شرح ابوداؤد شریف

جلد 1

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ۔ لاہور

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و
نظریات۔۔۔
بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان
کے رد۔۔۔
اہلسنت پر کیئے جانے والے
اعتراضات کے جوابات پر مشتمل
کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور
والپیپر حاصل کرنے کے لئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں
https:/ / t.me/ tehqiqat

شرح ابوداؤد شریف

— تصنیف —

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

— ترجمہ وتخریج —

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

— شارح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

1

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شرح ابوداؤد شریف

مترجم	ــــــــــ	ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
شارح	ــــــــــ	علامہ محمد لیاقت علی رضوی
باہتمام	ــــــــــ	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	ــــــــــ	اگست 2016ء
سرورق	ــــــــــ	اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور
طباعت	ــــــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	ــــــــــ	روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ھو القادر

جميع حقوق الطبع محفوظ للناشر
All rights are reserved
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

فہرست مضامین

کتاب الطہارت

کتاب الصلوٰۃ

مقدمہ رضویہ

اَلحمد لِلّٰه الَّذِیْ أوضح وُجوه معالم الدّین وأفضح وُجوه الشَّک بکشف النقاب عَن وَجه الْیَقِین بالعلماء المستنبطین الراسخین والفضلاء الْمُحَقِّقِین الشامخین الَّذین نزهوا کَلَام سید الْمُرْسلین ممیزین عَن زیف المخلطین المدلسین وَرفعُوا مناره بنصب العلائم وأسندوا عمده بأقوی الدعائم حَتّٰی صَار مَرْفُوعا بِالْبِنَاء العالی المشید وبالأحکام الموثق المدمج الْمُؤَکّد مسلسلا بسلسة الْحِفْظ والإسناد غیر مُنْقَطع وَلَا واه إِلَی یَوْم التناد وَلَا مَوْقُوف علی غَیره من المبانی وَلَا معضل مَا فِیهِ من الْمعَانِی (وَالصَّلَاة) علی من بعث بِالدّینِ الصَّحِیح الْحسن وَالْحق الصَّرِیح السّنَن الْخَالِی عَن الْعِلَل القادحة والسالم من الطعْن فِی أدلته الراجحة مُحَمَّد المستأثر بالخصال الحمیدة والمجتبی الْمُخْتَص بالخلال السعیدة وعَلی آله وَصَحبه الْکِرَام مؤیدی الدّین ومظهری الْإِسْلَام وعَلی التَّابِعین بِالْخَیرِ وَالْإِحْسَان وعَلی عُلَمَاء الْأمة فِی کل زمَان مَا تغرد قمری علی الْوَرْد والبان وناح عندلیب علی نور الأقحوان (وَبعد) فَإِن عانی رَحْمَة ربه الْغَنِی مُحَمَّد لیاقت علی الرضوی الحنفی عَامله ربه ووالدیه بِلُطْفِهِ الْخَفِی یَقُول أَن السّنة إِحْدَی الْحجَج القاطعة وأوضح المحجة الساطعة وَبهَا ثُبُوت أَکثر الْأَحْکَام وَعَلَیْهَا مدَار الْعلمَاء الْأَعْلَام وَکیف لَا وَہِی القَوْل وَالْفِعْل من سید الْأَنَام فِی بَیَان الْحَلَال وَالْحرَام الَّذین عَلَیْهِمَا مَبْنِیّ الْإِسْلَام فصرف الإعمار فِی اسْتِخْرَاج کنوزها من أهم الْأُمُور وتوجیه الأفکار فِی استکشاف رموزها من تعمیر العمور لَهَا منقبة تجلت عَن الْحسن والبها ومرتبة جلت بالبهجة والسنا وَہِی أنوار الْهِدَایَة ومطالعها ووسائل الدِّرَایَة وذرائعها وَہِی من مختارات الْعُلُوم عینهَا وَمن متنقدات نقود المعارف فضها وعینها ولولاها لما بَان الْخَطَأ عَن الصَّوَاب وَلَا تمیز الشَّرَاب من السراب وَلَقَد تصدت طَائِفَة من السّلف الْکِرَام مِمَّن کساهم اللّٰه تَعَالَی جلابیب الْفَهم والأفهام ومکنهم من انتقاد الْأَلْفَاظ الفصیحة المؤسسة علی الْمعَانِی الصَّحِیحَة وأقدرہم علی الْحِفْظ بالحفاظ من الْمُتُون والألفاظ إِلَی جمع سنَن من سنَن سید الْمُرْسلین هادیة إِلَی طرائق شرائع الدّین وَتَدْوِین مَا تفرق مِنْهَا فِی أقطار بِلَاد الْمُسلمین بتفرق الصَّحَابَة وَالتَّابِعِینَ الحاملین والفقهاء مذاهب الاربعة۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

(202-275ھ بمطابق 817-889ء)

نام ونسب: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا نام سلیمان بن اشعث اور آپ کی کنیت ابوداؤد ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد امام کے شاگردِ خاص ابن داسہ نے امام کا نسب اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ منسوب ''سجستانی'' ہے۔ جو آپ کے وطن مالوف ''سجستان'' کی نسبت سے ہے۔ یہ قدیم صوبہ موجودہ دور کے اعتبار سے جنوب مغربی افغانستان کا حصہ ہے۔ اس صوبے کو تاریخ میں ''سیستان'' کے نام سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ مشہور روایات کے مطابق یہ صوبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں 18 ہجری میں عاصم بن عمرو تیمی نے فتح کیا۔ جبکہ بعض مورخین کے نزدیک یہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا۔

•••_____•••_____•••

امام ابوداؤد 202 رحمۃ اللہ علیہ ہجری میں پیدا ہوئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جس زمانے میں ہوش سنبھالا یہ علم حدیث کی تاریخ کا یادگار ترین دور ہے۔ امت میں قبولیت عامہ پانے والی ''صحاح ستہ'' کے تمام مؤلفین اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں اور بیشتر اساتذہ سے استفادہ میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں۔ اگرچہ زمانی اعتبار سے تقدیم وتاخیر ہوسکتی ہے۔

آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں سے چند ایک کے اسماء درج ذیل ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن یحییٰ ذہلی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی طلب میں مصر، حجاز، شام، عراق اور خراسان کے بہت سے علاقوں کا سفر کیا۔

بہت سے جلیل القدر اساتذہ سے استفادہ کے بعد جب امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے تو انہوں نے بہت جلد اپنی قابلیت اور فضیلت کا لوہا منوالیا۔ ان کے اندر وہ تمام خصوصیات پائی جاتی تھیں، جو کسی بھی عالمِ ربانی میں پائی جاسکتی ہیں۔ اسی لیے شیخ احمد ہروی نے انہیں علمِ حدیث کے شہسواروں میں سے ایک قرار دیا ہے، جبکہ شیخ موسیٰ بن ہارون کا یہ کہنا ہے: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا میں علمِ حدیث کی خدمت کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں: میں نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ حافظ ابن مندہ نے تو انہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے

بعد سب سے جلیل القدر محدث قرار دیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ جس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں' اس زمانے میں اسلامی معاشرے پر یونانی فلسفے کے اثرات بہت زیادہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرے میں ''معتزلہ'' کے نام سے ایک باقاعدہ مکتبہ فکر وجود میں آچکا تھا' جو قرآن وسنت کے الفاظ کی تعبیر وتشریح' یونانی فلسفے کے نظریات کی روشنی میں کیا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے تمام مسائل میں اپنے جلیل القدر استاد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق' سلف صالحین کے نظریے کو اختیار کیا۔

بہت سے مؤرخین نے 'فقہی اعتبار سے' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا شمار امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے طبقۂ اولیٰ کے شاگردوں میں کیا ہے۔ ان مؤرخین میں ابواسحاق شیرازی' قاضی ابوحسین فراء اور امام ذہبی شامل ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ دیگر فقہاء کی بہ نسبت انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی فہرست بھی خاصی طویل ہے۔

•••____•••____•••

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی کتب یادگار چھوڑی ہیں' جن میں سے چند ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

سنن ابوداؤد: اس کتاب کا تعارف اگلے صفحات میں تحریر ہے۔

مراسیل: اس کتاب میں انہوں نے مرسل روایات کو ابواب وفصول کے تحت مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب بعض اختصارات کے ہمراہ 1310 ہجری میں مصر میں شائع ہوئی تھی۔

ناسخ ومنسوخ: یہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی اہم کتب میں سے شمار کی جاتی ہے' لیکن صرف مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے' اس کا کوئی نسخہ منظر عام پر نہیں آسکا۔

کتاب الزہد: اس کتاب کا بھی مؤرخین نے ذکر کیا ہے یہ شائع نہیں ہوسکی۔

مسائل امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: عنوان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی آراء نقل کی ہوں گی' تاہم یہ کتاب بھی شائع نہیں ہوسکی البتہ اس کے کچھ قلمی نسخوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

الردّ علی اہل القدر: امام ذہبی اور امام مزی نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ بھی امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی تصانیف ہیں' جن کا صرف ذکر ملتا ہے۔

•••____•••____•••

علم وفضل کی خدمت سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے شب جمعہ میں' 16 شوال المکرم 275 ہجری کو اس دار فانی کو خیرباد کہا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی آغوش میں منتقل ہوگئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بصرہ میں ہوا' جہاں آپ عمر کے آخری دور میں رہائش پذیر رہے تھے۔ شیخ عباس بن عبدالواحد ہاشمی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ تعارف نام ونسب ابوداؤد کنیت، سلیمان نام اور والد کا اسم گرامی اشعث ہے سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی سجستانی۔

سن پیدائش

امام ابوداؤد سیستان میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے لیکن آپ نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سنن کی تالیف کی اسی لیے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے پھر بعض وجوہ کی بنا پر ۲۷۱ھ میں بغداد کو خیر باد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بصرے میں گزارے جو اس وقت علم وفن کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

تحصیل علم

آپ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً اور مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہا میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے اس زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ و شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا صاحب کمال نے لکھا ہے کہ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔

اساتذہ وشیوخ

امام ابوداؤد تحصیل علم کے لیے جن اکابر وشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا استقصاء دشوار ہے خطیب تبریزی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار لوگوں سے حدیثیں حاصل کیں، ان کی سنن اور دیگر کتابوں کو دیکھ کر حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق ان کے شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ آپ کے اساتذہ میں مشائخ بخاری ومسلم جیسے امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ بن سعید اور قعنبی ابوالولید طیاسی، مسلم بن ابراہیم اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

فن حدیث میں کمال

ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں جب سنن ابوداؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ "ابوداؤد کے لیے حق تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا ہوا تھا" حافظ ابوطاہر نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا لان الحدیث وعلمہ بکمالہ لامام اہلیہ ابوداؤد مثل الذی لان الحدید وسبکہ لنبی

اہل زمانہ داؤد فقہی ذوق اصحاب صحاح ستہ کی نسبت امام ابوداؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں جن کو علامہ شیخ ابواسحق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے امام ممدوح کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام کے لیے مختص فرمایا، فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب (سنن) میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا، چنانچہ حافظ ابوجعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اور احادیث فقہیہ کے حصر واستیعاب کے سلسلے میں ابوداؤد کو جو بابت حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ حدیث وفقہ دونوں کے سرخیل تھے۔

زہد وتقویٰ

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ امام موصوف حفظ حدیث، اتقان روایت، زہد وعبادت اور یقین وتوکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ ورع وتقویٰ، عفت وتقویٰ! عبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتے کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ جب اس کا راز دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتے رکھ لیتا ہوں اس لیے اس کو کشادہ بنالیا ہے اور دوسری کو کشادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس میں کوئی فائدہ نہ تھا اس لیے اس کو تنگ ہی رکھا۔ جو گنج قناعت میں ہیں تقدیر پر شاکر ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ آپ کے فضل وکمال کا اعتراف ابوداؤد کو علم وعمل میں جو امتیازی مقام حاصل تھا اس زمانہ کے علماء مشائخ کو بھی اس کا پورا پورا اعتراف تھا چنانچہ حافظ موسیٰ بن ہارون جو ان کے معاصر تھے فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لیے اور آخرت میں جنت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا امام حاکم فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد بلاشک وریب اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔

اہل اللہ کی سچی عقیدت احمد بن محمد بن لیث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری جو اس زمانہ کے اہل اللہ میں سے تھے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا: امام صاحب میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اگر حسب امکان پوری کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔ آپ نے وعدہ کرلیا انہوں نے کہا کہ جس مقدس زبان سے آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کرتے ہیں اس کو بوسہ دینے کی آرزو رکھتا ہوں ذرا آپ اسے باہر نکالیں چنانچہ آپ نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی اور حضرت سہل نے اس کو بوسہ دیا۔

وفات امام ابوداؤد نے تہتر سال کی عمر پاکر سولہ شوال ۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ یوم وفات روز جمعہ ہے۔ مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو تیرا (اقبال) تصنیفات امام ابوداؤد نے بہت سا علمی ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے جس کی مجمل فہرست درج ذیل ہے۔ مراسیل۔ الرد علی القدریہ۔ الناسخ والمنسوخ۔ ماتفرد بہ اہل الامصار۔ فضائل الانصار۔ مسند مالک بن انس۔ المسائل معرفۃ الاوقات۔ کتاب بدء الوحی سنن۔ ان میں سب سے زیادہ اہم آپ کی سنن ہے۔

XOOOX

سُنن ابوداؤد

نبی اکرم ﷺ سے منقول مستند احادیث کا یہ مجموعہ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ عرفِ عام میں ''سنن ابوداؤد'' کے نام سے معروف ہے۔ اہلِ علم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب کردہ اس مجموعے کا نام ''سنن'' ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ مکہ کے نام اپنے خط میں خود اس مجموعے کو اسی نام سے ذکر کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجموعے میں یہ کوشش کی ہے کہ اس میں فقہی احکام سے متعلق مستند احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیں۔ انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ کسی ایسے راوی سے روایت نقل نہ کریں جو متروک الحدیث ہو۔ یعنی جس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہو۔ اس کے علاوہ انہوں نے ''سنن ابوداؤد'' میں زیادہ تر وہ روایات نقل کی ہیں جو محدثین کے نزدیک مشہور ہیں۔ تاہم انہوں نے اس کتاب میں کچھ ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جو متصل نہیں ہیں۔ یا تو وہ مرسل ہیں یا ان میں تدلیس پائی جاتی ہے' لیکن کیونکہ علمی اعتبار سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے وابستہ دامن ہیں اور ان کے نزدیک مستند متصل حدیث کی عدم موجودگی میں مستند مرسل روایت سے استدلال کیا جا سکتا ہے' اس لئے ان کے طریقے کے مطابق امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مستند متصل روایات کی عدم موجودگی میں مرسل روایات بھی نقل کر دی ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی جگہ کوئی ایسی روایت نقل کریں جس میں انتہائی ضعف پایا جاتا ہو تو وہ اس کے ضعف کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ انہوں نے خود یہ بات تحریر کی ہے: جس حدیث پر میں کوئی تبصرہ نہ کروں وہ روایت صالح ہو گی۔ بعض محققین کے نزدیک صالح سے مراد ''حسن'' ہوتا ہے۔

•••----•••----•••

خطیب بغدادی نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ یہ نقل کیے ہیں:

''میں نے اس کتاب میں صحیح' اس سے مشابہت رکھنے والی' اس کے قریب روایات ذکر کی ہیں اور جن روایات میں انتہائی ضعف پایا جاتا ہے' انہیں میں نے بیان کر دیا ہے اور جنہیں بیان نہیں کیا' وہ صالح ہیں' جن میں سے بعض دوسریوں سے زیادہ مستند ہیں۔

علماء کا یہ کہنا ہے: یہاں صحیح سے مراد ''صحیح لذاتہ'' ہے۔ جبکہ اس سے مشابہت رکھنے والی سے مراد ''صحیح لغیرہ'' ہے اور اس کے قریب سے مراد ''حسن لذاتہ'' ہے۔

لیکن اس کے باوجود علماء نے یہ بات بیان کی ہے: سنن ابوداؤد میں بہت سی ایسی روایات موجود ہیں جن کے ضعیف ہونے کی امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت نہیں کی' لیکن تحقیقی اعتبار سے وہ ضعیف کے مرتبے میں شمار کی جائیں گی۔

لیکن ان سب کے باوجود امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ ''سنن'' کو امت میں قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ دیا: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ کتاب ''سنن ابوداؤد'' مجتہد کے لئے کافی ہے۔

جبکہ حافظ محمد بن ابراہیم کا یہ قول ہے: سنن کے اعتبار سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سب سے بہتر ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علمِ فقہ میں مہارت حاصل کرنے والے کے لیے سنن ابوداؤد کا مطالعہ ضروری ہے' کیونکہ اس میں ایسی اکثر روایات مذکور ہیں' جو فقہی مسائل میں ماخذ بنتی ہیں۔

•••____•••____•••

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ سنن کی انہی خوبیوں کی وجہ سے بہت سے اہلِ علم نے ''شرح'' کی شکل میں اس کی خدمت سرانجام دی' جن میں سے چند ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

i۔ معالم السنن: اس کے مصنف امام ابوسلیمان خطابی ہیں۔ یہ کتاب مکمل نہیں ہو سکی' لیکن سنن ابوداؤد کی سب سے بہترین شرح شمار ہوتی ہے۔

ii۔ شرح نووی: یہ کتاب بھی مکمل نہیں ہو سکی اور اب اس کے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں۔

iii۔ شرح قرشی: اس کے مصنف قطب الدین ابوبکر بن احمد ہیں۔ اس کا بھی صرف تذکرہ ملتا ہے۔

iv۔ شرح مغلطائی: اس کے مصنف علاؤالدین مغلطائی ہیں۔ یہ بھی مکمل نہیں ہو سکی۔

v۔ شرح عراقی: اس کے مصنف ولی الدین احمد بن عبدالرحیم عراقی ہیں۔ یہ بھی مکمل نہیں ہو سکی۔

vi۔ شرح سیوطی: اس کے مصنف امام جلال الدین سیوطی ہیں۔ یہ انتہائی تفصیلی شرح تھی۔ کتاب کے آغاز سے سجدۂ سہو سے متعلق ابواب تک کی شرح 7 جلدوں میں ہوئی تھی۔ اگر یہ مکمل ہو جاتی تو 40 جلدوں سے زیادہ ہوتی' لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہو سکی۔

vii۔ شرح عینی: اس کے مؤلف علم حدیث کی مشہور کتاب ''عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری'' کے مؤلف حافظ بدرالدین محمود عینی ہیں۔ یہ بھی مکمل نہیں ہو سکی' تاہم اس کے اجزاء شائع ہو چکے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے پانچ شاگردوں نے سنن ابوداؤد کے نسخے روایت کیے ہیں اور ان نسخوں میں کچھ الفاظ اور روایات کی کمی وبیشی پائی جاتی ہے۔ جن میں سے دو حضرات کے نسخے زیادہ مشہور ہوئے۔

i۔ ابوعلی لؤلؤی: (ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو بصری لؤلؤی۔ انتقال 333 ہجری)

ii۔ ابن داسہ: (ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ بصری)

ہمارے سامنے اس کتاب کا جو نسخہ موجود ہے' اس کی احادیث کے متن کی تحقیق' تخریج اور تعلیق نگاری کی خدمت شیخ شعیب الارناؤط نے سرانجام دی ہے۔ اور ہم نے انہی کی تخریج کو انتخاب واختصار کے ساتھ اس نسخے میں نقل کر دیا ہے۔ اس نسخے کے مطابق ''سنن ابوداؤد'' کی روایات کی تعداد 5274 ہے۔

حدیث یا سنت سے مراد نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا قول' فعل اور سکوت ہے۔ سکوت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاموشی کو

کہتے جوانہوں نے کسی عمل کو دیکھ کر اختیار کی اور اس سے منع نہیں فرمایا۔ کتاب اللہ تعالیٰ یعنی قرآن مجید کی کتابت تو آپ ﷺ نے خود اپنی نگرانی میں مکمل کرائی تھی لیکن احادیث نبویہ ﷺ کی جمع وتدوین کا کام بعد میں آنے والے بزرگوں نے کیا۔ انہوں نے حدیث کو لکھنے سے پہلے وہ حدیث جس جس نے بیان کی اور جس جس نے سنی انکے نام بھی درج کیے۔

یہ ایسی شاندار علمی کاوش ہے جو کسی اور مذہب وملت کے ہاں نہیں۔ ایک ہستی مبارکہ ﷺ کی احادیث جمع کرتے ہوئے کم و بیش ساڑھے پانچ لاکھ افراد کے حالات زندگی کتابوں میں محفوظ کر دیے گئے جو کہ اب کمپیوٹر کی ڈیٹا بیس میں سما دیے گئے ہیں۔ اس میدان کو ''اسماء الرجال'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

احادیث کی جمع وتدوین کا کام اگرچہ دور نبوت میں شروع ہو چکا تھا اور کچھ اصحاب رسول ﷺ آپ ﷺ کی موجودگی میں ارشادات عالیہ سپرد قلم کرتے رہتے تھے لیکن تیسری صدی ہجری میں یہ علم ایک فن بن کر آسمان علم پر سورج کی طرح ابھرا اور آج تک آسمان روایت پر اس شان سے جلوہ افروز ہے کہ صدیاں گزر گئیں لیکن گہن اسکے قریب بھی نہیں پھٹکا۔ عظیم الشان محدثین نے ایک ایک روایت کے حصول کے لیے میلوں پیدل سفر کیا اسکو جانچا، پرکھا اور ٹھوک بجا کر دیکھا اور قابل اعتماد ہونے پر اپنے نسخوں میں درج کیا۔ امت مسلمہ پر انکا اتنا بڑا احسان ہے کہ تا قیامت انکا فیض جاری وساری رہے گا۔ محدثین نے بے شمار کتب حدیث مدون کیں لیکن ان میں سے چھ کو اہل سنت کے ہاں بہت مقبولیت حاصل ہوئی جنہیں ''صحاح ستہ'' کہا جاتا ہے اور چار کو اہل تشیع کے ہاں بلند وبالا مقام ملا جنہیں ''کتب اربعہ'' یا ''اصول اربعہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا نام امت مسلمہ کے ہاں ایک بہت ہی مستند محدث کی حیثیت سے مشہور ہے۔ انہوں نے محسن انسانیت ﷺ کی حدیثوں کو جمع کیا اور اپنی کتاب ''سنن ابی داؤد شریف'' میں مرتب کیا۔ آپ کا مکمل نام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق اسدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا۔ 202ھ میں سجستان میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ سندھ اور ہرات کے درمیان واقع تھا اور ایک زمانے میں بہت شہرت رکھتا تھا تاریخ کی پرانی کتب میں اس کا بکثرت ذکر ملتا ہے۔ اس زمانے میں تحصیل علم کے لیے سفر کرنا ضروری خیال کیا جاتا تھا بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ قابلیت کو اسی پیمانے سے ناپا اور تولا جاتا تھا کہ کہاں کہاں کا سفر کیا گیا ہے تو عبث نہ ہوگا۔ آپ نے حصول علم کے لیے مصر، شام، حجاز، خراسان اور عراق وغیرہ کی طرف طویل اور دور دراز علاقوں میں سفر کیے، کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر۔

آپ کی شہرت آپ کی زندگی میں ہی چہار دانگ عالم پہنچ چکی تھی لوگ آپ کو امام حدیث کی حیثیت سے جانتے تھے اور آپ کے درس میں جوق در جوق شریک ہوتے۔ شاہی خاندان کے اکثر افراد بھی آپ سے کسب فیض کرتے لیکن انہیں عوام الناس کی طرح اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ آپ جس شہر میں جاتے لوگوں کا جم غفیر شہر سے بہت باہر آپ کے استقبال کے لیے موجود ہوتا تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت انتہائی سادگی اور بے تکلفی سے عبارت تھی۔ آپ اپنی قمیص کی ایک آستین کھلی رکھتے تھے تاکہ اس میں کچھ کاغذات سما سکیں اور دوسری آستین تنگ رکھتے تھے کہ اسراف کا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ آپ کی طبیعت میں زہد وعبادت بھی بہت غالب تھے اس لیے آپ کو عالم باعمل کہنا غلط نہ ہوگا۔

آپ نے وقت کے بہت مشہور علماء سے علم حاصل کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ابوالولید طیاسی، محمد بن کثیر العبدی، مسلم بن ابراہیم، احمد بن یونس اور سلیمان بن حرب جیسے بزرگوں کا نام بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہے۔ امام ترمذی اور امام نسائی جیسی نابغہ روزگار ہستیاں آپ کے شاگردوں میں سے ہیں ان کے علاوہ آپ سے سماع حدیث کرنے والوں کی اتنی لمبی فہرست ہے کہ جس کو سپرد قلم کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات بھی ایک طویل فہرست کے متقاضی ہیں۔ ''کتاب السنن'' آپ کی شہرت کی اصل وجہ ہے جسے امت مسلمہ ''سنن ابی داؤد'' کے نام سے جانتی ہے۔

آپ نے اس کتاب ''سنن ابی داؤد'' میں ایسی احادیث نبوی ﷺ کو جمع کیا ہے جو احکامات سے تعلق رکھتی ہیں۔ شاید اسی لیے یہ کتاب فقہا کے ہاں بھی بہت مقبول ہے۔ کتاب کی تکمیل کے بعد آپ نے اسکے مسودے کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے اسے بے حد پسند کیا اور اسکے مندرجات کو سراہا۔ یہ کتاب احکامات اسلامیہ کا ماخذ مانی گئی ہے اور علما کی ایک کثیر تعداد اس بات پر متفق ہے کہ قرآن وسنت کے احکامات کی تفہیم کے لیے ''سنن ابی داؤد'' کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ میں اس کتاب کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔

اس کتاب سے قبل محدثین کے ہاں صرف جوامع اور مسانید لکھنے کا رواج تھا۔ ''جوامع'' جامع کی جمع ہے اس سے مراد وہ کتب احادیث نبوی ﷺ ہیں جن میں ہر طرح کی احادیث نبوی ﷺ ہوتی ہیں اور ''مسانید'' مسند کی جمع ہے اس سے مراد وہ کتب احادیث نبوی ﷺ ہیں جن میں کسی صحابی کی بیان کردہ تمام روایات جمع کر دی گئی ہوں۔ ''سنن ابی داؤد'' اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ ''سنن'' سے مراد وہ کتب حدیث نبوی ﷺ ہیں جن میں فقہی ترتیب سے احادیث نبوی ﷺ درج کر دی گئی ہوں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس اسلوب کا آغاز کیا جسے امت مسلمہ میں بہت پسند کیا گیا اور اس کتاب کے بعد بہت سے محدثین نے اس اسلوب پر قلم اٹھایا۔

''سنن ابی داؤد'' میں احکام سے متعلق احادیث نبوی ﷺ موجود ہیں۔ اس کتاب میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ترین احادیث نبوی ﷺ کا ذکر کیا ہے اور اگر ایک حدیث کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہو تو اسکو سند عالی سے درج کرتے ہیں اور ساتھ میں دیگر اسناد کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ ''اسناد'' سند کی جمع ہے جس سے مراد حدیث بیان کرنے والے بزرگ ہیں جنہوں نے ایک سے سن کر دوسرے کو بتایا۔ جیسے نبی ﷺ سے صحابی نے سنا، صحابی سے تابعی نے، تابعی سے تبع تابعی نے، تبع تابعی سے فقیہ نے اور فقیہ سے محدث نے سنا اور لکھ لیا اس لیے کہ حدیث بیان کرنے والے راوی کہلاتے ہیں اور اسے لکھ لینے والے محدث۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں لمبے واقعات والی احادیث کو اختصار سے بھی بیان کیا ہے۔ روایت کی سند میں اگر کسی طرح کا سقم موجود ہو تو اسکا بھی ذکر کرتے ہیں تاہم ایسے راویان جن کی شہرت محدثین کے ہاں کچھ اچھی نہیں ہے انکی روایات قبول نہیں کرتے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حدیث نبوی ﷺ کے راویوں کی نام، انکی کنیتیں اور اگر انکے القابات ہوں تو ان کا ذکر بھی موجود ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ''متصل السند'' احادیث ہی داخل کتاب کی ہیں۔ ''متصل

السند'' احادیث سے مراد وہ روایات ہیں جن کا سلسلہ سند محسن انسانیت ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور درمیان میں سب راویوں کی باہمی ملاقات ثابت ہوتی ہے یا انہوں نے ایک دوسرے کا زمانہ پایا ہوتا ہے۔

''سنن ابی داؤد'' میں چار ہزار آٹھ سو روایات درج کی گئی ہیں۔ اس کتاب کی پزیرائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسکی کئی شروحات لکھی گئی ہیں۔ شروحات سے مراد تشریح ہے جیسے قرآن کی ''تفسیر'' ہوتی ہے اسی طرح حدیث نبوی ﷺ کی ''تشریح'' ہوتی ہے اور کسی کتاب حدیث نبوی ﷺ کی شروحات کا لکھا جانا گویا اس کی اہمیت اجاگر ہونا ہے۔ اس کتاب کی بہت سی شروحات لکھی گئیں لیکن ''معالم سنن'' از ابو سلیمان احمد خطابی، ''شرح سنن ابو داؤد'' از قطب الدین ابوبکر، ''شرح سنن ابو داؤد'' از ملا علاؤالدین، سے مسائل سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

حافظ ذکی الدین نے ''مختصر سنن ابی داؤد'' اور ابن قیم الجوزی جیسی نابغہ روزگار شخصیت نے ''تہذیب السنن'' کے نام سے اس کتاب کی مختصرات بھی تحریر کی ہیں اور فی زمانہ سنن ابی داؤد کے کئی اردو اور انگریزی تراجم بھی مارکیٹ میں موجود ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، آسمان حدیث کا یہ ماہتاب 14 شوال 275 ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ حضرت امام ابوداؤد کے جنازے میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ آپ اپنی طبعی موت سے فوت ہو چکے لیکن آپ کی کتاب ''سنن ابی داؤد'' قیامت تک آپ کو زندہ رکھے گی اور آنے والی نسلیں اس چشمہ فیض سے سیراب ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

سوانح حیات

(۲۰۲ھ-۲۷۵ھ)

نام ونسب:

سلیمان نام، ابوداؤد کنیت، اور نسب یہ ہے: سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران ازدی سجستانی۔

ولادت وخاندان:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش آپ کے اپنے بیان کے مطابق ۲۰۲ھ میں ہوئی، قبیلہ ''ازد'' سے تعلق کی بناء پر ازدی کہلاتے ہیں۔

سجستانی نسبت سیستان یا (سجستان) میں سکونت کی وجہ سے ہے، جو سندھ وہرات کے مابین اور قندھار (افغانستان) کے متصل واقع ہے۔

طلب حدیث کے لئے بلاد اسلامیہ کی سیاحت: آپ نے احادیث کی روایت وتحصیل کے لئے بلاد اسلامیہ کے علمی مقامات کا سفر کیا، جن میں مصر، شام، حجاز (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ)، بغداد، جزیرہ، بصرہ اور خراسان وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

کئی بار بغداد تشریف لے گئے، نیساپور، مرو، اصبہان وغیرہ کے محدثین کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے استفادہ کیا۔

اساتذہ وشیوخ

آپ کے اساتذہ وشیوخ حدیث تین سو (۳۰۰) سے زائد ہیں جن میں سے بعض مشاہیر درج ذیل ہیں:

احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ،
ابوثور، یحییٰ بن معین،
ابوبکر بن ابی شیبہ،
عثمان بن ابی شیبہ،
سعید بن منصور،
سلیمان بن حرب،

سلیمان بن عبدالرحمن دمشقی، شجاع بن مخلد، محمد بن بشار بندار بصری،
محمد بن صباح نزار دولابی،
محمد بن منھال،
مسدد بن مسرہد،
قعنبی وغیرہ وغیرہ۔

تلامذہ:

امام ابوداؤد سے بہت سارے علمائے حدیث کو شرف تلمذ حاصل ہے، ان میں سے سنن کے رواۃ مندرجہ ذیل ہیں:
۱۔ابوعمرو احمد بن علی بن حسن بصری۔
۲۔ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی۔(م ۳۳۳ھ)
۳۔ابوالطیب احمد بن ابراہیم اشنانی بغدادی۔
۴۔ابوسعید احمد بن محمد بن سعید بن زیاد اعرابی۔(م ۳۴۰ھ)
۵۔ابوبکر محمد بن عبدالرزاق بن داسہ۔(م ۳۴۶ھ)
۶۔ابوالحسن علی بن الحسن بن العبد الانصاری۔(م ۳۲۸ھ)
۷۔ابوعیسی اسحاق بن موسی بن سعید الرملی الوراق۔(م ۳۲۰ھ)
۸۔ابواسامہ محمد بن عبدالملک بن یزید الرواس۔
۹۔ابوسالم محمد بن سعید الجلودی۔

آپ کی دوسری کتابوں کے رواۃ ہیں: ۱۰۔ابوعبداللہ محمد بن احمد بصری، ۱۱۔ابوبکر احمد بن سلیمان النجاد، ۱۲۔اسماعیل بن محمد الصفار، ۱۳۔ابوعبید محمد بن علی الآجری، اور دوسرے مشہور علماء میں آپ کے صاحبزادہ: ۱۴۔ابوبکر، ۱۵۔ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی، ۱۶۔حرب بن اسماعیل کرمانی، ۱۷۔زکریا الساجی، ۱۸۔ابوبکر محمد بن خلال، ۱۹۔اور احمد بن یسین ہروی وغیرہ بھی آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، صحاح ستہ کے مصنفین میں سے: ۲۰۔امام ترمذی، ۲۱۔اور امام نسائی کو بھی آپ سے تلمذ حاصل ہے۔

آپ کے شیخ امام احمد نے بھی آپ سے حدیث عتیرہ روایت کی ہے۔

حفظ وضبط: امام صاحب کو حفاظ حدیث میں بہت بڑا مقام حاصل ہے۔

ابوحاتم کا بیان ہے: ''وہ حفظ کے اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک تھے''۔(تہذیب الکمال ۱۱/ ۳۶۵)

محمد بن مخلد فرماتے ہیں: ''ابوداؤد ایک لاکھ حدیث کا پورا مذاکرہ کیا کرتے تھے، اور جب آپ نے سنن مرتب کی تو تمام اہل زمانہ نے آپ کے حفظ اور سبقت علمی کا اعتراف کیا''۔(تہذیب الکمال ۱۱/ ۳۶۵)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جمہور علمائے اسلام کو ان کے کمال حفظ کا اعتراف ہے''۔

جرح وتعدیل: علل حدیث میں آپ کو ملکۂ راسخہ عطا ہوا تھا، جیسا کہ ممتاز علماء نے اس فن میں آپ کی مہارت کا اعتراف کیا

ہے۔

آپ کی قوت تمیز، اور نقد ونظر پر اساطین فن کا اتفاق ہے۔

احمد بن محمد بن یسین الہروی فرماتے ہیں: ''ابوداؤد حدیث نبوی، اور علم وعلل اسانید کے حفاظ میں سے ہیں، عبادت پاکدامنی، صلاح اور ورع وتقویٰ میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں'' (السیر ۱۳/۲۱۱،تہذیب الکمال ۱۱/۳۶۵)

ابوحاتم بن حبان کا ارشاد ہے: ''ابوداؤد فقہ، علم، حفظ، عبادت، ورع وتقوی، اور پختگی ومہارت کے اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک امام تھے، آپ نے احادیث کی جمع وترتیب اور تصنیف وتالیف کا کام کیا، اور سنن کا دفاع کیا''۔

(السیر ۱۳/۲۱۲،تہذیب التہذیب ۴/۱۷۲)

حافظ ابن مندہ کا بیان ہے: ''احادیث کی تخریج، معلول وثابت، اور غلط وصحیح میں تمیز کرنے والے چار آدمی ہیں: بخاری، مسلم، ان کے بعد ابوداؤد اور نسائی''۔ (شروط ابن مندہ، السیر ۱۳/۲۱۲،تہذیب الکمال ۱۱/۳۶۵)

ورع وتقوی: مسلم بن قاسم آپ کے ورع وتقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ ثقہ اور زاہد تھے، حدیث کے ماہر تھے، اپنے وقت کے اس فن کے امام تھے''۔

اور حافظ ابو بکر الخلال فرماتے ہیں: ''امام ابوداؤد اپنے عہد کے معتوق امام ہیں، آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو علوم کی تخریج کی معرفت، اور مواضع حدیث کی بصیرت میں آپ سے بڑا ہو، آپ ورع وتقویٰ میں فائق وبرتر تھے''۔ (تہذیب الکمال ۱۱/۳۶۴)

اسی طرح ابوحاتم بن حبان اور احمد بن محمد بن یسین الہروی وغیرہ نے بھی آپ کے ورع وتقویٰ کا تذکرہ خصوصی طور پر کیا ہے۔

امام کے ورع وتقویٰ کے لئے یہ مثال ہی کافی ہے کہ آپ اپنی ایک آستین کشادہ اور دوسری تنگ رکھا کرتے تھے، جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''ایک آستین تو اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ لوں، اور دوسری کا کشادہ رکھنا غیر ضروری ہے''۔ (السیر ۱۳/۲۱۷)

آپ کا یہ فعل ورع وتقویٰ کے ساتھ احتیاط فی الحدیث یا احتیاط فی الروایت کی بھی غمازی کرتا ہے۔

فن حدیث میں تبحر وکمال: حدیث میں جلالت علم کا اعتراف کرتے ہوئے امام حاکم فرماتے ہیں: ''ابوداؤد اپنے وقت کے اہل حدیث کے بلا مقابلہ امام تھے''۔ (السیر ۱۳/۲۱۲)

اور علان بن عبدالصمد نے یہ رائے قائم کی ہے کہ آپ میدان حدیث کے شہسوار تھے۔ (السیر ۱۳/۲۱۲)

حافظ محمد بن اسحاق الصاغانی، اور ابراہیم الحربی حدیث میں آپ کی مہارت تامہ کو یوں بیان کرتے ہیں: ''أُلين لأبي داؤد الحديث كما أُلين لداؤد الحديد'' یعنی ابوداؤد کے لئے حدیث ویسے ہی نرم اور آسان بنادی گئی جیسے داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کردیا گیا۔ (السیر ۱۳/۲۱۲و۲۱۳،تہذیب التہذیب ۴/۱۷۲)

موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے اور آخرت میں جنت میں رہنے

کے لئے۔ (السیر ۱۳/ ۲۱۲)

نیز فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سے افضل آدمی نہیں دیکھا۔ (السیر ۱۳/ ۲۱۳)

فقہی ذوق وبصیرت: امام ابوداؤد کو جس طرح حدیث میں امامت کا درجہ ملا ہے اسی طرح آپ کو فقہ واجتہاد میں بھی ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی، فقہی بصیرت اور عمیق نظر رکھنے کے سبب بعض علماء نے تو آپ کو فقہ واجتہاد میں امام بخاری کے بعد دوسرا درجہ دیا ہے، اور لکھا ہے کہ امام بخاری کے بعد امام ابوداؤد کا مرتبہ سب سے بلند ہے، اور پھر جملہ اصحاب تراجم وطبقات نے آپ کے اس وصف کا تذکرہ کیا ہے۔

آپ کے اس ذوق اور بصیرت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگ سکتا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب ''کتاب السنن'' کو صرف احکام ومسائل کی جمع وترتیب تک ہی محدود رکھا۔

امام ابوحاتم آپ کو امام فقہ قرار دیتے ہیں۔

امام ابواسحاق شیرازی نے اصحاب صحاح ستہ میں سے صرف امام ابوداؤد ہی کو طبقاتِ فقہاء میں شمار کیا ہے، اور یہ امتیاز آپ کو اسی فقہی بصیرت اور فقہی ذوق کی بدولت حاصل ہوا ہے۔

فقہی مذہب: ابواسحاق شیرازی نے امام صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی نسبت حنابلہ کی طرف کردی ہے، نیز طبقات حنابلہ میں آپ کا ذکر ہے، اور بعض نے آپ کو شافعی المذہب لکھ دیا۔

حافظ ذہبی آپ کے تبحر علمی اور فقہ وحدیث میں امامت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابوداؤد حدیث اور فنون حدیث میں امامت کے ساتھ کبار فقہاء میں سے ہیں، آپ کی کتاب السنن اس پر دلالت کرتی ہے، آپ اصحاب امام احمد کے منتخب لوگوں میں سے ہیں، امام احمد کے مجلس کی ایک مدت تک پابندی کی، اور اصول وفروع کے دقیق مسائل پر آپ سے سوالات کئے، آپ اتباع سنت اور سنت کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کے باب میں، اور دشوار گزار کلام ومسائل میں غور وخوض نہ کرنے میں سلف کے مذہب پر تھے۔ (السیر ۱۳/ ۲۱۵)

اسی طرح علامہ طاہر الجزائری کے بیان سے بھی امام ابوداؤد کے کسی دوسرے امام کے مقلد ہونے کی نفی اور تردید ہوتی ہے، فرماتے ہیں: ''أما البخاري وأبو داؤد فإمامان في الفقه وكانا من أهل الاجتهاد'' (تو یہ دونوں بخاری اور ابوداؤد فقہ کے امام ہیں، اور دونوں اہل اجتہاد میں سے ہیں''۔

وفات: امام صاحب کی وفات (۱۶) شوال بروز جمعہ ۲۷۵ھ (۷۳) برس کی عمر میں ہوئی، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

اولاد: اولاد میں صرف ایک صاحبزادے محدث ابوبکر عبداللہ کا ذکر ملتا ہے۔

امام صاحب نے اپنی زندگی دین حنیف کی خدمت میں وقف کر رکھی تھی اس سلسلہ میں آپ نے زیادہ تر تصنیف وتالیف کا کام انجام دیا، آپ کی تالیفات میں سے جن کا ہمیں علم ہوسکا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔» کتاب السنن « (مطبوع)

۲۔» المراسیل « (مطبوع): یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب ہے، اس میں چھ سو مرسل روایات کا ذکر ہے، اور امام ابوداؤد

نے اس کو اپنی سنن کا اٹھارہواں جزء بتایا ہے، لیکن الگ سے مطبوع ہے۔

۳۔»مسائل أبي داؤد للإمام أحمد«: یہ بھی فقہی ترتیب پر ہے، علامہ رشید رضا نے اسے سن ۱۳۵۳ھ میں اپنی تحقیق سے شائع فرمایا۔

۴۔»رسالة أبي داؤد لأهل مكة في وصف سننه« (مطبوع): یہ رسالہ امام موصوف نے اپنی سنن سے متعلق تصنیف فرمایا، جو متعدد بار شائع ہو چکا ہے، ڈاکٹر محمد لطفی الصباغ نے اسے اپنی تحقیق سے ۱۳۹۴ھ میں شائع کیا۔

۵۔»الرواة من الإخوة والأخوات«: ڈاکٹر باسم بن فیصل الجوابرہ نے اپنی تحقیق سے اس کو ۱۴۰۸ھ میں شائع کیا۔

۶۔»سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داؤد في الجرح والتعديل«: ڈاکٹر محمد علی العمری نے اس کے تیسرے جزء کی اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ میں تحقیق کر کے شائع کیا، بعد میں چوتھے اور پانچویں جزء کی تحقیق واشاعت کی، اس کتاب کا پہلا اور دوسرا اجزء مفقود ہے۔

۷۔»سؤالات أبي داؤد للإمام أحمد في جرح الرواة وتعديلهم«: ڈاکٹر زیاد محمد منصور نے اسے ۱۴۱۴ھ میں تحقیق کر کے شائع کیا۔

۸۔»الزهد«: تحقیق ضیاء الحسن السلفی (مطبوع بالدار السلفیہ بمبئی)۔

۹۔»المسائل التي حلف عليها الإمام أحمد«: (تاریخ التراث العربی، تالیف فواد سزکین ۱/ ۲۹۵، مخطوط بالمکتبہ الظاہریہ)۔

آپ کی درج ذیل کتابیں مفقود کے حکم میں ہیں:

۱۰۔»الناسخ والمنسوخ«: (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلا للذہبی ۱۳/ ۲۰۹، تہذیب التہذیب لابن حجر ۴/ ۱۷۰، تقریب التہذیب لابن حجر ۷۶)

۱۱۔»كتاب القدر«: (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلا للذہبی ۱۳/ ۲۰۹، تقریب التہذیب لابن حجر ۷۶)

۱۲۔»البعث والنشور«: (ملاحظہ ہو: کشف الظنون تالیف حاجی خلیفہ ملا کاتب چلپی ۲/ ۱۴۰۲)

۱۳۔»دلائل النبوة«: (ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب لابن حجر ۴/ ۱۷۰، ہدیۃ العارفین تالیف اسماعیل پاشا بغدادی ۱/ ۳۹۵)

۱۴۔»التفرد في السنن«: (ملاحظہ ہو: تقریب التہذیب لابن حجر ۷۶، ہدیۃ العارفین تالیف اسماعیل پاشا بغدادی ۱/ ۳۹۰)

۱۵۔»مسند مالك بن أنس«: (التہذیب ۴/ ۱۷۰)۔

۱۶۔»فضائل الأنصار«: (التقریب ۷۶)۔

۱۷۔»أصحاب الشعبي«: (سوالات الآجری ۱۸۱)۔

۱۸۔»كتاب الكنى«: (الاصابۃ لابن حجر ۳/ ۴۳۷)۔

۱۹۔»ابتداء الوحي«: (تہذیب التہذیب ۱/ ۲)

۲۰۔»أخبار الخوارج«: (تہذیب التہذیب ۱/ ۲)

۲۱۔»كتاب الدعاء«: (تہذیب التہذیب ۱/ ۲)

سنن ابی داؤد کے مشہور نسخے

امام صاحب سے "سنن" کو روایت کرنے والے یوں تو نو تلامذہ ہیں، ذیل میں (کما تقدم) چند مشہور نسخوں کا تذکرہ مقصود ہے:

۱-نسخہ لؤلؤی: یہ نسخہ ہندوستان اور بلاد مشرق میں مروج ہے، اور "سنن ابی داؤد" سے عندالاطلاق یہی مفہوم ہوتا ہے، لؤلؤی نے امام صاحب سے ۲۷۵ھ میں اسے روایت کیا، اور یہ روایت اصح الروایات مانی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امام صاحب سے آخری وقت میں املاء کیا گیا، اور اسی پر آپ کا انتقال ہوا، گویا یہ آخری نسخہ ہے۔

۲-نسخہ ابن داسہ: اس میں نسخہ لؤلؤی کے ساتھ قدرے یکسانیت پائی جاتی ہے، محض تقدیم وتاخیر کا اختلاف ہے، اور یہ نسخہ بلاد مغرب میں زیادہ مشہور ہے، علامہ خطابی (مولف معالم السنن) کے پاس یہی ابن داسہ کا نسخہ تھا۔

۳-نسخہ رملی: یہ نسخہ ابوعیسیٰ الرملی نے ۳۱۷ھ میں بیان کیا۔

۴-نسخہ ابن الأعرابی: دوسرے متداول نسخوں کے مقابل میں یہ نسخہ نامکمل ہے، چنانچہ علامہ خطابی لکھتے ہیں: ابن الاعرابی کی روایت میں کتاب الفتن والملاحم والحروف والخاتم مکمل، اور کتاب اللباس نصف کے قریب ساقط ہے، اسی طرح کتاب الوضوء، کتاب الصلاۃ اور کتاب النکاح کے بہت سارے اوراق بھی ان سے فوت ہو گئے ہیں۔

سنن ابی داؤد کی شروح ومختصرات

سنن ابی داؤد کی افادیت کے سبب ہر زمانہ کے علماء نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، اور اس کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی توضیح وتشریح اور مختصرات وحواشی لکھنے میں خاص طور پر دلچسپی لی ہے، ذیل میں ان شروح ومختصرات کا تعارف پیش ہے:

۱-» معالم السنن «: یہ شرح مشہور محدث امام ابوسلیمان احمد بن محمد خطابی (م ۳۸۸ھ) کی ہے، سب سے متقدم ہے، اسے مطبعہ علمیہ حلب نے ۱۳۵۱ھ میں چار جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۲-» شرح الإمام النووي « (م ۶۷۶ھ) نا تمام (ملاحظہ ہو: المنہاج السوی فی ترجمۃ الامام النووی للسیوطی ص ۴۷)۔

۳-» شرح الحافظ مسعود بن أحمد بن مسعود الحارثي البغدادي « (م ۷۱۱ھ) ابن رجب نے فرمایا کہ موصوف نے سنن ابوداود کے بعض حصوں کی شرح لکھی (الذیل علی طبقات الحنابلۃ ۲/ ۳۶۳)۔

۴-» شرح قطب الدين «: یہ شیخ قطب الدین ابوبکر احمد بن دعین یمنی شافعی (م ۷۵۲ھ) کی ہے، اور چار مبسوط جلدوں پر مشتمل ہے لیکن نا تمام ہے (کشف الظنون ۲/ ۱۰۰۵)

۵-» شرح الحافظ المغلطائي بن قليج الحنفي « (م ۷۶۲ھ) نا تمام (کشف الظنون ۲/ ۱۰۰۵)۔

۶-» شرح الحافظ أحمد بن محمد بن إبراهيم المقدسي « (م ۷۶۵ھ) (الدرر الکامنۃ لابن حجر ۱/ ۲۴۲)

۷-» السنن بعجالة العالم «: علامہ خطابی کی معالم کا اختصار ہے، جسے شہاب الدین ابومحمود احمد بن مقدسی (م ۷۶۸ھ) نے مرتب کیا، بعض نے اس کا نام عجالۃ العالم من کتاب المعالم ذکر کیا ہے، اور یہ چار جلدوں میں ہے۔

۸۔» شرح ابن الملقن «: یہ شیخ سراج الدین عمر بن علی بن ملقن شافعی (م ۸۰۴ھ) کی شرح ہے، جو زوائد علی الصحیحین احادیث کی شرح پر مشتمل اور دو جلدوں میں ہے۔ (الضوء اللامع للحافظ السخاوی ۶/ ۱۰۲)

۹۔» شرح الحافظ أبي زرعة العراقي «: یہ شیخ ولی الدین بن ابی زرعۃ العراقی (م ۸۲۶ھ) کی شرح ہے، لیکن ناتمام ہے۔　(الضوء اللامع للحافظ السخاوی ۶/ ۱۰۲)

اس کی معلومات اور افادیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ یہ ابتداء سے سجدہ سہو تک سات جلدوں میں ہے، اور ایک جلد میں صیام، حج اور جہاد وغیرہ ابواب کی شرح ہے، اور اگر یہ شرح مکمل ہو جاتی تو چالیس جلدوں پر مشتمل ہوتی۔

۱۰۔» شرح المحدث ابن رسلان الشافعي «: یہ احمد بن حسین بن رسلان الشافعی (م ۸۴۴ھ) کی مبسوط اور مفصل شرح ہے، اس کی تحقیق کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الامام کے طلبہ نے ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالہ کے لئے کی ہے، جن میں ڈاکٹر سہیل حسن عبدالغفار استاذ حدیث انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد بھی ہیں (اور زیر نظر ترجمہ میں سنن ابوداود سے متعلق معلومات موصوف کے مقدمہ تحقیق سے مأخوذ ہے)، انہیں محققین فضلاء میں ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمن العمیر، اور ڈاکٹر محمد الخضیر ہیں، جنہوں نے اس کتاب کی تحقیق وتخریج اور دراسہ کا کام کیا ہے۔

۱۱۔» شرح الحافظ محمود بن أحمد العيني « (م ۸۵۵ھ) (تاریخ التراث العربی فواد سزکین ۱/ ۳۸۴)۔

۱۲۔» مرقاة الصعود إلى سنن أبي داؤد «: تالیف علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) یہ مختصر شرح ہے (مطبوع)۔

۱۳۔» شرح ابن عبدالهادي السندي «: یہ شرح ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندی (م ۱۱۳۸ھ) کی ہے، جس کا نام "فتح الودود علی سنن ابی داؤد" ہے، (تاریخ التراث العربی فواد سزکین ۱/ ۳۸۴)۔

۱۴۔» شرح ابن بهاء الدين المرجاني « (م ۱۳۰۶ھ) اس کا نام "عون الودود علی سنن ابی داؤد" ہے،
(الاعلام ۳/ ۸۷، ومعجم المؤلفین ۴/ ۴۹)

۱۵۔» غاية المقصود في شرح سنن أبي داؤد «: تالیف علامہ شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۳ھ) اس کی پہلی جلد ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوئی تھی، دوبارہ ۱۴۱۴ھ میں حدیث اکادمی فیصل آباد و دار الطحاوی ریاض سے تین جلدوں میں شائع ہوئی، جس میں آخری حدیث (۳۹۷) نمبر کی ہے، اور اس سے آگے کا مسودہ اب تک مفقود ہے۔

۱۶۔» عون المعبود «: تالیف علامہ شمس الحق العظیم آبادی: یہ چار ضخیم جلدوں میں دہلی سے ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوئی تھی، بیروت اور پاکستان سے اس کے فوٹو شائع ہو رہے تھے، نئے ٹائپ میں اس وقت مطبوع اور اہل علم کے یہاں رائج ہے۔

۱۷۔» بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد «: تالیف محدث خلیل بن احمد السہارنفوری (م ۱۳۴۶ھ)
(طبعة مصورة عن الطبعة الهندية دار الكتب العلمية في بيروت)۔

۱۸۔» المنهل العذب المورود شرح سنن الإمام أبي داؤد «: تالیف شیخ محمود بن محمد خطاب السبکی م ۱۳۵۲ھ یہ نا

مکمل تھی، لیکن بعد میں ان کے بیٹے امین السبکی نے مکمل کیا اور اس کا نام "فتح الملک المعبود تکملة المنہل العذب المورود" رکھا، اور یہ بھی نامکمل ہے، (یہ کتاب ۱۳۵۱ھ میں دس حصوں میں طبع ہوئی)۔

۱۹۔ »عون الودود علی سنن أبي داؤد«: تالیف شیخ محمد بن نور الدین الہزاروی (م ۱۳۶۶ھ) یہ ۱۳۱۸ھ لکھنؤ میں طبع ہوئی،

(جہود مخلصة فی خدمة السنة المطہرة ص ۲۱۶)۔

۲۰۔ »الدر المنضود شرح سنن أبي داؤد«: تالیف شیخ محمد یاسین الفادانی (م ۱۴۱۰ھ) یہ بیس جلدوں میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے (الامام ابوداود السجستانی للشیخ صالح البراک ص ۷۳)

XOOX

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی خدمات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوران کی فقہی بصیرت

فقہ فی الدین اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ اس نعمت سے اپنے مخصوص بندوں کو ہی نوازتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقهه فی الدین۔ (۱)

خدائے تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

اور جسے یہ عظیم نعمت حاصل ہوجاتی ہے وہ خود راہ راست پر رہتا ہے اور لوگوں کو بھی صحیح راستے کی رہنمائی کرتا ہے، ان کے الجھے ہوئے مسائل کو سلجھاتا ہے، اور شیطان کا شکار ہونے سے بچا کر ان کو صراط مستقیم پر ڈالتا ہے، اسی لئے شیطان فقیہ سے بہت گھبراتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: " فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ (۲)

"ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے"۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد انسانیت کے سب سے مقدس گروہ ہیں، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ واسطہ ہیں، جن کے بغیر نہ امت کو قرآن ہاتھ آسکتا ہے، نہ قرآن کے وہ مضامین جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے، نہ رسالت اور اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطہ کے بغیر علم ہوسکتا ہے، اس جماعت کو تفقہ فی الدین کی عظیم نعمت سے وافر حصہ ملا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وفیض صحبت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علوم اور تفقہ فی الدین میں ایسا عمق وگہرائی اور نورانیت پیدا کردی تھی کہ وہ خود معیار حق بن گئے، اور دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو یہ تمغہ ملا:

اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم۔ (۳)

اسلاف کا صحابہ رضی اللہ عنہم کے تفقہ پر اعتماد

اس لئے سلف صالحین کی نظر میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم وفہم کی بہت زیادہ اہمیت تھی اور ہر دینی معاملہ میں ان حضرات کی سب سے پہلے یہی تلاش رہا کرتی تھی کہ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا مسلک اور طریقہ تھا، اور جب ان کی رائے معلوم ہوجاتی تو اس کو اپنے لئے اسوہ بنالیتے، چنانچہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے حج کے متعلق ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا:

کرهها عمر و عثمان فان یکن علما فهما اعلم منی وان یکن رائیا فرائیهما افضل۔ (۴)

"حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے مکروہ سمجھتے تھے، اب اگر یہ علم تھا تو وہ مجھ سے اعلم تھے، اور اگر ان کی رائے تھی تو ان کی رائے میری رائے سے زیادہ بہتر ہے"۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد بقیہ بن ولید سے فرمایا:

یا بقیه! العلم ما جاء عن اصحاب محمد ﷺ و مالم یجئ فلیس بعلم۔ (۵)

"اے بقیہ: علم تو بس وہی ہے جو آں حضور ﷺ کے اصحاب سے منقول ہو اور جو ان سے منقول نہیں وہ علم ہی نہیں"۔

اور عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ماحدثوک عن اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه سلم فخذ به و ما قالوا فیه برائهم فبل علیه۔ (۶)

"لوگ جو باتیں تمہارے سامنے آنحضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے نقل کریں تو انہیں اختیار کرلو، اور جو اپنی رائے سے کہیں اسے نفرت کے ساتھ چھوڑ دو"۔

ان تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلاف کے یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم وتفقہ کا کتنا وزن تھا، وہ حضرات سمجھتے تھے کہ جس طرح سنت مقاصد قرآنیہ کے لئے کاشف ہے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات مقاصد سنت کی تشریح کرنے والے ہیں، کیوں کہ وہ ارشادات اگر حضور اکرم ﷺ سے سنے ہوئے ہیں تو ظاہر ہے کہ آنحضور ﷺ کی بات سے افضل کوئی بات نہیں ہو سکتی، اور اگر وہ ان کی اپنی اجتہادی رائے ہے تو دین میں ان کی اجتہادی رائے سے افضل کس کی رائے ہو سکتی ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تحصیل فقہ

عہد نبوت میں علم فقہ بلکہ کوئی علم مدون و مرتب نہیں تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کرتے، اس بناء پر علم فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کا صرف یہ طریقہ تھا کہ قرآنی آیات یا احادیث رسول میں جو حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملتا تھا، یا ان سے جو باتیں ان حضرات کے سمجھ میں آتی تھیں، یا افعال رسول مثلاً نماز، وضو، روزہ، حج وغیرہ کا بغور مشاہدہ فرماتے اور قرائن وعلامات سے ان کے شروط وارکان طے فرماتے، اور مباح ہونا، واجب و منسوخ ہونا قرار دیتے تھے (۷) نیز سوال و استفسار کے ذریعہ بھی آپ ﷺ سے مسائل دریافت کئے جاتے تھے، قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نو سوالات کے جوابات مذکور ہیں اور احادیث میں سینکڑوں سوالات کا تذکرہ ہے۔

البتہ صحابیات ؓ کو ان تمام طریقہ تعلیم سے فائدہ اٹھانے کا کم موقع ملتا تھا، اسی کے ساتھ بہت سے مخصوص نسوانی مسائل عام طور پر بیان بھی نہیں کئے جا سکتے تھے، اس لئے ان کو خاص طور سے سوال و استفسار کی ضرورت پیش آتی تھی، اور اس طرح فقہ کے بہت سارے مسائل واضح اور منقح ہو جاتے تھے، انصاریہ خواتین اس باب میں خاص طور پر ممتاز تھیں، حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں:

نعم النساء نساء الانصار لم یکن یمنعهن الحیاء ان یتفقهن فی الدین۔ (۸)

"انصاریہ عورتیں کس قدر اچھی ہیں کہ تفقہ فی الدین سے ان کو حیا باز نہیں رکھتی"۔

اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ سے باہر رہا کرتے تھے ان کو بھی ہر وقت اس کا موقعہ نہیں مل سکتا تھا، اس لئے وہ لوگ آپ

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر چند روز قیام کرتے تھے، اور فقہی تعلیم حاصل کر کے واپس چلے جاتے اور خود اپنی قوم کے معلم بن جاتے تھے، احادیث کی کتابوں میں اس قسم کی متعدد سفارتوں کا ذکر ہے جو قبائل عرب سے آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور ذہبی تعلیم حاصل کر کے واپس گئے، ہجرت کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں مستقل طور سے حلقہ تدریس قائم تھا، جہاں اصحاب صفہ شب وروز تعلیم و تعلم میں مصروف رہا کرتے تھے، ایک دن آپ ﷺ اپنے حجرۂ مبارک سے برآمد ہوئے تو مسجد میں دو حلقے نظر آئے، ایک میں لوگ تلاوت ودعا کر رہے تھے اور دوسرے حلقے والے تعلیم و تعلم میں مصروف تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں نیک کام کر رہے ہیں، پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

انما بعثت معلما فجلس معهم۔ (۹)

"میں صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، (یہ کہہ کر) آپ ﷺ (تعلیم و تعلم والے) حلقہ میں بیٹھ گئے"۔

اس کے علاوہ انصار رضی اللہ عنہم کا ہر گھر مہمان خانہ ہونے کے ساتھ وہ ایک مستقل تعلیم گاہ بھی ہو گیا تھا، باہر سے جو مہاجر آتے، رسول اللہ ان کو انصار کے سپرد کر دیتے، اور وہ حضرات مہمان نوازی کے ساتھ ان کو دینی احکام بھی بتاتے، چنانچہ وفد عبد القیس آیا تو اس منت شناسانہ اعتراف کے ساتھ واپس گیا:

خير اخوان الانوا فراشنا واطابوا مطعمنا وباتوا واصبحوا يعلمونا كتاب ربنا وسنة نبينا۔ (۱۰)

"بڑے اچھے بھائی ہیں، نرم نرم بستر پر سلایا، اچھے کھانے کھلائے، اور شب وروز خدا کی کتاب اور سنت نبوی ﷺ ہم کو سکھایا"۔

وفد بنو تمیم آیا تو ایک مدت تک مدینہ میں رہ کر احکام شرعیہ کا علم حاصل کرتا رہا (۱۱) قبیلہ بنو سعد کی طرف سے حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ آئے اور نماز روزے وغیرہ کے متعلق چند سوالات کر کے کہا میں اپنی قوم کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں، (۱۲) غرض اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہ کے ضروری اور عملی مسائل حاصل کرتے تھے۔

اصحاب افتاء واہل اجتہاد صحابہ رضی اللہ عنہم

ابن قیم اصحاب افتاء صحابہ رضی اللہ عنہم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، مکثرین، متوسطین اور مقلین، مکثرین سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے کثرت سے فتاویٰ دیے ہیں، یہ سات صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، علامہ ابن حزم کے بقول ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ اس قدر ہیں کہ اگر انہیں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے، چنانچہ ابو بکر محمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ کو بیس اجزاء میں جمع کیا ہے (۱۳)

متوسطین میں علامہ ابن قیم نے بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کو شمار کیا ہے، جن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں، ان حضرات کے فتاویٰ کو اگر جمع کیا جائے تو ہر ایک کے فتاوے ایک مختصر جزء میں آسکتے ہیں۔(۱۴)

مقلین سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے کم فتوی دیا ہے، ان سے صرف دو چار مسائل منقول ہیں، بقول ابن قیم ان تمام حضرات کے فتاویٰ کو جمع کیا جائے تو ایک مختصر جزء میں آجائے، ابن قیم نے اس سلسلہ میں ایک سو پچیس صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کے نام ذکر کئے ہیں، جن میں اکثر امہات المؤمنین، خواتین جنت کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، نواسۂ رسول حضرت حسن وحسین شامل ہیں (۱۵)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے فتوی دیا کرتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تو وہ تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جگہ دینی وانتظامی امور کا ذمہ دار بنا کر بھیجا تھا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ وغیرہ، ظاہر ہے کہ جن مسائل کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے وہاں یہ حضرات اپنے اجتہاد ورائے ہی سے فتوی دیا کرتے تھے، لیکن اس کے علاوہ بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی عہد نبوت میں فتوی دیا کرتے تھے، چنانچہ قاسم بن محمد بن ابی بکر سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمانؓ اور علی رضی اللہ عنہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی فتوی دیا کرتے تھے (۶)

سہل بن ابی حثمہ راوی ہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تین مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تین انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فتوی دیا کرتے تھے (۱۷) اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فتوی دیا کرتے تھے (۱۸) حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم فتاویٰ دیتے تھے اور اجتہاد سے کام لیتے تھے، خواہ وہ قاضی ہوں یا نہ ہوں، اسی کو علامہ آمدی اور ملا محب اللہ وغیرہ نے ترجیح دی ہے (۱۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کے ایک علاقے کا قاضی بنا کر بھیجا تھا، وہاں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ کچھ لوگوں نے شیر کا شکار کرنے کے لئے ایک گڑھا کھودا، شیر اس میں آگرا، اب لوگوں کو جو معلوم ہوا تو اس کو دیکھنے کے لئے بھیڑ لگادی، کثرت ازدحام کی وجہ سے ایک شخص اس میں جاگرا، مگر گرتے گرتے اس نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو پکڑلی، اور چاروں اس گڑھے میں گر گئے، شیر جو کافی دیر سے خونخوار بنا بیٹھا تھا، اس نے چاروں پر حملہ کرکے زخمی کردیا، اور چاروں مرگئے، اب اولیاء مقتول آپس میں لڑنے لگے، اور نوبت قتل وقتال تک پہنچ گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اب

سمجھایا کہ چار کے بدلہ سینکڑوں آدمی کی جان لے لینا دانشمندی کی بات نہیں ہے، آؤ تم سب کا میں فیصلہ کرتا ہوں، اگر منظور ہوا تو بہت اچھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر اس کا فیصلہ کرالو، وہ سب اس پر راضی ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واقعہ سن کر یہ فیصلہ دیا کہ دیت تو گڑھا کھودنے والے حضرات ادا کریں گے، البتہ چاروں کی دیت اس تفصیل سے ادا کی جائے کہ پہلے گرنے والے شخص کو چوتھائی دیت، دوسرے نمبر پر گرنے والے کو تہائی، تیسرے کو آدھی اور چوتھے کو پوری دیت دی جائے، اس تفصیل کو سن کر بعض لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا، اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ مانگا، اس میں سے ایک صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کر چکے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فیصلہ کو سن کر فرمایا: القضاء کما قضی علی۔ (۲۰)

"میرا فیصلہ بھی وہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا ہے"۔

حضرت علی کا ایک دلچسپ فیصلہ

اسی طرح اہل یمن میں سے تین حضرات نے ایک مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کیا کہ ایک باندی سے ایک ہی طہر میں غلطی سے تینوں نے جماع کر لیا، اور اس سے بچہ تولد ہوا، اب یہ بچہ کس کو ملے؟ تینوں میں سے ہر ایک اس بچہ کا دعویدار تھا، حضرت علی نے سبھوں کا دعوی سن کر فرمایا کہ تم میں سے دو برضاء ورغبت تیسرے کے حق میں اپنے دعوی سے دست بردار ہو جاؤ تو مناسب رہے گا، لیکن کوئی اس پر تیار نہ ہوا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں قرعہ اندازی کروں گا، قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آئے گا میں بچہ اس کے حوالہ کر دوں گا، اور اس کو باندی کی دو تہائی قیمت اپنے دو بقیہ دعویداروں کو دینی ہوگی، چنانچہ قرعہ اندازی ہوئی، اس میں جس کا نام نکلا اسے بچہ دے دیا گیا، اور اس کو باندی کی دو تہائی قیمت ادا کرنے کا پابند بنایا گیا، جب یہ مقدمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فیصلہ پر بہت مسرور ہوئے، حدیث کے الفاظ ہیں: فضحک حتی بدت نواجذہ۔ (۲۱)

"چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواجذ دانت نظر آنے لگے" کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کی طرف سے صحیح فیصلہ کی توفیق ملی تھی۔

دونوں صحابی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی تصویب

دو صحابی رضی اللہ عنہم ایک سفر پر تشریف لے گئے، دوران سفر یہ ہوا کہ ان کا پانی ختم ہو گیا، اور نماز کا وقت آ گیا، دونوں حضرات نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی، ابھی اس نماز کا وقت باقی ہی تھا، کہ پانی ان حضرات کو مل گیا، اب دونوں حضرات کے درمیان یہ اختلاف ہوا کہ وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھی جائے یا تیمم کر کے پڑھی گئی نماز ہی کافی ہے، دونوں کی الگ الگ رائیں ہوئیں، ایک نے وضو کر کے نماز کا اعادہ کیا جبکہ دوسرے نے تیمم سے پڑھی گئی نماز کو ہی کافی سمجھا اور وضو کر کے نماز نہیں پڑھی، جب دونوں حضرات سفر سے واپس ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے اپنے اجتہاد کو بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کی تصویب فرمائی، اور کسی کی تغلیط نہیں کی، حدیث کے الفاظ ہیں:

فقال للذی لم یعد اصبت السنۃ واجزأتک صلوتک وقال للذی توضأ واعاد لک الاجر

مرتین۔ (۲۲)

جس نے وضو کر کے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم نے سنت کے مطابق عمل کیا، تمہاری پہلے والی نماز معتبر ہے، اور جس نے وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھی تھی ان کو فرمایا کہ تم کو دوہرا اجر ملا۔

دونوں گروہوں کے اجتہاد کی تصویب

غزوۂ احزاب کے موقع سے بنو قریظہ نے عہد شکنی کی تھی، اور مسلمانوں کے خلاف کفار و مشرکین کی مدد کی تھی، اس لئے جب کفار و مشرکین ناکام و نامراد ہو کر اپنے اپنے مقام کے لئے واپس ہو گئے تو بحکم خداوندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ پر فوج کشی کی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو قریظہ والوں کے پاس جلد پہونچنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا یصلین احد الظهر الا فی بنی قریظه۔ (۲۳)

"ظہر کی نماز سب بنو قریظہ پہونچ کر پڑھیں۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعجلت ممکنہ تیار ہو کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے، لیکن راستہ میں ظہر کی نماز کا وقت تنگ گیا، اور یہ اندیشہ ہونے لگا کہ بنو قریظہ پہونچتے پہونچتے ظہر کی نماز کا وقت نکل جائے گا، تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود جلد بنو قریظہ پہونچنے کا تھا، اور ہم لوگوں نے اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے، اب جب کہ ظہر کی نماز کے قضاء ہو جانے کا اندیشہ ہو گیا ہے، تو ظہر کی نماز پڑھ لی جائے پھر بلا تاخیر سفر جاری رکھا جائے، چنانچہ ان حضرات نے راستہ میں نماز پڑھ لی، لیکن دوسرے حضرات نے ظاہر لفظ کو دیکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ جب آپ کی طرف سے بنو قریظہ پہونچ کر نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے تو وہیں نماز پڑھی جائے اگر چہ ہماری نماز قضاء ہو جائے، یہ سمجھ کر انہوں نے راستہ میں نماز نہیں پڑھی، اور بنو قریظہ پہونچتے پہونچتے ظہر کی نماز کا وقت نکل گیا تھا اس لئے ان کو ظہر کی نماز قضا پڑھنی پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ واقعہ پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جماعت پر نکیر نہیں فرمائی، علامہ نووی نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ دونوں فریق چونکہ مجتہد تھے، اور دونوں منشأ شریعت ہی پر عمل کرنا چاہتے تھے، کسی کی نیت بری نہیں تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی۔ (۴)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دینا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی وجہ سے جو فقہی ذوق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا تھا اس کا استعمال وہ حضرات دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کیا کرتے تھے، اور صحیح نتیجہ پر رسائی ہو جانے پر سند صحت بھی عطا کی جاتی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ

غزوہ حنین کے موقع سے جب کہ ابتداءً مسلمان پیچھے ہٹنے لگے، اور دشمنوں کا غلبہ ہو رہا تھا تو اس موقع سے ایک کافر کے حملہ سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ مغلوب ہو رہے تھے، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی جب ان پر نظر پڑی تو نظر بچا کر اس تک پہنچے اور ایسا وار کیا کہ اس کے سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا، پھر جب لڑائی ختم ہوئی اور انجام کے لحاظ سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو جوانمردی کا مظاہرہ کرنے والے حضرات کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من قتل قتيلا له عليه بينة له سلبه۔ (۲۵)

"جو کسی کافر کو قتل کیا ہو اور وہ اس پر بینہ قائم کردے تو اس کا سارا سامان اسی کو ملے گا"۔

یہ اعلان سن کر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے تین بار کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کون میرے حق میں اس بات کی گواہی دے گا کہ میں نے فلاں کافر کو قتل کیا ہے؟ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آخری مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! بار بار تمہارے اٹھنے کا کیا مقصد ہے؟ میں نے واقعہ بیان کیا تو ایک صاحب نے میری تصدیق کی اور عرض کیا کہ اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے، آپ ﷺ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو راضی کر دیں کہ وہ سامان مجھے دے دیں، یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کو وہ سامان ہرگز نہیں مل سکتا، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جان پر کھیل کر قتل کوئی کرے اور اس کا فائدہ تم کو پہونچے ایسا نہیں ہوسکتا، یہ سن کر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد اور فتوی کی تصدیق فرمائی، اور سارا سامان حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا۔ (۲۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کی موجودگی میں فتوی

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، مقتدی کی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ ﷺ کے سلام پھیرنے کے معاً بعد ایک صاحب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیزی سے ان کے پاس پہونچے اور ان کے مونڈھوں کو حرکت دیتے ہوئے فرمایا: بیٹھ جاؤ، اہل کتاب کی ہلاکت کے منجملہ اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ نماز فرض اور سنت کے درمیان فصل نہیں کرتے تھے، یہ سن کر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور فرمایا:

اصاب الله بك يا ابن الخطاب۔ (۲۷)

اے ابن خطاب! اللہ تعالی خیر کی طرف تمہاری مزید رہنمائی فرمائے۔

صاحب مرقاۃ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ حضور ﷺ نے درست اجتہاد اور صحیح فتوی دینے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصویب فرمائی، اور دعائیہ کلمات سے نوازا (۲۸)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کی موجودگی میں فتوی

ابتدائے اسلام میں اگر کوئی مسبوق ہوجاتا تھا تو پہلے اپنی فوت شدہ رکعات ادا کرتا تھا پھر امام کے ساتھ شامل ہوتا تھا، جس میں بظاہر امام کی مخالفت نظر آتی تھی کہ امام کبھی رکوع یا سجدہ میں ہوتا، لیکن مسبوق کبھی قیام اور کبھی قعدہ میں ہوتا، ایک مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مسبوق ہوگئے، جب صف میں شامل ہوئے تو نماز میں پہلے سے شامل صحابی رضی اللہ عنہ نے ان کو اشارہ سے فوت شدہ رکعات کی تعداد بتائی، تاکہ وہ پہلے اپنی فوت شدہ رکعات کو مکمل کرلیں، پھر آپ ﷺ کے ساتھ شامل ہوں، لیکن آپ ﷺ نے اس پر توجہ نہیں دی، اور دل میں یہ خیال فرمایا کہ فوت شدہ رکعات کو ابھی ادا کرنے کے بجائے آپ ﷺ کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کروں گا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعات کو ادا فرمایا، آپ ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے اجتہاد کی تصویب فرمائی اور سبھوں کو یہی طریقہ اپنانے کا حکم دیا، حدیث پاک کے الفاظ ہیں:

ان معاذا سن لكم سنة كذلك فافعلوا۔ (۲۹)

حضرت معاذ نے تم لوگوں کے لئے بہتر طریقہ جاری کیا ہے، تم لوگ اسی طرح کیا کرو۔

غزوۂ خندق کے موقعے سے بنوقریضہ نے عہد شکنی کردی تھی، اور پورے عرب سے جمع شدہ لشکر خائب وخاسر ہوکر واپس لوٹ گیا اور بنوقریظہ کو اس عہد شکنی کی سزا کے لئے فوج کشی کی گئی تو وہ لوگ اپنے بارے میں حضرت سعد بن معاذ کو حکم بنایا، آپ رضی اللہ عنہ زخموں سے چور بستر علالت پر تھے، اسی حالت میں آپ تشریف لائے اور اپنا فیصلہ سنایا، اس فیصلہ کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لقد حكمت فيهم بحكم الله عز وجل۔ (۳۰)

تم نے ان لوگوں کے بارے میں اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

یہ احادیث واضح طور سے بتلاتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد کرتے تھے، اور صحیح ہونے پر اس کی تصویب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی موجودگی میں صحابی رضی اللہ عنہ کو فیصلہ کرنے کا حکم دینا

یہی نہیں بلکہ کبھی کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت کی خاطر اپنی موجودگی میں آئے ہوئے مقدمہ کے فیصلہ کی ذمہ داری بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم پر ڈال دیا کرتے تھے، تاکہ ان کے اجتہاد اور قوت فیصلہ کا اندازہ کیا جاسکے، اور اگر کوئی چوک ہوجائے تو اس کی اصلاح کی جاسکے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک مقدمہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا، انہوں نے معذرت کرنی چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر صحیح فیصلہ کروگے تو دس نیکیاں ملیں گی، اور اگر کوشش کے بعد غلطی ہوجائے تب بھی تم کو ایک نیکی ملے گی (۳۱)

غلط اجتہاد پر تنبیہ

اور کبھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد واقعہ کے خلاف ہوتا تو اس پر نکیر بھی فرماتے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے، ہمارے ایک ساتھی کے سر میں پتھر کی چوٹ آئی، رات میں ان کو بدخوابی ہوئی، تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مسئلہ دریافت کیا کہ میرے لئے تیمم کی اجازت ہے؟ ان کو بتایا گیا کہ جب تم کو پانی کے استعمال کرنے پر قدرت ہے تو تیمم کی اجازت کیسے مل سکتی ہے؟ چنانچہ انہوں نے غسل کرلیا، مگر پانی اس کے زخمی سر میں داخل ہوگیا، جس کی وجہ سے اس کا انتقال ہوگیا، واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب اس واقعہ کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

قتلوه قتلهم الله الا سألوا اذ لم يعلموا فانما شفاء العي السوال۔

"لوگوں نے ان کو مار ڈالا، اللہ تعالیٰ ان کا ناس کرے، جب ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا تو کیوں نہیں اہل علم سے معلوم کرنے کی کوشش کی، عاجز آدمی کے لئے شفاء تو سوال کرنے میں ہے"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: اسے زخم پر مضبوطی سے پٹی باندھ لینی چاہئے تھی، اور وہ اس پر مسح کرلیتا، اور پورے جسم پر پانی بہالیتا (۳۲)

ابوالسنابل رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر نکیر

حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہ بنت حارث کے شوہر حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کا انتقال حجۃ الوداع کے موقع سے ہو گیا تھا، حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہ حمل سے تھیں، کچھ دنوں کے بعد ہی وضع حمل ہو گیا، اور متوفی عنہا زوجہا کی جو عدت چار مہینہ دس دن ہوتی ہے وہ نہ ہو پائی، انہوں نے وضع حمل ہوتے ہی یہ سمجھ لیا کہ ہماری عدت ختم ہو چکی، لہٰذا اگر کوئی پیغام نکاح دے تو اسے قبول کیا جاسکتا ہے، لیکن حضرت ابوالسنابل رضی اللہ عنہ کو جب ان کے ارادہ کا علم ہوا تو انہوں نے:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا۔ (۳۳)

"اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ بیویاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ) سے روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن"۔

کی روشنی میں یہ فرمایا کہ جب تک چار مہینہ دس دن تمہارے شوہر کی وفات پر نہ گذر جائیں اس وقت تک تم عدت میں ہو، تم کسی سے نکاح نہیں کرسکتی ہو، یہ سن کر صحیح مسئلہ کی جانکاری کے لئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور اپنا واقعہ اور حضرت ابو السنابل رضی اللہ عنہ کا فتوی سنایا، ساری باتوں کو سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا اس کو وہ ان الفاظ میں نقل فرماتی ہیں:

فافتانی بانی قد حللت حین وضعت حملی وامرنی بالتزوج ان بدالی۔ (۳۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ فتوی دیا کہ وضع حمل ہوتے ہی تمہاری عدت پوری ہو گئی ہے، اگر مناسب رشتہ ہو تو نکاح کرسکتی ہو"۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالسنابل رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو قبول نہیں فرمایا، اور جو واقعہ تھا اس کی وضاحت حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کردی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر نکیر

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ قبیلہ جھینہ کی طرف ایک فوج لے کر چلے، ایک آدمی کو جیسے ہی انہوں نے قابو میں کیا تو اس نے فوراً لا الہ الا اللہ پڑھ لیا، اس کے باوجود انہوں نے اسے ہلاک کردیا، لیکن ان کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو واقعہ سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تعجب سے فرمایا: جس شخص نے کلمہ پڑھ لیا تھا اس کو تم نے قتل کردیا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس نے دل سے کلمہ نہیں پڑھا تھا، محض ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم اس کے دل کو چیر کر دیکھ لیتے کہ اس نے اخلاص سے یہ کلمہ پڑھا تھا یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ جملہ ارشاد فرما رہے تھے حتی کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ آج ہی میں اسلام قبول کرتا، تا کہ اتنا بڑا گناہ مجھ سے حالت اسلام میں سرزد نہ ہوتا۔ (۳۵)

صحابہ رضی اللہ عنہم نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد کیا کرتے تھے، بلکہ پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے ان حضرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اجتہاد کیا ہے، اور امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنے زمانہ خلافت میں معمول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب کوئی واقعہ پیش آتا تو سب سے پہلے ان کی نگاہ قرآن پاک کی طرف اٹھتی، اگر اس میں جواب مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے، دوسرے نمبر پر احادیث کی تلاش و جستجو فرماتے، اگر اس میں حکم مل جاتا تو اس کے مطابق حکم نافذ کردیتے، اگر خود سے کامیابی نہیں ملتی تو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول کوئی حدیث اس بارے میں کسی کے پاس ہے؟ اگر حدیث مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے، اگر خود سے حدیث تک رسائی نہیں ہوتی، اور نہ انفرادی طور پر معلوم کرنے سے حدیث معلوم ہوتی تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرماتے ان سے مشورہ کرتے، اور جب کسی ایک رائے پر صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہوجاتے تو اسی کو نافذ کردیتے۔ (۳۶)

اور اگر کوئی حدیث نہ ملتی، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں اختلاف ہوتا تو خود بھی اجتہاد فرماتے اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد سب پر فائق ہوتا، مانعین زکوۃ سے جہاد کے متعلق تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف یہ تھا کہ ان سے جہاد نہ کیا جائے، حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی رائے کے حامی بلکہ ایک گونہ اس پر مصر تھے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے جہاد کرنے کے حق میں تھے، اور بالآخر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے موقف کی حمایت کی، ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مانعین زکوۃ کے تئیں آپ رضی اللہ عنہ کا موقف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس رائے کی جانب رجوع کرلینا صحت استدلال اور اصابت رائے کی دلیل ہے (۳۷) اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ایک خاص موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ غلطی کر جائیں (۳۸) علی حیدر آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں یہ بھی صراحت کی: کان یصدر بعض الاحکام بناء علی اجتہادہ۔ (۳۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے زمانہ خلافت میں معمول

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریقہ تھا، البتہ سنت نہ ملنے کی صورت میں آپ کی نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر جاتی تھی، اگر اس مسئلہ میں ان کا فیصلہ ہوتا تو اسے اختیار فرماتے، ورنہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے، بحث ومباحثہ کرتے، حتی کہ بات منقح ہوجاتی (۴۰) ذاتی طور پر خود بھی ایک مسئلہ کے متعلق مختلف رائیں قائم کرتے، ان کو بطور یادداشت لکھتے بھی تھے، اور ان میں محو واثبات بھی کرتے رہتے تھے، چنانچہ میراث کے ایک خاص مسئلہ کے متعلق ایک یادداشت مرتب کی تھی جس کو اخیر میں مٹا دیا تھا۔ (۴۱)

الغرض شیخین رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ اور فیصلے محض شخصی کاوش کا نتیجہ نہیں ہوتے تھے، عموماً صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کے بعد آخری شکل دی جاتی تھی، اس بنا پر ان حضرات کے اکثر قضایا اور فتاویٰ کی ہر جگہ پذیرائی ہوئی، اور تمام مجتہدین نے ان کو قبول کیا ہے (۴۲) یوں تو فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد تھی، اور ان سے بہت سے فتاوے منقول بھی ہیں، اور کسی موقع پر ان سے یہ ثابت نہیں ہے کہ ان کے سامنے کوئی مسئلہ پیش آیا ہو اور ان کے حل کرنے میں عدم دلچسپی دکھائی ہو، بلکہ اپنی دینی ذمہ داری سمجھ کر اس کے حل کرنے کی یا تو خود کوشش فرمائی یا پھر اپنے سے اعلم کی طرف رہنمائی فرمادی، آج ان کے فتاویٰ کتب حدیث وآثار میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ڈاکٹر رواس قلعجی کو کہ انہوں نے موسوعۂ فقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام سے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کو اکٹھا کرنے کا بہت ہی مبارک و مسعود کام شروع کیا ہے، متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ مستقل جلدوں میں جمع ہو گئے ہیں، اسی طرح شیخ ابوعبداللہ سید بن کسروی بن حسن کی موسوعہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ایک بڑا کارنامہ ہے جس میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ بڑی محمود اور قابل تعریف کاوشیں ہیں جن کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ واجتہادات سے استفادہ کرنے کا موقع موجودہ عہد کے اہل علم کو ملے گا، اور سلف سے علمی رابطہ زیادہ بہتر طور پر استوار ہو سکے گا۔

ائمہ اربعہ کی فقہ آج کل پوری دنیا میں رائج ہے، ان کی بنیاد عام طور پر چار صحابہ رضی اللہ عنہم: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں رہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں کا معلم، قاضی اور بیت المال کا ذمہ دار بنا کر بھیجا تھا، اس لئے آپ رضی اللہ عنہ سے اسی علاقے کے لوگوں نے زیادہ استفادہ کیا، وہاں آپ رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ فقہ کی تعلیم دی، آپ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں خاص طور سے یہ بات پائی جاتی تھی کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ واحکام کو لکھ لیا کرتے تھے۔

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لم یکن احد له اصحاب معروفون حرروا فتیاه ومذاهبه فی الفقه غیر ابن مسعود۔ (۴۳)

"عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے تلامذہ نے ان کے فتاویٰ اور مذاہب فقہ کو نہیں لکھا"۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ واسود رحمۃ اللہ علیہ بہت نامور ہوئے، ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کو اس قدر ترقی دی کہ ان کے عہد میں فقہ کا ایک مختصر سا مجموعہ تیار ہو گیا، جس کے سب سے بڑے حافظ حماد تھے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اس لئے فقہ حنفی کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ واحکام پر قائم ہوئی، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکان ابو حنیفة رضی الله عنه الزمهم بمذهب ابراهیم واقرانه لا یجاوزه الا ماشاء الله۔ (۴۴)

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم عصروں کے مذہب کے سخت متبع تھے، اور اس سے بہت کم ہٹتے تھے"۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے تلامذہ نے مکہ مکرمہ کو دارالعلوم بنایا تھا، اور وہاں کی سرزمین کو سیراب کیا تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے، انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہادات سے بہت اعتناء کیا ہے، بلکہ ان کی فقہ کی زمین درحقیقت عبداللہ بن عباس کی فقہ سے تیار ہوئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور ان کی روایتوں کے سب سے بڑے جامع حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ تھے، اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی مدینہ منورہ میں رہتے تھے اور ان کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، ان کے تلامذہ میں حضرت سعید بن مسیب، عطاء بن یسار، عروہ، قاسم

بن محمد وغیرہ نہایت ممتاز تھے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے انہی دو بزرگوں کے تلامذہ یعنی، حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی تھی (۴۵) اس لئے انہوں نے انہی حضرات کے مذاہب پر اپنی فقہ کی بنیاد رکھی، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ولذلک تری مالکا یلازم محجتھم۔ (۴۶)

"اس لئے تم دیکھو گے کہ امام مالک اہل مدینہ کی روش اور ان کے طرز کو لازم پکڑتے ہیں"۔

اور فقہ حنبلی چونکہ سابقہ تینوں فقہ کے وجود میں آنے کے بعد وجود میں آئی ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بلاواسطہ شاگرد ہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں یا پھر ان کے شاگردوں کے شاگردوں سے بھی فائدہ اٹھایا ہے، اس لئے ان کی فقہ پر ان حضرات کے منہج کا خاص اثر پڑا ہے، اس لئے فقہ حنبلی میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار اور ان کے فتاویٰ سے کافی اعتناء کیا گیا ہے، اور حتی الامکان قیاس سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے، اسی وجہ سے بعض حضرات نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ فقہ حنبلی کوئی مستقل مکتب فقہ نہیں ہے، حالانکہ یہ بات غلط ہے، یہ بھی ایک مستقل دبستان فقہ ہے، اور ان کی فقہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ ظاہری سے اس کی قربت زیادہ ہے۔

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے فقہی ذوق اور اپنے اجتہاد کے لحاظ سے بھی امت میں فائق اور غیر معمولی احترام کے لائق ہیں، اور ان کا اجتہاد بعد کے مجتہدین کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قابل وثوق اور لائق اعتماد ہے، اس لئے ہر فقیہ نے ان کی آراء اور قیاس و اجتہاد سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

حوالہ جات

(۱) بخاری حدیث نمبر:۶۹، من یرد اللہ بہ خیرا، الخ۔ (۲) ابن ماجہ حدیث نمبر:۲۱۸، فضل العلماء والحث علی طلب العلم۔ (۳) جامع الاصول حدیث نمبر:۶۳۶۹، فضائل الصحابہ ﷺ۔ (۴) جامع لبیان العلم حدیث نمبر:۹۰۵، المتعۃ بالعمرۃ الخ۔ (۵) جامع بیان العلم حدیث نمبر :۸۹۵، العلم ماجاء الخ۔ (۶) جامع بیان العلم حدیث نمبر:۹۱۲، ماحدثوک عن الخ۔ (۷) طبقات الفقہاء لابی اسحاق الشیرازی:۱/۳۵۔ (۸) مسلم کتاب الطہارۃ حدیث نمبر:۵۰۰۔ (۹) ابن ماجہ حدیث نمبر:۲۲۵، فضل العلماء الخ۔ (۱۰) مسند احمد:۴/۲۰۶، حدیث نمبر:۱۷۸۱۵۔ (۱۰) مسند احمد:۴/۲۰۶، حدیث نمبر:۱۷۸۲۵۔ (۱۲) بخاری کتاب العلم حدیث نمبر:۶۱۔ (۱۳) اعلام الموقعین ۱/۲۱۔ (۱۴) اعلام الموقعین:۱/۲۱۔ (۱۵) حوالہ سابق۔ (۱۶) طبقات بن سعد:۲/۳۳۵۔ (۱۷) سیر اعلام النبلائ:۱/۴۵۲۔ (۱۸) سیر اعلام النبلائ:۱/۸۶۔ (۱۹) الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی ۴/۲۳۵، فواتح الرحموت مع مسلم الثبوت:۲/۲۴۵۔ (۲۰) مسند ابوداؤد طیالسی حدیث نمبر:۱۱۲، احادیث علی بن ابی طالب۔ (۲۱) نسائی حدیث نمبر:۳۴۲۴، القرعۃ فی الولد اذا تنازعوا، حاشیہ السندی علی النسائی (۲۲) ابوداؤد حدیث نمبر:۲۸۲، فی المتیمم یجد الماء بعد ما یصلی فی الوقت (۲۳) مسلم حدیث نمبر:۳۳۱۷، المبادرۃ بالغزو الخ۔ (۲۴) نووی علی المسلم۔ (۲۵) بخاری حدیث ۲۹۰۹، باب من لم یخمس الاسلاب الخ۔ (۲۶) بخاری حدیث نمبر:۲۹۰۹ من لم یخمس الاسلاب الخ۔ (۲۷) السنن الکبری للبیہقی حدیث نمبر:۳۰۴۶، باب الامام یتحول عن مکانہ اذا الخ۔ (۲۸) مرقاۃ المفاتیح:۲/۷۷۱، باب الذکر بعد الصلوۃ۔ (۲۹) ابوداؤد:۱/۵۰۲، باب کیف الاذان مع عون المعبود۔ (۳۰) مسلم حدیث نمبر:۱۷۶۹، باب جواز قتال من نقض الخ۔ (۳۱) مسند احمد حدیث نمبر:۱۷۸۵۸۔ (۳۲) ابوداؤد حدیث نمبر:۳۳۶، باب فی المجروح یتیمم۔ (۳۳) البقرہ:۲۳۴۔ (۳۴) بخاری حدیث نمبر:۳۹۹۱، باب فضل من شہد بدرا۔ (۳۵) مسلم حدیث نمبر:۹۶، باب تحریم قتل

الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ۔(۳۶) اعلام الموقعین:۱/۶۲،فی کلام الائمہ فی ادوات الفتیا وشروطہا۔(۳۷) تاریخ الخلفاء:۱/۱۵۔(۳۸) حوالہ سابق ص:۱۷۔ (۳۹) دررالحکام فی شرح مجلۃ الاحکام:۱/۳۵۔(۴۰) اعلام الموقعین:۱/۶۲،فی کلام الائمہ فی ادوات الفتیا وشروطہا۔(۴۱) اعلام الموقعین:۱/۳۰۸،اخطاء اصحاب القی (۴۲) حجۃ اللہ البالغہ:۱/۲۷۸،باب کیفیۃ تلقی الامۃ الشرع من النبی ﷺ (۴۳) اعلام الموقعین:۱/۲۰،الصحابۃ سادۃ المفتیین والعلمائ (۴۴) حجۃ اللہ البالغہ:۱/۳۰۷، باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء(۴۵) الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذاہب:۱/۲،فی ترجیح مذہب مالک(۴۶) حجۃ اللہ البالغہ :۱/۳۰۶ ، باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہ

فقہ وفتاویٰ کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں سبھی نے اپنی امتوں کی رہنمائی فرمائی ہیں اور حلال وحرام سے واقف کرائے اسے اسی کا نام فقہ وفتاویٰ ہے۔ بعض انبیاء کرام کے فتاویٰ خود قرآن کریم میں نقل کئے گئے ہیں، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے فتوے کا ذکر یوں ہے۔

و داؤد و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم و کنا لحکمھم شاہدین ففھمنا ہا سلیمان و کلا آتیناہ حکما و علما و کذالک نجزي المحسنین۔ (۱)

"اور داؤد وسلیمان کا تذکرہ کیجئے جب دونوں نے فیصلہ کیا ایک کھیت کے بارے میں جبکہ اس کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت میں جا پڑیں اور اس کو چر گئیں اور ہم اس فیصلہ کو دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس کی سمجھ سلیمان کو دے دی اور ہم نے ان دونوں کو ہی علم وحکمت عطا کی تھی اور ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔

قال قال رسول اللہ ﷺ بینما امرأتان معھما ابنانان لھما اذ جاء الذئب فاخذ احد الابنین فتحا کمتا الی داؤد فقضی بہ للکبری فخرجتا فدعاھما سلیمان فقال ہاتوا السکین اشقہ بینھما فقالت الصغری یرحمک اللہ ہو ابنھا لا تشقہ فقضی بہ للصغری۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں تھیں ان کے پاس ان دونوں کے بیٹے تھے اچانک بھیڑیا آیا اور دونوں بچوں میں سے ایک کو لے گیا (آخرکار) وہ دونوں فیصلہ کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں تو حضرت داؤدؑ نے اس بچہ کا فیصلہ ان میں سے بڑی کے حق میں کر دیا وہ دونوں نکل گئیں پھر حضرت سلیمانؑ نے ان دونوں کو بلوایا اور کہا کہ ایک چھری لاؤ اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دیتا ہوں تو ان میں سے چھوٹی عورت بولی کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ﷺ اس کے دو ٹکڑے نہ کریں یہ بچہ اسی کا ہے تو حضرت سلیمانؑ نے اس بچہ کا فیصلہ چھوٹی کے لئے فرمادیا"۔

اور بھی کئی واقعے اس طرح کے ابن کثیر نے نقل کئے ہیں۔

دو جماعتوں کے کارنامے ناقابل انکار ہیں

اس سے کوئی فرد بشر انکار نہیں کرسکتا کہ دو جماعتوں کے کارنامے ہر دور میں بہت نمایاں رہے ہیں:

(۱) محدثین عظام جنہوں نے احادیث نبوی ﷺ کی روایات والفاظ کو ضبط اور جمع کرنے کا اہتمام فرمایا۔

(۲) دوسری جماعت فقہاء کرام کی ہے جنہوں نے آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ میں درائےت سے کام لیا اور الفاظ حدیث سے کہیں زیادہ معانی نصوص میں غور وفکر کر کے احکام ومسائل کا استنباط اور استخراج کیا اور استنباط واستخراج کے اصول وضوابط کی ترتیب پر ان کی نگاہیں مرکوز رہیں۔

ہمارا مقصد دوسری جماعت سے متعلق کچھ پیش کرنا ہے۔

فقہ کے معنیٰ

لغت میں فقہ کے معنیٰ سمجھنا، چاہے مشکل بات ہو یا ظاہر دونوں کی سمجھ پر اس کا اطلاق ہے، بعض علماء نے فقہ کے معنیٰ لکھے ہیں "**فهم الشئ الدقيق**" یعنی مشکل اور باریک بات کو سمجھنا، کہا جاتا ہے "**فقهت كلامك**" کہ میں آپ کی بات سمجھ گیا، یہ نہیں کہا جاتا "**فقهت السماء والارض**" کہ میں آسمان اور زمین کو سمجھ گیا، کیونکہ یہ دونوں واضح اور ظاہر ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ

اصطلاح شرع میں فقہ کی مختلف ادوار کے اعتبار سے مختلف تعریفیں کی گئی ہیں ابتداء جب فقہ کا اطلاق تقریباً تشریع کے معنی میں ہوتا تھا جس میں عقائد، عبادات اور معاملات سبھی شامل تھے تو فقہ کی تعریف کی گئی: "**الفقه هو معرفة النفس مالها وما عليها**(" ،(۲ بعد کے دور میں جب علم عقائد کو مستقل الگ فن کی شکل دے دی گئی اور اس کو علم الکلام، علم التوحید والصفات اور علم العقائد کے نام سے موسوم کر دیا گیا تو علم فقہ کی تعریف کی گئی "**الفقه هو علم بالاحكام الفرعية العملية بالأدلة التفصيلية** (" ،(۳ یعنی احکام فرعیہ علمیہ کو دلائل تفصیلیہ سے جاننے کا نام علم فقہ ہے، صاحب بحر الرائق نے فقہ اور تفقہ کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

> **اعلم ان معنى الفقه فى اللغة الوقوف والاطلاع و فى الشريعة الوقوف الخاص وہوالوقوف على معانى النصوص واشاراتها و دلالاتها و مضمراتها و مقتضياتها والفقيه اسم للواقف عليه۔** (۴)

جاننا چاہئے کہ فقہ کے معنی لغت میں واقف ہونا اور مطلع ہونے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں خاص قسم کی واقفیت کا نام فقہ ہے یعنی نصوص شرعیہ کے معانی، ان کے اشارات، دلالات، مضمرات اور مقتضیات سے واقف ہونا یہ تو فقہ ہے اور جو ان سے واقف ہو اس کا نام فقیہ ہے"۔

مطلب یہ کہ نصوص یعنی وحی ونبوت کی معلومات خواہ وہ کتاب اللہ (قرآن کریم) سے حاصل ہوں یا سنت رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہوں، ان معلومات میں جن چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہو یا جن کی طرف وہ راہ نمائی کرتی ہوں یا ان کے جامع ومانع

الفاظ کی کلیت میں جو باتیں مضمر اور پوشیدہ ہوں یا جن امور کی وہ مقتضی ہوں ان ہی چیزوں کا نام شرعی اصطلاح میں فقہ ہے یعنی فقہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ شریعت میں اپنی عقل سے کسی چیز کا اضافہ کر دیا جائے بلکہ نصوص شرعیہ (کتاب وسنت) کے احکام ونتائج میں جو علل واسباب اور مقاصد مضمر اور پوشیدہ تھے عقل ان کو نکالتی ہے اور پھر نئے پیش آنے والے مسائل کا حکم ان سے معلوم کرتی ہے عقل کی اسی کوشش کا نام تفقہ واجتہاد ہے۔

الحاصل تفقہ اور اجتہاد سے دین میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا بلکہ انہیں چیزوں کا ظاہر کرنا ہوتا ہے جن پر نصوص مشتمل ہیں اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہر پیش آنے والے مسئلہ اور مشکل کا حل قرآن وسنت کی نصوص میں صراحتاً مل جائے یہ نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ نصوصِ کتاب وسنت محدود ہیں اور پیش آنے والے مسائل وحوادثات لامحدود ہیں چاروناچار قرآن وسنت میں موجود اصول وضوابط کی تطبیق ان حوادثات وواقعات پر کرنا پڑے گی۔

فقہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

فقہ وفتاویٰ کا کام دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک زبانی اور تحریری دونوں طرح چلا آرہا ہے، زبانی فتوں کی مثالیں احادیث کے ذخیرہ میں بکثرت موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تو آپ نے یہ جواب دیا اور تحریراً فتوے پر ترمذی شریف کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سبزیوں کے عشر سے متعلق سوال لکھ کر بھیجا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا جواب تحریراً ارسال فرمایا تھا۔ خصوصاً جبکہ سائل مدینہ (دار الخلافۃ) سے باہر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحریراً جواب ارسال فرماتے۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ انہ کتب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلہ عن الخضراوات و ہی البقول فقال لیس فیہا شئ۔ (۵)

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فتوے کا محور وحی الٰہی تھا

دور رسالت میں فقہ وفتاویٰ کی اساس وحی الٰہی پر تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسائل اور امور شرعیہ کے بیان کرنے میں پورا اعتماد وحی الٰہی پر فرمایا کرتے تھے، چاہے وہ وحی متلو (قرآن کریم) ہو یا وحی غیر متلو (احادیث مبارکہ)

"وان مرجعہ فی التشریع کان الوحی بقسیمیہ المتلو وہو القرآن و غیر المتلو فہو السنۃ"(۶)

چنانچہ جب بھی آپ سے سوال کیا جاتا تو اگر اس کا جواب آپ کے پاس ہے تو عنایت فرمادیتے ورنہ وحی کا انتظار کرتے، اکثر احکامات کی آیتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوالات کے جواب میں ہی نازل ہوئی ہیں، احکام کی ان آیتوں کی تعداد بہت کم ہے جو بغیر کسی واقعہ اور بغیر کسی سوال کے نازل ہوئی ہوں اور حضرات مفسرین کرام نے ان کا کوئی سبب نزول بیان نہ کیا ہو۔

اما الاحکام التی انزلت بدون حادث او سوال فقلیلۃ و قلما نری حکما لن یذکر لہا المفسرون حادثا انزل الحکم مرتبا علیہ۔ (۷)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فقہ وفتاویٰ کی بنیاد وحی الٰہی پر تھی تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسا اوقات

اجتہاد بھی کیا ہے اور رائے سے بھی حکم صادر فرمایا ہے کبھی ایسا ہوتا کہ سائل نے آپ ﷺ سے ایک سوال کیا اور اس سوال سے متعلق آپ کے پاس معلومات نہیں ہیں تو آپ ﷺ جبریل امین کے وحی لانے کا انتظار کرتے ؛ لیکن جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا اور وحی نازل نہ ہوتی تو آپ ﷺ اپنی رائے اور اجتہاد سے حکم صادر فرماتے اگر وہ حکم صحیح ہوتا تو اس کی باقی رکھا جاتا ورنہ خطا اجتہادی پر متنبہ کر دیا جاتا: واصح الاقاویل عندنا انہ علیہ السلام فیما کان یبتلی بہ من الحوادث التی لیس فیھا وحی منزل کان ینتظر الوحی الی ان تمضی مدۃ الانتظار ثم کان یعمل بالرائے والاجتہاد ویبین الحکم بہ۔(۸)

(۱) سورۃ التحریم کی ابتدائی آیتوں کا شان نزول جو مفسرین عظام نے لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہد کو آپ ﷺ نے اپنے او پر اپنی رائے اور اجتہاد سے حرام کیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطا اجتہادی پر متنبہ کیا اور صحیح طریقہ پر گامزن فرمایا۔

(۲) جنگ بدر کے قیدیوں سے متعلق نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو دو رائیں سامنے آئیں ایک یہ کہ قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے یہ رائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی دوسری رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور قیدیوں سے فدیہ لینا طے کر دیا لئے ہوئے فدیہ کو ناجائز تو نہیں قرار دیا گیا البتہ اس رائے کے خلاف مصلحت ہونے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں وحی نازل فرمادی گئی: ما کان لنبی ﷺ ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ۔الایۃ۔(۹)

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خونریزی نہ کرلیں تم دنیا کے ساز وسامان کا ارادہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ کے اجتہاد کی اور بھی کئی مثالیں ہیں لیکن انہی دو مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد کرنا

پہلی مثال: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں منقول ہے کہ ایک سفر میں وہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ساتھ تھے دونوں کو غسل کی حاجت ہوگئی پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو کی جگہ تیمم کا حکم نازل ہو چکا تھا لیکن غسل کی صورت میں اگر پانی نہ ملے تو کیا کریں؟ اس کا حکم قرآن کریم میں صراحتاً نازل نہیں ہوا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو نماز کو موقوف کیا پانی ملنے تک اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے وضو والے تیمم پر قیاس کر کے یہ کیا کہ زمین پر لوٹ لگائی (اور پورے بدن پر مٹی ملی) جیسے چوپایا لوٹ لگاتا ہے:

فتمرغت فی الصعید کما تمرغ الدابۃ ثم اتیت النبی ﷺ فذکرت ذالک لہ فقال انما کان یکفیک ان تقول بیدیک ہکذا۔(۱۰)

اور پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اجتہاد کو بیان کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ بس ایسا کرتے (یعنی وضو والے تیمم کی طرح ہاتھ مار کر اشارہ کیا کہ غسل کے لئے بھی اتنا ہی تیمم کافی ہے پورے بدن پر

مٹی ملنے کی ضرورت نہیں ہے)۔

دوسری مثال: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم ﷺ یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے معاذ! تمہارے سامنے جب کوئی مسئلہ آئے گا تو فیصلہ کیسے کرو گے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کتاب اللہ سے پھر اللہ کے نبی ﷺ نے پوچھا کہ اگر اس میں نہ پایا تو؟ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت سے، اللہ کے رسول ﷺ نے پھر پوچھا کہ اگر اس میں بھی نہ پایا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا، (حق کی جستجو میں) اس پر رسول اللہ ﷺ نے خوشی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا: فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول للہ لما یرضی رسول اللہ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سینے پر آپ نے (فرط مسرت میں) ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے رسول (قاصد و پیغمبر) کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر یہ نہیں فرمایا کہ اے معاذ تم اجتہاد سے لوگوں کو مسئلہ بتاؤ گے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؛ بلکہ ان کے جواب پر اللہ کی تعریف بیان کی۔

فقہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں

سنہ ۱۱ھ سے ۴۰ھ تک کا دور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے یہ فقہ کے عروج اور ارتقاء کا دور ہے، آپ ﷺ کے بعد فتوحات اسلامیہ کا جولامتناہی سلسلہ شروع ہوا خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہر روز کوئی نہ کوئی علاقہ مملکت اسلامیہ میں داخل ہو کر اس کا جز بن جاتا اس طرح مسلمانوں کا دوسری اقوام سے اختلاط بڑھتا گیا روزانہ نت نئے واقعات وحوادثات سامنے آنے لگے کیونکہ ہر قوم کا مخصوص اخلاق وعادات اور مخصوص نظام حیات ہوتا تھا اور انہی اطوار و عادات پر ان کے معاشرتی ومعاملاتی نظام کا مدار تھا ان نت نئے مسائل کے شرعی حل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن وحدیث میں غور وخوض کرنے کا موقع فراہم کیا چنانچہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور فقہ وفتاویٰ کی لیاقت رکھنے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن وحدیث کے اصول وقواعد اور جزئیات کو سامنے رکھ کر نئے مسائل کا استنباط واستخراج کیا۔

نئے مسائل کے اجتہاد واستنباط میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منہج

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی فیصلہ آتا تو سب سے پہلے اس کا حل کتاب اللہ میں تلاش فرماتے ناکامی کی صورت میں جو احادیث مبارکہ آپ کے حافظہ میں ہوتیں ان میں غور وفکر کرتے ان میں بھی اگر حکم نہیں ملتا تو آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ میرے پاس ایسا ایسا مسئلہ آیا ہے اگر اس سلسلہ میں کسی کے پاس نبی کریم ﷺ کا کوئی ارشاد ہو تو بتلائے کبھی تو ایسا ہوتا کہ مجمع میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم بول اُٹھتے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اور مسئلہ حل ہو جاتا اور کبھی کوئی جواب نہ ملتا تو پھر آپ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتماع بلاتے اور پیش آمدہ مسئلہ میں ان سے رائے اور مشورہ کرتے اور جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو جاتا وہی

مسئلہ کا حل قرار پاتا۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منہج اور طریقہ کار بھی یہی تھا کہ پہلے کسی مسئلہ کا حل کتاب اللہ میں تلاش [illegible] رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اگر اس میں بھی نہ ملتا تو پھر تیسرے نمبر پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلوں [illegible] اگر ان میں کوئی مثال یا نظیر مل جاتی تو وہی مسئلہ کا حل ہوتا ورنہ تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع پاتے اور جس پر اتفاق [illegible] فیصلہ صادر فرما دیا جاتا۔

الغرض خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک فقہ و قانون [illegible] چار تھے۔

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجماع (۴) رائے اور قیاس۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اجماع وجود کے اعتبار سے تو قیاس سے مؤخر ہے لیکن ترتیب میں قیاس سے پہلے ہے۔

فتویٰ دینے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

یہ بات مسلم ہے کہ نصوص شرعیہ (کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے اصول و کلیات کا استنباط اور جزئیات و حوادثات پر انکا انطباق ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کے متعلق کتابوں میں اسلامی نصوص کے سمجھنے سے متعلق جو واقعات منقول ہیں انہی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کام ہر شخص کا نہیں ہے۔

ایک عربی زبان کے عالم کو لوگوں نے دیکھا کہ جب وہ استنجاء کرتے ہیں تو باقاعدہ وضو کرتے ہیں اور پھر تین رکعت [illegible] پڑھتے ہیں کسی نے دریافت کر لیا کہ یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء کرنے کے بعد نماز پڑھتے ہیں یہ کیسی نماز ہے بڑے غصہ میں جواب دیا کہ لوگوں کو حدیث کا علم نہ ہو تو میں کیا کروں پوچھا گیا وہ کونسی حدیث ہے تو مشہور حدیث "من استجمر فلیوتر" (جو استنجاء میں ڈھیلا استعمال کرے تو وہ طاق عدد استعمال کرے) پڑھ کر سنائی اور صحاح میں نکال کر اسے دکھا دیا حالانکہ ان سے مقصد یہ [illegible] فلیوتر جس کا ترجمہ ہے کہ طاق عدد ڈھیلے استعمال کرے اسی فلیوتر کا ترجمہ انہوں نے سمجھ لیا کہ وتر کی نماز پڑھے۔

احادیث شریفہ میں کئی مثالیں اس طرح کی ملتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فہم حدیث و قرآن میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم برابر نہ تھے مثلاً آیت کریمہ "حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود" (۱) کا مطلب ایک صحابی رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال فرما لیا کہ اس سے مراد سیاہ اور سفید دھاگے ہیں؛ لہٰذا وہ دو کالے اور سفید دھاگے لے کر تکیے کے نیچے رکھ کر سو گئے لیکن جب صبح صادق کے بارے میں جب کچھ پتہ نہ چلا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ "ان وسادتک لعریض" تمہارا تکیہ تو بڑا چوڑا ہے، یعنی اس سے مراد تو رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے تم نے ان دونوں کو اپنے تکیے کے نیچے دبا لیا۔

اس لئے فقہ و فتاویٰ میں وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قابل اعتبار مانے گئے جنہوں نے قرآن کریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا، سیکھا اور سمجھا اور اس کے معنی و مطلب، ناسخ و منسوخ اور اسباب نزول وغیرہ علوم کو حاصل کیا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصحاب فتویٰ شمار کیا جاتا ہے جن کی تعداد ایک سو تیس سے زائد تھی جن میں مرد و عورت دونوں شامل تھے۔

والذين حفظت عنهم الفتوى من اصحاب رسول الله مأة ونيف و ثلاثون نفسا مابين

رجل وامرأۃ۔ (۱۲)

دور رسالت میں فتویٰ دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ان میں سے چودہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی فتوے کا کام انجام دیا ہے۔ ۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ۷۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۸۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ ۹۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ۱۰۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ ۱۱۔ حضرت ابو الدرداءؓ رضی اللہ عنہ ۱۲۔ حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ ۱۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۱۴۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔ (۱۳)

ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ ﷺ کی حیات میں فتویٰ دینا گویا ایک طرح سے اگلے دور کے لئے مجتہدین کی جماعت تیار کرنا تھی اور فتویٰ دینے کی مشق کرانا تھی۔

مکثرین فی الفتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکثرین فی الفتاویٰ کہلاتے ہیں اگر ان کے فتاویٰ کو مستقل کتابوں میں جمع کیا جائے تو کئی ضخیم کتابوں کی شکل میں تیار ہوں گے، چنانچہ ابوبکر محمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے (۱۴) وہ سات صحابہ رضی اللہ عنہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

فقہ وفتاویٰ میں متوسط درجہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے بہت زیادہ فتاویٰ منقول نہیں ہے اور بہت کم بھی نہیں بلکہ قلت وکثرت کے بین بین ہیں ان کی تعداد تیرہ (۱۳) ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ۸۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ۹۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ۱۰۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۱۱۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۱۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ۱۳۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو مقلین فی الفتویٰ کہلاتے ہیں: ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے صرف ایک یا دو فتوے منقول ہیں وہ مقلین فی الفتویٰ کہے جاتے ہیں ان کی تعداد ایک سو چھبیس (۱۲۶) ہیں، ان میں اکثر مرد ہیں جبکہ بیس عورتیں بھی اس تعداد

میں شامل ہیں جن سے ایک دو یا تین مسئلوں میں فتوی دینا ثابت ہے۔(۱۵)

معروف مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

رائے اور اجتہاد سے فتوی دینے میں سب سے زیادہ مہارت خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تھی، دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں یہ کام انہوں نے کچھ زیادہ ہی انجام دیا ہے، ان کے اجتہاد ورائے سے فتوی دینے میں مہارت کی روشن دلیل ان کا وہ پیغام ہے جو انہوں نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے قاضی کے پاس بھیجا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خط کافی لمبا ہے اس میں ہماری بحث سے متعلق یہ جزء ہے:

الفهم الفهم فيما تلجلج في صدرك مما ليس في كتاب الله ولا سنة النبي ﷺ ثم اعرف الاشباه والامثال فقس الامور عند ذالك بنظائرها واعمد الى اقربها الى الله واشبهها بالحق۔ (۱۶)

جو مسئلہ تمہیں کتاب وسنت میں نہ ملے اور اس سے متعلق تمہارے دل میں شبہ ہو تو اس کے مشابہ اور ہم مشکل مسائل کو حاصل کرو اور ان نظیروں پر تم قیاس کرو اور جو امر اللہ کے حکم کے زیادہ قریب اور حق سے زیادہ مشابہ ہو اسے اختیار کرلو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طرح کے خطوط دوسرے قضاۃ کے پاس بھی بھیجے تھے قاضی شریح کوفہ کے قاضی کے پاس آپ نے جو خط بھیجا تھا اس کا مضمون بھی اسی سے ملتا جلتا ہے یوں تو نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نقد فتاوی کے کام میں مشغول تھے سبھی نے اجتہاد سے کام لیا ہے؛ لیکن ان میں سب سے زیادہ شہرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی چند مثالیں

سرزمین فارس کے اہل قری پر جزیہ کا تعین، واقعہ ہجرت سے اسلامی تاریخ اور سن کا آغاز، مسلمانوں کے لئے بیت المال کا نظم اور تراویح کی نماز میں ایک امام کے پیچھے مسجد میں سب لوگوں اکٹھا کرنا اس میں آپ کا اجتہاد یہ ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے نماز تراویح کو باقاعدہ جماعت کے ساتھ شروع کرائے اور نہ تراویح کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے قولاً ترغیب بھی دی ہے۔"من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه" (۱۷) اور عملاً کئی رات آپ ﷺ نے باجماعت نماز پڑھائی بھی ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذوق وشوق کو دیکھ کر اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ نماز ان پر فرض نہ کردی جائے، آپ ﷺ نے تین یا چار راتوں کے بعد جماعت سے تراویح کی نماز نہیں پڑھائی، (۱۸) لیکن جب نبی کریم ﷺ کے بعد فرضیت کا اندیشہ نہیں رہا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے باقاعدہ تراویح کی نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا اور سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کردیا۔

اجتہاد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منہج

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو اصحاب فقہ وفتوی ہیں انہیں وادئ اجتہاد کی سیر بہر حال کرنا پڑی ہے اور اجتہاد کے سلسلہ میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مختلف نہج رہا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نہج ان کے اس ارشاد سے بالکل واضح اور منقح

ہوجاتا ہے فرماتے ہیں:

فمن عرض له منكم قضاء بعداليوم فليقض بمافى كتاب الله فان جاء ه امر ليس فى كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه ﷺ فان جاء ه امر ليس فى كتاب الله ولاقضى به نبيه ﷺ فليقض بما قضى به الصالحون فان جاء ه امر ليس فى كتاب الله ولاقضى به نبيه ﷺ ولا قضى به الصالحون فليجتهد برائيه۔ (۱۹)

آج کے بعد جس شخص کو قاضی بنایا جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ کتاب اللہ سے فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا معاملہ آ جائے جس کا حکم کتاب الٰہیں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں میں اگر فیصلہ موجود ہو تو اس پر فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا معاملہ آ جائے جس کا حکم نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ نے اس جیسا کوئی فیصلہ فرمایا ہے تو صالحین کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی معاملہ ایسا آ جائے کہ نہ اس کا حکم کتاب اللہ میں ہے اور نہ نبی کریم ﷺ نے کوئی ایسا فیصلہ کیا ہے اور نہ صالحین کے فیصلوں میں اس کی مثال موجود ہے تو وہ پھر وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔

مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے "متوفی عنہا زوجہا قبل الدخول" یعنی اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس کے شوہر کا انتقال دخول سے پہلے ہو جائے اور اس کے لئے کوئی مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو اس کو کتنا مہر دیا جائے گا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لہا مثل صداق نسائہا لا وکس ولا شطط وعلیہا العدۃ ولہا المیراث" کہ اس کو مہر مثل ملے گا نہ اس میں کمی ہوگی نہ زیادتی اور اس پر عدت بھی واجب ہوگی اور اسے وراثت میں حصہ بھی ملے گا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ٹھیک آپ کے فیصلہ جیسا فیصلہ ہمارے قبیلہ کی ایک عورت، بروع بنت واشق کے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا تھا یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے کہ میرا فیصلہ نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کی موافقت کر گیا۔ (۲۰)

رائے اور اجتہاد سے دیا ہوا فتویٰ اگر صحیح اور درست ہوتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے اور اگر غلط ہوتا تو اس کو اپنی طرف منسوب کرتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے یہی معمول تھا حضرات شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کا

"ان ابابكر كان يقول اذا اجتهد برأيه هذا رائى فان يكن صوابا فمن الله و ان يكن خطأ فمنى و استغفر الله"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے منشی نے ایک مرتبہ یہ لکھ دیا۔ "ہذا ما رأی اللہ ورأی عمر" یہ رائے اللہ کی ہے اور عمر کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں یوں لکھنا چاہئے تھا۔

هذا ما رأى عمر فان يكن صوابا فمن الله و ان يكن خطأ فمن عمر"

یہ رائے اگر درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر اس میں خطا سرزد ہوئی ہے تو عمر کی طرف سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مفوضہ کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب سے پہلے یہ فرمایا:

اقول فيها برائى فان يكن صوابا فمن الله و ان يكن خطأ فمنى و من الشيطان والله و

رسوله بری منه۔

"میں اس سوال کا جواب اپنی رائے سے دے رہا ہوں اگر صحیح ہوا تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلط ہوا تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں"۔ (۲۱)

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث کے لکھنے کی اجازت دی تھی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے احادیث کا ایک مجموعہ الصادقہ کے نام سے جمع کیا تھا۔لیکن حدیث وفقہ کی باضابطہ تدوین اس زمانہ میں نہیں ہوئی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی شکل میں سب سے پہلے فقہ کی تدوین ہوئی اور احادیث رسول یوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے لکھی تھیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفوں کا ذکر مسند احمد وغیرہ میں ہے لیکن باضابطہ حدیث کی تدوین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور خلافت میں کرائی اور پھر فقہی ترتیب پر حدیث کی تدوین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے کی ،اور علم فقہ کی تدوین موجودہ ترتیب کے مطابق (عبادات معاملات وعقوبات) کتاب در کتاب ،باب در باب ،اور فصل در فصل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نامور تلامذہ کرام کے ساتھ ملکر کی ،اسی لئے انکو فقہ کا مدون اول کہا جاتا ہے:

فأول من دون الفقه والقانون الاسلامی ابو حنیفة رحمة الله علیه۔ (۲۲)

اسی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: من اراد الفقه فهو علىٰ ابی حنیفة رحمة الله علیه جو شخص بھی فقہ حاصل کرنا چاہے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا محتاج ہے۔

رائے محمود اور رائے مذموم

مذکورہ بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رائے اور اجتہاد کا استعمال حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم نے ضرورت کے وقت کیا ہے؛ لیکن وہیں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے کی مذمت کے سلسلہ میں بھی کتابوں میں اقوال ملتے ہیں تو یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاں کہیں رائے اور اجتہاد کو اختیار کیا ہے تو ضرورت اور حاجت کے وقت نہایت خشیت الٰہی اور احتیاط کے ساتھ کیا ہے اور رائے کی جو مذمت منقول ہے وہ اس لئے تاکہ لوگ بلا ضرورت اور بغیر علم کے رائے زنی کرنے پر کہیں جری نہ ہوجائیں اور بسا اوقات غیر دین کو دین میں داخل کرنے سے بھی نہ چوکیں۔

الغرض رائے مذموم وہ رائے کہلائے گی جس میں مفتی اتباع ہوی اور خواہش نفس کا شکار ہوجائے اور ایسا فتوی صادر کرے جس کی اسلام میں کوئی اصل نہ ہو:

فالمذموم انما ہو اتباع الھوی فی الفتوی مع عدم الاستناد الی اصل من الدین یرجع الیه۔

اور رائے محمود وہ رائے ہے جس کی تعریف حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوب میں فرمائی ہے "اعرف الاشباہ والامثال ثم قس الامور عند ذالک"۔ (۲۳)

دورِ نبوی ﷺ میں فقہ کے مدون نہ ہونے کی وجہ

ذکر کردہ مثالوں سے یہ بات تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ فقہ اسلامی کی ابتداء شروعِ اسلام سے ہوئی ہے لیکن اس کی تدوین دورِ نبوی ﷺ سے اس لئے نہیں ہوئی کہ خود اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کے علاوہ دیگر چیزوں (حدیث و فقہ) کو لکھنے سے منع فرمادیا تھا (۲۴) اس اندیشہ سے کہ کہیں قرآن کا غیر قرآن کے ساتھ اختلاط نہ ہوجائے اور سابقہ آسمانی کتابوں کی طرح انبیاء و صلحاء کے کلاموں کے ساتھ خلط ملط ہوکر ضائع نہ ہوجائے۔

حوالہ جات

(۱) سورۃ الانبیاء آیت ۷۸ (۲) فواتح مع مستصفی (۳) مقدمۃ الموسوعۃ الفقہیۃ ۱/۱۲ (۴) مقدمہ البحر الرائق (۵) ترمذی ۱/۸۱ (۶) تاریخ الفقہ الاسلامی ص ۴۲ (۷) تاریخ التشریع الاسلامی ص ۴۳ (۸) اصول السرخسی ۱/۹۱ (۹) سورۃ الانفال ۶۷ (۱۰) صحیح مسلم ۱/۱۲۱ (۱۱) سورۃ البقرہ ۱۸۷ (۱۲) اعلام الموقعین ۱/۲۱ (۱۳) الفکر السامی ۱/۱۱ تا ۱۴۵ بحوالہ اودھ میں افتاء کے مراکز ۱/۸۴ (۱۴) اعلام الموقعین ۱/۲۱ (۱۵) اعلام الموقعین ۱/۲۲ (۱۶) المدخل الفقہی العام ۱/۸۰ (۱۷) صحیح مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان ۲۵۹ (۱۸) صحیح مسلم ۱/۲۵۹ (۱۹) سنن نسائی ۲/۲۰۵ (۲۰) ترمذی ۲/۳۶ (۲۱) تاریخ التشریع الاسلامی ۹۰ بحوالہ اودھ میں افتاء کے مراکز (۲۲) مقدمہ فتاوی تاتارخانیہ (۲۳) المدخل الفقہی العام ۱/۸۰ (۲۴) مسلم ۲/۴۱۴

ضعیف حدیث اور قوت استدلال

فقہ اسلامی کی بنیاد جن چار چیزوں پر ہے ان میں سے ایک اہم ماخذ حدیثِ نبوی ﷺ بھی ہے، جس کے بیان و نقل میں انتہائی حزم و احتیاط سے کام لیا گیا ہے، ماضی میں بعض اسباب کے تحت احادیث کو وضع کرنے اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک سازش کی گئی تھی، جن کے خلاف محدثین نے سخت محاذ آرائی کی؛ اسی پسِ منظر میں "ائمۂ جرح و تعدیل" کی جماعت کا ظہور ہوا؛ جنھوں نے موضوع اور من گھڑت احادیث کو چھانٹ کر موضوعات کے نام سے الگ کردیا اور راویوں کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے احوال و اعمال کے مطابق احادیث کی تقسیم کردی، ان ہی اقسام میں ایک "ضعیف" حدیث بھی ہے، جو فی الحال موضوعِ بحث ہے، اس کے تحت تعارف، حکم اور اس میں فقہاء کا اختلاف اور دیگر ضروری امور کو بیان کیا جائے گا:

حدیثِ ضعیف

حدیثِ ضعیف کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کی الگ الگ رائیں ہیں، متقدمین کی اصطلاح میں "ضعیف" وہ حدیث کہلاتی ہے جو منکر اور باطل نہ ہو اور اس کے راوی متہم بالکذب نہ ہو؛ گویا متقدمین کے یہاں حدیث صحیح ہی کی ایک قسم "حدیث ضعیف" ہے اور اسے متاخرین کی اصطلاح میں "حدیثِ حسن" کہا جاتا ہے اور متقدمین نے یہ طے کر رکھا تھا کہ اس ضعیف حدیث کے خلاف اگر کوئی حدیث صحیح نہ ہو تو پھر اس حدیثِ ضعیف (حدیث حسن عند المتأخرین) پر عمل کیا جائے گا اور اسے قیاس پر بھی ترجیح دی جائے گی۔ (اعلاء السنن: ۱/۶۰)

لیکن متاخرین کی اصطلاح میں "حدیثِ ضعیف" وہ کہلاتی ہے جس میں حدیث صحیح و حسن کے شرائط نہ پائے جائیں، اس کے

راوی غیر عادل یا متہم بالکذب یا مستور الحال ہوں اور وہ متعدد طرق سے مروی بھی ہو تو اس کے طرق کی کثرت بھی ... کسی حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لیے کافی ہیں۔ (انہاء السکن ... ص ۶۰)

حدیث ضعیف کا ضعف ختم ہوسکتا ہے

اگر حدیث ضعیف ہے تو اس کا ضعف مختلف قرائن سے دور ہوسکتا ہے، ان میں سے ایک تعددِ طرق ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حدیث ضعیف کئی سندوں سے مروی ہو تو اس کی وجہ سے وہ ضعف سے نکل جاتی ہے اور اسے قوی و صحیح ... جاتا ہے، محدثین کی اصطلاح میں اس کو "حسن لغیرہ" کہتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تفصیل کے مطابق یہ حدیث صحیح و حسن کی چار اقسام میں سے ایک ہیں۔ (... ۲۳۳)

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حسن لغیرہ بھی اصل میں ضعیف ہی ہے، مگر اس میں قوت پہنچنے والے طرق کی وجہ سے ... پیدا ہوجاتا ہے۔ (فتح المغیث: ۳۵/۳۶)

"الحسن لغیرہ أصلہ ضعیف وإنما طرأ علیہ الحسن بالعضد الذی عضدہ"۔ (... ۳۳)

ترجمہ: حسن لغیرہ دراصل ضعیف ہی ہے اور اس میں حسن دیگر روایات کے اس کی تائید کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ یہ ضعف کسی راوی کے فسق یا کذب بیانی کی وجہ سے نہ ہو؛ کیونکہ تعددِ طرق ان کے کذب و فسق کے احتمال کو ختم کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ (حاشیہ اعلاء السنن: ۱/ ۵۸)

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ وہ حدیث ضعیف کسی اصل شرعی و دلیل شرعی کے موافق ہو؛ خواہ کوئی نص قرآنی ہو یا قول صحابی ہو یا شریعت کا کوئی قاعدہ و ضابطہ ہو۔ (نزہۃ النظر: ۲۹)

اس کے علاوہ بھی کچھ قرائن ہیں جو کہ حدیث ضعیف کو تقویت پہنچاتے ہیں؛ اسی لیے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر ذکر فرمایا ہے کہ: اگر کوئی ایسا قرینہ مل جائے جو حدیث ضعیف کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کو راجح بنائے تو اس کو "حسن لغیرہ" کہتے ہیں۔ (اعلاء السنن: ۱/ ۶۲۔ اصول امام احمد بن حنبل: ۲۶۹)

ضعیف کی اقسام

زمانہ قدیم میں حدیث کی دو ہی قسمیں ہوا کرتی تھیں؛ لیکن سب سے پہلے جس نے احادیث کو تین قسموں میں منقسم کیا وہ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے، صحیح، حسن، ضعیف، ان ہی کی اس تقسیم کو مدنظر رکھتے ہوئے احادیث ضعیف کی پھر چار قسمیں سامنے آتی ہیں:

(۱) وہ ضعیف جس کا ضعف تعددِ طرق اور دیگر قرائن سے دور ہوجاتا ہو (۲) ضعیف متوسط الضعف (۳) ضعیف شدید الضعف (۴) موضوع۔

فقہاء کا اختلاف

قسم اوّل سے تو باتفاق احتجاج واستدلال جائز ہے اور قسم سوم و چہارم سے باتفاق استدلال کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ قسم دوم

سے استدلال کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وامام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ گنجائش دیتے ہیں؛ جب کہ بہت سے علماء اس سے منع کرتے ہیں۔ (المسودۃ فی اصول الفقہ: ۲۷۳۔ اصول امام احمد بن حنبل: ۲۸۲)

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے شرائط

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تین شرطیں بیان کی ہیں: (۱) اس حدیث کا ضعف ضعف شدید نہ ہو یعنی اس کا راوی کاذب اور دروغ گوئی میں مشہور نہ ہو اور نہ فاحش غلطیوں کا مرتکب ہو۔

(۲) حدیث جس مفہوم پر مشتمل ہو اس کی ایسی بنیاد موجود ہو جو معمول بہ ہو، یعنی اس پر عمل کرنا اپنے اندر غرابت کا کوئی پہلو نہ رکھتا ہو اور اسلام کے ثابت اور مقرر و معروف قواعد کے خلاف نہ ہو

(۳) دوران عمل اس کے ثبوت کا عقیدہ نہ رکھا جائے؛ بلکہ ازروئے احتیاط اس پر عمل ہو، یعنی اس طور پر نہ قبول کی جائے کہ واقعتاً یہ حدیث صحیح النسبت ہے؛ بلکہ اس بناء پر عمل کیا جائے کہ ممکن ہے کہ نفس الامر میں اس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف درست ہو۔ (اعلاء السنن: ۱/۵۸)

ضعیف اور مضعف میں فرق

حدیثِ مضعف کا درجہ حدیثِ ضعیف سے اونچا ہوتا ہے کہ احکامات میں حدیثِ مضعف سے استدلال کیا جاتا ہے اور ضعیف سے فقط فضائل میں ہی استدلال کرنا درست ہے۔

دوسرا فرق: جو "علامہ قسطلانی رحمہ اللہ" نے بیان کیا ہے کہ مضعف وہ حدیث ہے جس کے متن میں یا سند میں ایسا وقتی ضعف آگیا ہو، جس کی تلافی دیگر اسناد وروایات سے ہوسکتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی احادیث کو بعض مرتبہ اپنے صحیح میں جگہ دی ہے۔ (اعلام الموقعین: ۱/۸۲)

حدیثِ ضعیف اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وامام احمد رحمۃ اللہ علیہ حدیث ضعیف کا درجہ حدیث صحیح سے کمتر قرار دیتے ہیں؛ البتہ وہ حدیثِ ضعیف کے بالمقابل فتاویٰ اور اقوالِ صحابہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

(المسودۃ فی اصول الفقہ: ۲۷۶۔ حیات امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ۳۵۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو فقہی فتاوے منقول ہیں، ان کی ایک بڑی تعداد ہے جو مختلف واقعات وحوادثات سے متعلق ہیں، ان فتاویٰ واقوال میں رنگارنگ کی غذاءِ فکری اور طرح طرح کے امراض اجتماعی کی چارہ گری موجود ہے۔

(اعلام الموقعین: ۱/۸۴)

اگر ان کے فتاویٰ اور اقوال کا تعارض حدیثِ ضعیف سے ہوجائے تو فتاویٰ صحابی کو ترجیح حاصل ہوگی؛ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درس رسالت کے چراغ ہیں، ان کا ہر قول وعمل سنت کے مطابق ہوا کرتا تھا، ان کے کلام سے کلام رسالت کی بو مہکتی ہے اور انھوں نے دین کو پہلوئے رسالت میں رہ کر جتنا سمجھا اور سیکھا ہے دوسرا ان کی خاک تک نہیں پہونچ سکتا، ان کے اقوال وافعال میں کسی

قسم کا شبہ نہیں ہے اور حدیث ضعیف کی صحت وعدم صحت مشتبہ ہے؛ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ واقوال کو ضعیف حدیث پر ترجیح حاصل ہوگی۔

حدیثِ ضعیف اور قیاس کا تعارض

جب کبھی حدیث ضعیف اور قیاس میں تضاد نظر آئے تو فقہاء کرام رضی اللہ عنہم کے اس سلسلے میں دو نقطہ نظر ہیں۔

حنفیہ وحنابلہ

ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ ضعیف حدیث کی موجودگی میں قیاس کوئی معنی نہیں رکھتا؛ بلکہ قیاس کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، حدیث اگرچہ ضعیف ہے؛ لیکن بہر حال موجود تو ہے اور اس میں صحت کا بھی پہلو ہے؛ اس لیے قیاس کے مقابلہ میں حدیثِ ضعیف ہی کو ترجیح دی جائے گی (الاحکام لابن حزم: ۲/ ۵۴)

چنانچہ امام احمد کا قول خود ان کے فرزندِ ارجمند حضرت عبداللہ نقل کرتے ہیں کہ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح حاصل ہوگی۔ (اصول امام احمد بن حنبل: ۲۷۷۔ المسودۃ فی اصول الفقہ: ۲۷۵)

ایک مرتبہ عبداللہ نے اپنے والد امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کسی جگہ ایک محدث ہیں جو درسِ حدیث دیا کرتے ہیں اور وہ حدیث کی صحت وضعف میں تمیز نہیں کر پاتے اور اسی جگہ ایک صاحب رائے شخص موجود ہو، جو اپنی رائے اور قیاس سے مسائل کو حل کرتا ہو اور ایک ایسا شخص جو علم سے ناواقف حلال وحرام میں تمیز خود سے نہ کر پاتا ہو تو وہ مسئلہ کس سے دریافت کرے، محدث سے یا صاحبِ رائے سے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا محدث سے مسئلہ دریافت کرے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی۔ (الاحکام لابن حزم: ۲/ ۵۴)

شوافع اور مالکیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نصِ قرآنی اور حدیثِ صحیح نہ ہو تو پھر حدیثِ ضعیف کو نظر انداز کر کے قیاس کرنا واجب ہوگا، ٹھیک اسی طرح مالکیہ میں سے قاضی ابوالفرج اور ابوبکر الابہری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ حدیثِ ضعیف پر قیاس کو ترجیح حاصل ہوگی۔ (بدایۃ المجتہد: ۱/ ۲۹)

فقہ حنفی اور حدیثِ ضعیف

احناف کا مذہب چونکہ حدیثِ ضعیف (بقول متقدمین جو درحقیقت حدیثِ حسن ہے) کو قیاس کے مقابلے میں ترجیح دینے کا ہے؛ اسی لیے فقہ حنفی میں بکثرت ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں قیاس کو نظر انداز کر کے حدیث ضعیف پر عمل کیا گیا ہے، مثلاً:

۱۔ نمازی حالت صلوۃ میں قہقہہ لگادے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے؛ کیونکہ قہقہہ میں خروجِ نجاست کا تحقق نہیں ہوتا ہے؛ مگر اس سلسلہ میں ایک ضعیف حدیث ہے جو یہ بتلاتی ہے کہ ایسے شخص کا وضو ٹوٹ جاتا ہے؛ لہٰذا قیاس کو ترک کر کے احناف نے یہاں ضعیف حدیث پر عمل کیا اور قہقہہ کو ناقضِ وضو قرار دیا۔ (اعلام الموقعین: ۱/ ۸۵)

۲۔ دس درہم سے کم کے سرقہ میں بھی قطع ید کا حکم قیاس کے مطابق ہونا چاہیے؛ کیونکہ وہ بھی تو شرعاً سرقہ ہے؛ لیکن ایک

"ضعیف حدیث" سے کمتر درجہ کی ہیں، تو کہا گیا کہ اگر نہ ملے جائے؛ چنانچہ حنفیہ نے قیاس کے مقابلہ میں بھی ضعیف حدیث کو حجت مانا ہے۔ (سیرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:۲۸۲)

ضعیف حدیث اور عقائد

جمہور محققین کا مذہب یہی ہے کہ عقائد کے ثبوت کے لیے مشہور یا متواتر حدیث ضروری ہے، حدیث ضعیف اور خبر واحد ثبوت عقائد کے لیے کافی نہیں ہے؛ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ خبر واحد سے عقائد کے باب میں استدلال کیا ہے لیکن وہ بھی حدیث ضعیف کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ حدیث ضعیف سے عقائد کے باب میں استدلال کرنا درست نہیں ہے؛ چنانچہ سید شریف محمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حدیث ضعیف" سے صفات باری وعقائد میں استدلال کرنا جائز نہیں۔ (رسالہ فی اصول الحدیث للجرجانی:۴۰)

ایک شبہ

یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سابق میں احناف وحنابلہ کا یہ مسلک بیان کیا گیا کہ وہ حدیث ضعیف کو معتبر مانتے ہیں اور فقہ حنفی سے ایسے مسائل بھی ذکر کیے گئے جن میں محض حدیث ضعیف کی بناء پر قیاس کو چھوڑ دیا گیا ہے، بظاہر یہ دعویٰ سابقہ تصریحات کے خلاف ہے؛ لیکن یہ شبہ اس لیے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حدیث ضعیف کی اصطلاح درحقیقت دو ہیں، ایک متاخرین کی اصطلاح ہے، جس کی وضاحت اس مقالہ کے ابتداء میں کی جاچکی ہے اور دوسری اصطلاح متقدمین کی ہے (اس کی وضاحت بھی ابتداء میں آچکی ہے) کہ وہ حضرات حسن لغیرہ کو بھی ضعیف کے ہی درجہ میں شمار کیا کرتے تھے؛ چنانچہ علامہ ابن قیم رقمطراز ہیں:

"وليس المراد بالحديث الضعيف في اصطلاح السلف هو الضعيف في اصطلاح المتأخرين بل ما يسميه المتأخرون حسناً قد يسميه المتقدمون ضعيفاً"۔(اعلام الموقعين:۱/۸۳)

ترجمہ: سلف کی اصطلاح میں حدیث ضعیف سے مراد وہ حدیث نہیں ہے جسے متاخرین حدیث ضعیف کہتے ہیں؛ کیونکہ متقدمین کی اصطلاح میں اس حدیث کو بھی ضعیف کہہ دیا جاتا ہے جسے متاخرین نے حسن کا درجہ دیا ہے۔

اس لیے عقائد کے باب کے علاوہ جہاں کہیں احناف وحنابلہ حدیث ضعیف کو قابل حجت شمار کرتے ہیں اس سے مراد متقدمین کی اصطلاح ہے اور اس سے "حدیث حسن" ہی مراد ہے، متاخرین کی اصطلاح کے مطابق حدیث ضعیف مراد نہیں ہے۔

ضعیف حدیث اور فضائل

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعلق سے کافی طویل بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں متعدد مذاہب کو نقل کیا ہے، جن میں سے ایک حافظ الحدیث امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ ضعیف حدیث کسی بھی باب میں حجت نہیں بن سکتی، چاہے وہ فضائل کا باب ہی کیوں نہ ہو؛ البتہ اگر متقدمین کی اصطلاح کے مطابق ضعیف حدیث ہو کہ اس کے طرق متعدد

ہوں جس کی وجہ سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے تو اس سے فضائل کے باب میں استدلال کرنا درست ہوگا۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث کے مقابلہ میں قیاس اولیٰ ہے؛ کیونکہ حدیث ضعیف آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، رائے میں اگر غلطی ہوئی تو شرعاً وہ معاف ہے؛ بلکہ اس پر اجتہاد کا ثواب بھی ملے گا۔ (نووی علی مسلم:۱/۲۰)

دوسرا مذہب جس کو علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کا مذہب کہہ کر بیان کیا ہے اور حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جسے جمہور کا اجماعی مسلک قرار دیا ہے کہ فضائل کے باب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔ (الفتاوی الحدیثیہ:۱۱۰)

ائمہ حدیث میں عبد اللہ بن مبارک، عبد الرحمن بن مہدی، امام احمد وغیرہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(اصول امام احمد بن حنبل:۲۷۳)

تقی الدین تحریر فرماتے ہیں کہ یہ گنجائش اس لیے ہے کہ اگر ایسی حدیث نفس الامر اور واقع میں صحیح ہے تو اس پر عمل کرنا اس کا حق تھا اور اگر واقع میں صحیح نہ تھی تو بھی فضائل کے باب میں اس پر عمل کرنے کی وجہ سے دین میں کوئی فساد لازم نہیں آئے گا، اس لیے کہ یہ صورت تحلیل وتحریم اور کسی کے حق سے متعلق نہیں ہے اور پھر یہ جواز مطلق نہیں ہے؛ بلکہ ماقبل میں ذکر کردہ شرائط کے ساتھ ہے۔ (شرح الکوکب المنیر:۲/۵۷۱)

اس لیے فضائل کے باب میں حدیث ضعیف کا اعتبار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تذکرہ محدثات

چند ایسی نامور خواتین کا تذکرہ جو علم حدیث میں معروف ہوئیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما حبیبہ رسول کریم ﷺ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ و عالم صحابی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم وفضل کے متعلق اپنا اور اپنے جیسے دوسرے ساتھیوں کا تجربہ بیان کرتے ہیں۔ ہم اصحاب رسول ﷺ کو جب بھی کسی حدیث کے معاملے میں کوئی مشکل پیش آئی اور ہم نے اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو ان کے پاس اس کا علم پایا۔

(جامع ترمذی، کتاب المناقب باب من فضل عائشۃ:3883)

عمرۃ بنت عبد الرحمان ابن شہاب زہری، قاسم بن محمد کو کہتے ہیں کہ میں تمہیں علم کا بہت حریص دیکھتا ہوں کیا میں تمہیں اس کے خزانے پر مطلع نہ کروں؟ علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو جاؤ عمرۃ کے پاس۔ قاسم بن محمد کا کہنا ہے کہ عمرۃ کے پاس جا کر مجھے ایسا لگا کہ وہ کبھی نہ خشک ہونے والا سمندر ہیں۔ (سیر اعلام النبلا، 4/508)

تیسری صدی کی معروف محدثات

تیسری صدی میں عابدۃ المدینہ، ام عمر الثقفیۃ، زینب بنت سلیمان، نفیسہ بنت حسن بن زید، خدیجہ ام محمد، عبدۃ بنت عبد الرحمان، عباسہ امام احمد ابن حنبل کی اہلیہ اور دیگر بہت سی خواتین قابل ذکر ہیں جنہوں نے حدیث رسول ﷺ پر باقاعدہ لیکچرز دیے، جن میں بڑے بڑے محدثین شامل ہوتے تھے۔ عابدہ جو ایک سیاہ فام لونڈی تھیں لیکن افق حدیث کا چمکتا ہوا ستارہ بھی تھیں، جب محمد بن یزید نے انہیں حبیب بن الولید الدحون الاندلسی کو ہبہ کر دیا تو وہ ان کے علم سے اتنا متاثر ہوئے کہ انہیں آزاد

پیدا کر کے لازوال نقوش چھوڑے، انکے دروس میں بے شمار لوگ شریک ہوتے تھے۔

پانچویں صدی کی مشہور محدثات

پانچویں صدی میں مشہور صوفی حسن بن علی الدقاق کی بیٹی اور ابو قاسم القشیری کی زوجہ محترمہ فاطمہ نے بھی سند عالی کے لیے شہرت پائی جو ابونعیم الاسفرائی اور حاکم نیشاپوری سے حدیث روایت کرتی تھیں (تاریخ اسلام، ت: بشار 10/457) اس کے علاوہ خدیجہ بنت محمد شاہجہانیہ (تاریخ اسلام، ت: بشار 10/118) شُہدَہ بنت قاضی ابن ابی عمرہ (تاریخ اسلام، ت: بشار 9/693) خدیجہ بنت البقال (تاریخ اسلام، ت: بشار 16/636) اور جبرۃ السوداء (تاریخ اسلام، ت: بشار 16/637) نے شہرت پائی۔

چھٹی صدی کی مشہور محدثات

چھٹی صدی میں ام البہاء فاطمہ بنت محمد مسندۃ اصفہان (تاریخ اسلام، ت: بشار 11/716) ام الخیر فاطمہ بنت علی مسندۃ خراسان (تاریخ اسلام، ت: بشار 11/576) مسندۃ الوقت خدیجہ بنت محمد (تاریخ اسلام، ت: بشار 14/43) تجنی بنت عبداللہ (تاریخ اسلام، ت: بشار 12/550) اور شہدۃ بنت احمد مسندۃ العراق سند عالی کے لیے مشہور ہیں۔ (التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید ص: 105) شہدۃ جنہیں فخر النساء کا خطاب دیا گیا ان کے حلقہ درس میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد حاضر ہوا کرتی، علو سند میں ان کی اس شہرت کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے انہیں اپنا استاد قرار دیا، ذکی الدین البرزالی نے ان کا مشیخہ آٹھ اجزاء میں مرتب کیا ہے۔ (تاریخ بغداد، ط: العلمیۃ 15/394 نیز دیکھیے العمدۃ من الفوائد والآثار الصحاح والغرائب فی مشیخۃ شہدۃ)

ساتویں صدی ہجری میں ام محمد زینب بنت احمد المقدسی (المتوفیہ 722ھ) نے طلب حدیث کی خاطر فلسطین سے مصر، شام اور مدینہ کا سفر کیے، زینب علماء سے علم حدیث حاصل کرنے اور اجازت حدیث لینے کے بعد جب مسند تدریس پر بیٹھیں تو دور دراز سے طلبہ سفر کر کے ان کے پاس سماع حدیث کے لیے کھنچے چلے آتے۔ (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والمسانید 2/368)

عائشہ بنت ابراہیم بیالسۃ الشرائجی کے نام سے پہچانی جاتی ہیں انہوں نے بھی اس میدان میں کمال حاصل کرنے کے بعد مصر، شام اور بعلبک وغیرہ میں درس حدیث کا سلسلہ جاری رکھا۔ (المنتبہ وال لحاظ لمانی ذیول تذکرۃ الحفاظ ص: 109) عائشہ بنت محمد بن مسلم الحرانیہ جو سلائی کڑھائی کر کے اپنا پیٹ پالتی تھیں، کثرت روایت کے علاوہ بعض اجزاء حدیث کی روایت میں منفرد حیثیت رکھتی تھیں۔ (ذیل التقیید فی رواۃ السنن والمسانید 2/382)

ابن بطوطہ نے اپنے سفر دمشق کے دوران 726ھ میں جامع بنی امیہ میں ان سے سماع حدیث کیا۔ مسندۃ خراسان زینب بنت عبدالرحمن بن الحسن الاشعریہ، جن کی وفات سند عالی کے انقطاع کا باعث بنی۔ (التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید ص: 501)

عائشہ بنت معمر الاصبہانیہ مسند ابی یعلی کی روایت میں شہرت کی حامل تھیں مشہور محدث ابن نقطہ آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ (التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید ص: 449)

مسندہ شام کریمہ بنت عبدالوہاب بھی ایک منفرد حیثیت کی حامل تھیں جنھیں روایت حدیث کے سلسلے بڑے بڑے علماء سے اجازت حاصل تھی۔ اور وہ کبھی روایت حدیث سے اکتاتی نہیں تھیں۔ (سیر اعلام النبلاء 23/92)

زینب بنت عبداللہ بن اسعد المکی کے دروازے پر ہمیشہ طلبہ علم کا ہجوم رہتا (الاعلام للزرکلی 3/66) شامیہ امۃ الحق متعدد اجزاء حدیث کی روایت میں منفرد تھیں (تاریخ اسلام ت: بشار 15/542) عجیبہ بنت محمد البغدادیہ نے اپنا مشیخہ دس اجزاء میں مرتب کیا۔
(تاریخ اسلام ت: بشار 14/581)

آٹھویں صدی ہجری

اسماء بنت محمد ابی المواھب ابن حصری، امۃ العزیز بنت ذہبی، فاطمہ بنت البرازلی، اسماء بنت خلیل بن کیکلدی العلائی، رقیہ بنت ابن دقیق العید، زینب بنت ابن قدامہ المقدسی، زینب بنت ابن جماعۃ الکنانی، ام البھاء، زینب بنت ابن العجمی، ست النعم بنت العلامہ نجم الدین الحرانی، ست الوزراء بنت عمر ابن منجاء، ستیہ بنت تقی الدین السبکی، ستیہ بنت نجم الدین الدمیاطی، عائشہ بنت ابراہیم حافظ المزی کی اہلیہ، عائشہ بنت عبداللہ محب الدین الطبری کی پوتی، لوزہ بنت عبداللہ مولاۃ ابن دقیق العید، ست الرکب علی ابن حجر کی بہن، زینب بنت عبداللہ کی بھتیجی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (الدرر الکامنۃ فی أعیان المائۃ الثامنۃ)

تاریخ دمشق کے مؤلف ابن عساکر اپنے مشیخہ میں 80 خواتین کا ذکر کرتے ہیں جن سے انہوں نے درس حدیث لیا۔ ابو طاہر السلفی اپنی کتاب مشیخہ البغدادیہ معجم السفر اور مشیخہ الاصبہانیہ میں اور ابو سعید السمعانی الخبیر فی المعجم الکبیر میں متعدد خواتین کو اپنے شیوخ میں شمار کرتے ہیں جن سے انہوں نے بطریق سماع یا اجازۃ روایت کی۔

وفیات الاعیان کے مؤلف ابن خلکان زینب بنت اشعری م 524ھ کے شاگرد رہے۔ ابن بطوطہ کا شمار اگرچہ محدثین میں نہیں ہوتا لیکن شوق طلب حدیث میں متعدد خواتین وحضرات اور خصوصاً زینب بنت احمد کمال م 710ھ سے سماع کیا۔ نویں صدی کے مشہور محدث عفیف الدین جنید نے سنن دارمی کا درس فاطمہ بنت احمد قاسم سے لیا۔ نفیسہ بنت ابراہیم برزالی اور ذہبی کی استاد رہیں، حافظ العراقی اور الہیثمی ست العرب بنت محمد البخاری کے شاگرد رہے۔ (الاعلام للزرکلی 3/77)

نویں صدی کی محدثات

نویں صدی میں جس کثیر تعداد میں خواتین تعلیمات نبوی ﷺ کے فروغ میں مصروف نظر آتی ہیں، تعداد کے اعتبار سے یہ کثرت دوسرے ادوار میں نظر نہیں آتی ان میں سے جن خواتین نے بطور خاص شہرت پائی ان کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔ یہاں مثال کے طور پر سخاوی اور ابن حجر کی ایک ایک استاد کا ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ام ہانی مریم بنت عبدالرحمٰن الہورینیہ م 871ھ جنہیں ادب، شعر اور خطاطی میں مہارت کے علاوہ حفظِ قرآن اور اسلامی علوم پر بھی عبور تھا۔ انہیں قاہرہ اور مکہ میں حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے باقاعدہ تدریس کے ساتھ حدیث میں اجازت نامے جاری کرنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ مریم بنت احمد الاذرعی بھی اس میدان میں سند کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کے اساتذہ کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابن حجر نے ان کی باقاعدہ ایک معجم مرتب کی، ان کے شاگردوں کی تعداد بھی ان گنت ہے۔
(المجمع المؤسس 2/559، انباء الغمر 5/126)

1- كِتَابُ الطَّهَارَةِ

یہ کتاب طہارت کے بیان میں ہے

طہارت کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طہارت کا معنی ہے ''پاکیزگی'' جبکہ اس کا متضاد، ناپاکی، گندگی، غلاظت نجس، نجاست وغیرہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعضاء مخصوصہ کو دھونا طہارت کہلاتا ہے۔

طہارت کی دو اقسام ہیں (۱) طہارت حقیقی جیسے پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنا (۲) طہارت حکمی جیسے تیمم کے ساتھ طہارت حاصل کی جائے۔ وہ طہارت جو پانی کے ساتھ حاصل کی جائے اس کی بھی دو اقسام ہیں (۱) طہارت خفیفہ جیسے وضو (۲) طہارت غلیظہ جیسے غسل مصنف نے اپنی کتاب کو طہارت خفیفہ (وضو) سے شروع کیا ہے کیونکہ وہ طہارت عام اور غالب ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طہارت، بیروت)

نماز میں طہارت سے مراد ظاہری طور پر نمازی کے جسم، لباس اور اعضاء جوارح کو آلودگی سے پاک رکھنا ہے اور باطنی طور پر اپنے نفس کو خطاؤں، گناہوں اور اخلاقی برائیوں سے پاک کرنا، قلب کو حب دنیا سے پاک رکھنا اور غیر اللہ کو دل سے نکال دینا ہے۔ جس طرح ظاہری بدن کو پاک رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، اُسی طرح باطن، نفس اور دلوں کو پاک رکھنا اس سے کئی درجے زیادہ واجب ہے۔ ان پاکیزگیوں میں سے ایک حقوق کی ادائیگی، اور ہر چیز اور ہر شخص کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھنا ہے۔

اہل معرفت کا کہنا ہے کہ جب تک تمہارا نفس تمہارے ہاتھوں سلامت ہے تو گویا تم نے نفس کا حق ادا کیا اور جب تک خدا کی مخلوق تمہارے ہاتھوں سلامت ہے تو گویا تم نے اُن کا حق ادا کر دیا ہے۔

بَابُ التَّخَلِّيِ عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے لئے خلوت اختیار کرنا

1- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ اَبْعَدَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے' تو

1- صحیح لغیرہ، وھذا اسناد حسن من اجل محمد بن عمرو، وھو ابن علقمۃ اللیثی۔ عبد العزیز بن محمد: ھو الدراوردی، وابو سلمۃ: ھو ابن عبد الرحمن بن عوف. واخرجہ الترمذی (20)، والنسائی فی "الکبری" (16)، وابن ماجہ (331) من طرق عن محمد بن عمرو، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (18171). ولہ شاھد من حدیث عبد الرحمن بن ابی قراد عند النسائی فی "الکبری" (17)، وابن ماجہ (334)، واسنادہ صحیح.

کے اوصاف کی نورانی کرنوں سے اپنے دل و دماغ کو روشن کریں، اس کی جو صفات ہیں ان کو حتی الامکان اپنے اندر پیدا کریں اس لئے وہ پسند کرتا ہے۔ بندے شرم و حیاء کے اصولوں پر کاربند رہیں، ان عظیم اوصاف سے اپنے دامن کو مالا مال کریں اور پردہ پوشی کو کسی حال میں ترک نہ کریں، لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شرم اور پردے کے معاملے میں غفلت اور لاپرواہی نہ برتیں۔

بَابُ الرَّجُلِ يَتَبَوَّأُ لِبَوْلِهِ

باب: آدمی کا پیشاب کرنے کے لئے جگہ تیار کرنا

3- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو التَّيَّاحِ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَيْخٌ، قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ الْبَصْرَةَ، فَكَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى، فَكَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ إِلَى أَبِي مُوسَى يَسْأَلُهُ عَنْ أَشْيَاءَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُو مُوسَى: إِنِّي كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ، فَأَتَى دَمِثًا فِي أَصْلِ جِدَارٍ فَبَالَ، ثُمَّ قَالَ: صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهِ مَوْضِعًا

ابوتیاح بیان کرتے ہیں: مجھے ایک بزرگ نے یہ بات بتائی: جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو انہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول کچھ احادیث بیان کی گئیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر ان سے کچھ چیزوں کے بارے میں دریافت کیا: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا:

ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کرنے کا ارادہ کیا، آپ ایک دیوار کی جڑ کے پاس موجود نرم مٹی کے پاس آئے، اور وہاں پیشاب کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب کسی شخص نے پیشاب کرنا ہو تو اسے پیشاب کرنے کے لیے (مناسب) جگہ تلاش کرنی چاہئے"۔

مستحبات و آداب بیت الخلاء کا بیان

۱. جن کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے ان کے سوا اور کپڑے پہن کر بیت الخلا میں جانا اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنے کپڑوں کو نجاست اور مستعمل پانی سے۔ بچانا ۲. سر کو ڈھانپ کر بیت الخلا میں جانا۔

۳. جنگل میں جائے تو لوگوں کی نظروں سے دور نکل جانا۔

٤. انگوٹھی وغیرہ جس میں اللہ کا نام یا قرآن کی آیت یا کسی رسول یا کسی بزرگ کا نام یا حدیث وغیرہ کے الفاظ کھدے ہوں تو اسے نکال دے اگر تعویذ۔ وغیرہ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو تو ساتھ ہونے میں کراہت نہیں۔

٥. پاخانہ میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنا بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث۔ ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔

3- اسناده ضعيف لابهام شيخ ابى التياح. حماد: هو ابن سلمة، وابو التياح: هو يزيد بن حميد الضبعى. واخرجه البيهقى 931/1 من طريق ابى داود، بهذا الاسناد. واخرجه الطيالسى (519)، واحمد (19537) و (19537) و (19714)، والرويانى (558)، والحاكم 4653/-466، والبيهقى 94931/

۶. داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں داخل کرنا باہر آتے پہلے دایاں پاؤں نکالنا۔

۷. کھڑے ہونے کی حالت میں ستر نہ کھولے بلکہ بیٹھنے کے قریب ہوکر کھولے ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولے۔

۸. دونوں پاؤں کو فاصلہ سے رکھے یعنی کھل کر بیٹھے اور بائیں پاؤں پر زور زیادہ دے کر بائیں طرف جھکا رہے۔

۹. بات نہ کرے نہ زبان وحلق وغیرہ سے اللہ کا ذکر کرے، البتہ دل میں اللہ کے ذکر کا خیال کرسکتا ہے اس وقت کا ذکر اپنی نجاستوں کا احساس اور اللہ پاک کی پاکی کا خیال کرنا ہے چھینک اور سلام اور اذان کا جواب نہ دے خود کو چھینک آئے تو دل میں الحمدللہ پڑھے زبان سے نہ پڑھے۔

۱۰. کسی دینی مسئلہ پر غور نہ کرے۔

۱۱. بلاضرورت اپنے ستر کو نہ دیکھے۔ نہ اپنے بدن سے کھیل کرے۔ نہ آسمان کی طرف نظر اٹھائے بلاوجہ زیادہ دیر تک نہ بیٹھا رہے۔

۱۲. جب فارغ ہوجائے تو مقام نجاست کو صاف کر کے کھڑا ہوجائے۔ اور سیدھا ہونے سے پہلے بدن کو چھپالے۔

۱۳. بیت الخلاء سے باہر آکر یہ دعا پڑھے الحمد للہ العظیم الذی اخرج مایوذینی ماینفعنی (وبقی فی ماینفعنی) غفرانک ربنا والیک المصیر ط۔

۱۴. پانی سے استنجا کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا تاکہ خوب صاف ستھرا ہوجائے۔

(زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ دو قبروں کی پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے (انھیں دیکھ کر) فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں پر عذاب نازل ہورہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں نازل ہورہا ہے (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) ان میں ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا "مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا "پھر آپ ﷺ نے "کھجور کی "ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے آدھوں آدھ چیرا انہیں ایک ایک کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔" صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے (یہ دیکھ کر) پوچھا "یارسول اللہ آپ (ﷺ) نے ایسا کیوں کیا ہے "؟ آپ ﷺ نے فرمایا "شاید (اس عمل سے) ان کے عذاب میں (اس وقت تک کے لئے) کچھ تخفیف ہوجائے جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 317)

مسلم کے الفاظ کی مناسبت سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلا آدمی جس پر اس کی قبر میں عذاب نازل ہورہا تھا وہ تھا جو پیشاب سے بچتا نہیں تھا یعنی پیشاب کرتے وقت اس بات کی احتیاط نہیں کرتا تھا کہ چھینٹیں اس کے اوپر نہیں پڑتیں ایک دوسری روایت میں لایستبراء کے الفاظ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ "وہ آدمی پیشاب سے پاکی طلب نہیں کرتا تھا "نیز ایک روایت میں لا یستنتر کے الفاظ مذکور ہیں استنا کے معنی آتے ہیں عضو تناسل کو زور سے جھاڑنا یا کھینچنا تاکہ پیشاب کے جو قطرے اندر رہ گئے ہوں وہ نکل جائیں اس طرح معنی یہ ہوں گے وہ آدمی پیشاب گاہ کو اچھی طرح جھاڑ کر پیشاب کے قطروں کو نکالتا نہ تھا۔ بہر حال ان تمام

الفاظ کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مطلب سب کا یہی ہے کہ وہ پیشاب سے پاکی اور صفائی حاصل نہیں کرتا تھا اور چونکہ پیشاب سے پاکی حاصل نہ کرنا گناہ کبیرہ اور نماز کے بطلان کا سبب ہے اس لئے اسے اللہ کی جانب سے عذاب میں گرفتار کیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک خاص بات ضروری ہے کہ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ غلط اور گمراہ کن خیال پیدا ہو گیا ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ ڈھیلے سے پیشاب خشک کرتے تھے اس لئے ہر آدمی کو چاہئے کہ پیشاب کے بعد ڈھیلے کا استعمال نہ کرے، یہ انتہائی گمراہی اور کم عقلی کی بات ہے، اگر کسی آدمی کا مزاج ہی اتنا قوی اور مضبوط ہو، نیز اسے اس بات کا یقین ہو کہ پیشاب سے فارغ ہو جانے کے بعد قطرے نہیں آئیں گے تو البتہ اس کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ صرف پانی سے استنجاء کرلے ڈھیلے کا استعمال کرنا اس کے لئے ضروری نہیں ہوگا۔

اور جس کے قطرہ دیر تک آتا ہو جیسا کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو پھر اگر وہ ڈھیلے کا استعمال کرنا اس کے لئے ضروری نہیں ہوگا اور جس کے قطرہ دیر تک آتا ہو جیسا کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو پھر اگر وہ ڈھیلے کا استعمال نہ کرے صرف پانی سے پاک کرے گا تو اس کے پائجامہ اور کپڑا وغیرہ گندا اور ناپاک ہوگا، جہاں تک حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کا سوال ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ چونکہ آپ ﷺ کا مزاج مبارک مضبوط اور قوی انتہائی طاقتور تھے اس لئے آپ ڈھیلے کا استعمال نہیں فرماتے تھے صرف پانی ہی سے استنجاء پاک کر لیتے تھے۔

پھر دوسرے یہ کہ وہ فعل جو رسول اللہ ﷺ سے خود ثابت نہ ہو مگر اس کا کرنا کسی نہ کسی وجہ سے مطلوب اور ضروری ہو تو اسے یہ کہہ کر نا قابل اعتناء قرار نہیں دیا جا سکتا کہ یہ فعل چونکہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے اس لئے ہم بھی اسے نہیں کرتے مثلاً آپ ﷺ نے فصد نہیں کرائی ہے اب اگر کسی دوسرے کو فصد کی حاجت ہو اور وہ یہ کہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے فصد نہیں کرائی ہے اس لئے میں فصد نہیں کراتا تو ظاہر ہے کہ یہ بات اسی کے لئے نقصان دہ ہوگی۔ بہر حال مقصد یہ ہے کہ نظر شارع کی غرض پر ہونی چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ شارع کا اصل مقصد کیا ہے اور وہ ظاہر ہے کہ "طہارت" ہے جس کی ہمیں تاکید کی گئی ہے اس لئے ہمیں تو طہارت حاصل کرنی چاہئے خواہ وہ کسی طرح حاصل ہو پانی سے حاصل ہو یا ڈھیلے سے اس قسم کے بیہودہ احتمالات نکال کر اور غلط حیلہ و بہانہ کر کے اپنے کپڑوں کو گندہ کرنا اور نجاست میں اپنے آپ کو ملوث کرنا اور پھر اسی طرح نماز پڑھنا انتہائی غلط اور گمراہی کی بات ہے، پیشاب سے بچنے اور اس سے احتیاط کرنے کی کتنی اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ہو سکتا ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: عذاب قبر اکثر پیشاب کی بناء پر ہوتا ہے (اس لئے) پیشاب سے پاکی حاصل کرو۔" یا اسی طرح فرمایا "پیشاب سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ اس چیز کا اول ہے جس کی وجہ سے بندہ قبر میں حساب (کی سختی) میں گرفتار ہوگا (طبرانی) پھر اس کے علاوہ ایک چیز یہ بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ پیشاب کے بعد ڈھیلا استعمال کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ صحابی کا فعل حجت ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میری سنت کو لازم پکڑو اور خلفائے راشدین کی سنت کو بھی لازم پکڑو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر کہ پیشاب کے بعد ڈھیلا استعمال کرنا چاہئے اہل سنت کا اتفاق و

اجماع ہے، واللہ اعلم "نمیمۃ" کے معنی ہیں سخن چینی، یعنی کوئی آدمی ایسے دو آدمیوں کی بات جن میں آپس میں دشمنی ہو ایک دوسرے تک فساد پھیلانے کے لئے پہنچائے یا کوئی آدمی دو آدمیوں میں دشمنی پیدا کرائے اس طرح کہ ایک کی بات دوسرے کے پاس قسم اور گالی وغیرہ اس انداز سے نقل کرے جس سے اشتعال پیدا ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "نمیمہ" کے معنی یہ ہیں کہ کسی کی گفتگو کسی دوسرے آدمی سے ضرر پہنچانے کے لئے نقل کی جائے بہر حال آج کل عرف عام ہے جسے "چغل خوری" فرماتے ہیں وہی معنی "نمیمہ" کے ہیں "چغل خوری" چونکہ انسانی اور اخلاقی نقطہ نظر سے انتہائی بدترین اور کمینی خصلت ہے اور اس لئے اسلام بھی چغل خور کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور چغل خوری کو ایک بدتر برائی قرار دیتا ہے چنانچہ صحیحین میں منقول ہے کہ "جنت میں چغل خور داخل نہیں ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ کعب احبار سے جو ایک بڑے یہودی عالم تھے اور بعد میں اسلام لائے، پوچھا کہ تم نے توریت میں سے سب سے بڑا گناہ کون سا پڑھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "چغل خوری"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کہ اس کا گناہ قتل کے گناہ سے بھی زیادہ وحیت ناک ہے انہوں نے کہا "قتل بھی چغل خوری ہی سے ہوتے ہیں اور دوسری برائیاں بھی اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔" حدیث کے آخر میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی تر شاخ لے کر اس کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ان دونوں قبروں پر گاڑ دیا اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی اس وقت کے لئے ان کے عذاب میں شاید کچھ تخفیف ہو جائے" تو عذاب کے تخفیف کا سبب علماء یہ لکھتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت اسے برداشت نہ کر سکی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الوہیت میں ان کے لئے رحم و کرم کی درخواست کی، ادھر غفور الرحیم نے بھی اپنے حبیب کی درخواست کو شرف قبولیت سے نواز ا اور فیصلہ صادر فرما دیا کہ جب تک ان پر گاڑی ہوئی شاخیں خشک نہ ہوں اس وقت تک ان دونوں پر عذاب میں کمی کر دی جائے۔

اس کی وضاحت بھی ایک دوسری روایت میں موجود ہے جسے مسلم نے نقل کیا ہے اس کے آخری الفاظ یہی ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی ہے کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی یہ عذاب میں گرفتار نہیں رہیں گے۔" بہر حال بظاہر تو اس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے جس کی تصدیق بھی مسلم کی اس روایت سے ہو جاتی ہے، ویسے علماء نے اس کے علاوہ بھی بہت سے اسباب لکھے ہیں جو دیگر کتابوں اور شروح میں وضاحت کے ساتھ منقول ہیں۔

علامہ کرمانی کا قول ہے کہ تخفیف عذاب کا سبب وہ تر شاخ تھی کہ اس کے اندر رفع عذاب کی خاصیت تھی مگر یہ خاصیت اس کی بنفسہ نہیں تھی بلکہ یہ خاصیت اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء اور صلحاء اور اللہ کے نیک بندوں کو چاہئے کہ وہ قبور پر جایا کریں تا کہ ان کی وجہ سے اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہو کیونکہ صالحین کا قبروں پر جانا مردوں کے عذاب میں تخفیف کا باعث ہوتا ہے۔ (حاشیہ بخاری از کرمانی)

بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو آدمی یہ حدیث بیان کرے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب

کرتے دیکھے تو اسے سچ نہ مانو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 343)

امام محی السنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل فرمائی ہے اس سے تو صراحت یہ معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اس بات کی بالکل نفی کر رہی ہے۔

اب ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے علم کے مطابق خبر دے رہی ہیں یعنی انہوں نے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے کبھی گھر میں نہیں دیکھا تھا اس لئے انہوں نے اس بات کی سرے سے نفی کر دی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ باہر سے متعلق ہے اور وہ بھی عذر کی بناء پر نادر ہے اور ظاہر کہ نادر شی معدوم کی مانند ہے نیز عذر کی بنا پر اسے مستثنیٰ بھی قرار دیا جا سکتا ہے لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض باقی نہیں رہا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ

باب: جب آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو کیا پڑھے

4 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَعَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَقَالَ: عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ، وَقَالَ مَرَّةً: أَعُوذُ بِاللَّهِ، وَقَالَ وُهَيْبٌ: فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے: (یہاں حماد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:) "اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

(جبکہ عبدالوارث کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:) "میں مذکر اور مؤنث جنات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شعبہ نے عبدالعزیز کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

ایک مرتبہ انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

وہیب نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے"۔

5 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو يَعْنِي السَّدُوسِيَّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ هُوَ

4- اسنادہ صحیح. عبدالوارث: ھو ابن سعید العنبری، واخرجہ مسلم (375)، والترمذی (6) من طریق حماد بن زید، بھذا الاسناد. واخرجہ مسلم (375)، والنسائی فی "الکبری" (19) من طریقین عن عبد العزیز ابن صھیب، بہ. وھو فی "مسند احمد" (11947) و (11983)، وانظر ما بعدہ

ابْنُ مُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَقَالَ شُعْبَةُ: وَقَالَ مَرَّةً: أَعُوذُ بِاللّٰهِ

ترجمہ: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

شعبہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے: ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

6 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضَرَةٌ، فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

ان قضائے حاجت کے مقامات پر (شیاطین وغیرہ) موجود ہوتے ہیں، جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے آئے تو اسے یہ پڑھنا چاہیے:

''میں مذکر اور مؤنث جنات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

قضائے حاجت کے لیے آداب کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور نہ حاجت سے زیادہ بدن کھولے پھر دونوں پاؤں کشادہ کر کے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور کسی مسئلہ دینی میں غور نہ کرے کہ یہ باعث محرومی ہے اور چھینک یا سلام یا اذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینکے تو زبان سے الحمد للہ نہ کہے دل میں کہہ لے اور بغیر ضرورت اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کرے اور نہ اس نجاست کو دیکھے جو اس کے بدن سے نکلی ہے اور دیر تک نہ بیٹھے کہ اس سے بواسیر کا اندیشہ ہے اور پیشاب میں نہ تھوکے نہ ناک صاف کرے نہ بلا ضرورت کھنکارے نہ بار بار ادھر ادھر دیکھے نہ بیکار بدن چھوئے نہ آسمان کی طرف نگاہ کرے بلکہ شرم کیساتھ سر جھکائے رہے جب فارغ ہو جائے تو مرد بائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو جڑ کی طرف سے سر کی طرف سونتے کہ جو قطرے رکے ہوئے ہیں نکل جائیں پھر ڈھیلوں سے صاف کر کے کھڑا ہو جائے اور سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے بدن چھپا لے جب قطروں کا آنا موقوف ہو جائے تو کسی دوسری جگہ طہارت کیلئے بیٹھے اور پہلے تین تین بار دونوں ہاتھ دھو لے اور طہارت خانہ میں یہ دعا پڑھ کر جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْإِسْلَامِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

پھر داہنے ہاتھ سے پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے دھوئے اور پانی کا لوٹا اونچا رکھے کہ چھینٹیں نہ پڑیں اور پہلے پیشاب کا مقام

5- اسنادہ صحیح، الحسن بن عمرو السدوسی روی عنہ جمع، وذکرہ ابن حبان فی "الثقات"، وقد ذکروا ان اباداود لا یروی الا عن ثقة، وباقی رجالہ ثقات. وکیع: ہو ابن الجراح، وشعبة: ہو ابن الحجاج. واخرجہ البخاری (142) و (6322)، والترمذی (5) من طریق شعبة، بہذا الاسناد. وہو فی "مسند احمد" (13999)، و "صحیح ابن حبان" (1407). وانظر ما قبلہ.

6- واخرجہ النسائی فی "الکبری" (9820)، وابن ماجہ (296) من طریق شعبة، والنسائی فی "الکبری" (9821) من طریق اسماعیل ابن علیة، عن سعید بن ابی عروبة، کلاہما (شعبة وسعید) عن قتادة، بہذا الاسناد.

دھوئے پھر پاخانہ کا مقام اور طہارت کے وقت پاخانہ کا مقام سانس کا زور دے کر ڈھیلا رکھیں اور خوب اچھی طرح دھوئیں کہ دھونے کے بعد ہاتھ میں بو باقی نہ رہ جائے پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھ ڈالیں اور اگر کپڑا پاس نہ ہو تو بار بار ہاتھ سے پونچھیں کہ برائے نام تری رہ جائے اور اگر وسوسہ کا غلبہ ہو تو رومالی پر پانی چھڑک لیں پھر اس جگہ سے باہر آ کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَآءَ طَهُوْرًا وَّالْاِسْلَامَ نُوْرًا وَّقَائِدًا وَّدَلِیْلًا اِلَی اللّٰهِ وَاِلٰی جَنَّاتِ النَّعِیْمِ اَللّٰهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ وَطَهِّرْ قَلْبِیْ وَمَحِّصْ ذُنُوْبِیْ۔

آگے یا پیچھے سے جب نجاست نکلے تو ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنت ہے اور اگر صرف پانی ہی سے طہارت کر لی تو بھی جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے طہارت کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب طہارت، بیروت)

جنات سے متعلق بحث کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میری طرف سے یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی طرف دیتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ اور بے شک ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا۔ (الجن: ۳۔۱)

الجن کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: جن کا اصل معنی ہے: کسی چیز کا حواس سے مخفی ہونا، قرآن مجید میں ہے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا (الانعام:۷۶) جب رات نے اس کو چھپا لیا تو اس نے ستارہ دیکھا۔

الجنان قلب کو کہتے ہیں کیونکہ وہ حواس سے مخفی ہوتا ہے الجن اور الجنہ کا معنی ڈھال ہے جو اپنے صاحب کو دشمن کے وار سے محفوظ رکھتی ہے اور چھپاتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (المجادلۃ:۱۶) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا۔

اور حدیث میں ہے: الصوم جنۃ روزہ ڈھال ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۹۲، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۱۵۱)

جنت ہر اس باغ کو کہا جاتا ہے جس میں بہت گھنے درخت ہوں جو زمین کو چھپا لیں۔

اور آخرت کی جنت کو جنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کے باغ سے مشابہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی نعمتیں انسانوں کی آنکھوں اور باقی حواس سے مخفی ہیں، قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (السجدہ:۱۷) سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز چھپائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کا لفظ فرمایا ہے، جو جمع کا صیغہ ہے کیونکہ جنت سات ہیں: جنت فردوس، جنت عدن، جنت النعیم، جنت الماویٰ، دار السلام، دار الخلد اور علیین۔

اور جب تک پیٹ میں بچہ رہے اس کو الجنین کہتے ہیں کیونکہ پیٹ کا بچہ بھی لوگوں کے حواس سے مخفی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (النجم: ۳۲) جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔

اور الجن اس روحانی مخلوق کو کہتے ہیں جو تمام حواس سے مخفی ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں انس ہے، اس بناء پر الجن میں فرشتے اور شیاطین بھی داخل ہیں، پس ہر فرشتہ جن ہے کیونکہ وہ مستور ہے لیکن ہر جن فرشتہ نہیں ہے، اسی بناء پر ابوصالح نے کہا: تمام فرشتے جن ہیں، ایک قول یہ ہے کہ روحانی مخلوق کی تین قسمیں ہیں، جو اخیار اور نیک ہیں اور وہ فرشتے ہیں اور جو اشرار اور بدکار ہیں وہ شیاطین ہیں، اور جو متوسط ہیں جن میں اخیار بھی ہیں اور اشرار بھی ہیں وہ جنات ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: جنات نے کہا:

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ (الجن: ۱۴) اور ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں۔

جنات کی ایک قسم کے متعلق فرمایا:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (الحجر: ۲۷) اور ہم نے اس سے پہلے جنات کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۲۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: الجن، جان کی ایک قسم ہے، اس کو جن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے اور اس لیے کہ وہ لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے۔ الجن، جن کا باپ ہے، اس کو آگ سے پیدا کیا گیا پھر اسی سے اس کی نسل چلی، روایت ہے کہ ایک مخلوق زمین میں رہتی تھی، اس نے زمین میں فساد کیا اور خون ریزی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین میں فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے زمین کو صاف کیا۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۱۹۔ ۲۱۸ ملتقطا، دار صادر، بیروت، ۲۰۰۲ء)

علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں: جن وانس کے برخلاف ہے، اس کا واحد جنی ہے، الصحاح میں مذکور ہے: اس کو جن اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ دکھائی نہیں دیتا، زمانہ جاہلیت میں فرشتوں کو جنات کہا جاتا تھا کیونکہ فرشتے آنکھوں سے مخفی ہوتے ہیں، ابلیس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے جن تھا، زمخشری نے کہا ہے کہ جنات اور ملائکہ ایک نوع ہیں لیکن ان میں سے جو خبیث اور سرکش ہو وہ شیطان ہے اور جو پاکیزہ ہو وہ فرشتہ ہے، ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ مصنف (صاحب قاموس) کا جن کی تفسیر ملائکہ سے کرنا مردود ہے، کیونکہ ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں نہ کہ نار سے، جب کہ جن نار سے پیدا کیا گیا ہے اور ملائکہ معصوم ہوتے ہیں اور ان میں تناسل نہیں ہوتا، اور نہ وہ مذکر اور مونث بھی ہوتا ہے، اسی وجہ سے جمہور علماء نے الا ابلیس (البقرہ: ۳۴) کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے اور استثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لیے تغلیبا اس کو بھی فرشتوں منقطع ہے اور با استثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لیے تغلیبا اس کو بھی فرشتوں کے ساتھ شامل کر کے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

(تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۱۶۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: جنات کے ثبوت میں علماء کا شروع سے اختلاف رہا ہے، اکثر فلاسفہ سے یہ منقول ہے کہ وہ جنات کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ابوعلی بن سینا نے اپنے رسالہ حدود الاشیاء میں لکھا ہے: الجن حیوان

ہوائی ہے، جو مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتا ہے اور اس اسم کی شرح ہے، اس کا یہ کہنا کہ یہ اسم کی شرح ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ واقع میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، لیکن جمہور ارباب ملل اور انبیاء علیہم السلام کے مصدقین جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور قدماء فلاسفہ بھی جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور جنات کو ارواح سفلیہ کہتے ہیں، ان کا قول ہے کہ جنات کی ماہیات مختلف ہوتی ہیں، بعض شریر ہوتے ہیں اور بعض شریف ہوتے ہیں جو نیکیوں سے محبت کرتے ہیں، اور بعض خبیث ہوتے ہیں وہ برائیوں اور آفتوں سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کی انواع کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی علم کو نہیں، یہ موجودات مجردہ ہیں (غیر مادی ہیں) اور خبروں کے عالم ہوتے ہیں اور افعال شاقہ پر قادر ہوتے ہیں، ان کا سننا اور دیکھنا ممکن ہے۔ جنات کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اجسام ہیں: قرآن مجید میں جنات اور ملائکہ کا ثبوت ہے، اور اس کا ثبوت ہے کہ ملائکہ کو افعال شاقہ پر عظیم قوت حاصل ہوتی ہے اور جنات بھی اسی طرح ہیں، پھر یہ ملائکہ ہمارے پاس ہمیشہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ کراماً کاتبین ہیں اور وہ محافظ فرشتے ہیں اور یہ فرشتے قبض روح کے وقت بھی حاضر ہوتے ہیں اور یہ فرشتے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی حاضر ہوتے تھے اور مسلمانوں اور حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی ان کو نہیں دیکھتا تھا اور قبض روح کے وقت بھی ان کا کوئی نہیں دیکھتا تھا، بہر حال یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر فرد میں علوم کثیرہ پیدا کرے اور اس کو مشکل اور شدید دشوار افعال پر قدرت عطاء کردے اور اس تقدیر پر جنات کا وجود ممکن ہے، خواہ ان کے اجسام لطیف ہوں یا کثیف ہوں اور ان کے اجرام کبیر ہوں یا صغیر ہوں، اور وہ ہم کو دکھائی نہ دیتے ہوں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶۴۔ ۶۶۱ ملخصاً، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

سرسید احمد خان لکھتے ہیں: قرآن میں جن کا جو لفظ آیا ہے، اس سے بدوی اور دیگر غیر متمدن اور غیر تربیت یافتہ لوگ مراد ہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ الجن والانس کا لفظ آیا ہے اور ہر موقع پر ان غیر متمدن لوگوں کو کسی نئی صفت اور خاصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۳ ص ۸۹۔ ۷۹ ملخصاً علی گڑھ، ۱۸۸۵ء، بہ حوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۴۲۶، دانش گاہ پنجاب، لاہور)

غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں جن اور انس کے الفاظ متعدد مقامات پر اکٹھے آئے ہیں۔ انس کے عنوان میں بتا چکے ہیں کہ عربوں میں الانس ان قبیلوں کو کہتے تھے جو ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو جائیں گے، لیکن جن وہ قبائل تھے جو جنگلوں اور صحراؤں میں جگہ بہ جگہ پھرتے رہتے تھے اور اس طرح شہر والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔ انہیں خانہ بدوش قبائل (Nomadic Tribes) کہا جاتا ہے۔ اب بھی دنیا میں جہاں جہاں اس قسم کے قبائل پائے جاتے ہیں وہ شہر والوں سے دور دور، جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ آج کل وسائل، رسائل و رسائل کے عام ہو جانے سے، ان قبائل اور شہر والوں کی زندگی میں بہت سے امور مشترک ہو چکے ہیں، اس لیے ان میں کوئی بنیادی بعد محسوس نہیں ہوتا، لیکن جس زمانے میں ملنے جلنے کے وسائل اور نشر و اشاعت کے طریق عام نہیں تھے، شہر والوں اور ان خانہ بدوش صحرا نشینوں کے تمدن و معاشرت، عادات و اطوار، خصائص و خصائل اور ذہنی اور نفسیاتی کیفیات وغیرہ میں اس قدر فرق تھا کہ یہ دونوں ایک نوع کے افراد نظر نہیں آتے تھے۔ عربوں میں یہ صحرا نشین قبائل بہت زیادہ تھے (انہیں بدیا اعراب کہا جاتا تھا) چونکہ قرآن کا پیغام شہریوں اور صحرا نشینوں سب کی طرف تھا، اس لیے اس نے جن و انس دونوں گروہوں کو مخاطب کیا ہے۔ ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں جن سے مراد

انسان ہی تھے، یعنی [illegible] (الجن والانس الم یاتکم رسل منکم [illegible]) [illegible]
قرآن نے کسی رسول کا ذکر نہیں کیا جو جن تھا [illegible]
گئے تھے۔ (الاعراف: ۳۵) سورہ جن اور سورہ احقاف میں [illegible]
کے پاس قرآن سننے کے لیے آئی۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے [illegible]
سورتوں (سورہ جن اور سورہ احقاف) سے یہ تقاضا بھی واضح ہو جاتی ہے [illegible] رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے
قرآن سننے کے لیے آئے تھے وہ انسان ہی تھے۔ [illegible]

جنات کے متعلق مفسرین کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی البصری المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جنات تمام انسانوں کو [illegible]
اسی لیے وہ تمام انسانوں کی طرف اپنے کلام کا وسوسہ ڈالتے ہیں، جنات کی اصل میں اختلاف ہے [illegible]
جن ابلیس کی اولاد ہیں، جیسے انس حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں اور ان دونوں میں سے مومن بھی ہیں اور کافر بھی
ہیں، اور یہ ثواب اور عقاب میں شریک ہیں، ان دونوں فریقوں میں سے جو مومن ہو وہ اللہ کا ولی ہے اور ان دونوں فریقوں میں سے
جو کافر ہو وہ شیطان ہیں۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن الجان کی اولاد ہیں اور شیاطین نہیں ہیں اور ان پر موت
آتی ہے اور ان میں سے مومن بھی ہیں اور کافر بھی، اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں، ان پر ابلیس کے ساتھ ہی موت آئے گی۔ اس
میں اختلاف ہے کہ جنات میں سے مومنین جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں، جیسا کہ ان کی اصل میں اختلاف ہے جن لوگوں کا یہ
زعم ہے کہ جنات الجان کی اولاد ہیں، ابلیس کی ذریت نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے
اور جو یہ کہتے ہیں کہ جنات ابلیس کی ذریت ہیں، ان کے دو قول ہیں: حسن بصری نے کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور مجاہد نے
کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے، اگر چہ ان کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا۔ [illegible]

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں: امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جنات نے رسول اللہ (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) سے زاد (خوراک) کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے ہر ہڈی میں خوراک ہے، اس حدیث میں یہ دلیل
ہے کہ جنات کھاتے ہیں، اطباء اور فلاسفہ کی ایک جماعت نے جنات کے کھانے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بسیط ہیں اور ان کا کھانا
صحیح نہیں ہے اور ان کا یہ قول قرآن اور سنت سے مردود ہے اور مخلوقات میں بسیط اور مرکب نہیں ہیں، واحد محض صرف اللہ سبحانہ
ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنات کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھنا محال نہیں ہے، جیسا کہ آپ فرشتوں کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھتے
تھے اور ہمارے لیے جنات اکثر سانپوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں جنات کی ایک جماعت اسلام لا

چکی ہے، اگر تم نے ان سانپوں میں سے کسی کو گھروں میں رہتے ہوئے دیکھا تو اس کو تین دفعہ تنبیہ کرو، پھر اگر تنبیہ کے بعد بھی وہ سانپ نظر آئے تو اس کو مار دو وہ شیطان ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم الحدیث: [illegible])

حضرت ابو لبابہ بن عبد المنذر البدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم الحدیث: [illegible])

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان گھروں میں جنات سانپوں کی شکل میں رہتے ہیں، اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو اس کو تین دفعہ تنبیہ کرو، اگر وہ نکل جائے تو ٹھیک ورنہ اس کو قتل کر دو وہ کافر ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: [illegible])

جنات اجسام ناریہ خفیہ ہیں، جن پر ناریت یا ہوائیت غالب ہوتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ارواح مجردہ کی ایک قسم ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ابدان سے جدا ہونے والے نفوس شریرہ ہیں۔ (تفسیر بیضاوی مع خفاجی ج [illegible] ص [illegible]، دار الکتب العلمیہ بیروت، [illegible])

سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جنات اجسام ناریہ ہیں جن پر ناریت غالب ہے، اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ۔ (الرحمٰن: ۱۵) اور جن کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ اجسام ہوائیہ ہیں اور تمام صورتوں کو قبول کر لیتے ہیں، ان کی ایک قسم مختلف اشکال کو قبول کر سکتی ہے، یہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہتے ہیں، اور کبھی اپنی صورت اصلیہ کی مغایر صورت میں دکھائی دیتے ہیں اور کبھی اپنی اس اصلی صورت میں دکھائی دیتے ہیں، جس صورت میں ان کو پیدا کیا گیا اور یہ مشاہدہ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے ساتھ مخصوص ہے، اور ان اولیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے، جن کو اللہ تعالیٰ ان کی اصلی صورت دکھانا چاہے، ان کو سخت مشکل اور دشوار کاموں کے کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے، اور اس میں کوئی عقلی مانع نہیں ہے کہ بعض اجسام لطیفہ کی نوع دیگر اجسام لطیفہ کی ماہیت سے مخالف ہو اور ان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ یہ حیات کو اور افعال عجیبہ پر قدرت کو قبول کریں، اور جدید سائنس نے بعض اجسام لطیفہ میں ایسے خواص کو ثابت کیا ہے جن سے عقل حیرت زدہ ہوتی ہے، تو ہو سکتا ہے جنات کے اجسام بھی اسی طرح ہوں، اور حق یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ عقل ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ (روح المعانی ج [illegible] ص [illegible]، دار الفکر بیروت، [illegible])

اس امر کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا یا نہیں؟

بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کو نہیں دیکھا نہ ان کا کلام سنا تھا، آپ کی طرف صرف جنات کے کلام کی وحی نازل کی گئی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کے سامنے قرآن مجید پڑھا تھا نہ ان کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے، اس اثناء میں شیاطین (جنات) اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے، پھر شیاطین واپس آ جاتے تھے، وہ ایک دوسرے سے پوچھتے: اب کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور

ہم پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں، انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان وہی چیز حائل ہوئی ہے جو تازہ ظہور میں آئی ہے، تم زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ کون سی چیز ظہور میں آئی ہے، پھر وہ روانہ ہوئے اور زمین کے مشارق اور مغارب کا سفر کیا اور وہ اس پر غور کرتے تھے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے، پھر وہ جنات تہامہ میں پہنچے جہاں رسول اللہ ﷺ ایک کھجور کے درخت کے پاس تھے، اس وقت آپ عکاظ کے بازار کا قصد کرنے والے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جب جنات نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے کہا: غور سے سنو، یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے، پھر وہ وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے کہا: اے ہماری قوم!

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا۔ (الجن: ۲-۱)

ہم نے عجیب قرآن (کلام) سنا ہے جو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے۔

اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (الجن: ۱)

(اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔

اور آپ کی طرف جناب کے قول کی وحی کی گئی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۹، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۹ طبع جدید۔ رقم الحدیث: ۲۲۷۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۱۶۲۵۔ ۱۱۶۲۴، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۳۶۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۶، المستدرک ج ۲ ص ۵۰۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۶۔ ۲۲۵)

اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ میں سے کوئی شخص اس رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، جب آپ کی جنات سے ملاقات ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں تھا، لیکن ایک رات ہم نے آپ کو گم پایا اور ہم کو یہی خیال آتا تھا کہ کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا، یا آپ کے ساتھ کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آیا، ہم نے انتہائی پریشانی میں وہ رات گزاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غار حرا کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا، ہم نے کہا: یا رسول اللہ! اور ہم نے آپ سے اپنی پریشانی بیان کی، آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک جن دعوت دینے آیا، میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن پڑھا، پھر آپ ہم کو لے کر گئے اور ان کے نشانات اور آگ کے نشانات ہمیں دکھائے، شعبی نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ سے ناشتہ طلب کیا تھا، عامر نے کہا: یہ ایک جزیرہ کے جن تھے، آپ نے فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو جب وہ تمہارے ہاتھوں میں آئے گی تو گوشت سے بھر جائے گی، اور اسی طرح گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا، پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استنجاء نہ کیا کرو، یہ تمہارے بھائی جنات کی (اور ان کے

یہ نوروں کی انکو اک ہیں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۳۶ طبع قدیم، مسند احمد ج ۷ ص ۱۳۴، رقم الحدیث: ۴۳۸۱ طبع جدید، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۵۰، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۲۵۸، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۵۲۳۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۳۲۰، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۵، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۸، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۹)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور اس رات حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ نہ تھے اور بعض روایات میں ہے کہ اس رات آپ نے جنات کو دیکھا تھا اور حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنات سے ملاقات کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پس ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: میرے ساتھ ایک مشکیزہ میں پانی ہے، آپ نے فرمایا: مجھ پر وہ ڈالو، پھر آپ نے وضو کیا، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! یہ پاک مشروب ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ (شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے) (مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۸ طبع قدیم، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳، رقم الحدیث: ۳۷۸۲ طبع جدید، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۲۱ھ، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۷۶ طبع قدیم)

جنات کو دیکھنے اور نہ دیکھنے میں احادیث میں تطبیق

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی ان احادیث کو روایت کیا ہے، بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ لیلۃ الجن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھے اور بعض احادیث میں ہے کہ وہ اس شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور بعض احادیث میں ہے کہ جنات نے از خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنا تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہامہ میں کھجوروں کے جھنڈ کے پاس اپنے بعض اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ قصداً ان کو تبلیغ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

حافظ ابن کثیر ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قصداً جنات کی طرف گئے تھے اور آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی، اور ان کے لیے وہ احکام شرعیہ بیان کیے جن کی انہیں ضرورت تھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی بار جنات نے آپ سے قرآن مجید سنا ہو اور اس وقت آپ کو یہ علم نہ ہو کہ جنات قرآن سن رہے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے، اور اس کے بعد جنات کا وفد آپ کے پاس آیا ہو جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات سے خطاب فرما رہے تھے، اس اثناء میں حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ نہ تھے اور آپ سے دور تھے، اور حضرت ابن مسعود کے علاوہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں گیا تھا اور یہ سنن بیہقی کی روایت میں ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب پہلی بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی طرف تشریف لے گئے، اس بار آپ کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، نہ کوئی اور صحابی تھے جیسا کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے اور صحیح مسلم میں بھی ہے، اور حضرت ابن مسعود کے ساتھ جانے کے واقعات پہلی بار جانے کے بعد پیش آئے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۸۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنات کو دیکھنے پر دلائل

یہ امر متفق علیہ ہے کہ حضرت سلیمان السلام کی جنات پر حکومت تھی اور آپ جنات سے مشقت والے کام لیتے تھے، قرآن مجید میں ہے: حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جن نے کہا:

قال عفریت من الجن انا اتیک به قبل ان تقوم من مقامک وانی علیه لقوی امین۔ (النمل: ۳۹)

ایک سرکش جن نے کہا: میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے شک میں اس پر ضرور قوت والا امانت دار ہوں۔

اور جب حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جنات کو دیکھتے تھے تو ضروری ہوا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ وصف حاصل ہو، کیونکہ آپ افضل الرسل ہیں، اور خصوصیت کے ساتھ آپ کے جنات کو دیکھنے اور ان پر تصرف کرنے کی قوت کے حصول پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک سرکش جن رات کو مجھ پر حملہ آور ہوا تا کہ میری نماز منقطع کر دے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی، میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتیٰ کہ تم سب صبح اٹھ کر اس کو دیکھتے، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو، پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنات کو دیکھا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں تا کہ آپ جنات کے سامنے قرآن پڑھیں، وہ آپ کے ساتھ گئے حتیٰ کہ شعب ابن ابی ادب کے ساتھ مقام الحجون کے نزدیک پہنچے، آپ نے میرے سامنے ایک خط کھینچ کر فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا، پھر آپ الحجون کی طرف گئے تے جنات بہت بڑے اجسام میں آپ کی طرف بڑھے، وہ اس طرح دف بجا رہے تھے جس طرح عورتیں دف بجاتی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ڈھانپ لیا اور آپ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، میں اٹھا پھر آپ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر آپ نے قرآن کی تلاوت کی اور آپ کی آواز بلند ہو رہی تھی، جنات زمین سے ملے ہوئے تھے میں ان کی آواز سن رہا تھا اور ان کو دیکھ نہیں رہا تھا۔

دوسری روایت میں ہے: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا: میں اللہ کا نبی ہوں، انہوں نے کہا: آپ کے حق میں کون گواہی دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ درخت، پھر فرمایا: آ اے درخت! وہ درخت اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ نے اس سے فرمایا: تم میرے لیے کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ اس درخت نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: جاؤ! وہیں لوٹ جاؤ جہاں سے آئے ہو، حتیٰ کہ وہ درخت اسی طرح لوٹ گیا، حضرت ابن مسعود نے کہا: جب آپ میرے پاس واپس آئے تو آپ نے پوچھا: کیا تم میرے پاس آنا چاہتے تھے؟ میں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ممکن نہیں تھا، یہ جنات قرآن سننے کے لیے آئے تھے، پھر اپنی قوم کو عذاب سے ڈرانے کے

یہ واپس گئے، انہوں نے مجھ سے خوراک کے متعلق سوال کیا تھا، میں نے ان کے لیے ہڈیوں اور مینگنیوں کی خوراک دی، پس تم میں سے کوئی شخص ہڈی سے استنجاء نہ کرے نہ مینگنی سے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود کی روایات میں امام رازی کی توجیہات اور ان پر ۔۔۔۔ مصنف کا تبصرہ

امام رازی لکھتے ہیں:

ان روایات کی تکذیب کی کوئی ضرورت نہیں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ آپ نے جناب کو دیکھا ہے اور ان میں تطبیق کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس واقعہ کو روایت کیا ہے، جب پہلی بار جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تھی اور اس وقت آپ نے جناب کو نہیں دیکھا تھا، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا، جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(۲) اگر جنات کا واقعہ ایک ہی بار ہوا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا اور ان کا کلام سنا اور وہ آپ پر ایمان لائے، پھر جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تو انہوں نے اس واقعہ کی حکایت کرتے ہوئے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے اور اس طرح اور اس طرح ہوا، تب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ انہوں نے اپنی قوم سے کیا کہا۔

(امام رازی نے اس تقدیر پر یہ نہیں بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور ان کا کلام سنا تھا تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو دیکھنے اور سننے کی نفی کی ہے، اس کا کیا محمل ہوگا؟)

(۳) اگر یہ واقعہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں سمجھ سکے کہ جنات نے کیا کہا ہے اور انہوں نے قرآن کریم سن کر کیا کیا، تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی کہ انہوں نے کیا کہا ہے اور کیا کیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی یہ توجیہ بھی دو وجہ سے صحیح نہیں ہے، اولاً اس لیے کہ اس توجیہہ میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دیکھنے اور سننے کی نفی کا محمل بیان نہیں کیا، اور ثانیاً اس لیے کہ یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کا کلام نہیں سمجھ سکے، بہت سنگین جسارت ہے، ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل اور دیگر فرشتوں کا کلام سمجھ لیں، حیوانات، پہاڑوں، پتھروں اور درختوں کا کلام سمجھ لیں، اللہ سبحانہ کی وحی کو سمجھ لیں اور جنات کا کلام نہ سمجھ سکیں۔ ہم امام رازی کو بہت بڑا مفسر اور محقق گردانتے ہیں، مگر ان کی یہ بات ہم سے ہضم نہیں ہو سکی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے زیادہ جواب دینے کے شوق میں امام رازی سے یہ تقصیر ہوگئی۔ دیگر مفسرین نے ان روایات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اب ہم اس کو پیش کر رہے ہیں۔

مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیہات

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ لیلۃ الجن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور یہ قول زیادہ ثابت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۵، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: یہ آیت اس میں ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کے سننے کا علم وحی سے ہوا اور آپ نے جنات کا مشاہدہ نہیں کیا اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ (روح المعانی ج۲۹ ص ۱۴۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

مفسرین کے بعد اب ہم ان روایات کے متعلق محدثین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں تعارض ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعے ہیں اور ان میں کوئی تعارض اور تنافی نہیں ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۰۳، دار الوفاء، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: علماء نے یہ لکھا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق نبوت کی ابتداء سے ہے، جب جنات آئے اور انہوں نے آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، قل اوحی الی الایۃ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کے بہت بعد کے واقعہ کا ذکر ہے، اس وقت اسلام مشہور ہو چکا تھا اور اللہ ہی کو علم ہے کہ اس کے بعد کتنا عرصہ گزر چکا تھا۔

(صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۶۳۴، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق بعثت کے ابتدائی ایام کے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث کا تعلق، اس کے بعد بعد کا ہے، کیونکہ اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور وہ ہجرت کے بعد (۷ھ) میں اسلام لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنات کے متعدد وفود کا آنا ثابت ہے۔ (فتح الباری ج۹ ص ۶۸۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

صحابہ کرام کے جنات کے قول کی خبر دینے کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے اصحاب کو یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ جن کے متعلق آپ پر کیا وحی فرمائی ہے، اس کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) تاکہ حضرات صحابہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ کو انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے، اسی طرح آپ کو جنات کی طرف بھی مبعوث فرمایا ہے۔

(۲) قریش یہ جان لیں کہ جنات کے خمیر میں سرکشی ہے، اس کے باوجود جب انہوں نے قرآن مجید کے اعجاز کو جان لیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے، اور قرآن مجید سنتے ہی مسلمان ہو گئے۔

(۳) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں، ان میں سے نیکوں کو ثواب اور بدکاروں کو عذاب ہوگا۔

(۴) جنات ہمارا کلام سنتے ہیں اور ہماری لغات کو جانتے ہیں، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مبعوث ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ بھی ان کی زبان سمجھتے ہوں، ورنہ آپ کیسے ان کے سوالات کے جواب دیں گے۔

(۵) جنات نے کہا: ہم اسلام کو اپنی قوم کی طرف پہنچائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے وہ دوسروں تک خصوصاً اپنی قوم تک اسلام کا پیغام پہنچائے۔

وحی اور نفر کا معنی ہے

نیز اس آیت میں وحی کا لفظ ہے، وحی کا معنی ہے: کلام خفی، دل میں کسی نیک بات کا ڈالنا، اگر نبی کے دل میں بات ڈالی جائے تو وحی ہے اور ولی کے دل میں نیک بات ڈالی جائے تو وہ الہام ہے، اور وحی کا اصطلاحی معنی ہے: وہ کلام خفی جو انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں ڈالا جائے خواہ فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا اس کے بغیر، قرآن مجید میں ہے۔

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ (الانعام:۱۹) آپ کہیے: مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے۔

نیز اس آیت میں نفر کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: تین سے لے کر نو افراد کی جماعت۔

نیز جنات نے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے، یعنی اس میں جو فصاحت اور بلاغت سے نصیحتیں کی گئی ہیں، ہم کو ان پر بہت تعجب ہے، یہ ایسا فصیح کلام ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ الجن، لاہور)

بَابُ كَرَاهِيَةِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا مکروہ ہونا

7- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قِيْلَ لَهُ لَقَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ. قَالَ: اَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ، وَاَنْ لَّا نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ، وَاَنْ لَّا يَسْتَنْجِيَ اَحَدُنَا بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ، اَوْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ عَظْمٍ

❁❁ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے: اُن سے کہا گیا: آپ کے نبی (علیہ السلام) نے آپ کو ہر چیز کی، یہاں تک کہ قضائے حاجت (کے آداب) کی بھی تعلیم دی ہے، تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کیا ہے، کہ ہم پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کریں، اور (یہ حکم دیا ہے کہ) ہم دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کریں اور یہ کہ کوئی شخص تین سے کم پتھروں کے ذریعے استنجاء نہ کرے، اور یہ کہ ہم مینگنی یا ہڈی سے استنجاء (نہ) کریں۔

طاق عدد ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سرمہ لگائے تو اسے چاہیے کہ طاق

7- اسناده صحيح. ابو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابراهيم: هو ابن يزيد النخعي، وعبد الرحمن بن يزيد: هو النخعي الكوفي. واخرجه مسلم (262)، والترمذي (16)، والنسائي في "الكبرى" (40)، وابن ماجه (316) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. وقرن الاعمش عند مسلم والنسائي في الموضع الثاني وابن ماجه بمنصور بن المعتمر. وهو في "مسند احمد" (23703)

سلائیاں لگائے جس نے ایسا کیا (یعنی طاق سلائیاں لگائیں) اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا تو کچھ گناہ نہیں اور جو آدمی استنجاء کرے تو اسے چاہئے کہ طاق ڈھیلے استعمال کرے (یعنی تین پانچ یا سات) جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا کچھ گناہ نہیں! اور جو آدمی کچھ کھائے جو چیز خلال میں نکلے تو اسے چاہئے کہ پھینک دے اور جو چیز زبان سے نکلے تو اسے چاہئے کہ نگل لے، جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا کچھ گناہ نہیں اور جو آدمی پاخانہ کے لئے جائے تو اسے چاہئے کہ پردہ کرے، اگر کوئی چیز پردہ کی نہ ملے تو (کم ازکم) ریت کو جمع کر کے اس کا تودہ اپنے پیچھے کر لے اس لئے کہ شیطان بنی آدم (انسان) کے پاخانہ کے مقام پر کھیلتا ہے جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا کوئی گناہ نہیں۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 331)

طاق سلائیوں سے سرمہ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ تین سلائی ایک آنکھ میں لگائے، زیادہ بہتر یہی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی ایسا ہی معمول منقول ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اس میں سے آپ سرمہ اس طرح لگاتے تھے کہ تین سلائی ایک آنکھ میں لگاتے اور تین سلائی دوسری آنکھ میں لگاتے۔ بعضوں نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ تین سلائیاں دائیں آنکھ میں لگائے اور دو سلائیاں بائیں آنکھ میں لگائے، نیز کچھ حضرات نے کہا ہے کہ پہلے دو سلائیاں دائیں آنکھ میں لگائے اور دو سلائیاں بائیں آنکھ میں لگائے اور اس کے بعد پھر ایک سلائی دائیں آنکھ میں لگائے تاکہ ابتدا بھی دائیں آنکھ سے ہو اور اختتام بھی دائیں ہی آنکھ پر ہو، جو آدمی طاق سلائی لگائے گا اس کے لئے بہتر اور اچھا ہوگا اور جو آدمی طاق سلائی نہ لگائے گا اس میں کوئی حرج اور گناہ بھی نہیں ہے کیونکہ طاق سلائی لگانا مستحب ہے۔

آپ ﷺ نے طاق ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کے بارے میں جو یہ فرمایا ہے کہ جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نہ ایسا نہ کیا تو کوئی گناہ نہیں۔

اس سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ تین یا طاق ڈھیلے لینے واجب نہیں ہیں اس سے کم اور زیادہ بھی لئے جاسکتے ہیں البتہ طاق ڈھیلے لینا مستحب ہے، کھانا کھانے کے بعد خلال سے نکالی ہوئی چیز کو منہ سے پھینک دینے کو بہتر قرار دیا جارہا ہے اور زبان سے نکالی ہوئی چیز کو نگل لینے کے لئے کہا جارہا ہے اس لئے کہ تنکے سے خلال کرنے میں اکثر خون بھی نکل آتا ہے اس لئے احتیاطاً اس کو پھینک دینا ہی بہتر ہے زبان سے چونکہ خون نکلنے کا احتمال نہیں ہوتا اس لئے اس کو نگل لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ جس نے ایسا نہ کیا کوئی گناہ نہیں" تو یہ حکم اسی صورت میں ہوگا جب کہ خون نکلنے کا یقین نہ ہو بلکہ احتمال ہو اگر خون نکلنے کا یقین ہو تو پھر خلال میں ہر طرح کی نکلی ہوئی چیز کا نگلنا حرام ہوا، اس کا پھینک دینا واجب ہوگا۔

آخر حدیث میں فرمایا ہے کہ جب کوئی آدمی پاخانہ کے لئے جائے تو پاخانہ کے وقت اسے پردہ کر کے بیٹھنا چاہئے یعنی ایسی جگہ بیٹھے جہاں لوگ نہ دیکھ سکیں اگر پردہ کے لئے کچھ نہ پائے بایں طور کے نہ تو ایسی جگہ ہے جو گھری ہوئی اور لوگوں کی نظروں سے محفوظ ہو اور نہ اپنے پاس ایسا کوئی کپڑا یا یا کوئی دوسری چیز ہے جس سے پردہ کیا جاسکے تو اس وقت یہ کرنا چاہئے کہ ریت کا تودہ جمع کر لے اور اس کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جائے اس طرح کسی نہ کسی حد تک پردہ ہو جائے گا۔

فَقَدِمْنَا الشَّامَ . فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ. فَكُنَّا نَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے: (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:)
''جب تم قضائے حاجت کے لیے آؤ تو پاخانہ یا پیشاب کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ نہ کرو، بلکہ (مدینہ منورہ کے حساب سے) مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرو''۔

(حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) ہم شام آئے تو وہاں ہمیں ایسے بیت الخلاء ملے، جو قبلہ رخ پر تعمیر کیے گئے تھے، تو ہم (قبلہ کی سمت سے) منہ موڑ کر بیٹھتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔

شرح

قضائے حاجت کے لئے اس حدیث میں مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرنے کا حکم آیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے لیے تھا کیونکہ مدینہ منورہ کے جنوب میں مکہ مکرمہ واقع ہے، اس لئے وہاں قبلہ کی طرف رخ یا پشت شمال یا جنوب کی طرف بنتا ہے، جبکہ ہندوپاک کے رہنے والوں کے لئے مشرق یا مغرب۔ لہٰذا برصغیر اور اسی طرح ریاض شہر میں قضائے حاجت کے وقت شمال یا جنوب کی طرف رخ کیا جائے گا۔

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ایک عمومی حکم بیان فرمایا ہے اور آبادی وصحراء کی کوئی تفریق نہیں کی ہے اس لئے فقہاء وعلماء کی ایک بڑی جماعت (جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں) نے فرمایا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا ناجائز ہے، خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کررہے ہوں یا کسی جنگل وبیابان میں۔

ہندوپاک کے جمہور علماء (جو شیخ نعمان بن ثابت یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن حدیث پر مبنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں) نے بھی یہی کہا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا ناجائز ہے۔ علماء کرام کی ایک دوسری جماعت نے کہا ہے کہ ہمیں حضور اکرم ﷺ کی مذکورہ تعلیمات کے پیش نظر حتی الامکان قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ نہیں کرنی چاہئے خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کررہے ہوں یا کسی جنگل وبیابان میں، لیکن ترمذی میں وارد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت (میں ایک روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر چڑھا تو نبی اکرم ﷺ کو قضاء حاجت کرتے دیکھا کہ آپ ملک شام کی طرف رخ کرکے اور کعبہ کی طرف پیٹھ کرکے قضاء حاجت کررہے تھے) کی بناء پر آبادی میں گنجائش ہے، صحراء میں جائز نہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف رخ کرکے قضاء حاجت کرنا تو جائز نہیں البتہ پیٹھ کرکے قضاء حاجت کرنے کی گنجائش ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ایک قانون کی حیثیت رکھتی ہے اس کے مقابلہ میں دوسری روایات وواقعات جزئیات کے درجہ میں ہیں۔ لہٰذا بخاری ومسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد، موطا مالک، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، صحیح

ابن حبان اور سنن الدارمی وغیرہ میں وارد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہی عمل کیا جائے گا کیونکہ اس میں ضابطہ کلیہ بیان کیا گیا ہے، دیگر واقعات میں تاویل وتوجیہ کی جائے گی۔

نیز حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث قولی ہے یعنی اس میں حضور اکرم ﷺ کے قول کو بیان کیا گیا ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ ظاہری تعارض کے وقت قولی حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔ جہاں تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا تعلق ہے تو اس میں کئی احتمالات ہیں، مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قصداً آپ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ اتفاقاً آپ پر نظر پڑ گئی تھی، جس کی وجہ سے غلطی کا بھی امکان ہے۔ اس روایت کے علاوہ دیگر روایات سے بھی استدلال کیا گیا ہے مگر وہ تمام روایات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے سند کے اعتبار سے کمزور ہیں اور مفہوم کے اعتبار سے بھی مختلف احتمالات لئے ہوئے ہیں۔

پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ہمیں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنے سے حتی الامکان بچنا چاہیے اور گھر میں بیت الخلاء بناتے وقت اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ قضاء حاجت کے وقت ہمارا رخ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہ ہو۔ اگر بیت الخلاء پہلے سے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت رخ یا پیٹھ قبلہ کی طرف ہوتا ہے تو بیت الخلاء میں لگی ہوئی سیٹ کا رخ تبدیل کرنا چاہیے اور جب تک تبدیل نہیں کر سکتے ہیں تو سیٹ پر اس طرح بیٹھیں کہ رخ یا پیٹھ کسی حد تک قبلہ کی طرف سے ہٹ جائے۔ یاد رکھیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں فقہاء وعلماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک جس میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے، خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کر رہے ہوں یا کسی جنگل وبیابان میں اور یہی قول احتیاط پر مبنی ہے۔

10 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ أَبِي مَعْقِلٍ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَتَيْنِ بِبَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَبُو زَيْدٍ هُوَ مَوْلَى بَنِي ثَعْلَبَةَ

حضرت معقل بن ابو معقل اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے دونوں قبلوں (یعنی خانہ کعبہ یا بیت المقدس) کی طرف رخ کریں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوزید نامی راوی بنو ثعلبہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

شرح

حدیث میں جہت اور سمت کا جو تعین فرمایا گیا ہے وہ اہل مدینہ کے اعتبار سے یا ان لوگوں کے لئے جو اسی سمت رہتے ہیں اس لئے کہ مدینہ میں قبلہ جنوب کی طرف پڑتا ہے اس لئے ان کو تو مشرق اور مغرب ہی کی طرف منہ اور پشت کرنی ہوگی، ہمارے ملک

10- اسنادہ ضعیف لجہالۃ ابی زید مولی بنی ثعلبۃ. وھیب: ھو ابن خالد. واخرجہ ابن ماجہ (319) من طریق عمرو بن یحیی المازنی، بھذا الاسناد. وھو فی مسند احمد "(17838).

والوں کے لئے یا ان ممالک کے لئے جو اس سمت میں واقع ہیں ان کو مشرق اور مغرب کی طرف منہ اور پشت نہ کرنی چاہئے کیونکہ یہاں کے اعتبار سے قبلہ مغرب کی طرف پڑتا ہے۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، ہمارے امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ پیشاب، پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرنا چاہئے خواہ جنگل ہو یا آبادی وگھر ہو، اگر کرے گا تو مرتکب حرام ہوگا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قبلہ کی طرف منہ اور پشت کرنا جنگل میں تو حرام ہے آبادی وگھر میں حرام نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل پہلی حدیث ہے جو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس حدیث میں قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرنے کا حکم مطلقاً ہے اس میں جنگل و آبادی وگھر کی کوئی قید نہیں ہے لہٰذا جو حکم جنگل کا ہوگا وہی حکم آبادی کا بھی ہوگا یہ حدیث نہ صرف یہ کہ حضرت ابوایوب ہی سے منقول ہے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی تعداد اس کی روایت کرتی ہے۔ پھر امام صاحب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرنے کا حکم قبلہ کی تعظیم واحترام کے پیش نظر دیا ہے لہٰذا جس طرح جنگل میں تعظیم قبلہ ملحوظ رہے گا اسی طرح آبادی وگھر میں بھی احترام قبلہ کا لحاظ ضروری ہوگا جیسا کہ قبلہ کی طرف تھوکنا اور پاؤں پھیلانا ہر جگہ منع ہے۔

امام محی السنۃ نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جو حدیث روایت کی ہے وہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف پشت کرنا گھر میں جائز ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اول تو یہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں بیت الخلاء کے اندر قبلہ کی طرف پشت اور شام کی طرف منہ کئے ہوئے اس حکم کے نفاذ سے پہلے دیکھا ہوگا، لہٰذا یہ حکم پہلے کے لئے ناسخ ہے، پھر دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے نہیں بیٹھے ہوں گے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس انداز سے گھوم کر بیٹھے ہوں گے کہ حقیقت میں قبلہ کی طرف پشت نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ موقع کے نزاکت کے پیش نظر عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں کھڑے ہو کر بغور تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں ہوگا، بلکہ جب یہ چھت پر چڑھے تو ان کی نظر اچانک ادھر بیت الخلاء کی طرف اٹھ گئی ہوگی اس لئے اس میں سرسری طور پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے اس حدیث کے بارے میں جب یہ احتمال بھی نکل سکتا ہے تو پھر حضرت شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے مسلک کی دلیل کے لئے اس کا سہارا لینا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

(شرح مسلم نووی، قدیمی کتب خانہ کراچی)

11- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسٰى، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ، قَالَ: رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ اَنَاخَ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ اِلَيْهَا. فَقُلْتُ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هٰذَا؟ قَالَ: بَلٰى اِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَاِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَاْسَ

❀❀ مروان اصفر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، انہوں نے قبلہ کی سمت میں اپنی سواری بٹھائی اور پھر بیٹھ کر اس کی طرف رخ کر کے پیشاب کرنے لگے، میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! کیا اس سے منع نہیں کیا گیا؟

انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! کھلی جگہ پر اس سے منع کیا گیا ہے، لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح

اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے اس فعل سے دلیل پکڑتے تھے جسے اس باب کی پہلی حدیث میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قبلہ کی طرف پشت کر کے پاخانہ کرتے ہوئے دیکھا تھا اور یہ اسی موقع پر بتایا جا چکا ہے کہ اس فعل میں کئی احتمالات پیدا ہوتے ہیں لہٰذا فعل محتمل کو دلیل کے طور پر پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور پھر اس کی بھی وضاحت کی جا چکی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی اکثر احادیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ پیشاب و پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ کرنے کا حکم عام ہے اس میں جنگل کی تخصیص نہیں ہے اسی لئے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مسلک ہے کہ اس حکم میں جنگل و آبادی سب برابر ہیں قبلہ کی طرف منہ و پشت کرنا ہر جگہ ممنوع ہے خواہ جنگل کا کھلا میدان ہو یا آبادی میں گھرے ہوئے مکانات۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

12 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. عَنْ مَالِكٍ. عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ. عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ. قَالَ: لَقَدْ ارْتَقَيْتُ عَلٰى ظَهْرِ الْبَيْتِ. فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهٖ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو دو اینٹوں پر بیٹھ کر، بیت المقدس کی طرف رخ کر کے قضائے حاجت کرتے ہوئے دیکھا۔

13 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ. حَدَّثَنَا اَبِيْ. قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَاقَ. يُحَدِّثُ عَنْ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ. عَنْ مُجَاهِدٍ. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ. قَالَ: نَهٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ. فَرَاَيْتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُقْبَضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا کہ ہم پیشاب کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کریں، میں نے آپ ﷺ کے وصال سے ایک سال پہلے آپ ﷺ کو اس (قبلہ) کی طرف رخ کر کے (قضائے حاجت کرتے ہوئے) دیکھا۔

شرح

عذر کے سبب ایسا کیا جا سکتا ہے۔

12- اسنادہ صحیح. یحیی بن سعید: ھو الانصاری. واخرجہ البخاری (145) عن عبداللہ بن یوسف, والنسائی فی "الکبری" (22) عن قتیبۃ بن سعید, کلاھما عن مالک بھذا الاسناد

بَابُ كَيْفَ التَّكَشُّفُ عِنْدَ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے وقت پردہ کیسے ہٹایا جائے

14 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. عَنِ الْأَعْمَشِ. عَنْ رَجُلٍ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ حَاجَةً لَا يَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتَّى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ. عَنِ الْأَعْمَشِ. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - وَهُوَ ضَعِيفٌ -

قَالَ أَبُو عِيسَى الرَّمْلِيُّ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْوَلِيدِ. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو اپنا کپڑا اس وقت تک نہیں اٹھاتے تھے جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عبدالسلام بن حرب نے اعمش کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اور یہ (سند) ''ضعیف'' ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْكَلَامِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے وقت کلام کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

15 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ. حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ. حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ. عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ. عَنْ هِلَالِ بْنِ عِيَاضٍ. قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَيْنِ عَنْ عَوْرَتِهِمَا يَتَحَدَّثَانِ. فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَمْقُتُ عَلَى ذَلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا لَمْ يُسْنِدْهُ إِلَّا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب دو آدمی قضائے حاجت کے لیے جا کر، اپنی شرمگاہوں سے پردہ ہٹا کر آپس میں بات چیت کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس (حرکت) پر ناراض ہوتا ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) صرف عکرمہ بن عمار نے اس روایت کو ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرے، تو اس کے لیے مناسب ہے کہ ایسے وقت میں ہی چلا جائے جب اس پر قضائے حاجت کا بہت زیادہ تقاضا ہو بلکہ یہ شخص اس حالت کے طاری ہونے سے پہلے پہلے ہی بیت الخلاء میں داخل ہو جائے، اس دوران یہ شخص اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز جس پر اللہ کا نام (یا قرآن پاک کی آیت

وغیرہ لکھی ہوئی) ہو، نہ لے جائے، اور ننگے سر بھی نہ جائے، جب دروازے کے پاس پہنچ جائے تو بیت الخلاء میں داخل ہونے والی دعا پڑھنے سے قبل بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے، پھر دعائے ماثورہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھے، پھر بایاں پاؤں اندر داخل کرے، پھر زمین کے قریب ہو کر ستر کھولے، پھر اپنے پاؤں کو قدرے کشادہ کر کے اس طرح بیٹھے کہ اس کے بدن کا زیادہ وزن بائیں پاؤں پر ہو، اس حالت میں یہ شخص اُخروی امور (مثلاً علم دین فقہ وغیرہ) کے بارے میں نہ سوچے، کوئی شخص اس کو سلام کرے تو اُسے جواب نہ دے، مؤذن کی آواز اس کے کانوں میں پڑے تو اُس کا جواب نہ دے۔

اس حالت میں اس کو چھینک آئے تو الحمد للہ نہ کہے، اپنے اعضائے مستورہ کی طرف نظر نہ کرے، بدن سے نکلنے والی گندگی کی طرف بھی نہ دیکھے، پاخانہ پر تھوک، ناک کی رینٹھ، اور بلغم وغیرہ نہ تھوکے، بہت زیادہ دیر تک وہاں نہ بیٹھے، آسمان کی طرف نہ دیکھے بلکہ معتدل کیفیت کے ساتھ رہے، پھر جسم سے خارج ہونے والی نجاست کو پانی ڈال کر اچھی طرح بہادے، پھر جب فارغ ہو جائے تو شرمگاہ کے نیچے کی جانب موجود رگ پر اپنی انگلی پھیر کے اُسے اچھی طرح پیشاب کے قطروں سے خالی کردے، پھر تین پتھروں سے اپنے عضو سے نجاست دور کرے، پھر فارغ ہو کے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے پہلے اپنے ستر عورت کو چھپالے پھر دایاں پاؤں بیت الخلاء سے باہر نکال کر قضائے حاجت کے بعد کی دعا پڑھے غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الطھارۃ، باب الانجاس، دار عالم الکتب، بیروت)

بَابُ اَيَرُدُّ السَّلَامَ وَهُوَ يَبُوْلُ

باب: جب آدمی پیشاب کررہا ہو اس وقت سلام کا جواب دینا

16 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَاَبُوْ بَكْرٍ ابْنَا اَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَغَيْرِهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَيَمَّمَ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پیشاب کررہے تھے، اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب نہیں دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کر کے پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا''۔

17 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى، حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حُضَيْنِ بْنِ الْمُنْذِرِ اَبِي سَاسَانَ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ، اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى تَوَضَّاَ، ثُمَّ اعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ اِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اَذْكُرَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا

عَلٰى طُهْرٍ اَوْ قَالَ: عَلٰى طَهَارَةٍ

⊛⊛ حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کا جواب نہیں دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے (پھر انہیں سلام کا جواب دیا) اور پھر یہ عذر بیان کیا:

''مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں بے وضو حالت میں اللہ تعالیٰ (کا نام) ذکر کروں''۔

یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے۔

بَابٌ فِى الرَّجُلِ يَذْكُرُ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى غَيْرِ طُهْرٍ

باب: آدمی کا بے وضو حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

18 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ زَائِدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ يَعْنِى الْفَأْفَاءَ، عَنِ الْبَهِىِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت (یعنی ہر حالت میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

شرح

امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں۔

عبادت دو ۲ قسم ہے مقصودہ کہ خود مستقل قربت ہو دوسری قربت کیلئے محض وسیلہ ہونے کو مقرر نہ ہوئی ہو، دوسری غیر مقصودہ کہ صرف وسیلہ ہے اور ان میں ہر قسم سے بعض مشروطہ بطہارت ہیں کہ بے طہارت جائز نہیں خواہ طہارت صغرٰی یعنی وضو بھی شرط ہو یا صرف کبرٰی یعنی غسل اور بعض غیر مشروطہ تو عبادات چار ۴ قسم ہوگئیں:

(۱) مقصودہ مشروطہ جیسے نماز و نمازِ جنازہ و سجدہ تلاوت و سجدہ شکر کہ سب مقصود بالذات ہیں اور سب کیلئے طہارت کاملہ شرط یعنی نہ حدثِ اکبر ہو نہ اصغر۔ نیز یاد پر تلاوت قرآن مجید کہ مقصود بالذات ہے اور اس کیلئے صرف حدثِ اکبر سے طہارت شرط ہے بے وضو جائز ہے۔

(۲) مقصودہ غیر مشروطہ کہ ہو تو مقصود بالذات مگر اس کیلئے طہارت ضرور نہ ہو مطلقاً خواہ صغرٰی جیسے اسلام لانا سلام کرنا سلام کا جواب دینا سب مقصود بالذات ہیں اور ان کیلئے اصلاً طہارت شرط نہیں نیز یاد پر تلاوتِ قرآن مجید کہ اُس کیلئے طہارتِ صغرٰی یعنی باوضو ہونا ضرور نہیں۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ یاد پر تلاوت جنب کے اعتبار سے قسم اوّل میں ہے اور بے وضو کے اعتبار سے قسم دوم میں۔

(۳) غیر مقصودہ مشروطہ کہ ہو تو دوسری عبادت کا وسیلہ مگر بے طہارت جائز نہ ہو خواہ صرف طہارت کبرٰی شرط ہو یا کاملہ جیسے مصحف شریف کا چھونا کہ بے وضو بھی حرام ہے اور مسجد میں جانا کہ صرف حدثِ اکبر میں حرام اور حدثِ اصغر میں جائز ہے۔

(۴) غیر مقصودہ غیر مشروط کہ وسیلہ ہو اور طہارت شرط نہیں جیسے اذان واقامت کہ وسائل نماز ہیں اور جنب سے بھی صحیح اگرچہ اس کی اقامت زیادہ مکروہ ہے اور مسجد میں جانا کہ بے وضو جائز ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ دخول مسجد جنب کے لحاظ سے قسم سوم میں ہے اور محدث کی نظر سے قسم چہارم میں۔ پانی نہ ہونے کی حالت میں چاروں قسموں کیلئے تیمم صحیح ہے اور نماز صرف اسی سے ہوسکے گی جو اس عام نیت تطہیر و رفع حدث سے کیا گیا یا خاص قسم اوّل کی نیت سے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، کتاب طہارت، لاہور)

بَابُ الْخَاتَمِ يَكُونُ فِيهِ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى يُدْخَلُ بِهِ الْخَلَاءُ

باب: جس انگوٹھی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اسے ساتھ لے کر بیت الخلاء میں جانا

19- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْحَنَفِيِّ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ، ثُمَّ أَلْقَاهُ وَالْوَهْمُ فِيهِ مِنْ هَمَّامٍ، وَلَمْ يَرْوِهِ إِلَّا هَمَّامٌ

❀❀ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت "منکر" ہے، ابن جریج سے معروف روایت وہ ہے جو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوا کر (پہنی) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتار دیا"۔

اس روایت میں ہمام نامی راوی کو وہم ہوا ہے اور یہ روایت صرف ہمام نے ہی نقل کی ہے۔

بَابُ الِاسْتِبْرَاءِ مِنَ الْبَوْلِ

باب: پیشاب (کے چھینٹوں) سے بچنا

20 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا هٰذَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا هٰذَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، ثُمَّ دَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ، ثُمَّ غَرَسَ عَلَى هٰذَا وَاحِدًا، وَعَلَى هٰذَا وَاحِدًا، وَقَالَ: لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا، قَالَ هَنَّادٌ: يَسْتَتِرُ مَكَانَ يَسْتَنْزِهُ.

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور ان دونوں کو کسی بڑی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے کھجور کی تازہ شاخ منگوائی، اس کے دو حصے کیے، ایک ایک قبر پر گاڑ دیا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"امید ہے کہ جب تک یہ دونوں (تر شاخیں) خشک نہیں ہوتیں ان دونوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔"

ہناد نامی راوی نے لفظ "یستتر" کی جگہ لفظ "یستنزہ" نقل کیا ہے۔

21- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: يَسْتَنْزِهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: "وہ اپنے پیشاب سے بچتا نہیں تھا"۔

جبکہ ابومعاویہ نامی راوی نے لفظ یستنزہ روایت کیا ہے۔

22- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَتَرَ بِهَا، ثُمَّ بَالَ، فَقُلْنَا: انْظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ، فَسَمِعَ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا لَقِيَ صَاحِبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ، فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَنْصُورٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: جِلْدِ أَحَدِهِمْ، وَقَالَ عَاصِمٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَسَدِ أَحَدِهِمْ

حضرت عبدالرحمان بن حسنہ ؓ بیان کرتے ہیں: میں اور حضرت عمرو بن العاص ؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ باہر تشریف لائے، آپ ﷺ کے پاس چمڑے کی ڈھال تھی، آپ ﷺ نے اس سے پردہ کیا اور پیشاب کرنے لگے، ہم نے کہا: انہیں دیکھو یہ یوں (پردہ کرکے) پیشاب کر رہے ہیں، جیسے عورت پیشاب کرتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات سن لی (پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو کس چیز کا سامنا کرنا پڑا تھا؟ جب ان کے (کپڑے پر) کسی جگہ پیشاب لگ جاتا تھا تو وہ اس جگہ کو کاٹ دیتے تھے، اس شخص نے ان لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا، تو اسے اس کی قبر میں عذاب دیا گیا۔

(امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں:) ایک سند کے ساتھ یہ الفاظ منقول ہیں: "کسی کی جلد پر" جبکہ ایک اور سند کے ساتھ، حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے حوالے سے یہ الفاظ منقول ہیں: "کسی کے جسم پر"۔

بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا

باب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

23 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ وَهَذَا لَفْظُ حَفْصٍ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: فَذَهَبْتُ أَتَبَاعَدُ فَدَعَانِي حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوڑے کے ڈھیر پر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وہاں) کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا (اور اس سے وضو کرتے ہوئے) موزوں پر مسح کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک سند کے ساتھ یہ الفاظ منقول ہیں: میں پیچھے ہٹنے لگا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (قریب) بلایا، یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہوا۔

شرح

متفقہ طور پر تمام علماء کرام کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی چنانچہ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ جہاں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل کا تعلق ہے اس کے بارے میں علماء کرام لکھتے ہیں کہ چونکہ ایام جاہلیت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا طریقہ رائج تھا اور ان کو وہی عادت پڑی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کر لیا، یا ہو سکتا ہے کہ کسی عذر کی بنا پر انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہو۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے اس سلسلہ میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی عذر کی بنا پر ایسا کیا ہوگا اور علماء کرام نے وہ اعذار بھی لکھے ہیں چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ وہاں نجاست کی وجہ سے آپ نے بیٹھنے کی جگہ نہیں پائی اس لئے کھڑے ہو کر پیشاب کر لیا۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک میں درد تھا اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق پیٹھ میں درد تھا، اس کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ نہیں سکتے تھے اس لئے کھڑے ہو کر پیشاب کر لیا۔

(شرح مسلم، نووی، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَبُولُ بِاللَّيْلِ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ يَضَعُهُ عِنْدَهُ

باب: آدمی کا رات کے وقت کسی برتن میں پیشاب کر کے پھر اسے اپنے پاس رکھ دینا

24 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ حُكَيْمَةَ بِنْتِ أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ، عَنْ أُمِّهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِنْ عِيدَانٍ تَحْتَ سَرِيرِهِ، يَبُولُ

فِيهِ بِاللَّيْلِ

⊛⊛ حکیمہ بنت امیمہ بنت رقیقہ اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کا لکڑی سے بنا ہوا ایک برتن تھا، جو آپ ﷺ کی چارپائی کے نیچے موجود رہتا تھا، رات کے وقت آپ ﷺ اس میں پیشاب کر لیتے تھے۔

شرح

چونکہ رات میں سردی وغیرہ کی بناء پر اٹھنا تکلیف دہ اور پریشانی کا سبب ہوتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے پیالہ اس کام کے لئے مخصوص کر لیا تھا، چنانچہ جب آپ ﷺ کو رات میں پیشاب کی حاجت ہوتی تھی تو اس پیالہ میں پیشاب کر لیا کرتے تھے۔ اور اگر حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو یہاں بھی تعلیم امت ہی مقصد سامنے آئے گا کہ آپ ﷺ نے اپنے طرز عمل سے امت کے لئے یہ آسانی پیدا کر دی ہے کہ جب رات میں پیشاب کی حاجت ہو اور سردی وغیرہ کی تکلیف کی بناء پر باہر نکلنا دشوار ہو تو کسی برتن وغیرہ میں پیشاب کر لیا جائے اور صبح اٹھ کر اسے پھینک دیا جائے تاکہ ایک طرف تو تکلیف اور پریشانی میں مبتلاء ہونے سے بچا جائے اور دوسری طرف رات میں بیت الخلاء جانے سے بچ جائیں جو شیاطین کا مسکن ہے اور شیاطین دن کے مقابلہ میں رات کو زیادہ ضرر اور تکلیف پہنچانے کا سبب ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ امت کے لئے یہ تعلیم سرکار دو عالم ﷺ کی اسی جذبہ رحمت و شفقت کی مرہون منت ہے جو اعمال و افعال میں ہر مرحلہ پر آسانی و سہولت کی صورت میں نظر آتی ہے۔ منقول ہے کہ ایک صحابی نے آپ ﷺ کا پیشاب اسی پیالہ میں سے پی گئے تھے جس کا اثر یہ ہوا کہ جب تک وہ زندہ رہے ان کے بدن سے خوشبو آتی رہی اور نہ صرف ان کے بدن سے بلکہ کئی نسلوں تک ان کی اولاد کے بدن میں بھی وہی خوشبو باقی رہی۔

بَابُ الْمَوَاضِعِ الَّتِي نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبَوْلِ فِيهَا

باب: وہ مقامات جہاں پیشاب کرنے کی ممانعت ہے

25 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ، قَالُوا: وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ ظِلِّهِمْ

⊛⊛ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"لعنت والے دو کاموں سے بچو" لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! لعنت والے دو کام کون سے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے راستے میں، یا ان کے سائے میں قضائے حاجت کرنا"۔

26 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَبُو حَفْصٍ، وَحَدِيثُهُ أَتَمُّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ

26- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي سعيد الحميري، وروايته عن معاذ منقطعة، فانه لم يدركه. واخرجه ابن ماجه (328) من طريق نافع بن يزيد، بهذا الاسناد. وله شاهد من حديث ابي هريرة، وهو السالف قبله. وآخر من حديث جابر عند ابن ماجه (329)، واسناده ضعيف. وثالث من حديث ابن عمر عند ابن ماجه (330)، واسناده ضعيف. ورابع من حديث ابن عباس عند احمد (2715)، واسناده ضعيف.

الْحَكَمِ حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْحِمْيَرِيَّ، حَدَّثَهُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ: الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَالظِّلِّ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تین لعنتی کاموں سے بچو، پانی کے گھاٹ پر، بیچ راستے میں، یا سائے میں پاخانہ کرنا''۔

شرح

یہ تین افعال ایسے ہیں جولعنت کا سبب ہیں یعنی جب کوئی آدمی کسی راستہ پر، یا گھات پر، یا سایہ کی جگہ پر پاخانہ کرتا ہے تو جو لوگ اس راستہ سے گزرتے ہیں یا گھاٹ کو استعمال کرتے ہیں، یا سایہ دار جگہ پر آتے ہیں وہ اس آدمی پر لعنت بھیجتے ہیں یا اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ آدمی ان افعال بد کی بنا پر لوگوں کی ان منفعت اور آرام کو جوان جگہوں سے مختص ہیں فاسد کرتا ہے، لہٰذا یہ ظالم ہوا اور ظالم آدمی ملعون ہوتا ہے۔ موارد ان مکانوں کو فرماتے ہیں جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرتے ہیں، بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ موارد جمع مورد گھاٹ کو کہتے ہیں جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ سایہ، عام ہے خواہ درخت کا سایہ ہو یا کسی اور چیز کا جہاں لوگ سوتے اور بیٹھتے ہوں، نیز اپنے جانوروں کو باندھتے ہیں۔

بَابٌ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُسْتَحَمِّ

باب: غسل کی جگہ پر پیشاب کرنا

27 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ، وَقَالَ الْحَسَنُ: عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ قَالَ أَحْمَدُ: ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی شخص غسل خانہ میں پیشاب ہرگز نہ کرے، کہ پھر وہ وہیں غسل بھی کرے گا''۔

امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''پھر وہ وہیں وضو بھی کرے گا، اسی وجہ سے زیادہ تر وسوسے پیدا ہوتے ہیں''۔

28 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ حُمَيْدٍ الْحِمْيَرِيِّ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ:

27- صحیح لغیرہ دون قولہ: "فان عامة الوسواس منہ" فانہ موقوف، وھذا اسناد رجالہ ثقات، الا ان الحسن البصری لم یصرح بسماعہ من عبد اللہ بن مغفل. وھو فی "مسند احمد" (20569)، و"مصنف عبد الرزاق" (978)، ومن طریق عبد الرزاق اخرجہ ابن ماجہ (304). واخرجہ الترمذی (21)، والنسائی فی "الکبری" (33) من طریق عبد اللہ بن المبارک، عن معمر، بہ. وھو فی "مسند احمد" (20569)، و"صحیح ابن حبان" (1255).

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّمْتَشِطَ اَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ . اَوْ يَبُوْلَ فِيْ مُغْتَسَلِهٖ

❁❁ حمید بن عبدالرحمان حمیری بیان کرتے ہیں: میری ملاقات ایک صاحب سے ہوئی، جو اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے صحابی تھے، جس طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی تھے، انہوں نے بتایا:

نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص روزانہ کنگھی کرے، یا غسل خانہ میں پیشاب کرے۔

جن جگہوں میں استنجاء کرنا مکروہ ہے

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جن جگہوں میں استنجاء کرنا مکروہ ہے وہ درج ذیل ہیں: پانی میں، حوض یا چشمے کے کنارے، پھل دار درخت کے نیچے، کھیتی میں، ہر ایسے سایہ میں جہاں لوگ بیٹھتے ہوں، مساجد اور عیدگاہ کے پہلو میں، قبرستان میں اور مسلمانوں کی گذرگاہ میں، سورج یا چاند کی طرف منہ کر کے، ڈھلوان (نیچے والی سطح) میں بیٹھ کے اوپر کی جانب پیشاب کرنا، ہوا کے رُخ پر پیشاب کرنا، چوہے، سانپ یا چیونٹی کے بل میں پیشاب کرنا۔ غرض جس جگہ سے بھی لوگوں کا نفع وابستہ ہو اور وہاں ناپاکی یا گندگی ان کے لیے تکلیف دہ ہو یا اس عمل کی وجہ سے خود اس کو کسی ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو، وہاں پیشاب پاخانہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۱۔ استنجا کرتے وقت قبلہ کی طرف کو منہ یا پیٹھ کرنا خلاف ادب و مکروہ۔ تنزیہی ہے

۲۔ ہڈی، خشک گوبر، لید، کھانے کی چیز، شیشہ، چونا، لوہا، چاندی، سونا وغیرہ پکی ٹھیکری، پکی اینٹ، پتے، بال، روئی، کوئلہ، نمک، ریشمی کپڑا۔ اور ہر قیمتی اور محترم چیز سے استنجا کرنا مکروہ ہے

۳۔ بلا عذر دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا، لیکن اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہو۔ تو کراہت نہیں۔

٤۔ نجس چیزوں سے استنجا کرنا

٥۔ ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جو نجاست صاف نہ کرے جیسے سرکہ۔ وغیرہ ٦۔ ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جس سے انسان اور اس کے جانور نفع حاصل۔ کر سکیں

۷۔ جس پتھر یا ڈھیلے وغیرہ سے خود یا کوئی اور شخص استنجا کر چکا ہو، لیکن اگر پتھر کے کئی کونے ہوں اور ہر مرتبہ نئے کونے سے استنجا کرے تو۔ کراہت نہیں۔

۸۔ کاغذ سے استنجا کرنا اگرچہ کورا ہو

۹۔ بلا اجازت کسی غیر آدمی کے پانی یا کپڑے یا کسی اور چیز سے استنجاء کرنا ہے

۱۰۔ زمزم شریف سے استنجا پاک کرنا

۱۱۔ ایسی جگہ استنجا کرنا کہ کسی غیر شخص کی نظر اس کے ستر پر پڑتی ہو

پانی سے استنجا پانچ قسم پر ہے، ان میں سے پہلی دو قسم کا استنجا فرض ہے ۱۔ مخرج کا اس وقت دھونا فرض ہے جبکہ جنابت یا حیض و نفاس کی۔ وجہ سے غسل کرے

۲۔ جب نجاست مخرج سے زائد ہو خواہ تھوڑی ہو یا بہت اس میں زیادہ احتیاط ہے اور شیخین کے نزدیک جب مخرج کے علاوہ قدر درہم سے زیادہ۔ ہو دھونا فرض ہے۔

۳۔ سنت اور وہ اس وقت جب نجاست مخرج سے بڑھے۔

۴۔ مستحب، وہ اس وقت ہے جبکہ صرف پیشاب کیا ہو اور پاخانہ نہ کیا ہو اور نجاست مخرج سے نہ بڑھے پس اس وقت پیشاب کی جگہ دھونا بعض کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ

باب: بل میں پیشاب کرنے کی ممانعت

29 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ. حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ. حَدَّثَنِي أَبِي. عَنْ قَتَادَةَ. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ. أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْجُحْرِ. قَالُوا لِقَتَادَةَ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ؟ قَالَ: كَانَ يُقَالُ إِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنِّ

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (جانوروں کے) بل میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: لوگوں نے قتادہ سے دریافت کیا: بل میں پیشاب کرنے کو کیوں مکروہ قرار دیا گیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: یہ بات کہی جاتی ہے: یہ جنات کی رہائش گاہ ہوتی ہے۔

شرح

سوراخ میں پیشاب کرنے سے اس لئے روکا جا رہا ہے کہ اکثر و بیشتر سوراخ کیڑے مکوڑوں اور سانپ بچھو کا مسکن ہوتے ہیں چنانچہ ہوسکتا ہے کہ پیشاب کرتے وقت اس میں سے سانپ یا بچھو یا تکلیف دینے والا کوئی دوسرا کیڑا نکل کر ایذاء پہنچائے یا اگر اس سوراخ کے اندر کوئی ضعیف اور بے ضرر جانور ہو تو پھر پیشاب کی وجہ سے اسے تکلیف پہنچے گی۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوراخوں میں جنات رہتے ہیں۔

چنانچہ ایک صحابی سعد بن عبادہ خزرجی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے زمین حوران کے ایک سوراخ میں پیشاب کر دیا تھا تو ان کو جنات نے مار ڈالا اور اس میں یہ شعر پڑھتے تھے۔ نحن قتلنا سيد الخزرج سعد بن عبادة ورميناه بسهمين فلم نخط فؤاده ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کیا ہم نے اس کی طرف دو تیر مارے اور اس کے دل کو نشانہ بنانے میں خطا نہیں کی اور بعض علماء کرام لکھتے ہیں کہ اگر کوئی سوراخ خاص طور پر پیشاب ہی کے لئے ہو تو اس میں پیشاب کرنا مکروہ نہیں ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ

باب: جب آدمی بیت الخلاء سے باہر آئے تو کیا پڑھنا چاہئے

30 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْغَائِطِ قَالَ: غُفْرَانَكَ

(٣٠) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب قضائے حاجت کر کے تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے: "(اے اللہ!) میں تیری مغفرت کا طلبگار ہوں"۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ مَسِّ الذَّكَرِ بِالْيَمِينِ فِي الِاسْتِبْرَاءِ

باب: استنجاء کرتے ہوئے شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونے کا مکروہ ہونا

31 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلَا يَشْرَبْ نَفَسًا وَاحِدًا

(٣١) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص پیشاب کرے تو وہ دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہ چھوئے، جب وہ قضائے حاجت کے لیے آئے تو دائیں ہاتھ سے (شرمگاہ کو) صاف نہ کرے، اور جب وہ پئے تو ایک ہی سانس میں نہ پئے"۔

32 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ يَعْنِي الْإِفْرِيقِيَّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، وَمَعْبَدٍ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِينَهُ لِطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ، وَيَجْعَلُ شِمَالَهُ لِمَا سِوَى ذَلِكَ

(٣٢) نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کا دایاں ہاتھ کھانے، پینے اور کپڑے (پہننے) کے لیے مخصوص تھا اور بایاں ہاتھ دوسرے کاموں کے لیے (مخصوص تھا)

33 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِطُهُورِهِ

32- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لضعف ابى ايوب الافريقى -وهو عبد الله ابن على الازرق- ولاضطراب عاصم- وهو ابن ابى النجود- فيه. ابن ابى زائدة: هو يحيى بن زكريا، ومعبد: هو ابن خالد الكوفى. واخرجه ابو يعلى (7042) و (7060)، وابن حبان (5227)، والطبرانى فى "الكبير" 23/(346)، والحاكم/1094، والبيهقى/1131 من طريق ابن ابى زائدة، بهذا الاسناد.

وَطَعَامِهِ. وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِخَلَائِهِ. وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ وضو کرنے، اور کھانے (جیسے کاموں) کے لیے مخصوص تھا' اور بایاں ہاتھ قضائے حاجت اور دیگر اس جیسی چیزوں کے لیے مخصوص تھا۔

34 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

بَابُ الِاسْتِتَارِ فِي الْخَلَاءِ

باب: قضائے حاجت کے وقت پردہ کرنا

35 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنِ الْحُصَيْنِ الْحُبْرَانِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اكْتَحَلَ فَلْيُوتِرْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ، وَمَنْ أَكَلَ فَمَا تَخَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ، وَمَا لَاكَ بِلِسَانِهِ فَلْيَبْتَلِعْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ، وَمَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا أَنْ يَجْمَعَ كَثِيبًا مِنْ رَمْلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِي آدَمَ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ ثَوْرٍ، قَالَ: حُصَيْنٌ الْحِمْيَرِيُّ، وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ ثَوْرٍ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص سرمہ لگائے وہ طاق تعداد میں لگائے' جو ایسا کرتا ہے وہ اچھا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا تو کوئی گناہ بھی نہیں ہے' جو شخص ڈھیلے استعمال کرے اسے طاق تعداد میں کرنے چاہئیں جو ایسا کرتا ہے' تو اچھا کرتا ہے' لیکن جو نہیں کرتا تو کوئی حرج بھی نہیں ہے' جو شخص کھانے کے بعد (دانتوں کا) خلال کرتا ہے۔ اسے چیز پھینک دینی چاہئے اور جو چیز وہ اپنی زبان کے ذریعے (دانتوں کے درمیان میں سے) نکالتا ہے اسے نگل لینا چاہئے جو ایسا کرتا ہے' تو اچھا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا تو کوئی حرج بھی نہیں ہے' جو شخص قضائے حاجت کے آتا ہے اسے پردہ کرنا چاہئے۔ اگر اسے کچھ نہیں ملتا تو ریت کا ٹیلا بنا کر اس کی طرف پیٹھ کر لے' کیونکہ شیطان اولاد آدم کی شرم گاہوں کے ساتھ کھیلتا ہے' جو شخص ایسا کرتا ہے' تو اچھا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا تو کوئی حرج بھی نہیں ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابوعاصم نے ثور سے نقل کی ہے۔

حصین حمیری بیان کرتے ہیں: عبدالملک بن صباح نے یہ روایت ثور سے نقل کی ہے اور اس میں (راوی کا نام) ابوسعید الخیر بیان کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوسعید الخیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں۔

بَابُ مَا يُنْهَى عَنْهُ أَنْ يُّسْتَنْجَى بِهِ

باب: کن چیزوں کے ذریعے استنجاء کرنا منع ہے

36 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبِ الْهَمْدَانِيُّ. حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ الْمِصْرِيَّ. عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيِّ. أَنَّ شِيَيْمَ بْنَ بَيْتَانَ. أَخْبَرَهُ عَنْ شَيْبَانَ الْقِتْبَانِيِّ. قَالَ: إِنَّ مَسْلَمَةَ بْنَ مُخَلَّدٍ اسْتَعْمَلَ رُوَيْفِعَ بْنَ ثَابِتٍ عَلَى أَسْفَلِ الْأَرْضِ. قَالَ شَيْبَانُ: فَسِرْنَا مَعَهُ مِنْ كُومِ شَرِيكٍ. إِلَى عَلْقَمَاءَ أَوْ مِنْ عَلْقَمَاءَ إِلَى كُومِ شَرِيكٍ يُرِيدُ عَلْقَامَ فَقَالَ رُوَيْفِعٌ: إِنْ كَانَ أَحَدُنَا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْخُذُ نِضْوَ أَخِيهِ عَلَى أَنَّ لَهُ النِّصْفَ مِمَّا يَغْنَمُ وَلَنَا النِّصْفُ وَإِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَطِيرُ لَهُ النَّصْلُ وَالرِّيشُ. وَلِلْآخَرِ الْقِدْحُ ثُمَّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي. فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ. أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا. أَوِ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ. أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ بَرِيءٌ.

✿✿ شیبان قتبانی بیان کرتے ہیں: مسلمہ بن مخلد نے حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کو زیریں حصے کا نگران مقرر کیا۔

شیبان بیان کرتے ہیں: ہم ان کے ساتھ کوم شریک سے علقماء کی طرف جا رہے تھے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) علقماء سے کوم شریک کی طرف جا رہے تھے۔

راوی کی مراد علقام ہے' تو حضرت رویفع نے بتایا:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی کمزور سواری اس شرط پر لے لیتا تھا (تاکہ وہ اس پر جہاد میں شریک ہو) اور اسے مال غنیمت میں سے جو کچھ ملے گا۔ اس کا نصف (وہ سواری کے مالک کو) ادا کرے گا' اور نصف ہمارے پاس رہے گا' تو ایسا بھی ہوتا کہ ہم میں سے کسی ایک کے حصے میں تیر کا پھل یا اس کا پر آتا اور دوسرے کے حصے میں تیر کی لکڑی آتی

پھر حضرت رویفع رضی اللہ عنہ نے بتایا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے رویفع ہوسکتا ہے میرے بعد تمہیں لمبی زندگی ملے' تو تم لوگوں کو یہ بات بتا دینا کہ جو شخص اپنی داڑھی کو گرہ لگاتا ہے یا تانت باندھتا ہے یا جانور کے گوبر یا ہڈی کے ذریعے استنجاء کرتا ہے' تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے لاتعلق ہیں۔

37 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ. حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ. عَنْ عَيَّاشٍ. أَنَّ شِيَيْمَ بْنَ بَيْتَانَ. أَخْبَرَهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَيْضًا. عَنْ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. يَذْكُرُ ذَلِكَ وَهُوَ مَعَهُ مُرَابِطٌ

بِحِصْنِ بَابِ اَلْيُوْنَ. قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: حِصْنُ اَلْيُوْنَ بِالْفُسْطَاطِ عَلٰى جَبَلٍ،
قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَهُوَ شَيْبَانُ بْنُ اُمَيَّةَ يُكْنٰى اَبَا حُذَيْفَةَ

ترجمہ: ابوسالم جیشانی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے بھی یہی حدیث ذکر کی ہے جیشانی اس وقت ان کے ساتھ باب الیون کے قلعے کی پہرے داری کر رہے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) الیون کا قلعہ فسطاط میں ایک پہاڑ پر ہے۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) وہ راوی شیبان بن امیہ ہے (جو سابقہ روایت میں شیبان قتبانی کے نام سے مذکور ہے) اس کی کنیت ابوحذیفہ ہے۔

38 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ، اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ اَوْ بَعْرٍ

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کیا ہے کہ ہم (استنجاء کرتے ہوئے) ہڈی یا مینگنی سے (شرم گاہ کو) پونچھیں۔

39 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: يَا مُحَمَّدُ، انْهَ اُمَّتَكَ اَنْ يَسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ اَوْ رَوْثَةٍ اَوْ حُمَمَةٍ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ لَنَا فِيْهَا رِزْقًا. قَالَ: فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنات کا وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے عرض کی: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی اُمت کو ہڈی یا مینگنی یا کوئلے کے ذریعے استنجاء کرنے سے منع کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ہمارے لئے رزق مقرر کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایسا کرنے سے) منع کر دیا۔

کن چیزوں سے استنجاء کرنا جائز ہے اور کن سے ناجائز؟

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ کاغذ، کھانے کی چیز، گوشت، درخت کے پتوں، نجس اشیاء، ہڈی، لید، گوبر، شیشہ، پختہ اینٹ، کوئلہ، ٹھیکری، بال اور اسی طرح دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا جائز نہیں، اس کے علاوہ ہر ایسی چیز جو قابل احترام نہ ہو، خوراک نہ ہو، جسم کے لیے نقصان دہ بھی نہ ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اس سے استنجاء کرنا جائز ہے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطہارۃ، صفۃ الاستنجاء، بانماء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

39- اسنادہ ضعیف، ابن عیاش - وھو اسماعیل، وان کان صدوقا فی روایتہ عن اھل بلدہ، وھذا منھا- قد تفرد بھذا السیاق، ولم یتابع علیہ الا من طریق ضعیف، وضعفہ بھذا السیاق الدارقطنی والبیھقی. واخرجہ من طریق ابی داود البیھقی 1091/1، والبغوی (180). وقال البیھقی: اسناد شامی غیر قوی. واخرجہ الدارقطنی (149) من طریق اسماعیل بن عیاش، بہ، وقال: اسنادہ شامی لیس بثابت

بَابُ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

باب: پتھروں کے ذریعے استنجاء کرنا

40- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ قُرْطٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ، فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ يَسْتَطِيبُ بِهِنَّ، فَإِنَّهَا تُجْزِءُ عَنْهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے جائے' تو وہ اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے جن کے ذریعے وہ پاکیزگی حاصل کرے تو یہ اس کے لئے کافی ہوگا۔

41- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ خُزَيْمَةَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِسْتِطَابَةِ، فَقَالَ: بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيعٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ أَبُو أُسَامَةَ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پاکیزگی حاصل کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین ایسے پتھروں کے ذریعے (پاکیزگی حاصل کی جائے گی) جن میں گوبر (یا مینگنی) نہ ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابواسامہ اور ابن نمیر نے ہشام کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔

استنجاء کرنے کا بیان

استنجاء سنت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔ اور استنجاء کرنا جائز ہے پتھر اور جو چیز پتھر کے قائم مقام ہے اس سے مسح کرے۔ حتیٰ کہ وہ اس کو پاک کردے۔ کیونکہ مقصود صفائی ہے اور جو مقصود ہے اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس میں کوئی عدد مسنون نہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: تین ضروری ہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور چاہیے کہ وہ تین پتھروں سے استنجاء کرے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس استنجاء کرے پس وہ طاق کرے۔ لہٰذا جس نے ایسا کیا تو اس نے اچھا عمل کیا اور جس نے ایسا نہ کیا اس پر کوئی حرج نہیں۔ اور یہ طریقہ واحد پر بھی واقع ہوگا۔ جو امام شافعی کی روایت ہے اس میں ظاہر کو ترک کیا گیا ہے۔ لہٰذا ایک پتھر جس کے تین کونے ہوں جس نے اس سے استنجاء کیا بالاجماع جائز ہے۔ (ہدایہ، کتاب طہارت، لاہور)

بَابُ الِاسْتِبْرَاءِ

باب: استبراء کرنا

42- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ الْمُقْرِئُ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى التَّوْأَمُ. ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْقُوبَ التَّوْأَمُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ، فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا عُمَرُ. فَقَالَ: هٰذَا مَاءٌ تَتَوَضَّأُ بِهِ، قَالَ: مَا أُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ، وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةً

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی کا برتن لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے عمر! یہ کس لئے ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ پانی ہے' تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذریعے وضو کرلیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں جب بھی پیشاب کروں' تو وضو بھی کروں۔ اگر میں ایسا کر لیتا ہوں' تو یہ سنت ہو جائے گا۔

بَابٌ فِي الِاسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ

باب: پانی کے ذریعے استنجاء کرنا

43- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْوَاسِطِيَّ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْحَذَّاءَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا، وَمَعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِيضَأَةٌ، وَهُوَ أَصْغَرُنَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ السِّدْرَةِ، فَقَضَى حَاجَتَهُ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اسْتَنْجَى بِالْمَاءِ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ کے اندر تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لڑکا تھا' جس کے پاس وضو کا برتن تھا۔ وہ لڑکا ہم میں سے سب سے زیادہ کم عمر تھا۔ اس نے وہ برتن بیری کے درخت کے پاس رکھ دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے ذریعے استنجا کیا۔

استنجاء کرنے کے فقہی مفہوم کا بیان

پاخانہ یا پیشاب کرنے کے بعد جو نا پاکی بدن پر لگی رہ جائے' پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے سے پیشاب کے قطرے سکھانا چاہئے اس کے بعد پانی سے دھو ڈالنا چاہئے۔ پاخانہ کے بعد مٹی کے تین ڈھیلوں سے پاخانہ کے مقام کو صاف کرے پھر پانی سے دھو ڈالے۔ استنجا ان چیزوں سے جائز ہے جو پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہیں، جیسے پاک مٹی کا ڈھیلا، ریت، لکڑی، پھٹا ہوا بے قیمت کپڑا و چیتھڑا اور اس کے سوا ایسی چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کر دیں

بشرطیکہ قیمت والی اور احترام والی نہ ہوں۔ پاک مٹی کو ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنت ہے ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں طرف زور دیکر بیٹھے، قبلہ کی طرف منہ نہ ہو، اور ہوا، سورج اور چاند کی طرف سے بھی بچ جائے، تین یا پانچ یا سات مٹی کے ڈھیلے اپنے ساتھ لے جائے صاف کرتے وقت پہلے ڈھیلے کو آگے سے پیچھے کی طرف لے جائے اور دوسرے کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے پھر تیسرے کو پیچھے کی طرف لے جائے۔

یہ طریقہ گرمی کے موسم کا ہے لیکن جاڑوں میں اس کے برخلاف، پہلے ڈھیلے کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور دوسرے کو پیچھے لے جائے اور تیسرے کو آگے لائے اور عورت ہمیشہ وہی طریقہ کرے جو مرد جاڑوں میں کرتا ہے۔ اور طریقہ مقصود نہیں بلکہ صفائی کا مددگار ہے اصل مقصود صفائی اور پاکی ہے خواہ جس طریقہ سے بھی حاصل ہو جائے۔ اگر ایک یا دو ڈھیلے سے صفائی حاصل ہو جاتی ہے تو تین کی گنتی پوری کر لے اور اگر تین سے بھی صفائی حاصل نہ ہو اور چار سے حاصل ہو تو پانچواں ڈھیلا اور لے تاکہ طاق ہو جائیں کیونکہ طاق عدد کا استعمال مستحب ہے۔

مستحب یہ ہے کہ پاک ڈھیلے یا پتھر دائیں طرف رکھے اور استعمال کئے ہوئے بائیں طرف رکھے اور ان کی نجس جانب نیچے کو کر دے، ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے۔ افضل یہ ہے کہ پردہ دار جگہ ہو تو دونوں کو جمع کرے پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر ڈھیلے یا پتھر پر جو زمین سے اٹھا ہوا ہو یا بائیں ہاتھ میں لیا ہوا ہو حرکت دے یہاں تک کہ رطوبت خشک ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ اب پیشاب نہ آئے گا۔ بعض کے نزدیک استبرائ یعنی پیشاب کے بعد چند قدم چلنا یا زمین پر پاؤں مارنا یا کھنکارنا یا دائیں ٹانگ پر بائیں ٹانگ لپیٹنا اور پھر اس کے برعکس کرنا واجب ہے۔ تاکہ رکا ہوا قطرہ نکل جائے، لوگوں کی طبعیتیں مختلف ہوتی ہیں اور ہر شخص کے لئے اپنا اطمینان ضروری ہے اور یہ استبرائ کا حکم مردوں کے لئے ہے عورت پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر کر پہلے ڈھیلے سے مقام پیشاب کو خشک کر لے پھر پانی سے طہارت کر لے یا صرف پانی سے طہارت۔ کر لے پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ کے کلائی تک دھو لے پھر اگر روزہ دار نہ ہو پاخانہ کے مقام کو خوب ڈھیلا چھوڑ کر بیٹھے اور بائیں ہاتھ سے خوب استنجا کرے اور اسقدر دھوئے کہ اس کو پاکی کا یقین یا ظن غالب ہو اور چکنائی جاتی رہے اور دھونے میں خوب زیادتی کرے اور اگر روزہ دار ہو تو زیادتی نہ کرے اور نہ زیادہ پھیل کر بیٹھے، دھونے کا کچھ شمار مقرر نہیں اگر وسوسہ والا شخص ہو تو اپنے لئے تین مرتبہ دھونا مقرر کر لے۔

عورت کشادہ ہو کر بیٹھے اور ہتھیلی سے اوپر اوپر دھولے عورت مرد سے زیادہ کشادہ ہو کر بیٹھے، پیشاب کے مقام کو پہلے دھوئے یہی۔ مختار ہے استنجا کے پاک ہونے کے ساتھ ہی ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ استنجا کے بعد ہاتھ کلائیوں تک دھولے جیسا کہ اول میں دھوتا ہے تاکہ خوب ستھرا ہو جائے۔ جاڑے میں گرمیوں کی نسبت مبالغہ کرے اور اگر گرم پانی ہو تو جاڑے۔ کا حکم بھی گرمیوں کی طرح ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

44 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ. عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ. عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ. عَنْ أَبِي صَالِحٍ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي أَهْلِ قُبَاءٍ: (فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا) (التوبة: 108). قَالَ: كَانُوا يَسْتَنْجُونَ بِالْمَاءِ

وَنَزَلَتْ فِيهِمْ هٰذِهِ الْآيَةُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی تھی:

"اس میں ایسے لوگ ہیں جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ اچھی طرح سے پاکیزگی حاصل کریں"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ لوگ پانی کے ذریعے استنجاء کیا کرتے تھے' تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

شرح

اور علماء کا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، پس ایک گروہ نے کہا ہے: وہ مسجد قبا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک، اور حسن رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے اور انہوں نے قول باری: (آیت) من اول یوم۔ سے استدلال کیا ہے، اور مدینہ طیبہ میں پہلے دن مسجد قبا ہی بنائی گئی تھی، کیونکہ یہ حضور نبی مکرم ومعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے پہلے بنائی گئی تھی، یہ حضرت ابن عمر اور ابن مسیب رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کہا ہے (۱) (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۲۱۴

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بیان کیا ہے جسے آپ سے ابن وہب، اشہب اور ابن قاسم نے روایت کیا ہے، اور ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: انہوں نے فرمایا: دو آدمی اس مسجد کے بارے جھگڑ پڑے جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی، تو ایک آدمی نے کہا: وہ مسجد قبا ہے اور دوسرے نے کہا: وہ حضور نبی مکرم ومعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ھو مسجدی ھذی وہ میری یہ مسجد ہے (۲)

(جامع ترمذی، باب من سورۃ التوبۃ، حدیث نمبر ۳۰۲۴، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔

پہلا قول واقعہ کے زیادہ مناسب ہے، کیونکہ قول باری تعالیٰ: فیہ میں ظرف کی ضمیر رجال مطظہرین کا تقاضا کرتی ہے پس وہ مسجد قبا ہے۔ اور اس پر دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے انہوں نے فرمایا: یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (آیت) فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین. فرمایا: وہ پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے پس ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ مسجد قبا والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی (۳) (جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)

اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا کو فرمایا: بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہاری پاکیزگی کی تعریف کرتے ہوئے تم پر احسان فرمایا ہے، تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: بے ہم بول و براز کے اثر کو پانی کے ساتھ دھوتے ہیں (۴) تفسیر طبری، جلد ۱۱، صفحہ ۳۶)

اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے، اور دار قطنی نے حضرت طلحہ بن نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: مجھے

حضرت ابو ایوب، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک انصاری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ نے اس آیت (آیت) فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین۔ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اے گروہ انصار! بے شک اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی اور طہارت کے بارے میں تمہاری بہت اچھی تعریف فرمائی ہے تمہاری یہ پاکیزگی کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت کی حالت میں غسل کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: اس کے سوا کوئی نہیں، بے شک ہم میں سے کوئی جب بول و براز کے لیے نکلے تو وہ زیادہ پسند کرتا ہے کہ پانی کے ساتھ استنجا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ وہی ہے پس تم اسے لازم پکڑے رکھو(۵)

(سنن دارقطنی، کتاب الطہارۃ، جلد ۱، صفحہ ۶۲، سنن ابن ماجہ، باب الاستنجاء بالماء، حدیث نمبر ۳۵۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ آیت میں جس مسجد کا ذکر ہے وہ مسجد قبا ہے، مگر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضور نبی مکرم و معظم ﷺ نے اس پر نص بیان کی ہے کہ وہ آپ کی مسجد ہے پس اس کے ساتھ کوئی نظر و فکر کا عمل نہیں ہے۔

اور ابو کریب نے بیان کیا ہے ہمیں ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہمیں صالح بن حیان نے بیان کیا ہے انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے قول باری تعالیٰ: (آیت) فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ۔ (النور: ۳۶) بارے میں بیان کیا ہے آپ نے فرمایا: بے شک یہ چار مساجد ہیں جنہیں انبیاء علیہم السلام نے بنایا ہے، کعبہ معظمہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اور بیت اریحا بیت المقدس کو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام اور مدینہ طیبہ کی مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد قباء وہ ہیں جن کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے بنایا ہے۔

(آیت) من اول یوم۔ من نحویوں کے نزدیک یہ منذ کے مقابلے میں ہے، پس منذ ظرف زمان میں اور مکان میں من کے قائم مقام ہے، پس کہا گیا ہے: بے شک یہاں من کا معنی منذ کی مثل ہے اور تقدیر کلام ہے: منذ اول یوم ابتدئ بنیانہ (پہلے دن سے اس کی بنیادوں کی ابتداء کی گئی) اور یہ بھی کہا گیا ہے: اس کا معنی ہے من تاسیس اول الایام (پہلے دن کی بنیاد سے) پس یہ اس فعل کے مصدر پر داخل ہے جو اس ہے، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

لمن الدیار بقنۃ الحجر اقوین من حجج ومن دھر (۱) (زاد المسیر، جلد ۳، صفحہ ۳۷۸)

یعنی من مرحجج ومن مردھر:

اور جس نے اس طرف دعوت دی ہے وہ یہ ہے کہ علمائے نحو کا یہ اصول ہے کہ من کے ساتھ ازمان کو جر نہیں دی جائے گی، بلکہ ازمان کو منذ کے ساتھ جر دی جائے گی، آپ کہتے ہیں: مارایتہ منذ شھر او سنۃ او یوم اور یہ نہیں کہہ سکتے: من شھر اور نہ من سنۃ اور نہ ہی من یوم کہہ سکتے ہیں پس جب کلام میں من واقع ہو اور اس کے پیچھے متصل زمانہ ہو تو وہاں کوئی مضمر لفظ مقدر مانا جائے گا جسے من کے ساتھ جر دی جاسکتی ہو، جیسا کہ ہم نے شعر کی تقدیر میں ذکر کیا ہے، ابن عطیہ نے کہا ہے: میرے نزدیک اچھا یہ ہے کہ یہ آیت تقدیر عبارت سے مستغنی ہو اور یہ کہ من لفظ اول کو جر دے رہا ہو، کیونکہ یہ البداءۃ (ابتداء) کے معنی میں ہے گویا کہ من مبتدا الایام کہا ہے۔ (۲) (المحرر الوجیز، زیر آیت ہذہ)

قولہ تعالیٰ: (آیت) احق ان تقوم فیہ۔ یعنی یہ بان تقوم ہے، پس یہ محل نصب میں ہے اور احق یہ ں سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے اور افعل دو مشترک چیزوں کے درمیان داخل ہوتا ہے، اور ان دونوں میں سے ایک میں وہ مشترک ۔نی دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے، پس مسجد ضرار اگرچہ باطل ہے اس میں کوئی حق نہیں ہے، لیکن یہ دونوں حق میں مشترَ ۔ تیں یا تو اسے بنانے والے کے اعتقاد کی وجہ سے یا اس کے اعتقاد کی وجہ سے جو یہ گمان کرتا ہے کہ مسجد ہونے کی وجہ سے اس میں قیام جائز ہے، لیکن دونوں اعتقادوں میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطنا باطل ہے۔ اور دوسرا ظاہرا اور باطنا حق ہے۔ اور اسی کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) اصحب الجنۃ یو مئذ خیر مستقرا و احسن مقیلا۔ (الفرقان) (اہل جنت کا اس دن اچھا ٹھکانا ہوگا اور دوپہر گزارنے کی جگہ بڑی آرام دہ ہوگی)

اور یہ بات معلوم ہے کہ خیر اور اچھائی کو جہنم سے دور کر دیا گیا ہے، لیکن یہ ہر فرقہ کے اس اعتقاد کے مطابق ہے کہ وہ خیر پر ہے اور اس کی طرف اس کا لوٹنا خیر ہے، کیونکہ ہر گروہ اس کے ساتھ خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ اور یہ العسل احلی من الخل (کہ شہد سرکے سے زیادہ شیریں ہے) کے قبیل سے نہیں ہے، کیونکہ شہد اگرچہ میٹھا ہے پس ہر وہ شی جو ملائم ہو وہ میٹھی ہوتی ہے، کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ بعض لوگ سرکے کو شہد پر مقدم کرتے ہیں درآنحالیکہ مفرد کے مقابلے میں مفرد ہو اور کسی غیر کی طرف مضاف مضاف کے مقابلے میں ہو۔

قولہ تعالیٰ: (آیت) فیہ۔ جنہوں نے کہا ہے کہ مسجد سے مسجد النبی ﷺ مراد لی جائے گی تو پھر (آیت) احق ان تقوم فیہ۔ میں ہا ضمیر اسی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور (آیت) فیہ رجال میں بھی ضمیر اسی کے لیے ہے، اور جنہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے تو پھر فیہ میں ہا ضمیر اس کی طرف لوٹے گی۔ یہ اس اختلاف کی بنا پر ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی تعریف بیان کی ہے جنہوں نے نظافت اور طہارت کو پسند کیا اور نظافت و پاکیزگی کو ترجیح دی اور یہ انسانی مروت ہے اور شرعی وظیفہ ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، جلد ۱، صفحہ ۵)

ترمذی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم اپنے خاوندوں کو کہو کہ وہ پانی کے ساتھ صفائی اور پاکیزگی حاصل کریں، کیونکہ میں ان سے شرم وحیا محسوس کرتی ہوں، فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء فی الاستنجاء بالماء حدیث نمبر ۱۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہ ثابت ہے کہ حضور نبی مکرم و معظم ﷺ اپنے ساتھ استنجاء کے لیے پانی لے جاتے تھے، پس آپ تخفیف اور خشک کرنے کے لیے پتھر استعمال کرتے تھے اور پاکیزگی اور طہارت کے لیے پانی۔ (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۵)

علامہ ابن عربی نے کہا ہے: قیروان کے علماء اپنے وضو کی جگہوں میں مٹی کے ڈھیلے رکھتے تھے ان کے ساتھ صفائی کرتے تھے پھر پانی کے ساتھ صفائی کرتے تھے پھر پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے۔

مخرج سے نکلنے والی نجاست کو صاف کرنا لازم ہے اور تمام بدن اور کپڑے کی نجاست میں تطہیر (یعنی اسے پاک کرنا) لازم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے بندوں کے لیے پانی کے موجود ہونے اور نہ ہونے کی دونوں حالتوں میں رخصت ہے۔ اور اسی کے مطابق عام علماء نے کہا ہے، اور ابن حبیب نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے: پتھروں کا استعمال نہیں کیا جائے گا مگر صرف

پانی نہ ہونے کی حالت میں۔ (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۵)

اعادہ وضو کو لازم کرنے والی مقدار نجاست میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اور وہ اخبار جو پانی کے موجود ہونے کے باوجود پتھروں کے استعمال کے بارے میں ثابت ہیں وہ اسے رد کرتی ہیں۔ بدنوں اور کپڑوں سے نجاست زائل کرنے کے بارے میں علماء نے مابین اختلاف ہے، حالانکہ ان کا پسوؤں کے خون کی معافی اور اس سے تجاوز پر اجماع ہے جب تک کہ وہ انتہائی فحش اور زیادہ نہ ہو، نجاست کے ازالہ میں علماء کے تین اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ وہ واجب فرض ہے، اس کی نماز جائز نہیں ہوتی جس نے ناپاک کپڑے میں نماز پڑھی چاہے وہ اس کے بارے جاننے والا ہو یا بھولنے والا یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسن اور ابن سیرین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے اور یہی امام شافعی، امام احمد اور ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اور اسے ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور یہی قول ابو الفرج المالکی اور علامہ طبری کا ہے، مگر علامہ طبری نے کہا ہے: اگر نجاست درہم کی مقدار ہو تو وہ نماز کا اعادہ کرے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم نے دبر کے حلقہ پر قیاس کرتے ہوئے درہم کی مقدار کی رعایت کرنے کا قول کیا ہے۔ اور ایک گروہ نے کہا ہے: کپڑوں اور بدنوں سے نجاست کو زائل کرنا سنت سے ثابت ہے، یعنی یہ وجوب سنت ہے فرض نہیں ہے، انہوں نے کہا ہے: جس نے نجس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ وقت کے اندر نماز کا اعادہ کرے اور اگر وقت نکل گیا تو پھر اس پر کوئی شی نہیں ہے۔

یہ قول امام مالک اور ابو الفرج کے سوا آپ کے اصحاب کا ہے اور آپ سے ابن وہب کی ہدایت بھی ہے اور خون تھوڑا ہونے کی صورت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس سے نماز کا اعادہ نہیں کیا جائے گا نہ وقت میں اور نہ ہی وقت کے بعد اور بول و براز میں سے تھوڑا بھی ہو تو نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں سے یہ سب لیث کا قول ہے۔ اور ان سے ابن القاسم نے کہا ہے: یاد ہونے کی حالت میں نجاست کو زائل کرنا واجب ہوتا ہے نہ کہ نسیان اور بھول کی حالت میں اور یہ ان کے مفردات میں سے ہے۔ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے ان شاء اللہ، کیونکہ حضور نبی مکرم ومعظم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: انهما ليعذبان وما يعذبان في كبير اما احدهما فكان يمشي بالنميمة واما الاخر فكان لا يستتر من بوله الحديث (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحہ ۱۸۲)

(بے شک ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا ان میں سے ایک چغلی کھاتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہ بچتا تھا) اسے بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے اور تیرے لیے یہی کافی ہے، اور عنقریب اس کا ذکر سورۃ سبحان میں آئے گا، انہوں نے کہا ہے: اور آدمی کو عذاب نہیں دیا جاتا مگر واجب ترک کرنے پر اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی مکرم ومعظم ﷺ سے روایت بیان کی ہے آپ نے فرمایا: اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۹، ایضاً، حدیث نمبر ۳۴۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

دوسروں نے حضور نبی مکرم ومعظم ﷺ کے نماز میں اپنے نعلین مبارک اتارنے سے استدلال کیا ہے جب کہ حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مطلع کیا کہ ان میں قذر اور اذیت رساں شے لگی ہوئی ہے الحدیث۔ اسے ابو داؤد وغیرہ نے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے اس کا ذکر عنقریب سورۂ طٰہٰ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، انہوں نے کہا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ کیا جو آپ پڑھ چکے تھے تو یہ اس پر دلیل ہے اس کو زوال کرنا سنت ہے اور آپ کی نماز صحیح ہے اور کامل نماز کے حصول کے لیے آدمی نماز کا اعادہ کر سکتا ہے جب تک وقت موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور رہا قلیل وکثیر کے درمیان فرق تو یہ بغلی درہم کی مقدار کے برابر ہے (یعنی بڑے دراہم وہ ہیں جن کی دینار کی گولائی کی مقدار کے برابر ہو) اور اسے دبر کے حلقہ پر قیاس کیا گیا ہے۔ یہ دو وجہوں سے فاسد ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ مقداریں قیاس سے ثابت نہیں ہوتیں لہٰذا یہ مقدار قبول نہیں کی جائے گی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دبر کے بارے میں اس میں جو تخفیف کی گئی ہے وہ ضرورت اور حاجت کے سبب رخصت ہے اور حاجت اور رخصتوں پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ قیاس سے خارج ہیں پس انہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔ (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۶)

بَابُ الرَّجُلِ يَدْلُكُ يَدَهُ بِالْاَرْضِ اِذَا اسْتَنْجٰی

باب: استنجاء کے بعد آدمی کا اپنا ہاتھ زمین پر مل لینا

45- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ - وَهٰذَا لَفْظُهٗ - ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي الْمُخَرِّمِيَّ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ شَرِيْكٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ جَرِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ، اَتَيْتُهٗ بِمَاءٍ فِيْ تَوْرٍ اَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجٰى.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: فِيْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ: ثُمَّ مَسَحَ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ، ثُمَّ اَتَيْتُهٗ بِاِنَاءٍ آخَرَ فَتَوَضَّاَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَحَدِيْثُ الْاَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ اَتَمُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو میں پتھر کے برتن یا چھاگل میں؟ پانی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آجاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذریعے استنجاء کر لیتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے وکیع کی حدیث میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک زمین پر ملتے پھر میں دوسرا برتن لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر لیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسود بن عامر کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

45- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف، شريك - وهو ابن عبد الله النخعي - سيء الحفظ، وباقي رجاله ثقات. ابراهيم بن خالد: هو ابو ثور الفقيه صاحب الشافعي، ووكيع: هو ابن الجراح، وابو زرعة: هو ابن عمرو بن جرير. واخرجه بنحوه النسائي (48)، وابن ماجه (358) و (473) من طريق شريك، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (8104)، و "صحيح ابن حبان" (1405). وفي الباب حديث عائشة عند ابن ماجه (354) قالت: ما رايت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - خرج من غائط قط الا مس ماء. واسناده صحيح. وصححه ابن حبان (1441). وعن انس بن مالك قال: كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يدخل الخلاء فاحمل انا وغلام اداوة من ماء وعنزة يستنجي بالماء. اخرجه البخاري (150) و (152)، ومسلم (271).

استنجاء کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے سائنسی وطبی فوائد

:1 رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔ قضائے حاجت کے لیے چل [illegible] جانا بہت زیادہ بہتر ہے۔ سائنس اور طب کی رو سے چند حقائق ملاحظہ فرمائیں۔ اس وقت جدید سائنس زیادہ چلنے پر زور دے رہی ہے حتیٰ کہ امریکہ کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں یہ بات نمایاں لکھی ہوئی ہے:

"پاؤں پہلے پیدا ہوا یا پہیہ؟"

ظاہر ہے کہ پاؤں پہلے پیدا ہوا، اس مقولے کا مقصد قوم کو زیادہ سے زیادہ پیدل چلنے کی دعوت دینا ہے۔ [illegible] ایک ماہر نے نکتے کی بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"جب سے شہر پھیلنے لگے ہیں، آبادی بڑھنے لگی ہے اور کھیت ختم ہونے لگے ہیں، اس وقت سے اب تک امراض کی بہتات ہوگئی ہے۔ کیونکہ جب سے دور چل کر قضائے حاجت کرنا چھوڑ دیا ہے اس وقت سے اب تک قبض، گیس، تبخیر اور جگر کے امراض بڑھ گئے ہیں"

چلنے سے آنتوں کی حرکات تیز ہو جاتی ہیں، جس کی وجہ سے قضائے حاجت تسلی بخش ہوتی ہے۔ آج کل نام [illegible] میں پیشاب کرتے ہیں اور باہر چل کر نہیں جاتے، اسی لیے آج حاجت غیر تسلی بخش ہوتی ہے، جس کی وجہ سے [illegible] زیادہ وقت گزارنا پڑتا ہے۔

:2 رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے کچی اور نرم زمین کا انتخاب فرماتے تھے۔ اس میں بھی بہت زیادہ سائنسی فوائد ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔ لیول پاول اپنی کتاب "اُصول صحت" میں لکھتا ہے:

"انسانیت کی بقا مٹی سے ہے اور فنا بھی مٹی ہے۔ جب سے مٹی پر قضائے حاجت چھوڑ کر ہم نے سخت زمین (فلش، [illegible] ڈبلیوسی وغیرہ) استعمال کرنا شروع کی ہے، اس وقت سے اب تک مردوں میں جنسی کمزوری اور پتھری کا رجحان بڑھ گیا ہے [illegible] کے اثرات پیشاب کے غدود پر پڑتے ہیں"۔

دراصل جب آدمی کے جسم سے فضلات نکلتے ہیں تو مٹی ان کے جراثیم اور تیزابی اثرات جذب کر لیتی ہے۔ جبکہ فلش وغیرہ اس کیفیت سے عاری ہیں۔ اس لیے وہ تیزابی اور جراثیمی اثرات دوبارہ ہمارے جسم پر براہ راست پڑتے ہیں اور جسم انسانی صحت سے مرض کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ ایک اور ماہر طب لکھتے ہیں۔

نرم اور بھربھری زمین ہر چیز کو جذب کر لیتی ہے۔ چونکہ پیشاب اور پاخانہ جراثیمی فضلات ہیں اس لیے یہ [illegible] کہ اس کو جذب کرنے اور اس کے چھینٹے اُڑ کر بدن اور کپڑوں پر پڑنے کو روکے۔

جبکہ یہ کیفیت فلش (ٹائلٹ) میں نہیں ہوتی۔ وہاں بھی چھینٹوں کا احتمال رہتا ہے اور [illegible] جذب [illegible] صلاحیت اس میں نہیں۔ فلش میں پیشاب کرنے کی وجہ سے فضلے کے بخارات جذب نہیں ہو پاتے اور فضلے سے [illegible] بخارات صحت کے لیے مضر ثابت ہوتے ہیں۔ اس مغربی تہذیب نے "کموڈ" [illegible] جا بیٹھیں اور پاخانہ یا پیشاب کرتے ہیں۔ کموڈ کو استعمال میں لا کر آدمی اچھی طرح فراغت حاصل نہیں [illegible]

کموڈ کو استعمال کرنے کے بعد علیحدہ طریقہ ہے۔ اسی کموڈ کی وجہ سے پاخانہ صحیح خارج بھی نہیں ہو پاتا کہ انتڑیوں میں پھنسا رہتا ہے نیز کموڈ کو استعمال کرنے کے بعد علیحدہ جگہ پر بیٹھ کر شرمگاہ کو دھونا پڑتا ہے۔ ڈبلیوسی پر قضائے حاجت کرنے سے کئی ایک مہلک امراض لاحق اور کئی ایک نقائص انسانی جسم میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

ڈبلیوسی پر بیٹھ کر قضائے حاجت کرنے سے اعصابی تناؤ اور کھچاؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے جسم انسانی امتڑب ہونے کا غالب امکان ہے۔

ڈبلیوسی (W.C) کی مدد سے پاخانہ کرنے کی وجہ سے حاجت بھی غیر تسلی بخش ہوتی ہے جو کہ انتہائی پیچیدہ بیماریوں کو جنم دیتی ہے جیسے قبض، تبخیر، معدے کی جلن، شرمگاہ کی خارش، شرمگاہ کی جلن، گیس اور بواسیر وغیرہ۔

ڈبلیوسی پر قضائے حاجت کرنے کے لیے کرسی کی طرح بیٹھنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے پاخانے کا صحیح اور طبعی اخراج ممکن نہیں ہو پاتا اور فضلہ بڑی آنت میں اٹک کر رہ جاتا ہے۔ جو بے شمار بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔

ڈبلیوسی پر قضائے حاجت کے باوجود بعد میں پیشاب کے قطرے گرنے کا غالب امکان رہتا ہے اور قطرات گرنے سے خارش اور دوسری کئی متعدی امراض وجود میں آتی ہیں۔

ڈبلیوسی کی مدد سے قضائے حاجت کرنے سے آنتوں اور معدے پر زور نہیں پڑتا جس کی وجہ سے معدے اور آنتوں کے بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے معدے کی جلن، بدہضمی اور معدے کا السر وغیرہ۔

یہ جدیدیت کی پہچان ڈبلیوسی وضع جسم کی فطری کیفیت کے خلاف ہے۔ جب سنت کے مطابق قضائے حاجت کی جاتی ہے تو اس وقت دماغ پورے جسم کو ڈھیلے رہنے اور پاخانے کے مقام کو پاخانہ خارج کرنے کا حکم ارسال کرتا ہے۔ لیکن ڈبلیوسی استعمال کرنے سے پورا جسم ڈھیلا نہیں ہو پاتا اور پاخانہ کا مقام بھی کسا رہتا ہے جس کی وجہ سے بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے نہایت مفید ہیں بلکہ کسی مذہب میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ جب تک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ طہارت نہ اپنایا جائے گا تو طہارت واستنجاء کا اصل مقصد پورا نہیں ہوگا۔ رسول اللہ نے کس قدر خوبی کے ساتھ انسان کو طہارت و پاکیزگی کا نظام عطا فرمایا کہ آج طبی ماہرین بھی یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ

"واقعی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم والا نظام طہارت بے مثل و بے مثال ہے اور رسول اللہ (?) کے بتائے اور اپنائے ہوئے طریقے نہایت مفید ہیں"

بہر حال فلش سسٹم فطری انداز اور طریقے کے قریب تر ہے۔ اسی لیے اس کے نقصانات کموڈ اور ڈبلیوسی سے بہت کم ہیں۔ لیکن جو فوائد کچی زمین اور نرم مٹی پر حاجت کرنے کے ہیں وہ یہاں میسر نہیں ہو سکتے، چونکہ مٹی اور میدان ہر جگہ میسر نہیں اس لیے فلش بہر حال بہتر ہے۔

:3 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں کشادہ کر کے اور بائیں پاؤں پر زور دے کر خاموشی سے سر جھکائے فراغت حاصل کرتے تھے۔ اس طریقے میں بھی سائنسی و طبی فوائد ہیں۔ ان میں چند ملاحظہ فرمائیں۔ فزیالوجی کے ایک سینیر پروفیسر کہتے ہیں:

"میں مراکش میں تھا۔ ایک یہودی ڈاکٹر کے پاس بخار کی دوائی کے لیے جانا پڑا۔ ڈاکٹر کافی بوڑھا تھا۔ جب میں نے اپنا نام

لکھوایا تو وہ کہنے لگا:

"کیا تم مسلمان ہو؟"

میں نے کہا: "جی ہاں! میں مسلمان ہوں"۔ یہودی ڈاکٹر کہنے لگا:

"اگر ایک طریقہ جو خود تمہارے نبی ﷺ کا ہے، زندہ ہو جائے تو لوگ کئی امراض سے بچ جائیں"

میں حیران ہوا اور میں نے پوچھا:

"ڈاکٹر! وہ کون سا طریقہ ہے؟"، یہودی ڈاکٹر نے کہا:

"وہ قضائے حاجت کا طریقہ ہے۔ اگر قضائے حاجت کیلیے اسلامی طریقے پر بیٹھا جائے تو اپنڈے سائٹس، دائمی قبض، بواسیر اور گردوں کے امراض پیدا ہی نہیں ہوں گے۔ اگر مسلمان اپنے نبی کریم ﷺ والا طریقہ حاجت اپنائیں گے تو وہ ان تمام بیماریوں سے بچ جائیں گے"

پروفیسر صاحب کہتے ہیں:

"میں اپنے نبی کریم ﷺ کے اس طریقے سے واقف نہ تھا۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے علم دین کو تھوڑا سا وقت بھی نہ دیا کہ اتنے اہم اور ضروری مسائل ہی سیکھ لیتا۔ اس وقت مجھے اس طریقے سے شناسائی کا اشتیاق ہوا۔ میں نے اس یہودی ڈاکٹر سے تو نہ پوچھا، ہاں مراکش میں ہی ایک عالم دین تھے۔ میں ان کے پاس حاضر ہوا اور ان سے طریقہ دریافت کیا۔ جب انہوں نے مجھے وہ طریقہ بتایا اور سمجھایا تو میں نے فی الفور اس پر عمل شروع کر دیا۔ پہلے پہل تو مجھے کچھ دقت ہوئی لیکن اس کے فوائد جلد ہی میری سمجھ میں آ گئے اور اس وقت سے اب تک میں حاجت کے لیے وہی طریقہ استعمال کرتا ہوں جو میرے نبی ﷺ نے تعلیم فرمایا تھا"

جدید سائنس حضور ﷺ کی اس قضائے حاجت کے طریقے پر مسلسل ریسرچ کر رہی ہے اور اب تو غیر مسلم سائنسدان بھی یہ کہتے ہیں:

"صحت و زندگی کی بقا اور خوشحالی کے لیے پیغمبر اسلام ﷺ کے حاجت والے طریقے سے بڑھ کر کوئی طریقہ نہیں۔ پیغمبر اسلام ?)) کے اس طریقے پر عمل کرنے سے گیس، تبخیر، بدہضمی، قبض اور گردوں کے امراض واقعی کم ہو جاتے ہیں اور مستقل آپ ?)) والا طریقہ اپنا کر ان امراض کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے"

:4 رسول اللہ ﷺ استنجاء کے لیے پہلے ڈھیلے استعمال فرماتے اور ڈھیلے طاق عدد میں استعمال فرماتے تھے۔ اس سنت مبارکہ میں بھی کئی سائنسی اور طبی فوائد ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

جدید سائنس کی ریسرچ کے مطابق مٹی میں نوشادر اور اعلی درجے کے دافع تعفن اجزاء موجود ہیں۔ چونکہ پاخانہ اور پیشاب سارے کا سارا فضلہ ہوتا ہے اور جراثیموں سے لبریز ہوتا ہے اس لیے اس کا جلدِ انسانی کو لگنا انتہائی نقصان دہ ہے۔ اگر اس کے کچھ اجزاء جلد پر چپک جائیں یا ہاتھ پر رہ جائیں تو بے شمار امراض کے پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ڈاکٹر ہلوک لکھتے ہیں:

"ڈھیلے کے استعمال نے سائنسی اور تحقیقی دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال رکھا تھا لیکن اب یہ حقیقت سامنے آ گئی ہے کہ مٹی کے تمام اجزاء جراثیموں کے قاتل ہیں۔ جب ڈھیلے کا استعمال ہوگا تو پوشیدہ اجزاء پر مٹی لگنے کی وجہ سے ان پر بیرونی طور پر چمٹے ہوئے

تمام جراثیم مر جائیں گے۔ بلکہ تحقیقات نے تو یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ مٹی کا استعمال شرمگاہ کو کینسر سے بچاتا ہے۔ میں نے ایسے مریضوں کو جن کی شرمگاہ پر زخم تھے اور خراش بھی پڑ گئی تھی، مستقل مٹی استعمال کرائی اور انہیں مٹی سے استنجاء کرنے کو کہا تو مریض حیرت انگیز طریقے سے صحت مند ہو گئے"

الغرض میرا، تمام محقق سائنسدانوں اور اطباء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ مٹی سے بنا ہوا انسان پھر مٹی سے عافیت پائے گا۔ چاہے دنیا کے تمام فارمولے استعمال کر لے اس کو فقط پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں ہی سے بیماریوں سے تحفظ ملے گا۔

آج کل استنجاء اور طہارت کے لیے ٹشو پیپر یا پھر ٹائلٹ پیپر کا استعمال کیا جاتا ہے اور لوگ بڑے شوق سے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ ٹائلٹ پیپر سے اچھی طرح صفائی نہیں ہوتی۔ کچھ نہ کچھ گندگی جسم پر باقی رہ جاتی ہے جو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر غسل کی بھی حاجت ہو تو انسان اسی طرح ٹائلٹ پیپر سے باقی ماندہ گندگی کیساتھ ہی پانی میں بیٹھ جاتا ہے جس سے نہ صرف وبائی امراض بڑھتے ہیں بلکہ ٹب کا سارا پانی بھی پلید اور گندا ہو جاتا ہے جو کہ غسل کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اگر پھر بھی انسان اس سے نہالے تو اس کا سارے کا سارا جسم ناپاک اور گندا ہو جاتا ہے۔ یہ مغربی تہذیب کا انسان کے حق میں نقصان ہے جو کسی بھی مسلمان کو ہرگز گوارہ نہیں ہونا چاہیے۔

ٹائلٹ پیپر بنانے والی فیکٹری کے ایک ملازم سے ایک ڈاکٹر اور ماہر طب کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس ملازم سے پوچھا کہ کیا اس نرم و ملائم اور لطیف ٹائلٹ پیپر کی تیاری میں کوئی خطرناک کیمیکل استعمال ہوتا ہے؟ تو ملازم نے کہا کہ:

"ڈاکٹر صاحب! اس کے بنانے میں بے شمار کیمیکل استعمال ہوتے ہیں۔ بعض کیمیکل تو انتہائی مہلک ہیں جن سے جلدی امراض، ایگزیما اور جلد میں رنگت کی تبدیلی کے امراض پیدا ہو سکتے ہیں"۔

اس وقت تمام یورپ ٹائلٹ پیپر استعمال کر رہا ہے۔ پچھلے دنوں اخبارات نے اس خبر کو شائع کیا کہ اس وقت یورپ میں شرمگاہ کے مہلک امراض خاص طور پر شرمگاہ کا کینسر تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس کے سدباب کے لیے جب تحقیقی بورڈ بیٹھا تو اس بورڈ کی رپورٹ صرف دو چیزوں پر مشتمل تھی۔ بورڈ کا کہنا ہے کہ یہ مہلک امراض اور شرمگاہ کا کینسر نطلنے کی صفائی کے لیے ٹائلٹ پیپر کا استعمال کرنے اور پانی استعمال نہ کرنے کی وجہ سے بڑھ رہا ہے۔ ایک یورپین ڈاکٹر" کینن ڈیوس "نے پوری یورپی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اگر تم اسی طرح زندگی گزارتے رہے کہ غلاظت اور پاخانہ کے مقام کو پانی کی بجائے ٹائلٹ پیپر سے صاف کرتے رہے تو پھر تم بہت جلد شرمگاہ کا کینسر، بھگندر یا ناسور، پھپھوند کے امراض اور جلد انفیکشن کے امراض کا شکار ہو جاؤ گے"

یورپ کا یہ تحفہ ہمارے لیے بہتر ہے یا نقصان دہ، فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ یورپین استنجاء کے لیے صرف ٹائلٹ پیپر پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور پانی استعمال نہیں کرتے، اسی لیے ٹائلٹ پیپر ان کے لیے مہلک ثابت ہوتا ہے لیکن اگر ٹائلٹ پیپر کے استعمال کے بعد پانی بھی استعمال کیا جائے تو اس کے مضر اثرات نہ ہونے کے برابر ہو جائیں۔

5: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء کے لیے پہلے مٹی کے ڈھیلے اور پھر پانی استعمال فرماتے تھے۔ خالی پانی سے بھی استنجاء کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حدیث اقدس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"پانی سے استنجاء کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہے"۔ (صحیح مسلم۔ باب: صال الفطر ۲)
پانی کائنات کی عظیم نعمت ہے۔ یہ ہر غلاظت کو طہارت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اسلام نے نظام طہارت کو اتنا اعلیٰ اور پاک بنا دیا ہے کہ اس کو مانے بغیر چارہ نہیں۔ ہم کیا غیر مسلم سائنسدان اور اطباء بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ جانسٹن مستشرق کا کہنا ہے:

"اسلام پاکیزگی اور صفائی کا مذہب ہے۔ تمام مذاہب اس سے اپنی پاکیزگی کا باب پورا کرتے ہیں۔ اسلام کا طریقہ استنجاء بھی بے مثال ہے کہ اس سے جسم پر گندگی کا ذرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر کسی جسم کو پانی لگائے بغیر صاف کیا جائے تو تجربات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ جسم کا حصہ کبھی بھی صاف نہیں ہوگا بلکہ مختلف بیماریوں کا پیش خیمہ بن جائے گا۔ پھر پانی کے استعمال سے تو جسم کے اس حصے (شرمگاہ) کا درجہ حرارت نارمل ہو جاتا ہے، جو کہ نہایت مفید ہے کہ اس سے بواسیر وغیرہ نہیں ہوتے پاتی۔ اگر پانی استعمال نہ کیا جائے تو حاجت کے وقت مخصوص اعضاء کے علاوہ تمام اعضائے جسم کا درجہ حرارت بھی بڑھ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان مختلف بے شمار امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔

ممنوعاتِ استنجاء کے سائنسی وطبی فوائد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب سے بچنے کے بارے میں پرزور احکامات ارشاد فرمائے۔ اس کے علاوہ پیشاب کو روکنے، کھڑے اور چلتے پانی میں پیشاب کرنے، راستہ میں پیشاب کرنے، سایہ دار اور پھلدار درخت کے نیچے پیشاب کرنے، ہوا کے رخ پیشاب کرنے، بل اور سوراخ میں پیشاب کرنے، غسل خانے میں پیشاب کرنے، کھڑے ہو کر پیشاب کرنے، لید، گوبر، ہڈی سے استنجاء کرنے اور قبلہ رخ منہ یا پیٹھ کر کے پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

نیز طہارت کیلئے دایاں ہاتھ پانی ڈالنے اور بائیں ہاتھ سے صفائی کرنے، قضائے حاجت کے بعد کسی چیز (صابن یا مٹی) سے ہاتھ دھو لینے اور قضائے حاجت کرتے ہوئے پردے کا سخت خیال رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ان تعلیمات کے بے شمار سائنسی اور طبی فوائد ہیں۔ ان تعلیمات میں سے ہر ایک کے مختصر مختصر چند فوائد بیان کیے جاتے ہیں۔

:1 احادیث میں کثرت کے ساتھ پیشاب سے نہ بچنے پر وعیدیں آئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"پیشاب سے بچو کیونکہ اکثر عذاب قبر پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے"

مستشرق "ڈاکٹر جانسٹن" کہتا ہے:

"رانوں کی خارش اور پھنسیوں، پیڑو کی جلد کا ادھڑنا، سرینوں اور اس کی اطراف کی الرجی اور عضو خاص کے زخم کے مریض جب بھی میرے پاس آتے ہیں تو میرا ان سے پہلا سوال یہی ہوتا ہے کہ "کیا وہ پیشاب سے بچتے ہیں؟"، ان میں سے اکثر پیشاب سے نہیں بچتے اور پھر لا علاج اور مشکل امراض لے کر میرے پاس آتے ہیں"۔

جینز اور پینٹ کی زنجیری اور بٹن کھول کر پیشاب کرنے اور پھر بغیر استنجاء کے فوراً باندھ لینے کی صورت میں پیشاب کے قطرات اعضائے جسم پر گرتے رہتے ہیں جس سے جلدی امراض اور دیگر بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں

:2 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کو روکنے سے منع فرمایا اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

"پیشاب اگر سواری پر آ جائے تو اسی وقت دیر کیے بغیر سواری کو روکے اور پہلے پیشاب کرے۔ اسی طرح اگر جماعت کا وقت ہو گیا ہے اور پیشاب آ گیا ہے تو پہلے پیشاب کرے، پھر وضو اور پھر جماعت کے ساتھ ملے۔ کسی کام کو کرتے ہوئے پیشاب آ جائے تو پہلے پیشاب سے فراغت حاصل کرنی چاہیے"۔

پیشاب کو نہ روکنے اور بروقت پیشاب کر دینے کے درج ذیل طبی فوائد ہیں:

میڈیکل کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ جب بھی پیشاب یا پاخانہ آ جائے تو اسی وقت اس سے فراغت حاصل کی جائے۔ میڈیکل نے حاجتِ ضروریہ پیشاب اور پاخانے کو روکنے سے منع کیا ہے۔ میڈکل فیلڈ کے ساتھ تعلق رکھنے والے سپیر کہتے ہیں:

"حاجتِ ضروریہ کو روکنا گونا گوں بے شمار امراض کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ اس میں زیادہ نقصان دماغ، معدہ، اعصاب اور گردوں کو ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو حاجتِ ضروریہ کے روکنے سے قے اور چکر شروع ہو جاتے ہیں جو کہ نہایت ہی مضر ثابت ہوتے ہیں"۔

:3 رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب اور پاخانہ کرنے سے منع فرمایا۔ اس کے طبی اور سائنسی فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

کنواں، تالاب، جوہڑ اور جھیل جیسے کھڑے پانی میں اگر قضائے حاجت کی جائے گی تو پانی میں جراثیموں کے داخل ہونے سے تمام پانی آلودہ اور خطرناک امراض کا سبب بن جائے گا۔ اب اگر کوئی ذی روح (پرندے، جانور یا انسان وغیرہ) اس پانی کو پیئے گا تو وہ کئی ایک مہلک امراض کا شکار ہو جائے گا مثلاً تپ محرقہ، ٹائی فائیڈ، جراثیمی یرقان، آنتوں کے کیڑوں کے انڈے کی پیدائش، پیراسائٹ اور طفیلی کیڑوں کی پیدائش وغیرہ۔

اس کے علاوہ کھڑے پانی میں پیشاب کرنے والا خود بھی کئی بیماریوں کا شکار ہو سکتا ہے مثلاً پیشاب کے چھینٹے اڑنے کی وجہ سے ایک قسم کی بھاپ اٹھتی ہے جو پیشاب کرنے والے کو کئی بیماریوں میں مبتلا کر سکتی ہے۔ اس بھاپ سے سونگھنے کی قوت سلب ہو سکتی ہے، آدمی آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہو سکتا ہے اور دماغ و گلے پر بھی گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔

:4 رسول اللہ ﷺ نے چلتے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ اس کی سائنسی اور طبی وجہ ملاحظہ فرمائیں:

چلتا پانی جیسے دریا، نہریں اور نالے کیونکہ قریہ قریہ سیکڑوں کر جاتے ہیں۔ کئی انسان اور جانور اس پانی سے نفع لیتے ہیں۔ اگر فضلے کی وجہ سے یہ پانی آلودہ ہو جائے تو چلتے چلتے جراثیم کا گڑھ بن جاتا ہے اور بیماریاں پھیلاتا جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی اس نہر یا نالے وغیرہ کو پار کرنے کے لیے پانی سے گزرے گا تو اس کا جتنا جسم پانی میں جائے گا اس کو نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس پانی سے الرجی، پھوڑے، پھنسیاں اور وبائی خارش وغیرہ بھی پھیلتی ہے۔ اس کے علاوہ جب کوئی شخص چلتے پانی میں پیشاب کرے گا تو اس سے بو اُٹھے گی جو کہ دماغ اور پھیپھڑوں کے لیے انتہائی مضر ہے۔

:5 رسول اللہ ﷺ نے گزرگاہوں اور راستوں میں پیشاب کرنے سے بڑی سختی سے منع فرمایا۔ اس کے طبعی، طبی اور سائنسی فوائد درج ذیل ہیں:

راستے سے ہر کوئی گزرتا ہے اور جب راستے میں پیشاب کیا جاتا ہے تو پیشاب کی بو اور جراثیم فضاء میں معلق ہو جاتے ہیں اور ہوا کی وجہ سے اس راستے سے گزرنے والوں کے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جس سے سانس کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ پیشاب کی بو اور جراثیم سے آلودہ ہوا اگر انسان کے اندر پہنچ جائے تو دل، جگر اور پتے کی بیماریوں کا بھی شکار بنا سکتی ہے۔

:6 احادیث اور فقہ میں سایہ دار اور پھلدار درخت کے نیچے پیشاب کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس کے چند طبی اور سائنسی فوائد یہ ہیں:

سایہ دار درخت لوگوں کے قیام اور سکون کی جگہیں ہیں۔ یہاں فضلہ کرنا انتہائی برا ہے اور اس سے یقیناً برے اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ اس درخت کے سائے میں بیٹھنے والے کئی قسم کی وبائی امراض کا شکار ہو سکتے ہیں۔ نیز پھلدار درخت سے گرنے والا پھل بھی گندگی سے آلودہ ہو کر قابل استعمال نہ رہے گا۔

:7 احادیث اور فقہ میں ہوا کے رُخ پر پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے طبی و سائنسی فوائد درج ذیل ہیں۔

اگر ہوا کے رخ پیشاب کیا جائے تو ہوا کے دباؤ کی وجہ سے وہ پیشاب اُڑ کر جسم، چہرے اور کپڑوں پر پڑیگا جس سے جسم اور کپڑے پلید ہو جائیں گے۔ نیز اس پیشاب کے جراثیم بھی مساموں کے راستے سے جسم میں داخل ہو کر الرجی، خارش، خناز، خون اور کئی اور جلدی امراض پیدا کریں گے۔ آنکھوں میں پڑنے سے آنکھیں سوج جائیں گی، سرخ ہو جائیں گی۔ علاوہ ازیں آنکھوں میں خارش ہونے اور پانی کے بہنے کے ساتھ ساتھ کئی وبائی بیماریاں بھی لاحق ہو سکتی ہیں۔ اور اگر ہوا کی وجہ سے پیشاب اُڑ کر منہ میں چلا گیا تو اس سے منہ کی بیماری لاحق ہونے کے ساتھ ساتھ منہ کا فالج بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ منہ میں زخم، مسوڑھوں میں پیپ اور دانتوں کی بیماری بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ زبان اور گلہ بھی بری طرح متاثر ہو سکتا ہے۔

:8 حضور نبی کریم ﷺ نے بل اور سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا اس کے بھی بے شمار سائنسی اور طبی فوائد ہیں۔ مثلاً

اگر زہریلے جانور کے بل میں پیشاب کیا گیا تو اس جانور کے باہر نکل کر نقصان پہنچانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ بعض زمینیں کلر زدہ اور شورہ زدہ ہوتی ہیں اور ان کے بلوں اور سوراخوں میں تیزاب اور شورہ کے مادے جمع ہوتے ہیں۔ اگر ان میں پیشاب کیا گیا تو پیشاب چونکہ خود ایک تیزاب ہے اور جب ایک تیزاب دوسرے تیزاب سے ملے گا تو زہریلے بخارات اُٹھ کر جسم انسانی کو نقصان پہنچائیں گے۔

:9 رسول اللہ ﷺ نے غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے کہ اس سے بے شمار وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

"غسل کی جگہ پیشاب نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے عقل اور ذہن پر اثر پڑتا ہے، یادداشت کمزور ہو جاتی ہے اور آدمی کئی وسوسوں میں پھنس کر شیطان اور بیماری کا شکار ہو جاتا ہے"۔

ایک سائنسی میگزین بنام "سائنس اور صحت" میں لکھا ہے:

"غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے شہوت نفاسیہ کی زیادتی ہوتی ہے اور اس سے معاشرتی مہلکات پیدا ہوتے ہیں۔ غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے انسان نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے گردے میں پتھری پیدا ہوتی ہے۔ بہرحال غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے اور بھی بہت سے نقصانات کا قوی اندیشہ ہے"

:10 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ چونکہ پیشاب جراثیموں سے پُر ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں بعض امراض (سوزاک، آتشک، گردوں کا جراثیمی انفیکشن وغیرہ) کی وجہ سے پیپ بھی موجود ہوتی ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس کے چھینٹے بدن اور لباس کو آلودہ کر دیتے ہیں جس سے کئی امراض وجود میں آسکتے ہیں۔ اس طرح پیشاب کرنے سے غدہ قدامیہ پر برا اثر پڑتا ہے اور وہ متورم ہو کر بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے پیشاب بند ہو جاتا ہے قطرہ قطرہ آتا ہے اور دھار بھی پتلی ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی امراض جنم لے سکتے ہیں۔

:11 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ لید میں بے شمار مہلک جراثیم ہوتے ہیں کیونکہ یہ ایک جانور کا فضلہ (پاخانہ) ہے اور ہر پاخانہ جراثیموں سے پُر ہوتا ہے۔ لید میں تشنج اور تپ محرقہ کے جراثیم بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر لید سے استنجاء کیا جائے تو وہ جراثیم جسم میں منتقل ہو کر بیمار کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس سے شرمگاہ کو بھی بہت سے بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔ جیسے خارش، جلن، پیپ کا پڑھنا اور شرمگاہ کا کینسر وغیرہ۔

ہڈی سے جب گوشت کھا کر پھینک دیا جاتا ہے تو اس کو جانور کھاتے ہیں۔ بعض جانوروں کے لعاب میں خطرناک جراثیم ہوتے ہیں مثلاً کتے کے لعاب میں ایک خاص جرثومہ ہوتا ہے جو اس کی کھائی ہوئی ہڈی پر لعاب کے ساتھ منتقل ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ ہڈی پر مٹی، گرد و غبار اور گندگی وغیرہ جم جاتی ہے اس گرد و غبار میں گوناگوں جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اب اگر یہ ہڈی استنجاء کیلیے استعمال کی جائے گی تو دیگر جراثیموں کے ساتھ ساتھ کتے کا خاص جرثومہ بھی جسم میں منتقل ہو جائے گا جس سے فسادِ خون، دل جگر، پتا، انتڑیوں اور معدے کے امراض لاحق ہو سکتے ہیں۔

:12 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق قبلہ کی طرف تھوکنا، پیشاب کرتے ہوئے پیٹھ اور منہ کرنا منع ہے۔ اس میں بھی کئی ایک طبی وسائنسی فوائد ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر" ڈارون "، ڈاکٹر "لیڈبیٹر" اور ڈاکٹر" الیگزنڈر" کی تحقیق کے مطابق" کاسمک ورلڈ" کا نظام انسانی زندگی پر حاوی ہے۔ خانہ کعبہ کے چاروں طرف سے نکلنے والی مثبت شعاعیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پیشاب، پاخانہ اور تھوک جو کہ خالص منفی شعاعیں ہیں کعبہ کی طرف ڈالنے سے آدمی کے لیے مسلسل نقصان کا باعث بنیں گی۔ مشہور پیراسائیکالوجسٹ ڈاکٹر کامن ہیم نے اس بات کو اپنی تحقیقی زندگی کا حصہ بنایا ہے کہ مسلمانوں کے کعبہ کی طرف سے مسلسل مثبت شعاعیں پوری کائنات میں پھیل رہی ہیں اور اس طرح منفی شعاعوں (تھوک، پیشاب اور پاخانہ وغیرہ) کا رجحان ضرر کا باعث ہے۔

:13 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ:

"طہارت کے لیے پانی دائیں ہاتھ سے ڈالو اور صفائی کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کرو۔ خبردار دایاں ہاتھ استنجاء کے لیے استعمال نہ کرو۔ جب کوئی شخص قضائے حاجت کیلیے جائے تو اپنی شرمگاہ کو بھی اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے"۔ (متفق علیہ)

استنجاء فقط بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ اسکی کئی وجوہات ہیں۔ دائیں ہاتھ سے مثبت اور بائیں ہاتھ سے منفی شعاعیں نکلتی ہیں۔ اگر استنجاء کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تو جسم کا شعاعی نظام بگڑ جائے گا اور اس کے بداثرات دماغ اور حرام مغز پر پڑیں گے۔ چیز کھانے کیلیے چونکہ دایاں ہاتھ استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اگر استنجاء کے لیے بھی دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تو پھر کھانا کھاتے وقت مادہ نفرت کے پھیلنے کا ڈر ہے۔

14: قضائے حاجت کے بعد رسول اللہ ﷺ ہمیشہ مٹی پر ہاتھ رگڑ رگڑ کر دھوتے تھے۔ اس میں بھی بے شمار طبی فوائد ہیں۔ مثلاً ہم مختلف اشیاء کو ہاتھوں سے ہی پکڑتے ہیں نیز ہاتھ ننگے رہتے ہیں اور اس طرح ہاتھوں پر مختلف بیماریوں کے جراثیم یا مختلف کیمیکلز موجود رہتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں کو آلودہ کر دیتے ہیں۔ اگر ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھا لیا جائے، کھانے والے برتن میں ہاتھ داخل کر دیے جائیں، کلی کر لی جائے یا ناک میں پانی ڈال لیا جائے تو یہ جراثیم با آسانی ہمارے کھانے، منہ یا ناک کے ذریعے جسم کے اندر جا سکتے ہیں اور جسم کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اسی لیے دنیا بھر میں ہاتھ دھونے پر بہت زور دیا جا رہا ہے تاکہ مختلف آلائشیں ہمارے جسم کے اندر منتقل نہ ہو سکیں۔

جب ہم ہاتھ دھوتے ہیں تو انگلیوں کے پوروں میں سے نکلنے والی شعاعیں ایک ایسا حلقہ بنا لیتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر دَور کرنے والا برقی نظام تیز ہو جاتا ہے اور برقی رَو ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ صحیح طریقہ پر ہاتھ دھونے سے انگلیوں میں ایسی لچک پیدا ہو جاتی ہے جس سے آدمی کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو کاغذ یا کینوس پر منتقل کرنے کی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ قضائے حاجت کے بعد ہاتھوں کو مٹی سے مَل مَل کر دھوتے تھے۔ چونکہ ہاتھوں کو جراثیم لگے ہوتے ہیں اور بعض جراثیم ایسے بھی ہوتے ہیں جو عام پانی سے ضائع نہیں ہوتے اس لیے ہاتھوں کو مٹی یا صابن وغیرہ سے صاف کر لینا ایک اہم سنت اور طبی و سائنسی اصول ہے۔ مٹی اعلیٰ درجے کی "انٹی سپٹک" ہے حتیٰ کہ اس میں کتے کے جراثیموں (جو کہ سب سے زیادہ قوی جراثیم ہوتے ہیں) کو بھی مار ڈالنے کی قوت و طاقت موجود ہوتی ہے، اس لیے یہ عام جراثیموں کو تو فوراً ہی ختم کر دیتی ہے۔ (شیخ احمد دیدات کی کتاب، اسلامی نظامِ زندگی)

بَابُ السِّوَاكِ

باب: مسواک کرنا

مسواک کے سنت ہونے کا بیان

تمام علماء کرام کے نزدیک سنت ہے مگر حنفیہ کے نزدیک خاص طور پر وضو کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وضوو نماز کے وقت مسواک کرنا مسنون ہے، نیز نماز فجر اور نماز ظہر سے پہلے بھی مسواک کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے، مسواک کرنے میں بڑی خیر و برکت اور بہت فضیلت ہے چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ مسواک کرنے کی فضیلت میں چالیس احادیث وارد ہوئی ہیں، پھر نہ صرف یہ کہ مسواک کرنا ثواب کا باعث ہے بلکہ اس سے جسمانی طور پر بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں چنانچہ مسواک کرنے

[illegible]

[illegible]

ہے اور [illegible] جاتے ہیں۔

ویسے تو ہر حال میں مسواک کرنا مستحب اور بہتر ہے مگر بعض حالتوں میں اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے مثلاً وضو کرنے کے وقت، قرآن شریف پڑھنے کے لئے، دانتوں پر زردی اور میل چڑھ جانے کے وقت اور سو کر اٹھنے، چپ رہنے، بھوک لگنے یا بدبودار چیز کھانے کے سبب منہ کا مزہ بگڑ جانے کی حالت میں مسواک زیادہ مستحب اور اولیٰ ہے۔ مسواک کرنے کے کچھ آداب بھی ہیں چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ کسی مجلس و مجمع میں اس طرح مسواک کرنا کہ منہ سے رال ٹپکتی ہو مکروہ ہے خصوصاً علماء اور بزرگوں کے قریب اس طرح مسواک کرنا مناسب نہیں ہے۔ مسواک کڑوے درخت مثلاً نیم وغیرہ کی ہونی چاہئے، پیلو کے درخت کی مسواک زیادہ بہتر ہے چنانچہ احادیث میں بھی پیلو کی مسواک کا ذکر آیا ہے۔

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ پیلو کی مسواک کی جائے مسواک کا سرا چھنگلیا کی طرف ہونا چاہئے اور مسواک کی لمبائی ایک بالشت کے برابر ہونی چاہئے، مسواک دانتوں کی چوڑائی پر کرنی چاہئے لمبائی پر مسواک نہ کی جائے کیونکہ اس طرح مسواک کرنے سے مسوڑھے چھل جاتے ہیں۔

مسواک کرنے کے وقت کے بارے میں اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ جب وضو شروع کیا جائے تو کلی کے وقت مسواک کرنی چاہئے مگر بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ وضو کرنے سے پہلے ہی مسواک کر لینی چاہئے، نیز مسواک کرنے میں مستحب ہے کہ مسواک دائیں طرف سے شروع کی جائے۔ اگر کسی آدمی کے پاس مسواک نہ ہو یا دانت ٹوٹے ہوئے ہوں تو ایسی حالت میں انگلی سے دانت یا مسوڑھوں کو صاف کرنا چاہئے یا اسی طرح مسواک کو نرم کرنے کے لئے اگر کوئی چیز نہ ملے اور ایسی شکل میں مسواک کرنا ممکن نہ ہو تو دانت کو ایسی چیزوں سے صاف کر لیا جائے جو منہ کی بدمزگی کو دور کر دیں جیسے موٹا کپڑا اور منجن وغیرہ یا صرف انگلی ہی سے صاف کر لے۔ (شرح مسلم نووی، کتاب طہارت، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مسواک کی تاکید کرنے کا بیان

46 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْفَعُهُ، قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ وَبِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

ح (۴۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:)

"اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اہل ایمان کو مشقت کا شکار کر دوں گا' تو میں انہیں عشاء کی نماز تاخیر سے ادا کرنے اور ہر نماز کے ہمراہ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

46- واخرجه مسلم (252)، والنسائي في "الكبرى" (3034)، وابن ماجه (690) من طريق سفيان بن عيينة، والبخاري (887)، والنسائي في "الكبرى" (6) من طريق مالك، كلاهما عن ابي الزناد، بهذا الاسناد. ورواية مالك مختصرة بذكر السواك، وكذا رواية مسلم، ورواية ابن ماجه مختصرة بذكر العشاء. واخرجه مختصرا بذكر السواك البخاري (7240) من طريق جعفر بن ربيعة، عن الاعرج، به. واخرجه ابن ماجه (287) مختصرا بذكر السواك، و (691) مختصرا بذكر العشاء من طريق سعيد المقبري، عن ابي هريرة. وهو في "مسند احمد" (7339)، و "صحيح ابن حبان" (1068). وانظر ما بعده.

شرح

عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنا مستحب اور بڑی فضیلت کی بات ہے اسی طرف یہ حدیث اشارہ کر رہی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میری امت دشواری میں مبتلا ہو جائے گی تو میں یہ فرض قرار دیتا کہ تمام مسلمان عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھا کریں" اب تاخیر کی حد کیا ہے؟

اس بارے میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ تہائی یا آدھی رات تک عشاء کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ دوسری بات آپ ﷺ مسواک کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اگر اس معاملہ میں بھی تنگی و مشکلات کا خوف نہ ہوتا تو اس بات کا اعلان کر دیتا کہ ہر نماز کے وقت یعنی ہر نماز کے وضو کے وقت مسواک کرنا فرض ہے۔

لیکن آپ ﷺ چونکہ امت کے حق میں سراپا رحمت و شفقت ہیں اس لئے آپ نے ان چیزوں کو فرض کا درجہ نہیں دیا کہ فرض ہونے کی شکل میں مسلمان تنگی اور تساہلی کی بناء پر ان فرائض پر عمل نہیں کر سکیں گے نتیجے کے طور پر گناہ گار ہوں گے، لہٰذا ان کو صرف مستحب ہی قرار دیا کہ اگر کوئی آدمی ان پر عمل نہ کرے اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور کوئی اللہ کا بندہ اس پر عمل پیرا ہو جائے تو یہ اس کے حق میں سراسر سعادت و نیک بختی کی بات ہوگی۔

مسواک کو ہر وقت ساتھ رکھنے کا بیان

47 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَرَأَيْتُ زَيْدًا يَجْلِسُ فِي الْمَسْجِدِ، وَإِنَّ السِّوَاكَ مِنْ أُذُنِهِ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ أُذُنِ الْكَاتِبِ، فَكُلَّمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ اسْتَاكَ

❁❁ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی اُمت کو مشقت کا شکار کر دوں گا' تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا"۔

ابو سلمہ کہتے ہیں: میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور ان کی مسواک ان کے کان میں اس جگہ رکھی ہوتی تھی جہاں کاتب کان پر قلم رکھتے ہیں وہ جب بھی نماز کے لئے اٹھتے تھے' تو مسواک کر لیتے تھے۔

مسواک بستر وغیرہ پر رکھنے کا بیان

حضرت حمید بن عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ کے ایک صحابی نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) جب کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھا تو (اپنے دل میں یا اپنے بعض احباب سے کہا) کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ (جب تہجد کے لئے اٹھیں گے تو آپ ﷺ) کو میں نماز کے وقت دیکھتا رہوں گا تا کہ میں آپ ﷺ کے افعال دیکھوں (اور پھر اسی

کے مطابق عمل کروں) چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کہ جسے عتمہ فرماتے ہیں پڑھ لی تو لیٹ گئے (اور کچھ دیر آرام کیا، پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کہ یہ آیت (ربنا ما خلقت ھذا باطلا) 3۔آل عمران: 191) پڑھی یہاں تک کہ آپ ﷺ اس آیت تک پہنچے (اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ١٩٤) 3۔ال عمران: 194) بے شک تو وعدے سے پھرا نہیں کرتا۔ پھر آپ ﷺ اپنے بستر کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں سے مسواک نکالی، اس کے بعد ایک چھاگل میں سے جو آپ ﷺ کے پاس رکھی ہوئی تھی (وضو کرنے یا مسواک تر کرنے کے لئے) پیالہ میں پانی نکالا پھر مسواک کرنے کے بعد (وضو کر کے یا پہلے کے وضو کے ساتھ نماز پڑھنے) کھڑے ہوئے اور (جب) آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی، میں نے (دل میں) کہا کہ جتنی دیر آپ سوئے تھے اتنی ہی دیر اب آپ ﷺ نے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ لیٹ گئے اور میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ جتنی دیر آپ ﷺ نے نماز پڑھی تھی اتنی ہی دیر سوئے، پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے اور جو کچھ پہلے کیا تھا وہی اب کیا یعنی مسواک وغیرہ کی اور جو کچھ (یعنی آیت مذکورہ) پہلے پڑھا تھا وہی اب پڑھا، رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر سے پہلے اسی طرح تین مرتبہ کیا۔"

(سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1183)

آیت پڑھنے کے سلسلے میں دو احتمال ہیں، ایک تو یہ کہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس رات کو مذکورہ آیت (اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ١٩٤) 3۔ال عمران: 194) تک ہی پڑھی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ نے یہ آیتیں آخر سورت تک پڑھی ہوں گی مگر سننے والے نے آیت (اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ١٩٤) 3۔ال عمران: 194) کے بعد کی آیتیں نہیں سنی ہوں گی۔ اسی طرح اس حدیث میں اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تطبیق بھی پیدا ہو جائے گی جس سے معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخر سورت تک تلاوت کی تھی۔

ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنے کا بیان

48 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قُلْتُ: أَرَأَيْتَ تَوَضُّؤَ ابْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا، وَغَيْرَ طَاهِرٍ، عَمَّ ذَاكَ؟ فَقَالَ: حَدَّثَتْنِيهِ أَسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي عَامِرٍ، حَدَّثَهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرَ بِالْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، طَاهِرًا وَغَيْرَ طَاهِرٍ، فَلَمَّا شَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ، أُمِرَ بِالسِّوَاكِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَى أَنَّ بِهِ قُوَّةً، فَكَانَ لَا يَدَعُ الْوُضُوءَ لِكُلِّ صَلَاةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ رَوَاهُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

۞۞ محمد بن یحییٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے عبداللہ سے دریافت کیا۔ کیا آپ نے یہ بات دیکھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے لئے وضو کیا کرتے تھے خواہ وہ پہلے سے باوضو ہوں یا نہ ہوں۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ تو انہوں نے بتایا: سیّدہ اسماء بنت زید نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو یہ بات بتائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم دیا گیا تھا خواہ آپ ﷺ باوضو ہوں یا بے وضو ہوں جب یہ بات

آپ ﷺ کے لئے دشواری کا باعث بنی تو آپ ﷺ کو ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم دیا گیا۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ سمجھتے تھے کہ ان میں یہ قوت ہے' تو وہ ہر نماز کے لئے وضو کرنا نہیں چھوڑتے تھے۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابراہیم بن سعد نے یہ روایت محمد بن اسحاق کے حوالے سے نقل کی ہے اور اس میں (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے کا نام) عبیداللہ ذکر کیا ہے۔

حالت وصال اور مسواک کرنے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن انعامات سے مجھے خصوصی طور پر نوازا ان میں سے یہ بھی کہ رسول کریم ﷺ نے میرے گھر میں اور میری باری کے دن وفات پائی، آپ ﷺ نے میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وفات کے وقت میرے اور آپ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا (جس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کے ان آخری لمحات میں میرے عزیز بھائی عبدالرحمن ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ جب میرے پاس آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول کریم ﷺ میرے سینہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی نظر (بار بار) ان کی طرف (یعنی عبدالرحمن کی طرف یا یہ کہ ان کی مسواک کی طرف) اٹھ رہی ہے۔ میں یہ بات چونکہ جانتی تھی کہ آپ ﷺ (عام طور یا تبدیلی ذائقہ کے وقت خاص طور پر) مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں اس لئے میں نے پوچھا کہ کیا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ یہ مسواک آپ ﷺ کے لئے لے لوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے بتایا کہ ہاں لے لو۔ میں نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ مسواک لے کر آپ ﷺ کو دیدی۔ آپ ﷺ نے (مسواک کرنی چاہی تو اس کے سخت ہونے کی وجہ سے) دشواری محسوس کی، اب میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی آسانی کے لئے اس مسواک کو (اپنے دانتوں سے) نرم کردوں؟ آپ ﷺ نے پھر سر کے اشارہ سے اجازت دی تو میں نے مسواک کو نرم کر دیا اور آپ ﷺ نے وہ مسواک اپنے دانتوں پر پھیری (بالکل آخری لمحات اس طرح گذرے کہ اس وقت) آپ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا اس پانی میں آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ ڈالتے اور (بھگو کر) اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے تھے اور فرماتے: لا الہ الا اللہ، موت کے وقت سختیاں ہیں پھر آپ ﷺ نے (دعا کے لئے یا آسمان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے) ہاتھ اٹھا کر یہ کہنا شروع کیا: (اے اللہ مجھ کو رفیق اعلیٰ میں شامل فرما! یہاں تک کہ روح پرواز کر گئی اور آپ ﷺ کے دست مبارک نیچے گر پڑے۔"

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 558)

اور میری باری کے دن وفات پائی" کے ذریعہ حضرت عائشہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ وفات کے دن تک مرض الموت کی پوری مدت میں میرے ہی گھر میں رہے لیکن میری مزید خوش بختی یہ رہی کہ جس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی وہ حساب کے اعتبار سے وہی دن تھا جس میں میرے ہاں قیام کی باری آتی جامع الاصول میں لکھا ہے کہ جس دن آنحضرت ﷺ کے مرض الموت کی ابتداء ہوئی اس دن بھی آپ ﷺ حضرت عائشہ ہی کے ہاں تھے اور اس کے بعد جس دن درد سر اور بیماری میں شدت پیدا ہوئی تو آپ ﷺ حضرت میمونہ کے ہاں تھے۔

میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان" کا مطلب یہ ہے کہ پاک روح نے جس وقت جسد اطہر سے پرواز کی تو آپ ﷺ حضرت عائشہ کے سینہ اور گردن سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ یہ بات حضرت عائشہ کے مقام محبوبیت اور کمال قرب وتعلق پر دلالت کرتی ہے حضرت عائشہ کا ارشاد طرق کثیرہ سے نقل کی گئی حاکم اور ابن سعد کی اس روایت: اس وقت آنحضرت ﷺ کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں تھا" کے معارض نہیں ہے کیونکہ اول تو ان دونوں نے جن طرق کثیرہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے ان میں سے کوئی بھی طریق سنداً ایسا نہیں ہے جو کسی بھی طرح کی ایک خرابی سے خالی نہ ہو دوسرے یہ کہ اگر ان طرق کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس روایت کی تاویل یہ کی جائے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں وفات سے پہلے تھا۔ میرے اور آپ ﷺ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا تھا" یعنی جب آنحضرت ﷺ نے عبد الرحمن کی مسواک اپنے منہ میں لے کر کرنی چاہی اور اس کے سخت ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کو دشواری ہوئی تو پھر حضرت عائشہ نے اس مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم کیا اور آپ ﷺ نے وہ نرم کی ہوئی مسواک اپنے دانتوں پر پھیری اس طرح دونوں کے لعاب دہن حضرت عائشہ کے منہ میں بھی جمع ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے منہ میں بھی پس حضرت عائشہ نے گویا یہ واضح کیا کہ آنحضرت ﷺ کے مقدس لعاب دہن کی برکت حاصل ہونا یوں تو ہمیشہ میرے لئے بڑی نعمت رہا لیکن عین وفات کے وقت اس لعاب دہن کی برکت کا حصول تو میرے لئے بہت بڑی نعمت تھی کیونکہ وہ وقت تمام برکتوں اور سعادتوں کا منتہائے آخر تھا یا اس جملہ کے ذریعہ حضرت عائشہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کے لعاب دہن کی برکت مجھے اسی وقت حاصل ہوئی اس سے قبل اور کبھی یہ نعمت مجھے حاصل نہیں ہوئی تھی۔

اور بھگو کر اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے تھے" اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اس وقت آپ ﷺ کے مزاج مبارک پر حرارت کا بہت غلبہ تھا اور بھیگا ہوا ہاتھ چہرہ پر پھیر لینے سے ایک گونہ تسکین مل جاتی تھی لیکن اس میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے اپنے عجز اور عبودیت کا اظہار کا اشارہ بھی تھا اور اس سے یہ بات بھی نکلی کہ سکرات الموت کے وقت یہ عمل ہر مریض کو اختیار کرنا چاہے اور اگر خود مریض اس پر قادر نہ ہو تو تیمارداروں کو چاہئے کہ وہ اس سنت پر عمل کرتے ہوئے پانی میں ہاتھ تر کر کے مریض کے چہرے پر پھیریں یا اس کے حلق میں پانی ٹپکائیں کیونکہ اس سے کرب میں تخفیف ہوئی ہے بلکہ اگر حاجت شدید ہو تو پھر پانی ٹپکانا واجب ہوتا ہے۔

سکرات الموت سے پناہ مانگنا اور جان بہ لب مریض کے لئے ان سختیوں میں آسانی کی دعا کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔

ایک اور روایت میں حضر عائشہ سے یہ الفاظ منقول ہیں کہ: میں نے آنحضرت ﷺ کو نزع کے وقت دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے پاس رکھے ہوئے پانی کے پیالہ میں اپنا ہاتھ تر کر کے چہرہ مبارک پر پھیرتے جاتے تھے اور زبان مبارک پر یہ دعا جاری تھی، لاالہ الا اللہ ان للموت سکرات۔ ایک روایت میں سکرات الموت کے بجائے منکرات الموت کے الفاظ ہیں، مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے کہ: الٰہی موت کی ان سختیوں کے وقت میری مدد فرما! مجھ کو رفیق اعلیٰ میں شامل فرما" رفیق" اسم جنس ہے کہ اس کا اطلاق فرد واحد پر بھی ہوتا ہم اور بہت سوں پر بھی پس رفیق اعلی" سے مراد انبیاء کرام ہیں جو اعلیٰ علیین میں پہنچ چکے ہیں، اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں اس دعا کے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ (یعنی انبیاء کے ساتھ) صدیقین کے ساتھ شہداء کے ساتھ اور صالحین کے ساتھ کہ وہی لوگ) اچھے رفیق ہیں) یا یہ کہ" رفیق اعلی" سے مراد ملاء اعلی اور عالم ملکوت یعنی آسمانوں میں رہنے والے

فرشتے وغیرہ ہیں۔

اور بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ "رفیق اعلیٰ" سے مراد اللہ رب العزت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر بھی "رفیق" کا اطلاق منقول ہے جیسے ایک روایت میں آیا ہے کہ: اس کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ابھی دن اور) دنیا میں رہنا پسند کرلیں چاہے اس کے پاس (بارگاہ حق میں) پہنچ جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخترت الرفیق الاعلی (میں نے رفیق اعلیٰ کو اختیار کیا)

بَابُ كَيْفَ يَسْتَاكُ

باب: مسواک کیسے کی جائے گی

49 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مُسَدَّدٌ قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَرَأَيْتُهُ يَسْتَاكُ عَلَى لِسَانِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَاكُ، وَقَدْ وَضَعَ السِّوَاكَ عَلَى طَرَفِ لِسَانِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: إِهْ إِهْ يَعْنِي يَتَهَوَّعُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: فَكَانَ حَدِيثًا طَوِيلًا وَلَكِنِّي اخْتَصَرْتُهُ

❁❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لئے جانور مانگیں' تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زبان پر مسواک کرتے ہوئے دیکھا۔

سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کررہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک اپنی زبان کے ایک طرف رکھی ہوئی تھی اور آپ اُہ اُہ کی آواز نکال رہے تھے یعنی یوں جیسے آپ کو قے آرہی ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد بیان کرتے ہیں: یہ حدیث طویل ہے' جسے انہوں نے مختصر طور پر نقل کیا ہے۔

مسواک کے استعمال کے محل کا بیان

علامہ شیخ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں۔

مسواک کے استعمال کا وقت قبل وضو ہے۔ ایسا ہی روضۃ الناطفی اور بدائع میں ہے اور زاہدی نے اسے کفایۃ البیہقی، وسیلہ اور شفا سے نقل کیا ہے۔ اور اس پر کچھ شہادت صحیح مسلم کی اس حدیث سے ملتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی کہ سرکار نے مسواک کی اور وضو کیا پھر اٹھ کر نماز ادا کی۔ اور سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن یا رات میں جب بھی سوکر بیدار ہوتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔ اور محیط، تحفۃ الفقہا، زاد الفقہا اور مبسوط شیخ الاسلام میں ہے کہ مسواک کا وقت کلی کرنے کی حالت میں ہے تاکہ صفائی مکمل

ہوجائے۔ اور طبرانی نے حضرت ایوب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تو تین بار ناک میں پانی لے جاتے اور کلی کرتے اور انگلی منہ میں داخل کرتے۔ اس حدیث سے کچھ دلالت ہوتی ہے کہ مسواک کا وقت کلی کرنے کی حالت میں ہے اس لئے کہ انگلی استعمال کرنا مسواک استعمال کرنے کا بدل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ بدل میں مشغولی اسی وقت ہو جس وقت اصل میں مشغولیت ہوتی۔ (حلیۃ الحلی شرح منیۃ المصلی، کتاب طہارت، بیروت)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْتَاكُ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ

باب: آدمی کا کسی دوسرے کی مسواک کے ذریعے مسواک کرنا

50 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ، فَأُوحِيَ إِلَيْهِ فِي فَضْلِ السِّوَاكِ، أَنْ كَبِّرْ أَعْطِ السِّوَاكَ أَكْبَرَهُمَا. قَالَ أَحْمَدُ هُوَ ابْنُ حَزْمٍ: قَالَ لَنَا أَبُو سَعِيدٍ هُوَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ: هٰذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ مسواک کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس دو آدمی موجود تھے جن میں سے ایک دوسرے سے عمر میں بڑا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ کی طرف یہ بات وحی کی گئی کہ بچ جانے والی مسواک بڑی عمر کے شخص کو دیں' تو نبی اکرم ﷺ نے وہ مسواک ان میں سے اس شخص کو دی جو بڑی عمر کا تھا۔

بڑی عمر کے شخص کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا، کہ یا رسول اللہ! کون سا آدمی بہتر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں۔ پھر اس شخص نے پوچھا اور کون سا آدمی برا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور برے عمل ہوں۔ (احمد، ترمذی، داری، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1211)

حدیث کے ظاہری اسلوب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ حکم اغلب کے اعتبار سے ہے یعنی اچھے یا برے عمل زیادہ ہوں گے تو وہ شخص یا برا قرار پائے گا اور اگر اچھے اور برے عمل دونوں برابر ہوں گے تو پھر وہ ایک وجہ سے تو اچھا کہلائے گا اور ایک وجہ سے برا، اگرچہ اس بات کا ثابت ہونا نادر ہے۔

حضرت عبید بن ابی خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا تھا (یعنی ان دونوں کو جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے، بھائی بھائی بنا دیا تھا) ان میں سے ایک شخص اللہ کی راہ میں مارا گیا (یعنی جہاد میں شہید ہو گیا) اور اس کی شہادت کے ایک ہفتہ یا قریب ایک ہفتہ کے بعد دوسرا شخص بھی صاحب فراش ہو کر فوت ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھی اور جب وہ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے مرحوم کی جو نماز جنازہ پڑھی ہے اس میں تم نے کیا پڑھا ہے اور کیا کہا ہے (یعنی تم نے نماز جنازہ میں مرحوم کے لئے کیا دعا کی ہے؟) صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ اس کے گناہ بخش دے، اس پر رحمت نازل

برے اور اس کو اس کے (شہید ہو جانے والے) ساتھی کے پاس جنت کے اعلیٰ درجہ میں پہنچا دے جیسا کہ وہ دونوں اس دنیا میں اتفاق واتحاد کے ساتھ اور یکجا رہتے تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ تو پھر اس کی وہ نماز کہاں گئی جو اس نے اپنے ساتھی کی نماز کے بعد کے دنوں میں پڑھی تھی اور اس کے ان اعمال کا ثواب کہاں گیا جو اس نے اپنے ساتھی کے اعمال کے بعد (کے دنوں میں) کئے تھے۔ یا یہ فرمایا کہ اس کے ان روزوں کا ثواب کہاں گیا جو اس نے اپنے اس ساتھی کے روزوں کے بعد کے دنوں میں رکھے تھے؟ (یعنی تم نے مرحوم کے حق میں جو یہ دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اس بھائی و ساتھی کے پاس جنت میں پہنچائے جو شہید ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے گمان میں اس شخص کا درجہ و مرتبہ اپنے اس شہید بھائی کے درجہ و مرتبہ سے کم ہے۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو پھر بتاؤ کہ اس مرحوم کی وہ نمازیں و روزے اور وہ دوسرے اچھے اعمال اور ان کا اجر و ثواب کہاں جائے گا جو اس نے اپنے بھائی کے انتقال کے بعد کے دنوں میں کئے ہیں، بلاشبہ جنت کے اندر اور قرب الٰہی میں دو شخصوں کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ اس فاصلہ سے بھی زیادہ ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ (ابوداود، نسائی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1212)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ شخص اپنے ساتھی کی شہادت کے بعد جتنے زائد دنوں تک زندہ رہا اور ان دنوں میں اس نے جو عبادات و اعمال صالحہ کئے ان کی وجہ سے اس کا مرتبہ اپنے شہید بھائی و ساتھی کے مرتبہ سے بھی بلند ہو گیا ہے۔ اس موقعہ پر بجا طور پر یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ بعد میں وفات پانے والا مذکورہ شخص محض ان عبادات و اعمال کی وجہ سے کہ جو اس نے ایک ہفتہ کے دوران کئے تھے، اس شخص پر فضیلت کیسے پا سکتا ہے جو اس سے پہلے میدان جنگ میں شہید ہو گیا تھا اور جب کہ اس نے اللہ کی راہ میں اور دین حق کی سربلندی کی خاطر شہادت کا درجہ پایا اور جام شہادت بھی اس نے اس زمانہ میں نوش کیا جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما تھے، اسلام اپنے ابتدائی زمانہ کے نہایت پر آشوب حالات سے گزر رہا تھا اور دین کے مددگاروں کی کمی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کو پہلے شخص (شہید) کے مقابلہ زیادہ افضل قرار دینا محض اس کے ان اعمال کی وجہ سے نہیں ہے جو اس نے اس ایک ہفتہ کے دوران کئے تھے بلکہ اصل بات یہ تھی کہ وہ شخص بھی اسلامی لشکر ہی کا ایک فرد تھا اور اللہ کی راہ میں مرابط کے فرائض انجام دیا کرتا تھا نیز میدان جنگ میں شہید ہونے کی صادق نیت رکھتا تھا، لہٰذا اس نیت کا یہ پھل اس کو ملا کہ اس کو گویا شہادت کا درجہ دیا گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھی کا ہم مرتبہ ہو گیا اور پھر اس نے اس ساتھی کی شہادت کے بعد کے دنوں میں جو نیک اعمال کئے ان کی وجہ سے اس کا مرتبہ اور زیادہ بڑھ گیا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے مسواک کرنے کا بیان

51- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: لِعَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ

مقدام بن شریح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: مسواک۔

بَابُ غَسْلِ السِّوَاكِ

باب: مسواک کو دھو لینا

52 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ الْحَاسِبُ، حَدَّثَتْنِي كَثِيرَةُ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ، فَيُعْطِينِي السِّوَاكَ لِأَغْسِلَهُ، فَأَبْدَأُ بِهِ فَأَسْتَاكُ، ثُمَّ أَغْسِلُهُ وَأَدْفَعُهُ إِلَيْهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر کے وہ مسواک مجھے دے دیتے تھے تاکہ میں اسے دھو دوں لیکن میں پہلے وہ مسواک خود کرتی تھی' پھر اسے دھو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتی تھی۔

مسواک کے آداب کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔کم سے کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں اوپر نیچے کے دانتوں میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھو لے اور مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کر دیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو وہ آلہ ادائے سنت ہے اس کی تعظیم چاہئے دوسرے آب دہن مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہئے اسی لئے پاخانہ میں تھوکنے کو علمانے نامناسب لکھا ہے۔(درمختار وشامی، کتاب طہارت، بیروت)

دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑنا مستحب ہے کہ چھنگلیاں نیچے اور انگوٹھا برابر میں اور باقی تین انگلیاں اوپر رہیں۔مٹھی باندھ کر نہ پکڑیں تین مرتبہ مسواک کرنا اور ہر مرتبہ نیا پانی لینا چاہئے۔اول اوپر کے دانتوں پر داہنی طرف سے ملتے ہوئے بائیں طرف لے جائیں اور پھر اسی طرح نیچے کے دانتوں میں ملیں۔اس طرح تین بار کریں اور ہر بار دھو لیں۔زبان اور تالو بھی صاف کریں۔مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کے رخ پھرائیں یعنی منہ کی لمبائی میں پھرائیں۔دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو نہ ملیں کیونکہ اس سے مسوڑھوں کی جڑوں کے چھلنے اور خون نکلنے کا اندیشہ ہے۔مسواک کو دھو کر شروع کریں اور استعمال کے بعد دھو کر دیوار وغیرہ کے ساتھ اس طرح کھڑی رکھیں کہ ریشہ کی جانب اوپر ہو۔یوں ہی لٹا کر نہ رکھیں۔مسواک کا وقت وضو سے پہلے یا کلی کے وقت ہے۔اگر لکڑی کی مسواک نہ ملے تو دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے دانتوں کو ملنا مستحب ہے یا موٹے کپڑے سے دانت صاف کر لیں کہ سب میل کچیل جاتا رہے۔

بَابُ السِّوَاكِ مِنَ الْفِطْرَةِ

باب: مسواک کرنا فطرت میں سے ہے

دس چیزوں کا فطرت سے ہونے کا بیان

53 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ،

عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ بِالْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ - يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ - قَالَ زَكَرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''دس چیزیں فطرت کا حصہ ہیں۔ مونچھیں چھوٹی کرنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، جوڑوں کو دھونا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، زیرناف بال مونڈھنا اور پانی استعمال کرنا یعنی پانی کے ذریعے استنجاء کرنا''۔

زکریا بیان کرتے ہیں: مصعب نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: دسویں بات میں بھول گیا ہوں لیکن وہ کلی کرنا ہوگی۔

شرح

اس حدیث میں جن دس چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ تمام چیزیں پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں سنت تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت یعنی دین اسلام میں بھی سنت ہیں چنانچہ اکثر علماء کرام کے نزدیک فطرت کے یہی معنی ہیں، دوسری شروحات میں اس کے علاوہ علماء کے دوسرے اقوال بھی منقول ہیں لیکن طوالت کی بناء پر یہاں سب کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

پہلی چیز لبوں کے بال یعنی مونچھوں کا کٹوانا ہے، اس سلسلہ میں مختار مسلک "یہی ہے مونچھیں کتروائی جائیں اور اس طرح کتروائی جائیں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ معلوم ہونے لگے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت یہ ہے کہ مونچھیں بھوؤں کی برابر رکھنی چاہئیں۔ البتہ غازیوں اور مجاہدوں کو زیادہ مونچھیں بھی رکھنی جائز ہے کیوں کہ زیادہ مونچھیں دشمن کی نظر میں دہشت کا باعث ہوتی ہیں اور اس سے ان پر رعب چھا جاتا ہے، مونچھوں کا زیادہ کٹوانا کہ ان کا نشان بھی باقی نہ رہے یا بالکل منڈوانا مکروہ ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک حرام ہے مگر بعض علماء نے اسے سنت بھی کہا ہے۔

دوسری چیز داڑھی کا بڑھانا ہے، اس کے بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ داڑھی کی لمبائی ایک مٹھی کے برابر ہونا ضروری ہے اس سے کم نہ ہونا چاہئے اگر مٹھی سے زیادہ بھی ہو جائز ہے بشرطیکہ حد اعتدال سے نہ بڑھ جائے۔

داڑھی کو منڈوانا یا پست کرنا حرام ہے کیونکہ یہ اکثر مشرکین مثلاً انگریز و ہندو کی وضع ہے، اسی طرح منڈی ہوئی یا پست داڑھی ان لوگوں کی وضع ہے جنہیں دین سے کوئی حصہ نصیب نہیں ہے کہ جن کا شمار "گروہ قلندری رمد مشرب" میں ہوتا ہے۔ داڑھی کے بال ایک مٹھی کے برابر چھوڑنا واجب ہے اسے سنت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے جیسے نماز عید کو سنت فرماتے ہیں حالانکہ عید واجب ہے۔ اگر لمبائی یا چوڑائی میں کچھ بال آگے بڑھ کر بے ترتیب ہو جائیں تو ان کو کترواکر برابر کرنا جائز ہے،

53- الصحيح وقفه، وهذا اسناد ضعيف لضعف مصعب بن شيبة، وقد انفرد برفعه، وباقي رجاله ثقات. واخرجه مسلم (261) في الشواهد، والترمذي (2961)، والنسائي في "الكبرى" (9241)، وابن ماجه (293) من طريقين عن زكريا بن ابي زائدة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (25060). واخرجه النسائي في "المجتبى" (5041) من طريق سليمان التيمي، و (5042) من طريق جعفر بن اياس ابي بشر، كلاهما عن طلق بن حبيب قوله. وقال النسائي: حديث سليمان التيمي وجعفر بن اياس اشبه بالصواب من حديث مصعب بن شيبة، ومصعب منكر الحديث. وقال الدارقطني في "العلل" 5/ الورقة 24: وهما اثبت من مصعب بن شيبة واصح حديثاً. وقال ابن حجر في "التخليص" 1/ 77: وهو معلول.

لیکن بہتر یہ ہے کہ انہیں بھی نہ کتروایا جائے، اگر کسی عورت کی داڑھی نکل آئے تو اسے صاف کر ڈالنا مستحب ہے۔

تیسری چیز مسواک کرنا ہے، اس کے متعلق پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ مسواک کرنا بالاتفاق علماء کرام کے نزدیک سنت ہے، بلکہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اسے واجب کہا ہے۔ حضرت شاہ اسحٰق نے اس سے بھی بڑھ کر یہ بات کہی ہے کہ اگر کوئی آدمی مسواک کو قصداً چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل ہوگی۔

چوتھی چیز ناک میں پانی دینا ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ وضو کے لیے ناک میں پانی دینا مستحب ہے اور غسل کے لئے ناک میں پانی دینا فرض ہے یہی حکم کلی کا بھی ہے کہ وضو میں کلی کرنا سنت ہے اور غسل میں فرض ہے۔

پانچویں چیز ناخن کا کتوانا ہے، ناخن کسی طرح بھی کتوائے جائیں اصل سنت ادا ہو جائے گی لیکن اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ ناخن کتوانے کے وقت یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ سب سے پہلے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کے ناخن کتوائے جائیں اس کے بعد بیچ کی انگلی کے اس کے بعد اس کے پاس کی انگلی کے پھر چھنگیا کے پھر بعد میں انگوٹھے کے ناخن کتوائے جائیں، اس کے بعد بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن اس طرح کتوائے جائیں کہ سب سے پہلے چھنگیا کے اس کے بعد اس کے پاس کی انگلی اس کے بعد بیچ کی انگلی اس کے بعد شہادت کی انگلی اور پھر بعد میں انگوٹھے کے ناخن کتوائے جائیں۔

بعض علماء کرام نے یہ طریقہ بھی لکھا ہے کہ سب سے پہلے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ناخن کتوانا شروع کرے اور چھنگیا پر پہنچ کر روک دے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگیا سے شروع کرے اور اس کے انگوٹھے تک پہنچ کر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کر دے۔ اسی طرح پیر کے ناخن اس طرح کتوانا چاہئے کہ پہلے دائیں پیر کی چھنگیا سے کتوانا شروع کرے اور آخر میں بائیں پیر کی چھنگیا پر لے جا کر ختم کرے بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ جمعہ کے روز ناخن کتروانا مستحب ہے، کچھ حضرات نے ناخن کتوا کر ان کو زمین میں دفن کر دینے کو بھی مستحب لکھا ہے، اگر ناخن پھینک دیے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن ان کو پاخانہ میں یا غسل کی جگہ میں پھینکنا مکروہ ہے۔

چھٹی چیز براجم یعنی جوڑوں کی جگہ کو دھونا ہے، براجم فرماتے ہیں انگلیوں کی گانٹھوں (جوڑوں) کو اور اس کی اوپر کی کھال کو جو چنٹ دار ہوتی ہے اس میں اکثر میل جمع ہوتا ہے۔

خصوصاً جو لوگ ہاتھ سے کام کاج زیادہ کرتے ہیں ان کی انگلیاں سخت ہو جاتی ہیں اور ان میں میل جم جاتا ہے، لہٰذا ان کو دھونے کی تاکید فرمائی جا رہی ہے، اسی طرح بدن کے وہ اعضاء جن میں میل جم جانے کا گمان ہو جیسے کان، بغل، ناف ان کو بھی دھونے کا یہی حکم ہے۔

ساتویں چیز بغل کے بالوں کو صاف کرنا ہے، اس سلسلہ میں نتف استعمال فرمایا گیا ہے، نتف بال اکھاڑنے کو فرماتے ہیں، چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ بغل کے بالوں کو منڈوانا سنت نہیں ہے بلکہ ان کو ہاتھ سے اکھاڑنا سنت ہے مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ بغل کے بالوں کو ہاتھ سے اکھاڑنا اس آدمی کے لیے افضل ہے جو اس کی تکلیف کو برداشت کر سکتا ہو، ویسے بغل کے بالوں کا منڈوانا یا نورے سے صاف کرنا بھی جائز ہے۔

آٹھویں چیز زیر ناف بالوں کو مونڈنا ہے، یہ بھی سنت ہے زیر ناف بال، اگر منڈانے کی بجائے اکھاڑے جائیں، یا نورے

صاف کئے جائیں تو بھی ان کے حکم میں شامل ہوں گے مگر قینچی سے کاٹنے میں سنت ادا نہیں ہوتی۔ مقعد (پاخانہ کے مقام) کے گرد جو بال ہوتے ہیں ان کو بھی صاف کرنا مستحب ہوتا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زیر ناف بالوں نورے (نورہ ایک خاص مرکب چیز کو فرماتے ہیں جو ہڑتال اور چونے سے ملا کر بنائی جاتی تھی جس سے بال اڑ جاتے ہیں)۔ سے صاف کیا کرتے تھے واللہ اعلم۔

عورتوں کو زیر ناف بال اکھاڑنا اولیٰ ہے کیونکہ اس سے خاوند کو رغبت زیادہ ہوتی ہے، نیز عورت کے اندر چونکہ خواہشات نفسانی اور شہوت ننانوے حصہ ہوتی ہے اور مرد میں صرف ایک حصہ ہوتی ہے اور یہ طے ہے کہ زیر ناف بال اکھاڑنے سے شہوت کم ہوتی ہے اور مونڈنے سے قوی ہوتی ہے، لہٰذا عورت کے مناسب حال یہی ہے کہ وہ بال اکھاڑے اور مرد کے مناسب حال یہ ہے کہ وہ مونڈے۔ زیر ناف بال مونڈنے، بغل کے بال اکھاڑنے، مونچھیں کتروانے اور ناخن کٹوانے کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہونی چاہئے، چالیس دن کے اندر اندر ان کو صاف کر لینا چاہئے اس سے زیادہ مدت تک انہیں چھوڑے رکھنا مکروہ ہے۔

نویں چیز پانی کا کم کرنا یعنی پانی کے ساتھ استنجاء کرنا ہے۔ انتقاص الماء کے دو مطلب ہیں ایک تو یہی جو راوی نے بیان کئے ہیں یعنی پانی کے ساتھ استنجاء کرنا چونکہ استنجاء کرنے میں پانی خرچ ہوتا ہے اور کم ہو جاتا ہے اس لئے اس انتقاص الماء (پانی کا کم کرنا) سے تعبیر کیا گیا ہے، دوسرے معنی یہ کہ پانی کے استعمال یعنی استنجاء کرنے کی بناء پر پیشاب کو کم کرنا، مطلب یہ ہے کہ پانی سے استنجاء کرنے کی وجہ سے پیشاب کے قطرے رک جاتے ہیں اس طرح پیشاب میں کمی ہو جاتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں انتقاص کی جگہ لفظ انتقاض آیا ہے اس کے معنی ہیں ستر کے اوپر پانی چھڑکنا جیسا کہ پہلی حدیثوں میں گزر چکا ہے، بہر حال یہ دونوں چیزیں بھی سنت ہیں۔ ختنہ چونکہ شعائر اسلام میں سے ہے اس لئے اگر کسی شہر کے تمام لوگ ختنہ ترک کر دیں تو امام وقت کو ان کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے تا آنکہ وہ لوگ اس اسلامی شعار کو اختیار کر لیں جیسے اذان کے بارے میں حکم ہے۔ ختنہ کرنے کی عمر اور وقت کے تعین میں علماء کے یہاں اختلاف ہے، بعض علماء کے نزدیک پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کر دینا چاہئے جیسے عقیقہ ساتویں دن ہوتا ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک سال اور بعض کے نزدیک نو سال کی مدت ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی قید نہیں ہے، جب چاہے ختنہ کر دیا جائے، گویا بالغ ہونے سے پہلے پہلے جب بھی وقت اور موقع ہو ختنہ کرایا جا سکتا ہے، امام اعظم کے نزدیک اس صورت میں بلوغ سے پہلے کی شرط بطور خاص ہے کیونکہ ختنہ کرنا سنت ہے اور بالغ ہونے کے بعد ستر چھپانا واجب ہے اس لئے اگر کوئی آدمی بالغ ہونے کے بعد ختنہ کرائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے ایک سنت کو ادا کرنے کے لئے واجب کو ترک کر دیا حالانکہ سنت کی ادائیگی کے لئے واجب کو ترک کر دینا جائز نہیں۔

فطرت کی بعض اشیاء کا بیان

54 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، وَقَالَ دَاوُدُ: عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنَ الْفِطْرَةِ الْمَضْمَضَةَ، وَالِاسْتِنْشَاقَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ

يَذْكُرْ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ. وَزَادَ وَالْخِتَانَ. قَالَ: وَالِانْتِضَاحَ وَلَمْ يَذْكُرِ انْتِقَاصَ الْمَاءِ - يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ نَحْوُهُ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَقَالَ: خَمْسٌ كُلُّهَا فِي الرَّأْسِ، وَذَكَرَ فِيهَا الْفَرْقَ

وَلَمْ يَذْكُرْ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ نَحْوُ حَدِيثِ حَمَّادٍ. عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، وَمُجَاهِدٍ. وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ

الْمُزَنِيِّ قَوْلُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ

وَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ: وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ

وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ. نَحْوُهُ وَذَكَرَ: إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ. وَالْخِتَانَ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فطرت کا حصہ ہیں''۔

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے تاہم انہوں نے داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا اور یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں ''ختنہ کرنا'' اور انہوں نے لفظ انتضاح ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لفظ انتقاص الماء یعنی استنجاء کرنا نقل نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کی مانند روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''پانچ چیزیں ہیں وہ تمام سر میں ہیں''۔

اس میں انہوں نے مانگ نکالنے کا ذکر کیا ہے اور داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کی مانند روایت ایک اور سند کے ساتھ بکر بن عبداللہ مزنی کے حوالے سے ان کے اپنے قول کے طور پر منقول ہے اور انہوں نے داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا۔

محمد بن عبداللہ نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں داڑھی بڑھانے کا ذکر ہے۔

ابراہیم نخعی نے بھی اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے داڑھی بڑھانے اور ختنہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

مسواک کرکے پڑھی نماز کی فضیلت کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ نماز جس کے لئے مسواک کی گئی (یعنی وضو کے وقت) اس نماز پر جس کے لئے مسواک نہیں کی گئی ستر درجے کی فضیلت رکھتی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 366)

اس حدیث سے بھی مسواک کی فضیلت کا اظہار ہو رہا ہے کہ مسواک کی وجہ سے نماز کے مراتب و درجات کی کمی بیشی ہوتی ہے، چنانچہ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر کسی آدمی نے ایک نماز تو اس طرح پڑھی کہ اس نے اس نماز کے لئے وضو کے وقت مسواک اور ایک

نماز اس طرح پڑھی کہ اس کے لئے وضو کے وقت مسواک نہیں کی تو پہلے نماز جس کے لئے مسواک کی گئی ہے اس نماز کے مقابلہ میں جس کے لئے مسواک نہیں کی گئی فضیلت اور ثواب کی زیادتی ستر درجہ زیادہ ہوگی" گویا دوسری نماز کے مقابلہ میں پہلی نماز کا ثواب ستر گنا زیادہ مل گیا۔

بَابُ السِّوَاكِ لِمَنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

باب: جو شخص رات کے وقت بیدار ہو اس کا مسواک کرنا

55 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، وَحُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ

⊛⊛ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت (نیند سے بیدار ہوکر) اٹھتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ کو مسواک کے ذریعے صاف کرتے تھے۔

56 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوضَعُ لَهُ وَضُوءُهُ وَسِوَاكُهُ، فَإِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ تَخَلَّى ثُمَّ اسْتَاكَ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور مسواک رکھ دیا جاتا تھا۔ جب آپ رات کے وقت اٹھتے تھے' تو قضائے حاجت کرتے تھے اور پھر مسواک کرتے تھے۔

57 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أُمِّ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ، فَيَسْتَيْقِظُ إِلَّا تَسَوَّكَ قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں' یا دن میں جب بھی سو کر اٹھتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

58 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهِ، أَتَى طَهُورَهُ فَأَخَذَ سِوَاكَهُ فَاسْتَاكَ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ

55- اسناده صحيح. سفيان: هو الثوري، ومنصور: هو ابن المعتمر، وحصين: هو ابن عبد الرحمٰن السلمي، وابو وائل: هو شقيق بن سلمة، واخرجه البخاري (245) و (889) و (1136)، ومسلم (255)، والنسائي في "الكبرى"، وابن ماجه (286) من طرق عن ابي وائل، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (23242)، و "صحيح ابن حبان" (1072).

57- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لضعف علي بن زيد- وهو ابن جدعان- وجهالة ام محمد- وهي امراة زيد بن جدعان، يقال: اسمها امية، ويقال: امينة- وباقي رجاله ثقات. همام: هو ابن يحيى العوذي. واخرجه ابن سعد في "الطبقات" 1/ 483، وابن ابي شيبة 1/ 169، واحمد (24900)، واسحاق بن راهويه (1401)، والطبراني في "الاوسط" (3557)، و (6843)، والبيهقي 1/ 39 من طريق همام، بهذا الاسناد. ولشاهد من حديث ابن عمر عند احمد (5979) بسند حسن ولفظه كان لا ينام الا والسواک عنده، فاذا استيقظ بدا بالسواک.

الآیَاتِ: (اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَآیَاتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ) حَتّٰی قَارَبَ اَنْ یَخْتِمَ السُّورَةَ - اَوْ خَتَمَهَا - ثُمَّ تَوَضَّاَ فَاَتٰی مُصَلَّاهُ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی فِرَاشِهِ فَنَامَ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ اسْتَیْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی فِرَاشِهِ فَنَامَ، ثُمَّ اسْتَیْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی فِرَاشِهِ فَنَامَ، ثُمَّ اسْتَیْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ كُلُّ ذٰلِكَ، یَسْتَاكُ وَیُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ، ثُمَّ اَوْتَرَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: رَوَاهُ ابْنُ فُضَیْلٍ، عَنْ حُصَیْنٍ، قَالَ: فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّاَ، وَهُوَ یَقُوْلُ: (اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ) حَتّٰی خَتَمَ السُّورَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نبی اکرم ﷺ کے ہاں ٹھہر گیا جب نبی اکرم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے' تو آپ ﷺ اپنے وضو کے پانی کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنی مسواک لے کر مسواک کی پھر آپ ﷺ نے یہ آیات تلاوت کیں۔

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں''۔

یہاں تک قریب تھا کہ آپ اس سورت کو ختم کر دیتے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اس سورت کو ختم کر دیا (یعنی اسے سورت کے آخر تک پڑھا) پھر نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا پھر آپ ﷺ اپنی نماز کی مخصوص جگہ پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دو رکعت ادا کیں' پھر آپ ﷺ اپنے بستر کی طرف واپس گئے اور سو گئے جتنا اللہ کو منظور تھا پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے پھر آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا پھر آپ ﷺ اپنے بستر کی طرف واپس تشریف لائے اور سو گئے' پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے پھر آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا ہر مرتبہ آپ ﷺ مسواک کرتے تھے اور دو رکعت ادا کرتے تھے' پھر آپ نے وتر ادا کر لئے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن فضیل نے یہ روایت حصین سے نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''پھر آپ ﷺ نے مسواک کی اور وضو کیا اور یہ پڑھا''۔

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں' یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس سورت کو مکمل پڑھا۔

بَابُ فَرْضِ الْوُضُوْءِ

باب: وضو کے فرائض

وضو کے چار فرائض کا بیان

طہارت کے فرائض تین اعضاء کو دھونا اور سر کا مسح کرنا ہے اور فرائض غسل میں ہمارے تینوں علماء علیہم الرحمہ کے نزدیک کہنیاں اور ٹخنے میں شامل ہیں جبکہ حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے (چوتھا فرض) اور وہ چیز جو سر کا مسح کرنے میں فرض قرار دی گئی ہے۔ وہ ماتھا یعنی پیشانی کی مقدار ہے اور وہ سر کا چوتھائی حصہ ہے۔ جس طرح حدیث پاک میں ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر تشریف

لائے تو پیشاب فرمایا اور وضو فرمایا اور سر پر پیشانی کی مقدار اور اپنے دونوں موزوں پر مسح فرمایا۔ (قدوری)

چوتھائی کے سر مسح پر احناف کی دلیل حدیث کا بیان

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ قَالَ أَمَعَكَ مَاءٌ فَأَتَيْتُهُ بِمِطْهَرَةٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَأَلْقَى الْجُبَّةَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوا فِي الصَّلَاةِ يُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِي سَبَقَتْنَا۔

محمد بن عبداللہ بن بزیع، یزید بن زریع، حمید طویل، بکر بن عبداللہ مزنی، عروہ بن مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں ایک سفر میں پیچھے رہ گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تیرے پاس پانی ہے تو میں پانی کا برتن لایا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیوں اور اپنے چہرہ مبارک کو دھویا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلائیوں کو دھونے کا ارادہ فرمایا جبہ کی آستین تنگ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو جبہ کے نیچے سے نکالا اور جبہ کو اپنے کندھوں پر ڈال دیا اور دونوں کلائیوں کو دھویا اور اپنی پیشانی اور عمامہ اور موزوں پر مسح فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں تک پہنچ گئے اور وہ نماز میں کھڑے ہو چکے تھے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کو نماز کی ایک رکعت پڑھا چکے تھے پس جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد محسوس کی تو پیچھے ہٹنا شروع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں بھی کھڑا ہوا اور ہم نے اپنی فوت شدہ رکعت ادا کی۔

تخریج الحدیث: صحیح البخاری -الوضوء((180 صحیح البخاری -الوضوء((200 صحیح البخاری -الوضوء((203 صحیح البخاری -الصلاۃ((356 صحیح البخاری- الصلاۃ((381 صحیح البخاری -الجہاد والسیر ((2761 صحیح البخاری -المغازی((4159 صحیح البخاری -اللباس ((5462 صحیح البخاری -اللباس ((5463 صحیح مسلم -الطہارۃ((274 صحیح مسلم -الطہارۃ((274 صحیح مسلم -الطہارۃ((274 صحیح مسلم -الطہارۃ((274 صحیح مسلم -الطہارۃ((274 صحیح مسلم -الطہارۃ((274 صحیح مسلم -الطہارۃ((274 صحیح مسلم -الطہارۃ((274 سنن الترمذی -الطہارۃ((97 سنن الترمذی -الطہارۃ((98 سنن الترمذی -الطہارۃ((99 سنن الترمذی -الطہارۃ((100 سنن النسائی -الطہارۃ((79 سنن النسائی -الطہارۃ((82 سنن النسائی -الطہارۃ((109 سنن النسائی -الطہارۃ((123 سنن النسائی -الطہارۃ((124 سنن النسائی -الطہارۃ((125 سنن

النسائي -الطهارة((125 سنن أبي داود -الطهارة((149 سنن أبي داود -الطهارة((150 سنن أبي داود -الطهارة((151 سنن أبي داود -الطهارة((159 سنن ابن ماجه -الطهارة وسننها((389 سنن ابن ماجه -الطهارة وسننها((545 سنن ابن ماجه -الطهارة وسننها((550 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/244 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/245 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/246 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/247 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/248 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/249 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/250 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/251 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/252 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/253 مسند أحمد -أول مسند الكوفيين((4/254 موطأ مالك -الطهارة((73 سنن الدارمي -الطهارة((713)

ہاتھوں کے دھونے میں کہنیوں کے داخل ہونے میں فقہی دلائل کا بیان

(الی المرافق) سے مراد (مع المرافق) ہے، جیسے فرمان ہے آیت (وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا) 4۔النساء:2) یعنی یتیموں کے مالوں کو اپنے مالوں سمیت نہ کھا جایا کرو یہ بڑا ہی گناہ ہے۔اسی طرح یہاں بھی ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک نہیں، بلکہ کہنیوں سمیت دھونا چاہئے۔

دار قطنی وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ وضو کرتے ہوئے اپنی کہنیوں پر پانی بہاتے تھے،لوضو کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ کہنیوں سے آگے اپنے شانے کو بھی وضو میں دھوئے کیونکہ بخاری مسلم میں حدیث ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت وضو کے نشانوں کی وجہ سے قیامت کے دن چمکتے ہوئے اعضاؤں سے آئے گی پس تم میں سے جس سے وہ ہو سکے وہ اپنی چمک و دور تک لے جائے صحیح مسلم میں ہے مومن کو وہاں تک زیور پہنائے جائیں گے جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا تھا۔

کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں امام زفر علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل

امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگرد امام زفر فرماتے ہیں کہ وضو کے اعضاء میں سے ہاتھوں کے دھونے میں کہنیاں اور پاؤں کے دھونے میں ٹخنے شامل نہیں ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ جس آیت سے وضو کے اعضاء کو دھونے کی فرضیت ثابت ہے اس میں ''الی'' حرف استعمال ہوا ہے یعنی دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک۔وہ اس مسئلہ کو روزے کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح قرآن پاک میں آیا ہے ''ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ'' (البقرہ،۱۸۷)

ترجمہ: پھر رات تک تم روزے کو پورا کرو۔

امام زفر فرماتے ہیں اس آیت میں ''الی'' کے ماقبل کا حکم ''الی'' کے مابعد یعنی روزے کا حکم رات کو شامل نہیں ہے اسی طرح ہاتھوں کو دھونے کے حکم میں کہنیاں اور پاؤں کو دھونے کے حکم میں ٹخنوں کا دھونا شامل نہیں ہے۔کیونکہ کہنیوں اور ٹخنوں سے ماقبل حکم غسل غایت ہے اور مابعد کا حکم مغیہ ہے لہذا غایت یہاں پر مغیہ کے حکم میں داخل نہ ہوگی۔

کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں احناف کے ائمہ ثلاثہ کا مؤقف و دلیل

احناف ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ امام زفر کا آیت صوم پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ آیت صوم میں رات دن کی جنس سے نہیں ہے جبکہ کہنیاں اور ٹخنے یہ دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی جنس سے ہیں لہذا غایت وہاں مغیہ میں داخل نہ ہوگی جہاں وہ ماقبل کی

جنس سے نہ ہوگی اور اگر غایت ماقبل کی جنس سے ہوگی تو غایت مغیہ میں داخل ہوگی۔لہٰذا دھونے کا حکم کہنیوں اور ٹخنوں کو بھی شامل ہے۔(الجوہرہ نیرہ)

ائمہ ثلاثہ کی جو دلیل صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ غایت تو اس لئے یہاں مذکور ہے تا کہ اس غایت کے جو کچھ علاوہ ہے اس کو دھونے کے حکم سے ساقط کرے یعنی اگر ''الی المرافق'' مذکور نہ ہوتا تو مکمل ہاتھ اور اسی طرح ''الی الکعبین'' مذکور نہ ہوتا تو مکمل پاؤں دھونے پڑتے۔حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مکمل ہاتھوں کا دھونا یا پاؤں کا دھونا رسول اللہ ﷺ یا آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی سے بھی بطور حکم ثابت نہیں۔لہٰذا ثابت ہوا کہ کہنیاں اور ٹخنے دھونے کے حکم میں داخل ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے مؤقف پر تیسری دلیل یہ ہے کہ آیت صوم میں لفظ ''صوم'' بمعنی امساک یعنی رکنا ہے اگر کوئی شخص ایک ساعت کیلئے بھی رک جائے تو اس پر صوم کا اطلاق درست ہے۔جبکہ لفظ ''کعب'' اس ہڈی کا نام ہے جو ابھری ہوئی ہے اور اگر اس ہڈی کا کچھ حصہ دھویا جائے تو اس پر غسل کعب کا اطلاق نہ ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ امام زفر جس مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے کہنیوں اور ٹخنوں کو حکم غسل سے خارج سمجھ رہے ہیں حالانکہ ان کا یہ قیاس کرنا درست ہی نہیں۔کیونکہ مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان نہ تو علت مشترکہ پائی جارہی ہے اور نہ درجہ اتم کوئی مناسبت پائی جارہی ہے۔

پاؤں کو دھونے میں اسلاف فقہاء کے اختلاف کا بیان

اور (ارجلکم) لام کی زبر سے عطف ہے جو (یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا) 5۔المائدہ:6) پر ماتحت ہے دھونے کے حکم کے۔ابن عباس یونہی پڑھتے تھے اور یہی فرماتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عروہ، حضرت عطاء، حضرت عکرمہ، حضرت حسن، حضرت مجاہد، حضرت ابراہیم، حضرت ضحاک، حضرت سدی، حضرت مقاتل بن حیان، حضرت زہری، حضرت ابراہیم تیمی وغیرہ کا یہی قول اور یہی قرأت ہے، اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ پاؤں دھونے چاہئیں۔

پاؤں پر مسح کرنے والوں کے دلائل وجوابات کا بیان

آیت کے اس جملے کی ایک قرأت اور بھی ہے یعنی (وارجلکم) لام کے زیر سے اور اسی سے شیعہ نے اپنے اس قول کی دلیل لی ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا عطف سر کے مسح کرنے پر ہے۔بعض سلف سے بھی کچھ ایسے اقوال مروی ہیں جن سے مسح کے قول کا وہم پڑتا ہے، چنانچہ ابن جریر میں ہے کہ موسیٰ بن انس نے حضرت انس سے لوگوں کی موجودگی میں کہا کہ حجاج نے اہواز میں خطبہ دیتے ہوئے طہارت اور وضو کے احکام میں کہا کہ منہ ہاتھ دھوؤ اور سر کا مسح کرو اور پیروں کو دھویا کرو عموماً پیروں پر ہی گندگی لگتی ہے۔پس تلوؤں کو اور پیروں کی پشت کو اور ایڑی کو خوب اچھی طرح دھویا کرو۔حضرت انس نے جواباً کہا کہ اللہ سچا ہے اور حجاج جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آیت (وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا) 5۔المائدہ:6) اور حضرت انس کی عادت تھی کہ پیروں کا جب مسح کرتے انہیں بالکل بھگولیا کرتے، آپ ہی سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم ہے، ہاں حضور ﷺ کی سنت پیروں کا دھونا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ وضو میں دو چیزوں کا دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا۔حضرت قتادہ سے بھی یہی مروی ہے۔ابن ابی حاتم

میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ آیت میں پیروں پر مسح کرنے کا بیان ہے۔
ابن عمر، علقمہ، ابوجعفر، محمد بن علی اور ایک روایت میں حضرت حسن اور جابر بن زید اور ایک روایت میں مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت عکرمہ اپنے پیروں پر مسح کر لیا کرتے تھے شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل کی معرفت مسح کا حکم نازل ہوا ہے، آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جن چیزوں کے دھونے کا حکم تھا ان پر تو تیمم کے وقت مسح کا حکم رہا اور جن چیزوں پر مسح کا حکم تھا تیمم کے وقت انہیں چھوڑ دیا گیا۔ عامر سے کسی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں حضرت جبرائیل پیروں کے دھونے کا حکم لائے ہیں آپ نے فرمایا جبرائیل مسح کے حکم کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ پس یہ سب آثار بالکل غریب ہیں۔
اور محمول ہیں اس امر پر کہ مراد مسح سے ان بزرگوں کی ہلکا دھونا ہے، کیونکہ سنت سے صاف ثابت ہے کہ پیروں کا دھونا واجب ہے، یاد رہے کہ زیر کی قرأت یا تو مجاورت اور تناسب کلام کی وجہ سے ہے جیسے عرب کا کلام حجر ضب خرب میں اور اللہ کے کلام آیت (عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا) 76۔الدھر:21) میں لغت میں عرب میں پاس ہونے کی وجہ سے دونوں لفظوں کو ایک ہی اعراب دے دینا یہ اکثر پایا گیا ہے۔ حضرت امام شافعی نے اس کی ایک توجیہہ یہ بھی بیان کی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب پیروں پر جرابیں ہوں بعض کہتے ہیں مراد مسح سے ہلکا دھو لینا ہے جیسے کہ بعض روایتوں میں سنت سے ثابت ہے۔
الغرض پیروں کا دھونا فرض ہے جس کے بغیر وضو نہ ہوگا۔ آیت بھی یہی ہے اور احادیث میں بھی یہی ہے جیسے کہ اب ہم انہیں وارد کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ بیہقی میں ہے حضرت علی بن ابو طالب ظہر کی نماز کے بعد بیٹھک میں بیٹھے رہے پھر پانی منگوایا اور ایک چلو سے منہ کا، دونوں ہاتھوں سر کا اور دونوں پیروں کا مسح کیا اور کھڑے ہو کر بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمانے لگے کہ لوگ کھڑے کھڑے پانی پینے کو مکروہ کہتے ہیں اور میں نے جو کیا یہی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور فرمایا یہ وضو ہے اس کا جو بے وضو نہ ہوا ہو (بخاری)
شیعوں میں سے جن لوگوں نے پیروں کو مسح اسی طرح قرار دیا جس طرح جرابوں پر مسح کرتے ہیں ان لوگوں نے یقیناً غلطی کی اور لوگوں کو گمراہی میں ڈالا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی خطا کار ہیں جو مسح اور دھونا دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں اور جن لوگوں نے امام ابن جریر کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ انہوں نے احادیث کی بنا پر پیروں کے دھونے کو اور آیت قرآنی کی بنا پر پیروں کے مسح کو فرض قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق بھی صحیح نہیں، تفسیر ابن جریر ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروں کو رگڑنا واجب ہے اور اعضاء میں یہ واجب نہیں کیونکہ پیر زمین کی مٹی وغیرہ سے رگڑتے رہتے ہیں تو ان کو دھونا ضروری ہے تاکہ جو کچھ لگا ہو ہٹ جائے لیکن اس رگڑنے کیلئے مسح کا لفظ لائے ہیں اور اسی سے بعض لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے اور وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مسح اور غسل جمع کر دیا ہے حالانکہ دراصل اس کے کچھ معنی ہی نہیں ہوتے مسح تو غسل میں داخل ہے چاہے مقدم ہو چاہے مؤخر ہو پس حقیقتاً امام صاحب کا ارادہ یہی ہے جو میں نے ذکر کیا اور اس کو نہ سمجھ کر اکثر فقہاء نے اسے مشکل جان لیا، میں نے مکرر غور و فکر کیا تو مجھ پر صاف طور سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ امام صاحب دونوں قرأتوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں پس زیر کی قرأت یعنی مسح کو تو وہ محمول کرتے ہیں دلک پر یعنی اچھی طرح مل رگڑ کر صاف کرنے پر اور زبر کی قرأت کو غسل پر یعنی دھونے پر دلیل ہے ہی پس وہ دھونے اور ملنے

دونوں کو واجب کہتے ہیں تاکہ زیر اور زبر کی دونوں قرأت وں پر ایک ساتھ ہو جائے" اب ان احادیث کو سنئے جن میں پیروں کے دھونے کا اور پیروں کے دھونے کے ضروری ہونے کا ذکر ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان امیر المومنین حضرت علی بن ابوطالب حضرت ابن عباس حضرت معاویہ حضرت عبداللہ بن زید عاصم حضرت مقداد بن معدی کرب کی روایات پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ حضور ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنے پیروں کو دھویا، ایک بار یا دو بار یا تین بار، عمرو بن شعیب کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے وضو کیا اور اپنے دونوں پیر دھوئے پھر فرمایا یہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے تھے جب آپ آئے تو ہم جلدی جلدی وضو کر رہے تھے کیونکہ عصر کی نماز کا وقت کافی دیر سے ہو چکا تھا ہم نے جلدی جلدی اپنے پیروں پر چھوا چھوئی شروع کر دی تو آپ نے بہت بلند آواز سے فرمایا وضو کو کامل اور پورا کرو ایڑیوں کو خرابی ہے آگ کے لگنے سے۔ایک اور حدیث میں ہے ویل ہے ایڑیوں کیلئے اور تلووں کیلئے آگ ہے۔(بیہقی و حاکم)

اور روایت میں ہے ٹخنوں کو ویل ہے آگ سے (مسند امام احمد) ایک شخص کے پیر میں ایک درہم کے برابر جگہ بیدھلی دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کیلئے آگ سے (مسند)

سنن ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ کچھ لوگوں کو وضو کرتے ہوئے دیکھ کر جن کی ایڑیوں پر اچھی طرح پانی نہیں پہنچا تھا اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان ایڑیوں کو آگ سے خرابی ہوگی،

مسند احمد میں بھی حضور ﷺ کے یہ الفاظ وارد ہیں۔ابن جریر میں دو مرتبہ حضور ﷺ کا ان الفاظ کو کہنا وارد ہے راوی حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں پھر تو مسجد میں ایک بھی شریف و وضیع ایسا نہ رہا جو اپنی ایڑیوں کو بار بار دھو کر نہ دیکھتا ہو اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس کی اڑی یا ٹخنے میں بقدر نیم درہم کے چمڑی خشک رہ گئی تھی تو یہی فرمایا پھر تو یہ حالت تھی کہ اگر ذرا سی جگہ پیر کی کسی خشک رہ جاتی تو وہ پورا وضو پھر سے کرتا، پس ان احادیث سے کھلم کھلا ظاہر ہے کہ پیر کا دھونا فرض ہے، اگر ان کا مسح فرض ہوتا تو ذرا سی جگہ کے خشک رہ جانے پر اللہ کے نبی ﷺ وعید سے اور وہ بھی جہنم کی آگ کی وعید سے نہ ڈراتے، اس لئے کہ مسح میں ذرا ذرا سی جگہ پر ہاتھ کا پہنچانا داخل ہی نہیں۔ بلکہ پھر تو پیر کے مسح کی وہی صورت ہوتی ہے جو پیر کے اوپر جراب ہونے کی صورت میں مسح کی صورت ہے۔

یہی چیز امام ابن جریر نے شیعوں کے مقابلہ میں پیش کی ہے۔صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اس کا پیر کسی جگہ سے ناخن کے برابر دھلا نہیں خشک رہ گیا تو آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔ بیہقی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے، مسند میں ہے کہ ایک نمازی کو آپ نے نماز میں دیکھا کہ اس کے پیر میں بقدر درہم کے جگہ خشک رہ گئی ہے تو اسے وضو لوٹانے کا حکم کیا۔حضرت عثمان سے حضور ﷺ کے وضو کا وضو کا طریقہ جو مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے انگلیوں کے درمیان خلال بھی کیا۔

سنن میں ہے حضرت صبرہ نے رسول اللہ ﷺ سے وضو کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وضو کامل اور اچھا کرو

انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی اچھی طرح دھو ہاں روزے کی حالت میں ہو تو اور بات ہے، مسند و مسلم وغیرہ میں ہے حضرت عمرو بن عنبسہ کہتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھے وضو کی بابت خبر دیجئے آپ نے فرمایا جو شخص وضو کا پانی لے کر کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی دیتا ہے اس کے منہ سے نتھنوں سے پانی کے ساتھ ہی خطائیں جھڑ جاتی ہیں جبکہ وہ ناک جھاڑتا ہے پھر جب وہ منہ دھوتا ہے جیسا کہ اللہ کا حکم ہے تو اس کے منہ کی خطائیں داڑھی اور داڑھی کے بالوں سے پانی کے گرنے کے ساتھ ہی جھڑ جاتی ہیں پھر وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے کہنیوں سمیت تو اس کے ہاتھوں کو گناہ اس کی پوریوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں، پھر وہ مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی خطائیں اس کے بالوں کے کناروں سے پانی کے ساتھ ہی جھڑ جاتی ہیں پھر جب وہ اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت حکم الٰہی کے مطابق دھوتا ہے تو انگلیوں سے پانی ٹپکنے کے ساتھ ہی اس کے پیروں کے گناہ بھی دور ہو جاتے ہیں، پھر وہ کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کے لائق جو حمد وثنا ہے اسے بیان کر کے دو رکعت نماز جب ادا کرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے وہ تولد ہوا ہو۔ یہ سن کر حضرت ابوامامہ نے حضرت عمرو بن عنبسہ سے کہا خوب غور کیجئے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ سے آپ نے اسی طرح سنا ہے؟ کیا یہ سب کچھ ایک ہی مقام میں انسان حاصل کر لیتا ہے؟ حضرت عمرو نے جواب دیا کہ ابوامامہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں ضعیف ہو چکی ہیں، میری موت قریب آ پہنچی ہے، مجھے کیا فائدہ جو میں اللہ کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولوں، ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، تین دفعہ نہیں، میں نے تو اسے حضور ﷺ کی زبانی سات بار بلکہ اس سے بھی زیادہ سنا ہے، اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

صحیح مسلم کی دوسری سند والی حدیث میں ہے پھر وہ اپنے دونوں پاؤں کو دھوتا ہے جیسا کہ اللہ نے اسے حکم دیا ہے۔ پس صاف ثابت ہوا کہ قرآن حکیم کا حکم پیروں کے دھونے کا ہے۔ ابو اسحاق سبیعی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فی الجنہ سے بواسطہ حضرت حارث روایت میں حضرت علی سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دونوں قدم جوتی میں ہی بھگو لیے اس سے مراد جوتیوں میں ہی ہلکا دھونا ہے اور چپل جوتی پیر میں ہوتے ہوئے پیر دھل سکتا ہے غرض یہ حدیث بھی دھونے کی دلیل ہے۔

سر کے مسح کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

بعض اصولی حضرات فرماتے ہیں چونکہ آیت میں اجمال ہے اس لئے سنت نے جو اس کی تفصیل کی ہے وہی معتبر ہے اور اسی کی طرف لوٹنا پڑے گا، حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم صحابی سے ایک شخص نے کہا" آپ وضو کر کے ہمیں بتلائیے۔ آپ نے پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ دو دو دفعہ دھوئے، پھر تین بار کلی کی اور ناک میں پانی دیا، تین ہی دفعہ اپنا منہ دھویا، پھر کہنیوں سمیت اپنے دونوں ہاتھ دو مرتبہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھ سے سر کا مسح کیا سر کے ابتدائی حصے سے گدی تک لے گئے، پھر وہاں سے یہیں تک واپس لائے، پھر اپنے دونوں پیر دھوئے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی آنحضرت ﷺ کے وضو کا طریقہ اسی طرح منقول ہے۔ ابوداؤد میں حضرت معاویہ اور حضرت مقداد سے بھی اسی طرح مروی ہے، یہ حدیثیں دلیل ہیں اس پر کہ پورے سر کا مسح فرض ہے۔ یہی مذہب حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا ہے اور یہی مذہب ان تمام حضرات کا ہے جو آیت کو مجمل مانتے ہیں اور حدیث کو اس کی وضاحت جانتے ہیں۔

احناف کا مذہب ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے جو سر کا ابتدائی حصہ ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ فرض صرف اتنا ہے جتنے پر

ثابت ہوجائے ،اس کی کوئی حد نہیں۔سر کے چند بالوں پر بھی مسح ہوگیا تو فرضیت پوری ہوگئی ،ان دونوں جماعتوں کی دلیل مسح کا اطلاق ہوجائے حضرت مغیرہ بن شعبہ والی حدیث ہے کہ نبی ﷺ پیچھے رہ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا جب آپ قضائے حاجت کر چکے تو مجھ سے پانی طلب کیا میں لوٹا لے آیا آپ نے اپنے دونوں پہنچے دھوئے پھر منہ دھویا پھر کلائیوں پر سے کپڑا اٹھایا اور پیشانی سے ملے ہوئے بالوں اور پگڑی پر مسح کر کے باقی پگڑی پر پورا کرلیا۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسح کرنے میں پورے سر کو گھیر لیا جائے گا کیونکہ لفظ ''راس'' کا اطلاق پورے سر پر ہوتا ہے اور رؤس پر جو ''با'' داخل ہوئی ہے وہ زائدہ ہے اس کا معنی یہ ہوگا کہ پورے سر کا مسح کرو اور یہ امام مالک نے احتیاط کا مسلک اختیار فرمایا ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ راس کا ذکر ہوا ہے جو پورے راس یعنی سر کو شامل ہے۔جس کا تقاضہ یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے۔اور لفظ ''رؤس'' پر جو ''ب'' داخل ہے وہ ''تبعیض'' کا تقاضہ نہیں کرتی۔کیونکہ ''ب'' الصاق کیلئے آئی ہے۔جس کا معنی یہ ہے کہ فعل کا الصاق مفعول کے ساتھ ہو لہذا یہاں مسح کا الصاق ''راس'' کے ساتھ ہوگا۔

اور راس کا اطلاق تمام سر پر ہوگا لہذا تمام سر کا مسح کرنا ضروری ہے یا اس کے اکثر حصے کا مسح۔کیونکہ اکثر عدم کل کی وجہ سے کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔(بدائع الصنائع ،ج ا،ص ۴، بیروت)

ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ سر کے مسح کے بارے میں جو حکم کتاب اللہ میں بیان ہوا ہے وہ اجمالی طور پر ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جائے لہذا حدیث مغیرہ بن شعبہ جس کو امام بخاری ومسلم نے ذکر کیا ہے اس حدیث اور دیگر احادیث سے اس کی تفصیل آگئی جس سے معلوم ہوا کہ سر کا مسح ''ناصیہ'' یعنی چوتھائی سر کی مقدار فرض ہے۔

سر کے مسح کے تکرار ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ سر کا مسح بھی تین بار ہو یا ایک ہی بار؟ امام شافعی کا مشہور مذہب اول ہے اور امام احمد اور ان کے متبعین کا دوم۔دلائل یہ ہیں حضرت عثمان بن عفان وضو کرنے بیٹھتے ہیں اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالتے ہیں ،انہیں دھو کر پھر کلی کرتے ہیں اور ناک میں پانی دیتے ہیں ،پھر تین مرتبہ منہ دھوتے ہیں ،پھر تین تین بار دونوں ہاتھو کہنیوں سمیت دھوتے ہیں ،پہلے دایاں پھر بایاں۔پھر اپنے سر کا مسح کرتے ہیں پھر دونوں پیر تین تین بار دھوتے ہیں پہلے داہنا پھر بایاں۔پھر آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا اور وضو کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔(بخاری ومسلم)

سنن ابی داؤد میں اسی روایت میں سر کے مسح کرنے کے ساتھ ہی یہ لفظ بھی ہیں کہ سر کا مسح ایک مرتبہ کیا ،حضرت علی سے بھی اسی طرح مروی ہے اور جن لوگوں نے سر کے مسح کو بھی تین بار کہا ہے انہوں نے حدیث سے دلیل لی ہے۔جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا۔حضرت عثمان سے مروی ہے کہ آپ نے وضو کیا پھر اسی طرح روایت ہے اور اس میں کلی کرنی اور ناک میں پانی دینے کا ذکر نہیں اور اس میں ہے کہ پھر آپ نے تین مرتبہ سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ اپنے دونوں پیر دھوئے۔پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا اور آپ نے فرمایا جو ایسا وضو کرے اسے کافی ہے۔لیکن حضرت عثمان سے

جو حدیثیں صحاح میں مروی ہیں ان سے تو سر کا مسح ایک بار ہی ثابت ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

وضو کے بغیر نماز قبول نہ ہونے کا بیان

59 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ، وَلَا صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُورٍ

ابو ملیح اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ خیانت کے مال میں سے دیا گیا صدقہ اور وضو کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا''۔

وضو کے چار فرائض اعتقادی کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فرض کا اطلاق رکن پر بھی ہوتا ہے اور شرط پر بھی، جیسا کہ درمختار میں ہے۔ اور اس پر بھی جو نہ رکن ہے نہ شرط ہے، جیسے ان امور میں ترتیب جو ایک رکعت میں بلا تکرار مشروع ہوئے ہیں جیسے قعدہ کی ترتیب سجدہ پر، سجدہ کی رکوع پر، رکوع کی قرأت پر، قرأت کی قیام پر۔ کہ یہ سب ترتیبیں فرض ہیں، نہ رکن ہیں نہ شرط۔ جیسا کہ شامی میں غنیہ سے نقل ہے۔ اقول شاید انھوں نے یہ دیکھا کہ یہ ترتیبیں تو رکن کی طرح داخل نماز ہیں نہ شرط کی طرح خارج نماز ہیں بلکہ دونوں کے درمیان برزخ ہیں۔ ورنہ اس میں صاحب تامل کے لئے کلام کی گنجائش ہے۔ تو اس میں تامل کرنا چاہیے۔

(الدر المختار، کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی، فتاویٰ رضویہ، کتاب طہارت، لاہور)

60 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ اَحَدِكُمْ اِذَا اَحْدَثَ، حَتّٰى يَتَوَضَّاَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی شخص کی نماز، جبکہ وہ بے وضو ہو، اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ وضو نہ کرے''۔

وضو کے بارہ فرائض عملی کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے مذہب صحیح معتمد مفتی بہ پر وضو میں فرض عملی بمعنی مذکور اعنی ارکان علیہ کہ یہاں وہی واجب اعتقادی ہیں بارہ ہیں جن میں اکثر کا استخراج متامل پر ہمارے بیان سابق سے دشوار نہیں کہ مفتی بہ کی غیر ماخوذ سے تمیز صریح اور اپنے کم علم بھائیوں کی تفہیم کے لئے صاف تصریح بہتر ہے۔

(۱) دونوں لب، حق یہ ہے کہ ان کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ اگر لب خوب زور سے بند کر لئے کہ ان کی کچھ تحریر جو عادی طور پر بند کرنے میں کھلی رہتی اب چھپ گئی اور اس پر پانی نہ بہا نہ کلی کی وضو نہ ہوگا، ہاں عادی طور پر خاموش بیٹھنے کی حالت میں لبوں کا جتنا حصہ باہم مل کر چھپ جاتا ہے وہ دہن کا تابع ہے کہ وضو میں اس کا دھونا فرض نہیں۔

اگر لب خوب زور سے بند کر کے وضو کیا اور کلی نہ کی وضو نہ ہوگا۔

درمختار میں ہے: یجب غسل مایظھر من الشفۃ عند انضمامھا۔ لب بند ہونے کے وقت اس کا جو حصّہ کھلا رہتا ہے اسے دھونا واجب ہے۔ (الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی)

ردالمحتار میں ہے: ای یفترض کما صححہ فی الخلاصۃ والمراد مایظھر عند انضمامھا الطبیعی لاعند انضمامھا بشدۃ وتکلف اھ ح۔ یعنی فرض ہے۔ جیسا کہ خلاصہ میں اسے صحیح کہا اور مراد وہ حصہ ہے جو لب کے طبعی طور پر بند ہونے کے وقت کھلا رہتا ہے صرف وہ نہیں جو شدّت اور تکلیف سے بند ہونے کے وقت کھلا رہتا ہے۔

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲، ۳، ۴) بھووں، ف مونچھوں، بچّی کے نیچے کی کھال جب کہ بال چھدرے ہوں کھال نظر آتی ہو وضو میں دھونا فرض ہے ہاں گھنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے تو وضو میں ضرور نہیں، غسل میں جب بھی ضرور ہے۔

(۵) داڑھی ف چھدری ہو تو اس کے نیچے کی کھال دُھلنا فرض اور گھنی ہو تو جس قدر بال دائرہ رُخ میں داخل ہیں ان سب کا دھونا فرض ہے، یہی صحیح ومعتمد ہے، ہاں جو بال نیچے چھوٹے ہوتے ہیں اُن کا مسح سنّت ہے اور دھونا مستحب، اور نیچے ہونے کے یہ معنی کہ داڑھی کو ہاتھ سے ذقن (ٹھوڑی) کی طرف دبائیں تو جتنے بال مُنہ کے دائرہ سے نکل گئے اُن کا دھونا ضروری نہیں باقی کا ضرور ہے، ہاں خاص جڑیں اُن کی بھی دھونی ضرور کہ اُن کا دھونا بعینہٖ کھال کا دھونا ہوگا اور گھنی داڑھی میں اس کا دھونا ساقط ہو چکا ہے۔

بھویں مونچھیں بچّی کے بال چھدرے ہوں تو ان کا اور ان کے نیچے کی کھال سب کا دھونا وضو میں فرض ہے۔ گھنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے گھنی کا مستحب۔

درمختار میں ہے: غسل جمیع اللحیۃ فرض عملیا علی المذھب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ بدائع ثم لاخلاف ان المسترسل لایجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن وان الخفیفۃ التی تری بشرتھا یجب غسل ماتحتھا نھر۔ پوری داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے۔ مذہب صحیح مفتٰی بہ پر جس کی طرف رجوع ہو چکا ہے، بدائع۔ پھر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ داڑھی کے جو بال لٹکے ہوئے ہیں انھیں دھونا ضروری نہیں انکا مسح بھی ضروری نہیں بلکہ مسنون ہے اور اس میں بھی اختلاف نہیں کہ خفیف داڑھی جس کی جلد دکھائی دیتی ہے اس کے نیچے کی جلد دھونا ضروری ہے۔ نہر (ت)

(الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی)

اُسی میں ہے: لاغسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب۔ آنکھ، ناک اور دہن کے اندرونی حصے اور بھووں، داڑھی اور مونچھ کے بالوں کی جڑیں دھونا فرض نہیں۔

(ت) (الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی)

ردالمحتار میں ہے: قولہ واصول شعر الحاجبین یحمل علی مااذا کانا کثیفین اما اذا بدت البشرۃ فیجب کمایاتی لہ قریبا عن البرھان وکذا یقال فی اللحیۃ والشارب ونقلہ ح عن عصام الدین شارح الھدایۃ ط شرح کی عبارت "بھووں کے بالوں کی جڑیں الخ" اس صورت پر محمول ہے جب بھووں کے بال گھنے ہوں اور اگر جلد دکھائی

رقیق ہو تو جلد دھونا ضروری ہے جیسا کہ آگے شرح ہی میں برہان کے حوالہ سے آرہا ہے۔اسی طرح داڑھی اور مونچھ کے بارے میں بھی کہا جائے گا اور اسے حلبی نے عصام الدین شارح ہدایہ سے نقل کیا ہے۔طحطاوی۔

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اُسی میں ہے: قولہ لاخلاف ای بین اھل المذھب علی جمیع الروایات طاھ ۔عبارت نہر "کوئی اختلاف نہیں" یعنی اہل مذہب کے درمیان تمام روایات پر کوئی اختلاف نہیں۔(ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اقول: فلا ینافی ما قدمنا لثبوت الخلاف من غیرنا۔اقول: تو اس کے منافی نہیں جو پہلے ہم نے ذکر کیا کیونکہ غیر حنفیہ کا اس میں اختلاف موجود ہے۔

اُسی میں ہے: قولہ المسترسل ای الخارج عن دائرۃ الوجہ وفسرہ ابن حجر فی شرح المنہاج بالومد من جھۃ نزولہ لخرج عن دائرۃ الوجہ ۔عبارت نہر "داڑھی کے لٹکے ہوئے بال" یعنی وہ جو چہرے کے دائرے سے خارج ہیں اور ابن حجر نے شرح منہاج میں اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ حصہ جسے نیچے کو پھیلایا جائے تو دائرہ رخ سے باہر ہو جائے۔

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اُسی میں ہے: قولہ بل یسن ای المسح لکونہ الاقرب لمرجع الضمیر وعبارۃ المنیۃ صریحۃ فی ذلک ح ۔عبارت نہر "بلکہ مسنون ہے" یعنی مسح، اس لئے کہ ضمیر کا قریب تر مرجع وہی ہے، اور منیہ کی عبارت اس بارے میں صریح ہے۔ حلبی۔(ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۶) کنپٹیاں ف، کان اور رخسار کے بیچ میں جو حصہ ہے اس کا دھونا واجب ہے جتنا حصہ داڑھی اور کان کے بیچ میں ہے وہ مطلقاً اور جتنا بالوں کے نیچے ہے اگر بال چھدرے ہوں تو وہ بھی، ہاں گھنے ہوں تو اس کا فرض بالوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

وضو میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے۔

(۷) دونوں کہنیاں تمام وکمال۔(۸) انگوٹھی ف، چھلے وغیرہ جائز، ناجائز ہر قسم کے گہنے مرد، عورت سب کے لئے جب کہ تنگ ہوں کہ بے اُتارے اُن کے نیچے پانی نہ بہے گا اُتار کر دھونا فرض ہے ورنہ ہلا ہلا کر پانی ڈالنا کہ ان کے نیچے بہہ جائے مُطلقاً ضرور ہے۔

وضو میں انگوٹھی چھلوں چوڑیوں وغیرہ گہنوں کا حکم۔

درمختار میں ہے: لو خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا ۔اگر انگوٹھی تنگ ہو تو ضروری ہے کہ اُسے اتار دے یا حرکت دے۔(ت)) الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی)

(۹) مسح کی نم سر کی کھال یا خاص سر پر جو بال ہیں (نہ وہ کہ سرف سے نیچے لٹکے ہیں) اُن پر پہنچنا فرض ہے، عمامے، دوپٹے وغیرہ پر مسح ہرگز کافی نہیں مگر جب کہ کپڑا ف اتنا باریک اور نم اتنی کثیر ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر سر یا بالوں کی مقدار شرعی پر پہنچ جائے۔

ف: مسئلہ: سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں ان کا مسح کافی نہیں۔

ف: مسئلہ: ٹوپی یا دوپٹہ اگر ایسا ہو کہ اس پر سے نم سر کے چوتھائی حصہ پر یقیناً پہنچ جائے تو کافی ہے ورنہ نہیں۔

بحر میں ہے: فی معراج الدرایة لو مسحت علی خمارها و نفذت البلة الی رأسها حتی ابتل قدر الربع منه یجوز قال مشائخنا اذا کان الخمار جدیدا یجوز لان ثقوب الجدید لم تسد بالاستعمال فتنفذ البلة اما اذا لم یکن جدیدا لا یجوز لانسداد ثقوبه۔ اھ۔

معراج الدرایہ میں ہے کہ عورت نے اگر دوپٹے پر مسح کیا اور تری نفوذ کر کے سر تک پہنچی یہاں تک کہ سر کا چوتھائی حصہ نم ہو گیا تو جائز ہے۔ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں، جب دوپٹہ نیا ہو تو جائز ہے اس لئے کہ نئے کپڑے کے سوراخ استعمال کی وجہ سے بند نہ ہوئے ہوں گے تو تری نفوذ کر جائیگی، لیکن اگر نیا نہ ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کے سوراخ بند ہو چکے ہوں گے۔ (ت)

(البحر الرائق کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱ / ۱)

اقول: جرت فی عادتهم رحمهم الله باحالة الامور علی مظانها الا غلبیة کقولهم فی شرب الجنب ماء یجزیء عن المضمضة ان جاهلا لعبه لا عالما لمصه و فی عض الکلب علی ثوب ینجس فی الرضا لسیلان لعابه دون الغضب لجفافه و وقوع الفارة حیة فی البئر ینجس لو هاربة من هرة لبوله والا لا و نظائره لا تحصی والذی یعرف المناط یعرف المقصود فالمناط نفوذ البلة الی قدر الفرض فان علم اجزأ ولو الثوب خلقا والا لا ولو جدیدا کما لا یخفی۔

اقول: حضرات مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی کی عادت یہ ہے کہ معاملات کو غالب گمان کی جگہوں کے حوالے کرتے ہیں جیسے جنب کے پانی پینے سے متعلق کہتے ہیں کہ اگر وہ جاہل ہے تو اس کا پینا کلی کی جگہ کام دے گا کیونکہ وہ منہ بھر کر بڑے بڑے گھونٹ پئے گا اور عالم ہے تو کافی نہ ہو گا کیونکہ وہ چوس چوس کر پئے گا، اور کپڑے پر کتے کے دانت کاٹنے سے متعلق کہتے ہیں کہ اگر وہ رضا کی حالت میں ہو تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا کیونکہ اس کا لعاب بہتا ہو گا اور غصے میں ہو تو ناپاک نہ ہو گا کیونکہ اس کا تھوک خشک ہو چکا ہو گا اور کنویں میں چوہے کے زندہ گرنے سے متعلق کہتے ہیں اگر بلی سے بھاگتے ہوئے گرا تو کنواں ناپاک ہو جائے گا کیونکہ اس کا پیشاب نکلتا ہو گا، ورنہ ناپاک نہ ہو گا، اور اس کی بے شمار نظیریں ہیں جو مدار کار سے آشنا ہے وہ مقصد پہچان لیتا ہے تو یہاں مدار اس پر ہے کہ تری مقدار فرض تک نفوذ کر جائے اگر نفوذ معلوم ہے تو یہ کافی ہے اگرچہ کپڑا پرانا ہے ورنہ کافی نہیں اگرچہ کپڑا نیا ہو، جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

ف: مسئلہ: عادۃ الفقہاء بناء الامر علی المظنة الغالبة و یعرف المراد من عرف المناط۔

(۱۰) نم کم از کم چوتھائی سر کو استیعاب کرلے ھو الصحیح المفتی به الماخوذ وان قیل و قیل و قد اشتهرت المسألة متونا و شروحا (یہی صحیح، مفتی بہ، ماخوذ ہے۔ اگرچہ ضعیف اقوال متعدد ہیں اور یہ مسئلہ متون و شروح میں معروف و مشہور ہے (ت)

(۱۱) کعبین گٹوں یعنی ٹخنوں کا نام ہے اُن کے بالائی کناروں سے ناخنوں کے منتہی تک ہر حصے پر ذرے ذرے کا دھلنا فرض ہے اُس میں سے سر سوزن برابر اگر کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی وضو نہ ہو گا، ہاں پاؤں میں تیسرا استثناء جو گزرا اپنے محل

پر مسلم ہے جس کی تحقیق فقیر کے فتاوی بیان غسل میں ملے گی، چھلے اور سب گہنے کہ گٹوں پر یا اُن سے نیچے ہوں اُن کا حکم وہی ہے جو فرض ہشتم میں گزرا۔

(۱۲) منہ، ہاتھ، پاؤں تینوں عضوؤں کے تمام مذکورذرّوں پر پانی کا بہنا فرض ہے فقط بھیگا ہاتھ پھر جانا یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینا تو بالاجماع کافی نہیں اللھم الا مامر فی الرجلین (مگر وہ جو پیروں سے متعلق گزرا۔ت) اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوندیں ہر ذرہ ابدان مذکورہ پر سے بہیں۔

ف: مسئلہ ضروریہ: منہ، ہاتھ، پاؤں کے ذرے ذرے پر پانی بہنا فرض ہے فقط بھیگا ہاتھ پہنچنا کافی نہیں کم از کم ہر پرزے پر سے دو قطرے ٹپکے۔

درمختار میں ہے۔ چہرے کا دھونا یعنی "تقاطر" کے ساتھ پانی بہانا اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے، اور فیض میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ کم از کم دو دو قطرے ٹپکیں اھ (الدرالمختار، کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی)

قال ح ثم ط ثم ش کلھم فی حواشی الدر یدل علیه صیغة التفاعل اھ اما ما عن ابی یوسف ان الغسل مجرد بلّ المحل بالماء سال اولم یسل ولاجله جعل فی البحر الاسالة مختلفا فیھا بینه وبین الطرفین وزعم ان اشتراطھا ھو ظاھر الروایة رمختار کے حواشی میں حلبی پھر طحطاوی پھر شامی لکھتے ہیں، اس پر تفاعل کا صیغہ (تقاطر) دلالت کر رہا ہے اھ لیکن وہ جو امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ دھونا، اعضاء وضو کو پانی سے صرف تر کر لینے کا نام ہے پانی بہے یا نہ بہے، اور اسی وجہ سے بحر میں بہانے کو امام ابو یوسف اور طرفین کے درمیان مختلف فیہ ٹھہرایا ہے اور ان کا خیال ہے کہ بہانے کا شرط ہونا یہ ظاہر الروایہ ہے۔ (ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت) (ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تو حق جس سے انحراف نہیں اور جس کی طرف رجوع کے سوا کچھ روا نہیں وہ یہ ہے کہ اس روایت کی تاویل وہ ہے جو حلیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عضو سے قطرہ دو قطرہ بہ جائے اور تسلسل کے ساتھ نہ گرے۔ یہ حق کیوں نہ ہو اگر اس کا یہ مطلب نہ لیں تو معاذ اللہ یہ نص کا انکار اور شرع کی تبدیلی ہوگی اس لیے کہ اللہ تعالی نے دھونے کا حکم دیا ہے اور یہ لغۃً عرفاً کسی طرح بھی دھونا نہیں۔ اور خود بحر میں لکھا ہے کہ غسل بفتح غین (دھونا) لغت میں کسی پر پانی بہا کر اس سے میل وغیرہ دور کرنے کا نام ہے اھ۔ اجراء، اسالہ، بہنا ایک ہی چیز ہے مولی سبحنہ وتعالی نے اعضاء کے درمیان فرق رکھا ہے کہ کسی میں دھونے کا عمل مقرر فرمایا ہے اور کسی میں مسح رکھا ہے، اگر یہ مان لیں کہ بہنا ضروری نہیں تو تمام اعضاء میں مسح ہی کا عمل رہ جائے گا، اس لئے کہ پانی جب بہے گا نہیں تو صرف یہ ہوگا کہ تری پہنچ گئی اور یہی مسح ہے

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت) (البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اقول: تو محقق بحر جیسی شخصیت کو یہ نہ چاہئے تھا کہ اسے مختلف فیہ ٹھہرائیں کہ جاہلوں کو اس کی جسارت ہو جیسا کہ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں کتنے ایسے ہیں کہ پیشانی اور رخسار وغیرہ میں اس سے زیادہ نہیں کرتے کہ بھیگا ہوا ہاتھ لگا دیتے ہیں نہ پانی بہتا ہے نہ کوئی قطرہ ٹپکتا ہے اگر کسی کو بتایا جائے کہ دیکھو کہنی یا تلوے یا ایڑی میں تھوڑی سی جگہ خشک رہ گئی تو بس ہاتھ اس جگہ پھیر دے گا اور اس میں پانی کی باقیماندہ تری کو کافی سمجھے گا از سر نو دوسرا پانی بھی نہ لے گا، پانی بہانا تو دور کی بات ہے، تو خدا ہی کی بارگاہ میں

ثابت ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر عظمت والے خدائے برتر کی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب طہارت، لاہور)

نماز کی کنجی وضو ہے

۶۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

⊙ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''نماز کی کنجی وضو ہے اور یہ تکبیر کے ذریعے شروع ہوتی ہے اور سلام پھیر کر یہ ختم ہوتی ہے''۔

وضو اور طہارت کے حکم شرعی کا بیان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (المائدہ: ۶)

امام ابوعبداللہ قرطبی لکھتے ہیں۔ اس آیت میں حسب ذیل فقہی مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱) قشیری اور ابن عطیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں نازل ہوئی جب غزوہ المریسیع میں آپ کا ہار گم ہو گیا تھا یہ آیت وضو ہے ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لیکن اس حیثیت سے کہ وضو ان کے نزدیک ثابت تھا اور مستعمل تھا تو اس آیت نے اس میں ان کے لیے کچھ زیادتی نہ کی مگر اس کی تلاوت انہیں تیمم میں رخصت کا فائدہ دیا۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ) ہم نے سورۃ النساء کی آیت میں اس کے خلاف ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔

اس آیت کا مضمون داخل ہے جو عہد کی وفا اور احکام شرع کی تابعداری کا حکم دیا گیا ہے اور جو اس میں نعمت کو مکمل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے یہ رخصت نعمت کی تکمیل سے ہے۔

مسئلہ نمبر: (۲) (آیت) اذا قمتم الی الصلوۃ۔ کے مراد میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ایک جماعت نے کہا: یہ لفظ نماز کے ہر قیام کو شامل ہے خواہ وہ قائم پاک ہو یا محدث ہو، پس اس کے لیے مناسب ہے کہ جب نماز کے قیام کے لیے کھڑا ہو تو وضو کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور یہ آیت تلاوت کرتے تھے، ابو محمد دارمی نے اپنی مسند میں یہ ذکر کیا ہے، اس کی مثل عکرمہ نے روایت کیا ہے، ابن سیرین نے کہا: خلفاء ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں: یہ آیت محکمہ ہے اس میں نسخ نہیں ہے، ایک طائفہ نے کہا: یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم دیا گیا تھا، پس آپ پر

یہ شاق گزرا تو آپ کو مسواک کا حکم دیا گیا وضو کا حکم اٹھالیا گیا مگر حدث کی صورت میں، حضرت علقمہ بن فغواء نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے وہ صحابہ میں سے تھے اور یہ تبوک کی طرف دلیل (راہنما) تھے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کے لیے نازل ہوئی کیونکہ آپ کوئی عمل نہیں کرتے تھے مگر باوضو ہوکر، نہ کسی سے بغیر وضو کے کلام کرتے تھے نہ کسی کو بغیر وضو کے سلام کا جواب دیتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے آگاہ فرمایا کہ وضو صرف نماز کے قیام کے لیے ہے دوسرے اعمال کے لیے وضو نہیں ہے۔ ایک جماعت نے کہا: اس آیت سے مراد فضیلت طلب کرنے کے لیے ہر نماز کے لیے وضو ہے، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے حتی کہ فتح مکہ کے روز ایک وضو کے ساتھ پانچوں نمازوں کو جمع کیا تا کہ امت کے لیے مسئلہ بیان ہوجائے کہ ایک وضو کے ساتھ کئی نمازیں پڑھنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: اس قول کا ظاہر یہ ہے کہ نسخ کے ورود سے پہلے ہر نماز کے لیے وضو مستحب تھا واجب نہ تھا حالانکہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جب کوئی امر وارد ہوتا ہے تو اس کا مقتضا وجوب ہوتا ہے۔ خصوصاً صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک جیسا کہ ان کی سیرت سے معروف ہے، دوسرے علماء نے کہا: پہلے ہر نماز کے لیے وضو فرض تھا پھر فتح مکہ کے موقع پر منسوخ ہوگیا، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے انہوں نے فرمایا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا حکم اس سے مختلف تھا، یہ حدیث آگے آئے گی،

اور حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صہباء کے مقام پر ایک وضو کے ساتھ عصر اور مغرب کی نماز پڑھیں، اور یہ غزوہ خیبر میں تھا اور یہ ٦ ہجری تھا، بعض نے کہا: سات ہجری تھا اور فتح مکہ آٹھ ہجری میں تھا، یہ حدیث صحیح ہے جسے امام مالک نے موطا میں روایت کیا تھا، اس کو بخاری اور مسلم نے بھی تخریج کیا ہے، ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہوگیا کہ فتح مکہ سے پہلے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے جب فتح مکہ کا دن تھا تو آپ نے ایک وضو کے ساتھ (پانچ) نمازیں پڑھیں اور خفین پر مسح کیا، حضرت عمر نے کہا! آج آپ نے ایسا کام کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! یہ میں نے جان بوجھ کر کیا ہے (۱) (صحیح مسلم کتاب الطہارات، جلد ۱، صفحہ ۱۳۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیوں کیا تھا اور یہ استفسار کیوں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ سوال اس لیے کیا کہ خیبر کی نماز سے لے کر آج تک جو نماز پڑھتے تھے اس کی عادۃ مخالفت تھی، ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے خواہ آپ طاہر ہوتے یا غیر طاہر ہوتے، حمید نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کیسے کرتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: ہم ایک وضو کرتے تھے (۱) (جامع ترمذی کتاب الطہارات جلد ۱ صفحہ ۱۰) ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: وضو پر وضو نور ہے۔ (۲) (اتحاف السادۃ المتقین، اسرار الطہارۃ جلد ۲ صفحہ ۳۹۵) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ پر سلام کیا جب کہ آپ پیشاب کر رہے تھے آپ نے اسے جواب نہ دیا حتی کہ تیمم کیا پھر سلام کا جواب دیا اور فرمایا میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کا ذکر کروں مگر طہارت پر۔ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ سدی اور زید بن اسلم نے کہا: (آیت) اذا قمتم الی الصلوۃ کا معنی یہ ہے کہ جب تم بستروں سے اٹھ کر نماز کا ارادہ کرو، اس تاویل سے مقصود تمام احداث کو شامل کرنا ہے خصوصاً نیند جس کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ فی نفسہ حدث ہے یا

نہیں، اس تاویل پر آیت میں تقدیم وتاخیر ہے، تقدیر عبارت اس طرح ہے، یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ من النوم او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فاغسلوا۔ اے ایمان والو جب تم نیند سے نماز کی طرف کھڑے ہو یا تم میں سے کوئی پاخانہ سے آئے یا عورتوں کو چھوئے تو غسل کرو، حدث غسل حدث اصغر لاحق ہوتا ہے اس کے احکام مکمل ہوئے پھر فرمایا: (آیت) وان کنتم جنبا فاطھروا۔ یہ ایک دوسرا حکم ہے پھر دونوں قسموں کے لیے اکٹھا فرمایا (آیت) وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا۔ یہ تاویل محمد بن مسلمہ نے کی ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے ہیں، اور جمہور علماء نے فرمایا: آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو جب کہ تم حدث کی حالت میں ہو، آیت میں اس بنا پر تقدیم وتاخیر نہیں ہے بلکہ آیت میں پانی پانے والے پر حکم مرتب ہوا ہے (آیت) فاطھروا۔ کے قول تک ملامست صغری محدثین (حدث والے) میں داخل ہے پھر (آیت) وان کنتم جنبا فاطھروا۔ کے قول کے بعد دونوں قسموں میں سے پانی نہ پانے والے کا حکم ذکر کیا، ملامست سے مراد جماع ہے ایسا جنبی جو پانی کو نہ پانے والا ہو جس طرح اس کا ذکر ضروری ہے اسی طرح پانی پانے والے کا ذکر بھی ضروری ہے، یہ تاویل امام شافعی وغیرہ کی ہے اس کے مطابق صحابہ کے اقوال ہیں جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وغیرہم۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ)

میں کہتا ہوں: یہ دونوں تاویلیں ان تمام تاویلات سے بہتر ہیں جو اس آیت کے متعلق کی گئی ہیں، واللہ اعلم۔

(آیت) اذا قمتم کا معنی ہے جب تم ارادہ کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) فاذا قرات القران فاستعذ۔ (النحل: ۹۸) یعنی جب تم ارادہ کرے، کیونکہ نماز کی طرف قیام کی حالت میں وضو کرنا ممکن نہیں۔

وضو کے احکام سے متعلق فقہی بیان

مسئلہ نمبر: (۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) فاغسلوا وجوھکم۔ اللہ تعالیٰ نے چار اعضاء کا ذکر فرمایا: چہرہ اس کا فرض دھونا ہے اور اسی طرح دونوں ہاتھوں کا حکم ہے، سر، اس کا فرض مسح ہے، اس پر اتفاق ہے، پاؤں کے بارے اختلاف ہے جیسا کہ آگے آئے گا، اس کے علاوہ کچھ ذکر نہیں کیا۔ یہ دلیل ہے کہ اس کے علاوہ سب آداب اور سنن ہیں، واللہ اعلم۔ چہرے کے دھونے میں چہرے کی طرف پانی کا نقل کرنا ضروری ہے اور چہرے پر ہاتھوں کا گزارنا ضروری ہے ہمارے نزدیک یہی غسل کی حقیقت ہے۔ ہم نے سورۃ النساء میں اس کو بیان کیا ہے، ہمارے علاوہ دوسرے علماء نے کہا: اس پر پانی کا بہانا واجب ہے اور ہاتھ سے ملنا واجب نہیں ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کوئی شخص پانی میں غوطہ لگائے چہرہ اور ہاتھ ڈوب جائیں اور وہ اسے ملے نہیں، تو کہا جائے گا: اس نے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا، معلوم ہے کہ اسم کے حصول کے علاوہ کا اس میں اعتبار نہیں، جب وہ حاصل ہو جائے تو کافی ہوتا ہے۔ لغت میں الوجہ، المواجہۃ سے ماخوذ ہے یہ ایک عضو ہے جو کئی اعضاء پر مشتمل ہے اس کا طول اور عرض ہے طول میں اس کی حد پیشانی کی سطح کی ابتدا سے جبڑوں کی انتہا تک ہے اور عرضا ایک کان سے دوسرے کان تک ہے، یہ تو امرد (بے ریش) کے لیے ہے، رہا داڑھی والا جب اس کی ٹھوڑی پر بال ہوں تو وہ یا تو خفیف ہوں گے یا کثیف ہوں گے اگر داڑھی خفیف ہو جس سے جلد ظاہر ہوتی ہو تو جلد تک پانی پہنچانا واجب ہے اور اگر داڑھی گھنی ہو تو فرض اس کی طرف منتقل ہوگا جیسے سر کے بال ہیں پھر وہ بال جو ٹھوڑی سے زائد ہیں اور داڑھی سے لٹکے ہوئے ہیں، سحنون نے ابن القاسم سے روایت کیا کہ میں نے امام مالک سے نا

ان سے پوچھا گیا: کیا آپ نے کسی اہل علم سے سنا ہے کہ داڑھی چہرے سے ہے اس پر پانی گزارنا چاہیے؟
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہاں اور وضو میں اس کا خلال کرنا لوگوں کے امر سے نہیں ہے اس پر عیب لگایا جس نے ایسا کیا، ابن القاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت کیا ہے فرمایا: وضو کرنے والا پانی داڑھی کے ظاہر کو حرکت دے اس میں ہاتھ داخل کیے بغیر، فرمایا: یہ پاؤں کی انگلیوں کی مثل ہے، ابن عبد الحکم نے کہا: داڑھی کا خلال کرنا وضو اور غسل میں واجب ہے، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے داڑھی کا وضو میں خلال کیا۔ اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں، ابن خویز منداد نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے یہ وضو میں داڑھی کا خلال کرنا واجب نہیں ہے مگر ایک روایت سعید بن جبیر سے مروی ہے ان کا قول ہے: کیا وجہ ہے کہ داڑھی اگنے سے پہلے داڑھی کو دھوتا ہے اور جب داڑھی اگ آتی ہے تو اسے نہیں دھوتا؟ کیا وجہ ہے کہ امرد اپنی ٹھوڑی کو دھوتا ہے اور داڑھی والا نہیں دھوتا؟ امام طحاوی نے فرمایا: تیمم واجب ہے اس میں جلد کا مسح کرنا ہے چہرے میں بال اگنے سے پہلے، پھر تمام علماء کے نزدیک داڑھی اگنے کے بعد جلد کا مسح ساقط ہو جاتا ہے، اسی طرح وضو کا حکم ہے، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے تمام داڑھی کا دھونا واجب قرار دیا ہے اس نے اسے چہرے میں شمار کیا ہے، کیونکہ وجہ، المواجہہ سے ماخوذ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مطلقاً وجہ (چہرہ) دھونے کا حکم دیا ہے اس سے مرد سے داڑھی والے کو خاص نہیں کیا اس ظاہر قرآن کے مطابق اس کا دھونا واجب ہے، کیونکہ وہ جلد کا بدل ہے۔

میں کہتا ہوں: اس قول کو ابن عربی نے اختیار کیا ہے، انہوں نے کہا: اور میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ داڑھی مبارک کو دھوتے تھے۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۵۶۳)

اس کو ترمذی وغیرہ نے تخریج کیا ہے فعل کے ساتھ محتمل متعین ہو گیا، ابن المنذر رضی اللہ عنہ نے اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جس نے داڑھی کا خلال جان بوجھ کر ترک کیا وہ اعادہ کرے، ترمذی نے حضرت عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الطہارات، جلد ۱ صفحہ ۱)

ابو عمر نے کہا: اور جنہوں نے داڑھی کے لٹکے ہوئے بالوں کا دھونا واجب قرار نہیں دیا ان کا نظریہ یہ ہے کہ اصل جس کا حکم دیا وہ ہے جلد کا دھونا، پس جلد کے اوپر جو ظاہر ہے اس کا دھونا بھی واجب ہے اور داڑھی سے جو لٹکے ہوئے بال ہیں اس کے نیچے والے حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے، پس داڑھی کا دھونا اس کا بدل ہے، ان کے سامنے رخسار پر جو کان تک بال ہیں ان کے دھونے میں اختلاف ہے، ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرمایا: جو کان پٹی سے پیچھے جو داڑھی کے بالوں کے پیچھے بال ہیں وہ چہرے سے نہیں ہیں، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کسی فقیہ کو نہیں جانتا جس نے ایسا قول کیا ہو جو ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے کہا: کان اور اس کے مقابل رخسار کے بالوں کے درمیان جو سفیدی ہے وہ چہرے سے ہے اس کا دھونا واجب ہے، اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے بعض علماء نے فرمایا: اس سفیدی کا دھونا مستحب ہے، ابن عربی نے کہا: میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس کا دھونا واجب نہیں مگر امرد کے لیے نہ کہ داڑھی والے کے لیے۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲ صفحہ ۵۶۳)

اطلاق مواجہہ سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

میں کہتا ہوں: یہ قاضی عبدالوہاب کا مختار قول ہے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کیا اس پر مواجہۃ کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ واللہ اعلم، اس احتمال کے سبب علماء کا اختلاف ہے کی چہرہ دھونے کا امر ناک اور منہ کے اندر کو دھونے کو شامل ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل اور اسحق رحمۃ اللہ علیہم وغیرہما کا نظریہ یہ ہے کہ وضو اور غسل میں منہ اور ناک کے اندر کا دھونا واجب ہے مگر امام احمد نے کہا: جو وضو میں ناک میں پانی ڈالنے کو ترک کردے وہ اعادہ کرے اور جس نے کلی کو ترک کیا وہ اعادہ نہ کرے، عامۃ الفقہاء کا نظریہ یہ ہے۔ کہ وضو اور غسل میں یہ دونوں سنت ہیں، کیونکہ دھونے کا حکم ظاہر کو شامل ہے باطن کو شامل نہیں اور عرب وجہ اس کو کہتے ہیں جو سامنے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے ناک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور نہ مسلمانوں سے ان کو واجب کہا ہے اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور فرائض صرف ان صورتوں میں ثابت ہوتے ہیں۔

اور رہی آنکھیں تو ان پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ آنکھوں کے اندر کا حصہ کا دھونا لازم نہیں مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں میں پانی چھڑکتے تھے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ دار الکتب العلمیہ)

ان کا دھونا ساقط ہے تکلیف کی وجہ سے اور حرج کی وجہ سے۔ (احکام القرآن لابن العربی جلد ۲، صفحہ ۵۶۳)

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نابینا ہو گئے تھے تو وہ اپنی آنکھوں کو دھوتے تھے، کیونکہ اس سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی تھی، جب چہرہ کے حکم سے یہ ثابت ہو گیا تو سر میں سے کچھ حصہ بھی چہرہ کے ساتھ دھونا ضروری ہے جس طرح سر کے عموم کے وجوب کے قول پر چہرے میں سے سر کے ساتھ کسی جز کا مسح کرنے سے مقدر نہیں ہوتا، اصول فقہ میں سے ایک اصل پر مبنی ہے وہ یہ کہ جس چیز کو بغیر واجب مکمل نہ ہوتا ہو اس کا حکم بھی واجب ہوتا ہے واللہ اعلم۔

وضو میں نیت سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

مسئلہ نمبر: (۴) جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وضو میں نیت کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: انما الاعمال بالنیات۔ (۴) (صحیح بخاری (کتاب الایمان، جلد ۱ صفحہ ۲) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں ایمان، وضو، نماز، زکوۃ حج، روزہ اور احکام داخل ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) قل کل علی شاکلتہ۔ (بنی اسرائیل: ۸۴) یعنی ہر شخص اپنی نیت پر عمل کرتا ہے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا لیکن جہاد اور نیت باقی ہے (د)

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، حدیث نمبر ۲۵۰۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اکثر شوافع نے فرمایا: نیت کی ضرورت نہیں۔

یہ احناف کا قول ہے انہوں نے کہا: نیت واجب نہیں ہے مگر ان فروض میں جو مقصود بالذات ہیں اور غیر کا سبب نہیں، پس رہی دو چیزیں جو کسی دوسرے فعل کی صحت کے لیے شرط ہیں پس وہ امر کے وجود سے واجب نہیں مگر اس دلالت سے جو اس سے متصل ہے، طہارت شرط ہے، کیونکہ جس پر نماز فرض نہیں اس پر طہارت کا فرض بھی واجب نہیں جیسے حیض اور نفاس والی عورتیں، ہمارے علماء اور بعض شوافع نے اس ارشاد: (آیت) اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم۔ سے دلیل پکڑی ہے پس جب غسل کا فعل واجب ہوا تو نیت فعل کی صحت میں شرط تھی، کیونکہ اللہ کی طرف سے فرض تھا پس جس کا اللہ نے حکم دیا ہے، اس فعل کا واجب ہونا مناسب

ہے، جب ہم کہتے ہیں: اس پر نیت واجب نہیں اس پر اس فعل کا قصد واجب نہیں جس کا اللہ نے اسے حکم دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ جو ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرے کسی اور غرض کے لیے غسل کرے اس نے واجب کی ادائیگی کا قصد کیا، حدیث میں صحیح ہے کہ وضو گناہوں کو مٹاتا ہے اگر یہ بغیر نیت کے صحیح ہوتا تو گناہوں کو نہ مٹاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ (البینۃ: ۵) نہیں حکم دیا گیا انہیں مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کے دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

مسئلہ نمبر: (۵) ابن عربی نے کہا: بعض علماء نے کہا: جو شخص غسل کی نیت سے نہر کی طرف نکلا تو یہ نیت اس کے لیے کافی ہوگی اگر راستے میں اس کی نیت جدا ہوگئی، اگر حمام کی طرف نکلا اور راستہ میں اس کی نیت جدا ہوگئی تو اس کی نیت باطل ہوگئی، قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا: کم سمجھ مفتیوں نے اس پر یہ قائم کیا کہ نماز کی نیت ہم دو قولوں پر نکالتے ہیں اور انہوں نے اس میں ایک نص ان سے ذکر کی ہے جو ظن اور یقین میں فرق نہیں کرتا اس نے کہا: تکبیر پر نیت کو مقدم کرنا جائز ہے، تعجب ہے اس گروہ پر جس نے مفتی اور مجتہد ہونے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے نہ توفیق دی اور نہ درست سمت لگایا، جان لو اللہ تعالیٰ پر رحم فرمائے، وضو میں نیت کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے، اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مختلف ہے جب یہ اتفاق کے مرتبہ سے گر گئی تو بعض مواقع میں اس کی تقدیم کو چھوڑا گیا ہے رہی نماز تو اس میں ائمہ میں سے کسی کا اختلاف نہیں، یہ اصل مقصود ہے پس اصل مقصود متفق علیہ کو فرع تابع مختلف فیہ پر کیسے محمول کیا جائے گا یہ تو انتہائی عبادت ہے اور رہا روزہ شرع نے اس میں حرج کو اٹھا دیا ہے جب اس کی ابتدائیت کی تقدیم سے غفلت کے وقت میں ہو۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲ صفحہ ۵۶۷)

مسئلہ نمبر: (۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وایدیکم الی المرافق۔ علماء کا مرافق کے تحدید میں داخل ہونے میں اختلاف ہے ایک قوم نے کہا: مرافق (کہنیاں) داخل ہیں، کیونکہ (الی) کا مابعد جب ماقبل کی جنس سے ہو تو وہ اس میں داخل ہوتا ہے یہ سیبویہ وغیرہ نے کہا: ہے، سورۃ البقرہ میں واضح طور پر گزر چکا ہے، بعض علماء نے فرمایا: دھونے میں کہنیاں داخل نہیں ہیں۔ دونوں روایتیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں، دوسری روایت اشہب کی ہے، پہلی روایت اکثر علماء کا نظریہ ہے اور وہ صحیح ہے کیونکہ دار قطنی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو اپنی کہنیوں پر پانی پھیرتے تھے، بعض علماء نے فرمایا: الی بمعنی مع ہے جیسے عربوں کا قول ہے، الذود الی الذود ابل۔ اس میں الی بمعنی مع ہے۔ یہ اس کا محتاج نہیں جیسا کہ ہم نے سورۃ النساء میں بیان کیا ہے ہاتھ عربوں کے نزدیک انگلیوں سے لے کر کندھے تک ہے، اسی طرح پاؤں انگلیوں سے لے کر ران تک ہے اور کہنی الید (ہاتھ) کے اسم کے تحت داخل ہے اگر مع المرافق کا معنی ہو تو مفید نہیں جب الی فرمایا: کہنی قطعی طور پر غسل میں داخل ہوگئی اور کہنی ناخنوں تک مغسولہ رہی، یہ کلام صحیح ہے لغت اور معنی اصول پر جاری ہوتی ہے، ابن عربی نے کہا: مسئلہ کو قاضی ابو محمد نے علیحدہ سمجھا ہے کہ انہوں نے کہا: الی المرافق ہاتھوں میں سے متروک کی حد ہے نہ کہ مغسول کے لیے حد ہے اسی وجہ سے کہنیاں غسل میں داخل ہیں۔

میں کہتا ہوں: جب ہاتھ اور پاؤں کا اطلاق لغت میں اس پر ہوتا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، حضرت ابوہریرہ بغلوں تک ہاتھ اور پنڈلیوں تک پاؤں دھوتے تھے، فرماتے ہیں: میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں

تک وضو پہنچتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارت، جلد ا، صفحہ ۱۲۷)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لوگوں کو اس کے خلاف پر اجماع ہے کہ وضو میں اس کی حدود سے تجاوز نہ کرے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے زیادہ کیا اس نے تعدی اور ظلم کیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الطہارت جلد ا، صفحہ ۳۴، ایضاً سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۱۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

دوسرے علماء نے کہا: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فعل ان کا مذہب تھا اور وہ اس کے ساتھ منفرد تھے انہوں نے یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حکایت نہیں کیا ہے۔ انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اتم الغر المحجلون۔ اور تبلغ الحلیۃ سے استنباط کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر گیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وامسحوا برءوسکم۔ سورۃ النساء میں گزر چکا ہے کہ مسح لفظ مشترک ہے، رہا راس عضو سے عبارت ہے جس کو لوگ ضرورۃ جانتے ہیں اس میں سے چہرہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے وضو میں اس کا ذکر فرمایا اور چہرہ کو غسل کے لیے متعین فرمایا تو باقی حصہ مسح کے لیے بچ گیا اگر غسل کا ذکر نہ ہوتا تو سر اور چہرہ سب کا مسح کرنا لازم ہوتا یعنی سر کے بال، آنکھیں، ناک، منہ سب کا مسح لازم ہوتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سر کے مسح کے وجوب میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو وضو میں سر کا بعض حصہ ترک کر دیتا ہے، امام مالک نے فرمایا اگر کوئی چہرہ کا بعض حصہ دھونے سے چھوڑ دے تو کیا جائز ہوگا؟ اسی سے واضح ہوا جو ہم نے ذکر کیا کہ دونوں کان سر سے ہیں اور ان کا حکم، سر کا حکم ہے، زہری کا قول اس کے خلاف ہے انہوں نے کہا: یہ دونوں چہرہ سے ہیں چہرہ کے ساتھ ان کا دھویا جائے گا، امام شعبی کا قول اس کے خلاف ہے اس کے کہا: کانوں کا جو آگے والا حصہ ہے وہ چہرہ سے ہے اور کانوں کا ظاہر سر سے ہے، الراس (سر) کو راس اس کے علو کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور اس میں بالوں کے اگنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اسی سے راس الجبل (پہاڑ کی چوٹی) ہے ہم نے کہا کہ سر جملہ اعضاء کا نام ہے کیونکہ شاعر کا قول ہے:

اذا احتملوا راسی و فی الراس اکثری: وغودر عند الملتقی ثم سائری:

سر کے مسح کی تقدیر سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

سر کے مسح کی تقدیر میں علماء کے گیارہ اقوال ہیں، تین اقوال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، دو قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور چھ اقوال ہمارے علماء کے ہیں، ان سے صحیح ایک ہے اور وہ پورے سر کے مسح کو جود ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے علماء کا اجماع ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا بہتر ہے اور جس نے ایسا کیا اس نے وہ کیا جو اس پر لازم تھا، با موکدہ زائدہ ہے تبعیض کے لیے نہیں ہے اس کا معنی ہے (آیت) وامسحوا رءوسکم۔ بعض علماء نے فرمایا؛ اس کا دخول یہاں تیمم میں اس کے دخول کی طرح ہے فرمایا: (آیت) وامسحوا بوجوھکم۔ اگر اس کا معنی تبعیض ہوتا تو اس جگہ بھی تبعیض کا فائدہ دیتی۔ یہ قطعی بات ہے۔

بعض علماء نے فرمایا: با داخل ہوئی ہے تاکہ بدیع معنی کا فائدہ دے، غسل لغۃ مغسول بہ کا تقاضا کرتا ہے اور مسح لغۃ ممسوح بہ کا تقاضا نہیں کرتا اگر (آیت) وامسحوا رءوسکم۔ ہوتا تو سر پر کسی چیز کے بغیر ہاتھ کو گزارتے ہوئے مسح کرنا جائز ہوتا پس با

داخل ہوئی تا کہ ممسوح یہ کا فائدہ دے اور وہ پانی سے گویا فرمایا (آیت) وامسحوا برء وسکم۔ الماء اور یہ لغت دو اعتبار سے فصیح ہے، یہ تو قلب کے اعتبار سے جیسا کہ سیبویہ نے کہا ہے:

کنواح ریش حمامۃ نجدیۃ ومسحت باللثتین عصف الاثمد

اثمد کے عصف کے ساتھ ممسوحۃ اللثۃ ہے پھر قلب کیا گیا، یا فعل میں اشتراک کی بنا پر اور اس کی نسبت تساوی کی بنا پر جیسے شاعر کا قول ہے:

مثل القنافذ ھداجون قد بلغت نجران او بلغت سوء اتھم ھجر

یہ ہمارے علماء کی با کے معنی کے بارے گفتگو ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے قول: (آیت) وامسحوا برء وسکم۔ میں بعض سر اور تمام سر کا احتمال ہے اور سنت دلالت کرتی ہے کہ بعض سر کا مسح کافی ہے، نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی پر مسح کیا۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارت جلد ۱ صفحہ ۱۳۳)

دوسری جگہ فرمایا: اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) فامسحوا بوجوھکم۔ تیمم میں کیا بعض چہرہ پر مسح کرنا کافی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تیمم میں چہرے کا مسح غسل کا بدل ہے، پس غسل کی پوری جگہ پر مسح کرنا ضروری ہے، سر کا مسح اصل ہے، یہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے، ہمارے علماء نے حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید یہ کسی عذر کی وجہ سے کیا ہو خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل سفر میں کیا تھا اور یہ اعذار کی جگہ ہے اور جلدی اور اختصار کا مقام ہے اور اکثر فرائض مشقت اور خطرے کی وجہ سے حذف ہو جاتے ہیں، پھر آپ نے پیشانی پر اکتفا نہیں کیا حتی کہ عمامہ پر مسح کیا، مسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث سے نقل کیا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارت جلد ۱ صفحہ ۱۳۳)

اگر پورے سر کا مسح واجب نہ ہوتا تو عمامہ پر مسح نہ کرتے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۹) جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ ایک دفعہ پورے سر کا مسح کرنا کافی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اپنے سر کا تین مرتبہ مسح کرے، حضرت انس رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور عطار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ابن سیرین دو مرتبہ مسح کرتے تھے، ابوداؤد نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام احادیث جو صحیح ہیں دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک مرتبہ ہے۔ انہوں نے تین مرتبہ وضو کا ذکر کیا انہوں نے کہا: سر کا مسح کیا اور عدد کا ذکر نہیں کیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱ صفحہ ۱۵، ایضاً صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسئلہ نمبر: (۱۰) علماء کا اختلاف ہے کہ مسح کا آغاز کہاں سے کرے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سر کے اگلے حصہ سے شروع کرے، پھر اپنے ہاتھوں کو پیچھے کی طرف لے جائے پھر آگے کی طرف لے آئے، یہ حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث کے مطابق ہے جس کو مسلم نے تخریج کیا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے۔ حسن بن حی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: سر کے پیچھے حصہ سے شروع کرے، انہوں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء کی حدیث کی بنا پر یہ کہا ہے، اس حدیث کے الفاظ مختلف ہیں اس کا دارومدار عبداللہ بن محمد بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ پر ہے اور محدثین کے نزدیک یہ حافظ نہیں ہے۔ ابوداؤد نے بشر بن مفضل عن عبداللہ عن الربیع کی روایت سے تخریج کیا ہے ابن عجلان نے عنہ عن الربیع کے سلسلہ سے روایت کیا ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے پاس وضو کیا اور سارے سر کا مسح کیا بالوں کی چوٹی سے ہر طرف سے آپ ﷺ بالوں کو اپنی جگہ سے حرکت نہیں دیتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۷، ایضا صحیح بخاری کتاب الوضو حدیث نمبر ۱۷۹ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسح کیلئے کم از کم انگلیوں کی مقدار میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ سر کے درمیان سے مسح شروع کرتے تھے اور اس باب میں اصح ترین حدیث حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث ہے، اور جو بعض سر کے مسح کو جائز قرار دیتے ہیں وہ آگے والے بعض حصہ کا نظریہ رکھتے ہیں، ابراہیم اور شعبی سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: اپنے سر کی دونوں اطراف میں جس طرف کا بھی مسح کرے جائز ہوگا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صرف الیافوخ کا مسح کیا اور اجماع منعقد ہے کہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ اکٹھا مسح کرنا بہتر ہے اور اجزاء پر مسح جائز ہے اگر ایک ہاتھ سے مسح کرے، اور اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس نے ایک انگلی سے مسح کیا حتیٰ کہ اس کا نظریہ ہے سر کے کسی حصہ پر مسح جائز ہے۔ یہ سفیان ثوری کا قول ہے سفیان نے کہا: اگر ایک انگلی کے ساتھ سر کا مسح کیا تو جائز ہے بعض نے فرمایا: جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ مسح کی سنت سے خروج ہے گویا وہ کھیلنے والا ہے مگر یہ کہ مرض کی وجہ سے ضرورت ہو، پس مناسب ہے کہ اجزاء میں مختلف نہ ہو امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: تین انگلیوں سے کم انگلیوں کے ساتھ سر کا مسح کرنا جائز نہیں۔ پھر سر کے بالوں پر ہاتھوں کو لوٹانے میں اختلاف ہے کیا یہ فرض ہے یا سنت ہے۔؟ اس بات پر اجماع ہونے کے بعد کہ پہلا مسح فرض ہے اور جمہور کے نزدیک یہ سنت ہے بعض علماء نے فرمایا: یہ فرض ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۱) اگر متوضی مسح کی جگہ سر کو دھو دے تو ابن عربی نے کہا: ہم اس میں کوئی اختلاف نہیں جانتے کہ یہ جائز ہے مگر ہمیں امام فخر الاسلام الشاشی نے اپنے درس میں ابو العباس بن القاص سے روایت کر کے بتایا کہ یہ جائز نہیں ہے، یہ داؤد کے مذہب میں غلو ہے ظاہر کی اتباع کی وجہ سے فاسد ہے اور شریعت کو باطل کرنے والا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے فرمایا (آیت) يعلمون ظاهرا من الحيوة (الروم: ۷) اور فرمایا: ام بظاهر من القول (الرعد: ۳۳)

حالانکہ یہ غسل کرنے والا وہ بھی کرنے والا ہے جس کا اسے حکم دیا گیا تھا اور زیادتی بھی اس نے کی، اگر کہا جائے کہ یہ زیادتی اس لفظ سے خارج ہے جس کا مکلف کیا گیا تھا، ہم کہیں گے: فعل کو محل تک پہنچانے کے معنی سے خارج نہیں، اسی طرح اگر سر کا مسح کیا پھر حلق کرا لیا تو اس پر مسح کا اعادہ نہیں ہے۔

کانوں کے مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

مسئلہ نمبر: (۱۲) دونوں کان امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد، ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کے نزدیک سر سے ہیں پھر نئے پانی سے ان کے مسح میں اختلاف ہے، امام مالک، اور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نئے پانی کے ساتھ کانوں کا مسح کرے، اس پانی کے سوا جس کے ساتھ سر کا مسح کیا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نئے پانی کا کہا ہے انہوں نے فرمایا: ان کا مسح کرنا سنت ہے نہ یہ چہرہ سے ہیں اور نہ سر سے ہیں۔ کیونکہ علماء کا اتفاق ہے کہ کانوں پر جو بال ہیں حج میں ان کا حلق نہیں ہے۔ ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرح ہے، ثوری

رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سر کے ساتھ ایک پانی کے ساتھ کانوں کا مسح کیا جائے گا، سلف صالحین کی جماعت سے صحابہ اور تابعین سے اس قول کی مثل مروی ہے، داؤد نے کہا: اگر کانوں کا مسح کیا تو بہتر ہے ورنہ اس پر کچھ واجب نہیں کیونکہ قرآن میں دونوں کا ذکر نہیں، اسے کہا جائے گا، راس کا اسم ان دونوں کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، نسائی اور ابوداؤد وغیرہما کی کتابوں میں احادیث صحیحہ وارد ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کے ظاہر اور باطن کا مسح کیا اور اپنی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل کیا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، حدیث نمبر ۱۰۵۔۱۰۶ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور کتاب اللہ میں ان کا عدم ذکر دلالت کرتا ہے کہ یہ فرض نہیں ہے جیسا کہ چہرے اور ہاتھوں کا ذکر ہے اور کانوں کے مسح کی سنت حدیث سے ثابت ہے اہل علم متوضی کے لیے اپنے کانوں کے مسح کے ترک کو ناپسند کرتے ہیں کانوں کو ترک کے سنت کا ترک بتاتے ہیں اور اس پر اعادہ کو واجب نہیں کرتے مگر اسحاق نے کہا: اگر کانوں کا مسح ترک کرے تو جائز نہیں، احمد نے کہا: اگر کانوں کا مسح جان بوجھ کر ترک کرے تو میں اعادہ پسند کرتا ہوں، علی بن زیاد مالکی سے مروی ہے انہوں نے کہا: جس نے وضو یا نماز کی سنت میں کسی سنت کو جان بوجھ کر ترک کیا تو وہ اعادہ کرے۔ یہ فقہاء کے نزدیک ضعیف ہے، سلف میں سے اس کا کوئی قائل نہیں اور نظر اس کا تقاضا کرتی ہے اگر اس طرح ہوتا تو اس کے علاوہ فرض واجب معروف نہ ہوتا، جس نے کہا: کان چہرے سے ہیں انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں یہ کہتے تھے۔ سجد وجھی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ۔ (جامع الترمذی کتاب الدعوات جلد ۲ صفحہ ۱۷۹، ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۹ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

میرے چہرے نے سجدہ کیا اس ذات کے لیے جس نے اسے پیدا کیا اور اس کی تصویر بنائی اور اس کی سمع و بصر کو بنایا سمع کی نسبت چہرے کی طرف کی پس ثابت ہوا کہ ان کے لیے چہرہ کا حکم ہے، مصنف ابی داؤد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ یکبارگی کانوں کے ظاہر و باطن کو دھویا پھر اپنے پاؤں کو دھویا پھر فرمایا: وضو کے متعلق سوال کرنے والے کہاں ہیں؟ میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱ صفحہ ۱۵)

جنہوں نے کہا: کانوں کو چہرہ کے ساتھ دھویا جائے گا اور ان کے باطن کا سر کے ساتھ مسح کیا جائے گا انہوں نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ اللہ تعالیٰ چہرہ کو دھونے کا حکم دیا اور سر کے مسح کا حکم دیا جو کانوں میں سے سامنے ہے اس کا دھونا واجب ہے، کیونکہ وہ چہرہ سے ہے اور جو سامنے نہیں ہے اس کا مسح واجب ہے، کیونکہ وہ سر سے ہے، اس قول کا آثار رد کرتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کانوں کے ظاہر اور کانوں کے باطن کا مسح کرتے تھے، یہ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت ابن عباس اور حضرت ربیع رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہم کی حدیث سے ثابت ہے اور جنہوں نے کہا: وہ دونوں سر سے ہیں انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جو صنابحی سے مروی ہے: جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے خطائیں نکل جاتی ہیں حتی کہ کانوں سے خطائیں نکل جاتی ہیں۔ (موطا امام مالک، کتاب الطہارت، جلد ۱ صفحہ ۳۱) اس حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وارجلکم۔ نافع، ابن عامر اور کسائی نے (آیت) ارجلکم۔ کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے ولید بن مسلم نے نافع سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے (آیت) ارجلکم۔ کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے، یہ حسن اعمش سلیمان کی قرات ہے، ابن کثیر، ابوعمرو اور حمزہ نے وارجلکم کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے ان قراتوں کی وجہ سے صحابہ اور

عربوں سے نقل کے ساتھ ثابت ہے کہ مسح، غسل کے معنی میں ہوتا ہے پس اس کا قول راجح ہوا جس نے کہا: جر کی قرات سے مراد غسل ہے نصب کی قرات جس میں کوئی احتمال نہیں ہے اس سے مراد بھی غسل ہے اور کثرت احادیث سے ثابت بھی غسل ہے اور ان کے دھونے کے ترک پر وعید اخبار صحیحہ میں وارد ہے جن کی کثرت کو شمار نہیں کیا جاسکتا، ان احادیث کو ائمہ نے تخریج کیا ہے اور ان کے دھونے کے ترک پر وعید اخبار صحیحہ میں وارد ہے جن کی کثرت کو شمار نہیں کیا جاسکتا، اور ان احادیث کو ائمہ نے تخریج کیا ہے پھر سر میں مسح ان کے درمیان داخل ہے جو چیزیں دھوئی جاتی ہیں ترتیب کے بیان کے لیے اس بنا پر کہ رجلین سے پہلے مفصول ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وارجلکم الی الکعبین وامسحوا برؤسکم۔

جب الراس (سر) الرجلین (پاؤں) سے پہلے مفعول تھا تلاوت میں ان پر مقدم کیا گیا، واللہ اعلم، نہ یہ کہ دونوں سر کے ساتھ مشترک ہیں، کیونکہ تطہیر کی صفت میں ان پر اس کو مقدم کیا۔

عاصم بن کلیب نے ابوعبدالرحمن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے مجھ پر وارجلکم پڑھا حضرت علی نے یہ سنا جب کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر رہے تھے فرمایا: (آیت) وارجلکم یہ کلام میں مقدم اور موخر میں سے ہے۔

ابواسحاق نے حارث سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: اغسلوا الاقدام الی الکعبین۔ اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھوو، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے ارجلکم نصب کے ساتھ پڑھا، بعض علماء نے فرمایا: الرجلین، میں جر ان کے مسح کی قید کے لیے آئی ہے لیکن جب کہ ان پر خفین ہوں اور یہ قید ہم نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی کیونکہ آپ ﷺ سے مسح کرنا صحیح ثابت نہیں مگر جب ان پر خفین تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے فعل سے اس حالت کو بیان کیا جس میں پاؤں دھوئے جاتے ہیں اور اس حالت کو بیان کیا جس میں مسح کیا جاتا ہے، یہ بہتر قول ہے، اگر کہا جائے کہ خفین پر مسح سورۃ المائدہ کے ساتھ منسوخ ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۴)

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسح کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رد کیا اور امام مالک نے بھی اس کا ایک روایت میں انکار کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے کسی چیز کی نفی کی اور دوسرے نے اس کا اثبات کیا تو نافی کے لیے حجت نہیں، خفین پر مسح کو بہت سے صحابہ اور تابعین نے ثابت کیا، حضرت حسن بصری نے کہا: مجھے ستر صحابہ نے بتایا کہ وہ خفین پر مسح کرتے تھے اور نقل صحیح کے ساتھ ہمام سے ثابت ہے فرمایا: جریر نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور خفین پر مسح کیا، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور خفین پر مسح کی، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث کو وہ پسند کرتے تھے، کیونکہ جریر کا اسلام سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارت جلد ۱، صفحہ ۱۳۳-۱۳۲)

یہ نص ہے اس کو رد کرتی ہے جو انہوں نے ذکر کیا اور انہوں نے جس روایت سے حجت پکڑی ہے وہ یہ ہے واقدی عن عبدالحمید بن جعفر عن ابیہ جریر نے سولہ رمضان کو اسلام قبول کیا اور المائدہ ذی الحجہ میں یوم عرفات کو نازل ہوئی، یہ حدیث اپنے ضعف کی وجہ سے ثابت نہیں، اس سورۃ میں سے عرفہ کے دن (آیت) الیوم اکملت لکم دینکم۔ نازل ہوا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، امام

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں مسح علی الخفین میں جریر کی حدیث کو بہتر سمجھتا ہوں، کیونکہ ان کا اسلام سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد ہے اور جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے پاس اس کا علم نہیں تھا، اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے سائل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹایا تھا اور ان کی طرف سائل کو پھیرا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے سائل کو فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ الحدیث (صحیح مسلم، کتاب الطہارت جلد ۱ صفحہ ۱۳۵)

اور رہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو ان سے انکار مروی ہے وہ منکر ہے صحیح نہیں ہے صحیح وہ ہے جو انہوں نے اپنی موت کے وقت ابن نافع کو کہا: میں اپنے لیے طہارت کو پسند کرتا ہوں اور جس نے مسح پر اکتفا کیا اس میں حرج نہیں دیکھتا اسی پر محمول کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو ابن وہب رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں سفر و حضر میں مسح نہیں کرتا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو خفین پر مسح کرنے کا حکم دیا اور خود خفین اتار کر وضو کیا اور فرمایا: مجھے وضو محبوب ہے، اسی طرح حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے اس بنا پر مسح کو ترک کیا جس بنا پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ترک کیا تو میں اس پر انکار نہیں کروں گا، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس پر عیب نہیں لگائیں گے مگر یہ کہ وہ اس کو ترک کر دے اور وہ اس طرح اس کو نہ دیکھے جس طرح اہل بدعت نے کیا ہے، پس اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جائے گی، واللہ اعلم،

بعض علماء نے کہا: ارجلکم لفظ پر معطوف ہے معنی پر معطوف نہیں یہ غسل پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ معنی کی رعایت ہوتی ہے نہ لفظ کی، جر، جوار کی وجہ سے ہے جس طرح عربوں نے کہا اور قرآن میں اور دوسری عرب کلام میں یہ پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) یرسل علیکما شواظ من نار، ونحاس۔ (الرحمٰن: ۳۵) جر کے ساتھ ہے (☆) (یعنی ایک قرات میں نحاس جر کے ساتھ ہے) کہا: نحاس دھواں ہے اور فرمایا: (آیت) ھو قران مجید، فی لوح محفوظ۔ (البروج) امراء القیس نے کہا:

کبر اناس فی بجاد مزمل:

مزمل کو جر، جوار کی وجہ سے ہے مزمل مرد ہے اس کا اعراب رفع ہے۔ زہیر نے کہا:

لعب الزمان بھا وغیرھا بعدی سوافی المور و القطر:

ابو حاتم نے کہا: القطر پر رفع تھا لیکن المور کے جوار کی وجہ سے اس کو جر دی گئی ہے جس طرح عربوں نے کہا ہے ھذا جحر ضب خرب۔ انہوں نے اس (خرب) کو جر دی ہے حقیقۃً اس کا اعراب رفع ہے یہ اخفش، ابو عبیدہ کا مذہب ہے، نحاس نے اس کو رد کیا ہے فرمایا: یہ قول غلط ہے، کلام میں جوار نہیں ہوتا کہ اس پر قیاس کیا جائے یہ غلط ہے اس کی مثال الاقواء ہے۔

میں نے کہا: اس میں قطعی باب یہ ہے کہ پاؤں میں فرض غسل ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہے خشک ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہے اور قدموں کے پیٹ آگ سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مراد کی مخالفت پر ہمیں ڈرایا گیا ہے اور یہ معلوم کہ آگ کا عذاب نہیں دیا جاتا مگر واجب کے ترک پر اور یہ معلوم ہے کہ مسح میں استیعاب (گھر او احاطہ) نہیں ہوتا اور مسح کے قائلین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مسح ظاہر پر ہوتا ہے بطون پر نہیں ہوتا، اس حدیث سے اس شخص کا بطلان واضح

لے گئے، اور پھر پیچھے سے آگے لے آئے، سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا، پھر انہیں پیچھے گدی کی طرف لے گئے پھر انہیں لوٹایا حتیٰ کہ اس تک واپس لے آئے جس سے آغاز کیا تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارت جلد ۱، صفحہ ۱۲۳)

کعبین سے متعلق اختلاف فقہاء کا بیان

علماء کا کعبین کے بارے میں اختلاف ہے، جمہور علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ دو ہڈیاں ہیں جو پاؤں کے پہلو میں اٹھی ہوئی ہوتی ہیں۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۶۳ دار الکتب العلمیہ)

اصمعی نے علماء کے قول کا انکار کیا ہے کہ کعب، قدم کی پیٹھ پر ہے۔ یہ اس نے الصحاح میں کہا ہے، اور ابن القاسم روایت کرتے ہیں محمد بن حسن نے بھی یہی کہا ہے۔ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے وضو کی حد یہاں تک مقرر کی ہو لیکن عبدالوہاب نے التلقین اس کے بارے ایسے الفاظ لکھے ہیں جن میں تخلیط اور ابہام ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اس کی مخالفت کرنے والا نہیں جانتا کہ کعبین پنڈلی کے جوڑ کی دو ہڈیاں ہیں جو اٹھی ہوئی ہیں، طبری نے یونس سے انہوں نے اشہب سے انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرمایا: الکعبان وہ حد ہے جس تک دھونا واجب ہے یہ دو ہڈیاں ہیں جو پنڈلی کے ساتھ ملی ہوئی ہیں ایڑی کے سامنے ہیں اور کعب قدم کے اوپر ظاہر نہیں۔

میں کہتا ہوں: لغت اور سنت میں نہیں صحیح ہے، کعب عرب کلام میں العلو سے ماخوذ ہے، اسی وجہ سے کعبہ کہا جاتا ہے کعبت المراۃ کہا جاتا ہے جب عورت کے پستان گول ہو جائیں اور ابھر جائیں، کعب القناۃ نیزہ کی گرہ پر دو جوڑوں کے درمیان کی جگہ کو کعب کہتے ہیں، کبھی یہ شرف اور مجد کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسی سے حدیث ہے واللہ لا یزال کعبک عالیا اللہ کی قسم تیری بزرگی ہمیشہ بلند رہے گی۔

سنت میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کو ابوداؤد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اللہ کی قسم! اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ تمہارے دلوں کے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا، فرمایا: میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے، اپنا گھٹنا اپنے ساتھی کے گھٹنے سے، اپنا ٹخنہ اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملائے ہوئے تھا(۱)

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۹۶، ایضاً صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۶۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

العقب، ایڑی کے ہڈی کے نیچے پاؤں کا پچھلا حصہ ہے، اور العرقوب پنڈلی اور پاؤں کا جوڑ ہے، اسی سے حدیث ہے خشک عراقیب (ایڑیوں) کے لیے آگ سے ہلاکت ہے(۲) (صحیح مسلم، کتاب الطہارت جلد ۱، صفحہ ۱۲۵)

یعنی جب ایڑیوں کو دھویا نہ گیا ہو جیسا کہ ارشاد ہے (خشک) ایڑیوں اور قدموں کے لیے آگ کا عذاب ہے(۳)

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۸، ایضاً صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ابن وہب نے مالک سے روایت کیا ہے کسی پر وضو میں اور غسل میں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا نہیں ہے، جفاء اور علق میں خیر نہیں ہے۔ ابن وہب نے کہا: پاؤں کی انگلیوں کے خلال کرنے کی رغبت دی گئی ہے، ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال ضروری ہے، ابن القاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے اپنے پاؤں کی انگلیوں کا خلال نہیں کیا اس پر کچھ نہیں ہے، محمد بن خالد نے ابن القاسم سے انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے: جس نے نہر پر وضو کیا اور اپنے پاؤں کو پانی میں

حرکت دی تو جائز نہ ہوگا حتی کہ پاؤں کو ہاتھوں سے دھوئے، ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں سے دھونے پر قادر ہو تو جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: صحیح یہ ہے کہ انگلیوں کے درمیان کی جگہ کو دھویا جائے گا، کیونکہ وہ بھی پاؤں سے ہیں جیسا کہ ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان کی جگہ ہاتھ سے ہے، ہاتھوں کی انگلیوں کے کھلا ہونے اور پاؤں کی انگلیوں کا ملا ہوا ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، انسان کو پورے پاؤں دھونے کا حکم دیا گیا ہے جس طرح پورے ہاتھوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ جب وضو فرماتے تو اپنی انگلیوں کو اپنی چھوٹی انگلی سے ملتے تھے۔ (۴)

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۷، ایضاً صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۹ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے پاؤں دھوتے تھے، یہ عموم کا تقاضا کرتا ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں اپنے پاؤں کی تمام انگلیوں کو یا بعض انگلیوں کو اپنی چھوٹی انگلی سے ملتے تھے اس حدیث کی بنا پر جو انہیں ابن وہب نے بیان کی انہوں نے ابن لہیعہ اور لیث بن سعد سے روایت کی انہوں نے یزید بن عمرو غفاری سے روایت کی انہوں نے ابوعبدالرحمن حنبلی سے روایت کی انہوں نے مستورد بن شداد قرشی سے روایت کی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا اپنے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان کی جگہ کا اپنی چھوٹی انگلی سے خلال کرتے تھے ابن وہب نے کہا: مجھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ اچھا ہے، میں نے ان سے یہ صرف اس گھڑی سنا، ابن وہب نے کہا: میں نے ان سے سنا اس کے بعد وضو میں انگلیوں کے خلال کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا حکم دیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خللوا بین الاصابع لا تخللها النار (۵) احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲ صفحہ ۵۸۰)

انگلیوں کا خلال کرو تا کہ آگ ان کا خلال نہ کرے، یہ خلال کے ترک پر وعید ہے پس جو ہم نے کہا وہ ثابت ہو گیا۔

مسلسل دھونے سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

آیت کے الفاظ متواتر وضو کرنے کا تقاضا کرتے ہیں یعنی اعضاء کو لگاتار دھوئے، درمیان میں وقفہ نہ کرے اور درمیان میں کوئی فصل نہ کرے جو وضو سے نہ ہو، علماء کا اس کے متعلق اختلاف ہے، ابن ابی سلمہ اور ابن وہب نے کہا: پے در پے وضو کرنا، ذکر ونسیان میں وضو کے فرائض سے ہے جس نے اپنے وضو کے اعضا کے درمیان جان بوجھ کر یا بھول کر وقفہ کیا تو جائز نہ ہوگا۔ ابن عبدالحکم نے کہا: بھول کر وقفہ کرے یا جان بوجھ کر کرے وضو جائز ہوگا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابن القاسم نے کہا: اگر جان بوجھ کو فرق کیا تو پھر جائز نہ ہوگا بھول کر کیا تو جائز ہوگا۔ ابن حبیب کی روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نے فرمایا: مغسول میں وقفہ جائز ہے ممسوح میں جائز نہیں، یہ پانچ اقوال ہیں جو دو اصلوں پر قائم ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے مطلق حکم دیا ہے متواتر وضو کرے یا وقفہ کرے (تیری مرضی مقصود تمام اعضاء میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت غسل کا وجود ہے۔

(۲) یہ عبادات ہیں جو مختلف ارکان والی ہیں پس اس میں توالی اور تواتر واجب ہے جس طرح نماز ہے، یہ اصح ہے۔ واللہ اعلم۔

ترتیب اعضائے وضو سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

آیت کے الفاظ ترتیب کو بھی اپنے ضمن میں رکھتے ہیں، ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے ابہری نے کہا: ترتیب سنت ہے
سنت ہے ظاہر مذہب یہ ہے کہ بھولنے والے کے لیے ترتیب کا نہ ہونا جائز ہے اور جان بوجھ کر ترتیب چھوڑنے والے کے بارے
اختلاف ہے، بعض علماء نے فرمایا: جائز ہے اور مستقبل میں ترتیب کو قائم رکھے، ابوبکر القاضی وغیرہ نے کہا: یہ جائز نہیں، کیونکہ یہ
کھیلنے والا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام اصحاب کا نظریہ یہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابوعبید قاسم بن
سلام، اسحاق، ابوثور کا یہی قول ہے ابومصعب مالکی کا بھی یہ نظریہ ہے، اس نے اس کو اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے، اس کو اس نے اہل
مدینہ سے حکایت کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ ہیں کہ جس نے وضو میں ہاتھوں کو دھونے میں شہر سے مقدم کیا اور
آیت کی ترتیب کے وضو نہ کیا تو جس نے اس وضو کے ساتھ نماز پڑھی اس کا اعادہ لازم ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر
روایات یہ ہیں کہ واو نہ تعقیب کا موجب ہے اور نہ ترتیب کا موجب ہے، یہی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا ہے اور یہی
قول امام ابوحنیفہ اور اسکے اصحاب کا ہے، اور یہی ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، مزنی اور داؤد بن علی کا نظریہ ہے الکیا طبری نے کہا:
اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (آیت) فاغسلوا وجوھکم وایدیکم کا ظاہر اجزاء کا تقاضا کرتا ہے وہ علیحدہ علیحدہ وقفہ سے اعضاء کو دھوئے یا متواتر
وضو کرے جیسا کہ صحیح مذہب شافعی سے ہے اور یہ اکثر علماء کا مذہب ہے، ابوعمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں: آئندہ نماز کے لیے ترتیب سے نیا وضو کرنا مستحب ہے یہ اس پر وہ واجب خیال نہیں کرتے تھے، یہ ان کے مذہب کا ماحصل
ہے، علی بن زیاد نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرمایا: جس نے اپنے بازوؤں کو دھویا، پھر اپنے چہرے کو دھویا، پھر
اسے اسی جگہ یاد آ گیا تو وہ بازوؤں کو دھونے کا اعادہ کرے اور اگر اسے یاد نہ آئے حتی کہ اس نے نماز پڑھ لی تو وہ وضو اور نماز کا اعادہ
کرے، علی نے کہا پھر اس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نماز کا اعادہ نہ کرے اور آئندہ نماز کے لیے وضو کا اعادہ کرے،
اختلاف کا سبب وہ ہے جو بعض علماء نے کہا کہ فا فاغسلوا میں تعقیب کا موجب ہے، کیونکہ جب یہ جواب شرط ہے تو اس نے مشروط
مربوط کر دیا پس یہ تمام میں ترتیب کا تقاضا کرتی ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ چہرے سے آغاز کرنے کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ یہ شرط کی جزا اور جواب ہے یہ تمام میں ترتیب کا
تقاضا کرتی ہے اگر جواب شرط ایک معنی ہوتا جب جواب شرط تمام جملے ہیں تو پھر کوئی پروا نہیں جس سے آغاز کیا جائے، کیونکہ
مطلوب حاصل ہو جاتا ہے، بعض علماء نے فرمایا: ترتیب واو کی وجہ سے آتی ہے لیکن حقیقۃً ایسا نہیں کیونکہ تو کہتا ہے: تقاتل زید وعمرو،
تخاصم بکر وخالد پس باب مفاعلہ میں اس کا دخول اسے ترتیب سے خارج کر دیتا ہے یہ کہنا صحیح ہے، ترتیب چار وجوہ سے ہے۔

(۱) اس سے آغاز کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے آغاز فرمایا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب آپ نے حج
فرمایا: ہم اس سے شروع کریں جس سے اللہ تعالیٰ نے آغاز فرمایا۔

(۲) سلف کا اجماع ہے وہ ترتیب سے وضو کرتے تھے۔

(۳) وضو کو نماز کی تشبیہ کی وجہ سے۔

(۴) اس ترتیب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت اختیار فرمائی۔

اور جنہوں نے اجازت دی انہوں نے اس پر حجت پکڑی ہے کہ جنابت کے اعضاء کے دھونے میں ترتیب نہ ہونے پر اجماع ہے اسی طرح وضو کے اعضاء کے دھونے میں ترتیب نہیں ہے، کیونکہ اس سے مراد غسل ہے نہ کہ آغاز کرنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: مجھے کوئی پرواہ نہیں، جب مکمل وضو کروں، اپنے جس عضو سے آغاز کروں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: اپنے ہاتھوں کو دھونے سے پہلے اپنے پاؤں سے آغاز کرنے میں کوئی حرج نہیں، دارقطنی نے کہا: یہ روایت مرسل ہے ثابت نہیں ہے، اولی ترتیب کا وجوب ہے، واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۱۸) جب وضو میں مشغولیت سے نماز کا وقت فوت ہو جائے تو اکثر علماء کے نزدیک تیمم نہیں کر سکتا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایسی صورت میں تیمم کو جائز کہتے ہیں، کیونکہ تیمم اصل میں نماز کے وقت کی حفاظت کے لیے ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو نماز کو پانی ملنے تک موخر کرنا واجب ہوتا۔ جمہور علماء نے اس ارشاد (آیت) فلم تجدوا ماء فتیمموا۔ سے حجت پکڑی ہے اور یہ پانی پانے والا ہے تیمم کی صحت کی شرط نہیں پائی جاتی پس تیمم نہیں کرے گا۔

مسئلہ نمبر: (۱۹) بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نجاست کا زائل کرنا واجب نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) اذا قمتم الی الصلوۃ۔ استنجا کا ذکر نہیں فرمایا اور وضو کا ذکر نہیں فرمایا، اگر نجاست کا زائل کرنا واجب ہوتا تو پہلے اس کا ذکر کیا جاتا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا قول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اشہب کی روایت بھی یہی ہے، ابن القاسم نے کہا: یاد ہوتے ہوئے نجاست کا ازالہ ضروری ہے اور نسیان کی صورت میں اس کا زائل کرنا ساقط ہو جاتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نجاست کا زائل کرنا ہے جب وہ بغلی درہم کی مقدار سے زائد ہو، مراد بڑا درہم ہے جو مثقال کی ہیئت پر ہوتا ہے یہ مخرج معتاد کے منہ پر قیاس کیا ہے جو معاف ہے، صحیح ابن وہب کی روایت ہے کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے دو قبروں والوں کے متعلق فرمایا: انہیں عذاب ہو رہا ہے اور (تمہارے نزدیک) کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا ایک چغلی کھاتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱)

اور عذاب ہمیشہ واجب کے ترک پر ہوتا ہے ظاہر قرآن میں کوئی حجت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت وضو میں خاص وضو کا طریقہ بیان فرمایا ہے، نجاست کے ازالہ وغیرہ سے تعرض نہیں فرمایا: آیت کریمہ خفین پر مسح پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تین روایات ہیں۔

(۱) مطلقاً انکار جیسا کہ خوارج کہتے ہیں یہ روایت منکرہ ہے صحیح نہیں ہے یہ پہلے گزر چکی ہے۔

(۲) سفر میں مسح کرے حضر میں نہ کرے، کیونکہ مسح کی اکثر روایات سفر میں ہیں اور سباطۃ (کوڑے کا ڈھیر) والی حدیث حضر میں مسح کے جواز پر دلالت کرتی ہے اس حدیث کو مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تخریج کیا ہے فرمایا: میں اور رسول اللہ ﷺ چل رہے تھے آپ ﷺ ایک قوم کے کوڑے کے ڈھیر پر آئے دیوار کے پیچھے آپ کھڑے ہوئے جس طرح تم میں سے کوئی کھڑا ہوتا ہے پس آپ نے پیشاب کیا، میں آپ سے تھوڑا دور ہو گیا پھر آپ ﷺ نے میری طرف اشارہ فرمایا، میں آیا، آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ آپ نے وضو فرمایا اور خفین پر مسح کیا، اسی کی مثل شریح بن ہانی کی حدیث ہے فرمایا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا میں نے ان سے خفین پر مسح کے

متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: تم حضرت ابن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان کو پوچھو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مسافر کے لیے تین دن تک مسح ہے اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات تک مسح ہے۔(۱) (صحیح مسلم، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۳۵)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر خفین پر مسح بغیر کسی وقت کی قید کر سکتا ہے، یہ لیث بن سعد کا قول ہے، ابن وہب نے کہا: میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا ہمارے شہر والوں کے نزدیک اس میں کوئی وقت کی تعیین نہیں۔ ابو داؤد نے حضرت ابی بن عمارہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں خفین پر مسح کروں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اس نے عرض کی: ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن، اس نے پوچھا: دو دن۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دو دن اس نے پوچھا: تین دن۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور جتنا چاہے۔

ایک روایت میں ہے ہاں جو تیرے لیے ظاہر ہو۔ ابو داؤد نے کہا: اس کی سند میں اختلاف ہے یہ قوی نہیں ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۲۱)

مدت مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، نعمان رحمۃ اللہ علیہ اور طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مقیم ایک دن اور ایک رات مسح کرے اور مسافر تین دن مسح کرے، یہ انہوں نے شریح کی حدیث اور اس کی مثل احادیث کی بنا پر کہا ہے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہارون اور بعض خلفاء کی طرف آپ کے خطوط میں یہ روایت کیا گیا ہے ان کے اصحاب نے انکا انکار کیا ہے۔

تمام علماء کے نزدیک مسح کرنا اس کے لیے جس نے طہارت پر خفین کو پہنا ہو، کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ہے فرمایا: میں ایک رات ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، الحدیث، اس حدیث میں ہے میں جھکا تا کہ آپ کے جوڑے اتار دوں آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو رہنے دو میں نے طہارت کی حالت میں پہنے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۳۴)

آپ نے دونوں پر مسح فرمایا، اصبغ کا خیال ہے کہ یہ تیمم کی طہارت ہے، یہ بنا ہے کی تیمم حدث کو اٹھا دیتا ہے داؤد اس مسئلہ میں منفرد ہے، اس نے کہا: ہاں طہارت سے مراد صرف نجاست سے طہارت ہے جب پاؤں نجاست سے پاک ہوں تو خفین پر مسح کرنا جائز ہے۔ اختلاف کا سبب طہارت کے اسم میں اشتراک ہے۔

پھٹے ہوئے موزوں پر مسح کرنے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

امام مالک کے نزدیک خفین پر مسح جائز ہے جب ان میں تھوڑی سی پھٹن ہو، ابن خویز منداد نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پھٹن انتفاع اور پہننے سے مانع نہ ہو، اس میں چلنا ممکن ہو، امام مالک کے قول کی طرح لیث، ثوری، امام شافعی، اور طبری، کا قول ہے ثوری اور طبری سے پھٹی ہوئی خف پر مسح کی اجازت مروی ہے، اوزاعی نے کہا: خف پر اور قدم کا جو حصہ ظاہر ہے اس پر مسح کرے، یہ طبری کا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر پاؤں کا جو حصہ ظاہر ہو وہ تین انگلیوں سے کم ہو تو مسح کرے اور جب تین انگلیوں کی مقدار پاؤں ظاہر ہو تو اس پر مسح نہ کرے یہ تحدید ہے تو توقیف کی محتاج ہے، یہ معلوم ہے کہ صحابہ اور تابعین کے

موزے تھوڑی پھٹن سے سلامت نہیں ہوتے تھے جمہور کے نزدیک یہ معاف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے جب پاؤں کے اگلے حصہ میں پھٹن ہو تو اس پر مسح جائز نہیں، حسن بن حی نے کہا: خف پر مسح کرے جب جو حصہ ظاہر ہو جوراب نے اسے ڈھانپ رکھا ہو اگر قدم کا کوئی حصہ ظاہر ہو تو مسح نہ کرے، ابوعمر نے کہا: یہ ان کے مذہب پر ہے کہ مسح جورابوں پر جائز ہے جب وہ موٹی ہوں، یہ ثوری، امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے۔

جورابوں پر مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جورابوں پر مسح جائز نہیں مگر جب کہ وہ چمڑے کی ہوں، یہ امام مالک کا ایک ہے، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ جورابوں پر مسح جائز نہیں، اگرچہ وہ مجلد ہوں، ابوداؤد کی کتاب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جورابین اور نعلین پر مسح کیا، ابوداؤد نے کہا: عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ سے معروف ہے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین پر مسح کیا، اس حدیث کو حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے یہ قوی نہیں اور نہ متصل ہے، ابوداؤد نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابومسعود، حضرت براء بن عازب حضرت انس بن مالک، حضرت ابوامامہ، حضرت سہل بن سعد، حضرت عمرو بن حریث رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جورابوں پر مسح کیا، یہ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔(۱) (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۲۱، ایضاً صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۰۷، ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

رہا نعلین پر مسح تو ابومحمد داری نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ ہمیں ابونعیم نے بتایا انہوں نے کہا ہمیں یونس نے بتایا انہوں نے ابواسحاق سے انہوں نے عبد خیر سے روایت کیا ہے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا اور نعلین پر مسح کیا، پھر وسعت فرمائی اور فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا جیسے تم نے مجھے دیکھا تو میرے خیال میں قدموں کا باطن مسح کا ظاہر سے زیادہ حقدار ہے، ابومحمد داری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے ارشاد (آیت) وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین ۔ سے منسوخ ہے۔ (سنن داری، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۴۷)

بَابُ الرَّجُلِ يُجَدِّدُ الْوُضُوءَ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

باب: آدمی کا بے وضو ہوئے بغیر دوبارہ وضو کرنا

62 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَنَا لِحَدِيثِ ابْنِ يَحْيَى أَتْقَنُ عَنْ غُطَيْفٍ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: عَنْ أَبِي غُطَيْفٍ الْهُذَلِيِّ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، فَلَمَّا نُودِيَ بِالظُّهْرِ تَوَضَّأَ فَصَلَّى، فَلَمَّا نُودِيَ بِالْعَصْرِ تَوَضَّأَ، فَقُلْتُ

62- اسناده ضعيف لضعف عبد الرحمٰن بن زياد - وهو الافريقي - وجهالة ابي غطيف - او غطيف - الهذلي. واخرجه الترمذی (60)، وابن ماجه (512) من طريق عبد الرحمٰن بن زياد الافريقي، بهذا الاسناد. وضعفه الترمذی.

لہ فقال: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ تَوَضَّأَ عَلٰی طُھْرٍ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: وَھٰذَا حَدِیْثُ مُسَدَّدٍ وَھُوَ اَتَمُّ.

ابوغطیف ہذلی بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا جب ظہر کے لئے اذان ہوئی تو انہوں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ جب عصر کے لئے اذان ہوئی' تو انہوں نے پھر وضو کیا' تو میں نے ان سے دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص پہلے سے وضو ہونے کے باوجود وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مسدد کی نقل کردہ ہے اور یہ زیادہ مکمل ہے۔

شرح

ایک تو مطلقاً وضو کرنے کا ثواب واجر مقرر ہے وہ تو ملتا ہی ہے لیکن جو آدمی وضو پر وضو کرے تو اس کے واسطے اس مقررہ اجر و ثواب کے علاوہ مزید دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس سلسلہ میں علماء لکھتے ہیں کہ یہ اجر وثواب اس وقت ملتا ہے جب کہ پہلے وضو کے بعد فرض یا نفل نماز پڑھ چکا ہو اور اس کے بعد پھر دوسرا وضو کرے۔ شرح السنۃ میں منقول ہے کہ تجدید وضو اس وقت مستحب ہے جب کہ پہلے وضو سے کوئی نماز پڑھ چکا ہو اور بعض علماء کے نزدیک اگر پہلے وضو کے بعد نماز نہ پڑھی ہو تو وضو کرنا مکروہ ہے۔

بَابُ مَا یُنَجِّسُ الْمَاءَ

باب: کون سی چیز پانی کو نجس کردیتی ہے

۶۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ، وَغَیْرُھُمْ، قَالُوْا: حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ، عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ کَثِیْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ اَبِیْہِ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا یَنُوْبُہٗ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ، فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا کَانَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلِ الْخَبَثَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: وَھٰذَا لَفْظُ ابْنِ الْعَلَاءِ وَقَالَ عُثْمَانُ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ،

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: وَھُوَ الصَّوَابُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا: جس میں سے جانور اور درندے آکر پیتے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب پانی دو قلے ہو' تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ الفاظ ابن علاء نامی راوی کے ہیں:

عثمان اور حسن بن علی نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: یہ روایت محمد بن عباد بن جابر سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں) یہی درست ہے۔

پانی کے قلہ ہونے کے مفہوم کا بیان

قلہ بڑے مٹکے کو کہتے ہیں جس میں اڑھائی مشک پانی آتا ہے "قلتین" یعنی دو مٹکوں میں پانچ مشک پانی سماتا ہے دو مٹکوں کے پانی کا وزن علماء کرام نے سوا پانچ من لکھا ہے اس حدیث کے پیش نظر حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی دو مٹکوں کے برابر ہو اور اس میں نجاست وغلاظت گر جائے تو جب تک پانی کا رنگ، مزہ اور بو متغیر نہ ہو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ لیکن جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے اس کے بارے میں علماء کرام کا بہت زیادہ اختلاف ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح بھی ہے یا نہیں؟

سفر السعادۃ کے مصنف جو ایک جلیل القدر محدث ہیں لکھتے ہیں کہ "علماء کرام کی ایک جماعت کا قول تو یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے مگر ایک دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔" علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو جلیل القدر علماء اور ائمہ حدیث کے امام اور حضرت عبداللہ بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد ہیں لکھتا ہے کہ "یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں ہے۔" نیز علماء کرام لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث اجماع صحابہ کے برخلاف ہے کیونکہ ایک مرتبہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر پڑا تو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ حکم دیا کہ کنویں کا تمام پانی نکال دیا جائے اور یہ واقعہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ہوا اور کسی نے بھی اس حکم کی مخالفت نہیں کی۔

پھر اس کے علاوہ علماء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ "اس مسئلہ میں پانی کی حد اور مقدار متعین کرنے کے سلسلے میں نہ تو حنفیہ کو اور نہ ہی شوافع کو ایسی کوئی صحیح حدیث ہاتھ لگی ہے جس سے معلوم ہو کہ نجاست پڑنے سے کتنی مقدار کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور کتنی مقدار کا ناپاک نہیں ہوتا۔" امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جو فن حدیث کے ایک جلیل القدر امام اور حنفی مسلک کے تھے فرماتے ہیں کہ "حدیث قلتین (یعنی یہ حدیث) اگرچہ صحیح ہے لیکن اس پر ہمارے عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں پانی کی مقدار دو قلے بتائی گئی ہے اور قلے کے کئی معنی آتے ہیں، چنانچہ قلہ مٹکے کو بھی کہتے ہیں اور مشک کو بھی، نیز پہاڑ کی چوٹی بھی قلہ کہلاتی ہے لہٰذا جب یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہاں حدیث میں قلہ سے کیا مراد ہے تو اس پر عمل کیسے ہو سکتا ہے؟

بہر حال اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ جو علماء صرف حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہیں ان کا مسلک تو یہ ہے کہ "نجاست وغیرہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا خواہ پانی کم ہو یا زیادہ ہو، جاری ہو یا ٹھہرا ہوا ہو اور خواہ نجاست پڑنے سے پانی کا رنگ مزہ اور بو متغیر ہو یا نہ ہو" یہ حضرات دلیل میں اس کے بعد آنے والی حدیث کے یہ الفاظ پیش کرتے ہیں کہ الحدیث (اِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ) (یعنی پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی) حالانکہ مطلقاً پانی نہیں ہے بلکہ زیادہ پانی ہے۔ ان کے علاوہ تمام علماء اور محدثین کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی زیادہ ہوگا تو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوگا اور اگر پانی کم ہے تو نجاست پڑنے سے ناپاک ہو جائے گا۔

پانی کی قلت وکثرت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اب اس کے بعد چاروں اماموں کے ہاں "زیادہ" اور "کم" کی مقدار میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نجاست پڑنے سے جس پانی کا رنگ، مزہ اور بو متغیر نہ ہو وہ ماء کثیر (زیادہ پانی) کہلائے گا اور جو پانی متغیر ہو

...قلیل (کم پانی) کے حکم میں ہوگا۔

...حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس حدیث کے پیش نظر یہ ہے جو پانی دو ... کے برابر ہوگا اسے ماء کثیر کہیں گے اور جو پانی دو قلوں کے برابر نہ ہوگا وہ "ماء قلیل" کہا جائے گا۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ ... کے ماننے والے یہ فرماتے ہیں کہ۔ "اگر پانی اتنی مقدار میں ہو کہ اس کے ایک کنارے کو ہلانے سے دوسرا کنارہ ... ہو ... ماء کثیر ہے اور اگر دوسرا کنارہ ہلنے لگے تو وہ "ماء قلیل" ہے۔" بعد کے بعض حنفی علماء نے "دہ در دہ" کو ماء کثیر کہا ہے یعنی اتنا ... دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلو سے پانی اٹھائیں تو زمین نہ کھلے ایسے حوض کو دہ در دہ کہتے ہیں۔ ... حوض کے پانی میں جو "دہ در دہ" ہو اگر نجاست پڑ جائے جو پڑ جانے کے بعد دکھائی نہ دیتی ہو جیسے پیشاب، خون، ... چاروں طرف وضو کرنا درست ہے جدھر سے چاہے وضو کر سکتا ہے، البتہ اگر اتنے بڑے حوض میں اتنی نجاست پڑ ... کہ پانی کا رنگ یا مزہ بدل جائے یا بو آنے لگے تو پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر حوض کی شکل یہ ہو کہ لمبا تو وہ بیس ہاتھ اور ... ہاتھ ہو یا ایسے ہی لمبا پچیس ہاتھ ہو اور چوڑا چار ہاتھ ہو تو یہ دہ در دہ کی شکل ہی کہلائے گا۔

۶۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ ... عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ أَبُو كَامِلٍ: ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ فِي الْفَلَاةِ ... مَعْنَاهُ

... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ویران ... ہو۔

اس کے بعد راوی نے اسی کی مانند حدیث ذکر کی ہے۔

۶۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَإِنَّهُ لَا يَنْجُسُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَقَفَهُ، عَنْ عَاصِمٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب پانی دو قلے ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا"۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نامی راوی نے یہ روایت عاصم سے موقوف روایت کے طور پر نقل کی ہے۔

ٹھہرے یا جاری پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت میں فقہی تصریحات

صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ناپاکی کی حالت میں ٹھہرے ہوئے

پانی میں غسل نہ کرے (تاکہ پانی ناپاک نہ ہو جائے) لوگوں نے کہا "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پھر کس طرح نہانا چاہئے؟ انہوں نے فرمایا "اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی (چلو سے) لے کر پانی سے باہر نہانا چاہئے۔

یہاں جس پانی میں پیشاب کرنے اور پھر اس میں نہانے سے روکا جا رہا ہے اس سے ماء قلیل یعنی تھوڑا پانی مراد ہے کیونکہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی ماء جاری یعنی بہنے والے پانی کا حکم رکھتا ہے جو پیشاب وغیرہ سے ناپاک نہیں ہوتا اور پھر اس میں نہانا بھی جائز ہے۔

بعض علماء کرام نے کہا کہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی میں بھی پیشاب کرنا ممنوع ہے اگرچہ وہ پانی پیشاب وغیرہ سے نجس نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر اس میں کوئی آدمی پیشاب کرے گا تو اس کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس میں پیشاب کرنے لگیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عمومی طور پر سب ہی لوگ اس میں پیشاب کرنے کی عادت میں مبتلا ہو جائیں گے جس کی وجہ سے پانی رفتہ رفتہ متغیر (تبدیل) ہو جائے گا یعنی جب اس میں زیادتی اور کثرت سے پیشاب کیا جائے گا تو پانی کا رنگ مزہ اور بو تینوں چیزیں بدل جائیں گی اور پانی اصل حیثیت کھو کر ناپاک ہو جائے گا۔ لہٰذا اب اس حدیث میں مذکورہ حکم کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ پہلی شکل یعنی پانی کم ہونے کی صورت میں تو یہ نہی حرمت کے لئے ہے کیونکہ کم پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

دوسری شکل یعنی پانی زیادہ ہونے کی صورت میں کراہت کے لئے ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اصطلاح شریعت میں "کم پانی" اور زیادہ پانی کی مقدار اور اس کی تحدید کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں انشاء اللہ تعالیٰ اگلے صفحات میں پوری وضاحت کی جائے گی۔ اسے بھی سمجھ لیجئے کہ حدیث میں پانی کے ساتھ جاری یعنی بہنے والے کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ اس قید کی وجہ یہ ہے کہ اگر پانی جاری یعنی بہنے والا ہو تو خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اس میں نجاست مثلاً پیشاب وغیرہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

نیز علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ تمام تفصیلات دن کے لئے ہیں، رات میں جنابت کے خوف کی وجہ سے مطلقاً اس میں قضائے حاجت مکروہ اور ممنوع ہے کیونکہ جنات رات کو وہیں رہتے ہیں جہاں پانی ہوتا ہے چنانچہ اکثر و بیشتر ندی و نالے اور تالاب جوہڑ اور نہر وغیرہ رات کو جنات کا مسکن ہوتی ہیں۔ حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی جنبی پانی میں ہاتھ نکالنے کے لئے ڈالے تو پانی مستعمل یعنی ناقابل استعمال نہیں ہوگا اور اگر وہ پانی میں ہاتھ اس لئے ڈالے تاکہ اپنے ہاتھوں کو ناپاکی دور کرنے کے لئے اس میں دھوئے تو اس شکل میں اپنی مستعمل یعنی ناقابل استعمال ہو جائے گا۔

پیشاب سے پانی کے نجس ہونے کی مقدار کے تعین کا فقہی بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی کا حکم پوچھا گیا جو جنگل میں زمین پر جمع ہوتا ہے اور اکثر و بیشتر چوپائے درندے اس پر آتے جاتے رہتے ہیں (یعنی جانور وغیرہ اس پانی پر آ کر اسے پیتے ہیں اور اس میں پیشاب وغیرہ بھی کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر پانی دو قلوں کے برابر ہو تو وہ ناپاکی کو قبول نہیں کرتا (یعنی نجاست وغیرہ پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا)۔" (مسند احمد بن حنبل، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، داری، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ "وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔") (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 448)

بَابُ مَا جَاءَ فِي بِئْرِ بُضَاعَةَ

باب: بضاعہ کنوئیں کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

66- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُطْرَحُ فِيهَا الْحِيَضُ وَلَحْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَاءُ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ رَافِعٍ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کیا ہم بضاعہ کے کنویں سے وضو کرلیا کریں (راوی کہتے ہیں:) وہ ایک ایسا کنواں تھا' جس میں حیض والی عورتوں کے کپڑے اور کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں ڈالی جاتی تھیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی پاک ہوتا ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بعض حضرات نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: عبدالرحمن بن رافع (یعنی ایک راوی کا نام مختلف ذکر کیا ہے)

67- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيَّانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَلِيطِ بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْعَدَوِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُقَالُ لَهُ: إِنَّهُ يُسْتَقَى لَكَ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ، وَهِيَ بِئْرٌ يُلْقَى فِيهَا لُحُومُ الْكِلَابِ، وَالْمَحَايِضُ وَعَذِرُ النَّاسِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ قُتَيْبَةَ بْنَ سَعِيدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ قَيِّمَ بِئْرِ بُضَاعَةَ عَنْ عُمْقِهَا؟ قَالَ: أَكْثَرُ مَا يَكُونُ فِيهَا الْمَاءُ إِلَى الْعَانَةِ، قُلْتُ: فَإِذَا نَقَصَ، قَالَ: دُونَ الْعَوْرَةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدَّرْتُ أَنَا بِئْرَ بُضَاعَةَ بِرِدَائِي مَدَدْتُهُ عَلَيْهَا، ثُمَّ ذَرَعْتُهُ فَإِذَا عَرْضُهَا سِتَّةُ أَذْرُعٍ، وَسَأَلْتُ الَّذِي فَتَحَ لِي بَابَ الْبُسْتَانِ فَأَدْخَلَنِي إِلَيْهِ، هَلْ غُيِّرَ بِنَاؤُهَا عَمَّا كَانَتْ عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا، وَرَأَيْتُ فِيهَا مَاءً مُتَغَيِّرَ اللَّوْنِ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ کو یہ بات بتائی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بضاعہ کے کنویں سے پانی لایا جاتا ہے وہ ایک ایسا کنواں ہے جہاں کتوں کا گوشت' حیض والی عورتوں کے کپڑے اور لوگوں کی گندگی ڈالی جاتی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک پانی پاک ہوتا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے قتیبہ بن سعید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، میں نے بضاعہ کنویں کے نگران سے اس کی گہرائی کے بارے میں دریافت کیا' تو اس نے بتایا اس میں زیادہ سے زیادہ اتنا پانی آتا ہے' جو ناف سے نیچے ہو میں نے دریافت کیا: جب یہ کم ہو' تو یہ کتنا ہوتا ہے' تو اس نے کہا: پردے کی جگہ سے نیچے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے بھی بضاعہ کنویں کی پیمائش اپنی چادر کے ذریعے کی ہے۔ میں نے اسے اس پر پھیلا دیا پھر میں نے اسے ناپا تو اس کی چوڑائی چھ بالشت جتنی تھی جس شخص نے میرے لئے باغ کا دروازہ کھولا تھا' اور وہ مجھے باغ کے اندر لے کر آیا تھا میں نے اس سے دریافت کیا: پہلے یہ جس حالت میں تھا کیا اس کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی بھی کی گئی ہے۔ اس نے جواب دیا: جی نہیں۔ میں نے اس کنویں میں پانی دیکھا کہ اس کی رنگت تبدیل ہو چکی تھی۔

بئیر بضاعہ کے پانی کے حکم کا بیان

بیر بضاعہ مدینہ کے ایک کنویں کا نام ہے وہ ایک ایسی جگہ واقع تھا جہاں نالے کی رو آتی تھی اس نالے میں جو گندگی اور غلاظت ہوتی تھی وہ اس کنویں میں پڑتی تھی مگر کہنے والے نے کچھ اس انداز سے بیان کیا جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ لوگ خود اس میں نجاست ڈالتے تھے، حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اس قسم کی گندگی اور غلط چیزوں کا رتکاب تو عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ وہ ایسی غیر شرعی غیر اخلاقی چیز کا ارتکاب کرتے جو افضل المومنین تھے۔ بہر حال! اس کنویں میں بہت زیادہ پانی تھا اور چشمہ دار تھا اس لئے جو گندگی اس میں گرتی تھی بہہ کر نکل جاتی تھی بلکہ علماء کی تحقیق تو یہ ہے کہ اس وقت کنواں جاری تھا اور نہر جاری کی طرح ایک باغ میں بہتا بھی تھا چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں کی اس صفت کی وجہ سے اس کے پانی کے بارے میں وہی حکم فرمایا جو ماء کثیر یا جاری پانی کا ہوتا ہے۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ نجاست پڑنے سے کوئی پانی ناپاک نہیں ہوتا خواہ وہ تھوڑا پانی ہو یا زیادہ پانی بلکہ یہ حکم ماء کثیر یعنی زیادہ پانی کا ہے ماء قلیل یعنی کم پانی کا یہ حکم نہیں ہے۔ حنفیہ کے بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ چشمہ دار کنواں بھی "جاری پانی" کا حکم رکھتا ہے یعنی جو حکم بہنے والے پانی کا ہوتا ہے وہی چشمہ دار کنویں کا ہوتا ہے۔

کنوئیں سے چوہا یا چڑیا وغیرہ زندہ نکالے جائیں تو پانی کا حکم

علامہ محمود بن مازہ بخاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب کنوئیں میں چوہا، چڑیا، مرغی، بلی اور بکری گر گئی اور انہیں زندہ نکال لیا تو اس کنوئیں کا پانی نجس نہ ہوگا۔ اور اس سے کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں۔ اور دلیل استحسان یہ ہے کہ جب تک یہ جانور زندہ ہیں پاک ہیں جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان میں کسی ایک کے بھی گرنے سے پانی نجس ہو جائے گا۔ اگر چہ انہیں زندہ نکال لیا گیا ہے کیونکہ ان جانوروں میں نجاست کا راستہ ہے۔ اور نجاست پانی میں حلول کر گئی ہے۔ جبکہ ہم نے قیاس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی وجہ سے ترک کر دیا۔

امام ابو جعفر اور فقیہ ابو علی یہ دونوں فقہاء اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ جب کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے اگرچہ اسے اسی وقت نکالا جائے بیس سے تیس تک ڈول پانی کے نکالے جائیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کنوئیں میں چوہا گر جائے اور مر جائے تو اس سے سات ڈول پانی نکالا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ محض ڈول نکالے جائیں۔ اس روایت کے مطابق پانی فاسد نہیں ہوتا اور ان سے ایک روایت ہے بیس یا تیس ڈول نکالے جائیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب کسی کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے تو اس سے چالیس ڈول نکالے جائیں۔ اسلاف یعنی متقدمین فقہاء نے اس مسئلہ پر اتفاق کر لیا ہے کہ کنوئیں کے مسائل میں اسلاف کے اقوال کی اتباع کرتے رہیں گے باقی سب کو ترک کر دیا جائے گا۔ (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۱، ص ۷۲، بیروت)

جن سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے

اگر کنوئیں میں نجاستِ غلیظہ یا خفیفہ گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت۔ اور خواہ کسی چیز کے ساتھ لگ کر گری ہو یا صرف نجاست گری ہو ہر حال میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ جس جانور میں بہتا ہوا خون ہوتا ہو اور وہ خشکی کا رہنے والا ہو۔ اگر وہ کنوئیں میں گر جائے تو اس کے تین درجے ہیں۔

اول: بکری یا اس کی مثل

دوم: بلی اور اس کی مثل۔

سوم: چوہا اور اس کی مثل۔

پس جو جانور بکری کے برابر یا اس سے بڑے ہوں وہ بکری کے حکم میں ہیں۔ ایسے کسی جانور کے کنوئیں میں گر کر مر جانے سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ پھولا یا پھٹا نہ ہو۔ اور اگر مر کر پانی میں گرے تب بھی یہی حکم ہے۔ جو جانور بلی کے برابر یا اس سے بڑے ہوں مگر بکری سے چھوٹے ہوں وہ بلی کے حکم میں ہیں اور جو جانور چوہے کے برابر یا اس سے بڑے ہوں مگر بلی سے چھوٹے ہوں وہ چوہے کے حکم میں ہیں۔ ان دونوں قسم کے جانوروں میں سے کوئی جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا باہر سے گر کر مرے تو جب تک پھول یا پھٹ نہ جائے اس وقت تک کنوئیں کا تمام پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ حصہ ناپاک ہوتا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے اور جب پھول جائے یا پھٹ جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اس کے بال یا پاؤں یا دم یا کوئی اور حصہ جسم جدا ہو کر کنوئیں میں گر پڑے یا کنوئیں میں گرتے وقت کٹ جائے تو اس کے گرتے ہی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ پھولنے کی پہچان یہ ہے کہ پانی میں رہ کر اس کا جسم اصلی حجم سے بڑھ جائے اور پھٹنے کی پہچان یہ ہے کہ اس کے بال گر گئے ہوں یا جسم پھٹ گیا ہو۔ باہر سے پھول کر یا پھٹ کر گرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

اگر کنوئیں سے مرا ہوا چوہا یا کوئی اور جانور نکلا اور یہ معلوم نہیں کہ کب گرا ہے تو فتویٰ اسی پر ہے کہ جب دیکھا جائے اس وقت

سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا۔ اس سے پہلے کے نماز و وضو سب درست ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اگر وہ جانور ابھی پھولا یا پھٹا نہیں تو جن لوگوں نے اس کنوئیں سے وضو کیا ہے وہ دن رات کی نمازیں دہرئیں اور اس پانی سے جو کپڑے دھوئے ہیں ان کو پھر سے دھونا چاہئے اور اگر پھول گیا ہو یا پھٹ گیا ہو تو تین دن رات کی نمازیں دہرانا چاہیے۔ البتہ جن لوگوں نے اس پانی سے وضو نہیں کیا وہ۔ نہ دہرائیں۔

جن سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے

۳. دو بلیاں ایک بکری کے حکم میں ہیں۔ تین چوہے ایک بلی کے حکم میں اور۔ چھ چوہے ایک بکری کے حکم میں ہیں۔

٤. بڑا سانپ یا گرگٹ یا مینڈک۔ بڑی چھچڑی اور بڑی چھپکلی اگر خون والے۔ ہوں تو چوہے و بلی کے حکم میں ہیں۔

٥. خنزیر کے گرنے سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ مر جائے یا زندہ نکل آئے اور خواہ اس کا منہ پانی تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور جانور گرے اور زندہ نکل آئے۔ اگر اس کے جسم پر نجاست کا ہونا معلوم ہے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ اگر نجاست تو جسم پر نہیں لیکن اس کا منہ۔ پانی تک پہنچا تو اس کے جھوٹے کا اعتبار ہوگا اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو پانی پاک ہے اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو پانی بھی مشکوک ہے اور جھوٹے مشکوک کا بھی تمام پانی نکالا جائے گا اور مکروہ ہے تو پانی بھی مکروہ ہے پس اس سے بیس ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر زندہ نکل آیا اور اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا تو جب تک ان کے پیشاب یا پاخانہ نہ کر دینے کا یقین نہ ہو جائے کنواں ناپاک نہیں ہوگا (لیکن اکثر اس کا قوی امکان ہے اس لئے جن جانوروں کے پیشاب و پاخانہ سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کے گمان کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کے گمان کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی نکالنا۔ ہی مناسب ہے)

٦. مسلمان میت اگر غسل سے قبل کنوئیں میں گر پڑے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر غسل کے بعد گرے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ کافر کی میت غسل سے قبل گرے یا غسل کے بعد۔ ہر حال میں تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اگر زندہ آدمی بوڑھا یا جوان یا بچہ مرد یا عورت کنوئیں میں گر کر مر جائے تب۔ بھی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

۷. ہر جاندار کا بچہ اپنے بڑے کا حکم رکھتا ہے۔

۸. اونٹ یا بکری کی مینگنیاں اگر کنوئیں میں کثیر مقدار میں گریں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ کثیر وہ ہیں جن کو عرف عام میں کثیر کہیں یا دیکھنے والا کثیر سمجھے اور صحیح یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی ڈول خالی نہ جائے تو کثیر ہیں ورنہ قلیل تر یا خشک سالم یا ٹوٹی ہوئی گوبر یا لید یا مینگنی سب کا ایک ہی حکم ہے۔

۹. مرغی۔ بطخ اور مرغابی کی بیٹ سے تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

وہ صورتیں جن سے تھوڑا پانی نکالا جاتا ہے اور سارا کنواں ناپاک نہیں ہوتا

۱. اگر چوہا یا اس کے مثل چڑیا وغیرہ جانور کنوئیں میں گر کر مر جائیں یا مرا ہوا گرے لیکن پھولے یا پھٹے نہیں تو بیس سے تیس ڈول نکالے جائیں یعنی بیس ڈول وجوب کے طور پر اور تیس ڈول استحباب کے طور پر نکالے جائیں۔ دو چوہوں کا بھی یہی حکم ہے

بڑی چھچھوندر اور بڑی چھپکلی وغیرہ جن میں بہتا۔ خون ہوتا ہے چوہے کے حکم میں ہے۔

۲۔ بلی یا اس کے مثل کوئی جانور مثلاً کبوتر یا بطخ وغیرہ گر کر مرجائے یا مرا ہوا گر جائے مگر پھولا یا پھٹا نہ ہو تو چالیس سے پچاس یا ساٹھ ڈول نکالے جائیں یعنی چالیس وجوباً اور پچاس یا ساٹھ ڈول استحباباً نکالے جائیں یہی حکم ایک بلی اور ایک چوہے کے گرنے پر ہے جن صورتیں میں کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا۔

۱۔ پاک چیز کے کنوئیں میں گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

۲۔ مسلمان کی لاش نہلانے کے بعد کنوئیں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں۔ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو اور لاش پھولی یا پھٹی نہ ہو۔

۳۔ شہید نہلانے سے پہلے بھی گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر خون کے علاوہ کوئی اور نجاست نہ ہو اور اس کا خون بہنے کی۔ مقدار تک پانی میں نہ ملے۔

٤۔ زندہ آدمی کنوئیں میں گر جائے اور پھر زندہ نکل آئے یا ڈول وغیرہ نکالنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگائے تو اگر اس کے کپڑے اور جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور پانی سے استنجا کئے ہوئے ہے تو خواہ کافر ہو یا مسلمان مرد یا عورت جنبی ہو یا غیر جنبی کنواں پاک ہے اگر شک ہو کہ کپڑا پاک ہے یا ناپاک تب بھی کنواں پاک ہے لیکن دل کی تسلی کے لئے بیس یا تیس ڈول نکال دینا مستحب ہے۔ اور اگر اس کے بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو۔ تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ کافروں کا جسم اور کپڑا عموماً ناپاک ہی رہتا ہے اور نجاست حکمی سے کافر بلعموم پاک نہیں ہوتا تو اگر وہ کنوئیں میں اترنے سے پہلے نہالے اور پاک کپڑے باندھ کر کنوئیں میں اترے تو کنواں پاک ہے اگر نہ نہائے اور اپنے انہی مستعمل کپڑوں سمیت کنوئیں میں اترے یا گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے گا (اور یہی حکم غیر محتاط بے نمازی مسلمان کے لئے ہونا چاہیے)

۵۔ خنزیر کے سوا سب جانوروں کی خشک ہڈی۔ بال یا ناخن گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا لیکن اگر اس میں گوشت یا چکنائی لگی ہو تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ آدمی کا گوشت یا کھال ناخن کی مقدار سے کم گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ ناخن کے برابر یا اس سے زیادہ گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

٦۔ خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کے پانی میں گر کر زندہ نکل آنے سے کنواں پاک ہے بشرطیکہ اس کا جسم پاک ہو اور منہ پانی تک نہ پہنچے لیکن عموماً جانوروں کا جسم ناپاک رہتا ہے اور منہ کا لعاب پانی میں لگنے کا قوی امکان ہے نیز خوف و دہشت کی وجہ سے پیشاب و پاخانہ کر دینے کا بھی قوی امکان ہے اس لئے سارے پانی کے ناپاک ہونے کا حکم دینا چاہئے۔ اگر منہ پانی تک پہنچے تو ان کر جھوٹے کا اعتبار ہوگا۔

۷۔ طاہر و مطہر مکروہ پانی یا مستعمل پانی کنوئیں میں گر جائے تو کنواں۔ ناپاک نہ ہوگا۔

۸۔ مرغی۔ بطخ یا مرغابی کے علاوہ کسی اور پرندے کا پیشاب یا بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

۹۔ اونٹ یا بکری وغیرہ کی مینگنی تر ہو یا خشک سالم ہو یا ٹوٹی ہوئی۔ گوبر ہو یا لید تھوڑی مقدار میں کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور تھوڑی مقدار یہ ہے کہ ہر دفعہ ڈول نکالنے میں گوبر مینگنی وغیرہ وغیرہ ساتھ نہ آئے یہی صحیح ہے۔

۱۰. اگر زندہ چوہا وغیرہ کنوئیں میں سے نکلے تو بیس ڈول نکالنا افضل ہے۔ اگر بلی اور آزاد مرغی وغیرہ زندہ نکلے تو تیس تا چالیس ڈول نکالنا مستحب ہے بکری وغیرہ گرے تو بیس ڈول نکالے یہ سب اطمینانِ قلب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ہے پس اگر کچھ بھی نہ نکالے تب بھی وضو جائز ہے مستحب ڈول بیس سے کم نہ نکالے یہی افضل ہے۔

۱۱. جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہ ہو جیسے مکھی مچھر وغیرہ ان کے پانی میں گر کر مرجانے یا مرا ہوا گر جانے یا پھول یا پھٹ جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ اس سے وضو اور غسل درست ہے لیکن ان کا پینا یا کھانے میں استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ الْمَاءِ لَا يُجْنِبُ

باب: پانی جنبی نہیں ہوتا

68 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَفْنَةٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَوَضَّأَ مِنْهَا أَوْ يَغْتَسِلَ، فَقَالَتْ: لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ نے ایک بڑے برتن سے غسل کیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس سے وضو کرنے لگے (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) غسل کرنے لگے تو اس خاتون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! میں جنابت کی حالت میں تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی کو جنابت لاحق نہیں ہوتی۔

جن صورتوں مین پانی نجس نہیں ہوتا

۱. چمگادڑ کے پیشاب اور بیٹ سے پانی و کپڑا نجس نہیں ہوتا۔

۲. جس جانور میں بہتا ہوا خون نہیں ہے جیسے مکھی۔ مچھر۔ بھڑ۔ چیونٹی۔ وبچھو وغیرہ پانی میں مرجائے تو پانی نجس نہیں ہوگا۔

۳. جو جانور پانی میں پیدا ہوتے ہیں اور رہتے ہیں ان کے پانی میں مرنے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا جیسے مچھلی۔ مینڈک اور کیکڑا۔ اس مین فرق نہیں کہ وہ پانی میں مرے یا باہر مرے پھر پانی میں ڈالدیں۔ اگر پھول یا پھٹ جائے تب بھی۔ یہی حکم ہے مگر وہ پانی پینا مکروہ ہے۔

٤. جو جانور پیدائشی پانی کے نہ ہوں مگر وہ پانی میں رہتے ہوں جیسے۔ بطخ۔ مرغابی وغیرہ ان کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے۔

68- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لاضطراب رواية سماک -وهو ابن حرب- عن عكرمة. ابو الاحوص: هو سلام بن سليم الكوفي. واخرجه الترمذي (65)، والنسائي في "المجتبى" (325)، وابن ماجه (370) من طريقين عن سماک، بهذا الاسناد. وهو في "مسنداحمد" (2100)، و"صحيح ابن حبان" (1241). ويشهد له حديث ابی سعيد السالف قبله وشواهده.

۵. خنزیر کے سوا ہر جاندار کے بال ہڈی۔ پٹھا۔ کھر (سم) چرا ہوا یا بے چرا پاک ہیں۔ جبکہ ان پر چکنائی نہ لگی ہو ورنہ چکنائی کی وجہ سے ناپاک ہوں گے۔ آدمی کے بال ہڈی کا بھی یہی حکم ہے جبکہ بال مونڈھے ہوئے یا کٹے ہوئے ہوں اگر اکھڑے ہوئے ہوں تو نجس۔ ہوں گے۔

۶. اصح یہ ہے کہ مشکِ نافہ ہر حالت میں پاک ہے اور ذبح کئے ہوئے۔ جانور کا مشک نافہ بالاتفاق پاک وحلال ہے۔

۷. خنزیر کے تمام اجزا نجس ہیں۔

۸. جس پرندہ کا گوشت حرام ہے اس کی بیٹ کنوئیں میں گرے تو دفع حرج کے۔ سبب پاک ہے۔

پانی کے متفرق احکام کا بیان

۱. وہ کوزہ جو گھر میں زمین پر اس لئے رکھ دیتے ہیں کہ ان سے مشکوں میں سے پانی نکالیں گے تو ان سے پانی پینا اور وضو کرنا جائز ہے۔ جب تک یہ۔ معلوم نہ ہو کہ ان پر نجاست لگی ہے۔

۲. ایسے حوض سے وضو و غسل جائز ہے جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس میں نجاست پڑی ہوگی مگر یقین نہ ہو اور اس پر یہ واجب نہیں کہ اس کا حال پوچھے اور جب تک اس میں نجاست ہونے کا یقین نہ ہو جائے اس سے۔ وضو کرنا ترک نہ کرے۔

۳. اگر جنگل میں تھوڑا پانی ملا تو جب تک اس کی نجاست کا یقین نہ ہو اس میں سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔ صرف اس وہم پر وضو نہ چوڑے کہ شاید یہ نجس ہو۔ اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس کا ہاتھ نجس ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے اس میں سے پانی نکال سکے تو پاک رومال وغیرہ پانی میں ڈال کر تر کرے اور رومال سے پانی ہاتھ پر ہاتھ کو پاک کر لے۔

۴. اگر بچے یا بڑے آدمی جاہل و کافر وغیرہ ڈول یا رسی پر ہاتھ لگاتے ہیں تو جب تک نجاست کا یقین نہ ہو ڈول اور رسی پاک ہے۔ اگر کوئی کافر یا کوئی بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی ہوئی تھی تو ناپاک ہو جائے گا لیکن چھوٹے بچہ کے ہاتھ کا اعتبار نہیں۔ اس لئے جب تک کوئی اور پانی نہ ملے اس کے۔ ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا بہتر ہے اگر کر لے تو جائز ہے۔

۵. جب پانی نجاست کے پڑنے سے نجس ہو جائے اگر اس کے تینوں اوصاف یعنی رنگ و بو و مزہ بدل جائیں تو اس کو کسی طرح کام میں نہ لائے۔ جانوروں کو پلانا اور مٹی ڈال کر گارا بنانا بھی جائز نہیں اور وہ پیشاب کی طرح نجس ہوگا اور اگر تینوں اوصاف نہیں بدلے تو اس میں سے جانوروں کو پلانا اور مٹی بھگو کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا جائز ہے مگر وہ گارا مٹی مسجد۔ کی دیواروں وغیرہ پر نہ لگائی جائے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

باب: ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا

69 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، فِيْ حَدِيْثِ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے کہ اس نے پھر اسی میں سے غسل بھی کر لینا ہے''۔

70 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا يَحْيٰى. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ. قَالَ: سَمِعْتُ اَبِي يُحَدِّثُ. عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ. وَلَا يَغْتَسِلُ فِيْهِ مِنَ الْجَنَابَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ ہی اس میں غسل جنابت کرے''۔

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی آدمی اس ٹھہرے ہوئے پانی میں جو بہنے والا نہ ہو پیشاب نہ کرے کہ پھر اسی میں غسل کرنے لگے (یعنی کسی دانشمند سے یہ بعید ہے کہ وہ پانی میں پیشاب کر لے پھر اسی پانی سے غسل کر لے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم) صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ناپاکی کی حالت میں ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے (تاکہ پانی ناپاک نہ ہو جائے) لوگوں نے کہا "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پھر کس طرح نہانا چاہیے؟ انہوں نے فرمایا "اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی (چلو سے) لے کر پانی سے باہر نہانا چاہیے۔

(مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 445)

یہاں جس پانی میں پیشاب کرنے اور پھر اس میں نہانے سے روکا جا رہا ہے اس سے ماء قلیل یعنی تھوڑا پانی مراد ہے کیونکہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی ماء جاری یعنی بہنے والے پانی کا حکم رکھتا ہے جو پیشاب وغیرہ سے ناپاک نہیں ہوتا اور پھر اس میں نہانا بھی جائز ہے۔ بعض علماء کرام نے کہا کہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی میں بھی پیشاب کرنا ممنوع ہے اگرچہ وہ پانی پیشاب وغیرہ سے نجس نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر اس میں کوئی آدمی پیشاب کرے گا تو اس کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس میں پیشاب کرنے لگیں گے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ عمومی طور پر سب ہی لوگ اس میں پیشاب کرنے کی عادت میں مبتلا ہو جائیں گے جس کی وجہ سے پانی رفتہ رفتہ متغیر (تبدیل) ہو جائے گا یعنی جب اس میں زیادتی اور کثرت سے پیشاب کیا جائے گا تو پانی کا رنگ مزہ اور بو تینوں چیزیں بدل جائیں گی اور پانی اصل حیثیت کھو کر ناپاک ہو جائے گا۔ لہٰذا اب اس حدیث میں مذکورہ حکم کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ پہلی شکل یعنی پانی کم ہونے کی صورت میں تو یہ نہی حرمت کے لئے ہے کیونکہ کم پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ دوسری شکل یعنی پانی زیادہ ہونے کی صورت میں کراہت کے لئے ہے۔

اسے بھی سمجھ لیجئے کہ حدیث میں پانی کے ساتھ جاری یعنی بہنے والے کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ اس قید کی وجہ یہ ہے کہ اگر پانی جاری یعنی بہنے والا ہو تو خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اس میں نجاست مثلاً پیشاب وغیرہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ نیز علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ تمام تفصیلات دن کے لئے ہیں، رات میں جنابت کے خوف کی وجہ سے مطلقاً اس میں قضائے حاجت مکروہ اور ممنوع

ہے کیونکہ جنات رات کو وہیں رہتے ہیں جہاں پانی ہوتا ہے چنانچہ اکثر و بیشتر ندی وناے اور تالاب جو ہڑ اور نہر وغیرہ رات کو جنات کا مسکن ہوتی ہیں۔ حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی جنبی پانی میں ہاتھ نکالنے کے لئے ڈالے تو پانی مستعمل یعنی نا قابل استعمال نہیں ہوگا اور اگر وہ پانی میں ہاتھ اس لئے ڈالے تا کہ اپنے ہاتھوں کو ناپاکی دور کرنے کے لئے اس میں دھوئے تو اس شکل میں اپنی مستعمل یعنی نا قابل استعمال ہو جائے گا۔

بَابُ الْوُضُوءِ بِسُؤْرِ الْكَلْبِ

باب: کتے کے جوٹھے سے وضو کرنا؟

71 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، فِي حَدِيثِ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ، أَنْ يُغْسَلَ سَبْعَ مِرَارٍ، أُولَاهُنَّ بِتُرَابٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ قَالَ أَيُّوبُ، وَحَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ: عَنْ مُحَمَّدٍ،

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کتا کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھویا جائے جن میں سے پہلی مرتبہ مٹی کے ذریعے دھویا جائے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایوب اور حبیب نامی راوی نے محمد بن سیرین کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔

72 - ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعَاهُ وَزَادَ: وَإِذَا وَلَغَ الْهِرُّ غُسِلَ مَرَّةً

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم ان راویوں نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا اور اس میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں:

''جب بلی اس میں منہ ڈال دے تو اسے ایک مرتبہ دھویا جائے''۔

73 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ، حَدَّثَهُ،

71-اسناده صحيح. زائدة: هو ابن قدامة، وهشام: هو ابن حسان، ومحمد: هو ابن سيرين. واخرجه مسلم (279) (91)، والترمذي (91)، والنسائي في "الكبرى" (68) من طريق عن محمد بن سيرين، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (172)، ومسلم (279) (90)، والنسائي في "المجتبى" (63)، وابن ماجه (394) من طريق الاعرج، ومسلم (279) (92) من طريق همام، والنسائي في "الكبرى" (66) من طريق ثابت مولى عبد الرحمن بن زيد، و (67) من طريق ابي سلمة، و (69) من طريق ابي رافع، اربعتهم عن ابي هريرة. ولم يذكر الاعرج وثابت وابو سلمة التراب. واخرجه مسلم (279) (89)، والنسائي في "الكبرى" (65) وفي "المجتبى" (335) من طريق علي بن مسهر.

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ. اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا وَلَغَ الْکَلْبُ فِی الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوْہُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، السَّابِعَۃُ بِالتُّرَابِ.

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: وَاَمَّا اَبُوْ صَالِحٍ، وَاَبُوْ رَزِیْنٍ، وَالْاَعْرَجُ، وَثَابِتٌ الْاَحْنَفُ، وَھَمَّامُ بْنُ مُنَبِّہٍ، وَاَبُو السُّدِّیِّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ رَوَوْہُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، وَلَمْ یَذْکُرُوا التُّرَابَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھولو اور ساتویں مرتبہ مٹی کے ذریعے صاف کرو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جہاں تک ابوصالح، ابورزین، اعرج، ثابت احنف، ہمام بن منبہ اور ابوسدی عبدالرحمن کا تعلق ہے، تو ان حضرات نے یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور انہوں نے اس میں مٹی کا ذکر نہیں کیا۔

74- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ، عَنْ شُعْبَۃَ، حَدَّثَنَا اَبُو التَّیَّاحِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ ابْنِ مُغَفَّلٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْکِلَابِ، ثُمَّ قَالَ: مَا لَھُمْ وَلَھَا. فَرَخَّصَ فِیْ کَلْبِ الصَّیْدِ، وَفِیْ کَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ: اِذَا وَلَغَ الْکَلْبُ فِی الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوْہُ سَبْعَ مِرَارٍ، وَالثَّامِنَۃُ عَفِّرُوْہُ بِالتُّرَابِ.

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: وَھٰکَذَا قَالَ ابْنُ مُغَفَّلٍ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مار دینے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کا ان سے کیا واسطہ؟ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتا اور بکریوں کی حفاظت والا کتا پالنے کی اجازت دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھولو اور آٹھویں مرتبہ اسے مٹی کے ذریعے مانجھ لو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راوی نے اسی طرح لفظ ابن مغفل کہا ہے۔

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی کا بیان

۱. آدمی کا جھوٹا پاک ہے خواہ وہ جنبی ہو یا حیض ونفاس والی عورت ہو خواہ وہ کافر ہو لیکن اگر کسی کا منہ ناپاک ہے تو اس کا جھوٹا نجس ہو جائے گا۔ مثلاً شراب پینے والا اگر اس وقت پانی پئے تو اس کا جھوٹا نجس ہوگا لیکن اگر کچھ دیر بعد پئے کہ اس عرصہ میں کئی بار تھوک نگل چکا ہو اور جہاں شراب لگی ہو وہ جگہ تھوک سے صاف ہو چکی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اب اس کا منہ پاک ہو جائے گا۔ شرابی کے جھوٹے سے ہر حالت میں بچنا ہی چاہئے۔

۲. عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کے لئے اور اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے یہ ناپاکی کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت پانے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے اگر معلوم نہ ہو یا لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۳. حلال چرندوں و پرندوں کا جھوٹا پاک ہے اگر چہ نر ہوں جیسے گائے۔ بکری۔ بیل۔ کبوتر۔ فاختہ وغیرہ لیکن ان میں سے جو جانور نجاست بھی کھاتا ہو مثلاً آزاد مرغی اور اونٹ و بیل وغیرہ تو ان کا جھوٹا مکروہ ہے ان کے دودھ اور گوشت کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر

مرغی وغیرہ نے نجاست کھائی اور اسی وقت پانی پیا تو پانی نجس ہو جائے گا۔
٤. گھوڑے کا جھوٹا بالاجماع پاک ہے۔
٥. جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا خواہ پانی مین رہتے ہوں یا خشکی۔ میں ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔
٦. کیڑے جو گھروں میں رہتے ہیں جیسے سانپ۔ نیولا۔ چھپکلی وغیرہ دیگر جانور اور چوہا اور بلی ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔ بلی کا جھوٹا کھانا یا پینا مالدار کے لئے مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کے بجائے دوسرا کھانا لے سکتا ہے۔ لیکن فقیر کے لئے جو اس کے بجائے دوسرا کھانا نہیں لے سکتا ضرورت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔ اگر بلی نے کوئی جانور چاہا وغیرہ کھا کر فوراً پیا تو اس کا جھوٹا ناپاک ہے اور کچھ دیر ٹھہر کر پیا کہ اس عرصہ میں وہ اپنا منہ کئی دفعہ چاٹ کر صاف کر چکی ہے تو اس کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے۔ بلکہ مکروہ ہے۔
٧. شکاری پرندوں مثلاً شکرا۔ باز۔ چیل وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے۔ اسی طرح ان پرندوں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔ کوے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ اچھے پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ۔ ہے اور اگر اچھا پانی نہ ملے تو مکروہ نہیں۔
٨. خنزیر کتا شیر چیتا بھیڑیا ہاتھی گیدڑ اور دوسرے درندوں چوپایوں کا جھوٹا نجس ہے۔ کتے کے چاٹے برتن کا تین بار دھونا واجب ہے اور سات۔ بار دھونا اور پہلی اور آخری مرتبہ مٹی سے بھی ملنا مستحب ہے۔
٩. خچر اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے یعنی وہ خود پاک ہے لیکن پاک کرنے والے ہونے میں شک ہے۔ مشکوک پانی کے سوا اور پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے صرف ایک کو کافی سمجھنا جائز نہیں دونوں میں چاہے جس کے پہلے کرے لیکن وضو کو مقدم۔ کرنا افضل ہے ایسے پانی سے وضو کرنے میں احتیاطاً نیت بھی کر لے۔
١٠. ہر جانور کے پسینے اور لعاب میں اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

گدھے وغیرہ کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ "سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا ہم اس پانی سے وضو کر سکتے ہیں جس کو گدھوں نے استعمال کیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہاں! (اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے) اور اس پانی سے بھی (وضو کرنا جائز ہے) جس کو درندوں نے استعمال کیا ہو۔ (شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 454)

اس مسئلے میں کہ گدھوں یا خچروں کا استعمال کردہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی کیونکہ اس مسئلے میں جو احادیث منقول ہیں ان میں تعارض ہے چنانچہ بعض احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا استعمال کردہ حرام ہے اور بعض احادیث سے ان کی اباحت کا پتہ چلتا ہے، جیسا کہ مرقات میں دونوں قسم کی احادیث جمع کی گئی ہیں لہٰذا ان کے ظاہری تعارض کو دیکھتے ہوئے اس کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور پھر احادیث کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی اس مسئلے کے بارے میں اختلاف منقول ہے چنانچہ حضرت ابن عمر فاروق رضی اللہ عنہ گدھوں اور خچروں کے مستعمل کو ناپاک کہتے تھے مگر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے پاک ہونے کے قائل تھے۔

اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ درندوں کا مستعمل پاک ہے جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی

مسلک ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک درندوں کا استعمال کیا ہوا ناپاک ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی درندہ پانی وغیرہ کو استعمال کرے گا تو اس میں اس کا لعاب یقیناً پڑے گا اور لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور ظاہر کہ درندوں کا گوشت ناپاک ہوتا ہے اس لئے اس کے استعمال کئے ہوئے کو بھی ناپاک کہا جائے گا۔ اب جہاں تک ان حدیثوں کا تعلق ہے جن سے درندوں کے مستعمل کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے، اس کے بارے میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ ان احادیث کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ ان احادیث کی صحت ہی میں کلام کیا جاتا ہے کہ آیا یہ احادیث صحیح بھی ہیں یا نہیں؟ اگر ان احادیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ ان احادیث سے درندوں کے مستعمل پانی کے پاک ہونے کا ثبوت ملتا ہے اس سے وہ پانی مراد ہے جو جنگل میں بڑے بڑے تالابوں میں جمع ہوتا ہے، چنانچہ اس کی تصریح آگے آنے والی احادیث سے بھی جو حضرت یحییٰ اور حضرت ابوسعید رحمہا اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں، ہوتی ہے جن میں وضاحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے کہ اگر درندے نے ایسے پانی کو استعمال کیا جو بہت زیادہ مثلاً کسی بڑے تالاب وغیرہ میں پانی ہے تو پاک ہوگا اگر پانی تھوڑا ہوگا تو وہ درندوں کے استعمال کر دینے سے ناپاک ہو جائے گا۔

پھر اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ ان احادیث میں درندے اور پانی علی العموم مراد ہیں کہ پانی خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ وہ درندوں کے استعمال کرنے سے ناپاک نہیں ہوتا تو کیا اس شکل میں یہ لازم نہیں آتا کہ کتوں کے جھوٹے کو بھی پاک کہا جائے حالانکہ کوئی بھی کتے کے جھوٹے کو پاک نہیں کہتا "لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث سے درندوں کے جھوٹے پانی کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے اس سے وہی پانی مراد ہے جو جنگل میں بڑے بڑے تالابوں میں جمع رہتا ہے اور جو بہت زیادہ ہوتا ہے۔" اس موقع پر برسبیل تذکرہ ایک مسئلہ بھی سن لیجئے۔ یہ تو آپ سب ہی جانتے ہیں کہ کتے کا لعاب وغیرہ بھی ناپاک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کتوں کا لعاب وغیرہ کپڑے یا بدن کے کسی حصے پر لگ جائے تو اس کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہوتا ہے مگر اس سلسلے میں اتنی بات یاد رکھئے کہ اگر کسی کتے نے کسی آدمی کے بدن کے کسی حصے کو منہ سے پکڑ لیا یا کسی کپڑے کو منہ میں دبا لیا تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ کتے نے اگر غصے کی حالت میں پکڑا یا دبا ہے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔

اور اگر غصے کی حالت میں نہیں بلکہ بطور کھیل کود کے اس نے پکڑا اور دبایا ہے تو وہ ناپاک ہو جائے گا اس لئے بدن کے اس حصے کو اور کپڑے کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہوگا۔ اس فرق کی وجہ علماء یہ لکھتے ہیں کہ جب کتا کسی چیز کو غصے کی حالت میں پکڑتا ہے تو اسے دانتوں سے پکڑتا ہے ~~لہٰذا~~ اس کے دانت میں کوئی رطوبت نہیں ہوتی اس لئے اس چیز پر ناپاکی کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور جب کسی چیز کو کھیل کے طریقہ پر پکڑتا ہے تو اسے دانتوں سے نہیں پکڑتا بلکہ ہونٹوں سے پکڑتا ہے اور ہونٹ چونکہ لعاب وغیرہ سے تر ہوتے ہیں اس لئے اس کی ناپاکی اس چیز کو بھی ناپاک کر دیتی ہے۔

بَابُ سُؤْرِ الْهِرَّةِ

باب: بلی کے جوٹھے کا حکم

75- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ،

عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ. عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ - وَكَانَتْ تَحْتَ ابْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ - اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ. دَخَلَ فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوءًا. فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ. فَاَصْغَى لَهَا الْاِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ. قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ. فَقَالَ: اَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ اَخِيْ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ. اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ

سیدہ کبشہ بنت کعب بن مالک جو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی اہلیہ تھیں وہ بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ (گھر میں) تشریف لائے۔ میں نے ان کے وضو کے لئے پانی رکھا۔ ایک بلی آئی اور اس میں سے پینے لگی تو انہوں نے وہ برتن اس بلی کی طرف کر دیا۔ یہاں تک کہ اس بلی نے پانی پی لیا۔ سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں ان کی طرف (غور سے) دیکھ رہی ہوں' تو انہوں نے دریافت کیا۔ اے میری بھتیجی کیا تم حیران ہو رہی ہو؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''یہ (یعنی بلی) نجس نہیں ہے۔ یہ تمہارے ہاں آنے جانے والے جانوروں میں سے ایک ہے''۔

76 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ. عَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِيْنَارٍ التَّمَّارِ. عَنْ اُمِّهِ. اَنَّ مَوْلَاتَهَا اَرْسَلَتْهَا بِهَرِيْسَةٍ اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. فَوَجَدْتُهَا تُصَلِّيْ فَاَشَارَتْ اِلَيَّ اَنْ ضَعِيْهَا. فَجَاءَتْ هِرَّةٌ. فَاَكَلَتْ مِنْهَا. فَلَمَّا انْصَرَفَتْ اَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ اَكَلَتِ الْهِرَّةُ. فَقَالَتْ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ. وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ بِفَضْلِهَا

داؤد بن صالح اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ان کی مالکن نے ہریسہ دیکر انہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا (وہ خاتون بیان کرتی ہیں:) میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ انہوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ تم اسے رکھ دو پھر ایک بلی آئی اور اس میں سے کھانے لگی جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز مکمل کر لی تو انہوں نے وہاں سے ہی کھانا شروع کیا جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بتائی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''یہ (یعنی بلی) نجس نہیں ہوتی ہے یہ تمہارے ہاں آنے جانے والے جانوروں میں سے ایک ہے''۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بتایا) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلی کے (پینے کے بعد) چھوڑے ہوئے پانی کے ساتھ وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بلی کے جوٹھے کے حکم کا بیان

بلی کا جوٹھا پاک ہے لیکن مکروہ ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک غیر مکروہ ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۸، دہلی)

پاک ہونے کی دلیل۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن سے وضو

کیا۔ جس کو پہلے بلی پہنچ چکی تھی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (بلی) نجس نہیں ہے یہ تو طوافین اور طوافات میں سے ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ا ص ۳۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بلی کے ناپاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ "الھرۃ سبع" بلی درندہ ہے ایک دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ بلی کا جوٹھا پاک ہو جبکہ دوسری دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ بلی کا گوشت ناپاک ہے لہٰذا اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہونا چاہیے۔ پس فقہاء نے اس کیلئے کراہت کا حکم ثابت کر دیا۔ (ہدایہ مع البنایہ ج ا ص ۲۸، المجتبائے دہلی)

بَابُ الْوُضُوءِ بِفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْاَةِ

باب: عورت کے وضو (یا غسل کے) بچائے ہوئے پانی سے وضو کرنا

77 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِيْ مَنْصُوْرٌ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَنَحْنُ جُنُبَانِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور ہم دونوں اس وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے۔

78 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ خَرَّبُوْذَ، عَنْ اُمِّ صُبَيَّةَ الْجُهَنِيَّةِ، قَالَتْ: اخْتَلَفَتْ يَدِي وَيَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْوُضُوْءِ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ

سیدہ اُمّ صبیہ جہنیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وضو کے دوران میرا ہاتھ اور نبی اکرم ﷺ کا دست مبارک ایک ہی برتن میں باری باری پڑتے تھے۔

79 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُوْنَ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مُسَدَّدٌ: مِنَ الْاِنَاءِ الْوَاحِدِ جَمِيْعًا

77- اسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان، وسفيان: هو ابن سعيد الثوري، ومنصور: هو ابن المعتمر، وابراهيم والاسود: هما النخعيان. واخرجه البخاري (299)، والنسائي في "الكبرى" (229) من طريق سفيان، بهذا الاسناد. =واخرجه البخاري (261)، ومسلم (319)(41) و (321)(43) و (45) و (46)، والترمذي (1851)، والنسائي في "الكبرى" (73) و (229) و (236) من طرق عن عائشة. وبعضهم لم يذكر الجنابة. وهو في "مسند احمد" (24014) و (25583)، و"صحيح ابن حبان" (1108). وانظر ما سياتي برقم (98) و (238).

ﷺ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں مرد اور خواتین (یعنی میاں بیوی) وضو کیا کرتے تھے۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''ایک ہی برتن سے ایک ساتھ ہی وضو کیا کرتے تھے''۔

80 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نَتَوَضَّأُ نَحْنُ وَالنِّسَاءُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، نُدْلِي فِيهِ أَيْدِيَنَا

ﷺ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم لوگ (یعنی مرد) اور خواتین (یعنی میاں بیوی) ایک ہی برتن سے وضو کیا کرتے تھے ہم اپنے ہاتھ اس میں ایک ساتھ داخل کیا کرتے تھے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ

باب: اس کی ممانعت

81 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ حُمَيْدٍ الْحِمْيَرِيِّ، قَالَ: لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ سِنِينَ، كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ، أَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ، زَادَ مُسَدَّدٌ: وَلْيَغْتَرِفَا جَمِيعًا

ﷺ حمید حمیری بیان کرتے ہیں: میری ملاقات ایک ایسے صاحب سے ہوئی جو چار سال تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رہے تھے جس طرح (اتنے ہی عرصے تک) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رہے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ عورت مرد کے بچائے ہوئے پانی سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچائے ہوئے پانی سے غسل کرے۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں ''ان دونوں کو ایک ساتھ چلو میں پانی لینا چاہئے''۔

82 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ يَعْنِي الطَّيَالِسِيَّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي حَاجِبٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ الْأَقْرَعُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُورِ الْمَرْأَةِ

ﷺ حضرت حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ جو اقرع ہیں وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مرد عورت کے وضو سے بچائے ہوئے پانی سے وضو کرے۔

82- رجاله ثقات، وهو في "مسند الطيالسي" (1252)، لكن لم يصرح فيه باسم الصحابي، وقال: عن رجل من اصحاب النبي - صلى الله عليه وسلم -. ومن طريق الطيالسي اخرجه الترمذي (64)، والنسائي في "المجتبى" (343)، وابن ماجه (373). وصرحوا باسم الصحابي. واخرجه الترمذي (63) من طريق سليمان التيمي، عن ابي حاجب، عن رجل من بني غفار. وهو في "مسند احمد" (17863)، و"صحيح ابن حبان" (1260).

بَابُ الْوُضُوءِ بِمَاءِ الْبَحْرِ

باب: سمندر کے پانی سے وضو کرنا

83 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ مِنْ آلِ ابْنِ الْأَزْرَقِ، أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ - وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ - أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ، وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں۔ ہم اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے کر جاتے ہیں اگر ہم اس کے ذریعے وضو کرلیں' تو خود پیاسے رہ جائیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ

باب: نبیذ سے وضو کرنا

84 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟، قَالَ: نَبِيذٌ، قَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ: سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، أَوْ زَيْدٍ، كَذَا قَالَ شَرِيكٌ، وَلَمْ يَذْكُرْ هَنَّادٌ لَيْلَةَ الْجِنِّ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنات (کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری) کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: تمہارے برتن میں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نبیذ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھجور پاک ہوتی ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے۔

سلیمان بن داؤد نے ابوزید سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) زید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ شریک بیان کرتے ہیں: ہناد نے جنات سے ملاقات کی رات ذکر نہیں کیا۔

85 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ؟، فَقَالَ: مَا كَانَ مَعَهُ مِنَّا أَحَدٌ

علقمہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: جنات کی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری) کی رات آپ میں سے کون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا؟ تو انہوں نے بتایا: ہم میں سے کوئی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا۔

86 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّهُ كَرِهَ الْوُضُوءَ بِاللَّبَنِ وَالنَّبِيذِ، وَقَالَ: إِنَّ التَّيَمُّمَ أَعْجَبُ إِلَيَّ مِنْهُ

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ انہوں نے دودھ یا نبیذ کے ذریعے وضو کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے تھے: میرے نزدیک اس کے مقابلے میں تیمم کر لینا زیادہ پسندیدہ ہے۔

87 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ، عَنْ رَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ مَاءٌ، وَعِنْدَهُ نَبِيذٌ أَيَغْتَسِلُ بِهِ؟ قَالَ: لَا

ابوخلدہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابوالعالیہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا' جس کو جنابت لاحق ہو جاتی ہے اور اس کے پاس پانی نہیں ہوتا البتہ اس کے پاس نبیذ ہوتی ہے' تو کیا وہ اس کے ذریعے غسل کرلے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں۔

نبیذ تمر کے پانی سے وضو کرنے کا حکم

اگر وضو کرنے والے نے صرف نبیذ تمر کا پانی پایا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ وہ وضو کرے اور تیمم نہیں کرے گا۔ اس کی دلیل "لیلۃ الجن" والی حدیث ہے☆ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پانی نہ پایا تو نبیذ تمر سے وضو کیا۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: تیمم کرے گا اور نبیذ تمر کے ساتھ وضو نہ کرے۔ اور ایک امام اعظم سے بھی ایک روایت اسی طرح مروی ہے۔ اور امام شافعی نے فرمایا یہ نبیذ تمر والی حدیث کی بجائے آیت تیمم پر عمل کریں کیونکہ وہ آیت اس حدیث سے زیادہ قوی ہے یا وہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہے۔ کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور حدیث لیلۃ الجن مکی ہے۔

اور امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ وضو کرے اور تیمم بھی کرے کیونکہ حدیث میں اضطراب ہے اور اسکی تاریخ مجہول ہے لہٰذا احتیاط کے طور پر دونوں کو جمع کرنا واجب ہے۔ ہم نے کہا کہ "لیلۃ الجن" متعدد تھیں لہٰذا نسخ کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں۔ اور ایسی حدیث مشہورہ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہو اس کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ عِنْدَكَ طَهُورٌ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا شَيْءٌ مِنْ نَبِيذٍ فِي إِدَاوَةٍ، قَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ، وَمَاءٌ طَهُورٌ فَتَوَضَّأَ. هٰذَا حَدِيثُ وَكِيعٍ۔ (بَابُ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ)

(ابن ماجہ، نسائی، بخاری، ابن عدی، مسند احمد، طبرانی، ابوداؤد، بیہقی، مسلم، بتصرف اسنادھا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ الجن کو ان سے فرمایا تمہارے پاس پانی

ہے۔عرض کیا پانی ہے مگر نبیذ میں سے کچھ ہے فرمایا: کھجور پاکیزہ ہے اور اس کا پانی پاک ہے۔پس آپ نے اس سے وضو کیا۔

امام محمد علیہ الرحمہ کی حدیث لیلۃ الجن پر جرح وتعدیل کا جواب

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔کہ حدیث لیلۃ الجن کو حضرت ابوفزارہ نے ابوزید سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"عن مَسْعُودٍ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ ؟ قَالَ: نَبِيذُ تَمْرٍ . قَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ)

اس کو امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔اور ترمذی کی روایت میں ''فتوضاء منہ'' اور امام ابن ابی شیبہ نے ایک طویل روایت بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

(ہَلْ مَعَكَ مِنْ وَضُوءٍ ؟ قُلْتُ لَا . قَالَ: فَمَا فِي إِدَاوَتِكَ ؟ قُلْت: نَبِيذُ تَمْرٍ . قَالَ: تَمْرَةٌ حُلْوَةٌ وَمَاءٌ طَيِّبٌ . ثُمَّ تَوَضَّأَ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ)

اور اس روایت کو ضعیف کہا ہے کیونکہ امام ترمذی نے کہا کہ ابوزید مجہول ہے۔اور بعض نے کہا کہ ابوفزارہ مجہول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ راشد بن کیسان مجہول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی دوسرا آدمی مجہول ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابوزید کو قاضی ابوبکر ابن عربی نے جامع ترمذی کی شرح میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عمرو بن حریث کے غلام ہیں اور انہوں نے راشد بن کیسان العبسی الکوفی سے روایت کی ہے۔اور ابو ورق نے انہیں جہالت سے نکالا ہے۔اور ابو فزارہ کے بارے میں شیخ تقی الدین الامام نے کہا ہے کہ ان کی جہالت محل نظر ہے۔کیونکہ ابوفزارہ نے اس حدیث کو اہل علم کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔جیسے سفیان، شریک، اسرائیل، جراح بن ملیح قیس بن ربیع۔

ابن عدی نے کہا ہے کہ ابوفزارہ کی یہ حدیث مشہور ہے اور ابوفزارہ کا نام راشد بن کیسان ہے۔اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا ہے۔

اور جو روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ لیلۃ الجن ہم میں سے کوئی ایک بھی حاضر نہ تھا جو اس حدیث کے معارض ہے۔حالانکہ ابن ابیہ شیبہ والی حدیث ان کے ساتھ ہے۔

اور ابوحفص بن شاہین بیان کرتے ہیں کہ میں "لیلۃ الجن" میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔وَعَنْهُ أَنَّهُ رَأَى قَوْمًا مِنَ الزُّطِّ فَقَالَ: هَؤُلَاءِ أَشْبَهُ مَنْ رَأَيْتُ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ الْجِنِّ"

اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے سوا کوئی ایک بھی شریک نہ تھا یعنی ان کی شرکت کا اختصاص ہے۔اور اس حدیث میں ان کی شرکت کا بیان ہو گیا۔اسی طرح امام ابو محمد البطلوسی نے اپنے کتاب "التنبیہ علی الاسباب الموجبۃ لخلاف" میں ذکر کیا ہے۔(فتح القدیر، ج ۱، ص ۲۱۱، بیروت)

جب نفی اور مثبت جمع ہو جائیں قاعدہ فقہیہ:

جب نفی اور مثبت جمع ہو جائیں تو اثبات کو تقدم حاصل ہوتا ہے۔

نبیذ تمر سے وضو کرنے یا نہ کرنے کا حکم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ نے بدائع میں لکھا ہے۔ابو العالیۃ الریاحی سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سمندری سفر میں تھا کہ نماز کا وقت آ گیا کشتی والوں کے پاس پانی ختم ہو چکا تھا ان کے پاس شیرۂ کھجور تھا تو بعض نے اسی سے وضو کر لیا اور سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ سمجھا اور بعض نے سمندر کے پانی سے وضو کر لیا، یہ اجماع کی حکایت ہے کیونکہ جو حضرات سمندر کے پانی سے وضو کر رہے تھے تو وہ اس کے پانی سے وضو کے جواز کے قائل تھے اور انہوں نے نبیذ تمر سے وضو اس لئے نہ کیا کہ انہوں نے ماء مطلق کو پایا اور جو نبیذ تمر سے وضوء کر رہے تھے وہ سمندر کے پانی کو طہور نہیں سمجھتے تھے، یا وہ یہ کہتے تھے کہ یہ پانی ناراضگی اور عذاب کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا ہے شاید ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردہ حلال ہے تو پانی نہ ہونے کی صورت مین انہوں نے نبیذ تمر سے وضو کیا۔

(بدائع الصنائع، مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۱۶)

بدائع میں ہے کہ وہ نبیذ تمر جس میں اختلاف ہے اس کی معرفۃ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی جائیں تو ان کی مٹھاس پانی میں آ جائے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبیذ تمر کی یہی تفسیر منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے لیلۃ الجن میں وضوء فرمایا تھا، آپ نے فرمایا میں نے کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی تھیں تو اس کو اس پانی پر محمول کیا جائے جس میں مٹھاس پیدا ہو گئی ہو اور مطلق پانی سے نکل گیا ہو، جیسا اس حدیث کی ابتداء میں بروایت ابن شیبہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کیا تمہارے پاس وضو کا پانی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔آپ نے فرمایا تمہارے توشہ دان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا نبیذ تمر ہے۔آپ نے فرمایا یہ تو میٹھی کھجوریں اور پاک پانی ہے، تو اگر وہ پانی مطلق ہوتا تو آپ جواب میں نہ نہ فرماتے۔

بدائع میں ہے کہ اگر نبیذ شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو بلا اختلاف اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر رقیق ہے مگر اس میں اتنا جوش آ گیا ہو کہ جھاگ دے گیا ہو کیونکہ اب یہ مُسکر ہو گیا اور مسکر حرام ہے لہٰذا اس سے وضوء جائز نہیں، نیز یہ کہ جس نبیذ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا وہ رقیق اور میٹھا تھا لہٰذا کڑوا اور گاڑھا نبیذ اس کے حکم میں نہیں۔

تاہم ملک العلماء نے اس تمام گفتگو کے بعد جو ہم نے اوپر ذکر کی، فرمایا: عرب کی عادت تھی کہ وہ کھاری پانی میں کھجوریں ڈالتے تھے تاکہ پانی میٹھا ہو جائے (بدائع الصنائع، مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔میں کہتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ وہ دونوں سے وضوء کے جواز کے قائل ہوں جبکہ نبیذ پر پانی غالب ہو، جیسا کہ ان شاء اللہ آئے گا، تو جس نے اس سے وضوء کیا اس نے سمندری پانی سے وضو کو جو نبیذ اس کے پاس ہے اس کا پانی غالب ہے اور جس نے سمندری پانی سے وضو کیا اس کو اس نبیذ میں شک تھا جو اُس کے پاس موجود تھا تو اس نے بطور کراہت

تحریمی اس سے وضوء نہ کیا اور سمندری پانی سے وضو کرلیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔
میں کہتا ہوں یہ جواب بھی اُن دو حضرات کے قول کی طرف میلان ہے، مگر میرے نزدیک یہ جواب درست نہیں، کیونکہ اگر یہی بات ہوتی تو پانی کا نام باقی رہتا اور مطلق رہتا اور اس سے مطلقا وضوء جائز ہوتا۔ شیخ نے آخر میں فرمایا نبیذ تمر سے وضوء کا جواز قیاس کے برخلاف ثابت ہے، کیونکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وضو صرف مطلق پانی سے ہی جائز ہو، اور یہ مطلق پانی نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ماء مطلق پر قدرت ہوتے ہوئے اُس سے وضوء جائز نہیں، لیکن اس کا جواز روئے نص ثابت ہے اس لئے ہمیں ضرورت ہوئی کہ ہم حدیث کا جواب دیں، اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت تیمم سے منسوخ ہے، اور اس لئے اتقانی امام محمد کے قول کی طرف مائل ہوئے کہ وضوء اور تیمم دونوں کو جمع کیا جائے تاکہ طہارت بالیقین حاصل ہوجائے۔ میں کہتا ہوں میری ناقص سمجھ میں یہ بات نہ آسکی کہ یہ اجماع کیونکر ہوگیا کہ پانی نہ ہونے کے وقت نبیذ تمر سے وضو جائز ہے، کیونکہ جن حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کیا ممکن ہے کہ وہ موجودہ حالت میں نبیذ تمر سے وضو کو جائز نہ سمجھتے ہوں کیونکہ پانی موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نبیذ تمر سے وضوء کو بالکل جائز نہ سمجھتے ہوں یہاں تک کہ اگر نبیذ موجود ہو اور پانی نہ موجود ہو تو وہ تیمم کے قائل ہوں جیسا کہ یہ ہمارے نزدیک مفتی بہ ہے اور سلف کی عرف میں کراہت جواز پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۴۷۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مثبت نافی سے اولیٰ ہوتا ہی قاعدہ فقہیہ

مثبت نافی سے اولیٰ ہوتا ہے۔ (المنار، ۱۹۷)

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی مثبت اور منفی حکم میں تعارض آجائے تو امام کرخی علیہ الرحمہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ مثبت نافی سے افضل ہوتا ہے۔ جبکہ فقہاء احناف میں بھی اختلاف ہے بعض مواضع ایسے ہیں جہاں مثبت اولیٰ ہوتا ہے اور بعض مواضع ایسے ہیں جہاں نافی اولیٰ ہوتا ہے لہٰذا فقہاء نے اس اختلاف کو حل کرتے ہوئے ایک اور قاعدہ بیان کیا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے۔ اس کا ثبوت اس حدیث سے فقہاء احناف کا استدلال ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (صحیح مسلم ج ۱، ص ۴۵۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا ہے جبکہ دوسری روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے حالت احرام میں نکاح سے منع فرمایا ہے اور آپ حالت حلت میں نکاح کیا تھا۔

حضرت یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حالت حلت میں نکاح کیا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا میری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔

(صحیح مسلم ج ۱، ص ۴۵۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

فقہاء احناف کے نزدیک مذکورہ قاعدہ کے مطابق حالت احرام میں نفس نکاح جائز ہے کیونکہ نکاح عقد کی مثل ہے اس میں کوئی

ممانعت نہیں ہے۔ (قواعد فقہیہ، ص ۴۱۲، شبیر برادرز لاہور)

بَابٌ اَيُصَلِّي الرَّجُلُ وَهُوَ حَاقِنٌ؟

باب: جس وقت آدمی کو پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہو کیا اس وقت وہ نماز ادا کرسکتا ہے

88 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ، اَنَّهُ خَرَجَ حَاجًّا، اَوْ مُعْتَمِرًا وَمَعَهُ النَّاسُ، وَهُوَ يَؤُمُّهُمْ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ اَقَامَ الصَّلَاةَ، صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَالَ: لِيَتَقَدَّمْ اَحَدُكُمْ وَذَهَبَ اِلَى الْخَلَاءِ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَذْهَبَ الْخَلَاءَ وَقَامَتِ الصَّلَاةُ، فَلْيَبْدَاْ بِالْخَلَاءِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، وَشُعَيْبُ بْنُ اِسْحَاقَ، وَاَبُو ضَمْرَةَ، هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ حَدَّثَهُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَرْقَمَ وَالْاَكْثَرُ الَّذِينَ رَوَوْهُ، عَنْ هِشَامٍ، قَالُوا: كَمَا قَالَ زُهَيْرٌ

✿✿ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ حج کرنے کے لئے یا شاید عمرہ کرنے کے لئے نکلے ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی تھے۔ وہ ان لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے ایک دن انہوں نے صبح کی نماز کے لئے اقامت کہی پھر انہوں نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص آگے بڑھے' پھر وہ قضائے حاجت کرنے کے لئے چلے گئے۔ (واپس آکر انہوں نے بتایا) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کسی شخص کا قضائے حاجت کے لئے جانے کا ارادہ ہو (یعنی اس کی ضرورت درپیش ہو) اور نماز کھڑی ہو چکی ہو' تو آدمی کو پہلے قضائے حاجت کر لینی چاہئے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) وہیب بن خالد اور شعیب بن اسحاق اور ابوضمرہ نے یہ روایت ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ایک شخص سے نقل کی ہے' جس نے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے' جبکہ اکثر راویوں نے یہ روایت ہشام کے حوالے سے روایت کی ہے اور اسی طرح بیان کیا ہے' جس طرح زہیر نے بیان کیا ہے۔

89 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْمَعْنٰى قَالُوا: حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ اَبِي حَزْرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ - قَالَ ابْنُ عِيسٰى فِي حَدِيثِهِ: ابْنُ اَبِي بَكْرٍ - ثُمَّ اتَّفَقُوا اَخُو الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ - قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَجِيءَ بِطَعَامِهَا، فَقَامَ الْقَاسِمُ يُصَلِّي، فَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يُصَلَّى بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ

✿✿ عبداللہ بن محمد جو قاسم بن محمد کے بھائی ہیں (اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں) وہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے۔ ان کا کھانا آ گیا' تو قاسم اٹھ کر نماز ادا کرنے لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ایسے وقت میں نماز ادا نہ کی جائے جب کھانا آچکا ہو اور نہ ہی ایسے وقت میں ادا کی جائے جب آدمی پیشاب یا پاخانے کو روک رہا ہو''۔

90 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَفْعَلَهُنَّ: لَا يَؤُمُّ رَجُلٌ قَوْمًا فَيَخُصُّ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ، وَلَا يَنْظُرُ فِي قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ أَنْ يَسْتَأْذِنَ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ، وَلَا يُصَلِّي وَهُوَ حَقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ

❁❁ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تین چیزیں کسی کے لئے بھی حلال نہیں ہیں کہ وہ ان پر عمل کرے۔ کوئی بھی شخص جو لوگوں کی امامت کرتا ہو وہ لوگوں کو چھوڑ کر صرف بطور خاص اپنے لئے دعا نہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے' تو وہ ان کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا' اور کوئی شخص اجازت لئے بغیر گھر کے اندر نہ جھانکے اگر وہ ایسا کرتا ہے' تو گویا (وہ اجازت لئے بغیر) اندر داخل ہو گیا اور کوئی شخص ایسی حالت میں نماز ادا نہ کرے کہ اس نے پاخانہ کو روکا ہوا ہو جب تک وہ ہلکا پھلکا نہیں ہو جاتا''۔

91 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ثَوْرٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ - ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ قَالَ: وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَؤُمَّ قَوْمًا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ، وَلَا يَخْتَصُّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مِنْ سُنَنِ أَهْلِ الشَّامِ لَمْ يُشْرِكْهُمْ فِيهَا أَحَدٌ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی حالت میں نماز ادا کرے کہ اس نے پاخانہ کو روکا ہوا ہو جب تک وہ (پاخانہ کر کے) ہلکا پھلکا نہیں ہو جاتا۔

اس کے بعد راوی نے انہی الفاظ کے مطابق حدیث بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی اجازت کے بغیر ان کی امامت کرے اور نہ یہ جائز ہے کہ لوگوں کو چھوڑ کر صرف اپنے لئے دعا کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے' تو وہ

91- صحیح لغیرہ' فاخرجه الترمذی (357)، وابن ماجه (619) و (623) من طریقین عن حبیب بن صالح، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (22415). ورواية ابن ماجه الاولى مختصرة بصلاة الحاقن، والثانية بدعاء الامام لنفسه فقط. واخرجه ابن ماجه (617) من طریق السَّفر بن نُسیر، عن یزید بن شریح، عن ابی امامة. وهو فی "مسند احمد" (22152). والسفر بن نسیر ضعیف. وسیاتی بعده من طریق ثور بن یزید، عن یزید بن شریح، عن ابی حی المؤذن، عن ابی هریرة. ولقوله: "لاینظر فی قعر بیت حتی یستاذن" شاهد من حدیث ابی هریرة عند البخاری (6888)، ومسلم (2158)،

ان کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اہل شام کی نقل کردہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے۔

بَابُ مَا يُجْزِءُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْوُضُوءِ

باب: وضو میں کتنا پانی کافی ہوگا

92 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ اَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ صَفِيَّةَ

۞۞ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانی سے غسل کر لیتے تھے اور ایک مد پانی سے وضو کر لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابان نے یہ روایت قتادہ کے حوالے سے نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے صفیہ نامی خاتون کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔

93 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، اَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ اَبِي زِيَادٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ

۞۞ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع (پانی) سے غسل کر لیتے تھے اور ایک مد (پانی) سے وضو کر لیتے تھے۔

94 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيبٍ الْاَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ، عَنْ جَدَّتِهِ وَهِيَ اُمُّ عُمَارَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَاُتِيَ بِاِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ قَدْرُ ثُلُثَيِ الْمُدِّ

۞۞ سیّدہ اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے کا ارادہ کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برتن لایا گیا جس میں اتنا پانی تھا جو دو تہائی مد جتنا ہوگا۔

95 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيسٰى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

95- اسنادہ ضعیف، شریک-وھو ابن عبد اللہ النخعی-سیء الحفظ، وقد خولف فی سیاق المتن کما سیاتی. عبد اللہ بن جبر: ھو عبد اللہ بن عبد اللہ بن جبر، نسب الی جدہ. واخرجہ الترمذی (615) من طریق وکیع، عن شریک، بھذا الاسناد. بلفظ: "یجزئ فی الوضوء رطلان من ماء." وھو فی "مسند احمد" (12839) بلفظ الترمذی، و (12843) بلفظ المصنف. واخرج مسلم (325) (50)، والنسائی (74) و (75) من طریق شعبۃ، حدثنی عبد اللہ بن عبد اللہ بن جبر، بہ، بلفظ: کان رسول اللہ-صلی اللہ علیہ وسلم-یغتسل بخمس مکاکیک، ویتوضا بمکوک. وھو فی "مسند احمد" (12105)، و "صحیح ابن حبان" (1203)

بُنِ جَبْرٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِإِنَاءٍ يَسَعُ رَطْلَيْنِ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ شَرِيكٍ، قَالَ: عَنِ ابْنِ جَبْرِ بْنِ عَتِيكٍ، قَالَ: وَرَوَاهُ سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى، حَدَّثَنِي جَبْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ، سَمِعْتُ اَنَسًا إِلَّا اَنَّهُ قَالَ: يَتَوَضَّأُ بِمَكُّوكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ رَطْلَيْنِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ: الصَّاعُ خَمْسَةُ اَرْطَالٍ، وَهُوَ صَاعُ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ، وَهُوَ صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے برتن سے وضو کرتے تھے' جس میں دو رطل (پانی) آ سکتا تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع (پانی) سے غسل کر لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شعبہ نے یہ روایت نقل کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: عبداللہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' تاہم اس راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''ایک مکوک (پانی) سے وضو کر لیتے تھے۔ اس راوی نے دو رطل کا ذکر نہیں کیا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن آدم نے یہ روایت شریک سے نقل کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں: یہ جبر کے صاحبزادے سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: سفیان نے یہ روایت عبداللہ بن عیسیٰ سے نقل کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں: جبر بن عبداللہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ایک صاع پانچ رطل کا ہوتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ صاع (یعنی صاع کی یہ مقدار) ابن ابوذئب کی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کی بھی یہی (مقدار) ہے۔

بَابُ الْإِسْرَافِ فِي الْمَاءِ

باب: وضو کے دوران اسراف کرنا

96 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ اَبِي نَعَامَةَ، اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ، سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي اَسْاَلُكَ الْقَصْرَ الْاَبْيَضَ، عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا، فَقَالَ: اَيْ بُنَيَّ، سَلِ اللهَ الْجَنَّةَ، وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطَّهُورِ وَالدُّعَاءِ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

''اے اللہ! میں تجھ سے جنت کے دائیں طرف موجود سفید محل کا سوال کرتا ہوں کہ جب میں اس (جنت) میں داخل ہوں (تو وہ مجھے مل جائے) تو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو اور جہنم سے پناہ مانگو۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اس اُمت میں عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو طہارت حاصل کرنے اور دعا مانگنے میں حد سے تجاوز کریں گے''۔

پانی میں اسراف کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر ہوا جب کہ وہ وضو کررہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دیکھ کر) فرمایا "اے سعد! یہ کیا اسراف (زیادتی ہے)؟" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہاں! اگر چہ تم نہر جاری ہی پر (کیوں نہ وضو کررہے) ہو۔ (مسند احمد بن حنبل، ابن ماجہ)، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 402)

یہ حدیث اس بات پر تنبیہ کررہی ہے کہ وضو و غسل میں پانی ضرورت سے زیادہ خرچ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اسراف ہے اور اسراف شریعت کی نگاہ میں کوئی محبوب چیز نہیں ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وضو میں پانی زیادہ خرچ کررہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنبیہ فرمائی اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بڑا تعجب ہوا کہ پانی کوئی نایاب اور کم یاب چیز تو ہے نہیں پھر اس میں اسراف کے کیا معنی؟ اسی بنا پر انہوں نے سوال بھی کیا کہ کیا وضو میں بھی اسراف ہوسکتا ہے؟ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسراف تو اسے بھی کہیں گے کہ تم نہر جاری پر بیٹھ کر وضو کرو اور پانی زیادہ خرچ کرو جب کہ نہر یا دریا وغیرہ سے کتنا بھی پانی خرچ کر دیا جائے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوسکتی۔ اس جملہ کی تشریح علماء کرام یہ کرتے ہیں کہ نہر جاری پر اسراف اس لئے ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی حدود شریعت سے تجاوز کر کے ضرورت شرعی سے زیادہ پانی خرچ کرتا ہے تو اس میں عمر اور وقت یوں ہی ضائع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اسراف ہے۔

علامہ طیبی نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اس سے اس بات میں مبالغہ منظور ہے کہ جس چیز میں اسراف متصور نہیں ہے جب اس میں بھی اسراف ہوسکتا ہے تو پھر ان چیزوں کا کیا حال ہوگا جس میں اسراف واقعۃً ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وضو اور غسل وغیرہ میں ضرورت شرعی سے زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف میں شامل ہے اور یہ چیز مناسب نہیں ہے۔

وضو میں اسراف سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نہ جائے گا اور اس کے غیر میں مکروہ تحریمی۔ مدقق علائی نے درمختار میں اسی کو مختار رکھا علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کہا اور اُسی کو امام قاضی خان و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما اکابر کا مناد کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنّت کہنے سے اُن کی مراد سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی، نیز مقتضائے کلام امام زیلعی کہ مطلق مکروہ سے غالبًا مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحر الرائق میں اسے قضیہ کلام منتقٰی بتایا کہ اُس میں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور ہر منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے۔

اس کے مضمون وسیاق کے پیش نظر کیونکہ کتابوں میں مفہوم معتبر ہوتا ہے جیسا کہ درمختار، غمز العیون اور شامی وغیرہا میں ہے۔ اور اس کے مقتضائے دلیل کے پیش نظر بھی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

[1] خلاصۃ الفتاوی، کتاب الطہارۃ الفصل الثالث، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۱ [2] خلاصۃ الفتاوی کتاب الطہارۃ الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۵

بلکہ قہستانی میں جوہر کے حوالے سے ہے کہ بہتے پانی میں اسراف جائز ہے اس لئے کہ پانی بے کار نہ جائے گا، تو تامل کرو۔

پھر فرمایا: پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر دریا کا پانی یا اپنی ملکیت کا پانی استعمال کرے لیکن طہارت حاصل کرنے والوں کے لئے وقف شدہ پانی ہو جس میں مدارس کا پانی بھی داخل ہے تو اسراف حرام ہے۔

بحر میں ہے:

امام زیلعی نے اس کے مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی اور منتقی میں اسے منہیات سے شمار کیا تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا۔

منحۃ الخالق میں نہر سے ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ اسراف مکروہِ تحریمی ہے اس لئے کہ کراہت مطلق بولی جائے تو تحریمی کی جانب پھیری جاتی ہے تو منتقی کا کلام سراج کے مطابق ہے اور منحۃ الخالق میں ہے صحیح یہ کہنا ہے کہ" خانیہ کے مطابق" جیسا کہ پوشیدہ نہیں اس لئے کہ سراج کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

بلکہ انہوں نے مکروہ تنزیہی ہونے کو اَوجَہ کہا پھر امام زیلعی نے اس کا مکروہ ہونا اور منتقی سے منہی عنہ ہونا نقل کیا اور افادہ کیا کہ اس کا مقتضا کراہت تحریم ہے۔ یہ اس قول کو اختیار کرنا نہ ہوا بلکہ منتقی سے جو مفہوم اخذ ہوتا ہے اسے بتانا ہوا جیسے اس سے پہلے انہوں نے بتایا کہ صاحب فتح کے ترک اسراف کو مندوبات سے شمار کرنے کا مقتضا یہ ہے کہ اسراف بالکل مکروہ نہ ہو تو اس میں اس کا اتباع در کنار اس کی جانب میلان بھی نہیں، خصوصاً جبکہ ان کے کلام میں آبِ رواں کے اندر حکمِ اسراف جاری ہونے کی تصریح بھی نہیں۔ اور مطلق بولنا اس مقام پر حکم کو صاف صریح طور پر عام قرار دینے کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اس لئے کہ پانی کو ضائع کرنے اور نہ کرنے کا بیّن فرق موجود ہے تو انہیں قول اول کا متبع کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ اسی لئے جن حضرات کے کلام کا مقتضا ممانعت ہے انہیں ہم نے قول چہارم میں ذکر کیا، قول اول کے تحت ذکر نہ کیا اس لئے کہ قولِ اوّل اسی کی جانب منسوب ہوسکتا ہے جو صاف طور پر اس کا قائل ہو کہ اسراف کا حکم دریا کو بھی شامل ہے۔ ہاں اس قول کی پیروی غنیۃ میں ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: اسراف مکروہ بلکہ حرام ہے اگرچہ نہر جاری کے کنارے ہو اس لئے کہ باری تعالٰی کا ارشاد ہے۔

ولاتبذر تبذیرا اور فضول خرچی نہ کر۔

تنبیہ (۲) صاحب بحر پر تو تعریض کی تھی اور صاحب درمختار کے معاملہ میں تو تصریح کردی اور لکھا کہ شارح نے یہاں جو بیان کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ مشائخ مذہب میں سے کسی کا کلام نہیں

اقول: ان کدورت سے دُر بھی کسی دُرِ مکنون کی طرح صاف ہے۔ علامہ محشی کو درمختار کے لفظ" لو بماء النھر " سے دھوکا ہوا اور التوضی من النھر اور التوضی بماء النھر (دریا سے وضو کرنا اور دریا کے پانی سے وضو کرنا) کی تعبیروں میں فرق نہ کرسکے۔ یہاں دُر

مختار کے قول "لو بماء النھر" پر دیکھا کہ میں نے یہ حاشیہ لکھا ہے: اقول: (پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کے پانی سے طہارت حاصل کرے) یعنی نہر کے پانی سے زمین میں (وضو کرے) نہر کے اندر نہیں انہوں نے وقف شدہ پانی کو خارج کرنے کے لئے حکم آب مباح اور آب مملوک کو عام کرنا چاہا ہے تو یہ اس کے منافی نہیں جو وہ قہستانی کے حوالے سے جواہر سے سابقاً نقل کر چکے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب طہارت، لاہور)

[1] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲ [2] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲٤ [3] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

وضو کے مکروہات کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔ وضو کیلئے نجس جگہ بیٹھنا۔ نجس جگہ وضو کا پانی گرانا۔ مسجد کے اندر وضو کرنا۔ اعضائے وضو سے لوٹے وغیرہ میں قطرہ ٹپکانا۔ پانی میں رینٹھ یا کھنکھار ڈالنا۔ قبلہ کی طرف تھوک یا کھنکھار ڈالنا یا کلی کرنا۔ بے ضرورت دنیا کی بات کرنا۔ زیادہ پانی خرچ کرنا۔ اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو۔ منہ پر پانی مارنا یا منہ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا۔ ایک ہاتھ سے منہ دھونا کہ رافضیوں و دشمنانِ صحابہ و ہنود کا شعار ہے۔

گلے کا مسح کرنا بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔ داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ اپنے لئے کوئی لوٹا وغیرہ خاص کر لینا۔ تین جدید پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔ جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کیا ہو اس سے اعضائے وضو پونچھنا۔ ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا اور اگر کچھ سوکھا رہ جائے تو وضو ہی نہ ہوگا۔ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے۔ یونہی ہر مکروہ کا ترک سنت۔

(درمختار، کتاب طہارت، بیروت)

وضو کے آداب کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وضو میں حسب ذیل امور آداب کے طور پر ہیں۔

(۱) اسراف کو ترک کرنا۔

(۲) بہت کم پانی لینے کو ترک کرنا۔

(۳) اس کپڑے سے اعضاء وضو کو نہ پونچھنا جس سے استنجا کی جگہ کو پونچھا ہو۔

(۴) لوگوں سے باتیں نہ کرنا۔

(۵) بلا ضرورت وضو میں لوگوں سے مدد نہ لینا۔ وبری نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت انس حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کراتے تھے۔

(۶) وضو کے لیے خود پانی لانا۔

(۷) استنجاء کے وقت اس انگوٹھی کو اتار لینا جس پر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہو۔

(۸) وقت سے پہلے وضو کی تیاری کرنا۔

(۹) ہر عضو دھوتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا۔

(۱۰) قبلہ رو ہو کر وضو کرنا۔

(۱۱) انگوٹھی کے نیچے سے پانی گزارنا۔

(۱۲) چہرے پر پانی سے چھپکے نہ مارنا۔

(۱۳) جن اعضاء کو دھوئے ان پر ہاتھ پھیرے۔

(۱۴) اطمینان سے وضو کرنا۔

(۱۵) مل مل کر دھونا خصوصا سردیوں میں۔

(۱۶) چہرے ہاتھوں اور پیروں کو مقررہ حدود سے زیادہ دھونا تاکہ قیامت کے دن زیادہ سے زیادہ اعضا سفید ہوں۔

(۱۷) وضو کے بعد یہ پڑھنا سبحانک اللھم اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اللھم اجعلنی من التوابین (الخ)

(۱۸) قبلہ رو ل کھڑے ہو کر وضو کا پانی پینا۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر چاہے تو بیٹھ کر (اسی طرح آب زمزم قبلہ رو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ (آیت) ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (الحج:۳۲) اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم بجالایا تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

(۱۹) وضو کے بعد دو رکعت نماز سنت الوضو پڑھنا۔

(۲۰) اپنے کپڑوں کو وضو کے قطروں سے بچانا۔

(۲۱) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۲۲) وضو کے پانی میں نہ تھوکنا۔

(۲۳) تین دفعہ سے زیادہ نہ دھونا۔

(۲۴) دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضو نہ کرنا۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۷ ۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

بَابٌ فِي إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ

باب: اچھی طرح وضو کرنا

97 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى قَوْمًا وَأَعْقَابُهُمْ تَلُوحُ، فَقَالَ: وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کی ایڑیاں (وضو کرنے کے بعد) چمک رہی تھیں (یعنی سوکھی نظر آرہی تھیں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اس طرح کی) ایڑیوں جہنم کی بربادی ہے تم

لوگ اچھی طرح وضو کیا کرو۔

وضو میں پچیس مقامات احتیاط کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وضو میں پچیس مقامات خاص احتیاط کے حامل ہیں۔ وضو میں پچیس ۲۵ جگہ ہیں جن کی خاص احتیاط مرد وعورت سب پر لازم ہے۔

(۱) پانی مانگ یعنی ماتھے کے سرے سے پڑنا، بہت لوگ لپ یا چُلّو میں پانی لے کر ناک یا ابرو یا نصف ماتھے پر ڈالتے ہیں پانی تو بہہ کر نیچے آیا وہ اپنا ہاتھ چڑھا کر اوپر لے گئے اس میں سارا ماتھا نہ دُھلا بھیگا ہاتھ پھرا اور وضو نہ ہوا۔

(۲) پٹیاں جھکی ہوں تو انہیں ہٹا کر پانی ڈالے کہ جو حصہ پیشانی کا اُن کے نیچے ہے دُھلنے سے نہ رہ جائے۔

(۳) بھووں کے بال چھدرے ہوں کہ نیچے کی کھال چمکتی ہو تو کھال پر پانی بہنا فرض ہے صرف بالوں پر کافی نہیں۔

(۴) آنکھوں کے چاروں کوئے، آنکھیں زور سے بند کرے، یہاں کوئی سخت چیز جمی ہوئی ہو تو چھڑا لے۔

(۵) پلک کا ہر بال پورا بعض وقت کیچڑ وغیرہ سخت ہو کر جم جاتا ہے کہ اُس کے نیچے پانی نہیں بہتا اُس کا چھڑانا ضرور ہے۔

(۶) کان کے پاس تک کنپٹی ایسا نہ ہو کہ ماتھے کا پانی گال پر اتر آئے اور یہاں صرف بھیگا ہاتھ پھرے۔

(۷) ناک کا سوراخ عہ اگر کوئی گہنا یا تنکا ہو تو اسے پھرا پھرا کر ورنہ یونہی دھار ڈالے، ہاں اگر بالکل بند ہو گیا تو حاجت نہیں۔

عہ ناک کا سوراخ، ہاتھ پاؤں کے چھلّے، کلائی کے گہنے چوڑیاں۔

(۸) آدمی جب خاموش بیٹھے تو دونوں لب مل کر کچھ حصہ چھپ جاتا کچھ ظاہر رہتا ہے یہ ظاہر رہنے والا حصہ بھی دُھلنا فرض ہے، اگر کُلّی نہ کی اور منہ دھونے میں لب سمیٹ کر بزور بند کر لئے تو اس پر پانی نہ بہے گا۔

(۹) ٹھوڑی کی ہڈی اُس جگہ تک جہاں نیچے کے دانت جمے ہیں۔

(۱۰) ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں۔

(۱۱) انگلیوں کی کروٹیں کہ ملنے پر بند ہو جاتی ہیں۔

(۱۲) دسوں ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے، ہاں مَیل کا ڈر نہیں۔

(۱۳) ناخنوں کے سرے سے کہنیوں کے اوپر تک ہاتھ کا ہر پہلو، چُلّو میں پانی لے کر کلائی پر اُلٹ لینا ہرگز کافی نہیں۔

(۱۴) کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک۔ ایسا نہ ہو کہ کھڑے بالوں کی جڑ میں پانی گزر جائے نوکیں رہ جائیں۔

(۱۵) آرسی، چھلّے اور کلائی کے ہر گہنے کے نیچے۔

97- حدیث صحیح، وهذا اسناد حسن، ابو یحیی -وهو مصدع الاعرج- روی عنه جمع، واخرج له مسلم فی المتابعات، ووثقه العجلی. یحیی: هو ابن سعید القطان، وسفیان: هو الثوری، ومنصور: هو ابن المعتمر. واخرجه مسلم (241) (26)، والنسائی فی "الکبری" (136)، وابن ماجه (450) من طرق عن منصور، بهذا الاسناد. ورواية النسائی مختصرة بقوله: "اسبغوا الوضوء." واخرجه البخاری (60)، ومسلم (241) (27)، والنسائی فی "الکبری" (5854) و (5855) من طریق یوسف بن ماهک، عن عبد الله بن عمرو بنحوه. وهو فی "مسند احمد" (6528) و (6809) و (6976)، و"صحیح ابن حبان" (1055) قال الحافظ فی "الفتح" 2661/: وقد تواترت الاخبار عن النبی -صلی الله علیه وسلم- فی صفة وضوئه انه غسل رجلیه، وهو المبین لامر الله، وقد قال فی حدیث عمرو بن عبسة الذی رواه ابن خزیمة (165) وغیره مطولاً فی فضل الوضوء:

(۱۶) عورتوں کو پھنسی چوڑیوں کا شوق ہوتا ہے انہیں ہٹا ہٹا کر پانی بہائیں۔
(۱۷) چوتھائی سر کا مسح فرض ہے پوروں کے سرے گزار دینا اکثر اس مقدار کو کافی نہیں ہوتا۔
(۱۸) پاؤں کی آٹھوں گھائیاں۔
(۱۹) یہاں انگلیوں کی کروٹیں زیادہ قابل لحاظ ہیں کہ قدرتی ملی ہوئی ہیں۔
(۲۰) ناخنوں کے اندر کوئی سخت چیز نہ ہو۔
(۲۱) پاؤں کے چھلّے اور جو گہنا گٹوں پر یا گٹوں سے نیچے ہو اس کے نیچے سیلان شرط ہے۔
(۲۲) گٹے۔
(۲۳) تلوے۔
(۲۴) ایڑیاں۔
(۲۵) کونچیں خاص ف بہ مردان۔
ف: وضو میں پانچ مواقع اور ہیں جن کی احتیاط خاص مردوں پر لازم۔
(۲۶) مونچھیں۔
(۲۷) صحیح مذہب میں ساری داڑھی دھونا فرض ہے یعنی جتنی چہرے کی حد میں ہے نہ لٹکی ہوئی کہ ہاتھ سے گلے کی طرف کو دباؤ تو ٹھوڑی کے اُس حصے سے نکل جائے جس پر دانت جمے ہیں کہ اس کا صرف مسح سنّت اور دھونا مستحب ہے۔
(۲۸ و ۲۹) داڑھی مونچھیں چھدری ہوں کہ نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو کھال پر پانی بہنا۔ (۳۰) مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپالیں تو انہیں ہٹا ہٹا کر لبوں کی کھال دھونا اگرچہ مونچھیں کیسی ہی گھنی ہوں۔ (فتاوٰی رضویہ، کتاب طہارت، لاہور)

بَابُ الْوُضُوءِ فِي آنِيَةِ الصُّفْرِ

باب: پیتل کے برتن کے ذریعے وضو کرنا

98 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنِي صَاحِبٌ لِي، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوْرٍ مِنْ شَبَهٍ.

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیتل سے بنے ہوئے برتن سے غسل کرتے تھے۔

99 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ إِسْحَاقَ بْنَ مَنْصُورٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

100 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، وَسَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: جَاءَنَا رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّأَ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی نکالا جو پیتل کے برتن میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کیا۔

بَابٌ فِي التَّسْمِيَةِ عَلَى الْوُضُوءِ

باب: وضو کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا

101 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس کا وضو نہ ہو اور اس شخص کا وضو نہیں ہوتا جو (وضو کے آغاز میں) اس پر اللہ کا نام نہیں لیتا"۔

102 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ، قَالَ: وَذَكَرَ رَبِيعَةُ، أَنَّ تَفْسِيرَ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ الَّذِي يَتَوَضَّأُ وَيَغْتَسِلُ، وَلَا يَنْوِي وُضُوءًا لِلصَّلَاةِ، وَلَا غُسْلًا لِلْجَنَابَةِ

دراوردی بیان کرتے ہیں: ربیعہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث "اس شخص کا وضو نہیں ہوتا (جو وضو کے آغاز میں) اس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کرتا" اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ شخص جو وضو کرتے ہوئے اور غسل کرتے ہوئے نماز کے لئے وضو یا جنابت کے غسل کی نیت نہیں کرتا۔

وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت یا مستحب

اور ابتدائے وضو میں اللہ کا نام لینا (سنت) ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس شخص کا وضو نہیں جس نے اللہ کا نام نہ لیا اور اس سے مراد فضیلت کی نفی ہے اور اصح یہ ہے کہ تسمیہ مستحب ہے اگرچہ (صاحب قدوری) نے کتاب (قدوری) میں اس کو سنت کہا ہے اور تسمیہ استنجاء سے پہلے بھی پڑھے اور اس کے بعد بھی یہی صحیح ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی سفیان اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کا وضو نہیں جس نے اللہ کا نام نہ لیا ہو۔

(جامع ترمذی، ج ۱، ص ۶، فاروقی کتب خانہ ملتان، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، طبرانی، دارقطنی، بیہقی، ابن حبان، ابن خزیمہ، مسلم بتصرف اسنادھا)

100- اسناده صحيح. الحسن بن علي: هو الخلال، وأبو الوليد: هو هشام بن عبد الملك الطيالسي. وأخرجه البخاري (197)، وابن ماجه (471) من طريق عبد العزيز بن عبد الله الماجشون، بهذا الإسناد.

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے

امام مالک فرماتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بغیر بسم اللہ پڑھے وضو نہیں ہے۔اور اگر کوئی شخص بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کو دل پر حمل کیا جائے گا کیونکہ دل قائم مقام زبان ہے۔تاکہ حرج دور کیا جائے کیونکہ دوبارہ وضو کرنے میں حرج ہوگا۔

ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے سنت ہونے میں احناف کا مؤقف ودلیل:

ائمہ احناف کے نزدیک بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنا سنت ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت وضو شرط کی قید سے خالی یعنی مطلق ہے۔لہٰذا اس کو اطلاق پر جاری رکھیں گے۔مقید اس لئے نہیں کریں گے کہ ترک تسمیہ سے بھی وضو کے اطلاق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ پانی کی خلقت ہی طہارت کیلئے ہے۔جو پانی میں اصل ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام ذکر کیا اس کا سارا بدن پاک ہوا۔اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام ذکر نہ کیا اس کے بدن کا وہ حصہ پاک ہوا جہاں تک پانی پہنچ گیا۔(بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۴، بیروت)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔امام محمد بن الحاج علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مجھے اس شخصیت سے تعجب ہے جس نے صرف اس حدیث سے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے اس سے وہ حدیث مراد ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے؟ پس آپ نے برتن میں دستِ مبارک رکھا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو، تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبل رہا تھا حتیٰ کہ تمام صحابہ کرام نے وضو کر لیا، اور وہ ستر کے قریب تھے۔اس حدیث کو امام نسائی، ابنِ خزیمہ اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔امام بیہقی نے فرمایا: بسم اللہ کے بارے میں روایت کی جانے والی یہ صحیح ترین حدیث ہے۔امام نووی نے کہا کہ اس کی سند عمدہ ہے۔(السنن الکبریٰ للبیہقی، التسمیہ علی الوضوء / ۴۳)

ہر وضو کے لیے بسم اللہ کے سنت ہونے پر اس حدیث کی دلالت کا ضعیف ہونا ظاہر ہے۔

کیونکہ اس جگہ تو تھوڑے پانی میں برکت حاصل کرنے کیلئے بسم اللہ پڑھی گئی ہے۔"اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا" سے گزشتہ استدلال کے مطابق زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔کیونکہ جس طرح سنت کے ترک کرنے سے فضیلت اور کمال کی نفی ہوتی ہے فی الجملہ مستحب کے ترک سے بھی یہ نفی ثابت ہوتی ہے، اس بحث سے استحباب کے قول کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔(فتاویٰ رضویہ، ج ۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے میں غیر مقلدین کا نظریہ ودلیل

علامہ محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔اہل ظواہر یعنی غیر مقلدین کے نزدیک بسم اللہ کے بغیر وضو جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس حدیث میں "لا" نفی جنس کیلئے ہے حقیقت یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا شرط ہے۔(غیر مقلدین اگرچہ قیاس کے

مخالف ہیں) لیکن اس مسئلہ میں وہ اس حدیث کو دوسری حدیث پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ (لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)

وَھُوَ اَفَادَ الْوُجُوبَ۔

کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ حدیث وجوب کا فائدہ دیتی ہے لہٰذا اس کا تقاضہ یہ ہے بسم اللہ وضو کیلئے واجب یا شرط ہونی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث فاتحہ مشہور ہے جبکہ حدیث تسمیہ فی الوضوء غیر مشہور ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہر نماز میں فاتحہ پڑھی لیکن ہر وضو میں بسم اللہ نہیں پڑھی۔ اور حکم دلیل کی قوت سے ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ قوت یہاں نہیں ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم وضو میں بسم اللہ کو شرط یا واجب قرار دیں تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی۔ جو کہ جائز نہیں۔ اس کا تیسرا جواب یہ ہے اس سے کتاب اللہ کا نسخ لازم آئے گا جو درست نہیں۔

ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے بارے میں امام طحاوی و امام قدوری کا مؤقف و دلیل

یہ ائمہ فرماتے ہیں کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا وضو جو مروی ہے اس میں انہوں نے تسمیہ کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا پس آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ وضو سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی چیز نے بھی سلام کے جواب سے منع نہیں کیا مگر میں نے طہارت کے بغیر اللہ کا ذکر پسند نہ کیا۔ (سنن ابن ماجہ، ج ۱، باب الرجل یسلم علیہ وھو یبول۔ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کے وقت اللہ کا ذکر طہارت سے پہلے کرنا پسند نہیں فرمایا اور بسم اللہ بھی اللہ کا ذکر ہے لہٰذا اس کا ترک بھی ثابت ہوا اور جب آپ ﷺ سے کسی عمل کا سنت کے ساتھ ساتھ ترک بھی ثابت ہو تو وہ مستحب ہوتا ہے۔ (عنایہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۲۴، دار الفکر، بیروت)

حدیث "لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يُسَمِّ اللهَ" کا معنی

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث احاد میں سے ہے۔ اور خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں لہٰذا اس حدیث کو کمال وضو کی نفی پر محمول کریں گے۔ اور یہی معنی سنت ہے جیسا حدیث میں ہے۔

قَوْلِ النبی لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ"

مسجد کے ہمسائے کی نماز نہیں ہے مگر مسجد میں۔ کیونکہ اگر مسجد کے ہمسائے سے جماعت چھوٹ جائے اور وہ بعد جماعت گھر میں نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے اور اس کی نماز درست ہے البتہ ثواب میں کمال کی نفی ضرور ہوگی۔ جو اسے مسجد میں حاصل ہونا تھا۔ اس حدیث کے پیش نظر ہم کہیں گے کہ بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنا نبی کریم ﷺ سے مواظبت سے ثابت ہے لہٰذا سنت ہے صاحب ہدایہ کا سنت کہنے کی وجہ یہ بھی ہے دلیل میں قوت ہے کہ "لا وضو" یعنی نفی شئی یقیناً کسی امر معین میں ہوتی ہے۔

وضو میں تسمیہ کے استحباب کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پاکی ہے اسے جو خطا ونسیان سے منزہ ہے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے، تم ہر نماز کے وقت اپنی آرائش اختیار کرو۔اس سے نماز کے اندر ستر عورت کی فرضیت کے استدلال پر، کلام کرتے ہوئے شرائط نماز کی بحث میں محقق علی الاطلاق کی عبارت صرف اس قدر ہے، حق یہ ہے کہ ستر عورت کے بارے میں اس آیت کی دلالت ظنی ہے اس لئے اس کا مقتضابس وجوب ہوگا نماز میں۔اور بعض حضرات نے ستر عورت کے بارے میں اس آیت سے قطعیت ثبوت لی اور حدیث، لا صلوۃ الحائض الا بخمار، (بالغہ کے لئے اوڑھنی کے بغیر نماز نہیں) سے قطعیت اثبات ودلالت لی اور دونوں کے مجموعے سے ستر کی فرضیت ثابت کی، حالانکہ حدیث میں ستر پر دلالت کی قطعیت اگر مان لی جائے تب بھی اس استدلال پر جو کلام ہے وہ محتاج بیان نہیں، ورنہ اس مستدل نے تو خود حدیث مذکور کی نظیر لا وضوء لمن لم یسم (جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں) اور لا صلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد" (مسجد کے پڑوسی کے لئے نماز نہیں مگر مسجد ہی میں) وغیرہ میں یہ اعتراف کیا ہے کہ وجوب پر ان سب کی دلالت ظنی ہے۔اور واقعۃً وجوب پر ان سب کی دلالت کے ظنی ہونے میں کوئی شک نہیں۔اس لئے کہ یہ احتمال موجود ہے کہ ان سب میں وضو ونماز کے کامل ہونے کی نفی ہو (اور لا صلوۃ، لا وضوء کہہ کر حقیقت نماز اور حقیقت وضو کی نفی مقصود نہ ہو) (جد الممتار علی رد المحتار ،کتاب الطہارۃ، المجمع السلامی مبارک پور انڈیا، ۱/ ۹۶)

ہر اہم کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا بیان

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر وہ ذیشان کام کہ جس کو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے۔ہر کام جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ نامکمل رہتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجگہ ارشاد فرمایہ جس کا مفہوم ہے۔گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو، چراغ گل کرو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو، کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی ہدایت قرآن وحدیث میں بار بار آئے ہیں۔(تفسیر قرطبی، مطبوعہ بیروت)

بسم اللہ نہ پڑھیں تو شیطان بھی کھانے میں شامل ہو جاتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار کھانا شروع کیا تو ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آئی ،اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کیونکہ اس نے بسم اللہ نہیں کہا تھا اس کے فوراً بعد ایک اعرابی آ گیا اس نے بھی بغیر بسم اللہ کہے برتن میں ہاتھ ڈالا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا۔

جب کھانے پر بسم اللہ نہ کہی جائے تو شیطان اسے اپنے ملئے حلال کر لیتا ہے وہ پہلے اس لڑکی کے ساتھ آیا تا کہ ہمارا کھانا کھائے، میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا، پھر وہ اعرابی کے ساتھ آیا، میں نے اعرابی کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں

میری جان ہے، شیطان اس وقت ان دونوں ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اس نے بسم اللہ کہے بغیر کھانا شروع کردیا جب آخری لقمہ رہ گیا تو اس نے بسم اللہ اولہ وآخرہ کہا اس پر رسول اللہ صلی علیہ وسلم مسکرا دیئے اور فرمایا شیطان اس شخص کے ساتھ برابر کھاتا رہا جب اس نے بسم اللہ کہا تو شیطان نے جو کچھ کھایا پیا تو قے کردیا۔ (ابوداؤد، نسائی)

معلوم ہوا شیطانی اثرات سے بچاؤ کے لئے بسم اللہ ایک بہترین ڈھال ہے اور کھانے کے ساتھ اس کا استعمال برکت کا باعث ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کی فضیلت

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "شائد تم لوگ الگ الگ کھانا کھاتے ہو؟ "انہوں نے عرض کیا "ہاں! رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا " کھانا اکٹھے کھایا کرو اور اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو اللہ تعالیٰ تمھارے کھانے میں برکت ڈال دیں گے۔ "اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کھانے پر شیطان کو اختیار حاصل ہوجاتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کرنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) "رات سونے سے قبل) بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کیا کرو کیونکہ بسم اللہ پڑھ کر بند کیے گئے دروازے شیطان کھول نہیں سکتا۔ "اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب رات کا اندھیرا چھا جائے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک لیا کرو کیونکہ اس وقت شیطان اور جن پھیل جاتے ہیں عشاء سے کچھ دیر بعد بچوں کو چھوڑ دو اور گھر کا دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کرو، چراغ بسم اللہ کہہ کر بجھاؤ، پانی کا برتن بسم اللہ پڑھ کر ڈھانپ دو اور دوسرے برتن بھی بسم اللہ کہہ کر ڈھانپو اگر برتن ڈھانپنے کے لیے کوئی ڈھکن نہ ملے تو کوئی چیز آڑھی رکھ دو۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (بخاری)

اسی میں جلال ہے اسی میں جمال۔ اسی میں ہیبت بھی ہے اور قدرت بھی عزت بھی ہے منزلت بھی قوت بھی ہے جبروت بھی۔ بسم اللہ کی ب کے نقطے کی برکت سے فیض کے چشمے اُبلا کرتے ہیں اور اللہ کریم کی ہر مخلوق خاکی ہو یا آبی نوری ہو یا ناری فیض یاب ہوتی ہے۔

بسم اللہ کے سبب گناہ معاف ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے گا تو

اللہ تعالیٰ اس کے ہر حرف کے بدلے چار ہزار نیکیوں کا ثواب لکھے گا اور چار ہزار خطاؤں کو معاف فرمائے گا اور چار ہزار درجے بلند فرمائے گا۔ (نزہتہ المجالس)

اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے 19 حروف ہیں۔ ایک دفعہ پڑھنے سے ہزار نیکیوں کا ثواب ہزار گناہ معاف اور ہزار درجات کی بلندی سبحان اللہ! میرے رب کریم کی عطا کے کیا کہنے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ رب العالمین کی آخری کتاب قرآن کریم کا جوہر ہے جب کسی دل میں اتر جاتی ہے گھر کر لیتی ہے پھر اس میں کسی اور شے کی نہ گنجائش رہتی ہے نہ ضرورت۔ جو رفعت راحت برکت اور عظمت اسے عطا ہے کسی دوسرے عمل کو نہیں۔

اسی میں جلال ہے اسی میں جمال۔ اسی میں ہیبت بھی ہے اور قدرت بھی عزت بھی ہے منزلت بھی قوت بھی ہے جبروت بھی بسم اللہ کی ب کے نقطے کی برکت سے فیض کے چشمے اُبلا کرتے ہیں اور اللہ کریم کی ہر مخلوق خاکی ہو یا آبی نوری ہو یا ناری فیض یاب ہوتی ہے جب یہ نازل ہوئی تو شیطان نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور اس پر پتھر برسائے گئے۔ اللہ رب العالمین نے اپنی عزت اور جلالت کی قسم کھائی کہ جس کام میں بھی میرا یہ برکت والا نام لیا جائے گا برکت ہوگی جس بیمار پر پڑھا جائے گا شفا ہوگی جو اسے پڑھے گا جنت نصیب ہوگی۔

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا بیان

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! جب تم وضو کرنے لگے تو بسم اللہ کہہ لیا کرو کیونکہ نگہبان فرشتے جب تک تم فارغ نہ ہوگے برابر تیری نیکیاں لکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تو وہ وضو مکمل کر چکے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن نازل ہوئی جب یہ نازل ہوئی تو مشرق سے مغرب تک بادل چھا گیا۔ ہوائیں ٹھہر گئیں جانور کان لگا کر سننے کیلئے مستعد ہو گئے۔ شیطان کو انگارے مارے گئے اور اللہ نے اپنی عزت کی قسم کھائی کہ جس مریض پر اس کا نام لیا جائے گا اسے شفاء ہوگی۔

جب قیامت کا دن ہوگا اور اس امت کے اعمال تولے جائیں گے تو ان کی ایک ایک رکعت دوسروں کی ہزار ہزار نیکیوں سے بھی بڑھ جائے گی جس پر لوگ تعجب کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ ان لوگوں کی نماز میں بسم اللہ تھی۔

ایک فاسق کو مرنے کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھ کر پوچھا اللہ نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا اللہ نے مجھے اس لیے بخش دیا کہ میں ایک دن مکتب کی طرف سے نکلا اور ایک پڑھنے والے نے بسم اللہ پڑھی اسے سن کر میرے دل میں اللہ کے نام کی شیرینی نے اثر کیا اور اسی وقت میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ہم دو چیز جمع نہ کرینگے 1۔ اللہ کے نام کی شیرینی 2۔ جان کنی کی تلخی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس کاغذ کو جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہو گرا پڑا دیکھے اور اللہ کے نام کی عظمت کے خیال سے اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کو صدیقوں میں لکھتا ہے اور اس کے والدین سے عذاب کم کر دیتا ہے اگر چہ وہ حد سے بڑھنے والوں میں ہوں۔

حدیث میں ہے کہ شب معراج میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ بہشت میں جو چار نہریں جاری ہیں ان کی اصل کہاں سے ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اپنی براق پر سوار کیا اور خود آگے آگے چلے۔ پانچ سو برس کی راہ پر ایک نور کا قبہ ملا جس کے چار دروازے تھے اور ہر دروازے سے ایک نہر بہتی تھی۔ اس قبہ کا دروازہ کھول کر بیس برس کی راہ چل کر صدر قبہ میں ایک نور کا تختہ نظر آیا تو دیکھا کہ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہے اور بسم کی میم سے ایک نہر اور اللہ کی ھ سے دوسری نہر اور رحمن کی میم سے تیسری نہر اور رحیم کی میم سے چوتھی نہر جاری ہے۔ اسی وقت آپ ﷺ کو حکم الٰہی پہنچا کہ آگاہ ہو جایئے آپ ﷺ کی امت میں سے جو شخص ایک مرتبہ اس کو پڑھے گا میں اسے ان چاروں نہروں سے سیراب کروں گا۔

بسم اللہ کے سبب شیطان کے ذلیل ہونے کا بیان

مسند احمد میں ہے آنحضرت ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے جو صحابی سوار تھے ان کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی ذرا پھسلی تو میں نے کہا کہ شیطان کا ستیاناس ہو۔ آپ نے فرمایا کہ نہ کہو، اس سے شیطان پھولتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ گویا اس نے اپنی قوت سے گرایا ہاں بسم اللہ کہنے سے وہ مکھی کی طرح ذلیل و پست ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۵ ص ۵۹، بیروت)

کپڑے تبدیل کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنات کی آنکھوں اور بنی آدم کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ اور حجاب کی صورت یہ ہے کہ آدمی جب کپڑے اتارے تو بسم اللہ پڑھے۔ (معجم الاوسط طبرانی، ۷۰۶۶)

بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیے

نبی کریم ﷺ کی سنت یہ ہے کہ ہر قابل ذکر کام سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھا کرتے تھے ہر مسلمان کو اس سنت کی اتباع کرتے ہوئے بسم اللہ سے کام شروع کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے گھر میں داخل ہوتے وقت، گھر سے نکلتے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، بلکہ چلتے ہوئے سواری کو ٹھوکر لگ جائے یا خود اپنے آپ کو ٹھوکر لگ جائے تب، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، بلکہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے ذرا پہلے، اور وہاں سے نکلنے کے فوراً بعد، کھانا کھاتے وقت، پانی پیتے وقت، کپڑے پہنتے، جوتے پہنتے وقت، کوئی کتاب پڑھتے وقت، کوئی خط یا تحریر لکھتے وقت، اپنے روزگار کا کام

شروع کریں تو اس وقت بسم اللہ پڑھیں۔ کھانے میں کوئی چیز ڈالیں تو بسم اللہ پڑھ کر ڈالیں۔ کھانا چننے کے لئے نکالیں تو بسم اللہ پڑھ کر نکالیں۔ کوئی کپڑا سینا یا بننا شروع کریں تو بسم اللہ سے شروع کریں۔ غرض اس طرح اپنے روزمرہ کے کاموں کو بسم اللہ سے شروع کرنا اپنے معمولات میں شامل کرلیا جائے تو یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں محنت اور دشواری کچھ نہیں اور ذرا دھیان دینے سے انسان کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے بلکہ اس عمل کی برکت سے یہ سارے کام جو بظاہر دینوی کام نظر آتے ہیں بذات خود عبادت بن جاتے ہیں۔ مومن بسم اللہ سے ہر کام کا آغاز کر کے گویا اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کسی کام کی تکمیل ممکن نہیں۔ اور اس اعتراف کے نتیجے میں اس کے دنیا کے سارے کام بھی دین کا ایک حصہ اور عبادت بن جاتے ہیں۔

بسم اللہ کے سبب زہر کے اثر نہ کرنے کا بیان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھتا ہے اللہ اس کے نامہ اعمال میں دس ہزار نیکیاں لکھتا ہے اس کی دس ہزار برائیاں مٹاتا ہے اور دس ہزار درجے بلند کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کچھ مجوسیوں نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں کوئی ایسی نشانی بتائیں کہ جس سے ہم پر اسلام کی حقانیت واضح ہو چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے زہر قاتل منگوایا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسے کھالیا۔ بسم اللہ کی برکت سے اس زہر قاتل نے آپ رضی اللہ عنہ پر کوئی اثر نہ کیا۔ یہ منظر دیکھ کر مجوسی بے ساختہ پکار اٹھے دین اسلام حق ہے۔

جہنم انیس طبقات اور بسم اللہ کے حروف کا بیان

جہنم کے انیس طبقات ہیں اور بسم اللہ کے حروف ہیں جو شخص ایک بار بسم اللہ پڑھ لے گا وہ ان سب طبقات جہنم سے نجات پائے گا۔ ایک اعرابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ میں بڑا گنہگار ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم بسم اللہ پڑھا کرو تو وہ ارحم الرحمین تیرے گناہ بخش دے گا وہ اعرابی متعجب ہو کر کہنے لگا بس اتنا ہی یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان مرد یا عورت سچے دل سے اور یقین کے ساتھ بسم اللہ پڑھا کرے گا تو اللہ اپنے فضل و کرم سے اس بندہ کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے باہری دروازے پر بسم اللہ لکھ لیا وہ ہلاکت سے (صرف دنیا میں) بے خوف ہوگیا۔ جو شخص کسی جانور پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ اور الحمد اللہ پڑھ لے تو اس جانور کے ہر قدم پر اس سوار کے حق میں ایک نیکی لکھی جائے گی اور جو کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ اور الحمد اللہ پڑھ لے گا جب تک وہ اس میں سوار رہے گا اس کے واسطے نیکیاں ہی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (تفسیر کبیر، مطبوعہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب استاد بچے سے کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو تو استاد، بچے اور اس کے والدین کے لئے نجات لکھ دی جاتی ہے اور جب بندہ بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس طرح پگھلتا ہے جس طرح سیسہ پگھلتا ہے۔ اللہ کریم ہمیں بسم اللہ کی برکات وفضیلت کو پڑھ کر اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مفسرین نے کہا جب طوفان نوحؑ نے اس دنیا کو اپنے خوفناک عذاب کے چنگل میں گھیر لیا اور حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی میں سوار ہوئے تو وہ بھی خوف غرق سے ہراساں ولرزاں تھے انہوں نے غرق سے نجات پانے اور اس عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کے لئے بسم اللہ مجریھا ومرسٰہا کہا اس کلمہ کی برکت سے ان کی کشتی غرقابی سے محفوظ و سالم رہی مفسرین کہتے ہیں کہ جب اس آدھے کلمہ کی وجہ سے اتنے ہیبت ناک طوفان سے نجات حاصل ہوئی تو جو شخص اپنی پوری عمر اس پورے کلمہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اپنے ہر کام کی ابتداء کرنے کا التزام کرے وہ نجات سے کیونکر محروم رہ سکتا ہے؟

علماء لکھتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں انیس حروف ہیں دوزخ کے موکل بھی انیس ہیں لہٰذا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ہر حرف کے ذریعہ ان میں سے ہر ایک کی بلا دفع ہوسکتی ہے نیز علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ دن رات کو چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں پانچ گھنٹوں کے لئے تو پانچ وقت کی نمازیں مقرر فرمائی گئیں اور بقیہ انیس گھنٹوں کے لئے یہ انیس حروف عطا فرمائے گئے تاکہ ان انیس گھنٹوں میں ہر نشست و برخاست ہر حرکت وسکون اور ہر کام کے وقت ان انیس حروف کے ذریعہ برکت وعبادت حاصل ہو یعنی ان حروف بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی برکت سے یہ انیس گھنٹے بھی عبادت میں لکھے جائیں۔

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ سورت برأت کو جو قتل کفار کے حکم پر مشتمل ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے خالی رکھا گیا ہے کیونکہ یہ کلمہ رحمت ہے جو موقع کا مقتضی نہیں ہے اسی طرح جانور کو ذبح کرتے وقت بھی صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہنا مقرر فرمایا گیا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے کیونکہ ذبح کی صورت قہر عذاب کی شکل ہے اور یہ کلمہ رحمت (یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم) اس کا محل اور اس کا مقتضی نہیں لہٰذا جو شخص اس کلمہ رحمت یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پر ہر وقت اور ہر آن مداومت کرتا ہے جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ ہر روز ستر مرتبہ فرض نماز میں یہ کلمہ اپنی زبان پر جاری کرتا ہے کہ وہ شخص غضب وعذاب سے محفوظ اور ثواب سے محظوظ ہوگا۔

اس آیت یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے خواص میں سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص بیت الخلاء جائے تو اسے چاہئے کہ وہ بسم اللہ کہہ کر جائے تاکہ اس کی وجہ سے اس کی شرم گاہ اور جنات کے درمیان پردہ واقع ہو جائے کوئی شخص بسم اللہ کہہ کر بیت الخلاء جاتا ہے تو اس کا خاصہ یہ ہے کہ جنات کی نظر اس کی شرمگاہ کی طرف نہیں جاتی، لہٰذا جب اس کی تاثیر یہ ہے کہ یہ آیت انسان اور اس کے دنیاوی دشمن جنات کے درمیان پردہ بن جاتی ہے تو امید ہے کہ یہ ایک مسلمان اور عذاب عقبیٰ کے درمیان بھی یقیناً پردہ بن کر حائل ہوگی۔

بسم اللہ کی برکت سے عذاب قبر سے نجات کا واقعہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ اس میت کو عذاب ہو رہا ہے یہ دیکھ کر چند قدم آگے تشریف لے گئے اور وہاں سے استنجاء کر کے واپس تشریف لائے اب جو اس قبر پر سے گزرے تو دیکھا کہ اس قبر میں نور ہی نور ہے اور وہاں رحمت الٰہی کی بارش ہو رہی ہے۔ آپ بہت حیران ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا یا اللہ! مجھے اس کا راز بتایا جائے۔ ارشاد فرمایا اے روح اللہ! یہ بندہ سخت گناہگار تھا جس کی وجہ سے عذاب میں گرفتار تھا لیکن اس نے اپنی بیوی حاملہ چھوڑی تھی اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اور آج اسے مکتب بھیجا گیا استاذ نے اسے بسم اللہ پڑھائی۔ تو ہماری رحمت کو حیا آئی کہ میں زمین کے اندر اس شخص کو عذاب دوں کہ جس کا بچہ زمین پر میرا نام لے رہا ہے۔ (تفسیر روح البیان، معانی نعیمی)

بسم اللہ کی برکت سے بوٹی میں شفا آجانے کا واقعہ

ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیٹ میں نہایت سخت درد ہوا، حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ ارشاد ہوا کہ جنگل کی فلاں بوٹی کھاؤ۔ چنانچہ آپ نے کھائی۔ اور فوراً آرام آگیا۔ کچھ دنوں بعد دوبارہ پھر وہی بیماری ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی دوائی استعمال کی مگر درد میں زیادتی ہوگئی۔ عرض کیا یا اللہ! اس میں کیا راز ہے کہ ایک ہی دوا میں تاثیر دو طرح کی ہے ایک مرتبہ اس نے مجھے شفا دی ہے اور دوسری مرتبہ اس نے میرے مرض اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ الٰہی اس میں راز کیا ہے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ! پہلی دفعہ تم میری طرف سے اس بوٹی کی طرف گئے تھے اور دوسری مرتبہ تم اپنی طرف سے بوٹی کی طرف گئے ہو حالانکہ شفا تو صرف میرے نام میں ہے۔ میرے نام کے بغیر دنیا کی ہر چیز زہر قاتل ہے اور میرا نام اس کا تریاق ہے۔ (تفسیر روح البیان، معانی نعیمی)

بسم اللہ پڑھنے والا ڈوبنے سے بچ جائے گا

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی پر سوار ہوتے وقت پڑھا تھا۔ "بسم اللہ مجرھا ومرسھا ان ربی لغفور رحیم" اس وجہ سے بیڑا پار ہوا۔ لہٰذا جو شخص کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو ان شاء اللہ وہ ڈوبنے سے بچے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ بلقیس کو خط لکھا تو اس میں یہ لکھا "انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم" اس کی برکت سے بلقیس کو قبول حق نصیب ہوا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں آئی۔ اور پورا ملک یمن حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضے میں آیا۔

بسم اللہ کی برکت ہی وہ نعمت ہے جسے انسان اگر زندگی میں پڑھتا رہے تو ثواب ہی ثواب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ کھانا کھانے سے پہلے اگر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو انسان اپنے سب سے بڑے دشمن شیطان سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح جب مسلمان کو قبر میں اتارا جائے تو "بسم اللہ وعلی ملة رسول اللہ" (ﷺ) پڑھا جائے۔ (تفسیر روح البیان، معانی نعیمی)

بسم اللہ پڑھنے سے قفل کھل جانے کا واقعہ

تفسیر روح البیان میں بسم اللہ کے ماتحت ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ جب حضور ﷺ معراج میں تشریف لے گئے اور جنتوں کی سیر فرمائی۔ تو وہاں چار نہریں ملاحظہ فرمائیں ایک پانی کی۔ دوسری دودھ کی۔ تیسری شراب طہور کی۔ اور چوتھی نہر شہد کی

تھی، جبرائیل امین سے دریافت کیا گیا کہ یہ نہریں کہاں سے آ رہی ہیں حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا کہ مجھے اس کی خبر نہیں۔ دوسرے فرشتے نے عرض کیا کہ ان چاروں کا چشمہ میں دکھاتا ہوں۔ ایک جگہ لے گیا وہاں ایک درخت تھا۔ جس کے نیچے ایک عمارت بنی ہوئی تھی اور دروازے پر قفل لگا ہوا تھا۔ اور اس کے نیچے سے یہ چاروں نہریں نکل رہی تھیں۔ ارشاد فرمایا: یہ دروازہ کھولو۔ عرض کیا اس کی چابی میرے پاس نہیں۔ بلکہ آپ کے پاس ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حضور ﷺ نے پڑھ کو اس قفل کو ہاتھ لگایا تو دروازہ کھل گیا۔ تو آپ ﷺ نے اندر جا کر ملاحظہ فرمایا کہ اس عمارت میں چار ستون ہیں اور ہر ستون پر بسم اللہ لکھی ہے اور ''بسم اللہ کی ''میم'' سے پانی جاری ہے لفظ ''اللہ'' کی ''ہ'' سے دودھ جاری ہے۔ ''رحمن'' کی ''میم'' سے شراب طہور جاری ہے۔ اور ''رحیم'' کی ''میم'' سے شہد جاری ہے۔ اندر سے آواز آئی اے محبوب ﷺ! آپ کی امت میں سے جو شخص ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھے گا وہ ان چاروں نہروں کا مستحق ہوگا۔ (تفسیر روح البیان، مطبوعہ بیروت)

بسم اللہ کی برکت سے عذاب سے بچنے کا واقعہ

اسی طرح تفسیر کبیر میں بسم اللہ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ فرعون نے خدائی کے دعوے سے پہلے ایک مکان بنوایا تھا اور اس کے بیرونی دروازے پر ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھی تھی۔ جب اس نے خدائی دعویٰ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تبلیغ کی لیکن اس نے آپ کی تبلیغ قبول نہ کی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے خلاف دعائے ضرر کی۔ تو وحی آئی، اے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ تو اسی قابل ہے کہ اسے ہلاک کر دیا جائے لیکن اس کے دروازے پر ''بسم اللہ'' لکھی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ عذاب سے بچا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے فرعون کے گھر پر عذاب نہ آیا بلکہ وہاں سے نکال کر دریا میں ڈبو دیا گیا۔ (تفسیر کبیر، مطبوعہ بیروت)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا

باب: آدمی کا ہاتھ دھونے سے پہلے اسے برتن میں داخل کر لینا

103 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، وَأَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم میں سے کوئی ایک شخص رات کے وقت بیدار ہو' تو وہ اپنا ہاتھ (وضو کے) برتن میں اس وقت تک داخل نہ کرے جب تک وہ پہلے اسے تین مرتبہ دھو نہ لے' کیونکہ وہ یہ بات نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا''۔

104 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا رَزِينٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: یعنی یہی حدیث نقل کرتے ہیں تاہم اس راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''دو مرتبہ یا تین مرتبہ'' اور اس راوی نے ابورزین کا ذکر نہیں کیا۔

105 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ اَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ، فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْاِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ، اَوْ اَيْنَ كَانَتْ تَطُوفُ يَدُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو' تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں اس وقت تک داخل نہ کرے جب تک اسے تین مرتبہ دھو نہ لے، کیونکہ کوئی شخص یہ بات نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اس کا ہاتھ کہاں گھومتا رہا''۔

بَابُ صِفَةِ وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ

106 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ حُمْرَانَ بْنِ اَبَانَ، مَوْلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: رَاَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّاَ، فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلَاثًا فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهُ، ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مِثْلَ وُضُوئِي هٰذَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّاَ مِثْلَ وُضُوئِي هٰذَا، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

حمران بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی انڈیل کر ان دونوں کو دھویا پھر انہوں نے کلی کی۔ ناک صاف کیا اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اپنے دائیں بازو کو کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر بائیں کو اسی طرح دھویا پھر انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا پھر انہوں نے اپنے دائیں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا پھر بائیں کو اس طرح دھویا پھر انہوں نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس وضو کی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس کے دوران وہ اپنے خیالات میں مشغول نہ رہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت کر دیتا ہے''۔

107 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ وَرْدَانَ، حَدَّثَنِي اَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنِي حُمْرَانُ، قَالَ: رَاَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّاَ، فَذَكَرَ

نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ، وَقَالَ فِيهِ: وَمَسَحَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا. ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ هٰكَذَا. وَقَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ دُونَ هٰذَا كَفَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الصَّلَاةِ

حمران بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے البتہ اس میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے اس میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں) انہوں نے تین مرتبہ اپنے سر پر مسح کیا پھر اپنے دونوں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا پھر انہوں نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اس سے کم مرتبہ وضو کرتا ہے تو یہ اس کے لئے کافی ہوگا''۔ اس راوی نے نماز کا بھی ذکر نہیں کیا۔

108 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ زِيَادٍ الْمُؤَذِّنُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْوُضُوءِ فَقَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوءِ فَدَعَا بِمَاءٍ، فَأُتِيَ بِمِيضَأَةٍ فَأَصْغَاهَا عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ أَدْخَلَهَا فِي الْمَاءِ فَتَمَضْمَضَ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَأَخَذَ مَاءً فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ، فَغَسَلَ بُطُونَهُمَا وَظُهُورَهُمَا مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُونَ عَنِ الْوُضُوءِ؟ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَحَادِيثُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الصِّحَاحُ كُلُّهَا تَدُلُّ عَلَى مَسْحِ الرَّأْسِ أَنَّهُ مَرَّةً. فَإِنَّهُمْ ذَكَرُوا الْوُضُوءَ ثَلَاثًا، وَقَالُوا فِيهَا: وَمَسَحَ رَأْسَهُ وَلَمْ يَذْكُرُوا عَدَدًا كَمَا ذَكَرُوا فِي غَيْرِهِ

عثمان بن عبدالرحمن تیمی بیان کرتے ہیں: ابن ابوملیکہ سے وضو کے بارے میں دریافت کیا گیا: انہوں نے پانی منگوایا ان کی خدمت میں وضو کا برتن لایا گیا۔ انہوں نے اسے اپنے دائیں ہاتھ پر انڈیلا پھر انہوں نے وہ ہاتھ پانی میں داخل کیا اور تین مرتبہ کلی کی تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا انہوں نے اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا پھر دایاں بازو تین مرتبہ دھویا پھر بایاں بازو تین مرتبہ دھویا پھر انہوں نے اپنا ہاتھ برتن میں داخل کر کے پانی لیا اور اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا۔ انہوں نے ان کے اندرونی اور بیرونی حصے کو ایک مرتبہ دھویا پھر انہوں نے دونوں پاؤں دھوئے پھر یہ بات بیان کی وضو کے بارے میں دریافت کرنے والے لوگ کہاں ہیں؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

107-عبدالرحمٰن بن وردان روی عنه ثلاثة، وقال ابن معين: صالح، وقال ابو حاتم: ما بحديثه باس، وقال الدارقطني: صالح، وفي رواية: يعتبر به. وقوله: "ومسح راسه ثلاثا" شاذ، فقد انفرد به عبد الرحمٰن هذا في طريق حمران، وروي من غير طريق حمران ايضاً كما سياتي في التخريج. واخرجه البزار (418- زوائد)، والدارقطني (303)، والبيهقي 1/621 من طريق عبد الرحمٰن بن وردان، بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه بذكر مسح الراس ثلاثا احمد (436)، والدارقطني (304)، والبيهقي 1/621-63 من طريق ابن دارة مولى عثمان، عن عثمان. واخرجه كذلك الدارقطني (301)، والبيهقي 1/631 من طريق عبد الله بن جعفر، عن عثمان.

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول تمام روایات صحیح ہیں۔ وہ اس بات پہ دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک مرتبہ کیا جائے گا کیونکہ ان تمام راویوں نے تین مرتبہ وضو کرنے کا ذکر کیا ہے اور اس نے یہ بات ذکر کی ہے کہ سر کا مسح کیا لیکن انہوں نے تعداد کا ذکر نہیں کیا' جس طرح دوسری چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

109 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى، اَخْبَرَنَا عِيسٰى، اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ اَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ اَبِي عَلْقَمَةَ، اَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ، فَاَفْرَغَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، ثُمَّ غَسَلَهُمَا اِلَى الْكُوعَيْنِ، قَالَ: ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَذَكَرَ الْوُضُوءَ ثَلَاثًا، قَالَ: وَمَسَحَ بِرَاْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ، وَقَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مِثْلَ مَا رَاَيْتُمُونِي تَوَضَّاْتُ، ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ وَاَتَمَّ

ابوعلقمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا۔ انہوں نے وضو کیا۔ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا پھر دونوں ہاتھوں کو پونچوں تک دھویا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر انہوں نے تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر راوی نے تین مرتبہ وضو کرنے کا بھی ذکر کیا ہے' تاہم اس میں انہوں نے یہ کہا۔ انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا اور پھر دونوں پاؤں دھو لئے پھر یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا جس طرح تم لوگوں نے مجھے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد راوی نے زہری کی نقل کردہ روایت کی مانند حدیث بیان کی جو زیادہ مکمل ہے۔

110 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقِ بْنِ جَمْرَةَ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: رَاَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَمَسَحَ رَاْسَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ هٰذَا.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنْ اِسْرَائِيلَ قَالَ: تَوَضَّاَ ثَلَاثًا فَقَطْ

شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے اپنی دونوں کلائیاں تین' تین مرتبہ دھوئیں اور اپنے سر کا تین مرتبہ مسح کیا۔ پھر انہوں نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) وکیع نے یہ روایت اسرائیل سے نقل کی ہے انہوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''تین مرتبہ وضو کیا''۔

111 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، قَالَ: اَتَانَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ صَلّٰى فَدَعَا بِطَهُورٍ، فَقُلْنَا مَا يَصْنَعُ بِالطَّهُورِ وَقَدْ صَلّٰى مَا يُرِيدُ، اِلَّا لِيُعَلِّمَنَا، فَاُتِيَ

111- اسناده صحيح. ابو عوانة: هو الوضاح بن عبد الله اليشكري، وعبد خير: هو ابن يزيد الهمداني. واخرجه النسائي في "الكبرى" (77) من طريق ابي عوانة، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً بالمضمضة والاستنشاق ابن ماجه (404) من طريق شريك النخعي، عن خالد بن علقمة، به. واخرجه الترمذي (49) من طريق ابي اسحاق، عن عبد خير، به. واخرجه النسائي (101) من طريق الحسين بن علي، عن علي. وهو في "مسند احمد" (1199). وانظر ما سياتي بالارقام (112-116).

بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسْتٍ فَأَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَمِينِهِ. فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلاَثًا. ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلاَثًا. فَمَضْمَضَ وَنَثَرَ مِنَ الْكَفِّ الَّذِي يَأْخُذُ فِيهِ. ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلاَثًا. ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثَلاَثًا. وَغَسَلَ يَدَهُ الشِّمَالَ ثَلاَثًا. ثُمَّ جَعَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً. ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلاَثًا. وَرِجْلَهُ الشِّمَالَ ثَلاَثًا. ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَعْلَمَ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ هٰذَا.

❁❁ عبد خیر بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے وہ نماز ادا کر چکے تھے انہوں نے وضو کے لئے پانی منگوایا۔ ہم نے سوچا یہ وضو کے پانی کے ذریعے کیا کریں گے جب کہ یہ نماز ادا کر چکے ہیں۔ یہ ضرور ہمیں تعلیم دینا چاہتے ہوں گے پھر ایک برتن لایا گیا جس میں پانی موجود تھا' اور ایک طشت لایا گیا انہوں نے برتن میں سے اپنے دائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا پھر دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا پھر تین مرتبہ کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا انہوں نے ایک ہی مرتبہ چلو میں پانی لے کر کلی کی تھی اور ناک

میں پانی ڈالا تھا پھر انہوں نے اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا۔ اپنے دائیں بازو کو تین مرتبہ دھویا۔ اپنے بائیں بازو کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر انہوں نے اپنا ہاتھ برتن میں داخل کیا اور اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا پھر انہوں نے اپنا دایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا اور پھر بایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا۔ پھر انہوں نے یہ بات بیان کی۔

''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں جان لے' تو وہ یہ ہے (جو میں نے کر کے دکھایا ہے)''۔

112 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَلْقَمَةَ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، قَالَ: صَلَّى عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْغَدَاةَ. ثُمَّ دَخَلَ الرَّحْبَةَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتَاهُ الْغُلاَمُ بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسْتٍ، قَالَ: فَأَخَذَ الْإِنَاءَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى. فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى، وَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلاَثًا. ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ ثَلاَثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلاَثًا. ثُمَّ سَاقَ قَرِيبًا مِنْ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ. قَالَ: ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ مُقَدَّمَهُ وَمُؤَخَّرَهُ مَرَّةً ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ.

❁❁ عبد خیر بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر وہ کھلے میدان میں داخل ہوئے۔ انہوں نے پانی منگوایا غلام ایک برتن لے کر آیا جس میں پانی موجود تھا' اور ساتھ ایک طشت لے آیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے برتن پکڑا اور اپنے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیل کر دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ برتن میں داخل کیا اور تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا۔

اس کے بعد راوی نے تقریباً اسی طرح کی حدیث ذکر کی ہے' جس طرح کی ابوعوانہ سے منقول ہے' پھر انہوں نے اپنے سر کا آگے والے حصے کا اور پیچھے والے حصے کا مسح کیا۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

113 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ

عُرْفُطَةَ. سَمِعْتُ عَبْدَ خَيْرٍ. رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُتِيَ بِكُرْسِيٍّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ. ثُمَّ أُتِيَ بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا. ثُمَّ تَمَضْمَضَ مَعَ الِاسْتِنْشَاقِ بِمَاءٍ وَاحِدٍ. وَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

٭٭ عبد خیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کے لئے ایک کرسی لائی گئی وہ اس پر تشریف فرما ہوئے پھر پانی کا ایک برتن لایا گیا آپ نے اپنا ہاتھ تین مرتبہ دھویا پھر ایک ہی پانی کے ذریعے ناک میں پانی ڈالنے کے ہمراہ کلی کی (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

114 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ. حَدَّثَنَا رَبِيعَةُ الْكِنَانِيُّ. عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو. عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ. أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. وَسُئِلَ عَنْ وُضُوءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. وَقَالَ: وَمَسَحَ عَلَى رَأْسِهِ حَتَّى لَمَّا يَقْطُرْ. وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا كَانَ وُضُوءُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٭٭ زر بن حبیش بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنا جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو (کے طریقے) کے بارے میں سوال کیا گیا تھا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے جس میں انہوں نے یہ بات ذکر کی ہے) انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا لیکن (سر میں سے) قطرے نہیں ٹپکے پھر انہوں نے اپنے دونوں پاؤں تین تین مرتبہ دھوئے پھر انہوں نے یہ بات بیان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اس طرح کا تھا۔

115 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الطُّوسِيُّ. حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى. حَدَّثَنَا فِطْرٌ. عَنْ أَبِي فَرْوَةَ. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى. قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا. وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا. وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَاحِدَةً. ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا تَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٭٭ عبدالرحمن بن ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا دونوں بازو تین مرتبہ دھوئے اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا پھر یہ بات بیان کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح وضو کرتے تھے۔

116 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. وَأَبُو تَوْبَةَ. قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ. ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ. أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ. عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ. عَنْ أَبِي حَيَّةَ. قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَذَكَرَ وُضُوءَهُ كُلَّهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا. قَالَ: ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ. ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ طُهُورَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٭٭ ابوحیہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وضو کے بارے میں یہ بات ذکر کی کہ انہوں نے ہر عمل تین تین مرتبہ کیا پھر یہ بات بیان کی کہ انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا اور

113 - اسناده صحيح، وقد اخطا شعبة في تسمية شيخه فقال: مالك بن عرفطة، والصواب: خالد بن علقمة، وقد خطا شعبة فيه غير واحد من النقاد المرجوع اليهم في هذا الفن. واخرجه النسائي في "الكبرى" (83) و (163) من طريق شعبة بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (989).

پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر یہ بات بیان کی۔ میں نے یہ چاہا کہ میں تمہیں نبی اکرم ﷺ کے وضو (کا طریقہ) دکھاؤں۔

117 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ الْخَوْلَانِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ اَبِي طَالِبٍ، وَقَدْ اَهْرَاقَ الْمَاءَ فَدَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَتَيْنَاهُ بِتَوْرٍ فِيْهِ مَاءٌ، حَتّٰى وَضَعْنَاهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، اَلَا اُرِيْكَ كَيْفَ كَانَ يَتَوَضَّأُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَاَصْغَى الْاِنَاءَ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَهَا، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى فَاَفْرَغَ بِهَا عَلَى الْاُخْرٰى، ثُمَّ غَسَلَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي الْاِنَاءِ جَمِيْعًا، فَاَخَذَ بِهِمَا حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ اَلْقَمَ اِبْهَامَيْهِ مَا اَقْبَلَ مِنْ اُذُنَيْهِ، ثُمَّ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ الثَّالِثَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ اَخَذَ بِكَفِّهِ الْيُمْنٰى قَبْضَةً مِنْ مَاءٍ، فَصَبَّهَا عَلَى نَاصِيَتِهِ فَتَرَكَهَا تَسْتَنُّ عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهُ وَظُهُوْرَ اُذُنَيْهِ، ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَيْهِ جَمِيْعًا فَاَخَذَ حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى رِجْلِهِ، وَفِيْهَا النَّعْلُ فَفَتَلَهَا بِهَا، ثُمَّ الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ: قُلْتُ: وَفِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: وَفِي النَّعْلَيْنِ، قَالَ: قُلْتُ: وَفِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: وَفِي النَّعْلَيْنِ، قَالَ: قُلْتُ: وَفِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: وَفِي النَّعْلَيْنِ،

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: وَحَدِيْثُ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ شَيْبَةَ، يُشْبِهُ حَدِيْثَ عَلِيٍّ، لِاَنَّهُ قَالَ فِيْهِ حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جُرَيْجٍ: وَمَسَحَ بِرَاْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً، وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ فِيْهِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَمَسَحَ بِرَاْسِهِ ثَلَاثًا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ میرے ہاں تشریف لائے۔ انہوں نے پانی بہالیا تھا۔ (یعنی وہ استنجاء کر کے آئے تھے) پھر انہوں نے وضو کے لئے پانی منگوایا تو ہم پتھر کے بنے ہوئے برتن میں ان کے پاس پانی لے کر آئے اور وہ ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے فرمایا: اے ابن عباس کیا میں تمہیں دکھاؤں کہ نبی اکرم ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ میں نے گزارش کی جی ہاں راوی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برتن اپنے ہاتھ پر انڈیلا اور اپنے ہاتھ کو دھویا پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ (برتن میں) داخل کیا اور اس کے ذریعے دوسرے ہاتھ پر پانی بہایا پھر انہوں نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر انہوں نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا پھر دونوں ہاتھ ایک ساتھ برتن میں داخل کئے اور اس کے ذریعے پانی کا لپ لیا اور وہ اپنے چہرے پر ڈالا انہوں نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کے آگے کے حصے کی طرف لگایا پھر دوسری مرتبہ ایسا کیا پھر تیسری مرتبہ ایسا کیا پھر انہوں نے اپنی دائیں ہتھیلی میں تھوڑا سا پانی لیا اور اسے اپنی پیشانی پر ڈالا اور پھر اسے اپنے چہرے پر بہنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر انہوں نے اپنے دونوں بازو کہنیوں تک تین تین مرتبہ دھوئے پھر انہوں نے اپنے سر کا اور کانوں کے باہر کے حصے کا مسح کیا پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ (برتن میں) داخل کئے اور پانی کا لپ لے کر اسے اپنے پاؤں پر ڈالا انہوں نے پاؤں میں جوتے پہنے ہوئے تھے انہوں نے وہ پانی جوتوں سمیت اپنے پاؤں پر ڈالا تھا۔ انہوں نے اس کے

ذریعے اپنے پاؤں کو ملا پھر دوسرے پاؤں کے ساتھ اسی طرح کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: کیا جوتوں میں (انہوں نے وضو کیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جوتوں میں کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے یہ دریافت کیا: کیا جوتوں میں کیا انہوں نے جواب دیا: جوتوں میں کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: کیا جوتوں میں کیا؟ انہوں نے فرمایا: جوتوں میں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن جریج نے شیبہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے کیونکہ اس روایت میں حجاج بن محمد نے ابن جریج کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: انہوں نے اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا۔

ابن وہب نے ابن جریج کے حوالے سے منقول اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: انہوں نے اپنے سر کا تین مرتبہ مسح کیا۔

118 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ - وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ -: هَلْ تَسْتَطِيعُ اَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ. فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَاَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَاَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

✿✿ عمرو بن یحییٰ مازنی، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے یہ کہا، یہ صاحب عمرو بن یحییٰ نامی راوی کے دادا ہیں۔ (ان سے یہ کہا) کیا آپ یہ کر کے مجھے دکھا سکتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں' پھر انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر انڈیلا۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر کلی کی ناک میں پانی ڈالا ایسا تین مرتبہ کیا پھر انہوں نے اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر دونوں بازو دو' دو مرتبہ کہنیوں تک دھوئے۔ پھر انہوں نے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اپنے سر کا مسح کیا وہ اسے آگے کی طرف سے پیچھے کی طرف لے کر گئے اور پیچھے سے آگے کی طرف لے کر آئے انہوں نے سر کے آگے والے حصے سے آغاز کیا تھا' اور پھر دونوں ہاتھوں کو گدی تک لے کر گئے تھے' پھر انہیں واپس اسی جگہ لے کر آئے تھے جہاں سے آغاز کیا تھا پھر انہوں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

119 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثًا، ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ

✿✿ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے ایک ہی چلو کے ذریعے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا ایسا انہوں نے تین مرتبہ کیا اس کے بعد انہوں نے اسی کی مانند روایت نقل

کی ہے (جو پہلے ذکر ہوئی ہے)

120 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، اَنَّ حَبَّانَ بْنَ وَاسِعٍ، حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ، اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيَّ، يَذْكُرُ اَنَّهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ وُضُوْءَهُ، وَقَالَ: وَمَسَحَ رَاْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا

❀❀ حبان بن واسع بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں یہ بات بتائی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ کو یہ بات ذکر کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا مسح اس پانی کے ذریعے کیا تھا جو بازوؤں کے (بچے ہوئے) پانی کے علاوہ نہیں تھا' اور انہوں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے' یہاں تک کہ انہیں اچھی طرح صاف کیا۔

121 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ، حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَيْسَرَةَ الْحَضْرَمِيُّ، سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ بْنَ مَعْدِيْ الْكِنْدِيَّ، قَالَ: اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهِ وَاُذُنَيْهِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا

❀❀ حضرت مقدام بن معدیکرب کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کا پانی لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا پھر دونوں بازو تین' تین مرتبہ دھوئے پھر اپنے سر کا اور دونوں کانوں کے اندرونی اور بیرونی حصے کا مسح کیا۔

کانوں کا سر کے حکم میں داخل ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا تو اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ تین تین مرتبہ دھوئے پھر سر کا مسح کیا اور فرمایا کان سر میں داخل ہیں ابوعیسی کہتے ہیں کہ قتیبہ حماد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے یا ابوامامہ کا اس باب میں حضرت انس سے بھی روایت منقول ہے۔

امام ترمذی نے کہا اس حدیث کی سند زیادہ قوی نہیں صحابہ اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ کان سر میں داخل ہیں، سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک کانوں کو سامنے کا حصہ چہرے میں اور پیچھے کا حصہ سر میں داخل ہے اسحاق کہتے ہیں مجھے یہ بات پسند ہے کہ کانوں کے اگلے حصے کا مسح چہرے کے ساتھ اور پچھلے کا مسح سر کے ساتھ کیا جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 36)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دونوں کان سر سے ہیں۔ امام دارقطنی اس

120- اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبدالله، وعمرو بن الحارث: هو الانصاري مولاهم المصري. واخرجه مسلم (236)، والترمذي (35) من طريق عبدالله بن وهب، بهذا الاسناد. وانظر ماقبله.

حدیث کو ۵۵ مختلف اسناد کے ساتھ لائے ہیں۔

جن میں مرفوع اور غیر مرفوع دونوں طرح کی روایات جمع ہیں۔ (سنن دارقطنی، ج ۱، ص، دارالمعرفہ، بیروت)

احناف کے نزدیک سر کے پانی کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کرنا سنت ہے اور دلیل یہ حدیث ہے کہ اذنان بھی راُس سے ہیں جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ نئے پانی کے ساتھ سنت ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کانوں کا مسح نئے پانی کے ساتھ کیا۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سر کا مسح اور کانوں کا مسح ایک ہی پانی کے ساتھ کیا۔ (عنایہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۲۹، دارالفکر، بیروت)

122 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَيَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْطَاكِيُّ - لَفْظُهُ - قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، فَلَمَّا بَلَغَ مَسْحَ رَأْسِهِ، وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى مُقَدَّمِ رَأْسِهِ، فَأَمَرَّهُمَا حَتّٰى بَلَغَ الْقَفَا، ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ. قَالَ مَحْمُودٌ: قَالَ: أَخْبَرَنِي حَرِيزٌ.

❀❀ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جب آپ سر کے مسح تک پہنچے تو آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں سر کے آگے والے حصے پر رکھیں اور پھر آپ انہیں پیچھے لے کے گئے یہاں تک کہ گدی تک لے آئے پھر آپ ﷺ ان دونوں کو واپس اسی جگہ پر لے آئے جہاں سے آپ ﷺ نے آغاز کیا تھا۔

محمود نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: حریز نے مجھے خبر دی۔

123 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَهِشَامُ بْنُ خَالِدٍ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، قَالَ: وَمَسَحَ بِأُذُنَيْهِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا، زَادَ هِشَامٌ وَأَدْخَلَ أَصَابِعَهُ فِي صِمَاخِ أُذُنَيْهِ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں کانوں کے ظاہری اور باطنی (یعنی اندرونی اور بیرونی) حصے کا مسح کیا۔

ہشام نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں کانوں کے سوراخ میں داخل کی۔

124 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَزْهَرِ الْمُغِيرَةُ بْنُ فَرْوَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، تَوَضَّأَ لِلنَّاسِ كَمَا رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ، فَلَمَّا بَلَغَ رَأْسَهُ غَرَفَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَتَلَقَّاهَا بِشِمَالِهِ حَتّٰى وَضَعَهَا عَلٰى وَسَطِ رَأْسِهِ حَتّٰى قَطَرَ الْمَاءُ، أَوْ كَادَ يَقْطُرُ، ثُمَّ مَسَحَ مِنْ مُقَدَّمِهِ إِلٰى مُؤَخَّرِهِ، وَمِنْ مُؤَخَّرِهِ إِلٰى مُقَدَّمِهِ.

❀❀ مغیرہ بن فروہ اور یزید بن ابو مالک بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے وضو کر کے دکھایا جس طرح انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا جب وہ سر تک پہنچے تو انہوں نے پانی کا چلو لیا اس پانی کو اپنے

بائیں ہاتھ پر ڈالا اور پھر اس ہاتھ کو اپنے سر کے درمیان پہ رکھا یہاں تک کہ پانی کہ کچھ قطرے (ان کے سر پر ٹپک گئے) پھر انہوں نے اپنے سر کے آگے کے حصے سے لے کر پیچھے والے حصے تک اور پیچھے والے حصے سے لے کر آگے والے حصے تک مسح کیا۔

125 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ. قَالَ: فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ بِغَيْرِ عَدَدٍ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

انہوں نے تین' تین مرتبہ وضو کیا اور دونوں پاؤں کسی گنتی کے بغیر دھوئے۔

126 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَأْتِينَا فَحَدَّثَتْنَا أَنَّهُ قَالَ: اسْكُبِي لِي وَضُوءًا. فَذَكَرَتْ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِيهِ: فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا. وَوَضَّأَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا. وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مَرَّةً. وَوَضَّأَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا. وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ بِمُؤَخَّرِ رَأْسِهِ. ثُمَّ بِمُقَدَّمِهِ وَبِأُذُنَيْهِ كِلْتَيْهِمَا ظُهُورِهِمَا وَبُطُونِهِمَا. وَوَضَّأَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا مَعْنَى حَدِيثِ مُسَدَّدٍ.

❁❁ سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اس خاتون نے یہ بات بیان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے لئے وضو کا پانی انڈیلو اس خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا۔ ایک مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اپنے دونوں بازو تین' تین مرتبہ دھوئے اپنے سر پر دو مرتبہ مسح کیا۔ آپ نے سر کے پیچھے والے حصے سے آغاز کیا اور پھر آگے کے حصے پر مسح کیا پھر دونوں کانوں کے بیرونی اور اندرونی حصے کا مسح کیا پھر آپ نے اپنے دونوں پاؤں پر تین' تین مرتبہ وضو کیا (یعنی انہیں دھویا)۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ روایت مسدد کی نقل کردہ روایت کی ہم معنی ہے۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی سنت میں مذاہب اربعہ

حضرت سلمہ بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم وضو کرو تو ناک صاف کرو اور جب استنجاء کے لیے پتھر استعمال کرو تو طاق عدد میں لو اس باب میں حضرت عثمان لقیط بن صبرہ ابن عباس مقدام بن معدیکرب وائل بن حجر ابوہریرہ سے بھی روایات مذکور ہیں ابوعیسی کہتے ہیں حدیث سلمہ بن قیس حسن صحیح ہے اہل علم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے ایک گروہ کے نزدیک وضو میں ان دونوں کو چھوڑنے سے نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی اور انہوں نے وضو اور جنابت میں اس حکم کو یکساں قرار دیا ہے ابن ابی لیلی عبداللہ بن مبارک احمد اور اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔

امام احمد نے فرمایا کلی کرنے سے ناک میں پانی ڈالنے کی زیادہ تاکید ہے ابوعیسی نے فرمایا کہ ایک گروہ نے کہا کہ جنابت میں اعادہ کرے وضو میں نہ کرے سفیان ثوری اور بعض اہل کوفہ کو یہی قول ہے اور ایک گروہ کے نزدیک نہ وضو میں اعادہ کرے اور نہ

غسل جنابت میں کرے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہیں۔
لہٰذا جوان دونوں کو وضو اور غسل جنابت میں چھوڑ دے تو اس پر اعادہ نہیں ہے امام مالک اور امام شافعی کا یہی قول ہے۔
(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 26)

127 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، يُغَيِّرُ بَعْضَ مَعَانِي بِشْرٍ، قَالَ فِيهِ: وَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے لیکن اس نے بشر کی نقل کردہ روایت کے بعض مفہوم کو متغیر کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا"۔

128 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَمَسَحَ الرَّأْسَ كُلَّهُ، مِنْ قَرْنِ الشَّعْرِ كُلِّ نَاحِيَةٍ، لِمُنْصَبِّ الشَّعْرِ، لَا يُحَرِّكُ الشَّعْرَ عَنْ هَيْئَتِهِ

سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان کے ہاں وضو کرتے ہوئے اپنے پورے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ نے ہر طرف سے اوپر سے نیچے کی طرف مسح کرتے ہوئے طول وعرض میں پورے سر کا مسح کیا' یہاں تک کہ سر کے (پیچھے سے) نیچے والے حصے کا بھی مسح کیا۔ آپ ﷺ نے بالوں کو ان کی ہیئت سے حرکت نہیں دی۔

129 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، أَنَّ رُبَيِّعَ بِنْتَ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ: فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ، وَصُدْغَيْهِ وَأُذُنَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً

سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ نے اس کے آگے کے حصے کا اور پیچھے کے حصے کا اور دونوں کنپٹیوں کا اور دونوں کانوں ایک مرتبہ مسح کیا۔

130 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مِنْ فَضْلِ مَاءٍ كَانَ فِي يَدِهِ

سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے بازو (دھونے سے) بچ جانے والے پانی کے ذریعے اپنے سر کا مسح کیا۔

131 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

129- حسن لغيره دون مسح الصدغين، وهذا اسناد ضعيف كسابقه. واخرجه الترمذي (34) عن قتيبة بن سعيد بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (27022). وانظر ماسلف برقم (126).

مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ، فَاَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ حُجْرَيْ اُذُنَيْهِ

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنی دو انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کی۔

132 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ رَاْسَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً حَتّٰى بَلَغَ الْقَذَالَ - وَهُوَ اَوَّلُ الْقَفَا، وَقَالَ مُسَدَّدٌ - مَسَحَ رَاْسَهُ مِنْ مُقَدَّمِهِ اِلٰى مُؤَخَّرِهِ حَتّٰى اَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ اُذُنَيْهِ، قَالَ مُسَدَّدٌ: فَحَدَّثْتُ بِهِ يَحْيٰى فَاَنْكَرَهُ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ، يَقُوْلُ: اِنَّ ابْنَ عُيَيْنَةَ زَعَمُوْا اَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُهُ، وَيَقُوْلُ اِيْشْ هٰذَا طَلْحَةُ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ

طلحہ بن مصرف اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے سر پر ایک مرتبہ مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ قذال تک پہنچے (راوی یا امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) یہ گدی کا ابتدائی حصہ ہے۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ ﷺ نے اپنے سر کے آگے والے حصے سے پیچھے والے حصے تک مسح کیا' یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے نیچے سے نکالے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد کہتے ہیں: میں نے یہ روایت یحییٰ کو سنائی تو انہوں نے اسے منکر قرار دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ابن عیینہ کے بارے میں لوگوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ وہ اس حدیث کو منکر قرار دیتے تھے وہ یہ کہتے تھے یہ کیسی (سند ہے) کہ یہ طلحہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا سے منقول ہے۔

133 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، اَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَاَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ - فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ - كُلَّهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، قَالَ: وَمَسَحَ بِرَاْسِهِ وَاُذُنَيْهِ مَسْحَةً وَاحِدَةً

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد انہوں نے حدیث ذکر کی ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تمام اعضاء تین' تین مرتبہ دھوئے

133- حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف، عباد بن منصور ضعيف لسوء حفظه وتغيره وتدليسه، وباقي رجاله ثقات. واخرجه ضمن حديث مطول احمد (3490) عن يزيد بن هارون، بهذا الاسناد. واخرجه الطبراني (12504) من طريق عباد بن منصور، به، وذكر فيه ان النبي -صلى الله عليه وسلم- توضأ ثلاثاً ثلاثاً، ولم يذكر مسح الراس مرة. والاحاديث السالفة برقم (106) و (111) و (118) و (121) تشهد له

وہ یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر اور کانوں پر ایک مرتبہ مسح کیا۔

134 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَقُتَيْبَةُ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، وَذَكَرَ وُضُوءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ الْمَأْقَيْنِ، قَالَ: وَقَالَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ. قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: يَقُولُهَا: أَبُو أُمَامَةَ. قَالَ قُتَيْبَةُ: قَالَ حَمَّادٌ: لَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مِنْ أَبِي أُمَامَةَ - يَعْنِي قِصَّةَ الْأُذُنَيْنِ - قَالَ قُتَيْبَةُ: عَنْ سِنَانٍ أَبِي رَبِيعَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ابْنُ رَبِيعَةَ كُنْيَتُهُ أَبُو رَبِيعَةَ

❁❁ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ ناک کی طرف والے آنکھ کے کنارے کا بھی مسح کیا کرتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے دونوں کان' سر کا حصہ ہیں۔

سلیمان بن حرب بیان کرتے ہیں: یہ بات حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔

قتیبہ نامی راوی کہتے ہیں: حماد نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے مجھے نہیں معلوم کہ یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ہیں' یا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے ہیں یعنی وہ الفاظ جو دونوں کانوں کے بارے میں ہیں۔

قتیبہ نامی راوی نے سنان بن ابوربیعہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ ربیعہ کے صاحب زادے ہیں اور ان کی کنیت ابوربیعہ ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

باب: تین، تین مرتبہ وضو کرنا

135 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ الطُّهُورُ فَدَعَا بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّاحَتَيْنِ فِي أُذُنَيْهِ، وَمَسَحَ بِإِبْهَامَيْهِ عَلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ، وَبِالسَّبَّاحَتَيْنِ بَاطِنَ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا الْوُضُوءُ فَمَنْ زَادَ عَلَى هٰذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ أَسَاءَ وَظَلَمَ - أَوْ ظَلَمَ وَأَسَاءَ -

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی عرض کی: یارسول اللہ! وضو کیسے کیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے برتن میں پانی منگوایا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا پھر دونوں بازو تین مرتبہ دھوئے پھر

اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلیاں کانوں میں داخل کی اور اپنے دونوں انگوٹھوں کے ذریعے کانوں کے باہر والے حصے کا مسح کیا۔ شہادت کی انگلیوں کے ذریعے آپ ﷺ نے کان کے اندرونی حصے کا مسح کیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں پاؤں تین تین مرتبہ دھوئے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس طرح وضو کیا جائے گا' جو شخص اس سے زیادہ کرتا ہے یا کم کرتا ہے' تو وہ برا کرتا ہے اور ظلم کرتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) وہ ظلم کرتا ہے اور برا کرتا ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ

باب: دو مرتبہ وضو کرنا

136 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَوْبَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْفَضْلِ الْهَاشِمِيُّ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دو دو مرتبہ وضو کیا ہے۔

137 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا زَيْدٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ: اَتُحِبُّونَ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ؟ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ فَاغْتَرَفَ غَرْفَةً بِيَدِهِ الْيُمْنٰى فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ اَخَذَ اُخْرٰى فَجَمَعَ بِهَا يَدَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ اَخَذَ اُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنٰى، ثُمَّ اَخَذَ اُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى، ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ نَفَضَ يَدَهُ، ثُمَّ مَسَحَ بِهَا رَاْسَهُ وَاُذُنَيْهِ، ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً اُخْرٰى مِنَ الْمَاءِ فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى، وَفِيهَا النَّعْلُ، ثُمَّ مَسَحَهَا بِيَدَيْهِ يَدٍ فَوْقَ الْقَدَمِ وَيَدٍ تَحْتَ النَّعْلِ، ثُمَّ صَنَعَ بِالْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ

❁❁ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے فرمایا: کیا تم لوگ یہ بات پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں یہ بات دکھاؤں کہ نبی اکرم ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ پھر انہوں نے ایک برتن منگوایا جس میں پانی موجود تھا۔ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے اس میں سے ایک چلو لیا اور اس کے ذریعے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر انہوں نے دوسرا چلو لیا اور دونوں ہاتھوں میں پانی اکٹھا کر کے اپنے چہرے کو دھویا۔ پھر انہوں نے ایک اور چلو لیا اور اس کے ذریعے اپنے دائیں بازو کو دھویا پھر ایک اور لیا اس کے ذریعے اپنے بائیں بازو کو دھویا پھر انہوں نے مٹھی بھر پانی لیا اور اسے اپنے ہاتھ پر چھڑ کا پھر انہوں نے اس کے ذریعے اپنے سر دونوں کانوں کا مسح کیا پھر انہوں نے مٹھی بھر پانی دوسری مرتبہ لیا اور اسے اپنے دائیں پاؤں پر بہایا جس میں انہوں نے جوتے پہنے ہوئے تھے' پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اس پر مسح کیا' یوں کہ ان کا ایک ہاتھ پاؤں کے اوپر تھا' اور ایک ہاتھ جوتے کے نیچے تھا پھر انہوں نے بائیں پاؤں کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔

بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً

باب: ایک مرتبہ وضو کرنا

138 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِوُضُوءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَتَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً

❀❀ عطاء بن یسار، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں: کیا میں تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں نہ بتاؤں؟ پھر انہوں نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا۔

وضو میں ایک مرتبہ دھونے کے مفہوم کا بیان

ابن عجلان کے مذکورہ طریق سے نسائی کی روایت میں سابقہ الفاظ کے بعد یہ ہے: اور اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ ایک ایک بار دھوئے۔ اور اپنے سر اور دونوں کانوں کا ایک بار مسح کیا۔ الحدیث۔

اس میں اور سعید بن منصور سے نقل شدہ روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے جو میں نے ذکر کیا کہ مضمضہ واستنشاق کا تذکرہ تمام سنتوں کے احاطہ کو مستلزم نہیں کہ ترک تثلیث کے منافی ہو۔ کیوں کہ روایات "ایک بار" کے لفظ پر متفق ہیں اور احادیث میں ایک کی تفسیر دوسری سے ہوتی ہے۔ پھر جب مخرج ایک (زید بن اسلم) ہیں تو ایک حدیث دوسری کی مفسّر کیوں نہ ہوگی۔

اقول: اس کی تقویت اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن ابی شیبہ کے یہاں یہ حدیث مطولاً اس اضافہ کے ساتھ ہے: ثم غرف غرفۃ فمسح رأسہ واذنیہ (پھر ایک چلو لے کر اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا) تو جس چلو سے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں میں سے ہر ایک کا وضو ہو جاتا تھا وہ اگر سر میں استعمال ہوتا تو اسے دھونے کا کام کر دیتا (نہ کہ اس سے صرف مسح ہوتا)۔ (سنن نسائی کتاب الطہارۃ باب مسح الاذنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۹ 2 المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الطہارۃ باب فی الوضوء کم ھو مرۃ حدیث ٦٤ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بَابٌ فِي الْفَرْقِ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ

باب: کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں فرق کرنا

139 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ لَيْثًا، يَذْكُرُ عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: دَخَلْتُ - يَعْنِي - عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، وَالْمَاءُ يَسِيلُ مِنْ وَجْهِهِ وَلِحْيَتِهِ عَلَى صَدْرِهِ، فَرَأَيْتُهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ۔

❀❀ لیث نے طلحہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت وضو کر رہے تھے۔ پانی آپ کے چہرے اور داڑھی پر بہتا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر آ رہا تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے درمیان فصل کیا (یعنی دونوں کے لئے الگ سے پانی لیا)

بَابٌ فِي الِاسْتِنْثَارِ

باب: ناک کوصاف کرنا

140 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْثُرْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص وضو کرے تو وہ اپنے ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرے''۔

141 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ قَارِظٍ، عَنْ أَبِي غَطَفَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَنْثِرُوا مَرَّتَيْنِ بَالِغَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''دو یا تین مرتبہ اچھی طرح ناک صاف کرو''۔

ناک صاف کرنے کا فقہی مفہوم

علامہ ابن عابدین محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے بار اس پر پانی بہہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے اور یہ دونوں کام داہنے ہاتھ سے کرے پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب طہارت، بیروت)

انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کا بیان

142 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، فِي آخَرِينَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ وَافِدَ بَنِي الْمُنْتَفِقِ - أَوْ فِي وَفْدِ بَنِي الْمُنْتَفِقِ - إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ نُصَادِفْهُ فِي مَنْزِلِهِ، وَصَادَفْنَا عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: فَأَمَرَتْ لَنَا بِخَزِيرَةٍ

142 - حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل يحيى بن سليم - وهو الطائفي - وقد توبع عند احمد في "المسند" (16384) وغيره باسناد صحيح. واخرجه مختصراً بالامر باسباغ الوضوء وتخليل الاصابع النسائي في "الكبرى" (116)، وابن ماجه (448)، ومختصراً بالامر بالاسباغ والمبالغة في الاستنشاق الترمذي (788)، والنسائي في "المجتبى" (87)، وابن ماجه (407) من طريق يحيى ابن سليم، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً بالامر بتخليل الاصابع الترمذي (38)، والنسائي في "الكبرى" (116)، ومختصراً بالامر بالاسباغ والمبالغة في الاستنشاق النسائي (99) من طريق سفيان، عن اسماعيل بن كثير ابي هاشم، به. وهو في "مسند احمد" (16384)، و "صحيح ابن حبان" (1054). وسياتي بعده وبرقم (3973)، ومختصراً برقم (2366).

فَصُنِعَتْ لَنَا. قَالَ: وَأُتِينَا بِقِنَاعٍ - وَلَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ: الْقِنَاعَ. وَالْقِنَاعُ: الطَّبَقُ فِيهِ تَمْرٌ - ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلْ اَصَبْتُمْ شَيْئًا؟ - اَوْ اُمِرَ لَكُمْ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: قُلْنَا: نَعَمْ. يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ: فَبَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوسٌ، إِذْ دَفَعَ الرَّاعِي غَنَمَهُ إِلَى الْمُرَاحِ، وَمَعَهُ سَخْلَةٌ تَيْعَرُ، فَقَالَ: مَا وَلَّدْتَ يَا فُلَانُ؟، قَالَ: بَهْمَةً. قَالَ: فَاذْبَحْ لَنَا مَكَانَهَا شَاةً. ثُمَّ قَالَ: لَا تَحْسِبَنَّ وَلَمْ يَقُلْ: لَا تَحْسَبَنَّ اَنَّا مِنْ اَجْلِكَ ذَبَحْنَاهَا. لَنَا غَنَمٌ مِاءَةٌ لَا نُرِيدُ اَنْ تَزِيدَ، فَإِذَا وَلَّدَ الرَّاعِي بَهْمَةً، ذَبَحْنَا مَكَانَهَا شَاةً قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اِنَّ لِي امْرَاَةً وَاِنَّ فِي لِسَانِهَا شَيْئًا - يَعْنِي الْبَذَاءَ - قَالَ: فَطَلِّقْهَا اِذًا. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ لَهَا صُحْبَةً، وَلِي مِنْهَا وَلَدٌ. قَالَ: فَمُرْهَا يَقُولُ: عِظْهَا فَاِنْ يَكُ فِيهَا خَيْرٌ فَسَتَفْعَلُ، وَلَا تَضْرِبْ ظَعِينَتَكَ كَضَرْبِكَ اُمَيَّتَكَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَخْبِرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ: اَسْبِغِ الْوُضُوءَ، وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ، وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُونَ صَائِمًا.

❀❀ حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو منتفق کے وافد کے طور پر (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) بنو منتفق کے وفد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بیان کرتے ہیں: جب ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں موجود نہیں پایا۔ ہم نے اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں موجود پایا۔ راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے ہمارے لئے خزیرہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ وہ ہمارے لئے تیار کیا گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر ہمارے پاس قناع لایا گیا۔ قتیبہ نامی راوی نے لفظ قناع ذکر نہیں کیا ہے۔ ویسے قناع اس ٹوکرے کو کہتے ہیں، جس میں کھجوریں ہوں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم لوگوں نے کچھ کھایا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کیا تمہارے لئے (کچھ کھانے کا) حکم دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے عرض کی: جی ہاں، یارسول اللہ! ابھی ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دوران بکریوں کا چرواہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریاں باڑے کی طرف لے کر جا رہا تھا۔ اس کے ہمراہ بکری کا ایک بچہ تھا جو آواز نکال رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے فلاں کیا بکری نے بچے کو جنم دے دیا ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں بچہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اس کی جگہ ہمارے لئے ایک بکری ذبح کر دو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ گمان نہ کرنا (راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتحسبن ارشاد نہیں فرمایا:) کہ ہم تمہاری وجہ سے اسے ذبح کر رہے ہیں۔ ہماری ایک سو بکریاں ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ زائد نہ ہوں جب بھی کوئی بکری بچہ دیتی ہے، تو ہم اس کی جگہ ایک بکری ذبح کر لیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری بیوی کی زبان میں کچھ خرابی ہے یعنی وہ بدزبانی کا مظاہرہ کرتی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم اسے طلاق دے دو راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کے ساتھ بڑا پرانا ساتھ ہے۔ اس سے میری اولاد بھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اسے حکم دو۔ راوی کہتے ہیں: یعنی واعظ و نصیحت کرو (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اگر اس میں بھلائی ہوگی تو وہ اس پر عمل کرے گی اور تم اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارنا جس طرح تم اپنی کنیز کو مارتے ہو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وضو کے بارے میں بتایئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھی طرح وضو کرو انگلیوں

کے درمیان خلال کرواور اچھی طرح ناک میں پانی چڑھاؤ البتہ اگر تم روزے کی حالت میں ہو تو حکم مختلف ہے۔

انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کا فقہی بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

منہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرے بشرطیکہ احرام نہ باندھے ہو یوں کہ انگلیوں کو گردن کی طرف سے داخل کرے اور سامنے نکالے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے کرے اس طرح داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلیا پر ختم کرے اور اگر بے خلال کیے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔ (درمختار وشامی/ ہندیہ، کتاب طہارت، بیروت)۔

143 - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ، عَنْ أَبِيهِ وَافِدِ بَنِي الْمُنْتَفِقِ، أَنَّهُ أَتَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ. قَالَ: فَلَمْ يَنْشَبْ أَنْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَتَقَلَّعُ يَتَكَفَّأُ، وَقَالَ: عَصِيدَةٌ، مَكَانَ خَزِيرَةٍ.

✿✿ عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے والد جو بنو منتفق کے وفد میں شامل تھے، ان کا یہ بیان کرتے ہیں: وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے حسب (سابق) حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ہم ابھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا سا آگے کی طرف جھک کر چلتے ہوئے آئے۔

یہاں راوی نے خزیرہ کی بجائے عصیدہ ذکر کیا ہے۔

144 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَمَضْمِضْ

✿✿ ابو عاصم بیان کرتے ہیں: ابن جریج نے ہمیں اس کی مانند حدیث بیان کی جس میں انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم وضو کرو تو تم کلی کرو''۔

بَابُ تَخْلِيلِ اللِّحْيَةِ

باب: داڑھی کا خلال کرنا

145 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ يَعْنِي الرَّبِيعَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ زَوْرَانَ، عَنْ أَنَسٍ يَعْنِي ابْنَ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ، أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ، وَقَالَ: هَكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَالْوَلِيدُ بْنُ زَوْرَانَ، رَوَى عَنْهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ، وَاَبُو الْمَلِيحِ الرَّقِّيُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے تو پانی کا ایک چلو لے کر اپنی ٹھوڑی کے نیچے داخل کرتے تھے اوراس کے ذریعے اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے: میرے پروردگار نے مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ولید بن زوران نامی راوی کے حوالے سے حجاج بن حجاج اور ابوملیح رقی نے روایات نقل کی ہیں۔

کتنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے کتنی کا مستحب ہے

درمختار میں ہے: غسل جمیع اللحیۃ فرض عملیا علی المذھب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ بدائع ثم لاخلاف ان المسترسل لایجب غسلہ ولامسحہ بل یسن وان الخفیفۃ التی تری بشرتھا یجب غسل ماتحتھا نھر ا ۔ پوری داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے۔ مذہب صحیح مفتی بہ پر جس کی طرف رجوع ہو چکا ہے، بدائع۔ پھر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ داڑھی کے جو بال لٹکے ہوئے ہیں انہیں دھونا ضروری نہیں انکا مسح بھی ضروری نہیں بلکہ مسنون ہے اوراس میں بھی اختلاف نہیں کہ خفیف داڑھی جس کی جلد دکھائی دیتی ہے اس کے نیچے کی جلد دھونا ضروری ہے۔ نہر۔ (الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹)

اُسی میں ہے: لاغسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب۔ آنکھ، ناک اور دہن کے اندرونی حصے اور بھووں، داڑھی اور مونچھ کے بالوں کی جڑیں دھونا فرض نہیں۔

(الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ شرح کی عبارت بھووں کے بالوں کی جڑیں الخ اس صورت پر محمول ہے جب بھووں کے بال گھنے ہوں اور اگر جلد دکھائی دیتی ہو تو جلد دھونا ضروری ہے جیسا کہ آگے شرح ہی میں برہان کے حوالہ سے آرہا ہے۔ اسی طرح داڑھی اور مونچھ کے بارے میں بھی کہا جائے گا اور اسے حلبی نے عصام الدین شارح ہدایہ سے نقل کیا ہے۔ طحطاوی۔ (ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۶)

تواس کے منافی نہیں جو پہلے ہم نے ذکر کیا کیونکہ غیر حنفیہ کا اس میں اختلاف موجود ہے۔ اُسی میں ہے: قولہ المسترسل ای الخارج عن دائرۃ الوجہ وفسرہ ابن حجر فی شرح المنہاج بما لومد من جھۃ نزولہ لخرج عن دائرۃ الوجہ۔ عبارتِ نہر داڑھی کے لٹکے ہوئے بال یعنی وہ جو چہرے کے دائرے سے خارج ہیں اور ابنِ حجر نے شرح منہاج میں اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ حصہ جسے نیچے کو پھیلایا جائے تو دائرہ رخ سے باہر ہو جائے۔

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۶)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ

باب: عمامہ پر مسح کرنا

146- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ،

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً. فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِيْنِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگی مہم روانہ کی۔ ان لوگوں کو سردی نے آلیا جب وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنی پٹیوں اور موزوں پر مسح کرلیا کریں لیکن یہاں پٹی سے مراد وہ رومال ہے جو پگڑی کے نیچے سر پر باندھا جاتا ہے۔

147 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِيْ مَعْقِلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطری عمامہ باندھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ عمامے کے نیچے داخل کر کے اپنے سر کے آگے والے حصے کا مسح کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامے کو کھولا نہیں۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

عمامے ٹوپی دوپٹے پر مسح کافی نہیں۔ ہاں اگر ٹوپی دوپٹا اتنا باریک ہو کہ تری پھوٹ کر چوتھائی سر کو تر کردے تو مسح ہوجائے گا۔ (عالمگیری)

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ

باب: پاؤں کو دھونا

148 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ يَدْلُكُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهِ

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چھوٹی انگلی کے ذریعے پاؤں کی انگلیوں کو ملا (یعنی پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کیا)

انگلیوں کے خلال کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے کرے اس طرح داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے

شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلیا پر ختم کرے اور اگر بے خلال کیے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔ (درمختار وشامی، ہندیہ، کتاب طہارت بیروت)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

باب: موزوں پر مسح کرنا

149 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِيْ عَبَّادُ بْنُ زِيَادٍ، اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ الْمُغِيْرَةَ، يَقُوْلُ: عَدَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنَا مَعَهُ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ قَبْلَ الْفَجْرِ. فَعَدَلْتُ مَعَهُ، فَاَنَاخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَرَّزَ، ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلٰى يَدِهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ. فَغَسَلَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ حَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ. فَضَاقَ كُمَّا جُبَّتِهِ. فَاَدْخَلَ يَدَيْهِ فَاَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ. فَغَسَلَهُمَا اِلَى الْمِرْفَقِ، وَمَسَحَ بِرَاْسِهِ، ثُمَّ تَوَضَّاَ عَلٰى خُفَّيْهِ، ثُمَّ رَكِبَ. فَاَقْبَلْنَا نَسِيْرُ حَتّٰى نَجِدَ النَّاسَ فِي الصَّلَاةِ قَدْ قَدَّمُوْا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ. فَصَلّٰى بِهِمْ حِيْنَ كَانَ وَقْتُ الصَّلَاةِ وَوَجَدْنَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَصَفَّ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ فَصَلّٰى وَرَاءَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الرَّكْعَةَ الثَّانِيَةَ. ثُمَّ سَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاتِهِ فَفَزِعَ الْمُسْلِمُوْنَ. فَاَكْثَرُوا التَّسْبِيْحَ لِاَنَّهُمْ سَبَقُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ. فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ لَهُمْ: قَدْ اَصَبْتُمْ - اَوْ قَدْ اَحْسَنْتُمْ -

❁❁ عروہ بن مغیرہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے موقع پر فجر سے کچھ پہلے (عام راستے سے) ہٹ گئے۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہٹ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے (جانور کو) بٹھایا۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے' پھر آپ ﷺ تشریف لائے' تو میں نے برتن سے آپ ﷺ کے ہاتھ پر پانی انڈیلا آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں دھوئیں' پھر آپ ﷺ نے اپنا چہرہ دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنی کلائیاں باہر نکالنا چاہیں لیکن آپ ﷺ کے جبے کی آستین تنگ تھیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اندر کئے اور جبے کے نیچے سے انہیں باہر نکال کر انہیں کہنیوں تک دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنے سر پر مسح کیا اور دونوں موزوں پر وضو کیا (یعنی مسح کیا) پھر آپ ﷺ سوار ہوئے ہم چلتے ہوئے آئے' یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو نماز کی حالت میں پایا۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا تھا وہ ان لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' جبکہ نماز کا وقت ہو چکا تھا ہم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پایا کہ وہ ان لوگوں کو فجر کی نماز کی ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ صف میں کھڑے

ہوئے اور آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے دوسری رکعت ادا کی۔ جب حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو نبی اکرم ﷺ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مسلمان گھبرا گئے انہوں نے بکثرت سبحان اللہ کہنا شروع کیا' کیونکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پہلے ہی نماز ادا کر لی تھی جب نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تم نے اچھا کیا ہے۔

150 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنِ التَّيْمِيِّ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ نَاصِيَتَهُ - وَذَكَرَ - فَوْقَ الْعِمَامَةِ، قَالَ: عَنِ الْمُعْتَمِرِ، سَمِعْتُ اَبِي، يُحَدِّثُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَعَلٰى نَاصِيَتِهِ وَعَلٰى عِمَامَتِهِ. قَالَ بَكْرٌ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنَ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ

❀❀ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنی پیشانی پر مسح کیا۔ راوی نے یہ بات ذکر کی ہے کہ عمامے پر مسح کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: معتمر کے حوالے سے یہ بات منقول ہے۔ میں نے اپنے والد کو بکر بن عبداللہ کے حوالے سے حسن کے حوالے سے مغیرہ بن شعبہ کے صاحبزادے کے حوالے سے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے موزوں اپنی پیشانی اور اپنے عمامے پر مسح کرتے تھے۔

بکر نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی زبانی یہ بات سنی ہے۔

151 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنِيْ اَبِي، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، يَذْكُرُ عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَكْبِهِ وَمَعِي اِدَاوَةٌ فَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ اَقْبَلَ فَتَلَقَّيْتُهُ بِالْاِدَاوَةِ فَاَفْرَغْتُ عَلَيْهِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ، ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ مِنْ جِبَابِ الرُّوْمِ، ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ، فَضَاقَتْ فَادَّرَعَهُمَا ادِّرَاعًا، ثُمَّ اَهْوَيْتُ اِلَى الْخُفَّيْنِ لِاَنْزَعَهُمَا، فَقَالَ لِي: دَعِ الْخُفَّيْنِ، فَاِنِّي اَدْخَلْتُ الْقَدَمَيْنِ الْخُفَّيْنِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا، قَالَ اَبِي: قَالَ الشَّعْبِيُّ: شَهِدَ لِي عُرْوَةُ، عَلٰى اَبِيْهِ، وَشَهِدَ اَبُوْهُ، عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

❀❀ عروہ بن مغیرہ بن شعبہ اپنے والد (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ میرے پاس پانی کا برتن تھا نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے' پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے' تو میں پانی کے برتن کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ ﷺ پر پانی انڈیلا نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرے کو دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنی کلائیاں باہر نکالنا چاہیں لیکن آپ ﷺ نے روم کا بنا ہوا اونی جبہ پہنا

ہوا تھا' جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ تو آپ نے نیچے سے ہاتھ نکال کر (بازو دھوئے) پھر میں آپ ﷺ کے موزوں کی طرف جھکا تا کہ انہیں اتار دوں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: موزوں کو رہنے دو کیونکہ میں دونوں پاؤں جب موزوں میں داخل کئے تھے' تو وہ دونوں پاک تھے (یعنی باوضو حالت میں تھے) پھر نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں پر مسح کر لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میرے والد نے یہ بات بیان کی ہے امام شعبی نے یہ بات بیان کی ہے عروہ نے میرے سامنے اپنے والد کے حوالے سے گواہی دی کہ ان کے والد نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے گواہی دے کر (یہ روایت نقل کی ہے)۔

152 - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفَى، اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، قَالَ: تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ هٰذِهِ الْقِصَّةَ، قَالَ: فَاَتَيْنَا النَّاسَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يُّصَلِّيْ بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّتَاَخَّرَ، فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ اَنْ يَّمْضِيَ، قَالَ: فَصَلَّيْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ رَكْعَةً، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى الرَّكْعَةَ الَّتِيْ سُبِقَ بِهَا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: اَبُوْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيُّ، وَابْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ عُمَرَ، يَقُوْلُوْنَ: مَنْ اَدْرَكَ الْفَرْدَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ

❀❀ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ (قافلے کے ساتھیوں سے) پیچھے رہ گئے' اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگوں کے پاس آئے' تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ انہیں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا نبی اکرم ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ جاری رکھیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے پیچھے ایک رکعت ادا کی جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے وہ ایک رکعت ادا کی جو پہلے گزر چکی تھی آپ ﷺ نے اس کے علاوہ مزید کچھ نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید خدری حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص نماز کی صرف ایک رکعت پاتا ہے۔ اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا۔

153 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِيْ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ، سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، اَنَّهُ شَهِدَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ

153- حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابى عبد الله، وهو مولى بنى تيم ابن مرة.واخرجه ابن ابى شيبة /1 184، واحمد (23903)،والشاشى(963-966)،والطبرنى(1100)و(1101)،والحاكم/1701،والبيهقى/2881-289من طرق عن شعبة بهذا الاسناد. وعندهم جميعاً الا الشاشى فى احدى رواياته(965):عن ابى عبدالرحمٰن، غير منسوب. واما الشاشى فروايته من طريق شبابة عن شعبة، وقال: السلمى. ولابهام ابى عبد الرحمٰن فى اكثر الروايات جهّله ابن عبدالبر. واخرجه احمد(23891) من طريق ابن جريج، اخبرنى ابو بكر بن حفص، اخبرنى ابو عبد الرحمٰن، عن ابى عبد الله، به. فقلبه ابن جريج كما نقله الحافظ بن حجر فى "التهذيب" عن غير واحد من الحفاظ.

يَسْأَلُ بِلَالًا، عَنْ وُضُوءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: كَانَ يَخْرُجُ يَقْضِي حَاجَتَهُ. فَآتِيهِ بِالْمَاءِ فَيَتَوَضَّأُ، وَيَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَمُوْقَيْهِ.

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: هُوَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى بَنِي تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ

ابوعبدالرحمن بیان کرتے ہیں: وہ اس وقت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے جب انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں دریافت کیا' تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے' پھر میں پانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہوئے اپنے عمامے اور موزے پر مسح کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوعبداللہ نامی راوی بنوتیم بن مرہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔

154 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الدِّرْهَمِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ دَاوُدَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، أَنَّ جَرِيرًا، بَالَ. ثُمَّ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَقَالَ: مَا يَمْنَعُنِي أَنْ أَمْسَحَ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ. قَالُوْا: إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ. قَالَ: مَا أَسْلَمْتُ إِلَّا بَعْدَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ

ابوزرعہ بن عمرو بن جریر بیان کرتے ہیں: حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر انہوں نے وضو کرتے ہوئے موزوں پر مسح کرلیا اور یہ فرمایا: میں مسح کیوں نہ کروں جبکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا: یہ سورۃ مائدہ کے نزول سے پہلے کی بات ہے' تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔

155 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ، فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. قَالَ مُسَدَّدٌ: عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ.

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْبَصْرَةِ

ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو سیاہ موزے بھیجے جن پر کوئی نقش یا بال نہیں تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے ہوئے ان پر مسح کیا۔

مسدد نامی راوی نے یہ روایت دلہم بن صالح سے نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ ان روایات میں سے ایک ہے' جسے نقل کرنے میں اہل بصرہ منفرد ہیں۔

156 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ حَيٍّ هُوَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَامِرٍ الْبَجَلِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى

الْخُفَّيْنِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَسِيتَ؟، قَالَ: بَلْ أَنْتَ نَسِيتَ، بِهَذَا أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (جی نہیں) بلکہ تم بھول گئے ہو میرے پروردگار نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے۔

موزوں پر مسح کرنے کے احکام کا بیان

موزوں پر مسح کرنا رخصت (جائز) ہے اور پاؤں کا دھونا عزیمت (افضل) ہے۔ اگر اس کو جائز جان کر عزیمت اختیار کرے تو اولیٰ ہے۔ جو چیزیں موزوں پر مسح جائز ہونے کیلئے ضروری ہیں

۱. موزہ ایسا ہو کہ اس کو پہن کر سفر کر سکے اور مسلسل تین میل چل سکے اور پاؤں ٹخنوں سمیت ڈھک جائے۔ اگر موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے موزہ کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اس پر مسح درست نہیں، پس موزہ میں یہ چار وصف ہونے چاہیے۔

۲. ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھر جائیں

۳. ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ پیدل چل سکے

٤. ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے

٥. پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے پس تین قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے

اول: چمڑے کے موزہ جن سے پاؤں ٹخنوں تک چھپے رہیں

دوم: اونی یا سوتی موزے جن میں چمڑے کا تلا مردانہ ہندی جوتے کی شکل۔ پر لگا ہوا ہے

سوم: وہ اونی یا سوتی موزے جو اس قدر گاڑھے یا موٹے ہوں کہ خالی موزہ پہن کر تین میل راستہ پیدل چلنے سے نہ پھٹیں اور پنڈلی پر بغیر باندھے تھمے رہیں اور نیچے کی جلد نظر نہ آئے اور اس میں پانی نہ چھنے۔ موزوں کے کے نیچے اگر کپڑے وغیرہ کی جراب پہنے ہوئے ہو تب بھی موزوں پر مسح جائز ہے، کپڑے وغیرہ کی جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں، لیکن اگر مردانہ جوتے کی شکل پر چمڑا چڑھایا گیا ہو یا وہ بہت سخت اور موٹی ہوں جیسا اوپر بیان۔ ہوا تب ان پر مسح جائز ہے۔

۲۔ مسح میں دو فرض ہیں

اول: اول موزوں کے اوپر کی جانب سے مسح کرے،

دوم: دوم ہر پاؤں پر ہاتھ کی تین انگلیوں کی برابر مسح کرے، ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر فرض ہے۔ اس سے کم میں مسح درست نہ ہوگا اور یہ دونوں فرض عملی ہیں موزے کے نیچے کی جانب یا ایڑی پر یا ساق پر یا اس کے طرف میں ٹخنے میں مسح جائز نہیں۔ اگر ایک پاؤں پر دو انگشت کی مقدار مسح کرے اور دوسرے پر چار یا پانچ انگشت مسح کرے تو جائز نہیں،

۳. مسح تین انگشت سے کرے، اگر ایک ہی انگلی سے تین دفعہ الگ الگ جگہ پر مسح کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے تو جائز ہے اور نیا پانی نہ لے تو جائز نہیں، اگر انگوٹھے اور اس کے پاس کی انگلی سے مسح کرے اور دونوں کھلی ہوئی ہوں تو جائز ہے، اگر تین انگلیاں

رکھ دے اور کھینچے نہیں تو جائز ہے مگر سنت کے خلاف ہے اگر انگلیوں کو کھڑا رکھے اور صرف انگلیوں کے سروں سے مسح کرے تو اگر پانی ٹپکتا ہوا ہو اور اس سے موزہ تین انگلیوں کی مقدار پر ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں، اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا لیکن پانی برستے وقت باہر نکلا یا گیلی گھاس پر چلا جس سے موزہ۔ بھیگ گیا تو مسح ہو گیا

۴. موزوں پر مسح کرنا اس وقت جائز ہے جبکہ موزے پورا وضو کر کے پہنے ہوں، اس کے بعد وضو ٹوٹا ہو، یا دونوں پاؤں دھو کر موزے پہنے ہوں اور پھر حدث ہونے یعنی وضو توڑنے والا امر واقع ہونے سے پہلے وضو پورا کر لیا ہو تو اب وضو ٹوٹنے پر اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں، صرف وضو میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے غسل میں نہیں، پس اگر کسی پر نہانا واجب ہو گیا ہے تو موزے اتار کر نہائے اور جس شخص نے حدث کا تیمم کیا ہو اس کو موزوں پر مسح جائز نہیں خواہ وہ۔ تیمم غسل کا ہو یا وضو کا یا دونوں کا

۵. مسح اس کی مدت کے اندر جائز ہے۔ مدت گزرنے کے بعد جائز نہیں، مسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات، جس وقت سے موزے پہنے اس وقت سے مدت شروع نہیں ہو گی بلکہ موزے پہننے کے بعد جس وقت حدث ہوا اس وقت سے یہ مدت شروع ہو گی، موزہ پہننے یا وضو کرنے کے وقت سے نہیں پس اگر کسی نے جمعہ کو فجر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنے پھر عصر کے وقت اس کو حدث ہوا اور اس نے وضو میں موزہ پر مسح کیا اگر وہ مقیم ہے تو دوسرے دن یعنی ہفتہ کو عصر کے وقت اسی ساعت تک اس کے لئے مسح کی مدت باقی رہے گی جس ساعت میں اول روز حدث ہوا تھا اور اگر مسافر ہے تو چوتھے روز یعنی پیر کے دن کی اسی ساعت تک مسح کی مدت باقی رہے گی پس مقیم کبھی چھ نمازوں میں مسح کرتا اور کبھی مسح کے ساتھ صرف چار نماز پر قادر ہوتا ہے۔ مقیم نے مدت مسح یعنی ایک دن رات پورا ہونے سے پہلے سفر کیا تو سفر کی مدت تک مسح کرتا رہے۔ یعنی تین رات تک موزے پہنے رہے اور مسح کرتا رہے اور اگر دن پورا ہونے کے بعد سفر کیا تو موزہ اتار کر پیر دھو لے اور پھر موزہ پہنے اب نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہو گی اور اگر مسافر موزوں پر مسح کرنا شروع کرے اور ایک دن رات سے قبل گھر آ جائے یا اقامت کی نیت کر لے تو اقامت کی مسح کی مدت یعنی آٹھ پہر تک مسح کر سکتا ہے اور ایک دن رات کے بعد گھر آیا یا اقامت کی نیت کی تو اس کے مسح کی رخصت ختم ہو گئی وہ پیروں کو دھوئے اور نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہو گی، اگر وضو کی حالت میں موزہ اتار دیا یا وضو ہونے کی حالت میں مسح کی مدت پوری ہو گئی تو ان دونوں حالتوں میں صرف پاؤں دھو کر موزہ پہن لینا۔ کافی ہے اور پورا وضو کر لینا مستحب ہے۔

۶. موزہ بہت پھٹا ہوا نہ ہو، بہت پھٹا ہوا ہونے کی مقدار پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں ہیں، خواہ سوراخ موزہ کے نیچے یا اوپر یا ایڑی کی طرف اور اگر سوراخ ٹخنے سے اوپر پنڈلی میں ہو تو یہ مسح کا مانع نہیں ہے کیونکہ یہ مسح کی حد سے باہر ہے پس اگر تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار پاؤں کھل گیا یا چلتے میں کھل جاتا ہے تو اس پر مسح جائز نہیں ہے اور اس سے کم پھٹا ہو تو مسح جائز ہے۔ تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار کا اعتبار اس وقت ہو گا جبکہ انگلیوں کے سوا کوئی اور جگہ کھل جائے اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو معتبر یہ ہے کہ انہی تین انگلیوں کے کھلنے کا اعتبار ہو گا حتیٰ کہ اگر انگوٹھا اور اس کو برابر والی انگلی کھل جائے تو مسح جائز ہے حالانکہ یہ سب مل کر تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہیں اور اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دونوں انگلیاں کھل گئیں تو اب مسح جائز نہیں، ایک موزہ کے سوراخ جمع کئے

جائیں دونوں کے جمع نہ کیے جائیں گے پس اگر ایک ہو موزہ کی جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہوا ہے اور اسے جمع کر کے تین انگلیوں کے برابر ہے جائے تو مسح کرنا ناجائز ہے اور کم ہو تو جائز ہے اور اگر ایک موزہ میں بقدر ایک انگشت کے اور دوسرے میں بقدر دو انگشت کے کھلا ہوا ہو تو مسح ان دونوں پر جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مسح پھٹے ہوئے حصہ پر واقع نہ ہو بلکہ درست حصہ پر ہو، سوراخ کم از کم اتنا بڑا ہے جس میں ٹاٹ وغیرہ سینے کا سوا جاسکے اور جو اس سے کم ہو اس کا اعتبار نہیں وہ معاف ہے۔ اگر موزہ کا سیون کھل گئی لیکن اس سے پاؤں دکھائی نہیں دیتا تو مسح درست ہے اور اگر ایسا ہو کہ چلتے وقت تین انگلیوں کے برابر دکھائی دیتا ہے ویسے نہیں تو مسح درست نہیں ہے۔ موزہ پر مسح کے حکم میں مرد و عورت برابر ہیں، دستانے جو ہاتھ پر پہنے ہوں ان پر مسح جائز نہیں، عمامہ، ٹوپی، اور نقاب (گھونگھٹ) پر بھی مسح جائز نہیں ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ

باب: موزوں پر مسح کی مدت

157 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، وَحَمَّادٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ بِإِسْنَادِهِ، قَالَ فِيهِ: وَلَوِ اسْتَزَدْنَاهُ لَزَادَنَا

✿✿ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''موزوں پر مسح کرنے (کی اجازت) مسافر کے لئے تین دن تک اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات تک کے لئے ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت منصور بن معتمر نے ابراہیم تیمی کے حوالے سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے جس میں وہ یہ کہتے ہیں: (حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا:)

''اگر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید (دنوں کے لیے رخصت) کی درخواست کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مزید (رخصت عطا کر دیتے)''

158 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَزِينٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ قَطَنٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ عِمَارَةَ، قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: وَكَانَ قَدْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْقِبْلَتَيْنِ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: يَوْمًا؟ قَالَ: يَوْمًا. قَالَ: وَيَوْمَيْنِ؟ قَالَ: وَيَوْمَيْنِ. قَالَ: وَثَلَاثَةً؟ قَالَ: نَعَمْ وَمَا شِئْتَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ الْمِصْرِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَزِينٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ اَبِي زِيَادٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ عِمَارَةَ قَالَ فِيهِ: حَتّٰى بَلَغَ سَبْعًا، قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، وَمَا بَدَا لَكَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي اِسْنَادِهِ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ، وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ، وَيَحْيَى بْنُ اِسْحَاقَ السَّيْلَحِينِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَيُّوبَ وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي اِسْنَادِهِ

حضرت اُبی بن عمارہ رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں (اس روایت کے راوی) یحییٰ بن ایوب نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں دونوں قبلوں کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں موزوں پر مسح کرلیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! انہوں نے عرض کی: ایک دن تک' انہوں نے فرمایا: ایک دن تک۔ انہوں نے عرض کی: دو دن تک؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 2 دن تک انہوں نے عرض کی: تین دن تک؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں جتنا تم چاہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن ابومریم مصری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اُبی بن عمارہ کے حوالے سے نقل کی ہے' جس میں وہ یہ کہتے ہیں: یہاں تک کہ وہ سات تک پہنچ گئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں جتنا تمہیں مناسب لگے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کی سند میں اختلاف کیا گیا ہے اور یہ راوی قوی نہیں ہے۔ یہ روایت ابن ابومریم اور یحییٰ بن اسحاق نے یحییٰ بن ایوب کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اس کی سند میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔

موزوں پر مسح کی مدت کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں: جب جنبی نے غسل کیا مگر تھوڑا سا بدن خشک رہ گیا اور موزے پہن لئے اور قبل حدث کے اس جگہ کو دھو ڈالا تو مسح جائز ہے اور اگر وہ جگہ اعضائے وضو میں دھونے سے رہ گئی تھی اور قبل دھونے کے حدث ہوا تو مسح جائز نہیں۔ مدت کے اندر ہو اور اس کی مدت مقیم کیلئے ایک دن رات ہے اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین راتیں۔ موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہوا اس وقت سے اس کا شمار ہے مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک۔ مقیم کو ایک دن رات پورا نہ ہوا تھا کہ سفر کیا تو اب ابتدائے حدث سے تین دن تین راتوں تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر ایک دن رات پورا کر چکا ہے مسح جاتا رہا اور پاؤں دھونا فرض ہو گیا اور نماز میں تھا تو نماز جاتی رہی اور اگر چوبیس گھنٹے پورے نہ ہوئے تو جتنا باقی ہے پورا کرلے۔ (عالمگیری)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ

باب: جرابوں پر مسح کرنا

159 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ اَبِي قَيْسٍ الْاَوْدِيِّ هُوَ

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَرْوَانَ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ، وَالنَّعْلَيْنِ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: لَا يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لِاَنَّ الْمَعْرُوْفَ عَنِ الْمُغِيرَةِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرُوِيَ هٰذَا اَيْضًا عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَلَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِيِّ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ، وَابْنُ مَسْعُوْدٍ، وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَاَبُوْ اُمَامَةَ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ وَرُوِيَ ذٰلِكَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ،

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے ہوئے جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو روایت نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے معروف روایت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جرابوں پر مسح کیا ہے تاہم (اس کی سند) متصل نہیں ہے اور قوی بھی نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ (یعنی ان صحابہ کرام نے) جرابوں پر مسح کیا ہے۔

یہی چیز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی روایت کی گئی ہے۔

160 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعَبَّادُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ اَبِيْهِ - قَالَ عَبَّادٌ - قَالَ: اَخْبَرَنِيْ اَوْسُ بْنُ اَبِيْ اَوْسٍ الثَّقَفِيُّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ، وَمَسَحَ عَلٰى نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ، وَقَالَ عَبَّادٌ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى كِظَامَةَ قَوْمٍ - يَعْنِي الْمِيضَاَةَ - وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ الْمِيضَاَةَ وَالْكِظَامَةَ ثُمَّ اتَّفَقَا فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ

حضرت اوس بن ابواوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتوں اور پاؤں پر مسح کیا۔

159- حديث صحيح كما بيّناه في تعليقنا على "سنن ابن ماجه" (559)، واخرجه الترمذي (99)، والنسائي في "الكبرى" (130)، وابن ماجه (559) من طريق ابي قيس الاودي، بهذا الاسناد. وصححه الترمذي. وهو في "مسند احمد" (18206)، و "صحيح ابن حبان" (1338) وصحيح ابن خزيمة (198) وانظر شواهده في تعليقنا على "سنن ابن ماجه". وفي الباب عن ثوبان سلف عند المصنف برقم (146).

عبادنامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: (حضرت اوس بن ابواوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے مقام پر تشریف لائے۔

مسدد نامی راوی نے وضو کے مقام کے بارے میں دو الفاظ کا ذکر نہیں کیا۔اس کے بعد دونوں راویوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتوں اور پاؤں پر مسح کیا''۔

جرابوں سے مسح کے عدم جواز کا بیان

اورامام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔مگر جب وہ مجلد ہوں یا منعل ہوں اور صاحبین نے کہا ہے کہ جائز ہے۔اور صاحبین کا جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ دونوں سخت موٹے کپڑے (جس سے پانی کی تری پاؤں تک نہ پہنچے) بغیر پکڑے اترنے والے نہ ہوں۔کیونکہ جو روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح کیا۔اور ایسے موزے پہن کر چلنا ممکن ہے جو موٹے ہوں اور وہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہر جائیں۔لہٰذا وہ جوراب موزہ کے مشابہ ہو گیا۔اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ موزہ کے معنی میں نہیں ہے۔کیونکہ چلنے والے کی مواظبت ممکن نہیں مگر جب وہ منعل ہو۔اور یہی حدیث کا محمل ہے۔اور امام اعظم علیہ الرحمہ سے ایک روایت صاحبین کے قول کی طرف رجوع کی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

عمامہ، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔کیونکہ ان چیزوں کو اتارنے میں کوئی حرج نہیں۔اور رخصت دفع حرج کیلئے تھی۔(ہدایہ)

کس طرح کے موزوں پر مسح کیا جائے

موزے جانور کے چمڑے کے ہوں یا کسی کپڑے کے،اُن کے لئے فقہائے کرام نے احادیث شریفہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل شرائط بیان کئے ہیں۔

(1) موزے ایسے ہوں جس میں پیر کے ٹخنے چھپ جائیں لیکن شرط یہ ھیکہ وہ بغیر باندھے پیر پر جمے رہیں -

(2) خواہ وہ چمڑے کے ہوں یا کسی ایسی چیز کے جو دبیز و موٹی ہو اور اس میں پانی سرایت نہ کرے۔

(3) اور ایسے ہوں کہ آدمی اس کو پہن کر بلا تکلف عادت کے موافق چل پھر سکے۔ (مِنْهَا) أَنْ يَكُونَ الْخُفُّ مِمَّا يُمْكِنُ قَطْعُ السَّفَرِ بِهِ وَتَتَابُعُ الْمَشْيِ عَلَيْهِ وَيَسْتُرُ الْكَعْبَيْنِ-(-فتاوی عالمگیری،ج1،کتاب الطہارۃ،ص32)

جرابوں پر مسح کرنے میں غیر مقلدین کا جاہلانہ استدلال

غیر مقلدین کا عجب حال ہے کہ عام لوگوں کو اور سادہ اردو طبقہ کو اپنے جال میں پھنسانے کیلئے کتب احادیث اور ان کے حوالے اس کثرت سے بیان کریں گے کہ عام لوگ ان کے علمی اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے (کیونکہ جہالت ہمیشہ جہالت کی طرف مائل ہوتی ہے) اور حقیقت میں علمی حیثیت یہ ہے کسی ایک حدیث میں بھی ان کو فقہ حاصل نہیں۔اسی طرح کے بہت مسائل میں سے ایک مسئلہ''جرابوں پر مسح کرنا'' ہے۔اب ہم قارئین کو بتائیں گے کہ یہ لوگ کس طرح کثرت کے ساتھ احادیث و آثار بیان کرنے کے۔

بعد ایک بھی حدیث سے مسئلہ کا تعین نہ کر سکے، اور محض احادیث کے الفاظ سے ظاہری طور پر لوگوں کی دھوکا دینے کی کوشش کی ہے جسے اصحاب علم ودانش ٹھکرادیا اوران کے مکتبہ فکر کے علماء نے بھی ان کے استدلال کو قبول نہیں کیا۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ یہ اتنی احادیث وآثار بیان کرنے کے بعد یہ مسئلہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے دور کی مروجہ اونی وسوتی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ حالانکہ یہ جرابیں اور ہیں جن پر مسح کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ سب پہلے ہم غیر مقلدین کے دلائل من وعن ذکر کریں گے اور ان کے استدلال بھی ذکر کریں گے اور اس کے بعد ان کے جاہلانہ استدلال کا عالمانہ جواب ذکر کریں گے۔ ملاحظہ ہو۔

جرابوں پر مسح کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل سے بطریق صحیح احادیث سے ثابت ہے اور جرابوں پر مسح نہ کرنے کے بارے میں کوئی بھی دلیل ثابت نہیں ہے۔ سنت مصطفوی کے علاوہ متعدد جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے، جن کی تعداد تیرہ تک پہنچتی ہے۔ کسی ایک صحابی سے بھی اس کی مخالفت مروی نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے جرابوں پر مسح کرنے کے بارے میں مستقل باب باندھا ہے اور اس باب میں حدیث مغیرہ نقل کرنے کے بعد اس کی تائید میں فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ سہل بن سعد، عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔

اسی طرح عمر بن خطاب، ابن عباس، عمار بن یاسر، ہلال بن عبداللہ بن ابی اوفی اور ابن عمر سے نقلا اور فعلا جرابوں پر مسح کرنا مروی ہے۔

قال ابوداؤد ومسح على الجوربين علي بن ابي طالب وابن مسعود والبراء بن عازب وانس بن مالک وابو امامہ و سهل بن سعد و عمرو بن حريث وروي ايضا عن عمار و بلال بن عبد الله بن ابي اوفى وابن عمر۔ (ابوداؤد ج1 باب مسح علی الجوربین)

امام ابن حزم الاندلسی نے حضرت علی، ابن عمر اور انس بن مالک وغیرہم کا عمل بھی ثابت کیا ہے کہ یہ سب حضرات جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے۔

تہذیب السنن میں ابن قیم فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل جرابوں پر مسح کو سنت جانتے ہیں کیونکہ یہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور قیاساً بھی۔ کیونکہ موزوں اور جرابوں پر مسح کرنے کا ایک ہی حکم ہے۔ اور ان میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا۔ نہ ہی حکماً موزوں اور جرابوں میں مسح میں کوئی فرق ہے۔ لہٰذا موزوں اور جرابوں دونوں پر مسح کرنے پر اکثر اہل علم کا قول ہے۔ تابعین میں سے سفیان ثوری، ابن مبارک، عطا، حسن بصری، سعید بن مسیب بھی جرابوں پر مسح کے قائل ہیں۔

(معالم السنن للخطابی ج1 ص 121، فقہ السنن ج1 ص 61، تہذیب السنن لابن قیم)

عمل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جرابوں پر مسح کا ثبوت

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا:

عن مغیر بنِ شعب رضی اللہ عنہ قال توضا النبی ﷺ و مسح علی الجوربین و النعلین
(ابوداؤد حدیث 159، ترمذی ج1 ص29، ابن ماجہ حدیث 559، احمد ج3 ص252)

امام طحاوی حنفی اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔
مسح علی نعلین تحتهما جوربین و کان قاصِدا بِمسحِہ ذالِک إلی جوربیہِ لا نعلیہِ و جورباہ لو کانا علیہِ بلا نعلین جاز لہ ان یمسح علیہما مکان مسحِہ ذالِک مسحا ارادبہ الجوربان
یعنی آپ نے جوتوں پر مسح کیا ان کے نیچے جرابیں تھیں اور آپ کا ارادہ اس کے ساتھ جرابوں کا مسح کرنے کا ہی تھا نہ کہ جوتوں کا یعنی آپ کی مراد جوتوں پر مسح کرنا نہیں تھی۔ اگر آپ کی جرابیں بغیر جوتے کے بھی ہوتیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ اس سے مراد آپ کی جرابوں پر مسح کرنے کی تھی۔ (شرح معانی الآثار ج1 ص(76)
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ موزوں اور جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے اس حدیث کو طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مزید یہ کہ حنفیہ کی مشہور و متداول کتاب الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ میں ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا۔ جن میں سے ایک کے سب راوی ثقہ ہیں
☆ حضرت ابوموسی اشعری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے وضو کرتے ہوئے جرابوں اور جوتیوں پر مسح کیا:
ان رسول اللہ ﷺ توضا و مسح علی الجوربین و النعلین (ابن ماجہ ج1 حدیث 560 دیکھیں)
اس پر امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:
والظاهِر ان النبی ﷺ اِنما مسح علی سیورِ النعلِ التی علی ظاهِرِ القدمِ فاما اسفلہ و عقِبہ فلا یسن مسحہ مِن الخلف فکذالِک النعل۔
یعنی جوتیوں پر مسح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی جوتی کے تسموں پر مسح کیا جو پاؤں کے ظاہری حصے پر ہوتے ہیں اس کے نچلے اور پچھلے حصے پر مسح کرنا خلف سے ثابت نہیں۔ (المغنی ج1 ص182 مسئلہ (427)

غیر مقلدین کی غیر مقلدین سے تردید کا بیان

سب سے پہلے ہم غیر مقلدین کے گھر سے ان کا رد کرتے ہیں کیونکہ خود ان کے علماء نے بھی مروجہ جرابوں پر مسح کرنے کو نا جائز لکھا ہے۔ مشہور اہل حدیث عالم میاں نذیر حسین دہلوی فتاوی نذیریہ میں لکھتے ہیں۔ ''مذکورہ سوتی یا اونی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں''۔
(فتاوی نذیریہ، ج۱، ص ۳۲۷)
اب یہ ذمہ داری غیر مقلدین کی ہے کہ اپنے مکتبہ فکر رہنما کی بات مانتے ہوئے فقہ حنفی کی تائید کرتے ہیں یا اپنے ہی اسلاف پر جہنم کا فتویٰ صادر کرتے ہوئے انکار کرتے ہیں۔

اصل اور فرع میں اجتماع کا مسئلہ

احکام شرعیہ میں بہت سے احکام ایسے ہیں جن میں شریعت کی طرف سے مخصوص حالات یا مخصوص اوقات میں رخصت دی گئی ہے۔جس طرح حالت حیض ونفاس میں عورت کو نماز معاف اور روزے قضاء کرنا جائز ہے حالت سفر میں نماز قصر کا مسئلہ ہے۔اسی طرح پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا مسئلہ ہے۔اس قسم کے تمام مسائل میں یہ اصول فقہاء کے نزدیک متعین ہوا کہ جس وقت اصل پائی جائے گی اس وقت فرع پر عمل نہیں ہوسکتا۔اسی لئے فقہاء وتمام محدثین کا یہ مؤقف ہے کہ وضو اور تیمم کو جمع نہیں کیا جاسکتا۔اگر پانی ہے تو وضو کرے اور پانی نہ پائے تو تیمم کرے۔ایسا کرنا جائز نہیں کہ وہ وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔

اسی طرح موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ ہے۔اہل عرب میں بھی اور آج کل بھی چمڑے کے موزے دستیاب ہیں۔ان موزوں کی یہ خاصیت ہے کہ ان پر جب مسح کیا جائے تو پانی ان میں سرایت نہیں کرتا۔لہٰذا ان پر مسح کرنا پاؤں دھونے کے قائم مقام کر دیا گیا ہے اور شریعت اسلامیہ نے یہ لحاظ برقرار رکھا۔کہ پاؤں دھونے اور موزوں کو اتارنے کی بجائے صرف موزوں پر مسح کر لینا کافی ہے۔غیر مقلدین نے ایسی جرابوں پر مسح کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔جو سوتی یا اونی ہوتی ہیں۔اور استدلال یہ کیا ہے کہ احادیث میں جرابوں کا لفظ موجود ہے۔لیکن ان کے ادراک میں یہ بات نہ آئی کہ ہمارے ہاں مروجہ جرابیں اور ہیں اور احادیث میں جن جرابوں کا ذکر ہے وہ تو منعل اور سخت (جن کے اندر پانی سرایت نہ کرے) وہ جرابیں ہیں۔

اگر بقول غیر مقلدین مروجہ سوتی یا اونی جرابوں پر مسح کرلیا جائے تو پانی ان کے اندر سرایت کرتا ہوا پاؤں تک جا پہنچے گا۔جس سے پاؤں کا بعض حصہ دھویا جائے گا اور بعض حصہ نہیں دھویا جائے گا۔یعنی جزوی طور پر پاؤں میں غسل پایا جائے گا۔اور جزوی طور پر پاؤں کا مسح پایا جائے گا۔جس سے اصل یعنی پاؤں دھونا اور فرع یعنی مسح کرنا دونوں کا اجتماع لازم آئے گا۔جو کہ بالاتفاق جمہور فقہاء ومحدثین منع ہے۔

اسی طرح دوسری ممانعت یہ لازم آئے گی کہ مسح کرنا یہ عمل رخصت ہے اور پاؤں کو دھونا یہ عمل عزیمت ہے۔یہ غیر مقلدین بتائیں کہ کیا احکام شرع میں بیک وقت رخصت وعزیمت کو جمع کرنا جائز ہے۔اگر رخصت وعزیمت کو جمع کرنے کے قائل ہیں تو حیضہ عورت کا نماز پڑھنا بھی جائز ہے؟ (رضوی غفرلہ)

قاموس میں لکھا ہے کہ جورب پاؤں کے لفافے کو کہتے ہیں جیسے ہمارے ہاں جراب یا موزہ کہلاتا ہے اس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اس کی تفصیل چلپی میں بڑی وضاحت سے مذکور ہے یہاں اس کے بعض احکام ومسائل لکھے جاتے ہیں۔

حنفی مسلک میں جوربین یعنی موزوں پر مسح اس وقت درست ہوگا جب کہ وہ مجلد ہوں یعنی ان کے اوپر نیچے چمڑا لگا ہوا ہو، منعل ہوں یعنی فقط نیچے ہی چمڑا ہو اور ثخنین ہوں۔ثخنین اس موزے کو کہتے ہیں جس کو پہن کر ایک فرسخ چلا جاسکے اور وہ بغیر باندھے ہوئے پنڈلی پر رکا رہے نیز اس کے اندر کا کوئی حصہ نہ دکھلائی دے اور نہ اس کے اندر پانی چھن سکتا ہو چلپی کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر جوربین منعلین بغیر ثخنین ہوں گے تو اس پر مسح جائز نہیں ہوگا لہٰذا منعلین پر مسح اسی وقت درست ہوگا جب کہ ثخنین بھی ہوں۔

چونکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جورب پر مسح درست نہیں خواہ وہ منعل ہی کیوں نہ ہو اس لیے یہ حدیث حنفیہ کی جانب سے ان پر حجت ہے جس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جورب پر مسح فرمایا ہے نیز حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت انس ابن مالک اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی منقول ہے کہ ان حضرات نے اس پر مسح کیا ہے۔

آخر حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ آپ نے نعلین کے ساتھ جوربین پر مسح کیا تو یہاں نعلین کے مفہوم کے تعین میں دو احتمال ہیں اول تو یہ کہ اس سے جوتے مراد ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوربین پر جوتوں کے ساتھ مسح کیا چونکہ عرب میں اس وقت ایسے جوتے استعمال ہوتے تھے جو بالکل چپل کی طرح ہوتے تھے اور ان پر اس طرح تسمہ لگا رہتا تھا کہ انہیں پہننے کے بعد پاؤں کے اوپر کا حصہ کھلا رہتا تھا جس کی وجہ سے موزوں پر مسح کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ یا پھر اس سے یہ مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جوربین پر مسح کیا جن کے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا۔ (مظاہر حق)

غیر مقلدین کے نزدیک موزے اتارنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

غیر مقلدین کے ابن تیمیہ جن کی غیر مقلدین حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ تقلید کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص مسح کرنے کے بعد موزے یا جرابیں اتار دے تو اہل علم کے صحیح قول کے مطابق اس کی طہارت باطل نہیں ہوگی، اس لیے کہ جب آدمی موزے یا جراب پر مسح کرتا ہے تو شرعی دلیل کی بنا پر اس کا وضوء اور طہارت مکمل ہو جاتی ہے، چنانچہ جب وہ اسے اتار دے تو شرعی دلیل کے مقتضی سے ثابت شدہ طہارت شرعی دلیل کے بغیر ختم نہیں ہو سکتی، اور جراب یا موزے اتارنے والے کا وضوء ٹوٹنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔

اس بنا پر اس کا وضوء باقی ہے، ابن تیمیہ اور اہل علم کی ایک جماعت کا اختیار کردہ قول یہی ہے، لیکن اگر اس نے موزے یا جرابیں اتارنے کے بعد دوبارہ پہن لیے اور مستقبل میں ان پر مسح کرنا چاہا تو ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ موزے اس طہارت کے بعد پہننے ضروری ہیں جس میں پاؤں دھوئے گئے ہوں، اہل علم کی کلام کے مطابق تو میرے علم میں یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجموع فتاویٰ (21/179، 215).)

وہ موزے جو سوتی ہیں ان پر مسح کرنا جائز نہیں:

سُوتی یا اُونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا اُنہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتابے ان تینوں وصف یعنی مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگا لیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی

پر فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ا، باب تیمم)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے (یا منعل ہوں) یعنی جرابوں کا جو حصہ زمین سے ملتا ہے صرف وہ چمڑے کا ہو، جیسے پاؤں کی جوتی ہوتی ہے (اور صاحبین نے فرمایا اگر (جرابیں) ایسی دبیز ہوں کہ نہ کھلتی ہوں تو مسح جائز ہے، کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی طرح ہے مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کو ے تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانی کو جذب کر کے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے۔

(غنیۃ، ص ۱۲۰، باب مسح، سہیل اکیڈمی لاہور)

جرابوں اور عمامہ پر مسح جائز نہ ہونے کی علت کا بیان

امام اوزاعی اور امام احمد بن حنبل اور اہل ظواہر کے نزدیک عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

عمامہ پر مسح کرنا تو حرج کو دور کرنے مباح ہوا اور یہی اس کی علت رخصت ہے۔ جبکہ عمامہ اتارنے میں کوئی حرج نہیں۔ جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو (اس کی سند) ضعیف ہے۔ اور اس طرح کتاب اللہ پر جس میں حکم ہے۔ (وامسحوا برء وسکم) اس پر زیادتی لازم آئے گی۔ حالانکہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا یا اسے منسوخ کرنا جائز نہیں۔

(عمامہ پر مسح کرنے کی ممانعت میں صحیح روایت یہ ہے) امام محمد علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام مالک سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت صفیہ بنت ابی عبید کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا اور اپنا دوپٹہ اتارا اور سر کا مسح کیا۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان دنوں چھوٹا تھا۔ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ دوپٹے پر مسح کرنا جائز نہیں۔ اور جس طرح دوپٹے پر مسح کرنا جائز نہیں اسی طرح عمامہ پر بھی مسح کرنا جائز نہیں۔ اور روایت ہم تک پہنچی وہ متروک ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ا، ص ۲۵۳، بیروت)

اس مسئلہ کی علت خود حدیث ہے جسے علامہ عینی نے ذکر کیا ہے اور یاد رہے جہاں نص مذکور ہو وہاں کسی قسم کے قیاس کی علت سے حکم کا استنباط نہیں کیا جاتا۔

مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا قاعدہ فقہیہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ پائچوں کا کعبین (ٹخنوں) سے نیچے ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب وتکبر ہے تو قطعاً ممنوع وحرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے

اپنی چادر کو لٹکایا قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی الفاظ متقاربہ کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر حدیث مردوں کو بھی جائز ہے جیسے کہ تکبر کی قید سے تم کو خود معلوم ہوگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ: میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا تکبر کرتا ہو، احادیث میں جو اس پر وعید ہے اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بہ تکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں مگر علماء در صورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر اسبال تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۱۲۵، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا تکبر کے ساتھ مقید ہے۔ اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا۔ یہ حکم مطلق ہے اور اس مطلق حکم کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ اس مسئلہ کی ایک تفریع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۷۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بعض اوقات کسی حکم یا کسی فعل کی کوئی شرط یا اس کا سبب بطور قید بیان فرماتے ہیں اور پھر اس حکم یا فعل کو اس قید کے بغیر بھی بیان فرماتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اب وہ قید معتبر نہیں ہے وہ قید اب بھی معتبر ہوتی ہے اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ حدیث دلیل ہوتی ہے جس میں اس قید کا ذکر فرمایا ہوتا ہے۔ مثلاً یہ حدیث ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک سال نہ گزر جائے کسی مال میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۵۷۳)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے وجوب زکوٰۃ کیلئے سال گزرنے کی شرط کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ بے شمار احادیث ہیں جن میں اس شرط کا ذکر نہیں ہے اس کے باوجود وجوب زکوٰۃ میں اس شرط کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ اس حدیث میں اس شرط کا ذکر ہے ہم صرف ایک حدیث کا ذکر کر رہے ہیں جس میں وجوب زکوٰۃ کیلئے اس شرط کا ذکر نہیں ہے حالانکہ ایسی بے شمار احادیث ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے گھوڑوں اور غلاموں سے زکوٰۃ معاف کردی۔ تم ہر چالیس درہم سے ایک درہم چاندی زکوٰۃ دو اور ایک سو نوے درہم میں بالکل زکوٰۃ نہیں ہے اور جب دو سو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۵۷۴)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں تہبند گھسیٹنے یا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے پر وعید بیان فرمائی اور اس کو تکبر پر معلق فرمایا اور بعض احادیث میں اس قید کا ذکر نہیں فرمایا تو جہاں اس قید کا ذکر نہیں ہے۔

وہاں بھی اس قید کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ احادیث دلیل ہیں جن میں آپ نے اس قید کا ذکر فرمایا ہے

جس طرح ہم زکوٰۃ میں سال گزرنے کی شرط کے متعلق بیان کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ کیلئے ہی حمد ہے جس نے مجھے اس مسئلہ کو حل کرنے کی توفیق دی اور شاید قارئین کو کسی اور جگہ یہ تفصیل اور اس مسئلہ کا حل نہ مل سکے۔ (تبیان القرآن ج ۳ ص ۳۲۸، فرید بک سٹال لاہور)
وہ احادیث میں جن میں جرابوں پر مسح کرنے کا ثبوت ہے۔ مسح کے حکم میں مطلق ہیں۔ اور جن احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا حکم ہے۔ موزے اپنی تعریف میں حقیقت واصل پر مبنی ہیں۔ جن کے اندر ثخانت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس پر مسح کرنے کو ثابت کریں گے۔ اس میں یہ قید ضروری ہوگی وہ منعل ہو، ثخانت والی ہو۔ غیر مقلدین اگر اس قید کو سمجھ لیتے تو وہ کبھی اس مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے۔ جرابوں کے حکم مطلق کی تقیید اس روایت سے بھی واضح ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔ حدثنا هشيم قال اخبرنا يونس عن الحسن وشعبه عن قتادة عن سعيد بن المسيب والحسن انهما قالا يمسح على الجوربين اذا كانا صفيقين (مصنف ابن ابی شیبه)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں، واضح رہے کہ ثوب صفیق اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور دبیز ہو ملاحظہ ہو قاموس اور مختار الصحاح وغیرہ۔

فقہ حنفی کے مطابق جرابوں پر عدم مسح کے فقہی دلائل کا بیان

جس قسم کے سوتی، اونی یا نائیلون کے موزے، آجکل رائج ہیں، ان پر مسح کرنا ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں، ایسے باریک موزوں کے بارے میں تمام مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ ملک العلماء کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فإن كانا رقيقين يشفان الماء، لا يجوز المسح عليهما بالإجماع
پس اگر موزے اتنے باریک ہوں کہ ان میں سے پانی چھن سکتا ہو تو ان پر باجماع مسح جائز نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع)
اور علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولا يجوز المسح على الجورب الرقيق من غزل او شعر بلا خلاف، ولو كان ثخينا يمشى معه فرسخا فصاعدا، فعلى الخلاف. (البحرالرائق)
اس سے معلوم ہوا کہ جن موزوں میں تخین کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں، یعنی ان میں پانی چھن جاتا ہو، یا وہ کسی چیز سے باندھے بغیر محض اپنی موٹائی کی بناء پر کھڑے نہ رہ سکتے ہوں، یا ان میں ایک کوس تک بغیر جوتے کے چلنا ممکن نہ ہو، ان پر مسح کرنا کسی بھی مجتہد کے مذہب میں جائز نہیں، ہاں جن موزوں میں یہ تینوں شرائط پائی جاتی ہوں، ان پر مسح کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے۔
واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے سورہ مائدہ میں وضو کا جو طریقہ بیان فرمایا ہے اس میں پوری وضاحت کے ساتھ پاؤں

دھونے کا حکم دیا ہے، نہ کہ ان پر مسح کرنے کا لہٰذا قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ وضو میں ہمیشہ پاؤں دھوئے جائیں، اور ان پر مسح کسی صورت میں بھی جائز نہ ہو یہاں تک کہ جب کسی شخص نے چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں اس وقت بھی مسح کی اجازت نہ ہو، لیکن چمڑے کے موزوں پر اجازت جو باجماع امت دی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے موزوں پر مسح کرنا اور اسکی اجازت دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے تواتر سے ثابت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ اگر مسح علی الخفین کے جواز پر دو تین حدیثیں ہوتیں تب بھی ان کی بناء پر قرآن کریم پر زیادتی یا اسکا نسخ یا اس کی تقیید جائز نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ مسح علی الخفین کی احادیث معنی متواتر ہیں، اس لئے ان متواتر احادیث کی روشنی میں تمام امت کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ قرآن کریم کی آیت میں پاؤں دھونے کا حکم اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب انسان نے خفین (یعنی چمڑے کے موزے) نہ پہن رکھے ہوں، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ماقلت بالمسح حتی جاءنی فیہ ضوء النهار (البحر الرائق)

میں مسح علی الخفین کا اس وقت تک قائل نہیں ہوا جب تک میرے پاس روز روشن کی طرح اس کے دلائل نہیں پہنچ گئے۔

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أدركت سبعين بدريا من الصحابة كلهم كانوا يرون المسح على الخفين (تلخیص الحبیر ص جو بدائع)

اگر مسح علی الخفین کا حکم ایسے تواتر یا استفاضے کے ساتھ ثابت نہ ہوتا تو قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو حکم دیا اس میں کسی تخصیص یا تقیید کی گنجائش نہیں تھی، چنانچہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

إنما يجوز نسخ القرآن بالنسبة اذا وردت كورد المسح على الخفين الاستفاضة (احکام القرآن للجصاص)

سنت نبویہ سے قرآن کریم کے کسی حکم کو منسوخ (بمعنی مقید) کرنا اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جب وہ سنت ایسے تواتر سے ثابت ہو جیسے مسح علی الخفین ثابت ہے

خلاصہ یہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کا قرآنی حکم ایسی چیز نہیں ہے جسے دو تین روایتوں کی بنیاد پر کسی خاص حالت کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے، بلکہ اس کے لئے ایسا تواتر درکار ہے جیسا مسح علی الخفین کی احادیث کو حاصل ہے۔ الخفین (چمڑے کے موزوں) کے بارے میں تو یہ تواتر موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مسح خود بھی فرمایا اور دوسروں کو بھی اس کی اجازت دی، لیکن خفین کے سوا کسی چیز پر مسح کرنے کے بارے میں ایسا تواتر موجود نہیں ہے اور خفین کیونکہ عربی زبان میں صرف چمڑے کے موزوں کو کہتے ہیں۔ کپڑے کے موزوں کو خف نہیں کہا جاتا، اس لئے یہ صرف چمڑے ہی کے موزوں کے ساتھ مخصوص رہے گی۔ دوسرے موزوں کے بارے میں قرآن کریم کے اصلی حکم یعنی پاؤں دھونے پر ہی عمل ہوگا۔ ہاں اگر کپڑے کے موزے اتنے ثخین (موٹے) ہوں کہ وہ اپنی خصوصیت اور اوصاف میں چمڑے کے ہم پایہ ہو گئے ہوں، یعنی نہ تو ان میں پانی چھنتا ہو، نہ انہیں کھڑا رکھنے کے لئے کسی بیرونی سہارے کی ضرورت ہو اور انکو پہن کر میل دو میل چل سکتے ہوں تو ایسے موزوں کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا، بعض فقہاء نے فرمایا کہ چونکہ ایسے موزے چمڑے ہی کے معنی میں آ گئے ہیں اس لئے ان پر بھی مسح جائز ہونا چاہیے، اور بعض حضرات نے فرمایا چونکہ مسح کرنا تواتر کے ساتھ صرف خفین (چمڑے کے موزوں) پر ہی ثابت ہے، اس

لئے ان پر مسح کرنا درست نہیں، گویا موزے تین قسم کے ہو گئے۔

(۱) چمڑے کے موزے جنہیں خفین کہا جاتا ہے، ان پر مسح باجماع جائز ہے۔

(۲) وہ باریک موزے جو نہ چمڑے کے ہوں، اور نہ ان میں چمڑے کے اوصاف پائے جاتے ہوں، جیسے آجکل کے سوتی، اونی یا نائلون کے موزے، ان کے بارے میں اجماع ہے کہ ان پر مسح جائز نہیں کیونکہ ایسے موزوں پر مسح کرنا ایسے دلائل سے ثابت نہیں جن کی بناء پر پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑا جاسکے۔

(۳) وہ موزے جو چمڑے کے تو نہیں ہیں، لیکن ان میں موٹے ہونے کی بناء پر اوصاف چمڑے ہی کے پائے جاتے ہیں۔ ان پر مسح کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

سارے ذخیرہ حدیث میں یہ کل تین حدیثیں ہیں ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک حضرت موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے، اور ایک حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنھم سے۔ حضرت بلال کی حدیث معجم صغیر طبرانی میں ہے، اور حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ کی ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے، لیکن حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں سنداً ضعیف ہیں۔ (نصب الرایہ)

اور حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے

ليس بالمتصل ولا بالقوى (بذل المجهود) لہٰذا یہ دونوں روایتیں تو خارج از بحث ہیں۔

وكان عبدالرحمن بن مهدى لا يحدث بهذه الحديث لان المعروف عن المغيرة ان النبى ﷺ مسح على الخفين (بذل المجهود)

حضرت عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث نہیں بیان کیا کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے جو معروف روایتیں ہیں وہ مسح علی الخفین کی ہیں، (نہ کہ جوربین پر مسح کی)

امام نسائی سنن کبری میں لکھتے ہیں۔

لا نعلم احدا تابع انه ابا قيس على هذه الرواية. والصحيح عن المغيرة انه عليه السلام مسح على الخفين (نصب الرايه)

یہ روایت ابوقیس کے سوا کسی نے روایت نہیں کی، اور ہمارے علم میں کوئی اور راوی اس کی تائید نہیں کرتا، البتہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت مسح علی الخفین کی ہی ہے۔

اسکے علاوہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، یحی بن معین رحمۃ اللہ علیہ، علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے محدثین نے اس روایت کو ابوقیس اور ھزیل بن شرجیل دونوں کے ضعف کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔

اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں۔

كل واحد من هولاء لو انفرد قدم على الترمذى، مع ان الجرح مقدم على التعديل، واتفق الحفاظ على تضعيفه، ولا يقبل قول الترمذى انه حسن صحيح (نصب الرايه بحواله بالا)

جن حضرات نے اس حدیث کوضعیف قرار دیا ہے اگران میں سے ہرایک تنہا ہوتا تب بھی وہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ پر مقدم ہوتا، اس کے علاوہ یہ قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے، اور حفاظ حدیث اسکی تضعیف پر متفق ہیں، لہٰذا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ، یہ حسن صحیح ہے قابل قبول نہیں۔

اول تو اکثر حفاظ حدیث کے نزدیک یہ حدیث ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔ دوسرے اگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو پورے ذخیرہ حدیث میں تنہا یہ ایک روایت ہوگی جس میں نبی کریم ﷺ کا جوربین پر مسح کرنا مذکور ہے۔

اب آپ غور فرمایئے کہ قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو صریح حکم دیا ہے اسے صرف اس ایک روایت کی بناء پر کیسے چھوڑ دیا جائے، جب کہ ائمہ حدیث نے اس پر تنقید بھی کی ہے؟ آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں کہ مسح علی الخفین کا حکم اسی وقت ثابت ہوا جب اسکی احادیث تواتر کی حد تک پہنچ گئیں، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مسح علی الخفین کی احادیث اتنی کثرت کے ساتھ نہ ہوتیں تو پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑنے کی گنجائش نہ تھی۔ لیکن مسح علی الجوربین کی احادیث متواتر تو کیا ہوتیں، پورے ذخیرہ حدیث میں اس کی صرف تین روایتیں ہیں جن میں سے دو بالاتفاق ضعیف ہیں اور ایک کو اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے، صرف امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ ایسی روایت کی بناء پر قرآن کریم کے کسی حکم میں تخصیص پیدا نہیں کی جاسکتی۔

چنانچہ امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

والأصل فيه انه قد ثبت أن مراد الآية الغسل على ماقدمنا . فلو لم ترد الآثار المتواترة على النبى ﷺ فى المسح على الخفين لما أجزنا المسح۔۔ولما لم ترد الآثار فى جواز المسح على الجوربين فى وزن ورودها فى المسح على الخفين ابقينا حكم الغسل على مراد الآية (أحكام القرآن للجصاص)

مسئلے کی حقیقت یہ ہے کہ آیت کی اصلی مراد پاؤں دھونا ہے جیسے کہ پیچھے گزر چکا، لہٰذا اگر آپ ﷺ سے مسح علی الخفین کی متواتر احادیث ثابت نہ ہوتیں تو ہم کبھی مسح علی الخفین کو جائز قرار نہ دیتے۔ اور چونکہ جوربین (کپڑے کے موزوں) پر مسح کی احادیث اس وزنی طریقے سے مروی نہیں ہیں جس وزنی طریقے سے مسح علی الخفین کی احادیث مروی ہیں۔ اس لئے ہم نے وہاں آیت قرآنی کی اصل مراد یعنی پاؤں دھونے کے حکم کو برقرار رکھا ہے اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے جوربین پر مسح کیا یا اسکی اجازت دی تو ان کے اس عمل کی کیا وجہ تھی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان آثار میں کہیں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ جوربین کپڑے کے باریک موزے تھے، اور جب تک یہ صراحت نہ ہو اس وقت تک ان آثار سے باریک موزوں پر مسح کا جواز کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟

چنانچہ مشہور اہل حدیث عالم علامہ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں۔

ان الجورب يتخذ من الاديم و كذا من الصوف و كذا من القطن ويقال لكل من هذه جورب. ومن المعلوم ان هذه الرخصه بهذا العموم لا تثبت الا بعد ان يثبت ان الجوربين الذين مسح عليهما النبى ﷺ كانا من الصوف الخ (عون المعبود)

یعنی جوربین کھال کے بھی ہوتے ہیں، اون کے بھی اور روئی کے بھی، اور ہر ایک کو جورب کہا جاتا ہے، اور ہر قسم کے موزے پر مسح کی اجازت اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ آپ ﷺ نے اون کے جوربین پر مسح فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ ثابت ہے کہ ان حضرات نے جن جوربین پر مسح فرمایا وہ یا تو چمڑے کے تھے یا اپنی موٹائی کی وجہ سے چمڑے کے موزوں کی طرح تھے، اور ان میں چمڑے کے موزوں کی صفات پائی جاتی تھیں۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے۔

حدثنا هشيم قال اخبرنا يونس عن الحسن وشعبه عن قتادة عن سعيد بن المسيب والحسن انهما قالا: يمسح على الجوربين اذا كانا صفيقين (مصنف ابن ابی شیبه)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں، واضح رہے کہ ثوب صفیق اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور دبیز ہو ملاحظہ ہو قاموس اور مختار الصحاح وغیرہ۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ دونوں جلیل القدر تابعین میں سے ہیں اور انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل دیکھ کر ہی یہ فتویٰ دیا ہے۔

لہٰذا ان حضرات کے عمل اور فتویٰ سے جو بات ثابت ہوئی وہ اس سے زائد نہیں کہ جو موزے بہت موٹے ہونے کی بناء پر چمڑے کے اوصاف کے حامل ہوں، ان پر مسح جائز ہے، اور اس موٹائی کی وضاحت کے لئے میں نے وہ تین شرائط ذکر کی ہیں کہ ایک تو ان میں پانی نہ چھنے دوسرے وہ کسی چیز سے باندھے بغیر اپنی موٹائی کی وجہ سے خود کھڑے رہیں، اور تیسرے یہ کہ ان کو پہن کر میل دو میل چلنا ممکن ہو، ایسے موزے چونکہ چمڑے کے اوصاف کے حامل ہوتے ہیں، اس لئے ان کو بھی اکثر فقہاء نے مسح علی الخفین کی احادیث کی دلالت النص اور مذکورہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی بناء پر خفین کے حکم میں داخل کرلیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں۔

لاشك ان المسح على الخف على خلاف القياس. فلا يصلح الحاق غيره به. الا اذا كان بطريق الدلالة، وهو ان يكون فى معناه . ومعناه الساتر لمحل الفرض الذى هو بصدد متابعة المشى فيه فى السفر وغيره۔ (فتح القدير)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسح علی الخفین کی مشروعیت خلاف قیاس ہوئی ہے لہٰذا کسی دوسری چیز کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ وہ دلالۃ النص کے طریقے پر خفین کے معنی میں داخل ہو، اور خفین کے معنی ایک ایسے موزے کے ہیں جنہوں نے پاؤں کو بالکل

ڈھانپ رکھا ہو اور ان میں سفر وغیرہ کے دوران مسلسل چلنا ممکن ہو۔
لہٰذا فقہاء نے جوربین پر مسح کرنے کی جو شرائط مقرر کی ہیں، ان کی یہ تعبیر بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ حدیث میں مسح علی الجوربین کی اجازت مطلق تھی، اور انہوں نے اپنی طرف سے شرائط عائد کر کے اسے مقید کر دیا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اصولی اعتبار سے پاؤں دھونے کے فریضے کو چھوڑ کر مسح کرنے کا حکم اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک اس پر احادیث متواترہ موجود نہ ہوں، خفین پر چونکہ ایسی احادیث موجود تھیں، اس لئے وہاں مسح کی اجازت دیدی گئی، لیکن جوربین پر مسح کسی ایسی حدیث سے بھی ثابت نہیں جو متفق علیہ طور پر صحیح ہو، لہٰذا ان پر مسح کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی، الا یہ کہ وہ جوربین خفین کی صفات کے حامل ہو کر خفین کے حکم میں بدلالۃ النص داخل ہو جائیں، اور چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے ایسے موزوں پر مسح ثابت تھا، اس لئے بیشتر فقہاء نے اسکی اجازت دی، اور خفین کی بنیادی صفات کو مذکورہ تین شرائط کے ذریعے بیان کر دیا۔ اور اس پر تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع منعقد ہو گیا۔

ساری امت کے تمام فقہاء، تمام محدثین اور تمام مجتہدین کے بارے میں تو یہ الزام ہے کہ ان کے اس قول کا کوئی ماخذ نہیں، حالانکہ ان کے ناقابل انکار دلائل آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں اور دوسری طرف اپنا خود اجتہاد یہ ہے کہ بلا وجہ پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر اس پر بھی مسح کیا جاسکتا ہے۔ کیا اس لایعنی حرکت کی خاطر پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو ترک کرنے کا بھی کوئی ماخذ ہے؟

جوربین اگر موٹے ہوں تو ان پر مسح کرنے کے تو بعض فقہاء قائل بھی ہیں، لیکن جوتوں پر مسح کرنا تو کسی بھی امام کے مذہب میں جائز نہیں۔ لم یذهب احد من الائمة الی جواز المسح علی النعلین (معارف السنن)
ائمہ میں سے کوئی بھی جوتوں پر مسح کرنے کا قائل نہیں۔ (فقہی مقالات)

دھونے اور تیمم کو جمع نہ کیا جائے

علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں کہ دھونے اور تیمم کو جمع نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے بدل اور مبدل میں اجتماع لازم آتا ہے جس کی شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ اور حکم اکثر کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ حکم کہ جب مشکوک پانی یعنی گدھے کا جوٹھا ہو تو وہ شخص وضو کرے اور تیمم بھی کرے تو اس کا معنی یہ نہیں کہ حکم شرعی دونوں سے ادا ہوا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ حکم شرعی کسی ایک سے ادا ہوا ہے اور ایسا اسی لئے کیا گیا ہے۔ کہ امکان اختلاف پایا گیا ہے۔
(تبیین الحقائق، ج ۱، ص ۹۹، بولاق قاہرہ)

بَابُ كَيْفَ الْمَسْحُ
باب: مسح کیسے کیا جائے گا

161 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ، قَالَ: ذَكَرَهُ اَبِي، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَمْسَحُ عَلٰى

الْخُفَّيْنِ. وَقَالَ غَيْرُ مُحَمَّدٍ: عَلَى ظَهْرِ الْخُفَّيْنِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ موزوں پر مسح کرتے تھے۔

محمد نامی راوی کے علاوہ دیگر نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ موزوں کی پشت پر (یعنی اوپر والے حصے پر) مسح کرتے تھے''۔

162 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: اگر دین (کے احکام) رائے کی بنیاد پر ہوتے تو موزے کا نیچے والا حصہ اس کے اوپر والے حصے کے مقابلے میں مسح کے لئے زیادہ لائق تھا لیکن میں نے نبی اکرم ﷺ کو موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

163 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الْأَعْمَشِ - بِإِسْنَادِهِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ - قَالَ: مَا كُنْتُ أَرَى بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ إِلَّا أَحَقَّ بِالْغَسْلِ، حَتّٰى رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَهْرِ خُفَّيْهِ

یہی روایت ایک سند کے ساتھ اعمش کے حوالے سے منقول ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:)

''اگر دین (کے احکام) رائے کے مطابق ہوتے تو پاؤں کا نیچے والا حصہ مسح کرنے کا اوپر والے حصے کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوتا لیکن نبی اکرم ﷺ نے موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کیا ہے''۔

164 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ، لَكَانَ بَاطِنُ الْقَدَمَيْنِ أَحَقَّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا، وَقَدْ مَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ظَهْرِ خُفَّيْهِ وَرَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: كُنْتُ أَرَى أَنَّ بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ أَحَقُّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا حَتّٰى رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِهِمَا. قَالَ وَكِيعٌ: يَعْنِي الْخُفَّيْنِ وَرَوَاهُ عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، كَمَا رَوَاهُ وَكِيعٌ، وَرَوَاهُ أَبُو السَّوْدَاءِ عَنِ ابْنِ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ ظَاهِرَ قَدَمَيْهِ، وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:)

163- اسناده صحيح. واخرجه البيهقي 2921/1 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه البزار (789) من طريق محاضر بن مورع، عن الاعمش، به. واخرجه الدارمي (715)، واحمد (1264)، والبزار (794)، والبيهقي 2921/1 من طريق يونس، والدارقطني 474/1 من طريق سفيان الثوري، والبيهقي 2921/1 من طريق ابراهيم بن طهمان، كلاهما عن ابي اسحاق، به.

''پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ پاؤں کا نیچے والا حصہ دھونے کا زیادہ حقدار ہے۔ یہاں تک کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا (تو اپنی رائے تبدیل کی)

یہ روایت وکیع اعمش کے حوالے سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:)

''میں یہ سمجھتا تھا کہ پاؤں کا نیچے والا حصہ مسح کے لئے اس کے اوپر والے حصے سے زیادہ حق دار ہے۔ یہاں تک کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو پاؤں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا''۔

وکیع کہتے ہیں: یعنی موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

یہ روایت عیسیٰ بن یونس نے اعمش کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے، جس طرح اسے وکیع نے نقل کیا ہے۔

ابوسوداء نے ابن عبد خیر کے حوالے سے ان کے والد (عبد خیر سے نقل کی ہے) وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کرتے ہوئے پاؤں کے اوپر والے حصے کو دھویا اور یہ بات ارشاد فرمائی: اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

165 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ، وَمَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ مَحْمُودٌ: أَخْبَرَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، عَنْ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، فَمَسَحَ أَعْلَى الْخُفَّيْنِ وَأَسْفَلَهُمَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَبَلَغَنِي أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ ثَوْرٌ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَجَاءٍ

❁❁ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر میں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کروایا تو آپ نے موزوں کے اوپر والے حصے اور نیچے والے حصے پر مسح کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ثور نے رجاء سے اس حدیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

مسح کرنے کے طریقے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں۔

مسح کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں داہنے پاؤں کی پشت کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کی پشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کم سے کم بقدر تین انگل کے کھینچ لی جائے اور سنت یہ ہے کہ پنڈلی تک پہنچائے۔ انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے ہاتھ دھونے کے بعد جو تری باقی رہ گئی اس سے مسح جائز ہے اور سر کا مسح کیا اور ہنوز ہاتھ میں تری موجود ہے تو یہ کافی نہیں بلکہ پھر نئے پانی سے ہاتھ تر کر لے کچھ حصہ ہتھیلی کا بھی شامل ہو تو حرج نہیں۔ مسح میں فرض دو ہیں (۱) ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔ (۲) موزے کی پیٹھ پر ہونا۔ ایک پاؤں کا مسح بقدر دو انگل کے کیا اور دوسرے کا چار انگل تو مسح نہ ہوا۔

موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔ پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا اور پنڈلی تک کھینچنا

اور مسح کرتے وقت انگلیاں کھلی رکھنا سنت ہے۔ انگلیوں کی پشت سے مسح کیا یا پنڈلی کی طرف سے انگلیوں کی طرف کھینچا یا موزے کی چوڑائی کا مسح کیا یا انگلیاں ملی ہوئی رکھیں یا ہتھیلی سے مسح کیا تو ان سب صورتوں میں مسح ہو گیا مگر سنت کے خلاف ہوا۔ اگر ایک ہی انگلی سے تین بار نئے پانی سے ہر مرتبہ تر کر کے تین جگہ مسح کیا جب بھی ہو گیا مگر سنت ادا نہ ہوئی اور اگر ایک ہی جگہ مسح ہر بار کیا یا ہر بار تر نہ کیا تو مسح نہ ہوا۔ (عالمگیری)

مسح کے ظاہر و باطن سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میرے خیال میں قدموں کا باطن مسح کا ظاہر سے زیادہ حقدار ہے۔ اس کو ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: اگر دین رائے کے ساتھ ہوتا تو خف کا باطن مسح کا اوپر والے حصہ سے زیادہ حق دار تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خفین کے ظاہر پر مسح کرتے دیکھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے خفین کے ظاہر پر مسح کیا اور باطن پر مسح نہ کیا تو یہ جائز ہے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے ایسا کیا وہ وقت میں اعادہ کرے اور جس نے خفین کے باطن پر مسح کیا، ظاہر پر مسح نہ کیا تو یہ جائز ہے اس پر وقت کے اندر اور وقت کے بعد اعادہ ہے۔

اسی طرح اصحاب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مگر ایک چیز اشہب مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا: خفین ظاہر و باطن میں برابر ہے جس نے باطن کا مسح کیا ظاہر کا نہ کیا تو اس پر صرف وقت میں اعادہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا: باطن کا مسح جائز ہے، بغیر ظاہر کے مسح کے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جس نے صرف باطن کا مسح کیا تو جائز نہ ہوگا اور وہ مسح کرنے والا شمار نہ ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: خفین کے ظاہر پر مسح کرے باطن پر نہیں، یہی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسحاق اور ایک جماعت کا قول ہے امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مختار مذہب یہ ہے کہ اعلیٰ و اسفل کا مسح کرے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ابن شہاب کا یہی قول ہے، کیونکہ ابوداؤد، دارقطنی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ تبوک میں وضو کرایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خف کے اوپر، سے مسح کیا، ابو داؤد نے کہا: روایت ہے کہ یہ حدیث ثور نے رجاء بن حیوہ سے نہیں سنی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مائدہ، بیروت)

بَابٌ فِي الِانْتِضَاحِ

باب: (شرم گاہ پر) پانی کے چھینٹے مارنا

166 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ الثَّوْرِيُّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ الْحَكَمِ الثَّقَفِيِّ أَوِ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ يَتَوَضَّأُ وَيَنْتَضِحُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَافَقَ سُفْيَانَ جَمَاعَةٌ عَلَى هَذَا الْإِسْنَادِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْحَكَمُ أَوِ ابْنُ الْحَكَمِ

⊛⊛ حضرت سفیان بن حکم ثقفی رضی اللہ عنہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حضرت حکم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرنے کے بعد وضو کرتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (شرمگاہ پر) پانی چھڑک لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک جماعت نے اس کی سند میں سفیان کی موافقت کی ہے' جبکہ بعض حضرات نے یہ کہا ہے (راوی صحابی کا نام) حکم ہے یا شاید ان کے والد کا نام حکم ہے۔

167 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ نَضَحَ فَرْجَهُ

⊛⊛ مجاہد ثقیف قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑکا۔

168 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ الْحَكَمِ أَوِ ابْنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ

⊛⊛ مجاہد حضرت حکم رضی اللہ عنہ یا حضرت حکم رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا' تو اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑکا۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا تَوَضَّأَ

باب: جب آدمی وضو کرے گا' تو کیا پڑھے گا؟

169 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُدَّامَ أَنْفُسِنَا، نَتَنَاوَبُ الرِّعَايَةَ - رِعَايَةَ إِبِلِنَا - فَكَانَتْ عَلَيَّ رِعَايَةُ الْإِبِلِ، فَرَوَّحْتُهَا بِالْعَشِيِّ، فَأَدْرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَخْطُبُ النَّاسَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ، يُقْبِلُ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ، إِلَّا قَدْ أَوْجَبَ. فَقُلْتُ: بَخٍ بَخٍ. مَا أَجْوَدَ هَذِهِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ الَّتِي قَبْلَهَا: يَا عُقْبَةُ، أَجْوَدُ مِنْهَا. فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. فَقُلْتُ: مَا هِيَ يَا أَبَا حَفْصٍ؟ قَالَ: إِنَّهُ قَالَ آنِفًا قَبْلَ أَنْ تَجِيءَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَفْرُغُ مِنْ وُضُوئِهِ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ. قَالَ مُعَاوِيَةُ: وَحَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ،

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ خود اپنے کام کاج کیا کرتے تھے۔ ہم لوگ باری باری اپنے اونٹوں کو چرایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اونٹ چرانے کی میری باری تھی۔ میں شام کے وقت لے کرنہیں آیا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے پایا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

''تم میں سے جو بھی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور پھر اٹھ کر دو رکعت ادا کرے جن میں وہ اپنے ذہن اور چہرے دونوں کے ساتھ متوجہ ہو' تو وہ (اپنے لئے جنت کو) واجب کر لیتا ہے''۔

(راوی کہتے ہیں:) تو میں نے کہا: بہت خوب بہت خوب یہ کتنی عمدہ بات ہے۔ میرے آگے بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: اے عقبہ! جو بات اس سے پہلے تھی وہ اس سے بھی زیادہ عمدہ تھی میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے دریافت کیا: اے ابوحفص وہ کیا بات تھی۔ انہوں نے فرمایا: تمہارے آنے سے پہلے ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

''تم میں سے جو بھی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور جب وہ وضو سے فارغ ہو' تو یہ پڑھے:

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

تو ایسے شخص کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ وہ جس میں سے چاہے (جنت میں) داخل ہو جائے۔

معاویہ نامی راوی کہتے ہیں: ربیعہ بن یزید نے ابوادریس کے حوالے سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مجھے بیان کی ہے۔

170 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ، عَنْ حَيْوَةَ وَهُوَ ابْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ، عَنِ ابْنِ عَمِّهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الرِّعَايَةِ، قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ: فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ رَفَعَ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: وَسَاقَ الْحَدِيثَ، بِمَعْنَى حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت منقول ہے' تاہم اس میں انہوں نے اونٹ چرانے کا ذکر نہیں کیا اور روایت کے آخر میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''وہ اچھی طرح وضو کرے پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ پڑھے۔

اس کے انہوں نے معاویہ (بن صالح) کی نقل کردہ (سابقہ) روایت کی مانند روایت ذکر کی ہے۔

شرح

مراتب اور درجات کے اعتبار سے جنت کے آٹھ حصے ہیں چنانچہ اس حدیث میں " آٹھوں دروازوں " کا جو ذکر کیا گیا ہے ان سے حقیقۃً دروازے مراد نہیں بلکہ ان آٹھ حصوں کو ایک ہی اعتبار کیا ہے اور ہر ایک کو دروازے سے تعبیر کیا ہے کبھی ایک کو بھی بہشت فرماتے ہیں، اس حساب سے " ہشت بہشت " بولتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی الخ یعنی " اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں

بنا" کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں تو اس کی توفیق عنایت فرما کہ جب ہم سے کبھی بتقاضائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور ہم سے کوئی لغزش ہو جائے تو ہم اس سے فوراً توبہ کر لیں اور اپنے عیوب سے رجوع کر لیں۔ اس دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم سے گناہ زیادہ واقع ہوں بلکہ یہاں یہ مراد ہے کہ جب گناہ سرزد ہو جائے تو ہمارے دلوں میں توبہ کرنے کا داعیہ پیدا کر دے خواہ گناہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں تا کہ اس آیت کے مطابق تیرے پسندیدہ اور محبوب بندوں کی جماعت میں شامل ہو سکیں۔ (اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (2۔البقرۃ:222)" یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" یعنی اللہ اپنے ان بندوں کو پسند کرتا ہے جو بارگاہ الوہیت سے منہ نہیں پھیرتے اور کسی موقعہ پر اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے دعا کے آخری جملہ" اور پاکیزگی کرنے والوں میں شامل کر" کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں باطنی پاکیزگی کی دولت سے نواز دے اور ہمارے اندر جتنے برے اخلاق اور بد خصائل ہیں سب سے ہمیں پاک وصاف کر دے چنانچہ اس طرف اشارہ ہے کہ جسم اور اعضاء ظاہری کی طہارت و صفائی ہمارے اختیار میں تھی اس کو ہم نے پورا کر لیا، اب باطنی احوال کی طہارت اور اندرونی صفائی تیرے ہاتھوں میں ہے لہٰذا اپنے فضل وکرم سے باطنی پاکیزگی بھی عنایت فرما دے۔ (رباعی) اے درخم چوگان تو دل ہم چو گوے بیروں نہ فرمان تو جاں یک سرموئے" اے! کہ تیرے خم چوگان میں ہمارا دل ایک گیند کی طرح ہے، ہم تیرے فرمان سے ایک موئے بدن بھی باہر نہیں ہیں۔" ظاہر کہ بدست ماست شستیم تمام باطن کہ بدست تست آن راہ تو بشوئے" ظاہر جو ہمارے قبضہ میں تھا ہم اسے دھو چکے ہیں۔ باطن جو تیرے قبضہ میں ہے اسے تو ہی دھو سکتا ہے۔

اتنی بات اور جان لینی چاہئے کہ جزری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حصن حصین میں ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ اور ابن سنّی کے حوالہ سے شہادتین کے بعد لفظ ثلاث مرات کا ذکر کیا ہے، یعنی شہادتیں تین تین مرتبہ پڑھنی چاہئے اور سنن نسائی وحاکم کی روایت میں اللھم اجعلنی الخ کے بعد یہ بھی منقول ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ لہٰذا اولیٰ اور بہتر ہے کہ جتنی دعائیں منقول ہیں وضو کے بعد سب ملا کر پڑھی جائیں نیز نہانے والے کے لئے بھی یہ دعائیں پڑھنا مستحب ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

باب: آدمی کا ایک ہی وضو کے ذریعے کئی نمازیں ادا کرنا

171 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: مُحَمَّدٌ هُوَ اَبُو اَسَدِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنِ الْوُضُوءِ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَكُنَّا نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

171- حديث صحيح، شريك -وهو ابن عبد الله النخعي، وان كان سيء الحفظ- قد توبع. وعمرو بن عامر هو الانصاري كما في رواية الترمذي، وقوله: "البجلي والد اسد بن عمرو" وهم نبه عليه المزي في "تهذيب الكمال" 22/ 94، وقال: ان البجلي متاخر عن طبقة الانصاري. واخرجه ابن ماجه (509) من طريق شريك، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (214)، والترمذي (59) من طريق سفيان الثوري، والنسائي في "المجتبى" (131) من طريق شعبة، كلاهما عن عمرو بن عامر، به. واخرجه بنحوه الترمذي (58) من طريق حميد الطويل، عن انس. وهو في "مسند احمد" (12346)

ابواسد بن عمرو بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وضو کے بارے میں دریافت کیا' توانہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کیا کرتے تھے اور ہم ایک ہی وضو کے ساتھ کئی نمازیں ادا کرلیا کرتے تھے۔

172 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ، وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: إِنِّي رَأَيْتُكَ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ. قَالَ: عَمْدًا صَنَعْتُهُ

سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی وضو کے ساتھ پانچ نمازیں ادا کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وضو کرتے ہوئے) اپنے موزوں پر مسح کیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ میں نے آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا ہے' جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نہیں کیا کرتے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے (یعنی ایک ہی وضو کے ساتھ کئی نمازیں ادا کی ہیں)

بَابُ تَفْرِيقِ الْوُضُوءِ

باب: وضو کو متفرق طور پر کرنا

173 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ قَتَادَةَ بْنَ دِعَامَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ تَوَضَّأَ وَتَرَكَ عَلَى قَدَمِهِ مِثْلَ مَوْضِعِ الظُّفُرِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، وَلَمْ يَرْوِهِ إِلَّا ابْنُ وَهْبٍ وَحْدَهُ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، قَالَ: ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو وضو کر چکا تھا' اور اس نے اپنے پاؤں پر ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی تھی (یعنی وہاں تک پانی نہیں پہنچا تھا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت جریر بن حازم سے منقول ہونے کے حوالے سے معروف نہیں ہے۔ ان کے حوالے سے یہ روایت صرف ابن وہب نے نقل کی ہے۔

یہ روایت معقل بن عبید اللہ جزری کے حوالے سے ابوزبیر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی کی مانند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو"۔

174 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَحُمَيْدٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَعْنَى قَتَادَةَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

175 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي وَفِي ظَهْرِ قَدَمِهِ لُمْعَةٌ قَدْرُ الدِّرْهَمِ، لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ

❁❁ خالد نامی راوی نے چند صحابہ کرام کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز ادا کر رہا تھا۔ اس کے پاؤں کے اوپری حصے پر ایک درہم جتنی جگہ خشک تھی جہاں پانی نہیں پہنچا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ حکم دیا کہ دوبارہ وضو کر کے دوبارہ نماز ادا کرے۔

بَابُ إِذَا شَكَّ فِي الْحَدَثِ

باب: جب آدمی کو حدث کے بارے میں شک لاحق ہو جائے

176 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى يُخَيَّلَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: لَا يَنْفَتِلُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يَجِدَ رِيحًا

❁❁ سعید بن مسیب اور عباد بن تمیم اپنے چچا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایسے آدمی کا ذکر کیا گیا جسے نماز کے دوران کوئی چیز محسوس ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے یوں لگتا ہے (کہ شاید اس کی ہوا خارج ہو گئی ہے) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنی نماز اس وقت تک ختم نہ کرے جب تک وہ (ہوا خارج ہونے کی) آواز نہیں سنتا یا اس کی بو محسوس نہیں کرتا۔

177 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَوَجَدَ حَرَكَةً فِي دُبُرِهِ، أَحْدَثَ أَوْ لَمْ يُحْدِثْ، فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ فَلَا يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يَجِدَ رِيحًا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص نماز کی حالت میں ہو اور وہ اپنی پچھلی شرم گاہ میں حرکت محسوس کرے۔ اس کے لئے یہ بات مشتبہ ہو جائے کہ کیا وہ بے وضو ہو گیا ہے؟ یا نہیں ہوا ہے' تو وہ اپنی نماز اس وقت تک ختم نہ کرے جب تک (ہوا خارج ہونے کی) آواز نہیں سنتا یا بو محسوس نہیں کرتا''۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْقُبْلَةِ

باب: بوسہ لینے کے بعد وضو کرنا

178 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي رَوْقٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ الْفِرْيَابِيُّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ مُرْسَلٌ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَائِشَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَاتَ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ وَلَمْ يَبْلُغْ أَرْبَعِينَ سَنَةً. وَكَانَ يُكْنٰى أَبَا أَسْمَاءَ

❀❀ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بوسہ لے لیتے تھے اور از سرِ نو وضو نہیں کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) فریابی اور دیگر حضرات نے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ''مرسل'' ہے ابراہیم تیمی نامی راوی نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی (حدیث) سماع نہیں کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابراہیم تیمی کا انتقال چالیس سال کی عمر سے پہلے ہی ہو گیا تھا ان کی کنیت ابواسماء تھی۔

179 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، قَالَ عُرْوَةُ: مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ؟ فَضَحِكَتْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰكَذَا رَوَاهُ زَائِدَةُ، وَعَبْدُ الْحَمِيدِ الْحِمَّانِيُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ.

❀❀ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے میں ایک خاتون کا بوسہ لے لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از سرِ نو وضو نہیں کیا۔

عروہ بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے کہا: وہ خاتون آپ ہی ہوں گی' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسکرا دیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت اسی طرح زائدہ اور عبدالحمید حمانی نے سلیمان اعمش سے روایت کی ہے۔

180 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَخْلَدٍ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَغْرَاءَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، أَخْبَرَنَا أَصْحَابٌ لَنَا، عَنْ عُرْوَةَ الْمُزَنِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ لِرَجُلٍ احْكِ عَنِّي أَنَّ هٰذَيْنِ يَعْنِي حَدِيثَ الْأَعْمَشِ هٰذَا، عَنْ حَبِيبٍ، وَحَدِيثَهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ أَنَّهَا تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ قَالَ يَحْيَى: احْكِ عَنِّي أَنَّهُمَا شِبْهُ لَا شَيْءَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنِ الثَّوْرِيِّ، قَالَ: مَا حَدَّثَنَا حَبِيبٌ، إِلَّا عَنْ عُرْوَةَ الْمُزَنِيِّ يَعْنِي لَمْ

يُحَدِّثُهُمْ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ بِشَيْءٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَى حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ حَدِيثًا صَحِيحًا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن سعید قطان نے ایک شخص سے کہا: میری طرف سے یہ بات بیان کردو کہ یہ دو لوگ یعنی حبیب کے حوالے سے اعمش کی نقل کردہ یہ روایت اور اسی سند کے ساتھ اس کی نقل کردہ وہ روایت جو استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی تو یحییٰ نے کہا: میری طرف سے یہ بات بیان کردو کہ یہ دونوں روایات یوں ہیں جیسے ہیں ہی نہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ثوری کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے حبیب نے ہمیں صرف عروہ مزنی کے حوالے سے روایات بیان کی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ حبیب نے ان حضرات کو عروہ بن زبیر کے حوالے سے کوئی روایت بیان نہیں کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حمزہ زیات نے حبیب کے حوالے سے عروہ بن زبیر کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک صحیح حدیث روایت کی ہے۔

عورت کو چھونے کے سبب فساد وضو میں مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لیتے تھے اور بغیر وضو کے (پہلے ہی وضو سے) نماز پڑھ لیتے تھے (ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی ابن ماجہ) جامع ترمذی نے کہا ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک کسی حال میں عروہ کی سند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نیز ابراہیم تیمی کی بھی سند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح نہیں ہے اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اس لیے کہ ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 304)

اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام مسند احمد بن حنبل کے نزدیک غیر محرم عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ غیر محرم عورت کو اگر شہوت کے ساتھ چھوئے تو وضو ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں ٹوٹے گا۔

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا، ان کی دلیل یہی حدیث ہے، نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری حدیث بھی جو صحیح البخاری و صحیح مسلم میں مذکور ہے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات میں تہجد پڑھنے کے لیے بیدار ہوتے تو میں سوتی رہتی اور میرے دونوں پاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدہ کی جگہ پڑے رہتے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کے وقت

میرے پیروں میں ٹھونکا دیتے تھے تو میں اپنے پیر سمیٹ لیتی تھی" لہٰذا اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کے چھونے سے
وضو نہیں ٹوٹتا۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ

باب: شرم گاہ کو چھونے کے بعد وضو کرنا

181 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، اَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ،
يَقُوْلُ: دَخَلْتُ عَلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَذَكَرْنَا مَا يَكُوْنُ مِنْهُ الْوُضُوْءُ، فَقَالَ مَرْوَانُ: وَمِنْ مَسِّ
الذَّكَرِ؟ فَقَالَ عُرْوَةُ: مَا عَلِمْتُ ذٰلِكَ. فَقَالَ مَرْوَانُ: اَخْبَرَتْنِيْ بُسْرَةُ بِنْتُ صَفْوَانَ، اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ

✿✿ عروہ بیان کرتے ہیں: میں مروان بن حکم کے پاس آیا ہم نے اس بات کا تذکرہ شروع کیا کہ کن صورتوں میں وضو
کرنا لازم ہوتا ہے، تو مروان نے کہا: شرم گاہ کو چھونے سے بھی (وضو کرنا لازم ہوتا ہے) تو عروہ نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں ہے
مروان نے کہا سیدہ بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
"جو شخص اپنی شرم گاہ کو چھو لے اسے وضو کرنا چاہیے"۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

182 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ
طَلْقٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلٰى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ كَاَنَّهُ بَدَوِيٌّ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ
اللهِ، مَا تَرٰى فِيْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهُ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ: هَلْ هُوَ اِلَّا مُضْغَةٌ مِنْهُ، اَوْ قَالَ: بَضْعَةٌ مِنْهُ
قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَشُعْبَةُ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَجَرِيْرٌ
الرَّازِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ.

✿✿ قیس بن طلق اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک شخص آیا
وہ دیہاتی محسوس ہوتا تھا۔ اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ آدمی وضو کرنے کے بعد اپنی
شرم گاہ کو چھو لیتا ہے (تو کیا اسے دوبارہ وضو کرنا پڑے گا) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ (شرم گاہ) اس کے جسم کا ایک ٹکڑا ہے
(یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے انہوں نے لفظ مختلف ذکر کیا ہے)

182- اسنادہ حسن، قیس بن طلق صدوق حسن الحدیث، وباقی رجالہ ثقات. واخرجہ الترمذی (85)، والنسائی فی "الکبری" (160) من
طریق ملازم بن عمرو، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (16286)، و"صحیح ابن حبان" (1121). وانظر مابعدہ.

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ہشام بن حسان، سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ، جریر رازی نے محمد بن جابر کے حوالے سے قیس بن طلق سے نقل کی ہے۔

183 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، وَقَالَ: فِي الصَّلَاةِ

❁❁ قیس بن طلق نے اپنے والد کے حوالے سے اسی سند کے ساتھ اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے' تاہم اس کے یہ الفاظ ہیں: ''نماز کے دوران (اپنی شرم گاہ کو چھولیتا ہے)''

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ

باب: اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا

184 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ، فَقَالَ: تَوَضَّئُوا مِنْهَا وَسُئِلَ عَنْ لُحُومِ الْغَنَمِ، فَقَالَ: لَا تَوَضَّئُوا مِنْهَا، وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ، فَقَالَ: لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ، فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، فَقَالَ: صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ

❁❁ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد وضو کرو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکریوں کا گوشت (کھانے کے بارے میں) دریافت کیا گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد وضو نہ کرو (یعنی از سرِ نو وضو نہ کرو)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ یہ شیاطین میں سے ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں نماز ادا کرلو کیونکہ یہ برکت والی ہیں۔

اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کریں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارا جی چاہے تو وضو کرو اور نہ چاہے تو نہ کرو" پھر اس آدمی نے پوچھا کیا اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کروں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرو" پھر اس آدمی نے سوال کیا" کیا بکریوں کے رہنے کی جگہ میں نماز پڑھ لوں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں! پھر اس آدمی نے دریافت کیا " کیا اونٹوں کے بندھنے کی جگہ نماز پڑھوں" آپ نے فرمایا "نہیں"۔ "

(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 290)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ چونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اس لیے انہوں نے تو یہ حدیث دیکھ کر حکم لگا دیا کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ یہ حضرات اس حدیث کا محل وضو کے لغوی معنے "ہاتھ منہ دھونے" کو قرار دیتے ہیں یعنی یہ حضرات فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ اونٹ کے گوشت میں بساندہ اور چکنائی زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کو کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھولینا چاہیے چونکہ بکری کے گوشت میں بساندھی اور چکنائی کم ہوتی ہے اس لیے اس کے بارے میں فرمادیا کہ اگر طبیعت چاہے اور نظافت کا تقاضا ہو تو ہاتھ منہ دھولیا کرو اور اگر طبیعت نہ چاہے تو کوئی ضروری نہیں ہے۔

یحییٰ بن قیس کہتے ہیں: رأیت ابن عمر أکل لحوم جزور و شرب لبن ابل و صلی ولم یتوضا. میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ نے اونٹ کا گوشت کھایا اور دودھ پیا، پھر نماز پڑھی، لیکن وضو نہیں کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶/۱)

امام طحاوی حنفی لکھتے ہیں: قد یجوز أن یکون الوضوء الذی ارادہ النبی ﷺ ھو غسل الید. ہوسکتا ہے کہ جو وضو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مراد لیا ہے، وہ لغوی وضو یعنی ہاتھوں کو دھونا ہو۔" (شرح معانی الآثار: ۵۷/۱)

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ مَسِّ اللَّحْمِ النِّيْءِ وَغَسْلِهِ

باب: کچے گوشت کو ہاتھ لگانے یا اسے دھونے کے بعد وضو کرنا

185 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاَيُّوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ، وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ الْمَعْنٰى، قَالُوْا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، اَخْبَرَنَا هِلَالُ بْنُ مَيْمُوْنِ الْجُهَنِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، قَالَ هِلَالٌ: لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ، وَقَالَ اَيُّوْبُ، وَعَمْرٌو: اُرَاهُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِغُلَامٍ وَهُوَ يَسْلُخُ شَاةً، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَنَحَّ حَتّٰى اُرِيَكَ فَاَدْخَلَ يَدَهُ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ، فَدَحَسَ بِهَا حَتّٰى تَوَارَتْ اِلَى الْاِبْطِ، ثُمَّ مَضٰى فَصَلّٰى لِلنَّاسِ وَلَمْ يَتَوَضَّاْ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: زَادَ عَمْرٌو فِيْ حَدِيْثِهِ، يَعْنِيْ لَمْ يَمَسَّ مَاءً، وَقَالَ: عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُوْنٍ الرَّمْلِيِّ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا، لَمْ يَذْكُرْ اَبَا سَعِيْدٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک لڑکے کے پاس سے ہوا جو ایک بکری کی

کھال اتار رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا تم ایک طرف ہو جاؤ تا کہ میں دکھاؤں کہ (کھال کیسے اتارتے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک کھال اور گوشت کے درمیان داخل کیا۔ آپ ﷺ اسے اندر لے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بازو بغل تک اس کے اندر چلا گیا اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ ﷺ نے ازسرِ نو وضو نہیں کیا۔

عمرو نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: ''آپ ﷺ نے پانی استعمال نہیں کیا''۔

وہ یہ کہتے ہیں: یہ روایت ہلال بن میمون رملی سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کو عبدالواحد بن زیاد اور ابومعاویہ نے ہلال کے حوالے سے عطاء کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے مرسل روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ ان دونوں حضرات نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

بَابُ تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الْمَيْتَةِ

باب: مردار کو چھونے کے بعد وضو نہ کرنا

186 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ، وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ، فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هٰذَا لَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

❁❁ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے نواحی حصے کی طرف سے (مدینہ منورہ میں) داخل ہوتے ہوئے ایک بازار سے گزرے۔ آپ کے دونوں طرف لوگ موجود تھے۔ آپ کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے ہوا جس کے کان چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ اس کی طرف بڑھے آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑا اور پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون یہ بات پسند کرے گا کہ یہ اسے مل جائے (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

بَابٌ فِي تَرْكِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

باب: آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے کے بعد) وضو نہ کرنا

187 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بکری کے شانے کا گوشت کھایا پھر آپ ﷺ نے

187- اسنادہ صحیح، وهو في "موطا مالک" 1/ 25، ومن طريقه اخرجه البخاري (207)، ومسلم (354)، واخرجه بنحوه البخاري (5405)، ومسلم (354)، والنسائي في "الكبرى" (187) من طرق عن ابن عباس. وهو في "مسند احمد" (1988)، و"صحيح ابن حبان" (1143) و(1144). وسياتي برقم (189) و(190).

نماز ادا کی اور ازسرِ نو وضو نہیں کیا۔

188 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ اَبِي صَخْرَةَ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: ضِفْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَاَمَرَ بِجَنْبٍ فَشُوِيَ، وَاَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّ لِي بِهَا مِنْهُ، قَالَ: فَجَاءَ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، قَالَ: فَاَلْقَى الشَّفْرَةَ، وَقَالَ: مَا لَهُ تَرِبَتْ يَدَاهُ وَقَامَ يُصَلِّي، زَادَ الْاَنْبَارِيُّ: وَكَانَ شَارِبِي وَفَى فَقَصَّهُ لِي عَلَى سِوَاكٍ اَوْ قَالَ: اَقُصُّهُ لَكَ عَلَى سِوَاكٍ؟

❀❀ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت (بکری کا) پہلو بھونا گیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری لی اور اس کے ذریعے اسے میرے لئے کاٹا راوی بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے بارے میں اطلاع دی۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری رکھ دی اور فرمایا اسے کیا ہوا ہے اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔

انباری نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: میری مونچھیں بڑی تھیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک رکھ کر انہیں کاٹ دیا۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں مسواک پر رکھ کر انہیں کاٹ دیتا ہوں''۔

189 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِمِسْحٍ كَانَ تَحْتَهُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جانور کے) شانے کا گوشت کھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نیچے موجود دری کے ذریعے ہاتھ پونچھا اور اٹھ کر نماز ادا کی۔

190 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَهَشَ مِنْ كَتِفٍ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شانے کا گوشت دانتوں کے ذریعے نوچ کر کھایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی اور ازسرِ نو وضو نہیں کیا۔

191 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُولُ: قَرَّبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَلَحْمًا فَاَكَلَ، ثُمَّ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّاَ بِهِ، ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ طَعَامِهِ فَاَكَلَ، ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ

191 - اسناده صحيح. حجاج: هو ابن محمد المصيصي، وابن جريج: هو عبد الملك ابن عبد العزيز، وقد صرح بالتحديث فانتفت شبهة تدليسه. واخرجه بنحوه ابن ماجه (489) من طريق سفيان بن عيينة، عن محمد بن المنكدر، وعمرو بن دينار، وعبد الله بن محمد بن عقيل، عن جابر. واخرجه بنحوه ايضاً الترمذي (80) من طريق ابن عيينة، عن عبد الله بن عقيل، به. واخرج ترك الوضوء مما غيرت النار بسياق آخر البخاري (5457)، وابن ماجه (3282) من طريق سعيد بن الحارث، عن جابر. وهو في "مسند احمد" (14453)، و"صحيح ابن حبان" (1130). وانظر ما بعده

وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے روٹی اور گوشت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے کھایا اور پھر آپ ﷺ نے وضو کا پانی منگوا کر اس کے ذریعے وضو کیا پھر آپ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ نے باقی بچ جانے والا کھانا منگوایا اور اسے کھایا پھر آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے از سر نو وضو نہیں کیا۔

192 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَهْلٍ أَبُو عِمْرَانَ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا اخْتِصَارٌ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے منقول دو طرح کے احکام میں آخری حکم یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا لازم نہیں ہوتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ پہلی حدیث کا اختصار ہے۔

193 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي كَرِيمَةَ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: ابْنُ أَبِي كَرِيمَةَ مِنْ خِيَارِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ ثُمَامَةَ الْمُرَادِيُّ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا مِصْرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ فِي مَسْجِدِ مِصْرَ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ أَوْ سَادِسَ سِتَّةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَارِ رَجُلٍ، فَمَرَّ بِلَالٌ فَنَادَاهُ بِالصَّلَاةِ، فَخَرَجْنَا فَمَرَرْنَا بِرَجُلٍ وَبُرْمَتُهُ عَلَى النَّارِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطَابَتْ بُرْمَتُكَ، قَالَ: نَعَمْ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي فَتَنَاوَلَ مِنْهَا بَضْعَةً، فَلَمْ يَزَلْ يَعْلُكُهَا حَتَّى أَحْرَمَ بِالصَّلَاةِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ

عبید بن ثمامہ مرادی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں مصر تشریف لائے میں نے انہیں مصر کی مسجد میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا: مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ میں ایک صاحب کے گھر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود سات افراد میں سے ایک تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) چھ افراد میں سے ایک تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ گزرے انہوں نے بلند آواز میں نماز کے لئے پکارا تو ہم لوگ نکلے ہمارا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا اس کی ہنڈیا آگ پر موجود تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تمہاری ہنڈیا تیار ہوگئی ہے۔ اس نے عرض کی: جی ہاں میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں' تو نبی اکرم ﷺ نے اس میں سے ایک ٹکڑا لیا اور آپ ﷺ اسے اس وقت تک چباتے رہے جب تک آپ ﷺ نے نماز کے لئے تکبیر نہیں کہہ دی۔ میں آپ ﷺ کو مسلسل دیکھتا رہا۔

بَابُ التَّشْدِيدِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں سختی کا بیان

194 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي اَبُوْ بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، عَنِ الْاَغَرِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوُضُوءُ مِمَّا اَنْضَجَتِ النَّارُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے کے بعد) وضو کرنا لازم ہوتا ہے''۔

195 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، عَنْ يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ اَبِي كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ بْنَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، حَدَّثَهُ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ فَسَقَتْهُ قَدَحًا مِنْ سَوِيْقٍ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ، فَقَالَتْ: يَا ابْنَ اُخْتِي اَلَا تَوَضَّاُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَوَضَّئُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ اَوْ قَالَ: مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: فِي حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ يَا ابْنَ اَخِي

❁❁ ابوسفیان بن سعید بیان کرتے ہیں: وہ سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ستوؤں کا ایک پیالہ پلوایا پھر ابوسفیان بن سعید نے پانی منگوا کر کلی کی تو سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے کیا تم وضو نہیں کرو گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آگ جس چیز کو تبدیل کر دے (اسے کھانے کے بعد) وضو کرو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) آگ جسے چھو لے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زہری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اے میرے بھتیجے''۔

بَابٌ فِي الْوُضُوءِ مِنَ اللَّبَنِ

باب: دودھ پینے کے بعد وضو کرنا

196 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ لَهُ دَسَمًا

196- اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد، وعقيل: هو ابن خالد الايلي، والزهري: هو محمد بن مسلم. واخرجه البخاري (211)، ومسلم (358)، والترمذي (89)، والنسائي في "الكبرى" (190) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الاسناد. وقرن البخاري بقتيبة يحيى بن بكير. واخرجه البخاري (5609)، ومسلم (358)، وابن ماجه (498) من طرق عن الزهري، به. وهو في "مسند احمد" (1951)، و"صحيح ابن حبان" (1158) و (1159).

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر کلی کی اور پھر ارشاد فرمایا: "اس میں چکنائی ہوتی ہے"۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

197 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحُبَابِ، عَنْ مُطِيعِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ، اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا، فَلَمْ يُمَضْمِضْ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَصَلَّى. قَالَ زَيْدٌ: دَلَّنِي شُعْبَةُ عَلَى هٰذَا الشَّيْخِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا (اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی بھی نہیں کی اور از سرِ نو وضو بھی نہیں کیا اور نماز ادا کر لی۔

زید نامی راوی بیان کرتے ہیں: شعبہ نے اس شیخ کی طرف میری رہنمائی کی تھی۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الدَّمِ

باب: خون نکلنے کے بعد وضو کرنا

198 - حَدَّثَنَا اَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ، عَنْ عَقِيلِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ - فَاَصَابَ رَجُلٌ امْرَاَةَ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَحَلَفَ اَنْ لَا اَنْتَهِيَ حَتّٰى اُهَرِيقَ دَمًا فِي اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ، فَخَرَجَ يَتْبَعُ اَثَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا، فَقَالَ: مَنْ رَجُلٌ يَكْلَؤُنَا؟ فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ: كُونَا بِفَمِ الشِّعْبِ، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ اِلٰى فَمِ الشِّعْبِ اضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ، وَقَامَ الْاَنْصَارِيُّ يُصَلِّي، وَاَتَى الرَّجُلُ فَلَمَّا رَاَى شَخْصَهُ عَرَفَ اَنَّهُ رَبِيئَةٌ لِلْقَوْمِ، فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فَوَضَعَهُ فِيهِ فَنَزَعَهُ، حَتّٰى رَمَاهُ بِثَلَاثَةِ اَسْهُمٍ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ انْتَبَهَ صَاحِبُهُ، فَلَمَّا عَرَفَ اَنَّهُمْ قَدْ نَذِرُوا بِهِ هَرَبَ، وَلَمَّا رَاَى الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْاَنْصَارِيِّ مِنَ الدَّمِ، قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلَا اَنْبَهْتَنِي اَوَّلَ مَا رَمٰى، قَالَ: كُنْتُ فِي سُورَةٍ اَقْرَؤُهَا فَلَمْ اُحِبَّ اَنْ اَقْطَعَهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے یعنی غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر روانہ ہوئے' تو ایک شخص نے مشرکین کے ایک شخص کی بیوی کو قتل کر دیا' تو مشرک شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ میں اس وقت تک باز نہیں آؤں گا' جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کا خون نہیں بہاتا چنانچہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کرتا ہوا آیا۔ نبی

تو مہاجرین سے تعلق رکھنے

اکرم ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون ہماری پہرے داری کرے گا' تو مہاجرین سے تعلق رکھنے والے ایک شخص اور انصار سے تعلق رکھنے والے شخص نے خود کو پیش کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم دونوں گھاٹی کے منہ کی طرف رہنا راوی بیان کرتے ہیں: جب وہ دونوں افراد گھاٹی کے منہ کی طرف گئے' تو مہاجر شخص لیٹ گیا اور انصاری اٹھ کر نماز ادا کرنے لگا وہ مشرک شخص آیا جب اس نے ایک شخص کا ہیولیٰ دیکھا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگوں کا پہرے دار ہے۔ اس نے ایک تیر اسے مارا جو اس انصاری کو لگا اس انصاری نے وہ تیر باہر نکال دیا۔ اس مشرک نے اسے تین تیر مارے پھر وہ انصاری رکوع میں گیا اس نے سجدہ کیا پھر اس کا ساتھی بیدار ہوا جب اس مشرک شخص کو یہ پتہ چلا کہ وہ لوگ اسے نقصان پہنچا کر سکتے ہیں' تو وہ بھاگ گیا جب مہاجر نے انصاری کا خون بہتا ہوا دیکھا تو بولا: سبحان اللہ! اس نے تمہیں تیر مارا تھا تو تم نے مجھے پہلے ہی بیدار کیوں نہیں کیا' تو انصاری نے کہا: میں ایک ایسی سورت کی تلاوت کر رہا تھا کہ جسے (درمیان میں) ختم کرنا مجھے اچھا نہیں لگا۔

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جن سے وضو نہیں ٹوٹتا

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ دو قسم کی ہیں۔

۱. جو انسان کے جسم سے نکلیں۔ جیسے پیشاب' پاخانہ' ریح وغیرہ

۲. جو انسان پر طاری ہو جیسے بیہوشی' نیند وغیرہ جسم انسانی سے نکلنے والی چیزوں کی بھی دو قسمیں ہیں

۱. جو پیشاب و پاخانہ کے راستہ سے نکلے'

۲. وہ جو باقی جسم کے کسی مقام سے نکلے جیسے قے' خون وغیرہ۔ ان دو راستوں کے علاوہ جسم کے باقی حصہ کے کسی مقام سے کچھ نکلنے کی یہ صورتیں ہیں۔ کوئی ناپاک چیز نکلے اور جسم پر بہے مثلاً خون' کچ لہو یا پیپ وغیرہ تو وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ۔ تھوڑی سی بہے۔ اگر آنکھ میں خون نکل کر آنکھ میں ہی بہا اور باہر نہیں نکلا تو وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ آنکھ کو اندر۔ کا حصہ نہ وضو میں دھونا فرض ہے نہ غسل میں' اور اگر باہر نکل کر بہا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ قے میں اگر پت' خون یا کھانا یا پانی منہ بھر کر نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا اگر منہ بھر سے کم ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ منہ بھر وہ ہو جو بغیر مشقت نہ رک سکے اگر خالص بلغم نکلے تو وضو۔ نہیں ٹوٹے گا خواہ منہ بھر ہی ہو۔ منہ یا دانتوں سے خون تھوک کے ساتھ مل کر آئے تو اگر خون غالب یا برابر ہے تو وضو جاتا رہے گا اور کم ہے تو نہیں ٹوٹا۔

اگر زخم پر خون ظاہر ہوا اور اس کو انگلی یا کپڑے سے پونچھ لیا پھر ظاہر ہوا پھر پونچھ لیا کئی بار ایسا کیا اگر یہ سب دفعہ کا خون مل کر اتنا ہو جاتا ہے کہ بہ جائے تو وضو ٹوٹ گیا۔ ورنہ نہیں۔ اگر آنکھ یا کان یا چھاتی یا ناف یا کسی حصہ جسم سے درد کے ساتھ پانی نکلا تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا' اگر بغیر درد کے نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا' اگر آنکھ نہ دکھتی ہو' نہ اس میں کھٹک۔ ہوتی ہو اور محض نزلہ کی وجہ سے یا یونہی پانی بہے یا آنسو نکل آئے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اگر جما ہوا خون مسور کے دانے کے برابر ناک صاف کرتے وقت نکلے تو وضو باقی رہا وضو توڑنے والی دوسری قسم یعنی جو انسان پر طاری ہوتی ہے اس کی یہ صورتیں ہیں۔ نیند' لیٹ کر سونا خواہ چت ہو یا پٹ یا کروٹ پر یا طکیہ وغیرہ کے سہارے سے ہو یا کسی اور شکل پر ہو جس سے سرین زمین سے جدا ہو جائیں یا صرف اعک سرین پر سہارا دے کر سو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ ہارے کا مطلب یہ ہے کہ اگر سہارا ہٹا لیا جائے تو وہ گر پڑے اور سرین زمین سے جدا ہو جائے اور اگر بغیر سہارا لئے کھڑے کھڑے یا بغیر

سہارا لگائے بیٹھ کر سو جائے یا نماز کی کسی ہیت پر جو مردوں کے لئے مسنون مثلاً سجدہ یا قعدے میں مسنونہ ہیت پر سو گیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر دونوں سرین پر بیٹھا ہے' گھٹنے کھڑے ہیں' ہاتھ پنڈلیوں پر لپٹے ہوئے ہیں۔
اور سر گھٹنوں میں ہے تو اس حالت مین سونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ بیہوشی' خواہ بیماری یا کسی اور وجہ سے ہو مثلاً غشی' جنوں' مرگی اور نشہ وغیرہ سے بیہوشی ہو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر چہ تھوڑی دیر ہی ہو اس کی حد یہ ہے کہ اس کے پاؤں میں لغزش آجائے۔ نماز کے اندر قہقہہ مارنا یعنی اس طرح کھلکھلا کر ہنسنا کہ اس برابر والے سن لیں' قہقہہ وضو اور نماز دونوں کو توڑتا ہے خواہ عمداً ہو یا سہواً' اگر نماز کے باہر قہقہہ سے ہنسے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ مباشرت فاحشہ یعنی عورت اور مرد کی شرمگاہوں کا اسطرح ملنا کہ ننگے ہوں تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (کتاب زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

قئے اور نکسیر وغیرہ سے وضو کے ٹوٹ جانے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قے کی اور وضو کیا پھر جب میری ملاقات ثوبان سے دمشق کی مسجد میں ہوئی اور میں نے ان سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا سچ کہا ابودرداء نے اس لئے کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے لئے پانی ڈالا تھا اور اسحاق بن منصور نے معدان بن طلحہ کہا ہے امام ابوعیسی ترمذی کہتے ہیں اکثر صحابہ وتابعین سے مروی ہے وضو کرنا قے اور نکسیر سے۔ اور سفیان ثوری ابن مبارک اور احمد اسحاق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے کہا جن میں امام مالک اور امام شافعی بھی ہیں کہ قے اور نکسیر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حسن بن معلم نے اس حدیث کا بہت اچھا کہا ہے اور حسین کی روایت کردہ حدیث اس باب میں زیادہ صحیح ہے اور معمر نے یہ حدیث روایت کی یحیی بن کثیر سے اور اس میں غلطی کی ہے وہ کہتے ہیں یحیی بن ولید سے وہ خالد بن معدان سے وہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے اس سند میں اوزاعی کا ذکر نہیں کیا اور کہا کہ خالد بن معدان سے روایت ہے جبکہ معدان بن ابوطلحہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 83)

امام ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قئے کی اور وضو فرمایا۔

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خون اور پیپ جب زندہ انسان کے بدن سے بہہ نکلیں تو یہ ناقض وضو ہیں حضرات صحابہ کرام میں سے عشرہ مبشرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر تابعین کا یہی مذہب ہے اور ان اسلاف نے خروج کی قید کے ساتھ معلق کیا ہے کیونکہ نفس ''دم'' یا پیپ'' غیر ناقض وضو ہیں لیکن جب یہ دونوں خارج ہوں گے تو ناقض وضو ہیں۔ لہٰذا ان میں صفت خروج کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور زندہ آدمی کے بدن سے خروج کو اسی لئے بیان کیا گیا ہے کہ جب یہ دونوں مردہ آدمی کے جسم سے خارج ہوں تو ناقض وضو یا غسل نہیں ہیں بلکہ صرف اسی جگہ کو دھویا جائے گا جہاں سے ان کا خروج ہوا۔ اس کا بیان عنقریب واجبات غسل میں آئے گا۔

تجاوز کی شرائط اس لئے بیان ہوئی ہیں کہ محض نجاست کا ظاہر ہونا نجس نہیں ہے بلکہ جب ان کا خروج اس جگہ کی طرف ہو جس کو طہارت کا حکم شامل ہے تب یہ نجس ہوں گے۔ ورنہ نہیں۔ (عنایہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۴۵، بیروت)

بَابٌ فِي الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ

باب: نیند کی وجہ سے وضو ٹوٹ جانا

199 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: لَيْسَ أَحَدٌ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات نبی اکرم ﷺ مصروف تھے۔ آپ ﷺ نے (عشاء کی نماز)
میں تاخیر کر دی۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مسجد میں ہی سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر سو گئے پھر نبی
اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کے علاوہ اور کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا۔

200 - حَدَّثَنَا شَاذُّ بْنُ فَيَّاضٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ حَتّٰى تَخْفِقَ رُءُوْسُهُمْ، ثُمَّ يُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّئُوْنَ،

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: زَادَ فِيْهِ شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: كُنَّا نَخْفِقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ بِلَفْظٍ آخَرَ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب عشاء کی نماز کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک
ان کے سر جھک جایا کرتے تھے پھر وہ لوگ (اٹھ کر) نماز ادا کر لیتے تھے اور از سر نو وضو نہیں کیا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس روایت میں شعبہ نے قتادہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: (حضرت انس رضی اللہ عنہ
بیان کرتے ہیں:) ہم لوگوں کے سر نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں جھک جایا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن ابوعروبہ نے قتادہ کے حوالے سے یہ روایت دوسرے الفاظ میں نقل کی ہے۔

201 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: أُقِيْمَتْ صَلَاةُ الْعِشَاءِ فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِي حَاجَةً، فَقَامَ يُنَاجِيْهِ حَتّٰى نَعَسَ الْقَوْمُ، أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ، ثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ وُضُوْءًا

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عشاء کی نماز کھڑی ہوئی ایک شخص کھڑا ہوا اس نے عرض کی: یا رسول
اللہ! مجھے ایک کام ہے پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو کر سرگوشیوں میں بات کرنے لگا۔ یہاں تک کہ لوگ (راوی کو شک ہے

200- اسنادہ صحیح، ہشام الدستوائی: ھو ابن ابی عبد اللہ، وقتادۃ: ھو ابن دعامۃ السدوسی. واخرجہ مسلم (376) (125)، والترمذی (78) من طریق شعبۃ، عن قتادۃ، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (13941)، و"شرح مشکل الآثار" (3448). وانظر ما بعدہ، وما سیاتی برقم (542) و (544)

شاید یہ الفاظ ہیں:) کچھ لوگ اونگھنے لگے پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی (راوی کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) دوبارہ وضو کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

202 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ وَيَنَامُ وَيَنْفُخُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: صَلَّيْتَ وَلَمْ تَتَوَضَّأْ وَقَدْ نِمْتَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا، زَادَ عُثْمَانُ، وَهَنَّادٌ: فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَوْلُهُ: الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا هُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا يَزِيدُ أَبُو خَالِدٍ الدَّالَانِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ وَرَوَى أَوَّلَهُ جَمَاعَةٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَلَمْ يَذْكُرُوا شَيْئًا مِنْ هَذَا، وَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحْفُوظًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سجدہ کرتے (اور سجدے کے دوران) سو جاتے اور خراٹے لینے لگتے پھر آپ ﷺ اٹھتے اور نماز ادا کرنے لگتے آپ ﷺ از سر نو وضو نہیں کرتے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی آپ ﷺ نے دوبارہ نماز ادا کر لی اور از سر نو وضو بھی نہیں کیا حالانکہ آپ ﷺ پہلے سو گئے تھے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وضو اس شخص پر لازم ہوتا ہے' جو لیٹ کر سوتا ہے۔

عثمان اور ہناد نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی لیٹتا ہے' تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حدیث کے یہ الفاظ ''وضو اس شخص پر لازم ہوتا ہے' جو لیٹ کر سوتا ہے''۔

یہ روایت منکر ہے اس روایت کو صرف یزید ابوخالد دالانی نے قتادہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

اس روایت کا ابتدائی حصہ ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے' لیکن انہوں نے اس میں سے کوئی بھی چیز ذکر نہیں کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے یہ الفاظ ''نبی اکرم ﷺ ایسا کیا کرتے تھے'' یہ الفاظ محفوظ طور پر منقول ہیں۔

نیند کے سبب وضو کے ٹوٹنے میں فقہی مذاہب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو نیند آ جایا کرتی تھی پھر اٹھ کر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے امام ابوعیسی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے صالح بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے ابن مبارک سے اس آدمی کے متعلق پوچھا جو تکیہ لگا کر سوتا ہے فرمایا اس پر وضو نہیں سعید بن عروبہ نے قتادہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس سے حدیث روایت کی ہے اس میں ابوعالیہ کا ذکر نہیں اور نہ ہی اسے مرفوعا روایت کیا ہے نیند سے وضو کے واجب ہونے کے

بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

اکثر علماء جن میں ابن مبارک سفیان ثوری اور امام احمد شامل ہیں کا قول یہ ہے کہ اگر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر سوئے تو وضو واجب نہیں ہوتا یہاں تک کہ لیٹ کر سوئے بعض اہل علم کے نزدیک اگر اس کی عقل پر نیند غالب ہو جائے تو وضو واجب ہے اسحاق کا یہی قول ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بیٹھ کر سوتے ہوئے خواب دیکھے یا نیند کے غلبے کی وجہ سے سرین اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اس پر وضو واجب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 76)

سو جانے سے وضو جاتا رہتا ہے بشرطیکہ دونوں سرین خوب نہ جمے ہوں اور نہ ایسی ہیات پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع ہو مثلاً اکڑوں بیٹھ کر سویا یا چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر یا ایک کہنی پر تکیہ لگا کر یا بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اٹھے ہوئے ہیں یا ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اتر رہا ہے یا دوزانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا کہ دونوں سرین جمے نہ رہے یا چارزانو ہے اور سر رانوں یا پنڈلیوں پر ہے یا جس طرح عورتیں سجدہ کرتی ہیں اسی ہیات پر سو گیا ان سب صورتوں میں وضو جاتا رہا اور اگر نماز میں ان صورتوں میں سے کسی صورت پر قصداً سویا تو وضو بھی گیا نماز بھی گئی وضو کر کے سرے سے نیت باندھے اور اگر بلاقصد سویا تو وضو جاتا رہا نماز نہیں گئی وضو کر کے جس رکن میں سویا تھا وہاں سے ادا کرے اور از سرنو پڑھنا بہتر ہے۔ (درمختار)

دونوں سرین زمین یا کرسی یا بینچ پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے یا دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ پنڈلیوں پر محیط ہوں خواہ زمین پر ہوں دوزانو سیدھا بیٹھا ہو یا چارزانو پالتی مارے یا زین پر سوار ہو یا ننگی پیٹھ پر سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا ہے یا راستہ ہموار ہے یا کھڑے کھڑے سو گیا یا رکوع کی صورت پر یا مردوں کے سجدہ مسنونہ کی شکل پر تو ان سب صورتوں میں وضو نہیں جائے گا اور نماز میں اگر یہ صورتیں پیش آئیں تو نہ وضو جائے نہ نماز ہاں اگر پورا رکن سوتے ہی میں ادا کیا تو اس کا اعادہ ضروری ہے اور اگر جاگتے میں شروع کیا اور پھر سو گیا تو اگر جاگتے میں بقدر کفایت ادا کر چکا ہے تو وہی کافی ہے ورنہ پورا کر لے۔ (ہندیہ)

202 - وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي، وَقَالَ شُعْبَةُ: إِنَّمَا سَمِعَ قَتَادَةُ، مِنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ: حَدِيثَ يُونُسَ بْنِ مَتَّى، وَحَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ فِي الصَّلَاةِ، وَحَدِيثَ الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ، وَحَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ مِنْهُمْ عُمَرُ، وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَذَكَرْتُ حَدِيثَ يَزِيدَ الدَّالَانِيِّ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، فَانْتَهَرَنِي اسْتِعْظَامًا لَهُ، وَقَالَ: مَا لِيَزِيدَ الدَّالَانِيِّ يُدْخِلُ عَلَى أَصْحَابِ قَتَادَةَ، وَلَمْ يَعْبَأْ بِالْحَدِيثِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ بات بیان کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

202- اسناده ضعيف، ابو خالد الدالاني - واسمه يزيد بن عبد الرحمٰن - ضعفه جمهور النقاد، وانكروا عليه احاديث هذا منها. وممن ضعفه المصنف كما سياتي. واخرجه الترمذي (77) من طريق عبد السلام بن حرب، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (2315)، و"شرح مشكل الآثار" (3429).

''میری دونوں آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا ہے''۔

شعبہ بیان کرتے ہیں: قتادہ نے ابوالعالیہ سے چار احادیث سنی ہیں۔ وہ حدیث جو حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نقل کردہ وہ حدیث جو نماز کے بارے میں ہے اور یہ حدیث ''قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں'' اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نقل کردہ حدیث وہ بیان کرتے ہیں: مجھے چند افراد نے یہ حدیث بیان کی جو پسندیدہ افراد تھے اور ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور وہ میرے نزدیک ان سب میں سے زیادہ پسندیدہ تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے یزید دالانی کی نقل کردہ روایت امام احمد بن حنبل کے سامنے ذکر کی تو انہوں نے اسے غیر مستند سمجھتے ہوئے مجھے ڈانٹا اور بولے: یزید دالانی کا کیا حق ہے کہ وہ قتادہ کے شاگردوں میں کسی کو داخل کرے امام احمد نے اس حدیث کو اہمیت نہیں دی۔

شرح

انبیاء علیہم السلام کا سونا ناقض وضو نہیں ان کی آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتے ہیں علاوہ نیند کے اور نواقض سے انبیاء علیہم السلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جاتا رہتا ہے بوجہ ان کی عظمت شان کے نہ بسبب نجاست کے کہ ان کے فضلات شریفہ طیب وطاہر ہیں جن کا کھانا پینا ہمیں حلال اور باعث برکت۔ (ردالمحتار)

203 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ، فِي آخَرِينَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ مَحْفُوظِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِذٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ، فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''شرم گاہ کا بندھن آنکھیں ہیں جو شخص سو جائے اسے از سر نو وضو کرنا چاہئے''۔

نیند کے ناقض وضو ہونے سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نیند (ا) دو شرطوں سے ناقضِ وضو ہوتی ہے: اول یہ کہ دونوں سرین اس وقت خوب جمے نہ ہوں دوسرے یہ کہ ایسی ہیئات پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع نہ ہو۔ جب یہ دونوں شرطیں جمع ہوں گی تو سونے سے وضو جائیگا اور ایک بھی کم ہے تو نہیں، مثلاً:

(ا) دونوں (۲) سرین زمین پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے کرسی کی نشست اور ریل کی تپائی بھی اس میں داخل ہے۔

اقول مگر (۳) یورپین ساخت کی کرسی جس کے وسط میں ایک بڑا سوراخ اسی مہمل غرض سے رکھا جاتا ہے اس سے مستثنیٰ ہے اس کی نشست مانع حدث نہیں ہو سکتی۔

(۲) دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ ساقوں پر محیط ہیں جسے عربیہ میں احتبا کہتے ہیں خواہ ہاتھ زمین

وغیرہ پر ہوں اگر چہ سر گھٹنوں پر رکھا ہو۔(۳) دوزانو سیدھا بیٹھا ہو۔(۴) چارزانو پالتی مارے یہ صورتیں خواہ زمین پر ہوں یا تخت یا چارپائی پر یا کشتی یا شقدف یا شبری یا گاڑی کے کھٹولے میں۔(۵) گھوڑے (۴) یا خچر وغیرہ پر زین رکھ کر سوار ہے۔

(٦ و ٧) ننگی پیٹھ پر (ا) سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا یا راستہ ہموار ہے۔ظاہر ہے کہ ان سب صورتوں میں دونوں سرین جمے رہیں گے لہذا وضو نہ جائیگا اگر چہ کتنا ہی غافل ہو جائے اگر چہ سر بھی قدرے جھک گیا ہو نہ اتنا کہ سرین نہ جمے رہیں اگر چہ (۲) دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہو کہ وہ شے ہٹالی جائے تو یہ گر پڑے یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا اصل مذہب وظاہر الروایۃ ومفتی بہ وصحیح ومعتمد ہے اگر چہ ہدایہ وشرح وقایہ میں حالت تکیہ کو ناقض وضو لکھا۔(۸) کھڑے کھڑے سو گیا۔(۹) رکوع کی صورت پر۔

(١٠) سجدۂ مسنونہ مردان کی شکل پر کہ پیٹ رانوں اور رانیں ساقوں اور کلائیاں زمین سے جدا ہوں اگر چہ یہ قیام وہیات رکوع وسجود غیر نماز میں ہوا گر چہ سجدہ کی اصلانیت بھی نہ ظاہر ہے کہ یہ تینوں صورتیں غافل ہو کر سونے کی مانع ہیں تو ان میں بھی وضو نہ جائے گا۔ (١١) اکڑوں (۴) بیٹھے سویا۔(١٢، ١٣، ١۴) چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر۔(١٥) ایک کہنی پر تکیہ لگا کر۔(١٦) بیٹھ کر سو یا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اُٹھے ہوئے ہیں۔(١٧) ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اتر رہا ہے۔

اقول فقیر گمان کرتا ہے (۵) کہ کاٹھی بھی ننگی پیٹھ کے مثل ہے اور وہ یورپین وضع کی کاٹھیاں جن کے وسط میں اس لئے خلا رکھتے ہیں مانع حدث نہیں ہوسکتیں اگر چہ راہ ہموار ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(١٨) دوزانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا ہے کہ دونوں سرین جمے نہ رہے ہوں۔(١٩) اسی طرح اگر چارزانو ہے اور سر رانوں یا ساقوں پر ہے۔(٢٠) سجدۂ غیر (٦) مسنونہ کی طور پر جس طرح عورتیں گھٹری بن کر سجدہ کرتی ہیں اگر چہ خود نماز یا اور کسی سجدہ مشروعہ یعنی سجدۂ تلاوت یا سجدۂ شکر میں ہوان دس صورتوں میں دونوں شرطیں جمع ہونے کے سبب وضو جاتا رہے گا اور جب اصل مناط بتادیا گیا تو زیادہ تفصیل صور کی حاجت نہیں ان دونوں شرطوں کو غور کرلیں جہاں مجتمع ہیں وضو نہ رہے گا ورنہ ہے البتہ فتاویٰ امام قاضی خان میں فرمایا کہ تنور (٧) کے کنارے اُس میں پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سونے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے کہ اُس کی گرمی سے مفاصل ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔(فتاویٰ رضویہ، ج ا، ص، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

عادت سے ثابت ہونے والی چیز یقین کی طرح ہے۔قاعدہ فقہیہ

وَالثَّابِتُ عَادَةً كَالْمُتَيَقَّنِ بِهِ (هدايه)

جو چیز عادت کے طور پر ثابت ہو وہ اس چیز کی طرح ہے جو یقین سے ثابت ہو۔اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے۔کہ جس طرح حالت نیند میں وضو کا مسئلہ ہے۔یعنی مفاصل کا ڈھیلا ہو جانا یہ عادت سے ثابت ہے۔اور مفاصل جب ڈھیلے ہو جائیں تو اس وقت

سونے والے کو پتہ نہیں چلتا کہ ہوا خروج ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر ہوا خارج ہو بھی جائے تو وہ تب بھی نہیں جانتا۔ لہٰذا اس جہل کی بناء پر اسے ناقض وضو قرار دیا گیا تا کہ جہل ختم کر دیا جائے اور یہ یقین کر لیا جائے کہ اس حالت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

قاعدہ فقہیہ

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹنے کیلئے قابل اعتماد قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ استرخاء مفاصل اپنی انتہاء کو پہنچ جائے اور مقعد بھی زمین پر ٹکی ہوئی نہ ہو، اختلاف واشتباہ کی صورت میں ایسا ہی طرز عمل اختیار کرنا چاہیے مگر فقہاء نے اس قاعدہ کلیہ سے نماز میں غیر مسنون طور پر سجدہ کی حالت میں نیند کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

قہقہہ کے سبب وضو کے ٹوٹ جانے کا فقہی بیان

حضرت معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے اس وقت ایک نابینا نماز پڑھنے آیا وہ ایک گڑھے میں گر گیا تو نمازی ہنسنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے قہقہہ لگایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: تم میں سے جو قہقہہ لگا کر ہنسا ہے وہ وضو اور نماز دونوں دہرائے۔ (سنن دار قطنی، ۶۱۱، تحقیق ابن جوزی، ۲۳۹، خلافیات بیہقی ج۱، ص ۳۸۲، ابن حبان، طبرانی، ابوداؤد بتصرف اسنادھا)

امام دار قطنی ۶۸ مختلف اسناد سے احادیث لائے ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ قہقہہ فی الصلوٰۃ میں نماز و وضو کا اعادہ ہے جبکہ ضحک میں وضو نہیں۔ عن جابر قال لیس فی الضحک وضوء۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ضحک میں وضو نہیں۔ (سنن دار قطنی، ج۱، ص ۱۷۲، دار المعرفہ بیروت)

ہمارے نزدیک قہقہہ ناقض وضو اور ناقض صلوٰۃ دونوں ہے۔ اس کی دلیل مذکورہ حدیث اور اسی طرح ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سات چیزوں کے سبب وضو کا اعادہ کیا جائے ان میں سے ایک نماز میں قہقہہ ہے۔ علمائے اصول حدیث نے اس حدیث کو مرسل اور مسند تسلیم کیا ہے۔ اور فقہاء احناف اور جمہور کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے۔ اور جو روایت مسند ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر، معبد خزاعی، ابو ہریرہ، جابر، انس، عمران بن حصین اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم صحابہ کرام ہیں۔ اور علمائے تخریج نے اسناد کے تمام طرق بیان کیے ہیں۔ (شرح الوقایہ، ج۱، ص۱۳، بیروت)

قہقہہ کے ناقض وضو ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب

امام مالک و امام شافعی فرماتے ہیں کہ قہقہہ ناقض وضو نہیں ہے۔ کیونکہ قہقہہ سے کوئی نجاست خارج نہیں ہوتی۔ ان ائمہ کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نماز میں ہنستا ہے انہوں نے کہا وہ شخص نماز دہرائے وضو نہ دہرائے۔ (معرفۃ السنن والآثار، ج۱، ص ۲۴۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان ائمہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اور نماز سے باہر آپ بھی قہقہہ کو حدث نہیں مانتے۔ لہٰذا اسی طرح یہ نماز میں بھی حدث نہیں ہوگا اور جب حدث نہیں تو ناقض وضو بھی نہیں۔

احناف کی طرف سے جواب یہ ہے ہماری ذکر کردہ حدیث قولی ہے جو امام شافعی و امام مالک کے موقف پر بیان کردہ اثر اور

ان کے قیاس سے زیادہ قوی ہے لہٰذا صحیح یہ ہے کہ قہقہہ ناقض نماز اور ناقض وضو ہے۔ اور دونوں کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔
علامہ محمود بخاری ابن مازہ لکھتے ہیں۔ قہقہہ جب خارج نماز ہو تو وہ ناقض وضو نہیں کیونکہ قہقہہ کا ناقض وضو ہونا حدیث سے سمجھا گیا ہے۔ جو کہ قیاس کے خلاف ہے کیونکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وضو اسی وقت ٹوٹتا ہے جب خروج نجاست پایا جائے جو قہقہہ میں نہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حالت نماز میں انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کرتا ہے جس میں تعظیم واجب ہے لہٰذا قہقہہ بارگاہ میں حدث ہوگا کیونکہ اس حالت میں تعظیم کے خلاف ہے۔
نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں قہقہہ ناقض وضو نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں قہقہہ صلوٰۃ مطلق کیلئے ناقض وضو وارد ہوا ہے جبکہ نماز جنازہ صلوٰۃ مطلقہ نہیں۔ نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں قیاس کریں گے کہ خروج نجاست ہوگا تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں
(المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج۱ص۰۴، بیروت)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَطَأُ الْاَذٰى بِرِجْلِهٖ

باب: اگر آدمی گندگی کو پاؤں کے نیچے دے کر آئے

204 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ، ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنِيْ شَرِيْكٌ، وَجَرِيْرٌ، وَابْنُ اِدْرِيْسَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: كُنَّا لَا نَتَوَضَّاُ مِنْ مَوْطِئٍ وَلَا نَكُفُّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا.
قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: قَالَ: اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ فِيْهِ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، اَوْ حَدَّثَهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: وَقَالَ هَنَّادٌ، عَنْ شَقِيْقٍ، اَوْ حَدَّثَهُ عَنْهُ
❀❀ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ (گندگی پر) چل کر آنے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے اور ہم (نماز کے دوران) بال یا کپڑے نہیں سمیٹتے تھے۔
ابراہیم بن ابومعاویہ بیان کرتے ہیں: یہ روایت اعمش کے حوالے سے شقیق کے حوالے سے مسروق سے منقول ہے یا انہوں نے ان کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
ہناد کہتے ہیں: یہ روایت شقیق کے حوالے سے منقول ہے یا انہوں نے ان کے حوالے سے انہیں یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بَابُ مَنْ يُّحْدِثُ فِي الصَّلَاةِ

باب: جو شخص نماز کے دوران بے وضو ہو جائے

205 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ، عَنْ عِيْسَى بْنِ حِطَّانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ سَلَّامٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: اِذَا فَسَا اَحَدُکُمْ فِی الصَّلَاۃِ، فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیُعِدِ الصَّلَاۃَ

❁ حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب نماز کے دوران کسی شخص کی ہوا خارج ہو جائے' تو اسے (نماز چھوڑ کر) واپس چلے جانا چاہئے وضو کرنا چاہئے اور دوبارہ نماز ادا کرنی چاہئے''۔

نماز میں بناء کرنے کی شرائط کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بناء کے لئے تیرہ شرطیں ہیں۔ اگر ان میں ایک شرط بھی معدوم ہو بنا جائز نہیں۔ حدث موجب وضو ہو، اس کا وجود نادر نہ ہو وہ حدث سماوی ہو یعنی نہ وہ بندہ کے اختیار سے ہو نہ اس کا سبب وہ حدث اس کے بدن سے ہو اس حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا نہ کیا ہو نہ بغیر عذر بقدر ادائے رکن ٹھہرا ہو نہ چلتے میں رکن ادا کیا ہو۔ کوئی فعل منافی نماز جس کی اسے اجازت نہ تھی نہ کیا ہو۔ کوئی ایسا فعل کیا ہو جس کی اجازت تھی تو بغیر ضرورت بقدر منافی زائد نہ کیا ہو، اس حدث سماوی کے بعد کوئی حدث سابق ظاہر نہ ہوا ہو، حدث کے بعد صاحب ترتیب کو قضا نہ یاد آئی ہو، مقتدی ہو تو امام کے فارغ ہونے سے پہلے دوسری جگہ ادا نہ کی ہو، امام تھا تو ایسے کو خلیفہ نہ بنایا ہو جو لائق امامت نہیں (درمختار، عالمگیری)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اگر وہ حدث سماوی نہ ہو خواہ اس مصلی کی طرف سے ہو کہ قصداً اس نے اپنا وضو توڑ دیا (مثلاً بھر منہ قے کر دی یا نکسیر توڑ دی یا پھڑیا دبا دی کہ اس سے مواد بہا یا گھٹنے میں پھڑیا تھی اور سجدہ میں گھٹنوں پر زور دیا کہ بہی) خواہ دوسرے کی طرف سے ہو مثلاً کسی نے اس کے سر پر پتھر مارا کہ خون نکل کر بہ گیا یا کسی نے اس کی پھڑیا دبا دی اور خون بہہ گیا یا چھت سے اس پر کوئی پتھر گرا اور اس کے بدن سے خون بہا وہ پتھر اگر خود بخود گرا یا کسی کے چلنے سے تو ان سب صورتوں میں سرے سے پڑھے بنا نہیں کر سکتا۔ یونہی اگر درخت سے پھل گرا جس سے یہ زخمی ہو گیا اور خون بہا یا پاؤں میں کانٹا چبھا یا سجدہ میں پیشانی میں چبھا اور خون بہا یا بھڑ نے کاٹا اور خون بہا تو بنا نہیں ہو سکتی۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ امام کو حدث ہوا پچھلی صف میں سے کسی کو خلیفہ کر کے مسجد سے باہر ہو گیا اگر خلیفہ نے فوراً ہی امامت کی نیت کر لی تو جتنے مقتدی اس خلیفہ سے آگے ہیں سب کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ اس صف میں جو داہنے بائیں ہیں یا اس صف سے پیچھے ان کی اور امام اول کی فاسد نہ ہوئی اور اگر خلیفہ نے یہ نیت کی کہ امام کی جگہ پہنچ کر امام ہو جاؤں گا اور امام کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے امام باہر ہو گیا تو سب کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ امام کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ مسبوق کو خلیفہ نہ بنائے بلکہ کسی اور کو اور جو مسبوق ہی کو خلیفہ بنائے تو اسے چاہئے کہ قبول نہ کرے اور قبول کر لیا تو ہو گیا۔ مسبوق کو خلیفہ بنا ہی دیا تو جہاں سے امام نے ختم کیا ہے مسبوق وہیں سے شروع کرے رہا یہ کہ مسبوق کو کیا معلوم کہ کیا باقی ہے لہٰذا امام اسے اشارے سے بتا دے مثلاً ایک رکعت باقی ہے تو ایک انگلی سے اشارہ کرے دو ہوں تو دو سے، رکوع کرنا ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے، سجدہ کیلئے پیشانی پر، قرأت کیلئے منہ پر، سجدہ تلاوت کیلئے پیشانی و زبان پر، سجدہ سہو کیلئے سینہ پر رکھے اور اس مسبوق کو معلوم ہو تو اشارے کی کوئی حاجت نہیں۔

(درمختار، عالمگیری)

بَابٌ فِي الْمَذْيِ

باب: مذی کا حکم

206 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ الْحَذَّاءُ، عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَجَعَلْتُ أَغْتَسِلُ حَتَّى تَشَقَّقَ ظَهْرِي، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَوْ ذُكِرَ لَهُ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَفْعَلْ إِذَا رَأَيْتَ الْمَذْيَ فَاغْسِلْ ذَكَرَكَ، وَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، فَإِذَا فَضَخْتَ الْمَاءَ فَاغْتَسِلْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک ایسا شخص تھا' جس کی مذی بکثرت خارج ہوتی تھی۔ میں غسل کیا کرتا تھا یہاں تک کہ یہ چیز میرے لئے پریشانی کا باعث بنی۔ میں نے اس صورت حال کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس صورت حال کا ذکر کیا گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ایسا نہ کرو جب تم مذی دیکھو (یعنی جب مذی خارج ہو) تو تم اپنی شرم گاہ کو دھو کر نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیا کرو اور جب تم شدت سے پانی نکالو (یعنی جب منی خارج ہو) تو تم غسل کیا کرو۔

207 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَمَرَهُ أَنْ يَسْأَلَ لَهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الرَّجُلِ إِذَا دَنَا مِنْ أَهْلِهِ، فَخَرَجَ مِنْهُ الْمَذْيُ، مَاذَا عَلَيْهِ؟ فَإِنَّ عِنْدِي ابْنَتَهُ وَأَنَا أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَهُ، قَالَ الْمِقْدَادُ: فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَنْضَحْ فَرْجَهُ، وَلْيَتَوَضَّأْ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ.

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کریں جو اپنی بیوی کے قریب ہوتا ہے' تو اس کی مذی خارج ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص پر کیا لازم ہوگا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی میری اہلیہ ہیں' تو مجھے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت مقداد بیان کرتے ہیں: میں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کو یہ صورت حال پیش آئے' تو وہ اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑک لے (یعنی اسے دھو لے) اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرے۔

208 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ لِلْمِقْدَادِ وَذَكَرَ نَحْوَ هَذَا قَالَ فَسَأَلَهُ الْمِقْدَادُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَغْسِلْ ذَكَرَهُ وَأُنْثَيَيْهِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَجَمَاعَةٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الْمِقْدَادِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

عروہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا: اس کے بعد انہوں نے اس کی مانند روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے اپنی شرم گاہ اور خصیے دھو لینے چاہئیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ثوری اور ایک جماعت نے ہشام کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

209 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبِي، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ حَدِيْثٍ حَدَّثَهُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، قَالَ: قُلْتُ لِلْمِقْدَادِ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ وَجَمَاعَةٌ، وَالثَّوْرِيُّ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، وَرَوَاهُ ابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الْمِقْدَادِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ اُنْثَيَيْهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے مقداد سے کہا: اس کے حسب سابق حدیث ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مفضل بن فضالہ اور ثوری اور ابن عیینہ نے ہشام کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

ابن اسحاق نے یہ روایت ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے اور انہوں نے خصیوں کا ذکر نہیں کیا۔

210 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ اِبْرَاهِيْمَ، اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: كُنْتُ اَلْقَى مِنَ الْمَذْيِ شِدَّةً، وَكُنْتُ اُكْثِرُ مِنَ الْاِغْتِسَالِ، فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: اِنَّمَا يُجْزِيْكَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءُ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَكَيْفَ بِمَا يُصِيْبُ ثَوْبِيْ مِنْهُ؟ قَالَ: يَكْفِيْكَ بِاَنْ تَاْخُذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ، فَتَنْضَحَ بِهَا مِنْ ثَوْبِكَ، حَيْثُ تَرَى اَنَّهُ اَصَابَهُ

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے مذی کے خروج کی وجہ سے مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا' اور مجھے اس کی وجہ سے بکثرت غسل کرنا پڑتا تھا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے تمہارے لئے وضو کرنا کافی ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میرے کپڑے پر وہ لگ جائے' تو پھر میں کیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ جہاں تم اسے اپنے کپڑے پر لگا ہوا محسوس کرو۔ وہاں پانی کا چلو

لے کراس پر چھڑک دو۔

211 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يُوجِبُ الْغُسْلَ، وَعَنِ الْمَاءِ يَكُونُ بَعْدَ الْمَاءِ فَقَالَ: ذَاكَ الْمَذْيُ، وَكُلُّ فَحْلٍ يَمْذِي، فَتَغْسِلُ مِنْ ذَلِكَ فَرْجَكَ وَأُنْثَيَيْكَ، وَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ

حضرت عبداللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کون سی چیز غسل کو لازم کرتی ہے اور اس بارے میں دریافت کیا: پانی کے بعد جو پانی نکلتا ہے (یعنی پیشاب کے بعد جو مواد خارج ہوتا ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: یہ مذی ہوتی ہے۔ ہر مرد کی مذی خارج ہوتی ہے تم اپنی شرم گاہ اور خصیوں کو دھو لو اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرلو۔

212 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَحِلُّ لِي مِنَ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ؟ قَالَ: لَكَ مَا فَوْقَ الْإِزَارِ، وَذَكَرَ مُؤَاكَلَةَ الْحَائِضِ أَيْضًا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حرام بن حکیم اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: جب میری بیوی حیض کی حالت میں ہو تو اس کے (جسم کے کون سے حصے سے لطف حاصل کرنا) میرے لئے حلال ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تہبند کے اوپر کے حصے کی تمہیں اجازت ہے۔

اس کے بعد راوی نے حیض والی عورت کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کا ذکر کیا اور پوری حدیث بیان کی۔

213 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْيَزَنِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعْدٍ الْأَغْطَشِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِذٍ الْأَزْدِيِّ، قَالَ: هِشَامٌ وَهُوَ ابْنُ قُرْطٍ - أَمِيرُ حِمْصَ - عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَمَّا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ مِنَ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ؟ قَالَ: فَقَالَ: مَا فَوْقَ الْإِزَارِ وَالتَّعَفُّفُ عَنْ ذَلِكَ أَفْضَلُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ هُوَ - يَعْنِي: الْحَدِيثَ بِالْقَوِيِّ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جب آدمی کی بیوی حیض کی حالت میں ہو تو آدمی کے لئے کیا چیز جائز ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تہبند کے اوپر کا حصہ اور بچنا زیادہ فضیلت رکھتا

212- حدیث صحیح، وهذا اسناد حسن، هارون بن محمد بن بكار صدوق، وباقي رجاله ثقات، حرام بن حكيم، وهو حرام بن معاوية، كان معاوية بن صالح يقوله على الوجهين، ووهم من جعلهما اثنين. قال ابن حجر في "التقريب": ثقة. واخرجه الترمذي (133)، وابن ماجه (1378) من طريق معاوية بن صالح، عن العلاء بن الحارث، بهذا الاسناد. وهو مطولاً في "مسند احمد" (19007).

ہے۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت قوی نہیں ہے۔

مذی اور ودی میں غسل لازم نہ ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ مجھے مذی سے سختی اور تکلیف پہنچتی تھی اس لئے میں بار بار غسل کرتا تھا پس میں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا اور اس کا حکم پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے وضو کرنا ہی کافی ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر وہ کپڑوں پر لگ جائے تو کیا حکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی کا ایک چلو لے کر اس جگہ چھڑک دو جہاں پر وہ لگی ہو ابوعیسی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ہمیں علم نہیں کہ محمد بن اسحاق کے علاوہ بھی اس طرح کی کوئی حدیث کسی نے روایت کی ہو اور اختلاف کیا ہے۔
اہل علم نے مذی کے بارے میں کہ اگر مذی کپڑوں کو لگ جائے تو بعض اہل علم کے نزدیک اس کا دھونا ضروری ہے یہی قول امام شافعی اور اسحاق کا ہے اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس پر پانی کے چھینٹے مار دینا ہی کافی ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ پانی چھڑکنا ہی کافی ہوگا۔ (جامع ترمذی: جلداول: حدیث نمبر 110)
علامہ علاؤ الدین کاسانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ مذی اور ودی میں غسل نہیں ودی میں غسل اس لئے نہیں ہے کیونکہ وہ پیشاب کا بقیہ ہے اور مذی کے بارے میں حدیث مبارکہ ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایسا مرد ہوں جسے مذی آتی ہے اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیاء آتی ہے کیونکہ ان کی بیٹی میرے نکاح میں ہے تو انہوں نے حضرت مقداد بن اسود کو حکم دیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر مرد کو مذی آتی ہے اور اس میں وضو ہے۔ یہ حدیث مذی پر وضو کے لزوم پر نص ہے۔ اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ غسل کی نفی کو بیان کرنے والی ہے کیونکہ مذی کثیر الوقوع ہے اور اس کی علت اس حکم سے بھی واضح ہے "کل فحل یمذی" ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۱، ص ۳۷، بیروت)

بَابٌ فِي الْإِكْسَالِ

باب: اکسال (یعنی انزال کے بغیر صحبت کرنا)

214 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي بَعْضُ، مَنْ أَرْضَى، أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ ذَلِكَ رُخْصَةً لِلنَّاسِ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لِقِلَّةِ الثِّيَابِ، ثُمَّ أَمَرَ بِالْغُسْلِ، وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: بعض ایسے حضرات نے جن سے میں راضی ہوں مجھے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت سہل

بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ رخصت ابتدائے اسلام میں دی تھی کیونکہ ان کے پاس کپڑے کم ہوتے تھے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا اور اس سے منع کر دیا (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اجازت دی تھی)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد یعنی پانی سے پانی (لازم ہونا یعنی صرف منی کے خارج ہونے کی صورت میں غسل کرنا لازم ہونا محض صحبت کرنے کی وجہ سے غسل لازم نہ ہونا)

215 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الْبَزَّازُ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ الْحَلَبِيُّ، عَنْ مُحَمَّدٍ أَبِي غَسَّانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، أَنَّ الْفُتْيَا الَّتِي كَانُوا يُفْتُونَ، أَنَّ الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ كَانَتْ رُخْصَةً رَخَّصَهَا رَسُولُ اللَّهِ فِي بَدْءِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ أَمَرَ بِالِاغْتِسَالِ بَعْدُ

❁❁ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بتایا کہ لوگ جو یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ پانی صرف پانی کی وجہ سے لازم ہوتا ہے یہ وہ رخصت تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں دی تھی۔ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا۔

216 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْفَرَاهِيدِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَشُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا قَعَدَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ، وَأَلْزَقَ الْخِتَانَ بِالْخِتَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب (شوہر) بیوی کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور شرم گاہ شرم گاہ سے مل جائے' تو غسل واجب ہو جاتا ہے"۔

217 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَكَانَ أَبُو سَلَمَةَ يَفْعَلُ ذَلِكَ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"پانی سے پانی لازم ہوتا ہے"۔

ابوسلمہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

غسل فرض ہونے کے اسباب کا بیان

۱. جنابت

۲. حیض

۳. نفاس

حیض ونفاس کی تفصیل آگے الگ بیان میں درج ہے اور جنابت کی تفصیل یہ ہے جنابت کے دوسبب ہیں پہلا سبب منی کا شہوت سے کود کر بغیر دخول کے نکلنا خواہ چھونے سے ہو یا دیکھنے سے یا کسی خیال وتصور سے یا احتلام یا جلق (یعنی ہاتھوں سے حرکت دے کر) سے نکلے سوتے میں یا جاگتے میں۔ حالت ہوش میں ہو یا بیہوشی میں۔ مرد سے نکلے یا عورت سے۔ ان سب سورتوں میں غسل فرض ہو جائے گا۔ اگر کوئی مرد یا عورت سو کر اٹھے اور اگر جسم یا کپڑے پر تری دیکھے تو اگر اس کو احتلام یاد ہو تو اس پر غسل فرض ہوگا اور اگر احتلام یاد نہ ہو مگر منی کا یقین ہو تو بھی غسل فرض ہے۔ اور مذی کا یقین ہو تو غسل فرض نہیں۔ اگر مرد یا عورت سو کر اٹھے اور احتلام اور لذت یاد ہے لیکن تری نہ پائے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ رات کو خاوند وبیوی کسی بچھونے پر سوئے تھے اور اس بچھونے پر منی پائی جائے اور دونوں میں کسی کو احتلام یاد نہ ہو اور دونوں اپنی اپنی منی ہونے کا انکار کریں اور مرد وعورت کی منی کی تمیز کی علامت بھی نہ پائی جاتی۔ تو دونوں پر غسل واجب ہوگا۔ اگر مرد کی منی کی علامت ہے تو صرف مرد پر غسل واجب ہوگا اور اگر عورت کی منی کی علامت ہے تو عورت پر واجب ہوگا اور اگر احتلام یاد ہے تو اسی پر ہوگا جس کو یاد ہے۔ دوسرے پر واجب نہیں اور اگر منی خشک ہے اور اس بستر پر پہلے کوئی دوسرا سویا تھا اور ان میں سے کسی کو احتلام یاد نہیں تو دونوں پر غسل واجب نہیں۔

مرد کی منی کی علامات یہ ہیں۔

۱۔ سختی (گاڑھا ہونا)

۲ جنابت کا دوسرا سبب دخول ہے۔ یعنی زندہ عورت کے فرج کے مقام یا زندہ عورت یا مرد کے پاخانہ کے مقام میں (یہ بہت گناہ کا کام ہے اور اس کی سختی سے ممانعت آئی ہے) سرذکر کے داخل ہو جانے سے خواہ انزال ہے یا نہیں۔ فاعل اور مفعول دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے جبکہ دونوں مکلف ہوں یا ان میں سے جو مکلف ہو اس پر غسل فرض ہوگا۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

غسل میں کلی اور استنشاق کی فرضیت کا بیان

غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ وضو میں چہرے کو دھونا مامور بہ ہے جس پر مواجہت واقع ہے۔ جبکہ مواجہت منہ اور ناک میں داخل نہیں اور غسل میں تمام بدن کو مبالغہ کے ساتھ دھونا مامور بہ ہے۔ جیسا کہ حکم ہے" وان کنتم جنبا فاطهروا" پس جس چیز کے دھونے میں حرج ہے وہ اس حکم سے ساقط ہو جائے گی جیسے آنکھ میں پانی ڈالنا کیونکہ اس میں حرج ہے اور جس چیز میں حرج نہ ہو وہ دھونے کے حکم میں باقی ہوگی۔ جیسے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کیونکہ ان میں پانی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور ان دونوں کو بطور عادت وعبادت دھویا جائے گا جبکہ یہ حکم وضو کیلئے نقل ہوگا اور ان دونوں کا غسل میں دھونا فرض ہوگا کیونکہ نجاست حقیقیہ کا دھونا فرض ہے اور نص کا حکم ان دونوں کو شامل ہے۔ (شرح الوقایہ، ج ا، ص ۳۳، مکتبۃ الشاملۃ الاسلامیہ)

امام دارقطنی لکھتے ہیں: حضرت ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنابت میں تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنے کا حکم دیا۔ اس حدیث میں استنشاق کا حکم دیا گیا ہے جس کا تقاضہ اثبات فرض ہے۔ اور کلی کرنا اسے مواجہت کے اعتبار سے دیکھیں تو یہ دونوں ایک حکم میں ہیں لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں غسل میں فرض ہیں۔ (سنن دارقطنی، ج ا، ص ۱۱۵، دار المعرفہ بیروت)

علامہ ابن مازہ محمود بخاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یہ دونوں غسل میں فرض ہیں اور وضو میں سنت ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر بال کے نیچے جنابت ہے اور بال اور جلد کو دھوؤ۔ ناک میں بال

ہیں اور منہ میں جلد ہے۔ ابن عربی نے بشرہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ جلد جس کو کھینچنے سے تکلیف پہنچے۔ اور اس لئے بھی ناک اور منہ دونوں عضو ہیں اور بغیر حرج کے ان تک پانی پہنچانا بھی ممکن ہے۔ غسل جنابت تمام بدن کی طہارت کا نام ہے۔ جو حکم قرآن (فاطہروا) اور بدن اس چیز کا نام ہے جہاں تک پانی پہنچانا ممکن ہو۔ اور غسل کا سقوط صرف وہاں ہے جہاں پانی کا پہنچانا ممکن نہ ہو۔ وہ بھی امکان ضرورت کی وجہ سے ہے اور یہ دونوں اعضاء ایسے ہیں جہاں تک پانی پہنچانا ممکن ہے۔ اور ان دونوں کے غسل کو ساقط کرنے کی ضرورت نہیں (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۱ ص ۵۰، بیروت)

بشرہ کی تعریف کا بیان

وہ جلد جس کو کھینچنے سے بدن کو تکلیف پہنچے۔ بشرہ کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ ظاہری بدن کا وہ حصہ جس کو کھینچنے سے درد یا تکلیف کا احساس ہو وہ بدن کی تعریف میں آتا ہے۔ اور اس کا دھونا فرض ہے۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَعُودُ

باب: جنبی شخص کا دوبارہ صحبت کرنا

218 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَكَذَا رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَمَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَصَالِحُ بْنُ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، كُلُّهُمْ عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں اپنی تمام ازواج کے ساتھ (وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے بعد) ایک ہی مرتبہ غسل کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ہشام بن زید نے انس اور معمر کے حوالے سے قتادہ کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کی ہے' جبکہ صالح بن ابواخضر نے زہری کے حوالے سے نقل کی ہے ان تمام حضرات نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ

باب: جو شخص دوبارہ صحبت کرنا چاہتا ہو اس کا وضو کرنا

219 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَمَّتِهِ سَلْمَى، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ، يَغْتَسِلُ عِنْدَ هَذِهِ وَعِنْدَ هَذِهِ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا تَجْعَلُهُ غُسْلًا وَاحِدًا، قَالَ: هَذَا أَزْكَى وَأَطْيَبُ وَأَطْهَرُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ أَنَسٍ أَصَحُّ مِنْ هَذَا

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی دن میں اپنی تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے تھے (اور وظیفہ زوجیت ادا کرتے تھے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر خاتون کے ہاں غسل کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ایک ہی مرتبہ (آخر میں) غسل نہیں کرتے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ طریقہ زیادہ پاکیزہ بہتر اور زیادہ طہارت والا ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت اس سے زیادہ مستند ہے۔

220 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ، ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يُعَاوِدَ، فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وُضُوءًا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے اور پھر اسے یہ مناسب لگے کہ وہ دوبارہ یہ عمل کرے تو اسے ان دونوں کے درمیان ایک مرتبہ وضو کر لینا چاہئے"۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَنَامُ

باب: جنبی شخص کا سو جانا

221 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ، ثُمَّ نَمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا کہ انہیں رات کے وقت جنابت لاحق ہو جاتی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم وضو کر کے اپنی شرم گاہ کو دھو کر سو جاؤ۔

بَابُ الْجُنُبِ يَأْكُلُ

باب: جنبی شخص کا کھانا پینا

222 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ،

222- اسنادہ صحیح. سفیان: ہو ابن عیینۃ، والزہری: ہو محمد بن مسلم، وابو سلمۃ: ہو ابن عبدالرحمٰن بن عوف. واخرجہ مسلم (305) (21)، والنسائی فی "الکبری" (8995)، وابن ماجہ (584) من طریق اللیث، عن الزہری، بہذا الاسناد. واخرجہ البخاری (286) من طریق یحیی بن ابی کثیر، عن ابی سلمۃ، بہ. واخرجہ البخاری (288) من طریق عروۃ بن الزبیر، عن عائشۃ. وہو فی "مسند احمد" (24083)، و "صحیح ابن حبان" (1217)

عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ، تَوَضَّاَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلَاةِ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیتے تھے۔

223 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِاِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، زَادَ: وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ يَدَيْهِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، فَجَعَلَ قِصَّةَ الْاَكْلِ قَوْلَ عَائِشَةَ مَقْصُوْرًا، وَرَوَاهُ صَالِحُ بْنُ اَبِي الْاَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، اَوْ اَبِي سَلَمَةَ، وَرَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا، قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں کچھ کھانے کا ارادہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ دھو لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن وہب نے یونس کے حوالے سے نقل کی ہے اور انہوں نے کھانے کا واقعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے طور پر مقصور طور پر نقل کیا ہے۔

صالح بن ابواخضر نے یہ روایت زہری کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے جس طرح ابن مبارک نے بیان کی ہے البتہ انہوں نے یہ کہا ہے یہ روایت عروہ یا شاید ابوسلمہ کے حوالے سے منقول ہے۔

یہ روایت امام اوزاعی نے یونس کے حوالے سے زہری کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کی ہے جس طرح ابن مبارک نے نقل کی ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: يَتَوَضَّاُ الْجُنُبُ

باب: جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ جنبی شخص وضو کرے گا

224 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ اَوْ يَنَامَ، تَوَضَّاَ تَعْنِيْ وَهُوَ جُنُبٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کچھ کھانا ہوتا یا سونا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر لیتے تھے۔ سیدہ عائشہ کی مراد یہ تھی کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں ہوتے تھے۔

225 - حَدَّثَنَا مُوْسٰى يَعْنِي ابْنَ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، اَخْبَرَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَخَّصَ لِلْجُنُبِ اِذَا اَكَلَ اَوْ شَرِبَ اَوْ نَامَ، اَنْ يَّتَوَضَّاَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: بَيْنَ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ رَجُلٌ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ، وَابْنُ عُمَرَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو الْجُنُبُ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَأْكُلَ تَوَضَّأَ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی شخص کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ جب وہ (جنابت کی حالت میں) کچھ کھانے یا پینے یا سونے کا ارادہ کرے تو وہ وضو کرے (یہ اعمال کرسکتا ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث میں یحییٰ بن یعمر نامی راوی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک اور شخص بھی ہے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنبی شخص جب کھانے کا ارادہ کرے، تو وہ وضو کرلے۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يُؤَخِّرُ الْغُسْلَ

باب: جنبی شخص کا غسل کو مؤخر کردینا

226 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: اَرَاَيْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِي اَوَّلِ اللَّيْلِ اَوْ فِي آخِرِهِ؟ قَالَتْ: رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي اَوَّلِ اللَّيْلِ، وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي آخِرِهِ. قُلْتُ: اللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ: اَرَاَيْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ اَوَّلَ اللَّيْلِ اَمْ فِي آخِرِهِ؟ قَالَتْ: رُبَّمَا اَوْتَرَ فِي اَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اَوْتَرَ فِي آخِرِهِ. قُلْتُ: اللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً. قُلْتُ: اَرَاَيْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ اَمْ يَخْفُتُ بِهِ؟ قَالَتْ: رُبَّمَا جَهَرَ بِهِ وَرُبَّمَا خَفَتَ. قُلْتُ اللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً

غضیف بن حارث بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہا کیا کہتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ابتدائی حصے میں غسل جنابت کرتے تھے یا آخری حصے میں کرتے تھے، تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ابتدائی حصے میں کرلیتے تھے اور بعض اوقات آخری حصے میں غسل کرتے تھے، تو میں نے کہا: اللہ اکبر ہر طرح کی حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، جس نے اس معاملے میں گنجائش رکھی ہے میں نے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہا کیا کہتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ابتدائی حصے میں وتر ادا کرتے تھے یا آخری حصے میں ادا کرتے تھے، تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ابتدائی حصے میں وتر ادا کرلیتے تھے

226- اسنادہ صحیح. معتمر: هو ابن سليمان، واسماعيل بن ابراهيم: هو ابن علية. واخرجه النسائي في "الكبرى" (221)، وابن ماجه (1354) من طرق عن برد بن سنان، بهذا الاسناد. ورواية النسائي مختصرة بالسؤال عن الغسل، ورواية ابن ماجه مختصرة بالسؤال عن قراءة القرآن. وهو في "مسند احمد" (24202)، و"صحيح ابن حبان" (2447) و(2582). وانظر ماسياتي برقم (1437).

اور بعض اوقات آخری حصے میں ادا کرتے تھے' تو میں نے کہا: اللہ اکبر ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جس نے اس معاملے میں گنجائش رکھی ہے' پھر میں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہا کیا کہتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے یا پست آواز میں' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات بلند آواز میں تلاوت کرتے تھے اور بعض اوقات پست آواز میں بھی کر لیتے تھے میں نے کہا: اللہ اکبر ہر طرح کی حمد وثناء اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے' جس نے اس معاملے میں گنجائش رکھی ہے۔

227 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُجَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا یا جنبی شخص موجود ہو''۔

228 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَمَسَّ مَاءً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ، يَقُولُ: هٰذَا الْحَدِيثُ وَهْمٌ يَعْنِي حَدِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں پانی استعمال کئے بغیر سو جایا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حسن بن علی واسطی نے یہ روایت ہمیں بیان کی وہ یہ کہتے ہیں: میں نے یزید بن ہارون کو یہ کہتے ہوئے سنا یہ حدیث وہم پر مشتمل ہے یعنی ابواسحاق کی نقل کردہ روایت (میں وہم پایا جاتا ہے)

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ

باب: جنبی شخص کا قرآن کی تلاوت کرنا

229 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَا وَرَجُلَانِ، رَجُلٌ مِنَّا وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ أَحْسَبُ، فَبَعَثَهُمَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجْهًا، وَقَالَ: إِنَّكُمَا عِلْجَانِ، فَعَالِجَا عَنْ دِينِكُمَا. ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ الْمَخْرَجَ ثُمَّ خَرَجَ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَخَذَ مِنْهُ حَفْنَةً فَتَمَسَّحَ بِهَا، ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَأَنْكَرُوا ذٰلِكَ. فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ، وَيَأْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ

227- اسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسعر: هو ابن كدام، وواصل: هو ابن حيان الاحدب، وابو وائل: هو شقيق بن سلمة. واخرجه مسلم (372)، والنسائي في "الكبرى" (260)، وابن ماجه (535) من طريق مسعر، بهذا الاسناد. واخرجه النسائي (261) من طريق ابي بردة، عن حذيفة. وهو في "مسند احمد" (23264)، و"صحيح ابن حبان" (1258).

يَحْجُبُهُ - أَوْ قَالَ: يَحْجِزُهُ - عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةَ

عبداللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ دو اور آدمی بھی تھے جن میں سے ایک ہمارے قبیلے کا تھا' اور دوسرا میرا خیال ہے بنو اسد سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں افراد کو ایک سمت میں روانہ کیا آپ نے ارشاد فرمایا: تم دونوں طاقتور ہو' تو تم اپنے دین کے حوالے سے طاقت کا مظاہرہ کرنا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے' پھر وہ تشریف لائے انہوں نے پانی منگوایا انہوں نے اس میں سے ایک چلو لیا اور اس کے ذریعے مسح کرنے کے بعد قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ لوگوں نے ان کی اس بات پر اعتراض کیا' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کر کے تشریف لانے کے بعد ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ گوشت کھا لیا کرتے تھے' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تلاوت سے جنابت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔

قرآن پاک کو چھونے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

علماء نے وضو کے بغیر مصحف کے چھونے میں اختلاف کیا ہے جمہور نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ حضرت عمرو بن حزم کی حدیث اس بارے میں مروی ہے: یہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم عطاء، زہری، نخعی، حکم، حماد اور فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب ہے ان میں امام مالک اور امام شافعی بھی ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ سے مختلف روایات مروی ہیں ان سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ محدث اسے چھو سکتا ہے۔ سلف صالحین کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے ان میں حضرت ابن عباس، امام شافعی وغیرہ ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: اس کے ظاہر، حواشی اور جس میں مکتوب نہ ہو اس کو چھوا جا سکتا ہے جہاں تک مکتوب کا تعلق ہے اسے پاکیزہ آدمی ہی چھو سکتا ہے۔ ابن عربی نے کہا: اگر اسے کوئی تسلیم بھی کرے تب بھی یہ ان چیزوں میں سے ہے جس پر حجت غالب ہے کیونکہ ممنوع کا حریم بھی ممنوع ہوتا ہے۔ اگر اسے کوئی تسلیم بھی کرے تب بھی یہ ان چیزوں میں سے ہے جس پر حجت غالب ہے کیونکہ ممنوع کا حریم بھی ممنوع ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو جو خط لکھا اس کے خلاف قوی ترین دلیل ہے۔

امام مالک نے کہا: جو آدمی حالت طہارت میں نہ ہو نہ اسے کسی واسطہ سے اٹھائے اور نہ ہی تکیہ پر رکھ کر اٹھائے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں اور جو آدمی کسی واسطہ سے اسے اٹھاتا ہے یا کسی واسطہ سے چھوتا ہے اسے منع نہیں کیا۔ حکم، حماد اور داؤد بن علی سے مروی ہے کہ مصحف اٹھانے اور اس کے چھونے میں کوئی حرج نہیں، وہ مسلمان ہو یا کافر ہو، حالت طہارت میں ہو یا حالت حدث میں ہو مگر دؤد ظاہری نے اس سے اختلاف کیا ہے کہا مشرک کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اسے اٹھائے۔ وہ اس کی اباحت کا استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کو خط لکھا جب کہ یہ تو مجبوری کا موقع تھا اس میں کوئی دلیل نہیں۔ بچوں کے اسے چھونے میں دو صورتیں ہیں (۱) بالغ پر قیاس کرتے ہوئے اسے منع کیا جائے گا (۲) یہ جائز ہے کیونکہ اگر بچے کو اس سے روک دیا جائے گا تو قرآن کی حفاظت نہ کی جا سکے گی کیونکہ بچے کا سیکھنا صغر سنی کی عمر میں ہی ہوا کرتا ہے بچے کو اگرچہ طہارت حاصل ہوتی ہے مگر وہ کامل نہیں ہوتی، کیونکہ بچے کی جانب سے نیت درست نہیں ہوتی۔ جب اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کامل طہارت کے بغیر

اسے اٹھالے تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ حالت حدث میں اسے اٹھالے۔

حنفی مذہب کا بیان

امام علاؤ الدین کاشانی نے بدائع والصنائع میں یوں کی ہے، جس طرح بے وضو نماز پڑھنا جائز نہیں اسی طرح قرآن کریم کو بھی ہاتھ لگانا جائز نہیں، البتہ اگر غلاف کے اندر ہو تو ہاتھ لگایا جاسکتا ہے، غلاف سے بعض فقہاء کے نزدیک جلد اور بعض کے نزدیک وہ جزدان مراد ہے جس میں قرآن لپیٹ کر رکھا جاتا ہے، رہا قرآن کو بے وضو حفظ پڑھنا تو یہ درست ہے، فتاویٰ عالمگیری میں اس حکم سے بچوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، تعلیم کے لئے بچوں کو قرآن مجید بے وضو ہاتھ میں دیا جاسکتا ہے۔

شافعی مذہب کا بیان

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے المنہاج میں مسلم شافعی کو یوں بیان فرمایا ہے نماز اور طواف کی طرح مصحف کو ہاتھ لگانا اور اس کے کسی ورق کو بے وضو چھونا ممنوع ہے، حتیٰ کہ قرآن کریم جزدان یا لفافے وغیرہ میں ہو تب بھی جائز نہیں البتہ قرآن کسی کے سامان میں رکھا ہوا یا سکہ پر کوئی آیت لکھی ہو تو اس کو ہاتھ لگانا جائز ہے، بچہ اگر بے وضو ہو تو وہ بھی قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

مالکی مذہب کا بیان

جمہور فقہاء کے ساتھ وہ اس امر میں متفق ہیں کہ قرآن کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو شرط ہے لیکن قرآن کی تعلیم کے لئے وہ استاذ اور شاگرد دونوں کے ہاتھ لگانا جائز قرار دیتے ہیں، ابن قدامہ نے مغنی میں امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنا ممنوع ہے مگر عورت حالت حیض میں قرآن پڑھ سکتی ہے، کیونکہ ایک عرصہ تک اگر ہم اس کو قرآن کی تلاوت سے روکیں گے تو اس کے بھول جانے کا امکان ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ)

حنبلی مذہب کا بیان

مذہب حنبلی کے مسائل جو ابن قدامہ نے نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں، حالت جنابت وحیض ونفاس میں قرآن یا اس کی پوری آیت کا پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ بسم اللہ اور الحمد للہ وغیرہ کہہ سکتی ہے، رہا بلا وضو قرآن کو ہاتھ لگانا تو یہ کسی حالت میں درست نہیں۔ لایمسہ الا المطهر ون اگرچہ جملہ خبریہ ہے مگر معنی میں نہی کے ہے یہ تفسیر حضرت عطاء، طاؤس سالم اور حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے۔ (روح المعانی)

مطلب یہ ہے کہ قرآن کو چھونے کے لئے حدث اصغر اور اکبر نیز ظاہر نجاست سے بھی ہاتھ کا پاک ہونا ضروری ہے، قرطبی نے اسی تفسیر کو اظہر کہا ہے، تفسیر مظہری میں اسی کی ترجیح پر زور دیا ہے۔

فاروق اعظم کے اسلام لانے کے واقعہ میں جو مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کو قرآن پڑھتے ہوئے پایا تو قرآن کے اوراق کو دیکھنا چاہا ان کی بہن نے یہی آیت پڑھ کر اوراق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دینے سے انکار کر دیا کہ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا، فاروق اعظم نے مجبور ہو کر اول غسل کیا، پھر یہ اوراق ان کے ہاتھ میں دیئے گئے اس واقعہ سے بھی

اسی تفسیر کی ترجیح ثابت ہوتی ہے، روایت حدیث جن میں غیر طاہر کو قرآن کے چھونے سے منع کیا گیا ہے ان روایات کو بھی بعض حضرات نے اس آخری تفسیر کی ترجیح کے لئے پیش کیا ہے۔ مگر چونکہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کا اختلاف ہے اس لئے بہت سے حضرات نے بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانے کی ممانعت کے مسئلہ میں آیت مذکورہ سے استدلال چھوڑ کر صرف روایات حدیث کو پیش کیا ہے وہ احادیث یہ ہیں۔ امام مالک نے مؤطا میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وہ مکتوب گرامی نقل کیا ہے جو خط آپ نے حضرت عمرو بن حزم کو لکھا تھا جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے لایمس القرآن الا الطاھر (ابن کثیر)

یعنی قرآن کو وہ شخص نہ چھوئے جو طاہر نہ ہو اور روح المعانی میں یہ روایت مسند عبدالرزاق، ابن ابی داؤد اور ابن المنذر سے بھی نقل کی ہے اور طبرانی میں ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لایمس القرآن الا طاھر۔ مذکورہ روایت کی بناء پر جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کے لئے طہارت ضروری ہے اور ظاہری نجاست سے ہاتھ کا پاک صاف ہونا بھی ضروری ہے، حضرت علی، ابن مسعود، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور زہری نخعی حکم حماد امام مالک شافعی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سب کا یہی مسلک ہے اوپر جو اختلاف نقل کیا گیا ہے وہ صرف اس بات میں ہے کہ یہ مسئلہ جو احادیث مذکورہ سے ثابت ہے اور جمہور امت کے نزدیک مسلم ہے کیا یہ بات قرآن کی آیت مذکورہ سے بھی ثابت ہے یا نہیں، بعض حضرات نے ان احادیث اور آیت مذکورہ کا مفہوم ایک قرار دی ہے دوسرے حضرات نے آیت کو استدلال میں پیش کرنے سے بوجہ اختلاف صحابہ احتیاط کی ہے اس لئے کہ اختلاف مسئلہ میں نہیں بلکہ اس کی دلیل ہے۔

قرآن کا غلاف جس کو چولی کہتے ہیں جو قرآن کے ساتھ سلی ہوتی ہے وہ بھی قرآن کے حکم میں ہے اس کے ساتھ بھی قرآن کو بے وضو ہاتھ لگانا درست نہیں، البتہ جزدان جس میں قرآن کو رکھتے ہیں اگر قرآن اس میں رکھا ہو تو اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے، مگر امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جو کپڑا آدمی پہنا ہوا ہے اس کی آستین یا دامن سے قرآن کو بلا وضو چھونا بھی جائز نہیں البتہ علیحدہ رومال یا چادر یا ٹوپی وغیرہ سے چھونا جائز ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ واقعہ، لاہور)

غیر مقلدین کے نزدیک جنبی اور حائض کیلئے تلاوت قرآن کا جواز

شیخ علی بن احمد بن حزم الظاہری المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں: قرآن کی تلاوت کرنا سجدہ تلاوت کرنا اور مصحف کو چھونا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا یہ سب امور وضو کے ساتھ بھی جائز ہیں اور بغیر وضو کے بھی اور جنبی اور حائض کے لیے بھی۔

رہا بے وضو قرآن مجید کی تلاوت کرنا تو اس میں مخالفین بھی ہمارے موافق ہیں رہا جنبی اور حائض کو قرآن کی تلاوت سے منع کرنا تو یہ حضرت عمر حضرت علی رضی اللہ عنہ حسن بصری قتادہ اور نخعی وغیرہم کا مذہب ہے اور انکی دلیل یہ ہے: عبداللہ بن سلمہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنابت کے سوا رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کی تلاوت سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تھی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۹ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۶ سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۶۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۹۴ مسند احمد ج ۱ ص ۸۴)

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کا فعل ہے کہ آپ اس حالت میں قرآن کریم نہیں پڑھتے تھے لیکن آپ نے جنبی کو تلاوتِ قرآن سے منع نہیں فرمایا اور جن آثار میں ممانعت ہے وہ ضعیف ہیں۔

(المحلی بالآ ثارج قص ۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ ملخصاً تخرجاً)

شیخ ابن حزم نے صحیح نہیں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنبی اور حائض کو قرآن پڑھنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے ان کو قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۹۸ معرفۃ السنن والآ ثار ج ۱ ص ۱۹۱۰ الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۹۸ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۴۵ سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۱۷۔ رقم الحدیث: ۱۴۷ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۲ شرح معانی الآ ثار رقم الحدیث: ۵ ۶۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ترمذی فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے اصحاب میں سے اکثر اہل علم کا اور ان کے بعد کے تابعین کا یہی مسلک ہے مثلاً سفیان ثوری ابن المبارک شافعی احمد اسحٰق وغیرہم انہوں نے کہا کہ حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں سے ایک آیت اور ایک حرف کے اور انہوں نے ان کو تسبیح اور تہلیل کرنے کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش ہے امام بخاری کے نزدیک اس کی اہل شام سے روایت منکر ہے امام احمد نے کہا کہ یہ بقیہ سے اصلح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی کی سند میں اسماعیل بن عیش کی موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے اور امام دار قطنی کی سند میں مغیرہ بن عبد الرحمن کی موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے لہٰذا امام بخاری والا اعتراض بھی ساقط ہو گیا امام دار قطنی کی سند یہ ہے:

محمد بن حمدویۃ المروزی نا عبداللہ بن حماد الاملی ثنا عبدالملک بن مسلمۃ حدثنی المغیرۃ بن عبدالرحمان عن موسیٰ بن قبۃ عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لا یقرء الجنب شیئا من القرآن۔

امام دار قطنی لکھتے ہیں: مغیرہ بن عبدالرحمان ثقہ ہے اور ابو معشر از موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتا ہے۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۶۱۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ کو جنابت کے سوا قرآن پڑھنے سے کوئی مانع نہیں تھی۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۲۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحۃ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہم کو جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۲۲_۵۲۲_۴۲۲)

اس سلسلہ میں بعض آثار یہ ہیں: عبیدہ السلمانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جنبی کے قرآن پڑھنے کو مکرہ فرماتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۰۹ طبع جدید مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۸۰ معرفۃ السنن والآ ثار رقم الحدیث: ۵۱۱ شرح معانی الآ ثار رقم الحدیث: ۵۶۶)۔

یسار نے کہا: حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ نے کہا جنبی اور حائض قرآن نہ پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۸۰۳۱)
ابوالغریف بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنبی قرآن نہ پڑھے ایک حرف بھی نہ پڑھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۱۰۸۰۱ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۸۰۳۱)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: حائضہ عورت قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگا سکتی زبان سے پڑھ سکتی ہے۔
(فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۵۳۵ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

نیز شیخ ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: ترمذی میں حدیث ہے: حائضہ اور جنبی قرآن نہ پڑھیں۔ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف ہے اور حدیث ضعیف حدیث صحیح کے مقابلہ میں معتبر نہیں ہوتی اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ ہر حال میں اللہ کو ذکر کرتے تھے۔ اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ جنبی کے لیے قرآن پڑھنا جائز ہے۔
فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۹۱۵ ملخصاً سرگودھا)

میں کہتا ہوں کہ ہم سنن دارقطنی کے حوالے سے تین احادیث بیان کر چکے ہیں جن کی سند میں اسماعیل بن عیاش نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۴۲۲) اور انہوں نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی ﷺ حالت جنابت میں بھی قرآن مجید پڑھتے تھے حالانکہ بحث اس میں ہے بلکہ حدیث صحیح میں یہ صراحت ہے کہ آپ کو جنابت کے سوا قرآن مجید پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تھی۔

ہم نے قرآن مجید کی عزت و ناموس کی وجہ سے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے کیونکہ علماء غیر مقلدین کی صریح عبارت سے قرآن مجید کی بہت توہین ہوتی ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک جنبی حائض اور بے وضو کے سجدہ تلاوت کرنے کا مردود جواز

شیخ علی بن احمد بن حزم الاندلسی التوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں: رہا سجدہ تلاوت کرنا تو وہ بالکل نماز نہیں ہے سجدہ تلاوت ایک رکعت ہے نہ دو رکعت ہے پس وہ بالکل نماز نہیں ہے اور جب سجدہ تلاوت نماز نہیں ہے تو وہ بے وضو بھی جائز ہے اور جنبی اور حائض کے لیے بھی جائز ہے اور قبلہ کیطرف منہ کیے بغیر بھی جائز ہے جیسا کہ دیگر اذکار اور وظائف بھی جائز ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ وضو کرنا صرف نماز کے لیے لازم ہے اور جب غیر نماز کے لیے قرآن سنت اجماع اور قیاس سے وضو کرنا لازم نہیں ہے تو سجدہ تلاوت کے لیے بھی وضو کرنا لازم نہیں ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۷۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں: سجدہ تلاوت کی احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کی سجدہ تلاوت کرنے والے کو باوضو ہانا چاہیے جب نبی ﷺ سجدہ تلاوت کرتے تو آپ کے پاس جو حاضر ہوتے وہ بھی سجدہ تلاوت کرتے تھے اور آپ کسی کو وضو کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے اور یہ بعید ہے کہ اس وقت سب مسلمان باوضو ہوں نیز جب آپ نے سورۃ النجم کا سجدہ کیا تھا تو مشرکین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ تلاوت ادا کیا تھا اور وہ نجس لوگ تھے ان کا وضو صحیح نہیں تھا۔ (الی قولہ) اس طرح احادیث میں یہ بھی نہیں ہے کہ سجدہ تلاوت کے وقت کپڑے پاک ہوں یا جگہ پاک ہو۔
(نیل الاوطار ج ۲ ص ۳۸۰ دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

شیخ ابن حزم اور شیخ شوکانی نے جنبی اور بے وضو کے سجدہ تلاوت ادا کرنے پر جو دلائل پیش کیے ہیں وہ سب عقل نا تمام اور قیاس فاسد پر مبنی ہیں اور ان کا یہ موقف صریح حدیث آثار صحابہ اور اجماع کے خلاف ہے۔ شیخ شوکانی نے کہا: نبی ﷺ نے حاضرین کو سجدہ تلاوت کے وقت وضو کرنے کا حکم نہیں دیا اور اس سے یہ استدلال کیا کہ سجدہ تلاوت کے لیے وضو لازم نہیں ہے یہ استدلال فاسد ہے بلکہ آپ نے اس وقت وضو کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ سب صحابہ کو معلوم تھا کہ سجدہ تلاوت کے لیے وضو ضروری ہے پھر شیخ شوکانی نے لکھا کہ یہ بعید ہے کہ اس موقع پر تمام مسلمان باوضو ہوں بلکہ ہمارے نزدیک یہ بعید ہے کہ صحابہ کرام نبی ﷺ کی مجلس میں بے وضو بیٹھے ہوں پھر شیخ شوکانی نے مشرکین کے سجدہ کرنے سے بھی استدلال کیا ہے کہ ان کا وضو نہیں ہوتا یہ استدلال بھی فاسد ہے کیونکہ کوئی شرعی حکم مشرکین کے قول وفعل سے ثابت نہیں ہوتا اور مسلمانوں کے نزدیک مشرکین کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں ہے۔

ہم نے لکھا ہے کہ جنبی حائض اور بے وضو کا سجدہ تلاوت کرنا حدیث کے خلاف ہے وہ حدیث یہ ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: عن ابن عمر لا یسجد الرجل الا وہو طاہر۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ص ۳۲۵) حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص بغیر وضو کے سجدہ نہ کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۳ص ۸۵۲) اور شیخ شوکانی نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۲ص ۸۳)

امام ابن ابی شیبہ نے حماد اور سعید بن جبیر سے روایت کیا کہ جب جنبی شخص آیت سجدہ کو سنے تو غسل کرے اس کے بعد سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۱ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

ہشیم از مغیرہ از ابراہیم نے کہا: جب حائض آیت سجدہ کو سنے تو سجدہ نہ کرے وہ فرض نماز کے اس سے بڑے سجدہ کو بھی نہیں کرتی۔

حماد کہتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر اور ابراہیم سے سوال کیا کہ حائض آیت سجدہ کو سن کر کیا کرے؟ انہوں نے کہا: اس پر سجدۂ تلاوت نہیں ہے نماز کا سجدہ اس سے زیادہ بڑا ہے۔

عطاء سے سوال کیا گیا کہ اگر حائض ان لوگوں کے پاس سے گزرے جو سجدۂ تلاوت کر رہے ہیں تو آیا ان کے ساتھ سجدہ کرے؟ انہوں نے کہا: نہیں! وہ اس سے افضل سجدہ نہیں کرتی۔ اشعث نے حسن بصری سے سوال کیا کی جنبی اور حائض آیت سجدہ کو سنیں تو کیا کریں؟ انہوں نے کہا: وہ سجدہ نہ کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ص ۱۳۱-۱۴ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ابراہیم نے کہا: جب تم آیت سجدہ کو سنو اور تمہارا وضو نہ ہو تو تم تیمم کر کے سجدہ کرو۔ حماد نے ابراہیم سے روایت کیا کہ وہ وضو کر کے سجدہ کرے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ص ۲۱۲-۲۱۱ رقم الحدیث: ۵۹۹۵-۵۹۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ان احادیث اور آثار کے بعد سجدہ تلاوت کے لیے طہارت کے لزوم پر اجماع کی تصریح یہ ہے: علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں: بے وضو سجدہ نہ کرے سجدہ تلاوت کی وہی شرائط ہیں جو نفل نماز کی شرائط ہیں یعنی بے

نجاست سے پاک ہو شرم گاہ مستور ہو قبلہ کی طرف منہ ہو اور سجدہ تلاوت کی نیت کرے ہمارے علم میں اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ماسوا اس کے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حائض آیت سجدہ کو سنے تو وہ سر سے اشارہ کر لے اور شعبی نے کہا: جب بے وضو شخص آیت سجدہ سنے تو جس طرف منہ ہو سجدہ کر لے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں فرماتا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱ مسند احمد ج ۲ ص ۹) اور اس حدیث کے عموم میں سجدہ تلاوت بھی داخل ہے۔ (المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۶۸۶ دار الفکر بیروت)

جنبی حائض اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے پر شیخ شوکانی کا مردود استدلال

جنبی حائض اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے شیخ شوکانی نے کہا کہ ہر چند کہ حدیث میں ہے: طاہر شخص کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۳۱۷ مشکوۃ رقم الحدیث: ۵۶۴)

لیکن طاہر کا لفظ کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے طاہر اس کو بھی کہتے ہیں: جو جنبی ہو نہ بے وضو ہو اور طاہر اس کو بھی کہتے ہیں جس کے بدن پر نجاست نہ ہو سو یہ مشترک لفظ ہے اور اس سے باوضو ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھرقل کی طرف مکتوب لکھا اور اس مکتوب میں آل عمران: ۶۴ آیت تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۳) (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۹۲-۲۹۴ دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

یہ درست ہے کہ مشترک لفظ سے کسی ایک معنی پر استدلال جائز نہیں ہوتا لیکن جب قرینہ سے کوئی ایک معنی متعین ہو جائے تو پھر اس سے استدلال کرنا صحیح ہے اور یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ احادیث سے واضح ہے کہ یہاں طاہر سے مراد باوضو ہے:

امام علی بن عمر الدارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے جا رہے تھے ان کو بتایا گیا کہ آپ کے بہنوئی اور آپ کی بہن اپنے آبائی دین سے نکل چکے ہیں حضرت عمر ان کے پاس گئے اس وقت ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک شخص تھا ان کا نام حضرت خباب تھا اور وہ اس وقت سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے کہا: مجھے بھی وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی اس کو پڑھتا ہوں اور حضرت عمر کو کتاب پڑھنی آتی تھی ان کی بہن نے کہا: تم ناپاک ہو اور قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں پس آپ کھڑے ہوں اور غسل کریں یا وضو کریں پھر حضرت عمر نے وضو کیا اور کتاب کو لیا اور سورۃ طٰہٰ پڑھی۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۳۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے انہوں نے رفع حاجت کی ہم نے ان سے کہا: آپ وضو کر لیں حتیٰ کہ ہم آپ سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں انہوں نے کہا: تم مجھ سے سوال کرو میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں پھر انہوں نے ہمارے منشاء کے مطابق قرآن پڑھا اور ہمارے اور ان کے درمیان پانی نہیں تھا۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

امام دار قطنی نے اس حدیث کو تین سندوں سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مذکور الصدر حدیث میں طاہر کا معنی باوضو ہے اور اس حدیث پر شیخ شوکانی کا جو اعتراض تھا وہ دور ہو گیا۔

اس مسئلہ میں غیر مقلدین کے ایک اور عالم نواب صدیق حسن خان قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ کا بھی یہی موقف ہے۔

وہ لکھتے ہیں: لایمسہ الا المطھرون۔ (الواقعہ:۷۹) میں جمہور ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔ حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا اور فقہاء تابعین میں سے عطاء زہری نخعی حکم حماد اور ائمہ اربعہ کا یہی موقف ہے اور اس مسلہ میں جو حق ہے اس کو شوکانی نے منتقی کی شرح۔

(نیل الاوطار ج۱ ص ۲۹۲۔ ۲۹۴) میں واضح کیا ہے۔ (فتح البیان ج۶ ص ۲۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

اس جگہ شیخ قنوجی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی بے وضو کا قرآن کو چھونا جائز ہے لیکن یہ بالکل غلط اور باطل ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے البتہ تفسیر اور فقہ کی کتابوں کو بے وضو کا چھونا جائز ہے جیسا کہ ہم اس مسلہ میں مذہب احناف کے تحت بیان کر چکے ہیں۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ واقعہ، لاہور)

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يُصَافِحُ

باب: جنبی شخص کا مصافحہ کرنا

230 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ اَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فَاَهْوٰى اِلَيْهِ، فَقَالَ: اِنِّي جُنُبٌ، فَقَالَ: اِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

ابووائل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کی طرف بڑھایا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں جنابت کی حالت میں ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

231 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، وَبِشْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِي رَافِعٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَاَنَا جُنُبٌ، فَاخْتَنَسْتُ فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ، ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ: اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: قُلْتُ: اِنِّي كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ، اِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ وَقَالَ فِي حَدِيثِ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنِي بَكْرٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ کے ایک راستے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی میں اس وقت جنابت کی حالت میں تھا۔ میں ایک طرف کھسک گیا۔ میں گیا میں نے غسل کیا پھر میں آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے ابوہریرہ! تم کہاں چلے گئے تھے راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: میں جنابت کی حالت میں تھا تو مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں طہارت کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھوں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

بشر کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ کہتے ہیں: حمید نے ہمیں یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: بکر نے ہمیں حدیث بیان کی۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ
باب: جنبی شخص کا مسجد میں داخل ہونا

232 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَفْلَتُ بْنُ خَلِيفَةَ قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَسْرَةُ بِنْتُ دَجَاجَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوهُ بُيُوتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: وَجِّهُوا هٰذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ. ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَلَمْ يَصْنَعِ الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءَ أَنْ تَنْزِلَ فِيهِمْ رُخْصَةٌ. فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ بَعْدُ فَقَالَ: وَجِّهُوا هٰذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ، فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ فُلَيْتٌ الْعَامِرِيُّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان گھروں کو مسجد سے پھیر دو (یعنی ان کا باہر جانے کا راستہ دوسری طرف بنا لو) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لے گئے لوگوں نے اس اُمید کے تحت کچھ نہیں کیا کہ شاید ان کے بارے میں اجازت کا حکم نازل ہو جائے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان گھروں کا رُخ مسجد سے پھیر لو کیونکہ میں مسجد کو حیض والی عورت یا جنبی شخص کے لئے حلال قرار نہیں دیتا۔ (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ راوی فلیت عامری ہے۔

حائضہ اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کے جواز پر علماء غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات

علماء غیر مقلدین کے نزدیک حائضہ عورت کا مسجد میں جانا اور وہاں رہنا اور مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔ ہم اس سلسلہ میں پہلے شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ کے دلائل پیش کریں گے اور ان کے دلائل کے ساتھ ساتھ ان کا رد بھی کریں گے:

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی اس مسلہ پر درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مجھے مسجد سے جائے نماز اٹھا دو۔ وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۹۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۱ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۴ سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۷۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۳۲) (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۳۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علماء غیر مقلدین کا اس حدیث سے استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ حجرہ سے نکل کر مسجد میں جائیں اور وہاں سے مصلّٰی لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں جب کہ اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اپنے حجرہ سے ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلّٰی اٹھا کر حضور کو دیں اور اس معنی پر قرینہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ

میں تو نہیں ورنہ فرماتے کہ تمہارا حیض تمہارے پیروں میں تو نہیں ہے اور حضرت عائشہ کا حجرہ مسجد سے متصل تھا۔ جب نبی ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے تو اپنا سر مبارک حجرہ میں داخل کر دیتے اور حضرت عائشہ آپ کا سر دھوتی تھیں اور اس وقت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۰۳۱ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۶۷ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۸۰۴)

اگر حائضہ کا مسجد میں آنا جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس وقت بھی حضرت عائشہ کو مسجد میں بلا لیتے اور حجرہ میں سر مبارک داخل نہ کرتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس حدیث سے شیخ ابن حزم نے استدلال کیا ہے اس میں مسجد سے مراد مسجد نبوی نہ ہو بلکہ مسجد بیت ہو۔ یعنی حجرہ کی وہ جگہ جس کو نبی ﷺ نے نماز کے لیے مخصوص فرما لیا تھا۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: جو ائمہ حائضہ عورت کا مسجد میں جانا جائز کہتے ہیں ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ان گھروں (کے دروازوں) کا رُخ مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد (میں جانے) کو حلال نہیں کرتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۲ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۴۲)

شیخ ابن حزم نے اس حدیث کی مسترد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی سند میں افلت بن خلیفہ ہے یہ راوی غیر مشہور ہے اور ثقاہت میں معروف نہیں ہے۔ (المحلی بلا ثار ج ۱ ص ۱۰۴)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ نے شیخ ابن حزم کے اس کلام پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ افلت کو امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور امام ابو حاتم نے کہا کہ وہ شیخ ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے اور الکاشف میں مذکور ہے کہ یہ بہت زیادہ سچا ہے اور البدر المنیر میں مذکور ہے کہ وہ مشہور ثقہ ہے۔ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے مانعین کی دوسری حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بہ آواز بلند نداء کی: سنو! یہ مسجد نہ جنبی کے لیے حلال ہے نہ حائضہ کے لیے مگر نبی ﷺ اور ان کی ازواج کے لیے اور علی کے لیے اور فاطمہ کے لیے (رض) اجمعین)۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۴۵)

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں محدوج الہذلی ہے جو جسرہ بنت دجاجہ سے روایت کرتے ہیں۔ محدوج ساقط ہے اور جسرہ سے معضلات روایت کرتا ہے۔ نیز اس روایت کی سند میں ابوالخطاب الہجری ہے وہ مجہول ہے۔ وغیرہ

(المحلی بالا ثار ج ۱ ص ۱۰۴)

شیخ شوکانی نے شیخ ابن حزم کی اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام بخاری نے کہا کہ جسرہ کے پاس عجائب ہیں۔ امام ابن القطان نے کہا کہ امام بخاری کا یہ قول جسرہ کی احادیث کو رد کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ اور العجلی نے کہا کہ وہ ثقہ تابعیہ ہے۔ امام ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں جسرہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ ابن سید الناس نے کہا کہ اگر اس حدیث کو حسن کہا جائے تو یہ اس کا بہت کم مرتبہ ہے کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہے اور اس کی صحت پر خارجی شواہد ہیں۔ لہٰذا شیخ ابن حزم کے پاس اس حدیث کو رد کرنے کے لیے کوئی حجت نہیں ہے۔

آگے چل کر شیخ شوکانی نے لکھا ہے کہ افلت کو مردود کہنا مردود ہے کیونکہ ائمہ حدیث میں سے کسی نے اس کو مردود نہیں کہا۔ اس کے بعد شیخ شوکانی لکھتے ہیں: یہ دونوں احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنبی اور حائض کا مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے اور یہی اکثرین کا مذہب ہے اور جمہور نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے اس حدیث سے بھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو حالت حیض میں بیت اللہ کو طواف کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اور داؤد (ظاہری) او مزنی وغیرہم نے کہا کی جنبی اور حائضہ کا مسجد میں ٹھہرنا مطلقاً جائز ہے۔ (نیل الاوطار ج ا ص ۶۲۳ ۔ ۵۲۴)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے حائضہ عورت کے مسجد میں ٹھہرنے پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک سیاہ فام لڑکی عرب کے کسی قبیلہ کی تھی انہوں نے اس کو آزاد کیا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر مسلمان ہوگئی اس کے لیے مسجد میں خیمہ تھا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۳۹)

شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ عورت نبی ﷺ کی مسجد میں رہتی تھی اور عورتوں کے متعلق معلوم ہے کہ ان کو حیض آتا ہے اور نبی ﷺ نے اس کو منع نہیں فرمایا اور ہر وہ کام جس سے نبی ﷺ منع نہ فرمائیں وہ مباح ہے۔ (المحلی بالآثار ج ا ص ۴۰۱)

شیخ ابن حزم کی اس دلیل پر ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے تاحیات اس لڑکی کو مسجد میں رہنے کی اجازت دی تھی نہ یہ مذکور ہے کہ ایک لمبے عرصے تک رہنے کی اس کو اجازت دی تھی ورنہ دیگر احادیث میں اس کا ذکر ہوتا۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وقتی اور عارضی طور پر اس کو مسجد میں ٹھہرایا تھا جب تک کہ اس کی رہائش کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہو گیا۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم اپنے موقف پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے تمام روح زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۳۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱ سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۳۲)

شیخ ابن حزم اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ حائضہ اور جنبی کے لیے تمام روئے زمین پہ رہنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو پھر کسی مسجد میں رہنے سے منع کرنا اور کسی مسجد میں جائز قرار دینا یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور اگر حائضہ کے لیے مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ کو بتا دیتے جب انہیں حیض آیا حالانکہ آپ نے انہیں صرف بیت اللہ کے طوائف سے منع فرمایا تھا۔ (المحلی بالآثار ج ا ص ۴۰۲ ۔ ۴۰۱)

شیخ ابن حزم کا یہ استدلال انتہائی عجیب و غریب ہے۔ اس طرح تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تمام روئے زمین میں لوگوں کا خرید و فروخت کرنا بیویوں سے مجامعت کرنا قضائے حاجت کرنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو ثابت ہوا کے مسجد میں بھی یہ سب کام جائز ہیں اور بعض مساجد کو ان کاموں سے خاص کر لینا یہ جائز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات کوئی فاتر العقل ہی کہہ سکتا ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے کو اپنی ملکیت سے خارج کر کے اُسے مسجد کے لیے وقف کر دیا اور وہاں مسجد کی عمارت بنا دی اس کا حکم یہ ہے کہ وہاں باجماعت نماز پڑھنے سے ۲۷ درجہ ثواب ہوگا اور جمعہ پڑھنے سے پانچ سو گنا ثواب ہوگا اور اس مسجد میں خرید و فروخت کرنا اور حائضہ اور جنبی کا اس میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زمین کے جس

ٹکڑے پر نماز پڑھی جائے جہاں عرفاً مسجد قائم نہ ہو وہاں نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جائے گی لیکن اس جگہ نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ہوگا اور نہ اس جگہ خرید وفروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے منع کیا جائے گا۔ باقی رہا شیخ ابن حزم کا یہ کہنا کہ اگر یہ ناجائز ہوتا تو آپ حضرت عائشہ کو بتاتے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بتایا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی احادیث سے بیان کر چکے ہیں۔

طواف بالبیت سے ممانعت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ذکر فرمایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور اس میں بیت اللہ کا طواف کرنا ہوتا ہے اور طواف کے لیے حضرت عائشہ کو بیت اللہ میں داخل ہونا پڑتا اور وہ حائضہ تھیں جس کی وجہ سے وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں اس لیے آپ نے انہیں طواف بالبیت سے منع فرمایا۔ یعنی طواف بالبیت سے منع کرنے کی علت یہی ہے کہ اس میں مسجد میں داخل ہونا لازم آتا ہے جو کہ حائضہ کے لیے جائز نہیں۔

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد یہ ہے کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۹۸) اس حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ حائضہ کا مسجد میں جانا اور مسجد میں رہنا مطلقاً جائز ہے اور آپ کا دوسرا اشارہ یہ ہے کہ میں مسجد کو جنبی اور حائضہ کے لیے حلال نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۲) ان دونوں احادیث میں تطبیق دینا ضروری ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسری ناسخ نہیں ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ضرورت کی بناء پر؛ جنبی اور حائضہ کا مسجد میں رہنا اور جانا جائز ہے اور بلا ضرورت جائز نہیں ہے جیسا کہ خون اور خنزیر کا گوشت حرام ہے لیکن ضرورت کے وقت مباح ہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۶ ص ۱۰۹ ملخصاً مطبوعہ دار الجیل ریاض ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ کے نزدیک مطلقاً حائضہ اور جنبی کا مسجد میں جانا اور رہنا جائز نہیں ہے ضرورت کی بناء پر جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جب کہ عام غیر مقلدین حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد میں جانے کو مطلقاً جائز کہتے ہیں۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يُصَلِّي بِالْقَوْمِ وَهُوَ نَاسٍ

جنبی کا بھول کر لوگوں کو نماز پڑھانا

233 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ زِيَادٍ الْأَعْلَمِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ أَنْ مَكَانَكُمْ، ثُمَّ جَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَصَلَّى بِهِمْ

❁❁ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز شروع کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دست مبارک کے ذریعے اشارہ کیا کہ تم لوگ اپنی جگہ پر رہو پھر آپ تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

234 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ: فِي أَوَّلِهِ: فَكَبَّرَ. وَقَالَ فِي آخِرِهِ: فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنِّي كُنْتُ جُنُبًا.

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: فَلَمَّا قَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ، وَانْتَظَرْنَا اَنْ يُّكَبِّرَ انْصَرَفَ، ثُمَّ قَالَ: كَمَا اَنْتُمْ.

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: وَرَوَاهُ اَيُّوْبُ، وَابْنُ عَوْنٍ، وَهِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ مُرْسَلًا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَكَبَّرَ ثُمَّ اَوْمَاَ بِيَدِهٖ اِلَى الْقَوْمِ اَنِ اجْلِسُوْا، فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ حَكِيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِيْ صَلَاةٍ.

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: وَكَذٰلِكَ حَدَّثَنَاهُ مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَبَّرَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس کے آغاز میں یہ الفاظ ہیں:''نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی'' اور اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:''جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بھی انسان ہوں میں جنابت کی حالت میں تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت زہری نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ اپنی جائے نماز پر کھڑے ہوئے اور ہم اس بات کے منتظر تھے کہ آپ ﷺ تکبیر کہیں گے تو آپ ﷺ واپس مڑ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اسی حالت میں رہو۔

یہ روایت ایوب، ابن عون اور ہشام نے محمد بن سیرین کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے مرسل روایت کے طور پر نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی پھر آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا تم لوگ بیٹھ جاؤ پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے غسل کیا۔

یہ روایت اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل بن ابوحکیم کے حوالے سے عطا بن یسار سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز کی تکبیر کہی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت اسی طرح مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بیان کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: ابان نے یحییٰ کے حوالے سے ربیع بن محمد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔

235 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، ح وحَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْاَزْرَقِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُوْنُسَ، ح وحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ اِمَامُ مَسْجِدِ صَنْعَاءَ، حَدَّثَنَا رَبَاحٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ كُلُّهُمْ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، وَصَفَّ النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِهٖ ذَكَرَ اَنَّهٗ لَمْ يَغْتَسِلْ فَقَالَ لِلنَّاسِ: مَكَانَكُمْ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا يَنْطُفُ رَاْسُهٗ، وَقَدِ اغْتَسَلَ وَنَحْنُ صُفُوْفٌ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ حَرْبٍ، وَقَالَ عَيَّاشٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَلَمْ نَزَلْ قِيَامًا نَنْتَظِرُهٗ حَتّٰى خَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اغْتَسَلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نماز کے لئے اقامت کہہ دی گئی۔ لوگوں نے صفیں بنالیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام پر کھڑے ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو غسل نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا تم لوگ اپنی جگہ پر رہو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس تشریف لے گئے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا تھا ہم لوگ اس وقت صفیں بنا کر کھڑے ہوئے تھے۔

روایت کے یہ الفاظ ابن حرب نامی راوی کے نقل کردہ ہیں۔

عیاش نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''ہم قیام کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر رہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا ہوا تھا''۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجِدُ الْبِلَّةَ فِي مَنَامِهِ

آدمی کا نیند میں تری (کا نشان) پانا

236 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا. قَالَ: يَغْتَسِلُ، وَعَنِ الرَّجُلِ يَرَى أَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ الْبَلَلَ. قَالَ: لَا غُسْلَ عَلَيْهِ فَقَالَتْ: أُمُّ سُلَيْمٍ الْمَرْأَةُ تَرَى ذَلِكَ أَعَلَيْهَا غُسْلٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو (اپنے کپڑے پر) تری کا نشان پاتا ہے' لیکن اسے احتلام یاد نہیں ہوتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ غسل کرے گا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جسے یہ یاد ہوتا ہے کہ اسے احتلام ہوا تھا لیکن اسے تری کا نشان نظر نہیں آتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس پر غسل لازم نہیں ہوگا۔ اس پر سیدہ اُمّ سلیم نے عرض کی: اگر عورت یہ چیز دیکھتی ہے' تو کیا اس پر بھی یہ غسل لازم ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں عورتیں مردوں کا حصہ ہیں۔

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَرَى مَا يَرَى الرَّجُلُ

عورت کا وہ چیز دیکھنا جو مرد دیکھتا ہے

237 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ الْأَنْصَارِيَّةَ هِيَ أُمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا

يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ أَرَأَيْتَ الْمَرْأَةَ إِذَا رَأَتْ فِي النَّوْمِ مَا يَرَى الرَّجُلُ أَتَغْتَسِلُ أَمْ لَا؟ قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، فَلْتَغْتَسِلْ إِذَا وَجَدَتِ الْمَاءَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهَا، فَقُلْتُ: أُفٍّ لَكِ وَهَلْ تَرَى ذَلِكَ الْمَرْأَةُ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَرِبَتْ يَمِينُكِ يَا عَائِشَةُ، وَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ الشَّبَهُ؟

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَى عُقَيْلٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ، وَيُونُسُ، وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَوَافَقَ الزُّهْرِيَّ: مُسَافِعٌ الْحَجَبِيُّ قَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَأَمَّا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَقَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیّدہ اُمّ سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بیشک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں کرتا۔ ایسی عورت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے' جو نیند میں وہی چیز دیکھتی ہے' جو مرد دیکھتا ہے۔ کیا وہ عورت غسل کرے گی یا نہیں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں جب وہ عورت پانی (یعنی منی کے خروج کا نشان) دیکھے تو اسے غسل کرنا ہوگا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اس عورت کی طرف متوجہ ہوئی میں نے کہا: تم پر افسوس ہے کیا عورت بھی یہ چیز دیکھتی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں' پھر (بچے کی ماں کے ساتھ) مشابہت کس وجہ سے ہوتی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عقیل' زبیدی' یونس اور زہری کے بھتیجے نے زہری کے حوالے سے نقل کی ہے' جبکہ ابراہیم بن ابووزیر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے زہری سے نقل کی ہے۔

مسافع حجبی نے اس میں زہری کی موافقت کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: یہ عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے' تاہم جہاں تک ہشام بن عروہ کا تعلق ہے وہ یہ کہتے ہیں: یہ روایت عروہ کے حوالے سے سیّدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

بَابٌ فِي مِقْدَارِ الْمَاءِ الَّذِي يُجْزِءُ فِي الْغُسْلِ

پانی کی اس مقدار کا تذکرہ' جس سے غسل جائز ہوتا ہے

238 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ - هُوَ الْفَرَقُ - مِنَ الْجَنَابَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ: مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي

هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَتْ: كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ فِيْهِ قَدْرُ الْفَرَقِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: الْفَرَقُ: سِتَّةَ عَشَرَ رِطْلًا وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: صَاعُ ابْنِ اَبِىْ ذِئْبٍ خَمْسَةُ اَرْطَالٍ وَثُلُثٌ. قَالَ: فَمَنْ قَالَ: ثَمَانِيَةُ اَرْطَالٍ؟ قَالَ: لَيْسَ ذٰلِكَ بِمَحْفُوْظٍ قَالَ: وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ يَقُوْلُ: مَنْ اَعْطٰى فِىْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ بِرِطْلِنَا هٰذَا خَمْسَةَ اَرْطَالٍ وَثُلُثًا فَقَدْ اَوْفٰى قِيْلَ الصَّيْحَانِىُّ ثَقِيْلٌ. قَالَ: الصَّيْحَانِىُّ اَطْيَبُ قَالَ: لَا اَدْرِىْ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل جنابت کر لیتے تھے جو فرق ہوتا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) معمر نے زہری کے حوالے سے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کر لیتے تھے' جس میں ایک فرق جتنا پانی آتا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن عیینہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ حدیث کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ایک فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے۔

میں نے انہیں یہ بھی بیان کرتے ہوئے سنا ہے ابن ابوذئب کا صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل جتنا ہوتا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا کہ جو حضرات یہ کہتے ہیں: وہ آٹھ رطل کا ہوتا ہے' تو امام احمد نے کہا: یہ بات محفوظ نہیں ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' جو شخص ہمارے رطل کے حساب سے یعنی پانچ رطل اور ایک تہائی رطل صدقہ فطر ادا کر دے تو اس نے مکمل ادائیگی کر دی۔ یہ بات بیان کی گئی ہے صیحانی (نامی کھجور) وزنی ہوتی ہے۔ امام داؤد نے دریافت کیا: صیحانی پاکیزہ ہوتی ہے' تو امام احمد نے جواب دیا: مجھے نہیں معلوم۔

بَابٌ فِى الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کا بیان

239 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، اَخْبَرَنِىْ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّهُمْ ذَكَرُوا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُسْلَ مِنَ الْجَنَابَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمَّا اَنَا فَاُفِيْضُ عَلٰى رَاْسِىْ ثَلَاثًا. وَاَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا

❁❁ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جنابت کا ذکر کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں' تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہا دیتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اشارہ

239- اسناده صحيح. زهير: هو ابن حرب ابو خيثمة، وابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي. واخرجه البخاري (254)، ومسلم (327)، والنسائي في "المجتبى" (250) و (425)، وابن ماجه (575) من طرق عن ابي اسحاق، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (16749)

کر کے یہ بات ارشاد فرمائی۔

تمام ظاہر بدن پر پانی بہانے کا بیان

تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پرزے ہر رونگٹے پر پانی بہہ جانا۔ اکثر عوام بلکہ بعض پڑھے لکھے یہ کرتے ہیں کہ سر پر پانی ڈال کر بدن پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ غسل ہو گیا حالانکہ بعض اعضا ایسے ہیں کہ جب تک ان کی خاص طور پر احتیاط نہ کی جائے نہیں دھلیں گے اور غسل نہ ہوگا۔ لہٰذا بالتفصیل بیان کیا جاتا ہے۔ اعضائے وضو میں جو مواضع احتیاط ہیں ہر عضو کے بیان میں ان کا ذکر کر دیا گیا ان کا یہاں بھی لحاظ ضروری ہے اور ان کے علاوہ خاص غسل کی ضروریات یہ ہیں۔ سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا بھی وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وضو میں بیان ہوا۔ بھوؤں اور مونچھوں اور داڑھی کے بال کا جڑ سے نوک تک اور ان کے نیچے کی کھال کا دھلنا کان کا ہر پرزہ اور اس کے سوراخ کا منہ کانوں کے پیچھے کے بال ہٹا کر پانی بہائے ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے منہ اٹھائے نہ دھلے گا بغلیں بے ہاتھ اٹھائے نہ دھلیں گی بازو کا ہر پہلو پیٹھ کا ہر ذرہ پیٹ بلٹیں اٹھا کر دھوئیں ناف کو انگلی ڈال کر دھوئیں جبکہ پانی بہنے میں شک ہو جسم کا ہر رونگٹا جڑ سے نوک تک ران اور پیڑو کا جوڑ ران اور پنڈلی کا جوڑ جب بیٹھ کر نہائیں دونوں سرین کے ملنے کی جگہ خصوصاً جب کھڑے ہو کر نہائیں رانوں کی گولائی پنڈلیوں کی کروٹیں ذکر و انثیین کے ملنے کی سطحیں بے جدا کئے نہ دھلیں گی۔ انثیین کی سطح زیریں جوڑ تک انثیین کے نیچے کی جگہ جڑ تک جس کا ختنہ نہ ہوا ہو تو اگر کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے اور کھال کے اندر پانی چڑھائے عورتوں پر خاص یہ احتیاطیں ضروری ہیں۔

ڈھلکی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھونا پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر فرج خارج کا ہر گوشہ ہر ٹکڑا نیچے اوپر خیال سے دھویا جائے ہاں فرج داخل میں انگلی ڈال کر دھونا واجب نہیں مستحب ہے یونہی اگر حیض و نفاس سے فارغ ہو کر غسل کرتی ہے تو ایک پرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کر لینا مستحب ہے۔ ماتھے پر افشاں چنی ہو تو چھڑانا ضروری ہے۔

غسل میں دائیں جانب سے شروع کرنے کا بیان

240 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ مِنْ نَحْوِ الْحِلَابِ، فَاَخَذَ بِكَفَّيْهِ فَبَدَاَ بِشِقِّ رَاْسِهِ الْاَيْمَنِ، ثُمَّ الْاَيْسَرِ، ثُمَّ اَخَذَ بِكَفَّيْهِ، فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهِ

❁❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غسل جنابت کرنا ہوتا تھا تو آپ حلاب جتنا برتن (یعنی وہ

240- اسناده صحيح، ابو عاصم: هو الضحاك بن مخلد النبيل، وحنظلة: هو ابن ابی سفيان الجمحی، والقاسم: هو ابن محمّد بن ابی بكر. واخرجه البخاری (258)، ومسلم (318)، والنسائی فی "المجتبی" (424) عن محمّد بن المثنی، بهذا الاسناد. وهو فی "صحيح ابن حبان" (1197).

برتن جس میں دودھ دوہا جاتا ہے) منگواتے تھے' پھر آپ ﷺ ڈالتے تھے' پھر بائیں حصے پر ڈالتے تھے' پھر آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے پانی لے کر اسے اپنے سر پر ڈالتے تھے۔ دونوں ہتھیلیوں میں پانی لے کر دائیں طرف سے آغاز کرتے تھے' پھر بائیں طرف کو دھوتے تھے۔

غسل کرنے کا طریقہ

غسل کا مسنون طریقہ جو شخص غسل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ کوئی کپڑا تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے اور اگر ننگا نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچ سکے۔ عورت کو اور ہر ننگا نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا چاہیے اور ننگا نہانے والا قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ نہائے۔ سب سے پہلے دونوں ہاتھ کلائی تک تین مرتب دھوئے پھر استنجائ کرے یعنی پیشاب و پاخانہ کے مقام کے دھوئے خواہ استنجائ کی جگہ پر نجاست ہو یا نہ ہو۔ اور بدن پر جہاں جہاں نجاست حقیقی لگی ہو اس کو بھی دھو ڈالے پھر کلی غرارہ کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اس میں مبالغہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو غرارہ نہ کرے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ نہ کرے مسواک بھی کرے اور پورا وضو کرے۔ ہاتھ پیر کی انگلیوں اور داڑھی کا خلال بھی کرے۔

اگر کسی چوکی یا پتھر وغیرہ پر بیٹھ کر غسل کرتا ہو تو وضو کرتے وقت پاؤں بھی دھو لے پھر بعد میں دھونے کی ضرورت نہیں اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پاؤں بھر جائیں گے اور غسل کے بعد دھونے پڑیں گے تو پاؤں نہ دھوئے بلکہ غسل سے فراغت کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر پاؤں کو دھوئے۔ وضو کے بعد پہلے سر کو دھو لے پھر تمام بدن پر تھوڑا سا پانی ڈال کر ہاتھ سے ملے یا گیلا ہاتھ تمام بدن پر پھرائے تا کہ جب پانی ڈالے تو بدن پر سب جگہ اچھی طرح پہنچ جائے اور کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہا لے اور ہر دفعہ بدن کو ملے کہیں سوکھا نہ رہ جائے۔ بدن پر پانی اس ترتیب سے ڈالے کہ پہلے اپنے داہنے مونڈھے پر تین مرتبہ پھر بائیں مونڈھے پر تین مرتبہ پھر سر پر پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالے اور اصح و ظاہر الروایت و حدیث کے موافق یہ ہے کہ پہلے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر دائیں کندھے پر تین مرتبہ پھر بائیں کندھے پر تین مرتبہ ڈالے۔ اور غسل فرض ہو تو سوائے بسم اللہ کے اور کوئی دعا نہ پڑھے اور بسم اللہ بھی کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھ لے اور نہاتے وقت بغیر سخت ضرورت کے کسی سے کوئی بات نہ کرے۔ غسل کے بعد چاہے تو اپنے جسم کو کسی کپڑے سے پونچھ ڈالے اور نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لے اور اب بلا وجہ ستر کو کھلا نہ رکھے۔

241 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ بْنِ قُدَامَةَ، عَنْ صَدَقَةَ، حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَيْرٍ أَحَدُ بَنِي تَيْمِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أُمِّي وَخَالَتِي عَلَى عَائِشَةَ، فَسَأَلَتْهَا إِحْدَاهُمَا كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ عِنْدَ الْغُسْلِ؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَنَحْنُ نُفِيضُ عَلَى رُءُوسِنَا خَمْسًا مِنْ أَجْلِ الضُّفُرِ

❀❀ جمیع بن عمیر بیان کرتے ہیں: میں اپنی والدہ اور خالہ کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو ان دونوں خواتین میں سے ایک نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ آپ ﷺ لوگ غسل کے وقت کیا کرتے تھے' تو سیّدہ عائشہ

رضی اللہ عنہا نے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے اور ہم (یعنی خواتین یعنی ازواج مطہرات) اپنے سر پر پانچ مرتبہ پانی بہاتی تھیں' کیونکہ ہم نے چوٹیاں بنائی ہوئی ہوتی تھیں۔

242 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاشِحِيُّ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ - قَالَ سُلَيْمَانُ - يَبْدَأُ فَيُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ: غَسَلَ يَدَيْهِ يَصُبُّ الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ اتَّفَقَا فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ، وَقَالَ مُسَدَّدٌ: يُفْرِغُ عَلَى شِمَالِهِ، وَرُبَّمَا كَنَتْ عَنِ الْفَرْجِ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْإِنَاءِ فَيُخَلِّلُ شَعْرَهُ، حَتَّى إِذَا رَأَى أَنَّهُ قَدْ أَصَابَ الْبَشْرَةَ، أَوْ أَنْقَى الْبَشْرَةَ أَفْرَغَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا، فَإِذَا فَضَلَ فَضْلَةٌ صَبَّهَا عَلَيْهِ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تھے (یہاں سلیمان نامی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) تو اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے پانی ڈالنے سے آغاز کرتے تھے' جبکہ مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ دھوکر برتن کو اپنے دائیں ہاتھ پر انڈیلتے تھے' پھر دونوں راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شرمگاہ کو دھوتے تھے' مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلتے تھے اور بعض اوقات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے شرم گاہ کا ذکر کنایہ کے طور پر کیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے تھے' پھر اپنے دونوں ہاتھ برتن میں داخل کر کے اپنے بالوں کا خلال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم محسوس کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد تک پانی پہنچا دیا ہے یا جلد کو صاف کر لیا ہے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے اور جو پانی بچ جاتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم پر بہا لیتے تھے۔

243 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ، حَدَّثَنِي سَعِيدٌ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنِ النَّخَعِيِّ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ بِكَفَّيْهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ مَرَافِغَهُ، وَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ، فَإِذَا أَنْقَاهُمَا أَهْوَى بِهِمَا إِلَى حَائِطٍ، ثُمَّ يَسْتَقْبِلُ الْوُضُوءَ، وَيُفِيضُ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهِ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے کا ارادہ کرتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں کو سب سے پہلے دھوتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شرم گاہ کو دھوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر پانی بہاتے تھے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو اچھی طرح صاف کر لیتے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ دیوار کی طرف بڑھاتے تھے (دیوار پر مل کر انہیں صاف کرتے تھے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے اور پھر اپنے سر پر پانی بہا لیتے تھے۔

243- إسناده صحيح. محمّد بن ابى عدى - وان روى عن سعيد بن ابى عروبة بعد الاختلاط - قد توبع. ابو معشر: هو زياد بن كليب الثقة. وهو فى "مسند احمد" (25379) من طريق محمّد بن جعفر وعبد الوهّاب بن عطاء، كلاهما عن سعيد بن ابى عروبة بهذا الاسناد. وعبد الوهّاب سمع من سعيد قبل الاختلاط. وانظر ما قبله

244 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوْكَرٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عُرْوَةَ الْهَمْدَانِيِّ، حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَئِنْ شِئْتُمْ لَأُرِيَنَّكُمْ أَثَرَ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَائِطِ حَيْثُ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر تم چاہو تو میں تم لوگوں کو دیوار پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نشان دکھا سکتی ہوں۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے ہوئے (اپنا ہاتھ مل کر صاف کرتے تھے)

245 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَأَكْفَأَ الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى، فَغَسَلَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ صَبَّ عَلَى فَرْجِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَغَسَلَهَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَجَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى نَاحِيَةً فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ، فَنَاوَلْتُهُ الْمِنْدِيلَ فَلَمْ يَأْخُذْهُ وَجَعَلَ يَنْفُضُ الْمَاءَ عَنْ جَسَدِهِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: كَانُوا لَا يَرَوْنَ بِالْمِنْدِيلِ بَأْسًا، وَلَكِنْ كَانُوا يَكْرَهُونَ الْعَادَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دَاوُدَ: كَانُوا يَكْرَهُونَهُ لِلْعَادَةِ؟ فَقَالَ: هَكَذَا هُوَ، وَلَكِنْ وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِي هَكَذَا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کریں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن کو اپنے دائیں ہاتھ پر انڈیلا اور اس ہاتھ کو دو یا شاید تین مرتبہ دھویا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شرم گاہ پر پانی انڈیل کر اپنی شرم گاہ کو بائیں ہاتھ کے ذریعے دھویا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ زمین پر مل کر اسے دھویا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں کو دھویا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر اور پورے جسم پر پانی بہایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف ہٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پاؤں دھو لئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رومال پکڑایا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہیں لیا اور اپنے جسم سے پانی جھاڑنے لگے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ابراہیم نخعی کے سامنے یہ روایت ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: صحابہ کرام رومال استعمال کرنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے' لیکن وہ لوگ اسے عادت کے طور پر اختیار کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن داؤد سے کہا: صحابہ کرام عادت کے طور پر اسے استعمال کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے' تو انہوں نے فرمایا: ایسا ہی ہوگا لیکن میں نے اپنی کتاب میں اسی طرح پایا ہے۔

246 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْخُرَاسَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يُفْرِغُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى سَبْعَ مِرَارٍ، ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ - فَنَسِيَ مَرَّةً كَمْ أَفْرَغَ، فَسَأَلَنِي كَمْ أَفْرَغْتُ؟ فَقُلْتُ لَا أَدْرِي، فَقَالَ: لَا أُمَّ

لَکَ، وَمَا يَمْنَعُکَ اَنْ تَدْرِیَ؟ - ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوئَهُ لِلصَّلَاةِ. ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى جِلْدِهِ الْمَاءَ. ثُمَّ يَقُوْلُ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَطَهَّرُ

❁❁ شعبہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب غسل جنابت کرتے تھے' تو اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے اپنے بائیں ہاتھ پر سات مرتبہ پانی انڈیلتے تھے' پھر وہ اپنی شرم گاہ کو دھوتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ بھول گئے کہ انہوں نے کتنی مرتبہ پانی انڈیلا ہے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا: میں نے کتنی مرتبہ پانی ڈالا ہے' تو میں نے عرض کی: مجھے نہیں معلوم انہوں نے فرمایا: تمہاری ماں نہ رہے تمہیں کیوں معلوم نہیں ہوسکا پھر انہوں نے نماز کے لئے وضو کی طرح وضو کیا۔ پھر انہوں نے اپنے جسم پر پانی بہایا اور یہ کہا: نبی اکرم ﷺ اسی طرح طہارت حاصل کیا کرتے تھے۔

247 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُصْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَتِ الصَّلَاةُ خَمْسِيْنَ، وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مِرَارٍ، وَغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ سَبْعَ مِرَارٍ. فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُ حَتّٰى جُعِلَتِ الصَّلَاةُ خَمْسًا. وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ مَرَّةً، وَغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ مَرَّةً

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پہلے پچاس نمازیں (فرض ہوئی تھیں) اور غسل جنابت سات مرتبہ اور کپڑے کے پیشاب کو دھونا سات مرتبہ دھونا (لازم ہوا تھا) اس کے بعد نبی اکرم ﷺ مسلسل (ان میں تخفیف کا) سوال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نمازوں کو پانچ کر دیا گیا۔ غسل جنابت ایک دفعہ ہو گیا اور کپڑے سے پیشاب کو دھونا ایک مرتبہ ہو گیا۔

248 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ، وَاَنْقُوا الْبَشَرَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ حَدِيْثُهُ مُنْكَرٌ، وَهُوَ ضَعِيْفٌ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے' تو تم بال دھولو اور جلد کو صاف کرلو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حارث بن وجیہ نامی راوی کی نقل کردہ حدیث منکر ہے اور یہ راوی ضعیف ہے۔

شرح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ غسل جنابت میں سر کے بالوں کو اچھی طرح دھویا جائے تاکہ پانی بالوں کی جڑ میں پہنچ جائے اس لئے اگر پانی بالوں کی جڑ تک نہیں پہنچے گا تو پاکی حاصل نہیں ہوگی، چنانچہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اگر ایک بال کے نیچے کی بھی جگہ خشک رہ جائے گی تو غسل ادا نہ ہوگا۔ بالوں کے ساتھ ساتھ بدن کو بھی اچھی طرح دھونے کا حکم دیا جا رہا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نہانے کے وقت بدن کو خوب اچھی طرح مل کر میل وغیرہ کو صاف کرنا چاہئے اور پورے بدن پر پانی اس طرح بہانا چاہئے کہ بدن کا کوئی حصہ بھی خشک نہ رہ جائے کیونکہ اگر بدن پر خشک مٹی، آٹا یا موم وغیرہ لگا رہا اس کے نیچے پانی نہ پہنچا تو ناپاکی دور نہ ہوگی۔

249 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ: فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا، وَكَانَ يَجُزُّ شَعْرَهُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص جنابت میں ایک بال جتنی جگہ چھوڑ دے جسے وہ نہ دھوئے' تو اس کے ساتھ آگ کے ذریعے ایسے اور ایسے کیا جائے گا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا ہوں۔ اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا ہوں۔ اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا ہوں۔ (راوی کہتے ہیں:) حضرت علی رضی اللہ عنہ بال منڈوا کے رکھتے تھے۔

غسل کرنے فقہی طریقہ کار کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ غسل کی نیت کر کے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجے کی جگہ دھوئے خواہ نجاست ہو یا نہ ہو پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے پھر نماز کا سا وضو کرے مگر پاؤں نہ دھوئے۔ ہاں اگر چوکی یا تختے یا پتھر پر نہائے تو پاؤں بھی دھو لے۔ پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑ لے خصوصاً سردی میں پھر تین مرتبہ داہنے مونڈھے پر پانی بہائے۔ پھر بائیں مونڈھے پر تین بار پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار پھر جائے غسل سے الگ ہو جائے اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھو لے اور نہانے میں قبلہ رخ نہ ہو اور تمام بدن پر ہاتھ پھیرے اور ملے اور ایسی جگہ نہائے کہ کوئی نہ دیکھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کے اعضا کا ستر تو ضروری ہے اگر اتنا بھی ممکن نہ ہو تو تیمم کرے مگر یہ احتمال بہت بعید ہے اور کسی قسم کا کلام نہ کرے نہ کوئی دعا پڑھے بعد نہانے کے رومال سے بدن پونچھ ڈالے تو حرج نہیں۔ (عالمگیری)

اگر غسل خانہ کی چھت نہ ہو یا ننگے بدن نہائے بہ شرطیکہ موضع احتیاط ہو تو کوئی حرج نہیں ہاں عورتوں کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے بعد نہانے کے فوراً کپڑے پہن لے اور وضو کے سنن و مستحبات' غسل کیلئے سنن و مستحبات ہیں مگر ستر کھلا ہو تو قبلہ کو منہ کرنا نہ چاہئے اور تہبند باندھے ہو تو حرج نہیں۔

اگر بہتے پانی مثلاً دریا یا نہر میں نہایا تو تھوڑی دیر اس میں رکنے سے تین بار دھونے اور ترتیب اور وضو یہ سب سنتیں ادا ہو گئیں اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اعضا کو تین بار حرکت دے اور تالاب وغیرہ ٹھہرے پانی میں نہایا تو اعضا کو تین بار حرکت دینے یا جگہ بدلنے سے یعنی تین بار دھونے کی سنت ادا ہو جائے گی۔ مینہ میں کھڑا ہو گیا تو یہ بہتے پانی میں کھڑے ہونے کے حکم میں ہے۔ بہتے پانی میں وضو کیا تو وہی تھوڑی دیر اس میں عضو کو رہنے دینا اور ٹھہرے پانی میں حرکت دینا تین بار دھونے کے قائم مقام ہے۔

سب کیلئے غسل یا وضو میں پانی کی ایک مقدار معین نہیں جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے ایک لمبا چوڑا دوسرا دبلا پتلا ایک کے تمام اعضا پر بال دوسرے کا بدن صاف ایک گھنی داڑھی والا اور دوسرا بے ریش ایک کے سر پر بڑے بڑے بال دوسرے کا سر منڈا علی ہذا القیاس سب کیلئے ایک مقدار کیسے ممکن ہے۔ عورت کو حمام میں جانا مکروہ ہے اور مرد جا سکتا ہے مگر ستر کا لحاظ ضروری ہے۔ لوگوں کے سامنے

ستر کھول کر نہانا حرام ہے۔ البتہ ضرورت صحیح تر کے حمام کو نہ جائے کہ ایک مخفی امر لوگوں پر ظاہر کرنا ہے۔

بَابٌ فِي الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ

باب: غسل کے بعد وضو کرنا

250 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ وَصَلَاةَ الْغَدَاةِ، وَلَا أَرَاهُ يُحْدِثُ وُضُوءًا بَعْدَ الْغُسْلِ۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے اور صبح کی نماز ادا کرتے تھے میرا نہیں خیال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد از سر نو وضو کرتے تھے۔

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ هَلْ تَنْقُضُ شَعْرَهَا عِنْدَ الْغُسْلِ

باب: کیا عورت غسل کے وقت اپنے بال کھولے گی؟

251 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ - وَقَالَ زُهَيْرٌ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ - أَشُدُّ ضُفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِلْجَنَابَةِ؟ قَالَ: إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْفِنِي عَلَيْهِ ثَلَاثًا - وَقَالَ زُهَيْرٌ: تُحْثِي عَلَيْهِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ مِنْ مَاءٍ ثُمَّ تُفِيضِي عَلَى سَائِرِ جَسَدِكِ، فَإِذَا أَنْتِ قَدْ طَهُرْتِ

سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مسلمان خاتون (یہاں زہیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:) اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں کہ میں نے اپنی مینڈیاں سختی سے باندھی ہوتی ہیں تو کیا غسل جنابت کے لئے میں انہیں کھولا کروں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم ان پر تین لپ بہالیا کرو۔

یہاں زہیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: تم ان پر پانی کے تین لپ بہالو اور پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہالو تو تم پاک ہو جاؤ گی۔

252 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ نَافِعٍ يَعْنِي الصَّائِغَ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ: فَسَأَلَتْ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ فِيهِ: وَاغْمِزِي قُرُونَكِ عِنْدَ كُلِّ حَفْنَةٍ

250- اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية، وابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، والاسود: هو ابن يزيد النخعي. واخرجه الترمذي (107)، والنسائي في "الكبرى" (245) من طريقين عن ابي اسحاق، بهذا الاسناد. ولم يذكرا فيه صلاة الركعتين وصلاة الغداة. وهو في "مسند احمد" (24389) و (25205).

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اس نے یہ مسئلہ ذکر کیا سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے یہ مسئلہ دریافت کیا: اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''ہر مرتبہ لپ ڈالنے کے بعد تم اپنی چوٹیوں کو نچوڑ لو''۔

253 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ اِحْدَانَا اِذَا اَصَابَتْهَا جَنَابَةٌ اَخَذَتْ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ - هٰكَذَا تَعْنِيْ بِكَفَّيْهَا جَمِيعًا - فَتَصُبُّ عَلَى رَاْسِهَا، وَاَخَذَتْ بِيَدٍ وَاحِدَةٍ فَصَبَّتْهَا عَلَى هٰذَا الشِّقِّ، وَالْاُخْرَى عَلَى الشِّقِّ الْآخَرِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم (خواتین) میں سے کسی ایک کو جنابت لاحق ہوتی تھی' تو وہ تین لپ یعنی دونوں ہتھیلیاں اکٹھی کر کے پانی لیتی تھی اور اسے اپنے سر پر بہا لیتی تھی۔ وہ ایک ہاتھ کے ذریعے سر کے ایک حصے کی طرف پانی بہاتی تھی اور دوسرے ہاتھ کے ذریعے دوسرے حصے پر بہاتی تھی۔

254 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنَّا نَغْتَسِلُ وَعَلَيْنَا الضِّمَادُ، وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِلَّاتٌ وَمُحْرِمَاتٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم غسل کیا کرتی تھیں حالانکہ ہم نے ضماد (لیپ) کیا ہوتا تھا۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتی تھیں۔ ہم نے حالت احرام میں اور حالت احرام کے بغیر ایسا کیا ہے۔

255 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: قَرَاْتُ فِيْ اَصْلِ اِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ قَالَ: ابْنُ عَوْفٍ، وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ، عَنْ اَبِيهِ، حَدَّثَنِيْ ضَمْضَمُ بْنُ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: اَفْتَانِيْ جُبَيْرُ بْنُ نُفَيْرٍ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ، اَنَّ ثَوْبَانَ حَدَّثَهُمْ اَنَّهُمُ اسْتَفْتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: اَمَّا الرَّجُلُ فَلْيَنْشُرْ رَاْسَهُ فَلْيَغْسِلْهُ حَتّٰى يَبْلُغَ اُصُوْلَ الشَّعْرِ. وَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَلَا عَلَيْهَا اَنْ لَّا تَنْقُضَهُ لِتَغْرِفْ عَلَى رَاْسِهَا ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ بِكَفَّيْهَا

شریح بن عبید بیان کرتے ہیں: جبیر بن نفیر نے غسل جنابت کے بارے میں مجھے یہ فتویٰ دیا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو یہ بات بتائی ہے ان لوگوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاں تک مرد کا تعلق ہے' تو وہ اپنے سر کے بال کھول کر انہیں دھوئے گا۔ یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے لیکن جہاں تک عورت کا تعلق ہے' تو اس پر یہ بات لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے بال کھولے وہ اپنے سر پر تین لپ دونوں ہاتھوں کے ذریعے انڈیل دے گی۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِخِطْمِيٍّ أَيُجْزِئُهُ ذَلِكَ

باب: جنبی شخص کا خطمی کے ذریعے اپنے سر کو دھونا

256 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُوَاءَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْخِطْمِيِّ وَهُوَ جُنُبٌ يَجْتَزِءُ بِذَلِكَ، وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنے سر کو خطمی کے ذریعے دھوتے تھے' جب آپ ﷺ جنابت کی حالت میں ہوتے تھے آپ ﷺ اسی پر کفایت کر لیتے تھے۔ آپ ﷺ اس پر پانی نہیں بہاتے تھے۔

شرح

جس طرح یہاں آنولہ وغیرہ سے دھونے کا رواج تھا ایسے ہی عرب میں خطمی سے سر دھوئے جاتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کے بارے میں فرما رہی ہیں کہ آپ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو اپنے سر کے بال خطمی کے پانی سے دھویا کرتے تھے اور اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ جب سر پر خطمی لگا کر اسے دھونے کے لئے سر پر خطمی ملا ہوا پانی ڈالتے تھے تو پھر دوبارہ پانی بہانے کے وقت سر پر پانی نہیں ڈالتے تھے بلکہ اسی پہلے دھوئے ہوئے کو کافی سمجھتے تھے جیسا کہ عام طور پر نہانے والے یہ کرتے ہیں کہ پہلے سر کو دھوتے ہیں، اس کے بعد غسل کرتے ہیں اور پھر دوبارہ سر پر بھی پانی ڈالتے ہیں آپ ﷺ ایسا نہیں کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جس پانی سے سر کو دھویا کرتے تھے اس میں خطمی کے اجزاء کم ہوتے ہوں گے کہ جس سے پانی کی حقیقت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا ہوگا یعنی سیلان باقی رہتا ہوگا۔

بَابٌ فِيمَا يَفِيضُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنَ الْمَاءِ

باب: پانی کا مرد اور عورت کے درمیان بہنا

257 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُوَاءَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَائِشَةَ فِيمَا يَفِيضُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنَ الْمَاءِ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ كَفًّا مِنْ مَاءٍ يَصُبُّ عَلَيَّ الْمَاءَ، ثُمَّ يَأْخُذُ كَفًّا مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ يَصُبُّهُ عَلَيْهِ

⊛⊛ بنوسواءہ بن عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے' جو مرد اور عورت کے پانی بہانے کے بارے میں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ چلو میں پانی لیتے تھے اور وہ پانی مجھ پر انڈیل دیتے تھے' پھر آپ ﷺ چلو میں پانی لیتے تھے اور وہ اپنے اوپر انڈیلتے تھے۔

بَابٌ فِي مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ وَمُجَامَعَتِهَا

باب: حیض والی خواتین کے ساتھ کھانا پینا اور ساتھ رہنا

258 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ الْيَهُودَ كَانَتْ إِذَا حَاضَتْ مِنْهُمُ الْمَرْأَةُ أَخْرَجُوهَا مِنَ الْبَيْتِ، وَلَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُشَارِبُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهَا فِي الْبَيْتِ، فَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ) (البقرة: 222) قُلْ: هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ، وَاصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ النِّكَاحِ. فَقَالَتِ الْيَهُودُ: مَا يُرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ. فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْيَهُودَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا أَفَلَا نَنْكِحُهُنَّ فِي الْمَحِيضِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا، فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا، فَظَنَنَّا أَنَّهُ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودیوں کا یہ معمول تھا کہ جب ان کی کسی عورت کو حیض آ جاتا' تو وہ اسے گھر سے نکال دیتے تھے۔ وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے پیتے نہیں تھے۔ اس کے ساتھ گھر میں نہیں رہتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"لوگ تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تم یہ فرمادو! یہ گندگی ہے اور حیض کے دوران خواتین سے (جنسی طور پر) الگ رہو"۔ یہ آیت کے آخر تک ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان خواتین کے ساتھ گھروں میں رہو اور صحبت کرنے کے علاوہ سب کچھ کرو۔ اس پر یہودیوں نے کہا: یہ صاحب صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہر معاملے میں ہماری مخالفت کریں۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہودیوں نے یہ بات کہی ہے' تو کیا ہم ان خواتین کے ساتھ حیض کے دوران صحبت بھی نہ کرلیا کریں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں حضرات پر ناراضگی کا اظہار کریں گے۔ یہ حضرات تشریف لے گئے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا تحفہ آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو بلایا اور وہ دودھ ان دونوں کو پلایا۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر (زیادہ) ناراض نہیں ہوئے ہیں۔

259 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَتَعَرَّقُ الْعَظْمَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَأُعْطِيهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ

فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي فِيهِ وَضَعْتُهُ، وَأَشْرَبُ الشَّرَابَ فَأُنَاوِلُهُ فَيَضَعُ فَمَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي كُنْتُ أَشْرَبُ مِنْهُ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: (بعض اوقات) میں حیض کی حالت میں کوئی ہڈی نوچ کر کھاتی تھی، پھر میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا منہ مبارک اسی جگہ رکھتے تھے جہاں میں نے اپنا منہ رکھا ہوتا تھا، اور میں کوئی مشروب پیتی تھی اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھاتی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا منہ اسی جگہ رکھتے تھے جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا۔

260 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ صَفِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ رَأْسَهُ فِي حِجْرِي فَيَقْرَأُ وَأَنَا حَائِضٌ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک میری گود میں رکھ کر تلاوت کر لیتے تھے حالانکہ میں اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

حیض کے معنی ومفہوم واحکام کا بیان

لغت میں "حیض" کے معنی "جاری ہونا" ہیں اور اصطلاح شریعت میں حیض اس خون کو کہا جاتا ہے جو عورت کے رحم سے بغیر کسی بیماری اور ولادت کے جاری ہوتا ہے اور جسے عرف عام میں "ماہواری" یا ایام بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح رحم عورت سے جو خون کسی مرض کی وجہ سے آتا ہے اسے استحاضہ اور جو خون ولادت کے بعد جاری ہوتا ہے اسے "نفاس" کہتے ہیں۔ حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے لہٰذا اس مدت میں خون خالص سفیدی کے علاوہ جس رنگ میں بھی آئے وہ حیض کا خون شمار ہوگا یعنی حیض کے خون کا رنگ سرخ بھی ہوتا ہے اور سیاہ وسبز بھی، نیز زرد اور مٹی کے رنگ جیسا بھی حیض کے خون کا رنگ ہوتا ہے۔ ایام حیض میں نماز، روزہ نہ کرنا چاہئے البتہ ایام گزر جانے کے بعد روزے تو قضاء ادا کئے جائیں گے مگر نماز کی قضا نہیں ہوگی۔ مناسب ہے کہ اس موقعہ پر حیض کے کچھ مسائل واحکام ذکر کر دیئے جائیں۔

(۱) اگر کوئی عورت سو کر اٹھنے کے بعد خون دیکھے تو اس کا حیض اسی وقت سے شمار ہوگا جب سے وہ بیدار ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں اور اگر کوئی حائضہ عورت سو کر اٹھنے کے بعد اپنے کو طاہر پائے تو جب سے سوئی ہے اسی وقت سے طاہر سمجھی جائے گی۔

(۲) حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے ناف اور زانوں کے درمیان کے جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا بشرطیکہ کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو مکروہ تحریمی ہے اور جماع کرنا حرام ہے۔

(۳) حیض والی عورت اگر کسی کو قرآن مجید پڑھاتی ہو تو اس کو ایک ایک لفظ رک رک کر پڑھانے کی غرض سے کہنا جائز ہے۔ ہاں پوری آیت ایک دم پڑھ لینا اس وقت بھی ناجائز ہے۔

259- اسنادہ صحیح۔ مسعر: ھو ابن کدام، وشریح: ھو ابن ھانیء الحارثی الکوفی۔ واخرجہ مسلم (300)، والنسائی فی "الکبری" (61)، وابن ماجہ (643) من طرق عن المقدام بن شریح، بھذا الاسناد۔ وھو فی "مسند احمد" (24328)، و"صحیح ابن حبان" (1360) و (1361).

(٤) حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے بوسے لینا، اس کا استعمال کیا پانی وغیرہ پینا اور اس سے لپٹ کر سونا اور اس کے ناف اور ناف کے اوپر اور زانوں کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا اگر چہ کپڑا درمیان میں نہ ہو اور ناف وزانوں کے درمیان کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے بلکہ حیض والی عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے۔

(٥) جس عورت کا حیض دس دن اور دس راتیں آ کر بند ہوا ہو تو اس سے بغیر غسل کے خون بند ہوتے ہی جماع جائز ہے اور جس عورت کا خون دس دن سے کم آ کر بند ہوا ہو تو اگر اس کی عادت سے بھی کم آ کر بند ہوا ہے تو اس سے جماع جائز نہیں۔ جب تک کہ اس کی عادت نہ گزر جائے اور عادت کے موافق اگر بند ہوا ہے تو جب تک غسل نہ کرے یا ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے جماع جائز نہیں۔ نماز کا وقت گزر جانے کے بعد بغیر غسل کے بھی جائز ہوگا۔ نماز کے وقت گزر جانے سے یہ مقصود ہے کہ اگر شروع وقت میں خون بند ہوا تو باقی وقت سب گزر جائے اور اگر آخر وقت میں خون بند ہوا تو اس قدر وقت ہونا ضروری ہے کہ جس میں غسل کر کے نماز کی نیت کرنے کی گنجائش ہو اور اگر اس سے بھی کم وقت باقی ہو تو پھر اس کا اعتبار نہیں دوسری نماز کا پورا وقت گزرنا ضروری ہے۔ یہی حکم نفاس کا ہے کہ اگر چالیس دن آ کر بند ہوا ہو تو خون بند ہوتے ہی بغیر غسل کے اور اگر چالیس دن سے کم آ کر بند ہوا ہو اور عادت سے بھی کم ہو تو بعد عادت گزر جانے کے اور اگر عادت کے موافق بند ہوا ہو تو غسل کے بعد یا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد جماع وغیرہ جائز ہے۔ ہاں ان کے سب صورتوں میں مستحب ہے کہ بغیر غسل کے جماع نہ کیا جائے۔

(٦) جس عورت کا خون دس دن اور راتوں سے کم آ کر بند ہو اور عادت مقرر ہو جانے کی شکل میں عادت سے بھی کم ہو تو اس کو نماز کے آخر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے اس خیال سے کہ شاید پھر خون آ جائے مثلاً عشاء کے شروع وقت خون بند ہوا ہو تو عشاء کے آخر وقت مستحب یعنی نصف شب کے قریب تک اس کو غسل میں تاخیر کرنا چاہئے اور جس عورت کا حیض دس دن یا عادت مقرر ہونے کی شکل میں عادت کے موافق آ کر بند ہوا ہو تو اس کو نماز کے آخر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔

(٧) اگر کوئی عورت غیر زمانہ حیض میں کوئی ایسی دوا استعمال کرے جس سے خون آ جائے تو وہ حیض نہیں مثلاً کسی عورت کو مہینے میں ایک دفعہ پانچ دن حیض آتا ہو تو اس کے حیض کے پانچ دن کے بعد کسی دوا کے استعمال سے خون آ جائے تو وہ حیض نہیں۔

(٨) اگر کسی عادت والی عورت کو خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے اور اس کو یہ یاد نہ رہے کہ مجھے کتنے دن حیض آتا تھا یا پھر یہ یاد نہ رہے کہ مہینہ کی کس کس تاریخ سے شروع ہوتا تھا اور کب ختم ہوتا تھا۔ یا دونوں باتیں یاد نہ رہیں تو اس کو چاہئے کہ اپنے غالب گمان پر عمل کرے یعنی جس زمانے کو وہ حیض کا زمانہ خیال کرے اس زمانے میں حیض کے احکام پر عمل کرے اور جس زمانے کو طہارت کا زمانہ خیال کرے اس زمانے میں طہارت کے احکام پر عمل کرے اور اگر اس کا گمان کسی طرف نہ ہو تو اس کو ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھنی چاہئے اور روزہ بھی رکھے مگر جب اس کا یہ مرض رفع ہو جائے روزہ کی قضاء ادا کرنی ہوگی اور اگر اس کو شک کی کیفیت ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانے کی نسبت یہ شک ہو کہ یہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا تو اس صورت میں ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت پر شک ہو کہ یہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا یا حیض سے خارج ہونے کا تو اس صورت میں وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھ لے۔

بَابٌ فِي الْحَائِضِ تُنَاوِلُ مِنَ الْمَسْجِدِ

باب: حیض والی عورت کا مسجد میں سے کوئی چیز پکڑانا

261 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: نماز کی جگہ سے چٹائی مجھے پکڑا دو میں نے عرض کی: میں حیض کی حالت میں ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

شرح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ " میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جنابت کی حالت میں ایک برتن سے نہا لیا کرتے تھے۔ (اور بعض اوقات) میں ایام سے ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے (تہ بند باندھنے کے واسطے) ارشاد فرماتے جب میں تہبند باندھ لیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے (ناف کے اوپر اوپر) اپنے بدن کو لگا کر لیٹ جایا کرتے تھے اور (بعض مرتبہ) آپ اعتکاف میں ہوتے اور اپنا سر مبارک (مسجد سے) باہر نکال دیتے تو میں اپنے ایام کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھویا کرتی تھی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 513)

حیض والی عورت سے انتفاع سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

عرب کے قاعدے اور معمول کے مطابق ایک بڑا برتن جو طشت کی قسم کا ہوتا تھا پانی سے بھرا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان رکھا ہوتا اور یہ دونوں اس میں سے چلو بھر بھر کر نہاتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے جسم کے اس حصے سے فائدہ اٹھانا جو ناف کے نیچے اور زانو کے اوپر ہوتا ہے حرام ہے۔ یعنی وہاں ہاتھ لگانا اور جماع کرنا ممنوع ہے چنانچہ اس کی وضاحت دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے اور یہی مسلک امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ امام محمد، امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما اور بعض شوافع حضرات کا مسلک یہ ہے کہ حائضہ عورت سے صرف وطی یعنی شرمگاہ میں دخول کرنا حرام ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے بالکل ملا ہوا تھا یہاں تک کہ اس کا دروازہ بھی مسجد ہی کی طرف کھلا ہوا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تھے تو اپنے سر مبارک اسی دروازے سے حجرے کی طرف نکال دیتے تھے وہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھو دیتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اپنے جسم کے کسی حصے کو مسجد سے باہر نکالے تو اس

261- اسنادہ صحیح، ابو معاویۃ: ھو محمد بن خازم الضریر، والاعمش: ھو سلیمان بن مھران، والقاسم: ھو ابن محمد بن ابی بکر. واخرجہ مسلم (298)، والترمذی (134)، والنسائی فی "الکبری" (262) من طرق عن الاعمش، بھذا الاسناد. واخرجہ مسلم (298) من طریقین عن ثابت بن عبید، بہ. وھو فی "مسند احمد" (24184)، و"صحیح ابن حبان" (1357) و (1358). واخرجہ ابن ماجہ (632) من طریق البھی، عن عائشۃ

سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

بَابٌ فِي الْحَائِضِ لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ
باب: حیض والی عورت نماز کی قضا نہیں کرے گی

262 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مُعَاذَةَ، أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ: أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَتْ: أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ لَقَدْ كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نَقْضِي، وَلَا نُؤْمَرُ بِالْقَضَاءِ

❀❀ معاذہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں: ایک عورت نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا حیض والی عورت نماز کی قضا کرے گی؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم حروریہ ہو؟ ہم خواتین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں حیض سے ہوتی تھیں ہم قضا نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی ہمیں قضا کا حکم دیا گیا تھا۔

263 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ، عَنْ عَائِشَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَ فِيهِ: فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اور اس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا گیا تھا نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا تھا''۔

بَابٌ فِي إِتْيَانِ الْحَائِضِ
باب: حیض والی عورت کے ساتھ صحبت کرنا

264 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي الْحَكَمُ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ: يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ نِصْفِ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا الرِّوَايَةُ الصَّحِيحَةُ قَالَ: دِينَارٌ أَوْ نِصْفُ دِينَارٍ، وَرُبَّمَا لَمْ يَرْفَعْهُ شُعْبَةُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایسے شخص کے بارے میں نقل کرتے ہیں: جو اپنی حیض والی بیوی کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) صحیح روایت اس طرح ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک دینار یا نصف دینار''۔

لیکن بعض اوقات شعبہ نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

265 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا أَصَابَهَا فِي أَوَّلِ الدَّمِ فَدِينَارٌ، وَإِذَا أَصَابَهَا فِي انْقِطَاعِ الدَّمِ فَنِصْفُ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ مِقْسَمٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب آدمی حیض کے ابتدائی دنوں میں بیوی کے ساتھ صحبت کرے تو ایک دینار کی ادائیگی لازم ہوگی اور جب خون رُک جانے کے بعد صحبت کرے تو نصف دینار کی ادائیگی لازم ہوگی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن جریج نے عبدالکریم کے حوالے سے مقسم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

266 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِأَهْلِهِ وَهِيَ حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ بُذَيْمَةَ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا. وَرَوَى الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: آمُرُهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِخُمُسَيْ دِينَارٍ، وَهَذَا مُعْضَلٌ

حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے اور وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں ہو' تو اس شخص کو نصف دینار صدقہ کرنا چاہئے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) علی بن بذیمہ نے مقسم کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے اسی طرح مرسل روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام اوزاعی نے اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ ایک دینار کے دو پانچویں حصے صدقہ کرے یہ روایت معضل ہے۔

شرح

اس میں چودہ مسائل ہیں: مسئلہ نمبر: (۱) قولہ تعالیٰ: (آیت) طبری نے سدی سے ذکر کیا ہے کہ سائل حضرت ثابت بن دحداح ہیں۔ اور یہ قول بھی ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور سوال کے سبب کے بارے میں حضرت قتادہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے عرب لوگ حیض والی عورتوں کے ساتھ کھانے پینے اور ان کے ساتھ رہائش اختیار کرنے سے اجتناب کرنے میں بنی اسرائیل کے طریقے پر چلتے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضرت مجاہد نے کہا ہے: وہ حالت حیض میں عورتوں سے دور رہتے تھے اور وہ زمانہ حیض کی مدت ان کی دبروں میں وطی کرتے تھے، پس یہ آیت نازل ہوئی۔

اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تھی تو وہ گھروں میں نہ اس کے ساتھ مل کر کھاتے تھے اور نہ ان کے ساتھ مجامعت کرتے تھے، پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) ویسئلونک عن المحیض، قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض۔ الی آخر الآیہ۔ اور رسول اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اصنعوا کل شئی الا النکاح۔ (تم ان کے ساتھ وطی کے سوا ہر معاملہ کرو) یہ خبر یہودیوں کے پاس پہنچی تو انہوں نے کہا: یہ آدمی ہمارے امور میں سے کسی شے کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا مگر اس نے ہر معاملے میں ہماری مخالفت کی ہے۔ پس حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عبادہ بن بشر رضی اللہ عنہ دونوں آئے اور انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ یہودی اس اس طرح کہہ رہے ہیں کیا ہم ان (عورتوں) سے جماع نہ کیا کریں؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا، یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں پر غصے اور ناراض ہوں گے، پاس وہ دونوں نکل گئے اور پھر ان دونوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دودھ کا ہدیہ آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ان کے پیچھے بھیج دیا اور ان دونوں نے خوب سیر ہو کر پیا اور انہیں پہچان ہو گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر ناراض نہیں،

ہمارے علماء نے کہا ہے: یہودی اور مجوسی حیض والی عورتوں سے دور رہتے تھے اور عیسائی حیض والی عورتوں سے مجامعت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان کا قصد کرتے ہوئے یہ حکم ارشاد فرمایا:

مسئلہ نمبر: (۲) قولہ تعالیٰ: (آیت) عن المحیض، المحیض سے مراد حیض ہے اور یہ مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے: حاضت المراۃ حیضا ومحاضا ومحیضا فھی حائض اور یہ حائضۃ بھی ہے۔ فراء نے ایک شعر میں کہا ہے:

کحائضۃ یزنی بھا غیر طاھر۔ (جیسا کہ حیض والی عورت اس سے ناپاک حالت میں زنا کیا جاتا ہے)

اور (کہا جاتا ہے) نساء حیض وحوائض۔ اور الحیضۃ کا معنی ہے: ایک بار۔ اور الحیضۃ کسرہ کے ساتھ اسم ہے اور جمع الحیض ہے اور الحیضۃ کا معنی وہ کپڑے کا ٹکڑا بھی ہے جس کے ساتھ عورت اپنی فرج کو (حیض آنے کے وقت) باندھتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: لیتنی کنت حیضۃ ملقاۃ (۱) (مصنف عبدالرزاق، ۲۰۶۱۶) (اے کاش، میں وہ کپڑے کا ٹکڑا ہوتی جسے پھینک دیا جاتا ہے) اسی طرح المحیضۃ ہے اور اس کی جمع المحائض ہے۔ اور یہ قول بھی ہے کہ المحیض زمان ومکان سے عبارت ہے اور نفس حیض کو بھی محیض کہا جاتا ہے، یہ زمان ومکان میں اصل ہے اور حیض کے معنی میں مجاز ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے: المحیض حیض کا اسم (نام) ہے اور اسی کی مثل رو بہ کا نیش کے بارے قول ہے۔

الیک اشکو شدۃ المعیش ومر اعوام نتفن ریشو

میں زندگی کی تلخی اور شدت کی تیرے پاس شکایت کر رہا ہوں اور سال ہا سال گزر گئے، انہوں نے میرے بال و پر اکھیڑ دیے۔

اور کلمہ کی اصل سیلان (بہہ پڑنا) اور انفجار (پھوٹ پڑنا) سے ہے۔ کہا جاتا ہے: حاض السیل وفاض سیلاب پھوٹ پڑا اور بہہ گیا اور حاضت الشجرۃ یعنی درخت کی رطوبت ظاہر ہو گئی بہہ گئی۔

اور اسی طرح الحیض بمعنی الحوض ہے، کیونکہ پانی اس کی طرف بہتا ہے اور عرب یاء کی جگہ واو اور واو کی جگہ یاء داخل کرتے

رہتے ہیں۔ کیونکہ دونوں ایک ہی چیز سے ہیں۔

ابن عرفہ نے کہا ہے: المحیض اور الحیض کا معنی اس کے محل کی طرف خون کا جمع ہونا ہے اور اسی سبب سے حوض کو بھی یہ نام دیا گیا ہے کیونکہ اس میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے: حاضت المراۃ وتحیضت، و درست وعرکت، وطمثت، تحیض حیضا ومحاضا ومحیضا، جبکہ معلوم اوقات میں عورت کا خون بہہ پڑے۔ اور جب وہ غیر معلوم ایام میں جاری ہو اور حیض کی رگ کے سوا کہیں اور سے آئے تو پھر تو کہے گا: استحیضت فھی مستحاضۃ کہ عورت مستحاضہ ہوگئی۔

حائض کے آٹھ اسماء کا بیان

ابن عربی نے کہا ہے۔ اور اس کی آٹھ اسماء ہیں۔

(۱) حائض۔ (۲) عارک۔ (۳) فارک۔ (۴) طامس۔ (۵) دارس۔ (۶) کابر۔ (۷) ضاحک۔ (۸) طامث۔

حضرت مجاہد نے ارشاد باری تعالیٰ: (آیت) فضحکت۔ کا معنی بیان کیا ہے: حاضت، پس وہ حائضہ ہوگئی اور قول باری تعالیٰ (آیت) فلما راینہ اکبرنہ۔ یعنی حضن (پس جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو وہ حائضہ ہوگئیں۔) اس کی تفصیل اپنے محل میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ نمبر: (۴) اس پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کے لئے اپنی فرج سے ظاہر بہنے والا خون دیکھنے کی حالت میں تین احکام ہیں۔ پس ان میں سے حیض معروف ہے اور خون حیض سیاہ گاڑھا ہو اس پر سرخی غالب ہو اور یہ کہ عورت اس کی وجہ سے نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ترک کر دے گی۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور کبھی یہ خون متصل (مسلسل) آتا ہے اور کبھی منقطع ہوتا ہے۔ (یعنی ایک دو دن کے وقفے سے آتا ہے) پس اگر یہ متصل جاری رہے تو اس کے لئے حکم ثابت ہوگا اور اگر منقطع ہو اور عورت ایک دن خون دیکھے اور ایک دن طہر یا دو دن خون دیکھے اور دو دن یا ایک دن طہر تو بلاشبہ وہ خون کے دنوں میں نماز چھوڑ دے گی اور اس کے انقطاع کے وقت غسل کرے گی اور نماز پڑھ لے گی، پھر وہ خون کے ایام کو اکٹھا کر لے گی اور درمیان میں آنے والے ایام طہر کو لغو چھوڑ دے گی اور وہ انہیں عدت اور استبرا کی صورت میں طہر شمار نہیں کرے گی، حیض عورتوں کی فطرت میں ہے اور ان کی معروف طبعی عادت ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱) (بخاری شریف: باب: ترک الحائض الصوم، حدیث نمبر: ۲۹۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لائے اور آپ عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اے عورتوں کے گروہ! تم صدقہ کرو کیونکہ اہل نار میں سے اکثر تم مجھے دکھائی گئی ہو۔ تو انہوں نے عرض کی: کیوں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے تم سے بڑھ کر ناقصات عقل و دین کسی کو نہیں دیکھا جو ایک محتاط آدمی کی عقل و فہم کو ختم کر دے۔ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقل و دین کے اعتبار سے ہم میں کون سی کمی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عورت کی شہادت آدمی کی شہادت کے نصف کے برابر نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں، کیوں نہیں، پھر آپ نے فرمایا: یہ ان کی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے اور کہا: جب وہ حائضہ ہو جائے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے، کیا اسی طرح نہیں ہے؟ انہوں

نے عرض کی: ہاں، یارسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ان کے دین کی کمی کی وجہ سے ہے۔۔

اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت روزے کی قضا کرے گی اور نماز کی قضا نہیں کرے گی۔

حضرت معاذہ کی حدیث ہے انہوں نے کہا: میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور کہا: حیض والی عورت کو کیا ہے کہ وہ روزے کی قضا کرتی ہے اور نماز کی قضا نہیں کرتی؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا تو حروریہ ٭)) (حروریہ خوارج کا ایک گروہ ہے اور یہ کوفہ کے قریب ایک گاؤں حروراء کی طرف منسوب ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، ان کے نزدیک دین میں شدت اور سختی ہے جیسا کہ معروف ہے۔) ہے؟ میں نے کہا: میں حروریہ تو نہیں۔ البتہ میں پوچھ رہی ہوں، تو پھر انہوں نے فرمایا: چونکہ وہ ہمیں لاحق ہوتا رہتا ہے اس لئے ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا اسے مسلم نے روایت کیا ہے(۱) (بخاری شریف: باب: لاتقض الحائض الصلوۃ، حدیث نمبر: ۳۱۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اور جب عورت کا خون ختم ہو جائے تو اس کے لئے اس سے پاکیزگی اور طہارت غسل ہے اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۴) علماء نے حیض کی مقدار میں اختلاف کیا ہے:

فقہائے مدینہ نے کہا ہے: بلاشبہ حیض پندرہ دنوں سے زیادہ نہیں ہوتا اور یہ جائز ہے کہ وہ پندرہ دن اور اس سے کچھ کم ہو اور جو پندرہ دنوں سے زیادہ ہوگا وہ حیض نہ ہوگا بلکہ وہ استحاضہ ہے۔ یہ مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کا ہے۔

اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ حیض کے قلیل ہونے اور کثیر ہونے کا کوئی وقت نہیں مگر وہی جو عورتوں میں پایا جاتا ہے (یعنی ان کی عادت ہوتی ہے) گویا آپ نے اپنا پہلا قول چھوڑ دیا ہے اور عورتوں کی عادت کی طرف رجوع کر لیا ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کم سے کم طہر پندرہ دن ہے، بغداد کے رہنے والے اکثر اصحاب مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہی اختیار کیا ہے اور یہی امام شافعی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم ان دونوں کے اصحاب اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔ اور اس باب میں صحیح قول یہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حیض والی عورتوں کی عدت تین حیض مقرر کی ہے اور جنہیں بڑھاپے یا صغر سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کی عدت تین ماہ مقرر کی ہے، گویا کہ ہر حیض کے دن زیادہ ہوں گے تو طہر کے دن کم ہوں گے۔ پس جب حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہو تو واجب ہے کہ اس کے مقابلے میں کم سے کم طہر کی مدت پندرہ دن ہو۔ تاکہ ایک مہینے میں حیض اور طہر دونوں مکمل ہو جائیں اور قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ عورتوں کی خلقت اور ان کی فطرت میں اغلبا یہی متعارف ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کم سے کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی اکثر مدت پندرہ دن ہے اور ان سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی مثل بھی مروی ہے کہ اسے عورتوں کے عرف اور عادت کی طرف لوٹا دیا گیا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب نے کہا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک جو خون تین دنوں سے کم ہوگا وہ استحاضہ ہوگا، یہ نماز کے مانع نہیں ہوتا مگر جب کہ یہ پہلی بار ظاہر ہو، کیونکہ اس کی انتہائی مدت معلوم نہیں ہوتی، پھر عورت پر ان اوقات کی نماز قضا کرنا لازم ہے۔ اسی طرح وہ خون جو

دس دنوں سے زیادہ ہو (وہ بھی) اہل کوفہ کے نزدیک استحاضہ ہے۔ اور اہل حجاز کے نزدیک جو پندرہ دنوں سے زائد ہوگا وہ دم استحاضہ ہوگا اور جو ایک دن اور ایک رات سے کم وہ گا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ استحاضہ ہوگا اور یہی قول امام اوزاعی اور طبری کا ہے اور جنہوں نے کہا ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے ان میں سے حضرت عطا بن ابی رباح، حضرت ابوثور اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

امام اوزاعی نے کہا ہے: ہمارے پاس ایک عورت صبح کے وقت حائضہ ہوتی ہے اور شام کے وقت پاک ہو جاتی ہے۔

حیض کی اکثر اور اقل مدت، طہر کی اقل مدت، احتیاط اور اس کی حجت کے بارے میں ہم نے اس باب میں وہی کچھ ذکر کیا ہے جسے علماء نے اپنایا ہے۔

پس المقتبس فی شرح موطا مالک بن انس میں ہے کہ اگر کسی عورت کو پہلی بار حیض آئے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جو خون وہ پہلی بار دیکھے گی وہ پندرہ دن تک بیٹھی رہے گی پھر وہ غسل کرے گی اور چودہ دن کی نماز لوٹائے گی۔

اور امام مالک نے کہا ہے: وہ نماز قضا نہیں کرے گی اور اس کے خاوند کو اس سے روکا جائے گا۔ علی بن زیاد نے ان سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کی مقدار بیٹھی رہے گی اور یہی قول حضرت عطا اور ثوری وغیرہما کا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ ایک دن اور ایک رات بیٹھے گی، پھر وہ غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی اور اس کا خاوند اس کے پاس نہ آئے گا۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: وہ دس دن نماز چھوڑے رکھے گی، پھر غسل کرے گی اور بیس دن تک نماز پڑھتی رہے گی، پھر بیس دنوں کے بعد دس دن کے لئے نماز چھوڑ دے گی، پس اس کی یہی حالت جاری رہے گی یہاں تک کہ اس سے خون ختم ہو جائے، رہی وہ عورت جس کے دن معلوم ہوں تو وہ ایام معلومہ کے مطابق تین دنوں تک احتیاط کرے گی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: جب تک وہ پندرہ دنوں سے تجاوز نہ کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جب اس کے دن گزر جائیں تو بغیر کسی احتیاط کے وہ غسل کرے گی۔

خون میں سے دوسرا دم نفاس ہے جو ولادت کے وقت ظاہر ہوتا ہے: علماء کے نزدیک اس کے لئے بھی معلوم حد ہے اور اس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔

پس کہا گیا ہے کہ وہ دو مہینے ہیں، یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور بعض نے کہا ہے: وہ چالیس دن ہیں۔ یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ ان کے علاوہ بھی قول کیے گئے ہیں۔

اور اس سے طہارت اس کے ختم ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے اور اس کا غسل غسل جنابت کی طرح ہے۔ قاضی ابو محمد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حیض اور نفاس کا خون گیارہ چیزوں سے روکتا ہے اور وہ نماز کا واجب ہونا، اسے پڑھنا، صحیح ہونا، روزہ رکھنا نہ کہ اس کا واجب ہونا، (یعنی روزے کا وجوب برقرار رہتا ہے لیکن اسے عملاً رکھنا موخر ہو جاتا ہے) اور فرق کا فائدہ یہ ہے کہ روزے کی قضا لازم ہے اور نماز کی قضا لازم نہیں۔ فرج اور اس کے سوا میں جماع کرنا، عدت، طلاق، طواف، قرآن کریم کو مس کرنا، مسجد میں داخل ہونا، اس میں اعتکاف کرنا، اور قرآن کی قرات میں دو روایتیں ہیں۔

اور تیسری قسم کا خون وہ ہے جو نہ عورتوں کی عادت ہے اور نہ ان کی طبع اور خلقت میں داخل ہے۔ بلاشبہ یہ ایک رگ ہے جو کٹ جاتی ہے اور اس سے سرخ رنگ کا خون بہتا ہے اور یہ خون منقطع نہیں ہوتا مگر تبھی جبکہ وہ تندرست اور مندمل ہو جائے اور اس کا حکم یہ ہے کہ عورت اس کی موجودگی میں بھی پاک ہوتی ہے اور یہ اس کے لئے نماز، روزے سے مانع نہیں ہوتا، اس پر علماء کا اجماع ہے اور آثار مرفوعہ کا اتفاق ہے بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ یہ رگ کا خون ہے، خون حیض نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (۱) (بخاری شریف: باب: الاستحاضۃ، حدیث نمبر: ۲۹۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) نے ہشام بن عروہ عن ابیہ کی سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رحمۃ اللہ علیہم سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: فاطمہ بنت ابی حبیش نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پاک نہیں ہوتی ا کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ وہ رگ (کا خون) ہے، حیض نہیں ہے، جب تجھے حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب اس کی مقدار (دن) گزر جائیں تو تو اپنے آپ سے خون دھو ڈال اور نماز پڑھ لے۔ یہ حدیث اپنے صحیح ہونے اور اپنے الفاظ قلیل ہونے کے ساتھ ساتھ حائضہ اور مستحاضہ کے احکام تفصیل سے بیان کرتی ہے۔ اس باب میں جو روایات ہیں یہ حدیث ان سے زیادہ صحیح ہے اور یہ حدیث اس کا رد کرتی ہے جو عقبہ بن عامر اور مکحول سے مروی ہے کہ حیض والی عورت ہر نماز کے وقت غسل کرے گی اور وضو کرے گی اور بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے قبلہ شریف کی طرف متوجہ ہوگی۔ اور اس میں ہے کہ حائضہ عورت نماز نہیں پڑھے گی اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے سوائے خوارج کے ایک گروہ کے کہ وہ کہتے ہیں: حیض والی عورت پر نماز ہے۔ اور اس حدیث میں اس پر بھی دلیل موجود ہے کہ مستحاضہ عورت پر سوائے اس غسل کے جو وہ انقطاع حیض کے وقت کرتی ہے اور کوئی غسل لازم نہیں، اگر اس کے علاوہ بھی غسل اس پر لازم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے اسے حکم ارشاد فرما دیتے اور اس میں ان کے قول کا بھی رد ہے جن کا خیال ہے کہ اس پر ہر نماز کے لئے غسل لازم ہے اور ان کے قول کا بھی جن کا خیال یہ ہے کہ وہ دن کی دو نمازوں کو ایک غسل کے ساتھ جمع کر لے اور رات کی دو نمازوں کے لئے ایک غسل کر لے اور وہ صبح کی نماز کے لئے علیحدہ غسل کرے اور ان کے قول کا جنہوں نے کہا: وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک غسل کرے گی اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بھی کہ وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک غسل کرے گی۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بھی کہ وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک غسل کرے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی شے کا حکم اسے ارشاد نہیں فرمایا۔ اور اس میں اس کے قول کا بھی رد ہے جس نے انتظار واحتیاط کی بات کی ہے، کیونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (فاطمہ کو) یہ حکم دیا کہ جب تجھے یقین ہو جائے کہ حیض ختم ہو چکا ہے تو تو غسل کر لے اور نماز پڑھ لے، آپ نے اسے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حیض آنے یا نہ آنے کے انتظار میں تین دن تک نماز چھوڑے رکھے اور احتیاط نماز پڑھنے میں ہوتی ہے نہ کہ اسے چھوڑنے میں۔

مسئلہ نمبر: (۵) قولہ تعالیٰ: (آیت) قل ھو اذی۔ یعنی یہ وہ شے ہے جس کے سبب عورت اور اس کے سوا مرد کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے یعنی خون حیض کی بدبو کے سبب۔ اور الاذی قذر اور نجاست سے کنایہ ہے۔ اور اس کا اطلاق قول مکروہ پر بھی ہوتا ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(آیت) لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی۔ (البقرہ: ۲۶۴) ترجمہ: مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور

دکھ پہنچا کر۔
یعنی اس مکروہ اورناپسندیدہ قول کے ساتھ جوتم اسے سناتے ہواوراسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔
(آیت) ودع اذھم۔ (الاحزاب:۴۸) ترجمہ:اور پرواہ نہ کروان کی اذیت رسانی کی۔
یعنی آپ منافقین کی اذیت رسانی کی پرواہ نہ کریں آپ انہیں جزا نہ دیں مگر یہ کہ ان میں امیر بنادیں۔اور حدیث طیبہ میں ہے:واميطو اعنه الاذى۔ (بخاری شریف:باب:اماطۃ الاذی عن الصبی فی العقیقۃ،حدیث نمبر:۵۰۴۹،ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اور اس سے اذیت کو دور کرو،اس میں الاذی سے مراد وہ بال ہیں جو پیدائش کے وقت بچے کے سر پر ہوتے ہیں اور ساتویں دن اس سے مونڈ دیے جاتے ہیں اور یہی عقیقہ ہے اور حدیث ایمان میں ہے:وادناها اماطة الاذى عن الطريق۔ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹادو۔یعنی کانٹے،پتھر اوران کی طرح کی دیگر چیزیں جن سے گزرنے والا کسی تکلیف میں مبتلا ہوسکتا ہے۔اور رب کریم کا ارشاد:
(آیت) ولا جناح عليكم ان كان بكم اذى من مطر۔ (النساء:۱۰۲) اس کا ذکر آگے آئے گا۔
مسئلہ نمبر:(۶) دم استحاضہ بہنے کے سبب جنہوں نے مستحاضہ عورت سے وطی کرنے سے منع کیا ہے انہوں نے استدلال کیا اور کہا:ہر خون تکلیف دہ (نجس) ہے،اسے کپڑے اور بدن سے دھونا واجب ہوتا ہے،پس دم حیض اور استحاضہ کے درمیان مباشرت کی حالت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ مکمل طور پر ناپاکی اور نجاست ہے۔اور رہی نماز تو اس کی رخصت کے بارے حدیث طیبہ موجود ہے جیسا کہ سلس البول کی بیماری کی حالت میں نماز پڑھی جاسکتی ہے،یہ قول ابراہیم نخعی،سلیمان بن یسار،حکم بن عیینہ،عامر شعبی،ابن سیرین اور زہری کا ہے اور حسن کی جانب سے اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔
اور یہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ مستحاضہ کا خاونداس کے ساتھ صحبت نہیں کرے گا اوراسی طرح ابن علیہ اور مغیرہ بن عبدالرحمن نے کہا ہے اور یہ اصحاب مالک رحمۃ اللہ علیہ میں سے اعلیٰ ترین افراد میں سے ہیں اور ابو مصعب نے بھی یہی کہا ہے اوراسی کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔
اور جمہور علماء نے کہا ہے:مستحاضہ عورت روزہ رکھ سکتی ہے،نماز پڑھ سکتی ہے،طواف کعبہ کرسکتی ہے اور قرآن کریم کی تلاوت کرسکتی ہے اوراس کا خاوند بھی اس کے ساتھ مباشرت کرسکتا ہے۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:اہل فقہ وعلم نے اسی کا حکم دیا ہے،اگرچہ اس کا خون بہت زیادہ بھی ہواور آپ سے اسے ابن وہب نے روایت کیا ہے۔
اور امام احمد فرماتے ہیں:میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ خاونداس سے وطی نہ کرے،البتہ اگر عرصہ طویل ہوجائے تو پھر وطی کرسکتا ہے۔
اور مستحاضہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:کوئی حرج نہیں ہے کہ اس کا خاونداس کے ساتھ جماع کرے اگرچہ اس کا خون اس کی ایڑیوں پر بہہ رہا ہو۔
اور امام مالک نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ وہ رگ کا خون ہے وہ حیض نہیں ہے۔پس جب وہ حیض نہیں ہے تو پھر کون سے شے ہے جو خاوند کواس کے پاس جانے سے روک سکتی ہے حالانکہ وہ نماز بھی پڑھ رہی ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے مستحاضہ کے خون کے بارے میں یہ حکم فرمایا دیا ہے کہ وہ نماز کے مانع نہیں ہے اور وہ عورت اس حالت میں حائضہ کی عبادت کے کر سکتی ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے حیض کے احکام میں سے کسی شے کا حکم نہ لگایا جائے مگر وہی جس پر اجماع ہے (یعنی) تمام خونوں کی طرح اسے بھی دھونا لازم ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاعتزلوا النسآء فی المحیض۔ یعنی تم زمانہ حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو، یہ تب ہے جبکہ محیض کو مصدر بنایا جائے یہ معنی یہ ہے کہ تم عورتوں سے علیحدہ رہو محل حیض میں جبکہ محیض کو اسم بنایا جائے اور اس نہی کا مقصود مجامعت ترک کرنا ہے۔

حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کے بارے میں اور جو کچھ اس سے مباح سمجھا جاتا ہے اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبیدہ السلمانی سے مروی ہے کہ یہ واجب ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے بستر سے علیحدہ رہے جبکہ وہ حالت حیض میں ہو۔ یہ قول شاذ ہے اور علماء کے قول سے خارج ہے۔ اگر چہ عموم آیت اس کا تقاضا کرتی ہے لیکن سنت ثابتہ اس کے خلاف ہے اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت ام میمونہ رحمۃ اللہ علیہم اس پر آگاہ ہوئیں تو آپ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اعراض کر رہے ہو۔

اور امام مالک، شافعی، اوزاعی، ابو حنیفہ، ابو یوسف اور علماء کی ایک بہت بڑی جماعت رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: مرد کے لئے عورت کے اس حصے سے استمتاع جائز ہے جو ازار کے اوپر ہے، کیونکہ جب حضور نبی مکرم ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا تو آپ نے اسے ارشاد فرمایا: (سائل نے کہا) کیا حالت حیض میں میری میرے لئے حلال ہوتی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: چاہیے کہ وہ اپنی ازار (چادر) مضبوطی کے ساتھ باندھ لے تو پھر اس کے لئے اوپر سے وہ تیرے لئے مباح ہے۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رحمۃ اللہ علیہم حالت حیض میں تھیں تو آپ ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا: اپنی چادر کو مضبوط باندھ لے پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آ۔

(بخاری شریف: باب: من سمی النفاس حیضا والحیض نفاس، حدیث نمبر: ۲۸۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

حائض سے جماع کرنے والے پر کفارے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جو حالت حیض میں عورت کے ساتھ مجامعت کرتا ہے کہ اس پر کیا ہوگا؟ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے: وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور مزید اس پر کوئی شے لازم نہیں، یہی قول ربیعہ اور یحیی بن سعید کا ہے اور اسی طرح داؤد نے بھی کہا ہے اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ نصف دینار صدقہ کرے گا۔ (۱) (بخاری شریف: باب: فی کفارۃ من ---- حائضا، حدیث نمبر: ۱۸۵۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: عبدالحمید کی حدیث کتنی اچھی ہے کہ وہ مقسم کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے گا۔ اسے ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور کہا ہے: اسی طرح صحیح روایت ہے۔ فرمایا: نصف دینار۔ علامہ طبری نے اسے مستحب قرار دیا ہے پس اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر کوئی شے نہ ہوگی اور بغداد میں امام شافعی کا یہی قول ہے۔

اور محدثین میں سے ایک جماعت نے کہا ہے: اگر اس نے خون کی حالت میں وطی کی تو اس پر دینار ہوگا اور اگر اس نے خون کے انقطاع کی حالت میں وطی کی تو اس کے لئے نصف دینار ہوگا۔

اور امام اوزاعی نے کہا ہے: جس نے اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض میں وطی کی وہ ایک دینار کے دو خمس صدقہ کرے۔ ان تمام کی اسناد سنن ابی داؤد اور دار قطنی وغیرہ میں ہیں۔

اور کتاب ترمذی (۲) (جامع ترمذی: باب: ماجاء فی الکفارۃ فی ذالک، حدیث نمبر: ۱۲۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے: جب خون سرخ ہو تو ایک دینار ہوگا اور خون کا رنگ زرد ہو تو نصف دینار ہوگا۔

ابو عمر نے کہا ہے: ان کی دلیل جنہوں نے استغفار اور توبہ کے سوا ایسے آدمی پر کوئی کفارہ واجب نہیں کیا اس حدیث کا مضطرب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کی مثل حدیث حجت نہیں بن سکتی، کیونکہ فی الاصل ہر کوئی ذمہ داری سے بری ہے اور یہ واجب نہیں کہ اس میں کسی مسکین اور کسی دوسرے کے لئے کوئی شے ثابت ہو مگر کسی دلیل کے ساتھ جس میں نہ کوئی رد ہو اور نہ اس پر طعن ہو اور یہ اس مسئلہ میں معدوم ہے۔

مسئلہ نمبر: (۹) قولہ تعالیٰ: (آیت) ولاتقربوھن حتی یطھرن۔ علامہ ابن عربی نے کہا ہے: میں نے علامہ الشاشی سے مجلس النظر میں سنا ہے وہ فرماتے ہیں: جب کہا جائے لاتقرب یعنی راء کے فتحہ کے ساتھ تو اس کا معنی ہے تو کام میں مشغول نہ ہو اور اگر راء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے تو اس کے قریب نہ ہو۔

نافع، ابوعمرو، ابن کثیر، ابن عامر اور حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہم نے اس روایت میں جو حفص نے ان سے نقل کی ہے یطھرن طا کے سکون اور ہا کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

اور حمزہ، کسائی اور حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہم نے ابوبکر اور مفضل کی روایت میں یطّھّرن یعنی طا اور ہا دونوں کو شد اور فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور حضرت ابی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مصحف میں یتطھرن ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ولا تقربوا النساء فی محیضھن واعتزلوھن حتی یتطھرن ہے۔ اور علامہ طبری نے طا کی تشدید والی قراءت ترجیح دی ہے۔ اور کہا ہے: یہ بمعنی یغتسلن ہے، کیونکہ اس پر تمام کا اجماع ہے کہ آدمی پر حرام ہے کہ وہ اپنی زوجہ کا خون ختم ہونے کے بعد اس کے پاک ہونے سے پہلے اس کے قریب جائے۔ انہوں نے کہا: بلاشبہ طہر میں اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے، تو ایک گروہ نے کہا ہے کہ طہر سے مراد پانی کے ساتھ غسل کرنا ہے، اور ایک قوم نے کہا ہے: کہ اس سے مراد نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا ہے اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس سے مراد شرمگاہ کو دھونا ہے۔ اور اسے اپنے خاوند کے لئے حلال کر دے گا اگرچہ اس نے غسل نہ بھی کیا۔

اور ابو علی فارسی نے طا کی تخفیف والی قرات کو ترجیح دی ہے، کیونکہ یہ ثلاثی ہے اور طمث کی ضد ہے اور یہ بھی ثلاثی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۰) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاذا تطھرن۔ یعنی جب وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرلیں، یہی موقف امام مالک اور جمہور علماء کا ہے اور بلاشبہ وہ طہارت جس کے سبب حائضہ عورت سے جماع حلال ہو جاتا ہے جب اس کا خون ختم ہو جائے

وہ اس کا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنا ہے جیسا کہ جنبی کی طہارت (پانی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے) اور تیمم یا کوئی اور اس کی جانب سے جائز نہ ہوگا۔ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ طبری رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن مسلمہ، اہل مدینہ اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی کہا ہے۔ اور یحییٰ بن بکیر اور محمد بن کعب قرظی نے کہا ہے: جب حیض والی عورت پاک ہوجائے۔ (یعنی اس کا خون ختم ہوجائے) اور اس نے ایسی جگہ تیمم کرلیا جہاں پانی نہ ہو تو وہ اپنے خاوند کے لئے حلال ہوگئی اگرچہ اس نے غسل نہ بھی کیا ہو۔

حضرت مجاہد، عکرمہ اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: خون کا منقطع ہونا ہی اسے زوج کے لئے حلال کردیتا ہے لیکن اسے وضو کرلینا چاہئے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: اگر اس کا خون دس دن گزرنے کے بعد ختم ہوا تو آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ غسل سے پہلے اس سے وطی کرلے اور اگر خون کا انقطاع دس دنوں سے پہلے پہلے ہوگیا تو پھر جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ غسل کرلے یا اس پر نماز کا وقت داخل ہوجائے۔ یہ ایسا فیصلہ ہے جس کی کوئی وجہ اور علت نہیں، تحقیق انہوں نے حائضہ عورت کے لئے اس کا خون منقطع ہونے کے بعد اس طرح فیصلہ کیا ہے جو عدت میں محبوس ہو۔ اور انہوں نے اس کے خاوند کو کہا: عورت کی طرف رجوع کرنا جائز ہے جب تک وہ تیسرے حیض سے غسل نہ کرلے، پس ان کے اس قول کے قیاس کی بنا پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے وطی کی جائے یہاں تک کہ وہ غسل کرلے یہ اہل مدینہ کے ساتھ موافقت ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس میں حکم کو دو شرطوں پر معلق کیا ہے: ان میں سے ایک خون کا منقطع ہونا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) حتی یطھرن اور دوسرا پانی کے ساتھ غسل کرنا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) فاذا تطھرن یعنی جب وہ پانی کے ساتھ غسل کرلیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مثل ہے۔

(آیت) وابتلوا الیتمٰی حتّٰی اذا بلغوا النکاح۔ الآیہ (النساء:۲) ترجمہ: اور آزماتے رہو یتیموں کو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائیں نکاح (کی عمر کو)۔

اس میں بھی حکم دو شرطوں پر معلق ہے اور حکم مال دینے کا جواز ہے۔ دو شرطوں میں سے ایک مکلف کا نکاح کی عمر کو پہنچنا ہے اور دوسرا دانائی کا محسوس کرنا ہے، اسی طرح مطلقہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ (البقرہ:۲۳۰) ترجمہ: تو وہ حلال نہ ہوگی اس پر اس کے بعد یہاں تک کہ نکاح کرے کسی اور خاوند کے ساتھ۔

پھر عسیلہ کی شرط (مراد جماع ہے) کے بارے حدیث پاک موجود ہے۔ پس حلالہ بھی مجموعی طور پر دو امروں پر موقوف ہوا اور وہ نکاح کا انعقاد اور وطی کا پایا جانا ہے۔

(بخاری شریف: باب: من اجاز طلاق الثلاث لقول اللہ تعالیٰ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح، حدیث نمبر: ۴۸۵۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: بے شک آیت کا معنی ہے: شرط میں غایت وہی ہے جو اس سے پہلی غایت میں مذکور ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (آیت) حتی یطھرن۔ یعنی مخفف بعینہ یطھرن۔ مشدد کے معنی میں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت میں دو لغتوں کو جمع کردیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(آیت) فیه رجال یحبون ان یتطهروا، واللہ یحب المطهرین۔ (التوبہ)
ترجمہ: اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے)
کمیت نے کہا ہے: وما کانت الانصار فیھا اذلۃ ولا غیبا فیھا اذا الناس غیب۔
اور یہ بھی کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ان دونوں کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور ہم ان دونوں میں سے ہر ایک کو علیحدہ معنی پر محمول کرتے ہیں پس ہم مخفف کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں جبکہ اس کا خون دس دنوں سے کم میں ختم ہو جائے، تو ہم اس کے ساتھ وطی کی اجازت نہیں دیتے یہاں تک کہ وہ غسل کر لے، کیونکہ آدمی خون کے دوبارہ لوٹ آنے سے محفوظ اور امن میں نہیں ہوتا اور ہم دوسری قراءت کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں جبکہ اس کا خون اکثر مدت پر جا کر ختم ہو تو اس صورت میں اس کے ساتھ وطی جائز ہوتی ہے اگر چہ وہ غسل نہ بھی کرے۔
حضرت ابن عربی نے کہا ہے: ان کے دلائل میں سے یہ قوی ترین ہے۔ پس پہلے (استدلال) کا جواب یہ ہے کہ وہ فصحاء کے کلام میں سے نہیں ہے اور نہ ہی بلغاء کی زبان ہے، کیونکہ وہ تعداد میں تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور جب لفظ کو ایک الگ فائدہ پر محمول کرنا ممکن ہو تو اسے لوگوں کے کلام میں تکرار پر محمول نہیں کیا جاتا، تو پھر علیم حکیم رب کریم کے کلام میں کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور دوسرے (استدلال) کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ معنی پر محمول ہے، تو پھر ان پر لازم ہے کہ جب خون منقطع ہو جائے تو وہ اس کے لئے غسل سے پہلے رجعت کی صورت میں حیض کا حکم نہ لگائیں اور وہ اس طرح نہیں کہتے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور یہ عورت جب حائضہ ہے تو حیض والی عورت کے ساتھ وطی کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہوتا اور یہ بھی جو انہوں نے کہا ہے وہ اکثر مدت پر انقطاع دم اباحت وطی کا تقاضا کرتا ہے اور جو ہم نے کہا ہے وہ ممنوع ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور جب ایسی دو دلیلوں کے درمیان تعارض آ جائے جن میں سے ایک نہی کا تقاضا کرتی ہو اور دوسری اباحت کا تو ان دونوں کے باعث اور سبب کو غلبہ دیا جائے گا (پس) نہی کے سبب کو غلبہ دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ ، بلکہ یمین کی حیثیت سے دو بہنوں کو جمع کرنے کے بارے میں کہا ہے۔ ایک آیت نے دونوں کو حلال قرار دیا ہے۔ اور دوسری نے دونوں کو حرام قرار دیا ہے اور تحریم اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔
مسئلہ نمبر: (۱۱) ہمارے علماء نے کتابیہ عورت کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا اسے غسل کرنے پر مجبور کیا جائے گا یہ نہیں، تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قاسم کی روایت میں کیا ہے: ہاں تا کہ خاوند کے لئے اس کے ساتھ وطی حلال ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (آیت) ولا تقربوھن حتی یطھرن، فاذا تطھرن۔ آپ کہتے ہیں: جب وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کر لیں اور یہ صرف مسلمان عورت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔
اور اشہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اسے حیض کے سبب غسل پر مجبور نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ اس کا اعتقاد ہی نہیں رکھتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
(آیت) ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن ان کن یومن باللہ والیوم الاخر۔
(البقرۃ: ۲۲۸)

ترجمہ: اور جائز نہیں ان کے لئے کہ چھپائیں جو پیدا کیا ہے اللہ نے ان کے رحموں میں اگر وہ ایمان رکھتی ہوں اللہ پر اور روز آخرت پر۔

اور وہ حیض اور حمل ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خطاب صرف مومنہ عورتوں کو کیا ہے اور فرمایا ہے:

(آیت) لا اکراہ فی الدین۔

ترجمہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اور اسی طرح محمود بن عبدالحکم بھی کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱۲) حائضہ عورت کے غسل کا طریقہ وہی ہے جو اس کے غسل جنابت کا طریقہ ہے، اس پر اس میں اپنے بالوں کو کھولنا لازم نہیں ہے، اس لئے کہ مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں اپنے سر کی مینڈھیاں باندھے ہوئے ہوں کیا میں غسل جنابت کے لئے انہیں کھول دوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تیرے لئے اپنے سر پر تین بار پانی بہانا کافی ہوگا پھر تو اپنے سارے بدن پر پانی بہائے گی تو تو پاک ہوجائے گی۔ اور ایک روایت میں ہے: کیا میں۔ (سنن ابی داؤد باب: فی المراۃ ھل تنقض شعرھا عند الغسل، حدیث نمبر: ۲۱۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) انہیں حیض اور جنابت (کے غسل) کے لئے کھولوں گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ابوداؤد نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے اور تو ہر چلوڈالتے وقت اپنے سر کو خوب ملے گی۔

مسئلہ نمبر: (۱۳) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاتوھن من حیث امرکم اللہ یعنی اور تم ان سے جماع کرو۔ یہ امر اباحت کے لئے ہے اور اتیان وطی سے کنایہ ہے اور یہ امر اسے مزید مضبوط اور قوی کرتا ہے جو کچھ ہم نے کہا ہے کہ تطھر سے مراد پانی کے ساتھ غسل کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے صیغہ امر یقینا اکمل وجہ پر ہی واقع ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور من بمعنی فی ہے، یعنی تم اس محل میں جماع کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اور قبل (فرج) ہے اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) ارونی ماذا خلقوا من الارض۔ (فاطر: ۴۰)

ترجمہ: یعنی فی الارض (مجھے بھی تو دکھاؤ زمین کا وہ گوشہ جو انہوں نے بنایا ہے۔

اور یہ ارشاد بھی ہے: (آیت) اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ۔ (الجمعہ: ۹) یعنی فی الجمعۃ

ترجمہ: جب (تمہیں) بلایا جائے نماز کی طرف جمعہ کے دن۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی ہے یعنی اس وجہ سے جس میں تمہیں اجازت دی گئی ہے، یعنی جب تم روزے، احرام اور اعتکاف کی حالت میں نہ ہو، اصم نے یہی کہا ہے۔ اور ابن عباس اور ابورزین نے کہا ہے: (معنی ہے) طہر کی جانب سے نہ کہ حیض کی جانب سے اور ضحاک نے بھی یہی کہا ہے۔ اور محمد بن حنیفہ نے کہا ہے معنی ہے: من قبل الحلال لا من قبل الزنی یعنی حلال طریقے سے نہ کہ زنا کے طریقے سے۔

مسئلہ نمبر: (۱۴) قولہ تعالیٰ: (آیت) ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔ اس میں اختلاف ہے۔ پس کہا گیا ہے کہ مراد ہے گناہوں اور شرک سے توبہ کرنے والے اور المتطھرون یعنی جنابت اور حدث کے لاحق ہونے کے وقت پانی سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنے والے۔ حضرت عطا وغیرہ نے یہی کہا ہے اور حضرت مجاہد نے کہا: التوابین سے مراد گناہوں سے

توبہ کرنے والے ہیں اور آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے: عورتوں کے ساتھ ان کی دبروں میں جماع کرنے سے توبہ کرنے والے۔
(تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، ۲۲۲، بیروت)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنْهَا مَا دُونَ الْجِمَاعِ

باب: حیض والی عورت کے ساتھ صحبت کے علاوہ لذت حاصل کرنا

267 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَبِيبٍ مَوْلَى عُرْوَةَ، عَنْ نُدْبَةَ مَوْلَاةِ مَيْمُونَةَ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُبَاشِرُ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَائِهِ وَهِيَ حَائِضٌ، إِذَا كَانَ عَلَيْهَا إِزَارٌ إِلَى أَنْصَافِ الْفَخِذَيْنِ أَوِ الرُّكْبَتَيْنِ تَحْتَجِزُ بِهِ

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے کسی خاتون کے ساتھ مباشرت کر لیتے تھے حالانکہ وہ خاتون اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ اس خاتون نے تہبند باندھا ہوا ہوتا تھا جو ان کے نصف زانوں تک یا گھٹنوں تک ہوتا تھا۔ وہ خاتون اسے اچھی طرح باندھ لیتی تھی۔

268 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا أَنْ تَتَّزِرَ، ثُمَّ يُضَاجِعُهَا زَوْجُهَا وَقَالَ مَرَّةً: يُبَاشِرُهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم (خواتین) کو یہ حکم دیتے تھے کہ جب وہ حیض کی حالت میں ہو تو وہ تہبند باندھ لے پھر اس کا شوہر اس کے ساتھ لیٹ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وہ اس کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے۔

269 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ جَابِرِ بْنِ صُبْحٍ، سَمِعْتُ خِلَاسًا الْهَجَرِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيتُ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ، وَأَنَا حَائِضٌ طَامِثٌ، فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ، وَإِنْ أَصَابَ - تَعْنِي: ثَوْبَهُ - مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی لحاف میں رات بسر کرتے تھے۔ میں اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی اگر میرے جسم سے کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لگ جاتی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کو دھو لیتے تھے' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے زیادہ نہیں دھوتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے اور اگر میرے جسم کی (کوئی رطوبت) اس کپڑے پر لگتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کو دھوتے تھے۔ اس سے زیادہ نہیں دھوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے۔

270 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غُرَابٍ قَالَ: إِنَّ عَمَّةً لَهُ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِحْدَانَا تَحِيضُ وَلَيْسَ لَهَا وَلِزَوْجِهَا إِلَّا فِرَاشٌ وَاحِدٌ؟ قَالَتْ: أُخْبِرُكِ بِمَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فَمَضَى إِلَى مَسْجِدِهِ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: تَعْنِي مَسْجِدَ بَيْتِهِ - فَلَمْ يَنْصَرِفْ حَتّٰى غَلَبَتْنِي عَيْنِي وَأَوْجَعَهُ الْبَرْدُ فَقَالَ: ادْنِي مِنِّي، فَقُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ: وَإِنْ، اكْشِفِي عَنْ فَخِذَيْكِ، فَكَشَفْتُ فَخِذَيَّ فَوَضَعَ خَدَّهُ وَصَدْرَهُ عَلَى فَخِذِي، وَحَنَيْتُ عَلَيْهِ حَتّٰى دَفِئَ وَنَامَ

❁❁ عمارہ بن غراب بیان کرتے ہیں: ان کی پھوپھی نے انہیں یہ بات بتائی۔ اس خاتون نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا ہم میں سے کسی ایک عورت کو حیض آ جاتا ہے۔ اس کے اور اس کے شوہر کے پاس ایک ہی بچھونا ہوتا ہے' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں تمہیں بتاتی ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کیا کرتے تھے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (گھر میں) تشریف لاتے تھے اور اپنی جائے نماز پر چلے جاتے تھے۔ ابوداؤد کہتے ہیں: اس سے مراد گھر میں موجود نماز کی مخصوص جگہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز مکمل کی تو میں اس وقت سو چکی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سردی لگ رہی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے قریب ہو جاؤ۔ میں نے عرض کی: میں حیض کی حالت میں ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے زانوں سے کپڑا ہٹا دو۔ میں نے اپنے زانوں سے کپڑا ہٹایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخسار اور اپنا سینہ میرے زانو پر رکھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئی۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سردی کا اثر کم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔

271 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي الْيَمَانِ، عَنْ أُمِّ ذَرَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ إِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيرِ، فَلَمْ نَقْرُبْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ نَدْنُ مِنْهُ حَتّٰى نَطْهُرَ

❁❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب مجھے حیض آ جاتا' تو میں بستر سے اتر کر چٹائی پر آ جاتی تھی اور ہم (ازواج مطہرات) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اس وقت نہ ہوتی تھیں جب تک ہم پاک نہیں ہو جاتی تھیں۔

272 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ

270- اسنادہ ضعیف، عبد الرحمن بن زیاد - وھو الافریقی - ضعیف، و عمارۃ بن غراب مجھول، و عمتہ لا تعرف. واخرجہ البیھقی/1313، وابن عبد البر فی "التمھید" /3175 من طریق المصنف، بھذا الاسناد. واخرجہ باطول مما ھنا البخاری فی "الادب المفرد" (120) عن عبد اللہ بن یزید، عن عبد الرحمن بن زیاد، بھذا الاسناد. وفی باب استدفاء النبی - صلی اللہ علیہ وسلم - بعائشۃ وھی جنب عند الترمذی (123)، وابن ماجہ (580)، واسنادہ ضعیف. اسنادہ ضعیف، عبد الرحمن بن زیاد - وھو الافریقی - ضعیف، و عمارۃ بن غراب مجھول، و عمتہ لا تعرف. واخرجہ البیھقی/1313، وابن عبد البر فی "التمھید" /3175 من طریق المصنف، بھذا الاسناد. واخرجہ باطول مما ھنا البخاری فی "الادب المفرد" (120) عن عبد اللہ بن یزید، عن عبد الرحمن بن زیاد، بھذا الاسناد. وفی باب استدفاء النبی - صلی اللہ علیہ وسلم - بعائشۃ وھی جنب عند الترمذی (123)، وابن ماجہ (580)، واسنادہ ضعیف.

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اَرَادَ مِنَ الْحَائِضِ شَيْئًا اَلْقَى عَلَى فَرْجِهَا ثَوْبًا

⊛⊛ عکرمہ نے نبی اکرم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب حیض کے دوران اپنی زوجہ محترمہ سے خواہش پوری کرنی ہوتی' تو آپ ﷺ اس خاتون کی شرم گاہ پر کپڑا رکھ دیتے تھے۔

273 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا فِي فَوْحِ حَيْضَتِنَا اَنْ نَتَّزِرَ، ثُمَّ يُبَاشِرُنَا. وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهُ؟

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ جب ہمیں حیض کے دوران زیادہ خون آرہا ہو' تو ہم تہبند باندھ لیں۔ پھر آپ ﷺ ہمارے ساتھ مباشرت کرتے تھے تم میں سے کون شخص اپنی خواہش پر اس طرح قابو رکھتا ہے' جس طرح نبی اکرم ﷺ کو اپنی خواہش پر قابو تھا۔

بَابٌ فِي الْمَرْاَةِ تُسْتَحَاضُ وَمَنْ قَالَ: تَدَعُ الصَّلَاةَ فِي عِدَّةِ الْاَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ

باب: جب کوئی عورت استحاضہ کا شکار ہو جائے اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ عورت اپنے ان مخصوص ایام میں نماز ترک کردے گی جن میں پہلے اسے حیض آیا کرتا تھا

274 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدِّمَاءَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَتْ لَهَا اُمُّ سَلَمَةَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لِتَنْظُرْ عِدَّةَ اللَّيَالِي وَالْاَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ اَنْ يُصِيبَهَا الَّذِي اَصَابَهَا، فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ، فَاِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ، ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ، ثُمَّ لِتُصَلِّ فِيهِ

⊛⊛ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک عورت کا خون بہت زیادہ بہتا تھا۔ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے اس عورت کا مسئلہ دریافت کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کو یہ عارضہ لاحق ہونے سے پہلے' مہینے میں جتنے دن تک حیض آیا کرتا تھا وہ عورت اتنے دن کو حیض شمار کرے گی اور اس دوران نماز چھوڑے رکھے گی پھر جب وہ دن گزر جائیں گے تو وہ غسل کر کے کپڑا باندھ لے گی اور نماز ادا کرنا شروع کردے گی۔

275 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، اَنَّ رَجُلًا اَخْبَرَهُ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ

الدَّمَ . فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، قَالَ: فَإِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْتَغْتَسِلْ. بِمَعْنَاهُ.

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک صاحب نے سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے انہیں بتایا کہ ایک عورت کا خون بہت زیادہ جاری ہوتا تھا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جب وہ دن گزر جائیں گے اور نماز کا وقت آئے گا' تو اس عورت کو غسل کر لینا چاہئے''۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

276 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا اَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدِّمَاءَ. فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ اللَّيْثِ قَالَ: فَإِذَا خَلَّفَتْهُنَّ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْتَغْتَسِلْ، وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنَاهُ

سلیمان بن یسار نے انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ ایک عورت کا خون بہت زیادہ خارج ہوتا تھا' بعض راویوں نے اس کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت ذکر کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب وہ دن گزر جائیں اور نماز کا وقت آجائے' تو وہ عورت غسل کرلے''۔

اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

277 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ نَافِعٍ بِاِسْنَادِ اللَّيْثِ وَبِمَعْنَاهُ قَالَ: فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذٰلِكَ، ثُمَّ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْتَغْتَسِلْ، وَلْتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ تُصَلِّيْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اتنے عرصے تک وہ نماز ترک کئے رکھے گی پھر جب نماز کا وقت آئے گا' تو وہ غسل کر کے کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر نماز ادا کرے گی''۔

278 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا اَيُّوبُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيْهِ: تَدَعُ الصَّلَاةَ وَتَغْتَسِلُ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ وَتَسْتَثْفِرُ بِثَوْبٍ وَتُصَلِّيْ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: سَمَّى الْمَرْاَةَ الَّتِي كَانَتِ اسْتُحِيْضَتْ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوبَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ: فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ

سلیمان بن یسار نے سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

275- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لابهام الرجل الراوي عن ام سلمة، وباقي رجاله ثقات. الليث: هو ابن سعد. واخرجه الدارمي (870)، والبيهقي 333/1، وابن عبد البر في "التمهيد" 60/16، وابن المنذر في "الاوسط" (812) من طريق عن الليث، بهذا الاسناد. واخرجه الطحاوي في "شرح المشكل" (2726) من طريق عبد الله بن صالح، عن الليث، عن الزهري، عن سليمان بن يسار، به. وعبد الله بن صالح كثير الغلط، والليث يرويه عن نافع لا عن الزهري. وانظر ما قبله.

ارشاد فرمایا:

''وہ عورت نماز چھوڑ دے گی اور جو دن اس کے علاوہ ہوں ان میں وہ غسل کر کے کپڑا باندھ کر نماز ادا کرے گی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے اس روایت میں ایوب کے حوالے سے اس خاتون کا نام ذکر کیا ہے جسے استحاضہ کی شکایت ہوئی تھی وہ کہتے ہیں: اس خاتون کا نام فاطمہ بنت ابوحبیش تھا۔

استحاضہ کا بیان

جو خون حیض اور نفاس کی صفت سے باہر ہو وہ استحاضہ ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی اور حیض اور نفاس کے خون میں بدبو ہوتی ہے اور استحاضہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱. ایام حیض میں جو خون تین دن سے کم ہو،

۲. ایام حیض میں جو خون دس دن سے زیادہ ہو،

۳. جو خون نفاس چالیس دن سے زیادہ ہو،

٤. جو حیض و نفاس عادت مقررہ سے زیادہ ہو اور اپنی اکثر مدت یعنی دس دن اور چالیس دن سے زیادہ ہو جائے،

٥. حاملہ کا خون دوران حمل میں چاہے جتنے دن آئے،

٦. نو برس سے کم عمر کی لڑکی کو جو خون آئے،

۷. پچپن برس سے زیادہ ہو جانے پر جو خون آئے بشرطیہ وہ قوی نہ ہو یعنی زیادہ سرخ و سیاہ نہ ہو،

۸. پندرہ روز سے کم وقفہ ہونا،

۹. پاخانہ کے مقام سے جو خون آئے،

۱۰. ولادت کے وقت آدھا بچہ یا اس سے کم آنے پر جو خون نکلے لیکن نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد جو خون آئے گا وہ نفاس ہوگا،

۱۱. بالغ ہونے پر پہلی دفعہ حیض آیا اور وہ بند نہیں ہوا تو ہر مہینہ میں پہلے دس روز حیض کے شمار ہوں گے اور بیس روز استحاضہ شمار ہوں گے اسی طرح جس کو پہلی دفعہ نفاس آیا اور خون بند نہیں ہوا تو پہلے چالیس روز۔ نفاس شمار ہوگا اور باقی استحاضہ ہے۔

279 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: اِنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَرَاَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْاٰنَ دَمًا، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْكُثِيْ قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ، ثُمَّ اغْتَسِلِيْ

279- اسناده صحيح. جعفر: هو ابن ربيعة الكندي، وعراك: هو ابن مالك، وعروة: هو ابن الزبير. واخرجه مسلم (334) (65)، والنسائي في "الكبرى" (206) من طريق الليث ابن سعد، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (334) (66) من طريق بكر بن مضر، عن جعفر بن ربيعة، به. وهو في "مسند احمد" (25859).

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ قُتَيْبَةُ بَيْنَ اَضْعَافِ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ فِيْ آخِرِهَا، وَرَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، وَيُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ اللَّيْثِ، فَقَالَا: جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ

❀❀ عروہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خون کے بارے میں دریافت کیا: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اس عورت کے ٹب کو دیکھا جو خون سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اتنے عرصے تک ٹھہری رہی جتنے عرصے تک تمہیں پہلے حیض آیا کرتا تھا پھر تم غسل کرلو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت قتیبہ نے نقل کی ہے اور انہوں نے اس حدیث کو کئی مرتبہ نقل کرتے ہوئے اس کے آخر میں راوی کا نام جعفر بن ربیعہ نقل کیا ہے' جبکہ علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے اسے لیث کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ان دونوں نے راوی کا نام جعفر بن ربیعہ بیان کیا ہے۔

280 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِيْ حُبَيْشٍ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا، سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَكَتْ اِلَيْهِ الدَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ فَانْظُرِيْ اِذَا اَتَى قَرْؤُكِ فَلَا تُصَلِّيْ، فَاِذَا مَرَّ قَرْؤُكِ فَتَطَهَّرِيْ، ثُمَّ صَلِّيْ مَا بَيْنَ الْقَرْءِ اِلَى الْقَرْءِ

❀❀ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیّدہ فاطمہ بنت ابوحبیش نے انہیں یہ بات بتائی کہ اس خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خون (بکثرت جاری ہونے) کی شکایت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے فرمایا: یہ کسی دوسری رگ کا خون ہے تم اس بات کا جائزہ لو کہ جب تمہیں حیض آجائے' تو تم اس دوران نماز ادا نہ کرو اور جب تمہارا حیض گزر جائے' تو تم پاکی حاصل کر کے ایک حیض سے دوسرے حیض کے درمیان نماز ادا کرتی رہو۔

281 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوْسٰى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَتْنِيْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ، اَنَّهَا اَمَرَتْ اَسْمَاءَ اَوْ اَسْمَاءُ حَدَّثَتْنِيْ اَنَّهَا اَمَرَتْهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ، اَنْ تَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَقْعُدَ الْاَيَّامَ الَّتِيْ كَانَتْ تَقْعُدُ، ثُمَّ تَغْتَسِلُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ قَتَادَةُ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ، اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيضَتْ، فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنْ تَدَعَ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلَ وَتُصَلِّيَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ، فِيْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَسَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَدَعَ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا وَهْمٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ لَيْسَ هٰذَا فِي حَدِيثِ الْحُفَّاظِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، اِلَّا مَا ذَكَرَ سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ وَقَدْ رَوَى الْحُمَيْدِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ: تَدَعُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا وَرَوَتْ قَمِيرُ بِنْتُ عَمْرٍو زَوْجُ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَتْرُكُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيهِ، اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا اَنْ تَتْرُكَ الصَّلَاةَ قَدْرَ اَقْرَائِهَا وَرَوَى اَبُو بِشْرٍ جَعْفَرُ بْنُ اَبِي وَحْشِيَّةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيضَتْ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، وَرَوَى شَرِيكٌ، عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَدَعُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَرَوَى الْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ، اَنَّ سَوْدَةَ اسْتُحِيضَتْ، فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَيَّامُهَا اغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ وَرَوَى سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ الْمُسْتَحَاضَةُ تَجْلِسُ اَيَّامَ قُرْئِهَا وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ عَمَّارٌ مَوْلٰى بَنِي هَاشِمٍ، وَطَلْقُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مَعْقِلٌ الْخَثْعَمِيُّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَذٰلِكَ رَوَى الشَّعْبِيُّ، عَنْ قَمِيرَ امْرَاَةِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَطَاءٍ، وَمَكْحُولٍ، وَاِبْرَاهِيمَ، وَسَالِمٍ، وَالْقَاسِمِ، اَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَدَعُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیّدہ فاطمہ بنت ابوحبیش نے مجھے یہ بات بتائی کہ انہوں نے سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو ہدایت کی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) سیّدہ اسماء نے مجھے یہ بات بتائی کہ سیّدہ فاطمہ بنت ابوحبیش نے مجھے یہ ہدایت کی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کریں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو حکم دیا کہ وہ ان ایام میں بیٹھی رہے گی جن ایام میں وہ پہلے بیٹھی رہا کرتی تھی۔ پھر اس کے بعد وہ غسل کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت قتادہ نے عروہ بن زبیر کے حوالے سے سیّدہ زینب بنت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے کہ اُمّ حبیبہ بنت جحش کو استحاضہ کی شکایت ہوگی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑے رکھے پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قتادہ نے عروہ سے کوئی روایت نہیں سنی ہے۔ ابن عیینہ نے زہری کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: وہ بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ کو استحاضہ کی شکایت ہو گئی اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑے رکھے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس میں ابن عیینہ کو وہم ہوا ہے کیونکہ زہری کے حوالے سے اس روایت کو نقل کرنے میں

حافظ ان حدیث نے صرف وہی چیز نقل کی ہے جو سہیل بن ابوصالح نے ذکر کی ہے۔

حمیدی نے یہ روایت ابن عیینہ کے حوالے سے نقل کی ہے انہوں نے اس میں یہ الفاظ ذکر نہیں کئے "وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑ دے گی"۔

قمیر بنت عمرو جو مسروق کی اہلیہ ہیں انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

"استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو ترک کرے گی اور پھر غسل کر کے (نماز پڑھنا شروع کرے گی)"۔

عبدالرحمن بن قاسم نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑ دے"۔

ابوبشر جعفر بن ابووحشیہ نے عکرمہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: اُم حبیبہ بنت جحش کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔

شریک نے ابویقظان کے حوالے سے علی بن ثابت کے حوالے سے ان کے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

"استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام میں نماز چھوڑ دے گی پھر وہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے گی"۔

علاء بن مسیب نے حکم کے حوالے سے ابوجعفر کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے سودہ نامی خاتون کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو یہ حکم دیا کہ جب اس کے مخصوص ایام گزر جائیں' تو وہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔

سعید بن جبیر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران بیٹھی رہے گی (یعنی وہ اس دوران نماز ادا نہیں کرے گی)

عمار نامی راوی نے اور طلق بن حبیب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

معقل خثعمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

امام شعبی نے مسروق کی اہلیہ قمیر کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حسن بصری، سعید بن مسیب عطاء، مکحول، ابراہیم نخعی، سالم، قاسم بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز چھوڑے رکھے گی۔

بَابُ مَنْ رَوٰى اَنَّ: الْحَيْضَةَ اِذَا اَدْبَرَتْ لَا تَدَعُ الصَّلَاةَ

باب: جن حضرات نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حیض رخصت بھی ہو جائے' تو بھی مستحاضہ وہ عورت نماز ترک نہیں کرے گی

282 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ

بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِيْ حُبَيْشٍ، جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ اِنِّيْ امْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلاَ اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: اِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ. فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ، ثُمَّ صَلِّيْ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فاطمہ بنت ابوحبیش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میں ایک ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ کی شکایت ہے۔ میں پاک نہیں ہوتی ہوں' تو کیا میں نماز ترک کر دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کسی دوسری رگ کا مواد ہے یہ حیض نہیں ہے' جب حیض آئے' تو تم نماز چھوڑ دو اور جب وہ رخصت ہو جائے' تو تم خون کو دھو کر نماز ادا کرو۔

283 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامٍ بِاِسْنَادِ زُهَيْرٍ، وَمَعْنَاهُ وَقَالَ: فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ، فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ، فَاِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا، فَاغْسِلِي الدَّمَ عَنْكِ وَصَلِّيْ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب حیض آئے' تو تم نماز ترک کر دو اور جب اس کی مخصوص مدت رخصت ہو جائے' تو تم خون کو دھو کر نماز ادا کرو''۔

استحاضہ سے متعلق متفرق مسائل کا بیان

۱۔ اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اور نہانے کی گنجائش نہیں تب بھی نماز واجب ہو جاتی ہے اس کی قضا پڑھنی چاہیے اور رمضان شریف میں اگر رات کو پاک ہوئی اور اتنی ذرا سی رات باقی ہے جس میں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہیں کہہ سکتی تب بھی اس صبح کا روزہ واجب ہو،

۲۔ اور اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں بند ہو جائے تو اگر نماز کا اتنا آخری وقت پالے کہ جس میں غسل کر کے کپڑے پہن کر تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو اس پر اس وقت کی نماز واجب ہو جاتی ہے پس اس نماز کی قضا پڑھے اور اگر اس سے کم وقت ہو تو وہ نماز اس پر واجب نہیں ہوتی، یعنی وہ نماز معاف ہے اور روزہ کے لئے حکم یہ ہے کہ اگر رات کو پاک ہوئی اور پھرتی سے نہا سکنے کا وقت تو ہو لیکن ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہیں کہہ سکتی تب بھی اس دن کا روزہ واجب ہے پس اسے چاہیے کہ روزہ کی نیت کر لے اور صبح کو نہا لے اور اگر پھرتی سے غسل کرنے کا وقت بھی نہ ہو تو اس دن کا روزہ فرض نہیں ہوگا لیکن اس کے لئے دن میں کھانا پینا درست نہیں روزہ دار کی طرح رہے اور اس روزہ کی قضا دے،

۳۔ اسی طرح رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کھانا درست نہیں شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزہ میں شمار نہیں ہوگا بلکہ اس کی قضا رکھنی پڑے گی،

٤۔ کسی لڑکی نے پہلی دفعہ خون دیکھا اگر اس کو دس دن یا اس سے کم خون آئے تو سب حیض ہے اور اگر دس دن سے زیادہ آئے تو پورے دس دن حیض ہے اور اس سے جتنا زیادہ ہو وہ سب استحاضہ ہے،

283- اسناده صحيح. وهو في "موطا مالك" 1/61، ومن طريقه اخرجه البخاري (306)، والنسائي في "المجتبى" (218) و (366). وهو في "شرح مشكل الآثار" (2735)، و"صحيح ابن حبان" (1350).

۵. کسی عورت کو مثلاً تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینہ میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے اور نہ نماز پڑھے اگر دس دن رات پورے ہونے پر یا اس سے پہلے مثلاً نویں دن خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں کچھ قضا نہیں پڑھنی پڑے گی اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی اس لئے یہ سب دن حیض کے ہوں گے اور اگر گیارہویں دن یعنی دس دن رات سے ایک لحظہ بھی زیادہ خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن یعنی مقررہ عادت کے مطابق اور باقی سب استحاضہ ہے پس گیارہوں دن نہائے اور عادت کے تین دن چھوڑ کر باقی دنوں کی جتنی نمازیں ہوئی ان سب کو قضا پڑھے،

۶. حیض یا نفاس میں ایک مرتبہ کے بدلنے سے عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے مثلاً کسی عورت کے ہمیشہ چار دن حیض آتا تھا پھر ایک مہینہ میں پانچ دن خون آیا اور پھر دوسرے مہینہ میں پندرہ دن خون آیا تو ان پندرہ دن میں سے پانچ دن حیض کے اور دس دن استحاضہ کے ہیں، اب عادت یعنی چار دن کا اعتبار نہیں کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ عادت بدل گئی اور پانچ دن کی عادت ہوگئی ہے نفاس کو بھی اسی پر قیاس کر لیجیے،

۷. جس عورت کی عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی چار دن خون آتا ہے کبھی سات دن اسی طرح بدلتا رہتا ہے کبھی دس دن بھی آجاتا ہے تو یہ سب حیض ہے ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن سے زیادہ خون آجائے تو اس سے پہلی مہینہ میں جتنے دن حیض آیا تھا اتنے دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔

۸. جس عورت کی عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حیض کے ہیں اور کبھی سات دن اب جو خون آیا تو کبھی بند نہیں ہوتا اس کے لئے نماز روزہ کے حق میں کم مدت یعنی چھ دن حیض کے قرار دیے جائیں گے اور وہ ساتویں دن نہا کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے مگر سات دن پورے کرنے کے بعد پھر نہانے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھا ہے اس کی قضا کرے۔

بَابُ مَنْ قَالَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ تَدَعُ الصَّلَاةَ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: جب حیض آجائے گا' تو وہ نماز ترک کردے گی

284 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ، عَنْ بُهَيَّةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ امْرَأَةً تَسْأَلُ عَائِشَةَ عَنِ امْرَأَةٍ فَسَدَ حَيْضُهَا وَأُهْرِيقَتْ دَمًا. فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ آمُرَهَا فَلْتَنْظُرْ قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحِيضُ فِي كُلِّ شَهْرٍ وَحَيْضُهَا مُسْتَقِيمٌ. فَلْتَعْتَدَّ بِقَدْرِ ذَلِكَ مِنَ الْأَيَّامِ. ثُمَّ لِتَدَعِ الصَّلَاةَ فِيهِنَّ أَوْ بِقَدْرِهِنَّ. ثُمَّ لِتَغْتَسِلْ. ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ. ثُمَّ لِتُصَلِّ

❁❁ بہیہ بیان کرتی ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت کو یہ سوال کرتے ہوئے سنا جو ایسی عورت کے بارے میں تھا' جس کا حیض کا نظام خراب ہو جاتا ہے اور اس کا خون بہت زیادہ خارج ہوتا ہے۔ (تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں ایسی عورت کو یہ ہدایت کروں کہ جب اسے ٹھیک طور پر حیض آتا تھا تو ہر مہینے میں جتنا عرصہ اسے حیض آتا تھا وہ اتنا عرصہ انتظار کرے گی۔ وہ اتنے دن تک شمار کرے گی اور اس دوران (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:)

اتنی مقدار میں نماز کو ترک کرے گی پھر وہ غسل کر کے کپڑا باندھے گی اور نماز ادا کرے گی۔

285 - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَقِيلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمِصْرِيَّانِ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنْ هٰذَا عِرْقٌ، فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: زَادَ الْاَوْزَاعِيُّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتُحِيضَتْ اُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ وَهِيَ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ سَبْعَ سِنِينَ، فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: وَلَمْ يَذْكُرْ هٰذَا الْكَلَامَ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ غَيْرُ الْاَوْزَاعِيِّ وَرَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، وَاللَّيْثُ، وَيُوْنُسُ وَابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ، وَمَعْمَرٌ، وَاِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ، وَابْنُ اِسْحَاقَ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَلَمْ يَذْكُرُوا هٰذَا الْكَلَامَ

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: وَاِنَّمَا هٰذَا لَفْظُ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيْهِ اَيْضًا اَمَرَهَا اَنْ تَدَعَ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا وَهُوَ وَهْمٌ مِنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، وَحَدِيْثُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيْهِ شَيْءٌ يَقْرُبُ مِنَ الَّذِيْ زَادَ الْاَوْزَاعِيُّ فِيْ حَدِيْثِهِ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ بنت ابوجحش جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی صاحبہ تھیں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں انہیں سات سال تک استحاضہ کی شکایت رہی۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حیض نہیں ہے بلکہ یہ کسی دوسری رگ کا مواد ہے تم غسل کر کے نماز ادا کرو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام اوزاعی نے اس روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: یہ زہری کے حوالے سے عروہ اور عمرہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں وہ بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ بنت جحش کو استحاضہ کی شکایت ہوئی جو سات سال رہی یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو ہدایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حیض آجائے' تو تم نماز کو ترک کر دو اور جب وہ ختم ہو جائے' تو تم غسل کر کے نماز پڑھو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ کلام زہری کے شاگردوں میں سے کسی نے نقل نہیں کیا صرف اوزاعی نے کیا ہے اور زہری کے حوالے سے یہ روایت عمرو بن حارث، لیث، یونس، ابن ابوذئب، معمر، ابراہیم بن سعد، سلیمان بن کثیر، ابن اسحاق، سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے۔ ان حضرات نے یہ کلام ذکر نہیں کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ الفاظ ہشام بن عروہ کے اپنے والد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کردہ روایت کے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن عیینہ نے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو ہدایت کی کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز چھوڑ دے۔ یہ بھی ابن عیینہ کا وہم ہے۔

محمد بن عمرو نے زہری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اس میں کچھ (خرابی) ہے اور یہ اس کے قریب ہے' جو اوزاعی نے اپنی حدیث میں زائد الفاظ نقل کیے ہیں۔

286 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ، عَنْ مُحَمَّدٍ یَعْنِی ابْنَ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنِی ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَبِیْ حُبَیْشٍ اَنَّهَا کَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَقَالَ لَهَا النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا کَانَ دَمُ الْحَیْضَةِ فَاِنَّهُ اَسْوَدُ یُعْرَفُ، فَاِذَا کَانَ ذٰلِکَ فَاَمْسِکِی عَنِ الصَّلَاةِ، فَاِذَا کَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِی وَصَلِّی فَاِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ

قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ: وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ مِنْ کِتَابِهِ هٰکَذَا، ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ بَعْدُ حِفْظًا قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ فَاطِمَةَ کَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَذَکَرَ مَعْنَاهُ

قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ: وَقَدْ رَوَى اَنَسُ بْنُ سِیْرِیْنَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِی الْمُسْتَحَاضَةِ قَالَ: اِذَا رَاَتِ الدَّمَ الْبَحْرَانِیَّ فَلَا تُصَلِّی، وَاِذَا رَاَتِ الطُّهْرَ وَلَوْ سَاعَةً فَلْتَغْتَسِلْ وَتُصَلِّی وَقَالَ مَکْحُوْلٌ: اِنَّ النِّسَاءَ لَا تَخْفٰى عَلَیْهِنَّ الْحَیْضَةُ اِنَّ دَمَهَا اَسْوَدُ غَلِیْظٌ، فَاِذَا ذَهَبَ ذٰلِکَ وَصَارَتْ صُفْرَةً رَقِیْقَةً، فَاِنَّهَا مُسْتَحَاضَةٌ فَلْتَغْتَسِلْ وَلْتُصَلِّ

قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ: وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ، عَنْ یَحْیٰى بْنِ سَعِیْدٍ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَکِیْمٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ فِی الْمُسْتَحَاضَةِ: اِذَا اَقْبَلَتِ الْحَیْضَةُ تَرَکَتِ الصَّلَاةَ، وَاِذَا اَدْبَرَتِ اغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ وَرَوَى سُمَیٌّ وَغَیْرُهُ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ تَجْلِسُ اَیَّامَ اَقْرَائِهَا وَکَذٰلِکَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ یَحْیٰى بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ

قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ: وَرَوَى یُوْنُسُ، عَنِ الْحَسَنِ الْحَائِضُ اِذَا مَدَّ بِهَا الدَّمُ تُمْسِکُ بَعْدَ حَیْضَتِهَا یَوْمًا اَوْ یَوْمَیْنِ فَهِیَ مُسْتَحَاضَةٌ وَقَالَ التَّیْمِیُّ: عَنْ قَتَادَةَ اِذَا زَادَ عَلٰى اَیَّامِ حَیْضِهَا خَمْسَةُ اَیَّامٍ فَلْتُصَلِّ وَقَالَ التَّیْمِیُّ: فَجَعَلْتُ اَنْقُصُ حَتّٰى بَلَغَتْ یَوْمَیْنِ، فَقَالَ: اِذَا کَانَ یَوْمَیْنِ فَهُوَ مِنْ حَیْضِهَا، وَسُئِلَ ابْنُ سِیْرِیْنَ عَنْهُ فَقَالَ: النِّسَاءُ اَعْلَمُ بِذٰلِکَ

286- صحیح من حدیث عائشة، وهذا اسناد رجاله ثقات، وقد رواه ابن ابی عدی علی وجهین کما نبه الیه المصنف بعده، وقال ابو حاتم فیما نقله عنه ابنه فی "العلل" 1/501: لم یتابع محمد بن عمرو علی هذه الروایة، وهو منکر. قلنا: والمحفوظ حدیث هشام بن عروة، عن ابیه، عن عائشة: ان فاطمة استحیضت... کما سلف برقم (281)، وکما سیاتی بعده. واخرجه النسائی (215) و (362) عن محمد بن المثنی، حدثنا ابن ابی عدی من کتابه، بهذا الاسناد. وسیاتی مکررا برقم (304).

عروہ بن زبیر سیّدہ فاطمہ بنت ابوحبیش کے بارے میں نقل کرتے ہیں: انہیں استحاضہ کی شکایت ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''جب حیض کا خون ہوگا' تو وہ سیاہ رنگ کا خون ہوگا' جو پہچانا جاسکے گا۔ جب وہ ہو' توتم نماز سے رُک جاؤ اور جب دوسری رنگت کا مواد ہو' توتم وضو کرکے نماز ادا کرو کیونکہ یہ کسی دوسری رگ کا ہوگا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن مثنیٰ نے یہ بات بیان کی ہے ابن ابوعدی نے اپنی کتاب سے یہ روایت ہمیں اسی طرح بیان کی ہے' پھر اس کے بعد انہوں نے اپنے حافظے کی بنیاد پر ہمیں یہ حدیث بیان کی تو یہ کہا محمد بن عمرو نے زہری کے حوالے سے عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی۔ وہ بیان کرتی ہیں: فاطمہ (بنت ابوحبیش) کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) انس بن سیرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مستحاضہ عورت کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں جب وہ گہرے رنگ کا خون دیکھے گی' تو نماز ادا نہیں کرے گی اور جب وہ طہر دیکھ لے خواہ وہ ایک گھڑی کے لئے ہو' تو وہ غسل کرکے نماز ادا کرے گی۔

مکحول کہتے ہیں: خواتین سے حیض پوشیدہ نہیں رہتا کیونکہ اس کا خون سیاہ اور گاڑھا ہوتا ہے' جب ختم ہوجائے اور زرد اور پتلا مواد آئے' تو وہ مستحاضہ ہوگا۔ ایسی عورت غسل کرکے نماز ادا کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے' قعقاع بن حکیم کے حوالے سے استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں سعید بن مسیب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حیض آئے گا' تو وہ عورت نماز ترک کردے گی اور جب وہ چلا جائے گا' تو وہ غسل کرکے نماز ادا کرے گی۔

سمی اور دیگر حضرات سعید بن مسیب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے ایسی عورت اپنے حیض کے مخصوص دنوں میں بیٹھی رہے گی (یعنی وہ اس دوران نماز ادا نہیں کرے گی)

حماد بن سلمہ نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سعید بن مسیب سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یونس نے حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے حیض والی عورت کا خون جب طویل ہوجائے (یعنی زیادہ عرصے تک بہتا رہے) تو وہ اپنے حیض کے بعد ایک یا دو دن تک رُکی رہے گی کیونکہ وہ استحاضہ کا شکار ہوگئی۔

تیمی نے قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے' جب عورت کے حیض کے مخصوص ایام سے پانچ دن زیادہ ہوجائیں' تو وہ نماز ادا کرنا شروع کردے گی۔

تیمی کہتے ہیں: میں اسے کم کرتا رہا یہاں تک میں دو تک پہنچا تو انہوں نے کہا: جب دو دن ہوں' تو وہ اس کے حیض کا حصہ شمار ہوں گے۔

ابن سیرین سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا: وہ بولے: اس بارے میں خواتین کو زیادہ بہتر پتہ ہوتا ہے۔

287 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَغَيْرُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَمِّهِ عِمْرَانَ بْنِ

طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّهِ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ: كُنْتُ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً. فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَفْتِيهِ وَأُخْبِرُهُ، فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً. فَمَا تَرَى فِيهَا قَدْ مَنَعَتْنِي الصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ. فَقَالَ: أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ، فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ. قَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: فَاتَّخِذِي ثَوْبًا. فَقَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ إِنَّمَا أَثُجُّ ثَجًّا. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَآمُرُكِ بِأَمْرَيْنِ أَيَّهُمَا فَعَلْتِ أَجْزَأَ عَنْكِ مِنَ الْآخَرِ، وَإِنْ قَوِيتِ عَلَيْهِمَا فَأَنْتِ أَعْلَمُ. قَالَ لَهَا: إِنَّمَا هَذِهِ رَكْضَةٌ مِنْ رَكَضَاتِ الشَّيْطَانِ فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللهِ، ثُمَّ اغْتَسِلِي حَتَّى إِذَا رَأَيْتِ أَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ، وَاسْتَنْقَأْتِ فَصَلِّي ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا وَصُومِي، فَإِنَّ ذَلِكَ يَجْزِيكِ، وَكَذَلِكَ فَافْعَلِي فِي كُلِّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ، وَكَمَا يَطْهُرْنَ مِيقَاتَ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ، وَإِنْ قَوِيتِ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِي الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِي الْعَصْرَ فَتَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَتُؤَخِّرِينَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِينَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فَافْعَلِي، وَتَغْتَسِلِينَ مَعَ الْفَجْرِ فَافْعَلِي، وَصُومِي إِنْ قَدَرْتِ عَلَى ذَلِكَ. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَذَا أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ قَالَ: فَقَالَتْ: حَمْنَةُ فَقُلْتُ: هَذَا أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ لَمْ يَجْعَلْهُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَهُ كَلَامَ حَمْنَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَعَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ رَافِضِيٌّ رَجُلُ سُوءٍ وَلَكِنَّهُ كَانَ صَدُوقًا فِي الْحَدِيثِ وَثَابِتُ بْنُ الْمِقْدَامِ رَجُلٌ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ: حَدِيثُ ابْنِ عَقِيلٍ فِي نَفْسِي مِنْهُ شَيْءٌ

سیّدہ حمنہ بنت جحش ؓ بیان کرتی ہیں: مجھے بہت زیادہ اور شدید استحاضہ کی شکایت تھی۔ میں مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے آپ ﷺ کو بتایا میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی بہن سیّدہ زینب بنت جحش ؓ کے گھر میں پایا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں جسے بہت شدید اور بہت زیادہ استحاضہ کی شکایت ہے' تو آپ ﷺ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ کیا یہ مجھے نماز اور روزے سے روک دے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ تم روئی رکھ لیا کرو کیونکہ یہ خون کو روک دے گی۔ اس خاتون نے عرض کی: وہ اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کپڑا رکھ لو تو اس نے عرض کی: وہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ تو دھار کی طرح ہوتا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں دو چیزوں کی ہدایت کرتا ہوں تم ان میں سے جو بھی کرلوگی' تو دوسرے کی جگہ یہ تمہارے لئے کافی ہوگی اگر تم ان دونوں پر عمل کرنے کی طاقت رکھتی ہو' تو تمہیں زیادہ بہتر پتہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا یہ

شیطان کا ٹھونگا ہے۔ اگر تمہیں چھ دن تک یا سات دن تک حیض آتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کا ذکر بلند و برتر ہے تو پھر تم غسل کرو۔ یہاں تک جب تم محسوس کرو کہ تم پاک ہوگئی ہو تم نے صفائی حاصل کر لی ہے' تو پھر تم تئیس یا چوبیس دن تک نماز ادا کرتی رہو اور روزے رکھو تو یہ تمہارے لئے جائز ہوگا تم ہر مہینے میں اس طرح کرو جس طرح خواتین کو حیض آتا ہے اور جس طرح وہ پاک ہوتی ہیں جو ان کے حیض کے مخصوص وقت کے مطابق ہوتا ہے اور اگر تم یہ کر سکتی ہو کہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر دو اور عصر کی نماز کو جلدی ادا کر لو تو پھر تم غسل کر کے یہ دونوں نمازیں یعنی ظہر اور عصر ایک ساتھ ادا کرو پھر تم مغرب کو مؤخر کر دو اور عشاء کو جلدی ادا کرو اور پھر تم غسل کر کے یہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کرو' تو تم یہ کر لو اور پھر تم فجر کے وقت غسل کر لو اور (ان ایام میں) روزہ رکھو اگر تم اس کی قدرت رکھتی ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دونوں صورتوں میں' تو یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عمرو بن ثابت نے یہ روایت ابن عقیل سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں: سیدہ حمنہ نے یہ بات بیان کی "میرے نزدیک یہ دونوں صورتوں میں زیادہ پسندیدہ ہے"۔ اس راوی نے یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ کے کلام کے طور پر نقل نہیں کئے بلکہ سیدہ حمنہ کے کلام کے طور پر نقل کئے ہیں:

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عمرو بن ثابت نامی راوی "شیعہ" تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات یحییٰ بن معین کے حوالے سے ذکر کی ہے' تاہم یہ شخص حدیث میں صدوق تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ابن عقیل کی نقل کردہ روایت کے بارے میں میرے ذہن میں کچھ الجھن ہے۔

بَابُ مَنْ رَوَى اَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

باب: یہ جو روایت منقول ہے: استحاضہ والی عورت ہر نماز کے لئے غسل کرے گی

288 - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَقِيلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، وَلٰكِنْ هٰذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ. قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِيْ مِرْكَنٍ فِيْ حُجْرَةِ اُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حَتّٰى تَعْلُوَ حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ.

✿✿ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اُم حبیبہ بنت جحش جو نبی اکرم ﷺ کی سالی صاحبہ تھیں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ انہیں سات سال تک استحاضہ کی شکایت رہی۔ اس خاتون نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حیض نہیں ہے بلکہ کسی دوسری رگ (کا مواد) ہے تم غسل

کرکے نماز ادا کرو۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ خاتون اپنی بہن سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حجرے میں موجود ٹب میں غسل کرتی تھیں، توان کے خون کی سرخی پانی پر غالب آجاتی تھی۔

289 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اُمِّ حَبِيبَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

❀❀ عمرہ بنت عبدالرحمن نے سیّدہ اُمّ حبیبہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ خاتون ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھی۔

290 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ مَبْرُورٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ اُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ جَحْشٍ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَرُبَّمَا قَالَ مَعْمَرٌ: عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ اُمِّ حَبِيبَةَ بِمَعْنَاهُ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِهِ، وَلَمْ يَقُلْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا اَنْ تَغْتَسِلَ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ اَيْضًا قَالَ فِيهِ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

❀❀ عروہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:
''وہ خاتون ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قاسم بن مبرور نے یونس کے حوالے سے ابن شہاب کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیّدہ اُمّ حبیبہ بنت ابوجحش سے یہ روایت نقل کی ہے۔

اسی طرح معمر نے زہری کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے۔سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے۔

بعض اوقات معمر نے یہ بات کہی ہے یہ عمرہ کے حوالے سے سیّدہ اُمّ حبیبہ سے منقول ہے اوراس کے مفہوم کی حدیث نقل کی ہے۔

اسی طرح یہ روایت ابراہیم بن سعید اور ابن عیینہ نے زہری کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔

290- اسنادہ صحیح. ابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهری. واخرجه مسلم (334) (63)، والترمذی (129)، والنسائی فی "الکبری" (205) من طریق اللیث بن سعد، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (24523)، و "شرح شکل الآثار" (2742). وانظر ما سلف برقم (285).

ابن عیینہ اپنی حدیث میں یہ کہتے ہیں: انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو غسل کرنے کا حکم دیا تھا۔

291 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَأَمَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ (بنت جحش) کو سات سال تک استحاضہ کی شکایت رہی نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو حکم دیا کہ وہ غسل کیا کرے تو وہ ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتی تھی۔

یہ روایت امام اوزاعی نے بھی اسی طرح نقل کی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ خاتون ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

292 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيضَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا بِالْغُسْلِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتُحِيضَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْتَسِلِي لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ: تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا وَهْمٌ مِنْ عَبْدِ الصَّمَدِ، وَالْقَوْلُ فِيهِ قَوْلُ أَبِي الْوَلِيدِ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیّدہ اُمّ حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں استحاضہ کی شکایت ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوولید طیالسی نے یہ روایت نقل کی ہے میں نے یہ روایت ان سے نہیں سنی ہے۔ انہوں نے یہ روایت سلیمان بن کثیر کے حوالے سے زہری کے حوالے سے عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں: سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا۔ ''تم ہر نماز کے لئے وضو کرو''۔ اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالصمد نے سلیمان بن کثیر کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم ہر نماز کے لئے وضو کرو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ عبدالصمد نامی راوی کا وہم ہے۔ اس بارے میں صحیح بات وہی ہے جو ابولید نے بیان کی ہے۔

293 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ

الْحُسَيْنِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ: اَخْبَرَتْنِيْ زَيْنَبُ بِنْتُ اَبِيْ سَلَمَةَ، اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدَّمَ، وَكَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا اَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَتُصَلِّيْ وَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اُمَّ بَكْرٍ اَخْبَرَتْهُ، اَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الْمَرْاَةِ تَرٰى مَا يُرِيْبُهَا بَعْدَ الطُّهْرِ اِنَّمَا هِيَ عِرْقٌ اَوْ قَالَ: عُرُوْقٌ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عَقِيْلٍ الْاَمْرَانِ جَمِيْعًا وَقَالَ: اِنْ قَوِيْتِ فَاغْتَسِلِيْ لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَاِلَّا فَاجْمَعِيْ كَمَا قَالَ الْقَاسِمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْقَوْلُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

✿✿ سیّدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون کا خون بہتا رہتا تھا (یعنی اسے استحاضہ کی شکایت تھی) وہ عورت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز ادا کیا کرے۔

راوی کہتے ہیں: (میرے استاد نے) مجھے یہ بھی بتایا کہ اُمّ بکر نے انہیں یہ بات بتائی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایسی عورت جو طہر کے بعد ایسی چیز دیکھتی ہے' جو اسے شک میں مبتلا کرتی ہے۔ اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے" یہ کسی دوسری رگ کا مواد ہے"۔ (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے۔)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن عقیل کی حدیث میں دونوں معاملات منقول ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:)

"اگر تم اس کی طاقت رکھتی ہو' تو ہر نماز کے لئے غسل کرو ورنہ (دو نمازیں) ایک ساتھ ادا کرو"۔

جیسا کہ قاسم نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے اور یہی قول سعید بن جبیر کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ وَتَغْتَسِلُ لَهُمَا غُسْلًا

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں وہ عورت دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرے گی اور دونوں کے لئے ایک ہی مرتبہ غسل کرے گی

294 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِيْ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتُحِيْضَتِ امْرَاَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُمِرَتْ اَنْ

294- رجاله ثقات وهو موقوف، وقد اختلف فيه على عبد الرحمٰن بن القاسم: فرواه شعبة هنا وعند النسائي في "المجتبى" (213) و (360) عنه، عن القاسم ابن محمد، عن عائشة وظاهره الوقف. وهو في "مسند احمد" (25391). ورواه محمد بن اسحاق فيما سياتي بعده عنه، به مرفوعاً. ورواه سفيان الثوري عند البيهقي /1353 عنه، عن القاسم، عن زينب بنت جحش: انها سالت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - لحمنة بنت جحش... ورواه سفيان بن عيينة عند عبد الرزاق (1176)، والطحاوي /1001، والبيهقي /3531 عنه، عن القاسم مرسلاً.

تُعَجِّلَ الْعَصْرَ وَتُؤَخِّرَ الظُّهْرَ وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا. وَاَنْ تُؤَخِّرَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلَ الْعِشَاءَ وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا. وَتَغْتَسِلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ غُسْلًا. فَقُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک عورت کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی تو اسے یہ حکم دیا گیا کہ وہ عصر کی نماز جلدی ادا کرے اور ظہر کی نماز کو موخر کردے اور ان دونوں کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے پھر مغرب کی نماز کو موخر کر کے عشاء کی نماز کو جلدی ادا کرے اور ان دونوں کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے اور پھر صبح کی نماز کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے۔

(راوی کہتے ہیں:) میں نے عبدالرحمن سے دریافت کیا۔ کیا یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہی حدیث بیان کرتا ہوں۔

295 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيٰى، حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلٍ اسْتُحِيضَتْ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَرَهَا اَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ فَلَمَّا جَهَدَهَا ذٰلِكَ اَمَرَهَا اَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِغُسْلٍ، وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِغُسْلٍ، وَتَغْتَسِلَ لِلصُّبْحِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ امْرَاَةً اسْتُحِيضَتْ فَسَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا بِمَعْنَاهُ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سہلہ بنت سہیل کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے جب یہ بات اس کے لئے پریشانی کا باعث بنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک غسل کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کرے اور ایک غسل کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرے اور صبح کی نماز کے لئے (الگ سے) غسل کرے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن عیینہ نے عبدالرحمن بن قاسم کے حوالے سے ان کے والد سے نقل کی ہے وہ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

''ایک عورت کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ حکم دیا''۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

296 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، اَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِيْ حُبَيْشٍ اسْتُحِيضَتْ - مُنْذُ كَذَا وَكَذَا - فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اِنَّ هٰذَا مِنَ الشَّيْطَانِ لِتَجْلِسْ فِيْ مِرْكَنٍ، فَاِذَا رَاَتْ صُفْرَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا

وَاحِدًا، وَتَغْتَسِلُ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَاحِدًا، وَتَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَاحِدًا، وَتَتَوَضَّأُ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مُجَاهِدٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُسْلُ اَمَرَهَا اَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ اِبْرَاهِيمُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ قَوْلُ اِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ

❀❀ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! فاطمہ بنت ابو حبیش کو اتنے عرصے سے استحاضہ کی شکایت ہے وہ نماز ادا نہیں کرتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اسے ایک ٹب میں بیٹھنا چاہئے۔ جب وہ زردی کو پانی پر غالب دیکھے تو پھر ظہر اور عصر کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے اور مغرب اور عشاء کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے اور فجر کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے اور ان کے درمیان وہ وضو کرے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مجاہد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے کہ جب یہ بات اس خاتون کے لئے مشکل کا باعث بنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابراہیم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے۔

ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن شداد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ مِنْ طُهْرٍ اِلَى طُهْرٍ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک کے لئے غسل کرے گی

297 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَدَعُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي، وَالْوُضُوءُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: زَادَ عُثْمَانُ وَتَصُومُ وَتُصَلِّي

❀❀ عدی بن ثابت اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے مستحاضہ عورت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"وہ عورت اپنے حیض کے مخصوص دنوں میں نماز چھوڑ دے گی پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی اور ہر نماز کے وقت وضو کرے گی"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں "وہ روزہ رکھے گی اور نماز ادا کرے گی"۔

298 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِي حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ

خَبَرَهَا وَقَالَ ثُمَّ اغْتَسِلِي، ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ وَصَلِّي

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فاطمہ بنت ابوحبیش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی (پھر راوی نے اس خاتون کا واقعہ بیان کیا' جس میں آگے چل کر یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم غسل کر کے ہر نماز کے لئے وضو کرو اور نماز ادا کرو۔

299 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ اَيُّوبَ بْنِ اَبِي مِسْكِينٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ اُمِّ كُلْثُومٍ، عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَغْتَسِلُ تَعْنِي مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ تَوَضَّأُ اِلَى اَيَّامِ اَقْرَائِهَا

اُمّ کلثوم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں: ایسی عورت غسل کرے گی ان کی مراد یہ ہے کہ ایک مرتبہ غسل کرے اور پھر اپنے حیض کے مخصوص ایام آنے تک وضو کر کے (نماز ادا کرے گی)

300 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ اَيُّوبَ اَبِي الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ، عَنِ امْرَاَةِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ وَالْاَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبٍ، وَاَيُّوبَ اَبِي الْعَلَاءِ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ لَا تَصِحُّ وَدَلَّ عَلَى ضُعْفِ حَدِيثِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيبٍ هٰذَا الْحَدِيثُ اَوْقَفَهُ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، وَاَنْكَرَ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، اَنْ يَكُونَ حَدِيثُ حَبِيبٍ مَرْفُوعًا، وَاَوْقَفَهُ اَيْضًا اَسْبَاطٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ مَوْقُوفٌ عَنْ عَائِشَةَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ دَاوُدَ، عَنِ الْاَعْمَشِ مَرْفُوعًا اَوَّلُهُ، وَاَنْكَرَ اَنْ يَكُونَ فِيهِ الْوُضُوءُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، وَدَلَّ عَلَى ضُعْفِ حَدِيثِ حَبِيبٍ هٰذَا اَنَّ رِوَايَةَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ فِي حَدِيثِ الْمُسْتَحَاضَةِ وَرَوَى اَبُو الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَعَمَّارٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَى عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ

298- حديث صحيح، ولا ينكر سماع حبيب بن ابي ثابت من عروة بن الزبير كما قال ابن عبد البر. وكيع: هو ابن الجراح، والاعمش: هو سليمان بن مهران. واخرجه ابن ماجه (624) من طريق وكيع، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (24145). وقد توبع حبيب على ذكر الامر لها بالوضوء لكل صلاة، فقد رواه ابو معاوية عند البخاري (228)، والترمذي (125)، والامام ابو حنيفة عند الطحاوي /1021، وابو حمزة السكري عند ابن حبان (1354)، وابو عوانة عنده (1355)، اربعتهم عن هشام بن عروة، عن عروة، عن عائشة.

300- اثر صحيح، وهذا اسناد حسن، ايوب ابو العلاء - وهو ابن ابي مسكين - صدوق حسن الحديث، وامراة مسروق - وهي قمير بنت عمرو - روى عنها جمع، ووثقها العجلي. واخرجه الطبراني في "الصغير"، (1187) من طريق يزيد بن هارون، بهذا الاسناد. واخرجه عبد الرزاق (1170)، وابن ابي شيبة /1261، وعلي بن الجعد (300)، والدارمي (790) و (792) و (799)، والطحاوي /1051، والبيهقي /3461-347 من طرق عن عامر الشعبي، عن قمير، به. واخرجه الدارقطني (818)، والبيهقي /3461 من طريق عمار بن مطر،

مَيْسَرَةَ، وَبَيَانٌ، وَالْمُغِيرَةُ، وَفِرَاسٌ، وَمُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ حَدِيثِ قَمِيرَ، عَنْ عَائِشَةَ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ وَرِوَايَةُ دَاوُدَ، وَعَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ قَمِيرَ، عَنْ عَائِشَةَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً وَرَوَى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ الْمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ إِلَّا حَدِيثَ قَمِيرَ، وَحَدِيثَ عَمَّارٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَحَدِيثَ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَالْمَعْرُوفُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْغُسْلُ

۞۞ مسروق کی اہلیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عدی بن ثابت اور اعمش نے حبیب اور ایوب کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں وہ تمام ضعیف ہیں وہ مستند نہیں ہیں اور اعمش کی حبیب سے نقل کردہ روایت کے ضعیف ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے جسے حفص بن غیاث نے اعمش کے حوالے سے موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ حفص بن غیاث نے اس چیز کو منکر قرار دیا ہے کہ حبیب کی نقل کردہ روایت مرفوع ہو۔ اسباط نے اعمش کے حوالے سے بھی اس روایت کو موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے طور پر منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن داؤد نے یہ روایت اعمش کے حوالے سے مرفوع حدیث کے طور پر نقل کی ہے لیکن صرف اس کا پہلا حصہ نقل کیا ہے اور انہوں نے اس بات کو منکر قرار دیا ہے کہ اس میں ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا ذکر ہو۔

حبیب کی نقل کردہ اس روایت کے ضعیف ہونے پر بھی یہ بات دلالت کرتی ہے کہ زہری نے عروہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں: ایسی عورت ہر نماز کے لئے غسل کرے گی' جس کا ذکر استحاضہ کا شکار عورت سے متعلق روایت میں ہے۔

ابو یقظان نے عدی بن ثابت کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور بنو ہاشم کے غلام عمار نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے۔

عبدالملک بن میسرہ، بیان، مغیرہ، فراس، مجاہد نے امام شعبی کے حوالے سے قمیر نامی خاتون کی روایت نقل کی ہے' جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے ''کہ وہ عورت ہر نماز کے لئے وضو کرے گی''۔

داؤد اور عاصم نے امام شعبی کے حوالے سے قمیر نامی خاتون کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات نقل کی ہے ایسی عورت روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات روایت کی ہے استحاضہ کا شکار عورت ہر نماز کے لئے وضو کرے گی۔

یہ تمام احادیث ضعیف ہیں ماسوائے قمیر کی نقل کردہ روایت کے اور بنو ہاشم کے غلام عمار کی نقل کردہ روایت کے اور ہشام بن عروہ کی اپنے والد کے حوالے سے نقل کردہ روایت کے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا معروف قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں وہ غسل کرے گی۔

بَابُ مَنْ قَالَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: استحاضہ والی عورت ایک ظہر کی نماز سے لے کر اگلی ظہر کی نماز تک کے لئے غسل کرے گی

301 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ الْقَعْقَاعَ، وَزَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ أَرْسَلَاهُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ يَسْأَلُهُ كَيْفَ تَغْتَسِلُ الْمُسْتَحَاضَةُ فَقَالَ: تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ، وَتَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَإِنْ غَلَبَهَا الدَّمُ اسْتَثْفَرَتْ بِثَوْبٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ وَكَذَلِكَ رَوَى دَاوُدُ، وَعَاصِمٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ امْرَأَتِهِ، عَنْ قَمِيرَ، عَنْ عَائِشَةَ، إِلَّا أَنَّ دَاوُدَ قَالَ: كُلَّ يَوْمٍ، وَفِي حَدِيثِ عَاصِمٍ عِنْدَ الظُّهْرِ، وَهُوَ قَوْلُ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَالْحَسَنِ، وَعَطَاءٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: إِنِّي لَأَظُنُّ حَدِيثَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ، إِنَّمَا هُوَ مِنْ طُهْرٍ إِلَى طُهْرٍ، وَلَكِنَّ الْوَهْمَ دَخَلَ فِيهِ فَقَلَبَهَا النَّاسُ فَقَالُوا: مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ وَرَوَاهُ مِسْوَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَرْبُوعٍ، قَالَ فِيهِ: مِنْ طُهْرٍ إِلَى طُهْرٍ فَقَلَبَهَا النَّاسُ: مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ

سمی بیان کرتے ہیں: قعقاع اور زید بن اسلم نے انہیں سعید بن مسیب کے پاس بھیجا تھا تاکہ ان سے یہ دریافت کریں کہ استحاضہ کا شکار عورت کیسے غسل کرے گی' تو انہوں نے فرمایا: وہ ایک ظہر سے لے کر اگلی ظہر تک کے لئے غسل کرے گی اور پھر ہر نماز کے وقت وضو کرے گی اگر خون زیادہ نکل رہا ہو' تو وہ کپڑا (لنگوٹ کے طور پر) باندھ لے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ایسی عورت ایک ظہر سے لے کر اگلی ظہر تک کے لئے غسل کرے گی۔

داؤد اور عاصم نے امام شعبی کے حوالے سے ان کی اہلیہ کے حوالے سے قمیر نامی خاتون کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے' تاہم داؤد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''وہ عورت روزانہ (یعنی پورے ایک دن کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے گی)''

عاصم کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''ظہر کے وقت (غسل کرے گی)''

سالم بن عبداللہ، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرا یہ خیال ہے کہ ابن مسیب کی نقل کردہ یہ روایت ''ایک

ظہر سے اگلی ظہر تک" اس میں انہوں نے یہ کہا تھا ایک طہر سے لے کر اگلی طہر تک لیکن راوی کو وہم ہوا اور انہوں نے اس لفظ کو تبدیل کر دیا۔ لوگوں نے اسے تبدیل کر کے یہ الفاظ نقل کر دیے۔ ایک ظہر سے لے کر دوسرے ظہر تک۔

مسور عبدالملک بن سعید بن عبدالرحمن بن یربوع نے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا

"ایک طہر سے لے کر دوسرے طہر تک" تو لوگوں نے اسے تبدیل کر کے ایک ظہر سے لے کر دوسری ظہر تک" بیان کر دیا۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً وَلَمْ يَقُلْ عِنْدَ الظُّهْرِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی انہوں نے ظہر کے وقت کی بات بیان نہیں کی

302 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي اِسْمَاعِيلَ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ مَعْقِلٍ الْخَثْعَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: الْمُسْتَحَاضَةُ اِذَا انْقَضَى حَيْضُهَا اغْتَسَلَتْ كُلَّ يَوْمٍ، وَاتَّخَذَتْ صُوفَةً فِيهَا سَمْنٌ اَوْ زَيْتٌ

❀❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: استحاضہ کا شکار عورت کا جب حیض ختم ہو جائے تو وہ روزانہ غسل کرے گی اور وہ اون استعمال کرے گی جس میں گھی یا زیتون کا تیل ہوگا۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ بَيْنَ الْاَيَّامِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ چند دن کے بعد دوبارہ غسل کرلیا کرے گی

303 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ، اَنَّهُ سَاَلَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ فَقَالَ: تَدَعُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ فَتُصَلِّي، ثُمَّ تَغْتَسِلُ فِي الْاَيَّامِ

❀❀ محمد بن عثمان بیان کرتے ہیں: انہوں نے قاسم بن محمد سے استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز چھوڑے رکھے گی پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی اور وہ چند دن بعد غسل کرلیا کرے گی۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَوَضَّاُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی

304 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَنِي ابْنُ

شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ، أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِذَا كَانَ الْآخَرُ، فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى، وَحَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ حِفْظًا، فَقَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَشُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: الْعَلَاءُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَوْقَفَهُ شُعْبَةُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ تَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

سیّدہ فاطمہ بنت ابوحبیش کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: جب حیض کا خون ہو تو وہ سیاہ رنگ کا خون ہوگا' جو پہچانا جائے گا' جب وہ ہو' تو تم نماز ادا کرنے سے رک جاؤ اور جب دوسری رنگت کا مواد ہو' تو تم وضو کر کے نماز ادا کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابن مثنیٰ نے یہ بات بیان کی ہے۔ ابن ابوعدی نے اپنے حافظے کے حوالے سے یہ حدیث ہمیں بیان کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: عروہ کے حوالے سے یہ روایت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: فاطمہ کو (استحاضہ کی شکایت ہوئی)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت علی بن مسیب اور شعبہ کے حوالے سے حکم کے حوالے سے ابوجعفر کے حوالے سے منقول ہے۔ علی کہتے ہیں: یہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' جبکہ شعبہ نے اسے ابوجعفر تک موقوف روایت کیا ہے کہ ایسی عورت ہر نماز کے لئے وضو کرے گی۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَذْكُرِ الْوُضُوءَ إِلَّا عِنْدَ الْحَدَثِ

باب: جو لوگ صرف حدث کی صورت میں وضو کا تذکرہ کرتے ہیں

305 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيضَتْ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَنْتَظِرَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي، فَإِنْ رَأَتْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ، تَوَضَّأَتْ وَصَلَّتْ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ اُمّ حبیبہ بنت جحش کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ ہدایت کی کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام میں انتظار کرے گی پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی اگر وہ کوئی چیز دیکھتی ہے' تو وضو کر کے نماز ادا کرے گی۔

306 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ رَبِيعَةَ، أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى عَلَى الْمُسْتَحَاضَةِ وُضُوءًا عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ إِلَّا أَنْ يُصِيبَهَا حَدَثٌ غَيْرُ الدَّمِ، فَتَوَضَّأُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا قَوْلُ مَالِكٍ يَعْنِي ابْنَ أَنَسٍ

❁❁ لیث' ربیعہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ اس مستحاضہ عورت کے لئے ہر نماز کے وقت وضو کرنے کے قائل نہیں تھے۔ ماسوائے اس صورت کے کہ اسے کوئی ایسا حدث لاحق ہو' جو خون نکلنے کے علاوہ ہو' تو پھر وہ عورت وضو کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ ان کی مراد امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَرَى الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ

باب: اس عورت کا بیان جو طہر کے بعد زردی یا مٹیالہ مواد دیکھتی ہے

307 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، وَكَانَتْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَتْ: كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ، وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا

❁❁ سیّدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا تھا وہ بیان کرتی ہیں: ہم طہر کے بعد خارج ہونے والے مٹیالے یا زرد مواد کو کچھ شمار نہیں کرتے تھے۔

308 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا، أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، بِمِثْلِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أُمُّ الْهُذَيْلِ هِيَ حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ كَانَ ابْنُهَا اسْمُهُ هُذَيْلٌ، وَاسْمُ زَوْجِهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اُمّ ہذیل نامی راوی خاتون حفصہ بنت سیرین ہیں۔ ان کے صاحبزادے کا نام ہذیل تھا' اور ان کے شوہر کا نام عبدالرحمن تھا۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ يَغْشَاهَا زَوْجُهَا

باب: استحاضہ والی عورت کے شوہر کا اس کے ساتھ صحبت کرنا

309 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: كَانَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ تُسْتَحَاضُ فَكَانَ زَوْجُهَا يَغْشَاهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: مُعَلًّى ثِقَةٌ، وَكَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا يَرْوِي عَنْهُ لِأَنَّهُ كَانَ يَنْظُرُ فِي الرَّأْيِ

❁❁ عکرمہ بیان کرتے ہیں: اُمّ حبیبہ (بنت جحش) کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو ان کے شوہر ان کے ساتھ صحبت کرلیا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن معین کہتے ہیں: معلّی (نامی راوی) ''ثقہ'' ہے۔
امام احمد بن حنبل اس کے حوالے سے روایت نقل نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ رائے (یا قیاسی مسائل) میں غور وفکر کیا کرتا تھا۔

310 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِىْ سُرَيْجٍ الرَّازِىُّ، اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْجَهْمِ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِىْ قَيْسٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ، اَنَّهَا كَانَتْ مُسْتَحَاضَةً وَكَانَ زَوْجُهَا يُجَامِعُهَا

❁❁ عکرمہ سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہیں استحاضہ کی شکایت تھی اوران کے شوہر ان کے ساتھ صحبت کرلیا کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِىْ وَقْتِ النُّفَسَاءِ

باب: نفاس والی عورت کی مدت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

311 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، اَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى، عَنْ اَبِىْ سَهْلٍ، عَنْ مُسَّةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَتِ النُّفَسَاءُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْعُدُ بَعْدَ نِفَاسِهَا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا - اَوْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً - وَكُنَّا نَطْلِىْ عَلٰى وُجُوْهِنَا الْوَرْسَ - تَعْنِىْ - مِنَ الْكَلَفِ

❁❁ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نفاس والی عورتیں نفاس کے بعد چالیس دن تک بیٹھی رہتی تھیں ہم لوگ اپنے چہرے پر ورس کا کرتی تھیں۔ ان کی مراد یہ تھی: چہرے کی رنگت کی تبدیلی کی وجہ سے ایسا کیا کرتی تھیں۔

312 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيٰى، اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ يَعْنِىْ حُبِّىْ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِى الْاَزْدِيَّةُ يَعْنِىْ مُسَّةَ قَالَتْ: حَجَجْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ، اِنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَاْمُرُ النِّسَاءَ يَقْضِيْنَ صَلَاةَ الْمَحِيْضِ فَقَالَتْ: لَا يَقْضِيْنَ كَانَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ نِسَاءِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْعُدُ فِى النِّفَاسِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً لَا يَاْمُرُهَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَضَاءِ صَلَاةِ النِّفَاسِ قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِى ابْنَ حَاتِمٍ: وَاسْمُهَا مُسَّةُ تُكْنٰى اُمَّ بُسَّةَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: كَثِيْرُ بْنُ زِيَادٍ كُنْيَتُهُ اَبُوْ سَهْلٍ

❁❁ کثیر بن زیاد بیان کرتے ہیں: مسہ ازدیہ نامی راوی خاتون نے مجھے یہ بات بتائی وہ خاتون کہتی ہیں: میں حج کے لئے گئی پھر میں سیّدہ اُمّ سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے کہا: اے اُمّ المومنین! حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ خواتین کو یہ ہدایت کرتے ہیں کہ وہ حیض (کے دوران رہ جانے والی) نمازوں کی قضا کیا کریں' توسیدہ اُمّ سلمہ نے فرمایا: وہ عورتیں قضا نہیں کریں گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کوئی خاتون چالیس دن تک نفاس کی حالت میں رہتی تھی (اور اس دوران نماز ادا نہیں

کرتی تھی) لیکن نبی اکرم ﷺ نے نفاس کے دوران والی نمازوں کو قضا کرنے کا اسے حکم نہیں دیا۔
محمد بن حاتم نامی راوی کہتے ہیں: اس خاتون کا نام "مسہ" تھا اور اس کی کنیت ام بسہ تھی۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) کثیر بن زیاد نامی راوی کی کنیت ابو سہل تھی۔

نفاس کے معنی ومفہوم کا بیان

۱. نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے آگے کی راہ سے نکلے جب نصف سے زیادہ بچہ باہر نکل آئے تو اب جو خون نکلے گا وہ نفاس ہوگا، اس سے پہلے نفاس نہیں ہوگا اگر توام (جوڑا) بچے پیدا ہوں تو نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے ہوگا اور اس کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن تک نفاس ہوگا اس کے بعد استحاضہ ہے مگر غسل کا حکم دیا جائے گا یعنی نہا کر نماز پڑھے گی شرط یہ ہے کہ دونوں توام بچوں کی ولادت میں چھ مہینہ سے کم کا فاصلہ ہو اگر دونوں کے درمیان چھ مہینہ یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس ہونگے۔

۲. نفاس کی کم سے کم مدت کچھ مقرر نہیں، نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد خون آجائے خواہ ایک ہی ساعت ہو وہ نفاس ہے اگر بچہ نصف سے کم نکلا اور اس وقت خون آیا تو وہ نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے اور نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہے، اگر خون چالیس دن سے زیادہ آتا رہا تو اس عورت کے لئے جس کو پہلی مرتبہ نفاس آیا چالیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ اور جس عورت کی نفاس کی عادت مقرر ہے اس کے لئے مقررہ عادت کے دنوں تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ، نفاس کی عادت کے ایک بار خلاف ہونے سے عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ الِاغْتِسَالِ مِنَ الْحَيْضِ

باب: حیض کے بعد غسل کرنا

313- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُحَيْمٍ، عَنْ أُمَيَّةَ بِنْتِ أَبِي الصَّلْتِ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي غِفَارٍ قَدْ سَمَّاهَا لِي قَالَتْ: أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَقِيبَةِ رَحْلِهِ قَالَتْ: فَوَاللَّهِ، لَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصُّبْحِ، فَأَنَاخَ وَنَزَلْتُ عَنْ حَقِيبَةِ رَحْلِهِ، فَإِذَا بِهَا دَمٌ مِنِّي فَكَانَتْ أَوَّلَ حَيْضَةٍ حِضْتُهَا قَالَتْ: فَتَقَبَّضْتُ إِلَى النَّاقَةِ وَاسْتَحْيَيْتُ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بِي وَرَأَى الدَّمَ قَالَ: مَا لَكِ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَصْلِحِي مِنْ نَفْسِكِ، ثُمَّ خُذِي إِنَاءً مِنْ مَاءٍ، فَاطْرَحِي فِيهِ مِلْحًا، ثُمَّ اغْسِلِي مَا أَصَابَ الْحَقِيبَةَ مِنَ الدَّمِ، ثُمَّ عُودِي لِمَرْكَبِكِ. قَالَتْ: فَلَمَّا

313- اسناده ضعيف لجهالة امية بنت ابى الصلت، فقد تفرد بالرواية عنها سليمان ابن سحيم، وهى تابعية لا تصح صحبتها، فقد ذكرها الحافظ فى القسم الرابع من "الاصابة"، وقال فى "التقريب": لايعرف حالها. وسلمة بن الفضل - وان كان ضعيفاً - متابع، ومحمد بن اسحاق - وان كان مدلساً - صرح بالتحديث عند احمد والبيهقى. واخرجه احمد (27136)، والخطيب فى "تلخيص المتشابه" /8472 و848، والبيهقى /4072 من طريقين عن محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد

فَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ رَضَخَ لَنَا مِنَ الْفَيْءِ قَالَتْ: وَكَانَتْ لَا تَطْهُرُ مِنْ حَيْضَةٍ إِلَّا جَعَلَتْ فِي طَهُوْرِهَا مِلْحًا، وَاَوْصَتْ بِهِ اَنْ يُجْعَلَ فِي غُسْلِهَا حِيْنَ مَاتَتْ

⊕ اُمیہ بنت صلت' بنوغفار سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' جس کا نام انہوں نے بیان کیا تھا۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی سواری پر پالان کے پیچھے حصے پر بٹھا لیا۔ وہ خاتون بیان کرتی ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے رہے) اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے قریب سواری سے اترے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کو بٹھایا میں بھی پالان کے پچھلے حصے سے اتری تو اس پر میرے خون کا نشان تھا یہ وہ پہلا حیض تھا جو مجھے آیا تھا۔ وہ خاتون کہتی ہیں' تو میں اونٹنی کے ساتھ لگ گئی اور مجھے شرم آگئی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری صورت حال دیکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کا نشان دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہوا ہے۔ شاید تمہیں حیض آ گیا ہے میں نے عرض کی: جی ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنا معاملہ ٹھیک کرو پھر پانی کا برتن لے کر اس میں نمک ملا کے اس جگہ کو دھو دو جو پالان پر تمہارا خون لگا ہے اور پھر اپنی سواری پر سوار ہو جاؤ۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال فے میں سے ہمیں بھی عطا کیا وہ خاتون بیان کرتی ہیں: وہ جب بھی حیض سے پاک ہوتی تھیں' تو طہارت حاصل کرنے والے پانی میں نمک ملایا کرتی تھیں اور انہوں نے یہ وصیت بھی کی تھی کہ جب ان کا انتقال ہو جائے' تو ان کے غسل کے پانی میں بھی نمک ملایا جائے۔

314 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ. اَخْبَرَنَا سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ. عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ. عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَتْ اَسْمَاءُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. كَيْفَ تَغْتَسِلُ إِحْدَانَا إِذَا طَهُرَتْ مِنَ الْمَحِيْضِ؟ قَالَ: تَأْخُذُ سِدْرَهَا وَمَاءَهَا فَتَوَضَّأُ. ثُمَّ تَغْسِلُ رَاْسَهَا. وَتَدْلُكُهُ حَتّٰى يَبْلُغَ الْمَاءُ اُصُوْلَ شَعْرِهَا. ثُمَّ تُفِيْضُ عَلٰى جَسَدِهَا. ثُمَّ تَاْخُذُ فِرْصَتَهَا فَتَطَّهَّرُ بِهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. كَيْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا. قَالَتْ: عَائِشَةُ فَعَرَفْتُ الَّذِيْ يَكْنِيْ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا: تَتَبَّعِيْنَ بِهَا آثَارَ الدَّمِ

⊕ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اسماء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی عورت کا حیض جب ختم ہو جائے' تو وہ کیسے غسل کرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بیری کے پتے اور پانی لے اور وہ وضو کرے پھر وہ اپنے سر کو دھوئے اور اسے ملے یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر وہ اپنے جسم پر پانی بہا لے۔ پھر وہ روئی لے کر اس کے ذریعے طہارت حاصل کرے۔ اسماء نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے اندازہ ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمانا چاہ رہے ہیں۔ تو میں نے اسماء سے کہا: تم خون کے نشانات کو صاف کرو۔

315 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ. اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ. عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ. عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ. عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا ذَكَرَتْ نِسَاءَ الْاَنْصَارِ. فَاَثْنَتْ عَلَيْهِنَّ وَقَالَتْ لَهُنَّ: مَعْرُوْفًا. وَقَالَتْ: دَخَ

امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً. قَالَ مُسَدَّدٌ: كَانَ أَبُو عَوَانَةَ يَقُولُ: فِرْصَةً، وَكَانَ أَبُو الْأَحْوَصِ يَقُولُ: قَرْصَةً.

❀❀ صفیہ بنت شیبہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نقل کرتی ہیں: انہوں نے انصار کی خواتین کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تعریف کی اور ان کا اچھائی کے ساتھ ذکر کیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ان میں سے ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:)

"وہ مشک لگا ہوا روئی کا ٹکڑا لے"

مسدد نامی راوی کہتے ہیں: ابوعوانہ نے اپنی روایت میں صرف لفظ "فرصہ" ذکر کیا ہے، جبکہ ابواحوص نے لفظ قرصہ ذکر کیا ہے۔

316 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي ابْنَ مُهَاجِرٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: فِرْصَةً مُمَسَّكَةً، قَالَتْ: كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ تَطَهَّرِي بِهَا وَاسْتَتِرِي بِثَوْبٍ. وَزَادَ وَسَأَلَتْهُ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ: تَأْخُذِينَ مَاءَكِ فَتَطَهَّرِينَ أَحْسَنَ الطُّهُورِ وَأَبْلَغَهُ. ثُمَّ تَصُبِّينَ عَلَى رَأْسِكِ الْمَاءَ. ثُمَّ تَدْلُكِينَهُ حَتَّى يَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِكِ. ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ قَالَ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ: نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَسْأَلْنَ عَنِ الدِّينِ، وَأَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِيهِ

❀❀ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اسماء نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے' جس میں راوی نے یہ الفاظ نقل کئے "مشک لگا ہوا روئی کا ٹکڑا لے" اسماء نے دریافت کیا: میں اس کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کے ذریعے طہارت حاصل کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اپنے منہ پر رکھ لیا۔

راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں "اس خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کے بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پانی لے کر اچھی طرح سے طہارت حاصل کرو اور اسے (جسم کے) ہر حصے تک پہنچا دو۔ پھر تم اپنے سر پر پانی ڈالو پھر اسے ملو یہاں تک کہ وہ پانی تمہارے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر تم اپنے پورے جسم پر بہاؤ۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انصار کی خواتین سب سے اچھی ہیں کیونکہ دینی معاملات کے بارے میں سوال کرنے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں حیا ان کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی ہے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ

باب: تیمم کرنا

تیمم کی تعریف اس کی شرائط اور مذاہب فقہاء کا بیان

لغت میں تیمم کے معنی "قصد" کے آتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں تیمم سے مراد ہے پاک مٹی کا قصد کرنا یا اس چیز کا قصد کرنا

جو مٹی کے قائم مقام ہو جیسے پتھر اور چونا وغیرہ اور طہارت کی نیت کے ساتھ اسے ہاتھ اور منہ پر ملنا۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ تیمم کے لئے دو ضربیں یا ایک ضرب ہے؟

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ تیمم کے لئے دو ضربیں ہیں یعنی پاک مٹی یا اس کے قائم مقام مثلاً پاک چونے اور پتھر وغیرہ پر دو دفعہ ہاتھ مارنا چاہئے ایک ضرب تو منہ کے لئے ہے اور دوسری ضرب کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لئے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی مختار مسلک یہی ہے اور بعض حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

لیکن حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مشہور مسلک اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قدیم قول یہ ہے کہ تیمم ایک ہی ضرب ہے یعنی تیمم کرنے والے کو چاہئے کہ ایک ہی مرتبہ پاک مٹی وغیرہ پر ہاتھ مار کر اسے منہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لے، حضرت امام اوزاعی، عطاء اور مکحول رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی یہی منقول ہے۔ دونوں فریقین کے مذہب و مسلک کی تائید میں احادیث ہیں۔

تیمم کتاب سنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر ہو یا حدث اکبر تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں (دو بار پاک مٹی پر ہاتھ مارنا) ضروری ہیں ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے حضرت علی بن ابی طالب حضرت عبداللہ بن عمر حسن بصری شعبی سالم بن عبداللہ بن عمر سفیان ثوری امام مالک امام ابوحنیفہ اصحاب رائے اور دوسرے تمام فقہاء رضی اللہ عنہ کا بھی مسلک ہے عطاء مکحول اوزاعی امام احمد اسحق ابن المنذر اور عامۃ المحدثین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کیلیے صرف ایک ضرب واجب ہے۔ زہری نے یہ کہا ہے کہ ہاتھوں پر بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے ماوراء تیمم نہیں ہے اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ تیمم میں تین ضربات ہیں ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لئے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے تیمم حدث اصغر کے لئے بھی ہے اور حدث اکبر (جنبی حائض اور نفساء) کے لئے بھی ہے سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں ہے ماسوا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے یہ بھی روایت ہے کہ ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے ثبوت میں بکثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے اس میں صرف ابو سلمہ عبدالرحمن تابعی کا قول مخالف ہے لیکن یہ قول بالاجماع متروک ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو نبی کریم ﷺ نے جنبی کو غسل کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴)

اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو تو وہ پھر اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے وہ (اگر اتنا پانی ہو تو) اپنی شرمگاہوں کو دھو کر تیمم کریں اور نماز پڑھ لیں اور اگر انہوں نے اپنی شرمگاہیں دھو لیں تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور اگر مرد نے اپنے آلہ کو نہیں دھویا اور اس پر

رطوبت فرج لگی ہوئی تھی جس قول کے مطابق رطوبت فرج نجس ہے اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا ورنہ نہیں جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کیا تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر غالبا پانی نہیں ہوتا مثلاً سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر ایسی جگہ ہے جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ ہے (جو شخص ڈیڑھ انگریزی میل کی مسافت پر شہر سے دور ہو اور اس کو پانی دستیاب نہ ہو تو وہ فقہاء احناف کے نزدیک تیمم کر سکتا ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے، ہدایہ)

امام شافعی امام احمد ابن المنذر داؤد ظاہری، اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیمم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ جائز ہے جس کا غبار عضو کے ساتھ لگ جائے اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام سے تیمم کرنا جائز ہے حتیٰ کہ دھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی جائز ہے اور برف کے متعلق ان کی دو روایتیں ہیں اور اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا کہ برف اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمم کے بعض مسائل کا بیان

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیر جمل (مدینہ کے قریب ایک جگہ) کی طرف جا رہے تھے ایک مسلمان نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کو سلام کا جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ ایک دیوار کے پاس گئے اور تیمم کر کے اس کو جواب دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۶۹)

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس وقت پانی نہیں تھا کیونکہ جب پانی موجود ہو اور اس کے استعمال پر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں ہے خواہ فرض نماز نماز عید یا نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو امام شافعی کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عید اور جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم جائز ہے کیونکہ ان کی قضاء نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مٹی کی جنس سے تیمم کرنا ضروری ہے اور اس پر غبار ہونا ضروری نہیں جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کیونکہ عام طور پر دیوار پر غبار نہیں ہوتا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ دیوار کے مالک کی اجازت کے بغیر آپ نے کیسے تیمم کر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیوار مباح تھی یا کسی ایسے شخص کی دیوار تھی جس کو آپ جانتے تھے اور آپ کو علم تھا کہ آپ کے تصرف سے اس کو اعتراض نہیں ہوگا اس حدیث میں نوافل کے لیے تیمم کرنے پر بھی دلیل ہے پیشاب کرتے وقت جس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کا فوراً جواب نہیں دیا اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے اسی طرح اس حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذکر کرنا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح جماع کی حالت میں بھی ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس حال میں مطلقاً کلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں مثلاً کسی نابینا کو کوئیں کی طرف بڑھتا ہوا دیکھے تو بتا دے۔

317 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، اَخْبَرَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أُسَیْدَ بْنَ حُضَیْرٍ وَأُنَاسًا مَعَہٗ فِیْ طَلَبِ قِلَادَۃٍ اَضَلَّتْھَا عَائِشَۃُ. فَحَضَرَتِ الصَّلَاۃُ فَصَلَّوْا بِغَیْرِ وُضُوْءٍ. فَاَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرُوْا ذٰلِکَ لَہٗ. فَاُنْزِلَتْ آیَۃُ التَّیَمُّمِ زَادَ ابْنُ نُفَیْلٍ فَقَالَ لَہَا اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ: یَرْحَمُکِ اللّٰہُ مَا نَزَلَ بِکِ اَمْرٌ تَکْرَہِیْنَہٗ اِلَّا جَعَلَ اللّٰہُ لِلْمُسْلِمِیْنَ. وَلَکِ فِیْہِ فَرَجًا

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسید بن حضیر اور ان کے ساتھ کچھ لوگوں کو ہار تلاش کرنے کے لئے بھیجا جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے گم ہوگیا تھا۔ اس دوران نماز کا وقت ہوگیا' تو ان لوگوں نے وضو کے بغیر ہی نماز ادا کرلی۔ پھر وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس صورت حال کا ذکر کیا' تو تیمم کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوئی۔

ابن نفیل نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: اس پر حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ جب بھی آپ کو کسی ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جسے آپ ناپسند کرتی ہوں' تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اور آپ کے لئے اس میں کشادگی رکھ دی۔

318 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَہْبٍ، اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِہَابٍ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ حَدَّثَہٗ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ اَنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّھُمْ تَمَسَّحُوْا وَھُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالصَّعِیْدِ لِصَلَاۃِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوْا بِاَکُفِّھِمُ الصَّعِیْدَ. ثُمَّ مَسَحُوْا بِوُجُوْھِھِمْ مَسْحَۃً وَاحِدَۃً. ثُمَّ عَادُوْا فَضَرَبُوْا بِاَکُفِّھِمُ الصَّعِیْدَ مَرَّۃً اُخْرٰی فَمَسَحُوْا بِاَیْدِیْھِمْ کُلِّھَا اِلَی الْمَنَاکِبِ وَالْاٰبَاطِ مِنْ بُطُوْنِ اَیْدِیْھِمْ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز کے لئے مٹی کے ذریعے تیمم کیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ مٹی پر مارے اور پھر اپنے چہروں پر ایک مرتبہ مسح کیا پھر انہوں نے دوبارہ اپنے ہاتھ مٹی پر دوسری مرتبہ مارے اور اپنے پورے بازوؤں کا کندھوں تک اور بغلوں تک مسح کیا۔ انہوں نے اپنی ہتھیلیوں کے ذریعے یہ مسح کیا تھا۔

تیمم کی سنتوں کا بیان

(۱) بسم اللہ کہنا' (۲) ہاتھوں کو زمین پر مارنا' (۳) انگلیاں کھلی ہوئی رکھنا' (۴) ہاتھوں کو جھاڑ لینا' یعنی ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مارنا نہ اس طرح کہ تالی کی سی آواز نکلے' (۵) زمین پر ہاتھ مار کر لوٹ دینا' (۶) پہلے منہ پھر ہاتھ کا مسح کرنا' (۷) دونوں کا مسح پے درپے ہونا' (۸) پہلے داہنے ہاتھ پھر بائیں کا مسح کرنا۔ (۹) داڑھی کا خلال کرنا اور (۱۰) انگلیوں کا خلال جبکہ غبار پہنچ گیا ہو اور اگر غبار نہ پہنچا مثلاً پتھر وغیرہ کسی ایسی چیز پر ہاتھ مارا جس پر غبار نہ ہو تو خلال فرض ہے ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے

سروں سے کہنی تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کا مسح کرے یونہی داہنے ہاتھ سے بائیں کا مسح کرے اور ایک دم سے پوری ہتھیلی اور انگلیوں سے مسح کر لیا تیمم ہو گیا خواہ کہنی سے انگلیوں کی طرف لایا یا انگلیوں سے کہنی کی طرف لے گیا مگر پہلی صورت میں خلاف سنت ہوا۔ (عالمگیری)

319 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: قَامَ الْمُسْلِمُونَ فَضَرَبُوا بِأَكُفِّهِمُ التُّرَابَ، وَلَمْ يَقْبِضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَنَاكِبَ وَالْآبَاطَ قَالَ: ابْنُ اللَّيْثِ: إِلٰى مَا فَوْقَ الْمِرْفَقَيْنِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''مسلمان کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی ہتھیلیاں مٹی پر ماریں۔ انہوں نے مٹی کو مٹھی میں نہیں لیا''۔ اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے' البتہ راوی نے کندھوں اور بغلوں کا ذکر نہیں کیا۔

ابن لیث نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''کہنیوں کے اوپر تک (مسح کیا)''۔

320 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَّسَ بِأُولَاتِ الْجَيْشِ وَمَعَهُ عَائِشَةُ فَانْقَطَعَ عِقْدٌ لَهَا مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ، فَحُبِسَ النَّاسُ ابْتِغَاءَ عِقْدِهَا ذٰلِكَ حَتّٰى أَضَاءَ الْفَجْرُ، وَلَيْسَ مَعَ النَّاسِ مَاءٌ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: حَبَسْتِ النَّاسَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخْصَةَ التَّطَهُّرِ بِالصَّعِيدِ الطَّيِّبِ. فَقَامَ الْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبُوا بِأَيْدِيهِمْ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ، وَلَمْ يَقْبِضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا، فَمَسَحُوا بِهَا وُجُوهَهُمْ وَأَيْدِيَهُمْ إِلَى الْمَنَاكِبِ، وَمِنْ بُطُونِ أَيْدِيهِمْ إِلَى الْآبَاطِ زَادَ ابْنُ يَحْيٰى فِي حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فِي حَدِيثِهِ: وَلَا يَعْتَبِرُ بِهٰذَا النَّاسُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ قَالَ فِيهِ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَذَكَرَ ضَرْبَتَيْنِ، كَمَا ذَكَرَ يُونُسُ، وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ضَرْبَتَيْنِ، وَقَالَ مَالِكٌ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمَّارٍ، وَكَذٰلِكَ قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَشَكَّ فِيهِ ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ: مَرَّةً عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَمَرَّةً قَالَ: عَنْ أَبِيهِ، وَمَرَّةً قَالَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اضْطَرَبَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيهِ، وَفِي سَمَاعِهِ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ فِي هٰذَا

الْحَدِيثِ الضَّرْبَتَيْنِ إِلَّا مَنْ سَمَّيْتُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "اولات الجیش" کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں ان کا سیپوں سے بنا ہوا ہار گر گیا۔ لوگ ان کے ہار کی تلاش میں رک گئے' یہاں تک کہ صبح صادق کا وقت ہو گیا۔ لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا: تم نے لوگوں کو رکنے پر مجبور کیا ہے' حالانکہ ان کے پاس پانی نہیں ہے' تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر پاک مٹی کے ذریعے طہارت حاصل کرنے کی رخصت نازل کر دی تو مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُٹھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے پھر انہوں نے اپنے ہاتھ بلند کئے۔ انہوں نے مٹھی میں مٹی نہیں لی۔ انہوں نے ان ہاتھوں کے ذریعے اپنے چہروں پر اور بازوؤں پر کندھے تک اور ہاتھ کے اندرونی حصے کے ذریعے بغلوں تک مسح کیا۔

ابن یحییٰ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں ابن شہاب اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: "لوگوں نے اس حدیث کا اعتبار نہیں کیا"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن اسحاق نے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔ وہ اس میں یہ بیان کرتے ہیں: یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور انہوں نے دو مرتبہ ضرب لگانے کا ذکر کیا ہے' جس طرح یونس نامی راوی نے ذکر کیا ہے۔

یہ روایت معمر نے زہری کے حوالے سے نقل کی ہے کہ دو مرتبہ ضرب لگائی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زہری کے حوالے سے عبید اللہ بن عبداللہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

اسی طرح ابواویس نے یہ بات بیان کی ہے یہ زہری سے منقول ہے۔

اس روایت کے بارے میں ابن عیینہ کو شک ہوا ہے ایک مرتبہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ عبید اللہ کے حوالے سے ان کے والد سے منقول ہے یا شاید عبید اللہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے ایک مرتبہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ ان کے والد سے منقول ہے اور ایک مرتبہ یہ کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' تو اس روایت کے بارے میں ابن عیینہ اضطراب کا شکار ہو گئے اور ان کے زہری سے سماع میں بھی اضطراب ہے ان میں سے کسی نے بھی اس حدیث میں دو مرتبہ ضرب لگانے کا ذکر نہیں کیا۔ صرف ان لوگوں نے کیا ہے جن کا نام میں نے ذکر کر دیا ہے۔

321 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا بَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَبِي مُوسَى، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ؟ فَقَالَ: لَا، وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ الَّتِي فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ (فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا) (النساء: 43) فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِي هٰذَا لَأَوْشَكُوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا بِالصَّعِيدِ.

فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِهٰذَا، قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ. فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَتَمَرَّغُ الدَّابَّةُ. ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَنَفَضَهَا. ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ عَلَى يَمِينِهِ وَبِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ عَلَى الْكَفَّيْنِ. ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ: أَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ

شقیق بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبدالرحمن آپ کی کیا رائے ہے اگر ایک شخص جنبی ہو جاتا ہے اور اسے ایک مہینے تک پانی نہیں ملتا تو کیا وہ تیمم نہیں کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں کرے گا اگرچہ اسے ایک ماہ تک پانی نہ ملے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر آپ اس آیت کا کیا کریں گے جو سورۃ مائدہ میں ہے۔

''تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو''۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس بارے میں لوگوں کو رخصت دے دی جائے تو عنقریب ایسا ہوگا کہ اگر لوگوں کو پانی ٹھنڈا لگے گا تو وہ مٹی کے ذریعے تیمم کرلیں گے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا آپ اس وجہ سے اسے ناپسند کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں' تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر کو کہا گیا قول نہیں سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام کے سلسلے میں بھیجا میں جنبی ہو گیا مجھے پانی نہیں ملا تو میں مٹی میں یوں لوٹ پوٹ ہو گیا جس طرح جانور لوٹ پوٹ ہوتا ہے' پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم یوں کر لیتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک زمین پر مار کر اسے جھاڑا پھر آپ نے بائیں ہاتھ کو دائیں پر اور دائیں کو بائیں پر مارا پھر آپ نے اپنے چہرے کا مسح کیا۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بیان پر قناعت نہیں کی تھی۔

322 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّا نَكُونُ بِالْمَكَانِ الشَّهْرَ وَالشَّهْرَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ: أَمَّا أَنَا فَلَمْ أَكُنْ أُصَلِّي حَتّٰى أَجِدَ الْمَاءَ. قَالَ: فَقَالَ عَمَّارٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمَا تَذْكُرُ إِذْ كُنْتُ أَنَا وَأَنْتَ فِي الْإِبِلِ. فَأَصَابَتْنَا جَنَابَةٌ. فَأَمَّا أَنَا. فَتَمَعَّكْتُ. فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ. فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هٰكَذَا. وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ نَفَخَهُمَا. ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى نِصْفِ الذِّرَاعِ فَقَالَ عُمَرُ: يَا عَمَّارُ اتَّقِ اللَّهَ. فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. إِنْ شِئْتَ وَاللَّهِ لَمْ أَذْكُرْهُ أَبَدًا. فَقَالَ عُمَرُ: كَلَّا وَاللَّهِ لَنُوَلِّيَنَّكَ مِنْ ذٰلِكَ مَا تَوَلَّيْتَ

عبدالرحمن بن ابزی بیان کرتے ہیں: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا۔ ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا:

(بعض اوقات) ہم کسی ایسی جگہ پر ایک یا دو ماہ تک رہتے ہیں (جہاں زیادہ پانی دستیاب نہیں ہوتا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت تک نماز ادا نہیں کروں گا' جب تک میں پانی کو پا نہیں لیتا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ کو یہ بات یاد نہیں ہے کہ جب میں اور آپ اونٹوں میں تھے ہمیں جنابت لاحق ہوگئی میں' تو مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگیا پھر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات ذکر کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم یوں کر لیتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان پر پھونک مار کر (مٹی کو جھاڑا) اور آپ نے وہ دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر نصف بازو تک پھیر لئے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمار! تم اللہ سے ڈرو۔ انہوں نے عرض کی: اے امیر المومنین! اگر آپ چاہیں' تو اللہ کی قسم! میں کبھی اس کا ذکر نہیں کروں گا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں' اللہ کی قسم! اس حوالے سے ہم تمہیں اس بات کا پابند بناتے ہیں جو تم نے بیان کی ہے۔

323 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ. حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ. عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ. عَنِ ابْنِ أَبْزَى. عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: يَا عَمَّارُ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا. ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ. ثُمَّ ضَرَبَ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى. ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَالذِّرَاعَيْنِ إِلَى نِصْفِ السَّاعِدَيْنِ. وَلَمْ يَبْلُغِ الْمِرْفَقَيْنِ ضَرْبَةً وَاحِدَةً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ وَكِيعٌ. عَنِ الْأَعْمَشِ. عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى. وَرَوَاهُ جَرِيرٌ. عَنِ الْأَعْمَشِ. عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ. عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى يَعْنِي. عَنْ أَبِيهِ.

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) اے عمار! تمہارے لئے اس طرح کر لینا کافی تھا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا (اور مٹی کو جھاڑا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر نصف کلائیوں تک مسح کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہنی تک نہیں پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مرتبہ (زمین پر ہاتھ مارا تھا)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت وکیع نے اعمش کے حوالے سے سلمہ کے حوالے سے عبدالرحمن سے نقل کی ہے' جب کہ جریر نے یہ روایت اعمش کے حوالے سے سلمہ کے حوالے سے سعید بن عبدالرحمن کے حوالے سے نقل کی ہے یعنی ان کے والد سے نقل کی ہے۔

324 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ. أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ. عَنْ سَلَمَةَ. عَنْ ذَرٍّ. عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ عَمَّارٍ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ. فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ وَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى الْأَرْضِ. ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا. وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ شَكَّ

324- حديث صحيح دون قوله: "الى المرفقين. لشك سلمة- وهو ابن كهيل- فيه. وقد اشار الى ضعف هذه الرواية الحافظ في "الفتح" 1/445. وسياتي الحديث من طرق صحيحة بالارقام (326) و (327) بذكر الكفين فحسب. ذر: هو ابن عبد الله المرهبي. وابن عبد الرحمن: هو سعيد. واخرجه النسائي في "الكبرى" (299) عن محمد بن بشار بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (18333).

سَلَمَةُ وَقَالَ: لَا أَدْرِي فِيهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ. يَعْنِي أَوْ إِلَى الْكَفَّيْنِ

یہی روایت ایک اور سند کے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے لئے یہ کافی تھا'' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک زمین پر مارا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پھونک ماری پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے اور بازوؤں پر پھیر لیا' یہ شک سلمہ نامی راوی کو ہے وہ کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''کہنیوں تک'' یا یہ الفاظ ہیں: ''ہتھیلیوں تک''۔

325 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي الْأَعْوَرَ، حَدَّثَنِي شُعْبَةُ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ - أَوْ إِلَى الذِّرَاعَيْنِ - قَالَ شُعْبَةُ: كَانَ سَلَمَةُ يَقُولُ: الْكَفَّيْنِ وَالْوَجْهَ وَالذِّرَاعَيْنِ. فَقَالَ لَهُ مَنْصُورٌ ذَاتَ يَوْمٍ: انْظُرْ مَا تَقُولُ فَإِنَّهُ لَا يَذْكُرُ الذِّرَاعَيْنِ غَيْرُكَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پھونک ماری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر کہنیوں تک (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کلائیوں تک پھیر لیا۔

شعبہ نامی راوی کہتے ہیں: سلمہ یہ کہا کرتے تھے دونوں ہتھیلیاں چہرہ اور دونوں کلائیاں

منصور نے ایک دن ان سے کہا: آپ اس بات کا جائزہ لیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں' کیونکہ کلائیوں کا ذکر آپ کے علاوہ اور کسی نے (اس روایت میں) نہیں کیا۔

326 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَكَمُ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمَّارٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ إِلَى الْأَرْضِ. فَتَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّارًا يَخْطُبُ بِمِثْلِهِ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَنْفُخْ. وَذَكَرَ حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: ضَرَبَ بِكَفَّيْهِ إِلَى الْأَرْضِ وَنَفَخَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ تم اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتے اور اس کے ذریعے اپنے چہرے اور بازوؤں پر مسح کر

325- حديث صحيح دون قوله: "الى المرفقين او الى الذراعين" كما سلف الكلام عليه فيما قبله، حجاج الاعور: هو ابن محمد المصيصي، ومنصور المذكور في المتن: هو ابن المعتمر. واخرجه النسائي في "الكبرى" (301) من طريق حجاج، بهذا الاسناد.

لیتے'' اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت شعبہ نے حصین کے حوالے سے ابو مالک سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پھونک نہیں ماری''۔

حصین بن محمد نے یہ روایت شعبہ کے حوالے سے حکم سے نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان پر پھونک ماری''۔

327 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَزْرَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّيَمُّمِ فَاَمَرَنِيْ ضَرْبَةً وَّاحِدَةً لِّلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

⚙⚙ سعید بن عبدالرحمن نے اپنے والد کے حوالے سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیمم کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا کہ ایک ضرب چہرے اور دونوں بازوؤں کے لئے ہو گی۔

328 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ: سُئِلَ قَتَادَةُ، عَنِ التَّيَمُّمِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ: حَدَّثَنِيْ مُحَدِّثٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

⚙⚙ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کہنیوں تک (بازوؤں پر مسح کیا جائے گا)''۔

تیمم کرنے کے طریقے کا بیان

امام ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور تیمم کی دو ضربیں ہیں ایک ان دونوں میں سے یہ ہے کہ اپنے چہرے کا مسح کرے اور دوسری ضرب سے اپنے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ تیمم دو ضربیں ہیں چہرے کی ضرب اور ہاتھوں کی ضرب ہے۔ اور دونوں ہاتھوں کو اس طرح جھاڑے کہ مٹی جھڑ جائے تا کہ مثلہ نہ بنے۔

اور ظاہر روایت کے مطابق تیمم میں پورے عضو کو مسح میں گھیرنا ضروری ہے کیونکہ یہ وضو کے قائم مقام ہے۔ اور اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ انگلیوں میں خلال کرے اور انگوٹھی کو اتار دے تا کہ مسح پوری طرح ہو جائے۔ تیمم حدث اور جنابت میں برابر ہے۔ اور اسی طرح حیض ونفاس کیلئے بھی کافی ہے۔ اس روایت کی وجہ سے کہ ایک قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا ہم ایسی قوم ہیں جو ایسے ریگستان میں رہتے ہیں کہ ہم ایک ماہ یا دو ماہ تک پانی نہیں پاتے اور ہمارے اندر جنبی، حائضہ اور نفاس والی بھی ہوتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر تمہاری زمین لازم ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب طہارت، بیروت)

تیمم کا طریقہ

علامہ محمود ابن مازہ حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی اصل میں سے بعض روایات ہیں اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے جبکہ بعض روایات میں ہے ہاتھوں کو زمین پر مارے۔ جبکہ اکثر آثار یہ ہیں کہ ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔ افضل یہ ہے کہ یہاں ''ضرب'' ہاتھوں کو زمین پر مارنا مراد ہو کیونکہ زمین پر ہاتھ رکھنے کی بجائے زمین پر ہاتھ مارنے سے زیادہ مٹی انگلیوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور ہاتھوں کو محض رکھنے کی وجہ سے مٹی داخل نہیں ہوتی۔ پھر بعض فقہاء نے کہا کہ ان دونوں سے چہرے کا مسح کرے۔

جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ دو مرتبہ جھاڑے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ جھاڑے۔ حقیقت میں ائمہ کے ان اقوال میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ امام ابو یوسف کے نزدیک جب انگلیوں میں بہت زیادہ مٹی ہو لہٰذا اس وقت دو مرتبہ جھاڑنا ضروری ہے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کو اس بات پر محمول کیا جائے گا۔ جب انگلیوں پر بہت تھوڑی مٹی ہو۔ کیونکہ وہ ایک مرتبہ بھی جھاڑنے سے جھڑ جائے گی۔ ایک مرتبہ جھاڑنا کافی ہے اور دو مرتبہ جھاڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ مسح ہتھیلی کے ساتھ اس طرح کیا جائے کہ ہتھیلی کو زمین پر رکھا جائے۔ کیونکہ ہتھیلی کو زمین پر رکھنا مٹی کو استعمال کرنے کی طرح ہے۔

پھر اپنے ہاتھوں کے ساتھ دوسری مرتبہ ضرب مارے اور اسے جھاڑے اور دائیں ہاتھ پر بائیں کے ساتھ مسح کرے۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ پر دائیں کے ساتھ مسح کرے۔ یہ مسح ہتھیلیوں سے کہنیوں سمیت کرے یہی ائمہ ثلاثہ احناف کا موقف ہے علماء کے اس میں بہت سے اقوال ہیں۔ جبکہ احناف کا یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیمم کی دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب چہرے کیلئے اور دوسری ہاتھوں کیلئے۔

(المحیط البرہانی فی فقہ النعمانی، ج۱، ص۱۰۶، بیروت)

تیمم کی ضربوں میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں یا ایک ضرب ہے؟ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں ہیں یعنی پاک مٹی یا اس کے قائم مقام مثلاً پاک چونے اور پتھر وغیرہ پر دو دفعہ ہاتھ مارنا چاہئے ایک ضرب تو منہ کے لیے ہے اور دوسری ضرب کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ حضرت امام شافعی کا بھی مختار مسلک یہی ہے اور بعض حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

لیکن حضرت امام احمد بن حنبل کا مشہور مسلک اور حضرت امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ تیمم ایک ہی ضرب ہے یعنی تیمم کرنے والے کو چاہئے کہ ایک ہی مرتبہ پاک مٹی وغیرہ پر ہاتھ مار کر اسے منہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لے، حضرت امام اوزاعی، عطاء اور مکحول سے بھی یہی منقول ہے۔ دونوں فریقین کے مذہب و مسلک کی تائید میں احادیث منقول ہیں۔ جن پر علامہ ابن ہمام کی جرح و تعدیل ہم ذکر کر رہے ہیں۔

حدیث ضربتان پر جرح وتعدیل کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو انہی الفاظ ''اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ، ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلْيَدَيْنِ'' امام حاکم اور

امام دار قطنی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔
امام حاکم نے اس سند پر سکوت کیا ہے اور کہا ہے کہ میں اس حدیث کو علی بن ظبیان کے سوا عبیداللہ کو نہیں جانتا۔ اور وہ صدوق راوی ہے۔ امام یحیٰ بن قطعان، ہشیم وغیرہما نے ان کے بارے میں توقف کیا ہے۔
علامہ ابن عدی نے امام نسائی اور ابن معین سے ابن ظبیان کا ضعف نقل کیا ہے۔ جبکہ ان الفاظ کے سوا امام حاکم اور امام دار قطنی نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ جس کو عثمان بن محمد انماطی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلذِّرَاعَيْنِ إِلَى الْمَرْفِقَيْنِ)
امام حاکم نے کہا ہے یہ صحیح الاسناد حدیث ہے لیکن امام بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔
امام دار قطنی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔
علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ عثمان کے بارے میں تکلم کیا گیا ہے کہ ان کی روایت کو رد کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ والی حدیث پر محمول کیا گیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔
(عَمَّارٍ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ إِلَى أَنْ قَالَ: فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِيَدَيْكَ هَكَذَا، ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ضَرْبَةً، ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَى الْيُمْنَى وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ)
حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے کسی کام کیلئے یہ کہتے ہوئے بھیجا کہ تیرے بدن کیلئے یہ کافی ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا۔ اور بائیں سے دائیں کا مسح اور ہتھیلیوں کے ظاہر اور چہرے کا مسح کیا۔
امام مالک کا مذہب حقیقی یہی ہے کہ کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ کسی چیز کے جزء کا اطلاق کل پر کرنا ہی یہاں مراد ہے۔ یعنی کفین ذراعین سے مراد کل ہے۔ اور وقت کے اندر اس کا اعادہ کیا جائے گا۔
یہاں مراد دونوں ضربوں کا ظاہر ہے اور اسی پر اکثر امت کا عمل ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو حدیث عمار پر ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ امت نے اس حدیث کو ہی قبول کیا ہے۔ اور دوسری روایت سے اعراض کیا ہے۔ یہی اس کی وجہ ترجیح ہے۔
ضربتان کا قول یہ فائدہ دیتا ہے کیونکہ ضرب ایک رکن ہے۔ جس کا تقاضہ یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کا مسح کیا جائے کیونکہ اس کے بعد چہرے کا مسح کرنا ہے اور اگر پہلے ہاتھوں کا مسح نہ کیا تو وہ ضرب حادث ہو جائے گی (جیسا ماء مستعمل میں ہوتا ہے لہٰذا اسی طرح مسح کو دوسرے عضو پر کرنے سے پہلے ہاتھوں کا مسح کر کے حدث کو دور کرنا ضروری ہے)۔ لہٰذا یہ اسی طرح رکن ہو گیا جس طرح وضو کے ارکین کو ایک رکن کے بعد دوسرے رکن کو دھویا جاتا ہے۔ اسی طرح سید ابو شجاع نے کہا ہے۔
قاضی "وَقَالَ الْقَاضِي الْإِسْبِيجَابِيُّ" نے کہا ہے کہ جس طرح حدث والے ہاتھ میں پانی لیا جاتا ہے پھر اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تیمم کی ضرب میں بھی جائز ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۲۲۴، بیروت)
حضرت عبدالرحمن بن ابزی فرماتے ہیں کہ ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس آیا اور کہا میں جنبی ہو گیا اور پانی نہیں مل رہا تو عمر نے فرمایا نماز مت پڑھو تو عمار بن یاسر نے کہا امیر المؤمنین! آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ ایک سریہ میں تھے کہ جنبی ہو گئے اور پانی نہ ملا تو آپ نے نماز ہی نہیں پڑھی اور میں نے مٹی میں لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی۔ پھر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا تمہارے لئے اتنا کافی تھا اور آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر لگائے پھر ان پر پھونک ماری اور ان کو چہرہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مضطرب روایات

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک سفر میں تیمم کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہنیوں تک مسح کرو۔ (سنن ابوداؤد ۳۲۸، معرفۃ السنن، ۳۲۵)

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کندھوں تک تیمم کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ۵۶۱، سنن ابوداؤد، ۳۲۰)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی ہے آپ نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مٹی کی طرف مارا۔ پھر اس پر پھونک ماری اور اپنے چہرے پر اور ہاتھوں کے جوڑ تک مسح کیا اس میں کلائیوں کا ذکر نہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ، ۲۷۰، سنن ابوداؤد، ۳۲۶)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھونک ماری اور اس کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر کہنیوں تک یا کلائیوں تک مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد، ۳۲۵)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منسوب جس قدر بھی روایت موجود ہیں اور جن کو ائمہ حدیث نے ذکر کیا ہے ان کے متن میں شدید اضطراب ہے ہم نے چند ایک کو مثال کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اور بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس قدر اضطراب والی روایات سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں جس طرح فقہاء احناف نے دلائل ذکر کیے ہیں۔ وہی اصل وصحیح ہیں۔ اور ان کی ہی اتباع و پیروی کی جائے گی۔

حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک چونکہ یہ ہے کہ تیمم کے لیے مٹی پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا چاہئے ایک مرتبہ تو منہ پر پھیرنے کے لیے اور دوسری مرتبہ کہنیوں تک ہاتھوں پر پھیرنے کے لیے اس لیے حضرت شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف یہ تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مٹی پر ہاتھ مارنے کی کیفیت وصورت دکھادیں کہ جنابت کے لیے تیمم اس طرح کر لیا کرو مٹی میں لوٹ پوٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد پورے تیمم کی کیفیت بیان کرنا نہیں تھا اس لیے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بھی روایت حدیث کے وقت ایک مرتبہ ہاتھ مارنے ہی کو بطور تعلیم ذکر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کے علاوہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں تیمم کے بارے میں منقول ہیں ان میں صراحت کے ساتھ دو مرتبہ ہی ہاتھ مارنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

مسح تیمم میں تمام عضو کو گھیر لینے کا حکم

علامہ محمود بن مازہ بخاری حنفی لکھتے ہیں۔ امام کرخی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک

تیمم کے دونوں اعضاء میں استیعاب (پورے عضو کو گھیر لینا) واجب ہے۔ یہی ظاہر الروایت ہے۔ حتیٰ کہ اگر تیمم کرنے والے نے مقام تیمم سے ذرا بھر بھی چھوڑا تو تیمم نہ ہوگا۔ کیونکہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے جس طرح ذرہ برابر بھی عضو سے دھو نا رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا اسی طرح تیمم بھی نہ ہوگا۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے نوادر میں اس قول کی تاکید موجود ہے اور وہ روایت اس طرح بھی ہے کہ اگر غبار انگلیوں میں نہ پہنچے تو وہ انگلیوں کا خلال کرے۔ اس حالت میں اس تین ضربوں کی ضرورت ہے کیونکہ ایک ضرب چہرے کیلئے دوسری ہاتھوں کیلئے اور تیسری انگلیوں کے خلال کیلئے ہوگی۔ اسی پر یہ دلیل ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں انگوٹھی ہے اور وہ اس کو نہیں اتارتا یا عورت کے ہاتھ سوار ہے اور تیمم کی حالت میں اسے اتار انہیں تو تیمم نہ ہوگا۔

امام حسن نے فقہاء احناف سے نقل کیا ہے کہ اگر اس نے ربع سے کم ترک کیا تو تیمم کفایت کرے گا۔ اور امام حسن نے ایک روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بیان کی ہے کہ اگر وہ کفین یا ذراعین کے اکثر کا مسح کر لے تو جائز ہے۔ کیونکہ اکثر کا مسح ایسے ہے جیسے کل کا استیعاب ہے۔ کیونکہ مسح والے امور میں استیعاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے۔ اسی روایت کے مطابق انگوٹھی یا سوار کا اتارنا واجب نہ ہوگا۔ امام شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ اسی روایت تعریف مسح میں محفوظ کیا جائے کیونکہ اسی میں عموم بلوئی (عرف) ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ سے امام حسن سے مختلف روایت مذکور ہے جو یہ ہے کہ اگر کسی نے ظاہر ہتھیلی کی مقدار مسح ترک کیا تو تیمم نہ ہوگا۔ حالانکہ ظاہر کف ربع سے کم ہے۔

فقیہ ابوجعفر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو امام حسن سے روایت ہے وہی ظاہر الروایہ ہے۔ کیونکہ تیمم کرنے والا ربع سے کم کا متروک ہے تو جائز ہے۔ کف کا مسئلہ اسی سے متخرج ہے۔ اور اس میں کف کی تعریف کا تعین کیا جائے گا۔ لہٰذا امام حسن کی روایت تیمم اور وضو کے درمیان فرق کی محتاج ہے۔

وضو اور تیمم کی تغلیظ میں فرق کا بیان

وضو کا حکم تیمم کے حکم سے زیادہ سخت ہے کیونکہ تیمم میں دو اعضاء ہیں جبکہ وضو میں چار اعضاء ہیں۔ ذراعین کے تیمم میں داخل ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول قدیم یہ ہے کہ واجب نہیں۔ اور یہی امام مالک علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ اور انہوں نے ربع کی مقدار مراد لی ہے۔ اور جب مقطوع الیدین مسح کرے گا تو وہ احناف کے مؤقف کے مطابق مقام قطع کا مسح کرے۔ اس لئے مقام قطع کے مسح کا ترک جائز نہیں۔ جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ مقام قطع کا مسح نہیں کرے گا کیونکہ ان کے نزدیک مرفقین عضو میں داخل ہی نہیں۔ (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۱، ص ۱۰۸، باب تیمم، بیروت)

مسح والے امور میں استیعاب کا قاعدہ فقہیہ

مسح والے امور میں استیعاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے۔ (محیط برہانی)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے جس طرح دھونے کے حکم میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس عضو کو دھویا جائے اس کا استیعاب کیا جائے یعنی اس عضو میں کہیں بھی کوئی حصہ خشک نہ رہے۔ جبکہ مسح والے حکم میں اس چیز کا ادراک نہیں کیا جا سکتا کہ جلد کے ہر ہر جز یا ہر ہر حصے کو مٹی کے ذرے پہنچے یا وہاں تک مسح کی رسائی اسی طرح ہے جس طرح پانی کی رسائی عضو پر ہوتی ہے۔ لہٰذا استیعاب وضو کی

طرح ضروری نہیں ہوگا۔ البتہ مسح والی جگہ کو گھیر لیا جائے گا۔

حکم تیمم سے والے مسح اور مثلہ میں فرق کیا جائے

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مٹی کو جھاڑے کیونکہ اگر ہاتھوں سے گرد وغبار کو جھاڑا نہ تو یہ مثلہ ہو جائے گا۔ جو کہ منع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لعن اللہ من مثل بالحیوان۔

اللہ کی لعنت اس پر جو کسی جاندار کے ساتھ مثلہ کرے۔ (صحیح بخاری، ج۲، ۸۲۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاکم مستدرک میں حضرت ابن الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

خذ فاغز فی سبیل اللہ فقاتلوا من کفر باللہ لا تغلوا و لا تمثلوا و لا تقتلوا ولیدا فھذا عھد اللہ و سیرۃ نبیہ۔ لے خدا کی راہ میں لڑ منکران خدا سے جہاد کرو، خیانت نہ کرو نہ مثلہ نہ بچوں کو قتل کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کے نبی کا شیوہ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مستدرک، ج۴، ۵۴۱، بیروت)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن النھبۃ والمثلۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹ اور مثلہ سے منع فرمایا۔ (بخاری، ج۲، ۲۳۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ

باب: حضر کی حالت میں تیمم کرنا

329 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي الْجُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَبُو الْجُهَيْمِ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ. فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ حَتَّى أَتَى عَلَى جِدَارٍ، فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر بیان کرتے ہیں: میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا غلام عبداللہ بن یسار آئے ہم لوگ حضرت ابوجہیم انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بئر جمل کی طرف سے تشریف لائے۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں پر مسح کیا۔ (یعنی تیمم کیا) اور پھر اس شخص کو سلام کا جواب دیا۔

330 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمَوْصِلِيُّ اَبُوْ عَلِيٍّ، اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ الْعَبْدِيُّ، اَخْبَرَنَا نَافِعٌ قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِيْ حَاجَةٍ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَضَى ابْنُ عُمَرَ حَاجَتَهُ فَكَانَ مِنْ حَدِيْثِهِ يَوْمَئِذٍ اَنْ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِكَّةٍ مِنَ السِّكَكِ، وَقَدْ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى اِذَا كَادَ الرَّجُلُ اَنْ يَتَوَارٰى فِي السِّكَّةِ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْحَائِطِ وَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ، ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً اُخْرٰى فَمَسَحَ ذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ وَقَالَ: اِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ السَّلَامَ اِلَّا اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ عَلٰى طُهْرٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ حَدِيْثًا مُنْكَرًا فِي التَّيَمُّمِ

قَالَ ابْنُ دَاسَةَ:

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: لَمْ يُتَابَعْ مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ عَلٰى ضَرْبَتَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَوْهُ فِعْلَ ابْنِ عُمَرَ

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کسی سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا کام پورا کیا۔ اس دن انہوں نے جب باتیں کیں' تو یہ بات بھی بیان کی کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گلی میں گزرا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پاخانہ کر کے یا پیشاب کر کے آئے تھے۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ وہ شخص اس گلی میں آنکھوں سے اوجھل ہونے کے قریب تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر مار کر ان کے ذریعے اپنے چہرے پر مسح کیا پھر آپ نے دوسری ضرب لگا کر اس کے ذریعے اپنی کلائیوں پر مسح کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سلام کا جواب دیا: اور ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں سلام کا جواب اس لئے نہیں دیا تھا کیونکہ میں باوضو حالت میں نہیں تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ محمد بن ثابت نے تیمم کے بارے میں ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔

ابن داسہ بیان کرتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: محمد بن ثابت کی اس واقعہ کے بارے میں متابعت نہیں کی گئی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اس میں دو مرتبہ ضرب لگانے کا تذکرہ ہے۔ لوگوں نے اسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے طور پر روایت کیا ہے۔

331 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى الْبُرُلُّسِيُّ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، اَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ عِنْدَ بِئْرِ جَمَلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَقْبَلَ عَلَى الْحَائِطِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْحَائِطِ، ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کر کے تشریف لائے۔بئر جمل کے قریب ایک شخص آپ کے سامنے آیا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ آپ دیوار کے پاس تشریف لائے آپ نے اپنا دست مبارک دیوار پر رکھ کر پھر اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں پر مسح کیا (یعنی تیمم کیا) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو سلام کا جواب دیا۔

تیمم کرنے کی بعض صورتوں کا بیان

اور وہ صورتیں ذکر کر دی جائیں جن میں تیمم جائز ہے تیمم حسب ذیل صورتوں میں جائز ہوتا ہے۔(۱) اتنا پانی جو وضو اور غسل کے لئے کافی ہو اپنے پاس موجود نہ ہو بلکہ ایک میل یا ایک میل سے زائد فاصلے پر ہو۔

(۲) پانی جو موجود تو ہو مگر کسی کی امانت ہو یا کسی سے غصب کیا ہوا ہو۔(۳) پانی کے نرخ کا معمول سے زیادہ گراں ہو جانا۔

(۴) پانی کی قیمت کا موجود نہ ہونا خواہ پانی قرض مل سکتا ہو یا نہیں، قرض لینے کے صورت میں اس پر قادر ہو یا نہ ہو، ہاں اگر اپنی ملکیت میں مال ہو اور ایک مدت معینہ کے وعدے پر قرض مل سکتا ہو تو قرض لے لینا چاہئے۔

(۵) پانی کے استعمال سے کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو یا یہ خوف ہو کہ اگر پانی استعمال کیا جائے گا تو صحت یابی میں دیر ہو گی۔

(۶) سردی اس قدر شدید ہو کہ پانی کے استعمال سے کسی عضو کے ضائع ہو جانے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہو اور گرم پانی ملنا ممکن نہ ہو۔

(۷) کسی دشمن یا درندے کا خوف ہو مثلاً پانی ایسی جگہ ہو جہاں درندے وغیرہ آتے ہوں یا موجود ہوں یا راستے میں چوروں کا خوف ہو، یا اپنے اوپر کسی کا قرض ہو، یا کسی سے عداوت اور یہ خیال ہو کہ اگر پانی لینے جاؤں گا تو قرض خواہ مجھ کو پکڑ لے گا، یا کسی قسم کی تکلیف دے گا، یا پانی کسی غنڈے اور فاسق کے پاس ہو اور عورت کو اس کے حاصل کرنے میں اپنی بے حرمتی کا خوف ہو۔

(۸) پانی کھانے پینے کی ضرورت کے لئے رکھا ہو کہ اسے وضو یا غسل میں خرچ کر دیا جائے تو اس ضرورت میں حرج ہو مثلاً آٹا گوندھنے یا گوشت وغیرہ پکانے کے لئے رکھا ہو، یا پانی اس قدر ہو کہ اگر وضو غسل میں صرف کر دیا جائے تو پیاس کا خوف ہو خواہ اپنی پیاس کا یا کسی دوسرے کی پیاس کا، یا اپنے جانوروں کی پیاس کا، بشرطیکہ کوئی ایسی تدبیر نہ ہو سکے کہ مستعمل پانی جانوروں کے کام آ سکے۔

(۹) کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو کہ اسے کنوئیں میں ڈال کر تر کرے اور پھر اس سے نچوڑ کر طہارت حاصل کرے، یا پانی مٹکے وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کے لئے نہ ہو اور نہ مٹکا جھکا کر پانی لے سکتا ہو، نیز ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا ایسا آدمی نہ ہو جو پانی نکال کر دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے۔

(۱۰) وضو یا غسل کرنے میں ایسی نماز کے چلے جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں ہے جیسے عیدین یا جنازے کی نماز۔

(۱۱) پانی کا بھول جانا مثلاً کسی آدمی کے پاس پانی تو ہے مگر وہ اسے بھول گیا ہو اور اس کا خیال ہو کہ میرے پاس پانی نہیں ہے۔

تیمم کرنے کا مسنون و مستحب طریقہ درج ذیل ہے: پہلے بسم اللہ پڑھ کر تیمم کی نیت کی جائے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کسی ایسی مٹی پر جس کو نجاست نہ پہنچی ہو یا اس کی نجاست دھو کر زائل کر دی گئی ہو، ہتھیلیوں کی جانب سے کشادہ کر کے مار کر ملے اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور پھر پورے دونوں ہاتھوں کو اپنے پورے منہ پر ملے اس طرح کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہ جائے جہاں ہاتھ نہ پہنچے۔ پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر ملے پھر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوائے کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے، داہنے ہاتھ کے انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی ہو جائے پھر باقی انگلیوں کو اور ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر انگلیوں تک کھینچا جائے، اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہے۔ اگر دونوں کی نیت کر لی جائے۔

تیمم کے کچھ احکام و مسائل یہ ہیں۔ یہ تمام مسائل عبدالشکور لکھنوی کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ (۱) تیمم کے وقت نیت کرنا فرض ہے اور نیت کی شکل یہ ہے کہ جس حدیث کے سبب سے تیمم کیا جائے اس سے طہارت کی نیت کی جائے یا جس چیز کے لئے تیمم کیا جائے اس کی نیت کی جائے مثلاً اگر نماز جنازہ کے لئے تیمم کیا جائے یا قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تیمم کیا جائے تو اس کی نیت کی جائے مگر نماز اسی تیمم سے صحیح ہوگی جس میں حدث سے طہارت کی نیت کی جائے یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کی نیت کی جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی۔

(۲) تیمم کرتے وقت اعضاء تیمم سے ایسی چیزوں کو دور کر دینا فرض ہے جس کی وجہ سے مٹی جسم تک نہ پہنچ سکے جیسے روغن یا چربی وغیرہ۔

(۳) تنگ انگوٹھی تنگ چھلوں اور چوڑیوں کو اتار ڈالنا واجب ہے۔ (۴) اگر کسی قرینے سے پانی کا قریب ہونا معلوم ہو تو اس کی تلاش میں سو قدم تک خود جانا یا کسی کو بھیجنا واجب ہے۔

(۵) اگر کسی دوسرے آدمی کے پاس پانی موجود ہو اور اس سے ملنے کی امید ہو تو اس سے طلب کرنا واجب ہے۔ (۶) اس ترتیب سے تیمم کرنا سنت ہے جس ترتیب سے رسول اللہ ﷺ نے تیمم کیا ہے یعنی پہلے منہ کا مسح پھر دونوں ہاتھوں کا مسح۔

(۷) منہ کے مسح کے بعد داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔ (۸) جس آدمی کو آخر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو تو اس کو نماز کے اخیر وقت تک پانی کا انتظام کرنا مستحب ہے مثلاً کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یہ یقین یا گمان غالب ہو کہ آخر وقت رسی اور ڈول مل جائیں گے۔ یا کوئی آدمی ریل پر سوار ہو اور یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ نماز کے آخر وقت ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے۔

(۹) تیمم نماز کے وقت کے تنگ ہو جانے کی صورت میں واجب ہوتا ہے۔ شروع وقت میں واجب نہیں ہوتا۔ (۱۰) نماز کا اس قدر وقت ملے کہ جس میں تیمم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو تو تیمم واجب ہوتا ہے اور اگر وقت نہ ملے تو تیمم واجب نہیں۔

(۱۱) جن چیزوں کے لئے وضو فرض ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی فرض ہے۔ اور جن چیزوں کے لئے وضو واجب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی واجب ہے اور جن چیزوں کے لئے وضو سنت یا مستحب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی سنت اور مستحب ہے، یہی حال غسل کا بھی ہے۔

(۱۲) اگر کوئی آدمی حالت جنابت میں ہو اور مسجد میں جانے کی اسے سخت ضرورت ہو تو اس پر تیمم کرنا واجب ہے۔

(۱۳) جن عبادتوں کے لئے حدث اکبر (یعنی جنابت) اور حدث اصغر (یعنی جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) سے طہارت شرط نہیں ہے۔ جیسے سلام وسلام کا جواب وغیرہ ان کے لئے وضو وغسل دونوں کا تیمم بغیر عذر کے ہوسکتا ہے اور جن عبادتوں میں صرف حدث اصغر سے طہارت شرط نہ ہو جیسے تلاوت قرآن مجید اور اذان وغیرہ ان کے لئے صرف وضو کا تیمم بغیر عذر ہوسکتا ہے۔

(۱۴) اگر کسی کے پاس مشکوک پانی ہو جیسے گدھے کا استعمال کردہ پانی تو ایسی حالت میں پہلے اگر وضو کی ضرورت ہو تو وضو، غسل کی ضرورت ہو تو غسل کیا جائے اس کے بعد تیمم کیا جائے۔

(۱۵) اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمم سے پڑھی ہیں سب کو دوبارہ پڑھنا چاہئے۔ مثلاً کوئی آدمی جیل میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی آدمی اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو تجھ کو مار ڈالوں گا۔

(۱۶) ایک جگہ سے اور ایک ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمم کریں تو درست ہے۔

(۱۷) جو آدمی پانی اور مٹی دونوں پر قادر نہ ہو خواہ پانی ومٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے تو اس کو چاہئے کہ نماز بلا طہارت پڑھ لے پھر اس نماز کو طہارت سے لوٹا لے مثلاً کوئی آدمی ریل میں سوار ہے اور نماز کا وقت ہو گیا ہے مگر نہ تو پانی موجود ہے کہ وہ وضو کرے اور نہ مٹی یا اس قسم کی کوئی دوسری چیز ہے جس سے وہ تیمم کر سکے، ادھر نماز کا وقت بھی ختم ہوا جارہا ہے تو اسے چاہئے کہ ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے۔ اسی طرح کوئی آدمی جیل میں ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو وہ بے وضو اور بے تیمم نماز پڑھ لے گا مگر ان دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ (احکام تیمم، عبدالشکور لکھنوی)

بَابُ الْجُنُبِ يَتَيَمَّمُ

باب: جنبی شخص کا تیمم کرنا

332 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ. ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ الْوَاسِطِيَّ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: اجْتَمَعَتْ غُنَيْمَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ ابْدُ فِيهَا، فَبَدَوْتُ إِلَى الرَّبَذَةِ فَكَانَتْ تُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأَمْكُثُ الْخَمْسَ وَالسِّتَّ. فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَبُو ذَرٍّ. فَسَكَتُّ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَبَا ذَرٍّ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ. فَدَعَا لِي بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَجَاءَتْ بِعُسٍّ فِيهِ مَاءٌ فَسَتَرَتْنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَتَرْتُ بِالرَّاحِلَةِ، وَاغْتَسَلْتُ فَكَأَنِّي أَلْقَيْتُ عَنِّي

جَبَلًا فَقَالَ الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ. فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ وَقَالَ: مُسَدَّدٌ: غُنَيْمَةٌ مِنَ الصَّدَقَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ عَمْرٍو أَتَمُّ

۞۞ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ بکریاں اکٹھی ہوگئیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تم انہیں ساتھ لے کر ویرانے میں چلے جاؤ۔ (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) تو میں ویرانے میں رہنے کے لئے ربذہ آگیا۔ وہاں مجھے جنابت لاحق ہوئی میں پانچ یا چھ دن تک اسی حالت میں رہا پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تو میں خاموش رہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تمہاری ماں تمہیں روئے تمہاری ماں کے لئے خرابی ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے ایک سیاہ فام کنیز کو بلوایا۔ وہ ایک بڑا برتن لے کر آئی جس میں پانی موجود تھا۔ اس نے میرے لئے کپڑے کے ذریعے پردہ تان دیا۔ میں نے سواری کی اوٹ میں ہو کر غسل کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اوپر سے پہاڑ اتر گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پاک مٹی مسلمان کے لئے طہارت کے حصول کا ذریعہ ہے اگرچہ اسے دس سال تک پانی دستیاب نہ ہوا۔ پھر جب تم پانی کو پاؤ تو اسے اپنے جسم پر ڈال لو یہ زیادہ بہتر ہے۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: صدقے کی بکریاں (اکٹھی ہوگئیں) عمرو نامی راوی کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

پانی نہ ملنے کی مدت تک تیمم کرتے رہنے کا بیان

333 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ قَالَ: دَخَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَأَهَمَّنِي دِينِي، فَأَتَيْتُ أَبَا ذَرٍّ فَقَالَ: أَبُو ذَرٍّ إِنِّي اجْتَوَيْتُ الْمَدِينَةَ. فَأَمَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَبِغَنَمٍ فَقَالَ لِي: اشْرَبْ مِنْ أَلْبَانِهَا - قَالَ حَمَّادٌ: وَأَشُكُّ فِي أَبْوَالِهَا. هَذَا قَوْلُ حَمَّادٍ - فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: فَكُنْتُ أَعْزُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِي أَهْلِي فَتُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأُصَلِّي بِغَيْرِ طُهُورٍ. فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ النَّهَارِ. وَهُوَ فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ. وَهُوَ فِي ظِلِّ الْمَسْجِدِ. فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: فَقُلْتُ: نَعَمْ. هَلَكْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: وَمَا أَهْلَكَكَ؟ قُلْتُ: إِنِّي كُنْتُ أَعْزُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِي أَهْلِي فَتُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأُصَلِّي بِغَيْرِ طُهُورٍ. فَأَمَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِمَاءٍ. فَجَاءَتْ بِهِ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ بِعُسٍّ يَتَخَضْخَضُ مَا هُوَ بِمَلْآنَ. فَتَسَتَّرْتُ إِلَى بَعِيرِي. فَاغْتَسَلْتُ، ثُمَّ جِئْتُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ: إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورٌ

333- صحيح لغيره دون قوله: "وابوالها" فقد تفرد بها حماد - وهو ابن سلمة البصري - وشك فيها، وخالفه حماد بن زيد فيما ذكر المصنف - وهو اضبط من ابن سلمة - فلم يذكرها. وهو بطوله دون وصف الالبان والابوال في "مسند احمد" (21304). واخرج قوله: "ان الصعيد الطيب طهور ..." النسائي في "الكبرى" (307) من طريق سفيان، عن ايوب، بهذا الاسناد. وسمى سفيان الرجل عمرو بن بجدان. وهو في "صحيح ابن حبان" (1313).

وَاِنْ لَمْ تَجِدِ الْمَاءَ اِلٰى عَشْرِ سِنِيْنَ. فَاِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ. فَاَمِسَّهُ جِلْدَكَ

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ لَمْ يَذْكُرْ اَبْوَالَهَا

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: هٰذَا لَيْسَ بِصَحِيْحٍ. وَلَيْسَ فِيْ اَبْوَالِهَا اِلَّا حَدِيْثُ اَنَسٍ تَفَرَّدَ بِهٖ اَهْلُ الْبَصْرَةِ

ابوقلابہ، بنوعامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے اسلام قبول کرلیا میرے دین نے مجھے پریشانی کا شکار کردیا۔ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بتایا: مدینہ منورہ کی آب وہوا میری طبیعت کے موافق نہیں تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ بکریاں اور اونٹ دینے کا حکم دیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: تم ان کا دودھ پینا، حماد نامی راوی کہتے ہیں: مجھے یہ شک ہے کہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ان کا پیشاب پینا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایسی جگہ رہتا تھا جو پانی سے دور تھے۔ میرے ساتھ میری بیوی بھی تھی، مجھے جنابت لاحق ہوجاتی تھی، تو میں طہارت حاصل کئے بغیر ہی نماز پڑھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں دوپہر کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کرام کے ساتھ موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر (کیا ہوا؟) میں نے عرض کی: جی ہاں، یارسول اللہ! میں ہلاکت کا شکار ہوگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہیں کس چیز نے ہلاکت کا شکار کیا۔ میں نے عرض کیا: میں پانی سے دور رہتا ہوں۔ میری بیوی میرے ساتھ رہتی ہے۔ مجھے جنابت لاحق ہوجاتی ہے، تو میں طہارت حاصل کئے بغیر ہی نماز ادا کرتا رہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے پانی لانے کا حکم دیا۔ ایک سیاہ فام کنیز ایک بڑے برتن میں میرے لئے پانی لے کر آئی جس میں سے پانی چھلک رہا تھا۔ وہ برتن مکمل طور پر بھرا ہوا نہیں تھا۔ میں نے ایک اونٹ کی اوٹ میں غسل کیا پھر میں آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر پاک مٹی طہارت کے حصول کا ذریعہ ہے اگرچہ تمہیں دس سال تک پانی نہ ملے پھر جب تمہیں پانی ملے، تو اسے اپنی جلد پہ ڈال لو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے یہ روایت ایوب سے نقل کی ہے۔ انہوں نے یہ الفاظ ذکر نہیں کئے۔ ''ان کا پیشاب'' یہ الفاظ مستند طور پر منقول نہیں ہیں اور ان کے پیشاب کے بارے میں روایت صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جسے نقل کرنے میں اہل بصرہ منفرد ہیں۔

شرح

دس برس کی مدت تحدید کے لئے نہیں ہے بلکہ کثرت کے لئے ہے یعنی اگر اتنے طویل عرصے تک بھی پانی نہ ملے تو غسل یا وضو کے لئے تیمم کیا جاسکتا ہے اور پھر بعد میں جب بھی اتنا پانی مل جائے جو غسل یا وضو کے لئے کافی ہو اور پینے کی ضرورت سے زیادہ ہو نیز اس کے استعمال پر قادر بھی ہو تو غسل کرنا یا وضو کرنا چاہئے کیونکہ اس صورت میں غسل یا وضو واجب ہوگا تیمم جائز نہیں ہوگا۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کا وقت ختم ہوجانے پر تیمم نہیں ٹوٹتا بلکہ اس کا حکم وضو (جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے غسل کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ جس طرح جب تک وضو نہ ٹوٹے ایک وضو سے جتنے فرض یا نفل چاہے پڑھ سکتا ہے اسی طرح ایک تیمم سے بھی کئی وقت کی نماز پڑھی جاسکتی ہیں چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تیمم معذور کے وضو

کی طرح ہے کہ جس طرح نماز کا وقت گزر جانے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح نماز کا وقت ختم ہو جانے پر تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

بَابُ إِذَا خَافَ الْجُنُبُ الْبَرْدَ أَيَتَيَمَّمُ

باب: جنبی شخص کو ٹھنڈک کے حوالے سے اندیشہ ہو تو کیا وہ تیمم کر سکتا ہے

334 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، أَخْبَرَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ الْمِصْرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: احْتَلَمْتُ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ السُّلَاسِلِ فَأَشْفَقْتُ إِنِ اغْتَسَلْتُ أَنْ أَهْلِكَ فَتَيَمَّمْتُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِي الصُّبْحَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا عَمْرُو صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي مَنَعَنِي مِنَ الِاغْتِسَالِ وَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُولُ: (وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا) (النساء: 29) فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرٍ مِصْرِيٌّ مَوْلَى خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ. وَلَيْسَ هُوَ ابْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ

❁ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ ذات سلاسل کے دوران ایک سرد رات میں مجھے احتلام ہو گیا۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا' تو میں ہلاکت کا شکار ہو جاؤں گا۔ میں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ ان لوگوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو کیا تم نے جنابت کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا کہ میں نے غسل کیوں نہیں کیا۔ میں نے عرض کی: میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

"تم لوگ خود کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے رحم کرنے والا ہے"۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالرحمن بن جبیر مصری خارجہ بن حذافہ کا غلام ہے۔ یہ جبیر بن نفیر کا بیٹا نہیں ہے۔

335 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ، وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ كَانَ عَلَى سَرِيَّةٍ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ، قَالَ: فَغَسَلَ مَغَابِنَهُ وَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرِ التَّيَمُّمَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى هٰذِهِ الْقِصَّةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ فِيهِ: فَتَيَمَّمَ

ترجمہ: ابوقیس جو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا غلام ہے وہ بیان کرتا ہے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک مہم کے امیر تھے۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے اپنی شرم گاہ کو دھولیا اور نماز کے وضو کی طرح وضو کر کے ان لوگوں کو نماز پڑھادی۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔ انہوں نے تیمم کا ذکر نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ واقعہ امام اوزاعی کے حوالے سے حسان بن عطیہ سے بھی منقول ہے' جس میں راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''انہوں نے تیمم کیا''۔

نواقض تیمم کا بیان

امام ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے۔ اسی طرح وہی تمام چیزیں تیمم کو بھی توڑ دیتی ہیں اور اسی طرح پانی کو دیکھ لینا بھی جبکہ آدمی اس کے استعمال کرنے پر قادر ہو تیمم کو توڑ دیتا ہے اور پاک مٹی کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور وہ آدمی جسے پانی میسر نہ ہو اور اسے نماز کے آخری وقت میں ہی پانی مل جانے کی امید ہو تو ایسے آدمی کے لئے مستحب ہے کہ وہ نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرے۔ اب اگر پانی مل جائے تو وضو کرے اور نماز پڑھے اور اگر پانی نہ مل سکے تو پھر تیمم کر لے اور اپنے تیمم کے ساتھ وہ فرائض و نوافل نمازوں میں سے جو چاہے پڑھے اور مقیم شہر صحت مند آدمی کے لئے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ جب کوئی جنازہ آ جائے اور اس کا ولی / مالک یعنی کرتا دھرتا اس کے علاوہ کوئی اور آدمی ہو اب اسے یہ خوف ہو کہ اگر وہ طہارت (یعنی وضو) کرنے میں مصروف ہو گیا تو نماز جنازہ اس سے فوت ہو جائے گی تو ایسے آدمی کے لئے (جائز) ہے کہ وہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اور جو آدمی عید کی نماز کے لئے حاضر ہو۔ پس وہ ڈرے کہ اگر وہ وضو کرنے میں مصروف ہوا تو عید کی نماز اس سے فوت ہو جائے گی۔ اور وہ آدمی جو نماز جمعہ کے لئے آئے اور خوف کرے کہ اگر وہ وضو کرنے میں مصروف ہوا تو نماز جمعہ اس سے چلی جائے گی۔ تو وہ وضو کرے اگر وہ نماز جمعہ (جماعت سے کچھ) پالے تو اس کے ساتھ پڑھے اور اگر نہ پا سکے تو ظہر کی چار رکعت پڑھے یونہی اگر وقت تنگ ہو اور وہ ڈرے کہ اگر اس نے وضو کیا تو وقت اس سے نکل جائے گا تو ایسا آدمی تیمم نہ کرے بلکہ وضو کرے اور اپنی قضاء نماز پڑھے۔ (ہدایہ)

تیمم کو توڑنے والی چیزوں کی دو اقسام ہونے کا بیان

یہ دو قسم کی ہیں۔ ا، جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جو چیزیں غسل کو واجب کرتی ہیں وہ غسل کے تیمم کو توڑتی ہیں، پس غسل کا تیمم صرف حدث اکبر سے ٹوٹتا ہے، وضو کو توڑنے والی چیز سے غسل کا تیمم نہیں ٹوٹتا، مثلاً کسی نے وضو اور غسل دونوں کا تیمم کیا پھر اس سے وضو توڑنے والا فعل سرزد ہوا تو اس کا وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اور غسل کا تیمم بدستور رہے گا اب اگر پانی نہ ملے تو صرف وضو کی نیت سے تیمم کرے، اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا پھر اثنائے سفر میں ریل گاڑی میں اس کو پانی دریا یا تالاب وغیرہ نظر آیا تو اس کا تیمم نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ریل گاڑی وہاں ٹھہر نہیں سکتی اور وہ چلتی ریل گاڑی سے اتر نہیں سکتا اس لئے وہ پانی کیا ستعمال پر قادر نہیں ہوا۔

۲، جس عذر کی وجہ سے تیمم جائز ہوا تھا جب وہ عذر جاتا رہا تو تیمم ٹوٹ جائے گا مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو وہ پانی پر

قدرت حاصل ہو جانے کی صورت میں ٹوٹ جائے گا۔ وضو کے موافق پانی ملنے سے وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اور غسل کے موافق پانی ملنے سے غسل کا تیمم ٹوٹے گا پس اگر اتنا پانی مل جائے جس سے غسل کے فرائض ادا ہو سکیں تو غسل کا تیمم ٹوٹ جائے گا، خواہ غسل کی سنتیں ادا ہو نہ سکیں، اسی طرح اگر وضو کے لئے اتنا پانی مل سکے جس سے وضو کے فرائض ادا ہو سکیں تو وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا خواہ وضو کی سنتیں ادا نہ ہو سکیں۔ اور اگر مرض وغیرہ کس اور عذر کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو اس عذر کے جاتے رہنے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

تیمم جائز ہونے کے اسباب یعنی پانی دور ہونا، خوف مرض، خوف دشمن، خوف پیاس اور پانی نکالنے کا سامان نہ ہونا، علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے ایک عذر دوسرے میں شامل نہیں ہو سکتا جب کسی شخص نے ایک عذر کی وجہ سے تیمم کیا پھر کوئی دوسرا عذر پہلی اجازت کی حالت میں لاحق ہو گیا پھر پہلا عذر جاتا رہا تو اس کی پہلی اجازت بالکل ختم ہو گئی اور اس کا تیمم بھی ختم ہو گیا اب دوسری اجازت کا تیمم دوبارہ کرے، مثلاً مسافر نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اسی حالت میں ایسا مرض ہو گیا جس سے تیمم جائز ہوتا ہے پھر وہ شخص مقیم ہو گیا تو پہلا سبب یعنی سفر ختم ہو جانے سے وہ تیمم ختم ہو گیا، اب اس سے نماز جائز نہ ہو گی بلکہ اب مرض کی وجہ دوبارہ تیمم کرے یا مسافر کو تیمم کے بعد پانی مل گیا لیکن ایسا مرض ہو۔ گیا جس سے تیمم جائز ہوتا ہے تب بھی پہلا تیمم ختم ہو گیا اب دوبارہ تیمم کرے۔

جنازہ کیلئے تیمم کی اباحت وعدم اباحت میں شوافع واحناف کا موقف ودلائل

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک نماز جنازہ کیلئے اس کا تیمم کرنا جائز نہیں کیونکہ اباحت تیمم کیلئے پانی کا نہ ہونا شرط ہے۔

{امام شافعی اس مسئلہ کو نماز جمعہ اور باقی تمام نمازوں پر قیاس کرتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک نماز جنازہ کیلئے تیمم کرنا جائز نہیں۔ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۵۱، بیروت)}

احناف کے نزدیک جنازہ کیلئے تیمم کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ مخاطب نماز ہے اور وضو سے عاجز ہے۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو دوسرے کی ادائیگی کے ساتھ اس سے بھی ساقط ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ عموم ہے اور دوسری دلیل یہ ہے امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حدیث ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں ایک جنازہ آیا اور اس وقت آپ بغیر وضو کے تھے تب آپ نے تیمم کیا۔ اور پھر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور اسی طرح ہمارے مشائخ نے ایک قول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ذکر کیا ہے۔

اور صاحب ہدایہ کا قول "امام حسن سے روایت ہے" یہ اس لئے کہ ظاہر الروایہ سے احتراز کیا جائے کیونکہ ظاہر الروایہ میں ہے کہ جنازہ کے ولی کیلئے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں انتظار کرنا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک جنازہ کے دوسرا جنازہ آجائے۔ اور اسکے فوت ہونے کا خوف ہو تو شیخین کے نزدیک اسی تیمم سے دوسری نماز جنازہ پڑھنی بھی جائز ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ضرورت ختم ہوئی اور دوسری نماز جنازہ نئی ضرورت ہے۔ لہٰذا پہلی ضرورت کے ختم ہوتے ہی حکم تیمم بھی ختم اور نئی ضرورت کیلئے نیا تیمم کرنا ہوگا۔

اور صاحبین نے کہا ہے اسی تیمم کے ساتھ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بھی ویسی ہی ضرورت ہے۔ جبکہ شارح کنز نے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کو اس قید سے کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب اس شخص کو جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو یا اس کو دونوں جنازوں کے درمیان اتنا وقت میسر نہ ہو کہ وہ شخص وضو کر سکے۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۲۴۹، بیروت)

تیمم کا معذور کے وضو کی طرح نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے۔ اگر چہ دہ دس برس تک پانی نہ پائے اور جس وقت مل جائے تو بدن دھولینا چاہئے کیونکہ یہ بہتر ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جامع ترمذی، سنن ابوداؤد) اور نسائی نے بھی اسی طرح کی روایت عشر سنین تک نقل کی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر (498

مقصود کا خلیفہ غیر مقصود کے خلیفہ کو ساقط کرنے کا قاعدہ فقہیہ

مقصود کا خلیفہ غیر مقصود کے خلیفہ کو ساقط کر دیتا ہے۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی فقہی مسئلہ میں عبادت غیر مقصودہ کا خلیفہ یعنی وضو کا خلیفہ عبادت مقصودہ یعنی نماز جمعہ جس کا خلیفہ نماز ظہر ہے۔ اس مسئلہ میں جمعہ عبادت مقصودہ میں سے ہے۔ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ جس طرح نماز عید یا جنازہ کے فوت ہونے کی وجہ سے تیمم مباح ہوا تھا اسی طرح فوت جمعہ اور عام نماز کے وقت کے فوت ہونے کی وجہ سے بھی تیمم مباح ہونا چاہیے۔ لیکن اس جواب فقہاء نے یہ دیا ہے کہ نماز جمعہ اور عام نمازوں کا خلیفہ موجود ہے۔ یعنی نماز جمعہ کا خلیفہ نماز ظہر ہے اور عام نمازوں کا خلیفہ قضاء نمازیں ہیں۔ یہ جو جمعہ کا خلیفہ ظہر اور عام نمازوں کا خلیفہ قضاء نماز ہے اس خلیفہ نے وضو کے خلیفہ کو ساقط کر دیا لہٰذا حکم یہ ہوگا ہر وہ عبادت جو اپنا خلیفہ رکھتی ہے اس کیلئے تیمم کرنا جائز نہیں۔

عام نمازوں کا خلیفہ ہونے کے باوجود حکم تیمم کا بیان

اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خلیفہ والی عبادت کیلئے تیمم کی عدم اباحت کا اعتبار کر لیا جائے تو اس طرح کسی بھی نماز کیلئے تیمم مباح نہ ہوگا۔ کیونکہ تمام عمومی نمازوں کا خلیفہ قضاء موجود ہے۔ سوائے جنازہ وعیدین کے تو اس کا جواب یہ ہے۔ عام نمازیں جن کیلئے تیمم مباح ہوا تو ان میں وقت کی قید ہے۔ یعنی اگر ان نمازوں کیلئے تیمم مباح نہ ہو تو ساری نمازیں قضاء ہو جائیں گی۔ اور یہ قضاء جائز نہیں۔ لہٰذا عام نمازوں کی قضاء اس طرح نہیں ہے جس طرح نماز ظہر نماز جمعہ کا خلیفہ ہے۔ (ابن صادق رضوی غفرلہ)

بَابٌ فِي الْمَجْرُوحِ يَتَيَمَّمُ

باب: زخمی شخص کا تیمم کرنا

336 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خُرَيْقٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ رَجُلًا مِنَّا حَجَرٌ فَشَجَّهُ فِي رَأْسِهِ، ثُمَّ احْتَلَمَ فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ فَقَالَ: هَلْ تَجِدُونَ لِي رُخْصَةً فِي التَّيَمُّمِ؟ فَقَالُوا: مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَأَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ. فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُخْبِرَ بِذٰلِكَ فَقَالَ: قَتَلُوهُ

قَتَلَهُمُ اللّٰهُ أَلَا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ. إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَتَيَمَّمَ وَيَعْصِرَ - أَوْ يَعْصِبَ شَكَّ مُوسٰى - عَلٰى جُرْحِهِ خِرْقَةً. ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهِ

٭ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ ایک سفر پر روانہ ہوئے ہم میں سے ایک شخص کو پتھر لگا' جس نے اس کے سر کو زخمی کر دیا۔ پھر اس شخص کو احتلام ہوا اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔ اس نے کہا: کیا تم لوگ میرے لئے تیمم کی رخصت پاتے ہو' تو ان لوگوں نے کہا: ہم تمہارے لئے تیمم کی رخصت نہیں پاتے جبکہ تم پانی حاصل کر سکتے ہو۔ اس شخص نے غسل کیا' تو اس کا انتقال ہو گیا جب ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے۔ جب انہیں علم نہیں تھا تو یہ پوچھ نہیں سکتے تھے؟ کیونکہ عاجز شخص کی شفا پوچھنے میں ہے۔ اس شخص کے لئے اتنا کافی تھا کہ وہ تیمم کر لیتا اور اپنے زخم پر کپڑے کی پٹی باندھے رکھتا (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) پھر وہ اس پر مسح کر لیتا اور اپنے باقی جسم کو دھو لیتا۔

شرح

بسا اوقات کم علمی اور کسی مسئلے سے عدم واقفیت پر اندوہناک واقعہ کا سبب بن جایا کرتی ہے چنانچہ اس موقعہ پر یہی ہوا کہ جب اس زخمی آدمی نے اپنے عذر کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ آیا ایسے حال میں کہ جب میرے سر پر زخم ہے اور پانی اس زخم کے لئے نقصان دہ ہوسکتا ہے تو ناپاکی دور کرنے کے لئے بجائے غسل کے میں تیمم کر سکتا ہوں؟ تو ساتھیوں نے مسئلے سے ناواقفیت اور اپنی کم علمی کی بنا پر یہ سمجھ کر آیت تیمم (فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِنْهُ، المائدہ:6) کا مطلب یہ ہے کہ تیمم صرف اس شکل میں جائز ہوگا جب کہ پانی موجود نہ ہو اگر پانی موجود ہو تو تیمم جائز نہیں ہوگا۔ اس آدمی سے کہہ دیا کہ تمہارے لئے تیمم جائز ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے؟ حالانکہ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ تیمم جائز نہ ہونے کی شکل یہ ہے کہ پانی موجود ہو اور ساتھ ساتھ اس کے استعمال پر قدرت نیز پانی کے استعمال سے کسی نقصان اور ضرر کا خدشہ بھی نہ ہو۔ اس بیچارے نے ان لوگوں کے علم وفہم پر اعتماد کیا اور اس حالت میں غسل کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی نے زخم میں شدت پیدا کر دی اور شدت بھی ایسی کہ وہ اللہ کا بندہ اسی وجہ سے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ بہرحال یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ایسے مواقع پر تیمم بھی کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام بدن کو دھونا بھی چاہئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تیمم اور وضو میں ایک چیز کے کافی ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے مگر امام اعظم ابوحنیفہ کے رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک دونوں میں سے ایک ہی چیز کافی ہے۔ حنفیہ کی جانب سے شوافع کو جواب دیتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور پھر قیاس کے خلاف بھی ہے کہ اس سے بدل اور مبدل منہ کا جمع لازم آیا ہے۔ الحاصل اس مسئلے کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے مواقع پر اگر کسی آدمی کو پانی کے استعمال کرنے کی وجہ سے تلف جان کا خوف ہو تو اس کے لئے تیمم کرنا جائز ہے یہ مسئلہ سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اور اگر کسی آدمی کو یہ ڈر ہو کہ پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جائے گا یا صحت یابی میں تاخیر ہو جائے گی تو ایسی شکل میں بھی حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اسے تیمم کر کے نماز پڑھ لینی جائز ہے اور بعد میں نماز کی قضا ضروری نہیں ہے

حضرات شوافع کے ہاں بھی تقریباً یہ مسلک ہے۔ اگر کسی آدمی کے کسی عضو میں زخم ہو یا پھوڑا ہو اور اس کی پٹی بندھی ہوئی ہو تو اس صورت میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر پٹی اتارنے سے تلف جان کا خطرہ ہو تو اسے چاہئے کہ پٹی پر مسح کرے اور تیمم کرے مگر حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی کے بدن کا کچھ حصہ زخمی اور کچھ حصہ اچھا ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ زخمی حصہ کتنا ہے اور اچھا حصہ کتنا ہے اگر زیادہ حصہ اچھا ہے تو اسے دھوئیں گے اور زخم پر مسح کریں اور اگر اکثر حصہ زخمی ہوگا تو تیمم کریں گے اور دھونا ساقط ہو جائے گا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جو حصہ اچھا ہوا سے دھویا جائے اور زخم کے لئے تیمم کیا جائے۔

مسئلہ پوچھنے کی اہمیت کا بیان

337 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي الْأَوْزَاعِيُّ أَنَّهُ بَلَغَهُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: أَصَابَ رَجُلًا جُرْحٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ احْتَلَمَ فَأُمِرَ بِالِاغْتِسَالِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَلَمْ يَكُنْ شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص زخمی ہو گیا پھر اسے احتلام ہوا تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا گیا اس نے غسل کیا' تو اس کا انتقال ہو گیا۔ اس بات کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے اسے مار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے کیا لاعلم شخص کے لئے پوچھ لینے میں شفا نہیں ہے۔

بَابٌ فِي الْمُتَيَمِّمِ يَجِدُ الْمَاءَ بَعْدَ مَا يُصَلِّي فِي الْوَقْتِ

باب: تیمم کرنے والا شخص وقت کے دوران نماز ادا کرنے کے بعد پانی پالے (تو اس کا حکم کیا ہوگا)

338 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ، فَتَيَمَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا، ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ، فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ وَالْوُضُوءَ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ، ثُمَّ أَتَيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ: أَصَبْتَ السُّنَّةَ، وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ. وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ: لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَغَيْرُ ابْنِ نَافِعٍ، يَرْوِيهِ عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ عُمَيْرَةَ بْنِ أَبِي نَاجِيَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَذِكْرُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ وَهُوَ مُرْسَلٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو آدمی سفر پر روانہ ہوئے نماز کا وقت ہو گیا۔ ان دونوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ ان دونوں نے مٹی کے ذریعے تیمم کر کے نماز ادا کر لی پھر نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے ان دونوں کو پانی مل گیا' تو ان دونوں میں سے ایک نے وضو کر کے نماز کو دہرا لیا جبکہ دوسرے نے نہیں دہرایا پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جس نے نماز کو دہرایا نہیں تھا' یہ فرمایا: تم نے سنت پر عمل کیا ہے اور تمہاری نماز درست ہوئی ہے' جبکہ جس شخص نے وضو کر کے نماز کو دہرایا تھا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہیں دگنا اجر ملے گا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن نافع کے علاوہ (دوسرے راوی نے بھی) یہ روایت لیث کے حوالے سے عمیرہ کے حوالے سے بکر بن سوادہ کے حوالے سے عطاء بن یسار کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اس روایت میں محفوظ نہیں ہے۔ یہ روایت مرسل ہے۔

339 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلٰى اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو شخص (سفر پر روانہ ہوئے) اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

شرح

پانی نہ ملنے کی صورت میں اگر نماز پڑھ لی جائے اور پھر پانی مل جائے اور نماز کا وقت بھی باقی ہو تو اس نماز کو لوٹانا ضروری نہیں ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے جس نے نماز نہیں لوٹائی تھی فرمایا کہ تم نے سنت پر عمل کیا یعنی شریعت کا حکم چونکہ یہی ہے اس لئے تم نے شریعت کے حکم کی پابندی کی ہے کہ تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد پانی ملنے کے باوجود تم نے نماز نہیں لوٹائی۔ دوسرے آدمی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوہرے ثواب کا مستحق قرار دیا کہ ایک ثواب تو ادائے فرض کا اور دوسرا ثواب ادائے نفل کا۔ اس مسئلے میں علماء کرام کا اتفاق ہے کہ تیمم کرنے والا نماز سے فارغ ہو کر اگر پانی دیکھے اور اسے پانی مل جائے تو اس پر نماز لوٹانا ضروری نہیں ہے خواہ نماز کا وقت باقی کیوں نہ ہو۔

لیکن صورت اگر یہ ہو کہ ایک آدمی تیمم کرنے کے بعد نماز پڑھنی شروع کر دے اور درمیان نماز سے پانی مل جائے تو اب وہ کیا کرے؟ آیا نماز ختم کر کے وضو کر لے اور پھر نماز پڑھے یا اپنی نماز تیمم ہی سے پوری کر لے؟ اس مسئلے پر علماء کرام کا اختلاف ہے؟ چنانچہ جمہور یعنی اکثر علماء کا مسلک تو یہ ہے کہ اس آدمی کو اپنی نماز ختم نہیں کرنی چاہئے بلکہ وہ نماز پوری کر لے' اس کی نماز صحیح ہوگی۔ مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں اس آدمی کا تیمم باطل ہو جائے گا' گویا اسے نماز توڑ کر اور پانی سے وضو کر کے دوبارہ نماز شروع کرنی چاہئے۔

دوران نماز اگر پانی حاصل ہوا تو حکم شرعی کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں تیمم والوں کی جماعت ہو رہی ہے انہیں پانی کے مالک نے پانی ہبہ کر دیا جس پر وہ قابض بھی ہو گئے تو ان میں سے کسی کا تیمم نہ ٹوٹے گا اس لئے کہ ہر ایک کو اتنا نہ پہنچے گا جو اس کیلئے کافی ہو یہ حکم بر قول صاحبین ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول پر یہ ہبہ ہی شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں، اور اگر ہبہ کرنے والے نے ان میں سے کسی ایک کو معین کر دیا تو اس کا تیمم باطل ہو جائے گا باقی لوگوں کا نہیں یہاں تک کہ وہ شخص معین اگر امام تھا تو سب کی نماز باطل ہو گئی۔ اسی طرح اگر غیر امام ہو۔ مگر یہ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا تو سب کے قول پر نماز فاسد ہو گی اس لئے کہ ظاہر ہو گیا کہ اس نے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نماز ادا کی۔

جاننا چاہئے کہ مشائخ نے یہ تفریع فرمائی ہے کہ اگر کسی نے تیمم سے نماز شروع کی پھر اس کے سامنے ایسا شخص نمودار ہوا جس کے پاس پانی ہے تو اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ پانی دے دے گا تو مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہو گئی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نہ دیگا تو نماز پوری کرے اور اگر اشتباہ کی صورت ہو تو نماز پوری کرے پھر اس سے مانگے اگر دے دے خواہ ثمن مثل کے بدلے بیع وغیرہ سے ہی دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز کامل ہو گئی۔

اسی طرح اگر انکار کرنے کے بعد دے مگر اس صورت میں وہ یہاں کسی دوسری نماز کیلئے وضو کرے گا۔ تو امام کے مانگنے کی صورت میں فساد نماز کو مطلقاً کہنا یا تو حالت اشتباہ پر محمول ہو گا یا اس پر کہ نہ دینے کا غلبہ ظن ہونے کی صورت میں عدم فساد اس سے مقید ہے کہ ابھی اس کے دینے کا حال ظاہر نہ ہُوا ہو۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۲۷، نوریہ رضویہ سکھر)

پانی کے انتظار میں مزید ذرائع سے اعلیٰ حضرت کا اشکال دور کرنا

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اقول جبکہ یہ خیال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ اگر قُرب مسافت کا گمان ہو تو بالاجماع نماز مؤخر کرنا واجب ہے اس بیان سے کتبِ مذہب بھری ہُوئی ہیں ایسا نہیں کہ یہ کوئی نادر روایت ہے اور اصل مذہب اس کے برخلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ''ذٰلک'' کا اشارہ وجود الماء فی اٰخر الوقت (آخر وقت میں پانی کی دستیابی) کی طرف ہے کہ اگر اسے اس کا غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے یہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ اور اسے انہوں نے جواب ظاہر الروایہ کے تحت اپنی اس عبارت میں واضح بھی کر دیا ہے کہ ''ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہو گا اور آخر وقت میں پانی کی دستیابی کا یقین ہے'' یہی وہ بات ہے جس کا یقین ہونے کی شرط ظاہر الروایہ میں تعلیل ہدایہ کے اقتضا کے مطابق پائی گئی اور روایت نادرہ میں صرف غلبۂ ظن پر اکتفا ہُوئی تو ان کی عبارت ''ان غلب علٰی ظنہ ذٰلک'' (اگر اسے ''اس کا'' غلبۂ ظن ہو) میں اشارہ اسی کی طرف ہوا۔ یہ معلوم رہنا چاہئے۔

پھر امام عینی لکھتے ہیں: ''یہ سب صاحب درایہ نے بھی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ اور شیخ یعنی امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس اشکال سے چھٹکارے کی صورت نہ بیان کی، حالانکہ وہ کبار محققین میں شامل ہیں۔ اس طرح صاحب درایہ اور اکمل الدین نے بھی اسے ذکر کیا اور اس پر سکوت ہی اختیار کیا۔ تو اب ہم کہتے ہیں اور خدا ہی سے توفیق ہے ہم ایسی صورت بیان کرتے ہیں جس سے یہ اشکال حل ہو جائے۔ وہ یہ کہ پانی کی امید اور عدمِ اُمید مسافت کے قُرب و بُعد کے علاوہ کچھ اور اسباب

سے بھی ہوتی ہے۔

مثلاً: (۱) یہ کہ آسمان میں ابر تر ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ بارش ہوگی اور آخر وقت میں وہ پانی پر قادر ہو جائیگا۔ تو اس کے لئے ظاہر الروایہ میں نماز موخر کرنا مستحب ہے اور غیر روایتِ اصول میں واجب ہے جیسے پانی ملنے کے یقین کی صورت میں واجب ہے۔

(۲) پانی دُور ہو لیکن کسی ایسے شخص کو بھیجا ہے جو اس کیلئے پانی بھر لائے اور اسے غالب گمان ہے کہ جسے بھیجا ہے وہ آخر وقت میں حاضر ہو جائیگا۔ اس کی کچھ ایسی علامات ہیں جو اس پر ظاہر ہیں۔

(۳) پانی کنویں کے اندر ہے۔ اس کے پاس نکالنے کا سامان نہیں لیکن غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مل جائے گا۔ (۴) پانی قریب ہی ہے مگر اسے اس کی جگہ معلوم نہیں ایسے ثمن کا وجود جس سے پانی خریدے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۴، باب تیمم، لاہور)

بَابٌ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے لئے غسل کرنا

340 - حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، اَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ يَحْيٰى، اَخْبَرَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ: اَتَحْتَبِسُونَ عَنِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ فَتَوَضَّاْتُ. فَقَالَ عُمَرُ: وَالْوُضُوءُ اَيْضًا، اَوَلَمْ تَسْمَعُوا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ اسی دوران ایک شخص (مسجد کے اندر) داخل ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم لوگ نماز سے رو کے رہتے ہو۔ اس شخص نے عرض کی: میں نے جیسے ہی اذان سنی فوراً وضو کر کے (یہاں آ گیا ہوں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صرف وضو کرنا بھی (دوسری غلطی ہے) کیا تم لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا۔

''جب کوئی شخص جمعہ (کی نماز ادا کرنے کے لئے آئے) تو اسے غسل کرنا چاہئے''۔

341 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ

341- اسنادہ صحیح. وھو فی "موطا مالک" 1021/1، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (879) و (895)، ومسلم (846) (5)، والنسائی فی "الکبری" (1680). واخرجہ البخاری (858)، وابن ماجہ (1089) من طریق سفیان بن عیینۃ، عن صفوان، بہ. وھو فی "مسند احمد" (11027)، و "صحیح ابن حبان" (1228). وسیاتی برقم (344) من طریق عبد الرحمن بن ابی سعید، عن ابیہ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر لازم ہے"۔

غسل جمعہ کے واجب ہونے میں فقہاء مالکیہ و احناف کا موقف و دلیل

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص جمعہ کیلئے آئے تو پس اسے چاہیے کہ وہ غسل کرے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غسل جمعہ کے وجوب کا فائدہ دیتی ہے لہٰذا جمعہ کا غسل واجب ہے۔

جبکہ احناف کے نزدیک غسل جمعہ سنت ہے۔ سب سے پہلے ہم فقہاء مالکیہ کی دلیل کا جواب ذکر کر رہے ہیں اور اس کے بعد اپنے موقف پر الگ حدیث بھی بطور دلیل پیش کریں گے۔ کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ جمعہ کا غسل ہر احتلام والے پر واجب ہے۔

اس حدیث میں غسل جمعہ کے ساتھ یہ قید موجود ہے ہر احتلام والے پر واجب ہے۔ اس حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ جمعہ کا غسل غیر احتلام والے پر واجب نہ ہو۔ کیونکہ علت وجوب احتلام ہے۔ اور اس کے علت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہر احتلام والے خواہ وہ جمعہ کا دن ہو یا غیر جمعہ ہو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا احتلام عام ہے خواہ وہ بروز جمعہ ہو یا غیر جمعہ ہو ہر حال میں علت وجوب غسل ہے۔

غسل جمعہ کے سنت ہونے میں احناف کی دلیل

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں۔ فقہاء مالکیہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ان کی بیان کردہ روایت کو نسخ پر محمول کیا جائے گا۔ (علامہ ابن ہمام نے سنن ابو داؤد کی روایت بیان کی ہے جبکہ ہم نے اسی کی ہم معنی روایت صحیح بخاری سے حدیث ذکر کی ہے) وہ یہ روایت ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ کہتی ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کی نواحی بستیوں سے نماز جمعہ میں باری باری آیا کرتے تھے۔ گرد و غبار کی وجہ سے ان (کے جسم) پر غبار اور پسینہ بہت آتا تھا پھر ان کے بدن سے بھی پسینہ نکلتا تھا تو بدبو پیدا ہو جاتی تھی پس ایک آدمی ان میں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ (اس وقت) میرے ہاں تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کاش تم لوگ اس دن (گرد و غبار اور بدبو سے) صاف رہا کرتے۔

(بخاری، ج ۱، ص ۱۲۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ لوگ اپنے کام کاج خود کیا کرتے تھے اور جب جمعہ کے لیے جاتے تو اپنی اسی حالت میں چلے جاتے تو ان سے کہا گیا: کاش تم غسل کر لیا کرو۔

ان احادیث اور دوسری احادیث میں مندوب کا بیان ہوا ہے جس سے استحباب ہی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ندب سے صرف استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل پر یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کا غسل افضل ہے۔

(فتح القدیر بتصرف، ج ۱، ص ۱۱۳، بیروت)

علامہ ابن عبد البر مالکی کا موقف

علامہ ابن منذر نے امام مالک علیہ الرحمہ سے وجوب غسل نقل کیا ہے۔ کہ جمعہ کا غسل واجب ہے۔ جبکہ علامہ ابن عبد البر مالکی استدراک میں لکھتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کسی نے امام مالک سے جمعہ کے غسل کا وجوب نقل کیا ہو۔ (علامہ ابن عبد البر مالکی کا موقف بھی یہی ہے کہ ہمارے نزدیک بھی جمعہ کا غسل سنت ہے)۔ (ابن عثیمین)

حکم منسوخ کی بقاء کا قاعدہ فقہیہ

فَإِذَا نُسِخَ الْوُجُوبُ لَا يَبْقَى حُكْمٌ آخَرُ بِخُصُوصِهِ إِلَّا بِدَلِيلٍ۔ (فتح القدیر)

جب کسی حکم کا وجوب منسوخ ہو جائے تو وہ صرف اپنی تخصیص کی دلیل کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی حکم کو منسوخ کر دیا جائے تو وہ اصل کے اعتبار یعنی عملی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی حکم منسوخ ہونے کے بعد بھی باقی رہے تو وہ صرف دلیل تخصیص ہی کی بناء پر باقی رہ سکتا ہے۔ اس کی مثال یہ غسل جمعہ ہے کیونکہ غسل جمعہ حدیث کے مطابق جمعہ کے دن والے محتلم پر واجب تھا۔ جبکہ بعد میں ہر احتلام والے پر واجب ہوا۔ اور کئی روایات میں غسل جمعہ کو افضل کہا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ تو ایک اصول کے مطابق جب کوئی حکم منسوخ ہو جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے حالانکہ غسل حکم منسوخ ہونے کے باوجود باقی ہے۔ تو اس کا جواب اسی قاعدہ کے مطابق دی گیا ہے کہ اگر چہ وہ غسل جمعہ کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ لیکن اس کا سنت ہونا یا مستحب ہونا اس کی دلیل تخصیص کی وجہ سے باقی ہے اور وہ جمعہ اور اس کی فضیلت ہے۔

حکم کی انتہاء علت کی انتہاء پر ہوتی ہے (قاعدہ فقہیہ)

أَنَّهُ مِنْ قَبِيلِ انْتِهَاءِ الْحُكْمِ بِانْتِهَاءِ عِلَّتِهِ (فتح القدیر)

ہر حکم کی انتہاء علت کی انتہاء کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ غیر نص سے ثابت ہونے والا کوئی بھی حکم شرعی جو کسی علت کی پر بناء پر ثابت ہوا وہ حکم اس وقت تک رہتا ہے جب تک اس کی علت رہے اور جب علت ختمی یا ختم ہو جائے تو وہ حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال بھی غسل جمعہ ہے کہ جب تک بدن سے بدبو وغیرہ یا علت احتلام تھی تو یہ غسل واجب رہا اور جب یہ علت ختم ہو گئی تو غسل جمعہ کے وجوب کا حکم بھی ختم ہو گیا۔ اور سنت بوجہ تخصیص باقی رہا۔

342 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، أَخْبَرَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ رَوَاحُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَعَلَى كُلِّ مَنْ رَاحَ إِلَى الْجُمُعَةِ الْغُسْلُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا اغتسل الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ أَجْزَأَهُ مِنْ غُسْلِ الْجُمُعَةِ، وَإِنْ أَجْنَبَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر بالغ پر جمعہ کے لئے جانا لازم ہے اور جو شخص جمعہ کے لئے جاتا ہے اس پر غسل کرنا لازم ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جب کوئی شخص صبح صادق ہو جانے کے بعد غسل کر لے تو یہ اس کے لئے جمعہ کے غسل کی جگہ کافی ہوگا خواہ اس نے غسل جنابت کیا ہو۔

343 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ الْهَمْدَانِيُّ ح حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ. ح حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهٰذَا حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ يَزِيدُ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ فِي حَدِيثِهِمَا - عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ، وَمَسَّ مِنْ طِيبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ أَعْنَاقَ النَّاسِ، ثُمَّ صَلَّى مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ. ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَتِهِ الَّتِي قَبْلَهَا - قَالَ: وَيَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَزِيَادَةٌ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ - وَيَقُولُ: إِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ أَتَمُّ. وَلَمْ يَذْكُرْ حَمَّادٌ كَلَامَ أَبِي هُرَيْرَةَ

ابوسلمہ بن عبدالرحمن' ابوامامہ بن سہل (یہ دونوں حضرات) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کر کے عمدہ لباس پہنے اور خوشبو لگائے' اگر وہ اس کے پاس موجود ہو اور پھر جمعہ کے لئے آئے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے پھر اللہ تعالیٰ نے جو اس کے نصیب میں لکھا ہو وہ (نفل) نماز ادا کرے پھر وہ اس وقت خاموش رہے' جب امام نکل آتا ہے' یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے' تو یہ عمل اس کے لئے اس جمعے اور اس سے پہلے کے جمعہ (کے درمیان کئے جانے والے گناہوں) کا کفارہ بن جاتا ہے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: (ایک جمعہ سے دوسرے جمعے تک) اور مزید تین دنوں (کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے)

وہ یہ کہا کرتے تھے: نیکی کا بدلہ دس گناہ ہوتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) محمد بن سلمہ کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے اور حماد نامی راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام نقل نہیں کیا ہے۔

344 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ. حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ. عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ. أَنَّ سَعِيدَ بْنَ

اَبِي هِلَالٍ، وَبُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ حَدَّثَاهُ، عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَالسِّوَاكُ وَيَمَسُّ مِنَ الطِّيبِ مَا قُدِّرَ لَهُ اِلَّا اَنَّ بُكَيْرًا لَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَقَالَ فِي الطِّيبِ: وَلَوْ مِنْ طِيبِ الْمَرْاَةِ

❀❀ عبدالرحمن بن سعید اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر بالغ شخص پر جمعہ کے دن غسل کرنا مسواک کرنا اور اگر میسر ہو' تو خوشبو لگانا لازم ہے''۔

بکیر نامی راوی نے عبدالرحمن کا ذکر نہیں کیا اور خوشبو کے بارے میں انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''خواہ عورت کی خوشبو ہو''۔

345 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرْجَرَائِيُّ حِبِّي، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، حَدَّثَنِي اَبُو الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيُّ، حَدَّثَنِي اَوْسُ بْنُ اَوْسٍ الثَّقَفِيُّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ، وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ اَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا

❀❀ حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھی طرح غسل کرے اور جلدی آئے اور پیدل چل کر آئے سوار ہو کر نہ آئے اور امام کے قریب ہو کر غور سے خطبہ سنے اور کوئی لغو حرکت نہ کرے تو اس کے ہر ایک قدم کے عوض میں اسے ایک سال کے (نفلی) روزوں اور نوافل ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے''۔

346 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي هِلَالٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ اَوْسٍ الثَّقَفِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: مَنْ غَسَّلَ رَاْسَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ

❀❀ حضرت اوس ثقفی رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جمعہ کے دن اپنے سر کو دھوئے اور غسل کرے'' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

347 - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَقِيلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمِصْرِيَّانِ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: ابْنُ اَبِي عَقِيلٍ، اَخْبَرَنِي اُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طِيبِ امْرَاَتِهِ

345- اسناده صحيح. ابن المبارك: هو عبد الله، والاوزاعي: هو عبد الرحمن بن عمرو، وابو الاشعث الصنعاني: هو شراحيل بن آده. واخرجه الترمذي (502)، والنسائي في "الكبرى" (1697) و (1703) و (1707) و (1719) و (1720) و (1741)، وابن ماجه (1087) من طرق عن ابي الاشعث، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (16173)، و "صحيح ابن حبان" (2781).

إِنْ كَانَ لَهَا، وَلَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهِ، ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، وَلَمْ يَلْغُ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهُمَا، وَمَنْ لَغَا وَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهُ ظُهْرًا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی بیوی کی خوشبو لگا لے اگر وہ اس عورت کے پاس موجود ہو اور عمدہ لباس پہنے اور پھر لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے' اور خطبے کے وقت کوئی لغو حرکت نہ کرے تو یہ عمل اس کے لئے ان دو (جمعوں) کے درمیان (کئے جانے والے گناہوں) کا کفارہ بن جاتا ہے اور جو شخص لغو حرکت کرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے' تو اسے ظہر (کی نماز ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے)''۔

348 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنَ الْجَنَابَةِ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمِنَ الْحِجَامَةِ، وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار موقعوں پر غسل کرتے تھے۔ جنابت کے بعد' جمعہ کے دن' پچھنے لگوانے کے بعد اور میت کو غسل دینے کے بعد۔

349 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَوْشَبٍ قَالَ: سَأَلْتُ مَكْحُولًا عَنْ هَذَا الْقَوْلِ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ فَقَالَ: غَسَّلَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ جَسَدَهُ

❀❀ علی بن حوشب بیان کرتے ہیں: میں نے مکحول سے روایت کے ان الفاظ کے بارے میں دریافت کیا: ''وہ غسل دے اور غسل کرے'' اس سے مراد کیا ہے' تو انہوں نے فرمایا: یعنی وہ اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔

350 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ، قَالَ: قَالَ سَعِيدٌ: غَسَّلَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ جَسَدَهُ

❀❀ سعید بن عبدالعزیز ان الفاظ کے بارے میں یہ کہتے ہیں: غسل واغتسل کہ وہ شخص اپنے سر کو دھوئے گا' اور اپنے جسم پر غسل کرے گا۔

351 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ

347- اسنادہ حسن، اسامة بن زيد - وهو الليثي - صدوق حسن الحديث، وهو وان كانت له اوهام فرواية عبد الله بن وهب عنه صالحة لانه روى عنه كتابه. واخرجه البيهقي /2313 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه الطحاوي /3681، وابن خزيمة (1810) من طريق ابن وهب، به.

فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً. فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح مکمل غسل کرے اور پھر (نماز کی ادائیگی کے لئے) جائے' تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی جو شخص دوسری گھڑی میں جاتا ہے' تو گویا اس نے گائے قربان کی جو شخص تیسری گھڑی میں جاتا ہے' تو گویا اس نے سینگھوں والا مینڈھا قربان کیا جو شخص چوتھی گھڑی میں آتا ہے' تو اس نے گویا مرغی صدقہ کی اور جو شخص پانچویں گھڑی میں آتا ہے' تو اس نے گویا انڈا صدقہ کیا اور جب امام نکل آئے' تو فرشتے آ کر خطبہ سننے لگتے ہیں۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن غسل نہ کرنے کی رخصت

352 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ مُهَّانَ أَنْفُسِهِمْ، فَيَرُوحُونَ إِلَى الْجُمُعَةِ بِهَيْئَتِهِمْ، فَقِيلَ لَهُمْ: لَوِ اغْتَسَلْتُمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پہلے لوگ اپنے کام کاج خود ہی کیا کرتے تھے اور وہ اسی حالت میں جمعے کے لئے آجاتے تھے' تو ان سے کہا گیا: اگر تم لوگ غسل کر لیا کرو (تو یہ زیادہ بہتر ہے)

353 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوا فَقَالُوا: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّهُ أَطْهَرُ، وَخَيْرٌ لِمَنِ اغْتَسَلَ، وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ، وَسَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدْءُ الْغُسْلِ كَانَ النَّاسُ مَجْهُودِينَ يَلْبَسُونَ الصُّوفَ وَيَعْمَلُونَ عَلَى ظُهُورِهِمْ، وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيِّقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ - إِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ - فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ حَارٍّ وَعَرِقَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ الصُّوفِ حَتَّى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاحٌ آذَى بِذَلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الرِّيحَ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هَذَا الْيَوْمَ فَاغْتَسِلُوا، وَلْيَمَسَّ أَحَدُكُمْ أَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهِ وَطِيبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ثُمَّ جَاءَ اللهُ بِالْخَيْرِ وَلَبِسُوا غَيْرَ الصُّوفِ، وَكُفُوا الْعَمَلَ وَوُسِّعَ مَسْجِدُهُمْ، وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِي كَانَ يُؤْذِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِنَ الْعَرَقِ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: اہل عراق سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا: اے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کیا یہ واجب ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جی نہیں تاہم یہ زیادہ طہارت کے حصول کا باعث ہے اور زیادہ بہتر ہے۔ اس شخص کے لئے جو غسل کرتا ہے اور جو غسل نہیں کرتا

تو اس پر یہ واجب نہیں ہے۔ میں تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں کہ غسل کا آغاز کیسے ہوا۔ لوگ پہلے خود کام کاج کیا کرتے تھے، اونی کپڑے پہنتے تھے وہ اپنی پشت پر (سامان لاد کر) کام کرتے تھے ان کی مسجد تنگ تھی اور اس کی چھت بھی نیچی تھی۔ اس کا چھپر ہوا ایک گرمی کے دن میں نبی اکرم ﷺ جمعہ کی نماز (پڑھانے کے لئے) تشریف لائے' تو لوگوں کو اس اونی لباس میں پسینہ آیا ہوا تھا' جس کی بو پھیلی ہوئی تھی اس کی وجہ سے انہیں تکلیف بھی ہو رہی تھی جب نبی اکرم ﷺ نے اس بو کو محسوس کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جب یہ دن آئے' تو تم لوگ غسل کرو اور آدمی اپنے پاس موجود سب سے بہترین تیل یا خوشبو لگائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ بھلائی لے آیا اور لوگوں نے اونی کپڑوں کی بجائے دوسرے کپڑے پہننے شروع کر دیئے اور ان کا کام کاج کرنے والے لوگ بھی دوسرے آ گئے ان کی مسجد بھی کشادہ ہو گئی تو وہ چیز ختم ہو گئی کہ جو پسینے کی وجہ سے انہیں ایک دوسرے کی طرف سے اذیت لاحق ہوتی تھی۔

354 - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ اَفْضَلُ

❀❀ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص (جمعہ کے دن) صرف وضو کرتا ہے' تو یہ کافی ہے اور اچھا ہے' لیکن جو غسل کرتا ہے' تو یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے"۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ فَيُؤْمَرُ بِالْغُسْلِ

باب: آدمی اسلام قبول کر لے' تو اسے غسل کا حکم دیا جائے گا

355 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْاَغَرُّ، عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ جَدِّهِ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيدُ الْاِسْلَامَ فَاَمَرَنِي اَنْ اَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ

❀❀ حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اسلام قبول کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل کروں۔

356 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: اُخْبِرْتُ عَنْ عُثَيْمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، اَنَّهُ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قَدْ اَسْلَمْتُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ يَقُولُ: احْلِقْ قَالَ: وَاَخْبَرَنِي آخَرُ اَنَّ

356- اسناده ضعيف، شيخ ابن جريج -وهو عبد الملك بن عبد العزيز- مبهم لم يسم، وعثيم بن كليب -وهو عثيم بن كثير بن كليب الحضرمي، نسب الى جده- روى عنه ثلاثة من الضعفاء، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وجهله الحافظ في "التقريب"، وابوه لم نقف له على ترجمة وباقي رجاله ثقات. وقال ابن القطان في "الوهم والايهام" 435/3: اسناده غاية في الضعف مع الانقطاع الذي في قول ابن جريج: اخبرت، وذلك ان عثيم بن كليب واباه وجده مجهولون. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (9835)، ومن طريقه اخرجه احمد (15432) وابن ابي عاصم في "الاحاد والمثاني" (2795)، وابن عدي في ترجمة ابراهيم بن ابي يحيى من "الكامل" 2231/1، والبيهقي 172/1.

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِآخَرَ مَعَهُ: أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ

عثیم بن کلیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم کفر کے بال اپنے آپ سے الگ کر دو۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا یہ مطلب تھا کہ تم سر منڈوا دو۔

راوی کہتے ہیں: ایک اور صاحب نے مجھے بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ موجود دوسرے شخص سے یہ فرمایا: تم کفر کے بال اپنے آپ سے الگ کر دو اور ختنہ کراؤ۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَغْسِلُ ثَوْبَهَا الَّذِي تَلْبَسُهُ فِي حَيْضِهَا

باب: عورت اپنے ان کپڑوں کو دھولے گی جو اس نے حیض کے دوران پہنے ہوئے تھے

357 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَتْنِي أُمُّ الْحَسَنِ يَعْنِي جَدَّةَ أَبِي بَكْرٍ الْعَدَوِيِّ، عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ الْحَائِضِ يُصِيبُ ثَوْبَهَا الدَّمُ قَالَتْ: تَغْسِلُهُ فَإِنْ لَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ فَلْتُغَيِّرْهُ بِشَيْءٍ مِنْ صُفْرَةٍ. قَالَتْ: وَلَقَدْ كُنْتُ أَحِيضُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ حِيَضٍ جَمِيعًا لَا أَغْسِلُ لِي ثَوْبًا

معاذہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی خاتون کے بارے میں دریافت کیا جس کے کپڑے پر خون لگ جاتا ہے تو انہوں نے فرمایا: وہ عورت اسے دھولے گی اگر اس کا نشان ختم نہیں ہوتا تو زردی کے ذریعے ختم کر دے (یا تبدیل کر دے گی) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا نبی اکرم ﷺ کے پاس رہتے ہوئے (بعض اوقات) تین حیض آجاتے تھے لیکن مجھے اپنا کپڑا دھونے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

358 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ يَذْكُرُ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ. فَإِنْ أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ بَلَّتْهُ بِرِيقِهَا، ثُمَّ قَصَعَتْهُ بِرِيقِهَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمارے پاس صرف ایک ہی جوڑا ہوتا تھا۔ اسی میں حیض آجاتا تھا جب خون کپڑے کو لگ جاتا تو وہ عورت اپنا لعاب لگا کر اسے گیلا کرتی تھی اور پھر اپنے لعاب کے ذریعے اسے مل دیتی تھی۔

359 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ

357- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف، بكار بن يحيى مجهول الحال وجدته لانعرف. واخرجه البيهقي /1821 و/4072، وابن المنذر في "الاوسط" /1472 من طريق عبد الرحمن بن مهدي، بهذا الاسناد. ورواية البيهقي في الموضع الاول مختصرة بقطعة المتمشطة، وروايته في الموضع الاول ورواية ابن المنذر مختصرتان بقطعة ثوب الحائض. ويشهد للقطعة الاولى منه حديث اسماء بنت ابي بكر الآتي بعده. وحديث عائشة عند الدارمي (1008)، ولفظه: "اذا طهرت المراة من الحيض فلتتبع ثوبها الذي يلي جلدها فلتغسل ما اصابه من الاذى، ثم تصلي فيه" واسناده صحيح. والقطعة الثانية منه سلف نحوها باسناد صحيح برقم (251)

يَحْيَى حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَسَأَلَتْهَا امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبِ الْحَائِضِ. فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: قَدْ كَانَ يُصِيبُنَا الْحَيْضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَلْبَثُ إِحْدَانَا أَيَّامَ حَيْضِهَا ثُمَّ تَطْهُرُ. فَتَنْظُرُ الثَّوْبَ الَّذِي كَانَتْ تَقْلِبُ فِيهِ. فَإِنْ أَصَابَهُ دَمٌ غَسَلْنَاهُ وَصَلَّيْنَا فِيهِ. وَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَصَابَهُ شَيْءٌ تَرَكْنَاهُ وَلَمْ يَمْنَعْنَا ذَلِكَ مِنْ أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِ. وَأَمَّا الْمُمْتَشِطَةُ فَكَانَتْ إِحْدَانَا تَكُونُ مُمْتَشِطَةً فَإِذَا اغْتَسَلَتْ لَمْ تَنْقُضْ ذَلِكَ، وَلَكِنَّهَا تَحْفِنُ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ. فَإِذَا رَأَتِ الْبَلَلَ فِي أُصُولِ الشَّعْرِ دَلَكَتْهُ. ثُمَّ أَفَاضَتْ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهَا

بکار بن یحییٰ بیان کرتے ہیں: میری دادی نے مجھے بتایا میں سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی قریش سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون نے ان سے حیض کے کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا' تو سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہمیں حیض آیا کرتا تھا تو ہم میں سے کوئی ایک (خاتون) حیض کے مخصوص ایام گزارنے کے بعد جب پاک ہوتی تھی' تو وہ اس کپڑے کا جائزہ لیتی تھی جس میں اس نے وہ دن گزارے تھے اگر اس پر خون لگا ہوا ہوتا تھا تو ہم اسے دھو لیتے تھے اور اسی کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے اور اگر اس پر کوئی چیز نہیں لگی ہوتی تھی' تو ہم اسے چھوڑ دیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع نہیں کیا کہ ہم اس کپڑے میں نماز ادا کریں۔

جہاں تک مینڈیاں بنانے والی عورت کا تعلق ہے' تو ہم میں سے کسی کی مینڈیاں ہوتی تھیں جب وہ غسل کرتی تھی' تو انہیں کھولتی نہیں تھی لیکن وہ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی کے لپ ڈالتی تھی جب وہ یہ دیکھتی تھی کہ اس کے بالوں کی جڑیں گیلی ہو گئی ہیں' تو وہ انہیں مل لیتی تھی' پھر اپنے جسم پر پانی بہا لیتی تھی۔

360 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ امْرَأَةً تَسْأَلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَصْنَعُ إِحْدَانَا بِثَوْبِهَا إِذَا رَأَتِ الطُّهْرَ أَتُصَلِّي فِيهِ؟ قَالَ: تَنْظُرُ فَإِنْ رَأَتْ فِيهِ دَمًا فَلْتَقْرُصْهُ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ. وَلْتَنْضَحْ مَا لَمْ تَرَ وَلْتُصَلِّ فِيهِ

سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں: میں نے ایک خاتون کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ ہم میں سے کوئی ایک (عورت) اپنے اس کپڑے کے ساتھ کیا کرے جب وہ طہر دیکھ لے؟ کیا وہ اس میں نماز ادا کر سکتی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جائزہ لے اگر اسے اس کپڑے میں خون نظر آئے' تو وہ تھوڑے سے پانی کے ذریعے اسے کھرچ دے۔ (یعنی صاف کر لے) اور اگر نہ نظر آئے' تو وہاں پانی چھڑک لے اور اس کپڑے میں نماز ادا کر لے۔

359- صحيح لغيره. وهذا اسناد ضعيف. بكار بن يحيى مجهول الحال وجدته لا تعرف. واخرجه البيهقي /1821 و/4072، وابن المنذر في "الاوسط" /1472 من طريق عبد الرحمن بن مهدي، بهذا الاسناد. ورواية البيهقي في الموضع الاول مختصرة بقطعة الممتشطة، وروايته في الموضع الاول ورواية ابن المنذر مختصرتان بقطعة ثوب الحائض. ويشهد للقطعة الاولى منه حديث اسماء بنت ابي بكر الآتي بعده. وحديث عائشة عند الدارمي (1008)، ولفظه: "اذا طهرت المراة من الحيض فلتتبع ثوبها الذي يلي جلدها، فلتغسل ما اصابه من الاذى، ثم تصلي فيه" واسناده صحيح. والقطعة الثانية منه سلف نحوها باسناد صحيح برقم (251)

361 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ: سَأَلَتِ امْرَأَةٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ: إِذَا أَصَابَ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضِ فَلْتَقْرُصْهُ، ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ لِتُصَلِّ

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے اگر ہم (خواتین) میں سے کسی ایک کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جاتا ہے' تو وہ عورت کیا کرے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی (کے کپڑے) پر حیض کا خون لگ جاتا ہے' تو وہ اسے کھرچ کر اس پر پانی چھڑکے اور پھر اس میں نماز ادا کرے۔

362 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّد، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْمَعْنَى قَالَ: حُتِّيهِ، ثُمَّ اقْرُصِيهِ بِالْمَاءِ ثُمَّ انْضَحِيهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: "تم اسے کھرچ کر پانی کے ذریعے مل کر پھر اسے پانی سے دھولو"۔

363 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْحَدَّادُ، حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ تَقُولُ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يَكُونُ فِي الثَّوْبِ قَالَ: حُكِّيهِ بِضِلَعٍ، وَاغْسِلِيهِ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ

سیدہ اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے حیض کے اس خون کے بارے میں دریافت کیا: جو کپڑے پر لگ جاتا ہے' تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لکڑی کے ذریعے اسے صاف کر کے پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے اسے دھو دو۔

364 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَدْ كَانَ يَكُونُ لِإِحْدَانَا الدِّرْعُ فِيهِ تَحِيضُ قَدْ تُصِيبُهَا الْجَنَابَةُ، ثُمَّ تَرَى فِيهِ قَطْرَةً مِنْ دَمٍ فَتَقْصَعُهُ بِرِيقِهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمارے پاس ایک ہی قمیص ہوا کرتی تھی اسی میں اس عورت کو حیض آ جاتا تھا۔ اسی میں اسے جنابت لاحق ہو جاتی تھی اگر وہ عورت اس میں خون کا کوئی قطرہ دیکھتی' تو لعاب کے ذریعے اسے مل کر (صاف کر دیتی تھی)

365 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ يَسَارٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ

لَيْسَ لِي إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ وَأَنَا أَحِيضُ فِيهِ فَكَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: إِذَا طَهُرْتِ فَاغْسِلِيهِ، ثُمَّ صَلِّي فِيهِ. فَقَالَتْ: فَإِنْ لَمْ يَخْرُجِ الدَّمُ؟ قَالَ: يَكْفِيكِ غَسْلُ الدَّمِ وَلَا يَضُرُّكِ أَثَرُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ خولہ بنت یسار رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس صرف ایک ہی لباس ہے۔ اسی میں مجھے حیض آجاتا ہے تو پھر میں کیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم پاک ہوجاؤ تو اسے دھوکر اس میں نماز ادا کرلو۔ اس نے عرض کی: اگر خون نہ نکلے (یعنی اس کا نشان ختم نہ ہو) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے خون کو دھودینا کافی ہے اس کا نشان تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُصِيبُ أَهْلَهُ فِيهِ

باب: اس کپڑے میں نماز ادا کرنا جس کو پہن کر اس آدمی نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی تھی

366 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، أَنَّهُ سَأَلَ أُخْتَهُ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُهَا فِيهِ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ إِذَا لَمْ يَرَ فِيهِ أَذًى

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی لباس میں نماز ادا کرلیتے تھے؟ جس کو پہن کر آپ نے ان کے ساتھ صحبت کی ہوتی تھی' تو سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: جی ہاں! جبکہ آپ کو اس میں کوئی نجاست نظر نہیں آتی تھی۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي شُعُرِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کے کپڑوں (یعنی چادر وغیرہ پر) نماز ادا کرنا

367 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي فِي شُعُرِنَا، أَوْ فِي لُحُفِنَا قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: شَكَّ أَبِي

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اوپر لینے والے کپڑوں یا لحافوں میں نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

365- اسنادہ حسن، ابن لهيعة - وهو عبد الله، وان كان سيء الحفظ - قد رواه عنه قتيبة، وروايته عنه قوية، وتابعه عبد الله بن وهب ايضاً، وهو احد العبادلة الذين رووا عن ابن لهيعة قبل احتراق كتبه. واخرجه احمد (8939) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه البيهقي /4082 من طريق عبد الله بن وهب وعثمان بن صالح، كلاهما عن ابن لهيعة، به. واخرجه ابن منده - كما في (الاصابة) /6277- ، والطبراني /24 (615)، والبيهقي /4094082

عبیداللہ نامی راوی کہتے ہیں: یہ شک میرے والد کو ہے۔

368 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ. عَنْ هِشَامٍ. عَنِ ابْنِ سِيرِينَ. عَنْ عَائِشَةَ. اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي فِي مَلَاحِفِنَا قَالَ حَمَّادٌ وَسَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ اَبِي صَدَقَةَ قَالَ: سَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْهُ فَلَمْ يُحَدِّثْنِي. وَقَالَ: سَمِعْتُهُ مُنْذُ زَمَانٍ. وَلَا اَدْرِي مِمَّنْ سَمِعْتُهُ. وَلَا اَدْرِي اَسَمِعْتُهُ مِنْ ثَبْتٍ اَوْ لَا فَسَلُوا عَنْهُ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لحافوں میں نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

حماد کہتے ہیں: میں نے سعید بن ابوصدقہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ میں نے محمد بن سیرین سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان نہیں کی۔ وہ کہتے ہیں: میں نے ایک عرصہ پہلے یہ روایت سنی تھی۔ اب مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کس سے یہ روایت سنی تھی اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ کیا میں نے کسی مستند راوی سے اسے سنا تھا یا وہ مستند نہیں تھا؟ تم لوگ اس کے بارے میں (دیگر اہل علم سے) دریافت کرلو۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

369 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ. سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ يُحَدِّثُهُ. عَنْ مَيْمُونَةَ. اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى وَعَلَيْهِ مِرْطٌ وَعَلَى بَعْضِ اَزْوَاجِهِ مِنْهُ وَهِيَ حَائِضٌ. وَهُوَ يُصَلِّي وَهُوَ عَلَيْهِ

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر ایک چادر تھی جس کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ پر بھی تھا' اور وہ زوجہ محترمہ حیض کی حالت میں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے رہے وہ چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر تھی۔

370 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ. حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى. عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَاَنَا اِلَى جَنْبِهِ. وَاَنَا حَائِضٌ وَعَلَيَّ مِرْطٌ لِي وَعَلَيْهِ بَعْضُهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نماز ادا کیا کرتے تھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ہوتی تھی میں حیض کی ہوتی تھی میرے جسم پر جو چادر ہوتی تھی اس کا کچھ حصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوتا تھا۔

370- اسناده حسن، طلحة بن يحيى - وهو ابن طلحة بن عبيد الله - صدوق حسن الحديث، وباقي رجاله ثقات. واخرجه مسلم (514)، والنسائي في "الكبرى" (846)، وابن ماجه (652) من طريق وكيع بن الجراح، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (24382).

بَابُ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ

باب: کپڑے پر منی لگ جانا

371 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَاحْتَلَمَ. فَأَبْصَرَتْهُ جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ وَهُوَ يَغْسِلُ أَثَرَ الْجَنَابَةِ مِنْ ثَوْبِهِ، أَوْ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ. فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَأَنَا أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْأَعْمَشُ كَمَا رَوَاهُ الْحَكَمُ

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں: وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہرے انہیں احتلام ہو گیا وہ اس کپڑے سے جنابت کے نشان کو دھو رہے تھے کہ سیّدہ عائشہ کی کنیز نے انہیں دیکھ لیا۔ اس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے اپنے بارے میں یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اس (منی کو) کھرچ دیتی تھی۔

یہ روایت اعمش نے بھی نقل کی ہے' جس طرح اسے حکم نے نقل کیا ہے۔

372 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُصَلِّي فِيهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَافَقَهُ مُغِيرَةُ، وَأَبُو مَعْشَرٍ وَوَاصِلٌ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچ دیتی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مغیرہ، ابومعشر اور واصل نے اس روایت کی موافقت کی ہے۔

373 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ حِسَابٍ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ يَعْنِي ابْنَ أَخْضَرَ الْمَعْنَى، وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ سُلَيْمٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: إِنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: ثُمَّ أَرَى فِيهِ بُقْعَةً أَوْ بُقَعًا

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھو دیتی تھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر مجھے (اس کپڑے میں دھونے کے) نشان یا نشانات نظر آرہے ہوتے تھے۔

بَابُ بَوْلِ الصَّبِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ

باب: چھوٹے بچے کا پیشاب کپڑے پر لگ جانا

374 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا، أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ

❁❁ سیدہ اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ جو ابھی کچھ کھاتا نہیں تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھالیا تو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر اس پر چھڑک دیا۔ آپ نے اس (کپڑے کو) دھویا نہیں۔

375 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، وَالرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ قَابُوسَ، عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ: كَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَالَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ: الْبَسْ ثَوْبًا وَأَعْطِنِي إِزَارَكَ حَتَّى أَغْسِلَهُ قَالَ: إِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْأُنْثَى وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ

❁❁ سیدہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں موجود تھے۔ انہوں نے آپ پر پیشاب کر دیا میں نے عرض کی: آپ کوئی دوسرا کپڑا پہن لیں اور اپنا تہبند مجھے دیں تاکہ میں اسے دھودوں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا' اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے گا۔

376 - حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى، وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنِي مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو السَّمْحِ قَالَ: كُنْتُ أَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَ: وَلِّنِي قَفَاكَ، فَأُوَلِّيهِ قَفَايَ فَأَسْتُرُهُ بِهِ، فَأُتِيَ بِحَسَنٍ، أَوْ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَبَالَ عَلَى صَدْرِهِ فَجِئْتُ أَغْسِلُهُ فَقَالَ: يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ، وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ قَالَ عَبَّاسٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ أَبُو الزَّعْرَاءِ قَالَ هَارُونُ بْنُ تَمِيمٍ: عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: الْأَبْوَالُ كُلُّهَا سَوَاءٌ

❁❁ حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا جب آپ نے غسل کرنا ہوتا تو آپ ارشاد فرماتے: میری طرف اپنی پشت کرلو۔ راوی کہتے ہیں: میں اپنی پشت آپ کی طرف کر لیتا اور آپ کے لئے رکاوٹ بن جاتا (ایک مرتبہ) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لایا گیا انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر پیشاب کر دیا۔ میں اسے دھونے لگا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا' اور بچے کے پیشاب پر پانی کے چھینٹے مارے

جائیں گے''۔

عباس نامی راوی کہتے ہیں: یحییٰ بن ولید نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ راوی ابوزعراء ہے وہ کہتے ہیں: ہارون بن تمیم نے حسن کے حوالے سے روایت نقل کی ہے (یعنی حسن کہتے ہیں) تمام پیشابوں کا حکم برابر ہے (خواہ وہ بچی کا ہو یا بچے کا ہو)

377 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْ حَرْبِ بْنِ اَبِي الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ، وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ

⊙⊙ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا' اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے جب کہ وہ کچھ کھاتے نہ ہوں۔ (صرف دودھ پیتے ہوں)

378 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْ حَرْبِ بْنِ اَبِي الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ مَا لَمْ يَطْعَمْ زَادَ. قَالَ قَتَادَةُ: هٰذَا مَا لَمْ يَطْعَمَا الطَّعَامَ. فَاِذَا طَعِمَا غُسِلَا جَمِيعًا

⊙⊙ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے) تاہم انہوں نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے۔ ''جبکہ وہ کھاتا نہ ہو''

اس راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں' قتادہ کہتے ہیں: یہ حکم اس وقت تک ہے' جب تک وہ کھانا نہیں کھاتے۔ جب وہ کھانے لگیں گے تو ان دونوں کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔

379 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ اَبِي الْحَجَّاجِ اَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ اُمِّهِ، اَنَّهَا اَبْصَرَتْ اُمَّ سَلَمَةَ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلٰى بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ. فَاِذَا طَعِمَ غَسَلَتْهُ، وَكَانَتْ تَغْسِلُ بَوْلَ الْجَارِيَةِ

⊙⊙ حسن بصری اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیتی تھیں جب تک وہ بچہ کچھ کھاتا نہیں تھا جب وہ کھانے لگتا تھا تو وہ اس کے پیشاب کو دھویا کرتی تھی اور وہ بچی کے پیشاب کو دھویا کرتی تھیں۔ (خواہ وہ صرف دودھ پیتی ہو)

بَابُ الْاَرْضِ يُصِيبُهَا الْبَوْلُ

باب: زمین پر پیشاب لگ جانا

378- اسناده صحيح. وقد صححه مرفوعاً الحافظ ابن حجر في "الفتح" 326/1 وفي "التلخيص" 38/1، ونقل تصحيحه عن البخاري والدارقطني، وقال عن الرواية الموقوفة: ليس ذلك بعلة قادحة. واخرجه الترمذي (616)، وابن ماجه (525) من طريق معاذ بن هشام، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. وهو في "مسند احمد" (563).

380 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَابْنُ عَبْدَةَ فِي آخَرِينَ - وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ عَبْدَةَ - أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَصَلَّى قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ أَنْ بَالَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَأَسْرَعَ النَّاسُ إِلَيْهِ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ، صُبُّوا عَلَيْهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ أَوْ قَالَ: ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا۔ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ اس نے نماز ادا کی۔ یہاں ابن عبدہ نامی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اس نے دو رکعت ادا کی پھر یہ دعا کی۔

''اے اللہ! تو مجھ پر اور حضرت محمد ﷺ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کرنا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا ہے' پھر تھوڑی دیر بعد وہ مسجد کے کونے میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگ تیزی سے اس کی طرف لپکے لیکن نبی اکرم ﷺ نے انہیں منع کر دیا اور ارشاد فرمایا۔

''تم لوگوں کو آسانی فراہم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے تمہیں دشواری پیدا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا تم اس پر پانی کا ایک ڈول بہادو''۔ (راوی کہتے ہیں: شاید یہ الفاظ ہیں: ''پانی کا ایک ڈول'')۔

381 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الْمَلِكِ يَعْنِي ابْنَ عُمَيْرٍ، يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ: صَلَّى أَعْرَابِيٌّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيهِ: وَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذُوا مَا بَالَ عَلَيْهِ مِنَ التُّرَابِ فَأَلْقُوهُ، وَأَهْرِيقُوا عَلَى مَكَانِهِ مَاءً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ مُرْسَلٌ ابْنُ مَعْقِلٍ لَمْ يُدْرِكِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس کے بعد یہ پورا واقعہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

''اس نے جس جگہ پیشاب کیا ہے وہاں سے مٹی نکال لو اور اس جگہ پر پانی بہادو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مرسل ہے کیونکہ ابن معقل نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا۔

380- اسناده صحيح. ابن عبدة: هو احمد الضبي، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه الترمذي (147) من طريق سفيان بن عيينة بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً النسائي في "المجتبى" (1217) عن عبدالله بن محمد بن عبد الرحمن، عن سفيان، به. واخرجه البخاري (220) و (6128)، والنسائي في "الكبرى" (54) من طريق عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، عن ابي هريرة. وهو في "مسند احمد" (7255)، و "صحيح ابن حبان" (985). وسيأتي مختصراً برقم (882) من طريق ابي سلمة، عن ابي هريرة.

بَابٌ فِيْ طُهُوْرِ الْاَرْضِ اِذَا يَبِسَتْ

باب: جب زمین خشک ہوجائے تو اس کا پاک ہونا

382 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِيْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: كُنْتُ اَبِيْتُ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ فَتًى شَابًّا عَزَبًا، وَكَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں میں مسجد میں ہی رات کے وقت سویا کرتا تھا میں ان دنوں نوجوان کنوارا تھا کتے مسجد میں آیا جایا کرتے تھے اور پیشاب کر دیا کرتے تھے' لیکن لوگ اس پر کچھ نہیں چھڑکتے تھے۔

نجاستوں کے پاک کرنے کا طریقہ

ملنا منی اگر کپڑے پر لگ جائے اور تر ہو تو دھونا واجب ہے اور اگر خشک ہوگئی ہے تو مل کر جھاڑ دینا کافی ہے یہی اصح ہے مرد وعورت سب کی منی کا یہی حکم ہے، دیگر جانوروں کی منی دھونے سے ہی پاک ہوں گی یہی صحیح ہے۔ اگر منی بدن کو لگ جائے تو بغیر دھوئے بدن پاک نہ ہوگا خواہ تر ہو یا خشک، اسی پر فتویٰ ہے۔

چھیلنا اور رگڑنا اگر موزہ، جوتی، بستر بند وغیرہ پر جسم دار نجاست لگ جائے جیسے پاخانہ، گوبر وغیرہ اگر نجاست خشک ہوجائے تو چھیلنے یا رگڑنے سے پاک ہوجائے گا بشرطیکہ نجاست کا جسم اور اثر جاتا رہے۔ رگڑنا خواہ زمین پر ہو یا ناخن، لکڑی، پتھر وغیرہ سے ہو اور اگر نجاست تر ہے تو بغیر دھوئے وہ موزہ وغیرہ پاک نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر اچھی طرح پونچھ دیا جائے کہ اس نجاست کا کچھ اثر رنگ و بو باقی نہ رہے تو پاک ہوجائے گا اسی پر فتویٰ ہے، اگر وہ نجاست جسم دار نہ ہو جیسے پیشاب وغیرہ تو اگر اس میں مٹی مل جائے یا اس پر مٹی یا ریت یا راکھ وغیرہ ڈال کر رگڑ ڈالیں اور اچھی طرح سے پونچھ دیں تو پاک ہوجائے گا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کپڑا اور بدن چھیلنے یا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا، سوائے کپڑے پر۔ منی لگنے کے کہ وہ رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

خشک ہوجانا خشک ہوجانا اور اس کا اثر دور ہوجانا، زمین خشک ہوجانا اور نجاست کا اثر (رنگ و بو) دور ہوجانے سے نماز کے واسطے پاک ہوجاتی ہے۔ تیمم کے واسطے پاک نہیں ہوتی، دھوپ یا آگ یا ہوا سے خشک ہونے یا سایہ میں خشک ہونے کا یکساں حکم ہے، جو چیزیں زمین پر قائم ہیں جیسے دیواریں، درخت گھاس وغیرہ جب تک وہ زمین پر کھڑے ہیں ان سب کا یہی حکم ہے جو زمین کے پاک ہونے کا ہے۔ جس کنواں میں ناپاک پانی ہو اگر وہ کنواں بالکل خشک۔ ہوجائے تو پاک ہوجائے گا۔

آگ سے جل جانا گوبر، پاخانہ وغیرہ کوئی نجاست اگر جل کر راکھ ہوجائے تو اس کی طہارت کا حکم ہوگا اسی پر فتویٰ ہے، ان کا

بھی پاک ہے اگر راکھ یا دھواں روئی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں روئی پاک ہے۔ نجس مٹی سے برتن بنائے جائیں پھر وہ آوے (آگ) میں پک جائیں تو پاک ہو جائیں گے۔ نجس چاقو چھری یا مٹی تانبہ وغیرہ کے برتن اگر دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیے جائیں۔ تو پاک ہو جاتے ہیں۔ (زبدہ، طہارت)

زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے

علامہ طیبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث (اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا تھا) اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ اگر زمین کسی نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جائے تو وہ خشک ہونے سے پاک نہیں ہوتی یعنی وہ جگہ پانی بہا کر نجاست کو زائل کر دینے ہی سے پاک ہوگی اور اس جگہ کو کھرچ ڈالنا یا وہاں سے مٹی کھود کر اٹھا لینا ضروری نہیں ہے۔

مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خشک ہونے سے زمین پاک ہو جاتی ہے اور اگر کوئی چاہے کہ خشک ہونے سے پہلے ہی زمین پاک ہو جائے تو وہاں سے مٹی کھرچ کر اٹھا دی جائے تاکہ وہ حصہ پاک ہو جائے۔

علماء حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں نے مسجد کی زمین کے اس حصہ کے جہاں خشک ہو جانے سے پہلی جگہ جہاں دیہاتی نے پیشاب کر دیا تھا نماز پڑھ لی گی جس کی بناء پر حکم لگا دیا گیا کہ ناپاک زمین بغیر پانی بہائے ہوئے پاک نہیں ہوتی، جہاں تک سوال پانی ڈالنے کا ہے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت نجاست کی جگہ پانی بہانے کا حکم اس لیے دیا ہوگا کہ پیشاب کی نجاست میں کچھ کمی ہو جائے اور پیشاب کا رنگ اور اس کی بدبو پانی بہانے کی وجہ سے ختم ہو جائے، مگر زمین کا وہ حصہ خشک ہونے کے بعد ہی پاک ہوا ہوگا۔ اس سلسلے میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں اور بہت سی دلیلیں لکھی ہیں جو وہاں دیکھی جا سکتی ہیں۔ (مرقات)

بَابٌ فِي الْأَذَى يُصِيبُ الذَّيْلَ

دامن پر گندگی لگ جانا

383 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِإِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنِّي امْرَأَةٌ أُطِيلُ ذَيْلِي، وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ فَقَالَتْ: أُمُّ سَلَمَةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ

❀❀ محمد نامی راوی ابراہیم بن عبدالرحمن کی اُمّ ولد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا انہوں نے کہا: میں ایک ایسی عورت ہوں جس کی چادر لمبی ہوتی ہے۔ میں گندگی والی جگہ پر بھی چلتی ہوں، تو سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ''اس (گندگی والی زمین) کے بعد والا حصہ اسے پاک کر دے گا''۔

384 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَاَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيسٰى، عَنْ مُوسٰى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ امْرَاَةٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْاَشْهَلِ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اِنَّ لَنَا طَرِيقًا اِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتِنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ اِذَا مُطِرْنَا؟ قَالَ: اَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيقٌ هِيَ اَطْيَبُ مِنْهَا؟ قَالَتْ: قُلْتُ: بَلٰى، قَالَ: فَهٰذِهِ بِهٰذِهِ

❁❁ موسیٰ بن عبداللہ، بنوعبدالاشہل سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مسجد کی طرف ہمارا جو راستہ ہے اس میں گندگی ہوتی ہے' جب بارش ہو جائے' تو پھر ہم کیا کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا اس کے بعد والا راستہ اس سے زیادہ صاف نہیں ہے۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: جی ہاں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اس کے بدلے میں ہو جائے گا۔

بَابٌ فِي الْاَذٰى يُصِيبُ النَّعْلَ

جوتے پر گندگی لگ جانا

385 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيرَةِ، ح وحَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، اَخْبَرَنِي اَبِي ح، وحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ الْمَعْنٰى قَالَ: اُنْبِئْتُ اَنَّ سَعِيدَ بْنَ اَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيَّ حَدَّثَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا وَطِئَ اَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْاَذٰى، فَاِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهُورٌ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص اپنے جوتے کے ذریعے گندگی کو پاؤں تلے دے تو مٹی اس کے لئے طہارت کے حصول کا ذریعہ ہو گی''۔

386 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ يَعْنِي الصَّنْعَانِيَّ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: اِذَا وَطِئَ الْاَذٰى بِخُفَّيْهِ، فَطَهُورُهُمَا التُّرَابُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:)

''جب کوئی شخص اپنے موزوں کے ذریعے گندگی کو روند دے تو مٹی ان دونوں کو پاک کر دے گی''۔

387 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عَائِذٍ، حَدَّثَنِي يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ حَمْزَةَ،

384- اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية. واخرجه ابن ماجه (533) من طريق شريك النخعي، عن عبد الله بن عيسى، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (27452) و (27453).

عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ، أَخْبَرَنِي أَيْضًا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ الْإِعَادَةِ مِنَ النَّجَاسَةِ تَكُونُ فِي الثَّوْبِ

باب: کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہو تو (اسے پہن کر جو نماز ادا کی تھی) اس کا اعادہ کرنا

388 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَتْنَا أُمُّ يُونُسَ بِنْتُ شَدَّادٍ قَالَتْ: حَدَّثَتْنِي حَمَاتِي أُمُّ جَحْدَرٍ الْعَامِرِيَّةُ، أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْنَا شِعَارُنَا، وَقَدْ أَلْقَيْنَا فَوْقَهُ كِسَاءً، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الْكِسَاءَ فَلَبِسَهُ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ، ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ لُمْعَةٌ مِنْ دَمٍ، فَقَبَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا يَلِيهَا، فَبَعَثَ بِهَا إِلَيَّ مَصْرُورَةً فِي يَدِ الْغُلَامِ فَقَالَ: اغْسِلِي هَذِهِ وَأَجِفِّيهَا، ثُمَّ أَرْسِلِي بِهَا إِلَيَّ، فَدَعَوْتُ بِقَصْعَتِي فَغَسَلْتُهَا، ثُمَّ أَجْفَفْتُهُ فَأَحَرْتُهَا إِلَيْهِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ النَّهَارِ وَهِيَ عَلَيْهِ

اُمِّ جحدر عامریہ بیان کرتی ہیں: انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حیض کے اس خون کے بارے میں دریافت کیا: جو کپڑے پر لگ جاتا ہے' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتی تھی۔ ہمارے اوپر لحاف ہوتا تھا۔ ہم اس کے اوپر ایک چادر بھی ڈال لیتے تھے صبح کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو لیا۔ آپ نے اسے پہنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے' تو ایک صاحب نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ خون کا نشان ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نشان کے آس پاس والے حصے کو ہاتھ میں لیا اور وہ ایک لڑکے کے ہاتھ میں دے کر میری طرف بھجوا کر یہ حکم دیا کہ اس حصے کو دھو کر اسے خشک کر کے میری طرف بھجوا دو۔ میں نے (پانی کا) برتن منگوا کر اسے دھویا پھر میں نے اسے خشک کیا اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھجوا دیا۔ دوپہر کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' تو وہ چادر آپ کے جسم پر تھی۔

بَابُ الْبُصَاقِ يُصِيبُ الثَّوْبَ

باب: کپڑے پر تھوک لگ جانا

389 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ: بَزَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهِ، وَحَكَّ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ

ابونضرہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے میں تھوکا اور اسے (کپڑے کے) ساتھ مل دیا۔

390 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند منقول ہے۔

389- صحیح لغیرہ، وھذا اسناد مرسل رجالہ ثقات، الا انہ لا یعرف لثابت - وھو ابن اسلم - البنانی سماع من ابی نضرۃ - وھو المنذر بن مالک -، وقد ذکر الدارقطنی فی "العلل" /4/الورقۃ 5 ان الصواب: عن ثابت عن رجل عن ابی نضرۃ. واخرجہ ابن شبۃ فی "تاریخ المدینۃ" /1 23، وابن ابی حاتم فی "العلل" /1201 من طریقین عن حماد بن سلمۃ، بھذا الاسناد مرسلاً. واخرجہ احمد (11382)، وابن ماجہ (1024)، وابن ابی حاتم /1201 من طریق عبد الصمد بن عبد الوارث، عن حماد بن سلمۃ، عن ثابت، عن ابی سعید. ورجح ابو حاتم المرسل، وزاد ابن ماجہ: "وھو فی الصلاۃ" وھی زیادۃ شاذۃ کما بیناھا فی تخریج "سنن ابن ماجہ". ویشھد لہ حدیث انس الآتی بعدہ

كِتَابُ الصَّلَاةِ

یہ کتاب نماز کے بیان میں ہے

صلوٰۃ کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ الصلوٰۃ کا معنی دعا اور الصلوٰۃ کا معنی رحمت بھی ہے۔ اسی سے ہے: اللھم صلی علی محمد (اے اللہ! محمد ﷺ پر رحمت بھیج) اور الصلوٰۃ کا معنی عبادت بھی ہے۔ اسی سے ہے: وما کان صلاتھم عند البیت (الانفال:35) (یعنی ان کی عبادت بیت اللہ کے پاس نہ تھی) الصلوٰۃ کا معنی نفلی نماز بھی ہے۔ اسی معنی میں ہے: وامر اھلک بالصلوٰۃ (طٰہٰ:132) (اپنے گھر والوں کو نفلی نماز کا حکم دو)۔ صلاۃ کا معنی تسبیح بھی ہے، اسی سے ہے: فلو لا انه کان من المسبحین (صافات) اگر وہ نمازیوں میں سے نہ ہوتا، اسی سے سبحۃ الضحیٰ ہے، چاشت کی نماز۔ بعض علماء نے نسبح بحمد (بقرہ:30) کی تاویل میں فرمایا: ہم نماز پڑھتے ہیں۔ الصلوٰۃ کا معنی قراءت بھی ہے۔ اس معنی میں ہے: ولا تجھر بصلاتک (الاسراء:110) (اپنی قراءت کو بلند نہ کرو)۔

الصلوٰۃ کا لفظ مشترک ہے۔ الصلوٰۃ اس مکان کو بھی کہتے ہیں جس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ ابن فارس نے یہ معنی بیان کیا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: علم ہے جو عبادت کے لئے وضع کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی زمانہ کو بھی شریعت سے خالی نہیں چھوڑا اور کوئی شرع نماز سے خالی نہیں تھی۔ یہ مفہوم ابو نصر القشیری نے حکایت کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی نماز کا بیان

امام ابو جعفر طحاوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ وقتِ فجر قبول ہوئی انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسحٰق علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ السّلام سو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کئے گئے انہوں نے چار پڑھیں وہ عصر ہوئی۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقتِ مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری پر بیٹھ گئے، مغرب کی تین ہی رہیں۔ اور عشاء سب سے پہلے ہمارے نبی ﷺ نے پڑھی۔ جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے مطابق اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے کہ قاسم ابن جعفر نے بحر ابن حکم کیسانی سے، اس نے ابو عبدالرحمن عبداللہ ابن محمد ابن عائشہ سے سنا اس کے بعد سابقہ روایت بیان کی ہے۔

(شرح معانی الآثار باب الصلوٰۃ الوسطیٰ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے لہٰذا اُس کا خلاصہ لکھتے ہوئے امام زندوستی فرماتے ہیں میں نے امام ابو الفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں ظہر وعصر وعشاء کی چار مغرب کی تین کیوں ہوئیں۔ فرمایا حکم۔ میں

نے کہا مجھے اور ابھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی، انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے، جب صبح چمکی دو رکعتیں شکر الٰہی کی پڑھیں، ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انہوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل ہو۔

زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اُترا ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہوا دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری اللہ تعالیٰ کی رضا کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئیں کہ مولیٰ عزّ وجلّ ہمیں قتلِ نفس پر قدرت دے جیسی انہیں ذبحِ ولد پر قدرت دی اور ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود ونصاریٰ کو ہمارا فدیہ کر کے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵، کتاب الصلوٰۃ۔ رضا فاونڈیشن لاہور)

نماز کو چھوڑنے والے سے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات کا بیان

قاضی ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرتا ہو لیکن نماز کا تارک ہو اور کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھتا ہو اس کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسحاق اور ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کو حداً قتل کر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اس کو قید کیا جائے اور اس پر تعزیر لگائی جائے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مختلف ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کو تین وجوہ کے سوا اور کسی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں ہے ایمان کے بعد کفر کرے یا شادی شدہ شخص زنا کرے یا کسی شخص کو بغیر بدلہ کے قتل کرے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان (سلامتی کا) عہد نماز ہے سو جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا (ترمذی ونسائی) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بندہ اور کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کا ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم)

یہ حدیثیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہیں جو تارک نماز کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس کے کفر کی وجہ سے اس کے قتل کو واجب قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو تغلیظ اور زجر وتوبیخ پر محمول کرتے ہیں اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ نماز کو ترک کرنا کافروں کا فعل ہے اور یہ صورۃً کفر ہے حقیقۃً کفر نہیں ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو تارک نماز کے حداً قتل کرنے کو واجب کہتے ہیں ان کا قول ضعیف ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے البتہ ایک ضعیف قیاس ہے کہ سب سے بڑا حکم نماز کا ہے اور سب سے بڑی نہی قتل ہے اور امام احمد وغیرہ جو تارک صلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں یہ قول خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے جو گناہوں کی وجہ سے مومن کی تکفیر کرتے ہیں۔

(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۶۶۔ ۶۵ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تارک نماز کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیے بغیر سستی سے نماز کو ترک کیا تو اس کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جائے اگر وہ نماز کا وقت تنگ ہونے تک نہ پڑھے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے یہی مذہب ہے اور اسی پر جمہور اصحاب کا عمل ہے ابو اسحاق بن شاقلا نے کہا: اگر اس نے ایک نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت بھی نکل گیا تو اس کو قتل کرنا واجب ہے یہ قول حسن ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ تین نمازیں ترک کرے اور چوتھی کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے اور ایک روایت میں تین دن کی نمازوں کا ذکر ہے۔ (الانصاف ج ۱ ص ۴۰۱ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۷ھ)

نماز پڑھنے کی دعوت امام یا اس کے نائب کی طرف سے دی جائے گی اگر دعوت سے پہلے اس نے کثیر نمازیں بھی ترک کی ہوں تو اس کو قتل کرنا واجب نہیں ہے اس کی توبہ نماز پڑھنا ہے۔ (الانصاف ج ۱ ص ۴۰۲ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۷ھ)

آیا اس کو قتل حداً کیا جائے گا یا کفراً؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور یہی مذہب ہے اور اکثر فقہاء کا مختار ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس کو حداً قتل کیا جائے گا اور یہ بعض فقہاء کا مختار ہے اور مذہب حنبلیہ کے مطابق اس کا حکم کفار کا حکم ہے اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا وہ کسی کا وارث ہوگا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا اور وہ مرتد کی مثل ہے۔

(الانصاف ج ۱ ص ۴۰۴۔۴۰۵ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۷ھ)

نماز کے علاوہ اور کسی عبادت کو سستی سے ترک کیا تو یہ کفر نہیں ہے۔

(الانصاف ج ۱ ص ۴۰۳ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۷ھ)

فقہاء حنبلیہ کا تارک نماز کو کافر قرار دینا صحیح نہیں ہے اور یہ مذہب خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے ایمان کی بحث میں ہم خارجیوں کے مذہب کا رد کر چکے ہیں۔

تارک نماز کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جس شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیا وہ مرتد ہے اور اس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔

جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے نماز کو ترک کیا مثلاً نیند یا نسیان کی وجہ سے تو اس پر فقط قضا ہے اور اس کے لیے وقت میں وسعت ہے۔ جس شخص نے بغیر کسی عذر کے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا تو صحیح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور شاذ قول یہ ہے کہ وہ منکر نماز کی طرح مرتد ہے۔

صحیح قول کی بناء پر نماز کے تارک کو حداً قتل کیا جائے گا اس کو کب قتل کیا جائے؟ صحیح قول یہ ہے کہ جب وہ ایک نماز کو ترک کر دے اور اس کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا دوسرا قول یہ ہے کہ جب دوسری نماز کا وقت تنگ ہو جائے تیسرا قول یہ ہے کہ جب چوتھی نماز کا وقت تنگ ہو جائے چوتھا قول یہ ہے کہ جب وہ چار نمازیں ترک کر دے پانچواں قول یہ ہے کہ جب وہ سستی کی وجہ سے نمازیں ترک کرنے کا عادی ہو جائے لیکن مذہب پہلا قول ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس کو مرتد کی طرح تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

(روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۶۶۸۔ ۶۶۶ ملخصا مطبوعہ کتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

جب تارک نماز کو قتل کیا جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنائی جائے گی جیسا کہ باقی مرتکبین کبیرہ کے لیے کیا جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو کفن پہنایا جائے گا اور اس کی قبر مٹادی جائے گی۔ (روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۶۳۴ مطبوعہ کتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی نے بھی تارک نماز کے متعلق یہی تفصیل لکھی ہے۔

(نہایۃ المحتاج ج ۲ ص ۴۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں: تارک نماز کو حدا قتل کرنے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

(آیت) فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوالھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم (التوبہ:۵)

ترجمہ: تم مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو سو اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال (جنگ) کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں نماز قائم کریں زکوۃ ادا کریں جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے۔ (صحیح بخاری ومسلم) اور حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص نماز قائم نہ کرے اس کو قتل کرنے کا حکم ہے اور پہلی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو نماز نہ پڑھے اس سے قتال کرنے کا حکم ہے اور دوسری حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو تارک نماز ہو اس کو قتل کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

(شرح المہذب ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

اس آیت سے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے جو استدلال کیا ہے فقہاء احناف نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ ان کا استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال صحیح نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال صحیح نہیں ہے دوسرا یہ کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو اور راستہ نہ چھوڑنے کو قتل کرنا لازم نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو گرفتار کر کے ان کو قید کیا جائے یا مارا پیٹا جائے تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر راستہ نہ چھوڑو کا مطلب قتل کرنا ہو تو پھر تارک نماز کی طرح تارک زکوۃ کو بھی حدا قتل کرنا

واجب ہونا چاہیے کیونکہ اس آیت میں دونوں کا ذکر ہے حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تارک زکوٰۃ کو قتل کرنے کے قائل نہیں تھا
چوتھا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے مسلمان تارک نماز کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور بحث اسی میں ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے علاوہ ازیں اس میں تارک نماز سے قتال اور جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ذکر ہے اس لیے شافعیہ کا تارک نماز اور تارک زکوٰۃ میں فرق کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابوداؤد کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے علاوہ ازیں اس حدیث کے متعلق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خود لکھا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے اس میں ایک مجہول راوی ہے۔
(شرح المہذب ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تارک نماز کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب کا بیان

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں: جس شخص نے کئی نمازیں عمداً ترک کیں حتیٰ کہ ان کا وقت نکل گیا اگر وہ ان کے متعلق سوال کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ استغفار کرے اور جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے نمازوں کو ترک کرتا ہے اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو دھمکایا جائے گا اور مارا پیٹا جائے گا اگر اس کے بعد بھی اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا نہ کہ کفراً بہ شرطیکہ وہ نماز کی فرضیت کا اقرار کرتا ہو اور منکر نہ ہو ابن التلمسانی نے اپنی شرح میں ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ روزہ بھی نماز کی طرح ہے اس کے تارک کو بھی قتل کیا جائے گا ذخیرہ میں لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک روزہ اور نماز کا تارک قتل کیا جائے گا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور عراقیین کے نزدیک تارک زکوٰۃ کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ زکوٰۃ جبراً لی جا سکتی ہے۔ (مواہب الجلیل ج ۱ ص ۴۲۱۔ ۴۲۰ مکتبۃ النجاح لیبیا)

علامہ خرشی مالکی لکھتے ہیں: اگر چہ تارک نماز یہ کہے کہ میں نماز پڑھوں گا اور بدستور ترک کرتا رہے اور نماز شروع نہ کرے پھر بھی اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ مذہب کے نزدیک قولاً اور فعلاً امتناع اور صرف فعلاً امتناع میں کوئی فرق نہیں ہے اس کو نماز کے ترک کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور نماز کا ترک محقق ہے۔ (الخرشی علی مختصر خلیل ج ۱ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: تارک نماز کو تلوار سے حداً قتل کیا جائے گا اس کی نماز جنازہ کوئی فاضل عالم نہیں پڑھائے گا اور اس کی قبر قائم رکھی جائے گی اس کو ہموار نہیں کیا جائے گا۔ (الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی ج ۱ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء مالکیہ کا وجوب بھی وہی دلائل ہیں جن کو ہم نے فقہاء شافعیہ کے رد میں ذکر کیا ہے کیونکہ مالکیہ اور شافعیہ دونوں اس کے قائل ہیں کہ تارک نماز کو حداً قتل کر دیا جائے گا اور بقول قاضی ابن رشد مالکی اس نظریہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

تارک نماز کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب کا بیان

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص نماز کو عمداً سستی سے ترک

کرے وہ فاسق ہے اس کو قید کیا جائے گا حتی کہ وہ نماز پڑھنے لگے کیونکہ بندہ کو بندوں کے حق کے بدلہ میں قید کیا جاتا ہے تو اللہ کے حق کے بدلہ میں بندہ کو قید کرنے کا زیادہ حق ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کو اس حد تک مارا جائے کہ اس کا خون بہنے لگے۔

(الدر المختار علی رد المختار ج ۱ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: امام محبوبی نے کہا ہے کہ تارک نماز کو مارا جائے اور حلیہ میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے اور کہا: بشمول زہری ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ تارک نماز کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتی کہ وہ مر جائے یا توبہ کرے۔ (الدر المختار علی رد المختار ج ۱ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

فقہاء احناف کے موقف پر دلیل کا بیان

فقہاء احناف تارک نماز کو فاسق کہتے ہیں اور اس کو حدا یا کفرا قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں ان کے موقف پر یہ حدیث صراحۃ دلالت کرتی ہے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کا وضو کیا اور ان نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھا اور ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) اس کو بخشنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اللہ تعالیٰ پر کوئی ذمہ نہیں اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

بَابُ فَرْضِ الصَّلَاةِ

باب: نماز کا فرض ہونا

نمازوں کی فرضیت کی کیفیت کا بیان

علامہ حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بعثت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مخصوص نبی کی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی اور نبی کی شریعت میں سے جو چیز آپ کے کشف (یا اجتہاد) کے مطابق ہوتی تھی آپ اس پر عمل کرتے تھے اور حدیث صحیح میں ہے کہ آپ غار حرا میں عبادت کرتے تھے۔

(بخاری) (الدر المختار علی رد المختار ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں: غار حرا میں آپ کی عبادت کئی انواع پر مشتمل تھی لوگوں سے تخلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور غور وفکر اور بعض علماء نے کہا کہ غار حراء میں آپ کی عبادت صرف تفکر تھی۔

(الدر المختار علی رد المختار ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور وضو کی تعلیم دی حضرت جبریل وضو کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا پھر جبریل علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

(الروض الانف ج ا ص ۱۶۳ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان)

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ شب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

(آیت) یایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا او زد علیه ورتل القران ترتیلا

(المزمل: ۴-۱)

ترجمہ: اے چادر لپیٹنے والے رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ بڑھا دیں اور (حسب عادت) ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں

علامہ حربی نے کہا کہ پہلے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعت صبح (طلوع آفتاب سے پہلے) کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام (غروب آفتاب سے پہلے) کی نماز فرض تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) وسبح بالعشی والابکار (آل عمران: ۴۱)

ترجمہ: صبح اور شام کو اللہ کی تسبیح کیجیے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اھل علم سے نقل کیا ہے کہ پہلے پوری رات کی نماز فرض تھی پھر حسب ذیل آیت سے پوری رات کا قیام منسوخ ہو گیا اور رات کے بعض حصہ کا قیام فرض ہو گیا:

(آیت) علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرءوا ما تیسر من القران۔ (المزمل: ۲۰)

ترجمہ: اللہ کو علم ہے (اے مسلمانو!) تم پوری رات کا ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے تو وہ رحمت سے تم پر متوجہ ہوا سو اس میں سے جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور جب شب اسراء کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو رات کے حصہ کے قیام کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(فتح الباری ج ا ص ۴۶۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ سہلی لکھتے ہیں: معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھا دی گئی ہجرت کے ایک سال بعد یہ تعداد بڑھائی گئی تھی۔ (الروض الانف ج ا ص ۱۶۳۔ ۱۶۲ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان)

391 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهِ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُولُ: حَتَّى دَنَا، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ. قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ. قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا إِلَّا

اَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةَ قَالَ: فَهَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا، إِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ. فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نجد سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی آواز کی بھنبھناہٹ سنائی دیتی تھی لیکن وہ کیا کہہ رہا تھا یہ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ قریب ہوا تو اسلام کے بارے میں دریافت کررہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) کرنا ہوں گی) اس نے عرض کی: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی لازم ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں! البتہ اگر تم نفل (نمازیں ادا کرنا چاہو تو یہ بہتر ہے) راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے کا ذکر کیا' تو اس نے دریافت کیا: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر (کوئی اور روزے) لازم ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! البتہ اگر تم نفلی (روزے رکھنا چاہو' تو یہ بہتر ہے) راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے زکوٰۃ کا ذکر کیا تو اس نے دریافت کیا: کیا مجھ پر اس کے علاوہ (کوئی ادائیگی) لازم ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! البتہ اگر تم نفلی طور پر (ادا کرنا چاہو' تو بہتر ہے) پھر وہ شخص یہ کہتے ہوئے چل دیا: اللہ کی قسم! میں اس پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا' اور کوئی کمی نہیں کروں گا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر یہ سچ کہہ رہا ہے' تو یہ کامیاب ہوگیا۔

392 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ، عَنْ اَبِيْ سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ بِاِسْنَادِهِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ: اَفْلَحَ وَاَبِيْهِ اِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ. وَاَبِيْهِ اِنْ صَدَقَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اس کے باپ کی قسم! اگر یہ سچ کہہ رہا ہے' تو یہ کامیاب ہوگیا۔ اس کے باپ کی قسم! اگر یہ سچ کہہ رہا ہے' تو یہ جنت میں داخل ہوگا''۔

بَابٌ فِي الْمَوَاقِيتِ

باب: (نمازوں کے) اوقات

نمازوں کے اوقات سے متعلق احکام کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں، اور فجر کی نماز میں قرآن پڑھیں، بیشک فجر کی نماز کے قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں، جو خصوصاً آپ کے لیے زیادہ ہے، عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ (بنی اسرائیل: ۷۸،۷۹)

دلوک کے معنی کا بیان

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ دلوک کا معنی ہے سورج کا غروب کی طرف مائل ہونا، دلوک کا لفظ دلک سے بنا ہے اس کا

معنی ہے ہتھیلیوں کو ملنا، جب سورج نصف النہار پر ہوتا ہے تو لوگ ہتھیلیوں کو ماتھے پر رکھ کر سورج کی طرف دیکھتے ہیں۔
(المفردات ج ۱ ص ۲۲۸، ۲۲۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

ابو عبیدہ نے کہا آفتاب کے نصف النہار سے زوال سے لیکر غروب کی طرف میلان تک کو دلوک کہتے ہیں، ذجاج نے کہا نصف النہار سے میلا بھی دلوک ہے، اور غروب کی طرف میلا بھی دلوک ہے، الازہری نے کہا کلام عرب میں دلوک کا معنی زوال ہے، اسی لیے جب سورج نصف النہار سے زائل ہو اس کو بھی دلوک کہتے ہیں اور جب وہ افق سے زائل ہونے لگے اس کو بھی دلوک کہتے ہیں۔
(زادالمسیر ج ۵ ص ۷۲،۷۱)

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ: دلوک آفتاب کے وقت نماز قائم کرو۔ حضرت ابن عباس: رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر' حضرت جابر رضی اللہ عنہ:' عطاء' قتادہ' حسن بصری اور اکثر علماء تابعین کے نزدیک دلوک کا (اس جگہ) معنی ہے زوال' سورج ڈھلنا۔ ابن مردویہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کی طرف بھی اس تفسیر کی نسبت کی ہے۔ ابن مردویہ اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کو مرفوع کہا ہے لیکن دلوک سے مراد زوال ہونے کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لفظ سے ہوتی ہے جو حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ: کی روایت سے اسحاق بن راہویہ نے مسند میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے المعرفۃ میں نقل کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل (علیہ السلام) دلوک آفتاب کے وقت جب سورج ڈھل گیا تھا' میرے پاس آئے اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔ الحدیث۔
دَلَکَ کا لغوی معنی ہے ملنا' زوال کے وقت سورج کی طرف دیکھنے والا شعاعوں کی تاب نہیں لاتا اور آنکھوں کو ملتا ہے اس لئے دلوک کا معنی ہو گیا زوال۔

بعض علماء کے نزدیک دلوک سے مراد ہے غروب۔ بغوی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ: کا قول بیان کیا کہ دلوک کا معنی ہے غروب ابراہیم نخعی' مقاتل بن حبان' ضحاک اور سدی کا یہی قول ہے۔ لفظ دلوک کا مفہوم لغوی (جھکنا' ایک طرف کو میلان) زوال کو بھی شامل ہے اور غروب کو بھی سورج کا جھکاؤ دونوں اوقات میں ہوتا ہے۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے دَلَکَتِ الشمس دُلوکًا سورج ڈوب گیا' زرد پڑ گیا' وسط آسمان سے ڈھل گیا۔ بیضاوی نے لکھا ہے اس لفظ کی اصل ساخت انتقال کے مفہوم کو ظاہر کرتی ہے۔ دلک مالش کرنے کو بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ مالش کرنے والے کا ہاتھ ایک جگہ رکتا نہیں۔ جس لفظ کا پہلا حرف دال اور دوسرا حرف لام ہو اس کے معنی میں انتقال کا مفہوم ضرور ہوتا ہے خواہ تیسرا حرف کوئی ہو جیسے دلج' دلح' دلع' دلف' دلہ بغوی نے کہا اوّل الذکر قول کے قائل بکثرت علماء ہیں اس لئے وہی قابل ترجیح ہے پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر دلوک سے مراد زوال لی جائے تو اس آیت کے اندر نماز کے پانچوں اوقات (مجملاً) آجائیں گے (دلوک شمس سے غسق اللیل تک چار نمازیں اور قرآن الفجر یا پانچویں نماز)۔
اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ رات چھا جانے تک' یعنی شفق کے غائب ہو جانے اور تاریکی بھر جانے کے وقت تک غسق کا معنی ہے بھر جانا۔

قاموس میں ہے غسق شروع رات کی تاریکی۔ غاسق چاند یا رات جب کہ شفق غائب ہو گئی ہو۔ اس آیت میں (مجملاً مبہماً)

چار نمازوں کا ذکر آ گیا۔ ظہر عصر مغرب عشا اور وقت فجر کا ذکر آگے کے فقرہ میں کر دیا۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ: اور فجر کا قرآن یعنی فجر کی نماز۔ قرآن کی قراءت نماز کا جزء اہم ہے۔ اس لئے صلوٰۃ فجر کی تعبیر قرآن الفجر سے کر دی گئی۔ جیسے رکوع یا سجود بول کر پوری نماز مراد ہو جاتی ہے (کیونکہ یہ دونوں اجزاء صلوٰۃ بھی بہت اہم ہیں) سورۃ نساء کی آیت اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا کی تفسیر کے ذیل میں ہم نے اوقات نماز کا ذکر کر دیا ہے۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا: بے شک فجر کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔ فجر کے قرآن کے وقت رات کے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں (شہود و حاضر ہونا) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے' میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے' جماعت کی نماز تنہا نماز پر پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے اور نماز فجر میں رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ جمع ہو جاتے ہیں' اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم (اس کا ثبوت قرآن سے) چاہتے ہو تو پڑھو وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا رواہ البخاری وغیرہ۔

بیضاوی نے لکھا ہے' صلوٰۃ الفجر کو مشہود کہنے کی یا یہ وجہ ہے کہ اس وقت قدرتی شواہد بہت نمایاں طور پر سامنے آجاتے ہیں تاریکی پھٹ کر روشنی نکل آتی ہے اور نیند جس کو اخو الموت کہا گیا ہے' بیداری سے بدل جاتی ہے یا مشہود کہنے کی یہ وجہ ہے کہ بہت نمازی اس میں حاضر ہوتے ہیں یا اس طرف اشارہ ہے کہ کثیر جماعت کو اس میں حاضر ہونا چاہئے۔

بعض علماء نے آیت کا تفسیری مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ نماز کو یعنی مغرب کی نماز کو قائم کرو' غروب آفتاب (کے بعد) سے لے کر غسق الّیل' یعنی شفق کے غائب ہونے تک۔ اس تفسیر پر آیت میں وقت مغرب کی ابتداء اور انتہا کا بیان ہو جائے گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ مغرب کا وقت شفق کے ڈوبنے تک باقی رہتا ہے۔ گویا پوری آیت میں اللہ نے دو نمازوں کا حکم دیا مغرب اور فجر اور (چونکہ یہ دونوں نمازیں دن اور رات کے دونوں کناروں کے اوقات میں واقع ہیں اس لئے) یہ دونوں زیادہ اہم ہیں۔

پانچ نمازوں کی فرضیت کا بیان

دلوک کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے کہا اس سے مراد غروب آفتاب ہے، حضرت ابن عباس کا ایک قول بھی اسی طرح ہے، فرا اور ابن قتیبہ کا بھی یہی قول ہے، مگر اس کے دلائل قوی نہیں ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ دلوک سے مراد سورج کا نصف النہار سے زائل ہونا ہے، یہ حضرت ابن عمر، حضرت ابو برزہ، حضرت ابو ہریرہ اور حسن، شعبی، سعید بن جبیر، ابو العالیہ، مجاہد، عطا، عبید بن عمیر، قتادہ، ضحاک، مقاتل، اور الازہری کا قول ہے۔

اس قول کی دلیل یہ ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے منتخب کردہ اصحاب کی دعوت کی پھر سورج کے نصف النہار سے زوال کے وقت وہ باہر آئے پس رسول اللہ ﷺ بھی باہر آئے اور فرمایا اے ابو بکر باہر آ ؤ اور وہ دلوک شمس کا وقت تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام دلوک شمس کے وقت آئے، جب سورج نصف النہار سے زائل ہو چکا تھا اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔

حضرت ابو برزہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج نصف النہار سے زائل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی اور یہ آیت تلاوت فرمائی: اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس۔ (جامع البیان، جز ۵ ص ۱۷۱، ۱۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابو موسیٰ کی طرف مکتوب لکھا کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج نصف النہار سے زائل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج صاف اور سفید ہو جائے اور پیلانہ پڑا ہو، اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے اور عشا کو اس وقت تک موخر کرو جب تک کہ تم کو نیند نہ آئی ہو، اور صبح کی نماز اس وقت پڑھو جب ستارے ظاہر ہوں اور ان کا جال بنا ہوا ہو۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

الازہری نے کہا جب دلوک شمس سے مراد زوال شمس سے لیکر غروب آفتاب تک کا وقت ہوگا تو اس میں ظہر اور عصر داخل ہوگی، اس کے بعد فرمایا رات کے اندھیرے تک اس میں مغرب اور عشا داخل ہیں، پھر فرمایا وقرآن الفجر اس میں فجر کی نماز آگئی، اس طرح یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہوگئی۔ (زاد المسیر ج ۴ ص ۷۲)

اوقات نماز کے متعلق احادیث اور فقہی مذاہب کا بیان

غسق الیل کا معنی ہے رات کی سیاہی اور اس کا اندھیرا اور جب رات کی سیاہی اور اندھیرا چھا جائے تو پھر عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اب ہم ظہر، عصر، مغرب عشا اور فجر کی نمازوں کے مستحب اوقات احادیث کی روشنی میں ذکر کر رہے ہیں:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہو جائے تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب تک اصلی سایہ نکل کر ہر چیز کا سایہ ایک مثل تک رہے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد کا یہی نظریہ ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت ہے، ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے بیت اللہ کے پاس جبریل نے دو دن نماز پڑھائی پہلے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب زوال کا سایہ تسمہ کے برابر تھا، پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا، پھر مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج غروب ہو گیا اور جب روزہ دار روزہ افطار کر لیتا ہے، پھر آپ نے عشا کی نماز اس وقت پڑھائی جب شفق غائب ہو جاتی ہے۔ (غروب آفتاب کے بعد کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے اس کو شفق کہتے ہیں) پھر صبح کی نماز اس وقت پڑھی جب فجر روشن ہوگئی اور جب روزہ دار کے لیے سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اور آپ نے دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا تھا جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھی تھی اور دوسرے دن عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا تھا، پھر مغرب اپنے اول وقت میں پڑھی اور عشا اس وقت پڑھی جب تہائی رات گزر گئی اور دوسرے دن صبح اس وقت پڑھی جب سفیدی پھیل گئی، پھر جبریل نے میری طرف التفات کر کے کہا یا محمد! یہ آپ سے پہلے نبیوں کی نمازوں کا وقت ہے اور نماز کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۴۹، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۳، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۳۹۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۷۰۵، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۷۵۲، المستدرک ج ۱ ص ۱۹۳، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۳۶۵، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۳۴۸)

امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ امامت جبریل کی یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔ لیکن اس

میں ایک مثل سائے کے وقت عصر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے یہ الفاظ صرف ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہیں، اور بخاری اور مسلم کی روایت ان کی روایت پر مقدم ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے کے بعد اس وقت ظہر پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی اس لیے یہ حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ذکر ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وقت الظھر مالم یحضر العصر۔ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو۔ (صحیح مسلم باب اوقات الصلوۃ الخمس: ۱۷۲،۱۳۶۰)

نیز قرآن مجید میں ہے:

ان الصلوة كانت على المومنين كتاب موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳) بیشک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔

یعنی ہر نماز کا الگ الگ وقت ہے اور ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جا سکتی سو یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو، اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو، اس نے تیسری بار اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو حتی کہ سایا ٹیلوں کے برابر ہو گیا، اور آپ نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۳۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۰۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۲۴۵)

یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے مسلک پر دلالت کرتی ہے اولاً یہ کہ آپ نے ایک مثل سائے کے بعد اذان دینے کی اجازت دی، اور نماز بہر حال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سائے کے بعد بھی رہتا ہے، ثانیاً اس وجہ سے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سائے کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے آپ نے فرمایا گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زوال آفتاب کے بعد انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آ جائے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۲، (۶۱۲)، ۱۳۶۰)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ ایک مثل سائے کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

اور تیسری حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، پہلی امتوں کی بہ نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے، اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد تھک گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے عصر تک عمل کیا، پھر تھک گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے، تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا: اے اللہ! تو نے ان

کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا، حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہے زیادہ عطا کروں۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۵۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۰۸، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۵۶۰)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اہل انجیل جنہوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا ان کے کام کا وقت مسلمانوں کے کام کے وقت کی بہ نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا، اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ظہر کا وقت دو مثل سائے تک ہو، تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہوگا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سائے تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہو جائے گا۔

عصر کا وقت بھی اسی اختلاف پر متفرع ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہوگا، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے سے شروع ہوگا۔

اور مغرب کا وقت سب کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد شروع ہوگا اور شفق کی سفیدی غائب ہونے تک رہے گا جب بالکل اندھیرا پھیل جائے اور یہ وقت ہر موسم میں ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ تک رہتا ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد افق پر دکھائی دیتی ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سرخ کے غائب ہونے کے بعد سفیدی چھا جاتی ہے اور شفق سے مراد یہ سفیدی ہے اور جب یہ سفیدی بھی غائب ہو جائے اور بالکل اندھیرا چھا جائے تو پھر عشا کا وقت ہوتا ہے۔

عشا کے وقت کی ابتدا سے اسی اختلاف پر مبنی ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سرخی غائب ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد سرخی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے بعد سفیدی پھیلتی ہے اور اس کے غائب ہونے کے بعد عشا کے وقت کی ابتدا ہوتی ہے، اور عشا کا مستحب وقت آدھی رات تک ہے اور عشا پڑھنے کا جواز طلوع فجر تک ہے۔

فجر کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب فجر صادق طلوع ہوتی ہے اور سحری کھانے کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور طلوع آفتاب تک فجر کی نماز کا وقت رہتا ہے۔ جبریل نے دوسرے دن آپ کو اس وقت نماز پڑھائی تھی جب خوب سفیدی پھیل گئی تھی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسی وقت فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اول وقت میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صبح کی نماز کو سفیدی میں پڑھو اس سے بہت زیادہ اجر ملتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۴، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۴۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۱، مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۰، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۲۲۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۷۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۴۸۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۲۸۵)

اس آیت میں فرمایا ہے آپ فجر کی نماز پڑھیں بیشک فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس رات کے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں، پھر رات کے فرشتے اللہ کے پاس پہنچتے ہیں اللہ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اللہ کو

ان کا خوب علم ہوتا ہے، فرماتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، فرشتے کہتے ہیں ہم ان کو نماز پڑھتا چھوڑ کر آئے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۲، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۴۸۶، ۴۸۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۶، تبیان القرآن)

393- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ فُلَانِ بْنِ اَبِيْ رَبِيعَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمَّنِيْ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلَّى بِيَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ، وَصَلَّى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلَّى بِيْ يَعْنِي الْمَغْرِبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلَّى بِيَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى بِيَ الْفَجْرَ حِيْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلَّى بِيَ الظُّهْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلَّى بِي الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَيْهِ، وَصَلَّى بِيَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلَّى بِيَ الْعِشَاءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَصَلَّى بِيَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيَّ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ، وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جبرائیل نے بیت اللہ کے پاس مجھے دو مرتبہ نماز پڑھائی (پہلے دن) جب سورج ڈھل گیا' تو انہوں نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب وہ ایک تسمے جتنا تھا' پھر جب اس کا سایہ ایک مثل ہو گیا' تو انہوں نے مجھے عصر کی نماز پڑھائی اور انہوں نے مجھے یعنی مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ کھول لیتا ہے اور انہوں نے مجھے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب شفق غروب ہو گئی تھی اور انہوں نے مجھے فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار کے لئے کھانا اور پینا ممنوع ہو جاتا ہے اگلے دن انہوں نے مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ ایک مثل ہو چکا تھا' اور عصر کی نماز مجھے اس وقت پڑھائی جب وہ دو مثل ہو چکا تھا۔ مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار افطاری کر لیتا ہے اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھائی اور فجر کی نماز جب مجھے پڑھائی تو روشنی کر لی پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور بولے: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ سے پہلے کے انبیاء کا وقت ہے اور ان دونوں کے درمیان (آپ کی اُمت کے لئے نمازوں کا مخصوص) وقت ہے۔

شرح

جگہ اور وقت کے اعتبار سے سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے چنانچہ بعض جگہ تو سایہ زیادہ ہوتا ہے اور بعض جگہ کم ہوتا ہے اور بعض وقت سایہ اصلی ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مکہ معظمہ میں انیسویں سرطان کو سایہ اصلی نہیں ہوتا۔ اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے روز کی نماز ظہر کی وقت کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہلے دن مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ان دنوں میں مکہ معظمہ میں سایہ اصلی جوتوں کے تسموں کی چوڑائی کے برابر تھا گویا وہ ظہر کا اوّل وقت تھا۔

نماز ظہر کے وقت ایک مثل میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نیز حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک باقی رہتا ہے اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے چنانچہ ان حضرات کی دلیل یہی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کا آخری وقت ایک مثل تک رہتا ہے۔

جہاں تک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تعلق ہے تو ایک روایت کے مطابق ان کا بھی وہی مسلک ہے جو جمہور علماء کا ہے بلکہ بعض نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ امام اعظم کا فتویٰ بھی اسی مسلک پر ہے۔ چنانچہ درمختار میں بہت سی کتابوں کے حوالوں سے اسی مسلک کو ترجیح دی گئی ہے۔ مگر ان کا مشہور مسلک یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے ان کے دلائل ہدایہ وغیر میں مذکور ہیں۔

بہر حال علماء نے اس سلسلہ میں ایک صاف اور سیدھی راہ نکالی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ ظہر کی نماز تو ایک مثل کے اندر اندر پڑھ لی جائے اور عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھی جائے تا کہ دونوں نمازیں بلا اختلاف ادا ہو جائیں۔

اور بعض احناف جمہور کے ساتھ ہی متفق ہیں کہ ظہر کا وقت ایک مثل ہونے پر ختم ہو جاتا ہے، جن میں صاحبین ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ شامل ہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

امام حصکفی رحمہ اللہ کہتے ہیں

"ظہر کا وقت زوال سے شروع ہو کر یعنی سورج کی ٹکیہ کا آسمان کے وسط سے زائل ہو کر ہر چیز کا دو مثل سایہ ہونے تک رہتا ہے، اور امام ابوحنیفہ ایک مثل ثابت ہے، اور امام زفر اور ابو یوسف اور محمد اور آئمہ ثلاثہ یعنی امام شافعی احمد اور مالک کا قول یہی ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کا قول ہے: ہم اسے ہی لیں گے۔ اور غرر الاذکار میں درج ہے: اسے ہی لیا جائے گا۔

اور البرحان میں درج ہے: یہ زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ جبریل علیہ السلام نے یہی وقت بیان کیا تھا، اور اس باب میں یہی نص ہے۔ اور فیض الباری میں درج ہے۔

آج (احناف) لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (الدر المختار مع حاشیۃ ابن عابدین (1/359)

حاصل یہ ہوا کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اول وقت میں ادا کرنا سنت اور افضل ہے لیکن، نماز عصر وقت کے اندر ہی ادا کرنا چاہیے یعنی سورج زرد ہونے سے قبل نماز عصر ادا کر لینی چاہیے، اور آپ اس لیے جماعت مت چھوڑیں۔

394 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ قَاعِدًا عَلَى الْمِنْبَرِ فَأَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا. فَقَالَ لَهُ: عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَمَا إِنَّ جِبْرِيلَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَخْبَرَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اعْلَمْ مَا تَقُولُ: فَقَالَ: عُرْوَةُ سَمِعْتُ بَشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ

الْأَنْصَارِيَّ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: نَزَلَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَنِيْ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ. فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ، وَرُبَّمَا أَخَّرَهَا حِيْنَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ، وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ، فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلَاةِ، فَيَأْتِيْ ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِيْنَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِيْنَ يَسْوَدُّ الْأُفُقُ، وَرُبَّمَا أَخَّرَهَا حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ، وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ، ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخْرٰى فَأَسْفَرَ بِهَا، ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيسَ حَتّٰى مَاتَ، وَلَمْ يَعُدْ إِلٰى أَنْ يُسْفِرَ

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، مَعْمَرٌ وَمَالِكٌ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِيْ حَمْزَةَ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا الْوَقْتَ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ وَلَمْ يُفَسِّرُوْهُ، وَكَذٰلِكَ أَيْضًا رَوٰى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَحَبِيْبُ بْنُ أَبِيْ مَرْزُوْقٍ، عَنْ عُرْوَةَ نَحْوَ رِوَايَةِ مَعْمَرٍ وَأَصْحَابِهِ إِلَّا أَنَّ حَبِيْبًا لَمْ يَذْكُرْ بَشِيْرًا، وَرَوٰى وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الْمَغْرِبِ قَالَ: ثُمَّ جَاءَهُ لِلْمَغْرِبِ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ يَعْنِيْ مِنَ الْغَدِ وَقْتًا وَاحِدًا، وَكَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثُمَّ صَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ يَعْنِيْ مِنَ الْغَدِ وَقْتًا وَاحِدًا، وَكَذٰلِكَ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ مِنْ حَدِيْثِ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عصر کی نماز میں کچھ تاخیر کر دی تو عروہ بن زبیر نے ان سے کہا: کیا حضرت جبرائیل نے حضرت محمد ﷺ کو نماز کے وقت کے بارے میں نہیں بتایا تھا تو عمر بن عبدالعزیز نے ان سے کہا: آپ ذرا دھیان کریں کہ آپ ﷺ کیا کہہ رہے ہیں' تو عروہ نے کہا: میں نے بشیر بن ابو مسعود کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے میں نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جبرائیل نازل ہوئے انہوں نے مجھے نماز کے وقت کے بارے میں بتایا میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ انہوں نے اپنی انگلیوں پر شمار کر کے پانچ نمازوں کا ذکر کیا (راوی کہتے ہیں:) میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز اس وقت ادا کی جب سورج ڈھل گیا تھا۔ بعض اوقات جب گرمی زیادہ ہوتی تھی' تو آپ ﷺ اس نماز کو تاخیر سے ادا کرتے تھے اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ عصر کی نماز اس وقت ادا کی' جب سورج ابھی بلند اور روشن ہوتا تھا۔ ابھی اس میں زردی داخل نہیں ہوئی ہوتی تھی اور کوئی شخص نماز سے فارغ ہونے کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے ذوالحلیفہ تک جا سکتا تھا' اور آپ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے' جب سورج غروب ہو جاتا تھا' اور آپ ﷺ عشاء

کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جب اُفق سیاہ ہو جاتا تھا بعض اوقات آپ ﷺ اس نماز کو تاخیر سے ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگ اکٹھے ہو جاتے اور صبح کی نماز ایک مرتبہ آپ نے اندھیرے میں ادا کی اور دوسری مرتبہ اسے روشنی میں ادا کیا پھر اس کے بعد آپ نے وصال تک اسے اندھیرے میں ہی ادا کیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ اسے روشنی میں ادا نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت زہری کے حوالے سے معمر، امام مالک، ابن عیینہ، شعیب بن ابوحمزہ، لیث بن سعد اور دیگر حضرات نے نقل کی ہے۔ انہوں نے اس وقت کا تذکرہ نہیں کیا' جس میں آپ ﷺ نے نماز ادا کی تھی اور نہ ہی اس کی وضاحت کی ہے۔

اسی طرح یہ روایت ہشام بن عروہ اور حبیب بن ابومرزوق نے عروہ کے حوالے سے نقل کی ہے' جس طرح معمر اور ان کے شاگردوں نے نقل کی ہے' البتہ حبیب نامی راوی نے بشیر نامی راوی کا ذکر نہیں کیا۔

وہب بن کیسان نے یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے' جس میں مغرب کے وقت کے بارے میں یہ الفاظ ہیں:

راوی بیان کرتے ہیں: پھر وہ مغرب کی نماز کے لئے نبی اکرم ﷺ کے پاس اس وقت آئے جب سورج غروب ہو گیا تھا۔

(راوی کہتے ہیں:) یعنی یہ اگلے دن کی بات ہے یعنی ان دونوں نمازوں کا وقت ایک ہی تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسی طرح کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

''پھر انہوں نے مغرب کی نماز مجھے پڑھائی'' (راوی کہتے ہیں: یعنی یہ اگلے دن کی بات ہے اور یہ وقت ایک ہی تھا)

اسی طرح کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے' جو حسان بن عطیہ نے عمرو بن شعیب کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

شرح

حضرت عروہ کا یہ مقصد تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ یاد دلائیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی امامت کے بارے میں جو حدیث وارد ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہلے دن اول وقت نمازیں پڑھائی تھیں تو اس سے معلوم ہوا کہ نمازوں کو اوّل وقت پڑھنا افضل ہے اس لئے آپ علیہ الرحمۃ نے اس وقت نماز میں تاخیر کر کے (اگرچہ یہ تاخیر زیادہ نہیں تھی) فضیلت کی سعادت کو کیوں ترک کیا؟۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں جو یہ کہا کہ عروہ! ذرا سوچ سمجھ کر کہو کیا کہتے ہو؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو بیان کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ یہ اہم اور عظیم چیز ہے حدیث کو بیان کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیز حدیث کو بغیر سند کے بیان نہ کرنا چاہئے اس لئے سوچ سمجھ کر حدیث بیان کرو اور اس کی سند کے ساتھ بیان کرو۔

حضرت عروہ کی جلالت شان اور رفعت علم و فضل کا گو تقاضا تو یہ تھا کہ ان سے اس قسم کی بات نہ کہی جاتی مگر چونکہ روایت

حدیث کی عظمت شان پیش نظر تھی اس لئے انہیں اس طرف توجہ دلائی گئی اور پھر عروہ نے بھی روایت حدیث کی اسی عظمت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے کو نہ صرف یہ کہ اپنے علم وفضل کے منافی نہ سمجھا بلکہ اسے خیر و برکت کا باعث جان کر اس پر متنبہ ہوئے اور حدیث کی پوری سندیں بیان کر کے اپنی قوت حفظ وذہانت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بات واضح کر دی کہ میں جو بات کہہ رہا ہوں وہ کوئی معمولی درجہ کی نہیں ہے بلکہ اس کی صداقت کا میں یقینی علم رکھتا ہوں کیونکہ یہ وہ روایت ہے جس کو میں نے بشیر سے سنا ہے اور انہوں نے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ کی لسان مقدس سے سنا ہے۔ اس حدیث میں راوی نے نماز کے اوقات تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مخاطب کو چونکہ اوقات کی پوری تفصیل معلوم تھی اس لئے یہاں تو صرف صورت واقعہ بیان کئے گئے ہیں ہاں دوسری روایات میں اوقات کی تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔

395 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا بَدْرُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي مُوسٰى، عَنْ اَبِي مُوسٰى، اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا حَتّٰى اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ انْشَقَّ الْفَجْرُ، فَصَلّٰى حِيْنَ كَانَ الرَّجُلُ لَا يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ - اَوْ اَنَّ الرَّجُلَ لَا يَعْرِفُ مَنْ اِلٰى جَنْبِهِ - ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى قَالَ: الْقَائِلُ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ اَعْلَمُ، ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُرْتَفِعَةٌ، وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ صَلَّى الْفَجْرَ وَانْصَرَفَ، فَقُلْنَا اَطَلَعَتِ الشَّمْسُ، فَاَقَامَ الظُّهْرَ فِيْ وَقْتِ الْعَصْرِ الَّذِيْ كَانَ قَبْلَهُ وَصَلَّى الْعَصْرَ، وَقَدِ اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ - اَوْ قَالَ: اَمْسٰى - وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قَالَ: اَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ الْوَقْتُ فِيْمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوٰى سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسٰى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَغْرِبِ بِنَحْوِ هٰذَا قَالَ: ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ، قَالَ بَعْضُهُمْ: اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِلٰى شَطْرِهِ، وَكَذٰلِكَ رَوَى ابْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک سوال کرنے والے نے نبی اکرم ﷺ سے نمازوں کے اوقات کے بارے میں سوال کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے صبح صادق ہوجانے کے بعد فجر کی نماز کے لئے اقامت کہی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ نماز اس وقت ادا کی جب آدمی اپنے ساتھی کا چہرہ (اندھیرے کی شدت کی وجہ سے) پہچان نہیں سکتا تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) آدمی یہ نہیں پہچان سکتا تھا کہ اس کے پہلو میں کون ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے ظہر کی اقامت اس وقت کہی جب سورج ڈھل چکا تھا یہاں تک کہ کہنے والا یہ کہہ سکتا تھا کہ کیا نصف النہار کا وقت ہو چکا ہے' لیکن نبی اکرم ﷺ زیادہ بہتر جانتے تھے' پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے عصر کی نماز کے لئے اقامت کہی۔ جب سورج روشن اور بلند تھا پھر

آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے مغرب کے لئے اقامت اس وقت کہی جب سورج غروب ہو گیا تھا پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے عشاء کے لئے اقامت اس وقت کہی جب شفق غروب ہو چکی تھی' پھر اگلے دن نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز ادا کی تو جب آپ نے نماز ختم کی تو ہم یہ دیکھ رہے تھے کہ کیا سورج نکل تو نہیں آیا پھر آپ نے ظہر کی نماز کے لئے اقامت کہنے کا حکم اس وقت دیا جب پہلے دن میں آپ نے عصر کی نماز ادا کی تھی اور عصر کی نماز آپ نے اس وقت پڑھائی۔ جب سورج زرد ہونے کے قریب تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جب شام ہو چکی تھی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز شفق غروب ہونے سے (کچھ) پہلے پڑھائی اور عشاء کی نماز آپ ﷺ نے ایک تہائی رات ہو جانے کے بعد پڑھائی پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: نماز کے وقت کے بارے میں دریافت کرنے والا شخص کہاں ہے؟ ان دو کے درمیان (نمازوں کا مخصوص) وقت ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سلیمان بن موسیٰ نے عطاء کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے مغرب کی نماز کے بارے میں اس کی مانند نقل کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر آپ نے عشاء کی نماز ادا کی جبکہ بعض راویوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اسے آپ ﷺ نے ایک تہائی رات کے وقت ادا کیا جب کہ بعض نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: نصف رات کے وقت ادا کیا۔ اسی طرح کی روایت ابن بریدہ نے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

396 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ. حَدَّثَنَا اَبِي. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ قَتَادَةَ. سَمِعَ اَبَا اَيُّوبَ. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: وَقْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ. وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ. وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ فَوْرُ الشَّفَقِ. وَوَقْتُ الْعِشَاءِ اِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ. وَوَقْتُ صَلَاةِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے' جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو جائے اور عصر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو جائے مغرب کا وقت اس وقت تک رہتا ہے' جب تک شفق غروب نہ ہو جائے اور عشاء کا وقت نصف رات تک رہتا ہے اور فجر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے' جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے''۔

شفق کے فقہی معنی ومفہوم کا بیان

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک شفق اس سفیدی کا نام ہے جو مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔ عشاء کے بارے میں مختار مسلک اور فیصلہ یہ ہے کہ اس کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور ٹھیک آدھی رات تک بلا کراہت باقی رہتا ہے البتہ وقت جو طلوع فجر سے پہلے تک رہتا ہے فجر کا وقت طلوع صبح صادق کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے۔ بظاہر تو حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلوع صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب تک تمام وقت نماز فجر کے لیے مختار ہے۔

امام بخاری ومسلم اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت سیار بن سلامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے

والد (ہم دونوں) حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازیں کس طرح (یعنی کس کس وقت) پڑھتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ ظہر کی نماز جسے پہلی نماز کہا جاتا ہے سورج ڈھلنے کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز (ایسے وقت) پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی نماز پڑھ کر مدینہ کے کنارے اپنے مکان پر جا کر سورج روشن ہوتے ہوئے (یعنی اس کے متغیر ہونے سے پہلے) واپس آ جاتا تھا۔ سیار فرماتے ہیں کہ مغرب کے بارے میں ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ بتایا تھا وہ میں بھول گیا اور (ابو برزہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ عشاء کی نماز جسے تم عتمہ کہتے ہو رسول اللہ ﷺ تاخیر سے پڑھنے کو بہتر سمجھتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد (دنیاوی) باتیں کرنے کو آپ ﷺ مکروہ سمجھتے تھے۔

اور صبح کی نماز ایسے وقت پڑھ (کر فارغ ہو) لیتے تھے کہ ہر آدمی اپنے پاس بیٹھنے والے کو پہچان لیتا تھا اور (نماز میں) ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھ لیا کرتے تھے، ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تہائی رات تک عشاء میں دیر کرنے میں تامل نہ فرماتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری، ج ۱، ص ۸۰، قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم)

اس کی ابتدا غروب آفتاب سے ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک شفق ابیض کے غائب ہونے تک رہتی ہے اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک شفق احمر کے غائب ہونے تک رہتی ہے۔

شفق احمر۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اس کے بعد ایک سرخی سی افق پر چھا جاتی ہے۔ یہ سرخی جب افق سے غائب ہو جائے تو کہتے ہیں کہ شفق احمر غائب ہو گیا۔

شفق ابیض۔ سرخی جب افق سے غائب ہو جائے تو اس کے بعد افق پر سفیدی پھیل جاتی ہے۔ اس کا فق پر پھیلاؤ اس کی افق سے بلندی سے زیادہ ہوتی ہے۔ جب یہ بھی غائب ہو جائے تو کہتے کہ شفق ابیض بھی غائب ہو گیا۔

اہرام نما روشنی۔ اس کا فق پر پھیلاؤ اس کی افق سے بلندی سے کم ہوتی ہے۔ یہ بعض موسموں میں بعض علاقوں میں نظر آ سکتی ہے لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

بَابٌ فِيْ وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّيهَا

باب: نبی اکرم ﷺ کی نماز کا وقت' آپ ﷺ کس طرح نماز ادا کرتے تھے؟

397 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ . حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ . عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرًا عَنْ وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ . وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ . وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ . وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ . وَإِذَا قَلُّوا أَخَّرَ . وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ

397- اسناده صحيح. واخرجه البخاري (560)، ومسلم (646) من طريق شعبة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (14969)، و "صحيح ابن حبان" (1528).

محمد بن عمرو جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے وقت کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر میں ہی ادا کر لیتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے' جب سورج ابھی چمکدار ہوتا تھا' مغرب اس وقت ادا کرتے تھے' جب سورج غروب ہو جاتا تھا' اور عشاء کی نماز میں جب لوگ زیادہ ہو جاتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے جلدی ادا کر لیتے تھے اور جب لوگوں کی تعداد کم ہوتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے تاخیر سے ادا کرتے تھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں ادا کرتے تھے۔

398 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ وَإِنَّ أَحَدَنَا لَيَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ، وَيَرْجِعُ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ الْمَغْرِبَ، وَكَانَ لَا يُبَالِي تَأْخِيرَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ - قَالَ: ثُمَّ قَالَ: إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ - قَالَ: وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ. وَمَا يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ الَّذِي كَانَ يَعْرِفُهُ، وَكَانَ يَقْرَأُ فِيهَا مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے' جب سورج ڈھل جاتا تھا' اور عصر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے اگر کوئی شخص مدینہ منورہ کے آخری کنارے تک جا کے پھر واپس آ جائے' تو سورج ابھی چمکدار ہوتا تھا (راوی کہتے ہیں:) مغرب کے بارے میں کیا الفاظ تھے۔ یہ میں بھول گیا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو ایک تہائی رات گزرنے تک مؤخر کر دیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت برزہ رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ نقل کیے۔ "نصف رات تک (مؤخر کر دیں)"

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے' جب ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا' جس سے وہ واقف ہوتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں ساٹھ سے لے کر ایک سو آیات تک کی تلاوت کرتے تھے۔

بَابٌ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ

باب: ظہر کی نماز کا وقت

399 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَآخُذُ قَبْضَةً مِنَ الْحَصَى لِتَبْرُدَ فِي كَفِّي أَضَعُهَا لِجَبْهَتِي أَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ظہر کی نماز ادا کرتا تھا میں کنکریاں اپنی مٹھی میں لے لیتا تھا تا کہ وہ میری ہتھیلی میں ٹھنڈی ہو جائیں اور پھر میں اپنی پیشانی رکھ دیتا تھا' اور ان پر سجدہ کرتا تھا کیونکہ گرمی شدید ہوتی تھی۔

400 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَتْ قَدْرُ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلَى خَمْسَةِ أَقْدَامٍ، وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ أَقْدَامٍ إِلَى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ

⊛⊛ اسود بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: گرمی کے موسم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم تک ہوتی تھی اور سردی میں پانچ قدم سے سات قدم تک ہوتی تھی۔

شرح

دونوں موسم میں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ سردی کے موسم میں سایہ اصلی زیادہ ہوتا ہے اور گرمی کے موسم میں سایہ اصلی کم ہوتا ہے خصوصاً حرمین میں ورنہ یہ دونوں وقت برابر ہیں یہ حدیث بہرصورت زوال کے بعد ظہر کی نماز کو تاخیر کرنے پر دلالت کرتی ہے قدم سے مراد ہر آدمی کے قد کا ساتواں حصہ ہے چنانچہ اس اعتبار سے کہ ہر آدمی کے قد کا طول اس کے سات قدم (یعنی سات پاؤں) کے برابر ہوتا ہے ہر چیز کا طول سات قدم مقرر ہے۔

گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا بیان

401 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: أَبُو دَاوُدَ أَبُو الْحَسَنِ هُوَ مُهَاجِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ الظُّهْرَ فَقَالَ: أَبْرِدْ. ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ: أَبْرِدْ - مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا - حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ

⊛⊛ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مؤذن نے ظہر کے لئے اذان دینے کا ارادہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈک ہو لینے دو پھر اس نے اذان دینے کا ارادہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈک ہو لینے دو' ایسا دو یا شاید تین مرتبہ ہوا یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک گرمی کی شدت جہنم کی تپش کا حصہ ہے' تو جب گرمی شدید ہو' تو تم نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔

402 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

402 - اسنادہ صحیح. اللیث: هو ابن سعد، وابن شهاب: هو الزهری. واخرجه البخاری (536)، ومسلم (615) (180) و (181)، والترمذی (157)، والنسائی فی "الکبری" (1501)، وابن ماجه (678) من طرق عن الزهری، بهذا الاسناد. وروایة البخاری عن سعید وحده. واخرجه البخاری (534)، ومسلم (615) (181) و (182) و (183)، وابن ماجه (677) من طرق عن ابی هریرة. وهو فی "مسند احمد" (7130) و (7246)، و "صحیح ابن حبان" (1507)

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ، فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ: ابْنُ مَوْہَبٍ: بِالصَّلَاةِ. فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو"۔ یہاں ابن موہب نامی راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) بے شک گرمی کی شدت جہنم کی تپش کا حصہ ہے۔

403 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ الظُّهْرَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ

❀❀ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورج ڈھل جاتا تھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ ظہر کی اذان دے دیا کرتے تھے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گرمی کی شدت ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ اور صحیح البخاری کی ایک روایت میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو (یعنی ابوہریرہ کی روایت میں تو بالصلوٰۃ کا لفظ آیا ہے اور ابوسعید کی روایت میں بالظہر کا لفظ آیا ہے نیز اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ) کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے اور (دوزخ کی) آگ نے اپنے رب سے شکایۃ عرض کیا کہ میرے پروردگا! میرے بعض (شعلے) بعض کو کھائے لیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دے دی ہے۔ اب وہ ایک سانس جاڑے میں لیتی ہے اور ایک سانس گرمی میں۔ گرمی میں جس وقت تمہیں زیادہ گرمی معلوم ہوتی ہے اور جاڑے میں جس وقت تمہیں زیادہ سردی معلوم ہوتی ہے (تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ وہ ایک سانس گرمی میں اور ایک سانس سردی میں لیتی ہے)۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) اور صحیح البخاری کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جس وقت تم گرمی کی شدت محسوس کرتے ہو تو اس کا سبب دوزخ کا گرم سانس ہوتا ہے اور جس وقت تم سردی کی شدت محسوس کرتے ہو تو اس کا سبب دوزخ کا ٹھنڈا سانس ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 557)

پروردگار سے دوزخ کی آگ کی نے یہ شکایت کی کہ میرے بعض (شعلے) بعض کو کھائے لیتے ہیں۔ کنایہ ہے اجزاء آگ کی کثرت سے اور آپس کے اختلاط سے یعنی آگ کے شعلے اتنے زیادہ ہوتے ہیں اور اس شدت سے بھڑکتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرے شعلے کو فنا کر گھاٹ اتار کر اس کی جگہ بھی خود لے لے۔ چنانچہ پروردگار نے اسے سانس لینے کی اجازت دے دی یعنی سانس سے مراد شعلے کو دبانا اور اس کا دوزخ سے باہر نکلنا ہے۔ جس طرح کہ جاندار سانس لیتا ہے تو ہوا باہر نکلتی ہے۔ بہر حال ایسے وقت باوجود یہ کہ مشقت بہت ہوتی ہے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ایسے سخت وقت میں جب کہ گرمی اپنی شدت پر ہوتی ہے دل ودماغ تپش کی وجہ سے بے چین ہوتے ہیں نیز خشوع اور سکون واطمینان حاصل نہیں ہوتا جو نماز کی روح ہیں۔ اس موقع پر عقلی طور پر چند اشکال پیدا ہوتے ہیں ان کی وضاحت کر دینی ضروری ہے۔

پہلا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ گرمی اور سردی کی شدت زمین کی حرکت، عرض البلد اور آفتاب کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے یہاں یہ کیسے کہا گیا کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے؟ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہاں دوزخ کی بھاپ کو گرمی کی شدت کا سبب بتایا گیا ہے نہ کہ اصل گرمی کا۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ گرمی اور سردی کی شدت بھی آفتاب کے قرب و بعد کی بناء پر ہوتی ہے کیونکہ اس کے باوجود ہوسکتا ہے کہ دوزخ کا سانس اس میں مزید شدت پیدا کرتا ہو لہٰذا اس کا انکار مخبر صادق کی خبر کے ہوتے ہوئے طریقہ اسلام کے منافی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اتنی بات تو طے ہے کہ زمین میں حرارت کی علت سورج کا مقابلہ اور اس کی شعاعیں پڑنا ہے اور یہ کہیں ثابت نہیں ہوا ہے کہ سورج دوزخ نہیں ہے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ ہمارے نظام کی دوزخ یہی ہو جسے ہم سورج کہتے ہیں کیونکہ سورج میں ناریت کا تموج اور اشتعال اس قدر ہے کہ دوزخ کی تمام صفات اس پر منطبق ہوتی ہیں اور اگر یہ ثابت بھی ہوجائے کہ سورج دوزخ نہیں ہے تو یہ بالکل بعید اور ناممکن نہیں ہے کہ دوزخ علیحدہ ہو اور اس کی گرمی کا اثر زمین پر پڑتا ہو۔

دوسرا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوزخ نے شکایت کیسے کی کیونکہ دوزخ بے زبان ہے اور بے زبان اظہار مدعا کیسے کرسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح زبان کے لئے تلفظ ضروری نہیں ہے اسی طرح تلفظ کے لئے زبان بھی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر جانوروں کی زبان ہوتی ہے مگر وہ تلفظ نہیں کرتے ایسے ہی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے زبان نہیں ہوتی مگر وہ بات کرتی ہیں۔ لہٰذا یہ اشکال پیدا کرنا کہ بغیر زبان کے بات کرنا ناممکن ہے کم فہمی کی بات ہے۔

کیونکہ اگر کوئی یہ پوچھنے بیٹھ جائے کہ زبان سے بات کیوں کی جاتی ہے اس سے سننے کا کام کیوں نہیں لیا جاتا؟ آنکھ سے دیکھتے اور کان سے سنتے کیوں ہو ان سے بات کیوں نہیں کرتے جب کہ یہ سب اعضاء بظاہر ایک ہی مادہ سے بنتے ہیں جو نطفہ ہے تو ہر ایک قوت کی تخصیص کی وجہ ایک خاص چیز سے کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ یہ صانع مطلق کی قدرت ہے کہ بولنا زبان سے مختص کیا، دیکھنا آنکھ سے اور سننا کان سے ورنہ یہ سب اعضاء گوشت کا ایک حصہ ہونے میں برابر ہیں۔ ٹھیک اسی طرح یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ کیا صانع مطلق کی یہ قدرت نہیں ہوسکتی کہ وہ اپنی ایک مخلوق کو گویائی کی قوت دے دے اور جب کہ حکماء کی ایک جماعت تو یہ بھی کہتی ہے کہ اجرام فلکیہ میں نفوس ہیں اور ان میں احساس و ادراک کی قوت ہے تو اس صورت میں بولنا بعید ہے؟۔ تیسرا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوزخ جاندار نہیں ہے وہ سانس کیسے لیتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ میں نفس ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جب مذکورہ بالا بحث کی رو سے اس سے تکلم ثابت ہوسکتا ہے تو سانس لینے میں کیا اشکال باقی رہ جائے گا!۔ چوتھا اشکال یہ ہے کہ آگ کے ٹھنڈا سانس لینے کے کیا معنی؟۔

اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ آگ سے مراد اس کی جگہ یعنی دوزخ ہے اور اس میں ایک طبقہ زمہریر بھی ہے۔ پانچواں اشکال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کے مفہوم کے مطابق تو یہ چاہئے تھا کہ سخت سردی کے موسم میں فجر کو بھی تاخیر سے پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سردی میں صبح کو سورج نکلتے تک اسی شدت کے ساتھ رہتی ہے اگر طلوع آفتاب تک نماز میں تاخیر کی جاتی ہے تو وہاں سرے سے وقت ہی جاتا رہتا۔ بہر حال۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود صحابہ بھی گرمی کے موسم میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے تھے۔

چنانچہ صحیح البخاری کی ایک روایت میں منقول ہے کہ صحابہ ظہر کی نماز (تاخیر سے) ٹھنڈا کر کے پڑھتے تھے یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے زمین پر پڑنے لگتے تھے۔ اور یہ سب ہی جانتے ہیں کہ ٹیلے چونکہ پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان کے سائے زمین پر بہت دیر کے بعد پڑتے ہیں بخلاف دراز چیزوں مثلاً مینار وغیرہ کے ان کے سائے جلدی ہی پڑنے لگتے ہیں۔ بعض روایتوں میں منقول ہے کہ صحابہ ظہر کی نماز کے لئے دیواروں کے سائے میں ہو کر جاتے تھے۔ اور دیواروں کے بارے میں تحقیق ہو چکی ہے کہ اس وقت دیواریں عام طور پر سات سات گز کی ہوتی تھی۔ لہٰذا ان کے سائے میں چلنا اس وقت کار آمد ہوتا ہوگا جب کہ سورج کافی نیچے ہوتا ہو۔ بعض حضرات نے تاخیر کی حد آدھا وقت مقرر کی ہے یعنی کچھ علماء یہ فرماتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز آدھے وقت تک مؤخر کر کے پڑھنی چاہئے۔

بعض شوافع حضرات حدیث سے ثابت شدہ ابراد (یعنی نماز کو ٹھنڈا کر کے) کا محمول وقت زوال کو بتاتے ہیں یعنی ان کا کہنا یہ ہے کہ اس ابراد کا مقصد نماز ظہر میں اتنی تاخیر نہیں ہے جو حنفیہ بتاتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت استواء کی شدید گرمی سے بچنے کے لئے زوال کی وقت ظہر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ ان حضرت کی یہ تاویل نہ صرف یہ کہ بعید از مفہوم ہے بلکہ خلاف مشاہدہ بھی ہے کیونکہ وقت استواء کے مقابلہ میں زوال کے وقت گرمی کی شدت میں کمی آ جانے کا خیال تجربہ و مشاہدہ ہے۔ ہدایہ میں مذکور ہے کہ جن شہروں میں گرمی کی شدت آفتاب کے ایک مثل سایہ پہنچنے کے وقت ہوتی ہے وہاں تو ابراد کا مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ نماز ایک مثل سایہ ہونے کے بعد پڑھی جائے۔

الحاصل۔ ظہر کی نماز کو ابراد میں یعنی ٹھنڈا کر کے پڑھنے کے بارے میں بہت زیادہ حدیثیں وارد ہیں جن سے متفقہ طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھنا ہی افضل و اولیٰ ہے۔ جہاں تک حدیث حباب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے جس میں مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمی کے موسم میں دوپہر کی شدت کے بارے میں شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری درخواست قبول نہیں کی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز کو پورے وقت تک موخر کرنے کی درخواست کی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمائی کہ اگر اتنی تاخیر کی جائے گی تو نماز کا وقت بھی نکل جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراد رخصت ہے اور وہ بھی سب کے لئے نہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے جو جماعت کے لئے مسجدوں میں جانے کے لئے مشقت و محنت کا سامنا کرتے ہیں۔ جو لوگ تنہا نماز پڑھتے ہوں یا اپنے پڑوس و محلہ کی مسجد میں نماز کے لئے آتے ہوں ان کے لئے میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ وہ اول وقت سے تاخیر نہ کریں، یہ قول ظاہر حدیث کے خلاف ہے اس لئے اس کی اتباع نہیں کی جا سکتی۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک حدیث نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں بھی باوجود یہ کہ سب یکجا رہتے تھے ابراء کا حکم فرمایا کرتے تھے، نیز امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے ظہر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کے لئے کہتا ہے اس مسلک کی اتباع سنت کی وجہ سے اولیٰ و افضل ہے۔

بَابٌ فِيْ وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

باب: عصر کی نماز کا وقت

404 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ وَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا کرتے تھے جب کہ سورج ابھی روشن بلند اور چمکدار ہوتا تھا۔ (یہ نماز ادا کرنے کے بعد) کوئی شخص مدینہ منورہ کے بالائی علاقے تک چلا جاتا' تو سورج پھر بھی بلندی پر ہوتا تھا۔

405 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: وَالْعَوَالِي عَلَى مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ قَالَ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: أَوْ أَرْبَعَةٍ

زہری بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ کا بالائی علاقہ دو یا شاید تین میل کے فاصلے پر تھا (راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے یہ چار میل کے فاصلے پر تھا۔

406 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ: حَيَاتُهَا أَنْ تَجِدَ حَرَّهَا

خیثمہ بیان کرتے ہیں: (حدیث کے الفاظ میں مذکور) ''سورج کے زندہ ہونے'' سے مراد یہ ہے کہ آپ اس کی گرمی محسوس کر سکتے تھے۔

407 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: عُرْوَةُ، وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ

عروہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جبکہ سورج (یعنی دھوپ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنگن میں موجود ہوتی تھی اور ابھی اوپر نہ چڑھی ہوتی تھی۔

408 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

عصر کی نماز کو اتنی دیر تک مؤخر کرتے تھے جب تک سورج روشن اور صاف ہوتا تھا۔

409 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِي زَائِدَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مَلَاَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خندق کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان (مشرکین) نے ہمیں درمیانی نماز ادا نہیں کرنے دی جو عصر کی نماز ہے اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے''۔

410 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ اَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهُ قَالَ: اَمَرَتْنِي عَائِشَةُ اَنْ اَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا وَقَالَتْ: اِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَآذِنِّي: (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى) (البقرة: 238) ۔ فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا، فَاَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى، وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ ۔ ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابو یونس جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں ان کے لئے قرآن پاک تحریر کر دوں انہوں نے فرمایا: جب تم اس آیت پر پہنچو تو مجھے بتا دینا۔

''نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی''۔

جب میں اس آیت تک پہنچا اور میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بارے میں اطلاع دی تو انہوں نے مجھے یہ الفاظ املاء کروائے۔

''نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی جو عصر کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ کھڑے رہو''۔

پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی یہ الفاظ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنے ہیں۔

411 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ اَبِي حَكِيمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الزِّبْرِقَانَ يُحَدِّثُ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَلَمْ يَكُنْ يُصَلِّي صَلَاةً اَشَدَّ عَلَى اَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا، فَنَزَلَتْ (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى) (البقرة: 238)، وَقَالَ: اِنَّ قَبْلَهَا

409- اسناده صحيح. عبيدة: هو ابن عمرو السلماني. واخرجه البخاري (2931)، ومسلم (627) (202)، و (203)، والترمذي (3226)، والنسائي في "الكبرى" (357) من طريقين عن عبيدة السلماني، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (627) (204) و (205)، وابن ماجه (684) من طرق عن علي. وهو في "مسند احمد" (591) و (617).

صَلَاتَيْنِ، وَبَعْدَهَا صَلَاتَيْنِ

⊛⊛ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے وقت ادا کر لیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی نماز ادا نہیں کرتے تھے' جو آپ کے اصحاب کے لئے اس سے زیادہ مشکل کا باعث ہو' تو یہ آیت نازل ہوئی:

''نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی''۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس (ظہر کی نماز سے) پہلے بھی دو نمازیں ہوتی ہیں اور اس کے بعد بھی دو نمازیں ہوتی ہیں۔

412 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ، وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالے۔ اس نے (عصر کی نماز کو) پالیا اور جو شخص سورج نکلنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالے اس نے (فجر کی نماز کو) پالیا''۔

413 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَقَامَ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ ذَكَرْنَا تَعْجِيلَ الصَّلَاةِ أَوْ ذَكَرَهَا، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ يَجْلِسُ أَحَدُهُمْ حَتَّى إِذَا اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ فَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، أَوْ عَلَى قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا

⊛⊛ علاء بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ظہر کے بعد حاضر ہوئے' تو وہ کھڑے ہوئے عصر کی نماز ادا کر رہے تھے' جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو ہم نے نماز جلدی ادا کرنے کا ذکر کیا یا شاید خود انہوں نے اس بات کا تذکرہ کیا' تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''یہ منافقین کی نماز ہے یہ منافقین کی نماز ہے یہ منافقین کی نماز ہے ان میں سے کوئی ایک شخص بیٹھا رہتا ہے' یہاں تک کہ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) شیطان کے دو سینگوں پر پہنچ

413- اسنادہ صحیح. القعنبی: ھو عبد اللہ بن مسلمۃ. وھو فی "موطا مالک" 1/ 220. واخرجہ مسلم (622)، والترمذی (160)، والنسائی فی "الکبری" (1509) من طریق اسماعیل بن جعفر، عن العلاء بن عبد الرحمن، عن انس. وھو فی "مسند احمد" (11999) و (12509)، و "صحیح ابن حبان" (259-263).

جاتا ہے تو وہ شخص اٹھ کر چار مرتبہ ٹھونگے مارتا ہے اور وہ اس نماز میں اللہ تعالیٰ کا تھوڑا سا ذکر کرتا ہے۔

شرح

ٹھونگیں مارنے" کا مطلب یہ ہے وہ بغیر طمانیت وسکون کے اس طرح جلدی جلدی سجدے کرتا ہے جیسے جانور دانہ چگتا ہے عصر کی نماز میں سجدے آٹھ ہوتے ہیں مگر یہاں چار اس لئے فرمائے ہیں کہ جب اس نے پہلا سجدہ کر کے اچھی طرح سر نہیں اٹھایا تو گویا دونوں سجدے ایک سجدہ کے حکم میں آ گئے یا دونوں سجدوں کو ایک ہی رکن مانتے (سمجھتے) ہوئے بجائے آٹھ کے چار کا ذکر فرمایا ہے۔ یہاں صرف عصر کی نماز کا ذکر کیا گیا ہے دوسری نمازوں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز وسطی ہے اور یوں تو سب ہی نمازوں میں ارکان وآداب کا لحاظ نہ کرنا بری بات ہے مگر دوسری نمازوں کی بہ نسبت اس نماز کو دل جمعی اور سکون خاطر کے ساتھ نہ پڑھنا اور اس کے ارکان وآداب کا لحاظ نہ کرنا بہت ہی بری بات ہے۔

جس آدمی نے عصر کی نماز کو سورج کے زرد ہونے تک موخر کیا تو اس نے اپنے آپ کو منافقین کے مشابہ ظاہر کیا کیونکہ منافق نماز کی صحت وتکمیل کا کوئی خیال نہیں کرتا وہ تو صرف ظاہری طور پر مسلمان بن کر تلوار سے بچنے کے لئے نماز پڑھتا ہے اور اسے نماز میں اتنی زیادہ تاخیر کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ اسے اجر وثواب کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ منافقین کی عملاً وفعلاً مخالفت کرتے ہوئے عصر کی نماز کو وقت مختار میں پڑھ لیا کریں۔

414 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الَّذِي تَفُوْتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهُ وَمَالَهُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: اُتِرَ وَاخْتُلِفَ عَلٰى اَيُّوْبَ فِيْهِ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وُتِرَ.

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے گویا اس کے اہل خانہ اور مال برباد ہو گئے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبیداللہ بن عمر نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "اوتر" اس لفظ میں ایوب پر اختلاف کیا گیا ہے زہری نے سالم کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے یہ لفظ نقل کیا ہے "وتر" (یعنی وہ چھین لیا گیا)۔

415 - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ عَمْرٍو يَعْنِي الْاَوْزَاعِيَّ: وَذٰلِكَ اَنْ تَرٰى مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الشَّمْسِ صَفْرَاءَ

❁❁ ابوعمرو یعنی امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے زمین پر موجود چیزیں دھوپ کی وجہ سے زرد نظر آنے لگیں۔

اوقات ممنوعہ میں نماز کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا "جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اسکے ساتھ

شیطان کا سینگ ہوتا ہے پھر جب وہ بلند ہو جاتا ہے تو وہ الگ ہو جاتا ہے پھر جب دو پہر ہوتی ہے تو شیطان آفتاب کے قریب آ جاتا ہے اور جب آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو شیطان اس کے قریب آ جاتا ہے اور جب آفتاب غائب (یعنی غروب) ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے جدا ہو جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان اوقات میں (یعنی آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت اور ٹھیک دو پہر کے وقت) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ "

(مالک، مسند احمد بن حنبل، سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1013)

رسول اللہ ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے نماز خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً جیسے نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے باوجود اس کے کہ یہ روایت خود نقل کی ہے مگر وہ ٹھیک دو پہر کے وقت نماز کے حرام ہونے کے قائل نہیں ہیں بلکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ "ہم نے اہل فضل کو دیکھا ہے کہ وہ کوشش کرتے تھے اور دو پہر میں نماز ادا کرتے تھے۔

حنفیہ کے مسلک میں یہ نہی فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے چنانچہ پہلے تینوں اوقات یعنی طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور استواء کے وقت نماز جائز نہیں ہے خواہ ادا ہو یا قضا البتہ اسی دن کی عصر کی نماز جائز ہے اسی طرح نہ جنازہ کی نماز جائز ہے اور نہ تلاوت کا سجدہ جائز ہے ہاں اس جنازے کی نماز جائز ہوگی جو انہیں اوقات میں پڑھا گیا ہو اسی طرح وہ سجدہ تلاوت جائز ہوگا جب آیت سجدہ انہیں اوقات میں پڑھی گئی ہو۔ تاہم ان اوقات سے مؤخر کرنا اولیٰ ہوگا۔

نماز جنازہ سجدہ تلاوت اور قضا نماز فجر کے پورے وقت میں اور عصر کی نماز کے بعد بھی جائز ہے نفل نماز ان اوقات میں بھی مکروہ ہے اگر کوئی آدمی ان اوقات میں نفل نماز شروع کر دے گا وہ لازم ہو جائے گی یعنی اس وقت سے اسے نماز توڑ دینی چاہیے اور پھر وقت مکروہ کے نکل جانے کے بعد اس کی قضا پڑھنی چاہیے اور اگر کوئی آدمی نماز توڑے نہیں بلکہ اسی وقت پوری کرے تو وہ اس سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے مگر نماز توڑ دینا ہی افضل ہے۔

حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک ان اوقات میں قضا نماز اور اس جنازے کی نماز جو اسی وقت لایا گیا ہو جائز ہے نیز تحیۃ المسجد کی نماز پڑھنی بھی جائز ہے اگر اتفاق سے مسجد میں داخل ہو جائے اور اگر کوئی آدمی قصداً تحیۃ المسجد کی نماز پڑھنے کی خاطر مسجد میں ان اوقات میں آئے یا قضا نماز میں تاخیر اس مقصد سے کرے کہ انہیں اوقات میں پڑھے تو اس صورت میں جائز نہیں کیونکہ ان اوقات میں قصداً یہ نمازیں پڑھنا حدیث کے بموجب ممنوع ہے اسی طرح ان کے نزدیک ان اوقات میں کسوف کی نماز وضو کے بعد کی دو رکعت نماز اور احرام وطواف کی دو رکعت نماز نیز سجدہ تلاوت جس کی آیت انہیں اوقات میں پڑھی جائے جائز ہے۔

ان اوقات میں نماز پڑھنے کی کراہت حنفیہ کے نزدیک ہر وقت اور ہر جگہ ہے لیکن حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان علماء کے نزدیک جو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہیں جمعہ کے روز استواء یعنی نصف النہار کے وقت نماز جائز ہے نیز ان اوقات میں مکہ معظمہ میں بھی جائز ہے۔

اتنی بات سمجھ لیجئے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس سلسلے میں احوط (یعنی احتیاط پسندی پر مبنی) ہے

کیونکہ جب کسی چیز کے بارے میں مباح اور حرام دونوں کے دلائل متعارض ہوں تو حرمت کے پہلو کو ترجیح دی جاتی ہے۔

بَابٌ فِي وَقْتِ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب کی نماز کا وقت

416 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَرْمِي فَيَرَى أَحَدُنَا مَوْضِعَ نَبْلِهِ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مغرب کی نماز ادا کر لیتے تھے اور پھر ہم تیر پھینکتے تھے' تو کوئی شخص اپنے تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتا تھا' (یعنی ابھی اتنی روشنی باقی ہوتی تھی)

417 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عِيسَى، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ سَاعَةَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ إِذَا غَابَ حَاجِبُهَا

❀❀ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز اسی وقت ادا کر لیتے تھے' جب سورج غروب ہو جاتا تھا اس کی ٹکیا غائب ہو جاتی تھی۔

418 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو أَيُّوبَ غَازِيًا وَعُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ يَوْمَئِذٍ عَلَى مِصْرَ فَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُو أَيُّوبَ، فَقَالَ: لَهُ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ يَا عُقْبَةُ. فَقَالَ: شُغِلْنَا. قَالَ: أَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ - أَوْ قَالَ: عَلَى الْفِطْرَةِ - مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ

❀❀ مرثد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جنگ میں شرکت کے لئے ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے۔ انہوں نے مغرب کی نماز تاخیر سے ادا کی۔ تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ان کے سامنے کھڑے ہوئے اور بولے: اے عقبہ! یہ کون سی نماز ہے؟ عقبہ نے کہا: ہم مصروف تھے (اس لئے تاخیر ہو گئی) تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا۔

''میری اُمت اس وقت تک بھلائی پر گامزن رہے گی۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) فطرت پر گامزن رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز کو اتنی تاخیر سے ادا نہیں کریں گے کہ ستارے نکل آئیں''۔

بَابٌ فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ

باب: عشاء کی نماز کا وقت

419 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ

سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هٰذِهِ الصَّلَاةِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا لِسُقُوطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس نماز یعنی عشاء کی نماز کے وقت کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو اس وقت ادا کرتے تھے' جب تیسری رات کا چاند غروب ہو جاتا تھا۔

420 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ فَخَرَجَ إِلَيْنَا حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا نَدْرِي أَشَيْءٌ شَغَلَهُ أَمْ غَيْرُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: حِينَ خَرَجَ أَتَنْتَظِرُونَ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَوْلَا أَنْ تَثْقُلَ عَلَى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ، ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَأَقَامَ الصَّلَاةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشاء کی نماز کے لئے انتظار کرتے رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد یا شاید اس کے بھی بعد تشریف لائے ہمیں نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مصروفیت تھی یا اس کی وجہ کچھ اور تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اس نماز کا انتظار کر رہے ہو اگر یہ بات میری اُمت کے لئے مشکل کا باعث نہ ہوتی' تو میں ان لوگوں کو اس وقت میں (یہ نماز) پڑھاتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا' تو اس نے نماز کے لئے اقامت کہی۔

421 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ السَّكُونِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، يَقُولُ: أَبْقَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ فَأَخَّرَ حَتّٰى ظَنَّ الظَّانُّ أَنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ وَالْقَائِلُ مِنَّا يَقُولُ: صَلّٰى، فَإِنَّا لَكَذٰلِكَ حَتّٰى خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا لَهُ كَمَا قَالُوا، فَقَالَ لَهُمْ: أَعْتِمُوا بِهٰذِهِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّكُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ بِهَا عَلٰى سَائِرِ الْأُمَمِ، وَلَمْ تُصَلِّهَا أُمَّةٌ قَبْلَكُمْ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم عشاء کی نماز کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تاخیر کر دی کہ یوں محسوس ہونے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائیں گے۔ ہم میں سے کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شاید نماز ادا کر چکے ہیں ابھی ہم اسی صورت حال میں تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے' تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ بات ذکر کی جو وہ گفتگو پہلے کر رہے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نماز کو اندھیرے میں ادا کرو کیونکہ اس نماز کے ذریعے تمہیں دیگر تمام اُمتوں پر فضیلت عطا کی گئی ہے تم سے پہلے کسی اُمت نے یہ نماز ادا نہیں کی۔

421- اسناده صحيح، حريز: هو ابن عثمان الرحبي. واخرجه ابن ابي شيبة 1/ 331 و 2/ 4392-440، واحمد (22066) و (22067)، والشاشي في "مسنده" (1369) و (1370)، والطبراني 20/ (239)، وابو نعيم في "الحلية" 1389/، والبيهقي 1/ 4511من طرق عن حريز بن عثمان، بهذا الاسناد. واخرجه الطبراني 20/ (240)

422 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى مَضَى نَحْوٌ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ: خُذُوا مَقَاعِدَكُمْ فَأَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَأَخَذُوا مَضَاجِعَهُمْ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسَقَمُ السَّقِيمِ لَأَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلَاةَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی نماز ادا کرنا تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے۔ یہاں تک کہ تقریباً نصف رات گزر گئی (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھے رہو تو ہم اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور وہ اپنے بستروں میں چلے گئے ہیں تم لوگ جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو مسلسل نماز کی حالت میں شمار ہوئے ہو اگر کمزور کی کمزوری اور بیمار کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو نصف رات تک مؤخر کرتا''۔

بَابٌ فِي وَقْتِ الصُّبْحِ
باب: صبح کی نماز کا وقت

423 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کر لیتے تھے' تو عورتیں اپنی چادر لپیٹ کر واپس چلی جاتی تھیں اور اندھیرے کی وجہ سے انہیں پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔

424 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُورِكُمْ أَوْ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ

⊛⊛ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''صبح صادق ہونے پر صبح کی نماز کر لو کیونکہ یہ تمہارے لئے زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے''۔ (یہاں ایک لفظ راوی نے مختلف ذکر کیا ہے)''۔

423- اسناده صحيح، القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة. وهو في "موطا مالك" 51/1، ومن طريقه اخرجه البخاري (867)، ومسلم (645) (232)، والترمذي (153)، والنسائي في "الكبرى" (1540). واخرجه بنحوه البخاري (372)، ومسلم (645) (230) و (231)، والنسائي في "الكبرى" (1287) و (1539)، وابن ماجه (669) من طريق عروة بن الزبير، والبخاري (874) من طريق القاسم بن محمد، كلاهما عن عائشة.

تاخیر مستحب کا فقہی مفہوم

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ تاخیر کا معنی یہ ہے کہ وقت کے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے اور اوّل نصف کو چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں تو اسے تاخیر کہا جائے گا۔ (البحرالرائق کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

فجر کی نماز کو اسفار یا جلدی پڑھنے کے استحباب پر مذاہب اربعہ

حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فجر کی نماز اجالے میں پڑھو کیونکہ اجالے میں نماز پڑھنے سے بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے اور سنن نسائی کی روایت میں یہ الفاظ (فانه اعظم للاجر) (یعنی اجالے میں نماز پڑھنے سے بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے)۔ نہیں ہیں۔ (جامع ترمذی، ابوداؤد، دارمی، سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 579)

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز اسفار (اجالے) میں شروع کرنی چاہئے چنانچہ حنفیہ کا ظاہری مسلک یہی ہے کہ فجر کی نماز کی ابتداء و اختتام دونوں ہی اسفار میں ہوں۔

مگر حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جو حنفی مسلک کے ایک جلیل القدر امام ہیں، فرماتے ہیں کہ ابتداء تو غلس (اندھیرے) میں ہونی چاہئے اور اختتام اسفار میں، اور اس کا طریقہ یہ ہو کہ قرائت اتنی طویل کی جائے کہ پڑھتے پڑھتے اجالا پھیل جائے۔ چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ تاویل اولیٰ اور احسن ہے کیونکہ اس طرح ان تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے جن میں سے بعض تو غلس میں نماز پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسفار میں نماز پڑھنا افضل ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔

اکثر اہل علم صحابہ و تابعین میں سے کہتے ہیں کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھی جائے اور یہی قول ہے سفیان ثوری کا، امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اسفار کا معنی یہ ہے کہ فجر واضح ہو جائے اور اس میں شک نہ رہے اس میں اسفار کے معنی یہ نہیں ہے کہ دیر سے نماز پڑھی جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 148)

اگرچہ امام ترمذی کہہ رہے ہیں کہ اسفار کا معنی دیر نہیں ہے۔ لیکن اسفار کا معنی فجر کا خوب روشن ہونا ہے اور ظاہر ہے وہ روشنی دیر سے ہوتی ہے۔ عجلت سے نہیں ہوگی۔ یہی احناف کا مؤقف ہے۔ (رضوی عفی عنہ)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو عورتیں واپس آتیں عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی گزرتی تھیں اور اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں قتیبہ نے کہا ہے (مُتَلَفِّفَاتٍ) کی جگہ (مُتَلَفِّعَاتٍ) اس باب میں حضرت عمر انس اور قیلہ بنت مخرمہ سے بھی روایات مذکور ہیں امام ابوعیسی فرماتے ہیں حدیث عائشہ حسن صحیح ہے۔

اور اس کو کئی صحابہ نے اختیار کیا ہے جن میں ابوبکر عمر اور تابعین میں سے اہل علم شامل ہیں اور یہی قول ہے امام شافعی اور احمد اور

اسحاق کو وہ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز تاریکی میں پڑھنا مستحب ہے۔ (جامع ترمذی، جلد اول، حدیث نمبر 147)

امام اعظم کے نزدیک نماز مغرب ہمیشہ اور نماز ظہر سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے کہ وقت داخل ہوتے ہی نماز شروع کر دی جائے ان دو کے سوا باقی تمام نمازیں کچھ دیر سے پڑھنا مستحب ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک نماز جلدی پڑھنے کے معنے یہ ہیں کہ وقت شروع ہوتے ہی نماز پڑھ لی جائے ورنہ لگائی جائے بعض آئمہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ نماز کا وقت آتے ہی پڑھ لی جائے مگر نماز عشاء میں تہائی رات تک دیر لگانا سب کے نزدیک مستحب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کی تاخیر اور مغرب نیز یونہی سردیوں میں ظہر کی جلدی پر سب متفق ہیں باقی نمازوں میں اختلاف ہے۔

فجر کی نماز کا مستحب وقت

جب اُجالا ہو جائے اور اتنا وقت ہو کہ قرآتِ مستحبہ کے ساتھ سنت کے موافق اچھی طرح نماز ادا کی جائے اور پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ سورج نکلنے سے پہلے دوبارہ سنت کے موافق نماز پڑھی جا سکتی ہو تو ایسے وقت نماز پڑھنا مستحب و افضل ہے اور یہ حکم ہر زمانے میں ہے لیکن قربانی کے دن حج کرنے والوں کے لئے مزدلفہ میں اول وقت فجر کی نماز پڑھنا افضل ہے۔

عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ اور باقی نمازوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں اور جماعت ہو جانے کے بعد پڑھیں۔

بَابٌ فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى وَقْتِ الصَّلَوَاتِ

باب: نمازوں کو باقاعدگی سے ادا کرنا

425 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ. حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصُّنَابِحِيِّ. قَالَ: زَعَمَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَنَّ الْوِتْرَ وَاجِبٌ. فَقَالَ: عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ أَحْسَنَ وُضُوءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ. وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ. إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ

۞۞ عبداللہ صنابحی کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے یہ کہا ابومحمد اس بات کے قائل ہیں: وتر واجب ہیں تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا: ابومحمد نے غلط کہا ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پانچ نمازیں ہیں'' جنہیں اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے جو شخص ان کے لئے اچھی طرح وضو کر کے انہیں ان کے

وقت میں ادا کرے ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمے یہ بات لازم ہے کہ وہ اس کی مغفرت کر دے اور جو ایسا نہیں کرے گا' تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمے کوئی بات لازم نہیں ہوگی اگر وہ چاہے گا' تو اس کی مغفرت کر دے گا' اور اگر چاہے گا' تو اسے عذاب دے گا"۔

426 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ، عَنْ بَعْضِ أُمَّهَاتِهِ، عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ، قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا. قَالَ: الْخُزَاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ عَمَّةٍ لَهُ يُقَالُ لَهَا أُمُّ فَرْوَةَ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ

❁❁ سیّدہ اُمّ فروہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا کرنا۔

اوزاعی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ان کی پھوپھی کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے جن کا نام اُمّ فروہ تھا' اور اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا تھا (وہ بیان کرتی ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔

427 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُمَارَةَ بْنِ رُؤَيْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ: أَخْبِرْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ. قَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْهُ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ: نَعَمْ، كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي. فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَنَا سَمِعْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ

❁❁ ابوبکر بن عمارہ بن رویبہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد سے بصرہ کے رہنے والے ایک شخص نے سوال کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (جو ارشاد فرماتے ہوئے) سنا ہے اس کے بارے میں مجھے بتائیے' تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"ایسا شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا' جو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز ادا کرتا ہے"۔

اس شخص نے دریافت کیا: کیا آپ نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ اس نے تین مرتبہ یہ سوال کیا' تو حضرت عمارہ بن رویبہ نے جواب دیا: جی ہاں! ہر مرتبہ انہوں نے یہ کہا: میں نے اپنے دونوں کانوں کے ذریعے یہ سنا اور میرے ذہن نے اسے محفوظ رکھا تو اس شخص نے کہا: میں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

428 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ فَضَالَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيمَا عَلَّمَنِي وَحَافِظْ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، قَالَ: قُلْتُ: إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتٌ لِي فِيهَا أَشْغَالٌ فَمُرْنِي بِأَمْرٍ جَامِعٍ إِذَا أَنَا فَعَلْتُهُ أَجْزَأَ عَنِّي. فَقَالَ: حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ وَمَا كَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا، فَقُلْتُ: وَمَا الْعَصْرَانِ؟ فَقَالَ:

صَلَاةٌ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَصَلَاةٌ قَبْلَ غُرُوبِهَا

❁❁ عبداللہ بن فضالہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (کچھ کلمات) تعلیم دیے آپ ﷺ نے جو مجھے تعلیم دیے ان میں یہ بات بھی تھی۔

''پانچ نمازوں کی پابندی کرنا''

راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یہ وہ اوقات ہیں جن میں میری کچھ اور مصروفیات ہوتی ہیں آپ مجھے کسی جامع چیز کے بارے میں حکم دیجئے کہ جب میں اسے کرلوں تو میری طرف سے کافی ہو تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دو عصروں کی حفاظت کرنا۔

(راوی کہتے ہیں:) یہ الفاظ ہمارے محاورے میں نہیں تھے۔ میں نے دریافت کیا: دو عصروں سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اس کے غروب ہونے سے پہلے کی۔

429 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا اَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، وَاَبَانُ، كِلَاهُمَا، عَنْ خُلَيْدٍ الْعَصَرِيِّ، عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ اِيمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ: مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلَى وُضُوئِهِنَّ وَرُكُوعِهِنَّ وَسُجُودِهِنَّ وَمَوَاقِيتِهِنَّ. وَصَامَ رَمَضَانَ. وَحَجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا. وَاَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ. وَاَدَّى الْاَمَانَةَ قَالُوا: يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ وَمَا اَدَاءُ الْاَمَانَةِ قَالَ: الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ

❁❁ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''پانچ چیزیں ہیں جو شخص ایمان کے ہمراہ انہیں ادا کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا جو شخص پانچ نمازیں ان کے وضو رکوع سجود اوقات کے ہمراہ ادا کرے وہ رمضان کے روزے رکھے وہ بیت اللہ کا حج کرے اگر وہ وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو اور وہ اپنی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرے اور وہ امانت ادا کرے''۔

لوگوں نے دریافت کیا: اے ابودرداء امانت کی ادائیگی سے مراد کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا: غسل جنابت کرنا۔

430 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ ضُبَارَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي السُّلَيْكِ الْاَلْهَانِيِّ، اَخْبَرَنِي ابْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: اِنَّ اَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ اَخْبَرَهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: اِنِّي فَرَضْتُ عَلَى اُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَهِدْتُ عِنْدِي عَهْدًا اَنَّهُ مَنْ جَاءَ يُحَافِظُ عَلَيْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهُ عِنْدِي

❁❁ حضرت ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تمہاری اُمت پر پانچ نمازیں فرض قرار دی ہیں اور میں نے اپنی بارگاہ میں یہ عہد کیا ہے

کہ جو شخص ان نمازوں کو ان کے مخصوص وقت پر باقاعدگی سے ادا کرے گا میں اسے جنت میں داخل کروں گا' اور جو شخص انہیں باقاعدگی سے ادا نہیں کرے گا' تو اس کے لئے میری بارگاہ میں کوئی عہد نہیں ہے''۔

بَابٌ اِذَا اَخَّرَ الْاِمَامُ الصَّلَاةَ عَنِ الْوَقْتِ

باب: جب کسی نماز کو امام اس کے وقت سے تاخیر سے ادا کرے

431 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَبِي عِمْرَانَ يَعْنِي الْجَوْنِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ اَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا ذَرٍّ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَاءُ يُمِيتُوْنَ الصَّلَاةَ؟ - اَوْ قَالَ: يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاةَ؟ -، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ فَمَا تَأْمُرُنِي، قَالَ: صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّهَا فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! اس وقت تمہارا کیا عالم ہوگا' جب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کر دیں گے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نماز کو تاخیر سے ادا کریں گے میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے (ایسی صورت حال کے بارے میں) کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نماز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا کر لینا اگر تم لوگ ان لوگوں کے ساتھ اس نماز کو پاؤ تو اسے ادا کر لینا یہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔

432 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ دُحَيْمٌ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ، حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ يعني ابْنَ عَطِيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ الْاَوْدِيِّ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْيَمَنَ رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا، قَالَ: فَسَمِعْتُ تَكْبِيْرَهُ مَعَ الْفَجْرِ رَجُلٌ اَجَشُّ الصَّوْتِ، قَالَ: فَاُلْقِيَتْ عَلَيْهِ مَحَبَّتِي فَمَا فَارَقْتُهُ حَتّٰى دَفَنْتُهُ بِالشَّامِ مَيِّتًا، ثُمَّ نَظَرْتُ اِلٰى اَفْقَهِ النَّاسِ بَعْدَهُ فَاَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَلَزِمْتُهُ حَتّٰى مَاتَ، فَقَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ بِكُمْ اِذَا اَتَتْ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ يُصَلُّوْنَ الصَّلَاةَ لِغَيْرِ مِيقَاتِهَا، قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي اِنْ اَدْرَكَنِي ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: صَلِّ الصَّلَاةَ لِمِيقَاتِهَا وَاجْعَلْ صَلَاتَكَ مَعَهُمْ سُبْحَةً

عمرو بن عون اودی بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے پاس یمن تشریف لائے وہ اللہ کے رسول کے نمائندے کے طور پر آئے تھے۔ میں نے فجر کی نماز میں ان کی تکبیر سنی ان کی آواز بھاری تھی میرے دل میں ان کی محبت پیدا ہو گئی میں اس وقت تک ان سے الگ نہیں ہوا جب تک میں نے انہیں شام میں دفن نہیں کیا۔ پھر میں نے اس بات کا جائزہ لیا کہ ان کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ کون ہے' تو میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا۔ میں ان کے ساتھ رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا اس وقت تمہارا کیا عالم ہوگا' جب تم پر ایسے حکمران آ جائیں گے جو نمازوں کو ان کے مخصوص اوقات میں ادا نہیں کریں گے میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میں اس طرح کی صورت

حال پاؤں' تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نماز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا کر لینا اور ان لوگوں کے ساتھ اپنی نماز کو نفل قرار دے دینا۔

433 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى، عَنِ ابْنِ أُخْتِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ الْمَعْنَى، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى الْحِمْصِيِّ، عَنْ أَبِي أُبَيٍّ ابْنِ امْرَأَةِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي أُمَرَاءُ تَشْغَلُهُمْ أَشْيَاءُ عَنِ الصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا حَتَّى يَذْهَبَ وَقْتُهَا فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أُصَلِّي مَعَهُمْ؟، قَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ - وَقَالَ سُفْيَانُ: إِنْ أَدْرَكْتُهَا مَعَهُمْ أُصَلِّي مَعَهُمْ؟ - قَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ

❀❀ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران آئیں گے کہ بہت سی چیزیں انہیں نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے سے مشغول کر دیں گی۔ یہاں تک کہ اس نماز کا وقت رخصت ہو جائے گا' تو تم نماز کو اس کے مخصوص وقت پر ادا کر لینا''

ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں ان کے ساتھ نماز ادا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اگر تم چاہو''۔

سفیان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اگر میں نماز کو ان کے ساتھ پاؤں' تو کیا ان کے ساتھ ادا کر لوں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اگر تم چاہو۔

434 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو هَاشِمٍ يَعْنِي الزَّعْفَرَانِيَّ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِي يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ فَهِيَ لَكُمْ وَهِيَ عَلَيْهِمْ، فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلَّوُا الْقِبْلَةَ

❀❀ حضرت قبیصہ بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''میرے بعد تم پر ایسے حکمران آئیں گے جو نماز کو تاخیر سے ادا کریں گے تو یہ تمہارے لئے (اجر کے حصول کا باعث) ہوں گی اور یہ ان کے لئے (گناہ کا) باعث ہوں گی' تو تم لوگ ان کے ساتھ نماز ادا کر لینا جب تک وہ قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں''۔

433- صحيح لغيره دون قوله: "ان شئت"، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي المثنى - وهو ضمضم الأملوكي الحمصي في قول، وقيل: هو غيره - وقد اضطرب في تسمية شيخه. جرير: هو ابن عبد الحميد، وسفيان: هو الثوري، ومنصور: هو ابن المعتمر. وهو في "مسند احمد" (22686) من طريق الثوري، و (22787) من طريق جرير. واخرجه احمد (22681) من طريق شعبة، وابن ماجه (1257) من طريق سفيان ابن عيينة

بَابٌ فِي مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ، أَوْ نَسِيَهَا

باب: جو شخص نماز کے وقت سو یا رہ جائے یا اسے بھول جائے

435 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ فَسَارَ لَيْلَةً حَتَّى إِذَا أَدْرَكَنَا الْكَرَى عَرَّسَ، وَقَالَ لِبِلَالٍ: اكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَ قَالَ: فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَهُمُ اسْتِيقَاظًا، فَفَزِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا بِلَالُ، فَقَالَ: أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ بِنَفْسِكَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَاقْتَادُوا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ لَهُمُ الصَّلَاةَ وَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: أَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرَى، قَالَ يُونُسُ: وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَؤُهَا كَذَلِكَ، قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ عَنْبَسَةُ: يَعْنِي عَنْ يُونُسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ لِذِكْرِي، قَالَ أَحْمَدُ: الْكَرَى النُّعَاسُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے' تو آپ رات بھر سفر کرتے رہے' یہاں تک کہ جب ہمیں اونگھ آنے لگی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت پڑاؤ کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہمارے لیے رات کا دھیان رکھنا (یعنی صبح کی نماز کے وقت ہمیں اٹھا دینا) راوی کہتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بھی آنکھ لگ گئی۔ انہوں نے سواری کے پالان کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت بلال رضی اللہ عنہ یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی بھی شخص بیدار نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ دھوپ ان پر آ گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بیدار ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے آپ نے فرمایا: اے بلال! انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے بھی اسی ذات نے روک لیا تھا' جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا تھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' تو لوگ اپنی سواریوں کو لے کر تھوڑا آگے گئے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے لوگوں کے لئے نماز کی اقامت کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبح کی نماز پڑھائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص نماز کو بھول جائے' تو وہ اسے اس وقت ادا کرے جب وہ اسے یاد آ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اقم الصلوٰۃ للذکری''۔

''ابن شہاب اس آیت کو اسی طرح تلاوت کرتے تھے۔

امام احمد کہتے ہیں: عنبسہ نے یونس کے حوالے سے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''لذکری''

امام احمد فرماتے ہیں: لفظ الکریٰ سے مراد اونگھ ہے۔

شرح

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوتے میں نماز کا رہ جانا قصور میں شمار نہیں بلکہ قصور تو جاگتے میں (شمار) ہوتا ہے (کہ وہ اس طرح سویا) لہٰذا جب تم میں سے کوئی پڑھنے سے رہ جائے یا نماز کے وقت (غافل ہو کر) سو جائے تو جس وقت بھی یاد آئے پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت (وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِكْرِيْ)(20۔طٰہٰ:14) (مجھے یاد کرنے کے وقت نماز پڑھ لیا کرو)۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 570)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی نماز سے پہلے غافل ہو کر سو جائے تو اس حالت میں نماز کی تاخیر کے قصور کی نسبت سونے والے کی طرف نہیں ہوتی کیونکہ وہ سونے کی حالت میں مکلف نہیں ہے بلکہ مجبور ہے البتہ اس کی طرف قصور کی نسبت جاگنے کی حالت میں ہوگی کہ اس نے ایسا طریقہ کیوں اختیار کیا جس کی وجہ سے وہ نماز پڑھے بغیر سو گیا مثلاً وقت سے پہلے سو گیا تو اس میں اس کی خطا ہے ایسے ہی اس نے ایسے کام کئے جو نیند کا سبب ہیں مثلاً لیٹ گیا یا شطرنج کے کھیل یا ایسے دوسرے کاموں میں مشغول رہا جو نسیان و بھول کا باعث ہوتے ہیں تو اس میں اس کا قصور ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ نماز کا یاد کرنا بمنزلہ اللہ کے یاد کرنے کے ہے اس لئے نماز یاد کرنے کو اللہ نے اپنا یاد کرنا قرار دے کر فرمایا کہ جب مجھے یاد کرو یعنی نماز جب تمہیں یاد آئے کہ وہ میرے یاد کرنے کا سبب ہے تو پڑھ لیا کرو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ لذکری کے معنی یہ ہیں کہ میں جب تمہیں نماز یاد دلاؤں اور اس وقت نماز پڑھ لیا کرو تمہارا کچھ قصور نہیں۔

اگر کوئی آدمی نماز پڑھنی بھول جائے یا نماز کے وقت ایسا غافل ہو کر سو جائے کہ نماز کا وقت نکل جائے اور نماز نہ پڑھ سکے تو اس کا کفارہ صرف یہی ہے کہ اسے جب بھی یاد آ جائے یا جب بھی سو کر اٹھے نماز قضاء پڑھ لے۔ یہ نہیں کہ جس طرح بغیر عذر کے رمضان کے روزے چھوڑنے کا کفارہ صدقہ وغیرہ ہوتا ہے نماز کے ترک کرنے پر بھی کفارہ کے طور پر کئی پڑھنی پڑیں گی یا صدقہ وغیرہ دینا ہوگا۔

ابن ملک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو نماز پڑھنے سے رہ گئی ہو وہ جب بھی یاد آئے اس کے پڑھنے میں تاخیر وغیرہ کرنی چاہئے۔

قضا نمازوں کا حکم اور پڑھنے کا طریقہ

قضا نمازوں کا حکم یہ ہے کہ جس صفت کی نماز قضا ہوئی ہے اس صفت کے ساتھ ادا کی جائے پس فرض کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب ہے اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے، فجر کی سنتیں اگر فرضوں کے ساتھ قضا ہو جائیں اور دوپہر شرعی سے پہلے قضا کرے تو ان سنتوں کو قضا کرنا سنت ہے، حالت اقامت کی قضا حالت اقامت کی طرح ہے پس خواہ اس کو حالت اقامت میں قضا کرے یا حالت سفر میں، چار رکعت والی نماز پوری یعنی چار رکعت پورا کرے اور حالت سفر کی قضا حالت سفر کی طرح ہے پس خواہ اس کو حالت سفر میں قضا کرے یا حالت اقامت میں وہ چار رکعت والی نماز کو قصر یعنی دو رکعت ہی قضا کرے۔

۱۲. قضا نماز کی ادائگی کے وقت اگر کوئی عذر ہوگا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا پس جس وقت کی نماز قضا ہوئی اگر اس وقت کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا تھا اور جب اس کو قضا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ کھڑا ہو کر پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر پڑھنے پر قادر نہیں ہے اور اشارہ سے پڑھ سکتا ہے تو اشارہ ہی سے قضا کر لے اس کے بعد جب صحت وقیام پر قدرت حاصل ہو جائے اس نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر نماز قضا ہونے کے وقت قیام پر قادر نہیں تھا اور جب اس کو قضا کرنے کا ارادہ کیا تو قیام پر قادر ہو چکا ہے تو اب اس کے کھڑے ہو کر نماز قضا ادا کرنا واجب ہے۔

۱۳. اگر جہری قضا نمازوں کو جماعت سے پڑھے تو امام کو چاہئے کہ نماز میں جہر کرے اور اگر ان کو تنہا پڑھے تو جہر و آہستہ پڑھنے میں اختیار ہے مگر جہر افضل ہے اور آہستہ قرآت کی نمازوں کو امام و منفرد دونوں کے لئے آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسا کہ وقت کے اندر حکم ہے۔

۱۴. زندگی میں جب چاہے قضا نماز پڑھ سکتا ہے لیکن تین اوقات مکروہہ یعنی طلوع آفتاب و نصف نہار شرعی سے زوال تک اور غروب آفتاب کے وقت میں نہ پڑھے قضا نمازوں کے ادا کرنے میں جلدی کرنا چاہئے بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ و گناہ ہے، اگر بہت زیادہ قضا نمازیں جمع ہوگئی ہوں تو جس قدر فرصت ملے پڑھ لیا کرے ایک وقت میں دو یا تین یا چار یا جس قدر قضا نمازیں پڑھ سکے پڑھ لیا کرے ایک وقت میں کم از کم ایک ہی قضا نماز پڑھ لیا کریں، نوافل پڑھنے کی بجائے قضا نماز میں مشغول ہونا اولیٰ و افضل ہے بلکہ اہم ہے لیکن وہ مشہور مؤکدہ وغیرہ مؤکدہ سنتیں جو فرضوں کے ساتھ ہیں اور نماز تراویح و نماز تہجد و اشراق و چاشت و اوابین وصلوۃ تسبیح وتحیۃ المسجد وتحیۃ الوضو جن کا ذکر احادیث میں ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۱۵. اگر قضا نمازوں کو ادا کی نیت سے پڑھ لیا تب بھی درست ہے قضا نمازوں کی نیت اس طرح کرنی چاہئے کہ میں فلاں دن کی فلاں نماز کی قضا پڑھتا ہوں، قضا کے وقت و دن کا تعین ضروری ہے صرف یہ نیت کر لینا کہ ظہر یا فجر کی قضا پڑھتا ہوں کافی نہیں ہے، اور اگر مہینے و دن کا تعین یاد نہ ہو تو سہولت کے لئے اس طرح نیت کریں کہ مثلاً میرے ذمہ جس قدر فجر کی نمازیں باقی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی نماز پڑھتا ہوں اسی طرح ہر نماز کے وقت کے ساتھ یہ الفاظ دل میں خیال کرے اور زبان سے بھی کہہ لے یا یوں نیت کرے کہ میرے ذمہ جس قدر فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے آخری فجر کی نماز پڑھتا ہوں ہر دفعہ اسی طرح نیت کر لیا کرے۔

قضاء نمازوں کی ترتیب میں فقہی مذاہب اربعہ

جمہور اہل علم کے مسلک کے مطابق نمازوں کی قضاء میں ترتیب واجب ہے۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ "المغنی" میں لکھتے ہیں۔ اور بالجملہ یہ کہ قضاء میں ترتیب واجب ہے۔

امام احمد نے کئی ایک جگہ یہی بیان کیا ہے۔ اور نخعی، زھری، ربیعہ، یحیی انصاری، امام مالک، لیث، اور امام ابوحنیفہ اور اسحاق رحمہم اللہ جمیعا سے اسی طرح منقول ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: واجب نہیں؛ کیونکہ فرض فوت شدہ ہے چنانچہ اس میں ترتیب واجب نہیں جس طرح روزے ہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو تو اس میں ترتیب واجب ہے، چاہے وہ بھی زیادہ ہوں، امام احمد نے یہی بیان کیا ہے۔

اور امام مالک اور ابو حنیفہ رحمہا اللہ کہتے ہیں۔ ایک دن اور رات کی نمازوں سے زیادہ میں ترتیب واجب نہیں؛ کیونکہ اس سے زیادہ میں ترتیب کا معتبر ہونا اس کے لیے مشقت ہے، اور یہ تکرار میں داخل ہونے کا باعث ہے، چنانچہ روزوں کی قضاء میں عدم ترتیب کی طرح ساقط ہو جائیگی۔ (المغنی ابن قدامہ المقدسی (1/352)

چنانچہ اس سے حاصل یہ ہوا کہ احناف، مالکیہ، حنابلہ میں سے جمہور اہل علم کے ہاں ترتیب واجب ہے، لیکن اتنا ہے کہ مالکی اور احناف کے ہاں ایک دن اور رات سے زیادہ ہونے کی صورت میں ترتیب واجب نہیں۔

ترتیب کی صورت یہ ہوگی کہ جس طرح معروف نماز ادا کی جاتی ہے اسی طرح قضاء بھی ادا کی جائیگی، چنانچہ مثلا جس کی ظہر، عصر کی نماز رہ گئی تو وہ پہلے ظہر اور پھر عصر کی نماز ادا کرے گا۔

لیکن بھولنے اور جہالت کی بنا پر ترتیب ساقط ہو جائیگی، اور اسی طرح موجودہ نماز کا وقت نکل جانے اور جماعت رہ جانے کا خدشہ ہو تو پہلے حاضر نماز ادا ہوگی اور پھر فوت شدہ، راجح یہی ہے۔

اس لیے جس کی دو نمازیں رہ گئی ہو مثلا ظہر اور عصر اور اس نے بھول کر پہلے عصر کی نماز ادا کر لی یا ترتیب کے وجوب سے جاہل ہونے کی بنا پر تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔

اور اگر یہ خدشہ ہو کہ قضاء والی نماز ادا کرنے سے موجودہ عصر کی نماز کا اختیاری وقت نکل جائیگا تو وہ عصر کی نماز پہلے ادا کرے، اور پھر اپنی فوت شدہ کی قضاء کرے۔

اور اسی طرح اگر وہ مسجد میں داخل ہو تو کیا وہ جماعت کے ساتھ موجودہ اور حاضر نماز ادا کرے یا کہ فوت شدہ نماز کی قضاء کرے۔ امام احمد ایک روایت میں کہتے ہیں اور ابن تیمیہ نے بھی اسے اختیار کیا ہے کہ جماعت رہ جانے کے خوف سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ (الشرح الممتع (2/138-144)

قضاء نمازوں کی ترتیب بھولنے کے بیان میں مذاہب اربعہ

ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالی کا مسلک ہے کہ فوت شدہ نمازیں قضاء کرتے وقت ترتیب واجب ہے، اس کی دلیل خندق والے دن نبی کریم ﷺ کی کچھ نمازیں رہ گئیں تو آپ نے ترتیب کے ساتھ انہیں قضاء کر کے ادا کیا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ خندق والے روز عصر کی نماز غروب آفتاب کے بعد ادا کی اور اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (641)

اور ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: " تم نماز اس طرح ادا کرو جس طرح تم نے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے (صحیح بخاری حدیث نمبر (631) (المغنی ابن قدامہ (2/336)

اگر ترتیب بھول جائے تو کیا ساقط ہو جائیگی؟ اس کا جواب یہ ہے جی ہاں بھول جانے کی صورت میں ترتیب ساقط ہو جائیگی،

کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "یقینا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اور بھول، اور جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو معاف کر دیا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2043) نے صحیح ابن ماجہ حدیث نمبر (1662) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اور امام ابو حنیفہ، اور امام احمد بن حنبل رحمہا اللہ دونوں کا مسلک بھی یہی ہے۔

(فتح القدیر (1/424) اور المغنی ابن قدامہ (2/340) اور الشرح الممتع (2/139)

اور اگر کوئی شخص نماز بھول جائے اور دوسری نماز کا وقت شروع ہو جانے کے بعد اسے یاد آئے تو اس کی تین حالتیں ہیں۔

موجودہ نماز شروع کرنے سے پہلے رہ جانے والی نماز یاد آ جائے تو اس وقت اسے فوت شدہ نماز پہلے ادا کرنا ہوگی اور پھر موجودہ نماز ادا کرے گا۔

موجودہ نماز مکمل کرنے کے بعد فوت شدہ نماز یاد آئے کہ اس نے تو وہ نماز ادا ہی نہیں کی، چنانچہ اس کی موجودہ نماز صحیح ہوگی اور وہ صرف فوت شدہ نماز ہی ادا کرے گا، بھول جانے کی بنا پر ترتیب کے ساتھ ادائیگی میں معذور ہوگا۔

اسے موجودہ نماز ادا کرنے کے دوران یاد آئے کہ اس نے تو اس سے قبل والی نماز ادا نہیں کی، تو اس حالت میں وہ موجودہ نماز مکمل کرے اور یہ اس کے لیے نفل ہونگے، اور پھر وہ فوت شدہ نماز ادا کرنے کے بعد موجودہ نماز ترتیب کے ساتھ ادا کرے گا، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہی ہے۔ (المغنی ابن قدامہ (2،336-340)

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہی ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے موطا میں روایت کیا ہے کہ نافع بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا کرتے تھے: "جس کی بھی کوئی نماز رہ گئی ہو اور اسے امام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے یاد آئے، تو امام کی سلام پھیرنے کے بعد رہ جانے والی فوت شدہ نماز ادا کرے، اور پھر اس کے بعد دوسری نماز ادا کرے۔ (موطا امام مالک حدیث نمبر (408)

اور ابن تیمیہ کہتے ہیں۔ کہ دوران نماز جب بھی فوت شدہ نماز یاد آئے تو یہ ایسے ہی ہوگی جیسے اسے نماز شروع کرنے سے قبل یاد آتی، اور اگر موجودہ نماز کے دوران یاد نہیں آتی بلکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یاد آئے تو جمہور علماء کرام مثلا امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، کے ہاں اس کی موجودہ نماز کفائت کر جائیگی۔ (الفتاوی الکبری (1/112)

جس نماز میں ہے اسے پوری کرنا بطور استحباب ہے، نہ کہ واجب، چنانچہ اگر وہ اس نماز کو توڑ کر فوت شدہ نماز ادا کرے اور پھر موجودہ نماز اس کے بعد ادا کر لے تو جائز ہوگا۔

میں نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو کہا: میں عشاء کی نماز ادا کر رہا تھا، مجھے دوران نماز یاد آیا کہ میں نے تو مغرب کی نماز ادا نہیں کی، چنانچہ میں عشاء کی نماز ادا کر لی، اور پھر مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد عشاء کی نماز لوٹائی؟ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے لگے: آپ نے صحیح میں نے کہا: جب مجھے دوران نماز یاد آیا تھا تو کیا مجھے نماز توڑ نہیں دینی چاہیے تھی؟ امام احمد رحمہ اللہ کہنے لگے کیوں نہیں. میں نے کہا: تو پھر میں نے صحیح کیسے کیا؟ وہ کہنے لگے: یہ سب جائز ہے۔ (المغنی ابن قدامہ (2/339)

اور بعض علماء کرام کا کہنا ہے کہ: جو موجودہ نماز ادا کر رہا ہے اسے مکمل کرے، اور پھر بعد میں فوت شدہ نماز ادا کر لے، تو اس پر موجودہ نماز دوبارہ لوٹانی لازم نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہی ہے۔ (المجموع (3/70)

فجر کی سنتوں کی قضاء میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت محمد ابن ابراہیم، قیس ابن عمرو سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا (ایک دن) سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ فجر کی فرض نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھ رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ "صبح کی نماز دو رکعت ہے (پھر فرمایا کہ) دو رکعت ہی پڑھو" ! اس آدمی نے عرض کیا کہ "فجر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں (سنت) میں نے نہیں پڑھی تھیں انہیں کو میں نے اس وقت پڑھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یہ سن کر) خاموش ہوگئے۔ (سنن ابوداؤد) امام ترمذی نے بھی اس طرح نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد متصل نہیں ہے کیونکہ محمد بن ابراہیم کا قیس ابن عمرو سے سننا ثابت نہیں ہے، نیز شرح السنہ اور مصابیح کے بعض نسخوں میں قیس ابن فہد سے اسی طرح منقول ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1009)

حدیث کے جملہ صَلٰوۃُ الصُّبحِ رکعتین سے پہلے ایک لفظ مقدر ہے یعنی یہ عبارت پوری طرح یوں ہے اِجْعَلُوا صَلٰوۃُ الصُّبحِ رَکْعَتَیْنِ۔ لفظ رکعتین نفی زیادیت کی تاکید کے لیے مکرر فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی فرض دو ہی رکعتیں پڑھو اس کے بعد اور کوئی نماز نہ پڑھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازی کا جواب سن کر خاموش رہے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس خاموشی کو تقریر کہا جاتا ہے رسول اللہ کے سامنے کوئی عمل کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل سے راضی ہوئے، لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر فجر کی فرض نماز سے پہلے کی دو سنتیں نہ پڑھی جا سکیں تو فرض پڑھنے کے بعد ان کی قضا پڑھنی چاہیے، چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مسلک ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک اس سلسلے میں یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کی قضا نہ تو طلوع آفتاب سے پہلے ہے اور نہ طلوع کے بعد ہے لیکن سنتیں اگر فرض کے ساتھ فوت ہوں گی تو وہ بھی فرض کے ساتھ زوال آفتاب سے پہلے پہلے قضا پڑھی جائیں گی۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ محض سنتوں کی بھی قضا پڑھی جا سکتی ہے مگر طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب تک۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت ابو یوسف رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کی دلیل یہ ہے کہ سنتوں میں اصل عدم قضا ہے اور قضا واجب کے ساتھ مخصوص ہے اور حدیث جو سنتوں کے قضا کے اثبات میں وارد ہے وہ ان سنتوں کے بارے میں ہے جو فرض کے ساتھ فوت ہوگئی ہوں بقیہ سنتیں اپنی اصل (عدم قضا پر رہیں گی یعنی ان کی قضا نہیں کی جائے گی جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو محمد ابن ابراہیم کی یہ حدیث چونکہ ضعیف ہے اس لیے اسے کسی مسلک کی بنیاد اور دلیل بنانا ٹھیک نہیں ہے۔

اسی طرح دوسرے اوقات کی سنتوں کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ وقت کے بعد تنہا ان کی قضا نہ کی جائے البتہ وہ سنتیں جو فرض

کے ساتھ فوت ہو گئی ہوں فرض کے ساتھ ان کی قضا کے بارے میں اختلاف ہے۔

436 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَحَوَّلُوا عَنْ مَكَانِكُمُ الَّذِي أَصَابَتْكُمْ فِيهِ الْغَفْلَةُ، قَالَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَالِكٌ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ وَابْنِ إِسْحَاقَ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمُ الْأَذَانَ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ هَذَا، وَلَمْ يُسْنِدْهُ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا الْأَوْزَاعِيُّ، وَأَبَانُ الْعَطَّارُ، عَنْ مَعْمَرٍ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''تم لوگ اپنی اس جگہ سے منتقل ہو جاؤ جہاں تمہیں غفلت نے آلیا تھا''۔

راوی بیان کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے اذان دی اقامت کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک' سفیان بن عیینہ' امام اوزاعی' امام عبدالرزاق نے یہ روایت معمر اور ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی زہری کی نقل کردہ اس روایت میں اذان کا تذکرہ نہیں کیا اور ان میں سے کسی نے بھی اس روایت کو مسند کے طور پر نقل نہیں کیا۔ صرف امام اوزاعی اور ابان عطار نے معمر کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

437 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ فَمَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِلْتُ مَعَهُ، قَالَ: انْظُرْ، فَقُلْتُ: هَذَا رَاكِبٌ، هَذَانِ رَاكِبَانِ، هَؤُلَاءِ ثَلَاثَةٌ، حَتَّى صِرْنَا سَبْعَةً، فَقَالَ: احْفَظُوا عَلَيْنَا صَلَاتَنَا - يَعْنِي صَلَاةَ الْفَجْرِ - فَضُرِبَ عَلَى آذَانِهِمْ فَمَا أَيْقَظَهُمْ إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَقَامُوا فَسَارُوا هُنَيَّةً ثُمَّ نَزَلُوا فَتَوَضَّئُوا وَأَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلَّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، ثُمَّ صَلَّوُا الْفَجْرَ وَرَكِبُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: قَدْ فَرَّطْنَا فِي صَلَاتِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَا تَفْرِيطَ فِي النَّوْمِ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ فَإِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ عَنْ صَلَاةٍ فَلْيُصَلِّهَا حِينَ يَذْكُرُهَا وَمِنَ الْغَدِ لِلْوَقْتِ

❁❁ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (قافلے سے) ایک طرف ہٹ

437- اسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة، وثابت البناني: هو ابن اسلم. واخرجه باطول مما هنا مسلم (681) من طريق سليمان بن المغيرة، بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه البخاري (595) من طريق عبد الله بن ابي قتادة، عن ابيه. واخرجه مختصراً بقوله: "لا تفريط في النوم...." الترمذي (175)، والنسائي في "الكبرى" (1595) و (1596)، وابن ماجه (698) من طريقين عن ثابت، به. واخرجه مختصراً بقوله: "فليصلها من الغد لوقتها" النسائي في "الكبرى" (1597) من طريق شعبة، عن ثابت، به. وهو في "مسند احمد" (22546)، و"صحيح ابن حبان" (1460). وسياتي بالارقام (439-441)، وانظر ما بعده.

گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ میں بھی ہٹ گیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اس بات کا جائزہ لو میں نے کہا: یہ ایک سوار ہے یہ دو سوار ہیں یہ تین ہو گئے یہاں تک کہ ہم سات لوگ ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ہماری نماز کا خیال رکھنا (راوی کہتے ہیں:) یعنی فجر کی نماز کا خیال رکھنا پھر ان کے کان بند ہو گئے (یعنی وہ لوگ سو گئے) دھوپ کی تپش نے ان لوگوں کو اٹھایا وہ لوگ اُٹھے اور تھوڑا آگے گئے پھر انہوں نے پڑاؤ کیا پھر وضو کیا پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور ان لوگوں نے فجر کی دو رکعت ادا کیں پھر انہوں نے فجر کی نماز ادا کی اور سوار ہو گئے ان میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کہا: ہم نے اپنی نماز کے بارے میں کوتاہی کی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیند میں کوتاہی نہیں ہوتی۔ کوتاہی بیداری کے عالم میں ہوتی ہے جب کوئی شخص نماز بھول جائے تو وہ اسے اس وقت ادا کر لے جب وہ اسے یاد آئے یا پھر اگلے دن اسی وقت میں اسے ادا کرے۔

438- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سُمَيْرٍ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِيُّ، مِنَ الْمَدِينَةِ وَكَانَتِ الْاَنْصَارُ تُفَقِّهُهُ، فَحَدَّثَنَا قَالَ: حَدَّثَنِي اَبُو قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيُّ فَارِسُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْاُمَرَاءِ - بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ - قَالَ: فَلَمْ تُوقِظْنَا اِلَّا الشَّمْسُ طَالِعَةً فَقُمْنَا وَهِلِينَ لِصَلَاتِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُوَيْدًا رُوَيْدًا، حَتّٰى اِذَا تَعَالَتِ الشَّمْسُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَرْكَعُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَرْكَعْهُمَا. فَقَامَ مَنْ كَانَ يَرْكَعُهُمَا وَمَنْ لَمْ يَكُنْ يَرْكَعُهُمَا فَرَكَعَهُمَا ثُمَّ اَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُنَادٰى بِالصَّلَاةِ فَنُودِيَ بِهَا فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: اَلَا اِنَّا نَحْمَدُ اللّٰهَ اَنَّا لَمْ نَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ اُمُورِ الدُّنْيَا يَشْغَلُنَا عَنْ صَلَاتِنَا وَلٰكِنَّ اَرْوَاحَنَا كَانَتْ بِيَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاَرْسَلَهَا اَنّٰى شَاءَ فَمَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ صَلَاةَ الْغَدَاةِ مِنْ غَدٍ صَالِحًا فَلْيَقْضِ مَعَهَا مِثْلَهَا.

❁❁ خالد بن سمیر بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن رباح رضی اللہ عنہ انصار مدینہ منورہ سے تشریف لائے۔ انصار انہیں دین کا عالم سمجھتے تھے۔ انہوں نے ہمیں یہ حدیث بیان کی وہ یہ کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے شہ سوار حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ بات بتائی۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا۔ اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں سورج نے طلوع ہو کر بیدار کیا ہم لوگ اٹھے تاکہ نماز ادا کر لیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص فجر کی دو رکعت ادا کرنا چاہتا ہو وہ انہیں ادا کر لے تو جو شخص ان دو رکعت کو ادا کرتا تھا اور جو نہیں ادا کرتا تھا اس نے بھی انہیں ادا کیا پھر نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا نماز کے لئے اذان دی جائے وہ اذان دی گئی پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے۔ آپ نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کی تو آپ نے فرمایا: خبردار! ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں: ہم دنیا کے کسی معاملے میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس نماز سے مشغول نہیں ہوئے بلکہ ہماری روحیں اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں سے ہیں جب اس نے چاہا اس نے انہیں چھوڑ تم میں سے جو شخص اگلے دن صبح کی نماز وقت پر پائے تو وہ اس کے ساتھ اس کی مانند قضا ادا کرے۔

439 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، فِي هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حَيْثُ شَاءَ وَرَدَّهَا حَيْثُ شَاءَ قُمْ فَأَذِّنْ بِالصَّلَاةِ فَقَامُوا فَتَطَهَّرُوا، حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو جب چاہا قبض کر لیا اور جب چاہا واپس کر دیا تم اٹھو اور نماز کے لیے اذان دو''۔ تو لوگ اٹھے تو انہوں نے وضو کیا' یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی''۔

440 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ حِينَ ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى بِهِمْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا جب سورج بلند ہو گیا' تو آپ نے انہیں نماز پڑھائی''۔

441 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَهُوَ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ أَنْ تُؤَخِّرَ صَلَاةً حَتّٰى يَدْخُلَ وَقْتُ أُخْرٰى

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''سونے میں کوتاہی نہیں ہوتی' کوتاہی بیداری میں ہوتی ہے کہ نماز کو اتنا موخر کر دیا جائے کہ دوسری (نماز کا) وقت شروع ہو جائے''۔

442 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص نماز کو بھول جائے وہ اسے اس وقت ادا کرے جب وہ اسے یاد آئے اس کا کفارہ صرف یہی ہے''۔

443 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ

439- اسنادہ صحیح. خالد: هو ابن عبد الله الواسطی، وحصین: هو ابن عبد الرحمٰن السلمی، وابن ابی قتادة: هو عبد الله. واخرجه البخاری (595) و (7471) من طریقین عن حصین بن عبد الرحمٰن، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (22611)، و "شرح مشکل الآثار" (3979)، و "صحیح ابن حبان" (1579). وانظر ما بعده وما سلف برقم (437).

حُصَيْنٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ مَسِيْرٍ لَهُ فَنَامُوا عَنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ. فَاسْتَيْقَظُوا بِحَرِّ الشَّمْسِ فَارْتَفَعُوا قَلِيْلًا حَتّٰى اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ اَمَرَ مُؤَذِّنًا فَاَذَّنَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ. ثُمَّ اَقَامَ. ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کر رہے تھے۔ وہ لوگ فجر کی نماز کے وقت سوئے رہ گئے۔ یہاں تک کہ دھوپ کی تپش کی وجہ سے بیدار ہوئے۔ پھر وہ لوگ کچھ آگے گئے یہاں تک کہ جب سورج بلند ہو گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا اس نے اذان دی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر سے پہلے کی دو (سنت) ادا کی پھر مؤذن نے اقامت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی۔

444 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَهٰذَا لَفْظُ عَبَّاسٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِي الْقِتْبَانِيَّ، اَنَّ كُلَيْبَ بْنَ صُبْحٍ، حَدَّثَهُمْ اَنَّ الزِّبْرِقَانَ حَدَّثَهُ، عَنْ عَمِّهِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهِ فَنَامَ، عَنِ الصُّبْحِ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَنَحَّوْا عَنْ هٰذَا الْمَكَانِ، قَالَ: ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ، ثُمَّ تَوَضَّئُوا وَصَلَّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلّٰى بِهِمْ صَلَاةَ الصُّبْحِ.

حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ آپ صبح کے وقت سوئے رہ گئے۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس جگہ سے ہٹ جاؤ۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی پھر ان لوگوں نے وضو کیا اور انہوں نے فجر کی دو رکعت (سنت) ادا کی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے نماز کے لئے اقامت کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

445 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ، ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَبِي الْوَزِيْرِ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ يَعْنِي الْحَلَبِيَّ، حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ ذِيْ مِخْبَرٍ الْحَبَشِيِّ، وَكَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَتَوَضَّاَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وُضُوْءًا لَمْ يَلُثَّ مِنْهُ التُّرَابُ، ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ عَجِلٍ، ثُمَّ قَالَ لِبِلَالٍ: اَقِمِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ صَلَّى الْفَرْضَ وَهُوَ غَيْرُ عَجِلٍ، قَالَ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ صُلَيْحٍ، حَدَّثَنِيْ ذُو مِخْبَرٍ رَجُلٌ مِنَ الْحَبَشَةِ وَقَالَ عُبَيْدٌ:

443- حديث صحيح، وهذا اسناد رجاله ثقات الا ان الحسن - وهو البصري - لم يسمع من عمران، وقد توبع. وهو في "مسند احمد" (19872)، و"صحيح ابن حبان" (1461) من طريق الحسن عن عمران. واخرجه مطولا بنحوه البخاري (344)، ومسلم (682) من طريق عوف بن ابي جميلة، عن ابي رجاء العطاردي، عن عمران. وهو في "مسند احمد" (19898)، و"صحيح ابن حبان" (1301).

يَزِيْدُ بْنُ صَالِحٍ.

⊛⊛ یزید بن صالح نے حضرت ذومخبر حبشی کے حوالے سے، جو نبی اکرم ﷺ کے خادم تھے، یہ واقعہ نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا' جس سے (بچنے والے پانی کے ذریعے) مٹی بھی گیلی نہ ہوئی پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے دو رکعت ادا کیں جن میں جلدی نہیں کی پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا نماز کے لئے اقامت کہو پھر نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی اور اس میں جلدی نہیں کی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ذومخبر نے مجھے یہ حدیث بیان کی جو حبشہ سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب تھے عبید بیان کرتے ہیں: (راوی کا نام) یزید بن صالح ہے۔

446 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ حَرِيزٍ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ ذِي مِخْبَرٍ ابْنِ أَخِي النَّجَاشِيِّ، فِي هٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَأَذَّنَ وَهُوَ غَيْرُ عَجِلٍ

⊛⊛ حضرت ذوی مخبر جو نجاشی کے بھتیجے ہیں ان کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے اذان دی اور اس میں جلدی نہیں کی۔

447 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي عَلْقَمَةَ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَكْلَؤُنَا فَقَالَ بِلَالٌ: أَنَا، فَنَامُوا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: افْعَلُوا كَمَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ، قَالَ: فَفَعَلْنَا، قَالَ: فَكَذٰلِكَ فَافْعَلُوا لِمَنْ نَامَ أَوْ نَسِيَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حدیبیہ کے موقع پر ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آرہے تھے۔ (سفر کے دوران پڑاؤ کے وقت) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آج رات کون ہماری پہرے داری کرے گا۔ (یعنی ہمیں فجر کے وقت اٹھائے گا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں' پھر سب لوگ سو گئے۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا تو نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس طرح کرو جس طرح تم (پہلے) کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے ایسا ہی کیا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص (نماز کے وقت) سو یا رہ جائے یا (نماز ادا کرنا) بھول جائے وہ اسی طرح کرے۔

بَابٌ فِي بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ

باب: مساجد تعمیر کرنا

قرآن مجید میں اُس مسجد کا بھی تذکرہ ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے اور اُس عمارت کا بھی تذکرہ ہے جس کا نام "مسجد" رکھا گیا

گروہ دشمنوں کا دفتر تھا۔قرآن پاک میں اُس لشکر کا حال بھی دکھایا گیا ہے...... جو مسجد ڈھانے نکلا تھا۔اور اُن ایمان والوں کا بھی حال مذکور ہے جن کو دنیا کا کوئی کام ذکر اور مسجد سے غافل نہیں کرتا۔یہ سب کچھ قرآن میں موجود ہے۔اور آج بھی یہ سارے طبقے زمین پر موجود ہیں۔ہم کوشش کریں کہ ہم مساجد بنانے اور آباد کرنے والا طبقہ بنیں۔اور مساجد کو اُن تمام اعمال سے آباد کریں جو مسجد نبوی شریف میں جاری تھے۔اہل کفر اور نفاق کی کوشش ہے کہ اوّل تو مسجد بنے ہی نہ۔بن جائے تو آباد نہ ہو۔اور لوگوں کا رُخ بازاروں' کلبوں' ہوٹلوں' ہالوں اور فلموں کی طرف رہے۔اور اگر مسجد آباد ہو تو اس میں جہاد کی بات نہ ہو یعنی اس میں قرآن کا ایک تہائی حصہ بیان کرنا جرم ہو' ممنوع ہو۔بھائیو! مسجد کے خلاف سازش بہت وسیع ہے اور اس کا مقابلہ بھی وسیع محنت مانگتا ہے۔''

مساجد، اللہ کے گھر ہیں، جہاں دن رات سب اہل ایمان عبادت کرتے ہیں اور اسلام کے سب سے بڑے مراکز ہیں ......انھیں بہت اہمیت اور فضیلت حاصل ہے، اللہ نے قرآن مجید میں بار بار مسجد کی فضیلت واہمیت واحترام کا ذکر فرمایا ہے...... ارشاد ربانی ہے کہ ''بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لئے قائم کی گئی ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے، اُسے خیر و برکت دی گئی اور تمام جہانوں کے لئے مرکز ہدایت بنایا گیا (سورۃ آل عمران ۹۶)

اِسی طرح سورۃ نور میں اللہ نے اپنی ذات کو نور فرمایا اور بتایا — کہ نور کی اَرضی جلوہ گاہیں مساجد ہیں، اس کے نور کی طرف ہدایت (پانے والے) اُن گھروں میں پائے جاتے ہیں جنھیں بلند کرنے کا اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے اِذن دیا ہے (سورۃ نور ۳۶)

یہاں گھروں سے مراد مسجدیں ہے اور مسجد کا لفظ ''سجدہ'' سے نکلا ہے یعنی وہ پاک جگہ جہاں اللہ کی بندگی کی جاتی ہے اور اس کے حضور سجدہ کیا جاتا ہے۔اسلام کی اصطلاح میں جہاں مسلمان پانچ وقت نمازیں مل کر ادا کرتے ہیں...... وہ جگہ مسجد کہلاتی ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کو یہ منفرد اور عظیم اعزاز عطا ہوا کہ ہمارے لئے تمام زمین مسجد بنا دی گئی ہے، اللہ اور اس کے محبوب کریم ﷺ نے مساجد کی تعمیر اور انہیں آباد کرنے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی انھیں آباد کرنے والوں اور ان کو تعمیر کرنے والوں کی صفات کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کے آباد کار تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت کو مانیں اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں۔اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں، مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، وہاں اس کے سوا کسی اور کی پرستش نہ کی جائے۔ (التوبہ ۱۸)

اور اللہ نے بنو آدم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اے بنی آدم ہر مسجد میں یا ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت آراستہ رکھو۔ (الاعراف ۳۱)

پھر سورۃ جن میں ارشاد ہوتا ہے کہ: مسجدیں اللہ کے لئے ہیں، لہٰذا ان میں اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکارو۔ (الجن ۱۸)

اِن اِرشادات سے ہمیں معلوم ہوا کہ مساجد کی کتنی اہمیت ہے...... محمد کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنوائی، اللہ نے اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیا...... پھر فرمایا کہ اللہ کی محبوب ترین جگہیں مساجد ہیں اور فرمایا جس شخص کو مسجد سے محبت کرتے ہوئے...... اور اس کی خدمت کرتے ہوئے دیکھو اُس کے مومن ہونے کی شہادت دو اور پھر ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد میں آنے کا عادی پاؤ تو اس کے گواہ بن جاؤ، حضور پاک ﷺ نے جب مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت فرمائی...... تو قبا کے مقام پر ایک مسجد کی بنیاد ڈالی پھر مدینہ منورہ میں سب سے پہلے جس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا...... وہ مسجد نبوی ﷺ

ہے، اسی مسجد کو ملت اسلامیہ کی عظیم درس گاہ اور پہلی یونیورسٹی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ جس کے بانی خود رسولِ خدا، محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اسی مسجد میں صحابہ کرامؓ کی تربیت ہوئی، وہ آپ سے قرآن وحدیث کا درس لیتے تھے، اسی کے ساتھ تاریخی و تعلیمی درس گاہ میں جسے صفہ کہا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ کی تربیت، اسلامی اصولوں کے مطابق فرمائی اسی مسجد میں صحابہؓ کی جہادی تربیت کا اہتمام بھی موجود تھا۔ گویا اسلام کی تعلیم کا آغاز مساجد سے شروع ہوا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے...... اور تا قیامت رہے گا، مسجد مسلمانوں کی اجتماعی وانفرادی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے، اللہ کے نزدیک سب سے اہم فرض اور محبوب ترین عبادت نماز ہے، روزِ قیامت سب سے پہلے اسی نماز کا سوال ہوگا...... مساجد نماز کی ادائیگی کے لئے وجود میں لائی گئیں، نماز پنجگانہ، نماز جمعہ ودیگر نفلی عبادات مساجد میں ادا کی جاتی ہیں...... تو اسلامی مجالس اور اجتماعی عبادات کے لئے مسجد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر آج تک مسجد اسلامی تدریس ودرس کا مرکز رہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی تعلیمات کی شمع کو مسجد نبوی میں روشن کیا، صحابہ کرامؓ نے آپ سے اسلام کی تعلیم مسجد سے ہی حاصل کی۔

دراصل مساجد ہر دور میں اسلام کے مراکز رہے ہیں، مسلمان حکمرانوں خلفائے راشدینؓ اور مسلمان بادشاہوں نے اپنے دورِ حکومت میں بے شمار مساجد کو تعمیر کروایا تا کہ مسلمان ان میں دینی تعلیم حاصل کر سکیں۔ بڑے بڑے صوفیائے کاملین اور علمائے حق نے دینی تعلیم کے لئے دور دراز سفر کئے، انھوں نے بعد میں دینی مدارس کی تعمیر کروائی۔ جہاں بے شمار لوگوں کو دین حق کی تعلیم دی، مساجد لوگوں کی فلاح کا اہم ذریعہ ہیں، یہاں سے لوگوں کو درسِ ہدایت ملتا ہے، لوگوں کو زندگی گزارنے کے صحیح آداب سکھائے جاتے ہیں اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں قانونی، سیاسی، بین الاقوامی اور ہر قسم کے معاملات مساجد میں طے کئے جاتے تھے۔ مسجدوں میں آنے والے لوگوں سے ان کی رائے پوچھ کر تمام معاملات حل کئے جاتے تھے، امن وامان کے اعلانات بھی مساجد میں کئے جاتے اور غیر ملکی سفیر یا مہمان کو بھی مسجد میں ٹھہرایا جاتا تھا...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں قاضیوں اور ججوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ مقدمات کے فیصلے مساجد میں کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں مقدمات کے فیصلے خود فرماتے تھے، اسلام میں اخوت و بھائی چارے پر، بہت زور دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ: اے ایمان والو! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو (آل عمران ۳۶)

مساجد اسی اتفاق واتحاد کو مضبوط بنانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ مساجد میں امیر، غریب، گورے، کالے، عربی، عجمی سب برابر ہیں۔ سب ایک صف میں کھڑے ہو کر جھکتے ہیں' اسلامی بھائی چارے اور اخوت کی یہ بہت بہترین مثال ہے۔ مسجد تمام تفرقات کو ختم کر کے اُمت مسلمہ کو ایک مضبوط کڑی میں پروتی ہے۔

بہترین مقامات مساجد ہیں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) ایک یہودی عالم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہترین جگہ کون سی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں خاموش رہے اور فرمایا کہ جب تک جبرائیل علیہ السلام نہیں آجائیں گے میں خاموش رہوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ جب حضرت جبرائیل آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (یہودی عالم کے

سوال کا جواب) پوچھا حضرت جبرائیل نے کہا کہ، اس معاملے میں آپ ﷺ سے زیادہ میں بھی نہیں جانتا، البتہ میں اپنے پروردگار بزرگ و برتر سے اس کے بارے میں پوچھوں گا (چنانچہ) پھر حضرت جبرائیل (نے آکر) فرمایا: اے محمد (ﷺ)! آج میں اللہ تعالیٰ سے اس قدر قریب ہو گیا تھا کہ کبھی بھی اتنا قریب نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جبرائیل کس قدر (فاصلہ دونوں کے درمیان رہ گیا تھا) حضرت جبرائیل نے فرمایا میرے اور اللہ کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے باقی رہ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے (اس سوال کے جواب میں) فرمایا: کہ بدترین مقامات بازار ہیں اور بہترین مقامات مساجد ہیں۔ (یہ روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 702)

یہ "پردے" مخلوق کی نسبت سے ہیں حق تعالیٰ جل شانہ کی نسبت سے نہیں ہیں کیونکہ اللہ وند قدوس پردے میں نہیں ہے بلکہ اللہ کی مخلوق پردے میں ہے اور جسمانی و نفسانی پردے ہیں اس کی مثال کسی اندھے کے لئے پردہ آفتاب کی سی ہے کہ جس طرح آفتاب پردے میں نہیں ہوتا بلکہ خود اندھے پر پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے کہ وہ آفتاب کو نہیں دیکھ سکتا اور آفتاب اس کو دیکھتا ہے یعنی اس پر اپنی روشنی ڈالتا ہے۔ سائل نے تو صرف "بہتر جگہ" کے بارہ میں سوال کیا تھا لیکن جواب میں مقابلے کے طور بہترین اور بدترین دونوں مقامات کو بتلا دیا گیا تا کہ رحمان اور شیطان دونوں کے گھر معلوم ہو جائیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی آدمی سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا گیا جو اسے پوری طرح معلوم نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ جواب دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ جس کے بارے میں جانتا ہو کہ وہ اس سوال کا جواب اچھی طرح جانتا ہے اس سے پوچھ لے اور اپنے سے زیادہ علم والے سے پوچھنے میں کوئی شرم محسوس نہ کرے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سنت ہے۔

مساجد کی سجاوٹ کا بیان

448 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"مجھے مساجد کو پختہ تعمیر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تم لوگ ان (مساجد) کو اسی طرح آراستہ کرو گے جس طرح یہودی اور عیسائی (اپنی عبادت گاہوں کو) آراستہ کرتے تھے۔

شرح

زخرف کہتے ہیں علماء کو اور کسی چیز کی کمال خوبی کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں نقش و نگار کریں گے اور ان کے در و دیوار پر سونا چڑھائیں گے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول رسول اللہ ﷺ کے بعد حسب عادت، انسانی لوگوں کے افعال کی خبر دینے کے مترادف ہے یعنی آئندہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسجدوں کو منقش و مزین کریں گے اور ان کے در و دیوار پر سونا چڑھائیں گے حالانکہ ان کا یہ طریقہ خلاف سنت ہوگا کیونکہ اسلام کی

سادگی پسند فطرت اس قسم کی چیزوں کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ مزید یہ کہ اس طریقے سے یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہوتی ہے۔ متاخرین علماء نے مساجد کی زیب وزینت اور ان میں نقش ونگار کی اجازت دی ہے اور کہا کہ لوگ اپنے مکانوں کو بلند ومطلا بناتے ہیں اور انہیں منقش ومزین کرتے ہیں اگر مسلمان اپنی مسجدوں کو لکڑی ومٹی سے بالکل سادہ بنائیں تو ہوسکتا ہے کہ عوام کی نظروں میں ان کی وقعت وعظمت نہ ہو اس لئے مسجدوں کو ایسے ڈھنگ سے بنانے کی اجازے دے دی گئی ہے جو موجودہ زمانے کے معیار پر قیمتی و محترم سمجھی جائیں۔

مسجد نبوی زمانہ رسول اللہ ﷺ میں بالکل سادہ اور کچی تھی دیواریں اینٹوں کی اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دوبارہ بنوایا تو انہوں نے بھی اسی طرح مسجد کو سادہ رکھا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس مسجد کو از سرنو نئے طرز پر تعمیر کروایا چنانچہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ مسجد کو وسیع تر بنا دیا بلکہ اس کی دیواروں میں منقش پتھر اور چھت میں سال استعمال کیا اس طرح مسجد نبوی رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے مقابلے میں بہت بڑی اور خوبصورت ہوگئی۔

مساجد پر فخر کرنا قیامت کی نشانی ہونے کا بیان

449 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَقَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک لوگ مساجد (کی تعمیر) میں فخر کا اظہار نہیں کریں گے''۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ قرب قیامت لوگ بڑی بڑی مسجدیں بنائیں گے اور انہیں آراستہ کریں گے اور اس سے ان لوگوں کا مقصد اللہ کی رضا وخوشنودی اور ان کی نیت خالصۃ اللہ کیلئے نہیں ہوگی بلکہ ان کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ بڑے فخر ومباہات کے ساتھ اپنے اس کارنامے کو دنیا کے سامنے پیش کرسکیں اور دنیا والے ان کی تعریف وبڑائی میں زمین وآسمان کے قلابے ملادیں۔

بت خانے کی جگہ پر مسجد بنانے کا بیان

450 - حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ الْمُرَجَّى، حَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ الدَّلَّالُ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَبَّبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَاغِيتُهُمْ

❁❁ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ مسجد طائف کو وہاں بنائیں جہاں ان لوگوں کا بت خانہ ہوتا تھا۔

451- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى، وَهُوَ أَتَمُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ - قَالَ مُجَاهِدٌ: وَعُمُدُهُ مِنْ خَشَبِ النَّخْلِ - فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بِنَائِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمُدَهُ - قَالَ مُجَاهِدٌ: عُمُدَهُ خَشَبًا - وَغَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً، وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَّةِ، وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقْفَهُ بِالسَّاجِ - قَالَ مُجَاهِدٌ: وَسَقْفَهُ السَّاجَ -.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْقَصَّةُ: الْجِصُّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اس کے ستون کھجور کی لکڑی سے بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع کی لیکن انہوں نے اسے اسی طرح بنایا جس طرح یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی' البتہ انہوں نے ستون تبدیل کر کے لکڑی کے لگوا دیئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی تعمیر نو کی اور اس میں بہت زیادہ توسیع کی۔ انہوں نے اس کی دیواریں اور اس کے ستون منقش کیس تون منکش پتھروں اور چونے کے ذریعے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے بنائی۔

مجاہد کہتے ہیں: اس سے مراد ساگوان کی لکڑی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) لفظ قصہ سے مراد گچ (یعنی چونہ) ہے۔

452 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ مَسْجِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ سَوَارِيهِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جُذُوعِ النَّخْلِ أَعْلَاهُ مُظَلَّلٌ بِجَرِيدِ النَّخْلِ، ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ فَبَنَاهَا بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَبِجَرِيدِ النَّخْلِ، ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَبَنَاهَا بِالْآجُرِّ فَلَمْ تَزَلْ ثَابِتَةً حَتَّى الْآنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے اور ان کے اوپر کھجور کی شاخوں کے ذریعے چھت ڈال دی گئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب یہ بوسیدہ ہو گئے' تو انہوں نے تنوں اور شاخوں کو تبدیل کر دیا پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ پرانے ہو گئے' تو انہوں نے مسجد نبوی کو پختہ اینٹوں کے ذریعے بنوایا اور اس کے بعد اب تک (یعنی جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کر رہے تھے اس وقت تک) یہ مسجد اسی طرح ہے۔

453 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمَ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِي عُلُوِّ الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ: لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً. ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا مُتَقَلِّدِينَ سُيُوفَهُمْ. فَقَالَ أَنَسٌ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفُهُ، وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ. وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ، وَيُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ. وَإِنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ. فَأَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ: يَا بَنِي النَّجَّارِ. ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هٰذَا فَقَالُوا: وَاللّٰهِ. لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ أَنَسٌ: وَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ، كَانَتْ فِيهِ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، وَكَانَتْ فِيهِ خِرَبٌ، وَكَانَ فِيهِ نَخْلٌ. فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ. فَنُبِشَتْ وَبِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً. وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصَّخْرَ. وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ. وَهُوَ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ فَانْصُرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ہجرت کے موقع پر) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے بالائی حصے میں ایک قبیلے میں قیام کیا۔ جنہیں بنوعمرو بن عوف کہا جاتا تھا۔ آپ نے ان کے درمیان چودہ دن قیام کیا پھر آپ نے بنونجار کو پیغام بھجوایا تو وہ لوگ تلواریں گلوں میں لٹکا کر آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور بنونجار کے افراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد تھے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے احاطے میں اُترے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جاتا تھا آپ وہاں نماز ادا کر لیا کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کر لیا کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ آپ نے بنونجار کو پیغام بھجوایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے بنونجار! اپنے اس باغ کا میرے ساتھ سودا کرلو انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ (یعنی اُس سے اِس کا اجر وثواب لیں گے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس باغ میں جو کچھ تھا وہ میں تمہیں بتاتا ہوں اس میں کچھ مشرکین کی قبریں تھیں اس میں کچھ کھنڈر تھے اور کھجوروں کے درخت تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت مشرکین کی قبریں پاٹ دی گئیں اور کھنڈر کو برابر کر دیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا۔ کھجور کے ان درختوں کو مسجد کے قبلہ کی سمت میں لائن میں لگا دیا گیا اور ان کے دونوں کناروں پر پتھر لگا دیئے گئے۔ لوگ جب پتھر منتقل کر رہے تھے تو رجز پڑھ رہے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے وہ یہ کہہ رہے تھے۔

''اے اللہ! بھلائی صرف آخرت کی بھلائی ہے' تو انصار اور مہاجرین کی مدد کر''۔

454- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ. عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ مَوْضِعُ الْمَسْجِدِ حَائِطًا لِبَنِي النَّجَّارِ فِيهِ حَرْثٌ وَنَخْلٌ، وَقُبُورُ الْمُشْرِكِينَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَامِنُونِي بِهِ فَقَالُوا: لَا نَبْغِي بِهِ ثَمَنًا. فَقَطَعَ النَّخْلَ وَسَوَّى الْحَرْثَ وَنَبَشَ قُبُورَ الْمُشْرِكِينَ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ. وَقَالَ: فَاغْفِرْ مَكَانَ فَانْصُرْ. قَالَ مُوسَى: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ. بِنَحْوِهِ. وَكَانَ عَبْدُ الْوَارِثِ. يَقُولُ: خِرَبٌ. وَزَعَمَ عَبْدُ الْوَارِثِ. أَنَّهُ أَفَادَ حَمَّادًا هٰذَا الْحَدِيثَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس جگہ مسجد ہے وہ بنونجار کا باغ تھا جس میں کچھ کھیت تھے۔ کھجوروں کے درخت تھے اور مشرکین کی قبریں تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے ساتھ اس کا سودا کرلو۔ انہوں نے عرض کی: ہمیں اس کی قیمت نہیں چاہئے پھر کھجوروں کے درختوں کو کاٹ دیا گیا۔ کھیتوں کو برابر کردیا گیا مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ دیا گیا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)' جس میں انہوں نے "مدد کر" کی جگہ "مغفرت کر دے" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ موسیٰ نامی راوی کہتے ہیں: عبدالوارث نے ہمیں اسی کی مانند حدیث بیان کی ہے اور عبدالوارث نے لفظ "کھنڈر" استعمال کیا ہے۔ عبدالوارث یہ کہتے ہیں: یہ الفاظ حماد نے نقل کیے ہیں۔

بَابُ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ

باب: محلوں میں مساجد بنانا

455 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ. عَنْ زَائِدَةَ. عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجد بنانے اور انہیں صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا ہے۔

456 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ. حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى. حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ. حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ. عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ. عَنْ أَبِيهِ سَمُرَةَ. أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا بِالْمَسَاجِدِ أَنْ نَصْنَعَهَا فِي دِيَارِنَا. وَنُصْلِحَ صَنْعَتَهَا وَنُطَهِّرَهَا

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ خط لکھا۔
"امابعد! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مساجد کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ ہم محلوں میں انہیں تعمیر کریں اور ان کی عمارت اچھی بنائیں اور انہیں صاف رکھیں"۔

455- اسناده صحيح. حسين بن علي: هو الجعفي، وزائدة: هو ابن قدامة. واخرجه الترمذي (600)، وابن ماجه (758) و (759) من طرق عن هشام بن عروة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (26386)، و "صحيح ابن حبان" (1634). واخرجه الترمذي (601) و (602) من طرق عن هشام بن عروة، عن ابيه: ان رسول الله - صلى الله عليه وسلم -... فذكره مرسلاً. وانظر الحديث الذي يلي هذا عند ابي داود.

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ومن اظلم من منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ، من مبتدا کی حیثیت سے مرفوع ہے اور اظلم خبر ہے مطلب یہ ہے کہ لا احد اظلم، کوئی زیادہ ظالم نہیں ہے۔ اور ان محل نصب میں ہے۔ مسجد سے بدل کے اعتبار سے۔ اور یہ تقدیر بھی جائز ہے: کراھیۃ ان یذکر پھر حذف کیا گیا۔ اور یہ تقدیر بھی جائز ہے: من ان یذکر فیھا۔ اور حرف جر کو طول کلام کی وجہ سے ان سے پہلے حذف کیا گیا اور یہاں مسجد سے مراد بیت المقدس اور اس کی محرابیں ہیں۔ بعض نے فرمایا: کعبہ ہے اور جمع ذکر کیا گیا ہے کیونکہ کعبہ مساجد کا قبلہ ہے یا تعظیم کے لئے جمع ذکر کیا گیا۔ بعض نے فرمایا: مسجد سے مراد تمام مساجد ہیں، ان کا واحد مسجد (جیم کے کسرہ کے ساتھ۔) عربوں میں سے بعض کہتے ہیں: مسجد (جیم کے فتحہ کے ساتھ) (3)۔ فراء نے کہا ہے: ہر فعل جو فعل یفعل کے وزن پر ہو مثلاً دخل یدخل تو اس سے مفعل فتحہ کے ساتھ آتا ہے خواہ وہ اسم ہو یا مصدر ہو۔ اس میں فرق واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً دخل یدخل مدخلا۔ ھذا مدخلہ۔ مگر چند الفاظ ایسے ہیں جن پر کسرہ پڑھا جاتا ہے: مسجد، مطلع، المغرب، المشرق، المسقط، المفرق، الجذر، المسکن، المرفق۔ (یہ رفق یرفق سے ہے) المنبت، المنسک (یہ نسک ینسک سے ہے) کسرہ کو اسم کی علامت بنایا ہے۔ بعض اوقات بعض عرب اسم میں فتحہ دیتے ہیں وہ المسجد (جیم کے فتحہ کے ساتھ) انسان کی پیشانی جہاں سجدہ کے لئے پہنچتی ہے: الاٰراب، وہ سات اعضاء جو سجدہ میں زمین پر لگتے ہیں۔ یہ جوہری کا قول ہے۔

اس آیت سے مراد کیا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے اور یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہ بخت نصر کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ اس نے بیت المقدس کو خراب کیا تھا۔ حضرت ابن عباس وغیرہ نے کہا: یہ نصاریٰ کے بارے نازل ہوئی۔ معنی یہ ہے کہ تم کیسے دعویٰ کرتے ہو اے نصاریٰ ! کہ تم اہل جنت میں سے ہو حالانکہ تم نے بیت المقدس کو خراب کیا اور اس میں نمازیوں کو نماز پڑھنے سے روکا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا: نصاریٰ کے فعل پر تعجب کا اظہار ہے کہ انہوں نے بیت المقدس کے ساتھ یہ کیا حالانکہ وہ اس کی تعظیم بھی کرتے تھے اور انہوں نے یہود سے عداوت کی۔

سعید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے، فرمایا: یہ اللہ کے دشمن نصاریٰ ہیں، یہود کے بعض نے انہیں ابھارا کہ انہوں نے بخت نصر بابلی مجوسی کی بیت المقدس کی تخریب میں معاونت کی۔

روایت ہے کہ یہ تخریب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک باقی رہی۔ بعض نے فرمایا: یہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے نمازیوں کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا اور حدیبیہ کے ساتھ انہیں مسجد حرام میں داخل نہ ہونے دیا۔ بعض نے فرمایا: اس نے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے بھی قیامت تک کسی مسجد سے کسی کو روکا۔ یہ قول صحیح ہے کیونکہ لفظ عام ہے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ وارد ہے۔ بعض مساجد کے ساتھ تخصیص اور بعض اشخاص کے ساتھ خاص کرنا ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔

مساجد کا خراب کرنا کبھی حقیقۃ ہوتا ہے جیسے بخت نصر اور نصاریٰ نے بیت المقدس کی تخریب کی تھی جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ انہوں نے بنی اسرائیل سے اپنے کسی بادشاہ کے ساتھ مل کر جنگ کی۔ بعض علماء نے فرمایا: اس کا نام نطوس بن اسیسانوس رومی تھا جیسا کہ غزنوں نے ذکر کیا ہے۔ پس انہوں نے بنی اسرائیل کو قتل کیا اور انہیں قیدی بنایا، تورات کو جلا دیا اور بیت المقدس میں غلاظت پھینکی اور اسے خراب کیا۔

اور کبھی تخریب مسجد مجازاً ہوتی ہے، جیسے مشرکین کا مسلمانوں کو منع کرنا۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام سے روک دیا۔ پس نماز اور شعائر اسلام کی مساجد میں ادائیگی سے روک دینا یا اسے خراب کرنا ہے۔

ہمارے علماء نے فرمایا: اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں: عورت کو حج کرنے سے روکنا جائز نہیں ہے جب اس نے حج نہ کیا ہو خواہ اس کا محرم ہو یا نہ ہو اور اسے مساجد میں نماز پڑھنے سے بھی نہ روکا جائے جب اس پر فتنہ کا خوف نہ ہو۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا: مسجد کو توڑنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا بیچ کرنا اور معطل کرنا جائز ہے اگرچہ محلہ خراب بھی ہو جائے اور مسجد بنانے سے بھی نہیں روکا جائے گا مگر یہ کہ لوگوں کا ارادہ اختلاف اور جھگڑا ہو مثلاً وہ ایک مسجد کے پہلو میں دوسری مسجد بنائیں اور ان سے مقصود پہلی مسجد کے لوگوں میں جدائی ڈالنا ہو اور خراب کرنا ہو اور اختلاف پیدا کرنا ہو۔ اگر ایسی صورت ہو تو دوسری مسجد کو توڑا جائے اور اس کے بنانے سے منع کیا جائے گا۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا: ایک شہر میں دو جامع مسجد ہونی جائز نہیں ہیں اور نہ ایک مسجد کے لئے دو امام جائز ہیں اور نہ ایک مسجد میں دو جماعتیں جائز ہیں۔ اس کا مزید بیان ان شاء اللہ سورۃ براءت میں آئے گا اور سورۃ نور میں مساجد اور ان کی بناء کا حکم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کیا جائے گا۔ یہ آیت نماز کے امر کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے۔ جب نماز افضل عمل ہے اور اجر کے اعتبار سے عظیم ہے تو اس کا منع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

ہر جگہ جہاں اللہ کی عبادت کرنا ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جاتا ہو اسے مسجد کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جعلت لی الارض مسجداً وطھوراً (میرے لئے زمین سجدہ گاہ اور پاکیزگی کا باعث بنائی گئی ہے) اس حدیث کو ائمہ نے تخریج کیا ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ وہ جگہ جو زبان کے ساتھ نماز کے لئے متعین کی گئی ہو تو وہ مالک کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے اور وہ تمام مسلمانوں کے لئے ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص اپنے گھر میں مسجد بنائے اور لوگوں کو اس سے روکے اور اسے اپنے لئے مختص کرے تو وہ اس کی ملکیت پر رہے گی اور وہ مسجد کی تعریف میں نہیں آئے گی۔ اگر وہ تمام لوگوں کے لئے اس میں نماز پڑھنا مباح کر دے تو پھر اس کا حکم عام مساجد جیسا ہو جائے گا اور ملکیت سے نکل جائے گی۔

اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین، اولئک مبتدا ہے اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے خائفین حال ہے یعنی مسلمان جب اس پر غالب آ جائیں اور وہ مسلمانوں کی سلطنت کے تحت آ جائے تو اس وقت ان مساجد میں کافر کا داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ اگر کافر اس میں داخل ہوں گے تو انہیں خوف ہوگا کہ مسلمان انہیں نکال دیں گے اور اس میں داخل ہونے پر سزا دیں گے۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ کافر کے لئے مسجد میں داخل ہونا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ سورۃ براءت میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جنہوں نے اس آیت کو نصاریٰ کے بارے میں تصور کیا اس نے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی اسلام میں تعمیر فرمائی تو اس کے بعد ایک زمانہ گزر گیا کہ کوئی نصرانی اس میں داخل نہیں ہوتا تھا مگر اسے سزا دی جاتی تھی، اس کے بعد کہ وہ ان کی عبادت گاہ تھی۔ اور جنہوں نے اسے قریش کے بارے تصور کیا۔ اس نے کہا: نبی کریم ﷺ کے حکم سے یہ اعلان کیا گیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کوئی بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہیں کرے گا۔ بعض علماء نے فرمایا: یہ خبر ہے اور اس سے مقصود امر ہے یعنی تم کافروں سے جہاد کرو اور انہیں جڑ سے اکھیڑ دو حتیٰ کہ ان میں سے کوئی مسجد حرام میں داخل نہ ہو مگر ڈرتے ہوئے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ (احزاب: 53) یہ حقیقت میں نہی ہے جو خبر کے لفظ کے ساتھ

وارد ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، ۱۱۴، بیروت)

نصاریٰ اور یہودی مکافات عمل کا شکار ہیں

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں دوسرا یہ کہ اس سے مراد مشرکین ہیں نصرانی بھی بیت المقدس کی مسجد میں پلیدی ڈال دیتے تھے اور لوگوں کو اس میں نماز ادا کرنے سے روکتے تھے، بخت نصر نے جب بیت المقدس کی بربادی کے لئے چڑھائی کی تھی تو ان نصرانیوں نے اس کا ساتھ دیا تھا اور مدد کی تھی، بخت نصر بابل کا رہنے والا مجوسی تھا اور یہودیوں کی دشمنی پر نصرانیوں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا اور اس لئے بھی کہ بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کر ڈالا تھا اور مشرکین نے بھی رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ والے سال کعبۃ اللہ سے روکا تھا یہاں تک کہ ذی طویٰ میں آپ کو قربانیاں دینا پڑیں اور مشرکین سے صلح کرنے کے بعد آپ وہیں سے واپس آ گئے حالانکہ یہ امن کی جگہ تھی باپ اور بھائی کے قاتل کو بھی یہاں کوئی نہیں چھیڑتا تھا اور ان کی کوشش یہی تھی کہ ذکر اللہ اور حج وعمرہ کرنے والی مسلم جماعت کو روک دیں حضرت ابن عباس کا یہی قول ہے ابن جریر نے پہلے قول کو پسند فرمایا ہے اور کہا ہے کہ مشرکین کعبۃ اللہ کو برباد کرنے کی سعی نہیں کرتے تھے یہ سعی نصرانی کی تھی کہ وہ بیت المقدس کی ویرانی کے درپے ہو گئے تھے۔

لیکن حقیقت میں دوسرا قول زیادہ صحیح ہے، ابن زید اور حضرت عباس کا قول بھی یہی ہے اور اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہئے کہ جب نصرانیوں نے یہودیوں کو بیت المقدس سے روکا تھا اس وقت یہودی بھی محض بیدین ہو چکے تھے ان پر تو حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنتیں نازل ہو چکی تھیں وہ نافرمان اور حد سے متجاوز ہو چکے تھے اور نصرانی حضرت مسیح کے دین پر تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے مراد مشرکین مکہ ہیں اور یہ بھی ایک وجہ ہے کہ اوپر یہود ونصاریٰ کی مذمت بیان ہوئی تھی اور یہاں مشرکین عرب کی اس بدخصلت کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابیوں کو مسجد الحرام سے روکا مکہ سے نکالا پھر حج وغیرہ سے بھی روک دیا۔

امام ابن جریر کا یہ فرمان کہ مکہ والے بیت اللہ کی ویرانی میں کوشاں نہ تھے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کو وہاں سے روکنے اور نکال دینے اور بیت اللہ میں بت بٹھا دینے سے بڑھ کر اس کی ویرانی کیا ہو سکتی ہے؟ خود قرآن میں موجود ہے آیت (وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)8۔الانفال:34) اور جگہ فرمایا آیت (مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ)9۔التوبہ:17) یعنی یہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں مشرکوں سے اللہ کی مسجدیں آباد نہیں ہو سکتیں جو اپنے کفر کے خود گواہ ہیں جن کے اعمال غارت ہیں اور جو ہمیشہ کے لئے جہنمی ہیں مسجدوں کی آبادی ان لوگوں سے ہوتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے اور نماز وزکوٰۃ کے پابند اور صرف اللہ ہی سے ڈرنے والے ہیں یہی لوگ راہ راست والے ہیں اور جگہ فرمایا آیت (هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ)48۔الفتح:25) ان لوگوں نے بھی کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے بھی روکا اور قربانیوں کو ان کے ذبح ہونے کی جگہ تک نہ پہنچنے دیا اگر ہمیں ان مومن مردوں عورتوں کا خیال نہ ہوتا جو اپنی ضعیفی اور کم قوتی کے باعث مکہ سے نہیں نکل سکے۔ جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو تو ہم تمہیں ان سے لڑکر ان کے غارت کر دینے کا حکم دیتے لیکن یہ بے گناہ مسلمان پس نہ دیئے جائیں اس لئے ہم نے سردست یہ حکم نہیں دیا لیکن یہ کفار

اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو وہ وقت دور نہیں جب ان پر ہمارے دردناک عذاب برس پڑیں۔

پس جب وہ مسلمان ہیں جن سے مسجدوں کی آبادی حقیقی معنی میں ہے وہی روک دیے گئے تو مسجدوں کے اجاڑنے میں کونسی کمی رہ گئی؟ مسجدوں کی آبادی صرف ظاہری زیب و زینت رنگ و روغن سے نہیں ہوتی بلکہ اس میں ذکر اللہ ہونا اس میں شریعت کا قائم رہنا اور شرک اور ظاہری میل کچیل سے پاک رکھنا یہ ان کی حقیقی آبادی ہے پھر فرمایا کہ انہیں لائق نہیں کہ بے خوفی اور بے باکی کے ساتھ بیت اللہ میں نہ آنے دو ہم تمہیں غالب کر دیں گے اس وقت یہی کرنا چنانچہ جب مکہ فتح ہو گیا اگلے سال ۹ ہجری اعلان کرا دیا کہ اس سال کے بعد حج میں کوئی مشرک نہ آنے پائے اور بیت اللہ شریف کا طواف کوئی ننگا ہو کر نہ کرے جن لوگوں کے درمیان صلح کی کوئی مدت مقرر ہوئی ہے وہ قائم ہے یہ حکم دراصل تصدیق اور عمل ہے اس آیت پر آیت (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا (9۔التوبہ:28) یعنی مشرک لوگ نجس ہیں اس سال کے بعد انہیں مسجد حرام میں نہ آنے دو اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ مشرک کانپتے ہوئے اور خوف زدہ مسجد میں آئیں لیکن برخلاف اس کے الٹے یہ مسلمانوں کو روک رہے ہیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو بشارت دیتا ہے کہ عنقریب میں تمہیں غلبہ دوں گا اور یہ مشرک اس مسجد کی طرف رخ کرنے سے بھی کپکپانے لگیں گے۔

چنانچہ یہی ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کی کہ جزیرہ عرب میں دو دین باقی نہ رہنے پائیں اور یہود و نصاریٰ کو وہاں سے نکال دیا جائے الحمد اللہ کہ اس امت کے بزرگوں نے اس وصیت رسول ﷺ پر عمل بھی کر دکھایا اس سے مسجدوں کی فضیلت اور بزرگی بھی ثابت ہوئی بالخصوص اس جگہ کی اور مسجد کی جہاں سب سے بڑے اور کل جن و انس کے رسول محمد ﷺ بھیجے گئے تھے۔ ان کافر پر دنیا کی رسوائی بھی آئی، جس طرح انہوں نے مسلمانوں کو روکا جلاوطن کیا ٹھیک اس کا پورا بدلہ انہیں ملا یہ بھی روکے گئے، جلاوطن کیے گئے اور ابھی اخروی عذاب باقی ہیں کیونکہ انہوں نے بیت اللہ شریف کی حرمت توڑی وہاں بت بٹھائے، بتوں سے دعائیں اور مناجاتیں شروع کر دیں۔ ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا وغیرہ اور اگر اس سے مراد نصرانی لیے جائیں تو بھی ظاہر ہے کہ انہوں نے بھی بیت المقدس کی بے حرمتی کی تھی، بالخصوص اس صخرہ (پتھر) کی جس کی طرف یہود نماز پڑھتے تھے، اسی طرح جب یہودیوں نے بھی نصرانیوں سے بہت زیادہ ہتک کی اور تو ان پر ذلت بھی اس وجہ سے زیادہ نازل ہوئی دنیا کی رسوائی سے مراد امام مہدی کے زمانہ کی رسوائی بھی ہے اور جزیہ کی ادائیگی بھی ہے حدیث شریف میں ایک دعا وارد ہوئی ہے۔ دعا (اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الآخرۃ) اے اللہ تو ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے نجات دے۔ یہ حدیث حسن ہے مسند احمد میں موجود ہے صحاح ستہ میں نہیں اس کے راوی بشر بن ارطاۃ صحابی ہیں۔ ان سے ایک تو یہ حدیث مروی ہے دوسری وہ حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ غزوے اور جنگ کے موقعہ پر ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ ۱۱۴، بیروت)

بَابٌ فِي السُّرُجِ فِي الْمَسَاجِدِ

باب: مساجد میں چراغ جلانا

457- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي سَوْدَةَ، عَنْ

مَيْمُوْنَةَ. مَوْلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. اَفْتِنَا فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ ائْتُوْهُ فَصَلُّوْا فِيْهِ وَكَانَتِ الْبِلَادُ اِذْ ذَاكَ حَرْبًا. فَاِنْ لَمْ تَأْتُوْهُ وَتُصَلُّوْا فِيْهِ. فَابْعَثُوْا بِزَيْتٍ يُسْرَجُ فِيْ قَنَادِيْلِهٖ

⊙⊙ نبی اکرم ﷺ کی کنیز سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہمیں بیت المقدس کے بارے میں حکم دیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم وہاں جاؤ اور وہاں نماز ادا کرو (راوی کہتے ہیں:) اس زمانے میں یہ جگہ غیر مسلموں کے قبضے میں تھی (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) ''اگر تم وہاں تک نہیں جاسکتے اور نماز ادا نہیں کرسکتے تو پھر زیتون کا تیل بھیجو جس کے ذریعے وہاں کی قندیلوں کو جلایا جائے''۔

مساجد سے متعلق احکام کا بیان

۱. مسجد کا دروازہ بند کرنا اور قفل لگانا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر مسجد کا مال واسباب جاتے رہنے کا خوف ہو تو مکروہ نہیں لیکن نماز کے اوقات میں بند کرنا اس صورت میں بھی مکروہ ہے ۲. مسجد کی چھت پر پیشاب یا پاخانہ کرنا یا جماع کرنا جنبی مرد وعورت یا حیض و نفاس والی عورت کا مسجد کی چھت کے اوپر جانا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مسجد کے اندر مکروہ تحریمی ہے ۳. مسجد کی چھت پر بلاضرورت چڑھنا یا نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا ۴. مسجد کو بلا عذر راستہ بنالینا مکروہ ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں سے گزرتا ہے تو جائز ہے لیکن اس کو چاہئے ہر روز جب وہ ایک یا کئی مرتبہ گزرے تو ایک مرتبہ اس میں تحیۃ المسجد پڑھ لیا کرے بلا عذر گزرنے کی عادت والا بھی اگر اعتکاف کی نیت کرلیا کرے تو گناہ سے بچ جائے گا۔

۵. مسجد کو ہر قسم کی گندگی وخرابی سے بچانا چاہئے اور نجاست کا مسجد میں لے جانا مکروہ ہے مثلاً ناپاک تیل مسجد کے اندر جلانا یا ناپاک گارے سے لیپنا، کلی کرنا، وضو کرنا، وغیرہ ۶. ایسے بچوں اور پاگلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو مسجد میں لے جانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے ۷. مسجد میں جوتیاں اور موزے لے جانے والے کو چاہئے کہ اچھی طرح صاف کر کے لے جائے۔

۸. مسجد میں کچا لہسن یا پیاز یا مولی وغیرہ کھانا یا کھا کر جانا جب تک اس کی بو باقی ہو مکروہ تحریمی ہے کوڑھ اور سفید داغ والے اور گندہ دہن وگندہ بغلی کی بیماری والے اور غیبت اور چغلی کرنے والے وغیرہ کو مسجد میں آنے سے منع کیا جائے گا اسی طرح مٹی کا تیل اور وہ دیا سلائی جس کے رگڑنے سے بدبو اڑتی ہو مسجد میں جلانا مکروہ ہے ۹. اگر کوئی اپنے مال سے مسجد میں نقش ونگار بنائے یا چونا گچ کرے اور مسجد کی تعظیم کی نیت ہو اور قبلے والی دیوار ومحراب پر نہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر قبلے والی دیوار اور محراب پر ہو تو مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے نمازیوں اور امام کے دل کو مشغولی ہوگی بلکہ دائیں بائیں کا بھی یہی حکم ہے وقف کے مال سے نقش ونگار کرنا حرام ہے۔

۱۰. مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کا لکھنا بہتر نہیں ۱۱. مسجد کے اندر کنواں نہیں کھودنا چاہئے اور اگر کنواں پہلے سے موجود ہو اور پھر وہ مسجد میں آجائے تو اس کو باقی رکھنے میں مضائقہ نہیں ۱۲. مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے اگر مسجد کے فائدہ کے لئے ہو تو مضائقہ نہیں ۱۳. مسجد کا چراغ گھر نہ لے جائے گھر سے مسجد میں چراغ لے جائے مسجد کا چراغ تہائی رات

تک روشن رکھنے میں مضائقہ نہیں اس سے زیادہ نہ رکھے لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو یا وہاں اس کی عادت ہو تو مضائقہ نہیں ۱۵. مسجد میں سوال کرنا مطلقاً حرام ہے اور اس سائل کو دینا ہر حال میں مکروہ ہے بعض کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں پھلانگے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔

۱۶. گمشدہ چیز کے متعلق مسجد میں پوچھ گچھ کرنا مکروہ ہے ۱۷. مسجد میں شعر پڑھنا اگر حمد و نعت و وعظ و نصیحت وغیرہ کے لئے ہو تو بہتر ہے اگر گزشتہ زمانوں اور امتوں کا ذکر ہے تو مباح ہے اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیوقوفی کی باتیں ہوں تو حرام ہے اگر خد و خال وغیرہ کا وصف ہو تو مکروہ ہے ۱۸. مسجد میں خرید و فروخت کرنا منع و مکروہ ہے البتہ اعتکاف کرنے والے کے لئے جائز ہے جبکہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضرورت کے لئے ہو تجارت کے لئے نہ ہو اور وہ چیز مسجد میں نہ لائی گئی ہو، ضرورت سے زیادہ اس کے لئے بھی جائز نہیں ۱۹. بلند آواز سے ذکر کرنا اس وقت مکروہ ہے جبکہ اس میں ریاء کا خوف ہو یا نمازیوں یا قاریوں یا سونے والوں کو تکلیف و خلل کا خوف ہو مگر ان باتوں کا خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

۲۰. مسجد میں باتوں کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے اگر چہ وہ باتیں مباح ہوں اگر عبادت کے لئے بیٹھا ہو اور دنیا کا کلام بھی کرلیا تو مکروہ نہیں ۲۱. چمگادڑ و کبوتروں وغیرہ کے گھونسلے مسجد کی صفائی کے لئے نوچ کر پھینکنے میں مضائقہ نہیں ۲۲. مسجد میں ماتم کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے ۲۳. مسجد کا کوڑا جھاڑو دے کر ایسا جگہ نہ ڈالیں جہاں بے ادبی ہو ۲۴. مسجد میں مسافر اور اعتکاف کرنے والے کے سوا کسی اور کو کھانا پینا سونا جائز نہیں اگر کسی کو ایسا کرنا ہی پڑے تو وہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے پہلے کچھ ذکر الٰہی کرلے یا نماز پڑھ لے، پھر کھا پی لے یا سو جائے تو مکروہ نہیں، اور مسافر کے لئے بھی یہی بہتر ہو اس طرح ان کو اعتکاف کا ثواب بھی ملے گا ۲۵. درزی یا کاتب یا کسی اور پیشہ ور کو مسجد میں بیٹھ کر سینا و کتابت وغیرہ اپنا پیشہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کی حفاظت کے لئے وہاں بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو مکروہ نہیں ۲۶. اگر مسجد کی چٹائی وغیرہ کا گھانس و تنکا وغیرہ نمازی کے کپڑے میں لپٹ کر آ گیا اور اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تو اس کا وہاں واپس لوٹانا اس پر واجب نہیں ۲۷. نماز کے علاوہ مسجد میں بیٹھنے میں مضائقہ نہیں لیکن اگر اس سبب سے وہاں کی کوئی چیز خراب ہوگئی تو قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

۲۸. اگر کسی نے غصب کی زمین میں مسجد بنائی تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے افضل نہیں ہے ۲۹. قبلے کی طرف قصداً بلا عذر دونوں پاؤں یا ایک پاؤں پھیلانا مکروہ ہے خواہ سوتے میں ہو یا جاگتے میں اگر عذر سے یا بھول کر ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے نابالغ کے لئے بھی یہی حکم ہے اور بے سمجھ نابالغ کو اس طرح لٹانے کا گناہ لٹانے والے پر ہوگا اسی طرح قرآن مجید اور شرعی کتابوں کی طرف بھی پاؤں پھیلانا مکروہ ہے لیکن اگر کتابیں اونچی جگہ پر ہوں تو پھر ان کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ نہیں ہے ۳۰. مسجد کی مرمت و عمارت اور بوریا و چٹائی بچھانے اور لوٹے، چراغ، بتی وغیرہ کا انتظام کرنے اور اذان و اقامت کہنے اور امامت کی لیاقت ہوتے ہوئے امامت کرانے کا حق اس شخص کو ہے جس نے مسجد بنا کر اللہ کے واسطے وقف کردی ہو اور اگر وہ امامت کا اہل نہیں ہے تو اسی کی تجویز سے کوئی دوسرا شخص مقرر ہوگا اسی طرح اس کے بعد اس کی اولاد اور کنبے والے غیروں سے زیادہ حقدار ہیں ۳۱. اگر مسجد میں وعظ اور تلاوتِ قرآن ہو رہی ہو تو عوام کے لئے وعظ کا سننا بہتر ہے۔

۳۲. مسجد کی کسی جگہ کو اپنے لئے خاص کرلینا مکروہ ہے اگر کوئی شخص کسی ضرورت مثلاً وضو وغیرہ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر گیا

اور اس کو جلدی ہی واپس آنا ہے تو اس کا حق فائق ہے اور دوسرے بیٹھنے والے کو وہاں سے اٹھا دینا اس کے لئے جائز ہے خاص طور پر جب کہ اپنا کپڑا وغیرہ وہاں رکھ گیا ہو ۳۳ مسجدوں میں سب سے افضل مسجد مکہ معظمہ کی مسجد ہے جس کو مسجد الحرام کہتے ہیں کیونکہ اس میں خانہ کعبہ ہے، اس کے بعد مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے پھر بیت المقدس کی مسجد ہے جس کو مسجد قدس بھی کہتے ہیں پھر مسجد قبا پھر اس کے بعد ہر شہر کی جامع مسجدیں پھر محلے کی مسجدیں پھر راستے کی مسجد، اپنی محلے کی مسجد میں پنجوقتہ نماز پڑھنا اگر چہ وہاں جماعت تھوڑی ہو جامع مسجد سے افضل ہے اگر چہ وہاں جماعت بڑی ہو بلکہ اگر محلے کی مسجد میں جماعت نہ ہوئی ہو تو وہاں تنہا جائے اور اذان و اقامت کہے اور نماز پڑھے خواہ وہ اکیلا ہی ہو اس کی یہ نماز جامع مسجد کی جماعت سے افضل ہے۔

بَابٌ فِي حَصَى الْمَسْجِدِ
باب: مساجد میں کنکریاں رکھنا

458 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ تَمَّامِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سُلَيْمٍ الْبَاهِلِيُّ، عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ، سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْحَصَى الَّذِي فِي الْمَسْجِدِ؟ فَقَالَ: مُطِرْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ مُبْتَلَّةً، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَأْتِي بِالْحَصَى فِي ثَوْبِهِ، فَيَبْسُطُهُ تَحْتَهُ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ، قَالَ: مَا أَحْسَنَ هٰذَا

❀❀ ابو ولید بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مسجد میں کنکریاں (بچھائے جانے) کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: ایک رات بارش ہوگئی اور زمین گیلی ہوگئی تو ہر شخص اپنے کپڑے میں کنکریاں لاتا اور انہیں اپنے نیچے بچھالیتا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کتنا اچھا کام ہے۔

459 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: كَانَ يُقَالُ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَخْرَجَ الْحَصَى مِنَ الْمَسْجِدِ يُنَاشِدُهُ۔

❀❀ ابوصالح بیان کرتے ہیں: یہ بات کہی جاتی ہے کہ جب کوئی شخص مسجد سے کنکریاں باہر نکالتا ہے' تو وہ اس سے مناجات کرتی ہیں (یعنی اسے واسطے دیتی ہیں)

460 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي الصَّاغَانِيَّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، حَدَّثَنَا أَبُو حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو بَدْرٍ: أُرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْحَصَاةَ لَتُنَاشِدُ الَّذِي يُخْرِجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے ابوبکر نامی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''وہ کنکریاں جنہیں آدمی مسجد سے باہر نکالتا ہے وہ واسطے دیتی ہیں (کہ انہیں مسجد سے نہ نکالا جائے)''۔

بَابٌ فِي كَنْسِ الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں صفائی کرنا

461 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْخَزَّازُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي، فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أُوتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''میرے سامنے میری اُمت کے اجور پیش کیے گئے' یہاں تک کہ اس میں وہ تنکا بھی شامل تھا' جسے کوئی شخص مسجد سے باہر نکال دیتا ہے اور میرے سامنے میری اُمت کے گناہ پیش کیے گئے' تو میں نے کوئی ایسا گناہ نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ بڑا ہو کہ قرآن کی کوئی سورت یا آیت آدمی کو دی گئی ہو (یعنی اس نے یاد کی ہو) تو پھر وہ اسے بھول جائے''۔

مساجد کی صاف رکھنے کا بیان

معلوم ہوا مسجدوں کو صاف ستھرا رکھنا اور روشنی کا انتظام نہایت فضیلت والا کام ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اولوالعزم رسولوں کو بطور خاص حکم دیا۔ یہاں صفائی سے مراد صرف ظاہری صفائی نہیں، بلکہ باطنی صفائی بھی ہے کہ اس گھر میں مشرک لوگ نہ آنے پائیں۔ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی پکارنا شروع کر دیں اور اسے گندا کر دیں۔ اور مساجد کی صفائی اور آداب کے لیے درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا (یا صاف کر دینا) ہے (بخاری، کتاب الصلوۃ باب کفارۃ البزاق فی المسجد)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ مر گئی۔ آپ نے جب اسے نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا: وہ مر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ خبر کی۔ چلو اب اس کی قبر بتلاؤ۔ پھر آپ اس کی قبر پر گئے اور نماز پڑھی۔ (بخاری، کتاب الصلوۃ، باب کنس المسجد)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک گنوار آیا اور مسجد (نبوی ﷺ) کے ایک کونے میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگوں نے اسے جھڑکا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جھڑکنے سے منع فرمایا۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس جگہ پانی کا ایک ڈول بہا دیا جائے،

(بخاری، کتاب الوضوء، باب ترک النبی والناس الاعرابی حتی فرغ من بولہ فی المسجد)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب اعرابی پیشاب سے فارغ ہو چکا تو آپ ﷺ نے اسے سمجھایا کہ یہ مسجدیں

اللہ کے ذکر کے مقامات ہیں، بول و براز کے لئے نہیں لہٰذا انہیں صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔

٤۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوکوئی اس درخت یعنی لہسن کو کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔ عطا کہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کچی لہسن مراد ہے یا پکی ہوئی؟ انہوں نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کچی لہسن اور اس کی بدبو مراد ہے۔

(بخاری۔ کتاب الاذان، باب، ماجاء فی الثوم النی والبصل والکراث)

۵۔ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑا تھا۔ کسی نے مجھ پر پتھر پھینکا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا: جاؤ فلاں دو آدمیوں کو میرے پاس بلالاؤ۔ میں انہیں بلالایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم طائف سے آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر تم اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے (شور مچاتے) ہو۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب، رفع الصوت فی المسجد)

بَابٌ فِي اعْتِزَالِ النِّسَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ عَنِ الرِّجَالِ

باب: مساجد میں خواتین کا مردوں سے الگ ہونا

462 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ. حَدَّثَنَا أَيُّوبُ. عَنْ نَافِعٍ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ. حَتّٰى مَاتَ. وَقَالَ غَيْرُ عَبْدِ الْوَارِثِ: قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ أَصَحُّ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اگر ہم یہ دروازہ خواتین کے لئے چھوڑ دیں (تو یہ مناسب ہے)''

نافع کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرتے دم تک اس (دروازے) سے کبھی (مسجد میں) داخل نہیں ہوئے۔

عبدالوارث نامی راوی کے علاوہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا (یعنی یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے) اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

عورتوں کا مسجد جانا کیسا؟

ابتدائی دور میں عورتوں کو مسجد میں آنے نماز باجماعت ادا کرنے کی اجازت تھی اسی لئے حدیث پاک میں جماعت کی صفوں میں مرد و عورت کی صف کے درمیان فضیلت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز باجماعت میں اجر کے اعتبار سے مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بری صف آخری ہے (یعنی پہلی صف کی بنسبت آخری صف میں اجر اور فضیلت کم ہے)۔ عورتوں کی

بہترین صف آخری ہے اور بری صف پہلی ہے (یعنی وہ صف جو مردوں کی صف سے متصل ہے کیونکہ اس میں نفس کے بہکاوے یا توجہ بٹنے کا اندیشہ ہوسکتا ہے) (سنن ترمذی رقم الحدیث 224)

عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو انہوں نے اب ایجاد کیا تو ان کو (مسجد آنے سے) منع فرمادیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا تھا میں نے عمرہ سے پوچھا کیا ان کو منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا ہاں (صحیح بخاری رقم الحدیث 869)

علامہ غلام رسول سعیدی (علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی 855ھ کے حوالے سے) لکھتے ہیں۔

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتیں جو انہوں نے ہمارے زمانے میں ایجاد کر لیا ہے اور اپنی زیبائش اور نمائش میں غیر شرعی طریقے اور مذموم بدعات نکال لی ہیں تو یقیناً اپنے موقف میں اور شدت اختیار فرماتیں (عمدۃ القاری جلد 6 ص 227) میں (علامہ غلام رسول سعیدی) کہتا ہوں اگر علامہ عینی ہمارے زمانہ کی فیشن زدہ عورتوں کو دیکھ لیتے تو حیران رہ جاتے اب اکثر عورتوں نے برقع پہننا چھوڑ دیا ہے۔ سر کو دوپٹہ سے نہیں ڈھانپتیں تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں بیوٹی پارلر میں جا کر جدید طریقوں سے میک اپ کرواتی ہیں مردوں کے ساتھ مخلوط اجتماعات میں شراکت کرتی ہیں میراتھن ریس دوڑ میں حصہ لیتی ہیں بسنت میں پتنگ اڑاتی ہیں ویلنٹائن ڈے مناتی ہیں اس قسم کی آزاد منش عورتوں کے مسجد میں جانے کا تو خیر کوئی امکان نہیں البتہ چن اللہ سے ڈرنے والی خواتین ضرور مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے یا رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز پڑھنے جاتی ہیں جہاں ان کی نماز کے لئے باپردہ جگہ بنائی جاتی ہیں

سو جو خواتین پردہ کی حدود و قیود سے مسجدوں میں جائیں تاکہ وہ درس قرآن و حدیث وعظ اور نصیحت سن سکیں تو میری رائے ہے کہ انکو منع نہیں کرنا چاہئے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ایک قول میں اس کی گنجائش بھی ہے۔ (عمدۃ الباری جلد 2 صفحہ 798

علامہ زین الدین بن شباب الدین حنبلی متوفی 795ھ لکھتے ہیں مردوں کے ساتھ جماعت میں خواتین کے مسجد میں نماز پڑھنے کے مسئلہ میں فقہا کا اختلاف رہا ہے بعض فقہا نے اس کو ہر حال میں مکروہ کہا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی موقف ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہا نے کہا میں اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ وآزمائش ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ عیدین کے سوا گھروں سے نہ نکلیں بعض فقہا نے بوڑھی عورت کو نکلنے کی اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے یہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی رضی اللہ عنہ امام یوسف رضی اللہ عنہ اور امام محمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ہمارے اصحاب حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(فتح الباری لابن رجب جلد 5 صفحہ 309 دارابن الجوزیہ ریاض)

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ علیہ غسل جمعہ کے متعلق ایک حدیث کی شرح میں مرقاۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو (بخاری و مسلم)

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ حکم اس وقت کے لئے تھا جب عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت تھی عہد

فاروقی سے اس کی ممانعت کر دی گئی کیونکہ عورتوں میں فساد بہت آ گیا ہے اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں مسجدوں میں آ کر کچھ دین کے احکام سن لیں گی عہد فاروقی میں عورتوں کو مطلقاً گھر سے نکلنے کی ممانعت تھی۔

ایک دوسری حدیث کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا ہے کیونکہ نماز جمعہ صرف مرد پر فرض ہے عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے من اتی الجمعہ من الرجال والنساء اس لئے جمعہ میں عورتوں کا آنا بھی مستحب ہے مگر اب زمانہ خراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں (مرقاۃ)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتیں سینماؤں بازاروں کھیل تماشوں اسکول کالجوں میں جائیں صرف مسجد نہ جائیں گھروں میں رہیں بلاضرورت شرعیہ گھروں سے باہر نہ نکلیں اسی لئے فقیر کا یہ فتوی ہے کہ اب عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے سے نہ روکو۔ اگر ہم انہیں روکیں گے تو یہ وہابیوں مرزائیوں دیوبندیوں کی مساجد میں پہنچتی ہیں جیسا کہ تجربہ ہوا ان لوگوں نے عورتوں کے لئے بڑے بڑے انتظامات اپنی اپنی مسجدوں میں کئے ہوئے ہیں عورتوں کو گمراہ کر کے ان کے خاوندوں اور بچوں کو بہکاتے ہیں۔

(مرات شرح مشکوۃ جلد دوم صفحہ 333،170)

مزید لکھتے ہیں اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں مسجدوں میں آ کر کچھ دین سیکھ لیں گی۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد دوم)

ہمارے فقہا کرام کا عمومی موقف تو یہی ہے کہ اخلاقی تنزل کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دی جائے لیکن اس کا مقصد تو یہ جب مسجد میں نماز کے لئے آنے سے ان خواتین کو روکنا شریعت کا منشا ہے تو پھر یہ پابندی ان کو عام حالات میں بھی اختیار کرنی چاہیے لیکن اب چند دین دار عورتوں کے علاوہ عام عورتیں تعلیم روزگار بازاروں سماجی تقریبات اور روزمرہ معاملات میں بلا روک ٹوک شرعی حجاب کے بغیر گھومتی پھرتی ہیں۔

تو پھر صرف مسجد یا بالخصوص دینی مجالس سے کیوں روکا جائے جب کہ مسجد میں نماز کے لئے یا عورتوں کے لئے مخصوص تبلیغی اجتماعات میں آنے والی خواتین شرعی حجاب کے ساتھ آتی ہیں اور انہیں دینی مسائل سننے کا موقع بھی ملتا ہے۔

جس کی وجہ سے دینی ذوق رکھنے والی اہلسنت کی خواتین کیلئے جب اپنے مسلک کے مطابق اس طرح کے انتظامات نہیں ہوتے تو وہ ان مجالس میں جاتی ہیں اور علم کی کمی کی وجہ سے ان کے عقائد ونظریات تبدیل ہو جاتے ہیں اس لئے میری (مفتی فیب الرحمان) نزدیک موجودہ دور میں مساجد میں نماز تراویح اور دروس کی مجلسوں میں شرعی حدود کی مکمل پاسداری کے ساتھ خواتین کی شرکت کا اہتمام اباحت وجواز کی حدود سے نکل کر ضرورت کے درجے میں داخل ہو گیا ہے۔ اس لئے میں (مفتی فیب الرحمان) اس کی تائید کرتا ہوں اور علما اور مفتیان کرام کو اس ضرورت کا احساس دلاتا ہوں۔

463 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ اَعْيَنَ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمَعْنَاهُ، وَهُوَ اَصَحُّ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

464 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ يَنْهَى أَنْ يُدْخَلَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس بات سے منع کرتے تھے کہ خواتین کے مخصوص دروازے سے (مسجد میں) داخل ہوا جائے۔

تراویح کے لئے عورتوں کا مسجد میں آنا

آج کل بہت سی مساجد میں عورتوں کے لئے تراویح کا انتظام کیا جاتا ہے، مگر یہ رواج علماء حنفیہ کی تصریحات کے خلاف نیز احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے مسجد کے بجائے ان کے گھر کو افضل قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمایا عورت کی نماز گھر کے اندر (دالان) میں افضل ہے اس کی نماز سے جو صحن میں ہو اور اس کی نماز اندر کوٹھری میں بہتر ہے اس کی نماز سے جو دالان میں ہو۔ حدیث فعن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: صلاۃ المراۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا۔

(ابوداؤد:185،الرقم،570،سنن کبریٰ للبیہقی:3/188،الرقم،5361،مستدرک حاکم:1/315،الرقم760)

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ عورت کے لئے اپنے گھر سے بہتر نماز کی کوئی جگہ نہیں، مگر حج وعمرہ میں، (کہ وہاں مسجد میں پڑھنا بہتر ہے) سوائے اس عورت کے جو شوہر سے مایوس ہوگئی ہو (یعنی بوڑھی ہو تو وہ مسجد میں پڑھ سکتی ہے۔ حدیث فعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه كان يخلف، فيبلغ اليمين، ما من مصلى للمراة خير من بيتها الا فی حج او عمرة الا امرة قديئست من البعولة وہی فی منقلبها، قلت ما منقلبها؟ قال؛ امراة عجوز قد تقارب خطوها۔

(مجمع الزوائد:2/156،الرقم،2114،سنن کبریٰ للبیہقی:3/188،الرقم،5364،مصنف عبدالرزاق:3/150،الرقم5117)

یہ اس دور کی بات ہے جبکہ عورتوں میں شرم وحیا پردہ وحجاب کا کامل اہتمام تھا، پھر اس کے بعد شرم وحیا کی کمی اور پردہ میں کوتاہی ہونے لگی تو صحابہ کرام نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا اور منع فرمادیا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو مزاج شناس رسول رہیں، فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے (بے پردگی کی) پیدا کرلی ہیں تو مسجد میں آنے سے ان کو ضرور منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کردیا گیا تھا۔

حدیث فعن عمرة بنت عبد الرحمن انها سمعت عائشه زوج النبی ﷺ تقل: لو ان رسول الله ﷺ رای ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل، قال: قلت لعمرة: انساء بنی اسرائیل منعن المسجد؟ قالت نعم۔ (مسلم:188،الرقم،ابوداؤد:85،الرقم،569،مصنف عبدالرزاق:3/149،الرقم:5112)

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دور کے حالات کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے تو غور کریں کہ موجودہ حالات میں ان کا کیا فتویٰ ہوتا؟ اس بنا پر فقہاء حنفیہ نے مطلقاً عورتوں کو منع کردیا کہ وہ مسجد میں آئیں جیسا کہ فقہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے البتہ

بہت بوڑھی عورتوں کو اجازت دی ہے۔" فقال: ویکرہ لھن حضور الجماعات، یعنی الشواب منھن لما فیہ من خوف الفتنۃ، ولا بأس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء، وھذا عند ابی حنیفۃ، وقال: یخرجن فی الصلوات کلھا۔ (ہدایہ: 1/ 374)۔ فقال: ویکرہ حضورھن الجمعۃ مطلقا) ولو عجوزا لیلا (علی المذھب) المفتی بہ۔ (درمختار مع شامی: 2/ 307۔

فقال ولا یحضرن الجماعات۔۔۔۔ لانہ لا یؤمن الفتنۃ من خروجھن، اطلقہ فشمل الشابۃ والعجوز والصلاۃ النھاریۃ واللیلیۃ۔ قال المصنف فی الکافی: والفتوی الیوم علی الکراھۃ فی الصلاۃ کلھا لظھور الفساد (البحر الرائق: 1/ 627۔628)

لہٰذا تراویح کے لئے عورتوں کو مسجد میں نہ آنا چاہئے، اس سے پرہیز کرنا ہی احتیاط کا مقتضی ہے۔

بَابٌ فِيمَا يَقُوْلُهُ الرَّجُلُ عِنْدَ دُخُوْلِهِ الْمَسْجِدَ

باب: آدمی مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھے گا

465 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ. عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ. عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ. قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ. أَوْ أَبَا أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ. يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ لِيَقُلْ: اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. فَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

حضرت ابواُسید انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو' تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے اور پھر یہ پڑھے:"

"اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"۔

اور جب وہ (مسجد سے) باہر جائے' تو یہ پڑھے۔

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں"۔

466 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَنْصُوْرٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ. عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ. قَالَ: لَقِيْتُ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ. فَقُلْتُ لَهُ: بَلَغَنِيْ أَنَّكَ حَدَّثْتَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ. وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ. وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ. مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. قَالَ: أَقَطْ؟ قُلْتُ: نَعَمْ.

465- حديث صحيح، وهذا اسناد قوى من اجل عبد العزيز بن محمد الدراوردى، وقد توبع. واخرجه مسلم (713)، والنسائى فى "الكبرى" (810)، وابن ماجه (772) من طريقين عن ربيعة بن ابى عبد الرحمن، بهذا الاسناد ورواية مسلم دون قوله: "فليسلم على النبى صلى الله عليه وسلم"۔ وقال البيهقى فى "سننه" /2441: لفظ التسليم فيه محفوظ. وهو فى "مسند احمد" (26057)، و"صحيح ابن حبان" (2048) و (2049). ورواية ابن ماجه عن ابى حميد من غير شك، ورواية احمد والنسائى وابن حبان الثانية: عن ابى حميد وابى اسيد بالعطف.

قَالَ: فَإِذَا قَالَ: ذَلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ: حُفِظَ مِنِّي سَائِرَ الْيَوْمِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے۔

''میں عظمت والے اللہ تعالیٰ اور اس کی معزز ذات اور اس کی قدیم بادشاہی کی مردود شیطان (کے شر) سے پناہ مانگتا ہوں''۔

(راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے استاد کو یہ حدیث سنائی) تو انہوں نے فرمایا: کیا صرف اتنا ہی؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں' تو انہوں نے کہا: (حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں)

''جب آدمی یہ کلمات پڑھ لیتا ہے' تو شیطان کہتا ہے: یہ پورے دن کے لئے مجھ سے محفوظ ہو گیا''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں داخل ہونے کے بعد نماز ادا کرنا

467 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُصَلِّ سَجْدَتَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْلِسَ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جب کوئی شخص مسجد میں آئے' تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (تحیۃ المسجد) ادا کرے''۔

468 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ زَادَ: ثُمَّ لِيَقْعُدْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ أَوْ لِيَذْهَبْ لِحَاجَتِهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''پھر اگر وہ چاہے' تو اس کے بعد بیٹھ جائے اور اگر چاہے' تو کام کے لئے چلا جائے''۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْقُعُودِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت

469 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، أَوْ يَقُمْ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ

468- اسنادہ صحیح، والرجل من بنی زریق هو عمرو بن سلیم کما هو موضح فی الروایة السالفة. وهو فی "مسند احمد" (22652). وانظر ماقبله

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''فرشتے کسی شخص کے لئے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اس جگہ پر بیٹھا رہتا ہے جہاں اس نے نماز ادا کی تھی جب تک وہ بے وضو نہیں ہوتا یا وہاں سے اٹھ نہیں جاتا (وہ فرشتے یہ دعا کرتے ہیں)

''اے اللہ! اس کی مغفرت کردے اے اللہ! اس پر رحم کر''۔

470 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ، لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی اس وقت تک نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے' جب تک نماز اسے روکے رکھتی ہے۔ آدمی کے اپنے گھر والوں کی طرف واپس جانے میں صرف نماز ہی رکاوٹ ہو''۔

471 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، تَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، حَتَّى يَنْصَرِفَ، أَوْ يُحْدِثَ، فَقِيلَ: مَا يُحْدِثُ؟ قَالَ: يَفْسُو، أَوْ يَضْرِطُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی اس وقت تک مسلسل نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے' جب تک وہ اپنی جائے نماز پہ نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر اے اللہ! تو اس پر رحم کر (وہ یہ دعا اس وقت تک کرتے رہتے ہیں) جب تک آدمی واپس نہیں چلا جاتا یا بے وضو نہیں ہو جاتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا بے وضو ہونے سے مراد کیا ہے انہوں نے کہا: یہ کہ وہ ہوا خارج کر دے''۔

472 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ الْأَزْدِيُّ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ الْعَنْسِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَتَى الْمَسْجِدَ لِشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص جس کام کے لئے مسجد آتا ہے اسے وہی ملتا ہے''۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ إِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنے کا مکروہ ہونا

473 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ يَعْنِي ابْنَ

جُرَیْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا الْاَسْوَدِ یَعْنِیْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، یَقُوْلُ: اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، مَوْلٰی شَدَّادٍ، اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ، یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ سَمِعَ رَجُلًا یَنْشُدُ ضَالَّةً فِی الْمَسْجِدِ، فَلْیَقُلْ: لَا اَدَّاهَا اللّٰهُ اِلَیْکَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص کسی دوسرے کو مسجد میں کسی گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اسے یہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ چیز نہ لوٹائے کیونکہ مساجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی ہیں''۔

بَابٌ فِیْ کَرَاهِیَةِ الْبُزَاقِ فِی الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں تھوکنے کا مکروہ ہونا

474 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَشُعْبَةُ، وَاَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: التَّفْلُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَةٌ وَکَفَّارَتُهُ اَنْ تُوَارِیَهُ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مسجد میں تھوک دینا غلطی ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے چھپا دے''۔

475 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَةٌ وَکَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک مسجد میں تھوکنا غلطی ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کرنا ہے''۔

476 - حَدَّثَنَا اَبُوْ کَامِلٍ، حَدَّثَنَا یَزِیْدُ یَعْنِیْ ابْنَ زُرَیْعٍ، عَنْ سَعِیْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلنُّخَاعَةُ فِی الْمَسْجِدِ فَذَکَرَ مِثْلَهُ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مسجد میں تھوکنا'' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

477 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مَوْدُوْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِیِّ، سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ، یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْمَسْجِدَ فَبَزَقَ فِیْهِ، اَوْ تَنَخَّمَ فَلْیَحْفِرْ فَلْیَدْفِنْهُ. فَاِنْ لَمْ یَفْعَلْ فَلْیَبْزُقْ فِیْ ثَوْبِهٖ ثُمَّ لِیَخْرُجْ بِهٖ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

475- اسنادہ صحیح. ابو عوانة: هو الوضاح بن عبد الله الیشکری. واخرجه مسلم (552) (55)، والترمذی (579)، والنسائی فی "الکبری" (804) من طریق ابی عوانة، بهذا الاسناد. وهو فی "صحیح ابن حبان" (1635) و (1637). وانظر ماقبله ومابعده

"جو شخص مسجد میں داخل ہو اور پھر اس میں تھوک دے یا بلغم گرائے اسے (مٹی) کھود کر (وہ بلغم یا تھوک) اس میں دفن کر دیا جائے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر اسے اپنے کپڑے میں تھوکنا چاہئے اور پھر اسے باہر لے جائے"۔

478 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُحَارِبِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ إِلَى الصَّلَاةِ، أَوْ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ، فَلَا يَبْزُقْ أَمَامَهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ تِلْقَاءِ يَسَارِهِ، إِنْ كَانَ فَارِغًا أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى ثُمَّ لِيَقُلْ بِهِ

حضرت طارق بن عبداللہ محاربی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اسے اپنے سامنے کی سمت یا دائیں طرف نہیں تھوکنا چاہئے بلکہ اپنی بائیں طرف تھوکنا چاہئے' اگر وہ جگہ خالی ہو' یا پھر اپنے بائیں پاؤں کے نیچے اسے تھوکنا چاہئے اور اسے مسل دینا چاہئے"۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد میں) قبلے کی طرف رینٹھ پڑا ہوا دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ناگوار گذرا یہاں تک کہ اس ناگواری کا اثر آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہا تھا۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور اسے خود اپنے دست مبارک سے کھرچ کر پھینکا اور فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے اور اس وقت اس کا پروردگار اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ قبلے کی طرف ہرگز نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوک لے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کا ایک کونہ لیا اور اس میں کچھ تھوکا اور پھر کپڑے کو آپس میں رگڑ کر فرمایا کہ" اس طرح کر لیا کرو۔ (صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 707)

اس کا پروردگار اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے۔ کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ قبلے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہونے اور اس کے قریب ہونے کا ارادہ کرتا ہے لہٰذا چونکہ اس کا مطلوب اور مقصود اس کے اور قبلے کے درمیان ہے اس لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ قبلے کی سمت کو تھوک سے بچایا جائے۔ بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوکنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ کوئی آدمی مسجد میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ مسجد میں نماز پڑھنے کی صورت میں بائیں طرف اور قدموں کے نیچے بھی تھوکنا نہیں چاہئے کہ اس سے مسجد کے آداب واحترام میں فرق آتا ہے بلکہ اس صورت میں اگر تھوکنے کی ضرورت محسوس ہو تو کسی کپڑے میں تھوک لیا جائے پھر اسے رگڑ کر صاف کر لیا جائے۔

479 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:

479- اسناده صحيح. سليمان بن داود: هو العتكي، وحماد: هو ابن زيد، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه البخاري (406)، ومسلم (547)، والنسائي في "الكبرى" (533)، وابن ماجه (763) من طرق عن نافع، به. ولم يذكروا الزعفران. وهو في "مسند احمد" (4509).

بلکہ اپنے بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہئے اور اگر تھوک زیادہ تیزی سے آرہا ہو تو پھر اسے اس طرح کرنا چاہئے۔
(راوی بیان کرتے ہیں:) ابن عجلان نامی راوی نے وہ ہمیں کر کے دکھایا یعنی (کپڑے میں تھوک کر) اسے مل دیا۔

481 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَہْبٍ. اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ الْجُذَامِيِّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَيْوَانَ، عَنْ اَبِيْ سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ - قَالَ اَحْمَدُ: مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اَنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا، فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ فَرَغَ: لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ. فَاَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُّصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ وَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: نَعَمْ. وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ: اِنَّكَ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

❀❀ حضرت ابوسہلہ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص جو لوگوں کی امامت کرتا تھا اس نے قبلہ کی سمت میں تھوک دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب وہ فارغ ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد اس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا' تو لوگوں نے اسے روک دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بارے میں اسے بتایا۔ اس نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں (میں نے یہ حکم دیا ہے)

(راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) ''تم نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے''۔

482 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ. اَخْبَرَنَا سَعِيْدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَبَزَقَ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

❀❀ مطرف اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز ادا کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک دیا۔

483 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ. عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ، بِمَعْنَاهُ زَادَ ثُمَّ دَلَكَهٗ بِنَعْلِهٖ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''پھر آپ نے اپنے جوتے کے ذریعے اسے مل دیا''۔

484 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ. حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ. عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ. قَالَ: رَاَيْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ، فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ بَصَقَ عَلَى الْبُوْرِيِّ. ثُمَّ مَسَحَهٗ بِرِجْلِهٖ. فَقِيْلَ لَهٗ: لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ:

484- اسنادہ ضعیف الفرج بن فضالۃ ضعیف، و ابو سعید - ویقال: ابو سعد الحمیری الحمصی - مجهول

لِاَنِّي رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ

❁❁ ابوسعید نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو دمشق کی مسجد میں دیکھا۔ انہوں نے چٹائی پر تھوکا اور پھر اسے پاؤں کے ذریعے مل دیا۔ ان سے دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے فرمایا: کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

485 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيُّ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيَّانِ، بِهٰذَا الْحَدِيْثِ - وَهٰذَا لَفْظُ يَحْيَى بْنِ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيِّ -. قَالُوْا: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ مُجَاهِدٍ اَبُوْ حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ. اَتَيْنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، وَهُوَ فِيْ مَسْجِدِهٖ، فَقَالَ: اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسْجِدِنَا هٰذَا، وَفِيْ يَدِهٖ عُرْجُوْنُ ابْنِ طَابٍ فَنَظَرَ فَرَاٰى فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَاَقْبَلَ عَلَيْهَا. فَحَتَّهَا بِالْعُرْجُوْنِ، ثُمَّ قَالَ: اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يُعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ بِوَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ. فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ، وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ، وَلْيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهٖ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى. فَاِنْ عَجِلَتْ بِهٖ بَادِرَةٌ فَلْيَقُلْ بِثَوْبِهٖ هٰكَذَا وَوَضَعَهٗ عَلٰى فِيْهِ ثُمَّ دَلَكَهٗ. ثُمَّ قَالَ: اَرُوْنِيْ عَبِيْرًا فَقَامَ فَتًى مِنَ الْحَيِّ يَشْتَدُّ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِخَلُوْقٍ فِيْ رَاحَتِهٖ فَاَخَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَجَعَلَهٗ عَلٰى رَاْسِ الْعُرْجُوْنِ ثُمَّ لَطَخَ بِهٖ عَلٰى اَثَرِ النُّخَامَةِ. قَالَ جَابِرٌ: فَمِنْ هُنَاكَ جَعَلْتُمُ الْخَلُوْقَ فِيْ مَسَاجِدِكُمْ

❁❁ عبادہ بن ولید بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس وقت اپنی مسجد میں تھے۔ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اس مسجد میں تشریف لائے تھے۔ آپ کے دست مبارک میں کھجور کی شاخ تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جائزہ لیا تو آپ کو مسجد کی قبلہ کی سمت میں بلغم نظر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے اس شاخ کے ذریعے اسے کھرچ دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے منہ موڑ لے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے کی طرف ہوتا ہے۔ اس لئے آدمی کو اپنے سامنے کی طرف یا اپنے دائیں طرف ہرگز نہیں تھوکنا چاہئے بلکہ اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہئے اور اگر تھوک زیادہ تیزی سے آرہا ہو تو اسے اپنے کپڑے میں تھوک کر اس طرح کرنا چاہئے۔

راوی نے اپنے منہ پر (کپڑا رکھ کر) اس میں تھوک کر اسے مل دیا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوشبو لے کے آؤ تو اس قبیلے کا ایک نوجوان کھڑا ہوا اور جلدی سے اپنے گھر گیا وہ اپنی ہتھیلی پر خلوق رکھ کے لے آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے لیا اور اسے اس شاخ کے سرے پر لگایا اور پھر اس بلغم کی جگہ پر اسے لگا دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہیں سے لوگوں نے مساجد میں خلوق استعمال کرنا شروع کی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُشْرِكِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ

باب: مشرک شخص مسجد میں داخل ہوسکتا ہے

486 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ. فَقُلْنَا لَهُ: هَذَا الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ. فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَجَبْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا مُحَمَّدُ إِنِّي سَائِلُكَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا۔ اس نے مسجد میں اپنا اونٹ بٹھا کر اسے باندھا اور پھر دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت لوگوں کے درمیان ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے ہم نے اس شخص سے کہا: یہ سفید رنگت کے مالک صاحب جو ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ (یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) اس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے عبدالمطلب کے صاحب زادے! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں تمہیں جواب (دینے کے لئے تیار ہوں) اس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

487 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ نُوَيْفِعٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَعَثَ بَنُو سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ ضِمَامَ بْنَ ثَعْلَبَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَأَنَاخَ بَعِيرَهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: فَقَالَ: أَيُّكُمُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنے اونٹ کو مسجد کے دروازے کے پاس بٹھایا پھر اسے باندھ دیا پھر وہ مسجد میں داخل ہوا۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے) راوی بیان کرتے ہیں: اس نے دریافت کیا: آپ میں سے عبدالمطلب کے صاحب زادے کون ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا صاحب زادہ ہوں۔ اس نے کہا: اے عبدالمطلب کے صاحب زادے (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

488 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ،

486- اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد. واخرجه البخاري (63)، والنسائي في "الكبرى" (2413) من طريقين عن الليث، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (12719)، و"صحيح ابن حبان" (154). واخرجه النسائي (2414) من طريق يعقوب بن ابراهيم الزهري

حَدَّثَنَا رَجُلٌ، مِنْ مُزَيْنَةَ وَنَحْنُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: الْيَهُودُ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالُوا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ فِي رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا مِنْهُمْ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ اس وقت مسجد میں اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ ان لوگوں نے عرض کی: اے ابوالقاسم! ہم میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمام مشرک محض نجس ہیں، سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تم فقر کا خوف کرو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ تم کو عنقریب اپنے فضل سے غنی کر دے گا، بے شک اللہ بے حد جاننے والا، بہت حکمت والا ہے (التوبہ:۲۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ۹ ہجری کے بعد کافروں اور مشرکوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع فرما دیا ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ ممانعت صرف مسجد حرام کے ساتھ مختص ہے یا کسی مسجد میں بھی مشرکوں کا داخل ہونا جائز نہیں ہے اور یہ کہ مشرکین کسی صورت میں مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے یا یہ ممانعت کسی قید کے ساتھ مقید ہے، اس میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء شافعیہ کے مذہب کا بیان

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کفار کو صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا، اور امام مالک کے نزدیک ان کو تمام مساجد میں دخول سے منع کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے، اس آیت کے صریح الفاظ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب باطل ہے اور اس آیت کے مفہوم مخالف سے امام مالک کا قول باطل ہے: ہم یہ کہتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں دخول سے نہ منع کیا جائے لیکن اس صریح نص قطعی کی وجہ سے ہم نے اس اصل کی مخالفت کی اور کفار کو مسجد میں دخول کی اجازت دی اور مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہم نے اصل پر عمل کیا اور ان مساجد میں کفار کو داخل ہونے کی اجازت دی۔ (تفسیر کبیر ج: ص ۲۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۵ ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں: اہل مدینہ (مالکیہ) نے کہا کہ یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے حق میں عام

488- صحیح لغیرہ، وھذا اسناد حسن، شیخ الزھری- وان کان مبھماً- قد اثنی علیہ الزھری فذکر انہ ممن یتبع العلم ویعیہ کما سیاتی برقم (3625)، وذکر ابن المبارک عند الطبری فی "التفسیر" 2332/ عن الزھری ان سعید بن المسیب کان یوقرہ وقد شھد ابوہ الحدیبیۃ، فابھام اسم مثلہ لا یضر. وھو قطعۃ من حدیث طویل سیاتی برقم (4450)، ویاتی تخریجہ ھناک. وسیاتی مختصراً من الحدیث الطویل بالارقام (3624) و (3625) و (4451).

ہے۔ عمر بن عبد العزیز نے اپنے اعمال کو یہی حکم لکھوایا تھا اور اس حکم کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے: فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ۔ (النور: ۳۶) اللہ کے ان گھروں میں، جنہیں اللہ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ اور کفار کا مساجد میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کی مساجد کے بلند کرنے کے منافی ہے اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے: ''ان مساجد میں پیشاب کرنا یا کسی قسم کی کوئی اور نجاست ڈالنا جائز نہیں ہے''۔ اور کافر ان نجاستوں سے خالی نہیں ہے (یعنی وہ استنجا کرتا ہے نہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مسجد کو حائض اور جنبی کے لیے حلال نہیں کرتا، اور کافر جنبی ہے۔ اور

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما المشرکون نجس (التوبہ: ۲۸) مشرکین نجس ہیں، اب یا تو یہ نجس العین ہیں یا حکماً نجس ہیں اور ہر صورت میں ان کو مساجد سے منع کرنا واجب ہے کیونکہ منع کرنے کی علت ''نجاست'' ان میں موجود ہے اور مساجد میں حرمت موجود ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: حرم میں ذمیوں کا داخل ہونا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا۔ (التوبہ: ۲۸) مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

غیر حرم کی مساجد کے متعلق دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا مساجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک مجوسی مسجد میں داخل ہو کر منبر پر بیٹھ گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو منبر سے اتار کر مارا اور مسجد کے دروازوں سے نکال دیا اور مسلمانوں کی اجازت سے ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اور یہی صحیح مذہب ہے، کیونکہ اسلام لانے سے پہلے اہل طائف کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور سعید بن مسیب نے کہا کہ ابوسفیان حالت شرک میں مدینہ کی مسجد میں آتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمیر بن وہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے (اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتا دیا کہ تم کس ارادہ سے آئے ہو) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ کافروں کا کسی صورت میں بھی مسجد میں دخول جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان کے پاس ایک مکتوب تھا جس میں عمال کا حساب لکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے لکھنے والے کو لاؤ تا کہ وہ اس کو پڑھ کر سنائے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں؟ حضرت ابوموسیٰ نے کہا وہ نصرانی ہے، اس اثر میں دلیل ہے کہ کافروں کا مسجد میں داخل نہ ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درمیان مشہور و معروف اور مقرر ہے، نیز جنابت، حیض اور نفاس کا حدث مسجد میں دخول سے مانع ہے تو شرک کا حدث بطریق اولیٰ مانع ہوگا۔ (المغنی ج ۹ ص ۲۸۷۔۲۸۶، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف

ہے، امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی اور مسجد میں بھی داخل نہیں ہوسکتا، البتہ ذمی کسی ضرورت کی بناء پر مسجد میں جاسکتا ہے، مثلاً کسی مقدمہ کی پیروی کے لیے حاکم کے پاس مسجد میں جا سکتا ہے، اور ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ ذمی کے لیے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور اس آیت کے دو محمل ہیں: اول یہ کہ یہ آیت غیر ذمی مشرکین کے لیے ہے جو مشرکین عرب ہیں، ان کو مکہ مکرمہ اور تمام مساجد میں دخول سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ذمی نہیں ہوسکتے ان کے لیے صرف دو راستے ہیں: اسلام یا تلوار، دوسرا محمل یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس سال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، پھر اس کے اگلے سال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اس کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تو اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا“۔ اور تنگ دستی کا خوف اس وجہ سے ہوسکتا تھا کہ حج کے موسم میں بکثرت لوگ حج کے لیے آتے تھے اور اہل مکہ ان سے تجارت اور خرید و فروخت کے ذریعہ نفع اٹھاتے تھے اور جب کہ مشرکین کو حج پر آنے سے روک دیا گیا تو اہل مکہ کی تجارت میں کمی کا خطرہ پیدا ہو گیا، سو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اس معنی کی مزید تائید اس بات سے ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مشرکین کو عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کرنے اور حج کے تمام افعال سے منع کیا جائے گا خواہ وہ افعال مسجد میں نہ کیے جاتے ہوں، اور ذمیوں کا ان جگہوں میں جانا منع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حج کے بغیر مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا گیا، نیز اس آیت میں مسجد حرام کے قریب جانے کی ممانعت ہے مسجد حرام میں جانے کی ممانعت نہیں ہے اور مسجد حرام کے قریب جانا حج کے لیے جانے سے متحقق ہوسکتا ہے۔

حماد بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی نجاست زمین پر نہیں لگتی ان کی نجاست ان میں ہی رہتی ہے اور زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ابو سفیان زمانہ کفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوتا تھا البتہ ان کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وہ (غیر ذمی مشرک) مسجد حرام کے قریب نہ ہوں“۔

علامہ ابو بکر رازی کہتے ہیں کہ ثقیف کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (آٹھ ہجری میں) فتح مکہ کے بعد آیا تھا اور یہ آیت نو ہجری میں نازل ہوئی ہے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر حج بن کر گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ خبر دی کہ کفار کی نجاست ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی اور ابو سفیان فتح مکہ سے پہلے صلح کی تجدید کے لیے آئے تھے وہ اس وقت مشرک تھے اور یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کا تقاضا صرف مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت ہے اور یہ آیت کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زید بن یثیع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کے حکم سے یہ ندا کی کہ حرم میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں کوئی مشرک حج کے لیے داخل نہیں ہوگا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احادیث میں یہ روایت ہے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں حج کے لیے حرم میں دخول سے ممانعت ہے اور شریک نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی مسجد حرام میں داخل ہوسکتی ہے''۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی کا مسجد حرام میں دخول جائز قرار دیا ہے اور حج کے لیے اجازت نہیں دی اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آزاد ذمی بھی ضرورت کی وجہ سے مسجد حرام میں داخل ہوسکتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں کسی بھی آزاد اور غلام میں فرق نہیں کیا اور حدیث میں غلام اور باندی کا بالخصوص اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ عام طور پر حج کے لیے نہیں جاتے اور امام عبدالرزاق نے سورۂ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے تھے البتہ غلام یا کوئی ذمی شخص ہو تو وہ جاسکتا ہے۔

(تفسیر عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۱۰۶۹)، (احکام القرآن ج ۳ ص ۸۹۔ ۸۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

علامہ محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس آیت میں مشرکین کو حج اور عمرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو اس سال (یعنی نو ہجری) کے بعد سے مقید کیا ہے اور جو کام سال بہ سال کیا جاتا ہے وہ حج یا عمرہ ہے۔ اگر مشرکین کو مسجد میں مطلقاً داخل ہونے سے منع کرنا مقصود ہوتا تو اس سال کے بعد کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ مشرکین کو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے ''اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کردے گا'' اور تنگ دستی کا خوف اسی صورت میں ہوسکتا تھا کہ مشرکین کو حج کے لیے آنے سے روک دیا جائے، کیونکہ حج کے موقع پر مشرکین کے آنے سے مسلمانوں کو تجارت میں بہت فائدہ ہوتا تھا اور ان کے نہ آنے سے اس تجارت کے منقطع ہونے کا خدشہ تھا، اس لیے امام اعظم کے نزدیک مشرکین اہل ذمہ کا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں دخول جائز ہے۔

(روح المعانی جز ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: امام شافعی وغیرہ نے قرآن مجید کی آیت کریمہ لا تقربوا المسجد الحرام ''مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں'' سے استدلال کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تکوینی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کے قریب جانے کا فعل پیدا نہیں کرے گا، اور یہ منقول نہیں ہے کہ اس ممانعت کے بعد مشرکین میں سے کسی نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو، اور اس نہی تکوینی اس لیے قرار دیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک کفار احکام فرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۳۴۱۔ ۳۴۰، مطبوعہ استنبول، ج ۵ ص ۲۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)۔

مشرکین کا مساجد میں آنے سے متعلق احادیث وآثار

۱:۔ احمد ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا سوائے معاہدہ کرنے والوں اور تمہارے خدمت کرنے والوں کے۔

۲:۔ عبدالرزاق وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) "انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا" (یعنی مشرک اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ جائیں) مگر وہ (کسی مسلمان کا) غلام ہو یا ذمی لوگوں میں سے ہو (ان کو اجازت ہے)

۳:۔ ابن منذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ نے قتادہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ (آیت) "انما المشرکون نجس" یعنی پلید وناپاک ہیں" (آیت) "فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا" اور یہ وہ سال تھا جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا اور یہ ہجرت کا نواں سال تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے آئندہ سال میں الوداعی حج کیا اس سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے حج نہیں کیا جب سے آپ نے ہجرت فرمائی جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا تو یہ حکم مسلمانوں پر بھاری گزرا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (آیت) "وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء" تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خراج اور اس پر نافذ شدہ جزیہ سے مستغنی کر دیا جو وہ ان سے ہر مہینہ اور ہر سال بعد لیتے تھے۔ (اب) کسی مشرک کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جائے مگر یہ کہ جزیہ ادا کرنے والا ہو یا مسلمانوں میں سے کسی آدمی کا غلام ہو۔

۴:۔ سعید بن منصور وابن منذر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ مشرکین بیت اللہ کی طرف آتے تھے اور اپنے ساتھ غلہ لاتے تھے کہ اس میں وہ تجارت کرتے تھے جب بیت اللہ سے ان کو روک دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا ہمارے لئے غلہ کون لائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری (آیت) "وان خفتم علیۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء" ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش کو نازل فرمایا ان کی خوشحالی اور خیر میں اضافہ ہو گیا جب مشرکین ان سے چلے گئے۔

۵:۔ ابن جریر وابو الشیخ نے سعید بن جبیر (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ جب (یہ آیت) انما المشرکون نجس فلایقربو المسجد الحرام بعد عامہم ھذا" نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ کے اصحاب پر (یہ حکم) بھاری گزرا۔ اور انہوں نے کہا ہمارا غلہ اور سامان کون لائے گا تو (یہ آیت) "وان خفتم عیلۃ (الآیہ) نازل ہوئی۔

۶:۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا۔ تو شیطان نے ایمان والوں کے دلوں میں (یہ بات) ڈالی اور کہا کہ تم کہاں سے کھاؤ گے اور مشرکین کو روک دیا گیا اور تم سے قافلوں کو کاٹ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) "وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء" اللہ تعالیٰ نے ان کا قرون کے ساتھ لڑنے کا حکم فرمایا اور ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے:

۷:۔ابن ابی شیبہ وابن منذر وابن ابی حاتم نے مجاہد (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ انہوں نے آیت کے بارے میں فرمایا کہ ایمان والوں نے کہا مشرکین کی منڈیوں سے ہم اشیاء لے لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیں گے ان کافروں کے بدلے میں لیکن وہ لوگ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ یہ آیت سورۃ براۃ کی پہلی آیتوں میں سے ہے قرات میں اور اس کی آخری آیتوں میں سے ہے تاویل کے لحاظ سے۔

۸:۔ابن ابی حاتم نے عطاء (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ سارے حرم میں مشرک داخل نہیں ہوگا اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

۹:۔عبدالرزاق والنحاس نے اپنی تاریخ میں عطاء (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ (آیت) ''فلایقربوا المسجد الحرام'' سے مراد پوارحرم ہے اور دوسرے لفظ میں یوں ہے کہ سارے حرم میں مشرک داخل نہ ہوگا۔

۱۰:۔عبد بن حمید وابن منذر وابن ابی حاتم نے عکرمہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ (آیت) ''وان خفتم عیلۃ'' میں علیہ سے مراد ہے فاقہ۔

۱۱:۔ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ'' کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جاری رہنے والے جزیہ (یعنی ٹیکس) سے مالدار بنا دیا۔

۱۲:۔ابوالشیخ نے اوزاعی (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا کہ یہود و نصاریٰ کی مسجدوں میں داخل ہونے سے روک دیا جائے اور اس میں انہوں نے اس نہی کی اتباع کی (آیت) ''انما المشرکون نجس''

۱۳:۔ابوالشیخ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''انما المشرکون نجس'' (کی وجہ سے) جو ان سے مصافحہ کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ وضو کرے۔

۱۴:۔ابوالشیخ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مشرک سے مصافحہ کیا تو اس کو چاہئے کہ وضو کرے یا اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھوں کو دھوئے۔

۱۵:۔ابن مردویہ نے ھشام بن عروہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور آپ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا آپ نے فرمایا اے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تجھے کس چیز نے روکا ہے کہ تو میرے ہاتھ کو پکڑے انہوں نے کہا آپ نے ایک یہودی کا ہاتھ پکڑا ہے تو میں نے اپنے ہاتھ کو آپ کے ہاتھ سے چھونے کو ناپسند کیا ہے کیونکہ آپ نے ایک کافر کے ہاتھ کو چھوا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوا کو وضو فرمایا پھر اپنے ہاتھ کو ان کے ہاتھوں میں دیا تو انہوں نے بھی اسے پکڑ لیا (یعنی مصافحہ فرمایا)

۱۶:۔ابن مردویہ اور سمویہ اپنے فوائد میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور ننگے ہو کر کوئی بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا۔ اور اس سال کے لئے کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہیں جائے گا اور جس آدمی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے تو اس کے لئے معاہدہ کی مدت تک مہلت ہے۔

۱۷:۔ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال فرمایا کہ مسجد حرام میں کوئی مشرک داخل نہ ہوگا اور کوئی مسلمان جزیہ ادا نہیں کرے گا۔

یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالنا

۱۸۔عبدالرزاق نے مصنف میں عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے آخر میں جو بات فرمائی وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو قتل کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرنے کی جگہ بنالیا۔ (اب) عرب کی زمین میں دو دین باقی نہیں رہیں گے (صرف ایک دین اسلام ہوگا)

۱۹:۔عبدالرزاق نے ابن جریر (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی موت کے وقت وصیت فرمائی کہ کسی یہودی یا نصرانی کو حجاز کی زمین میں نہ چھوڑو اور اسامہ کے لشکر کو شام کی طرف روانہ کرو اور قبط (قبیلہ) کے لئے خیر و بھلائی کے مبارک کی وصیت فرمائی کیونکہ ان کے ساتھ قرابت کا تعلق تھا۔

۲۰:۔ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ مشرکین کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو۔

۲۱:۔ابن ابی شیبہ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آخری بات جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ یہودیوں کو حجاز کی زمین سے نکال دو اور نجران والوں کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو۔

۲۲:۔ابن ابی شیبہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں باقی رہا تو مشرکین کو عرب کے جزیرہ سے میں ضرور نکال دوں گا۔ حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ان کو نکال دیا۔ (تفسیر درمنثور، سورہ توبہ، بیروت)

مسئلہ نمبر 1۔قولہ تعالیٰ: یایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس یہ مبتداء اور خبر ہے۔ مشرک کے نجس (ناپاک ہونے) کے ساتھ متصف ہونے کے معنی میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ پس حضرت قتادہ اور معمر بن راشد وغیرہما نے کہا ہے۔

کیونکہ وہ جنبی ہوتا ہے (اس لیے ناپاک ہے) کیونکہ جب وہ غسل جنابت کرے تو وہ غسل نہیں ہوتا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کہا ہے: بلکہ شرک ہی وہ شے ہے جس نے اسے نجس اور ناپاک بنادیا ہے۔

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے مشرک کے ساتھ مصافحہ کیا تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔ اور تمام مذاہب اس پر متفق ہیں کہ کافر جب اسلام قبول کرے تو اس پر غسل کرنا واجب ہوتا ہے، سوائے ابن عبدالحکم کے کیونکہ اس نے کہا ہے: یہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام سابقہ سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور اس پر غسل کے واجب ہونے کا قول ابو ثور، اور احمد نے کیا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ساقط کر دیا ہے اور کہا ہے: میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ غسل کرے اور اسی طرح ابن قاسم نے بیان کیا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ غسل کو نہیں پہچانتے۔ اسے ان سے ابن وہب اور ابن ابی اویس نے روایت کیا ہے اور حضرت ثمامہ اور قیس بن عاصم کی حدیث ان اقوال کا رد کرتی ہے ان دونوں کو ابو حاتم البستی نے اپنی صحیح مسند میں روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ ایک دن ثمامہ کے پاس سے گزرے اور وہ اسلام لا چکا تھا، تو آپ ﷺ نے اسے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی طرف بھیجا اور اسے غسل کرنے کا حکم دیا۔ پس اس نے غسل کیا اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔ تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تحقیق تمہارے ساتھی کا اسلام حسین اور اچھا ہو گیا ہے''۔ اس معنی میں اسے مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس میں ہے ثمامہ پر جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرمایا تو وہ مسجد کے قریب ایک نخلستان کی طرف چلا گیا اور غسل کیا۔ اور قیس بن عامر نے حکم دیا ہے کہ وہ پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل کرے۔ پھر اگر وہ بالغ ہونے سے پہلے اسلام لائے تو اس کا غسل کرنا مستحب ہے اور جب وہ اپنے بالغ ہونے کے بعد اسلام لائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے غسل جنابت کی نیت کرے۔ یہ ہمارے علماء کا قول ہے اور یہی مذہب کا ماحصل ہے۔

ابن قاسم نے کافر کے لیے جائز قرار دیا ہے کہ وہ اپنی زبان سے اسلام کی شہادت کا اظہار کرنے سے پہلے غسل کرلے، بشرطیکہ اپنے دل کے ساتھ اسلام کا اعتقاد رکھتا ہو۔ یہ نظر وفکر کے اعتبار سے ضعیف قول ہے اور اثر کے مخالف ہے۔ اور وہ اس لیے کہ کوئی بھی قول کے بغیر صرف نیت کے ساتھ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اہل السنت والجماعت کا ایمان کے بارے میں یہ قول ہے: بے شک یہ زبان کے ساتھ اقرار کرنے اور دل کے ساتھ تصدیق کرنے کا نام ہے اور عمل کے ساتھ یہ نمونہ پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ (فاطر: 10) (اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور نیک عمل پاکیزہ کلام کو بلند کرتا ہے)

مسئلہ نمبر 2۔ قولہ تعالیٰ: فلا یقربوا المسجد الحرام، فلا یقربوا یہ نہی ہے۔ اسی وجہ سے اس سے نون حذف کردی گئی ہے۔ المسجد الحرام اس لفظ کا اطلاق پورے حرم پر کیا جاتا ہے، یہی حضرت عطا کا مذہب ہے۔ تب پورے حرم میں کسی مشرک کو داخل ہونے کی قدرت دینا حرام ہوگا پس جب کوئی ان کی طرف سے ہمارے پاس قاصد آئے امام مقام حل کی طرف نکلے تاکہ وہ (پیغام) سن سکے جو وہ کہتا ہے اور اگر کوئی مشرک چھپ کر حرم پاک میں داخل ہوا اور وہ مر گیا تو اس کی قبر اکھیڑ کر اس کی ہڈیاں نکال لی جائیں گی، نتیجہ اس کے لیے اس کے اندر داخل ہونا جائز نہیں اور نہ اس سے گزرنا جائز ہے۔ اور با جزیرۃ العرب اور کہ مکہ مکرمہ، مدینہ، یمامہ، یمن اور اس کی بستوں پر مشتمل ہے، پس امام مالک رحمۃ اللہ نے کہا ہے: جو بھی دین اسلام پر نہیں وہ ان مقامات سے نکل جائے اور اس کے بارے متردد مسافروں کو نہیں روکا جائے گا اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، مگر آپ نے اس سے یمن کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ان کے لیے تین دنوں کی مدت مقرر کی جائے گی جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اتنی مدت مقرر کی جس وقت آپ نے انہیں جلا وطن کیا۔ انہیں نہ تو اس میں دفن کیا جائے گا۔ اور نہ انہیں حل کی طرف پناہ دی جائے گی۔

مسئلہ نمبر 3۔ علماء کا کفار کے مساجد حرام میں داخل ہونے کے بارے میں اختلاف ہے اور اس کے بارے پانچ قول ہیں:

پس اہل مدینہ نے کہا: یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے بارے میں عام ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عمال کی طرف لکھا اور اپنے خط میں اس آیت کی طرف استدلال کیا۔ اور اس کی تائید یہ ارشاد گرامی بھی کرتا ہے: فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ (النور: 36) (ان گھروں میں جن کے متعلق حکم دیا ہے اللہ نے کہ بلند کیے جائیں اور لیا جائے ان میں اللہ تعالیٰ کا نام) اور کفار ان میں داخل ہونا ان رفعت شان کے خلاف ہے۔ اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے: ''بے شک یہ مساجد بول وقذر میں سے کسی شی کی صلاحیت رکھتیں'' الحدیث (یعنی غلاظت سے انہیں پاک اور محفوظ رکھنا چاہیے) اور کافر ان سے خالی نہیں ہوتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں مسجد کو کسی حائضہ عورت اور جنبی کے لیے حلال نہیں کروں گا''۔ اور کافر جنبی

ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ: انما المشرکون نجس میں تو اللہ تعالیٰ نے اسے نجس کا نام دیا ہے۔ پس یہ اس سے خالی نہیں کہ یہ نجس العین ہوگا یا پھر بطریق حکم اسے دور رکھا ہوگا۔ اور جو صورت بھی ہو اسے مسجد سے رکنا واجب ہے، کیونکہ ان میں علت جو کہ نجاست ہے وہ موجود ہے اور مسجد میں حرمت موجود ہے۔

کہا جاتا ہے: رجل نجس، امراۃ نجس، رجلان نجس، امراتان نجس، رجال نجس، اور رجال نجس ونساء نجس چونکہ یہ مصدر ہے اس لیے نہ اس کا تثنیہ بنایا جائے گا اور نہ ہی جمع بنائی جائے گی۔ اور النجس (نون کے کسرہ اور جیم کی جزم کے ساتھ) تو یہ نہیں کہا جائے گا مگر تب جب اس کے ساتھ گندگی اور پلیدی رجس بھی ہو۔ پس جب مفرد ہو تو نجس نو کے فتحہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ اور نجس (جیم کے ضمہ کے ساتھ) کہا جائے گا۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ آیت تمام مشرکین کے بارے میں عام ہے اور مسجد حرام کے بارے میں خاص ہے، لہٰذا کسی اور مسجد داخل ہونے سے انہیں نہیں روکا جائے گا۔ انہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے تمام مساجد میں داخل ہونے کو مباح قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ ان کی طرف سے ظاہر پر جمود ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ: انما المشرکون نجس یہ شرک اور نجاست کے ساتھ علت پر تنبیہ ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ثمامہ کو مسجد میں باندھا اور مشرک تھا۔ تو اسے یہ کہا جائے گا: ہمارے علماء نے اس حدیث کے کئی جوابات دیئے ہیں اگر یہ صحیح ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ واقعہ نزول آیت سے پہلے تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اس کے اسلام لانے کے بارے میں علم تھا اس لیے آپ نے اسے وہاں باندھا۔ اور تیسرا جواب یہ ایک معین فرد کا قضیہ ہے لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ اس کے ساتھ ان ادلہ کا دفاع کیا جائے جو ہم نے ذکر کی ہیں، کیونکہ وہ قاعدہ کلیہ کے حکم مقید کرتی ہیں اور یہ کہا جانا ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے اسے مسجد میں باندھا ہوتا کہ وہ مسلمانوں کی نماز کے حسن اور ان کے اجتماع کو اور مسجد میں ان کے بیٹھنے کے آداب کے حسن و جمال کو دیکھتے، تو وہ اس سے مانوس ہو جائے اور اسلام قبول کر لے۔ اور اسی طرح ہوا۔ اور یہ کہا جانا بھی ممکن ہے کہ ان کے پاس مسجد کے سوا اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں وہ اسے باندھ سکتے۔ واللہ اعلم

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب نے کہا ہے: یہود ونصاریٰ کو مسجد حرام یا کسی اور مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائیگا اور مشرکوں اور بت پرستوں کے سوا کسی کو مسجد حرام یا کسی اور مسجد داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا اور مشرکوں اور بت پرستوں کے سوا کسی کو مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔ اور یہ ایسا قول ہے جسے آیت وغیرہ میں سے جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ سب رد کرتا ہے۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذمی کے لیے بغیر حاجت کے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حاجت کا اعتبار کیا جائے گا اور حاجت کے ساتھ بھی مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں۔ اور حضرت عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حرم پاک سارے کا سارا قبلہ اور مسجد ہے، پس چاہیے کہ انہیں

حرم پاک میں داخل ہونے سے منع کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: سبحٰن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام (الاسراء:1) (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے) اور بلا شبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام ہانی کے گھر سے اٹھایا گیا۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ جائے، سوائے اس کے جو صاحب جزیہ (جزیہ دینے والا) ہو یا کسی مسلمان کا کافر غلام ہو۔

اسماعیل بن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن عبدالحمید نے ہمیں بیان کیا اس نے کہا ہمیں شریک نے اشعث سے انہوں نے حسن سے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی مشرک مسجد کے قریب نہ جائے سوائے اس کے وہ کسی کا غلام یا کنیز ہو پس وہ کسی حاجت اور ضرورت کے لیے اس میں داخل ہو سکتا ہے"۔

اور اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا ہے: عموم مشرک کو مسجد حرام کے قریب جانے سے روکتا ہے اور اسے غلام اور لونڈی کے حق میں خاص کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر 4۔ قولہ تعالیٰ: بعد عامهم هذا اس بارے میں دو قول ہیں: ایک قول ہے کہ اس سال سے مراد 9 ہجری کا سال ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ مراد 10 ہجری ہے۔ یہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ عنہ نے کہا ہے: اور یہی وہ سال ہے جس میں یہ اعلان کیا گیا (کہ آئندہ کوئی مشرک حرم پاک میں داخل نہیں ہو سکتا) اگر کسی آدمی کا غلام کسی دن اس کے گھر میں داخل ہوا اور اس کا آقا اسے یہ کہے: لاتدخل هذه الدار بعد يومك (تو آج کے بعد اس گھر میت داخل ہو) تو اس سے مراد نہیں ہو سکتا جس میں وہ داخل ہوا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ توبہ، بیروت)

بَابٌ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي لَا تَجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ

باب: وہ مقامات جہاں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا بیان

489 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"میرے لئے تمام روئے زمین کو طہارت کے حصول کا ذریعہ اور مسجد بنا دیا گیا ہے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند چند خصائص کبریٰ

1۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدائش کے اعتبار سے "اول الانبیاء" ہونا جیسا کے حدیث شریف میں آیا ہے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ وَ الْجَسَدِ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت شرف نبوت سے سرفراز ہو چکے تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام جسم و روح کی منزلوں سے گزر رہے تھے۔ (زرقانی علی المواہب جلد 5 ص 242)

2۔آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا۔

3۔تمام مخلوق آپ ﷺ کے لیے پیدا ہوئی۔

4۔آپ ﷺ کا مقدس نام عرش اور جنت کی پیشانیوں پر تحریر کیا گیا۔

5۔تمام آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کی بشارت دی گئی۔

6۔آپ ﷺ کی ولادت کے وقت تمام بت اوندھے ہو کر گر پڑے۔

7۔آپ ﷺ کا شق صدر ہوا۔

8۔آپ ﷺ کو معراج کا شرف عطا کیا گیا اور آپ کی سواری کے لیے براق پیدا کیا گیا۔

9۔آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب تبدیل وتحریف سے محفوظ کر دی گئی اور قیامت تک اس کی بقاء وحفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لی۔

10۔آپ ﷺ کو آیۃ الکرسی عطا کی گئی۔

11۔آپ ﷺ کو تمام خزاءن الارض کی کنجیاں عطا کر دی گئی۔

12۔آپ ﷺ کو جوامع الکلم کے معجزہ سے سرفراز کیا گیا۔

13۔آپ ﷺ کو رسالت عامہ کے شرف سے ممتاز کیا گیا۔

14۔آپ ﷺ کی تصدیق کے لیے معجزہ شق القمر ظہور میں آیا۔

15۔آپ ﷺ کے لیے اموال غنیمت کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا۔

16۔تمام روءے زمین کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لءے مسجد اور پاکی حاصل کرنے (تیمم) کا سامان بنا دیا۔

17۔آپ ﷺ کے بعض معجزات (قرآن مجید) قیامت تک باقی رہیں گے۔

18۔اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو ان کا نام لے کر پکارا مگر آپ ﷺ کو اچھے اچھے القاب سے پکارا۔

19۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو "حبیب" کے معزز لقب سے سربلند فرمایا۔

20۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رسالت آپ کی حیات آپ کے شہر آپ کے زمانے کی قسم یاد فرمائی۔

21۔آپ ﷺ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔

22۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے دربار میں "اکرام الخلق" ہیں

23۔قبر میں آپ ﷺ کی ذات کے بارے میں منکر نکیر سوال کریں گے۔

24۔آپ ﷺ کے بعد آپ ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کرنا حرام ٹھرایا گیا۔

25۔ہر نمازی پر واجب کر دیا گیا کہ بحالت نماز اَلسَّلامُ عَلَیکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر آپ ﷺ کو سلام کرے۔

26۔اگر کسی نمازی کو بحالت نماز حضور ﷺ پکاریں تو وہ نماز چھوڑ کر آپ ﷺ پر دوڑ پڑے یہ اس پر واجب ہے اور ایسا کرنے سے اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔

27۔اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کا آپ ﷺ کو مختار بنادیا ہے۔آپ ﷺ جس کے لیے جو چاہیں حلال فرمادیں یہ جس کے لیے جو چاہیں حرام فرمادیں۔

28۔آپ ﷺ کے منبر اور قبر انور کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

29۔صور پھونکنے پر سب سے پہلے آپ ﷺ اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائے گے۔

30۔آپ ﷺ کو مقام محمود عطا کیا گیا۔

31۔آپ ﷺ کو شفاعت کبریٰ کے اعزاز سے نوازا گیا۔

32۔آپ ﷺ کو قیامت کے دن "لواء الحمد" عطا کیا گیا۔

33۔آپ ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔

34۔آپ ﷺ کو حوض کوثر عطا کیا گیا۔

35۔قیامت کے دن ہر شخص کا نسب وتعلق منقطع ہوجاے گا مگر آپ ﷺ کا نسب وتعلق منقطع نہیں ہوگا۔

36۔آپ ﷺ کے سوا کسی نبی کے پاس حضرت اسرفیل علیہ السلام نہیں اترے۔

37۔آپ ﷺ کے دربار میں بلند آواز سے بولنے والے کے اعمال صالحہ برباد کردیے جاتے ہیں۔

38۔آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارنا حرام کردیا گیا ہے۔

39۔آپ ﷺ کی ادنیٰ سی گستاخی کرنے والے کی سزا قتل ہے۔

40۔آپ ﷺ کو تمام انبیاء علیھم السلام سے زیادہ معجزات عطا کیے گئے۔(فہرست زرقانی علی والمواہب جلد 5)

عذاب یافتہ جگہ پر نماز نہ پڑھنے کا بیان

490 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَيَحْيَى بْنُ أَزْهَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ الْمُرَادِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْغِفَارِيِّ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، مَرَّ بِبَابِلَ وَهُوَ يَسِيرُ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يُؤَذِّنُ بِصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَلَمَّا بَرَزَ مِنْهَا أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ، فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: إِنَّ حَبِيبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانِي أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَقْبَرَةِ، وَنَهَانِي أَنْ أُصَلِّيَ فِي أَرْضِ بَابِلَ فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ.

⊛⊛ ابوصالح غفاری بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر کرتے ہوئے "بابل" کے پاس سے گزرے مؤذن ان کے پاس آیا اور انہیں عصر کی نماز کے لئے اطلاع دی (لیکن انہوں نے وہاں نماز ادا نہیں کی) جب وہ وہاں سے آگے گزر گئے' تو انہوں نے مؤذن کو حکم دیا' تو اس نے نماز کے لئے اقامت کہی جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو انہوں نے یہ بات بتائی میرے حبیب ﷺ نے مجھے اس بات سے منع کیا ہے کہ میں قبرستان میں نماز ادا کروں اور آپ نے مجھے اس بات سے منع کیا ہے کہ میں بابل کی سرزمین پر نماز ادا کروں کیونکہ یہ جگہ لعنت یافتہ ہے۔

شرح

دنیا کے قدیم ترین آثار میں چاہِ بابل بھی شامل ہے۔اس کنویں کا ذکر قرآن مجید کے علاوہ بائبل میں بھی آیا ہے۔اب جگہ

بابل شہر ہی نہیں رہا، اس کنویں کے وجود کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

لیکن بابل کہاں ہے؟ بابل کا کنواں کس نوعیت کا تھا؟ ہاروت ماروت (جن کا نام چاہ بابل کے ساتھ ساتھ ہی موجود کی صورت رکھتا ہے) ان کے سحر کی کیفیت کیا تھی؟ اور خود سحر کیا ہے؟ چاہ بابل اور اس کے کوائف سمجھنے کے لیے اس قسم کے متعدد سوالات ذہن میں اُبھرتے ہیں۔

قرآن مجید کا بیان

ان تمام سوالوں کے جواب کے لیے ہم قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی طویل ترین آیت (۱۰۲) کا ترجمہ نقل کرتے ہیں جس میں ان بیشتر امور کا ذکر موجود ہے:

''اور یہ لوگ اس علم کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کی بادشاہت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ اور سلیمان نے کفر نہیں کیا۔ البتہ شیطان کفر کیا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو سحر کی تعلیم دیتے، اور وہ اس علم کے پیچھے لگ گئے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت ماروت پر اتارا گیا تھا۔ اور وہ دونوں کسی کو بھی نہیں بتاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو بس ایک ذریعہ امتحان ہیں۔ سو تم کفر اختیار نہ کر لینا۔ مگر ان دونوں سے وہ (سحر) سیکھتے جس سے وہ خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے، حالانکہ وہ کسی کو بھی اس کے ذریعہ نقصان نہ پہنچا سکتے تھے، مگر ہاں ارادہ الٰہی سے۔

''اور یہ لوگ وہ چیز سیکھتے ہیں جو انھیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اور یہ خوب جانتے ہیں کہ جس نے اسے اختیار کیا، اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بہت ہی بری ہے وہ چیز جس کے عوض انھوں نے اپنے آپ کو فروخت کر ڈالا ہے۔ کاش وہ جانتے۔''

بائبل کے حوالے

بائبل کے مندرجہ ذیل مقامات میں ان امور کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں:

۱۔ کتاب ۱، سلاطین ۱۱، ۱۲

۲۔ کتاب ۲، سلاطین باب ۱۷، آیت ۱۷، ۱۹

۳۔ کتاب مکاشفہ باب ۱۰ آیت ۴، ۵۔ باب ۱۸ آیات ۲۳، ۲۴، ۳۰۔

بائبل کے تفصیلی بیان سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم صرف حوالہ جات پر اکتفا کریں گے۔ البتہ ان کی روایات کا خلاصہ ''نقل کفر، کفر نہ باشد'' کے بمصداق پیش ہے۔ اس کی صحت کی ذمے داری لینا ہمارے بس سے باہر ہے اور شاید اس کے لیے خود یہود و نصاریٰ کے علما بھی تیار نہ ہوں۔ اسرائیلی روایات کا خلاصہ یہ ہے:

ہاروت ماروت دو فرشتے تھے۔ انھوں نے اللہ کے سامنے انسانوں کے گناہوں کا مذاق اڑایا کہ تیری مخلوق ہر قسم کے انعام کے باوجود گناہ کرتی ہے۔ اللہ کو ان کا طنز پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر تم دنیا کے ماحول میں ہوتے تو یہی کرتے۔ فرشتوں نے اپنی عصمت کا دعویٰ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں زمین پر بھیج دیا۔ یہاں ایک حسین عورت تھی، جس کا نام زہرہ تھا۔ فرشتے اس پر عاشق ہو گئے۔ اس عورت نے کہا: وصل کی شرط یہ ہے کہ تم شراب پیو، قتل کرو اور بتوں کو سجدہ کرو۔ ان پر عشق کا بھوت ایسا سوار ہوا کہ انھوں نے شراب پی، قتل کیا اور بت پرستی سے بھی گریز نہ کیا۔

زہرہ نے پھر ہاروت ماروت سے آسمان پر جانے کا راز دریافت کیا' تو انھوں نے زہرہ کو "اسم اعظم" سکھادیا۔ وہ اس کی مدد سے آسمان پر چلی گئی اور فرشتے رازِ الٰہی افشا کرنے کے جرم میں چاہ بابل میں قید کردیے گئے۔ اس جرم میں وہ قیامت تک کنویں کے اندر لٹکے رہیں گے۔ ساری دنیا کا دھواں ان کی ناک کے ایک نتھنے سے داخل ہوکر دوسرے سے گزرتا رہے گا۔

امام ابن کثیر نے اپنی مشہور تفسیر ابن کثیر میں درج بالا واقعات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت حضور ﷺ سے منسوب ہے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ وہ دراصل کعب احبار کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔ اور کعب احبار نے صرف اسرائیلی قصوں سے نقل کردیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد، ص ۱۴۱)

امام فخر الدین رازی نے ان قصوں کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ یہ سب کچھ فاسد اور مردود ہے۔ عرب عالم دین شہاب عراقی نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جو شخص ان قصوں کو مانے وہ اللہ کا منکر ہے۔ وجہ یہی کہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں اور قصے میں انہیں گنہگار بلکہ شیطان خصلت پیش کیا گیا ہے۔ قاضی عیاض کی رائے بھی یہی ہے۔

ہاروت ماروت کون تھے؟

چاہ بابل کے سلسلے میں سب سے اہم بحث ہاروت ماروت کے بارے میں ہے کہ وہ کون تھے؟ ان کے بارے میں یہود کے ہاں عجیب وغریب روایات مشہور ہیں۔

آرمینیا کی مذہبی کتابوں میں ہاروت ماروت کو دیوتا بیان کیا گیا ہے۔ ان کا وطن جودی پہاڑی بتلایا گیا جسے عبرانی زبان میں اخری طاغ کہتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل خط میخی میں لکھے ہوئے کچھ کتبات دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کتبوں میں اس زمانے کے خیالات اور مشہور واقعات کی تفصیل موجود ہے لیکن ان میں ہاروت ماروت کا نام گلگمشن لکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ہاروت کا ہی بگڑا ہوا تلفظ ہو۔ (تلمود مدارش یدکوت باب ۴۴)

قرآن مجید میں انھیں "ملکین" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت (سورۃ البقرۃ: ۲:۱۰۲) "ملکین" کا واحد "ملک" ہے جس کے معنی ہیں فرشتہ۔ بہت سے مفسرین نے اس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہاروت ماروت اصلاً فرشتے نہ تھے۔ انھیں محض مجازی طور پر مَلَک کہا گیا۔ وہ انسان اور اپنے زمانے کے بااقتدار بادشاہ تھے۔ (تفسیر بیضاوی) چناں چہ آج کل بھی ہمارے ہاں "مَلِک" کے نام سے ایک گوت (خاندان) موجود ہے۔ تمام ککے زئی اور بہت سے راجپوت بھی اپنے آپ کو ملک کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نام کے ساتھ ملک لگ جانے سے وہ فرشتے نہیں بن جاتے۔

شہر بابل

یہ شہر دریائے فرات کے کنارے آباد تھا۔ اس پورے علاقے کو بھی بابل ہی کہتے تھے۔ اپنے زمانے میں یہ علاقہ تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ بابل ونینوا کی تہذیب عالمی تاریخ میں بہت اونچا مقام رکھتی تھی۔ ان لوگوں کا رہن سہن دوسروں کے لیے نمونہ تھا۔ بخت نصر کا عہد اس تہذیب کے انتہائی عروج اور ترقی کا دور تھا۔ اس کے بعد یہاں کی تہذیب کو زوال آنا شروع ہوگیا۔

جدید جغرافیہ میں بابل دنیا کے نقشے پر عراق عرب میں واقع ہے' لیکن صرف کھنڈروں کی صورت۔ کبھی یہ شہر میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ بابل کے گرد ۵۵ میل لمبی فصیل تعمیر کی گئی تھی۔ انھوں نے اسے "ہفت عجائبات عالم" میں شمار کیا

ہے۔کالڈیا اور کلدانیہ اس کے پرانے نام تھے۔انجیل مقدس میں اس شہر کا ذکر بار بار ہوا ہے۔ملاحظہ ہو:

(کتاب دانیال ۲:۳، کتاب مکاشفہ ۱۰:۵، ۱۷، ۳، ۱۸:۲۳ تا ۲۴)

شہر بابل موجودہ بغداد سے قریباً ساٹھ میل دور جنوب کی سمت دریائے فرات کے کنارے آباد تھا۔اس کے کھنڈروں کے قریب ہی آج بلّہ (حلّہ) کا شہر آباد ہے۔ان کھنڈروں میں نہروں کے آثار، پانی کے نلکوں کے نشان،شاہی محلات کی بنیادیں اور مضبوط قلعوں کے نشانات اب بھی موجود اور اپنی تہذیب وتمدن کے کمال کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

شہر بابل کی مشہور عمارات میں مندرجہ ذیل خاص اہمیت کی حامل تھیں:

قصرِ سمیر امیس، بخت نصر کا محل، برج نمرود، معلق باغ جو کئی طبقات پر مشتمل تھا،ایک عالی شان رصدگاہ،بلعوس کا مقبرہ شہر کی طویل وعریض سہ طرفہ حیرت انگیز فصیل اور برج بابل وغیرہ۔

برج بابل کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ اس برج میں سات رنگ کے طبقے تھے۔ان کا تعلق سات اجرام ساوی سے تھا:پہلا طبقہ سیاہ رنگ کا تھا:یہ زحل سے منسوب تھا۔دوسرا طبقہ سفید رنگ کا تھا:یہ زہرہ سے نسبت رکھتا۔تیسرا طبقہ نارنجی رنگ کا تھا:اس کی نسبت مشتری سے تھی۔چوتھا طبقہ نیلے رنگ کا تھا:یہ عطارد سے میلان رکھتا۔پانچواں طبقہ قرمزی رنگ کا تھا:اس کا مریخ سے میل تھا۔چھٹا طبقہ نقرئی تھا:اس کا تعلق چاند سے تھا۔ساتواں طبقہ طلائی تھا:اس کی نسبت سورج سے تھی۔

بابل کے لوگ معبودانِ باطل کے پرستار تھے۔ان کے خیال میں یہ معبود آسمان کی فضاؤں میں رہتے تھے۔یہ لوگ اپنی قسمت ان سے وابستہ سمجھتے۔اسی لیے وہ نجوم شناسی اور علم افلاک میں بڑے ماہر تھے۔ان کے بت کدوں میں ستاروں کی پرستش ہوتی تھی۔

بابل کے کھنڈر اور چاہِ بابل

جنگ عظیم دوم کے دوران ہمارے عزیز محترم چودھری علی احمد سرور عراق گئے۔انھوں نے بابل کے کھنڈر اور چاہ بابل کا بغور مشاہدہ کیا۔ہم اس عنوان کے تحت انہی کے غیر مطبوعہ سفرنامہ کے اقتباسات شکریہ کے ساتھ نقل کر رہے ہیں:

''آج یہ سب کھنڈر کے ڈھیر، لیکن چشم بینا کے لیے سرمۂ بصیرت ہیں۔ان پُر ہول ڈھیروں میں عجیب ہیبت پنہاں ہے اور ساتھ ہی ایک اندوہناک اور نہایت حسرت آمیز درسِ عبرت بھی۔

بابل بغداد سے شہر حلّہ کو جانے والی سڑک پر چون (۵۴) میل دور واقع ہے۔اس سڑک کو ایک چھوٹی سی نہر کاٹتی ہے۔یہیں سے بابل کی حدود شروع ہوجاتی ہے۔خیال کیا جاتا ہے کہ یہ شہر کی فصیل تھی۔آدھ میل آگے چلیں،تو ایک چھوٹا سا عجائب گھر ہے اور اس کے متصل ایک ریسٹ ہاؤس بنا ہوا ہے۔یہ دونوں عمارتیں حکومت عراق کے محکمہ آثار قدیمہ نے تعمیر کرائی ہیں۔

عجائب گھر میں بابل کے کچھ عجائبات،تصویر کشی اور نقاشی کے نادر نمونے اور قدیم شہر کا مٹی سے بنا ہوا ماڈل رکھا ہے۔عجائب گھر کی پشت پر ایک ٹیلہ ہے جس پر نشان راہ کی تختیاں نصب ہیں۔کچھ آگے شاہ بنوکدنصر (بخت نصر) کے جلوس کا راستہ ہے۔مشرق کی سمت ''نین ماخ'' کا ایک چھوٹا سا معبد ہے۔گزرگاہِ جلوس کے مغرب میں ایک عمارت ہے جو جنوبی محل کے نام سے مشہور ہے۔

دوسری عمارت معلق باغ (Hanging Garden) کی ہے جسے "محل اعظم" بھی کہتے ہیں۔ اس سے تھوڑی دور آگے ایک تہ خانہ ہے۔ کہتے ہیں یہاں نمرود نے حضرت شعیب علیہ السلام کو شیر کے آگے ڈالا تھا۔ اس تہ خانہ کی دیواروں پر تصاویر بنی ہیں جو اس دور کے ماہرین فن کی فنکاری کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ جو اینٹیں یہاں استعمال ہوئیں وہ اپنی شناخت اور مضبوطی کے اعتبار سے دور حاضر سے بہت بہتر ہیں۔ چند قدم آگے چل کر ایک کنواں آتا ہے جو اوپر سے مربع شکل کا ہے۔ اسی کنویں کو "چاہ بابل" کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔

چاہ بابل کے قریب پتھر کا ایک بڑا مجسمہ ہے اور ساتھ ہی چند معبد ہیں، جن کو "نی نورتا" اور "گلا" کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ "برج بابل" بھی اس کے قریب ہی واقع ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سکندر اعظم نے ہندوستان سے واپسی پر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

کھنڈروں سے دو تین میل کے فاصلے پر ایک مسجد کا گنبد نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مسجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تعمیر کرائی تھی۔ اس کے گنبد اور در و دیوار پر نہایت نفیس نقش و نگار ہیں۔ انھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کاریگر ابھی چند دن پہلے کام سے اٹھ کر گئے ہیں۔

بابل کے حکمران

بابل کے بانی کا نام نمرود بیان کیا گیا ہے۔ اس کا زمانہ قریباً چار ہزار سال قبل مسیح پہلے آیا۔ اس کے باپ کا نام کوش اور دادا کا نام حام تھا۔ حضرت مسیح سے کوئی پونے چار ہزار سال قبل بنو عاد کے سامی قبیلے نے بابل پر قبضہ کرلیا۔ دو یا ڈھائی سو سال ان کی حکومت رہی۔

سامیوں کے بعد اس پر یلامی خاندان کا قبضہ ہوگیا۔ وہ نمرود اسی خاندان کا ایک حکمران تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ نمرود اس کا خاندانی لقب تھا، اس کا اصل نام ذوالامر بیان کیا گیا ہے۔ نمرود کا زمانہ ۲۳۰۰ سال قبل مسیح میں آیا۔ اسی نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ آگ میں جلا دینے کا حکم دیا تھا۔

اس خاندان کے بعد بابل کے بادشاہوں میں بنو کدنصر بہت مشہور ہوا۔ اسے بخت نصر بھی کہتے ہیں۔ اس نے بہت سے علاقے بزور شمشیر فتح کیے۔ اسی کے ہاتھوں فلسطین میں یہودیوں پر تباہی آئی اور بیت المقدس کا شہر اجڑا۔ اس نے کتاب مقدس کا ایک ایک نسخہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلا ڈالا۔ اس خاندان کا آخری تاجدار نبل شغر تھا۔

حضرت مسیح سے ۵۳۸ (اور بعض روایات کے مطابق ۵۴۹) سال قبل فارس کے بادشاہ نے بابل پر حملہ کردیا اور اس طرح یہ ملک ایران کا باج گزار بن گیا۔

بابل کا جادو

حضرت سلیمان علیہ السلام جب وفات پاگئے تو بنی اسرائیل بالعموم سحر و طلسم میں مصروف رہنے لگے۔ انھوں نے حقیقت چھوڑ کر جادوگری، شعبدہ بازی، طلسم بندی کو اختیار کرلیا۔ بابل کے باشندے اس سلسلے میں سب سے آگے بڑھ گئے۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کے فاضل محققین کا بیان ہے کہ اس شہر کے باشندے بہت بڑے جادوگر تھے۔ ان

کی مذہبی اور دینیات کی کتابوں میں بھی جگہ جگہ جادو منتر ہی نظر آتے ہیں۔ گویا یہ لوگ سحر اور طلسم کو مذہب کا درجہ دے چکے تھے

(ملاحظہ ہو کتاب مذکور جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

مختصر یہ کہ بابل جادو منتر اور سفلی عملیات میں دور دور تک مشہور تھا۔ کالڈیا اس شہر کا پرانا نام تھا۔ اسی لیے انگریزی میں آج بھی جادوگر کو "کالڈین" کہتے ہیں۔ بابل از تاریخ مسعودی:

ملوک بابل اور ملوک نبط یعنی کلدانیوں کے حالات وکوائف کا باب:

ملوک بابل ونبط در حقیقت ایک ہی ہیں جنہیں تواریخ عالم میں کلدانی لکھا گیا ہے۔ صاحب "مقالیہ" نے ملوک عالم کے بارے میں بیانات قلمبند کرتے ہوئے بتایا ہے کہ سب سے پہلے سطح ارضی پر آبادکاری کا سلسلہ ملوک بابل ہی نے شروع کیا تھا اور فارس کے قدیم بادشاہوں نے حکومت انہیں سے حاصل کی تھی جس طرح رومیوں نے یونانیوں سے۔

نمرود الجبار:

بابل میں کلدانیوں کا سب سے پہلا بادشاہ نمرود الجبار تھا، جس نے وہاں قریباً ساٹھ سال حکومت کی۔ اس نے عراق میں فرات سے نہریں نکالیں، کہا جاتا ہے کہ ایک نہر جو فرات سے نکل کر کوفے کی طرف آئی، وہ نہر کوثی تھی، جو قصر ہبیرہ اور بغداد کے درمیان بہتی تھی۔ اس کا ذکر چونکہ ہم نے بھی کیا ہے، اس لیے وہ تاریخ میں کافی شہرت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں عراق کی دوسری نہروں کا ذکر ہم آگے چل کر فارس کے دور اول اور دور ثانی کے بادشاہوں اور ملوک طوائف کا ذکر کرنے کے ساتھ کریں گے جو ملوک عالم کی نسبت سے وہیں مناسب ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے اپنی پچھلی کتابوں میں اسی ترتیب سے کیا ہے۔ اور اس طرح کی مزید وضاحت بھی ہو جائے گی۔

بابل کے باقی بادشاہ:

نمرود الجبار کے بعد دوسرا بادشاہ "بولوس" ہوا۔ جس نے قریباً ستر سال کی عمر تک حکومت کی۔ وہ بھی بہت تند مزاج اور سخت گیر تھا۔ اس کے زمانے میں بھی متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ اس کے بعد "فیومنوس" بادشاہ ہوا جس کے زمانے میں دوسرے اہل ارض نے اس کے خاندان سے بغاوت کر دی۔ اس کے دور حکومت میں بابلی خاندان کی حکومت کے سو سال پورے ہوئے۔ اس کے بعد "سوسوس" بادشاہ ہوا جس نے نوے سال کی عمر تک حکومت کی۔ اس کے بعد جو بادشاہ ہوا اس کا نام "کورش" تھا۔ اس نے پچاس سال حکومت کی۔ اس کے بعد "بوسمیس" نے ستر سال حکومت کی۔ اس کے بعد "انیوس" نے تیس سال حکومت کی۔ "انیوس" کے بعد "افلاوس"، "الحلوس"، "امرونوس"، "کلوس"، "سیفروس"، "مارنوس"، "وسطالیم"، "امنوطوس"، "تیاولیوس"، "العداس"، "ماطیروس"، "ساوساس"، "فاربنوس"، سوسا اور بیوس"، "مسروس"، "طاطالیوس"، "طاطاوس" اور "افروس" نے علی الترتیب بیس سال، چالیس سال، تیس سال، چالیس سال، تیس سال، چالیس سال، تیس سال، تیس سال، چالیس سال، ساٹھ سال، پچاس سال، تیس سال، ساٹھ سال، بیس سال، پچاس سال، چالیس سال، تیس سال اور قریباً چالیس سال حکومت کی۔

"فاربنوس" کا دور حکومت بعض مورخین کے مطابق پینتالیس سال رہا۔ اس کے زمانے میں دارا کے بعد ملوک فارس میں سے ایک نے بابل پر حملہ کیا تھا۔ ویسے لڑائیاں ہونے کو قریب قریب سب کے زمانے میں ہوتی رہیں۔

"افروس" کے بعد "لاوسیس" کا دورِ حکومت پچاس سال (بعض کے نزدیک پینتالیس سال) "افریقریس" کا تیس سال، "منطوروس" کا بیس سال، "قولاقسما" کا ساٹھ سال، "منقلس" کا پینتیس سال (بعض کے نزدیک پچاس سال) رہا۔ قدیم تواریخ کے مطابق "منقلس" کے بعد "مرجد" کا دورِ حکومت تیس سال رہا، "مردوح" کا چالیس سال، "سنجاریب (جس نے بیت المقدس بنایا تھا) کا تیس سال، "نشوہ منوشا" کا تیس سال، بختنصر الجبار کا پینتالیس سال، "فرمودوج" کا صرف ایک سال، "بنطنفر" کا قریباً ساٹھ سال، "فسوس" کا قریباً آٹھ سال (بعض کے نزدیک دس سال)، "بمعوسا" کا ایک سال (بعض کے نزدیک اس سے بھی کم)، "داونوس" کا اکتیس سال (بعض کے نزدیک اس سے کچھ زیادہ)، "کسرجوس" کا بیس سال رہا۔ "کسرجوس" کے بعد "مرطاسیہ" بادشاہ ہوا۔ لیکن اسے 9 مہینے بعد قتل کردیا گیا۔ "مرطاسیہ" کے بعد "لحت" نے اکتالیس سال، "احترست" نے تین سال (بعض کے نزدیک دوسال دومہینے)، "شعریاس" نے ایک سال (بعض کے نزدیک صرف 9 مہینے)، "داریوس" نے بیس سال (بعض کے نزدیک انیس سال)، "الحست" نے انتیس سال اور "دارالسبع" نے پندرہ سال (بعض کے نزدیک دس سال) حکومت کی۔

ملوک بابل کے اعمال:

ملوک بابل کے نام اور ان کے ادوارِ حکومت کی مدتیں وغیرہ تو سب وہی ہیں جو قدیم تواریخ کے مطابق ہم نے ترتیب وار سطور بالا میں پیش کی ہیں۔ اب ان کے کچھ قابلِ قدر کارنامے بھی سن لیں؛

انہوں نے بنی نوعِ انسان کے لیئے آبادکاری کی بنیاد رکھی، شہر بسائے، سمندروں کی تشخیص کی، ارضی آثار و کوائف کا پتا لگایا، لوہا، سیسہ اور تانبہ وغیرہ نکالنے کے لئے کانیں کھدوائیں، تلواریں اور ان کی طبعی تراش خراش ایجاد کیں، لڑائی کے محاذوں اور جنگی فنون کا تعین کیا۔ لڑائی کے قوانین اور عساکر کے قلب، میمنہ، میسرہ اور ان کے بازوؤں کی ترتیب کا تعین کیا، لڑائی کے پینتروں کا انسانی جسم کے مطابق تعین کیا جو ان سے قبل کسی کو اس ترتیب سے معلوم نہ تھے، لشکروں کی صفوں کو بالکل اسی طرح مرتب کیا جس طرح ہاتھی، چیونٹیاں اور دوسرے جانور لڑائی کے مواقع پر فطری طور پر مرتب کرلیتے ہیں۔ لڑائی میں حملے کے طریقے بالکل اسی وضع پر نکالے جیسے شیر، چیتے، تیندوے اور بھیڑیئے اپنے جسم کی ساخت اور توڑ موڑ کے مطابق رکھتے ہیں۔ فوجوں کے علم اس طرح بنوائے کہ افواج کا ہر حصہ دوسرے حصے سے ممتاز رہے اور فوراً پہچانا جائے۔ زمین کے مختلف طبقات کی شناخت بالکل اسی طرح کی جیسے بچھو اور زمین کے اندر رہنے والے کیڑے مکوڑے اور دوسری مخلوق اپنے سوراخوں کے لیے کرتی ہے۔ مختلف رنگ بھی انہیں کی ایجاد ہیں۔ اُنہوں نے رنگوں کی تعداد چھ بتائی، یعنی سیاہ، سفید، صفرادی، سرخ، سبز اور آسمانی۔

رنگ؛

بعض اقوام نے قوس وقزح کے رنگوں اور ان رنگوں کو ملا کر جو ایک دوسرے کے امتزاج سے بنتے ہیں ان کی مجموعی تعداد بتائی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ نورِ بصارت اور بیرونی رنگوں میں کیا نسبت اور تعلق ہے، مثلاً کونسا رنگ نورِ بصارت سے میل کھاتا ہے اور کونسا نہیں، نیز یہ نگاہ اپنی فطرت کے لحاظ سے کس رنگ پر جمتی ہے اور کس رنگ سے اس میں خیرگی پیدا ہوتی ہے جیسے سیاہ رنگ پر نگاہ ٹھہرتی ہے اور سرخ پر نہیں جمتی۔ کلدانیوں نے لشکر کے جھنڈوں کے لیے رنگ کا تعین کیا۔ اور محافلِ نشاط و سرود اور بچوں کے لباس میں ان رنگوں کے استعمال کی ممانعت کی۔ انہوں نے رنگوں کے استعمال کو الوانِ فلکیات پر منحصر کیا۔ ملوک عالم کے اخبار و سیر،

ان کے فطری عادات وخصائل اوران کے باہمی اختلافات کا مفصل بیان ہم اپنی دو پچھلی کتابوں "اخبار الزماں" اور "کتاب الاوسط" میں درج کر چکے ہیں۔

بعض مورخین کے مطابق بابلی اور نبطی اقوام درحقیقت ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ کچھ مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ لوگ جو فارس کی طرف بلخ وغیرہ میں جا کر بس گئے تھے دراصل نبطی ہی تھے۔ نبطی قوم کے انساب کے بارے میں آگے چل کر ملوکِ عالم کے سلسلے میں مزید اندرجات کریں گے۔ (تاریخ مسعودی جلد ۱)

تاریخ ابن خلدون میں علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

شہر بابل کی تعمیر

تاریخ ابن خلدون جلد اول میں لکھا ہے کہ: "علامہ ابن سعید کتاب البدر میں نقل کرتا ہے کہ جس نے اولاد حام ابن نوح سے پہلے بادشاہت کی اور حکومت وسلطنت کی بناڈالی وہ کنعان بن کوش ابن حام بن نوح تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ کنعان کس وجہ سے کس زمانہ میں اپنی جائے ولادت شام سے زمین کے اس حصہ کی طرف چلا آیا۔ جس کو اب سرزمین بابل کہتے ہیں اور ایک شہر اٹھارہ کوس مربع میں بابل نامی آباد کیا۔ اس کے بعد نمرود نامی اسکالڑ کا تخت حکومت پر بیٹھا، یہ بہت بڑا عظیم الشان بادشاہ ہوا اس نے اکثر معمورات عالم پر قبضہ کرلیا۔ اس کی عمر نسبتاً دوسروں سے زیادہ ہوئی۔ بنی حام میں سے یہ پہلا شخص ہے کہ جس نے دین صابیہ اختیار کرلیا تھا اسی کی دیکھا دیکھی تھوڑے دن بعد اولاد سام بھی اس مذہب کی طرف مائل ہوگئی تھی۔ عابر ابن شالخ جو شالخ بن ارفشند کا جانشین تھا، یہی کلدانیوں کو لے کر نمرود سے مقابل ہوا لیکن نمرود اس پر غالب آیا اور اسے کوثا سے نکال دیا۔"

دوسری جگہ ابن خلدون باب اول، ملوک بابل، موصل ونینوئی میں لکھتے ہیں:

کنعان بن کوش بن حام

اس سے پہلے یہ امر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد کنعان بن کوش بن حام تختِ حکمرانی پر رونق افروز ہوا۔ اسکے بعد اس کالڑ کا نمرود بادشاہ بنا اور یہ صابیہ مذہب کا مقلد تھا، اور بنی سام خالص موحد تھے اور اس توحید کے پابند تھے جو ان سے پہلے کلدانیوں میں رائج تھی۔ ابن سعید کہتا ہے کہ کلدانیوں کے معنی "موحدین" کے ہیں۔ توریت میں نمرود کو، کوش بن حام کی طرف منسوب کیا ہے اور کنعان بن کوش کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

واقعہ بلبلہ

ابن سعید کہتا ہے کہ عابر بن شالخ بن ارفشند حملہ کر کے اطراف بلاد پر قابض ہوگیا اور کوثا سے جزیرہ موصل کی طرف چلا آیا اور یہیں اس نے ایک شہر مجدل نامی آباد کیا اور مرتے دم تک یہیں مقیم رہا۔ اس کے بعد اس کالڑ کا قانع اس کا وارث وقائم مقام ہوا اور نمرود اور اسکی قوم پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بلبلہ آیا۔ بلبلہ ایک مشہور واقعہ ہے اس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے لیکن ہم اس کے معنی نہیں سمجھ سکتے اور یہ کہنا کہ تمام بنی آدم کی ایک زبان تھی، وہ سب کے سب شب کو سوئے اور صبح کو جب اٹھے تو انکی زبانیں مختلف ہوگئیں۔ بالکل خلاف قیاس اور عادتاً بعید ہے مگر یہ کہ اسے ہم خوارق انبیاء میں شمار کریں تو اس وقت یہ معجزہ میں

داخل ہو جائے گا حالانکہ اس کی روایت کسی نے نہیں کی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اسے خرق عادت اور اختلاف السنہ (زبانوں) کو تقدیر الٰہی کا ایک نمونہ اور اسکی کبریائی کا کرشمہ تصور کر لیں اور اس کے علاوہ بلبلہ کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔

موصل بن جرموق کا بابل پر قبضہ

ابن سعید کا بیان ہے کہ سوریان بن نبط نے فانع کو بابل کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ لیکن اس نے عہد توڑ دیا اور اس سے لڑا اور جب فانع مر گیا اور اس کا لڑکا ملکان حکمران ہوا تو سوریان نے جزیرہ لے لیا اور بنی عابر (ملکان) کو جزیرہ سے نکال باہر کر کے جزیرہ کی حکومت اپنے ہمشیرزادہ موصل بن جرموق کو دے دی۔ ملکان اپنے اہل و عیال کے ساتھ پہاڑ پر چلا گیا اور وہیں اس نے سکونت اختیار کر لی۔ بعض کا خیال ہے کہ خضر اسی کی نسل سے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد موصل اپنے ماموں سوریان بن نبط سے باغی ہو کر بابل کا مستقل حاکم بن بیٹھا اسی کے زمانہ سے ایک حکومت جرامقہ کے نام سے قائم ہوگئی اور ملوک جرامقہ ملوک نبط سے علیحدہ ہوگئے۔

ابن خلدون آگے تحریر کرتے ہیں کہ:

نمرود: ملوک بابل نبط ہیں اور وہ نبط اشوذ بن سام کی اولاد میں سے ہیں۔ مسعودی ان کو نبط بن ماش بن ارم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ یہ بابل میں رہتے تھے ان میں سب سے پہلے شوریان بن نبط نے بادشاہت کی۔ مسعودی کہتا ہے کہ اسے قانع نے بابل کی حکومت پر مامور کیا۔ قانع کے انتقال کے بعد اس نے بدعت صابیہ ظاہر کی اور اسی مذہب کا پابند ہوا اس کے بعد اس کا لڑکا کنعان سلقب بن نمرود تھا اور جس نے آذر (پدر سیدنا ابراہیم علیہ السلام) کو طلب کر کے بیت الاصنام (بت خانہ) کا داروغہ مقرر کیا تھا کیونکہ ارغو بن فانع اپنے باپ کے انتقال کے بعد کوثی چلا آیا اور نمارده کے ساتھ مذہب صابیہ اختیار کر لیا یہی مذہب اس کے خاندان میں نسلاً بعد نسل آزاد بن ناحور تک برابر چلا آیا۔ حاجر بن کوش نے ہاجر کو بیت الاصنام کا داروغہ مقرر کیا اور ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔"

مزید لکھتے ہیں:

بخت نصر کا بیت المقدس پر حملہ

الغرض بابل میں نمارده (نمرودوں) کی حکومت کا سلسلہ برابر جاری رہا اور بخت نصر انہیں میں سے تھا جیسا کہ بعضوں نے لکھا ہے بعضے کہتے ہیں کہ جرامقہ (اہل نینویٰ) نے بابل پر فوج کشی کی۔ چنانچہ سنجاریف اس پر قابض ہوا اور اس نے اپنے امراء میں سے بخت نصر کو اس کا گورنر مقرر فرمایا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اہل بیت المقدس نے عہد توڑ دیا۔ تب بخت نصر نے بنی اسرائیل سے بیت المقدس میں معرکہ آرائی کی اور محاصرہ و قتل اور قید کے بعد بنی اسرائیل کے بادشاہ کو قتل کر ڈالا اور ان کی مسجد کو ویران کر دیا۔

ایرانیوں کا بابل پر تسلط:

پھر جب بخت نصر مر گیا تو اس کا لڑکا نشبت نصر بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد منبفیر حاکم ہوا۔ اس سے اور ارتاق مرزبان کسریٰ سے لڑائی ہوئی، ارتاق نے اسے مار ڈالا اور بابل اور اطراف بابل کا حاکم بن بیٹھا اس کے بعد نبط اور جرامقہ دولت فارس کی رعیت

میں شمار کیئے جانے لگے اور نمرودوں کی بابل سے حکومت ختم ہوگئی۔ (ھذا ذکرابن سعید ونقلہ من داھر مورخ دولۃ الفرس) ایسا ہی ابن سعید نے ذکر کیا ہے اور اس کو نقل کیا ہے داہر مورخ دولت فارس سے۔"

ابن خلدون کی ہی تاریخ میں مزید لکھا ہے کہ:

"سریانیین: ابن سعید نے سریانیین اور نبط کو ایک گروہ اور ایک ہی حکومت قرار دیا ہے۔ لیکن مسعودی کا یہ خیال ہے کہ یہ دو دو حکومتیں تھیں۔ سریانیین کی نسبت وہ کہتا ہے کہ طوفان کے بعد دنیا میں سب سے پہلے سریانیین نے بادشاہت کی ایک صدی یا کسی قدر اور زیادہ زمانہ میں ان کے نو بادشاہوں کے نام عجمی ناموں میں تحریر کئے ہیں جنہیں ہم عدم اعتماد اور عدم صحت کے باعث تحریر نہیں کرنا چاہتے ہاں شوشان کے بارے میں وہ تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے اپنے سر پر تاج رکھا تھا اور یہی تاج کا موجد ہوا تھا اور چوتھے بادشاہ نے قلعے بنوائے، شہر آباد کئے اس کے زمانہ میں ہند کا بادشاہ ربیل تھا اور اس نے اکثر ملوک مغرب کی سلطنتیں چھین لیں اور ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ آٹھویں کا نام ماروت بتلاتا ہے اور اپنے آخر کلام میں ظاہر کرتا ہے کہ وہ لوگ موصل اور بابل کے حاکم تھے ملوک یمن ان سے اکثر مغلوب اور کبھی غالب رہتے تھے نویں کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ غیر مستقل مزاج تھا اس کی طبیعت میں تلون حد سے زیادہ پایا جاتا تھا اور اس کے بھائی نے سلطنت تقسیم کر لی تھی۔" غرض کہ اسی طرح وہ تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خمر (شراب) کھینچی وہ فلاں شخص تھا، جس نے شطرنج کا کھیل ایجاد کیا وہ فلاں تھا، جو سب سے پہلے بادشاہ ہوا وہ فلاں تھا (وغیر ذلک) حالانکہ ہمارے نزدیک یہ سب خلاف قیاس باتیں اور صحت سے منزلوں دور ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ سریانیین اقدم الخلیقہ (خلقت میں سب سے مقدم) ہیں اسی وجہ سے تمام پرانی چیزیں مثلاً لغت، سحر، خط وغیرہ ان کی جانب منسوب کیئے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

نبط:

نبط کی نسبت مسعودی کا یہ خیال ہے کہ یہ بابل سے تھا وہ لکھتا ہے کہ ان کا پہلا بادشاہ نمرود جبار تھا اور یہ ماش بن ارم بن سام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس نے بابل میں محل بنوایا تھا اور کوفہ کی نہر کھدوائی تھی اور دوسرے مقام پر اسی نمرود کو، کوش بن حام کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ دونوں نمرود ایک تھے یا کہ دو پھر نمرود کے بعد چودہ سو برس کے اندر چھیالیس بادشاہوں کے نام عجمی ناموں میں تحریر کرتا ہے جن کو ہم عدم صحت کی وجہ سے نقل نہیں کرنا چاہتے لیکن "السوقی" میں نو صدی کے اندر بیس بادشاہوں کے نام تحریر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ نویں صدی میں ملوک بابل، اہل فارس سے لڑے اور چودہویں صدی میں بیان کرتا ہے کہ اس صدی میں سنجاریف بادشاہ تھا۔ یہی بنی اسرائیل سے لڑا تھا اور انہیں بیت المقدس میں گھیر رکھا تھا اور اس نے ان سے جزیہ لیا تھا اور اس کا سب سے پچھلا بادشاہ دارنیوش تھا جو دارا کے لقب سے مشہور تھا جسے سکندر نے قتل کیا جبکہ اس نے بابل پر قبضہ حاصل کر لیا تھا اس نے اپنے اس سلسلہ کلام اور ملوک بابل کے بیان میں خلیل علیہ السلام کے نمرود کا کچھ ذکر نہیں کیا حالانکہ ان نماردہ (نمرودوں) کو سکونت بابل بتلاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

نمرود کے متعلق طبری کا بیان:

طبری کہتا ہے کہ نمرود بن کوش بن کنعان بن حام، ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تھا پہلے یہ لوگ عاد ارم سے مشہور تھے جب وہ

گروہ ہلاک ہوگیا تو ثمود ارم کہے جانے لگے، جب یہ بھی ہلاک ہو گئے تو نمرود ارم کے نام سے مشہور ہوئے اور جب یہ بھی ہلاک ہو گئے تو تمام اولادِ ارم کو ارمان کہنے لگے۔ یہ سب نبط ہیں اور یہ موحد تھے اور بابل شہر میں رہتے تھے یہاں تک کہ نمرود بادشاہ ہوا اور اُس نے ان کو بت پرستی سکھلائی۔ انتھیٰ کلام الطبری۔

بابل؛ ہرودشیوش مؤرخ روم کہتا ہے کہ جس نے اہل بابل کو بت پرستی کی طرف مائل کیا وہ نمرود الجسیم تھا اور بابل مربعۃ الشکل آباد کیا گیا تھا اس کی شہر پناہ اسی میل کی تھی اس کی دیواریں دوسوگز بلند اور پچاس گز چوڑی اینٹ اور چونے سے بنائی گئی تھیں۔ شہر پناہ کے سو دروازے تھے جن میں تانبے کے کواڑ لگے ہوئے تھے اور اس کے اوپر محافظین کے رہنے کے لیئے مقامات بنے ہوئے تھے۔ جنگی سپاہیوں کا فصیلوں اور دیواروں پر پہرہ رہتا تھا۔ شہر پناہ کے باہر خندق تھی اور خندق کے باہر ایک عمیق نہر تھی اس شہر پناہ کو ملک بیرش (کسریٰ اول) بادشاہ فارس نے مسمار کیا جب کہ اسے بابل پر قبضہ حاصل ہوا۔ انتی کلا ہردشیوش۔ ان لوگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نمرود بھی نام ہر بادشاہِ بابل کا ہے۔ اسی وجہ سے انسابِ مختلفہ میں کبھی سام کی طرف اور کبھی حام کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

نمرود کے متعلق دوسری روایت؛

بعض مورخین یہ گمان کرتے ہیں کہ خلیل اللہ علیہ السلام کا نمرود، نمرود بن کنعان بن سنجاریف بن نمرود الاکبر تھا اور بخت نصر اس کی نسل سے ہیں اور یہ ابن براز اد بن سنجاریف بن نمرود ہے اور شاہانِ کیانی (فارس والے) بابل پر چڑھ آئے تھے اور اسکو مغلوب کر لیا تھا۔ لیکن پھر اسے بحال رکھا اور کسی قدر خراج مقرر کر لیا تھا اور بنی ساسان میں سے کسریٰ اول نے شہر بابل کو ویران کیا ہے اور اسرائیلیین اپنے انبیاء دانیال اور ارمیا کی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ بختِ نصر کا سد بن حاور کی نسل سے ہیں اور یہ ابراہیم الخلیل علیہ السلام کا بھائی ہے۔ بنو کاسد ملوکِ بابل میں شمار کئے جاتے ہیں اور انہیں کیدانیین بھی کہتے ہیں انہیں میں سے بخت نصر بھی تھا جو اکثر معموراتِ عالم پر قابض ہو گیا تھا اور بنی اسرائیل کو مغلوب کر دیا تھا اور ان کی حکومت چھین لی تھی اور بیت المقدس کو ویران کر دیا تھا۔ اس کی حکومت مصر سے متجاوز ہو گئی تھی، پینتالیس برس تک یہ سلطنت کرتا رہا۔ اس کے بعد اسکا بیٹا اوبل مردود بن بخت نصر تئیس برس تک حکومت کی کرسی پر بیٹھا رہا۔ اس کے بعد بلیتصر بن اوبل مردو تین برس تک حکمران رہا۔ اسی کے اخیر زمانہ میں دارا (شاہ فارس) اور اس کے داماد کورش نے بابل پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ بعض اسرائیلیین کا یہ خیال ہے کہ بخت نصر اور ملوک بابل کسدیم کی اولاد سے ہیں اور کسدیم عیلام بن سام (برادر اشوز) کی نسل سے ہیں اور اشوز سے ملوک موصل ہیں۔ انتھیٰ الکلام فی ملوک الموصل وملوک البابل، وھذا غایۃ ما ادی الیہ البحث من اخبارھم وانسابھم)۔

ابن خلدون لکھتے ہیں:

"ملوک بابل وموصل ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور اسکی روحانیت کا بذریعہ طلسم اور سحر اتارتے تھے اسی طریقہ کا نام صابیہ ہے، طلسمات اور سحر میں ان کو بڑا دخل تھا۔ ستاروں کی حرکت اور آثار کے خوب ماہر تھے کبھی اس دعویٰ پر آیت (وما أنزل علی الملکین۔ البقرہ ایک سودو) بکسر اللام کی شہادت پیش کی جاتی ہے کہ ہاروت و ماروت ملوک سریانیین میں سے تھے اور یہی اول موک بابل ہیں اور بقرات مشہور یہ دونوں (ہاروت و ماروت) فرشتہ تھے اس صورت میں اس فتنہ کی بابل کے ساتھ تخصیص یہ ظاہر

کرتی ہے کہ اہل بابل سحر وطلسمات میں اور باشندگان عالم کی بہ نسبت زیادہ ملکہ رکھتے تھے اور ان دلائل کے علاوہ جو ان کی نجومیت اور ساحریت پر پیش کیئے جا سکتے ہیں یہ ہیں کہ ہم نے یہ علوم (نجوم وسحر) اہل مصر سے حاصل کئے ہیں اور اہل مصر ان کے ہمسایہ تھے ملوک مصر کو بھی اس فن کی طرف خاص توجہ تھی۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے جادوگر جمع کئے گئے تھے۔ صعید مصر میں اب تک جادو کے آثار اس دعویٰ کی شہادت دے رہے ہیں۔ (واللہ اعلم)"۔

البدایہ والنہایہ کی جلد دوئم کے باب بیت المقدس کی تباہی کے بیان میں ابن کثیر نے بھی تقریباً انہیں سب واقعات کا ذکر لکھا ہے جس کو مکرر تحریر کے سبب نہیں لکھا جارہا یہاں پر۔ لیکن اس میں سے کچھ معلومات کے غرض سے جو چیز مختلف ہے وہ یہاں لکھی جارہی ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"بہر کیف اب بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس کی تباہی کو اکیسویں سال سے زیادہ گزر چکے تھے اور اس دوران میں بابل کا وہ پہلا بادشاہ جس کے ساتھ رہ کر بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا مر چکا تھا اور بادشاہت اس کے بیٹے لہراسپ کے حصے میں آئی تھی۔ پھر اسکے مرنے کے بعد اس کا بیٹا بشتاسب بابل کا بادشاہ ہو گیا تھا اور اس نے بابل پر اسویں سال حکومت کی تھی جب کہ اس سے قبل لہراسپ کے زمانہ میں بخت نصر بھی فوت ہو چکا تھا۔ تاہم بشتاسب نے بابل سے شام میں جا کر دمشق کی ویرانی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور یہ بھی دیکھا تھا کہ اس کے کھنڈرات میں درندوں نے بسیرا کر لیا ہے بلکہ اس تمام عرصے میں سرزمین فلسطین کی بھی یہی حالت ہو چکی تھی اور وہاں کوئی فرد بشر نظر نہیں آتا تھا۔

یہ دیکھ کر بشتاسب نے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو جنہیں بخت نصر بیت المقدس سے گرفتار کر کے اور غلام بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا تھا آزاد کر کے یہ اجازت دے دی تھی کہ ان میں سے جو چاہے وہاں سے اپنی آبائی سرزمین فلسطین واپس جا سکتا ہے چنانچہ وہ لوگ فلسطین واپس آ گئے تھے اور انہوں نے وہاں جگہ جگہ کئی شہر بھی آباد کر لیئے تھے بلکہ جہاں تک ہو سکا تھا بیت المقدس کی بھی از سر نو تعمیر کر لی تھی اور اس دوران میں آل داؤد ہی کا ایک شخص ان کا حکمران رہا تھا۔ جب ارمیا علیہ السلام اپنی ستر سالہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ یہ سب دیکھ کر حیران رہ گئے اور پکار اٹھے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

تاریخ طبری جلد اول کے باب بادشاہ جمشید، نوح اور انکی اولاد، میں طبری نے لکھا ہے کہ "ابو جعفر سے مروی ہے کہ بخت نصر اور جم کے درمیان کافی زمانہ کا وقفہ ہے مگر ضحاک بھی بخت نصر کو ہی کہا جاتا ہے لہٰذا بخت نصر سے مراد ضحاک ہی ہے۔ نیز ضحاک کے باب میں یہ بھی لکھا ہے کہ: "ضحاک (بخت نصر) نے سرزمین بابل میں ایک شہر تعمیر کیا جس کا نام حوب رکھا تھا وہاں اس نے قبطیوں کو مصاحب اور روزہ دار بنا کر رکھا تھا جبکہ باقی قبائل کے لوگوں پر وہ ظلم وتشدد کرتا تھا اور ان کے بچوں کو ذبح کر دیا تھا۔"

اسی طرح طبری کی تاریخ میں بیوراسپ یعنی ازدہاق کے تذکرے کے باب میں تحریر ہے کہ: "سوق ثمانین میں آبادی کا اضافہ: ابن عباس سے مروی ہے کہ جب نوح علیہ السلام کے بیٹوں کے لیئے اُن کا بازار تنگ پڑ گیا تو وہ بابل کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے تعمیر کیا۔ یہ فرات اور سرات کے درمیان واقع ہے اس کی لمبائی اور چوڑائی بارہ بارہ فرسخ تھی اور اس کا دروازہ مقام دوران میں تھا۔ اگر آپ کوفہ کے پل کو عبور کریں تو یہ بائیں جانب ہے پس اس کی تعداد یہاں بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور وہ تمام مسلمان تھے۔"

مصادر:

طبقات ابن سعد، تاریخ ابن خلدون، تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری۔

لذین" کہا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ اس شہر کا باشندہ ہونا ہی جادوگر ہونے کی علامت تھی۔

491 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ. حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ. اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَزْهَرَ. وَابْنُ لَهِيعَةَ. عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ شَدَّادٍ. عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ الْغِفَارِيِّ. عَنْ عَلِيٍّ. بِمَعْنٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ. قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ مَكَانَ فَلَمَّا بَرَزَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں ایک لفظ مختلف ہے۔

492 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ. ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى. عَنْ اَبِيْهِ. عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ مُوْسٰى فِيْ حَدِيْثِهٖ فِيْمَا يَحْسَبُ عَمْرٌو - اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْحَمَّامَ وَالْمَقْبَرَةَ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمام روئے زمین نماز ادا کرنے کی جگہ ہے۔ صرف حمام اور قبرستان کا (حکم مختلف ہے)''۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ مَبَارِكِ الْاِبِلِ

باب: اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کی ممانعت

493 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ. حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيِّ. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى. عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ. قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ مَبَارِكِ الْاِبِلِ؟ فَقَالَ: لَا تُصَلُّوْا فِيْ مَبَارِكِ الْاِبِلِ فَاِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِيْنِ وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: صَلُّوْا فِيْهَا فَاِنَّهَا بَرَكَةٌ

⊛⊛ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ یہ شیاطین میں سے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم وہاں نماز ادا کر لو کیونکہ یہ برکت والی (جگہ) ہے۔

شرح

شیطنت سے مراد شرارت ہے۔ اگر بکریوں کے باڑے اور اونٹ کے باڑے کے علاوہ نماز کے لئے کوئی جگہ نہ ہو

ہوتو بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنی چاہیئے۔ کیونکہ اونٹ کینہ رکھتا ہے اوراس سے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ اونٹ شیطان سے پیدا ہوا۔ ورنہ وہ حلال نہ ہوتا اور نبی اکرم ﷺ اس کے اوپر نماز ادا نہ کرتے۔ لیکن شافعی کی روایت میں یوں ہے کہ جب تم اونٹوں کے باڑہ میں ہو اور صلاۃ کا وقت آجائے تو وہاں سے نکل جاؤ کیوں کہ اونٹ جن ہیں۔ اور جنوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اونٹوں میں شرارت کا مادہ زیادہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے وہاں صلاۃ پڑھنا منع ہے۔ اکثر علماء کا ماننا ہے کہ اگر جگہ پاک ہوتو اونٹوں کے باڑے میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

سات مقامات پرنماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے سات مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (۱) جہاں ناپاک چیزیں ڈالی جاتی ہوں۔ (یعنی کوڑی)۔ (۲) جہاں جانور ذبح کیے جاتے ہوں (۳) راستے کے درمیان۔ (٤) مقبرے میں۔ (٥) حمام کے اندر۔ (٦) اونٹوں کے بندھنے کی جگہ پر۔ (۷) اور خانہ کعبہ (کعبۃ اللہ کی چھت پر بلاضرورت چڑھنا مکروہ ہے البتہ ضرورت کے لئے چھت پر چڑھنا جائز ہے ۱۳) کی چھت پر۔"

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 699)

بعض علماء سلف تو حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھتے ہوئے یہی فرماتے ہیں کہ مقبرے کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بعض علماء کے نزدیک مقبرہ میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا متفقہ طور پر علماء کے نزدیک حرام ہے مزبلہ اور مجزرہ (یعنی کوڑی اور مذبح) میں نماز پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ ان دونوں جگہوں میں نجاست وگندگی پھیلی رہتی ہے۔ چنانچہ ان مقامات میں اگر کسی ایسی جگہ نماز پڑھی جائے جو صاف ہو مگر اس کے قریب ہی نجاست بھی پڑی ہو یا نجاست ہی پر مصلی بچھا کر نماز پڑھی جائے۔ یہ مکروہ ہے اس سے دین کی حقارت و بے وقعتی ظاہر ہوتی ہے اور نماز کی رفعت شان اس بات کی متقاضی ہے کہ اسے بالکل پاک وصاف جگہ ادا کیا جائے نہ کہ ایسی جگہ جہاں گندگی ونجاست پھیلی ہوئی ہو۔

راستہ کے درمیان نماز پڑھنا اس لئے ممنوع ہے کہ وہاں لوگوں کے آنے جانے کی وجہ سے دھیان بٹتا ہے اور یکسوئی حاصل نہیں ہوتی نیز اس سے لوگوں کو آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ عام گزرگاہ ہونے کی وجہ سے اگر لوگ مجبوری کی بناء پر نمازی کے آگے سے گزریں گے تو ان کے گزرنے سے نمازی گناہگار ہوگا اور اگر لوگ بے ضرورت ہی گزریں گے۔ تو وہ گناہگار ہوں گے۔ حمام میں نماز پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ وہ ستر کھلنے اور شیطان کے رہنے کی جگہ ہے کعبہ کی چھت پر بھی نماز پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ اس سے کعبۃ اللہ کے بے ادبی ہوتی ہے۔

اب علماء کے ہاں اس بات میں اختلاف ہے کہ ان ساتوں جگہوں پر نماز پڑھنے کو مکروہ کہا گیا ہے تو آیا یہ مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی؟ چنانچہ بعض علماء کے نزدیک تو ان ساتوں جگہ نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہیں۔

بَابُ مَتٰى يُؤْمَرُ الْغُلَامُ بِالصَّلَاةِ

باب: بچے کو کس وقت نماز ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا

494 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ، وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا

❁❁ عبدالملک بن ربیع اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب بچہ سات سال کا ہو جائے' تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کا ہو جائے' تو (نماز نہ پڑھنے پر) اس کی پٹائی کرو''۔

495 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ يَعْنِي الْيَشْكُرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَوَّارٍ أَبِي حَمْزَةَ-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو حَمْزَةَ الْمُزَنِيُّ الصَّيْرَفِيُّ- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ.

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں' اور (نماز نہ پڑھنے پر) ان کی پٹائی کرو جب وہ دس سال کے ہو جائیں' اور (دس سال کا ہونے پر) ان کے بستر الگ کر دو''۔

496 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمُزَنِيُّ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَزَادَ: وَإِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ، فَلَا يَنْظُرْ إِلٰى مَا دُونَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهِمَ وَكِيعٌ فِي اسْمِهِ، وَرَوٰى عَنْهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ سَوَّارٌ الصَّيْرَفِيُّ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''جب کوئی شخص اپنی (کنیز کی) اپنے غلام یا مزدور کے ساتھ شادی کروا دے تو پھر وہ (اس کنیز کی) ناف سے لے کر

494- حديث صحيح. عبد الملك بن الربيع بن سبرة روى عنه جمع ووثقه العجلي، والامام الذهبي في "الكاشف"، وقال في الميزان: صدوق ان شاء الله وقال: ضعفه يحيى بن معين فقط. وقال ابن القطان في "الوهم والايهام" /1384: وعسى ان يكون الحديث حسناً. واخرجه الترمذي (409) من طريق عبد الملك بن الربيع، بهذا الاسناد. وقال: حديث حسن صحيح، وصححه ابن خزيمة (1002) والحاكم 1/ 258، وابن الملقن في "البدر المنير" /3.238 وهو في "مسند احمد" (15339)، و"شرح مشكل الآثار" (2565) و(2566)

گھٹنوں تک کے درمیانی حصے کو نہ دیکھے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) وکیع نامی راوی کو اس کے نام کے بارے میں وہم ہوا ہے۔ ابوداؤد طیالسی نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: ابوحمزہ سوار صرفی نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔

497- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خُبَيْبٍ الْجُهَنِيُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: مَتَى يُصَلِّي الصَّبِيُّ. فَقَالَتْ: كَانَ رَجُلٌ مِنَّا يَذْكُرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ. فَقَالَ: إِذَا عَرَفَ يَمِينَهُ مِنْ شِمَالِهِ، فَمُرُوهُ بِالصَّلَاةِ

⊛⊛ ہشام بن سعد بیان کرتے ہیں: ہم معاذ بن عبداللہ جہنی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنی اہلیہ سے دریافت کیا: بچہ کب نماز پڑھنا شروع کرے گا' تو اس نے بتایا ہم میں سے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب وہ اپنے دائیں اور بائیں کو پہچاننے لگے تو تم اسے نماز کا حکم دو۔

بچوں کو نماز اور دینی ماحول فراہم کرنے کا بیان

امام شافعی کا بیان ہے: ''باپوں اور ماؤں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو ادب سکھلائیں۔ طہارت اور نماز کی تعلیم دیں اور باشعور ہونے کے بعد (کوتاہی کی صورت میں) ان کی پٹائی کریں۔'' (شرح السنۃ: ۲/۴۰۷)

بچوں کو کس طرح نماز کا پابند بنایا جائے۔ اس حوالے سے ہم تین طرح کی تقسیم کر سکتے ہیں۔

1 سات سال کی عمر سے قبل کا دورانیہ۔

2 سات اور دس سال کا درمیانی عرصہ۔

3 دس سال سے سن بلوغت تک کا مرحلہ۔

قبل اس کے کہ ان مراحل کی وضاحت کی جائے، ہم بچوں کی تربیت کے حوالے سے چند ضروری باتیں والدین کے گوش گزار کرتے ہیں۔

نصیحت میں اگر حکمت نہ ہو تو فضیحت بن جاتی ہے۔ آدمی اگر ایک کام خود کرے اور دوسرے کو اس سے منع کرے یا اس انداز سے نصیحت کرے جس سے حقارت ونفرت کا احساس پیدا ہو یا اٹھتے بیٹھتے اس کی رٹ لگائے رکھے تو پھر سننے والے کے دل میں ضد اور بغاوت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس نصیحت کو درست جانتے ہوئے بھی اسے ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ بزرگوں کے مخلص اور بہی خواہ ہونے میں کلام نہیں لیکن ان کی خیر خواہی کو نادان کی دوستی بہر حال نہیں ہونا چاہیے۔

بچوں کو نماز کا پابند بنانے کے لئے شوہر اور بیوی کی باہمی ذہنی ہم آہنگی انتہائی ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس حوالے سے دونوں کی رائے آپس میں مختلط ہو۔ ایک بچے کو نماز کا حکم دے رہا ہو جب کہ دوسرے کا خیال ہو کہ جب بڑا ہوگا تب دیکھا جائے گا۔ اس سے بچہ تذبذب کا شکار ہو کر کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا حالانکہ یہ عمر ایسی ہوتی ہے جس میں وہ دوسروں کی تقلید اور اطاعت پسند

کرتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ گھر میں تمام اہل خانہ بچے کو نماز کی ترغیب دلائیں۔

والدین کو چاہئے کہ وہ بچے کو بتائیں کہ مسلمان کی زندگی میں نماز خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اور بچے کی عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب اُسلوب میں وعظ وتذکیر کی جائے۔

بچوں کو نماز کا طریقہ سکھایا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ مؤمن نماز اس لئے ادا کرتا ہے تا کہ رضائے الٰہی کے حصول میں کامیاب ہوجائے، نماز پڑھنے والے کو روز قیامت جنت میں داخلہ ملے گا، نماز اہل ایمان کا شعار اور ارکان اسلام میں سے ہے۔

والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کے لئے بہترین نمونہ بنیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی پابندی کو لازم پکڑیں۔

والدین اپنے بچوں کے ساتھ گھل مل کر رہیں، ان کو مناسب وقت دیں، ان کے ساتھ کھیل میں شریک ہوں اور ان کی باتوں کو توجہ سے سنیں۔ اس سے بچوں کے لئے انہیں سمجھنا آسان ہوگا اور والدین کے لئے بھی ان سے اپنی بات منوانا چنداں مشکل نہ رہے گا۔

کوشش کی جائے کہ بچوں کی صحبت نیک بچوں کے ساتھ ہو، کیونکہ لاشعوری طور پر انسان کے اندر اپنے دوستوں کے خیالات ونظریات تشکیل پاتے ہیں۔

حدیث میں ہے: »اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ« (سنن أبی داود: ۴۸۳۳) ''انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔''

بچوں کو کسی کام کی ترغیب دلانے کے لئے محبت وشفقت کا مظاہرہ کیا جائے اور اگر بچے کوئی اچھا کام کریں تو اس پر ان کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرنے میں بخل سے کام نہ لیا جائے اور وقتاً فوقتاً کسی فعل حسن پر ان کو انعامات سے نوازا جائے۔

والدین کو چاہئے کہ بچوں کے لئے کثرت کے ساتھ دعائیں کریں، کیونکہ ان کی دعائیں بچوں کی اصلاح کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ والدین کی اپنے بچوں کے لئے مانگی گئی دعاؤں کو رد نہیں فرماتے۔

فرمان نبوی ﷺ: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ، لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ (سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۲)

''اللہ تعالیٰ تین طرح کی دعا ضرور قبول کرتے ہیں، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور والدین کی اپنے بچوں کے لئے کی گئی دعا۔''

لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے صراط مستقیم اور حفظ وامان کی دعائیں کریں۔

فرمان الٰہی ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔ (الفرقان: ۷۴)

''اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔''

والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے بددعا نہ کریں، ایسا نہ ہو کہ ان کی بددعا بچوں کے لئے مستقل تباہی وبربادی کا سبب بن جائے۔

پیدائش سے سات سال تک کا دورانیہ

پیدائش سے لے کر سات سال کی عمر تک کے دوران بچہ اپنے والدین اور دیگر اہل خانہ کی تقلید کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا والدین بچے کو چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کرنے کے بجائے اس کے سامنے سنتیں اور نفل نوافل ادا کرتے رہیں تا کہ وہ بھی اس طرح کے اعمال سرانجام دینے کی طرف مائل ہو۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اِجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا « (صحیح البخاری: ۴۳۲)

گھروں میں نمازیں ادا کرو اور اسے قبرستان نہ بناؤ۔''

مزید فرمایا:

أَفْضَلُ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ « (صحیح البخاری: ۷۳۱)

آدمی کی افضل نماز گھر میں ہے الا کہ فرض نماز ہو۔''

بچوں کی تربیت کو مثبت رخ دینے میں یہ ایک اہم سیڑھی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے والدین خشوع و خضوع کے ساتھ بار بار اپنی پیشانی کو جھکا رہے ہیں اور عبادت میں اس قدر مگن ہیں کہ اپنے گرد و پیش سے بے نیاز ہو چکے ہیں تو وہ خود بخود ایسے اعمال کی طرف راغب ہونے لگتا ہے اور پھر جب وہ سن تمیز کو پہنچتا ہے تو اس کے لئے نماز ادا کرنا چنداں مشکل نہیں رہ جاتا۔

سن تمیز تک پہنچنے سے پہلے بچے پر وضو کرنے یا مکمل جسم ڈھانپنے کے حوالے سے سختی کا مظاہرہ نہ کیا جائے، اسی طرح اپنے ساتھ رکوع و سجود نہ کرنے کی صورت میں اسے زجر و توبیخ کا نشانہ نہ بنائیں، کیونکہ ابھی تک وہ غیر مکلف ہے اور اس پر بے جا سختی اسے نماز سے متنفر کرنے کا سبب بنے گی۔

جب بچہ کچھ سیکھنے کے قابل ہو جائے تو اسے سورۃ الفاتحہ اور اس طرح کی دیگر چھوٹی چھوٹی اور آسان سورتیں یاد کروائیں۔ ساتھ ساتھ رکوع و سجود اور تشہد کی دعائیں بھی سکھانا شروع کر دیں اور ناظرہ قرآن اور دیگر ذکر و اذکار یاد کروانے کے لئے مسجد میں بھیجیں۔

جب بچہ سات سال کی عمر کے قریب پہنچے تو پیار و شفقت کے ساتھ اسے نماز کی تلقین کرنا شروع کی جائے اور اس میں نماز کا شوق بیدار کرنے کے لئے ایسی تصاویر کے ذریعے اس کی راہنمائی کی جائے جن میں وضو اور نماز ادا کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہو۔

سات سے دس سال کا درمیانی عرصہ

جب بچہ سات سال کا ہو جاتا ہے تو اس میں اس قدر استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ وضو اور نماز جیسے فرائض سرانجام دے سکے۔ لہٰذا اسے ظاہری و باطنی طہارت کا طریقہ سکھایا جائے، پانی کے ساتھ استنجا کرنے کا حکم دیا جائے اور وضو کا مکمل طریقہ اسے ذہن نشین کرانے کے لئے کئی بار اس کے سامنے وضو کیا جائے اور پھر اسی طرح دہرانے کا حکم دیا جائے۔ غلطی کی صورت میں سختی اور سرزنش نہ کریں بلکہ پیار کے ساتھ اس کی اصلاح کریں اور اگر وہ صحیح وضو کرے تو اسے شاباش دیں اور تعریف کریں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے نقل کیا ہے کہ بچے کے ولی پر واجب ہے کہ سات سال کی عمر میں اس کو طہارت اور نماز کے مسائل کی تعلیم دے اور نماز ادا کرنے کا حکم دے اور دس سال کی عمر میں (نماز سے کوتاہی پر) اس کی پٹائی کرے۔" (المغنی: ۲۵۰/۱)

بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ

باب: اذان کا آغاز

اذان کا لغوی اصطلاحی مفہوم

لغت میں اذان کے معنی "خبر دینا" ہیں اور اصطلاح شریعت میں "چند مخصوص الفاظ کے ساتھ اوقات مخصوصہ میں نماز کا وقت آنے کی خبر دینے" کو اذان کہتے ہیں۔ اس تعریف سے وہ اذان خارج ہے جو نماز کے علاوہ دیگر امور کے لیے ہے مسنون کی گئی ہے جیسا کہ بچے کی پیدائش کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان کے کلمات اور بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہے جاتے ہیں اور اسی طرح اس آدمی کے کان میں اذان کہنا مستحب ہے جو کسی رنج میں مبتلا ہو یا اسے مرگی وغیرہ کا مرض ہو یا وہ غصے کی حالت میں ہو، یا جس کی عادتیں خراب ہوگئی ہوں خواہ وہ انسان ہو یا جانور ہو۔

حضرت دیلمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایک دن سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے غمگین دیکھ کر فرمایا کہ اے ابن ابی طالب: میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں لہٰذا تم اپنے اہل بیت میں سے کسی کو حکم دو کہ وہ تمہارے کان میں اذان کہے جس سے تمہارا غم ختم ہو جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ میں نے آپ ﷺ ارشاد کے مطابق عمل کیا تو آپ ﷺ کی بات صحیح ثابت ہوئی نیز اس روایت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک نقل کرنے والے ہر راوی نے کہا ہے کہ ہم نے اس طریقے کو آزمایا تو مجرب ثابت ہوا۔ ایسے ہی حضرت دیلمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس کی عادتیں خراب ہوگئی ہوں خواہ وہ انسان ہو یا جانور تو اس کے کان میں اذان کہو۔

اذان کی مشروعیت کا بیان

اذان کی مشروعیت کے سلسلے میں مشہور اور صحیح یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت کی ابتداء عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خواب ہے جس کی تفصیل آئندہ احادیث میں آئے گی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اذان کا خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھا تھا۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دس صحابہ کرام کو خواب میں اذان کے کلمات کی تعلیم دی گئی تھی بلکہ کچھ حضرات نے تو کہا ہے کہ خواب دیکھنے والے چودہ صحابہ کرام ہیں۔

بعض علماء محققین کا قول یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت خود رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد کے نتیجے میں ہوئی ہے جس کی طرف شب معراج میں ایک فرشتے نے رہنمائی کی تھی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ شب معراج میں جب عرش پر پہنچے اور سدرۃ المنتہیٰ تک جو کبریائی حق جل مجدہ کا محل خاص ہے پہنچے تو وہاں سے ایک فرشتہ نکلا آپ ﷺ نے حضرت

جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ فرشتہ کون ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تمام مخلوق سے زیادہ قریب ترین درگاہ عزت سے میں ہوں لیکن میں نے پیدائش سے لے کر آج تک اس وقت کے علاوہ اس فرشتہ کو کبھی نہیں دیکھا ہے چنانچہ اس فرشتہ نے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" یعنی اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی کہ میرے بندہ نے سچ کہا انا اکبر انا اکبر (یعنی میں بہت بڑا ہوں میں بہت بڑا ہوں) اس کے بعد اس فرشتے نے اذان کے باقی کلمات ذکر کیے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اذان کے کلمات صحابہ کرام کے خواب سے بھی بہت پہلے شب معراج میں سن چکے تھے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں محقق فیصلہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اذان کے کلمات شب معراج میں سن تو لیے تھے لیکن ان کلمات کو نماز کے لیے اذان میں ادا کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ مکہ میں بغیر اذان کے نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ مدینہ تشریف لائے اور یہاں صحابہ کرام سے مشورہ کیا چنانچہ بعض صحابہ کرام نے خواب میں ان کلمات کو سنا اس کے بعد وحی بھی آ گئی کہ جو کلمات آسمان پر سنے گئے تھے اب وہ زمین پر اذان کے لیے مسنون کر دیے جائیں۔

اذان کے لغوی معنی اعلان و اطلاع عام ہے۔ رب فرماتا ہے: "وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" اور فرماتا ہے: "فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ"۔ شریعت میں خاص الفاظ سے نماز کی اطلاع کا نام اذان ہے۔ سب سے پہلی اذان ہے جبریل امین نے معراج کی رات بیت المقدس میں دی جب حضور نے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی، مگر مسلمانوں میں ہجرت کے بعد ا ہجری میں شروع ہوئی جس کا واقعہ آگے رہا ہے۔ (درمختار، کتاب صلوۃ، بیروت)

498- حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، وَحَدِيثُ عَبَّادٍ أَتَمُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، قَالَ زِيَادٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ أَبِي عُمَيْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: اهْتَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ كَيْفَ يَجْمَعُ النَّاسَ لَهَا، فَقِيلَ لَهُ: انْصِبْ رَايَةً عِنْدَ حُضُورِ الصَّلَاةِ فَإِذَا رَأَوْهَا آذَنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، قَالَ: فَذُكِرَ لَهُ الْقُنْعُ - يَعْنِي الشَّبُّورَ وَقَالَ زِيَادٌ: شَبُّورُ الْيَهُودِ - فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، وَقَالَ: هُوَ مِنْ أَمْرِ الْيَهُودِ قَالَ: فَذُكِرَ لَهُ النَّاقُوسُ، فَقَالَ: هُوَ مِنْ أَمْرِ النَّصَارَى فَانْصَرَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ لِهَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُرِيَ الْأَذَانَ فِي مَنَامِهِ، قَالَ: فَغَدَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَبَيْنَ نَائِمٍ وَيَقْظَانَ، إِذْ أَتَانِي آتٍ فَأَرَانِي الْأَذَانَ، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَدْ رَآهُ قَبْلَ ذَلِكَ فَكَتَمَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا، قَالَ: ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُخْبِرَنِي؟، فَقَالَ: سَبَقَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، فَاسْتَحْيَيْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بِلَالُ، قُمْ فَانْظُرْ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، فَافْعَلْهُ قَالَ: فَأَذَّنَ بِلَالٌ، قَالَ أَبُو بِشْرٍ: فَأَخْبَرَنِي أَبُو عُمَيْرٍ، أَنَّ الْأَنْصَارَ تَزْعُمُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ، لَوْلَا أَنَّهُ كَانَ يَوْمَئِذٍ مَرِيضًا لَجَعَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنًا

ابوعمیر بن انس اپنے انصاری چچاؤں کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نماز کے حوالے سے پریشان تھے کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیسے اکٹھا کیا جائے؟ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی: نماز کا وقت ہونے پر جھنڈا لہرا دیا جائے جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو نماز کے بارے میں اطلاع دے دیں گے لیکن آپ ﷺ کو یہ تجویز پسند نہیں آئی۔ پھر نبی اکرم ﷺ کے سامنے باجے کا ذکر کیا گیا زیاد نامی راوی کہتے ہیں: یعنی جس طرح یہودی باجا بجاتے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ کو یہ بھی پسند نہیں آیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ یہودیوں کا طریقہ ہے' پھر نبی اکرم ﷺ کے سامنے ناقوس کا ذکر کیا گیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے' پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس چلے گئے وہ نبی اکرم ﷺ کی پریشانی کی وجہ سے پریشان تھے۔ انہیں خواب میں اذان دینے کا طریقہ دکھایا گیا راوی کہتے ہیں: اگلے دن وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں سونے اور جاگنے کے درمیان کی کیفیت میں تھا۔ اسی دوران ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اذان کا طریقہ دکھایا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ خواب اس سے پہلے دیکھ چکے تھے' لیکن انہوں نے بیس دنوں تک اسے بیان نہیں کیا' پھر جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ انہوں نے عرض کی: عبداللہ بن زید مجھ سے سبقت لے گیا' تو مجھے شرم آگئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اُٹھو اور اس بات کا جائزہ لو کہ عبداللہ بن زید تمہیں جو ہدایت کرتا ہے تم ویسا ہی کرو۔ راوی کہتے ہیں: تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔

ابوبشر نامی راوی کہتے ہیں: ابوعمیر نے مجھے یہ بات بتائی کہ انصار اس بات کے قائل تھے کہ اگر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ان دنوں بیمار نہ ہوتے تو نبی اکرم ﷺ انہیں ہی مؤذن مقرر کرتے۔

بَابُ كَيْفَ الْأَذَانُ

باب: اذان کیسے دی جائے گی؟

499 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلَاةِ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ، فَقُلْتُ: يَا عَبْدَ اللهِ أَتَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ قَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ فَقُلْتُ: نَدْعُو بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذَلِكَ؟ فَقُلْتُ لَهُ: بَلَى، قَالَ: فَقَالَ: تَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا

499- اسناده حسن، محمد بن اسحاق صدوق حسن الحديث، وقد صرح بالتحديث فانتفت شبهة تدليسه، وباقي رجاله ثقات. يعقوب: هو ابن ابراهيم بن سعد الزهري، واخرجه الترمذي (187)، وابن ماجه (706) من طريقين عن محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد. ورواية ابن ماجه ليس فيها ذكر الاقامة، ورواية الترمذي مختصرة بآخره. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (16478)، و"صحيح ابن حبان" (1679).

اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اللّٰهُ اَكْبَرُ. اللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ. قَالَ: ثُمَّ اسْتَأْخَرَ عَنِّي غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ. قَالَ: وَتَقُوْلُ: اِذَا اَقَمْتَ الصَّلَاةَ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ. فَلَمَّا اَصْبَحْتُ. اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَخْبَرْتُهُ. بِمَا رَاَيْتُ فَقَالَ: اِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ. فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَاَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَاَيْتَ. فَلْيُؤَذِّنْ بِهِ. فَاِنَّهُ اَنْدٰى صَوْتًا مِنْكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ. فَجَعَلْتُ اُلْقِيهِ عَلَيْهِ. وَيُؤَذِّنُ بِهِ. قَالَ: فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ. وَيَقُوْلُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. لَقَدْ رَاَيْتُ مِثْلَ مَا رَاٰى. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰكَذَا رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ. عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ. وَقَالَ: فِيهِ ابْنُ اِسْحَاقَ. عَنِ الزُّهْرِيِّ: اللّٰهُ اَكْبَرُ. اللّٰهُ اَكْبَرُ. اللّٰهُ اَكْبَرُ. اللّٰهُ اَكْبَرُ. وَقَالَ مَعْمَرٌ. وَيُوْنُسُ. عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيهِ: اللّٰهُ اَكْبَرُ. اللّٰهُ اَكْبَرُ. لَمْ يُثَنِّيَا

محمد بن عبداللہ بن زید بیان کرتے ہیں: میرے والد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی: جب نبی اکرم ﷺ نے ناقوس کے بارے میں حکم دیا کہ اسے بنایا جائے تا کہ لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کرنے کے لئے اسے بجایا جائے' تو میں سویا ہوا تھا اس دوران میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آیا اس نے اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھایا ہوا تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تم ناقوس کو فروخت کرو گے؟ اس نے دریافت کیا: تم اس کا کیا کرو گے میں نے جواب دیا: ہم لوگ اس کے ذریعے نماز کی طرف بلائیں گے۔ اس شخص نے کہا: کیا میں تمہاری رہنمائی اس سے زیادہ بہتر چیز کی طرف نہ کروں۔ میں نے اس سے کہا: جی ہاں اس نے کہا: پھر آپ لوگ یہ کہیں:

اللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ،

راوی بیان کرتے ہیں: پھر وہ مجھ سے ذرا پیچھے ہوا اور پھر بولا جب آپ ﷺ نماز کے لئے اقامت کہیں' تو یہ پڑھیں:

اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(راوی بیان کرتے ہیں:) جب صبح ہوئی تو میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا جو میں نے خواب دیکھا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو یہ خواب سچا ثابت ہوگا۔ تم بلال کے ساتھ

کھڑے ہوجاؤ اور اسے وہ کلمات بتاؤ جو تم نے اذان دیتے ہوئے دیکھے ہیں کیونکہ اس کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔

(راوی کہتے ہیں:) تو میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا اور میں نے انہیں وہ کلمات بتانا شروع کئے اور وہ ان کلمات کے ذریعے اذان دینے لگے۔ راوی کہتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات سنے تو وہ اس وقت اپنے گھر میں موجود تھے۔ وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے۔ انہوں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے یارسول اللہ! اسی طرح کا خواب میں نے بھی دیکھا ہے' جو اس نے دیکھا ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زہری نے سعید بن مسیب کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں یہ کہا ہے کہ ابن اسحاق نے زہری کے حوالے سے روایت نقل کی ہے اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، معمر اور یونس نے زہری کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

اللہ اکبر' اللہ اکبر انہوں نے ان کلمات کو دہرایا نہیں ہے۔

اذان واقامت کہنے کا مسنون طریقہ

اذان دینے والا آدمی دونوں حدثوں سے پاک ہوکر مسجد سے علیحدہ کسی اونچی جگہ قبلہ رخ کھڑا ہوجائے اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو شہادت کی دونوں انگلیوں سے بند کر کے اپنی طاقت کے مطابق بلند آواز سے اذان دے، لیکن اس قدر نہیں کہ جس سے اس کو تکلیف ہو پہلی آواز میں دو دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہے پھر دوسری آواز میں دو دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہے یعنی دو آوازوں میں چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہے پھر اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو مرتبہ دو آوازوں میں، پھر اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰہِ دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے، پھر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے اور ہر مرتبہ داہنی طرف منہ پھیرے، پھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے اور ہر مرتبہ بائیں طرف منہ پھیرے، دائیں یا بائیں جانب منہ پھیرنے میں سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں، اَللّٰہُ اَکْبَر دو مرتبہ ایک آواز میں کہے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہے، فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد الصلوٰۃ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو مرتبہ کہے اور اس میں منہ نہ پھیرے اقامت کا سنت طریقہ بھی وہی ہے جو اذان کا ہے لیکن چند باتوں میں فرق ہے۔

۱۔ اذان مسجد کے باہر بلند جگہ پر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر عام سطح زمین پر، اگرچہ اونچی جگہ پر بھی جائز ہے ۲۔ اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے ۳۔ اذان ٹھہر ٹھہر کر کہی جاتی ہے اور اقامت جلدی جلدی ۴۔ اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ زائد ہے اور فجر کی اذان میں جو الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جاتا ہے وہ اقامت میں نہیں کہا جاتا ۵۔ اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخ بند نہیں کئے جاتے ۶۔ اقامت میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت دائیں بائیں جانب منہ نہیں پھیرا جاتا اگرچہ بعض کے نزدیک یہ بھی اذان کی طرح مستحب ہے اذان واقامت کے شرائط صحت و کمال ۱۔ اذان اور اقامت کا عربی زبان میں خاص انہی الفاظ سے ہونا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، کسی اور زبان میں یا منقولہ الفاظ کے سوا اور الفاظ سے اذان یا اقامت صحیح نہ ہوگی، دوبارہ مسنون الفاظ سے کہی جائے ۲۔ فرض ادا نماز کی اذان کے لئے اس نماز کا وقت ہونا، وقت سے پہلے اذان دی تو درست نہیں ہے وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے ۳۔ موذن کا مسلمان ہونا، کافر کی

اذان صحیح نہ ہوئی اس لئے دوبارہ کہی جائے ۴.موذن کا مرد ہونا عورت کی اذان درست نہیں دوبارہ کہی جائے ۵.موذن کا صاحب عقل ہونا، اگر نا سمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو دوبارہ کہی جائے۔(زبدۃ الفقہ، کتاب صلوٰۃ)

500 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِّمْنِي سُنَّةَ الْأَذَانِ؟ قَالَ: فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِي، وَقَالَ: تَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، تَرْفَعُ بِهَا صَوْتَكَ، ثُمَّ تَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ، ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

❀❀ محمد بن عبدالملک اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اذان کا طریقہ سکھا دیں۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر کے آگے والے حصے پر ہاتھ پھیرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم یہ کہو:

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر،

تم ان کلمات کو بلند آواز میں کہو پھر تم یہ کہو:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہ،

تم ان کلمات کو پست آواز میں کہو پھر تم شہادت کے کلمات بلند آواز میں کہو۔

اگر تم صبح کی نماز (کے لئے اذان دے رہے ہو) تو تم یہ کہو:

اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

''نماز نیند سے بہتر ہے نماز نیند سے بہتر ہے''۔

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، لا الٰہ الا اللّٰہ

501 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ السَّائِبِ، أَخْبَرَنِي أَبِي، وَأُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا الْخَبَرِ وَفِيهِ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ فِي الْأُولَى مِنَ الصُّبْحِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَبْيَنُ، قَالَ فِيهِ: قَالَ: وَعَلَّمَنِي الْإِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ،

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: وَاِذَا اَقَمْتَ فَقُلْهَا مَرَّتَيْنِ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. اَسَمِعْتَ؟ قَالَ: فَكَانَ اَبُوْ مَحْذُوْرَةَ. لَا يَجُزُّ نَاصِيَتَهُ وَلَا يَفْرُقُهَا لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَيْهَا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ. اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' کے الفاظ صبح کی پہلی اذان میں کہے جائیں گے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد کی نقل کردہ روایت زیادہ واضح ہے جس میں ان کے یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ سکھائے:

اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام عبدالرزاق کہتے ہیں: جب تم اقامت کہو گے تو ان کلمات کو دو مرتبہ کہو گے:

قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ

کیا تم نے سن لیا ہے؟

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اپنی پیشانی کے بال کاٹتے نہیں تھے اور وہ مانگ بھی نہیں نکالتے تھے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ہاتھ پھیرا تھا۔

502 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا عَفَّانُ. وَسَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ. وَحَجَّاجٌ. وَالْمَعْنٰى وَاحِدٌ. قَالُوْا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ. حَدَّثَنَا عَامِرٌ الْاَحْوَلُ. حَدَّثَنِيْ مَكْحُوْلٌ. اَنَّ ابْنَ مُحَيْرِيْزٍ. حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا مَحْذُوْرَةَ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً. وَالْاِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً: الْاَذَانُ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ. اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. وَالْاِقَامَةُ: اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ. اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ

عَلَى الْفَلَاحِ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. كَذَا فِي كِتَابِهِ فِي حَدِيثِ اَبِي مَحْذُورَةَ

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات تعلیم دیے تھے۔ اذان کے کلمات یہ ہیں:

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول اللّٰہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول اللّٰہ، حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح حی علی الفلاح، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، لا الٰہ الا اللّٰہ،

اور اقامت کے کلمات یہ ہیں:

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول اللّٰہ، حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح حی علی الفلاح، قد قامت الصلاۃ، قد قامت الصلاۃ، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، لا الٰہ الا اللّٰہ

(راوی بیان کرتے ہیں: میرے استاد) کی تحریر میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث اسی طرح ہے۔

503 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ. حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ. اَخْبَرَنِي ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي مَحْذُورَةَ يَعْنِي عَبْدَ الْعَزِيزِ. عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ. عَنْ اَبِي مَحْذُورَةَ. قَالَ: اَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّاْذِينَ هُوَ بِنَفْسِهِ. فَقَالَ: قُلْ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ - مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ - قَالَ: ثُمَّ ارْجِعْ. فَمُدَّ مِنْ صَوْتِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود مجھے اذان کے کلمات سکھائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھو:

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول اللّٰہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول اللّٰہ، اشہد ان محمدا رسول اللّٰہ، حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح حی علی الفلاح، اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، لا الٰہ الا اللّٰہ،

یہ کلمات دو دو مرتبہ ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم دوبارہ پڑھو اور ان کلمات کو بلند آواز میں پڑھو:

اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ،

504 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّيْ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، يَذْكُرُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا مَحْذُوْرَةَ، يَقُوْلُ: اَلْقٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَذَانَ، حَرْفًا حَرْفًا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: وَكَانَ يَقُوْلُ فِي الْفَجْرِ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ.

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے کلمات ایک ایک حرف کر کے مجھے سکھائے تھے۔ (جو یہ ہیں:)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

راوی بیان کرتے ہیں: فجر کی نماز میں یہ کہتے تھے: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔

505 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْاِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا زِيَادٌ يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ يَعْنِي الْجُمَحِيَّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، اَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ الْجُمَحِيِّ، عَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ اَذَانِ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَمَعْنَاهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَفِيْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ: سَاَلْتُ ابْنَ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، قُلْتُ: حَدِّثْنِيْ عَنْ اَذَانِ اَبِيْكَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ، فَقَالَ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، قَطْ. وَكَذٰلِكَ حَدِيْثُ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، عَنْ عَمِّهِ، عَنْ جَدِّهِ، اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: ثُمَّ تَرْجِعُ فَتَرْفَعُ صَوْتَكَ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے کلمات تعلیم دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا (تم ان کلمات میں اذان دو:)

504- حديث صحيح بطرقه، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابراهيم بن اسماعيل بن عبد الملك، فقد تفرد بالرواية عنه عبد الله بن محمد النفيلي، ولم يوثقه احد. واخرج النسائي في "الكبرى" (1623) و(1624)

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پھر انہوں نے ابن جریج کی عبدالعزیز بن عبدالملک سے نقل کردہ روایت کی مانند اذان کے کلمات ذکر کئے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مالک بن دینار کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: میں نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے سے دریافت کیا: میں نے کہا: آپ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اپنے والد کے اذان کے نقل کردہ کلمات کے بارے میں مجھے بتائیں' تو انہوں نے یہ ذکر کیا۔ انہوں نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر، صرف یہ کلمات ہیں۔

جعفر بن سلیمان نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کے حوالے سے ان کے چچا کے حوالے سے ان کے دادا سے جو الفاظ نقل کئے ہیں: ان میں یہ الفاظ ہیں:

''تم پھر ان کلمات کو دوبارہ پڑھو اور اپنی آواز کو بلند کرو۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر''۔

کلمات اذان میں مذاہب ائمہ کا بیان

امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں پندرہ کلمات ہیں اور ان میں ترجیع نہیں ہے۔ اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں ترجیع ہے' یعنی دومرتبہ شہادتین کو پست آواز سے کہا جائے اور دومرتبہ شہادتین کو بلند آواز سے کہا جائے۔ جیسا کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

(المغنی ج ۱ ص ۲۴۳ 'مطبوعہ دارالفکر' بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۷۶ 'مطبوعہ دارالفکر)

امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کا استدلال اس سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرشتے سے اذان کے جو کلمات سنے تھے' ان میں ترجیع نہیں تھی۔ انہوں نے یہی کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بتائے اور انہوں نے ان ہی کلمات کے ساتھ اذان دی۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بجانے کا حکم دیا' تا کہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کیا جائے' میں اسی سوچ بچار میں سوگیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی ناقوس اٹھائے ہوئے جا رہا تھا۔ میں نے کہا اے اللہ کے بندے! کیا تم ناقوس فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا ہم لوگوں کو نماز کے لیے جمع کریں گے۔ اس نے کہا کیا میں تم کو اس سے اچھی چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟

اس نے کہا تم کہا کرو''۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمد ارسول اللہ اشھد ان محمد ارسول اللہ' حی علی الصلوۃ' حی علی الصلوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللہ اکبر اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ''۔ اس کے بعد فرشتے نے اقامت کے کلمات بتلائے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ برحق خواب ہے' تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو اور خواب میں جو کلمات سنے ہیں' وہ ان کو بتاؤ تا کہ وہ اذان دیں' کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند ہے پس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ میں ان کو بتاؤں' تا کہ وہ اذان دیں

کیونکہ انکی آواز تم سے بلند ہے۔ پس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ میں ان کو اذان کے کلمات بتاتا گیا اور وہ اذان دیتے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اذان سنی تو وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے بھی اسی طرح خواب دیکھا تھا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" فللہ الحمد (سنن ابوداؤد ج ۱ رقم الحدیث: ۴۹۹ سنن دارمی ج ۱ رقم الحدیث: ۱۱۸۷ سنن ابن ماجہ ج ۱ رقم الحدیث: ۷۰۶ مصنف عبدالرزاق ج ۱ رقم الحدیث: ۱۷۷۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۱ مسند احمد بتحقیق احمد شاکر ج ۱۲ رقم الحدیث: ۱۶۴۲۹ طبع دارالحدیث قاہرہ مسند احمد ج ۴ ص ۴۳ طبع قدیم صحیح ابن خزیمہ ج ۱ رقم الحدیث: ۳۷۱ سنن کبری للبیہقی ج ۱ ص ۳۹۱۔۳۹۰ السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۲ ص ۱۲۳۔۱۲۲ طبع داراحیاء التراث العربی سنن دارقطنی ج ۱ رقم الحدیث: ۹۲۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ صحیح ابن حبان ج ۴ رقم الحدیث: ۱۶۷۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابومحذورہ کی روایت کا محمل

حضرت ابومحذورہ کی روایت میں جو ترجیع کا ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابومحذورہ اسلام لانے سے پہلے اپنے لڑکپن میں لڑکوں کے ساتھ مسلمانوں کی اذان کی نقل اتار رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حنین سے واپسی پر انہیں دیکھ لیا۔ آپ نے ان کو بلایا اور ان سے فرمایا اذان پڑھو۔ انہوں نے اذان پڑھی۔ اور اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمدا رسول اللہ کو آہستہ آہستہ پڑھا۔ آپ نے ان شہادتین کو دوبارہ زور سے پڑھنے کا حکم دیا' تو انہوں نے دوبارہ زور سے پڑھا اور آپ کے اذان دلوانے کی برکت سے یہ مسلمان ہو گئے تو شہادتین کو دوبارہ زور سے پڑھنے کا حکم دیا' تو انہوں نے دوبارہ زور سے پڑھا اور آپ کے اذان دلوانے کی برکت سے یہ مسلمان ہو گئے تو شہادتین کو پہلے دوبار آہستہ اور پھر دوبار زور سے پڑھنے کا یہ خاص واقعہ ہے' نبی کریم ﷺ نے اس طرح اذان دینے کی عام ہدایت نہیں دی۔ اس کا بیان اس حدیث میں ہے:

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بعض ساتھیوں کے ساتھ حنین کے راستہ میں تھے' جب رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس آ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے موذن نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز کے لیے اذان دی' ہم نے اذان کی آواز سنی' ہم راستہ سے ایک طرف ہٹ گئے اور ہم نے اذان کا مذاق اڑانے کے لیے بلند آواز سے اذان کی نقل اتارنی شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی آواز میں سن رہا ہوں' تم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا ہے؟ پھر ہم کو بلایا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ آواز تم میں سے کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ آپ نے باقی لڑکوں کو بھیج دیا اور مجھے روک لیا۔ اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں تھی۔ آپ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا اور خود مجھے اذان کے کلمات بتائے۔ اور فرمایا کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا دوبارہ پڑھو اور اپنی آواز بلند کرو۔ آپ نے فرمایا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللہ اکبر اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ۔ جب آپ مجھ سے اذان پڑھوانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مجھے بلایا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی' اور آپ نے دعا کی' اے اللہ! اس میں برکت دے اور اس پر برکت دے۔ میں نے

کہا یارسول اللہ ﷺ! مجھے اذان دینے کا حکم دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں حکم دیدیا۔ میرے دل میں جتنی آپ کی ناپسندیدگی تھی وہ سب آپ کی محبت سے بدل گئی۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے عامل عتاب بن اسید کے پاس گیا۔ اور میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مکہ میں اذان دینے لگا۔ (صحیح ابن حبان ج رقم الحدیث: ١٦٨٠ سنن ابوداؤد ج ١ رقم الحدیث: ٥٠٣ سنن نسائی ج ٢ رقم الحدیث: ٦٣٠ سنن ابن ماجہ ج ١ رقم الحدیث: ٧٠٨ مصنف عبدالرزاق ج ١ رقم الحدیث: ١٧٧٩ مسند احمد ج ٣ ص ٤٠٩ طبع قدیم سنن کبری للبیہقی ج ١ ص ٤٩٣ سنن دارقطنی ج ١ رقم الحدیث: ٨٩٠ مسند الشافعی ص ٣١ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٠٠ھ)

کلمات اقامت میں مذاہب ائمہ

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اقامت میں اللہ اکبر اللہ اکبر دو دفعہ اور باقی کلمات ایک ایک مرتبہ پڑھے جاتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک اللہ اکبر اللہ اکبر چار چار دفعہ اور باقی کلمات دو دو مرتبہ اور آخر میں لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ (المغنی ج ١ ص ٢٤٩ بدایۃ المجتہد ج ١ ص ٨٠)

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ پڑھیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ پڑھیں۔ (سنن ترمذی ج ١ رقم الحدیث: ١٩٣ صحیح البخاری ج ١ رقم الحدیث: ٦٠٣ صحیح مسلم رقم الحدیث: (٣٧٨) ٨١٥ سنن ابوداؤد ج ١ رقم الحدیث: ٥٠٨ سنن نسائی ج ٢ رقم الحدیث: ٦٢٦ سنن ابن ماجہ ج ١ رقم الحدیث: ٧٢٩)

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اذان اور اقامت میں دو دو کلمے تھے۔ (سنن ترمذی ج ١ رقم الحدیث: ١٩٤ سنن دارقطنی ج ١ رقم الحدیث: ٩٢٥ سنن کبری للبیہقی ج ١ ص ٤٢٠۔ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں)

نیز! حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی' انہوں نے اقامت کے کلمات اس طرح بیان کیے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' حی علی الصلوۃ' حی علی الصلوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللہ اکبر اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ۔ (صحیح ابن حبان ج ٤ رقم الحدیث: ١٦٨١ سنن ابوداؤد ج ١ رقم الحدیث: ٥٠٢ سنن ترمذی ج ١ رقم الحدیث: ١٩٢ مسند احمد ج ٣ ص ٤٠٩' ج ٦ ص ٤٠١ طبع قدیم سنن نسائی ج ٢ رقم الحدیث: ٦٢٩ صحیح ابن خزیمہ ج ١ رقم الحدیث: ٣٧٧ سنن دارمی ج ١ رقم الحدیث: ١١٩٧-١١٩٦' سنن کبری للبیہقی ج ١ ص ٣٩٤)

اس حدیث میں امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے موقف کی واضح دلیل ہے۔

اذان کا جواب

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ٣٥٤ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر اور تم میں سے کوئی "اللہ اکبر" پھر وہ کہے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" تو یہ کہے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" پھر وہ کہے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو یہ کہے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" پھر وہ کہے "حی علی الصلوۃ" پھر وہ کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پھر وہ کہے "حی علی الفلاح" تو یہ کہے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پھر وہ کہے "اللہ اکبر اللہ اکبر تو یہ کہے "اللہ اکبر اللہ اکبر" پھر وہ کہے "لا الہ الا اللہ" تو یہ کہے "لا الہ الا اللہ" تو یہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح ابن حبان ج ۴ رقم الحدیث: ۱۶۸۵، صحیح مسلم اذان ۱۲ (۳۸۵) ۸۶۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۷، سنن نسائی ج ۲ رقم الحدیث: ۶۷۳، عمل الیوم واللیلہ للنسائی رقم الحدیث: ۳۷۸، سنن ترمذی ج ۵ رقم الحدیث: ۳۶۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۴۰۹-۴۰۸)

اذان واقامت کے سُنن ومستحبات ومکروہات کا بیان

۱۔ اذان واقامت دونوں کو جہر سے کہے مگر اقامت اذان سے پست کہے، اگر صرف اپنی نماز کے لئے اذان کہے تو آواز کو پست یا بلند کرنے میں اختیار ہے لیکن زیادہ ثواب بلند آواز میں ہے، مسجد سے باہر اونچی جگہ پر اذان دے مسجد کے اندر مکروہ تحریمی ہے لیکن ضرورتاً ایک کونہ پر جائز ہے۔ جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر منبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا یہی معمول ہے۔ موذن کو طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے اقامت زمین پر یعنی عام سطح پر اور مسجد میں کہی جائے بلند جگہ پر بھی جائز ہے، اس کے لئے آواز کو زیادہ بلند نہ کرے بلکہ اتنی بلند ہو کہ مسجد کے نمازیوں کو جماعت کھڑی ہونے کا علم ہو جائے، اذان کا دائیں یا بائیں جانب ہونا ضروری نہیں کسی جانب سے بھی کہے لیکن دائیں یا بائیں جس طرف آبادی زیادہ ہو اسی طرف اذان دینا مناسب ہے، اقامت بھی دائیں یا بائیں جس طرف کہے بلا کراہت درست ہے، جب انفرادی (اکیلا نمازی) اپنے لئے اذان دے یا جماعت کے لوگ موجود ہوں تو اذان کا بلند جگہ پر ہونا سنت نہیں

۲۔ اگر اذان دینے کا مینار وسیع ہو اور ایک جگہ کھڑے ہو کر اذان کہنے میں لوگوں کے پوری طرح علم نہ ہو سکے تو بہتر ہے کہ حیعلتین کے وقت داہنی اور بائیں طرف اس طرح چلے کہ منھ اور سینہ قبلہ سے نہ پھرے اور داہنی طرف کے طاق سے سر نکال کر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ دو مرتبہ کہے اور بائیں طرف کے طاق سے سر نکال کر حَیَّ عَلَی الْفَلَاح دو مرتبہ کہے، اس صورت کے علاوہ اذان میں چلنا مکروہ ہے۔

۳۔ اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت جلدی یعنی رکے بغیر کہے یہ مستحب طریقہ ہے، اگر اذان کو بغیر رکے کہے یا اقامت کو اذان کی طرح ٹھہر ٹھہر کر کہے تو جائز لیکن مکروہ ہے۔ ایسی اذان کا اعادہ مستحب ہے اور ایسی اقامت کا اعادہ مستحب نہیں، رک رک کر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو کلموں کے درمیان میں کچھ ٹھہرے اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اذان کا جواب دینے والا جواب دے سکے، بغیر رکے کا مطلب ملانا اور جلدی کرنا ہے، اَللّٰہُ اَکْبَر دو دفعہ کہنے کے بعد رکے ہر دفعہ کے اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے پر نہ رکے یعنی اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر ایک ساتھ کہے پھر کچھ دیر ٹھہرے پھر اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر ایک ساتھ کہے اور ٹھہرے کیونکہ سکتہ کے لحاظ سے اَللّٰہُ اَکْبَر دو دفعہ مل کر ایک کلمہ ہے پھر ہر کلمہ کے اوپر توقف کرتا رہے اذان اور اقامت میں ہر کلمہ پر وقف کا سکون کرتا رہے یعنی دوسرے کلمہ سے حرکت کے ساتھ وصل نہ کرے۔

لیکن اذان میں اصطلاحی وقف کرے یعنی سانس کو توڑ دے اور اقامت میں سکون کی نیت کرے کیونکہ اس میں رک رک کر

کہنا نہیں ہے، اذان میں ہر دوسری دفعہ کے اَللّٰہُ اَکْبَر یعنی دوسرے چوتھے اور چھٹے اَللّٰہُ اَکْبَر کی رے کو جزم کرنے اور حرکت نہ دے اور اس کو رفع (پیش) پڑھنا غلطی ہے اور پہلے اَللّٰہُ اَکْبَر کی یعنی پہلے تیسرے اور پانچویں کی رے اور اقامت کے اندر ہر اَللّٰہُ اَکْبَر کی "ر" کو بھی سکون یعنی جزم کرے اور اگر وصل کرے تو وقف کی نیت کے ساتھ "ر" کی زبر سے وصل کرنا سنت ہے، ضمہ (پیش) سے وصل کرنا خلافِ سنت ہے، اَللّٰہُ اَکْبَر کے لفظ اَللّٰہُ کے الف (ہمزہ) کو مد کرنا کفر ہے۔ جبکہ معنی جانتے ہوئے قصداً کہے اور بلا قصد کہنا کفر تو نہیں لیکن بڑی غلطی ہے۔ اور اکبر کے ب کو مد کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

۴. اذان اور اقامت کے کلمات میں سنت طریقہ کے مطابق ترتیب کرے خلاف ترتیب ہو جائے یا کوئی کلمہ بھول جائے تو اس جگہ کی ترتیب صحیح کر کے یا بھولے ہوئے کلمہ کو کہہ کر اس سے آگے کا اعادہ کرے، اگر اس کی ترتیب کو صحیح نہ کرے تو اذان ہو جائے گی۔

۵. اذان و اقامت میں قبلہ کی طرف منہ کرے جبکہ سوار نہ ہو، اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے اور اعادہ مستحب ہے، سوار کے لئے سفر میں اپنے لئے اذان و اقامت سواری پر درست ہے لیکن اقامت کے لئے اترنا چاہئے اگر نہ اترا تو بھی جائز ہے کہ سواری پر استقبال قبلہ ضروری نہیں اور جماعت کے لئے سوار ہو کر اذان نہ کہے، حضر میں سواری پر اذان مکروہ ہے لیکن اعادہ نہ کیا جائے امام ابو یوسف کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔

۶. اذان میں جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہے تو اپنی منہ کو دائیں طرف پھیر لے اور جب حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے تو بائیں طرف پھیر لے سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرے۔ اکیلا نمازی اپنے لئے اذان کہے تب بھی یہی حکم ہے، نماز کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے اذان کہے مثلاً بچہ پیدا ہونے پر اس بچہ کے کان میں اذان دے تو اس میں بھی ان دونوں موقوں پر منہ کو پھیرے۔ اقامت میں منہ نہ پھیرے، بعض کے نزدیک اقامت میں بھی پھیرنا چاہئے۔

۷. تلحسین یعنی ایسی راگنی جس سے کلمات میں تغیر آجائے مکروہ ہے لیکن ایسی خوش آوازی سے اذان دینا یا قرآن پڑھنا جس میں تغیر کلمات نہ ہو بہتر اور احسن ہے اور ہر خوش آوازی سے تغیر کلمات ہونا لازمی نہیں ہے۔

۸. صبح کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد دو دفعہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہنا مستحب ہے ۹. اذان دیتے وقت اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں (یعنی انگوٹھوں کے پاس والی انگلیاں) اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں رکھ لے یہ مستحب ہے اگر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لے تب بھی بہتر ہے، اقامت میں ایسا نہ کرے بلکہ دونوں ہاتھ عام حالت کی طرح لٹکے رہیں۔

۱۰. تثویب متاخرین کے نزدیک مغرب کے سوا ہر نماز میں بہتر ہے اور تثویب اس کو کہتے ہیں کہ موذن اذان اور اقامت کے درمیان پھر اعلان کرے، ہر شہر کی تثویب وہاں کے رواج کے مطابق ہوتی ہے جس سے لوگ سمجھ جائیں کہ جماعت تیار ہے مثلاً اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ کہنا، یا قَامَتْ قَامَتْ کہنا، یا اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ کہنا، یا اس مفہوم کے الفاظ اپنی زبان میں کہنا مثلاً اردو میں کہے "جماعت تیار ہے" وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ اذان و اقامت کا کوئی کلمہ تثویب میں استعمال نہ کیا جائے اُن کے علاوہ کوئی اور کلمات ہوں۔

۱۰. تثویب متاخرین کے نزدیک مغرب کے سوا ہر نماز میں بہتر ہے اور تثویب اس کو کہتے ہیں کہ موذن اذان اور اقامت کے درمیان پھر اعلان کرے، ہر شہر کی تثویب وہاں کے رواج کے مطابق ہوتی ہے جس سے لوگ سمجھ جائیں کہ جماعت تیار ہے مثلاً

الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنا، یا قامت قامت کہنا، یا الصلوٰۃ رحمکم اللہ کہنا، یا اس مفہوم کے الفاظ اپنی زبان میں کہنا مثلاً اردو میں کہے "جماعت تیار ہے" وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ اذان و اقامت کا کوئی کلمہ تثویب میں استعمال نہ کیا جائے اُن کے علاوہ کوئی اور کلمات ہوں ۱۱۔ اذان اور اقامت کے درمیان ایسی دو چار رکعات کی مقدار فصل کرنا مستحب ہے جن کی ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھ سکے یعنی اتنی دیر ٹھہر کر تکبیر و اقامت کہی جائے کہ جو لوگ کھانے پینے میں مشغول ہوں یا پیشاب پاخانہ کر رہے ہوں تو فارغ ہو کر نماز میں شریک ہو سکیں اور مستحب وقت کا خیال رکھتے ہوئے ہمیشہ آنے والی نمازیوں کا انتظار کرے، اذان و اقامت کو ملانا یعنی ان میں فصل نہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے۔ مغرب کی اذان اور اقامت میں بھی فصل ضروری ہے اور اس کی مقدار امام ابوحنیفہ کے نزدیک جتنی دیر میں تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت پڑھ سکے اتنی دیر چپکے کھڑے رہنا مستحب ہے، پھر اقامت کہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں خطبوں میں بیٹھنے کی مقدار بیٹھ جائے اور یہ اختلاف صرف اتنی بات میں ہے کہ کھڑا رہنا افضل ہے یا بیٹھنا پس امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھڑا رہنا افضل ہے اور بیٹھنا جائز اور صاحبین کے نزدیک بیٹھنا افضل ہے اور کھڑا رہنا جائز ہے۔

۱۲۔ اذان اور اقامت کی درمیان دعا مانگنا مستحب ہے ۱۳۔ اذان کا مستحب وقت وہی ہے جس میں مناسب وقفے کے بعد جماعت مستحب وقت میں ادا ہو جائے اور مناسب ہے کہ اذان مستحب وقت کے شروع میں کہے اور اقامت درمیانی وقت میں کہے ۱۴۔ کھڑے ہو کر اذان کہنا سنت ہے اور بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے اس کا اعادہ کرنا چاہئے۔ منفرد اپنے واسطے بیٹھ کر اذان کہے تو مضائقہ نہیں اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۱۵۔ اذان اور اقامت کے لئے نیت شرط نہیں لیکن ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں ارادہ کرے "میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں" ۱۶۔ اذان و اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا خواہ سلام یا سلام کا جواب دینا، یا چھینک کا جواب وغیرہ ہی کیوں نہ ہو، نہ اس وقت جواب دے نہ فراغت کے بعد، اگر کلام کیا اور زیادہ کیا تو اذان کا اعادہ کرے اور تھوڑا کلام کیا تو اعادہ نہ کرے، اقامت کا اعادہ کسی حال میں نہ کرے ۱۷۔ موذن کو حالت اذان میں چلنا مکروہ ہے اگر کوئی چلتا جائے اور اس حالت میں اذان کہتا جائے تو اعادہ کرے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب صلوٰۃ)

506 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقَدْ أَعْجَبَنِي أَنْ تَكُونَ صَلَاةُ الْمُسْلِمِينَ - أَوْ قَالَ - الْمُؤْمِنِينَ، وَاحِدَةً، حَتَّى لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبُثَّ رِجَالًا فِي الدُّورِ يُنَادُونَ النَّاسَ بِحِينِ الصَّلَاةِ، وَحَتَّى هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رِجَالًا يَقُومُونَ عَلَى الْآطَامِ يُنَادُونَ الْمُسْلِمِينَ بِحِينِ الصَّلَاةِ حَتَّى نَقَسُوا أَوْ كَادُوا أَنْ يَنْقُسُوا، قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمَّا رَجَعْتُ لِمَا رَأَيْتُ مِنَ اهْتِمَامِكَ رَأَيْتُ رَجُلًا كَأَنَّ عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ أَخْضَرَيْنِ، فَقَامَ عَلَى الْمَسْجِدِ فَأَذَّنَ، ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا، إِلَّا أَنَّهُ يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ وَلَوْلَا أَنْ يَقُولَ النَّاسُ - قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: أَنْ تَقُولُوا - لَقُلْتُ إِنِّي كُنْتُ يَقْظَانَ غَيْرَ نَائِمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: - وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى - لَقَدْ اَرَاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا. - وَلَمْ يَقُلْ عَمْرٌو: لَقَدْ اَرَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا - فَمُرْ بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: اَمَا اِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ مِثْلَ الَّذِيْ رَاٰى. وَلٰكِنِّيْ لَمَّا سُبِقْتُ اسْتَحْيَيْتُ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا اَصْحَابُنَا، قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا جَاءَ يَسْاَلُ فَيُخْبَرُ بِمَا سُبِقَ مِنْ صَلَاتِهٖ وَاِنَّهُمْ قَامُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَرَاكِعٍ وَقَاعِدٍ وَمُصَلٍّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى: قَالَ عَمْرٌو: وَحَدَّثَنِيْ بِهَا حُصَيْنٌ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى حَتّٰى جَاءَ مُعَاذٌ. قَالَ شُعْبَةُ: وَقَدْ سَمِعْتُهَا مِنْ حُصَيْنٍ، فَقَالَ: لَا اَرَاهُ عَلٰى حَالٍ اِلٰى قَوْلِهٖ كَذٰلِكَ فَافْعَلُوْا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: ثُمَّ رَجَعْتُ اِلٰى حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ مَرْزُوْقٍ، قَالَ: فَجَاءَ مُعَاذٌ، فَاَشَارُوْا اِلَيْهِ، قَالَ شُعْبَةُ: وَهٰذِهٖ سَمِعْتُهَا مِنْ حُصَيْنٍ، قَالَ: فَقَالَ مُعَاذٌ: لَا اَرَاهُ عَلٰى حَالٍ اِلَّا كُنْتُ عَلَيْهَا، قَالَ: فَقَالَ: اِنَّ مُعَاذًا، قَدْ سَنَّ لَكُمْ سُنَّةً، كَذٰلِكَ فَافْعَلُوْا قَالَ: وَحَدَّثَنَا اَصْحَابُنَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اَمَرَهُمْ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، ثُمَّ اُنْزِلَ رَمَضَانُ، وَكَانُوْا قَوْمًا لَمْ يَتَعَوَّدُوا الصِّيَامَ، وَكَانَ الصِّيَامُ عَلَيْهِمْ شَدِيْدًا فَكَانَ مَنْ لَمْ يَصُمْ اَطْعَمَ مِسْكِيْنًا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) (البقرۃ: 185) فَكَانَتِ الرُّخْصَةُ لِلْمَرِيْضِ، وَالْمُسَافِرِ فَاُمِرُوْا بِالصِّيَامِ قَالَ: وَحَدَّثَنَا اَصْحَابُنَا، قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا اَفْطَرَ فَنَامَ قَبْلَ اَنْ يَاْكُلَ لَمْ يَاْكُلْ حَتّٰى يُصْبِحَ، قَالَ: فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَاَرَادَ امْرَاَتَهُ، فَقَالَتْ: اِنِّيْ قَدْ نِمْتُ فَظَنَّ اَنَّهَا تَعْتَلُّ فَاَتَاهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَرَادَ الطَّعَامَ فَقَالُوْا: حَتّٰى نُسَخِّنَ لَكَ شَيْئًا، فَنَامَ فَلَمَّا اَصْبَحُوْا اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَائِكُمْ) (البقرۃ: 187)

۞۞ عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن ابی لیلیٰ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نماز کو تین صورتوں میں (تبدیل) کیا گیا۔

وہ بیان کرتے ہیں: ہمارے اصحاب نے یہ بات بیان کی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ بات پسند ہے کہ مسلمانوں کی نماز (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اہل ایمان کی نماز ایک ہی مرتبہ ہو۔ یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ لوگوں کو مختلف محلوں میں پھیلا دوں جو نماز کے وقت لوگوں میں اعلان کریں یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ لوگوں کو حکم دوں وہ ٹیلوں کے اوپر چڑھ کر مسلمانوں کو نماز کے وقت بلائیں یہاں تک کہ ''ناقوس بجائیں' یا ناقوس بجانے کے قریب ہوں''۔

راوی بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب آئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب میں واپس گیا' تو میں نے آپ ﷺ کے اہتمام کو دیکھ لیا ہوا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سیاہ کپڑے اوڑھے ہوئے تھے۔ وہ مسجد میں کھڑا ہوا اس نے اذان دی پھر وہ بیٹھ گیا۔ پھر وہ کھڑا ہوا۔ اس نے اس کی مانند کلمات کہے' البتہ اس نے یہ کلمات کہے ''نماز کھڑی ہوگئی ہے اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ باتیں بنائیں گے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) تو میں یہ کہہ سکتا

ہوں میں اس وقت بیداری کے عالم میں تھا سویا ہوا نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھلائی دکھائی ہے'' تاہم دوسرے راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھلائی دکھائی ہے'' تم بلال سے کہو کہ وہ اذان دے۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے' جو اس نے دیکھا ہے' لیکن جب یہ مجھ سے آگے نکل گیا' تو پھر مجھے شرم آ گئی۔

راوی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے: پہلے یہ ہوتا تھا کہ کوئی آدمی (اندازے کے تحت) مسجد میں آ جاتا تھا (اس وقت جماعت ہو رہی ہوتی تھی) تو وہ دریافت کر لیتا تھا تو اسے بتا دیا جاتا تھا کہ کتنی نماز گزر چکی ہے صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قیام کی حالت میں' یا رکوع کی حالت میں' یا قعدہ کے دوران یا نماز ادا کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہو جایا کرتے تھے۔

یہاں ایک راوی نے ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: یہاں تک کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آئے۔

شعبہ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے یہ روایت حصین سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا: میں کسی حالت میں یہ نہیں کروں گا۔ یہ الفاظ یہاں تک ہیں: تم لوگ اسی طرح کرلو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پھر میں واپس عمرو بن مرزوق کی نقل کردہ حدیث کی طرف آتا ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آئے لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ شعبہ کہتے ہیں: میں نے یہ الفاظ حصین نامی راوی سے سنے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی اکرم ﷺ کو (قیام یا رکوع یا سجدہ) یا جس بھی حالت میں پاؤں گا میں بھی اسی حالت میں آ جاؤں گا۔ راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: معاذ نے تمہارے لئے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے' تو تم لوگ بھی اسی طرح کیا کرو۔

راوی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے' تو آپ نے لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے کا حکم دیا جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو لوگ روزہ رکھنے کے عادی نہیں تھے۔ روزہ رکھنا ان کے لئے دشواری کا باعث تھا تو جو شخص روزہ نہیں رکھتا تھا وہ مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی:

''تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے وہ اس مہینے روزہ رکھے''۔

تو رخصت صرف بیمار اور مسافر کے لئے رہ گئی اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ پہلے' جب کوئی شخص افطاری کے وقت کچھ کھانے سے پہلے سو جاتا تھا تو پھر اگلے دن صبح صادق تک کچھ نہیں کھا سکتا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (گھر) تشریف لائے انہوں نے اپنی اہلیہ (سے قربت) کا ارادہ کیا' تو اس خاتون نے کہا: میں (افطاری کے بعد) سو گئی تھی (اس لئے وظیفہ زوجیت ادا کرنا اب جائز نہیں ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سوچا کہ شاید یہ عورت بہانہ بنا رہی ہے انہوں نے اس عورت کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کر لیا۔

اسی طرح انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب اپنے گھر آئے۔ انہوں نے کھانا کھانے کا ارادہ کیا' تو گھر والوں نے کہا: ہم آپ کو کھانا گرم کر کے دیتے ہیں۔ (پھر کھانا آنے سے پہلے ہی) وہ سو گئے' تو اگلے دن صبح کے وقت نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ حکم ہے۔

''تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال قرار دیا گیا ہے''۔

تبدیلی قبلہ کا بیان

507 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِي دَاوُدَ، ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، وَأُحِيلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ - وَسَاقَ نَصْرٌ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ وَاقْتَصَّ ابْنُ الْمُثَنَّى مِنْهُ قِصَّةَ صَلَاتِهِمْ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَطْ - قَالَ: الْحَالُ الثَّالِثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَصَلَّى - يَعْنِي نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ - ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَهْرًا، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى هٰذِهِ الْآيَةَ: (قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ) (البقرة: 144) فَوَجَّهَهُ اللهُ تَعَالَى إِلَى الْكَعْبَةِ - وَتَمَّ حَدِيثُهُ - وَسَمَّى نَصْرٌ صَاحِبَ الرُّؤْيَا، قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَقَالَ فِيهِ: فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، مَرَّتَيْنِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، مَرَّتَيْنِ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ أَمْهَلَ هُنَيَّةً، ثُمَّ قَامَ، فَقَالَ مِثْلَهَا، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: زَادَ بَعْدَ مَا قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقِّنْهَا بِلَالًا فَأَذَّنَ بِهَا بِلَالٌ، وَقَالَ فِي الصَّوْمِ: قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَيَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (البقرة: 183) إِلَى قَوْلِهِ (طَعَامُ مِسْكِينٍ) (البقرة: 184) فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يُفْطِرَ، وَيُطْعِمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِينًا، أَجْزَأَهُ ذٰلِكَ، وَهٰذَا حَوْلٌ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ) (البقرة: 185) إِلَى (أَيَّامٍ أُخَرَ) (البقرة: 184) فَثَبَتَ الصِّيَامُ عَلَى مَنْ شَهِدَ الشَّهْرَ وَعَلَى الْمُسَافِرِ أَنْ يَقْضِيَ، وَثَبَتَ الطَّعَامُ لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ وَالْعَجُوزِ اللَّذَيْنِ لَا يَسْتَطِيعَانِ الصَّوْمَ، وَجَاءَ صِرْمَةُ وَقَدْ عَمِلَ يَوْمَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

❁❁ ابن ابولیلیٰ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نماز کو تین صورتوں میں تبدیل کیا گیا اور روزے کو بھی تین حالتوں میں تبدیل کیا گیا۔ اس کے بعد نصر نامی راوی نے طویل حدیث بیان کی ہے۔ ابن مثنیٰ نامی راوی نے اس میں سے

صرف نماز کا واقعہ بیان کیا ہے کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی جاتی تھی وہ بیان کرتے ہیں: تیسری صورت حال یہ ہوئی کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے آپ (بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے) نماز ادا کرتے رہے۔ ایسا تیرہ ماہ تک ہوتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

''ہم آسمان میں تمہارے چہرے کا اوپر کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں ہم عنقریب تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے تم راضی ہو' تو تم اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف پھیر دو اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیرو''۔

تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا رُخ خانہ کعبہ کی طرف کروا دیا۔

اس کے بعد راوی کی روایت مکمل ہوگئی۔ نصر نامی راوی نے خواب دیکھنے والے صحابی کا نام ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں: پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ آئے جو انصار سے تعلق رکھنے والے ایک فرد تھے۔ اس راوی نے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: انہوں نے قبلہ کی طرف رُخ کیا اور یہ کہا:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، مَرَّتَيْنِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، مَرَّتَيْنِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

پھر وہ تھوڑی دیر کے لئے رُک گیا' پھر وہ کھڑا ہوا اس نے اس کی مانند کلمات کہے' البتہ اس نے حی علی الفلاح کے بعد یہ الفاظ مزید کہے:

قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کلمات بلال کو سکھا دو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کلمات کے ذریعے اذان دی۔

روزے کے بارے میں راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ پہلے ہر مہینے میں تین دن روزے رکھتے تھے اور عاشورا کے دن روزہ رکھا کرتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''تم پر روزے رکھنا لازم قرار دیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر لازم کیا گیا تھا تا کہ تم پرہیز گاری اختیار کرو یہ گنتی کے متعین دن ہیں تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو' تو وہ (اتنے ہی) دنوں کی گنتی دوسرے دنوں میں پوری کر دے اور جو لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے ان پر فدیہ دینا لازم ہے' جو مسکین کو کھانا کھلانا ہوگا''۔

تو پہلے جو شخص چاہتا تھا وہ روزہ رکھ لیتا تھا' اور جو شخص روزہ نہ رکھنا چاہتا تھا وہ روزانہ مسکین کو کھلانا کھلا دیتا تھا تو اس کے لئے یہ بات جائز تھی' تو یہ ایک صورت حال ہوئی' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا:

''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کو نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی نشانیاں ہیں اور (حق و باطل کے درمیان) فرق کرنے والا ہے اور تم میں سے جو شخص (رمضان کے) مہینے کو پائے وہ اس میں روزے رکھے اور جو شخص بیمار ہے یا سفر پر ہو' تو وہ گنتی دوسرے دنوں میں پوری کر لے''۔

تو روزے کا حکم اس شخص پر لازم ہو گیا جو رمضان کے مہینے کو پاتا ہے اور مسافر پر یہ بات لازم ہوئی کہ وہ اس کی قضا کرے گا۔

البتہ عمر رسیدہ بوڑھے کے لئے اور بوڑھی عورتوں کے لئے کھانا کھلا کر (کفارہ دینے) کا حکم برقرار رہا، یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

ایک مرتبہ حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ (گھر) تشریف لائے وہ سارا دن کام کرتے رہے تھے۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی تحقیق

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے تھے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دے تو یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) بے شک ہم آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں' سو ہم آپ کو اس قبلہ کی پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) (جامع البیان ج ۲ ص ۱۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حسن بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر یہ خبر دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کر دے گا' اور نہیں بیان کیا تھا کہ کس سمت آپ کو پھیرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ یہ محبوب تھا کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار کر رہے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی (جامع البیان ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر و۔ (البقرہ: ۱۴۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر مسجد حرام کی طرف منہ کرنا فرض کر دیا خواہ وہ کسی جگہ ہوں' اگر کوئی شخص بیت المقدس میں بھی ہو تو اس پر بیت اللہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ علامہ حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ جو شخص بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس پر بعینہ کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو اس پر اس کی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔

(درمختار علی هامش رد المختار ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد (حرام) والوں کے لیے بیت اللہ قبلہ ہے' اور اہل حرم کے لیے مسجد قبلہ ہے اور تمام روئے زمین پر میری امت کے مشرق اور مغرب والوں کے لیے مسجد حرام قبلہ ہے' اور جو شخص مسجد حرام میں ہو اس کو اپنے چہرے کا رخ کعبہ کی طرف کرنا چاہیے کیونکہ روایت ہے کہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ نماز کی حالت قیام میں نظر سامنے قبلہ کی طرف ہونی چاہیے نیز قیام کا حکم سارے جسم کے لیے ہے اور چہرہ اشرف الاعضاء ہے' اس کے قیام کا حکم بہ طریق اولیٰ ہوگا اور چہرہ کا قیام اس وقت ہوگا جب چہرہ کا رخ بیت اللہ کی جانب ہو اور یہی امام مالک کا مذہب ہے' اس کے برخلاف امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ قیام میں سجدہ کی جگہ نظر ہو رکوع میں قدموں کی جگہ اور سجدہ میں ناک کی طرف نظر ہو۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۶۰۔۱۵۹ ملخصاً مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قیام میں نظر موضع سجود کی طرف ہونی چاہیے اور رکوع میں قدموں کی پشت پر اور سجدہ میں ناک کے نرم گوشے کی طرف اور بیٹھتے وقت گود میں اور اسلام کے وقت کندھوں کی طرف' اس کے اطلاق کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص کعبہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس کی نظر بھی ان ہی مواضع کی طرف ہو' کیونکہ اس سے مقصود خشوع ہے' جب وہ قصداً ان مواضع کی طرف دیکھے گا تو اس کی توجہ ادھر ادھر بٹنے سے محفوظ رہے گی اور جب کہ مقصود خشوع ہے' جب وہ قصداً ان مواضع کی طرف دیکھے گا تو اس کی توجہ ادھر ادھر بٹنے سے محفوظ رہے گی اور جب کہ مقصود خشوع ہے اور ان مواضع کی طرف دیکھنے سے خشوع حاصل نہ ہو تو ان سے عدول کر سکتا ہے۔

(رد المحتار ج۱ ص ۳۲۱' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

خشوع کا معنی ہے: عجز اور انکسار کرنا اور آنکھیں نیچی کرنا' اور اللہ تعالیٰ نے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کی مدح فرمائی ہے:

(آیت) "قد افلح المؤمنون۔ الذین هم فی صلاتهم خشعون"۔ (المؤمنون: ۲۔۱)

ترجمہ: بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

اس لیے نماز کی حالت قیام میں سجدہ گاہ پر نظر رکھنا' خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور یہ کعبہ کی طرف چہرہ کرنے کے منافی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ (البقرۃ: ۱۴۴)

اہل کتاب کو تحویل قبلہ کے برحق ہونے کا علم

یعنی یہود اور نصاریٰ کو یہ علم ہے کہ تحویل قبلہ کا یہ حکم ان کے رب کی طرف سے حق ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہود و نصاریٰ کو کیسے یہ علم ہوگا حالانکہ یہ حکم ان کے دین میں تھا نہ ان کی کتاب میں لکھا ہوا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنی کتاب سے یہ علم تھا کہ سیدنا محمد ﷺ برحق نبی ہیں' آپ اللہ کی وحی کے سوا کوئی بات نہیں کہتے اور آپ کی کہی ہوئی ہر بات حق اور صواب ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنے دین سے یہ معلوم تھا کہ احکام منسوخ ہوتے رہتے ہیں اس لیے ان کو علم تھا کہ یہ حکم بھی منسوخ ہو سکتا ہے اس لیے تحویل قبلہ پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی' تیسرا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنی کتاب سے علم تھا کہ کعبہ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبلہ تھا اور یہی اللہ کا سب سے پہلا گھر ہے اور نبی کریم ﷺ کو ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے' چوتھا جواب یہ ہے کہ معجزات اور دیگر دلائل سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت ثابت ہو چکی تھی'

اس لیے ان کو لامحالہ تھا کہ جس جانب کو آپ نے قبلہ قرار دیا ہے وہی قبلہ ہے' پانچواں جواب یہ ہے کہ ان کی کتاب میں تحویل قبلہ کا حکم بھی لکھا ہوا تھا۔

استقبال قبلہ و تحری کرنے کا فقہی مذاہب اربعہ

ابن مردویہ میں بروایت عمارہ بن اوس مروی ہے کہ رکوع کی حالت میں ہمیں اطلاع ہوئی اور ہم سب مرد عورتیں بچے اسی حالت میں قبلہ کی طرف گھوم گئے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے تم جہاں بھی ہو مشرق مغرب شمال یا جنوب میں ہر صورت نماز کے وقت منہ کعبہ

اَنَسٍ. مِثْلَ حَدِيْثِ وُهَيْبٍ قَالَ: اِسْمَاعِيْلُ. فَحَدَّثْتُ بِهٖ اَيُّوْبَ. فَقَالَ: اِلَّا الْاِقَامَةَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''البتہ اقامت کا حکم مختلف ہے''۔

510 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُسْلِمٍ اَبِي الْمُثَنّٰى، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: اِنَّمَا كَانَ الْاَذَانُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ. مَرَّتَيْنِ وَالْاِقَامَةُ مَرَّةً. مَرَّةً غَيْرَ اَنَّهُ. يَقُوْلُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. فَاِذَا سَمِعْنَا الْاِقَامَةَ تَوَضَّاْنَا. ثُمَّ خَرَجْنَا اِلَى الصَّلَاةِ. قَالَ شُعْبَةُ: لَمْ اَسْمَعْ مِنْ اَبِي جَعْفَرٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نماز کے کلمات دو دو مرتبہ اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ ہوتے تھے البتہ قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ (دو مرتبہ کہا جاتا تھا) جب ہم اقامت سنتے تھے تو ہم وضو کر کے نماز کے لئے نکلتے تھے۔

شعبہ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے ابوجعفر نامی راوی سے اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

511 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقَدِيَّ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ. مُؤَذِّنِ مَسْجِدِ الْعُرْيَانِ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا الْمُثَنّٰى مُؤَذِّنَ مَسْجِدِ الْاَكْبَرِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

شعبہ کہتے ہیں: مسجد عریان کے مؤذن ابوجعفر نے یہ حدیث بیان کی میں نے مسجد اکبر کے مؤذن ابومثنیٰ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

اذان واقامت کے کلمات کے جفت ہونے میں مذاہب اربعہ

اذان کے کلمات (شروع میں اللہ اکبر کے علاوہ) تو جفت ہیں اور اقامت کے کلمات طاق ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام و تابعین عظام میں سے اکثر اہل علم اور امام زہری، امام مالک، امام شافعی، امام اوزاعی، امام اسحاق اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے متبعین کے نزدیک اذان وتکبیر دونوں کے کلمات جفت ہیں۔

ائمہ احناف کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذان اور اقامت دو دو مرتبہ کہی جاتی تھی امام ابوعیسیٰ کہتے ہیں حدیث عبداللہ بن زید کو روایت کیا ہے وکیع نے اعمش سے انہوں نے عمرو بن مرہ سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے کہ عبداللہ بن زید نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا شعبہ عمرو بن مرہ سے اور وہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن زید نے اذان کو خواب میں دیکھا یہ اصح ہے ابن ابی لیلیٰ کی حدیث سے اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو عبداللہ بن زید سے سماع نہیں بعض اہل علم کا قول ہے کہ اذان اور

اقامت دونوں دو دو مرتبہ ہیں اور سفیان ثوری ابن مبارک اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 18)

اللہ اکبر کو ابتدائے اذان میں چار مرتبہ کہنے پر مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد اور جمہور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک یہ کلمہ اذان میں پہلی بار چار مرتبہ کہا جاتا ہے اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک دو مرتبہ کہا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ آخَرُ

باب: ایک آدمی کا اذان دینا اور دوسرے کا اقامت کہنا

512 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَذَانِ أَشْيَاءَ، لَمْ يَصْنَعْ مِنْهَا شَيْئًا، قَالَ: فَأُرِيَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ الْأَذَانَ فِي الْمَنَامِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: أَلْقِهِ عَلَى بِلَالٍ. فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ فَأَذَّنَ بِلَالٌ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أَنَا رَأَيْتُهُ وَأَنَا كُنْتُ أُرِيدُهُ، قَالَ: فَأَقِمْ أَنْتَ.

❁❁ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے بارے میں مختلف صورتوں کا جائزہ لیا لیکن آپ نے ان میں سے کچھ بھی نہیں کیا' تو پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان دینے کا طریقہ دکھایا گیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو اس بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا: یہ طریقہ بلال کو بتا دو۔ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے ہیں: میں نے یہ خواب دیکھا تھا' اور میں ہی اذان دینا چاہتا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اقامت کہہ دو۔

513 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، وَشَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كَانَ جَدِّي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَأَقَامَ جَدِّي

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' جس میں الفاظ ہیں (راوی کہتے ہیں:) میرے دادا (یعنی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے) اقامت کہی۔

514 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ يَعْنِي الْأَفْرِيقِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ الْحَارِثِ الصُّدَائِيَّ، قَالَ: لَمَّا كَانَ أَوَّلُ أَذَانِ الصُّبْحِ أَمَرَنِي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذَّنْتُ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أُقِيمُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ إِلَى الْفَجْرِ، فَيَقُولُ: لَا حَتَّى إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ نَزَلَ فَبَرَزَ، ثُمَّ

انصَرَفَ اِلَيَّ وَقَدْ تَلَاحَقَ اَصْحَابُهُ - يَعْنِي فَتَوَضَّأَ - فَاَرَادَ بِلَالٌ اَنْ يُقِيْمَ. فَقَالَ لَهُ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَخَا صُدَاءٍ هُوَ اَذَّنَ وَمَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ. قَالَ: فَاَقَمْتُ

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب صبح کی پہلی اذان کا وقت ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا میں نے اذان دی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اقامت بھی کہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشرق کی سمت میں صبح صادق ہونے کا جائزہ لیتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوگئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (سواری سے) نیچے اُترے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کی۔ پھر آپ میری طرف واپس تشریف لائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے۔ آپ نے وضو کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: صداء قبیلے سے تعلق رکھنے والے شخص نے اذان دی ہے' جو شخص اذان دیتا ہے وہی اقامت کہتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: تو میں نے اقامت کہی۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْاَذَانِ

باب: بلند آواز میں اذان دینا

515 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ اَبِي عُثْمَانَ، عَنْ اَبِي يَحْيَى، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ صَلَاةً وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے اتنی اس کی مغفرت ہوجاتی ہے اور ہر خشک وتر اس کے حق میں گواہی دیتی ہے اور جماعت میں شریک ہونے والے شخص کو پچیس (نمازوں) کا ثواب ملتا ہے اور دو (نمازوں کے درمیان' اس کے کئے گئے' گناہوں) کو معاف کردیا جاتا ہے''۔

شرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤذن کی انتہائی آواز کو جو بھی سنتا ہے خواہ انسان ہو یا جن اور یا جو بھی چیز وہ سب قیامت کے دن مؤذن (کے ایمان) کی گواہی دیں گے۔

(صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 621)

مدی کے معنی" انتہا یعنی اخیر" ہیں۔ آواز کی انتہا یہ ہے کہ اس کی بھنک میں آجائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ آواز دینے والا کیا کہہ رہا ہے۔ یہاں اگرچہ یہی معنی کافی تھا کہ" مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے الخ" لیکن مدی بمعنی انتہاء کو ذکر کر کے اس طرف اشارہ مقصود تھا کہ جن کے کان میں اذان کی محض بھنک پڑ جائے گی جب وہ مؤذن کے ایمان کی گواہی دیں گے تو وہ لوگ تو بطریق اولی گواہ ہوں گے جو مؤذن کے قریب ہوں گے اور اذان کو قریب سے سنیں گے۔

علماء لکھتے ہیں کہ درحقیقت اس حدیث سے مؤذن کو ترغیب دلانی مقصود ہے کہ اذان نہایت بلند آواز سے کہا کریں تاکہ ان

کے ایمان کی گواہی دینے والے زیادہ سے زیادہ ہوں۔

516 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، وَيَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ أَنْ يَدْرِيَ كَمْ صَلَّى

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے' تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اس کی ہوا خارج ہو رہی ہوتی ہے۔ (وہ اتنی دور چلا جاتا ہے) کہ اذان کی آواز نہ سن سکے جب اذان ختم ہوتی ہے' تو وہ پھر آجاتا ہے' جب نماز کے لئے اقامت کہی جاتی ہے' تو وہ پھر پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے' یہاں تک کہ جب اقامت ختم ہوتی ہے' تو وہ پھر آتا ہے اور آدمی کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرنا شروع کرتا ہے وہ یہ کہتا ہے: تم فلاں چیز کو یاد کرو فلاں چیز کو یاد کرو' ان چیزوں کے بارے میں کہتا ہے' جو آدمی کو ویسے یاد نہیں آتیں یہاں تک کہ آدمی کی یہ صورت ہو جاتی ہے اسے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت ادا کی ہیں۔

شرح

بعض فرماتے ہیں کہ شیطان کا گوز مارنا حقیقۃً ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی جسم رکھتا ہے اس لئے ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے چنانچہ جس طرح گدھے پر جب وزن رکھ دیا جاتا ہے تو وہ بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے گوز مارتا ہے اسی طرح شیطان پر بھی اذان بہت بھاری ہوتی ہے اور وہ گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب اذان شروع ہوتی ہے تو شیطان ایک آواز نکالتا ہے جو کان میں بھر جاتی ہے اور اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اذان نہ سن سکے۔ اس آواز کو اس کی برائی و خرابی بیان کرنے کے لئے یہاں گوز مارنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انسان اور اس کے دل کے درمیان خطرات پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نمازی اور اس کے دل کے درمیان وساوس و خطرات حائل کر دیتا ہے اور اس کے دل کو دنیا کی باتوں کی طرف لگا دیتا ہے تاکہ نماز میں حضوری قلب کی دولت میسر نہ آسکے۔ اگر کوئی یہ پوچھے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ شیطان قرأت قرآن اور عظمت سے تو بھاگتا نہیں مگر اذان سے بھاگتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذان کے کلمات میں ایسی ہیبت اور عظمت رکھ دی ہے جو شیطان کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بلند آواز سے اذان دینے کا بیان

حضرت عبدالرحمن بن سعد بن عمار بن سعد مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد سعد نے اور انہوں

516- اسنادہ صحیح، القعنبی: ھو عبداللہ بن مسلمۃ، وابو الزناد: ھو عبداللہ بن ذکوان، والاعرج: ھو عبدالرحمٰن بن ھرمز. وھو فی "موطا مالک" 1/69-70، ومن طریق مالک اخرجہ البخاری (608)، والنسائی فی "الکبری" (1646). واخرجہ البخاری (1222)، ومسلم (389) (19) وبإثر الحدیث (569) / (84) من طرق عن الاعرج بہ. وھو فی "مسند احمد" (9931)، و"صحیح ابن حبان" (1754). واخرجہ بنحوہ مسلم (389) (16) و (17) و (18) من طریق ابی صالح السمان، و (20) من طریق ھمام بن منبہ، کلاھما عن ابی ھریرۃ. وستاتی القطعۃ الثانیۃ منہ من طریق ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ بالارقام (1030) و (1031) و (1032)

نے اپنے والد عمار سے اور انہوں نے سعد کے دادا سے جن کا نام بھی سعد تھا سنا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ (اذان کہتے وقت) اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں دے لیا کریں کیونکہ اس سے آواز زیادہ بلند ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 617)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسجد قبا میں مؤذن تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہ اس مسجد میں اذان کہتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں اذان کہنا چھوڑ کر شام چلے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد قبا سے بلا کر مسجد نبوی میں اذان کہنے کی خدمت پر مامور فرمایا اور یہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اس باسعادت خدمت کو انجام دیتے رہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عمار رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تابعی مقبول ہیں اور ان کے بیٹے یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پوتے کا نام بھی سعد ہے اور ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن مسطور ہیں اس طرح عمار کے والد حضرت سعد ان کے لڑکے سعد کے دادا ہوئے۔

یہ حدیث حضرت عبدالرحمن نے اپنے دادا حضرت سعد سے نقل کی ہے اور انہوں نے اپنے والد حضرت عمار سے نقل کی ہے جو تابعی ہیں اور انہوں نے اپنے والد مکرم حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا ہے جو صحابیت کی سعادت سے مشرف ہیں۔ ابیہ اور جدہ دونوں کی ضمیریں لفظ ابی کی طرف راجع ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں اس لئے دی جاتی ہیں تاکہ آواز زیادہ سے زیادہ بلند ہو سکے اور اس میں شاید یہ حکمت ہے کہ کانوں میں انگلیاں رکھ لینے سے بلند آواز ہی مؤذن کے کان میں آئے گی اس لئے وہ اس کی کوشش کرے گا کہ جہاں تک ہو سکے۔ پورے زور سے چلا کر اذان کہے۔

بَابُ مَا يَجِبُ عَلَى الْمُؤَذِّنِ مِنْ تَعَاهُدِ الْوَقْتِ

باب: مؤذن پر وقت کی پابندی لازم ہے

517 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے' اے اللہ! ائمہ کی رہنمائی کر اور اذان دینے والوں کی مغفرت کر دے''۔

518 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، قَالَ: نُبِّئْتُ عَنْ اَبِي صَالِحٍ، قَالَ: وَلَا اُرَانِي اِلَّا قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

ضامن" کا مطلب یہ ہے کہ امام دوسروں کی نماز کا ذمہ دار ہوتا ہے بایں طور پر کہ وہ مقتدیوں کے امور نماز مثلاً قرأت کا اور

اگر مقتدی رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے تو قیام وغیرہ کا متکفل ہوتا ہے اسی طرح وہ سب کی نمازوں کے افعال وارکان نیز رکعتوں کی تعداد پر نگاہ رکھتا ہے۔ مؤذنوں کے امانت دار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے سلسلے میں اذان کی آوازوں پر اعتماد وبھروسہ کرتے ہیں۔

بَابُ الْأَذَانِ فَوْقَ الْمَنَارَةِ

باب: مینارے پر اذان دینا

519- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ: كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ، فَإِذَا رَآهُ تَمَطَّى، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ، قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هَذِهِ الْكَلِمَاتِ

❁❁ عروہ بن زبیر بنو نجار سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ کہتی ہیں: مسجد کے اردگرد گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر چڑھ کر فجر کے لئے اذان دیتے تھے۔ وہ صبح صادق کے قریب ادھر آ کر بیٹھ جاتے تھے اور صبح صادق کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔ جب وہ دیکھتے تھے کہ صبح صادق ہو گئی ہے تو پھر یہ دعا مانگتے تھے۔

''اے اللہ! میں تیری حمد بیان کرتا ہوں اور قریش کے خلاف تجھ سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں''۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: پھر وہ اذان دیتے تھے۔ وہ خاتون کہتی ہیں: اللہ کی قسم! میرے علم کے مطابق انہوں نے کبھی بھی رات میں یہ کلمات کہنے ترک نہیں کئے۔

اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا مستحب ہے اور پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود وسلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو خوش نصیب عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اذان سے پہلے یا بعد میں پڑھتے ہیں۔ ان کو بدعتی نہیں کہنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

اے ایمان والو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو۔

اس آیت میں درود وسلام حکم علی الاطلاق وارد ہوا اور اسے مطلق حکم پر رکھنا چاہئے۔ ہمارے دور کے ایک دیوبندی عالم نے ہم سے مباحثہ کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگ صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے مسلسل پڑھ کر مقید کرتے ہو حالانکہ مطلق پر جب عمل کرنا ممکن

519- حديث حسن، محمد بن اسحاق صدوق حسن الحديث، وقد صرح بالتحديث كما في "السيرة النبوية" لابن هشام 156.2/ واخرجه البيهقي /4251 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. وفي باب الاذان على المنارة عن ابي برزة الاسلمي عند ابي الشيخ في "الاذان" -كما في "نصب الراية" /2931

ہوتو اسے خبر واحد یا قیاس کے ذریعے بھی مقید نہیں کیا جاسکتا۔ ہم نے کہا اگر ایک شخص ہر جمعہ کے روز تسلسل سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کے وصال کے بعد بھی۔ فرمایا ہاں۔ بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ جبکہ صاحب مشکوٰۃ کی روایت میں یہ بھی ہے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ جلد 1 صفحہ 76 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح کئی احادیث مبارکہ میں بہت سے اوقات مخصوصہ میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے حتیٰ کہ شب و روز صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ثبوت بھی موجود ہے اور امام سخاوی علیہ الرحمہ نے القول البدیع میں 75 مقامات شمار کئے ہیں جن میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا چاہئے تو کیا امام سخاوی نے ایک مطلق حکم کو 75 قیود کے ساتھ مقید کر دیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں اور نہ ہی احادیث میں مقید کیا ہے بلکہ یہاں پر خاص اوقات میں فضیلت کا بیان کیا گیا لہٰذا اوقات مخصوصہ میں صلوٰۃ وسلام کو پڑھنے کے احکام کو فضیلت کی طرف منسوب کریں گے نہ کہ مطلق پر مقید کا الزام لگائیں گے اور یاد رہے کہ کسی بھی مباح کام کے بار بار کرنے سے اس کے مقید ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا تو پھر اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پر مقید ہونے کا حکم لگانا بھی جائز ہے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد نفلی نماز پڑھنا مباح ہے اگر کوئی شخص اس وقت میں ہیشگی کے ساتھ نفل پڑھے تو کیا اس پر مقید کا الزام لگاتے ہوئے اسے نماز سے منع کرو گے۔ ماشاء اللہ

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کا ثبوت

صلوٰۃ وسلام کا مطلب: یاد رہے یہاں پر ہم تفصیل میں جائے بغیر یہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ بات تمام فقہائے اسلام اور جمہور علمائے اسلام کے نزدیک متفق ہے کہ سید عالم ﷺ کے لئے صلوٰۃ وسلام کا مطلب دعا ہے۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب ہم صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل جانِ عالم ﷺ پر نزول رحمت فرمائے۔ (جلاء الافہام ص 87، دار الکتب العربی)

تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کیا سید عالم ﷺ کے لئے دعا کرنا جائز ہے یا نہیں تو اس کا ثبوت ہم فراہم کر رہے ہیں۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ کے طور پر حکم نص سے ثابت ہے تاہم تسلی کے لئے ہم اس کا جزیہ بھی بیان ہیں۔

حضرت: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرا گھر اونچے گھروں میں سے تھا اور مسجد کے گرد ونواح میں سے تھا۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان کے لئے سحری کے وقت آتے اور میرے مکان پر بیٹھ جاتے اور فجر کا انتظار کرتے تھے اور جب وہ دیکھ لیتے تو یہ کہتے اے اللہ عزوجل میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد مانگتا ہوں اس بات کی کہ قریش سرور دو عالم ﷺ کے دین پر قائم رہیں۔ انہوں نے کہا پھر وہ اذان دیتے (بنی نجار کی اس عورت نے کہا) خدا کی قسم میں نہیں جانتی کہ کسی بھی رات میں آپ نے یہ کلمات پڑھنے ترک کیے ہوں (ہر رات اذان سے پہلے پڑھتے تھے) (سنن ابوداؤد، جلد 1، ص 77، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)

انتہاء اذان سے پہلے دعا بروایت ثابت ہے اور صلوٰۃ وسلام دعا ہے لہٰذا اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام ثابت ہوا کیونکہ وہ دعا ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنیٰ جائز ہے۔

نوٹ: جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی نہ صرف قبول بلکہ قابل عمل ہوتی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے جب اور عموم کی تصریح کے ساتھ ہو تو تمام ازمنہ تحت امر داخل ہوتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 9 ص 243 رضا فاؤنڈیشن)

اس قاعدے کے مطابق کہ جب امر کا صیغہ عموم کی تصریح کے ساتھ ہو اور یہاں صلوٰۃ وسلام میں جو امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اس کا عموم کسی سے مخفی نہیں اور جب عموم ہے تو اس میں تمام اوقات داخل ہیں لہٰذا نماز واذان سے قبل و بعد کا وقت لامحالہ (ضروری طور پر) داخل حکم امر ہوگا یعنی جو شخص ان اوقات میں صلوٰۃ وسلام پڑھے گا تو یہ قرآن کے اس حکم پر عمل ہوگا۔

(قواعد فقہیہ مع فوائد رضویہ ص 298 تا 301 مطبوعہ شبیر برادرز)

یاایھاالذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما

اے ایمان والو تم بھی اس غیب بتانے والے نبی ﷺ پر خوب درود وسلام بھیجو۔ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان جاء الحق میں ارقام کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ مطلق و عام ہے۔ اس میں کسی قسم کی قید و تخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کر دیا فلاں وقت میں درود وسلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھا تاکہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے۔ (جاء الحق: ص 781 مطبوعہ مکتبہ غوثیہ)

اسی لئے حضرت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

اذ تعالیٰ لم یوقت ذلک یشمل سائر الاوقات

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوٰۃ (درود وسلام کا حکم) کا وقت معین نہیں کیا تاکہ تمام اوقات شامل رہیں۔

(شرح الشفاء للقاری، جلد 3، ص 447)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے: فی صلوتکم و مساجدکم و فی کل موطن

یعنی اپنی نمازوں اور مساجد اور ہر مقام میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھو۔ (جلاء الافہام ص 252)

زکریا کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے جن اوقات میں بھی (درود شریف) پڑھ سکتا ہو، پڑھنا مستحب ہے۔

(تبلیغی نصاب فضائل درود شریف ص 67)

لہٰذا مطلقاً ہر جگہ اور ہر وقت نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الٰہی عزوجل سے ماموروثابت ہے۔ لہٰذا روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز و مستحسن ہے۔

غیر مقلدوں کے امام ابن قیم لکھتے ہیں۔ الموطن السادس من مواطن الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد اجابۃ المؤذن وعند الاقامۃ

ترجمہ: یعنی حضور سید عالم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے مواقع میں چھٹا موقع ہے مؤذن کی اذان سننے کے بعد اور اقامت سے پہلے (جلاء الافہام ص 308)

امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔ ومن مواطن الصلوٰۃ علیہ عند ذکرہ وسماع اسمہ وکتابہ اوعند الاذان

ترجمہ: نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے مقامات میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر کے وقت آپ ﷺ کا نام مبارک سننے کے وقت یا آپ ﷺ کے نام مبارک لکھنے کے وقت یا اذان کے وقت۔ (شفاء شریف فصل فی المواطن الخ جلد 2، ص 43، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

عند الاذان ای الاعلام الشامل للاقامۃ

ترجمہ: اذان سے مراد اعلام ہے جو اذان شرعی واقامت دونوں کو شامل ہے۔ (شرح الشفاء، جلد 2، ص 114)

عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: یستفاد منہ بظاہرہ استحبابہ عند شروع الاقامۃ کما ھو معارف فی بعض البلاد

(الاسعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ باب الاذان ج 2، ص 41، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور) امام سید ابی بکر المشہور با سید البکری رحمۃ اللہ علیہ

ای الصلوٰۃ والسلام علی النبی ﷺ قبل الاذان والاقامۃ

ترجمہ: اذان واقامت سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا مسنون ومستحب ہے۔

(اعانۃ الطالبین علی فتح المعین جلد 1، ص 232، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح میں علامہ شیخ احمد طحطاوی فرماتے ہیں: وفی الدرۃ المنیفۃ: اول من احدث اذان اثنین معاینو امیۃ واول لازیدت الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد الاذان علی المنارۃ فی زمن حاجی بن الاشراف شعبان بن حسین بن محمد بن قلاون، باامر المستحب نجم الدین الطنبدی وذلک فی شعبان سنۃ احدی وتسعین وکذافی الاوئل للسیوطی (حاشیۃ الطحطاوی جلد 1، ص 271، مطبوعہ قاسم پبلی کیشنز کراچی)

مومن وہ ہے جوان کی عزت پہ مرے دل سے ۔۔۔ تعظیم بھی کرتا ہے مجدی تو مرے دل سے

(حدائق بخشش)

اب ہم فتاویٰ امجدیہ سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جس سے اظہر من الشمس وابین من الامس، روز روشن سے زیادہ ظاہر گزشتہ کل سے زیادہ واضح ہو جائے گا۔

اذان واقامت سے پہلے اور بعد میں درود دعا وسلام پڑھنا جائز ومستحسن ہے۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: اذان کے بعد جو دعا احادیث میں وارد ہے۔ اس کا پڑھنا اتباع سنت وموجب برکات ہے۔ اس کے پڑھنے کے لئے احادیث میں شفاعت کا وعدہ فرمایا گیا۔ انبیاء علیہم السلام پر درود وسلام پڑھنا موجب ثواب وبرکات اور درود کے ثواب جو احادیث میں وارد ہیں، اس کا مستحق ہے۔ احادیث میں درود پڑھنے کی فضیلت موجود ہے اور اذان کے بعد درود کی ممانعت نہیں۔

مزید لکھتے ہیں کہ اس کو (درود وسلام اذان واقامت سے پہلے یا بعد میں پڑھنے کو) ناجائز وبدعت قبیحہ کہنے والے ایمان و انصاف سے بولیں کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا کس حدیث میں منع کیا۔ کس صحابی نے منع کیا یا تابعین وتبع تابعین یا ائمہ

مجتہدین میں سے کس نے ناجائز کہا۔ اگر ایسا نہیں اور یقیناً ایسا نہیں تو یہ حکم احداث فی الدین و بدعت قبیحہ ہے یا نہیں ...
تمام احادیث جو مجوزین کے حق میں ذکر کی گئیں۔ سب مانعین کے حق میں ہیں۔ بالجملہ صلوۃ وسلام (اذان واقامت سے پہلے خواہ بعد میں) پڑھنا جائز ہے کسی دلیل شرعی سے اس کی ممانعت نہیں۔

اب مجدیوں نے موقوف کردیا ہے ورنہ صدیوں سے حرمین طیبین مکہ و مدینہ و دیگر بلاد اسلامیہ میں رائج و معمول بہا رہا اور علماء و مشائخ بنظر استحسان دیکھتے رہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی مارأہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن لہٰذا یہ جائز و مستحسن ہے۔

درمختار و ہدایہ، فتاوی قاضی خان، عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں اس کے جواز بلکہ استحسان کی تصریح ہے۔ التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنة سبع مائة واحدی وثمانین فی عشاء لیلة الاثنین ثم یوم الجمعة ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وہو بدعة حسنة

علماء جب اسے اس ہیئت خاصہ کے ساتھ بدعت حسنہ کہتے ہیں تو اسے بدعت سیئہ قرار دے کر منع کرنا سخت غلطی ہے۔ (فتاوی امجدیہ، جلد 1، ص 65,66,67 مطبوعہ مکتبہ رضویہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اذان کے بعد یا اذان سے پہلے حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر درود بھیجنا جائز و مستحب امر مستحسن ہے کما حردناہ فی اوائلہ

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث　　تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

(حدائق بخشش)

امام ابن حجر متوفی 974ھ اپنی مایہ ناز تصنیف الدر المنضود فی الصلوۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود میں ارقام کرتے ہیں کہ نماز جمعہ اور نماز فجر و مغرب کے سوا باقی سب نمازوں سے پہلے اور اذان کے بعد مساجد کی میناروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ و سلام پڑھنے کی جو عادت اہل اسلام میں رائج ہے۔ اسکو سلطان صلاح الدین بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ نے جاری کیا تھا۔ نماز جمعہ اور نماز فجر میں اذان سے پہلے پڑھا جاتا تھا اور نماز مغرب کا وقت تنگ ہونے کی وجہ سے اذان کے بعد صلوۃ وسلام نہیں پڑھا جاتا تھا۔ بعض مورخین نے ذکر کیا ہے کہ اس عمل کی ابتداء مصر اور قاہرہ میں 791ھ سے ہوئی ہے کہ بعض معتقدین نے خواب میں اس کو دیکھا تھا۔ ان مورخین کا یہ بیان اس طریقہ کے اس سے قبل جاری ہونے کے مخالف نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سلطان صلاح الدین بن ایوب کی وفات کے بعد مذکورہ تاریخ تک اس کو ترک کردیا گیا ہو اور اس تاریخ کے بعد دوبارہ اس پر عمل کیا گیا ہو یا سلطان صلاح الدین نے صرف جمعۃ المبارک کی رات اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو اور مذکورہ تاریخ کے بعد باقی ایام میں بھی اس کو معمول بنا دیا گیا ہو۔ مزید لکھتے ہیں کہ بعض متاخرین نے اس عمل کو درست قرار دیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ اس پر عمل کرنے والے کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔ حضرت امام احمد بن محمد بن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت شیخ الاسلام زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس کے قریب ہے۔ انہوں نے اپنے فتاوی میں فرمایا ہے کہ اس کی اصل مستحب ہے اور کیفیت بدعت (حسنہ) ہے
(انظر فی الدر المنضود فی الصلوۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود ص 325)

نیز اسی میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر درود پاک نہ پڑھا۔ اس کا کوئی دین نہیں۔
اس حدیث کو المروزی نے تخریج کیا۔ اس کی سند میں ایک راوی کا نام ذکر نہیں (الدر السنن ص308)
اندازہ لگایئے کہ درود پاک نہ پڑھنے والے پر اس وعید شدید ارشاد فرمائی گئی۔ ان بدبختوں کا انجام کیا ہوگا جو اپنے دیوبندی خیالات فاسدہ جاہلانہ اعتراضات کے تیر برسا کر اذان سے پہلے اور بعد میں درود وسلام پڑھنے کو منع کرتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ آخرت میں ان کا انجام کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھنے اور حق توفیق عطا فرمائے۔
خدام الدین ستمبر 1963ء میں لکھا ہے کہ اس درود سے منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ حاجی امداداللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کے جواز میں شک نہیں۔ (مولانا محمد صدیق ملتانی) (تقاریری نکات ص463 غیر مطبوعہ کرانوالہ بک شاپ لاہور)
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ رحمت کونین نانائے حسنین ﷺ کے ساتھ مکہ کرمہ میں ایک طرف کو نکلا تو میں نے دیکھا کہ جو درخت اور پہاڑ سامنے آتا ہے۔ اس سے السلام علیک یارسول اللہ کی آواز آتی ہے اور میں خود اس آواز کو اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ (سنن الترمذی الحدیث 3464، ج 5 ص359)
اہلسنت کی پہچان سنیوں کے دلوں کی جان اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اپنے نعتیہ کلام حدائق بخشش میں فرماتے ہیں۔

ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں	چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں	ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں، بے دینوں کے دل	یارسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب	اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

کہنا اللھم لک حمد و بک امنت و علیک توکلت و علی رزقک افطرت یہ دونوں بدعت ہیں۔
اور خطبہ کی اذان داخل مسجد کہنا یہ بھی بدعت ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد جلد اول ص 162 میں ہے عن السائب بن یزید قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی الممبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر یعنی حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور ﷺ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں اذان و اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کی مخالفت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ ان بدعتوں کی بھی مخالفت کریں مگر وہ لوگ ان بدعتوں کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ جس سے انبیاء کرام و بزرگان دین کی عظمت ظاہر ہو، صرف اسی کی مخالفت کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کیا تیں نہ سنیں کہ عظمت نبی کا دشمن ابلیس جنت سے نکال دیا گیا اور یہ لوگ عظمت نبی کی مخالفت کر کے جنگ میں جانے کا خواب دیکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔
(فتاویٰ فیض الرسول جلد 1 ص181 غیر مطبوعہ شبیر برادرز)

شامی مصری جلد اول ص 381 تا 382 میں ہے۔

قولہ (مستحبۃ فی کل اوقات الامکان) ای حیث لا مانع ونص العلماء علی استحبابھا فی مواضع یوم الجمعۃ ولیلتھا وعند الاقامۃ واول الدعا واوسطہ وآخرہ وعند ذکر

ان کا کہنا (درود مستحب ہے ہر غیر مکروہ وقت میں) یعنی جہاں کوشرع مانع نہ ہو۔ علماء نے فرمایا ہے کئی مواقع پر درود شریف مستحب ہے۔ خطبہ کے وقت جمعہ کے دن میں اور رات میں اقامت کے وقت۔ دعا کے شروع میں اس کے درمیان میں اور اس کے اخیر میں بھی نیز اللہ کے ذکر کے وقت۔

درمختار مصری ص 228 میں ہے۔

ومستحبۃ فی کل اوقات الامکان

ہر جائز اوقات میں درود شریف مستحب ہے۔

حنفیہ کا اصول فتاوی میں لکھا ہے۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی 1088ھ نے الدرالمختار میں لکھا

الاصل فی الاشیاء الاباحۃ یعنی چیزوں میں اصل اباحت جائز ہونا ہے۔ (حاشیہ شامی جلد 1 ص 77 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے قبل چاہئے یا درود شریف کی آواز آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کر امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو (فتاوی رضویہ جلد 5 ص 386، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اسی فتاوی رضویہ میں الصلوۃ والسلام علیک یارسول کے بارے میں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا باجماع مسلمین جائز و مستحب ہے جس کی ایک دلیل ظاہر و باہر التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے اور اس کی سوا صحاح کی حدیث میں یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ہذہ (جامع ترمذی میں اسی طرح ہے) اے محمد ﷺ میں اپنی اصل حاجت میں آپ کو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ موجود جس میں بعد وفات اقدس حضور سید عالم ﷺ کے حضور پکارنا اور حضور سے مدد لینا ثابت ہے

(فتاوی رضویہ جلد 23، ص 680، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ اذان سے قبل یا بعد میں درود شریف بالخصوص الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا بھی جائز ہے۔

فتاوی فیض رسول میں ہے۔ اگر مخالفین اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں اور صحابہ کرام کے عہد میں اذان و اقامت سے پہلے درود شریف نہیں پڑھا جاتا تھا تو مخالفین سے کہے کہ مسلمان بچوں کو جو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے، ایمان کی یہ دو قسمیں ہیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں۔ کلموں کی تعداد ان کی ترتیب اور ان کے سب نام بدعت ہیں۔ قرآن شریف کا تیس 30 پارے بنانا، ان میں رکوع قائم کرنا اس پر اعراب زبر زیر وغیرہ لگانا اور آیتوں کا نمبر وغیرہ لگانا سب بدعت ہے۔ حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا حدیث کی قسمیں بنانا پھر ان کے احکام مقرر کرنا سب بدعت ہیں۔ اصول حدیث، اول فقہ کے سارے قاعدے قانون سب بدعت ہیں۔ نماز کے لئے زبان سے نیت کرنا یہ بھی بدعت ہے، روزہ کی نیت اسی طرح زبان سے کہنا نویت ان اصوم غدا للہ تعالی اور افطار کے وقت ان الفاظ کو زبان سے

جب اذان اتنا بابرکت کام ہے تو ہر بابرکت کام سے پہلے جس طرح بسم اللہ شریف پڑھنی چاہئے (کل امر ذی بال لم یبدء بسم اللہ فہو اقطع) اسی طرح ہر بابرکت کام سے پہلے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا چاہئے جن کے صدقے ہمیں یہ عظیم الشان نعمت ملی جیسا کہ جامع صغیر میں حدیث بھی ہے۔

القول البدیع فی الصلوٰۃ علی حبیب الشفیع میں علامہ سخاوی علیہ الرحمہ (جو کہ ابن کثیر کے وہ ابن قیم کے وہ ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں اور ابن تیمیہ ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ ہیں مخالفین کے) فرماتے ہیں۔ اذان سے پہلے سلام پڑھنا جائز ہے۔ ولہم بحسن نیۃ حسن نیت پر ثواب بھی ملے گا۔ یہی درود وسلام جو اذان سے پہلے صدیوں سے پڑھا جا رہا ہے اور ادفتیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے اس کو چودہ سو اولیاء کا وظیفہ قرار دیا اور فرمایا جو اس کو پڑھے گا، چودہ سو اولیاء کا فیض پائے گا۔

شکر النعمہ میں سید السفہاء مولوی اشرفعلی تھانوی کا واقعہ ہے کہ کانپور میں وعظ کے دوران ایک شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا۔ اشرف علی کو میرا سلام دینا، اس شخص نے بیدار ہونے کے بعد مجلس وعظ میں ہی سلام عرض کیا تو تھانوی صاحب کہنے لگے۔ آج تو میرا دل چاہ رہا ہے کہ کثرت سے سلام عرض کرو۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ضیاء القلوب میں ہے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے یہی درود شریف بتایا ہے۔

الشہاب الثاقب میں حسین احمد مدنی (ٹانڈوی) نے لکھا ہے کہ ہمارے علماء تو کثرت سے یہ درود شریف (الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ) پڑھتے ہیں جبکہ وہابڑے (یعنی وہابی کا معنی ہے نمک حرام) منع کرتے ہیں۔ تبلیغی نصاب میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک دور ہو یا قریب یہی درود شریف پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں صلوٰۃ بھی ہے اور سلام بھی (اور اللہ تعالیٰ نے صلوا علیہ وسلموا تسلیما) میں صلوٰۃ وسلام دونوں پڑھنے کا حکم دیا ہے)

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی 1005ھ لکھتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی 911 نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ ربیع الآخر 781ھ پیر کے دن عشاء کی اذان کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا پھر اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا ہر اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا۔ پھر میں نے علامہ عبدالرحمن سخاوی متوفی 906ھ کے القول البدیع میں یہ پڑھا کہ شعبان 791ھ میں قاہرہ اور مصر کے موذنوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر اذان سے فارغ ہونے کے بعد کئی مرتبہ یہ پڑھیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور یہ معلوم ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا قرب کا ذریعہ ہے اور بہت احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی۔ خصوصاً اذان کے بعد کی دعا سے پہلے (کما فی صحیح مسلم) اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

(للتفصیل بدعۃ الحسنۃ انظر فی اشعۃ اللمعات ج1 ص25 مطبوعہ کوئٹہ)

اور اس کے فاعل کو اس کی حسن نیت کی وجہ سے اجر دیا جائے گا (القول البدیع ص280 ملخصا مکتبہ المؤید الطائف)

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں کئی اقوال ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

([illegible] ص177 [illegible])

علامہ شامی قدس سرہ السامی کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اذان کے بعد سرکار مدینہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت حسنہ (اچھی بدعت ہے) (ردالمحتار جلد 2 ص52 دار احیاء التراث العربی بیروت 1419ھ)

ابریز میں ہے اذان کی فضیلت میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ اذان کی آواز سن کر شیطان گوز مارتا ہوا چھتیس میل دور بھاگ جاتا ہے۔ اس کی وجہ علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اذان ایک نور ہے اور نور میں ٹھنڈک ہے جبکہ شیطان نار ہے جس میں تپش ہے جو کہ ٹھنڈک سے ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے شیطان مقام اذان سے بھاگ جاتا ہے۔ ([illegible])

نیز اذان کی یہ بھی فضیلت ہے کہ جہاں جہاں تک اذان کی آواز جاتی ہے قیامت کے دن ہر شے موذن کی امانت کی گواہی دے گی اور موذن کی گردن قیامت کے دن سب سے بلند ہوگی یعنی اس کی شان وعظمت بہت اونچی ہوگی۔

کتاب کنز العباد و صلوٰۃ بخشی و کتاب السعادۃ و جامع الرموز شرح مختصر وقایہ و ردالمحتار حاشیہ در مختار و فتاویٰ صوفیہ میں تصریح ہے کہ جب موذن پہلی مرتبہ اشہد ان محمدا رسول اللہ کہے تو سننے والے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے اور جب دوسری مرتبہ کہے تو قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ﷺ کہنا مستحب ہے۔ اس عبارت پر حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری (متوفی 1315ھ) تبصرہ کرتے ہوئے ارقام کرتے ہیں۔

اب غور کرو کہ یہ حکم کتب معتبرہ فقہ درود کی ساتھ اور بغیر درود کے بھی اذان کے وقت یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔

([illegible] ص27 [illegible])

شرح شفاء فی حقوق المصطفیٰ میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سست (سن) ہو گیا تو ان کو کسی نے کہا کہ محبوب (یعنی جس کی آپ کو سب سے زیادہ محبت ہو) کو یاد کرو تب آپ نے اونچی آواز سے پکارا یا محمداہ

علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں گویا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ضمن استعانت میں اپنی محبت کے اظہار کا قصد کیا۔ دیکھئے شرح الشفاء ملا علی قاری، اس سے وہ لوگ درس عبرت حاصل کریں جو اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین کے دور میں نہ تھا۔ ابھی بھی ایسے بہت سے امور پائے جاتے ہیں جو قرون ثلثہ میں نہ تھے تو ان کا کیا کیا جائے جیسے کسی صحابی کے دور میں موٹر سائیکل، کار، بس، جہاز وغیرہ وتھے تو مخالفین کو چاہئے کہ ان چیزوں کو ترک کرے۔ اس لئے کہ یہ قرون ثلثہ میں نہ تھی اور گھوڑوں اونٹوں پر سفر کیا جائے۔ لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینا نماز پڑھنا پڑھانا کا فرنس وغیرہ کرنا یہ سب معاملات ترک کر دیئے جائیں کہ قرون ثلثہ میں نہ تھے، بریانی قورمے، کولڈ رنگ بوتلیں اور دیگر اشیاء بھی ترک کر دی جائیں کہ قرون ثلثہ میں نہ تھی۔

اور قرون ثلثہ میں آپ جیسے ناواقف بھی نہ تھے تو آپ کا کیا کیا جائے اور قرون ثلثہ میں بجلی گیس، موبائل، ٹیلی فون، بلند وبالا عمارتیں بھی نہ تھیں۔ ان کو بھی ترک کر دیا جائے اور اگر ان تمام تر اشیاء کا استعمال ترک نہیں کر سکتے تو پھر یہ پاگلوں جیسا اعتراض کیوں؟

قل ہاتو برہانکم ان کنتم صادقین

حرمت ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جائز بتانے والے کو کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ خود حدیث پاک میں بھی یہ اصول مقرر فرمایا۔

مشکوٰۃ شریف ص 367 میں ابن ماجہ و ترمذی سے نقل کیا۔

الحلال ما حل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ

حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال بیان فرمایا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جن کاموں سے سکوت فرمایا۔ یہ ان کاموں سے ہیں جن پر موخذہ نہیں ہے یعنی مباح ہیں۔ لہٰذا جو لوگ صلوٰۃ و سلام کو ناجائز کہتے ہیں انہیں قرآن و حدیث اور فقہ سے دلیل لانا چاہئے۔ ہم سے دلیل مطالبہ غلط ہے۔

قل ہاتو برہانکم ان کنتم صادقین

درمختار میں موجود ہے۔ ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل

یعنی اذان و اقامت کے درمیان ہر نماز کے لئے تثویب ہے۔ (درمختار علی حاشیۃ الشامی جلد 1، ص 86، ومکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بدر سیمائے عالم علامہ شہاب الدین احمد خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

المنقول انھم کانو یقولون فی تحیۃ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

ترجمہ: منقول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی پاک ﷺ سے ملاقات کے وقت الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے الفاظ سے سلام و تحیت پیش کرتے تھے۔ (نسیم الریاض جلد 3، ص 454، دار الفکر بیروت)

یا رسول اللہ کہنے کے بارے میں دلائل و براہین

سنیت کی جان سنیوں کی پہچان امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا فتاویٰ رضویہ جلد 30 ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں امام اہلسنت نے یا رسول اللہ پکارنے کو جائز و مستحسن قرار دیا۔ موتوا بغیظکم

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل　　　یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے　　(امام اہلسنت)

اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ و سلام دعا (وہ دعا جو احادیث میں وارد ہوئیں) کے بیشمار فضائل و برکات ہیں۔ مخالفین یہ کہہ کر عوام اہلسنت پر افتراء باندھتے ہیں کہ تم اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہو۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں کسی صحابی نے پڑھا (وغیرہ وغیرہ) ان تمام بے بنیاد سوالات کے جوابات ہم دے چکے ہیں۔ یاد رکھئے کسی معاملے میں عدم جواز کی دلیل نہ ہونا خود دلیل جواز ہے۔ یقیناً ہر وہ نئی چیز جس کو شریعت مطہرہ نے منع نہیں کیا، وہ بدعت حسنہ اور مباح یعنی اچھی بدعت اور جائز ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کو کسی بھی حدیث میں منع نہیں کیا گیا لہٰذا منع نہ ہونا خود بخود اجازت بن گیا۔ جیسا کہ اشباہ والنظائر میں مذکور ہے۔

الاصل فی الاشیاء الابحۃ

یعنی ہر چیز اصل میں مباح وجائز ہے۔ یہ اصل میں امام شافعی اور احناف میں حضرت امام کرخی کے نزدیک ہے

(الاشباہ والنظائر الفن الاول، القواعد الکلیۃ النوع الاول القاعدۃ الثالثۃ ص 56,51 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1419ھ)

متاخرین احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے بھی اس کو سند لائے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے

هو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا (البقرہ 29)

اللہ ہی نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے، پیدا فرمایا۔

لہٰذا ہر چیز مباح اور جائز ہے جب تک اس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو۔ صاحب ہدایہ کا بھی یہی مسلک ہے

(الہدایہ کتاب الطلاق باب العدۃ ج 1 ص 278 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث شریف میں ہے: الحلال مااحل الله فی کتابه والحرام ماحرم الله فی کتابه و ماسکت عنه فهو مما عفا عنه

حلال وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جن چیزوں سے سکوت فرمایا وہ معاف ہیں اور مباح۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ باب اکل الجبن والسمن الحدیث 3367 ج 4 ص 56 مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت 1420ھ)

یہ امر بھی ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے کہ حضور ﷺ کا قول وفعل اور صحابہ کرام کا قول وفعل تو حجت شرعیہ ہے مگر ان کا عدم قول اور عدم فعل عدم جواز کے لئے حجت شرعیہ نہیں وہ اسی قاعدہ کے مطابق جائز ومباح ہے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحة بلکہ امر مباح بہ نیت خیر باعث اجر وثواب ہے اور مستحسن کہ الاعمال لابنیات حدیث صحیح ہے۔ بلکہ وہ تمام امور مباح جن سے دین کی ترقی یا تعلیمات اسلام کی اشاعت اور شریعت کا تحفظ ہوتا ہے، سب مستحسن ہیں۔

(بہار شریعت، جلد 3، ص 1071، قاعدہ نمبر 10، القواعد الفقیہ مکتبۃ العربیہ)

اصول الشاشی میں یہ قاعدہ مذکور ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقه یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ اس کو اس مثال سے سمجھیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں مومنوں کو اپنے حبیب ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا اور اپنی رحمت واسع سے اس حکم کو مطلق رکھا یعنی اس زمان ومکان وصیغہ وہیئت کی کوئی قید نہیں لگائی لہٰذا مومنین درود وسلام جب چاہیں، جس وقت چاہیں اور جس ہیئت وصیغہ کے ساتھ چاہیں پڑھ کر حکم خداوندی پر عمل کی سعادت پاسکتے ہیں (کذا فی الحسامی)

ماراه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن

(المسند للامام بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث 3600، جلد 2، ص 16، مطبوعہ دارالفکر بیروت 1414ھ)

یعنی وہ چیز جس کو مسلمان (اہل علم واہل تقویٰ) اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے بعض محدثین اسے مرفوع کہتے ہیں اور بعض اس کو موقوف کہتے ہیں۔

(کشف الخفاء حرف الصحیح الحدیث 2212، جلد 2، ص 168، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت 1422ھ)

یہ حدیث اس قدر عمدہ اور جامع ہے کہ اس کے تحت وہ تمام امور آجاتے ہیں جنہیں مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور مبارک میں یا اس کے بعد اچھا سمجھ کر کرتے آئے ہیں جیسے اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام، میلاد و قیام، ایصال ثواب، اعراس بزرگان دین، وغیرہ کو ان بدامور کو اہل ایمان فدایان خیر الانام ﷺ اچھا سمجھ کر بجالاتے اور ثواب پاتے ہیں۔

(عامہ کتب اصول الفقہ) (تخلیص اصول الثانی ص 124، غیر مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

ان تمام تر اصول و قواعد سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اذان سے قبل اور اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام جائز و امر مستحسن ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے اور حق سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین

اس سے وہ لوگ درس عبرت حاصل کریں جنہوں نے شرک و بدعت کو اپنا تکیہ کلام بنایا ہوا اور شرک و بدعت کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں حالانکہ ان بے وقوفوں، عقل کے اندھوں، دل کے گندھوں سر سے گنجوں کو صحیح طرح شرک و بدعت کی تعریف بھی معلوم نہیں ہوتی اور صحیح العقیدہ سنی اسلامی بھائیوں پر شرک و بدعت کے تیر برساتے ہیں اور اصول الاصول فخر الرسول بی بی آمنہ کے مہکتے پھول ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے یارسول پکارنے کو شرک کہتے ہیں۔

سلطان العارفین قدوۃ السالکین سیدنا سلطان باہو رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جو شخص حیات النبی ﷺ کو نہیں مانتا بلکہ موت جانتا ہے، اس کے منہ میں خاک اور وہ دونوں جہاں میں سیاہ رو (یعنی سیاہ چہرے والا) ہے اور ضرور بالضرور شفاعت مصطفی ﷺ سے محروم رہے گا۔ (عقل بیدار ص 289، ملتقطا مطبع پروگریسو بکس لاہور)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے (حدائق بخشش)

لہٰذا ہر وہ چیز جس سے اللہ عزوجل نے سکوت فرمایا، وہ جائز و مباح ہے۔ اگر کوئی شخص اسے ناجائز یا حرام یا گناہ کہے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل شرعی لائے۔ کیونکہ سکوت عنہا (جس سے سکوت کیا گیا) کو مباح و جائز کہنے کے لئے یہ حدیث ہی کافی ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت اس مفہوم کو ثابت کرنے والی اوپر بیان ہو چکی ہے۔ دوسری آیت جس میں یہ مفہوم اور زیادہ وضاحت سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے۔

یاایھا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤ کم (المائدہ، 101)

اے ایمان والو تم ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کا حکم نازل نہیں کیا گیا کہ اگر ان کا حکم ظاہر کردیا جائے تو تمہیں تکلیف پہنچے۔

اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرعی احکام میں کثرت سوال سے منع فرمایا کہ اس سے شریعت کے احکام کے سخت ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ عفو میں داخل ہیں۔ اگر ان کی ممانعت یا فرضیت کا حکم نازل ہوگیا تو تمہیں تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ وہ آیت

مذکورہ (ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا) کی رو سے جائز ومباح ہیں (تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا (البقرہ 29) اور یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو لہٰذا جو ان مسکوت عنہا کو ناجائز یا حرام یا بدعت سیئہ یا فرض یا واجب کہے وہ قرآن وحدیث یا قواعد فقیہ سے دلیل لائے ورنہ یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود سے آگے بڑھنا ہے اور اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ اور شریعت کاملہ پر افتراء ہوگا جس کی قرآن میں شدید مذمت آئی ہے اور سخت ممانعت وتہدید کی گئی ہے۔ لہٰذا میت کو ایصال ثواب کے لئے تعین وقت کے ساتھ قرآن خوانی یا سوالاکھ بار کلمہ شریف پڑھنا یا پڑھوانا فاتحہ، درود وانعقاد محافل میلاد شریف اور صلوٰۃ وسلام اور بیعت وارادت وغیرہا کے عدم جواز وبدعت کے قائلین کو قرآن یا احادیث یا اقوال صحابہ یا اقل درجہ میں قواعد فقیہہ سیان کے عدم جواز پر دلیل لانا چاہئے۔ بلا دلیل شرعی ان کے عدم جواز کا قول اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء والعیاذ باللہ وتعالیٰ

ان اللہ وملائکۃ یصلون علی النبی یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

صیغہ مضارع (یصلون کے راز)

حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں صیغہ مضارع (یصلون) لایا گیا جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

دیکھو القول البدیع

اس آیت بینہ میں درود وسلام کا مطلق حکم ہوا کسی وقت، کسی مقام کی کوئی قید نہیں۔

صلوا وسلموا۔ دو امر کے صیغے بیان فرمائے ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے محبوب ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود وسلام بھیجنے کا حکم فرمایا کہ اے ایمان والو میرے نبی پر درود وسلام بھیجو اور خوب بھیجو لیکن اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائی اور نہ ہی کوئی شرط وقید لگائی کہ صرف فلاں درود پڑھو اور فلاں درود نہ پڑھو اور فلاں وقت میں پڑھو، فلاں جگہ پڑھو اور فلاں جگہ نہ پڑھو۔ صبح پڑھو اور شام نہ پڑھو، فلاں دن پڑھو اور فلاں دن نہ پڑھو۔ اذان سے پہلے اور بعد میں نہ پڑھو، ایسا کسی آیت میں ارشاد نہیں فرمایا تو پھر اذان سے پہلے یا اذان کے بعد الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنے والوں پر اعتراض کیسا؟

اب ہم الصلوٰۃ والسلام یارسول پڑھنے کے مطلق چند اقوال ذکر کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مفسر قرآن حضرت اسماعیل حقی بروسی نے اپنی تفسیر روح البیان میں 40 صیغوں کے ساتھ یہ درود لکھا۔

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ الصلوۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ

(تفسیر روح البیان، جلد 7، ص 235)

نور الایضاح ومراقی الفلاح مع طحطاوی

السلام علیک یاسیدی یارسول اللہ السلام علیک یانبی اللہ السلام علیک یاحبیب اللہ

طحطاوی مع المراقی ص 430 جلد 2، مطبوعہ قاسم پبلی کیشنز

فتح القدیر میں ہے: السلام علیک یارسول اللہ یاخیر خلق اللہ (فتح القدیر جلد 3 ص 95)

امام اہلسنت قاطع مجدیت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا:

سرسوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا	دل تھا ساجد نجد یا پھر تجھ کو کیا
بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے	یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا
یَعبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے	اپنا بندہ کرلیا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب	تو نہ ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا
نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی	یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا
دیو تجھ سے خوش ہے پھر ہم کیا کریں	ہم سے راضی ہے خدا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض	ہم ہیں عبد مصطفی پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش 312)

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب	اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

(حدائق بخشش 200)

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد
میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

بَابٌ فِي الْمُؤَذِّنِ يَسْتَدِيرُ فِي أَذَانِهِ

باب: اذان کے دوران موذن کا گھوم جانا

520 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قَيْسٌ يَعْنِي ابْنَ الرَّبِيعِ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، جَمِيعًا عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ فَخَرَجَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ فَكُنْتُ أَتَتَبَّعُ فَمَهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ بُرُودٌ يَمَانِيَةٌ قِطْرِيٌّ - وَقَالَ مُوسَى - قَالَ: رَأَيْتُ بِلَالًا خَرَجَ إِلَى الْأَبْطَحِ فَأَذَّنَ فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، لَوَى عُنُقَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، وَلَمْ يَسْتَدِرْ ثُمَّ دَخَلَ فَأَخْرَجَ الْعَنَزَةَ وَسَاقَ حَدِيثَهُ

❁❁ عون بن ابوجحیفہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں مکہ مکرمہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ چمڑے سے بنے ہوئے سرخ خیمے میں موجود تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ انہوں نے اذان دی انہوں نے اذان کے دوران اپنا منہ اس طرف اور اس طرف (دائیں اور بائیں طرف) پھیرا۔ راوی کہتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے سرخ حلہ زیب تن کیا ہوا تھا جو یمن کی بنی ہوئی قطری چادروں کا تھا۔

موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ میدان کی طرف تشریف لائے۔ انہوں نے اذان دی۔ جب وہ حی الفلاح حی الفلاح پر پہنچے تو انہوں نے اپنی گردن کو دائیں طرف اور بائیں طرف موڑا لیکن پورا نہیں

گھومے۔ پھر وہ اندر تشریف لے گئے انہوں نے نیزہ نکالا (اور اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

باب: اذان اور اقامت کے درمیان دعا مانگنا

521 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ، عَنْ أَبِي إِيَاسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اذان اور اقامت کے دوران کی جانے والی دعا مسترد نہیں ہوتی''۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ

باب: جب آدمی مؤذن کو سنے' تو کیا پڑھے گا؟

522 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تم اذان سنو تو اسی کی مانند کہو جو مؤذن کہتا ہے''۔

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا بیان

523 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ، وَحَيْوَةَ، وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ تَعَالَى، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ، حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

521- حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف لضعف زيد العمي: وهو ابن الحواري. سفيان: هو الثوري، وابو اياس: هو معاوية بن قرة. واخرجه الترمذي (210) و (3911) و (3912)، والنسائي في "الكبرى" (9813) و (9814) من طرق عن سفيان، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. واخرجه النسائي (9815) من طريق عبد الرحمن بن مهدي، عن سفيان، به موقوفاً. واخرجه ايضاً (9816) من طريق قتادة، عن انس موقوفاً. واسناده صحيح

''جب تم موذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے' پھر تم مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے' پھر تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلے کی دعا مانگو۔ بے شک یہ جنت میں ایک مقام ہے' جس تک اللہ کے بندوں میں سے کوئی ایک بندہ ہی پہنچے گا' اور مجھے یہ اُمید ہے کہ وہ بندہ ''میں'' ہوں گا' جو شخص اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلے کی دعا مانگے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی''۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس آدمی نے اذان سن کر (یعنی اذان ختم ہونے اور اس کا جواب دینے کے بعد) یہ دعا پڑھی تو قیامت کے روز مجھ پر اس کی شفاعت لازم ہوگی۔" دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ" اے اللہ! مالک اس کامل دعا (اذان) کے اور پروردگار اس نماز قائمہ کے ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ (جنت کا سب سے خاص واعلیٰ درجہ) اور بزرگی عنایت فرما اور پہنچا ان کو مقام محمود پر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 624)

اس دعاء میں اذان کو" دعا" سے تعبیر کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان لوگوں کو نماز اور اللہ کے ذکر کی طرف بلاتی ہے۔ نماز کو قائمہ اس لئے کہا گیا ہے کہ نماز ہمیشہ قیامت تک قائم و برقرار رہے گی۔ اس دعاء میں والفضیلۃ کے بعد والدرجۃ الرفیعۃ کے الفاظ بھی پڑھے جاتے ہیں مگر یہ کسی روایت میں مذکور نہیں ہیں۔" مقام محمود" شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے اور یہ وہ مقام ہوگا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز عاصیوں کے لئے شفاعت کرنے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ میدان حشر میں جب ہر طرف نفسی نفسی کا عالم ہوگا اللہ کی مخلوق حساب و کتاب کی پریشانیوں میں مبتلا ہوگی اور تمام لوگ وہاں کی سختیوں کی بناء پر حیران و سرگرداں ہوں گے تو یکے بعد دیگرے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے پاس شفاعت کے لئے جائیں گے مگر وہ سب ہیبت و دہشت کی بنا پر شفاعت کی جرات نہ کر سکیں گے اور کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ کیونکہ ان کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں، وہی اللہ کی مخلوق کی شفاعت کے حقدار ہیں۔ چنانچہ تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ اس وقت ہر آدمی کی زبان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں گے گویا شان محمدیت صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا ظہور ہوگا۔ اور تمام مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظمت و برتری کو رشک کی نگاہوں سے دیکھے گی۔ وعدتہ (جس کا تو نے وعدہ کیا ہے) اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ آیت (عَسٰٓي اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) (17۔الاسراء:79)

امید ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پروردگار آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مقام محمود میں جگہ دے گا" خداوند کریم عنقریب آپ کو شافع محشر بنا کر مقام محمود پر کھڑا کرنے والا ہے۔ اور یہ وہ عزت و کرامت ہے جو بنی آدم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں اس لئے کہ سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر عبادت اور شب کا سوز و گداز بھی فرض ہوا ہے۔ ولا بسوز کہ سوزے تو کار ہا بکند دعائے نیم شبی

دفع صد بلا بکند بیہقی کی روایت میں اس دعا میں وعدتہ کے بعد انک لا تخلف المیعاد (یعنی بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا) بھی مذکور ہے۔

مقام محمود کی تحقیق کا بیان

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔

مقام محمود کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے گئے ہیں۔ (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ عطا فرمانا (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد کا جھنڈا عطا فرمانا (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوزخ سے مسلمانوں کو نکالنے کے لیے شفاعت کا اذن عطا فرمانا (۴) اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھانا (یہ قول مخدوش ہے)۔ (الجامع الاحکام القرآن ج۱۰، ص ۲۸۰۔ ۲۷۶)

شفاعت کبریٰ کے متعلق احادیث کا بیان

شفاعت کبریٰ سے مراد وہ شفاعت ہے جو سب سے پہلی شفاعت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ محشر والوں کا حساب شروع کرے، اس دن اللہ تعالیٰ اس قدر جلال میں ہوگا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی جرات نہیں کرے گا، سب خوف زدہ ہوں گے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اذن شفاعت دے گا یہی مقام محمود ہے کہ جو کام کوئی نہ کر سکے گا آپ قیامت کے دن وہ کام کریں گے اور تمام اولین اور آخرین آپ کی تعریف اور تحسین کریں گے۔

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے، ہر گروہ اپنے نبی کی پیروی کرے گا، وہ کہیں گے اے فلاں شفاعت کیجیے، حتیٰ کہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے گی، یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۴۷۱۸، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۲۵۸۵)

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ آپ نے فرمایا یہ شفاعت ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۷، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۴)

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ آپ نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جس میں، میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

(مسند احمد، رقم الحدیث: ۹۶۹۰، طبع دار الفکر، جامع البیان رقم الحدیث: ۱۶۷۰۰)

حضرت عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سورج قریب آجائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے آدھے کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا، وہ اسی حال میں ہوں گے پھر حضرت آدم سے فریاد کریں گے، پھر حضرت موسیٰ سے، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے، پھر آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے، پھر آپ جا کر جنت کے دروازے کے حلقے کو پکڑ لیں گے پس اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا اور تمام اہل محشر آپ کی تعریف اور تحسین کریں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۷۵، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۴۰، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۲۵۸۵)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے، پھر وہ حضرت آدم کے پاس

جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے لیے اپنے رب سے شفاعت کیجیے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمن ہیں پھر لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے کلیم ہیں، پھر لوگ حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کی پسندیدہ روح اور اس کا کلمہ ہیں، پھر لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم پر لازم ہے کہ تم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر وہ میرے پاس آئیں گے پس میں کہوں گا میں اس کے لیے ہوں، پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو میرے لیے اجازت دی جائے گی اور میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد سے ایسے کلمات ڈالے جائیں گے جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، اور اللہ کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجیے آپ کو دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت، میری امت، تو آپ سے کہا جائے گا آپ جائیے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجیے جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو، پس میں جاؤں گا اور اسی طرح کروں گا، پھر میں واپس آ کر ان ہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، اور پھر اللہ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت، میری امت، پھر کہا جائے گا آپ جائیے اور جس کے دل میں ایک جو یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجیے۔ پھر میں سہ بارہ آ کر ان ہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ سوال کیجیے آپ کو دیا جائے گا، آپ شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت، میری امت، پس اللہ فرمائے گا آپ جائیے جس کے دل میں ادنیٰ، ادنیٰ، ادنیٰ رائی کے درجہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجیے۔ پس میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا، پھر میں چوتھی بار جاؤں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر اللہ کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، پس کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، اور کہیے سنا جائے گا اور سوال کیجیے آپ کو دیا جائے اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا اے میرے رب! مجھے اس شخص کے لیے اجازت دیجیے جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو، پس وہ فرمائے گا میری عزت اور میرے جلال اور میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا وہ میں اس شخص کو دوزخ سے نکال لوں گا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۷۵۱۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۳، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۲۴۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۲)

قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی اقسام

نقاش نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین قسم کی شفاعت کریں گے: ایک شفاعت کبریٰ ہے، دوسری دخول جنت کے لیے شفاعت کریں گے اور تیسری گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لیے شفاعت کریں گے، اور ابن عطیہ نے کہا مشہور صرف دو قسمیں ہیں شفاعت عامہ اور گنہگاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت اور یہ شفاعت دیگر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ علماء بھی کریں گے۔

قاضی عیاض نے کہا قیامت کے دن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پانچ قسم کی ہوگی۔ (۱) شفاعت عامہ (۲) ایک گروہ کو

[illegible]

[illegible]

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد یہ دعا کی: اے اس دعوت کامل اور اس کے بعد قائم ہونے والی نماز کے رب، محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، تو اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۴۷۱۹)

قیامت کے دن نبی ﷺ کو حمد کا جھنڈا عطا کیا جانا

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور فخر نہیں، اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور فخر نہیں۔ الحدیث

(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۴۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۳۰۸، سنن ابو داؤد رقم الحدیث:۴۶۷۳، صحیح ابن حبان رقم الحدیث:[illegible]، مسند احمد ج ۳ ص ۲، ۲۹۵، ۳۰۹، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۲۶، مسند حمیدی رقم الحدیث:[illegible]، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۱۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۷)

نبی ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے مسلمانوں کو نکالا جانا:

یہ مقام محمود کا تیسرا معنی ہے، اور اس کے متعلق ہم شفاعت کبریٰ کے زیر عنوان احادیث ذکر کر چکے ہیں۔

نبی ﷺ کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھانا

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: مجاہد نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا، اس کو امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے روایت کیا ہے۔ (جامع البیان ج ۱۰، ص ۱۸۳) اس کی تاویل محال نہیں ہے، کیونکہ تمام چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہ قائم تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو پیدا کیا، اور اسے ان کو پیدا کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہ اپنی قدرت کا اظہار کرنا چاہتا تھا، اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو، اس کی توحید کو، اس کی قدرت اور اس کے کمال کو اور اس کے تمام افعال محکمہ کو پہچانا جائے، اور اس نے اپنے لیے عرش کو پیدا کیا اور اس پر مستوی ہوا، بغیر اس کے کہ عرش اس کا مکان ہو یا وہ عرش کو مس کر رہا ہو، وہ عرش پر اپنی شان کے لائق جلوہ افروز ہوا اور تمام مخلوق میں کوئی چیز اس کے مماثل نہیں ہے، اور اس تقدیر پر برابر ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو زمین پر بٹھائے یا عرش پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے، یا کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا ہے، اور نبی ﷺ کو عرش پر بٹھانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عبدیت کی صفت سے نکل گئے، اور ربوبیت کی صفت میں داخل ہو گئے بلکہ اس میں نبی ﷺ کی تمام مخلوق پر شرف، عزت اور وجاہت کو ظاہر کرتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰، ص ۲۸۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

یہ صرف مجاہد کا قول ہے، اس سے متعلق کوئی صحیح، حسن یا ضعیف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے
تائید میں صحابہ اور تابعین سے کوئی اثر یا قول مروی ہے۔ امام ابن جریر اور علامہ قرطبی نے اس پر ...
کوئی حدیث یا صحابہ اور تابعین کا کوئی قول نہیں ہے اور نہ یہ محال ہے لیکن صرف اتنی سی بات ہے یہ قول ثابت نہیں ...
اس کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر نہ ہو۔ (تفسیر تبیان القرآن ...)

مقام محمود کے بارے میں چار مختلف قول ہیں

امام قرطبی لکھتے ہیں۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے۔۔۔ کہ یہ قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کا مقام ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ بن
یمان رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے ... کہ لوگ
قیامت کے دن گروہ گروہ ہو جائیں گے اور ہر امت اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرے گی اور کہے گی اے فلاں
شفاعت کر، یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر شفاعت انتہا کو پہنچ جائے گی، پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر
فائز فرمائے گا۔ اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضور نبی رحمت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: "جب قیامت کا دن ہوگا لوگ آپس میں بعض سے اضطراب کا اظہار کریں گے اور پھر وہ حضرت آدم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: اپنی اولاد کی شفاعت کیجئے، تو آپ فرمائیں گے اور پھر وہ حضرت نوح
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: اپنی اولاد کی شفاعت کیجئے، تو آپ فرمائیں گے: میں یہ نہیں کر سکتا
لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، پھر وہ حضرت ابراہیم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے تو آپ بھی فرمائیں گے: میں نہیں کر سکتا، البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ
کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں، چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور وہ بھی کہیں گے: میں شفاعت نہیں
کر سکتا، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے: میں اس کے لئے تیار نہیں البتہ تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ
چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: میں اس لئے تیار ہوں"۔ آگے حدیث ذکر کی۔ اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی
اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ: عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما
محمودا کے بارے فرمایا جب اس کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ (مقام) شفاعت ہے"۔ امام ترمذی نے کہا
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مقام محمود ہی اس شفاعت کا امر ہے جیسے انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کے ذمہ لگائیں گے، یہاں
تک کہ یہ امر ہمارے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک انتہا کو پہنچ جائے گا۔ پس آپ اہل موقف کی یہ شفاعت کریں گے کہ
ان کا حساب جلدی میں ہو جائے اور وہ اپنے موقف (ٹھہرنے کا محل، میدان حشر) کے ہول اور خوف سے راحت اور سکون پائیں۔
اور یہ شفاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں
"۔ نقاش نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین شفاعتیں ہیں: شفاعت عامہ، جنت کی طرف سبقت لے جانے کی شفاعت،

اور اہل کبائر کی شفاعت۔ ابن عطیہ نے کہا ہے: مشہور یہ ہے کہ یہ صرف دو شفاعتیں ہیں: شفاعت عامہ، جہنم سے گنہگاروں کو نکالنے کی شفاعت اور یہ دوسری شفاعت وہ ہے جسے انبیاء علیہم السلام دور نہیں ہٹائیں گے اور نہ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالیں گے بلکہ وہ شفاعت کریں گے اور علماء بھی شفاعت کریں گے۔ اور قاضی ابوالفضل عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے: قیامت کے دن ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتیں پانچ ہیں! شفاعت عامہ، دوسری بغیر حساب کے قوم کو جنت میں داخل کرنے کے بارے، تیسری آپ کی امت کے موحدین کی ایک جماعت جنہوں نے اپنے گناہوں کے سبب جہنم واجب کر لی ہوگی پس ان کے بارے میں ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے، اور اللہ تعالیٰ جس کے بارے چاہے گا کہ وہ شفاعت کریں اور وہ جنت داخل ہوجائیں گے۔ اور یہی وہ شفاعت ہے جس کا مبتدع خوارج اور معتزلہ نے انکار کیا ہے، اور انہوں نے اس کا انکار اپنے فاسد اصولوں کی بنا پر کیا، اور وہ استحقاق عقلی پر کسی کو تحسین اور قبیح قرار دینے کا دارومدار ہے اور چوتھی ان گنہگاروں کے بارے میں ہے جو جہنم میں داخل ہوں گے اور انہیں ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام، ملائکہ اور ان کے مومن بھائیوں کی شفاعت سے باہر نکالا جائے گا۔ اور پانچویں شفاعت جنت میں اہل جنت کے درجات میں زیادتی اور ان کی بلندی کے بارے ہوگی۔ اور یہ شفاعت ہے جس کا معتزلہ انکار نہیں کرتے اور نہ وہ حشر اول کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: سلف صالحین کا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی التجا کرنا اور ان کا اس میں رغبت رکھنا خبر مشہور اور مستفیض سے ثابت اور معلوم ہے، لہٰذا اس بنا پر اس کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جس نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے میرا یہ دعا کرنا مکروہ ہے کہ وہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرمائے، کیونکہ یہ تو فقط گنہگاروں کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ یہ حساب میں تخفیف اور درجات اور مراتب میں زیادتی اور بلندی کے لئے بھی ہوگی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ پھر ہر عقلمند کوتاہیوں کا اعتراف کرتا ہے اور وہ معافی کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ اپنے عمل کے سبب سرکش اور حدود سے تجاوز کرنے والا نہیں ہوتا اور وہ اس سے ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں وہ ہلاک ہونے والوں میں سے نہ ہوجائے، اور مذکورہ قول کرنے والے کے قول سے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ مغفرت اور رحمت کی دعا نہ مانگے کیونکہ یہ بھی گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔ اور یہ سب اس کے خلاف ہے جو کچھ سلف وخلف کی دعا سے معلوم ہوا ہے۔

امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کسی نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی: اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ آت محمدان۔۔۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔۔۔ الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودان الذی وعدتہ قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی"۔

دوسرا قول یہ ہے۔۔۔ کہ مقام محمود سے مراد اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لواء الحمد عطا کرنا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس قول اور پہلے قول کے درمیان کوئی منافرت نہیں ہے، کیونکہ لواء الحمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہوگا اور آپ شفاعت کریں گے۔ ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں قیامت کے دن اولاد کا سردار ہوں گا اور یہ میں فخر سے نہیں کہہ رہا اور

میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور اس پر مجھے فخر نہیں اور اس دن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے سوا کوئی نبی نہ ہوگا مگر وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا"۔ الحدیث۔

تیسرا قول یہ ہے۔۔۔ اسے علامہ طبری (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک جماعت سے بیان کیا ہے، اس میں سے حضرت مجاہد بھی ہیں، اس جماعت نے یہ کہا ہے کہ مقام محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھائے گا، اس بارے میں انہوں نے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ اور علامہ طبری نے اس کے جواز کو ایک قول کی زیادتی سے تقویت دی ہے۔ اور وہ نہیں نکل سکتا مگر معنی میں حیلہ اور انتہائی نرمی برتنے کے ساتھ، اور اس میں حقیقت سے بہت بعد اور دوری ہے۔ لیکن اس کے باوجود روایت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اور اس کے معنی میں تاویل ہوگی۔ اور نقاش نے ابوداؤد سجستانی سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جس نے اس حدیث کا انکار کیا تو وہ ہمارے نزدیک متہم ہوگا۔

اہل علم اس کے بارے مسلسل بیان کرتے رہے ہیں، جس نے اس کی تاویل کی بنا کی بنا پر اس کے جواز کا انکار کیا ہے۔ ابو عمر نے کہا ہے: حضرت مجاہد اگرچہ ائمہ میں سے ایک ہیں آپ قرآن کریم کی تاویل کرتے ہیں کیونکہ آپ کے دو قول ہیں جو اہل علم کے نزدیک چھوڑ دیئے گئے ہیں: ان میں سے ایک یہی ہے۔ اور دوسرا اس قول باری تعالیٰ کی تاویل میں ہے: وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ (القیامۃ) فرمایا: وہ ثواب کا انتظار کرے گا، یہ نظر (یعنی رب کریم کو دیکھنے) سے نہیں ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: ابن شہاب نے حدیث التنزیل کے باب میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور حضرت مجاہد سے بھی اس آیت میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر بٹھائے گا۔ اور یہ تاویل محال نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام اشیاء اور عرش کو پیدا کرنے سے پہلے اپنی ذات کے ساتھ قائم اور موجود تھا، پھر اس نے بغیر حاجت اشیاء کو تخلیق فرمایا مگر اسے ان کی حاجت اور ضرورت نہ تھی، بلکہ صرف اپنی قدرت اور حکمت کے اظہار کے لئے ایسا کیا، اور اس لئے تاکہ اس کا وجود، اس کی توحید، کمال قدرت اور تمام افعال محکمہ کے بارے اس کا علم معلوم ہو جائے، اور اس نے اپنے لئے عرش تخلیق فرمایا اور اپنی قدرت اور مشیت کے مطابق اس پر قرار پذیر ہوا بغیر اس کے کہ اللہ کریم نے اس کو مس کیا ہو، یا عرش اس کے مکان بنا ہو، کہا گیا ہے: وہ اب بھی اسی صفت پر ہے جس پر وہ زمان و مکان کو پیدا کرنے سے پہلے تھا، پس اس بناء پر جواز میں یہ قول کرنا برابر ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو عرش یا زمین پر بیٹھایا گیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر قرار پذیر ہونا انتقال، زوال، احوال کا تبدیل ہونا مثلاً اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ اور وہ حالت جو عرش کو مشغول کر دے، کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے عرش پر بلا کیف متمکن ہوا جیسا کہ اس نے اپنے بارے میں خبر دی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا حضرت محمد ﷺ کو عرش پر بٹھانا نہ تو آپ کے لئے صفت ربوبیت کو ثابت کرتا ہے اور نہ آپ کو صفت عبودیت سے نکالنے کا سبب ہے، بلکہ یہ تو آپ کے مقام و محل کو بلند کرتا اور آپ کو اپنی مخلوق پر شرف و عزت عطا کرتا ہے۔ اور رہا اخبار میں آپ کا قول معہ تو یہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی طرح ہے: ان الذین عند ربک (الاعراف:126) (بے شک جو مقرب ہیں تیرے رب کے) اور رب ابن عندک بیتا فی الجنۃ (التحریم:11) (اے میرے رب! بنادے میرے لئے ایک گھر جنت میں۔) اور وان اللہ لمع المحسنین (العنکبوت:69) (اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ہر وقت) محسنین کے ساتھ ہے) اور اسی طرح کے دیگر ارشادات۔ یہ تمام بلند رتبہ، اور درجہ کی طرف عائد ہیں نہ کہ مکان کی طرف۔

چوتھا قول یہ ہے کہ آپ کا اپنی شفاعت کے ساتھ تمام لوگوں سے اعلیٰ [illegible] نے کہا ہے۔ اسے مسلم نے ذکر کیا ہے۔ ہم نے اسے کتاب [illegible] میں بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

رات کے قیام کے مقام محمود کا سبب ہونے کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے۔۔۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے [illegible] میں وجہ حکمت کی پہچان نہ کرائے، یا وجہ حکمت کی معرفت عطا کرے۔

دوسرا قول یہ ہے۔۔۔ کہ رات کے وقت قیام کرنے میں لوگوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت [illegible] مناجات کرتا ہے، پس اس نے رات کے قیام میں اپنے ساتھ خلوت کی اور اپنی مناجات عطا فرمائی [illegible] مقام محمود [illegible] اس میں مخلوق اپنے درجات کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فضیلت پاتی ہے اور مخلوق میں درجے کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ حضور نبی رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے، کیونکہ آپ کو وہ کچھ عطا کیا جاتا ہے جو کسی کو عطا نہیں [illegible] آپ اس وقت شفاعت کریں گے جب کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔

اور عسیٰ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو یہ واجب اور ثابت کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور مقاماً محموداً [illegible] منصوب ہے [illegible] بمعنی فی مقام او الی مقام۔ اور طبری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے [illegible] "مقام محمود وہی مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ یہی مقام وہ جگہ ہے جس میں انسان [illegible] دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ وہ مقامات جو بادشاہوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ ([illegible])

آپ ﷺ کی شفاعت سے گناہگاروں کی بخشش کا بیان

پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ھو المقام الذی اشفع فیہ لامتی یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ امام مسلم نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز [illegible] ﷺ نے حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کو پڑھا: رب انھم اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی و من عصانی فانک غفور رحیم (اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جنہوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے۔ اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو تو غفور رحیم ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس جملہ کو دہرایا ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم۔ (اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو ہی عزیز و حکیم ہے)

پھر حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی امتی امتی ثم بکی اے میرے رب میری امت کو بخش دے۔ میری امت کو بخش دے۔ پھر حضور ﷺ زار و قطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا جبرئیل اذھب الی محمد فقل انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک۔ اے جبرئیل میرے محبوب کے پاس جاؤ اور جا کر یہ پیغام دو۔ اے حبیب ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے۔ اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔

روز محشر جب ہر دل پر خوف و ہراس طاری ہوگا جلال خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ بڑے بڑے شجاع اور زور آور اور سرکش مارے خوف کے پانی پانی ہو رہے ہونگے۔ ساری مخلوق خدا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت کلیم تک کا دروازہ کھٹکھٹائے گی لیکن کہیں شنوائی نہ ہوگی۔ آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے گی اور ان سے شفاعت کی ملتجی ہوگی۔ آپ جواب دینگے کہ میں خود تو آج لب کشائی کی جسارت نہیں کرسکتا۔ ہاں تمہیں ایک کریم کا آستاں بتاتا ہوں جس پر حاضر ہونے والا کبھی نامراد واپس نہیں لوٹا۔ جاؤ! اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد مصطفی ﷺ کے پاس اور وہاں جا کر عرض حال کرو۔ چنانچہ سب بارگاہ محبوب کبریا ﷺ میں حاضر ہونگے اور اپنی داستان غم پیش کرینگے۔ حضور سن کر فرمائیں گے انا لہا۔ انا لہا۔ ہاں میں تمہاری دستگیری کے لیے تیار ہوں۔ حضور ﷺ عرش عظیم کے قریب پہنچ کر سجدہ میں گر جائیں گے۔ اپنی پاک اور مطہر زبان نور سے سبوح وقدوس رب کی حمد وثناء کرینگے۔ ادھر سے آواز آئے گی یا محمد ارفع رأسک قل تسمع تعط اشفع تشفع اے سراپا خوبی وزیبائی! اپنے سر مبارک کو اٹھاؤ۔ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرماتے جائینگے۔ اس طرح شفاعت حبیب سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا دروازہ کھلے گا۔

علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ پرنور سرور عالمیاں پانچ شفاعتیں فرمائینگے۔ ۱۔ شفاعت عامہ جس سے مومن اور کافر، اپنے بیگانے سب مستفیض ہوں گے۔

۲۔ بعض خوش نصیبوں کے لیے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔

۳۔ وہ موحد جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب دوزخ کے مستحق قرار پا جائیں گے۔ حضور کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے۔

۴۔ وہ گنہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا حضور شفاعت فرما کر ان کو وہاں سے نکالیں گے۔

۵۔ اہل جنت کے مدارج میں ترقی کے لیے سفارش فرمائیں گے۔

خود سوچئے جس کا دامن کرم سب کو ڈھانپے ہوگا۔ جس کی محبوبیت کا ڈنکہ ہر جگہ بج رہا ہوگا۔ جس کی جلالت شان اپنے بھی دیکھیں گے اور بیگانے بھی۔ ایسے میں کون سا دل ہوگا جو اس محبوب کی عظمت کا اعتراف نہ کرے گا اور کون سی زبان ہوگی جو اس کی تعریف وتوصیف میں زمزمہ سنج نہ ہوگی۔

یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اے مکہ کے باشندو! تم جس کی راہ میں کانٹے بچھانا اپنا مقدس فرض سمجھتے ہو۔ جسے طرح طرح سے اذیت دے کر اپنی تفریح کا سامان کرتے ہو۔ طرح طرح کے شکوک وشبہات میں گرفتار ہو کر میرے برگزیدہ بندے کی جلالت شان کا انکار کرتے ہو۔ اس کی حقیقت سے پردہ تب اٹھے گا جب داور محشر عزت وجلال کے عرش پر متمکن ہو کر ہر چیز کو اپنے دربار میں جوابدہی کے لیے طلب فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا: انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم ومن سواہ الا تحت لوائی۔ (ترمذی شریف)

یعنی قیامت کے دن ساری اولاد آدم کا سردار میں ہونگا۔ حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا۔ سارے نبی میرے پرچم کے نیچے

جمع ہو گئے۔ یہ ساری باتیں اظہار حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔ فخر ومباہات مقصود نہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے ستائیس صحابہ سے حدیث شفاعت مروی ہونے کی تصدیق کی ہے۔ لیکن ان صریح احادیث صحیحہ کے باوجود معتزلہ اور خوارج نے شفاعت کا انکار کیا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث متواتر ہے۔ پس بڑا بد بخت ہے وہ آدمی جو شفاعت کا منکر ہے۔ قال السيوطی هذا حديث متواتر فتعس من انكر الشفاعة۔ امام بخاری اور مسلم نے حضرت فاروق اعظم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا: انه سيكون فی هذه الامة قوم يكذبون بعذاب القبر ويكذبون بالشفاعة آج سے پہلے بھی اس کا انکار معتزلہ اور خارجیوں نے کیا اور آج بھی ایک طبقہ بڑی شد ومد سے اس کا منکر ہے اور جب دلائل صحیحہ کے باعث انکار نہیں کر سکتے تو شفاعت کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں جس میں شان مصطفی کا انکار پایا جاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ جسارت کرتے ہوئے اس بات کا خیال کرنا چاہیے کہ جو آج شفاعت کا انکار کرے گا وہ کل اس سے محروم کر دیا جائے گا۔ (تفسیر ضیاء القرآن، اسراء، لاہور)

اذان کا جواب دینے کا بیان

524 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حُيَيٍّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي الْحُبُلِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْمُؤَذِّنِينَ يَفْضُلُونَنَا، فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْ كَمَا يَقُولُونَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَهْ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! اذان دینے والے لوگ ہم سے فضیلت لے جائیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بھی وہی کہو جو وہ کہتے ہیں: اور جب تم اس سے فارغ ہو جاؤ تو تم دعا مانگو تو تم کو دیا جائے گا۔

شرح

اس میں اختیار ہے کہ ان کلمات کو یا تو اس وقت پڑھا جائے جب مؤذن اشهد ان لا اله الا الله کہے یا اذان ختم ہو جانے کے بعد پڑھے۔ مناسب تو یہی ہے کہ اذان ختم ہونے کے بعد یہ کلمات پڑھے جائیں تاکہ اذان کے دوسرے کلمات کے جواب ترک نہ ہوں۔ اور ظاہر تو یہ ہے کہ مذکورہ ثواب اسی وقت ملے گا جبکہ اذان کے کلمات کا جواب دے کر بعد میں ان کلمات کو پڑھا گا۔

525 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا غُفِرَ لَهُ

⊛⊛ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

525- اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد. واخرجه مسلم (386)، والترمذی (208)، والنسائی فی "الكبری" (1655)، وابن ماجه (721) من طريق الليث بن سعد بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (1565)، و"صحيح ابن حبان" (1693)

''جو شخص موذن کی (اذان) سننے کے وقت یہ کہے۔
''میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہ وہی ایک معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے سے حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے سے اور اسلام کے دین ہونے سے راضی ہوں۔ (یعنی ان پر ایمان رکھتا ہوں)''
(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔

526 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَتَشَهَّدُ، قَالَ: وَأَنَا، وَأَنَا

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب موذن (کی اذان) سنتے تھے تو کلمہ شہادت پڑھتے تھے اور یہ کہتے تھے: میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔

اذان پڑھنے والے کے لیے جنت کی بشارت کا بیان

527 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسَافٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ: أَحَدُكُمْ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، فَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب موذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے اور آدمی اللہ اکبر اللہ اکبر کہے جب موذن اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے تو آدمی اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے۔ جب وہ اشہد ان محمدا رسول اللہ کہے تو آدمی اشہد ان محمدا رسول اللہ کہے۔ پھر جب وہ حی علی الفلاح کہے تو آدمی لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے پھر جب وہ حی علی الفلاح کہے تو آدمی لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے پھر جب وہ اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھے تو آدمی اللہ اکبر اللہ اکبر کہے جب وہ لا الہ الا اللہ کہے تو آدمی لا الہ الا اللہ صدق دل سے کہے تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا۔

شرح

اس مقام پر اللہ اکبر اختصار کی وجہ سے دو مرتبہ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ سمجھانے کے لئے دو ہی مرتبہ کہنا کافی تھا اس لئے شارحین

یعنی اشھدان لا الہ الا اللہ اور اشھدان محمد الرسول اللہ کو بھی صرف ایک ایک مرتبہ ہی ذکر کیا گیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے معنی یہ ہیں، برائی سے بچنے اور نیک کام کرنے کی قوت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، جب مؤذن حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح کہتا ہے تو وہ لوگوں کو نماز کے لئے بلاتا ہے۔ لہٰذا اس کے جواب میں یہ کلمہ کہنے والا گویا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک امر عظیم اور زبردست فرض کی ادائیگی کا معاملہ ہے میں ایک عاجز و کمزور بندہ ہوں۔ میری قوت و طاقت کی کیا مجال کہ اس ذمہ داری کی ادائیگی کی متحمل ہوسکوں۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہی ہوتی ہے جو ہم اس امر عظیم کو پورا کرتے ہیں اور چونکہ نماز کے لئے آنے کی طاقت اور قوت اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہوتی لہٰذا اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرماتا ہے تو ہم نماز کے لئے آتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مؤذن جب اذان کہتا ہے تو اس کے کہے ہوئے کلمات کو اسی طرح دہرانا یعنی اس کا جواب دینا مستحب ہے ایتہ حیعلتین یعنی حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا چاہئے۔ بعض مقامات پر کچھ حضرات حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں ماشاء اللہ کان ولم یشاء لم یکن فرماتے ہیں یہ غلط اور مسنون طریقے کے خلاف ہے۔ اذان کا جواب ہر سننے والے کو دینا چاہئے خواہ وہ وضو ہو یا بے وضو اور خواہ جنبی ہو یا حائض، بشرطیکہ جواب دینے میں کوئی چیز مانع نہ ہو مثلاً کوئی بیت الخلاء میں ہو یا جماع کرتا ہو، یا نماز پڑھ رہا ہو یا ایسے ہی کوئی دوسرا مانع ہو تو وہ اس وقت جواب نہ دے لیکن اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ان امور سے فراغت کے بعد اذان کے کلمات جواب میں کہے۔" صدق دل سے کہے" کا تعلق یا تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ سے ہے کہ یہ کلمہ صدق دل سے کہا جائے یا پھر اس کا تعلق پوری اذان کے کلمات سے ہے کہ جواب میں تمام کلمات پورے خلوص اور صدق دل کے ساتھ کہے جائیں اور ظاہری طور پر بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق پوری اذان سے ہے۔ جنت میں تو تمام مسلمان ہی داخل ہوں گے چاہے وہ کسی عذاب کے بغیر داخل ہوں یا عذاب کے بعد داخل ہوں۔ لہٰذا یہاں جنت میں داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ ایسا آدمی جو اذان کا جواب صدق دل سے دیتا ہے یعنی زبان سے تو ان کلمات کو ادا کرتا ہے اور دل میں ان کلمات کی صداقت کا پورا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ نجات پائے ہوئے لوگوں کے ہمراہ جنت میں داخل ہوگا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا سَمِعَ الْإِقَامَةَ

باب: اقامت سن کر کیا کہا جائے؟

528 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ. حَدَّثَنِي رَجُلٌ. مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ. عَنْ أَبِي أُمَامَةَ. أَوْ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَنَّ بِلَالًا أَخَذَ فِي الْإِقَامَةِ. فَلَمَّا أَنْ قَالَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا وَقَالَ: فِي سَائِرِ الْإِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي الْأَذَانِ

⊛⊛ شہر بن حوشب حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یا ایک اور صحابی کے حوالے سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا شروع کی جب انہوں نے قد قامت الصلاۃ کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اقامها الله

وَ أَدَامَهَا (اللہ تعالیٰ اسے قائم ودائم رکھے)

باقی اقامت میں اسی کی مانند الفاظ ہیں جو اذان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت میں ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْأَذَانِ

باب: اذان کے وقت دعا کے بارے میں روایات

529: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ. آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ. إِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

⊙⊙ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اذان سننے کے بعد یہ پڑھتا ہے:

اے اللہ! اے اس مکمل دعوت اور اس کے نتیجے میں کھڑی ہونے والی نماز کے پروردگار! تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا کر اور ان کو اس مقام محمود پر فائز کردے جس کا تو نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' تو ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرو۔ (المائدہ: ۳۵)

آیات سابقہ سے مناسبت:

اس سے پہلے متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سرکشی اور عناد اور اللہ کی نافرمانی کرنے پر ان کی جسارت اور دیدہ دلیری کو بیان فرمایا تھا' اور اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنے سے ان کے بعد اور دوری کا ذکر فرمایا تھا۔ اللہ کے قرب کا وسیلہ اور ذریعہ اس کے خوف سے گناہوں کا ترک کرنا اور عبادات کا بجالانا ہے' یہود نے اس وسیلہ کو حاصل نہیں کیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تمہارا طریقہ یہود کے برعکس ہونا چاہیے' تم اللہ کے خوف سے گناہوں کو ترک کر کے اور اس کی اطاعت اور عبادات کر کے اس کے قرب کا وسیلہ تلاش کرو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ذکر فرمایا تھا کہ یہود کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور اپنے باپ دادا کے اعمال پر فخر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا کہ تمہیں اپنے اکابر اور اسلاف پر فخر کرنے کے بجائے نیک اعمال میں کوشش کرنی چاہیے' اور عبادات کے ذریعہ اس کے قرب اور نجات کے وسیلہ کو تلاش کرنا چاہیے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے متصل آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کا ذکر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ قبولیت توبہ کے لیے اس کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو۔

وسیلہ بہ معنی ذریعہ تقرب

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: کسی چیز کی طرف رغبت سے پہنچنا وسیلہ ہے اور اللہ کی طرف وسیلہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم اور عبادت کے ساتھ اسکے راستہ کی رعایت کرنا اور شریعت پر عمل کرنا اور اللہ کا وسیلہ اللہ کا قرب ہے۔
(المفردات ص ۵۲۰۔ ۵۲۳ مطبوعہ ایران ۱۳۴۲ھ)

علامہ ابن محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (صحاح جوہری ج ۵ ص ۱۸۴۱ لسان العرب ج ۱۱ ص ۷۲۵۔۷۲۴ مطبوعہ ایران ۱۴۰۵ھ)

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کا جواز

امام محمد بن جزری متوفی ۸۳۳ھ آداب دعا میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی بارے میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔ (حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۳۴ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی اولاد ہ مصر ۱۳۵۰ھ)

شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں: ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیرہم کے حق میں سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو اور یہ دعا صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی اس سے شفاعت کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں: یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سائلین کے حق سے مراد یہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۶۵ مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ھ)

امام ابو حاتم محمد بن حبان متوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ (قسم کے) آدمیوں پر میں نے لعنت کی ہے اور ان پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول کی جائے گی۔ (الحدیث) (صحیح ابن حبان ج ۳ رقم الحدیث: ۵۷۴۹، حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے اور میرے علم میں اس کی کوئی علت نہیں ہے اور ذہبی نے اس کو برقرار رکھا۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۶، ج ۲ ص ۵۲۵، ج ۴ ص ۹۰، الجامع الکبیر ج ۴ رقم الحدیث: ۱۲۸۸۶، ۱۲۹۲۱، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۲ رقم الحدیث: ۱۶۸۸، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۰۵، المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۴۳، موارد الظمآن رقم الحدیث: ۵۲)

اس صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہے: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام کی وجاہت، ان کی حرمت اور اس کے حق سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی بارگاہ میں یہ عزت عطا فرمائی ہے کہ وہ ان کے سوال اور ان کی دعا کو مسترد نہیں فرماتا، ہر چند کہ وہ اس پر قادر ہے کہ وہ ان کی دعا کو مسترد فرما دے، لیکن ایسا کرنا ان کی دی ہوئی عزت اور وجاہت کے خلاف ہے۔ ان کا اللہ پر حق ہے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جیسے اجیر کا آجر پر حق ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے

ان کی دعا کو قبول کرنے کا جو وعدہ فرمالیا ہے اس وعدہ کی جہت سے ان کا حق ہے فی ذاتہٖ کوئی استحقاق نہیں ہے یا حق بمعنی وجاہت اور حرمت ہے استحقاق کے معنی میں ہے۔

اس پر ایک دلیل مذکور الصدر حدیث ہے اور دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب بندہ فرائض ادا کر کے نوافل کو ہمیشہ پڑھتا ہے تو اللہ اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے اور جب وہ اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو اللہ اس کے کان ہوجاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں ہوجاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہوجاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور فرماتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور اس کو اپنی پناہ میں لوں گا۔ (الحدیث) (صحیح البخاری ج ۸ رقم الحدیث: ۶۵۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۱۰۴ مسند احمد بتحقیق احمد شاکر رقم الحدیث: ۲۶۰۲۱ مسند ابو یعلیٰ ۷۰۸۷ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: رقم الحدیث: ۳۴۷ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۹ المطالب العالیہ ج ۱ ص ۱۳۹) اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر ولی اور نبی سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی دعا ضرور قبول فرمائے گا اور ان کی دعا رد نہیں فرمائے گا اور ان کا اللہ پر یہی حق ہے اور یہی ان کی اللہ کی بارگاہ میں وجاہت اور حرمت ہے۔ اس لیے انبیاء اور اولیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے دعا کرنے کی درخواست کرنا صحیح ہے اور اب ہم اس سلسلہ میں احادیث پیش کریں گے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور یہ عرض کرتے اے اللہ ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برساتا تھا (اب) ہم اپنے نبی کے عم (محترم) کو تیری طرف وسیلہ پیش کرتے ہیں تو تو ہم پر بارش نازل فرما۔ حضرت انس نے کہا پھر لوگوں پر بارش ہوتی۔ (صحیح البخاری ج ۱ رقم الحدیث: ۱۰۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ معجم الکبیر ج ۱ رقم الحدیث: ۸۴ کتاب الدعاء للطبرانی رقم الحدیث: ۹۶۵ شرح السنۃ للبغوی ج ۲ رقم الحدیث: ۱۱۶۰)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اس نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا آپ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ٹھیک کردے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں اور اگر تم چاہو تو میں اس کو مؤخر کردوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اس نے کہا آپ دعا کردیجئے آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح سے وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے "اے اللہ! میں تیرے نبی (سیدنا) محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو اے اللہ میرے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرما۔ (امام ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ ابو اسحاق نے کہا یہ حدیث صحیح ہے)

علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد بتحقیق احمد شاکر ج ۱۲ رقم الحدیث: ۱۲۷۰۵، ۱۱۱۱
طبع قاہرہ، سنن ترمذی ج ۵ رقم الحدیث: ۳۵۸۹، سنن ابن ماجہ ج ۱ رقم الحدیث: ۱۳۸۵، سنن کبریٰ للنسائی ج ۶ رقم الحدیث: ۱۰۴۹۶، عمل الیوم واللیلہ
للنسائی رقم الحدیث: ۶۶۴، عمل الیوم واللیلہ لابن السنی رقم الحدیث: ۶۲۲، المستدرک ج ۱ ص ۵۱۹، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۶، امام طبرانی نے اس حدیث کو
روایت کر کے لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ المعجم الصغیر ج ۱ رقم الحدیث: ۵۰۸، المعجم الکبیر ج ۹ رقم الحدیث: ۸۳۱۱، حافظ منذری نے لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔
الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۷۶-۴۷۴، حافظ الہیثمی نے بھی لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۹، مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۴۰۳)

شیخ ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، علامہ نووی اور امام محمد جزری وغیرھم نے امام ترمذی کے حوالے سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں، لیکن ہمیں جو ترمذی کے پاکستانی اور بیروت کے نسخے دستیاب ہیں ان میں یا محمد کے الفاظ نہیں ہیں۔ سنن ترمذی کے علاوہ ہم نے باقی جن کتب حدیث کے حوالے دیئے ہیں ان سب میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور اس نے یہ دعا کی اے اللہ! تجھ پر سائلین کا جو حق ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میرے اس (نماز کے لیے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں بغیر اکڑنے اور اترانے اور بغیر دکھانے اور سنانے کے (نکلا) تیری ناراضگی کے ڈر اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں سو میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم میں سے مجھے اپنی پناہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دینا اور بلاشبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔ (سو جو شخص یہ دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوگا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ رقم الحدیث: ۷۷۸، عمل الیوم واللیلہ لابن السنی رقم الحدیث: ۸۵، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۵۶، صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۴۵۸، علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مسند احمد ج ۱۰ رقم الحدیث: ۱۱۰۹۹)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو خوب علم تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان میں سب سے زیادہ قریب اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ تھے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۵ دارالفکر بیروت طبع قدیم، علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد ج ۱۶ رقم الحدیث: ۲۳۲۰۱، طبع قاہرہ)

وسیلہ بہ معنی درجہ جنت

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: وسیلہ کا ایک معنی جنت کے درجات میں سے ایک (مخصوص) درجہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (نہایہ ج ۵ ص ۱۸۵)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم موذن (کی اذان) کو سنو تو اس کے کلمات کی مثل کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس شخص نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا اللہ

اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ سو جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے حق میں شفاعت جائز ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: (۳۸۴) ۸۲۶ سنن ابوداؤد ج۱ رقم الحدیث: ۵۲۳ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۱۴ مجمع بحری ج۱ رقم الحدیث: ۶۱۴ سنن نسائی رقم الحدیث: ۶۷۷ عمل الیوم واللیلہ للنسائی رقم الحدیث: ۴۵ عمل الیوم واللیلہ لابن السنی رقم الحدیث: ۹۴ مسند احمد تحقیق احمد شاکر ج۶ رقم الحدیث: ۶۵۶۸ ج۱۰ رقم الحدیث: ۱۰۹۶۲ ج۱۰ رقم الحدیث: ۱۱۴۴۲ ۱۱۶۸۱ ۱۱۷۹۹ سنن کبریٰ للبیہقی ج۱ ص ۴۰۹-۴۱۰ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۶۸۸ مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد)

دعاء اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق کا بیان

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اذان سنتے تو دعا کرتے ''اے اللہ اس دعوت کاملہ اور (اس کے نتیجہ میں) کھڑی ہونے والی نماز کے رب اپنے بندے اور اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں (داخل) کر دے''۔ (المعجم الاوسط ج۴ رقم الحدیث: ۳۶۷۵ مکتبہ المعارف الریاض ۱۴۰۵ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں صدقہ بن عبداللہ السمین ہے۔ امام احمد امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور دحیم اور ابوحاتم اور احمد بن صالح مصری نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ جمال الدین یوسف مزی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: صدقہ میں عبداللہ السمین کی روایات سے امام ترمذی امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے استدلال کیا ہے۔ ہر چند کہ امام احمد اور شیخین نے اس کو ضعیف کہا ہے لیکن سعید بن عبدالعزیز اور امام اوزاعی نے اس کو ثقہ کہا۔ عبدالرحمن بن ابراہیم نے کہا: صدقہ ہمارے شیوخ میں سے ہیں اور ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احمد بن صالح مصری نے کہا اس کی روایت صحیح اور مقبول ہے۔ دحیم نے کہا اگرچہ یہ قدریہ کی طرف مائل تھا لیکن روایت میں صادق تھا۔ ولید بن مسلم نے کہا یہ ۱۶۶ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ تہذیب

الکمال ج۹ ص ۸۱-۷۸ ملخصاً میزان الاعتدال ج ص ۴۲۶-۴۲۵ تہذیب التہذیب ج۴ ص ۳۸۱)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی ''اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' اے اللہ! آپ پر صلوٰۃ نازل فرما اور آپ کو اس مقام پر پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں داخل کر دے' سو جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المعجم الکبیر ج۱۲ رقم الحدیث: ۱۲۵۵۴ الجامع الکبیر ج۷ رقم الحدیث: ۲۲۱۱۸ عمدۃ القاری ج۵ ص ۱۲۴)

حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں اسحٰق بن عبداللہ بن کیسان ہے۔ حاکم اور ابن حبان نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ نے متعدد ائمہ حدیث کے حوالوں سے اسحق بن عبداللہ کا ضعف نقل کیا ہے۔امام ابوداؤد نے اسحاق بن عبداللہ کی صرف ایک حدیث متابعۃ درج کی ہے اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس کی روایات کو درج کیا ہے۔اسحق بن عبداللہ بن کیسان ۱۴۴ھ میں فوت ہوا تھا۔

(تہذیب الکمال ج۱ص۶۲۔۵۷ میزان الاعتدال ج۱ص۶۴۲ کتاب الجرح والتعدیل ج۲ص۲۲۸)

ہر چند کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

دعائے اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق

اس بحث کے اخیر میں ہم ایک اور حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں ''انک لاتخلف المیعاد'' کا ذکر ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی ''اے اللہ! میں تجھ سے اس دعوت کاملہ اور اس کے نتیجہ میں کھڑی ہونے والی نماز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے لیے مخصوص ہے اور آپ کو فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے بے شک تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا' اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں علی بن عیاش سے روایت کیا ہے۔

(سنن کبریٰ ج۱ص۴۱۰ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

اس دعا میں الوسیلۃ اور الفضیلۃ کے بعد والدرجۃ الرفیعۃ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ روایت کرتے ہیں: ایوب اور جابر جعفی بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اقامت کے وقت کہا: ''اے اللہ! اس دعوت تامہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب سیدنا محمد ﷺ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما' جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے درجات بلند فرما'' تو اس کے حق میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المصنف ج۱ص۴۹۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

وسیلہ بمعنی مرشد کامل

ایمان' اعمال صالحہ' فرائض کی ادائیگی' اتباع سنت' اور محرمات اور مکروہات سے بچنا' یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنا کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور جس مرد صالح اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا عہد کرتا ہے' جو اس کی مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے' اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے' اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الٰہی کے ذریعہ میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔شاہ ولی اللہ دہلوی قول جمیل میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔

اور اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں: اہل سلوک اس آیت کو راہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں۔اس بناء پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے' اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔

(صراط مستقیم (فارسی) ص۵۰ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

تمام انبیاء و رسل میں سے فقط حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے مقام پر فائز ہونے کا بیان

1: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التيمم، باب قول الله: فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا، 1 / 128، الرقم: 328، وأيضا في كتاب: الصلاة، باب قول النبي صلى الله عليه وآله وسلم: جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا، 1 / 168، الرقم: 427، ومسلم في الصحيح، كتاب: المساجد ومواضع الصلوة، 1 / 370، الرقم: 521، والنسائي في السنن، كتاب: الغسل والتيمم، باب: التيمم بالصعيد، 1 / 210 - 211، الرقم: 432، وابن حبان في الصحيح، 14 / 308، الرقم: 6398، والدارمي في السنن، 1 / 374، الرقم: 1389، وابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 303، الرقم: 31642، وأبو عوانة في المسند، 1 / 330، الرقم: 1173، وعبد بن حميد في المسند، 1 / 349، الرقم: 1154، والبيهقي في السنن الكبرى، 2 / 329، 6 / 291، وأيضا في شعب الإيمان، 2 / 177، الرقم: 1479.

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی لہٰذا میری امت میں سے جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں پڑھ لے، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، مجھے شفاعت عطا کی گئی، پہلے ہر نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ مجھے تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا۔''

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن حبان، دارمی، ابن ابی شیبہ اور دیگر بہت سے ائمہ نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التوحيد، باب: كلام الرب عز وجل يوم القيامة مع الأنبياء وغيرهم، 6 / 2727، الرقم: 7072، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1 / 182 - 184، الرقم: 193، والنسائي في السنن الكبرى، 6 / 330، الرقم: 11131، وأبو يعلى في المسند، 7 / 311، الرقم: 4350، وابن منده في الإيمان، 2 / 841، الرقم: 873.

''معبد بن ہلال عنزی سے روایت ہے کہ ہم اہلِ بصرہ اکٹھے ہو کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے اور ہم ان کے پاس اپنے ساتھ ثابت بُنانی کو لے گئے تاکہ وہ ان سے ہمارے لیے حدیثِ شفاعت کا سوال کریں؟ وہ اپنے گھر میں تھے۔ ہم نے انہیں نماز چاشت پڑھتے ہوئے پایا اور داخل ہونے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی آپ اپنے بچھونے پر بیٹھے تھے۔ ہم نے ثابت سے کہا: حدیث شفاعت سے قبل آپ ان سے کوئی اور سوال نہ کریں تو انہوں نے عرض کیا: ابوحمزہ! یہ آپ کے بھائی بصرہ سے آئے ہیں اور آپ سے حدیثِ شفاعت کے بارے پوچھنا چاہتے ہیں؟

''انہوں نے کہا: ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی مانند بے قرار ہوں گے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے جس پر وہ فرمائیں گے: یہ میرا منصب نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس شفاعت کے قابل نہیں تم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔

''پس لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: ہاں! اس شفاعت کے لیے تو میں ہی مخصوص ہوں۔ پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور مجھے ایسے حمدیہ کلمات الہام کئے جائیں گے جن کے ساتھ میں اللہ کی حمد وثنا کروں گا وہ اب مجھے مستحضر نہیں ہیں۔ پس میں ان محامد سے اللہ کی تعریف وتوصیف کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ سو مجھے کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھائیں، اپنی بات کہیں، آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت، پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے ہر ایسے امتی کو نکال لو جس کے دل میں جو کے برابر بھی ایمان ہو پس میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر ان محامد کے ساتھ اس کی حمد وثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے! آپ کو سنا جائے گا، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے اسے بھی نکال لو جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس میں جا کر ایسے ہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اس کی حمد وثناء بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! میری امت، میری امت، پس وہ فرمائے گا: جاؤ اور اسے بھی جہنم سے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم بہت ہی کم بہت ہی کم ایمان ہو۔ پس میں خود جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔

''جب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو میں نے اپنے بعض ساتھیوں سے کہا: ہمیں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلنا چاہیے جو کہ ابو خلیفہ کے مکان میں روپوش ہیں اور انہیں وہ حدیث بیان کرنی چاہیے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کی ہے۔ چنانچہ ہم ان کے پاس آئے اور انہیں سلام کیا پھر انہوں نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے ان سے کہا: ابو سعید! ہم آپ کے پاس آپ کے بھائی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں سے ہو کر آئے ہیں اور انہوں نے ہم سے جو شفاعت کے متعلق حدیث بیان کی ہے اس جیسی حدیث ہم نے نہیں سنی۔ انہوں نے کہا: بیان کرو، ہم نے ان سے حدیث بیان کی جب اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے کہا: (مزید) بیان کرو، ہم نے ان سے کہا: اس سے زیادہ انہوں نے بیان نہیں کی۔ انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ آج سے بیس سال قبل جب صحت مند تھے تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی، مجھے معلوم نہیں کہ وہ باقی بھول گئے ہیں یا اس لئے بیان کرنا ناپسند کیا ہے کہ کہیں لوگ بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ ہم نے کہا: ابو سعید! پھر آپ ہم سے وہ حدیث بیان کیجیے اس پر آپ ہنسے اور فرمایا: انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ میں نے اس کا ذکر ہی اس لئے کیا ہے کہ تم سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح تم سے بیان کی۔

''(مگر اس میں اتنا اضافہ کیا کہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں چوتھی دفعہ واپس لوٹوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا:

اے میرے پیارے رب! مجھے اُن کی (شفاعت کرنے کی) اجازت بھی دیجئے جنہوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا ہے، پس وہ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت وجلال اور عظمت وکبریائی کی قسم! میں انہیں ضرور جہنم سے نکالوں گا جنہوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا ہے۔''

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

3: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التوحيد، باب قول الله: لما خلقت بيدي، 6/2695.2696، الرقم: 6975. وأيضا في كتاب: التفسير، باب قول الله: وعلم آدم الأسماء كلها، 4/1624، الرقم: 4206، وأيضا في كتاب: الرقاق، باب: صفة الجنة والنار، 5/2401، الرقم: 6197، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/180، الرقم: 193، وابن ماجه في السنن، كتاب: الزهد، باب: ذكر الشفاعة، 2/1442، الرقم: 4312، وأحمد بن حنبل في المسند، 3/116، الرقم: 12174، إسناده صحيح على شرط الشيخين.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسی طرح قیامت کے دن مومنوں کو جمع فرمائے گا۔ وہ کہیں گے: کاش ہم اپنے رب کے پاس کوئی سفارش لے جاتے تاکہ وہ ہمیں اس حالت سے آرام عطا فرماتا۔ چنانچہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے: اے آدم! کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھتے، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے لہٰذا ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کیجئے تاکہ وہ ہمیں ہماری اس حالت سے آرام عطا فرمائے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں، پھر وہ اپنی لغزش کا ان کے سامنے ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی البتہ تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ نے زمین والوں پر بھیجا تھا. چنانچہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور وہ اپنی لغزش یاد کریں گے جو اُن سے ہوئی، البتہ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے خلیل ہیں۔ سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی کہیں گے: میں اس قابل نہیں اور اپنی لغزشوں کا ذکر لوگوں سے کریں گے۔ البتہ تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے ہیں اور اللہ نے انہیں توریت دی تھی اور ان سے کلام کیا تھا۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں اور ان کے سامنے اپنی لغزش کا ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی، البتہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے: میں بارگاہ الٰہی میں لب کشائی کے قابل نہیں، تم سب لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ ایسے محبوب ہیں کہ ان کی عظمت کے صدقے ان کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔

''چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اپنے رب سے اِذن چاہوں گا تو مجھے اذن دے دیا جائے گا۔ پھر اپنے رب کو دیکھتے ہی اس کے لئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہے گا اسی حالت میں مجھے رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں، عطا کیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت منظور کی جائے گی، پس میں اپنے رب کی تعریف ان کلماتِ تعریف سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا، میرے لئے حد مقرر کی جائے گی تو میں اس کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوسری بار لوٹوں

گا اور اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جتنی دیر تک چاہے گا مجھے اسی حالت میں رہنے دے گا۔ پھر کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کی حمد ان کلماتِ حمد سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی پس میں انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں تیسری بار لوٹوں گا تو اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اسی حالت پر مجھے برقرار رکھے گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد ﷺ اٹھیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی تو میں اپنے رب کی ان کلماتِ حمد سے تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا، پھر میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی تو میں انہیں جنت میں داخل کروں گا پھر میں لوٹ کر عرض کروں گا: اے رب! اب جہنم میں کوئی باقی نہیں رہا سوائے ان کے جنہیں قرآن نے روک دیا ہے اور انہیں ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہنم سے وہ نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کا اقرار کیا ہوگا اور اس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی خیر ہوگی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہا ہوگا اور اس کے دل میں گیہوں کے برابر بھی خیر ہوگی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کا اقرار کیا ہوگا اور اس کے دل میں ذرہ برابر خیر ہوگی۔''

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے۔

4: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التفسير، باب: ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدا شكورا، 4 / 1745، 1747، الرقم: 4435، وأيضا في كتاب: الأنبياء، باب قول الله: ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه، 3 / 1215۔1216، الرقم: 3162، وأيضا في كتاب: الأنبياء، باب قول الله تعالى: واتخذ الله إبراهيم خليلا، 3 / 1226، الرقم: 3182، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1 / 184، الرقم: 194، والترمذي في السنن، كتاب: صفة القيامة، باب: ما جاء في الشفاعة، 4 / 622، الرقم: 2434، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وأحمد بن حنبل في المسند، 2 / 435، الرقم: 9623، إسناده صحيح على شرط الشيخين۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا تو دستی کا حصہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دستی کا گوشت بہت پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر تناول فرمانے لگے پھر ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں لوگوں کا سردار ہوں گا۔ تمہیں معلوم ہے وہ کون سا دن ہوگا؟ اس دن اللہ تعالیٰ دنیا کی ابتداء سے قیامت کے دن تک کی ساری خلقت ایک چٹیل میدان میں جمع فرمائے گا کہ ایک پکارنے والے کی آواز سب کے کانوں تک پہنچ سکے گی اور ایک نظر سب کو دیکھ سکے گی اور سورج بالکل قریب ہو جائے گا۔ پس لوگوں کی پریشانی اور بے قراری اس حد تک پہنچی ہوگی جس کی انہیں نہ طاقت ہوگی اور نہ وہ برداشت کر پائیں گے۔ لوگ کہیں گے: کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تمہیں کس طرح کی پریشانی لاحق ہو گئی ہے؟ کیا کوئی ایسا برگزیدہ بندہ نہیں ہے جو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے؟

''بعض لوگ بعض سے کہیں گے: تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلنا چاہیے۔ لہٰذا سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے جدِ امجد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اپنی طرف سے آپ میں روح پھونکی اور اس نے فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا لہٰذا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر

دیجئے۔ آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: بے شک میرا رب آج اتنا غضب
ناک ہے، اس سے پہلے اتنا غضب ناک وہ کبھی نہ ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی اتنا غضب ناک ہوگا۔ رب العزت نے مجھے درخت سے
روکا تھا تو میں نے اس کا حکم نہ مانا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں نوح علیہ
السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے: اے نوح! آپ (آدم علیہ السلام
کے بعد) سب سے پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شکر گزار بندہ کا خطاب دیا ہے،
آپ ہی ہمارے لئے اپنے رب کے حضور شفاعت کر دیجئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ گئے ہیں؟ حضرت
نوح علیہ السلام کہیں گے: میرا رب آج اتنا غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی
اتنا غضب ناک ہوگا، مجھے ایک مقبول دعا عطا کی گئی تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے،
مجھے تو اپنی فکر ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

''سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور اہل
زمین میں اللہ کے خلیل ہیں، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے
ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے: آج میرا رب بہت غضب ناک ہے۔ اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے ہوا تھا اور نہ اس
کے بعد ہوگا۔ میں نے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹ بولے تھے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے،
میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر
عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور اپنے کلام کے ذریعہ فضیلت دی ہے، آپ
اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کہیں گے: آج اللہ تعالیٰ بہت غضب ناک ہے، اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا، میں نے ایک
شخص کو قتل کر دیا تھا حالانکہ اللہ کی طرف سے مجھے اس کا حکم نہیں ملا تھا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے،
میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر
عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا تھا اور اللہ کی طرف سے روح
ہیں، آپ نے بچپن میں گہوارے میں لوگوں سے کلام کیا تھا، (لہٰذا آپ) ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ
ہماری کیا حالت ہو چکی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے: میرا رب آج اس درجہ غضب ناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا
غضب ناک ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ہوگا اور آپ کسی لغزش کا ذکر نہیں کریں گے (صرف اتنا کہیں گے:) مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے
اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں محمد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔

''سب لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!
آپ اللہ کے رسول اور سب سے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے تمام گناہوں سے معصوم رکھا ہے، آپ
اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ) میں آگے بڑھوں گا اور عرش تلے پہنچ کر اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد اور حسن تعریف کے ایسے دروازے کھولے گا کہ مجھ سے پہلے کسی اور پر اس نے نہیں کھولے تھے۔ پھر کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے داخل کیجئے ویسے انہیں اختیار ہے کہ جس دروازے سے چاہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دروازے کے دونوں کناروں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں ہے یا جتنا مکہ اور بصری میں ہے۔''

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1 / 187، الرقم: 195، وأبو يعلى في المسند، 11 / 81، الرقم: 6216، والحاكم في المستدرك، 4 / 631، الرقم: 8749، والبزار في المسند، 7 / 260، الرقم: 2840، وابن منده في الإيمان، 2 / 753، الرقم: 883، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4 / 231، الرقم: 5493.

''حضرات ابوہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا تو مؤمنین کے کھڑے ہونے پر جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: اے ہمارے ابا جان! ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوایئے۔ وہ فرمائیں گے: تمہارے باپ کی ایک لغزش نے ہی تم کو جنت سے نکالا تھا، میرا یہ منصب نہیں، میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام، مقامِ شفاعت سے بہت پیچھے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی روح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرا یہ مقام نہیں۔

''پس وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں گے تو آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میں سے پہلا شخص پل صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بجلی کی طرح کونسی چیز گزرتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح گزرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے۔ پھر لوگ پل صراط سے آندھی کی طرح گزریں گے، اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے اور اس کے بعد آدمیوں کے دوڑنے کی آواز سے گزریں گے۔ ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے: اے رب! ان کو سلامتی سے گزار دے، ان کو سلامتی سے گزار دے پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ بندوں کے

اعمال انہیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے پل صراط سے گزریں گے۔ پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کانٹے لٹکے ہوں گے اور جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اس کو یہ پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔''

اسے امام مسلم، ابو یعلی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

6: أخرجه الشافعي في السنن المأثورة، 1/242، الرقم: 185، والحميدي في المسند، 2/421، الرقم: 945.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے، اور مجھے ہر سرخ و سفید کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔''

اسے امام شافعی اور حمیدی نے روایت کیا ہے۔

7: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/301، الرقم: 2742، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/303، الرقم: 31643، وعبد بن حميد في المسند، 1/215، الرقم: 643، والطبراني في المعجم الكبير، 11/73، الرقم: 11085، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/258.

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور میں انہیں فخریہ بیان نہیں کرتا: مجھے تمام لوگوں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، پس میں نے اسے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا تو وہ ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔''

اسے امام احمد بن حنبل اور ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: امام احمد کے رُواۃ صحیح حدیث کے رجال ہیں سوائے یزید بن ابی زیاد کے، ان کی روایت حسن ہوتی ہے۔

8: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/416، الرقم: 19735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/304، الرقم: 31645، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/258.

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں: مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور ہر نبی نے شفاعت کا سوال کیا تھا اور بے شک میں نے اپنی شفاعت کو

ذخیرہ کر دیا ہے پھر میں اس کو اپنی امت کے ہر اس شخص کے لیے کروں گا جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔''

اسے امام احمد اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: امام احمد کے رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں۔

9: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5 / 161، الرقم: 21435، حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين، والدارمي في السنن، 2 / 295، الرقم: 2467 بالفاظه صلى الله عليه وآله وسلم: ''وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ شَهْرًا يُرْعَبُ مِنِّي الْعَدُوُّ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَقِيلَ لِي: سَلْ تُعْطَهْ فَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي''، والبزار في المسند، 9 / 461، الرقم: 4077، والطيالسي في المسند، 1 / 64، الرقم: 472، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8 / 259، وقال: رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح، وأيضا في 10 / 371، وقال: رواه البزار بإسنادين حسنين.

''حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنادی گئی، میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے ہر سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور وہ میری امت کے ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ حجاج (راوی) کہتے ہیں: جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔''

اسے امام احمد، دارمی، بزار اور طیالسی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

10: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2 / 222، الرقم: 7068 صحيح، بإسناده حسن، والبيهقي في السنن الكبرى، 1 / 222، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4 / 233، الرقم: 5497، وقال: رواه أحمد بإسناد صحيح، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10 / 367، وقال: رواه أحمد، ورجاله ثقات، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 4 / 487، الرقم: 1451، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 2 / 256.

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سال ایک رات نماز پڑھتے ہوئے قیام فرمایا تو آپ کے صحابہ میں سے بعض اشخاص آپ کی حفاظت کرتے ہوئے آپ کے پیچھے جمع ہو گئے یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان کی طرف پلٹ کر ان سے فرمایا: اس رات مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام عامۃ الناس کی طرف بھیجا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے ہر نبی کو اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور رعب سے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی اگرچہ میرے اور ان کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تک کا فاصلہ ہو اس کو خوف سے بھر دیا جاتا ہے، اور میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے کہ میں انھیں کھاتا ہوں جبکہ مجھ سے پہلے اس کے کھانے کو بھاری سمجھتے تھے اور وہ اسے جلا دیتے تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مساجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی جہاں کہیں بھی نماز مجھے پائے میں مسح کر کے نماز پڑھ لوں جبکہ مجھ سے پہلے لوگ اس کی تعظیم کیا کرتے تھے وہ صرف کلیساؤں اور گرجا گھروں (عبادت گاہوں) میں عبادت کرتے تھے، اور پانچویں خصوصیت مجھ سے کہا گیا: سوال کیجیے؟ کیونکہ ہر نبی نے سوال کیا ہے تو میں نے اپنے سوال کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے، پس وہ تمہارے لیے ہے اور اس شخص کے لیے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اسے امام احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

(11: أخرجه ابن حبان في الصحيح، 14 / 309، الرقم: 6399، والهيثمي في موارد الظمآن، 1 / 523، الرقم: 2125)

''حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور پانچویں عطا یہ کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اس نے مجھے عطا کیا: (ہر) نبی کو اس کی بستی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور وہ اس سے تجاوز نہیں کرتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، اور ہمارا دشمن ہم سے ایک ماہ کی مسافت سے خوفزدہ ہو جاتا ہے، اور میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی، اور ہمارے لئے خمس حلال کر دیا گیا ہے جبکہ ہم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا اور میں نے اپنے رب سے پانچواں سوال کیا: میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ کوئی بھی میرا امتی جو اسے توحید کی حالت میں ملے پس وہ اسے جنت میں داخل فرمائے تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا۔''

اسے امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

12: أخرجه أحمد في المسند، 1 / 4، 5، رقم: 15، وابن حبان في الصحيح، 14 / 393، 395، الرقم: 6476، وأبو يعلى في المسند، 1 / 44، 45، الرقم: 52، والبزار في المسند، 1 / 149، 151، الرقم: 76، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10 / 375، وقال: رجالهم ثقات.

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے تو نمازِ فجر ادا کر کے تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ چاشت کا وقت ہو گیا تو آپ (کسی بات پر) مسکرائے، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے یہاں تک کہ نمازِ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی، اس دوران آپ نے کوئی گفتگو نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ عشاء ادا کر کے اپنے اہلِ خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ پس لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیوں نہیں کرتے کہ اس کی کیا وجہ ہے آج آپ نے جو کیا اس سے قبل کبھی اس طرح نہیں کیا؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! دنیا اور آخرت کے معاملات میں سے جو کچھ ہونے والا تھا مجھ پر پیش کیا گیا، اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا، پس لوگ گھبرا کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور قریب تھا کہ وہ پسینے میں ڈوب جاتے۔ عرض کریں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اور آپ ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے منتخب ہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے: مجھے بھی اس طرح پریشانی ہے جس طرح تمہیں ہے۔ تم اپنے (پہلے) باپ کے بعد دوسرے باپ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ (بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو سب جہان والوں پر (بزرگی میں) منتخب فرمایا ہےo) [آل عمران، 3:33] پس لوگ مل کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور روئے زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑا، آپ فرمائیں گے: شفاعت کا منصب میرے پاس نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو خلیل بنایا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ آپ فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں البتہ تم

موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بلا واسطہ گفتگو فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ انہوں نے مادر زاد اندھوں اور برص زدہ مریضوں کو (اللہ کے حکم سے) ٹھیک کر دیا اور مردوں کو زندہ کر دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرے پاس شفاعت کا یہ منصب نہیں البتہ تم اولادِ آدم کے سردار کے پاس چلے جاؤ کیونکہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کے لئے سب سے پہلے زمین پھٹ جائے گی تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں چلے جاؤ وہ اللہ کے حضور تمہاری شفاعت کریں گے۔

''راوی فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جائیں گے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رب کے پاس آئیں گے، پس اللہ رب العزت فرمائیں گے: اُن کو شفاعت کی اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ فرمایا: پھر جبرئیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جائیں گے (یہ خبر سننے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقدارِ جمعہ کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر انور اٹھائیں گے تو یکایک اپنے رب کا دیدار کرتے ہی پھر دوسری بار جمعہ کی مقدار کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، کہیے سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ پھر سجدہ ریز ہونا چاہیں گے تو جبرئیل علیہ السلام آپ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ آپ پر ایسے دعائیہ کلمات منکشف فرمائے گا کہ آج تک کسی فرد بشر پر نہیں فرمائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے مجھے اولادِ آدم کا سردار بنایا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ ہی سے زمین شق ہوگی یہاں تک کہ روز قیامت (بعد ازاں) مجھ پر حوض پیش کیا جائے گا جس کی حدود صنعاء اور ایلہ کے درمیانی علاقہ کے برابر ہوں گی.....'' الی آخر الحدیث۔

اسے امام احمد بن حنبل، ابن حبان، ابو یعلی اور بزار نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

(13: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/ 281، الرقم: 2546، وأبو يعلى في المسند، 4/ 215، 216، الرقم: 2328، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 372.)

''ابونضرہ نے روایت کرتے ہوئے کہا: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے منبر پر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے حصہ میں مقبول دعا نہ آئی ہو جو دنیا میں پوری ہوئی اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے ذخیرہ کر دیا ہے۔ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، میں ہی وہ شخص ہوں جس پر سب سے پہلے زمین (قبر) کھل جائے گی مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میرے ہاتھوں میں لواء حمد ہوگا اور یہ بات بطور فخر نہیں کرتا، حضرت آدم اور ان کے علاوہ تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔ قیامت کا دن لوگوں کیلئے لمبا ہو جائے گا تو ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: ہمارے ساتھ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو تاکہ وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں جس کی وجہ سے اللہ رب العزت ہمارا فیصلہ فرمائے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہیں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا، آپ کو اس نے اپنی جنت میں ٹھہرایا اور اس نے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا۔ اپنے رب کی بارگاہ

میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ پس وہ کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں اپنی لغزش کی وجہ سے میں جنت سے نکالا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو نبیوں کے سردار ہیں۔

''پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے نوح علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ آپ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں میں نے ایک دعا کی جس سے اہل ارض غرق ہو گئے۔ آج کے دن مجھے اپنا غم ہے البتہ تم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: اے ابراہیم علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں میں نے اسلام میں (بظاہر) تین جھوٹ بولے تھے۔ خدا کی قسم اگر کوئی اور شخص ایسی باتوں کے ساتھ حیلہ طلب کرتا ہے تو وہ دین سے نکل جاتا ہے۔ (ان باتوں میں سے) آپ کا کہنا (میری طبیعت مضمحل ہے O) [القرآن، الصافات، 89:37] دوسری بات (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا تم ان (بتوں) سے ہی پوچھو اگر وہ بول سکتے ہیں O) [القرآن، الانبیاء، 89:21] اور آپ کا اپنی زوجہ کو جب آپ بادشاہ کے پاس آئے میری بہن کہنا۔ (ابراہیم علیہ السلام کہیں گے) آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور کلام سے منتخب کیا۔

''لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور آپ کے ساتھ کلام کیا لہٰذا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ پس آپ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کیا تھا اور یہ کہ آج مجھے اپنا غم ہے لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جو اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہے۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں، مجھے اللہ کے سوا معبود بنا لیا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن کیا تم لوگوں نے دیکھا ہے کہ اگر کوئی سامان کسی مہر لگے برتن کے اندر ہو تو کیا کوئی اس کے اندر تک بغیر مہر توڑے رسائی حاصل کر سکتا ہے؟ وہ کہیں گے: نہیں! تو آپ فرمائیں گے: بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ آج کے دن اس حال میں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے ہر گناہ سے معصوم رکھا ہوا ہے۔

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس لوگ میرے پاس آکر کہیں گے: اے محمد! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے تو میں کہوں گا: یہ میرا ہی منصب ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا جس کو چاہے گا اور جس سے راضی ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما دے، ایک آواز دینے والا آواز دے گا: کہاں ہیں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت؟ پس ہم آخر میں آنے والے اور سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہیں، ہم آخری امت ہیں اور وہ ہیں جن کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا، ہمارے راستے سے باقی امتوں کو ہٹا دیا جائے گا۔ ہم اس حال میں چلیں گے کہ ہماری پیشانیاں وضو کے اثر کی وجہ سے چمک رہی ہوں گی۔ دوسری امتیں کہیں گی:

امت کا یہ گروہ تو سارے کے سارے انبیاء لگتے ہیں۔ میں باب جنت پر آ جاؤں گا، دروازے کی کنڈی پکڑ کر دروازہ کھٹکاؤں گا تو پوچھا جائے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد ﷺ ہوں پس میرے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اللہ رب العزت (اپنی شان کے مطابق) اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوگا یا تخت پر تو میں اللہ رب العزت کیلئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور ایسے تعریفی کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروں گا جن کے ساتھ نہ مجھ سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کسی نے تعریف کی ہے اور نہ میرے بعد کوئی ان کے ساتھ اللہ کی حمد وثنا کرے گا۔ کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، کہیے آپ کو سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے رب! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر اس شخص کو جہنم سے نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار کا ایمان ہو (حماد راوی کو صحیح مقدار یاد نہیں رہی)۔ میں دوبارہ سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت تو وہ فرمائے گا: جہنم سے اسے بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ لوگ پہلے سجدہ سے نکالے جانے والوں کے علاوہ ہوں گے۔ پھر تیسری بار میں سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کر دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت تو وہ فرمائے گا: جہنم سے اس کو بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ تعداد پہلی تعداد وں کے علاوہ ہوگی۔''

اسے امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: اس میں ایک راوی علی بن زید ہے جسے ضعف کی وجہ سے ثقہ قرار دیا گیا ہے باقی اِن کے رجال صحیح ہیں۔

14: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3 / 144، الرقم: 12469، والدارمي في السنن، 1 / 41، الرقم: 52، وابن منده في الإيمان، 2 / 846، الرقم: 877، هذا حديث صحيح، والمقدسي في الأحاديث المختارة، 6 / 323، الرقم: 2345، والمروزي في تعظيم قدر الصلاة، 1 / 276، الرقم: 268.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن جملہ مخلوقات میں سب سے پہلے میری زمین شق ہوگی اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا مجھے تھمایا جائے گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔

''میں جنت کے دروازے کے پاس آ کر اس کی کنڈی پکڑ لوں گا تو فرشتے پوچھیں گے: یہ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد ﷺ ہوں۔ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے تو میں اندر داخل ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہوگا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کلام کیجئے آپ کو سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنی امت کے پاس چلے جایئے اور جس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر

ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ میں آ کر جس کے دل میں اتنا ایمان پاؤں گا تو اُسے جنت میں داخل کر دوں گا۔

''پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھا لیجیے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جائیے اور جس کے دل میں آدھے جَو کے دانے کے برابر ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ پس میں جاؤں گا اور جس کے دل میں اتنی مقدار میں ایمان پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کر دوں گا۔

''پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ رب العزت میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھا لیجیے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جائیے اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان موجود ہو اس کو جنت میں داخل کیجئے، میں جاؤں گا اور جن کے دل میں ایمان کی اتنی مقدار پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کروں گا۔

''اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا اور میری امت میں سے باقی جو لوگ بچ جائیں گے وہ اہل نار کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پس دوزخ والے لوگ ان کو طعنہ دیں گے: تمہیں اس چیز نے کوئی فائدہ نہیں دیا کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے؟ اس پر اللہ رب العزت فرمائے گا: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ان کو ضرور جہنم کی آگ سے نجات دوں گا۔ پس ان کی طرف فرشتہ بھیجے گا تو وہ اس حال میں اس سے نکلیں گے کہ بری طرح جھلس گئے ہوں گے، پھر وہ نہر حیات میں داخل ہوں گے تو اس میں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح پانی کے کنارے دانہ اگتا ہے۔ ان کے ماتھے کے درمیان لکھ دیا جائے گا یہ ''عُتَقَاءُ اللہ'' (اللہ کے آزاد کردہ) ہیں۔ وہ فرشتہ ان کو لے جائے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔ اہلِ جنت انہیں کہیں گے: یہ لوگ جہنمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ ''عُتَقَاءُ الجَبَّار'' (اللہ تعالیٰ جبّار کے آزاد کردہ) ہیں۔'' اسے امام احمد اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اِسناد ٹھیک ہے۔

15: أخرجه الدارمي في السنن، 2/421، الرقم: 2804، والطبراني في المعجم الكبير، 17/320، الرقم: 887.

''حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب اللہ تعالیٰ اوّلین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور حساب کتاب کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا۔ مومن کہیں گے: ہمارے رب نے ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیا پس کون ہمارے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے گا؟ وہ (آپس میں) کہیں گے: حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور ان کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ وہ ان کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: کھڑے ہو جائیے اور اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے: تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانے کا کہیں گے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے میں نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے کے لئے تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنے حضور کھڑا ہونے کی توفیق فرمائے گا، میری نشست سے ایسی خوشبو پھیلے گی کہ اس جیسی مہک کسی نے کبھی نہیں سونگھی ہوگی۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کے حضور آؤں گا تو وہ مجھے حق شفاعت عطا فرمائے گا اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک سراپا نور بنا دے گا۔ اس پر کافر جہنم سے کہیں گے: ایمان والوں نے ایسی ہستی کو پالیا ہے جو ان کی شفاعت کرے گا پس تو کھڑا ہو اور اپنے رب سے ہماری شفاعت کر کیونکہ تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کھڑا ہوگا تو اس کی نشست سے اتنی سخت بدبو پھیلے گی کہ کسی نے اس جیسی کبھی نہ سونگھی ہوگی، پھر وہ عذاب جہنم کے لئے بڑا ہو جائے گا تو اس وقت وہ کہے گا: (اور شیطان کہے گا جبکہ فیصلہ ہو چکا ہوگا بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے (بھی) تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی ہے) [القرآن، ابراہیم، 14: 22]۔'' اسے امام دارمی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

916 أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، 6/ 308، الرقم: 31675، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 364، الرقم: 813.

''حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج کو دس سال کی مسافت جتنی گرمی عطا کی جائے گی، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے سروں کے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ دو کمانوں جتنا فاصلہ ہوگا۔ لوگ پسینے میں غرق ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ زمین پر ٹپک رہا ہوگا پھر سورج بلند ہوگا تو انسان اس کی حدت سے ہانڈی کے ابلنے کی طرح جوش مارے گا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہاں تک کہ کوئی شخص کہے گا: (ہمیں) ذبح کر دیا گیا پس جب وہ اپنی حالت دیکھیں گے، ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: کیا تم اپنی حالت نہیں دیکھ رہے؟ آؤ اپنے باپ آدم علیہ السلام کے پاس چلیں کہ وہ تمہارے رب سے تمہاری شفاعت فرمائیں، پس وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میں اس منصب پر فائز نہیں، تو (تمہارا کام مجھ سے) کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے شکر گزار بندے کے پاس جاؤ تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کو اللہ نے شکر گزار بنایا ہے، اور آپ ہماری حالت دیکھ رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو (مجھ سے یہ کام) کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: رحمان کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے خلیل الرحمان! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو کام کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں تو وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے کلمہ اور اس کی روح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے کلمہ اور اس کی روح! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں، تو کام کہاں

ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اس بندہ کے پاس جاؤ جس کے ذریعہ اللہ نے باب نبوت کھولا اور نبوت ختم فرمائی اور اس کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے، اور آج کے دن ہم (ان کی عظمت کو متعارف کرانے کے) امین ہیں۔

''پس وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے باب نبوت کھولا اور آپ پر نبوت کا خاتمہ فرمایا اور آپ کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے اور آپ اس دن امن میں ہیں، آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں تو اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے تو آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں، پس آپ لوگوں کے درمیان سے نکل کر جنت کے دروازے تک آئیں گے اور دروازے میں لگا سونے کا کنڈا پکڑ کر دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ آپ فرمائیں گے: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! راوی فرماتے ہیں: آپ کے لئے اسے کھول دیا جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حضور حاضر ہو کر سجدوں کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، پس آپ سجدہ ریز ہوں گے تو رب تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پھر سجود کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، آپ سجدہ ریز ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی حمد و ثنا اور بزرگی کے ایسے کلمات کشف فرمائے گا کہ خلائق میں سے کسی پر ایسا نہیں کیا گیا۔ پس وہ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اٹھا کر عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! دو بار یا تین بار فرمائیں گے۔ (حضرت سلمان رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اس شخص کی شفاعت فرمائیں گے جس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہوگا یا جَو کے برابر ایمان ہوگا یا رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا، وہی مقام محمود ہوگا۔'' اسے امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے اس حدیث کی اِسناد کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

17: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 12 / 413، الرقم: 13522، والهيثمي في مجمع الزوائد، 1 / 261.

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام لوگوں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ ہر نبی صرف اپنی بستی کی طرف مبعوث ہوتا تھا، رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی کہ میرا دشمن ایک ماہ کی مسافت پر مجھ سے مرعوب ہو جاتا ہے، مجھے مال غنیمت سے نوازا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی جسے میں نے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

18: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 7 / 154، الرقم: 6674، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8 / 259، والسيوطي في الخصائص الكبرى، 2 / 332.

''حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزوں کی وجہ

سے تمام انبیاء پر فضیلت سے نوازا گیا: مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا، میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر دیا، میری رعب کے ذریعے ایک ماہ آگے اور ایک ماہ پیچھے مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

19: أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 8/211، الرقم:7435.

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، مجھے مال غنیمت کھلایا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں کھلایا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی، اور ہر نبی کو اس کا طلب کیا ہوا عطا کر دیا گیا جس میں اس نے جلدی کی تھی جبکہ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دیا ہے، اور وہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

20: أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 7/269، الرقم:7471.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی جبکہ ہم سے پہلے لوگ مخصوص مقامات پر نماز پڑھتے تھے، مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے حالانکہ کسی بھی خاص شخص (نبی) کو اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، میرے آگے ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے مدد فرمائی گئی ہے، کوئی قوم میرے بارے میں سنتی ہے حالانکہ ان کے اور میرے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو وہ مجھ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں یعنی رعب و دبدبہ کو میرا مددگار بنایا گیا، اور مجھے کہا گیا: سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا تو میں نے اسے اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

21: أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 5/202، الرقم:5082، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 10/375.

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی ایک خادمہ ان کی خدمت سر انجام دیتی تھی جس کا نام بریرہ تھا۔ ایک شخص نے اس سے مل کر کہا: اپنے بالوں کی چھوٹی زلفوں کو ڈھانپ کر رکھا کر کیونکہ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہرگز کسی چیز کا کوئی نفع نہیں پہنچا ئیں گے۔ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر کر دی تو آپ چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے اپنے سرخ رخساروں کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ (راوی فرماتے ہیں) ہم گروہ انصار آپ کے جلال کو چادر مبارک کے گھسیٹنے اور رخسار مبارک کے سرخ ہونے سے پہچانتے تھے لہٰذا ہم اپنا اسلحہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! آپ جو چاہیں ہمیں حکم فرمائیں، پس اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ

مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں ہمارے والدین اور اولاد کے بارے میں کوئی حکم بھی فرمائیں گے تو ہم آپ کے ارشاد و ان کے بارے میں ضرور کر گزریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور پوچھا: میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے)! لیکن میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن مناف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور (مجھے اس پر) فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ ہی سے زمین شق ہوگی اور فخر نہیں، سب سے پہلے میرے ہی سر سے خاک جھاڑی جائے گی اور مجھے فخر نہیں اور میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ میرا رشتہ نفع نہیں پہنچائے گا؟ ایسا نہیں ہے جیسا انہوں نے گمان کیا، بے شک میں ضرور شفاعت کروں گا اور یہاں تک شفاعت کروں گا کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ بھی شفاعت کر سکے گا اور اس کی شفاعت بھی قبول کی جائے گی یہاں تک کہ ابلیس بھی میری شفاعت میں رغبت رکھے گا۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

22: أخرجه الطبراني في المعجم الصغير، 1/ 80، الرقم: 103، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/ 236، الرقم: 5504، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 376.

''حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت پر گامزن رہنے اور اطاعت کی مخالفت کے سبب اہلِ قبلہ میں سے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مجھے اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو میں اللہ جل جلالہ کی حالت سجدہ میں تعریف کروں گا جیسے میں اس کی قیام میں تعریف کروں گا... (اور راوی نے حدیث ذکر کی اسکا آخری حصہ اس طرح ہے) پس مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیے، اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔

23: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 8/ 97، الرقم: 7483، والهيثمي في مجمع الزوائد 10/ 377.

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے بدتر لوگوں کے لئے بہترین ہوں۔ آپ کے ہم نشینوں میں سے کسی شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ان کے بہترین لوگوں کے لئے کیسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بدترین لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کے بہترین کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

24: أخرجه ابن راهويه في المسند، 1/ 94، الرقم: 10، وابن حيان في العظمة، 3/ 835، الرقم: 386، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 2/ 148-149.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث صور میں روایت ہے کہ لوگوں کے پل صراط کے پار ہو جانے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس جب اہل جنت کو جنت کی طرف اور اہل جہنم کو جہنم کی طرف پہنچایا جائے گا۔ وہ کہیں گے: کون ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کرے گا کہ وہ ہمیں جنت میں داخل فرمائے؟ راوی فرماتے ہیں: پس وہ کہیں گے: تمہارے باپ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر کون شخص اس کا زیادہ حق دار ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی اور سب سے پہلے ان سے کلام کیا۔ پس آدم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ

انکار کریں گے اور فرمائیں گے: تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ اپنا (بظاہر) گناہ یاد کر کے عرض کریں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیل بنایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قریب کر کے سرگوشی کی ہے اور ان پر تورات اتاری ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن تم اللہ کی روح اور اس کے کلمہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پاس لازمی جاؤ۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن میں تمہاری رہنمائی کروں گا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لازمی جاؤ۔

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے، میرے لئے اپنے رب کے ہاں تین شفاعتیں ہیں جن کا اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: میں جنت کی طرف آؤں گا اور دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا تو اسے میرے لئے کھول دیا جائے گا۔ پس مجھے سلام کیا جائے گا اور مرحبا کہا جائے گا تو میں جنت میں داخل ہوں گا۔ جب میں اس میں داخل ہوں گا تو اپنے رب کو عرش پر دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اس وقت تک سجدہ میں رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ میں سجدہ میں رہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد اور بڑائی کرنے کا ایسے کلمات سے اذن دے گا کہ مخلوق میں سے کسی کو ایسا اذن نہیں دیا گیا۔ بعد ازاں وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھایئے، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عرض کروں گا: اے میرے رب! جو میرے امتی جہنم میں گر گئے ہیں (ان کی بخشش چاہتا ہوں)؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ جس کی تم صورت پہچانو اسکو جہنم سے نکال لو، پس ان کو نکال لیا جائے گا حتیٰ کہ ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ پس جس کے دل میں دینار کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو، پھر فرمائے گا: دو تہائی دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: آدھے دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: ایک قیراط (دینار کے دسویں حصے کے نصف برابر) پھر فرمائے گا: تم جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو (اس کو نکال لو) فرماتے ہیں: پس انہیں نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے تم دنیا میں اپنے گھروں اور بیویوں کو اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے گھروں اور بیویوں سے زیادہ پہچان رکھنے والے نہیں ہو۔'' اسے امام ابن راہویہ نے روایت کیا ہے۔

25: أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، 2/433، الرقم: 4064، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/258.

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی جبکہ پہلے انبیاء میں سے کوئی نبی بھی مخصوص مقام کے علاوہ کسی جگہ نماز نہیں پڑھتا تھا، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے اور مشرکوں کے درمیان ابھی ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال

دیتا ہے، ہر نبی کو اس کی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے جن و انس کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، انبیاء قربانی
کے رکھ دیتے تھے تو آگ آ کر ان کو کھا جاتی جبکہ مجھے اسے اپنی امت کے فقراء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر نبی نے جو
طلب کیا ہوا عطا کر دیا گیا جبکہ میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔'' اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

26: أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق الكبير، 14/ 296.

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ
نے مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا،
اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے روزِ قیامت میری امت کے گناہگاروں
کے لئے شفاعت عطا کی گئی ہے۔'' اسے امام ابنِ عساکر نے روایت کیا ہے۔

27: أخرجه اللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 1/ 444، الرقم: 1449. وأخرج ابن اسحاق في السيرة النبوية، 3/ 287، الرقم: 475، وابن
هشام في السيرة النبوية، 3/ 231، والطبري في جامع البيان، 10/ 47.

''حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی
گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی۔۔۔ اور
فرمایا: میرے لئے تمام روئے زمین پاکیزہ، پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی۔۔۔ تو ابو عامر سے کہا گیا کہ کیا آپ کو
شک ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔۔۔ اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میرے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے سرخ و
سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میری امت کو مالِ فَئی کھلایا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی امت کو اسے نہیں کھلایا گیا اور
مجھے شفاعت عطا کی گئی اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔'' اسے امام
لالکائی نے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے دن مقامِ محمود پر فائز فرمانے کا بیان

1: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التفسير، باب قوله: عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا، 4/ 1748، الرقم: 4441، والنسائي في السنن الكبرى، 6/ 381،
الرقم: 11295، وابن منده في الإيمان، 2/ 871، الرقم: 927، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10/ 309، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/ 56.

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے روز لوگ گروہ در گروہ اپنے اپنے نبی کے
پیچھے چلیں گے اور عرض کریں گے: اے فلاں! ہماری شفاعت فرمایئے، اے فلاں! ہماری شفاعت فرمایئے حتیٰ کہ طلبِ شفاعت کا
سلسلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر ختم ہو جائے گا۔ یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ محمود
پر فائز فرمائے گا۔''

اس حدیث کو امام بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: من سأل الناس تكثرا، 2/ 536، الرقم: 1405، وابن منده في الإيمان، 2/ 854، الرقم: 884،
والبيهقي في شعب الإيمان، 3/ 269، الرقم: 3509، والديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 2/ 377، الرقم: 3677، والطبري في جامع البيان في تفسير

القرآن، 15/ 146، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 56:3.

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص (دنیا میں بھکاری بن کر) لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ ہوگا۔ اور فرمایا: قیامت کے دن سورج (مخلوق کے) اتنا قریب ہوگا کہ (ان کا) پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا۔ پس وہ اس حال میں حضرت آدم علیہ السلام سے مدد طلب کریں گے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کرنے جائیں گے۔ عبداللہ بن جعفر نے اتنا زیادہ بیان کیا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا ان سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ آپ جائیں گے حتی کہ جنت کے دروازے کا کنڈا پکڑ لیں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور سارے اہل محشر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کریں گے۔''

اسے امام بخاری، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/ 179، الرقم: 191، وأبو عوانة في المسند، 1/ 154، الرقم: 448، وابن منده في الإيمان، 2/ 829، الرقم: 858، والبيهقي في شعب الإيمان، 1/ 289، الرقم: 315، وأيضاً في الاعتقاد، 1/ 195.

''یزید الفقیر کہتے ہیں: مجھے خوارج کی رائے نے گھیر لیا تھا (کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے)۔ ہم لوگوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ حج کرنے کے لئے نکلے (اور سوچا کہ بعد میں) ہم لوگوں کے پاس (اپنے اس عقیدہ کو بیان کرنے کے لئے) جائیں گے۔ فرماتے ہیں: ہمارا گزر مدینہ منورہ سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ایک ستون کے پاس بیٹھے لوگوں کو احادیث بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: اچانک انہوں نے جہنمیوں کا ذکر فرمایا تو میں نے ان سے عرض کیا: اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ یہ کیا بیان کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو (جہنمیوں کے بارے) فرماتا ہے: (بے شک تو جسے دوزخ میں ڈال دے تو تُو نے اسے واقعۃً رسوا کر دیا) [آل عمران، 3: 192] اور ایک مقام پر ہے (دوزخی) جب بھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے) [السجدة، 32: 20] آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: کیا تم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے جس پر اللہ تعالیٰ انہیں فائز فرمائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ایسا مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا جہنم سے نکالے گا۔ فرماتے ہیں: پھر انہوں نے پل صراط اور لوگوں کے اس پر گزرنے کو بیان فرمایا۔ کہتے ہیں: مجھے ڈر ہے کہ شاید میں اسے یاد نہ رکھ سکوں۔ تاہم انہوں نے یہ بیان کیا کہ لوگ جہنم میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکلیں گے۔ ابونعیم کہتے ہیں: وہ ایسے نکلیں گے جیسا کہ آبنوس کی جلی ہوئی لکڑیاں، پھر جنت کی نہر میں غسل کرکے کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے۔ پس ہم وہاں سے لوٹے اور ہم نے آپس میں کہا: تم پر افسوس ہو کیا یہ شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ پس ہم میں سے ایک شخص کے سوا سبھی خوارج کے عقیدہ سے تائب ہو گئے جیسا کہ ابونعیم نے بیان کیا ہے۔''

اسے امام مسلم، ابو عوانہ، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

4: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: تفسير القرآن، باب: من سورة بني إسرائيل، 5 / 303، الرقم: 3137، وأحمد بن حنبل في المسند، 2 / 444، الرقم: 9735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 319، الرقم: 31745، وابن أبي عاصم في السنة، 2 / 364، الرقم: 784، والبيهقي في شعب الإيمان، 1 / 299، الرقم: 681، والصيداوي في معجم الشيوخ، 2 / 664، الرقم: 293، والطبري في جامع البيان في تفسير القرآن، 15 / 145، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3 / 59، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10 / 309، والعسقلاني في فتح الباري، 11 / 426.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گاo) [بنی اسرائیل، 17:79] کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مقامِ شفاعت ہے۔''

اسے امام ترمذی، احمد، ابنِ ابی شیبہ اور ابنِ ابی عاصم نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

5: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: تفسير القرآن، باب: ومن سورة بني إسرائيل، 5 / 308، الرقم: 3148.

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا قائد ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سارے لوگ اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ میں ہی وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ تین بار گھبرانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہمارے باپ ہیں اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ فرمائیں گے: مجھ سے لغزش واقع ہوئی جس کے باعث مجھے زمین پر اترنا پڑا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، پھر وہ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے زمین پر ایک دعا مانگی جس کے باعث سارے لوگ ہلاک کر دیئے گئے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے میں نے تین مرتبہ (بظاہر) خلاف واقعہ بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے ان تینوں باتوں سے دین الٰہی کو بچانے کے لئے حیلہ کیا، حضرت ابراہیم فرمائیں گے حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: لوگوں نے اللہ عزوجل کے علاوہ مجھے بھی معبود بنا لیا تھا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: پھر وہ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا۔ ابنِ جدعان (راوی حدیث) کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا کہ میں اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا، تو کہا جائے گا: کون؟ جواب دیا جائے گا: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چنانچہ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے اور مجھے مرحبا کہیں گے، میں (اللہ عزوجل کے سامنے) سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد وثناء کا کچھ حصہ الہام فرمائے گا۔ مجھے کہا جائے گا: سر اٹھایئے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور فرمایئے آپ کی بات مانی جائے گی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

10: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3/178، الرقم: 12824، والمنذري في الترغيب والترهيب، 7/249 ... الترغيب، 4/235، الرقم: 5503، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/373.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں پل صراط پر ... کے اسے عبور کرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ اس اثناء میرے پاس عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے ... وسلم یہ انبیاء آپ کے پاس التجا لے کر آئے ہیں یا آپ کے پاس اکٹھے ہیں (راوی کو شک ہے) اور اللہ تعالیٰ ... کہ وہ تمام گروہوں کو اپنی منشاء کے مطابق الگ کر دے تاکہ انہیں پریشانی سے نجات مل جائے۔ اس دن ... ہوگی، مومن پر اس کا اثر ایسے ہوگا جیسے زکام (میں ہلکا پھلکا پسینہ) اور جو کافر ہوگا اس پر جیسے موت وارد ہو... وسلم نے فرمایا: پس میں عیسیٰ سے کہوں گا: ذرا ٹھہریئے جب تک کہ میں آپ کے پاس لوٹوں۔ راوی کہتے ہیں: حضور ... وآلہ وسلم تشریف لے جائیں گے یہاں تک کہ عرش کے نیچے کھڑے ہوں گے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ... حاصل ہوگا جو کسی برگزیدہ فرشتہ کو حاصل ہوا نہ کسی نبی مرسل کو، پھر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو وحی فرمائے گا کہ محمد صلی ... وسلم کے پاس جا کر کہو: اپنا سر اٹھایئے، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی ... اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس میری امت کے حق میں میری شفاعت قبول کی جائے گی کہ ہر 99 لوگوں میں سے ایک ... جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بار بار اپنے رب کے حضور جاؤں گا اور جب بھی اس کے حضور کھڑا ہوں گا میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کا مکمل اختیار عطا کر کے فرمائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی امت اور اللہ کی مخلوق میں سے ہر اس شخص کو بھی جنت میں داخل کر دیجیے جس نے ایک دن بھی اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی پر اس کو موت آئی ہو۔''

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کے اشخاص صحیح حدیث کے اشخاص ہیں۔

11: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3/244، الرقم: 13562، وابن أبي عاصم في السنة، 2/374، الرقم: 804.

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایمان والوں کو روک لیا جائے گا تو وہ اس سے غمگین ہو کر آپس میں کہیں گے: ہمیں اپنے پروردگار کے ہاں کوئی سفارشی چاہیے جو ہمیں اس سے راحت فراہم کرے۔ پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہمارے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا اور آپ کے لئے ملائکہ کو سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھلا دیئے تو آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے درخت سے کھانے کا ذکر کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا، لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی خطا کا ذکر کریں گے، بلکہ تم اللہ الرحمن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹوں کی خطا کا ذکر کریں

گے۔ ان کا یہ کہنا (بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں O) [القرآن، الصافات، 89:37] اور ان کا قول (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا) [القرآن، الانبیاء، 63:21] اور جب وہ مع اہلیہ ظالم صاحب ثروت (حکمران) کے پاس آئے تو اہلیہ سے فرمایا: تم اسے کہنا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں اسے بتاؤں گا کہ تو میری بہن ہے۔ (اس سبب کی وجہ سے وہ لوگوں سے فرمائیں گے) تم اس کے بندہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور ان کو تورات عطا کی ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس پر فائز نہیں اور ایک شخص کو قتل کرنے کی اپنی خطا کا ذکر کریں گے، لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اللہ کے کلمے اور اس کی روح ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر نہیں، لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو پہلے اور بعد کی تمام تقصیرات کی مغفرت سنادی گئی ہے۔

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے اس کے گھر میں داخلے کی اجازت چاہوں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس رب کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اسی حالت پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے کلمات سے حمد وثنا کروں گا۔ پھر میں سفارش کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا لہٰذا میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اٹھائیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ جہنم میں صرف وہ رہ جائے گا جسے قرآن نے روکا ہے یعنی جس نے ہمیشہ رہنا ہے۔

''پھر حضرت قتادہ نے آیتِ مبارکہ تلاوت کی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا O) [بنی اسرائیل، 17: 79] فرمایا: یہی وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا ہے۔''

اسے امام احمد اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

12: أخرجه الحاكم في المستدرك، 2/395، الرقم: 3384، والنسائي في السنن الكبرى، 6/381، الرقم: 11295، وابن أبي شيبة في المصنف، 7/139،

الرقم:34800، والطبرانی فی المعجم الأوسط، 2/36، الرقم:1062، والطیالسی فی المسند، 1/55، الرقم:414، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 10/377، وقال: رجالہ رجال الصحیح.

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاo) [القرآن، بنی اسرائیل، 17:79] کے بارے فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روزِ آخرت لوگوں کو ایک ہموار میدان میں اکٹھا فرمائے گا، جہاں پکارنے والے کی آواز سب سنیں گے اور سب نظر آتے ہوں گے، لوگ اسی طرح عریاں ہوں گے جس طرح پیدا ہوئے تھے اور سب خاموش ہوں گے اذنِ الٰہی کے بغیر کسی کو بولنے کی جرات نہیں ہوگی۔ (اللہ رب العزت) آواز دے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے: اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تیری اطاعت کے لئے مستعد ہوں، ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے، اور کسی شر کو تیرے آگے کوئی چارہ نہیں، جس کو تُو ہدایت سے نوازے وہی ہدایت یافتہ ہے، تیرا بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے، میں تیرے ہی لئے ہوں اور میری دوڑ تیری ہی جانب ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی پناہ گاہ اور جائے نجات نہیں۔ تیری ذات بابرکات بلند اور پاک ہے، اے بیت اللہ کے رب۔ یہی مقامِ محمود ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاo) [بنی اسرائیل، 17:79]۔''

اسے امام حاکم، نسائی، ابنِ ابی شیبہ اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

13: أخرجہ الحاکم فی المستدرک، 4:614، الرقم:3701، والحارث فی المسند، 2/1008، الرقم:1131، وابن المبارک فی الزہد، 1/111، الرقم:375، وأبونعیم الأصبہانی فی حلیۃ الأولیاء، 3/145.

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سطحِ زمین کو عظمتِ رحمن کے سبب اتنا کم کر دیا جائے گا کہ کسی بھی بشر کے لئے فقط اپنا پاؤں رکھنے کے لئے جگہ ہوگی۔ پھر سب انسانوں سے پہلے مجھے بلایا جائے گا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر مجھے اذنِ کلام دیا جائے گا تو میں کھڑا ہو کر عرض کروں گا: اے میرے رب! یہ ہے وہ جبرئیل جس نے مجھے خبر دی، اور وہ اللہ کے دائیں طرف ہوں گے، اللہ کی قسم! میں نے جبریل کو ایسی حالت میں پہلے کبھی نہیں دیکھا، تُو نے اس کو میری طرف بھیجا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل خاموش کھڑے ہوں گے، کچھ کلام نہیں کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس نے سچ کہا، پھر مجھے اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا: اے میرے رب! تیرے بندے زمین میں ہر جگہ تیری عبادت کرتے تھے یہی وہ مقام (جہاں کھڑا ہو کر میں شفاعت کروں گا) مقامِ محمود ہوگا۔''

اسے امام حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے: شیخین کی شرط پر اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

(14: أخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر، 6/247، الرقم:6117، وابن أبی شیبۃ فی المصنف، 6/308، الرقم:31675، وابن أبی عاصم فی السنۃ، 2/383، الرقم:813، والمنذری فی الترغیب والترہیب، 4/235، الرقم:5502، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 10/372.)

''حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج دس سال کی مسافت سے گرم ہوگا، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے گروہوں سے قریب ہوجائے گا، (انہوں نے پوری حدیث ذکر کی پھر) فرماتے ہیں: لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ذات ہیں جن سے اللہ نے معاملۂ تخلیق اور نبوت کا آغاز فرمایا اور آپ کی خاطر آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ آپ ہماری حالت مشاہدہ فرما رہے ہیں لہٰذا آپ ہی اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں، آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں تو آپ لوگوں کو جمع کرتے ہوئے جنت کے دروازے تک پہنچ جائیں گے، پس آپ سونے کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ فرمایا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اسے کھول دیا جائے گا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر سجدہ ریز ہوجائیں گے۔ وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس یہی مقامِ محمود ہے۔''

اسے امام طبرانی، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے کہا ہے: اس کی اِسناد صحیح ہے۔

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کا اِذن عطا فرمائے گا تو روح القدس جبرئیل علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر عیسیٰ یا موسیٰ علیہما السلام شفاعت فرمائیں گے۔ ابوزعراء کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون ہوگا؟ فرماتے ہیں: پھر (عموماً) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھے شفاعت فرمائیں گے، آپ اتنی کثرت سے شفاعت کریں گے کہ آپ کے بعد کوئی بھی التجا نہ کرے گا۔ یہی مقامِ محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاo) [القرآن، بنی اسرائیل، 17: 79]۔'' اسے امام طیالسی نے روایت کیا ہے۔

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام اور محبت کے باعث شفاعت کے لئے عرشِ الٰہی پر بٹھائے جانے یا رب العالمین کے دائیں طرف قیام فرما ہونے کا بیان)

1: أخرجه الترمذي في السنن، أبواب المناقب، باب: في فضل النبي صلى الله عليه وآله وسلم، 5/585، الرقم: 3611.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس پر سب سے پہلے زمین شق ہوگی پس مجھے جنت کے لباس میں سے ایک پوشاک پہنائی جائے گی۔ اس کے بعد میں عرش کے دائیں جانب اعلیٰ مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا مخلوق میں سے کوئی دوسرا کھڑا نہیں ہوگا۔''

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

2: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3 / 456، الرقم: 15783، إسناده صحيح على شرط مسلم، وابن حبان في الصحيح، 14 / 399، الرقم: 6479، والحاكم في المستدرك، 2/395، الرقم: 3383، والطبراني في المعجم الأوسط، 8/336، الرقم: 8797، وفي المعجم الكبير، 19 /72، الرقم: 142، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 364، الرقم: 785، والهيثمي في مجمع الزوائد، 7/51.

''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور میری امت روزِ قیامت ایک ٹیلے پر جمع ہوں گے، پس میرا پروردگار مجھے سبز رنگ کا لباسِ فاخرہ پہنائے گا (امام طبرانی کی ''المعجم الکبیر'' میں سرخ

لباس کا ذکر ہے) پھر مجھے اذن دیا جائے گا تو میں اللہ رب العزت کی منشاء کے مطابق حمد و ثنا کروں گا پس یہی مقام محمود ہے۔''

اسے امام احمد، ابنِ حبان، حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔ اور امام ہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کے اشخاص صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

3: أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، 2/365، الرقم: 786، والخلال في السنة، 1/211-212، الرقم: 237-238، وابن جرير الطبري في جامع البيان، 15/148، والآجري في كتاب الشريعة، 6/1609، الرقم: 1097، والذهبي في العلو للعلي الغفار، 1/93، الرقم: 223، والعسقلاني في فتح الباري، 11/427، وبدر الدين العيني في عمدة القاري، 23/123، وأحمد بن إبراهيم في توضيح المقاصد وتصحيح القواعد، 1/233.

''حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمہارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (عظیم شان و شوکت کے ساتھ) لایا جائے گا تو انہیں اللہ عزوجل کے سامنے اس کی کرسی پر بٹھایا جائے گا۔''

اس روایت کو امام ابنِ ابی عاصم، خلال، ابنِ جریر طبری اور آجری نے بیان کیا ہے۔

4: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 12/61، الرقم: 12474، والسيوطي في الدر المنثور في التفسير بالمأثور، 5/328.

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اور حضرت جبریل علیہ السلام کے درمیان بٹھائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ یہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقامِ محمود ہوگا۔''

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه الخلال في السنة، 1/252، الرقم: 295، وابن الجوزي في زاد المسير، 5/76، والذهبي في العلو للعلي الغفار، 1/131، الرقم: 359.

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔''

اس حدیث کو امام خلال اور ابن جوزی نے روایت کیا ہے۔

6: أخرجه الديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 3/58، الرقم: 4159، والسيوطي في الدر المنثور في التفسير بالمأثور، 5/328، والشوكاني في فتح القدير، 3/255.

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت مجھے اپنے ساتھ پلنگ (خصوصی نشست) پر بٹھائے گا۔'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

7: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، 6/305، الرقم: 31652، والخلال في السنة، 1/213، 214، الرقم: 241، 244، 246، وابن جرير الطبري في جامع البيان، 15/145، والآجري في كتاب الشريعة، 6/1614، 1615، الرقم: 1101-1105، والسمعاني في التفسير، 3/269، والبغوي في التفسير، 3/132، وابن الجوزي في زاد المسير، 5/76، وفخر الدين الرازي في التفسير الكبير، 21/27، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10/311، والعسقلاني في فتح

الباري، 11/ 426، وبدر الدين العيني في عمدة القاري، 23/ 123، والقسطلاني في المواهب اللدنية، 3/ 448، 450، والسيوطي في الدر المنثور، 5/ 328، والشوكاني في فتح القدير، 3/ 252، وجمال الدين القاسمي في محاسن التأويل، 6/ 491۔495.

''حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔''

ایک روایت میں ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے گا۔''

ایک روایت میں ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔''

ایک روایت میں ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔''

ان روایات کو امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر طبری، آجری، سمعانی، بغوی، ابن جوزی اور دیگر ائمہ نے بیان کیا ہے۔

8: أخرجه ابن الجوزي في زاد المسير، 5/ 76، والخازن في تفسيره، 3/ 177، والقسطلاني في المواهب اللدنية، 3/ 448۔450.

''حضرت ابو وائل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آیت مبارکہ پڑھی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) تو فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔'' اس روایت کو امام ابن جوزی اور خازن نے بیان کیا ہے۔

9: أخرجه السمعاني في التفسير، 3/ 269، والبغوي في تفسيره، 3/ 132، والخازن في تفسيره، 3/ 177.

''حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی کرسی پر بٹھائے گا۔'' اسے امام سمعانی، بغوی اور خازن نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجه الذهبي في العلو للعلي الغفار، 1/ 93، الرقم: 222.

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تلاوت کرتے ہوئے جب اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) پر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل مجھے عرش پر بٹھائے گا۔''

11: أخرجه السيوطي في الدر المنثور، 5/ 326.

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو خصوصی نشست پر فائز فرمائے گا۔''

12: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 219، الرقم: 252.

''امام ابو جعفر محمد بن مصعب کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر اس لئے بٹھائے گا تا کہ ساری مخلوق اللہ

کے نزدیک آپ کے مقام و مرتبہ کو دیکھے پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج اور اپنے باغات کی طرف تشریف لے جائیں گے۔''

13: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/ 211۔212، الرقم: 237۔238، وابن أبی عاصم فی السنۃ، 2/ 365، الرقم: 786، والآجری فی کتاب الشریعۃ، 6/ 1609، الرقم: 1097، والذہبی فی العلو للعلی الغفار، 1/ 93، الرقم: 223.

سلم بن جعفر البکراوی کہتے ہیں: میں نے ابو مسعود الجریری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سامنے (اپنی کرسی پر) بٹھائے گا پھر تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: تیری خرابی ہو، میں نے آج تک کوئی بھی ایسی حدیث نہیں سنی جو اس حدیث سے بڑھ کر میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی ہو جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ بٹھائے گا۔''

''امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بن احمد بن واصل نے کہا: جس شخص نے امام مجاہد کی بیان کردہ حدیث کو جھٹلایا وہ (باطل فرقہ جہمیہ کا معتقد) جہمی ہے۔''

''امام ابو داؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن نے فرمایا: جو شخص اس حدیث یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کا انکار کرے وہ ہمارے نزدیک تہمت زدہ ہے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا: لوگ فرقہ جہمیہ کے غیظ و غضب کے باعث اس حدیث کو بیان کرتے آرہے ہیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ جہمیہ عرش پر کسی بھی چیز کے ہونے کا انکار کرتے ہیں۔''

16: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/ 215، الرقم: 246.

''امام ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن ابی طالب نے فرمایا: جس شخص نے اس حدیث مجاہد کو جھٹلایا اس نے درحقیقت اللہ عزوجل کو جھٹلایا اور جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کو جھٹلایا اس نے درحقیقت اللہ رب العزت کا انکار کیا۔''

17: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/ 217، الرقم: 250.

''امام ابوبکر بن حماد المقری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص کے پاس ان احادیث کا تذکرہ کیا گیا اور وہ خاموش رہا (اس کا چہرہ خوشی کے باعث نہ کھلا) تو وہ اسلام پر تہمت لگانے والا ہے، پس جس نے ان احادیث کو طعن کا نشانہ بنایا تو اس کی بدبختی کا عالم کیا ہوگا۔''

18: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/ 217، الرقم: 250.

''امام ابو جعفر الدقیقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جس شخص نے ان احادیث کو جھٹلایا وہ ہمارے نزدیک جہمی ہے، اور اس کو جھٹلانے والے کا حکم یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔''

19: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/ 217، الرقم: 250.

''امام عباس الدوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تہمت زدہ شخص ہی اس حدیث کو جھٹلاتا ہے۔''

20: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/ 217، الرقم: 250.

''امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بن راہویہ نے فرمایا: اس حدیث پر ایمان رکھنا اور اسے تسلیم کرنا ہی حق ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا: جس شخص نے اس حدیث مجاہد کو جھٹلایا وہ جہمی ہے۔''

21: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/217، الرقم: 250.

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کا انکار کرنے والے سے امام عبد الوہاب الوراق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: درحقیقت وہ اسلام پر تہمت باندھنے والا ہے۔''

22: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/217، 218، الرقم: 250.

''امام ابراہیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علماء اس حدیث کو ایک سو ساٹھ (160) سال سے بیان کرتے آرہے ہیں، اور اس کو سوائے اہل بدعت کے کوئی نہیں جھٹلاتا۔''

23: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/218، الرقم: 250.

''امام حمدان رحمۃ اللہ علیہ بن علی نے فرمایا: میں نے پچاس سال سے اس حدیث کو لکھ رکھا ہے، اور میں نے اہل بدعت کے علاوہ کسی کو اسے جھٹلاتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

24: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/218، الرقم: 250.

''امام ہارون رحمۃ اللہ علیہ بن معروف فرماتے ہیں: اس حدیث کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زنادقہ کی آنکھوں کو تپش دے رہا ہے۔''

25: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/218، الرقم: 250.

''امام محمد بن اسماعیل السلمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص نے یہ وہم وگمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مقام حاصل نہیں ہوگا جو امام مجاہد نے کہا ہے، وہ اللہ رب العزت کا منکر ہے۔''

26/68. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: قَدْ تَلَقَّتْهُ الْعُلَمَاءُ بِالْقَبُوْلِ.

26: أخرجہ الذہبی فی العلو للعلی الغفار، 1/170، الرقم: 461، وأحمد بن إبراہیم فی توضیح القاصد وتصحیح القواعد، 1/233.

''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس قول (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے) کو علماء کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہے۔''

27: بیّنہ الآجری فی کتاب الشریعۃ، 6/1612۔1613.

''امام محمد بن حسین آجری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فضیلتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حدیثِ مجاہد اور سورۃ بنی اسرائیل کی آیت مبارکہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کہ اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا، ان احادیث کو اکابر اہلِ علم و نقل نے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بناء پر احسن طریقہ سے سیکھا ہے اور قبول کیا ہے اور انہوں نے ان کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے حدیثِ مجاہد کا رد کرنے والے شخص کی شدید مخالفت کی ہے اور کہا ہے: جس شخص نے حدیث مجاہد کو جھٹلایا وہ برا شخص ہے۔''

28: أخرجہ ابن تیمیۃ فی مجموع الفتاویٰ، 4/374.

''جب یہ بات واضح ہو گئی تو معروف علماء اور اللہ تعالیٰ کے مقبول اولیاء نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کا رب اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔

''اِس بات کو محمد بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے (عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) کی تفسیر کے ذیل میں نقل کیا ہے اور اسے کئی دیگر مرفوع اور غیر مرفوع طرق سے بھی روایت کیا ہے۔''

29: أخرجه العسقلاني في فتح الباري بشرح صحيح البخاري، 11/ 426، 427.

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قولِ مجاہد کہ ''اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا'' کے متعلق فرمایا: اس قول کی صحت کا عقلی اور نقلی دونوں طریقوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آیتِ مبارکہ (عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) میں 'مقامِ محمود' کے مختلف معانی بیان کرنے کے بعد خلاصۃً فرمایا:

''ان تمام اقوال کو شفاعتِ عامہ پر منطبق کیا جاسکتا ہے، بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوائے حمد کا عطا کیا جانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنا اور اپنے رب کی بارگاہ میں کلام کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرسی پر تشریف فرما ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبریل علیہ السلام سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب قیام فرما ہونا، یہ تمام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ محمود کی صفات ہیں۔ جن پر فائز ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔''

30: أخرجه القسطلاني في المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، 3/ 448.

''امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: کہا گیا کہ اس سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرش پر بٹھایا جانا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرسی پر بٹھایا جانا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا جب کہ حضرت مجاہد التابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔''

ان روایات کی تائید میں اَئمہ تفسیر کی آراء

1: أخرجه ابن جرير الطبري في جامع البيان، 15/ 147.

''امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ اس قول کی صحت کا نقلی اور عقلی دونوں طریقوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمھم اللہ تعالیٰ کی کوئی روایت یا قول اس چیز (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بٹھائے جانے کا) ناممکن ہونا بیان نہیں کرتا۔''

2: أخرجه السمعاني في تفسيره، 3/ 269.

''امام ابوظفر سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ کسی اور نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سامنے خصوصی کرسی پر بٹھائے گا، اور بعض ائمہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش کے دائیں جانب کھڑا فرمائے گا۔''

3: أخرجه البغوي في تفسيره، 3/132.

''امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مجاہد التابعی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) کے متعلق بیان کیا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی کرسی پر بٹھائے گا۔''

4: أخرجه ابن عطية الأندلسي في المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، 3/479.

''قاضی ابو محمد ابنِ عطیہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے مقامِ محمود کے بارے میں فرمایا: طبری نے ایک فرقہ کا موقف درج کیا ہے جن میں امام مجاہد بھی ہیں، وہ کہتے ہیں: ''مقامِ محمود سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔'' اس بارے میں اس گروہ نے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ نیز طبری نے متعدد اقوال سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔''

5: أخرجه ابن الجوزي في زاد المسير، 5/76.

امام ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مقامِ محمود کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزِ قیامت عرش پر بٹھائے گا۔ حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ یہی الفاظ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد التابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیے ہیں۔''

6: أخرجه القرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10/311، 312.

''امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے مقامِ محمود کے بارے میں ''تیسرا قول'' درج کرتے ہوئے فرمایا: طبری نے ایک فرقہ کا موقف درج کیا ہے جن میں امام مجاہد بھی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ''مقامِ محمود سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنی مخصوص کرسی پر بٹھائے گا۔'' اس بارے میں احادیث روایت کی گئی ہیں۔ طبری نے متعدد اقوال سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ نقاش نے امام ابو داود سجستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''جو اس حدیث یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کا انکار کرے وہ ہمارے نزدیک تہمت زدہ ہے۔'' اہلِ علم آج تک اس کو روایت کرتے آرہے ہیں۔ جس نے اس کا تاویل کی بناء پر انکار کیا تو ان کے بارے میں ابو عمر اور مجاہد فرماتے ہیں: اگر کوئی امام قرآنِ مجید کی آیات کی تاویل کرے تو اہلِ علم کے ہاں دو آیات کے بارے میں قول متروک ہیں: ایک تو اس آیت مقامِ محمود کے بارے میں دوسرا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان۔ (وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝) [القيامة، 75: 22، 23]۔ کی تاویل میں کہتے ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کا انتظار کریں گے نہ کہ اُس کی نظر کا۔

میں کہتا ہوں: یہ تمام تاویلات ابنِ شہاب سے حدیثِ تنزیل کی بحث میں ذکر کی گئی ہیں اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے آیت کے تحت یہ قول ذکر کیا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا" یہ تاویل ناممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عرش اور دیگر تمام اشیاء کی تخلیق سے بھی پہلے بذاتِ خود قائم تھا۔ پھر اُس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا لیکن اس میں اس کی ذاتی کوئی حاجت شامل نہ تھی بلکہ یہ اپنی قدرت وحکمت کے اظہار کے لیے کیا تا کہ اس کے وجود، توحید اور کمالِ قدرت وعلم کو اس کے تمام حکمت افعال کے باعث پہچانا جا سکے۔ پھر اُس نے اپنے لیے عرش تخلیق کیا اور اُس پر متمکن ہوا جیسا اس نے چاہا بغیر اس کے کہ وہ عرش اُس کے ساتھ ہی خاص ہو جائے یا اُس کی جائے قرار بن جائے۔ کہا گیا ہے کہ وہ آج بھی اپنی انہی صفات کے ساتھ قائم ہے جن کے ساتھ وہ زمان ومکان کی تخلیق سے پہلے تھا۔ پس اس بناء پر یہ بات برابر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھایا جائے یا فرش پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء فرمانا وہ اس پر قیام وقعود، اس پر آنے جانے اور اُس سے نیچے اُترنے اور دوسرے تمام معاملات جو عرش سے متصل ہیں ان سے عبارت نہیں ہے، بلکہ اللہ رب العزت تو بغیر کسی کیفیت کے عرش پر حالتِ استواء میں ہے جیسا کہ اُس نے اپنے بارے میں خبر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صفتِ ربوبیت ثابت کرنے کے لیے نہیں ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفتِ عبدیت سے نکالنے کے لیے ہے، بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وتکریم کو دیگر مخلوق سے بلند تر کرنے کے لیے ہے۔ رہا حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا "مَعَہٗ" فرمانا۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کے بمعنی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ. الأعراف، 7:206

"بے شک جو (ملائکہ مقربین) تمہارے رب کے حضور میں ہیں۔"

رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. التحریم، 66:11

"اے میرے رب! تُو میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا دے۔"

وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ٥ العنکبوت، 29:69

"اور بیشک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیت سے نوازتا ہے۔"

"اس طرح کی دیگر تمام آیات رتبہ، قدر ومنزلت کی بلندی اور اعلیٰ درجات کی طرف اشارہ کرتی ہیں نہ کہ کسی مخصوص مقام کی طرف۔" 7: أخرجه الخازن في تفسيره، 3/177.

"امام خازن بیان کرتے ہیں: حضرت ابو وائل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا ہے جب کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اللہ کے دوست ہیں اور تمام مخلوق سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) اور فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ حضرت مجاہد التابعی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

''اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی کرسی پر بٹھایا جائے گا۔''

80/8. ذکر القاضی محمد ثناء اللہ الپانی پتی فی تفسیرہ مثل ما ذکر البغوی والخازن.

8: أخرجہ القاضی ثناء اللہ فی التفسیر المظہری، 4/272.

''قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں تفسیر بغوی اور خازن کی عبارت درج کی ہے۔''

9: أخرجہ الشوکانی فی فتح القدیر، 3/252.

علامہ شوکانی مقام محمود کے بارے میں تیسرا قول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مقام محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھائے گا۔'' اس قول کو ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے مفسرین کے ایک گروہ سے روایت کیا ہے جن میں حضرت مجاہد التابعی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ اس باب میں حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ نقاش نے حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''جس نے اس حدیث کا انکار کیا وہ ہمارے نزدیک تہمت زدہ ہے۔'' اہل علم کثرت سے اس حدیث کو روایت کرتے آئے ہیں۔''

82/10. قال الآلوسی: عن مجاہد أنہ قال: المقام المحمود أن یجلسہ معہ علی عرشہ.

10: أخرجہ الآلوسی فی روح المعانی، 15/142.

''امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مقام محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔''

''علامہ جمال الدین قاسمی نے اپنی تفسیر محاسن التاویل میں اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا)۔ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ہم ان کی تفسیر سے اس بحث کو من وعن درج کررہے ہیں۔ انہوں نے کہا:

''ابن جریر نے کہا ہے: بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس مقام محمود کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں اس پر فائز فرمائے گا، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ اس قول کو حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ واحدی نے اس کے کہنے والے کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا ہے، اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس روایت کو درج کیا ہے اس کی عبارت کو امام رازی نے نقل کیا ہے۔ (واحدی کہتے ہیں) یہ قول گھٹیا، متروک اور قبیح ہے، نص کتاب اس تفسیر کے فساد کا اعلان کرتی ہے اور یہ کئی وجوہات کی وجہ سے ہیں:

پہلا اعتراض: بعث (کھڑا ہونا) یہ اجلاس (بٹھانے) کی ضد ہے۔ جیسے کہتے ہیں: بعثت النازل والقاعد فانبعث ''میں نے آنے والے اور بیٹھنے والے کو کھڑا کیا تو وہ کھڑا ہوگیا''۔ اسی طرح کہتے ہیں: بعث اللہ المیت ''اللہ نے میت کو قبر سے کھڑا کیا''۔ لہٰذا بعث کی اجلاس کے ساتھ تفسیر کرنا یہ ضد کی ضد کے ساتھ تفسیر ہے جو فاسد ہے۔

دوسرا اعتراض: اللہ تعالیٰ نے مقاماً محموداً فرمایا ہے نہ کہ مقعداً (اگر بٹھانا مقصود تھا تو مقعداً محموداً فرمایا جاتا)۔ مقام کھڑے ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں نہ کہ بیٹھنے کی جگہ کو۔

تیسرا اعتراض: اگر اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھے ہوں تو اللہ تعالیٰ

محدود اور متناہی ہو جائے گا اور جو ایسا ہو گا وہ حادث ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ حادث نہیں قدیم ہے)۔

چوتھا اعتراض: کہا جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر تشریف فرما ہونے میں کثرتِ اعزاز نہیں ہے کیونکہ یہی جاہل بیوقوف ''تمام اہلِ جنت'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے اور اس کے ہمراہ بیٹھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے ان کے دنیا میں گزرے ہوئے احوال پوچھے گا۔ جب ان کے نزدیک یہ حال تمام مسلمانوں کو حاصل ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس کی تخصیص کرنا اس میں کوئی زیادہ شرف اور رتبہ نہیں۔

پانچواں اعتراض: جب یہ کہا جائے کہ بادشاہ نے فلاں شخص کو مبعوث (تقرر) کیا ہے تو اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اسے کسی قوم کے مسائل حل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ بادشاہ نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا ہے تو ثابت ہوا کہ یہ قول گھٹیا اور ساقط الاعتبار ہے۔ اس کی طرف وہی انسان مائل ہوسکتا ہے جو کم عقل اور بے دین ہو۔ واحدی کے اعتراضات ختم ہوئے۔''

''کاش واحدی کو پتہ ہوتا کہ ابن جریر نے کیا لکھا ہے تاکہ اس قسم کے خطرناک تبصرہ سے باز آتا اور بزرگانِ سلف کے علمی مرتبہ اور مقام کو ملحوظ رکھ کر ادب کا راستہ اختیار کرتا۔ یہاں امام ابنِ جریر نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قولِ مذکور نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

''دونوں باتوں میں صحیح تر وہی بات ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح خبر وارد ہوئی ہے کہ اس سے مراد مقامِ شفاعت ہے۔ پھر فرمایا: مقامِ محمود کا معنی متعین کرنے میں یہ قول اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، آپ کے صحابہ سے اور تابعین سے روایتیں نقل کر دی ہیں، پھر بھی جو مجاہد نے کہا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے گا''۔ یہ بھی کوئی غلط بات نہیں، نہ خبر کی رو سے نہ نظر کی رو سے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی صحابی و تابعی سے اس کا محال اور ناممکن ہونا مروی نہیں ہے۔ جہت فکر و نظر سے دیکھا جائے تو تمام اہلِ اسلام نے اس کی توجیح اور تفسیر میں تین وجوہات کی بناء پر اختلاف کیا ہے:

''ان میں سے ایک جماعت نے کہا: اللہ رب العزت اپنی مخلوق سے جدا اور ممتاز ہے جیسے اشیاء کو تخلیق کرنے سے پہلے تھا۔ پھر اس نے اشیاء پیدا کیں اور وہ اُن سے مس نہیں کرتا، یہ صورت ہمیشہ سے ہے۔ جب وہ اشیاء کو پیدا کر کے انہیں چُھوتا نہیں تو لازم ہے کہ وہ ان سے الگ تھلگ ہو کیونکہ جو اشیاء کو بناتا ہے یا تو ان سے مَس کرے گا یا الگ تھلگ ہوگا۔ ان علماء نے کہا: بس وہ جس طرح تھا اسی طرح ہے حالانکہ اللہ رب العزت تمام چیزوں کا بنانے والا ہے، ان علماء کے قول کے مطابق یہ کہنا صحیح نہیں کہ یوں کہا جائے: اللہ تعالیٰ اشیاء کو مس کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے الگ تھلگ ہو۔ لہٰذا ان لوگوں کے مذہب کے مطابق برابر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے یا زمین پر کیونکہ ان کا یہ کہنا ہے کہ اس کا عرش سے الگ ہونا اور زمین سے الگ ہونا دونوں کا مطلب ایک ہی ہے چنانچہ وہ ان دونوں سے الگ تھلگ ہے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی مس نہیں کرتا۔''

''علماء کی دوسری جماعت کا کہنا ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ کے مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل ہی کوئی شے نہ تو اللہ کو مس کرتی تھی اور نہ

جدا تھی، پھر اس نے مخلوق کو پیدا کر کے اپنی قدرت سے انہیں قائم کیا اور اللہ کی شان ویسی ہی ہے جیسے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے تھی کہ نہ کوئی چیز اسے مس کرتی ہے اور نہ کوئی شے اس سے جدا ہے۔ ان لوگوں کے قول کے مطابق بھی برابر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے یا زمین پر کیونکہ وہ نہ اس (عرش) سے مس کرتا ہے اور نہ جدا ہے جس طرح کہ وہ نہ اس (زمین) سے مس کرتا ہے اور نہ جدا ہے۔''

''تیسری جماعت کا کہنا ہے: اللہ تعالیٰ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اس حال میں تھا کہ نہ کوئی شے اسے مس کرتی تھی اور نہ اس سے جدا تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی ذات کے لئے عرش بنا کر اس کے اوپر بیٹھ گیا تو وہ اس سے مس ہو گیا جیسے اشیاء کو پیدا کرنے سے قبل نہ وہ کسی چیز کو رزق دیتا تھا اور نہ کسی چیز کو اس رزق سے محروم کرتا تھا پھر اس نے اشیاء کو پیدا کر کے کسی کو رزق دیا اور کسی کو اس رزق سے محروم کر دیا، کسی کو عطا فرما دیا اور کسی سے اپنی عطا کو روک لیا (یعنی جسے جو چاہا دیا اور جسے جو چاہا نہ دیا)۔ اِن لوگوں کا کہنا ہے: یہی حال اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے تھا کہ نہ کوئی چیز اُس کو مس (Touch) کرتی تھی اور نہ کوئی اس سے الگ تھی (کیونکہ تھا ہی کچھ نہیں)، پھر اس نے اشیاء کو پیدا کیا اور عرش پر بیٹھ کر اس کو مس کیا اس کے علاوہ باقی مخلوق پر نہ بیٹھا (نہ کسی کو مس کیا)۔ لہٰذا وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہے مس کرے اور جس سے چاہے الگ رہے۔ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق بھی برابر ہے کہ ''اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے یا نور کے منبر پر بٹھائے۔'' ان کا کہنا ہے کہ رب کا اپنے عرش پر بیٹھنے سے تمام عرش استعمال نہیں ہوتا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر بٹھانے سے نہ ان کے لئے صفتِ ربوبیت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے رب کی عبودیت سے خارج ہوتے ہیں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بیٹھنے سے نہ تو وہ رب ہوں گے اور نہ بندگی سے نکلیں گے، اللہ تعالیٰ اپنی جگہ خالق رہے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ مخلوق ہوں گے)۔ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخلوق سے (ارفع مرتبہ ہونے کی وجہ سے ان سے) الگ تھلگ ہونا ان کے لئے صفتِ ربوبیت کو ثابت نہیں کرتا اور نہ وہ صفت عبودیت سے باہر ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بدرجہ اولیٰ آپ سے (الوہیت میں) جدا ہے جس طرح کے اللہ موصوف ہے۔ اس قائل کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ مخلوق سے الگ تھلگ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے الگ تھلگ ہیں۔ ان علماء کا کہنا ہے کہ جب دونوں معنیٰ الگ الگ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ ثابت نہ ہوگا کہ صفتِ عبودیت سے باہر نکل کر ربوبیت میں داخل ہو جائیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرشِ رحمن پر بیٹھنے سے بھی یہ خرابی پیدا نہیں ہوگی۔''

''اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ کسی مسلمان کی نظر میں مجاہد کا قول محال نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا بلکہ اس بات کا انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ مجھ سے عباس بن عبدالعظیم نے حدیث بیان کی، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے جریری سے، انہوں نے سیف السدوسی سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن رب تعالیٰ کے حضور اللہ تعالیٰ کی کرسی پر بیٹھیں گے۔'' (1) تفسیر ابن جریر، 15/ 147_148.

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ کے ساتھ بٹھائے جانے کا انکار کیا جاتا ہے۔ سوال ہے کہ کیا تمہارے نزدیک یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے اور ساتھ نہ بٹھائے؟ اگر اس نے یہ جائز قرار دیا تو گویا اس نے اقرار کر لیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہے اللہ کے ساتھ ہوں یا اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (عرش پر) بٹھائے۔ (دونوں باتیں ہیں) اللہ عرش سے الگ ہے یا نہ مس کرتا ہے نہ الگ ہے، قائل کون سا قول کہے گا؟ وہ انکار کرنے کے باوجود اس کے بعض میں داخل ہو جائے گا۔ اگر ہمارے بیان کردہ جماعتوں کے اقوال کو رد کرتے ہوئے کہے کہ اللہ سے ایسا جائز نہیں ہے مطلقاً انکار کرے تو اس کا مذہب سب سے علیحدہ ہو گیا کیونکہ ان تین اقوال کے علاوہ اور کوئی قول نہیں ہے، اور مجاہد کے قول میں کوئی استحالہ نہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی بات ختم ہوئی۔''

''(علامہ جمال الدین قاسمی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں: آپ کا حق ہے کہ واحدی کے پانچ سوالوں کے جوابات دیں جنہوں نے حضرت مجاہد کے قول کو غلط قرار دیا ہے۔

پہلا جواب: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے لفظِ ''بعث'' کی صرف ''بٹھانے'' کی تفسیر نہیں کی بلکہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام محمود پر فائز ہونے کی تفسیر کی ہے۔ (بیٹھنے اور کھڑے ہونے کی بات ہی نہیں کی۔)

دوسرا جواب: مقام کا معنی اور مفہوم مرتبہ، قدرت اور بلندی لغت میں مشہور ہیں۔

تیسرا جواب: یہ اعتراض ہم نہیں مانتے۔ اس لئے کہ جیسے اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جیسی کوئی ذات نہیں اسی طرح قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کی جو بھی صفات بیان کی گئی ہیں ان صفات میں وہ مخلوق کے مماثل نہیں ہے اور خالق کو مخلوق پر قیاس کرنا جائز نہیں۔

چوتھا جواب: یہ اعتراض ضد بازی اور تعصب ہے۔ ہر ایک کے مشاہدے میں یہ بات ہے کہ بادشاہ اگر ایک جماعت کو اپنے پاس بلائے اور ان میں سے افسر کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے تو یہ بات قرین قیاس ہے کیونکہ بلند مقام پر فائز ہونے والا شخص اس مقام و مرتبہ کا مالک ہے کہ جس بناء پر اُسے ہر ایک پر فوقیت حاصل ہوگی۔

پانچواں جواب: اس آیت میں جس جہاں کی بات ہو رہی ہے وہ ہماری اس دنیا سے مختلف ہے۔ آخرت میں مبہمات کو حل کرنے کیلئے کسی کو مقرر نہیں کیا جائے گا۔ جب کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا اور یہ اس تفسیر پر صادق آتا ہے جو حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور جس پر اکثر کی رائے ہے۔ پس تو غور کر اور انصاف کر۔''

''حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'العلو للہ العظیم' میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں یہ اشعار درج کیے ہیں:

(ہم حدیثِ شفاعت کو احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔ رہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھانے کی روایت تو ہم اس کا بھی انکار نہیں کرتے۔ حدیث کو اس کے اصل معنی پر قائم رکھو اور اس میں ایسی چیزیں داخل نہ کرو کہ اُس کا اصل معنی فاسد ہو جائے۔)''

''اس کے بعد امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مذکورہ کتاب میں شیخ بغداد عبادت گزار محمد رحمۃ اللہ علیہ بن مصعب کے حالات

زندگی بیان کیے اور اُن سے مقامِ محمود کی یہ تفسیر بیان کی ہے: ''مروزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ الخفاف رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابنِ مصعب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا: انہوں نے اس آیت (عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) کی تلاوت کی اور فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ بغداد محمد رحمۃ اللہ علیہ بن مصعب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اُن سے احادیث نقل کی ہیں (یعنی وہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل کے اساتذہ میں سے ہیں)۔'' وہ شخص کتنا بلند رتبہ ہوگا!''

''امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بیٹھنے کا مسئلہ کسی قرآن کی نص سے ثابت نہیں بلکہ اس باب میں کمزور حدیث ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے جو آیت مبارکہ کی تفسیر کی ہے جیسا کہ ہم نے اس کا ذکر کیا ہے بعض اہلِ کلام نے اس کا انکار کیا ہے۔ امام مروزی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کو ثابت کرنے کے لیے تحقیق کی اور اس پر ایک کتاب مرتب کی جس میں حضرت مجاہد کے اس قول۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بٹھائے جانے۔ کو لیث بن ابی سلیم، عطاء بن السائب، ابویحییٰ القتات اور جابر بن زید کے طرق سے جمع کیا ہے۔ اس کے علاوہ جن ائمہ نے اُس زمانے میں فتویٰ دیا کہ قولِ مجاہد کو تسلیم کیا جائے گا اور اس کی مخالفت نہیں کی جائے گی، ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان میں امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن، ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء شامل ہیں۔''

''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: جس شخص نے اس حدیث کا انکار کیا میں اُس کا منکر ہوں اور وہ شخص میرے نزدیک تہمت زدہ اور ناپسندیدہ ہے۔ میں نے اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت سے سنا ہے اور میں نے کسی محدث کو اس کا منکر نہیں پایا۔ ہمارے ہاں اس کا انکار صرف جہمیہ (باطل فرقہ کے پیروکار) کرتے ہیں۔''

''ہمیں ہارون بن معروف نے حدیث بیان کی، ان سے محمد بن فضیل نے بیان کی انہوں نے حضرت لیث سے اور انہوں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان۔ (عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ میں نے یہ حدیث اپنے والدِ گرامی (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل) سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: میری قسمت میں نہ تھا کہ میں یہ حدیث ابنِ فضیل سے سن سکوں۔ امام مروزی، ابراہیم بن عرفہ کے طریق سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابنِ عمیر سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اس قول (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے) کو علماء کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہے۔''

''امام مروزی بیان کرتے ہیں کہ امام ابوداؤد سجستانی نے فرمایا: ہمیں ابن ابی صفوان الثقفی نے حدیث بیان کی، انہیں یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سلم بن جعفر نے حدیث بیان کی، اور یہ ثقہ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سیف السدوسی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا: ''روزِ قیامت تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لایا جائے گا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے

سامنے اللہ تعالیٰ کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔'' حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور اسی طرح نقاش نے اسے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، اسی طرح شیخ الشافعیہ ابن سریج نے اس قول کے منکر کا رد کیا ہے۔''

''اس قول کی تائید میں امام ابوبکر الخلال رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب 'السنۃ' میں (ایک خواب) بیان کرتے ہیں: مجھے حسن بن صالح العطار نے، انہوں نے محمد بن علی السراج سے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) فلاں ترمذ کا رہنے والا شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر نہیں بٹھائے گا جب کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بٹھائے گا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلال بھرے چہرے کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! ہاں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھے عرش پر بٹھائے گا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔''

''قاضی ابویعلی الفراء رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ محدث وفقیہ ابوبکر احمد بن سلیمان النجاد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اگر کوئی شخص اس بات پر حلف اٹھائے: ''اگر یہ بات غلط ہو کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا تو میری بیوی کو تین طلاقیں'' اور وہ مجھ سے فتویٰ لینے آئے تو میں اس سے کہوں گا: تُو نے حق اور سچ بات کہی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے لیے قیامت کے دن شفاعت اختیار فرمانے کا بیان

1: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: صفة القيامة، باب: ما جاء في الشفاعة، 4/ 627، الرقم: 2441.

''حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس اللہ کی طرف سے پیغام لے کر آنے والا آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری آدھی امت کو بغیر حساب جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کرنے کے درمیان اختیار دیا؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہوا نہیں مرے گا۔''

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه ابن ماجة في السنن، كتاب: الزهد، باب: ذكر الشفاعة، 2/ 1441، الرقم: 4311، والكناني في مصباح الزجاجة، 4/ 260، الرقم: 1549.

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہے میں (قیامت کے روز) شفاعت کا حق اختیار کروں یا میری آدھی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ وہ عام تر اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے۔ تمہارے خیال میں وہ پرہیزگاروں کے لئے ہوگی؟ نہیں، بلکہ وہ گناہ گاروں، خطا کاروں اور گناہوں سے آلودہ لوگوں کے لیے ہے۔''

اسے امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2/ 75، الرقم: 5452، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 368، الرقم: 791، والبيهقي في الاعتقاد، 1/ 202، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/ 242، الرقم: 5518، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10: 378.

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہے میں (قیامت کے روز) شفاعت اختیار کروں یا میری آدھی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے؟ پس میں نے

شفاعت کو اختیار کرلیا کیونکہ وہ عام تر اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے۔ تمہارے خیال میں وہ پرہیزگاروں کے لئے ہوگی؟ نہیں، بلکہ وہ گناہوں سے آلودہ لوگوں اور خطا کاروں کے لیے ہے۔''

اسے امام احمد بن حنبل، ابن ابی عاصم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام منذری نے کہا ہے: اس کی اسناد ٹھیک ہے۔

4: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/415، الرقم: 19724، والرویاني في المسند، 1/330، الرقم: 501، والہیثمي في مجمع الزوائد، 10/368.

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم کسی غزوہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے۔ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں ہمارے ساتھ آرام کے لیے اترے، پس میں رات کے ایک حصے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈتا ہوا آپ کی آرام گاہ کی طرف گیا تو میں نے آپ کو وہاں نہ پایا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈتا ہوا میدان کی طرف نکل گیا تو ایک اور صحابی کو دیکھا کہ وہ بھی میری طرح آپ کی تلاش میں ہے۔ فرماتے ہیں: ہم اسی حالت میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف تشریف لاتے دیکھ کر ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دار الحرب میں ہیں اور ہمیں آپ کی فکر ہے لہٰذا اگر آپ کو کوئی حاجت پیش آئی تو کیوں نہ آپ نے کسی غلام کو فرمایا کہ وہ آپ کے ساتھ جاتا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ہوا کی سرسراہٹ یا شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنی اس اثناء میں میرے رب کی طرف سے آنے والا (جبرائیل وحی لے کر) آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے مجھے میری تہائی امت (بغیر حساب کے) جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ تو میں نے ان کے لیے شفاعت کو اختیار فرمالیا اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ ان کے لیے زیادہ وسیع ہے۔ پھر اس نے مجھے (دوبارہ) میری آدھی امت جنت میں داخل فرمانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ تو میں نے ان کے لیے اپنی شفاعت کو اختیار کرلیا اور میں جانتا ہوں کہ وہ ان کے لیے زیادہ وسعت کی حامل ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت کا اہل بنائے۔ آپ نے ان دونوں کے لیے دعا فرمائی پھر انہوں نے (دیگر) صحابہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں آگاہ کیا تو وہ آپ کے پاس آنا شروع ہوگئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت سے نوازے تو آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ جب آپ کے پاس لوگوں کا کثیر جھرمٹ ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً وہ شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہے جو اس حال میں فوت ہوا کہ لَا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیتا ہو۔''

اسے امام احمد اور رویانی نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/404، الرقم: 19618.

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ آپ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ ایک رات میں بیدار ہوا تو آپ کو اپنی آرام گاہ میں نہ دیکھ کر میرے دل میں کسی ناگہانی واقعہ کے پیش آنے کا خیال آیا۔ پس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلا تو دیکھا کہ معاذ رضی اللہ عنہ بھی میری طرح اسی تگ ودو میں ہے۔ اسی اثناء میں ہم نے ہوا کی سرسراہٹ جیسی آواز سنی تو اپنی جگہ پر ٹھہر گئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز کی سمت سے تشریف لاکر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کہاں تھا؟ اور کس حال میں تھا؟ میرے رب عزوجل کی طرف سے ایک پیغام لیکر

آنے والا آیا کہ اس نے مجھے میری آدھی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا ہے؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اور ہر وہ شخص جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔"

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اِسناد حسن ہے۔

6: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5/ 232، الرقم: 22025، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 368.

"حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سفر کے دوران) جب کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تو مہاجرین آپ کے اردگرد (کیمپ) ڈال لیتے۔ فرماتے ہیں: (اسی طرح کسی سفر کے دوران) ہم ایک جگہ پر اترے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا اور ہم آپ کے اردگرد تھے۔ فرماتے ہیں: میں اور معاذ رات کو نیند سے بیدار ہوئے تو (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) دیکھا۔ (آپ کو اپنی جگہ پر نہ پا کر) ہم آپ کی تلاش میں نکل پڑے تو ہم نے بادلوں کی گڑگڑاہٹ جیسی آواز سنی، اس اثناء میں آپ کو تشریف لاتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کو اپنی جگہ پر نہ دیکھ کر ہم ڈر گئے کہ شاید آپ کے ساتھ کوئی معاملہ پیش آیا ہے لہٰذا ہم آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک آنے والا حالتِ نیند میں میرے پاس آیا تو اس نے مجھے میری آدھی امت کے بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جانے یا شفاعت کرنے کا اختیار دیا؟ پس میں نے ان کے لیے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ ہم نے عرض کیا: ہم آپ سے اسلام کے صدقے اور آپ کے ساتھ صحابیت کا شرف پانے کے وسیلہ سے التجا کرتے ہیں کہ آپ ہمیں جنت میں داخل فرمائیں گے۔ فرماتے ہیں: لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے اور انہوں نے بھی آپ سے ہمارے کہنے کی طرح عرض کیا اور لوگوں کی تعداد بڑھتی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی شفاعت ہر اس شخص کے لیے کروں گا جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو۔"

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اِسناد حسن ہے۔

7: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 6/ 28، 29، الرقم: 24002، وابن حبان في الصحيح، 14/ 388، الرقم: 6470، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/ 320، الرقم: 31751، والطبراني في المعجم الكبير، 18/ 73، الرقم: 134، والطيالسي في المسند، 1/ 134، الرقم: 998، والروياني في المسند، 1/ 391، الرقم: 597، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 389، الرقم: 818.

"حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دورانِ سفر) ایک رات ہمارے ساتھ آرام کے لیے اترے تو ہم میں سے ہر شخص اپنی سواری پر سو گیا۔ فرماتے ہیں: میں بعض اونٹوں کی طرف گیا تو دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر موجود نہیں ہیں۔ پس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکل پڑا تو اس دوران دیکھا کہ معاذ بن جبل اور عبد اللہ بن قیس بھی جاگ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے کہ وادی کے اوپر سے ہم نے بادل کے گڑگڑانے جیسی آواز سنی ہے۔ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تھوڑی دیر یہاں ٹھہرو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے تو فرمایا: میرے رب کی طرف سے آنے والا رات کو میرے پاس آیا تو اس نے مجھے میری آدھی امت کے بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ ہم نے عرض کیا: ہم آپ سے اللہ اور صحابیت کے واسطے سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی شفاعت سے نوازیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تم میری شفاعت کے حق دار ہو۔ فرماتے ہیں: ہم جلدی سے (دوسرے) لوگوں کی طرف آئے تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پا کر پریشان تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان سے بھی) فرمایا: میرے رب کی طرف سے آنے والے نے رات کو میرے پاس آ کر مجھے اپنی آدھی امت کے (بغیر حساب کے) جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم آپ سے اللہ اور صحابیت کے واسطے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی شفاعت کے حقدار بنائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میری شفاعت میری امت کے ہر اس فرد کے لیے ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہوگا۔"

اسے امام احمد، ابنِ حبان، ابنِ ابی شیبہ، طبرانی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے 'ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ' میں کہا ہے: اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور اس کا ہر راوی شیخین کی شرط پر ثقہ ہے۔

8: أخرجہ الحاکم فی المستدرک، 1/ 135،60، الرقم: 221،36، والطبرانی فی المعجم الکبیر، 18/ 68، الرقم: 126، وابن مندہ فی الإیمان، 2/ 873، الرقم: 932.

"حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (دورانِ سفر) ایک منزل پر (آرام کے لیے اترے) تو رات کے کسی حصے میں مجھے جاگ آ گئی۔ میں نے کسی چیز کو اپنے کجاوہ کے پچھلے حصہ سے بڑھ کر طویل نہ دیکھا، ہر انسان اور اس کا اونٹ زمین کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ میں لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرام گاہ تک پہنچا تو آپ وہاں موجود نہ تھے، میں نے اپنا ہاتھ بستر مبارک پر رکھا تو وہ ٹھنڈا تھا۔ پس میں آپ کی تلاش میں لوگوں کے درمیان سے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھتا ہوا گزرنے لگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی لے گیا ہے یہاں تک کہ پورے لشکر سے باہر نکل گیا۔ اسی دوران میں نے ایک سایہ دیکھا تو میں نے آگے بڑھتے ہوئے اسے پتھر مارا۔ میں سایہ کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ معاذ بن جبل اور ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ ہم نے اپنے آگے بادل کی گڑگڑاہٹ یا ہوا میں بارش کے برسنے جیسی آواز سنی تو ہم میں سے بعض نے بعض سے کہا: لوگو! تم یہی رکے رہو یہاں تک کہ صبح ہو جائے یا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئیں۔ فرماتے ہیں: جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کہیں سے تشریف لاتے ہوئے) پکارا: کیا (یہاں) معاذ بن جبل، ابو عبیدہ اور عوف بن مالک ہیں؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ہماری طرف تشریف لائے تو ہم (واپس لشکر کی طرف) چلنا شروع ہو گئے نہ ہم نے آپ سے کچھ عرض کیا اور نہ آپ نے ہمیں کچھ فرمایا یہاں تک کہ آپ اپنے بچھونے پر تشریف فرما ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو مجھے کیا اختیار دیا؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس نے مجھے آدھی امت کے بغیر حساب جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کرنے کے درمیان اختیار دیا؟ سو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں اس سے نوازے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ہر مسلمان کے لیے ہے۔''

اسے امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا۔ حاکم نے کہا ہے: یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

9: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 18/ 58، الرقم: 107، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 369.

''حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کے دوران منزل پر اترے، یہاں تک کہ رات کو میری آنکھوں سے نیند غائب ہوگئی جس کے باعث میں سو نہ سکا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت لشکر میں تمام جانور سو رہے تھے کہ (اپنی خوابگاہ) کجاوہ کی پچھلی جانب سے میرے دل میں کچھ خیال ابھرا تو میں نے اپنے آپ سے کہا: میں ضرور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور صبح تک آپ کی حفاظت کا فریضہ انجام دوں گا۔ پس میں لوگوں کے کجاووں سے گزرتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کجاوے تک پہنچا تو دیکھا کہ آپ اپنے کجاوے میں موجود نہ تھے، لہٰذا میں کجاووں کو عبور کرتا ہوا لشکر سے باہر نکل گیا تو ایک سایہ دیکھا۔ میں نے اس سایہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو وہ ابو عبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: کس چیز نے آپ کو (لشکر سے) باہر نکالا ہے؟ میں نے کہا: جس نے آپ دونوں کو نکالا ہے۔ ہم سے قریب ہی ایک باغ تھا تو ہم اس کی طرف چل پڑے کہ اچانک ہم نے اس میں سے مکھی کی بھنبھناہٹ یا ہوا کی سرسراہٹ جیسی آواز سنی۔ پس (اس میں سے) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا یہاں ابو عبیدہ بن جراح ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور معاذ بن جبل ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عوف بن مالک ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لے آئے۔ ہم آپ کے ساتھ چلنے لگے تو نہ ہم نے آپ سے کسی چیز کے بارے عرض کیا اور نہ ہی آپ نے ہم سے کچھ پوچھا یہاں تک کہ آپ اپنے کجاوہ کی طرف لوٹ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جس کے بارے میں ابھی مجھے میرے رب نے اختیار دیا؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ (ضرور بتلایئے)! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے بغیر حساب کتاب اور عذاب کے میری تہائی امت کو جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے کس کو اختیار فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے شفاعت کو اختیار کیا ہے۔ ہم سب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں اپنی شفاعت کا حق دار بنا لیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: بے شک میری شفاعت ہر مسلمان کے لیے ہے۔''

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 4/ 102، الرقم: 1395، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 370.

''ابو کعب صاحب حریر سے روایت ہے کہ میں نے نضر بن انس سے سوال کیا کہ آپ مجھے ایسی حدیثِ مبارکہ بتائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! میں آپ کو ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو ہم کو مدینہ کی طرف سے لکھی گئی

ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس حدیث کو یاد کرلو کیونکہ یہ احادیث کا خزانہ ہے۔ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تو سارا دن (سفر میں) رہے پس جب رات ہوئی تو آپ نے (ایک جگہ) پڑاؤ ڈالا اور لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ام انس کے شوہر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، فلاں اور فلاں چار افراد آرام فرمانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی کے ہاتھ (یعنی اگلے پاؤں) کو سر کے نیچے تکیہ بنا کر رکھ لیا، پھر آپ اور آپ کے پہلو میں موجود چاروں افراد سو گئے۔ رات کا ایک حصہ گزر جانے پر انہوں نے اپنے سروں کو اٹھا کر دیکھا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی سواری کے پاس نہ پا کر تلاش میں نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر فدا کرے! آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ ہم آپ کو نہ دیکھ کر تو بے چین ہو گئے تھے۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا جیسا کہ تم نے دیکھا تو اپنی نیند میں بادل کی گڑگڑاہٹ جیسی آواز سننے پر بے قرار ہو کر اٹھ بیٹھا۔ (پھر میں اسی بے قراری) میں (باہر) چل پڑا تو جبرئیل سے میرا سامنا ہوا۔ اس نے عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے خاص گھڑی میں مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ کو اختیار دوں۔ آپ اختیار فرمایئے چاہے آپ کی آدھی امت (بغیر حساب کے) جنت میں داخل ہو جائے اور چاہے قیامت کے دن آپ شفاعت کریں؟ پس میں نے اپنی امت کے لیے شفاعت کو اختیار کر لیا ہے۔ اس پر چاروں افراد کے گروہ نے عرض کیا: اللہ کے نبی! آپ ہمیں اپنی شفاعت کا مستحق بنا لیجیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے مستحق ہو۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چاروں آگے بڑھے یہاں تک کہ دس افراد آپ سے آ ملے تو انہوں نے عرض کیا: ہمارے رحمت والے نبی کہاں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بھی ایسا ہی بیان کیا جیسے لوگوں کو بتایا تھا تو انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر قربان کرے، آپ قیامت کے دن ہمیں بھی اپنی شفاعت کا مستحق ٹھہرائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بھی اس کے حقدار ہو۔ پس ان سب نے لوگوں کے ایک بڑے گروہ کی طرف آ کر لوگوں میں ندا دی: یہ ہمارے نبی رحمت والے نبی ہیں۔ آپ نے انہیں بھی جو قوم کو بیان فرمایا تھا بتایا تو انہوں نے بیک وقت پکارا: اللہ تعالیٰ ہم کو آپ پر فدا کریں آپ ہمیں بھی قیامت کے دن اپنی شفاعت سے نوازیں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا: میں اللہ تعالیٰ اور ہر سننے والے کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میری شفاعت ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا۔"

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

11: أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، 2/397، الرقم: 829.

"حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم کسی سفر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جبرئیل نے مجھے آ کر بتایا کہ میرے رب نے مجھے دو خصلتوں میں اختیار دیا: چاہے میری آدھی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دے یا شفاعت کا حق اختیار کروں؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔" اسے امام ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے لیے دعائے شفاعت قیامت تک کے لیے مؤخر فرمانے کا بیان

1: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الدعوات، باب: لكل نبي دعوة مستجابة، 5 / 2323، الرقم: 5945، وأيضاً في كتاب: التوحيد، باب: في المشيئة والإرادة، 6/2718، الرقم: 7036، ومسلم في الصحيح، 1 / 188، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، الرقم: 198، ومالك في الموطأ، 1 / 212، الرقم: 494، وأحمد بن حنبل في المسند، 2 / 381، الرقم: 8959، إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير علي بن بكر بن محمد، وهو ثقة، وأيضاً في 2 / 486، الرقم: 10311، وابن حبان في الصحيح، 14 / 374، الرقم: 6461، وأبو عوانة في المسند، 1 / 86، الرقم: 256، والقضاعي في مسند الشهاب، 2 / 133، الرقم: 1041، 1042، والبيهقي في شعب الإيمان، 2 / 163، الرقم: 1444، وابن منده في الإيمان، 2 / 862، الرقم: 902.

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص دعائے مستجاب کا حق ہوتا ہے جو وہ کرتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اِن شاء اللہ اپنی اس خاص دعا کو آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر کے رکھوں۔‘‘

اسے امام بخاری، مسلم، مالک، احمد بن حنبل، ابنِ حبان اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الدعوات، باب: لكل نبي دعوة مستجابة، 5 / 2323، الرقم: 5946، والقضاعي في مسند الشهاب، 2 / 132، الرقم: 1038، وأبو نعيم الأصبهاني في حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، 7 / 259.

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے جسے اس نے کیا تو قبول کر لی گئی، پس میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دی ہے۔‘‘

اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1 / 189، الرقم: 199، والترمذي في السنن، كتاب: الدعوات، باب: فضل لاحول ولا قوة إلا بالله، 5 / 580، الرقم: 3602، وابن ماجه في السنن، كتاب: الزهد، باب: ذكر الشفاعة، 2 / 1440، الرقم: 4307، وأحمد بن حنبل في المسند، 2 / 426، الرقم: 9504، والبيهقي في السنن الكبرى، 10 / 190.

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص دعائے مستجاب کا حق ہوتا ہے پس ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی جبکہ میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ وہ اِن شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو پہنچنے والی ہے جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔‘‘

اسے امام مسلم، ترمذی اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

4: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1 / 190، الرقم: 200، وأحمد بن حنبل في المسند، 3 / 218، الرقم: 13281، وابن حبان في الصحيح، 14 / 76، الرقم: 6196، وأبو يعلى في المسند، 5 / 229، 340، الرقم: 2842، 2970، وابن منده في الإيمان، 2 / 866، الرقم: 915، والقضاعي في مسند الشهاب، 2 / 134، الرقم: 1043، 1044.

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے مقبول

دعا تھی جسے اس نے اپنی امت کے حق میں کیا۔ بے شک میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔''

اسے امام مسلم، احمد اور ابنِ حبان نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اِسناد صحیح ہے۔

5: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1 / 190، الرقم: 201، وأحمد بن حنبل في المسند، 3 / 384، الرقم: 15116، وابن حبان في الصحيح، 14 / 373، الرقم: 6460، وأبو يعلى في المسند، 4 / 166، الرقم: 2237، والطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 243، الرقم: 3043.

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک خاص مقبول دعا تھی جسے اس نے اپنی امت کے حق میں کیا جبکہ میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔''

اسے امام مسلم، احمد، ابنِ حبان، ابو یعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

6: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1 / 189، الرقم: 198، وابن راهويه في المسند، 1 / 233، الرقم: 191، وابن منده في الإيمان، 2 / 864، الرقم: 911، وأبو نعيم الأصبهاني في المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، 1 / 273، الرقم: 494.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص قبول کی جانے والی دعا کا حق ہوتا ہے جو وہ کرتا ہے پس اسے قبول کر کے وہی عطا کر دیا جاتا ہے، جبکہ میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔''

اسے امام مسلم، ابنِ راہویہ اور ابنِ مندہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی اِسناد حسن ہے۔

7: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1 / 190، الرقم: 199، وأحمد بن حنبل في المسند، 2 / 313، الرقم: 8132، وأبو نعيم في المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، 1 / 273، الرقم: 495.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے جسے اس نے اپنی امت کے حق میں کیا تو اسے قبول کر لیا گیا جبکہ میں چاہتا ہوں اِن شاء اللہ اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دوں۔''

اسے امام مسلم اور احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔

8: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1 / 189، الرقم: 198، وابن منده في الإيمان، 2 / 860، الرقم: 897، والبيهقي في السنن الكبرى، 10 / 190، وأيضاً في شعب الإيمان، 5 / 477، الرقم: 7328، والقضاعي في مسند الشهاب، 2 / 133، الرقم: 1040، والأصبهاني في المسند المستخرج على صحيح مسلم، 1 / 272، الرقم: 492.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے کہا کہ یقیناً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص مقبول دعا کا حق ہوتا ہے جسے وہ کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں اِن شاء اللہ اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت

کے لیے مؤخر کر کے رکھوں۔ حضرت کعب نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا: کیا آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں!''

اسے امام مسلم، ابنِ مندہ، بیہقی اور قضاعی نے روایت کیا ہے۔ اس کی اِسناد حسن ہے۔

9: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2/430، الرقم:9553، وابن راهويه في المسند، 1/139، الرقم:68، وابن الجعد في المسند، 1/177، الرقم:1137، وابن منده في الإيمان، 2/863، الرقم:909.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا تھی جسے اس نے کیا۔ یقیناً میں چاہتا ہوں اِن شاء اللہ کہ اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے ذخیرہ کر لوں۔''

اسے امام احمد، ابنِ راہویہ اور ابنِ جعد نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/281، الرقم:2546، وأبو يعلى في المسند، 4/215،216، الرقم:2328، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/372، والعجلوني في كشف الخفاء، 1/16، الرقم:11، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 3/487، الرقم:843.

''ابو نضرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے منبر پر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک خاص مقبول دعا ضرور تھی جسے اس نے پورا ہونے کا دنیا میں اصرار کیا۔ بے شک میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔''

اسے امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

11: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2/275، الرقم:7714، وابن منده في الإيمان، 2/861، الرقم:900، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 4/16.

''قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور کعب (الاحبار تابعی) ایک جگہ جمع ہوئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کعب کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرویات بیان کرنے لگے جبکہ کعب، ابو ہریرہ کو کتبِ سابقہ سے مرویات بیان کرنے لگے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص مقبول دعا کا حق تھا، اور بے شک میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔''

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اس کی اِسناد صحیح ہے۔

12: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3/20، الرقم:11148، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/310، الرقم:31683، وعبد بن حميد في المسند، 1/283، الرقم:903، وأبو يعلى في المسند، 2/293، الرقم:1014، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/371.

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص عطیہ (دعائے مستجاب کی شکل میں) دیا گیا اور ہر ایک نے اس کے حصول میں جلدی کی۔ بے شک میں نے اپنے اس عطیے کو قیامت کے دن امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔''

اسے امام احمد، ابنِ ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: اس کی اِسناد حسن ہے۔

13: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5/325-326، الرقم: 22771، والطبراني في مسند الشاميين، 2/156، الرقم: 1101، وابن أبي عاصم في السنة، 2/391، الرقم: 822، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/367.

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات صحابہ نے (سفر میں قیام کے دوران) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اپنے درمیان) نہ پایا، ان کا معمول تھا کہ وہ جب کسی مقام پر پڑاؤ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے درمیان کر لیتے تھے لہٰذا وہ اس صورتحال سے گھبرا گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کے علاوہ دوسرے اصحاب کو چن لیا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی خیال میں گم تھے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھ کر بلند آواز سے تکبیر کہی، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس بات سے ڈر گئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہمارے علاوہ دیگر اصحاب کو چن لیا ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! بلکہ تم دنیا اور آخرت میں میرے صحابہ ہو۔ (ہوا یہ کہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے جگا کر فرمایا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے ہر بھیجے ہوئے نبی اور رسول نے مجھ سے خاص سوال کیا اور میں نے اس کا مانگا ہوا عطا کر دیا، لہٰذا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ بھی مجھ سے کوئی سوال کر لیں آپ کو عطا کیا جائے گا تو میں نے عرض کیا: میرا سوال قیامت کے دن امت کی شفاعت کا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شفاعت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں (قیامت کے روز) عرض کروں گا: اے میرے رب! میری شفاعت (کا سوال) جو میں نے تیرے ہاں ذخیرہ کیا ہوا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: ہاں! (مجھے یاد ہے) پس میرا رب تبارک وتعالیٰ میری بقیہ (گناہ گار) امت کو جہنم سے نکال کر جنت میں ڈال دے گا۔''

اسے امام احمد، طبرانی اور ابنِ ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

14: أخرجه الحاكم في المستدرك، 1/138، الرقم: 226، وقال: وقد احتج مسلم بعلي بن هاشم وعبد الرحمن بن أبي عقيل الثقفي صحابي قد احتج به الحفاظ في مسانيدهم، وأما عبد الجبار بن العباس فإنه من جمع حديثه وعد مسانيده في الكوفيين، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/318، الرقم: 31740، وابن أبي عاصم في السنة، 2/393، الرقم: 824، وأيضا في الآحاد والمثاني، 3/239، الرقم: 1600، والحارث في المسند، 2/1010، الرقم: 1134، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/234، الرقم: 5499، وقال: رواه الطبراني والبزار بإسناد جيد، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/371، وقال: رواه الطبراني والبزار ورجالهما ثقات.

''حضرت عبد الرحمن بن ابی عقیل ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں وفدِ ثقیف میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو ہم مدینہ کے راستہ پر چلتے رہے یہاں تک کہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ہمیں ان سے بڑھ کر مبغوض نہیں تھا جن کے پاس ہم داخل ہو رہے تھے۔ ہم نے گھر میں داخل ہو کر (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) سلام کیا اور بیعت کی، تو جس وقت ہم ان کے پاس سے باہر نکلے تو لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ہمیں ان سے بڑھ کر محبوب نہیں تھا جن کے پاس سے ہم باہر نکلے۔ (بعد میں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنے رب سے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسی بادشاہت کا سوال کیوں نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا: تمہارے صاحب (نبی) کا مقام اللہ کے ہاں سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت سے بھی افضل ہے۔ اللہ نے ہر نبی کو ایک خاص دعا کے ساتھ مبعوث فرمایا تو ان

میں سے کسی نے اس کے ذریعے دنیا مانگی جو اسے دیدی گئی اور ان میں سے کسی نے اپنی امت کے خلاف اس کے ساتھ دعا کی تو انہیں اس کے سبب ہلاک کر دیا گیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص دعا عطا کی تو میں نے اس کو اپنے رب کے ہاں قیامت کے دن امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔''

اسے امام حاکم، ابنِ ابی شیبہ اور ابنِ ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ اس کی اِسناد ٹھیک ہے۔

15: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 6 / 427، الرقم: 27410، والحاكم في المستدرك، 1: 138، الرقم: 227، والهيثمي في مجمع الزوائد، 7 / 224، وإسماعيل الأصبهاني في دلائل النبوة، 1 / 224، الرقم: 312، وابن عبد البر في التمهيد، 19 / 68، الرقم: 173.

''حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے وہ احوال دیکھے جو میرے بعد میری امت کرے گی، ان کا ایک دوسرے کو قتل کرنا اور اس امر کا حتمی و قطعی فیصلہ علمِ الٰہی میں ہو چکا ہے جیسا کہ پچھلی امتوں کے متعلق عذاب کے حتمی فیصلے علمِ الٰہی میں ہو چکے تھے۔ لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجاء کی کہ وہ مجھے میری امت کے حق میں قیامت کے دن حق شفاعت عطا فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (میری التجاء قبول فرمائی)۔''

اسے امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم اور ہیثمی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

16: أخرجه أبو يعلى في المسند، 12 / 382، 435، الرقم: 7002، وابن المبارك في الزهد، 1 / 564، الرقم: 1622، والديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 1 / 399، الرقم: 1614، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10 / 371.

''ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے وہ احوال دیکھے جو میرے بعد میری امت کرے گی لہٰذا میں نے قیامت کے دن ان کے لیے شفاعت کو اختیار کیا۔''

اسے امام ابویعلی، ابنِ مبارک اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔

17: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 23 / 222، الرقم: 410.

''حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے دکھایا گیا جو میرے بعد میری امت کرے گی اور اپنا خون بہائے گی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ مجھے میری امت کے حق میں قیامت کے دن حق شفاعت عطا فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (میری التجاء قبول کر لی)۔''

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

18: أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، 1 / 96، الرقم: 215، وأيضاً في 2 / 372، الرقم: 800، وأيضاً في الآحاد والمثاني، 5 / 421، الرقم: 3077، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4 / 233، الرقم: 5497.

''حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے دکھایا گیا جو میرے بعد میری امت کرے گی اور ایک دوسرے کا خون بہائے گی جس نے مجھے غمگین کر دیا اور مجھ پر گراں گزرا، اور اس امر کا حتمی و قطعی فیصلہ علمِ الٰہی میں ہو چکا ہے جیسا کہ پہلی امتوں کے متعلق حتمی فیصلے علمِ الٰہی میں ہو چکے تھے۔ لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ مجھے ان کے حق میں قیامت کے دن حق شفاعت عطا فرمائے، پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (میری التجاء قبول فرمائی)۔''

اسے امام ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ البانی نے کہا ہے: اس حدیث کی اِسناد شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور مقبول شفاعت ہونے کا بیان

1: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الفضائل، باب: تفضيل نبينا على جميع الخلائق، 4 / 1782، الرقم: 2278، والبيهقي في شعب الإيمان، 2 / 179، الرقم: 1486، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3 / 59، وابن الجوزي في صفة الصفوة، 1 / 184.

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن ساری اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔‘‘

اس حدیث کو امام مسلم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب في قول النبي صلى الله عليه وآله وسلم: أنا أول الناس يشفع في الجنة، 1 / 188، الرقم: 196، وأبو يعلى في المسند، 7 / 51، الرقم: 3967، وابن منده في الإيمان، 2 / 856، الرقم: 889، إسناده صحيح، وابن الجوزي في صفة الصفوة، 1 / 183.

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام لوگوں میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت میں شفاعت کرے گا اور تمام نبیوں سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے۔‘‘

اسے امام مسلم، ابو یعلی اور ابنِ مندہ نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب في قول النبي صلى الله عليه وآله وسلم: أنا أول الناس يشفع في الجنة، 1 / 188، الرقم: 196، وأحمد بن حنبل في المسند، 3 / 140، الرقم: 12419، وابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 304، الرقم: 31651، وأبو يعلى في المسند، 7 / 51، الرقم: 3968، وابن منده في الإيمان، 2 / 855، الرقم: 886، والبيهقي في شعب الإيمان، 1 / 284.

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں جنت میں شفاعت کروں گا، انبیائے کرام میں سے کسی بھی نبی کی اتنی تصدیق نہیں کی گئی جتنی میری تصدیق کی گئی ہے۔ انبیاء میں بعض نبی ایسے بھی ہیں کہ ان کی امت میں سے ایک شخص کے علاوہ اور کسی نے ان کی تصدیق نہیں کی۔‘‘

اسے امام مسلم، احمد، ابنِ ابی شیبہ اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ اس کی اِسناد حسن ہے۔

4: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب، باب: فضل النبي صلى الله عليه وآله وسلم، 5 / 587، الرقم: 3616، والدارمي في السنن، 1 / 39، الرقم: 47، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 1 / 561.

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا) ان میں سے بعض نے کہا: تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے اپنا خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے ہمکلام (کلیم اللہ) ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں۔ ایک نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی

روح ہے، کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، سلام کر کے فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا۔ یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں، اور واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں، بے شک وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا، وہ بھی یقیناً اسی طرح ہیں۔ مگر سنو! اچھی طرح آگاہ ہو جاؤ کہ (میری شان یہ ہے) میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور (اس پر) کوئی فخر نہیں، میں قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے میں ہی جنت کا کنڈا کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اسے میری لئے کھول دے گا پس وہ مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقیر و غریب مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں، میں اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم و معزز ہوں لیکن کوئی فخر نہیں کرتا۔''

اسے امام ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه أبوداود في السنن، كتاب: السنة، باب: في التخيير بين الأنبياء عليهم السلام، 4/218، الرقم: 4673، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/540، الرقم: 10985، وابن أبي شيبة في المصنف، 7/257، الرقم: 35849، وابن أبي عاصم في السنة، 1/369، الرقم: 792، والبيهقي في السنن الكبرى، 9/4، واللالكائي في شرح أصول إعتقاد أهل السنة، 4/788، الرقم: 1453.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں، سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔''

اسے امام ابوداؤد، احمد، ابنِ ابی شیبہ، ابنِ ابی عاصم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے 'ظلال الجنۃ' میں کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے اشخاص ثقہ ہیں۔

6: أخرجه ابن ماجه في السنن، كتاب: الزهد، باب: ذكر الشفاعة، 2/1440، الرقم: 4308، وأحمد بن حنبل في المسند، 3/2، الرقم: 10987، واللالكائي في شرح أصول إعتقاد أهل السنة، 4/788، الرقم: 1455.

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی اور کوئی فخر نہیں، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت مقبول ہوگی اور کوئی فخر نہیں، اور قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں۔''

اسے امام ابنِ ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے۔

7: أخرجه ابن حبان في الصحيح، 14/392، الرقم: 6475.

''حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے

اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو چنا، کنانہ سے قریش کو چنا، قریش سے بنی ہاشم کو چنا، مجھے بنی ہاشم سے چنا، پس میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔''

اسے امام ابنِ حبان نے روایت کیا ہے۔

8: أخرجه ابن حبان في الصحيح، 14/398، الرقم: 6478، وأبو يعلى في المسند، 13/480، الرقم: 7493، وابن أبي عاصم في السنة، 2/369، الرقم: 793، والمقدسي في الأحاديث المختارة، 9/455، الرقم: 428، والهيثمي في موارد الظمآن، 1/523، الرقم: 2127، وأيضا في مجمع الزوائد، 8/254، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 4/789، الرقم: 1456.

''حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی، میرے ہاتھ میں (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام لوگ ہوں گے۔''

اسے امام ابنِ حبان، ابو یعلی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے 'ظلال الجنۃ' میں کہا ہے: اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

9: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، 7/258، الرقم: 35859.

''حضرت حسن بصری سے مرسلاً روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں۔''

اسے امام ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجه الدارمي في السنن، 1/39، الرقم: 48، وأبو يعلى في المعجم، 1/147، الرقم: 160، والخلال في السنة، 1/208، الرقم: 235، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 4/8.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے میں ہی اپنی قبر سے باہر نکلوں گا، جب سب لوگ بارگاہِ ایزدی میں اکٹھے ہوں گے تو میں ان کا پیشوا ہوں گا، جب سب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا، اور جب سب (حساب و کتاب سے) رکے ہوئے ہوں گے تو میں ہی ان کی شفاعت کروں گا، اور جب سب لوگ مایوس ہوں گے تو میں ہی ان کو نجات کی خوش خبری دوں گا۔ بزرگی اور جنت کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی، میں اپنے رب کے نزدیک سب اولادِ آدم علیہ السلام سے زیادہ مکرم و معزز ہوں، اس روز ہزار خدام میرے اردگرد گھوم رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا کہ وہ (گرد و غبار سے محفوظ) سفید (خوبصورت) انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔''

اسے امام دارمی اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

11: أخرجه الدارمي في السنن، 1/40، الرقم: 49، والطبراني في المعجم الأوسط، 1/61، الرقم: 170، وابن أبي عاصم في السنة، 2/370، الرقم: 794، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 4/788، الرقم: 1455، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/254.

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور کوئی فخر نہیں کرتا، میں تمام انبیاء سے آخری ہوں اور کوئی فخر نہیں، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی مگر کوئی فخر نہیں۔''

اسے امام دارمی، طبرانی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

12: أخرجه أبو عوانة في المسند، 1/102، الرقم: 326، وابن منده في الإيمان، 2/857، الرقم: 890، والديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 1/40، الرقم: 121، والبيهقي في الاعتقاد، 1/191، والخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، 12/400.

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم انبیاء کرام کا تذکرہ کر رہے تھے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت میں شفاعت کروں گا اور میرے تمام نبیوں سے زیادہ پیروکار ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیائے کرام میں سے کسی کو اس حال میں بھی لائے گا کہ ان کی امت میں سے ایک شخص کے علاوہ کسی نے ان کی تصدیق نہیں کی ہوگی۔''

اسے امام ابو عوانہ، ابن مندہ اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔

13: أخرجه إسماعيل الأصبهاني في دلائل النبوة، 1/65، الرقم: 25، والسيوطي في الخصائص الكبرى، 2/388.

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں دنیا اور آخرت میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ سے اور میری امت سے زمین شق ہوگی اور کوئی فخر نہیں، میرے ہاتھ میں قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے تمام انبیاء ہوں گے، قیامت کے دن میرے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں ہوں گی اور کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن مجھ ہی سے شفاعت کا آغاز کیا جائے گا اور کوئی فخر نہیں، اور میں ہی سب سے پہلا ہوں جو قیامت کے دن مخلوق کو جنت کی طرف لے کر جائے گا اور کوئی فخر نہیں اور میں اُن کا پیشوا ہوں گا اور میری امت میرے پیچھے ہوگی۔'' اسے امام اسماعیل اصبہانی نے روایت کیا ہے۔

(حسن الصناعۃ فی اثبات الشفاعۃ، منہاج القرآن، لاہور)

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب کی اذان کے وقت آدمی کیا پڑھے گا؟

530 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ اِهَابٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْعَدَنِيُّ. حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَعْنٍ. حَدَّثَنَا الْمَسْعُوْدِيُّ. عَنْ اَبِيْ كَثِيْرٍ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ. عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ. قَالَتْ: عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْلَ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ: اللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ

لَیْلِکَ، وَاِدْبَارُ نَهَارِکَ، وَاَصْوَاتُ دُعَاتِکَ، فَاغْفِرْ لِی

❁❁ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ کلمات تعلیم کیے تھے کہ میں مغرب کی اذان کے وقت انہیں پڑھا کروں۔ وہ یہ ہیں۔

''اے اللہ! یہ تیری رات آرہی ہے اور تیرا دن رخصت ہو رہا ہے اور تجھے پکارنے والوں کی آوازیں آرہی ہیں' تو میری مغفرت کر دے''۔

بَابُ اَخْذِ الْاَجْرِ عَلَى التَّاْذِيْنِ

باب: اذان دینے کا معاوضہ وصول کرنا

531 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا سَعِيْدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ، قَالَ: قُلْتُ: - وَقَالَ مُوْسٰى فِيْ مَوْضِعٍ آخَرَ اِنَّ عُثْمَانَ بْنَ اَبِي الْعَاصِ قَالَ - يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْنِيْ اِمَامَ قَوْمِيْ، قَالَ: اَنْتَ اِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِاَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَاْخُذُ عَلٰى اَذَانِهٖ اَجْرًا

❁❁ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے میری قوم کا امام مقرر کر دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے امام ہو ان میں سب سے زیادہ ضعیف شخص کی پیروی کرنا اور ایسے شخص کو موذن بنانا جو اپنی اذان کا معاوضہ وصول نہ کرے۔

شرح

قرآن وحدیث نے ملازمت اور نوکری کے لئے اجارہ کی اصطلاح استعمال کی ہے جو حدیث وفقہ کی کتابوں میں کتاب البیوع کے ذیل میں مل جائے گی۔ اجارہ اُجر یا جُر کا مصدر ہے جس کا معنی مزدوری، کرایہ داری اور ٹھیکہ کے ہیں اصطلاح میں کسی چیز کے مباح نفع کا معلوم مدت اور معلوم معاوضہ کے ساتھ مالک بنانے کو کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے۔ (قالت احداھما یا ابت استأجرہ ان خیر من استأجرت القوی الامین۔ قال انی ارید ان اُنکحک احدی ابنتی ھاتین علی اَن تاجرنی ثمانی حجج) (القصص: ۲۶، ۲۷) ان میں سے ایک لڑکی نے کہا: اے ابوجان ان کو اجرت پر رکھ لیجئے کیونکہ سب سے بہتر شخص جسے آپ ملازم رکھ سکتے ہیں وہ طاقتور اور امین ہے۔ بزرگ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کی نکاح آپ سے کر دوں اس بنیاد پر کہ آپ میری نوکری کریں گے آٹھ سال۔

(تفسیر القرآن العظیم اور قصص الانبیاء لابن کثیر الدمشقی)

یہاں " تاجرنی " نوکری اور ملازمت کے معنی میں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے جس بھی نبی کو بھیجا اس نے چند قیراط پر بکریاں چرائیں۔ تو صحابہ نے کہا اور آپ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکۃ ہاں میں نے بھی چند قیراط کے بدلے اہل مکہ کی بکریاں چرائیں (بخاری، کتاب الاجارہ باب رعی الغنم علی قراریط)

اُجرت پہلے سے طے ہونی چاہیے

مسند احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کسی مزدور کو مزدوری پر رکھنے سے اس وقت تک منع فرمایا ہے جب تک اس کی اجرت نہ واضح کردی جائے۔ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ مسئلہ درج ذیل صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے یہود کو نصف پیداوار کے عوض خیبر کی زمینوں پر کام اور کھیتی کرنے کو کہا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاجارہ باب اذ اسا جر اجیر افمات احدھما، رقم الحدیث ۵۸۲۲)

پوری مزدوری دی جائے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: قال اللہ عزوجل: ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ۔۔۔الحدیث

حدیث قدسی میں اللہ عزوجل نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگوں کا فریق میں بنوں گا (اور جس کا فریق اللہ بنے گا اسے ہارنا ہوگا)۔ ایک وہ جس نے میرے حوالے دے دیا پھر بدعہدی کی ایک وہ جو کسی آزاد کو بیچ دے اور اس کی قیمت کھالے ایک وہ جو کسی کو نوکر رکھے تو پورا پورا کام لے لیکن اس کی اجرت نہ دے۔ (صحیح البخاری کتاب الاجارہ باب اثم من منع اُجر الاجیر، رقم الحدیث ۲۲۷۰)

قرآن کی تعلیم پر اجرت

آج بھی افضل اور بہتر یہ ہے کہ اقتصادی لحاظ سے مضبوط اور خود کفیل لوگ قرآن کی تعلیم مفت میں دیں لیکن اگر خوشحال لوگ اس کام کے لیے وقت نہیں دے سکتے بلکہ ایسے لوگ اس میں وقت صرف کرتے ہیں جو خوشحال بھی نہیں ہوتے اور ان کا پورا وقت تعلیمی اور تبلیغی خدمات میں صرف ہوجاتا ہے کسب معاش کے لئے وقت نہیں بچتا، تو راجح یہ ہے کہ ایسے لوگ قرآن کی تعلیم صلوٰۃ کی امامت، اذان اور تدریس حدیث پر اجرت لے سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود قرآن کی تعلیم پر وظائف مقرر کر رکھے تھے تو گورنر نے لکھا کہ ایسے لوگ بھی قرآن سیکھنے آتے ہیں جن کا مقصد وظیفہ ہی ہوتا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر بھی وظیفے جاری رکھو (کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام باب لافرض علی تعلم القرآن ولا علم وعلی ساعۃ الآیات ص ۳۴۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ ھ) کے کبار شیوخ میں سے ابونعیم فضل بن دکین ہیں جن کی وفات ۲۱۸ھ میں ہوئی ان سے صحیح بخاری میں بھی حدیثیں مروی ہیں۔ یہ بزرگ حدیثیں سنانے پر اُجرت لیا کرتے تھے۔ سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ میں ہے: بشر بن واحد نے کہا: میں نے ابونعیم فضل بن دکین کو خواب میں دیکھا تو کہا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا یعنی اجرت لے کر حدیث سنانے پر، فرمایا فیصلہ کرنے والے نے میرے معاملے کو دیکھا تو مجھے اہل وعیال والا پایا پھر مجھے بخش دیا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: محتاج ہونے کی وجہ سے وہ حدیث سنانے پر تھوڑی اجرت لیتے تھے۔

علی بن خشرم کہتے ہیں: میں نے ابونعیم کو فرماتے سنا کہ لوگ مجھے اجرت لینے پر ملامت کرتے ہیں حالانکہ میرے گھر میں تیرہ پریوار ہیں اور گھر میں ایک روٹی بھی نہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۵۱)

صحیح بخاری میں کتاب الاجارہ میں باب ما یعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب رقم الحدیث ۲۲۷۶ اور کتاب الطب میں باب الشروط فی الرقیۃ بفاتحۃ الکتاب کے تحت ابوسعید خدری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سفر میں تھی اور عرب کے ایک قبیلے پر اترے جنہوں نے مطالبے کے باوجود مہمان نوازی نہیں کی۔ اچانک اس قبیلے کا سردار ڈس لیا گیا جو کسی تدبیر سے چنگا نہیں ہو رہا تھا تو وہ لوگ صحابہ کی اس جماعت کے پاس آئے اور دم کرنے کا مطالبہ کیا ایک صحابی نے کہا پہلے اجرت طے کرلو کیونکہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی ہے انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ دینے کا وعدہ کیا۔ صحابی رسول اٹھے اور الحمد للہ رب العالمین پڑھنے اور تھتکارنے لگے اچانک وہ سردار ٹھیک ہو گیا اور اٹھ کر چلنے لگا پھر اس نے وعدہ وفا کرتے ہوئے بکریوں کا ایک ریوڑ دیا تو صحابہ نے کہا اسے آپس میں بانٹ لیتے ہیں دم کرنے والے صحابی نے کہا: نہیں۔ جب تک اللہ کے رسول سے معلوم نہ کرلیں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، قصہ بتایا تو آپ نے کہا تجھے کس نے بتادیا کہ اس سورہ سے دم کیا جاتا ہے اس کو بانٹ لو اور میرا بھی ایک حصہ لگا دو۔

ابن عباس کی روایت میں ہے (ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ) اجرت لیے جانے کی سب سے زیادہ حقدار شئے اللہ کی کتاب ہے۔ اجرت نہ لینے پر دلالت کرنے والی جو حدیثیں ہیں وہ اکثر ضعیف ہیں ثابت احادیث جو بھی ہیں ان میں احتمال ہے کہ ممانعت کا حکم بعض اشخاص کے ساتھ خاص ہو اسی طرح ائمہ اور فقہاء کے اختلاف کا ذکر یہاں کرنا تطویل کا باعث ہوگا کہ اس کا مقام فقہ وحدیث کی کتابیں ہیں۔ میں نے مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں صرف نتیجہ ذکر کیا ہے۔ اور یہاں اجارہ کی بحث اس لیے کی ہے کہ بہت سارے لوگ آج بھی یہ سمجھتے ہیں کہ امامت، تدریس حدیث، صلاۃ واذان کے لئے ائمہ ومدرسین کو تنخواہ نہیں لینی چاہیئے۔ جبکہ بعض لوگ اس کو اجرت نہیں بلکہ "ہدیہ" کہنا پسند کرتے ہیں جس کی ادائیگی آدمی کی خوشی پر منحصر ہے پھر کم یا زیادہ کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔

ایک اعتراض

ممکن ہے کہ کچھ لوگ یہ اعتراض کریں کہ اگر ائمہ اور مدرسین کو خاطر خواہ معاوضہ نہیں ملتا تو وہ اس لائن کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ بہت سارے ائمہ اور مدرسین اس لائن کو چھوڑ چکے ہیں اور چھوڑ رہے ہیں۔ سوال ائمہ ومدرسین کا نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ اگر اقتصادی مسائل کی وجہ سے دینی تعلیم سے بے رغبتی کا سلسلہ جاری رہا تو تعلیم اور دعوت وتبلیغ نیز پیش آمدہ مسائل میں شرعی رہنمائی کرنے والا کون بچے گا۔ پھر اگر یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا تو خوف ہے کہ ملت اسلامیہ ہند فکری ارتداد میں نہ مبتلا ہوجائے۔

تصویر کا دوسرا رخ

ناانصافی ہوگی اگر اس بات کا تذکرہ نہ کیا جائے کہ تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں کا خوشحال طبقہ پاکستان ہجرت کر گیا اور اوقاف کی جائیداد حکومت ہند کی بدانتظامی کے سبب کوڑیوں کے مول بک گئی اور من حیث القوم مسلمانوں کی معاشی حالت خستہ تر ہوگئی۔ یہی سب مدارس ومساجد کے سوتے اور سرچشمے ہیں اگر یہ خوشحال نہیں رہے تو مدارس ومساجد میں کام کرنے والے بھی خوشحال نہیں رہ سکتے۔ مزید یہ کہ خلیجی ممالک سے چندہ کی شکل میں جو آمدنی ہوتی تھی وہ مخصوص عالمی صورتحال کے سبب بتدریج کم ہو رہی ہے

اور ایسے بھی مدارس و مساجد ہیں جن کا خرچ سنبھالنا بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے ایسے میں ہم باادب ہوکر ان ہی متولیان کو نصیحت کرتے ہیں جو خاطر خواہ آمدنی کے باوجود تنخواہ و سہولیات دینے میں بخیلی کرتے ہیں۔ اللہ رب العالمین ہم سب کی اصلاح فرمائے۔ (آمین)

روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی میں مورخہ ۵۱/اپریل ۲۱۰۲ء کو ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں آئی ایس۔ پی سی ایس افسران کا جائزہ پیش کیا گیا۔ اس میں بتایا گیا کہ غربت و افلاس کے سبب اعلیٰ تعلیم کا خرچ اور ڈونیشن نہ برداشت کر پانے کی وجہ سے مسلم آئی ایس افسران کا تناسب کافی گھٹ رہا ہے۔ مزید لکھا کہ اس کے ساتھ ساتھ ملکی سطح پر جاری تعصب و تفریق اور اعلیٰ تعلیم کے تئیں مسلمانوں میں گرمجوشی کی کمی بھی ذمہ دار ہے۔ ایسے عالم میں مدارس کا چلانا اور مساجد کا نظم کرنا ممکن ہے کہیں نفع کا سودا ہو مگر اکثر مقامات پر جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اللہ رب العالمین ہمیں صحیح صورتحال کو سمجھنے اور تمام ملت اسلامیہ کی خیر خواہی کی توفیق دے۔ آمین۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ جمہور جواز کے قائل ہیں۔ حنفیہ منع کرتے ہیں۔ مگر متاخرین حنفیہ نے تعلیم کی اجرت کو جائز قرار دای ہے۔ بعض حنفیہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ قرون اولیٰ میں علماء کو روزینہ ملتا تھا۔ اس واسطے ان کو اجرت لینا عوام سے درست نہیں تھا۔ اب چونکہ علماء کو بیت المال سے کچھ نہیں ملتا۔ اس واسطے اب لے سکتے ہیں۔ (جلد نمبر 20 ش 44 الاعتصام)

امامت اور اذان پر ماہانہ تنخواہ لینا شرط کر کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممنوع ہے۔

لا یجوز الاستیجار علی الاذان والحج وکذا الاحاجة وتعلیم القران والفقه والاصل ان کل طاعة یختص بها المسلم لا یجوز الاستیجار علیه عندنا (ہدایہ)

قال ابن المنذر ثبت ان رسول اللہ قال لعثمان بن ابی العاص واتخذوا مؤذنا لا یاخذ علی اذانه اجرا واخرج ابن حبان عن یحیی الهکالی قال سمعت رجلا قال لا بن عمرانی لا حبك فی اللہ قال له ابن عمرانی لا بغضك فی اللہ فقال سبحان اللہ احبك فی اللہ وتبغضنی فی اللہ قال نعم انك تسئل عل ذالك اجرا وروی عن ابن مسعود انه قال اربع لا یوخذ علیهن اجر الاذان وقرأة القران والقضاء۔

(نیل الاوطار صفحہ ۵۷ مج ۲)

اور متاخرین حنفیہ و دیگر ائمہ کے نزدیک امامت اور اذان پر تنخواہ لینی جائز ہے۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقرا والامامة والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قیل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم یذکر مدة (درمختار)

علماء اور ائمہ کی تنخواہوں کا فقہی مسئلہ

علماء کرام اپنی زندگی کے پندرہ بیس سال علوم شریعت کے حصول کے لئے صرف کرنے کے بعد جب معاشرے کے لئے میدان عمل میں اترتے ہیں تو ٹرسٹیان مساجد اور ذمہ داران مدارس کی سختیوں، بندشوں اصولوں اور ضابطوں کے کڑ جال میں پھنس کر، اپنی خود اعتمادی کھونا شروع کر دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ محدود مشاہروں کی بناء پر مسلسل تنگ دستی کا شکار بھی ہوتے ہیں۔ جب کہ حقیقتاً

ان ک

واقتصادی و معاشی طور پر خود کفیل ہونا چاہیے تھا اس لئے کہ یہ امت مسلمہ کے ہادی و مرشد ہیں۔ انسانوں کی دینی و اخروی رشد و ہدایت انہیں کی مرہون منت ہوتی ہے لیکن امت مسلمہ نے ان کی معاشی تنگ دستی کو ختم کرنے کے لئے کوئی خصوصی پیش رفت نہیں کی۔ ہمارے پاس اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے سب کچھ موجود ہے لیکن علماء کرام کے مشاہروں اور اجرت کی بات جب زیر بحث آتی ہے تو بغلیں جھانکنا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ علماء کرام وارثین انبیاء ہیں۔ ہمیں کفر والحاد اور شرک و بدعات کی ظلمتوں سے نکال کر توحید کے اجالوں کی راہ پر گامزن کرنے میں ان کی ہی رہنمائی کا دخل ہوتا ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کو عمومی طور پر اور ٹرسٹیان مساجد و ذمہ داران مدارس کو خصوصی طور پر ان نفوس قدسیہ کی تنخواہوں کے اضافے پر غور وفکر کرنا چاہیے۔ رسول اکرم ﷺ نے معاشرے کے افراد کے حقوق و فرائض کا تعین کرتے ہوئے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (صحیح البخاری: ۲۵۵۴)

تم میں سے ہر کوئی مختار و نگراں ہے تو جو چیز جس کے دائرہ اختیار میں ہے اس کے متعلق وہ ذمہ دار اور مسئول ہے۔ بادشاہ نگراں ہے اور اس سے باز پرس ہوگی۔ اور ہر شخص جو اپنے گھر والوں پر نگراں ہے وہ بھی اللہ کے نزدیک مسئول (ذمہ دار) ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اس سے بھی باز پرس ہوگی۔ غلام اور مزدور اپنے مالک کے مال کے نگراں ہیں ان سے بھی باز پرس ہوگی۔ یاد رکھو تم میں سے ہر کوئی نگراں اور محافظ ہے اور ہر ایک سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔

اس حدیث کے تناظر میں ہم سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اولین فرصت میں فعال و متحرک ہو کر علماء کرام کے حقوق کا پاس ولحاظ کریں اور ان کو ذمہ داری کے ساتھ اتنی تنخواہ فراہم کریں کہ وہ بھی ہماری اور آپ کی طرح خوشحال زندگی گزار سکیں ورنہ پھر آخرت میں اللہ کے عذاب کے لئے تیار رہیں جب ہم سے ہماری ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

قرآن وسنت کی تعلیم پر اجرت کا محاکمہ

قرآن وسنت نیز مواقف صحابہ و تابعین کی روشنی میں دینی خدمات پر اجرت لینے میں کوئی کراہت نہیں اگر چہ اس میں کچھ اختلاف ہے۔

ہم علامہ شوکانی کی مشہور زمانہ کتاب الدرر البہیہ کے اردو ترجمہ یعنی فقہ الحدیث جلد دوم سے کتاب الاجارہ کے حوالے سے اس بحث کی تلخیص کرتے ہیں جس میں اس قسم کی اجرت (مشاہرے) کے جواز وعدم جواز کا موازنہ کرتے ہوئے دلائل جواز کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ شوکانی قرآن کی تعلیم پر اجرت کے دلائل جواز وعدم وجواز کو زیر بحث لاتے ہوئے باب باندھتے ہیں: وتجوز الاستیجار علی تلاوۃ القرآن لا علی تعلیم: قرآن کی تلاوت پر اجرت لینا جائز ہے اس کی تعلیم پر جائز نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ دوران سفر عرب قبائل کے کسی قبیلے میں قیام پذیر ہوا ضیافت طلب کرنے پر اہل قبیلہ نے

انکار کردیا اتفاق ایسا ہوا کہ ان کے سردار کو کسی سانپ نے ڈس لیا اور بار ہا علاج کے باوجود وہ صحت یاب نہ ہوا تو وہ صحابہ کے پاس دم کرانے کی غرض سے حاضر ہوئے ضیافت کے انکار کی وجہ سے صحابہ نے بغیر معاوضے کے دم کرنے سے انکار کردیا۔ پھر بکری کے عوض ایک صحابی نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور سردار اچھا ہو گیا۔ معاوضہ ملنے پر جب بعض افراد نے تقسیم کا مشورہ دیا تو دم کرنے والے صحابی نے نبی ﷺ سے پوچھ لینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ واپسی پر جب صحابہ نے آپ ﷺ کو قصہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں یہ کس نے بتایا کہ یہ (فاتحہ) دم ہے۔ پھر فرمایا اقسموا واضربوا لی معکم سھما۔ اسے تقسیم کرکے میرا حصہ بھی نکالو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب معاوضہ پر دم کرنا صحابہ نے ناپسند کیا اور واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے کتاب اللہ پر اجرت لینے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ یعنی اجرت کی مستحق اشیاء میں سب سے زیادہ حقدار کتاب اللہ ہے۔

(بخاری: ۵۷۳۶،۵۷۳۷،۲۲۷۶، مسلم: ۲۲۰۱)

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف

قرآن کی تعلیم پر اجرت سے منع کرنے والوں کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو قرآن سکھایا تو اس نے مجھے بطور ہدیہ ایک کمان دی۔ میں نے اس کا ذکر جب نبی ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان اخذتھا اخذت قوسا من النار یعنی اگر تو نے اسے لیا تو تو نے آگ کی کمان پکڑی۔ تو میں نے اس کو واپس کردیا۔ (صحیح: الصحیحۃ ۲۵۶، ارواء الغلیل: ۱۴۹۳، ابن ماجہ: ۲۱۵۸)

۲۔ اسماعیل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب عبدالملک بن مروان نے مجھے کہا کہ اے اسماعیل میرے بچے کو تعلیم دیجئے میں آپ کو اس کا معاوضہ (اجرت) بھی دونگا تو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ ام درداء رضی اللہ عنہا نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من اخذ علی تعلیم القرآن قوسا قلدہ اللہ قوسا من النار یوم القیامۃ۔ یعنی جس نے تعلیم قرآن کے عوض کوئی کمان بھی لے لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آگ کی کمان کا قلادہ (پٹہ) پہنائیں گے۔ عبدالملک نے اسماعیل سے کہا کہ میں آپ کو قرآن کے بدلے میں نہیں بلکہ نحو (عربی گرامر) کے بدلے میں (معاوضہ) دوں گا۔ (صحیح: الصحیحۃ: ۲۵۶، بیہقی: ۶/۱۲۶، تاریخ دمشق: ۲/۴۲۸)

۳۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قرأ القرآن فلیسئل اللہ بہ فانہ سیجیئ اقوام یقرؤن القرآن یسئلون الناس۔ یعنی جو قرآن پڑھے وہ بدلہ اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ عنقریب ایسی قومیں آئیں گی جو قرآن پڑھیں گی اور لوگوں سے سوال کریں گی۔ (الصحیحۃ: ۲۵۸، ترمذی: ۴/۵۵، احمد: ۴/۴۳۲)

۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تعلموا القرآن وسلوا اللہ الجنۃ قبل ان یتعلمہ قوم یسئلون بہ الدنیا یعنی قرآن سیکھو اور اللہ سے جنت کا سوال کرو قبل اس کے کہ کوئی قوم اسے سیکھے اور اس کے ذریعہ دنیا کا سوال کرے۔ قرآن کو تین طرح کے لوگ پڑھتے ہیں ایسا شخص جو اس کے ذریعہ فخر و تکبر کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو اس کے ذریعہ معاش چاہتا ہے اور تیسرا وہ جو خالص اللہ کے لئے پڑھتا ہے۔ (الصحیحۃ: ۲۵۸)

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم دیہاتی اور عجمی سب قرآن پڑھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ آئے اور فرمایا

: پڑھو سب! اچھا ہے! عنقریب ایسی قومیں آئیں گی جو اسے اس طرح کھڑا کریں گی جیسے تیر کھڑا کیا جاتا ہے وہ تاخیر والی چیز کے بجائے (آخرت) عجلت والی (دنیا) طلب کریں گی۔ (الصحیحہ: ۲۵۹، ابوداؤد: ۱/۱۳۲)

۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو اور اس کا بدلا مت کھاؤ اور نہ اس کے بدلے زیادہ (مال) طلب کرو اور نہ اس سے بے رغبتی اختیار کرو اور نہ اس میں خیانت کرو۔

(الصحیحہ: ۲۶۰، شرح معانی الآثار: ۲/۱۰، احمد: ۳/۴۲۸، طبرانی اوسط ۱/۱۳۲، ابن عساکر: ۹/۴۸۶)

(علمائے احناف کا نظریہ) ۱۔ اجرت لینے اور دینے والے دونوں گناہ گار ہیں۔ (ردالمختار: ۵/۳۵)

۲۔ اذان، حج، امامت اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں۔ (الھدایہ: ۳/۳۰۳)

ان کی دلیل یہ ہے کہ احکام شرعیہ کی تبلیغ نماز، روزہ اور زکوۃ کی طرح واجب ہے اور واجب عمل کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاتا ہے انسانوں سے نہیں پھر بھی دم پر اجرت کا جواز (جائز ہوں) نص کی وجہ سے بہر حال موجود ہے۔

(الروضۃ الندیہ: ۲/۲۷۹، نیل الاوطار: ۵/۳۲۴)

(علامہ شوکانی کا خیال) کتاب اللہ کی اجرت کے عموم سے تعلیم قرآن کو مستثنیٰ رکھنا ہی زیادہ ظاہر و مناسب ہے۔

(نیل الاوطار: ۵/۳۲۶)

تعلیم قرآن پر اجرت کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اجرت کی مستحق چیزوں میں سب سے زیادہ مستحق کتاب اللہ ہے۔ (بخاری: ۵۷۳۷)

۲۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم قرآن کو حق مہر کا عوض (بدلہ) قرار دیتے ہوئے فرمایا: ملکتکھا بما معک من القرآن کہ میں نے تجھے قرآن کے عوض اس (عورت) کا مالک بنا دیا۔

(بخاری: ۶۴۳۲، نسائی: ۷/۳۲۸، ترمذی: ۶/۱۰۳، ابوداؤد: ۶/۱۸۰)

۳۔ جمہور علماء ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے نبی ﷺ نے ان کا خلوص دیکھتے ہوئے عوض (یعنی کمان) لینا ناپسند کیا ہو۔ (نیل الاوطار: ۵/۳۲۴)

۴۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے ضعف (کمزوری) کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی دو سندیں ہیں (۱) بیہقی کے طریق سے (۲) ابن ماجہ کے طریق سے۔

بیہقی کی سند تین علتوں کی بنا پر ضعیف ہے۔ یعنی انقطاع، جہالت اور اضطراب اور ابن ماجہ کی سند میں ثور بن یزید اور عبد الرحمٰن کے درمیان ایک راوی خالد بن معدان ساقط ہے اور آخر میں فرماتے ہیں کہ مختصر یہ کہ اس سند کے ساتھ حدیث ضعیف ہے لیکن اس کے لئے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ابودرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے شواہد موجود ہیں جو اسے درجہ صحت تک پہنچاتے ہیں۔ (ارواء الغلیل: ۱۴۹۳)

مالک نے اس حدیث سے استدلال کیا جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو حق مہر کا عوض بنایا اور فرمایا کہ وبذالک جاز اخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن یعنی اس سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز نکلتا ہے۔ (کما فی فتح الباری:

۱۲۱/۹) ابن حزم تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے ناجائز ہونے کی تمام احادیث کو صحیح نہیں بتاتے۔ (المحلی: ۱۵/۹) قرطبی حضرات احناف کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مخالفین کا نماز، روزہ پر قیاس نص کے خلاف ہونے کی وجہ سے فاسد ہے پھر ان دونوں (نماز اور تعلیم قرآن) میں یہ فرق بھی ہے کہ نماز روزہ فاعل (کرنے والے) کے ساتھ مختص عبادات ہیں جبکہ تعلیم قرآن معلم کے علاوہ دوسرے کی طرف متعدی ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۳۳۵/۱)

شعبی کے خیال میں معلم کو شرط (یعنی طلب کرنے) کے علاوہ کچھ دیا جائے تو اسے قبول کرنا چاہئے۔ (بخاری کتاب الاجارۃ) حکم بن عتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو معلم کی اجرت پر کراہت کرتے ہوئے نہیں سنا۔ (بخاری: کتاب الاجارہ) حسن رحمہ اللہ نے معلم کو (بطور اجرت) دس درہم دئے۔ (بخاری) عطاء جواز کے قائل ہیں۔ (المحلی: ۱۵/۹) ابوقلابہ رحمہ اللہ کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔ (المحلی: ۱۵/۹) ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرات احناف کا رد کرتے ہوئے جواز ثابت کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۳۳۵/۱) امیر صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرأت قرآن تعلیم کے لئے ہو یا طب کے لئے اس میں کوئی فرق نہیں۔ (تفسیر قرطبی: ۳۳۵/۱) عبدالمنعم ابراہیم رحمہ اللہ نے جواز کا قول ہی برحق قرار دیا ہے۔ (قفو الاثر: ۱۱۱۴/۳)

حدیث: ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ میں کتاب اللہ کی اجرت بالکل عام ہے جو تعلیم قرآن کی اجرت کے جواز پر بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ۔۔۔ لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، سبب کی خصوصیت کا نہیں۔

(الفوائد والفرائد الاصولیۃ: ۲۴۰/۱، المستصفی: ۲۳۶/۱، الابہاج: ۱۸۴/۲)

راجح مسلک: تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اس کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ممانعت کی احادیث میں ''خاص واقعات وشخصیات سے متعلق ہونے کے سبب تاویل کا احتمال ہے اور ان میں مطلق منع کی وضاحت بھی نہیں۔ (فتح الباری: ۵۴۰/۴)

۲۔ ممانعت کی روایات میں سے اکثر ضعیف ہیں اور اگر کسی میں کچھ صحت ہے تو بھی وہ درجہ میں جواز ثابت کرنے والی احادیث سے بہت کم تر ہیں۔

۳۔ صحیح احادیث کے معانی کو قرآن کی ان آیات کے مفہوم پر محمول کیا جائے گا۔ (۱) ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا۔ (البقرۃ: ۴۱) ترجمہ: میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ خریدو۔ (۲) ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتاب ویشترون بہ ثمنا قلیلا (البقرۃ: ۱۷۴) ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں نازل کردہ احکام کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔

۴۔ عقل بھی اس خیال کو رد کرتی ہے کہ ہم دنیاوی ملازم کو تو اجرت دیں لیکن دین کے خادم کو کچھ نہ دیں۔

۵۔ اگر بالفرض ہم مانعین (دینی اجرت کا انکار کرنے والے) کے دلائل اور ان کے معانی ومفاہیم کو تسلیم کریں اور معلم قرآن کو اجرت نہ دیں تو اس سوال کا کیا جواب ہے کہ وہ کہاں سے کھائے پئے گا؟ اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلائے گا؟ یقیناً نتیجہ دو صورتوں میں سامنے آئے گا (۱) یا تو وہ تعلیم کے کام کو چھوڑ کر کاروبار شروع کردے گا (۲) یا پھر ایسی جگہ تلاش کرے گا جہاں اسے معقول اجرت ملے۔

۶۔اس مسئلے میں حتمی فیصلہ کرنے کے لئے یہ بات پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ معلم کسی اسلامی ملک میں قیام پذیر ہے یا غیر اسلامی ملک میں اور یہ بھی کہ اس کا تعلیم کے علاوہ اپنا کاروبار ہے یا نہیں۔

۷۔اگر وہ کسی غیر اسلامی ریاست میں ہے اس کا ذاتی کاروبار مضبوط ہے، لوگ اس سے تعلیم سیکھنے کے مشتاق وخواہشمند ہیں اور مقابل میں مخالفت ومزاحمت کی فضا بھی ہے تو ایسی صورت میں اس کا اسلامی فریضہ ہے کہ وہ بغیر اجرت کے بھی تعلیمی سرگرمیوں کو حسب توفیق جاری رکھے اور عوامی تعاون کو فریضۂ اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہ بنائے اگرچہ اجرت کا جواز موجود ہے۔

۸۔اگر ریاست اسلامیہ اور قوانین اسلام کا نفاذ ہے تو حکمران طبقہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معلمین ومدرسین کے لئے حسب ضرورت تنخواہ مقرر کردیں جیسا کہ آثار صحابہ سے بھی ثابت ہے۔

۹۔اگر اسلامی مملکت میں اسلامی نظام رائج ہے اور معلم کی کیفیت بھی سابق الذکر (جس کا ذکر گزرا) کے مثل ہے تو مستحب یہی ہے کہ وہ سوال والتجاء سے اپنا دامن داغدار نہ کرے لیکن اگر وہ مشاہرہ طلب کرتا ہے تو اس کا جواز بہرحال موجود ہے۔

۱۰۔اور اگر معلم اخراجات کے حوالہ سے مجبور ومحبوس ہے تو اتنی اجرت مقرر کرکے بروقت اسے ادا کرنا جس سے اس کا گھریلو خرچ بآسانی چل سکے امت مسلمہ کے افراد کا اولین فریضہ ہے۔(شوکانی)

تعلیم قرآن مجید پر اجرت لینے کی تحقیق کا بیان

''شراء'' کا لفظ اضداد سے ہے اور یہ خریدنے اور فروخت کرنے دونوں معنوں میں آتا ہے اور یہاں اس سے مراد ''استبدال'' ہے کیونکہ یہودی علماء دنیاوی فوائد کی وجہ سے قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے تھے اور انہوں نے دنیاوی فوائد کے بدلہ میں قرآن پر ایمان لانے کو اختیار کرلیا تھا اور ان کے یہ دنیاوی فوائد اگرچہ ان کے نزدیک بہت زیادہ تھے لیکن قرآن مجید پر ایمان لانے سے ان کو جو اخروی فوائد حاصل ہوتے ان کے مقابلہ میں یہ بہت قلیل اور حقیر تھے یہ علماء اپنی قوم کے رئیس تھے اور ان کی قوم ان کو تحفے اور ہدیے پیش کرتی تھی اور ان کو یہ خوف تھا کہ اگر وہ قرآن مجید پر ایمان لائے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی تو ان کو وہ نذرانے نہیں ملیں گے اس لیے انہوں نے ان ہدیوں اور نذرانوں کو آخرت پر ترجیح دی ایک قول یہ ہے کہ وہ رشوت لے کر حق چھپاتے تھے۔

امام ابن جریر طبری (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تم کو جو اپنی کتاب اور آیات کا علم دیا ہے تم اس علم کو دنیا کے قلیل مال کے عوض فروخت نہ کرو کیونکہ وہ لوگوں سے تورات میں حضرت سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے ذکر کو چھپاتے تھے حالانکہ تورات میں لکھا ہوا تھا کہ وہ نبی امی ہیں جن کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے اور وہ اپنے پیروکاروں پر اپنی ریاست اور ان سے نذرانے لینے کے لالچ میں اس کو چھپاتے تھے حالانکہ اس کے عوض میں ان کو ساری دنیا بھی مل جاتی تو وہ قلیل تھی۔

(جامع البیان ج۱ ص۲۰۱۔۲۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن واضح رہے کہ اس آیت میں اجرت لینے سے منع نہیں کیا بلکہ دنیاوی متاع کے بدلہ میں اللہ کی آیات کو چھپانے سے منع کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری'' میں ہے کہ جس چیز پر تمہیں سب سے زیادہ اجرت لینے کا حق ہے وہ اللہ کی کتاب ہے۔اس حدیث میں قرآن مجید پر اجرت لینے کی صاف تصریح ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیے' اور اس آیت کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے مخاطب بنو اسرائیل ہیں اور یہ ہم سے پہلے کی شریعت ہے اور یہ ہم پر حجت نہیں ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج۱ ص ۳۳۶۔۳۳۵ 'مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

جب خصوصیت مورد اور عام الفاظ میں تعارض ہو تو اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات قرائن کی وجہ سے خصوصیت مورد کا اعتبار کیا جاتا ہے اور یہاں دلیل کی وجہ سے خصوصیت مورد متعین ہے' علامہ قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہم سے پہلے کی شریعت ہے۔

ہمارے نزدیک تعلیم قرآن' حج' امامت' اذان اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں اجر کی سب سے زیادہ حقدار اللہ کی کتاب ہے۔(صحیح بخاری ج۱ ص ۳۰۴' ج۲ ص ۸۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۰ھ)

یہ حدیث تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے باب میں نص صریح ہے' بعض علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث میں دم کرنے پر اجرت لینے کا جواز ہے' اس سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے جواز لازم نہیں آتا' لیکن یہ تاویل اس لیے صحیح ہے کہ اس حدیث میں الفاظ عام ہیں اور خصوصیت مورد کے مقابلہ میں عموم الفاظ کو ترجیح دی جاتی ہے' اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ سب سنداً ضعیف ہیں جو اس حدیث صحیح سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

(فتح الباری: ج ۴ ص ۴۵۴۔۴۵۳ 'مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' ۱۴۰۱ھ)

اس مسئلہ پر دوسری دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین پانچ وقت کی نمازیں اور جمعہ پڑھاتے تھے' وعظ ونصیحت کرتے تھے' مقدمات کے فیصلے کرتے تھے' مسلمانوں کے اندرونی اور بیرونی مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہتے تھے اور جہاد کا انتظام کرتے اور ان تمام خدمات کے عوض ان کو بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا تھا' اور اخیار امت کا یہ تعامل اس مسئلہ پر واضح دلیل ہے کہ تعلیم قرآن' امامت' خطابت اور دیگر عبادات پر اجرت لینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ خلفاء راشدین کی سنت ہے' امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کسب (تجارت) میرے اہل وعیال کی کفالت کے لیے ناکافی نہیں تھا اور اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مشغول ہوگیا ہوں' اب ابوبکر کے اہل وعیال بیت المال کے مال سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کے لیے کسب کرے گا۔

(صحیح بخاری ج۱ ص ۲۷۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۰ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنادیا گیا تو وہ اپنے

معمول کے مطابق سر پر کپڑوں کی گٹھڑی رکھ کر بازار میں تجارت کے لیے چلے گئے' راستہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں حالانکہ آپ مسلمانوں کے ولی مقرر ہو چکے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں تجارت نہ کروں تو پھر اپنے عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرتے ہیں' پھر انہوں نے ہر روز کے لیے نصف بکری مقرر کر دی۔

میمون سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو مسلمانوں نے آپ کا دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اہل وعیال کا خرچ زیادہ ہے' مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے' پھر مسلمانوں نے پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۵' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

نیز علامہ بدرالدین عینی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری'' کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی عامل کے اوپر کوئی اور عامل نہ ہو تو وہ اپنی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ لے سکتا ہے اور ہر وہ شخص جس کو مسلمانوں کے اعمال کی کوئی ذمہ داری سونپی جائے اس کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے کیونکہ اس کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت کے لیے رقم کی احتیاج ہوتی ہے کیونکہ اگر اس کو کوئی وظیفہ نہیں دیا جائے گا تو وہ باعوض مسلمانوں کے کسی کام پر تیار نہیں ہوگا اور اس سے مسلمانوں کے اجتماعی مفادات اور مصالح ضائع ہو جائیں اسی بنا پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ قاضی کو وظیفہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور قاضی شریح رضی اللہ عنہ قضاء کا وظیفہ لیا کرتے تھے' امام بخاری نے رزق الحکام کے باب میں اس کا ذکر کیا ہے' پھر اگر قاضی ضرورت مند ہو تو بیت المال سے اس کی کفالت واجب ہے اور اس کے پاس اتنی دولت ہو کہ وہ وظیفہ سے مستغنی ہو تو پھر اس کا بیت المال سے وظیفہ نہ لینا افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پھر بھی اس کا وظیفہ لینا زیادہ صحیح ہے تاکہ وہ قضاء کے معاملہ اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں سستی نہ کرے' کیونکہ جب وہ اپنے کام کا کوئی وضیفہ نہیں لے گا تو قضاء کی ذمہ داریوں کو توجہ اور باقاعدگی سے پورا نہیں کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۷۹' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ عینی نے قاضی کو وظیفہ دینے کی جو وجوہات بیان کی ہیں وہ تمام وجوہات تعلیم قرآن' امامت اور اذان وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی ''تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعض اہل علم نے آیت سے قرآن مجید اور دیگر علوم کی تعلیم کی اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے اور اس مسئلہ میں بعض احادیث بھی مروی ہیں جو صحیح نہیں ہیں حالانکہ حدیث میں یہ ہے کہ صحابہ کرام۔ نے عرض کیا: کیا ہم تعلیم قرآن پر اجرت لیں؟ آپ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے بہتر کتاب اللہ ہے' اور اس کے جواز کے سلسلہ میں علماء کے بکثرت اقوال منقول ہیں اگرچہ بعض علماء نے اس کو مکروہ بھی کہا ہے' اور اس آیت میں اس کی کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(روح المعانی ج ۳ ص ۶۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اگر یہ کہا جائے کہ عالم دین پر دینی علوم کی تعلیم دینا اور فرائض کی جماعت کرانا فرض ہے اور فرض کا اجر اللہ کے ذمہ ہے (اس

کے وعدہ کی بناء پر جو اس نے محض اپنے فضل سے کیا ہے) بندوں کے ذمہ نہیں ہے' تو میں کہوں گا کہ یہ صحیح اور برحق ہے لیکن عالم دین پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ مثلاً جامعہ نعیمیہ میں جا کر تعلیم دے اور وہاں نماز پڑھائے' اور اس پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ آٹھ سے بارہ بجے تک چار گھنٹے پڑھائے' اسی طرح اس پر مثلاً ظہر کی نماز پڑھانا ضروری ہے' یہ کب ضروری ہے کہ وہ ڈیڑھ بجے ظہر کی نماز پڑھائے' نیز یہ کب ضروری ہے کہ مدرسہ کے معین کردہ نصاب کے عین مطابق پڑھائے' پھر اس پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ فلاں فلاں طالب علم کو پڑھائے اور فلاں فلاں لوگوں کو نماز پڑھائے؟

اس لیے جب کوئی ادارہ کسی عالم دین کو مخصوص مدرسہ کے مخصوص نصاب کے مطابق مخصوص طلبہ کو تعلیم دینے کا پابند کرے گا یا مخصوص مسجد کے مخصوص اوقات میں مخصوص لوگوں کو نماز پڑھانے یا اذان دینے کا پابند کرے گا تو وہ معاوضہ ان خصوصیات اور تقییدات کے مقابلہ میں ہوگا' نفس عبادات کا معاوضہ نہیں ہوگا اور نہ کسی عالم کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ ان عبادات کا معاوضہ لے رہا ہے عالم کو جس جگہ جس وقت اور جن لوگوں کا پابند کیا جاتا ہے وہ اسی جگہ' اس وقت اور ان لوگوں کی پابندی کرنے کا معاوضہ لیتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان دینی فرائض کو ادا کرنے میں عالم دین جو وقت صرف کرتا ہے' وہ معاوضہ اس وقت کا ہوتا ہے ان عبادات کا معاوضہ نہیں ہوتا' یا ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں اس کو جو توانائی خرچ ہوتی ہے یہ معاوضہ اس توانائی کا ہے ان عبادات کا معاوضہ نہیں ہے یا جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرتا تو وہ میری ضروریات کا کفیل ہوتا' اب مسلمانوں کے ان امور کی انجام دہی کی وجہ سے وہ اس کار معاش کو اختیار نہیں کر سکا لہٰذا اس کے بدلہ میں اس کی ضروریات کا خرچ قوم یا کسی قومی ادارہ پر واجب ہوگا۔

امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اور ایک قول میں امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے عبادات پر معاوضہ لینے کو جائز کہا ہے۔

ہر چند کہ متقدمین فقہاء احناف نے اسلامی فرائض کی بجا آوری پر اجرت لینے سے منع کیا تھا' لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت علماء کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر کیے جاتے تھے لیکن اب امراء اور سلاطین نے علماء کی کفالت ترک کر دی ہے تو اب علماء کا اپنے فرائض منصبی پر اجرت لینا جائز ہے اور متاخرین فقہاء احناف نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے' علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام خیر اخزی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام' مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے' اسی طرح ''روضہ'' اور ''ذخیرہ'' میں ہے۔ (بنایہ شرح ہدایہ ج ۳ ص ۶۵۵' مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد)

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن کی اجرت دینے کو مستحسن قرار دیا ہے' کیونکہ امور دینیہ میں لوگوں پر سستی غالب ہو گئی ہے' اور اجرت نہ دینے میں حفظ قرآن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے' فتویٰ اسی قول پر ہے۔

(ہدایہ آخرین ص ۳۰۲' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ بابرتی (رحمۃ اللہ علیہ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت دینا جائز ہے اور فقہاء نے اسکے لیے مدت اور اجرت کے مقرر کرنے کو بھی جائز کہا ہے اور اگر مدت مقرر نہ کی گئی ہو تو اجرت مثل دینے کے وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔

فقہاء نے کہا ہے کہ متقدمین نے تعلیم قرآن مجید کی اجرت لینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پہلے معلمین کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر تھے' اس لیے معلمین اپنی ضروریات اور معاش میں مستغنی تھے' نیز اس زمانہ میں محض ثواب کے لیے قرآن مجید کی تعلیم دینے کا بھی رجحان تھا اور اب یہ بات باقی نہیں رہی' امام ابوعبداللہ الخیر اخزی نے کہا کہ اس زمانہ میں امام مؤذن اور معلم کے لیے بھی اجرت لینا جائز ہے۔ (عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۰ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں اجرت پر قرآن مجید کی تعلیم دینے' فقہ پڑھانے' امامت کرنے اور اذان دینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور اجرت پر تعلیم دلوانے والے کو مقررہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر پہلے اجرت طے نہ کی گئی ہو تو اس کو اجرت مثلی دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۳۶ 'مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

علامہ ابن الشحنہ نے کہا ہے کہ فقہاء مدارس سے جو وظیفہ لیتے ہیں وہ اجرت نہیں ہے کیونکہ اس میں اجارہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں' اور نہ یہ صدقہ ہے کیونکہ غنی بھی یہ وظیفہ لیتے ہیں' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء درس کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں' اس لیے یہ ان کی اعانت ہے' حتیٰ کہ اگر وہ کسی کام یا مشغولیت کی وجہ سے درس میں نہ آسکیں' پھر بھی ان کا وظیفہ لینا جائز ہے۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۲۲۹ 'مطبوعہ مطبعہ 'مصر' ۱۳۱۱ھ)

اب ایک نقطہ بحث طلب رہ گیا ہے کہ اگر علماء ان عبادات پر اجرت لیں تو کیا ان کو آخرت میں اجر ملے گا یا نہیں' میرا یہ گمان ہے کہ اگر علماء اس معاوضہ کو اپنی عبادات کا معاوضہ سمجھ کر لیتے ہیں تو پھر وہ اجر اخروی کے مستحق نہیں ہیں اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عبادات تو محض للہ فی اللہ ہیں' وہ محض پابندی اوقات کا معاوضہ لیتے ہیں تو پھر ان کو اجر اخروی کی امید رکھنی چاہیے۔

(تفسیر تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابٌ فِي الْأَذَانِ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ

باب: وقت شروع ہونے سے پہلے اذان دینا

532 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ

532- رجاله ثقات الا ان حماداً - وهو ابن سلمة - اخطا في رفعه كما قال علي ابن المديني واحمد والذهلي والبخاري وابو حاتم والترمذي والدارقطني، وهو ظاهر صنيع المصنف هنا، والصحيح ان هذه القصة وقعت لمؤذن عمر كما سياتي بعده. واخرجه عبد بن حميد (782)، والطحاوي/1391، والدارقطني (954)، والبيهقي/3831 من طرق عن حماد بن سلمة، بهذا الاسناد. وانظر تمام تخريجه والكلام عليه في تعليقنا على "جامع الترمذي" بإثر الحديث (201). وانظر "العلل" لابن ابي حاتم/1141، و "نصب الراية" /2841-287، و "فتح الباري" 103.2/

نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ بِلَالًا اَذَّنَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَرْجِعَ فَيُنَادِيَ: اَلَا اِنَّ الْعَبْدَ، قَدْ نَامَ اَلَا اِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ، زَادَ مُوسٰى: فَرَجَعَ فَنَادَى: اَلَا اِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ اَيُّوبَ، اِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح صادق ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ واپس جا کر یہ اعلان کریں۔ خبردار بے شک بندہ سو گیا تھا خبردار بے شک بندہ سو گیا تھا۔

موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں' تو وہ واپس گئے اور انہوں نے یہ اعلان کیا خبردار بے شک بندہ سو گیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ایوب کے حوالے سے حماد بن سلمہ نے نقل کی ہے۔

533 - حَدَّثَنَا اَيُّوبُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ اَبِي رَوَّادٍ، اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ مُؤَذِّنٍ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهُ مَسْرُوحٌ اَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَاَمَرَهُ عُمَرُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ اَوْ غَيْرِهِ اَنَّ مُؤَذِّنًا لِعُمَرَ، يُقَالُ لَهُ: مَسْرُوحٌ اَوْ غَيْرُهُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ لِعُمَرَ مُؤَذِّنٌ، يُقَالُ: لَهُ مَسْعُودٌ وَذَكَرَ نَحْوَهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ ذَاكَ

نافع جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موذن تھے اور ان کا نام مسروح تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ انہوں نے صبح صادق ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت کی (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے یہ روایت عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے نافع سے یا اس کے علاوہ کسی اور سے نقل کی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موذن کا نام مسروح یا شاید کچھ اور تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت دراوردی نے عبیداللہ کے حوالے سے نافع کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک موذن تھا۔ جس کا نام مسعود تھا۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے) اور یہ روایت اس سے زیادہ مستند ہے۔

534 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ شَدَّادٍ مَوْلٰى عِيَاضِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ بِلَالٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: لَا تُؤَذِّنْ حَتّٰى يَسْتَبِينَ لَكَ الْفَجْرُ هٰكَذَا وَمَدَّ يَدَيْهِ عَرْضًا.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: شَدَّادٌ مَوْلٰى عِيَاضٍ لَمْ يُدْرِكْ بِلَالًا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''تم اس وقت تک اذان نہ دو جب تک صبح صادق تمہارے سامنے اس طرح نمایاں نہ ہو جائے''۔

نبی اکرم ﷺ نے چوڑائی کی سمت میں اپنے ہاتھ پھیلا کر یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شداد مولیٰ عیاض نامی راوی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

بَابُ الْاَذَانِ لِلْاَعْمٰى

باب: نابینا شخص کا اذان دینا

535 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ ابْنَ اُمِّ مَكْتُومٍ، كَانَ مُؤَذِّنًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَعْمٰى

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابن اُم مکتوم نبی اکرم ﷺ کے موذن تھے اور وہ نابینا تھے۔

بَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ

باب: اذان کے بعد مسجد سے باہر چلے جانا

536 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ، عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ: كُنَّا مَعَ اَبِي هُرَيْرَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ رَجُلٌ حِينَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلْعَصْرِ، فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ: اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوشعثاء بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے' جب موذن نے عصر کی اذان دے دی تو ایک شخص مسجد سے باہر چلا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے حضرت ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔

بَابٌ فِي الْمُؤَذِّنِ يَنْتَظِرُ الْاِمَامَ

باب: مؤذن کا امام کا انتظار کرنا

537 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ اِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ، ثُمَّ يُمْهِلُ فَاِذَا رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ اَقَامَ الصَّلَاةَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے دیتے تھے۔ پھر کچھ دیر ٹھہرتے تھے۔ جب وہ نبی اکرم ﷺ کو دیکھتے کہ وہ تشریف لے آئے ہیں تو نماز کے لئے اقامت کہہ دیتے تھے۔

بَابٌ فِي التَّثْوِيبِ

باب: تثویب کے بارے میں روایات

538 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْقَتَّاتُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَثَوَّبَ رَجُلٌ فِي الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ، قَالَ: اخْرُجْ بِنَا فَإِنَّ هَذِهِ بِدْعَةٌ

❀❀ مجاہد بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ ایک شخص نے ظہر یا عصر کے لئے تثویب کی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے یہاں سے نکال کر لے جاؤ کیونکہ یہ بدعت ہے۔

تثویب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی آواز کے لوٹانے کے ہوتے ہیں۔ تثویب کا اصطلاحی مفہوم نماز کے لیے دوبارہ آواز دینا۔ عہد نبوی و عہد صحابہ میں الصلاۃ خیر من النوم، الصلاۃ الصلاۃ اور الصلاۃ حاضرۃ جیسے الفاظ اس مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔

اطلاقات تثویب

فقہاء کے نزدیک تثویب کا اطلاق تین مواقع پر ہوتا ہے: فجر کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ۔ اسے تثویب قدیم یا تثویب اول کہتے ہیں۔ یہ تمام فقہاء کے نزدیک سنت ہے۔ نیز بعض احناف وشوافع کے نزدیک عشاء کے وقت بھی جائز ہے۔ تاہم فجر کے علاوہ تمام نمازوں میں یہ تثویب مکروہ ہے۔ اور یہی اکثر فقہاء کا مسلک اور معمول ہے۔

اذان واقامت کے درمیان لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنے اور بلانے کے لیے معروف الفاظ سے پکارنا۔ اسے تثویب محدث کہتے ہیں۔ اسے کوفہ کے فقہائے احناف نے اختیار کیا تھا۔ متقدمین احناف کے نزدیک اس کا استعمال صرف فجر کی نماز میں مستحسن ہے۔ البتہ متاخرین احناف نے تمام نمازوں میں مستحسن قرار دیا ہے۔

بعض ذمہ دار افراد (اولی الامر) کے نماز کی اطلاع دینا۔ لیکن اسے امام محمد بن حسن شیبانی اور بعض مالکیہ نے ناپسند کیا ہے۔

حوالہ جات

تاج العروس، الحطاب 1/432 مادہ ثوب۔ ^1،20،2 بدائع الصنائع 1/148 ^ کشاف القناع 1/215، والمغنی 1/408 بدائع الصنائع 1/148، ^ معروف الفاظ سے مراد جس جگہ جو کلمات اس مقصد کے لیے رائج و معروف ہوں۔ ^ المبسوط 1/128، بدائع الصنائع 1/148۔ ^ فتح القدیر 1/

مسئلہ تثویب میں فقہی احکام ودلائل کا بیان

اور فجر کی اذان میں "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے ساتھ اذان واقامت کے درمیان بہتر ہے کیونکہ وہ نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ اور باقی نمازوں میں تثویب مکروہ ہے۔ اور تثویب کا معنی "اعلام کی طرف دوبارہ متوجہ کرنا" اور یہ لوگوں کے عرف کے مطابق ہے۔ اور یہ وہی تثویب ہے جس کو علماء کوفہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد لوگوں کے حالات کے مطابق

بدل دیا تھا۔ اور علماء کوفہ نے اس تثویب کو فجر کے ساتھ اسی دلیل کی وجہ سے خاص کیا ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ بعد متاخرین فقہاء نے تمام نمازوں میں تثویب کو اچھا سمجھا ہے۔ کیونکہ دینی معاملات میں سستی زیادہ ہو چکی ہے۔

اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اذان دینے والا ساری نمازوں میں امیر کو کہے "السلام عَلَيْكَ أَيُّهَا الْأَمِيرُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، الصَّلَاةُ يَرْحَمُكَ اللهُ" جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو بعید (از قیاس) سمجھا ہے کہ جماعت کے حکم میں سب برابر ہیں۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے دکام کو تثویب کے ساتھ اس لئے خاص کیا ہے کہ مسلمانوں کے معاملات میں ان کی مصروفیت زیادہ ہوتی ہے۔ تبھی ان سے جماعت فوت نہ ہو اور اسی حکم میں قاضی و مفتی بھی ہیں۔ (ہدایہ، کتاب صلوٰۃ، لاہور)

تثویب کے بارے میں فقہی آراء

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ فجر کی نماز کے علاوہ اور کسی نماز میں تثویب نہ کرو۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ) اور حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (اس حدیث کے راوی) ابو اسرائیل محدثین کے نزدیک قوی (یعنی قابل اعتبار) نہیں ہیں۔

تثویب وہ اعلام ہوتا ہے جس سے پہلے کوئی اعلام ہو چکا ہو اور اس کی غرض اور اس سے پہلے کے اعلام کی غرض ایک ہو۔ مثلاً پہلے اعلام سے لوگوں کو نماز کے لیے بلانا مقصود ہو تو اس اعلام سے بھی یہی مقصود ہو۔ تثویب کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا، یہ تثویب اس لیے ہے کہ ایک مرتبہ تو حی علی الصلوٰۃ کہہ کر لوگوں کو نماز کے لیے بلایا گیا پھر دوبارہ الصلوٰۃ خیر من النوم سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا۔ یہ تثویب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں رائج تھی اور مسنون یہی ہے پھر اس کے بعد کوفہ کے علماء نے اذان و تکبیر کے درمیانی وقفے میں حی علی الفلاح کہنا رائج کیا، اس کے بعد ہر فرقہ و طبقہ کے لوگوں نے اپنے اپنے عرف کے مطابق کچھ نہ کچھ طریقہ تثویب کے طور پر رائج کیا مگر یہ تمام تثویبیں فجر کی نماز ہی کے لیے رائج کی گئیں، کیونکہ فجر کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔

پھر آخر میں متاخرین علماء نے تمام نمازوں کے لیے تثویب رائج کی اور اسے بنظر استحسان دیکھا حالانکہ متقدمین کے نزدیک یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ احداث ہے اور بدعت ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اس کا انکار بایں طور منقول ہے کہ ایک آدمی تثویب کہتا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارہ میں فرمایا کہ "اخرجوا هذا المبتدع من المسجد" یعنی اس بدعتی آدمی کو مسجد سے نکال باہر کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک دن جب کہ وہ مسجد میں موجود تھے موذن کو غیر فجر میں تثویب کرتے ہوئے سنا تو مسجد سے باہر نکل آئے اور دوسروں سے بھی کہا کہ اس آدمی کے سامنے نہ رہو، باہر نکل آؤ کیونکہ یہ بدعتی ہے۔ (ترمذی بتصرف)

فقہ حنفی کی کتب سے مسئلہ تثویب کی اباحت

فقہ میں تثویب اسے کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کونماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے "صلاۃ " کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آگئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اوراس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب متون مثل تنویر۔

(۱) الابصار وقایہ (۲) ونقایہ () وغرر الاحکام (۳) وکنز (۴) وغرر الاذکار (۵) ووافی (۶) وملتقی (۷) واصلاح (۸) ورالایضاح (۱۰) وشروحانند درمختار (۱۱) وردالمحتار (۱۲) وطحطاوی (۱۳) وعنایہ () ونہایہ وغنیہ (۱۵) شرح منیہ وصغیری (۱۶) وبحر الرائق (۱۷) ونہر الفائق (۱۸) وتبیین الحقائق (۱۹) وبرجندی (۲۰) وقہستانی (۲۱) ودرر (۲۲) وابن ملک (۲۳) وکافی (۲۴) ومجتبی (۲۵) وایضاح (۲۶) وامداد الفتاح (۲۷) ومراقی الفلاح (۲۸) وحاشیہ مراقی للعلامۃ الطحطاوی (۲۹) وفتاوی مثل ظہیریہ (۳۰) وخانیہ (۳۱) وخلاصہ (۳۲) وخزانۃ المفتین (۳۳) وجواہر اخلاطی (۳۴) وعلمگیری (۳۵) وغیرھا لامال ھیں، وھو الذی علیہ عامۃ الائمۃ المتاخرین والخلاف خلاف زمان لا برھان (عام ائمہ متاخرین اسی پر ھیں اور یہ اختلاف زمانی اختلاف ھے برھانی نھیں۔

مختصر الوقایہ میں ہے: التثویب حسن فی کل صلاۃ (تثویب ہر نماز کے لئے بہتر ہے۔

(مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی)

بَابٌ فِي الصَّلَاةِ تُقَامُ وَلَمْ يَأْتِ الْإِمَامُ يَنْتَظِرُونَهُ قُعُودًا

باب: جب نماز کے لئے اقامت کہی جاچکی ہو اور امام نہ آئے' تو لوگ بیٹھ کر اس کا انتظار کریں گے

539 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا رَوَاهُ أَيُّوبُ، وَحَجَّاجٌ الصَّوَّافُ، عَنْ يَحْيَى، وَهِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى، وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، وَقَالَا فِيهِ: حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ.

عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب نماز کے لئے اقامت کہہ دی جائے' تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ایوب اور حجاج صواف نے یحییٰ کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے اور ہشام دستوائی کہتے ہیں۔ یحییٰ نے مجھے لکھ کر بھیجی تھی جبکہ معاویہ بن سلام اور علی بن مبارک نے یہ روایت یحییٰ کے حوالے سے نقل کی ہے جس میں ان دونوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تم مجھے دیکھ نہ لو اور تم پر سکون اختیار کرنا لازم ہے۔

540 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى. حَدَّثَنَا عِيسٰى. عَنْ مَعْمَرٍ. عَنْ يَحْيٰى. بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ. قَالَ: حَتّٰى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ: قَدْ خَرَجْتُ. إِلَّا مَعْمَرٌ. وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ. عَنْ مَعْمَرٍ لَمْ يَقُلْ فِيهِ: قَدْ خَرَجْتُ

⊛⊛ یہی روایت اسی سند کے ساتھ یحییٰ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو کہ میں نکل آیا ہوں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ''میں نکل آیا ہوں'' کے الفاظ صرف معمر نے نقل کیے ہیں: معمر سے یہ روایت ابن عیینہ نے نقل کی ہے' لیکن انہوں نے اس میں یہ الفاظ نقل نہیں کیے ہیں ''میں نکل آیا ہوں''۔

541 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ. حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ. قَالَ: قَالَ أَبُو عَمْرٍو: ح وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ. حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ - وَهٰذَا لَفْظُهُ - عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ. عَنِ الزُّهْرِيِّ. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نماز کی اقامت کہہ دی جاتی تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے لوگ اپنی جگہوں پر کھڑے ہو چکے ہوتے تھے۔

542 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى. عَنْ حُمَيْدٍ. قَالَ: سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ. عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَمَا تُقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ. فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ

⊛⊛ حمید بیان کرتے ہیں: میں نے ثابت بنانی سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا: جو نماز کی اقامت ہو جانے کے بعد بات چیت کرتا ہے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نماز کے لئے اقامت ہوگئی ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور اس نے آپ کو اقامت ہو جانے کے بعد روکے رکھا (یعنی آپ کے ساتھ بات چیت کرتا رہا)

543 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مَنْجُوفٍ السَّدُوسِيُّ. حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ كَهْمَسٍ. عَنْ أَبِيهِ كَهْمَسٍ. قَالَ: قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ بِمِنًى وَالْإِمَامُ لَمْ يَخْرُجْ فَقَعَدَ بَعْضُنَا. فَقَالَ لِي شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ: مَا يُقْعِدُكَ؟ قُلْتُ: ابْنُ بُرَيْدَةَ. قَالَ: هٰذَا السُّمُودُ. فَقَالَ لِي الشَّيْخُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

بْنُ عَوْسَجَةَ. عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ. قَالَ: كُنَّا نَقُوْمُ فِي الصُّفُوفِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيلًا قَبْلَ اَنْ يُكَبِّرَ. قَالَ: وَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَلَ. وَمَا مِنْ خُطْوَةٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ خُطْوَةٍ يَمْشِيهَا يَصِلُ بِهَا صَفًّا

کہمس بیان کرتے ہیں: ہم لوگ منیٰ میں نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ امام ابھی نہیں آیا تھا۔ ہم میں سے کچھ لوگ بیٹھ گئے' تو کوفہ سے تعلق رکھنے والے ایک عمر رسیدہ شخص نے مجھ سے کہا: تم کیوں بیٹھ گئے ہو؟ میں نے کہا: ابن بریدہ کہتے ہیں: یہ منہ اٹھا کر کھڑا ہوتا ہے' تو اس عمر رسیدہ شخص نے مجھ سے کہا: عبدالرحمٰن بن عوسجہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے ہم صف پر کھڑے رہتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آگے کی صفوں کو ملانے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی قدم اٹھانا اتنا محبوب نہیں ہے جتنا وہ قدم محبوب ہے' جسے چل کر آدمی اس کے ذریعے صف کو ملاتا ہے''۔

544 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ. عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ. عَنْ اَنَسٍ. قَالَ: اُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِيٌّ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ. فَمَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نماز کے لئے اقامت کہہ دی گئی جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے (کسی صاحب کے ساتھ) سرگوشی میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نماز کے لئے اس وقت تک کھڑے نہیں ہوئے جب تک کچھ لوگ سو نہیں چکے تھے۔ (یعنی آپ کافی دیر گفتگو کرتے رہے)

545 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْحَاقَ الْجَوْهَرِيُّ. اَخْبَرَنَا اَبُو عَاصِمٍ. عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ. عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ. قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُقَامُ الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ اِذَا رَآهُمْ قَلِيلًا جَلَسَ لَمْ يُصَلِّ. وَاِذَا رَآهُمْ جَمَاعَةً صَلَّى.

سالم ابونضر بیان کرتے ہیں: مسجد میں نماز کے لئے اقامت ہو جانے کے بعد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کم محسوس کرتے تھے' تو آپ تشریف فرما ہو جاتے تھے۔ آپ نماز ادا نہیں کرتے تھے' جب آپ دیکھتے تھے کہ لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں' تو پھر نماز ادا کرتے تھے۔

546 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْحَاقَ. اَخْبَرَنَا اَبُو عَاصِمٍ. عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ. عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ. عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ الزُّرَقِيِّ. عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. مِثْلَ ذٰلِكَ

ابومسعود زرقی نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

اقامت کے وقت کب کھڑا ہوا جائے؟

فقہاء احناف نے اقامت میں کھڑا ہونے کے بارے میں تین صورتیں بیان کی ہیں ان کا جاننا ضروری ہے، تاکہ محل اختلاف متعین ہو جائے۔

1۔ اول یہ کہ امام وقت اقامت جانب محراب سے مسجد میں آئے۔

2۔ دوسرا یہ کہ امام پیچھے یا اطراف مسجد سے آئے۔

3۔ تیسرا یہ کہ امام ومقتدی وقت اقامت مسجد میں موجود ہوں۔

پہلی دو صورتوں میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن تیسری صورت میں ہمارا اختلاف ہے۔

تیسری صورت جس میں امام ومقتدی مسجد میں موجود ہوں تو اس کا حکم یہ ہے کہ "حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا امام اور مقتدی کے لئے مستحب ہے اور اس سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اس کے متعلق فقہاء احناف صراحتاً بیان کرتے ہیں۔

1..... علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی (المتوفی 557ھ) لکھتے ہیں۔

والجملة فيه ان المؤذن اذا قال حي الفلاح فان كان الامام معهم في المسجد يستحب للقوم ان يقوموا في الصف

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو امام ومقتدی سب کو صف میں اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جو موذن حی علی الفلاح کہے (بدائع الصنائع 1/200 طبع مصر)

2..... "تنویر الابصار" میں ہے:

"والقيام لامام وموتم حين قيل حي الفلاح ان كان الامام بقرب المحراب"

ترجمہ: یعنی جب امام محراب کے قریب ہو تو امام اور قوم حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں گے (تنویر الابصار برحاشیہ شامی 1/354 طبع کوئٹہ)

3..... علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ "فتاویٰ شامی" میں لکھتے ہیں۔

كذا في (۳) الكنز (۴) ونور الايضاح (۵) والاصلاح (۶) والظهيريه (۷) والبدائع وغيرها والذي في (۸) الدرر متنا وشرحا عند حيعلة الاولى يعني حين يقال حي الصلاة اه وعزاه الشيخ اسماعيل في شرحه الى (۹) عيون المذاهب (۱۰) والفيض (۱۱) والوقايه (۱۲) والنقايه (۱۳) والحاوي (۱۴) والمختار اه قلت واعتمده في متن (۱۵) الملتقي وحكى الاول بقيل لكن نقل ابن الكمال تصحيح الاول ونص عبارته قال في (۱۶) الذخيرة يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي الفلاح عند علمائنا الثلاثة

ترجمہ: یعنی ایسا ہی کنز الدقائق، نور الایضاح، اصلاح، ظہیریہ اور بدائع وغیرہ میں ہے اور "الدرر" کے متن اور شرح میں ہے کہ "حی الصلوۃ" پر قیام کیا جائے۔ الشیخ اسماعیل نے اپنی شرح "عیون المذاہب" فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی اور مختار میں نقل کیا: میں (ابن عابدین شامی) کہتا ہوں کہ ملتقی کے متن میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور ابن کمال نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور ذخیرہ میں کہا گیا ہے کہ امام اور مقتدی حضرات جب موذن حی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ علماء ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ عنہم) کے نزدیک۔ (ردالمحتار شامی ۲/۷۷ کتاب الصلوۃ طبع الریاض)

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اس عبارت میں (۱۴) مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا کہ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہئے۔ اسی طرح:

(۱۷) تبیین الحقائق ۱/۱۰۸ (۱۸) درر شرح غرر ۱/۸۰ (۱۹) عمدۃ القاری شرح بخاری ۸/۲۱۱ (۲۰) شرح مسلم نووی ۱/۲۲۱ (۲۱) فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۲۰ (۲۲) کرمانی شرح بخاری ۵/۳۲ طبع بیروت (۲۳) ارشاد الساری شرح بخاری ۲/۱۳۱ (۲۴) بحر الرائق ۳/۲۰۸ (۲۵) ملتقی الابحر ۱/۲۶۹ (۲۶) مجمع الانہر ۱/۷۸ (۲۷) محیط البرہانی ۲/۱۷ (۲۸) فتاویٰ ہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیری ۱/۵۷ طبع کوئٹہ میں ہے:

یقول الامام والقوم اذا قال الموذن حی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ ہو الصحیح

ترجمہ: یعنی ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں گے جب موذن ''حی علی الفلاح'' کہے اور یہی صحیح ہے۔

مذکورہ بالا کتب میں صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ ''حنفیہ'' کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے وقت ''حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔

اقامت میں امام ومقتدی کا ''حی الصلوٰۃ'' سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ نے فتاویٰ عالمگیری میں جو فقہ حنفی میں مستند ومتفق علیہ فتاویٰ ہے، نے لکھا:

ویکرہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن قولہ حی الفلاح کذا فی المضمرات

ترجمہ: اور کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو جب موذن اپنے حی الفلاح پر پہنچے (فتاویٰ عالمگیری ۱/۵۷ کتاب الصلوٰۃ طبع کوئٹہ)

۲......علامہ سید احمد طحطاوی حنفی فرماتے ہیں۔

واذا اخذ الموذن فی الاقامۃ ودخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی المضمرات قہستانی ویفہم منہ کراہیۃ القیام ابتداء الاقامۃ والناس عنہا غافلون

ترجمہ: اور جب موذن نے اقامت شروع کی اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے، کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی کی مضمرات میں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اقامت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ (حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ۱/۱۸۶ طبع مصر)

لہٰذا لوگوں کو اس غفلت سے نکل کر اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا عمل واقوال

اس مسئلہ میں حدیث وآثار کافی تعداد میں موجود ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی

ترجمہ: جب اقامت کہی جائے کھڑے نہ ہوحتی کہ مجھے نکلتا ہوا دیکھو

(۱) صحیح بخاری باب یقوم الناس ۱/۱۶۴ رقم ۶۳۸ (۲) صحیح مسلم ۲/۱۰۱ رقم ۱۳۹۵ (۳) جامع ترمذی ۱/۲۵۱ رقم ۵۱۷ (۴) سنن ابوداود/ ۸ ۱۴ رقم ۵۳۹ (۵) سنن نسائی ۲/۳۱ رقم ۶۸۷ (۶) صحیح ابن حبان ۵/۵۱ رقم ۱۷۵۵ (۷) فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۲۰ (۸) مسند احمد ۵/۳۰۴ رقم ۲۲۶۲۰ (۹) صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۴ رقم ۱۵۲۶ (۱۰) مسند الطیالسی ۱/۵۰۸ رقم ۶۲۳ (۱۱) مستخرج ابی عوانہ ۲/۹ (رقم ۱۰۴۸) (۱۲) سنن الدارمی ۱/۳۲۳ رقم ۱۲۶۲ (۱۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۵ رقم ۴۱۱۶ (۱۴) مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۴ رقم ۱۹۳۲ (۱۵) معجم ابن العرابی ۲/۴۳۰ رقم ۹۲۹ (۱۶) الاوسط ابن المنذر ۱۱/۱۶۹ رقم ۱۹۲۳

۲......امام بزار اپنی ''مسند'' میں، امام ابوالقاسم الطبرانی اپنی ''معجم'' میں، ''امام بیہقی اپنی'' سنن الکبریٰ'' میں، محدث سیمویہ اپنی کتاب میں سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

کان رسول اللہ ﷺ اذا قال بلال قد قامت الصلوٰۃ نہض فکبر

ترجمہ: جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت میں ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہنے لگتے تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے پھر اللہ اکبر کہتے۔

(۱) المسند البزار ۸/۲۹۸ مسند عبداللہ بن ابی اوفی طبع مدینہ منورہ (۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۲/۱۰۶ طبع دار الفکر بیروت (۳) میزان الاعتدال ۱/۳۶۴ (۴) کنز العمال ۷/۵۴ رقم الحدیث ۱۷۹۲۲ طبع حلب (۵) سنن الکبریٰ بیہقی ۲/۲۲ طبع دکن (۶) سوالات ابن الجنید لابی ذکریا یحیی بن معین ۱/۳۴۴ رقم ۲۹۷ (۷) تحفۃ الاحوذی ۲/۱۲۹ (۸) الشمائل الشریفۃ للسیوطی ۱/۸۰ رقم ۲۹۳ (۹) الاوسط لابن المنذر ۶/۱۷۴ رقم ۱۹۲۷

اکابر علماء دیوبند میں مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کے خلیفہ ظفر احمد عثمانی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ''وہو حدیث حسن الاسناد'' (اعلاء السنن ۴/۳۲۶ طبع کراچی)

۳......امام عبدالرزاق اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں۔

عبدالرزاق عن ابن التیمی عن الصلب عن علقمۃ عن امہ عن ام حبیبۃ ان رسول اللہ ﷺ کان فی بیتہا فسمع الموذن فقال کما یقول فلما قال حی علی الصلوٰۃ نہض رسول اللہ ﷺ الی الصلوٰۃ

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تھے، موذن نے اقامت کہی، جب اس نے (حی الصلوٰۃ) کہا تو رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے

(۱) مصنف عبدالرزاق ۱/۴۸۱ رقم ۱۸۵۱ طبع بیروت (۲) معجم الکبیر للطبرانی ۲۳/۲۴۴ رقم ۴۸۵ (۳) جامع الاحادیث ۴۰/۲۳۴ رقم ۴۳۵۴۴ (۴) کنز العمال ۸/۳۶۲ رقم ۲۳۲۷۳)

۴۔امام حسین رضی اللہ عنہ کا عمل

۱......امام عبدالرزاق اپنی سند سے نقل کرتے ہیں:

فاقام الموذن بالصلوٰۃ فلما قال قد قامت الصلوٰۃ قام حسین

ترجمہ: موذن نے نماز کے لئے اقامت کہی تو جب وہ ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہنے لگا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کھڑے ہو گئے (۱) مصنف عبدالرزاق ۱/ ۵۰۵ رقم ۱۹۳۷ (۲) اخبار مکۃ للفاکہی ۲/ ۷۲ رقم ۱۱۷۲)

ب...... امام بیہقی "سنن الکبریٰ" میں لکھتے ہیں:

وعن الحسين بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انه كان يفعل ذلك و ہو قول عطاء والحسن

ترجمہ: اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور یہی قول عطاء اور حسن کا ہے (جیسا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں پہلے لکھا ہے، یعنی قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوتے) (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۲۰ تحت رقم ۲۳۸۰)

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل

۱...... امام بیہقی لکھتے ہیں:

وروينا عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ انه اذا قيل قد قامت الصلوٰة وثب فقام

ترجمہ: ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ جس وقت "قد قامت الصلوٰۃ" کہا جانے لگا تو آپ تیزی سے کھڑے ہو جاتے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۲۰ تحت رقم ۲۳۸۰)

۲...... محدث (ابن المنذر) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس انه كان يقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰة

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہنے لگتا۔

(۱) فتح الباری شرح بخاری ۲/ ۱۲۰ تحت حدیث ۶۱۱ طبع بیروت (۲) تحفۃ الاحوذی ۳/ ۱۶۵ (۳) کمال المعلم شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض ۲/ ۳۱۰ (۴) نیل الاوطار ۳/ ۲۳۴ (۵) شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ۱/ ۲۱۴ (۶) عون المعبود وحاشیہ ابن القیم ۲/ ۱۷۳ (۷) اثر المتطاب للالبانی ۱/ ۲۳۱ (۸) الفقہ الاسلامی وادلتہ للزحیلی ۱/ ۶۳۴ (۹) سبل السلام ۱/ ۱۳۰ (۱۰) بستان الاخبار للابن تیمیہ ۲/ ۱۰۱ تحت حدیث ۱۴۲۹ (۱۱) شرح البلوغ للعبد الرزاق الصنعانی ۱/ ۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تاکید

۶۔ امام عبدالرزاق الصنعانی لکھتے ہیں:

ترجمہ: حضرت عطیہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے جونہی موذن نے اقامت کہنا شروع کی ہم اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ پس جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہنے لگے تب کھڑے ہونا (مصنف عبدالرزاق ۱/ ۵۰۶ رقم ۱۹۴۰)

اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول

۷۔ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ بیٹھ کر اقامت سننے اور "قد قامت الصلوٰۃ" کے نزدیک کھڑا ہونے کا مسئلہ بیان کر کے لکھتے ہیں:

ترجمہ: امام سعید بن منصور نے بطریق ابی اسحاق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ۲/ ۱۲۰ تحت حدیث ۶۱۱ طبع بیروت)

صحابہ واکابر تابعین کا مذہب

۸۔ ترجمہ: معاویہ ابن قرۃ کہتے ہیں (صحابہ وتابعین) اسے مکروہ جانتے تھے کہ موذن کے اقامت شروع کرتے ہی آدمی نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/ ۴۸۰ رقم ۱۸۵۰ طبع بیروت)

تابعی حضرت ابواسحاق علیہ الرحمہ کا عمل

۹۔ ترجمہ: حضرت معمر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں ابواسحاق علیہ الرحمہ کے پاس آیا۔ وہ مسجد کے پڑوسی تھے، وہ گھر سے جماعت میں شمولیت کے لئے اس وقت تک نہ نکلتے جب تک اقامت نہ سن لیتے نیز فرمایا کہ میں نے (تابعین میں سے) اور بھی بہت سے لوگوں کو دیکھا جو ایسا ہی کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/ ۵۰۵ رقم ۱۹۳۳ طبع بیروت)

مشہور تابعی حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا فتویٰ وعمل

۱۰: ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ جب موذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہنے لگے لوگوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہئے فرمایا، ہاں درست ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/ ۵۰۵ رقم ۱۹۳۶ طبع بیروت)

ب۔ امام بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے (جیسا روایت بالا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہوا ہے) اور امام عطاء کا بھی یہی قول ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۲۰ تحت حدیث ۲۳۸۰ طبع حیدرآباد انڈیا)

امام حسن بصری علیہ الرحمہ کے اقوال واعمال

۱۱۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

ترجمہ: امام حسن بصری علیہ الرحمہ امام کے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھتے تھے جبکہ موذن قد قامت الصلوٰۃ نہ کہنے لگے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۴۰۶ رقم ۴۱۲۲)

ب۔ اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۴۰۵ رقم ۴۱۱۳ میں ہے۔

ج۔ امام بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ: حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے (جیسا روایت بالا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہوا ہے) اور امام عطاء کا بھی یہی قول ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۲۰ تحت حدیث ۲۳۸۰ طبع حیدرآباد انڈیا)

خلیفہ راشد واول، تابعی، امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا فرمان

۱۲۔ ترجمہ: ابوعبید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مقام (خناصرہ) میں، میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے سنا جس وقت موذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہتا تو فرماتے کھڑے ہو جاؤ نماز قائم ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۴۰۶ رقم ۴۱۲۱)

ب۔ ترجمہ: یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے مسجدوں میں آدمی بھیجے (اور یہ فرمان جاری کیا) کہ جس وقت قد قامت الصلوٰۃ کہا جائے تو نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرو۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۶ رقم ۱۹۳۹ طبع بیروت)

حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا عمل

۱۳۔ ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا معمول تھا کہ موذن جب حی علی الصلوٰۃ کہتا آپ اس وقت کھڑے ہوتے (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۵ رقم ۴۱۱۴)

ب۔ ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ الرحمہ نے فرمایا جب موذن (اقامت کہتے ہوئے) حی الفلاح کہے تو نمازی صفوں میں کھڑے ہو جائیں (کتاب الآثار لابی یوسف ص ۱۹، رقم ۸۹ طبع بیروت)

ج۔ ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب موذن (اقامت میں) حی الفلاح کہے تو اس وقت چاہئے کہ لوگ کھڑے ہو جائیں پھر صفیں درست کریں۔ (کتاب الآثار امام محمد ۱/۱۰۷، رقم ۶۳ طبع بیروت، جامع المسانید للخوارزمی ۱/۳۳۴ طبع فیصل آباد)

تابعی جلیل امام الفقہاء امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب

۱۴۔۔۔۔۔ امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کی روایت بالا کے متصلاً بعد، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت علیہ الرحمہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے امام محمد بن حسن الشیبانی لکھتے ہیں۔

ترجمہ: اور یہی (جو امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا ہے) ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا قول ہے اور اگر امام موذن کے اقامت سے فارغ ہونے کا انتظار کرے گا پھر اس کے بعد اللہ اکبر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ سب درست ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد ۱/۱۰۷، رقم ۶۳، جامع المسانید للخوارزمی ۱/۳۳۴، موطا امام محمد مترجم ص ۸۷ طبع لاہور)

امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ کا اعلان حق

امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ علماء صحابہ کرام اور دیگر لوگوں کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترجمہ: اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت نے کھڑے ہو کر امام کی انتظار کو مکروہ کہا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب امام مسجد میں ہی ہو اور تکبیر کہی جائے تو لوگ قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں یہ عبداللہ بن مبارک کا قول ہے (۱)

جامع ترمذی ۱/۳۱۷ تحت رقم ۵۹۲ طبع بیروت (۲) مستخرج الطوسی علی جامع الترمذی ۳/۱۹۲ (۳) مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ ۳۵/۲۶۶ (۴) الغر المستطاب فی فقہ السنۃ والکتاب ۱/۳۳۰ (۵) الاختیارات الفقہیۃ للترمذی ۱/۲۸۹)

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کا اعتراف حق

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی اپنی کتاب (فیض الباری شرح بخاری) میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ترجمہ: کچھ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اقامت پوری ہونے کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور کچھ حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ درمیان اقامت میں (حی علی الصلوٰۃ) پر کھڑے ہوا کرتے تھے اور ہماری کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ (فیض الباری شرح بخاری باب متی یقوم الناس ۲/۱۹ طبع انڈیا)

مفتی عزیز الرحمن مفتی دارالعلوم دیوبند کا اعتراف حق

اقامت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

نماز کے آداب میں سے فقہاء نے لکھا ہے کہ حی علی الفلاح کے وقت سب کھڑے ہو جائیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہو جائیں تو کوئی محل اعتراض نہیں ہے کیونکہ ترک استحباب اور ترک آداب پر کچھ طعن نہیں ہو سکتا۔ البتہ بہتر یہی ہے جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے اور در مختار میں بھی یہی لکھا ہے اور اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے کی طرف سے آوے جس وقت امام پر نظر پڑے، مقتدی کھڑے ہو جائیں۔ بہر حال اس میں ہر طرح وسعت ہے مگر اتباع تصریحات فقا کا اولیٰ و افضل ہے

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ۲/ ۷۹ مفتی عزیز الرحمن طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

مفتی فرید دیوبندی اکوڑہ خٹک کا اعتراف حق

مفتی فرید صاحب سے وقت اقامت حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کے بارے میں سوال ہوا تو جواب میں لکھتے ہیں (حی الصلوٰۃ پڑھنے کے وقت قیام کرنا ادب اور افضل ہے الخ)

(فتاوی فریدیہ المعروف فتاوی دیوبند پاکستان مفتی اعظم مفتی فرید جامع دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۲/ ۱۸۸ طبع صوابی پاکستان)

مفتی محمد شفیع مفتی دارالعلوم دیوبند کا اعتراف حق

مفتی محمد شفیع دیوبندی سے بھی اقامت کے بارے میں حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں سوال ہوا تو جواباً لکھتے ہیں (جس وقت تکبیر پڑھنے والا حی الصلوٰۃ پر پہنچے اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہئے ......الخ

(فتاوی دارالعلوم دیوبند المعروف امداد المفتین کامل ۲/ ۲۹۲ طبع دارالاشاعت کراچی)

احسن نانوتوی دیوبندی کا اعتراف حق

احسن نانوتوی صاحب لکھتے ہیں (اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے۔

(غایۃ الاوطار ۳/ ۲۴۳ طبع کراچی)

سید امیر علی دیوبندی کا اعتراف حق

سید امیر علی دیوبندی لکھتے ہیں (اگر موذن امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی مع امام کے مسجد کے اندر ہوں تو موذن جس وقت امامت میں حی علی الفلاح کہے اس وقت ہمارے تینوں علماء کے نزدیک امام اور مقتدی کھڑے ہو جاویں یہ وہی صحیح ہے۔

(فتاوی عالمگیری مترجم ترجمہ سید امیر علی ۱/ ۸۹ طبع دارالاشاعت کراچی)

فقہاء نے اقامت میں پہلے کھڑے ہونے کو جس وجہ سے مکروہ فرمایا

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

ترجمہ: جب اقامت کہی جائے کھڑے نہ ہو، حتیٰ کہ مجھے نکلتا ہوا دیکھو۔

(١) صحیح بخاری باب یقوم الناس ١ / ١٦٤ رقم ٦٣٨ (٢) صحیح مسلم ٢ / ١٠١ رقم ١٣٦٥ (٣) جامع ترمذی ١ / ٢٥١ رقم ٥١٧ (٤) سنن ابوداؤد ١ / ١٤٨ رقم ٥٣٩ (٥) سنن نسائی ٢ / ٣١ رقم ٦٨٧ (٦) صحیح ابن حبان ٥ / ٥١ رقم ١٧٥٥ (٧) فتح الباری شرح بخاری ٢ / ١٢٠ (٨) مسند احمد ٥ / ٣٠٤ رقم ٢٢٦٤٠ (٩) صحیح ابن خزیمہ ٣ / ١٤ رقم ١٥٢٦ (١٠) مسند الطیالسی ١ / ٥٠٨ رقم ٦٢٣ (١١) مستخرج ابی عوانہ ٢ / ٩ رقم ١٠٤٨ (١٢) سنن الداری ١ / ٣٢٣ رقم ١٢٦٢ (١٣) مصنف ابن ابی شیبہ ١ / ٤٠٥ رقم ٣١١٢ (١٤) مصنف عبدالرزاق ١ / ٥٠٤ رقم ٩٣٢ (١٥) معجم الکبیر طبرانی ٢ / ٣٤٠ رقم ٩٢٩ (١٦) الاوسط ابن المنذر ١١ / ١٢٩ رقم ١٩٢٣)

حجرہ شریف سے مسجد میں حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے صحابہ کرام کے شروع اقامت میں کھڑے ہوجانے کی وجہ سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کو ناگوار گزرا کہ صحابہ میرے آنے سے پہلے کھڑے ہوں چنانچہ امام بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

ترجمہ: قرین تحقیق یہ ہے کہ لوگ (بوقت اقامت) نبی پاک ﷺ کی مسجد میں تشریف آوری سے پہلے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور حضور ﷺ سے پہلے ہی اپنے کھڑے ہونے کی جگہ سنبھال لیتے۔ تب آپ ان پر تخفیف کرتے ہوئے انہیں حکم دیا کہ (جس وقت اقامت شروع ہوتو) وہ فوراً ہی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، تاوقتیکہ حضور ﷺ کو تشریف لاتے ہوئے نہ دیکھ لیں۔ امام حافظ احمد بن حجر عسقلانی نے (فتح الباری ٢ / ١٢٠) امام حافظ بدرالدین عینی نے (عمدۃ القاری ٥ / ١٥٣) امام نووی نے (شرح مسلم ١ / ٢٢٠) قاضی شوکانی نے (نیل الاوطار ٢ / ٢٣٤) اور خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے (بذل المجہود ١ / ٣٠٧) نے حدیث ابی قتادہ کی شرح کرتے ہوئے امام بیہقی ہی والی بات لکھی ہے۔

یہ واقعہ ایک دوبار کا ہے

امام المحدثین قاضی عیاض مالکی، امام بدرالدین عینی، امام محی الدین نووی علیہ الرحمہ، شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے کہا کہ صحابہ کا آغاز اقامت میں کھڑا ہو جانے کا عمل ایک بار یا دوبار ہوا، دیکھئے

(عمدۃ القاری ٥ / ١٥٣، شرح صحیح مسلم نووی ١ / ٢٢٠، عون المعبود ١ / ٢١٠)

جب نبی ﷺ نے اقامت میں پہلے کھڑے ہونے کو منع فرمایا جس وجہ سے فقہاء مکروہ فرماتے ہیں تو پھر علماء دیوبند اور غیر مقلدین کا شروع اقامت میں کھڑا ہونا کیا معنی رکھتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی منسوخ روایت پیش کرنا صرف ضد نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگ صفیں درست کرنے کا بہانہ بنا کر آغاز اقامت ہی میں کھڑے ہوجاتے ہیں، کہتے ہیں کہ اگر اقامت بیٹھ کر سنیں تو صفیں درست کرنے کی سنت ہم کب ادا کریں؟

ان کی خدمت میں جواباً عرض ہے کہ صحیحین وغیرہا کی احادیث مرفوعہ۔ نیز صحابہ کے عمل سے صاف ظاہر ہے کہ سب مقتدین آخر اقامت میں صفیں درست کا اہتمام فرماتے تھے، جب صفیں درست ہوجاتیں، تو پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے، یہ بات متعدد احادیث میں موجود ہے لہٰذا اتباع سنت کا تقاضا یہی ہے کہ اقامت بیٹھ کر ہی سنی جائے اور امام و مقتدی (حی علی الصلوٰۃ) پر یکبارگی کھڑے ہونا شروع کردیں اور (قد قامت الصلوٰۃ) پر مکمل کھڑے ہوجائیں۔ اگر صفیں درست نہ ہوں تو

اس وقت صفیں بھی درست کرلی جائیں تاکہ صفیں درست کرنے کی اہم سنت بھی سنت نبوی، سنت خلفاء راشدین صحابہ کرام کے عمل کے مطابق انجام پائے اور جب صفیں درست ہوجائیں تو امام اللہ اکبر کہہ کر نماز کا آغاز کردے تاکہ سب کام سنت کے مطابق پورے ہوجائیں۔ فقہاء نے چونکہ اقامت کھڑے ہوکر سننے کو مکروہ کہا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے پہلے کھڑے ہوکر اقامت سننا منع فرمانا ثابت ہے لہٰذا یہ کم از کم خلاف سنت ضرور ہے لہٰذا مستحب پر عمل کرکے اور اتباع سنت اپنا کر ثواب حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي تَرْكِ الْجَمَاعَةِ

باب: جماعت ترک کرنے کی شدید مذمت

547 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ. حَدَّثَنَا زَائِدَةُ. حَدَّثَنَا السَّائِبُ بْنُ حُبَيْشٍ. عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيِّ. عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ. فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَاْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ. قَالَ زَائِدَةُ: قَالَ السَّائِبُ: يَعْنِي بِالْجَمَاعَةِ: الصَّلَاةَ فِي الْجَمَاعَةِ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جس بھی بستی یا دیہات میں تین لوگ رہتے ہوں اور اس بستی میں نماز قائم نہ کی جاتی ہو' تو شیطان ان پر غالب آجاتا ہے تم پر جماعت اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ بھیڑیا الگ ہونے والی بکری کو کھالیتا ہے''۔

زائدہ نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔ سائب کہتے ہیں: یہاں جماعت سے مراد نماز باجماعت ادا کرنا ہے۔

تارک جماعت کے گھروں کو آگ لگانے کا بیان

548 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ. عَنِ الْاَعْمَشِ. عَنْ اَبِي صَالِحٍ. عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ. فَتُقَامَ. ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ. ثُمَّ اَنْطَلِقَ مَعِي بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِنْ حَطَبٍ اِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ. فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں نماز کے بارے میں حکم دوں۔ اس کے لئے اقامت کہی جائے، پھر میں کسی شخص کو یہ ہدایت کروں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر میں اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر جاؤں جن کے ہمراہ لکڑیوں کے گٹھے ہوں اور ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوئے اور ان سمیت ان کے گھروں کو آگ لگا

547- اسناده حسن من اجل السائب بن حبیش، وباقی رجاله ثقات. زائدة: هو ابن قدامة. واخرجه النسائی فی "الکبری" (922) من طریق زائدة بن قدامة بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (21710)، و"صحیح ابن حبان" (2101).

دوں''۔

549 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا اَبُو الْمَلِيحِ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ الْاَصَمِّ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ فِتْيَتِي فَيَجْمَعُوا حُزَمًا مِنْ حَطَبٍ، ثُمَّ آتِيَ قَوْمًا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأُحَرِّقَهَا عَلَيْهِمْ.

قُلْتُ لِيَزِيدَ بْنِ الْاَصَمِّ: يَا اَبَا عَوْفٍ الْجُمُعَةَ عَنَى اَوْ غَيْرَهَا؟ قَالَ: صُمَّتَا اُذُنَايَ اِنْ لَمْ اَكُنْ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَأْثُرُهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَكَرَ جُمُعَةً وَلَا غَيْرَهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیوں کے گٹھے اکٹھے کریں اور پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے ہیں اور انہیں کوئی علت لاحق نہیں ہوتی اور پھر میں انہیں آگ لگا دوں''۔

راوی کہتے ہیں: میں نے یزید بن اصم سے کہا: اے ابوعوف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد جمعے کی نماز تھی یا کوئی اور نماز تھی؟ انہوں نے فرمایا: میرے کان بہرے ہو جائیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے نہ سنا ہو البتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہ تو جمعے کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی کسی اور نماز کا ذکر کیا۔

550 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْاَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ، عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: حَافِظُوا عَلَى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ فَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى، وَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدَى، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ بَيِّنُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ، وَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهُ مَسْجِدٌ فِي بَيْتِهِ، وَلَوْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَتَرَكْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَفَرْتُمْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم پانچ نمازوں کی حفاظت کرو، جب بھی ان کی اذان دی جائے تو یہ سنن ہدیٰ میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے سنن ہدیٰ کو مقرر کیا۔ مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ ہم لوگ باجماعت نماز سے پیچھے رہنے والے شخص کو کھلا منافق سمجھتے تھے اور مجھے اپنے بارے میں یہ بات بھی یاد ہے کہ کسی شخص کو دو آدمیوں کے درمیان سہارا دے کر لایا جاتا تھا یہاں تک کہ اسے صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا جبکہ تم میں سے ہر ایک شخص نے گھر میں نماز کے لئے جگہ مخصوص کی ہوئی ہے۔ اگر تم گھروں میں ہی نماز ادا کرتے رہو گے اور مساجد کو ترک کر دو گے تو تم اپنے نبی علیہ السلام کی سنت کو ترک کر دو گے اور اگر تم اپنے نبی علیہ السلام کی سنت کو ترک کر دو گے تو تم کافر ہو جاؤ گے۔

سنت ھدٰی کی تعریف

مولانا عبدالحلیم الکھنوی نور الانوار کے حاشیہ میں اس کی یوں تعریف فرماتے ہیں۔ ھی التی واظب علیھا النبی ﷺ تعبدا وابتغاء مرضات اللہ تعالٰی مع الترک مرۃ اومرتین بلا عذر اولم یترک اصلا لکنہ لم ینکر علی التارک۔ ص 167، حاشیہ 12

سنت ھدٰی وہ ہے جس پر ہمارے پیارے مدنی آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عبادت اور اللہ تعالٰی کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے ہمیشگی فرمائی ہو اور بغیر عذر کے ایک یا دو دفعہ چھوڑا بھی ہو یا کبھی بھی نہ چھوڑا ہو لیکن کبھی کبھی چھوڑنے والے پر افسوس کا اظہار بھی نہ فرمایا ہو۔ ہاں اگر کوئی سنت ھدٰی کو چھوڑنے کی عادت بنالیتا ہے تو اسے برا بھلا کہا جاسکتا ہے۔

سنت ھدٰی کا حکم

نور الانوار شرح منار میں اس کا حکم یوں بیان کیا گیا ہے۔ تارکھا یستوجب اساءۃ وکراھۃ کالجماعۃ والاذان والاقامۃ۔ ص 167

کہ اسے چھوڑنے کی عادت بنانے والا مذمت کے لائق ہے۔ جیسے جماعت، اذان اور اقامت سنت ھدٰی ہیں۔ اگر کسی شہر کے لوگ اسے چھوڑنے کی عادت بنائیں اور اس پر اصرار کریں تو امام وقت ان سے مسلح جہاد کرسکتا ہے۔

سنت زوائد کی تعریف

سنت زوائد وہ کام ہے جو ہمارے پیارے پیارے آقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عبادت کی غرض سے نہیں بلکہ عادۃ اور بتقاضائے بشری فرمایا ہو۔

سنت زوائد کا حکم

ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نور الانوار میں فرماتے ہیں۔ فارکھا لا یستوجب اساءۃ کسیر النبی ف لباسہ وقعودہ وقیامہ ص 167

کہ اسے چھوڑنے والا سزا کا حقدار نہیں ہوتا۔ جیسے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مبارک طریقے پر لباس پہننا بیٹھنا اٹھنا یہ سب سنت زوائدہ سے ہے۔ سنت زوائد پر عمل کرنیوالا ثواب پائے گا لیکن چھوڑنے والے کیلئے سزا نہیں ہے اب تک یہ واضح ہوگیا کہ لباس بمعہ عمامہ شریف سنن زوائد سے ہے چنانچہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ فرماتے ہیں۔ ربما یلبس ﷺ عمامۃ سوداء وحمراء وکان مقدارھا سبعۃ اذرع اواثنی عشر ذراعا اواقل اواکثر فھذا من سنن الزوائد (نور الانوار ص 167)

551 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ أَبِي جَنَابٍ، عَنْ مَغْرَاءَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ.

551- ضعیف بھذا السیاق، ابو جناب -وھو یحیی بن ابی حیۃ الکلبی- ضعیف ومدلس، وقد اختلف علیہ فی لفظہ کما سیاتی فی التخریج، وباقی رجالہ ثقات غیر مغراء العبدی، فقد روی عنہ جمع، وذکرہ ابن حبان فی "الثقات"، ونقل عن العجلی انہ قال: لا باس بہ. واخرجہ الدارقطنی (1557)، والبیھقی /753 من طریق المصنف، بھذا الاسناد. واخرجہ ابن عدی فی ترجمۃ ابی جناب من "الکامل" /26707- ومن طریقہ البیھقی /753 عن محمد بن داود بن دینار، عن قتیبۃ بن سعید بہ. واخرجہ الحاکم /2451، والبیھقی /1853 من طریق قیس بن انیف

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ اتِّبَاعِهِ، عُذْرٌ، قَالُوا: وَمَا الْعُذْرُ؟، قَالَ: خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ، لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّى.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى عَنْ مَغْرَاءَ أَبُو إِسْحَاقَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص موذن کو سنتا ہے اور پھر اس کی بات ماننے سے اسے کوئی عذر رکاوٹ نہ ہو' لوگوں نے عرض کی: عذر سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوف یا بیماری، (پھر آپ نے مزید ارشاد فرمایا:) تو اس شخص نے جو نماز ادا کی ہے وہ قبول نہیں ہوگی"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابواسحاق نے مغراء کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

ترک جماعت کے عذرات کا بیان

۱.عورت ہونا ۲. نابالغ ہونا ۳. بیماری جس سے چل پھر نہ سکے اور مسجد تک آنے میں مشقت ہو یا مدت کا مریض ہو جو بغیر مشقت نہ چل سکے ۴. اپاہج یعنی لنگڑا لولا ہو یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں یا شل ہوں یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب یا ایک ہی جانب کے کٹے ہوئے ہوں یا شل ہوں۔

۵.جس کو فالج کا مرض ہو گیا ہو ۶. بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور اس کو مسجد تک جانے میں مشقت ہو ۷. اندھا ہونا ۸. بہت بارش ہونا ۹. مسجد کے راستہ میں کیچڑ ہونا ۱۰. سخت سردی ہونا ۱۱. بہت اندھیرا ہونا ۱۲. رات کے وقت آندھی اور تیز ہوا ہونا، یہ دن میں عذر نہیں ہے۔

۱۳. جو شخص کسی بیمار کی خدمت و تیمارداری کرتا ہو ۱۴. مسجد میں جانے سے مال و اسباب کے چوری ہو جانے وغیرہ کا خوف ہو یا ہنڈیا وغیرہ کے یا تندور میں روٹی کے ضائع ہونے کا خوف ہو ۱۵. قرض خواہ کے ملنے اور اس سے تکلیف پہنچے یا قید کر لینے کا خوف ہو جب کہ وہ قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو ۱۶. کسی دشمن یا ظالم کے مل جانے سے اپنی جان یا مال پر خوف ہو۔

۱۷. جب کہ سفر کا ارادہ ہو اور قافلہ نکل جانے اور تنہا سفر کرنے میں خوف ہو یا ریل گاڑی یا جہاز یا موٹر کی روانگی کا وقت قریب ہو ۱۸. پیشاب یا پاخانہ کی غالب حاجت یا ریح کے غلبہ کے وقت ۱۹. جب کھانا حاضر ہو اور بھوک سے نفس اس کی طرف زیادہ راغب ہو اور خواہ کوئی وقت ہو یہی حکم پینے کا ہے۔

۲۰. صحت نماز کی کسی شرط مثلاً طہارت یا ستر عورت وغیرہ کا نہ پایا جانا ۲۱. امام کا مقتدی کے مذہب کی رعایت نہ کرنا (ان میں سے جو عذر بالکل مانع ہو جیسے زیادہ بڑھاپا یا فالج وغیرہ تو اگر اس کی نیت تھی کہ عذر نہ ہوتا تو ضرور شامل ہوتا، اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا اور جو عذر بالکل مانع نہیں جیسے بارش و کیچڑ و سردی و اندھا ہونا وغیرہ تو اس کو ترک سے جماعت میں شامل ہونا بہتر ہے ورنہ جماعت کی فضیلت سے محروم رہے گا البتہ ترک جماعت کا گناہ اس پر نہیں ہوگا)

552 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَرِيرُ

الْبَصَرِ شَاسِعُ الدَّارِ، وَلِيْ قَائِدٌ لَا يُلَائِمُنِيْ فَهَلْ لِيْ رُخْصَةٌ اَنْ اُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ؟. قَالَ: هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ. قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: لَا اَجِدُ لَكَ رُخْصَةً

ابورزین حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا انہوں نے عرض کیا۔

یارسول اللہ! میں ایک ایسا شخص ہوں جو نابینا ہے اور میرا گھر بھی دور ہے اور مجھے ہاتھ پکڑ کر لانے والا بھی کوئی نہیں ہے' تو کیا میرے لئے اجازت ہے کہ میں اپنے گھر میں نماز ادا کرلوں؟ نبی نے دریافت کیا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لئے رخصت نہیں پاتا۔

553 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا اَبِيْ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلَى، عَنِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَتَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ؟ فَحَيَّ هَلًا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ الْقَاسِمُ الْجَرْمِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ لَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِ حَيَّ هَلًا

حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مدینہ منورہ میں حشرات الارض درندے زیادہ ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ سنو (تو اس پکار کی طرف) آؤ۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قاسم جرمی نے سفیان کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے' تاہم ان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں: ''تم ضرور آؤ''۔

بَابٌ فِيْ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باب: باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت

554 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَصِيْرٍ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ، فَقَالَ: اَشَاهِدٌ فُلَانٌ. قَالُوْا: لَا. قَالَ: اَشَاهِدٌ فُلَانٌ. قَالُوْا: لَا. قَالَ: اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ اَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ. وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَيْتُمُوْهُمَا، وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيْلَتُهُ لَابْتَدَرْتُمُوْهُ، وَاِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ، وَصَلَاتُهُ مَعَ الرَّجُلَيْنِ اَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ، وَمَا كَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھانے کے بعد دریافت کیا: کیا فلاں شخص موجود ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا فلاں شخص موجود ہے؟ لوگوں نے

عرض کی: جی نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ دونمازیں منافقین کے لئے سب سے زیادہ بھاری ہیں اگر تم لوگوں کو اس بات کا پتہ چل جائے کہ ان دونوں میں کتنا اجر وثواب ہے؟ تو تم ان دونوں میں ضرور شریک ہو۔ خواہ تم کو گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے اور بے شک پہلی صف کی مثال فرشتوں کی صف کی مانند ہے اور اگر تمہیں اس کی فضیلت کا پتہ چل جائے' تو تم اس کی طرف سبقت کرو۔ آدمی کا ایک آدمی کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے تنہا نماز ادا کرنے سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اس کا دو آدمیوں کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کا ایک آدمی کے ساتھ نماز ادا کرنے سے زیادہ پاکیزہ ہے اور جتنی تعداد زیادہ ہوگی اللہ کے نزدیک یہ اتنی ہی زیادہ پسندیدہ ہوگی۔

555 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِي سَهْلٍ يَعْنِي عُثْمَانَ بْنَ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے' تو یہ نصف رات (نوافل) ادا کرنے کی مانند ہے اور جو شخص عشاء اور فجر کی نمازیں باجماعت ادا کرتا ہے' تو یہ ساری رات نوافل ادا کرنے کی مانند ہے''۔

شرح

جماعت کی تعریف مل کر نماز پڑھنے کو جماعت کہتے ہیں جس میں ایک امام اور باقی سب مقتدی ہوتے ہیں، جمعہ اور عیدین کے علاوہ جماعت کے لئے کم سے کم دو آدمی ہونے چاہئے ایک امام دوسرا مقتدی، اگرچہ وہ مقتدی ایک سمجھدار لڑکا ہی ہو پس وہ مقتدی خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ سمجھدار اور خواہ فرشتہ ہو یا جن اور نماز خواہ مسجد میں ہو یا مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ ہو جماعت کہلائے گی اور جماعت کا ثواب ملے گا لیکن جس قدر جماعت زیادہ ہوگی اسی قدر زیادہ ثواب ہوگا جمعہ اور عیدین کے لئے امام کے علاوہ کم از کم ایسے تین آدمی اخیر نماز تک امام کے پیچھے ہوں جو امامت کے اہل ہوں تو جماعت درست ہوگی ورنہ نہیں۔

جماعت کی بعض حکمتیں اور فائدے

۱۔ایک نماز پر ستائیس نماز کا ثواب ملنا ۲۔آپس میں محبت اور اتفاق بڑھنا اور دوسروں کو دیکھ کر عبادت کا شوق اور رغبت پیدا ہونا نیک لوگوں اور کاملوں کے قلبی انوار سے دوسروں کے قلوب اور لطائف کا منور ہونا ۳۔ بزرگ و نیک لوگوں کے ساتھ گناہگاروں کی نماز کا بھی قبول ہوجانا ۴۔ناواقفوں کو واقفوں سے مسائل پوچھنے میں آسانی ہونا اور اپنی غلطیوں کی اصلاح اور دوسروں کی اچھائی و عمدگی حاصل کرنا پس یہ نماز کی صحت وتکمیل کا بہترین ذریعہ ہے ۵۔نماز میں خوب دل لگنا ۶۔ایک دوسرے کے حال کی اطلاع ہونا اور ایک دوسرے کے درد ومصیبت میں شریک ہوسکنا جس سے اخوت ومحبت ایمانی میں کمال حاصل ہوتا ہے ۷۔بے نمازیوں کا پتہ چلنا

555- اسنادہ صحیح. وھو فی "مسند احمد" (491). واخرجہ مسلم (656)، والترمذی (219) من طریقین عن عثمان بن حکیم، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (408)، و"صحیح ابن حبان" (2058) و (2059).

اوران میں تبلیغ اور وعظ ونصیحت کا موقع ملنا۸.نزول رحمت وقبولیت کے لئے خاص اثر رکھنا۹.جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا عبادت اور اسلام کی شان اور کلمۃ اللہ کی بلندی اور کفر کی پستی کا ذریعہ ہے ۱۰.جماعت پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا۱۱.جماعت کے انتظار کے وقت کا عبادت میں شمار ہونا وغیرہ جماعت کا حکم ۱.فرض نمازوں میں جماعت سنتِ موکدہ اور واجب کے قریب ہے بلکہ بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک فرض ہے ۲.نماز تراویح کے لئے جماعت کل اہلِ محلہ پر سنت کفایہ ہے ۳.رمضان المبارک میں نماز وتر کی جماعت مستحب ہے ۴.جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے ۵.نماز خسوف (چاند گہن کی نماز) اور تمام نوافل میں بلاوے اور اہتمام کے ساتھ جماعت مکروہ تحریمی ہے اگر اذان واقامت وبلانے وغیرہ کے اہتمام کے بغیر دو تین آدمی جمع ہوکر مسجد کے کسی گوشہ میں نفل نماز جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، چار یا اس سے زیادہ کی جماعت نوافل میں ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے خواہ اہتمام ہو یا نہ ہو ۶.اگر محلہ کی مسجد میں جماعت سے رہ گیا تو اس کو کسی دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا واجب نہیں البتہ مستحب ہے جبکہ اپنی مسجد میں داخل نہ ہوا ہو، اگر اپنی مسجد میں داخل ہوگیا تو وہیں اکیلا پڑھے دوسری جگہ نہ جائے، اگر اپنی مسجد میں داخل ہوا اور اس میں جماعت ہورہی ہے تو جب تک اس میں کچھ بھی حصہ مل سکے اس میں شامل ہونا چاہئے اس کو دوسری مسجد میں پوری جماعت ملنے کے خیال سے جانا گناہ اور نماز سے منہ پھیرنے کے معنی میں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

باب: نماز کے لئے پیدل چل کر جانے کی فضیلت

556 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَبْعَدُ فَالْأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا۔

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جس شخص کا گھر مسجد سے جتنا زیادہ دور ہوگا (اور وہ دور سے چل کر نماز باجماعت میں شریک ہوگا) اس کو اتنا ہی اجر ملے گا''۔

557 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، أَنَّ أَبَا عُثْمَانَ حَدَّثَهُ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ يُصَلِّي الْقِبْلَةَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَبْعَدَ مَنْزِلًا مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ، وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ. فَقُلْتُ: لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الرَّمْضَاءِ وَالظُّلْمَةِ. فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّ مَنْزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ فَنُمِيَ الْحَدِيثُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ قَوْلِهِ ذَلِكَ. فَقَالَ: أَرَدْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ يُكْتَبَ لِي إِقْبَالِي إِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوعِي إِلَى أَهْلِي إِذَا رَجَعْتُ. فَقَالَ: أَعْطَاكَ اللهُ ذَلِكَ كُلَّهُ. أَنْطَاكَ اللهُ جَلَّ وَعَزَّ مَا احْتَسَبْتَ كُلَّهُ أَجْمَعَ

⊛⊛ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص تھا میرے علم کے مطابق اہل مدینہ میں سے قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنے والوں میں اور کسی کا گھر بھی اس شخص سے زیادہ مسجد سے دور نہیں تھا لیکن وہ ہر نماز باقاعدگی سے مسجد میں ادا کرتا تھا۔ میں نے کہا: اگر تم ایک گدھا خرید لو اور گرمی اور تاریکی میں اس پر سوار ہو کر آیا کرو (تو یہ مناسب ہوگا) اس نے کہا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو۔ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی آپ نے اس شخص سے اس بارے میں دریافت کیا' تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا مقصد یہ تھا کہ میرا مسجد کی طرف آنا اور واپس اپنے گھر کی طرف جانا نوٹ کیا جائے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ سب (اجر و ثواب) تمہیں عطا کرے گا' اور تم نے جس ثواب کی اُمید رکھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ تمہیں عطا کرے گا''۔

558 - حَدَّثَنَا اَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ مُتَطَهِّرًا اِلٰى صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ فَاَجْرُهٗ كَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ اِلٰى تَسْبِيْحِ الضُّحٰى لَا يَنْصِبُهٗ اِلَّا اِيَّاهُ فَاَجْرُهٗ كَاَجْرِ الْمُعْتَمِرِ، وَصَلَاةٌ عَلٰى اَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِىْ عِلِّيِّيْنَ

⊛⊛ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص وضو کر کے اپنے گھر سے فرض نماز ادا کرنے کے لئے نکلتا ہے' تو اس کا اجر احرام باندھنے والے حاجی کے اجر کی مانند ہے اور جو شخص چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلتا ہے' جبکہ اس کا مقصد صرف یہی ہو' تو اس کا اجر عمرہ کرنے والے کے اجر کی مانند ہوتا ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز ادا کرنا' یوں کہ ان کے درمیان کوئی لغو حرکت نہ ہو یہ ''علیین'' میں (نام) نوٹ کئے جانے کا باعث ہے''۔

شرح

اس حدیث میں وضو کو احرام سے اور نماز کو حج سے مشابہت دی گئی ہے اور وہ دونوں میں تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حاجی حج کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے اور احرام باندھتا ہے تو اسی وقت سے اسے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور اس کے ثواب کا سلسلہ اس کے واپس آ جانے تک جاری رہتا ہے اسی طرح جب کوئی شخص محض نماز کے ارادہ سے نکلتا ہے تو وہ جس وقت گھر سے نکلتا ہے اسے بھی اسی وقت سے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور جب تک وہ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر واپس نہیں آ جاتا اس کو ثواب برابر ملتا رہتا ہے لیکن اتنی بات بھی سمجھ لیجیے کہ نمازی اور حاجی کے ثواب میں یہ برابری بہمہ وجوہ نہیں ہے ورنہ تو حج کرنے کے کوئی معنی نہیں رہ جائیں گے یعنی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ثواب دونوں بالکل برابر ہیں کیونکہ حاجی کا ثواب نمازی کے ثواب سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ حج کی نسبت عمرہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو فرض نماز کی بہ نسبت نفل نماز کو حاصل ہے کتاب فی علیین سے حدیث کے آخری جزو کا مطلب کنایۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز کی مداومت و محافظت کرے یعنی تمام نمازوں کو پابندی سے ادا کرتا رہے اور نماز کو اس کی تمام شرائط و آداب کا لحاظ کرتے ہوئے اس طرح پڑھتا رہے کہ اس کے اس عمل

اور نیت میں نماز کے منافی کسی چیز کا دخل نہ ہو تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے اعلیٰ اور بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ جو فرشتے نیکیاں لکھنے پر مامور ہیں ان کے دفتر کا نام علیین ہے کہ تمام نیک اعمال وہیں جمع ہوتے ہیں۔

559 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ، وَصَلَاتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، وَذٰلِكَ بِاَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَاَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلَاةَ، وَلَا يَنْهَزُهُ اِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِيْ صَلَاةٍ، مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ هِيَ تَحْبِسُهٗ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ، وَيَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ اَوْ يُحْدِثْ فِيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے اپنے گھر میں نماز ادا کرنے یا اس کے اپنے بازار میں نماز ادا کرنے پر 25 گنا فضیلت رکھتا ہے وہ یوں کہ جب کوئی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں آئے۔ وہ صرف نماز کے ارادے سے آئے اور اس کا مقصد صرف نماز کی ادائیگی ہو' تو وہ جو بھی قدم اٹھائے گا اس کے بدلے میں اس کے ایک درجے کو بلند کیا جائے گا' اور اس کی وجہ سے اس کے ایک گناہ کو مٹا دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ شخص مسجد میں داخل ہو جائے جب وہ مسجد میں داخل ہو جائے' تو وہ جب تک نماز کی وجہ سے وہاں رکا رہے گا نماز کی حالت میں شمار ہوگا' اور فرشتے آدمی کے لئے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک آدمی اس جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ جہاں اس نے نماز ادا کی تھی۔ فرشتے یہ کہتے ہیں: اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے اے اللہ! تو اس پر رحم کر اے اللہ! تو اس کی توبہ کو قبول کر لے۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) ایسا اس وقت تک ہوتا رہتا ہے' جب تک وہ شخص اس جگہ میں اذیت نہیں پہنچاتا' یا وہاں بے وضو نہیں ہو جاتا۔

560 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلصَّلَاةُ فِيْ جَمَاعَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ صَلَاةً، فَاِذَا صَلَّاهَا فِيْ فَلَاةٍ فَاَتَمَّ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا بَلَغَتْ خَمْسِيْنَ صَلَاةً.

قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ: قَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْفَلَاةِ تُضَاعَفُ عَلٰى

560- اسناده قوی، هلال بن میمون -وهو الجهنی، ویقال: الهذلی- وثقه ابن معین، وقال النسائی: لا باس به، وقال ابو حاتم: لیس بالقوی، وذکره ابن حبان فی "الثقات"، وباقی رجاله ثقات. ابو معاویة: هو محمد بن خازم الضریر. واخرجه ابن ابی شیبة/2479-480، وعبد بن حمید (976)، وابو یعلی (1011)، وابن حبان (1749) و (2055)، والحاکم/2081، والبغوی فی "شرح السنة" (788) من طریق ابی معاویة، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً بالقطعة الاولی منه ابن ماجه (788) من طریق ابی معاویة، به. واخرجه مختصراً کذلک البخاری (646) من طریق عبد الله بن خباب، عن ابی سعید، وهو فی "مسند احمد" (11521)

صَلَاتِهِ فِي الْجَمَاعَةِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا 25 نمازوں کے برابر ہے اور جب کوئی شخص ویرانے میں نماز ادا کرتا ہے اور اس کے رکوع اور سجود کو مکمل کرتا ہے' تو وہ بھی 50 نمازوں تک پہنچ جاتی ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالواحد بن زیاد نے اس روایت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''آدمی کا بیابان میں نماز ادا کرنا اس کے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے دوگنا ہوتا ہے''۔

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ فِي الظَّلَامِ

باب: تاریکی میں نماز کے لئے چل کر جانا

561 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَبُو سُلَيْمَانَ الْكَحَّالُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ بُرَيْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تاریکی میں مسجد کی طرف چل کر آنے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری دے دو''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهَدْيِ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

باب: نماز کے لئے جانے کے آداب

562 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَهُمْ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي أَبُو ثُمَامَةَ الْحَنَّاطُ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ، أَدْرَكَهُ وَهُوَ يُرِيدُ الْمَسْجِدَ أَدْرَكَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، قَالَ: فَوَجَدَنِي وَأَنَا مُشَبِّكٌ بِيَدَيَّ، فَنَهَانِي عَنْ ذَلِكَ وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ

ابوثمامہ حناط بیان کرتے ہیں: وہ مسجد کی طرف جا رہے تھے ان کی ملاقات حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ان دونوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے مجھے ایسی حالت میں پایا میں نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے کے اندر داخل کی ہوئی تھیں' تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور یہ بات ارشاد فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جب کوئی شخص وضو کرے تو اچھی طرح وضو کرے اور پھر نکل کر مسجد کی طرف جائے' تو وہ دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے کے اندر داخل نہ کرے کیونکہ وہ نماز کی حالت میں ہوتا ہے''۔

شرح

نماز کے آداب بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں۔ کچھ کا تعلق اندرونی کیفیات سے ہے اور کچھ ظاہری حالت سے متعلق ہیں۔ کمال عبودیت کا تقاضا ہے کہ بندہ جب اپنے رب کے حضور کھڑا ہو تو کسی بھی ادب میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔ نگاہیں پست ہوں اور دل رب ذوالجلال کی ہیبت سے لرزہ براندام ہو۔ یوں سمجھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہوں۔ کم سے کم اتنا یقین دل میں ہونا چاہیے کہ وہ میرے حال سے واقف ہے اور میری کوئی حرکت اور کوئی خیال اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

صَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ. فَإِنَّكَ إِنْ كُنْتَ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

(صحیح الترغیب والترھیب حدیث نمبر 3350۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر 1914۔ حسن وغیرہ)

نماز یوں پڑھا کر جیسے (وہ شخص پڑھتا ہے جسے معلوم ہو جائے کہ وہ ابھی دنیا سے) جانے والا ہے۔ بے شک اگر تو اسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھتا ہے"۔

نماز کے آداب

نماز بہت بڑی عبادت ہے۔ اس میں مسلمان اپنے دل اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے تو اسکے لیے مناسب ہے کے اپنے نفس اور بدن کو تیار کر کے اسکی طرف پیش کرے۔

تا کہ وہ اللہ کی عبادت کے لیے بالکل فارغ ہو اور صحیح طریقے سے ادا کر سکے۔ اس کے لیے اسے نیچے دی گئی چیزوں سے مزین ہونا ضروری ہے۔

1۔ خلوص

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انہیں اسکے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں"

اللہ خالص عمل کے سوا کسی عمل کو قبول نہیں کرتا۔ یعنی نہ اس میں ریا ہو اور نہ ہی شہرت مقصود ہو اور نہ شرک کی کسی قسم میں سے کوئی قسم ہو۔

2۔ مکمل وضو کرنا

اسباغ الوضو کامل اور مکمل طریقے سے وضو کرنا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کیا میں تمہاری کسی ایسی چیز کی طرف رہنمائی نہ کروں کہ اللہ اسکے ذریعے گناہوں کو مٹادے اور اسکے ذریعے درجات کو بلند کردے"۔ صحابہ نے عرض کی کہ کیوں نہیں تو رسول اللہ نے فرمایا" سختی اور مشقت کے باوجود مکمل وضو

کرنا [المکارہ۔ وہ چیز جو انسان پر گراں گزرے جیسے سردی وغیرہ]، مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا یعنی مسجد کے دور ہونے کے باوجود مسجد ہی میں نماز پڑھنا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور نفس کو اللہ کی عبادت پر راضی کرنا ہے [الرباط۔ نفس کو اللہ کی عبادت پر مجبور کرنا ہے]" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیے ہے]

3۔ نماز کے لیے جلدی کرنا

وہ نماز کے لیے انتظار کی فضیلت کو پانے کے لیے جلدی نکلنا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمای" جب تم میں سے کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے تو گویا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے" [اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے]

4۔ اللہ کا ذکر کرنا

گھر سے نکلتے وقت اللہ کا ذکر کرے اور کہے" باسم اللہ، توکلت علی اللہ، ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ" [اس حدیث کو امام أبو داؤد نے روایت کیا ہے]

"اللهم إني أعوذ بك أن أَضِل أو أُضل، أو أزِل أو أُزَل، أو أظلِم أو أُظلَم، أو أجهَل أو يُجهَل عليّ" [اس حدیث کو امام أبو داؤد نے روایت کیا ہے]

اور مسجد کی طرف جاتے ہوئے اللہ کا ذکر کرے اور کہے" اللہم اجعل فی قلبی نورا، وفی لسانی نورا، واجعل فی سمعی نورا، واجعل فی بصری نورا، واجعل من خلفی نورا، ومن أمامی نورا، واجعل من فوقی نورا، ومن تحتی نورا، اللہم أعطنی نورا" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے]

5۔ سکون اور وقار کے ساتھ نماز کی طرف چلنا

رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" جب تم اقامت کو سنو تو سکون اور طمانیت کے ساتھ نماز کی طرف چل پڑو اور جلدی نہ کرو اور جتنی نماز پالو، پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسکو پورا کرلو" [یہ حدیث متفق علیہ ہے]

6۔ مسجد میں داخلے کے وقت اللہ کا ذکر کرنا۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت اپنے دائیں پاؤں کو پہلے رکھے اور کہے" أعوذ باللہ العظیم، وبوجہہ الکریم، وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم" [اس حدیث کو امام أبوداؤد نے روایت کیا ہے] "بسم اللہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے] "اللہم افتح لی أبواب رحمتک" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے]

مسجد سے نکلتے وقت بائیں پاؤں کو پہلے نکالے اور کہے" بسم اللہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، اللہم إنی أسألک من فضلک، اللہم اعصمنی من الشیطان الرجیم" [اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے]

7۔ دو رکعتیں پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسکو چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ

لے" [یہ حدیث متفق علیہ ہے]

8۔انگلیوں کو چٹخنے سے یا ساتھ ساتھ ملانے سے پرہیز کرے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھی طرح سے وضو کرے۔ پھر وہ مسجد کا ارادہ کرتے ہوئے مسجد کی طرف نکلے تو اپنی انگلیوں کو نہ ملائے اور نہ چٹخے کیونکہ وہ نماز میں ہے۔" [اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے]

9۔ذکر کے ساتھ مشغول رہنا۔

نماز کے انتظار کے وقت ذکر، دعا اور تلاوت قرآن کے ساتھ اسطرح مشغول رہنا کہ دوسرے نماز پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو۔

10۔نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرنا۔

خشوع وخضوع نماز کا گودا اور اسکی روح ہے۔ بغیر خشوع اور خضوع والی نماز ایسے مردہ بدن کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو۔

ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں » خشوع کی اصل، دل کی نرمی اور اسکی رقت ہے اور اسکا خضوع، جھکنا اور دل کی گرمی ہے « جب دل کا خشوع ہوگا تو جسم کے باقی اعضاء بھی اسکے تابع ہونگے کیونکہ وہ دل کے تابع ہیں۔ پس خشوع کا محل دل ہے اور اسکی تعبیر کرنے والی زبان باقی جوارح ہیں۔

11۔اپنی ساری نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لازم پکڑنا۔

نماز عبادت ہے اس میں اتباع واجب ہے۔ پس ایسا عمل نہ کرے اور نہ کہے جسکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہا ہو نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی وجہ سے" تم نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو" [اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے]

نماز کی طرف چلنے کی فضیلت کا بیان

563 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ عَبَّادٍ الْعَنْبَرِيُّ. حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ. عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ. عَنْ مَعْبَدِ بْنِ هُرْمُزَ. عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ. قَالَ: حَضَرَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ الْمَوْتُ. فَقَالَ: إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا مَا أُحَدِّثُكُمُوهُ إِلَّا احْتِسَابًا. سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ. ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ لَمْ يَرْفَعْ قَدَمَهُ الْيُمْنَى إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ حَسَنَةً. وَلَمْ يَضَعْ قَدَمَهُ الْيُسْرَى إِلَّا حَطَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ سَيِّئَةً فَلْيُقَرِّبْ أَحَدُكُمْ أَوْ لِيُبَعِّدْ فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ. فَصَلَّى فِي جَمَاعَةٍ غُفِرَ لَهُ. فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا بَعْضًا وَبَقِيَ بَعْضٌ صَلَّى مَا أَدْرَكَ وَأَتَمَّ مَا بَقِيَ كَانَ كَذَلِكَ. فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا فَأَتَمَّ الصَّلَاةَ كَانَ كَذَلِكَ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ایک انصاری کی موت کا وقت قریب آ گیا' تو اس نے بتایا کہ میں تم لوگوں کو حدیث بیان کرنے لگا ہوں اور میں تمہیں یہ حدیث صرف ثواب کے حصول کے لئے بیان کرنے لگا ہوں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کوئی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور پھر نماز کے لئے نکل کر جائے' تو جب وہ دایاں قدم اٹھاتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک نیکی نوٹ کرتا ہے اور جب وہ بایاں قدم رکھتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ اب آدمی کی مرضی ہے کہ وہ قریب سے مسجد میں آئے یا دور سے آئے جب کہ وہ مسجد میں آ جاتا ہے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے' تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جب وہ مسجد میں آئے اور لوگ کچھ نماز ادا کر چکے ہوں اور کچھ نماز باقی ہو اور وہ شخص اس نماز کو ادا کرلے جو اس کو ملتی ہے اور باقی رہ جانے والی کو بعد میں مکمل کرے' تو یہ اسی طرح ہوگا اگر وہ مسجد میں اس وقت آتا ہے' جب لوگ نماز ادا کر چکے تھے' تو پھر وہ اپنی نماز کو مکمل ادا کرے' تو یہ بھی اس طرح ہوگا (یعنی اس صورت میں بھی اس کی مغفرت ہو جائے گی)''۔

بَابُ فِيمَنْ خَرَجَ يُرِيدُ الصَّلَاةَ فَسُبِقَ بِهَا

باب: جو شخص نماز کے لئے نکلے اور نماز ہو چکی ہو

564 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ طَحْلَاءَ، عَنْ مُحْصِنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجْرِهِمْ شَيْئًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر وہ (مسجد کی طرف) جائے اور لوگوں کو پائے کہ وہ نماز ادا کر چکے ہیں' تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ان لوگوں کی مانند اجر عطا کرے گا' جو اس نماز میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے (باجماعت وہ نماز ادا کی تھی) اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسْجِدِ

باب: خواتین کا مسجد جانا

565 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ، وَلَكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ

⊙⊙ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو' تاہم جب وہ نکلیں' تو انہوں نے خوشبو نہ لگائی ہوئی ہو''۔

566 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو''۔

567 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، اَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنِيْ حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَ كُمُ الْمَسَاجِدَ، وَبُيُوْتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو ویسے ان کے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں''۔

568 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْذَنُوْا لِلنِّسَاءِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ، فَقَالَ ابْنٌ لَهُ: وَاللّٰهِ لَا نَاْذَنُ لَهُنَّ فَيَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا، وَاللّٰهِ لَا نَاْذَنُ لَهُنَّ، قَالَ: فَسَبَّهُ وَغَضِبَ، وَقَالَ: اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْذَنُوْا لَهُنَّ وَتَقُوْلُ لَا نَاْذَنُ لَهُنَّ؟

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''خواتین کو رات کے وقت مساجد میں جانے کی اجازت دے دو''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک بیٹے نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! ہم تو ان کو اس کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ یہ خرابی کا ذریعہ بنالیں گی اللہ کی قسم! ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے' تو راوی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے برا بھلا کہا اور اس پر ناراض ہوئے اور بولے: میں یہ بیان کر رہا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ''تم انہیں اجازت دو'' اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ ہم انہیں اجازت نہیں دیں گے۔

566- اسناده صحيح. حماد: هو ابن زيد فيما نص عليه المزي في "تحفة الاشراف" (7582). وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه البخاري (900)، ومسلم (442) (136) من طريق عبيد الله بن عمر، عن نافع، به. وهو في "مسند احمد" (4655) و (4932)، و"صحيح ابن حبان" (2209). واخرجه بنحوه البخاري (865) و (873) و (875)، ومسلم (442) (134) و (135) و (137)، والنسائي في "الكبرى" (787)، وابن ماجه (16) من طريق سالم، ومسلم (442) (140) من طريق بلال، كلاهما عن ابيهما عبد الله بن عمر. وانظر ما بعده.

بَابُ التَّشْدِيدِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں شدید تاکید

569 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. قَالَ يَحْيَى: فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ: أَمُنِعَهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت حال کو پالیتے جو بعد میں خواتین نے اختیار کی تو آپ انہیں مسجد میں جانے سے اسی طرح روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو اس سے منع کیا گیا تھا۔

یحییٰ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے عمرہ نامی خاتون سے دریافت کیا: کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو اس سے منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

570 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا

❁❁ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔

''عورت کا اپنے گھر کے اندرونی کمرے میں نماز ادا کرنا بیرونی کمرے میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے اور اس کا کوٹھڑی میں نماز ادا کرنا اندرونی کمرے میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے''۔

571 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتَّى مَاتَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: وَهٰذَا أَصَحُّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اگر ہم یہ دروازہ خواتین کے لئے چھوڑ دیں (تو یہ مناسب ہوگا)''۔

نافع کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرتے دم تک اس دروازے سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسماعیل بن ابراہیم نے یہ روایت ایوب کے حوالے سے نافع سے نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

عورتوں کے لیے جہاں ممکن ہو مخفی مقام پر اور چھپ کر نماز پڑھنے میں زیادہ فضیلت اور ثواب ہے، رسول ﷺ فرماتے
ہیں کہ ایک خاتون بیت (کمرہ) میں نماز پڑھے یہ صحن کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کے اندر چھوٹی کوٹھری میں نماز پڑھے یہ کمرہ کی
نماز سے بہتر ہے، ایک حدیث میں ہیکہ عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے اکیلے نماز پڑھنے میں پچیس درجہ زیادہ ثواب
ملتا ہے۔ (مسند الفردوس)

بیشک آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں خواتین کو مسجد میں حاضر ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت تھی، کیونکہ خود رحمۃ
للعالمین ﷺ موجود تھے، تعلیمات کا سلسلہ جاری تھا، احکام نازل ہو رہے تھے، وہ دور مقدس تھا جس کو خیر القرون فرمایا گیا ہے،
یہ دور ختم ہونے لگا تو خرابیاں پیدا ہونے لگیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں عورتوں کو جانے سے منع فرمایا، اس کی
شکایت حضرت عائشہؓ سے کی گئی تو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: اگر آنحضرت ﷺ یہ حالت دیکھتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھی
ہے تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے، ان وجوہات کی بناء پر حضرات فقہاء کرام نے بھی فتویٰ دیا کہ عورتوں کا مسجد میں
جانا مکروہ ہے، خواہ پنجوقتہ نمازوں کی جماعت کے لئے جائیں یا جمعہ اور عیدین کی نماز کے لئے یا مجلس وعظ میں شرکت کرنے کے
لئے جائیں۔ یہ حکم عام ہے، حرم شریف ہو یا مسجد نبوی ﷺ ہو، ہندوستان ہو یا پاکستان، سب کے لئے یہی حکم ہے۔

''امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں
حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور ﷺ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا: تو جانتی ہے کہ تیری نماز کوٹھری
میں بہتر ہے، تیری اس نماز سے جو تو حجرے میں پڑھے اور حجرہ کی نماز بہتر ہے اس نماز سے جو گھر کے آنگن میں ادا کی جائے اور تیری
آنگن کی نماز بہتر ہے اس نماز سے جو محلہ کی مسجد میں پڑھے اور محلہ کی مسجد میں تیری نماز بہتر ہے اس نماز سے جو جامع مسجد میں ہے۔''

حافظ ابن عبد البر نے استیعاب جلد ۷ ص ۱۹۷ میں یہ روایت ذکر کی ہے اور اس کے آخیر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

''وصلوتك فی مسجد قومك خير لك من صلوتك فی مسجدی قال فامرت فبنی لها مسجدا فی اقصی شئی من بیتها اظلمه فكانت تصلی فیه حتی لقیت الله عزوجل''

یعنی ''تیری وہ نماز جو محلہ کی مسجد میں پڑھی جاتی ہے، اس نماز سے بہتر ہے جو میری مسجد میں پڑھی جائے۔''

راوی نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد سن کر ام حمید ساعدیہؓ نے حکم دیا کہ اس کے لیے گھر کے انتہائی اندرونی
گوشہ میں (جہاں بہت اندھیرا تھا) مسجد بنائی جائے، چنانچہ اسی مسجد میں وہ آخری دم تک نماز پڑھتی رہی، حتیٰ کہ وہ فوت ہو کر اللہ
عزوجل سے ملاقی ہوئی۔ امام شوکانی اس مسئلہ پر بحث کے بعد فرماتے ہیں: صلوتهن علی کل حال فی بیوتهن افضل
من صلوتهن فی المساجد۔ یعنی ان نصوص سے ثابت ہوا کہ ہر حال میں عورتوں کی وہ نماز جو گھروں میں پڑھی جاتی ہے اس
نماز سے افضل ہے جو مسجدوں میں پڑھی جاتی ہے۔

اب اس وضاحت کے بعد سائل کی صورت مسئولہ کا حکم بھی خوب ظاہر ہو گیا کہ مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، مسجد جامع،
مسجد محلہ جن میں مردوں کے لیے (بہ نسبت گھروں میں نماز پڑھنے کے کئی درجے فضیلت ہے) عورتوں کے لیے گھر میں نماز پڑھنا

ان تمام مسجدوں میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اوراس کی علت یہ ہے کہ عورت کے لیے ستر اور مردوں سے اخفاء ضروری ہے، اور جس قدر بھی پایا جائے گا نماز میں فضیلت پائی جائے گی۔

باقی رہا، حج بیت اللہ اور زیارت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقتی مسئلہ سو اس میں یہ سمجھنا چاہیے کہ حج وعمرہ میں طواف کرنا ضروری ہے تو لامحالہ بیت اللہ اور حرم میں جانا پڑے گا، تو حج اور عمرہ کرنے والی عورت مسجد میں جانا چاہیے اسی طرح جو عورت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گئی اور اس کا ارادہ روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بھی ہے تو وہاں پہنچنے پر اس کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے کا درجہ حاصل کرنا چاہیے، یہ ایک وقتی بات ہے، ہاں جب مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں مقیم ہو جائے تو اس کی قیام گاہ ان شہروں میں کسی جگہ مقرر ہو گئی، پھر اس کو اپنی پردہ دار قیام گاہ ہی میں نماز پڑھنا افضل ہے، ہاں کسی وقت ان مسجدوں کا ثواب لینے کے لیے جائے تو یہ جائز ہے مگر افضل اپنے گھر اور قیام گاہ ہی میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ جماعت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے سے افضل اس نماز کو بتایا جو گھر کے کسی گوشہ میں پڑھی جاتی ہے، جس پر ام حمید رضی اللہ عنہا نے عمل کیا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنی ترک کر دی۔

بَابُ السَّعْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

باب: نماز کے لئے دوڑ کر جانا

572 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، اَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَاَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اِذَا اُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ، وَاْتُوهَا تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوا.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ الزُّبَيْدِيُّ، وَابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، وَاِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَمَعْمَرٌ، وَشُعَيْبُ بْنُ اَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوا، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ وَحْدَهُ: فَاقْضُوا، وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ: فَاَتِمُّوا، وَابْنُ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَبُو قَتَادَةَ، وَاَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

572- حديث صحيح، عنبسة-وهو ابن يونس الايلي، وان كان ضعيفاً-قدتوبع، وباقي رجاله ثقات. يونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن شهاب: هو الزُّهري. واخرجه البخارى (636) و (908) من طريق ابن ابى ذئب، ومسلم (602) (151)، وابن ماجه (775) من طريق ابراهيم بن سعد، كلاهما عن الزُّهرى، بهذا الاسناد. واخرجه البخارى (908) من طريق شعيب بن ابى حمزة، ومسلم (602) (151) من طريق يونس، والترمذى (327) من طريق معمر، ثلاثتهم عن الزُّهرى، عن ابى سلمة، به. واخرجه مسلم (602) (151)، والترمذى (329)، والنسائي في "الكبرى" (936) من طريق سفيان بن عيينة، والترمذى (328) من طريق معمر، كلاهما عن الزُّهرى، عن سعيد، به. ورواية ابن عيينة عند النسائي بلفظ: "فاقضوا"، اما مسلم والترمذى فلم يذكرا لفظ روايته. وهو في "مسند احمد" (7250) و (7252)، و"صحيح ابن حبان" (2145) و (2146). واخرجه مسلم (602) (152) من طريق عبد الرحمٰن بن يعقوب، و (153) من طريق همام بن منبه، كلاهما عن ابى هريرة. وانظر "شرح السنة" /3202، و"فتح البارى" /119.2

وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوْا: فَأَتِمُّوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب نماز کے لئے اقامت کہہ دی جائے' تو تم دوڑتے ہوئے اس کی طرف نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے اس کی طرف آؤ تم پر سکون اختیار کرنا لازم ہے' جو نماز تمہیں ملے اسے ادا کرلو اور جو گزر چکی ہوا سے (بعد میں) مکمل کرلو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زبیدی ابن ابی ذئب، ابراہیم بن سعد، معمر، شعیب بن ابوحمزہ نے زہری کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔ ''جو گزر چکی ہوا سے مکمل کرلو''۔

صرف ابن عیینہ نے زہری کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اسے قضا کرو''

محمد بن عمرو نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے' جبکہ جعفر بن ربیعہ نے اعرج کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: ''اسے مکمل کرو''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے' جبکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے اور ان تمام حضرات نے یہی الفاظ نقل کیے ہیں: ''اسے مکمل کرو''۔

نماز کی طرف سکون سے آنے کا بیان

573 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ائْتُوا الصَّلَاةَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَصَلُّوا مَا أَدْرَكْتُمْ وَاقْضُوا مَا سَبَقَكُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: وَلْيَقْضِ، وَكَذَا قَالَ أَبُو رَافِعٍ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبُو ذَرٍّ رَوَى عَنْهُ: فَأَتِمُّوا، وَاقْضُوا وَاخْتُلِفَ فِيهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''نماز کے لئے جب آؤ تو تم پر سکون اختیار کرنا لازم ہے' جو نماز تمہیں ملے اسے ادا کرلو اور جو گزر چکی ہوا سے پورا کرلو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن سیرین نے یہ الفاظ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیے ہیں ''اسے چاہئے کہ وہ اسے پورا کرلے''

ابورافع نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ الفاظ اس طرح نقل کیے ہیں جبکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں ''تم اسے مکمل کرلو اور تم اسے قضا کرلو'' (یعنی پوری کرلو) ان الفاظ کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

بَابٌ فِي الْجَمْعِ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّتَيْنِ

باب: ایک ہی مسجد میں دو مرتبہ جماعت ہونا

574 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ

اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ رَجُلًا يُصَلِّیْ وَحْدَهٗ. فَقَالَ: اَلَا رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلٰی هٰذَا فَيُصَلِّیَ مَعَهٗ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تنہا نماز ادا کرتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی شخص اسے صدقہ دے گا کہ وہ اس کے ساتھ نماز ادا کر لے۔

شرح

اگر اس مسجد میں امام اور مؤذن متعین ہیں اور وہ محلہ کی مسجد ہے تو اس مسجد کی حدود میں دوسری جماعت کرانا مکروہ ہے اور اگر امام و مؤذن متعین نہیں ہیں یعنی راستے کی مسجد ہے تو اس مسجد میں دوسری جماعت کرانا جائز ہے۔

واذا لم يكن للمسجد امام و مؤذن راتب فلا يكره تكرار الجماعة فيه باذان و اقامة بل هو ذكره قاضيخان اما لوكان له امام و مؤذن معلوم فيكره تكرار الجماعة۔ فيه باذان واقامة عندنا۔ (کبیری ص ۵۶۸)

ایک مسجد میں جماعت ثانی سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

ایک ہی مسجد میں دوبارہ جماعت کرانے کا جواز صحیح احادیث میں موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین عظام اور فقہاء محدثین رحمہم اللہ کا اس پر عمل رہا ہے۔ سنن ابوداؤد میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایسا کوئی آدمی نہیں جو اس پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ (سنن ابوداؤد ۱/ ۱۵۷، ترمذی ۱/ ۲۱۷)

ترمذی میں یہ الفاظ مروی ہیں: تم میں سے کون شخص ہے جو اس کے ساتھ اُجرت میں شریک ہو؟ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اُس نے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھی۔

یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے اور مسند احمد ۳/ ۵، ۵۵، ۴۵، ۸۵۔ سنن دارمی ۱/ ۳۱۸، ۳۱۸ مستدرک حاکم، محلی ابن حزم ۴/ ۲۳۸۔ امام حاکم نے مستدرک حاکم میں اس روایت کو صحیح کہا ہے اور تلخیص میں امام ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔ علامہ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں اور علامہ سیوطی نے فوت المغتذی میں لکھا ہے کہ جس آدمی نے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کی تھی وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ مسجد میں جائز ہے اور اگر کوئی شخص اس وقت مسجد میں آجائے جب جماعت ہو چکی ہو تو وہ دوبارہ کسی کے ساتھ مل کر جماعت کی صورت میں نماز ادا کرے تو یہ صحیح مشروع اور جائز ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ (ایکم یتجر علی هذا الا رجل یتصدق علی هذا) اس پر شاہد ہیں۔

574- اسناده صحيح. وهيب: هو ابن خالد، وسليمان الاسود: هو ابو محمد الناجي، وابو المتوكل: هو علي بن داود الناجي. واخرجه الترمذي (218) من طريق سعيد بن ابي عروبة، عن سليمان الناجي، بهذا الاسناد. وقال: حديث حسن. وهو في "مسند احمد" (11019) و (11613)، و "صحيح ابن حبان" (2397-2399)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس حدیث کا یہی مفہوم سمجھا اور وہ دوسری جماعت کے قائل و فاعل تھے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ:

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے جماعت فوت ہو چکی تھی تو انہوں نے اذان و اقامت کہی اور جماعت سے نماز پڑھی۔ ان کا یہ اثر ابن شیبہ ۱۱ / ۸ ۱۴۱۴۸ ۱۴ ابویعلی اور بیہقی میں موصولاً مروی ہے اس کی سند صحیح ہے۔

ایک مسجد میں دوسری جماعت کروانے کے متعلق سلف صالحین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ائمہ مثلاً امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ دوسری جماعت کرانا جائز ہے جبکہ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، اور اصحاب الرائے وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ دوسری جماعت مکروہ ہے۔

امام شافعی کا کہنا ہے کہ جس مسجد میں امام اور موذن مقرر ہوں وہاں دوسری جماعت کرانا مکروہ ہے۔ اگر جماعت کرا لیں تو کفایت کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب الام للشافعی (۱/ ۱۳۶، ۳، ۱۳۷) جبکہ اصحاب الرائے احناف کا کہنا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ فتاویٰ شامی وغیرہ میں مذکور ہے۔

فریق اول کے دلائل درج ذیل ہیں

پہلی دلیل:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو مسجد میں اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کون اس کے ساتھ تجارت میں شریک ہوگا کہ اس کے ہمراہ نماز ادا کرے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک آدمی مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب جماعت ہو چکی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کون اس پر صدقہ کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے؟ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اس کے ساتھ نماز ادا کی۔

بیہقی میں ہے کہ ابوبکر نے اس کے ساتھ نماز ادا کی۔ (ملاحظہ ہو المنتقیٰ لابن جارود (۳۳۰) ابوداؤد، (۵۷۴) ترمذی (۲۲۰) دارمی ۱/ ۲۵۸، مسند احمد ۳/ ۶۴، ۵، ۸۵، ۵۵ / ۴۵ مسند ابی یعلی ۲/ ۳۲۱ ابن حبان (۳۶۳، ۴۳۴۷، ۴۳۸) طبرانی صغیر ۱/ ۲۱۸۲۸، ۲۳۸۲) بیہقی ۳/ ۶۹، المحلی ۴/ ۲۳۸۲۸، ۲۳۸، حاکم ۱/ ۲۰۹، شرح السنۃ ۳/ ۴۳۶ ۲ ابن ابی شیبہ ۲/ ۲۲، ۳۲۲ ابن خزیمہ (۱۶۳۲) ، نصب الرایہ ۲/ ۵۷) التدوین فی اخبار قزوین للرافعی ۲/ ۲۵۸)

یہی حدیث انس بن مالک سے سنن دار قطنی ۱/ ۲۷۷ میں مروی ہے جس کے بارے میں علامہ نیموی حنفی نے آثار السنن ۱/ ۲۶۷ لکھا اسنادہ صحیح علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں ۲/ ۵۸ پر لکھا (وسندہ جیدا) اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو امام ترمذی نے حسن، یا امام حاکم و امام ذہبی اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ شرح السنہ میں اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس آدمی نے ایک دفعہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہو، اس کیلئے جائز ہے کہ وہ دوسری مرتبہ دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کر لے۔ اسی طرح

مجسد میں دوبارہ جماعت قائم کرنا بھی جائز ہے۔ یہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین عظام رحمہ اللہ کا قول ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک مسجد میں جماعت کا اعادہ کران مکروہ نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب محلے کے امام نے نماز پڑھ لی اور دوسری جماعت حاضر ہوگی تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ یہ قول عبداللہ بن مسعود، عطاء، نخعی، حسن، قتادہ، اور اسحٰق بن راھویہ رحمہ اللہ کا ہے۔ (المغنی ۳۳/۱۰)

پھر امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس کے بعد حدیث ابی سعید بھی ذکر کی:

دوسری دلیل

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز کی فضیلت اکیلے آدمی کی نماز پر ۲۵ درجے زیادہ ہے۔

(بخاری مع فتح الباری ۲/۹۹، ۳ مسلم ۵۰/۱۵۱، مع نووی موطا ۱/۱۲۹، نسائی ۱/۳۱، ۲۴۱، ۲/۳۰ ۱، ترمذی (۲۲۱۶) ، ابن ماجہ (۷۸۷، ۷۸۷)، دارمی ۱/۵۳۰، ۲۳، ابوعوانہ ۲/۲۲، ابن خزیمہ ۲/۳۶۴، ۴، ابن حبان ۳/۱۸۱، ۳۸۲، ۳۸۲، بیہقی ۳/۶۰، ۶۰، شرح السنہ ۳۲/۳۴۰، ۳۴)

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ۲۷ درجے فضیلت کا ذکر ہے۔

(ملاحظہ ہو بخاری مع فتح الباری ۲/۱۳۱، ۳)

یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے پہلی اور دوسری دونوں جماعتوں کو شامل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی پہلی جماعت فوت ہوجائے تو وہ دوسری جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے تو مذکورہ فضیلت پالے گا۔

تیسری دلیل:

ابو عثمان الجعد سے مروی ہے کی بنو ثعلبہ کی مسجد میں انس بن مالک ہمارے پاس سے گزرے تو کہا کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ تو کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں اور وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ نے ایک آدمی کو حکم کیا، اس نے اذان واقامت کہی، پھر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ (یہ خبر بخاری میں تعلیقاً ۲/۱۳۱، ۱۳ مع فتح الباری اور مسند ابی یعلی (۴۳۵۵۰۰) ۸۷/۳۱۵، ابن ابی شیبہ ۲/۳۲۱، بیہقی ۳/۷۰، مجمع الزوائد ۲/۴۳، المطالب العالیہ ۱/۱۱۸ (۴۲۶۲۲) تغلیق التعلیق ۲/۲۷۶، عبدالرزاق ۲/۲۹۱، ۲۹۱ طبقات المحدثین لابی الشیخ ۱/۲، ۴۰۲، ۳۰۳ میں موصولاً مروی ہے۔)

چوتھی دلیل ابن ابی شیبہ میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں نے نماز پڑھ لی تھی تو آپ نے علقمہ، مسروق اور اسود کو جماعت کرائی۔ (ابکار المنن ص ۲۵۳، ۲۲ اس کی سند صحیح ہے۔ مرعاۃ شرح مشکوٰۃ ۴/۱۰۴)

مذکورہ بالا احادیث و آثار صریحہ سے معلوم ہوا کہ مسجد میں دوسری جماعت کرالینا بلا کراہت جائز و درست ہے اور یہ موقف اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھا۔

مکروہ سمجھنے والوں کے دلائل

پہلی دلیل: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے اطرف سے آئے، آپ ﷺ نماز ادا کرانا

چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ تو آپ ﷺ اپنے گھر چلے گئے، آپ ﷺ نے گھر والوں کو جمع کیا، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔

(الکامل لابن عدی ٦٦ / ٢٩٨/ ٣، مجمع الزوائد ٢٢ / ٨٨/ ٤، طبرانی اوسط (٦٩٣٩ ٤٧ ٤٩) علامہ البانی نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے تمام المنہ ١١ / ١٥٥٥)

اور علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کو طبرانی نے معجم کبیر واوسط میں بیان کیا ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اس سے یہ دلیل کی جاتی ہے کہ اگر دوسری جماعت بلا کراہت جائز ہوتی ہے تو نبی ﷺ مسجد کی فضیلت کو ترک نہ کرتے یعنی مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی فضیلت عام مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہت زیادہ ہے۔

اولاً: مولانا عبیداللہ مبارک پوری اس کے بارے میں فرماتے ہیں اس حدیث سے دوسری جماعت کی مکروہیت پر دلیل پکڑنا محل نظر ہے۔ اسلئے کہ یہ حدیث اس بارے میں نص نہیں کہ آپ ﷺ نے ان کے گھر میں نماز پڑھائی ہو بلکہ اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ آپ نے انہیں نماز مسجد میں پڑھائی ہو۔ آپ ﷺ کا گھر کی طرف جانا گھر والوں کو جمع کرنے کیلئے تھا، نہ کہ گھر میں جماعت کروانے کیلئے، تو اس صورت میں حدیث اس مسجد میں جس کا موذن وامام متعین ہو، دوسری جماعت کے استحباب کی دلیل ہوگی۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آپ ﷺ نے اپنے گھر میں جماعت کروانے کیلئے، تو اس صورت میں یہ حدیث اس مسجد میں جس کا موذن وامام متعین ہو، دوسری جماعت کے استحباب کی دلیل ہوگی۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو گھر میں ہی جماعت کرائی تو اس سے مسجد میں دوبارہ جماعت کی کراہت ثابت نہیں ہوتی بلکہ انتہائی آخری بات جو ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی ایسی مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی ہو تو اس کو چاہئے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھے بلکہ اس سے نکل کر گھر چلا جائے تو گھر میں اپنے اہل کے ساتھ نماز پڑھے۔

بہر حال اس کیلئے مسجد میں دوسری جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مکروہ کہنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ یہ حدیث کے بعد میں آنے والے اکیلے آدمی کی اس مسجد میں نماز کی کراہت پر دلالت نہیں کرتی۔ اگر اس حدیث سے مسجد میں دوبارہ جماعت کے مکروہ ہونے پر دلیل کی جائے تو پھر اس سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ اکیلے بھی اس مسجد میں نماز نہ پڑھے۔

(مرقاۃ ٤/٣/١٠٠٥)

ثانیاً: اگرچہ علامہ البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ اس کی سند میں بقیہ بن الولید مدلس راوی ہیں اور یہ تدلیس التسویہ کرتا ہے جو کہ انتہائی بڑی تدلیس ہے اور اس کی تصریح بالسماع مسلسل نہیں ہے۔

دوسری دلیل: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ علقمہ اور اسود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف آئے تو لوگ انہیں اس حالت میں ملے کہ انہوں نے نماز پڑھ لی تھی تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے ساتھ گھر کی طرف چلے گئے، انہوں نے ایک کو دائیں جانب اور دوسری کو بائیں جانب کیا پھر ان کو نماز پڑھائی۔

(عبدالرزاق ٣٨٨٣ ٣٨٣ ٢)، ٢٢ / ٤٠٩، طبرانی کبیر (٩٣٨٠ ٢٨٠)

اس روایت کی سند میں حماد بن ابی سلیمان ہیں جو مختلط اور مدلس تھے۔ ملاحظہ ہو طبقات المدلسین ٣٠ اور یہ روایت معنعن ہے اور مدلس کی عن عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ نیز حماد کے اختلاف سے قبل تین راویوں کی روایت حجت ہوتی ہے۔ علامہ

بیہقی فرماتے ہیں:

حماد بن ابی سلیمان کی وہ روایت قبول کی جائے جو اس سے قدماء یعنی اختلاط سے پہلے والے راویوں کی روایات ہوگی جیسے شعبہ، سفیان ثوری اور ہشام دستوائی اور جو ان کے علاوہ اس سے روایت کریں وہ بعد از اختلاف ہے۔

تقریبا یہی بات امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ ملاحظہ ہو شرح علل ترمذی لابن رجب ص ۲۶۶ ۳۴۳ وغیرہ اور یہ روایت حماد سے معمر نے بیان کی ہے لہٰذا یہ بھی قابل حجت نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں شاگردوں کو دائیں بائیں کھڑا کر کے جماعت کروائی اور یہ بات احناف کو مسلم نہیں جیسا کہ محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الآثار ص ۶۹۹ ۶ مترجم میں ذکر کیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اوپر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسجد میں دوبارہ جماعت کروانا صحیح سند کے ساتھ نقل ہوا ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا توضیحات سے معلوم ہوا کہ دوسری جماعت میں کراہت کے بارے میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں بلکہ صحیح روایت سے دوسری جماعت کا جواز نکلتا ہے۔ اور یہی جواز والا مذہب اقرب الی الصواب ہے۔ مولانا عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہمارے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ جو آدمی مسجد میں اس حال میں پہنچا کہ امام معین کے ساتھ نماز ادا ہو چکی ہو اور اس نے وہ نماز نہیں پڑھی اور عذر کی بناء پر اس کی جماعت فوت ہوگئی تو اس کیلئے جائز و مباح ہے کہ وہ جماعت ثانیہ کے ساتھ نماز ادا کر لے۔

بہر صورت یہ یاد رہے کہ بغیر عذر کے جماعت سے پیچھے رہنا اور خواہ مخواہ سستی اور کاہلی کا شکار ہو کر دوسری جماعت کا رواج ڈالنا درست نہیں کیونکہ دوسری جانب جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے اور رسول اللہ ﷺ پسند کرتے تھے کہ مومنوں کی نماز اکٹھی ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

مجھ یہ پسند ہے کہ مومنوں کی نماز ایک ہو یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کچھ آدمیوں کو محلوں میں پھیلا دوں اور وہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دیں۔

اس کے علاوہ بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی تاکید میں کئی ایک احادیث صحیحہ صریحہ وارد ہوئی ہیں جن سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہمیں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ سوائے عذر شرعی کے جماعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے کیونکہ اگر ہم گھر سے نماز با جامعت کے ادارے سے نکلتے ہیں اور ہمارے آتے آتے نماز فوت ہو جاتی ہے تو مسجد میں آکر ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا، پھر چل پڑا (مسجد کی طرف) اُس نے لوگوں کو پایا کہ انہوں نے نماز پڑھ لی ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو نماز با جماعت ادا کرنے اور اس میں حاضر ہونے والے کی طرح اجر دے گا۔ ان کے اجروں سے کچھ کمی نہیں کرے گا۔

(سنن ابوداؤد (۵۶۴)، نسائی ۲/ ۱۱۱، شرح السنہ ۳/ ۳۴۲، مستدرک ۱/ ۲۰۸، امام حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ مسند احمد ۲/ ۳۸۰، تاریخ کبیر للبخاری ق ۲، ج ۸ ص ۳۶۲)

یہ روایت حسن ہے۔ نیل المقصود (۵۶۴) اور اس کا ابوداؤد میں ایک شاہد بھی ہے۔ ملاحظہ ہو (۵۶۳) لہٰذا بغیر عذر شرعی

کے جماعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے اور اگر کسی عذر کی بنا پر جماعت سے رہ گیا تو دو افراد کے ساتھ مل کر دوسری جماعت کرائی تو بلا کراہت جائز ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ صَلَّى فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ يُصَلِّي مَعَهُمْ

باب: جو شخص اپنے گھر میں نماز ادا کر چکا ہو اور پھر وہ جماعت کو پالے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرے

575 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ، فَلَمَّا صَلَّى إِذَا رَجُلَانِ لَمْ يُصَلِّيَا فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَدَعَا بِهِمَا فَجِيءَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا، فَقَالَ: مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا؟ قَالَا: قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا، فَقَالَ: لَا تَفْعَلُوا، إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي رَحْلِهِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْإِمَامَ وَلَمْ يُصَلِّ، فَلْيُصَلِّ مَعَهُ فَإِنَّهَا لَهُ نَافِلَةٌ.

❀❀ جابر بن یزید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی وہ اس وقت ایک نوجوان شخص تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کر لی تو مسجد کے کونے میں دو آدمی موجود تھے جنہوں نے (نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں) نماز ادا نہیں کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو بلوایا۔ انہیں لایا گیا' تو ان کے جسم کانپ رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کیوں نہیں کی؟ ان دونوں نے عرض کی: ہم نے اپنی رہائشی جگہ پر نماز ادا کر لی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو۔ جب کوئی شخص اپنی رہائشی جگہ پر نماز ادا کر چکا ہو اور پھر وہ امام کو ایسی حالت میں پائے کہ اس نے ابھی نماز ادا نہ کی ہو' تو اس شخص کو امام کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہئے یہ نماز اس شخص کے لئے نفل نماز ہو جائے گی۔

576 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمِنًى بِمَعْنَاهُ

❀❀ جابر بن یزید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں منیٰ میں فجر کی نماز ادا کی۔

(اس کے بعد سابق حدیث ہے)

577 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ نُوحِ بْنِ صَعْصَعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: جِئْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَجَلَسْتُ وَلَمْ أَدْخُلْ مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: فَانْصَرَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى يَزِيدَ جَالِسًا، فَقَالَ: أَلَمْ تُسْلِمْ يَا يَزِيدُ، قَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَسْلَمْتُ، قَالَ: فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَدْخُلَ مَعَ النَّاسِ فِي صَلَاتِهِمْ؟، قَالَ: إِنِّي كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِي مَنْزِلِي وَأَنَا أَحْسَبُ أَنْ قَدْ صَلَّيْتُمْ، فَقَالَ: إِذَا جِئْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَوَجَدْتَ

النَّاسَ فَصَلِّ مَعَهُمْ وَإِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ تَكُنْ لَكَ نَافِلَةً وَهَذِهِ مَكْتُوبَةٌ

❁❁ حضرت یزید بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے میں بیٹھ گیا میں ان لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف رُخ کیا' تو آپ نے حضرت یزید کو (جماعت سے الگ تھلگ) بیٹھے دیکھا تو آپ نے دریافت کیا: اے یزید! کیا تم مسلمان نہیں ہوئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں' یارسول اللہ! میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: پھر تم نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کیوں نہیں کی؟ انہوں نے عرض کی: میں اپنے رہائشی جگہ پر نماز ادا کر چکا ہوں۔ میرا یہ خیال تھا کہ آپ لوگ نماز ادا کر چکے ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف آؤ اور لوگوں کو (نماز پڑھتے ہوئے) پاؤ تو ان کے ساتھ نماز ادا کرو اگرچہ تم پہلے نماز ادا کر چکے ہو۔ تو وہ تمہارے لئے نفل نماز ہوگی' اور تمہارے لئے فرض ہوگی۔

578 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَفِيفَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْمُسَيَّبِ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ بَنِي أَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ، فَقَالَ: يُصَلِّي أَحَدُنَا فِي مَنْزِلِهِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَأُصَلِّي مَعَهُمْ فَأَجِدُ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ذَلِكَ لَهُ سَهْمُ جَمْعٍ

❁❁ عفیف بن عمرو بیان کرتے ہیں: بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مجھے یہ بات بتائی کہ اس نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا ہم سے کوئی ایک شخص جب اپنے رہائشی جگہ پر نماز ادا کر چکا ہو اور پھر وہ مسجد میں آئے اور نماز قائم ہو چکی ہو' تو کیا مجھے ان کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہئے؟ اس بارے میں میرے ذہن میں کچھ الجھن ہے' تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تھا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ اس کے لئے مجموعے کا حصہ ہوگا''۔ (یعنی اسے دونوں نمازوں کا ثواب ملے گا)

بَابٌ إِذَا صَلَّى فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ أَدْرَكَ جَمَاعَةً أَيُعِيدُ

باب: جب کوئی شخص جماعت کے ساتھ نماز ادا کر چکا ہو' پھر اگر وہ (نماز) باجماعت کو پائے' تو کیا وہ (نماز کا) اعادہ کرے گا؟

579 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ يَعْنِي مَوْلَى مَيْمُونَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ يُصَلُّونَ، فَقُلْتُ: أَلَا تُصَلِّي

578- اسناده ضعيف لابهام الرجل من بني اسد، وباقي رجاله ثقات. عمرو: هو ابن الحارث، وبكير: هو ابن عبد الله بن الاشج. واخرجه الطبراني في "الكبير" (3998)، والمزي في ترجمة عفيف بن عمرو من "تهذيب الكمال" /20 183 من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الاسناد. واخرجه مالك في "الموطا" /1 133 - ومن طريقه البيهقي /2 300 - عن عفيف ابن عمرو، به موقوفا. واخرجه الطبراني في "الكبير" (3997)، وفي "الاوسط" (8683)

مَعَهُمْ، قَالَ: قَدْ صَلَّيْتُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا تُصَلُّوا صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ

سلیمان بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کی بیٹھک میں حاضر ہوا تو وہ لوگ نماز ادا کر رہے تھے میں نے دریافت کیا: کیا آپ ان کے ساتھ نماز ادا نہیں کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نماز ادا کر چکا ہوں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ایک ہی دن میں ایک نماز دو مرتبہ ادا نہ کرو''۔

بَابٌ فِي جُمَّاعِ الْإِمَامَةِ وَفَضْلِهَا

باب: امامت اور اس کی فضیلت سے متعلق مجموعہ ابواب

580 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ أَمَّ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتَ فَلَهُ وَلَهُمْ، وَمَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ

❀❀ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص لوگوں کی امامت کرے اور وقت پر (نماز ادا کرے) تو اسے اور ان لوگوں کو ثواب ملے گا' جو شخص اس میں کوئی کوتاہی کرے تو اس کا وبال (اس امام) پر ہوگا لوگوں پر نہیں ہوگا''۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ التَّدَافُعِ عَلَى الْإِمَامَةِ

باب: آدمی کا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع میں چلے جانا

581 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَتْنِي طَلْحَةُ أُمُّ غُرَابٍ، عَنْ عَقِيلَةَ، امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ مَوْلَاةٍ لَهُمْ، عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ الْحُرِّ، أُخْتِ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ الْفَزَارِيِّ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَافَعَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُونَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ

❀❀ سیدہ سلامہ بنت حر' جو حضرت خرشہ بن حر فزاری رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں وہ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''قیامت (قریب ہونے) کی نشانیوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اہل مسجد ایک دوسرے کو پیچھے کریں گے۔ انہیں کوئی امام نہیں ملے گا جو انہیں نماز پڑھا دے''۔

بَابُ مَنْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

باب: امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

582 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ رَجَاءٍ، سَمِعْتُ أَوْسَ بْنَ

ضَمْعَجٍ يُحَدِّثُ. عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً. فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ. قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ لِإِسْمَاعِيلَ: مَا تَكْرِمَتُهُ؟ قَالَ: فِرَاشُهُ.

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''لوگوں کی امامت وہ شخص کرے جو اللہ کی کتاب کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو اور قرأت میں سب سے مقدم ہو اور اگر وہ لوگ قرأت میں برابر ہوں' تو ان کی امامت وہ شخص کرے جس نے ہجرت پہلے کی ہو اگر وہ ہجرت کے حوالے سے برابر ہوں' تو ان کی امامت وہ شخص کرے جو عمر میں بڑا ہو۔ کسی شخص کے گھر میں' یا اس کے غلبے کی جگہ پر اس کی امامت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کے بیٹھنے کی مخصوص جگہ پر بیٹھا جائے البتہ اگر اس کی اجازت ہو' تو (حکم مختلف ہوگا)

شعبہ کہتے ہیں: میں نے اسماعیل سے دریافت کیا: اس کی عزت افزائی کے لفظ سے کیا مراد ہے۔ انہوں نے بیان کیا: بیٹھنے کی جگہ۔

استحقاق امامت ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ مستحق امامت وہ شخص ہے جو نماز و طہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔ اگر چہ باقی علوم میں پوری دستگاہ نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اتنا قرآن یاد ہو کہ بطور مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو اور فواحش سے بچتا ہو اس کے بعد وہ شخص جو (تجوید) قرأت کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق ادا کرتا ہو۔ اگر کئی شخص ان باتوں میں برابر ہوں تو وہ کہ زیادہ ورع رکھتا ہو یعنی حرام تو حرام شبہات سے بھی بچتا ہو اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ عمر والا یعنی جس کو زیادہ زمانہ اسلام میں گزرا اور اس میں بھی برابر ہوں تو جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ وجاہت والا یعنی تہجد گزار کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے پھر زیادہ خوبصورت پھر زیادہ حسب والا پھر وہ کہ باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو پھر زیادہ مالدار پھر زیادہ عزت والا پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں غرض چند شخص برابر کے ہوں تو ان میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو زیادہ حق دار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ امامت کرے یا ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرے وہ امام ہو اور جماعت میں اختلاف ہو تو جس طرف زیادہ لوگ ہوں وہ امام ہو اور اگر جماعت نے غیر اولیٰ کو امام بنادیا تو برا کیا مگر گنہگار نہ ہوئے۔ (درمختار)

583 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ: وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ.

582- اسناده صحيح. ابو الوليد الطيالسي: هو هشام بن عبد الملك. واخرجه مسلم (673) (291)، وابن ماجه (980) من طريق محمد بن جعفر، والنسائي في "الكبرى" (860) من طريق يحيى بن سعيد القطان، كلاهما عن شعبة، بهذا الاسناد. ورواية النسائي مختصرة بقوله: "لا يؤم الرجل في سلطانه، ولا يجلس على تكرمته الا باذنه." وهو في "مسند احمد" (17063) و (17099)، و "صحيح ابن حبان" (2127) و (2133). وانظر ما بعده، وما سياتي برقم (584).

قَالَ أَبُو دَاوُد: وَكَذَا قَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ: عَنْ شُعْبَةَ أَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

"[illegible] کی امامت نہ کرے"۔

(امام ابوداؤد فرماتے ہیں:) یحییٰ القطان نے شعبہ کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: "جو قرأت میں مقدم ہو"۔

584 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً وَلَمْ يَقُلْ: فَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً.

قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ حَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: وَلَا تَقْعُدْ عَلَى تَكْرِمَةِ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"اگر وہ قرأت میں برابر ہوں تو جو شخص سنت کا زیادہ عالم ہو (وہ امامت کرے) اگر وہ سنت کے حوالے سے برابر ہوں تو جو شخص ہجرت میں مقدم ہو (وہ امامت کرے)"۔

اس راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے: جو قرأت میں مقدم ہو۔

(امام ابوداؤد فرماتے ہیں:) حجاج بن ارطاۃ نے اسماعیل کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

"تم کسی شخص کی خاص مسند پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو"۔

امام مسجد کو کپڑے سلوا کر دینے کا بیان

585 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: كُنَّا بِحَاضِرٍ يَمُرُّ بِنَا النَّاسُ إِذَا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانُوا إِذَا رَجَعُوا مَرُّوا بِنَا، فَأَخْبَرُونَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَذَا وَكَذَا، وَكُنْتُ غُلَامًا حَافِظًا فَحَفِظْتُ مِنْ ذَلِكَ قُرْآنًا كَثِيرًا، فَانْطَلَقَ أَبِي وَافِدًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَعَلَّمَهُمُ الصَّلَاةَ، فَقَالَ: يَؤُمُّكُمْ أَقْرَؤُكُمْ، وَكُنْتُ أَقْرَأَهُمْ لِمَا كُنْتُ أَحْفَظُ فَقَدَّمُونِي، فَكُنْتُ أَؤُمُّهُمْ وَعَلَيَّ بُرْدَةٌ لِي صَغِيرَةٌ صَفْرَاءُ، فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَكَشَّفَتْ عَنِّي، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسَاءِ: وَارُوا عَنَّا عَوْرَةَ قَارِئِكُمْ، فَاشْتَرَوْا لِي قَمِيصًا عُمَانِيًّا، فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحِي بِهِ، فَكُنْتُ أَؤُمُّهُمْ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ أَوْ ثَمَانِ سِنِينَ.

584- اسناده صحيح. الاعمش: هو سليمان بن مهران. واخرجه مسلم (673) (290)، والترمذي (232) و (2977)، والنسائي في "الكبرى" (857) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. ورواية الترمذي في الموضع الثاني مختصرة. وانظر ما سلف برقم (582).

⊛⊛ عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک عام گزرگاہ کے قریب رہا کرتے تھے۔لوگ ہمارے پاس سے گزرتے تھے وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' جب وہ واپس جاتے تھے' تو ہمارے ہاں سے گزرتے تھے' تو ہمیں بتاتے تھے کہ اللہ کے رسول نے یہ، یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ میں ایک ذہین لڑکا تھا۔ میں نے اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ یاد کرلیا میرے والد اپنی قوم کے کچھ افراد کے ہمراہ وفد کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ نے انہیں نماز کا طریقہ تعلیم دی اور یہ ارشاد فرمایا: تمہاری امامت وہ شخص کرے جو قرآن کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) میں اپنے لوگوں میں قرآن کا سب سے زیادہ علم رکھتا تھا کیونکہ میں نے سب سے زیادہ چیزیں یاد کی ہوئی تھیں۔ان لوگوں نے مجھے آگے کر دیا میں ان کی امامت کیا کرتا تھا۔میرے جسم پر زرد رنگ کی ایک چھوٹی سی چادر ہوتی تھی جب میں سجدے میں جاتا تھا تو میرا جسم بے پردہ ہو جاتا تھا تو ایک خاتون نے کہا: اپنے قاری صاحب کی شرمگاہ کو ڈھانپ دو تو لوگوں نے میرے لئے ایک عمانی قمیص خریدی۔اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے اور کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس بات پر ہوئی میں جس وقت ان لوگوں کی امامت کرتا تھا۔اس وقت میری عمر سات یا آٹھ سال تھی۔

586 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ، بِهٰذَا الْخَبَرِ. قَالَ: فَكُنْتُ أَؤُمُّهُمْ فِي بُرْدَةٍ مُوَصَّلَةٍ فِيهَا فَتْقٌ فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ خَرَجَتْ اسْتِي

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عمرو بن سلمہ کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''میں ایک ایسی چادر اوڑھ کر ان کی امامت کرتا تھا' جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور اس میں ایک سوراخ بھی تھا۔ میں سجدے میں جاتا تھا تو میری شرمگاہ ظاہر ہو جاتی تھی''۔

587 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَرْمِيِّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُمْ وَفَدُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَنْصَرِفُوا. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ يَؤُمُّنَا. قَالَ: أَكْثَرُكُمْ جَمْعًا لِلْقُرْآنِ أَوْ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ قَالَ: فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ جَمَعَ مَا جَمَعْتُهُ. قَالَ: فَقَدَّمُونِي وَأَنَا غُلَامٌ وَعَلَيَّ شَمْلَةٌ لِي. فَمَا شَهِدْتُ مَجْمَعًا مِنْ جَرْمٍ إِلَّا كُنْتُ إِمَامَهُمْ. وَكُنْتُ أُصَلِّي عَلَى جَنَائِزِهِمْ إِلَى يَوْمِي هٰذَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَرْمِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: لَمَّا وَفَدَ قَوْمِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ عَنْ أَبِيهِ

⊛⊛ عمرو بن سلمہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ لوگ وفد کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب انہوں نے واپس آنے کا ارادہ کیا' تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہماری امامت کون کرے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسے تم میں سے زیادہ قرآن آتا ہو (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

(راوی کہتے ہیں:) تمام لوگوں میں کسی کو اتنا قرآن نہیں آتا تھا جتنا مجھے آتا تھا تو ان لوگوں نے مجھے آگے کر دیا۔ میں ایک لڑکا

587- اسناده صحيح. قتيبة: هو ابن سعيد، ووكيع: هو ابن الجراح. وهو في "مسند احمد" (20332). وانظر ما قبله.

تھا میرے جسم پر ایک چادر تھی۔

راوی کہتے ہیں: میں نے "جرم" (قبیلے) کے جس بھی اجتماع میں شرکت کی میں ہی ان کا امام ہوتا تھا۔ آج تک میں ہی ان کے جنازے پڑھاتا آ رہا ہوں۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یزید بن ہارون نے یہ روایت مسعر بن حبیب کے حوالے سے حضرت عمرو بن سلمہ سے نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: جب میری قوم وفد کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے اس میں اپنے والد سے منقول ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

588 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ، ح وَحَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ نَزَلُوا الْعُصْبَةَ، قَبْلَ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا. زَادَ الْهَيْثَمُ: وَفِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الْأَسَدِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب مہاجرین اولین ہجرت کر کے آئے تو انہوں نے عصبہ میں پڑاؤ کیا' یہ نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کی بات ہے' حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم ان کی امامت کیا کرتے تھے کیونکہ ان کو سب سے زیادہ قرآن آتا تھا۔

ہیثم نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ان لوگوں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ بن عبدالاسد بھی تھے۔

589 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَوْ لِصَاحِبٍ لَهُ: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَأَذِّنَا، ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا سِنًّا. وَفِي حَدِيثِ مَسْلَمَةَ قَالَ: وَكُنَّا يَوْمَئِذٍ مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْعِلْمِ. وَقَالَ: فِي حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ: قَالَ خَالِدٌ: قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ: فَأَيْنَ الْقُرْآنُ؟ قَالَ: إِنَّهُمَا كَانَا مُتَقَارِبَيْنِ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ان کے ساتھی سے یہ فرمایا: جب نماز کا وقت ہو جائے' تو تم اذان کہو پھر اقامت کہو پھر تم دونوں میں سے امامت وہ شخص کرے جو عمر میں بڑا ہو۔

مسلمہ کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"اس وقت ہم علمی اعتبار سے سب برابر کے مرتبے کے تھے"۔

اسماعیل کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

خالد بیان کرتے ہیں: میں نے ابوقلابہ سے کہا: پھر قرآن کہاں گیا؟ انہوں نے جواب دیا: وہ دونوں اس حوالے سے برابر تھے

حیثیت رکھتے تھے۔

590- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ قُرَّاؤُكُمْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہارے بہترین لوگ تمہارے لئے اذان دیں تمہارے اچھے قاری تمہاری امامت کریں''۔

فقہاء کے نزدیک امامت کا زیادہ کون حقدار ہے

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ میں سنت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں عہد صحابہ میں جو آدمی احادیث زیادہ جانتا تھا وہ بڑا فقیہ مانا جاتا تھا حضرت امام احمد اور امام ابو یوسف کا عمل اسی حدیث پر ہے، یعنی ان حضرات کے نزدیک امامت کے سلسلہ میں قاری عالم پر مقدم ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام محمد حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ زیادہ علم جاننے والا اور فقیہ امامت کے سلسلے میں بڑے قاری پر مقدم ہے کیونکہ علم قرأت کی ضرورت تو نماز کے صرف ایک ہی رکن میں (یعنی قرأت کے وقت ہوتی ہے، برخلاف اس کے کہ علم کی ضرورت نماز کے تمام ارکان میں پڑتی ہے۔

جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم پر سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا مقدم ہے اس کا جواب ان حضرات کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ قاری ہوتے تھے وہی سب سے زیادہ علم والے بھی ہوتے تھے کیونکہ وہ لوگ قرآن کریم مع احکام کے سیکھتے تھے اسی وجہ سے احادیث میں قاری کو عالم پر مقدم رکھا گیا ہے اور اب ہمارے زمانے میں چونکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اکثر قاری مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لیے ہم عالم کو قاری پر مقدم رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیق سے لوگوں کو نماز پڑھوائی باوجود اس کے وہ قاری نہ تھے بلکہ سب سے زیادہ علم والے تھے حالانکہ اس وقت ان سے زیادہ بڑے بڑے موجود قاری تھے۔ فاقدمہم ہجرۃ کے بارے میں ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کل ہجرت چونکہ متروک ہے اس لیے اب یہاں حقیقی ہجرت کے بجائے معنوی ہجرت (یعنی گناہوں اور برائیوں سے ترک) کا اعتبار ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے علم اور قرأت میں برابری کے بعد پرہیزگاری کو مقدم رکھا ہے یعنی اگر دو آدمی ایسے جمع ہوں جو عالم بھی ہوں اور قاری بھی ہوں تو ان دونوں میں سے امامت کا مستحق وہ آدمی ہوگا جو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ پرہیزگاری کے وصف کا حامل ہوگا۔

اس حدیث میں امامت کے صرف اتنے ہی مراتب ذکر کیے گئے ہیں لیکن علماء نے کچھ اور مراتب ذکر کیے ہیں چنانچہ اگر عمر میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو اگر اخلاق میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی

امامت کرے جو اچھے چہرے والا ہو یعنی خوبصورت ہو اگر خوبصورتی میں سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے عمدہ لباس پہنے ہوئے ہو یا سب سے زیادہ شریف النسب ہو اگر تمام اوصاف میں سب برابر ہوں تو اس صورت میں بہتر شکل یہ ہے کہ قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکل آئے وہ امامت کرے یا پھر قوم جسے چاہے اپنا امام مقرر کرے اور اس کے پیچھے نماز پڑھے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی سلطنت و علاقے میں امامت نہ کرے اسی طرح اسی جگہ بھی امامت نہ کرے جس کا مالک کوئی دوسرا آدمی ہو جیسا کہ دوسری روایت کے الفاظ فی اھلہ سے ثابت ہوا۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مقام پر حاکم وقت امامت کرتا ہے یا حاکم وقت کی جانب سے مقرر شدہ اس کا نائب جو امیر اور خلیفہ کے ہی حکم میں ہوتا ہے امامت کے فرائض انجام دیتا ہے تو کسی دوسرے آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ سبقت کر کے امامت کرے خاص طور پر عیدین اور جمعہ کی نماز میں تو یہ بالکل ہی مناسب نہیں ہے۔

اسی طرح جس مسجد میں امام مقرر ہو یا کسی مکان میں صاحب خانہ کی موجودگی میں مقررہ امام اور صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر امامت کی طرف سبقت کرنا کسی دوسرے آدمی کا حق نہیں ہے کیونکہ اس طرح امور سلطنت میں انحطاط آپس میں بغض و عناد ترک ملاقات، افتراق و اختلاف اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھلتا ہے اور جب کہ جماعت کی مشروعیت ہی انہیں غیر اخلاقی چیزوں کے سد باب کے لیے ہوئی ہے چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ قابل تقلید ہے کہ وہ اپنے فضل و شرف اور علم و تقویٰ کے باوجود حجاج بن یوسف جیسے ظالم و فاسق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

بَابُ إِمَامَةِ النِّسَاءِ

باب: خواتین کی امامت (کا حکم؟)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عورت، خنثیٰ، نابالغ لڑکے کی اقتداء مرد بالغ کسی نماز میں نہیں کر سکتا یہاں تک کہ نماز جنازہ و تراویح و نوافل میں اور مرد بالغ ان سب کا امام ہو سکتا ہے مگر عورت بھی اس کی مقتدی ہو تو امامت عورت کی نیت کرے سوا جمعہ و عیدین کے کہ ان میں اگرچہ امام نے امامت عورت کی نیت نہ کی اقتدا کر سکتی ہے اور عورت و خنثیٰ عورت کے امام ہو سکتے ہیں مگر عورت کو مطلقاً امام ہونا مکروہ تحریمی ہے فرائض ہوں یا نوافل۔ پھر بھی اگر عورت عورتوں کی امامت کرے تو امام آگے نہ ہو بلکہ بیچ میں کھڑی ہو اور آگے ہوگی جب بھی نماز فاسد نہ ہوگی اور خنثیٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ صف سے آگے ہو ورنہ نماز ہوگی ہی نہیں خنثیٰ، خنثیٰ کا بھی امام نہیں ہو سکتا۔ (ردالمحتار وغیرہ)

عورت کے لیے امامت کرانا خواہ عورتوں کو کرائے یا مردوں کو کرائے دونوں صورتوں میں شرعاً درست نہیں ہے۔ ولا یجوز اقتداء رجل بامرأۃ ھکذا فی الھدایۃ۔ (عالمگیری ص ۸۵، ج ۱) ویکرہ امامۃ المرأۃ للنساء فی الصلوٰۃ کلھا من الفرائض والنوافل۔ (عالمگیری ص ۸۵، ج ۱)"

591 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

جُمَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَلَّادٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَوْفَلٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا غَزَا بَدْرًا، قَالَتْ: قُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ائْذَنْ لِي فِي الْغَزْوِ مَعَكَ أُمَرِّضُ مَرْضَاكُمْ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَرْزُقَنِي شَهَادَةً. قَالَ: قَرِّي فِي بَيْتِكِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَرْزُقُكِ الشَّهَادَةَ. قَالَ: فَكَانَتْ تُسَمَّى الشَّهِيدَةُ، قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ قَرَأَتِ الْقُرْآنَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَتَّخِذَ فِي دَارِهَا مُؤَذِّنًا، فَأَذِنَ لَهَا. قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ دَبَّرَتْ غُلَامًا لَهَا وَجَارِيَةً فَقَامَا إِلَيْهَا بِاللَّيْلِ فَغَمَّاهَا بِقَطِيفَةٍ لَهَا حَتّٰى مَاتَتْ وَذَهَبَا. فَأَصْبَحَ عُمَرُ فَقَامَ فِي النَّاسِ، فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْ هٰذَيْنِ عِلْمٌ، أَوْ مَنْ رَآهُمَا فَلْيَجِئْ بِهِمَا، فَأَمَرَ بِهِمَا فَصُلِبَا فَكَانَا أَوَّلَ مَصْلُوبٍ بِالْمَدِينَةِ.

⊛⊛ سیدہ اُم ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! مجھے آپ اپنے ساتھ جنگ میں شرکت کے لئے جانے کی اجازت دیجئے میں بیماروں (یعنی زخمیوں) کی تیمارداری کروں گی۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کردے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب کردے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس خاتون کو شہیدا کہا جاتا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: وہ خاتون قرآن سیکھا کرتی تھی۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت مانگی کہ وہ اپنے محلے میں ایک موذن رکھ لے جو اس کے لئے اذان دے دیا کرے پھر اس نے ایک غلام اور کنیز کو مدبر کیا وہ دونوں رات کے وقت اس کی طرف گئے اور چادر کے ذریعے اس کا منہ بند کرکے (اسے قتل کردیا) جب وہ خاتون مرگئی تو وہ دونوں بھاگ گئے۔ اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا ان دونوں کے بارے میں کس کے پاس علم ہے؟ یا جس نے ان دونوں کو دیکھا ہے وہ انہیں لے آئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے بارے میں حکم دیا' تو انہیں مصلوب کردیا گیا یہ مدینہ منورہ میں مصلوب کئے جانے والے پہلے افراد تھے۔

592 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ. قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا فِي بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا، وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فَأَنَا رَأَيْتُ مُؤَذِّنَهَا شَيْخًا كَبِيرًا

⊛⊛ سیدہ اُم ورقہ بنت عبداللہ کے حوالے سے یہی روایت منقول ہے' تاہم پہلے والی روایت زیادہ مکمل ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس خاتون سے ملنے اس کے گھر جایا کرتے تھے آپ نے اس کے لئے ایک موذن مقرر کیا تھا جو اس کے لئے اذان دیا کرتا تھا آپ نے اس خاتون کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے گھر کے افراد (یعنی خواتین) کی امامت کیا کرے۔

592- اسنادہ ضعیف کسابقہ، واخرجہ احمد (27283)، والدارقطنی (1506)، والبیھقی فی "معرفۃ السنن" 2304/ من طریق الولید بن جمیع، بھذا الاسناد.

عبدالرحمن نامی راوی کہتے ہیں: میں نے اس خاتون کے موذن کو دیکھا ہے وہ ایک عمر رسیدہ شخص ہے۔

عورتوں کی جماعت کرانے کا حکم

عورت کی امامت خواہ فرض نماز میں ہو یا نفل نماز میں مکروہ تحریمی ہے اور یہ کراہت عورتوں کی نفل نماز کی جماعت میں اور زیادہ شدید ہے کیونکہ نفل کی جماعت اعلان کے ساتھ مردوں کے لئے جائز نہیں تو عورتوں کے لئے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: لاخیر فی جماعۃ النساء (اعلاء السنن)

یعنی عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر نہیں۔ حضرت علی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: لاتؤم المرأۃ۔ (اعلاء السنن)

یعنی عورت امامت نہ کرے۔ درمختار میں ہے۔

(و) یکرہ تحریما (جماعۃ النساء) ولو فی التراویح فی غیر صلاۃ الجنازۃ۔

عورت کے لئے شرعی مسافت سفر ہو تو بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال: لاتسافر المرأۃ ثلاثاً الا معها ذو محرم۔ (صحیح البخاری)

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضورا نے فرمایا: عورت تین دن کے برابر (مسافت) کا بغیر محرم کے سفر نہ کرے

عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ ا لایحل لأمرأۃ تومن باللہ والیوم الآخر ان تسافر سفرا یکون ثلاثۃ ایام فصاعدا الا ومعها ابوها او ابنها او زوجها او اخوها او ذو محرم منها۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضورا کا ارشاد ہے کہ: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زائد کا سفر کرے الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا والد یا بیٹا یا شوہر یا بھائی یا کوئی دوسرا محرم ہو۔

عن عبد اللہ بن عمر عن النبی ا قال: لایحل لأمرأۃ تومن باللہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ ثلاث الا ومعها ذو محرم۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضورا نے ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کرے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ اور ان جیسی دوسری احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں اور ان ہی احادیث کی بناء پر جمہور علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں

وقال المجھور: لایجوز الا مع زوج او محرم وھذا ھو الصحیح للاحادیث الصحیحۃ۔ (شرح مسلم)

مذکورہ حدیث میرے علم میں نہیں باقی عورت کو دونوں باتوں کا اختیار ہے کہ اس کو دھو کر استعمال کرے یا پھینک دے اس طرح کہ کسی کی نظر اس پر نہ پڑے۔۔واضح رہے کہ عورتوں کا طریقہ نماز مردوں کے طریقہ نماز سے مختلف ہے اور یہ فرق احادیث وآثار صحابہ سے ثابت ہے جو کہ درج ذیل ہے نماز میں عورت کو حکم ہے کہ وہ ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے: چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عن وائل بن حجر قال :قال لی رسول الله : یا وائل ابن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأۃ تجعل یدیھا حذاء ثدییھا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے حضور انے فرمایا: اے وائل بن حجر! جب نماز شروع کرو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے۔

عورت نماز میں سمٹ کر سرین کے بل بیٹھے چنانچہ حدیث شریف میں ہی

عن ابن عمر انه سئل کیف کان النساء یصلین علی عھد رسول الله ﷺ؟ قال: کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن۔ (جامع المسانید)

حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ خواتین حضور اکے عہد مبارک میں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: پہلے چار زانو ہو کر بیٹھتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں۔عورت زمین کے ساتھ چمٹ کر اور پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر سجدہ کرے حدیث شریف میں ہے۔

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ا: اذا جلست المرأۃ فی الصلاۃ وضعت فخذھا علی فخذھا الاخری واذا سجدت الصقت بطنھا علی فخذیھا کاستر ما یکون لھا وان الله ینظر الیھا یقول: یا ملئکتی اشھدکم انی غفرت لھا۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت اکا ارشاد ہے: نماز کے دوران جب عورت بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ میں جائے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملالے اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ ستر ہو سکے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ: اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس عورت کی بخشش کر دی۔دوسری حدیث شریف میں ہے۔

عن یزید بن ابی حبیب ان رسول الله ا مر علی امرأتین تصلیان فقال: اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل۔ (مراسیل ابی داؤد)

نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ انے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو تم اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹا دو اس لئے کہ اس میں عورت مرد کے مانند نہیں ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ۔

اذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذيها (بیهقی:) یعنی جب عورت سجدہ کرے تو سرین کے بل بیٹھے اور اپنی رانوں کو ملالے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ انه سئل عن صلاة المرأة فقال تجتمع وتحتفز (مصنف ابن ابی شیبہ:)

یعنی ان سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ سب اعضاء کو ملالے اور سرین کے بل بیٹھے۔ اسی بناء پر چاروں ائمہ کرام امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد، اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا طریقہ نماز مرد کے طریقہ نماز سے مختلف ہے اور فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں یہ فرق ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

والمرأة تنخفض فی سجودها تلزق بطنها بفخذيها لان ذلک استر لها (وفی موضع اخر قال) وان كانت امرأة جلست على اليتها اليسرى واخرجت رجليها من الجانب الايمن لانه استر لها۔

شرح صغیر میں ہے۔

ندب مجافاة ای: مباعدة رجل فيه ای: سجود (بطنه فخذيه) فلايجعل بطنه عليهما ومجافاة (مرفقيه ركبته) ای: عن ركبتيه ومجافاة ضبعيه ای: ما فوق المرفق الى الابط جنبيه ای: عنهما مجافاة وسطا فی الجميع واما المرأة فتكون منضمة فی جميع احوالها۔ (دار المعارف مصر)

شرح مہذب میں ہے:

قال الشافعی والأصحاب: يسن ان يجافی مرفقيه عن جنبيه ويرفع بطنه عن فخذيه وتضم المرأة بعضها الى بعض (قال قبل اسطر) روى البراء بن عازب ان النبی ا كان اذا سجد جخ وروی جخی والجخ الخاوی وان كانت امرأة ضمت بعضها الى بعض لان ذلک استر لها۔

المغنی میں ہے:

وان صلت امرأة بالنساء قامت معهن فی الصف وسطا قال ابن قدامة فی شرحه اذا ثبت هذا فانها اذا صلت بهن قامت فی وسطهن لانعلم فيه خلافا من رأى لها ان تؤمهن ولان المرأة يستحب لها التستر ولذلک يستحب لها التجافی۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ وآثار صحابہ اور ائمہ اربعہ کے اقوال سے عورت کا طریقہ نماز ثابت ہے وہ مرد کے طریقہ نماز سے جدا ہے اس لئے مرد اور عورت کی نماز کی ادائیگی کو یکساں کہنا غلط ہے۔ دینی تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کا

مقصد دینی تعلیمات پر عمل کرنا ہے جہاں دینی تعلیم کے مقصد سے انحراف ہوتا ہو وہاں تعلیم حاصل کرنا صحیح نہیں۔

عورتوں کا نماز کے لیے مسجد میں آنا مکروہ ہے

عورتوں کا مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہونا مکروہ ہے۔ (**ویکرہ حضورھن الجماعۃ) ولو لجمعۃ وعید ووعظ** (مطلقا)۔ الدر المختار ۱/۴۱۸)

خواتین کی امامت کی تحقیق

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جماعت کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ عورتوں کی جماعت ہے امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا اور ان کا با جماعت نماز پڑھانا جائز ہے امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کی جماعت مستحب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ غیر مستحب ہے امام مالک کے نزدیک عورتوں کا عورت کی اقتداء میں نماز پڑھنا ناجائز ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کا عورتوں کے لیے امام ہونا مکروہ تحریمی ہے ہر چند کے امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک عورت کا عورتوں کے لیے امام ہونا جائز ہے لیکن انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ عورتوں کا مردوں کے لیے امام ہونا ناجائز ہے اور مردوں کے لیے عورت کی امامت کے باطل ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے عورت کی امامت کے جواز کے سلسلہ میں جو احادیث ہیں پہلے ہم ان کا ذکر کریں گے پھر فقہاء کے مذاہب کو بیان کریں گے۔

خواتین کی امامت کے متعلق احادیث کا بیان

امام ابوداؤد (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمان بن خلاد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ورقہ سے ملنے ان کے گھر جاتے تھے آپ نے ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا جو ان کے لیے اذن دیتا تھا اور آپ نے حضرت ام ورقہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں۔ عبدالرحمان کہتے ہیں: میں نے ان کے موذن کو دیکھا وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۸۔ ۸۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

ولید بن جمیع (رحمۃ اللہ علیہ) بیان کرتے ہیں کہ میری دادی نے حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے جاتے تھے اور آپ نے ان کا نام شہیدہ رکھا تھا حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن حفظ کیا تھا رسول اللہ ﷺ جب غزوہ بدر کے لیے گئے تو حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: مجھے بھی اپنے ساتھ جانے کی اجازت دیں میں زخمیوں کی دوا دارو کروں گی اور مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی شاید اللہ تعالیٰ میرے لیے بھی شہادت مقدر کر دے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شہادت مقدر کر دی ہے اور آپ نے ان کا نام شہیدہ رکھ دیا اور نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں انہوں نے اپنی ایک

باندی اور ایک غلام کو مدبر کر دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان دونوں نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا' وہ دونوں قتل کر کے بھاگ گئے اور پکڑے گئے' اور ان کو پھانسی دی گئی اور یہ پہلے لوگ تھے جن کو مدینہ میں پھانسی دی گئی' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ چلو ہم شہیدہ کی زیارت کریں۔

(سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۰ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

حضرت ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: چلو شہیدہ کے پاس جائیں اور ہم ان کی زیارت کریں اور آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ ان کے لیے اذان دی جائے اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنے گھر والوں کو فرض نمازیں پڑھائیں' مسلم بن ولید بن جمیع نے اس سے استدلال کیا ہے' میں اس مسئلہ میں اس حدیث کے سوا اور کسی حدیث متصل کو نہیں جانتا' اور ہم نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ اذان دیتی تھیں۔ اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں۔ (المستدرک ج ۱ ص ۲۰۳ 'مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ)

امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

رائطہ حنفیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرض نمازوں میں عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان دیتی تھیں' اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور ان کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حجیرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عورت عورتوں کی امامت کرے اور ان کے وسط میں کھڑی ہو۔

(سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام دارقطنی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں امامت کرتی تھیں اور آپ نے ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۳ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

رائطہ حنفیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرض نماز میں ہماری امام ہوئیں' اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۴ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حجیرہ بنت حصین بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۴ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ:

علامہ ابن قدامہ حنبلی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

آیا عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا مستحب ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے' امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ مستحب ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عطاء' ثوری' اوزاعی' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' اسحاق' اور ابوثور سے روایت ہے کہ عورت' عورتوں کی امامت کرائے' اور امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ غیر مستحب ہے' اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے اس کو مکروہ کہا ہے' لیکن اگر وہ پڑھیں گی تو نماز ہو جائے گی۔ شعبی' نخعی اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نوافل میں عورتوں کا امامت کرانا جائز ہے' فرائض میں جائز نہیں ہے' حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) اور سلیمان بن یسار (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ عورت فرض میں امامت کرائے نہ نفل میں' امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ عورت کسی شخص کی کسی نماز میں امامت نہ کرے کیونکہ عورت کا اذان دینا مکروہ ہے اور اذان کی تعریف ہے: جماعت کی دعوت دینا اور جب اس کے لیے جماعت کی دعوت دینا مکروہ ہے تو جماعت کرنا بھی مکروہ ہے' اور ہماری دلیل حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

(المغنی ج۲ ص۱۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱٤۰۵ھ)

علامہ مرداوی حنبلی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ عورتوں کا مردوں کی امامت کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

(الانصاف ج۲ ص۲٦۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۷۲ھ)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

اگر عورت مردوں کو نماز پڑھائے تو مردوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر عورتوں کو نماز پڑھائے تو جمعہ کی نماز کے سوا یہ تمام نمازوں میں صحیح ہے اور جمعہ کی نماز میں دو قول ہیں' زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ نماز نہیں ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی۔

(شرح المہذب ج٤ ص۲۵۵' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ہے تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے جس نے اپنے معاملات کا والی عورت کو بنادیا' اور امام ابوداؤد (رحمۃ اللہ علیہ) نے عبدالرحمان خلاد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ورقہ کی زیارت کے لیے ان کے گھر جاتے تھے' اور آپ نے ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا' جو ان کے لیے اذان دیتا تھا' اور آپ نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں' عبدالرحمان کہتے ہیں کہ میں نے ان کے موذن کو دیکھا' وہ ایک بوڑھا شخص تھا' امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: جو مرد عورت کے پیچھے نماز پڑھے وہ اپنی نماز دہرائے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ عورت کی امامت مطلقاً صحیح نہیں ہے مردوں کے لیے نہ عورتوں کے لیے' امام مالک نے کہا: عورت کسی صورت میں امام نہ بنے اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج۱ ص۳۵٦۔۳۵۵' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

علامہ عبدری مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک عورت کی امامت صحیح نہیں ہے اور جو شخص بھی عورت کی اقتداء میں نماز دہرائے خواہ وقت نکل جائے۔

(التاج والاکلیل ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں: تنہا عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ یہ فعل حرام کے ارتکاب سے خالی نہیں ہے اور وہ امام کا صف کے درمیان میں کھڑا ہونا ہے جیسے برہنہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں اس لیے یہ فعل مکروہ ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو جو عورت امام بنے وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح کیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھانا ابتداء اسلام پر محمول ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۲۳ مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ ابن ہمام حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

''مبسوط'' میں اسی طرح لکھا ہے علامہ سروجی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ توجیہ بعید ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ سال رہے جیسا کہ امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام مسلم (رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کیا ہے پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ہجرت کے ایک سال بعد مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور وہ نو سال آپ کے پاس رہیں اور نماز میں امامت انہوں نے بلوغت کے بعد ہی کی ہوگی تو یہ ابتداء اسلام کب ہے؟ لیکن یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ جب عورتوں نے مسجد میں جا کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کر دیا تو یہ فعل منسوخ ہو گیا لیکن ''مستدرک'' میں یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان دیتی تھیں، اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور عورتوں کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں اور امام محمد نے ''کتاب الآثار'' میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے مہینہ میں امامت کرتی تھیں اور عورتوں کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (کتاب الآثار ص ۴۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

اور یہ بات معلوم ہے کہ تراویح کی جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مروج ہوئی ہے اور ''سنن ابوداؤد'' میں ہے کہ حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں اور ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے ایک غلام اور باندی نے چادر سے ان کا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا اور وہ زبان رسالت کی پیشگوئی کے مطابق شہیدہ ہو گئیں عبدالرحمان نے کہا: میں نے ان کے موذن کو دیکھا تھا وہ بوڑھا شخص تھا یہ تمام روایت دعویٰ نسخ کی نفی کرتی ہیں ''سنن ابوداؤد'' کی روایت کی سند میں ولید بن جمیع اور عبدالرحمان بن خالد انصاری پر ابن القطان نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان دونوں کا حال معلوم نہیں لیکن امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

ان حدیثوں کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو جو نماز پڑھانے کا

اجازت دی تھی اس سے اس اجازت کا دوام اور استمرار لازم نہیں آتا اس لیے ہوسکتا ہے کہ بعد میں یہ اجازت منسوخ ہوگئی ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو رمضان میں امامت کرتی تھیں تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ تراویح کی امامت کرتی تھیں اور "معنف عبدالرزاق" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول روایت کیا گیا ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرے اور ان کے وسط میں کھڑی ہو۔ (المصنف ج ۳ ص ۱۴۰) اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ناسخ کا علم نہ ہوا ہو لیکن اس کے باوجود یہ سوال قائم رہے گا کہ وہ کون سا ناسخ ہے جس نے ان احادیث کو منسوخ کر دیا؟ بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ "سنن ابوداؤد" اور "صحیح ابن خزیمہ" وغیرہما میں یہ حدیث ہے کہ عورت کا اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا حجرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا کوٹھڑی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ بالکل اندرونی کوٹھڑی جماعت کی گنجائش نہیں رکھتی اس حدیث کو بعض علماء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث کا ناسخ قرار دیا ہے لیکن اس حدیث کا ناسخ ہونا واضح نہیں ہے اور اگر اس کو ناسخ مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ عورت کا امامت کرنا اب مسنون نہیں ہے اور یہ کراہت تحریم کو مستلزم نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ اس فعل کا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہونا لازم آئے گا اور ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہم اس کو مکروہ تحریمی ثابت کریں ہمارا مقصود تو حق کی اتباع کرنا ہے خواہ وہ کسی جگہ ہو۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۶-۳۰۷ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

بَابُ الرَّجُلِ يَؤُمُّ الْقَوْمَ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ

باب: آدمی کا ایسے لوگوں کی امامت کرنا جو اسے ناپسند کرتے ہوں

593 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُمْ صَلَاةً، مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، وَرَجُلٌ أَتَى الصَّلَاةَ دِبَارًا وَالدِّبَارُ: أَنْ يَأْتِيَهَا بَعْدَ أَنْ تَفُوتَهُ، وَرَجُلٌ اعْتَبَدَ مُحَرَّرَةً

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں: تین لوگ ایسے ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا جو کسی ایسی قوم سے آگے بڑھے (یعنی ان کی امامت کرے) کہ وہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں۔ دوسرا وہ شخص جو نماز ادا کرنے کے لئے تاخیر سے آتا ہو (اس وقت آتا ہو جب جماعت ہو چکی ہو) تیسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد شخص کو غلام بنالیا ہو۔

بَابُ إِمَامَةِ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

باب: نیک اور گناہگار کی امامت (کا حکم؟)

594 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ

الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلصَّلَاةُ الْمَكْتُوْبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''فرض نماز' ہر مسلمان کے پیچھے ادا کرنا لازم ہے خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار ہو۔ خواہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو''۔

فاسق وفاجر کی امامت کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ صورۃ مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبائر بدعتی گمراہ خائب وخاسر ہونا تو بداہۃً ظاہر اور اگر پچھمن کو روپیہ معاذ اللہ بطور عبادت بھینٹ چڑھایا ہے تو قطعاً یقیناً مرتد کافر اور اس فعل ملعون کے بدترین فسق وفجور قریب بکفر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہر حال اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اسے امام کرے گا گنہگار ہوگا مسلمان اس فاسق بددین کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اُسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جُدا کریں اور جبکہ امام معین یعنی زید اور عامہ اہل مسجد انھیں کے ساتھ ہیں تو جماعت اولی انھیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اس کے اسلام میں شک ہے تو انھیں درجہ اولی جائز ہے وہ جس وقت امامت کررہا ہو اُسی وقت مسجد میں یہ اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہئے فوراً نیت توڑ کر اس میں مل آلیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انھیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یوں ہی آج تک جتنی نمازیں لوگوں نے دانستہ خواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں، اور اگر مسلمان نہ اُسے امامت سے دفع کرسکتے ہیں نہ اُس مسجد میں اپنی جماعت اس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کرسکتے ہیں تو انھیں روا ہے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں دوسری مسجد میں جاکر شریک جماعت ہوں۔

مراقی الفلاح میں ہے: کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا۔ فاسق کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ اہتمامِ دین نہیں کرتا پس شرعاً اس کی اہانت ضروری ہے تو امامت میں مقدم کرکے اس کی تعظیم نہ کی جائے اور جب اسے امامت سے روکنا متعذر ہو تو جمعہ وغیرہ کے لئے آدمی کسی دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵)

غنیہ میں ہے: فی فتاوی الحجۃ اشارۃ الی انھم لو قدموا فاسقا یاثمون ۲؎ اھ ملخصا۔ فتاوی الحجہ میں ہے اس سے اشارہ ہے کہ لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو تمام گنہ گار ہوں گے۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳)

ردالمحتار میں ہے: بقی لو کان مقتدیا بمن یکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لا کراھۃ فیہ ھل یقطع ویقتدی بہ استظھر ط ان الاول لو فاسقا لا یقطع ولو مخالفا وشک فی مراعاتہ یقطع اقول والاظھر العکس لان الثانی کراھتہ تنزیھیۃ کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق فانہ استظھر فی شرح المنیۃ انھا تحریمیۃ لقولھم ان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علینا اھانتہ بل عند مالک وروایۃ عن احمد لاتصح الصلوۃ خلفہ ۳؎ اھ قلت والحکم فیما نحن فیہ ابین واظھر علی کلا الاستظھارین کما لا یخفی من حال ذلک الافسق الاطغی۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے اقتداء کی اس شخص کی جس کی اقتداء مکروہ تھی پھر ایسے شخص نے نماز شروع کی جس میں کراہت نہ تھی تو کیا نماز قطع کردے اور دوسرے کی اقتداء کرے؟ ط نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر اول فاسق ہو (یعنی مخالف نہ ہو) تو نماز قطع نہ کرے اور اگر وہ مخالف ہو

اور رعایت نماز میں شک ہو تو قطع کردے، میں کہتا ہوں مختار اس کا عکس ہے کیونکہ دوسری (یعنی مخالف کی) صورت میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ نابینا اور اعرابی کی امامت میں ہے بخلاف فاسق کے کہ اس کے بارے میں شرح منیہ میں ہے کہ محقق یہی ہے کہ اس کی امامت **مکروہ تحریمی** ہے کیونکہ فقہا کہتے ہیں کہ اس کو امام بنانے کی بنا پر اس کی تعظیم ہوگی حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے بلکہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں اھ قلت (میں کہتا ہوں) جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں دونوں مختار اقوال کے مطابق اس کا حکم نہایت ہی واضح ہے جیسا کہ اس بدتر فاسق اور بدتر بائی کے حال سے آشکارا ہے۔ (ردالمحتار، باب ادراک الفریضۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۵)

درمختار میں ہے: کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ (درمختار، باب صفۃ الصلوۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱)

بکر جیسا کہ اپنے دیگر اقوال و افعال مذکورہ سوال کے باعث خاطی و بزہ کار اور اس حیثیت کے سبب بدترین و ناپاک ترین اشرار، یوں ہی اس امامت میں بھی کہ بناراضی مقتدیان ہے مخالف شرع و گنہگار ہے۔

حدیث پاک میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثلثۃ لعنھم اللہ من تقدم قوما وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط ورجل سمع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح فلم یجب۔ رواہ الحاکم فی المستدرک۔ تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں، دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اس حالت میں کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہے، تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلوۃ و حی علی الفلاح سنے اور نماز کو حاضر نہ ہو۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، بحوالہ مستدرک الکبیرۃ السادسۃ والثمانون، دار الفکر بیروت، ۱/۲۳۹)

خصوصاً ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلاوجہ شرعی امام متعین کا منصب چھین کر جبراً لوگوں کی امامت کرے ائمہ دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا، ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں: الکبیرۃ السادسۃ والثمانون امامۃ الانسان لقوم وھم لہ کارھون، عد ھذا من الکبائر مع الجزم بہ وقع لبعض ائمتنا وکانہ نظر الی ما فی ھذہ الاحادیث وھو عجیب منہ، فان ذلک مکروہ نعم ان حملت تلک الاحادیث علی من تعدی علی وظیفۃ امام راتب فصلی فیھا قھرا علی صاحبھا وعلی المامومین امکن ان یقال حینئذ ان ذلک کبیرۃ لان غصب المناصب اولی بالکبیرۃ من غصب الاموال المصرح فیہ بانہ کبیرۃ اھ ملخصا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔ چھیاسیواں کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی کا ان لوگوں کی امامت کروانا جو اسے پسند نہ کرتے ہوں اس عمل کو ہمارے بعض ائمہ نے بالجزم کبائر میں شمار کیا ہے، شاید انہوں نے یہ اُن احادیث کی روشنی میں کیا ہو لیکن یہ عجیب ہے کیونکہ یہ عمل مکروہ ہے البتہ ایک صورت ایسی ہے جب ان احادیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے جس نے مقرر امام پر زیادتی کی اور اس پر مقتدیوں پر جبراً اپنی امامت کو مسلط کیا تو اس وقت کہا جا سکتا ہے کہ یہ عمل کبیرہ گناہ ہے کیونکہ مناصب کا غصب کرنا بطریق اولیٰ کبیرہ ہے اس غصب سے جو مال کا ہو جس کے کبیرہ ہونے پر تصریح موجود ہے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ السادسۃ والثمانون، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱/۲۴۰)

فاسق امام کے پیچھے نماز سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اگر تو یہ امام اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کر چکا ہے، اور اس کی حالت سدھر چکی ہے تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں، اور اس کی

پیچھے نماز ادا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اور نہ ہی کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے اس گناہ کی عار دلائے جس سے وہ توبہ کر چکا ہے، اور نہ ہی سزا دے سکتا ہے۔
اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے الزمر (53). یعنی جو شخص توبہ کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے کسی کے گناہ نہ ہوں"

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (4250)

اور اگر وہ ابھی تک اس عظیم برائی پر قائم ہے، تو اسے وعظ ونصیحت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا خوف دلانا ضروری ہے، اگر پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتا تو اسے امامت سے ہٹانے کی کوشش کر کے اس کی جگہ دینی طور پر مستقیم شخص کو امام بنایا جائے، جو تقوی کی خصلتوں سے مالا مال ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قبلہ رخ تھوکنے والے شخص کو امامت سے ہٹا دیا، اور اسے منع کر دیا کہ اپنی قوم کو نماز مت پڑھائے اور اسے فرمایا: "یقیناً تو نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت سے دوچار کیا ہے" (سنن ابوداود حدیث نمبر (481)

تو پھر اس عظیم برائی کے مرتکب شخص کو کیسے امام بنایا جا سکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو امامت سے ہٹائے جانے کا زیادہ حقدار ہے، اور اس لائق ہے کہ اسے منصب سے دور کر دیا جائے!!

اور اس لیے بھی کہ اسے امام بنانے میں اس کی تعظیم اور عزت ہوگی اور فاسق شخص اس تعظیم کا اہل نہیں۔

اور پھر غالب طور پر لوگ امام کی اقتدا کرتے اور اس سے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اس کی ارشاد وراہنمائی قبول کرتے ہیں، اس لیے امام جتنا عادل اور دین والا شخص ہوگا اتنا ہی لوگوں کے لیے فائدہ مند ہوگا، اور لوگ اس کی بات بھی اتنی ہی زیادہ تسلیم کریں گے۔

جبکہ فاسق شخص کی بات لوگ قبول ہی نہیں کرتے، بلکہ ہو سکتا ہے وہ شخص تو بعض لوگوں کے لیے فتنہ کا باعث بن جائے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

رہا مسئلہ فاسق کے پیچھے نماز کی ادائیگی صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے، جمہور علماء کرام کے مطابق اس کے پیچھے کراہیت کے ساتھ نماز کی ادائیگی صحیح ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ "المجموع" میں کہتے ہیں۔ صحیح بخاری اور دوسری کتب میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز ادا کرنا ثابت ہے، اور بہت سی صحیح احادیث فاسق اور ظالم اماموں کے پیچھے نماز کی ادائیگی صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ہمارے اصحاب کا کہنا ہے: فاسق کے پیچھے نماز ادا کرنا صحیح ہے حرام نہیں، لیکن مکروہ ہے، اسی طرح اس بدعتی کے پیچھے جو اپنی بدعت کی وجہ سے کافر نہ ہوتا ہو نماز ادا کرنا صحیح ہے، لیکن اگر وہ بدعت کفریہ ہو تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سب کفار کی طرح اس کے پیچھے بھی نماز ادا کرنا صحیح نہیں۔

اور المختصر میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر نماز ادا کر لے تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔ (المجموع للنووی (4/151)

چنانچہ اگر ایک ہی مسلک والے دو شخص ہوں تو ان میں سے جو شخص بھی کتاب وسنت کا زیادہ عالم ہو تو یہ متعین ہے کہ دوسرا شخص زیادہ علم رکھنے والے کو امامت کے لیے مقدم کرے، اور اگر ان میں سے کوئی ایک فاجر ہو، مثلاً وہ جھوٹ و کذب اور خیانت وغیرہ دوسرے فسق کے اسباب میں معروف ہو، اور دوسرا شخص مومن اور متقی ہو تو یہ دوسرا شخص امامت کا اہل ہونے کی صورت میں امامت کا زیادہ حقدار ہے۔

اور اگر پہلا شخص زیادہ حافظ وقاری اور عالم ہو تو بعض علماء کرام کے ہاں فاسق کے پیچھے نماز ادا کرنا حرام اور منع ہے، اور بعض کے نزدیک یہ نہی تنزیہ ہے۔ اور نیک وصالح شخص کو امامت بنانا ممکن ہونے کی صورت میں فاسق شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔

اور ایک جگہ پر اس طرح کہتے ہیں۔

اگر کسی بہتر اور نیک وصالح شخص کو امام بنانا ممکن ہو تو نشہ کرنے اور چرس اور افیم کھانے والے، یا پھر حرام کام کے مرتکب شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔

اور فاسق امام کے پیچھے نماز کی ادائیگی میں کراہت پر سب آئمہ کا اتفاق ہے، لیکن نماز صحیح ہونے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ نماز صحیح نہیں، جیسا کہ امام مالک، اور امام احمد کی ایک روایت ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ: بلکہ نماز صحیح ہے، جیسا کہ ابوحنیفہ، شافعی کا قول، اور امام مالک اور امام احمد کی ایک روایت ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اسے امام نہیں بنانا چاہیے۔ (مجموع الفتاوی (23/375)

فاسق کی امامت امت میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوبکر جصاص حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

اس آیت ''لاینال عھدی الظلمین''۔ (البقرہ: ۱۲۴) سے ثابت ہوتا ہے کہ فاسق کا نبی ہونا جائز ہے نبی کا خلیفہ ہونا جائز ہے' نہ قاضی نہ مفتی' نہ حدیث کی روایت کرنا' نہ کسی معاملہ میں شہادت دینا' اور اس کے لیے ہر وہ منصب نا جائز ہے جس کی رو سے دوسروں پر اس کی کوئی چیز لازم ہو اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ نماز کے ائمہ نیک اور صالح ہونے چاہئیں نہ کہ فاسق اور ظالم' کیونکہ اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امور دین میں امامت کے منصب کے لیے عادل اور صالح ہونا ضروری ہے،

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے مذہب میں فاسق کا امام اور خلیفہ ہونا جائز ہے اور یہ کہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک فاسق حاکم اور قاضی تو نہیں بن سکتا' امام اور خلیفہ ہو سکتا ہے' متکلمین میں سے زرقان نے اس کو ذکر کیا اور یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے' امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک خلیفہ اور قاضی دونوں کے لیے عادل اور صالح ہونا شرط ہے اور فاسق کے لیے دونوں منصب جائز نہیں ہیں' امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف اس چیز کی نسبت کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوگی حالانکہ بنوامیہ کے ایام میں ابن ھبیرہ نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو قضاء کے عہدہ کے لیے مجبور کیا لیکن آپ نے اس منصب کو قبول نہیں کیا' اس نے آپ کو قید کر لیا اور وہ ہر روز آپ کو کوڑے مارتا تھا لیکن آپ نے اس کو قبول نہیں کیا' حتیٰ کہ جب

آپ کی جان کا خوف ہوا تو فقہاء نے یہ کہا: آپ اس کا کوئی اور کام قبول کرلیں تو آپ نے گھاس کے گٹھوں کا گننا قبول کرلیا' تب اس نے آپ کو رہا کیا' پھر بنو عباس کے دور میں خلیفہ منصور نے آپ کو قضا کے عہدہ کو قبول کرنے کا حکم دیا' آپ نے پھر انکار کیا' اس نے بھی آپ کو قید کرلیا' حتیٰ کہ آپ نے مضافات شہر سے بغداد میں آنے والی اینٹوں کے گننے کو قبول کرلیا' ظالم اور فاسق ائمہ کے متعلق امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا مذہب مشہور تھا' زید بن علی امامت کے مدعی تھے اور وہ اس منصب کے لیے موزوں تھے' امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) ان کی مالی امداد کرتے تھے اور ان کی نصرت کرنے اور ان کی حمایت میں قتال کرنے کا خفیہ طور پر فتویٰ دیتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادوں محمد اور ابراہیم کی بھی انہوں نے تائید کی' امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ جب قاضی فی نفسہ عادل اور صالح ہو تو اس کا ظالم امام کی طرف سے منصب قضا کو قبول کرنا جائز ہے' یہ صحیح مذہب ہے لیکن اس سے لازم نہیں آتا کہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) فاسق کی امامت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ جب قاضی خود صالح ہوگا اور اس کو اقتدار حاصل ہوگا تو وہ احکام شرعیہ کو نافذ کر سکے گا۔ (احکام القرآن ج۱ ص۷۱۔۶۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ جصاص کے ذکر کردہ قاعدہ سے تو یہ لازم آتا ہے کہ امام اعظم قضاء کے عہدہ کو قبول کر لیتے۔

علامہ ابن ہمام حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد ہو' نیک ہو' قادر ہو' صاحب رائے ہو اور بہادر ہو تاکہ قصاص لینے میں' حدود قائم کرنے میں میدان جنگ میں اور لشکر تیار کرنے میں بزدلی نہ کرے اور وہ قریشی ہو' اور اس کا ہاشمی ہونا اور معصوم ہونا شرط نہیں ہے' بعض علماء نے یہ شرط بھی لگائی کہ وہ اصول دین اور فروع میں اجتہاد کر سکتا ہو اور بعض کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے' اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک امامت کی صحت کے لیے عدالت (نیک ہونا اور فاسق نہ ہونا) شرط نہیں ہے' اس لیے فاسق کو بھی امام بنانا جائز ہے لیکن یہ مکروہ ہے' اور جب نیک شخص کو امام بنایا جائے اور وہ بعد میں فاسق ہو جائے تو وہ معزول نہیں ہوگا لیکن وہ معزول کیے جانے کا مستحق ہوگا' بہ شرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو' اس کو نیکی کی دعوت دی جائے اور اس کے خلاف خروج کرنا واجب نہیں ہے' اسی طرح فقہاء احناف نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے نقل کیا ہے اور تمام ائمہ احناف نے بالاتفاق اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بعض بنو امیہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور ان کے دیئے ہوئے عہدے قبول کیے ہیں لیکن اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ بنو امیہ امام نہ تھے بلکہ ملوک تھے' بلکہ ملوک تھے' انہوں نے غلبہ سے ملک پر قبضہ کرلیا تھا' اور متغلب کے دیئے ہوئے عہدوں کو ضرورت کی بناء پر قبول کرنا جائز ہے' اور کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ نیک ہو (کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر امام کے ماتحت تم پر جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار' اور گناہ کبیرہ کرتا ہو) (سنن ابوداؤد ج۱ ص ۳۴۳' مسامرہ ص ۲۹۲) (المسایرہ مع المسامرہ ج۱ ص ۲۹۲۔۲۸۶' مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ' مکران) علامہ ابن ہمام نے امام کے متعلق جو نیک ہونے کی شرط لگائی ہے اس کے متعلق علامہ کمال بن ابی شریف لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے امام کے لیے ورع (نیک) کی شرط لگانے میں حجۃ الاسلام امام غزالی (شافعی) کی اتباع کی ہے اور اس سے مقصود فاسق سے احتراز کرنا ہے کیونکہ وہ بسا اوقات خواہش نفس کی پیروی میں بیت المال کا غلط استعمال کرے گا اور مسلمانوں

کے حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ (المسامرہ ج۱ ص ۲۸۷ 'مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ' مکران)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام کے لیے یہ شرائط ہیں: مرد ہو' عاقل بالغ ہو' قادر ہو' قرشی ہو' ہاشمی' علوی یا معصوم ہونے کی شرط نہیں ہے' فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے' اگر فتنہ نہ ہو تو وہ فسق کی وجہ سے معزول کر دیا جائے گا اور اس کو نیکی کی دعوت دینا واجب ہے اور جو طاقت سے غلبہ حاصل کر لے اس کی سلطنت صحیح ہے۔ (ردالمحتار ج۱ ص ۳۶۹۔۳۶۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ حصکفی نے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام کے لیے عدالت (نیک ہونے) کی شرط نہیں ہے اور علامہ ابن ہمام نے "مسائرہ" میں امام غزالی کی اتباع میں عدالت کی شرط لگائی ہے۔ (ردالمحتار ج۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ فاسق امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا' ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ظالم سے مراد کافر ہے' یعنی کافر مسلمانوں کا امام نہیں بن سکتا۔

(مدارک التنزیل علی حامش الخازن ج۱ ص ۸۷ 'مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور)

علامہ نسفی حنفی کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ احناف کے نزدیک فاسق امام بن سکتا ہے' علامہ ابن ہمام' علامہ حصکفی علامہ شامی اور صاحب فتاویٰ تاتارخانیہ نے بھی یہی لکھا ہے اور اس مذہب کو امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف منسوب کیا ہے' اس کے برعکس علامہ ابوبکر جصاص نے یہ لکھا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے' امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک فاسق کی امامت جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اہل بیت میں سے امامت کا دعویٰ کرنے والوں کی خفیہ طور پر مدد کی اور ابن ہبیرہ اور خلیفہ منصور نے ان کو قضا کی جو پیش کش کی تھی اس کو قبول نہیں کیا' واللہ تعالیٰ اعلم۔

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ مالکیہ کا نظریہ

جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو (گناہ صغیرہ پر اصرار بھی گناہ کبیرہ ہے مثلاً بغیر ندامت' اور توبہ کے مسلسل ڈاڑھی منڈانا) مثلاً شراب پینا' قتل کرنا' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور دیگر فرائض کو ترک کرنا' فرائض قطعیہ کا ترک اور حرام قطعی کا ارتکاب فسق قطعی ہے اور ڈاڑھی منڈانا فسق ظنی ہے۔

فاسق کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کے مختلف اقوال ہیں: علامہ خلیل مالکی نے لکھا ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز باطل ہے۔ (مختصر خلیل مع الخرشی ج۲ ص ۲۲ 'مطبوعہ دارصادر' بیروت)

علامہ خرشی مالکی نے لکھا ہے کہ معتمد قول یہ ہے کہ فاسق کی امامت صحیح اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(الخرشی علی مختصر خلیل ج۲ ص ۲۳ 'مطبوعہ دارصادر' بیروت)

علامہ عدوی مالکی نے لکھا ہے کہ فاسق کی اقتداء حرام ہے۔ (الخرشی مختصر خلیل مع ج۲ ص ۲۲ 'مطبوعہ دارصادر' بیروت)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ حنبلیہ کا نظریہ:

فقہاء حنبلیہ کا مذہب یہ ہے کہ فاسق کی امامت ناجائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ اس کی امامت جائز ہے۔

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

فاسق کی امامت جائز نہیں ہے اور یہی مذہب ہے خواہ اس کا فسق از روئے اعتقاد ہو یا از روئے افعال' اکثر اصحاب اور مشائخ کا یہی مختار ہے' زرکشی نے کہا: یہی مشہور ہے' ابن ابی موسیٰ' قاضی شیرازی اور ایک جماعت کا یہی مختار ہے' مسبوک الذہب ... اور مجمع البحرین میں ... ہے کہ صحیح روایت کے مطابق فاسق کی امامت جائز نہیں' ابن عقیل وغیرہ نے "التذکرہ" میں اسی پر اعتماد کیا ہے' "وجیز" میں لکھا ہے کہ فاسق کی امامت جائز نہیں' "الفروع" اور "المستوعب" وغیرھما میں اسی قول کو مقدم کیا ہے' شیخ تقی الدین نے کہا ہے کہ صاحب ھوا (بدمذہب) بدعتی اور فاسق کے پیچھے قدرت کے باوجود نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ فاسق کی امامت جائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ نفل میں جائز ہے البتہ جو از روئے اعتقاد کے فاسق ہو اس کی اقتداء کسی حال میں جائز نہیں' اور مذہب مختار کے مطابق جو شخص فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھے اس کو دہرانا لازم ہے' خواہ اس کو نماز کے وقت اس کے فسق کا علم ہو یا بعد میں پتا چلے خواہ اس کا فسق ظاہر ہو یا نہ' یہی صحیح مذہب ہے۔

(الانصاف ج ۲ ص ۲۵۳۔۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۷۶ھ)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' اور جس کی بدعت کفر کی حد تک نہیں پہنچی اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے اور جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہے اس کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے' صاحب "الافصاح" نے کہا: جو شخص خلق قرآن کا قائل ہو یا جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرے وہ کافر ہے' امام ابو حامد اور ان کے متابعین کا یہی مذہب ہے اور معتزلہ کی تکفیر کی جاتی ہے اور خوارج کی تکفیر نہیں کی جاتی' اور ہمارے بہت سے اصحاب اہل بدعت کی اقتداء میں جواز نماز کے قائل ہیں اور ان کی تکفیر نہیں کرتے' صاحب "العدۃ" نے کہا: امام شافعی کا ظاہر مذہب یہی ہے۔

(علامہ نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ صاحب "العدۃ" کا قول ہی صحیح اور صواب ہے' کیونکہ امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: میں خطابیہ کے سوا تمام اہل اھواء کی شہادت کو قبول کرتا ہوں' کیونکہ خطابیہ اپنی موافقت میں جھوٹی گواہی کو جائز کہتے ہیں' اور تمام سلف اور خلف معتزلہ وغیرہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں اور ان کے ساتھ مناکحت' میراث اور مسلمانوں کے تمام معاملات کرتے رہے ہیں اور ہمارے جن علماء اور محققین نے معتزلہ کی تکفیر کی ہے اس تکفیر کی حافظ ابوبکر بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ تاویل کی ہے کہ کفر' کفران نعمت کے معنی میں ہے' ملت اسلامیہ سے خروج کے معنی میں نہیں ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۴۶۰۔۴۵۹' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابو العباس رملی شافعی لکھتے ہیں:

آزاد فاسق کی بہ نسبت نیک غلام کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ امام حاکم نے روایت کیا ہے اگر تم کو یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو تم میں بہتر لوگ تمہاری امامت کریں اور فاسق کی امامت صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عمر حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: اس کا فاسق ہونا کافی ہے اور فاسق کی اقتداء اور جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (نہایۃ المحتاج ج ۲ ص ۱۸۰۔۱۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ شبراملسی قاہری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اگر فاسق اور بدعتی کے سوا جماعت نہ مل سکے تو پھر اس کی اقتداء مکروہ نہیں ہے فاسق کا از خود امام بننا مکروہ ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ جہاں نیک لوگ ہوں وہاں لوگ اس کی اقتداء کریں تو ان کی اقتداء مکروہ نہیں ہے فاسق کی امامت مکروہ ہے (الی قولہ) خلاصہ یہ ہے کہ حرمت یا کراہت فاسق کے حق میں ہے اور جو مقتدی فاسق کو مکروہ جانتے ہوں ان کا اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (حاشیہ ابی الضیاء علی نہایۃ المحتاج ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ احناف کا نظریہ

فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

جو شخص از روئے عمل کے فاسق ہو مثلاً زانی اور شرابی ہو تو ابن الحبیب نے یہ زعم کیا کہ جس نے شرابی کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ ہمیشہ نماز دہرائے الا یہ کہ وہ امام حاکم ہو اور ایک روایت میں ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۳۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں:

فاسق کو جب امامت سے ہٹانا مشکل ہو تو جمعہ اس کے پیچھے پڑھ لے اور جمعہ کے علاوہ نمازیں کسی اور مسجد میں پڑھے۔

(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

فاسق عالم کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ وہ احکام دین کا اہتمام نہیں کرتا اس لیے اس کی اہانت شرعاً واجب ہے لہٰذا اس کو امام بنا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے اور اگر اس کو امامت سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اور باقی نمازوں کے لیے کسی اور مسجد میں جائے اور اگر صرف جمعہ پڑھاتا ہو تو اس کی اقتداء میں پڑھ لے۔ (مراقی الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی امامت اور اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔

(حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ)

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں:

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو گنہ گار ہوں گے کیونکہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔
(غنیۃ المستملی ص ۴۷۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

علامہ ابن بزاز کردری لکھتے ہیں:
جو شخص سود خوری معروف ہو اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' فاسق جمعہ پڑھاتا ہو اور اس کو منع کرنا دشوار ہو تو بعض علماء نے کہا:
اس کی اقتداء میں جمعہ پڑھ لے اور اس کی امامت میں جمعہ کو ترک نہ کرے۔
(فتاویٰ بزازیہ علی هامش الهندیہ ج ۴ ص ۵۵ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)
ان علماء کے علاوہ دوسرے فقہاء احناف نے فاسق کی اقتداء میں نماز کو کراہت کے ساتھ جائز لکھا ہے یعنی یہ
کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہت تحریمی جواز کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔
شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:
امام محمد فرماتے ہیں: نابینا' دیہاتی'' غلام' ولد زنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کی امامت میرے
نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے (الی قولہ) اس کے بعد علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ فاسق کو امامت کے لیے مقدم کرنا جائز
ہے اور مکروہ (تنزیہی) ہے' امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ وہ احکام دین کا اہتمام نہیں
کرتا اور اس کی شہادت مردود ہوتی ہے ہماری دلیل مکحول کی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر امیر کے ساتھ جہاد
واجب ہے اور ہر امام کے پیچھے واجب ہے اور ہر میت کے اوپر نماز واجب ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیک اور بد کے
پیچھے نماز پڑھو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۳) (المبسوط ج ۱ ص ۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)
علامہ مرغینانی صاحب ''ہدایہ'' نے بھی فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے اور اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔
(ہدایہ اولین ص ۱۲۲ مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:
اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیث مکحول سے مروی ہے اور ان کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ اس کا
جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے' اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث
متعدد سندوں سے مروی ہے اور اس کی ہر سند میں ضعیف راوی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ جو حدیث متعدد ضعیف طریقوں سے مروی
ہو وہ محققین کے نزدیک درجہ ''حسن'' کو پہنچ جاتی ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)
مصنف یہ کہتا ہے کہ اس مسئلہ میں حدیث متصل بھی موجود ہے۔
امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
عدی بن خیار بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے جب باغیوں نے ان کا محاصرہ کیا ہوا
تھا' عدی نے کہا: آپ عام مسلمانوں کے امام ہیں اور آپ پر وہ افتاد پڑی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں' اب ہمیں فتنہ کرنے والا
(باغی) امام نماز پڑھاتا ہے اور ہم اس میں گناہ سمجھتے ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز لوگوں کے اعمال میں سے اچھا

عمل ہے جب لوگ اچھا کام کریں تو تم ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے اجتناب کرو۔
(صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے ان کے پیچھے نماز پڑھ لینا جماعت کو ترک کرنے سے اولیٰ ہے (الی قولہ) اور ''محیط'' میں لکھا ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو جماعت کا ثواب مل جائے گا' البتہ متقی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا' اور ''مبسوط'' میں ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ (تنزیہی) ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۳۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

حدیث مکحول بیان کرنے کے بعد علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

(اور فاسق کی اقتداء میں نماز کا جواز اس لیے ہے کہ) صحابہ اور تابعین حجاج کی اقتداء میں جمعہ اور دوسری نمازیں پڑھنے سے احتراز نہیں کرتے تھے حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق شخص تھا' حسن نے کہا: اگر ہر امت اپنے اپنے خبیثوں کو لے کر آئے اور ہم صرف حجاج کو لے کر آئیں تو ہم غالب رہیں گے (اور فاسق کی اقتداء میں) کراہت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے گریز کریں گے' امام ابویوسف نے ''امالی'' میں کہا: میرے نزدیک امام کا صاحب بدعت ہونا اس لیے مکروہ ہے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے متنفر ہوں گے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۴۰۔ ۴۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت)

علامہ قاضی خاں اوزجندی حنفی فرماتے ہیں:

جہمیہ' قدریہ اور غالی رافضی کے سوا باقی لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز اور مکروہ (تنزیہی) ہے' اسی طرح اس شخص کی اقتداء بھی جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو اور فاسق معلن ہو' یہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام ابویوسف (رحمۃ اللہ علیہ) سے مروی ہے' اور جب کوئی شخص فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔
(فتاویٰ قاضی خاں علی هامش الہندیہ ج ۱ ص ۹۲۔ ۹۱ مطبوعہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

''محیط'' میں لکھا ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا' اھ)۔

''محیط'' کی عبارت میں بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو اور اس تفصیل کے ساتھ تمام اہل اہواء کی اقتداء میں نماز جائز ہے' البتہ جہمیہ' قدریہ' غالی روافض' خلق قرآن کے قائلین' خطابیہ اور مشبہہ کے پیچھے نماز جائز نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص ہمارے قبلہ والا ہو اور غلو نہ کرتا ہو اور اس کی تکفیر نہ کی گئی ہو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے' البتہ عذاب قبر' شفاعت' رویت باری اور کراماً کاتبین کے منکروں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق کی

اقتداء میں نماز پڑھنا بہر حال بہتر ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کتب فتاوی سے نقل کر چکے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا امام بنا اوران کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ کسی اور کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو فبہا ورنہ تنہا نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولی ہے اوران کی اقتداء میں نماز پڑھنا اس وقت مکروہ ہے جب دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔(البحرالرائق ج۱ص ۳۴۹ مطبوعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ)

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

غلام اعرابی فاسق اور نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔(درمختار علی هامش ردالمحتار ج۱ص ۳۷۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی مکروہ تنزیہی کی وجہ میں لکھتے ہیں:

کیونکہ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کے غیر کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے پھر فرمایا: ان کا امام بننا اوران کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو افضل ہے ورنہ اکیلے نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔(ردالمحتار ج۱ص ۳۷۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ طحطاوی نے بھی ''درمختار'' کی شرح میں کراہت تنزیہی کی یہی وجہ ہے اور یہی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے کی بہ نسبت فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا اولی ہے۔(حاشیہ الطحطاوی علی الدرج۱ص ۲۴۲ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری لکھتے ہیں:

بدعتی خواہ فاسد تاویل کرتا ہو اگر اس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو تو اس کی اقتداء میں نماز کراہت (تنزیہی) کے ساتھ جائز ہے (الی قولہ) ''منتقی'' میں مذکور ہے: امام محمد سے شارب خمر کی اقتداء کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے اوراس میں کراہت (تحریمی) نہیں ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔(فتاوی تاتارخانیہ ج۱ص ۶۰۲-۶۰۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۱ھ)

علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی لکھتے ہیں: فاسق کی اقتداء میں نماز کراہت (تنزیہی) کے ساتھ جائز ہے۔

(الاختیار ج۱ص ۶۸ مطبوعہ دارفراس للنشر والتوزیع مصر)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی لکھتے: اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن ایسا ثواب نہیں ملے گا جو متقی کے پیچھے نماز پڑھنے سے ملتا ہے۔(جامع الرموز ج۱ص ۱۰ مطبوعہ نولکشور لکھنو)

علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

اعرابی فاسق نابینا اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔(خلاصۃ الفتاوی ج۱ص ۷۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے (الی قولہ) ''منتقی'' میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے اہل سنت و جماعت کے مذہب کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: تم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت دو حضرت عثمان اور حضرت علی سے محبت رکھو موزوں پر مسح کو جائز سمجھو اور ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو (کیونکہ معتزلہ فاسق کی امامت کے قائل نہیں

ہیں) شرح فقہ اکبر ص ۷۶ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

اگر غیر فاسق موجود ہو تو فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے (بحر) اور "النہر" میں لکھا ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ (فتح المعین علی ملا مسکین ج ۱ ص ۲۰۸-۲۰۷)

بَابُ إِمَامَةِ الْأَعْمَى

باب: نابینا کی امامت

595 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ أَعْمَى

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے (مدینہ منورہ کا) نگران مقرر کیا، وہ لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے، وہ نابینا تھے۔

شرح

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نابینے کی امامت بلاکراہت جائز ہے اس سلسلے میں حنفی مسلک میں یہ فقہی روایتیں بھی وارد ہیں کہ اگر نابینا قوم کا سردار ہو تو اس کی امامت جائز ہے بلکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر نابینا بہت زیادہ علم کا حامل ہو تو امامت کے سلسلے میں وہ اولیٰ ہے۔ (شرح کنز، اشباہ والنظائر)

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القرأت صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے، اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بدمذہب یا فاسق معلن ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے، اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابل امامت ہی نہیں۔

دُرمختار میں ہے۔ یکرہ تنزیھا امامۃ اعمٰی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولیٰ۔ نابینے شخص کی امامت مکروہ تنزیہی ہے البتہ اس صورت میں اس کی امامت اولیٰ ہوگی جب وہ دوسروں سے زیادہ صاحب علم ہو۔ (درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

جماعت کے واجب یا سنت ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان

اس بارے میں علماء کے ہاں اختلاف ہے کہ آیا جماعت سنت ہے یا واجب اور یا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ چنانچہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جماعت فرض عین ہے الا کسی عذر کی وجہ سے، یہ قول امام احمد بن حنبل، داؤد، عطاء اور ابوثور رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے بعض علماء کا قول یہ ہے کہ جو کوئی نماز کے لیے اذان سنے اور مسجد میں حاضر نہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں، حضرت امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت فرض کفایہ ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے متبعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ جماعت سنت موکدہ واجب کے قریب ہے لیکن فقہ کی کتابوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت کے بارے میں حنفی فقہاء کے دو قول ہیں بعض کتابوں میں جماعت کو واجب لکھا گیا ہے اور بعض میں سنت موکدہ اور وجوب ہی کا قول راجح اور اکثر محققین حنفیہ کا مسلک بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ مشہور محقق حضرت ابن ہمام لکھتے ہیں کہ ہمارے اکثر مشائخ کا مسلک یہی ہے کہ جماعت واجب ہے لیکن اس کو سنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ جماعت کا ثبوت سنت یعنی حدیث سے ہے نہ یہ کہ خود جماعت سنت ہے جیسا کہ نماز عیدین، وہ واجب ہے مگر اسے سنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا ثبوت حدیث سے ہے۔

شرف علم کی بنیاد پر امامت کا حقدار ہونا

سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ شخص کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ اگر قرآن میں برابر ہوں تو جو سنت زیادہ جانتا ہو اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو اسلام پہلے لایا ہو اور کسی کی حکومت کی جگہ میں جا کر اس کی امامت نہ کرے (یعنی مقرر شدہ امام کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے) اور نہ اس کے گھر میں اس کی مسند پر بیٹھے مگر اس کی اجازت سے۔

شرف قرأت کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا

سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ شخص کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ اگر قرآن میں برابر ہوں تو جو سنت زیادہ جانتا ہو اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو اسلام پہلے لایا ہو اور کسی کی حکومت کی جگہ میں جا کر اس کی امامت نہ کرے (یعنی مقرر شدہ امام کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے) اور نہ اس کے گھر میں اس کی مسند پر بیٹھے مگر اس کی اجازت سے۔

شرف تقویٰ کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا۔

شرف عمر کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي، فَلَمَّا أَرَدْنَا الِانْصِرَافَ، قَالَ لَنَا: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا، وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا. (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۹۷۹)

حضرت مالک ابن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے چچا کے صاحبزادے (ہم دونوں) سرور کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ، جب تم سفر میں جاؤ تو (نماز کے لیے) اذان و تکبیر کہا کرو اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔ (صحیح البخاری) (ابن ماجہ رقم الحدیث، ۹۷۹)

غالباً یہ دونوں حضرات علم وورع میں ہم پلہ ہوں گے اس لیے آپ ﷺ نے امام بننے کا حقدار اسے قرار دیا جو عمر میں بڑا ہو، یا پھر اکبر (یعنی بڑے) سے مراد افضل ہے کہ دونوں میں سے جو افضل ہو وہ امامت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضلیت کی شرط

اذان میں نہیں ہے، تاہم چاہیے یہی کہ اذان وہ آدمی دے جو اقامت نماز کا علم رکھتا ہو، نیک اور دیندار ہو، بلند آواز اور خوش گلو ہو اور اذان کے کلمات صحیح صحیح ادا کر سکتا ہو۔ (صحیح مسلم، ۲۱۶)

امامت کے زیادہ حقدار ہونے کا فقہی مفہوم

حضرت ابومسعود بن انصاری نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قول کی امامت ان میں بہترین قرآن پڑھنے والا کرے اگر قرات میں برابر ہوں تو جو سنت کے متعلق زیادہ علم رکھتا ہو اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو زیادہ عمر رسیدہ ہو وہ امامت کرے اور کسی کی اجازت کے بغیر اس کی امامت کی جگہ پر امامت نہ کی جائے اور کوئی شخص گھر والے کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر نہ بیٹھے محمود نے اپنی حدیث میں (أكْبَرُهُمْ سِنًّا) کی جگہ (أقْدَمُهُمْ سِنًّا) کے الفاظ کہے ہیں اور اس باب میں ابوسعید انس بن مالک مالک بن حویرث اور عمرو بن ابی سلمہ سے بھی روایات مروی ہیں ابوعیسی فرماتے ہیں حدیث ابومسعود حسن صحیح ہے۔

اور اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ جو قرات میں افضل اور سنت سے زیادہ واقفیت رکھتا ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر اس نے کسی اور کو امامت کی اجازت دے دی تو اس کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں اور بعض نے اسے مکروہ کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ گھر والے کا نماز پڑھنا سنت ہے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول کہ کوئی شخص آپ نے غلبہ کی جگہ پر ماموم نہ بنایا جائے اور نہ کوئی شخص کسی کے گھر میں اس کی باعزت جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے لیکن اگر کوئی اس کی اجازت دے تو مجھے امید ہے کہ یہ ان تمام باتوں کی اجازت ہوگی اور ان کے نزدیک صاحب خانہ کی اجازت سے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 227)

امامت کے زیادہ حقدار ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ فَأعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ میں سنت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں عہد صحابہ میں جو آدمی احادیث زیادہ جانتا تھا وہ بڑا فقیہ مانا جاتا تھا حضرت امام احمد اور امام ابو یوسف کا عمل اسی حدیث پر ہے، یعنی ان حضرات کے نزدیک امامت کے سلسلہ میں قاری عالم پر مقدم ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام محمد، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ زیادہ علم جاننے والا اور فقیہ امامت کے سلسلے میں بڑے قاری پر مقدم ہے کیونکہ علم قرأت کی ضرورت تو نماز کے صرف ایک ہی رکن میں (یعنی قرأت کے وقت ہوتی ہے، برخلاف اس کے کہ علم کی ضرورت نماز کے تمام ارکان میں پڑتی ہے۔

جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم پر سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا مقدم ہے اس کا جواب ان حضرات کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ قاری ہوتے تھے وہی سب سے زیادہ علم والے بھی ہوتے تھے کیونکہ وہ لوگ قرآن کریم مع احکام کے سیکھتے تھے اسی وجہ سے احادیث میں قاری کو عالم پر مقدم رکھا گیا ہے اور اب ہمارے زمانے میں چونکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اکثر قاری مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لیے ہم عالم کو قاری پر مقدم رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیق کو
لوگوں کو نماز پڑھوائی باوجود اس کے وہ قاری نہ تھے بلکہ سب سے زیادہ علم والے تھے حالانکہ اس وقت ان سے زیادہ اچھے
موجود قاری تھے۔ تقدیم ہجرت کے بارے میں ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کل ہجرت چونکہ منسوخ ہو گئی ہے اس لیے
اب یہاں حقیقی ہجرت کے بجائے معنوی ہجرت (یعنی گناہوں اور برائیوں سے ترک) کا اعتبار ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے علم اور
قرأت میں برابری کے بعد پرہیزگاری کو مقدم رکھا ہے یعنی اگر دو آدمی ایسے جمع ہوں جو عالم بھی ہوں اور قاری بھی ہوں تو ان
دونوں میں سے امامت کا مستحق وہ آدمی ہوگا جو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ پرہیزگاری کے وصف کا حامل ہوگا۔

اس حدیث میں امامت کے صرف اتنے ہی مراتب ذکر کئے گئے ہیں لیکن علماء نے کچھ اور مراتب ذکر کئے ہیں چنانچہ اگر عمر میں
بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو اگر اخلاق میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی
امامت کرے جو اچھے چہرے والا ہو یعنی خوبصورت ہو اگر خوبصورتی میں سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے عمدہ
لباس پہنے ہوئے ہو یا سب سے زیادہ شریف النسب ہو اگر تمام اوصاف میں سب برابر ہوں تو اس صورت میں بہتر شکل یہ ہے کہ
قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکل آئے وہ امامت کرے یا پھر قوم جسے چاہے اپنا امام مقرر کرے اور اس کے پیچھے نماز پڑھے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی سلطنت و علاقے میں امامت نہ کرے اسی طرح اس
جگہ بھی امامت نہ کرے جس کا مالک کوئی دوسرا آدمی ہو جیسا کہ دوسری روایت کے الفاظ فی اھلہ سے ثابت ہوا۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مقام پر حاکم وقت امامت کرتا ہے یا حاکم وقت کی جانب سے مقرر شدہ اس کا نائب جو امیر اور
خلیفہ کے ہی حکم میں ہوتا ہے امامت کے فرائض انجام دیتا ہے تو کسی دوسرے آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ سبقت کرکے
امامت کرے خاص طور پر عیدین اور جمعہ کی نماز میں تو یہ بالکل ہی مناسب نہیں ہے۔

اسی طرح جس مسجد میں امام مقرر ہو یا کسی مکان میں صاحب خانہ کی موجودگی میں مقررہ امام اور صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر
امامت کی طرف سبقت کرنا کسی دوسرے آدمی کا حق نہیں ہے کیونکہ اس طرح امور سلطنت میں انحطاط آپس میں بغض و عناد ترک
ملاقات، افتراق و اختلاف اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھلتا ہے اور جب کہ جماعت کی مشروعیت ہی انہیں غیر اخلاقی چیزوں کے سد باب
کے لیے ہوئی ہے چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ قابل تقلید ہے کہ وہ اپنے فضل و شرف اور علم و تقویٰ
کے باوجود حجاج بن یوسف جیسے ظالم و فاسق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

نابینا آدمی کی امامت میں جواز و کراہت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا کہ
وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور وہ نابینا تھے۔ (سنن ابو داؤد، ج ا ص ۸۸، دار الحدیث ملتان)

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نابینے کی امامت با کراہت جائز ہے اس سلسلے میں حنفی مسلک میں یہ فقہی روایتیں بھی

وارد ہیں کہ اگر نابینا قوم کا سردار ہو تو اس کی امامت جائز ہے بلکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر نابینا بہت زیادہ علم کا حامل ہو تو امامت کے سلسلے میں وہ اولیٰ ہے۔ (شرح کنز، اشباہ والنظائر)

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القرأت صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے، اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بدمذہب یا فاسق معلن ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے، اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابل امامت ہی نہیں۔

دُرمختار میں ہے: یکرہ تنزیھا امامۃ اعمی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولی اھ نابینے شخص کی امامت مکروہ تنزیہی ہے البتہ اس صورت میں اس کی امامت اولیٰ ہوگی جب وہ دوسروں سے زیادہ صاحب علم ہو۔ (درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

فاسق اگر امام بنادیا جائے تو امامت جائز ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے اوپر جہاد ہر سردار کے ہمراہ خواہ وہ نیک ہو یا بد واجب ہے اگر چہ وہ (سردار) گناہ کبیرہ کرتا ہو اور تم پر نماز ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے خواہ وہ (نماز پڑھانے والا) نیک ہو یا بد واجب ہے اگر چہ گناہ کبیرہ کرتا ہو اور نماز جنازہ ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ نیک ہو یا بد اگر چہ گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (ابوداؤد)

جہاد واجب ہے کا مطلب یہ ہے کہ بعض صورتوں میں تو جہاد فرض عین ہے اور بعض صورتوں میں فرض کفایہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے خواہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ اس کا فسق کفر کی حد تک نہ پہنچ چکا ہو فاسق کے پیچھے نماز ادا تو ہو جاتی ہے لیکن اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہر حال مکروہ ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ نیک بخت کی موجودگی میں فاسق کو امامت نہیں کرنی چاہیے۔ نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان پر جنازہ کی نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے۔

بَابُ إِمَامَةِ الزَّائِرِ

باب: ملاقاتی (مہمان) کی امامت

596- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا اَبَانُ، عَنْ بُدَيْلٍ. حَدَّثَنِي اَبُو عَطِيَّةَ. مَوْلًى مِنَّا. قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ حُوَيْرِثٍ. يَأْتِينَا إِلَى مُصَلَّانَا هٰذَا. فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَقُلْنَا لَهُ: تَقَدَّمْ فَصَلِّهْ. فَقَالَ لَنَا: قَدِّمُوا رَجُلًا مِنْكُمْ يُصَلِّيْ بِكُمْ. وَسَاُحَدِّثُكُمْ لِمَ لَا أُصَلِّيْ بِكُمْ. سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

596- المرفوع منه حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابى عطية مولى بنى عقيل، قال ابو حاتم: لا يعرف ولا يسمى، وقال ابن المدينى: لا يعرفونه، وباقى رجاله ثقات. ابان: هو ابن يزيد العطار، وبديل: هو ابن ميسرة العقيلى. واخرجه الترمذى (356)، والنسائى فى "الكبرى" (864) من طريق ابان العطار، بهذا الاسناد. ورواية النسائى مختصرة بالمرفوع منه وقال الترمذى: حديث حسن. وهو فى "مسند احمد" (15602) و (20531). ويشهد لمتنه حديث ابى مسعود البدرى السالف برقم (582).

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ، وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ

ابوعطیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت مالک بن حویرث ہماری اس جگہ تشریف لائے جہاں ہم نماز ادا کرتے تھے۔ نماز کے لئے اقامت کہی گئی ہم نے ان سے گزارش کی کہ آپ آگے آئیں اور نماز پڑھائیں۔ انہوں نے ہم سے فرمایا تم اپنے میں سے کسی کو آگے کر دو وہ تمہیں نماز پڑھا دے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں تمہیں کیوں نماز نہیں پڑھا رہا؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص لوگوں سے ملنے کے لئے جائے وہ ان کی امامت نہ کرے ان کی امامت ان میں سے ہی کوئی فرد کرے''۔

بَابُ الْإِمَامِ يَقُوْمُ مَكَانًا اَرْفَعَ مِنْ مَكَانِ الْقَوْمِ

باب: امام کا لوگوں کی جگہ سے بلند جگہ پر کھڑے ہونا

597 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، وَاَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ الرَّازِيُّ الْمَعْنٰى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْلٰى، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ هَمَّامٍ، اَنَّ حُذَيْفَةَ، اَمَّ بِالْمَدَائِنِ عَلٰى دُكَّانٍ، فَاَخَذَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ، بِقَمِيْصِهِ فَجَبَذَهُ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُنْهَوْنَ عَنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: بَلٰى، قَدْ ذَكَرْتُ حِيْنَ مَدَدْتَنِيْ

ہمام بیان کرتے ہیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن میں ایک چبوترے پر لوگوں کی امامت شروع کی تو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی قمیص پکڑ کر انہیں کھینچ لیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ کو یہ بات پتہ نہیں ہے کہ ایسا کرنے سے منع کیا جاتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! جب آپ نے مجھے کھینچا تو مجھے یہ بات یاد آ گئی۔

598 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ خَالِدٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ، اَنَّهُ كَانَ مَعَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ بِالْمَدَائِنِ فَاُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَتَقَدَّمَ عَمَّارٌ وَقَامَ عَلٰى دُكَّانٍ يُصَلِّيْ وَالنَّاسُ اَسْفَلَ مِنْهُ، فَتَقَدَّمَ حُذَيْفَةُ فَاَخَذَ عَلٰى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهُ عَمَّارٌ، حَتّٰى اَنْزَلَهُ حُذَيْفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ عَمَّارٌ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: اَلَمْ تَسْمَعْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِذَا اَمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَقُمْ فِيْ مَكَانٍ اَرْفَعَ مِنْ مَقَامِهِمْ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ؟، قَالَ عَمَّارٌ: لِذٰلِكَ اتَّبَعْتُكَ حِيْنَ اَخَذْتَ عَلٰى يَدَيَّ

عدی بن ثابت انصاری بیان کرتے ہیں: ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ مدائن میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ نماز کے لئے اقامت کہی گئی حضرت عمار رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ایک چبوترے پر کھڑے ہو گئے تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ لوگ ان کے نیچے کھڑے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پکڑیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ پیچھے ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں چبوترے سے نیچے اتار دیا۔ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا۔

''جب کوئی شخص لوگوں کی امامت کرے تو وہ لوگوں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے بلند مقام پر نہ کھڑا ہو''۔
یا اس کی مانند کلمات بیان کئے' تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اسی وجہ سے میں نے آپ کی پیروی کی تھی جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تھا۔

بَابُ إِمَامَةِ مَنْ يُصَلِّي بِقَوْمٍ وَقَدْ صَلَّى تِلْكَ الصَّلَاةَ

باب: ایسے شخص کا لوگوں کی امامت کرنا' جو پہلے وہ نماز ادا کر چکا ہو

599 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ. حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مِقْسَمٍ. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ. أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ. ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلَاةَ

❀❀ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی نماز ادا کرتے تھے' پھر وہ اپنی قوم کی طرف جا کر ان لوگوں کو وہی نماز پڑھاتے تھے۔

شرح

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ عشاء کی سنتیں یا نفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پڑھتے تھے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت وسعادت حاصل ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے پھر وہاں سے اپنی قوم میں آ کر لوگوں کو فرض نماز پڑھایا کرتے تھے۔

600 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ. سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ. يَقُولُ: إِنَّ مُعَاذًا. كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ

❀❀ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے' پھر وہ واپس جا کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔

نفل نماز کی جماعت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز (پہلے تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آتے اور ان کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور وہ ان کے لئے نفل ہوتی۔

(مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 1123)

599- حديث صحيح، وهذا اسناد قوى من اجل محمد بن عجلان، وباقى رجاله ثقات. وهو فى "مسند احمد" (14241)، و"صحيح ابن حبان" (2404) من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الاسناد. وانظر مابعده.

600- اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. واخرجه مطولاً ومختصراً البخارى (700) و (701)، ومسلم (465)، والترمذى (590)، والنسائى فى "الكبرى" (911) من طرق عن عمرو بن دينار، بهذا الاسناد. وعند الترمذى وحده: "المغرب" بدل "العشاء". وهو فى "مسند احمد" (14307). وسياتى مطولاً برقم (790).

حضرت معاذ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پہلے تو عشاء کی نماز پڑھتے وقت عشاء کی سنت کی نیت کرتے ہوں گے یا نفل نماز کی نیت کر لیتے ہوں گے پھر اپنی قوم کے پاس آ کر ان کی امامت کرتے اور اس وقت فرض نماز پڑھتے تھے۔ حدیث کے آخری الفاظ وھی لہ نافلۃ کا مطلب سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ دو مرتبہ نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ ایک آدمی نے اپنے مکان میں تنہا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اس کے بعد مسجد آیا تو دیکھا کہ وہاں اسی نماز کی جماعت ہو رہی ہے تو جو پہلے پڑھ چکا ہے۔ وہ مسجد میں جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے جماعت میں شریک ہو کر دوبارہ نماز پڑھ لیتا ہے اس صورت میں فرض نماز کی ادائیگی چونکہ پہلے ہو چکی ہے اس لئے یہ جماعت کی نماز اس کے لئے نفل ہو جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک آدمی کسی مسجد کا امام ہے وہ اپنی مسجد میں نماز پڑھانے سے پہلے کسی خاص موقعہ پر یا کسی خاص آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے بہ نیت نفل نماز پڑھ لیتا ہے پھر اس کے بعد اپنی مسجد میں آ کر لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے ایسی صورت میں بعد کی نماز فرض ادا ہوگی اور پہلی نماز نفل ہو جائے گی۔

اس تفصیل کو سمجھنے کے بعد اس جملے کا مطلب آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ دوسری نماز جو جماعت کے ساتھ فرض یا نفل ادا ہوتی ہے یا پہلی نماز دو مرتبہ پڑھنے والے کے حق میں نافلہ یعنی خیر و بھلائی کی زیادتی اور ثواب کی کثرت کا باعث ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے اس جملے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "وہ دوسری نماز جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ قوم کے ہمراہ پڑھتے تھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نفل نماز اور ان کی قوم کی عشاء کی فرض نماز ہوتی تھے۔" حقیقت سے دور ہے کیونکہ یہ بات تو اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اس مطلب کو بیان کرنے والے حضرت معاذ کا کوئی ایسا قول بھی پیش کریں جس میں حضرت معاذ خود یہ بتائیں کہ ان کی نیت دونوں مرتبہ کیا ہوتی تھی کیونکہ نیت کی حقیقت تو اس وقت تک معلوم نہیں ہوتی جب تک کہ نیت کرنے والا اپنی نیت کے بارے میں خود نہ بتائے کہ اس کی نیت کیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت معاذ نماز پڑھتے وقت نیت دل میں کرتے ہوئے گے زبان سے اظہار نہیں کرتے ہوں گے جیسا کہ ابن ہمام نے نقل کیا ہے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ زبان سے نیت کرتے تھے پھر یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ جملہ "وہی نافلہ" حدیث کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ اضافہ ہے جو صحیح روایتوں میں موجود نہیں ہے چنانچہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی نے اپنے اجتہاد و مسلک کے مطابق اس کا اضافہ کیا ہے۔

بَابُ الْإِمَامِ يُصَلِّي مِنْ قُعُودٍ

باب: امام کا بیٹھ کر نماز پڑھانا

601 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلَّى صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ. قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ. فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا

صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُوْنَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ گر گئے جس کی وجہ سے آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز بیٹھ کر ادا کی۔ ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی جب آپ نے نماز مکمل کر لی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے' تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو جب وہ رکوع میں جائے' تو تم رکوع میں جاؤ جب وہ رکوع سے سر کو اٹھائے' تو تم بھی اٹھاؤ جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پڑھے تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ پڑھے۔ جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

602 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَوَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا بِالْمَدِيْنَةِ فَصَرَعَهُ عَلَى جِذْمِ نَخْلَةٍ فَانْفَكَّتْ قَدَمُهُ، فَأَتَيْنَاهُ نَعُودُهُ، فَوَجَدْنَاهُ فِي مَشْرُبَةٍ لِعَائِشَةَ يُسَبِّحُ جَالِسًا، قَالَ: فَقُمْنَا خَلْفَهُ فَسَكَتَ عَنَّا، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى، نَعُودُهُ فَصَلَّى الْمَكْتُوبَةَ جَالِسًا، فَقُمْنَا خَلْفَهُ فَأَشَارَ إِلَيْنَا، فَقَعَدْنَا، قَالَ: فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا، وَإِذَا صَلَّى الْإِمَامُ قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَلَا تَفْعَلُوْا كَمَا يَفْعَلُ أَهْلُ فَارِسَ بِعُظَمَائِهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ کھجور کے تنے سے ٹکرا کر گر گئے جس کے نتیجے میں آپ کے پاؤں میں موچ آ گئی ہم عیادت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بالا خانے میں موجود تھے آپ بیٹھ کر نفل نماز ادا کر رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں: ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے آپ نے ہمیں کچھ نہیں کہا' جب ہم دوسری دفعہ آپ کی عیادت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو آپ بیٹھ کر فرض نماز ادا کر رہے تھے۔ ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے ہمیں اشارہ کیا' تو ہم بیٹھ گئے۔ آپ نے جب نماز مکمل کر لی تو آپ نے فرمایا۔

''جب امام بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم لوگ بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو جب امام کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو تم لوگ بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرو تم لوگ اس طرح نہ کرو جس طرح اہل فارس اپنے بڑوں کے ساتھ کرتے ہیں''۔

مرض کا سبب عذر ہونے کا بیان

اور جب کسی مریض پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مشکل ہو تو بیٹھ کر رکوع و سجود کرتے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اب اگر وہ بیٹھ کر بھی رکوع و سجود کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ رکوع و سجود اشارے کے ساتھ ادا کر سکتا ہے اور سجدے کو [illegible] رکوع کے

602- حديث صحيح، وهذا اسناد قوى من اجل ابى سفيان - وهو طلحة بن نافع - فانه صدوق لا باس به، وباقى رجاله ثقات. جرير: هو ابن عبد الحميد، والاعمش: هو سليمان بن مهران. واخرجه مختصر أبسقوط النبى - صلى الله عليه وسلم - عن الفرس ابن ماجه (3485) من طريق وكيع، بهذا الاسناد. وهو بتمامه فى "مسند احمد" (14205)، و"صحيح ابن حبان" (2112) و (2114). وانظر ما سياتى برقم (606).

اشارے سے زیادہ نیچے کرے گا اور کسی چیز کو اپنے چہرے کی طرف اس لئے بلند نہیں کر سکتا تا کہ وہ اس پر سجدہ کرے۔اب اگر وہ بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں پاتا تو سیدھا لیٹ جائے اور اپنے پاؤں قبلہ کی جانب کرتے ہوئے رکوع وسجود اشارے کے ساتھ بجالائے اور اگر وہ پہلو کے بل لیٹ گیا اور اپنا چہرہ قبلہ کی جانب کرلیا اور اشارے کے ساتھ نماز پڑھی تو تب بھی جائز ہے اب اگر وہ اپنے سر کے ساتھ بھی اشارہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور نہ ہی وہ اپنی آنکھ اپنے ابروؤں بھوؤں اور اپنے دل کے ساتھ بھی اشارہ نہ کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں وہ نماز کو مؤخر کر سکتا ہے۔(ہدایہ، کتاب صلوٰۃ، لاہور)

مرض کے سبب عذر اباحت کا بیان

حضرت عمران بن حصین راوی ہیں کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "نماز کھڑے ہو کر پڑھو، اور اگر (کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر) قادر نہ ہوسکو تو بیٹھ کر پڑھو، اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی) قادر نہ ہوسکو تو (پھر) کروٹ پر پڑھو۔(صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1223)

اگر کوئی آدمی کسی عذر شدید مثلاً سخت بیماری وغیرہ کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر اپنی نماز ادا کرے اور اگر عذر اتنا شدید ہو کہ بیٹھ کر بھی قدرت سے باہر ہو تو پھر آخری مرحلہ یہ ہے کہ (لیٹے لیٹے) کروٹ سے بقبلہ ہو کر پڑھ لے پھر اس میں بھی اتنی آسانی کہ اگر کوئی آدمی قبلے کی طرف منہ نہ کر سکے یا یہ کہ کوئی آدمی ایسا پاس موجود نہ ہو جو معذور کا منہ قبلے کی طرف کر سکے تو جس طرف بھی منہ ہو ادھر ہی کی طرف پڑھ لے، ایسے موقع پر کسی بھی سمت منہ کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

حنفیہ فرماتے ہیں کہ لیٹ کر نماز پڑھنے کے سلسلے میں افضل یہ ہے کہ روبقبلہ ہو کر چت لیٹے کندھے کے نیچے تکیہ رکھ کر سر کو اونچا کرے اور اشاروں سے نماز پڑھے۔چنانچہ دار قطنی نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ اس سے چت لیٹ کر ہی نماز پڑھنے کا اثبات ہوتا ہے یہاں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس کے بارہ میں حنفیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم بطور خاص حضرت عمران کے لیے فرمایا تھا کیونکہ وہ بواسیر کے مرض میں مبتلا تھے اور چت نہیں لیٹ سکتے تھے لہٰذا یہ حدیث دوسروں کے لیے حجت نہیں ہوسکتی۔

آخر میں اتنی بات اور جان لیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم فرض نماز کے لیے ارشاد فرمایا ہے اس لیے نفل نمازوں میں یہ بطریق اولی جائز ہوگا۔

عذر کے سبب نماز میں قیام ورکوع وغیرہ میں رخصت کا بیان

اب اگر وہ کھڑا ہونے کی تو طاقت رکھتا ہو لیکن رکوع وسجود کرنے کی طاقت نہ پاتا ہو تو ایسے آدمی کے لئے کھڑا ہونا لازم نہیں ہے اور اس کے لئے بیٹھ کر اشارے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔پس جب کسی تندرست نے اپنی کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھی پھر اسے کوئی مرض لاحق ہوگیا تو وہ اپنی باقی نماز بیٹھ کر مکمل کرے اور اگر رکوع وسجود کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو رکوع وسجود وہ اشارے سے ادا کر سکتا ہے۔اور اگر وہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو سیدھے لیٹنے کی حالت میں نماز پڑھے گا اور وہ آدمی جو کسی

مرض کی وجہ سے رکوع وسجود کرتے ہوئے بیٹھ کرنماز پڑھ رہا تھا پھراسی دوران وہ صحیح ہوگیا تو وہ کھڑے ہونے کی حالت میں بھی اپنی اسی نماز پر بناء کرے گا (یعنی اسے مکمل کرے گا)۔ اگرکسی نے اپنی کچھ نماز اشارے کے ساتھ پڑھ لی پھر وہ رکوع وسجود کرنے کے قابل ہوگیا تواس صورت میں اسے نماز نئے سرے سے پڑھنا ہوگی اور وہ آدمی جس پر پانچ یا پانچ نمازوں سے کم وقت تک غشی چھائی رہی تو جب وہ صحیح ہوجائے تو وہ ان نمازوں کو قضاء کرکے پڑھے گا اب اگر بے ہوشی کے باعث اس کی پانچ سے بھی زیادہ نمازیں فوت ہوگئیں۔ تواس صورت میں وہ انہیں قضاء نہیں کرے گا۔

عذر کے سبب حرمت کا اباحت کی جانب منتقل ہونے کا قاعدہ فقہیہ

مسئلہ مذکورہ کا ثبوت یہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ حرمت سے اباحت کی طرف منتقل ہونے کیلئے قوی اسباب کا ہونا ضروری ہے جبکہ اباحت سے حرمت کی طرف منتقل ہونے کیلئے معمولی سبب بھی کافی ہوتا ہے۔ (الاشباہ)

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان اسکی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کا خون صرف تین اسباب سے حلال ہوتا ہے ا۔ نکاح کے بعد زنا کرنا ۲۔ جان کا بدلہ جان ۳۔ اور جو شخص اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہوجائے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مسلمان کے خون میں اصل حرمت ہے لیکن اس حدیث میں تین ایسے قوی اسباب ذکر ہوئے ہیں جو مسلمان کے خون کی حرمت کو اباحت کی منتقل کردیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قوی اسباب کی وجہ سے حرمت اباحت کی طرف منتقل ہوجاتی ہے

حکم کا اباحت سے حرمت کی طرف منتقل ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رسول اللہ ﷺ سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ قاتل پر قصاص ہی ہے مگر جبکہ کوئی شخص معاف کردے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۹۳۔ قدیمی کتب خانہ کراچی)

قتل کی وجہ سے قاتل کا خون مباح ہو چکا لیکن جب مقتول کے ورثاء نے قاتل کو معاف کردیا تو یہ معمولی سا سبب ہے جسکی وجہ سے قاتل کے خون کی اباحت حرمت کی طرف منتقل ہوگئی۔

جس پر پاگل پن یا بیہوشی طاری ہوجائے اور جنون پانچ نمازوں تک یا اس سے کم تک مسلسل رہے تو افاقہ ہوجانے کے بعد اس کی قضا کرے۔

عَنْ سفيَانَ عَنْ أَيُوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابنِ عمَرَ أَنَّهُ أُغْمِيَ عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِنْ يَوْمَيْنِ فَلَمْ يَقْضِهِ. (دار قطنی باب الرَّجُل يُغْمَى عَلَيْهِ وَقَدْ جَاءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ هَلْ يَقْضِي أَمْ لا)

فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 121 میں ہے۔

فلا قضاء علی مجنون ولا علی مغمی علیه مافاته فی تلک الحالة وزادت الفوائت علی یوم ولیلة۔

امام کی پیروی کرنے کا بیان

603 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى، عَنْ وُهَيْبٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَلَا تُكَبِّرُوا حَتَّى يُكَبِّرَ، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَلَا تَرْكَعُوا حَتَّى يَرْكَعَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ - قَالَ مُسْلِمٌ: وَلَكَ الْحَمْدُ - وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَلَا تَسْجُدُوا حَتَّى يَسْجُدَ، وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَفْهَمَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ سُلَيْمَانَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے' تاکہ تم اس کی پیروی کرو اگر وہ تکبیر کہے' تو تم بھی تکبیر کہو' تم اس وقت تک تکبیر نہ کہو جب تک وہ تکبیر نہ کہہ لے' جب وہ رکوع میں جائے' تو تم بھی رکوع میں جاؤ تم اس وقت تک رکوع میں نہ جاؤ جب تک وہ رکوع میں نہ چلا جائے۔ جب وہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے' تو تم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو۔

مسلم نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: وَلَکَ الْحَمْدُ کہو

جب وہ سجدے میں جائے' تو تم بھی سجدے میں جاؤ تم اس وقت تک سجدے میں نہ جاؤ جب تک وہ سجدے میں نہیں چلا جاتا جب وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے' تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے الفاظ میرے بعض ساتھیوں نے سلیمان نامی راوی کے حوالے سے مجھے سمجھائے ہیں۔

ربنا لک الحمد آہستہ آواز کہنے میں اتفاق مذاہب اربعہ

"ربنا لک الحمد " کو بالجہر پڑھنے کا رواج ماضی قریب میں ہوا ہے، اور وہ بھی صرف ایک جماعت اور ان میں بھی صرف چند ہی لوگوں کے بیچ، اس کے برخلاف حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، اور دیگر تمام فرقوں کے یہاں اس مسئلہ کا نام ونشان تک نہیں ہے، سلف صالحین، صحابہ وتابعین کے ادوار میں اس مسئلہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا، عہد صحابہ سے لیکر عصر حاضر تک حدیث وفقہ اور تفسیر قرآن کا جتنا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے کسی میں بھی اس مسئلہ کی جانب ادنیٰ اشارہ تک نہیں، قرآن کے بعد سب سے معتبر کتاب " صحیح بخاری " ہے، اس میں ہمیں یہ ابواب تو نظر آتے ہیں" :باب جهر الامام بالتامين "،"باب جهر المأموم بالتامين " مگر "باب الجهر باللهم ربنا لک الحمد "یعنی دعاء قومہ کو بلند آواز سے پڑھنا، اس کے اثبات میں کوئی باب نظر نہیں آتا، حالانکہ دعائے قومہ میں جہر کے قائلین جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

حیرت ہے کہ امام بخاری جن کے بارے میں "امام الدنیا فی فقہ الحدیث" اور "فقہ البخاری فی تراجمہ" کہا گیا ہے، ان کے ذہن کی رسائی بھی اس مسئلہ تک نہ ہوسکی جسے آج پیدا کیا جارہا ہے، امام بخاری پر کیا موقوف دنیا کے کسی محدث نے بھی دعاء قومہ میں جہر کا فتویٰ نہیں دیا ہے، عصر حاضر کے ناصر الدین الالبانی ہیں انہوں نے صفۃ صلوٰۃ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اس کتاب میں یہ مسئلہ تو مل جائے گا کہ "آمین بآواز بلند کہنا چاہیے" مگر ربنا لک الحمد "بلند آواز سے پڑھنا، اس کا بیان کیا نام و نشان تک نہ ملے گا، بلکہ "اصل صفۃ الصلوٰۃ" کی بعض کی عبارات سے لگتا ہے کہ علامہ البانی کے نزدیک ربنا لک الحمد کا آہستہ پڑھنا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (اصل صفۃ الصلوٰۃ: ج ۲ ص ۶۷۸)

امام کے پیچھے قرأت کرنے کی ممانعت کا بیان

604 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ بِهَذَا الْخَبَرِ زَادَ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ الْوَهْمُ عِنْدَنَا مِنْ أَبِي خَالِدٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے"۔

اس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: "جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اضافی الفاظ "جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو"۔

یہ الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک اس میں ابوخالد نامی راوی کو وہم ہوا ہے۔

شرح

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ. (الاعراف)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن کی قرأت کے وقت خاموش رہنے اور سننے کے حکم کا بیان

"وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآن فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا" عَنْ الْكَلَام "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" نَزَلَتْ فِي تَرْك الْكَلَام فِي الْخُطْبَة وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْقُرْآنِ لِاشْتِمَالِهَا عَلَيْهِ وَقِيلَ فِي قِرَاءَة الْقُرْآن مُطْلَقًا. (تفسیر جلالین)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور کلام کرنے سے چپ رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ آیت جمعہ میں خطبہ کے وقت ترک کلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کو قرآن سے تعبیر کیا ہے کیونکہ وہ خطبہ بھی قرآن پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور یہ

بھی کہا گیا ہے کہ یہاں قرآن سے مراد مطلق قرأت قرآن ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ یہ آیت صحابہ کرام کے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دوران نماز آوازیں بلند کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(ادالمسیر 3_312،درمنثور 2_155)

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب شروع شروع میں نماز فرض ہوئی تو لوگ اپنی نمازوں میں گفتگو کیا کرتے تھے ایک شخص آتا اور اپنے ساتھ والے سے پوچھتا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں وہ کہتا اتنی پڑھ لی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعز شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(طبری 9_111،قرطبی 7_353)

زہری کہتے ہیں کہ یہ ایک انصاری نوجوان کے متعلق نازل ہوئیں جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرات کرتا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فرض نماز میں قرات کی آپ کے صحابہ بھی آپ کے پیچھے بلند آواز سے قرآت کرنے لگے جس سے آپ سے نماز میں خلط ہو گیا تو اس پر یہ آیت اتری۔سعید بن جبیر،مجاہد،عطاء،عمرو بن دینار،اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت کریمہ جمعہ کے دن اور دوران خطبہ امام کے سامنے خاموشی اختیار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔(طبری 9_112،قرطبی 7_353،)

احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں رات کو پڑاؤ ڈالنے کے بعد صبح کو فرمایا کہ میں نے اپنے اشعری رفقائے سفر کو ان کی تلاوت کی آوازوں سے رات کے اندھیرے میں پہچان لیا کہ ان کے خیمے کس طرف اور کہاں ہیں،اگرچہ دن میں مجھے ان کے جائے قیام کا علم نہیں تھا۔

اس واقعہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعری حضرات کو اس سے منع نہیں فرمایا کہ بلند آواز سے کیوں قرأت کی اور نہ سونے والوں کو ہدایت فرمائی کہ جب قرآن پڑھا جارہا ہو تو تم سب بیٹھو اور قرآن سنو۔

اس قسم کی روایات سے فقہاء نے خارج نماز کی تلاوت کے معاملہ میں کچھ گنجائش دی ہے،لیکن اولی اور بہتر سب کے نزدیک یہی ہے کہ خارج نماز بھی جب کہیں سے تلاوت قرآن کی آواز آئے تو اس پر کان لگائے اور خاموش رہے اور اسی لئے ایسے مواقع میں جہاں لوگ سونے میں یا اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تلاوت قرآن بآواز بلند کرنا مناسب نہیں۔

آیت قرأت کا نماز سے متعلق ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں یہ آیت فرض نماز کے بارے میں ہے۔طلحہ کا بیان ہے کہ عبید بن عمر اور عطاء بن ابی رباح کو میں نے دیکھا کہ واعظ وعظ کہہ رہا تھا اور وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے تو میں نے کہا تم اس وعظ کو نہیں سنتے اور وعید کے قابل ہو رہے ہو؟ انہوں نے میری طرف دیکھا پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھ اور پھر اپنی باتوں میں لگ گئے،میں نے پھر تیسری مرتبہ ان سے یہی کہا۔تیسری بار انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا یہ نماز کے بارے میں ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں نماز کے سوا جب کوئی پڑھ رہا ہو تو کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بھی بہت سے بزرگوں کا فرمان ہے کہ مراد اس سے نماز میں ہے۔حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز اور جمعہ کے خطبے کے بارے میں ہے۔حضرت عطاء

سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حسن فرماتے ہیں نماز میں اور ذکر کے وقت، سعید بن جبیر فرماتے ہیں بقرہ عید اور میٹھی عید اور جمعہ کے دن اور جن نمازوں میں امام اونچی قرأت پڑھے۔ ابن جریر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ مراد اس سے نماز میں اور خطبے میں چپ رہنا ہے جیسے کہ حکم ہوا ہے امام کے پیچھے خطبے کی حالت میں چپ رہو۔ مجاہد نے اسے مکروہ سمجھا کہ جب امام خوف کی آیت یا رحمت کی آیت تلاوت کرے تو اس کے پیچھے سے کوئی شخص کچھ کہے بلکہ خاموشی کے لئے کہا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جب تو قرآن سننے بیٹھے تو اس کے احترام میں خاموش رہا کر۔ مسند احمد میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص کان لگا کر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سنے تو اس کے لئے کثرت سے بڑھنے والی نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسے پڑھے تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل)

جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ (حدیث)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہٰذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 819)

فاذا اکبر فکبروا کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقتدی تکبیر، امام کے تکبیر کہنے کے بعد کہیں۔ نہ تو اس کے ساتھ ساتھ کہیں اور نہ اس سے پہلے کہیں اور یہ حکم تکبیر تحریمہ میں تو واجب ہے البتہ دوسری تکبیرات میں مستحب ہے۔

حدیث کے دوسرے جزء فاذا قرا سے مراد مطلق ہے یعنی خواہ امام بلند قراءت کرے یا آہستہ سے پڑھے۔ دونوں صورتوں میں مقتدیوں کو خاموشی سے اس کی قرات سننا چاہئے اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "فانصتوا" یعنی چپ رہو فرمایا۔ فاستمعوا یعنی سنو نہیں فرمایا ارشاد ربانی ہے۔

آیت (وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ) 7۔ الاعراف: 204))

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو بلند آواز سے پڑھنے کی صورت میں اسے سنو اور آہستہ آواز سے پڑھنے کی صورت میں خاموش رہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کے لیے کچھ پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ نماز جہری ب آواز بلند ہو یا سری ب آواز آہستہ ہو۔

مدرک رکوع کی رکعت کا عدم فاتحہ خلف الامام ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (جماعت میں شریک ہونے کے لیے) نماز میں آؤ اور مجھے سجدے کی حالت میں پاؤ تو تم بھی سجدے میں چلے جاؤ۔ اور اس سجدے کو کسی حساب میں نہ لگاؤ وہاں

جس آدمی نے (امام کے ساتھ) رکوع پالیا تو اس نے پوری رکعت پالی۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1113)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں آ کر اس حال میں شریک ہو کہ امام سجدے میں ہو اور وہ بھی سجدے میں چلا جائے تو اس کی پوری رکعت نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی آدمی اس حال میں شریک ہو کہ امام رکوع میں ہو اور اسے رکوع مل جائے تو اسکی پوری رکعت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ اس حدیث کے پہلے جزء کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں اس وقت شریک ہو جب امام سجدے میں ہو تو وہ سجدے میں چلا جائے۔ مگر اس سجدے کی وجہ سے وہ اس رکعت کا ادا کرنا نہ سمجھے کیونکہ جس طرح رکوع میں شریک ہو جانے سے پوری رکعت مل جاتی ہے اسی طرح سجدے میں شریک ہونے پر پوری رکعت نہیں ملتی۔

دوسرے جزو کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) حدیث میں لفظ "رکعۃ" سے رکوع مراد ہے اور "صلوٰۃ" سے رکعت یعنی جس نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ رکوع اس نے بھی پالیا تو اس کو پوری رکعت مل گئی (۲) رکعۃ اور صلوٰۃ دونوں اپنے حقیقی معنی میں استعمال کئے گئے ہیں اس طرح حدیث کے اس جزء کا مطلب یہ ہوگا کہ جس آدمی نے جماعت میں ایک رکعت بھی پالی تو اس نے امام کے ساتھ پوری نماز کو پالیا لہٰذا اسے نماز باجماعت کو ثواب بھی ملے گا اور جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی۔

ان لوگوں کو اس سوال کا جواب دینا چاہئے کہ اس حدیث کے مطابق امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے والے شخص کی نماز کی وہ رکعت کس طرح ہو جائے گی۔ جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا اس نے وہ رکعت پالی۔ امید ہے امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کیلئے یہ دلیل بھی کافی ہوگی۔

امام کے پیچھے فاتحہ اور کسی دوسری سورت کی قرأت میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری واجب ہے اور سورت فاتحہ کے علاوہ کوئی سورت وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

حضرت امام احمد، حضرت امام مالک اور ایک قول کے مطابق خود حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا پڑھنا صرف سری نماز میں واجب ہے جہری نماز میں محض امام کی قرات سننا کافی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں خواہ نماز سری ہو یا جہری دونوں صورتوں میں مطلقاً قرائت مقتدی کے لیے ممنوع ہے نیز صاحبین یعنی حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد کے رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک بھی مقتدی کو پڑھنا مکروہ ہے۔

حضرت امام محمد جو حضرت امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد اور فقہ حنفیہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ "صحابہ" کی ایک جماعت کے قول کے مطابق امام کے پیچھے مقتدی اگر سورت فاتحہ کی قرات کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ عمل اس دلیل پر کیا جائے جو زیادہ قوی اور مضبوط ہو، چنانچہ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

الحدیث (مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ قِرَاءَۃٌ لَہٗ۔
یعنی نماز میں جس آدمی کا امام ہو تو امام کی قرات ہی اس مقتدی کی قرات ہوگی۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ البخاری ومسلم کے علاوہ سب ہی نے اسے نقل کیا ہے اور ہدایہ میں تو یہاں تک مذکورہ ہے علیہ اجماع الصحابہ یعنی اسی پر صحابہ کا اتفاق تھا۔

اور مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فاتحہ میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک فاتحہ قرأت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے لہٰذا اس میں امام ومقتدی دونوں شامل ہوں گے۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا امام ہو پس امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔ اسی پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور قرأت ایسا رکن ہے جو امام ومقتدی کے درمیان مشترک ہے۔ لیکن مقتدی کے حصے میں خاموشی ہے۔ اور توجہ سے سننا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اور اس کا پڑھنا بطور احتیاط مستحسن ہے۔ اسی قول کی وجہ سے جو امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے۔ جبکہ شیخین کے نزدیک مکروہ ہے۔ کیونکہ مقتدی کے پڑھنے پر وعید وارد ہوئی ہے۔

مقتدی توجہ سے سنے اور خاموش رہے۔ خواہ امام ترغیب کی آیت پڑھے یا ترہیب کی آیت پڑھے۔ کیونکہ توجہ سے سننا اور خاموش رہنا نص قرآنی کے مطابق فرض ہے۔ اور قرأت کرنا، جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگنا یہ سب مداخلت ہے۔ اور اسی طرح خطبہ میں اور جب امام نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے۔ اس لئے خطبہ سننا فرض ہے۔ لیکن جس وقت خطیب اللہ تعالیٰ کا فرمان ''یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ'' پڑھے تو سننے والا اپنے دل میں درود پڑھے۔ اور جو شخص منبر سے دور ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ لہٰذا خاموشی ہی زیادہ اچھا ہے۔ تاکہ فرض انصات قائم رہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ صواب کو جاننے والا ہے۔

جب امام نماز میں قرآن پڑھے تم چپ کر جاؤ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہٰذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن ابوداود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

فاذا اکبر فکبروا کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقتدی تکبیر، امام کے تکبیر کہنے کے بعد کہیں۔ نہ تو اس کے ساتھ ساتھ کہیں اور نہ اس سے پہلے کہیں اور یہ حکم تکبیر تحریمہ میں تو واجب ہے البتہ دوسری تکبیرات میں مستحب ہے۔

حدیث کے دوسرے جزء فاذا قرا سے مراد مطلق ہے یعنی خواہ امام بلند قرأت کرنے یا آہستہ سے پڑھے۔ دونوں صورتوں میں مقتدیوں کو خاموشی سے اس کی قرأت سننا چاہئے اس کے لیے آپ ﷺ نے فانصتوا یعنی چپ رہو فرمایا۔ فاستمعوا یعنی سنو۔ فرمایا ارشاد ربانی ہے۔

آیت (وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ) 7 ۔الاعراف:(204

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو (بلند آواز سے پڑھنے کی صورت میں) اسے سنو اور آہستہ آواز سے پڑھنے کی صورت میں) خاموش رہو۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

حضرت زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس انصاری نوجوان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کی عادت تھی کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ قرآن سے کچھ پڑھتے یہ بھی اسے پڑھتا پس یہ آیت اتری۔ مسند احمد اور سنن میں حضرت ابوھریرہ سے مروی ھے کہ رسول اللہ ﷺ اس نماز سے فارغ ھو کر پلٹے جس میں آپ نے با آواز بلند قرات پڑھی تھی پھر پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا تھا؟ ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا میں کہہ رہا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ مجھ سے قرآن کی چھینا جھپٹی ہو رہی ہے؟ راوی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان نمازوں میں جن میں آپ اونچی آواز سے قرات پڑھا کرتے تھے قرات سے رک گئے جبکہ انہوں نے رسول ﷺ سے یہ سنا۔ امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں اور ابو حاتم رازی اس کی تصحیح کرتے ہیں۔

امام زہری کا قول ہے کہ امام جب اونچی آواز سے قرات پڑھے تو انہیں امام کی قرات کافی ہے امام کے پیچھے والے نہ پڑھیں گو انہیں امام کی آواز سنائی بھی نہ دے۔ ہاں البتہ جب امام آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو اس وقت مقتدی بھی آہستہ پڑھ لیا کریں اور کسی کو لائق نہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ پڑھے خواہ جہری نماز ہو خواہ سری۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ علماء کے ایک گروہ کا مذہب ہے کہ جب امام اونچی آواز سے قرات کرے تو مقتدی پر نہ سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے نہ کچھ اور۔ امام شافعی کے اس بارے میں دو قول ہیں جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے لیکن یہ قول پہلے کا ہے۔

جیسے کہ امام مالک کا مذہب، ایک اور روایت میں امام احمد کا بہ سبب ان دلائل کے جن کا ذکر گزر چکا۔ لیکن اس کے بعد کا آپ کا یہ فرمان ہے کہ مقتدی صرف سورہ فاتحہ امام کے سکتوں کے درمیان پڑھ لے۔ صحابہ تابعین اور ان کے بعد والے گروہ کا یہی فرمان ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد فرماتے ہیں مقتدی پر مطلقاً قرات واجب نہیں نہ اس نماز میں جس میں امام آہستہ قرات پڑھے نہ اس میں جس میں بلند آواز سے قرات پڑھے اس لئے کہ حدیث میں ہے امام کی قرات مقتدیوں کی بھی قرات ہے۔ اسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ یہی حدیث موطا امام مالک میں موقوفاً مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے یعنی یہ قول حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہونا زیادہ صحیح ہے نہ کہ فرمان رسول اللہ ﷺ کا (لیکن یہ بھی یادر ہے کہ خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ میں مروی ہے کہ کنا نقرا فی الظھر و العصر خلف الامام فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب و سورۃ

وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب یعنی ہم ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ بھی پڑھتے تھے اور کوئی اور سورت بھی اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے پس معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جو فرمایا کہ امام کی قرات اسے کافی ہے اس سے مراد الحمد کے علاوہ قرات ہے۔

یہ مسئلہ اور جگہ نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی خاص مسئلے پر حضرت امام ابوعبداللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ ہر نماز میں خواہ اس میں قرات اونچی پڑھی جاتی ہو یا آہستہ مقتدیوں پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں یہ آیت فرض نماز کے بارے میں ہے۔ طلحہ کا بیان ہے کہ عبید بن عمر اور عطا بن ابی رباح کو میں نے دیکھا کہ واعظ وعظ کہہ رہا تھا اور وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے تو میں نے کہا تم اس وعظ کو نہیں سنتے اور وعید کے قابل ہو رہے ہو؟ انہوں نے میری طرف دیکھا پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر اپنی باتوں میں لگ گئے، میں نے پھر تیسری مرتبہ ان سے یہی کہا۔ تیسری بار انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا یہ نماز کے بارے میں ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں نماز میں ہے۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز اور جمعہ کے خطبے کے بارے میں ہے۔

حضرت عطاء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حسن فرماتے ہیں نماز میں اور ذکر کے وقت، سعید بن جبیر فرماتے ہیں بقرہ عید اور میٹھی عید اور جمعہ کے دن اور جن نمازوں میں امام اونچی قرات پڑھے۔ ابن جریر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ مراد اس سے نماز میں اور خطبے میں چپ رہنا ہے جیسے کہ حکم ہوا ہے امام کے پیچھے خطبے کی حالت میں چپ رہو۔ مجاہد نے اسے مکروہ سمجھا کہ جب امام خوف کی آیت یا رحمت کی آیت تلاوت کرے تو اس کے پیچھے سے کوئی شخص کچھ کہے بلکہ خاموشی کے لئے کہا (حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی خوف کی آیت سے گزرتے تو پناہ مانگتے اور جب کبھی کسی رحمت کے بیان والی آیت سے گزرتے تو اللہ سے سوال کرتے)۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جب تو قرآن سننے بیٹھے تو اس کے احترام میں خاموش رہا کر۔ مسند احمد میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص کان لگا کر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سنے تو اس کے لئے کثرت سے بڑھنے والی نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسے پڑھے تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (ابن کثیر، اعراف، ۲۰۴)

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کے لیے کچھ پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ نماز جہری (ب آواز بلند ہو یا سری ب آواز آہستہ)

سورہ فاتحہ کی قرأت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری واجب ہے اور سورہ فاتحہ کے

علاوہ کوئی سورۃ وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

حضرت امام احمد، حضرت امام مالک اور ایک قول کے مطابق خود حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کا پڑھنا صرف سری نماز میں واجب ہے جہری نماز میں محض امام کی قرأت سننا کافی ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں خواہ نماز سری ہو یا جہری دونوں صورتوں میں مطلقاً قرأت مقتدی کے لیے ممنوع ہے نیز صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک بھی مقتدی کو پڑھنا مکروہ ہے۔

حضرت امام محمد جو حضرت امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد اور فقہ حنفیہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت کے قول کے مطابق امام کے پیچھے مقتدی اگر سورہ فاتحہ کی قرأت کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ عمل اس دلیل پر کیا جائے جو زیادہ قوی اور مضبوط ہو، چنانچہ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

الحدیث (مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ قِرَاءَۃٌ لَہٗ

یعنی (نماز میں) جس آدمی کا امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس (مقتدی) کی قرأت ہوگی۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ البخاری و مسلم کے علاوہ سب ہی نے اسے نقل کیا ہے اور ہدایہ میں تو یہاں تک مذکورہ ہے علیہ اجماع الصحابۃ یعنی اسی پر صحابہ کا اتفاق تھا۔

سورۃ فاتحہ کے بارے میں ائمہ کی ابحاث کا بیان

سورہ فاتحہ کے سلسلے میں ائمہ کے ہاں دو بحثیں چلتی ہیں اول تو یہ کہ مطلقاً سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس بحث کی توضیح پہلے کی جا چکی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور امام اعظم کے نزدیک واجب ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ سورہ فاتحہ مقتدی کو پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح روایت میں منقول ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے خواہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی۔ اور یہی حضرت امام احمد کا بھی مسلک ہے، امام مالک کے نزدیک فرض نہیں مگر آہستہ آواز کی نماز میں مستحب ہے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ آہستہ آواز اور بلند آواز دونوں قسم کی نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی پر فرض نہیں ہے بلکہ حنفی فقہاء تو اس کو مکروہ تحریمی لکھتے ہیں۔

امام محمد کے مذہب کی تحقیق

ابھی ہم نے اوپر لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم اور صاحبین کا متفقہ طور پر یہ مسلک ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے

مگر اس سلسلے میں کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے جس کی بنیاد پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام محمد کا مسلک امام اعظم اور امام ابو یوسف سے کچھ مختلف ہے چنانچہ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اور کچھ دوسرے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام محمد اس کے قائل ہیں کہ آہستہ آواز کی نماز میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے ہم سمجھتے ہیں کہ امام محمد کی طرف اس قول کی نسبت کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ امام محمد کی کتابوں سے بالکل صاف طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں شیخین یعنی امام اعظم اور امام ابو یوسف سے بالکل متفق ہیں۔ چنانچہ امام محمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ **لا قرأۃ خلف الامام فیما جھر فیہ ولا فیما لم یجھر بذلک جاءت عامۃ الاثار وھو قول ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی۔**

نماز خواہ بلند آواز کی ہو یا آہستہ آواز کی کسی حال میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے اسی کے مطابق ہمیں بہت سے احادیث پہنچی ہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔

نیز امام موصوف نے اپنی دوسری تصنیف کتاب الاثار میں قرأت خلف الامام کے عدم اثبات میں احادیث و آثار کو نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا **وبہ ناخذ لانری القراءۃ خلف الامام شیء من الصلوۃ یجھر فیہ او لا یجھر فیہ۔**

اور یہی (یعنی عدم قرأت خلف الامام) ہمارا بھی مسلک ہے ہم قرأت خلف الامام کو کسی بھی نماز میں خواہ وہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی نماز روا نہیں رکھتے۔

بہر حال مذکورہ بالا مذہب کو دیکھتے ہوئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ سورہ فاتحہ کے سلسلہ میں حنفیہ دو چیزوں کے قائل ہیں۔ اول تو یہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا کسی بھی حال میں فرض نہیں خواہ وہ نماز بلند آواز کی ہو یا آہستہ آواز کی اور دوسری یہ کہ اگر کوئی مقتدی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو گویا وہ مکروہ تحریمی کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس موقعہ پر ہم صرف اتنی بات صاف کریں گے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض کیوں نہیں ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں۔

تو جاننا ہے کہ جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اس کی سب سے بڑی دلیل اس باب کی پہلی حدیث ہے یعنی **لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب** ان حضرات کے نزدیک امام کا پڑھنا مقتدی کے حق میں کافی نہیں بلکہ ہر ایک آدمی کو بطور خود پڑھنا ضروری ہے۔

امام اعظم فرماتے ہیں کہ امام کا پڑھنا مقتدی کے لیے کافی ہے۔ جب امام نے پڑھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری جماعت نے پڑھا، چنانچہ وہ اپنے اس قول کی تائید میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں **من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ** (یعنی جو آدمی کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ تو اس امام کی قرأت اس (مقتدی) کی بھی قرأت سمجھی جائے گی) گو بعض علماء نے اگرچہ اس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے۔ مگر حقیقت میں ان کا کلام صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث بہت سی اسناد سے ثابت ہے جن میں سے بعض اسناد تو اس درجے کی صحیح وسالم ہیں کہ اس میں کسی کلام کی گنجائش ہی نہیں۔

بہر حال اس حدیث سے یہ بات بصراحت ثابت ہوتی ہے۔ کہ مقتدی کو قرأت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ تو سورہ فاتحہ کی

اور نہ کسی اور سورۃ کی۔ اس موقع پر یہ احتمال بھی پیدا نہیں کیا جاسکتا کہ شاید اس حدیث کا تعلق بلند آواز کی نماز سے ہو کیونکہ یہ بات بھی صحیح طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد عصر کی نماز کے وقت تھا۔ جو آہستہ آواز کی نماز ہے اور جب آہستہ آواز کی نماز میں یہ حکم ہے تو بلند آواز کی نماز میں تو بدرجہ اولی یہی حکم ہوگا۔

امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے دس دلائل کا بیان

دلیل نمبر 1:

قَالَ اللهُ تَعَالىٰ: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۃ اعراف: 204)

ترجمہ: "جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خوب توجہ سے سنو اور بالکل خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

تفسیر: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْمُفَسِّرُ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمِ الرَّازِیْ ثَنَا یُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی اَنْبَاَنَا ابْنُ وَهْبٍ ثَنَا اَبُوْ صَخْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِیِّ قَالَ، كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَئَ فِی الصَّلٰوةِ اَجَابَهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ اِنْ قَالَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى تَنْقَضِیَ الْفَاتِحَةُ وَالسُّوْرَةُ۔ فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللهُ اَنْ يَلْبَثَ ثُمَّ نَزَلَتْ { وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ } فَقَرَئَ وَاَنْصَتُوْا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی: ج 4 ص 258، کتاب القراۃ، امام بیہقی ص 88)

ترجمہ: حضرت محمد کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "پہلے آپ ﷺ نماز پڑھاتے تو پیچھے نماز پڑھنے والے بھی ساتھ ساتھ کلمات دہراتے جاتے، اگر آپ ﷺ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے، تو پیچھے والے بھی بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے یہاں تک کہ سورۃ فاتحہ مکمل ہو جاتی اور یہ سلسلہ جب تک اللہ نے چاہا، چلتا رہا پھر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی {وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ} تو آپ ﷺ قرأت فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہتے۔"

دلیل نمبر 2:

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَحْرٍ الْجُنْدِیْ نِيْسَابُوْرِیْ قَالَ ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَشِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ حَطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِیِّ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَئَ الْاِمَامُ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ۔

(صحیح ابی عوانہ ج 1 ص 360، سنن ابن ماجہ: ص 61)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام {غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ} کہے تو تم "آمین" کہو!

دلیل نمبر 3:

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ مَاجَةَ الْقَزْوِيْنِیْ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ

بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ ثَنَا اَبُوْخَالِدِ الْاَحْمَرِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَئَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ {غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ} فَقُوْلُوْا آمِیْنَ۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، سنن النسائی ج 1 ص 146)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لیے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے جس وقت امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرآن مجید کی قرأت کرے تو تم خاموش رہو جس وقت امام {غیر المغضوب علیھم ولا الضالین} کہے تو تم ''آمین'' کہو!''

دلیل نمبر 4:

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ اُکَیْمَۃَ اللَّیْثِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوۃٍ جَهَرَ فِیْهَا بِالْقِرَاءَۃِ فَقَالَ ،هَلْ قَرَئَ مَعِیَ مِنْکُمْ اَحَدٌ اٰنِفًا؟ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ ! اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ! قَالَ؛ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَا لِیْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ فَانْتَهَی النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَۃِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (موطا امام مالک ص 68، موطا امام محمد ص 95)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے جہری نماز (جس میں امام بلند آواز سے قرأت کرتا ہے) سے فارغ ہوئے تو مڑ کر فرمایا کہ ''تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قرآن مجید پڑھا ہے؟ لوگوں (صحابہ کرام) میں سے ایک شخص نے کہا میں (آپ کے پیچھے قرآن مجید پڑھ رہا تھا) یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ کیوں قرآن کا جھگڑا ہو رہا ہے؟ اس کے بعد لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں قرآن مجید پڑھنے سے رک گئے۔''

دلیل نمبر 5:

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِیْهُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِیْفَۃَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّیْثِیِّ اَبِی الْوَلِیْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا قَرَاَ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ قَالَ: قَالَ فَاَوْمَأَ اِلَیْهِ رَجُلٌ فَنَهَاهُ فَاَبٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَتَنْهَانِیْ اَنْ اَقْرَاَ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاکَرْنَا ذَالِکَ حَتّٰی سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَۃَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَۃٌ۔ (کتاب الآثار امام ابوحنیفہ بروایۃ ابی یوسف ص 23، مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی محمد حارثی ص 116)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک آدمی نے حضور ﷺ کے پیچھے ظہر یا عصر کی نماز میں قرآن پڑھا تو دوسرے آدمی نے اس کو اشارے سے روکا (کہ وہ قرآن مجید کی قرأت امام کے پیچھے نہ کرے) جب وہ نماز سے فارغ ہوا

تو اس نے اس روکنے والے سے کہا: ''کیا تو مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھنے سے روکتا ہے؟ یہ مسئلہ ان دونوں کے درمیان چلتا رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔'' یعنی مقتدی کو امام کی قرأت کافی ہے۔

دلیل نمبر 6:

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْ جَعْفَرٍ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّحَاوِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ ثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عَدِيٍّ قَالَ ثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَتَقْرَؤُوْنَ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ فَسَكَتُوْا. فَسَاَلَهُمْ ثَلَاثًا فَقَالُوْا اِنَّا لَنَفْعَلُ هٰذَا قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوْا۔ (سنن طحاوی ج1 ص158، احکام القرآن، امام طحاوی رحمہ اللہ ج1 ص252)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم (اس وقت بھی) قرأت کرتے ہو (جبکہ) امام بھی قرأت کرتا ہے؟ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) خاموش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) تین مرتبہ سوال کیا تو انہوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے کہا: ''ہم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرو!!''

دلیل نمبر 7:

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيْهُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ۔

(مسند ابی حنیفہ بروایہ محمد الحارثی ص114، مسند ابی حنیفہ بروایہ ابی نعیم ص405)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص امام کے پیچھے ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔''

دلیل نمبر 8

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنِيْ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص91، عمدۃ القاری ج4 ص449)

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے روکتے تھے۔''

دلیل نمبر 9:

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ كَانَ عَشَرَةٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنَ عَنِ

الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ أَشَدَّ النَّهْيِ أَبُوبَكْرِ الصِّدِّيقِ وَ عُمَرَ الْفَارُوْقُ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ '' (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۴۹)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دس:

1. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
2. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
3. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان
4. حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب
5. حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
6. حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
7. حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
8. حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
9. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
10. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت کرنے سے سختی سے روکتے تھے۔

دلیل نمبر 10:

رَوَى الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيْهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ ؟ قَالَ: إِذَاصَلّٰى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ۔ وَإِذَاصَلّٰى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَءْ قَالَ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَءُ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

(موطا امام مالک ص 69، موطا امام محمد ص 95)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت کرے؟ تو اس کے جواب میں فرماتے تھے: ''جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے ہو تو اس کو امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کرے اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے دلائل احادیث کی روشنی میں

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم: مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْإِمَامِ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.

(الخوارزمی فی جامع المسانید، 1 / 331، والامام محمد فی الموطا، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام، 1 / 96، وعبد بن حمید فی المسند، 1 / 320، الرقم: 1050، والطبرانی فی المعجم الاوسط، 8 / 43، الرقم: 7903، والبیہقی فی السنن الکبری، 2 / 160.)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی، تو ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قراءت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: تم میں سے کس نے میرے پیچھے قراءت کی تھی؟ (لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کے ڈر سے خاموش رہے، یہاں تک کہ) تین بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتکرار یہی استفسار فرمایا۔ آخر ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو امام کے پیچھے ہو تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔ (مسند الامام الاعظم: 61)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ) کہے تو تم (رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ) کہو، جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو۔

(البخاری فی الصحیح، کتاب: صفۃ الصلاۃ، باب: إیجاب التکبیر وافتتاح الصلاۃ، 1/257، الرقم: 701)

حضرت عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قراءت کے متعلق سوال کیا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امام کے ساتھ کسی چیز میں قراءت نہیں۔

(مسلم فی الصحیح، کتاب: المساجد ومواضع الصلاۃ، باب: سجود التلاوۃ، 1/406، الرقم: 577)

حضرت حطّان بن عبد اللہ رقاشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، جب وہ قعدہ کے قریب تھے تو ایک شخص نے کہا: یہ نماز نیکی اور پاکیزگی کے ساتھ پڑھی گئی ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے مڑ کر دیکھا اور پوچھا تم میں سے کس نے یہ بات کی تھی؟ سب خاموش رہے، انھوں نے پھر دوبارہ پوچھا کہ تم میں سے کس نے یہ بات کہی تھی؟ سب خاموش رہے، کہ آپ میری پٹائی کریں گے (یا ناراض ہوں گے) اس موقع پر حضرت موسیٰ نے مجھ سے کہا: اے حطّان! شاید تم نے یہ کلمہ کہا ہے؟ میں نے کہا: میں نے نہیں کہا، مجھے تو آپ کا ڈر تھا، پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے یہ کلمہ کہا تھا اور میری نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہ تھی، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے نماز میں کیا کہنا چاہیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہمیں نماز کا مکمل طریقہ بتلا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھنے لگو تو سب سے پہلے اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے کوئی شخص امامت کرے جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ جب وہ (غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ) کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اس دعا کو قبول فرمائے گا، پھر جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو، امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح تمہارا عمل اس کے مقابلے میں ہو جائے گا اور جب امام (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ

حَمِدَهٗ) کہے تو تم (اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ) کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا قول سنتا ہے اور تمہارے نبی کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ) جاری کر دیا، پھر جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو، امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا یہ عمل امام کے مقابلہ میں ہوگا اور جب امام قعدہ میں بیٹھ جائے تو تم سب سے پہلے یہ کلمات: (اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ) پڑھو۔

(مسلم في الصحيح، كتاب: الصلاة، باب: التشهد في الصلاة، 1/ 303، 304، الرقم: 404، وابن حبان في الصحيح، 5/ 541، الرقم: 2167، والدارمي في السنن، 1/ 363، الرقم: 1358.)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی یہ الفاظ ہیں: اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(مسلم في الصحيح، كتاب: الصلاة، باب: التشهد في الصلاة، 1/ 304، الرقم: 404، والبيهقي في السنن الكبرى، 2/ 155، الرقم: 2709. امام مسلم نے فرمایا کہ یہ روایت میرے نزدیک صحیح ہے۔)

حضرت ابونعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی، سوائے اس کے کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

(الترمذي في السنن، كتاب: الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، باب: ما جاء في ترك القراءة خلف الإمام إذا جهر الإمام بالقراءة، 1/ 346، 347، الرقم: 312، 313.)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ ایک شخص آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سورت: (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلٰی) پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے قراءت کس نے کی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ایک آدمی نے۔ فرمایا: میں جان گیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے جھگڑ رہا ہے۔

(أبو داود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: من رأى القراءة إذا لم يجهر، 1/ 219، الرقم: 828.)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے سورہ: (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلٰی) کس نے پڑھی؟ ایک آدمی نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جان گیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے جھگڑ رہا ہے۔

(أبو داود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: من رأى القراءة إذا لم يجهر، 1/ 219، الرقم: 829.)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جہری نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے اب میرے ساتھ قراءت کی تھی؟ ایک شخص نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا: میں بھی کہہ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہے راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ سننے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنھم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہری نمازوں میں قراءت سے رک گئے تھے۔(وَقَالَ أَبُوْ عِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ. الترمذي في السنن، كتاب: الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، باب: ما جاء في ترك القراءة خلف الإمام إذا جهر الإمام بالقراءة، 1/ 344، 345، الرقم: 312.)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وَأَبُوْ دَاوُدَ وَأَحْمَدُ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ. ابن ماجه في السنن، كتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب: إذا قرأ الإمام فأنصتوا

(1/ 458، الرقم: 846، وأبو داود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: الإمام يصلي من قعود، 1/ 237، الرقم: 604،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اسی لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم لوگ بھی اللہ اکبر کہو، اور جب قراءت کرے تو چپ رہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ) کہے تو تم (اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ) کہو۔

النسائي في السنن، كتاب: الافتتاح، باب: تأويل قوله عزوجل: وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون، 2/ 141، الرقم: 921.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے قرات فرمائی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم میں سے اب کسی شخص نے میرے ساتھ قرآن پڑھا؟ ایک شخص نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! میں نے پڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی لیے تو میں بھی کہہ رہا تھا کیا ہو گیا ہے کہ کوئی شخص مجھ سے قرآن میں جھگڑ رہا ہے۔ جب سے لوگوں نے یہ سنا تو جس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بآواز بلند قراءت فرماتے تھے کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قراءت نہ کرتا۔ (النسائي في السنن، كتاب: الافتتاح، باب: قراءة أم القرآن خلف الإمام فيما جهر به الإمام، 2/ 140، الرقم: 919)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ ظہر ادا فرمائی ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَى) پڑھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس سورۃ کو کس شخص نے پڑھا، ایک شخص نے عرض کیا: میں نے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کوئی شخص مجھ سے قرآن میں جھگڑ رہا ہے۔

(النسائي في السنن، كتاب: الافتتاح، باب: ترك القراءة خلف الإمام فيما لم يجهر به، 2/ 141، الرقم: 917، والطحاوي في شرح معاني الآثار، 1/ 207.)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب وہ (اللہ اکبر) کہے تو تم (اللہ اکبر) کہو جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو جب وہ (ولا الضالین) کہے تو تم (آمین) کہو جب وہ رکوع کرے تم رکوع کرو جب وہ (سمع اللہ لمن حمدہ) کہے تو تم (اللھم ربنا ولک الحمد) کہو جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(ابن ماجہ فی السنن، کتاب: اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب: اذا قرأ الامام فانصتوا، 1، 276، الرقم: 846.)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو، اور جب وہ قعدہ میں ہو تو تم پہلے التحیات پڑھا کرو۔

(ابن ماجہ فی السنن، کتاب: اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب: اذا قرأ الامام فانصتوا، 1، 276، الرقم: 847.)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب مقتدی کی قرات کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا مقتدی بھی امام کے پیچھے قراءت کرے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قراءت کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو خود قراءت کرے۔ نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

(أخرجہ مالک فی الموطأ، کتاب: النداء بالصلاۃ، باب: القراءۃ خلف الامام فیما لا یجہر فیہ بالقراءۃ، 1 / 86، الرقم: 192، والطحاوی فی شرح معانی الآثار، 1 / 284، الرقم: 1283.)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو کوئی ایک تمہارا امام بن جائے اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ (احمد بن حنبل فی المسند، 4 / 415)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام کی اقتداء میں قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، اور ہمارے مشائخ نے مجھے بتایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُس شخص کی نماز ہی نہیں جو امام کی اقتداء میں قراءت کرے اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(عبد الرزاق فی المصنف، 2 / 139، الرقم: 2810، والامام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، 1 / 98.)

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کی اقتداء میں قراءت کرنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا: خاموش رہو کہ نماز میں مصروفیت ہے تجھے امام اس (قراءت) کی کفایت کردے گا۔

(الامام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام: 96، والطحاوی فی شرح معانی الآثار، 1 / 284، الرقم: 1273.)

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جہری (جن میں آواز سے قراءۃ ہوتی ہے)

اورسری (جن میں قراءۃ آہستہ ہوتی ہے) دونوں طرح کی نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

(ال امام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف ال امام:96.)

داؤد بن قیس فراء مدنی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کسی نے بتایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(ال امام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف ال امام:98.)

عبداللہ بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام کی اقتداء میں قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(عبدالرزاق فی المصنف، 2/138، الرقم:2805.)

امام محمد بن عجلان سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری یہ خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (عبدالرزاق فی المصنف، 2/138، الرقم: 2806.)

حضرت ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: کیا میں قراءت کروں جبکہ امام میرے سامنے ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔ (الطحاوی فی شرح معانی ال آثار، 1/284، الرقم: 1282.)

قاعدہ فقہیہ سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کا بیان

النھی لایکون الا بعد الاباحۃ۔

حکم نہی اباحت شئی کے بعد آتا ہے۔ (شرح معانی الاثار ج ۱ص ۲۲۰، مکتبہ حقانیہ ملتان)

اس کا ثبوت یہ ہے۔

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ جو حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے فرماتے ہیں میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہیں اور لوگ نماز پڑھ رہے ہیں میں نے کہا کیا آپ لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھیں گے تو انہوں نے کہا کہ میں نے سفر میں اپنی نماز پڑھ لی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی دن میں فرض نماز کو دو مرتبہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

ابتدائے اسلام میں مسلمان اسی طرح کرتے تھے کہ وہ نماز اپنے گھروں میں پڑھ لیتے تھے پھر مسجد میں آتے اور دوبارہ اسی نماز کو پاتے تو پڑھ لیتے تھے حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ص ۲۲۰، مکتبہ حقانیہ ملتان)

605 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا، قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ فَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا،

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ کچھ لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے' تا کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ رکوع میں جائے' تو تم رکوع میں جاؤ۔ جب وہ (رکوع سے) اُٹھے تم بھی اُٹھو جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو''۔

606 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْمَعْنَى اَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ، وَهُوَ قَاعِدٌ وَاَبُو بَكْرٍ يُكَبِّرُ لِيُسْمِعَ النَّاسَ تَكْبِيرَهُ، ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے ہم نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تکبیر کہہ رہے تھے تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر کی آواز لوگوں تک پہنچائیں۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے)

607 - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، اَخْبَرَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي حُصَيْنٌ، مِنْ وَلَدِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، اَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّهُمْ، قَالَ: فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنَّ اِمَامَنَا مَرِيضٌ، فَقَالَ: اِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ

❁❁ حصین جن کا تعلق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے وہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں: وہ ان لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کرنے کے لئے تشریف لائے' تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارا امام بیمار ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم لوگ بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کی سند متصل نہیں ہے۔

بَابُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ كَيْفَ يَقُومَانِ

باب: دو آدمیوں میں سے کوئی ایک' دوسرے کی امامت کر رہا ہو' تو وہ دونوں کیسے کھڑے ہوں گے؟

608 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى اُمِّ حَرَامٍ فَاَتَوْهُ بِسَمْنٍ وَتَمْرٍ، فَقَالَ: رُدُّوا هٰذَا فِي وِعَائِهِ، وَهٰذَا فِي سِقَائِهِ، فَاِنِّي صَائِمٌ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ تَطَوُّعًا فَقَامَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ وَاُمُّ حَرَامٍ خَلْفَنَا، قَالَ ثَابِتٌ: وَلَا

اَعْلَمُهُ اِلَّا قَالَ: اَقَامَنِیْ عَنْ يَمِيْنِهِ عَلٰی بِسَاطٍ

⚙⚙ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں گھی اور کھجوریں پیش کیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں (یعنی کھجوروں کو) اور اسے (یعنی گھی کو) ان کے برتن میں واپس ڈال دو۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ نے ہمیں دو رکعت پڑھائی جو نفل تھیں سیّدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا اور سیّدہ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی ہوگئیں۔

ثابت نامی راوی کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا تھا۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی پر مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کرلیا تھا''۔

609 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ يُحَدِّثُ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّهُ وَامْرَاَةً مِّنْهُمْ، فَجَعَلَهُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَالْمَرْاَةَ خَلْفَ ذٰلِكَ

⚙⚙ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اور ان کے خاندان کی ایک خاتون کی امامت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں طرف کھڑا کرلیا اور خاتون آپ کے پیچھے کھڑی ہوئی۔

610 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَاَطْلَقَ الْقِرْبَةَ فَتَوَضَّاَ، ثُمَّ اَوْكَاَ الْقِرْبَةَ، ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ، فَقُمْتُ فَتَوَضَّاْتُ كَمَا تَوَضَّاَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَاَخَذَنِيْ بِيَمِيْنِهِ فَاَدَارَنِيْ مِنْ وَّرَائِهِ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ.

⚙⚙ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات میں اپنی خالہ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہر گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اُٹھے آپ نے مشکیزے کا منہ کھولا آپ نے اس سے وضو کیا اور مشکیزے کے منہ کو بند کیا اور نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ میں بھی اٹھا میں نے بھی اسی طرح وضو کیا' جس طرح آپ نے کیا تھا۔ پھر میں اُٹھا اور آپ کے بائیں طرف آکر کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے پکڑا اور اپنے پیچھے سے گھما کر مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کردیا۔ میں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

611 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَاَخَذَ بِرَاْسِيْ اَوْ بِذُؤَابَتِيْ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ

608- اسناده صحیح، حماد: هو ابن سلمة، وثابت: هو ابن اسلم البنانی، وهو فی "مسند احمد" (13594) من طریق حماد بن سلمة بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه دون ذکر السمن والتمر مسلم (660) (268)، والنسائی فی "الکبری" (879) من طریق سلیمان بن المغیرة، عن ثابت، به. واخرجه مطولاً البخاری (1982) من طریق حمید الطویل، عن انس. وهو فی "صحیح ابن حبان" (990) و (7186). وانظر ما بعده، وما سیاتی برقم (612).

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:
"مجھے نبی اکرم ﷺ نے سر سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) بالوں سے پکڑا اور اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا"۔

بَابُ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً كَيْفَ يَقُومُونَ

باب: جب تین لوگ (نماز باجماعت میں شریک) ہوں' تو وہ کیسے کھڑے ہوں گے؟

612 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: قُومُوا فَلِأُصَلِّيَ لَكُمْ. قَالَ أَنَسٌ: فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کی دادی سیدہ ملیکہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی کھانے کی دعوت کی جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے لئے تیار کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے کھالیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اُٹھو تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں چٹائی کی طرف گیا جو زیادہ استعمال ہو کر سیاہ ہو چکی تھی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا نبی اکرم ﷺ اس پر کھڑے ہوئے۔ میں نے اور لڑکے نے آپ کے پیچھے صف بنالی۔ بوڑھی خاتون ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ (پھر آپ واپس تشریف لے گئے)

613 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ هَارُونَ بْنِ عَنْتَرَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ عَلْقَمَةُ، وَالْأَسْوَدُ، عَلَى عَبْدِ اللَّهِ، وَقَدْ كُنَّا أَطَلْنَا الْقُعُودَ عَلَى بَابِهِ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَاسْتَأْذَنَتْ لَهُمَا فَأَذِنَ لَهُمَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بَيْنِي وَبَيْنَهُ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ

عبدالرحمن بن اسود اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: علقمہ اور اسود نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی۔ راوی کہتے ہیں: ہمیں خاصی دیر ان کے دروازے پر بیٹھنا پڑا ایک لڑکی باہر آئی۔ اس نے (اندر جا کر) ان دونوں صاحبان کے لئے اجازت مانگی' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے میرے اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

611- اسناده صحيح، هشيم- وهو ابن بشير- قد صرح بالتحديث عند البخاري، فانتفت شبهة تدليسه. ابو بشر: هو جعفر بن اياس. واخرجه البخاري (5919) من طريق هشيم، بهذا الاسناد. واخرجه ايضاً (117) و (699)، والنسائي في "الكبرى" (406) من طريقين عن سعيد بن جبير، به. وهو في "مسند احمد" (1843). وسياتي برقم (1357) من طريق الحكم، عن سعيد بن جبير. وانظر ماقبله

بَابُ الْإِمَامِ يَنْحَرِفُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ
باب: امام کا سلام پھیرنے کے بعد منہ پھیر کر بیٹھنا

614 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ انْحَرَفَ

❁❁ جابر بن یزید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی جب آپ نے نماز مکمل کی تو آپ نے اپنا رخ پھیر لیا۔

615 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْبَرَاءِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ، فَيُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم جب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے تو ہماری یہ خواہش ہوتی تھی کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے دائیں طرف کھڑے ہوں تاکہ (نماز مکمل کرنے کے بعد) نبی اکرم ﷺ ہماری طرف رُخ کریں گے۔

بَابُ الْإِمَامِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ
باب: امام کا اپنی جگہ پر نوافل ادا کرنا

616 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُصَلِّ الْإِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ حَتَّى يَتَحَوَّلَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ لَمْ يُدْرِكِ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ

❁❁ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''امام نے جس جگہ نماز ادا کی ہو وہ وہاں (سنت یا نفل نماز) ادا نہ کرے۔ بلکہ وہاں سے ہٹ جائے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عطاء خراسانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (کا زمانہ) نہیں پایا۔

بَابُ الْإِمَامِ يُحْدِثُ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنْ آخِرِ الرَّكْعَةِ
باب: امام کے آخری رکعت (کے سجدے) سے سر اٹھانے کے بعد اسے حدث لاحق ہونا

614- اسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان، وسفيان: هو الثوري. واخرجه النسائي في "الكبرى" (1258) من طريق يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه مطولا الترمذي (217) من طريق هشيم بن بشير، اخبرنا يعلى، به. وهو في "مسند احمد" (17474) و (17475)

617 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ، وَبَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَضَى الْإِمَامُ الصَّلَاةَ وَقَعَدَ فَأَحْدَثَ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ، فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ، وَمَنْ كَانَ خَلْفَهُ مِمَّنْ أَتَمَّ الصَّلَاةَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب امام نماز مکمل کرلے اور (قعدہ میں) بیٹھا ہوا ہو اور پھر اس کے کلام کرنے سے پہلے وہ بے وضو ہو جائے' تو اس کی نماز مکمل ہوگئی اور اس کے پیچھے بھی جن لوگوں نے نماز ادا کی تھی ان کی نماز مکمل ہوگئی۔

نماز میں خلیفہ بنانے سے متعلق احکام کا بیان

نماز میں امام کو حدث ہوا تو ان شرائط کے ساتھ جو اوپر مذکور ہوئیں دوسرے کو خلیفہ کرسکتا ہے (اس کو استخلاف کہتے ہیں) اگرچہ وہ نماز نماز جنازہ ہو۔ جس موقع پر بنا جائز ہے وہاں استخلاف صحیح ہے اور جہاں بنا صحیح نہیں وہاں استخلاف بھی صحیح نہیں۔ جو شخص اس محدث کا امام ہوسکتا ہے وہ خلیفہ بھی ہوسکتا ہے اور جو امام نہیں بن سکتا وہ خلیفہ بھی نہیں ہوسکتا۔ جب امام کو حدث ہوجائے تو ناک بند کرکے (کہ لوگ نکسیر گمان کریں) پیٹھ جھکا کر پیچھے ہٹے اور اشارے سے کسی کو خلیفہ بنائے خلیفہ بنانے میں بات نہ کرے۔ (عالمگیری ردالمحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

میدان میں نماز ہورہی ہے تو جب تک صفوں سے باہر نہ گیا خلیفہ بنا سکتا ہے اور مسجد میں ہے تو جب تک مسجد سے باہر نہ ہوا استخلاف ہوسکتا ہے۔ مسجد کے باہر تک برابر صفیں ہیں امام نے مسجد میں سے کسی کو خلیفہ نہ بنایا بلکہ باہر والے کو خلیفہ بنایا یہ استخلاف صحیح نہ ہوا قوم اور امام سب کی نمازیں گئیں اور آگے بڑھ گیا تو اس وقت تک خلیفہ بنا سکتا ہے کہ سترہ یا موضع سجود سے متجاوز نہ ہوا ہو۔

(درمختار عالمگیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

مکان اور چھوٹی عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہیں بڑی مسجد اور بڑا مکان اور بڑی عیدگاہ میدان کے حکم میں ہیں۔ امام نے کسی کو خلیفہ نہ کیا بلکہ قوم نے بنا دیا، یا خود ہی امام کی جگہ پر نیت امامت کرکے کھڑا ہوگیا تو یہ خلیفہ امام ہوگیا اور محض امام کی جگہ پر چلے جانے سے امام نہ ہوگا جب تک نیت امامت نہ کرے۔ مسجد و میدان میں خلیفہ بنانے کے لئے جو حد مقرر کی گئی ہے اس سے ابھی متجاوز نہ ہوا نہ خود کوئی خلیفہ بنا نہ جماعت نے کسی کو بنایا تو امام کی امامت قائم ہے یہاں تک کہ اس وقت بھی اگر اس کی اقتدا کوئی شخص کرلے تو ہوسکتی ہے۔

(ردالمحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

امام کو حدث ہوا پچھلی صف میں سے کسی کو خلیفہ کرکے مسجد سے باہر ہوگیا اگر خلیفہ نے فوراً ہی امامت کی نیت کرلی تو جتنے مقتدی اس خلیفہ سے آگے ہیں سب کی نمازیں فاسد ہوگئیں۔ اس صف میں جو داہنے بائیں ہیں یا اس صف سے پیچھے ان کی اور امام اول کی فاسد نہ ہوئی اور اگر خلیفہ نے یہ نیت کی کہ امام کی جگہ پہنچ کر امام ہوجاؤں گا اور امام کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے امام باہر ہوگیا تو سب کی نمازیں فاسد ہوگئیں۔

امام کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ مسبوق کو خلیفہ نہ بنائے بلکہ کسی اور کو اور جو مسبوق ہی کو خلیفہ بنائے تو اسے چاہئے کہ قبول نہ کرے اور قبول کرلیا تو ہوگیا۔ مسبوق کو خلیفہ بنا ہی دیا تو جہاں سے امام نے ختم کیا ہے مسبوق وہیں سے شروع کرے رہا یہ کہ مسبوق کو کیا معلوم کہ کیا باقی ہے لہٰذا امام اسے اشارے سے بتادے مثلاً ایک رکعت باقی ہے تو ایک انگلی سے اشارہ کرے دو ہوں تو دو سے، رکوع کرنا ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے، سجدہ کیلئے پیشانی پر، قرأت کیلئے منہ پر، سجدہ تلاوت کیلئے پیشانی و زبان پر، سجدہ سہو کیلئے سینہ پر رکھے اور اس مسبوق کو معلوم ہو تو

اشارے کی کوئی حاجت نہیں۔(درمختار، عالمگیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

چار رکعت والی نماز میں ایک شخص نے اقتدا کی پھر امام کو حدث ہوا اور اسے خلیفہ بنایا اور اسے معلوم نہیں کہ امام نے کتنی پڑھی ہے اور کیا باقی ہے تو یہ چار رکعت پڑھے اور ہر رکعت پر قعدہ کرے۔(عالمگیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

مسبوق کو خلیفہ کیا تو امام کی نماز پوری کرنے کے بعد سلام پھیرنے کیلئے کسی مدرک کو مقدم کر دے کہ وہ سلام پھیرے۔ چار یا تین رکعت والی میں اس مسبوق کو خلیفہ کیا جس کو دو رکعتیں نہ ملی تھیں تو اس خلیفہ پر دو قعدے فرض ہیں ایک امام کا قعدہ اخیرہ اور ایک اس کا خود اور اگر امام نے اشارہ کر دیا کہ پہلی رکعتوں میں قرأت نہ کی تھی چار رکعت والی نماز میں چاروں میں اس پر قرأت فرض ہے۔ مسبوق نے امام کی نماز پوری کرنے کے بعد قہقہہ لگایا یا قصداً حدث کیا یا کلام کیا یا مسجد سے باہر ہو گیا تو خود اس کی نماز جاتی رہی اور قوم کی ہو گئی رہا امام اول وہ اگر ارکان نماز سے فارغ ہو گیا ہے تو اس کی بھی ہو گئی ورنہ گئی۔ لاحق کو خلیفہ بنایا تو اسے حکم ہے کہ جماعت کی طرف اشارہ کرے کہ اپنے حال پر سب لوگ رہیں یہاں تک کہ جو اس کے ذمہ ہے اسے پورا کر کے نماز امام کی تکمیل کرے اور اگر پہلے امام کی نماز پوری کر دی تو جب سلام کا موقع آئے کسی کو سلام پھیرنے کیلئے خلیفہ بنائے اور خود اپنی پوری کرے۔(عالمگیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

امام نے ایک کو خلیفہ بنایا اور اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کر دیا تو اگر امام کے مسجد سے باہر ہونے اور خلیفہ کے امام کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے یہ ہوا تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ تنہا نماز پڑھ رہا تھا حدث واقع ہوا اور ابھی مسجد سے باہر نہ ہوا کہ کسی نے اس کی اقتدا کی تو یہ مقتدی خلیفہ ہو گیا۔ مسافروں نے مسافر کی اقتدا کی اور امام کو حدث ہوا اس نے مقیم کو خلیفہ کیا مسافروں پر چار رکعتیں پوری کرنا لازم نہیں اور خلیفہ کو چاہئے کہ کسی مسافر کو مقدم کر دے کہ وہ سلام پھیرے اور اگر مقتدیوں میں اور بھی مقیم تھے تو وہ تنہا تنہا دو دو رکعت بلا قرأت پڑھیں اب اگر اس خلیفہ کی اقتدا کریں گے تو ان سب کی نماز باطل ہوگی۔(ردالمحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

امام کو جنون ہو گیا یا بے ہوشی طاری ہوئی یا قہقہہ لگایا یا کوئی موجب غسل پایا گیا مثلاً سو گیا اور احتلام ہوا یا تفکر کرنے یا شہوت کے ساتھ نظر کرنے یا چھونے سے منی نکلی تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو گئی سرے سے پڑھے۔ اگر شدت سے پاخانہ پیشاب معلوم ہوا کہ نماز پوری نہیں کر سکتا تو استخلاف جائز نہیں۔ یونہی اگر پیٹ میں درد شدید ہوا کہ کھڑا نہیں رہ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے استخلاف جائز نہیں۔ اگر شرم یا رعب کی وجہ سے قرأت سے عاجز ہے تو استخلاف جائز نہیں اور بالکل نسیان ہو گیا تو ناجائز۔ امام کو حدث ہوا اور کسی کو خلیفہ بنایا اور خلیفہ نے ابھی نماز پوری نہیں کی ہے کہ امام وضو سے فارغ ہو گیا تو اس پر واجب ہے کہ واپس آئے یعنی اتنا قریب ہو جائے کہ اقتدا ہو سکے اور خلیفہ پوری کر چکا ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہیں پوری کرے یا موضع اقتدا میں آئے۔ یونہی منفرد کو اختیار ہے اور مقتدی کو حدث ہوا تو واجب ہے کہ واپس آئے۔ نماز میں امام کا انتقال ہو گیا اگرچہ قعدہ اخیرہ میں تو مقتدیوں کی نماز باطل ہو گئی سرے سے پڑھنا ضروری ہے۔

(ردالمحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

تکبیر تحریمہ سے نماز کی ابتداء اور سلام پر انتہاء کا بیان

618 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''نماز کی کنجی وضو ہے تکبیر تحریمہ کے ذریعے یہ شروع ہوتی ہے اور سلام پھیر کر ختم ہوتی ہے''۔

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب اربعہ

نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین دونوں ہاتھ کو بلند کرنا بالاتفاق مستحب ہے، ال امام النووی رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں۔

قال الإمام النووی فی شرح صحیح مسلم: أجمعت الأمة علی استحباب رفع الیدین عند تکبیرة الإحرام۔

لیکن نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کے حکم میں اختلاف ہے اس بارے میں دو قول ہیں۔ نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین واجب ہے، امام الأوزاعی اور امام الحمیدی یعنی شیخ البخاری اور داؤد ظاہری اور ان کے بعض أصحاب اور بقول امام حاکم امام ابن خزیمہ اور أحمد بن سیار بن أیوب شوافع میں سے اور امام ابن حزم کا مذہب یہی ہے۔ نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین سنت ہے۔

امام أعظم أبوحنیفہ اور ان کے أصحاب اور امام مالک، اور امام الشافعی، اور امام أحمد اور امام أبوعبید، اور امام أبی ثور، اور امام إسحاق، وابن المنذر، وغیرہم کثیر کا یہی مذہب ہے۔ (شرح صحیح مسلم، فتح الباری)

نماز میں تکبیر تحریمہ کی وجہ تسمیہ

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ نماز کا فرض ہے اس کا رکن نہیں ہے۔ اور اسمیت کے تحقق کیلئے اس کے آخر میں تاء کو لاحق کیا گیا ہے۔ اور اب یہ نام اس تکبیر کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ یہ تکبیر ہر اس چیز کو حرام قرار دیتی ہے جو اس سے پہلے حلال تھی۔ (جیسا مباح کاموں کا مثلاً کھانا، پینا اور کلام کرنا وغیرہ ہیں)۔ اور باقی تمام تکبیرات میں سے کوئی تکبیر بھی اشیاء مباحہ کو حرام کرنے والی نہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ا، ص، بیروت)

نماز میں تکبیر تحریمہ کی فرضیت کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ ﷺ نماز تو تکبیر سے شروع فرماتے تھے اور قرأت کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ بسم اللہ آہستہ سے پڑھتے تھے جیسا کہ حضرت امام أعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہی ہے۔

کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی وعظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس ہی وہ چیز ہے جس کی معرفت سب اعمال واخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہیے۔ بہر حال اس کے کمالات وانعامات پر نظر کرتے ہوئے نماز میں اور نماز سے باہر اس کی بڑائی کا اقرار واعلان کرنا تمہارا کام ہے۔

کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے اس لیے اسی کی کبریائی کا ذکر تمہاری زبان پر ہونا چاہیے اور اسی کا چرچا لوگوں میں کرنا چاہیے۔
نماز کا آغاز تکبیر یعنی اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کے کلمات ہی سے ہوتا ہے اور اذان میں بھی بار بار اس کلمہ کو دہرایا جاتا ہے تا کہ فضا اللہ کی تکبیر سے گونج اٹھے۔ تکبیر کا حکم سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت میں بھی دیا گیا ہے:
وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيرًا اور اس کی بڑائی بیان کر جیسی بڑائی بیان کرنا چاہیے۔

اللہ کی بڑائی بیان کرنے میں شرک کی تردید بھی ہے اور توحید کا اثبات بھی۔ مشرکین نے کسی کو مہادیو بنا دیا ہے اور کسی کو مہاتما جن کی وہ پرستش کرتے ہیں لیکن یہ صرف دعوے ہیں حقیقت یہ ہے کہ کبریائی اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے اور نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے جس کی پرستش کی جائے۔

نماز میں قیام کی فرضیت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نماز کا دوسرا فرض قیام ہے۔ اور قیام فرض نماز میں فرض ہے نفلی نماز فرض نہیں ہے۔ اور نماز میں اس کی فرضیت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" وقوموا اللہ قانتین "اس سے استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیام کو حکم دیا ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے۔ جبکہ نماز کے باہر قیام واجب نہیں ہے۔ لہٰذا نماز کے اندر قیام کا وجوب بطور ضرورت واجب ہو گیا۔ اور "قانتین" "قوموا" میں اسم ضمیر سے حال ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم خاموش رہنے والے ہو اور تم کلام کو ترک کرنے والے ہو۔ اور اس پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ ہم نماز میں کلام کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا" وقوموا اللہ قانتین "اس حدیث کو امام ابن ماجہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۱۶۵، حقانیہ ملتان)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (البقرہ، ۲۳۹،۲۳۸)

سب نمازوں کی حفاظت کرو اور (خاص طور پر) بیچ والی نماز کی۔ اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔ پھر اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار جس حال میں ہو (نماز پڑھ لو)۔ پھر جب امن ہو جائے تو اللہ کو اسی طریقے سے یاد کرو جس طریقے سے اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

علماء نے اس آیت کی روشنی میں فرض نماز میں قیام کے لازمی ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ فرض نماز پڑھنے والا امام ہو یا مقتدی یا منفرد (یعنی اکیلے نماز پڑھنے والا) کسی کے لیے بھی عذر کے بغیر فرض نماز بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر امام کسی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھانے پر قادر نہ ہو تو مقتدی بھی اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھیں گے۔ فرمان رسول ہے۔
وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب انما جعل الامام لیوتم بہ)

جب (امام) کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ (کسی عذر کی بناء پر) بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی (اس کے پیچھے) بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

نماز میں قرأت کی فرضیت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نماز کا تیسرا فرض قرأت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:" فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ "اس سے استدلال یہ ہے کہ اس میں قرأت کا امر ہے جو وجوب کیلئے آتا ہے۔ جبکہ نماز سے باہر بہ اجماع قرأت واجب نہیں ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے قرأت کا وجوب نماز میں متعین ہو گیا۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۱۶۵، حقانیہ ملتان)

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا، اس نے نماز پڑھنے کے بعد آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے واپس ہو کر پہلے کی طرح پھر نماز پڑھی اور لوٹ کر آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے وعلیکم السلام کہتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز ادا نہیں کی۔ حتیٰ کہ تین دفع ایسے ہی کیا تو آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو رسول برحق بنایا ہے کہ میں اس طریقہ کے علاوہ مزید کسی چیز سے ناواقف ہوں، براہِ کرم آپ ﷺ ہی مجھے ارشاد فرمائیے۔ فرمایا اور پھر جتنا قرآن تم بہ آسانی پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو اور پھر بہ آرام بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اس کے بعد با اطمینان سجدہ کرو اور پھر با اطمینان قعدہ میں بیٹھو اور اسی طرح اپنی پوری نماز میں کیا کرو۔ (اس حدیث سے یہ چیز معلوم ہوئی کہ نماز میں تعدیل ارکان بہت ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور جمہور علماء کے نزدیک تعدیل ارکان فرض ہے)۔ (صحیح مسلم، ۲۸۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے اور مسافر بھی جو ملک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھریں گے اور وہ مرد مجاہد بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے ان حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا۔ اس لیے تم پر تخفیف کر دی کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو۔

نماز میں رکوع کی فرضیت کا بیان

نماز کا چوتھا فرض رکوع ہے۔ اس کی فرضیت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا" اس میں امر کا صیغہ ہے جس کی دلالت وجوب پر ہے۔ جبکہ غیر نماز میں کسی قسم کا رکوع مشروع ہی نہیں۔ جس کی وجہ سے یہ حکم نماز والے رکوع کیلئے متعین ہو گیا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(الحج۔ ۷۷)

اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو۔ (کنزالایمان)

(البنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۱۲۵، حقانیہ ملتان)

نماز میں سجدہ کی فرضیت کا بیان

نماز کا پانچواں فرض سجدہ ہے اس کی فرضیت کا استدلال ودلیل رکوع والے حکم میں گذر چکی ہے کیونکہ رکوع وسجود آیت میں دونوں کا بیان ہے۔

نماز میں قعدہ آخیرہ کی فرضیت کا بیان

نماز کا چھٹا فرض قعدہ آخیرہ ہے۔اس کی فرضیت کا استدلال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت سے ہے۔جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''إذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ''اس حدیث سے استدلال کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ خبر واحد ہے لہٰذا کسی خبر واحد سے فرضیت کو کیسے ثابت کیا جائے گا۔کیونکہ وہ خبر واحد مفید ظن ہے۔اور ثبوت فرضیت کیلئے قطعی الدلالت کا ہونا ضروری ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ روایت اس کی فرضیت کو ثابت کرنے والی نہیں ہے بلکہ یہ حدیث قرآن کریم میں حکم نماز کا بیان ہے۔اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان''إذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ''اور جب نبی کریم ﷺ نے تکمیل نماز اس کو اس فعل قعود یا فعل قرأت تشہد کے ساتھ معلق کیا تو یہ تکمیل نماز کیلئے ضروری ہوگیا۔اور فقہ کا قاعدہ ہے جو چیز واجب کے بغیر پوری نہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔لہٰذا اس حدیث نے قرآن کے حکم''اقیموا الصلوٰۃ''کے اجمال کو بیان کیا ہے لہٰذا آخری قعدہ کی فرضیت اس حکم قرآنی سے بذریعہ بیان حدیث کے طور پر ثابت ہوگئی۔

بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ الْمَأْمُومُ مِنَ اتِّبَاعِ الْإِمَامِ

باب: مقتدی کو کس حد تک امام کی پیروی کرنے کا حکم ہے

619 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُبَادِرُونِي بِرُكُوعٍ، وَلَا بِسُجُودٍ، فَإِنَّهُ مَهْمَا أَسْبِقْكُمْ بِهِ إِذَا رَكَعْتُ تُدْرِكُونِي بِهِ إِذَا رَفَعْتُ، إِنِّي قَدْ بَدَّنْتُ

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم لوگ مجھ سے پہلے رکوع یا سجدے میں نہ جاؤ کیونکہ رکوع میں جاتے ہوئے' اگر میں تم سے آگے ہوں گا' تو تم مجھے اس وقت پالو گے جب میں اُٹھ رہا ہوں گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا جسم بھاری ہوگیا ہے''۔

620 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْخَطْمِيَّ، يَخْطُبُ النَّاسَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا رَفَعُوا رُءُوسَهُمْ مِنَ الرُّكُوعِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامُوا قِيَامًا، فَإِذَا رَأَوْهُ قَدْ سَجَدَ سَجَدُوا

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے تھے جب تک وہ آپ کو دیکھ نہیں لیتے تھے کہ آپ سجدے میں چلے گئے ہیں پھر وہ سجدے میں جاتے تھے۔

سجدے میں پہلے ہاتھ یا گھٹنے زمین پر رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "تم میں سے کوئی جب سجدہ کرے تو وہ اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔

(ابوداؤد، سنن نسائی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 863)

اور ابوسلیمان خطابی نے کہا ہے کہ حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس حدیث سے زیادہ (صحیح) ثابت ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اونٹ زمین پر بیٹھنے کے وقت اپنے دونوں گھٹنے زمین پر پہلے رکھتا ہے۔اس طرح سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے زمین پر نہ ٹیکے جائیں۔

آپ ﷺ نے اونٹ کی بیٹھک سے مشابہت دی ہے باوجود یہ کہ اونٹ بیٹھتے وقت زمین پر پاؤں رکھنے سے پہلے ہاتھ رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا گھٹنا پاؤں میں ہوتا ہے اور جانور کا گھٹنا ہاتھ میں ہوتا ہے لہٰذا جب کوئی آدمی سجدے میں جاتے وقت زمین پر پہلے گھٹنے رکھے گا تو اونٹ کے بیٹھنے سے مشابہت ہوگی۔

بہر حال۔یہ حدیث اوپر کی حدیث کے مخالف ہے کیونکہ پہلی حدیث تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکے جائیں اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہاتھ زمین پر رکھے جائیں۔یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء کے ہاں اختلاف ہے چنانچہ جیسا کہ اوپر کی حدیث کی تشریح میں بتایا جا چکا ہے جمہور علماء حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اوپر کی حدیث پر جو حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکے جائیں۔

حضرت امام مالک اور اوزاعی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہم اور کچھ دوسرے علماء حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلے زمین پر دونوں ہاتھ ٹیکے جائیں۔

ان دونوں احادیث کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی اوپر والی حدیث زیادہ صحیح، قوی تر اور مشہور تر ہے اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث و مرتبہ صحت پر پہنچا کر اسے ترجیح دی ہے اور فن حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ جب دو حدیثیں ایک دوسرے کے مخالف ہوتی ہیں تو عمل قوی تر اور صحیح تر پر کیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو حضرت وائل کی روایت سے منسوخ قرار دیا

ہے۔

نیز ایک روایت میں حضرت ابن خزیمہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدے میں جاتے تھے تو (سجدے کی) ابتدا گھٹنے سے کرتے تھے یعنی پہلے گھٹنوں کو زمین پر ٹیکتے تھے۔ انہی وجوہات کی طرف مولف مشکوٰۃ نے قال ابوسلیمان الخ کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

سجدے کے اعضاء کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "مجھے (جسم کی) سات ہڈیوں یعنی پیشانی، دونوں ہاتھ، گھٹنے اور دونوں پاؤں کے پنجوں پر سجدے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ممنوع ہے کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو سمیٹیں۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 851)

اس حدیث کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ سجدے میں جسم کے کس کس عضو کو زمین پر ٹیکنا چاہئے چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ سجدے کے وقت پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے پنجوں کو زمین پر ٹیکنا چاہئے۔ اکثر ائمہ کے نزدیک سجدہ ناک اور پیشانی دونوں سے کرنا چاہیے بغیر ان دونوں کو زمین پر لگائے سجدہ جائز نہیں ہے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر محض پیشانی ہی ٹیک کر سجدہ کر لیا جائے تو جائز ہے البتہ بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام شافعی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک محض ناک کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر کوئی ایسا عذر پیش ہو کہ پیشانی کو زمین پر ٹیکنا ممکن نہ ہو تو جائز ہے، اس سلسلے میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ۔

سجدے میں دونوں پاؤں کو زمین پر رکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی آدمی سجدے میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھا لے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور ایک پاؤں اٹھالے گا تو سجدہ مکروہ ہوگا۔ سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کو قبلے کی طرف رکھنا فرض ہے خواہ ایک ہی انگلی رکھی جائے۔ اگر انگلیاں قبلہ کی سمت نہ ہوں گی تو جائز نہیں ہوگا۔

درمختار میں ایک جگہ مذکور ہے کہ "پیشانی اور دونوں پاؤں کے ساتھ سجدہ کرنا فرض ہے اور دونوں پیروں میں کم سے کم ایک انگلی زمین پر رکھنا شرط ہے اور ہاتھوں اور زانوؤں کو زمین پر رکھنا سنت ہے، حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک یہی ہے۔

سجدے میں ہاتھ زمین پر جبکہ کہنیوں کو اٹھا رکھنے کا بیان

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "جب تم سجدہ کرو تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھو اور کہنیوں کو زمین سے اونچا رکھو۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 853)

سجدہ میں ہاتھوں کو رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین پر کانوں کے سامنے رکھی رہیں۔ انگلیاں آپس میں ملی ہوں، اور یہ کہ ہاتھ کھلے رہیں کسی کپڑے وغیرہ کے اندر انہیں چھپانا مکروہ ہے۔

کہنیوں کو اونچا رکھنے" کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ دونوں کہنیاں زمین سے اونچی رہیں یا پھر یہ کہ دونوں پہلوؤں سے اونچی رہیں۔ بہرصورت یہ حکم خاص طور پر مردوں کے لیے ہے عورتیں اس حکم میں شامل نہیں ہیں کیونکہ عورتوں کو تو سجدے میں

کہنیوں کو زمین پر پہلوؤں سے ملی ہوئی رکھنے کا حکم ہے اس لیے کہ اس طرح جسم کی نمائش نہیں ہوتی اور پردہ اچھی طرح ہوتا ہے۔

دوسری رکعت کو الحمدللہ سے شروع کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ جب دوسری رکعت پڑھنے کے بعد اٹھتے تو الحمد للہ رب العالمین شروع کر دیتے تھے اور خاموش نہ رہتے تھے (صحیح مسلم) اس روایت کو حمیدی نے اپنی کتاب افراد میں ذکر کیا ہے۔ نیز صاحب جامع الاصول نے بھی اس روایت کو مسلم سے نقل کیا ہے۔

چونکہ یہ وہم ہو سکتا تھا کہ دوسری رکعت کے بعد دوسرا شفعہ شروع ہونے کے وقت شاید سبحانک اللھم پڑھنے کے لیے خاموشی اختیار کرتے ہوں اس لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت کر دی کہ جب آپ ﷺ دوسری رکعت کے بعد دوسرے شفعہ کے لیے اٹھتے تھے تو سبحانک اللھم نہیں پڑھتے تھے بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ شروع کر دیتے تھے۔

621 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَهَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ، قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ، أَبَانُ، وَغَيْرُهُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَحْنُو أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ

⊛⊛ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے، تو ہم میں سے کوئی بھی شخص اپنی پیٹھ کو اس وقت تک نہیں جھکاتا تھا۔ جب تک وہ نبی اکرم ﷺ کو دیکھ نہیں لیتا تھا کہ آپ نے (اپنی پیشانی مبارک زمین پر) رکھ دی ہے۔

622 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ، أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَكَعَ رَكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، لَمْ نَزَلْ قِيَامًا، حَتَّى يَرَوْهُ قَدْ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بِالْأَرْضِ، ثُمَّ يَتَّبِعُونَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ محارب بن دثار بیان کرتے ہیں: میں نے عبداللہ بن یزید کو منبر پر یہ بیان کرتے ہوئے سنا حضرت براء رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ رکوع میں جاتے تھے تو وہ بھی رکوع میں چلے جاتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تھے۔ ہم اس وقت تک کھڑے رہتے تھے جس وقت تک آپ کو دیکھ نہیں لیتے تھے کہ آپ نے پیشانی مبارک زمین پر رکھ دی ہے۔ پھر لوگ آپ کی پیروی کرتے تھے (یعنی سجدے میں جاتے تھے)

شرائط اقتداء کا بیان

۱. نیت اقتدا یعنی مقتدی کو امام کی متابعت یعنی اس کی پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرنا اور اس نیت کا تحریمہ کے ساتھ ہونا یا تحریمہ پر اس طرح مقدم ہونا کہ دونوں کے درمیان کوئی نماز کو توڑنے والا فعل نہ ہو، جمعہ و عیدین میں اقتدا کی نیت ضروری نہیں ۲. مرد امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا عورتوں کی نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے لیکن جمعہ و عیدین میں یہ شرط نہیں ہے ۳. مقتدی کا امام سے آگے نہ ہونا یعنی مقتدی کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو اور اس میں ٹخنوں یعنی ایڑیوں کا اعتبار ہے پس اگر مقتدی کا ٹخنہ وایڑی امام کے ٹخنے اور ایڑی سے پیچھے ہو لیکن امام کا پاؤں چھوٹا ہو اور مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے پنجہ امام کے پنجے سے آگے ہو تو اقتدا درست ہے ۴. اتحادِ نماز، یعنی امام اور مقتدی کی نماز کا متحد ہونا، پس دونوں کی نماز ایک ہی ہو جیسے ظہر کی نماز اسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے لیکن ظہر کی نماز عصر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، یا مقتدی کی نماز امام کی نماز کو متضمن (شامل) ہو جیسا کہ نفل پڑھنے والے کی نماز فرض پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے کیونکہ فرض نفل کو متضمن ہے لیکن اس کے برعکس درست نہیں کیونکہ نفل فرض کو متضمن نہیں اسی طرح ہر قوی نماز والے کی اقتدا ضعیف نماز والے کے پیچھے درست نہیں لیکن ضعیف نماز والی کی اقتدا قوی نماز والے کے پیچھے درست ہے مثلاً نذر نماز والے کی اقتدا نفل نماز والے کے پیچھے درست نہیں، مسبوق کی اقتدا مسبوق کے پیچھے، ادا نماز والے کی اقتدا دوسرے دن کی وہی قضا نماز پڑھنے والے کی پیچھے، مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے وقت نکلنے کے بعد درست نہیں وغیرہ۔

۵. اتحادِ مکان، امام اور مقتدی کے مکان کا ایک ہونا، پس سواری سے اتر کر نماز پڑھنے والی کی اقتدا سوار کے پیچھے یا ایک سواری پر نماز پڑھنے والی کی اقتدا دوسری الگ سواری پر نماز پڑھنے والے کی پیچھے درست نہیں۔

۶. امام اور مقتدی کے درمیان عام راستہ (سڑک) نہ ہونا، وہ راستہ جس میں بیل گاڑی یا لدے ہوئے اونٹ و خچر گزر سکیں مانع اقتدا ہے جب کہ صفیں ملی ہوئی نہ ہوں، اگر اس سے کم فاصلہ ہو یا صفیں ملی ہوئی ہوں، تو مانع اقتدا نہیں ایک آدمی کے درمیان میں کھڑا ہونے سے صفیں نہیں ملتی دو میں اختلاف ہے تین آدمی کھڑے ہوں تو بلا اتفاق صفیں متصل ہو جائیں گی ۷. بڑی نہر درمیان میں نہ ہونا، جس نہر میں کشتیاں اور بجرے (چھوٹی کشتیاں) گزر سکیں اور اس پر پل وغیرہ کے بغیر گزر نہ ہو سکے وہ نہر بڑی ہے اور وہ عام راستہ کے حکم میں ہے اس میں صفوں کا اتصال پل کے ذریعے ہو سکتا ہے اور اگر نہر خشک ہو تو راستے کی طرح اس میں صفیں متصل ہو جانے سے اقتدا درست ہے، چھوٹی نہر جس میں کشتیاں اور بجرے نہ گزر سکیں مانع اقتدا نہیں ہیں۔

۸. کوئی بڑا میدان یعنی خالی جگہ امام اور مقتدی کے درمیان حائل نہ ہونا پس اگر میدان میں جماعت کھڑی ہو تو اگر امام اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی ہے جس میں دو صفیں یا زیادہ قائم ہو سکے تو اقتدا درست نہیں ہے، اس سے کم فاصلہ مانع اقتدا نہیں اور نماز درست ہو جائے گی، اسی طرح کوئی سی دو صفوں کے درمیانی فاصلے کے پچھلی صف کے لئے مانع اقتدا ہونے یا نہ ہونے کے حکم کی بھی یہی تفصیل ہے بہت ہی زیادہ بڑی مسجد میں بھی صفوں میں فاصلہ کے حکم کی تفصیل یہی ہے یعنی وہ میدان کے حکم میں ہے عام مسجد اگر چہ بڑی ہوں مکان واحد کے حکم میں ہیں اور ان میں فاصلہ خواہ دو صفوں کے برابر ہو یا زیادہ ہو مانع اقتدا نہیں ہے، لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے، فنائے مسجد (صحن) مسجد کے حکم میں ہے، بڑا مکان جو چالیس گز شرعی یا اس سے زیادہ بڑا ہو میدان کے حکم

میں ہے اس سے کم عام مسجد کے حکم میں ہے۔

۹۔ مقتدی پر امام کا حال مشتبہ نہ ہونا، اگر امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کا حال مقتدی کا معلوم ہو خواہ امام یا مقتدیوں کو دیکھ کر ہو یا امام یا مکبر کی تکبیر کی آواز سن کر ہو تو اقتدا درست ہے خواہ دیوار یا منبر وغیرہ درمیان میں حائل ہوں ۱۰۔ امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی پوری صف کا حائل نہ ہونا، اگر عورتوں کی پوری صف امام کے پیچھے ہوگی تو ان کے پیچھے مردوں کی جتنی صفیں ہوں گی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر مقتدیوں کی صفوں کے درمیان میں عورتوں کی صف ہوگی تو ان کے پیچھے والی مردوں کی سب صفوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، چار یا زیادہ عورتیں ہونگی تو پوری صف کا حکم ہوگا، تین عورتیں ہوں گی تو پیچھے والی تمام صفوں کے ان تین تین آدمیوں کی نماز فاسد ہوگی جو ان عورتوں کی سیدھ میں پیچھے ہوں گے دو عورتیں پیچھے والی صف کے دو آدمیوں کی اور ایک عورت پیچھے والی صرف پہلی صف کے صرف ایک آدمی کی نماز فاسد کرے گی اور اگر مردوں کی صف کے درمیان میں ایک یا زیادہ عورتیں ہوں گی تو ان کے برابر والے داہنی و بائیں طرف کے ایک ایک آدمی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی ۱۱۔ امام کی نماز کا مقتدی کے مذہب پر صحیح ہونا اور مقتدی کا اپنے گمان میں اس کو صحیح سمجھنا۔

۱۲۔ مقتدی کا ارکان نماز میں امام کے ساتھ شریک ہونا یعنی ہر رکن کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد متصل ہی ادا کرنا پس اگر کسی رکن کو چھوڑ دے گا یا امام سے پہلے ادا کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر اس رکن میں جس کو امام سے پہلے کر لیا ہے اپنے امام کو پا لیا مثلاً امام کے رکوع میں جانے سے پہلے چلا گیا اور رکوع میں یہاں تک رہا کہ امام نے بھی رکوع کر دیا یا وہ رکوع سے اٹھ گیا تھا لیکن پھر امام کے ساتھ رکوع میں واپس آ گیا تو اب امام کے ساتھ شرکت ہو کر نماز درست ہو جائے گی اور اگر اس صورت میں امام کے رکوع میں جانے سے پہلے اٹھ گیا اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں شریک نہیں ہوا تو اقتدا درست نہ ہوگی اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۳۔ ارکان کی ادائگی میں مقتدی کا امام کے مثل یا اس سے کم ہونا پس امام اور مقتدی دونوں رکوع و سجود سے نماز پڑھتے ہوں یا دونوں اشارے سے نماز پڑھتے ہوں یا امام رکوع و سجود سے پڑھتا ہو اور مقتدی اشارہ سے پڑھتا ہو تو اقتدا درست ہے، اور اگر امام اشارے سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی رکوع و سجود سے تو چونکہ مقتدی کا حال امام سے قوی ہے اس لئے اقتدا درست نہیں۔

۱۴۔ شرائط نماز میں مقتدی کا امام سے زیادہ جامع نہ ہونا، بلکہ امام کے مثل یا اس سے کم ہونا مثلاً سب شرائط کا جامع مقتدی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے نماز پڑھے تو درست ہے، یا ننگا آدمی دوسرے ننگے آدمی کے پیچھے پڑھے یا ننگا آدمی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اقتدا درست ہے لیکن اگر امام ننگا ہو اور مقتدی ستر ڈھانپے ہوئے ہو تو اقتدا درست نہیں۔

بَابُ التَّشْدِيدِ فِيمَنْ يَرْفَعُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَوْ يَضَعُ قَبْلَهُ

باب: ایسے شخص کی شدید مذمت جو امام سے پہلے سر اٹھاتا یا رکھتا ہے

623 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ

623- اسنادہ صحیح. واخرجہ البخاری (691)، ومسلم (427)، والترمذی (589)، والنسائی فی "الکبری" (904)، وابن ماجہ (961) من طرق عن محمد بن زیاد، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (7534)، و"صحیح ابن حبان" (2282).

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمَا يَخْشَى - اَوْ اَلَا يَخْشَى - اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ وَالْاِمَامُ سَاجِدٌ اَنْ يُحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهُ رَاْسَ حِمَارٍ - اَوْ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص اپنا سر اٹھالیتا ہے اور امام اس وقت سجدے کی حالت میں ہو' تو کیا وہ اس بات سے ڈرتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر میں تبدیل کردے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اس کی شکل کو گدھے کی شکل میں تبدیل کردے''۔

امام سے پہلے سر سجدے سے اٹھانے پر وعید کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی جو امام سے پہلے (رکوع و سجود سے) سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ جل شانہ اس کے سر کو بدل کر گدھے جیسا سر کردے گا۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1111)

جو آدمی نماز کے ارکان امام کے ساتھ ادا نہیں کرتا بلکہ امام سے پہلے ہی ادا کر لیتا ہے مثلاً رکوع و سجود سے امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنا سر اٹھالیتا ہے تو ایسے آدمی کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث سخت ترین وعید ہے۔ گو علماء لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گدھے کی مانند کم فہم و عقل کردے گا کیونکہ تمام جانوروں میں گدھا ہی سب سے زیادہ کم فہم ہوتا ہے لہٰذا یہ مسخ حقیقی نہیں ہوگا بلکہ مسخ معنوی ہوگا تاہم علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو اپنے حقیقی معنی پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس امت میں بھی مسخ ممکن ہے جیسا کہ "باب اشراط الساعۃ" میں مذکور ہے اور اس کے مؤید ایک روایت ہے کے یہ الفاظ ہیں کہ ان یحول اللہ صورتہ حمار یعنی اللہ تعالیٰ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کی صورت کو گدھے جیسی صورت کردے۔ خطابی فرماتے ہیں کہ اس امت میں بھی مسخ جائز ہے لہٰذا اس حدیث کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مسخ خاص ہے اور امت کے لئے جو مسخ ممتنع ہے وہ مسخ عام ہے چنانچہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ مسخ صورت کی ایک عبرت ناک مثال علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ بالا قول کی تائید ایک عبرتناک واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو ایک جلیل القدر محدث سے منقول ہے کہ وہ طلب علم اور حصول حدیث کی خاطر دمشق کے ایک عالم کے پاس پہنچے جو اپنے علم و فضل کی بناء پر بہت مشہور تھا انہوں نے اس عالم سے درس لینا شروع کیا مگر حصول علم کے دروان یہ واقعہ طالب علم کے لئے بڑا حیرتناک بنا رہا کہ استاد پوری مدت کبھی بھی ان کے سامنے نہیں آیا درس کے وقت استاد اور شاگرد کے درمیان ایک پردہ حائل رہتا تھا ان کو اس کی بڑی خواہش تھی کہ کم سے کم ایک مرتبہ اپنے استاد کے چہرے کی زیارت تو کریں۔ چنانچہ جب انہیں اس عالم کی خدمت میں رہتے ہوئے بہت کافی عرصہ گذر گیا تو اس نے یہ محسوس کرلیا کہ طالب علم حصول حدیث کے شوق اور تعلق شیخ کے بھرپور جذبات کا پوری طرح حامل ہے تو استاد نے ایک دن درمیان میں حائل پردہ کو اٹھایا ان کی حیرت اور تعجب کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ جو جلیل القدر عالم اور ان کا استاد جس کے علم و فضل کی شہرت چاروں طرف

چپٹی ہوئی ہے اپنے انسانی چہرے سے محروم ہے بلکہ اس کا منہ گدھے جیسا ہے استاد نے شاگرد کی حیرت اور تعجب کو دیکھتے ہوئے جو بات کہی اسے سنئے اور اس سے عبرت حاصل کیجئے۔

اس نے کہا اے میرے بیٹے نماز کے ارکان ادا کرنے کے سلسلہ میں امام پر پہل کرنے سے بچنا میں نے جب یہ حدیث سنی کہ "کیا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے جیسا کر دے" تو مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے اسے بعید از امکان تصور کیا چنانچہ (یہ میری بدقسمتی کہ میں نے تجربہ کے طور پر) نماز کے ارکان ادا کرنے کے سلسلہ میں امام پر پہل کی جس کا نتیجہ میرے بیٹے اس وقت تمہارے سامنے ہے کہ میرا چہرہ واقعی گدھے کے چہرے جیسا ہو گیا۔ بہر حال ملا علی قاری اس کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد دراصل شدید تہدید اور انتہائی وعید کے طور پر ہے یا یہ کہ ایسے آدمی کو برزخ اور دوزخ میں اس عذاب کے اندر مبتلا کیا جائے گا۔

بَابٌ فِيمَنْ يَنْصَرِفُ قَبْلَ الْإِمَامِ

باب: جو شخص امام سے پہلے (نماز) ختم کر دیتا ہے

624 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ بُغَيْلٍ الْمُرْهِبِيُّ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَّهُمْ عَلَى الصَّلَاةِ وَنَهَاهُمْ أَنْ يَنْصَرِفُوا قَبْلَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو نماز ادا کرنے کی ترغیب دی اور لوگوں کو اس بات سے منع کیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی نماز ختم کرنے سے پہلے اپنی نماز ختم کریں۔

بَابُ جُمَّاعِ أَثْوَابِ مَا يُصَلَّى فِيهِ

باب: ان کپڑوں سے متعلق مجموعہ ابواب' جن میں نماز ادا کی جاتی ہے

625 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے ایک کپڑا (پہن کر) نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم سب کے پاس دو، دو کپڑے ہیں؟

626 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُصَلِّ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"کوئی بھی شخص ایک کپڑے میں یوں نماز ادا نہ کرے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔ (یعنی کپڑا نہ ہو)"۔

627 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ الْمَعْنَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فِيْ ثَوْبٍ فَلْيُخَالِفْ بِطَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز ادا کرے تو اسے چادر کے دونوں پلوؤں کو مخالف سمت میں کندھوں پر ڈال لینا چاہئے۔"

628 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا مُخَالِفًا بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ

حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے' جسے آپ نے التحاف کے طور پر لپیٹا ہوا تھا' اور اس کے دونوں پلو مخالف سمت میں کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

629 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَا تَرٰى فِي الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، قَالَ: فَأَطْلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِزَارَهُ طَارَقَ بِهِ رِدَاءَهُ، فَاشْتَمَلَ بِهِمَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بِنَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَنْ قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: أَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟

قیس بن طلق اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک شخص آیا اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بٹن کھولا تو آپ نے اپنی چادر کو لپیٹ لیا۔ آپ نے ان دونوں کو اشتمال کے طور پر لپیٹ لیا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور اللہ کے نبی نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ نے نماز مکمل کر لی۔ تو ارشاد فرمایا: "کیا تم سب کے پاس دو دو کپڑے ہیں"۔

شرح

اشتمال" اسے کہتے ہیں کہ کپڑے کا وہ کنارہ جو دائیں کندھے پر ہے بائیں ہاتھ کے نیچے سے نکالا جائے اور پھر وہ کنارا لے

628- اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد، ويحيى بن سعيد: هو الانصاري، وابو امامة بن سهل: هو اسعد بن سهل بن حنيف. واخرجه مسلم (517) (280) عن قتيبة بن سعيد وعيسى بن حماد، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (354-356)، ومسلم (517) (278) و (279)، والترمذي (339)، والنسائي في "الكبرى" (842)، وابن ماجه (1049) من طريق هشام بن عروة، عن ابيه، عن عمر بن ابي سلمة. وبعضهم يزيد على بعض. وهو في "مسند احمد" (16333)، و "صحيح ابن حبان" (2291) و (2292).

کر جو دائیں ہاتھ کے نیچے سے بائیں ہاتھ پر ڈالا گیا ہے دونوں کو ملا کر سینے پر گرہ لگائی جائے لیکن گرہ لگانے کی ضرورت صرف اس صورت میں ہوتی ہے جب کہ کپڑے کے کنارے لمبے نہ ہوں اور ان کے کھل جانے کا خوف ہو، اگر کنارے لمبے ہوں تو پھر گرہ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ یمن کے سفیروں کے لباس سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض شارحین کی عبارتوں میں گرہ لگانے کی قید ذکر نہیں کی گئی ہے۔ ان احادیث میں "مشتمل" متوشح اور مخالف بین طرفیہ کے جو الفاظ آئے ہیں سب کے ایک ہی معنی ہیں اور سب کی ایک ہی مذکور بالا صورت ہوتی ہے۔

صحابی رسول ﷺ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سب ہی لوگوں کے پاس دو کپڑے ہو سکتے ہیں؟ پھر (یہی مسئلہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا تو انھوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں فراغت دی ہے تو تم بھی فراغت کے ساتھ رہو۔ آدمی کو چاہیے کہ نماز میں اپنے کپڑے اکٹھا کرلے، کوئی آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے، کوئی تہبند اور قمیص، کوئی تہبند اور قباء میں، کوئی پاجامہ اور چادر میں، کوئی پاجامہ اور قمیص میں، کوئی پاجامہ اور قباء میں، کوئی جانگیا اور قباء میں، کوئی جانگیا اور قمیص میں نماز پڑھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ کوئی جانگیا اور چادر میں نماز پڑھے۔ [صحیح البخاری 1/ 82]

اشتمال کے ساتھ نماز پڑھنے میں مذاہب اربعہ

اشتمال کی صورت میں تو نماز پڑھنے کی اجازت ہے کیونکہ اس میں کپڑے کا کچھ حصہ کندھوں پر ہوتا ہے اور اگر کندھے پر کپڑے کا کچھ حصہ بھی نہ ہو تو اس صورت میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اس کی حکمت علماء یہ لکھتے ہیں کہ صرف ایک ہی کپڑا اگر ہو اور اسی کا تہ بند کرلیا جائے اور اس کا کچھ حصہ کندھوں پر ڈالا نہ جائے تو اس صورت میں ستر کھل جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور پھر یہ کہ رب ذوالجلال کے دربار میں حاضری کا وقت ہونے کی وجہ سے یہ بے ادبی کی شکل ہے۔

حضرت امام اعظم، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور جمہور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے۔ چنانچہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی صرف ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھے کہ اس کے کپڑے کا کچھ حصہ کندھوں پر نہ ہو مگر ستر چھپا ہوا ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی لیکن کراہت کے ساتھ ہوگی۔ حضرت امام احمد اور دوسرے علماء سلف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس آدمی کی نماز نہیں ہوگی۔

بَابُ الرَّجُلِ يَعْقِدُ الثَّوْبَ فِي قَفَاهُ ثُمَّ يُصَلِّي

باب: آدمی کو گدی پر کپڑا باندھ کر نماز ادا کرنا

630 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. عَنْ سُفْيَانَ. عَنْ اَبِي حَازِمٍ. عَنْ

سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ الرِّجَالَ عَاقِدِي أُزُرِهِمْ فِي أَعْنَاقِهِمْ مِنْ ضِيقِ الْأُزُرِ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ كَأَمْثَالِ الصِّبْيَانِ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوسَكُنَّ حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے مرد حضرات کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرتے ہوئے چھوٹے بچوں کی طرح اپنے تہبند گردنوں پر باندھ لیتے تھے کیونکہ وہ چھوٹے ہوتے تھے۔

ایک صاحب نے کہا: اے خواتین کے گروہ! تم اپنے سر اس وقت تک نہ اٹھانا جب تک مرد نہیں اٹھا لیتے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَى غَيْرِهِ

باب: آدمی کا ایک ایسے کپڑے میں نماز ادا کرنا' جس کا کچھ حصہ کسی دوسرے پر ہو

631 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَيَّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے کپڑے میں نماز ادا کی جس کا کچھ حصہ میرے اوپر تھا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي قَمِيصٍ وَاحِدٍ

باب: آدمی کا ایک قمیص میں نماز ادا کرنا

632 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ أَصِيدُ أَفَأُصَلِّي فِي الْقَمِيصِ الْوَاحِدِ؟ قَالَ: نَعَمْ وَازْرُرْهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں ایک ایسا شخص ہوں جو شکار کرتا ہے' تو کیا میں ایک قمیص میں نماز ادا کر لیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! تم اس کے بٹن لگا لیا کرو خواہ کانٹے کے ذریعے لگاؤ۔

شرح

حضرت محمد ابن منکدر فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے صرف تہبند باندھ کر جسے انہوں نے اپنی گدی کی طرف باندھ رکھا تھا نماز پڑھی حالانکہ ان کے کپڑے کھونٹی پر لٹکے ہوئے تھے ان سے کسی کہنے والے نے کہا کہ آپ نے صرف تہبند میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ اس واسطے کیا تا کہ تم جیسا احمق مجھے دیکھے بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم میں سے وہ کون تھا جس کے پاس دو کپڑے تھے۔ (صحیح البخاری)

مشجب" کا عام فہم معنی کھونٹی ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ مشجب اس چیز کو کہتے ہیں جس پر کپڑے لٹکائے یا رکھے جاتے ہیں یا اس چیز

کو کہتے ہیں جس پر کبھی کبھی پانی ٹھنڈا ہونے کے لئے مشک لٹکادی جاتی تھی۔

بہرحال حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے اس پر رکھ دیئے تھے اور نماز صرف ایک کپڑے میں اس طرح پڑھ رہے تھے کہ اس کپڑے کا تہبند کر رکھا تھا اور اس کے کونے اوپر کے گلے میں باندھ رکھے تھے چنانچہ ایک آدمی نے اس طریقے کو خلاف سنت سمجھتے ہوئے برا خیال کیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اتنے سارے کپڑوں کی موجودگی میں بھی صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں تو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ میں صرف ایک کپڑے میں نماز اس لئے پڑھ رہا ہوں تاکہ تم جیسا کم علم مجھے دیکھے اور جان لے کہ نماز صرف ایک کپڑے میں بھی پڑھی جاسکتی ہے یہ خلاف سنت نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی مقصد کے تحت اسے ڈانٹا اور کہا کہ احمق تو اسے برا کیوں سمجھ رہا ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم میں سے وہ کون تھا جس کے پاس دو کپڑے تھے، ہمارے پاس تو صرف ایک ایک کپڑا ہوتا تھا اسی میں ہم نماز پڑھتے تھے اور اسی کو دوسری ضرورتوں کے لئے استعمال کرتے تھے۔

اس بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں تنگی ہے نیز آپ ﷺ کے صحابہ نے ایک کپڑے میں نماز کبھی تو اس لئے پڑھی کہ ان کے پاس کپڑا ہی صرف ایک تھا اور کبھی بیان جواز کی خاطر ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ لی۔

الحاصل اگر کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں نماز اس لئے پڑھتا ہے کہ اس کے پاس دوسرا کپڑا موجود نہیں ہے یا بیان جواز کی خاطر پڑھتا ہے تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی آدمی سستی و کاہلی اور بہ نیت حقارت پڑھے گا تو یہ مناسب نہیں ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کسی کو صحابہ کے ترک سنت پر لعن وطعن کرنا نہیں چاہئے اور ان کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے۔ یعنی اگر کسی صحابی سے کوئی ایسا فعل صادر نظر آئے جو بظاہر خلاف سنت معلوم ہوتا ہے تو اس بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے کہ یہ بیان جواز کے لئے ہے یا پھر اس میں کوئی عذر ہوگا۔

633 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَوْمَلٍ الْعَامِرِيِّ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ: وَالصَّوَابُ أَبُو حَرْمَلٍ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَّنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي قَمِيصٍ لَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي قَمِيصٍ

محمد بن عبدالرحمن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے صرف ایک قمیص پہن کر ہماری امامت کی انہوں نے چادر نہیں اوڑھی تھی۔ جب انہوں نے نماز مکمل کی تو یہ بات بتائی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک قمیص پہن کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

633- اسنادہ ضعیف مرفوعاً، ابو حومل - او حرمل - العامری مجھول، وکذا محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر وابوہ. اسرائیل: ھو ابن یونس السبیعی. واخرجہ عبدالرزاق (1400) عن اسرائیل، عن رجل سماہ وعن ابیہ: ان جابر امھم... فذکرہ. واخرج ابن ابی شیبۃ 2262/

بَابُ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا يَتَّزِرُ بِهِ

باب: جب کپڑا چھوٹا ہو تو اسے تہبند کے طور پر باندھ لیا جائے

634 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُجَاهِدٍ أَبُو حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: أَتَيْنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سِرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ، فَقَامَ يُصَلِّي، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ذَهَبْتُ أُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا فَلَمْ تَبْلُغْ لِي، وَكَانَتْ لَهَا ذَبَاذِبُ فَنَكَّسْتُهَا، ثُمَّ خَالَفْتُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا، ثُمَّ تَوَاقَصْتُ عَلَيْهَا لَا تَسْقُطُ، ثُمَّ جِئْتُ حَتَّى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَدَارَنِي، حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَ ابْنُ صَخْرٍ، حَتَّى قَامَ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنَا بِيَدَيْهِ جَمِيعًا، حَتَّى أَقَامَنَا خَلْفَهُ، قَالَ: وَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمُقُنِي وَأَنَا لَا أَشْعُرُ ثُمَّ فَطِنْتُ بِهِ فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنْ أَتَّزِرَ بِهَا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا جَابِرُ، قَالَ: قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: إِذَا كَانَ وَاسِعًا فَخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ، وَإِذَا كَانَ ضَيِّقًا فَاشْدُدْهُ عَلَى حِقْوِكَ

❀❀ عبادہ بن ولید بیان کرتے ہیں: ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بتایا: ایک غزوہ کے موقع پر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔ میرے جسم پر ایک چادر تھی میں نے اسے مخالف سمت میں لپیٹنے کی کوشش کی لیکن وہ چھوٹی تھی۔ وہ اس طرح پوری نہیں آسکی۔ اس کی جھالریں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں الٹا کیا اور پھر اس کے دونوں پلوؤں کو مخالف سمت میں ڈال لیا۔ پھر میں نے گردن کو ذرا جھکا لیا تا کہ وہ چادر گرے نہیں۔ پھر میں آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف آ کر کھڑا ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھما کر اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ پھر صخر کے صاحبزادے آئے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کا ہاتھ پکڑا اور ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران میرا جائزہ لیتے رہے لیکن مجھے اندازہ نہیں ہو سکا پھر آپ نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اس چادر کو تہبند کے طور پر باندھ لوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کپڑا کھلا ہو تو تم اسے مخالف سمت میں ڈال لو جب وہ تنگ ہو تو اسے کمر پر باندھ لو (یعنی تہبند باندھ لو)۔

635 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: إِذَا كَانَ لِأَحَدِكُمْ ثَوْبَانِ فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ فَلْيَتَّزِرْ بِهِ، وَلَا يَشْتَمِلِ اشْتِمَالَ الْيَهُودِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "جب کسی شخص کے پاس دو کپڑے ہوں تو وہ ان دونوں میں نماز ادا کرلے اور جب ایک کپڑا ہو تو وہ اسے تہبند کے طور پر باندھ لے۔ اسے یہودیوں کی طرح اشتمال کے طور پر نہ لپیٹے"۔

636 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنِيبِ عُبَيْدُ اللَّهِ الْعَتَكِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي لِحَافٍ لَا يَتَوَشَّحُ بِهِ، وَالْآخَرُ أَنْ تُصَلِّيَ فِي سَرَاوِيلَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ رِدَاءٌ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ایک کپڑے کو پہن کر اس طرح نماز ادا کی جائے کہ اسے لپیٹا نہ گیا ہو اور دوسرا یہ کہ شلوار پہن کر نماز ادا کی جائے۔ (جبکہ اوپری جسم پر) چادر نہ ہو۔

بَابُ الْإِسْبَالِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کپڑا (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانا

637 - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خُيَلَاءَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَامٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا جَمَاعَةٌ عَنْ عَاصِمٍ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ، مِنْهُمْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَأَبُو الْأَحْوَصِ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو شخص نماز کے دوران تکبر کے طور پر اپنا تہبند لٹکاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حلال یا حرام میں نہیں ہوگا"۔

635- اسناده صحيح، لكن شك نافع في رفعه الى النبي -صلى الله عليه وسلم- او وقفه على عمر، ورجح الطحاوي وقفه كما سياتي. ايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه الطحاوي/3771، والبيهقي/2362، وابن عبد البر في "التمهيد" 3716/ من طريقين عن ايوب، بهذا الاسناد. واخرجه ابن خزيمة (766)، والبيهقي/2352 من طريق سعيد بن ابي عروبة، عن ايوب، به مرفوعاً من غير شك. واخرجه عبد الرزاق (1390)، واحمد (6356)، والطحاوي/3771 من طريق ابن جريج، والطحاوي/3771 من طريق جرير بن حازم، كلاهما عن نافع، به على الشك. واخرجه الطبراني في "الاوسط" (7062) من طريق عمر بن نافع، عن ابيه، عن ابن عمر -قال عمر بن نافع: لا اعلمه الا قد رفعه- فذكره. واخرجه الطحاوي/3781، والطبراني في "الاوسط" (9368)، والبيهقي/2352

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک جماعت نے عاصم کے حوالے سے یہ روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک موقوف روایت کے طور پر نقل کی ہے اس جماعت میں حماد بن سلمہ، حماد بن زید، ابواحوص اور ابومعادیہ شامل ہیں۔

638 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلًا إِزَارَهُ إِذْ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ، ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِزَارَهُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص اپنے تہبند کو لٹکا کر نماز ادا کر رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تم جاؤ اور جا کر وضو کرو۔ وہ گیا اس نے وضو کیا اور وہ آیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور وضو اور کرو وہ گیا اس نے وضو کیا وہ پھر آیا۔ ایک صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم کیوں دیا اور پھر آپ کیوں اس سے خاموش رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ اپنے تہبند کو لٹکا کر نماز ادا کر رہا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز کو قبول نہیں کرتا جو اپنے تہبند کو لٹکائے ہوئے ہوتا ہے۔

شرح

من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامہ۔

''جو شخص غرور و تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نگاہ کرم نہیں فرمائے گا''۔ (بخاری و مسلم)

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار۔ (بخاری)

''غرور و تکبر سے'' چادر (یا شلوار، پینٹ، پاجامہ وغیرہ) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہیں، جہنم میں ہوگا''۔

وضاحت مسئلہ: ان ارشادات پر بار بار غور کریں جو شخص غرور و تکبر سے کپڑا گھسیٹے اسے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ اس کی نمایاں مثال چوہدری، جاگیردار ہیں جو اعلیٰ قیمتی تہ بند (دھوتی) پہن کر زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں تاکہ لوگوں پر اپنا دولت مندی و امارت کا رعب ڈال سکیں۔ اسی چیز سے منع کرنا مقصود ہے کہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو گھٹیا سمجھا جائے۔ اللہ کی نعمت کی بے قدری کی جائے اگر یہ وجوہات نہ ہوں تو ٹخنوں سے نیچے شلوار، دھوتی یا پاجامہ، پتلون کا ہو جانا ہرگز گناہ یا منع نہیں اور یہ اعلان خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ خیلاء کے لفظ سے واضح ہے کہ غرور و تکبر سے چادر گھسیٹنا حرام ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو حرام نہیں، جائز ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمہ، فقال ابوبکر ان احد شقي ثوبي یسترخي الا ان اتعاھد

ذالک منہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انک لست تصنع ذلک خیلاء.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اپنا کپڑا تکبر و غرور سے گھسیٹے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر نظر کرم نہیں فرمائے گا اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میرے کپڑے کا ایک کونہ، اگر پکڑ نہ رکھوں، نیچے لٹک جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم ایسا غرور و تکبر سے نہیں کرتے''۔ (صحیح بخاری، 517:1، طبع کراچی)

گویا جس بات سے دوسروں کو اس لئے منع فرمایا کہ اس میں غرور و تکبر ہے اسی کی اجازت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس لئے دی کہ ان میں غرور و تکبر نہیں۔ پس اصل ممانعت غرور و تکبر کی ہے۔ پس اگر غرور و تکبر نہ ہو تو پتلون، شلوار، پاجامہ، چادر کا ٹخنوں سے نیچے ہونا ہرگز مکروہ، حرام یا ممنوع نہیں۔ زیادہ سے زیادہ بعض لوگوں نے ایسی صورت میں مکروہ تنزیہی کا قول کیا ہے جو خلاف اولیٰ ہوتا ہے حرام نہیں۔ (مشکوٰۃ للشیخ عبدالحق محدث دہلوی وفتاوی عالمگیری)

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی آیات

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی حسب ذیل آیت ہیں: "کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار: اسی طرح اللہ ہر مغرور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے" (المومن:35)۔ "وخاب کل جبار عنید: اور ہر متکبر معاند ہلاک ہو گیا" (ابراہیم:15)۔ "انہ لایحب المستکبرین: بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" (النحل:23)۔ "ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین: بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ عزت میرا تہبند ہے اور کبریاء (بڑائی) میری چادر ہے جس شخص نے ان میں سے کسی کو بھی کھینچا میں اس کو عذاب دوں گا۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے جس نے ان میں سے ایک کپڑے کو بھی کھینچا میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔ (صحیح مسلم البر والصلہ :136 (2620) 6557۔ سنن ابوداؤد رقم الحدیث :4090۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث :4174۔ مسند حمیدی، رقم الحدیث :1194۔ مسند احمد ج2، رقم الحدیث :414،248)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متکبروں کو قیامت کے دن مردوں کی صورت میں چیونٹی کی جسامت میں جمع کیا جائے گا ان کو ہر طرف سے ذلت ڈھانپ لے گی، ان کو دوزخ کے قید خانہ کی طرف ہنکایا جائے گا جس کا نام بولس ہے، اس میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے، ان کو دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی (سنن الترمذی رقم الحدیث :2492۔ السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث :8800۔ مسند الحمیدی، رقم الحدیث :598۔ مسند احمد ج2، ص179، رقم الحدیث : 6677، الادب المفرد رقم الحدیث :557۔ جامع الاصول رقم الحدیث :8212)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو متکبرین میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو متکبرین کا عذاب پہنچتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث :2007۔ جامع الاصول رقم الحدیث :8213)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ عزوجل نے تم سے زمانہ جاہلیت کے بوجھ کو اتار دیا ہے اور تمہارے باپ دادا کی بڑائی کو ختم کر دیا ہے، اب لوگوں کی دو قسمیں ہیں، نیک پرہیزگار، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک کریم ہے اور فاجر بدبخت، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک ذلیل ہے، تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہاری مختلف قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:3277۔ صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:2781۔ جامع الاصول رقم الحدیث:8214)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ اور جنت نے مباحثہ کیا، دوزخ نے کہا: مجھ میں متکبرین اور متجبرین داخل کیے گئے ہیں اور جنت نے کہا: مجھے کیا پرواہ ہے جب کہ مجھ میں صف کمزور، عاجز اور متواضع لوگ داخل کیے گئے۔ (الحدیث) (صحیح مسلم المنافقین:35(2846)7040۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث:4850)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل ہو جائے گا جو اس حال میں مرا کہ وہ ان تین چیزوں سے بری تھا: تکبر، خیانت اور قرض۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث:1578۔ مسند احمد ج8، رقم الحدیث:22432)

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور شخص جس کو بے حد کمزور سمجھا جاتا ہو اگر وہ اللہ پر (کسی کام کی) قسم کھا لے تو اللہ اس کی قسم ضرور پورا کرے گا، اور کیا میں تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں؟ ہر سرکش، اکڑ کر چلنے والا متکبر

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:4918،6071،6657۔ صحیح مسلم رقم الحدیث:2853۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:4116)

حضرت نعیم بن حماز الغطفانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو بڑا بنے اور تکبر کرے اور الکبیر المتعال (اللہ تعالیٰ جو حقیقتاً سب سے بڑا ہے) کو بھول جائے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو دین کے بدلہ میں دنیا لے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو لہو ولعب میں وقت گزارے اور قبروں کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو بھول جائے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو شبہات سے حرام کو حلال کرے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جس کو خواہش (نفس) گمراہ کر دے، اور کیسا برا ہے وہ بندہ جو اس چیز میں رغبت کرے جو اس کو ذلیل کر دے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث:2456۔ مجمع الزوائد ج10، ص234)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام نافع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین متکبر، بوڑھا، زانی اور اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج6، ص256، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب واحد ہے اور تمہارا باپ واحد ہے، پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر تقویٰ کے سوا اور کسی وجہ سے فضیلت نہیں ہے، اور مسند بزار میں اس طرح ہے: تمہارا باپ واحد ہے اور تمہارا دین واحد ہے۔ تمہارا باپ آدمی ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ (المعجم الاوسط، ج5، رقم الحدیث: 4143۔ مسند البزار رقم الحدیث:2044،3583، حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ مسند البزار کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد، ج8، ص160، مطبوعہ دار الفکر، 1414ھ)

طبع جدید)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دو غلام تھے ایک حبشی دوسرا نبطی تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو برا کہا اور نبی ﷺ سن رہے تھے، ایک نے دوسرے سے کہا اے نبطی، دوسرے نے اس کو کہا اے حبشی۔ آپ نے فرمایا تم دونوں اس طرح نہ کہو، تم دونوں (سیدنا) محمد ﷺ کے اصحاب میں سے ہو۔

(مسند ابویعلیٰ ج 7، رقم الحدیث: 4146۔ مجمع الزوائد ج 8 ص 86۔ المطالب العالیہ رقم الحدیث: 2524۔ اتحاف السادۃ المہرۃ ج 7 رقم الحدیث: 6107)

تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا مکروہ تحریمی ہونا اور تکبر کے بغیر مکروہ تحریمی نہ ہونا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 5783۔ صحیح مسلم لباس: 42 (2085) 5353۔ سنن الترمذی رقم الحدیث: 1737۔ سنن النسائی رقم الحدیث: 5326۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3569۔ موطا امام مالک رقم الحدیث: 570، مسند احمد ج 2 ص 56، رقم الحدیث: 5188، مسند الحمیدی رقم الحدیث: 636)

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکا رہتا تھا، ان سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا، انہوں نے کہا میں ایسا شخص ہوں جس کی پنڈلیاں پتلی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 8 ص 206، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، 1406ھ)

تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ مذکور الصدر حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: جس شخص نے بغیر قصد تکبر کے تہبند ٹخنوں کے نیچے باندھا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے نہ کوئی حرج ہے، اسی طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لیے بھی ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانا جائز ہے، مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا خارش ہو یا اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو اس پر مکھیاں اور دیگر حشرات الارض کے بیٹھنے کا خطرہ ہو اور لمبی قمیص یا لمبا تہبند اور کوئی چیز ڈھانپنے کے لیے میسر نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تہبند کے ایک جانب پھسل جانے کا ذکر کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ جس شخص کا تہبند بلا قصد پھسل جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر حال میں تہبند لٹکانے کو مکروہ کہتے تھے اس کے جواب میں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کی تشدیدات میں سے ہے ورنہ حضرت ابن عمر تو خود اس حدیث کے راوی ہیں ان سے یہ حکم کیسے مخفی ہو سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی مزید لکھتے ہیں: نماز کسوف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ جلدی سے اپنا تہبند [illegible] تے ہوئے کھڑے ہوئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

غیر ارادی طور پر تہبند قدموں سے نیچے گھسیٹ رہا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ارادتاً تہبند یا شلوار اتنی لمبی رکھنا کہ وہ قدموں کے نیچے گھسٹ رہی ہو حرام ہے خواہ تکبر کی نیت نہ ہو۔ کیونکہ اس میں بہر حال اسراف ہے اور اپنے کپڑوں کو نجاست سے آلودگی کے خطرہ میں ڈالنا ہے۔ البتہ اگر لباس قدموں کے نیچے نہیں گھسٹ رہا تھا صرف ٹخنوں سے نیچے تھا تو یہ بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے اور تکبر کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: بخاری کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (المرقات ج ۸ ص ۲۳۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص تکبر اسراف اور طغیان (سرکشی) کی نیت سے اپنے تہبند کو لمبا بناتا ہے اور اس کو گھسیٹتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکی طرف لطف وعنایت کی نظر نہیں فرمائے گا۔ اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر تہبند اس طرح نہ ہو تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً سردی ہو یا کوئی بیماری ہو (مثلاً ٹخنے کے نیچے کوئی زخم ہو جس پر مکھیاں بیٹھتی ہوں تو ان سے زخم کو بچانے کے لیے ٹخنہ ڈھانپے) تو بالکل مکروہ نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۳۷ مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: حرام وہ صورت ہے جب کوئی شخص عجب اور تکبر سے کپڑا لٹکائے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۵۵ مطبوعہ لکھنؤ)

نیز شیخ محقق فرماتے ہیں: طعام اور لباس میں توسیع اسراف اور تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس طرح نہ ہو تو پھر مباح ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۵۸ مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ)

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے: مرد کا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۳ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: پائچوں کا کعبین (ٹخنوں) سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب وتکبر ہے تو قطعاً ممنوع وحرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو لٹکایا قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ امام ابوداؤد، امام بن ماجہ، امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی الفاظ متقاربہ کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے جیسے کہ تکبر کی قید سے تم کو خود معلوم ہوگا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا براہ تکبر کرتا ہو احادیث میں جو اس پر وعید ہے اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بہ تکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں مگر علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر اسبال تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔

بالجملہ اسبال اگر براہ عجب وتکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولیٰ نہ حرام ومستحق وعید اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ پائچے

جانب پاشنہ نیچے ہوں اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بلکہ خود حضور سرور عالم ﷺ سے ثابت ہے۔ امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عکرمہ نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چادر باندھی اور اگلی جانب سے چادران کے قدم کی پشت پر تھی اور چادر کی پچھلی جانب اوپر اٹھی ہوئی تھی میں نے پوچھا آپ نے اس طرح چادر کیوں باندھی ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح چادر باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۶) اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور عدول ہیں جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اسبال کی نفی میں ایک جانب سے اونچا کرنا کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ نصف ساق تک پائچوں کا ہونا بہتر وعزیمت ہے اکثر ازار پرانوار سید الابرار یہیں تک ہوتی تھی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۲۵ ایضاً ص ۱۱۰، ۶۹۵ مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ئ)

تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے جواز پر شافعی مالکی اور حنبلی فقہاء کی تصریحات

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں: امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ کپڑا لٹکانے کی تحریم تکبر کے ساتھ خاص ہے۔ ظواہر احادیث کا یہی تقاضا ہے اور اگر بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(شرح الطیبی ج ۸ ص ۲۰۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۳ھ)

علامہ نووی شافعی اور علامہ کرمانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ کراچی شرح کرمانی لبخاری ج ۲۱ ص ۳۰ مطبوعہ بیروت)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

(موطا امام مالک کی) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے بغیر تکبر کے اپنے تہبند کو گھسیٹا (یعنی تہبند اتنا دراز تھا کہ زمین پر گھسٹ رہا تھا) اور نہ اس میں کوئی اکڑ تھی تو اس کو وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی۔ البتہ تہبند قمیص اور باقی کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے چلنا ہر حال میں مذموم ہے اور جو تکبر سے کپڑا گھسیٹے اس کو یہ وعید بہر حال لاحق ہوگی۔

(التمہید ج ۳ ص ۲۴۴ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور فتح المالک تبویب التمہید لابن عبدالبر ج ۹ ص ۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

نیز حافظ ابن عبدالبر مالکی الاستذکار میں تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص نے اپنے تہبند یا کپڑے کو تکبر یا اکڑ سے نہیں گھسیٹا تو اس کو یہ وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی اور خیلاء اور بطر کا معنی ہے تکبر کرنا اکڑ کر چلنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔

(الاستذکار ج ۲۶ ص ۱۸۷ ۱۴۱۸ھ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ)

علامہ شمس الدین مقدسی محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں: صاحب النظم نے ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو تکبر کا خوف نہ ہو اس کے لیے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا مکروہ نہیں ہے اور اولیٰ اس کو ترک کرنا ہے۔

(کتاب الفروع ج ۱ ص ۳۴۴ مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۴۰۵ھ)

ان کثیر حوالہ جات سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر تکبر اور اکڑ کر چلنے کی نیت کے بغیر تہبند یا شلوار یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو اس

میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔ البتہ شلوار یا پاجامہ یا تہبند انسان کی قامت اور اس کے قد سے لمبا نہ ہو کہ قدموں کے نیچے سے گھسٹ رہا ہو اگر ایسا ہو تو یہ علامہ ابن عبد البر کی تصریح کے مطابق مذموم ہوگا بلکہ اسراف اور زمانہ قدیم کی عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔

مطلق کو مقید پر محمول کرنے یا نہ کرنے کے قواعد

اللہ تعالیٰ نے قسم توڑنے کا کفارہ بیان فرمایا کہ وہ دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلائے یا ان کو کپڑے پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے پھر اس کے بعد فرمایا: فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام:

اور جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ (المائدہ:۸۹)

اس آیت میں تین دن کے روزے مطلق ہیں لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے فصیام ثلاثة ایام متتابعات تین دن کے مسلسل روزے۔ پہلا حکم مطلق تھا اور دوسرا حکم مقید ہے۔ اب اگر مطلق کو مقید پر محمول نہ کیا جائے تو حکم میں تضاد لازم آئے گا۔ اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور تین دن کے پے در پے روزے رکھنا قسم کا کفارہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید حکم میں وارد ہوں تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے لیکن جب مطلق اور مقید سبب میں وارد ہوں مثلاً ایک واقعہ میں ایک جگہ حکم کا سبب مطلق ہے اور دوسری جگہ اس واقعہ میں حکم کا سبب مقید ہے تو اب مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ ایک حکم کئی سبب ہو سکتے ہیں تو جائز ہے کہ ایک سبب مطلق ہو اور دوسرا سبب مقید ہو اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے: ہر آزاد اور غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو اور دوسری حدیث میں ہے: ہر آزاد اور مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو۔ پہلی حدیث میں مطلق غلام کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں مقید ہے یعنی مسلمان غلام کا ذکر ہے اب مطلق کو مقید پر نہیں محمول کیا جائے گا کیونکہ صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کا سبب سر (شخص) ہے پہلی حدیث میں اس حکم کا سبب مطلق سر یعنی (مطلق) غلام ہے اور دوسری حدیث میں مقید سر (شخص) یعنی مسلمان غلام اس حکم کا سبب ہے اور ایک حکم کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ ان میں تضاد نہیں ہے اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

(نور الانوار ص ۱۶۰-۱۵۹، مطبوعہ کراچی التوضیح والتلویح ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ کراچی تیسیر التحریر ج ۱ ص ۳۳۴، ۳۳۰ کشف الاسرار ج ۲ ص ۵۳۰، ۵۲۴)۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تکبر کے سبب سے اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے تہبند کی ایک جانب ڈھلک جاتی ہے سوا اس کے کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو یہ (تہبند گھسیٹنا) تکبر سے کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸٤)

اس حدیث میں تہبند گھسیٹنے پر وعید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوداً اور عدماً خیلائی (تکبر) پر معلق فرمایا ہے۔ وجوداً کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص تکبر سے تہبند گھسیٹے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید سنائی ہے اور عدماً کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے یعنی تم کو یہ وعید لاحق نہیں ہوگی۔ شیخ تھانوی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ خیلاء سبب ہوتا ہے کا اس لیے سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا۔ (امداد الفتاویٰ ج ٤ ص ۱۲۳) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ تم تکبر سے

ایسا نہیں کرتے اس کا معنی ہے تم عمداً ایسا نہیں کرتے اور تکبر سے مراد عمد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل باطل ہے کیونکہ سبب بول کر مسبب مراد لینا مجاز ہے اور مجاز کا ارادہ اس وقت کیا جاتا ہے۔ جب حقیقت محال یا متعذر ہو اور یہاں پر اس کلام کو حقیقت پر محمول کرنے اور تکبر کا معنی مراد لینے پر کوئی عقلی یا شرعی مانع نہیں ہے اس لیے کلام رسول کو اپنی خواہش کا معنی بنا دینا باطل ہے۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ کپڑا لٹکانے یا گھسیٹنے کی علت تکبر ہے تو جس صورت میں تکبر نہیں ہوگا اس صورت میں وعید بھی لاحق نہیں ہوگی دیکھئے ربا بالفضل کی حرمت کی علت قدر اور جنس کا اتحاد اور بیع کا ادھار ہونا ہے اور جب یہ علت نہیں ہوگی تو ربا بالفضل حرام نہیں ہوگا۔ یا جیسے نماز کی شرط وضو ہے جب وضو نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی یا جیسے مثلاً مغرب کی نماز کا سبب غروب آفتاب ہے جب غروب آفتاب نہیں ہوگا تو نماز مغرب کی نماز فرض نہیں ہوگی۔ اسی طرح جب کپڑا لٹکانے میں تکبر نہیں ہوگا تو اس کی وعید بھی لاحق نہیں ہوگی

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ بعض احادیث میں کپڑا لٹکانے پر وعید ہے مگر وہاں خیلاء یا تکبر کا ذکر نہیں ہے۔ مثلاً:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ ما اسفل من الکعبین من الازار ففی النار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے لٹک رہا ہو وہ دوزخ میں ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات کسی حکم یا کسی فعل کی کوئی شرط یا اس کا کوئی سبب بہ طور قید بیان فرماتے ہیں اور پھر اس حکم یا فعل کو اس قید کے بغیر بھی بیان فرماتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب وہ قید معتبر نہیں ہے وہ قید اب بھی معتبر ہوتی ہے اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ حدیث دلیل ہوتی ہے جس میں اس قید کا ذکر فرمایا ہوتا ہے۔ مثلاً یہ حدیث ہے:

عن النبی ﷺ لیس فی مال زکوۃ حتی یحول علیہ الحول:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک سال نہ گزر جائے کسی مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۷۳)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے وجوب زکوۃ کے لیے سال گزرنے کی شرط کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ بے شمار احادیث ہیں جن میں اس شرط کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے باوجود وجوب زکوۃ میں اس شرط کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ اس حدیث میں اس شرط کا ذکر ہے ہم صرف ایک حدیث کا ذکر کر رہے ہیں جس میں وجوب زکوۃ کے لیے اس شرط کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ ایسی بے شمار احادیث ہیں:

عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ قد عفوت عن الخیل الرقیق فھا تواصدقۃ الرقۃ من کل اربعین درھما درھم ولیس فی تسعین ومائۃ شیٔ فاذا بلغت مائتین ففیھا خمسۃ دراھم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے گھوڑوں اور غلاموں سے زکوۃ معاف کر دی تم ہر چالیس درہم سے ایک درہم چاندی زکوۃ دو اور ایک سو نوے درہم میں بالکل زکوۃ نہیں ہے اور جب وہ سو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم زکوۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۷۴ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۲۰ سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۴۷۷)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں تہبند گھسیٹنے یا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے پر وعید بیان فرمائی ہے اور اس کو تکبر پر معلق فرمایا اور بعض احادیث میں اس قید کا ذکر نہیں فرمایا تو جہاں اس قید کا ذکر نہیں ہے وہاں بھی اس قید کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ احادیث دلیل ہیں جن میں آپ ﷺ نے اس قید کا ذکر فرمایا ہے جس طرح ہم نے زکوۃ میں سال گزرنے

کی شرط کے متعلق بیان کیا ہے۔

شیخ انور شاہ کاشمیری ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک کپڑے کو گھسیٹنا مطلقاً ممنوع ہے اور امام شافعی نے ممانعت کو تکبر کی صورت میں منحصر کیا ہے اور اگر تکبر کے بغیر کپڑا گھسیٹا جائے تو وہ جائز ہے اور اس وقت یہ حدیث احکام لباس سے نہیں ہوگی اور حق کے زیادہ قریب فقہاء احناف کا مذہب ہے کیونکہ تکبر فی نفسہٖ ممنوع ہے اور اس کی کپڑا گھسیٹنے کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ تم تکبر کی وجہ سے تہبند نہیں گھسیٹتے تو اس میں تکبر کو ایک مناسب علت کے طور پر بیان فرمایا ہے ہرچند کہ تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے تہبند گھسیٹنے کے جواز کی علت یہ تھی کہ جب تک وہ خوب احتیاط سے تہبند باندھیں ان کا تہبند پھسل جاتا تھا۔ البتہ عدم تکبر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زائد علت کے طور پر بیان فرمایا جو جواز کی مفید ہے اور اس کی تاکید کرتی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو پوچھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ممانعت بہ طور عموم تھی۔ (یعنی تکبر ہو یا نہ ہو گھسیٹنا ممنوع ہے) اور اگر ان کے نزدیک یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہوتی تو پھر ان کے سوال کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ! میرے تہبند کی ایک جانب پھسل جاتی ہے الا یہ کہ میں اس کو خوب احتیاط سے باندھوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴) اور کسی مناسب امر کو بہ طور علت بیان کرنا معروف طریقہ ہے اور ہمارے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ تکبر سے تہبند گھسیٹنا اس شخص کے لیے ممنوع ہے جو مظبوطی سے تہبند باندھ سکتا ہو اس لیے فقط تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے۔

شیخ بدر عالم میرٹھی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ شریعت نے صرف گھسیٹنے کو تکبر قرار دیا ہے کیونکہ جو لوگ اپنے کپڑوں کو گھسیٹتے ہیں وہ صرف تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور ہم نے اپنے زمانہ میں بھی اس کا تجربہ کیا ہے (مشاہدہ لکھنا چاہیے تھا۔ سعیدی غفرلہ) اور اگر ہمارے زمانہ میں اس طرح نہ ہوتا ہو تو عرب میں بہرحال اس طرح ہوتا تھا اور اب اس حکم میں سبب کو مسبب کے قائم مقام کرنا ہے (کپڑا گھسیٹنا سبب ہے اور تکبر مسبب ہے اور کپڑا گھسیٹنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ وہ تکبر کا سبب ہے۔ سعیدی غفرلہ) جیسے نیند حدث (وضو ٹوٹنا) نہیں ہے لیکن وہ پٹھوں کے ڈھیلے ہونے کا سبب ہے جس سے عموماً ہوا خارج ہو جاتی ہے اس لیے نیند کو حدث کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور مباشرت فاحشہ بھی کسی چیز کے نکلنے کا عادتاً سبب ہے اس لیے مباشرت فاحشہ کو حدث اکبر کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح کپڑا گھسیٹنا بھی تکبر کا سبب ہے اور یہ ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا ادراک کرنا مشکل ہے جیسے سفر میں مشقت اور نیند میں حدث اور مباشرت فاحشہ میں کسی چیز کا نکلنا۔ اس لیے کپڑا گھسیٹنے پر ممانعت کا حکم لگا دیا گیا علاوہ ازیں ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے نیک اور اچھے نام رکھنے کا حکم ہے اور جس شخص نے کپڑا گھسیٹا وہ اس بات سے محفوظ نہیں ہے کہ اس کے باطن میں تکبر سرایت کر جائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھو۔ اور اگر تم انکار کرو تو ٹخنوں میں تمہارا حق نہیں ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۳ سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۳۴۴)

اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ حدیث احکام لباس سے ہے اور ٹخنوں سے نیچے ہمارا حق نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس

ممانعت میں تکبر کی خصوصیت نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عورتوں کو بھی ایک بالشت سے زیادہ لباس لٹکانے کی اجازت نہیں دی حالانکہ ان کو لباس لٹکانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور انہوں نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا اور آپ ﷺ نے جواب میں تکبر یا عدم تکبر کا فرق نہیں کیا۔

(فیض الباری مع الحاشیہ ج ۴ ص ۳۷۷، ۳۷۲ مطبوعہ مجلس علمی سورت ھند ۱۳۵۷)

شیخ بدر عالم میرٹھی نے لکھا ہے جس طرح نیند حدث کا سبب ہے اور مباشرت فاحشہ حدث اکبر کا سبب ہے اور سفر مشقت کا سبب ہے اسی طرح ہم جر ثوب (کپڑا گھسیٹنے) کو تکبر کا سبب قرار دیتے ہیں۔ ان کی اتباع میں جسٹس محمد تقی عثمانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نیند کا حدث کے لیے سبب ہونا اور مباشرت فاحشہ کا حدث اکبر کے لیے سبب ہونا خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس اپنے مورد میں بند رہتا ہے۔ اس پر دوسری چیزوں کو قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز ان چیزوں کو شارع علیہ السلام نے سبب قرار دیا ہے اس لیے وہ ثابت ہیں۔ اور ہماری اور آپ کی وہ حیثیت نہیں ہے کہ ہم از خود کسی چیز کو کسی چیز کا سبب قرار دیں اور وہ حجت شرعیہ ہو جائے۔ نیز شیخ کشمیری اور شیخ میرٹھی کا کلام جر ثوب (کپڑا گھسیٹنے) میں ہے اور وہ ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے ہمارے نزدیک وہ لباس جائز ہے جو بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہو اور پہننے والے کے قد سے متجاوز نہ ہو اور اس کے جواز میں مذاہب اربعہ کے فقہاء متفق ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ پر بہت طویل کلام کیا ہے جس کو جسٹس محمد تقی عثمانی بتمامہ نقل کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے شیخ بدر عالم میرٹھی کے کلام کا خلاصہ لکھا ہے اور آخر میں بہ طور حاصل بحث یہ لکھا ہے کہ اگر انسان قصداً اسبال (ٹخنوں سے نیچے تہبند باندھے) کرے تو وہ مطلقاً ممنوع ہے خواہ وہ تکبر سے ہو یا بغیر تکبر کے اور اگر اس کا تہبند بلا قصد ٹخنوں سے نیچا رہا تو وہ صورت ہے جس کو نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے جائز فرمایا تھا۔ (تکملہ فتح الملہم ج ۴ ص ۱۲۲ ملتقطاً مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

جو کام بلا قصد ہو وہ خارج از بحث ہے کیونکہ ارادتاً کسی کام پر مکروہ یا غیر مکروہ ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اور اسبال ثوب اگر انسان کی قامت سے متجاوز نہ ہو اور بغیر تکبر کے ہو تو وہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور جر ثوب مطلقاً ممنوع ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اس لیے جسٹس صاحب کا اسبال ثوب کو مطلقاً ممنوع کہنا غیر مسموع ہے۔ البتہ مشہور دیوبندی محدث شیخ محمد ادریس کاندھلوی متوفی ۱۳۹۴ھ نے فقہاء مذاہب اربعہ کے مطابق لکھا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانا حرام نہیں ہے۔ مکروہ تنزیہی ہے۔

(التعلیق الصبیح ج ۴ ص ۳۹۵، ۳۸۳ مطبوعہ لاہور)

ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق تحقیق

علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ احادیث میں جر ثوب اور اسبال الازار کے الفاظ ہیں جر ثوب کا معنی ہے کپڑا گھسیٹنا۔ اور اسبال الازار کا معنی ہے تہبند کا ٹخنوں سے نیچے ہونا۔ اگر کوئی مرد جر ثوب کرے یعنی اس کا تہبند، شلوار کا پائنچہ ٹخنوں سے بہت نیچا ہو حتیٰ کہ اس کے

قدموں کے نیچے سے گھسٹ رہا ہو تو یہ بغیر تکبر کے بھی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں بغیر کسی ضرورت اور بغیر کسی فائدہ کے کپڑے کو ضائع کرنا ہے سو یہ اسراف کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کپڑا قدموں کے نیچے زمین پر گھسٹ رہا ہوگا تو نجاست کے ساتھ آلودہ ہوگا اور کپڑے کو محل نجاست میں ڈالنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے کیوں کہ عہد رسالت میں عورتیں کپڑا گھسیٹ کر چلتی تھیں اور مردوں کے لیے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے اگر جر ثوب بغیر تکبر کے ہو پھر بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حافظ ابن عبد البر مالکی نے اس کو مذموم فرمایا ہے۔ (تمہید ج ۳ ص ۲۴۴)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۶۳) اور اگر جر ثوب (کپڑا گھسیٹنے) کے ساتھ تکبر بھی ہو تو یہ شدید مکروہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے اور اگر اسبال ازار ہو یعنی تہبند یا شلوار کا پائنچہ ٹخنوں کے نیچے ہو لیکن اس کے قد اور قامت کے برابر ہو گھسٹ نہ رہا ہو تو اگر اس میں تکبر نہیں ہے صرف زینت کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں یہ صرف خلاف اولیٰ ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ تکبر کرتا ہے اور اکڑ اکڑ کر چلتا ہے اور اتراتا ہے تو پھر یہ تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے یہ ملحوظ رہے کہ حرمت کی علت صرف تکبر ہے اگر ایک مرد نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھتا ہے اور اس کے ساتھ تکبر کرتا ہے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار سمجھتا ہے اور ان کو حقیر سمجھتا ہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے اس لیے حرمت میں اصل تکبر ہے۔ (تبیان القرآن، ج ۴، ص ۱۳۳، لاہور)

بَابٌ فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ

باب: عورت کتنے کپڑوں میں نماز ادا کرے گی

639 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ قُنْفُذٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ مَاذَا تُصَلِّي فِيهِ الْمَرْأَةُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَتْ: تُصَلِّي فِي الْخِمَارِ وَالدِّرْعِ السَّابِغِ الَّذِي يُغَيِّبُ ظُهُورَ قَدَمَيْهَا

✿✿ محمد بن زید اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز ادا کرے گی؟ تو سیدہ اُم سلمہ نے بتایا: وہ اپنی اوڑھنی اور لمبی قمیص میں نماز ادا کرے گی جو اس کے پاؤں کو ڈھانپ لے۔

640 - حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ - بِهَذَا الْحَدِيثِ - قَالَ: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي دِرْعٍ وَخِمَارٍ لَيْسَ عَلَيْهَا إِزَارٌ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَبَكْرُ بْنُ مُضَرَ، وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَإِسْمَاعِيلُ

639- رجاله ثقات غير ام حرام والدة محمد بن زيد بن قنفذ، فلم يرو عنها غير ابنها، وقال الذهبي في "الميزان": لا تعرف. وهو في "موطا مالك" 1/142، ومن طريقه اخرجه عبد الرزاق (5028)، والبيهقي 2/232، والبغوي في "شرح السنة" (526). واخرجه ابن سعد في "الطبقات" 8/476 من طريق عبد الرحمن بن اسحاق، وابن ابي شيبة 2/225، والبيهقي 2/232

بْنُ جَعْفَرٍ، وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصَرُوا بِهِ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

۞۞ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا عورت صرف اوڑھنی اور قمیص میں نماز ادا کرسکتی ہے جبکہ اس نے تہہ بند باندھا ہوا نہ ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اس کی قمیص اتنی لمبی ہو کہ اس نے اس کے پاؤں کو ڈھانپا ہوا ہو (تو پھر وہ نماز ادا کرسکتی ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مالک بن انس، بکر بن مضر، حفص بن غیاث، اسماعیل بن جعفر، ابن ابی ذئب، ابن اسحاق نے محمد بن زید کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے اسے صرف سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا (کے قول کے طور پر) نقل کیا ہے۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تُصَلِّي بِغَيْرِ خِمَارٍ

باب: عورت کا اوڑھنی کے بغیر نماز ادا کرنا

641 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ، قَالَ: لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۞۞ سیدہ عائشہ صدیقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کرتا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ کے حوالے سے حسن کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

مرد اور عورت کی نماز میں فرق کے دلائل سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

حدیث نمبر 1

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے وائل بن حجر تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

641- اسناده حسن، صفية بنت الحارث - وهي العبدرية ام طلحة الطلحات - روى عنها محمد بن سيرين وقتادة، وذكرها ابن حبان في ثقات التابعين /4/ 3854-386، وتفرد ابن حجر في "التقريب" فعدها صحابية، ولم يتابع، وكانت السيدة عائشة رضي الله عنها نزل عندها بالبصرة بعد وقعة الجمل، وباقي رجاله ثقات. حماد: هو ابن سلمة. واخرجه الترمذي (378)، وابن ماجه (655) من طريق حماد بن سلمة، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. وهو في "مسند احمد" (25167)، و"صحيح ابن حبان" (1711) و(1712). وانظر ما بعده.

(معجم طبرانی کبیر ج22 ص18، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد « کتاب الصلاۃ،2594][البدر المنیر ،لابن الملقن:3/ 463]

حدیث نمبر 2

حضرت عبدربہ بن سیمان بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں۔(جزء رفع الیدین للامام بخاری ص 7)

حدیث نمبر 3

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطار حمہ اللہ سے کہا کہ کیا عورت تکبیر تحریمہ کہتے وقت مرد کی طرح اشارہ (رفع یدین) کرے گی؟ آپ نے فرمایا: عورت تکبیر کہتے وقت مرد کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے آپ نے اشارہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں بہت ہی پست رکھے اور ان کو اپنے سے ملایا اور فرمایا عورت کی (نماز میں) ایک خاص ہیئت ہے جو مرد کی نہیں۔(منصف ابن ابی شیبہ ج1 ص239)

حدیث نمبر 4

ترجمہ: حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہ للہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں ہے۔(مراسیل ابی داؤد ص:۸)

حدیث نمبر 5

عورت نماز میں سمٹ کر سرین کے بل بیٹھے' چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

ترجمہ:۔" حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ خواتین حضور کے عہد مبارک میں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: پہلے چارزانو ہو کر بیٹھتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں"۔(جامع المسانید ۱:۴۰۰)

عورت زمین کے ساتھ چمٹ کر اور پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر سجدہ کرے' حدیث شریف میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکا لے۔اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔(کنز العمال ج7 ص549)

حدیث نمبر 6

حضرت حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔

(منصف ابن ابی شیبہ ج1 ص279، کتاب الصلاۃ « أبواب صِفَةِ الصَّلَاةِ « المرأة كيف تكون في سجودها رقم الحدیث: 2701، سنن کبری بیہقی ج2 ص222)

حدیث نمبر 7

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہوکر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص270 کتاب الصلاۃ ابواب صفۃ الصلاۃ المرأۃ کیف تکون فی سجودھا؟ رقم الحدیث:2702)

حدیث نمبر 8

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا لے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتا ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص270 کتاب الصلاۃ ابواب صفۃ الصلاۃ المرأۃ کیف تکون فی سجودھا؟ رقم الحدیث:2703]

حدیث نمبر 9

حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص270 کتاب الصلاۃ ابواب صفۃ الصلاۃ المرأۃ کیف تکون فی سجودھا؟ رقم الحدیث:2704]

حدیث نمبر 10

عَنْ نَافِعٍ . عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا . أَنَّهُ سُئِلَ: "كَيْفَ كُنَّ النِّسَاءُ يُصَلِّينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ . ثُمَّ أُمِرْنَ أَنْ يَحْتَفِزْنَ "

[جامع المسانید ج1 ص400؛ مسند ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی: رقم الحدیث:114]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں آپ نے فرمایا چہار زانوں بیٹھ کر پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں۔

حدیث نمبر 11

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کے پشت سے مارنا) عورتوں کے لئے۔ (بخاری ج1 ص160، مسلم ج1 ص180، ترمذی ج1 ص85)

اگر مرد و عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں تو کیا مرد حضرات کو بھی عورتوں کی طرح اسکارف (اوڑھنی) پہن کر نماز پڑھنی ہوگی؟؟؟

حدیث نمبر 12

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

(ترمذی ج1 ص86، ابوداؤد ج1 ص94)؛ صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1745)

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث عائشہ حسن ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ عورت جب بالغ ہو جائے اور نماز پڑھے تو ننگے بالوں سے نماز جائز نہیں ہوگی یہ امام شافعی کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ عورت کے جسم سے کچھ حصہ بھی ننگا ہو تو نماز نہیں ہوگی امام شافعی فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ اگر اس کے پاؤں کھلے رہ جائیں تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی۔

[جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 364(26235)]:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کی چادروں میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔

[جامع الترمذی « کتاب الجمعۃ « ابواب السفر « باب فی کراہیۃ الصلاۃ فی لحف النساء ... رقم الحدیث: 545]

مرد کو مسجد میں اور عورت کو گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے

حدیث نمبر 13

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت کا اکیلے نماز پڑھنا اس کی نماز با جماعت پر پچیس (۲۵) گنا فضیلت رکھتی ہے۔

حدیث نمبر 14

حضرت ام حمید زوجہ ابو حمید ساعدی مروی ہے کہ ایک مرتبہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی معیت میں نماز پڑھنا محبوب رکھتی ہوں، نبی ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہو لیکن تمہارا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا حجرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے چنانچہ ان کے حکم پر ان کے گھر کے سب سے آخری کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا ہوتا تھا نماز پڑھنے کے لئے جگہ بنادی گئی اور وہ آخری دم تک وہیں نماز پڑھتی رہیں۔

(الترغیب والترھیب للمنذری ج1 ص225 باب ترغیب النساء فی الصلاۃ فی بیوتھن ولزومھا وترھیبھن من الخروج منھا)

حدیث نمبر 15

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کا کمرہ میں نماز پڑھنا گھر (آنگن) میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور (اندرونی) کوٹھڑی میں نماز پڑھنا کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے یعنی عورت جس قدر بھی پردہ اختیار کرے گی اسی قدر بہتر ہے صحن میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں کمرہ میں نماز پڑھنا افضل ہے اور کمرہ میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں کمرہ کے اندر بنی ہوئی کوٹھری میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

مرد و عورت کی نماز کا فرق اور فقہاء اربعہ

(1): قَالَ الْإِمَامُ الْأَعْظَمُ فِي الْفُقَهَاءِ أَبُوْحَنِيْفَةَ: وَالْمَرْأَةُ تَرْفَعُ يَدَيْهَا حِذَاءَ مَنْكِبَيْهَا هُوَ الصَّحِيْحُ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا۔ (الهداية في الفقه الحنفي ج1 ص84 باب صفة الصلوة) وَقَالَ أَيْضاً: وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ فِيْ سُجُوْدِهَا وَتَلْزَقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِأَنَّ ذٰلِكَ أَسْتَرُ لَهَا۔ (الهداية في الفقه الحنفي ج1 ص92)

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت اپنے ہاتھوں کو اپنے کندھوں تک اٹھائے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ مزید فرمایا: عورت سجدوں میں اپنے جسم کو پست کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(2): قَالَ الْإِمَامُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: وَالْمَرْأَةُ دُوْنَ الرَّجُلِ فِي الْجَهْرِ وَهِيَ فِيْ هَيْأَةِ الصَّلَاةِ مِثْلُهُ غَيْرَ

اَنَّهَا تَنضَمُّ وَ لاَ تُفَرِّجُ فَخِذَيهَا وَلاَ عَضُدَيهَا وَتَكُونُ مُنضَمَّةً مُتَرَوِّيَةً فِي جُلُوسِهَا وَسُجُودِهَا وَاَمرِهَا كُلِّهِ۔ (رسالۃ ابن ابی زید القیروانی المالکی ص 24)

ترجمہ: امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا: عورت کی نماز کی کیفیت مرد کی نماز کی طرح ہے مگر یہ کہ عورت سمٹ کر نماز پڑھے اپنی رانوں اور بازوؤں کے درمیان کشادگی نہ کرے اپنے قعود سجود اور نماز کے تمام احوال میں۔

(3): قَالَ الاِمَامُ مُحَمَّدُ بنُ اِدرِيسَ الشَّافِعِيِّ: وَقَد اَدَّبَ اللهُ النِّسَاءَ بِالاِستِتَارِ وَاَدَّبَهُنَّ بِذَالِكَ رَسُولُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَاُحِبُّ لِلمَرْاَةِ فِي السُّجُودِ اَن تَنضَمَّ بَعضَهَا اِلَى بَعضٍ وَتُلصِقَ بَطنَهَا بِفَخِذَيهَا وَتَسجُدَ كَاَستَرِ مَايَكُونُ لَهَا وَهٰكَذَا اُحِبُّ لَهَا فِي الرُّكُوعِ وَالجُلُوسِ وَجَمِيعِ الصَّلَاةِ اَن تَكُونَ فِيهَا كَاَستَرِ مَايَكُونُ لَهَا۔ (کتاب الام للشافعی ج 1 ص 286 ص 287 باب التجافی فی السجود)

ترجمہ: امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالی نے عورت کو پردہ پوشی کا ادب سکھایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی ادب سکھایا ہے۔ اس ادب کی بنیاد پر میں عورت کے لیے یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ سجدہ میں اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملائے اور اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر سجدہ کرے اس میں اس کے لیے زیادہ ستر پوشی ہے۔ اسی طرح میں عورت کے لیے رکوع، قعدہ اور تمام نماز میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ نماز میں ایسی کیفیات اختیار کرے جس میں اس کے لیے پردہ پوشی زیادہ ہو۔

(4): قَالَ الاِمَامُ اَحمَدُ بنُ حَنبَلٍ: وَالمَرْاَةُ كَالرَّجُلِ فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ اَنَّهَا تَجمَعُ نَفسَهَا فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَتَجلِسُ مُتَرَبِّعَةً اَو تَسدُلُ رِجلَيهَا فَتَجعَلُهُمَا فِي جَانِبِ يَمِينِهَا۔۔۔۔۔ قَالَ اَحمَدُ: اَلسَّدلُ اَعجَبُ اِلَيَّ۔ (الشرح الکبیر لابن قدامہ ج 1 ص 599 المغنی لابن قدامہ ج 1 ص 635)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: سب احکام میں مرد کی طرح ہے مگر رکوع وسجود میں اپنے جسم کو سکیڑ کر رکھے اور آلتی پالتی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب نکال کر بیٹھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: "عورت کا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب نکال کر بیٹھنا میرے ہاں پسندیدہ عمل ہے۔"

: چند محدثین کے نام جنھوں نے مرد وعورت کی نماز میں فرق بیان کیا

1. امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ م 96ھ۔ آپ محدث ومفتی کوفہ ہیں۔ 2. امام مجاہد رحمہ اللہ م 102ھ۔ محدث ومفتی مکہ ہیں۔ 3. امام عامر الشعبی رحمہ اللہ م 104ھ۔ آپ کی 500 صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ثابت ہے۔ کوفہ کے بہت بڑے محدث، فقیہ، مفتی اور مغازی کے امام تھے۔ 4. امام حسن بصری رحمہ اللہ م 110ھ۔ بصرہ کے محدث اور مفتی تھے۔ 5. امام عطاء رحمہ اللہ م 114ھ۔ آپ محدث ومفتی مکہ ہیں۔

عبدالحیٔ لکھنوی کا فیصلہ

قَالَ عَبدُ الحَيِّ اللَّكنَوِيُّ: وَاَمَّا فِي حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوا عَلَى اَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضعُ اليَدَينِ عَلَى الصَّدرِ لِاَنَّهَا مَا اَستَرُ لَهَا۔ (السعایہ ج 2 ص 156)

ترجمہ: عورتوں کے حق میں علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس کے لیے سینہ تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

عورت کی امامت مکروہ ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنْ مَوْلًى لِبَنِي هَاشِمٍ ، عَنْ عَلِيٍّ ، قَالَ: "لَا تَؤُمُّ الْمَرْأَةُ".

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: عورت امامت نہ کرے۔

(مصنف ابن أبي شيبة « كتاب الصلاة « أبواب صلوة التطوع « من كره أن تؤم المرأة النساء ، رقم الحديث: 4822، مدونة الكبرى: ۱/ ۸۶، اعلاء السنن ۴: ۲۴۳)

علماء کے نزدیک تو عورت کی امامت خواہ فرض نماز میں ہو یا نفل نماز میں مکروہ تحریمی ہے اور یہ کراہت عورتوں کی نفل نماز کی جماعت میں اور زیادہ شدید ہے' کیونکہ نفل کی جماعت تداعی (اعلان) کے ساتھ مردوں کے لئے جائز نہیں تو عورتوں کے لئے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ در مختار (۱: ۵۶۵) میں ہے: یکرہ تحریما (جماعة النساء) ولو فی التراویح فی غیر صلاۃ الجنازۃ"۔

قضا نمازیں مرد کو سب ادا کرنی ہیں، جبکہ عورت کو ایام حیض میں نہ نماز ادا کرنی ہے اور نہ ہی بعد میں اس کی قضا لازم ہے:

(رقم الحدیث: 511)

ترجمہ: حضرت معاذہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کیا ہم میں سے کسی کو اس نماز صرف اسی قدر زمانہ میں جبکہ وہ طاہر رہے کافی ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا تو حروریہ ہے، یقیناً ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتے تھے اور حیض آتا تھا مگر آپ ہمیں نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہ دیتے تھے، یا عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ ہم قضا نہ پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم)

مرد و عورت کی نماز میں فرق سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اسی بناء پر چاروں ائمہ کرام امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا طریقہ نماز' مرد کے طریقہ نماز سے مختلف ہے اور فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں یہ فرق ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے: "والمرأة تنخفض فی سجودها تلزق بطنها بفخذیها' لان ذلک استر لها (وفی موضع اخر قال) وان كانت امرأة جلست على اليتها اليسرى واخرجت رجليها من الجانب الايمن لانه استرلها"۔ (۱: ۱۱۰' ۱۱۱)

شرح صغیر میں ہے: "ندب مجافاة' ای: مباعدة' رجل فيه' ای: سجود (بطنه فخذيه) فلايجعل بطنه عليهما ومجافاة (مرفقيه ركبته) ای: عن ركبتيه ومجافاة ضبعيه' ای: ما فوق المرفق الى الابط' جنبيه ای: عنهما مجافاة وسطا فی الجميع' واما المرأة فتكون منضمة فی جميع احوالها"۔ (۱: ۳۲۹' ط: دار المعارف مصر ۱۳۹۲ھ)

شرح مہذب میں ہے: ''قال الشافعي والأصحاب: يسن ان يجافي مرفقيه عن جنبيه' ويرفع بطنه عن فخذيه' وتضم المرأة بعضها الى بعض (قال قبل اسطر) روى البراء بن عازب ان النبي كان اذا سجد جخ وروى جخي 'والجخ الخاوي وان كانت امرأة ضمت بعضها الى بعض لان ذلك استر لها''۔ (۳:۴۲۹)

المغنی میں ہے: ''وان صلت امرأة بالنساء قامت معهن في الصف وسطا' قال ابن قدامة في شرحه اذا ثبت هذا فانها اذا صلت بهن قامت في وسطهن' لانعلم فيه خلافا من رأى لها ان تؤمهن، ولان المرأة يستحب لها التستر ولذلک يستحب لها التجافي''۔ (۲:۳۶)

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ وآثار صحابہ اور ائمہ اربعہ کے اقوال سے عورت کا طریقہ نماز ثابت ہے وہ مرد کے طریقہ نماز سے جدا ہے اس لئے مرد اور عورت کی نماز کی ادائیگی کو یکساں کہنا غلط ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی کہتے ہیں کہ رہا (ہاتھ باندھنے کا معاملہ) عورتوں کے حق میں تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔ (السعایہ ج2 ص156)

امام ابوالحسن علی بن ابوبکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنے مونڈھوں تک اٹھائے یہی صحیح ہے کیونکہ یہ طریقہ اس کے لئے زیادہ پردہ کا ہے نیز آگے چل کر فرماتے ہیں اور عورت اپنے سجدہ میں پست رہے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔ (ہدایہ ج1 ص100، 110)

امام ابوزید قیروانی مالکی فرماتے ہیں کہ عورت نماز کی ہیئت میں مرد ہی کی طرح ہے الا یہ کہ عورت اپنے آپ کو ملا کر رکھے گی اپنی رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی پس عورت اپنے جلسہ اور سجدے دونوں میں خوب ملی ہوئی اور سمٹی ہوئی ہوگی۔
(الرسالہ بحوالہ نصب العمود ص50)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو یہ ادب سکھلایا ہے کہ وہ پردہ کریں اور یہی ادب اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورتوں کو سکھلایا ہے لہٰذا عورتوں کے لئے سجدہ میں پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملا کر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے چپکا لیں۔ اور اس طرح سجدہ کریں کہ ان کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہوجائے اسی طرح ان کے لئے پسندیدہ ہے رکوع میں بھی جلسہ میں بھی بلکہ تمام نماز ہی میں کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں کہ جس سے ان کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہوجائے۔ (کتاب الام ج1 ص115)

امام خرقی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرد وعورت اس میں برابر ہیں سوائے اس کے کہ عورت رکوع و سجود میں اپنے آپ کو اکٹھا کرے (سکیڑے) پھر یا تو چہار زانو بیٹھے یا سدل کرے کہ دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال دے، ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ عورت کے حق میں نماز کے وہی احکام ثابت ہوں جو مرد کے لئے ثابت ہیں کیونکہ خطاب دونوں کو شامل ہے بایں ہمہ عورت مرد کی طرح رانوں کو پیٹ سے دور نہیں رکھے گی بلکہ ملائے گی) کیونکہ عورت ستر کی چیز ہے لہٰذا اس کے لئے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنا مستحب ہے تاکہ یہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ ستر کا باعث بنے وجہ یہ ہے کہ عورت [illegible]

رانوں کو پیٹ سے جدا رکھنے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عضو کھل جائے۔۔۔۔۔امام احمد رحمہ فرماتے ہیں مجھے عورت کے لئے سدل (بیٹھنے میں دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکالنا) زیادہ پسند ہے اور اس کو خلال نے اختیار کیا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث وآثار، اجماع امت اور فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت ہورہا ہے کہ مرد وعورت کی نماز ایک جیسی نہیں دونوں میں فرق ہے۔

(۱) مرد تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں گے۔ اور عورتیں کندھوں تک جیسا کہ حدیث نمبر 1 نمبر 2، نمبر 3 سے واضح ہے۔

مراکز اسلام مدینہ طیبہ میں امام زہری رحمہ اللہ، مکہ مکرمہ میں حضرت عطاء رحمہ اللہ اور کوفہ میں حضرت حماد رحمہ اللہ یہی فتویٰ دیتے تھے (کہ عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص239)

۲) مرد دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے اور عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ مولانا عبدالحیی لکھنوی کے بیان سے واضح ہے۔

(۳) مرد سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھیں گے اور عورتیں ملا کر (اس کو فقہا کی اصطلاح میں تجافی کہتے ہیں۔

(٤) مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے اور دونوں بازو زمیں سے جدا رکھیں گے اور عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر اور باوزمین سے لگا کر سجدہ کریں گی۔

(٥) مرد دونوں سجدوں کے درمیان نیز دونوں قعدوں میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں گے اور عورتیں ان سب میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھوں پر بیٹھیں گی۔

(٦) اگر عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو اور امام کو غلطی پر متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہیں گے اور عورتیں ہاتھ کی پشت پر مار کر متنبہ کریں۔

(۷) مرد کی نماز ننگے سر بھی ہو جائے گی لیکن عورت کی نماز ننگے سر ہرگز نہیں ہوگی۔

642 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ، نَزَلَتْ عَلَى صَفِيَّةَ أُمِّ طَلْحَةَ الطَّلَحَاتِ فَرَأَتْ بَنَاتٍ لَهَا. فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ وَفِي حُجْرَتِي جَارِيَةٌ. فَأَلْقَى لِي حَقْوَهُ، وَقَالَ لِي: شُقِّيهِ بِشُقَّتَيْنِ فَأَعْطِي هَذِهِ نِصْفًا وَالْفَتَاةَ الَّتِي عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ نِصْفًا. فَإِنِّي لَا أَرَاهَا إِلَّا قَدْ حَاضَتْ. أَوْ لَا أُرَاهُمَا إِلَّا قَدْ حَاضَتَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُمّ طلحہ صفیہ کے ہاں پڑاؤ کیا انہوں نے اس خاتون کی بیٹیوں کو دیکھا تو فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (گھر میں) تشریف لائے میرے حجرے میں ایک لڑکی موجود تھی۔ آپ نے اپنا تہبند میری طرف بڑھایا اور فرمایا اسے دو حصوں میں تقسیم کردو اور اس کا ایک حصہ اس لڑکی کو دے دو اور ایک حصہ اس لڑکی کو دے دو جو اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے

ٹھہرے کیونکہ میرا یہ خیال ہے یہ بالغ ہو چکی ہیں۔ (یہاں پر ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہشام نے ابن سیرین کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران ''سدل'' کرنا

643 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَطَاءٍ - قَالَ إِبْرَاهِيمُ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنْ يُغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عِسْلٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ''سدل'' سے منع کیا ہے اور اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی اپنا منہ ڈھانپ لے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عسل نے عطاء کے حوالے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔
''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل سے منع کیا ہے''۔

644 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ عَطَاءً يُصَلِّي سَادِلًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا يُضَعِّفُ ذَلِكَ الْحَدِيثَ

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے کئی مرتبہ عطاء کو سدل کے طور پر کپڑا لٹکا کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ چیز اس حدیث کو ضعیف ثابت کرتی ہے۔

سدل کے معنی ومفہوم کا بیان

"سدل" کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے کو اپنے سر یا کندھوں پر ڈال کر دونوں طرف سے اسے لٹکا دیا جائے چنانچہ کپڑا استعمال کرنے کا یہ طریقہ مطلقاً ممنوع ہے کیونکہ اس سے غرور وتکبر کی شان پیدا ہوتی ہے اور نماز میں تو یہ طریقہ بہت ہی برا ہے۔ اس طرح نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ "سدل" کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کپڑا اوڑھ کر اپنا ہاتھ اس کے اندر کرے اور اسی طرح رکوع و سجدہ کرتا رہے۔ چونکہ یہ طریقہ یہودیوں کا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے

عرب میں پگڑی کے کونہ سے منہ پر ڈھاٹا باندھ لیتے تھے جس سے دہانہ چھپ جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اس سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ اس طرح نہ تو قرأت اچھی طرح ہوتی ہے اور نہ سجدہ پورے طور پر ہوتا ہے۔ ہاں اگر نماز میں کسی کو ڈکار آئے تو

منہ سے بد بو آئے تو اسے ہاتھ سے منہ ڈھانک لینا مستحب ہے۔

مکروہاتِ نماز کا بیان

مکروہات کی دو قسمیں ہیں اوّل مکروہ تحریمی، یہ واجب کے بلمقابل ہے اور حرام کر قریب ہے، دوم مکروہ تنزیہی، یہ سنت اور مستحب واولیٰ کے بالمقابل ہے پس مکروہات کا علم واجبات وسنن ومستحبات کے علم سے بآسانی ہوسکتا ہے یہاں بغرض وضاحت درج کئے جاتے ہیں۔

۱. سدل (کپڑے کو لٹکانا) یعنی کپڑے کو بغیر پہنے ہوئے سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں سرے لٹکتے رہیں کپڑے کو اہل تہذیب اور عام عادات کے خلاف استعمال کرنا بھی سدل میں داخل ہے مثلاً چوغہ یا شیروانی یا کرتے کی آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے اور پہنے بغیر ہی اپنے مونڈھوں و پیٹھ پر ڈال لے یا چادر یا کمبل اس طرح اوڑھے کہ اس کے دونوں سرے لٹکتے رہیں، اگر اس کا ایک سرا دوسرے کندھے پر ڈال لے یا اور دوسرا سرا لٹکتا رہے تو مکروہ نہیں۔

۲. چادر یا کسی اور کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ کوئی جانب ایسی نہ رہے جس سے ہاتھ باہر نکل سکیں، نماز کے علاوہ بھی بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے اور خطرے کی جگہ سخت مکروہ ہے۔

۳. آستین کہنیوں تک چڑھا کر یا دامن چڑھا کر نماز پڑھنا یعنی اگر وضو وغیرہ کے لئے آستین چڑھائی تھی اور اسی طرح نماز پڑھنے لگا تو مکروہ ہے، اور اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نماز کے اندر عمل قلیل سے آستین اتار لے کسی نے نماز کے اندر آستین چڑھائی ، اگر کہنیوں تک چڑھائی تو عملِ کثیر ہو جانے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی اور اس سے کم ہو تو نماز نہیں ٹوٹے گی مگر مکروہ ہے، ایسی قمیض یا کرتہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا جس کی آستین اتنی چھوٹی ہو کہ کہنیوں تک ہاتھ ننگے رہیں مکروہِ تحریمی ہے۔

٤. کرتہ ہوتے ہوئے صرف تہبند یا پاجامہ پہن کر نماز پڑھنا۔

٥. صافہ یا ٹوپی ہوتے ہوئے بلا عذر سستی یا بے پرواہی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔

٦. صافہ یا رومال سر پر اس طرح باندھنا کہ درمیان میں سے سر کھلا رہے، یہ نماز کے علاوہ بھی مکروہ ہے۔

٧. جنگ کے علاوہ خود و زرہ پہن کر نماز پڑھنا۔

٨. کپڑے کو اس طرح پہننا کہ اس کو داہنی بغل کے نیچے سے لیکر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال لے اس کو اضطباع کہتے ہیں جو احرام کی حالت میں طوافِ عمرہ وطوافِ حج کے لئے کرتے ہیں نماز میں اس طرح کرنا مکروہ ہے۔

٩. ایسے معمولی یا میلے کچیلے کپڑوں میں نماز پڑھنا جن کو پہن کر وہ دوسرے بڑے لوگوں کے پاس مجمع میں نہ جائے، اگر اس کے پاس اور کپڑے ہوں تو مکروہِ تنزیہی ہے اگر اور کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں۔

۱۰. نماز میں ناک اور منھ ڈھانپ لینا یعنی ڈھاٹھا باندھ لینا۔

۱۱. نماز میں اپنے کپڑے یا ڈاڑھی یا بدن سے کھیلنا یا سجدہ میں جاتے وقت کپڑوں کو سمیٹنا (اوپر اٹھانا) خواہ عادت کے طور پر ہو یا مٹی سے بچانے کے لئے۔

۱۲. نماز میں ٹوپی یا کرتے کا اتارنا یا پہننا یا موزہ نکالنا اگر عمل قلیل سے ہو تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو مکروہ نہیں

مثلاً نماز میں ٹوپی یا صافہ وغیرہ گر پڑا تو اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے جبکہ عمل کثیر کی ضرورت نہ پڑے۔

(۱) کپڑے یا داڑھی یا بدن سے کھیلنا (۲) کپڑا سمیٹنا مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے دامن اٹھا لینا یا پاجامہ کے پائنچوں کو اٹھا لینا (۳) کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھوں پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں یا کرتے وغیرہ کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ پیٹھ کی طرف پھینک دی اور اگر چادر وغیرہ کا ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں۔ (۴) کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی رکھنا (۵) پاخانہ پیشاب کی شدید حاجت یا غلبہ ریاح کے وقت نماز پڑھنا (۶) بالوں کا جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا (۷) کنکریاں ہٹانا، ہاں اگر سنت کے مطابق سجدہ نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے۔ (۸) انگلیاں چٹکانا (۹) انگلیوں کی قینچی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا (۱۰) کمر پر ہاتھ رکھنا (۱۱) ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا (۱۲) نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا (۱۳) تشہد یا سجدوں کے درمیان کتے کی طرح بیٹھنا یعنی گھٹنوں کو سینے سے لگا کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھنا (۱۴) مرد کا سجدہ میں کلائیوں کو بچھانا (۱۵) کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا (۱۶) کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو (۱۷) پگڑی اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر نہ ہو یعنی سر کھلا رہے (۱۸) ناک اور منہ کو چھپانا (۱۹) بے ضرورت کھنکار نکالنا (۲۰) بالقصد جماہی لینا (۲۱) جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو، اسے پہن کر نماز پڑھنا (۲۲) ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ نمازی کے سر پر یا سامنے داہیں بائیں یا پس پشت تصویر ہو، ہاں اگر تصویر کسی پہاڑ، دریا وغیرہ کی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ (۲۳) کسی واجب کو ترک کرنا مثلاً رکوع میں پیٹھ سیدھی نہ کرنا اور قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلا جانا (۲۴) قیام کے علاوہ اور کسی موقع پر قرآن مجید پڑھنا (۲۵) رکوع میں قرات ختم کرنا (۲۶) امام سے پہلے مقتدی کا رکوع وسجود میں جانا یا اس سے پہلے سر اٹھانا (۲۷) صرف پاجامہ یا تہ بند پہن کر نماز پڑھنا جبکہ کرتا یا چادر موجود ہے اور اگر دوسرا کپڑا نہیں تو معافی ہے۔ (۲۸) امام کو کسی آنے والے کی خاطر نماز کو طول دینا جبکہ اسے پہچانتا ہو اور اس کی خاطر مدنظر ہو اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے لیے بقدر ایک دو تسبیح کے طول دیا تو کراہت نہیں (۲۹) جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کہ صف میں داخل ہونا (۳۰) غصب کی ہوئی زمین یا پرائے کھیت میں جس میں زراعت موجود ہے یا جتے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا (۳۱) قبر کا نمازی کے سامنے ہونا جبکہ نمازی اور قبر کے درمیان کوئی آڑ نہ ہو اور قبر اگر داہیں بائیں یا پیچھے ہو تو کوئی کراہت نہیں (۳۲) کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے کہ وہ شیاطین کی جگہ ہیں۔ (۳۳) الٹا کپڑا پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھنا (۳۴) انگر کھے کے بند نہ باندھنا (۳۵) اچکن وغیرہ کے بٹن نہ لگانا جبکہ نیچے کرتا وغیرہ نہ ہو اور سینہ کھلا رہے اور نیچے کرتا وغیرہ ہے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہوتا ہے۔

جن سے نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے

(۱) سجدہ یا رکوع میں بلا ضرورت تین تسبیح سے کم کہنا، ہاں اگر مقتدی تین تسبیحیں نہ کہنے پایا تھا کہ امام نے سر اٹھا لیا تو امام کا ساتھ دے۔ (۲) کام کاج کے میلے کچیلے کپڑوں سے نماز پڑھنا جبکہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں (۳) سستی سے ننگے سر نماز پڑھنا اور خشوع وخضوع کے لیے سر برہنہ پڑھی تو مستحب ہے مگر بہتر یہ ہے کہ تنہائی میں ایسا کرے تاکہ ناواقف مسلمان اسے اس

حالت میں نہ دیکھیں اور یہ خود ریا سے محفوظ رہے۔ (۴) پیشانی سے خاک وغیرہ چھڑانا، ہاں اگر تکلیف دہ ہونا یا خیال بٹتا ہو تو حرج نہیں اور نماز کے بعد چھڑا دینا چاہیے، تاکہ ریا نہ رہے۔ (۵) نماز میں انگلیوں پر آیتوں یا تسبیحات وغیرہ کو گننا، نماز فرض ہو خواہ نفل (۶) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا (۷) نماز میں بغیر عذر چارزانو یعنی پالتی مار کر بیٹھنا (۸) انگڑائی لینا (۹) بالقصد کھانسنا یا کھنکارنا (۱۰) منفرد کو صف میں کھڑا ہونا (۱۱) مقتدی کو صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا جبکہ صف میں جگہ موجود ہو ورنہ حرج نہیں (۱۲) فرض کی ایک رکعت میں کسی آیت یا سورت کو بار بار پڑھنا (۱۳) سجدے کو جاتے وقت گھٹنے سے پہلے ہاتھ رکھنا اور اٹھتے وقت ہاتھ سے پہلے گھٹنے اٹھانا اور اگر عذر ہو تو معافی ہے۔ (۱۴) رکوع میں سر کو پشت سے اونچا یا نیچا کرنا (۱۵) ثنا، تعوذ، تسمیہ اور آمین زور سے کہنا (۱۶) اذکار نماز کو ان کی جگہ سے ہٹا کر پڑھنا (۱۷) بغیر عذر دیوار وغیرہ پر ٹیک لگانا (۱۸) رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ نہ رکھنا (۱۹) سجدوں میں زمین پر ہاتھ نہ رکھنا (۲۰) آستین بچھا کر سجدہ کرنا، ہاں اگر گرمی سے بچنے کے لیے ایسا کیا تو حرج نہیں (۲۱) امام مقتدی کو آیت رحمت پر سوال کرنا اور آیت عذاب پر پناہ مانگنا اور منفرد نفل پڑھنے والے کے لیے جائز ہے۔ (۲۲) دائیں بائیں جھومنا اور تراوح یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دیا کبھی دوسرے پر، یہ سنت ہے (۲۳) اٹھتے وقت آگے پیچھے پاؤں اٹھانا (۲۴) نماز میں آنکھیں بند رکھنا مگر جب کھلی رہنے میں خشوع وخضوع نہ ہوتا ہو تو بند کرنے میں حرج نہیں، بلکہ بہتر ہے (۲۵) سجدہ وغیرہ میں انگلیوں کو قبلہ سے پھیر دینا (۲۶) امام کو تنہا دروں یا محراب میں کھڑا ہونا اور اگر باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں کیا یا اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی محراب کے اندر ہوں مسجد ہی تنگ ہو تو کوئی کراہت نہیں (۲۷) پہلی جماعت کے امام کو محراب یعنی وسط مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ کھڑا ہونا (۲۸) امام کا تنہا بلند جگہ پر کھڑا ہونا جبکہ بلند قلیل ہو ورنہ مکروہ تحریکی ہے۔ (۲۹) بلاضرورت امام کا نیچے اور مقتدی کا بلند جگہ پر ہونا (۳۰) مسجد میں اپنے لیے کوئی جگہ خاص کر لینا (۳۱) جلتی آگ نمازی کے آگے ہونا اور شمع یا چراغ میں کراہت نہیں۔ (۳۲) سامنے پاخانہ وغیرہ نجاست کا ہونا۔ (۳۳) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں نجاست کا گمان ہے۔ (۳۴) مرد کا سجدہ میں ران کو پیٹ سے چپکا دینا (۳۵) ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھنا جو دل کو مشغول رکھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِيْ شُعُرِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کے کپڑوں پر نماز ادا کرنا

645 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرِيْنَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ فِيْ شُعُرِنَا اَوْ لُحُفِنَا. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: شَكَّ اَبِي

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کپڑوں میں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ہمارے لحافوں میں نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

عبیداللہ نامی راوی کہتے ہیں: (روایت کے الفاظ ہیں) شک میرے والد کو ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي عَاقِصًا شَعْرَهُ

باب: آدمی کا گدی پر بال باندھ کر نماز ادا کرنا

646- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى أَبَا رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَام وَهُوَ يُصَلِّي قَائِمًا وَقَدْ غَرَزَ ضَفْرَهُ فِي قَفَاهُ فَحَلَّهَا أَبُو رَافِعٍ فَالْتَفَتَ حَسَنٌ إِلَيْهِ مُغْضَبًا فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ: أَقْبِلْ عَلَى صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ذَلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ يَعْنِي مَقْعَدَ الشَّيْطَانِ. يَعْنِي مَغْرِزَ ضَفْرِهِ

سعید بن ابوسعید مقبری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جو کھڑے ہوئے نماز ادا کررہے تھے۔ انہوں نے اپنے بالوں کی چوٹی اپنی گدی پر باندھی ہوئی تھی' تو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے اسے کھول دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ غصے کے عالم میں ان کی طرف متوجہ ہوئے' تو حضرت ابورافع نے کہا: آپ اپنی نماز کو جاری رکھیں اور غصے نہ ہوں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''یہ شیطان کا حصہ ہے''۔

(راوی کہتے ہیں:) یعنی شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے یعنی وہ جگہ جہاں بالوں کی چوٹی بنائی جائے۔

647- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ بُكَيْرًا، حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَأَى عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي، وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِنْ وَرَائِهِ. فَقَامَ وَرَاءَهُ. فَجَعَلَ يَحُلُّهُ وَأَقَرَّ لَهُ الْآخَرُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: مَا لَكَ وَرَأْسِي. قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُولُ: إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ

کریب بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے اپنے بال پیچھے باندھے ہوئے تھے' تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ان کے بالوں کو کھولنے لگے جبکہ دوسرے صاحب انہیں ویسے ہی رکھنے پر مصر تھے۔ جب انہوں نے نماز مکمل کی تو وہ حضرت عبداللہ بن

646- صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن في المتابعات، عمران بن موسى روى عنه ابن جريج واسماعيل ابن علية وذكره ابن حبان في "الثقات"، وصحح له هو وابن خزيمة، وقال الحافظ في "الفتح" 2992/: اسناده جيد. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (2291)، ومن طريقه خرجه الترمذي (385) وقال: حديث حسن. وهو في "صحيح ابن حبان" (2279). واخرجه ابن ماجه (1042) من طريق شعبة، عن مخول بن راشد، عن ابي سعد رجل من اهل المدينة، عن ابي رافع. وقد اختلف في تعيين ابي سعد، كما اختلف في اسناده على مخول بن راشد كما هو مبين في التعليق على "المسند" (23856).

عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور بولے: آپ کا میرے سر کے ساتھ کیا واسطہ؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو اس طرح نماز ادا کر رہا ہو کہ اس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہوں''۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي النَّعْلِ

باب: جوتا پہن کر نماز ادا کرنا

648 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي يَوْمَ الْفَتْحِ وَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عَنْ يَسَارِهِ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا آپ نے اپنے جوتے اپنے بائیں طرف رکھے ہوئے تھے۔

649 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَاَبُو عَاصِمٍ، قَالَا: اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، يَقُوْلُ: اَخْبَرَنِي اَبُو سَلَمَةَ بْنُ سُفْيَانَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْعَابِدِيُّ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُوْرَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ حَتّٰى اِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ - اَوْ ذِكْرُ مُوْسٰى وَعِيْسٰى ابْنُ عَبَّادٍ يَشُكُّ اَوِ اخْتَلَفُوْا - اَخَذَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةٌ فَحَذَفَ فَرَكَعَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ السَّائِبِ حَاضِرٌ لِذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ نے سورۃ مومنون کی تلاوت شروع کی جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ذکر پر آئے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے تو آپ کو کھانسی آ گئی۔ آپ نے قرأت مختصر کی اور رکوع میں چلے گئے۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود تھے۔

650 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي نَعَامَةَ السَّعْدِيِّ، عَنْ اَبِي

649- اسناده صحيح. ابو عاصم: هو الضحاك بن مخلد النبيل. وهو في "مصنف عبدالرزاق" (2707)، ومن طريقه اخرجه مسلم (455). واخرجه مسلم (455) من طريق حجاج بن محمد، عن ابن جريج، به، الا انه قال: عبد الله بن عمرو بن العاص، وهو وهم، صوابه: عبد الله بن عمرو بن عبد القاري كما في "المصنف"، وقد نبه على هذا الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى في "الفتح" 2/256، وعلقه البخاري في "صحيحه" في كتاب الاذان: باب الجمع بين السورتين في الركعة، فقال: ويذكر عن عبد الله بن السائب: قرا النبي - صلى الله عليه وسلم - المؤمنون في الصبح... وهو في "مسند احمد" (15394)، و"صحيح ابن حبان" (1815).

نَضْرَةَ، عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ اِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهٖ، فَلَمَّا رَاَى ذٰلِكَ الْقَوْمُ اَلْقَوْا نِعَالَهُمْ. فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهٗ، قَالَ: مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى اِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ، قَالُوْا: رَاَيْنَاكَ اَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَاَلْقَيْنَا نِعَالَنَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ جِبْرِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ فِيْهِمَا قَذَرًا - اَوْ قَالَ: اَذًى - وَقَالَ: اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ: فَاِنْ رَاٰى فِيْ نَعْلَيْهِ قَذَرًا اَوْ اَذًى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيْهِمَا.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز پڑھارہے تھے۔ آپ نے نماز کے دوران اپنے جوتے اتارے اور انہیں بائیں طرف رکھ دیا۔ جب لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز مکمل کی تو فرمایا تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتارے ہیں؟ انہوں نے عرض کی: ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنے جوتے اتار دیئے ہیں' تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے فرمایا: ان پر گندگی لگی ہوئی ہے۔ (یہاں راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نجاست لگی ہوئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص مسجد میں آئے' تو وہ اس بات کا جائزہ لے، اگر اس کو اپنے جوتوں پر گندگی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نجاست نظر آتی ہے' تو وہ اسے پونچھ لے اور پھر ان میں نماز ادا کرلے۔

651 - حَدَّثَنَا مُوْسٰى يَعْنِي ابْنَ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنِيْ بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا قَالَ: فِيْهِمَا خَبَثٌ، قَالَ فِي الْمَوْضِعَيْنِ: خَبَثٌ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''ان میں خبث (نجاست) لگی ہوئی ہے''۔

652 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُوْنٍ الرَّمْلِيِّ، عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَالِفُوا الْيَهُوْدَ فَاِنَّهُمْ لَا يُصَلُّوْنَ فِيْ نِعَالِهِمْ، وَلَا خِفَافِهِمْ

یعلی بن شداد اپنے والد (حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''یہودیوں کے برخلاف کرو کیونکہ وہ جوتے یا موزے پہن کر نماز ادا نہیں کرتے ہیں''۔

653 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَافِيًا وَمُنْتَعِلًا

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے اتار کر بھی اور جوتے پہن کر بھی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے''۔

بَابُ الْمُصَلِّي إِذَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ أَيْنَ يَضَعُهُمَا

باب: نمازی جب جوتا اتارتا ہے تو اسے کہاں رکھے؟

654 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ رُسْتُمَ أَبُو عَامِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعْ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَا عَنْ يَسَارِهِ، فَتَكُونَ عَنْ يَمِينِ غَيْرِهِ، إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عَنْ يَسَارِهِ أَحَدٌ، وَلْيَضَعْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اپنے جوتے اپنے دائیں طرف یا بائیں طرف نہ رکھے کیونکہ وہ کسی اور کے دائیں طرف ہو رہے ہوں گے البتہ اگر اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو تو (حکم مختلف ہے) آدمی کو اپنے جوتے دونوں پاؤں کے درمیان رکھنے چاہئیں"۔

655 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَلَا يُؤْذِ بِهِمَا أَحَدًا، لِيَجْعَلْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَوْ لِيُصَلِّ فِيهِمَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اپنے جوتے اتار دے اور ان کے ذریعے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ وہ ان دونوں کو اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لے یا پہن کر نماز ادا کرے"۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

باب: چٹائی پر نماز ادا کرنا

656 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ

سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے میں آپ کے برابر تھی میں حیض کی

656- اسنادہ صحیح. خالد: هو ابن عبد الله الواسطی، والشیبانی: هو سلیمان ابن ابی سلیمان. واخرجه البخاری (333)، ومسلم (513)، وابن ماجه (958) من طرق عن الشیبانی، بهذا الاسناد. ولیس فی روایة ابن ماجه الصلاة علی الخمرة. وهو فی "مسند احمد" (26806). واخرجه مختصراً بالصلاة علی الخمرة البخاری (381)، والنسائی فی "الکبری" (819)، وابن ماجه (1028) من طریقین عن الشیبانی، به. وهو فی "مسند احمد" (26805) و (26849). وانظر ما سلف برقم (369).

حالت میں تھی۔ جب آپ سجدے میں جاتے تھے۔ بعض اوقات آپ کا کپڑا میرے جسم پر لگ جاتا تھا آپ چٹائی پر نماز ادا کر رہے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

باب: بڑی چٹائی پر نماز ادا کرنا

657 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَخْمٌ وَكَانَ ضَخْمًا، لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أُصَلِّيَ مَعَكَ، وَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا وَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ، فَصَلِّ حَتَّى أَرَاكَ كَيْفَ تُصَلِّي فَأَقْتَدِيَ بِكَ، فَنَضَحُوا لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ كَانَ لَهُمْ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، قَالَ فُلَانُ بْنُ الْجَارُودِ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَكَانَ يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: لَمْ أَرَهُ صَلَّى إِلَّا يَوْمَئِذٍ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک بھاری بھرکم شخص ہوں۔ (راوی کہتے ہیں: وہ ایک بھاری بھرکم شخص تھا) میں آپ کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرسکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس نے کھانا تیار کیا پھر اپنے گھر میں دعوت دی (اور یہ گزارش کی) آپ نماز ادا کریں میں آپ کو دیکھ لوں پھر میں آپ کی اقتداء کروں۔ ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چٹائی کے کنارے پر پانی چھڑکا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔

فلاں بن جارود نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز ادا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: میں نے صرف اسی دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

658 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ الذَّارِعُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُ أُمَّ سُلَيْمٍ فَتُدْرِكُهُ الصَّلَاةُ أَحْيَانًا فَيُصَلِّي عَلَى بِسَاطٍ لَنَا وَهُوَ حَصِيرٌ نَنْضَحُهُ بِالْمَاءِ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے ملنے جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات آپ کو وہاں نماز کا وقت ہو جایا کرتا تھا۔ آپ ہماری چٹائی پر نماز ادا کرلیا کرتے تھے۔ وہ ایک چٹائی تھی جس پر سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا پانی چھڑک دیا کرتی تھیں۔

659 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، بِمَعْنَى الْإِسْنَادِ وَالْحَدِيثِ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ وَالْفَرْوَةِ الْمَدْبُوغَةِ

❀❀ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر اور دباغت شدہ چمڑے پر نماز ادا کرلیتے تھے۔

شرح

چمڑے کا دباغت سے پاک کرنا۔ آدمی اور خنزیر کے سوا ہر جاندار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے آدمی کی کھال احتراماً دباغت نہیں کی جاتی لیکن اگر دباغت کی جائے گی تو پاک ہو جائے گی مگر اس سے نفع لینا احترام کی وجہ سے جائز نہیں۔ دباغت کی دو قسمیں ہیں اول حقیقی جو دوائی اور چونے، پھٹکڑی، ببول کے پتے وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ دوم حکمی جو مٹی لگا کر یا دھوپ یا ہوا میں سکھا کر۔ کے کی جاتی ہے دونوں قسم کی دباغت سے چمڑا پاک ہو جائے گا۔

دباغت کھال کا بیان

ہر وہ کھال جس کو دباغت دی گئی ہو پس وہ پاک ہو گئی۔ اور اس میں نماز جائز ہے۔ اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ سوائے اس کھال کے جو آدمی کی ہو یا خنزیر ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ہر دباغت کی گئی کھال پاک ہو گئی۔ یہ حدیث اپنے عموم کے سبب مردار کی کھال کے بارے میں امام مالک علیہ الرحمہ پر حجت ہے۔ اور اس نہی سے کوئی معارضہ نہیں کیا جائے گا جو مردار سے نفع حاصل کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم مردار کے کھال سے نفع حاصل نہ کرو کیونکہ اہاب غیر دباغت والی کھال کا نام ہے۔ اور کتے کی کھال میں امام شافعی علیہ الرحمہ پر حجت ہے۔ اور وہ نجس العین بالکل نہیں۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ کتے سے نگرانی اور شکار کے طور پر نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ بخلاف سؤر کے کیونکہ وہ نجس العین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''فانہ رجس'' میں ضمیر ''ہ'' کا مرجع خنزیر ہے۔ کیونکہ یہی قریب ہے۔ اور آدمی کے اجزاء سے حصول نفع کا حرام ہونا اس کی عزت کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا ہماری بیان کردہ روایت سے یہ دونوں کھالیں خارج ہو گئیں۔ ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو رد کرے اسے دباغت کہتے ہیں۔ اگرچہ دھوپ یا مٹی کے لگانے سے حاصل ہو۔ کیونکہ اس سے مقصود حاصل ہو جائے گا لہٰذا اس کیلئے اس کے کسی غیر کی شرط لگانے کا کوئی معنی ہی نہیں بنتا۔ (ہدایہ، کتاب طہارت، بیروت)

دباغت کی تعریف

ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو ختم کرے اسے دباغت کہتے ہیں۔

مردار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی کسی لونڈی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی تھی، وہ مر گئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ رنگ کر کام میں لاتے۔ تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ مردار تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔

659- حسن لغیرہ، وھذا اسناد ضعیف، یونس بن الحارث ضعیف یعتبر بہ، وو الدابی عون - واسمہ عبداللہ بن سعید الثقفی - مجھول لم یرو عنہ غیر ابنہ ابی عون محمد. ابو احمد الزبیری: ھو محمد بن عبداللہ بن الزبیر. واخرجہ البیھقی فی "معرفۃ السنن" (5041)، والبغوی فی "شرح السنۃ" (531) من طریق المصنف، بھذا الاسناد. واخرجہ احمد (18227)، وابن خزیمۃ (1006)، والحاکم /2591، والبیھقی /2 420 من طریق ابی احمد الزبیری، والطبرانی /20(999)

(رقم الحدیث، 117، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد، بخاری، ابوداؤد، نسائی، بتصرف اسنادھا)

امام دارقطنی ۲۹ مختلف اسناد سے دباغت کے متعلق احادیث لائے ہیں۔

حدثنا أبو بکر النیشابوری نا محمد بن عقیل بن خویلد نا حفص بن عبد اللہ نا إبراهيم بن طهمان عن أيوب عن نافع عن بن عمر قال قال رسول صلى الله عليه وسلم أيما اهاب دبغ فقد طهر إسناد حسن۔ (سنن دارقطنی، ج ۱، ص ۲۸، دارالمعرفہ بیروت)

دباغت کھال سے متعلق تین مسائل ہیں (۱) کھال کی طہارت۔ اس کا تعلق کتاب الصید سے ہے۔ (۲) اس کھال میں نماز پڑھنا یہ مسئلہ کتاب الصلوٰۃ سے متعلق ہے۔ (۳) اس سے وضو کرنا تا کہ قربت حاصل ہو یہ مسئلہ اس باب سے متعلق ہے۔ اور والصلوٰۃ فیہ کہا ہے جبکہ اس کو کپڑا بنایا جائے۔ اسی لئے "والصلوٰۃ علیہ" نہیں کہا۔ کہ نمازی اس پر نماز پڑھے اگرچہ دونوں کا حکم ایک ہے۔ کیونکہ کپڑے کا بیان نمازی پر زیادہ مشتمل ہے۔ اور وہ منصوص علیہ بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "و ثیابک فطھر" اور جگہ کی طہارت اس کے ساتھ بطور دلالت ملی ہوئی ہے۔ اور آخری دونوں کا حکم اس میں بیان کیا ہے اور پہلی صورت اس لئے بیان کہ تا کہ امام مالک علیہ الرحمہ کے قول سے احتراز کیا جائے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ کھال کا ظاہر پاک ہوجاتا ہے لیکن اس کا باطن پاک نہیں ہوتا لہٰذا کھال پر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اس کے اندر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اسی طرح استثناء میں خنزیر کو آدمی پر مقدم کیا ہے کیونکہ یہ محل نجاست ہے اور نجاست کے موقع کے اعتبار سے خنزیر نجس العین ہے لہٰذا وہ قابل اہانت ہے اور آدمی کو اس سے موخر ذکر کیا ہے کیونکہ وہ افضل ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۱۲۶، بیروت)

نکرہ جب صفت عامہ کے ساتھ ہو قاعدہ فقہیہ

نکرہ جب صفت عامہ کے ساتھ مذکور ہو تو وہ عموم پر دلالت کرتا ہے۔ (ماخذ من العنایہ، ج ۱، ص ۱۲۶، بیروت)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ یہاں کھال سے مراد عام ہے چاہے وہ مردار کی کھال ہو یا غیر مردار کی کھال ہو اسی طرح وہ ماکول لحم کی کھال ہو یا غیر ماکول لحم کی کھال ہو ہر صورت میں دباغت کی وجہ سے پاک ہوجائے گی۔ کیونکہ حکم دباغت بھی عام ہے۔ جو رطوبت و نجاستوں کو ختم کرنے والا ہے۔

اس حدیث میں جو صاحب ہدایہ نے فقہاء احناف کے موقف کی دلیل میں ذکر کی ہے۔ اس حدیث سے عموم مراد ہے اس سے ہر کھال مراد ہوگی سوائے خنزیر اور آدمی کی کھال کے کیونکہ ان دونوں کا استثناء کیا جائے گا۔

فقہ شافعی و مالکی کے مطابق مردار کی کھال کا حکم و فقہاء احناف کا جواب

امام مالک علیہ الرحمہ نے مذکورہ متن میں ذکر حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنے سے منع کیا گیا ہے لہٰذا مردار کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی۔ امام مالک کی مستدل حدیث ہے۔

اس حدیث کو اصحاب سنن اربعہ نے ذکر کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وصال سے ایک ماہ قبل حضرت جہینہ کو لکھا تھا۔ کہ تم مردار کی کھال

اور پٹھوں سے نفع حاصل نہ کرو۔ (ابن ماجہ، طبرانی، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، بیہقی، ابن عدی، بتصرف اسنادھا)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔ اور اس کی سند میں بھی اضطراب ہے۔ کیونکہ امام احمد کے نزدیک متن ''شہرا و شہرین'' ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو تقدم حاصل ہے کیونکہ وہ حدیث اس کی ناسخ یعنی معارض ہے۔ لہٰذا قوت والی حدیث حکم کو شامل ہوگا۔ اسی طرح امام احمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔

اسی طرح سند میں اضطراب اس طرح ہے۔ کہ عبدالرحمن نے ابن عکیم سے بیان کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے خالد حذاء کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے حکیم بن عتیبہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن اور لوگ عبداللہ بن عکیم کی طرف چلے پس وہ داخل ہوئے میں دروازے پر کھڑا ہوا۔ جب وہ نکلے تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان کو عبداللہ بن عکیم نے خبر دی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ کی طرف مذکورہ حدیث لکھی ہے۔

اس سند میں واضح ہے کہ حضرت عبدالرحمن نے دروازے سے باہر نکلنے والوں سے حدیث سنی ہے اور دروازے سے نکلنے والے مجہول ہیں۔

اسی طرح اس حدیث کے متن بھی اضطراب ہے کہ ایک روایت میں ایک مہینہ ہے اور ایک میں چالیس دن ہیں۔ اور ایک روایت میں تین دن مع الاختلاف کے ذکر ہے۔ اختلاف بھی ان سے مذکور ہے جو حکیم کی صحبت اختیار کرنے والے ہیں لہٰذا اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث جس کو امام مسلم سمیت دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے وہی ائمہ احناف کے مسلک کی دلیل ہوئی۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص، ۱۶۷، دار المعرفہ بیروت)

اسی طرح مذہب احناف پر یہ حدیث بھی دلیل ہے جس کو امام دارقطنی نے ذکر کیا ہے۔

عن عائشة قالت قال النبي صلى الله عليه و سلم استمتعوا بجلود الميتة إذا هي دبغت ترابا كان أو رمادا أو ملحا أو ما كان بعد أن تريد صلاحه۔ (سنن دار قطنی، ج ۱، ص ۴۹، دار المعرفہ بیروت)

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردار کی کھال سے نفع حاصل کرو جبکہ اسے مٹی یا راکھ یا نمک یا تو اس کو بہت عرصے بعد صحیح دیکھے۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے کتے کے کھال کے بارے کو خنزیر کی کھال پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح خنزیر کی کھال دباغت سے پاک نہ ہوگی اسی طرح کتے کی کھال بھی پاک نہ ہوگی۔

امام شافعی کا یہ قیاس اس لئے درست نہیں ہے۔ کیونکہ خنزیر نجس العین ہے جس کے بارے میں نص وارد ہے۔ اور مبسوط میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لا یوکل لحم کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ لہٰذا امام شافعی نے کتے کو خنزیر پر قیاس کیا ہے حالانکہ اگر لا یوکل لحم جانوروں پر قیاس کرتے تو درست ہوتا۔

احناف نے قرآن سے بھی استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''فانہ رجس'' میں ھو ضمیر کا مرجع خنزیر ہے۔ لہٰذا وہ نجس العین ہوا۔ اور نجس العین ہونا صرف خنزیر کی تخصیص ہے۔

جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہے

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے اسکی کھال ذبح سے پاک ہوجائے گی۔ کیونکہ جس طرح دباغت رطوبات نجس کو دور کرنے کا عمل کرتی ہے اسی طرح ذبح بھی اس جانور کے گوشت کو پاک کردیتا ہے۔ یہی صحیح مذہب ہے اگرچہ وہ جانور ایسا ہو جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔

ذبح کھال کی طہارت میں دباغت کھال والی طہارت کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ)

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے اسکی کھال ذبح سے بھی پاک ہوجائے گی۔ (ہدایہ)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح دباغت سے کھال کے اندر سے نجاست اور وہ تمام مادے جو نجاست سے بھرے ہوتے ہیں یا جن میں نجاست حلول کیے ہوتی ہے وہ سب خارج ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح ذبح کے ساتھ بھی وہ تمام فاسد مادے خارج ہوجاتے ہیں لہٰذا جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہوا اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہوا۔

ہر وہ جانور جو ماکول لحم ہے یا نا ماکول لحم ہے ان کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہوجاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح کسی جانور کو ذبح کرنے سے اس کے جسم کے اندر سے خون اور رطوبات نجاسۃ خارج ہوجاتی ہیں اسی طرح دباغت سے بھی خارج ہوجاتی ہیں۔

اسی طرح ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ گوشت میں جس قدر رطوبات نجاسۃ ملوث ہوتی ہیں اسی طرح کھال میں ملوث نہیں ہوتیں کیونکہ کھال گاڑھی ہوتی ہے اس میں نجاست اسی طرح حلول نہیں کرتیں۔ جس طرح گوشت میں حلول کرجاتی ہے۔ اور جب گوشت ذبح سے پاک ہوجاتا ہے جس میں زیادہ نجاست حلول کیے ہوتی ہے تو کھال بدرجہ اولیٰ دباغت و ذبح سے پاک ہوجائے گی۔

بَابُ الرَّجُلِ يَسْجُدُ عَلَى ثَوْبِهِ

باب: آدمی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا

660 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا غَالِبٌ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم شدید گرمی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ جب ہم میں سے کسی کے لئے زمین پر پیشانی رکھنا ممکن نہیں ہوتا تھا تو وہ اپنا کپڑا بچھالیتا تھا اور اس پر سجدہ کرتا تھا۔

شرح

حنفیہ کے نزدیک چونکہ نمازی اپنے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ کرسکتا ہے اس لئے یہ حضرات اس حدیث کو اپنے مسلک کی دلیل میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے لئے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ کرنا درست ہے۔

حضرات شوافع کے نزدیک چونکہ ایسے کپڑے پر جو نمازی کے ہلنے سے حرکت کرتے ہوں سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے وہ حضرات اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے وہ ان کے بدن پر نہیں ہوتے تھے بلکہ گرمی سے بچاؤ کی خاطر انہیں علیحدہ فرش پر بچھائے رکھتے تھے۔

گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنا اور حسن نے فرمایا کہ لوگ عمامہ اور کنٹوپ پر سجدہ کرتے تھے اور ان کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھتے تھے، تو ہم میں سے بعض لوگ گرمی کی شدت سے سجدہ کی جگہ کپڑے کا کنارہ بچھا لیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، جلد نمبر ۱، حدیث نمبر ۳۷۶)

سجدے کی سنتوں کا بیان

سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھنا۔

سجدے سے اٹھتے وقت اس کے برعکس پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا۔

سات اعضائ (دونوں گھٹنے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کے پنجے اور پیشانی) پر سجدہ کرنا، ناک پیشانی کے ساتھ شامل ہے اس لئے صرف پیشانی پر سجدہ کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور صرف ناک پر سجدہ کرنا بلا عذر جائز نہیں عذر کے ساتھ جائز ہے جبکہ ناک کا سخت حصہ زمین پر لگے ورنہ جائز نہیں۔

سجدے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا ہوا رکھنا اور اُن انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا۔

سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرنا۔

سجدے میں دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا اور سب انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا۔

اپنی ہتھیلیوں پر سہارا دینا

بازؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھنا لیکن جماعت کے اندر پہلو سے ملا رکھنا

کہنیوں کو زمین پر نہ بچھانا بلکہ اٹھا ہوا رکھنا

پیٹ کو رانوں سے جدا رکھنا (سجدہ کا یہ طریقہ مردوں کے لئے ہے عورتیں بازو پہلوؤں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور کہنیاں زمین سے ملا دیں پاؤں کے پنجے کھڑے نہ کریں اور ہاتھوں پر زور نہ دیں بلکہ جس طرح التحیات میں بیٹھتی ہیں اسی طرح بیٹھ کر اور سمٹ کر سجدے کے لئے پیشانی زمین پر لگائیں)

اگر عذر نہ ہو تو سجدے میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے علی الترتیب ایک ساتھ زمین پر رکھنا اگر عذر کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے تو دائیں ہاتھ اور گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرنا،

ہر سجدے میں تین بار سُبحانَ رَبِّیَ الاَعلٰی کہنا

دوسرے سجدے کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پنجوں کے بل اٹھنا،

گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا (عذر کی حالت میں زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے میں حرج نہیں)

تَفْرِيعُ أَبْوَابِ الصُّفُوفِ

باب: صفوں سے متعلق فروعی ابواب

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنے کا بیان

امام حدیث امام مسلم اپنی صحیح میں لکھتے ہیں حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں (اس طرح) برابر (سیدھی) کیا کرتے تھے کہ گویا تیر بھی ان صفوں سے سیدھا کیا جاسکتا تھا یہاں تک کہ ہم بھی آپ ﷺ سے (صفوں کی برابر کرنے کی اہمیت) سمجھ گئے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ (مکان سے نکل کر) تشریف لائے اور (نماز کے لئے) کھڑے ہوگئے اور تکبیر (تحریمہ) کہنے ہی کو تھے کہ ایک آدمی کا سینہ صف سے کچھ نکلا ہوا ہے آپ ﷺ نے دیکھ لیا چنانچہ (یہ دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ" اے اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی کردو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1052)

عرب میں تیر کی ہمواری اور سیدھا پن اس قدر مشہور تھا کہ دوسری چیزوں کے سیدھے پن اور ہمواری کو بھی تیر سے تشبیہ دیا کرتے تھے اس طرح گویا تیر بھی ان صفوں سے سیدھا کیا جاتا تھا" یہ جملہ کسی چیز کی ہمواری اور سیدھے پن کے لئے مثل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ تیروں کے ذریعہ دوسری چیزوں کو سیدھا اور برابر کرتے ہیں اور یہاں یہ مبالغے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے کہ صفیں اس قدر سیدھی اور ہموار ہوتی تھیں کہ تیر بھی ان کے ذریعہ سیدھے کئے جاسکتے تھے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ عبارت اپنے عکس پر محمول ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا صفیں تیروں کے ذریعہ برابر کرتے تھے" حدیث کے آخری جملے کا مطلب مولانا مظہر نے یہ بیان کیا ہے کہ ظاہری ادب و فرمانبرداری نہیں کروگے تو تمہاری یہ ظاہری نافرمانی تمہارے باطن یعنی دلوں کے اختلاف کی طرف تمہیں پہنچائے گی۔ جو آگے چل کر آپس کے بغض و عناد اور کدورت و عداوت کا سبب بن جائے گی اور پھر قلوب کے یہ اختلاف اور یہ باطنی بری خصلتیں تمہاری ظاہری زندگی میں بھی اس طرح سرایت کرجائیں گی کہ تمہارے درمیان بغض و عداوت پیدا ہوجائے گی چنانچہ تم میں سے ہر آدمی ایک دوسرے سے اعراض کرے گا اور کسی کے دل میں کسی کے لئے ہمدردی کا کوئی جذبہ باقی نہ رہ جائے گا بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ صفوں کو سیدھا اور ہموار رکھنے کی بڑی اہمیت ہے جب جماعت کھڑی ہو تو ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو صف کے برابر کرلے اور ایک دوسرے سے آگے پیچھے نہ کھڑا ہونا چاہیے، اگر صف سیدھا کرنے کے اس حکم کی پیروی نہیں کی جائے گی تو جان لو کہ رب قدوس اس کی سزا تمہیں یہ دے گا کہ تمہارے درمیان بغض و نفرت پیدا ہوجائے گی جس سے تمہارے معاشرتی و سماجی امن و سکون کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا۔

صفوں کو برابر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے جماعت میں کھڑے ہوں تو صف بندی اس طرح کریں کہ

آپس میں بالکل مل کر کھڑے ہوں تا کہ ایک دوسرے کے درمیان خلا نہ رہے اور آگے پیچھے ہٹ کر کھڑے نہ ہوں بلکہ برابر کھڑے رہیں اگر کئی صفیں ہوں تو وہ اس طرح قائم کی جائیں کہ ایک دوسری صف کے درمیان شروع سے لے کر آخر تک یکساں فرق رہے ایسا نہ ہو کہ کسی جگہ سے تو دونوں صفوں کا درمیانی فاصلہ کم ہو اور کسی جگہ سے زیادہ۔ ان ابواب کے تحت جو احادیث نقل کی جائیں گی ان سے صفوں کو برابر کرنے کی اہمیت و تاکید معلوم ہوگی اور صف بندی کے جو مسائل و احکام ہیں وہ واضح ہوں گے۔

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

باب: صفوں کو سیدھا رکھنا

فرشتوں کی طرح صفوں کو سیدھا رکھنے کا بیان

661 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشَ - عَنْ حَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فِي الصُّفُوفِ الْمُقَدَّمَةِ. فَحَدَّثَنَا عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَلَّ وَعَزَّ. قُلْنَا وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟، قَالَ: يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْمُقَدَّمَةَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ

❁❁ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم لوگ اس طرح صف کیوں نہیں بناتے ہو' جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں صف بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کی: فرشتے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کس طرح صف بناتے ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پہلے آگے والی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوتے ہیں''۔

662 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ، عَنْ اَبِي الْقَاسِمِ الْجُدَلِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُوْلُ: اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: اَقِيْمُوا صُفُوْفَكُمْ ثَلَاثًا. وَاللّٰهِ لَتُقِيْمُنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ قَالَ: فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزَقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ

❁❁ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف رُخ کر کے ارشاد فرمایا: تم اپنی صفیں ٹھیک کرو' یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

661- اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية، والاعمش: هو سليمان بن مهران. واخرجه مسلم (430)، والنسائي في "الكبرى" (892) و (11370)، وابن ماجه (992) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (20964) و (21024)، و"صحيح ابن حبان" (2154) و (2162)، و"صحيح ابن خزيمة" (1544).

"اللہ کی قسم! یا تو تم اپنی صفیں ٹھیک رکھو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے درمیان اختلاف پیدا کردے گا"۔
راوی کہتے ہیں: میں دیکھتا تھا کہ ہر شخص اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ ملاتا تھا اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے کے ساتھ ملاتا تھا۔ اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملاتا تھا۔

663 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّينَا فِي الصُّفُوفِ كَمَا يُقَوَّمُ الْقِدْحُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنْ قَدْ أَخَذْنَا ذَلِكَ عَنْهُ، وَفَقِهْنَا أَقْبَلَ ذَاتَ يَوْمٍ بِوَجْهِهِ إِذَا رَجُلٌ مُنْتَبِذٌ بِصَدْرِهِ، فَقَالَ: لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں یوں سیدھی کیا کرتے تھے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب آپ کو یہ اندازہ ہوگیا کہ ہم نے آپ سے یہ حکم حاصل کرلیا ہے اور ہم اسے سمجھ گئے ہیں تو ایک دن آپ نے توجہ کی تو ایک شخص کا سینہ سب سے آگے نکلا ہوا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"یا تو تم لوگ صفیں برابر رکھو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کردے گا"۔

664 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَأَبُو عَاصِمِ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ الْيَامِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُورَنَا وَمَنَاكِبَنَا وَيَقُولُ: لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُوَلِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کونے سے دوسرے کونے تک صف کے درمیان چلتے ہوئے تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ہمارے سینوں اور کندھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ارشاد فرماتے تھے: (صف کو سیدھا کرتے ہیں) اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

665 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَغِيرَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا کرتے تھے جب ہم سیدھے ہوجاتے تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے۔

664- اسنادہ صحیح. ابو عاصم بن جواس: اسمه احمد، و ابو الاحوص: هو سلام بن سليم، و منصور: هو ابن المعتمر، و طلحة اليامي، هو ابن مصرف. واخرجه النسائي في "الكبرى" (887) من طريق ابي الاحوص، بهذا الاسناد. واخرجه مقتصراً على القطعة الثانية منه ابن ماجه (997) من طريق شعبة، عن طلحة بن مصرف، به. وهو في "مسند احمد" (18516) و (18518). وانظر ما سلف برقم (543).

666 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغَافِقِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، وَحَدِيثُ ابْنِ وَهْبٍ أَتَمُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ. قَالَ قُتَيْبَةُ: عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ أَبِي شَجَرَةَ - لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عُمَرَ - أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: أَقِيمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ - لَمْ يَقُلْ عِيسَى بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ - وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو شَجَرَةَ كَثِيرُ بْنُ مُرَّةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَعْنَى وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ: إِذَا جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الصَّفِّ فَذَهَبَ يَدْخُلُ فِيهِ فَيَنْبَغِي أَنْ يُلِينَ لَهُ كُلُّ رَجُلٍ مَنْكِبَيْهِ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''صفوں کو درست رکھو۔ کندھوں کو برابر رکھو۔ درمیان میں فاصلہ نہ رہنے دو اور اپنے بھائیوں کے لئے نرم ہو جاؤ''۔

عیسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے۔ ''اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ شیطان کے لئے خلا نہ چھوڑو جو شخص صف کو ملا کر رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا' اور جو شخص صف کو منقطع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو منقطع کرے گا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوشجرہ نامی راوی کثیر بن مرہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کے یہ الفاظ ''اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص صف میں شامل ہونا چاہے' تو وہ شخص (جو پہلے سے صف میں موجود ہے) وہ اپنے کندھے نرم کر دے تا کہ وہ شخص صف میں داخل ہو سکے۔

667 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اپنی صفوں کو اچھی طرح ملا کر رکھو۔ ایک دوسرے کے قریب رہو۔ گردنوں کو برابر رکھو اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں یوں گھس آتا ہے' جیسے وہ بکری کا بچہ ہو''۔

668 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ

الصَّلَاةِ

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''صفوں کو برابر رکھو' کیونکہ صفوں کو برابر رکھنا' نماز کی تکمیل کا حصہ ہے''۔

669 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ السَّائِبِ، صَاحِبِ الْمَقْصُورَةِ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمًا فَقَالَ: هَلْ تَدْرِي لِمَ صُنِعَ هَذَا الْعُودُ. فَقُلْتُ: لَا وَاللَّهِ. قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ: اسْتَوُوا وَعَدِّلُوا صُفُوفَكُمْ

⊛⊛ محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز ادا کی تو انہوں نے فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے؟ یہ لکڑی کیوں رکھی گئی ہے میں نے کہا: جی نہیں! اللہ کی قسم! (مجھے نہیں معلوم) انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ اس پر اپنا دست مبارک رکھتے تھے اور پھر یہ ارشاد فرماتے تھے۔
''برابر ہو جاؤ اور اپنی صفیں درست کرلو''۔

670 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَنَسٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ أَخَذَهُ بِيَمِينِهِ ثُمَّ الْتَفَتَ، فَقَالَ: اعْتَدِلُوا، سَوُّوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ أَخَذَهُ بِيَسَارِهِ، فَقَالَ: اعْتَدِلُوا سَوُّوا صُفُوفَكُمْ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ بیان کرتے ہیں۔
''نبی اکرم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے' تو آپ اپنے دائیں دست مبارک میں اسے پکڑ لیتے تھے۔ پھر آپ متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے تھے۔
''سیدھے ہو جاؤ اور صفیں درست کرلو''۔
پھر نبی اکرم ﷺ اسے اپنے بائیں دست مبارک میں لے کر ارشاد فرماتے تھے۔
''سیدھے ہو جاؤ اور اپنی صفیں درست کرلو''۔

671 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ، ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ، فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''آگے والی صف کو مکمل کرو پھر اس کے بعد والی کو (مکمل کرو) جو کمی ہو۔ وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔

پہلی صف کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف (والوں) پر رحمت بھیجتے ہیں" (یہ سن کر) صحابہ کرام نے عرض کیا" یارسول اللہ! دوسری صف (والوں) پر بھی (یعنی اس طرح فرمائیے کہ پہلی اور دوسری صف پر رحمت بھیجتے ہیں مگر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس مرتبہ بھی دوسری صف کا ذکر نہیں کیا بلکہ) فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں" صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری صف پر بھی فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر یہی فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ دوسری صف پر بھی فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دوسری صف پر بھی (اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ" اپنی صفوں کو برابر کو اپنے کندھوں کو ہموار رکھو (یعنی ایک سطح اور ہموار جگہ پر کھڑا ہو اور اونچا نیچا ہو کر مت کھڑے ہو) اور اپنے بھائیوں کے ہاتھ کے آگے نرم رہو۔ (یعنی اگر کوئی آدمی کندھے پر ہاتھ رکھ کر تمہیں صف میں برابر کرے تو اس سے انکار نہ کرو بلکہ برابر ہو جاؤ، نیز صفوں میں خلا پیدا نہ کرو کیونکہ شیطان خذف یعنی بھیڑ کا چھوٹا بچہ بن کر تمہارے درمیان گھس جاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1068)

صحابہ کے قول وعلی الثانی میں جو عطف ہے اسے عطف تلقین فرماتے ہیں یعنی صحابہ کا مطلب یہ تھا کہ پہلی صف کی فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی دوسری صف کی فضیلت بھی بیان فرمادیجئے کہ دوسری صف پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ دوسری صف کو بھی پہلی صف کی صف مذکورہ میں شامل فرمادیا جس سے معلوم ہو کہ فضیلت کے اعتبار سے دوسری صف کا درجہ پہلی صف سے کم تر ہے۔

672 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ ثَوْبَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمِّي عُمَارَةُ بْنُ ثَوْبَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خِيَارُكُمْ أَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلَاةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں' جن کے کندھے نماز کے دوران نرم ہوتے ہیں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جعفر بن یحییٰ کا تعلق مکہ سے ہے۔

شرح

نماز میں نرم کندھے کی توضیح وفائدے میں علماء نے بہت کچھ لکھا ہے اس کے کئی معنی ہیں چنانچہ اس کے ایک معنے تو یہ ہیں کہ" اگر کوئی آدمی جماعت میں اس طرح کھڑا ہو کہ صف برابر نہ ہوئی ہو اور پیچھے سے آکر کوئی آدمی اس کا کندھا پکڑ کے اسے سیدھا کھڑا ہو جانے کے لئے کہے تو وہ ضد وہٹ دھرمی اور تکبر نہ کرے بلکہ اس آدمی کا کہنا مان لے اور سیدھا کھڑا ہو کر صف برابر کر لے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی آدمی صف میں آکر کھڑا ہونا چاہیے اور جبکہ صف میں جگہ بھی ہو تو اسے منع نہ کرے صف میں کھڑا ہو

جانے دے۔ اس کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ "کندھوں کو نرم رکھنا" نماز میں خشوع وخضوع اور سکون و وقار کے لئے کنایہ ہے۔ یعنی نماز میں سب سے بہتر وہ آدمی ہے جو نہایت خاطر جمعی حضوری قلب اور اطمینان و وقار کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔

بَابُ الصُّفُوفِ بَيْنَ السَّوَارِي

باب: ستونوں کے درمیان صف بنانا

673 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ هَانِئٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ مَحْمُودٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَدُفِعْنَا إِلَى السَّوَارِي، فَتَقَدَّمْنَا وَتَأَخَّرْنَا، فَقَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نَتَّقِي هٰذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ عبدالحمید بن محمود بیان کرتے ہیں: جمعہ کے دن میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی تو ہمیں ستونوں کی طرف دھکیل دیا گیا۔ ہم آگے پیچھے ہو گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم اس چیز سے بچا کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَلِيَ الْإِمَامَ فِي الصَّفِّ وَكَرَاهِيَةِ التَّأَخُّرِ

باب: صف میں کس کا امام کے قریب کھڑے ہونا مستحب ہے اور (صف سے) پیچھے ہونے کا ناپسندیدہ ہونا

674 - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ.

⊛⊛ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تم میں سے تجربہ کار اور سمجھدار لوگ میرے قریب کھڑے ہوں پھر ان کے بعد کے مرتبے ہوں پھر ان کے بعد کے مرتبے کے ہوں"۔

675 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَزَادَ: وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ

674- اسناده صحيح. ابن كثير: هو محمد، وسفيان: هو الثوري، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابو معمر: هو عبد الله بن سخبرة، وابو مسعود: هو عقبة بن عمرو الانصاري البدري. واخرجه مسلم (432) (122)، والنسائي في "الكبرى" (883) و (888)، وابن ماجه (976) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (17102)، و"صحيح ابن حبان" (2172).

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''صف بناتے ہوئے آگے پیچھے نہ ہو، ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا' اور تم بازاروں کے شور و شغب سے بچو''۔

676 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّفُوفِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں میں دائیں طرف والوں پر (بطور خاص) رحمت نازل کرتے ہیں''۔

شرح

چونکہ دوسری صف کو بھی ان صفوں پر جو اس کے بعد ہوتی ہیں فضیلت حاصل ہے اس لئے جب رسول اللہ ﷺ نے پہلی صف کی بہت زیادہ فضیلت بیان فرمائی تو "پہلی صفوں" کی اور دوسری صف کی فضیلت کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو آپ نے پہلے آسمان پر سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ وہ جب اپنی دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں اور بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رو دیتے ہیں۔ سیدنا جبریل نے آپ کو بتایا کہ سیدنا آدم کی دائیں جانب وہ لوگ تھے جو جنت میں داخل ہونے والے ہیں اور بائیں طرف وہ لوگ تھے جو جہنم میں داخل ہوں گے، اس سے بھی اصحاب الیمین سے مراد اہل جنت ہوئے۔ اور اگر یمین کو یمن سے مشتق سمجھا جائے جو برکت اور خوش بختی کے معنوں میں آتا ہے تو اس سے مراد خوش بخت اور خیر و برکت والے اصحاب ہیں اور مطلب دونوں معنوں کے لحاظ سے ایک ہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس روز حضرت آدم کی پشت سے ان کی ساری نسل برآمد کی گئی تھی' ان کے دو گروہ بنادیئے گئے تھے۔ ایک گروہ دائیں طرف والا جن کے متعلق اللہ نے فرمادیا تھا: ھو الا للجنۃ' اصحاب المیمنۃ سے وہی لوگ مراد ہیں اور دوسرا گروہ بائیں طرف والا دوزخیوں کا تھا جن کو اصحاب المشئمۃ کہا گیا ہے۔ انہی کے متعلق اللہ نے فرمایا تھا: ھوالا ءللنار۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن المنذر رقتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت وکنتم ازواجا ثلثۃ سے مراد ہے قیامت کے دن لوگوں کی منزلیں تین قسم کی ہوں گی۔ آیت فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ (اور دائیں طرف والے کیسے اچھے ہوں گے دائیں طرف والے) یعنی کیا ہی شان ہوگی۔ دائیں ہاتھ والوں کی اور جو کچھ ان کے لیے تیار کیا گیا۔ آیت واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ (اور بائیں طرف والے کیا ہی برے ہوں گے بائیں طرف والے) یعنی کیا ہی برا حال ہوگا بائیں ہاتھ والوں کا اور جو کچھ تیار کیا گیا ان کے لیے آیت والسبقون السابقون (اور جو اعلیٰ درجہ کے ہاں گے وہ تو اعلیٰ درجہ کے ہوں گے) یعنی ہر امت میں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔

عبد بن حمید وابن المنذر وابن جریر نے حسن رحمہ اللہ سے آیت و کنتم ازواجا ثلثه سے لے کر آیت وثلة من الآخرین تک کے بارے میں روایت کیا کہ برابری اور مساوات کر دی جائے گی۔ سابقہ امتوں کے دائیں ہاتھ والوں اور اس امت کے دائیں ہاتھ والوں کے درمیان۔ اور نیکیوں میں سبقت لے جانے والے پہلی امتوں میں سے زیادہ ہوں گے اس امت کے نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں میں سے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ واقعہ، بیروت)

میدان حشر میں حاضرین کی تین قسمیں

ابن کثیر نے فرمایا کہ قیامت کے روز تمام لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جاویں گے، ایک قوم عرش کے داہنی جانب ہوگی، یہ وہ ہوں گے جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داہنی جانب سے پیدا ہوئے اور ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کو عرش کی داہنی جانب میں جمع کر دیا جائے گا، یہ سب لوگ جنتی ہیں۔

دوسری قوم عرش کے بائیں جانب میں جمع ہوگی جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بائیں جانب سے پیدا ہوئی اور جن کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھوں میں دیئے گئے، ان سب کو بائیں جانب میں جمع کر دیا جائے گا اور یہ سب لوگ جہنمی ہیں (نعوذ باللہ منہم)

اور تیسری قسم طائفہ سابقین کا ہوگا جو رب عرش کے سامنے خصوصی امتیاز اور قرب کے مقام میں ہوگا، جس میں انبیاء ورسل، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ شامل ہوں گے، ان کی تعداد بہ نسبت اصحاب الیمین کے کم ہوگی۔

۱ میمنہ یا تو یمین سے ماخوذ جس کا معنی ہے دایاں ہاتھ۔ کیونکہ ان نیک بختوں کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے یا ان کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا یا اس لیے کہ ان کی روحیں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں جانب تھیں اس لیے انہیں اصحاب المیمنہ کہا گیا ہے۔ یا یہ یمن سے ماخوذ ہے جس کا معنی یمن وبرکت والا۔ کیونکہ ان کی ساری زندگی اپنے رب کریم کی بندگی میں بسر ہوئی، اس کی یاد میں ان کے رات دن کٹتے تھے، اس کو راضی کرنے کے لیے وہ جدوجہد کرتے رہے۔ ایسے لوگوں سے بڑھ کر یمن وبرکت والا کون ہو سکتا ہے، اس لیے اصحاب المیمنہ کہا گیا۔

۲ اصحاب المشئمۃ: اس کی وجہ تسمیہ میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ یا تو یہ شؤیٰ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بایاں ہاتھ کیونکہ ان بدبختوں کو بائیں سے پکڑ کر جہنم رسید کیا جائے گا یا ان کے عمر بھر کے گناہوں کا پلندہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ یا اس لیے کہ ان کی روحیں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بائیں ہاتھ تھیں، اس لیے اصحاب المشئمہ کہا گیا۔ یا یہ شئوم سے ماخوذ ہے جس کا معنی نحوست اور بدبختی ہے۔ بے شک جن لوگوں نے اپنی ساری عمر نافرمانی اور غفلت میں بسر کی، ان سے بڑا منحوس اور بدبخت کون ہو سکتا ہے۔

اب ذرا ما اصحاب المیمنۃ کی ترکیب پر غور فرمایئے۔ اصحاب المیمنۃ مبتدا ہے۔ ما مبتدائے ثانی۔ اصحاب المیمنۃ خبر۔ مبتداء اپنی خبر سے مل کر خبر ہوا مبدائے اول کی۔ ما استفہامیہ برائے تعجب ہے۔ یعنی دائیں ہاتھ والوں کی عظمت شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ یہی کیفیت اصحاب المشئمہ کی بھی ہے۔

آخر میں تیسری قسم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ان کے مدارج عالیہ اور ان پر جو فضل وکرم کیا جانے والا ہے اس کو بھی

بیان کر دیا۔ السابقون کا معنی ہے سبقت لے جانے والے۔ اس سے مراد وہ ازلی سعادت مند ہیں جنہیں جب دعوت حق دی گئی تو انہوں نے اسے فوراً قبول کر لیا۔ جب بھی انہیں کسی کار خیر کی طرف بلایا گیا یہ اپنے ساتھیوں سے چار قدم آگے ہی دکھائی دیے۔ دین کی سربلندی کے لیے اگر ان کے مال کی ضرورت پڑی تو سب کچھ لا کر قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ اگر جان کی ضرورت ہوئی تو بصد مسرت سر بکف میدان میں حاضر ہو گئے۔ غرضیکہ نیکی اور بھلائی کے ہر کام میں یہ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ ان کی تعریف رحمت عالم ﷺ نے اپنے ان کلمات سے فرمائی ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، سورہ واقعہ، لاہور)

بَابُ مَقَامِ الصِّبْيَانِ مِنَ الصَّفِّ

باب: صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کی جگہ

677 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ شَاذَانَ، حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ الرَّقَّامُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ، حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَصَفَّ الرِّجَالَ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْغِلْمَانَ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلَاتَهُ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا صَلَاةُ - قَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى: لَا أَحْسَبُهُ إِلَّا قَالَ: صَلَاةُ أُمَّتِي -

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے نماز کے لئے اقامت کہلوائی۔ آپ نے پہلے مردوں کی صفیں بنوائیں۔ پھر بچوں کی اور پھر ان لوگوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد راوی نے نبی اکرم ﷺ کی نماز کے طریقے کا ذکر کیا' جس میں یہ بات بیان کی ہے۔ ''اس طرح نماز ہو گی'' عبدالاعلیٰ نامی راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''میری اُمت کی''۔

امام اور مقتدی کے کھڑا ہونے اور صفوں کی ترتیب کا بیان

۱. اگر صرف دو آدمی جماعت کریں تو ایک امام بنے اور دوسرا مقتدی بن کر اس کے برابر میں داہنی طرف کھڑا ہو اگرچہ وہ دوسرا شخص جو مقتدی بنے گا لڑکا ہی ہو، اکیلا مقتدی امام سے آگے نہ کھڑا ہو ایڑی اور ٹخنے برابر میں ہوں امام سے آگے نہ ہوں، اگر مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے انگلیاں امام کی انگلیوں سے آگے ہوں تو مضائقہ نہیں، اگر مقتدی اتنا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو کہ اس کے پاؤں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے برابر میں ہوں تب بھی مضائقہ نہیں زیادہ پیچھے یا بالکل امام کے پیچھے اکیلے مقتدی کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی اور خالف سنت ہے اگر مقتدی اکیلی عورت یا لڑکی ہو تو اس کو امام کی پیچھے ہی کھڑا ہونا چاہئے۔

۲. اگر دو یا زیادہ مقتدی ہوں تو امام کو ان کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے اور ان کے برابر میں بیچ میں کھڑا ہونا مکروہِ تحریمی ہے، اگر مقتدی ایک مرد اور ایک عورت یا لڑکی ہو تو مرد امام کے برابر میں اور عورت یا لڑکی پیچھے کھڑی ہو، اگر دو مرد اور ایک عورت یا لڑکی ہو تو دونوں مرد امام کے پیچھے اور عورت یا لڑکی ان مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔

۳. اگر دو مرد یعنی ایک امام اور ایک مقتدی جماعت سے نماز پڑھ رہے ہوں پھر ایک تیسرا شخص آ جائے تو پہلا مقتدی خود ہی

پیچھے ہٹ جائے تاکہ دونوں مل کر امام کے پیچھے صف بنالیں اگر وہ نہ ہٹے تو وہ تیسرا آدمی اس کو پیچھے کھینچ لے خواہ تحریمہ باندھ کر یا اس سے پہلے کھینچے یا امام آگے بڑھ جائے تاکہ تیسرا آدمی اس مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے، جیسا موقع ہو کرلے، آج کل لوگ مسائل سے واقف نہیں اس لئے اگر گنجائش ہو تو امام ہی آگے بڑھ جائے۔

۴. صرف عورتوں کی جماعت جس میں کوئی مرد نہ ہو مکروہ ہے لیکن اگر پھر بھی عورتیں جماعت کریں تو جو عورت امام ہے وہ مقتدی عورتوں کے برابر وسط صف میں کھڑی ہو خواہ کتنی ہی عورتیں ہوں ترتیب صفوف اگر مقتدی مختلف قسم کے افراد ہوں یعنی مرد نابالغ لڑکے، خنثیٰ، قریب البلوغ لڑکیاں ہوں تو امام کے پیچھے پہلے مرد کھڑے ہوں خواہ جتنی بھی صفیں ہوں ان کے پیچھے لڑکوں کی صف یا صفیں ہوں پھر خنثیٰ پھر عورتیں پھر لڑکیاں صف بنائیں، بڑے آدمیوں کی صفوں میں بچوں کو کھڑا کرنا مکروہ ہے، صرف ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں داخل کیا جائے یعنی سرے پر بائیں طرف کھڑا کیا جائے، خنثیٰ اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں شامل ہو عورت یا لڑکی اکیلی ہو یا زیادہ ہر حال میں مردوں، لڑکوں و خنثیٰ سے الگ صف بنائیں۔

بَابُ صَفِّ النِّسَاءِ وَكَرَاهِيَةِ التَّأَخُّرِ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ

باب: خواتین کی صف (کا حکم)، پہلی صف سے پیچھے ہونے کا ناپسندیدہ ہونا

678 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر پہلی ہے اور سب سے کم بہتر آخری ہے۔ خواتین کی صفوں میں سب سے بہتر آخری ہے اور سب سے کم بہتر پہلی ہے"۔

شرح

حضرت ابوہریرۃ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے اور بدترین صف پچھلی صف ہے عورتوں کی بہترین صف پچھلی صف ہے اور بدترین صف پہلی صف ہے۔

(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1059)

بہترین سے مراد ثواب کی زیادتی ہے یعنی پہلی صف والے دوسری صف والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ثواب کے حق دار ہوتے ہیں۔ مردوں کے لئے بہترین صف پہلی صف کو اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس صورت میں وہ امام سے قریب ہوتے ہیں اور عورتوں سے دور اور پچھلی صف بدترین اس لئے ہوتی ہے کہ اس شکل میں امام سے دوری ہو جاتی ہے اور عورتوں سے نزدیکی۔ اس طرح عورتوں کے لئے پہلی صف اس لئے بدترین ہے کہ وہ پہلی صف میں کھڑے ہونے سے مردوں سے نزدیک ہو جاتی ہیں پچھلی صف ان کے لئے اس وجہ سے بہترین ہے کہ اس صورت میں وہ مردوں سے دور رہتی ہے۔ بہر حال حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ

مردوں کو تو پہلی صف میں کھڑا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے اور عورتوں کو آخری صف میں شامل ہونے کی سعی کرنی چاہیے۔

پہلی صف میں شامل نہ ہونے والوں پر وعید کا بیان

679 - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ مَعِينٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''لوگ مسلسل پہلی صف سے پیچھے ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں انہیں پیچھے کر دے گا''۔

شرح

حتی یؤخر اللہ فی النار کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ'' (جو لوگ پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کریں گے اور برابر پیچھے کی صفوں میں شامل ہوتے رہیں گے تو) اللہ تعالیٰ انہیں آخر الامر دوزخ میں داخل کرے گا یا دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں پیچھے رہنے والا کرے گا۔ بہرحال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے چونکہ اپنی تساہلی اور کاہلی کی بناء پر ہمیشہ پچھلی صفوں میں کھڑا رہ کر اپنے آپ کو اس ثواب سے محروم رکھا اس لئے اس کے بدلہ میں وہ یہ سزا پائیں گے۔

680 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا اَبُو الْاَشْهَبِ، عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَى فِيْ اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا، فَقَالَ لَهُمْ: تَقَدَّمُوْا فَاْتَمُّوْا بِيْ، وَلْيَاْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کچھ صحابہ کرام کو آگے والی صفوں سے پیچھے ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ آگے بڑھ کر میری پیروی کرو تا کہ تمہارے بعد والے لوگ تمہاری پیروی کریں۔ لوگ پیچھے ہونے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ انہیں پیچھے کر دے گا۔

شرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ کرام تاخیر کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ آگے بڑھو! اور میری اقتداء کرتا کہ وہ لوگ جو تمہارے پیچھے کھڑے ہیں وہ تمہاری اقتداء کریں۔ ایک جماعت ہمیشہ (پہلی صف میں کھڑے ہونے میں) تاخیر کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی (اپنا فضل اور رحمت بھی) انہیں پیچھے ڈال

680- اسنادہ صحیح. ابو الاشھب: ھو جعفر بن حیان. وابو نضرۃ: ھو المنذر ابن مالک العبدی. واخرجہ مسلم (438)، والنسائی فی "الکبزی" (872)، وابن ماجہ (978) من طرق عن ابی الاشھب، بھذا الاسناد. واخرجہ مسلم (438)، والنسائی (873) من طریق سعید بن ایاس الجریری، عن ابی نضرۃ، بہ. وھو فی "مسند احمد" (11142).

دے گا۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 1057)

رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کرام کو دیکھا کہ وہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کرتے تو ان سے فرمایا کہ آگے بڑھو اور پہلی صف میں کھڑے ہو کر میری اقتداء کرو یعنی پیچھے مجھ سے قریب ہو کر کھڑے رہو تا کہ میرے افعال دیکھتے رہو اسی طرح جو لوگ تم سے پیچھے کھڑے ہوں وہ تمہاری متابعت کریں کیونکہ پچھلی صف کے لوگ اگلی صف کے لوگوں کی متابعت بایں طور کرتے ہیں کہ نماز کے جو افعال اگلی صف والے کرتے ہیں وہی افعال پچھلی صف والے کرتے رہتے ہیں لہٰذا یہ متابعت اور اقتداء ظاہر کے اعتبار سے ہے ورنہ تو حقیقت میں سب نمازی امام ہی کے تابع ہوتے ہیں۔

بَابُ مَقَامِ الْإِمَامِ مِنَ الصَّفِّ

باب: صف (کے مدمقابل) میں امام کے کھڑے ہونے کا مقام

681- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ بَشِيرِ بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، فَسَمِعَتْهُ يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَسِّطُوا الْإِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''امام کو اپنی صف کے درمیان (کے مدمقابل) کھڑا کرو اور (صفوں میں موجود) خالی جگہ کو پُر کردو''۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي وَحْدَهُ خَلْفَ الصَّفِّ

باب: جو شخص صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے

682- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ وَابِصَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ - قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: الصَّلَاةَ -

❀❀ حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو اس کو نماز دوبارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ سلیمان بن حرب نامی راوی نے لفظ ''نماز'' نقل کیا ہے۔

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ چونکہ پہلی صف میں جگہ خالی تھی اس کے باوجود وہ آدمی صف کے پیچھے تنہا کھڑا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اسے بطور استحباب دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہو کر نماز پڑھے گا یعنی پچھلی صف میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا نمازی نہیں ہوگا۔ تو امام احمد کے مسلک کے مطابق اس کی نماز نہیں ہوگی۔ مگر حضرت امام اعظم، حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ان تینوں ائمہ کے نزدیک صف کے

پیچھے تنہا پڑھنے والے کی نماز ہو جاتی ہے۔ تاہم ان حضرات کا قول یہ ہے کہ صف کے پیچھے تنہا نماز نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَرْكَعُ دُوْنَ الصَّفِّ

باب: آدمی کا صف (تک پہنچنے) سے پہلے رکوع میں چلے جانا

683 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوبَةَ، عَنْ زِيَادٍ الْاَعْلَمِ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، اَنَّ اَبَا بَكْرَةَ، حَدَّثَ اَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَنَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ، قَالَ: فَرَكَعْتُ دُوْنَ الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ

حسن بصری حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ مسجد میں داخل ہوئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت رکوع کی حالت میں تھے راوی کہتے ہیں: میں صف سے پہلے ہی رکوع میں چلا گیا، تو (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری حرص میں اضافہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

عبادت میں حرص کی دعا کا بیان

684 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا زِيَادٌ الْاَعْلَمُ، عَنِ الْحَسَنِ، اَنَّ اَبَا بَكْرَةَ جَاءَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰى اِلَى الصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: اَيُّكُمُ الَّذِيْ رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰى اِلَى الصَّفِّ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرَةَ: اَنَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: زِيَادٌ الْاَعْلَمُ زِيَادُ بْنُ فُلَانِ بْنِ قُرَّةَ وَهُوَ ابْنُ خَالَةِ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ

حسن بصری بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (مسجد میں) آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت رکوع کی حالت میں تھے، تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ صف سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے۔ پھر وہ چلتے ہوئے آکر صف میں شامل ہو گئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی تو آپ نے دریافت کیا۔ تم میں سے کس نے صف سے پہلے رکوع کر لیا تھا، اور پھر چلتا ہوا آکر صف میں شامل ہوا تھا۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری حرص میں اضافہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زیاد اعلم نامی راوی زیاد بن فلاں بن قرہ ہے۔ یہ یونس بن عبید کی خالہ کا بیٹا ہے۔

رکوع والی تکبیر سے متعلق تکبیر تحریمہ کے ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان

جب امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو اسے ایک تکبیر ہی کافی ہے جو کہ تکبیر تحریمہ ہے یہی رکوع کی بھی تکبیر ہوگی، یہ زید بن ثابت، ابن عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، سعید، عطاء، حسن، ابراہیم نخعی رحمہم اللہ سے مروی ہے، اور آئمہ اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد) کا بھی یہی کہنا ہے۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: میں امام کو رکوع کی حالت میں

پالوں تو؟ امام احمد نے جواب دیا: آپ کو ایک تکبیر ہی کافی ہے۔ (مسائل الامام احمد صفحہ نمبر (35)

یہ اس لیے کہ رکوع کی حالت میں غالبا دونوں تکبیروں کو جمع کرنا مشکل ہے، اور اس لیے بھی کہ دونوں عبادات ایک ہی جنس اور ایک ہی جگہ میں ہیں، اور رکوع کی نیت کرنا نماز شروع کرنے کے منافی نہیں، لہٰذا رکن جو کہ تکبیرہ تحریمہ ہے واجب جو کہ رکوع کی تکبیر کے لیے کافی ہوگا، جیسا کہ طواف افاضہ اگر آخر میں کیا جائے تو طواف وداع سے کافی ہوجاتا ہے۔

(المغنی (183/2)، اور القواعد لابن رجب، قاعدہ نمبر (18)

اور اگر دونوں تکبیریں کہنا ممکن ہوں تو یہ اولیٰ ہے، یعنی پہلی تکبیر تحریمہ اور دوسری رکوع کے لیے تو یہ اولیٰ اور بہتر ہوگا۔

ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے کہا: آپ کے نزدیک دو تکبیریں کہنا زیادہ پسند ہیں؟ تو ان کا جواب تھا: اگر وہ دوبار تکبیر کہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (مسائل الامام احمد صفحہ نمبر (35)

اگر مقتدی نماز کے لیے آئے اور امام رکوع کی حالت میں ہو تو کیا وہ تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر کہے، یا کہ صرف تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے؟ اولیٰ اور احتیاط تو اسی میں ہے کہ وہ دو تکبیریں کہے: ایک تکبیر تحریمہ جو کہ رکن ہے، اور یہ تکبیر اسے کھڑا ہو کر کہنی ضروری ہے، اور دوسری تکبیر رکوع کی اس وقت کہے جب وہ رکوع کے لیے نیچے جھکے، اور اگر اسے رکوع چھوٹ جانے کا خدشہ ہو تو پھر علماء کرام کے صحیح قول کے مطابق تکبیر تحریمہ کہنی ہی کافی ہوگی، کیونکہ دونوں عبادتیں ایک ہی وقت جمع ہوگئی ہیں، لہٰذا بڑی عبادت چھوٹی سے کفائت کر جائے گی، اور اس حالت میں اکثر علماء کرام کے ہاں اس کی رکعت ہوجائے گی۔

رکوع میں ملنے والے شخص کے لیے تکبیر کھڑے ہو کر کہنا ضروری ہے اگر وہ رکوع کے لیے جھک کر تکبیر کہتا ہے تو اس کا رکوع صحیح نہیں ہوگا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ "المجموع" میں کہتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا تو وہ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہے اور پھر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، اگر تکبیر کا کچھ حصہ کھڑے ہو کر اور کچھ رکوع کے جھک کر کہی جائے تو بغیر کسی اختلاف کے اس کی فرضی نماز صحیح نہیں، اور صحیح قول کے مطابق نفلی نماز بھی صحیح نہیں ہوگی۔ (المجموع للنووی (111/4) اور مغنی (130/2)

مقتدی کی اقسام کا بیان

مقتدی کی چار قسمیں ہیں: (۱) مدرک، (۲) لاحق، (۳) مسبوق، (۴) لاحق مسبوق، مدرک اسے کہتے ہیں جس نے اول رکعت سے تشہد تک امام کے ساتھ پڑھی اگرچہ پہلی رکعت میں امام کے ساتھ رکوع ہی میں شریک ہوا ہو۔ لاحق وہ کہ امام کے ساتھ پہلی رکعت میں اقتدا کی مگر بعد اقتدا اس کی کل رکعتیں یا بعض فوت ہوگئیں خواہ عذر سے فوت ہوں جیسے غفلت یا بھیڑ کی وجہ سے رکوع سجود کرنے نہ پایا یا نماز میں اسے حدث ہوگیا یا مقیم نے مسافر کے پیچھے اقتدا کی یا نماز خوف میں پہلے گروہ کو جو رکعت امام کے ساتھ نہ ملی خواہ بلا عذر فوت ہوں جیسے امام سے پہلے رکوع سجود کر لیا پھر اس کا اعادہ بھی نہ کیا تو امام کی دوسری رکعت اس کی پہلی رکعت ہوگی اور تیسری دوسری اور چوتھی تیسری اور آخر میں ایک رکعت پڑھنی ہوگی۔ مسبوق وہ ہے کہ امام کی بعض رکعتیں پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور آخر تک شامل رہا۔ لاحق مسبوق وہ ہے جس کی کچھ رکعتیں شروع کی نہ ملیں۔ پھر شامل ہونے کے بعد لاحق ہوگیا۔

امام کی اتباع نہ کرنے سے متعلق فقہی جزءیات کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

پانچ چیزیں وہ ہیں کہ امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی نہ کرے اور امام کا ساتھ دے تکبیرات عیدین، قعدہ اولیٰ، سجدہ تلاوت، سجدہ سہو، قنوت جبکہ رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع کرے۔ مگر قعدہ اولیٰ نہ کیا اور ابھی سیدھا کھڑا نہ ہوا تو مقتدی ابھی اس کے ترک میں متابعت امام کی نہ کرے بلکہ اسے بتائے تاکہ وہ واپس آئے اگر واپس آ گیا فبہا اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب نہ بتائے کہ نماز جاتی رہے گی بلکہ خود بھی قعدہ چھوڑ دے اور کھڑا ہو جائے۔ چار چیزیں وہ ہیں کہ امام کرے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دیں نماز میں کوئی زائد سجدہ کیا، تکبیرات عیدین میں اقوال صحابہ پر زیادتی کی، جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔ پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو گیا پھر اگر اس صورت میں اگر قعدہ اخیرہ کر چکا ہے تو مقتدی اس کا انتظار کرے اگر پانچوں کے سجدہ سے پہلے لوٹ آیا تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے اس کے ساتھ سلام پھیرے اور اس کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا تو مقتدی تنہا سلام پھیر دے اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا تھا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو سب کی نماز فاسد ہو گئی اگرچہ مقتدی نے تشہد پڑھ کر سلام پھیر لیا ہو۔

نو اشیاء ایسی ہیں کہ امام اگر نہ کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ بجالائے تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا، (۲) ثنا پڑھنا جب کہ امام فاتحہ میں ہو اور آہستہ پڑھتا ہو (۳) رکوع، (۴) سجود کی تکبیرات و (۵) تسبیحات، (۶) تسمیع، (۷) تشہد پڑھنا، (۸) سلام پھیرنا (۹) تکبیرات تشریق۔ (صغیری، فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلوۃ، بیروت)

شرح سنن ابوداؤد جلد اول کے اختتامی کلمات ودعا کا بیان

الحمدللہ! شرح سنن ابوداؤد کی تیسری جلد مکمل ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے میرے اس کام کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے اور میرے صغیرہ وکبیرہ، سہوا، عمدا ہر قسم کے گناہوں کو معاف کر دے اور مجھے دنیا وآخرت میں ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

جامعہ انوار مدینہ لاہور

شرح ابوداؤد شریف

— تصنیف —

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

— ترجمہ و تخریج —

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ و بارک ایامہ و لیالیہ

— شارح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

2

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شرح ابوداود شریف

مترجم	ــــــــــــ	ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
شارح	ــــــــــــ	علامہ محمد لیاقت علی رضوی
باہتمام	ــــــــــــ	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	ــــــــــــ	ستمبر 2016ء
سرورق	ــــــــــــ	اے ایف ایس ایڈورٹائزرز
طباعت	ــــــــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	ــــــــــــ	روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ضیاء القرآن (logo)

جميع حقوق الطبع محفوظ للناشر
All rights are reserved
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

أَبْوَابُ تَفْرِيعِ اسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ

بَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَوَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ

عنوان — صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

مقدمہ رضویہ

الحمد للہ الذی أوضح وجوہ معالم الدین وأفضح وجوہ الشک بکشف النقاب عن وجہ الیقین بالعلماء المستنبطین الراسخین والفضلاء المحققین الشامخین الذین نزہوا کلام سید المرسلین ممیزین عن زیف المخلطین المدلسین ورفعوا منارہ بنصب العلائم وأسندوا عمدہ بأقوی الدعائم حتی صار مرفوعا بالبناء العالی المشید وبالأحکام الموثق المدمج المؤکد مسلسلا بسلسلۃ الحفظ والإسناد غیر منقطع ولا واہ إلی یوم التناد ولا موقوف علی غیرہ من المبانی ولا معضل ما فیہ من المعانی (والصلاۃ) علی من بعث بالدین الصحیح الحسن والحق الصریح السنن الخالی عن العلل القادحۃ والسالم من الطعن فی أدلتہ الراجحۃ محمد المستأثر بالخصال الحمیدۃ والمجتبی المختص بالخلال السعیدۃ وعلی آلہ وصحبہ الکرام مؤیدی الدین ومظہری الإسلام وعلی التابعین بالخیر والإحسان وعلی علماء الأمۃ فی کل زمان ما تغرد قمری علی الورد والبان وناح عندلیب علی نور الأقحوان (وبعد) فإن عانی رحمۃ ربہ الغنی محمد لیاقت علی الرضوی الحنفی عاملہ ربہ ووالدیہ بلطفہ الخفی یقول أن السنۃ إحدی الحجج القاطعۃ وأوضح المحجۃ الساطعۃ وبہا ثبوت أکثر الأحکام وعلیہا مدار العلماء الأعلام وکیف لا وہی القول والفعل من سید الأنام فی بیان الحلال والحرام الذین علیہما مبنی الإسلام فصرف الإعمار فی استخراج کنوزہا من أہم الأمور وتوجیہ الأفکار فی استکشاف رموزہا من تعمیر العمور لہا منقبۃ تجلت عن الحسن والبہا ومرتبۃ جلت بالبہجۃ والسنا وہی أنوار الہدایۃ ومطالعہا ووسائل الدرایۃ وذرائعہا وہی من مختارات العلوم عینہا ومن منتقدات نقود المعارف فضہا وعینہا ولولاہا لما بان الخطأ عن الصواب ولا تمیز الشراب من السراب ولقد تصدت طائفۃ من السلف الکرام ممن کساہم اللہ تعالی جلابیب الفہم والأفہام ومکنہم من انتقاد الألفاظ الفصیحۃ المؤسسۃ علی المعانی الصحیحۃ وأقدرہم علی الحفظ بالحفاظ من المتون والألفاظ إلی جمع سنن من سنن سید المرسلین بادیۃ إلی طرائق شرائع الدین وتدوین ما تفرق منہا فی أقطار بلاد المسلمین بتفرق الصحابۃ والتابعین الحاملین والفقہاء مذاہب الاربعۃ۔

حدیث کی لغوی تعریف

حدیث کے معنی بات اور گفتگو کے ہیں، علامہ جوہری صحاح میں لکھتے ہیں: "اَلْحَدِیْثُ الْکَلَامُ قَلِیْلُہٗ وَ کَثِیْرُہٗ"۔ حدیث بات کو کہتے ہیں خواہ وہ مختصر ہو یا مفصل۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کے مجموعہ کو حدیث کہتے ہیں، اقوال سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات ہیں، افعال سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء سے ظاہر شدہ اعمال ہیں اور تقریر سے مراد: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی نے کچھ کیا یا کہا اور آپ نے اس پر سکوت فرمایا نکیر نہ کی اور اس سے یہی سمجھا گیا کہ اس عمل یا قول کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمادی ہے تو اسی تصدیق کو "تقریر" کہتے ہیں اور آپ کی یہ تصدیق تقریری صورت کہلاتی ہے۔

حدیث کی حیثیت قرآن کریم میں

شریعتِ اسلامیہ کی اساس اور بنیاد قرآن اور سنتِ رسول اللہ ہے؛ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیتِ مطاع (یعنی جس کی اطاعت کی جائے) پیش کیا ہے، فرمانِ باری ہے:

(۱) "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ"۔ (محمد: ۳۳)

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کی بھی اتباع کرنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے مستقل طور سے اس کا حکم دیا ہے۔

(۲) نیز ارشاد خداوندی ہے: "وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ"۔ (النحل: ۴۴)

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُن باتوں کی واضح تشریح کردو جو اُن کے لیے اتاری گئی ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کی جو ذمہ داری لی ہے اس کی تکمیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے، آپ کا بیان اللہ ہی کا بیان ہوگا اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تبیین و تشریح وحی کے ذریعہ فرمائی ہو ورنہ اس کو اللہ کا بیان کیسے کہہ سکتے ہیں۔

(۳) ایک اور جگہ ارشاد ہے "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی"۔ (النجم: ۳،۴)

اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

(۴) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا"۔ (الحشر: ۷)

رسول تم کو جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دیں رک جاؤ۔

ان دونوں آیتوں میں واضح طور پر حدیث کا مقام معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کو وحی الٰہی سے تعبیر فرمایا اور امت کو حکم دیا کہ حضور اکرم ﷺ جس بات کا حکم دیں اس کو اختیار کرو اور جس بات سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

احادیث میں حدیث رسول ﷺ کی حیثیت

(۱) آپ ﷺ کی ارشاد ہے: "اَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ۔ (ابوداؤد، باب فی لزوم السنۃ، حدیث نمبر: ۳۹۸۸)

خبردار رہو کہ مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل بھی دیا گیا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: (۲) حدیث کے حفظ اور یادداشت کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ۔

(ترمذی، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، حدیث نمبر: ۲۵۸۰ شاملہ، موقع الاسلام)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تازگی بخشیں جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اسے یاد رکھا؛ یہاں تک کہ اسے کسی دوسرے تک پہنچایا۔

(۳) ایک اور حدیث میں ہے: فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

(مسلم، باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال، حدیث نمبر: ۳۱۸۰، شاملہ، موقع الاسلام)

جو حاضر ہے وہ اسے غائب تک پہنچادے۔

خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے متنبہ فرمایا کہ آپ کی یہ حدیث آج صرف اسی اجتماع کے لیے نہیں یہ کل انسانوں کے لیے راہ ہدایت ہے جو آج موجود ہیں اور سن رہے ہیں وہ ان باتوں کو دوسروں تک پہنچادیں۔

علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے۔

(۴) "کان جبریل علیه السلام ینزل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم بالسنة کما ینزل علیه بالقرآن، ویعلمه إیاها کما یعلمه القرآن"۔ (مراسیل ابوداؤد، باب فی البدع، حدیث نمبر: ۵۰۷)

حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر سنتوں کا علم لے کر ایسے ہی نازل ہوتے تھے جیسے قرآن آپ ﷺ پر لے کر نازل ہوتے تھے اور اس کو ایسے ہی سکھاتے تھے جیسے قرآن کو سکھاتے تھے۔ ان میں واضح طور پر یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ حدیثیں بھی قرآن کی طرح وحی ہیں۔

احکام اسلامیہ پر عمل کے لیے حدیث کی ضرورت

اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے کے لیے اور قرآن کریم کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے احادیث کا علم ضروری ہے، اس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں اسی ۸۰ / سے زیادہ جگہوں میں نماز کا حکم دیا گیا، کہیں "اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ" (نماز قائم کرو) کہا گیا ہے تو کہیں "يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ" (نماز کو قائم کرتے ہیں) کہا گیا ہے؛ مگر سوال یہ ہے کہ نماز کس چیز کا نام

ہے؟ قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ کس طرح کیا جاتا ہے، اس کی ترکیب کیا ہے؟ قرآن کریم میں کہیں یہ بات بیان نہیں کی گئی ہے؛ البتہ قرآن میں نماز کے ارکان کا مختلف الفاظ سے مختلف جگہ تذکرہ آیا ہے، نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے تمام ارکان کو جمع کرکے اس کو ادا کرنے کا طریقہ بتایا؛ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، آداب، مکروہات اور ممنوعات ہر ایک کو تفصیل سے بیان کیا؛ اسی طرح نماز مسجد میں قائم کرنے کا حکم دیا؛ تاکہ نماز کا اہتمام ہو اور اذان و جماعت کا نظام بنایا، امام و مؤذن کے احکام بیان کئے اور پانچوں نمازوں کے اوقات متعین کئے اور ان اوقات کے اوّل و آخر کو بیان کیا؛ غرض تقریباً دو ہزار حدیثیں "يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ" کی تفسیر کرتی ہیں ان دو ہزار احادیث کو اگر "يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ" کے ساتھ نہ لکھا جائے تو اقامتِ صلوٰۃ کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی، اور صرف نماز ہی نہیں؛ بلکہ اسلام کے تمام تفصیلی احکامات کا علم احادیث ہی سے مکمل ہوتا ہے۔

حدیث پڑھنے کا فائدہ

حدیث پڑھنے والا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک نورانی سلسلہ قائم ہوجاتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ بار بار درود شریف پڑھنے کی توفیق ملتی ہے، جو سعادتِ دارین کا باعث ہے جس کے بے شمار فوائد ہیں، اس طرح علم حدیث کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ اس سے زندگی میں نبوی طریقوں پر عمل پیرا ہونا آسان ہوجاتا ہے جس کا اللہ نے قرآن میں "أَطِيعُوا الرَّسُولَ" (رسول کی اطاعت کرو) کے ذریعہ حکم دیا ہے، جب کسی ذاتِ بابرکت کے حالات کا عرفان ہوتا ہے تو اس کی تعلیمات پر چلنا اور احکامات کو بجالانا آسان ہوجاتا ہے، حدیث پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا میں شامل ہوجاتا ہے: اللہ اس بندہ کو آسودہ حال رکھے جس نے میری بات (حدیث) سن کر یاد کیا پھر اسے اسی طرح دوسروں تک پہونچایا۔

تدوینِ حدیث

حدیث کی عظمت وفضیلت اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی ضرورت کے پیشِ نظر حدیث کی حفاظت وصیانت اور کتابت کا اہتمام زمانۂ رسالت ہی سے کیا گیا؛ چنانچہ احادیث کی تحریر سے قطعِ نظر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے علم حدیث کے اصول اور حفظ وضبط کے لیے اللہ کی عطا کردہ غیر معمولی حافظہ کی تیزی اور ذہن کی سلامتی کا سہارا لیا۔

حفاظتِ حدیث کے طریقے

عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں حفاظتِ حدیث کے لیے تین طریقے (حفظِ روایت، تعامل اور تحریر وکتابت) اپنائے گئے تھے جو یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

حفظِ روایت

حفاظتِ حدیث کا پہلا طریقہ احادیث کو یاد کرنا ہے اور یہ طریقہ اس دور کے لحاظ سے انتہائی قابلِ اعتماد تھا، اہلِ عرب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظے عطا فرمائے تھے، وہ صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے ازبر یاد کرلیا کرتے تھے، ایک ایک شخص کو ہزاروں اشعار حفظ ہوتے تھے، یہی نہیں بلکہ؛ یہ حضرات بسا اوقات کسی بات کو صرف ایک بار سن کر یا دیکھ کر پوری

طرح یاد کر لیتے تھے، تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے سامنے عمر بن ابی ربیعہ شاعر آیا اور ستر اشعار کا ایک طویل قصیدہ پڑھ گیا، شاعر کے جانے کے بعد ایک شعر کے متعلق گفتگو چلی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مصرعہ اس نے یوں پڑھا تھا، جو مخاطب تھا اس نے پوچھا کہ تم کو پہلی دفعہ میں کیا پورا مصرعہ یاد رہ گیا؟ بولے کہو تو پورے ستر شعر سنا دوں اور سنا دیا۔

علماء اسلام کا خیال ہے کہ علاوہ اس کے کہ عرب کا حافظہ قدرتی طور پر غیر معمولی تھا یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید کے متعلق جس نے ''وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ'' کا اعلان کیا تھا اسی نے قرآن کی عملی شکل یعنی رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی حفاظت جن کے سپرد کی تھی ان کے حافظوں کو غیبی تائیدوں کے ذریعہ سے بھی کچھ غیر معمولی طور پر قوی تر کر دیا تھا، وہ حضور ﷺ کے اقوال و افعال کو محفوظ کرنا اپنے لیے راہ نجات سمجھتے تھے، خاص طور پر جب کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ان کے سامنے آ چکا تھا: ''نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فحفظها و وعاها واداها كما سمع''۔ (ترمذی، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، حدیث نمبر: ۲۵۲۸۔ ابن ماجہ، باب من بلغ علما، حدیث نمبر: ۲۲۶۔ مسند احمد، حدیث جبیر بن مطعم، حدیث نمبر: ۱۶۷۸۴۔ مسند شافعی، فذب حامل فقہ غیر فقیہ، حدیث نمبر: ۱۱۱۵)

اللہ اس بندہ کو آسودہ حال رکھے جس نے میری بات (حدیث) سن کر یاد کیا پھر اسے اسی طرح دوسروں تک پہنچایا۔

طریقۂ تعامل

حفاظتِ حدیث کا ایک اور طریقہ جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا تھا وہ تعامل تھا؛ یعنی صحابۂ کرام آپ ﷺ کے اقوال و افعال پر بجنسہٖ عمل کر کے اسے یاد کرتے تھے، ترمذی شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انھوں نے کوئی عمل کیا اور اس کے بعد فرمایا: ''هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' بلاشبہ یہ طریقہ بھی نہایت قابلِ اعتماد ہے اس لیے کہ انسان جس بات پر خود عمل پیرا ہوتا ہے تو وہ ذہن میں اچھی طرح راسخ ہو جاتی ہے۔

طریقۂ کتابت

حدیث کی حفاظت کتابت و تحریر کے ذریعہ سے بھی کی گئی ہے، تاریخی طور پر کتابتِ حدیث کو چار مراحل پر تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) متفرق طور سے احادیث کو قلمبند کرنا۔

(۲) کسی ایک شخصی صحیفہ میں احادیث کو جمع کرنا جس کی حیثیت ذاتی یادداشت کی ہو۔

(۳) احادیث کو کتابی صورت میں بغیر تبویب (ابواب) کے جمع کرنا۔

(۴) احادیث کو کتابی شکل میں تبویب (ابواب) کے ساتھ جمع کرنا۔

عہد رسالت اور عہد صحابہ میں کتابت کی پہلی دو قسمیں اچھی طرح رائج ہو چکی تھیں، منکرینِ حدیث عہد رسالت میں کتابتِ حدیث کو تسلیم نہیں کرتے اور مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لَا تَكْتُبُوْا عَنِّیْ وَمَنْ كتب عنی غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ'' منکرینِ حدیث کا یہ کہنا ہے کہ حضور ﷺ کا

کتابتِ حدیث سے منع فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس دور میں حدیثیں نہیں لکھی گئیں؛ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احادیث حجت نہیں؛ ورنہ آپ انھیں اہتمام کے ساتھ قلمبند فرماتے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتابتِ حدیث کی یہ ممانعت ابتداء اسلام میں تھی۔

ذیل میں ہم کتابتِ حدیث سے ممانعت کی وجوہ اور اس کے متعلق اعتراضات کے جوابات پیش کر رہے ہیں، کاتبین کی سہولت کے باوجود عمومی طور پر حدیث کی کتابت اور تدوین کی جانب توجہ نہ دینے کے درج ذیل اسباب ہیں:

(۱) اپنے فطری قوتِ حافظہ کی حفاظت مقصود تھی؛ کیونکہ قیدِ تحریر میں آجانے کے بعد یادداشت کے بجائے نوشتہ پر اعتماد ہوجاتا۔

(۲) قرآن کریم کے لفظ اور معنی دونوں کی حفاظت مقدم اور ضروری تھی اس لیے لکھنے کا اہتمام کیا گیا، جب کہ حدیث کی روایت بالمعنی بھی جائز تھی؛ اس لیے حدیث کے نہ لکھے جانے میں کوئی نقصان نہیں تھا۔

(۳) عام مسلمانوں کے اعتبار سے یہ اندیشہ تھا کہ قرآن اور غیر قرآن یعنی حدیث ایک ہی چمڑے یا ہڈی پر لکھنے کی وجہ سے خلط ملط ہوسکتے ہیں؛ اس لیے احتیاطی طور پر رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کے علاوہ احادیث نبویہ کو لکھنے سے منع فرمایا؛ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جس میں کتابتِ حدیث سے ممانعت فرمائی گئی اسی مصلحت پر مبنی ہے۔

(۴) ابتداء اسلام میں تحریرِ حدیث کی ممانعت تھی پھر حضور ﷺ نے عوارضات کے ختم ہونے کے بعد تحریر حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی جس کے متعلق درج ذیل احادیث سے تائید ہوتی ہے:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا اسے محفوظ رکھنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھا، قریش کے لوگوں نے مجھے منع کیا کہ تم ہر بات رسول اللہ ﷺ سے لکھ لیا کرتے ہو؛ حالانکہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں، ان پر بھی خوشی اور غصہ دونوں حالتیں طاری ہوتی ہیں؛ چنانچہ میں لکھنے سے رُک گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر یہ بات میں نے عرض کی تو آپ ﷺ نے اپنی انگشتِ مبارک سے اپنے دہنِ مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

''اُكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مَايَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ''۔ (ابوداؤد، باب فی کتاب العلم حدیث نمبر: ۳۱۶۱)

تم لکھتے رہو؛ کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرے منہ سے حق بات ہی کا صدور ہوتا ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ حدیثوں کا جامع کوئی نہیں ہے سوائے عبداللہ بن عمرو کے؛ کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ (بخاری شریف، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم: ۱/۲۲)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے کہ ایک انصاری شخص نے نبی کریم ﷺ سے اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اِسْتَعِنْ بِيَمِيْنِكَ'' (یعنی اسے لکھ لو)۔

(ترمذی، باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ، حدیث نمبر: ۲۵۹۰)

اس قسم کی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت کسی امرِ عارض کی بنا پر تھی اور جب وہ عارض مرتفع ہوگیا تو اس کی اجازت؛ بلکہ حکم دیا گیا؛ اسی لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں حدیث کے کئی مجموعے (جو ذاتی نوعیت کے تھے) تیار ہو چکے تھے، جیسے صحیفۂ صادقہ، صحیفۂ علی، کتاب الصدقہ، صحفِ انس بن مالک، صحیفۂ سمرہ بن جندب، صحیفۂ سعد بن عبادہ اور صحیفۂ ہمام بن منبہ رضی اللہ عنہم، یہ صحیفے اس بات کی وضاحت کے لیے کافی ہیں کہ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں کتابتِ حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا؛ لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں قرآن کی طرح تدوین واشاعتِ حدیث کا اہتمام نہیں ہوا؛ لیکن حضور ﷺ کی زندگی عہدِ صحابہ میں بجائے ایک نسخہ کے ہزاروں نسخوں کی صورت میں موجود ہو چکی تھی اس اعتبار سے تدوینِ حدیث کی ایک صورت خود صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی تھی۔

مدوّنِ اوّل

سب سے پہلے حدیث کی تدوین اور اس کو کتابی شکل میں جمع کرنے کا حکومت کی جانب سے حکم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (۱۰۱ھ) نے دیا ہے، آپ کے مبارک دور میں احادیث کی باضابطہ تدوین کی تحریک پیدا ہوئی ہے، اس لیے کہ اب قرآن کریم سے احادیث کے اختلاط والتباس کا اندیشہ نہ تھا، صحیح بخاری میں ہے۔

(اكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ انْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ.. الخ (بخاري. باب كيف يقبض العلم. ۱/۱۷۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ آنحضرت ﷺ کی احادیث پر نظر رکھیں اور انہیں لکھ لیں؛ کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا ڈر ہے۔

الغرض! اس طرح تدوینِ حدیث کے اس اہم کام کا آغاز ہوا جس کے نتیجہ میں پہلی ہجری کے آخر میں حدیث کی بہت سی کتابیں وجود میں آ گئی تھیں، جیسے: کتب ابی بکر، رسالہ سالم بن عبداللہ فی الصدقات، دفاتر الزہری، کتاب السنن لمکحول، ابواب الشعبی۔

یہ حدیث کی کتابوں میں تبویب کی ابتداء تھی، دوسری صدی ہجری میں تدوینِ حدیث کا یہ کام نہایت تیزی اور قوت کے ساتھ شروع ہوا؛ چنانچہ اس دور میں حدیث کی لکھی گئی کتابوں کی تعداد بیس سے بھی زیادہ ہے جن میں سے چند مشہور کتابیں یہ ہیں:

کتاب الاثار لابی حنیفہ، المؤطا للامام مالک، جامع معمر بن راشد، جامع سفیان الثوری، السنن لابن جریج، السنن لوکیع بن الجراح اور کتاب الزہد لعبداللہ بن المبارک، وغیرہ۔

تدوینِ حدیث کا کام تیسری صدی ہجری میں اپنے شباب کو پہنچ گیا جس کے نتیجہ میں اسانید طویل ہوگئیں، ایک حدیث کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا؛ نیز شیوعِ علم کی بنا پر فن حدیث پر لکھی گئی کتابوں کو نئی تبویب اور نئے انداز سے ترتیب دیا گیا اس طرح حدیث کی کتابوں کی بیس سے زیادہ قسمیں ہوگئیں پھر اسماء الرجال کے علم نے باقاعدہ صورت اختیار کر لی اور اس پر بھی متعدد کتابیں لکھی گئیں؛ الغرض اسی دور میں صحاح ستہ کی بھی تالیف ہوئی جس سے آج تک امت مستفید ہو رہی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث کی حفاظت وصیانت اور کتابت کا آغاز زمانۂ رسالت ہی سے ہوگیا تھا اور حدیث کی حفاظت کے لیے حفظ روایت، طریقۂ تعامل اور تحریر سے کام لیا گیا، اور تیسری صدی ہجری تک حدیثوں کو پورے طور پر مدون کردیا گیا۔

سنت اور حدیث میں فرق

سنت کا لفظ عمل متوارث پر آتا ہے اس میں نسخ کا کوئی احتمال نہیں رہتا، حدیث کبھی ناسخ ہوتی ہے کبھی منسوخ؛ مگر سنت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، سنت ہے ہی وہ جس میں توارث ہو اور تسلسلِ تعامل ہو، حدیث کبھی ضعیف بھی ہوتی ہے کبھی صحیح، یہ صحت وضعف کا فرق ایک علمی مرتبہ ہے، ایک علمی درجہ کی بات ہے، بخلاف سنت کے کہ اس میں ہمیشہ عمل نمایاں رہتا ہے۔ (آثار الحدیث: ۶۲)

حدیث میں درجہ بندی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

فتوحات کی کثرت کی بنا پر جب مختلف قبیلوں اور دور دراز علاقوں میں اسلام پھیلنے لگا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف جگہوں میں قیام پذیر ہوگئے، اس طرح مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے حامل کبار صحابہ اس دنیا سے پردہ فرمانے لگے جس کے نتیجہ میں علم حدیث کے حاملین کی کمی ہونے لگی، دھیرے دھیرے حق کے خلاف باطل سر ابھارنے لگا، لوگ اپنے اپنے مقاصد کے لیے حدیثیں اپنی طرف سے بنا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کرنے لگے، مثلاً بددین لوگوں نے اپنے عقائد کے تائید میں، سیاسی گروہ سے تعلق رکھنے والوں نے اپنے پیشوا کی فضیلت اور مخالفین کی مذمت میں، بادشاہوں کو خوش کرنے کی لیے اور غیر محتاط مقررین اپنی تقریر میں رنگ جمانے کے لیے حدیثیں گڑھنے لگے، تو ان نازک حالات کے پیش نظر علماء وقت نے حدیث کی تدوین نیز اسے کتابی شکل میں لانے کی ضرورت کو محسوس کیا؛ چنانچہ علماء اور طالبینِ حدیث اس کام کے لیے کمربستہ ہوگئے، انہوں نے حدیث کی حفاظت کی اہمیت کے پیش نظر دور دراز کے متعدد اسفار کیے، اس وقت محدثین کرام علمِ حدیث کی خدمت کو شب بیداری سے افضل سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ اس اہم کام کے لیے صرف کردیا، اور من گھڑت روایتیں پیش کرنے والے راویوں کی حقیقت کو کھول کر رکھ دیا، صحیح اور موضوع روایتوں کو الگ الگ کردیا، صحیح اور ضعیف احادیث کی پہچان کے لیے اصول مقرر کیے، جس کو حدیث کا علم کہتے ہیں، ان علوم کو جانے بغیر کوئی شخص احادیث میں کلام نہیں کرسکتا۔

موجودہ زمانے میں احادیث پر صحیح یا ضعیف کا حکم لگانا

موجودہ زمانے میں کسی حدیث کو علم حدیث میں مہارت کے بغیر صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، اس لیے کہ کتابوں میں نقل کرنے سے پہلے ائمہ جرح وتعدیل راویوں کی پوری چھان بین کرتے تھے۔ ان ہی صفات باوثوق ذریعے سے معلوم کرتے، اور علم حدیث کے تمام شرائط پر اس راوی اور روایت کو پرکھا اور جانچا جاتا تھا، اس کے بعد حدیث کا درجہ متعین کیا جاتا تھا، الغرض! ماہرین علم حدیث نے مجموعی طور پر جس حدیث کو ضعیف یا صحیح لکھا ہے، موجودہ زمانہ میں اسی حدیث کو ضعیف یا صحیح کہا جاسکتا ہے۔

البتہ جن احادیث کے بارے میں صحت وضعف کا پتہ نہ چل سکے اور باوجود تلاش وجستجو کے کسی کی کوئی تصریح اس حدیث کے

متعلق نہ مل سکے تو پھر کتب اسماء رجال سے ہر راوی کے متعلق جملہ آراء کو جمع کیا جائے اور معتدل وحقیقت پسندانہ تبصرہ کرنے والوں کی رائے کو اہمیت دی جائے اور اس کی روشنی میں کسی حدیث کے بارے میں صحت وضعف کا فیصلہ کیا جائے؛ یہی محتاط طریقہ ہے، بلا تحقیق وجستجو کے کسی حدیث پر حکم لگانا نہایت غلط طریقہ ہے۔

علوم حدیث

مجموعی طور پر علم حدیث کی درج ذیل قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔نقل حدیث کی کیفیت وصورت۔ نیز یہ کہ وہ کس کا فعل وتقریر ہے۔ ۲۔نقل حدیث کے شرائط۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ نقل کی کیا کیفیت رہی۔ ۳۔اقسام حدیث باعتبار سند ومتن۔ ۴۔احکام اقسام حدیث۔ ۵۔احوال راویان حدیث۔ ۶۔شرائط راویان حدیث۔ ۷۔مصنفات حدیث۔ ۸۔اصطلاحات فن۔

راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی قسمیں

حدیث نقل کرنے والے کو راوی کہتے ہیں، اس لحاظ سے حدیث کی چار قسمیں ہیں، متواتر، مشہور، غریب، عزیز۔

متواتر: وہ حدیث ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک اتنی بڑی جماعت نقل کرتی آئی ہو کہ عادتاً ان کا جھوٹ پر متفق ہو جانا ناقابل تصور ہو۔

مشہور: وہ حدیث ہے جس کو ہر زمانے میں تین یا اس سے زیادہ راویوں نے نقل کیا ہو، اگر سلسلہ سند میں کہیں بھی راویوں کی تعداد کسی زمانے میں تین سے کم ہو گئی ہو تو خبر مشہور باقی نہیں رہے گی۔

عزیز: وہ حدیث ہے جس کی روایت کرنے والے کسی زمانے میں دو سے کم نہ ہوں۔

غریب: وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں کسی زمانے میں بھی راوی کی تعداد صرف ایک رہ گئی ہو، حدیث غریب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ غیر معتبر ہوتی ہے؛ بلکہ حدیث غریب کبھی صحیح کبھی حسن اور کبھی ضعیف کے درجے کی ہوتی ہے۔

مقبول حدیث کی پہچان اور اس کی قسمیں

مقبول یعنی وہ حدیث جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کا درست ہونا راجح ہو، اس کی چار قسمیں ہیں، صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ۔

صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کو عادل اور قوی الحفظ راویوں نے اس طرح نقل کیا ہو کہ سند میں کہیں انقطاع نہ ہو اور وہ علت اور شذوذ سے محفوظ ہو۔

(عادل سے مراد جو گناہوں اور دنائت کی باتوں سے بچتا ہو، قوی الحفظ وہ ہے جو سنی ہوئی بات کو بغیر کمی بیشی کے محفوظ رکھ سکتا ہو اصطلاح میں اس کو ضبط کہتے ہیں، علت روایت میں پائی جانے والی ایسی پوشیدہ کمزوری کو کہتے ہیں جس پر اہل فن ہی واقف ہو سکیں، شذوذ کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے سند یا حدیث کے مضمون میں اپنے سے بہتر راوی کی مخالفت کی ہو)۔

صحیح لغیرہ: وہ حدیث ہے جس کا راوی ضبط میں تھوڑا کمزور ہو؛ لیکن دوسری کئی سندوں سے منقول ہونے کی وجہ سے صحیح کے درجے میں آجائے۔

حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کا راوی عادل ہو؛ لیکن ضبط میں کچھ کم ہو اور اس میں شذوذ وعلت پائی جائے۔

حسن لغیرہ: وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی راوی عدل یا ضبط کے اعتبار سے کمزور ہو؛ لیکن کثرت طرق کی وجہ سے اس کی تلافی ہوجائے۔

ضعیف حدیث کی پہچان اور اس کی قسمیں

حدیث ضعیف: وہ حدیث ہے جس کی سند میں اتصال نہ ہو یا راوی عادل نہ ہو یا راوی کا حافظہ بہتر اور قابل اعتماد نہ ہو، حدیث ضعیف کی بہت قسمیں ہیں، بنیادی طور پر دو اسباب کی وجہ سے حدیث ضعیف کہلاتی ہے: (۱) سند میں کسی مقام پر راوی کا چھوٹ جانا (۲) حدیث کے راویوں میں جن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے وہ نہ پائے جائیں۔

چند اصطلاحاتِ حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز منقول ہو اسے "حدیث مرفوع" اور جو صحابی سے منقول ہو اسے "حدیث موقوف" اور جو تابعی سے منقول ہو اسے "حدیث مقطوع" کہتے ہیں، حدیث کے ناقل کو "راوی" اور حدیث کو "روایت" کہتے ہیں اور ناقلین کے نام کے مجموعہ کو "سند" اور اصل مضمون کو "متن" کہتے ہیں۔

کتب احادیث کی چند قسمیں

صحیح: وہ کتب حدیث ہیں جن میں مؤلف نے صحیح احادیث کے نقل کرنے کا اہتمام کیا ہو، جیسے مؤطا امام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان، ان کتابوں میں مؤلفین نے اپنی دانست میں صحیح وحسن روایات کو نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اگر کہیں کسی مصلحت سے قصداً ضعیف روایت نقل کی ہیں تو ان کا ضعف بھی ظاہر کردیا ہے۔

جامع: وہ کتابیں جن میں آٹھ قسم کی مضامین ہوں "عقائد، احکام، رقاق، آداب، تفسیر، سیر، مناقب، فتن" بخاری اور ترمذی بحیثیت جامع زیادہ ممتاز ہیں۔

سنن: وہ کتب جن میں فقہی ترتیب سے روایات جمع کی گئی ہوں، جیسے ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ۔

مصنف: ایسی کتابیں جو فقہی ترتیب پر مرتب کی جاتی ہیں؛ مگر ان میں احادیث مرفوعہ کے ساتھ صحابہ وتابعین کے فتاویٰ بھی مذکور ہوں، جیسے مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ۔

مسند: وہ کتابیں ہیں جن میں ہر صحابی کی مرویات کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہو جیسے مسند احمد بن حنبل وغیرہ۔

معجم: جس میں ایک استاذ کی مرویات کو راوی نے جمع کیا ہو جیسے طبرانی کی معجم وغیرہ۔

تَفرِیعِ اَبوَابِ السُّترَةِ

سترہ سے متعلق جزوی مسائل

سترہ کا معنیٰ ومفہوم اور احکام کا بیان

نمازی کے لیے واجب ہے کہ وہ نماز پڑھتے وقت اپنے آگے کوئی چیز رکھے اور اس کی آڑ لے کر نماز پڑھے تا کہ اگر کوئی شخص سامنے سے گزرنا چاہے تو اس کے دوسری جانب سے گزر جائے اور نمازی کے آگے سے گزرنے کی وجہ سے گناہگار نہ ہو۔ ایسی چیز یا آڑ کو سترہ کہا جاتا ہے۔

سترہ کا بیان یہاں سترہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے نمازی کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسے دیوار، ستون، یا لکڑی لوہا وغیرہ۔ نماز کے آگے سترہ اس لئے کھڑا کیا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے سجود کی جگہ متمیز ہو جائے اور نمازی کے آگے سے گزرنے والا آدمی گنہگار نہ ہو۔ سترے کہ لمبائی کم سے کم ایک ہاتھ اور موٹائی کم از کم ایک انگشت ہونا ضروری ہے۔ مقتدیوں کے لئے امام کا سترہ کافی ہے یعنی اگر امام کے آگے سترہ کھڑا ہو تو مقتدیوں کے آگے سے گزرنا جائز ہے اگر چہ ان کے سامنے کوئی چیز حائل نہ ہو۔ امام اور سترہ کے درمیان سے گزر جانا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر ایسی صورت ہو کہ کوئی نمازی پیچھے سے پہلی صف میں خالی جگہ دیکھے تو اس کے لئے جائز ہے کہ پچھلی صفوں کے سامنے سے گزرتا ہوا پہلی صف میں خالی جگہ پہنچ کر کھڑا ہو جائے کیونکہ یہ پچھلی صف والوں کا قصور ہے کہ انہوں نے آگے بڑھ کر پہلی صف میں جگہ کو پر کیوں نہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ سترہ رکھ کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور اس کے بالکل قریب اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ ان کے (سجدہ کرنے کی جگہ) اور (سترہ بنائی گئی) دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہوتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ سجدے کی جگہ اور دیوار کے درمیان صرف بکری کے گزرنے کی گنجائش ہوتی۔

سترہ رکھنے کا حکم ہر نمازی کے لیے ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر کسی جگہ پر نماز ادا کر رہا ہو۔ مسجد الحرام میں نماز پڑھنے والوں کو بھی سترے کا التزام کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان مبارک میں کسی بھی جگہ کو اس حکم سے مستثنیٰ نہیں فرمایا ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

"لَا تُصَلِّ اِلَّا اِلٰی سُتْرَةٍ ، وَلَا تَدَعْ اَحَدًا یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْكَ . فَاِنْ اَبٰی فَلْتُقَاتِلْهُ ؛ فَاِنَّ مَعَهُ الْقَرِیْنَ"[3]

ترجمہ: تو کبھی بھی سترہ رکھے بغیر نماز نہ پڑھ اور (پھر) کسی کو اپنے آگے سے نہ گزرنے دے، اگر وہ (گزرنے والا) باز نہ آئے تو اس سے لڑ، کیونکہ اس کے ساتھ شیطان ہے"

سترے کے قریب کھڑے ہوکر نماز ادا کرنا شیطان کی وسوسہ اندازی سے بچنے کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ[4]

جب تم میں سے کوئی (شخص) سترے کی طرف نماز پڑھے، تو اس کے قریب ہو جائے (تاکہ) شیطان (وسوسہ اندازی کر کے) اس کی نماز (میں توجہ اور خشوع وخضوع) نہ توڑ دے۔

کس چیز کو سترہ بنایا جاسکتا ہے

رسول اللہ ﷺ مسجد میں نماز پڑھتے وقت کبھی کبھار ستون کے قریب کھڑے ہوکر اسے سترہ بنا لیتے اور نماز ادا فرماتے تھے [5] اور جب کبھی ایسے کھلے میدان میں نماز ادا فرماتے جہاں کوئی چیز سترہ بنانے کے لیے موجود نہ ہوتی تو اپنے سامنے نیزہ گاڑ لیتے پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور صحابہ کرام ان (ﷺ) کے پیچھے نماز ادا کرتے [6]۔

کبھی کبھار اپنی سواری کو سامنے بٹھا کر اس کے پہلو کی طرف کھڑے ہوکر نماز ادا فرماتے [7]۔ البتہ اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے سے منع فرمایا [8]۔ اونٹ کی کاٹھی کی پچھلی لکڑی کو سترہ بنا کر بھی نماز ادا فرمائی [9]۔ ایک مرتبہ ایک درخت کو سترہ بنایا [10] اور کبھی اس بستر کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے جس پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چادر اوڑھے لیٹی ہوتی تھیں۔ [11] سترے کی مقدار کا تعین کرتے ہوئے فرمایا:

إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذَلِكَ[12]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی (شخص) نماز ادا کرتے وقت اپنے سامنے اونٹ کی کاٹھی کی پچھلی لکڑی کے بقدر (اونچائی) میں کوئی چیز رکھ لے تو نماز پڑھ لیا کرے اور کچھ پرواہ نہ کرے کہ اس (کے سترے کے) دوسری جانب کون گزر رہا ہے۔

اس حدیث سے جہاں سترے کی کم از کم اونچائی معلوم ہوتی ہے وہیں اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ زمین پر خط کھینچ کر اسے سترہ قرار دینا درست نہیں ہے۔ سنن ابی داود میں جو حدیث اس بارے میں آئی ہے وہ ضعیف ہے۔

نمازی اور سترے کے درمیان سے گزرنے والے کو روکنا

نمازی اور سترے کے درمیان سے گزرنے والے کو سختی کے ساتھ روکنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اور سترے کے درمیان کسی چیز کو نہیں گزرنے دیتے تھے۔ نا سمجھ بچے یا جانور وغیرہ کو روکنے کے لیے نماز میں چند قدم آگے بڑھنے کی بھی اجازت ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک بکری دوڑتی ہوئی آئی اور سامنے سے گزرنے کی کوشش کی۔ نبی اکرم ﷺ نے جلدی فرمائی اور (سترے والی) دیوار کے قریب ہو گئے (تاکہ بکری کے گزرنے کا راستہ نہ رہے) یہاں تک کہ اپنا بطن مبارک دیوار سے لگا دیا [13]۔ اس پر بکری کو ان (ﷺ) کے پیچھے سے گزرنا پڑا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرض نماز پڑھائی تو نماز میں اپنا ہاتھ آگے کر کے پھر پیچھے کر لیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول! کیا نماز میں کوئی نیا حکم آ گیا ہے"؟ فرمایا:

لَا إِلَّا أَنَّ الشَّيْطَانَ أَرَادَ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيَّ فَخَنَقْتُهُ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ لِسَانِهِ عَلَى يَدِي وَايْمُ اللّٰهِ لَوْلَا مَا سَبَقَنِي إِلَيْهِ أَخِي سُلَيْمَانُ لَارْتُبِطَ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى يُطِيفَ بِهِ وِلْدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ (فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ لَا يَحُولَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ أَحَدٌ فَلْيَفْعَلْ۔ [14]

ترجمہ: نہیں، بلکہ (بات یہ ہے کہ) شیطان میرے سامنے سے گزرنا چاہتا تھا تو میں اس کا گلا گھونٹ دیا، یہاں تک کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنے ہاتھ پر محسوس کی۔ اللہ کی قسم! اگر میرے بھائی سلیمان علیہ السلام نے (جنات کو ماتحت رکھنے میں) سبقت نہ کی ہوتی تو اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیا جاتا اور اہل مدینہ کے بچے اسے بازاروں میں پھراتے۔ پس تم میں سے جو کوئی استطاعت رکھتا ہو کہ اس کے اور قبلے (کی سمت میں اس کے آگے) سے کوئی چیز نہ گزرے تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیے [15]

نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ [16]

ترجمہ: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر (کتنا گناہ) ہے وہ چالیس (سال) کھڑا رہنے کو آگے سے گزرنے سے بہتر سمجھے۔

سترے کی غیر موجودگی میں نماز توڑنے والی چیزیں

اگر کوئی شخص سترہ رکھے بغیر نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے بالغ عورت، گدھا یا سیاہ کتا گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ بیوی سامنے لیٹی ہو تو اسے سترہ بنا کر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ گویا نماز ٹوٹنے کا تعلق گزرنے سے ہے لیٹنے سے نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَقْطَعُ الصَّلَاةَ إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيِ الرَّجُلِ مِثْلُ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ قَالَ قُلْتُ مَا بَالُ الْأَسْوَدِ مِنَ الْأَحْمَرِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ [17]

ترجمہ: اگر نمازی کے سامنے اونٹ کی کاٹھی کی پچھلی لکڑی کے بقدر اونچا سترہ نہ ہو تو (بالغ) عورت، گدھے اور سیاہ کتے کے سامنے سے گزر جانے پر اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے سیاہ کتے کو خاص کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا "سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے

اس حدیث میں نماز ٹوٹنے سے مراد نماز باطل ہونا ہے یعنی اس کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ امام نے اپنے آگے سترہ رکھا ہو تو وہ مقتدیوں کو الگ سے سترہ رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے لیے امام کا سترہ ہی کافی ہے، یعنی ایسی صورت میں مقتدیوں کے

سامنے سے گزرنے پر ان کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔[18]

قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت

قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے خواہ وہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کی قبر ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے:۔ لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا[19]

ترجمہ: قبروں کی طرف منہ کر کے نماز مت ادا کرو اور نہ ان پر بیٹھو۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ کہ کسی بھی آڑ بننے والی چیز کو سترہ بنایا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ زمین کے ساتھ لگی ہو اور اس کی کم سے کم اونچائی اونٹ کی کاٹھی کی پچھلی لکڑی کے برابر (تقریباً ڈیڑھ بالشت) ہو۔ زمین میں لاٹھی گاڑ کر اسے سترہ بنایا جا سکتا ہے، درخت، ستون، اور پہلو کی طرف سے سواری کے جانور کو بھی سترے کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بیٹھے یا لیٹے ہوئے شخص کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات

صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ۔ صحیح سنن نسائی حدیث 749، ابن سعد (1/253)، وھو مخرج فی "الارواء" (543)۔ صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ، ورواہ مسلم ایضاً صحیح ابن خزیمہ جلد دوم ص 9 مطبوعۃ المکتب الاسلامی بیروت باب النھی عن الصلاۃ الی غیر سترۃ۔ (صحیح ابن خزیمہ 1/93/1، بسند جید سنن ابی داؤد حدیث 695، والبزار (ص 54۔ زوائدہ)، والحاکم وصححہ، ووافقہ الذھبی والنووی۔ صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ الی الاسطوانۃ، مسلم بیہقی، احمد۔ صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب الصلاۃ الی الحربۃ یوم العید، مسلم، ابن ماجہ۔ صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب سترۃ المصلی، احمد۔ صحیح ترمذی حدیث نمبر 348۔ سنن ترمذی کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی الصلاۃ فی مرابض الغنم واعطان الابل۔ صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ الی الراحلۃ والبعیر والشجر والرحل، مسلم وابن خزیمہ (2/92) واحمد مسند احمد بن حنبل مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ ومن مسند علی ابن ابی طالب۔ صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب الصلاۃ الی السریر۔ صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب سترۃ المصلی۔ صحیح ابن خزیمہ جلد دوم ص 20 مطبوعۃ المکتب الاسلامی بیروت (باب باب النھی عن الصلاۃ الی غیر سترۃ۔) سنن الدارقطنی کتاب الصلاۃ باب ماجاء فی اعتراض الشیطان للمصلی لیفسد علیہ الصلاۃ، اسے امام احمد، اور طبرانی نے بھی صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے مسند احمد کی روایت میں اس آخری جملے کا اضافہ ہے۔ دیکھیے مسند احمد بن حنبل باقی مسند المکثرین مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب اثم المار بین یدی المصلی، مسلم وابو داؤد اصل صفۃ صلاۃ ص 135، مسلم وابو داؤد، وابن خزیمہ (1/95/2)

بَابُ مَا يَسْتُرُ الْمُصَلِّيَ

باب: کون سی چیز نمازی کے لئے سترہ بن سکتی ہے

لکڑی کا سترہ بنانے کا بیان

685 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَعَلْتَ بَيْنَ يَدَيْكَ

مِثْلَ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ فَلَا يَضُرُّكَ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْكَ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم اپنے آگے پالان کی پچھلی لکڑی جتنی چیز (سترہ) کے طور پر رکھ دو' تو تمہارے آگے سے گزرنے والی کوئی چیز تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی''۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نمازی کے آگے سترہ ہو یعنی کوئی ایسی چیز جس سے آڑ ہو جائے تو سترہ کے بعد سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں۔ سترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو اور زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ امام ومنفرد جب صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑیں۔

اور سترہ نزدیک ہونا چاہئے سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھوں کی سیدھ پر ہو اور داہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ اگر نصب کرنا ناممکن ہو تو وہ چیز لمبی رکھ دے اور اگر کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ رکھ سکے تو خط کھینچ دے خواہ طول میں ہو یا محراب کی شکل۔ (درمختار، عالمگیری، کتاب صلوۃ، بیروت)

نیزے کا سترہ بنانے کا بیان

686 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: آخِرَةُ الرَّحْلِ ذِرَاعٌ فَمَا فَوْقَهُ

عطاء بیان کرتے ہیں: پالان کی پچھلی لکڑی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔

687 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ اَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا، وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْاُمَرَاءُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب عید کے دن نماز عید ادا کرنے کے لئے نکلتے تھے' تو آپ کے حکم کے تحت نیزہ ساتھ لے جایا جاتا تھا۔ اسے آپ کے آگے گاڑ دیا جاتا تھا۔ آپ اس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ لوگ آپ کے پیچھے ہوتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سفر کے دوران بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ اسی سے حکمرانوں نے یہ طریقہ حاصل کیا ہے۔

687- اسنادہ صحیح. ابن نمیر: ھو عبد اللہ، وعبید اللہ: ھو ابن عمر العمری. واخرجہ البخاری (494)، ومسلم (501)، والنسائی فی "الکبری" (824)، وابن ماجہ (941) و (1305) من طرق عن عبید اللہ بن عمر بھذا الاسناد. وبعضھم یزید علی بعض. واخرجہ البخاری (973)، وابن ماجہ (1304) من طریق الاوزاعی، والنسائی (1782) من طریق ایوب السختیانی، کلاھما عن نافع بہ. وھو فی "مسند احمد" (4614).

شرح

معمول یہ تھا کہ سترہ کرنے اور ڈھیلے وغیرہ توڑنے کے لئے اکثر اوقات خدام آپ ﷺ کے ہمراہ ایک نیزہ لے کر چلتے تھے چنانچہ عیدگاہ میں سامنے چونکہ کوئی دیوار وغیرہ نہیں تھی بلکہ میدان ہی میدان تھا اس لئے وہاں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نیزہ جاتا تھا جسے آپ ﷺ اپنے سامنے کھڑا کر دیتے تھے۔

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں۔ کہ اگر سترہ کیلئے بھی کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے پاس کتاب یا کپڑا موجود ہے تو اسی کو سامنے رکھ لے۔ امام کا سترہ مقتدی کیلئے سترہ ہے اس کو جدید سترہ کی حاجت نہیں تو اگر چھوٹی مسجد میں بھی مقتدی کے آگے سے گزر جائے جبکہ امام کے آگے سے نہ ہو حرج نہیں۔ درخت اور جانور اور آدمی وغیرہ کا بھی سترہ ہو سکتا ہے کہ ان کے بعد گزرنے میں کچھ حرج نہیں (غنیۃ) مگر آدمی کو اس حالت میں سترہ کیا جائے جب اس کی پیٹھ مصلی کی طرف ہو کہ مصلی کی طرف منہ کرنا منع ہے۔

سوار اگر مصلی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ جانور کو مصلی کے آگے کر لے اور اس طرف سے گزر جائے۔ دو شخص برابر برابر امام کے آگے سے گزر گئے تو مصلی سے جو قریب ہے وہ گنہگار ہوا اور دوسرے کیلئے یہی سترہ ہو گیا۔
(فتاوی ہندیہ، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

نمازی کے سامنے سترہ والی چیز رکھ کر گزر جانے کا بیان

۶۸۸- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، يَمُرُّ خَلْفَ الْعَنَزَةِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ

۞۞ عون بن ابوجحیفہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بطحاء میں ان لوگوں کو نماز پڑھائی۔ نبی اکرم ﷺ کے آگے نیزہ گڑا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز میں دو رکعت اور عصر کی نماز میں دو رکعت پڑھائیں۔ اس نیزے کی دوسری طرف سے خواتین اور گدھے گزر رہے تھے۔

شرح

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے تو اگر اس کے پاس کوئی چیز سترہ کے قابل ہو تو اسے اس کے سامنے رکھ کر گزر جائے پھر اسے اٹھا لے اگر دو شخص گزرنا چاہتے ہیں اور سترہ کو کوئی چیز نہیں تو ایک ان میں سے نمازی کے سامنے اس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو جائے اور دوسرا اس کی آڑ پکڑ کر گزر جائے پھر وہ دوسرا اس کی پیٹھ کے پیچھے نمازی کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جائے اور یہ گزر جائے پھر وہ دوسرا جدھر سے اس وقت آیا اسی طرف ہٹ جائے۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

بَابُ الْخَطِّ إِذَا لَمْ يَجِدْ عَصًا

باب: جب عصا موجود نہ ہو تو لکیر کھینچنا

لکیر سے سترہ بنانے کا بیان

689 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرِو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حُرَيْثٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ حُرَيْثًا يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ شَيْئًا، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا، ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ أَمَامَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اسے اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لینی چاہیے اگر کوئی چیز نہیں ملتی تو عصا گاڑ دینا چاہیے اگر کسی کے پاس عصا بھی نہ ہو تو پھر اسے لکیر کھینچ دینی چاہیے پھر اس کے آگے سے جو بھی گزرے گا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا''۔

690 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ الْمَدِينِيِّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ جَدِّهِ حُرَيْثٍ، رَجُلٍ مِنْ بَنِي عُذْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَذَكَرَ حَدِيثَ الْخَطِّ، قَالَ سُفْيَانُ: لَمْ نَجِدْ شَيْئًا نَشُدُّ بِهِ هَذَا الْحَدِيثَ، وَلَمْ يَجِئْ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، قَالَ: قُلْتُ لِسُفْيَانَ: إِنَّهُمْ يَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَتَفَكَّرَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: مَا أَحْفَظُ إِلَّا أَبَا مُحَمَّدِ بْنَ عَمْرٍو، قَالَ سُفْيَانُ: قَدِمَ هَاهُنَا رَجُلٌ بَعْدَ مَا مَاتَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ فَطَلَبَ هَذَا الشَّيْخَ أَبَا مُحَمَّدٍ حَتَّى وَجَدَهُ فَسَأَلَهُ عَنْهُ فَخَلَطَ عَلَيْهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْت أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سُئِلَ عَنْ وَصْفِ الْخَطِّ غَيْرَ مَرَّةٍ، فَقَالَ: هَكَذَا عَرْضًا مِثْلَ الْهِلَالِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْت مُسَدَّدًا، قَالَ: قَالَ ابْنُ دَاوُدَ: الْخَطُّ بِالطُّولِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْت أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَصَفَ الْخَطَّ غَيْرَ مَرَّةٍ فَقَالَ: هَكَذَا يَعْنِي بِالْعَرْضِ حَوْرًا دَوْرًا مِثْلَ الْهِلَالِ يَعْنِي مُنْعَطِفًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں، جس میں لکیر کھینچنے کا ذکر ہے۔

سفیان کہتے ہیں: ہمیں ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی جس کے ذریعے ہم اس روایت کو تقویت دے سکیں۔ یہ روایت صرف اسی سند

کے ساتھ منقول ہے۔
راوی کہتے ہیں: میں نے سفیان سے کہا: لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ کچھ دیر خاموش رہے' پھر انہوں نے کہا: مجھے تو یہ بات یاد ہے کہ یہ ابومحمد بن عمرو سے منقول ہے۔
سفیان کہتے ہیں: اسماعیل بن اُمیہ کے انتقال کے بعد ایک شخص وہاں آیا۔ اس نے اس شیخ یعنی ابومحمد کے بارے میں دریافت کیا: جب وہ اسے مل گئے' تو اس نے ان سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا' تو یہ چیز اس کے لئے اختلاط کا باعث ہوگئی۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو سنا ان سے کئی مرتبہ لکیر کھینچنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: انہوں نے فرمایا۔ پہلی کے چاند کی طرح اسے چوڑائی کی سمت میں لگایا جائے گا۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے مسدد کو یہ بیان کرتے سنا کہ ابن داؤد کہتے ہیں: لکیر لمبائی کی سمت میں کھینچی جائے گی۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کئی مرتبہ لکیر کھینچنے کے طریقے کے بارے میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا: اسے اس طرح یعنی چوڑائی کی سمت میں تھوڑا سا گول کر کے کھینچا جائے جس طرح پہلی کا چاند ہوتا ہے۔

لکیر کے سترہ سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اگر کسی نمازی کو کوئی ایسی چیز دستیاب نہ ہو جو سترے کے طور پر کام دے سکے تو وہ اپنے عصا کو اپنے سامنے سترہ بنا کر کھڑا کر لے۔ اب اس سلسلہ میں اتنی اور سہولت دی گئی ہے کہ اگر زمین نرم ہو تو عصا کو زمین میں گاڑ دیا جائے اور اگر زمین سخت ہو کہ عصا کو گاڑنا مشکل ہو تو پھر اس شکل میں عصا کو گاڑنے کی بجائے اپنے سامنے طولاً رکھ لیا جوے تا کہ گاڑنے کی مشابہت حاصل ہو جائے۔ فقہ کی کتاب شرح منیہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی نمازی اپنے عصا کو سترے کے طور پر بجائے زمین میں گاڑنے کے اپنے سامنے رکھ لے تو بعض علماء کے نزدیک تو اس کے لئے یہ سترے کے طور پر کافی ہو جائے گا۔ یعنی سترے کا حکم پورا ہو جائے گا مگر بعض علماء کے نزدیک یہ سترے کے طور پر کافی نہیں ہوگا۔

کفایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی نمازی سترے کے طور پر عصا کو بجائے گاڑنے کے سامنے رکھنا چاہے تو اسے عصا کو طولاً رکھنا چاہئے نہ کہ عرضاً۔ سترے کے لئے کوئی بھی چیز موجود نہ ہونے کی شکل میں سامنے صرف لکیر کھینچ لینے میں علماء کا اختلاف: اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہو رہی ہے کہ اگر کسی نمازی کو سترہ بنانے کے لئے کوئی چیز نہ ملے یہاں تک کہ اس کے پاس عصا بھی نہ ہو تو وہ اپنے سامنے صرف لکیر کھینچ کر نماز پڑھ لے اس کے لئے یہی لکیر سترہ بن جائے گی۔ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول قدیم اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہی ہے بلکہ حنفیہ میں بھی بعد کے بعض علماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔

حنفیہ کے اکثر علماء اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے قائل نہیں ہیں کیونکہ ان کے نزدیک لکیر کھینچ لینا معتبر نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی قول جدید میں اپنے پہلے مسلک کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سلسلہ میں جو حدیث وارد ہے وہ ضعیف اور مضطرب ہے۔ نیز یہ کہ نمازی اور سامنے سے گزرنے والے کے درمیان سترے کے طور پر صرف لکیر کا حائل ہونا نہ صرف یہ کہ کوئی اعتبار نہیں رکھتا بلکہ دور سے معلوم وممیز بھی نہیں ہوتا۔ صاحب ہدایہ (رحمۃ اللہ) علیہ نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔

حضرت شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا مفہوم بھی یہی ہے کہ لکیر کھینچنے کے بجائے سترہ کھڑا کرنا ہی اتباع سنت کی بناء پر اولیٰ اور بہتر ہے کیونکہ سامنے کھڑا ہوا سترہ پوری طرح ظاہر ہونے کی وجہ سے امتیاز بھی رکھتا ہے اور نمازی کے دل کو شک وشبہات سے نکال کر سکون خاطر اور اطمینان قلب کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے بعد علماء نے وصف خط میں بھی اختلاف کیا ہے کہ لکیر کس طرح کھینچی جائے چنانچہ بعض علماء کے نزدیک لکیر بشکل ہلال کھینچی چاہئے اور بعض حضرات نے جانب قبلہ طولاً کھینچنے کو لکھا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ لکیر عرضاً دائیں طرف سے بائیں طرف کو کھینچی جائے اور مختار طولاً ہی کھینچنا ہے۔

ٹوپی کا سترہ بنانے کا بیان

691 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ شَرِيكًا صَلَّى بِنَا فِي جَنَازَةٍ الْعَصْرَ فَوَضَعَ قَلَنْسُوَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ يَعْنِي فِي فَرِيضَةٍ حَضَرَتْ

⊛⊛ سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں: میں نے شریک کو دیکھا انہوں نے ہمیں ایک فوتگی پر عصر کی نماز پڑھائی۔ انہوں نے اپنی ٹوپی سامنے رکھ لی۔ ان سے مراد یہ ہے کہ اس وقت نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے ایسا کیا۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ

باب: سواری کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنا

692 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَوَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيرِهِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کر لیتے تھے۔

شرح

حضرت نافع حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کا اونٹ سامنے بٹھا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیتے تھے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 737)

اور امام بخاری نے یہ مزید نقل کیا ہے (نافع فرماتے ہیں کہ) میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے پوچھا کہ جب اونٹ چرنے اور پانی پینے چلے جاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے (یعنی ایسی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سترہ کس چیز کو قرار دیتے تھے؟)

عبداللہ ابن عمر نے فرمایا (ایسے موقع پر) آپ ﷺ کجاوہ کو ٹھیک کر کے سامنے رکھ لیتے تھے اور اس کی پچھلی لکڑی کی طرف (جو بلند ہونے کی وجہ سے سترے کا کام دیتی تھی) منہ کر کے نماز پڑھ لیتے تھے۔

بَابُ إِذَا صَلَّى إِلَى سَارِيَةٍ أَوْ نَحْوِهَا أَيْنَ يَجْعَلُهَا مِنْهُ

باب: جب آدمی ستون یا اس جیسی کسی اور چیز کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے لگے تو اسے کس طرح سے اپنے (سامنے کی طرف) کرے

693 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْوَلِيدُ بْنُ كَامِلٍ، عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ حُجْرٍ الْبَهْرَانِيِّ، عَنْ ضُبَاعَةَ بِنْتِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهَا، قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِلَى عُودٍ وَلَا عَمُودٍ وَلَا شَجَرَةٍ إِلَّا جَعَلَهُ عَلَى حَاجِبِهِ الْأَيْمَنِ أَوِ الْأَيْسَرِ وَلَا يَصْمُدُ لَهُ صَمْدًا

❀❀ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

میں نے نبی اکرم ﷺ کو جب بھی کسی لکڑی ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا (تو یہی بات نوٹ کی کہ) آپ اسے اپنے دائیں یا بائیں ابرو کے مدمقابل رکھتے تھے آپ اسے اپنے بالکل عین سامنے نہیں رکھتے تھے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ سترہ کھڑا کرتے تھے تو اس بات کا بطور خاص خیال رکھتے تھے کہ سترہ پیشانی کے عین سامنے نہ ہو بلکہ آپ ﷺ سترے کو دائیں یا بائیں بھوؤں کے سامنے کھڑا کرتے تھے اور اس سے آپ ﷺ کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ بت پرستی کی مشابہت نہ ہو۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْمُتَحَدِّثِينَ وَالنِّيَامِ

باب: بات چیت کرنے والے لوگوں یا سوئے ہوئے لوگوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنا

694 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَيْمَنَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ، عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: يَعْنِي لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُصَلُّوا خَلْفَ النَّائِمِ وَلَا الْمُتَحَدِّثِ

693- اسناده ضعيف، الوليد بن كامل لين الحديث، والمهلب بن حجر البهراني وضباعة بنت المقداد مجهولان. واخرجه احمد (23820)، والطبراني/20 (610)، والبيهقي/2 271، والبغوي في "شرح السنة" (538)، والمزي في ترجمة المهلب من "تهذيب الكمال" /729 من طريق علي بن عياش، بهذا الاسناد

(ابوداؤد) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "سوئے ہوئے شخص یا بات چیت کرتے ہوئے شخص کی طرف رُخ کر کے نماز نہ پڑھو"۔

بَابُ الدُّنُوِّ مِنَ السُّتْرَةِ

باب: سترہ کے قریب ہونا

695 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ. ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَا يَقْطَعِ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَفْوَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَعْضُهُمْ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَاخْتُلِفَ فِي إِسْنَادِهِ

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے۔

"جب کوئی شخص سترہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھے تو وہ اس کے قریب ہو اس طرح شیطان اس کی نماز کو منقطع نہیں کرے گا"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت واقد بن محمد نے صفوان کے حوالے سے محمد بن سہل کے حوالے سے ان کے والد سے نقل کی ہے یا شاید محمد بن سہل کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔ بعض حضرات نے یہ روایت نافع بن جبیر کے حوالے سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اس کی سند میں اختلاف کیا گیا ہے۔

شرح

سترے کے قریب" رہنے کا مطلب یہ ہے کہ سترا اتنا نزدیک کھڑا کیا جائے کہ سجدہ اس کے پاس ہو سکے تاکہ شیطان اس کی نماز میں کوئی خلل نہ ڈال سکے کیونکہ نمازی اگر سترے سے دور کھڑا ہوگا تو اس کے سامنے سے کسی کے گزرنے کا احتمال ہوگا۔ چنانچہ شیطان ایسی صورت میں اس کے دل میں وسواس وشبہات کے بیج بوئے گا جس سے حضوری قلب میں فرق آجائے گا۔ اور نماز میں حضوری قلب کی دولت میسر نہیں رہی تو گویا اس کی نماز ٹوٹ گئی اس لئے کہ نماز کا کمال اور ثواب بغیر حضوری قلب کے حاصل نہیں ہوتا لہٰذا سترے کے قریب کھڑا ہونے کی وجہ سے اس آفت سے حفاظت حاصل ہوگی۔

696 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، وَالنُّفَيْلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: وَكَانَ بَيْنَ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مَمَرُّ عَنْزٍ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: الْخَبَرُ لِلنُّفَيْلِيِّ

(؟) (؟) حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور آپ کے قبلہ (کی سمت والی دیوار یا سترا) کے درمیان اتنی جگہ ہوتی تھی کہ بکری کا بچہ گزر سکتا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کے الفاظ نفیلی کے نقل کردہ ہیں۔

نمازی کے آگے سے گزرنے اور سترے کے مسائل

۱۔ نماز پڑھنے والے کی سجدے کی جگہ میں سے کسی کا گزرنا مکروہ تحریمی اور سخت گناہ ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی میدان یا بہت بڑی مسجد میں سجدے کی جگہ تک گزرنا منع ہے یعنی جہاں تک قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر جمائے ہوئے نگاہ پھیلتی ہو، عام چھوٹی بڑی مسجدوں میں قبلے کی دیوار تک آگے سے گزرنا مکروہ و منع ہے

۲۔ چبوترے یا چھت یا تخت وغیرہ اونچی جگہ پر نمازی ہو اگر وہ گزرنے والے کے قد سے زیادہ اونچی ہو تو مکروہ نہیں اور اس سے کم ہو تو مکروہ ہے

۳۔ اگر نمازی کے آگے سترہ ہو تو گزرنا مکروہ نہیں سترے کی لمبائی کم از کم ایک ہاتھ شرعی اور موٹائی کم از کم ایک انگلی کے برابر ہو اس سے پتلی ہو تب بھی کافی ہے اور سترہ نمازی کے قدم سے تقریباً تین ہاتھ کے فاصلہ پر ہونا سنت ہے زیادہ دور نہ ہو، بلکل سیدھ میں بھی نہ ہو کچھ دائیں یا بائیں ہو، داہنی ابرو کی سیدھ میں ہونا افضل ہے

۴۔ اگر لکڑی کا گاڑنا ممکن نہ ہو تو لمبائی میں زمین پر ڈال دے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ایک خط ہی کھینچ دے

۵۔ اگر اگلی صف میں جگہ خالی ہو اور پیچھے صفیں ہوں تو نمازی کو خالی جگہ تک جانے کے لئے لوگوں کی گردن پھلانگ کر جانا اور آگے سے گزرنا جائز ہے مکروہ نہیں

۶۔ بڑی نہر یا بڑا حوض جبکہ چھوٹی مسجد میں ہو سترہ نہیں بن سکتے اگر بہت بڑی مسجد یا میدان میں ہوں تو سترہ بن سکتے ہیں، کنواں چھوٹی مسجد میں سترہ بن سکتا ہے

۷۔ امام کا سترہ سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے پس جب امام کے آگے سترہ ہو تو صف کے سامنے سے گزرنا مکروہ نہیں مسبوق کے لئے بھی امام کے سلام کے بعد یہی حکم ہے کہ اب بھی امام کا سترہ اس کے لئے کافی ہے کیونکہ نماز شروع کرتے وقت کا اعتبار ہے

۸۔ خانہ کعبہ کے اندر یا مقام ابراہیم کے پیچھے یا مطاف (طواف کی جگہ) کے حاشیہ کے اندر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا منع و مکروہ نہیں ہے

۹۔ بلا ضرورت اپنے ہاتھ میں کوئی چیز تھام کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر ضرورت ہو مثلاً کوئی ایسی جگہ ہے کہ اس کے بغیر حفاظت ممکن نہیں تو مکروہ نہیں ہے

۱۰۔ ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں نجاست سامنے ہو یا نجاست کے ہونے کا گمان کیا جاتا ہو مثلاً قبرستان یا حمام وغیرہ ہو

۱۱۔نمازی کے نزدیک سامنے یعنی جہاں تک بغیر سترہ گزرنا منع ہے قبریں ہوں اگر اس سے زیادہ دور ہوں یا سترہ حائل ہو یا قبریں دائیں یا بائیں یا پیچھے ہوں تو مکروہ نہیں، اسی طرح اگر قبرستان میں کوئی جگہ نماز کے لئے بنائی گئی ہو تو اس میں بھی نماز پڑھنا مکروہ نہیں

۱۲۔خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا اس طرح مسجد کی چھت پر بلاضرورت نماز پڑھنا

۱۳۔مسجد میں کوئی جگہ اپنی نماز کے لئے مقرر کر لینا

۱۴۔نماز میں بلاعذر چند قدم چلنا جبکہ پے در پے نہ ہو اگر عذر سے ہو تو مکروہ نہیں اور پے در پے تین قدم چلنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

۱۵۔بلاعذر جلدی میں سب سے پیچھے کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہنا اور پھر تھوڑا اچل کر صف میں مل جانا اور عذر کے ساتھ ہو تو مکروہ نہیں۔(زبدۃ الفقہ، کتاب صلوٰۃ)

بَابُ مَا يُؤْمَرُ الْمُصَلِّيْ اَنْ يَّدْرَاَ عَنِ الْمَمَرِّ بَيْنَ يَدَيْهِ

باب: نمازی کو اس بارے میں حکم ہونا کہ وہ آگے سے گزرنے والے کو روکے

697 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَدَعْ اَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلْيَدْرَاْهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ

❀❀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو وہ کسی کو اپنے آگے سے نہ گزرنے دے جہاں تک ہو سکے اسے روکنے کی کوشش کرے۔اگر وہ دوسرا شخص نہیں مانتا تو اس سے لڑائی کرے کیونکہ وہ (دوسرا شخص) شیطان ہوگا"۔

698 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ اِلٰى سُتْرَةٍ وَلْيَدْنُ مِنْهَا ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ

❀❀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اسے سترہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنی چاہئے یا اس کے قریب رہنا چاہئے"۔

اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

699 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ، اَخْبَرَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، اَخْبَرَنَا مَسَرَّةُ بْنُ مَعْبَدٍ اللَّخْمِيُّ، لَقِيْتُهُ بِالْكُوْفَةِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عُبَيْدٍ، حَاجِبُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: رَاَيْتُ عَطَاءَ بْنَ زَيْدٍ

اللَّيْثِيَّ. قَائِمًا يُصَلِّي فَذَهَبْتُ اَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَرَدَّنِي. ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي اَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ. اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ لَا يَحُولَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ اَحَدٌ فَلْيَفْعَلْ

⊛⊛ ابوعبید بیان کرتے ہیں: میں نے عطا ابن زید لیثی کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا میں ان کے آگے سے گزرنے لگا۔ تو انہوں نے مجھے نہیں گزرنے دیا۔ انہوں نے بتایا: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

"تم میں سے جو شخص یہ استطاعت رکھتا ہو کہ وہ کسی کو اپنے اور اپنے قبلہ کے درمیان میں سے نہ گزرنے دے' تو اسے ایسا کرنا چاہئے"۔

700 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ. عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ. قَالَ: قَالَ اَبُو صَالِحٍ: اُحَدِّثُكَ عَمَّا رَاَيْتُ مِنْ اَبِي سَعِيدٍ. وَسَمِعْتُهُ مِنْهُ دَخَلَ اَبُو سَعِيدٍ عَلَى مَرْوَانَ. فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ اِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْ فِي نَحْرِهِ فَاِنْ اَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: يَمُرُّ الرَّجُلُ يَتَبَخْتَرُ بَيْنَ يَدَيَّ وَاَنَا اُصَلِّي فَاَمْنَعُهُ وَيَمُرُّ الضَّعِيفُ فَلَا اَمْنَعُهُ

⊛⊛ ابوصالح بیان کرتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (مدینہ کے گورنر) مروان کے پاس آئے۔ انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جب کوئی شخص کسی ایسی چیز کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کر رہا ہو' جو اس کے لئے دوسروں سے رکاوٹ کا باعث ہو (یعنی سترہ ہو) اور پھر کوئی شخص اس کے درمیان میں سے گزرنے کی کوشش کرے تو آدمی کو اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کو پرے کرنا چاہئے۔ اگر وہ نہیں مانتا تو اس کے ساتھ لڑائی کرنی چاہئے کیونکہ وہ شیطان ہوگا"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان ثوری کہتے ہیں: بعض اوقات کوئی شخص اتراتا ہوا میرے آگے سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے میں اس وقت نماز ادا کر رہا ہوتا ہوں' تو میں اسے روک دیتا ہوں۔ بعض اوقات کوئی کمزور شخص گزرنے کی کوشش کرتا ہے' تو میں اسے نہیں روکتا۔

بَابُ مَا يُنْهَى عَنْهُ مِنَ الْمُرُورِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي

باب: نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت

701 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ. عَنْ مَالِكٍ. عَنْ اَبِي النَّضْرِ. مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ. عَنْ بُسْرِ بْنِ

700- اسنادہ صحیح. ابو صالح: ہو ذکوان السمان. واخرجہ البخاری (509) و (3275)، ومسلم (505) (259) من طریقین عن حمید بن ہلال، بہذا الاسناد.

سَعِيدٍ، اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ، اَرْسَلَهُ اِلَى اَبِي جُهَيْمٍ يَسْاَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي؟ فَقَالَ اَبُو جُهَيْمٍ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَقِفَ اَرْبَعِينَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ اَبُو النَّضْرِ: لَا اَدْرِي قَالَ: اَرْبَعِينَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ سَنَةً

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ ان سے یہ دریافت کریں کہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے شخص کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے شخص کو یہ پتہ چل جائے کہ اسے کتنا گناہ ہے' تو اس کے لئے 40 دن تک ٹھہرے رہنا، اس سے زیادہ بہتر ہوگا کہ نمازی کے آگے سے گزرے"۔

ابونضر نامی راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم (روایت کے الفاظ میں) 40 دن کا ذکر ہے مہینے کا ہے یا سال کا ذکر ہے۔

گزرنے والے کا چالیس دن یا برس تک ٹھہر جانے کا بیان

حضرت امام طحاوی نے "مشکل الآثار" میں فرمایا ہے کہ، یہاں چالیس سال مراد ہے نہ کہ چالیس مہینے یا چالیس دن۔ اور انہوں نے یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ثابت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی جو اپنے بھائی کے آگے سے اس حال میں گزرتا ہے کہ وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے (یعنی نماز پڑھتا ہے) اور وہ (اس کا گناہ) جان لے تو اس کے لئے اپنی جگہ پر ایک سو برس تک کھڑے رہنا زیادہ بہتر سمجھے گا بہ نسبت اس کے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے۔ بہر حال ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گزرنا بہت بڑا گناہ ہے جس کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کسی آدمی کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا کتنی سخت ہے تو وہ چالیس برس یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ایک سو برس تک اپنی جگہ پر مستقلاً کھڑے رہنا زیادہ بہتر سمجھے گا بہ نسبت اس کے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے۔

بَابُ مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب: کون سی چیز نماز کو توڑ دیتی ہے

702- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، وَابْنُ كَثِيرٍ، الْمَعْنَى اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةِ، اَخْبَرَهُمْ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ حَفْصٌ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ، وَقَالَ: عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ اَبُو ذَرٍّ: يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ اِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ قَيْدُ آخِرَةِ الرَّحْلِ: الْحِمَارُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ

وَالْمَرْاَةُ . فَقُلْتُ: مَا بَالُ الْاَسْوَدِ مِنَ الْاَحْمَرِ مِنَ الْاَصْفَرِ مِنَ الْاَبْيَضِ. فَقَالَ: يَا ابْنَ اَخِي سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَاَلْتَنِي فَقَالَ: الْكَلْبُ الْاَسْوَدُ شَيْطَانٌ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

(ایک روایت کے مطابق یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے)

''جب نمازی کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی جتنی کوئی چیز (سترہ کے طور پر) نہ رکھی ہوئی ہو' تو گدھا' کالا کتا اور عورت (نمازی کے آگے سے گزر کر) اس کی نماز کو توڑ دیتے ہیں''۔

راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: سرخ یا زرد یا سفید کتے کے مقابلے میں کالے کتے کے بارے میں (یہ حکم کیوں دیا گیا؟) انہوں نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم نے جو مجھ سے سوال کیا ہے میں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا: ''کالا کتا' شیطان ہوتا ہے''۔

703 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَفَعَهُ شُعْبَةُ - قَالَ: يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْمَرْاَةُ الْحَائِضُ وَالْكَلْبُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَقَفَهُ سَعِيْدٌ، وَهِشَامٌ، وَهَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مرفوع حدیث کے طور پر منقول ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بالغ عورت اور کتا (نمازی کے آگے سے گزر کر) نماز کو توڑ دیتے ہیں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سعید، ہشام اور ہمام نے قتادہ کے حوالے سے جابر بن زید کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس روایت کو موقوف حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

704 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، مَوْلٰى بَنِي هَاشِمٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَحْسَبُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى غَيْرِ سُتْرَةٍ فَاِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْخِنْزِيْرُ وَالْيَهُوْدِيُّ وَالْمَجُوْسِيُّ وَالْمَرْاَةُ، وَيُجْزِئُ عَنْهُ اِذَا مَرُّوْا بَيْنَ يَدَيْهِ عَلٰى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: فِي نَفْسِي مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ شَيْءٌ كُنْتُ اُذَاكِرُ بِهِ اِبْرَاهِيْمَ وَغَيْرَهُ فَلَمْ اَرَ اَحَدًا جَاءَ بِهِ عَنْ هِشَامٍ وَلَا يَعْرِفُهُ، وَلَمْ اَرَ اَحَدًا يُحَدِّثُ بِهِ عَنْ هِشَامٍ وَاَحْسَبُ الْوَهْمَ مِنَ ابْنِ اَبِي سَمِيْنَةَ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمَاعِيْلَ الْبَصْرِيَّ مَوْلٰى بَنِي هَاشِمٍ. وَالْمُنْكَرُ فِيْهِ ذِكْرُ الْمَجُوْسِيِّ. وَفِيْهِ عَلٰى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ، وَذِكْرُ الْخِنْزِيْرِ. وَفِيْهِ نَكَارَةٌ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَلَمْ اَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِي سَمِيْنَةَ وَاَحْسَبُهُ وَهِمَ

لِاَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُنَا مِنْ حِفْظِهٖ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص سترہ کی طرف رخ کیے بغیر نماز ادا کر رہا ہو' تو گدھا' ''کتا'' خنزیر، یہودی مجوسی اور عورت (اس کے آگے سے گزر کر) اس کی نماز کو توڑ دیتے ہیں، اور آدمی کے لئے اس وقت کفایت ہو جاتی ہے' جب یہ لوگ اتنی دور سے گزریں جتنی دور ایک پتھر جا کر گرتا ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میرے ذہن میں اس روایت کے حوالے سے کچھ الجھن تھی میں نے ابراہیم اور دیگر محدثین سے اس روایت کے بارے میں بات چیت کی تو مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس نے اسے ہشام کے حوالے سے روایت کیا ہو اور نہ ہی ابراہیم اس سے واقف تھے۔ میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس نے یہ روایت ہشام کے حوالے سے نقل کی ہو۔ میرا یہ خیال ہے کہ یہ ابن ابی سمینہ نامی راوی کا وہم ہے اور اس میں مجوسی کا ذکر منکر ہے اور اس میں پتھر پھینکنے جتنے فاصلے کا ذکر ہے اور خنزیر کا ذکر ہے' تو اس میں بھی منکر ہونا پایا جاتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے یہ روایت صرف محمد بن اسماعیل سے سنی ہے اور میرا یہ خیال ہے انہیں اس میں وہم ہوا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے حافظے کی بنیاد پر یہ روایت ہمیں بیان کی تھی۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ پھینکنے کے بعد پتھر جتنی دور جا کر گرتا ہے اتنے فاصلے کے بعد سے یہ مذکورہ چیزیں اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزریں تو کچھ حرج نہیں ہے یعنی نماز میں کوئی خلل وقصور نہیں آتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ پتھر پھینکنے سے مراد حج میں رمی جمار ہے یعنی حج میں مناروں پر جو کنکر اور جس فاصلے سے مارے جاتے ہیں اور جس کی مقدار تین ہاتھ لکھی ہے وہی یہاں مراد ہے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے والے پر دنیاوی بربادی کا بیان

705 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ مَوْلًى لِيَزِيدَ بْنِ نِمْرَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ نِمْرَانَ، قَالَ: رَاَيْتُ رَجُلًا بِتَبُوكَ مُقْعَدًا، فَقَالَ: مَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى حِمَارٍ وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اقْطَعْ اَثَرَهُ فَمَا مَشَيْتُ عَلَيْهَا بَعْدُ.

یزید بن نمران بیان کرتے ہیں: میں نے تبوک میں ایک شخص کو دیکھا جو چلنے کے قابل نہیں تھا۔ اس نے بتایا ایک مرتبہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے گزرا میں اس وقت گدھے پر سوار تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ! تو اس کے پاؤں کاٹ دے'' تو اس کے بعد میں کبھی بھی چلنے کے قابل نہ ہو سکا۔

706 - حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ يَعْنِي الْمَذْحِجِيَّ، حَدَّثَنَا اَبُو حَيْوَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ زَادَ قَالَ: قَطَعَ صَلَاتَنَا قَطَعَ اللّٰهُ اَثَرَهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ اَبُوْ مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، قَالَ فِيْهِ: قَطَعَ صَلَاتَنَا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''اس نے ہماری نماز کو توڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نشان قدم کو توڑ دے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابومسہر نے سعید کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ''اس نے ہماری نماز کو منقطع کیا ہے''۔

707 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْهَمْدَانِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِيْ مُعَاوِيَةُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّهُ نَزَلَ بِتَبُوْكَ وَهُوَ حَاجٌّ فَاِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُقْعَدٍ فَسَاَلَهُ عَنْ اَمْرِهِ فَقَالَ لَهُ: سَاُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا فَلَا تُحَدِّثْ بِهِ مَا سَمِعْتَ اَنِّيْ حَيٌّ. اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بِتَبُوْكَ اِلٰى نَخْلَةٍ فَقَالَ: هٰذِهٖ قِبْلَتُنَا. ثُمَّ صَلّٰى اِلَيْهَا فَاَقْبَلْتُ وَاَنَا غُلَامٌ اَسْعٰى حَتّٰى مَرَرْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا فَقَالَ: قَطَعَ صَلَاتَنَا قَطَعَ اللّٰهُ اَثَرَهُ فَمَا قُمْتُ عَلَيْهَا اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا

سعید بن غزوان اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حج پر جاتے ہوئے انہوں نے تبوک میں پڑاؤ کیا۔ وہاں ایک شخص تھا جو ٹانگوں سے معذور تھا۔ انہوں نے اس سے اس کے معاملے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: میں تمہیں ایک ایسی بات بتا رہا ہوں کہ تم نے یہ بات اس وقت تک کسی کو بیان نہیں کرنی' جب تک تم یہ سنتے ہو کہ میں زندہ ہوں (یعنی میرے مرنے کے بعد کسی سے اس کا ذکر کرنا)

نبی اکرم ﷺ نے تبوک میں کھجوروں کے درخت کے پاس پڑاؤ کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ ہمارا قبلہ ہے۔ پھر آپ اس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنے لگے۔ میں آیا میں اس وقت لڑکا تھا۔ یہاں تک کہ میں نبی اکرم ﷺ اور اس کھجور کے درخت کے درمیان سے گزر گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اس نے ہماری نماز توڑ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے پاؤں' توڑے''۔

اس دن کے بعد سے لے کر آج تک میں ان پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکا۔

بَابُ سُتْرَةُ الْاِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ

باب: امام کا سترہ کے پیچھے والے لوگوں کے لئے بھی سترہ ہوتا ہے

708 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْغَازِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، قَالَ: هَبَطْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةِ اَذَاخِرَ فَحَضَرَتْ

707- اسنادہ ضعیف، سعید بن غزوان وابوہ مجھولان، قال الذھبی فی "المیزان": ما رایت لھم فیہ ولا فی ابیہ کلاماً، ولا یدری من ھما. ابن وھب: ھو عبد اللہ، ومعاویۃ: ھو ابن صالح. واخرجہ البخاری فی "التاریخ الکبیر"/3658-366، والمزی فی ترجمۃ غزوان من "تھذیب الکمال"/10123 من طریقین عن معاویۃ بن صالح، بھذا الاسناد. وانظر ما قبلہ.

الصَّلَاةُ - يَعْنِي فَصَلَّى إِلَى جِدَارٍ - فَاتَّخَذَهُ قِبْلَةً وَنَحْنُ خَلْفَهُ، فَجَاءَتْ بَهْمَةٌ تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا زَالَ يُدَارِئُهَا حَتَّى لَصَقَ بَطْنَهُ بِالْجِدَارِ، وَمَرَّتْ مِنْ وَرَائِهِ، أَوْ كَمَا قَالَ مُسَدَّدٌ

❀❀ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ثنیہ اذاخر کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ ایک دیوار کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے لگے۔ آپ نے اسے اپنا قبلہ (یعنی سترہ) بنالیا۔ ہم آپ کے پیچھے تھے۔ ایک بکری کا بچہ آیا وہ آپ کے آگے سے گزرنے لگا۔ نبی اکرم ﷺ اسے گزرنے سے روکتے رہے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کا پیٹ دیوار سے جا لگا۔ پھر وہ بچہ آپ کے پیچھے سے گزر گیا۔

یا جو الفاظ مسدد نامی راوی نے بیان کئے تھے وہ ہیں۔

709 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فَذَهَبَ جَدْيٌ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَتَّقِيهِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نماز ادا کر رہے تھے۔ بھیڑ کا ایک بچہ آپ کے آگے سے گزرنے لگا' تو آپ اسے پیچھے کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

شرح

امام کا سترہ مقتدی کیلئے سترہ ہے اس کو جدید سترہ کی حاجت نہیں تو اگر چھوٹی مسجد میں بھی مقتدی کے آگے سے گزر جائے جبکہ امام کے آگے سے نہ ہو حرج نہیں۔ (ردالمحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

بَابُ مَنْ قَالَ الْمَرْأَةُ لَا تَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: عورت (نمازی کے آگے سے گزر) کر نماز کو نہیں' توڑتی

710 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ - قَالَ شُعْبَةُ: أَحْسَبُهَا قَالَتْ: وَأَنَا حَائِضٌ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، وَعَطَاءٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، وَهِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، وَعِرَاكُ بْنُ مَالِكٍ، وَأَبُو الْأَسْوَدِ، وَتَمِيمُ بْنُ سَلَمَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَإِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبُو الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ لَمْ يَذْكُرُوا: وَأَنَا حَائِضٌ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم ﷺ اور قبلہ (کی سمت والی دیوار) کے درمیان ہوتی تھی۔ شعبہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے یہ بھی کہا تھا: میں اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت زہری، عطاء، ابوبکر بن حفص، ہشام بن عروہ، عراک بن مالک، ابواسود تمیم بن سلمہ، ان سب حضرات نے عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے' جبکہ ابراہیم نے اسود کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے' جبکہ ابوضحیٰ نے مسروق کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی جبکہ قاسم بن محمد اور ابوسلمہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ ان حضرات نے اس میں یہ الفاظ نقل نہیں کئے "میں اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی"۔

711 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ صَلَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ رَاقِدَةٌ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِيْ يَرْقُدُ عَلَيْهِ، حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوتِرَ اَيْقَظَهَا فَاَوْتَرَتْ

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نوافل ادا کر رہے ہوتے تھے میں اس وقت آپ کے اور قبلہ (کی سمت والی دیوار) کے درمیان بستر پر لیٹی ہوتی تھی جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ وتر ادا کرنے کا ارادہ کرتے تھے' تو آپ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی بیدار کر دیتے تھے' تو وہ بھی وتر ادا کرتی تھیں۔

712 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ، يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يُصَلِّيْ وَاَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ غَمَزَ رِجْلِيْ فَضَمَمْتُهَا اِلَيَّ، ثُمَّ يَسْجُدُ

⊛⊛ قاسم بن محمد' سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: تم نے یہ بہت برا کیا کہ ہم (خواتین کو) گدھے اور کتے کے ساتھ ملا دیا ہے۔ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ آپ نماز ادا کر رہے ہوتے تھے اور میں آپ کے سامنے چوڑائی کی سمت میں لیٹی ہوئی ہوتی تھی۔ جب آپ سجدے میں جاتے تھے' تو آپ میرے پاؤں کو دبا دیتے تھے اور میں اپنا پاؤں سمیٹ لیتی تھی تو آپ سجدہ کر لیتے تھے۔

شرح

حدیث کے آخری جملہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنا یہ عذر بیان کرنا چاہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرنے کی جگہ پاؤں اس لئے پھیلائے رکھتی تھی کہ چراغ نہ ہونے کی وجہ سے مجھے کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ جہاں تک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل کا تعلق ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا پاؤں دبا دیتے تھے تو وہ اپنے پاؤں سمیٹ لیتی تھیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تھے تو وہ اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھیں تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر یعنی ان کے اس عمل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نکیر نہ ہونے کی بناء پر تھا۔ نمازی کے آگے سے گزرنا جرم عظیم ہے۔

713 - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ اَكُوْنُ نَائِمَةً وَرِجْلَايَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ ضَرَبَ رِجْلَيَّ فَقَبَضْتُهُمَا فَسَجَدَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں سوئی ہوئی ہوتی تھی۔ میرے پاؤں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت رات کے نوافل ادا کر رہے ہوتے تھے۔ جب آپ سجدے میں جانے کا ارادہ کرتے تھے' تو آپ میرے پاؤں پر مارتے تھے میں انہیں سمیٹ لیتی تھی' تو آپ سجدے میں چلے جاتے تھے۔

714- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، ح

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ یَعْنِی ابْنَ مُحَمَّدٍ - وَہٰذَا لَفْظُهٗ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ اَنَامُ وَاَنَا مُعْتَرِضَةٌ فِیْ قِبْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَیُصَلِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَمَامَهٗ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّوتِرَ زَادَ عُثْمَانُ: غَمَزَنِیْ ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ: تَنَحَّیْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں سو رہی ہوتی تھی۔ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبلہ کی سمت میں' چوڑائی کی سمت میں لیٹی ہوئی ہوتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے رہتے تھے۔ میں آپ کے سامنے ہوتی تھی۔ جب آپ وتر کرنے کا ارادہ کرتے تھے۔ یہاں عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ مجھے ٹہوکا دے دیتے تھے' پھر دونوں راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک طرف ہو جاتی تھیں۔ (یعنی اپنے پاؤں سمیٹ لیتی)

بَابُ مَنْ قَالَ: الْحِمَارُ لَا یَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں، گدھا (نمازی کے آگے سے گزر کر) نماز کو نہیں' توڑتا

715- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ، عَنِ الزُّہْرِیِّ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جِئْتُ عَلٰی حِمَارٍ، ح وَحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِہَابٍ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰی اَتَانٍ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ قَدْ نَاہَزْتُ الِاحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ بِمِنًی فَمَرَرْتُ بَیْنَ یَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ فَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِی الصَّفِّ فَلَمْ یُنْكِرْ ذٰلِكَ اَحَدٌ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَہٰذَا لَفْظُ الْقَعْنَبِیِّ، وَہُوَ اَتَمُّ. قَالَ مَالِكٌ: وَاَنَا اَرٰی ذٰلِكَ وَاسِعًا اِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا۔ میں اس وقت قریب البلوغ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں اس وقت لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے میں ایک صف کے کچھ حصے کے آگے سے گزرا میں گدھی سے اترا اور

715-اسنادہ صحیح. القعنبی: ہو عبد اللہ بن مسلمة. وہو فی "موطا مالک" 1551/1-156، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (76) و (493) و (861) و (4412)، ومسلم (504) (254). واخرجہ مسلم (504) (256)، والنسائی فی "الکبری" (830)، وابن ماجہ (947) من طریق سفیان بن عیینة، عن الزہری، بہ، وقال: "بعرفة" بدل "بمنی." واخرجہ البخاری (1857) و (4412)، ومسلم (504) (255-257)، والترمذی (337) من طرق عن الزہری، بہ. وہو فی "مسند احمد" (1891) و (3184)، و "صحیح ابن حبان" (2151) و (2393).

اس کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود صف میں آ کر شامل ہو گیا' تو کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔

روایت کے یہ الفاظ قعنبی کے نقل کردہ ہیں اور یہ زیادہ مکمل ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میرا یہ خیال ہے کہ جب نماز کھڑی ہو چکی ہو' تو اس معاملے میں گنجائش ہے۔

شرح

اس واقعہ کو بیان کرنے سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بتانا مقصود ہے کہ نمازیوں کے آگے سے گدھی کے گزر جانے سے نماز باطل نہیں ہوئی۔ اس وقت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما چونکہ بالغ نہیں تھے اس لئے جب وہ نمازیوں آگے سے گزرے تو انہیں کسی نے روکا نہیں۔

716 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ أَبِي الصَّهْبَاءِ، قَالَ: تَذَاكَرْنَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: جِئْتُ أَنَا وَغُلَامٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى حِمَارٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَنَزَلَ وَنَزَلْتُ وَتَرَكْنَا الْحِمَارَ أَمَامَ الصَّفِّ، فَمَا بَالَاهُ وَجَاءَتْ جَارِيَتَانِ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَدَخَلَتَا بَيْنَ الصَّفِّ فَمَا بَالَى ذَلِكَ،

⊛⊛ ابوصہباء بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں اس بات کا ذکر کیا کہ کون سی چیز نماز کو توڑ دیتی ہے' تو انہوں نے بتایا: میں اور اولاد عبدالمطلب سے تعلق رکھنے والا ایک لڑکا گدھے پر سوار ہو کر آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ وہ لڑکا بھی نیچے اترا اور میں بھی نیچے اتر گیا۔ ہم نے گدھے کو صف کے آگے چھوڑ دیا۔ ان دونوں حضرات نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی پھر بنوعبدالمطلب سے تعلق رکھنے والی دو لڑکیاں آئیں اور وہ صف میں شامل ہو گئیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

717 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَدَاوُدُ بْنُ مِخْرَاقٍ الْفِرْيَابِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: فَجَاءَتْ جَارِيَتَانِ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اقْتَتَلَتَا فَأَخَذَهُمَا قَالَ عُثْمَانُ: فَفَرَّعَ بَيْنَهُمَا، وَقَالَ دَاوُدُ: فَنَزَعَ إِحْدَاهُمَا عَنِ الْأُخْرَى فَمَا بَالَى ذَلِكَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے: اس میں یہ الفاظ ہیں: بنوعبدالمطلب سے تعلق رکھنے والی دو لڑکیاں لڑتی ہوئی آئیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑ لیا۔ یہاں عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: آپ نے انہیں ایک دوسرے سے چھڑایا' جبکہ داؤد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: آپ نے ان میں سے ایک کو دوسری سے الگ کیا اور آپ نے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

بَابُ مَنْ قَالَ: الْكَلْبُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کتا (نمازی کے آگے سے گزر کر) نماز کو نہیں' توڑتا

718 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ يَحْيَى بْنِ

أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِيْ بَادِيَةٍ لَنَا وَمَعَهُ عَبَّاسٌ، فَصَلّٰى فِيْ صَحْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ وَحِمَارَةٌ لَنَا، وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالٰى ذٰلِكَ

⊛⊛ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم اس وقت دیہاتی علاقے میں موجود تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے میدان میں نماز ادا کی۔ آپ کے سامنے اس وقت کوئی سترہ نہیں تھا۔ ہماری گدھی اور کتیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اِدھر اُدھر آ جا رہی تھیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کوئی پراوہ نہیں کی۔

شرح

اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ لوگ چند دنوں کے لئے جنگل میں خیمہ زن ہو کر جایا کرتے تھے اور وہاں رہا کرتے تھے۔ ہر جماعت کا اپنا اپنا متعین جنگل ہوتا تھا چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بھی ایک جنگل تھا۔ جن ایام میں وہ اپنے جنگل میں خیمہ زن تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے راوی وہی واقعہ کا بیان کر رہے ہیں۔ اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے سامنے سے اگر گدھے اور کتے وغیرہ گزر جائیں تو نماز باطل نہیں ہوتی، وہیں یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ گزرگاہ پر نماز پڑھنے کی شکل میں نمازی کو اپنے آگے سترہ کھڑا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنا نماز کو باطل نہیں کرتا

جمہور علمائے صحابہ وغیرہم کا یہ مذہب ہے کہ کوئی چیز یا کوئی آدمی اگر نمازی کے آگے سے گزر جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی خواہ مذکورہ بالا تینوں چیزیں ہوں یا ان کے علاوہ کچھ اور ہوں۔ جہاں تک اس حدیث یا اسی طرح کی دوسری احادیث کا تعلق ہے سب دراصل نمازی کے سامنے سترہ کھڑا کرنے کی اہمیت اور تاکید بیان کرنے میں مبالغے کے طریقے پر ہیں۔ یا اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ یہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اگر نمازی کے آگے سے گزریں تو نماز میں خشوع وخضوع اور حضوری قلب کو کھو دیتی ہیں جو درحقیقت نماز کی اصل اور روح ہیں۔ یا پھر اس سے یہ مراد بھی لی جا سکتی ہے کہ نمازی کے آگے سے ان چیزوں کے گزرنے سے چونکہ نمازی کا دل ان کی طرف ہٹ جاتا ہے اور اس کا دل ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس لئے نماز بھی بطلان کے قریب پہنچ جاتی ہے۔

عورت، گدھے اور کتے کی تخصیص کی وجہ

حدیث سے بظاہر یہ ملوم ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے سے صرف ان تین چیزوں کے گزر جانے سے نماز پر اثر پڑ سکتا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر چیزوں کے گزرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ان مذکورہ تین چیزوں کی تخصیص اسی لئے کی گئی ہے کہ ان کی طرف دل بہت زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے چنانچہ عورت کی حیثیت تو ظاہری ہے گدھے کا معاملہ بھی یہ ہے کہ گدھے کے ساتھ چونکہ اکثر و بیشتر شیاطین رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس کے چیخنے کے وقت اعوذ پڑھنا مستحب ہے اس لئے جب گدھا نمازی کے آگے سے گزرے گا تو نمازی کا دل اس احساس کی بناء پر کہ اس کے ہمراہ شیاطین ہوں گے گدھے کی طرف متوجہ ہو

جائے گا۔ یا ایسے ہی کتا نہ صرف یہ کہ نجس عین ہوتا ہے بلکہ اس سے تکلیف پہنچنے کا بھی خطرہ رہتا ہے ان لئے اس کے گزرنے کی صورت میں بھی ذہن پوری تیزی کے ساتھ اس کی طرف بھٹک جاتا ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کوئی بھی چیز نماز کو نہیں توڑتی

719 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ وَادْرَءُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی چیز نماز کو نہیں توڑتی البتہ تم سے جہاں تک ہو سکے تم اسے پرے کرنے کی کوشش کرو' کیونکہ وہ شیطان ہوگا''۔

720 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَدَّاكِ، قَالَ: مَرَّ شَابٌّ مِنْ قُرَيْشٍ بَيْنَ يَدَيْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَهُوَ يُصَلِّي فَدَفَعَهُ ثُمَّ عَادَ فَدَفَعَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: إِنَّ الصَّلَاةَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ وَلَكِنْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادْرَءُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ

ابووداک بیان کرتے ہیں: قریش سے تعلق رکھنے والا ایک نوجوان حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے آگے سے گزرنے لگا' جب وہ نماز ادا کر رہے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اسے تھوڑا پیچھے کیا۔ وہ دوبارہ گزرنے لگا' تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے پھر اسے پیچھے کیا ایسا تین مرتبہ ہوا جب وہ شخص چلا گیا' تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز توڑتی نہیں ہے' لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

''تم سے جہاں تک ہو سکے تم اسے پرے کرنے کی کوشش کرو کیونکہ وہ شیطان ہوگا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے منقول دو روایات جب ایک دوسرے کے برخلاف ہوں' تو اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب عنہم نے کس روایت پر عمل کیا ہے؟

اَبْوَابُ تَفْرِيعِ اسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ

نماز کے آغاز سے متعلق ذیلی ابواب

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران رفع یدین کرنا

رفع یدین سے متعلق فقہاء احناف کے مذہب کا بیان

احناف کا یہ موقف ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع الیدین کرنا نماز کی سنن میں سے ہے، جبکہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ تمام تکبیرات میں رفع الیدین کرنا منسوخ ہو چکا ہے۔

چنانچہ "المبسوط" از: سرخسی (1/23) میں ہے: "نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی بھی تکبیر پر رفع الیدین نہ کرے۔ اسی طرح "بدائع الصنائع" (1/207) میں ہے کہ "فرض نمازوں میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ تکبیرات کے وقت رفع الیدین کرنا ہمارے نزدیک سنت نہیں ہے۔

اپنے اس موقف کیلئے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی روایت کو دلیل بناتے ہیں، وہ کہتے ہیں: مجھے حماد نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے علقمہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ" نبی ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے اور پھر دوبارہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔ ("المبسوط" از سرخسی: (1/24)

جبکہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر تکبیرات کیساتھ رفع الیدین سے متعلق مجموعہ احادیث کو احناف منسوخ سمجھتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے رفع الیدین آخری عمر میں ترک کر دیا تھا، شروع میں آپ رفع الیدین کرتے ہیں۔

چنانچہ "بدائع الصنائع" (1/208) میں ہے کہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ابتدا میں رفع الیدین کرتے تھے، پھر آپ نے رفع الیدین ترک کر دیا، اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، کہ انہوں نے کہا: " رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین کیا ہم نے بھی کیا، پھر آپ نے ترک کر دیا تو ہم نے بھی ترک کر دیا۔ یہ احناف کا موقف ہے۔

نماز میں رفع یدین نہ کرنے سے متعلق ادلہ کا بیان

دلیل نمبر 1: قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (سورۃ مومنون: 1، 2)

ترجمہ: پکی بات ہے کہ وہ مومن کامیاب ہو گئے جو نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔

تفسیر: قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَا يَلْتَفِتُوْنَ يَمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا وَّلَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ... الخ (تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما: ص212)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''خشوع کرنے والے سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز میں تواضع اور عاجزی اختیار کرتے ہیں اور وہ دائیں بائیں توجہ نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔''

دلیل نمبر2: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبٍ النَّسَائِيُّ اَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ؛ فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يُعِدْ۔ (سنن النسائی ج1 ص158، سنن ابی داؤد ج1 ص116)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھتے تھے؟ حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے پہلی مرتبہ رفع یدین کیا (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر (پوری نماز میں) رفع یدین نہیں کیا۔''

دلیل نمبر3: اَلْاِمَامُ الْحَافِظُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ؛ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ لَا يَعُوْدُ بِرَفْعِهِمَا حَتّٰى يُسَلِّمَ مِنْ صَلَاتِهٖ۔ (مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم رحمہ اللہ ص344، سنن ابی داؤد، ج1 ص116)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، (اس کے بعد پوری نماز میں) سلام پھیرنے تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

دلیل نمبر4: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ ثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔ (مسند حمیدی ج2 ص277، مسند ابی عوانۃ ج1 ص334)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے۔ رکوع کی طرف جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

دلیل نمبر5: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ حِبَّانَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ الْعَسْكَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُسَيَّبَ بْنَ رَافِعٍ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طُرْفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ دَخَلَ

الْمَسْجِدَ فَأَبْصَرَ قَوْمًا قَدْ رَفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ فَقَالَ قَدْ رَفَعُوْهَا كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ۔ '' (صحیح ابن حبان ج3 ص178، صحیح مسلم ج1 ص181)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''انہوں نے اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح اٹھایا ہے تم نماز میں سکون اختیار کرو۔'' (نماز میں رفع یدین نہ کرو)

دلیل نمبر6: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ اَنَا كُنْتُ اَحْفَظَكُمْ لِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُهٗ اِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ اَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهٗ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ اسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ وَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا۔

(صحیح بخاری، ج1 ص114، صحیح ابن خزیمہ، ج1 ص298)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے فرماتے ہیں: ''ہم نے حضور ﷺ کی نماز کا ذکر کیا (کہ حضور ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے؟) تو حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تم سے حضور ﷺ کی نماز پڑھنے کے طریقے کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوں پھر رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کے طریقے کو بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب تکبیر تحریمہ کہی تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا اور جب رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑا پھر اپنی پیٹھ کو جھکایا جب سر کو رکوع سے اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آئی اور جب سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے حال پر رکھا نہ پھیلایا اور نہ ہی ملایا۔''

دلیل نمبر7: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْ جَعْفَرٍ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ الطَّحَاوِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ دَاوٗدَ قَالَ ثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ ثَنَا ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ . . . وَعَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ: فِي افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَ عِنْدَ الْبَيْتِ وَعَلَى الصَّفَاءِ وَالْمَرْوَةِ وَبِعَرَفَاتٍ وَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَعِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ۔ (سنن طحاوی ج1 ص416)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا سات جگہوں پر ہاتھوں کو اٹھایا جاتا ہے

☆1 شروع نماز میں ☆2 بیت اللہ کے پاس ☆3 صفاء پر ☆4 مروہ پر ☆5 عرفات میں ☆6 مزدلفہ میں ☆7 جمرات کے پاس۔

دلیل نمبر 8: قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْبَکْرِ الْاِسْمَاعِیْلِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ صَالِحِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ اَبُوْمُحَمَّدٍ صَاحِبُ الْبُخَارِیُّ صَدُوْقٌ ثَبْتٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الْمَرْوَزِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ السُّحَیْمِیُّ عَنْ حَمَّادٍ (ابْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ) عَنْ اِبْرَاھِیْمَ (النَّخْعِیِّ) عَنْ عَلْقَمَۃَ (بْنِ قَیْسٍ) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ (بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فَلَمْ یَرْفَعُوْا اَیْدِیَھُمْ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ۔

(کتاب المعجم، امام اسماعیلی؛ ج2 ص692، سنن کبریٰ امام بیہقی رحمہ اللہ ج2 ص79)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے پوری نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی۔''

دلیل نمبر 9: قَالَ الْاِمَامُ ابْنُ قَاسِمٍ (حَدَّثَنَا) وَکِیْعٌ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ قَطَّافِ النَّھْشَلِیِّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عَلِیًّا کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔

(المدونۃ الکبریٰ؛ ج۱ ص۷۱، مسند زید بن علی ص۱۰۰)

ترجمہ: ''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

دلیل نمبر 10: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْ بَکْرِ بْنِ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنِ عَیَّاشٍ عَنْ حُصَیْنٍ عَنْ مُجَاھِدٍ قَالَ مَارَاَیْتُ اِبْنَ عُمَرَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَا یَفْتَتِحُ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص268)

ترجمہ: معروف تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شروع نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا''۔

حدیث جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین

''قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ ابْنُ حِبَّانٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدِ الْعَسْکَرِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ سُلَیْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُسَیَّبَ بْنَ رَافِعٍ عَنْ تَمِیْمِ بْنِ طُرْفَۃَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ و سلم اَنَّہٗ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاَبْصَرَ قَوْمًا قَدْ رَفَعُوْا اَیْدِیَھُمْ فَقَالَ قَدْ رَفَعُوْھَا کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمُسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ۔'' (صحیح ابن حبان ج3 ص178، صحیح مسلم ج1 ص181)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''انہوں نے اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح اٹھایا ہے تم نماز میں سکون اختیار کرو۔''
(نماز میں رفع یدین نہ کرو)۔

مذکورہ حدیث اپنے انداز استدلال اور وضاحتِ الفاظ کے ساتھ بالکل صریح ہے اور احناف کے دعویٰ عدم رفع فی الصلوٰۃ کو مکمل ہے۔ ذیل میں اس روایت سے ترک رفع کے استدلال پر کئے گئے اعتراضات کا جائزہ لیا جاتا ہے:

اعتراض نمبر 1 = اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ذکر نہیں۔

جواب = ہمارا دعویٰ ہے کہ نماز میں رفع یدین نہ کیا جائے، چاہے وہ رکوع والا ہو یا سجود والا۔ حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا: اسکنوا فی الصلوٰۃ (نماز میں سکون اختیار کرو) اس سے مذکورہ رفع یدین کی نفی ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ مشہور محدثین مثلاً علامہ زیلعی اور علامہ بدرالدین عینی نے تصریح کی ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں:

انما یقال ذلک لمن یرفع یدیہ فی اثناء الصلوٰۃ وھو حالۃ الرکوع او السجود ونحو ذالک

(نصب الرایہ للزیلعی ج1 ص472، شرح سنن ابی داود للعینی ج3 ص29)

کہ یہ الفاظ (نماز میں سکون اختیار کرو) اس شخص کو کہے جاتے ہیں جو دوران نماز رفع یدین کر رہا ہو اور یہ حالت رکوع یا سجود وغیرہ کی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض باطل ہے۔

اعتراض نمبر 2 = ان کا کہنا ہے کہ یہ سلام کے متعلق ہے۔

جواب:

الف: ان دونوں حضرات کا موقف ترک رفع یدین کا ہے (ادلہ کاملہ، درس ترمذی)

ب: عرض ہے کہ اگر ان حضرات نے اس حدیث کو دلیل نہیں بنایا تو دیگر حضرات محققین ومحدثین نے تو بنایا ہے۔ مثلاً

1. امام ابوالحسن القدوری (التجرید ج2 ص519) 2. علامہ زیلعی (نصب الرایہ ج1 ص472) 3. علامہ عینی (شرح سنن ابی داود ج3 ص29) 4. ملاعلی قاری (فتح باب العنایہ ج1 ص78 اور حاشیہ مشکوٰۃ ص 75) 5. امام محمد علی بن زکریا المنبجی (اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج1 ص256)

اعتراض نمبر 3 = اس حدیث پر محدثین کا اجماع ہے کہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے کیونکہ سب محدثین نے اس حدیث پر سلام کے وقت اشارہ سے منع کرنے کے ابواب باندھے ہیں۔ اور کسی محدث نے اس حدیث سے ترک رفع پر استدلال نہیں کیا۔

جواب = یہ حدیث اور بوقت سلام اشارہ سے منع کی حدیث دو الگ الگ احادیث ہیں، تفصیل آگے آرہی ہے۔

- اس حدیث پر امام ابوداؤد نے یوں باب باندھا ہے: باب النظر فی الصلوٰۃ {ابوداؤد ص138 ج1}
- امام عبدالرزاق علیہ رحمہ نے یوں باب باندھا ہے: باب رفع الیدین فی الدعاء {مصنف عبدالرزاق ص252 ج2}
- امام بخاری کے استاد ابوبکر بن شیبہ نے یوں باب باندھا ہے: باب من کرہ رفع الیدین فی الدعاء

{مصنف ابن ابی شیبہ ص486 ج2}

نیز قاضی عیاض مالکی علیہ رحمہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: وقد ذکر ابن القصار ھذا الحدیث حجۃ فی النھی عن رفع الایدی علی روایۃ المنع من ذالک جملۃ {الاکمال العلم بفوائد مسلم ص344 ج2}

امام نووی علیہ رحمہ نے اپنی کتاب شرح المہذب میں فرمایا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ، امام سفیان ثوری، امام ابن ابی لیلیٰ اور امام مالک علیہ رحمہ نے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ {المجموع شرح المہذب جلد 3، ص400}

آیئے امام مسلم جن سے یہ حدیث پیش کی گئی ہے ان کے ابواب کو ذرا تفصیلاً دیکھتے ہیں:

امام مسلم نے باب یوں قائم فرمایا ہے: باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ والنھی عن الاشارۃ بالید ورفعھا عند السلام واتمام الصفوف الاول والیراص فیھا والامر بالاجتماع

پہلا حصہ الامر بالسکون فی الصلوٰۃ، نماز میں سکون اختیار کرنے کا باب: باب کے اس حصے کے ثبوت میں یہی حدیث اسکنو فی الصلوٰۃ والی لائے ہیں

دوسرا حصہ النھی عن الاشارۃ بالید ورفعھا عند السلام، سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کی ممانعت: اس حصہ کے ثبوت کے لیے دوسری حدیث لائے ہیں وانما یکفی احدکم ان یضع یدہ علی فخذہ ثم یسلم علی اخیہ من علی یمینہ و شمالہ۔ بس تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھے، پھر اپنے دائیں بائیں والے پر سلام کرے۔

تیسرا حصہ ہے، واتمام الصفوف الاول والیراص فیھا والامر بالاجتماع، پہلی صفوں کو مکمل کرنا اور ان میں جڑنا اور اجتماع کے حکم کے بارے میں: اس حصے کو ثابت کرنے کے لیے تیسری حدیث لائے ہیں استووا و لا تختلفوا

پس ثابت ہوا کہ سلام کا لفظ دوسری حدیث کے متعلق ہے۔ پہلی حدیث پر باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ہے یعنی نماز میں سکون اختیار کرنے کا باب۔ اس کے نیچے حدیث وہی لائی گئی ہے جس مین رفع یدین کو سکون کے خلاف قرار دے کر منع فرمایا دیا گیا۔ لہٰذا جو حدیث ہم پیش کر رہے ہیں، اس پر باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ہے، اس میں سلام اور تشہد کا لفظ نہیں۔

اعتراض نمبر 4 = یہ حدیث سلام کے وقت رفع یدین سے منع کی ہے نہ کہ رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت کی رفع یدین کے بارے میں۔

جواب =

جیسا کہ اعتراض نمبر 3 کے جواب میں بیان کر دیا گیا ہے کہ امام مسلم علیہ رحمہ نے اس حدیث پر نماز میں سکون اختیار کرنے کا باب باندھا ہے اور سلام کے وقت اشارے سے منع کرنے کے لیے حضرت جابر بن سمرۃ سے دوسری حدیث لائے ہیں، جس سے اس اعتراض کا سارا دم خم ختم ہو جاتا ہے۔ مگر غیر مقلدین کے اعتراضات کا مکمل مدلل جواب دیا جاتا ہے تا کہ مزید گنجائش باقی نہ رہے انشاءاللہ تعالیٰ:

پہلی روایت مین جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کا شاگرد تمیم بن طرفہ ہے۔ دوسری میں جابر رضی اللہ عنہ کا شاگرد عبداللہ بن

انتھلیہ ہے۔

پہلی روایت میں ہے خرج علینا یعنی حضور ﷺ ہم پر نکلے۔ دوسری روایت میں ہے: صلینا مع رسول اللہ، یعنی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

پہلی روایت میں ہے رافعی ایدیکم یعنی رفع یدین کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں ہے: تشیرون بایدیکم تومئون بایدیکم تم اشارہ کرتے ہو۔

پہلی روایت میں سلام کا ذکر نہیں، دوسری میں سلام کا ذکر ہے۔

پہلی روایت میں ہے: اسکنوا فی الصلوۃ، یعنی نماز میں سکون اختیار کرو، دوسری روایت میں ہے: انما یکفی احدکم ان یضع یدہ علی فخذہ

ان دونوں روایتوں کو غور سے دیکھا جائے تو دونوں روایتوں میں پانچ فرق نظر آتے ہیں۔ پہلی روایت میں ہے کہ ہم اکیلے نماز پڑھ رہے تھے، آپ تشریف لائے تو یہ واقعہ الگ ہوا۔ دوسری روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، یہ واقعہ الگ ہوا۔ پہلی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رافعی ایدیکم فرما کر رفع یدین کا نام لیتے ہیں اور دوسری میں رفع یدین کا نام تک نہیں بلکہ اشارے کا لفظ ہے۔ بہر حال دونوں روایتوں کو ایک بنانا فریب اور دھوکا ہوگا نہ کہ دونوں کو دو بتانا۔ چونکہ دو واقعے الگ الگ ہیں، ہم دونوں کو الگ الگ رکھتے ہیں، ملاتے نہیں لہٰذا الگ الگ رکھنا حقیقت حال سے اگاہ کرنا ہوگا۔ حقیقت حال سے آگاہ کرنے کو اہل انصاف میں سے تو کوئی بھی دھوکہ نہیں کہتا، ہاں بے انصاف جو چاہیں کہیں۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پہلی حدیث میں رفع یدین سے منع کیا گیا ہے اور دوسری میں سلام والے اشارے سے۔ ہمارا احناف کا دونوں روایتوں پر عمل ہے۔ نہ ہم رفع یدین کرتے ہیں اور نہ ہی سلام کے وقت اشارہ کرتے ہیں۔

ایک اور بات قابل غور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب اکیلے نماز پڑھتے تھے تو بوقت سلام ہاتھوں کا اشارہ نہیں کرتے تھے، ہاتھوں کا اشارہ اس وقت ہوتا تھا جب باجماعت نماز پڑھتے اور پہلی حدیث میں ہے خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف آئے، ہم نماز پڑھ رہے تھے۔ سوال یہ ہے کہ یہ نماز فرض تھی ہرگز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں نماز کے لیے اتنا لمبا بیٹھے رہتے کہ کبھی نیند آنے لگتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرضوں کی جماعت آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرضوں کی جماعت آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کس طرح کرا سکتے تھے؟ ثابت ہوا کہ نماز فرض نہیں تھی بلکہ صحابہ کرام کی انفرادی نماز تھی جو نفل یا سنن ہوسکتی ہیں۔ جب نماز جماعت والی نہیں تھی بلکہ انفرادی فعل یا سنن نفل وغیرہ نماز تھی تو اس میں سلام کے وقت اشارہ ہوتا ہی نہیں تھا تو آقا نے منع کس چیز سے کیا؟ یقیناً وہ رکوع سجدے والا رفع یدین ہی تھا جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا یا سکنوا فی الصلوۃ نماز میں سکون اختیار کرو۔ مسلم

شریف کا باب الامر فی الصلوٰۃ ج 1 ص 80 دیکھیں، اس میں اشارے کا ذکر جس حدیث میں ہے، اس میں صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوداؤد باب السلام ج 1 ص 143 پر دیکھیں اور غور کریں کہ نماز باجماعت ہے اور اشارہ بھی ہے۔ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسلم احدانا اشار بیدہ من یمینہو من عن یسارہ یہاں بھی سلام کے اشارے کا جہاں ذکر ہے، وہاں جماعت کا ذکر بھی ہے۔ نسائی باب السلام بالیدین ج 1 ص 156 مع التعلیقات میں ہے: صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنا اذا سلمنا قلنا بایدینا السلام علیکم یہاں بھی جماعت کا ذکر ہے، ساتھ سلام کے اشارے کا ذکر ہے۔ یہ طحاوی شریف ج 1 ص 190 باب السلام فی الصلوٰۃ کیف ہو میں یہی جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلمنا بایدینا جب ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہاتھوں سے سلام کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کتاب الام للشافعی علیہ رحمہ، مسند احمد، بیہقی دیکھیں۔ جہاں سلام کے وقت اشارے کا لفظ ہوگا وہاں جماعت کی نماز کا ذکر بھی ہو گا۔ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اکیلے نماز ادا کی ہو اور ہاتھوں سے اشارہ بھی کیا ہو یعنی سلام کے وقت اشارہ بھی کیا ہو، موجود نہیں ہے لہٰذا اس سلام کے اشارے کا تعلق جماعت کی نماز سے ہے نہ کہ انفرادی نماز سے۔ انفرادی نماز میں صرف رکوع سجدے والا رفع یدین تھا، ہاتھوں کا اشارہ نہیں تھا لہٰذا انفرادی نماز میں جو عمل تھا ہی نہیں، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے منع کر سکتے تھے۔ ہاں جو عمل تھا، وہ رفع یدین رکوع وسجود کا تھا، اسی سے ہی منع فرمایا ہے۔

ضمنی اعتراض: اگر اس حدیث سے "فی الصلوٰۃ" یعنی نماز کے اندر کا رفع یدین منع ثابت ہوتا ہے تو پھر اس سے تو تکبیر تحریمہ والا رفع یدین بھی ختم ہو جاتا ہے۔

جواب: نماز تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے۔ وکان یختم الصلوٰۃ بالتسلیم حدیث شریف میں آتا ہے: تحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم {ترمذی شریف ص 32} نماز تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہو جاتی ہے لہٰذا جس فعل سے نماز شروع ہو رہی ہے، اسے فی الصلوٰۃ نہیں کہا جا سکتا۔ ثناء فی الصلوٰۃ، تعوذ فی الصلوٰۃ، قومہ فی الصلوٰۃ، جلسہ وسجدہ فی الصلوٰۃ، سجدے والا رفع یدین فی الصلوٰۃ، تشہد فی الصلوٰۃ۔ تکبیر تحریمہ آغاز کا نام ہے اور نماز شروع کرنے کا طریقہ ہے۔ سلام نماز کے اختتام کا نام ہے یعنی ختم کرنے کا طریقہ ہے۔ وکان تکتم بالتسلیم {مسلم ج 1 ص 195} جس طرح حدیث پاک سے ثابت ہو چکا ہے۔ اب قابل غور بات یہ ہے کہ جب رکوع وسجدہ فی الصلوٰۃ ہیں تو ان کا رفع یدین بھی فی الصلوٰۃ ہوگا لہٰذا اسکنو فی الصلوٰۃ میں نماز کے اندر والے رفع یدین سے ہی منع ثابت ہوگی نہ کہ تحریمہ والے سے کیونکہ رفع یدین بوقتِ تحریمہ فی الصلوٰۃ نہیں بلکہ فی افتتاح الصلوٰۃ ہے جس طرح ابوداؤد ج 1 ص 105، پر موجود ہے کہ تحریمہ والے رفع یدین کو رفع افتتاح الصلوٰۃ سے تعبیر کیا گیا ہے یا عند الدخول فی الصلوٰۃ جس طرح بخاری ج 1 ص 102، پر موجود ہے۔ جس طرح امام بخاری علیہ رحمہ باب باندھتے ہیں باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولی مع الافتتاح یہاں لفظ مع الافتتاح تحریمہ کے رفع یدین کے لیے استعمال کیا ہے۔ اسی صفحہ 102 پر دیکھیں، امام بخاری علیہ رحمہ کا باب الخشوع

صلوٰۃ۔ نماز میں خشوع کا باب اور آگے جو حدیث لاتے ہیں، وہ یہ ہے اقیموا الرکوع والسجود فواللہ انی لا اراکم بعدی اچھی طرح رکوع اور سجدہ کیا کرو میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ خشوع فی الصلوٰۃ کا باب باندھ کے پھر رکوع اور و کا بیان فرما کر بتلانا چاہتے ہیں کہ رکوع اور سجدے کا جوڑ فی الصلوۃ کے ساتھ ہے اور فی الصلوۃ کا سب سے زیادہ تعلق ع اور سجدے کے ساتھ ہے۔ فی الصلوۃ کا لفظ اکثر و بیشتر انہیں افعال و اعمال پر بولا جاتا ہے جو نماز میں تکبیر تحریمہ اور سلام درمیان ہیں، اس کی چند مثالیں دیکھئے:

- امام بخاری ج 1 ص 99 پر باب باندھتے ہیں اذا بکی الامام فی الصلوۃ، جب امام نماز میں روئے۔ امام تکبیر یمہ کے ساتھ ہی رونا شروع نہیں کر دیتا بلکہ بوقت تلاوت روتا ہے جس طرح ترجمۃ الباب کی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے۔ گویا تحریمہ کے بعد ہوتا ہے، اسی لیے تو فی الصلوۃ کہا گیا ہے۔

- بخاری ج 1 ص 102 پر باب ہے باب وضع الیسی الیمنی علی الیسرہ فی الصلوۃ، بائیں ہاتھ پر دایاں رکھنا نماز میں۔ غور فرمائیں کہ ہاتھ پر ہاتھ تحریمہ کے بعد ہی رکھا جاتا ہے جس کو فی الصلوۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

- بخاری شریف ج 1 ص 103 باب البصر الی الامام فی الصلوۃ، نماز میں امام کی طرف دیکھنا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظہر اور عصر کی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کی حرکت کو دیکھ کر پہچان جاتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قراءۃ فرماتے ہیں۔ تو بوقت قراءۃ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو دیکھنا اور قراءۃ کو پہچاننا تحریمہ کے بعد ہی ہوتا ہے لہٰذا امام بخاری علیہ رحمہ فرماتے ہیں رفع البصر امام کی طرف نظر اٹھانا فی الصلوۃ نماز کے اندر یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد۔ یہاں بھی تحریمہ کے بعد ہونے والے عمل کو فی الصلوۃ کہا گیا۔

- بخاری ج 1 ص 104 پر امام بخاری علیہ رحمہ باب باندھتے ہیں باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوۃ۔ یہاں قراءۃ فی الصلوۃ فرمایا یعنی قراءۃ تحریمہ کا نام نہیں بلکہ قراءۃ تحریمہ کے بعد اور سلام سے پہلے ہوتی ہے۔ اسی طرح اسکنوا فی الصلوۃ میں بھی منع تحریمہ والے رفع یدین سے نہیں بلکہ اس رفع یدین سے ہے جو تحریمہ کے بعد نماز میں کیا جاتا ہے۔

- مسلم شریف ج 1 ص 169 پر امام نووی علیہ رحمہ باب باندھتے ہیں۔ اثبات التکبیر فی کل خفض و رفع فی الصلوۃ، نماز میں ہر اونچ نیچ پر تکبیر کا اثبات۔ اب اونچ نیچ رکوع اور سجدے میں ہوتی ہے اور یہاں رکوع و سجدہ میں اونچ نیچ کو فی الصلوۃ کہا گیا۔ لامحالہ رکوع اور سجدے سے قبل اور بعد کی اونچ نیچ تحریمہ کے بعد اور سلام سے قبل ہے اسی لیے فی الصلوۃ کہا گیا یعنی نماز میں۔ بعینہٖ اسی طرح مسلم کی ج 1 ص 181 والی اسکنو فی الصلوۃ والی روایت میں فی الصلوۃ سے مراد رفع یدین ہے جو تحریمہ کے بعد ہوتا ہے یعنی رکوع اور سجدے کے وقت۔

(مسلم شریف ج 1 ص 173 باب التشہد فی الصلوۃ؛ مسلم ج 1 ص 183 باب التوسط فی القراءۃ فی الصلوۃ۔)

- مسلم ج 1 ص 210 باب السھو فی الصلوۃ۔ نماز میں بھولنے کا بیان اور آگے ص 211 پر حدیث پاک لائے ہیں کہ ان

رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم قام فی الصلوٰۃ الظہر وعلیہ جلوس، بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنا تھا بجائے بیٹھنے کے نماز میں کھڑے ہو گئے۔ بعد میں سجدہ سہو کیا

مسلم ج 1 ص 202 باب کراہۃ مسح الحصی وتسویۃ التراب فی الصلوٰۃ۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ بوقت سجدہ مسجد میں پڑی مٹی ہاتھ سے برابر کرتے تھے، اسی کی کراہت کا بیان کیا گیا۔ اور سجدہ نماز کے اندر تحریمہ کے بعد کا ہے اسی لیے اسے فی الصلوٰۃ کہا گیا۔

مسلم ج 1 ص 206 باب جواز الخطوۃ والخطوتین فی الصلوٰۃ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب منبر بنوا کر رکھ دیا گیا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ گئے اور وہاں تکبیرِ تحریمہ کہی اور بعد میں بحالتِ نماز منبر سے اتر آئے۔ نماز کی حالت کا یہ عمل بعد تحریمہ تھا اسی لیے فی الصلوٰۃ کہا گیا۔

تلك عشرة كاملة

ضمنی اعتراض: دونوں حدیثوں میں تشبیہ ایک چیز سے دی گئی ہے، کانھا اذ ناب خیل شمس لہٰذا دونوں حدیثیں ایک ہیں۔

جواب: ان احادیث کے الگ الگ ہونے کے دلائل سے یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ احادیث الگ الگ ہیں۔

باقی تشبیہ ایک چیز کے ساتھ دینے سے چیز ایک نہیں بن جاتی۔ دیکھیں کوئی کہتا ہے کپڑا دودھ کی طرح سفید ہے۔ بلغ دودھ کی طرح سفید ہے۔ دانت دودھ کی طرح سفید ہیں۔ گائے دودھ کی طرح سفید ہے۔ بال دودھ کی طرح سفید ہیں۔ اب کپڑا، بلغ، دانت، گائے، بال پانچ چیزیں مشبہ ہیں، دودھ مشبہ بہٖ ہے یعنی پانچ چیزوں کو صرف دودھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اب کون عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ بلغ اور گائے یا بال اور دانت ایک شے ہیں کیونکہ تشبیہ صرف ایک چیز سے دی گئی ہے۔ اب اگر عند السلام والے اشارے اور رکوع کے رفع یدین کو مست گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی گئی ہے تو دونوں حدیثیں ایک کیسے ہو گئیں اور دونوں عمل ایک کیسے ہو گئے۔

اعتراض نمبر 5 = یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عمل خود نبی پاک نے پہلے کیا اور بعد میں اسی اپنے کیے ہوئے عمل کو مست گھوڑوں کی دمیں فرمایا۔ یہ ممکن نہیں۔ اس سے تو نبی علیہ صلوٰۃ والسلام کی تنقیص اور توہین ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ

جواب = اشارہ عند السلام کو تو غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔ آخر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کیا یا کرتے دیکھا نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے کیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہوا اور پہلے آپ دیکھتے رہے بعد میں فرمایا کانھا اذ ناب خیل۔ گزارش یہ ہے کہ سلام کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس کو دیکھ کر شروع کیا تھا؟ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عمل یا حکم کے بغیر ایسا کیونکر کر رہے تھے؟ یقیناً اس پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عمل تھا یا حکم یا تقریر۔ ان تینوں صورتوں میں وہی اعتراض جو یہ غیر مقلدین کرتے ہیں وہ ان ان پر بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فعل جو کیا ہے یا حکم دیا ہے یا کرنے پر خاموش رہ چکے ہیں، بعد میں اسے گھوڑوں کی دمیں کس طرح فرما سکتے ہیں؟ کیا جب یہ فعل دموں والا بوقت سلام ہوتا رہا، اس وقت آپ ان پر خوش تھے، اس لیے خاموش رہے؟

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر ایسی مثالیں موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک کام کیا اور پھر بعد میں اس کے منسوخ ہونے پر اس کے لیے سخت الفاظ استعمال کیے۔

نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اقعاء کرنا ثابت ہے [ترمذی ج 1 ص 38۔ ابوداؤد ج 1 ص 123] لیکن پھر خود اسے عقبۃ الشیطان کہا [مسلم ج 1 ص 195] = [اقعاء کا معنی دونوں پیروں کو کھڑا کر کے ان کے اوپر بیٹھ جانا ہے۔ دیکھیں اپنے کیے ہوئے فعل کو عقبۃ الشیطان کہا جا رہا ہے]

اعتراض نمبر 6 = امام بخاری علیہ رحمہ نے فرمایا کہ جو بھی اس حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال کرتا ہے اس کا علم میں کوئی حصہ نہیں۔

جواب: اولاً تو اعتراض نمبر 3 کے تحت امام نووی علیہ رحمہ کا ارشاد نقل کیا جا چکا ہے کہ:

امام نووی علیہ رحمہ نے اپنی کتاب شرح المہذب میں فرمایا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ، امام سفیان ثوری، امام ابن ابی لیلیٰ اور امام مالک علیہ رحمہ نے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ {المجموع شرح المہذب جلد 3 ص 400}

اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حدیث کے معنی کے اعتبار سے فقہاء کو ترجیح حاصل ہے نہ کہ محدثین کو جیسا کہا امام ترمذی فرماتے ہیں کہ " الفقهاء هم أعلم بمعاني الحديث " یعنی فقہاء معنی حدیث محدثین سے زیادہ جانتے ہیں۔ [سنن الترمذی: ج 1 ص 193، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل المیت]۔۔۔۔۔ اب آپ ہی بتائیں کہ کیا امام اعظم ابوحنیفہ وسفیان ثوری و مالک و ابن ابی لیلیٰ جیسے امام اور فقہاء کو اس جملے کے تحت جاہل اور بے علم مان لیا جائے؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے۔

اگر اس قسم کی باتیں ہی ماننی ہیں تو امام مسلم علیہ رحمہ جو کہ امام بخاری علیہ رحمہ کے شاگرد ہیں انہوں نے اپنے استاد امام بخاری علیہ رحمہ کو منتحل الحدیث یعنی صرف حدیث کا دعوے دار فرما رہے ہیں۔ یعنی حدیث میں ان کا دعویٰ تو ہے مگر وہ بات نہیں جو درحقیقت مشہور ہے۔ ادھر امام بخاری علیہ رحمہ لوگوں کو بے علم کہتے ہیں ادھر ان کے اپنے ہی شاگرد ان کو صرف حدیث کا دعوے دار فرما رہے ہیں اور حدیث سے گویا بے علم کہتے ہیں۔ اب اس سے بڑھ کر امام مسلم کی اپنے استاد سے اور کیا ناراضگی ہوگی؟ باوجود شاگرد ہونے کے پوری مسلم شریف میں اپنے استاد سے ایک بھی حدیث نہیں لائے۔

بات کا مقصد یہ ہے کہ ایسی غیر عالمانہ باتیں بڑے بڑے علماء سے ہو جایا کرتی ہیں۔ جیسے امام بخاری علیہ رحمہ کو ایسی کسی بات سے فرق نہیں پڑتا بالکل اسی طرح ترک رفع یدین پر اس حدیث کو پیش کرنے والوں پر امام بخاری کی بات کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اعتراض نمبر 6 = اگر اس حدیث کو ترک رفع پر مان بھی لیا جائے تو حنفی پھر وتر اور عیدین کی رفع یدین کیوں کرتے ہیں، انہیں بھی چھوڑ دینی چاہئیں، کیونکہ وہ بھی فی الصلوٰۃ یعنی نماز کے اندر کی رفع یدین ہیں۔

جواب: اس حدیث سے ہمارا استدلال کس کس طرح سے ہے یہ اوپر واضح کر دیا گیا ہے۔

ہمارا استدلال سے واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نفل نماز پڑھ رہے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں باہر سے تشریف لائے [خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم]۔ اگر یہ عیدین کی نماز ہوتی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

جماعت کروا رہے ہوتے۔ یہ تو غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ نماز عیدین جماعت سے ہوتی ہیں اس کے تو وہ بھی قائل نہیں کہ نماز عیدین انفرادی پڑھی جائے۔ تو یہ محال ہے کہ عیدین ہو رہی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں شریک نہ ہوں اور یہ بھی محال ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جماعت کروانی شروع کر دی ہو۔ پس یہ مان لیا جائے کہ یہ عیدین کی نماز تھی تو یہ ماننا لازم آئے گا کہ نماز عید قضاء ہوگئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا بھی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں تشریف لائے۔ اسی طرح اگر وتر کی نماز مانا جائے تو بھی عشاء کی نماز کی جماعت کا مسئلہ اور سوال اٹھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی جماعت سے رہ گئے اور بعد میں تشریف لائے اور صحابہ کرام نے انتظار بھی نہیں کیا اور خود جماعت کروالی اور وتر بھی پڑھنے لگے تب جا کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ یہ محال ہے کیونکہ صحابہ کرام تو نبی پاک علیہ صلوٰۃ والسلام کا عشاء میں اتنا انتظار فرماتے تھے کہ انہیں نیند آنے لگتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ عام نمازوں اور عیدین و وتر میں فرق ہے۔ جب بھی احکام عیدین و وتر آتے ہیں ساتھ واضح لفظ عید یا وتر موجود ہوتا ہے۔ جب کہ اس حدیث میں عام نماز کا عمومی لفظ ہے، پس اصول کے لحاظ سے خصوص کو عموم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، پس یہ قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس رفع یدین کو شریر گھوڑوں کی دم فرمایا ہے وہ بغیر ذکر کے رفع یدین ہے، اور عیدین و وتر کا رفع یدین اسی طرح تحریمہ کا رفع یدین ذکر کے ساتھ ہے۔ یعنی رفع یدین کا الگ سے ذکر موجود ہے۔ جب کہ غیر مقلدین عام نمازوں میں جو رفع یدین کرتے ہیں وہ بغیر ذکر کے ہے، یعنی رکوع کو جاتے ہیں تو اللہ اکبر کہتے ہیں، پس وہ اللہ اکبر انتقالِ رکوع کا ذکر ہے نہ کہ رفع یدین کا۔ اگر غیر مقلدین کہیں کہ وہ رفع یدین کا ذکر ہے تو پھر رکوع کی طرف انتقال کے وقت کا ذکر کہاں گیا؟ ہمارے وتر وعیدین کے رفع یدین چونکہ مع الذکر ہے تو اس کی تشبیہ گھوڑوں کی دم میں بنتی ہی نہیں، جبکہ غیر مقلدین کا رفع یدین بغیر ذکر کے ہے اس لیے وہ اس تشبیہ پر پورا پورا اترتے ہیں۔ چناچہ احناف کی رفع یدین اذناب خیل نہیں بلکہ عبادت ہے کیونکہ اللہ پاک کا بھی فرمان ہے کہ اقم الصلوٰۃ لذکری۔ پس یہ رفع یدین جو عیدین و وتر و تحریمہ کا ہے یہ بھی فرق کی وجہ سے الگ ہے اور قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے یہ اعتراض بھی باطل ثابت ہوا۔

ترک رفع یدین کے سلسلہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی تصحیح اور البانی کی تردید

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لایعود.

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

مذکورہ حدیث کے سلسلہ میں البانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ باطل اور موضوع حدیث ہے، جس کو امام بیہقی نے اپنی کتاب

(الخلافیات) کے اندر محمد بن غالب کی حدیث سے روایت کیا ہے وہ احمد بن محمد البیروتی سے اور وہ عبداللہ ابن عون الخراز سے اور وہ امام مالک سے اور وہ امام زہری سے اور وہ حضرت سالم سے اور وہ اپنے والد عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اس پر البانی کا کہنا ہے کہ اس سند کا ظاہر ٹھیک ہے جس کی بنا پر بعض حنفیہ دھوکہ کھا گئے اس کے بعد امام حافظ مُغلطائی کا قول: (لا بأس بسنده) جو اس حدیث کے سلسلہ میں وارد ہوا اس کو ذکر کر کے بطور تعجب کہتے ہیں کہ صحیحین، سنن اربعہ، اور مسانید میں امام مالک کے طریق سے مذکورہ سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رکوع میں بھی رفع یدین منقول ہے، اور ان کو مزید تعجب اس بات پر ہو رہا ہے کہ اس حدیث کے سلسلے میں امام بیہقی اور ان کے شیخ امام حاکم نے باطل اور موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ شیخ ملا محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم اور بیہقی کے اس حدیث کو باطل اور موضوع قرار دینے پر تعاقب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ محض حدیث کے موضوع اور باطل ہونے کا دعویٰ کر دینے سے حدیث موضوع اور باطل نہیں ہو سکتی تا آنکہ وجوہ طعن ثابت نہ ہوں، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے رجال رجال الصحیح ہیں لہٰذا اب ضعف نہیں رہا مگر یہ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لینے والے راوی مطعون ہوں لیکن اصل طعن نہ ہونا ہے چنانچہ یہ حدیث میرے نزدیک یقینی طور پر صحیح ہے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جس وقت رفع کو دیکھا تو رفع کو بیان کیا اور جس وقت عدم رفع کو دیکھا تو اس حالت کی خبر دی، لیکن ان کی حدیث میں ان دو عملوں میں سے متعین طور پر کسی ایک پر ہمیشگی اور دوام کا پتہ نہیں چلتا، اور جہاں تک حدیث شریف میں لفظ (کان) ہے تو وہ دوام اور ہمیشگی پر ہر وقت دلالت نہیں کرتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وارد ہے کہ: (كان يقف عند الصخرات السود بعرفة) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں کالے پتھروں کے پاس ٹھہرتے تھے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ایک ہی حج (حجۃ الوداع) کیا ہے، لہٰذا اس حدیث کے تضعیف کی کوئی سبیل نہیں ہے چہ جائیکہ اس کو موضوع کہا جائے۔ امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا، دیکھئے (الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن) معہ حاشیہ، ص: ۲۵۲۔

اس مقام پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لینے والے عبداللہ ابن عون الخراز ہیں جیسا کہ گذرا اور یہ مسلم اور نسائی کے رجال میں سے ہیں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب کے اندر ان کو ثقہ، مامون، اور عابد کہا ہے۔ ان کا ترجمہ تقریب التہذیب، ص: ۳۱۷ رقم (۳۵۲۰) اسی طرح تہذیب الکمال ۱۵ / ۴۰۲ پر ملاحظہ ہو۔

اوپر ملا محمد عابد سندھی کا تعاقب حاکم اور بیہقی کے اقوال پر گذرا جس کو البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بنفس نفیس مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول سمجھ کر ان پر رد کیا ہے اور جواب دینے کی کوشش کی ہے، جبکہ نعمانی رحمۃ اللہ علیہ محض ناقل ہیں۔ قائل ملا محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

بہر حال البانی اپنی کتاب (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة) کے اندر فرماتے ہیں کہ امام حاکم اور بیہقی نے بغیر دلیل کے حدیث کو باطل اور موضوع نہیں کہا ہے بلکہ ان دونوں حضرات کا دعویٰ دلیل کے ساتھ ہے اس شخص کیلئے جو سمجھنا چاہے،

اور وہ حدیث کا شاذ ہونا ہے، اس کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں جو ان دو اماموں کے فیصلہ کی تائید کرتے ہیں، اور قطع نظر دیگر دلائل سے صرف اتنی بات بھی مذکورہ حدیث کے بطلان کیلئے کافی ہے کہ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (مؤطا) شریف کے اندر اس مذکورہ حدیث کے خلاف حدیث کو ذکر کیا ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ناقلین کی ایک جماعت اس کے خلاف ذکر کر رہی ہے، دیکھئے نسائی شریف ۱/۱۶۱، بخاری شریف ۱/۱۰۲، مسند احمد ابن حنبل ۲/۶۲ رقم الحدیث (۵۲۷۹) وغیرہ، متعدد سند کے ساتھ امام مالک عن ابن شہاب عن سالم بن عبداللہ عن اَبیہ کے طریق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کو شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے مونڈھوں کے بالمقابل اٹھاتے تھے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے اور جب اپنے سر کو رکوع سے اٹھاتے تو اسی طرح ان دونوں کو اٹھاتے، الحدیث والسیاق للبخاری عنہ: آگے البانی کہتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث جس میں رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کا تذکرہ ہے اُس باطل حدیث کے مخالف جس میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع کا تذکرہ ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔

چنانچہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ناقلین کے اسماء کو شمار کیا ہے، جن کی تعداد تیس تک پہنچتی ہے، اور ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کو روایت کرنے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ثقات کی ایک جماعت نے موافقت کی ہے۔ دیکھئے بخاری شریف ۱/۱۰۲، مسلم شریف ۱/۱۶۸، ابوداؤد شریف ۱/۱۰۴، ترمذی شریف ۱/۵۹، مسند احمد ابن حنبل ج ۲/رقم الحدیث ۵۰۸۱ و ۵۰۴۰ و ۶۳۴۵ وغیرہ۔

اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی جابر ابن یزید الجعفی نے متابعت کی ہے جس کو امام طحاوی نے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مسند ج ۲/رقم الحدیث (۵۰۵۴) پر ذکر کیا ہے، اور جعفی اگر چہ ضعیف ہیں مگر حدیث کے طرق متعدد ہیں جس کی بنا پر امام طحاوی نے خاموشی اختیار کی ہے۔

اور سالم کی نافع مولیٰ ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے متابعت کی ہے جو بخاری، ابوداؤد، بیہقی وغیرہ میں موجود ہے۔
دیکھئے بخاری شریف ۱/۱۰۲، ابوداؤد شریف ۱/۱۰۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۱۳۶۔
عن عبید اللہ عنہ، اس کے علاوہ دو، تین متابعات کو اور بھی ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایات اور طرق صحیحہ عبداللہ ابن عون الخراز والی روایت کے بطلان پر چند وجوہ سے دلالت کرتی ہیں:

(۱) جس کی طرف امام حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا تھا کہ تمام ثقہ راوی اس حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لینے میں عبداللہ بن عون کی مخالفت کرتے ہیں اور اس رفع کو ثابت کرتے ہیں جس کی ابن عون کی حدیث میں نفی کی گئی ہے اور ان کی تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے، اور یہاں جانب مقابل میں جتنے افراد ہیں اگر ان سے بہت کم افراد کی مخالفت بھی کوئی ایک کرے تو اس سے اس فرد واحد کی روایت اہل علم کے یہاں شاذ اور مردود ہو جاتی ہے، چہ جائیکہ یہاں وہ بڑی تعداد میں ہیں۔

(۲) اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو عدم رفع والی حدیث کا علم ہوتا تو اس کو اپنی کتاب (مؤطا) شریف کے اندر ذکر کرتے اور

اس پر عمل کرتے، حالانکہ دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی، پہلی بات تو اس لئے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُس حدیث کے مخالف حدیث کو اپنی کتاب (مؤطاً) شریف کے اندر ذکر کیا ہے، رہ گئی دوسری بات تو اس لئے کہ ان کا عمل اس کے خلاف ہے اور وہ تکبیر تحریمہ کے بعد بھی رفع یدین کے قائل تھے، جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ترمذی شریف کے اندر اس کو نقل کیا ہے۔ (ترمذی شریف ۲/۳۷) تحقیق احمد محمد شاکر اور امام خطابی اور قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا آخری اور اصح قول نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو فتح الباری (۲/۲۸۰)

(۳) ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رفع مذکور پر محافظت کرنا، کیونکہ اگر ان سے عدم رفع والی حدیث ثابت ہوتی تو رفع نہ کرتے، باوجودیکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صحابہ کرام میں سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے حریص تھے۔

علاوہ ازیں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ جب وہ کسی کو عدم رفع کرتے ہوئے دیکھتے تو اسے کنکریوں سے مارتے تھے۔ (سنن الدارقطنی ۱/۲۸۹) کتاب الصلوۃ باب ذکر التکبیر ورفع الیدین عند الافتتاح والرکوع والرفع منہ۔ (بخاری جزء رفع الیدین ص ۸)

(۴) اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لینے والے ان کے صاحبزادے حضرت سالم ہیں، حالانکہ ان سے بھی رفع یدین ثابت ہے جیسا کہ امام ترمذی نے اس کو ذکر کیا ہے، پس اگر عدم رفع والی حدیث جس کو سالم اپنے والد سے نقل کررہے ہیں حق ہوتی تو اس کی بالکل مخالفت نہ کرتے جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے۔

لہٰذا حاکم اور بیہقی کا ابن عون والی روایت کو باطل قرار دینا صحیح ہے، اور شیخ نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ (یہ حدیث میرے نزدیک یقینی طور پر صحیح ہے) محال ہے۔

اور شیخ نعمانی نے جو یہ کہہ کر جمع کیا تھا کہ مختلف احوال کی حکایت ہے وہ بھی باطل ہے کیونکہ دو حدیثوں میں جمع کرنے کی شرط یہ ہے کہ دونوں حدیثیں ثابت ہوں، لیکن اس وقت جبکہ ایک حدیث صحیح اور دوسری باطل ہو تو ایسی صورت میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہ بات کس طرح معقول ہو کہ ایک ہی راوی ایک مرتبہ کہے کہ رفع نہیں کرتے تھے اور دوسری مرتبہ کہے کہ رفع کرتے تھے اور وہ خود ایک مرتبہ بھی ان دونوں حالتوں کو ایک عبارت میں جمع نہ کرے، پس یہ ایسا ہی ہے جس کی احادیث میں کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ ہاں اگر اس طرح کا جمع دو صحابیوں سے مروی احادیث کے سلسلہ میں کیا جائے تو ٹھیک ہے۔ البانی کا کلام ختم ہوا دیکھئے (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة) ۲/۳۴۶-۳۵۰۔

البانی کی تردید: عدم رفع والی حدیث کو حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے موضوع اور باطل قرار دینے پر ملا محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ محض دعوی کر دینا حدیث کے بطلان کیلئے کافی نہیں ہے جب تک کہ وجوہ طعن ثابت نہ ہو اس پر البانی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ دلیل کے ساتھ ہے اور وہ حدیث کا شذوذ سے محفوظ نہ ہونا ہے، اور البانی رحمۃ اللہ علیہ کے زعم کے مطابق شذوذ وضع اور بطلان کو مستلزم ہے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ شاذ ہونا صحت اصطلاحی کے منافی نہیں ہے، نیز البانی کا زعم محدثین کے قواعد کی رو سے غیر مسموع ہے،

کیونکہ محدثین کے یہاں شذوذ کی وجہ سے حدیث کا موضوع اور باطل ہونا تو در کنار اسی میں اختلاف ہے کہ شذوذ ہونا صحت کے منافی ہے یا نہیں چہ جائیکہ موضوع اور باطل ہو۔

امام ابن الصلاح نے حدیث صحیح کی تعریف بایں الفاظ کی ہے: الحديثُ المسندُ الَّذِي يتَّصِلُ اسنادُه بنقلِ العدلِ الضابطِ عن العدلِ الضابطِ الى منتهاه ولا يكون شاذًا ولا مُعلَّلاً۔ (مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح ص:۲۱)

ترجمہ: صحیح وہ حدیث مسند ہے جس کی سند متصل ہو، شروع سے آخر تک عادل وضابط نے عادل وضابط سے نقل کیا ہو، اور شاذ اور منکر نہ ہو۔

اس پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے شاذ سے اپنی مراد کو واضح نہیں کیا جبکہ خود انھوں نے شاذ کے تین معنی ذکر کئے ہیں: (۱) مخالفة الثقة لأرجح منه ثقہ کا اپنے سے اوثق کی مخالفت کرنا۔ (۲) تفرد الثقة مطلقاً، ثقہ کا مطلقا تفرد خواہ مخالفت ہو یا نہ ہو (۳) تفرد الراوی مطلقاً، راوی کا مطلقا تفرد۔

اور اخیر کے دو معنوں کو رد کر دیا ہے لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ ان کی مراد پہلا معنی ہی ہے۔

اس کے بعد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ: صحیح کی تعریف میں عدم شذوذ کی شرط لگانا اور فقدان شرط کی صورت میں اس حدیث کو صحت کا درجہ نہ دینا یہ امر مشکل ہے، کیونکہ جب سند متصل ہے اور اس کے تمام رواۃ عادل وضابط ہیں تو اس حدیث سے علت ظاہرہ منتفی ہوگئی پھر جب وہ معلول نہیں رہی تو اس پر صحت کا حکم لگانے سے کون سی چیز مانع بن رہی ہے محض اس کے راویوں میں سے کسی ایک کا اپنے سے اوثق یا اکثر کی مخالفت کر دینا ضعف کو مستلزم نہیں ہے بلکہ وہ صحیح اور اصح کی قبیل سے ہوگی یعنی جس حدیث میں مخالفت ہے اس کو صحیح اور اوثق یا اکثر کی روایت کو اصح کہا جائے گا، حافظ فرماتے ہیں کہ یہ صرف میرا ہی دعویٰ نہیں ہے بلکہ ائمہ محدثین میں سے کسی کو نہیں دیکھا گیا کہ وہ اس سند پر جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کر رہا ہے عدم صحت کا حکم لگاتے ہوں، ہاں یہ بات تو موجود ہے کہ وہ صحت میں دونوں کو برابر کا درجہ نہیں دیتے بلکہ بعض کو بعض پر مقدم کرتے ہیں۔

صحیحین میں احادیث شاذہ کی چند مثالیں

اس کی مثالیں صحیحین وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔

من جملہ ان مثالوں میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا قصہ ہے کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اونٹ بیچنے میں کیا ثمن لیا تھا پس بعض روایات میں ہے: "فاشتراهُ مِنِّي بأوقية" کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اونٹ کو ایک اوقیہ میں خریدا، (بخاری ۱/ ۲۸۲) اور بعض راوی نقل کرتے ہیں تو ثمن دو سو درہم ذکر کرتے ہیں، اور بعض چار اوقیہ ذکر کرتے ہیں، اور بعض بیس دینار۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف (۱/ ۳۷۵) اور بعض حدیث میں چار دینار کا تذکرہ ہے بخاری (۱/ ۳۰۹) اسی طرح بعض حدیث میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رکوب کی شرط لگائی تھی کہ مدینہ تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا۔ بخاری (۱/ ۳۷۵)

اور بعض میں ہے کہ سوار ہونے کی شرط نہیں لگائی تھی، اس اختلاف کے باوجود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دونوں طرح کی

روایات کو اپنی کتاب صحیح بخاری کے اندر لے آئے ہیں اور ان طرق کو ترجیح دی جس میں رکوب کی شرط ہے، اسی طرح اس حدیث کو ترجیح دی جس میں ثمن ایک اوقیہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا دونوں طرح کی حدیثوں کو اختلاف کے باوجود ذکر کرنا اور اپنی کتاب صحیح بخاری کے اندر جگہ دینا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ محض مخالفت اور شاذ ہونا حدیث کو صحت کے درجہ سے نہیں گرا سکتا ہے، ورنہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دونوں طرح کی حدیثوں کو بخاری شریف میں نہ لاتے۔

نیز امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حدیث مالک عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ کے طریق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کی دو رکعت سے پہلے لیٹنے کو ذکر کیا ہے حالانکہ زہری کے تلامذہ میں سے عام اصحاب جیسے معمر، یونس، عمرو بن الحارث، اوزاعی، ابن ابی ذئب، شعیب وغیرہم فجر کی دو رکعت سنت کے بعد لیٹنے کو ذکر کیا ہے اور جمیع حفاظ نے ان حضرات کی روایات کو امام مالک کی روایت پر مقدم اور راجح قرار دیا ہے اس کے باوجود بھی اصحاب الصحاح نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو اپنی کتابوں کے اندر ذکر کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

ان مثالوں میں سے وہ حدیث بھی ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب عثمان رضی اللہ عنہ کے تحت ولید بن عقبہ کی قصہ میں ذکر کیا ہے اور اسی میں ہے (فجلدہ ثمانین) کہ ان کو اسی کوڑہ لگایا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ وہم ہے خود بخاری کے اندر ہے (فجلد الوليد رضي الله عنه أربعين جلدة) کہ ولید کو چالیس کوڑہ لگایا خود امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس کوڑے والی حدیث کو اپنی کتاب مسلم شریف کے اندر ذکر کیا ہے۔ دیکھو فتح الباری: (۷/۵۱۔۵۶)

اس اختلاف کے باوجود کہ اسی کوڑے والی روایت شاذ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری کے اندر اس کو ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں جس کو (الامام ابن ماجہ و کتابہ السنن) ۲۹۹ تا ۳۰۱ کے حاشیہ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کو اصح اور صحیح ماننے کی صورت میں یہ اشکال کیا جائے کہ اصح پر تو عمل ہو رہا ہے لیکن اس کے مقابل میں جو حدیث ہے باوجودیکہ وہ صحیح ہے اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے لہٰذا صحیح صرف نام کی رہی۔

اس کا جواب دیتے ہوئے حافظ رحمۃ اللہ علیہ خود ہی فرماتے ہیں کہ ہر صحیح حدیث کا معمول بہ ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ ناسخ اور منسوخ کا معاملہ ہے کہ حدیث منسوخ کے صحیح ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں ہوتا اسی طرح یہاں بھی۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ یعنی ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا میلان اس شخص سے نزاع کا ہے جو شاذ کو صحیح کا نام نہیں دیتا، آگے فرماتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے اور مرجوح ہونے کی وجہ سے اس پر ضعف کا حکم لگانا لازم نہیں آتا ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے۔

اور اس کی تائید اس شخص کے قول سے بھی ہوتی ہے جو صحیح اور شاذ کو ایک ساتھ جمع کر کے صحیح شاذ کہتا ہے، دیکھئے (فتح المغیث /۱۸)

(ابن حبان اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث صحیح کی تعریف میں عدم شذوذ کی شرط نہیں لگائی) ہے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

نکت کے اندر فرماتے ہیں کہ: ابن حبان نے اتصال اور عدالت کے ساتھ ضبط اور عدم شذوذ وعلت کی شرط نہیں لگائی جیسا کہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کی تعریف میں لگایا ہے۔

ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے (المسند الصحیح المتصل بنقل العدل عن العدل من غیر قطع فی السند و لا جرح فی النَّقَلَةِ) پس اس میں جو شرائط ہیں وہ ابن حبان ہی کے شرائط کے مانند ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ابن حبان ابن خزیمہ کے علوم کو اخذ کرنے والے اور انہیں کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔

اب تک جن باتوں کا تذکرہ ہوا وہ محدثین خاص طور سے اصحاب الصحاح کے مذہب کے مطابق تھیں۔ جہاں تک فقہا اور اصولیین کے مذہب کا تعلق ہے تو ان کے یہاں شاذ ہونا حدیث سے احتجاج اور اس کے مطابق عمل کرنے میں قادح نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن دقیق العید نے (اقتراح) ص ۱۸۶ پر ذکر کیا ہے کہ حدیث صحیح کیلئے عدم شذوذ اور علت کی نفی کی شرط لگانا فقہاء کی نظر میں درست نہیں ہے کیونکہ بہت سارے عِلَل جس کی بنا پر محدثین حدیثوں کو معلول قرار دیتے ہیں وہ فقہاء کے اصول کے مطابق جاری نہیں ہوسکتے۔ نیز (شرح الالمام) میں ذکر کیا ہے کہ فقہاء اور محدثین ہر ایک کے اپنے الگ الگ طریقے ہیں، جو دوسرے کے یہاں نہیں ہیں کیونکہ فقہاء اور اصولیین کے قواعد کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر راوی عادل ہے اور جزم کے ساتھ روایت کرتا ہے نیز سچائی اور عدم غلط میں اس کا شمار ہوتا ہے، ساتھ ہی ساتھ اس حدیث جس میں وہ مخالفت کرتا ہے اور جن کی مخالفت کرتا ہے دونوں میں کسی طرح جمع ہوسکتا ہو تو اس کی حدیث کو چھوڑا نہیں جائیگا۔

لیکن محدثین کے یہاں باوجودیکہ ثقات وعدول روایت کرنے والے ہوں کسی علت کا وجود انہیں اس روایت پر صحت کا حکم لگانے سے مانع ہوگا۔

امام سخاوی کے مذکورہ قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ صحیح کے امر شاذ کے نہ ہونے کی شرط لگانا اور شاذ کی تفسیر (مخالفۃ الثقۃ لمن ہو أرجح منہ) کے ذریعہ کرنا اس طرح کہ دونوں روایتوں کے درمیان جمع کرنا دشوار ہو، تو محدثین شاذ کا حکم لگانے میں محض کثرت عدد اور قوت حفظ کی بنا پر ارجحیت کو ملحوظ رکھتے ہیں، اور دیگر وجوہات ترجیح کی طرف التفات نہیں کرتے جبکہ روایتوں کے درمیان وجوہ ترجیحات سو سے بھی زائد ہیں جیسا کہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (تدریب الراوی) میں ذکر کیا ہے۔ ہاں کبھی کبھی راویوں کے بعض دوسرے احوال کو بھی دیکھ لیتے ہیں لیکن حکم اور معنی کے لحاظ سے جو دیگر وجوہ ترجیح ہیں ان کا خیال نہیں کرتے۔ اور شاید یہ اصطلاح ان کے اپنے موضوع کے اعتبار سے ہے کیونکہ ان کا اصل منصب اسناد پر حکم لگانا ہے۔

گویا انھوں نے اپنے منصب سے خارج چیز کو ان فقہاء اور اصولیین کے حوالہ کردیا ہے جن کا کام متون کو پرکھنا اور اس کے معانی سے بحث کرنا اور بعض کو بعض پر حکم اور معنی کے اعتبار سے ترجیح دینا ہے، اس لئے کہ ہر فن کے رجال ہوا کرتے ہیں جن کو اس فن میں دوسروں پر مقدم کیا جاتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "جامع ترمذی" ابواب الجنائز، باب ماجاء فی غسل المیت کے اندر فرماتے ہیں: کہ فقہاء احادیث کے معانی کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر سند کو دیکھا جائے تو شیوخ اولی ہیں اور متن کے اعتبار سے فقہاء اولی ہیں۔ انتہی۔

اور جہاں تک محدثین شاذ کا حکم لگانے میں دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کے دشوار ہونے کی شرط لگاتے ہیں تو ایک امر ایک قوم کے یہاں دشوار ہوتا ہے لیکن دوسری قوم کے یہاں آسان ہوتا ہے اور ائمہ وفقہاء احادیث کے متون میں جمع آسانی کے ساتھ کر لیتے ہیں انھیں دشواری نہیں ہوتی، لہٰذا اس بات میں فقہاء ہی مقدم ہوں گے۔

نیز صاحب التنقیح ابن عبد الہادی نے شفعہ کے سلسلہ میں عبد الملک ابن ابی سلیمان کی حدیث پر کلام کرنے کے بعد فرمایا ہے: کہ اس حدیث کے سبب سے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کا عبد الملک پر کلام کرنا اس میں قادح نہیں ہے کیونکہ عبد الملک ثقہ ہیں اور امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ کے ماہرین میں سے نہیں ہیں کہ احادیث میں تعارض کے وقت جمع کریں، ہاں وہ حافظ ہیں اور امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ نے ان پر شعبہ کے تابع ہو کر کلام کیا ہے۔ اس حدیث کو (ترمذی شریف ۱/ ۱۶۴، اور کتاب العلل ۲۴۰) پر دیکھا جا سکتا ہے۔ پس انصاف یہ ہے کہ جب محدثین کے یہاں شاذ کا حکم لگانا کثرتِ عدد یا قوتِ حفظ اور ان جیسی چیزوں کی بناء پر ہے تو حدیث کا شاذ اور مردود ہونا فقہاء کے یہاں لازم نہیں آتا کہ احکام میں اس سے احتجاج درست نہ ہو۔ کیونکہ وجوہ ترجیحات غیر محصور ہیں پس بعید نہیں ہے کہ ایک حدیث راوی کے تفرد یا قصور حفظ کی بناء پر مرجوح ہو جائے، کیونکہ شاذ اگرچہ کسی خاص جہت کی وجہ سے محدثین کے یہاں مرجوح ہونے کی بنا پر مردود ہوتی ہے تو وہ احتمال رکھتی ہے کہ ان کے علاوہ کے یہاں دوسری وجوہات کی بنا پر، متن کے اعتبار سے راجح ہو، لہٰذا محدثین کا شاذ کہہ دینا اس بات کو مانع نہیں ہے کہ ان کا غیر دیگر تمام وجوہات ترجیح کو چھوڑ دے، اور ایک شئی کے دو وجہوں کے اعتبار سے مردود اور مقبول ہونے میں کوئی منافات نہیں۔

الحاصل: ماقبل کے بیان سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ شاذ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحت اصطلاحی کے منافی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اسکی وجہ سے وضع اور بطلان لازم آئے، اور یہ اصحاب الحدیث، خاص طور سے مصنفین صحاح وغیرہ کے نزدیک ہے جہاں تک فقہاء اور اصولیین کا مذہب ہے تو ان کے یہاں معاملہ اور وسیع ہے جیسا کہ ابن دقیق العید اور محقق عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں گزرا۔

اور اسی سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ امام حاکم اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث ابن عمر کو شاذ کی بنا پر باطل قرار دینا صحیح بنیاد پر مبنی نہیں ہے بلکہ محض شاذ ہونے کی وجہ سے باطل قرار دینا قواعد حدیث وفقہ دونوں کے مخالف ہے، اور سندھی یا نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا امام حاکم اور بیہقی کے کلام پر تعاقب برمحل ہے۔

ابن عون کی حدیث کے چند متابعات وشواہد

مدونۃ الکبریٰ (۱/ ۱۶۵) پر ابن وہب اور ابن القاسم نے ان کی متابعت کی ہے اور ابن عون کی مذکورہ روایت کی تائید عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے ہوتی ہے جیسا کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی وہ تکبیر اولیٰ کے علاوہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے، ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ (۱/ ۲۱۴، رقم الحدیث ۲۴۵۴) نیز امام طحاوی اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے، اور عبد العزیز ابن حکیم نے ان کی

متابعت کی ہے جوکہ مؤطا امام محمد کے اندر ہے، قال أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبد العزيز بن حكيم به، اور محمد بن ابان اگرچہ ضعیف ہیں لیکن کذابین میں سے نہیں ہیں بلکہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی احادیث کو لکھا جاتا ہے لہٰذا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو تقویت مل گئی، اور مجاہد کی امام بیہقی کے یہاں عطیہ عوفی نے بھی متابعت کی ہے جیسا کہ نصب الرایہ (۱/۴۰۶) پر ہے اور عطیہ عوفی اگرچہ متکلم فیہ رجال میں سے ہیں مگر متابعت میں ان کی حدیث لکھی جاتی ہے جوکہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، اور بخاری (الادب المفرد) کے رجال میں سے ہیں، ہاں سوار ابن مصعب جو ان سے نقل کرنے والے ہیں ان کی کچھ زیادہ ہی تضعیف کی گئی ہے۔

نیز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو امام مالک سے لینے میں عبداللہ بن عون کی متابعت کی ہے جیسا کہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی (مبانی الاخبار) کے اندر ہے، ملاحظہ ہو (معارف السنن ۲/۴۶۸) اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ ابن وہب اور ابن القاسم کی روایت میں صرف اتنی ہی بات پر اکتفاء ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح صلاۃ کے وقت رفع یدین کرتے تھے آگے نہ رفع کا ذکر ہے اور نہ ہی عدم رفع کا، تو ہم کہیں گے کہ (مدوّنہ) کے اندر ان کی روایت کو ترک رفع کی دلیل میں پیش کیا ہے، اور خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (۲/۲۷۹ باب نمبر ۸۴) پر ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ: (لم یر أحد عن مالک ترک الرفع فیهما الا ابن القاسم) یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے رکوع میں جانے اور اس سے اٹھنے کے وقت عدم رفع کو صرف ابن القاسم نے روایت کیا ہے اور ص: ۲۸۰ پر فرماتے ہیں: (ولم أر للمالكية دليلاً على تركه ولا متمسكاً الا بقول ابن القاسم) پس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ (الاستذکار ۱/۴۰۸) باب افتتاح الصلوۃ، کی عبارت ملاحظہ ہو جس میں افتتاح صلاۃ للاحرام کے بعد عدم رفع کی بھی صراحت ہے: قال مالک فیما رواه عنه ابن القاسم: يرفع للاحرام عند افتتاح الصلاة ولا يرفع في غيرها، وكان مالک يرى رفع اليدين في الصلاة ضعيفا وقال: ان كان ففي الاحرام.

فتح الباری میں تو صرف ابن القاسم ہی کا ذکر ہے لیکن (المدونۃ الکبریٰ ۱/۱۶۵) پر ابن وہب بھی ہیں۔

نیز ابن عون الخراز کی روایت کی تائید امام مالک اور جمہور مالکیہ کے اس کے مطابق عمل کرنے سے ہوتی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

جہاں تک البانی کا یہ قول ہے کہ ابن عون کی روایت کے بطلان کے لئے دیگر دلائل سے قطع نظر صرف اتنا بھی کافی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (مؤطا) کے اندر اس کے خلاف لفظ ذکر کیا ہے، تو یہ قول انتہائی کمزور اور غیر قابل اعتبار ہے، کیونکہ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین والی حدیث جوکہ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور بخاری وغیرہ کے اندر موجود ہے اس کا بھی باطل ہونا لازم آئے گا، کیونکہ اسے بھی مؤطا شریف کے اندر ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ اس میں تکبیر تحریمہ اور صرف رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع کو ذکر کیا ہے، دیکھئے (مؤطا شریف ص ۲۵)

ان چار وجوہات کا ابطال جسکی وجہ سے البانی نے مذکورہ حدیث کو باطل قرار دیا ہے

پہلی وجہ: وہ حدیث کا شاذ ہونا تھا تو اس کا جواب تفصیل کے ساتھ آچکا کہ شاذ ہونا صحت حدیث کے لئے قادح نہیں ہے، اور

نہ ہی اس کو حجت بنانے میں چہ جائیکہ وضع اور بطلان کا باعث بنے، اور ہم نے ابن عون کی حدیث میں جو شاذ ہونے کا گمان تھا اس کو متابعت وشواہد سے رفع کر دیا ہے جو کہ ابن عون کی روایت کے صحیح ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

دوسری وجہ: دوسری وجہ اس حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی کتاب مؤطا کے اندر ذکر نہ کرنا تھا، تو یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے یہ بات لازم آئے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس حدیث کا علم بھی نہیں تھا۔ کتنی حدیثیں ایسی ہیں جو خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی سے مروی ہیں اور کتب متداولہ میں موجود ہیں مگر مؤطا شریف میں نہیں ہیں، بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین والی حدیث کو بھی مؤطا میں ذکر نہیں کیا ہے، حالانکہ البانی کے بقول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں وہ معمول بہ ہے۔

رفع یدین کے سلسلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تحقیق

اس بات کا دعویٰ کرنا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث حدیث پر عمل نہیں کیا ہے تو یہ محض دعوی ہے، حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اس پر عمل کیا ہے اور اس کو مالکیہ نے اختیار کیا ہے، چنانچہ امام سحنون نے المدونۃ الکبریٰ (۱/ ۱٦۵) میں ذکر کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے رفع یدین معلوم نہیں ہے، نہ ہی جھکنے کے وقت اور نہ ہی اٹھنے کے وقت سوائے تکبیر تحریمہ کے وقت کہ تھوڑا سا ہاتھ اٹھایا جائے گا، ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رفع یدین ضعیف ہے مگر تکبیر احرام میں۔

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التمہید میں ہے کہ: واختلف العلماء فی رفع الیدین فی الصلاۃ فروی ابن القاسم وغیرہ عن مالک أنه کان یریٰ رفع الیدین فی الصلاۃ ضعیفًا الا فی تکبیرۃ الاحرام وحدہا، وتعلق بھذہ الروایۃ عن مالک أکثر المالکیین.

ترجمہ: اور نماز میں رفع یدین کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ ابن القاسم وغیرہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نماز میں رفع یدین کو ضعیف سمجھتے تھے مگر صرف تکبیر احرام میں، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت پر اکثر مالکیین کا اعتماد ہے۔ ملاحظہ ہو التمہید (۹/ ۲۱۲)

تنبیہ: اس جگہ اس بات کی طرف اشارہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مؤطا شریف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مذہب نہیں ہے جس کو ان کے متبعین اختیار کرتے ہوں اور اس کی تقلید کرتے ہوں، بلکہ فتاویٰ اور احکام میں مالکیہ کا اعتماد اس پر ہے جس کو ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہو، خواہ وہ مؤطا کے موافق ہو یا نہ ہو جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تعجیل المنفعۃ، ص:۹ پر امام حسینی پر رد کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے عدم رفع کو نقل کرنے میں ابن عون متفرد نہیں ہیں، بلکہ ان کی متابعت ابن وہب اور ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے جیسا کہ گزر چکا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم کے اندر ذکر کیا ہے: قال أبو حنیفۃ وأصحابه وجماعۃ من أہل الکوفۃ: لا

يستحب الرفع في غير تكبيرة الافتتاح، وہو أشہر الروايات عن مالک.

یعنی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور اہل کوفہ کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ میں رفع یدین مستحب نہیں ہے اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور روایت ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ مسلم شریف (۱/۱۶۸)

اور الجواہر النقی میں مع سنن بیہقی (۲/۷۶) میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ ترک رفع امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب ہے، قواعد ابن رشد میں بھی اسی کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب قرار دیا ہے۔

ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب بدایۃ المجتہد (۱/۱۹۳) میں ذکر کرتے ہیں: فمنہم مَن اقتصر به على الاحرام فقط، ترجيحاً لحديث عبد الله بن مسعود و حديث البراء بن عازب، وہو مذہب مالک رحمۃ اللہ علیہ لموافقة العمل به.

یعنی ائمہ میں سے بعض وہ حضرات ہیں جو عبداللہ ابن مسعود اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے صرف تکبیر احرام میں رفع کے قائل ہیں، اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اس پر عمل کے موافقت کی بنا پر۔

ان نقول معتبرہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب افتتاح نماز کے علاوہ میں عدم رفع ہی کا تھا، نیز ترمذی شریف کے نسخے مختلف ہیں چنانچہ ہندیہ (۱/۳۵) اور مجموعہ شروح اربعہ ترمذی (۱/۷۹) اور معارف السنن وغیرہ جو ہمارے پاس متداول ہیں اس میں قائلین رفع میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں ہے، صرف بیروت کے جدید نسخہ میں بین المعکوفین (مالک رحمۃ اللہ علیہ) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے جو کہ کثیر نسخوں کے مقابلہ میں معتبر نہیں ہے۔

تیسری وجہ: وہ یہ تھی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رفع پر محافظت کرتے تھے اور اس سے یہ مراد لیا گیا تھا کہ ترک رفع ان سے ثابت نہیں ہے، پس ماقبل میں ہم نے مجاہد اور عبدالعزیز ابن حکیم کی روایت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما افتتاح صلاۃ کے علاوہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

رہی البانی کی یہ بات کہ اگر وہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہوتی تو وہ رفع یدین نہ کرتے، پس یہ تو سرے سے مردود ہے، کیونکہ وہ کبھی رفع کرتے تھے اور کبھی رفع کو چھوڑ دیتے تھے بیان جواز اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں کے ثابت ہونے کی وجہ سے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسنداً ترک رفع ثابت ہے جیسے ابن مسعود، براء بن عازب، ابوہریرۃ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہم اور صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کا اسی پر عمل رہا ہے۔

رفع یدین کے سلسلہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ سات طرح کے وارد ہوئے ہیں

(۱) جس میں صرف شروع میں رفع کا ذکر ہے، المدونۃ الکبریٰ (۱/۱۶۵)

عن ابن وهب و ابن القاسم عن مالک عن ابن شهاب عن سالم عن ابن عمر رضي الله عنهما عن

النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
نیز عبداللہ بن عون الخراز نے بھی امام مالک سے روایت کیا ہے (الخلافیات) للبیہقی۔
(۲) جس میں افتتاح صلاۃ اور رکوع کے بعد رفع کا ذکر ہے، معارف السنن (۲/۴۷۳)
(۳) جس میں رکوع اور سجدہ میں جاتے وقت رفع کا ذکر ہے، مجمع الزوائد (۲/۱۰۲)
(۴) جس میں افتتاح صلاۃ وانحطاط الی الرکوع اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع کا تذکرہ ہے جس کو امام محمد نے اپنی مؤطا کے اندر، اور بخاری، نسائی، ابوعوانہ، دارمی، طحاوی وغیرہم نے ذکر کیا ہے۔
(۵) جس میں ان مذکورہ تین جگہوں کے علاوہ دو رکعت کے بعد بھی رفع کا ذکر ہے، ملاحظہ ہو بخاری شریف، باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین۔
(۶) جس میں مذکورہ چار جگہوں کے علاوہ سجدہ کے وقت بھی رفع کا ذکر ہے۔ (بخاری: جزء رفع الیدین)
(۷) جس میں ہر خفض ورفع، رکوع وسجود، قیام وقعود کے وقت نیز دو سجدوں کے درمیان بھی رفع کا ذکر ہے۔
(فتح الباری: ۲/۲۸۴)
یہ سات طرح کے الفاظ ہیں سب کے سب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح طور پر ثابت ہیں، پس ان میں سے کسی بھی صورت کا انکار محض اس وجہ سے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل ویسا نہیں رہا ہے ممکن نہیں ہے، لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں سیاق کا تنوع عہد رسالت میں رفع اور عدم رفع دونوں کے اوپر عمل کی دلیل ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو معارف السنن (۲/۴۷۳)
ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کی توجیہ: جہاں تک ابن عمر رضی اللہ عنہما کا رفع یدین نہ کرنے والے کو کنکریوں سے مارنے کا تعلق ہے تو علامہ بنوری نے معارف السنن (۲/۴۶۶) میں یہ بیان کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ رکوع کے وقت ہی رفع یدین نہ کرنے پر کنکریوں سے مارتے تھے، لہٰذا اس اثر کو اس رفع خلافی کا عنوان نہیں بنایا جا سکتا، پس اس سے استدلال بھی صحیح نہ ہوگا۔ اس اثر کے الفاظ اس طرح ہیں: أنه اذا رأى مصليا لا يرفع حصبه. یعنی جب وہ کسی نمازی کو دیکھتے کہ وہ رفع یدین نہیں کر رہا ہے تو اسے کنکریوں سے مارتے، تو ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین نہ کرنے پر ہو، نہ کہ مطلق ترک رفع یدین پر، اور تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تاکید ظاہر ہے۔
چوتھی وجہ: چوتھی وجہ یہ تھی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرنے والے ان کے صاحبزادے حضرت سالم ہیں اور وہ بھی رفع کے قائل ہیں۔

ہم کہتے ہیں اس سے بھی استدلال درست نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت سالم کے یہاں رفع یدین اولیٰ ہو، پس اس سے ترک رفع کا جائز ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ بہت سے ائمہ ہیں جن کی مرویات کے مطابق ان کا عمل نہیں ہے اسی بات کو امام رامہرمزی نے اپنی کتاب (المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ص ۳۲۳ و ۳۲۴) پر فرمایا ہے: (وَلَيْسَ يَلْزَمُ الْمُفْتِي أَنْ يُفْتِيَ بِجَمِيعِ مَا رَوَى وَلَا يلزمه أيضا أن يترك رواية ما لا يفتي به) کہ مفتی کو لازم نہیں ہے کہ اپنی تمام مرویات کے مطابق فتویٰ دے، اور یہ بھی لازم

نہیں ہے کہ جس پر فتویٰ نہ دیا جائے اس کو ترک ہی کردے، اس کے بعد چند مثالیں بھی پیش کی ہے، اور فرمایا ہے کہ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی مرویات میں سے بہت سی روایات کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

دعویٰ بلا دلیل: سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ میں شیخ ناصر الدین البانی نے یہ بھی وہم دلایا ہے کہ زیر بحث حدیث میں غلطی محمد بن غالب تمتام سے ہوئی ہے جو کہ احمد بن محمد البرتی سے روایت کرنے والے ہیں، پس جاننا چاہئے کہ امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۳/ ۱۴۴ تا ۱۴۵) پر ان کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: (کان کثیر الحدیث صدوقاً حافظا) یعنی وہ سچے اور حافظ تھے، اور امام دارقطنی نے کہا ہے: (و أما لزوم تمتام کتابه و تثبّته. فلا ینکر و لا ینکر طلبه و حرصه علی الکتابة) اور تمتام کا اپنی کتاب کو پختگی سے محفوظ رکھنا اور کتاب سے چپٹے رہنا ایسا ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں ہے اور ان کا طلب کرنا اور لکھنے پر حریص ہونا بھی قابل انکار نہیں ہے، نیز دارقطنی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، حمزہ بن یوسف السہمی کا کہنا ہے کہ امام دارقطنی سے تمتام کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: (ثقة مأمون، الا أنه کان یخطئ، و کان وهم فی أحادیث) کہ وہ ثقہ ہیں مامون ہیں، مگر یہ ہے کہ غلطی ہو جاتی تھی اور بہت سی احادیث میں ان سے وہم ہوا ہے۔

اور حسن بن ابو طالب نے امام دارقطنی کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے تمتام کو ثقہ بتلایا ہے۔ تاریخ بغداد (۳/ ۱۴۴۔۱۴۵) ملاحظہ ہو۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں: حافظٌ مُکثِرٌ کا لفظ استعمال کیا ہے، اور ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات کے اندر ذکر کیا ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال (۳/ ۶۸۱) اور لسان المیزان (۵/ ۳۳۷) تاریخ بغداد مذکورہ صفحہ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زیر بحث حدیث شیخ ناصر الدین البانی کے مذہب کے خلاف ہے پس انھوں نے کھینچ تان کرنا شروع کیا یہاں تک کہ موضوع اور باطل تک کہہ دیا اور غیر معتبر وجوہات سے (سلسلة الاحادیث الضعیفه و الموضوعه) کے تین چار صفحوں کو کالا کر رکھا ہے، جبکہ انصاف کے ساتھ جائزہ لینے سے اس شعر کے مصداق ہیں:

فَدَعْ عنکَ الکتابةَ لَستَ مِنها وَ اِنْ سَوَّدتَ وَجهکَ بالمداد

کہ لکھنا چھوڑ دو تم اس کے اہل نہیں ہو، کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم روشنائی سے اپنا منہ کالا کرتے۔

انصاف تو یہ تھا کہ خاموشی اختیار کرتے جیسا کہ ائمہ متقدمین کا عمل رہا ہے، کہ احمد بن سعید نے احمد بن خالد سے نقل کیا ہے کہ ہمارے یہاں علماء کی ایک جماعت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے پیش نظر نماز میں رفع یدین کرتی تھی اور ایک جماعت ابن القاسم کی روایت کے پیش نظر صرف احرام میں رفع یدین کرتی تھی، اور ان دونوں جماعتوں میں سے کوئی کسی پر عیب نہیں لگاتا۔ ملاحظہ ہو الاستذکار (۱/ ۴۰۹) اور التمہید (۹/ ۲۲۳)

نیز ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب (المحلی ۳/ ۲۳۵) کے اندر ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طرح کا عمل صحیح طور پر ثابت ہے تو دونوں طرح عمل کرنا مباح ہوا نہ کہ فرض، لہٰذا ہم دونوں طرح عمل کر سکتے ہیں۔

پس اگر ہم نے رفع یدین کیا تب بھی ہم نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی اور اگر رفع یدین

نہیں کیا تب بھی اسی طرح پڑھا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔لہٰذا کسی کو حق نہیں بنتا کہ ذخیرۂ احادیث پر ہاتھ لگائے اور غیر معتبر دلائل سے انہیں باطل اور موضوع قرار دے۔

رفع یدین کے بارے میں اہلحدیث علماء کے آپس میں اختلافات

رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے اور نہ کرنے سے متعلق سلف صالحین وائمہ ہدیٰ کے مابین اختلاف ہے اور دور اول یعنی صحابہ وتابعین وتبع تابعین رضی اللہ عنہم سے اس میں اختلاف چلا آرہا ہے اور اس اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ رفع یدین کے بارے مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لہٰذا جس مجتہد نے اپنے دلائل کی روشنی میں جس صورت کو زیادہ بہتر وراجح سمجھا اس کو اختیار کیا اور کسی بھی مجتہد نے دوسرے مجتہد کے عمل واجتہاد کو باطل وغلط نہیں کہا۔

اور یہی حال ان مجتہدین کرام کا دیگر اختلافی مسائل میں بھی ہے کہ باوجود اختلاف کے ایک دوسرے کے ساتھ محبت وعقیدت واحترام کا رشتہ رکھتے تھے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں لیکن بہت سارے اجتہادی مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں حتیٰ کہ رفع یدین کے مسئلہ میں بھی دونوں استاذ وشاگرد کا اجتہاد مختلف ہے امام شافعی رحمہ اللہ رفع یدین کے قائل ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ رفع یدین کے قائل نہیں۔

رفع یدین کے بارے مذاہبِ اربعہ کی تصریحات کا بیان

احناف کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین خلاف اولی ہے یعنی بہتر نہیں ہے فتاوی شامی میں ہے قوله إلا في سبع) أشار إلى أنه لا يرفع عند تكبيرات الانتقالات، خلافا للشافعي وأحمد، فيكره عندنا ولا يفسد الصلاة الخرد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها

2= مالکیہ کے نزدیک بھی رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین مکروہ وخلاف اولی ہے، مذہب مالکیہ کی مستند کتاب المدونۃ الکبریٰ میں ہے، ففي المدونة الكبرى قال الإمام مالك: (لا أعرف رفع اليدين في شيء من تكبير الصلاة، لا في خفض ولا في رفع إلا في افتتاح الصلاة، يرفع يديه شيئا خفيفا، والمرأة في ذلك بمنزلة الرجل)، قال ابن القاسم: (كان رفع اليدين ضعيفا إلا في تكبيرة الإحرام) المدونة الكبرى إمام مالك ص 107–دار الفكر بيروت۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز کی تکبیرات میں کسی جگہ رفع الیدین نہیں جانتا نہ رکوع میں جاتے وقت اور نہ رکوع سے اٹھتے وقت مگر صرف نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت، امام مالک کے صاحب وشاگرد ابن القاسم فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کرنا ضعیف ہے مگر صرف تکبیر تحریمہ میں۔

امام مالک رحمہ اللہ کے الفاظ پر ذرا غور کریں لا أعرف یعنی میں نہیں جانتا تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرنا الخیال رہے کہ کتاب المدونۃ الکبریٰ فقہ مالکی کی اصل وبنیاد ہے دیگر تمام کتابوں پر مقدم ہے اور موطا الامام مالک کے بعد اس کا دوسرا نمبر ہے

اور اکثر علماء المالکیۃ کی جانب سے اس کتاب المدونۃ کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور فتاویٰ کے باب میں بھی علماء المالکیۃ کا اسی پر اعتماد ہے اور روایت و درجہ کے اعتبار سے سب سے اُصدق و اعلیٰ کتاب ہے علامہ ابن رشد المالکی نے بھی یہی تصریح کی ہے اور فرمایا کہ رفع یدین میں اختلاف کا سبب دراصل اس باب میں واردشدہ مختلف روایات کی وجہ سے ہے یعنی چونکہ روایات مختلف ہیں لہٰذا ائمہ مجتہدین کا عمل بھی ہوگا۔اھ لہٰذا جولوگ یہ کہتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے والوں کی نماز غلط ہے تو ایسے لوگ جاہل وکاذب ہیں۔

وأما اختلافهم في المواضع التي ترفع فيها فذهب أهل الكوفة أبو حنيفة وسفيان الثوري وسائر فقهائهم إلى أنه لا يرفع المصلي يديه إلا عند تكبيرة الإحرام فقط، وهي رواية ابن القاسم عن مالك "الى ان قال" والسبب في هذا الاختلاف كله اختلاف الآثار الواردة في ذلك الخبداية المجتهد، كتاب الصلاة، للعلامه ابن رشد المالكى

علامہ عبدالرحمن الجزیری نے بھی یہی تصریح کی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک رفع یدین دونوں کندھوں تک تکبیر تحریمہ کے وقت مستحب ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے: المالكية قالوا: رفع اليدين حذو المنكبين عند تكبيرة الاحرام مندوب، وفيما عدا ذلك مكروه الخ الفقه على المذاهب الاربعة 'لعبد الرحمن الجزيري' الجزء الاولكتاب الصلاة باب رفع اليدين

3= شافعیہ کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین سنت ہے، امام شافعی کی کتاب الام میں یہی تصریح موجود ہے اور دیگر علماء شافعیہ کا بھی یہی مذہب ہے قال سألت الشافعي: أين ترفع الأيدي في الصلاة؟ قال: يرفع المصلي يديه في أول ركعة ثلاث مرات، وفيما سواها من الصلاة مرتين مرتين يرفع يديه حين يفتتح الصلاة مع تكبيرة الافتتاح حذو منكبيه ويفعل ذلك عند تكبيرة الركوع وعند قوله "سمع الله لمن حمده" حين يرفع رأسه من الركوع ولا تكبيرة للافتتاح إلا في الأول وفي كل ركعة تكبير ركوع، وقول سمع الله لمن حمده عند رفع رأسه من الركوع فيرفع يديه في هذين الموضعين في كل صلاة الخكتاب الأم، باب رفع اليدين في الصلاة قال الشافعي) وبهذا نقول فنأمر كل مصل إماما، أو مأموما، أو منفردا، رجلا، أو امرأة؛ أن يرفع يديه إذا افتتح الصلاة؛ وإذا كبر للركوع؛ وإذا رفع رأسه من الركوع ويكون رفعه في كل واحدة من هذه الثلاث حذو منكبيه؛ ويثبت يديه مرفوعتين حتى يفرغ من التكبير كله ويكون مع افتتاح التكبير، ورديديه عن الرفع مع انقضائه. كتاب الأم، باب رفع اليدين في التكبير في الصلاة

4= حنابلہ کے نزدیک بھی رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین سنت ہے۔ مسألة: قال: (ويرفع يديه كرفعه الأول) يعني يرفعهما إلى حذو منكبيه، أو إلى فروع أذنيه، كفعله عند تكبيرة الإحرام، ويكون ابتداء رفعه عند ابتداء تكبيره، وانتهاؤه عند انتهائه. كتاب المغني لابن قدامة الحنبلي، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة۔

رفع یدین کے بارے میں اہلحدیث علماء کے آپس میں اختلافات

مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی اپنے فتاویٰ نذیریہ جلد 1 صفحہ 441 میں فرماتے ہیں کہ رفع یدین میں جھگڑا کرنا تعصب اور جہالت کی بات ہے، کیونکہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ثابت ہیں، دلائل دونوں طرف ہیں۔ اسی کتاب میں کہتے ہیں کہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونو مروی ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ جلد 1 صفحہ 444)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب ہے کہ رفع یدین کرنا مستحب امر ہے جس کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد 1 صفحہ 579)

اسی کتاب میں کہتے ہیں کہ ترک رفع ترک ثواب ہے ترک فعل سنت نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد 1 صفحہ 608)

نواب صدیق حسن خاں شاہ ولی اللہ صاحب سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔۔ "رفع یدین و عدم رفع یدین نماز کے ان افعال میں سے ہے جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہے اور کبھی نہیں کیا ہے، اور سب سنت ہے، دونوں بات کی دلیل ہے، حق میرے نزدیک یہ ہے کہ دونوں سنت ہیں۔۔۔ (روضۃ الندیہ صفحہ 148)

اور اسی کتاب میں اسماعیل دہلوی کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں و لا یلام تارکہ و ان ترکہ مدعمرہ (صفحہ 150)۔ یعنی رفع یدین کے چھوڑنے والے کو ملامت نہیں کی جائے گی اگر چہ پوری زندگی وہ رفع یدین نہ کرے۔

علامہ ابن تیمیہ فتاویٰ ابن تیمیہ جلد 22 ص 253 پر لکھتے ہیں: سواء رفع او لم یرفع یدیہ لا یقدح ذلک فی صلاتھم و لا یبطلھا، لا عند ابی حنیفۃ و لا الشافعی، و لا مالک و لا احمد، و لو رفع الامام دون الماموم او الماموم دون الامام لم یقدح ذلک فی صلاۃ واحد منھما۔ یعنی اگر کسی رفع یدین کیا یا نہ کیا تو اس کی نماز میں کوئی نقص نہیں، امام ابوحنیفہ، امام شافعی امام احمد اور امام مالک کسی کے یہاں بھی نہیں۔ اسی طرح امام اور مقتدی میں سے کسی ایک نے کیا تب بھی کوئی نقص نہیں۔

الشیخ عبدالعزیز ابن باز سابق مفتی اعظم سعودی عرب فرماتے ہیں: السنۃ رفع الیدین عند الإحرام وعند الرکوع وعند الرفع منه وعند القیام إلی الثالثة بعد التشهد الأول لثبوت ذلك عن النبي صلی الله علیه وسلم، ولیس ذلك واجبا بل سنة فعله المصطفی صلی الله علیه وسلم وفعله خلفاؤه الراشدون وهو المنقول عن أصحابه صلی الله علیه وسلم، فالسنة للمؤمن أن یفعل ذلك في جمیع الصلوات وهكذا المؤمنة۔ كله مستحب وسنة ولیس بواجب، ولو صلی ولم یرفع صحت صلاته اه"

تکبیر تحریمہ کہتے وقت، رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھنے کے بعد، اور پہلے تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا سنت ہے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کرنا ثابت ہے۔ لیکن یہ واجب نہیں سنت ہے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور صحابہ کا اس پر عمل رہا ہے، پس ہر مومن مرد و عورت کو اپنی تمام نمازوں میں اسے اپنانا چاہیے، لیکن یہ سب مستحب اور سنت ہے، واجب نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص رفع الیدین کے بغیر نماز پڑھے تو اس کی نماز درست ہے۔

(مجموع فتاویٰ بن باز جلد 11 ص 156)

نائب مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ محمد بن صالح العثیمین کا کہنا ہے: وهذا الرفع سنة، إذا فعله الإنسان كان أكمل لصلاته، وإن لم يفعله لا تبطل صلاته، لكن يفوته أجر هذه السنة "رفع الیدین کرنا سنت ہے، اسے کرنے والا انسان اپنی نماز مکمل ترین صورت میں ادا کرتا ہے۔ اگر کوئی اسے چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی لیکن وہ اس سنت کے اجر سے محروم رہ جاتا ہے" (مجموع فتاوی ورسائل العثیمین جلد 13 ص 169)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سجدوں کا رفع یدین

سجدوں میں جاتے وقت رفع یدین کرنا: غیر مقلدین سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ غیر مقلدین سجدوں کی رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ جبکہ سجدوں میں جاتے وقت کا رفع یدین 10 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ غیر مقلدین کے مانے ہوئے اور مستند شدہ محقق اور محدث علامہ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کبھی سجدہ میں جاتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے۔ یہ رفع یدین 10 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور حسن بصری، طاؤس، ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافع، سالم بن نافع، قاسم بن محمد، عبداللہ بن دینار، اور عطاء اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے اس کو سنت کہا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس پہ عمل کیا ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔" (نماز نبوی ﷺ، علامہ ناصر الدین البانی، صفحہ 131)

جب سجدوں کا رفع یدین حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ ساتھ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ غیر مقلدین کے تصدیق شدہ محقق کی تصریح کے ساتھ ثابت ہے تو غیر مقلد ان صحیح احادیث پہ عمل کیوں نہیں کرتے؟

یہ وہی عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جن سے غیر مقلدین اپنی رفع یدین کی حدیث روایت کرتے ہیں۔ سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا: علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کو صحیح کہتے ہیں۔" امام احمد اس مقام پر رفع یدین کے قائل ہیں بلکہ وہ ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کے قائل ہیں،

چنانچہ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ابن الاثیر امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے رفع یدین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب بھی نمازی اوپر یا نیچے ہو دونوں صورتوں میں رفع یدین ہے نیز اثرم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا وہ نماز میں اٹھتے بیٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ یہ رفع یدین انس، ابن عمر، نافع، طاؤس، حسن بصری، ابن سیرین اور ایوب سختیانی سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے"۔ (نماز نبوی ﷺ، علامہ ناصر الدین البانی، صفحہ 142)

یہاں علامہ البانی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سجدوں سے سر اٹھاتے وقت کا رفع یدین صحیح سند سے ثابت کیا۔ غیر مقلدین سجدوں میں جاتے وقت اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟

غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا رئیس ندوی صاحب امام بخاری کی کتاب جزء رفع الیدین سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سجدوں کی رفع یدین ذکر کرنے کے بعد اس کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ

"اس حدیث معتبر کا واضح مفاد یہ ہے کہ پہلی یا دوسری، تیسری یا چوتھی رکعت کی قید کے بغیر علی الاطلاق ابن عمر رضی اللہ عنہما

جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے، اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ہر سجدہ سے اٹھتے وقت موصوف ابن عمر رضی اللہ عنہما رفع یدین کرتے تھے۔۔۔اس حدیث کا لازمی مطلب ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سجدہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اسکے علاوہ اس حدیث کا کوئی دوسرا معنی و مطلب بتانا خلاف ظاہر ہے" (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز۔صفحہ 361)

اسی صفحہ پہ آگے جا کر لکھتے ہیں کہ" ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو بعض روایات منقول ہیں کہ وہ خود اور نبی کریم ﷺ بوقت سجدہ رفع یدین نہیں کرتے تھے تو اسکا مطلب صرف اس قدر ہے کہ کبھی کبھار بعض مرتبہ سجدہ کے وقت ابن عمر رضی اللہ عنہما رفع یدین نہیں کرتے تھے" (رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز۔صفحہ 361)

تو غیر مقلدین کے ان مستند عالم رئیس ندوی صاحب کی ان باتوں سے ثابت ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سجدوں کا رفع یدین صحیح سند سے مروی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اکثر سجدوں کا رفع یدین کرتے تھے اور کبھی کبھار سجدوں کا رفع یدین ابن عمر رضی اللہ عنہما ترک کرتے تھے۔

اسی کتاب میں آگے جا کے موصوف لکھتے ہیں کہ" بوقت سجدہ کا رفع یدین جس کو امام بخاری محفوظ کہہ رہے ہیں اسکے بنیادی رواہ میں سے نافع، طاؤس، ایوب سختیانی، مجاھد، عطاء، سالم، عبداللہ بن دینار، قیس بن سعد، حسن بن مسلم، حسن بصری وغیرہ بھی ہیں اور یہ سارے کے سارے حضرات بوقت سجدہ بھی تحریمہ و رکوع کے وقت کی طرح رفع یدین کرتے تھے۔ظاہر ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اگر بوقت سجدہ رفع یدین والی حدیث محفوظ نہ ہوتی تو یہ اساطین علم و دین ہوتے ہوئے بوقت سجدہ رفع یدین نہ کرتے۔"

(رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز۔صفحہ 370)

علامہ رئیس ندوی کے اس حوالے سے ثابت ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ سمیت یہ تمام تابعین اور اکابرین سجدوں میں بھی تحریمہ اور رکوع کی طرح رفع یدین کرتے تھے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدوں کے رفع یدین کی حدیث محفوظ ہے۔

اور مولانا ندوی صاحب کے ان حوالوں میں اہم بات یہ ہے کہ غیر مقلدین جو اپنی دلیل میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رفع یدین کی روایات بخاری اور مسلم سے پیش کرتے ہیں ان کے راوی سالم رحمۃ اللہ علیہ اور خود ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں سجدوں میں رفع یدین کرتے تھے جن کے یہ غیر مقلدین منکر ہیں۔

میرا غیر مقلدین سے سوال ہے کہ وہ سجدوں کے اس رفع یدین کو کیوں نہیں کرتے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی مستند ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور رفع یدین کی احادیث کے مرکزی راویوں سے ثابت ہے؟

غیر مقلدین کا رفع یدین کو سنت مؤکدہ تسلیم کرنے سے انکار

غیر مقلدین کے عالم سے کسی نے سوال کیا کہ رفع یدین سنت مؤکدہ ہے یا نہیں تو انہوں نے اس کا جواب میں رفع یدین کے سنت ہونے کی دلیل کی بجائے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے کہہ دیا کہ رفع یدین کرنے اور نہ کرنے والے پہ کوئی ملامت نہیں کیونکہ یہ سب اقسام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، جلد 3 صفحہ 151، 152)

اگر رفع یدین سنت ہوتا تو غیر مقلد عالم تسلیم کر لیتا کہ رفع یدین سنت ہے لیکن اس کا تسلیم نہ کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ خود

غیر مقلدین کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ رفع یدین سنت ہے یا نہیں؟

یہی فتوی محدث فتاوی پہ بھی موجود ہے۔

موجودہ غیر مقلدین جو رفع یدین نہ کرنے والے پہ اعتراض کرتے ہیں ان سے گزارش ہے رفع یدین ترک کرنے والوں پہ کوئی ملامت نہیں اور ترک رفع یدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اس بات کو تو تمہارے اکابر علماء نے تسلیم کرلیا ہے لیکن تم خود پہلے رفع یدین کو سنت تو تسلیم کرلو احناف پہ ترک رفع یدین کا اعتراض بعد میں کرنا۔

غیر مقلد عالم عبدالستان نور پوری سے کسی نے سوال کیا تھا کہ رفع یدین فرض ہے یا سنت تو جواب دیا گیا کہ "فرض اور سنت کی وضاحت کسی حدیث میں نہیں آئی" (قران وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل، جلد 1، ص179)

پس اہلحدیث کے اس فتوی سے ثابت ہوا کہ رفع یدین نہ فرض ہے اور نہ ہی سنت ورنہ جواب دیتے وقت بتا دیا جاتا کہ رفع یدین سنت ہے یا فرض۔۔

سوال یہ ہے کہ اگر فرض اور سنت کی وضاحت کسی حدیث میں نہیں آئی تو پھر غیر مقلدین کو کیا علم کہ نماز میں فرض کون سا ہے اور سنت کون سی؟

اگر رفع یدین نہ فرض ہے اور نہ سنت تو پھر رفع یدین ہے کیا؟

ترک رفع یدین پہ فتوی لگانے والے غیر مقلدو! پہلے خود تو فیصلہ کرلو کہ نماز میں رفع یدین کی کیا حیثیت ہے؟؟ رفع یدین تمہارے نزدیک سنت ہے یا نہیں؟

یہی فتوی غیر مقلدین کی ویب سائٹ محدث فتاوی پہ بھی موجود ہے۔

غیر مقلد عالم رئیس ندوی کا دعوی کہ نماز میں رفع یدین فرض وواجب ہے۔ ہے کوئی غیر مقلد جو رئیس ندوی کے اس دعوے کی دلیل دے؟

غیر مقلد عالم رئیس ندوی کا دعوی ہے کہ نماز میں رکوع کو جھکتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنا فرض وواجب ہے۔ نہ کرنیوالے کی نماز باطل ہے۔ (مجموعہ مقالات، صفحہ 246)

رئیس ندوی صاحب نے اپنے اس دعوے پہ قران وحدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ دوسری طرف مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی اپنے فتاوی نذیریہ جلد 1 صفحہ 441 میں فرماتے ہیں کہ رفع یدین میں جھگڑا کرنا تعصب اور جہالت کی بات ہے، کیونکہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ثابت ہیں، دلائل دونوں طرف ہیں۔ اسی کتاب میں کہتے ہیں کہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونو مروی ہے۔ (فتاوی نذیریہ جلد 1 صفحہ 444)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب ہے کہ رفع یدین کرنا مستحب امر ہے جس کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ (فتاوی ثنائیہ جلد 1 صفحہ 579)

غیر مقلد عالم عبدالستان نور پوری سے کسی نے سوال کیا تھا کہ رفع یدین فرض ہے یا سنت تو جواب دیا گیا کہ "فرض اور سنت کی

وضاحت کسی حدیث میں نہیں آئی" (قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام ومسائل، جلد 1، ص179)

جبکہ غیر مقلد عالم عبدالغفار محمدی کے نزدیک نماز کے فرائض، سنن اور مستحبات وغیرہ سب بدعت ہیں"

(350 سوالات، صفحہ 125)

تو رئیس ندوی صاحب اپنے ہی عالم عبدالغفار محمدی کے نزدیک رفع یدین کو فرض وواجب کہہ کر بدعتی ہوئے۔ غیر مقلد رئیس ندوی کے علاوہ کسی کو علم نہیں ہوا کہ رفع یدین فرض ہے۔ آج تک غیر مقلدین خود اس بات پہ متفق نہیں ہو سکے کہ رفع یدین فرض ہے، واجب ہے، سنت ہے یا مستحب ہے؟ کیا کوئی غیر مقلد اپنے عالم رئیس ندوی کے اس دعوے کی دلیل دے سکتا ہے کہ رفع یدین فرض وواجب ہے؟

دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہ کرنے کا بیان

721 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ - وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ وَأَكْثَرُ مَا كَانَ يَقُولُ: وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ - وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

❀❀ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز کا آغاز کیا' تو آپ نے دونوں ہاتھ بلند کئے' یہاں تک کہ آپ انہیں کندھوں کے برابر لے آئے۔ جب آپ رکوع میں جانے لگے اور جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا (تو بھی آپ نے ایسا ہی کیا) ایک مرتبہ سفیان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے جب آپ نے اپنا سر اٹھایا' تاہم اکثر انہوں نے یہ ہی الفاظ نقل کئے ہیں: آپ نے رکوع سے اپنا سر اٹھایا' اس کے بعد (آپ نے رفع یدین کیا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کیا۔

722 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ كَبَّرَ وَهُمَا كَذَلِكَ فَيَرْكَعُ، ثُمَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ صُلْبَهُ رَفَعَهُمَا حَتَّى تَكُونَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي السُّجُودِ وَيَرْفَعُهُمَا فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ يُكَبِّرُهَا قَبْلَ الرُّكُوعِ حَتَّى تَنْقَضِيَ صَلَاتُهُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے' تو آپ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے' پھر آپ تکبیر کہتے تھے تو وہ دونوں ہاتھ اسی طرح ہوتے تھے' جب آپ رکوع میں جاتے تھے اور جب آپ رکوع سے اپنی پشت کو اٹھانے کا ارادہ کرتے تھے' تو بھی دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر آجاتے تھے۔ پھر آپ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پڑھتے تھے' البتہ آپ سجدوں کے دوران دونوں ہاتھ بلند نہیں کرتے

تھے۔ رکوع سے پہلے کی ہر تکبیر میں آپ دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ (اسی طریقے کے مطابق) نماز مکمل کرتے تھے۔

723 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا لَا أَعْقِلُ صَلَاةَ أَبِي قَالَ: فَحَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ الْتَحَفَ، ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ وَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي ثَوْبِهِ قَالَ: فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ أَيْضًا رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ، قَالَ: مُحَمَّدٌ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، فَقَالَ: هِيَ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ وَتَرَكَهُ مَنْ تَرَكَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ هَمَّامٌ، عَنِ ابْنِ جُحَادَةَ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ مَعَ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُودِ

عبدالجبار بن وائل بیان کرتے ہیں: میں نوعمر لڑکا تھا مجھے اپنے والد کی نماز کی سمجھ نہیں تھی۔ تو وائل بن حجر نے میرے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی جب آپ نے تکبیر کہی تو آپ نے دونوں ہاتھ بلند کئے۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے التحاف کے طور پر (کپڑا لپیٹا ہوا تھا) پھر آپ نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کے ذریعے پکڑ لیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ کپڑے کے اندر داخل کر لئے۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب آپ نے رکوع میں جانے کا ارادہ کیا' تو آپ نے دونوں ہاتھ باہر نکالے۔ ان دونوں کو بلند کیا جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو پھر دونوں ہاتھوں کو بلند کیا پھر جب آپ سجدے میں گئے تو آپ نے اپنی پیشانی دونوں کندھوں کے درمیان رکھی جب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا تو بھی آپ نے دونوں ہاتھ بلند کئے۔ یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔

محمد نامی راوی کہتے ہیں: میں حسن بن ابوالحسن کے سامنے اس روایت کا تذکرہ کیا' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یہی ہے' جس نے اس پر عمل کرنا چاہا اس نے کر لیا جس نے اسے چھوڑنا چاہا اسے چھوڑ دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ہمام نے ابن جحادہ کے حوالے سے نقل کی ہے' البتہ انہوں نے سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

ہاتھوں کو بلند کر کے انگوٹھوں کو کانوں کے برابر لے جانے کا بیان

724 - حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ النَّخَعِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَامَ

اِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذَى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ كَبَّرَ

عبدالجبار بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے' تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے' یہاں تک کہ وہ کندھوں کے مقابل تک آ گئے' تو آپ نے اپنے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر کئے پھر آپ نے تکبیر کہی۔

725 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ، حَدَّثَنِي اَهْلُ بَيْتِي، عَنْ اَبِي اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ، اَنَّهُ رَاَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرَةِ

عبدالجبار بن وائل بیان کرتے ہیں: میرے اہل خانہ نے میرے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کی وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو تکبیر کے ہمراہ رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

726 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: لَاَنْظُرَنَّ اِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي، قَالَ: فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا اُذُنَيْهِ، ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا، مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ رَاْسَهُ بِذٰلِكَ الْمَنْزِلِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ، ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً وَرَاَيْتُهُ يَقُولُ: هٰكَذَا وَحَلَّقَ بِشْرٌ الْاِبْهَامَ وَالْوُسْطٰى وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے طے کیا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی نماز کا ضرور جائزہ لوں گا کہ آپ کس طرح نماز ادا کرتے ہیں؟ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا۔ آپ نے تکبیر کہی پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند کئے' یہاں تک کہ انہیں کانوں کے برابر لے آئے۔ پھر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیا۔ پھر آپ نے رکوع میں جانے کا ارادہ کیا پھر آپ نے دونوں ہاتھ اسی طرح بلند کئے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے پھر آپ نے جب رکوع سے سر اٹھایا۔ دونوں ہاتھ اسی طرح بلند کئے جب آپ سجدے میں گئے' تو آپ نے اپنا سر اسی جگہ پر رکھا جہاں آپ کے ہاتھ تھے۔ (یعنی ان کے مدمقابل رکھا) پھر آپ بیٹھے تو آپ نے اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیا اور بایاں ہاتھ بائیں زانو پر رکھا اور دائیں کہنی کو دائیں زانو پر بچھا لیا۔ آپ نے اپنی دو انگلیوں کو بند کیا ان کا حلقہ بنایا۔ میں نے آپ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

یہاں بشر نامی راوی نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنایا اور شہادت کی انگلی کے ذریعے اشارہ کیا۔

727 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، بِاِسْنَادِهِ

وَمَعْنَاهُ، قَالَ فِيهِ: ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ، وَقَالَ فِيهِ: ثُمَّ جِئْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي زَمَانٍ فِيهِ بَرْدٌ شَدِيدٌ فَرَأَيْتُ النَّاسَ عَلَيْهِمْ جُلُّ الثِّيَابِ تَحَرَّكُ اَيْدِيهِمْ تَحْتَ الثِّيَابِ،

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت اور کلائی پر رکھا''۔

اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اس کے بعد میں ایسے زمانے میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب سردی زیادہ تھی۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے اوپر کپڑے اوڑھے ہوئے تھے اور وہ کپڑوں کے اندر ہی ہاتھوں کو حرکت دے رہے تھے۔

نماز میں ہاتھوں کو کانوں کے برابر تک لے جانے کا بیان

728 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ اُذُنَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ اَتَيْتُهُمْ فَرَاَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ اَيْدِيَهُمْ اِلٰى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَاَكْسِيَةٌ

❁❁ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ نے نماز کا آغاز کیا' تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر تک اٹھائے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر میں ان حضرات کے پاس آیا تو میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز کے آغاز میں اپنے ہاتھ سینوں تک بلند کرتے تھے۔ انہوں نے جبے اور کمبل اوڑھے ہوئے ہوتے تھے (یعنی یہ سردی کے موسم کی بات ہے)

ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانے سے متعلق فقہی مذاہب

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ جب تکبیر کہتے تھے تو اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہی ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں کی لو کے مقابل تک اٹھانا چاہئے کیونکہ دیگر احادیث میں اسی طرح مروی ہے اور چونکہ بعض روایات میں ان دونوں سے الگ ایک تیسرا طریقہ یعنی ہاتھوں کو کانوں کی اوپر کی جانب تک اٹھانا بھی آیا ہے۔ اس لئے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کانوں کے نیچے یعنی کندھوں تک اٹھانے کے طریقہ کو اختیار کیا اور نہ کانوں کے اوپر کی جانب تک اٹھانے کے طریقہ کو اختیار کیا بلکہ درمیانی طریقہ اختیار کیا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان روایات کی تطبیق کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اس طرح اٹھانا چاہئے کہ ہاتھ کی ہتھیلیاں تو کاندھوں کے مقابل رہیں انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل اور انگلیوں کے سرے کان کے اوپر کے

727- اسناده قوی کسابقه. ابو الولید: هو هشام بن عبد الملک الطیالسی، وزائدة: هو ابن قدامة. واخرجه النسائی فی "الکبری" (965) من طریق زائدة بن قدامة بهذا الاسناد.

سے پر رکھے جائیں تا کہ اس طریقے سے تمام احادیث میں عمل ممکن ہو جائے اور روایتوں میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہ رہ جائے اور ان احادیث میں ایک دوسری تطبیق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ احادیث مختلف اوقات سے متعلق ہیں یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہوں گے اور کبھی اس طرح۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں سے دونوں زانو مضبوطی سے پکڑ لیتے تھے اور انگلیوں کو کشادہ رکھتے تھے اور پھر گردن مبارک کو جھکا کر بالکل پیٹھ کر برابر کر دیتے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ رکوع میں تو انگلیاں کشادہ رکھنی چاہئیں اور سجدے میں ملی ہوں نیز تکبیر تحریمہ اور تشہد میں ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دینا چاہئے۔ سجدے میں زمین پر ہاتھ رکھنے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدے کی حالت میں انگلیاں اور ہتھیلیاں زمین پر پھیلا دینی چاہئیں اور پہنچے اٹھے ہوئے اور پہلو اس طرح الگ رکھنے چاہئیں کہ اگر بکری کا بچہ چاہے تو نیچے سے گزر جائے۔ اس حدیث میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا کہ قومہ سے سجدہ میں جانے کے وقت زمین پر پہلے زانو رکھے جائیں یا ہاتھ تو اس سلسلہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ درست تو دونوں طریقے ہیں لیکن اکثر آئمہ کے نزدیک افضل اور مختار یہی ہے کہ زمین پر پہلے زانو رکھے۔

تکبیر اُولیٰ کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا بیان

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضي الله عنه قَالَ : صَلّٰى مَعَ عَلِيٍّ رضي الله عنه بِالْبَصْرَةِ. فَقَالَ : ذَكَّرَنَا هٰذَا الرَّجُلُ صَلَاةً، كُنَّا نُصَلِّيهَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلي الله علية وآله وسلم. فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: إتمام التكبير في الركوع، 1 / 271، الرقم: 751، والبيهقي في السنن الكبرى، 2 / 78، الرقم: 2326، والبزار في المسند، 9 / 26، الرقم: 3532.)

”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے ہمیں وہ نماز یاد کروا دی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) جب بھی اٹھتے اور جھکتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔“

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ. فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ. فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ: إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: إتمام التكبير في الركوع، 1 / 272، الرقم: 752، ومسلم في الصحيح، كتاب: الصلاة، باب: إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة، 1 / 293، الرقم: 392، والنسائي في السنن، كتاب: التطبيق، باب: التكبير للنهوض، 2 / 235، الرقم: 1155، وأحمد بن حنبل في المسند، 2 / 236، الرقم: 7219، ومالك في الموطأ، 1 / 76، الرقم: 166، والطحاوي في شرح معاني الآثار، 1 / 221.

”حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے، وہ جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔“

عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه، أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ. فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، أَخَذَ بِيَدِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ: قَدْ ذَكَّرَنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم. أَوْ قَالَ: لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: إتمام التكبير في السجود، 1/272، الرقم: 753، ومسلم في الصحيح، كتاب: الصلاة، باب: إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة، 1/295، الرقم: 393، وأحمد بن حنبل في المسند، 4/444.

’’حضرت مطرف بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی جب سر اٹھایا تو تکبیر کہی اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو تکبیر کہی۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: انہوں نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد کرا دی ہے (یا فرمایا:) انہوں نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے۔‘‘

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)، حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ: (رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ). قَالَ عَبْدُ اللهِ: (وَلَكَ الْحَمْدُ)، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِي، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا، وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: التكبير إذا قام من السجود، 1/272، الرقم: 756، ومسلم في الصحيح، كتاب: الصلاة، باب: إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة، 1/293، الرقم: 392.

’’حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے پھر (سمع اللہ لمن حمدہ) کہتے جب کہ رکوع سے اپنی پشت مبارک کو سیدھا کرتے پھر سیدھے کھڑے ہو کر (ربنا لک الحمد) کہتے۔ پھر جھکتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے پھر سجدے سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ پوری ہو جاتی اور جب دو رکعتوں کے آخر میں بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔‘‘

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رضي الله عنه كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ وَغَيْرِهَا، فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ، فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُوْلُ: (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)، ثُمَّ يَقُوْلُ: (رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)، قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُوْلُ: (اللهُ أَكْبَرُ)، حِيْنَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ

مِنَ السُّجُوْدِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الاِثْنَتَيْنِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِکَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، حَتّٰي يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُوْلُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم، إِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ لَصَلَاتَهُ حَتّٰي فَارَقَ الدُّنْيَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ.

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: يهوي بالتكبير حين يسجد، 1/ 276، الرقم: 770، وأبو داود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: تمام التكبير، 1/ 221، الرقم: 836.

''ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز میں تکبیر کہتے خواہ وہ فرض ہوتی یا دوسری، ماہِ رمضان میں ہوتی یا اس کے علاوہ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ) کہتے۔ پھر سجدہ کرنے سے پہلے (رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ) کہتے۔ پھر جب سجدے کے لئے جھکتے تو (اللهُ أَكْبَرُ) کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب (دوسرا) سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسری رکعت کے قعدہ سے اٹھتے تو تکبیر کہتے، اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ پھر فارغ ہونے پر فرماتے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم سب میں سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تادمِ وصال اسی طریقہ پر نماز ادا کی۔''

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ مَالِکَ ابْنَ الْحُوَيْرِثِ رضي الله عنه قَالَ لِأَصْحَابِهٖ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم؟ قَالَ: وَذَاکَ فِي غَيْرِ حِيْنِ صَلَاةٍ، فَقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ، فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ هُنَيَّةً، فَصَلّٰي صَلَاةَ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا. قَالَ أَيُّوْبُ: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهٗ، كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ وَالرَّابِعَةِ. قَالَ: فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صلي الله عليه وآله وسلم فَأَقَمْنَا عِنْدَهٗ، فَقَالَ: لَوْ رَجَعْتُمْ إِلٰي أَهْلِيْكُمْ، صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: صفة الصلاة، باب: المكث بين السجدتين وإتمام التكبير في الركوع، 1/ 282، الرقم: 785.

''حضرت ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں؟ اور یہ نماز کے معینہ اوقات کے علاوہ کی بات ہے۔ سو انہوں نے قیام کیا، پھر رکوع کیا تو تکبیر کہی پھر سر اٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا، پھر تھوڑی دیر سر اٹھائے رکھا پھر سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر سر اٹھائے رکھا۔ انہوں نے ہمارے ان بزرگ حضرت عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب کا بیان ہے وہ ایک کام ایسا کرتے جو میں نے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ دوسری اور چوتھی رکعت میں بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور جو بڑا ہو وہ تمہاری امامت

کرے۔''

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم؟ قَالَ: فَصَلَّي فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ. وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ: ثُمَّ لَمْ يُعِدْ. وَقَالَ أَبُوْ عِيْسَي: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

أخرجہ أبو داود في السنن، کتاب: التطبيق، باب: من لم يذکر الرفع عند الرکوع، 1 / 286، الرقم: 748، والترمذي في السنن، کتاب: الصلاة عن رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم، باب: رفع اليدين عند الرکوع، 1 / 297، الرقم: 257، والنسائي في السنن، کتاب: الافتتاح، باب: ترک ذلک، 2 / 131، الرقم: 1026، وفي السنن الکبری، 1 / 221، 351، الرقم: 645، 1099، وأحمد بن حنبل في المسند، 1 / 388، 441، وابن أبي شيبة في المصنف، 1 / 213، الرقم: 2441.

''حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ کے سوا اپنے ہاتھ نہ اٹھائے۔'' امام نسائی کی بیان کردہ روایت میں ہے: ''پھر انہوں نے ہاتھ نہ اٹھائے۔''

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَمْرٍو وَأَبُوْ حُذَيْفَةَ رضي الله عنهم. قَالُوْا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا. قَالَ: فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَرَّةً وَاحِدَةً. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

أخرجہ أبو داود في السنن، کتاب: التطبيق، باب: من لم يذکر الرفع عند الرکوع، 1 / 286، الرقم: 749.

''حضرت حسن بن علی، معاویہ، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ سفیان نے اپنی سند کے ساتھ ہم سے حدیث بیان کی (کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) پہلی دفعہ ہی ہاتھ اٹھائے، اور بعض نے کہا: ایک ہی مرتبہ ہاتھ اٹھائے۔''

عَنِ الْبَرَاءِ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَي قَرِيْبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ.

أخرجہ أبو داود في السنن، کتاب: الصلاة، باب: من لم يذکر الرفع عند الرکوع، 1 / 287، الرقم: 750، وعبد الرزاق في المصنف، 2 / 70، الرقم: 2530، وابن أبي شيبة في المصنف، 1 / 213، الرقم: 2440، والدارقطني في السنن، 1 / 293، والطحاوي في شرح معاني الآثار، 1 / 253، الرقم: 1131.

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے، اور پھر ایسا نہ کرتے۔''

عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رضي الله عنه كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ التَّكْبِيْرِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ إِلَي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ. وَيَأْثُرُ ذَلِکَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم. رَوَاهُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ.

أخرجہ الخوارزمي في جامع المسانيد، 1 / 355.

''حضرت اسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے، پھر

نماز میں کسی اور جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے اور یہ عمل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کرتے۔"

عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضي الله عنهما، فَلَمْ يَرْفَعُوْا أَيْدِيَهِمْ إِلَّا عِنْدَ اسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ.

أخرجه الدارقطني في السنن، 1/295، وأبو يعلى في المسند، 8/453، الرقم: 5039، والبيهقي في السنن الكبرى، 2/79، والهيثمي في مجمع الزوائد، 2/101.

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، یہ سب حضرات صرف نماز کے شروع میں ہی اپنے ہاتھ بلند کرتے تھے۔"

عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ : رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّي يُحَاذِيَ بِهِمَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَا يَرْفَعُهُمَا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ. رَوَاهُ أَبُوْ عَوَانَةَ.

أخرجه أبو عوانة في المسند، 1/423، الرقم: 1572.

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کرنا چاہتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، اور بعض نے کہا دونوں سجدوں کے درمیان (ہاتھ) نہیں اٹھاتے تھے۔"

عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ : رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ.

أخرجه الطحاوي في شرح معاني الآثار، 1/294، الرقم: 1329.

"حضرت اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز ادا کرتے دیکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے، پھر (بقیہ نماز میں ہاتھ) نہیں اٹھاتے تھے۔"

عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عَلِيًّا رضي الله عنه كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ.

الحديث رقم 27: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، 1/213، الرقم: 2444.

"عاصم بن کلیب اپنے والد کلیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ میں ہی ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر دوران نماز میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔"

بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

باب: نماز کا آغاز کرنا

728- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ شَرِيْكٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ،

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّتَاءِ فَرَأَيْتُ أَصْحَابَهُ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي ثِيَابِهِمْ فِي الصَّلَاةِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں سردی کے موسم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے اصحاب کو دیکھا کہ وہ نماز کے دوران اپنے بندوں کے اندر ہی رفع یدین کر رہے تھے۔

730 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى - وَهٰذَا حَدِيثُ أَحْمَدَ - قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ، فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُو قَتَادَةَ، قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: فَلِمَ؟ فَوَاللهِ مَا كُنْتَ بِأَكْثَرِنَا لَهُ تَبَعًا وَلَا أَقْدَمِنَا لَهُ صُحْبَةً، قَالَ: بَلَى، قَالُوا: فَاعْرِضْ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حَتَّى يَقِرَّ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يَصُبُّ رَأْسَهُ وَلَا يُقْنِعُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، فَيَقُولُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَهْوِي إِلَى الْأَرْضِ فَيُجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا، وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ، وَيَسْجُدُ ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلَى مَوْضِعِهِ، ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الْأُخْرَى مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي بَقِيَّةِ صَلَاتِهِ حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ، قَالُوا: صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام' جن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے' کی موجودگی میں کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں آپ سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ ان حضرات نے کہا: وہ کیسے؟ اللہ کی قسم! نہ تو آپ ہم سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں اور نہ ہم سے زیادہ پرانے صحابی ہیں' تو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! (ایسا ہی ہے) ان لوگوں نے کہا: پھر آپ پیش کیجئے' تو حضرت ابوحمید ساعدی نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے' تو آپ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے' پھر آپ تکبیر کہتے تھے۔ یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر اعتدال کی

729- حديث صحيح، وهذا اسناد اختلف فيه على شريك كما سلف بيانه فيما قبله، والظاهر ان فيه انقطاعاً، فقد رواه غير شريك عن عاصم بن كليب، حدثني عبد الجبار ابن وائل، عن بعض اهله، عن وائل. واراد ببعض اهله علقمة وغيره. واخرجه البغوي في "شرح السنة" (565) من طريق المصنف بهذا الاسناد. واخرجه احمد (18847) عن وكيع، به.

جگہ پر آ جاتی تھی۔ پھر آپ تلاوت شروع کرتے تھے۔ آپ تکبیر کہتے تھے اور دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے' پھر آپ رکوع میں چلے جاتے تھے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے' پھر آپ اعتدال کی حالت میں رہتے تھے۔ آپ اپنے سر کو نہ جھکاتے تھے نہ اٹھاتے تھے۔ پھر آپ اپنا سر اٹھاتے تھے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تھے' پھر آپ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے جو اعتدال کی حالت میں ہوتے تھے۔ جب آپ اللہ اکبر کہتے تھے' پھر زمین کی طرف جھکتے تھے۔ پھر آپ اپنے دونوں بازو پہلوؤں سے دور رکھتے تھے' پھر آپ اپنا سر اٹھاتے تھے اور بائیں ٹانگ کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے تھے۔ آپ اپنے پاؤں کی انگلیوں کو سجدے کے دوران موڑ لیتے تھے' پھر آپ سجدے میں جاتے تھے اور اللہ اکبر کہتے تھے' پھر آپ اپنا سر اٹھاتے تھے اور بائیں ٹانگ بچھا لیتے تھے اور اس پر بیٹھ جاتے تھے' یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی مخصوص جگہ پر آ جاتی تھی' پھر آپ دوسری رکعت میں بھی اس طرح کرتے تھے' پھر جب آپ دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تھے' تو آپ تکبیر کہتے تھے۔ دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے۔ جس طرح آپ نے نماز کے آغاز میں تکبیر کہتے ہوئے کیا تھا' اور پھر آپ بقیہ نماز میں بھی اس طرح کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ سجدہ کر لیتے جس کے بعد سلام پھیرنا ہوتا تھا۔ تو آپ اپنی بائیں ٹانگ کو باہر نکال کر بائیں پہلو کے بل تورک کے طور پر بیٹھ جاتے تھے۔

تو ان صحابہ کرام عنہم نے کہا: آپ نے ٹھیک کہا ہے نبی اکرم ﷺ اسی طرح نماز ادا کرتے تھے۔

731 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الْعَامِرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَقَالَ: فَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ كَفَّيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ غَيْرَ مُقْنِعٍ رَأْسَهُ، وَلَا صَافِحٍ بِخَدِّهِ، وَقَالَ: فَإِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى، فَإِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ أَفْضَى بِوَرِكِهِ الْيُسْرَى إِلَى الْأَرْضِ وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ.

محمد بن عمرو عامری بیان کرتے ہیں: میں صحابہ کرام عنہم کی ایک محفل میں موجود تھا۔ ان حضرات نے نبی اکرم ﷺ کی نماز کا ذکر کیا' تو حضرت ابوحمید نے فرمایا: (اس کے بعد راوی نے حدیث کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے' جس کے یہ الفاظ ہیں:) جب نبی اکرم ﷺ رکوع میں جاتے تھے' تو آپ اپنی دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے۔ آپ اپنی انگلیوں کو کشادہ رکھتے تھے۔ آپ اپنی کمر کو بالکل سیدھا رکھتے تھے۔ اپنے سر کو اٹھا کر نہیں رکھتے تھے اور اپنے رخسار کو اِدھر اُدھر نہیں موڑتے تھے۔

انہوں نے یہ بھی بتایا: جب نبی اکرم ﷺ دو رکعت کے بعد بیٹھتے تھے' تو آپ اپنے بائیں پاؤں کے تلوے پر بیٹھتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر لیتے تھے اور جب آپ چار رکعت کے بعد بیٹھتے تھے' تو آپ اپنی بائیں سرین کو زمین کے ساتھ ملا لیتے تھے

731- اسناده حسن، رواية قتيبة عن ابن لهيعة- واسمه عبد الله- قوية، وباقي رجاله ثقات. واخرجه بنحوه البخاري (828) من طريق سعيد بن ابي هلال، عن محمد بن عمرو بن حلحلة، بهذا الاسناد. وسيكرر برقم (965). وانظر ما قبله.

اور دونوں پاؤں ایک ہی طرف سے باہر نکال لیتے تھے۔

732 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيِّ، وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، نَحْوَ هَذَا قَالَ: فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ محمد بن عمرو کے حوالے سے منقول ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں:

''جب نبی اکرم ﷺ سجدے میں جاتے تھے۔ آپ اپنے ہاتھ (زمین پر) یوں رکھتے تھے: آپ (کے بازو) بچھے ہوئے نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی سمٹے ہوئے ہوتے تھے اور آپ کی انگلیوں کے کناروں کا رُخ قبلے کی طرف ہوتا تھا''۔

733 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، حَدَّثَنِي زُهَيْرٌ أَبُو خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ، حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، أَحَدِ بَنِي مَالِكٍ، عَنْ عَبَّاسٍ أَوْ عَيَّاشِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَبُوهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْمَجْلِسِ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ، وَأَبُو أُسَيْدٍ بِهَذَا الْخَبَرِ يَزِيدُ أَوْ يَنْقُصُ قَالَ فِيهِ: ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ يَعْنِي مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ فَسَجَدَ فَانْتَصَبَ عَلَى كَفَّيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَصُدُورِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، ثُمَّ كَبَّرَ فَجَلَسَ فَتَوَرَّكَ وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْأُخْرَى، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ، ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ، قَالَ: ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتَّى إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَنْهَضَ لِلْقِيَامِ قَامَ بِتَكْبِيرَةٍ، ثُمَّ رَكَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ وَلَمْ يَذْكُرِ التَّوَرُّكَ فِي التَّشَهُّدِ.

عباس بن سہل ساعدی بیان کرتے ہیں: وہ ایک محفل میں موجود تھے جس میں ان کے والد بھی تھے جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی تھے۔ اس محفل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ (اس کے بعد راوی نے یہ روایت نقل کی ہے جس میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں)

پھر نبی اکرم ﷺ اپنے سر کو اٹھاتے تھے یعنی رکوع سے اٹھاتے تھے پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ پڑھتے تھے۔ پھر آپ اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے اللہ اکبر کہتے تھے اور سجدے میں چلے جاتے تھے۔ آپ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر اور پنجوں کو زمین پر ٹکا لیتے تھے۔ پھر آپ اللہ اکبر کہہ کر بیٹھ جاتے تھے اور تورک کرتے تھے آپ اپنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے تھے۔ پھر آپ تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں چلے جاتے تھے اور تکبیر کہتے ہوئے اٹھتے تھے اور تورک نہیں کرتے تھے۔

پھر راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: پھر آپ دو رکعت کے بعد بیٹھتے تھے پھر جب آپ اٹھنے کا ارادہ

کرتے تھے تو آپ تکبیر کہہ کر کھڑے ہوتے تھے۔ پھر آپ آخری دو رکعت ادا کرتے تھے تاہم اس تشہد میں راوی نے تورک کا ذکر نہیں کیا۔

724- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، اَخْبَرَنِي فُلَيْحٌ، حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: اجْتَمَعَ اَبُوْ حُمَيْدٍ، وَاَبُوْ اُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَذَكَرُوا صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ: اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا، قَالَ: ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَاَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا، وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَتَجَافٰى عَنْ جَنْبَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ سَجَدَ فَاَمْكَنَ اَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ وَنَحّٰى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ حَتّٰى رَجَعَ كُلُّ عَظْمٍ فِيْ مَوْضِعِهٖ حَتّٰى فَرَغَ، ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنٰى عَلٰى قِبْلَتِهٖ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَكَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاُصْبُعِهٖ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ حَكِيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ، لَمْ يَذْكُرِ التَّوَرُّكَ وَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ فُلَيْحٍ وَذَكَرَ الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ نَحْوَ جِلْسَةِ حَدِيْثِ فُلَيْحٍ، وَعُتْبَةَ.

❁❁ عباس بن سہل بیان کرتے ہیں: حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ، حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ ان حضرات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا' تو حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہوں (اس کے بعد راوی نے اس حدیث کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں:)

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاتے اور اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے تھے۔ یوں جیسے آپ نے ان گھٹنوں کو پکڑا ہوا ہے اور آپ اپنے ہاتھوں کو تانت بنالیتے تھے۔ آپ اپنے بازو پہلو سے دور رکھتے تھے۔

اس میں راوی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں: جب آپ سجدے میں جاتے تھے' تو آپ اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر ٹکا دیتے تھے اور اپنے دونوں بازو پہلوؤں سے دور رکھتے تھے۔ آپ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے مدمقابل رکھتے تھے' پھر جب آپ سر اٹھاتے تھے' تو ہر ہڈی اپنی مخصوص جگہ پر آجاتی تھی۔ یہاں تک کہ جب آپ (نماز پڑھ کر) فارغ ہوتے تھے اور بیٹھتے تو آپ اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیتے تھے اور دائیں پاؤں کے اگلے حصے کے ذریعے قبلہ کی طرف رُخ کر لیتے تھے آپ اپنا دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عتبہ بن ابوحکیم نے عبداللہ بن عیسیٰ کے حوالے سے عباس بن سہل سے نقل کی ہے انہوں نے اس میں' تورک کا ذکر نہیں کیا اور انہوں نے فلیح کی روایت کی مانند روایت ذکر کی ہے اور حسن بن حر نے فلیح اور عتبہ

کی روایت میں مذکور بیٹھنے کے انداز کی مانند روایت ذکر کی ہے۔

735 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي عُتْبَةُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِيسَى، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: وَإِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَخِذَيْهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، سَمِعْتُ عَبَّاسَ بْنَ سَهْلٍ، حَدَّثَ فَلَمْ أَحْفَظْهُ فَحَدَّثَنِيهِ، أُرَاهُ ذَكَرَ عِيسَى بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ، قَالَ: حَضَرْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ،

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عباس بن سہل کے حوالے سے حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

"جب آپ سجدے میں جاتے تو زانوں کو کشادہ رکھتے اور پیٹ کو زانوں کے ساتھ نہیں ملاتے تھے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن مبارک نے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں: فلیح نے عباس بن سہل کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اس روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں "انہوں نے مجھے حدیث بیان کی"۔

میرا یہ خیال ہے عیسیٰ بن عبداللہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ انہوں نے یہ روایت عباس بن سہل سے سنی ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

736 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَّاهُ قَالَ: فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَجَافَى عَنْ إِبْطَيْهِ قَالَ حَجَّاجٌ: وَقَالَ هَمَّامٌ: وحَدَّثَنَا شَقِيقٌ، حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هَذَا، وَفِي حَدِيثِ أَحَدِهِمَا وَأَكْبَرُ عِلْمِي أَنَّهُ حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ وَإِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى فَخِذِهِ

عبدالجبار بن وائل اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کرتے ہیں، جس میں یہ الفاظ ہیں:

"جب آپ سجدے میں گئے، تو آپ نے اپنے دونوں گھٹنے ہتھیلیوں سے پہلے زمین پر رکھے اور جب آپ نے سجدہ کیا، تو آپ نے اپنی پیشانی کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا اور بغلوں کو کشادہ رکھا"۔

حجاج کہتے ہیں: ہمام نے یہ بات بیان کی ہے۔ شقیق نے عاصم بن کلیب کے حوالے سے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

736- حديث حسن، وهذا اسناد منقطع، عبد الجبار بن وائل لم يسمع من ابيه وائل بن حجر. وضع الركبتين قبل الكفين في السجود سياتي تخريجه والكلام عليه برقم (838) و (839).

ان دونوں میں کسی ایک کی روایت میں ویسے میرا زیادہ خیال ہے محمد بن جحادہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:
''جب آپ اٹھے تو آپ دونوں گھٹنوں کے بل اٹھے اور آپ نے اپنے زانوں پر ٹیک لی''۔

737- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ فِطْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ إِبْهَامَيْهِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ

عبدالجبار بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنے دونوں انگوٹھے کانوں کی لو تک بلند کیے۔

738- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ لِلسُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب نماز کے لئے تکبیر کہتے تھے' تو آپ دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر بلند کرتے تھے' جب آپ رکوع کرتے تھے' تو ایسا ہی کرتے تھے۔ سجدے سے اٹھتے تھے' تو بھی ایسا ہی کرتے تھے اور جب دو رکعت کے بعد اٹھتے تھے' تو بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (یعنی رفع یدین کرتے تھے)۔

سجدے میں پہلے ہاتھ یا گھٹنے زمین پر رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "تم میں سے کوئی جب سجدہ کرے تو وہ اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔

(ابوداؤد، سنن نسائی، داری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 863)

اور ابوسلیمان خطابی نے کہا ہے کہ حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس حدیث سے زیادہ (صحیح) ثابت ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اونٹ زمین پر بیٹھنے کے وقت اپنے دونوں گھٹنے زمین پر پہلے رکھتا ہے۔ اس طرح سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے زمین پر نہ ٹیکے جائیں۔

آپ ﷺ نے اونٹ کی بیٹھک سے مشابہت دی ہے باوجود یہ کہ اونٹ بیٹھتے وقت زمین پر پاؤں رکھنے سے پہلے ہاتھ رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا گھٹنا پاؤں میں ہوتا ہے اور جانور کا گھٹنا ہاتھ میں ہوتا ہے لہذا جب کوئی آدمی سجدے میں جاتے وقت زمین پر پہلے گھٹنے رکھے گا تو اونٹ کے بیٹھنے سے مشابہت ہوگی۔

بہرحال۔ یہ حدیث اوپر کی حدیث کے مخالف ہے کیونکہ پہلی حدیث تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکے

740 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ كَثِيرٍ يَعْنِي السَّعْدِيَّ، قَالَ: صَلَّى إِلَى جَنْبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاوُسٍ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الْأُولَى فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنْهَا رَفَعَ يَدَيْهِ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَأَنْكَرْتُ ذٰلِكَ. فَقُلْتُ: لِوُهَيْبِ بْنِ خَالِدٍ. فَقَالَ لَهُ: وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ تَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَ أَحَدًا يَصْنَعُهُ فَقَالَ ابْنُ طَاوُسٍ: رَأَيْتُ أَبِي يَصْنَعُهُ. وَقَالَ أَبِي: رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَصْنَعُهُ وَلَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ

❀❀ نضر بن کثیر بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن طاؤس نے مسجد خیف میں میرے پہلو میں نماز ادا کی۔ جب انہوں نے پہلے سجدے سے سر اٹھایا تو دونوں ہاتھ اپنے چہرے کے مدمقابل تک اٹھائے۔ میں نے اس بات پر انکار کیا میں نے وہب بن خالد سے کہا: وہب بن خالد نے ان سے کہا: یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ میں نے کسی کو ایسے کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے تو عبداللہ بن طاؤس نے کہا: میں نے اپنے والد کو ایسے کرتے دیکھا ہے اور میرے والد نے یہ بات بتائی ہے میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میرے علم کے مطابق انہوں نے یہ بھی بتایا تھا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔

741 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا، قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَيَرْفَعُ ذٰلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الصَّحِيحُ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ، لَيْسَ بِمَرْفُوعٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى بَقِيَّةُ أَوَّلَهُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ وَأَسْنَدَهُ وَرَوَاهُ الثَّقَفِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، وَأَوْقَفَهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ، قَالَ فِيهِ: وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ يَرْفَعُهُمَا إِلَى ثَدْيَيْهِ وَهٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، وَمَالِكٌ، وَأَيُّوبُ وَابْنُ جُرَيْجٍ مَوْقُوفًا وَأَسْنَدَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحْدَهُ عَنْ أَيُّوبَ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَيُّوبُ، وَمَالِكٌ الرَّفْعَ إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ وَذَكَرَهُ اللَّيْثُ فِي حَدِيثِهِ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ فِيهِ: قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَجْعَلُ الْأُولَى أَرْفَعَهُنَّ؟ قَالَ: لَا، سَوَاءً قُلْتُ أَشِرْ لِي فَأَشَارَ إِلَى الثَّدْيَيْنِ أَوْ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب وہ نماز شروع کرتے تھے تو تکبیر کہتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع میں جاتے تھے تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ پڑھاتے تھے اور جب دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تھے تو بھی رفع یدین کرتے تھے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے تھے۔

741- اسناده صحيح. وقول المصنف: الصحيح قول ابن عمر ليس بمرفوع، مدفوع، فقد رواه غير واحد عن نافع عن ابن عمر مرفوعاً. وصحح رفعه البخاري، وقال الدارقطني في "العلل" كما في "فتح الباري" 2/222: والاشبه بالصواب قول عبد الاعلى، يعني مرفوعاً. قلنا: وسلف مرفوعاً من طريق سالم عن ابن عمر برقم (721). واخرجه البخاري في "الصحيح" (739)، والبيهقي 2/70 و136 من طريق عبد الاعلى بن عبد الاعلى، بهذا الاسناد. وخالف عبد الاعلى عبد الوهاب الثقفي عن عبيد الله، فرواه موقوفاً كما عند البخاري في رفع اليدين (80).

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے یہ مرفوع حدیث نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بقیہ نے اس روایت کا ابتدائی حصہ عبیداللہ کے حوالے سے مسند روایت کے طور پر نقل کیا ہے' جبکہ ثقفی نے اس روایت کو عبیداللہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

''جب وہ دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تھے تو دونوں ہاتھ سینے تک بلند کرتے تھے''۔

یہ روایت مستند ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) لیث بن سعد' امام مالک' ایوب' ابن جریج نے یہ روایت موقوف حدیث کے طور پر نقل کی ہے' جبکہ صرف حماد بن سلمہ نے ایوب کے حوالے سے اسے مسند روایت کے طور پر نقل کیا۔

ایوب اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے دو سجدوں کے بعد کھڑا ہونے کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیا ہے لیث نے اپنی روایت میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن جریج نے اس روایت میں یہ کہا ہے میں نے نافع سے کہا: کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آغاز میں دونوں ہاتھ زیادہ بلند کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! برابر ہی کرتے تھے میں نے کہا: آپ مجھے اشارہ کر کے دکھائیں' تو انہوں نے سینے تک ہاتھ اٹھا کر یا اس سے کچھ نیچے تک ہاتھ اٹھا کر مجھے دکھائے۔

742 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، كَانَ اِذَا ابْتَدَاَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا دُوْنَ ذٰلِكَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ رَفْعَهُمَا دُوْنَ ذٰلِكَ اَحَدٌ غَيْرُ مَالِكٍ فِيْمَا اَعْلَمُ

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز کا آغاز کرتے تھے' تو دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو دونوں ہاتھ اس سے کچھ نیچے تک بلند کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میرے علم کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور کسی نے بھی کچھ نیچے تک رفع یدین کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

بَابُ مَنْ ذَكَرَ اَنَّهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا قَامَ مِنَ الثِّنْتَيْنِ

باب: جن حضرات نے یہ بات ذکر کی ہے: دو رکعت کے بعد کھڑے ہونے پر رفع یدین کیا جائے گا

743 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تھے' تو تکبیر کہتے

ہوئے رفع یدین کرتے تھے۔

744- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَيَصْنَعُ مِثْلَ ذٰلِكَ اِذَا قَضَى قِرَاءَتَهُ وَاَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ، وَيَصْنَعُهُ اِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ وَكَبَّرَ. قَالَ اَبُو دَاوُدَ فِي حَدِيثِ اَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ حِينَ وَصَفَ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

❀❀ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے، تو تکبیر کہتے ہوئے، دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند کرتے تھے، اسی طرح (رفع یدین) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کرتے تھے، جب قرأت ختم کر کے رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تھے، اور یہ عمل (یعنی رفع یدین) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کرتے تھے، جب رکوع سے (سر کو) اٹھاتے تھے، نماز میں بیٹھے ہونے کے دوران آپ کسی بھی موقع پر رفع یدین نہیں کرتے تھے، جب آپ دو رکعت کے بعد (قعدہ کے بعد) کھڑے ہوتے تھے، تو اسی طرح رفع یدین کرتے تھے اور تکبیر کہتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے منقول روایت میں یہ مذکور ہے: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقے کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تھے، تو تکبیر کہتے تھے اور دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے، جس طرح نماز کے آغاز میں تکبیر کہتے ہوئے (دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے)۔

745- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا كَبَّرَ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ حَتّٰى يَبْلُغَ بِهِمَا فُرُوعَ اُذُنَيْهِ

❀❀ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے تکبیر کہی، جب آپ رکوع میں گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا، تو آپ نے دونوں ہاتھ کانوں کی لوؤں تک اٹھائے۔

746- حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِي، ح وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ

745- اسناده صحيح. واخرجه النسائي في "الكبرى" (956) من طريق شعبة، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (391) (25) من طريق ابي عوانة، ومسلم (391) (26)، والنسائي (647) و (957) و (1098) من طرق عن سعيد بن ابي عروبة، كلاهما عن قتادة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (20531) و (20535). واخرجه البخاري (737)، ومسلم (391) (24) من طريق ابي قلابة، عن مالك ابن الحويرث دون قوله: "حتى يبلغ بهما فروع اذنيه." واخرجه النسائي (676) و (677) من طريقين عن سعيد بن ابي عروبة.

إِسْحَاقَ الْمَغْلِي، عَنْ عِمْرَانَ، عَنْ لَاحِقٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَوْ كُنْتُ قُدَّامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَأَيْتُ إِبْطَيْهِ، زَادَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: يَقُولُ لَاحِقٌ: أَلَا تَرَى أَنَّهُ فِي الصَّلَاةِ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَكُونَ قُدَّامَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَزَادَ مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ. يَعْنِي إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوتا تو (رفع یدین کے وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلیں دیکھ سکتا تھا۔

ابن معاذ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: لاحق (نامی راوی کہتے ہیں:) کیا آپ نے غور نہیں کیا؟ وہ نماز کی حالت میں ہوتے ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہیں ہو سکتے تھے۔

موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: یعنی جب آپ تکبیر کہتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے۔

747 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا رَكَعَ طَبَّقَ يَدَيْهِ بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ قَالَ: فَبَلَغَ ذٰلِكَ سَعْدًا، فَقَالَ: صَدَقَ أَخِي، قَدْ كُنَّا نَفْعَلُ هٰذَا ثُمَّ أَمَرَنَا بِهٰذَا يَعْنِي الْإِمْسَاكَ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز کا طریقہ تعلیم دیا، آپ نے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا، جب آپ رکوع میں گئے تو آپ نے دونوں ہاتھوں میں تطبیق دے کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ لیے۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس بات کی اطلاع حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ملی، تو انہوں نے فرمایا: میرے بھائی نے ٹھیک کہا ہے، پہلے ہم اسی طرح کیا کرتے تھے، پھر بعد میں ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا، یعنی گھٹنے پکڑنے کا (حکم دیا گیا)۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوعِ

باب: جن حضرات نے رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیا

748 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ يَعْنِي ابْنَ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا حَدِيثٌ مُخْتَصَرٌ مِنْ حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَلَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ عَلَى هٰذَا اللَّفْظِ

علقمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق نماز نہ پڑھاؤں؟ (راوی بیان کرتے ہیں:) تو انہوں نے صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ ایک طویل حدیث کا مختصر (حصہ) ہے۔ یہ ان الفاظ کے حوالے سے صحیح نہیں ہے۔

749 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَعُودُ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا آغاز کرتے تھے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے تھے، پھر آپ دوبارہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔

750 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ، نَحْوَ حَدِيثِ شَرِيكٍ، لَمْ يَقُلْ: ثُمَّ لَا يَعُودُ، قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ لَنَا بِالْكُوفَةِ بَعْدُ ثُمَّ لَا يَعُودُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ، وَخَالِدٌ، وَابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ يَزِيدَ، لَمْ يَذْكُرُوا ثُمَّ لَا يَعُودُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں:

"پھر آپ دوبارہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے"۔

سفیان کہتے ہیں: انہوں نے بعد میں کوفہ میں ہمارے سامنے یہ الفاظ بیان کیے۔

"پھر آپ دوبارہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے"۔

751 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، وَخَالِدُ بْنُ عَمْرٍو، وَأَبُو حُذَيْفَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، بِإِسْنَادِهِ بِهٰذَا قَالَ: فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَرَّةً وَاحِدَةً

یہی روایت ایک سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"تو انہوں نے نماز کے آغاز میں رفع یدین کیا"۔

بعض راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "ایک مرتبہ کیا"۔

752 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَخِيهِ عِيسَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا حَتَّى انْصَرَفَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا آغاز کیا تو رفع یدین کیا، پھر آپ نے نماز ختم کرنے تک رفع یدین نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "صحیح" نہیں ہے۔

753 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَمْعَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تھے' تو دونوں ہاتھ کھینچ کر بلند کرتے تھے۔

بَابُ وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا

754 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ، يَقُولُ: صَفُّ الْقَدَمَيْنِ وَوَضْعُ الْيَدِ عَلَى الْيَدِ مِنَ السُّنَّةِ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: دونوں پاؤں برابر رکھنا، اور ایک ہاتھ دوسرے پر رکھنا سنت ہے۔

755 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ، عَنْ هُشَيْمِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَبِي زَيْنَبَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے: انہوں نے نماز پڑھتے ہوئے بایاں ہاتھ' دائیں ہاتھ پر رکھ دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا، تو ان کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

756 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ، دوسرے ہاتھ پر، ناف کے نیچے رکھا جائے۔

757 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ يَعْنِي ابْنَ أَعْيَنَ، عَنْ أَبِي بَدْرٍ، عَنْ أَبِي طَالُوتَ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ الضَّبِّيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَوْقَ السُّرَّةِ قَالَ أَبُو مِجْلَزٍ: تَحْتَ السُّرَّةِ وَرُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ

753 - اسناده صحيح، يحيى: هو ابن سعيد القطان، وابن ابى ذئب: هو محمد بن عبد الرحمن، وسعيد بن سمعان: هو الانصارى الزرقى مولاهم المدنى. واخرجه الترمذى (237)، والنسائى فى "الكبرى" (959) من طريق ابن ابى ذئب، بهذا الاسناد. ورواية النسائى اطول مما هنا. وهو مطولاً ايضاً فى "مسند احمد" (9608) و (10492).

757 - اسناده ضعيف، جرير الضبى وابنه - واسمه غزوان - مجهولان، وليس لهما فى الكتب الستة سوى هذا الحديث. ابو بدر: هو شجاع بن الوليد، وابو طالوت: هو عبد السلام بن ابى حازم. واخرجه ابن ابى شيبة /3901 عن وكيع، والبيهقى /292-30 من طريق مسلم ابن ابراهيم،

ابن جریر ضبی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے دائیں ہاتھ کے ذریعے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ کر اسے ناف سے اوپر رکھا ہوا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سعید بن جبیر سے "ناف سے اوپر" کے الفاظ منقول ہیں۔

ابومجلز نے "ناف سے نیچے" کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

یہی بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، تاہم یہ روایت قوی نہیں ہے۔

758- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ، عَنْ سَيَّارٍ أَبِي الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَخْذُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ: يُضَعِّفُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ إِسْحَاقَ الْكُوفِيَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نماز کے دوران، ناف کے نیچے، ہتھیلی، ہتھیلی پر رکھی جائے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو، عبدالرحمان بن اسحاق کوفی نامی راوی کو ضعیف قرار دیتے ہوئے سنا ہے۔

759- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرٰى، ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ

طاؤس بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ، بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے، اور پھر آپ انہیں اپنے سینے پر باندھا کرتے تھے، (یعنی) جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے دلائل کا بیان

دلیل نمبر: 1

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" (سورۃ کوثر: 2)

ترجمہ: نماز پڑھیے! اپنے رب کے لیے اور قربانی کیجیے۔

تفسیر: رَوَى الْإِمَامُ أَبُو بَكْرٍ الْأَثْرَمُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صَهْبَانَ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ فِي قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} قَالَ وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (سنن الاثرم بحوالہ التمہید: ج8، ص164)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے تھے: "نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔"

دلیل نمبر 2: قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج1 ص427، آثار السنن؛ امام نیموی ص87)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔''

دلیل نمبر 3: قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدِ السُّوَائِيِّ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَيْدِيْ عَلَى الْاَيْدِيْ تَحْتَ السُّرَرِ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج1 ص427 الاوسط، امام منذر ج3 ص94)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا نماز کی سنت ہے۔''

دلیل نمبر 4: قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْبَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ هَارُوْنَ قَالَ ثَنَا يَحْيٰى بْنُ عَبْدِالْحَمِيْدِ قَالَ ثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ سَيَّارٍ اَبِي الْحَكَمِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ فِي الصَّلَاةِ۔ (الاوسط، امام منذر؛ ج3 ص94؛ سنن دار قطنی؛ ج1 ص288)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز میں مرد کا اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا، سنت ہے۔''

دلیل نمبر 5: رَوَى الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ زَيْدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبِ الْهَاشِمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ ثَلَاثٌ مِّنْ اَخْلَاقِ الْاَنْبِيَاءِ صَلَاةُ اللهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاْخِيْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ (مسند زید بن علی، ص204)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام کے اخلاق میں سے تین چیزیں ہیں۔

1۔ روزہ جلدی افطار کرنا یعنی اول وقت میں۔

2۔ سحری دیر سے کرنا یعنی آخری وقت میں۔

3۔ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

دلیل نمبر 6: رَوَى الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْبَكْرِ الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدِهٖ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاْخِيْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُكَ يَمِيْنَكَ عَلَى شِمَالِكَ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔

(مختصر خلافیات بیہقی ج2 ص34؛ محلی ابن حزم ج3 ص30)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''انبیائے کرام علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے روزہ جلدی افطار کرنا یعنی اول وقت میں اور دیر سے سحری کرنا یعنی آخری وقت میں اور نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔''

دلیل نمبر7: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْدَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحَاقَ الْكُوْفِيِّ عَنْ سَيَّارٍ اَبِي الْحَكَمِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَخْذُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (سنن ابی داؤد ج1 ص118، اعلاء السنن ج2 ص196)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز میں ہاتھ کی ہتھیلی کو پکڑ کر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔''

دلیل نمبر8: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيْهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيُّ اَخْبَرَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ صَبِيْحٍ عَنْ اَبِيْ مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اَنَّهُ كَانَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ۔

(کتاب الآثار؛ امام ابوحنیفہ بروایۃ امام محمد ج1 ص322، مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص427)

ترجمہ: ''حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (جلیل القدر تابعی ہیں وہ) نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔''

دلیل نمبر9: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْبَكْرِ بْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْسَاَلْتُهُ قَالَ (رَحِمَهُ الله) قُلْتُ كَيْفَ يَضَعُ؟ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهِ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص427، الجوہر النقی؛ ج2 ص31)

ترجمہ: حضرت ابومجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نمازی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر والے حصہ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ظاہری حصہ پر ناف کے نیچے رکھے۔''

دلیل نمبر10: اَلْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيْهُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِيْفَةَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهٖ نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ {يَضَعُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ۔}

(کتاب الآثار؛ امام ابوحنیفہ بروایۃ امام محمد ج1 ص323، احکام القرآن، امام طحاوی؛ ج1 ص185)

ترجمہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نمازی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔''

بَابُ مَا يُسْتَفْتَحُ بِهِ الصَّلَاةُ مِنَ الدُّعَاءِ

باب: نماز کے آغاز میں کون سی دعا پڑھی جائے گی؟

760 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَمِّهِ الْمَاجِشُوْنِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ: وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا مُسْلِمًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِيْ

وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. لَاشَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ لِي اِلَّا اَنْتَ. اَنْتَ رَبِّي وَاَنَا عَبْدُكَ. ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا اِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ. وَاهْدِنِي لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ. وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ. لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ. وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ. تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ. اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ. وَاِذَا رَكَعَ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعِظَامِي وَعَصَبِي. وَاِذَا رَفَعَ. قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ. مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ. وَاِذَا سَجَدَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ. وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ. سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ فَاَحْسَنَ صُوْرَتَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ. وَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ. وَاِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّي اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ.

❁❁ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے، تو تکبیر کہتے پھر یہ پڑھتے:

''میں نے دین حنیف پر گامزن رہتے ہوئے اور مسلمان ہوتے ہوئے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرک نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا، اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں، اے اللہ! تو بادشاہ ہے، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، تو میرا پروردگار ہے، میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنے اوپر ظلم کیا، میں اپنے ذنب کا اعتراف کرتا ہوں، تو میرے تمام ذنوب کی مغفرت کردے، ذنوب کی مغفرت صرف تو ہی کرسکتا ہے، تو اچھے اخلاق پر مجھے ثابت قدم رکھ، اچھے اخلاق پر صرف تو ہی ثابت قدم رکھ سکتا ہے اور مجھ سے برے اخلاق کو دور رکھنا، مجھ سے برے اخلاق صرف تو ہی دور رکھ سکتا ہے۔ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، سعادت مندی تجھ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے، ساری بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے، برائی تیری طرف نہیں جاسکتی، میں تیری مدد سے ہوں، تیری طرف (رجوع کرتا) ہوں، تو برکت والا اور بلند و برتر ہے، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع میں جاتے، تو یہ پڑھتے:

''اے اللہ! میں نے تیرے ہی لئے رکوع کیا، تجھ پر ہی ایمان لایا، تیرے ہی لئے اسلام قبول کیا، میری سماعت، میری بصارت، میرا مغز (گودا) میری ہڈیاں، میرے پٹھے، تیرے حضور میں عاجز ہیں''۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (رکوع سے سر کو) اٹھاتے تو یہ پڑھتے:

''اللہ تعالیٰ نے اسے سن لیا، جس نے اس کی حمد بیان کی، اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے ہی لئے مخصوص ہے جو آسمانوں اور زمین کو بھر (دینے جتنی ہو) اور ان کے درمیان کی جگہ کو بھر (دینے جتنی ہو) اور اس کے بعد جو چیز تو چاہے، اس کو بھر (دینے جتنی ہو)''

نبی اکرم ﷺ جب سجدے میں جاتے تو یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میں نے تیرے ہی لئے سجدہ کیا، تجھ پر ہی ایمان لایا، تیرے ہی لئے اسلام قبول کیا، میرا چہرہ اس ذات کے آگے سجدے میں ہے، جس نے اسے پیدا کیا، اس کو شکل وصورت عطا کی اور بہترین شکل وصورت عطا کی، اسے سماعت اور بصارت سے نوازا، تو اللہ تعالیٰ برکت والا ہے، جو سب سے بہترین خالق ہے''۔

جب نبی اکرم ﷺ نماز کا سلام پھیر دیتے تو یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! جو میں نے پہلے کیا، جو بعد میں کروں گا، جو پوشیدہ طور پر کیا، جو اعلانیہ طور پر کیا، جو اسراف کیا، اور ہر وہ چیز جس کے بارے میں، تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے (ان سب کے حوالے سے) میری مغفرت کر دے، بے شک تو آگے کرنے والا ہے، تو پیچھے کرنے والا ہے، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''۔

شرح

اور امام شافعی کی روایت میں (پہلی دعا میں یدیک) کے بعد یہ الفاظ ہیں: والشر لیس الیک والمھدی من ھدیت انا بک والیک لا منجا منک ولا ملجا الا الیک تبارکت " یعنی برائی تیری طرف منسوب نہیں ہے اور ہدایت یافتہ وہی ہے جس کو تو نے ہدایت بخشی اور میں تیری ہی قوت کے ذریعے ہوں اور تیری طرف رجوع کرنے والا ہوں۔ نہیں ہے نجات (اور بے پروائی) تیری ذات سے اور نہیں ہے پناہ مگر تیری طرف اور تو ہی بابرکت ہے۔"

والشر لیس الیک (یعنی برائی تیری طرف منسوب نہیں ہے) کا مطلب یہ ہے کہ از راہ ادب وتعظیم برائی کی نسبت تیری طرف نہیں کی جاتی اگرچہ برائی وبھلائی کا خالق تو ہی ہے اگر تو نے ایک طرف بھلائی کو پیدا کیا ہے تو دوسری طرف برائی کی بھی تخلیق کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ نے برائی کو پیدا کیا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ اس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ اگر کوئی قباحت و برائی ہے تو وہ بندہ کے ارتکاب میں ہے جیسا کہ ارشاد ہے: من شر ما خلق یعنی میں مخلوق کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ والشر لیس الیک کے معنی یہ ہیں کہ برائی وہ چیز ہے جو تیرے تقرب اور تیری خوشنودی کے حصول کا ذریعہ نہیں ہے یا یہ کہ برائی تیری طرف صعود نہیں کرتی تیری بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی۔ جیسا کہ بھلائی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ الیہ یصعد الکلم الطیب یعنی (اس پروردگار) کی طرف نیک وپاکیزہ باتیں صعود کرتی ہیں یعنی مقبولیت کا درجہ پاتی ہیں)۔

761 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ، اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَيَصْنَعُ مِثْلَ ذٰلِكَ اِذَا قَضٰى قِرَاءَتَهُ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ، وَيَصْنَعُهُ اِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ وَكَبَّرَ وَدَعَا، نَحْوَ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِي الدُّعَاءِ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ الشَّيْءَ وَلَمْ يَذْكُرْ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِيْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ، وَزَادَ فِيْهِ وَيَقُوْلُ: عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ.

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل تک بلند کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت کر کے فارغ ہوتے اور رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تو بھی اسی طرح کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اٹھتے تھے تو بھی اسی طرح کرتے تھے البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران بیٹھنے کے دوران رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تھے تو اسی طرح رفع یدین کرتے تھے اور تکبیر کہتے تھے۔

اس روایت میں راوی نے عبدالعزیز کی نقل کردہ روایت کی مانند دعا نقل کی ہے جس میں الفاظ کی کچھ کمی وبیشی ہے۔ اس راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے ہیں۔

''بھلائی ساری کی ساری تیرے دست قدرت میں ہے برائی تیری طرف نہیں جا سکتی''۔

اس راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! جو میں نے پہلے کیا اور جو بعد میں کیا جو پوشیدہ طور پر کیا جو اعلانیہ طور پر کیا۔ ان سب کے حوالے سے میری مغفرت کر دے تو میرا معبود ہے تیرے علاوہ میرا کوئی معبود نہیں ہے''۔

762 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنِيْ شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ، قَالَ: قَالَ لِيْ: مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، وَابْنُ اَبِيْ فَرْوَةَ، وَغَيْرُهُمَا مِنْ فُقَهَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَاِذَا قُلْتَ اَنْتَ ذَاكَ، فَقُلْ: وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. يَعْنِيْ قَوْلَهُ: وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ

شعیب بن ابوحمزہ نے ابن منکدر اور ابن فروہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کے حوالے سے اہل مدینہ کے فقہاء کا یہ بیان نقل کیا ہے: جب تم یہ دعا پڑھو گے تو اس میں یہ کہو گے ''میں مسلمانوں میں سے ایک ہوں'' یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کی جگہ ''میں سب سے پہلا مسلمان ہوں''۔

763 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، اَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، وَثَابِتٍ، وَحُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى الصَّلَاةِ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ، فَقَالَ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا

مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِيَ النَّفَسُ فَقُلْتُهَا. فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا وَزَادَ حُمَيْدٌ فِيهِ: وَإِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ فَلْيَمْشِ نَحْوَ مَا كَانَ يَمْشِي فَلْيُصَلِّ مَا أَدْرَكَهُ وَلْيَقْضِ مَا سَبَقَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص (نماز میں شریک ہونے کے لیے) آیا اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔

"اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ ایسی حمد جو زیادہ ہو، پاکیزہ ہو، اس میں برکت موجود ہو"۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ان کلمات کو کہنے والا شخص کون ہے اس نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ ایک صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ہوں میں آیا تو میرا سانس چڑھا ہوا تھا میں نے یہ کلمات کہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے 12 فرشتوں کو دیکھا جو تیزی سے اس کی طرف لپکے کہ ان میں سے کون اسے اوپر (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) لے کر جاتا ہے۔

یہاں حمید نامی راوی نے الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

"جب کوئی شخص (نماز ادا کرنے کے لیے) آئے تو عام رفتار سے چلتا ہوا آئے اور جو نماز اسے ملے وہ ادا کرے اور پہلے گزر چکی ہو اسے بعد میں پوری کر لے"۔

764 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَاصِمٍ الْعَنَزِيِّ، عَنِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةً - قَالَ عَمْرٌو: لَا أَدْرِي أَيَّ صَلَاةٍ هِيَ - فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ثَلَاثًا، أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ وَهَمْزِهِ، قَالَ: نَفْثُهُ الشِّعْرُ، وَنَفْخُهُ الْكِبْرُ، وَهَمْزُهُ الْمُوتَةُ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا عمرو نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: مجھے نہیں معلوم یہ کون سی نماز تھی۔ راوی بیان کرتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا)

"اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے وہ بڑائی والا ہے، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے وہ بڑائی والا ہے، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے وہ بڑائی والا ہے۔ ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جو بہت زیادہ ہو۔ ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے

764- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة عاصم العنزى. ابن جبير بن مطعم: هو نافع. واخرجه ابن ماجه (807) من طريق شعبة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (16784)، و"صحيح ابن حبان" (2601). وانظر مابعده.

مخصوص ہے' جو بہت زیادہ ہو۔ ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے' جو بہت زیادہ ہو اور میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کے ہر عیب سے پاک ہونے کا اعتراف کرتا ہوں (نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات پڑھے)

میں شیطان' اس کے نفخ اس کے نفث اور اس کے ہمز سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس کے نفث سے مراد شعر کہنا ہے اور اس کے نفخ سے مراد تکبر کرنا ہے۔ اس کے ہمز سے مراد جنون لاحق ہونا ہے۔

765 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مِسْعَرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فِي التَّطَوُّعِ، ذَكَرَ نَحْوَهُ

⊛⊛ نافع بن زبیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو نفل نماز میں یہ پڑھتے ہوئے سنا۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

766 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، أَخْبَرَنِي أَزْهَرُ بْنُ سَعِيدٍ الْحَرَازِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَفْتَتِحُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَامَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ: لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ كَانَ إِذَا قَامَ كَبَّرَ عَشْرًا، وَحَمِدَ اللهَ عَشْرًا، وَسَبَّحَ عَشْرًا، وَهَلَّلَ عَشْرًا، وَاسْتَغْفَرَ عَشْرًا، وَقَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَيَتَعَوَّذُ مِنْ ضِيقِ الْمَقَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ، عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ

⊛⊛ عاصم بن حمید بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ نبی اکرم ﷺ رات کی نماز کا آغاز کس چیز سے کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: تم نے مجھ سے ایسی چیز کے بارے میں دریافت کیا ہے کہ تم سے پہلے کسی نے بھی مجھ سے اس بارے میں دریافت نہیں کیا۔ نبی اکرم ﷺ جب نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ تو دس مرتبہ اللہ اکبر، دس مرتبہ الحمد للہ دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ اور دس مرتبہ استغفر اللہ پڑھتے تھے' اور یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! میری مغفرت کر دے مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ مجھے رزق عطا کر اور مجھے عافیت عطا کر''۔

آپ قیامت کے دن مقام کی تنگی سے پناہ مانگتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) خالد بن معدان نے ربیعہ جرشی کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

767 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ

767 - اسناده حسن، عكرمة - وهو ابن عمار العجلي، وان كان في روايته عن يحيى بن ابي كثير اضطراب - قد انتقى له مسلم هذا الحديث. واخرجه مسلم (770)، والترمذي (3718)، والنسائي في "الكبرى" (1324)، وابن ماجه (1357) من طريق عمر بن يونس، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (2600). وانظر ما بعده

حدثنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمن بن عوف، قال: سالت عائشۃ بای شیء کان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتتح صلاتہ اذا قام من اللیل؟ قالت: کان اذا قام من اللیل یفتتح صلاتہ اللہم رب جبریل ومیکائیل واسرافیل فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون، اہدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک انت تہدی من تشاء الی صراط مستقیم۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نوافل ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ تو کس چیز سے آغاز کرتے تھے' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت نوافل ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کے آغاز میں یہ پڑھتے تھے۔

"اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل کے پروردگار، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے' غیب اور شہادت کا علم رکھنے والے' تو اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کے بارے میں فیصلہ کرے گا' جس کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جس چیز کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' تو اس کے بارے میں اپنے علم کے تحت مجھے حق کے بارے میں ہدایت کے بارے میں ثابت قدم رکھ۔ بے شک تو جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت نصیب کرتا ہے"۔

768- حدثنا محمد بن رافع، حدثنا ابو نوح قراد، حدثنا عکرمۃ، باسنادہ بلا اخبار ومعناہ قال: کان اذا قام باللیل کبر ویقول،

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے' تو تکبیر کہتے تھے اور یہ پڑھتے تھے"۔

769- حدثنا القعنبی، عن مالک، قال: لا باس بالدعاء فی الصلاۃ فی اولہ واوسطہ وفی آخرہ فی الفریضۃ وغیرہا

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ نماز کے آغاز میں' یا درمیان میں' یا آخر میں' خواہ فرض نماز ہو یا اس کے علاوہ ہو، دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

770- حدثنا القعنبی، عن مالک، عن نعیم بن عبد اللہ المجمر، عن علی بن یحیی الزرقی، عن ابیہ، عن رفاعۃ بن رافع الزرقی، قال: کنا یوما نصلی وراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راسہ من الرکوع، قال: سمع اللہ لمن حمدہ، قال رجل وراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اللہم ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ، فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال: من المتکلم بہا آنفا، فقال الرجل: انا یا رسول

اللّٰهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ رَاَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا اَوَّلُ

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پڑھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرنے والوں میں سے ایک صاحب نے یہ کہا۔

"اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے لیے مخصوص ہے ایسی حمد جو زیادہ ہو، پاکیزہ ہو اور اس میں برکت موجود ہو"۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ یہ کلام کرنے والا شخص کون ہے؟ ایک صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے 30 سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا جو اس کی طرف لپکے تھے کہ ان میں سے کون اسے سب سے پہلے نوٹ کرتا ہے۔

771 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيَّامُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَاَخَّرْتُ وَاَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ، اَنْتَ اِلٰهِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نصف رات کے وقت جب نوافل ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے تھے یہ پڑھتے تھے۔

"اے اللہ! حمد تیرے لیے مخصوص ہیں۔ تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ حمد تیرے لیے مخصوص ہے' تو ہی آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے۔ حمد تیرے لیے مخصوص ہے' تو آسمانوں اور زمین اور ان میں موجود سب چیزوں کا پروردگار ہے' تو حق ہے تیرا فرمان حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیری بارگاہ میں حاضری حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، قیامت حق ہے، اے اللہ! میں نے تیرے لیے اسلام قبول کیا، تجھ پر ایمان لایا۔ تجھ پر توکل کیا تیری طرف رجوع کیا۔ تیری مدد سے میں مخالفت کرتا ہوں اور تجھے ہی ثالث بناتا ہوں۔ جو میں نے پہلے کیا اور جو بعد میں کروں گا' جو اعلانیہ طور پر کیا جو پوشیدہ طور پر کیا (ان سب کے حوالے سے) میری مغفرت کردے' تو میرا معبود ہے۔ تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے"۔

772 - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ، اَنَّ قَيْسَ

بن سعد حدثہ، قَالَ: حَدَّثَنَا طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي التہجد يَقُولُ بَعْدَ مَا يَقُولُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں اللہ اکبر کہنے کے بعد یہ پڑھتے تھے۔

اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

773- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ - نَحْوَهُ - قَالَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَمِّ اَبِيهِ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسَ رِفَاعَةُ - لَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ: رِفَاعَةُ - فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ، فَقَالَ: مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ وَاَتَمَّ مِنْهُ

معاذ بن رفاعہ بن رافع اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ انہیں چھینک آ گئی۔ یہاں پر لفظ رفاعہ، قتیبہ نامی راوی نے نقل نہیں کیا۔ میں نے کہا: حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے ایسی حمد جو زیادہ ہو، پاکیزہ ہو، اس میں برکت موجود ہو، اس پر برکت نازل ہوئی ہو۔ جس طرح ہمارا پروردگار اسے پسند کرے اور راضی ہو۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: نماز کے دوران کلام کرنے والا شخص کون ہے؟

اس کے بعد راوی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے جو اس سے زیادہ مکمل ہے۔

774- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، اَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: عَطَسَ شَابٌّ مِنَ الْاَنْصَارِ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، حَتّٰى يَرْضَى رَبُّنَا، وَبَعْدَ مَا يَرْضَى مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ الْقَائِلُ الْكَلِمَةَ، قَالَ: فَسَكَتَ الشَّابُّ، ثُمَّ قَالَ: مَنِ الْقَائِلُ الْكَلِمَةَ، فَاِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَاْسًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَنَا قُلْتُهَا لَمْ اُرِدْ بِهَا اِلَّا خَيْرًا، قَالَ: مَا تَنَاهَتْ دُونَ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى

عبداللہ بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرتے ہوئے چھینک آ گئی۔ تو اس نے یہ پڑھا۔

"ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جو بہت زیادہ ہو، پاکیزہ ہو اس میں برکت موجود ہو۔ (اور وہ اتنی ہو)

773- اسنادہ حسن، رفاعۃ بن یحیی و معاذ بن رفاعۃ صدوقان. واخرجہ الترمذی (406)، والنسائی فی "الکبری" (1005) عن قتیبۃ بن سعید بھذا الاسناد. وقال الترمذی: حدیث حسن. وقد سلف نحوہ برقم (770) من طریق یحیی بن خلاد الزرقی.

کہ ہمارا پروردگار راضی ہو جائے' جو اس کے دنیا اور آخرت کے معاملے میں راضی ہونے کے بعد ہو"۔

جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کی تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ان کلمات کو پڑھنے والا کون ہے وہ نوجوان خاموش رہا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ان کلمات کو پڑھنے والا کون ہے اس نے کوئی بری بات نہیں کہی ہے۔ اس نوجوان نے عرض کی: میں نے یہ پڑھے ہیں۔ میں نے ان کے ذریعے صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الرحمن کے عرش سے پہلے ان کے لیے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنی" (یہ سیدھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچے ہیں)

بَابُ مَنْ رَاٰى الِاسْتِفْتَاحَ بِسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

باب: جن حضرات کے نزدیک سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ کے ذریعے نماز کا آغاز کیا جائے گا

775 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ الرِّفَاعِيِّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ، ثُمَّ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، ثُمَّ يَقُولُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ثَلَاثًا، أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ، ثُمَّ يَقْرَأُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا الْحَدِيثُ، يَقُولُونَ هُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا الْوَهْمُ مِنْ جَعْفَرٍ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب رات کے وقت (نماز ادا کرنے کے لیے) کھڑے ہوتے تھے' تو تکبیر کہنے کے بعد یہ پڑھتے تھے۔

"تو پاک ہے اے اللہ! حمد تیرے لیے مخصوص ہے۔ تیرا اسم برکت والا ہے۔ تیری بزرگی بلند و برتر ہے۔ تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے"۔

اس کے بعد آپ ﷺ تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ پھر یہ پڑھتے تھے۔

"اللہ اکبر کبیرا' یہ تین مرتبہ پڑھتے تھے (پھر یہ پڑھتے) میں سننے والے اور علم رکھنے والے اللہ تعالیٰ کی مردود شیطان، اس کے ٹھوکا دینے اس کے پھونک مارنے اور اس کے پھونکنے سے پناہ مانگتا ہوں"۔

پھر آپ ﷺ تلاوت شروع کر دیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) محدثین نے یہ بات بیان کی ہے: یہ روایت علی بن علی کے حوالے سے حسن سے مرسل روایت کے طور پر منقول ہے اور اس میں جعفر نامی راوی کو وہم ہوا ہے۔

نماز کے آغاز میں ثناء پڑھنے کا بیان

776 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ الْمُلَائِيُّ،

عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ. عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ. قَالَ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ. وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ. وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالْمَشْهُورِ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ. لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ وَقَدْ رَوَى قِصَّةَ الصَّلَاةِ عَنْ بُدَيْلٍ جَمَاعَةٌ لَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ شَيْئًا مِنْ هٰذَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا آغاز کرتے تھے تو یہ پڑھتے تھے۔

''تو پاک ہے اے اللہ! حمد تیرے لیے مخصوص ہے تیرا اسم برکت والا ہے تیری بزرگی بلند و برتر ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالسلام بن حرب سے منقول ہونے کے حوالے سے یہ روایت مشہور نہیں ہے عبدالسلام کے حوالے سے یہ روایت صرف طلق بن غنم نے نقل کی ہے جبکہ بدیل کے حوالے سے اس نماز کا واقعہ راویوں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس میں سے کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔

سبحانک اللھم سے نماز شروع کرنے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

نماز کے شروع میں جن دعاؤں اوراذکار کا پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے مثلاً انی وجھت الخ یا سبحانک اللھم الخ یا ان کے علاوہ دیگر دعائیں ان سب کو یا بعض کو فرائض ونوافل میں پڑھنا امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے، امام اعظم، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ صرف سبحانک اللھم الخ پڑھا جائے اور اس کے علاوہ جو دعائیں ثابت ہیں وہ سب نوافل پر محمول ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دعاؤں کو نفلوں میں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک سبحانک اللھم الخ اور انی وجھت الخ دونوں دعاؤں کو پڑھنا چاہیے۔ امام طحاوی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے ان دونوں دعاؤں کی ترتیب میں نمازی کو اختیار ہے خواہ وہ پہلے سبحانک اللھم پڑھے یا انی وجھت کو پہلے پڑھ لے ویسے مشہور یہی ہے کہ انی وجھت، سبحانک اللھم کے بعد پڑھا جائے۔

ثناء کے ساتھ دوسری دعائیں پڑھنے پر مذاہب اربعہ کا بیان

نماز کے شروع میں جن دعاؤں اوراذکار کا پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے مثلاً انی وجھت الخ یا سبحانک اللھم الخ یا ان کے علاوہ دیگر دعائیں ان سب کو یا بعض کو فرائض ونوافل میں پڑھنا امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے، امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد فرماتے ہیں کہ صرف سبحانک اللھم الخ پڑھا جائے اور اس کے علاوہ جو دعائیں ثابت ہیں وہ سب نوافل پر محمول ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دعاؤں کو نفلوں میں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک سبحانک اللھم الخ اور انی وجھت الخ دونوں دعاؤں کو پڑھنا چاہیے۔ امام طحاوی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے ان دونوں دعاؤں کی ترتیب میں نمازی کو اختیار ہے خواہ وہ پہلے سبحانک اللھم پڑھے یا انی وجھت کو پہلے پڑھ لے ویسے مشہور یہی ہے کہ انی وجھت، سبحانک اللھم کے بعد پڑھا جائے۔

بَابُ السَّكْتَةِ عِنْدَ الِافْتِتَاحِ

باب: نماز کے آغاز میں سکتہ کرنا

777 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ سَمُرَةُ حَفِظْتُ سَكْتَتَيْنِ فِي الصَّلَاةِ، سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ حَتَّى يَقْرَأَ، وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ عِنْدَ الرُّكُوعِ، قَالَ: فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، قَالَ: فَكَتَبُوا فِي ذَلِكَ إِلَى الْمَدِينَةِ إِلَى أُبَيٍّ فَصَدَّقَ سَمُرَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ حُمَيْدٌ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ.

❀❀ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نماز کے دوران (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا) دو موقعوں پر خاموش ہونا مجھے یاد ہے ایک خاموشی اس وقت ہوتی تھی جب امام تکبیر تحریمہ کہتا تھا' اور اس وقت تک رہتی تھی جب تک وہ تلاوت شروع نہیں کر دیتا تھا' اور ایک خاموشی سورۃ الفاتحہ اور ایک سورت کے بعد رکوع سے پہلے ہوتی تھی۔

راوی کہتے ہیں: اس پر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ تو ان لوگوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس بارے میں خط لکھا تو انہوں نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے بیان کی تصدیق کی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حمید نامی راوی نے اس روایت میں یہی الفاظ نقل کیے ہیں: ''ایک خاموشی اس وقت ہوتی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت سے فارغ ہوتے تھے''۔

778 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَسْكُتُ سَكْتَتَيْنِ: إِذَا اسْتَفْتَحَ وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ كُلِّهَا، فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ

❀❀ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا آغاز کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری تلاوت کر کے فارغ ہوتے تھے اس وقت خاموشی اختیار کرتے تھے۔ اس کے بعد راوی نے یونس کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

779 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ، وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ، أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ: سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ، وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) (الفاتحة: 7) ، فَحَفِظَ ذَلِكَ سَمُرَةُ وَأَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِي ذَلِكَ إِلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ فِي كِتَابِهِ إِلَيْهِمَا أَوْ فِي رَدِّهِ عَلَيْهِمَا: أَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ

حسن بیان کرتے ہیں: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے درمیان گفتگو ہوئی تو حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو موقعوں پر خاموش ہونا یاد ہے ایک خاموشی اس وقت ہوتی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔ ایک خاموشی اس وقت ہوتی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ کر فارغ ہوتے تھے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات یاد تھی لیکن حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا تو ان دونوں نے اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو جو جواب لکھا اس میں یہ بات تحریر تھی: سمرہ کو یہ بات ٹھیک طور پر یاد ہے۔

780 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، بِهٰذَا قَالَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: سَكْتَتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ فِيهِ: قَالَ سَعِيدٌ: قُلْنَا لِقَتَادَةَ: مَا هَاتَانِ السَّكْتَتَانِ؟ قَالَ: إِذَا دَخَلَ فِي صَلَاتِهِ، وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ، ثُمَّ قَالَ: بَعْدُ، وَإِذَا قَالَ: (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) (الفاتحة: 7)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو موقعوں پر خاموش ہونا یاد ہے۔

اس روایت میں یہ بات مذکور ہے۔ سعید نامی راوی کہتے ہیں: ہم نے قتادہ سے دریافت کیا۔ یہ دو موقعے کون سے تھے؟ انہوں نے بتایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کر کے فارغ ہوتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ بیان کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ کر فارغ ہوتے تھے (اس وقت خاموش ہوتے تھے)

781 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ عُمَارَةَ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنْ عُمَارَةَ الْمَعْنَى، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ فِي الصَّلَاةِ سَكَتَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ، فَقُلْتُ لَهُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَرَأَيْتَ سُكُوتَكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ أَخْبِرْنِي مَا تَقُولُ؟ قَالَ: اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللّٰهُمَّ أَنْقِنِي مِنْ خَطَايَايَ كَالثَّوْبِ الْأَبْيَضِ مِنَ الدَّنَسِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے تکبیر کہہ دیتے تھے' تو تکبیر کہنے کے بعد اور تلاوت شروع کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوتے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموش ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس بارے میں بتائیے

781- اسناده صحيح. ابو كامل: هو فضيل بن حسين الجحدري، وعبد الواحد: هو ابن زياد، وعمارة: هو ابن القعقاع، وابو زرعة: هو ابن عمرو البجلي. واخرجه البخاري (744)، ومسلم (598)، والنسائي في "الكبرى" (60) و (970) و (971)، وابن ماجه (805) من طرق عن عمارة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (7164)، و "صحيح ابن حبان" (1775).

کہ آپ ﷺ اس دوران کیا پڑھتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (میں یہ پڑھتا ہوں)

''اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے جتنا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ رکھا ہے۔ اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑے سے میل کو صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے برف، پانی اور اولوں کے ذریعے دھو دے''۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ الْجَهْرَ بِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب: جن حضرات کے نزدیک بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے نہیں پڑھی جائے گی

782 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الْقِرَاءَةَ بِ (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) (الفاتحة: 2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تلاوت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کے فقہی احکام کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نماز ''الحمد للہ رب العالمین'' سے شروع کرتے تھے۔ (صحیح مسلم)

بظاہر تو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے لیکن سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا تمام ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے کیونکہ دوسری احادیث سے بسم اللہ کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے خواہ بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کا جزء مانا جائے جیسا کہ شوافع فرماتے ہیں خواہ نہ مانا جائے جیسا کہ حنفیہ فرماتے ہیں۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہاں الحمد للہ رب العالمین سے مراد سورہ فاتحہ ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ سے نماز شروع کرتے تھے جیسا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں آدمی نے الم پڑھا تو اس سے مراد سورہ بقرہ ہی لی جاتی ہے اور یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک بسم اللہ سورۃ کا جزء ہے لہٰذا اس قول سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔

احناف کی جانب سے اس کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ یہاں مطلق نفی مراد نہیں ہے بلکہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ بآواز بلند نہیں پڑھتے تھے بلکہ آہستہ سے پڑھتے تھے اور بآواز بلند نماز کی ابتداء ''الحمد للہ رب العالمین'' سے کرتے تھے کیونکہ یہ بات پوری صحت کی ساتھ ثابت ہو چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بسم اللہ بہ آواز بلند نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ بآواز بلند پڑھی جانے والی نماز میں بھی آہستہ پڑھتے تھے۔

حضرت شیخ ابن ہمام نے بعض حفاظ حدیث (یعنی وہ لوگ جن کو بہت زیادہ احادیث زبانی یاد رہتی تھیں) سے نقل کیا ہے کہ کوئی بھی ایسی حدیث ثابت نہیں ہے جس میں بسم اللہ کا ب آواز بلند پڑھنا بصراحت ثابت ہو تو وہاں اگر کوئی ایسی حدیث ثابت بھی ہے کہ جس سے بسم اللہ ب آواز بلند پڑھنا ثابت ہوتا ہے تو اس کی اسناد میں کلام کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کی ایک بڑی جماعت سے بسم اللہ آہستہ پڑھنا بکثرت منقول ہے اور اگر اتفاقی طور پر کسی کے بارے میں ب آواز بلند پڑھنا ثابت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یا تو انہوں نے لوگوں کی تعلیم کے لیے بسم اللہ ب آواز بلند پڑھی ہوگی یا پھر ان مقتدیوں کی روایت ہے جو ان کے بالکل قریب نماز میں کھڑے ہوتے تھے کہ اگر وہ، بسم اللہ آہستہ سے بھی پڑھتے تھے تو مقتدی سن لیتے تھے اور اسی کو انہوں نے ب آواز بلند پڑھنے سے تعبیر کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں اس مسئلے سے متعلق دو باب قائم کیے ہیں ایک باب میں تو ان احادیث کو نقل کیا ہے جن سے بسم اللہ ب آواز بلند پڑھنا ثابت ہے اور دوسرے باب میں وہ احادیث نقل کی ہیں جو آہستہ آواز سے پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں اور امام ترمذی نے ترجیح انہیں احادیث کو دی ہے جن سے ب آواز آہستہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور کہا ہے کہ اس طرف (یعنی بسم اللہ آہستہ پڑھنے کے مسلک کے حق میں) اکثر اہل علم مثلاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام وغیرہ ہیں۔ (جامع ترمذی)

نماز میں قرأتِ تسمیہ کا حکم سری کا بیان

تسمیہ کی شرعی حیثیت کے تحت تسمیہ کا سورہ فاتحہ کا حصہ نہ ہونا اس امر سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہری نمازوں میں قرأت بالجہر کا آغاز الحمدللہ رب العالمین،، سے کرتے تھے۔ بسم اللہ کی قرأت جہراً نہ فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر و عمر و عثمان کانوا یفتتحون القراۃ بالحمدللہ رب العلمین و زاد مسلم لایذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قرأۃ و لا فی آخرہا

سنن دارمی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم جہری قرأت کا آغاز الحمدللہ سے فرمایا کرتے تھے صحیح مسلم کے مزید الفاظ یہ ہیں کہ پہلی اور دوسری مرتبہ دونوں قرأتوں میں (جہراً) بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم، 1:172، کتاب الصلاۃ، رقم: 52 مسند احمد بن حنبل، 3:101، 114 سنن الدارمی، 1:300 مطبوعہ، دار القلم دمشق۔ سنن النسائی، 2:97، رقم: 902)

سعید بن منصور سنن میں ابووائل رضی اللہ عنہ سے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

کانوا یسرون التعوذ والبسملۃ فی الصلوۃ. صحابہ کرام نماز میں تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وابى بكر وعمر وعثمان (رضى الله عنهم) فلم أسمع أحدا منهم يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم .

انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ میں نے ان میں سے کسی کو بھی جہراً بسم اللہ پڑھتے نہیں سنا۔ (سنن نسائی، 2 : 99، رقم: 907)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دور میں ابتداء دوران نماز بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے۔ اس پر مشرکین مکہ استہزاء کرتے کیونکہ وہ مسیلمہ کذاب،، کو رحمن کہتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم سن کر وہ طعنہ دیتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل یمامہ کے معبود مسیلمہ کذاب،، کی طرف بلاتے ہیں۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بسم اللہ کی قرأت آہستہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم باخفائها فما جهر بها حتى مات .

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پوشیدہ پڑھا کرو، پھر تا دمِ وفات کبھی نماز میں بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھی۔ (طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

فلما نزلت هذه الاية أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا يجهر بها .

جب آیت بسم اللہ نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھی جائے۔ (طبرانی)

اسی طرح صحیح بخاری، صحیح مسلم اور طبرانی کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، اور بیہقی وغیرہ متعدد کتب حدیث میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ تسمیہ کی قرأت سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت کے حصے کے طور پر نہیں بلکہ الگ حیثیت سے کی جاتی تھی۔ اگر یہ حصہ سورۃ فاتحہ ہوتی تو یقیناً اس کی قرأت بھی اس کے ساتھ بلند آواز سے کی جاتی۔ جن روایات میں بسم اللہ کی قرأت کا دوران نماز بلند آواز سے ہونا مذکور ہے وہ مکی دور کے اوائل ایام سے متعلق ہیں۔ لیکن بعد میں صراحت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار کر پڑھنے کی ممانعت فرمادی۔ لہٰذا تسمیہ کا نماز میں پڑھا جانا تلاوتِ قرآن کے آغاز وافتتاح کے طور پر ہے۔ کیونکہ حمد وثناء کے بعد جب سورہ فاتحہ کی قرأت شروع ہوتی ہے تو یہی دوران نماز تلاوت قرآن کا آغاز ہے اور یہاں بھی یہ حکم ہے کہ تلاوت قرآن کا آغاز پہلے تعوذ (اعوذ بالله من الشيطن الرجيم) اور پھر تسمیہ (بسم الله الرحمن الرحيم) سے کیا جائے۔

بسم اللہ کا فاتحہ کے جز ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم کے الفاظ کو اصطلاح میں تسمیہ کہا جاتا ہے۔ یہی ایک آیت کے حصے کے طور پر قرآن حکیم کی سورۃ النمل میں وارد ہوا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بالاتفاق حصہ قرآن بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انه من سليمن وانه بسم الله الرحمن الرحيم ۝

بے شک وہ (خط) سلیمان کی جانب سے (آیا) ہے اور وہ اللہ کے نام سے شروع (کیا گیا) ہے جو بے حد مہربان بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

آئمہ فقہ میں سے شوافع اسے سورۃ الفاتحہ کا جزو قرار دیتے ہیں۔ جب کہ بعض علماء ہر سورت سے پہلے بسم اللہ وارد ہونے کی وجہ سے سوائے سورۃ برات کے اسے ہر سورت کا جزو تسلیم کرتے ہیں۔ ان میں ابن عباس ابن عمر ابن زبیر ابو ہریرۃ اور تابعین میں سے عطاء طاؤس سعید بن جبیر مکحول اور زہری وغیرہم کے اسماء بیان کیے جاتے ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے بھی ایک قول اس طرح منقول ہے۔ قول معروف اور مذہب مختار یہ ہے کہ بسم اللہ قرآن کا حصہ ہے۔ لیکن سورۃ الفاتحہ یا دوسری سورتوں کا جزو نہیں بلکہ ہر سورت سے پہلے اسے محض امتیاز و انفصال اور تیمن و تبرک کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ عبداللہ بن عباس سے اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

کان المسلمون لایعرفون انقضاء السورۃ وفی روایۃ لایعرفون فصل السورۃ حتی تنزل بسم اللہ الرحمن الرحیم فاذا نزلت عرفوا السورۃ قد انقضت وفی روایۃ ان السورۃ قد ختمت واستقبلت والابتداءات سورۃ اخری۔

مسلمانوں کو دو سورتوں کے درمیان فرق و انفصال کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ چنانچہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نازل ہونے سے یہ فائدہ حاصل قائم ہوئی کہ لوگوں کو اس کے ذریعے ہر ایک سورت کے شروع ہونے یا ختم ہونے اور دوسری کے شروع ہونے کی معرفت حاصل ہو گئی۔

مدینہ و بصرہ اور شام کے قراء و فقہا بھی اسی قول کے موید ہیں کہ بسم اللہ سورۃ النمل میں وارد ہونے کے اعتبار سے ایک مرتبہ تو قرآن کی مستقل آیت ہے۔ لیکن باقی تمام سورتوں سے اس کا ورود محض فصل کے طور پر ہے تا کہ اس کے ذریعے دو متصل سورتوں کے درمیان واضح فرق کا پتہ چل جائے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری، امام احمد بن حنبل، امام اور امام اوزاعی وغیرہم کا مذہب یہی ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے متعلق فقہی مباحث

ایک بحث یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے شروع میں جو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھی ہے وہ قرآن کریم کا جز ہے یا نہیں۔ دوسری بحث یہ ہے کہ آیا وہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں؛ تیسری بحث یہ ہے کہ سورتوں کے اوائل میں جو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھی ہے وہ ان سورتوں کا جز ہے یا نہیں، چوتھی بحث یہ ہے کہ نماز میں بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں؛ چھٹی بحث یہ ہے کہ بسم اللہ جہراً یا آہستہ اور ساتویں بحث میں بسم اللہ کے احکام شرعیہ اور مسائل ہیں اور آٹھویں بحث میں بسم اللہ کے فوائد اور حکمتیں ہیں۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے آیت قرآن ہونے کی تحقیق کا بیان

علامہ ابوبکر رازی لکھتے ہیں: مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورۃ نمل کی یہ آیت"۔ انہ من سلیمن و انہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم" (النمل: ۳۰) قرآن کریم جز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ (آیت) "اقرا باسم ربک الذی خلق" ہے۔ مسعودی نے حارث کلبی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ پہلے مکاتیب کی ابتداء میں باسمک اللھم لکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: "بسم اللہ مجرھا و مرسھا"۔ (ھود: ۴۱) تو آپ بسم اللہ لکھنے لگے پھر یہ آیت نازل ہوئی: قل ادعو اللہ او ادعو الرحمن"۔ (الاسراء: ۱۱۰) تو آپ "بسم اللہ الرحمن" لکھنے لگے۔ "سنن ابوداؤد" میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو اس وقت تک نہیں لکھا جب تک کہ سورۂ نمل نازل ہوئی اور جب نبی اکرم ﷺ نے صلح نامہ حدیبیہ لکھوایا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لکھو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" تو سہیل نے کہا: "باسمک اللھم" لکھو کیونکہ ہمارے نزدیک رحمن معروف نہیں ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پہلے قرآن مجید میں نہیں تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سورۂ نمل میں نازل کیا۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۳۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

ہر چند کہ سورۂ نمل مکی سورت ہے لیکن اس سے پہلے متعدد سورتیں نازل ہو چکی تھیں اگر "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہر سورت کے اوائل کا جز ہوتی تو نبی کریم ﷺ ابتداء ہی سے "باسمک اللھم" کے بجائے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھتے لہٰذا "سنن ابوداؤد" کی مذکور الصدر حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سورۂ نمل نازل ہونے سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" قرآن مجید میں نہیں تھی اور نہ ہی اوائل سورۃ قرآن کا جز تھی۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے سورۂ فاتحہ کے جز نہ ہونے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ

علامہ ابوبکر رازی حنفی لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سورۂ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں قراء کوفہ نے اس کو سورۂ فاتحہ کی ایک آیت قرار دیا ہے اور قراء بصرہ نے اس کو سورت فاتحہ کی آیات سے شمار نہیں کیا ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) سے یہ تصریح منقول نہیں ہے کہ یہ سورۂ فاتحہ کی آیت ہے البتہ ہمارے شیخ ابوالحسن کرخی نے فقہاء احناف کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ بسم اللہ کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فقہاء احناف کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت نہیں ہے ورنہ اس کو بھی جہراً پڑھا جاتا جیسے سورۂ فاتحہ کی باقی آیات کو جہراً پڑھا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ (سورۂ فاتحہ) کو نصف نصف تقسیم کر دیا گیا ہے نصف میرے لیے اور نصف میرے بندہ کے لیے ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے پس جب بندہ کہتا ہے: (آیت) "الحمد للہ رب العالمین"۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندہ نے میری حمد کی اور جب بندہ کہتا ہے: "الرحمن الرحیم" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری تعظیم کی یا میری ثناء کی اور جب بندہ کہتا ہے، (آیت)" مالک یوم الدین" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے (خود) کو میرے سپرد کر دیا اور جب بندہ کہتا ہے (آیت)" ایاک نعبد و ایاک نستعین"۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا

ے یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے، اور جب وہ کہتا ہے:
(آیت)" اهدنا الصراط المستقیم" ۔ اخیر سورت تک ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال
کرے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۹۔ ۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰۔ ۱۶۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)
اگر بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہوتی تو سورۃ فاتحہ کی آیات میں اس کا بھی ذکر اس حدیث میں ہوتا اور جب آپ نے سورۃ فاتحہ کی
آیات میں بسم اللہ کا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت اور جز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک
بسم اللہ الرحمن الرحیم "سورۃ فاتحہ کی جز نہیں ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد کے نزدیک سورۃ فاتحہ کی جز ہے۔

باقی سورتوں میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے ان سورتوں کے جز نہ ہونے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اوائل سورۃ میں بسم اللہ قرآن کا جز ہے کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ہوئے ہوئے تھے پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا
ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے پھر آپ نے
تلاوت کی: (آیت) "بسم اللہ الرحمن الرحیم" انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک هو الابتر
(ملخصاً از شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ کوثر سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو تبرکاً پڑھا ہے سورۃ کوثر کی
آیت ہونے کے لحاظ سے نہیں پڑھا کیونکہ اگر "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہر سورت ابتداء میں اس کا جز ہوتی تو آپ سب سے
پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم "نازل ہوتی حالانکہ" صحیح بخاری" اور دیگر کتب صحاح میں یہ تصریح ہے کہ آپ پر سب سے پہلے
(آیت)" اقرا باسم ربک الذی خلق" ۔ (العلق: ۱) نازل ہوئی ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے کہ آپ پر سب سے پہلے
یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

علامہ ابن العربی مالکی لکھتے ہیں: اس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ سورۃ نمل میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کتاب اللہ
کی آیت ہے اور ہر سورت کی ابتداء میں اس کے آیت ہونے میں اختلاف ہے امام مالک اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ ہر سورت کی
ابتداء میں یہ آیت نہیں ہے اس کو اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں سے سورت شروع ہوئی ہے۔
(احکام القرآن ج ۱ ص ۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو الحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:
اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورۃ فاتحہ کے سوا ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس سورت کا جز نہیں ہے علامہ زرکشی نے
بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الانصاف ج ۲ ص ۴۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۷ھ)
غالباً علامہ مرداوی کو اس مسئلہ میں امام شافعی کے اختلاف کا علم نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر رازی حنفی لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ آیا اوائل سورۃ میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ان سورتوں کی ایک آیت ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک ہر سورت کے اول میں جو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہے وہ اس سورت کی آیت نہیں ہے کیونکہ اس سورت کے ساتھ بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھا جاتا' نیز جب یہ سورۃ فاتحہ کی جز نہیں ہے تو اسی طرح باقی سورتوں کی بھی جز نہیں ہے' کیونکہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ یہ سورۃ فاتحہ کی جز نہیں ہے اور باقی سورتوں کی جز ہے' اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ ہر سورت سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اس سورت کی ایک آیت ہے اور ان سے پہلے یہ قول کسی نے نہیں کیا۔ اس سے پہلے یہ اختلاف تھا کہ یہ سورۃ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں۔ اوائل سورۃ سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے جز نہ ہونے کے یہ دلائل ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے کہ آپ نے سورۃ توبہ اور سورۃ انفال کو سات بڑی سورتوں میں رکھا ہے اور آپ نے ان دو سورتوں کے درمیان "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نہیں لکھی؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب نبی کریم ﷺ پر کئی آیات نازل ہوتیں تو آپ کسی لکھنے والے کو بلاتے اور فرماتے: اس آیت کو فلاں سورت میں رکھو اور جب آپ پر ایک یا دو آیتیں نازل ہوتیں تب بھی آپ اسی طرح فرماتے' سورۃ انفال کو مضمون سورۃ توبہ کے مضمون کے مشابہ تھا تو میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اس کے ساتھ لاحق ہے' اس لیے میں نے ان دونوں کو سات بڑی سورتوں میں رکھا' اور ان کے درمیان "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کی سطر نہیں لکھی۔ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کسی سورت کا جز نہیں ہے اور وہ سورت سے پہلے بسم اللہ کو صرف دو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے لکھتے تھے' نیز اگر ہر سورت سے پہلے بسم اللہ اس سورت کا جز ہوتی تو نبی کریم ﷺ کے بتلانے سے ہر شخص کو اس کا علم ہوتا' جیسا کہ دوسری آیات کا سب کو بغیر کسی نزاع کے علم ہے۔ دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قرآن میں ایک سورت کی تیس آیات ہیں جو اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہے گی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی جائے گی (وہ سورت ہے) (آیت) "تبارک الذی بیدہ الملک" اور تمام قراء وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ (آیت) "تبارک الذی" میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے علاوہ تیس آیتیں ہیں' اگر بسم اللہ اس سورت کا جز ہو تو اس سورت کی اکتیس آیتیں بن جائیں گی اور نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کے خلاف ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ تمام قراء اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ کوثر کی تین اور سورۃ اخلاص کی چار آیتیں ہیں' اگر بسم اللہ کو ان سورتوں کا جز مانا جائے تو پھر ان کی آیتوں کی تعداد چار اور پانچ ہو جائے گی اور یہ ان کے اتفاق کے خلاف ہے۔

(احکام القرآن ج۱ص۱۱۔۹ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابوبکر رازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ' امام زفر رحمۃ اللہ علیہ' اور امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ نماز میں ''اعوذ باللہ'' کے بعد سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں' اسی طرح سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (ضم) سورت سے پہلے دوبارہ بسم اللہ نہ پڑھے' اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ جب پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لی ہے تو اب اس نماز میں سلام پھرنے تک اس پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے' اور اگر اس نے ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھ لی تو مستحسن ہے۔ حسن بن زیاد نے کہا: اگر وہ مسبوق ہے تو اس کی پہلی رکعت میں اس پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ امام پہلی رکعت میں بسم اللہ پڑھ چکا ہے اور امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ فرض نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھے نہ بلند آواز سے اور نفل میں اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو پڑھے اور اگر چاہے تو ترک کر دے اور ہمارے نزدیک تمام نمازوں میں بسم اللہ پڑھے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پڑھتے تھے: ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' ''الحمد للہ رب العلمین''۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں' وہ پست آواز سے بسم اللہ پڑھتے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ وہ جہراً بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔

(احکام القرآن ج۱ ص۱۴-۱۳ ملخصاً' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چونکہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس سورت کا جز ہے اس لیے ان کے نزدیک ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے گی اور امام احمد کے نزدیک بسم اللہ صرف سورۃ فاتحہ کا جز ہے اس لیے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے گی اور سورت سے پہلے نہیں پڑھی جائے گی۔

نماز میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کو آہستہ سے پڑھنے کی تحقیق اور مذاہب اربعہ

علامہ ابوبکر رازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب (احناف) اور ثوری نے یہ کہا ہے کہ نماز میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کو آہستہ پڑھا جائے' اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بسم اللہ کو نماز میں جہراً پڑھے' یہ اختلاف اس وقت ہے جب امام نماز میں جہراً قرأت کرے' اس مسئلہ میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا بہت اختلاف ہے' عمر بن ذر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بلند آواز سے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھی' حماد نے ابراہیم سے روایت کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' آہستہ پڑھتے تھے' جہر سے نہیں پڑھتے تھے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ' ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' آہستہ پڑھتے تھے' اسی طرح حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ

عنہ سے مروی ہے اور مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا بدعت ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا اعرابیوں (بدوؤں) کا طریقہ ہے اسی طرح حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابووائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو جہر سے پڑھتے تھے نہ "اعوذ باللہ" کو نہ آمین کو اور حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز میں بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مغفل جہر سے بسم اللہ پڑھنے کو بدعت کہتے تھے۔ (جامع ترمذی ص ٦٦)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو "اللہ اکبر" اور (آیت) "الحمد للہ رب العلمین" کی قرأت سے شروع کرتے تھے اور سلام سے ختم کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فرض نماز میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو جہرا نہیں پڑھا نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱٦-۱۷ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱٤۰۰ھ)

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: بسم اللہ کو نماز میں جہرا نہ پڑھا جائے خواہ ہم اس کو سورۃ فاتحہ کا جز کہیں یا نہ کہیں یہی صحیح قول ہے مجد نے اپنی شرح میں اس کی تصحیح کی ہے اور انھوں نے لکھا ہے کہ ترک جہر کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے خواہ ہمارے نزدیک یہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے ابن حمدان ابن تمیم ابن جوزی اور زرکشی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور اس قول کو مقدم رکھا ہے اور یہی جمہور کا موقف ہے۔

ابن حامد اور ابوالخطاب نے ایک روایت جہر کی بیان کی ہے بہ شرطیکہ بسم اللہ کو سورۃ فاتحہ کا جز کہا جائے ابن عقیل نے بھی اس کا ذکر کیا ایک قول یہ ہے کہ مدینہ میں جہر کیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ نفل میں جہر کیا جائے اور شیخ تقی الدین کا مختار یہ ہے کہ "بسم اللہ" "اعوذ باللہ" اور سورۃ فاتحہ کو نماز جنازہ وغیرہ میں کبھی کبھی جہر سے پڑھا جائے۔

(انصاف ج ۲ ص ٤٩-٤۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷٦ھ)

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ جہری نماز میں سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورت سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو جہرا پڑھا جائے۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۱٤۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرض نماز میں بسم اللہ پڑھنے سے منع کیا ہے خواہ جہری نماز ہو یا سری سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے نہ اس کے بعد والی سورت سے پہلے اور نفل نماز میں جائز کہا ہے۔

(بدایۃ المجتہد ج ص ۸۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

خلاصہ یہ ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہری نماز میں سورۃ فاتحہ اور بعد کی سورت سے پہلے بسم اللہ کو جہرا پڑھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہری نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ کو آہستہ پڑھے اور امام مالک

کے نزدیک فرض نماز میں مطلقاً بسم اللہ نہ پڑھے۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کے احکام شرعیہ اور مسائل کا بیان

علامہ سید احمد طحطاوی ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کے احکام شرعیہ کے بیان میں لکھتے ہیں: (۱) ذبح کرتے وقت شکار کی طرف تیر پھینکتے وقت اور شکاری کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ ''البحر الرائق'' میں لکھا ہے کہ بسم اللہ کہنا ضروری نہیں ہے صرف اللہ کا نام لینا شرط ہے اور بعض کتابوں میں ہے: ''الرحمن الرحیم'' نہ کہے (صرف بسم اللہ کہے) کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں ہے۔

(۲) ''قنیہ'' میں لکھا ہے کہ ہر رکعت میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھنا واجب ہے اور اس کے ترک سے سجدۂ سہو کرنا لازم ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ سنت ہے۔

(۳) وضو کی ابتداء میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھنا سنت ہے استنجاء سے پہلے اور بعد میں لیکن حالت استنجاء اور محل نجاست میں نہ پڑھے۔ اگر وضو کے شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول گیا تو دوران وضو جب بھی یاد آئے بسم اللہ پڑھ لے وضو کے اول میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھنا سنت ہے اور درمیان میں پڑھنا مستحب ہے۔

(٤) کھانے کی ابتداء میں ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھنا سنت ہے اگر بھول گیا تو درمیان میں پڑھنا بھی سنت ہے اور درمیان میں یوں پڑھے: بسم اللہ اولہ واخرہ''۔

(٥) سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔

(٦) کسی کتاب کے شروع میں اور ہر نیک اور اہم کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

(۷) قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے ''اعوذ باللہ'' کے بعد ''بسم اللہ'' پڑھنا مستحب ہے۔

(۸) مشتبہ چیز کھاتے وقت ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھنا مکروہ ہے جمہور کے نزدیک تمباکو نوشی کے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے۔

(۹) سورۃ انفال کے بعد سورۃ توبہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے اگر توبہ سے ہی پڑھنا شروع کیا ہے تو پھر بعض مشائخ کے نزدیک بسم اللہ مکروہ نہیں ہے۔

(۱۰) اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے اور دیگر کاموں کے وقت بسم اللہ پڑھنا مباح ہے۔

(۱۱) ''خلاصۃ الفتاوی'' میں مذکور ہے: اگر کسی شخص نے شراب پیتے وقت یا حرام کھاتے وقت یا زنا کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو وہ کافر ہو جائے گا' یہاں حرام سے مراد حرام قطعی ہے' کیونکہ کسی کام کے شروع میں اللہ تعالیٰ سے استعانت اور برکت حاصل کرنے کے لیے بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد اسی کام میں حاصل کی جائے گی جس کام کو اس نے جائز کیا ہو اور اس پر وہ راضی ہو اس لیے کسی حرام کام پر بسم اللہ پڑھنا اس کو حلال قرار دینے کے مترادف ہے اور حرام کو حلال قرار دینا کفر ہے۔

(۱۲) جنبی اور حائض کے لیے بہ طور قرآن ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھنا حرام ہے' البتہ بطور ذکر اور برکت حاصل

کرنے کے لیے پڑھنا جائز ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج۱ ص ۶۔۵ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' بیروت ۱۳۹۵ھ)

اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسماء لکھنے اور پڑھنے کے آداب

علامہ سید احمد طحطاوی لکھتے ہیں: ''فصول'' میں مذکور ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام سنے اس پر اللہ کی تعظیم کرنا واجب ہے مثلاً ''عزوجل' جل مجدہ'' ''تبارک وتعالیٰ'' کہے اور بعض کتابوں میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لکھے تو اس کے ساتھ کوئی تعظیمی کلمہ مثلاً عزوجل لکھے' اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی حفاظت کرے اور بار بار پڑھنے سے نہ اکتائے' اگر اصل کتاب میں صلوٰۃ وسلام نہ ہو تو خود زبان سے پڑھے' اسی طرح صحابہ کرام کے ناموں کے ساتھ (رضی اللہ عنہ) اور علماء کے اسماء کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھے اور پڑھے' اور صرف صلوٰۃ یا سلام پر اختصار کرنا مکروہ ہے' ملا مسکین نے لکھا ہے: یہ مکروہ نہیں ہے' لیکن ان کی مراد یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی نہیں ہے مکروہ تنزیہی بہر حال ہے' اسی طرح لکھتے وقت رمز اور اشارہ سے صلوٰۃ وسلام اور (رضی اللہ عنہ) لکھنا (مثلاً ص یا صلعم یا (رض) لکھنا) مکروہ ہے مکمل ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' اور ''(رضی اللہ عنہ)'' لکھے' تاتارخانیہ کے بعض مقامات پر لکھا ہے کہ جس نے (علیہ السلام) کو ہمزہ اور میم کے ساتھ لکھا وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء (علیہ السلام) کی تخفیف کفر ہے' تاہم یہ کفر اس وقت ہوگا جب کوئی شخص تخفیف کے قصد سے ایسا کرے گا' بہر حال اس سے احتیاط لازم ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ص ۶ 'مطبوعہ المعرفۃ' بیروت ۱۳۹۵ھ)

''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کے فوائد اور حکمتوں کا بیان

(۱) علامہ ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ کو مقدم کر کے ہمیں یہ ادب سکھایا ہے کہ ہمیں چاہیے کہ اپنے تمام اقوال' افعال اور مہمات کو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے شروع کیا کریں۔

(جامع البیان ج۱ ص ۳۸ 'مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری' بولاق' مصر ۱۳۲۳ھ)

(۲) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ کھانے' پینے' ذبح کرنے، جماع کرنے' وضو کرنے' کشتی میں سوار ہونے' غرض ہر (صحیح) کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) ''فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ''۔ (الانعام:۱۱۸) تو اس (ذبیحہ) سے کھاؤ' جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

وقال ارکبوا فیہا بسم اللہ مجریہا ومرسہا''۔ (ھود:۴۱) اور نوح نے کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ' اس کا چلنا اور رکنا اللہ کے نام سے ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو' چراغ گل کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو' برتن ڈھانکتے ہوئے بسم اللہ پڑھو اور مشک کا منہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو اور فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص عمل تزویج کے وقت کہے: بسم اللہ' اے اللہ! ہم کو شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) ہم کو عطا کرے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ' تو اگر اس عمل میں ان کے لیے اولاد مقدر کی جائے گی تو اس کو شیطان کبھی ضرر نہیں پہنچا سکے گا' اور آپ نے عمر بن ابی سلمہ سے فرمایا: اے بیٹے! بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ' اور آپ نے فرمایا: شیطان ہر کھانے کو حلال کر لیتا

ہے۔ ماسوا اس کھانے کے جس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے آپ سے شکایت کی کہ جب سے وہ اسلام لائے ہیں ان کے جسم میں درد رہتا ہے' آپ نے فرمایا: تین بار بسم اللہ پڑھو اور سات بار یہ پڑھو "اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر " یہ تمام احادیث صحیح ہیں' اور امام ابن ماجہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بنو آدم بیت الخلاء میں داخل ہوں تو ان کی شرم گاہوں اور شیاطین کے درمیان بسم اللہ حجاب ہے' اور امام دارقطنی نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو پہلے بسم اللہ پڑھتے' پھر اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالتے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۹۸۔۹۷' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

(۳) ہر نیک اور صحیح کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی انسان کو عادت پڑ جائے تو پھر اس کا برے کاموں سے باز رہنا زیادہ متوقع ہوگا' کیونکہ اگر وہ کسی وقت خواہش نفس سے مغلوب ہو کر برائی میں ہاتھ ڈالے گا تو عادۃً اس کے منہ سے بسم اللہ نکلے گی' اور پھر اس کا ضمیر اس کو سرزنش کرے گا۔

(٤) انسان اسی کا نام بار بار لیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے' اس لیے جو انسان ہر صحیح کام کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے یہ اس کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے۔

(٥) علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: سعید بن ابی سکینہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " لکھتے دیکھا تو فرمایا: اس کو خوبصورت لکھو' کیونکہ ایک شخص نے بسم اللہ کو خوبصورت لکھا تو اس کو بخش دیا گیا۔

(٦) سعید بن ابی سکینہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے کاغذ کو دیکھا اس میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم "لکھی ہوئی تھی' اس نے اس کو اٹھا کر بوسہ دیا اور اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا تو اس کو بخش دیا گیا۔

(٧) بشر حافی پہلے ایک ڈاکو تھے' انہوں نے راستہ میں ایک کاغذ دیکھا جو لوگوں کے پیروں تلے آ رہا تھا' انھوں نے اس کاغذ کو اٹھایا تو اس میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا تھا' انہوں نے بہت قیمتی خوشبو خریدی اور اس کاغذ پر وہ خوشبو لگائی اور اس کو حفاظت کے ساتھ رکھ دیا' رات کو خواب میں انہوں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا اے بشر! تم نے میرے نام کو خوشبو میں رکھا ہے' میں تم کو دنیا اور آخرت میں خوشبودار رکھوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور ولی کامل بن گئے۔

(٨) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے انیس فرشتوں سے نجات دے وہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم " پڑھے تاکہ اللہ تعالیٰ بسم اللہ کے ہر حرف کے بدلہ اس کو جہنم کے ایک فرشتہ سے محفوظ رکھے کیونکہ بسم اللہ کے انیس حرف ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۹۲۔۹۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

(۹) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی دی' اور فرمایا: اس میں "لا الہ الا اللہ " لکھواؤ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نقاش سے کہا: اس میں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ " لکھ دو' جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ انگوٹھی پیش کی تو اس میں لکھا ہوا تھا: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر

صدیق "۔ آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! یہ زائد (کیسے لکھا ہوا ہے؟) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے نام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے جدا کرنا پسند نہیں کیا اور باقی میں نہیں لکھوایا' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر شرمندہ تھے تب جبرئیل (علیہ السلام) آئے اور کہا: یا رسول اللہ! ابوبکر کا نام میں نے لکھا ہے کیونکہ جب ابوبکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اللہ عزوجل کے نام سے جدا کرنے پر راضی نہ تھے تو اللہ تعالیٰ ابوبکر کے نام کو آپ کے نام سے جدا کرنے پر راضی نہ تھا اور اس میں سے نکتہ یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے آپ کے فراق کو گوارا نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی عنایات کا مرکز بن جاتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اس کے نام سے فراق نہ گوارا کرے اور ہر کام کے ساتھ اللہ کا نام لے وہ کب اللہ تعالیٰ کی عنایات سے محروم ہوگا۔

(۱۰) حضرت نوح (علیہ السلام) نے "بسم اللہ مجرھا و مرسھا" کہا تو طوفان سے نجات پالی' حالانکہ بسم اللہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کا نصف ہے تو جب ایک بار نصف بسم اللہ کے پڑھنے سے طوفان سے نجات مل گئی تو جو شخص ساری عمر بسم اللہ پڑھتا رہے وہ نجات سے کیسے محروم ہوگا۔

(۱۱) قیصر روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ اس کے سر میں درد رہتا ہے جس سے افاقہ نہیں ہوتا' میرے لیے کوئی دوا بھیج دیجیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس ایک ٹوپی بھیجی' وہ اس ٹوپی کو پہن لیتا تو آرام آجاتا اور اس ٹوپی کو اتار دیتا تو پھر سر میں درد شروع ہو جاتا۔ وہ حیران ہوا' اور ایک دن اس نے ٹوپی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک کاغذ تھا جس میں لکھا ہوا تھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم"۔

(۱۲) بعض کفار نے حضرت خالد بن ولید سے کہا: آپ ہمیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں' آپ ہمیں اسلام کی صداقت پر کوئی نشان دکھائیے تاکہ ہم بھی اسلام لے آئیں' حضرت خالد نے زہر منگایا اور "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھ کر کھالیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے صحیح سالم کھڑے رہے' مجوس نے کہا: واقعی یہ دین حق ہے۔

(۱۳) حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ایک قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے ایک مردہ کو عذاب دے رہے ہیں' جب اپنے کام سے واپس لوٹے تو اس قبر میں رحمت کے فرشتوں کو دیکھا جن کے پاس نور کے طباق تھے' حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو اس سے تعجب ہوا' انہوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ! یہ شخص گنہگار تھا' اور جب یہ مرا تو عذاب میں مبتلا ہوگیا' مرتے وقت اس کی بیوی حاملہ تھی' اس کے بچہ ہوا' اس نے اس کو پالا حتیٰ کہ وہ بڑا ہوگیا' اس کو مکتب میں داخل کیا' وہاں اس کو معلم نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" (ان کی زبان میں) پڑھائی تو مجھے حیا آئی کہ جو بچہ زمین کے اوپر میرا نام لے رہا ہے' اس کے باپ کو میں زمین کے نیچے عذاب میں مبتلا رکھوں!

(۱۴) سورۂ توبہ میں قتال ذکر ہے' لہٰذا اس سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی گئی' اور ذبح سے پہلے "بسم اللہ' اللہ اکبر" کہا جاتا ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نہیں کہا جاتا کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں ہے' تو جو شخص ہر روز سترہ مرتبہ فرض نمازوں میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھے گا وہ کب عذاب میں مبتلا ہوگا۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۸۹۔۸۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

بسم اللہ کا جز فاتحہ نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحق بن راہو یہ اور ابوعبیدہ قاسم بن سلام رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ کہ بسم اللہ سورت فاتحہ کا جز ہے۔ البتہ امام مالک، امام ابوحنیفہ اوران کے ساتھی کہتے ہیں۔ کہ بسم اللہ نہ تو سورۃ فاتحہ کی آیت ہے نہ کسی اور سورت کی آیت ہے۔

حضرت امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی تو ایک آیت ہے لیکن کسی اور سورۃ کی نہیں۔ ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر سورت کے اول کی آیت کا حصہ ہے لیکن یہ دونوں قول غریب ہیں۔ داؤد کہتے ہیں کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ ایک مستقل آیت ہے سورت میں داخل نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل سے بھی یہی روایت ہے ابوبکر رازی نے ابوحسن کرخی کا بھی یہی مذہب بیان کیا ہے جو امام ابوحنیفہ کے بڑے پایہ کے ساتھی تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

نماز میں بعض افعال کی ممانعت کا بیان

783 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ بِ (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) (الفاتحة: 2)، وَكَانَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ، وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، وَكَانَ يَقُوْلُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ: التَّحِيَّاتُ، وَكَانَ اِذَا جَلَسَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى، وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ، وَعَنْ فَرْشَةِ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نماز کا آغاز تکبیر کہہ کر اور الحمد للہ رب العالمین کی تلاوت کے ذریعے کرتے تھے' جب آپ ﷺ رکوع میں جاتے تھے' تو آپ ﷺ اپنا سر نہ تو اوپر کی طرف اٹھا کر رکھتے تھے اور نہ نیچے جھکا کر رکھتے تھے بلکہ آپ ﷺ اس کے درمیان میں رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تھے' تو آپ ﷺ اس وقت تک سجدے میں نہیں جاتے تھے۔ جب تک آپ ﷺ سیدھے کھڑے نہیں ہو جاتے تھے' جب آپ ﷺ سجدے سے سر اٹھاتے تھے' تو آپ ﷺ اس وقت تک دوبارہ سجدے میں نہیں جاتے تھے۔ جب تک سیدھے ہو کر بیٹھ نہیں جاتے تھے آپ ﷺ ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھتے تھے۔ جب آپ ﷺ بیٹھتے تھے' تو بائیں ٹانگ کو بچھا لیتے تھے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر لیتے تھے۔

(تشہد کے دوران) آپ ﷺ شیطان کی طرح چوکڑی مار کر بیٹھنے اور درندوں کی طرح بیٹھنے سے منع کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سلام پھیر کر نماز کا اختتام کرتے تھے۔

784 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَنَسَ

بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ حَتّٰى خَتَمَهَا. قَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ؟، قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي فِي الْجَنَّةِ

✪✪ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت تلاوت کی۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوری سورت تلاوت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ کوثر سے مراد کیا ہے' تو لوگوں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جنت میں موجود ایک دریا ہے۔ جس کے بارے میں میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔

785- حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الْأَعْرَجُ الْمَكِّيُّ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَذَكَرَ الْإِفْكَ، قَالَتْ: جَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ، وَقَالَ: أَعُوذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. (إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ) الْآيَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ قَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ جَمَاعَةٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، لَمْ يَذْكُرُوا هٰذَا الْكَلَامَ عَلَى هٰذَا الشَّرْحِ وَأَخَافُ أَنْ يَكُونَ أَمْرُ الْاِسْتِعَاذَةِ مِنْ كَلَامِ حُمَيْدٍ

✪✪ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک روایت منقول ہے' جس میں واقعہ افک کا تذکرہ ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور یہ پڑھا۔

''میں سننے والے اور علم رکھنے والے کی مردود شیطان سے پناہ مانگتا ہوں (ارشاد باری تعالیٰ ہے) بے شک وہ لوگ جنہوں نے جھوٹا الزام عائد کیا وہ لوگ تم میں سے کچھ لوگ ہیں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت منکر ہے۔ ایک جماعت نے زہری کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے' لیکن انہوں نے یہ کلام اس تشریح کے ساتھ نقل نہیں کی' مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ''پناہ مانگنے کے کلمات'' والا کلام راوی کا بیان نہ ہو۔ یعنی یہ حمید نامی راوی کا نہ ہو۔

نماز اور غیر نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز میں قیام کرتے تو اللہ اکبر کہتے' پھر پڑھتے:

''سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک'' پھر تین مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھتے پھر تین مرتبہ پڑھتے: ''اللہ اکبر اکبیرا اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم من ھمزہ ونفخہ

ونفثہ ''(میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں جو بہت سننے والا' بہت جاننے والا ہے' شیطان رجیم کے مجنون کرنے' اس کے تکبر اور اس کے شر سے) اس کے بعد آپ قراءت کرتے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام عبدالرزاق۔ ۱ (امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ' المصنف ج ۱ ص ۱۸۳' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ) اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبری ج ۱ ص ۳۶۔ ۳۵' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نماز شروع کرتے تو فرماتے: ''اللھم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم من ھمزہ ونفخہ ونفثہ''۔

(المصنف ج ۱ ص ۲۳۸' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں: عطاء نے کہا: اعوذ باللہ پڑھنا ہر قراءت میں واجب ہے خواہ وہ قراءت نماز میں ہو یا غیر نماز میں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پس جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں۔ (النحل: ۹۸) ابن جریج نے کہا: ہاں! میں پڑھتا ہوں' بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ باللہ السمیع العلیم الرحمن الرحیم من الشیطان الرجیم واعوذبک رب ان یحضرون اویدبیتی الذی یووینی'' عطاء نے کہا: یہ پڑھنا بھی تمہیں کفایت کرے گا' لیکن تم ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم''۔ سے زیادہ نہ پڑھا کرو۔

(المصنف ج ۱ ص ۸۳' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

عثمان بن ابی العاص بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے اور میری تلاوت قرآن کے درمیان شیطان حائل ہو جاتا ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس شیطان کا نام خنزب ہے' تم جب اس کو محسوس کرو تو ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم''۔ پڑھو' اور بائیں جانب تین بار تھوکو۔ (المصنف ج ۱ ص ۸۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' پڑھتے تھے۔ (المصنف ج ۱ ص ۸۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

ابراہیم نے کہا: ہر چیز سے پہلے ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم''۔ پڑھنا کافی ہے۔

(المصنف ج ۱ ص ۸۵' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ)

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک فرض نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں' اور تراویح میں پڑھنے کے قائل ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۸۶' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: نفل نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا (بلا کراہت) جائز ہے اور فرض نماز میں مکروہ ہے۔ (الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی ج ۱ ص ۲۵۱' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں۔ نماز میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے' حسن' ابن سیرین' عطا' ثوری' اوزاعی' شافعی اور اصحاب رائے کا یہی نظریہ ہے' امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نماز میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کو (آیت) الحمد للہ رب العلمین'' سے شروع کرتے تھے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) (المغنی ج۱ ص ۳۴۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھتے تھے' سراً پڑھتے تھے اور جہراً قرأت (آیت) ''الحمد للہ رب العلمین'' سے شروع کرتے تھے تاکہ اس روایت کا ان احادیث سے تعارض نہ ہو جس میں قرأت قرآن سے پہلے''۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' پڑھنے کی تصریح ہے۔

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: دعاء استفتاح (سبحانک اللہم) کے بعد ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' پڑھنا مستحب ہے' ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ ''اعوذ باللہ السمیع من الشیطن الرجیم'' پڑھے اور ہر اس لفظ کا پڑھنا جائز ہے جس سے یہ معنی حاصل ہو اور زیادہ یہ ہے کہ نماز سری ہو یا جہری اس کو سراً پڑھے' ایک قول یہ ہے کہ جہری نماز میں جہراً پڑھے' ایک قول یہ ہے کہ پڑھنے والے کو اختیار ہے' ایک قول یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ قطعاً آہستہ پڑھے' نیز مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں اعوذ باللہ پڑھے اور پہلی رکعت میں پڑھنا زیادہ موکد ہے' امام شافعی نے اس کی تصریح کی ہے۔

(روضۃ الطالبین ج۱ ص ۳۴۶' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: جب نماز میں قرأت شروع کرے تو اعوذ باللہ پڑھے' اگر سورۃ فاتحہ مکمل پڑھنے کے بعد اس کو اعوذ باللہ پڑھنا یاد آیا تو اب اس کو چھوڑ دے اور اگر سورۃ فاتحہ کے دوران اس کو یاد آیا تو اعوذ باللہ پڑھے اور از سر نو سورۃ فاتحہ پڑھے اور از سر نو سورۃ فاتحہ پڑھے' اور جب شاگرد استاد کو قرآن مجید سنائے تو اس وقت اعوذ باللہ نہ پڑھے' یعنی اس وقت پڑھنا سنت نہیں ہے' جب مسبوق اپنی بقیہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھے' امام عید کی نماز میں تکبیرات عید کے بعد اعوذ باللہ پڑھے کیونکہ تکبیرات عید کے بعد قرأت شروع ہوتی ہے۔

(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج۱ ص ۳۲۹-۳۲۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: اگر سورۃ فاتحہ کے دوران اس کو اعوذ باللہ پڑھنا یاد آیا تو اب سورۃ فاتحہ کو دوبارہ اعوذ باللہ کے ساتھ پڑھنا درست نہیں ہے' کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ سنت کی وجہ سے فرض (قرأت) کو چھوڑ دیا جائے' نیز اس سے واجب کا ترک کرنا بھی لازم آئے گا کیونکہ سورۃ فاتحہ یا اس کے اکثر حصہ کو دوبارہ پڑھنا سجدہ سہو کا موجب ہے' اور فقیہ ابوجعفر نے ''نوادر'' میں ذکر کیا ہے کہ نماز نے اللہ اکبر پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ اور ''بسم اللہ'' پڑھی اور ثناء پڑھنا بھول گیا تو اب ثناء نہ پڑھے'

اسی طرح اگر اس نے اللہ اکبر کے بعد قرأت شروع کر دی اور ثناء اعوذ باللہ اور ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول گیا تو اب ان کو دوبارہ نہ پڑھے کیونکہ ان کا محل فوت ہو گیا اور اس پر سجدہ سہو نہیں ہے، اس کو زاہدی نے ذکر کیا ہے (خلاصہ یہ ہے کہ علامہ حصکفی کا یہ کہنا درست نہیں کہ اگر اعوذ پڑھنا بھول گیا اور سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کر دی تو اعوذ پڑھ کر از سر نو سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کرے)

''ذخیرہ'' میں یہ مذکورہ ہے کہ اگر کوئی شخص ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھے اور اس سے اس کا مقصد قرآن مجید کی تلاوت ہو تو اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھے اور اگر حصول برکت کے لیے بسم اللہ پڑھتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی شخص شکر ادا کرنے کی نیت سے (آیت) ''الحمد للہ رب العلمین'' پڑھتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے' اور اگر قرآن مجید کا قصد کرتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا ضروری ہے، یہ قاعدہ پڑھنے کے اعتبار سے ہے افعال کے لیے یہ قاعدہ نہیں ہے' اس لیے بیت الخلاء جانے سے پہلے ''اعوذ باللہ من الخبث والخبائث'' پڑھنا اس قاعدے کے منافی نہیں ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۲۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں: نماز میں ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھنا جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے۔ ثوری اور عطا نے یہ کہا ہے کہ یہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پڑھنے سے پہلے ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ قول اجماع کے خلاف ہے۔ اعوذ باللہ پڑھنے کے محل میں اختلاف ہے' امام ابو یوسف کے نزدیک اس کا محل ثناء کے بعد ہے اور یہ قرأت کے تابع نہیں ہے' لہٰذا جو شخص بھی ثناء پڑھے گا وہ اعوذ باللہ پڑھے گا' کیونکہ اعوذ باللہ پڑھنا دفع وسوسہ کے سب محتاج ہیں' لہٰذا امام اور منفرد جس طرح ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھیں اس طرح مقتدی بھی پڑھے اور عید کی نماز میں بھی امام اس کو ثناء کے بعد پڑھے نہ کہ تکبیرات کے بعد' اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اعوذ باللہ پڑھنا قرأت کے تابع ہے، لہٰذا جو شخص تلاوت قرآن کرے گا وہی اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ طلب کرو' اور مقتدی چونکہ قرأت نہیں اس لیے وہ اعوذ باللہ نہیں پڑھے گا اور امام اور مفرد چونکہ قرأت کرتے ہیں اس لیے وہ اعوذ باللہ پڑھیں گے۔ اسی طرح عید کی نماز میں چونکہ قرأت تکبیرات کے بعد شروع ہوتی ہے اس لیے تکبیرات کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے گی۔ فتاویٰ قاضی خان' ہدایہ' اس کی شروح' کافی' اختیار اور اکثر کتابوں میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول کو ترجیح دی گئی ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا قرأت کے تابع ہے اور ہمارا بھی یہی مختار ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۳۰۴' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ)

نیز علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں: دوسری رکعت میں ثناء پڑھے گا نہ اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ ان کا محل اول صلوٰۃ اور اول قرأت ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھنے سے امام ابو یوسف کی تائید ہوتی ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا ثناء کے تابع ہے اور جب دوسری رکعت میں ثناء نہیں پڑھی جائے گی تو اعوذ باللہ بھی نہیں پڑھی جائے گی' اگر یہ قرأت کے تابع ہوتی جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے تو دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ کو بھی پڑھا جاتا' سو اس طریقہ میں امام ابو یوسف کے قول پر عمل ہے حالانکہ تمہارے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول مختار ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک مرتبہ

قرأت سے پہلے اعوذ باللہ کو پڑھ لیا اور قرأت کے درمیان میں کسی اجنبی فعل کو داخل نہیں کیا تو اس کے لیے دوبارہ اعوذ باللہ پڑھنا سنت نہیں ہے اور افعال نماز قرأت کے حق میں اجنبی نہیں ہیں کیونکہ نماز کے اعتبار سے تمام افعال واحد ہیں لہٰذا اس کی قرأت کے دوران کوئی اجنبی فعل خلل انداز نہیں ہوا اس لیے اب اعوذ باللہ کا تکرار مسنون نہیں ہے۔ (غنیۃ المستملی ص ۳۲۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۱۲ھ)

بَابُ مَنْ جَهَرَ بِهَا

باب: جن حضرات کے نزدیک اسے بلند آواز میں پڑھا جائے گا

786- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: مَا حَمَلَكُمْ أَنْ عَمَدْتُمْ إِلَى بَرَاءَةَ وَهِيَ مِنَ الْمِئِينَ، وَإِلَى الْأَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِي فَجَعَلْتُمُوهُمَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ وَلَمْ تَكْتُبُوا بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ. قَالَ عُثْمَانُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَنَزَّلُ عَلَيْهِ الْآيَاتُ فَيَدْعُو بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ لَهُ، وَيَقُولُ لَهُ: ضَعْ هٰذِهِ الْآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا، كَذَا وَكَذَا، وَتَنْزِلُ عَلَيْهِ الْآيَةُ وَالْآيَتَانِ فَيَقُولُ: مِثْلَ ذٰلِكَ، وَكَانَتِ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَّلِ مَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةُ مِنْ آخِرِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيهَةً بِقِصَّتِهَا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ هُنَاكَ وَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ وَلَمْ أَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ.

✿✿ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ نے سورۃ توبہ جو 200 آیتوں والی سورت ہے اور سورت انفال جو مثانی میں سے ہے۔ آپ نے ان دونوں کو سبع طوال میں شامل کر دیا ہے اور آپ نے ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر تحریر نہیں کی ہے' تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی آیات نازل ہوتی تھیں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاتبین میں سے کسی کو بلوا کر اسے یہ فرماتے تھے اس آیت کو اس سورت میں شامل کر دو جس میں اس اس چیز کا ذکر ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایک آیت دو دو آیتیں نازل ہوتی تھیں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ سورۃ انفال مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ابتدائی دنوں میں نازل ہوئی تھی' جبکہ سورۃ توبہ قرآن کے آخری دور میں نازل ہوئی تو اس کا مضمون اس کے مضمون کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ شاید یہ اس کا حصہ ہے اسی لیے میں نے ان دونوں کو سبع طوال میں شامل کر دیا' اور میں نے ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر تحریر نہیں کی۔

787- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَنَا عَوْفٌ الْأَعْرَابِيُّ، عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، بِمَعْنَاهُ قَالَ فِيهِ: فَقُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ

786- اسناده ضعيف ومتنه منكر، يزيد الفارسي هذا المبهم رو عنه هذا الحديث غير عوف- وهو ابن ابي جميلة- فهو في عداد المجهولين، وهو غير يزيد بن هرمز الثقة الذي خرج له مسلم، وانظر بسط الكلام في ذلك في تعليقنا على "المسند" (399). واخرجه الترمذي (3340)، والنسائي في "الكبرى" (7953) من طرق عن عوف ابن ابي جميلة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (399) و (499)، و "صحيح ابن حبان" (43). وانظر ما بعده.

يُبَيِّنْ لَنَا اَنَّهَا مِنْهَا،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: قَالَ الشَّعْبِيُّ، وَاَبُوْ مَالِكٍ، وَقَتَادَةُ، وَثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حَتّٰى نَزَلَتْ سُوْرَةُ النَّمْلِ هٰذَا مَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے یہ واضح نہیں کیا کہ یہ اس کا حصہ ہے (یا نہیں ہے)''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام شعبی، ابو مالک، قتادہ اور ثابت بن عمارہ کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کا آغاز اس وقت تک نہیں کیا جب تک سورۂ نمل نازل نہیں ہو گئی یہ اس کے ہم معنی ہے۔

788 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، وَاَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوْا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ قُتَيْبَةُ فِيْهِ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّوْرَةِ حَتّٰى تَنَزَّلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ السَّرْحِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سورتوں کے درمیان اس وقت تک حد بندی کو واضح نہیں کیا تھا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل نہیں ہو گئی تھی۔

روایت کے یہ الفاظ ابن سرح کے نقل کردہ ہیں۔

بَابُ تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ لِلْاَمْرِ يَحْدُثُ

باب: کوئی عارضہ پیش آنے کی وجہ سے نماز کو مختصر کر دینا

789 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّيْ لَاَقُوْمُ اِلَى الصَّلَاةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيْهَا، فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهِ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''(بعض اوقات) میں نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں' تو میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ میں طویل نماز ادا کروں لیکن پھر میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیتا ہوں اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ میں اس بچے کی والدہ کے لیے پریشانی پیدا نہ کر دوں''۔

بَابٌ فِي تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ

باب: نماز کومختصر کرنا

790 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، وَسَمِعَهُ مِنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّنَا - قَالَ مَرَّةً: ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي بِقَوْمِهِ - فَأَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً الصَّلَاةَ - وَقَالَ مَرَّةً: الْعِشَاءَ - فَصَلَّى مُعَاذٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَصَلَّى، فَقِيلَ: نَافَقْتَ يَا فُلَانُ، فَقَالَ: مَا نَافَقْتُ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ مُعَاذًا يُصَلِّي مَعَكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّنَا يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنَّمَا نَحْنُ أَصْحَابُ نَوَاضِحَ وَنَعْمَلُ بِأَيْدِينَا، وَإِنَّهُ جَاءَ يَؤُمُّنَا فَقَرَأَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ، فَقَالَ: يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ، أَفَتَّانٌ أَنْتَ؟ اقْرَأْ بِكَذَا، اقْرَأْ بِكَذَا - قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى - فَذَكَرْنَا لِعَمْرٍو، فَقَالَ: أُرَاهُ قَدْ ذَكَرَهُ.

⊙⊙ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے پھر وہ واپس تشریف لا کر ہماری امامت کرتے تھے ایک مرتبہ راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: پھر وہ واپس تشریف لا کر اپنی قوم کی امامت کیا کرتے تھے۔ ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز تاخیر سے ادا کی (ایک مرتبہ راوی نے لفظ عشاء نقل کیا ہے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی نماز ادا کی پھر وہ تشریف لائے اور اپنی قوم کی امامت کرنے لگے انہوں نے سورۃ البقرہ کی تلاوت شروع کر دی۔ تو وہاں موجود لوگوں میں سے ایک شخص ہٹا اور اکیلے نماز ادا کی۔ اس سے دریافت کیا گیا: اے فلاں! کیا تم منافق ہو گئے ہو۔ اس نے جواب دیا: میں منافق نہیں ہوا وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کر کے پھر واپس آ کر ہماری امامت کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم اونٹوں کے ذریعے پانی سیراب کرنے والے لوگ ہیں۔ ہم اپنا کام کاج خود کرتے ہیں۔ یہ تشریف لائے اور انہوں نے سورۃ البقرہ پڑھنی شروع کر دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم آزمائش کا شکار کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم آزمائش کا شکار کرنا چاہتے ہو؟ تم فلاں سورت کی تلاوت کیا کرو۔ فلاں کی کیا کرو۔

ابوزبیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: سورۃ اعلیٰ اور سورۃ لیل کی تلاوت کیا کرو۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے عمرو نامی راوی کے سامنے ان الفاظ کا ذکر کیا' تو انہوں نے کہا: میرا خیال ہے راوی نے یہی الفاظ نقل کیے ہیں:

791 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا طَالِبُ بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ، يُحَدِّثُ عَنْ حَزْمِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّهُ أَتَى مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِقَوْمٍ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ فِي هٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مُعَاذُ لَا تَكُنْ فَتَّانًا فَإِنَّهُ يُصَلِّي وَرَاءَكَ الْكَبِيرُ وَالضَّعِيفُ وَذُو الْحَاجَةِ وَالْمُسَافِرُ

حزم بن اُبی بن کعب بیان کرتے ہیں: وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے جو اس وقت اپنی قوم کو مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: راوی یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے معاذ! تم آزمائش میں مبتلا کرنے والے نہ بننا' کیونکہ تمہارے پیچھے بڑی عمر کے لوگ، کمزور لوگ، کام کاج والے لوگ، مسافر بھی ہوتے ہیں''۔

792 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ: كَيْفَ تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: أَتَشَهَّدُ وَأَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ أَمَا إِنِّي لَا أُحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَوْلَهَا نُدَنْدِنُ

ابوصالح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے دریافت کیا: تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟ اس نے عرض کی: میں تشہد کے کلمات پڑھتا ہوں اور یہ پڑھتا ہوں۔

''اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

البتہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرح مقفع و مسجع دعا نہیں مانگتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بھی اس کے آس پاس کی دعا مانگتے ہیں۔

793 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرٍ - ذَكَرَ قِصَّةَ مُعَاذٍ - قَالَ: وَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْفَتَى: كَيْفَ تَصْنَعُ يَا ابْنَ أَخِي إِذَا صَلَّيْتَ؟ قَالَ: أَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَأَسْأَلُ اللهَ الْجَنَّةَ، وَأَعُوذُ بِهِ مِنَ النَّارِ وَإِنِّي لَا أَدْرِي مَا دَنْدَنَتُكَ وَلَا دَنْدَنَةُ مُعَاذٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي وَمُعَاذًا حَوْلَ هَاتَيْنِ أَوْ نَحْوَ هَذَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا واقعہ منقول ہے اس میں یہ مذکور ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان سے فرمایا: اے میرے بھتیجے! جب تم نماز ادا کرتے ہو' تو کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا: میں سورۃ الفاتحہ پڑھتا ہوں۔ جنت مانگتا ہوں اور جہنم سے اس کی پناہ مانگتا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کیا دعا مانگتے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور معاذ اس کے آس پاس ہی مانگتے ہیں۔ (راوی کہتے ہیں:) یا اس کی مانند الفاظ ہیں۔

794 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ. وَإِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

792- اسنادہ صحیح۔ حسین بن علی: ھو الجعفی، و زائدۃ: ھو ابن قدامۃ، و سلیمان: ھو ابن مھران الاعمش، و ابو صالح: ھو ذکوان السمان. وھو فی "مسند احمد" (15898). واخرجہ ابن ماجہ (910) و (3847) من طریق جریر بن عبدالحمید.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے' تو اسے مختصر نماز پڑھانی چاہئے کیونکہ لوگوں میں کمزور لوگ، بیمار لوگ، بڑی عمر کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص تنہا نماز ادا کررہا ہو' تو وہ جتنی چاہے طویل نماز ادا کرے''۔

795 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ السَّقِيمَ وَالشَّيْخَ الْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے' تو اسے مختصر نماز پڑھانی چاہئے کیونکہ لوگوں میں بیمار، عمر رسیدہ، بڑی عمر کے لوگ اور کام کاج والے لوگ ہوتے ہیں''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي نُقْصَانِ الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کمی ہونا

796 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَنَمَةَ الْمُزَنِيِّ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا عُشْرُ صَلَاتِهِ تُسْعُهَا ثُمُنُهَا سُبُعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''بعض اوقات کوئی شخص (نماز پڑھ کر) فارغ ہوتا ہے' تو اس کے نامہ اعمال میں اس کی نماز کا صرف دسواں حصہ، نواں حصہ یا آٹھواں حصہ یا ساتواں حصہ یا چھٹا حصہ یا پانچواں حصہ یا چوتھا حصہ یا ایک تہائی حصہ نوٹ کیا جاتا ہے''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

باب: ظہر کی نماز میں قرأت کرنا

797 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، وَعُمَارَةَ بْنِ مَيْمُونٍ، وَحَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى عَلَيْنَا أَخْفَيْنَا عَلَيْكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہر نماز میں تلاوت ہوتی ہے۔ جن نمازوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز

میں تلاوت کی ہے ہم تمہارے سامنے ان میں بلند آواز میں تلاوت کرتے ہیں اور جن نمازوں میں نبی اکرم ﷺ نے پست آواز میں تلاوت کی ہم تمہارے سامنے ان میں پست آواز میں تلاوت کرتے ہیں۔

798- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ الْحَجَّاجِ - وَهَذَا لَفْظُهُ - عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ. قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى، وَأَبِي سَلَمَةَ: ثُمَّ اتَّفَقَا، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ الثَّانِيَةَ وَكَذَلِكَ فِي الصُّبْحِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے ظہر اور عصر کی پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور اس کے ہمراہ (ہر رکعت میں) ایک سورت کی تلاوت کرتے تھے۔ بعض اوقات آپ ﷺ کوئی آیت بلند آواز میں تلاوت کر دیتے تھے اور آپ ﷺ ظہر کی پہلی رکعت طویل ادا کرتے تھے اور دوسری نسبتاً مختصر ادا کرتے تھے صبح کی نماز میں بھی آپ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد نامی راوی نے سورۃ الفاتحہ اور ایک ایک سورت (کی تلاوت کرنے) کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور دو سورتیں (یعنی ہر رکعت میں سورت فاتحہ اور ایک سورۃ) پڑھتے تھے اور بعد کی دونوں رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (بھی) آیت سنا دیا کرتے تھے اور دوسری رکعت کی بہ نسبت پہلی رکعت کو زیادہ طویل کرتے تھے اسی طرح عصر اور فجر کی نماز میں بھی کرتے تھے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 792)

پہلی رکعت کو طویل کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی رکعت کو دوسری رکعتوں سے زیادہ طویل کرنا چاہئے چنانچہ حضرت امام شافعی حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہی ہے کہ تمام نمازوں میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت کی بہ

797- اسناده صحيح. عمارة بن ميمون- وان كان مجهولاً- قد توبع في هذا الاسناد نفسه. حماد: هو ابن سلمة، وحبيب: هو المعلم. واخرجه مسلم (396) (44) من طريق حبيب المعلم، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (772)، ومسلم (396) (43)، والنسائي في "الكبرى" (1044) من طريق ابن جريج، ومسلم (396) (42) من طريق حبيب بن الشهيد، والنسائي (1043) من طريق رقبة بن مصقلة، ثلاثتهم عن عطاء، به. وجاء قول ابي هريرة: في كل صلاة يقرأ، مرفوعاً في رواية حبيب بن الشهيد عند مسلم، وتعقبه الدارقطني في "التتبع" ص 196 بان الصواب وقفه. وهو في "مسند احمد" (7503) و (8525)، و "صحيح ابن حبان" (1781) و (1853).

نسبت زیادہ طویل کرنا چاہئے۔ حنفیہ میں سے حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی مسلک یہی ہے، ان حضرات نے ظہر، عصر اور صبح کی نمازوں میں پہلی رکعت کو طویل کرنے کے مسئلے کو احادیث سے ثابت کیا ہے اور مغرب و عشاء کو ان تینوں پر قیاس کیا ہے۔ عبدالرزاق نے اس حدیث کے آخر میں معمر سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ "ہمارا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کو اس لیے طویل کرتے تھے کہ لوگ پہلی رکعت پالیں، امام ابوداؤد اور ابن خزیمہ رحمہما اللہ علیہما نے بھی یہی لکھا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ علیہما کے نزدیک پہلی رکعت کو طویل کرنا صرف فجر کی نماز کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہ وقت نیند و غفلت کا ہوتا ہے۔ خلاصہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک احب یعنی اچھا ہے۔

آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنے کا بیان

799- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، وَأَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، بِبَعْضِ هَذَا وَزَادَ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَزَادَ عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الثَّانِيَةِ وَهَكَذَا فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ، وَهَكَذَا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس روایت کا کچھ حصہ منقول ہے اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

"آخری دو رکعت میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے"۔

راوی نے ہمام کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت جتنی طویل ادا کرتے تھے دوسری رکعت اتنی طویل ادا نہیں کرتے تھے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز میں کرتے تھے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں کرتے تھے"۔

800- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يُدْرِكَ النَّاسُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى

عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے ذریعے مقصد یہ ہوتا تھا کہ (زیادہ سے زیادہ) لوگ پہلی رکعت میں شامل ہو جائیں۔

801- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قَالَ: قُلْنَا لِخَبَّابٍ، هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ذَاكَ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ

ابومعمر بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں

800- اسناده صحيح. معمر: هو ابن راشد الازدي. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (2675). وهو في "صحيح ابن حبان" (1855). وانظر ما سلف برقم (798).

تلاوت کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ ہم نے دریافت کیا: آپ لوگوں کو یہ بات کیسے پتہ چلتی تھی؟ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک کی حرکت کی وجہ سے۔

802 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ حَتَّى لَا يُسْمَعَ وَقْعُ قَدَمٍ

حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں اتنی دیر تک قیام کرتے تھے جب تک آپ ﷺ قدموں کی آہٹ سنتے رہتے تھے۔

بَابُ تَخْفِيفِ الْأُخْرَيَيْنِ

باب: آخری دو رکعت کو مختصر ادا کرنا

803 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَبِي عَوْنٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ: قَدْ شَكَاكَ النَّاسُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ قَالَ: أَمَّا أَنَا فَأَمُدُّ فِي الْأُولَيَيْنِ، وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ، وَلَا آلُو مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا۔ لوگوں نے ہر بارے میں آپ کی شکایت کی ہے۔ یہاں تک کہ نماز کے بارے میں بھی کی ہے' تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں پہلی دو رکعت طویل ادا کرتا ہوں' اور آخری دو رکعت مختصر ادا کرتا ہوں' اور میں اس حوالے سے کوئی کوتاہی نہیں کرتا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے طریقہ نماز کی پیروی کروں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے بارے میں یہی گمان تھا۔

804 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي النُّفَيْلِيَّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: حَزَرْنَا قِيَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً قَدْرَ الم تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ، وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ. وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے ظہر اور عصر کی نماز میں نبی اکرم ﷺ کے قیام کا اندازہ لگایا تو ہم نے اندازہ لگایا ظہر کی ابتدائی دو رکعت میں آپ ﷺ کا قیام 30 آیات (کی تلاوت) جتنا ہوتا ہے' جو سورۃ الم تنزیل اور السجدہ کی

مقدار ہے اور آخری دو رکعت میں آپ ﷺ کے قیام کا اندازہ لگایا وہ اس سے نصف ہوتا ہے جبکہ عصر کی نماز کی ابتدائی دو رکعت میں ہم نے آپ ﷺ کے قیام کا یہ اندازہ لگایا کہ وہ ظہر کی آخری دو رکعت جتنا ہوتا ہے اور عصر کی آخری دو رکعت کے بارے میں آپ ﷺ کے قیام کا یہ اندازہ لگایا کہ وہ اس سے نصف ہوتا ہے۔

بَابُ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

باب: ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کی مقدار

805 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ، وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ السُّوَرِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں سورۃ طارق، سورۃ بروج اور اس جیسی سورتوں کی تلاوت کرتے تھے۔

806 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَقَرَأَ بِنَحْوٍ مِنْ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالْعَصْرَ كَذَلِكَ وَالصَّلَوَاتِ كَذَلِكَ إِلَّا الصُّبْحَ فَإِنَّهُ كَانَ يُطِيلُهَا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورج ڈھل جاتا تو آپ ﷺ ظہر کی نماز ادا کرتے اور آپ ﷺ اس میں سورت لیل جتنی تلاوت کرتے۔ عصر کی نماز بھی آپ ﷺ اس طرح ادا کرتے تھے اور باقی نمازیں بھی تقریباً اتنی (تلاوت کے ساتھ ادا کرتے تھے) البتہ صبح کی نماز آپ ﷺ نسبتاً طویل ادا کرتے تھے۔

807 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، وَهُشَيْمٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ، ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ قَرَأَ تَنْزِيلَ السَّجْدَةِ. قَالَ ابْنُ عِيسَى: لَمْ يَذْكُرْ أُمَيَّةَ أَحَدٌ إِلَّا مُعْتَمِرٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز میں سجدہ کیا پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے پھر آپ ﷺ رکوع میں گئے تو ہم نے اندازہ لگایا کہ آپ ﷺ نے سورۃ تنزیل السجدہ کی تلاوت کی ہوگی۔

ابن عیسیٰ نامی راوی کہتے ہیں: اس کی سند میں امیہ نامی راوی کا ذکر صرف معتمر نامی راوی نے کیا ہے۔

808 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ مُوسَى بْنِ سَالِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي شَبَابٍ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ فَقُلْنَا لِشَابٍّ مِنَّا: سَلِ ابْنَ عَبَّاسٍ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ فَقَالَ: لَا، لَا. فَقِيلَ لَهُ: فَلَعَلَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي

نَفْسِهِ. فَقَالَ: خَمْشًا هٰذِهِ شَرٌّ مِنَ الْأُولٰى، كَانَ عَبْدًا مَامُورًا بَلَّغَ مَا أُرْسِلَ بِهِ وَمَا اخْتَصَّنَا دُوْنَ النَّاسِ بِشَيْءٍ إِلَّا بِثَلَاثِ خِصَالٍ أَمَرَنَا أَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوْءَ، وَأَنْ لَا نَأْكُلَ الصَّدَقَةَ، وَأَنْ لَا نُنْزِيَ الْحِمَارَ عَلَى الْفَرَسِ

⊛⊛ عبداللہ بن عبیداللہ بیان کرتے ہیں: میں بنو ہاشم کے کچھ نوجوانوں کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے اپنے میں سے ایک نوجوان کو کہا کہ تم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کرو کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں تلاوت کرتے تھے' تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جی نہیں۔ ان سے کہا گیا: ہو سکتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پست آواز میں تلاوت کرتے ہوں۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ ارے بھائی یہ تو پہلے سے بھی زیادہ برا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے بندے تھے جنہیں حکم کا پابند کیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کی تبلیغ کی جن کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا باقی لوگوں کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم (بنو ہاشم) کو تین خصوصی چیزوں سے نوازا ہمیں اچھی طرح وضو کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ ہم صدقہ نہیں کھا سکتے اور یہ کہ ہم گدھے کی گھوڑی کے ساتھ جفتی نہ کرائیں۔

809 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَا أَدْرِي أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ أَمْ لَا

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں تلاوت کرتے تھے یا نہیں کرتے تھے۔

بَابُ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

باب: مغرب کی نماز میں قرأت کی مقدار

810 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ، سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا. فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیدہ اُمِّ فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انہیں سورۂ مرسلات کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! تمہاری اس سورت کی تلاوت نے مجھے یہ یاد کروا دیا۔ کہ میں نے آخری مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورت مغرب کی نماز میں تلاوت کرتے ہوئے سنا تھا۔

811 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ،

809- اسنادہ صحیح، ھشیم: ھو ابن بشیر، وحصین: ھو ابن عبدالرحمٰن السلمی، وعکرمۃ: ھو مولی ابن عباس. واخرجہ احمد (2246) و (2332)، والطحاوی/2051، والطبری فی "التفسیر"/5116، والحاکم/2442

أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ فِي الْمَغْرِبِ

❁❁ محمد بن جبیر اپنے والد (حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورت طور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔

812 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِطُولَى الطُّولَيَيْنِ، قَالَ: قُلْتُ: مَا طُولَى الطُّولَيَيْنِ؟ قَالَ: الْأَعْرَافُ وَالْأُخْرَى الْأَنْعَامُ، قَالَ: وَسَأَلْتُ أَنَا ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ، فَقَالَ لِي: مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ الْمَائِدَةُ وَالْأَعْرَافُ

❁❁ مروان بن حکم بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم مغرب کی نماز میں قصار مفصل کی تلاوت کرتے ہو حالانکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں دو لمبی سورتوں کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: دو لمبی سورتیں کون سی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ایک سورت اعراف اور دوسری سورت انعام۔

میں نے ابن ابوملیکہ سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے اپنی طرف سے مجھے یہ جواب دیا: ایک سورت مائدہ اور دوسری سورت اعراف ہے۔

بَابُ مَنْ رَأَى التَّخْفِيفَ فِيهَا

باب: جن حضرات کے نزدیک اس میں تخفیف کی جائے گی (یعنی اسے مختصر پڑھا جائے گا)

813 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، أَنَّ أَبَاهُ، كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِنَحْوِ مَا تَقْرَءُونَ وَالْعَادِيَاتِ وَنَحْوِهَا مِنَ السُّوَرِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ ذَاكَ مَنْسُوخٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا أَصَحُّ

❁❁ ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد مغرب کی نماز میں تقریباً اتنی تلاوت کرتے تھے جتنی تم تلاوت کرتے ہو وہ سورت ''عادیات'' اور اس جیسی سورتوں کی تلاوت کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

814 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ السَّرْخَسِيُّ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ قَالَ: مَا مِنَ الْمُفَصَّلِ سُورَةٌ صَغِيرَةٌ وَلَا كَبِيرَةٌ، إِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ النَّاسَ بِهَا فِي الصَّلَاةِ

الْمَكْتُوبَةِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: مفصل سورتوں میں سے کوئی بھی چھوٹی یا بڑی سورت ایسی نہیں ہے جسے میں نے نبی اکرم ﷺ کو لوگوں کی امامت کرتے ہوئے فرض نماز میں تلاوت کرتے ہوئے نہ سنا ہو۔

815 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، عَنِ النَّزَّالِ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ اَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، اَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ ابْنِ مَسْعُودٍ الْمَغْرِبَ فَقَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

ابوعثمان نہدی بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں مغرب کی نماز ادا کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سورۂ اخلاص کی تلاوت کی۔

بَابُ الرَّجُلِ يُعِيدُ سُورَةً وَاحِدَةً فِي الرَّكْعَتَيْنِ

باب: آدمی کا ایک ہی سورت کو دو رکعت میں دوبارہ پڑھنا

816 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ اَبِي هِلَالٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِيِّ، اَنَّ رَجُلًا، مِنْ جُهَيْنَةَ اَخْبَرَهُ، اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الصُّبْحِ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا فَلَا اَدْرِي اَنَسِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْ قَرَاَ ذٰلِكَ عَمْدًا

معاذ بن عبداللہ جہنی، جہینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو صبح کی نماز میں دونوں رکعت میں سورۂ زلزال کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کیا نبی اکرم ﷺ بھول گئے تھے یا آپ ﷺ نے جان بوجھ کر (دونوں رکعت میں ایک ہی سورت) کی تلاوت کی تھی۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

باب: فجر کی نماز میں قرأت

817 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، اَخْبَرَنَا عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ اِسْمَاعِيلَ، عَنْ اَصْبَغَ، مَوْلٰى عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، قَالَ: كَاَنِّي اَسْمَعُ صَوْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ

814- حسن، وهذا اسناد فيه عنعنة محمد بن اسحاق، وهو مدلس. جرير: هو ابن حازم. واخرجه البيهقي /3882 من طريق وهب بن جرير، بهذا الاسناد. وله شاهد يتقوى به من حديث ابن عمر عند الطبراني (13359).

حضرت عمرو بن حریث بیان کرتے ہیں: گویا میں اس وقت بھی نبی اکرم ﷺ کی صبح کی نماز میں اس آیت کی تلاوت سن رہا ہوں۔ فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ''تو میں قسم اٹھاتا ہوں ان کی جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور کسی رکاوٹ کے بغیر چلتے ہیں اور پھر چھپ جاتے ہیں''۔

بَابُ مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاتِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب: جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے

818 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: أُمِرْنَا أَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا کہ ہم سورۃ فاتحہ اور جو میسر ہو (قرآن کے اس حصے) کی تلاوت کریں۔

819 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ الْبَصْرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْرُجْ فَنَادِ فِي الْمَدِينَةِ أَنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقُرْآنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''جاؤ اور مدینہ منورہ میں یہ اعلان کر دو کہ قرآن (کی تلاوت) کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ خواہ وہ سورت الفاتحہ ہو یا اس کے ہمراہ مزید ہو۔ خواہ وہ سورۃ الفاتحہ ہو اور مزید (کوئی سورت) ہو''۔

820 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَادِيَ: أَنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں یہ اعلان کر دوں کہ سورۃ الفاتحہ اور مزید (کسی سورت یا چند آیات کی تلاوت) کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

821 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا السَّائِبِ، مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ قَالَ: فَقُلْتُ يَا أَبَا

820- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف كسابقه. ابن بشار: هو محمد الملقب بندار، ويحيى: هو ابن سعيد القطان. واخرجه احمد (9529)، واسحاق بن راهويه في "مسنده" (126)، والبخاري في "القراءة خلف الامام" (7) و (84) و (300)، وابن الجارود (186)، والعقيلي في "الضعفاء" /1901، وابن حبان (1791)، والدارقطني في "السنن" (1224)، والحاكم /2391، وابو نعيم في "الحلية" 7/ 124، والبيهقي في "السنن" 372/2 و59 و375، وفي "القراءة خلف الامام" (38-43) و (45) من طرق عن جعفر بن ميمون، به. ويشهد له حديث ابي سعيد الخدري السالف برقم (818) وحديث عبادة بن الصامت الآتي برقم (822).

هُرَيْرَةَ، إِنِّي أَكُونُ أَحْيَانًا وَرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ: فَغَمَزَ ذِرَاعِي، وَقَالَ: اقْرَأْ بِهَا يَا فَارِسِيُّ فِي نَفْسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ: فَنِصْفُهَا لِي، وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَئُوا يَقُولُ الْعَبْدُ (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) (الفاتحة: 2) يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: حَمِدَنِي عَبْدِي. يَقُولُ: (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ) (الفاتحة: 1) يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِي. يَقُولُ الْعَبْدُ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ)، يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَجَّدَنِي عَبْدِي، يَقُولُ الْعَبْدُ (إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) (الفاتحة: 5). يَقُولُ اللَّهُ: هٰذِهِ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ. يَقُولُ الْعَبْدُ (اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ. صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ. وَلَا الضَّالِّينَ) (الفاتحة: 7). يَقُولُ اللَّهُ: فَهٰؤُلَاءِ لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص نماز ادا کرے اور اس میں سورت الفاتحہ کی تلاوت نہ کرے وہ نماز ناقص ہوتی ہے، ناقص ہوتی ہے، ناقص ہوتی ہے مکمل نہیں ہوتی ہے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے کہا: اے حضرت ابوہریرہ! بعض اوقات میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں' تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے میری کلائی دبائی اور کہا: اے فارسی! تم اپنے دل میں اسے پڑھ لیا کرو کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے نماز (یعنی سورۃ الفاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دیا اس کا نصف حصہ میرے لیے ہے اور نصف حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے نے جو مانگا ہے وہ اسے ملے گا''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ تلاوت کرلو بندہ پڑھتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ بندہ پڑھتا ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی۔ بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی کا اعتراف کیا۔ بندہ پڑھتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو یہ حصہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے' اور میرے بندے نے جو مانگا ہے وہ اسے ملے گا۔ بندہ پڑھتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ لا عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تو یہ سب میرے بندے کے لیے ہے' اور میرے بندے نے جو مانگا ہے وہ اسے ملے گا۔

822 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ

بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا، قَالَ سُفْيَانُ: لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ان تک پہنچا ہے۔

''جو شخص سورۃ الفاتحہ اور مزید (کسی سورت یا کچھ آیات) کی تلاوت نہیں کرتا۔ اس کی نماز نہیں ہوتی''۔

سفیان نامی راوی کہتے ہیں: یہ حکم اس شخص کے لیے ہے' جو تنہا نماز ادا کر رہا ہو۔

823 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ قُلْنَا: نَعَمْ هَذًّا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فجر کی نماز ادا کر رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کرنا شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ دشوار ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے تلاوت کرتے ہو ہم نے عرض کی: جی ہاں' یارسول اللہ! تیزی سے کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو صرف سورۃ الفاتحہ پڑھا کرو کیونکہ جو شخص اسے نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

824 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ نَافِعٌ: أَبْطَأَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَأَقَامَ أَبُو نُعَيْمٍ الْمُؤَذِّنُ الصَّلَاةَ فَصَلَّى أَبُو نُعَيْمٍ بِالنَّاسِ، وَأَقْبَلَ عُبَادَةُ وَأَنَا مَعَهُ، حَتَّى صَفَفْنَا خَلْفَ أَبِي نُعَيْمٍ، وَأَبُو نُعَيْمٍ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فَجَعَلَ عُبَادَةُ يَقْرَأُ أُمَّ الْقُرْآنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ، قُلْتُ لِعُبَادَةَ: سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَأَبُو نُعَيْمٍ يَجْهَرُ، قَالَ: أَجَلْ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ الصَّلَوَاتِ الَّتِي يَجْهَرُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ قَالَ: فَالْتَبَسَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، وَقَالَ: هَلْ تَقْرَءُونَ إِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ؟، فَقَالَ بَعْضُنَا: إِنَّا نَصْنَعُ ذَلِكَ، قَالَ: فَلَا، وَأَنَا أَقُولُ: مَا لِي يُنَازِعُنِي الْقُرْآنُ، فَلَا تَقْرَءُوا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ،

نافع بن محمود بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لیے تاخیر سے آئے ابونعیم مؤذن نے نماز کے لیے اقامت کہی۔ ابونعیم نے لوگوں کو نماز پڑھا دی۔ پھر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ آئے میں ان کے ساتھ تھا۔ ہم لوگ ابونعیم کے پیچھے صف میں کھڑے ہو گئے۔ ابونعیم نے بلند آواز میں تلاوت کرنا شروع کی تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے سورۃ الفاتحہ پڑھنی شروع کر دی جب انہوں نے نماز مکمل کی تو میں نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے آپ کو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے

سنا ہے حالانکہ اس وقت ابونعیم (یعنی امام) بلند آواز میں قرأت کر رہے تھے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک نماز پڑھائی تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز میں تلاوت کی تھی۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرأت میں دشواری آئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں بلند آواز میں قرأت کر رہا ہوتا ہوں' تو کیا تم لوگ تلاوت کرتے ہو۔ ہم میں سے بعض نے کہا: ہم ایسا کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ کون میری تلاوت میں رکاوٹ ڈال رہا ہے تم قرآن کے کسی بھی حصے کی اس وقت تک تلاوت نہ کیا کرو جب میں بلند آواز میں قرأت کر رہا ہوں البتہ سورۃ الفاتحہ کا حکم مختلف ہے۔

825 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ ابْنِ جَابِرٍ، وَسَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَلَاءِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عُبَادَةَ، نَحْوَ حَدِيثِ الرَّبِيعِ بْنِ سُلَيْمَانَ، قَالُوا: فَكَانَ مَكْحُولٌ، يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ سِرًّا، قَالَ مَكْحُولٌ: اقْرَأْ بِهَا فِيمَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ إِذَا قَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسَكَتَ سِرًّا فَإِنْ لَمْ يَسْكُتِ اقْرَأْ بِهَا قَبْلَهُ وَمَعَهُ وَبَعْدَهُ لَا تَتْرُكْهَا عَلَى كُلِّ حَالٍ

✿✿ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

راویوں نے یہ بات بیان کی ہے مکحول نامی راوی مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں ہر رکعت میں پست آواز میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔

مکحول کہتے ہیں: جب امام بلند آواز میں تلاوت کر رہا ہو' تو تم اسے پست آواز میں پڑھ لو۔

مکحول کہتے ہیں' جس نماز میں امام بلند آواز میں قرأت کرتا ہے۔ اگر وہ سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر کے لیے خاموش ہوتا ہے' تو تم اس وقت سورۃ الفاتحہ پڑھ لو' اور اگر وہ خاموش نہیں ہوتا تو تم اس سے پہلے یا اس کے ہمراہ یا اس کے بعد پڑھ لو' لیکن تم کسی بھی حالت میں اسے ترک نہ کرنا۔

بَابُ مَنْ كَرِهَ الْقِرَاءَةَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ

باب: جن حضرات کے نزدیک اس وقت قرأت مکروہ ہے' جب امام بلند آواز میں قرأت کر رہا ہو

826 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ: هَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ آنِفًا؟، فَقَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: إِنِّي أَقُولُ مَالِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ؟، قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى حَدِيثَ ابْنِ أُكَيْمَةَ هَذَا مَعْمَرٌ، وَيُونُسُ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَلَى

مَعْنٰى مَالِكٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسی نماز مکمل کی جس میں آپ ﷺ نے بلند آواز میں قرأت کی تھی۔ (نماز کے بعد) آپ ﷺ نے دریافت کیا۔ کیا ابھی تم میں سے کسی نے میرے ساتھ تلاوت کی تھی؟ ایک صاحب نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ ﷺ۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں بھی سوچ رہا تھا کہ قرأت میں میرے ساتھ مقابلہ کیوں کیا جارہا ہے۔ راوی کہتے ہیں: لوگ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں ان نمازوں میں تلاوت کرنے سے رک گئے جن میں نبی اکرم ﷺ بلند آواز میں تلاوت کرتے تھے جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن اکیمہ نے یہ روایت معمر، یونس، اسامہ بن زید، زہری کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

827 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، سَمِعْتُ ابْنَ أُكَيْمَةَ، يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً نَظُنُّ أَنَّهَا الصُّبْحُ بِمَعْنَاهُ إِلَى قَوْلِهِ: مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ، قَالَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ مَعْمَرٌ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِيمَا جَهَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ السَّرْحِ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ مَعْمَرٌ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَانْتَهَى النَّاسُ، وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ: مِنْ بَيْنِهِمْ. قَالَ سُفْيَانُ: وَتَكَلَّمَ الزُّهْرِيُّ بِكَلِمَةٍ لَمْ أَسْمَعْهَا، فَقَالَ مَعْمَرٌ: إِنَّهُ قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَانْتَهَى حَدِيثُهُ إِلَى قَوْلِهِ: مَا لِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ، وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ فِيهِ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَاتَّعَظَ الْمُسْلِمُونَ بِذٰلِكَ فَلَمْ يَكُونُوا يَقْرَءُونَ مَعَهُ فِيمَا جَهَرَ بِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، قَالَ: قَوْلُهُ: فَانْتَهَى النَّاسُ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی (راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے) یہ صبح کی نماز تھی اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''کیا وجہ ہے کہ قرآن (کی تلاوت) میں میرے ساتھ مقابلہ کیا جارہا ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: معمر کہتے ہیں: لوگ ان نمازوں میں تلاوت کرنے سے رک گئے جن میں نبی اکرم ﷺ بلند آواز میں تلاوت کرتے تھے۔

ابن سرح نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: معمر نے زہری کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے لوگ رک گئے۔ عبداللہ بن محمد زہری نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: مِنْ بَيْنِهِمْ سفیان کہتے ہیں: زہری نے ایک بات کہی جسے میں

سن نہیں سکا۔ معمر کہتے ہیں: انہوں نے یہ کہا تھا کہ لوگ باز آ گئے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالرحمن بن اسحاق نے زہری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اور یہ روایت صرف ان الفاظ تک ہے۔

''کیا وجہ ہے کہ میرے ساتھ قرآن (کی تلاوت) کا مقابلہ کیا جا رہا ہے''۔

امام اوزاعی نے زہری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے جن میں یہ الفاظ ہیں: زہری کہتے ہیں: اس سے مسلمان محتاط ہو گئے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ان نمازوں میں قرأت ترک کر دی جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز میں تلاوت کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے محمد بن یحییٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' روایت کے یہ الفاظ ''تو لوگ باز آ گئے'' یہ زہری کا کلام ہے۔

بَابُ مَنْ رَأَى الْقِرَاءَةَ إِذَا لَمْ يَجْهَرِ الْإِمَامُ بِقِرَاءَتِهِ

باب: جن حضرات کے نزدیک قرأت اس وقت کی جائے گی جب امام بلند آواز میں قرأت نہ کر رہا ہو

828- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ الْمَعْنَى، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَرَأَ خَلْفَهُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: أَيُّكُمْ قَرَأَ؟، قَالُوا: رَجُلٌ، قَالَ: قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: أَلَيْسَ قَوْلُ سَعِيدٍ أَنْصِتْ لِلْقُرْآنِ؟ قَالَ: ذَاكَ إِذَا جَهَرَ بِهِ، قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ: قُلْتُ لِقَتَادَةَ: كَأَنَّهُ كَرِهَهُ قَالَ: لَوْ كَرِهَهُ نَهَى عَنْهُ

❀❀ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کی ایک شخص آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سورۃ اعلیٰ کی تلاوت کرنے لگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم میں سے کس نے تلاوت کی تھی؟ لوگوں نے عرض کی: ایک شخص نے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم میں سے کوئی ایک میرے لیے الجھن پیدا کر رہا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوولید نے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: شعبہ کہتے ہیں: میں نے قتادہ سے کہا:

828- اسنادہ صحیح. ابو الولید الطیالسی. اسمہ ہشام بن عبد الملک، وزرارۃ: ہو ابن اوفی. واخرجہ مسلم (398) (48)، والنسائی فی "الکبری" (991) من طریق شعبۃ بہذا الاسناد. واخرجہ مسلم ایضا (398) (47)، والنسائی (992) من طریق ابی عوانۃ، عن قتادۃ، بہ. وہو فی "مسند احمد" (19815) و (19961)، و "صحیح ابن حبان" (1845-1847)

کیا یہ سعید قول نہیں ہے۔ "تم قرآن (کی تلاوت سننے کے لیے) خاموش رہو"۔ انہوں نے کہا: یہ اس صورت میں ہے جب امام بلند آواز میں قرأت کر رہا ہو۔

ابن کثیر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: شعبہ کہتے ہیں: میں نے قتادہ سے کہا: گویا نبی اکرم ﷺ نے اسے ناپسند کیا تھا' تو قتادہ نے کہا: اگر نبی اکرم ﷺ نے اسے ناپسند کیا ہوتا تو آپ ﷺ اس سے منع کر دیتے۔

829- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى. حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ. عَنْ سَعِيدٍ. عَنْ قَتَادَةَ. عَنْ زُرَارَةَ. عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَلَمَّا انْفَتَلَ. قَالَ: أَيُّكُمْ قَرَأَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى؟. فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا. فَقَالَ: عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کی تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: تم میں سے کس نے سورۃ اعلیٰ کی تلاوت کی۔ ایک صاحب نے عرض کی: میں نے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم میں سے کوئی ایک میرے لیے الجھن پیدا کر رہا ہے۔

بَابُ مَا يُجْزِءُ الْأُمِّيَّ وَالْأَعْجَمِيَّ مِنَ الْقِرَاءَةِ

باب: ان پڑھ شخص اور عجمی شخص کے لئے کتنی قرأت کافی ہوگی

830- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ. أَخْبَرَنَا خَالِدٌ. عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ. قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَفِينَا الْأَعْرَابِيُّ وَالْأَعْجَمِيُّ. فَقَالَ: اقْرَءُوا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَسَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يُقِيمُونَهُ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُونَهُ وَلَا يَتَأَجَّلُونَهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ہم قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ ہم میں سے کچھ لوگ عربی تھے اور کچھ عجمی تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ تلاوت کرو یہ سب سے بہتر ہے۔ عنقریب وہ لوگ آئیں گے جو اسے یوں سیدھا کریں گے جس طرح تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ وہ لوگ اس کے حوالے سے جلد بازی چاہیں گے وہ تاخیر پسند نہیں کریں گے (یعنی اس کے بدلے میں دنیاوی فائدہ چاہیں گے' آخرت کے فائدے کے طلبگار نہیں ہوں گے)

831- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ. أَخْبَرَنِي عَمْرٌو. وَابْنُ لَهِيعَةَ. عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ. عَنْ وَفَاءِ بْنِ شُرَيْحٍ الصَّدَفِيِّ. عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ. قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَنَحْنُ نَقْتَرِءُ. فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ كِتَابُ اللَّهِ وَاحِدٌ. وَفِيكُمُ الْأَحْمَرُ وَفِيكُمُ الْأَبْيَضُ وَفِيكُمُ الْأَسْوَدُ. اقْرَءُوهُ قَبْلَ أَنْ يَقْرَأَهُ أَقْوَامٌ يُقِيمُونَهُ كَمَا يُقَوَّمُ السَّهْمُ يُتَعَجَّلُ أَجْرُهُ وَلَا يُتَأَجَّلُهُ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم قرآن پاک کی تلاوت سیکھ اور سکھا رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک ہی ہے تمہارے درمیان کوئی سرخ ہے کوئی سفید ہے کوئی سیاہ فام ہے تم لوگ اس کی تلاوت کرتے رہو۔ اس سے پہلے کہ اسے وہ لوگ پڑھنا شروع کر دیں جو اسے یوں سیدھا کریں گے جس طرح تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے وہ اس کا معاوضہ جلد ملنے کے طلبگار ہوں گے۔ وہ اس کی تاخیر نہیں چاہیں گے (یعنی دنیاوی فائدہ حاصل کرنا چاہیں گے اخروی فائدہ حاصل کرنا نہیں چاہیں گے)

832 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ السَّكْسَكِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِي مَا يُجْزِئُنِي مِنْهُ، قَالَ: قُلْ: سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ . قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا لِي، قَالَ: قُلْ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي . فَلَمَّا قَامَ قَالَ: هَكَذَا بِيَدِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ مَلَأَ يَدَهُ مِنَ الْخَيْرِ

حضرت عبداللہ بن ابواوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا: میں قرآن کا کچھ بھی حصہ سیکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی ایسی چیز کی تعلیم دیجئے جو میرے لیے قرآن (کی تلاوت) کی جگہ کفایت کر جائے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھو۔

''میں اللہ تعالیٰ کی پاکی کا اعتراف کرتا ہوں اور ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا ہے' جو بلند و برتر اور عظمت کا مالک ہے''۔

اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ تو اللہ تعالیٰ (کی تعریف) کے لیے ہوا تو میرے لیے (دعا کے طور پر) کیا ہوگا؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھو۔

''اے اللہ! مجھ پر رحم کر مجھے رزق عطا کر مجھے عافیت نصیب کر اور مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ''۔

جب وہ شخص کھڑا ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ کے ذریعے اس طرح اشارہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے اس نے اپنے ہاتھ کو بھلائی سے بھر لیا ہے۔

833 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي التَّطَوُّعَ نَدْعُو قِيَامًا وَقُعُودًا، وَنُسَبِّحُ رُكُوعًا وَسُجُودًا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نوافل ادا کرتے ہوئے قیام اور قعدہ کی حالت میں دعا مانگا

کرتے تھے۔ رکوع اور سجدے کی حالت میں تسبیحات پڑھا کرتے تھے۔

834 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، مِثْلَهُ لَمْ يَذْكُرِ التَّطَوُّعَ، قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ، يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِمَامًا أَوْ خَلْفَ إِمَامٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيُسَبِّحُ وَيُكَبِّرُ وَيُهَلِّلُ قَدْرَ ق، وَالذَّارِيَاتِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حمید نامی راوی کے حوالے سے منقول ہے' تاہم انہوں نے لفظ نوافل کا ذکر نہیں کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں: حسن بصری ظہر اور عصر کی نماز میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ خواہ وہ امام ہوتے یا امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہوتے' اور وہ تسبیح پڑھتے تھے، تکبیر پڑھتے تھے، لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے اور اتنی مقدار میں پڑھتے تھے جتنی دیر میں سورۃ ق اور سورۃ ذاریات کی تلاوت کی جاتی ہے۔

بَابُ تَمَامِ التَّكْبِيرِ

باب: تمام تکبیریں (یا مکمل تکبیر کہنا)

835 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ، فَلَمَّا انْصَرَفْنَا أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي وَقَالَ: لَقَدْ صَلَّى هَذَا قَبْلُ - أَوْ قَالَ: لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذَا قَبْلُ - صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ مطرف بیان کرتے ہیں: میں نے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی وہ جب بھی سجدے میں گئے' تو تکبیر کہی اور جب بھی رکوع میں گئے' تو اس وقت بھی تکبیر کہی اور جب دو رکعت کے بعد کھڑے ہوئے' تو تکبیر کہی۔ جب ہم نے نماز مکمل کر لی تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے میرے دونوں ہاتھ تھام کر ارشاد فرمایا: انہوں نے یوں نماز ادا کی ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) انہوں نے ہمیں یوں نماز پڑھائی ہے' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز تھا۔

836 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبِي، وَبَقِيَّةُ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَأَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَقُولُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي اثْنَتَيْنِ فَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي

835- اسناده صحيح. حماد: هو ابن زيد، ومطرف: هو ابن عبد الله بن الشخير. واخرجه البخاري (786) و (826)، ومسلم (393)، والنسائي في "الكبرى" (673) و (1104) من طريق حماد بن زيد، بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه البخاري (784) من طريق ابي العلاء يزيد بن عبد الله بن الشخير، عن اخيه مطرف، به. وهو في "مسند احمد" (19840) و (19952).

كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُولُ: حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ هٰذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا الْكَلَامُ الْأَخِيرُ يَجْعَلُهُ مَالِكٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ وَغَيْرُهُمَا، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَوَافَقَ عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، شُعَيْبَ بْنَ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ

❀❀ ابوبکر بن عبدالرحمن اور ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر فرض اور غیر فرض نماز میں تکبیر کہا کرتے تھے وہ اس وقت تکبیر کہتے تھے' جب کھڑے ہوتے تھے' پھر وہ اس وقت تکبیر کہتے تھے' جب رکوع میں جاتے تھے' پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تھے' پھر رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے تھے یہ سجدے میں جانے سے پہلے ہوتا تھا۔ پھر جب وہ سجدے میں جانے کے لیے جھکتے تھے' تو اللہ اکبر کہتے تھے۔ پھر جب سر کو اٹھاتے تھے' تو تکبیر کہتے تھے۔ پھر جب وہ سجدے میں جاتے تھے' تو تکبیر کہتے تھے۔ پھر جب وہ سر کو اٹھاتے تھے' تو تکبیر کہتے تھے۔ پھر جب دو رکعت کے بعد تشہد ادا کرنے کے بعد کھڑے ہوتے تھے' تو تکبیر کہتے تھے' پھر وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے تھے' یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے تھے۔ پھر جب وہ نماز مکمل کرتے تو یہ فرماتے:

''اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں تم سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کی نماز کے طریقے کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں (یعنی نبی اکرم ﷺ کے نماز کے طریقے کے مطابق نماز ادا کرتا ہوں) یہ نبی اکرم ﷺ کا وہ طریقہ نماز ہے' جو آپ ﷺ نے دنیا سے رخصت ہونے تک اختیار کیے رکھا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ آخری جملہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ زبیدی اور دیگر حضرات نے زہری کے حوالے سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

جبکہ عبدالاعلیٰ نے معمر کے حوالے سے شعیب کے حوالے سے زہری سے اسے نقل کرنے میں موافقت کی ہے۔

837 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عِمْرَانَ - قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ: الشَّامِيِّ، وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْعَسْقَلَانِيُّ - عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَعْنَاهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَأَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ لَمْ يُكَبِّرْ وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ لَمْ يُكَبِّرْ

❀❀ عبدالرحمن بن ابزی کے صاحبزادے نے اپنے والد کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی تو نبی اکرم ﷺ تمام تکبیریں نہیں کہتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تھے اور جب سجدے میں جانے کا ارادہ کرتے تھے' تو آپ ﷺ تکبیر نہیں کہتے تھے۔ جب آپ ﷺ سجدے سے اٹھتے تھے' تو اس وقت تکبیر نہیں

کہتے تھے۔

بَابُ كَيْفَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ

باب: دونوں ہاتھوں سے پہلے دونوں گھٹنے کیسے رکھے جائیں گے

838 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے دونوں گھٹنے (زمین پر) رکھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ زمین سے اٹھائے۔

839 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ حَدِيثَ الصَّلَاةِ، قَالَ: فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَّاهُ، قَالَ هَمَّامٌ: وَحَدَّثَنِي شَقِيقٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمِثْلِ هَذَا، وَفِي حَدِيثِ أَحَدِهِمَا: وَأَكْبَرُ عِلْمِي أَنَّهُ فِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ: وَإِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى فَخِذِهِ

عبدالجبار بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اس کے بعد راوی نے نماز سے متعلق حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں گھٹنے ہتھیلیاں زمین پر رکھنے سے پہلے زمین پر رکھے۔

ہمام نے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عاصم بن کلیب کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

ان دونوں میں سے کسی ایک کی روایت میں اور میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ محمد بن جحادہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو گھٹنوں کے بل اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زانوں کا سہارا لیا''۔

840 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَسَنٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ، وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص سجدے میں جائے' تو وہ یوں نہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے اسے چاہئے کہ دونوں گھٹنوں سے پہلے

دونوں ہاتھ (زمین پر) رکھے"۔

841 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ، فَيَبْرُكُ كَمَا يَبْرُكُ الْجَمَلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"(کیا) کوئی شخص نماز کے دوران یوں بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے' جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے"۔

بَابُ النُّهُوضِ فِي الْفَرْدِ

باب: طاق رکعت میں اٹھنے کا طریقہ

842 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: جَاءَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ، إِلَى مَسْجِدِنَا، فَقَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ: كَيْفَ صَلَّى؟ قَالَ: مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هَذَا - يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ إِمَامَهُمْ - وَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى قَعَدَ، ثُمَّ قَامَ

ابوقلابہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں۔ میرا بنیادی مقصد محض نماز پڑھانا نہیں ہے بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تمہیں دکھاؤں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ابوقلابہ سے دریافت کیا: انہوں نے کس طرح نماز ادا کی تھی' تو ابوقلابہ نے جواب دیا: جس طرح ہمارے یہ بزرگ ان کی مراد ان کے امام عمرو بن سلمہ تھے' نماز ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ ذکر کیا جب انہوں نے پہلی رکعت کے آخری سجدے سے سر اٹھایا تو پہلے وہ بیٹھے پھر کھڑے ہوئے۔

843 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: جَاءَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ، إِلَى مَسْجِدِنَا، فَقَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأُصَلِّي وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، قَالَ: فَقَعَدَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ

ابوقلابہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں تشریف لائے انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں (تم لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں) میرا بنیادی مقصد محض نماز پڑھانا نہیں ہے بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تمہیں یہ دکھاؤں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پہلی رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد جب انہوں نے سر کو اٹھایا تو پہلے وہ بیٹھے (اور پھر کھڑے ہوئے)

844 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ، لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طاق رکعت (یعنی تیسری رکعت) میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے اس وقت تک کھڑے نہیں ہوتے تھے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سیدھے بیٹھ نہیں جاتے تھے۔

بَابُ الْإِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب: دو سجدوں کے درمیان اقعاء کے طور پر (یعنی ایڑھیوں کے بل) بیٹھنا

845 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا، يَقُولُ: قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ: فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فِي السُّجُودِ، فَقَالَ: هِيَ السُّنَّةُ، قَالَ: قُلْنَا: إِنَّا لَنَرَاهُ جُفَاءً بِالرَّجُلِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

طاؤس بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سجدوں کے درمیان ایڑیوں کے بل بیٹھنے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ سنت ہے۔

راوی کہتے ہیں: ہم نے کہا: ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آدمی کے ساتھ زیادتی ہے' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

باب: جب آدمی رکوع سے سر اٹھائے گا' تو کیا پڑھے گا

846 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ يَقُولُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ، وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ عُبَيْدٍ أَبِي الْحَسَنِ، هٰذَا الْحَدِيثُ

844- اسناده صحيح، هشيم قد صرّح بسماعه عند البخاري. خالد: هو ابن مهران الحذاء. واخرجه البخاري (823)، والترمذي (286)، والنسائي في "الكبرى" (742) من طريق هشيم، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح.

لَيْسَ فِيهِ بَعْدَ الرُّكُوعِ، قَالَ سُفْيَانُ: لَقِينَا الشَّيْخَ عُبَيْدًا اَبَا الْحَسَنِ، بَعْدُ، فَلَمْ يَقُلْ فِيهِ: بَعْدَ الرُّكُوعِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي عِصْمَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ عُبَيْدٍ، قَالَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ

حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو یہ پڑھتے تھے۔

''اللہ تعالیٰ نے اس شخص (کی بات کو) سن لیا جس نے اس کی حمد بیان کی اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے لیے مخصوص جو آسمانوں کو بھرنے جتنی ہو۔ زمین کو بھرنے جتنی ہو۔ اس کے بعد جس چیز کو تو چاہے اس کو بھرنے جتنی ہو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان ثوری اور شعبہ نے عبید ابوالحسن کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اس روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں ''رکوع کے بعد''۔

سفیان کہتے ہیں: بعد میں ہماری ملاقات شیخ ابوالحسن عبید سے ہوئی تو انہوں نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے ''رکوع کے بعد''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت شعبہ نے ابوعصمہ کے حوالے سے اعمش کے حوالے سے عبید سے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ''رکوع کے بعد''۔

847 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، ح وحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اَبُو مُسْهِرٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، كُلُّهُمْ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ قَزَعَةَ بْنِ يَحْيٰى، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: حِينَ يَقُولُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاءِ - قَالَ مُؤَمَّلٌ: مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ - وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ - زَادَ مَحْمُودٌ: وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا - وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، وَقَالَ بِشْرٌ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، لَمْ يَقُلْ: اللّٰهُمَّ، لَمْ يَقُلْ مَحْمُودٌ: اللّٰهُمَّ، قَالَ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ پڑھتے تھے۔

''اللہ تعالیٰ نے اس شخص (کی بات کو) سن لیا جس نے اس کی حمد بیان کی۔ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے لیے مخصوص ہے جو آسمان کو بھرنے جتنی ہو۔ (یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) آسمانوں کو بھرنے جتنی ہو۔ زمین کو بھرنے جتنی ہو اور اس کے بعد جو چیز تو چاہے اس کو بھرنے جتنی ہو۔ تو تعریف اور بزرگی کا اہل ہے اور وہ بات بالکل ٹھیک ہے جو ایک بندے نے کہی ہے ویسے تو سب ہی تیرے بندے ہیں (وہ بات یہ ہے:) جسے تو عطا

847- اسنادہ قوی. الولید: ھو ابن مسلم، و ابو مسھر: ھو عبد الاعلی بن مسھر. و اخرجہ مسلم (477)، و النسائی فی "الکبری" (659) من طریق سعید بن عبد العزیز، بھذا الاسناد. و ھو فی "مسند احمد" (11828)، و "صحیح ابن حبان" (11828).

کر دے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے''۔

(یہاں محمود نامی راوی نے زائد الفاظ نقل کیے ہیں) ''اور جسے تو نہ دے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے''۔

اس کے بعد تمام راویوں کا ان الفاظ پر اتفاق ہے ''اور تیری بارگاہ میں کسی صاحب حیثیت کی حیثیت فائدہ نہیں دیتی''۔

بشر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے لیے مخصوص ہے''۔

محمود نامی راوی نے لفظ اللّٰھم نقل نہیں کیا ہے انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے لیے ہی مخصوص ہے''۔

ولید بن مسلم نے یہ روایت سعید کے حوالے سے نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''اے اللہ، اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے لیے مخصوص ہے''۔

اس راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے'' جسے تو نہ دے اسے کوئی نہیں دے سکتا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ الفاظ صرف ابومسہر نے نقل کیے ہیں۔

848 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا قَالَ الْاِمَامُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا: اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَاِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پڑھ لے' تو تم یہ پڑھو۔

''اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے ہی لیے مخصوص ہے''۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) جس شخص کا یہ قول فرشتوں کے قول کے ہمراہ ہوگا۔ اس شخص کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی۔

849 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا اَسْبَاطٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: لَا يَقُوْلُ الْقَوْمُ خَلْفَ الْاِمَامِ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَلٰكِنْ يَقُوْلُوْنَ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

عامر بیان کرتے ہیں: لوگ امام کے پیچھے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ نہیں کہیں گے بلکہ وہ صرف رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہیں گے۔

848- اسنادہ صحیح. ابو صالح السمان: اسمہ ذکوان. وھو فی "موطامالک" 88/1، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (796)، و (3228)، ومسلم (409)، والترمذی (266)، والنسائی فی "الکبری" (654). واخرجہ مسلم (409) من طریق سھیل بن ابی صالح، عن ابیہ، بہ. واخرجہ ایضاً (416) من طریق ابی علقمۃ، عن ابی ھریرۃ. وھو فی "مسنداحمد" (9923)، و "صحیح ابن حبان" (1907) و (1911).

بَابُ الدُّعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب: دو سجدوں کے درمیان دعا مانگنا

850 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا كَامِلٌ أَبُو الْعَلَاءِ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان یہ پڑھتے تھے۔

"اے اللہ! میری مغفرت کر دے' مجھ پر رحم کر' مجھے عافیت نصیب کر' مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور مجھے رزق نصیب کر"۔

بَابُ رَفْعِ النِّسَاءِ إِذَا كُنَّ مَعَ الرِّجَالِ رُءُوسَهُنَّ مِنَ السَّجْدَةِ

باب: جب خواتین امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہی ہوں' تو ان کا سجدے سے سر اٹھانا

851 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ، أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَوْلًى لِأَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَ مِنْكُنَّ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا تَرْفَعْ رَأْسَهَا حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ رُءُوسَهُمْ، كَرَاهَةَ أَنْ يَرَيْنَ مِنْ عَوْرَاتِ الرِّجَالِ

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"تم خواتین میں سے جو بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے وہ اپنا سر (سجدے) اس وقت تک نہ اٹھائے جب تک مرد اپنا سر نہیں اٹھا لیتے"۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی تھی کہ کہیں عورتیں مردوں کی شرمگاہوں کو نہ دیکھ لیں۔

بَابُ طُولِ الْقِيَامِ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب: رکوع سے اٹھنے کے بعد قیام کو اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو طویل کرنا

852 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، أَنَّ

852- اسنادہ صحیح، حفص بن عمر: ھو ابن الحارث بن سخبرۃ ابو عمر الحوضی، والحکم: ھو ابن عتیبۃ، وابن ابی لیلی: ھو عبد الرحمن، اخرجہ البخاری (792) و (801) و (820)، ومسلم (471) (194)، والترمذی (278)، والنسائی فی "الکبری" (656) و (738) من طریق الحکم، بھذا الاسناد

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ سُجُوْدُهُ، وَرُكُوْعُهُ، وَقُعُوْدُهُ، وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ

(۲)(۲) حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قعدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا' تقریباً ایک جتنا ہوتا تھا۔

853 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، وَحُمَيْدٌ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَجُلٍ اَوْجَزَ صَلَاةً مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَمَامٍ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ: قَدْ اَوْهَمَ. ثُمَّ يُكَبِّرُ، وَيَسْجُدُ، وَكَانَ يَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى نَقُوْلَ: قَدْ اَوْهَمَ

(۲)(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایسے کسی شخص کے پیچھے نماز ادا نہیں کی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مختصر لیکن مکمل نماز ادا کرتا ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پڑھ لیتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے: شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہم لاحق ہو گیا ہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جانا بھول گئے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں چلے جاتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھے رہتے تھے: ہم یہ سوچتے تھے: شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہم لاحق ہو گیا ہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے سجدے میں جانا بھول گئے ہیں)

854 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَاَبُوْ كَامِلٍ، دَخَلَ حَدِيْثُ اَحَدِهِمَا فِي الْآخَرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِيْ حُمَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: رَمَقْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ اَبُوْ كَامِلٍ: رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الصَّلَاةِ، فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ كَرَكْعَتِهِ، وَسَجْدَتِهِ وَاعْتِدَالَهُ فِي الرَّكْعَةِ كَسَجْدَتِهِ، وَجِلْسَتَهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَسَجْدَتَهُ مَا بَيْنَ التَّسْلِيْمِ وَالْاِنْصِرَافِ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: فَرَكْعَتُهُ وَاعْتِدَالُهُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَسَجْدَتُهُ، فَجِلْسَتُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فَسَجْدَتُهُ، فَجِلْسَتُهُ بَيْنَ التَّسْلِيْمِ وَالْاِنْصِرَافِ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ

(۲)(۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا بغور جائزہ لیا۔ تو میں نے پایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے جتنا ہوتا تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع کے بعد کھڑا ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے کی طرح ہوتا تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا بھی اتنا ہی ہوتا تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پھیرنے تک (تشہد میں بیٹھنا) اتنا ہی ہوتا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو رکوعوں کے درمیان سیدھا کھڑا ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے تک

(تشہد میں) بیٹھنا تقریباً ایک جتنا ہوتا تھا۔

بَابُ صَلَاةِ مَنْ لَا يُقِيمُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: اس شخص کی نماز کا حکم جو رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں کرتا

855 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُجْزِئُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتَّى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

❀❀ حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی کی نماز اس وقت تک درست نہیں ہوتی جب تک وہ رکوع اور سجدے میں اپنی کمر کو سیدھا نہیں رکھتا''۔

856 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقَالَ: ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، فَرَجَعَ الرَّجُلُ، فَصَلَّى كَمَا كَانَ صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، ثُمَّ قَالَ: ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أُحْسِنُ غَيْرَ هَذَا فَعَلِّمْنِي، قَالَ: إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ اجْلِسْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا، قَالَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَالَ فِي آخِرِهِ: فَإِذَا فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ، وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ هَذَا شَيْئًا، فَإِنَّمَا انْتَقَصْتَهُ مِنْ صَلَاتِكَ، وَقَالَ فِيهِ: إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ

❀❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے ایک شخص نماز ادا کر رہا تھا۔ اس نے نماز ادا کر لی پھر وہ آیا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم واپس جاؤ اور نماز ادا کرو کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی وہ شخص واپس گیا اس نے اسی طرح نماز ادا کی جس طرح پہلے ادا کی تھی۔ پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تم پر بھی سلام ہو۔ پھر فرمایا: تم واپس جاؤ اور نماز ادا کرو کیونکہ تم نے نماز ادا نہیں کی یہاں تک اس شخص نے تین مرتبہ اس طرح کیا پھر اس شخص نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے میں اس سے زیادہ اچھے طریقے سے نماز ادا نہیں کر سکتا تو

آپ ﷺ مجھے تعلیم دیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو' تو تکبیر کہو۔ پھر قرآن کا جو حصہ تمہیں آتا ہو اس کی تلاوت کرو۔ پھر رکوع میں جاؤ۔ یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع کی حالت میں رہو۔ پھر اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدے میں جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ ایسا ہی تم اپنی پوری نماز میں کرو۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ''جب تم ایسا کر لو گے تو تمہاری نماز مکمل ہو گی' اور اگر تم اس میں سے کوئی کمی کرو گے تو اسی حساب سے تمہاری نماز میں کمی ہو جائے گی''۔

اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں'' جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو' تو پہلے اچھی طرح وضو کر لو''۔

857 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ فِيهِ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَا تَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ حَتَّى يَتَوَضَّأَ، فَيَضَعَ الْوُضُوءَ - يَعْنِي مَوَاضِعَهُ - ثُمَّ يُكَبِّرُ، وَيَحْمَدُ اللَّهَ جَلَّ وَعَزَّ، وَيُثْنِي عَلَيْهِ، وَيَقْرَأُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَرْكَعُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيُكَبِّرُ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ

❁❁ علی بن یحییٰ بن خلاد اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص مسجد میں داخل ہوا (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:)

''نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے کسی بھی شخص کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ وضو نہیں کر لیتا اور اچھی طرح وضو نہیں کرتا پھر وہ تکبیر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے پھر جو چاہے قرآن کی تلاوت کرے پھر وہ اللہ اکبر کہے اور رکوع میں چلا جائے' یہاں تک کہ اس کے تمام جوڑ اطمینان کی حالت میں آجائیں۔ پھر وہ سَمِعَ اللّٰہ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے اور سیدھا کھڑا ہو جائے پھر وہ اللہ اکبر کہے اور سجدے میں جائے۔ یہاں تک کہ اس کے تمام جوڑ اطمینان کی حالت میں آجائیں۔ پھر وہ اللہ اکبر کہے' پھر وہ اپنا سر اٹھائے اور سیدھا ہو کر بیٹھ جائے۔ پھر وہ اللہ اکبر کہے اور سجدہ کر لے یہاں تک کہ اس کے تمام جوڑ اطمینان کی حالت میں آجائیں۔ پھر وہ اپنا سر اٹھائے اور تکبیر کہے۔ جب وہ ایسا کرے گا' تو اس کی نماز مکمل ہو گی''۔

857- حديث صحيح، وهذا اسناده رجاله ثقات، لكن اختلف فيه على علي بن يحيى بن خلاد كلما هو مبين في التعليق على الحديث (18995) من "مسند احمد" بتحقيقنا. موسى بن اسماعيل: هو التبوذكي ابو سلمة، وحماد: هو ابن سلمة، وعمّ علي ابن يحيى: هو رفاعة بن رافع ابو معاذ الانصاري، من اهل بدر رضي الله عنه. وانظر ما بعده.

858 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، بِمَعْنَاهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَيَغْسِلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، وَيَمْسَحَ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ يُكَبِّرَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيَحْمَدَهُ، ثُمَّ يَقْرَأَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا أَذِنَ لَهُ فِيهِ وَتَيَسَّرَ، فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادٍ، قَالَ: ثُمَّ يُكَبِّرَ فَيَسْجُدَ فَيُمَكِّنَ وَجْهَهُ - قَالَ هَمَّامٌ: وَرُبَّمَا قَالَ: جَبْهَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ - حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ وَتَسْتَرْخِيَ، ثُمَّ يُكَبِّرَ فَيَسْتَوِيَ قَاعِدًا عَلَى مَقْعَدِهِ وَيُقِيمَ صُلْبَهُ، فَوَصَفَ الصَّلَاةَ هَكَذَا أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ حَتَّى تَفْرُغَ، لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَفْعَلَ ذَلِكَ

❁❁ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''آدمی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ اس طرح کی طرح وضو نہیں کرتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک دھوئے اپنے سر کا مسح کرے اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر وہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی حمد بیان کرے پھر جس چیز کی اسے اجازت دی گئی ہے اور جو آسانی سے دستیاب ہو قرآن کے اس حصے کی تلاوت کرے'' اس کے بعد راوی نے حماد کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''پھر وہ تکبیر کہے اور سجدے میں چلا جائے اور اپنے چہرے کو جما کر رکھے''۔

بعض اوقات راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اپنی پیشانی کو زمین پر رکھے یہاں تک کہ اس کے جوڑ اطمینان کی حالت میں آجائیں اور کشادہ ہو جائیں۔ پھر وہ تکبیر کہے اور سیدھا ہو کر مقعد کی بل بیٹھ جائے اور اپنی کمر کو سیدھا کر لے''۔

اس کے بعد راوی نے چار رکعت میں اسی طرح نماز کی صفت بیان کی ہے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے (روایت میں یہ الفاظ ہیں:)

''آدمی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ اس طرح نہیں کرتا''۔

859 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ - قَالَ: إِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، وَبِمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَقْرَأَ، وَإِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَاحَتَيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ، وَامْدُدْ ظَهْرَكَ، وَقَالَ: إِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُودِكَ، فَإِذَا رَفَعْتَ فَاقْعُدْ عَلَى فَخِذِكَ الْيُسْرَى

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''جب تم کھڑے ہو' تو قبلہ کی طرف رخ کر کے تکبیر کہو۔ پھر سورۃ الفاتحہ اور جو اللہ چاہے کہ تم اس کی تلاوت کرو' وہ تم پڑھ لو۔ پھر جب تم رکوع میں جاؤ تو اپنی دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھو اور اپنی کمر کو سیدھا کر لو''۔

اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ''جب تم سجدے میں جاؤ تو جما کر سجدہ کرو اور جب اٹھو تو اپنے زانوں کے بل بیٹھ جاؤ''۔

860 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ - قَالَ: إِذَا أَنْتَ قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ، فَكَبِّرِ اللهَ تَعَالَى، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ عَلَيْكَ مِنَ الْقُرْآنِ وَقَالَ فِيهِ: فَإِذَا جَلَسْتَ فِي وَسَطِ الصَّلَاةِ فَاطْمَئِنَّ، وَافْتَرِشْ فَخِذَكَ الْيُسْرَى ثُمَّ تَشَهَّدْ، ثُمَّ إِذَا قُمْتَ فَمِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى تَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِكَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''جب تم نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو' تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعتراف کرو پھر تم جو آسانی سے پڑھ سکو اس حصے کی تلاوت کرو''۔

روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ''جب تم نماز کے دوران میں بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو اور اپنے بائیں زانوں کو بچھا لو۔ پھر تم تشہد کے کلمات پڑھ لو۔ پھر جب تم کھڑے ہو' تو اسی طرح کرو۔ یہاں تک کہ تم نماز سے فارغ ہو جاؤ''۔

861 - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَصَّ هَذَا الْحَدِيثَ قَالَ فِيهِ: فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللهُ جَلَّ وَعَزَّ، ثُمَّ تَشَهَّدْ، فَأَقِمْ ثُمَّ كَبِّرْ، فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ بِهِ، وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ، وَقَالَ فِيهِ: وَإِنِ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم اس طرح وضو کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا پھر تم تشہد پڑھو اور کھڑے ہو کر تکبیر کہو اگر تمہیں قرآن آتا ہو' تو اس کی تلاوت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی کبریائی بیان کرو اور لا الٰہ الا اللہ پڑھو''۔

اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ''اگر تم اس میں کوئی کمی کرو گے تو اسی حساب سے تمہاری نماز میں کمی ہو جائے گی''۔

862 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الْحَكَمِ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ

مَحْمُودٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ، قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ، وَأَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيرُ. هٰذَا لَفْظُ قُتَيْبَةَ

⊛⊛ حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی طرح ٹھونگے مارنے، درندے کی طرح پھیل کر بیٹھنے اور آدمی کے مسجد میں کسی جگہ کو اپنے لیے یوں مخصوص کر لینے سے منع کیا ہے' جس طرح اونٹ اپنے لیے جگہ مخصوص کر لیتا ہے روایت کے یہ الفاظ قتیبہ کے نقل کردہ ہیں۔

863 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَالِمٍ الْبَرَّادِ، قَالَ: أَتَيْنَا عُقْبَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيَّ أَبَا مَسْعُودٍ، فَقُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَامَ بَيْنَ أَيْدِينَا فِي الْمَسْجِدِ، فَكَبَّرَ، فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ أَصَابِعَهُ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ، وَجَافَى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقَامَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ جَافَى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَجَلَسَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ أَيْضًا، ثُمَّ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِثْلَ هٰذِهِ الرَّكْعَةِ فَصَلَّى صَلَاتَهُ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَأَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

⊛⊛ سالم براد بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے ان سے کہا: ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بتائیں وہ مسجد میں ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے انہوں نے تکبیر کہی جب انہوں نے رکوع کیا' تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور اپنی انگلیاں گھٹنوں سے نیچے کیں' اور انہوں نے اپنی کہنیوں کو اپنے پہلو سے دور رکھا۔ یہاں تک کہ ان کے جسم کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا۔ انہوں نے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پڑھا اور کھڑے ہو گئے' یہاں تک کہ ان کے جسم کا ہر حصہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر انہوں نے تکبیر کہی اور رکوع کیا انہوں نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھیں اور اپنی کہنیوں کو اپنے پہلو سے دور رکھا یہاں تک کہ ان کے جسم کا ہر حصہ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر انہوں نے سر اٹھایا اور بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے جسم کا ہر حصہ اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ پھر انہوں نے ایسا کیا۔ پھر انہوں نے چار رکعت اس رکعت کی طرح ادا کیں۔ جب انہوں نے نماز مکمل کی تو یہ بات ارشاد فرمائی۔ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُتِمُّهَا صَاحِبُهَا تُتَمُّ مِنْ تَطَوُّعِهِ

باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان: "ہر وہ نماز جسے پڑھنے والے نے مکمل ادا نہ کیا ہو' تو وہ اس شخص کی نفلی نمازوں کے ذریعے مکمل کی جائے گی"

864 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ

بْنِ حَكِيمٍ الضَّبِّيِّ، قَالَ: خَافَ مِنْ زِيَادٍ، أَوِ ابْنِ زِيَادٍ، فَأَتَى الْمَدِينَةَ، فَلَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: فَنَسَبَنِي، فَانْتَسَبْتُ لَهُ، فَقَالَ: يَا فَتَى، أَلَا أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا، قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، رَحِمَكَ اللَّهُ - قَالَ يُونُسُ: وَأَحْسَبُهُ ذَكَرَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ النَّاسُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الصَّلَاةُ، قَالَ: يَقُولُ رَبُّنَا جَلَّ وَعَزَّ لِمَلَائِكَتِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ: انْظُرُوا فِي صَلَاةِ عَبْدِي أَتَمَّهَا أَمْ نَقَصَهَا؟ فَإِنْ كَانَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً، وَإِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْئًا، قَالَ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَإِنْ كَانَ لَهُ تَطَوُّعٌ، قَالَ: أَتِمُّوا لِعَبْدِي فَرِيضَتَهُ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلَى ذَاكُمْ.

⊛⊛ انس بن حکیم ضبی بیان کرتے ہیں: وہ زیاد (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ابن زیاد کے خوف سے مدینہ منورہ آ گئے۔ ان کی ملاقات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے مجھ سے میرے نسب کے بارے میں پوچھا میں نے ان کے سامنے اپنا نسب بیان کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: اے نوجوان! کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں؟ راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: جی ہاں! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ یونس کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

"قیامت کے دن لوگوں کے اعمال میں سے سب سے پہلے ان سے نماز کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ہمارا پروردگار فرشتوں سے فرمائے گا' حالانکہ وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ تم میرے بندے کی نماز کا جائزہ لو۔ کیا یہ مکمل ہے یا کم ہے؟ اگر یہ مکمل ہوگی' تو اسے مکمل نوٹ کیا گیا ہوگا۔ اگر ایک چیز کم ہے' تو تم اس بات کا جائزہ لو کہ کیا میرے بندے نے کچھ نوافل ادا کیے ہیں؟ اگر اس کے نوافل ہوں' تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا' تو میرے بندے کے نوافل کے ذریعے اس کے فرائض کو مکمل کر دو پھر دیگر اعمال کا اسی طرح حساب لیا جائے گا"۔

865 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَلِيطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

864- حديث صحيح بطرقه وشواهده، وقد اختلف في اسناده على الحسن- وهو البصري- اختلافا كثيرا فيما بينه الدارقطني في "العلل" 8/ 244-248 ثم قال: واشبهها بالصواب قول من قال: عن الحسن عن انس بن حكيم عن ابي هريرة. قلنا: وانس بن حكيم فيه جهالة، لكنه متابع. اسماعيل: هو ابن ابراهيم بن مقسم المعروف بابن علية، ويونس: هو ابن عبيد البصري، وهو في "مسند احمد" (9494) عن اسماعيل ابن علية، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (1425) من طريق علي بن زيد بن جدعان، عن انس بن حكيم، به. وهو عند احمد (7902) من هذا الطريق، وعلي بن زيد ضعيف. واخرجه الترمذي (415)، والنسائي في "الكبرى" (322) من طريق الحسن عن حريث بن قبيصة، والنسائي في "المجتبى" (466) من طريق الحسن عن ابي رافع، كلاهما عن ابي هريرة. وحسنه الترمذي. واخرجه النسائي في "الكبرى" (321) من طريق حماد بن سلمة، عن الازرق بن قيس، عن يحيى بن يعمر، عن ابي هريرة. وهذا سند صحيح، وهو في "مسند احمد" (16614) من هذا الطريق الا انه لم يسم فيه صحابي الحديث. ويشهد له حديث تميم الداري الآتي عند المصنف برقم (866). وحديث انس بن مالك عند ابي يعلى (3976)، ومحمد بن نصر في "تعظيم قدر الصلاة" (193)، وهو حسن في الشواهد.

866- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْمَعْنَى، قَالَ: ثُمَّ الزَّكَاةُ مِثْلُ ذَلِكَ، ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلَى حَسَبِ ذَلِكَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''پھر زکوۃ کا حساب اسی طرح لیا جائے گا' اور پھر دیگر اعمال کا اسی طرح مواخذہ ہوگا''۔

بَابُ تَفْرِيعِ اَبْوَابِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ

باب: رکوع، سجدے اور دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے سے متعلق ذیلی روایات

867 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي يَعْفُورٍ، قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَاسْمُهُ وَقْدَانُ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ اِلَى جَنْبِ اَبِي، فَجَعَلْتُ يَدَيَّ بَيْنَ رُكْبَتَيَّ، فَنَهَانِي عَنْ ذٰلِكَ، فَعُدْتُ، فَقَالَ: لَا تَصْنَعْ هٰذَا، فَاِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ، فَنُهِينَا عَنْ ذٰلِكَ، وَاُمِرْنَا اَنْ نَضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ

مصعب بن سعد بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں نماز ادا کی۔ (رکوع میں) میں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ لیے میرے والد نے مجھے اس سے منع کیا۔ میں نے دوبارہ ایسا کیا' تو انہوں نے فرمایا: تم اس طرح نہ کرو ہم پہلے اس طرح کیا کرتے تھے۔ پھر ہمیں اس سے منع کر دیا گیا' اور ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ ہم گھٹنوں پر ہاتھ رکھیں۔

868 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْاَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَلْيَفْرِشْ ذِرَاعَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَلْيُطَبِّقْ بَيْنَ كَفَّيْهِ، فَكَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَى اخْتِلَافِ اَصَابِعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص رکوع میں جائے' تو وہ اپنی کلائیوں کو زانوؤں کے درمیان رکھ لے اور دونوں ہتھیلیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا لے یہ منظر گویا کہ آج بھی میری نگاہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں ایک دوسرے کے اندر پیوست تھیں۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ

باب: آدمی رکوع اور سجدے میں کیا پڑھے گا

869 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُو تَوْبَةَ، وَمُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُوسَى، قَالَ اَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنِ اَيُّوبَ: عَنْ عَمِّهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ:

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ) (الواقعة: 74)، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ. فَلَمَّا نَزَلَتْ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) (الأعلى: 1)، قَالَ: اجْعَلُوهَا فِي سُجُودِكُمْ

❁ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تم اپنے عظمت والے پروردگار کے اسم کی پاکی بیان کرو''۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اسے اپنے رکوع میں شامل کرلو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تم بلند و برتر پروردگار کی پاکی بیان کرو''۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے اپنے سجدے میں شامل کرلو۔

شرح

۱۔ ابن الضریس والنحاس وابن مردویہ والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سورۃ سبح مکہ میں نازل ہوئی۔

۲۔ ابن مردویہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی۔

۳۔ ابن مردویہ نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی۔

٤۔ ابن سعد و ابن ابی شیبہ والبخاری نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے ہم کو قرآن پڑھانا شروع کیا پھر عمار، بلال اور سعد رضی اللہ عنہ آئے پھر بیسویں نمبر پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز کے ساتھ اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا وہ آپ کی تشریف آوری سے خوش ہوئے۔ یہاں تک کہ میں نے بچیوں اور بچوں کو دیکھا کہ وہ کہہ رہے تھے یہ اللہ کے رسول تشریف لا چکے ہیں۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور اس جیسی سورتیں پڑھ چکا تھا۔

٥۔ احمد والبزار و ابن مردویہ نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورۃ سبح اسم ربک الاعلی پسند فرماتے تھے۔

٦۔ ابوعبید نے تمیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مسبحات میں سے افضل سورۃ کو بھول گیا ہوں تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا شاید وہ سبح اسم ربک الاعلی ہوگی فرمایا ہاں۔

٧۔ ابن ابی شیبہ واحمد و مسلم و ابوداؤد والترمذی والنسائی و ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں اور جمعہ کے دن آیت سبح اسم ربک الاعلی اور ھل اتک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے تھے اگر عید جمعہ کے دن آجاتی تو پھر دونوں نمازوں میں یہی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

٨۔ ابن ابی شیبہ و ابن ماجہ نے ابوعنبہ الخولانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں سبح اسم ربک الاعلی

اورھل اتک حدیث الغاشیۃ پڑھتے تھے۔

مختلف نمازوں کی قراءتیں

۹۔ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی ﷺ عید میں سبح اسم ربک الاعلی اورھل اتک حدیث الغاشیۃ پڑھا کرتے تھے۔

۱۰۔احمد وابن ماجہ والطبرانی نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ عیدین میں سبح اسم ربک الاعلی اورھل اتک حدیث الغاشیۃ پڑھا کرتے تھے۔

۱۱۔البزار نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر میں سبح اسم ربک الاعلی اورھل اتک حدیث الغاشیۃ پڑھا کرتے تھے۔

۱۲۔ابن ابی شیبہ ومسلم نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ ظہر میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھا کرتے تھے۔

۱۳۔ابن ابی شیبہ ومسلم وبیہقی نے اپنی سنن میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔جب سلام پھیرا تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے آیت سبح اسم ربک الاعلی پڑھی ایک آدمی نے کہا کہ میں نے پڑھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جان لیا کہ تم میں سے کسی نے اس کے ذریعہ مجھے خلجان میں ڈال دیا۔

۱٤۔ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والدارقطنی والحاکم والبیہقی نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں آیت سبح اسم ربک الاعلی اور قل یاایھا الکفرون کی قراءت کرتے تھے۔

۱۵۔ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ والحاتم والبیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل یا ایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھا کرتے تھے۔

۱٦۔البزار نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وتر میں سبح اسم ربک الاعلی اور قل یاایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔

۱۷۔محمد بن نصر نے انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔

۱۸۔ابن ابی شیبہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ معاذ رضی اللہ عنہ سے مغرب کی نماز میں لوگوں کی امامت کی انصار میں سے ایک لڑکا ان کے پاس سے گذرا اور وہ اپنے اونٹ پر کام کرتا تھا۔معاذ رضی اللہ عنہ نے ان پر نماز کو لمبا کردیا جب اس لڑکے نے یہ دیکھا تو نماز چھوڑ دی اور اپنے اونٹ کی تلاش میں چلا گیا یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسل کو بتائی گئی تو آپ نے فرمایا اے معاذ کیا تو لوگوں کو آزمائش میں ڈالتا ہے۔کیا تم میں سے کوئی مغرب میں سبح اسم ربک الاعلی اور والشمس و ضحٰہا جیسی صورتیں نہیں پڑھے گا۔

۱۹۔ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو عشاء کی نماز پڑھائی اور ان پر نماز کو لمبا کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں آیت والشمس وضحها اور سبح اسم ربک الاعلی اور واللیل اذا یغشی اور اقرأ باسم ربک الاعلی پڑھا کرو۔

رکوع اور سجدہ کی تسبیح

۲۰۔ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم اپنے سجدوں میں کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل فرمائی پھر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم اپنے سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا کریں۔

۲۱۔ابن سعد نے کلبی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ حضرمی بن عامر کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے ان سے فرمایا کیا تم کوئی چیز قرآن میں سے پڑھتے ہو۔ تو انہوں نے پڑھا آیت سبح اسم ربک الاعلی الذی خلق فسوی والذی قدر فهدی والذی امتن علی الحبلی فاخرج منها نسمة تسعی بین شیغاف وحشا۔ اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کر جو سب سے اعلیٰ ہے وہ جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا اور جس نے اندازہ ٹھہرایا پھر راہ دکھائی اور وہ جس نے حاملہ عورت کی پیٹھ پر مارا۔ اور اس میں سے ایک ذی روح کو نکالا جو دوڑتا ہے دل کے پردے اور پاخانے کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہرگز اس میں زیادتی نہ کرو بے شک وہ کافی اور شافی ہے۔

۲۲۔احمد وابوداود وابن المنذر وابن مردویہ نے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آیت فسبح اسم ربک العظیم (الواقعہ آیت ۷۴) نازل ہوئی تو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو اپنے رکوع میں کرلو اور جب آیت سبح اسم ربک الاعلی نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا اس کو اپنے سجدوں میں کرلو۔

۲۳۔احمد وابوداؤد وابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آیت سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تھے تو فرماتے آیت: سبحان ربی الاعلی۔

۲۴۔عبدالرزاق وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب آپ آیت سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تھے تو فرماتے آیت: سبحان ربی الاعلی۔

۲۵۔عبد بن حمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تو آیت سبح اسم ربک الاعلی پڑھے تو یہ کہا کر آیت: سبحان ربی الاعلی۔

۲۶۔فریابی وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن الانباری نے المصاحف میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت سبح اسم ربک الاعلی پڑھی تو کہا: سبحان ربی الاعلی۔ حالانکہ وہ نماز میں تھے۔ ان سے کہا گیا آپ قرآن میں اضافہ کرتے ہیں فرمایا نہیں ہم کو اس کا حکم کیا گیا ہے۔ اس لیے میں نے اس کو کہا

۲۷۔الفریابی سعید بن منصور وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وبن المنذر نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں

نے جمعہ کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھی اور کہا: سبحان ربی الاعلی۔

۲۸۔ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر والحاکم وصححہ نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو آیت سبحان اسم ربک الاعلی پڑھتے ہوئے سنا پھر کہا آیت: سبحان ربی الاعلی راوی نے کہا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بھی اسی طرح قرائت ہے۔

۲۹۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے سبح اسم ربک الاعلی پڑھی پھر کہا آیت: سبحان ربی الاعلی اور وہ نماز میں تھے۔

۳۰۔ عبد بن حمید نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ وہ اس کو اسی طرح پڑھتے تھے اور فرماتے تھے جو اس کو پڑھے تو اس کو چاہیے کہ سبحان ربی الاعلی کہے۔

۳۱۔ عبد بن حمید نے قتادہ رحمہا اللہ سے روایت کیا کہ ذکر کیا گیا بے شک نبی ﷺ جب اس کو پڑھتے تھے تو فرماتے: سبحان ربی الاعلی۔

۳۲۔ ابن ابی شیبہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ آیت سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تھے تو کہتے سبحان ربی الاعلی۔ (تفسیر درمنثور، سورہ اعلی، بیروت)

870 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى أَوْ مُوسَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، بِمَعْنَاهُ زَادَ، قَالَ: فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ قَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا، وَإِذَا سَجَدَ قَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ نَخَافُ أَنْ لَا تَكُونَ مَحْفُوظَةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: انْفَرَدَ أَهْلُ مِصْرَ بِإِسْنَادِ هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ، حَدِيثِ الرَّبِيعِ، وَحَدِيثِ أَحْمَدَ بْنِ يُونُسَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

تو نبی اکرم ﷺ جب رکوع میں جاتے تھے' تو آپ ﷺ تین مرتبہ یہ کلمات پڑھتے تھے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ تو جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تھے' تو تین بار یہ کلمات پڑھتے تھے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کے الفاظ میں اضافہ کے بارے میں ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ یہ محفوظ نہیں ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مصر کے رہنے والے لوگ ان روایات کی سند نقل کرنے میں منفرد ہیں' جو ربیع کے حوالے سے منقول ہے اور جو احمد بن یونس کے حوالے سے منقول ہے۔

871 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: قُلْتُ لِسُلَيْمَانَ: اَدْعُو فِي الصَّلَاةِ اِذَا مَرَرْتُ بِآيَةِ تَخَوُّفٍ، فَحَدَّثَنِي، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ مُسْتَوْرِدٍ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، اَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، وَفِي سُجُودِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى، وَمَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَسَاَلَ، وَلَا بِآيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَتَعَوَّذَ

شعبہ کہتے ہیں: میں نے سلیمان سے کہا: میں نماز کے دوران جب خوف دلانے والی کسی آیت کی تلاوت کروں' تو کیا دعا مانگ لیا کروں' تو انہوں نے سعد بن عبیدہ کے حوالے سے ان کی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھا' اور سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی رحمت کے مضمون والی آیت کی تلاوت کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر کر اس رحمت کا سوال کرتے اور جب بھی کسی عذاب کے مضمون والی آیت کی تلاوت کرتے' تو وہاں ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے تھے۔

872 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے اور رکوع میں یہ پڑھتے تھے۔

"(اللہ تعالیٰ) ہر طرح کے عیب سے پاک ہے وہ (ہر خرابی اور برائی اور عیب) سے منزہ ہے۔ وہ تمام فرشتوں اور روح الامین کا پروردگار ہے"۔

873 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ، قَالَ: قُمْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَقَامَ فَقَرَاَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ، لَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ فَسَاَلَ، وَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ، قَالَ: ثُمَّ رَكَعَ بِقَدْرِ قِيَامِهِ، يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ، ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ فِي سُجُودِهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَامَ فَقَرَاَ بِآلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَرَاَ سُورَةً سُورَةً

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرہ کی تلاوت کرنا شروع کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی رحمت کے مضمون والی آیت کی تلاوت کرتے وہاں ٹھہر کر اس رحمت کا سوال کرتے اور جب بھی عذاب کے مضمون والی کسی آیت کی تلاوت کرتے تو وہاں ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا' تو تقریباً وہ اتنا ہی تھا جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں یہ پڑھا۔

"ہر طرح کے عیب سے پاک ہے وہ ذات جو غلبے اور بادشاہی اور کبریائی اور عظمت سے موصوف ہے"۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے قیام جتنا سجدہ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے سجدے میں بھی یہی کلمات کہے' پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران کی تلاوت کرنا شروع کردی پھر آپ ﷺ نے ایک اور سورۃ اور ایک اور سورۃ کی تلاوت کی۔

874 - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ اَبِي حَمْزَةَ، مَوْلَى الْاَنْصَارِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْسٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، اَنَّهُ رَاَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَكَانَ يَقُوْلُ: اللّٰهُ اَكْبَرُ - ثَلَاثًا - ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَاَ الْبَقَرَةَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، وَكَانَ يَقُوْلُ فِي رُكُوعِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوعِهِ، يَقُوْلُ: لِرَبِّيَ الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ، فَكَانَ سُجُوْدُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، فَكَانَ يَقُوْلُ فِي سُجُوْدِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلَى، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ، وَكَانَ يَقْعُدُ فِيمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ سُجُوْدِهِ، وَكَانَ يَقُوْلُ: رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي، فَصَلَّى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقَرَاَ فِيهِنَّ الْبَقَرَةَ، وَآلَ عِمْرَانَ، وَالنِّسَاءَ، وَالْمَائِدَةَ، اَوِ الْاَنْعَامَ، شَكَّ شُعْبَةُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو رات کے وقت نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا (اور یہ پڑھا)

''(وہ اللہ) جو بادشاہی، غلبے اور کبریائی اور عظمت سے موصوف ہے''۔

پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھنا شروع کی اور سورۃ البقرہ پڑھی پھر آپ ﷺ رکوع میں چلے گئے' تو آپ ﷺ کا رکوع آپ ﷺ کے قیام جتنا تھا' اور آپ ﷺ نے رکوع میں یہ پڑھا۔

''سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم''

پھر آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ ﷺ کا قیام تقریباً آپ ﷺ کے رکوع جتنا تھا۔ جس میں آپ ﷺ یہ پڑھ رہے تھے۔

''حمد میرے پروردگار کے لیے ہی مخصوص ہے''۔

پھر آپ ﷺ سجدے میں گئے' تو آپ ﷺ کا سجدہ اتنا ہی تھا جتنا آپ ﷺ نے قیام کیا تھا۔ آپ ﷺ سجدے میں یہ پڑھتے رہے۔

''سبحان ربی الاعلی''

پھر آپ ﷺ نے سجدے سے سر اٹھایا اور جب آپ ﷺ دو سجدوں کے درمیان بیٹھے تو وہ تقریباً آپ ﷺ کے سجدے جتنا (طویل تھا) آپ ﷺ اس میں یہ پڑھتے رہے۔

''اے میرے پروردگار میری مغفرت کردے اے میرے پروردگار میری مغفرت کردے''۔

نبی اکرم ﷺ نے چار رکعت ادا کی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان میں سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء اور سورۃ مائدہ (شعبہ نامی راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) سورۃ انعام کی تلاوت کی تھی۔

بَابٌ فِي الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: رکوع اور سجدے میں دعا مانگنا

875 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَاَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى اَبِي بَكْرٍ، اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ، يُحَدِّثُ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بندہ اپنے پروردگار کے سب سے زیادہ اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہو تو تم (سجدے کے دوران) بکثرت دعا کیا کرو''۔

876 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُحَيْمٍ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ اَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ اِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ، اَوْ تُرَى لَهُ، وَاِنِّي نُهِيتُ اَنْ اَقْرَاَ رَاكِعًا، اَوْ سَاجِدًا، فَاَمَّا الرُّكُوعُ، فَعَظِّمُوا الرَّبَّ فِيهِ، وَاَمَّا السُّجُودُ، فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ اَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے پردہ ہٹایا لوگ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفیں بنا کر (نماز ادا کر رہے تھے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! نبوت کے مبشرات میں سے صرف سچے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ جنہیں کوئی مسلمان دیکھتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جو اسے دکھائے جاتے ہیں۔ مجھے اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ میں رکوع اور سجدے کے دوران تلاوت کروں جہاں تک رکوع کا تعلق ہے تو تم اس میں اپنے پروردگار کی عظمت بیان کرو جہاں تک سجدے کا تعلق ہے تو تم اس میں اہتمام کے ساتھ دعا مانگو وہ اس لائق ہوگی کہ اسے تمہارے لیے قبول کیا جائے''۔

877 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ اَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُكْثِرُ اَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے اور رکوع میں بکثرت یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

''تو ہر عیب سے پاک ہے اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! حمد تیرے ہی لیے مخصوص ہے اے اللہ! تو میری مغفرت کردے''۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے حکم پر عمل کرنے کے لیے (یہ دعا مانگا کرتے تھے)

878 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ، دِقَّهُ، وَجِلَّهُ، وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، زَادَ ابْنُ السَّرْحِ: عَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں یہ دعا مانگتے تھے۔

''اے اللہ! تو میرے تمام ذنب کی جو کم ہو یا زیادہ ہو جو پہلے والا ہو یا بعد والا ہو۔ (ان سب کی) مغفرت کردے''۔

ابن سرح نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

''جو اعلانیہ طور پر ہو یا پوشیدہ طور پر ہو''۔

879 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَلَمَسْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ سَاجِدٌ وَقَدَمَاهُ مَنْصُوبَتَانِ، وَهُوَ يَقُولُ: أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَأَعُوذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک رات میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر موجود پایا۔ (اندھیرے کی وجہ سے) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹٹولا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائے نماز پر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی حالت میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں کھڑے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھ رہے تھے۔

''اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی' تیرے سزا دینے سے تیری معافی کی اور تیری بارگاہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری ثناء کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے' جس طرح تو نے اپنی ذات کی ثناء بیان کی ہے''۔

878- اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله، وابو صالح: هو ذكوان السمان. واخرجه مسلم (483) من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (1931).

بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں دعا مانگنا

880 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ، وَالْمَغْرَمِ، فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ مِنَ الْمَغْرَمِ؟، فَقَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا مانگتے تھے۔

"اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور دجال کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں، زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

ایک صاحب نے عرض کی: کیا وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے بہت پناہ مانگتے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی جب مقروض ہوتا ہے' تو بات کرتے ہوئے غلط بیانی کرتا ہے۔ وعدہ کرتا ہے' تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

881 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ تَطَوُّعٍ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ، وَيْلٌ لِأَهْلِ النَّارِ

❀❀ عبدالرحمن بن ابو لیلیٰ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں نفل نماز ادا کی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

"میں جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اہل جہنم کے لیے بربادی ہے"۔

882 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَقُمْنَا مَعَهُ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي الصَّلَاةِ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي، وَمُحَمَّدًا، وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا، فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ: لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا يُرِيدُ رَحْمَةَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

❀❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں کھڑے ہو گئے ایک دیہاتی نے نماز کے دوران یہ کہا۔

"اے اللہ! مجھ پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر! ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کرنا"۔

... ماجه (1352) من طريق ابن ابي ليلى، بهذا الاسناد.

نبی اکرم ﷺ نے جب سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے اس دیہاتی سے فرمایا:
"تم نے ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا ہے"۔
نبی اکرم ﷺ کی مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔

883 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا قَرَأَ: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، قَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: خُولِفَ وَكِيعٌ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، وَرَوَاهُ أَبُو وَكِيعٍ، وَشُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سورۃ اعلیٰ کی تلاوت کرتے تھے' تو یہ کہتے تھے۔
"سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى"
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث میں وکیع کے برخلاف نقل کیا گیا ہے۔ ابووکیع اور شعبہ نے اسے ابواسحاق کے حوالے سے سعید بن جبیر کے حوالے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

884 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَوْقَ بَيْتِهِ، وَكَانَ إِذَا قَرَأَ: (أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى) (القيامة: 40)، قَالَ: سُبْحَانَكَ، فَبَكَى، فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ أَحْمَدُ: يُعْجِبُنِي فِي الْفَرِيضَةِ أَنْ يَدْعُوَ بِمَا فِي الْقُرْآنِ

موسیٰ بن ابوعائشہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص اپنے گھر کی چھت پر نماز ادا کر رہا تھا جب اس نے یہ آیت تلاوت کی۔
"کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے" تو اس شخص نے کہا: اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے۔ (جی ہاں! تو اس بات پر قادر ہے' پھر رونے لگا۔
لوگوں نے اس شخص سے اس بارے میں دریافت کیا' تو اس نے بتایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام احمد کہتے ہیں: فرض نماز کے بارے میں مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ آدمی وہ دعا کرے جو قرآن میں مذکور ہو۔

بَابُ مِقْدَارِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: رکوع اور سجدے کی مقدار

885 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنِ السَّعْدِيِّ، عَنْ

أَبِيهِ، أَوْ عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ، فَكَانَ يَتَمَكَّنُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ قَدْرَ مَا يَقُولُ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا

سعدی اپنے والد یا شاید اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی نماز کا جائزہ لیا۔ نبی اکرم ﷺ رکوع اور سجدے میں اتنی دیر ٹھہرتے تھے جتنی دیر میں تین مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ پڑھتے تھے۔

886 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ الْأَهْوَازِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، وَأَبُو دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يَزِيدَ الْهُذَلِيِّ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ. وَذَلِكَ أَدْنَاهُ، وَإِذَا سَجَدَ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا، وَذَلِكَ أَدْنَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مُرْسَلٌ. عَوْنٌ لَمْ يُدْرِكْ عَبْدَ اللهِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص رکوع میں جائے تو تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھے یہ سب سے کم مقدار ہے جب سجدے میں جائے تو تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھے اور یہ اس کی سب سے کم مقدار ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مرسل ہے عون نامی راوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

887 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، سَمِعْتُ أَعْرَابِيًّا يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ مِنْكُمْ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ، فَانْتَهَى إِلَى آخِرِهَا: (أَلَيْسَ اللهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ) (التين: 8)، فَلْيَقُلْ: بَلَى، وَأَنَا عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ، وَمَنْ قَرَأَ: لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَانْتَهَى إِلَى (أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى) (القيامة: 40)، فَلْيَقُلْ: بَلَى، وَمَنْ قَرَأَ: وَالْمُرْسَلَاتِ، فَبَلَغَ: (فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ) (المرسلات: 50)، فَلْيَقُلْ: آمَنَّا بِاللهِ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: ذَهَبْتُ أُعِيدُ عَلَى الرَّجُلِ الْأَعْرَابِيِّ، وَأَنْظُرُ لَعَلَّهُ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، أَتَظُنُّ أَنِّي لَمْ أَحْفَظْهُ، لَقَدْ حَجَجْتُ سِتِّينَ حَجَّةً، مَا مِنْهَا حَجَّةٌ إِلَّا وَأَنَا أَعْرِفُ الْبَعِيرَ الَّذِي حَجَجْتُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص سورۃ التین کی تلاوت کرے اور سورۃ کے آخر میں یہ پڑھے:

887- اسناده ضعيف لابهام الراوى عن ابى هريرة. سفيان: هو ابن عيينة. واخرجه مختصرا بما يتعلق بـ (وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ) (التين: 1) الترمذى (3641) من طريق سفيان، بهذا الاسناد. وقال: هذا حديث انما يروى بهذا الاسناد عن هذا الاعرابى عن ابى هريرة، ولا يسمى. وهو بتمامه فى "مسند احمد" (7391). وفى الباب عن رجل من الصحابة سلف برقم (884)، واسناده منقطع.

”کیا اللہ تعالیٰ تمام حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے“
تو آدمی کو یہ کہنا چاہئے: جی ہاں اور میں اس بات کا گواہ ہوں“۔
جب آدمی پڑھے ”میں قیامت کے دن کی قسم اٹھاتا ہوں“۔ اور اس آیت پر پہنچے ”اور کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کردے“ تو آدمی کو چاہئے کہ وہ کہے: جی ہاں! اور جو شخص سورۃ مرسلات کی تلاوت کرے اور اس آیت پر پہنچے۔
”تو وہ لوگ اس کے بعد کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے“ تو آدمی کو یہ کہنا چاہئے ”ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں“۔
اسماعیل نامی راوی کہتے ہیں: میں اس شخص کے پاس دوبارہ گیا کہ کہیں (وہ اس روایت کو بھول تو نہیں گیا) تو اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ مجھے یہ بات یاد نہیں ہوگی۔ میں نے سات حج کیے ہیں اور ان میں سے کون سا حج کس اونٹ پر کیا تھا مجھے یہ بھی یاد ہے۔

888 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ. وَابْنُ رَافِعٍ. قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ كَيْسَانَ. حَدَّثَنِيْ اَبِيْ. عَنْ وَهْبِ بْنِ مَانُوْسَ. قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ. يَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ. يَقُوْلُ: مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْفَتٰى - يَعْنِيْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ - قَالَ: فَحَزَرْنَا فِيْ رُكُوْعِهِ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ. وَفِيْ سُجُوْدِهِ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: قَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ. قُلْتُ لَهُ: مَانُوْسَ. اَوْ مَابُوْسَ. قَالَ: اَمَّا عَبْدُ الرَّزَّاقِ فَيَقُوْلُ: مَابُوْسَ. وَاَمَّا حِفْظِيْ فَمَانُوْسُ. وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ رَافِعٍ. قَالَ اَحْمَدُ. عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ. عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

⊛⊛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے ایسے کسی شخص کے پیچھے نماز ادا نہیں کی، جو اس نوجوان سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہہ نماز ادا کرتا ہو، ان کی مراد عمر بن عبدالعزیز تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے ان کے رکوع کا اندازہ لگایا کہ (اتنے وقت میں) دس مرتبہ تسبیح پڑھی جاسکتی ہے، اور ان کے سجدے کا اندازہ لگایا (کہ اتنے وقت میں) دس مرتبہ تسبیح پڑھی جاسکتی ہے۔

بَابُ اَعْضَاءِ السُّجُوْدِ

باب: سجدے کے اعضاء

889 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ. قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ. عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ. عَنْ طَاوُسٍ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اُمِرْتُ. قَالَ حَمَّادٌ: اُمِرَ نَبِيُّكُمْ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ، وَلَا يَكُفَّ شَعْرًا، وَلَا ثَوْبًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"مجھے اس بات کا حکم دیا گیا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ سات اعضاء پر سجدہ کریں اور (نماز کے دوران) بال یا کپڑے نہ سمیٹیں"۔

890 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُمِرْتُ، وَرُبَّمَا قَالَ: أُمِرَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ آرَابٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"مجھے اس بات کا حکم دیا گیا (بعض اوقات انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) تمہارے نبی کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ سات اعضاء پر سجدہ کریں"۔

891 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجَدَ مَعَهُ سَبْعَةُ آرَابٍ، وَجْهُهُ، وَكَفَّاهُ، وَرُكْبَتَاهُ، وَقَدَمَاهُ

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ہمراہ سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں، اس کا چہرہ، اس کے دونوں ہاتھ، اس کے دونوں گھٹنے اور اس کے دونوں پاؤں"۔

892 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، رَفَعَهُ قَالَ: إِنَّ الْيَدَيْنِ تَسْجُدَانِ كَمَا يَسْجُدُ الْوَجْهُ، فَإِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ فَلْيَضَعْ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَهُ فَلْيَرْفَعْهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما "مرفوع" حدیث کے طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"بے شک دونوں ہاتھ اسی طرح سجدہ کرتے ہیں جس طرح چہرہ سجدہ کرتا ہے، جب کوئی شخص (سجدہ کرتے ہوئے) اپنا چہرہ (زمین پر) رکھے تو اسے دونوں ہاتھ بھی (زمین پر) رکھنے چاہئیں، اور جب وہ اسے (یعنی چہرے کو) اٹھائے تو انہیں (یعنی ہاتھوں کو بھی) اٹھالے"۔

891- اسنادہ صحیح. ابن الهاد: هو يزيد بن عبد الله. واخرجه مسلم (490)، والترمذی (271)، والنسائی فی "الكبرى" (685) عن قتيبة، بهذا الاسناد. واخرجه النسائی (690)، وابن ماجه (885) من طريقين عن يزيد بن عبد الله بن الهاد، به وهو فی "مسند احمد" (1780)، و "صحیح ابن حبان" (1921) و (1922).

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُدْرِكُ الْإِمَامَ سَاجِدًا كَيْفَ يَصْنَعُ؟

باب: آدمی اگرامام کو سجدے کی حالت میں پائے تو وہ کیا کرے

893 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، اَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَهُمْ، اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِي الْعَتَّابِ، وَابْنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُودٌ فَاسْجُدُوا، وَلَا تَعُدُّوهَا شَيْئًا، وَمَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ، فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلَاةَ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم اس وقت سجدے کی حالت میں ہوں' تو تم بھی سجدہ کرو لیکن اسے کچھ شمار نہ کرو' اور جو شخص ایک رکعت کو پالے اس نے نماز کو پالیا''۔

بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْاَنْفِ وَالْجَبْهَةِ

باب: ناک اور پیشانی پر سجدہ کرنا

894 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُئِيَ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَعَلَى اَرْنَبَتِهِ اَثَرُ طِينٍ مِنْ صَلَاةٍ صَلَّاهَا بِالنَّاسِ.

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھا دی' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پیشانی اور ناک کے بانسہ پر کیچڑ کا نشان دکھائی دیا۔

895 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ نَحْوَهُ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ صِفَةِ السُّجُودِ

باب: سجدہ کرنے کا طریقہ

896 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ اَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، فَوَضَعَ يَدَيْهِ، وَاعْتَمَدَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَرَفَعَ عَجِيزَتَهُ، وَقَالَ: هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ

⊛⊛ ابواسحاق بیان کرتے ہیں: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ہمیں (سجدہ) کر کے دکھایا' انہوں نے اپنے دونوں

ہاتھ رکھے اور گھٹنوں کا سہارا لیا، اپنی سرین کو اٹھایا اور یہ بات بیان کی: نبی اکرم ﷺ اسی طرح سجدہ کیا کرتے تھے۔

897 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''سجدوں میں اعتدال کرو (یعنی اطمینان سے سجدہ کرو) اور کوئی شخص اپنے بازوؤں نہ بچھائے جس طرح کتا بچھاتا ہے''۔

898 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ، جَافَى بَيْنَ يَدَيْهِ، حَتَّى لَوْ أَنَّ بَهْمَةً أَرَادَتْ أَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ سجدہ کرتے ہوئے اپنے بازو اتنے کشادہ رکھتے تھے: اگر بکری کا بچہ آپ ﷺ کے بازوؤں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔

899 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ التَّمِيمِيِّ، الَّذِي يُحَدِّثُ بِالتَّفْسِيرِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهِ، فَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ وَهُوَ مُجَخٍّ، قَدْ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''میں پیچھے سے نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا (آپ ﷺ اس وقت سجدے کی حالت میں تھے) میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی، آپ ﷺ نے اپنا پیٹ (زمین سے) اٹھایا ہوا تھا اور دونوں بازو (پہلو سے) دور رکھے ہوئے تھے''۔

900 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، حَدَّثَنَا أَحْمَرُ بْنُ

896- حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف لضعف شريك - وهو ابن عبد الله النخعي القاضي - وباقي رجاله ثقات. ابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي. واخرجه النسائي في "الكبرى" (695) من طريق شريك، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (18701). واخرجه النسائي (696) من طريق يونس بن ابي اسحاق، عن ابيه، عن البراء قال: كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - اذا صلى جخى. اي: فتح عضديه عن جنبيه، وجافاهما عنه. واخرجه الترمذي (270) من طريق حجاج بن ارطاة، عن ابي اسحاق قال: قلت للبراء: اين كان النبي - صلى الله عليه وسلم - يضع وجهه اذا سجد؟ قال: بين كفيه. واخرج مسلم (494

899- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف، التميمي الذي يحدث بالتفسير - واسمه أربدة، ويقال: اربد - لم يرو عنه غير ابي اسحاق السبيعي، ولم يوثقه غير العجلي وابن حبان. زهير: هو ابن معاوية. واخرجه احمد (2405)، والحاكم 1/2281، والبيهقي 2/1152 من طريق زهير ابن معاوية، بهذا الاسناد. واخرجه الطيالسي (2740)، وعبد الرزاق (2924)، واحمد (2405) و (2662) و (2753) و (2781) و (2907) و (2908) و (3152) و (3197) و (3414) و (3447) من طرق عن ابي اسحاق، به. واخرجه ابن ابي شيبة 1/2581، والطيالسي (2727)، واحمد (2073)، والطبراني (12219) من طريق شعبة مولى ابن عباس، عن ابن عباس. وله شاهد من حديث عبد الله بن مالك ابن بحينة عند البخاري (807)، ومسلم (495)

جَزْءٍ، صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اِذَا سَجَدَ، جَافَى عَضُدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، حَتّٰى نَاْوِيَ لَهُ

نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت احمر بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سجدے میں جاتے تھے، تو اپنے دونوں بازو (اتنی مشقت سے) پہلو سے دور رکھتے تھے کہ ہمیں حیرانگی ہوتی تھی۔

901 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ، فَلَا يَفْتَرِشْ يَدَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ، وَلْيَضُمَّ فَخِذَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص سجدے میں جائے' تو وہ اپنے بازوؤں کو کتے کی طرح نہ بچھائے، اور اپنے زانو ملا کے رکھے"۔

سجدہ کرنے کا لغوی مفہوم

زمین پر سر ٹیکنا اور عاجزی کا اظہار کرنا، سجدہ کے لغوی معنی ہیں۔ اصطلاح شریعت میں سجدہ کہتے ہیں "اللہ کے سامنے اپنی عبودیت اور کمال عجز وانکساری کے اظہار کے طور پر بندے کا اپنے سر کو زمین پر ٹیک دینا۔

سجدے میں جانے کے سنت طریقے کا بیان

حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو پہلے اپنے دونوں گھٹنے (زمین پر) ٹیکتے اور پھر دونوں ہاتھ رکھتے اور جب سجدے سے اٹھنے کا ارادہ کرتے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے پھر دونوں گھٹنے اٹھاتے۔ (ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، دارمی)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ علیہما کا مسلک بھی یہی ہے کہ سجدہ کرتے وقت پہلے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکنے چاہئیں اس کے بعد دونوں ہاتھ رکھے جائیں اسی طرح سجدے سے اٹھتے وقت پہلے دونوں ہاتھ اور پھر دونوں گھٹنے اٹھانے چاہئیں ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ (سجدے سے) گھٹنوں کے بل اٹھتے تھے اور اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر ٹیکتے تھے۔

علماء نے اعضاء سجدہ کو زمین پر رکھنے کے سلسلے میں ایک اصول متعین کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اعضاء سجدہ کو زمین پر ٹیکنا زمین کے قرب کے اعتبار سے ہے یعنی جو عضو زمین سے زیادہ قریب ہو اسے پہلے زمین پر رکھا جائے اسی ترتیب سے تمام عضو رکھے جائیں اور سجدے سے اٹھتے وقت اس کا عکس ہونا چاہئے۔ یعنی جو عضو زمین سے زیادہ قریب ہو اسے سب سے بعد میں اٹھانا چاہئے۔

900- صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن في المتابعات والشواهد من اجل عباد بن راشد، وباقي رجاله ثقات. الحسن: هو البصري. واخرجه ابن ماجه (886) من طريق عباد بن راشد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (19012). وتشهد له احاديث الباب السالفة قبلة.

زمین پر ناک اور پیشانی ٹیکنے کے سلسلے میں مسئلہ تو یہ ہے کہ ناک اور پیشانی یہ دونوں عضو کے حکم ہیں کہ دونوں عضو ایک ساتھ زمین پر ٹیکنے چاہئیں لیکن بعض حضرات کا قول یہ بھی ہے کہ ناک زمین سے زیادہ قریب ہے اس لیے پہلے ناک رکھی جائے اس کے بعد پیشانی ٹیکی جائے۔

علامہ شمنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سجدے میں جاتے وقت اگر کسی عذر مثلاً موزے وغیرہ کی بناء پر گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پہلے رکھنا دشوار ہو تو پہلے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک لیے جائیں اس کے بعد دونوں گھٹنے رکھے جائیں۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ لِلضَّرُوْرَةِ

باب: ضرورت کے وقت اس بارے میں رخصت کا بیان

902 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: اشْتَكٰى أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَقَّةَ السُّجُوْدِ عَلَيْهِمْ إِذَا انْفَرَجُوْا، فَقَالَ: اسْتَعِيْنُوْا بِالرُّكَبِ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، کشادگی اختیار کرنے کی صورت میں، سجدے کے دوران پیش آنے والی مشقت کی شکایت کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”تم گھٹنوں کے ذریعے مدد حاصل کرو“۔

بَابٌ فِي التَّخَصُّرِ وَالْإِقْعَاءِ

باب: (نماز کے دوران) پہلو پر ہاتھ رکھنا یا ایڑھیوں کے بل بیٹھنا

903 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ وَكِيْعٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ صَبِيْحٍ الْحَنَفِيِّ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلٰى خَاصِرَتَيَّ، فَلَمَّا صَلّٰى، قَالَ: هٰذَا الصَّلْبُ فِي الصَّلَاةِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُ

⊛⊛ زیاد بن صبیح حنفی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز ادا کی، میں نے اپنے دونوں ہاتھ پہلوؤں پر رکھ لئے، جب انہوں نے نماز ادا کر لی تو فرمایا: یہ (طریقہ) نماز میں مصلوب ہونے (کے مترادف) ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع کیا کرتے تھے۔

نماز میں کھیلنے کی ممانعت وکراہت کا بیان

عن یحی بن کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَرِهَ لَكُمْ سِتًّا، اَلْعَبَثُ فِي الصَّلَاةِ وَالْمَنُّ فِي الصَّدَقَةِ وَالرَّفَثُ فِي الصِّيَامِ، وَالضِّحْكُ

عِنْدَ الْقُبُوْرِ، وَدُخُوْلُ الْمَسَاجِدِ وَأَنْتُمْ جُنُبٌ وَإِدْخَالُ الْعُيُوْنِ فِي الْبُيُوْتِ بِغَيْرِ إِذْنٍ۔
(حاشیۃ الاتقان فی علوم القرآن الجامع الصغیر للسیوطی، والسنن لسعید بن منصور)

حضرت یحییٰ بن کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے لئے چھ چیزیں ناپسند فرماتا ہے۔ نماز میں کھیلنا، صدقہ کر کے احسان جتانا، روزہ میں فحش گوئی کرنا، قبرستان میں ہنسنا، مسجدوں میں حالت جنابت میں داخل ہونا، بغیر اجازت کسی کے گھر میں نظر ڈالنا۔

نماز میں تشبیک کی کراہت کا بیان

حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کا ارادہ کر کے مسجد کی طرف چلے (تو اسے چاہیے کہ راستے میں انگلیوں کے درمیان تشبیک نہ کرے کیونکہ وہ اس وقت سے گویا نماز میں ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، جامع ترمذی، ابوداؤد، سنن نسائی، دارمی)

حدیث کے پہلے جزء کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی وضو کرے تو اسے چاہئے کہ وہ وضو کی تمام شرائط وآداب کو ملحوظ رکھے اور حضور قلب کے ساتھ وضو کرے تا کہ وضو پورے کمال اور حسن کے ساتھ ادا ہو۔ چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ جس قدر توجہ اور حضور قلب وضو میں حاصل ہوگا اسی قدر نماز میں خشوع وخضوع اور توجہ پیدا ہوگی۔

تشبیک کیا ہے؟ حدیث کے دوسرے جزو کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی وضو کے بعد نماز کے ارادے سے مسجد کی طرف چلے تو راستے میں انگلیوں کے درمیان تشبیک نہ کرے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھیلتا ہوا نہ چلے کیونکہ جب وہ نماز کی نیت سے گھر سے نکلا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہے اور خشوع وخضوع کے منافی ہونے کی وجہ سے تشبیک چونکہ نماز میں ممنوع ہے اس لیے نماز کے راستے میں بھی یہ ممنوع ہے اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جو چیز نماز میں ممنوع ہے وہ نماز کے لیے مسجد آتے ہوئے راستے میں بھی ممنوع ہوگی۔

اس حدیث سے اس بات پر تنبیہ مقصود ہے کہ بندے کو چاہئے کہ وہ نماز کے راستے میں حضور اور خشوع وادب اور وقار کے ساتھ چلے محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں ایک باب مسجد میں تشبیک کے موضوع پر قائم کیا ہے جس کے تحت انہوں نے دو حدیثیں نقل کی ہیں دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسجد میں انگلیوں کے درمیان تشبیک جائز ہے لہٰذا علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت شدہ ممانعت کا تعلق اس صورت میں ہے کہ جب کوئی آدمی انگلیوں کے درمیان تشبیک محض کھیل اور تفریح طبع کی خاطر کرے اور کوئی آدمی بطریق تمثیل کرے تو جائز ہے یا پھر صحیح البخاری کی روایت کردہ احادیث کی یہ توجیہ بھی کی جا سکتی ہے کہ ان احادیث کا تعلق اس وقت سے ہے جب کہ انگلیوں کے درمیان تشبیک کی ممانعت کا حکم نہیں ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

نماز میں کلام کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے، ہر شخص اپنے پاس والے سے نماز

پڑھتے پڑھتے بات کرتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت اللہ کے سامنے چپ چاپ (فرمانبردار ہوکر) کھڑے ہونا زل ہوئی تب سے ہمیں خاموش رہنے کا حکم ہوا اور بات کرنا منع ہوگیا۔ (صحیح مسلم، رقم ۳۴۴)

نماز میں اختصار کے منع ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں اختصار (یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھنا) دوزخیوں کے آرام لینے کی صورت ہے۔ (ابوداؤد)

سعید بن زیاد بن صبیح سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابن عمر کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنا ہاتھ کمر پر رکھ لیا۔ جب نماز ہو چکی تو فرمایا یہ تو نماز میں صلب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

وہاں یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ میدان حشر میں جب دوزخی کھڑے کھڑے بہت زیادہ تکلیف محسوس کریں گے تو وہ اپنے کوکھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جائیں گے اور اس طرح وہ کچھ دیر کے لیے آرام اور سکون کی خواہش کریں گے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونے کو منع فرمایا ہے کہ دوزخیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

نماز میں اقعاء کرنے کی ممانعت

حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ ہم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اقعاء کی بیٹھک کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ سنت ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم تو اس بیٹھک کو آدمی پر (یا پاؤں پر) ستم سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ وہ تو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (اقعاء یہ ہے کہ دونوں پاؤں کھڑے کر کے ایڑیوں پر بیٹھنا)۔ (صحیح مسلم:303)

نماز میں نظر پھیرنے والی روایت کی سند کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ یہ حدیث ''لَوْ عَلِمَ الْمُصَلِّي مَنْ يُنَاجِي مَا الْتَفَتَ'' اس طرح روایت نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کا سنن ابن ماجہ میں امام ابن ماجہ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی بندہ نماز میں ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس بندے کی طرف اس وقت تک متوجہ رہتا ہے جب تک وہ اِدھر اُدھر (گردن پھیر کر نہیں) دیکھتا چنانچہ جب بندہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، دارمی)

ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منہ پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی نمازی حالت نماز میں گردن پھیر کر ادھر اُدھر دیکھتا ہے تو اس کے ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک صحیح روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ تو پروردگار اپنی بزرگ و برتر ذات کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوتا ہے (مگر) جب وہ بندہ (نماز میں) اِدھر اُدھر دیکھتا ہے اور اپنی نظر کو غیر کی طرف متوجہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم تو کس کی طرف دیکھ رہا ہے کیا تیرے لیے مجھ

سے بھی کوئی بہتر ہے کہ جس کی طرف تیری نظر متوجہ ہو رہی ہے؟ میری طرف اپنا منہ پھیر جب بندہ دوبارہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو
روردگار پھر یہی فرماتا ہے اور جب تیسری مرتبہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ جل شانہ اپنے روئے مبارک جیسا کہ اس کی شان کے لائق
ہے اس بندے کی طرف سے پھیر لیتا ہے۔

ماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے؟

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے تو
پ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شیطان کی جھپٹ ہے وہ آدمی کی نماز پر ایک جھپٹ مارتا ہے۔ (بخاری، ۴۳۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں
چھا کہ آیا یہ مفسد نماز ہے یا نہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اچک لینا ہے کہ شیطان بندے کی نماز میں سے اچک لیتا
ہے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی نماز میں پوری توجہ اور پورے آداب کی ساتھ نہیں کھڑا رہتا بلکہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو شیطان
ردودا ایسے نمازی کی نماز کے کمال کو اچک لیتا ہے یعنی اس طرح نماز کا کمال باقی نہیں رہتا یہاں اِدھر اُدھر دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ
ماز میں کوئی آدمی گردن گھما کر اِدھر اُدھر اس طرح دیکھے کہ منہ قبلے کی طرف سے پھر جائے تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ ایسے آدمی کی نماز
کروہ ہو جاتی ہے۔

اور اگر کوئی آدمی نماز میں اِدھر اُدھر اس طرح دیکھے کہ منہ کے ساتھ ساتھ سینہ بھی قبلے کی طرف بالکل پھر جائے تو اس کی نماز
سد ہو جائے گی۔ کن انکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے سے نہ تو نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ مکروہ ہوتی ہے البتہ یہ بھی خلاف اولیٰ ہے۔

ماز میں سلام وکلام کا ممنوع ہونا ثابت ہے

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم
پ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جواب بھی دے دیا کرتے تھے۔ پھر
ب ہم نجاشی (بادشاہ حبش) کے پاس سے لوٹ کر آئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جواب
دیا اور نماز مکمل کرنے کے بعد فرمایا: نماز میں (اللہ کے ساتھ) مشغولیت ہوتی ہے۔ اس لیے نماز میں اور کسی طرف مشغول نہ ہونا
ہیے۔ (بخاری، رقم، ۶۲۴)

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ابتداء میں) ہم میں سے ایک آدمی
پنے برابر والے سے نماز میں (ضرورت کی) بات کر لیتا پس یہ آیت نازل ہوئی وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ یعنی اللہ کے آگے خاموش
کھڑے رہو پس اس طرح ہمیں سکوت کا حکم ہوا اور گفتگو کی ممانعت ہوئی۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو نماز کے اختتام پر دائیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ تو (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہلتی ہیں، تمہیں یہی کافی ہے کہ تم قعدہ میں اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے دائیں اور بائیں منہ موڑ کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا کرو۔ (صحیح مسلم، رقم ۴۳۱)

نماز میں سلام پھیرتے وقت جس طرح ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے سلام کرنا منع ہوا تو داخل نماز میں زبان سے یا اشارے سے سلام کرنا بدرجہ اولیٰ منع ہے۔

نماز کے مکروہات کا بیان

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم یا جہالت اور گنوار پن کی بات ہے کہ مرد نماز سے فارغ ہونے سے پہلے بار بار پیشانی کو پونچھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز میں اپنی انگلیاں مت چٹخاؤ۔ (کہ دیکھنے والے کو ایسا محسوس ہو جیسے تم زبردستی قیام کر رہے ہو)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں منہ ڈھانپنے سے منع فرمایا۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو نماز میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھول (کر الگ الگ کر) دیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے اور آواز نہ نکالے اس لئے کہ اس پر شیطان (خوش ہو کر) ہنستا ہے۔

حضرت عدی بن ثابت اپنے والد سے وہ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں تھوکنا، رینٹ نکالنا، حیض اور نفاس شیطان کی طرف سے ہیں۔ (سنن ابوداؤد)

کف شعر کے بارے میں دلائل فقہیہ کا بیان

یعنی نماز اس طرح پڑھنا کہ بالوں کا جوڑا بنایا ہو، اس سے بھی سرکار ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ یہ متعدد روایات میں ہے کہ کف شعر نہ کیا جائے۔ ابوداؤد میں سند جید سے مروی ہے کہ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ نماز اس حال میں پڑھ رہے ہیں کہ آپ نے اپنی زلفوں کا اپنی گردن پر جوڑا بنایا ہوا ہے، تو آپ نے جوڑا کھول دیا اور آپ (حضرت ابو رافع) نے فرمایا: میں نے سید دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ وہ کفل الشیطان ہے۔ یعنی شیطان کا حصہ، یا فرمایا مقعد الشیطان ہے یعنی شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا اس طرح پڑھنا نہایت ناپسندیدہ عمل اور مکروہ ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کو اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا کہ ان کے بال معقوص ہیں، (جوڑا بنایا ہوا) تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور ان کو کھولنا شروع

فرمایا اور ساتھ ہی ایک روایت سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمائی۔
جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے حال میں نماز پڑھنا آپ کو ناپسند ہے۔ اس کے علاوہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث نے دلالت کی اس بات پر کہ اگر کسی نے بالوں کا جوڑا بنا کر نماز ادا کی، تو اس کی نماز مکروہ ہوگی۔ آگے فرماتے ہیں: جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس طرح نماز پڑھنا منع ہے۔ چاہے نماز کے لئے ہی قصداً ایسا کیا ہو یا نماز سے پہلے کسی اور غرض کے لئے ایسا کیا گیا ہو۔ ہر حال میں اسطرح نماز ادا کرنا منع ہے۔ اور فرماتے ہیں: عقص کا معنی یہ ہے کہ سر کے وسط میں بالوں کو اکٹھا کر لیا جائے اور دھاگہ سے باندھا یا گوند سے چپکا لیا جائے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کف شعر یعنی بالوں کو لپیٹ کر جوڑا بنا کر نماز پڑھنا واجب الاعادہ ہے۔ تاہم علماء سے مکروہ تنزیہی کا بھی قول مروی ہے۔ بہر حال مطلقاً کراہت پر اتفاق ہے۔ آگے اختلاف کراہت تحریمی یا کراہت تنزیہی میں ہے۔ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس حال میں سجدہ کر رہا ہے کہ اس کے بالوں کا جوڑا بنایا ہوا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: جوڑا کھول دے تا کہ بال بھی سجدہ کریں۔ (یہ تمام مضمون عینی جلد نمبر 6 ص 91 پر درج ہے)۔

فتح الباری والے فرماتے ہیں کہ حضرت ابو رافع اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ مفہوم ملتا ہے کہ عین نماز کی حالت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جائز ہے کہ انہوں نے عملاً نماز کا جوڑا کھول دیا اور جوڑا بنانے سے منع فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انہوں نے بھی نماز کی حالت میں تبلیغ فرمائی۔ آجکل: فیشن کا دور ہے طرح طرح سے فیشنی بال بنائے جاتے ہیں اور خلاف سنت انگریزی طرز پر بال رکھے جاتے ہیں۔ اس طرح کے بال بنانا سخت منع ہے اور تقلید نصاریٰ ہے اور ایسی حالت میں نماز کا مکروہ ہونا واضح ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ اکثر حضرات داڑھی منڈواتے یا کترواتے ہیں یہ بھی حرام ہے۔ ایک مشت یعنی چار انگل کی مقدار داڑھی رکھنا واجب ہے۔ لیکن بعض حضرات کو ایسا کرتے بھی دیکھا ہے کہ داڑھی کٹواتے تو نہیں ہیں، لیکن داڑھی کے بال گرستے ہیں اور موڑ موڑ کر اس طرح بنا لیتے ہیں کہ داڑھی چھوٹی معلوم ہو، یہ بھی سخت منع ہے اور کٹانے کے حکم میں داخل ہے اور اس طرح نماز پڑھانا مکروہ ہے۔

ہمارے بعض آئمہ بھی بہت کوتاہی کرتے ہیں، کچھ داڑھی کٹاتے ہیں اور کچھ داڑھی کو گرستے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ بالخصوص آئمہ حضرات کو اس کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ کف ثوب: لغوی معنیٰ ہے کپڑا کا موڑنا اور سجدہ میں جاتے وقت اپنے کپڑے کو اوپر کی طرف کھینچنا ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے۔ جس طرح کف شعر کی ممانعت ہے ایسے ہی کف ثوب کی بھی ممانعت ہے۔ کف ثوب میں تعمیم ہے۔ خواہ نیفے کی جانب کپڑا اکھر سا ہو یا پائنچے کی جانب سے کپڑا الپٹا ہو یا کلائیوں پر کپڑا سمیٹا ہوا ہو۔ مطلق کف ثوب ان سب صورتوں کو شامل ہے اور ان جیسی سب صورتیں منع اور مکروہ ہیں۔ بعض حضرات کا پاجامہ یا شلوار اتنی لمبی ہوتی ہے کہ ٹخنے کے نیچے تک جاتی ہے اور نماز پڑھتے وقت ٹخنوں کے اوپر کرنے کیلئے شلوار یا پاجامہ کو نیفے سے گھرس لیتے ہیں یا پائنچے کی جانب سے لپیٹ لیتے ہیں۔ یہ شدید مکروہ ہے۔ ٹھیک ہے ٹخنے کے نیچے تک کپڑا ہونا مکروہ ہے۔ لیکن یہ اس سے بھی زیادہ کراہت ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اتنی لمبی شلوار وغیرہ سلوانی ہی نہ چاہیے کہ ٹخنے سے نیچے رہے کیونکہ یہ صرف نماز کی حالت میں ہی خرابی نہیں، بلکہ عام حالت میں بھی یہ ایسی ہی خرابی ہے۔ جتنی نماز کی حالت میں، کیونکہ جس حدیث میں آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے وہ ہر حالت کو شامل ہے۔ خواہ نماز میں یا غیر نماز میں، پھر شلوار وغیرہ لمبی ہوتی ہے تو پھر یہ تکلفات کرنے پڑتے ہیں کبھی پائچے کی جانب سے کپڑا لپیٹنا یا نیفے کی جانب سے کپڑا اگھرسنا اور کف ثوب کرنا۔ جس سے سرکار دو عالم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس مذکورہ حدیث کے علاوہ بھی امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: مجھے کف ثوب اور کف شعر سے منع فرمایا گیا اور ترمذی شریف میں بھی اس حدیث کی تخریج امام ترمذی نے فرمائی ہے اور یہ فرمایا: ھذا حدیث حسن صحیح۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں کف ثوب چاہے نیفے کی جانب، چاہے ٹخنے کی جانب، چاہے کہنیوں پر کپڑا لپیٹنا سب صورتیں منع اور مکروہ ہیں اور فقہاء کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے یہ کراہت تحریمی اور گناہ ہے۔

کف شعر کے متعلق اقوال فقہاء کرام کا بیان

درمختار میں ہے: کف ثوب مکروہ ہے، یعنی کپڑے کا اٹھانا، اگرچہ کپڑا مٹی سے بچانے کیلئے کیا ہو جیسے آستین اور دامن کو موڑنا۔ اگر ایسی حالت میں نماز میں داخل ہوا کہ اس کی آستین یا اس کا دامن موڑا ہوا تھا اور اس قول سے اس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ موڑنا حالت نماز کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، خواہ نماز شروع کرنے سے پہلے یا دوران نماز ہو، سب صورتوں میں مکروہ ہے۔ (جلد 1 صفحہ 598) جوہرہ نیرہ میں ہے: و لا یکف ثوبہ الخ۔ اپنے کپڑے کو نہ موڑے اور کف ثوب یہ ہے کہ سجدہ کرتے وقت اپنے سامنے سے یا پیچھے سے اپنا کپڑا اٹھانا اکثر نمازیوں کی عادت ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت اپنا کپڑا دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھاتے ہیں یہ بھی کف ثوب ہے اور یہ بھی شدید مکروہ ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ نمازی کیلئے کف ثوب مکروہ ہے۔ (عموماً مطلقاً مکروہ بول کر فقہاء مکروہ تحریمی مراد لیتے ہیں)۔

علامہ شامی نے آستین پر کپڑا موڑنے کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے کہ نصف کلائی سے کم ہو تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی اور نصف کلائی یا اس سے اوپر تک آستین مڑی ہو، تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کف ثوب تو دونوں صورتوں میں ہے، پھر حکم میں اختلاف کیوں؟ تو اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان فرمائی ہے کہ عام طور پر وضو کرنے کے بعد بے توجہی اور بے پرواہی کی وجہ سے آستین تھوڑی سی مڑی رہ جاتی ہے۔ لہٰذا ابتلاء عام کی وجہ سے کراہت میں تخفیف ہے۔

علامہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب شرح مسلم جلد اول ص 683 پر فرماتے ہیں: احناف کی کتب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے فقہائے حنفیہ کا کپڑا لپیٹنے میں (کلائیوں پر) اختلاف ہے بعض کے نزدیک اگر نمازی کہنیوں تک آستین چڑھائے تو مکروہ نہیں اور بعض کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہاء نے نمازی کے کپڑا لپیٹنے یا سمیٹنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے اور جن فقہاء نے کراہت کی نفی کی ہے، اس نفی سے مراد مکروہ تحریمی کی نفی ہے، مکروہ تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے۔

علامہ ابن عابدین نے اس مضمون کی تصریح فرمائی ہے۔کپڑا لپیٹنے میں آستینوں کو چڑھانا، پائنچوں کو لپیٹنا اور ٹخنے کے قریب شلوار یا پاجامہ کو اڑس لینا یہ سب شامل ہیں اور یہ مکروہ تحریمی ہے۔(شرح مسلم، جلد 1 صفحہ 584 فرید بک سٹال لاہور)

نماز میں کھانے پینے کی ممانعت کی علت عمل کثیر ہے

نمازی کا ہر وہ عمل عمل کثیر کہلاتا ہے جس سے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔لہٰذا نماز کی حالت میں کھانے پینے سے عمل کثیر ثابت ہو جاتا ہے اسی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

عمل کثیر کی تعریف و حکم

عمل کثیر جو کہ مفسد صلوٰۃ ہوتا ہے اس کی تعریف میں فقہاء فرماتے ہیں کہ اسے عرف پر محمول کیا جائے گا یعنی جس عمل کو دیکھنے والے یہ گمان کریں کہ یہ شخص نماز سے خارج ہے تو اس کو عمل کثیر کہیں گے اور اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

بَابُ الْبُكَاءِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران رونا

904 - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَّامٍ. حَدَّثَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُوْنَ. أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ. عَنْ ثَابِتٍ. عَنْ مُطَرِّفٍ. عَنْ أَبِيْهِ. قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَفِيْ صَدْرِهٖ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَاءِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ مطرف اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے نماز ادا کرنے کے دوران، رونے کی وجہ سے، آپ کے سینہ مبارک سے یوں آواز آتی تھی، جیسے چکی چلنے کی آواز ہوتی ہے۔

شرح

آہ۔اوہ۔اف۔تف یہ الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے نکلے یا آواز سے رویا اور حرف پیدا ہوئے ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی اور اگر رونے میں صرف آنسو نکلے آواز و حروف نہیں نکلے تو حرج نہیں۔مریض کی زبان سے بے اختیار آہ نکلی یا اوہ نکلی نماز فاسد نہ ہوئی۔یونہی چھینک، کھانسی، جماہی، ڈکار میں جتنے حروف مجبورانہ نکلتے ہیں معاف ہیں۔(درمختار، فتاویٰ ہندیہ)

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْوَسْوَسَةِ وَحَدِيْثِ النَّفْسِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران وسوسے کا شکار ہونا یا اپنے خیالوں میں گم ہو جانا مکروہ ہے

905 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو. حَدَّثَنَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ. عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ. عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ. عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ. ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يَسْهُوْ فِيْهِمَا. غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

ذَنْبِهِ

﴾﴿ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص وضو کرتے ہوئے، اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت یوں ادا کرے، کہ ان میں غفلت کا شکار نہ ہو، تو اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے"۔

906 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ، وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، يُقْبِلُ بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ عَلَيْهِمَا، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

﴾﴿ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو بھی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت ادا کرے، جس کے دوران وہ اپنے ذہن اور چہرے کے ساتھ (مکمل طور پر) متوجہ رہے، تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے"۔

بَابُ الْفَتْحِ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران امام کو لقمہ دینا

907 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ يَحْيَى الْكَاهِلِيِّ، عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ يَزِيدَ الْأَسَدِيِّ الْمَالِكِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ يَحْيَى وَرُبَّمَا قَالَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَتَرَكَ شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تَرَكْتَ آيَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلَّا أَذْكَرْتَنِيهَا، قَالَ سُلَيْمَانُ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ: كُنْتُ أُرَاهَا نُسِخَتْ، وَقَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُسَوَّرُ بْنُ يَزِيدَ الْأَسَدِيُّ الْمَالِكِيُّ

﴾﴿ حضرت مسور بن یزید اسدی مالکی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"میں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دوران قرأت کرتے ہوئے (سورت کا) کچھ حصہ چھوڑ دیا، آپ نے اسے تلاوت نہیں کیا، (نماز کے بعد) ایک صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے فلاں، فلاں آیت چھوڑ دی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم نے وہ (نماز کے دوران) مجھے یاد کیوں نہیں کروائی؟"

سلیمان نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

اس شخص نے عرض کی: میں یہ سمجھا تھا کہ یہ منسوخ ہوگئی ہے۔

سلیمان نامی راوی نے (راوی صحابی کا نام) حضرت مسور بن یزید اسدی مالکی رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّى صَلَاةً، فَقَرَأَ فِيهَا فَلُبِسَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِأُبَيٍّ: أَصَلَّيْتَ مَعَنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَمَا مَنَعَكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک نماز میں تلاوت کرتے ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشابہہ لگ گیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس چیز نے (مجھے لقمہ دینے سے) روک دیا تھا؟

امام کو نماز میں لقمہ دینے کا بیان

اپنے امام کو لقمہ دینا اور امام کا لقمہ لینا مفسد نہیں ہاں اگر مقتدی نے دوسرے سے سن کر جو نماز میں اس کا شریک نہیں ہے لقمہ دیا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز گئی، اور امام نے نہ لیا تو صرف اس مقتدی کی گئی۔ لقمہ دینے والا قرأت کی نیت نہ کرے بلکہ لقمہ دینے کی نیت سے وہ الفاظ کہے۔ فوراً ہی لقمہ دینا مکروہ ہے تھوڑا توقف چاہئے کہ شاید امام خود نکال لے مگر جبکہ اس کی عادت اسے معلوم ہو کہ رکتا ہے تو بعض ایسے حروف نکلتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو فوراً بتائے۔ یونہی امام کو مکروہ ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے بلکہ کسی دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جائے یا دوسری آیت شروع کر دے بشرطیکہ اس کا وصل مفسد نماز نہ ہو اور اگر بقدر حاجت پڑھ چکا ہے تو رکوع کر دے مجبور کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بار بار پڑھے یا ساکت کھڑا رہے (عالمگیری ردالمحتار) مگر وہ غلطی ایسی ہے جس میں فساد معنی تھا تو اصلاح نماز کے لئے اس کا اعادہ لازم تھا اور یاد نہیں آتا تو مقتدی کو آپ ہی مجبور کرے گا اور وہ بھی نہ بتا سکیں تو گئی۔

لقمہ دینے والے کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں مراہق بھی لقمہ دے سکتا ہے (عالمگیری) بشرطیکہ نماز جانتا ہو اور نماز میں ہو۔ ایسی دعا جس کا سوال بندے سے نہیں کیا جا سکتا جائز ہے مثلاً اَللّٰهُمَّ عَافِنِي اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي اور جس کا سوال بندوں سے کیا جا سکتا ہے مفسد نماز ہے مثلاً "اَللّٰهُمَّ أَطْعِمْنِي اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِي" (عالمگیری)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّلْقِينِ

باب: امام کو تلقین کی ممانعت

908 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ، لَا تَفْتَحْ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو إِسْحَاقَ، لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الْحَارِثِ، إِلَّا أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ. لَيْسَ هَذَا مِنْهَا

❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے علی! نماز کے دوران اپنے امام کو لقمہ نہ دینا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابواسحاق نے حارث سے صرف چار احادیث سنی ہیں، اور یہ روایت ان میں شامل نہیں ہے۔

شرح

فوراً ہی لقمہ دینا مکروہ ہے تھوڑا توقف چاہیے کہ شاید امام خود نکال لے مگر جبکہ اس کی عادت اسے معلوم ہو کہ رکتا ہے تو بعض ایسے حروف نکلتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو فوراً بتائے۔ یونہی امام کو مکروہ ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے بلکہ کسی دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جائے یا دوسری آیت شروع کر دے بشرطیکہ اس کا وصل مفسد نماز نہ ہو اور اگر بقدر حاجت پڑھ چکا ہے تو رکوع کر دے مجبور کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بار بار پڑھے یا ساکت کھڑا رہے۔ (عالمگیری ردالمحتار)

بَابُ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران ادھر، ادھر توجہ کرنا

909 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْأَحْوَصِ، يُحَدِّثُنَا فِي مَجْلِسِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: قَالَ أَبُو ذَرٍّ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزَالُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ، وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ، مَا لَمْ يَلْتَفِتْ، فَإِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ

❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ، نماز ادا کرنے والے بندے کی طرف اس وقت تک متوجہ رہتا ہے، جب تک بندہ اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا، جب بندہ (نماز کے دوران) اِدھر اُدھر دیکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے (اپنی خاص) توجہ ہٹا لیتا ہے''۔

910 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَشْعَثِ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ

❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، نماز کے دوران آدمی کے اِدھر اُدھر دیکھنے کے

910- اسنادہ صحیح. ابو الاحوص: هو سلام بن سليم وسليم: هو ابن اسود المحاربي ابو الشعثاء، ومسروق: هو ابن الاجدع. واخرجه البخاري (751) و (3291) والنسائي في "الكبرى" (530) و (1120) و (1121) من طرق عن اشعث بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (24746). واخرجه النسائي (531) و (1122) من طريق اسرائيل، عن اشعث، عن ابي عطية، عن مسروق، عن عائشة. واخرجه النسائي (1123) من طريق عمارة بن عمير، عن ابي عطية، عن عائشة موقوفا.

بارے میں دریافت کیا: آپ نے ارشاد فرمایا:

''یہ اچکنا ہے، جس کے ذریعے شیطان بندے کی نماز اُچک لیتا ہے''۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْأَنْفِ

باب: ناک پر سجدہ کرنا

911 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رُئِيَ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَعَلَى اَرْنَبَتِهِ اَثَرُ طِينٍ مِنْ صَلَاةٍ صَلَّاهَا بِالنَّاسِ، قَالَ اَبُو عَلِيٍّ: هٰذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَقْرَأْهُ اَبُو دَاوُدَ فِي الْعَرْضَةِ الرَّابِعَةِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں کو نماز پڑھانے کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پیشانی اور ناک کے بانسے پر کیچڑ کا نشان نظر آیا''۔

(سنن ابوداؤد کے راوی) ابوعلی کہتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھی مرتبہ (سنن ابوداؤد) پڑھتے ہوئے یہ روایت نہیں پڑھی تھی۔

بَابُ النَّظَرِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران نظر کرنا

912 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَهٰذَا حَدِيثُهُ وَهُوَ اَتَمُّ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ الطَّائِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ - قَالَ عُثْمَانُ: - قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ، فَرَاَى فِيهِ نَاسًا يُصَلُّونَ رَافِعِي اَيْدِيهِمْ اِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، فَقَالَ: لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالٌ يَشْخَصُونَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ - قَالَ مُسَدَّدٌ فِي الصَّلَاةِ: - اَوْ لَا تَرْجِعُ اِلَيْهِمْ اَبْصَارُهُمْ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، آپ نے کچھ لوگوں کو پایا کہ انہوں نے نماز ادا کرنے کے دوران اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''یا تو لوگ نماز کے دوران آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے باز آجائیں گے، یا پھر ان کی بینائی واپس نہیں آئے گی''۔

913 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ اَبْصَارَهُمْ فِي صَلَاتِهِمْ، فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ: لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''کیا وجہ ہے کہ لوگ نماز کے دوران نگاہیں (آسمان کی طرف) اٹھا لیتے ہیں؟''
(حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں سختی (سے تنبیہ کی) اور ارشاد فرمایا:
''یا تو لوگ اس سے باز آجائیں گے، یا ان کی بینائی اُچک لی جائے گی''۔

914 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ، فَقَالَ: شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هٰذِهِ، اذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ، وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّتِهِ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چادر اوڑھ کر نماز ادا کی جس پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان نقش و نگار نے میری توجہ منتشر کی تھی، اس (چادر) کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور میرے لئے اس کی ''انبجانی'' چادر لے آؤ''۔

915 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الزِّنَادِ، قَالَ سَمِعْتُ هِشَامًا، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، بِهٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: وَأَخَذَ كُرْدِيًّا كَانَ لِأَبِي جَهْمٍ، فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْخَمِيصَةُ كَانَتْ خَيْرًا مِنَ الْكُرْدِيِّ

ہشام نے اپنے والد کے حوالے سے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے، (جس میں یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس چادر کے عوض میں) حضرت ابوجہم کی ''کردی'' چادر لے لی، تو عرض کی گئی: یارسول اللہ! نقش و نگار والی چادر ''کردی'' چادر سے بہتر تھی۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت

916 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي السَّلُولِيُّ هُوَ أَبُو كَبْشَةَ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، قَالَ: ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ - يَعْنِي صَلَاةَ الصُّبْحِ - فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشِّعْبِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَانَ أَرْسَلَ فَارِسًا إِلَى الشِّعْبِ مِنَ اللَّيْلِ يَحْرُسُ

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

915- اسناده حسن من اجل عبد الرحمٰن بن ابی الزناد، وباقی رجاله ثقات. معاذ: هو ابن معاذ العنبری. واخرجه مسلم (556) (63) من طریق وكيع، عن هشام بن عروة، به دون الزيادة التي بينها المصنف. وعلقه بدونها ايضا البخاري بالر الحديث (373) بصيغة الجزم عن هشام. وهو في "مسند احمد" (25734).

''نماز (یعنی نماز فجر) کے لیے اقامت کہہ دی گئی، نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کرنا شروع کی، (نماز کے دوران) آپ گھاٹی کی طرف بھی دیکھ لیتے تھے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے (گزشتہ) رات میں کچھ گھڑسوار، حفاظت کے لیے، اس گھاٹی کی طرف بھیجے تھے۔

بَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران کوئی کام کرنا

917 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا

⊛⊛ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ (اپنی نواسی) سیدہ امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو گود میں اٹھا کر نماز ادا کر رہے تھے، جب آپ سجدے میں گئے تو آپ نے انہیں (زمین پر بٹھا) دیا، اور جب کھڑے ہوئے، تو انہیں اٹھالیا۔

918 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ، يَقُولُ: بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ، خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ صَبِيَّةٌ يَحْمِلُهَا عَلَى عَاتِقِهِ، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ عَلَى عَاتِقِهِ، يَضَعُهَا إِذَا رَكَعَ، وَيُعِيدُهَا إِذَا قَامَ، حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ يَفْعَلُ ذَلِكَ بِهَا

⊛⊛ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھایا ہوا تھا، اس (بچی) کی والدہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی تھیں، وہ (یعنی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا) بچی تھیں، نبی اکرم ﷺ نے انہیں کندھے پر اٹھایا ہوا تھا، نبی اکرم ﷺ نے انہیں کندھے پر اٹھا کر ہی نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ رکوع میں گئے تو آپ نے اس بچی کو (زمین پر بٹھا) دیا اور جب آپ کھڑے ہوئے تو اسے دوبارہ اٹھالیا، پوری نماز میں آپ نے اسی طرح کیا۔

919 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لِلنَّاسِ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ، عَلَى عُنُقِهِ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَسْمَعْ مَخْرَمَةُ مِنْ أَبِيهِ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے (اپنی نواسی) سیدہ امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا کو گردن پر اٹھایا ہوا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (زمین پر بٹھا) دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مخرمہ نے اپنے والد سے صرف ایک حدیث سنی ہے۔

920 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ فِي الظُّهْرِ، أَوِ الْعَصْرِ، وَقَدْ دَعَاهُ بِلَالٌ لِلصَّلَاةِ، إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ بِنْتُ ابْنَتِهِ عَلَى عُنُقِهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مُصَلَّاهُ وَقُمْنَا خَلْفَهُ، وَهِيَ فِي مَكَانِهَا الَّذِي هِيَ فِيهِ، قَالَ: فَكَبَّرَ فَكَبَّرْنَا، قَالَ: حَتَّى إِذَا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْكَعَ، أَخَذَهَا فَوَضَعَهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ سُجُودِهِ، ثُمَّ قَامَ، أَخَذَهَا فَرَدَّهَا فِي مَكَانِهَا، فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ بِهَا ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم ظہر یا شاید عصر کی نماز کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لئے بلا چکے تھے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی سیدہ امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا کو گردن پر اٹھایا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جائے نماز پر کھڑے ہوئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے، سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا اسی جگہ پر موجود رہیں، جہاں وہ پہلے تھیں (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اٹھایا ہوا تھا) راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی، ہم نے بھی تکبیر کہی، راوی کہتے ہیں: یہاں تک کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع میں جانے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑا اور (زمین پر بٹھا) دیا، پھر آپ نے رکوع کیا، سجدہ کیا، جب آپ سجدے سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑ کر پھر ان کی مخصوص جگہ (یعنی اپنے کندھے) پر بٹھا لیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رکعت میں اسی طرح کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی۔

921 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ: الْحَيَّةَ، وَالْعَقْرَبَ

921- اسنادہ صحیح. واخرجہ الترمذی (391)، والنسائی فی "الکبری" (525) و (1126) و (1127)، وابن ماجہ (1245) من طریقین عن یحیی بن ابی کثیر بھذا الاسناد. وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح. وھو فی "مسند احمد" (7178)، و "صحیح ابن حبان" (2351).

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''نماز کے دوران دو سیاہ چیزوں کو ماردو، سانپ اور بچھو''۔

دو کالوں کو مارنے کا حکم اور اس کا فقہی مفہوم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز میں دو کالوں یعنی سانپ اور بچھو کو مار ڈالو۔ (احمد، ترمذی اور نسائی)

ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے سانپ یا بچھو سامنے آ جائے تو ان کو ایک چوٹ یا دو چوٹ کے ساتھ مارنا چاہیے اس سے زیادہ چوٹ نہ مارنی چاہیے کیونکہ یہ عمل کثیر ہو جائے گا جس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ شرح منیہ میں بعض مشائخ کا قول مذکور ہے کہ یہ (یعنی نماز میں سانپ بچھو مارنے کا حکم) اس صورت میں ہے جب کہ نمازی کو بہت زیادہ یعنی تین قدم پے در پے چلنا نہ پڑے اور نہ زیادہ مشغولیت ہو یعنی تین چوٹ پے در پے مارنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور اگر کوئی نمازی سانپ یا بچھو مارنے کی غرض سے پے در پے تین قدم چلے گا یا پے در پے چوٹیں مارے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اتنا زیادہ چلنا یا اتنی مقدار مشغولیت اختیار کرنا عمل کثیر ہے۔ سرخسی نے اپنے مبسوط میں ذکر کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اس سلسلے میں یہ فرق نہ کیا جائے کہ تین قدم چلنے سے یا تین چوٹیں مارنے سے نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ جس طرح حدیث پیش آ جانے (یعنی وضو ٹوٹ جانے کی شکل میں زیادہ چلنے کی سہولت دی گئی ہے اسی طرح اس مسئلے میں بھی سہولت دی گئی ہے۔ لیکن تحقیقی طور پر صحیح بات یہی ہے کہ تین قدم چلنے یا تین چوٹ مارنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

البتہ اتنی سہولت ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ سانپ یا بچھو نماز میں سامنے آ جائے اور اس کا مارنا ضروری ہو تو ایسی صورت میں ان کو مارنے کے لیے نماز توڑ دینا مباح ہے جیسا کہ کسی مظلوم کی فریاد رسی یا کسی کو ڈوبنے اور ہلاکت سے بچانے کی خاطر نماز توڑ دینا مباح ہے یعنی اگر کسی کے چھت سے گر جانے یا آگ میں جل جانے یا کنویں وغیرہ میں ڈوب جانے کا قوی خطرہ ہو اور قریب ہی ایک آدمی نماز میں ہو تو اس نمازی کو چاہیے کہ نماز کو توڑ دے اور انہیں بچانے کی کوشش کرے یا اسی طرح کسی نمازی کو حالت نماز میں اپنی یا غیر کی کسی چیز کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو اور اس کی قیمت ایک درہم تک ہو تو اسے اس چیز کو بچانے کے لیے نماز توڑ دینا جائز ہے۔ اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف کالے سانپ ہی کو مارا جا سکتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حدیث میں کالے سانپ کی تخصیص محض تغلیبا کی گئی ہے چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ ہر قسم کے سانپوں کو مارنا جائز ہے کالے سانپوں ہی کی تخصیص نہیں ہے۔

922 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، وَهٰذَا لَفْظُهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا بُرْدٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ أَحْمَدُ - يُصَلِّي وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ، فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ - قَالَ أَحْمَدُ: - فَمَشَى فَفَتَحَ لِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مُصَلَّاهُ، وَذَكَرَ أَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"(بعض اوقات) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے ہوتے تھے، دروازہ بند ہوتا تھا، میں (باہر سے) آ کر دروازہ کھٹکھٹاتی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے دوران) چلتے ہوئے آ کر دروازہ کھول دیتے تھے اور پھر اپنی جائے نماز پر واپس تشریف لے جاتے تھے"۔

راوی بیان کرتے ہیں: وہ دروازہ قبلہ کی سمت میں تھا۔

بَابُ رَدِّ السَّلَامِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران سلام کا جواب دینا

923- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَيَرُدُّ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، سَلَّمْنَا عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، وَقَالَ: إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"پہلے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ادا کرنے کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے' تو آپ ہمیں سلام کا جواب دے دیتے تھے، جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے' تو ہم نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے دوران) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' تو آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا، (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) آپ نے ارشاد فرمایا: "نماز میں (مخصوص) مشغولیت ہوتی ہے"۔

924- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ وَنَأْمُرُ بِحَاجَتِنَا، فَقَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، فَأَخَذَنِي مَا قَدُمَ وَمَا حَدُثَ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ، وَإِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَزَّ قَدْ أَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ أَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ، فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے ہم نماز کے دوران سلام بھی کر لیتے تھے اور کسی کام کے لیے بھی کہہ دیتے تھے، (ایک دن) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز ادا کر رہے تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا، مجھے طرح طرح کے اندیشوں نے گھیر لیا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

924- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل عاصم- وهو ابن ابي النجود- وباقي رجاله ثقات. ابان: هو ابن يزيد العطار، وابو وائل: هو شقيق بن سلمة. واخرجه النسائي في "الكبرى" (564) من طريق سفيان بن عيينة، عن عاصم، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (3575)، و"صحيح ابن حبان" (2243) و(2244). واخرجه بنحوه النسائي (563) من طريق كلثوم بن المصطلق، عن ابن مسعود. وعلقه البخاري بصيغة الجزم عن ابن مسعود في كتاب التوحيد من "صحيحه" باب 42. بعد

نے نماز مکمل کی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ اپنے حکم کے بارے میں جو چاہے، نیا حکم دے دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نیا حکم یہ دیا ہے کہ تم لوگ نماز کے دوران بات چیت نہ کرو''۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) پھر نبی اکرم ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیا۔

925 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، اَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ نَابِلٍ، صَاحِبِ الْعَبَاءِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ صُهَيْبٍ، اَنَّهُ قَالَ: مَرَرْتُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ اِشَارَةً، قَالَ: وَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا قَالَ اِشَارَةً بِاُصْبُعِهِ، وَهٰذَا لَفْظُ حَدِيثِ قُتَيْبَةَ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ ﷺ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے، میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، تو آپ نے مجھے اشارے کے ذریعے جواب دیا۔ (راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے، روایت میں یہ الفاظ ہیں:) انگلی کے اشارے کے ذریعے جواب دیا۔

روایت کے یہ الفاظ قتیبہ کے نقل کردہ ہیں۔

926 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اَرْسَلَنِي نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ، فَاَتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلٰى بَعِيرِهِ فَكَلَّمْتُهُ، فَقَالَ لِي بِيَدِهِ هٰكَذَا، ثُمَّ كَلَّمْتُهُ، فَقَالَ لِي بِيَدِهِ هٰكَذَا: وَاَنَا اَسْمَعُهُ يَقْرَاُ وَيُومِئُ بِرَاْسِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: مَا فَعَلْتَ فِي الَّذِي اَرْسَلْتُكَ؟ فَاِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي اَنْ اُكَلِّمَكَ اِلَّا اَنِّي كُنْتُ اُصَلِّي

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ (کسی کام کے سلسلہ میں) مجھے بنو مصطلق کی طرف بھیجا، جب میں (واپس) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ اس وقت اپنے اونٹ پر نماز ادا کر رہے تھے، میں نے آپ کے ساتھ بات کرنے کی کوشش کی تو آپ نے مجھے اپنے دست مبارک کے اشارے کے ذریعے اس طرح (روک دیا) پھر میں نے آپ ﷺ کے ساتھ بات کرنے کی کوشش کی تو آپ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے مجھے اس طرح (روک دیا) میں آپ کی تلاوت کی آواز سن رہا تھا، آپ سر کے اشارے کے ذریعے (رکوع و سجود) کر رہے تھے، جب آپ (نماز پڑھ کر) فارغ ہوئے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں نے تمہیں جس کام کے لئے بھیجا تھا، اس کا کیا بنا؟ میں نے (پہلے) تمہارے ساتھ بات اس لئے نہیں کی، کیونکہ میں نماز ادا کر رہا تھا''۔

927 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسٰى الْخُرَاسَانِيُّ الدَّامِغَانِيُّ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِلَى قُبَاءَ يُصَلِّي فِيهِ، قَالَ: فَجَاءَتْهُ الْأَنْصَارُ، فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي، قَالَ: فَقُلْتُ لِبِلَالٍ: كَيْفَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي؟، قَالَ: يَقُولُ هٰكَذَا، وَبَسَطَ كَفَّهُ، وَبَسَطَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ كَفَّهُ، وَجَعَلَ بَطْنَهُ أَسْفَلَ، وَجَعَلَ ظَهْرَهُ إِلَى فَوْقٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ قباء تشریف لے گئے تاکہ وہاں (مسجد قباء میں) نماز ادا کریں، راوی بیان کرتے ہیں: وہاں کچھ انصار آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، نبی اکرم ﷺ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: جب ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے نماز ادا کرنے کے دوران آپ ﷺ کو سلام کیا تھا، تو آپ ﷺ نے انہیں کس طرح جواب دیا: تھا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس طرح، انہوں نے اپنی ہتھیلی کو کھول (کر دکھایا)۔

جعفر بن عون نامی راوی نے بھی اپنی ہتھیلی کو کھولا اور اس کا اندرونی حصہ نیچے کی طرف اور بیرونی حصہ اوپر کی طرف کیا۔

928 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا غِرَارَ فِي صَلَاةٍ، وَلَا تَسْلِيمٍ، قَالَ أَحْمَدُ: يَعْنِي فِيمَا أَرَى أَنْ لَا تُسَلِّمَ، وَلَا يُسَلَّمَ عَلَيْكَ، وَيُغَرِّرُ الرَّجُلُ بِصَلَاتِهِ فَيَنْصَرِفُ وَهُوَ فِيهَا شَاكٌّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''نماز اور سلام کرنے میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے خیال میں اس سے مراد یہ ہے: نہ آپ (کسی کے ہمراہ) سلام کریں اور نہ آپ کو سلام کیا جائے اور نماز میں کمی سے مراد یہ ہے: جب آدمی نماز سے فارغ ہو تو اسے اس بارے میں شک ہو (کہ اس نے پوری رکعت ادا کر لی ہیں، یا کوئی رکعت رہ گئی ہے؟)

929 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُرَاهُ رَفَعَهُ، قَالَ: لَا غِرَارَ فِي تَسْلِيمٍ، وَلَا صَلَاةٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ فُضَيْلٍ عَلَى لَفْظِ ابْنِ مَهْدِيٍّ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، مرفوع حدیث کے طور پر، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''سلام کرنے میں اور نماز میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن فضیل نے یہ روایت ابن مہدی کی مانند نقل کی ہے، تاہم انہوں نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

بَابُ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران چھینکنے والے کو جواب دینا

930 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، الْمَعْنَى، عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ، فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ، مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ؟ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُمْ يُصَمِّتُونِي - فَقَالَ عُثْمَانُ: فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُسَكِّتُونِي لَكِنِّي سَكَتُّ - قَالَ: فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِأَبِي وَأُمِّي مَا ضَرَبَنِي، وَلَا كَهَرَنِي، وَلَا سَبَّنِي، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَحِلُّ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ هَذَا، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا قَوْمٌ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْ جَاءَنَا اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ، وَمِنَّا رِجَالٌ يَأْتُونَ الْكُهَّانَ، قَالَ: فَلَا تَأْتِهِمْ، قَالَ: قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ، قَالَ: ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ، فَلَا يَصُدُّهُمْ، قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ، قَالَ: كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ قَالَ: قُلْتُ: جَارِيَةٌ لِي كَانَتْ تَرْعَى غُنَيْمَاتٍ قِبَلَ أُحُدٍ، وَالْجَوَّانِيَّةِ، إِذِ اطَّلَعْتُ عَلَيْهَا اطِّلَاعَةً، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْهَا، وَأَنَا مِنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لَكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَعَظُمَ ذَاكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ: ائْتِنِي بِهَا، قَالَ: فَجِئْتُهُ بِهَا، فَقَالَ: أَيْنَ اللَّهُ؟، قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا، حاضرین میں سے ایک صاحب کو چھینک آگئی تو میں نے یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہہ دیا، لوگوں نے مجھے گھور کر دیکھا، میں نے کہا: میرے ماں مجھے روئے، تم لوگ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟ ان لوگوں

930- اسناده صحيح. حجاج الصواف: هو ابن ابى عثمان، واسماعيل بن ابراهيم: هو المعروف بابن علية، ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وقال ابن عبد البر فى "الاستيعاب" (2347): احسن الناس سياقًا لحديث معاوية بن الحكم يحيى بن ابى كثير، عن هلال ابن ابى ميمونة. واخرجه ابن ابى شيبة 2/432 و 338/8 و 1911/1-20، واحمد (23762)، ومسلم (537) وباثر (2227)، وابن ابى عاصم فى "الآحاد والمثانى" (1399)، وابن الجارود (212)، وابو عوانة (1728)، والبغوى فى "شرح السنة" (726) من طريق حجاج الصواف، والطيالسى (1105)، وابو عوانة (1727) من طريق ابان بن يزيد العطار، والطيالسى (1105) عن حرب بن شداد، ومسلم (537)، والنسائى فى "الكبرى" (1142)، وابو عوانة (1727)، وابن حبان (2247)، والبيهقى فى "السنن الكبرى" 2/249، وفى "الاسماء والصفات" ص 421، وابن عبد البر فى "التمهيد" 22/79-80 من طريق الاوزاعى

نے اپنے ہاتھ اپنے زانوؤں پر مارنا شروع کیے تو مجھے اندازہ ہوگیا، وہ مجھے خاموش کروانا چاہ رہے ہیں،
عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں، جب میں نے دیکھا کہ وہ لوگ مجھے خاموش کروانا چاہ رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔

جب نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کرلی، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، آپ ﷺ نے نہ مجھے مارا، نہ ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس نماز میں لوگوں کی بات چیت میں سے کچھ بھی کرنا جائز نہیں ہے، اس میں صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن کی تلاوت ہوتی ہے'' یا جیسے بھی اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم لوگ زمانہ جاہلیت سے قریب ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام (کی دولت بھی) عطا کی ہے، ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ ان کے پاس نہ جاؤ''۔

میں نے عرض کی: ہم میں سے کچھ لوگ پرندوں سے بدشگونی لیتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ صرف ان کے توہمات ہیں، یہ چیز انہیں (کچھ کرنے سے) نہ روکے میں نے عرض کی: ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں لگاتے ہیں، (یعنی علم رمل کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سابقہ انبیاء کرام میں سے ایک نبی علیہ السلام لکیریں لگایا کرتے تھے، (یعنی علم رمل کے ذریعے حساب لگاتے تھے) تو جس شخص (کا طریقہ) ان کے موافق ہو، (اس کا بیان کردہ نتیجہ) درست ہوتا ہے۔

میں نے عرض کی: میری ایک کنیز ''احد'' اور ''جوانیہ'' کی طرف میری کچھ بکریاں چرا رہی تھی، میں نے اس کا جائزہ لیا، تو ان میں سے ایک بکری بھیڑیا لے جا چکا تھا، میں بھی ایک انسان ہوں، مجھے بھی اسی طرح افسوس ہوتا ہے، جس طرح دوسرے لوگوں کو ہوتا ہے، میں نے اسے تھپڑ رسید کردیا، اس پر نبی اکرم ﷺ نے مجھ پر سخت خفگی کا اظہار کیا، میں نے عرض کی: میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے میرے پاس لے کر آنا، میں اسے لے کر آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس کنیز نے جواب دیا: آسمان میں، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا: اسے آزاد کردو، یہ مؤمنہ ہے۔

931 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِمْتُ أُمُورًا مِنْ أُمُورِ الْإِسْلَامِ، فَكَانَ فِيمَا عَلِمْتُ أَنْ قَالَ لِي: إِذَا عَطَسْتَ فَاحْمَدِ اللهَ، وَإِذَا عَطَسَ الْعَاطِسُ فَحَمِدَ اللهَ، فَقُلْ: يَرْحَمُكَ اللهُ، قَالَ: فَبَيْنَمَا أَنَا قَائِمٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ، إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ، فَحَمِدَ اللهَ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، رَافِعًا بِهَا صَوْتِي، فَرَمَانِي النَّاسُ بِأَبْصَارِهِمْ حَتَّى احْتَمَلَنِي ذَلِكَ، فَقُلْتُ: مَا لَكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ بِأَعْيُنٍ شُزْرٍ؟ قَالَ:

فَسَبِّحُوا. فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟ قِيلَ: هٰذَا الْأَعْرَابِيُّ، فَدَعَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لِي: إِنَّمَا الصَّلَاةُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، وَذِكْرِ اللهِ جَلَّ وَعَزَّ. فَإِذَا كُنْتَ فِيهَا فَلْيَكُنْ ذٰلِكَ شَأْنُكَ. فَمَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَطُّ أَرْفَقَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے کچھ اسلامی احکام سیکھ لئے، میں نے جو کچھ سیکھا تھا، اس میں یہ بات بھی تھی، جب تمہیں چھینک آئے' تو تم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو، اور جب کسی دوسرے شخص کو چھینک آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے تو تم یرحمک اللہ (اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے) کہنا،

راوی کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا، ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی، تو میں نے بلند آواز میں یرحمک اللہ کہہ دیا، اس پر لوگوں نے مجھے گھور کر دیکھا تو مجھے غصہ آ گیا، میں نے کہا: تم لوگ مجھے اس طرح گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو؟ تو ان لوگوں نے "سبحان اللہ" کہا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کلام کرنے والا شخص کون ہے؟ تو آپ کو بتایا گیا: یہ دیہاتی شخص ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: نماز' قرآن کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے ہوتی ہے، جب تم نماز کی حالت میں ہو' تو تمہیں صرف یہی کرنا چاہئے۔

(راوی کہتے ہیں:) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شفیق استاد کوئی نہیں دیکھا۔

بَابُ التَّأْمِينِ وَرَاءَ الْإِمَامِ

باب: امام کے پیچھے آمین کہنا

932 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ (وَلَا الضَّالِّينَ) (الفاتحة: 7)، قَالَ: آمِينَ، وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھ لیتے تھے، تو آپ بلند آواز میں "آمین" کہتے تھے۔

933 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَجَهَرَ بِآمِينَ، وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ خَدِّهِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز میں "آمین" کہی، اور آپ نے دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا، یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک رخسار کی سفیدی دیکھ لی۔

آمین آہستہ کہنے کے دلائل کا بیان

دلیل نمبر 1: آمین دعا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: قَدْ أُجِيْبَتْ دَعْوَتُكُمَا۔ (سورۃ یونس:89)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون کے بارے میں فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی

''اَخْرَجَ اَبُوالشَّيْخِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذَا دَعَا اَمَّنَ هَارُوْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى دُعَائِهٖ۔ يَقُوْلُ آمِيْنَ'' (تفسیر در منثور ج3 ص567)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے اور حضرت ہارون علیہ السلام ان کی دعا پر آمین کہتے۔'' ''قَالَ عَطَاءٌ آمِيْنَ دُعَاءٌ'' (صحیح بخاری: ج1 ص107)

ترجمہ: معروف جلیل القدر تابعی حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''آمین دعا ہے۔''

دعا میں اصل یہ ہے کہ آہستہ کی جائے

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (سورۃ الاعراف:55)

ترجمہ: دعا مانگو تم اپنے رب سے عاجزی اور آہستہ آواز سے۔

دلیل نمبر 2: آمین: اللہ تعالیٰ کا نام ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَهِلَالِ بْنِ يَسَافٍ وَمُجَاهِدٍ قَالَ: آمِيْنَ اِسْمٌ مِّنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص64، مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص316)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ہلال بن یساف رحمہ اللہ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''آمین'' اللہ کا نام ہے۔

ذکر میں اصل یہ ہے کہ آہستہ کیا جائے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ۔ (سورۃ اعراف:205)

ترجمہ: ''ذکر کیجیے اپنے رب کا دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ، آہستہ آواز میں۔

قَالَ الْاِمَامُ فَخْرُ الدِّيْنِ الرَّازِيُّ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اِخْفَاءُ التَّامِيْنِ اَفْضَلُ وَاحْتَجَّ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَلٰى صِحَّةِ قَوْلِهٖ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ (آمِيْنَ) وَجْهَانِ، اَحَدُهُمَا: اَنَّهٗ دُعَاءٌ۔ وَالثَّانِيْ: اَنَّهٗ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانَ دُعَاءً وَجَبَ اِخْفَاؤُهٗ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى { اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً } وَاِنْ كَانَ اِسْمًا مِّنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَجَبَ اِخْفَاؤُهٗ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى { وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً (تفسیر کبیر امام رازی ج14 ص131)

ترجمہ: امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''آہستہ آواز سے ''آمین'' کہنا افضل ہے اور اپنے قول کی صحت پر دلیل قائم کی اور فرمایا کہ اس قول (آمین) میں دو جہتیں ہیں:

آمین دعا ہے۔(2) آمین اللہ کا نام ہے

اگر آمین "دعا" ہے تو اس کا آہستہ آواز سے کہنا واجب ہے {أُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً} کی وجہ سے اور اگر آمین اللہ تعالیٰ کا نام ہے تو بھی اس کا آہستہ آواز سے کہنا واجب ہے {وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً} کی وجہ سے۔"

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ لَبِيبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ" (مسند احمد: ج1 ص228)

ترجمہ: حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے بہتر ذکر آہستہ آواز کے ساتھ کرنا ہے۔"

دلیل نمبر 3:

نماز میں آمین آہستہ کہا جائے

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ حُجْرًا أَبَا الْعَنْبَسِ قَالَ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ وَقَدْ سَمِعْتُ مِنْ وَائِلٍ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} قَالَ آمِينْ خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ۔ (مسند ابی داؤد طیالسی ص138، مسند احمد ج4 ص389)

ترجمہ: حضرت وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} کی قرأت کی تو "آمین" آہستہ آواز سے کہی۔"

دلیل نمبر 4: قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ نَا يَزِيدُ نَا سَعِيدٌ نَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ: سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} (سنن ابی داؤد: ج1 ص122)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے درمیان نماز میں سکتوں کے متعلق مذاکرہ ہوا تو حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں دو سکتوں کو یاد کیا ایک جب تکبیر تحریمہ کہتے، سکتہ کرتے یعنی خاموش رہتے اور دوسرا جب {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} کی قرأت سے فارغ ہوتے تو سکتہ کرتے، یعنی خاموش رہتے۔

دلیل نمبر 5: قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُو جَعْفَرٍ الطَّحَاوِيُّ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبٍ الْكَيْسَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ ثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعْدٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ

عُمَرُ وَعَلِيٌّ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّامِيْنَ۔ (سنن طحاوی ج1 ص150)

ترجمہ: حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور آمین کی قرأت کے وقت آواز بلند نہیں کرتے تھے۔''

دلیل نمبر6: عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ وَعَبْدُاللّٰهِ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّامِيْنَ۔ (اعلاء السنن ج2 ص249)

ترجمہ: حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور آمین کی قرأت کے وقت آواز بلند نہیں کرتے تھے۔''

دلیل نمبر7: عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ يُخْفِي الْاِمَامُ ثَلَاثًا: اَلْاِسْتِعَاذَةُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَآمِيْنُ۔ (المحلی بالآثار، امام ابن حزم رحمہ اللہ ج2 ص280)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''امام نماز میں تین چیزوں ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آمین کی قرأت آہستہ آواز سے کرے۔''

دلیل نمبر8: رَوَى الْاِمَامُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيْهُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِيْفَةَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ التَّابِعِيُّ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَرْبَعٌ يُخَافِتُ بِهِنَّ الْاِمَامُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذِ مِنَ الشَّيْطَانِ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَآمِيْن۔ (کتاب الآثار، امام ابوحنیفہ بروایۃ امام محمد ج1 ص162، مصنف عبدالرزاق ج2 ص57)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام نماز میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور آمین کی قرأت آہستہ آواز سے کرے۔''

دلیل نمبر9: عَنِ النَّخْعِيِّ وَالشَّعْبِيِّ وَاِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ كَانُوْا يُخْفُوْنَ بِاٰمِيْنَ۔ (الجوہر النقی ج2 ص58)

ترجمہ: ''حضرت امام نخعی، حضرت امام شعبی اور حضرت امام ابراہیم تیمی رحمہم اللہ نماز میں ''آمین'' آہستہ آواز سے کہتے تھے۔''

نوٹ: یاد رہے ان میں امام شعبی رحمہ اللہ پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔

دلیل نمبر10: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيْهُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِيْفَةَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ التَّابِعِيُّ (اَرْبَعٌ يُخَافِتُ بِهِنَّ الْاِمَامُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذِ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَآمِيْن) قَالَ مُحَمَّدٌ وَبِهِ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ۔ (کتاب الآثار امام ابوحنیفہ بروایۃ امام محمد ج1 ص162)

ترجمہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام نماز میں سبحانک اللھم وبحمدک، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آمین کی قرأت آہستہ آواز سے کرے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

نماز میں امام ومقتدی کا آہستہ آواز سے آمین کہنے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) غیر المغضوب علیھم و لا الضالین پڑھا اور پھر دراز آواز سے آمین کہی۔ (ابوداؤد، دارمی، جامع ترمذی)

دراز آواز سے آمین کہنے" کا مطلب یا تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین ب آواز بلند کہی یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ آمین میں الف کو مد کے ساتھ یعنی کھینچ کر کہا۔

آمین کہنے کا مسئلہ بھی ائمہ کے یہاں بحث فیہ ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بات جاننی چاہیے کہ اس مسئلے میں تو سب ائمہ متفق ہیں کہ سورت فاتحہ کے بعد آمین کہنا ہر نمازی کے لیے سنت ہے خواہ منفرد ہو یا امام کے ساتھ اسی طرح مقتدی کو بھی آمین کہنا سنت ہے خواہ امام کہے یا نہ کہے۔ اب اختلاف اس چیز میں ہے کہ آیا آمین ب آواز بلند کہی جائے یا آہستہ آواز سے؟ چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ علیہما کے نزدیک آمین ب آواز بلند کہنی چاہیے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہیے چنانچہ وہ ان احادیث کے بارے میں جن سے آمین بآواز بلند کہنا ثابت ہے اور جو شافع وغیرہ کی مستدل ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام احادیث اس بات پر محمول ہیں کہ ابتداء اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کی خاطر آمین ب آواز بلند کہتے تھے تا کہ صحابہ کرام یہ جان لیں کہ سورت فاتحہ کے بعد آمین کہنا چاہیے۔ صحابہ جب یہ سیکھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آمین آہستہ آواز سے کہنے لگے۔

حضرت ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ احمد، ابویعلی، طبرانی، دارمی، اور حاکم نے شعبہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ علقمہ ابن عائل اپنے والد مکرم حضرت وائل سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے (یعنی وائل) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب "غیر المغضوب علیھم و لا الضالین پر پہنچے تو آہستہ آواز سے آمین کہی۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا "چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں امام کو آہستہ آواز سے پڑھنا چاہیے۔ (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) سبحانک اللھم (۴) آمین

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ بھی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے اس کے علاوہ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کلمات دعا کو آہستہ آواز سے پڑھنا ہی اولی اور صحیح ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت: (أُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً) (الاعراف 55) یعنی اپنے رب سے دعا گڑگڑا کر اور چپکے سے کرو۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آمین بھی دعا ہی ہے لہٰذا آمین کو آہستہ سے کہنا اس آیت عمل پر کرنا ہے۔ نیز یہ کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ آمین قرآن کا لفظ نہیں ہے اس لیے مناسب یہی ہے کہ اس کی آواز قرآن کے الفاظ کی آواز سے ہم آہنگ نہ ہو جس طرح کی مصحف (یعنی اوراق قرآن) میں لکھنا جائز نہیں ہے۔

934 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، عَنْ بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمِّ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَلَا (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) (الفاتحہ: 7)، قَالَ: آمِينَ، حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ تلاوت کر لیتے تھے تو "آمین" کہتے تھے، جسے پہلی صف میں آپ کے قریب کھڑے ہوئے لوگ سن لیتے تھے۔

935 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَالَ الْإِمَامُ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) (الفاتحہ: 7)، فَقُولُوا: آمِينَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ لے، تو تم "آمین" کہو، کیونکہ جس کا ("آمین") کہنا، فرشتوں کے کہنے کے ساتھ ہوگا، اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی"۔

936 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: آمِينَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب امام آمین کہے، تو تم لوگ بھی آمین کہو، کیونکہ جس کا آمین کہنا، فرشتوں کے آمین کہنے کے ساتھ ہوگا، اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی"۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آمین کہتے تھے۔

937 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ بِلَالٍ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَا تَسْبِقْنِي بِآمِينَ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے، انہوں نے عرض کی: مجھ سے پہلے آمین نہ کہیں، (یعنی وہ تاخیر سے آئے تو انہوں نے عرض کی: آپ مجھے موقع دیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ آمین کہہ سکوں)

938 - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ، وَمَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ صُبَيْحِ بْنِ مُحْرِزٍ الْحِمْصِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو مُصَبِّحٍ الْمَقْرَائِيُّ، قَالَ: كُنَّا نَجْلِسُ إِلَى أَبِي زُهَيْرٍ النُّمَيْرِيِّ، وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ، فَيَتَحَدَّثُ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ، فَإِذَا دَعَا الرَّجُلُ مِنَّا بِدُعَاءٍ قَالَ: اخْتِمْهُ بِآمِينَ، فَإِنَّ آمِينَ مِثْلُ الطَّابَعِ عَلَى الصَّحِيفَةِ، قَالَ أَبُو زُهَيْرٍ: أُخْبِرُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ؟ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَلَحَّ فِي الْمَسْأَلَةِ، فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْتَمِعُ

مِنْهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَوْجَبَ اِنْ خَتَمَ. فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ: بِاَيِّ شَيْئٍ يَخْتِمُ؟ قَالَ: بِآمِيْنَ. فَاِنَّهُ اِنْ خَتَمَ بِآمِيْنَ فَقَدْ اَوْجَبَ. فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ الَّذِي سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَتَى الرَّجُلَ. فَقَالَ: اخْتِمْ يَا فُلَانُ بِآمِيْنَ. وَاَبْشِرْ. وَهٰذَا لَفْظُ مَحْمُوْدٍ.

قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ: الْمَقْرَاءُ قَبِيلٌ مِّنْ حِمْيَرَ

ابو مصبح مقری بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابوزہیر نمیری کے پاس بیٹھا کرتے تھے، جو صحابی تھے، وہ عمدہ گفتگو کرتے تھے، ہم میں سے جب کوئی شخص دعا مانگتا تو وہ فرماتے: ''آمین'' کے ذریعے اس پر مہر لگادو، کیونکہ ''آمین'' صحیفے پر لگی ہوئی مہر کی مانند ہے۔

حضرت ابوزہیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں، ایک رات ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے، ہمارا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا، جو بڑی آہ وزاری کے ساتھ دعا مانگ رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر کر اسے غور سے سننے لگے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر اس نے (دعا پر) مہر لگائی تو اس نے (قبولیت کو) واجب کر لیا ہے''۔

حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کی: یہ کس چیز کے ذریعے مہر لگائے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آمین'' کے ذریعے، کیونکہ اس نے اگر ''آمین'' کے ذریعے (دعا پر) مہر لگالی تو یہ (دعا کی قبولیت کو) واجب کر لے گا، جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا، وہ اس (دعا مانگنے والے) شخص کے پاس گیا اور بولا: اے فلاں! ''آمین'' کے ذریعے مہر لگالو اور (دعا کی قبولیت کی) خوشخبری قبول کرو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مقراء، حمیر قبیلے کی شاخ ہے۔

بَابُ التَّصْفِيقِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران تالی بجانا

939 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''(نماز کے دوران امام کو متوجہ کرنے کے لئے) سبحان اللہ کہنے کا حکم مردوں کے لئے ہے اور تالی بجانے کا حکم خواتین کے لئے ہے''۔

940 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ. وَحَانَتِ الصَّلَاةُ. فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى

أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. فَقَالَ: أَتُصَلِّي بِالنَّاسِ فَأُقِيمَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ. فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ. فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ. فَصَفَّقَ النَّاسُ. وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلَاةِ. فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ الْتَفَتَ. فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ. فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ. فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ. ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ. وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا انْصَرَفَ. قَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ. مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ. أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمْ مِنَ التَّصْفِيحِ؟ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ. فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ. وَإِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا فِي الْفَرِيضَةِ.

❀❀ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے درمیان صلح کروانے کے لئے تشریف لے گئے، نماز کا وقت ہوا، تو مؤذن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بولا: اگر آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں' تو میں اقامت کہوں؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانا شروع کی، اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، لوگ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صف میں آ کر شامل ہو گئے، لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز کے دوران ادھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے، جب لوگوں کے بکثرت تالیاں بجانے پر انہوں نے توجہ کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ پر رہو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جو حکم دیا تھا، اس پر تھی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ کر صف میں شامل ہو گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز مکمل کرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی، تو تمہارے اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے میں کیا چیز رکاوٹ ہوئی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ابن ابوقحافہ کی یہ مجال نہیں کہ وہ اللہ کے رسول کے آگے نماز ادا کرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں نے تم لوگوں کو بکثرت تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا؟ جسے نماز کے دوران (امام کو متوجہ کرنے کی) ضرورت پیش آ جائے، اسے سبحان اللہ کہنا چاہئے، کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا، تو اس کی طرف توجہ مبذول ہو جائے گی، تالی بجانے کا حکم خواتین کے لئے ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ فرض نماز کا واقعہ ہے۔

941 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ. أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ. عَنْ أَبِي حَازِمٍ. عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ. قَالَ: كَانَ قِتَالٌ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ. فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَتَاهُمْ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ بَعْدَ الظُّهْرِ. فَقَالَ لِبِلَالٍ: إِنْ حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ وَلَمْ آتِكَ. فَمُرْ أَبَا بَكْرٍ. فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. فَلَمَّا

حَضَرَتِ الْعَصْرُ اَذَّنَ بِلَالٌ، ثُمَّ اَقَامَ، ثُمَّ اَمَرَ اَبَا بَكْرٍ، فَتَقَدَّمَ، قَالَ فِي آخِرِهِ: اِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ، وَلْيُصَفِّحِ النِّسَاءُ،

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو عمرو بن عوف میں جھگڑا ہو گیا، اس بات کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ ظہر کی نماز کے بعد، ان کے درمیان صلح کروانے کے لئے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی، اگر عصر کی نماز کا وقت ہو جائے اور میں نہ آپاؤں' تو تم ابوبکر سے کہنا وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے، جب عصر کی نماز کا وقت ہوا، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، پھر انہوں نے اقامت کہی، اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ آگے ہو گئے، (اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:) ''جب تمہیں نماز کے دوران (امام کو متوجہ کرنے کی) ضرورت پیش آئے، تو مرد سبحان اللہ کہیں اور خواتین تالی بجائیں۔

942 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ عِيسَى بْنِ اَيُّوبَ، قَالَ قَوْلُهُ: التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ تَضْرِبُ بِأُصْبُعَيْنِ مِنْ يَمِينِهَا عَلَى كَفِّهَا الْيُسْرَى

عیسیٰ بن ایوب کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ''تالی بجانے کا حکم خواتین کے لئے ہے'' (اس کی وضاحت یہ ہے) عورت دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں بائیں ہتھیلی پر مارے گی۔

بَابُ الْاِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران اشارہ کرنا

943 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ فِي الصَّلَاةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران اشارہ کر لیتے تھے''۔

944 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ الْاَخْنَسِ، عَنْ اَبِي غَطَفَانَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ - يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ - وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ اَشَارَ فِي صَلَاتِهِ اِشَارَةً تُفْهَمُ عَنْهُ، فَلْيَعُدْ لَهَا يَعْنِي الصَّلَاةَ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيثُ وَهْمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''سبحان اللہ کہنے کا حکم مردوں کے لئے ہے'' یعنی نماز میں'' اور تالی بجانے کا حکم خواتین کے لئے ہے، جو شخص نماز کے دوران کوئی ایسا اشارہ کردے جس کا مفہوم سمجھ میں آ گیا ہو، اس شخص کو وہ نماز دوبارہ ادا کرنی چاہئے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث (کو نقل کرنے میں) واہم پایا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي مَسْحِ الْحَصَى فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران کنکریوں پر ہاتھ پھیرنا

945 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا ذَرٍّ، يَرْوِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهُ، فَلَا يَمْسَحِ الْحَصَى

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے، تو رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے، اس لئے اسے (نماز کے دوران) کنکریاں نہیں چھونی چاہئیں''۔

946 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ مُعَيْقِيبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَمْسَحْ وَأَنْتَ تُصَلِّي، فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَوَاحِدَةٌ تَسْوِيَةَ الْحَصَى

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تم نماز کے دوران (کنکریوں پر) ہاتھ نہ پھیرو، اگر کوئی چارہ نہ ہو تو صرف ایک مرتبہ کنکریاں برابر کرلو''۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي مُخْتَصِرًا

باب: آدمی کا نماز پڑھتے ہوئے پہلو پر ہاتھ رکھنا

947 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الِاخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي يَضَعُ يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دوران پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) (حدیث کے لفظ) ''اختصار'' سے مراد پہلو (کوکھ) پر ہاتھ رکھنا ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَعْتَمِدُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَصًا

باب: آدمی کا نماز کے دوران عصا سے سہارا لینا

948- حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْوَابِصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: قَدِمْتُ الرَّقَّةَ، فَقَالَ لِي بَعْضُ أَصْحَابِي: هَلْ لَكَ فِي رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: قُلْتُ: غَنِيمَةٌ، فَدَفَعْنَا إِلَى وَابِصَةَ، قُلْتُ لِصَاحِبِي: نَبْدَأُ فَنَنْظُرُ إِلَى دَلِّهِ، فَإِذَا عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَاطِئَةٌ ذَاتُ أُذُنَيْنِ، وَبُرْنُسُ خَزٍّ أَغْبَرُ، وَإِذَا هُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى عَصًا فِي صَلَاتِهِ، فَقُلْنَا بَعْدَ أَنْ سَلَّمْنَا، فَقَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ قَيْسٍ بِنْتُ مِحْصَنٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَسَنَّ وَحَمَلَ اللَّحْمَ، اتَّخَذَ عَمُودًا فِي مُصَلَّاهُ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ

❀❀ ہلال بن یساف بیان کرتے ہیں: میں ''رقہ'' آیا، میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا: کیا تم کسی صحابی سے ملنا چاہو گے؟ میں نے کہا: یہ تو غنیمت ہے، تو ہم لوگ حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے اپنے ساتھی سے کہا: ہم پہلے ان کی وضع قطع کا جائزہ لیں گے، انہوں نے سر سے چپکی ہوئی، کانوں والی ٹوپی پہنی ہوئی تھی، مٹیالے رنگ کا اونی جبہ پہنا ہوا تھا، اور نماز کے دوران انہوں نے عصا سے سہارا لیا ہوا تھا، ہم نے انہیں سلام کرنے کے بعد اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا: سیدہ اُم قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی ہے:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی اور آپ کا جسم فربہ ہوگیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے دوران) جائے نماز کے قریب موجود ستون سے ٹیک لیا کرتے تھے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران کلام کرنے کی ممانعت

949- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: كَانَ أَحَدُنَا يُكَلِّمُ الرَّجُلَ إِلَى جَنْبِهِ فِي الصَّلَاةِ، فَنَزَلَتْ: (وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ) (البقرة: 238)، فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ، وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ

❀❀ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے ہم میں سے کوئی شخص نماز کے دوران اپنے پہلو میں موجود شخص کے ساتھ بات چیت کرلیا کرتا تھا، پھر یہ آیت نازل ہوگئی:

''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی (اور خاموشی) کے ساتھ کھڑے ہو''۔

توہمیں (نماز کے دوران) سکوت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور بات چیت کرنے سے منع کردیا گیا۔

بَابٌ فِي صَلَاةِ الْقَاعِدِ

باب: بیٹھ کر نماز ادا کرنا

950 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالٍ يَعْنِي ابْنَ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ، فَأَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي جَالِسًا، فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى رَأْسِي، فَقَالَ: مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو؟ قُلْتُ: حُدِّثْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّكَ قُلْتَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ، وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا، قَالَ: أَجَلْ، وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے یہ بات بتائی گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی کا بیٹھ کر نماز ادا کرنا (اجر و ثواب کے اعتبار سے) نصف نماز ہوتا ہے''۔

پھر ایک مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہوئے پایا، میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے عبداللہ بن عمرو! کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے تو یہ بتایا گیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی کا بیٹھ کر نماز ادا کرنا (اجر و ثواب کے اعتبار سے) نصف نماز ہوتا ہے''۔

جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ابھی) بیٹھ کر نماز ادا کر رہے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جی ہاں! (ایسا ہی ہے) لیکن میں تم لوگوں کی مانند نہیں ہوں''۔

951 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا، فَقَالَ: صَلَاتُهُ قَائِمًا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا، وَصَلَاتُهُ قَاعِدًا عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاتِهِ قَائِمًا، وَصَلَاتُهُ نَائِمًا عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کے بیٹھ کر نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کا کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا، اس کے بیٹھ کر نماز ادا کرنے پر فضیلت رکھتا ہے، اس کا بیٹھ کر نماز ادا کرنا، اس کے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے سے (اجر و ثواب کے اعتبار سے) نصف ہوتا ہے، اور اس کا لیٹ کر نماز ادا کرنا، اس کے بیٹھ کر نماز ادا کرنے سے نصف ہوتا ہے۔

952 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَ بِي النَّاصُورُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ

❁❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے "ناسور" کی شکایت تھی، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، اگر یہ نہیں کر سکتے تو بیٹھ کر (ادا کرو) اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو پہلو کے بل (لیٹ کر ادا کرو)"۔

953 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ جَالِسًا قَطُّ، حَتَّى دَخَلَ فِي السِّنِّ، فَكَانَ يَجْلِسُ فِيهَا فَيَقْرَأُ، حَتَّى إِذَا بَقِيَ أَرْبَعُونَ أَوْ ثَلَاثُونَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ سَجَدَ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی رات کے نوافل میں بیٹھ کر تلاوت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، یہاں تک کہ جب آپ کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی تو آپ ان نوافل میں بیٹھ کر قرأت کرتے تھے، یہاں تک کہ جب چالیس یا تیس آیات کی تلاوت رہ جاتی' تو آپ کھڑے ہو کر انہیں تلاوت کرتے تھے' پھر سجدے میں جاتے تھے۔

954 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ، وَأَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا، فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، وَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُونُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھ کر نماز ادا کرتے تھے' تو آپ تلاوت بھی بیٹھ کر ہی کرتے تھے، یہاں تک کہ جب آپ کی تلاوت میں تیس یا چالیس آیات جتنی قرأت باقی رہ جاتی' تو آپ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر ان کی تلاوت کرتے رہتے، پھر آپ رکوع کرتے، پھر سجدہ کرتے، پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت علقمہ بن وقاص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، اس کی مانند نقل کی ہے۔

955 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: قَالَ: سَمِعْتُ بُدَيْلَ بْنَ مَيْسَرَةَ، وَأَيُّوبُ، يُحَدِّثَانِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا، وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا، رَكَعَ قَائِمًا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا، رَكَعَ قَاعِدًا

❁❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے نوافل میں طویل نماز کھڑے ہو کر ادا کرتے تھے اور طویل نماز بیٹھ کر ادا کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے' تو قیام کی حالت سے ہی رکوع میں جاتے تھے اور

953- اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية الجعفي. واخرجه البخاري (1118)، ومسلم (731) (111)، والنسائي في "الكبرى" (1360)، وابن ماجه (1227) من طرق عن هشام بن عروة، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (4837) من طريق ابي الاسود، عن عروة، به

جب بیٹھ کر نماز ادا کرتے تھے، تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے تھے۔

956 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّورَةَ فِي رَكْعَةٍ؟ قَالَتْ: الْمُفَصَّلَ، قَالَ: قُلْتُ: فَكَانَ يُصَلِّي قَاعِدًا؟ قَالَتْ: حِينَ حَطَمَهُ النَّاسُ

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رکعت میں متعدد سورتوں کی تلاوت کر لیتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: مفصل (سورتوں میں سے کچھ کو ایک ساتھ پڑھ لیتے تھے) میں نے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر (نفل) نماز ادا کر لیتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جب لوگوں نے آپ کو تھکا دیا (یعنی جب عمر شریف زیادہ ہوگئی تو آپ بیٹھ کر نوافل ادا کر لیتے تھے)

نوافل پڑھ لیا کرتے تھے۔

بغیر عذر کے نفل کو بیٹھ کر پڑھنے کا بیان

امام ابوالحسن فرغانی حنفی لکھتے ہیں اور اگر اس نے نفلی نماز کو کھڑے ہو کر شروع کیا پھر بغیر عذر کے بیٹھ گیا تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہے۔ اور یہ دلیل استحسان کی وجہ سے ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور یہی قیاس ہے کیونکہ شروع کرنے کو نذر پر قیاس کیا جائے گا۔ امام اعظم کے نزدیک اس نے بقیہ میں قیام نہیں کیا ہے جبکہ جس میں اس نے قیام کیا ہے وہ بھی بغیر قیام کے درست ہے۔ بخلاف نذر کیونکہ اس کا التزام نص سے ہے۔ حتیٰ کہ اگر نص میں اس کے قیام کی صراحت نہ ہوتی تو بعض مشائخ کے نزدیک اس کا بھی قیام لازم نہ ہوتا۔ (ہدایہ اولین، کتاب صلوٰۃ، لاہور)

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب کسی شخص نے بغیر کسی عذر کے نفلی نماز کو بیٹھ کر شروع کیا تو دلیل استحسان کے ساتھ اس کا ایسا کرنا جائز ہے۔ جبکہ صاحبین نے قیاس سے دلیل اخذ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس طرح کرنا جائز نہیں۔

فقیہ ابوجعفر ہندوانی کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے نذر میں نماز پڑھنے کا کہا اور اس نے یہ نہیں کہا کہ وہ کھڑے ہو کر پڑھے گا یا بیٹھ کر پڑھے گا تو اس صورت میں اس پر قیام یا قعود واجب نہیں ہے۔

پھر مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے امام فخر الاسلام نے کہا ہے۔ کہ قیام لازم نہیں ہے کیونکہ نفل میں قیام وصف زائد ہے اور کوئی بھی وصف زائد شرط کے بغیر لازم نہیں ہوتا۔

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ قیام لازم ہے کیونکہ جب بندے اپنے اوپر لازم کیا ہے تو یہ ایجاب اسی طرح ہو گا جس طرح اللہ کی طرف ہوتا ہے۔

جبکہ فوائد ظہیریہ میں ہے کہ نفل کی جس طرح اس نے ابتداء کی تھی اسی طرح اس کی انتہاء کرے کیونکہ انتہاء کو پورا کرنا ابتداء کی بہ نسبت آسان ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۲۲۵، بیروت)

بَابُ كَيْفَ الْجُلُوسُ فِي التَّشَهُّدِ

باب: تشہد میں کیسے بیٹھا جائے گا

957 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ، ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذَلِكَ، قَالَ: ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى، وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْأَيْمَنَ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ، وَحَلَّقَ حَلْقَةً، وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ هَكَذَا، وَحَلَّقَ بِشْرٌ الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے طے کیا، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ضرور جائزہ لوں گا کہ آپ کیسے نماز ادا کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور دونوں ہاتھ کانوں کے برابر تک اٹھا کر تکبیر کہی، پھر آپ نے دائیں ہاتھ کے ذریعے بایاں ہاتھ پکڑ لیا، جب آپ رکوع میں جانے لگے تو آپ نے اسی طرح رفع یدین کیا،

راوی بیان کرتے ہیں: جب آپ بیٹھے تو آپ نے اپنی بائیں ٹانگ کو بچھا لیا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں زانوں پر رکھا، اور دائیں بازو کی کہنی کے کنارے کو دائیں زانوں پر رکھا آپ نے دو انگلیوں کو بند کر کے ان کا حلقہ بنا لیا، اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

بشر نامی راوی نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے ذریعے حلقہ بنایا اور شہادت کی انگلی کے ذریعے اشارہ کیا۔

958 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى، وَتَثْنِيَ رِجْلَكَ الْيُسْرَى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نماز میں سنت یہ ہے، کہ تم اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرو اور بائیں ٹانگ کو بچھا کر (اس پر بیٹھو)

959 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تُضْجِعَ

959- اسناده صحیح. ابن معاذ: هو عبيد الله العنبري، وعبد الوهاب: هو ابن عبد المجيد الثقفي، ويحيى: هو ابن سعيد الانصاري، والقاسم: هو ابن محمد بن ابي بكر الصديق. واخرجه النسائي في "الكبرى" (747) من طريق الليث بن سعد، و (748) من طريق عمرو بن الحارث، كلاهما عن يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. وانظر ما قبله وما بعده.

رِجْلَكَ الْيُسْرَى، وَتَنْصِبَ الْيُمْنَى.

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نماز میں سنت یہ ہے: تم اپنی بائیں ٹانگ کو بچھالو اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرو۔

تشہد میں بیٹھنے کے طریقے میں مذاہب اربعہ

وکان یفرش رجلہ ایسر وینصب رجلہ الیمنی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے کے لیے اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے) اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھتے تھے چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے کہ دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھنا چاہئے۔

آئندہ آنے والی حدیث جو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قعدے میں افتراش (یعنی پاؤں بچھانا ہی اختیار کرتے تھے مگر دوسرے قعدے میں تورک یعنی (کولہوں پر بیٹھنا) اختیار فرماتے تھے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہی ہے کہ پہلے قعدے میں تو افتراش ہونا چاہئے اور دوسرے قعدے میں تورک۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں تورک ہی ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس نماز میں دو تشہد ہوں اس کے آخری تشہد میں تورک ہونا چاہئے اور جس نماز میں ایک ہی تشہد ہے اس میں افتراش ہونا چاہئے۔

960 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَحْيَى، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: عَنْ يَحْيَى، أَيْضًا: مِنَ السُّنَّةِ كَمَا قَالَ جَرِيرٌ.

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے بھی یحییٰ کے حوالے سے ''من السنۃ'' کے الفاظ اسی طرح نقل کیے ہیں، جس طرح جریر نے بیان کیے ہیں۔

961 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، أَرَاهُمُ الْجُلُوسَ فِي التَّشَهُّدِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

⊛⊛ یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: قاسم بن محمد نے ان لوگوں کو تشہد میں بیٹھ کر دکھایا' اس کے بعد راوی نے (حسب سابق) حدیث ذکر کی ہے۔

962 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ، افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى اسْوَدَّ ظَهْرُ

قَدَمِهِ

⊛⊛ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تھے، تو اپنا بایاں پاؤں بچھا لیتے تھے، یہاں تک آپ کے پاؤں کی پشت سیاہ ہوگئی تھی۔

تشہد میں انگلی کو بلند کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ

شہادت کی انگلی کھلی رکھی جائے اور انگوٹھے کے سرے کو شہادت کی انگلی کی جڑ میں رکھا جائے۔ یہ عدد ترپین (۵۳) کہلاتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اسی طریقے کو اختیار کیا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک شہادت کی انگلی اٹھانے کا طریقہ :ابھی آپ نے عدد ترپین کی وضاحت پڑھی اسی طرح ایک عدد تسعین (۹۰) ہوتا ہے اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ چھنگلیا اور اس کے قریب والی انگلی کو بند کر لیا جائے اور شہادت کی انگلی کو کھول دیا جائے اور انگوٹھے کا سرا بیچ کی انگلی کے سرے پر رکھ کر حلقہ کی شکل دے دی جائے۔ حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ شہادت کی انگلی اٹھانے کے لیے یہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اور حضرت امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے نیز حضرت امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے اور یہی طریقہ آگے آنے والی صحیح مسلم کی روایت سے بھی ثابت ہے جو حضرت عبداللہ ابن زبیر سے مروی ہے، اسی طرح احمد، وابوداؤد نے بھی حضرت وائل ابن حجر سے نقل کیا ہے۔

حضرت امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی تمام انگلیاں بند کر لی جائیں اور شہادت کی انگلی کھلی رکھی جائے۔

بعض احادیث میں انگلیوں کو بند کئے بغیر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا بھی ثابت ہے چنانچہ بعض حنفی علماء کا کا مختار مسلک یہی ہے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی مختلف رہا ہوگا کہ آپ ﷺ کبھی تو اشارہ بغیر عقد کے کرتے ہوں گے اور کبھی عقد کے ساتھ کرتے ہوں گے۔ اسی بنا پر ان مختلف احادیث کی توجیہ کہ جن سے یہ دونوں طریقے ثابت ہوتے ہیں یہی کی جاتی ہے۔

علامہ شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن کا شمار محققین حنفیہ میں ہوتا ہے فرمایا ہے کہ "اول تشہد (التحیات) میں شہادتین تک تو ہاتھ کھلا رکھنا چاہئے اور تہلیل کے وقت انگلیوں کو بند کر لینا چاہئے نیز (شہادت کی انگلی سے) اشارہ کرنا چاہئے۔" موصوف لکھتے ہیں کہ "اشارہ کرنے کو منع کرنا روایت اور درایت کے خلاف ہے۔

محیط میں مذکور ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو اٹھانا حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ علیہما کے نزدیک سنت ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح ثابت ہے۔ علامہ نجم الدین زاہدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ہمارے علماء کا متفقہ طور پر یہ قول ہے کہ عمل اشارت سنت ہے۔

لہٰذا جب صحابہ کرام تابعین، ائمہ دین، محدثین عظام، فقہائے امت اور علمائے کوفہ و مدینہ سب ہی کا مذہب و مسلک یہ

ہے کہ التحیات میں شہادتین کے وقت دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو اٹھانا یعنی اشارہ وحدانیت کرنا چاہئے اور یہ کہ اس کے ثبوت میں بہت زیادہ احادیث اور اقوال صحابہ وارد ہیں تو پھر اس پر عمل کرنا ہی اولیٰ وارجح ہوگا۔

اشارہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو شافعیہ کے نزدیک الا اللہ کہتے وقت شہادت کی انگلی اٹھالی جائے اور حنفیہ کے نزدیک جس وقت لا الہ کہے تو انگلی اٹھائے اور جب الا اللہ کہے تو انگلی رکھ دے۔ اس سلسلہ میں اتنی بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ انگلی سے اوپر کی جانب اشارہ نہ کیا جائے تاکہ جہت کا وہم پیدا نہ ہو جائے۔

حدیث کے الفاظ یدعو بھا) (اس کے ساتھ دعا مانگتے) کا مطلب یہی ہے کہ : آپ ﷺ شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ وحدانیت کرتے جس کی طرف ترجمہ میں یہ بھی اشارہ کر دیا گیا ہے یا پھر دعا سے مراد ذکر ہے کو دعا بھی کہتے ہیں کیونکہ ذکر کرنے والا بھی مستحق انعام واکرام ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ ذَكَرَ التَّوَرُّكَ فِي الرَّابِعَةِ

باب: جن حضرات نے چوتھی رکعت کے بعد تورک کا تذکرہ کیا ہے

963 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ أَحْمَدُ: قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ، فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُو قَتَادَةَ، قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: فَاعْرِضْ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى، فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا، ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ: حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ، أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ، زَادَ أَحْمَدُ: قَالُوا: صَدَقْتَ، هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي، وَلَمْ يَذْكُرَا فِي حَدِيثِهِمَا الْجُلُوسَ فِي الثِّنْتَيْنِ كَيْفَ جَلَسَ.

✿✿ محمد بن عمرو بیان کرتے ہیں: حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے دس صحابہ کرام، جن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، ان کی موجودگی میں یہ کہا: میں نبی اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں آپ سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں، ان حضرات نے کہا: پھر آپ (اس کا طریقہ) پیش کریں۔

اس کے بعد راوی نے حدیث ذکر کی، جس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

جب نبی اکرم ﷺ سجدے میں جاتے تو اپنے پاؤں کی انگلیاں موڑ لیتے تھے، پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھتے اور بائیں پاؤں کو بچھا

کراس پر بیٹھ جاتے تھے، پھر دوسری رکعت میں بھی آپ اسی طرح کرتے تھے۔

اس کے بعد راوی حدیث ذکر کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

جب وہ سجدہ آتا، جس کے بعد (قعدہ کے آخر میں) سلام پھیرنا ہوتا تھا، تو آپ بائیں پاؤں کو پیچھے کر کے، بائیں پہلو پر ''تورک'' کے طور پر بیٹھتے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ان صحابہ کرام نے (حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے) کہا، آپ نے ٹھیک بیان کیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز ادا کرتے تھے۔

دونوں راویوں نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت کے بعد والے (یعنی پہلے) قعدہ میں کیسے بیٹھتے تھے؟

964 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيِّ، وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا قَتَادَةَ، قَالَ: فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْأَخِيرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَجَلَسَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ،

❀❀ محمد بن عمرو بن عطاء بیان کرتے ہیں: وہ چند صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، (اس کے بعد راوی نے سابقہ حدیث ذکر کی ہے) جس میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے اور یہ الفاظ ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے تھے اور جب آخری رکعت کے بعد بیٹھتے تھے' تو بایاں پاؤں ایک طرف نکال کر سرین کے بل بیٹھتے تھے۔

965 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الْعَامِرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: فَإِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى، وَنَصَبَ الْيُمْنَى، فَإِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ أَفْضَى بِوَرِكِهِ الْيُسْرَى إِلَى الْأَرْضِ، وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ.

❀❀ محمد بن عمرو عامری بیان کرتے ہیں: میں ایک محفل میں موجود تھا (پھر حسب سابق حدیث ہے) جس میں یہ مذکور ہے: جب آپ دو رکعت کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کے تلوے پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے، اور جب چوتھی رکعت کے بعد بیٹھتے تو بائیں سرین کو زمین پر رکھ لیتے اور دونوں پاؤں ایک ہی طرف نکال لیتے۔

966 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، حَدَّثَنِي زُهَيْرٌ أَبُو خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عَبَّاسٍ أَوْ عَيَّاشِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَبُوهُ، فَذَكَرَ فِيهِ قَالَ: فَسَجَدَ فَانْتَصَبَ عَلَى كَفَّيْهِ، وَرُكْبَتَيْهِ، وَصُدُورِ قَدَمَيْهِ

وَهُوَ جَالِسٌ، فَتَوَرَّكَ، وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْأُخْرَى، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ، فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ، ثُمَّ عَادَ فَرَكَعَ الرَّكْعَةَ الْأُخْرَى، فَكَبَّرَ كَذَلِكَ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتَّى إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَنْهَضَ لِلْقِيَامِ قَامَ بِتَكْبِيرٍ، ثُمَّ رَكَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ، فَلَمَّا سَلَّمَ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ. قَالَ: أَبُو دَاوُدَ. لَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِ مَا ذَكَرَ عَبْدُ الْحَمِيدِ، فِي التَّوَرُّكِ وَالرَّفْعِ إِذَا قَامَ مِنْ ثِنْتَيْنِ.

❁❁ عباس بن سہل ساعدی بیان کرتے ہیں: وہ بھی اس محفل میں موجود تھے جس میں ان کے والد موجود تھے، (انہوں نے اس روایت میں یہ ذکر کیا ہے)

انہوں نے سجدہ کیا، تو دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور پاؤں کے پنجوں کے بل اُٹھے، جب وہ بیٹھے تو تورک کے طور پر بیٹھے، انہوں نے دوسرا پاؤں کھڑا کر لیا، پھر انہوں نے تکبیر کہی سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی اور کھڑے ہو گئے وہ تورک کے طور پر بیٹھے نہیں، پھر انہوں نے دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کی، اسی طرح تکبیر کہی اور دو رکعت کے بعد (قعدہ میں) بیٹھ گئے۔ پھر جب انہوں نے قیام کے لئے اٹھنے کا ارادہ کیا' تو تکبیر کہہ کر کھڑے ہوئے، پھر انہوں نے بعد والی دو رکعت ادا کیں، جب انہوں نے سلام پھیرا تو دائیں اور بائیں (دونوں) طرف سلام پھیرا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) انہوں نے اپنی روایت میں وہ ذکر نہیں کیا جو عبدالحمید نے تورک اور دو رکعت کے بعد اٹھتے ہوئے رفع یدین کرنے کا ذکر کیا ہے۔

967 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، أَخْبَرَنِي فُلَيْحٌ، أَخْبَرَنِي عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ، وَأَبُو أُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ، وَلَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ إِذَا قَامَ مِنْ ثِنْتَيْنِ، وَلَا الْجُلُوسَ، قَالَ: حَتَّى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنَى عَلَى قِبْلَتِهِ

❁❁ عباس بن سہل بیان کرتے ہیں: حضرت ابوحمید ساعدی، حضرت ابواسید ساعدی، حضرت سہل بن سعد ساعدی اور حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے) البتہ انہوں نے دو رکعت کے بعد اٹھتے ہوئے رفع یدین کرنے اور جلوس (بیٹھنے) کا ذکر نہیں کیا۔ راوی نے یہ ذکر کیا ہے:

حتیٰ کہ وہ فارغ ہوئے' تو بیٹھ گئے، انہوں نے اپنے بائیں پاؤں کو بچھا لیا اور دائیں پاؤں کے پنجے کو (موڑ کر) قبلہ کی طرف کر لیا۔

تشہد میں تورک سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نماز تو تکبیر سے اور قرأت الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے اور آپ جب رکوع کرتے تھے تو اپنا سر مبارک نہ تو (بہت زیادہ) بلند کرتے تھے اور نہ (بہت زیادہ) پست بلکہ درمیان درمیان رکھتے تھے (یعنی پیٹھ اور گردن برابر رکھتے تھے) اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بغیر سیدھا کھڑے ہوئے سجدے

میں نہ جاتے تھے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو بغیر سیدھا بیٹھے ہوئے (دوسرے) سجدہ میں نہ جاتے تھے اور ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھتے تھے اور (اور بیٹھنے کے لئے) اپنا بایاں پاؤں بچھاتے۔

اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے اور آپ عقبہ شیطان (یعنی شیطان کی بیٹھک) سے منع فرماتے تھے اور مرد کو دونوں ہاتھ سجدے میں اس طرح بچھانے سے بھی منع کرتے تھے جس طرح درندے بچھا لیتے ہیں اور آپ ﷺ نماز کو سلام پر ختم فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 755)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ ﷺ نماز تو تکبیر سے شروع فرماتے تھے اور قرأت کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ بسم اللہ آہستہ سے پڑھتے تھے جیسا کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی یہی ہے۔ قعدے میں بیٹھنے کا طریقہ اور اس میں آئمہ کا اختلاف: وکان یفرش رجلہ الیسر وینصب رجلہ الیمنی (یعنی آپ ﷺ بیٹھنے کے لئے اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے) اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھتے تھے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے کہ دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھنا چاہئے۔ آئندہ آنے والی حدیث جو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پہلے قعدے میں افتراش (یعنی پاؤں بچھانا ہی اختیار کرتے تھے مگر دوسرے قعدے میں تورک یعنی (کولہوں پر بیٹھنا) اختیار فرماتے تھے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہی ہے کہ پہلے قعدے میں تو افتراش ہونا چاہئے اور دوسرے قعدے میں تورک۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں قعدوں میں تورک ہی ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ جس نماز میں دو تشہد ہوں اس کے آخری تشہد میں تورک ہونا چاہئے اور جس نماز میں ایک ہی تشہد ہے اس میں افتراش ہونا چاہئے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کی دلیل: بنیادی طور پر حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کی دلیل یہی حدیث ہے نہ صرف یہی حدیث بلکہ اور بہت سی احادیث وارد ہیں جن میں مطلقاً پاؤں کے بچھانے کا ذکر ہے۔ نیز یہ بھی وارد ہے کہ تشہد میں سنت یہی ہے اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ بغیر پہلے اور دوسرے قعدے کی قید کے تشہد میں اسی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ پھر دوسری چیز یہ بھی ہے کہ تشہد میں بیٹھنے کا جو طریقہ امام اعظم نے اختیار کیا ہے وہ دوسرے طریقوں کے مقابلے میں زیادہ بامشقت اور مشکل ہے اور احادیث میں صراحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ اعمال میں زیادہ افضل واعلیٰ عمل وہی ہے جس کے کرنے میں مشقت اور مشکل ہے۔ جن احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ دوسرے قعدے میں کولہوں پر بیٹھتے تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے وہ اس بات پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ حالت ضعف اور کبرسنی میں اس طرح بیٹھتے تھے کیونکہ دوسرے قعدے میں زیادہ دیر تک بیٹھنا ہوتا ہے اور کولہوں پر بیٹھنا زیادہ آسان ہے۔ عقبہ شیطان کا مطلب: عقبہ

شیطان دراصل ایک خاص طریقے سے بیٹھنے کا نام ہے جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ دونوں کولہے زمین پر ٹیک کر دونوں پنڈلیاں کھڑی کر لی جائیں پھر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر بیٹھا جائے جس طرح کے کتے بیٹھا کرتے ہیں۔قعدے میں بیٹھنے کا یہ طریقہ اختیار کرنا متفقہ طور پر تمام علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عقبہ شیطان کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کولہے دونوں ایڑیوں پر رکھے جائیں۔

یہ معنی لفظ عقبہ کی رعایت سے زیادہ مناسب ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرد کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ سجدہ کی حالت میں زمین پر اپنے دونوں ہاتھ اس طرح بچھائے جس طرح درندے یعنی کتے وغیرہ بچھاتے ہیں اس سلسلے میں مرد کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کے وقت عورتوں کو اس طرح ہی دونوں ہاتھ بچھانے چاہیں کیونکہ اس طرح عورت کے جسم کی نمائش نہیں ہوتی۔حدیث کے آخری جملہ کا مطلب بالکل صاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کا اختتام سلام پر فرماتے تھے۔مگراتنی بات سن لیجئے کہ نماز میں سلام پھیرنا حنفیہ کے نزدیک تو واجب ہے مگر حضرت شوافع کے نزدیک فرض ہے۔

بَابُ التَّشَهُّدِ

باب: تشہد کا بیان

968- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ، حَدَّثَنِي شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا جَلَسْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ قَبْلَ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ، فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلَكِنْ إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذَلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو بِهِ،

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے (تشہد میں) بیٹھتے تھے تو ہم یہ پڑھتے تھے:

968- اسنادہ صحیح. یحیی: هو ابن سعید القطان، وسلیمان الاعمش: هو ابن مهران، وشقیق بن سلمة: هو ابو وائل. واخرجه البخاری (831) و (835) و (6230)، ومسلم (402) و (58)، والنسائی فی "الکبری" (760)، وابن ماجه (899) و (/899م1) و (/899م2) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. وهو فی "مسنداحمد" (3622)، و "صحیح ابن حبان" (1948). واخرجه البخاری (1202) و (6328) و (7381)، ومسلم (402) (55) و (56) و (57)، والنسائی (759)، وابن ماجه و (/899م1) و (/899م2) من طرق عن ابی وائل، به. واخرجه البخاری (6265) ومسلم (402) (59)، والترمذی (288)، والنسائی فی "الکبری" (752-758) و (761)، وابن ماجه (/899 م1) و (/899م2) من طرق عن ابن مسعود. وانظر مابعده.

''اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو، فلاں پر سلام ہو اور فلاں پر ہو''۔
نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ نہ پڑھو ''اللہ تعالیٰ پر سلام ہو'' کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود سلامتی عطا کرنے والا ہے، البتہ جب کوئی شخص (تشہد میں) بیٹھے تو اسے یہ پڑھنا چاہئے:
''ہر طرح کی زبانی، عملی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو''۔
(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) جب تم یہ کلمات پڑھ لو گے تو آسمان اور زمین میں موجود (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) آسمان اور زمین کے درمیان موجود ہر نیک بندے تک سلام پہنچ جائے گا۔ (اور یہ پڑھو)
''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں، حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔
(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) پھر آدمی کو چاہئے کہ جو دعا اسے زیادہ پسند ہو اسے اختیار کرے اور وہ دعا مانگے۔

969 - حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا لَا نَدْرِي مَا نَقُولُ إِذَا جَلَسْنَا فِي الصَّلَاةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عُلِّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ شَرِيكٌ: وَحَدَّثَنَا جَامِعٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي شَدَّادٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، بِمِثْلِهِ، قَالَ: وَكَانَ يُعَلِّمُنَا كَلِمَاتٍ وَلَمْ يَكُنْ يُعَلِّمُنَاهُنَّ كَمَا يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ: اللَّهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ، وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَبَارِكْ لَنَا فِي أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا، وَتُبْ عَلَيْنَا، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ، مُثْنِينَ بِهَا، قَابِلِيهَا وَأَتِمَّهَا عَلَيْنَا.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں معلوم نہیں تھا کہ جب ہم نماز کے دوران بیٹھیں تو کیا پڑھیں؟ جبکہ نبی اکرم ﷺ کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان باتوں کی) تعلیم دی گئی تھی۔
اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ ایک اور سند کے ساتھ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان منقول ہے:
نبی اکرم ﷺ ہمیں مختلف کلمات کی تعلیم دیتے تھے، لیکن آپ یہ کلمات ہمیں اتنے اہتمام کے ساتھ تعلیم نہیں دیتے تھے، جتنے اہتمام کے ساتھ تشہد کے کلمات کی تعلیم دیتے تھے۔
''اے اللہ! ہمارے دلوں میں الفت پیدا کر دے، اور ہمارے درمیان کے معاملات کو ٹھیک کر دے، سلامتی کے راستوں پر ہمیں چلا، ہمیں تاریکیوں سے بچا کر نور کی طرف لے جا، ہمیں ظاہری اور باطنی برائیوں سے محفوظ رکھ! ہماری سماعت، بصارت، قلوب، ازواج، اولاد میں ہمارے لئے برکت رکھ دے، اور ہماری توبہ قبول فرما! بے شک تو

بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا، ان کی تعریف کرنے والا، اور انہیں قبول کرنے والا بنا دے اور ہم پر ان (نعمتوں) کو مکمل کر دے"۔

970 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، قَالَ: أَخَذَ عَلْقَمَةُ بِيَدِي، فَحَدَّثَنِي أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ، أَخَذَ بِيَدِهِ، وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللَّهِ، فَعَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ، فَذَكَرَ مِثْلَ دُعَاءِ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ: إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ قَضَيْتَ هَذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَاتَكَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ تَقُومَ فَقُمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ

❀❀ قاسم بن مخیمرہ بیان کرتے ہیں: علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے یہ بات بتائی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں یہ بات بتائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں نماز میں تشہد کے کلمات کی تعلیم دی۔

اس کے بعد راوی نے اعمش کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) جب تم یہ پڑھ لو گے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) جب تم اسے مکمل کر لو گے تو تم نے اپنی نماز کو مکمل کر لیا۔ اب اگر تم اٹھنا چاہو تو اٹھ جاؤ اور اگر بیٹھے رہنا چاہو تو بیٹھے رہو۔

971 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يُحَدِّثُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّشَهُّدِ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ - قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: زِدْتُ فِيهَا: وَبَرَكَاتُهُ - السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - قَالَ ابْنُ عُمَرَ: زِدْتُ فِيهَا: وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ - وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد کے یہ کلمات روایت کرتے ہیں:

"ہر طرح کی قولی، فعلی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے اس میں "وبرکاتہ" کا اضافہ کیا ہے۔

971- واخرجه الطحاوی/2631-264، والدارقطنی (1329)، والبیهقی/1392 من طریق نصر بن علی الجهضمی، والفاکهی فی "اخبار مکة"/2051-206 من طریق ابن ابی عدی، کلاهما عن شعبة، بهذا الاسناد. واخرجه الطحاوی/2641 من طریق معاذ بن معاذ، عن شعبة، به موقوفا علی ابن عمر. لکن قال الطحاوی: ان قول ابن عمر رضی الله عنهما: "وزدت فيها" يدل انه اخذ ذلک عن غيره. واخرجه بنحوه واحمد (5360)، والطحاوی/1631، والطبرانی فی "الاوسط" (2625) من طریق عبد الله بن بابی، والدارقطنی (1330) من طریق عبد الله بن دینار، کلاهما عن ابن عمر موقوفاً دون زیاداته. واسناد طریق ابن دینار ضعیف. واخرجه الطحاوی/1 264 من طریق زید العمی، عن ابی الصدیق الناجی، عن ابن عمر قال: کان ابو بکر یعلمنا التشهد علی المنبر ... وزید العمی ضعیف. واخرجه مالک/1 91، والطحاوی/1 216، والبیهقی/1422 من طریق نافع، والطحاوی/2611 من طریق سالم،

''ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے اس میں ان کلمات کا اضافہ کیا ہے ''وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے'' ''(پھر یہ کلمات ہیں) اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

972 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ، قَالَ: صَلَّى بِنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ، فَلَمَّا جَلَسَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ، قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أُقِرَّتِ الصَّلَاةُ بِالْبِرِّ، وَالزَّكَاةِ، فَلَمَّا انْفَتَلَ أَبُو مُوسَى أَقْبَلَ عَلَى الْقَوْمِ، فَقَالَ: أَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، فَقَالَ: أَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا؟ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، قَالَ: فَلَعَلَّكَ يَا حِطَّانُ أَنْتَ قُلْتَهَا، قَالَ: مَا قُلْتُهَا، وَلَقَدْ رَهِبْتُ أَنْ تَبْكَعَنِي بِهَا، قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا قُلْتُهَا وَمَا أَرَدْتُ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: أَمَا تَعْلَمُونَ كَيْفَ تَقُولُونَ فِي صَلَاتِكُمْ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا، فَعَلَّمَنَا وَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا، وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا، فَقَالَ: إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَرَأَ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) (الفاتحة: 7)، فَقُولُوا: آمِينَ، يُحِبَّكُمُ اللَّهُ، وَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ، فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَتِلْكَ بِتِلْكَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، يَسْمَعُ اللَّهُ لَكُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَتِلْكَ بِتِلْكَ، فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ: التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لَمْ يَقُلْ أَحْمَدُ: وَبَرَكَاتُهُ، وَلَا قَالَ: وَأَشْهَدُ، قَالَ: وَأَنَّ مُحَمَّدًا.

حطان بن عبداللہ رقاشی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمیں نماز پڑھا رہے تھے، جب وہ نماز کے آخر میں بیٹھے تو حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا: ''نماز کو نیکی اور زکوٰۃ (تزکیہ) کے ہمراہ رکھا گیا ہے''۔ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نماز مکمل کر لی تو انہوں نے لوگوں کی طرف رخ کیا اور دریافت کیا: فلاں، فلاں کلمہ تم میں سے کس نے کہا تھا؟ لوگ خاموش رہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حطان! شاید تم نے یہ کلمات کہے ہیں، حطان نے کہا: میں نے یہ نہیں کہے ہیں، ویسے مجھے اندازہ تھا کہ آپ اس حوالے سے مجھ پر ہی شک کریں گے، حاضرین میں سے ایک صاحب بولے: میں نے یہ کلمات

کہے ہیں، میں نے ان کے ذریعے صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا، حضرت ابوموسیٰ رٹی اللہ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو علم نہیں ہے کہ تم نے اپنی نماز میں کیا پڑھنا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے، ہمیں تعلیم دی، ہمارے سامنے سنتیں بیان کیں اور ہمیں نماز کا طریقہ تعلیم دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب تم نماز ادا کرو، تو صفیں درست کرو، پھر تم میں سے کوئی ایک تمہاری امامت کرے، جب وہ تکبیر کہے' تو تم لوگ بھی تکبیر کہو، جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہے، تو تم ''آمین'' کہو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے' تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاؤ، امام تم لوگوں سے پہلے رکوع میں جائے اور تم لوگوں سے پہلے رکوع سے اُٹھے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اس کی جگہ ہوگا، جب امام سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے، تو تم لوگ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری (اس بات کو) سنے گا، جب وہ تکبیر کہہ کر سجدے میں جائے' تو تم لوگ بھی تکبیر کہہ کر سجدے میں جاؤ، امام تم سے پہلے سجدے میں جائے اور تم سے پہلے (سجدے سے) اُٹھے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اس کے بدلے میں ہوگا، جب (نمازی) قعدہ میں بیٹھے تو اسے سب سے پہلے یہ پڑھنا چاہئے:

''ہر طرح کی جسمانی، زبانی اور مالی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں''۔

احمد (نامی راوی) نے لفظ ''برکاتہ'' لفظ ''واشہد'' نقل نہیں کیا۔ انہوں نے ''وان محمداً'' نقل کیا ہے۔

ربنا لک الحمد آہستہ آواز کہنے میں اتفاق مذاہب اربعہ

''ربنا لک الحمد'' کو بالجہر پڑھنے کا رواج ماضی قریب میں ہوا ہے، اور وہ بھی صرف ایک جماعت اور ان میں بھی صرف چند ہی لوگوں کے بیچ، اس کے برخلاف حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، اور دیگر تمام فرقوں کے یہاں اس مسئلہ کا نام ونشان تک نہیں ہے، سلف صالحین، صحابہ و تابعین کے ادوار میں اس مسئلہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا، عہد صحابہ سے لیکر عصر حاضر تک حدیث وفقہ اور تفسیر قرآن کا جتنا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے کسی میں بھی اس مسئلہ کی جانب ادنیٰ اشارہ تک نہیں، قرآن کے بعد سب سے معتبر کتاب ''صحیح بخاری'' ہے، اس میں ہمیں یہ ابواب تو نظر آتے ہیں'' :باب جهر الامام بالتامین ''، ''باب جهر المأموم بالتامین '' مگر ''باب الجهر باللهم ربنا لک الحمد ''یعنی دعاء قومہ کو بلند آواز سے پڑھنا، اس کے اثبات میں کوئی باب نظر نہیں آتا، حالانکہ دعائے قومہ میں جہر کے قائلین جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

حیرت ہے کہ امام بخاری جن کے بارے میں ''امام الدنیا فی فقه الحدیث ''اور ''فقه البخاری فی تراجمه '' کہا گیا ہے، ان کے ذہن کی رسائی بھی اس مسئلہ تک نہ ہوسکی جسے آج پیدا کیا جا رہا ہے، امام بخاری پر کیا موقوف دنیا کے کسی محدث نے بھی دعاء قومہ میں جہر کا فتویٰ نہیں دیا ہے، عصر حاضر کے ناصر الدین الالبانی ہیں انہوں نے صفۃ صلوٰۃ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اس

کتاب میں یہ مسئلہ تو مل جائے گا کہ "آمین ب آواز بلند کہنا چاہیے" مگر "ربنا لک الحمد" "بلند آواز سے پڑھنا، اس کا بیان کیا نام و نشان تک نہ ملے گا، بلکہ "اصل صفۃ الصلوۃ" کی بعض کی عبارات سے لگتا ہے کہ علامہ البانی کے نزدیک ربنا لک الحمد کا آہستہ پڑھنا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (اصل صفۃ الصلوۃ: ج ۲ ص ٦٧٨)

قرأت کے وقت خاموش رہنے کا بیان

973 - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي غَلَّابٍ، يُحَدِّثُهُ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، زَادَ فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا، وَقَالَ فِي التَّشَهُّدِ بَعْدَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ زَادَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَوْلُهُ: فَأَنْصِتُوا لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ، لَمْ يَجِئْ بِهِ إِلَّا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حطان بن عبداللہ رقاشی سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''جب وہ قرأت کرے، تو تم خاموش رہو''۔

تشہد اشھد ان لا الہ الا اللہ کے بعد یہ الفاظ زائد ہیں: وحدہ لا شریک لہ

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کا یہ لفظ ''وانصتوا (تم خاموش رہو)'' محفوظ نہیں ہے۔ اس روایت میں یہ الفاظ صرف سلیمان تیمی نے نقل کیے ہیں۔

974 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَطَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ، وَكَانَ يَقُولُ: التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد کے کلمات کی تعلیم اسی طرح دیا کرتے تھے، جس طرح قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ یہ پڑھتے تھے:

''برکت والی زبانی، جسمانی اور مالی عبادات، اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں، ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے

973- اسناده صحيح. المعتمر: هو ابن سليمان التيمي، وابو غلاب: هو يونس ابن جبير. واخرجه مسلم (404) (63) وابن ماجه (847) من طريق جرير بن عبد الحميد، عن سليمان التيمي، بهذا الاسناد. قال ابو اسحاق- راوي "الصحيح" عن مسلم: قال ابو بكر ابن اخت ابي النضر في هذا الحديث- يعني طعن فيه وقدح في صحته- فقال مسلم: تريد احفظ من سليمان؟! وهو في "مسند احمد" (19723).

رسول ہیں''۔

975 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَمَّا بَعْدُ، أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي وَسَطِ الصَّلَاةِ، أَوْ حِينَ انْقِضَائِهَا، فَابْدَئُوا قَبْلَ التَّسْلِيمِ، فَقُولُوا: التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالْمُلْكُ لِلَّهِ، ثُمَّ سَلِّمُوا عَلَى الْيَمِينِ، ثُمَّ سَلِّمُوا عَلَى قَارِئِكُمْ، وَعَلَى أَنْفُسِكُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى كُوفِيُّ الْأَصْلِ كَانَ بِدِمَشْقَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: دَلَّتْ هَذِهِ الصَّحِيفَةُ عَلَى أَنَّ الْحَسَنَ سَمِعَ مِنْ سَمُرَةَ

❁❁ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اما بعد! اللہ کے رسول نے ہمیں حکم دیا، جب نماز کا درمیان ہو، (یعنی دو رکعت کے بعد تشہد میں) یا جب اس کا اختتام ہو (یعنی آخری تشہد میں) سلام پھیرنے سے پہلے یہ پڑھو:

''تمام جسمانی پاکیزہ عبادات اور دعائیں اور بادشاہی، اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں''۔

پھر تم دائیں طرف سلام پھیرو، پھر تم لوگ اپنے امام اور (نماز میں شریک) لوگوں کو سلام کرو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سلیمان بن موسیٰ نامی راوی اصل میں کوفہ کا رہنے والا تھا، اور دمشق میں رہتا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ صحیفہ اس بات پر دلالت کرتا ہے، حسن بصری نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے (احادیث کا) سماع کیا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

باب: تشہد کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا

976 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: قُلْنَا - أَوْ قَالُوا - يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمَرْتَنَا أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ، وَأَنْ نُسَلِّمَ عَلَيْكَ، فَأَمَّا السَّلَامُ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ، قَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

❁❁ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) لوگوں نے

975- اسنادہ ضعیف، جعفر بن سعد ضعیف، وخبیب بن سلیمان بن سمرة وابوہ مجہولان. وضعفہ الحافظ ابن حجر فی "التلخیص" 1/ 267، 271، واخرجہ البیہقی 2/ 1812 من طریق ابی داود، بہذا الاسناد. واخرجہ الطبرانی (7018) من طریق یحیی بن حسان، بہ. وسیاتی لفظہ السلام علی الامام من طریق آخر برقم (1001).

عرض کی:

آپ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود بھیجیں اور آپ پر سلام بھیجیں، جہاں تک سلام (بھیجنے کے طریقے) کا تعلق ہے تو اس کا ہمیں پتہ چل گیا ہے، ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ یہ پڑھو:

''اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر! جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل کیا، اور حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کی جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت نازل کی، بے شک تو لائق حمید اور بزرگی کا مالک ہے''۔

برکت کی تحقیق

برکت کی حقیقت ثابت ہونا، لازم ہونا اور پختہ ہونا، جیسے ''برک البعیر'' کا مطلب اونٹ زمین پر بیٹھ گیا۔ اسی سے لفظ مبرک ماخوذ ہے جس کا معنی بیٹھنے کی جگہ ہے۔ ''صحاح'' کے مصنف کہتے ہیں کوئی بھی شے جب ثابت اور قائم ہو جائے تو اس کے لیے ''برک'' استعمال کیا جاتا ہے۔ بہت سے اونٹوں کو ''برک'' کہتے ہیں۔ ''برک'' کا مطلب مرض ہے اور اس کی جمع ''برک'' آتی ہے۔ جوہری نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ حوض کو ''برکہ'' اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ پانی اس میں ٹھہر جاتا ہے۔ ''برکاء'' کا مطلب جنگ میں ثابت قدم وضابطہ کوشش کرتا ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

وَلَا يُنْجِي مِنَ الْغَمَرَاتِ ۔۔۔ اِلَّا بَرَاكَاءُ الْقِتَالِ اَوِ الْفِرَارُ

''تنگیوں سے کون سی چیز نجات دی جاتی ہے؟ جنگ میں ثابت قدم رہنا یا فرار اختیار کرنا''[۱]

برکت کا مطلب کسی چیز کا زیادہ ہونا اور بڑھانا ہے اور تبرک کا مطلب کسی کو برکت کی دعا دینا ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ بارکہ اللہ، وبارک فیہ، وبارک علیہ، وبارک لہ۔

قرآن میں بھی موجود ہے: اَنْ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا (النمل:۸)

''اسے برکت عطا کی گئی جو آگ میں ہے اور جو اس کے اردگرد ہے''۔

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا: وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى اِسْحَاقَ (الصافات:۱۱۳)

''ہم نے اس پر اور ساحاق پر برکت نازل کی''۔

ایک اور مقام پر فرمایا: وَبَارَكْنَا فِيهَا (الانبیاء:۱۱۳)

''ہم نے اس میں برکت رکھی ہے''۔

ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے: وَبَارِكْ لِي فِيمَا اَعْطَيْتَ

''تو جو رزق عطا کرتا ہے اس میں میرے لئے برکت رکھ دے''۔[۱]

۱۔ ابو داؤد' سلیمان بن اشعث' ''السنن'' (1425) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (464) نسائی' احمد بن شعیب' ''السنن'' (248/3) ابن ماجہ' ابوعبد اللہ محمد بن یزید' ''السنن'' (1178) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (199/1, 200)

حضرت سعد کی حدیث میں ہے: بارکَ اللہ لکَ فِی أھلِکَ وَمالِکَ

''اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت عطا فرمائے۔''[1]

مبارک اس شخص کو کہتے ہیں جسے اللہ نے برکت عطا کی ہو۔

جیسے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قول (قرآن نے نقل کیا) ہے۔ وَجَعَلَنِی مُبٰرکًا اَینَ مَا کُنتُ (مریم:۳۱)

''اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے۔''

اللہ کی کتاب بھی مبارک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَھٰذَا ذِکرٌ مُبٰرکٌ اَنزَلنٰہُ (الانبیاء:۵۰)

''یہ مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَھٰذَا ذِکرٌ مُبٰرکٌ اَنزَلنٰہُ (الانبیاء:۵۰)

''جو کتاب میں نے تمہاری طرف نازل کی ہے وہ مبارک ہے۔''

اور وہ کتاب اس بات کی حقدار ہے کہ اسے مبارک کہا جائے کیونکہ اس میں بکثرت خیر اور منافع موجود ہے اور برکت کی بہت سی صورتیں اس میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ مبارک استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اس کیلئے لفظ ''تبارک'' استعمال ہوگا۔

علم لغت کے بعض ماہرین جن میں جوہری بھی شامل ہیں، اس بات کے قائل ہیں کہ ''تبارک'' کا معنی وہی ہے جو ''بارک'' کا ہے جیسے قاتل اور تقاتل۔ فرق یہ ہے کہ فاعل کے وزن پر آنے والا فعل متعدی ہوتا ہے اور تفاعل کے وزن پر آنے والا فعل متعدی نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات محققین کے نزدیک غلط ہے۔

لفظ ''برکت'' سے تفاعل کے وزن پر تبارک بنے گا اور اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ تعریف ایسے وصف کے ہمراہ ہے جو تفاعل کے وزن پر ہے۔ اسی لئے ان دونوں الفاظ کو ایک ساتھ استعمال کرتے ہوئے ''تبارک وتعالیٰ'' کہا جاتا ہے۔ دعائے قنوت میں بھی ''تبارکت وتعالیت'' کے الفاظ موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے مقابلے میں ان کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ ہماری بھلائی کی اسی کے دست قدرت میں ہے۔ ہر بھلائی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی تمام صفات، صفات کمال ہیں اور اس کے تمام افعال میں حکمت، رحمت، مصلحت اور بھلائی پائی جاتی ہے۔ اس میں کوئی شر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

''شر تیری طرف نہیں آ سکتا۔''[2]

بلکہ بشر اللہ تعالیٰ کے مفعولات اور اس کی مخلوقات میں واقع ہوتا ہے۔ اس کے فعل کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا

---

[1] بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5072) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (1933) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (137/6) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (190/3، 270)

[2] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (771) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (760) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3422) نسائی احمد بن شعیب ''السنن'' (129/2-130)

جب خیر اور منافع کی کثرت کے باعث کسی انسان یا دوسری مخلوق کو "مبارک" کہا جا سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے "متبارک" کہا جائے یہ ایسی تعریف ہے جس کے نتیجے میں اللہ کی عظمت رفعت اور وسعت کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "تعاظم وتعالیٰ" یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی بھلائی کی کثرت اور دوام اور صفات کمال کے اس کی ذات میں جمع ہو جانے کی دلیل ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جہان میں کسی کو بھی جو بھی فائدہ حاصل ہوا ہے اور جو بھی فائدہ حاصل ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہو گا۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کی شان کی بلندی پر دلالت کرتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ جہاں اپنے جلال، عظمت اور کبریائی کا ذکر کرتا ہے اس کا آغاز اسی بات سے ہوتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ قف یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا لا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ م بِاَمْرِهٖ ط اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (الاعراف: ۵۴)

"بے شک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور پھر اس نے عرش پر استوا کیا۔ وہ رات کے ذریعے دن کو ڈھانپ لیتا ہے اور رات بہت تیزی سے دن کے پیچھے آتی ہے۔ سورج، چاند اور ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں۔ صفت خلق اور صفت امر سے وہ متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ برکت والا ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (الفرقان: ۱)

"بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے پر فرقان (قرآن) نازل کیا تا کہ وہ وہ جہان والوں کو ڈرا سکے۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا (فرقان: ۶۱)

"بابرکت ہے وہ ذات ہے جسے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی بادشاہی حاصل ہے اور اسی کو قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔"

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے: تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ (الملک: ۱)

"بابرکت ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں بادشاہی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے سات مراحل کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ (المؤمنون: ۱۴)

"بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہترین خالق ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر اپنی ذات کے بابرکت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جہاں اس کی ذات کی عظمت وجلال اور اس کے ان افعال کی تعریف کرنا مقصود ہو جو اس کی ربوبیت الٰہیت، حکمت اور دیگر تمام صفات کمال پر دلالت کرتے ہیں جس میں

قرآن کا نزول، جہانوں کی تخلیق، آسمان میں بروج، سورج اور چاند کی تخلیق، اپنی بادشاہی اور قدرت کے کمال کا ذکر شامل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "تبارک" کا مطلب "تعالیٰ" ہے۔

ابوالعباس فرماتے ہیں۔ "تبارک" کا مطلب "بلند ہونا" ہے اور "تبارک" اس ذات یا چیز کو کہتے ہیں جو بلند ہو۔

ابن الانباری کہتے ہیں "تبارک" کا مطلب "تقدس" ہے۔

حسن فرماتے ہیں "تبارک" کا مطلب وہ ذات ہے جس کی طرف سے برکت حاصل ہو۔

ضحاک فرماتے ہیں: "تبارک" کا مطلب "تعاظم" (وہ عظمت کا مالک ہے)

خلیل بن احمد فرماتے ہیں اس کا مطلب "تمجد" (وہ بزرگی کا مالک ہے)

حسین بن فضل فرماتے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں برکت والا ہے اور اپنی مخلوق میں جسے چاہے برکت عطا کر سکتا ہے اور یہ سب سے بہترین قول ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذات اور فعل دونوں کی صفت کے طور پر لفظ "تبارک" استعمال ہوگا جیسا کہ حسین بن فضل نے بیان کیا ہے۔

اس کی وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ "تبارک" کی نسبت اپنے اسم کی طرف بھی کی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن:۷۸)

"جلال اور اکرام والے تمہارے پروردگار کا نام بابرکت ہے۔"

حدیث استفتاح میں ہے۔

تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ

"تیرا نام بابرکت ہے اور تیری بزرگی بلند ہے۔"[۱]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ "تبارک" "بارک" کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ جوہری نے بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو برکت دینا لفظ کے مفہوم کے جزو کے طور پر ہے نہ کہ اس کے معنی کے کمال کے اعتبار سے ملے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں اس کا معنی عظیم ہونا اور اس کی برکات کا کثیر ہونا ہے اور اس لفظ کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کو مخصوص کیا جا سکتا ہے[۲] عربی لغت میں اس لفظ کے صیغے تبدیل نہیں ہوتے اور اس کے ذریعے فعل مضارع یا فعل امر نہیں بنتا۔ اس کی علت یہ ہے کہ جب لفظ "تبارک" کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو یاد نہیں کیا جا سکتا تو اب یہ لفظ مستقبل کا تقاضا نہیں کرے گا کیونکہ اللہ

[۱] ابوداؤد سلیمان بن اشعث "السنن" (775) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (242) نسائی احمد بن شعیب "السنن" (2/131-132) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (804) ابوداؤد سلیمان بن اشعث "السنن" (776) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (223) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (806)

[۲] روح المعانی (8/138-139)

تعالیٰ تو ازل سے برکت کا مالک ہے۔

شیخ ابو علی القالی اس بات میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ ان سے دریافت کیا گیا ''تبارک'' کا مضارع کیا ہوگا تو انہوں نے کہا یہ ''تبارک'' ہوگا۔ حالانکہ عرب یہ لفظ استعمال نہیں کرتے۔ [1]

ابن قتیبہ کہتے ہیں۔ لفظ ''تبارک'' تفاعل کے وزن پر برکت سے ماخوذ ہے جیسے کہا جاتا ہے ''تعالیٰ اسمک'' اس میں لفظ ''تعالیٰ'' علو سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ تیرے نام میں برکت پائی جاتی ہے یا جس چیز پر تیرا نام لیا جائے اس میں برکت پائی جاتی ہے۔

علم لغت کے کسی ماہر نے مجھے ایک شعر سنایا تھا جس کا دوسرا مصرعہ یاد رہ گیا۔

إِلَى الْجِذْعِ جِذْعِ النَّخْلَةِ الْمُتَبَارَكِ

''درخت کی طرف جاؤ، کھجور کے بابرکت درخت کی طرف (جاؤ)۔''

ابن قتیبہ کا یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرے نام میں بھی برکت پائی جاتی ہے اور جس چیز پر تیرا نام لے لیا جائے اس میں بھی برکت پائی جاتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس ذات کی صفت ہے جس کو برکت حاصل ہے۔ یعنی نام کی برکت اس ذات کی برکت کے تابع ہوگی جس کا یہ نام ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (الحاقۃ:۵۲)

''اپنے عظیم پروردگار کے نام کے ہمراہ اس کی تسبیح کرو۔''

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح زیادہ بہتر طریقے سے کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ کیونکہ نام کی تسبیح ذات کی تسبیح کے تابع ہے۔

زمخشری کہتے ہیں اس لفظ میں دو معانی پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس ذات کی بھلائی زیادہ کثیر ہے یا وہ ہر شے سے زائد ہے اور دوسرا یہ کہ اپنی صفات اور افعال میں ہر شے سے بلند ہے۔

ہمارے خیال میں ان دونوں معانی کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے جیسا کہ حسین بن فضل اور دیگر حضرات نے اس کی وضاحت کی ہے۔

نظر بن شمیل کہتے ہیں میں نے خلیل بن احمد سے ''تبارک'' کا مطلب دریافت کیا ہے تو انہوں نے فرمایا ''تمجد'' (وہ بزرگی کا مالک ہے)

دونوں معانی کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ ''مجد'' (بزرگی) کا تعلق اس کی ذات کے ساتھ ہوگا اور مخلوق کو اس بزرگی کا فیضان اس برکت کی شکل میں ملے گا کیونکہ یہی ''مجد'' کی حقیقت ہے۔ ''مجد'' کا معنی وسیع ہونا ہے۔ جب کوئی چیز پھیل جائے تو اس کیلئے ''مجد'' اور ''استمجد'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ عرش کو اس کی وسعت کی وجہ سے ''مجید'' کہا جاتا ہے۔

[1] تفسیر طبری (95/27)

بعض مفسرین نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ''تبارک'' ''بروک'' سے ماخوذ ہو۔اس وقت ''تبارک'' کا مطلب کسی چیز کا ثابت ہونا ہو۔ ہمیشہ سے لے کر ہمیشہ تک کیلئے۔ تو اس سے لازم آئے گا کہ وہ ذات واجب الوجود ہو۔ کیونکہ جس کا وجود تیز کا محتاج ہوگا۔ وہ ازلی نہیں ہوسکتا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ معنی کا جزو ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ان تمام معانی کو جمع کرے جس میں اس کے وجود کا دوام، اس کی بھلائی کی کثرت، اس کی بزرگی، بلند، مرتبت، عظمت، پاکی، ہر بھلائی کا اسی سے حاصل ہونا اور اس کا مخلوق کو برکت دینا سب شامل ہوں گے۔ قرآن کے الفاظ ان تمام معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ لہٰذا بعض الفاظ کے ذریعے ان میں سے بعض معانی کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جس کی وضاحت ہم نے کسی اور مقام پر کی ہے۔

اصل مقصد یہ تھا کہ درود شریف کے الفاظ میں ''وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على آل ابراهيم'' کی وضاحت کی جائے کیونکہ یہ دعا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اس عطا کا ذکر ہے جو اس نے آل ابراہیم کو عطا کی اور اسے ثابت اور برقرار رکھا۔ اسے دگنا کیا، بلکہ اس میں اضافہ کیا اور یہی برکت کی حقیقت ہے۔

آلِ ابراہیم کے تذکرہ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ (الصافات: ۱۱۲-۱۱۳)

''اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی جو نبی ہے اور صالحین میں سے ہے اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت نازل کی۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے اہل بیت کے بارے میں یہ فرمایا ہے۔

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ھود: ۷۳)

''اے اہل بیت!! اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکت تم پر نازل ہو بے شک وہ حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

آپ غور تو کریں کہ قرآن نے کس طرح یہ کہا جائے کہ ہم نے اس (ابراہیم) اور اسحاق پر برکت نازل کی اور یہاں حضرت اسماعیل کا ذکر نہیں کیا۔

جبکہ تورات میں حضرت اسماعیل پر برکت کے نزول کا ذکر ہے اور حضرت اسحاق کا ذکر نہیں ہے۔ تورات میں حضرت اسماعیل پر برکت کے نزول کا ذکر ہے۔ تاکہ یہ بتایا جاسکے کہ آپ کی اولاد کو جو عظیم بھلائی اور برکت حاصل ہوگی جس میں بطور خاص سب سے عظیم اور جلیل القدر برکت نبی اکرم ﷺ کا وجود مسعود ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ کی کہ آپ کی اولاد میں وہ عظیم برکت ظاہر ہوگی جبکہ ہمیں قرآن میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق پر برکت نازل کی تاکہ ہمیں یہ تنبیہ کی جاسکے۔ کہ حضرت اسحاق کی اولاد میں حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام کی نبوت کی برکت، ان پر نازل ہونے والی کتابیں اور ان پر ایمان لانے والوں کی برکت شامل ہے۔ تاکہ ہم سے اس عالی شان گھرانے کی تعظیم و تکریم میں کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو۔ لہٰذا کوئی شخص یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ یہ تو بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ہم پر ان انبیاء کا احترام، ان کی تعظیم، ان پر

ایمان، ان کی محبت اوران کی تعریف لازم ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب پر درود وسلام نازل کرے۔

آلِ ابراہیم کی خصوصیات کا بیان

جب یہ مبارک گھرانہ علی الاطلاق دنیا کا بزرگ ترین گھرانہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے چند خصوصیت بھی عطا کی ہیں۔

ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ نبوت اور کتاب اسی گھرانے سے مخصوص ہوگئیں۔حضرت ابراہیم کے بعد آنے والا ہر نبی، آپ ہی کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے افراد کو پیشوا بنایا ہے جن کی قیامت تک پیروی کی جاتی رہے گی لہٰذا ان کے بعد آنے والا جو بھی شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ان کے طریقے اور دعوت پر عمل کرنے کے نتیجے میں جنت میں داخل ہوگا۔

تیسری خوبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خانوادے میں دو حضرات کو اپنا خلیل بنایا۔ایک حضرت ابراہیم اور دوسرے حضرت محمد ﷺ۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (النساء:۱۲۵)

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَنِيْ خَلِيْلًا كَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا

''اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اسی طرح خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا تھا۔''[1]

یہ اس گھرانے کی بنیادی خصوصیت ہے۔

چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے بزرگ کو تمام جہانوں کا پیشوا بنایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرۃ:۱۲۴)

''اور جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے چند امور کے متعلق آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ اس آزمائش میں پورا اترا (تو اس کے پروردگار نے) کہا۔میں تمہیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔''

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ انہی کے ہاتھوں سے اپنے گھر کی تعمیر کروائی جسے لوگوں کے قیام کا مرکز بنایا۔ان کا قبلہ بنایا، حج کا مقام بنایا، گویا بیت اللہ کی تعمیر اسی معزز گھرانے کے افراد کے ہاں ظہور پذیر ہوئی۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا کہ اس گھرانے کے افراد پر درود بھیجیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی اس گھرانے کے افراد اور ان کے پیش رو افراد جو حضرت ابراہیم اور ان کی آل ہیں پر درود بھیجا ہے اور یہ انہی کی خصوصیت ہے۔

ساتویں خصوصیت اللہ تعالیٰ نے اسی گھرانے میں دو امتیں پیدا کیں جو اس کے علاوہ کسی اور گھرانے میں پیدا نہیں ہوئیں۔ اور وہ حضرت موسیٰ کی امت اور حضرت محمد ﷺ کی امت ہیں۔حضرت محمد ﷺ کی امت، سابقہ ستر امتوں کے برابر ہے۔اور ان

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (532)

سب سے بہتر ہے اور اللہ کی بارگاہ میں ان سب سے زیادہ معزز ہے۔ ا

آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے افراد پر سچی بات اور عمدہ تعریف کو باقی رکھا۔ اسی لئے ان کا تذکرہ ہمیشہ اچھے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے اور ان پر درود وسلام بھیجا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (الصافات:۱۰۸-۱۱۰)

''اور ہم نے اس کی تعریف بعد والوں میں باقی رکھی۔ ابراہیم پر سلام ہو ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔''

دسویں خصوصیت یہ ہے ۲ کہ اس گھرانے کے افراد کو لوگوں کے درمیان فرق کرنے والا بنایا ہے لہٰذا ان کے پیروکار اور ان کے محب خوش بخت ہیں اور ان سے بغض رکھنے والے اور ان سے منہ پھیرنے والے اور ان کے دشمن بد بخت ہیں۔

گویا جنت ان کے اور ان کے پیرکاروں کیلئے اور جہنم ان کے دشمنوں اور مخالفین کیلئے ہے۔

گیارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنے ذکر کے ہمراہ کیا ہے۔ لہٰذا حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ، اللہ کا رسول اور اس کا نبی کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور اللہ کا نبی اور خلیل کہا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ اور اللہ کا رسول کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کو اس نعمت کی یاد دلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الانشراح:۴)

''اور ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (آیت کا مفہوم یہ ہوگا) کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا۔ تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا اور کہا جائے گا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔'' کلمے میں اذان میں، خطبے میں، تشہد میں، غرضیکہ ہر جگہ جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تمہارا بھی ذکر ہوگا۔

بارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کے افراد کے ذریعے مخلوق کو دنیا اور آخرت کی بدبختی سے نجات عطا کی۔ بنی نوع انسان پر اس گھرانے کے احسانات بے شمار ہیں۔ ان کا بدلہ نہیں دیا جا سکتا۔ اگلوں پچھلوں میں جتنے بھی نیک لوگ ہیں ان سب پر اسی گھرانے کے افراد کی مہربانی ہے۔

تیرہویں خصوصیت یہ ہے کہ دنیا میں جو بھی نیک کام کیا جائے گا۔ اللہ کی جو اطاعت کی جائے گی، ہر آسائش اور نفع پر عمل کرنے والوں کے ثواب کے برابر اس گھرانے کے افراد کو ثواب ملے گا۔ پس اللہ کی ذات پاک ہے جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے فضل کیلئے مخصوص کر لیتی ہے۔

چودھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور جہان کے درمیان تمام راستے بند کر دیئے ہیں اور اس گھرانے کے علاوہ دیگر تمام دروازے بھی بند کر دیئے ہیں۔ اب ان کے طریقے اور دروازے کے علاوہ اور کسی راستے سے (معرفت نصیب نہیں ہو

ا ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ''الجامع الصحیح'' (3001) ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید ''السنن'' (4288,2487)

۲ احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (5/5,447/4) عبد بن حمید (411, 409)

سکتی)

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول سے یہ بات کہہ دی ہے:

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ ! لو اَتونی من کلِّ طریقٍ' اَو استَفتَحُوْا مِنْ کُلِّ بَابٍ ' لَمَا فتحتُ لَهُمْ حَتّٰی یَدْخُلُوْا خَلْفَکَ

''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! یہ لوگ کسی بھی راستے سے اور کسی بھی دروازے سے (میری بارگاہ تک پہنچنا) چاہیں تو میں اسی وقت تک ان کیلئے (راستہ یا دروازہ) نہیں کھولوں گا جب تک وہ تمہارے پیچھے چل کر نہیں آتے۔

پندرہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کو علم کے اس مرتبے پر فائز کیا ہے جو دنیا میں اور کسی گھرانے کو نصیب نہیں ہوا۔ لہٰذا ان کے مقابلے میں کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ، اس کے اسماء صفات، احکام وافعال، ثواب وا قاب، شریعت، اس کی رضا اور ناراضی، اس کے فرشتوں اور دیگر مخلوقات کے بارے میں زیادہ علم حاصل نہیں کرسکتا۔ پس اللہ کی ذات پاک ہے جس نے ان کے لئے اولین اور آخرین کے علوم جمع کردیئے ہیں۔

سولہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور خاص انہیں اپنی توحید محبت اور قرب سے نوازا ہے اور یہ خصوصیت کسی اور گھرانے کو حاصل نہیں ہے۔

سترہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کی اور مدد کی اور انہیں اپنے اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی عطا کی اور یہ تائید ان کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

اٹھارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے جس قدر شرک اور گمراہی کے آثار کو مٹایا ہے اور اپنے ناپسندیدہ آثار کو مٹایا ہے۔ اتنا کسی اور کے ذریعے نہیں مٹایا ہے۔

انیسویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کی محبت اور تعظیم وتکریم جس قدر لوگوں کے دل میں داخل کی ہے۔ اتنی قبولیت کسی اور گھرانے کو نصیب نہیں ہوئی۔

بیسویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ان کے آثار کو دنیا کی بقاء اور حفاظت کا سبب بنایا ہے جب تک ان کے آثار باقی رہیں گے۔ دنیا باقی رہے گی اور جب ان کے آثار دنیا سے رخصت ہوجائیں گے تو یہیں سے دنیا کی خرابی کا آغاز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ (المائدہ: ۹۷)

''اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو حرمت والا گھر بنایا ہے اور لوگوں کے قیام کی جگہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینے، اور قلائد (قربانی کے جانور مقرر کئے ہیں)''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اگر سب لوگ حج کرنا بند کردیں تو آسمان زمین پر گر جائے گا اور آپ فرماتے ہیں کہ اگر سب لوگ حج کرنا بند کردیں تو ان کی طرف نظر رحمت نہیں کی جائے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

اس بات کی اطلاع دی ہے کہ آخری زمانے میں اللہ کے گھر کو زمین سے اٹھالیا جائے گا۔ اور اس کے کلام صحیفوں اور لوگوں کے سینوں سے اٹھالیا جائے گا۔ لہٰذا روئے زمین پر نہ تو بیت اللہ بچے گا جس کا حج کیا جاسکے گا اور نہ ہی قرآن بچے گا جس کی تلاوت کی جائے گی۔ یہیں سے قیامت قریب آ جائے گی۔

آج بھی لوگ نبی کے احکام اور اس کی شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ اپنے معاملات اور مختلف امور کی انجام دہی کیلئے بلاؤں اور باعث شرم باتوں کو ٹالنے کیلئے نبی کی تعلیمات پر ہی عمل کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس وقت ہلاکت اور رسوائی کا شکار ہوں گے اور اس وقت آزمائش اور شر میں گھر جائیں گے جب وہ معطل ہو جائے گا اور اس سے منہ پھیر لیا جائے گا اور اس کے علاوہ کسی اور کو حکم نہ لایا جائے اور کسی اور کو پکڑ لیا جائے گا۔

جو شخص اس بات پر غور کرے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کس طرح اپنے دشمنوں کو مسلط کرتا ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہو جائے گا۔ اس کا سبب یہی ہے کہ لوگ اپنے نبی کے دین اس کی سنت اور شریعت کو معطل کر دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دیتا ہے جو انہیں ہلاک کرتے ہیں اور ان سے انتقام لیتے ہیں یہاں تک کہ جس جگہ پر اللہ کے رسول کے آثار، آپ کی سنت اور شریعت جس قدر موجود ہوں گے اسی قدر وہ جگہ ہلاکت و بربادی سے محفوظ ہوگی۔

یہ تمام خصوصیت اور اس سے بھی کئی گنا زیادہ خصوصیت، اللہ تعالیٰ کی اس رحمت و برکت کا نتیجہ ہیں جو اس نے اس خانوادے پر نازل کیں۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ پر، آپ کی آل پر اسی طرح برکت نازل کرے جیسے اس عظیم گھرانے پر نازل کی تھی۔ ان سب پر اللہ کا درود و سلام نازل ہو۔

اس گھرانے کے افراد کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا تمہارا اور آخرت کی برکتیں ان کے ہاتھوں جتنی زیادہ ظاہر کی ہیں اتنی کسی اور گھرانے کے افراد کے ہاتھوں ظاہر نہیں کی تھیں۔

ان کی برکت اور خصوصیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو خصوصیت عطا کی ہیں وہ دوسرے کسی گھرانے کو نصیب نہیں ہوئی ہیں۔ اسی گھرانے کے ایک فرد کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا، ایک کو ذبیح بنایا، ایک کو شرف ہم کلامی عطا کیا۔ ایک کو انتہائی قرب عطا کیا ایک کو بے انتہا حسین و جمیل بنایا اور اسے لوگوں کے نزدیک معزز ترین فرد بنایا۔ ایک فرد کو ایسی بادشاہی عطا کی جو کسی اور کو عطا نہیں کی۔ ایک فرد کو بلند مقام عطا کیا۔ جب اللہ تعالیٰ اس گھرانے کا ذکر کرتا ہے تو یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اس گھرانے کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

اس گھرانے کی خصوصیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت اور بعثت کی وجہ سے اہل زمین سے عام عذاب اٹھالیا ہے۔ سابقہ انبیاء کی امتوں کے بارے میں سنت الٰہیہ یہ تھی کہ جب وہ لوگ اپنے نبی کو جھٹلاتے تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب کے ذریعے ہلاکت کا شکار کر دیتا جو ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت لوط کی قوم کو عذاب کا شکار کیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل اور قرآن نازل کیا تو اہل زمین سے عام عذاب کو اٹھالیا اور جھٹلانے والے مخالفین کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔ گویا اب ان لوگوں کو اللہ کی مدد انہی کے ذریعے حاصل ہوئی

ہے۔جس کے نتیجے میں ان کے سینوں کو شفا ملتی یہ لوگ مرتبہ وشہادت پر فائز ہوتے۔ان کے دشمن ان کے ہاتھوں ہلاک ہوتے جس کے نتیجے میں انہیں اللہ کی محبت حاصل ہوئی۔

اس عالی وقار گھرانے کے افراد اس بات کے حقدار ہیں کہ درود وسلام کے ذریعے،تعریف وتوصیف کے ذریعے ان کی عظمت کے گن گائے جائیں، دلوں میں ان کی محبت احترام اور تعظیم گھر کر جائے اور ان پر درود بھیجنے والے کو اس بات سے آگاہ ہو جانا چاہئے۔کہ اگر ہر سانس کو ان پر درود بھیجنے کیلئے مخصوص کر دیا جائے تو بھی ان کا تھوڑا سا حق بھی ادا نہیں ہو سکے گا۔پس اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی جانب سے انہیں بہترین جزا عطا کرے اور انہیں میں ان کی عظمت،شرف اور بزرگی میں اضافہ کرنے اور ان پر ایسا درود نازل کرتا رہے جس میں کوئی انقطاع نہ ہو اور خوب خوب سلام نازل کرے۔

977 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ.

❁❁ یہ روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے جس میں (درود شریف کے) یہ الفاظ ہیں:

''تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل کیا''۔

978 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ، بِإِسْنَادِهِ بِهٰذَا، قَالَ: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، كَمَا رَوَاهُ مِسْعَرٌ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَاقَ مِثْلَهُ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی منقول ہے،جس میں (درود شریف کے) یہ الفاظ ہیں:

''اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر! جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل کیا، بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے۔اے اللہ! حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر! جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکت نازل کی، بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے''۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن ابی لیلیٰ سے اسی طرح منقول ہے' جس طرح معسر نے اسے روایت کیا ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر درود نازل کیا' بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے' اور تو حضرت محمد ﷺ پر برکت نازل کر! (اس کے بعد حسب سابق الفاظ ہیں:)

979 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ، أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ: قُولُوا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَاَزْوَاجِہٖ، وَذُرِّیَّتِہٖ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَاَزْوَاجِہٖ، وَذُرِّیَّتِہٖ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

❀❀ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ یہ پڑھو:

''اے اللہ! تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی ازواج، ان کی ذریت پر درود نازل کر، جس طرح تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر درود نازل کیا اور حضرت محمد، ان کی ازواج، ان کی ذریت پر برکت نازل کر، جس طرح تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل کی، بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے''۔

حمید و مجید کی تشریح کا بیان

حمید، فعیل کے وزن پر حمد سے ماخوذ ہے جس کا معنی ''محمود'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بیشتر اسماء جو ''فعیل'' کے وزن پر ہیں وہ فاعل کے معنی میں ہیں جیسے سمیع، بصیر علیم، قدیر، علی حکیم۔ اسی طرح ''فعول'' کے وزن پر آنے والے اسماء بھی فاعل کے معنی میں ہیں جیسے غفور، شکور، صبور۔

الودود کے بارے میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ فاعل کے معنی میں ہے یعنی وہ ذات جو اپنے انبیاء، مرسلین، اولیاء اور مومن بندوں سے محبت کرتی ہے۔

دوسرا مفعول کے معنی میں یعنی وہ محبوب جو یہ استحقاق رکھتا ہے کہ صرف اسی سے محبت کی جائے اور وہ بندے کے نزدیک اس کی سماعت، بصارت، اس کی اپنی جان اور اس کی تمام محبوب چیزوں سے زیادہ محبوب ہو۔

حمید صرف محمود کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور محمود کی بہ نسبت یہ لفظ زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ جب ''فعیل'' پر آنے والے اسم کو مفعول معنی میں استعمال کیا جائے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ صفت اس ذات میں رچی بسی ہوئی ہے۔ جیسے آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص ظریف ہے، شریف ہے یا کریم ہے۔ عام طور پر یہ فعل سے بنتا ہے اور اس قدر ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ لازمی، ذات اور خصوصیات کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے کبر (وہ بوڑھا ہو گیا) صغرا (وہ چھوٹا ہو گیا) حسن (وہ خوب صورت ہے)، لطف (وہ مہربان ہے) وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ حبیب، محبوب سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حبیب اس ذات کو کہا جائے گا جس میں وہ خدمات اور افعال موجود ہوں جن کی وجہ سے دل سے محبت کی جاتی ہے پس وہ فی نفسہ محبوب ہوگا۔ اگرچہ یہ فرض کر لیا جائے کہ کوئی بھی شخص اس سے محبت نہیں کرتا۔ اپنے شعور کی کمی کی وجہ سے یا کسی اور عارضے کی وجہ سے لیکن محبوب اس ذات کو کہتے ہیں جس سے محب، محبت کرتا ہے۔ کیونکہ کوئی ایسا شخص اس سے محبت کرتا ہے اس لئے اسے محبوب کہا جاتا ہے۔ لیکن حبیب وہ شخص ہوتا ہے جس کی ذات اور صفات، محبت کے لائق ہوں خواہ کوئی اس سے محبت کرے یا نہ کرے۔ حمید اور محمود میں یہی فرق ہے۔

حمید وہ ذات ہوگی جس میں ایسی صفات موجود ہوں جو اس کے محمود ہونے کا تقاضا کریں اگرچہ کوئی اس کی حمد نہ بھی کرے تو

بھی وہ فی نفسہٖ حمید ہوگا۔ لیکن محمود وہ ذات ہوگی کہ حمد کرنے والے جس کی حمد کریں۔ حمید اور مجید، کبیر اور حکیم، عظیم اور معظم کے درمیان یہی فرق ہوگا۔

حمد اور مجد ایسی خوبیاں ہیں کہ تمام تر کمالات انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ حمد کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ محمود کی تعریف بھی کی جائے اور اس سے محبت بھی کی جائے۔ اگر آپ کسی سے محبت کریں لیکن اس کی تعریف نہ کریں تو آپ کو حامد قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح اگر کسی وجہ سے اس کی تعریف کریں اور اس سے محبت نہ کرتے ہوں تو بھی آپ کو اس کا حامد قرار نہیں دیا جاسکتا تاوقتیکہ آپ اس کی تعریف کے ہمراہ اس سے محبت بھی کریں۔ یہ تعریف اور محبت چند اسباب کے تابع ہے۔ یعنی محمود میں کامل صفات موجود ہوں، اس کا رعب و دبدبہ ہو اور اس نے کسی دوسرے پر احسان کیا ہو تو محبت کے بنیادی اسباب یہی ہیں۔ یہ صفات جتنی زیادہ جامع اور کامل ہوں گی۔ محبت اتنی ہی زیادہ اور عظیم ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق طور پر کمال سے متصف ہے۔ اس میں کوئی نقص موجود نہیں ہے۔ تمام تر احسانات اسی کے ہیں۔ اسی لئے وہ ہر طرح کی حمد اور ہر اعتبار کی محبت کا استحقاق رکھتا ہے۔ وہ اس بات کا اہل ہے کہ اس کی ذات، صفات، افعال، اسماء، احسانات بلکہ اس سے صادر ہونے والی ہر شے سے محبت کی جائے۔

''مجد'' کا تعلق عظمت، وسعت اور جلال کے ساتھ ہے۔ حمد اکرام والی صفات پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام ہے۔ جب بندہ لا الہ اللہ واللہ اکبر کہتا ہے تو اس سے یہی معنی مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ لا الہ الا اللہ، باری تعالیٰ کی الوہیت اور الوہیت میں اس کی یکتائی پر دلالت کرتا ہے اور اس کی الوہیت کو تسلیم کرنے کے نتیجے میں اس کی کامل محبت لازم آتی ہے۔ پھر جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اس کی عظمت، بزرگی اور کبریائی لازم آتے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقام پر ان موزوں اقسام کو جمع کر دیا ہے۔ جیسے:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ہود: ۷۳)

''اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکت نازل ہو بے شک وہ حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا (الاسراء: ۱۱۱)

''تم فرما دو! تمام تر تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور جس کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس کی مدد کر سکتا ہے۔ تم اس کی کبریائی کا چرچا کرو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد اور تکبیر کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن: ۷۸)

''جلال و اکرام والے تمہارے پروردگار کا نام بابرکت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (الرحمٰن:۲۷)

''جلال واکرام والے تمہارے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی۔''

''مسند'' اور ''صحیح ابی حاتم'' حضرت انس کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

أَلِظُّوا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

''یاذوالجلال والاکرام کاورد کیا کرو۔''

یہ جلال اور اکرام، حمد اور مجد ہیں۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ (النمل:۴۰)

''بے شک میرا پروردگار غنی اور کریم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا (النساء:۱۴۹)

''بے شک اللہ معاف کرنے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

وَاللَّهُ قَدِيرٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الممتحنۃ:۷)

''اللہ قدیر ہے اور اللہ بخشش کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ (البروج:۱۴-۱۵)

''وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے اور بزرگ عرش کا مالک ہے۔''

قرآن میں اس طرح کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

صحیح حدیث میں پریشانی کے وقت مانگی جانے والی دعا ان الفاظ میں منقول ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ. لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ. لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے جو عظمت کا مالک اور بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو عظیم عرش کا پروردگار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور زمین کا پروردگار ہے اور معزز عرش کا پروردگار ہے۔''[1]

---

[1] بخاری' ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح''(6345) مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2730) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ'' الجامع الصحیح''(3435)

یہ دونوں اسماء، یعنی حمید و مجید، درود شریف کے آخر میں منقول ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہیں۔

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (هود:۷۳)

''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت تم پر نازل ہو۔ بے شک وہ حمد کے لائق اور بزرگی کا مالک ہے۔''

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ نبی اکرم پر درود نازل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرے۔ آپ کی بزرگی میں اضافہ کرے۔ آپ کے ذکر کو بلند کرے۔ آپ کی محبت کو زیادہ کرے اور آپ کو مزید قرب عطا کرے۔ لہٰذا یہ درود، حمد اور مجد، دونوں پر مشتمل ہوگا۔ گویا درود شریف پڑھنے والا شخص اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ وہ نبی اکرم کی حمد اور مجد میں اضافہ کرے۔ کیونکہ آپ پر درود بھیجنا بھی ایک اعتبار سے حمد اور بزرگی کا ذکر کرنے کے مترادف ہے۔

درود شریف کی حقیقت یہی ہے اس لئے درود شریف میں استعمال کرنے کیلئے ایسے دو اسماء کی ضرورت پیش آئی جو درود شریف سے مناسبت رکھتے ہوں اور دونوں اسماء حمید و مجید ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ دعا کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے کسی ایسے اسم کا ذکر کیا جائے جو دعا سے مناسبت رکھتا ہو یا اس اسم کے ذریعے دعا کا آغاز کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پہلے بھی نقل کیا جا چکا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف:۱۸۰)

''اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں ان کے ذریعے اسے پکارو۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی (جس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ہے)

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (ص:۳۵)

''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی کو نہ مل سکے۔ بے شک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔''

حضرت ابراہیم اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل نے یہ دعا کی تھی جسے قرآن نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرہ:۱۲۸)

''اے میرے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہمارے ذریعے ان میں اپنی فرمانبردار امت پیدا کر اور ہمیں (حج کے) مناسک سکھا۔ ہماری توبہ قبول کر بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ ایک نشست میں 100 مرتبہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ

"اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے، میری توبہ قبول کر، بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔"[1]

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے دریافت کیا، اگر مجھے لیلۃ القدر نصیب ہو جائے تو میں کیا دعا مانگوں؟ تو آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ

"اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ پس تو مجھے معاف کر دے۔"[2]

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق نے آپ سے دریافت کیا کہ میں نماز میں آپ سے کیا دعا مانگوں تو آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

"اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت زیادہ ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی دوسرا، گناہ معاف نہیں کر سکتا پس تو اپنی جانب سے مجھے مغفرت عطا کر دے اور مجھ پر رحم کر۔ بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"[3]

اس کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتاب "الروح والنفس" میں نقل کیا ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہ کہیں گے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (المائدہ:۱۱۸)

"(اے اللہ!) اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔"

وہ یہ نہیں کہیں گے کہ بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم نے کہا تھا۔

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ابراہیم:۳۶)

"جو میری پیروی کرے گا وہ میرے حلقے میں شامل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو بے شک تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

پس جب نبی اکرم ﷺ کے لئے یہ دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حمد اور مجد کے ہمراہ آپ پر درود نازل کرے تو اس دعا کو اللہ تعالیٰ کے دو اسماء حمید اور مجید پر ختم کیا جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کیلئے اسی حمد اور مجد کے حصول کی دعا کی جاتی ہے۔ جو آپ کو پہلے

[1] ابوداؤد' سلیمان بن اشعث "السنن" (1516) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3434) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (3814) بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' الادب المفرد (618) نسائی' احمد بن شعیب' عمل الیوم واللیلہ (458) ابن سنی' عمل الیوم واللیلہ (370) ابن حبان (927)

[2] ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3513) ابن ماجہ' ابوعبداللہ محمد بن یزید "السنن" (3850) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل "المسند" (171/6, 183, 208, 258) نسائی' عمل الیوم واللیلہ (872'873)

[3] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل "الجامع الصحیح" (834) مسلم' بن الحجاج القشیری "الجامع الصحیح" (2705) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ "الجامع الصحیح" (3531) نسائی' احمد بن شعیب "السنن" (53/3)

سے حاصل ہے اس لئے اس کا اختتام اس اطلاع کے ذریعے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں صفات سے بدرجہ اولیٰ متصف ہے۔
کیونکہ جب بندے کا کوئی بھی کمال نقص کو لازم نہیں آنے دے گا تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے۔
یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ پر درود بھیج کر آپ کیلئے حمد اور مجد کا سوال کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں آپ کی تعریف لازم آتی ہے تو اب اس دعا کو اس ذات کی تعریف پر ختم کیا جا رہا ہے جس نے نبی اکرم ﷺ کو حمد اور مجد کے ہمراہ مبعوث کیا۔ لہٰذا یہ دعا ایک طرف نبی اکرم ﷺ کیلئے حمد اور مجد کے حصول کے سوال پر مشتمل ہوگی اور دوسری طرف اس بات کی اطلاع پر مشتمل ہوگی کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں۔

980 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ، اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ، هُوَ الَّذِي أُرِيَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ، اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ الْاَنْصَارِيِّ، اَنَّهُ قَالَ: اَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ: اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى تَمَنَّيْنَا اَنَّهُ لَمْ يَسْاَلْهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُولُوا: فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، زَادَ فِي آخِرِهِ: فِي الْعَالَمِينَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

❁❁ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جنہیں خواب میں اذان دینے کا طریقہ دکھایا گیا تھا، وہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں ہمارے پاس تشریف لائے، حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، تو ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ نبی اکرم ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے یہ آرزو کی، کہ ان صاحب نے نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا، پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم یہ پڑھو'' اس کے بعد حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت کی مانند الفاظ ہیں: تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''فی العالمین، انک حمید مجید''

981 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو، بِهٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: قُولُوا: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:
''تم لوگ یہ پڑھو: اے اللہ! اُمی نبی حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر''۔

982 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ يَسَارٍ الْكِلَابِيُّ، حَدَّثَنِي اَبُو مُطَرِّفٍ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيزٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ، عَنِ الْمُجْمِرِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْاَوْفٰى، اِذَا صَلّٰى عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ،

فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّاَزْوَاجِهِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَذُرِّيَّتِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ. كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ ماپنے کے برتن کو اچھی طرح بھر کر ماپ لے (یعنی ڈھیر سارا اجر و ثواب حاصل کرنا چاہتا ہو) اسے چاہئے کہ جب وہ ہم، اہل بیت، پر درود بھیجے تو یہ پڑھے:

"اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی ہیں ان کی ازواج، جو امہات المومنین ہیں، ان کی ذریت اور ان کے اہل بیت پر درود نازل کر، جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر درود نازل کیا، بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی مراد سے متعلق اقوال وادلہ ومذاہب کا بیان

علامہ ابن قیم جوزی یہ لکھتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے بارے میں چار اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ آل سے مراد وہ لوگ ہیں جس کے لئے صدقہ لینا حرام ہے۔ ان کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔ امام شافعی اسی بات کے قائل ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ امام مالک کے اصحاب میں سے ابن قاسم نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد بنو ہاشم کے اوپر (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ) غالب تک تمام حضرات کی اولاد اس میں شامل ہے۔ اس میں بنو مطلب، بنو امیہ، بنو نوفل اور ان کے اوپر بنو غالب تک تمام لوگ شامل ہوں گے۔

امام مالک کے شاگردوں میں سے "اشہب" نے اس قول کو اختیار کیا ہے ان کا یہ قول "الجواہر" کے مصنف نے نقل کیا ہے۔ تاہم "التبصرۃ" کے مصنف شیخ لخمی نے یہ قول "اشہب" کی بجائے "اصبغ" کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صدقہ وصول کرنے کے حرام ہونے کے قائل حضرات میں امام شافعی، امام احمد اور بہت سے فقہاء شامل ہیں۔ امام احمد اور امام شافعی کے اکثر اصحاب نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف آپ کی اولاد اور آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔ شیخ ابن عبدالبر اندلسی اپنی کتاب "التمہید" میں حضرت ابوحمید ساعدی کے حوالے سے منقول حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فقہاء کے ایک گروہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ آل محمد میں صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد شامل ہیں کیونکہ ایک حدیث میں درود شریف کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! تو حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل فرما۔''

اور حضرت ابوحمید ساعدی کے حوالے سے منقول حدیث میں درود شریف کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ

''اے اللہ! تو حضرت محمد، آپ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی آل پر درود نازل کر۔''

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ آلِ محمد سے مراد ازواجِ مطہرات اور نبی اکرم ﷺ کی اولاد امجاد ہے۔

یہ فقہاء فرماتے ہیں کہ کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی کسی زوجہ محترمہ یا آپ کی اولاد میں سے کسی کو صلی اللہ علیک (اللہ تعالیٰ تم پر درود بھیجے) کہہ سکتا ہے۔ سامنے موجود ہونے پر یہ کہے اور غیر موجودگی میں صلی اللہ علیہ کہہ سکتا ہے ان کے علاوہ کسی اور کے لئے یہ الفاظ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

یہ فقہاء فرماتے ہیں لفظ ''آل'' اور لفظ ''اہل'' کا معنی یکساں ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد بیویاں اور اولاد ہوتی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد قیامت تک آنے والے آپ کے تمام پیروکار ہیں۔ ابن عبدالبر نے بعض اہل علم کا یہ قول نقل کیا ہے جن میں حضرت جابر بن عبداللہ شامل ہیں۔ ان کا یہ بیان امام بیہقی نے نقل کیا ہے اور یہ قول سفیان ثوری اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے۔

امام شافعی کے بعض اصحاب نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ شیخ ابوطیب طبری نے اپنی تعلیق میں اس قول کو نقل کیا ہے۔ امام محی الدین نووی نے صحیح مسلم کے حاشیے میں اس قول کو ترجیح دی ہے اور ازہری نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد آپ کی امت کے پرہیزگار لوگ ہیں۔ قاضی حسین نے یہ قول نقل کیا ہے راغب اور دیگر اہل علم نے بھی یہ بات بیان کی ہے۔

آل سے مراد کیا ہے؟

پہلا قول یعنی آپ کی آل سے مراد وہ حضرات ہیں جن کے لئے صدقہ وصول کرنا حرام ہے اور پھر ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

کان رسولُ اللہ ﷺ یؤتی بالنخل عند صرامہٖ، فیجیء ھذا بتمرۃٍ، وھذا بتمرۃٍ حتی یصیرَ عندہٗ کومٌ من تمر، فجعل الحسنُ والحسینُ یلعبان بذلک التمر، فأخذ أحدُھما تمرۃً فجعلھا فی فیہِ، فنظرَ الیہ رسولُ اللہ ﷺ فأخرجھا من فیہ، قال: ''أما علمت أنَّ آلَ محمدٍ لا یأکلون الصدقۃ''

ایک مرتبہ کھجوریں اتارنے کے موسم میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی جارہی تھیں۔ ہر شخص اپنے حصے (کی زکوٰۃ یا عشر) کے مطابق کھجوریں لے کر آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر اکٹھا ہو گیا۔ حضرت حسن اور حضرت حسین ان کھجوروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک نے ایک کھجور اپنے منہ میں ڈالی۔ نبی اکرم ﷺ کی ان پر نظر پڑی تو آپ نے ان کے منہ میں سے کھجور نکالتے ہوئے فرمایا۔

کیا تم نہیں جانتے کہ محمد کی آل پر صدقہ کھانا حرام ہے۔

اسی روایت کو امام مسلم نے بھی نقل کیا ہے مگر ان کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے الفاظ یہ ہیں۔

إنا لا تحل لنا الصدقةُ

''ہمارے لئے صدقہ (کھانا) حلال نہیں ہے۔''

(بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (1485) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1069))

دوسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت زید بن ارقم کے اس بیان کے طور پر نقل کیا ہے۔

قام رسولُ الله ﷺ يوماً خطيباً فينا بماءٍ يدعى خمّاً بين مكةَ والمدينة' فحمدَ الله تعالىٰ وأثنى عليه' وذكر' ووعظ' ثم قال: ''أما بعد: الا ايها الناسِ انما انا بشرٌ يوشك ان ياتيني رسولُ ربي عزوجل' واني تاركٌ فيكم ثقلين: اولهما كتاب الله عزوجل' فيه الهدى والنور' فخذوا بكتاب الله' واستمسكوا به'' فحثَّ على كتاب الله' ورغّبَ فيه' وقال: ''وأهلُ بيتي' اذكركم الله في اهل بيتي! اذكركم الله في اهل بيتي!''

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک کنواں ہے جسے ''خم'' کہا جاتا ہے۔ (حجۃ الوداع سے واپسی پر) نبی اکرم ﷺ نے اس مقام پر ہمیں خطبہ دیا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر وعظ و نصیحت کی اور پھر فرمایا:

اما بعد اے لوگو! میں ایک انسان ہوں۔ میرے پروردگار کا فرستادہ (موت کا فرشتہ) عنقریب میرے پاس آنے والا ہے میں تمہارے درمیان دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور موجود ہے پس تم اللہ کی کتاب کو حاصل کرلو اور اسے مضبوطی سے تمام لو۔

(راوی کہتے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ نے کتاب اللہ کے بارے میں لوگوں کو ترغیب دی اور پھر فرمایا:

(دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں۔ اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے بارے میں، میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

(اس حدیث کے راوی حضرت زید بن ارقم کے شاگرد) حصین بن سبرہ کہتے ہیں میں نے دریافت کیا حضرت! اہل بیت کون ہیں؟ کیا نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں ہیں؟ تو حضرت زید نے جواب دیا آپ کی ازواجِ مطہرات آپ کے اہل بیت میں شامل ہیں (مگر یہاں) اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے لئے صدقہ قبول کرنا حرام ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

حضرت علی، حضرت علی کی آل، حضرت عقیل کی آل، حضرت جعفر کی آل اور حضرت عباس کی آل۔

میں نے پوچھا کیا ان سب لوگوں کے لئے صدقہ کھانا حرام ہے؟ تو حضرت زید نے فرمایا ہاں! [۱]

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

ان الصدقة لا تحل لآل محمد

''آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔'' [۲]

تیسری دلیل وہ حدیث ہے جو صحیحین میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے جس کے مطابق خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیق کو پیغام بھجوایا کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کی میراث میں سے حصہ دیا جائے۔ وہ میراث جس کا تعلق ''مالِ فے'' کے ساتھ ہے تو حضرت ابوبکر صدیق نے جواب بھجوایا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لا نورث' ما ترکنا صدقة

''ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو مال ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' [۳]

اس لئے حضرت محمد کی آل اس مال میں سے یعنی اللہ کے مال میں سے کھا سکتی ہے لیکن وہ ضروری خوراک سے زیادہ اس میں سے کچھ وصول نہیں کر سکتے۔

اس لئے نبی اکرم ﷺ کی آل کو درج ذیل خصوصیات حاصل ہیں۔

ان کے لئے صدقہ کھانا حرام ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کی وراثت (مالی) وصول نہیں کر سکتے، انہیں خمس میں سے پانچواں حصہ وصول کرنے کا حق حاصل ہے اور صرف انہی پر درود بھیجا جا سکتا ہے۔

صدقے کی حرمت، خمس کے پانچویں حصے کا استحقاق اور عدم وراثت نبی اکرم ﷺ کے بعض قریبی رشتہ داروں کی خصوصیت ہے اور یہ بات ثابت شدہ ہے اس لئے درود شریف کا بھی یہ حکم ہوگا کہ وہ آپ کی آل کے ساتھ مخصوص ہے۔

چوتھی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے عبدالمطلب بن ربیعہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان کے والد ربیعہ بن حارث نے انہیں (یعنی عبدالمطلب بن ربیعہ) اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ تم دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ درخواست پیش کرو کہ یا رسول اللہ! ہمیں صدقات کی وصولی کا نمائندہ مقرر کر دیں۔

(اس کے بعد طویل حدیث ہے جس کے آخر میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے)

ان هذه الصدقة انما هي اوساخ الناس' وانها لا تحل لمحمد' ولا لآل محمد

۱۔ مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2408) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (367,366/4) مسند عبد بن حمید (265) ابن خزیمہ (2357)

۲۔ مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' 1072' موطا (1000/2) احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (279/2)

۳۔ بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (6730) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (1758) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2977,2976) مالک' موطا (993/2)

''یہ صدقہ لوگوں کا میل ہے یہ محمد اور محمد کی آل کے لئے حلال نہیں ہے۔'' [1]

پانچویں دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیاہ آنکھوں اور سیاہ دھبوں والے ایک طویل سینگوں والے دنبے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔

(اس کے بعد طویل حدیث ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں)

نبی اکرم ﷺ نے اس دنبے کو پکڑ کر اسے لٹایا اور اسے ذبح کرتے ہوئے یہ فرمایا:

بسم الله ' اَللّٰهُمَّ تقبل ' من محمد ' ومن الِ مُحَمَّدٍ ' ومن أمة محمّد

''اللہ کے نام سے (ذبح کرتا ہوں) اے اللہ! محمد، محمد کی آل اور محمد کی امت کی طرف سے (اس قربانی کو) قبول فرما۔'' [2]

اس کے بعد آپ نے اس کی قربانی کی۔

امام مسلم نے اس روایت کو انہی الفاظ میں نقل کیا ہے (جس میں صرف عطف کے ہمراہ امت اور آل میں فرق کیا گیا ہے) عطف کی حقیقت مغایرت ہے اور آل کی بہ نسبت امت کا مفہوم وسیع اور عام ہے۔

اس قول کے قائلین یہ کہتے ہیں لفظ ''آل'' کی وضاحت کسی اور کے قول کی بجائے نبی اکرم ﷺ کے کلام کے ذریعے کرنا زیادہ بہتر ہے۔

آل سے مراد اولادِ پاک اور ازواجِ مطہرات ہیں

دوسرا قول یہ ہے کہ ''آل'' سے مراد نبی اکرم ﷺ کی اولاد و امجاد اور آپ کی ازواجِ مطہرات ہیں۔ اس موقف کی تائید میں شیخ ابن عبدالبر اندلسی نے جو دلیل پیش کی ہے اسے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت ابوحمید ساعدی درود شریف کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ

''اے اللہ! حضرت محمد، ان کی ازواج اور اولاد پر درود نازل کر۔''

جبکہ دیگر احادیث میں درود شریف کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ' وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل فرما۔''

یعنی پہلی حدیث دوسری حدیث کے الفاظ کی تفسیر بیان کر رہی ہے۔

اس موقف کے قائلین دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔

---

[1] مسلم 1072' ابوداؤد 2958' نسائی 5/105

[2] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1967) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2792)

اَللّٰھُمَّ اجعل رزق اٰلِ مُحَمَّدٍ قوتاً

''اے اللہ! محمد کی آل کو صرف ان کی خوراک کے مطابق رزق عطا فرما۔'' [1]

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی دعا ضرور قبول ہوئی ہوگی مگر اس دعا کے اثرات بنو ہاشم یا بنو مطلب تک نہیں پہنچے کیونکہ ان میں اغنیاء اور صاحب ثروت لوگ موجود رہے ہیں اور آج تک ہیں۔ مگر آپ کی ازواجِ مطہرات اور اولادِ امجاد کا رزق صرف ان کی خوراک کے بقدر ہوتا تھا۔ آپ کی ازواجِ مطہرات کو خلفاء کی طرف سے جو وظائف ملتے تھے وہ سب صدقہ کر دیا کرتی ہیں اور ان کے اپنے استعمال میں صرف ضروری خوراک جتنا رزق آتا تھا۔ ایک مرتبہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بہت سا مال پیش کیا گیا۔ آپ نے ایک ہی نشست میں وہ سب تقسیم کر دیا۔ آپ کی خادمہ نے عرض کی اگر آپ اس میں سے ایک درہم رکھ لیتیں تو ہم اس کا گوشت خرید لیتے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر تم پہلے یاد کروا دیتی تو میں ایسا کر لیتی۔

اس موقف کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ ''صحیحین'' میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان منقول ہے۔

ما شبع آلُ محمد ﷺ من خبز مادوم ثلاثة ایام حتی لحق بالله عز وجل

''نبی اکرم ﷺ کے وصالِ ظاہری تک آلِ محمد نے کبھی بھی لگا تار تین دن تک سالن کے ہمراہ روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔'' [2]

یہ طے ہے کہ حضرت عباس اور ان کی اولاد یا بنو مطلب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مفہوم میں شامل نہیں ہیں۔

ازواج کو آل میں اور بالخصوص نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو آپ کی آل میں اس لئے شامل کیا گیا ہے کیونکہ ان کا تعلق ایک اعتبار سے (آپ کی اولاد کے) نسبی تعلق سے مشابہت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ ازواجِ مطہرات کا تعلق آپ سے ختم نہیں ہو سکتا۔ آپ کی ظاہری حیات میں اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی وہ دیگر تمام لوگوں کے لئے حرام ہیں۔ گویا وہ دنیا اور آخرت میں آپ کی ازواج ہیں لہٰذا ان کا آپ کے ساتھ تعلق نسبی تعلق کے قائم مقام ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان پر درود بھیجنے کی تشریح کی ہے۔ اس لئے صحیح قول یہ ہے جس کی امام احمد نے تصریح کی ہے کہ ازواجِ مطہرات کے لئے بھی صدقہ کھانا حرام ہے کیونکہ وہ لوگوں کا میل ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اور آپ کی آل پاک کو اولادِ آدم کے سارے میل سے پاک رکھا ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات آپ کے اس فرمان میں داخل ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اجعل رزق اٰلِ مُحَمَّدٍ قوتاً

''اے اللہ! آلِ محمد کو ان کی خوراک کے بقدر رزق عطا فرما۔''

یا قربانی سے متعلق آپ کے اس فرمان میں شامل ہوں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (6460) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (1055) ترمذی' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ' ''الجامع الصحیح'' (2361) ابن ماجہ (4139)

[2] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (6454) مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (2970)

''اے اللہ! یہ (قربانی) محمد اور آلِ محمد کی جانب سے ہے۔'' [1]

یا (ازواجِ مطہرات) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول میں شامل ہوں کہ

ما شبع آلُ رسول الله ﷺ من خبز بر

''اللہ کے رسول کی آل نے کبھی سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی۔'' [2]

اسی طرح ازواجِ مطہرات درود شریف کے ان الفاظ بھی شامل ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! محمد اور آلِ محمد پر درود نازل کر۔''

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ازواجِ مطہرات ان سب روایات میں شامل ہوں اور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے حکم میں نہ شامل ہوں۔

ان الصدقة لا تحل لمحمد ولا لآل محمد

''بے شک صدقہ محمد اور محمد کی آل کے لئے حلال نہیں ہے۔''

باوجودیکہ صدقہ لوگوں کا میل ہے اور ازواجِ مطہرات اس بات کی زیادہ مستحق ہیں کہ اس میل سے محفوظ رہیں اور اس سے دور رہیں۔

اب اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ اگر ازواجِ مطہرات کے لئے صدقے کو حرام قرار دیا جائے تو ان کے موالی (آزاد کردہ غلاموں اور کنیزوں) کے لئے بھی صدقہ قبول کرنا حرام ہونا چاہئے جیسے بنو ہاشم کے لئے صدقہ قبول کرنا حرام ہے تو ان کے موالی کے لئے بھی اسے قبول کرنا حرام ہے اور یہ بات احادیث سے ثابت ہے کہ سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو گوشت صدقہ کیا گیا اور انہوں نے اس گوشت کو کھایا مگر نبی اکرم ﷺ نے وہ گوشت ان کے لئے حرام قرار نہیں دیا حالانکہ سیّدہ بریرہ رضی اللہ عنہا، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ کنیز تھی۔ [3]

جو فقہاء ازواجِ مطہرات کے لئے صدقہ قبول کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں وہ یہ سوال پیش کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات کے لئے بنیادی طور پر صدقہ قبول کرنا حرام نہیں ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نسبت کی وجہ سے بالتبع ان کے لئے صدقہ حرام ہے یعنی آپ کے حبالۂ عقد میں آنے سے پہلے ان کے لئے صدقہ قبول کرنا جائز تھا تو گویا رشتۂ ازدواجیت میں منسلک ہونے کے بعد یہ ضرورت فرعی طور پر ان کے لئے ثابت ہوگی جبکہ آزاد کردہ غلام یا کنیز کی حرمت بھی اس کے آقا کی حرمت کی فرع ہوتی ہے اس لئے جب بنو ہاشم کے لئے بنیادی طور پر صدقہ قبول کرنا حرام قرار پائے گا تو ان کے موالی

[1] مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (1967) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (2792) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (6/78)

[2] بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5423) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (2970/20)

[3] بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ''الجامع الصحیح'' (5097) مسلم بن الحجاج القشیری ''الجامع الصحیح'' (10/1504) احمد ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ''المسند'' (6/46)

کے لئے بھی تبعاً حرام ہوگا لیکن ازواجِ مطہرات کے لئے صدقے کی حرمت خود تبعاً ثابت ہوئی ہے اس لئے اس کا حکم ان کے موالی تک منتقل نہیں ہوگا کیونکہ یہ فرع کی فرع ہو جائے گی۔

ازواجِ مطہرات کے آل میں شامل ہونے کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

''اے نبی کی ازواج! اگر تم میں سے کوئی ایک کسی واضح برائی کی مرتکب ہوئی تو اسے دگنا عذاب دیا جائے گا۔''

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ

''اے نبی کی ازواج! تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو اگر تم پرہیزگار رہو۔''

یہاں تک کہ فرمایا۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب:۳۳)

''اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت بے شک اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ تم سے خرابی کو دور رکھے اور تمہیں اچھی طرح سے پاک و صاف رکھے اور تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو باتیں بتائی جاتی ہیں انہیں یاد رکھو۔''

پس اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ ان آیات کا سیاق ازواجِ مطہرات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے انہیں اہل بیت سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔

آل سے مراد تمام امتی ہیں

تیسرا قول یہ ہے کہ ''آل'' سے مراد قیامت تک آنے والے نبی اکرم ﷺ کے تمام امتی اور پیروکار ہیں۔

اس موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ کسی بھی قابل تعظیم پیشوا کی آل سے مراد اس کے دین اور حکم کے پیروکار ہوتے ہیں۔ خواہ وہ قریب میں ہوں یا بعید میں ہوں۔

اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس لفظ کا اشتقاق بھی اس معنی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ لفظ ''آل یعول'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی رجوع کرنا ہیں اور تمام پیروکار اپنے پیشوا کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں کیونکہ وہی ان کا امام ہوتا ہے اور اس کی ذات ان کی مرجع ہوتی ہے۔

اسی لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (الاحزاب:۳۴)

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ (القمر:۳۴)
"(اللہ کے عذاب نے ان کی قوم کو گرفت میں لے لیا) سوائے آلِ لوط کے، ہم نے انہیں سحر کے وقت نجات عطا کی۔"
اس آیت میں آل سے مراد حضرت لوط کے پیروکار اور آپ پر ایمان لانے والے لوگ ہیں۔ خواہ وہ آپ کے قریبی عزیز ہوں یا نہ ہوں۔"
نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (غافر:۴۶)
"آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کر دو۔"
یہاں بھی فرعون کی آل سے مراد اس کے پیروکار ہیں۔
اس موقف کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت واصلہ بن اسقع روایت کرتے ہیں۔
"نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر دونوں کو اپنی گود میں بٹھایا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر کو اپنے قریب کر کے ان سب پر اپنی چادر ڈالی اور پھر فرمایا، اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔ حضرت واصلہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں، تو آپ نے فرمایا، تم بھی میرے اہل میں سے ہو۔"[1]
اس روایت کو امام بیہقی نے بہترین سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔
یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت واصلہ بن اسقع کا تعلق بنولیث بن بکر کے ساتھ تھا اور ان کا شمار نبی اکرم ﷺ کے پیروکاروں میں کیا جا سکتا ہے۔

آل سے مراد پرہیزگار لوگ ہیں

چوتھا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد آپ کی امت کے پرہیزگار لوگ ہیں۔
اس موقف کے قائلین دلیل کے طور پر وہ حدیث پیش کرتے ہیں جسے طبرانی نے، اپنی معجم میں، اپنی سند کے ہمراہ، حضرت انس بن مالک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
"نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا آلِ محمد کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ہر پرہیزگار شخص پھر اللہ کے رسول نے یہ آیت تلاوت کی۔"
اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال:۳۴)
"اس کے اولیاء صرف پرہیزگار لوگ ہیں۔"[1]
طبرانی کہتے ہیں یہ روایت صرف نوح نے نقل کی ہے۔

---
[1] بیہقی ابوبکر احمد بن حسین "السنن الکبریٰ" (2/152) طبرانی سلیمان بن احمد "المعجم الکبیر" (22/66)

اسی روایت کو امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔ [۲]

(طبرانی کی روایت کے راوی) نوح اور (بیہقی کی روایت کے راوی) نافع ابو ہرمز یہ دونوں حضرات مستند نہیں ہیں بلکہ ان پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

اس قول کی تائید میں دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے، ان کے بیٹے کے بارے میں یہ کہا تھا۔

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (ھود:۴۶)

''وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ اس کا عمل ٹھیک نہیں ہے۔''

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے شرک کے سبب اسے حضرت نوح کی اہل میں سے نکال دیا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل سے مراد آپ کے پیروکار لوگ ہیں۔

امام شافعی نے اس کا بہترین جواب دیا ہے کہ یہاں آپ کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارا بیٹا تمہارے ان ''اہل'' میں شامل نہیں ہے جنہیں ہم نے کشتی میں بٹھانے کا حکم دیا ہے اور جن کی نجات کا ہم نے تم سے وعدہ کیا ہے اس لئے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ (ھود:۴۰)

''اس ''کشتی'' میں ہر مخلوق کا ایک جوڑا اور اپنے اہل کو سوار کر لو سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں پہلے فیصلہ کیا جا چکا ہے۔''

پس حضرت نوح کا بیٹا آپ کے ان اہل میں شامل نہیں تھا جن کی نجات کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی تھی۔ ابن قیم کہتے ہیں، اس تفسیر کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت نوح پر ایمان لانے والے لوگ الگ قسم ہیں اور ان کے اہل میں شامل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ (ھود:۴۰)

''اس ''کشتی'' میں ہر مخلوق کا ایک جوڑا اور اپنے اہل کو سوار کر لو سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں پہلے فیصلہ کیا جا چکا ہے اور جو ایمان لایا ہے (اسے بھی کشتی میں بٹھا لو۔)''

یعنی ہر مخلوق کے جوڑے اور آپ کے اہل کے ہمراہ حرف عطف کے ذریعے ایمان لانے والوں کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے۔

اس موقف کے قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ حضرت واصلہ بن اسقع کے حوالے سے نقل کی جانے والی حدیث سے بطور خاص یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہل بیت میں شامل ہیں۔ عام امت کی امیت کی بہ نسبت صرف حضرت واصلہ کی تخصیص زیادہ مناسب ہے گویا نبی اکرم ﷺ نے بطور تشبیہ یہ بات بیان کی ہے کہ جو شخص واصلہ کی مانند (پرہیز گار ہوگا) وہ اس قسم کا مستحق قرار

[۱] طبرانی سلیمان بن احمد المعجم الصغیر (310) معجم الاوسط (3356) ہیثمی مجمع الزوائد (10/269)

[۲] بیہقی ابوبکر احمد بن حسین ''السنن الکبریٰ'' سنن الکبریٰ (2/152)

پائے گا۔

چاروں اقوال کے قائلین کے یہ دلائل تھے۔

پہلا قول صحیح ہے۔ دوسرا قول اس کے قریب ہے لیکن تیسرا اور چوتھا قول ضعیف ہیں جن کا ضعف نبی اکرم ﷺ کے ان اقوال سے ثابت ہو جاتا ہے۔

ان الصدقة لا تحل لال محمد

''بے شک آلِ محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔''

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔

انما یاکل آلُ محمدٍ من هذا المال

''اے اللہ! آلِ محمد کو ان کی خوراک کے مطابق رزق عطا فرما۔''

ان تمام روایات میں کسی بھی طرح سے آل سے مراد ساری امت نہیں لی جاسکتی۔ اس لئے زیادہ مناسب یہ ہے کہ درود شریف میں مذکور آل سے مراد وہی آل لی جائے جس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ کی ان احادیث میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینا درست نہیں ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجعل رزق آلِ مُحَمَّدٍ قوتًا

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے ازواجِ مطہرات اور اپنی اولاد پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آل کا لفظ انہی کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ دیگر دلائل سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آل کا لفظ ان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ درود شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ! كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ

''اے اللہ! اُمّی نبی حضرت محمد پر درود نازل کر اور ان کی ازواج جو امہات المؤمنین ہیں اور ان کی ذریت اور ان کے اہلِ بیت پر (درود نازل کر) جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر درود نازل کیا۔'' [1]

لہٰذا اس درود شریف میں ازواجِ مطہرات، اولاد امجاد اور اہلِ بیت کو جمع کر دیا گیا ہے۔ متعین طور پر ان کی تشریح اس لئے کی گئی ہے تاکہ اس بات کو ظاہر کر دیا جائے کہ یہی لوگ آل میں شامل ہونے کے صحیح حقدار ہیں اور یہ آل سے خارج نہیں ہیں بلکہ اس میں شامل ہونے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے جیسے خاص کا عطف عام پر کیا گیا ہو یا اس کے برعکس ہوتا کہ خصوصی شرف سے مقابل کو آگاہ کیا جاسکے۔ نوع کی ایک مخصوص قسم کو بطور خاص اس لئے ذکر کیا کیونکہ وہ اس نوع کے افراد میں شامل ہونے کے لئے زیادہ مستحق ہے۔ یہاں دو طریقے استعمال ہوتے ہیں۔

[1] ابوداؤد سلیمان بن اشعث ''السنن'' (982)

ایک طریقہ یہ ہے کہ عام سے پہلے یا بعد میں خاص کو ذکر کیا جائے اور کوئی قرینہ اس بات پر دلالت کرلے کہ عام سے مراد خاص کے علاوہ دیگر افراد ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خاص کا ذکر دو مرتبہ کیا جائے ایک مرتبہ خصوصی طور پر اور دوسری مرتبہ عام کے ضمن میں تا کہ مخصوص افراد کے شرف وفضیلت کا اظہار ہو سکے۔

اس کی مثال میں قرآن کی یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّنَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (الاحزاب:۷)

''اور جب ہم نے انبیاء سے پختہ عہد لیا اور تم سے بھی اور نوح ابراہیم عیسیٰ بن مریم (سے بھی عہد لیا)''

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِلْكٰفِرِينَ (البقرۃ:۹۸)

''جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہوگا تو اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کا دشمن ہے۔''

پھر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ساری امت کی بجائے درود شریف صرف نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کا حق ہے۔ اسی لئے امام شافعی کے نزدیک نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیجنا واجب ہے۔ اگرچہ فقہاء کے درمیان آل کے مصداق کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے جو لوگ درود شریف کو واجب قرار نہیں دیتے ان کے نزدیک بھی نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل پر درود بھیجنا مستحب ہے اور تمام اہل ایمان پر درود بھیجنا یا تو مکروہ ہے ورنہ کم از کم مستحب بھی نہیں ہے اور بعض کے نزدیک تو نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کے علاوہ کسی اور پر درود بھیجنا جائز بھی نہیں ہے لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی آل درود شریف کے حکم میں عام امت کی مانند ہے تو یہ بہت دور از کار تاویل ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تشہد کے دوران درود وسلام کو مشروع قرار دیا ہے پس نمازی سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجتا ہے پھر اپنے اوپر سلام بھیجتا ہے اور پھر تمام نیک بندوں پر سلام بھیجتا ہے اور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے۔

فاذا قلتم ذٰلک فقد سلمتم علی کل عبد للہ صالح فی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

''جب تم (تشہد کے) یہ کلمات پڑھ لو گے تو تم آسمان اور زمین میں بسنے والے اللہ کے ہر نیک بندے پر سلام بھیج دو گے۔'' [1]

جہاں تک درود شریف کا تعلق ہے اسے نبی اکرم ﷺ نے صرف اپنے لئے اور اپنی آل کے لئے شروع کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آل سے مراد نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے مخصوص رشتہ دار ہیں۔

[1] بخاری' ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (831) مسلم' بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (402) ابوداؤد' سلیمان بن اشعث' ''السنن'' (968)

ایک اور پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے حقوق اور آپ کی ذات سے متعلق مخصوص احکام ذکر کرنے کے بعد آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ان مخصوص احکام میں آپ کے لئے کسی ایسی خاتون کے ساتھ نکاح کرنے کا جائز ہونا جو اپنی ذات آپ کو ہبہ کردے یا آپ کے بعد، آپ کی ازواج کے لئے کسی اور سے نکاح کرنا حرام ہونا اور اس کے علاوہ آپ کے دیگر حقوق، آپ کی تعظیم و توقیر کی تلقین و عقدہ کا ذکر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ○ (الاحزاب: ۵۳)

''اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاؤ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ کبھی بھی (ایسا نہیں ہوسکتا) بے شک یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت اہم ہے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے کہ اگر ازواجِ مطہرات اپنے محرم رشتہ داروں سے ملتی ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے اس تاکیدی حق کا ذکر کیا ہے جس کا خیال رکھنا امت پر واجب ہے یعنی امت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ بارگاہِ رسالت میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔ اس حکم کا آغاز اس اطلاع سے کیا گیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کن الفاظ میں ہدیہ درود پیش کریں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم ان الفاظ میں درود پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ

''اے اللہ! حضرت محمد اور حضرت محمد کی آل پر درود نازل کر۔''

لہٰذا آپ کی آل پر درود شریف کا بنیادی حصہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ خوش ہوئے ہیں اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل پر درود و سلام نازل کرے۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں (کہ آل سے مراد) نبی اکرم ﷺ کی امت کے پرہیزگار لوگ ہیں کیونکہ وہ آپ کے اولیاء تھا۔ (ان کو یہ جواب دیا جائے گا) کہ آپ کے رشتہ دار بھی آپ کے اولیاء میں شامل ہیں اور آپ کے بعد اولیاء ایسے بھی ہیں جو آپ کے رشتہ دار نہ ہوں مگر انہیں آپ کی آل میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی آل میں بھی شامل ہو اور اولیاء میں بھی شامل ہو جیسے آپ پر ایمان لانے والے آپ کے اہل بیت اور رشتہ دار اس قسم میں شامل ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص نہ تو آپ کی آل میں شامل ہو اور نہ ہی اولیاء میں شامل ہو۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص آپ کے اولیاء میں تو شامل ہو لیکن آل میں شامل نہ ہو۔

جیسے آپ کی امت میں آپ کے وہ (روحانی) جانشین جو آپ کے طریقے کی طرف دعوت دیتے ہیں آپ کے طریقے کا

دفاع کرتے ہیں اور آپ کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ (یہ لوگ آپ کے اولیاء میں شامل ہیں) اگرچہ یہ آپ کے اقرباء میں شامل نہیں ہیں۔

احادیث سے ثابت ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ان آل ابی فلان لیسوا لی بأولیاء ' ان اولیائی المتقون این کانوا و من کانوا

''ابوفلاں کی آل میرے اولیاء میں شامل نہیں ہے۔ میرے اولیاء صرف پرہیزگار لوگ ہیں وہ جہاں کہیں ہوں اور جو بھی ہوں۔'' [1]

بعض راویوں نے غلط فہمی کی وجہ سے یہاں یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ ''بنو بیاض کی آل'' غلط فہمی کی وجہ یہ بنی کہ روایت کے الفاظ یہ تھے۔ بنو کی آل میرے اولیاء میں شامل نہیں ہے۔ کسی کاتب نے خالی جگہ کو سفید چھوڑ دیا بعد میں اس نسخے سے نقل کرنے والے کسی شخص نے اس خالی جگہ پر بیاض (سفیدی یعنی خالی جگہ) لکھ دیا۔ بعد والے یہ سمجھے کہ شاید لفظ ''آل'' کے بعد لفظ ''بیاض'' حدیث کا حصہ ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''بیاض کی آل'' حالانکہ عربوں کا کوئی بھی قبیلہ ''بیاض'' کے نام سے معروف نہیں ہے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے یہ لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ آپ نے قریش کے کسی بڑے قبیلے کا نام بیان کیا تھا۔

درست یہ ہے کہ روایت کے ان الفاظ میں ''بیاض'' کی بجائے ''بیاض'' پڑھا جائے یعنی ''ض'' پر ''زیر'' کی بجائے ''و'' پڑھی جائے جس کا معنی یہ ہوگا کہ یہاں سفیدی ہے۔ (یعنی یہاں جگہ خالی ہے) اس کی نظیر وہ طویل روایت ہے جو امام مسلم نے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ آتے ہیں۔

ونحن یوم القیامة ای : فوق کذا

''ہم قیامت کے دن اس چیز کے اوپر ہوں گے۔'' [2]

ان الفاظ کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ یہ صرف نسخے نقل کرنے والوں کی غلط فہمی ہے۔ اسی روایت کو مسند احمد میں یوں نقل کیا گیا ہے۔

ونحن یوم القیامة علی کوم او تلّ فوقَ الناس

''قیامت کے دن ہم لوگوں کے اوپر بلند روشن مقام پر ہوں گے۔'' [3]

تو نسخے نقل کرنے والوں کو لفظ ''التل او الکوم'' میں غلط فہمی ہوئی اور وہ اس کا معنی نہیں سمجھ سکے تو کسی نے پہلے یہاں ''انظر'' (غور کریں) اور پھر اسی نے یا اس کے علاوہ کسی اور نے لفظ ''کذا'' (اس چیز) لکھ دیا بعد میں نقل کرنے والوں نے یہ دونوں الفاظ بھی حدیث کے متن کا حصہ سمجھتے ہوئے نقل کر دیئے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ بیان میں نے اپنے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ کی زبانی سنا ہے۔

---

[1] بخاری' ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل' ''الجامع الصحیح'' (5990) مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (215)

[2] مسلم بن الحجاج القشیری' ''الجامع الصحیح'' (191)

[3] احمد' ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل' ''المسند'' (3/453,383)

بہرحال تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ متقین نبی اکرم ﷺ کے ''اولیاء'' ہیں اور یہ آپ کو آپ کی آل سے زیادہ محبوب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ

(التحریم: ۴)

''اور اگر وہ دونوں ان پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کرو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ' جبریل اور ہر صالح مسلمان' ان کا مولیٰ ہے اور تمام فرشتے ان کے مددگار ہیں۔''

وسئل النبیؐ ﷺ ایُّ الناس احب الیک ؟ قال: عائشہ رضی اللہ عنہا' قیل: من الرجال؟

قال: ''ابوھا'' رضی اللہ عنہ

نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ! عرض کی گئی مردوں میں سے؟ آپ نے فرمایا ''اس کے والد!''

پرہیزگار لوگ نبی اکرم ﷺ کے اولیاء میں شامل ہیں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہے۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ

(یونس: ۶۲-۶۳)

''خبردار، بے شک اللہ کے اولیاء کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی۔''

(یہ طے ہے) اللہ کے اولیاء اس کے رسول کے بھی اولیاء ہیں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آل سے مراد نبی اکرم ﷺ کے تمام امتی ہیں۔ انہیں یہی جواب دیا جاسکتا ہے کہ بعض مقامات پر، قرینے کی موجودگی میں لفظ ''آل'' کا اطلاق امت پر کیا گیا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس جگہ بھی لفظ ''آل'' مذکور ہوگا اس سے مراد آپ کی ساری امت ہی ہوگی۔ اس کی دلیل وہ نصوص ہیں جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی سید الانام)

بَابُ مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

باب: آدمی تشہد کے بعد کیا پڑھے گا

983 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص آخری تشہد سے فارغ ہو جائے' تو اسے چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے' جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے، دجال کے شر سے''۔

984 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے بعد یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور دجال کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

985 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ، أَنَّ مِحْجَنَ بْنَ الْأَدْرَعِ، حَدَّثَهُ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدْ قَضَى صَلَاتَهُ، وَهُوَ يَتَشَهَّدُ وَهُوَ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا أَللَّهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ، الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، أَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ، قَالَ: فَقَالَ: قَدْ غُفِرَ لَهُ، قَدْ غُفِرَ لَهُ ثَلَاثًا

حضرت محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، وہاں ایک شخص تھا' جس نے نماز مکمل کر لی تھی اور وہ تشہد میں یہ پڑھ رہا تھا۔

''اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں، اے اللہ! (جو) ایک ہے، بے نیاز ہے، جس نے کسی کو جنم نہیں دیا، اور جس کو جنم نہیں دیا گیا، اور کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں ہے''۔ (میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ) تو میرے گناہوں کی مغفرت کر دے، بے شک تو بہت زیادہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: اس کی مغفرت ہوگئی، اس کی مغفرت ہوگئی۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

بَابُ إِخْفَاءِ التَّشَهُّدِ

باب: تشہد میں (کلمات کو) پست آواز میں پڑھنا

986 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

984- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن عبد الله بن طاووس، وباقي رجاله ثقات. واخرجه بنحوه ابن ماجه (3840) من طريق كريب، عن ابن عباس

إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُخْفَى التَّشَهُّدُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ تشہد (کے کلمات) پست آواز میں پڑھے جائیں۔

بَابُ الْإِشَارَةِ فِي التَّشَهُّدِ

باب: تشہد کے دوران اشارہ کرنا

987 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُعَاوِيِّ، قَالَ: رَآنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَأَنَا أَعْبَثُ بِالْحَصَى فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ نَهَانِي، وَقَالَ: اصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، فَقُلْتُ: وَكَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ؟ قَالَ: كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى، وَقَبَضَ أَصَابِعَهُ كُلَّهَا، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ، وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى

⊛⊛ علی بن عبدالرحمان معاوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھا کہ میں نماز کے دوران کنکریوں کو الٹ پلٹ رہا تھا، جب انہوں نے نماز مکمل کی تو مجھے اس سے روکا، اور فرمایا: تم اس طرح کرو، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، میں نے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جب آپ نماز میں بیٹھتے تھے تو اپنی دائیں ہتھیلی دائیں زانوں پر رکھتے تھے، اپنی تمام انگلیوں کو بند کر لیتے تھے، اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے تھے۔ آپ اپنی بائیں ہتھیلی بائیں زانوں پر رکھتے تھے۔

988 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ فِي الصَّلَاةِ، جَعَلَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى تَحْتَ فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَسَاقِهِ، وَفَرَشَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ وَأَرَانَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تھے تو اپنا بایاں پاؤں دائیں

987- اسنادہ صحیح. القعنبی: ھو عبد اللہ بن مسلمة. وھو فی "موطا مالک" 1/88، ومن طریقہ اخرجہ مسلم (580) (116)، والنسائی فی "الکبری" (1191). واخرجہ مسلم (580) (116)، والنسائی فی "الکبری" (751) و (1190) من طرق عن مسلم بن ابی مریم، بہ. وھو فی "مسند احمد" (4575) و (5331)، و "صحیح ابن حبان" (1942) و (1947). واخرجہ دون قصة العبث بالحصی مسلم (580) (114) و (115)، والترمذی (294)، والنسائی (1193)، وابن ماجه (913) من طریق نافع، عن ابن عمر. وانظر فی باب مسح الحصی فی الصلاة حدیث ابی ذر السالف برقم (945)، وحدیث معیقیب السالف برقم (946).

988- اسنادہ صحیح. مسعر: ھو ابن کدام، ووکیع: ھو ابن الجراح، ویحیی بن زکریا: ھو ابن ابی زائدة الھمدانی. واخرجہ مسلم (431)، والنسائی فی "الکبری" (541) من طریق مسعر بن کدام، ومسلم (431)، والنسائی (1250) من طریق قراءة القرآ

زانوں کے نیچے کر لیتے تھے، اور دائیں پاؤں کو بچھا لیتے تھے، آپ اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور دایاں ہاتھ دائیں زانوں پر رکھتے تھے، آپ اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے تھے۔

(راوی کہتے ہیں:) عبدالواحد (نامی ہمارے استاد راوی) نے ہمیں اشارہ کر کے دکھایا، انہوں نے شہادت کی انگلی کے ذریعے اشارہ کیا۔

989 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ زِيَادٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، اَنَّهُ ذَكَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ بِاُصْبُعِهِ اِذَا دَعَا، وَلَا يُحَرِّكُهَا. قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَزَادَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي عَامِرٌ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو كَذٰلِكَ، وَيَتَحَامَلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى.

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے دوران دعا مانگتے تھے تو آپ انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے تھے۔ آپ اسے حرکت نہیں دیتے تھے۔

990 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ اَبِيهِ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: لَا يُجَاوِزُ بَصَرُهُ اِشَارَتَهُ، وَحَدِيثُ حَجَّاجٍ اَتَمُّ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

آپ کی نگاہ اشارے (کی انگلی) سے آگے نہیں جاتی تھی۔

"حجاج کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے"۔

991 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ قُدَامَةَ، مِنْ بَنِي بَجِيلَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ نُمَيْرٍ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا ذِرَاعَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى، رَافِعًا اِصْبَعَهُ السَّبَّابَةَ، قَدْ حَنَاهَا شَيْئًا

مالک بن نمیر خزاعی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں دست مبارک دائیں زانوں پر رکھا ہوا تھا، آپ نے شہادت کی انگلی کو اٹھایا ہوا تھا اور اسے ذرا سا خم دیا ہوا تھا۔

تشہد میں انگلی کو بلند کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

شہادت کی انگلی کھلی رکھی جائے اور انگوٹھے کے سرے کو شہادت کی انگلی کی جڑ میں رکھا جائے۔ یہ عدد ترپن (۵۳)

999- اسناده صحيح كسابقه. ابو نعيم: هو الفضل بن دكين. واخرجه النسائي في "الكبرى" (1242) من طريق ابي نعيم الفضل بن دكين، بهذا الاسن

کہلاتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اسی طریقے کو اختیار کیا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک شہادت کی انگلی اٹھانے کا طریقہ: ابھی آپ نے عدد ترپین کی وضاحت پڑھی اسی طرح ایک عدد تسعین (۹۰) ہوتا ہے اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ چھنگلیا اور اس کے قریب والی انگلی کو بند کر لیا جائے اور شہادت کی انگلی کو کھول دیا جائے اور انگوٹھے کا سرا بیچ کی انگلی کے سرے پر رکھ کر حلقہ کی شکل دے دی جائے۔ حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ شہادت کی انگلی اٹھانے کے لیے یہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اور حضرت امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے نیز حضرت امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے اور یہی طریقہ آگے آنے والی صحیح مسلم کی روایت سے بھی ثابت ہے جو حضرت عبداللہ ابن زبیر سے مروی ہے، اسی طرح احمد، وابوداؤد نے بھی حضرت وائل ابن حجر سے نقل کیا ہے۔

حضرت امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی تمام انگلیاں بند کر لی جائیں اور شہادت کی انگلی کھلی رکھی جائے۔

بعض احادیث میں انگلیوں کو بند کئے بغیر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا بھی ثابت ہے چنانچہ بعض حنفی علماء کا کا مختار مسلک یہی ہے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی مختلف رہا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو اشارہ بغیر عقد کے کرتے ہوں گے اور کبھی عقد کے ساتھ کرتے ہوں گے۔ اسی بنا پر ان مختلف احادیث کی توجیہ کہ جن سے یہ دونوں طریقے ثابت ہوتے ہیں یہی کی جاتی ہے۔

علامہ شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن کا شمار محققین حنفیہ میں ہوتا ہے فرمایا ہے کہ "اول تشہد (التحیات) میں شہادتین تک تو ہاتھ کھلا رکھنا چاہئے اور تہلیل کے وقت انگلیوں کو بند کر لینا چاہئے نیز (شہادت کی انگلی سے) اشارہ کرنا چاہئے۔" موصوف لکھتے ہیں کہ "اشارہ کرنے کو منع کرنا روایت اور درایت کے خلاف ہے۔

محیط میں مذکور ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو اٹھانا حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد رحمہا اللہ علیہما کے نزدیک سنت ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح ثابت ہے۔ علامہ نجم الدین زاہدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "ہمارے علماء کا متفقہ طور پر یہ قول ہے کہ عمل اشارت سنت ہے۔

لہٰذا جب صحابہ کرام تابعین، ائمہ دین، محدثین عظام، فقہائے امت اور علمائے کوفہ و مدینہ سب ہی کا مذہب و مسلک یہ ہے کہ التحیات میں شہادتین کے وقت دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو اٹھانا یعنی اشارہ وحدانیت کرنا چاہئے اور یہ کہ اس کے ثبوت میں بہت زیادہ احادیث اور اقوال صحابہ وارد ہیں تو پھر اس پر عمل کرنا ہی اولیٰ وارجح ہوگا۔

اشارہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو شافعیہ کے نزدیک الا اللہ کہتے وقت شہادت کی انگلی اٹھائی جائے اور حنفیہ کے نزدیک جس وقت لا الہ کہے تو انگلی اٹھائے اور جب الا اللہ کہے تو انگلی رکھ دے۔ اس سلسلہ میں اتنی بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ انگلی سے اوپر کی جانب اشارہ نہ کیا جائے تاکہ جہت کا وہم پیدا نہ ہو جائے۔

حدیث کے الفاظ یدعو بھا) (اس کے ساتھ دعا مانگتے) کا مطلب یہی ہے کہ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ وحدانیت کرتے جس کی طرف ترجمہ میں یہ بھی اشارہ کر دیا گیا ہے یا پھر دعا سے مراد ذکر ہے کو دعا بھی کہتے ہیں کیونکہ ذکر کرنے والا بھی مستحق انعام واکرام ہوتا ہے۔

حدیث کے آخری جملے "بایاں ہاتھ اپنے زانو پر کھلا ہوا رکھتے تھے" کا مطلب یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کو زانو کے قریب یعنی ران پر کھلا ہوا قبلہ رخ رکھتے تھے۔

کلمات تشہد میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قرآن کی سورت کی طرح احتیاط اور اہتمام سے تشہد سکھایا کرتے تھے (سنن ابن ماجہ)

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں بیٹھتے تو ہم کہتے السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ قَبْلَ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَ فُلَانٍ (یعنی سلام ہو اللہ پر اس کے بندوں کی طرف سے اور سلام ہو فلاں پر اور فلاں پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہ کہو کہ سلام ہو اللہ پر کیونکہ سلام تو اللہ ہی ہے، جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو یہ کہے التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ جب تم یہ کہو گے تو اس کا ثواب ہر نیک بندہ کو ملے گا خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں ہو یا اس کے درمیان میں ہو پھر یہ کہو اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پھر جو دعا تمہیں سب سے زیادہ پسند ہو وہ اللہ سے کرو۔

(سنن ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہمیں قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے اسی طرح تشہد سکھایا کرتے تھے چنانچہ کہا کرتے تھے۔

اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبٰتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ "

تمام بابرکت تعریفیں اور تمام مالی و بدنی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم پر سلام اور اللہ کی برکت و رحمتیں "ہم پر بھی سلام اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (صحیح مسلم)

اور مولف مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ میں نے نہ تو صحیحین (یعنی صحیح البخاری وصحیح مسلم میں) اور نہ جمع بین صحیحین میں لفظ "سلام علیک" اور "سلام علینا" بغیر الف لام کے پایا ہے البتہ اس طرح اس کو صاحب جامع الاصول نے جامع ترمذی (کے حوالہ)

نے نقل کیا ہے۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تشہد یعنی التحیات کے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں اس پر حضرات شافعیہ عمل کرتے ہیں اور التحیات میں انہی الفاظ کو پڑھتے ہیں لیکن حنفیہ حضرات کے ہاں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے روایت کردہ تشہد کے الفاظ پر جو اس سے پہلی روایت میں گذرے ہیں عمل کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے روایت کردہ تشہد کے بارے میں محدثین صراحت کرتے ہیں کہ یہ صحیح تر ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ ابن حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "تشہد کے سلسلے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان سب میں سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث سب سے زیادہ صحیح تر ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ بھی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرتے ہیں اور صحابہ وتابعین میں سے اکثر اہل علم کا معمول بھی انہیں کی حدیث کے مطابق تھا۔ پھر یہ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ تشہد کے لیے حکم فرمایا تھا کہ اسے لوگوں کو سکھایا جائے، چنانچہ مسند امام احمد ابن حنبل میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اسی تشہد کو لوگوں کو سکھائیں۔

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح مجھے قرآن کی تعلیم دیتے تھے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد سکھایا۔

پھر حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایتوں میں یہ بھی بڑا فرق ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو تو بخاری ومسلم دونوں نے نقل کیا ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو صرف مسلم نے نقل کیا ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے وہ تشہد اختیار فرمایا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یعنی "التحيات لله الزاكيات لله الطيبات لله السلام عليك ايها النبي الخ۔

بہر حال علماء لکھتے ہیں کہ یہ پوری بحث صرف اولیت وافضلیت سے متعلق ہے یعنی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی تشہد پڑھنا افضل ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی تشہد پڑھنا افضل ہے۔ لیکن جہاں تک جواز کا سوال ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے جو تشہد بھی چاہے پڑھ لیا جائے جائز ہوگا۔

تشہد میں بیٹھنے کے طریقے میں مذاہب اربعہ

وكان يفرش رجله ايسر وينصب رجله اليمنى (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے کے لیے اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے) اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھتے تھے چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے کہ دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھنا چاہئے۔

آئندہ آنے والی حدیث جو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قعدے میں افتراش (یعنی پاؤں بچھانا ہی اختیار کرتے تھے مگر دوسرے قعدے میں تورک یعنی (کولہوں پر بیٹھنا) اختیار فرماتے تھے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہی ہے کہ پہلے قعدے میں تو افتراش ہونا چاہئے اور دوسرے قعدے میں تورک۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں تورک ہی ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس نماز میں دو تشہد ہوں اس کے آخری تشہد میں تورک ہونا چاہئے اور جس نماز میں ایک ہی تشہد ہے اس میں افتراش ہونا چاہئے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الِاعْتِمَادِ عَلَى الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران ہاتھ پر سہارا لینے کا مکروہ ہونا

992 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْغَزَّالُ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: -أَنْ يَجْلِسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ، وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى يَدِهِ، وَقَالَ ابْنُ شَبُّوَيْهِ: نَهَى أَنْ يَعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلَى يَدِهِ فِي الصَّلَاةِ، وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ: نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ، وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى يَدِهِ وَذَكَرَهُ فِي بَابِ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُودِ، وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، نَهَى أَنْ يَعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلَى يَدَيْهِ إِذَا نَهَضَ فِي الصَّلَاةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے، کہ آدمی نماز کے دوران ہاتھ کا سہارا لے کے بیٹھے۔

ابن شبویہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے، آدمی نماز کے دوران ہاتھ سے سہارا لے۔

ابن رافع کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: آدمی یوں نماز ادا کرے کہ اس نے ہاتھ سے سہارا لیا ہوا ہو۔

انہوں نے رکوع سے اٹھتے ہوئے اس عمل (کو کرنے کی ممانعت) کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن عبدالملک کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی نماز کے دوران اٹھتے ہوئے ہاتھ سے سہارا لے۔

993 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، سَأَلْتُ نَافِعًا، عَنِ

الرَّجُلِ يُصَلِّي، وَهُوَ مُشَبِّكٌ يَدَيْهِ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تِلْكَ صَلَاةُ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

اسماعیل بن امیہ بیان کرتے ہیں: میں نے نافع سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا: جو انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر کے نماز ادا کرتا ہے، تو نافع نے بتایا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ ان لوگوں (کا طریقہ) نماز ہے جن پر غضب کیا گیا۔

994 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَتَّكِئُ عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى وَهُوَ قَاعِدٌ فِي الصَّلَاةِ - قَالَ هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ، سَاقِطًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ اتَّفَقَا - فَقَالَ لَهُ: لَا تَجْلِسْ هَكَذَا، فَإِنَّ هَكَذَا يَجْلِسُ الَّذِينَ يُعَذَّبُونَ

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز کے دوران، قعدہ میں بائیں ہاتھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔

یہاں ہارون بن زید نے یہ الفاظ روایت کیے ہیں: وہ اپنے بائیں پہلو کے بل گرا ہوا تھا، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: اس طرح نہ بیٹھو، اس طرح وہ لوگ بیٹھتے ہیں، جنہیں عذاب دیا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي تَخْفِيفِ الْقُعُودِ

باب: قعدہ کو مختصر کرنا

995 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ، قَالَ: قُلْنَا: حَتَّى يَقُومَ؟ قَالَ: حَتَّى يَقُومَ

ابوعبیدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت کے بعد (قعدہ) میں یوں بیٹھتے تھے، جیسے گرم پتھر پر بیٹھے ہوں، راوی کہتے ہیں: ہم نے دریافت کیا: یہاں تک کہ آپ کھڑے ہو جاتے؟ انہوں نے فرمایا: یہاں تک کہ آپ کھڑے ہو جاتے۔

بَابٌ فِي السَّلَامِ

باب: سلام پھیرنا

996 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ، ح وحَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ،

عَنْ شَرِيكٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَقَالَ إِسْرَائِيلُ: عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ سُفْيَانَ، وَحَدِيثُ إِسْرَائِيلَ، لَمْ يُفَسِّرْهُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، وَيَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: شُعْبَةُ كَانَ يُنْكِرُ هَذَا الْحَدِيثَ - حَدِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ - أَنْ يَكُونَ مَرْفُوعًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے رخساروں کی سفیدی نظر آجاتی تھی۔

(آپ سلام پھیرتے ہوئے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کے یہ الفاظ سفیان کے نقل کردہ ہیں، اسرائیل کی نقل کردہ روایت اس کی وضاحت نہیں کرتی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زہیر نے یہ روایت ابواسحاق اور یحییٰ بن آدم کے حوالے سے، اسرائیل سے، ابواسحاق سے، عبدالرحمان بن اسود کے حوالے سے، ان کے والد اور علقمہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شعبہ نے اس روایت کو "منکر" قرار دیا ہے۔ یعنی ابواسحاق کی نقل کردہ روایت کے "مرفوع" ہونے کا انکار کیا ہے۔

997 - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ قَيْسٍ الْحَضْرَمِيُّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، وَعَنْ شِمَالِهِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

❁❁ علقمہ بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔

998 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، وَوَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ الْقِبْطِيَّةِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ أَحَدُنَا، أَشَارَ بِيَدِهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِنْ عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا صَلَّى، قَالَ: مَا بَالُ أَحَدِكُمْ يُومِي بِيَدِهِ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ - أَوْ أَلَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ - أَنْ يَقُولَ: هَكَذَا وَأَشَارَ

بِإِصْبَعِهِ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِنْ عَنْ شِمَالِهِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے اپنے دائیں اور بائیں طرف موجود لوگوں کو ہاتھ کے اشارے کے ہمراہ سلام پھیرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اپنے ہاتھوں کے ذریعے یوں اشارہ کرتے ہو، جیسے وہ سرکش گھوڑے کی دم ہوں، کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے (یہاں روایت کے الفاظ میں راوی کو شک ہے:) وہ اس طرح کرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگلی کے ذریعے اشارہ کیا، (اور فرمایا:) آدمی اپنے دائیں طرف اور اپنے بائیں طرف موجود اپنے بھائی کو سلام کرے۔

999 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ: أَمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ، أَوْ أَحَدَهُمْ، أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ، ثُمَّ يُسَلِّمَ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِنْ عَنْ شِمَالِهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"کیا یہ کافی نہیں ہے؟ کہ آدمی اپنا ہاتھ اپنے زانوں پر رہنے دے، اور اپنے دائیں طرف اور بائیں طرف موجود اپنے بھائی کو سلام کہے"۔

1000 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ رَافِعُوا أَيْدِيهِمْ - قَالَ زُهَيْرٌ: أُرَاهُ قَالَ - فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؟ أُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، لوگ اس وقت اپنے ہاتھ بلند کر رہے تھے۔

زہیر نامی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے (روایت میں یہ الفاظ ہیں:) "نماز میں"۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں یوں ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ سرکش گھوڑوں کی دُم ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو"۔

بَابُ الرَّدِّ عَلَى الْإِمَامِ

باب: امام کو جواب دینا

1000- اسناده صحيح. تميم الطائي: هو ابن طرفة، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وزهير: هو ابن معاوية. واخرجه مسلم (430)، والنسائي في "الكبرى" (557) من طريق الاعمش، به. وهو في "مسند احمد" (20875)، و "صحيح ابن حبان" (1879) و (1880). وانظر ماسلف برقم (998) و (999)

1001 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ أَبُو الْجَمَاهِرِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَرُدَّ عَلَى الْإِمَامِ، وَأَنْ نَتَحَابَّ، وَأَنْ يُسَلِّمَ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت کی کہ ہم امام کو (سلام کا) جواب دیں اور ایک دوسرے سے محبت رکھیں اور ایک دوسرے کو سلام کریں۔

بَابُ التَّكْبِيرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

باب: نماز کے بعد تکبیر پڑھنا

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا بیان

1002 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ يُعْلَمُ انْقِضَاءُ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا تکبیر (کی آواز) کے ذریعے پتہ چل جاتا تھا۔

1003 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ أَبَا مَعْبَدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ لِلذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ، كَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ وَأَسْمَعُهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فرض نماز کے بعد بلند آواز میں ذکر کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کا معمول تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے ان لوگوں کے نماز ختم کرنے کا اس وقت پتہ چلتا تھا جب میں یہ (یعنی تکبیر کی آواز) سن لیتا تھا۔

نماز کے اختتام پر بلند آواز سے ذکر کرنا

امام بخاری و مسلم اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ختم ہونے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ اکبر کہنے سے پہچان لیتا تھا۔

(صحیح البخاری، ج ۱ ص ۱۱۶، قدیمی کتب خانہ کراچی صحیح مسلم)

نماز کے اختتام پر اللہ اکبر کہنے کی مراد کے تعین میں شارحین کے مختلف اقوال ہیں، چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے سے مراد ذکر ہے جیسا کہ صحیحین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں فرض نماز سے فراغت کے وقت لوگوں کے لیے ب آواز بلند ذکر مقرر تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کہ میں نماز کے اختتام کو اسی کے ذریعہ پہچانتا تھا (یعنی جب لوگ بلند آواز سے ذکر کرتے تھے تو میں جان لیتا تھا کہ نماز ہو چکی ہے)۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد محمد بن اسماعیل البخاری نے پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو نقل کیا ہے جو یہاں ذکر کی گئی ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے۔

لیکن اتنی بات بھی سمجھتے چلئے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ذکر بالجہر کو تعلیم امت پر محمول کیا ہے چنانچہ بیہقی وغیرہ نے آہستہ آواز سے ذکر کرنے پر صحیحین کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو اس بات کا حکم دیا کرتے تھے کہ وہ تہلیل وتکبیر بلند آواز سے نہ کریں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، وہ (یعنی خدا) تو تمہارے ساتھ ہے اور قریب ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہاں تکبیر سے مراد وہ تکبیر ہے جو نماز کے بعد تسبیح وتحمید کے ساتھ دس مرتبہ یا تیس مرتبہ پڑھتے ہیں۔ کچھ محققین کی رائے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز کے بعد ایک بار یا تین بار تکبیر کہی جاتی تھی۔

بعض علماء کا قول ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا تعلق ایام منیٰ سے ہے کہ وہاں تشریق کی تکبیرات کہتے تھے، بہر حال۔ ان تمام اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے بھی سب سے بڑا اشکال حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول پر یہ وارد ہوتا ہے کہ یہ کیا وجہ ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سلام سے تو نماز کے اختتام کو نہ جانتے تھے اور تکبیر سے جانتے تھے کہ نماز ہو چکی ہے۔؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت صغیر السن تھے اس لیے ممکن ہے کہ وہ ہمیشہ جماعت میں شریک نہ ہوتے ہوں گے، یا پھر یہ احتمال ہے کہ وہ جماعت میں شریک تو ہوتے ہوں گے لیکن پچھلی صف میں کھڑے ہوتے ہوں گے اس لیے وہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہ پہنچنے کے سبب وہ سلام پر نماز کے اختتام کو نہ پہچانتے ہوں گے بلکہ جب مقتدی ب آواز بلند تکبیر کہتے ہوں گے تو وہ یہ جان لیتے ہوں گے کہ نماز ختم ہوگئی ہے۔

اس حدیث میں فرض نماز کے بعد ذکر کرنے کا بیان ہوا ہے ہم نے صحیح بخاری کی اس روایت کو اس لئے پیش کیا ہے کہ نام نہاد اسلام کی تبلیغ کرنے والے اور بخاری کا صرف نام استعمال کر کے لوگوں کو اپنی ذاتی خواہشات کی طرف ورغلانے والوں کو یہ پتہ چل جائے کہ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اور بغیر علم کے فرض نمازوں کے بعد والے ذکر کو بدعت کہہ دیتے ہیں۔

بَابُ حَذْفِ التَّسْلِيمِ

باب: سلام کو حذف کرنا (یعنی مختصر کرنا)

1004 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ. قَالَ عِيسَى: نَهَانِيْ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ رَفْعِ هٰذَا الْحَدِيْثِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: سَمِعْت اَبَا عُمَيْرٍ عِيسَى بْنَ يُوْنُسَ الْفَاخُوْرِيَّ الرَّمْلِيَّ، قَالَ: لَمَّا رَجَعَ الْفِرْيَابِيُّ مِنْ مَكَّةَ، تَرَكَ رَفْعَ هٰذَا الْحَدِيْثِ، وَقَالَ: نَهَاهُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ رَفْعِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

''سلام کو (مختصر طور پر کرنا) سنت ہے''۔

عیسیٰ نامی راوی کہتے ہیں: عبداللہ بن مبارک نے مجھے اس روایت کو مرفوع حدیث کے نام سے بیان کرنے سے منع کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عیسیٰ نامی راوی کہتے ہیں: جب فریابی مکہ سے واپس آئے' تو انہوں نے اس حدیث کو مرفوع کے نام سے بیان کرنا ترک کر دیا۔ انہوں نے یہ بتایا کہ امام احمد بن حنبل نے انہیں اس حدیث کو مرفوع کے نام سے بیان کرنے سے منع کیا ہے۔

بَابُ إِذَا اَحْدَثَ فِيْ صَلَاتِهِ يَسْتَقْبِلُ

باب: جب نماز کے دوران آدمی کو حدث لاحق ہو جائے' تو وہ از سر نو نماز ادا کرے

1005 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ، عَنْ عِيسَى بْنِ حِطَّانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ سَلَّامٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْصَرِفْ، فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدْ صَلَاتَهُ

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کی نماز کے دوران ہوا خارج ہو جائے' تو اسے (نماز کو وہیں چھوڑ کر) واپس چلے جانا چاہئے اور وضو کر کے نماز دوبارہ ادا کرنی چاہئے''۔

تشہد میں بیٹھنے کے بعد قہقہہ لگایا تو حکم نماز

اگر امام اول محدث نہیں ہوا اور وہ تشہد کی مقدار بیٹھا پھر اس نے قہقہہ لگایا یا عمداً محدث ہوا تو اس مقتدی کی نماز فاسد ہو گئی جس نے امام کی اول نماز نہ پائی۔ یہ امام اعظم کے نزدیک ہے۔

اور صاحبین نے کہا کہ اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ اور اگر اس نے کلام یا مسجد سے نکلا تو تمام کے قول کے مطابق اس کی نماز فاسد نہ ہو گی۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جواز و فساد میں مقتدی کی نماز امام کی نماز پر مبنی ہوتی ہے اور جب امام کی نماز فاسد نہ ہوئی تو اسی

1004- اسنادہ ضعيف لضعف قرة بن عبد الرحمٰن، وقد اختلف في رفعه ووقفه كما سيأتي. واخرجه احمد (10885)، وابن خزيمة (734)، والحاكم/2311 من طريق محمد بن يوسف الفريابي، وابن خزيمة (735) من طريق عمارة بن بشر المِصِّيصي، والحاكم/2311 من طريق مبشر بن اسماعيل، والبيهقي/1802 من طريق ابن المبارك

طرح اس کی نماز بھی فاسد نہ ہوئی۔لہٰذا یہ سلام وکلام کی طرح ہو گیا۔

اور امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ قہقہہ اس جز کو فاسد کرنے والا ہے جو امام کی نماز کے ساتھ ملا ہوا ہے پس اسی طرح مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو گی۔ کیونکہ امام بناء کا محتاج ہی نہیں رہا۔اور مسبوق محتاج بناء ہے۔اور جز فاسد پر بناء کرنا فاسد ہے بخلاف سلام کے کیونکہ وہ نماز کو پورا کرنے والا ہے اور کلام بھی اسی کے حکم میں ہے۔قہقہہ کی وجہ سے امام کا وضوٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ وہ حرمت نماز میں پایا گیا ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔اس عبارت میں لفظ ''اَلْإِمَامُ الْأَوَّلُ'' کا تساہل ہے کیونکہ یہاں امام ثانی نہیں ہے۔اور نہ ہی یہاں خلیفہ بنانے کا کوئی مسئلہ ہے۔ بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی امام نے مسبوقین اور مدرکین کو نماز پڑھائی۔ جب محل سلام کی طرف پہنچنے لگا تو اس نے قہقہہ لگایا یا اس نے عمداً حدث کیا تو سب کے نزدیک مسبوقین کی نماز باطل ہو جائے گی۔البتہ ان کی نماز اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ جب تک وہ اپنی ایک رکعت قضاء امام کے حادث ہونے سے پہلے نہیں کر لیتے۔ کیونکہ اگر مسبوق کھڑا ہوا تو اس سے ترک واجب لازم آئے گا کیونکہ اس کیلئے حکم یہ ہے کہ امام کے سلام کے بعد کھڑا ہو۔ لیکن اس کے باوجود وہ کھڑا ہو گیا تو اس پر سجدہ سہو لازم آئے گا۔اب اس لئے اس کی نماز فاسد نہ ہو گی کیونکہ امام نے جو حدث کیا وہ اس کے کھڑے ہونے کے بعد کیا ہے اور یہ شخص ترک واجب کی وجہ سے اپنی نماز میں سجدے سہو کا لزوم اور امام کی طرف سے آنے والے فساد کی حفاظت کرنے والا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۲، ص ۲۶۱، بیروت)

رکوع وسجود میں حدث لاحق ہونے کا حکم

اور جس شخص کو رکوع یا سجدے میں حدث لاحق ہوا تو وہ وضو کرے اور بناء کرے اور اس رکن کو شمار نہ کرے جس میں اس کو حدث لاحق ہوا ہے۔ کیونکہ رکن اس وقت پورا ہوتا ہے جب اس رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقال ہو جائے۔اور حدث کے ساتھ وہ ثابت نہیں ہوا لہٰذا اس کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔اور اگر محدث امام ہو تو وہ دوسرے کو خلیفہ بنائے جو رکوع میں برابر رہے۔ کیونکہ تکمیل رکوع میں اس کیلئے دوام ممکن ہے۔

اگر نمازی کو رکوع وسجود کرنے کی حالت میں یاد آیا کہ اس پر سجدہ باقی ہے پس وہ رکوع سے اس کی طرف جھکا یا سجدے سے اس نے سر اٹھایا پس اس نے سجدہ کیا تو وہ رکوع سجود کا اعادہ کرے گا۔اور یہ بیان اولیت ہے۔تا کہ افعال میں ترتیب بقدر امکان مکمل ہو۔اور اگر اس نے رکوع وسجود کا اعادہ نہ کیا تو بھی کافی ہوگا۔ کیونکہ نماز کے افعال میں ترتیب شرط نہیں۔جبکہ طہارت کے ساتھ انتقال شرط ہے جو پائی جا رہی ہے۔اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک رکوع کا اعادہ لازم ہے کیونکہ ان کے نزدیک قومہ فرض ہے۔

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہدایہ کے بعض نسخوں میں ''لایعتد'' کی بہ جائے ''یعید'' لکھا ہوا ہے۔اور یہ دونوں مضمون معنی کیلئے قریب المعنی ہیں۔ کیونکہ عدم اعتداد اعادہ کو مستلزم ہے۔ کیونکہ رکن انتقال کے ساتھ مکمل ہوتا ہے۔اور انتقال حدث کے ساتھ متحقق نہیں ہوتا۔ کیونکہ منتقل ہونا بھی نماز کا جز ہے اور جز میں فساد مفسد نماز ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۱۲۲، بیروت)

امام اول محدث کا دوسرے امام کی اقتداء کرنا:

اور جس شخص نے ایک ہی مرد کی امامت کرائی پھر امام محدث ہو گیا اور مسجد سے نکل گیا تو اب مقتدی ہی امام ہے۔ چاہے امام اول نے اس کی نیت کی یا نہ کی ہو۔ کیونکہ اسی میں نماز کی حفاظت ہے۔ امام اول کا معین کرنا اس لئے تھا تا کہ جھگڑا دور کیا جائے۔ اور یہاں ایک ہی مقتدی ہونے کی وجہ سے مزاحمت ہی نہیں ہے۔ اور امام اول اپنی نماز کو دوسرے کی اقتداء کرتے ہوئے مکمل کرے۔ جس طرح حقیقی خلیفہ کرتا ہے۔ اور امام محدث کے پیچھے بچے یا عورت کے سوا مقتدی ہی نہ ہو تو کہا گیا ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کا خلیفہ وہ بنا جو خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ کیونکہ بطور قصد خلیفہ پایا ہی نہیں گیا۔ اس لئے کہ وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس شخص کیلئے کوئی خلافت کی تعین کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ خود ہی خلیفہ ہے اور خود ہی تابع و متبوع ہونے کا حقدار بن گیا کیونکہ جب اس کا امام گیا تو اس کے بعد یہ اکیلا رہا ہے خواہ یہ خلیفہ بنے یا نہ بنے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْمَكْتُوبَةَ

باب: آدمی نے جس جگہ فرض نماز ادا کی تھی اسی جگہ نوافل ادا کرنا

1006 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، وَعَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ - قَالَ: عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ - أَنْ يَتَقَدَّمَ، أَوْ يَتَأَخَّرَ، أَوْ عَنْ يَمِينِهِ، أَوْ عَنْ شِمَالِهِ - زَادَ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ: فِي الصَّلَاةِ، يَعْنِي فِي السُّبْحَةِ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کیا کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے (یہاں راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وہ فرض نماز ادا کرنے کے بعد کچھ) آگے ہو کر یا کچھ پیچھے ہو کر یا دائیں ہو کر یا بائیں ہو کر (نوافل ادا کرے)''

حماد نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں ''نماز میں''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) یعنی نفل نماز میں۔

1007 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ خَلِيفَةَ، عَنِ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا إِمَامٌ لَنَا يُكْنَى أَبَا رِمْثَةَ، فَقَالَ: صَلَّيْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ - أَوْ مِثْلَ هَذِهِ

1006- اسناده ضعيف جداً. ابراهيم بن اسماعيل- ويقال بالعكس- وحجاج بن عبيد مجهولان، وليث- وهو ابن ابي سليم- سيء الحفظ، على اضطراب في اسناد هذا الحديث كما بيناه في "مسند احمد" (9496). وقال البخاري في "تاريخه الكبير" بعد ذكر الاختلاف في اسناده: لم يثبت هذا الحديث، وقال في "صحيحه" في باب مكث الامام في مصلاه من كتاب الاذان: ويذكر عن ابي هريرة رفعه: "لا يتطوع الامام في مكانه" ولم يصح. واخرجه ابن ماجه (1427) من طريق الليث بن ابي سليم، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (9496).

الصَّلَاةَ - مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ يَقُومَانِ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ عَنْ يَمِينِهِ، وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ. فَصَلَّى نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ حَتَّى رَأَيْنَا بَيَاضَ خَدَّيْهِ. ثُمَّ انْفَتَلَ كَانْفِتَالِ أَبِي رِمْثَةَ - يَعْنِي - فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِي أَدْرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ يَشْفَعُ. فَوَثَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ. فَأَخَذَ بِمَنْكِبِهِ فَهَزَّهُ. ثُمَّ قَالَ: اجْلِسْ فَإِنَّهُ لَمْ يُهْلِكْ أَهْلَ الْكِتَابِ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلَوَاتِهِمْ فَصْلٌ. فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ. فَقَالَ: أَصَابَ اللهُ بِكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ قِيلَ: أَبُو أُمَيَّةَ مَكَانَ أَبِي رِمْثَةَ

ازرق بن قیس روایت کرتے ہیں:

ہمارے امام نے ہمیں نماز پڑھائی جن کی کنیت حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ تھی انہوں نے فرمایا: میں نے یہ نماز (راوی بے شک کہہ رہا ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اس نماز کی مانند نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی تھی"۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلی صف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف کھڑے ہوتے تھے وہاں ایک اور شخص تھا جو نماز کی پہلی تکبیر میں شامل ہوا تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا یہاں تک کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساروں کی سفیدی دیکھی لی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں مڑے جس طرح ابورمثہ مڑ کر بیٹھا ہے (یعنی حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں یہ بات کہی) تو وہ شخص جو نماز کی پہلی تکبیر میں شریک ہوا تھا وہ کھڑا ہوا (اور نفل ادا کرنے لگا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیزی سے ان کی طرف لپکے ان کے کندھے پکڑ کر زور سے جھنجھوڑا اور بولے: تم بیٹھ جاؤ کیونکہ اہل کتاب اس لیے ہلاکت کا شکار ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان کوئی فصل نہیں ہوتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا اور فرمایا: "اے خطاب کے صاحبزادے! اللہ نے تمہیں صحیح بات کہنے کی توفیق عطاء کی ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ راوی کا نام ابورمثہ کی بجائے ابوامیہ تھا۔

بَابُ السَّهْوِ فِي السَّجْدَتَيْنِ

باب: دو سجدوں میں سہو لاحق ہونا

سجدہ سہو کرنے کے حکم کا بیان

نماز کے سنن و مستحبات اگر ترک ہو جائیں تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی یعنی نماز صحیح ہو جاتی ہے اور نماز کے فرائض میں سے کوئی چیز اگر سہواً یا عمداً چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے جس کا کوئی تدارک نہیں جس کی وجہ سے نماز کا اعادہ ضروری ہوتا ہے۔ نماز کے واجبات میں سے اگر کوئی چیز عمداً چھوڑی جائے تو اس کا بھی تدارک نہیں ہو سکتا اور نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر نماز کے واجبات میں سے کوئی چیز عمداً نہیں بلکہ سہواً چھوڑ دی جائے تو اس کا تدارک ہو سکتا ہے اور وہ تدارک یہ ہے کہ قعدہ اخیر میں التحیات

درود شریف اور دعا حسب معمول پڑھ کر سلام پھیرا جائے انہی سجدوں کو سجدہ سہو کہا جاتا ہے۔

1008 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ - الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ -. قَالَ: فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ، فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَيْهِمَا إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى، يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ، ثُمَّ خَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ وَهُمْ يَقُولُونَ: قُصِرَتِ الصَّلَاةُ، قُصِرَتِ الصَّلَاةُ، وَفِي النَّاسِ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ، فَقَامَ رَجُلٌ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَمِّيهِ ذَا الْيَدَيْنِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَسِيتَ أَمْ قُصِرَتِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: لَمْ أَنْسَ، وَلَمْ تُقْصَرِ الصَّلَاةُ، قَالَ: بَلْ، نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْقَوْمِ، فَقَالَ: أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ، فَأَوْمَئُوا: أَيْ نَعَمْ، فَرَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَقَامِهِ، فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ الْبَاقِيَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ، أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ وَكَبَّرَ، قَالَ: فَقِيلَ لِمُحَمَّدٍ: سَلَّمَ فِي السَّهْوِ؟ فَقَالَ: لَمْ أَحْفَظْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَلَكِنْ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، قَالَ: ثُمَّ سَلَّمَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دوپہر کی ایک نماز یعنی ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی۔ راوی بیان کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت پڑھانے کے بعد سلام پھیر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آگے کی طرف رکھی ہوئی لکڑی کی طرف بڑھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے غصے کے آثار نمایاں تھے۔ جلد باز لوگ (مسجد سے) باہر چلے گئے وہ یہ کہہ رہے تھے نماز مختصر ہوگئی ہے نماز مختصر ہو گئی ہے۔ لوگوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' لیکن انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی ایک شخص کھڑا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ذوالیدین (دو ہاتھوں والا) کہتے تھے۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں' یا نماز مختصر ہوگئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں بھولا نہیں ہوں اور نماز بھی مختصر نہیں ہوئی۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت کیا: کیا ذوالیدین ٹھیک کہہ رہا ہے' تو لوگوں نے اشارہ کیا جی ہاں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر واپس تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی رہ جانے والی دو رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور اپنے عام سجدوں کی مانند یا اس سے زیادہ طویل سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور تکبیر کہی اور اپنے عام سجدوں کی مانند یا اس سے کچھ طویل سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔

راوی بیان کرتے ہیں: محمد نامی راوی سے کہا گیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ سہو کے بعد سلام پھیرا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مجھے یہ بات یاد نہیں ہے' البتہ مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے یہ بات

بیان کی ہے "پھر نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیر دیا"۔

سہو کے دو سجدوں کے بارے میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر موقع پر سجدہ سہو سلام سے پہلے کرنا چاہیے۔ اس طرح وہ ان احادیث کو کہ جن سے سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنا ثابت ہوتا ہے ان احادیث پر کہ جن سے سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا ثابت ہوتا ہے ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدہ کیا ہے اس موقع پر سلام سے پہلے ہی سجدہ کرنا چاہیے اور جس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کیا ہے اس موقع پر سلام پھیر کر ہی سجدہ کیا جائے علماء لکھتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول سب سے قوی اور بہتر ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ تمام مواقع پر سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنا چاہیے کیونکہ اس کے ثبوت میں بہت زیادہ صحیح احادیث وارد ہیں۔ نیز کہ ابوداؤد، ابن ماجہ اور عبدالرزاق نے ثوبان کی یہ روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں لہٰذا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل متضاد مروی ہے کہ کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ کیا ہے اور کبھی سلام پھیرنے کے بعد۔ تو ایسی صورت میں امام اعظم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو بطور دلیل اختیار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک قول فعل سے قوی ہے جیسا کہ اصول فقہ میں مذکور ہے۔

1009 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، بِإِسْنَادِهِ وَحَدِيثُ حَمَّادٍ اَتَمُّ. قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَمْ يَقُلْ: بِنَا. وَلَمْ يَقُلْ: فَاَوْمَئُوا. قَالَ: فَقَالَ النَّاسُ: نَعَمْ. قَالَ: ثُمَّ رَفَعَ. وَلَمْ يَقُلْ وَكَبَّرَ. ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ، اَوْ اَطْوَلَ. ثُمَّ رَفَعَ. وَتَمَّ حَدِيثُهُ لَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ. وَلَمْ يَذْكُرْ: فَاَوْمَئُوا اِلَّا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَكُلُّ مَنْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ لَمْ يَقُلْ: فَكَبَّرَ. وَلَا ذَكَرَ رَجَعَ.

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ محمد بن سیرین نامی راوی کے حوالے سے منقول ہے تاہم حماد نامی راوی کی روایت زیادہ مکمل ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

"پھر نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی" اس راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے "ہمیں نماز پڑھائی"۔

اس راوی نے یہ الفاظ بھی نقل نہیں کیے "ان لوگوں نے اشارہ کیا" اس راوی نے یہ بات بیان کی ہے لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اس راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے "اور تکبیر کہی" پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی پھر آپ ﷺ سجدے میں چلے گئے جو آپ ﷺ کے عام سجدوں سے کچھ طویل تھا پھر آپ ﷺ نے سر اٹھایا۔ اس کے بعد

1009- اسناده صحيح كسابقه. وهو في "موطا مالك" 1/93، ومن طريقه اخرجه البخاري (714) و (1228) و (7250)، والترمذي (410)، والنسائي في "الكبرى" (577). الا ان الترمذي قال في روايته من طريق معن بن عيسى عن مالك: ثم سلم، ثم كبر فسجد مثل سجوده او اطول، ثم كبر فرفع... فذكر التكبير ايضاً في الرفع من السجدة الاولى من سجدتي السهو. وهو في "صحيح ابن حبان" (2249) و (2686). وانظر ما قبله

راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے' جس کے بعد والا حصہ ذکر نہیں کیا اور اس میں یہ بھی ذکر نہیں کہ لوگوں نے اشارہ کیا' یہ الفاظ حماد بن زید نے نقل کیے ہیں:

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کو نقل کرنے والے تمام راویوں نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی' اور نہ ہی یہ الفاظ نقل کیے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے''۔

1010 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَلْقَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَمَّادٍ كُلِّهِ اِلٰى آخِرِ قَوْلِهِ: نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، قَالَ: ثُمَّ سَلَّمَ، قَالَ: قُلْتُ: فَالتَّشَهُّدُ، قَالَ: لَمْ اَسْمَعْ فِي التَّشَهُّدِ وَاَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يَّتَشَهَّدَ، وَلَمْ يَذْكُرْ كَانَ يُسَمِّيهِ ذَا الْيَدَيْنِ، وَلَا ذَكَرَ: فَاَوْمَئُوا، وَلَا ذَكَرَ الْغَضَبَ، وَحَدِيثُ حَمَّادٍ، عَنْ اَيُّوبَ اَتَمُّ.

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اس کے بعد راوی نے حماد کی نقل کردہ روایت کی مانند پوری روایت آخر تک نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

مجھے یہ بات بتائی گئی ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا''۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: تشہد کا کیا حکم ہے' تو انہوں نے فرمایا: میں نے تشہد کے بارے میں کوئی بات نہیں سنی ہے' تاہم مجھے یہ بات پسند ہے کہ آدمی تشہد پڑھے۔

اس راوی نے یہ بھی ذکر نہیں کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو ذوالیدین کہتے تھے اس نے یہ بھی ذکر نہیں کیا'' ان لوگوں نے اشارہ کیا''۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غضبناک ہونے کا بھی ذکر نہیں کیا۔ تاہم حماد کی ایوب سے نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

1011 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوبَ، وَهِشَامٍ، وَيَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ، وَابْنِ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قِصَّةِ ذِي الْيَدَيْنِ اَنَّهُ كَبَّرَ وَسَجَدَ، وَقَالَ هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ: كَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ، وَسَجَدَ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ اَيْضًا حَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ، وَحُمَيْدٌ، وَيُونُسُ، وَعَاصِمٌ الْاَحْوَلُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، لَمْ يَذْكُرْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ مَا ذَكَرَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامٍ، اَنَّهُ كَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ، وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ هِشَامٍ لَمْ يَذْكُرَا عَنْهُ هٰذَا الَّذِي ذَكَرَهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، اَنَّهُ كَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ.

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حضرت ذوالیدین والا واقعہ نقل کرتے ہیں' جس میں یہ مذکور ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور سجدہ کیا۔

ہشام بن حسان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت حبیب بن شہید، حمید، یونس، عاصم احول نے محمد بن سیرین کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

ان میں سے کسی راوی نے وہ چیز نقل نہیں کی جو حماد بن زید نے ہشام کے حوالے سے نقل کی ہے' جس میں یہ مذکور ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا۔

حماد بن سلمہ اور ابوبکر بن عیاش نے یہ روایت ہشام کے حوالے سے نقل کی ہے ان دونوں راویوں نے بھی اس کے حوالے سے وہ الفاظ نقل نہیں کیے جو حماد بن زید نے نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی۔

شرح

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (آپ کا اسم گرامی محمد اور کنیت ابوبکر ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کے تیس بچے تھے جو آپ کی زندگی ہی میں سوائے ایک کے وفات پا گئے صرف ایک صاحبزادے عبداللہ بن محمد بن سیرین بقید حیات تھے۔ ستر سال کی عمر میں ۱۰ھ میں ان انتقال ہوا۔) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا (ایک دن) سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز جس کا نام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو بتایا تھا مگر میں بھول گیا، ہمیں پڑھائی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کی بجائے سلام پھیر لیا، پھر اس لکڑی کے سہارے جو مسجد میں عرضاً کھڑی تھی کھڑے ہو گئے اور (محسوس ایسا ہوتا تھا) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیں اور اپنا بایاں رخسار مبارک اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ لیا۔ جلد باز لوگ (جو نماز کی ادائیگی کے بعد ذکر اور دعا وغیرہ کے لیے نہیں ٹھہرتے تھے) مسجد کے دروازوں سے جانے لگے، صحابہ کہنے لگے کہ کیا نماز میں کمی ہو گئی ہے؟ (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعت کے بجائے دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں؟) صحابہ کے درمیان (جو مسجد میں باقی رہ گئے تھے) حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے مگر خوف کی وجہ سے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے کی جرات نہ ہوئی صحابہ میں ایک اور آدمی (بھی) تھے جن کے ہاتھ لمبے تھے اور جنہیں (اسی وجہ سے) ذوالیدین (یعنی ہاتھوں والا کے لقب سے) پکارا جاتا تھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھول گئے ہیں یا نماز ہی میں کمی ہو گئی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی ہوئی ہے پھر (صحابہ سے مخاطب ہوئے اور) فرمایا کیا تم بھی یہی کہتے ہو جو ذوالیدین کہہ رہے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں یہی بات ہے اور یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے آئے اور جو نماز (یعنی دو رکعت) چھوٹ گئی تھی اسے پڑھا اور سلام پھیر کر تکبیر کہی اور حسب معمول سجدوں جیسا یا ان سے بھی کچھ طویل سجدہ کیا اور پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا لوگ ابن سیرین سے پوچھنے لگے کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے عمران بن حصین سے یہ خبر ملی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے مگر الفاظ صحیح البخاری کے ہیں۔

اور صحیح البخاری و مسلم ہی کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ذوالیدین کے جواب میں) لم انس ولم تقصر (یعنی نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی ہوئی ہے) کے بجائے یہ فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس میں سے کچھ بھی نہیں ہے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں سے کچھ ضرور ہوا ہے۔

علامہ عسقلانی نے فتح الباری میں اس حدیث کی بہت لمبی چوڑی شرح کی گئی ہے اگر اس کو یہاں نقل کی جائے تو بات بڑی لمبی ہو جائے گی البتہ اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ اس حدیث کے بارے میں دو اشکال پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا اشکال تو یہ ہے کہ علماء کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ خبر میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہونا ناممکن ہے اور افعال میں بھی اختلاف ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ذوالیدین کے جواب میں جو یہ فرمایا کہ نہ تو میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی ہی ہوئی ہے کیا خلاف واقعہ نہیں ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر میں بھی سہو ہو سکتا تھا۔

اس کا جواب مختصر طریقہ پر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو ہونا ان خبروں میں ناممکن ہے جو تبلیغ شرائع، دینی علم اور وحی الٰہی سے متعلق ہیں نہ کہ تمام خبروں میں۔

دوسرا یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افعال بھی سرزد ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو بھی کی مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از سر نو نماز نہیں پڑھی بلکہ جو رکعتیں باقی رہ گئیں تھی انہیں کو پورا کر لیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ مفسد نماز وہ کلام و افعال ہیں جو قصداً واقع ہوئے ہوں نہ کہ وہ کلام و افعال جو سہواً ہو گئے ہوں جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ لیکن چونکہ یہ جواب نہ صرف یہ کہ خود اپنے اندر جھول رکھتا ہے بلکہ حنفیہ کے مسلک کے مطابق بھی نہیں ہے کیونکہ ان کے ہاں مطلقاً کلام مفسد صلوٰۃ ہے خواہ قصداً صادر ہوا ہو یا سہواً۔ اس لیے علماء حنفیہ کے نزدیک اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ نماز میں کلام اور افعال کا جواز منسوخ نہیں ہوا تھا۔

حضرت امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے کہ نماز میں کلام مطلقاً مفسد صلوٰۃ ہے خواہ قصداً ہو یا سہواً مگر ان کے ہاں اتنی گنجائش بھی ہے کہ نماز میں جو کلام امام یا مقتدی سے نماز کی کسی مصلحت کے پیش نظر صادر ہوا ہو گا وہ مفسد نماز نہیں ہو گا جیسا کہ حدیث مذکورہ میں پیش آمدہ صورت ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو جب حضرت ابن سیرین لوگوں کے سامنے بیان کر چکے تو ان سے بطریق استفہام اکثر لوگوں نے پوچھا کہ کیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ثم سلم بھی کہا تھا گویا ان لوگوں کے پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو سلام کے بعد کیا تھا یا پہلے کیا تھا اس کے جواب میں ابن سیرین نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں تو یہ الفاظ مجھے یاد نہیں پڑتے، ہاں حضرت عمران ابن حصین نے یہی حدیث مجھ سے روایت کی ہے ان کی روایت میں ثم سلم کے الفاظ موجود ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو سلام کے بعد کیا تھا اور میں نے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ثم سلم کے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ عمران ابن حصین ہی کی روایت سے اس جگہ لایا ہوں۔

1012 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، وَعُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَلَمْ يَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ حَتَّى يَقَّنَهُ اللَّهُ ذَلِكَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی واقعہ ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک سجدۂ سہو نہیں کیا جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا یقین نہیں دلا دیا''۔

1013 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: وَلَمْ يَسْجُدِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تُسْجَدَانِ إِذَا شَكَّ حَتَّى لَقَّاهُ النَّاسُ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَأَخْبَرَنِي بِهَذَا الْخَبَرِ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، وَعِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَالْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، جَمِيعًا، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ سَجَدَ السَّجْدَتَيْنِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِيهِ: وَلَمْ يَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوبکر بن سلیمان کے حوالے سے منقول ہے: ان تک یہ روایت پہنچی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہو کے سجدے محض شک ہونے کی وجہ سے نہیں کیے بلکہ جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا (تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کیے)''

ابن شہاب کہتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور ابوبکر بن حارث اور عبیداللہ بن عبداللہ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔

1013- رجاله ثقات لكنه مرسل، وقد اضطرب فيه الزهري كما سبق بيانه في الطريق السالف قبله، واخطا في نفي السجود للسهو. ابراهيم: هو ابن سعد بن ابراهيم الزهري، وصالح: هو ابن كيسان، وابن شهاب: هو الزهري. واخرجه النسائي في "الكبرى" (1155) من طريق يعقوب بن ابراهيم، بهذا الاسناد. واخرجه ايضاً (1154) من طريق معمر، عن الزهري، عن ابي سلمة بن عبد الرحمن وابي بكر بن سليمان بن ابي حثمة، عن ابي هريرة، وقال فيه: فاتم بهم الركعتين اللتين نقص فلم يذكر سجدتي السهو. وهو في "صحيح ابن حبان" (2684) و (2685). واخرجه مالك 1/94، ومن طريقه ابن خزيمة (1047) عن الزهري، وابن خزيمة (1049) من طريق شعيب بن ابي حمزة، عن الزهري، عن ابي بكر بن سليمان مرسلاً وقال في آخره: فاتم رسول الله -صلى الله عليه وسلم- مابقي من الصلاة، ثم سلم. وانظر ما قبله

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن ابوکثیر، عمران بن ابوانس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور علاء بن عبدالرحمن کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ ان تمام راویوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ سجدہ کیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زبیدی نے زہری کے حوالے سے ابوبکر بن سلیمان کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہو کے دو سجدے نہیں کیے''۔

1014 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ، سَمِعَ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، فَقِيلَ لَهُ: نَقَصْتَ الصَّلَاةَ؟ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کرتے ہوئے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (باقی رہ جانے والی) دو رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ سجدہ سہو ادا کیا۔

1015 - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَسَدٍ، اَخْبَرَنَا شَبَابَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: اَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْ نَسِيْتَ؟ قَالَ: كُلَّ ذٰلِكَ لَمْ اَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَلَمْ يَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ، عَنْ اَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ اَبِي اَحْمَدَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا' تو ایک صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! کیا نماز مختصر ہو گئی ہے؟ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوا۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسا ہوا ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی دو رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی اور آخر میں دو مرتبہ سجدہ سہو کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) داؤد بن حصین نے ابوسفیان کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد بیٹھنے کے دوران دو مرتبہ سجدے کیے''۔

1016 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ الْهِفَّانِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، بِهَذَا الْخَبَرِ. قَالَ: ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد دو مرتبہ سجدۂ سہو کیا''۔

1017 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا۔

اس کے بعد راوی نے محمد بن سیرین کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی مانند روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ سجدۂ سہو کیا''۔

1018 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، حَدَّثَنَا أَبُو قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ مِنَ الْعَصْرِ، ثُمَّ دَخَلَ - قَالَ عَنْ مَسْلَمَةَ: - الْحُجَرَ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، يُقَالُ لَهُ: الْخِرْبَاقُ، كَانَ طَوِيلَ الْيَدَيْنِ، فَقَالَ لَهُ: أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَخَرَجَ مُغْضَبًا يَجُرُّ رِدَاءَهُ، فَقَالَ: أَصَدَقَ؟، قَالُوا: نَعَمْ، فَصَلَّى تِلْكَ الرَّكْعَةَ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْهَا ثُمَّ سَلَّمَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کی تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے میں تشریف لے گئے ایک صاحب جن کا نام خرباق تھا جن کے ہاتھ لمبے تھے وہ اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا نماز مختصر ہو گئی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ایک رکعت ادا کی (جو رہ گئی تھی) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ سجدۂ سہو کیا پھر سلام پھیرا۔

سجدہ سہو کے بعد تشہد و درود شریف پڑھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک روز) لوگوں کو نماز پڑھائی (درمیان نماز)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہو گیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سلام پھیر کر) دو سجدے کیے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات پڑھی اور سلام پھیرا۔ (سنن ابوداؤد) ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت عمران کا قول فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ کا مطلب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر سہو کے دونوں سجدے کیے جیسا کہ تیسری فصل کی پہلی حدیث سے (جو انہیں سے مروی ہے) بصراحت معلوم ہو جائے گی۔

اس حدیث میں نماز کا وہ رکن ذکر نہیں کیا گیا ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ادائیگی کو بھول گئے تھے نیز اس حدیث میں سجدے کے بعد تشہد پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ دوسری روایتوں میں تشہد کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عمران کی اس روایت کی روشنی میں حنفیہ کے مسلک کی دلیل ہے کہ پہلے سلام پھیر کر پھر سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔ اسی طرح امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے بلکہ شوافع و مالکیہ کے بعض حضرات کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس مسئلے میں علماء کے ہاں اختلاف ہے کہ درود و دعا جو التحیات میں پڑھی جاتی ہیں اسے تشہد میں پڑھنا چاہیے جو سجدہ سہو سے پہلے ہے یا سجدے کے بعد کے تشہد میں پڑھنا چاہیے؟

چنانچہ امام کرخی نے تو یہ اختیار کیا ہے کہ درود و دعا سجدہ سہو کے بعد کے تشہد میں پڑھے جائیں اور ہدایہ میں بھی اسی کو صحیح کہا گیا ہے۔ البتہ ہدایہ کی بعض شروح میں یہ کہا گیا ہے کہ سجدہ سہو سے پہلے تشہد میں پڑھنا بہتر ہے۔ امام طحاوی کا قول یہ ہے کہ دونوں تشہد میں پڑھنا چاہیے۔ شیخ ابن ہمام نے بھی امام طحاوی کے قول کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے کہ احتیاط اسی میں ہے۔ (فتح القدیر)

سہو کے دو سجدوں کے بارے میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر موقع پر سجدہ سہو سلام سے پہلے کرنا چاہیے۔ اس طرح وہ ان احادیث کو کہ جن سے سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنا ثابت ہوتا ہے ان احادیث پر کہ جن سے سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا ثابت ہوتا ہے ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدہ کیا ہے اس موقع پر سلام سے پہلے ہی سجدہ کرنا چاہیے اور جس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ کیا ہے اس موقع پر سلام پھیر کر ہی سجدہ کیا جائے علماء لکھتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول سب سے قوی اور بہتر ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ تمام مواقع پر سلام پھیر کر سجدہ سہو کرنا چاہیے کیونکہ اس کے ثبوت میں بہت زیادہ صحیح احادیث وارد ہیں۔ نیز کہ ابوداؤد، ابن ماجہ اور عبدالرزاق نے ثوبان کی یہ روایت نقل کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں لہٰذا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل متضاد مروی ہے کہ کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ کیا ہے اور کبھی سلام پھیرنے کے بعد۔ تو ایسی صورت میں امام اعظم نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے قول کو بطور دلیل اختیار کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک قول فعل سے قوی ہے جیسا کہ اصول فقہ میں مذکور ہے۔

بَابٌ إِذَا صَلَّى خَمْسًا

باب: جب آدمی پانچ رکعات ادا کرلے

1019 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى، قَالَ حَفْصٌ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا، فَقِيلَ لَهُ: أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: صَلَّيْتَ خَمْسًا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز میں پانچ رکعت پڑھا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی: کیا نماز میں اضافہ کیا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا ہوا ہے؟ راوی نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعت پڑھادی ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد دو مرتبہ سجدۂ سہو کیا۔

چھٹی رکعت ملا کر دو نفل بنانے کا بیان

احناف کے ہاں پانچ رکعت ادا کر لینے کی صورت میں مسئلے کی کچھ تفصیل ہے۔ چنانچہ ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی قعدہ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اسے یاد آ جائے تو اسے چاہیے کہ فوراً بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو پھر نہیں بیٹھ سکتا اور اس کی یہ نماز اگر فرض کی نیت سے پڑھ رہا تھا تو فرض ادا نہیں ہوگا بلکہ نفل ہو جائے گی۔ اور اس کو اختیار ہوگا کہ ایک رکعت کے ساتھ دوسری رکعت اور ملا دے تاکہ یہ رکعت بھی ضائع نہ ہو اور دو رکعتیں یہ بھی نفل ہو جائیں۔ اگر عصر اور فجر میں یہ واقعہ پیش آئے تب بھی دوسری رکعت ملا سکتا ہے اس لیے کہ عصر و فجر کے فرض کے بعد نفل مکروہ ہے اور یہ رکعتیں فرض نہیں رہی بلکہ نفل ہو گئی ہیں پس گویا فرض سے پہلے نفل پڑھی گئی ہیں اور اس میں کچھ کراہت نہیں۔ مغرب کے فرض میں صرف یہی رکعت کافی ہے دوسری رکعت نہ ملائی جائے، ورنہ پانچ رکعتیں ہو جائیں گی اور نفل میں طاق رکعتیں منقول نہیں اور اس صورت میں سجدہ سہو کی ضرورت نہ ہوگی۔ یہ شکل تو قعدہ اخیرہ میں بیٹھے بغیر رکعت کے لیے اٹھ جانے کی تھی۔

اگر کوئی آدمی قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے بقدر بیٹھ کر سلام پھیرنے سے پہلے پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو اگر وہ پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کر چکا ہو تو فوراً بیٹھ جائے اور چونکہ سلام کے ادا کرنے میں جو واجب تھا تاخیر ہو گئی اس لیے سجدہ سہو کر لے اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد یاد آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ اب نہ بیٹھے بلکہ ایک رکعت اور ملا دے تاکہ یہ پانچوں رکعت ضائع نہ ہو اور اگر رکعت نہ ملائے بلکہ پانچویں رکعت کے بعد سلام پھیر دے تب بھی جائز ہے مگر ملا دینا بہتر ہے۔ اس صورت میں اس کی وہ رکعتیں اگر فرض نیت کی تھی تو فرض ادا ہوں گی نفل نہ ہوں گی۔ عصر اور فجر کے فرض میں بھی دوسری رکعت ملا سکتا ہے اس لیے

کہ عصر اور فجر کے فرض کے بعد قصداً نفل پڑھنا مکروہ ہے اور اگر سہواً پڑھ بھی لیا جائے تو کچھ کراہت نہیں۔ اس صورت میں فرض کے بعد رکعتیں پڑھی گئیں ہیں یہ ان موکدہ سنتوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں جو فرض کے بعد ظہر و مغرب اور عشاء کے وقت مسنون ہیں کیونکہ ان سنتوں کا تحریمہ سے ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

1020 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ إِبْرَاهِيمُ: فَلَا أَدْرِي زَادَ أَمْ نَقَصَ - فَلَمَّا سَلَّمَ، قِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَحَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا: صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا، فَثَنَى رِجْلَهُ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَسَجَدَ بِهِمْ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَلَمَّا انْفَتَلَ، أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ أَنْبَأْتُكُمْ بِهِ، وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي، وَقَالَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ، فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ لِيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ،

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔ ابراہیم نامی راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کچھ اضافہ کیا یا کمی کی۔ (اس کے بعد روایت کے الفاظ یہ ہیں) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کیا نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم آ گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا ہوا ہے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس، اس طرح نماز ادا کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں موڑا قبلہ کی طرف رخ کیا اور ان لوگوں کو دو مرتبہ سجدہ کروایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف رخ کیا اور ارشاد فرمایا: اگر نماز کے بارے میں کوئی حکم آیا ہوتا تو میں تم لوگوں کو اس کے بارے میں بتا دیتا' لیکن میں انسان ہوں اور اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تم لوگ بھول جاتے ہو جب میں بھول جاؤں' تو تم مجھے یاد کروا دیا کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کو اپنی نماز کے بارے میں شک ہو جائے' تو وہ درست کے بارے میں غور و فکر کرے اور اسی کی بنیاد پر اپنی نماز مکمل کرے اور پھر جب وہ سلام پھیرے تو دو مرتبہ سجدہ کر لے۔

1021 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، بِهَذَا قَالَ: فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ تَحَوَّلَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حُصَيْنٌ، نَحْوَ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

1020- اسناده صحيح. منصور: هو ابن المعتمر، وجرير: هو ابن عبد الحميد. واخرجه البخاري (401) و (6671)، ومسلم (572)، وابن ماجه (1211) و (1212)، والنسائي في "الكبرى" (585) و (1164) و (1165) و (1166) و (1167) و (1168) من طريق منصور بن المعتمر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (3602)، و"صحيح ابن حبان" (2656) و (2662). وانظر ما قبله.

"جب کوئی شخص بھول جائے' تو وہ دو سجدے کر لے"۔

پھر آپ ﷺ مڑے اور دو مرتبہ سجدہ کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حصین نامی راوی نے یہ روایت اعمش کی مانند نقل کی ہے۔

1022 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، اَخْبَرَنَا جَرِيرٌ. ح وحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَهٰذَا حَدِيثُ يُوسُفَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا. فَلَمَّا انْفَتَلَ تَوَشْوَشَ الْقَوْمُ بَيْنَهُمْ. فَقَالَ: مَا شَأْنُكُمْ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. هَلْ زِيدَ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ: لَا. قَالُوْا: فَإِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا. فَانْفَتَلَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ. ثُمَّ قَالَ: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ

❀❀ علقمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں پانچ رکعت پڑھا دیں جب آپ ﷺ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو لوگوں نے آپس میں سرگوشیوں میں بات چیت شروع کر دی۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارا کیا معاملہ ہے لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی نہیں' تو لوگوں نے عرض کی: آپ ﷺ نے ہمیں پانچ رکعت نماز پڑھائی ہے' تو نبی اکرم ﷺ مڑے آپ ﷺ نے دو مرتبہ سجدہ کیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایک بشر ہوں میں اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تم لوگ بھول جاتے ہو۔

1023 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ، اَنَّ سُوَيْدَ بْنَ قَيْسٍ، اَخْبَرَهُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمًا فَسَلَّمَ، وَقَدْ بَقِيَتْ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةٌ. فَاَدْرَكَهُ رَجُلٌ. فَقَالَ: نَسِيتَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً. فَرَجَعَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلَاةَ. فَصَلّٰى لِلنَّاسِ رَكْعَةً. فَاَخْبَرْتُ بِذٰلِكَ النَّاسَ. فَقَالُوْا لِي: اَتَعْرِفُ الرَّجُلَ؟ قُلْتُ: لَا. اِلَّا اَنْ اَرَاهُ. فَمَرَّ بِي. فَقُلْتُ: هٰذَا هُوَ. فَقَالُوْا: هٰذَا طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ

❀❀ حضرت معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی اور سلام پھیر دیا حالانکہ ایک رکعت باقی رہ گئی تھی ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ ﷺ نماز کی ایک رکعت بھول گئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ واپس مسجد تشریف لے آئے آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے نماز کے لیے اقامت کی تو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو ایک رکعت پڑھائی۔

راوی کہتے ہیں: میں نے لوگوں کو اس بارے میں بتایا تو لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟ (جس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ گزارش کی تھی) میں نے جواب دیا: جی نہیں البتہ اگر میں اسے دیکھوں گا' تو پہچان لوں گا وہ صاحب میرے پاس سے گزرے تو میں نے کہا: یہ وہ صاحب ہیں' تو لوگوں نے کہا: یہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ہے۔

بَابٌ إِذَا شَكَّ فِي الثِّنْتَيْنِ وَالثَّلَاثِ مَنْ قَالَ يُلْقِي الشَّكَّ

باب: جب آدمی کو دو یا تین رکعت ادا کرنے کے بارے میں شک ہو جائے' تو جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ شک کو ایک طرف کر دے

1024 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُلْقِ الشَّكَّ، وَلْيَبْنِ عَلَى الْيَقِينِ، فَإِذَا اسْتَيْقَنَ التَّمَامَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، فَإِنْ كَانَتْ صَلَاتُهُ تَامَّةً كَانَتِ الرَّكْعَةُ نَافِلَةً وَالسَّجْدَتَانِ، وَإِنْ كَانَتْ نَاقِصَةً كَانَتِ الرَّكْعَةُ تَمَامًا لِصَلَاتِهِ، وَكَانَتِ السَّجْدَتَانِ مُرْغِمَتَيِ الشَّيْطَانِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ أَبِي خَالِدٍ أَشْبَعُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کو اپنی نماز کے بارے میں شک ہو جائے' تو وہ شک کو ایک طرف رکھ دے اور یقین پر بنیاد قائم کرے جب اسے (نماز کے) مکمل ہونے کا یقین ہو جائے' تو دو مرتبہ سجدہ کر لے اگر اس کی نماز مکمل تھی' تو ایک رکعت اور دو سجدے نفل ہو جائیں گے اگر اس کی نماز نامکمل تھی' تو وہ ایک رکعت اس کی نماز کو مکمل کر دے گی اور دو سجدے شیطان کی رسوائی کا باعث ہوں گے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہشام ابن سعد اور محمد بن مطرف نے زید کے حوالے سے عطاء کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے' تاہم ابو خالد سے نقل کردہ روایت بھرپور ہے۔

1025 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّى سَجْدَتَيِ السَّهْوِ: الْمُرْغِمَتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہو کے دو سجدوں کو (شیطان) کو رسوا کرنے والے کا نام دیا ہے۔

1026 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

1025- اسناده ضعيف لضعف عبدالله بن كيسان - وهو المروزي - وقد سبر ابن عدي حديثه عن عكرمة عن ابن عباس فوجدها غير محفوظة. واخرجه ابن خزيمة (1063)، وابن حبان (2655) و (2689)، والطبراني في "الكبير" (12550)، وابن عدي في "الكامل" 1547/4، والحاكم 261/1 و 324 من طريق الفضل بن موسى، بهذا الاسناد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا. فَلْيُصَلِّ رَكْعَةً، وَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيمِ. فَإِنْ كَانَتِ الرَّكْعَةُ الَّتِي صَلَّى خَامِسَةً شَفَعَهَا بِهَاتَيْنِ، وَإِنْ كَانَتْ رَابِعَةً. فَالسَّجْدَتَانِ تَرْغِيمٌ لِلشَّيْطَانِ.

⊛⊛ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کو اپنی نماز کے بارے میں شک ہوجائے اور اسے یہ پتہ نہ چلے کہ اس نے کتنی نماز ادا کی ہے تین رکعت یا چار رکعت؟ تو اسے ایک رکعت مزید ادا کرنی چاہئے اور سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھنے کے دوران دو سجدے کرنے چاہئیں اگر وہ رکعت جو اس نے ادا کی ہے وہ پانچویں ہوگی' تو ان دو سجدوں کے ہمراہ مل جائے گی اور اگر وہ چوتھی ہوگی' تو یہ سجدے شیطان کی رسوائی کا باعث ہوں گے''۔

1027 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِإِسْنَادِ مَالِكٍ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَإِنِ اسْتَيْقَنَ أَنْ قَدْ صَلَّى ثَلَاثًا فَلْيَقُمْ فَلْيُتِمَّ رَكْعَةً بِسُجُودِهَا، ثُمَّ يَجْلِسُ فَيَتَشَهَّدُ. فَإِذَا فَرَغَ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ يُسَلِّمَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ. ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَى مَالِكٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مَالِكٍ، وَحَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَدَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، وَهِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، إِلَّا أَنَّ هِشَامًا بَلَغَ بِهِ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب کسی شخص کو اپنی نماز کے بارے میں شک ہوجائے' تو اگر اسے یہ یقین ہے کہ اس نے تین رکعت ادا کرلی ہیں' تو وہ ایک رکعت ادا کر کے سجدوں کے ہمراہ ادا کر لے پھر وہ بیٹھ کر تشہد پڑھے جب وہ فارغ ہو اور صرف سلام پھیرنا باقی رہ جائے' تو بیٹھنے کے دوران وہ دو مرتبہ سجدہ کرے اور پھر سلام پھیرے''۔

اس کے بعد راوی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ہشام تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

شک کی صورت میں کم پر بناء کرنے میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو نماز میں ہوا اور تجھے اس بارے میں شک ہوجائے کہ رکعتیں تین ہوئیں یا چار مگر ظن غالب یہ ہو کہ چار ہوئیں تو تشہد پڑھ اور دو سجدے کر بیٹھے بیٹھے سلام سے پہلے اور (سلام کے بعد) پھر تشہد پڑھ اور سلام پھیر۔ ابوداود نے کہا عبدالواحد نے یہ حدیث بواسطہ خصیف موقوفا روایت کی ہے اور سفیان، شریک اور اسرائیل نے عبدالواحد کی موافقت کی ہے اور متن حدیث میں اختلاف کیا ہے اور اس کو مسند نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت عطاء ابن یسار حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی درمیان نماز شک میں مبتلا ہو جائے اور اسے یاد نہ رہے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا شک دور کرے اور جس عدد پر اسے یقین ہو اس پر بناء کرے (یعنی کسی ایک عدد کا تعین کر کے نماز پوری کر لے) اور پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کر لے۔ اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھی ہوں گی تو یہ پانچ رکعتیں ان دو سجدوں کے ذریعے اس کی نماز کو جفت کر دیں گی اور اگر اس نے پوری چار رکعتیں پڑھی ہوں گی تو یہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت کا سبب بنیں گے مسلم اور مالک نے اس روایت کو عطاء سے بطریق ارسال نقل کیا ہے نیز امام مالک کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نمازی ان دونوں سجدوں کے ذریعے پانچ رکعتوں کو جفت کر دے گا۔ (مشکوۃ المصابیح)

صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے درمیان نماز وہ شک وشبہ میں مبتلا ہو گیا یعنی اسے یاد نہیں رہا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو اسے چاہیے کہ وہ کمتر عدد کا تعین کرے اور اسی کا گمان غالب کر کے نماز پڑھ لے مثلاً اسے یہ شبہ ہو کہ نہ معلوم میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو اس صورت میں اس تین رکعتوں کا تعین کر کے نماز پوری کرنی چاہیے اور پھر آخری قعدے میں التحیات پڑھنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے دائیں طرف سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنا چاہئے۔ صحیح البخاری کی روایت میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کرنے کی قید نہیں ہے چنانچہ اسی وجہ سے ائمہ کے ہاں اس بات پر اختلاف ہے کہ سجدے سلام پھیرنے سے پہلے کر۔نے چاہئے یا سلام پھیرنے کے بعد۔ اس مسئلے کی تفصیل ہم آئندہ کسی حدیث کے فائدہ کے ضمن میں بیان کریں گے۔

حدیث میں سہو کے دونوں سجدوں کا فائدہ بھی بتایا گیا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی آدمی نے مذکورہ صورت میں تین رکعت کا تعین کر کے ایک رکعت اور پڑھ لی حالانکہ حقیقت میں وہ چار رکعتیں پہلے پڑھ چکا تھا اس طرح اس کی پانچ رکعتیں ہو گئی تو پانچ رکعتیں ان دونوں سجدوں کی وجہ سے اس کی نماز کو شفع (جفت کر دیں گی کیونکہ وہ دونوں سجدے ایک رکعت کے حکم میں ہیں یعنی یہ پانچ رکعتیں ان دونوں سجدوں سے مل کر چھ رکعت کے حکم میں ہو جائیں گی اور اگر اس نے حقیقت میں تین ہی رکعتیں پڑھی ہیں اور سہو کی صورت میں اس نے تین ہی کا تعین کر کے ایک رکعت اور پڑھی اور اس کی چار رکعتیں پوری ہو گئیں تو اس کے وہ دونوں سجدے شیطان کی ذلت کا سبب بن جائیں گے۔ یعنی اس صورت میں جب کہ اس آدمی نے چار ہی رکعتیں پڑھی ہیں تو دونوں سجدوں کی ضرورت نہیں تھی کہ وہ نماز کو جفت کر دیں جیسا کہ پہلی صورت (پانچ رکعتیں پڑھنے کی صورت) میں ان دونوں سجدوں کی ضرورت تھی لیکن ان دونوں سجدوں کو جو بظاہر زائد معلوم ہوتے ہیں یہ فائدہ ہوا کہ ان سے شیطان کی ذلت و ناکامی ہوئی۔ کیونکہ شیطان کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ نمازی کو شک وشبہ میں مبتلا کر کے اسے عبادت سے باز رکھے حالانکہ نمازی نے اس کے برعکس دو سجدے اور کر کے عبادت چھوڑنے کی بجائے اس میں زیادتی کی جو یقینی بات ہے کہ شیطان کی ناکامی و نامرادی کا باعث ہے۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شک کی صورت میں اقل (کمتر) کو اختیار کرنا چاہئے تحری (غالب گمان) پر عمل نہ کیا جائے چنانچہ جمہور ائمہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

امام ترمذی کا قول یہ ہے کہ اہل علم میں سے بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ شک کی صورت میں نماز کا اعادہ کرنا چاہیے یعنی اگر کسی کو درمیان نماز میں رکعتوں کی تعداد کے بارے میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ نماز کو از سر نو پڑھے۔

اس مسئلے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو نماز میں شک ہو جائے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو اگر اس آدمی کی عادت شک کرنے کی نہ ہو تو اسے چاہیے کہ پھر نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر اس کو شک ہونے کی عادت ہو تو اپنے غالب گمان پر عمل کرے یعنی جتنی رکعتیں اس کو غالب گمان سے یاد پڑیں تو اسی قدر رکعتیں سمجھے کہ پڑھ چکا ہے اور اگر غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو کمتر عدد کو اختیار کرے مثلاً کسی کو ظہر کی نماز میں شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور غالب گمان کسی طرف نہ ہو تو اسے کو چاہیے کہ تین رکعتیں شمار کرے اور ایک رکعت اور پڑھ کر نماز پوری کر لے پھر سجدہ سہو کر لے۔

اتنی بات سمجھ لینی چاہیے کہ غالب گمان پر عمل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں غالب گمان کو اختیار کرنے کی اصل موجود ہے جیسا کہ اگر کوئی آدمی کسی ایسی جگہ نماز پڑھنا چاہے جہاں سے قبلے کی سمت معلوم نہ ہو سکے تو اس کے لیے حکم ہے کہ وہ جس سمت کے بارے میں غالب گمان رکھے کہ ادھر قبلہ ہے اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے اس کی نماز ہو جائے گی۔ غالب گمان کو اختیار کرنے کے سلسلے میں احادیث بھی مروی ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک واقع ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ صحیح رائے قائم کر کے (یعنی کسی ایک پہلو پر غالب گمان کر کے) نماز پوری کر لے اس حدیث کو شمنی نے بھی شرح نقایہ میں نقل کیا ہے نیز جامع الاصول میں بھی نسائی سے ایک حدیث تحری (غالب گمان) پر عمل کرنے کے صحیح ہونے کے بارے میں منقول ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موطا میں تحری کی احادیث کے سلسلے میں یہ کہتے ہوئے کہ تحری کے سلسلے میں بہت آثار وارد ہیں بڑی اچھی بات یہ کہی ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے یعنی تحری کو قابل قبول نہ قرار دیا جائے تو شک اور سہو سے نجات ملنی بڑی مشکل ہوگی اور پھر شک وشبہ کی صورت میں اعادہ بڑی پریشانی کا باعث بن جائے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر مسئلہ مذکورہ کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس موقع پر حاصل کلام یہ ہے کہ اس مسئلہ کے سلسلہ میں تین احادیث منقول ہیں۔ پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں جب بھی کسی کو شک واقع ہو جائے تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے دوسری حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ جب کسی کو نماز میں شک واقع ہو جائے تو اسے چاہئے کہ صحیح بات کو حاصل کرنے کے لئے تحری کرے۔ یعنی غالب گمان پر عمل کرے۔ تیسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب نماز میں شک واقع ہو تو یقین پر عمل کرنا چاہیے یعنی جس پہلو پر یقین ہو اسی پر عمل کیا جائے

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں حدیثوں کو اپنے مسلک میں جمع کر دیا ہے اس طرح کہ انہوں نے پہلی حدیث کو تو مرتبہ شک واقع ہونے کی صورت پر محمول کیا ہے، دوسری حدیث کو کسی ایک پہلو پر غالب گمان ہونے کی صورت پر محمول کیا ہے اور تیسری حدیث کو کسی بھی پہلو پر غالب گمان نہ ہونے کی صورت پر محمول کیا ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: يُتِمُّ عَلَى أَكْبَرِ ظَنِّهِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ اپنے غالب گمان کے مطابق نماز مکمل کرے

1028 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كُنْتَ فِي صَلَاةٍ فَشَكَكْتَ فِي ثَلَاثٍ، أَوْ أَرْبَعٍ، وَأَكْبَرُ ظَنِّكَ عَلَى أَرْبَعٍ تَشَهَّدْتَ، ثُمَّ سَجَدْتَ سَجْدَتَيْنِ وَأَنْتَ جَالِسٌ، قَبْلَ أَنْ تُسَلِّمَ، ثُمَّ تَشَهَّدْتَ أَيْضًا، ثُمَّ تُسَلِّمُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنْ خُصَيْفٍ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَوَافَقَ عَبْدَ الْوَاحِدِ، أَيْضًا سُفْيَانُ، وَشَرِيكٌ، وَإِسْرَائِيلُ، وَاخْتَلَفُوا فِي الْكَلَامِ فِي مَتْنِ الْحَدِيثِ وَلَمْ يُسْنِدُوهُ

❀❀ ابوعبیدہ بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تم نماز ادا کر رہے ہو اور تمہیں تین یا چار رکعت کے بارے میں شک ہو جائے اور تمہارا غالب گمان ہو کہ چار رکعت ادا کر لی ہیں' تو تم تشہد پڑھ لو اور دو مرتبہ سجدہ کر لو جبکہ تم بیٹھے ہوئے ہو ایسا سلام پھیرنے سے پہلے کرو پھر تم تشہد پڑھو اور سلام پھیرو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالواحد نے خصیف کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے انہوں نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

سفیان، شریک اور اسرائیل نے اس بارے میں عبدالواحد کی موافقت کی ہے انہوں نے حدیث کے متن کے بارے میں اختلاف کیا ہے' البتہ انہوں نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

1029 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا عِيَاضٌ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِلَالِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَمْ يَدْرِ زَادَ أَمْ نَقَصَ، فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَإِذَا أَتَاهُ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ: إِنَّكَ

1029- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة عياض - وهو ابن هلال الانصاری- وقد اختلف في اسمه، فقيل: هلال بن عياض، وقيل: عياض بن هلال، وقيل: عياض بن ابی زهير، قال محمد بن يحيى الذهلي: الصواب عياض بن هلال. يحيى: هو ابن ابی كثير. واخرج الشطر الاول من الحديث ابن ماجه (1204)، والترمذی (398)، والنسائي في "الكبرى" (590) من طريق هشام الدستوائی، والنسائی (591) من طريق شيبان بن عبد الرحمن النحوی، كلاهما عن يحيى بن ابی كثير به. وقال الترمذی: حديث حسن. واخرجه النسائی (592) و (593) من طريق الاوزاعی، عن يحيى، عن عياض ابن ابی زهير، عن ابی سعيد الخدری. فسماه عياض بن ابی زهير. واخرجه ايضاً (594) من طريق عكرمة بن عمار، عن يحيى، عن هلال بن عياض، عن ابی سعيد. فسماه هلال بن عياض. واخرج الشطر الثانی منه ابو يعلى (1241)، وابن خزيمة (29)، وابن حبان (2665)، والحاكم /1341 من طريق هشام الدستوائی، به

قَدْ أَحْدَثْتَ، فَلْيَقُلْ: كَذَبْتَ، إِلَّا مَا وَجَدَ رِيحًا بِأَنْفِهِ، أَوْ صَوْتًا بِأُذُنِهِ، وَهٰذَا لَفْظُ حَدِيثِ أَبَانَ،
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وقَالَ مَعْمَرٌ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ: عِيَاضُ بْنُ هِلَالٍ، وقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: عِيَاضُ بْنُ أَبِي زُهَيْرٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"جب کوئی شخص نماز ادا کرے اور اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے زیادہ ادا کی ہے یا کم؟ تو اسے بیٹھنے کے دوران دو دفعہ سجدہ کرنا چاہئے جب شیطان کسی شخص کے پاس آ کر یہ کہے: تم بے وضو ہو گئے ہو تو آدمی کو یہ کہنا چاہئے: تم جھوٹ بول رہے ہو البتہ آدمی اپنی ناک کے ذریعے بو محسوس کرے یا کان کے ذریعے (ہوا خارج ہونے کی) آواز سنے تو حکم مختلف ہے"۔
روایت کے یہ الفاظ ابان کے نقل کردہ ہیں۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم ایک راوی کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔

1030 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَهُ الشَّيْطَانُ فَلَبَّسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلّٰى، فَإِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ،
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، وَمَعْمَرٌ، وَاللَّيْثُ،
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"جب کوئی شخص کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتا ہے اور اسے بھلا دیتا ہے یہاں تک کہ اسے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی نماز ادا کی ہے؟ جب کوئی شخص اس طرح کی صورت حال پائے تو اسے (تشہد میں) بیٹھنے کے دوران دو سجدے ادا کرنے چاہئیں"۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن عیینہ، معمر اور لیث نے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

1031 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ زَادَ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيمِ،
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن شہاب زہری کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔
"سلام پھیرنے سے پہلے جب وہ بیٹھا ہو"۔

1032 - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيُّ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن شہاب زہری کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اسے سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرنے چاہئیں اور پھر سلام پھیرنا چاہئے''۔

بَابُ مَنْ قَالَ بَعْدَ التَّسْلِيمِ

باب: جولوگ اس بات کے قائل ہیں: (سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہوگا)

1033 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسَافِعٍ، أَنَّ مُصْعَبَ بْنَ شَيْبَةَ، أَخْبَرَهُ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جسے اپنی نماز کے بارے میں شک ہو جائے اسے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرنے چاہئیں''۔

امام شافعی کے نزدیک سجدہ سہو سلام سے پہلے کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ ابن بحینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ظہر کی نماز پڑھائی اور پہلی دو رکعتیں پڑھ کر (پہلے قعدے میں بیٹھے بغیر تیسری رکعت کے لیے) کھڑے ہو گئے، دوسرے لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے، یہاں تک کہ جب نماز پڑھ چکے اور (آخری قعدے میں) لوگ سلام پھیرنے کے منتظر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے اور اس کے بعد سلام پھیرا۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں اس حدیث کے مطابق سجدہ سہو سلام پھیرنے سے پہلے ہی کیا جاتا ہے لیکن دوسری روایتوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کیا ہے نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ثابت ہوا ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کیا کرتے تھے لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

بَابُ مَنْ قَامَ مِنْ ثِنْتَيْنِ وَلَمْ يَتَشَهَّدْ

باب: جو آدمی دو رکعت کے بعد کھڑا ہو جائے اور تشہد نہ پڑھے

1034 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ، أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ وَانْتَظَرْنَا التَّسْلِيمَ كَبَّرَ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، ثُمَّ سَلَّمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے دو رکعت کے بعد کھڑے ہوگئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگ بھی کھڑے ہوگئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کا انتظار کر رہے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھنے کے دوران تکبیر کہی اور دو مرتبہ سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا۔

1035 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا اَبِي، وَبَقِيَّةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِمَعْنَى اِسْنَادِهِ وَحَدِيثِهِ، زَادَ: وَكَانَ مِنَّا الْمُتَشَهِّدُ فِي قِيَامِهِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ سَجَدَهُمَا ابْنُ الزُّبَيْرِ، قَامَ مِنْ ثِنْتَيْنِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، وَهُوَ قَوْلُ الزُّهْرِيِّ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''ہم میں سے بعض لوگ قیام کی حالت میں ہی تشہد پڑھ رہے تھے (یعنی انہوں نے تیسری رکعت میں تشہد کے کلمات پڑھے)''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح دو سجدے کیے تھے' جب وہ دو رکعت پڑھنے کے بعد کھڑے ہوگئے تھے۔ انہوں نے سلام پھیرنے سے پہلے (سجدے کیے تھے)

ابن شہاب زہری بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَنْ نَسِيَ اَنْ يَّتَشَهَّدَ وَهُوَ جَالِسٌ

باب: جو آدمی بھول جائے کہ اس نے تشہد پڑھنا تھا' اور وہ اس وقت بیٹھا ہوا ہو

1036 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُبَيْلٍ الْاَحْمَسِيُّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، فَاِنْ ذَكَرَ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَوِيَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ، فَاِنِ اسْتَوَى قَائِمًا فَلَا يَجْلِسْ، وَيَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ فِي كِتَابِي عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيثُ

⊛⊛ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب امام دو رکعت کے بعد (بیٹھنے کی بجائے) کھڑا ہو جائے' تو اگر اس کے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آ جائے' تو اسے بیٹھ جانا چاہئے اور اگر وہ سیدھا کھڑا ہو چکا ہو' تو وہ نہ بیٹھے بلکہ (نماز کے آخر میں) دو مرتبہ سجدہ سہو کر لے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میری اس کتاب میں جابر جعفی کے حوالے سے صرف یہی ایک روایت منقول ہے۔

1037 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، اَخْبَرَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ

زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَنَهَضَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، قُلْنَا: سُبْحَانَ اللهِ، قَالَ: سُبْحَانَ اللهِ وَمَضَى، فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ، سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَصْنَعُ كَمَا صَنَعْتُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، وَرَفَعَهُ. وَرَوَاهُ أَبُو عُمَيْسٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، مِثْلَ حَدِيثِ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو عُمَيْسٍ أَخُو الْمَسْعُودِيِّ، وَفَعَلَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمُغِيرَةُ، وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، وَالضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ، وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، أَفْتَى بِذَلِكَ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا فِيمَنْ قَامَ مِنْ ثِنْتَيْنِ، ثُمَّ سَجَدُوا بَعْدَ مَا سَلَّمُوا

زیاد بن علاقہ بیان کرتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی وہ دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے ہم نے سبحان اللہ کہا تو انہوں نے بھی سبحان اللہ کہا اور نماز جاری رکھی جب انہوں نے نماز مکمل کر لی اور سلام پھیر دیا' تو انہوں نے دو مرتبہ سجدہ سہو ادا کیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے' تو انہوں نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی کرتے دیکھا ہے' جو میں نے کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس راوی نے اسے مرفوع حدیث کے حوالے سے نقل کیا ہے' جبکہ ابوعمیس نامی راوی نے ثابت بن حمید کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی' یہ روایت زیاد بن علاقہ کی نقل کردہ روایت کی مانند ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوعمیس نامی راوی مسعودی کا بھائی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے (اس طرح کی صورتحال میں) اسی طرح کیا تھا' جس طرح حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بھی (اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حکم ان لوگوں کے لیے ہے' جو دو رکعت پڑھنے کے بعد کھڑے ہو جائیں (اور تشہد میں نہ بیٹھیں) وہ سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کریں گے۔

1038 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَالرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَشُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، بِمَعْنَى الْإِسْنَادِ، أَنَّ ابْنَ عَيَّاشٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدٍ الْكَلَاعِيِّ، عَنْ زُهَيْرٍ يَعْنِي ابْنَ سَالِمٍ الْعَنْسِيَّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، قَالَ عَمْرٌو: وَحْدَهُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ، وَلَمْ يَذْكُرْ عَنْ أَبِيهِ، غَيْرُ عَمْرٍو۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر سہو کی وجہ سے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کیے جائیں گے''۔

عمرو کے علاوہ اور کسی نے یہ بات نقل نہیں کی کہ راوی نے اپنے والد سے یہ روایت نقل کی ہے۔

بَابُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فِيهِمَا تَشَهُّدٌ وَتَسْلِيمٌ

باب: سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنے اور سلام پھیرنے کا بیان

1039 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي أَشْعَثُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْحَذَّاءَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فَسَهَا، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ تَشَهَّدَ، ثُمَّ سَلَّمَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کو سہو ہو گیا' تو آپ ﷺ نے دو مرتبہ سجدہ کیا پھر آپ ﷺ نے تشہد پڑھا پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔

بَابُ انْصِرَافِ النِّسَاءِ قَبْلَ الرِّجَالِ مِنَ الصَّلَاةِ

باب: نماز کے بعد خواتین کا مردوں سے پہلے ہی اُٹھ کر واپس چلے جانا

1040 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ مَكَثَ قَلِيلًا، وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ ذٰلِكَ، كَيْمَا يَنْفُذُ النِّسَاءُ قَبْلَ الرِّجَالِ

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سلام پھیر لیتے تھے' تو آپ ﷺ کچھ دیر تک ٹھہرے رہتے تھے۔ لوگ یہ سمجھتے تھے: آپ ﷺ ایسا اس لیے کرتے تھے تاکہ مردوں سے پہلے خواتین واپس چلی جائیں۔

بَابُ كَيْفَ الِانْصِرَافُ مِنَ الصَّلَاةِ

باب: نماز کے بعد کس طرح اٹھا جائے گا

1041 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، رَجُلٍ مِنْ طَيِّئٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ شِقَّيْهِ

حضرت ہلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ (نماز کے بعد) نبی اکرم ﷺ

دونوں طرف سے (دائیں طرف سے بھی اور بائیں طرف سے بھی) اٹھ جایا کرتے تھے۔

1042 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ نَصِيبًا لِلشَّيْطَانِ مِنْ صَلَاتِهِ، أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَكْثَرُ مَا يَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِهِ. قَالَ عُمَارَةُ: أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ بَعْدُ، فَرَأَيْتُ مَنَازِلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَسَارِهِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی بھی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مخصوص نہ کرے یعنی وہ اس بات کا قائل نہ ہو کہ صرف دائیں طرف سے ہی اٹھا جاسکتا ہے کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر بائیں طرف سے اٹھتے دیکھا ہے۔

عمارہ نامی راوی کہتے ہیں: بعد میں جب میں مدینہ منورہ آیا تو میں نے دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رہائشی گھر (یعنی امہات المومنین کے حجرے) بائیں طرف ہی تھے۔

بَابُ صَلَاةِ الرَّجُلِ التَّطَوُّعَ فِي بَيْتِهِ

باب: آدمی کا اپنے گھر میں نفل نماز ادا کرنا

1043 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنی نماز کا کچھ حصہ گھروں کے لیے بھی رکھو اور ان (گھروں) کو قبرستان نہ بناؤ''۔

1044 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي مَسْجِدِي هَذَا، إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی کا اپنے گھر میں نماز ادا کرنا میری اس مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے البتہ فرض نماز کا حکم مختلف ہے''۔

بَابُ مَنْ صَلَّى لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ ثُمَّ عَلِمَ

باب: جو آدمی قبلہ کی بجائے کسی اور طرف رُخ کر کے نماز ادا کر رہا ہو پھر اسے (قبلہ کی صحیح سمت کے بارے میں) پتہ چل جائے

1045 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، وَحُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ كَانُوا يُصَلُّونَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: (فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ) (البقرة: 144). فَمَرَّ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سَلَمَةَ، فَنَادَاهُمْ وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ: أَلَا إِنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ حُوِّلَتْ إِلَى الْكَعْبَةِ، مَرَّتَيْنِ، فَمَالُوا كَمَا هُمْ رُكُوعٌ إِلَى الْكَعْبَةِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کیا کرتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تو تم اپنا چہرہ مسجد حرام کی سمت پھیر لو' تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو''۔

بنو سلمہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا گزر (کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا) اس نے بلند آواز میں ان لوگوں کو کہا' جبکہ وہ لوگ اس وقت بیت المقدس کی طرف فجر کی نماز ادا کرتے ہوئے رکوع کی حالت میں تھے (اس شخص نے کہا:)

''خبردار قبلہ کو کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا ہے'' (یعنی کعبہ کو قبلہ قرار دے دیا گیا ہے) اس نے دو مرتبہ یہ بات کہی' راوی کہتے ہیں: تو لوگ رکوع کی حالت میں ہی گھوم کر خانہ کعبہ کی طرف ہو گئے۔

تَفْرِيعُ أَبْوَابِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے احکام سے متعلق ابواب

لفظ جمعہ کی وجہ تسمیہ اور معنی ومفہوم کا بیان

امام احمد بن حنبل متوفی ۲٤۱ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، پھر دوسری بار آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، پھر آپ نے تیسری یا چوتھی بار میں فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم (کی تخلیق) کو جمع کیا گیا، اس دن جو مسلمان بھی وضو کر کے مسجد میں جائے، پھر اس وقت تک خاموش بیٹھا رہے حتیٰ کہ امام اپنی نماز پڑھ لے تو یہ عمل اس جمعہ اور اس کے بعد کے جمعہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے بہ شرطیکہ اس نے خون ریزی سے اجتناب کیا ہو۔ (مسند احمد ج ۵ ص ٤٤۰ طبع قدیم، مسند احمد ج ۳۹ ص ۱۳۳، رقم الحدیث: ۲۳۷۲۹ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱٦٦٦٥ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٦۰۸۹)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦۸ لکھتے ہیں:

ابو سلمہ نے کہا: پہلے جمعہ کے دن کو العروبۃ کہا جاتا تھا اور سب سے پہلے جس نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا وہ کعب بن لوی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے انصار نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

امام ابن سیرین نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے اور جمعہ کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا، انہوں نے کہا: یہود کا بھی ایک دن ہے جس میں وہ عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ہر سات دنوں میں ان کا ایک مقدس دن ہے اور وہ السبت (سنیچر) ہے اور نصاریٰ کے لئے بھی اس کی مثل ایک دن ہے اور وہ اتوار کا دن ہے، پس آؤ! ہم بھی ہفتہ میں ایک دن معین کریں جس میں ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس دن خصوصی نماز پڑھیں، پھر انہوں نے کہا: یہود نے سنیچر (ہفتہ) کا دن معین کیا ہے اور نصاریٰ نے اتوار کو دن معین کیا ہے، پھر ہم یوم العروبۃ کا دن معین کرتے ہیں، پھر وہ سب حضرت اسعد بن زرارۃ (ابو امامہ) رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ ہر بالغ پر نماز جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان)

حضرت ابو الجعد الضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سستی کی وجہ سے تین بار جمعہ کو ترک کر دیا، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۵۲ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۵۰۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۱۲۵)

صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۷۸۶، المستدرک ج ۱ ص ۲۸۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۷۲، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۴)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر جماعت کے کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہے، ماسوا چار کے: غلام، عورت، بچہ یا بیمار (ھدایہ میں ہے کہ مسافر اور نابینا پر بھی جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔)

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۶۷)

حضرات ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے (یعنی ثابت ہے) اور یہ کہ وہ مسواک کرے اور اگر میسر ہو تو خوشبو لگائے۔ الحدیث

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۸۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۴۱ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۷ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۹)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل کیا تو فبہا (یہ اچھا کام ہے) اور عمدہ ہے اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۹۷ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۴ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح غسل کیا، پھر نماز کے لئے گیا تو گویا اس نے ایک اونٹ صدقہ کیا اور دوسری ساعت میں گیا تو گویا اس نے ایک گائے صدقہ کی اور جو تیسری ساعت میں گیا، اس نے گویا سینگھوں والا مینڈھا صدقہ کیا اور جو چوتھی ساعت میں گیا اس نے گویا مرغی صدقہ کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا اس نے انڈا صدقہ کیا، پس جب امام نکل آئے تو فرشتے خطبہ سننے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۸۱ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۱ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۹۹ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۸۹)

حضرت السائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہی معمول تھا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کر دیا (اقامت کے اعتبار سے تیسری اذان فرمایا ہے۔)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۱۲ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۵۱۶ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۸۷ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۴۹۴)

حضرت السائب بن زیدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر بیٹھ جاتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں بھی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۸۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے، آپ منبر پر بیٹھ جاتے اور جب مؤذن اذان سے فارغ ہوتا تو آپ کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیتے، پھر بیٹھ جاتے اور کوئی بات نہیں کرتے تھے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتے تھے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۹۲)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ایام میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن سب بے ہوش ہوں

گے، سوتم اس دن مجھ پر زیادہ درود وسلام پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود وسلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے کھانے کو حرام کر دیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۴۷، سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳۷۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۸۵، ۱۶۳۶)

لفظ جمعہ میم کے ساکن کے ساتھ اور جمعہ میم کے فتح کے ساتھ ہر دو طرح سے بولا گیا ہے۔

قال فی الفتح قد اختلف فی تسمیة الیوم بالجمعة مع الاتفاق علی انه کان لیسمی فی الجاھلیة والعروبة بفتح العین وضم الراء وبالوحدة الخ یعنی جمعہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عہد جاہلیت میں اس کو یوم عروبہ کہا کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس دن مخلوق کی خلقت تکمیل کو پہنچی اس لیے اسے جمعہ کہا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تخلیق آدم کی تکمیل اسی دن ہوئی اس وجہ سے اسے جمعہ کہا گیا۔ ابن حمید میں سند صحیح سے مروی ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ کے ساتھ انصار نے جمع ہو کر نماز ادا کی اور حضرت اسعد بن زرارہ نے ان کو وعظ فرمایا پس اس کا نام انہوں نے جمعہ رکھ دیا کیوں کہ وہ سب اس میں جمع ہوئے یہ بھی ہے کہ کعب بن لوی اس دن اپنی قوم کو حرم شریف میں جمع کر کے ان کو وعظ کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اس حرم سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ یوم عروبہ کا نام سب سے پہلے یوم جمعہ کعب بن لوی ہی نے رکھا۔ یہ دن بڑی فضیلت رکھتا ہے اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں جو نیک دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی روش کے مطابق نماز جمعہ کی فرضیت کے لیے آیت قرآنی سے استدلال فرمایا جمعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کو آنے کی اجازت ہو تاکہ نام کے معنی کا ثبوت ہو۔ (بدائع الصنائع فصل شرائط الجمعہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

جمعہ پڑھنے والوں کو جمعہ کا دن

(ایسی دلہن کو جس کو اسکے حجلہ عروسی میں خراماں خراماں لے جایا جائے) کی طرح اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہوگا۔ یہ دن ان حضرات کیلئے روشن ہوگا جس کی روشنی میں یہ چلیں گے ان جمعہ پڑھنے والوں کے رنگ پہاڑی برف کی طرح سفید ہوں گے۔

جمعۃ المبارک کو دنوں کا سردار کہا جاتا ہے۔ اس مبارک دن کو اللہ جل مجدہ، نے خصوصی شان سے نوازا ہے مگر اس زمانہ میں اس کے قدردان بہت ہی کم رہ گئے ہیں۔ ابو طالب مکی فرماتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری میں دیکھا جاتا تھا کہ سحری اور فجر کے بعد لوگوں سے راستے بھرے ہوتے تھے۔ لوگ دیے لیکر چلتے تھے اور عید کے دنوں کی طرح رش کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ صورت حال ختم ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو اسلام میں شروع ہوئی وہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں سویرے سویرے نہ پہنچنے کی ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کیا ہوگیا؟ مسلمان! یہودیوں اور عیسائیوں سے حیا کیوں نہیں کرتے وہ تو اپنے گرجا گھروں کی طرف صبح سویرے پہنچ جاتے ہیں۔ ہفتہ کے دن یا ہفتہ کو اور دنیا کے طلبگار بازاروں میں خرید وفروخت اور منافع کیلئے سویرے سویرے

پہنچ جاتے ہیں۔ یہ آخرت کے طالب ان سے آگے کیوں نہیں بڑھتے۔فخر دو عالم خاتم الانبیاء سرورِ دو عالم ﷺ کا فرمان مقدس جمعۃ المبارک کی شان کو چار چاند لگا رہا ہے۔کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں چوبیس گھڑیاں ہیں۔ان میں کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی مگر اللہ جل شانہ، کی طرف سے اس میں چھ لاکھ مسلمان دوزخ سے آزاد کردیئے جاتے ہیں۔بعض راویوں نے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں ان سب پر دوزخ واجب ہو چکی تھی۔(مسند ابویعلی باسنادہ)

دوسری جگہ فرمان حبیب کبریا ﷺ ہے: جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور ان سب سے بڑا دن ہے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے دن اور عید الفطر کے دن سے بھی بڑا دن ہے۔اس میں پانچ خصوصیات ہیں۔

1.اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

2.اسی میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا۔

3.اسی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وفات دی۔

4.اسی میں ایک گھڑی ایسی ہے جب بھی کوئی بندہ اس میں اللہ سے سوال کرتا ہے اللہ اس کو عطا کرتے ہیں جب تک کہ وہ اس میں حرام چیز کا سوال نہ کرے۔

5.اسی میں قیامت قائم ہوگی۔کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی آسمان اور کوئی زمین اور کوئی ہوا اور کوئی پہاڑ اور کوئی دریا و سمندر ایسا نہیں ہے مگر یہ سارے جمعہ کے دن سے محبت کرتے ہیں۔(مسند احمد ابن ماجہ باسناد حسن)

قیامت کے دن جمعہ کی نماز پڑھنے والوں کی شان بھی ملاحظہ ہو کہ رب ذوالجلال کے ہاں کس قدر رفعت وشان اور انعامات حاصل کریں گے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری محبوب مصطفیٰ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں روز قیامت تمام دنوں کو ان کی اپنی اصلی حالت پر پیش کیا جائیگا جبکہ جمعۃ المبارک کو چمکتا دمکتا ہوا پیش کیا جائے گا۔

یہ دن ان حضرات کیلئے روشن ہوگا اور اس کی روشنی میں یہ چلیں گے ان جمعہ پڑھنے والوں کے رنگ پہاڑی برف کی طرح سفید ہونگے۔ان کی خوشبو مشک (کستوری) کی طرح ہوگی۔یہ کافور کے پہاڑ پر آپس میں باتیں کرتے ہونگے۔ان کی طرف جنات اور انسان دیکھتے ہونگے جب تک یہ جمعہ والے جنت میں داخل نہیں ہونگے ان پر رشک کی نگاہ کو نہیں پھیریں گے۔ان کے ساتھ کوئی نہیں بیٹھ سکے گا سوائے ان اذان دینے والوں کے جو صرف اللہ کی رضا کیلئے اذان دیتے تھے۔(ابن خزیمہ بسند حسن)

نماز جمعہ کیلئے تیاری کرنا،غسل کرنا،ناخن کاٹنا،زیر ناف بال کاٹنا،مسواک کرنا،سرمہ لگانا،خوشبو لگانا،نئے یا صاف ستھرے کپڑے پہننا۔سب سے پہلے اور جلدی جامع مسجد جانا مستحب ہے اور ایک ہفتہ کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔

آیئے شاہکار کائنات،فخر موجودات جناب رسالت مآب ﷺ کے مبارک فرمان کو سنتے اور دیکھتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سرور دو عالم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں۔جو شخص جمعہ کے دن غسل کرتا ہے اور اپنی توفیق کے مطابق پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور تیل لگاتا ہے اور اپنے گھر میں موجود خوشبو لگاتا ہے پھر گھر سے نکلتا ہے تو کسی بھی قسم

کے دو شخصوں میں علیحدگی نہیں ڈالتا، پھر جو اس کیلئے ضروری قرار دیا گیا ہے سنت موکدہ نماز کو ادا کرتا ہے پھر جب امام خطبہ شروع کرتا ہے تو یہ خاموش ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس جمعہ سے لیکر اگلے جمعہ تک کے صغیرہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ (بخاری شریف)

لفظ جمعہ جو ہفتہ کے ایک دن کا نام ہے فصیح زبان و لغت کے اعتبار سے جیم اور میم دونوں کے پیش کے ساتھ ہے لیکن جیم کے پیش اور میم کے سکون کے ساتھ بھی مستعمل ہوا ہے۔

اس دن کو جمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمع اور پوری کی گئی تھی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس دن کو جمعے کا نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بہشت سے دنیا میں اتارے گئے تو اسی دن زمین پر وہ حضرت حوا کے ساتھ جمع ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ علماء نے اور بھی وجہ تسمیہ بیان کئے ہیں چنانچہ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس دن چونکہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں اس لیے اسے یوم الجمعہ کہا جاتا ہے۔

جمعہ اسلامی نام ہے زمانہ جاہلیت میں اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔ لیکن بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ عروبہ بہت قدیم نام تھا مگر زمانہ جاہلیت میں یہ نام بدل گیا تھا اور اس دن کو جمعہ کہا جانے لگا تھا۔

جمعہ کا روز نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی ایک امتیازی اور شرف و فضیلت کا دن مانا جاتا تھا مگر اسلام نے اس دن کو اس کی حقیقی عظمت و فضیلت کے پیش نظر بہت ہی زیادہ باعظمت و بافضیلت دن قرار دیا۔

گذشتہ صفحات میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نماز سے زیادہ اور کوئی عبادت پسند نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بندوں پر اللہ جل شانہ کی طرف سے جو بے انتہا نعمتوں کی بارش ہوتی ہے اور جن کا سلسلہ انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک ہے۔ بلکہ پیدائش سے قبل اور موت کے بعد بھی انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہمکنار رہتا ہے۔ اس کے ادائے شکر کے لئے ہر دن میں پانچ وقت نماز مقرر کی اور جمعے کے دن چونکہ تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں بندوں پر نازل ہوتی ہیں۔ اس لئے اس دن ایک خاص نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ جماعت کے باب میں جماعت کی حکمتیں اور اس کے فائدے بیان کئے جا چکے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ جماعت میں جتنی زیادہ کثرت ہوگی اور مسلمان جتنی بڑی تعداد میں نماز کے لیے جمع ہوں گے اسی قدر ان فوائد کا زیادہ ظہور ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے۔ جب کہ محلوں کے مسلمان اور اس مقام کے اکثر لوگ ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں چونکہ ہر روز پانچوں وقت اس قدر اجتماع لوگوں کی پریشانی و تکلیف کے پیش نظر ممکن نہیں ہوتا اس لیے شریعت نے ہفتے میں ایک دن ایسا مقرر فرما دیا جس میں مختلف محلوں اور گاؤں کے مسلمان آپس میں ایک جگہ جمع ہو کر اس عبادت کو ادا کریں اور چونکہ جمعے کا دن تمام دنوں میں سے افضل و اشرف تھا لہٰذا یہ تخصیص اسی دن کے لیے کی گئی۔

اگلی امتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس دن عبادت کا حکم فرمایا تھا مگر انہوں نے اپنے تمرد و سرکشی اور اپنی بدنصیبی کی بناء پر اس میں اختلاف کیا اور ان کی اس سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس عظیم سعادت سے محروم رہے اور یہ فضیلت و سعادت بھی اسی امت مرحومہ کے حصے میں پڑی ہے۔ یہود نے سنیچر کا دن مقرر کر لیا اس خیال سے کہ اس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تھا۔ عیسائیوں نے اتوار کا دن مقرر کیا۔ اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش کا ہے۔

چنانچہ اب تک یہ دونوں فرقے ان دنوں میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، اپنے تمام کام کاج چھوڑ کر اس دن چرچ اور عبادت گاہوں میں ضرور جاتے ہیں۔ عیسائی حکومتوں میں اتوار کے دن اسی سبب سے تمام دفاتر و تعلیم گاہوں میں تعطیل ہوتی ہے۔ بعض مسلم حکومتوں کی یہ مرعوبیت اور بدنصیبی ہے کہ وہ بھی عیسائی حکومتوں کے اس خالص مذہبی طرز عمل کو بدل نہ سکیں اور اپنے ملکوں میں بجائے جمعہ کے اتوار کے دن عام تعطیل کرنے پر مجبور ہیں۔

آیا اذان اول پر جمعہ کی سعی واجب ہے یا اذان ثانی پر؟

اس آیت میں فرمایا ہے: جب جمعہ کے دن (نماز) جمعہ کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ اس آیت میں یہ الفاظ ہیں: ''فاسعوا الی ذکر اللہ'' یعنی تم اللہ کے ذکر (خطبہ) کی طرف سعی کرو۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ٤٥٠ھ لکھتے ہیں: سعی کی تفسیر میں چار قول ہیں: (۱) دل سے نیت کرنا (۲) نماز جمعہ کی تیاری کرنا یعنی غسل کرنا (۳) اذان کی آواز پر لبیک کہنا (٤) بغیر بھاگے ہوئے نماز کی طرف پیدل چل کر جانا۔ اور ''ذکر اللہ'' کی تفسیر میں تین قول ہیں: (۱) خطبہ میں امام کی نصیحت (۲) نماز کا قوت (۳) نماز۔

اور فرمایا: خرید و فروخت کو چھوڑ دو، یعنی نماز کے وقت خرید و فروخت سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا، ایک قول یہ ہے کہ یہ ممانعت زوال کے وقت سے لے کر نماز سے فراغت تک ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خطبہ کی اذان سے لے کر نماز سے فراغت تک ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ پہلی اذان بدعت ہے، اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا تھا تا کہ لوگ خطبہ سننے کے لئے پہلے سے تیار ہو جائیں، کیونکہ مدینہ بہت وسیع ہو چکا تھا، اس پہلی اذان کے بعد خطبہ سے پہلے خرید و فروخت حرام نہیں ہے۔ (النکت والعیون ج ٦ ص ١٠-٩، دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں: زیادہ صحیح یہ ہے کہ پہلی اذان کے ساتھ جمعہ کی طرف سعی کرنا واجب ہے، اگر چہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوئی ہے۔

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں: ''شرح المنیۃ'' میں مذکور ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس اذان پر سعی واجب ہے جو منبر کے سامنے دی جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہی اذان اول تھی، حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اذان ثانی شروع کی، جب لوگ زیادہ ہو گئے تو مقام زوراء پر یہ اذان دی جاتی تھی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وقت کے اعتبار سے یہی اذان اول ہے جو کہ زوال کے بعد منارہ پر دی جاتی تھی۔ (الدر المختار ورد المحتار ج ٣ ص ٣٥، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ١٤١٩ھ)

بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کی فضیلت

1046 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

اِبْرَاهِيْمَ. عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيْهِ اُهْبِطَ، وَفِيْهِ تِيْبَ عَلَيْهِ، وَفِيْهِ مَاتَ، وَفِيْهِ تَقُوْمُ السَّاعَةُ، وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا وَهِيَ مُسِيْخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، مِنْ حِيْنَ تُصْبِحُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ، اِلَّا الْجِنَّ وَالْاِنْسَ، وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّيْ يَسْاَلُ اللّٰهَ حَاجَةً، اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهَا. قَالَ كَعْبٌ: ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ. فَقُلْتُ: بَلْ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ، قَالَ: فَقَرَاَ كَعْبٌ التَّوْرَاةَ، فَقَالَ: صَدَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: ثُمَّ لَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ، فَحَدَّثْتُهُ بِمَجْلِسِيْ مَعَ كَعْبٍ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: قَدْ عَلِمْتُ اَيَّةَ سَاعَةٍ هِيَ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَقُلْتُ لَهُ: فَاَخْبِرْنِيْ بِهَا. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَقُلْتُ: كَيْفَ هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّيْ، وَتِلْكَ السَّاعَةُ لَا يُصَلِّيْ فِيْهَا، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: اَلَمْ يَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِيْ صَلَاةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ. قَالَ: فَقُلْتُ: بَلٰى. قَالَ: هُوَ ذَاكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس دن میں بھی سورج طلوع ہوتا ہے ان میں سے' سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے اسی دن میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن انہیں زمین پر اتارا گیا۔ اسی دن میں ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی دن میں ان کا انتقال ہوا۔ اسی دن میں قیامت قائم ہوگی۔ جمعہ کے دن صبح صادق سے لے کر سورج نکلنے تک ہر جانور قیامت کے خوف کی وجہ سے پریشان رہتا ہے صرف جنات اور انسانوں کا معاملہ مختلف ہے۔ اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اگر مسلمان بندہ اس وقت نماز ادا کر رہا ہو' تو وہ اللہ سے جو بھی چیز مانگے گا' تو وہ (چیز) اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دے گا''۔

اس پر کعب نامی راوی نے کہا: یہ گھڑی سال میں صرف ایک دن میں ہوتی ہے میں نے کہا: جی نہیں! بلکہ یہ ہر جمعہ میں ہوتی ہے۔ راوی کہتے ہیں: کعب نے تورات پڑھی تو بولے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے کعب کے ساتھ اپنی ملاقات کے بارے میں انہیں بتایا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھے پتہ ہے کہ وہ کون سی گھڑی ہوتی ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے بتایئے کہ وہ کون سی گھڑی ہوتی ہے' تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہوتی ہے میں نے کہا: یہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی کیسے ہو سکتی ہے' جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''اس وقت میں جو بھی مسلمان بندہ نماز ادا کر رہا ہو''۔

(جمعہ کے دن کی جو آخری گھڑی ہے) اس میں' تو کوئی نماز ادا نہیں کی جاتی' تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد نہیں فرمائی ہے۔

''جو شخص نماز کی حالت میں بیٹھا ہوا ہو' تو وہ نماز میں شمار ہوتا ہے' جب تک وہ اسے ادا نہیں کر لیتا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے جواب دیا: جی ہاں' تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہی (مراد) ہے۔

1047 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيْهِ قُبِضَ، وَفِيْهِ النَّفْخَةُ، وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ، فَاَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ - يَقُوْلُوْنَ: بَلِيْتَ ؟ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمہارے دنوں میں سب سے زیادہ فضیلت والا جمعہ کا دن ہے اسی دن میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کا انتقال ہوا اسی دن میں پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا اسی دن میں دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ تم لوگ اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ ﷺ کے سامنے کیسے پیش کیا جائے گا' جبکہ (آپ ﷺ کا جسم مبارک) بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔

(یہاں راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کے لیے انبیاء کے جسموں کو (کھانا) حرام قرار دیا ہے''۔

بَابُ الْاِجَابَةِ اَيَّةُ سَاعَةٍ هِيَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن میں وہ کون سی گھڑی ہے' جس میں دعا قبول ہوتی ہے

1048 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، اَنَّ الْجُلَاحَ، مَوْلٰى عَبْدِ الْعَزِيْزِ، حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَهُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: يَوْمُ الْجُمُعَةِ ثِنْتَا عَشْرَةَ - يُرِيْدُ - سَاعَةً، لَا يُوْجَدُ مُسْلِمٌ يَسْاَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا، اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَالْتَمِسُوْهَا آخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جمعہ کے دن میں بارہ گھڑیاں ہیں' (ان میں ایک گھڑی ایسی ہے) جو بھی مسلمان اللہ تعالیٰ سے جو بھی چیز مانگتا ہے' تو

اللہ اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے۔تم اس (مخصوص گھڑی کو) عصر کے بعد کی آخری گھڑی میں تلاش کرو"۔

1049 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِیْ مَخْرَمَةُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَاْنِ الْجُمُعَةِ - يَعْنِي السَّاعَةَ ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: هِيَ مَا بَيْنَ اَنْ يَّجْلِسَ الْاِمَامُ، اِلٰى اَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: يَعْنِيْ عَلَى الْمِنْبَرِ

ابو بردہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے یہ دریافت کیا: کیا تم نے اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کو جمعہ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے ان کی مراد یہ تھی کہ جمعہ کے دن کی مخصوص گھڑی کے بارے میں (کوئی حدیث بیان کرتے سنا ہے) میں نے جواب دیا: جی ہاں میں نے انہیں یہ بیان کرتے سنا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا۔

"یہ گھڑی امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز ختم ہونے تک کے درمیانی وقت میں ہوتی ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد یہ ہے کہ امام منبر پر بیٹھے۔

جمعہ کے دن میں قبولیت کی ساعت ہونے کا بیان

اس بارے میں پینتیس اقوال منقول ہیں: (۱) جمعے کے روز فجر کی نماز کے لئے مؤذن کے اذان دینے کا وقت۔ (۲) فجر کے طلوع ہونے سے آفتاب کے طلوع ہونے تک کا وقت۔ (۳) عصر سے آفتاب غروب ہونے تک کا وقت۔ (٤) خطبے کے بعد امام کے منبر سے اترنے سے تکبیر تحریمہ کہنے جانے تک کا وقت۔ (٥) آفتاب نکلنے کے بعد فوراً بعد کی ساعت۔ (٦) طلوع آفتاب کا وقت۔ (۷) ایک پہر باقی دن کی آخری ساعت۔ (۸) زوال شروع ہونے سے آدھا سایہ ہو جانے تک کا وقت۔ (۹) زوال شروع ہونے سے ایک ہاتھ سایہ آ جانے تک کا وقت۔ (۱۰) ایک بالشت آفتاب ڈھلنے کے بعد سے ایک ہاتھ آفتاب ڈھل جانے تک کا وقت۔

(۱۱) عین زوال کا وقت۔ (۱۲) جمعے کی نماز کے لئے مؤذن جب اذان کہے وہ وقت۔ (۱۳) زوال شروع ہونے سے نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک کا وقت۔ (١٤) زوال شروع ہونے سے امام کے نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک کا قت۔ (۱۵) زوال آفتاب تک کا وقت۔ (۱٦) خطبے کے لئے امام کے منبر پر چڑھنے سے نماز جمعہ شروع ہونے تک کا وقت۔ (۱۷) امام کے نماز جمعہ سے فارغ ہونے تک کا وقت۔ (۱۸) خطبے کے لئے امام کا منبر پر چڑھنے اور ادائیگی نماز کے درمیان کا وقت۔ (۱۹) اذان سے ادائیگی نماز کے درمیان کا وقت۔ (۲۰) امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز پوری ہو جانے تک کا وقت۔

(۲۱) خرید و فروخت کے حرام ہونے اور ان کے حلال ہونے کے درمیان کا وقت یعنی اذان کے وقت سے نماز جمعہ ختم ہو جانے تک۔ (۲۲) اذان کے قریب کا وقت۔ (۲۳) امام کے خطبہ شروع کرنے اور خطبہ ختم کرنے تک کا وقت۔ (۲٤) خطبے کے

لیے امام کے منبر پر چڑھنے اور خطبہ شروع کرنے کا درمیانی وقت۔ (۲۵) دونوں خطبوں کے درمیان امام کے منبر سے اترنے کا وقت۔ (۲۶) نماز کے لئے تکبیر شروع ہونے سے امام کے مصلے پر کھڑے ہونے تک کا وقت۔ (۲۷) خطبہ سے فراغت کے بعد امام کے منبر سے اترنے کا وقت۔ (۲۸) تکبیر شروع ہونے سے اختتام نماز تک کا وقت۔ (۲۹) جمعہ کی نماز سے فراغت کے فوراً بعد کا وقت۔ (۳۰) عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت۔ (۳۱) نماز عصر کے درمیان کا وقت۔ (۳۲) عصر کی نماز سے (غروب آفتاب سے پہلے) نماز کا آخری وقت مستحب رہنے تک کا وقت۔ (۳۳) مطلقاً نماز عصر کے بعد کا وقت۔ (۳۴) نماز عصر کے بعد کی آخری ساعت۔ (۳۵) اور وہ وقت جب کہ آفتاب ڈوبنے لگے۔

منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت فاطمہ الزہرا اور تمام اہل بیت نبوت رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے خادموں کو متعین کرتے تھے کہ وہ ہر جمعے کے روز آخری گھڑی کا خیال رکھیں اور اس وقت سب کو یاد دلائیں تا کہ وہ سب اس گھڑی میں پروردگار کی عبادت، اس کے فکر اور اس سے دعا مانگنے میں مشغول ہو جائیں۔ یہاں جو حدیث نقل کی گئی ہے اس کے متعلق بلقینی سے پوچھا گیا کہ خطبے کے وقت دعا کیونکر مانگی جائے کیونکہ یہ حکم ہے کہ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت خاموشی اختیار کی جائے۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ" دعا کے لئے تلفظ شرط نہیں ہے بلکہ اپنے مقصود و مطلوب کا دل میں دھیان رکھنا کافی ہے یعنی دعا کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ دعا کے الفاظ زبان سے ادا کئے جائیں بلکہ یہ بھی کافی ہے کہ دل ہی دل میں دعا مانگ لی جائے اس طرح مقصود بھی حاصل ہو جائے گا اور خطبے کے وقت خاموش رہنے کے شرعی حکم کے خلاف بھی نہیں ہوگا۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ" یہ بات مجھے معلوم ہوئی ہے کہ جمعے کی شب میں بھی مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کی فضیلت

1050 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ، اِلَى الْجُمُعَةِ، وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے پھر وہ جمعہ کی نماز کے لیے آئے غور سے اور خاموشی سے (خطبہ سنے)
تو اس شخص کے اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک کے' اور مزید تین دنوں تک کے (گناہوں کی) مغفرت ہو جاتی ہے
اور جو شخص (امام کے خطبہ کے دوران) کنکریوں سے کھیلتا ہے وہ لغو حرکت کا مرتکب ہوتا ہے''۔

1050- اسنادہ صحیح. ابو صالح: ھو ذکوان السمان، والاعمش: ھو سلیمان بن مھران، وابو معاویۃ: ھو محمد بن خازم الضریر، ومسدد: ھو ابن مسرھد. واخرجہ مسلم (857)، وابن ماجہ (1090)، والترمذی (504) من طریق ابی معاویۃ، بھذا الاسناد. واخرجہ بنحوہ مسلم (857) من طریق سھیل بن ابی صالح، عن ابیہ، عن ابی ھریرۃ. وفیہ: "من اغتسل" بدل: "من توضا"، ولم یذکر مس الحصی، وزاد: "فصلی ما قدر لہ ثم انصت...." وھو فی "مسند احمد" (9484)، و"صحیح ابن حبان" (1231). وانظر ما سلف عند المصنف برقم (343).

1051 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، اَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ، عَنْ مَوْلَى امْرَاَتِهِ أُمِّ عُثْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ يَقُولُ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، غَدَتِ الشَّيَاطِينُ بِرَايَاتِهَا إِلَى الْاَسْوَاقِ، فَيَرْمُونَ النَّاسَ بِالتَّرَابِيثِ، أَوِ الرَّبَائِثِ، وَيُثَبِّطُونَهُمْ عَنِ الْجُمُعَةِ، وَتَغْدُو الْمَلَائِكَةُ فَيَجْلِسُونَ عَلَى اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَيَكْتُبُونَ الرَّجُلَ مِنْ سَاعَةٍ، وَالرَّجُلَ مِنْ سَاعَتَيْنِ، حَتّٰى يَخْرُجَ الْإِمَامُ، فَإِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ مَجْلِسًا يَسْتَمْكِنُ فِيهِ مِنَ الْاِسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ، فَاَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنْ اَجْرٍ، فَإِنْ نَأَى وَجَلَسَ حَيْثُ لَا يَسْمَعُ فَاَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ لَهُ كِفْلٌ مِنْ اَجْرٍ، وَإِنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَسْتَمْكِنُ فِيهِ مِنَ الْاِسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ فَلَغَا، وَلَمْ يُنْصِتْ كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنْ وِزْرٍ، وَمَنْ قَالَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِصَاحِبِهِ: صَهٍ، فَقَدْ لَغَا، وَمَنْ لَغَا فَلَيْسَ لَهُ فِي جُمُعَتِهِ تِلْكَ شَيْءٌ، ثُمَّ يَقُولُ فِي آخِرِ ذٰلِكَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذٰلِكَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ جَابِرٍ، قَالَ: بِالرَّبَائِثِ، وَقَالَ: مَوْلَى امْرَاَتِهِ أُمِّ عُثْمَانَ بْنِ عَطَاءٍ

عطاء خراسانی اپنی اہلیہ اُمّ عثمان کے غلام کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر پر یہ بیان کرتے سنا۔

''جب جمعہ کا دن آتا ہے' تو شیاطین اپنے جھنڈے لے کر بازار کا رخ کرتے ہیں اور لوگوں کو مختلف مشاغل میں مصروف کر دیتے ہیں اور جمعہ سے تاخیر کروا دیتے ہیں۔ فرشتے مسجد کے دروازوں کے پاس آ کر بیٹھ جاتے ہیں اور درجہ بدرجہ پہلے آنے والوں کے نام نوٹ کرتے ہیں' پھر دوسری گھڑی میں آنے والوں کے نام نوٹ کرتے ہیں یہاں تک کہ امام آ جاتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی جگہ پر جم کر بیٹھ جائے وہ غور سے اور دیکھ کر (خطبہ سنے) خاموش رہے اس دوران کوئی لغو حرکت نہ کرے تو اسے اجر کے دو حصے ملتے ہیں اور اگر وہ شخص (امام سے) دور ہو اور ایسی جگہ بیٹھا ہو جہاں سے اسے (خطبہ کی آواز) سنائی نہ دے اور وہ خاموش رہے اور کوئی لغو حرکت نہ کرے تو اسے اجر کا ایک حصہ ملتا ہے اور اگر وہ کسی ایسی جگہ پر بیٹھے جہاں وہ (خطبے کے الفاظ) سن سکتا ہو اور (امام کی طرف) دیکھ سکتا ہو' تو اگر وہ لغو حرکت کا مرتکب ہو یا خاموش نہ رہے' تو اسے گناہ کا ایک حصہ ملتا ہے اور جو شخص جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے یہ کہے خاموش رہو' تو اس نے بھی لغو حرکت کی اور جو شخص لغو حرکت کرتا ہے اس کو جمعہ میں سے صرف وہ حرکت ہی ملتی ہے''۔

پھر اس کے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ التَّشْدِيدِ فِيْ تَرْكِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ ترک کرنے کی شدید مذمت

1052 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبِيدَةُ بْنُ سُفْيَانَ الْحَضْرَمِيُّ، عَنْ اَبِي الْجَعْدِ الضَّمْرِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا، طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ

حضرت ابوالجعد ضمری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جمعہ کو کم تر سمجھتے ہوئے تین جمعے چھوڑ دے تو اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے''۔

شرح

حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں راوی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے منبر کی لکڑی (یعنی اس کی سیڑھیوں) پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ نماز جمعہ کو چھوڑنے سے باز رہیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں شمار ہونے لگیں گے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1343)

مطلب یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں میں سے ایک چیز مقرر ہے یا تو نماز جمعہ کو نہ چھوڑنا، یا دلوں پر مہر لگ جانا، اگر لوگ نماز جمعہ نہیں چھوڑیں گے تو ان کے دلوں پر مہر نہ لگے گی اور اگر چھوڑ دیں گے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی جائے گی۔ "دلوں پر مہر لگانا" اس بات سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بدبخت لوگوں کے دلوں کو انتہائی غفلت میں مبتلا کر دے گا اور انہیں نصیحت و بھلائی قبول کرنے سے باز رکھے گا۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ان کے حق میں یہی نکلے گا کہ ایسے لوگ اللہ کے سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔

یایها الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعة۔ (الجمعہ)

اس میں تیرہ مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر ۱:۔ یایها الذین امنوا اذا نودی الصلوٰۃ من یوم الجمعة حضرت عبداللہ بن زبیر اور اعمش وغیرہ نے الجمعۃ میم کو ساکن کرتے ہوئے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں، ان دونوں کی جمع جمعہ اور جمعات آتی ہے۔ فراء نے کہا، الجمعۃ (میم کے سکون کے ساتھ) الجمعۃ (میم کے ضمہ کے ساتھ) اور الجمعہ میم کے فتحہ کے ساتھ یہ یوم کی صفت ہے، یعنی یہ لوگوں کو جمع کرتا ہے جس طرح ضحکۃ اسے کہتے ہیں جو لوگوں کو ہنساتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا، قرآن حکیم تثقیل و تفخیم کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ اسے جمعہ پڑھا کرو یعنی میم مضموم ہے۔ فراء اور ابوعبیدہ نے کہا، تخفیف زیادہ مناسب اور اچھی ہے جس طرح غرفۃ سے غرف، طرفہ سے طرف، حجرہ سے حجر جمع آتی ہے۔ میم کا فتحہ بنی عقیل کی لغت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت ہے۔ حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے جمعہ کا نام دیا گیا ہے کیونکہ اس روز اللہ تعالیٰ

نے حضرت آدم (علیہ السلام) کی تخلیق کو جمع کیا (۱) ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ اس میں ہر شی کی تخلیق سے فارغ ہوا تو اس میں مخلوق جمع ہوگئیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے، اس میں جماعتیں جمع ہوتی ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے، لوگ اس میں نماز کے لئے جمع ہوتے ہیں، من، فی کے معنی میں ہے، یعنی "جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اورنی ماذا خلقوا من الارض (فاطر: ٤) یہاں بھی من فی کے معنی میں ہے۔

مسئلہ نمبر ۲:- ابوسلمہ نے کہا: جس نے سب سے پہلے اما بعد کے الفاظ کہے وہ کعب بن لوی سمجھتا ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے جمعہ کو جمعہ کا نام دیا (۱) یوم جمعہ کو عروبہ کہا جاتا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: سب سے پہلے انصار نے اسے جمعہ کا نام دیا۔ ابن سیرین نے کہا، نبی کریم ﷺ نے مدینہ تشریف لانے سے قبل اور نماز جمعہ کی ادائیگی کا حکم آنے سے قبل جمعہ پڑھا اس کی وجہ یہ بنی کہ انصار نے کہا، یہودیوں کا بھی ایک دن ہے۔ جس میں وہ سب اکٹھے ہوتے ہیں ہر سات دنوں میں ایک دن ہے اور وہ ہفتے کا دن ہے۔ نصاریٰ کے لئے بھی اسی کی مثل ایک دن ہے۔ وہ اتوار ہے۔ آؤ ہم بھی جمع ہوں تا کہ ہم ایک دن مقرر کریں جس میں ہم اللہ کا ذکر کریں اور اس میں نماز پڑھیں یا جس طرح انہوں نے بات کی۔ انہوں نے کہا، ہفتہ کا دن، یہودیوں کے لئے ہے، اتوار انصاری کے لئے ہے، تم وہ دن عروبہ کا معین کرلو۔ سب صحابہ حضرت اسعد بن زرارہ کے ہاں اکٹھے ہوئے حضرت اسعد بن زرارہ جو حضرت ابوامامہ کے والد تھے نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی اور انہیں نصیحت کی جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے اس کا نام یوم الجمعہ رکھ دیا۔ حضرت اسعد بن زراہ نے ان کے لئے ایک بکری ذبح کی۔ انہوں نے رات کا کھانا بھی اسی سے کھایا اور دن کا کھانا بھی اسی سے کھایا۔ اسلام میں یہ پہلا جمعہ تھا۔

میں کہتا ہوں: روایت بیان کی جاتی ہے: وہ کل بارہ افراد تھے جس طرح روایت بیان کی جاتی ہے۔ اس روایت میں یہ بھی آیا ہے، جس صحابی نے سب کو جمع کیا اور انہیں نماز پڑھائی وہ حضرت اسعد بن زرارہ تھے۔ عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک اپنے باپ کعب سے اسی طرح روایت نقل کرتے ہیں جس کا ذکر آنے والا ہے۔ بیہقی نے کہا، ہم نے موسیٰ بن عقبہ سے وہ ابن شہاب زہری سے وہ حضرت مصعب بن عمیر سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر نے سب سے پہلے مسلمانوں کو مدینہ طیبہ میں جمعہ پڑھایا۔ یہ نبی کریم ﷺ کے مدینہ طیبہ آنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ بیہقی نے کہا: یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر نے حضرت اسعد بن زرارہ کی مدد سے انہیں جمع پڑھایا ہے تو حضرت کعب نے اس امر کو حضرت اسعد کی طرف مضاف کیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

بارہ ربیع الاول شریف کو پہلی بار نماز جمعہ پڑھا گیا

ابراہیم بن سعد نے بروایت ابن اسحق بارہ تاریخ ربیع الاول کی بیان کی ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ جمعہ، لاہور)

پہلا جمعہ جو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو پڑھایا اہل سیر اور اہل تاریخ نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہجرت کرتے ہوئے آئے یہاں تک کہ قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں بروز پیر بارہ ربیع الاول چاشت کے وقت جلوہ افروز ہوئے۔ اسی سال سے تاریخ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ ﷺ وہاں جمعرات تک مقیم رہے اور ان کی مسجد کی بنیاد رکھی پھر آپ ﷺ جمعہ کے روز مدینہ طیبہ

کے لئے نکلے تو نماز جمعہ کا وقت بنی سالم بن عوف کے ہاں ان کی وادی میں ہوگیا قوم نے اسی جگہ مسجد بنالی نبی کریم ﷺ نے انہیں جمعہ کی نماز پڑھائی اور انہیں خطبہ دیا۔ یہ وہ پہلا خطبہ ہے جو آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں دیا۔ اس میں فرمایا: ''تمام تر تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، میں اس کی حمد کرتا ہوں، اس سے مدد کا خواستگار ہوں، اس سے بخشش کا طالب ہوں، اس سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں، میں اس پر ایمان لاتا ہوں، میں اس کے ساتھ کفر نہیں کرتا، جو اس کا انکار کرتا ہے میں اس کے ساتھ دشمنی رکھتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہدایات اور دین کے ساتھ نور، موعظہ اور حکمت کے ساتھ بھیجا جبکہ رسولوں کی بعثت میں انقطاع ہو چکا تھا، علم کی کمی تھی، لوگ گمراہ تھے، زمانے میں انقطاع واقع ہو چکا تھا۔

قیامت قریب آچکی ہے اور اجل قریب ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ہدایت پا جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ گمراہ ہو جائے گا، تفریط کا شکار ہوگیا اور گمراہی میں دور چلا جائے گا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ وہ بہترین چیز ہے جس کی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو وصیت کرتا ہے کہ اسے آخرت پر برانگیختہ کرے اور اسے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے اللہ تعالیٰ نے تمہیں جن چیزوں سے محتاط رہنے کا حکم دیا ہے ان سے محتاط رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اس آدمی کے لئے، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اعمال کرتا ہے، سچی مدد ہے ان چیزوں کے لئے جو تم آخرت میں چاہتے ہو، جو آدمی پوشیدہ اور ظاہر حالت میں اپنے اور اپنے رب کے معاملات کو درست کرتا ہے وہ صرف اللہ کی رضا کا طالب ہوتا ہے، دنیا میں یہ اس کے لئے ذکر بن جاتا ہے اور موت کے بعد اس کے لئے ذخیرہ بن جاتا ہے۔ جب انسان اس چیز کا محتاج ہوتا ہے جو اس نے آگے بھیجا۔ جو اس کے علاوہ ہے اس کے بارے میں وہ چاہے گا کاش! اس کے اور اس کے عمل کے درمیان بہت ہی دوری ہو۔ ویحذر کم الله نفسه والله رؤف بالعباد۔ (آل عمران) اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پکڑ سے خبردار کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ شفقت فرمانے والا ہے، اس کا قول سچا ہے اور اس نے اپنا عدہ سچ کر دکھایا ہے۔ اس کی جانب سے کوئی وعدہ خلافی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید۔ (ق) جو آدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سیات بخش دیتا ہے اور اسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اس کی ناراضگی سے بچاتا ہے، اس کی سزا سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی ناراضگی سے بچاتا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ سے تقویٰ چہروں کو روشن کرتا ہے، رب کو راضی کرتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے۔ اپنا حصہ لو اور اللہ تعالیٰ کے حصہ میں کمی نہ کرو اس نے تمہیں اپنی کتاب کی تعلیم دی ہے، تمہارے لئے اپنا راستہ واضح کیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو بھی جان لیں اور جھوٹوں کو بھی جان لے۔ اس طرح اچھے اعمال کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے، اس کے دشمنوں سے دشمنی کرو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے ہی تمہیں چنا ہے اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تا کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔ ولا حول ولا قوۃ العظیم اللہ تعالیٰ کا ذکر

کثرت سے کرو موت کے بعد کے لئے عمل کرو کیونکہ جو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملات کو درست کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملات کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر غالب ہے۔ لوگ اس پر غالب نہیں وہ لوگوں کا مالک ہے، لوگ اس کے مالک نہیں اللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس کے بعد جو پہلا جمعہ کسی دیہات میں پڑھا گیا اسے ''جواثی'' کہتے، یہ بحرین کے دیہاتوں میں سے ایک تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا: سب سے پہلے جس نے اسے جمعہ کا نام دیا وہ کعب بن لوی بن غالب تھا کیونکہ اسی روز قریش کعب کے پاس جمع ہوئے تھے جس طرح یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳:۔ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے لئے مومنین کو خطاب فرمایا ہے، کافروں کو خطاب نہیں فرمایا: مقصد ان کی تکریم اور شرف کا اظہار ہے۔ فرمایا: یایھا الذین امنوا پھر ندا کے ساتھ انہیں خاص کیا اگرچہ واذا نادیتم الی الصلاۃ کے عموم کے تحت یہ داخل ہے تا کہ اس کے وجوب اور فرض کی تاکید پر دلالت کرے۔ بعض علماء نے کہا، نماز جمعہ یہاں اجماع سے معلوم ہو رہی ہے۔ لفظ سے معلوم نہیں ہو رہی (۱) ابن عربی نے کہا، میرے نزدیک یہ ایک نکتہ کی وجہ سے نفس لفظ سے معلوم ہو رہی ہے۔ وہ من یوم الجمعۃ کے الفاظ ہیں یہ سارے فائدہ بھی بہم پہنچاتا ہے کیونکہ وہ ندا جو اس دن کے ساتھ خاص ہے وہ اس نماز کے لئے ہی ندا ہے، باقی ندائیں تو تمام دنوں کے لئے ہیں۔ اگر اس سے مراد جمعہ کی ندا نہ ہو تو اس کی تخصیص اور اضافت کا کوئی معنی اور فائدہ نہ ہوتا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اذان کا حکم سورۃ المائدہ میں گزر چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان اس طرح تھی جس طرح تمام نمازوں کے لئے ہوتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر بیٹھتے تو ایک اذان دی جاتی۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، اور حضرت علی شیر خدا کوفہ میں اسی طرح کرتے تھے۔ جب مدینہ طیبہ میں لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو حضرت عثمان نے اپنے گھر پر تیسری اذان کا اضافہ کیا جو ان کے گھر پر دی جاتی۔ جس گھر کو زوراء کہتے۔ جب لوگ یہ اذان سنتے تو آجاتے یہاں تک کہ جب حضرت عثمان منبر پر بیٹھتے تو موذن اذان کہتا پھر حضرت عثمان خطبہ ارشاد فرماتے، اسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں محمد بن اسحاق سے وہ زہری سے وہ حضرت سائب بن یزید سے روایت نقل کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک موذن ہوتا جب آپ نیچے اترتے تو وہ اقامت کہتا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے دور میں یہی معمول تھا۔ جب حضرت عثمان کا دور آیا اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو بازار میں ایک گھر کے اوپر ایک اذان کا اضافہ کیا جسے زوراء کہتے۔ جب حضرت عثمان باہر آتے تو موذن اذان دیتا اور جب منبر سے نیچے اترتے تو موذن اقامت کہتا۔ امام بخاری نے مختلف طریق سے اس معنی میں روایات نقل کی ہیں (۲) اور بعض روایات میں ہے کہ جمعہ کے روز دوسری اذان کا حکم حضرت عثمان غنی نے دیا جب اہل مسجد کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ جمعہ کے روز اذان اس وقت دی جاتی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ ماوردی نے کہا، جہاں تک پہلی اذان کا تعلق ہے یہ نیا عمل ہے (۳) یہ حضرت عثمان غنی نے شروع کیا تا کہ لوگ خطبہ سننے کے لئے تیار کریں۔ جب مدینہ طیبہ کا علاقہ وسیع ہوگیا تھا اور اس کے مکین زیادہ ہوگئے تھے حضرت عمر نے حکم دیا کہ مسجد کی سمت میں بازار میں اذان دی جائے تا کہ لوگ اپنی تجارت کو چھوڑ دیں۔ جب وہ مسجد میں جمع ہو جائیں تو مسجد میں اذان دی جائے تو حضرت عثمان غنی نے مسجد میں ہی دو اذانیں دینے کا معمول بنا دیا، یہ ابن

عربی کا قول ہے۔ حدیث صحیح میں ہے: رسول اللہ کے زمانہ میں اذان ایک تھی جب حضرت عثمان غنی کا دور آیا تو آپ نے زوراء کے مقام پر تیسری اذان دلوا کر اس کا اضافہ کیا۔ حدیث میں اسے تیسری اذان (۱) کا نام دیا جس طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :بین کل اذانین صلاۃ لمن شاء (۲) یعنی اذان اور اقامت کے درمیان نماز کا وقت ہے جو چاہے اسے پڑھے۔ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ اصلی اذان ہے، پھر انہوں نے تین موذن بنا دیئے۔ یہ وہم ہے پھر انہوں نے ایک وقت میں سب کو جمع کر دیا۔ یہ وہم پر وہم ہے۔ میں نے انہیں مدینۃ السلام میں مینار کی اذان کے بعد امام کے سامنے منبر کے نیچے ایک جماعت کی صورت میں اذان دیتے ہوئے دیکھا جس طرح سابقہ حکومتوں میں ہمارے ہاں بھی ایسا ہی کیا جاتا تھا۔ یہ سب کچھ نیا عمل ہے۔

مسئلہ نمبر ۵۔ فاسعوا الی ذکر اللہ، سعی کے معنی میں یہاں تین قول ہیں۔ (۱) ارادہ کرنا۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اللہ کی قسم یہ قدموں پر سعی نہیں بلکہ دلوں اور نیت کی سعی ہے۔ (۲) مراد عمل ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: و من اراد الاخرۃ و سعی لھا سعیھا وھو مومن (الاسراء:۱۹) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ان سعیکم لشتی۔ (اللیل) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وان لیس للانسان الا ما سعی۔ (النجم) یہ جمہور کا قول ہے۔ زہیر نے کہا: سعی بعدھم قوم لکن یدرکوھم

ان کے بعد ایک قوم نے عمل کیا تا کہ ان کو پالیں۔

نیز یہ بھی کہا: سعی ساعیا غیظ بن مرہ بعد ما تبزل ما بین العشیرۃ بالدم

غیظ بن مرہ نے اچھی کاوش کی جبکہ قبیلہ میں صلح خون ریزی سے ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے عمل پیرا رہو اس کے اسباب غسل، وضو اور اس کی طرف توجہ میں مشغول رہو۔

(۳) مراد پیدل جانا ہے۔ یہ فضیلت ہے شرط نہیں۔ بخاری شریف میں ہے (۳) حضرت ابو عبس بن جبر جو کبار صحابہ میں سے تھے پیدل جمعہ کی نماز کیلئے جاتے تھے۔ کہا: میں نے رسول اللہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار جس کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں اللہ تعالیٰ اسے آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

اس کلام کا ظاہر دوڑنے پر دلالت کرتا ہے۔ ابن عربی نے کہا، اجل صحابہ اور متقدمین فقہاء نے اس کا انکار کیا (۴)۔ حضرت عمر نے یوں قرأت (۱) کی: فامضوا الی ذکر اللہ مقصود یہ بتانا تھا کہ کلام کا ظاہر جس معنی پر دلالت کرتا ہے وہ مراد نہیں۔ حضرت ابن مسعود نے بھی یہ قرأت کی۔ کہا: اگر میں فاسعوا کی قرأت کروں تو میں دوڑوں گا یہاں تک کہ میری چادر گر جائے گی۔ ابن شہاب نے یوں قرأت کی فامضوا الی ذکر اللہ سالکا تلک السبیل یہ سب ان کی جانب سے اس آیت کی تفسیر ہے۔ یہ قرآن منزل کی قرأت نہیں۔ قرآن کی قرأت تفسیر کے ساتھ تفسیر کے محل میں جائز ہے۔ ابو بکر انباری نے کہا: جس نے مصحف کی مخالفت کی وہ حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود کی قرأت اور خرشہ بن حر کے قول سے استدلال کرتا ہے۔ کہا: حضرت عمر نے مجھے دیکھا جبکہ میرے پاس ایک قطعہ تھا اس میں تھا (۲) فاسعوا الی ذکر اللہ حضرت عمر نے مجھے کہا: تجھے کس نے یہ پڑھایا ہے؟ میں نے عرض کی: حضرت ابی نے فرمایا: حضرت ابی ہم میں سے منسوخ کی زیادہ قرأت کرنے والے ہیں۔ پھر حضرت عمر نے پڑھا فامضوا الی ذکر اللہ۔

ادریس، خلف سے وہ ہشیم سے وہ مغیرہ سے وہ ابراہیم سے وہ خرشہ سے اسی طرح روایت نقل کرتے ہیں۔ محمد بن یحییٰ، محمد سے جو ابن سعدان ہے، وہ سفیان بن عیینہ سے وہ زہری سے وہ سالم سے وہ اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں: میں نے ہمیشہ حضرت عمر کو فامضوا الی ذکر الله ہی قرأت کرتے ہوئے سنا ہے۔ ادریس، خلف سے وہ ہشیم سے وہ مغیرہ سے وہ ابراہیم سے روایت نقل کرتے ہیں (۳) کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فامضوا الی ذکر الله قرأت کی ہے کہا، اگر فاسعوا ہوتا تو میں دوڑتا یہاں تک کہ میری چادر گر جاتی۔ ابو بکر نے کہا: ایسا قول کرنے والے کے خلاف اس چیز سے دلیل قائم کی جائے گی کہ امت کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول نے فاسعوا ہی ارشاد فرمایا، جاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا تعلق ہے تو ان سے فامضوا کی روایت صحیح نہیں کیونکہ سند متصل نہیں کیونکہ ابراہیم نخی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے کچھ بھی نہیں سنا۔ حضرت عمر سے فامضوا مروی ہے۔ جب کوئی فرد کسی ایسی روایت میں منفرد ہو جو آیت و اجماع کے خلاف ہو تو اس میں اس فرد کا نسیان ثابت ہوگا۔ عربوں کا اس پر اجماع ہے کہ سعی، جانے کے معنی میں ہے تاہم کوشش کے معنی سے خالی نہیں۔ زہیر نے کہا:

سعی ساعیا غیظ بن مرہ بعد ما تبزل ما بین العشیرہ بالدمہ

یہاں شاعر نے سعی سے مراد کد و کاوش سے امر بجالانا لیا ہے، اس سے مراد قدموں سے دوڑنا اور تیز چلنا نہیں۔ فراء اور ابو عبید نے کہا: آیت میں سعی سے مراد امر بجالانا ہے۔ فراء نے عربوں کے اس قول سے استدلال کیا ہے: یسعی فی البلاد یطلب فضل الله وہ شہروں میں اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے۔ یہ امر محال ہے کہ یہ معنی حضرت ابن مسعود پر مخفی ہو جبکہ آپ بڑے فصیح اور عربی زبان میں بڑے پختہ تھے۔

میں کہتا ہوں: جو امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں مراد دوڑنا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تاتوھا تسعون ولکن السکینۃ (۱) جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ اس کے لئے آؤ جبکہ تمہارے اوپر سکون و وقار ہو۔ حرت حسن بصری نے کہا، خبردار اللہ کی قسم! یہ قدموں پر دوڑنا نہیں بلکہ انہیں منع کیا گیا ہے کہ وہ نماز کے لئے آئیں مگر اس صورت میں کہ ان پر سکون و وقار ہو بلکہ یہاں مراد ہے کہ وہ دل کی حاضری، خلوص نیت اور خشوع کے ساتھ آئیں۔ قتادہ نے کہا، سعی یہ ہے کہ تو اپنے دل اور علم کے ساتھ سعی کرے۔ یہ بہت اچھا قول ہے۔ کیونکہ یہ تینوں اقوال کو جامع ہے۔ جمعہ کے روز غسل، خوشبو لگانے اور لباس سے آراستہ ہونے کے بارے میں کئی احادیث آئی ہیں جو کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

مسئلہ نمبر ۶۔ یایھا الذین امنوا اس امر پر اجماع ہے کہ یہاں خطاب صرف عاقل، بالغ مومنوں کو ہے، اس خطاب سے مریض، اپاہج، مسافر، غلام اور عورتیں خارج ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک نابینا اور ایسا بوڑھا جو راہنما کے بغیر نہ چل سکتا ہو وہ بھی اس سے خارج ہو۔ ابو زبیر نے حضرت جابر سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو آدمی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اس پر جمعہ کے روز جمعہ کی نماز لازم ہے مگر جو مریض ہو، مسافر ہو، عورت ہو، بچہ ہو یا غلام ہو جو آدمی لہو ولعب کی وجہ سے یا تجارت کی وجہ سے اس سے مستغنی ہوا اللہ تعالیٰ اس سے غنی ہے۔ وہ ہی حمد کے لائق ہے'' (۲)۔ اسے دارقطنی

نے نقل کیا ہے۔

ہمارے علماء نے فرمایا: جس پر جمعہ ادا کرنا لازم ہے وہ جمعہ ادا کرنے سے پیچھے نہ رہے مگر ایسے عذر کی صورت میں جس کی موجودگی میں اس کے لئے بجالانا ممکن نہ ہو جس طرح ایسا مرض جو اسے روک دے، مرض کے بڑھنے کا خوف، سلطان کے ظلم کا خوف خواہ مال میں ہو یا بدن میں ہاں حق لینے کا مسئلہ ہو تو صورت الگ ہے، موسلا دھار بارش، ساتھ کیچڑ بھی ہو یہ عذر شمار ہوگا جبکہ بارش ختم نہ ہو۔ امام مالک نے اسے عذر شمار نہیں کیا، یہ مہدوی نے بیان کیا۔ جو آدمی کسی قریبی رشتہ دار کی تیاری داری وجہ سے جمعہ ادا نہیں کرتا جس کی موت کا وقت قریب ہو اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو اس کے امور بجالائے تو یہ امید کی جاتی ہے کہ اس کے لئے اس میں گنجائش موجود ہے۔ حضرت ابن عمر نے ایسا ہی کیا۔ جو آدمی عذر عذر کے بغیر نماز جمعہ میں شامل نہ ہوا اس نے امام سے قبل نماز پڑھ لی تو وہ نماز کا اعادہ کرے۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ اس سے پہلے نماز پڑھے جب نماز جمعہ میں شامل ہو سکتا تھا تو وہ اس میں شامل نہ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۷۔ اذا نودی للصلوٰۃ جمعہ کا وجوب اس آدمی کے لئے خاص ہے جو اذان کو سنتا ہے۔ جہاں تک اس آدمی کا تعلق ہے جو دور ہے جو اذان کو نہیں سنتا تو وہ اس خطاب کے تحت داخل نہیں ہوگا جو آدمی کی نماز کے لئے آتا ہے وہ قریب رہتا ہے یا دور رہتا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس سے مروی ہے: جمعہ اس پر واجب ہوگا جو شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہو۔ ربیعہ نے کہا: جو چار میل کے فاصلہ پر ہو۔ امام مالک اور لیث نے کہا، تین میل کے فاصلہ پر ہو، امام شافعی نے کہا: اذان سننے کا اعتبار ہوگا جبکہ موذن کی آواز بلند ہو اور آوازیں پرسکون ہوں، ہوا ساکن ہو اور موذن شہر کی دیوار پر کھڑا ہو۔ صحیح میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ لوگ اپنے گھروں اور قریبی دیہاتوں سے باری باری آتے وہ گرد و غبار میں آتے ان کے جسموں پر غبار لگ جاتا تو ان سے بو پیدا کرتا (۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کاش! تم اس دن کے لئے غسل کرتے۔“ ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ آواز جب خوب بلند ہو، لوگ سکون میں ہوں تو آواز تین میل تک پہنچتی ہے۔ مدینہ طیبہ کے قریبی دیہات کم سے کم تین میل کے فاصلہ پر ہوتے تھے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق نے کہا: جس نے جمعہ کی آدان سنی اس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔ دار قطنی نے عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انما الجمعة علی من سمع النداء (۲) جو اذان سنے اس پر جمعہ کی نماز فرض ہے۔

امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کہتے ہیں: جو آدمی شہر میں ہے وہ اذان کی آواز سنے یا نہ سنے اس پر جمعہ کی نماز واجب ہے اور جو آدمی شہر سے باہر ہے اگرچہ اذان کی آواز سنے اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں یہاں تک کہ آپ سے سوال کیا گیا: کیا اہل زبارہ پر جمعہ واجب ہے زبارہ اور کوفہ کے درمیان ایک دریا حائل تھا؟ فرمایا: نہیں۔ ربیعہ سے یہ بھی مروی ہے، جو آدمی اذان کی آواز سنے اور پیدل گھر سے نکلے تو وہ نماز کو پالے تو اس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔ زہری سے یہ مروی ہے کہ جمعہ کی نماز اس پر واجب ہے جو اذان کو سنے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ یہ اس امر پر دلیل ہے کہ جمعہ اذان سے ہی

واجب ہوتا ہے اور اذان وقت کے داخل ہونے سے ہو سکتی ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: اذا حضرت الصلوٰۃ
فاذنا ثم اقیما ولیؤمکما اکبرکما (۳) جب نماز کا وقت ہو تو تم دونوں میں سے ایک اذان کہے پھر ایک اقامت کہے پھر تم
میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔ حضور ﷺ نے یہ ارشاد حضرت مالک بن حویرث اور اس کے ساتھی سے فرمایا تھا۔ بخاری
شریف میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب سورج ڈھل جاتا تو آپ ﷺ نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ (۴)
ابوبکر الصدیق اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ سورج ڈھلنے سے قبل نماز جمعہ پڑھی جائے گی۔ امام احمد بن حنبل نے اس میں
حضرت سلمہ بن اکوع کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے پھر ہم واپس پلٹتے
جبکہ دیواروں کے سائے نہیں ہوتے تھے اور حضرت ابن عمر کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہم نماز جمعہ کے بعد ہی قیلولہ اور
دوپہر کا کھانا کھایا کرتے تھے، اسی کی مثل حضرت سہل سے روایت مروی ہے، اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ حضرت سلمہ کی
حدیث کو بہت جلد ادائیگی پر محمول کیا جائے گا۔ ہشام بن عبدالملک، یعلی بن حارث سے وہ ایاس بن سلمہ بن اکوع سے وہ اپنے
باپ سے روایت حل کرتے ہیں وہیج، یعلی سے وہ ایاس سے وہ اپنے باپ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب سورج ڈھل جاتا تو ہم
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرتے پھر ہم سایہ کی تلاش کرتے ہوئے واپس آتے (۱) یہ متقدمین اور متاخرین جمہور
اسلاف کا نقطہ نظر ہے اور اسے ظہر کی نماز پر بھی قیاس کیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر اور حضرت سہل کی روایت اس امر پر دلیل ہے کہ صحابہ کرام دوپہر کے کھانے یا اس سے بھی پہلے نماز جمعہ کے
لئے جلدی جایا کرتے تھے۔ وہ دوپہر کا کھانا نماز جمعہ کے بعد ہی کھایا کرتے تھے۔ امام مالک کی رائے ہے کہ جمعہ کو جلدی ادا کرنا
اسی طرح ہے کہ زوال کے بالکل قریب ہی ادا کیا جائے اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے اجتہاد کیا ہے: من راح فی الساعۃ
الاولی فکانما قرب بدنۃ (۲) جو پہلی ساعت میں گیا گویا اس نے اونٹ کی قربانی دی۔ یہ سب ایک ہی ساعت ہے۔
دوسرے علماء نے اسے دن کی بارہ ساعتوں پر محمول کیا ہے۔ جو برابر ہیں یا مختلف ہیں جس طرح دن میں کمی یا زیادتی ہوتی ہے۔ ابن
عربی نے کہا: حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے یہ قول زیادہ صحیح ہے کہ وہ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد قیلولہ کرتے اور کھانا
کھاتے کیونکہ وہ بہت جلدی نماز جمعہ کے لئے چلے جایا کرتے تھے۔

نماز جمعہ کی فرضیت کا بیان

مسئلہ نمبر ۹۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر جمعہ فرض کیا ہے۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اسے فرض کفایہ کہتے ہیں۔ بعض
شافعیہ سے یہ منقول ہے۔ امام مالک یہ منقول ہے جو ثابت نہیں کہ نماز جمعہ سنت ہے۔ جمہور امت اور ائمہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ فرض
عین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع نبی کریم
ﷺ سے یہ حدیث ثابت ہے: لینتھین اقوام عن ودعھم الجمعات اولیختمن اللہ علی قلوبھم ثم
لیکونن من الغافلین (۳) جو لوگ جمعہ کی نماز کو چھوڑتے ہیں انہیں اس طرز عمل سے رک جانا چاہئے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے
دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ جمعہ کے وجوب اور اس کے فرض ہونے میں یہ واضح حجت ہے۔ سنن

ابن ماجہ میں حضرت ابی جعد ضمری سے مروی ہے۔ جبکہ وہ صحابی بھی تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من ترك الجمعة ثلاث مرات تهاونا بها طبع الله على قلبه (٤) جس نے سستی کرتے ہوئے تین دفعہ جمعہ ترک کر دیا اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ اس کی سند صحیح ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے بغیر مجبوری کے تین جمعہ ترک کئے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ ابن عربی نے کہا: نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت ہے فرمایا: الرواح الى الجمعة واجب على كل مسلم (٥) جمعہ کی نماز کے لئے جانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے لئے سعی کو بغیر کسی شرط کے واجب قرار دیا ہے۔ تمام نمازوں کے لئے قرآن و سنت سے وضو کا شرط ہونا ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اذا قمتم الى الصلوٰة فاغسلوا وجوهكم (المائدہ:٦) جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھو۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: لا يقبل الله صلاة بغير طهور (١) اللہ تعالیٰ وضو کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا۔ ایک طائفہ نے عجیب وغریب بات کی ہے کہ جمعہ کا غسل فرض ہے۔ ابن عربی نے کہا، یہ باطل ہے کیونکہ امام نسائی اور ابوداؤد نے اپنی اپنی سنن میں روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل (٢) جس نے جمعہ کے روز وضو کیا اس نے بہت اچھا کیا اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کیروز وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لئے گیا اس نے خطبہ سنا اور خاموش رہا تو اللہ تعالیٰ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور اس سے تین دن زائد کے گناہ بخش دیتا ہے۔ (٣) جو سنگریزوں سے کھیلتا رہا اس نے لغو عمل کیا۔ یہ نص ہے۔ موطا شریف میں ہے: ایک آدمی جمعہ کے روز مسجد میں داخل ہوا جبکہ حضرت عمر خطبہ دے رہے تھے۔ یہاں تک آنے والے نے کہا، میں نے وضو کرنے کے سوا کوئی زائد عمل نہیں کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا: صرف وضو؟ جبکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم ارشاد فرماتے تھے۔ حضرت عمر نے غسل کا حکم تو دیا مگر اسے واپس جانے کا حکم ارشاد نہیں فرمایا۔ یہ بھی اس پر دال ہے کہ غسل کرنا مستحب ہے اب یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ سنت کی طرف لوٹتے جبکہ دو فرض (جمعہ میں حاضر ہونا اور خطبہ سنا) کی بجا آوری میں شروع ہو چکے تھے۔ یہ اس وقت ہوا جب حضرت عمر کے ارد گرد اور مسجد نبوی میں جلیل القدر صحابہ اور مہاجرین تشریف فرما تھے۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ عید کے روز جمعہ ہو جائے تو نماز جمعہ ساقط نہیں ہو گی جبکہ امام احمد بن حنبل اس سے اختلاف کرتے ہیں انہوں نے کہا، جب عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی فرضیت ساقط ہو جائے گی کیونکہ عید کی نماز جمعہ کی نماز سے پہلے ہوتی ہے اور عید کی مشغولیت کی وجہ سے لوگ جمعہ سے غافل ہو جاتے ہیں آپ نے اس میں حضرت عثمان بن عفان کے ایک قول سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے عوالی (٤) کے باسیوں کو اجازت دی کہ وہ نماز جمعہ کے لئے نہ آئیں صحابہ میں سے ایک کا قول کوئی حجت نہیں جب اس کی مخالفت بھی ہو اور اس پر کوئی اتفاق نہ کیا گیا ہو۔ عید کے روز جمعہ کے لئے سعی کا حکم اسی طرح متوجہ ہوتا ہے جس طرح باقی ایام میں متوجہ ہوتا ہے۔ (٥)

صحیح مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ میں قرائت کیا کرتے تھے

(٦) سبح اسم ربك الاعلى. (الاعلیٰ) اور هل اتاك حديث الغاشية. (الغاشیہ) جب عید اور جمعہ ایک ہی دن میں جمع ہو جاتے تو دونوں نمازوں میں ان دونوں سورتوں کی قرأت کیا کرتے تھے۔ اسے ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے۔

مسئلہ نمبر 12 ذلی ذکر اللہ ذکر سے مراد نماز ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد خطبہ اور وعظ ونصیحت ہے، یہ سعید بن جبیر کا قول ہے۔ ابن عربی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہاں تمام چیزوں میں واجب ہے (۱) ان میں سے پہلا خطبہ ہے، ہمارے علماء نے یہی کہا ہے مگر عبد الملک بن ماجشون نے اختلاف کیا انہوں نے اسے سنت قرار دیا۔ اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ یہ بیع کو حرام کر دیتا ہے۔ اگر خطبہ کا سننا واجب نہ ہوتا تو یہ بیع کو حرام قرار نہ دیتا کیونکہ مستحب امر مباح کو حرام قرار نہیں دیتا۔ جب ہم نے کہا: ذکر سے مراد نماز ہے تو خطبہ بھی نماز میں سے ہی ہے۔ بندہ اپنے فعل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہوتا ہے جس طرح وہ اپنے فعل سے تسبیح کرنے والا ہوتا ہے۔ زمخشری نے کہا: اگر تو سوال کرے ذکر اللہ کی تفسیر خطبہ سے کیسے کی جا سکتی ہے جبکہ خطبہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ بھی کئی چیزیں ہوتی ہیں؟ (۲)

میں اس کا جواب دوں گا: خطبہ میں جو رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہوتا ہے، آپ ﷺ کی جو ثنا کی جاتی ہے، خلفاء راشدین کی جو ثنا کی جاتی ہے، مومن متقین کی جو تعریف کی جاتی ہے، اس میں جو نصیحت اور یاددہانی ہوتی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے حکم میں ہوگا، اس کے علاوہ جو کچھ ہے جیسے ظالموں، ان کے القاب کا ذکر، ان کی ثنا اور ان کے لئے دعا وغیرہ جبکہ وہ اس کے برعکس کے مستحق ہیں تو وہ شیطان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے یہ کئی مراحل پر ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ وذروا البیع نماز جمعہ کے وقت بیع وشراء سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہیا ورنماز جمعہ کے وقت میں اسے حرام قرار دیا ہے۔ یہ حرمت اس کے لئے ہے جو نماز جمعہ کی فرضیت کا مخاطب ہے۔ بیع شراء سے خلا ین ہیں ہوتی اس لئے صرف بیع کا ذکر کر دیا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: سرابيل تقيكم الحر و سرابيل تقيكم باسكم (النحل: ۸۱) صرف گرمی کا ذکر کیا حالانکہ یہ پاجامہ سردی سے بھی بچاتا ہے۔ یہاں دوسرے امور کی بجائے صرف بیع (تجارت) کا ذکر کیا کیونکہ بازار والے عموماً اسی میں مصروف ہوتے ہیں۔ جس پر جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا واجب نہیں اس کو بیع وشراء سے نہیں روکا جائے گا۔

حرام قرار دینے والے وقت میں دو قول ہیں۔ از وال کے بعد سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک، یہ ضحاک، حضرت حسن بصری اور عطا کا قول ہے۔ (۲) خطبہ کی اذان سے لے کر نماز کے وقت تک، یہ امام شافعی کا قول ہے۔ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جب نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو بیع وشراء کو ترک کر دیا جائے اس وقت جو بیع وشراء ہوئی وہ فسخ ہوگی، غلام کی آزادی، نکاح، طلاق وغیرہ فسخ نہ ہونگے کیونکہ لوگوں کی عادت نہیں کہ ایسے امور میں مشغول ہوں جس طرح وہ بیع وشراء میں مشغول ہوتے ہیں۔ علماء نے کہا: اسی طرح عقد شرکہ، عقدہ ہبہ اور عقد صدقہ بھی نادر و نایاب ہی ہوتا ہے اس لئے وہ بھی فسخ نہ ہوگا۔ ابن عربی نے کہا، صحیح یہی ہے کہ سب کچھ فسخ ہوگا کیونکہ بیع سے اس لئے منع کیا گیا ہے کیونکہ انسان اس میں ہی مشغول ہو جاتا ہے (۳) عقود میں سے ہر ایسا امر جو نماز جمعہ سے غافل کر دے سب شرعاً حرام اور جھگڑے کے لئے فسخ قرار دیا جائے گا۔ مہدوی نے کہا: بعض علماء نے اس وقت

میں بیع کو جائز قرار دیا ہے۔ انہوں نے نہی سے مراد ندب و استحباب لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: ذلکم خیر لکم سے استدلال کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ آپ کے نزدیک بیع منعقد ہو جاتی ہے۔ وہ فسخ نہیں ہوتی۔ زمخشری نے اپنی تفسیر میں کہا، عام علماء کی رائے ہے کہ بیع فسخ نہ ہوگی (۱) انہوں نے کہا، بیع بالذات حرام نہیں لیکن اس میں مشغول ہونے سے ایک واجب سے غفلت ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایسے ہی جس طرح مغصوبہ زمین اور مغصوبہ کپڑے میں نماز پڑھی جائے اور مغصوبہ پانی سے وضو کیا جائے۔ بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ یہ بیع فاسد ہے۔

میں کہتا ہوں: صحیح یہ ہے کہ ایسی بیع فاسد اور فسخ شدہ ہے (۲) کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کل عمل لیس علیه امرنا فهو رد هر ایسا عمل جس بارے میں ہمارا امر نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ جمعہ، بیروت)

بَابُ كَفَّارَةِ مَنْ تَرَكَهَا

باب: جو شخص اسے ترک کر دیتا ہے اس کا کفارہ

1053 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ قُدَامَةَ بْنِ وَبَرَةَ الْعُجَيْفِيِّ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ، فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِينَارٍ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِينَارٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰكَذَا رَوَاهُ خَالِدُ بْنُ قَيْسٍ، وَخَالَفَهُ فِي الْإِسْنَادِ وَوَافَقَهُ فِي الْمَتْنِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کسی عذر کے بغیر جمعہ کی نماز ترک کر دے اسے ایک دینار صدقہ کرنا چاہئے اور اگر وہ اس کے پاس نہ ہو تو نصف دینار کرنا چاہئے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) خالد بن قیس نے بھی یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے تاہم انہوں نے اس کی سند مختلف نقل کی ہے اور متن میں موافقت نقل کی ہے۔

1054 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ أَيُّوبَ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ قُدَامَةَ بْنِ وَبَرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَاتَهُ الْجُمُعَةُ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِرْهَمٍ، أَوْ نِصْفِ دِرْهَمٍ، أَوْ صَاعِ حِنْطَةٍ، أَوْ نِصْفِ صَاعٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، هٰكَذَا، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: مُدًّا، أَوْ نِصْفَ مُدٍّ، وَقَالَ: عَنْ سَمُرَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يُسْأَلُ عَنِ اخْتِلَافِ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَقَالَ هَمَّامٌ: عِنْدِي

اَحْفَظُ مِنْ اَيُّوبَ يَعْنِي اَبَا الْعَلَاءِ

⊛⊛ حضرت قدامہ بن وبرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کا کسی عذر کے بغیر جمعہ فوت ہو جائے' تو اسے ایک درہم یا نصف درہم یا گندم کا ایک صاع یا نصف صاع صدقہ کرنا چاہئے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سعید بن بشیر نے قتادہ کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے' تاہم انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''ایک مد یا نصف مد'' اور انہوں نے یہ بیان کیا ہے یہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے سنا ان سے اس حدیث سے اختلاف کے بارے میں دریافت کیا گیا: انہوں نے یہ فرمایا میرے نزدیک ہمام نامی راوی ایوب نامی راوی سے یعنی ابوالعلاء سے زیادہ بڑا حافظ الحدیث ہے۔

بَابُ مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ

باب: کس پر جمعہ واجب ہوتا ہے

1055 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي جَعْفَرٍ، اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَمِنَ الْعَوَالِي

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''لوگ اپنی رہائشی جگہوں اور مدینہ منورہ کے نواحی علاقوں سے جمعہ کی نماز میں شرکت کے لیے آیا کرتے تھے''۔

1056 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ يَعْنِي الطَّائِفِيَّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ نُبَيْهٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هَارُوْنَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْجُمُعَةُ عَلَى كُلِّ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ جَمَاعَةٌ، عَنْ سُفْيَانَ، مَقْصُوْرًا عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ، وَاِنَّمَا اَسْنَدَهُ قَبِيصَةُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر اس شخص پر جمعہ پڑھنا لازم ہے' جو اذان سنتا ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک جماعت نے یہ روایت سفیان کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کے طور پر نقل کی ہے انہوں نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔ قبیصہ نامی راوی نے اسے مرفوع حدیث کے

خود پر نقل کیا ہے۔

چار آدمیوں کے سوا پر جمعہ فرض ہونے کا بیان

حضرت طارق ابن شہاب راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " جمعہ حق ہے اور جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر واجب ہے علاوہ چار آدمیوں کے غلام جو کسی کی ملک میں ہو عورت بچہ اور مریض (ان پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے)

(مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1348)

جمعہ حق ہے یعنی جمع کی فرضیت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ذریعے ثابت ہے اسی طرح واجب ہے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان پر علاوہ مذکورہ اشخاص کے جمعے کی نماز با جماعت فرض ہے۔ مذکورہ لوگوں پر جمعہ کیوں واجب نہیں : غلام چونکہ دوسرے کی ملکیت اور تصرف میں ہوتا ہے اس لئے اس پر جمعہ فرض نہیں کیا گیا۔ عورت پر جمعہ اس لئے فرض نہیں ہے کہ نہ صرف یہ کہ اس کے ذمہ خاوند کے حقوق اتنے زیادہ متعلق ہیں کہ نماز جمعہ میں شمولیت ان کی ادائیگی سے مانع ہوگی، بلکہ جمعے کی نماز میں چونکہ مردوں کا ہجوم زیادہ ہوتا ہے اس لئے نماز جمعہ میں عورتوں کی شمولیت بہت سے فتنے فساد کا موجب بن سکتی ہے بچہ چونکہ غیر مکلف ہے اس لئے اس پر جمعہ فرض نہیں۔ اسی طرح مریض پر اس کی ضعف وناتوانی اور دفع ضرر کے سبب جمعہ فرض نہیں ہے لیکن مریض سے مراد وہ مریض ہے جو کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے جمعے میں حاضر ہونا دشوار ومشکل ہو۔ ان کے علاوہ دوسری احادیث سے جن لوگوں پر جمعہ کا فرض نہ ہونا ثابت ہے ان میں دیوانہ بھی ہے جو بچے کے حکم میں ہے ایسے ہی مسافر، اندھے اور لنگڑے پر بھی جمعہ فرض نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایسا بوڑھا جس کو ضعف وناتوانی لاحق ہو بیمار کے حکم میں ہے اس لئے اس پر اور اس معذور پر بھی جو اپنے پیروں پر چل سکنے پر قادر نہ ہو جمعہ فرض نہیں نیز ایسے تیماردار پر بھی جمعہ فرض نہیں جس کے جمعے میں چلے جانے کی وجہ سے بیمار کی تکلیف ووحشت بڑھ جانے یا اس کے ضائع ہو جانے کا خوف ہو۔

جامع شہر کی تعریف

امام عبدالرزاق علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ اپنی مصنف میں لکھتے ہیں کہ ہمیں ابن جریج نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا کہ جب تم کسی جامع قریہ میں ہوں تو وہاں جمعہ کے لئے اذان ہو تو تم پر جمعہ کے لئے جانا فرض ہے خواہ اذان سنی ہو یا نہ، کہتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھا کہ جامع قریہ کون سا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا جس میں جماعت، امیر، قاضی اور متعدد کوچے اس میں ملے جلے ہوں جس طرح جدہ ہے۔ (المصنف لعبدالرزاق باب القری الصغار مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

شہر کی وہ صحیح تعریف جسے صاحب ہدایہ نے پسند کیا ہے یہ ہے کہ وہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود قائم کر سکیں، اور صاحب وقایہ کے پہلی تعریف کو اختیار کرنے پر ان کی طرف سے صدر الشریعۃ کا یہ عذر کرنا کہ احکام شرع خصوصاً حدود کے نفاذ میں سستی کا ظہور ہو رہا ہے کمزور ہے کیونکہ مراد اقامت حدود پر قادر ہونا ہے جیسے کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

تصریح ہے کہ وہ شہر کبیر ہو اس میں شاہراہیں، بازار اور وہاں سرائے ہوں اور اس میں کوئی نہ کوئی ایسا والی ہو جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو خواہ اپنے دبدبہ اور علم کی بنا پر یا غیر کے علم کی وجہ سے تاکہ حوادثات میں اس کی طرف رجوع کر سکیں اور یہی اصح ہے۔ (شرح منیہ ج، ص ۵۵۰، سہیل اکیڈمی لاہور)

جہاں جواز جمعہ میں شک تو کیا کرنا چاہیے

علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اس اختلاف اور تعریف شہر میں اختلاف کی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ جس جگہ جواز جمعہ میں شک ہو وہاں ظہر کی نیت سے چار رکعات ادا کرنی چاہئیں، تو احتیاط ہی بہتر ہے کیونکہ یہاں بڑا سخت اختلاف ہے اور جمعہ کا ضرورت کے پیش نظر متعدد جگہ پر جواز کے فتویٰ کا صحیح ہونا شرعاً تقویٰ کے طور پر احتیاط کے منافی نہیں۔

(شرح منیہ ج، ص ۵۵۰، سہیل اکیڈمی لاہور)

فنائے شہر کی تعریف

جو جگہ خود شہر نہ ہو اس میں صحت جمعہ کیلئے فنائے مصر ہونا ضرور ہے فنائے مصر حوالی شہر کے اُن مقامات کو کہتے ہیں جو مصالح شہر کے لئے رکھے گئے ہوں مثلاً وہاں شہر کی عیدگاہ یا شہر کے مقابر ہوں یا حفاظت شہر کے لئے جو فوج رکھی جاتی ہے اُس کی چھاونی یا شہر کی گھوڑ دوڑ یا چاند ماری کا میدان یا کچہریاں، اگر چہ مواضع شہر سے کتنے ہی میل ہوں اگر چہ بیچ میں کچھ کھیت حائل ہوں، اور جو نہ شہر ہے نہ فنائے شہر اس میں جمعہ پڑھنا حرام ہے اور نہ صرف حرام بلکہ باطل کہ فرضِ ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

جواز جمعہ کی سات شرائط کا بیان

علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ صحت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کا ہونا ضروری ہے، اور فنا سے مراد وہ جگہ ہے جو شہر کے پاس شہریوں کی ضرورت کے لئے ہو، خواہ متصل ہو یا نہ ہو، جیسا کہ ابن الکمال وغیرہ نے تحریر کیا ہے، مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان ہو۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

نماز جمعہ فرض عین ہے اور اس کا انکار کفر ہے کیونکہ اس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے، نماز جمعہ پڑھنے جواز کی سات شرائط ہیں۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ جمعہ صرف شہر میں فرض ہے، گاؤں اور دیہات میں جمعہ فرض نہیں ہے اور شہر کا ثبوت اس حدیث سے ہے: حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہ جمعہ جامع شہر کے بغیر ہوگا نہ تشریق۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۷، رقم الحدیث: ۵۱۸۹ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ابو عبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: نہ جمعہ جامع شہر کے بغیر ہوگا نہ تشریق اور وہ بصرہ، کوفہ، مدینہ، بحرین، مصر، شام، جزیرہ، یمن اور یمامہ کو شہر میں شمار کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۷، رقم الحدیث: ۵۱۹۱ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شہر کی مستند تعریف جو امام ابوحنیفہ سے منقول ہے وہ یہ ہے: وہ بڑا شہر ہو جس میں گلیاں اور بازار ہو اور اس کے مضافات ہوں ان میں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کا حق ظالم سے لینے پر قادر ہو اور اس میں ایسا عالم دین ہو جو پیش آمدہ مسائل میں شرعی رہنمائی کر سکتا ہو۔ (الدر المختار ج ۳ ص ۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ جمعہ کی نماز سلطان پڑھائے یا وہ شخص جو سلطان کی طرف سے مقرر ہو، تاہم مسلمان جس کے نماز جمعہ پڑھانے پر راضی ہوں وہ نماز جمعہ پڑھا سکتا ہے۔

اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں: اقامت سلطان بمعنی مذکور ضرور شرط جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تعذر تعیین مسلمین قائم مقام تعیین سلطان ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۷۰۴ مطبوعہ لائل پور، ۱۳۹۲ھ)

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے ظہر کا وقت ہو۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ دیا جائے، دو خطبے دینا اور ان کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ جماعت کے سامنے خطبہ دیا جائے، خلاصہ میں تصریح ہے کہ ایک آدمی کا ہونا بھی کافی ہے۔

(۶) چھٹی شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے امام کے سوا جماعت ہو اور اس میں کم از کم تین آدمی ضروری ہیں۔

(۷) ساتویں شرط یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لیے اذن عام ہو، مسجد کے دروازے آنے والوں کے لئے کھلے ہوں، ہاں! اگر دشمن کے خطرہ کی وجہ سے یا عادت قدیمہ کی وجہ سے قلعہ کے دروازہ بند کر دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(الدر المختار مع رد المختار ج ۳ ص ۴۲ - ۵ ملخصا وموضحا مخرجا دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْيَوْمِ الْمَطِيرِ

باب: بارش والے دن میں جمعہ پڑھنا

1057 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ كَانَ يَوْمَ مَطَرٍ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُنَادِيَهُ: أَنَّ الصَّلَاةَ فِي الرِّحَالِ.

ابوملیح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوہ حنین کے موقع پر بارش ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے مؤذن کو یہ حکم دیا (کہ وہ یہ اعلان کرے)

''نماز رہائشی جگہ پر ہی ہوگی''۔

1058 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ صَاحِبٍ لَهُ، عَنْ أَبِي مَلِيحٍ، أَنَّ ذَلِكَ كَانَ يَوْمَ جُمُعَةٍ

ایک اور سند کے ساتھ ابوملیح کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: یہ جمعہ کے دن کی بات ہے۔

1059 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ: خَبَّرَنَا عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ،

عَنْ اَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَاَصَابَهُمْ مَطَرٌ لَمْ تَبْتَلَّ اَسْفَلُ نِعَالِهِمْ، فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُصَلُّوا فِي رِحَالِهِمْ

ابوملیح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے ان لوگوں پر بارش ہوگئی جو اتنی تھی کہ جوتوں کے تلوے بھی نہیں بھیگے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی رہائشی جگہوں پر ہی نماز ادا کرلیں۔

بَابُ التَّخَلُّفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِ اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ

باب: شدید سردی والی یا بارش والی رات میں باجماعت نماز ادا نہ کرنا

1060 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا اَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَزَلَ بِضَجْنَانَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ، فَاَمَرَ الْمُنَادِيَ فَنَادَى: اَنِ الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ قَالَ اَيُّوبُ: وَحَدَّثَنَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ، اَوْ مَطِيرَةٌ، اَمَرَ الْمُنَادِيَ فَنَادَى: الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک سرد رات میں ضجنان کے مقام پر پڑاؤ کیا' تو انہوں نے مؤذن کو یہ ہدایت کی تو اس نے یہ اعلان کیا: نماز رہائشی جگہ پر ہی ادا کی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب رات ٹھنڈی یا بارانی ہوتی تھی' تو نبی اکرم ﷺ مؤذن کو حکم دیتے تو وہ یہ اعلان کرتا کہ نماز رہائشی جگہ پر ہی ہوگی۔

1061 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: نَادَى ابْنُ عُمَرَ بِالصَّلَاةِ بِضَجْنَانَ، ثُمَّ نَادَى: اَنْ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ، قَالَ فِيهِ، ثُمَّ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ كَانَ يَاْمُرُ الْمُنَادِيَ فَيُنَادِي بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ يُنَادِي اَنْ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ، وَفِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ فِي السَّفَرِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ اَيُّوبَ، وَعُبَيْدِ اللهِ، قَالَ فِيهِ: فِي السَّفَرِ فِي اللَّيْلَةِ الْقَرَّةِ، اَوِ الْمَطِيرَةِ

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ضجنان کے مقام پر نماز کے لیے اذان دی تو انہوں نے یہ اعلان کیا۔

"تم لوگ اپنی رہائشی جگہ پر ہی نماز ادا کرلو"۔

اس روایت میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ مؤذن کو

ہدایت دیتے تھے تو وہ نماز کے لیے اذان دیتا اور یہ اعلان کرتا تھا۔

"تم لوگ اپنی رہائشی جگہ میں نماز ادا کرلو"۔ ایسا سفر کے دوران سرد رات یا بارش والی رات میں ہوتا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: "سفر کے دوران سرد رات میں یا بارش والی رات میں (ایسا ہوتا تھا)"

1062 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّهُ نَادٰی بِالصَّلَاةِ بِضَجْنَانَ فِیْ لَیْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِیْحٍ، فَقَالَ فِیْ آخِرِ نِدَائِهٖ: اَلَا صَلُّوْا فِیْ رِحَالِكُمْ، اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ یَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَیْلَةٌ بَارِدَةٌ، اَوْ ذَاتُ مَطَرٍ فِیْ سَفَرٍ، یَقُوْلُ: اَلَا صَلُّوْا فِیْ رِحَالِكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے ضجنان کے مقام پر ایک سرد اور تیز ہوا والی رات میں اذان دی اور یہ کلمات کہے۔

"خبردار! اپنے پڑاؤ کی جگہ پر نماز ادا کرلو۔ خبردار! اپنے پڑاؤ کی جگہ پر نماز ادا کرلو"۔

پھر انہوں نے بتایا: سفر کے دوران سرد رات میں یا بارش والی رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موذن کو یہ حکم دیتے تھے تو وہ یہ اعلان کرتا تھا۔

"خبردار! پڑاؤ کی جگہ پر نماز ادا کرلو"۔

1063 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ - یَعْنِیْ - اَذَّنَ بِالصَّلَاةِ فِیْ لَیْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِیْحٍ، فَقَالَ: اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَیْلَةٌ بَارِدَةٌ، اَوْ ذَاتُ مَطَرٍ، یَقُوْلُ: اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ.

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سرد اور ہوا والی رات میں نماز کے لیے اذان دی اور یہ کہا:

"خبردار! اپنی پڑاؤ والی جگہ میں ہی نماز ادا کرلو"۔

پھر انہوں نے بتایا: جب رات سرد ہوتی تھی یا بارش والی ہوتی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موذن کو یہ حکم دیتے تھے تو وہ یہ اعلان کرتا تھا۔

"خبردار! پڑاؤ کی جگہ پر نماز ادا کرلو"۔

1064 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَیْلِیُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فِی الْمَدِیْنَةِ فِی اللَّیْلَةِ الْمَطِیْرَةِ، وَالْغَدَاةِ الْقَرَّةِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوٰی هٰذَا الْخَبَرَ یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ الْاَنْصَارِیُّ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْهِ: فِي السَّفَرِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے مؤذن نے مدینہ منورہ میں بارش والی رات میں اور سردی میں یہ اعلان کیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''سفر میں''۔

1065 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَمُطِرْنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيُصَلِّ مَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فِي رَحْلِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ بارش ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے جو شخص چاہے' وہ اپنی پڑاؤ والی جگہ پر نماز ادا کرلے''۔

1066 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ، ابْنِ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ: إِذَا قُلْتَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، فَلَا تَقُلْ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، قُلْ: صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ، فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوا ذٰلِكَ، فَقَالَ: قَدْ فَعَلَ ذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ، وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ فَتَمْشُونَ فِي الطِّينِ وَالْمَطَرِ

محمد بن سیرین کے چچازاد عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے موقع پر اپنے مؤذن سے کہا: جب تم اشھد ان محمدا رسول اللہ کہہ لو تو یہ نہ کہنا حی علی الصلاۃ بلکہ یہ کہنا ''تم لوگ اپنے گھروں میں نماز ادا کرلو''۔

لوگوں کو یہ بات عجیب لگی' تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایسا اس ہستی نے کیا تھا جو مجھ سے بہتر ہے۔ جمعہ لازم ہے لیکن مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ میں تمہیں حرج کا شکار کروں اور تم بارش اور کیچڑ میں چلتے ہوئے آؤ۔

بَابُ الْجُمُعَةِ لِلْمَمْلُوكِ وَالْمَرْأَةِ

باب: غلام اور عورت کا جمعہ پڑھنا

1066- اسناده صحيح. عبد الحميد صاحب الزيادى: هو ابن دينار، واسماعيل: هو ابن علية، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخارى (616)، ومسلم (699) من طريق عبد الحميد بن دينار صاحب الزيادى به. واخرجه البخارى (616)، ومسلم (699)، وابن ماجه (939) من طريق عاصم ابن سليمان الاحول، ومسلم (699)

1067 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا هُرَيْمٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوكٌ، أَوِ امْرَأَةٌ، أَوْ صَبِيٌّ، أَوْ مَرِيضٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: طَارِقُ بْنُ شِهَابٍ، قَدْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ پڑھنا لازمی فرض ہے البتہ چار لوگوں کا حکم مختلف ہے وہ غلام جو کسی کی ملکیت ہو، عورت، (نابالغ) بچہ اور بیمار''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے لیکن انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (کسی حدیث کا) سماع نہیں کیا۔

جن افراد پر جمعہ فرض نہیں ہے

علامہ ابوالحسن فرغانی حنفی صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔ کہ مسافر، عورت، مریض، غلام اور نابینے پر جمعہ واجب نہیں۔ اس لئے کہ مسافر کو جمعہ کیلئے نکلنے میں حرج ہوگا۔ یہی عذر مریض اور نابینا میں ہے۔ اور غلام اپنے آقا کی خدمت میں مصروف ہے۔ اور عورت اپنے خاوند کی خدمت میں مصروف ہے۔ لہذا دفع حرج وضرر کے پیش نظر یہ لوگ معذور قرار دیئے گئے۔

اگر یہ لوگ جمعہ کیلئے حاضر ہوں اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں تو اس وقت کا فرض ان سے ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ ان لوگوں نے اس حکم کو اس شخص کی طرح اٹھایا ہے جس طرح مسافر نے روزہ رکھا ہے۔

اور مسافر، غلام اور مریض کیلئے جائز ہے کہ وہ جمعہ کی امامت کرائیں۔ اور امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا کہ کافی نہیں ہے کیونکہ ان پر فرض نہیں ہے۔ لہذا وہ بچے اور عورت کے مشابہ ہو گئے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رخصت تھی جب یہ لوگ حاضر ہو گئے تو ان پر فرض واقع ہو گیا جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔ جبکہ بچے میں امامت کی اہلیت ہی نہیں۔ اور اسی طرح عورت مردوں کی امامت کی اہلیت نہیں رکھتی۔ اور مسافر، غلام اور مریض کے ساتھ جمعہ کا انعقاد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ امامت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پس ان کی اقتداء بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی۔ (ہدایہ، کتاب صلوٰۃ)

نابینا پر نماز جمعہ کے وجوب وعدم وجوب میں مذاہب اربعہ کا بیان

اگر کوئی ایسا رہبر نہ ہو جو نابینا کو جمعہ کی نماز کے مقام تک پہنچا دے۔ تو نابینا پر باتفاق علماء جمعہ واجب نہیں لیکن اگر مقام صلوٰۃ جمعہ تک پہنچانے والا شخص مل جائے تو امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد کے نزدیک اندھے پر جمعہ واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس صورت میں بھی عدم وجوب کے قائل ہیں۔ جمہور ائمہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ احادیث

میں نابینا کا استثناء نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حدیث میں مریض کا استثناء موجود ہے اور نابینا مریض ہے اور مریض ہو یا اس کو کوئی (شرعی) عذر ہو۔ خوف ہو۔ اس پر باجماع علماء جمعہ واجب نہیں یہی حکم زیادہ بوڑھے آدمی کا ہے کہ اس پر وجوب جمعہ نہیں۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نابینا کو اگر رہبر مل جائے تو وہ بینا کی طرح ہو جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں وہ بذات خود تو طاقت نہیں رکھتا اور دوسروں کی وجہ سے قدرت حاصل ہو جانا شرعاً ناقابل اعتبار ہے جیسے پاؤں سے اپاہج شخص کو اگر اپنے اوپر لاد کر لے جانے والا مل بھی جائے تب بھی اس کو تندرست پاؤں والے کا حکم نہیں دیا جاتا۔ (تفسیر مظہری، سورہ جمعہ، لاہور)

غلاموں اور مسافروں کے ساتھ جمعہ صحیح ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہر کے اندر صرف غلاموں اور مسافروں کے ساتھ بھی جمعہ کی نماز صحیح ہو جاتی ہے جبکہ جماعت میں کوئی مقیم یا حر (آزاد) نہ ہو۔ صرف بچوں اور عورتوں کا جمعہ باتفاق درست نہیں۔ باقی تینوں اماموں کے نزدیک تنہا غلاموں یا مسافروں کا بھی جمعہ نہیں ہوتا بلکہ آزاد مقیم لوگوں کی تعداد اگر کم ہو تو مسافروں اور غلاموں کی شرکت ضروری تعداد کو بھی پورا نہیں کرتی۔ جمعہ کی صحت کے لیے چالیس یا پچاس یا تین آزاد مقیم لوگوں کا ہونا ضروری ہے۔ ضروری تعداد جمعہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ کسی کے نزدیک پچاس کسی کے نزدیک چالیس اور کسی کے نزدیک تین شرکاء جماعت کا ہونا لازم ہے۔ ہاں! جو لوگ بیماری یا خوف یا بارش کی وجہ سے (شرعاً) معذور ہوں یا نابینا ہوں یا اپاہج ہوں اور باوجود عذر شرعی کے جمعہ میں آجائیں تو ان کے شمول سے باتفاق علماء جمعہ کی ضروری تعداد پوری ہو جاتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جمعہ تمام مردوں پر واجب ہے عورتوں پر باجماع علماء واجب نہیں اور بچے تو مامور ہی نہیں کیونکہ وہ شرعاً مکلف نہیں ہے۔ سب مردوں پر وجوب اس وجہ سے ہے کہ آیت: فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللہ میں خطاب عمومی ہے لیکن غلاموں مسافروں اور معذوروں کو ترک جمعہ کی اجازت دے دی گئی ہے اب اگر ان میں سے کوئی جمعہ پڑھ لے تو اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اس لیے اس کا جمعہ صحیح ہو گیا جیسے اگر کوئی مسافر سفر میں رمضان کے روزے رکھ لے تو ادائیگی فرض ہو جاتی ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ جمعہ، لاہور)

معذوروں یا قیدیوں کی جمعہ کے نماز ظہر سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

اگر معذوروں یا قیدیوں نے شہر کے اندر اپنی ظہر کی جماعت کر لی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام مالک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد کے نزدیک مکروہ نہیں بلکہ مسنون ہے۔ یہی اختلاف ان لوگوں کے متعلق بھی ہے جن کا بلا عذر جمعہ فوت ہو گیا ہو۔ (تفسیر مظہری، سورہ جمعہ، لاہور)

بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى

باب: چھوٹی آبادیوں میں جمعہ پڑھنا

1068 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ، لَفْظُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ فِي الْإِسْلَامِ

بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ، لَجُمُعَةٌ جُمِعَتْ بِجُوَاثَاءَ، قَرْيَةٌ مِنْ قُرَى الْبَحْرَيْنِ، قَالَ عُثْمَانُ: قَرْيَةٌ مِنْ قُرَى عَبْدِ الْقَيْسِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ ادا کیے جانے کے بعد اسلام میں سب سے پہلا جمعہ جوثاء کے مقام پر ادا کیا گیا جو بحرین کی ایک بستی ہے۔

عثمان راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: یہ عبدالقیس قبیلے کی ایک بستی ہے۔

1069 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيْسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ قَائِدَ أَبِيْهِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ بَصَرُهُ، عَنْ أَبِيْهِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَحَّمَ لِأَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، فَقُلْتُ لَهُ: إِذَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ تَرَحَّمْتَ لِأَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، قَالَ: لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ بِنَا فِي هَزْمِ النَّبِيْتِ مِنْ حَرَّةِ بَنِي بَيَاضَةَ فِي نَقِيْعٍ، يُقَالُ لَهُ: نَقِيْعُ الْخَضِمَاتِ، قُلْتُ: كَمْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ، قَالَ: أَرْبَعُوْنَ

❀❀ عبدالرحمان بن کعب بن مالک جو اپنے والد کی بینائی رخصت ہو جانے کے بعد انہیں ساتھ لے کر چلا کرتے تھے وہ اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ جب بھی جمعہ کی اذان سنتے تھے تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کرتے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا: آپ جب بھی اذان سنتے ہیں تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرتے ہیں (اس کی وجہ کیا ہے) تو انہوں نے بتایا: وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بنو بیاضہ کے پتھریلے مقام پر ہم بیت کی جگہ پر ہمیں جمعہ پڑھایا تھا جو نقیع میں تھا اسے نقیع خضمات کہتے ہیں۔

عبدالرحمان بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: اس وقت آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: چالیس لوگ تھے۔

بستی یا دیہات میں نماز جمعہ سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

باتفاق علماء صحراء میں نماز جمعہ جائز نہیں البتہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ وہ میدان جو شہر کے حکم میں ہے (یعنی شہر کے تابع ہے اگرچہ حدود آبادی سے باہر ہو) اس میں نماز جمعہ جائز ہے۔

جمعہ کی نماز کے لیے جماعت کا ہونا بھی بالاتفاق ضروری ہے جمعہ کا لفظ ہی جماعت پر دلالت کر رہا ہے۔ رہی یہ بات کہ کونسی آبادی میں جمعہ ہونا چاہیے اور جماعت میں کتنے اشخاص کا ہونا ضروری ہے اس میں ائمہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال مختلف ہیں۔

امام شافعی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحق کا قول ہے کہ جس میں چالیس مرد آزاد عاقل بالغ بطور وطنیت مقیم ہوں یعنی اس بستی میں مستقل طور پر متوطن ہوں مہمان کے طور پر مقیم نہ ہوں نہ بغیر کسی خاص ضرورت کے (جیسے معاشی ضرورت تجارتی ضرورت قرابت داروں سے ملاقات کی ضرورت حج وعمرہ کی ضرورت وغیرہ) بستی سے باہر نہ جاتے ہوں یعنی سفر پر نہ جاتے ہوں ایسی بستی میں اقامت جمعہ واجب ہے۔ اگر اس طرح اور ان صفات کے مرد وہاں چالیس سے کم ہوں تو جمعہ صحیح نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا: جس بستی میں گھر ملے ملے ہوں مسجد اور بازار بھی ہو تو وہاں جمعہ واجب ہے اور آبادی اتنی ہو جس کو عرف میں گاؤں کہا جاتا ہے (آبادی کی تعداد) معین نہیں۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جمعہ کی نماز صرف مصر جامع میں ہی جائز ہے مصر جامع سے مراد ہے وہ شہر جن میں کوچے گلیاں ہوں بازار ہوں وہاں ایک حاکم بھی ہو جو ظالم سے مظلوم کا حق دلوا سکتا ہو خواہ وہ جابر ہو ظالم سے مظلوم کا حق نہ دلواتا ہو مگر اس کی قدرت رکھتا ہو۔ وہاں ایک عالم بھی ہو جس کی طرف مختلف ضرورتوں میں رجوع کیا جاسکے۔ (تفسیر مظہری، سورہ جمعہ، لاہور)

بَابٌ إِذَا وَافَقَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ يَوْمَ عِيدٍ

باب: جب جمعہ کے دن عید آجائے

1070 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ أَبِي رَمْلَةَ الشَّامِيِّ، قَالَ: شَهِدْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، وَهُوَ يَسْأَلُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ، قَالَ: أَشَهِدْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِيدَيْنِ اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكَيْفَ صَنَعَ؟ قَالَ: صَلَّى الْعِيدَ، ثُمَّ رَخَّصَ فِي الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَلْيُصَلِّ

❁❁ ایاس بن ابورملہ شامی بیان کرتے ہیں: میں حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا جب انہوں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہوئے یہ کہا: کیا آپ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کسی ایسے موقعہ پر موجود تھے جب ایک ہی دن میں دو عیدیں (یعنی جمعہ کے دن عید) ہوگئی ہو تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ نے کیا کیا' تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی اور پھر جمعہ کے بارے میں رخصت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جو شخص جمعہ ادا کرنا چاہے وہ ادا کرلے''۔

1071 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْبَجَلِيُّ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا ابْنُ الزُّبَيْرِ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ أَوَّلَ النَّهَارِ، ثُمَّ رُحْنَا إِلَى الْجُمُعَةِ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْنَا فَصَلَّيْنَا وُحْدَانًا، وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالطَّائِفِ، فَلَمَّا قَدِمَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: أَصَابَ السُّنَّةَ

❁❁ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے دن عید کے موقع پر دن کے ابتدائی حصے میں ہمیں نماز پڑھائی پھر ہم جمعہ ادا کرنے کے لیے آئے' تو وہ نکل کر ہمارے پاس تشریف نہیں لائے ہم نے تنہا نماز ادا کرلی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت طائف میں تھے' جب وہ تشریف لائے' تو ہم نے ان سے اس بات کا ذکر کیا' تو انہوں نے فرمایا۔ انہوں نے (یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما) نے سنت پر عمل کیا ہے۔

1072 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: قَالَ عَطَاءٌ: اجْتَمَعَ

يَوْمُ جُمُعَةٍ، وَيَوْمُ فِطْرٍ عَلَى عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ: عِيدَانِ اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ، فَجَمَعَهُمَا جَمِيعًا فَصَلَّاهُمَا رَكْعَتَيْنِ بُكْرَةً، لَمْ يَزِدْ عَلَيْهِمَا حَتَّى صَلَّى الْعَصْرَ

عطاء بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد حکومت میں ایک مرتبہ جمعہ کا دن اور عید الفطر کا دن ایک ہی دن میں آ گئے' تو انہوں نے فرمایا: ایک ہی دن میں دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں' تو انہوں نے ان دونوں کو اکٹھا کر کے لوگوں کو دو رکعت صبح کے وقت (زوال سے پہلے) پڑھا دیں انہوں نے ان کے علاوہ مزید کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ انہوں نے عصر کی نماز پڑھائی۔

1073 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، وَعُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الْوَصَّابِيُّ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُغِيرَةِ الضَّبِّيِّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: قَدِ اجْتَمَعَ فِي يَوْمِكُمْ هٰذَا عِيدَانِ، فَمَنْ شَاءَ أَجْزَأَهُ مِنَ الْجُمُعَةِ، وَإِنَّا مُجَمِّعُونَ، قَالَ عُمَرُ: عَنْ شُعْبَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آج دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں (یعنی آج جمعہ کا دن اور عید کا دن بھی ہے) تو جو شخص چاہے اس کے لیے (عید کی نماز) جمعہ کی نماز کی جگہ کافی ہو گی' البتہ ہم جمعہ کی نماز ادا کریں گے''۔

عمر نامی راوی کہتے ہیں: یہ روایت شعبہ سے منقول ہے۔

عید اور جمعہ دونوں ایک دن میں جمع ہو جائیں تو آیا دونوں کو پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟

اگر ایک دن میں عید اور جمعہ دونوں جمع ہو جائیں تو دونوں نماز کو پڑھا جائے گا۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں اور جمعہ میں ''سبح اسم ربك الاعلیٰ'' اور ''هل اتک حدیث الغاشیة'' پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات ایک دن میں عید اور جمعہ دونوں جمع ہو جاتے تو آپ دونوں میں یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۷۸ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۵۳۳ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۴۲۳ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۸۱)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ عید اور جمعہ دونوں لازم ہیں' ''الہدایہ'' میں ''الجامع الصغیر'' سے منقول ہے کہ دو عیدیں ایک دن میں جمع ہو گئیں، پس عید سنت ہے اور دوسرا عید (جمعہ) فرض ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ترک نہیں کیا جائے گا۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۴۲ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

اس کے خلاف یہ حدیث ہے: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا آپ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے جب ایک روز میں دو عیدیں جمع تھیں؟ حضرت زید بن ارقم نے کہا: ہاں! حضرت معاویہ نے پوچھا: پھر آپ نے کس طرح کیا؟ حضرت زید نے کہا: آپ نے عید کی نماز پڑھائی، پھر جمعہ کی رخصت دے دی، جو چاہے جمعہ کی نماز پڑھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۷۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۱۰)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''المغنی'' میں مذکور ہے کہ شعبی نخعی اور اوزاعی کے نزدیک عید کے دن جمعہ کی نماز ساقط ہو جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔

اور علامۃ الفقہاء نے کہا ہے کہ آیت کے عموم اور دیگر احادیث کی بناء پر جمعہ کی نماز واجب ہے اور یہ دونوں نمازیں واجب ہیں اور ایک کے پڑھنے سے دوسری نماز ساقط نہیں ہوگی جیسے کے دن ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی۔

(مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۲۱۲، دارالفکر بیروت) (شرح سنن ابوداؤد ج ٤ ص ۳۹۸-۳۹۷، مکتبۃ الرشید، ریاض، ۱٤۲۰ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج کے دن دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں پس جو شخص چاہے اسے عید کی نماز جمعہ سے کافی ہوگی اور ہم جمعہ پڑھیں گے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰٤٤، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۱۲)

علامہ محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جو چاہے اس کے لئے عید کی نماز جمعہ سے کافی ہوگی، یہ رخصت ابتداء میں ان لوگوں کے لئے تھی جو بالائی بستیوں سے جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آتے تھے، پھر یہ امر مقرر ہو گیا کہ عید کی نماز جمعہ کی نماز سے کافی نہیں ہے، حتیٰ کہ جس شخص نے عید کی نماز پڑھ لی اور امام کے ساتھ جمعہ پڑھنے حاضر نہیں ہوا وہ ظہر کی چار رکعات پڑھے گا۔ (شرح سنن ابوداؤد ج ٤ ص ٤٠٢، مکتبۃ الرشید، ریاض)

بَابُ مَا يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن فجر کی نماز میں آدمی کیا پڑھے گا

1074 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُخَوَّلِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: تَنْزِيلُ السَّجْدَةَ، وَهَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ تنزیل السجدہ اور سورہ الدھر کی تلاوت کرتے تھے۔

سورہ الم تنزیل کی فضیلت کا بیان

حضرت خالد بن معدان سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا (رات کے ابتدائی حصہ میں) اس سورت کو پڑھا کرو جو (قبر وحشر کے) عذاب سے نجات دینے والی ہے اور وہ سورت الم تنزیل ہے کیونکہ (صحابہ سے) مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص تھا جو یہی سورت پڑھا کرتا تھا وہ اس سورت کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا (یعنی اس سورت کے علاوہ اور کسی چیز کو ورد نہیں قرار دیا تھا) اور وہ شخص بہت زیادہ گنہگار تھا، چنانچہ (جب اس شخص کا انتقال ہوا تو) اس سورت نے اس پر اپنے بازو پھیلا دیئے اور فریاد کی کہ اے میرے پروردگار! اس شخص کی بخشش فرما کیونکہ یہ مجھے بہت زیادہ پڑھا کرتا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں اس سورت کی

شفاعت قبول فرمائی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ (اس کے نامہ اعمال میں) اس کے ہر گناہ کے بدلہ نیکی لکھ دو اور اس کے درجات بلند کر دو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے کہ بے شک یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے کہ یا الٰہی! اگر میں تیری کتاب (قرآن کریم) میں سے ہوں جو لوح محفوظ میں لکھا ہے تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور اگر (بفرض محال) میں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے اس میں سے مٹا دے۔ نیز حضرت خالد نے فرمایا یہ سورت (قبر میں) ایک پرندہ کی مانند آئے گی اور اس پر اپنے بازو پھیلا کر اس کے لئے (اللہ تعالیٰ سے) شفاعت کرے گی۔ حضرت خالد نے سورت تبارک الذی بیدہ الملک کے بارہ میں بھی یہی کہا ہے کہ (اس سورت کی بھی یہی تاثیر اور برکت ہے) حضرت خالد کا معمول یہ تھا کہ وہ دونوں سورتیں پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ ان دونوں سورتوں کو قرآن کریم کی ہر سورت پر ساٹھ نیکیوں کے ساتھ فضیلت بخشی گئی ہے۔ (دارمی یعنی ان دونوں روایتوں کو ایک حضرت خالد سے اور دوسری حضرت طاؤس سے منقول ہے، دارمی نے نقل کیا ہے)۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 686)

حضرت خالد ایک جلیل القدر تابعی ہیں ستر صحابہ سے ملاقات اور صحبت کا شرف حاصل ہے اسی طرح حضرت طاؤس بھی مشاہیر تابعین میں سے ہیں لہٰذا حضرت خالد اور حضرت طاؤس دونوں سے منقول مذکورہ بالا روایتیں اگرچہ مرسل ہیں (کہ یہاں صحابی کا واسطہ ذکر نہیں کیا گیا ہے) لیکن حکم میں مرفوع ہی کے ہیں کیونکہ اس قسم کی باتیں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے معلوم ہوسکتی ہیں جو صحابہ کے ذریعہ تابعین تک پہنچتی ہیں اس لئے یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ یہ دونوں حضرات کے اپنے اقوال نہیں بلکہ مرفوع روایتیں ہیں۔ اس پر اپنے بازو پھیلا دیئے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سورت یا اس کا ثواب پرندہ کی صورت اختیار کر گیا اور اپنے بازو اپنے پڑھنے والے پر پھیلا دیئے تاکہ اس پر سایہ کرلے یا یہ کہ اس نے اپنی رحمت کے بازو پھیلا دیئے یعنی اسے اپنی پناہ میں لے لیا اور اس کی طرف سے شفاعت و وکالت کی۔

قبر میں جھگڑتی ہے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس سورت کو پڑھتا ہے مداومت کے ساتھ تو یہ سورت اس کے لئے عذاب کی تخفیف یا قبر میں فراخی و وسعت یا اسی قسم کی دوسری آسانی و سہولت کی شفاعت و سفارش کرتی ہے۔ حضرت طاؤس کی روایت کے یہ الفاظ ان دونوں سورتوں کو قرآن کی ہر سورت پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس صحیح روایت کے منافی نہیں ہے کہ سورت بقرہ، سورت فاتحہ کے بعد قرآن کی تمام سورتوں سے افضل ہے کیونکہ سورت بقرہ کی فضیلت اس اعتبار سے ہے کہ اس میں بہت عمدہ اور اعلیٰ مضامین مذکور ہیں اور ان دونوں سورتوں کو اس جہت و اعتبار سے فضیلت حاصل ہے کہ یہ اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچاتی ہیں۔

1075 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُخَوَّلٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، وَزَادَ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ بِسُورَةِ الْجُمُعَةِ وَإِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

1075- اسناده صحيح. شعبة: هو ابن الحجاج، ويحيى: هو ابن سعيد القطان. واخرجه مسلم (879)، والنسائي في "الكبرى" (1748) من طريق شعبة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (1993).

''جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کی تلاوت کرتے تھے''۔

بَابُ اللُّبْسِ لِلْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن لباس پہننا

1076 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَاَى حُلَّةً سِيَرَاءَ - يَعْنِي - تُبَاعُ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ اِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ، ثُمَّ جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ، فَاَعْطَى عُمَرَ حُلَّةً، فَقَالَ عُمَرُ: كَسَوْتَنِيهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اِنِّي لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا، فَكَسَاهَا عُمَرُ اَخًا لَهُ مُشْرِكًا بِمَكَّةَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے کے قریب ایک سیرائی حلہ فروخت ہوتے دیکھا تو عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور وفود سے ملاقات کے وقت اسے پہن لیا کریں' تو مناسب ہوگا' جب وہ وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے وہ شخص پہنے گا' جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

پھر کچھ عرصے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے حلے آئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھی دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مجھے پہننے کے لیے دے دیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطارد (نامی شخص) کے حلے کے بارے میں فلاں بات ارشاد فرمائی تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے یہ تمہیں پہننے کیلئے نہیں دیا ہے'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں موجود اپنے مشرک بھائی کو وہ حلہ دے دیا۔

1077 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: وَجَدَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، حُلَّةَ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ بِالسُّوْقِ فَاَخَذَهَا فَاَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ابْتَعْ هٰذِهِ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَلِلْوُفُوْدِ، ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيْثَ، وَالْاَوَّلُ اَتَمُّ

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ریشم کا بنا ہوا حلہ بازار میں فروخت ہوتے دیکھا تو اسے لیا وہ اسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرید لیں اور عید یا وفد سے ملاقات کے موقع پر زیب تن کر لیا کریں۔

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے' تاہم پہلی روایت زیادہ مکمل ہے۔

1078 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، وَعَمْرٌو، أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا عَلَى أَحَدِكُمْ إِنْ وَجَدَ - أَوْ مَا عَلَى أَحَدِكُمْ إِنْ وَجَدْتُمْ - أَنْ يَتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، سِوَى ثَوْبَيْ مِهْنَتِهِ. قَالَ عَمْرٌو: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ سَلَامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ عَلَى الْمِنْبَرِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ سَعْدٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن یحییٰ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کسی شخص پر کوئی وبال نہیں ہوگا اگر اس کے پاس گنجائش ہو (راوی کو یہ شک ہے شاید یہ الفاظ ہوں) تم میں سے کسی بھی شخص پر کوئی بوجھ نہیں ہوگا اگر تمہارے پاس گنجائش ہو کہ وہ شخص جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے مخصوص کرلے جو اس کے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ ہوں"۔

عمرو نامی راوی نے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ یوسف بن عبداللہ بن سلام کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

بَابُ التَّحَلُّقِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ

باب: جمعہ کے دن نماز ادا کرنے سے پہلے حلقہ بنانا

1079 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ ضَالَّةٌ، وَأَنْ يُنْشَدَ فِيهِ شِعْرٌ، وَنَهَى عَنِ التَّحَلُّقِ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

1079- اسناده حسن. ابن عجلان: هو محمد، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه دون ذكر انشاد الضالة الترمذی (322) من طريق الليث بن سعد، عن ابن عجلان، بهذا الاسناد. واخرج قطعة النهى عن البيع والتحلق فى المسجد النسائى فى "الكبرى" (795) من طريق يحيى بن سعيد، به. واخرج قطعة النهى عن تناشد الاشعار فى المسجد النسائى ايضاً (796) من طريق الليث بن سعد، عن ابن عجلان، به. واخرج قطعة النهى عن انشاد الضالة ابن ماجه (766) من طرق عن ابن عجلان، به. واخرج قطعة النهى عن التحلق ابن ماجه ايضاً (1133) من طرق عن ابن عجلان، به

''نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے اور گمشدہ چیزوں کا اعلان کرنے سے اور شعر سنانے سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع کیا ہے''۔

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْمِنْبَرِ

باب: منبر استعمال کرنا

1080 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيُّ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمِ بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ رِجَالًا أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُودُهُ، فَسَأَلُوهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مِمَّا هُوَ، وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ، وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فُلَانَةَ - امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ - أَنْ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ أَنْ يَعْمَلَ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ، فَأَمَرَتْهُ، فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَاهُنَا، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ عَلَيْهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا، ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرَى، فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ عَادَ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوا بِي، وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي

ابوحازم بن دینار بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان لوگوں کے درمیان نبی اکرم ﷺ کے منبر کے سلسلے میں بحث ہوگئی تھی کہ اس کی لکڑی کون سی تھی' انہوں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں یہ کون سی لکڑی تھی اور میں نے اس دن نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب پہلے دن (منبر مسجد میں) رکھا گیا اور نبی اکرم ﷺ پہلی مرتبہ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فلاں خاتون کو پیغام بھجوایا۔ راوی نے اس خاتون کا نام بیان کیا تھا (لیکن اگلا راوی بھول گیا) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے نجار (بڑھئی) لڑکے سے کہو کہ وہ ہمارے لیے کچھ لکڑیاں بنادے تاکہ میں لوگوں سے بات کرتے وقت ان پر بیٹھ جایا کروں۔ اس عورت نے اس لڑکے کو حکم دیا' تو اس نے جنگل کی لکڑی کا منبر بنایا پھر وہ اسے لے کر آیا تو اس خاتون نے اسے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اسے یہاں رکھا گیا میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس پر (کھڑے ہو کر) نماز ادا کی آپ ﷺ نے اس پر تکبیر کہی پھر آپ ﷺ اسی پر کھڑے رہتے ہوئے ہی رکوع میں گئے' پھر آپ ﷺ الٹے قدموں نیچے اترے اور آپ ﷺ نے منبر کی بنیاد کے پاس (زمین پر) سجدہ کیا پھر آپ ﷺ واپس (منبر پر چڑھ گئے) پھر آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! میں نے ایسا اس لیے کیا ہے' تاکہ تم میری پیروی کرو اور میری نماز (کا طریقہ) سیکھ لو''۔

1081 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ اَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَدَّنَ قَالَ لَهُ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ: اَلَا اَتَّخِذُ لَكَ مِنْبَرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، يَجْمَعُ - اَوْ يَحْمِلُ - عِظَامَكَ؟ قَالَ: بَلَى. فَاتَّخَذَ لَهُ مِنْبَرًا مِرْقَاتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا جسم بھاری ہو گیا' تو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں آپ ﷺ کیلئے منبر نہ بنادوں جو آپ ﷺ کی ہڈیوں کو جمع کرلیا کرے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) آپ ﷺ کا وزن اٹھالیا کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ تو انہوں نے دو سیڑھیوں والا منبر نبی اکرم ﷺ کے لیے بنادیا۔

بَابُ مَوْضِعِ الْمِنْبَرِ

باب: منبر کی جگہ

1082 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ، قَالَ: كَانَ بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَبَيْنَ الْحَائِطِ كَقَدْرِ مَمَرِّ الشَّاةِ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے منبر اور (مسجد کی قبلہ کی سمت والی) دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ ایک بکری گزر سکتی تھی۔

بَابُ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الزَّوَالِ

باب: جمعہ کے دن زوال سے پہلے نماز ادا کرنا

1083 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى، حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ اَبِي الْخَلِيْلِ، عَنْ اَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ كَرِهَ الصَّلَاةَ نِصْفَ النَّهَارِ اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَقَالَ: اِنَّ جَهَنَّمَ تُسَجَّرُ اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هُوَ مُرْسَلٌ، مُجَاهِدٌ اَكْبَرُ مِنْ اَبِي الْخَلِيْلِ، وَاَبُو الْخَلِيْلِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِي قَتَادَةَ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے نصف النہار کے وقت نماز ادا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے' البتہ جمعہ کے دن کا حکم مختلف ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اس وقت میں جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے' البتہ جمعہ (کا حکم مختلف ہے)"

1081- اسناده صحيح. ابن ابي رواد: هو عبد العزيز. و ابو عاصم: هو الضحاك ابن مخلد. و الحسن بن علي: هو الخلال الحلواني. و اخرجه باطول مما هنا البيهقي 3/193 و 195-196 من طريق ابي عاصم الضحاك بن مخلد، بهذا الاسناد. و علقه البخاري بصيغة الجزم باثر الحديث (3583) عن ابي عاصم.

یہ روایت مرسل ہے مجاہد نامی راوی ابوخلیل سے بڑے ہیں اور ابوخلیل نے ابوقتادہ سے (احادیث کا) سماع نہیں کیا ہے۔

بَابٌ فِي وَقْتِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کا وقت

1084 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنِي فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيُّ، سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ إِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورج ڈھل جاتا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز ادا کر لیتے تھے۔

1085 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ الْحَارِثِ، سَمِعْتُ إِيَاسَ بْنَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ، ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ فَيْءٌ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے پھر جب ہم واپس جاتے تھے تو دیواروں کا سایہ نہیں ہوتا تھا (یعنی سورج ابھی زیادہ ڈھلا نہ ہوتا تھا)

1086 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كُنَّا نَقِيلُ وَنَتَغَدَّى بَعْدَ الْجُمُعَةِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے اور (دوپہر کا) کھانا کھاتے تھے۔

بَابُ النِّدَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن اذان دینا

1087 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ، أَنَّ الْأَذَانَ كَانَ أَوَّلُهُ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا كَانَ خِلَافَةُ عُثْمَانَ، وَكَثُرَ النَّاسُ أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّالِثِ، فَأُذِّنَ بِهِ عَلَى الزَّوْرَاءِ، فَثَبَتَ الْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ،

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد

1084- صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن من اجل فليح بن سليمان. واخرجه البخاري (904)، والترمذي (509) و (510) من طريق فليح بن سليمان، به. وهو في "مسند احمد" (12299). وفي الباب عن سلمة بن الاكوع قال: كنا نجمع مع رسول الله - صلى الله عليه وسلم - اذا زالت الشمس، ثم نرجع نتتبع الفيء. اخرجه بهذا اللفظ ابن ابي شيبة /2 108، ومسلم (860)، وابن خزيمة (1839)، وابن حبان (1512)، والبيهقي /1903 وهو الحديث الآتي عند المصنف بعده

جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن تیسری اذان دینے کا حکم دیا۔ تو زوراء کے مقام پر یہ اذان دی گئی۔ اس کے بعد بھی رواج چلا آرہا ہے۔

1088 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ يُونُسَ،

۞۞ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوجاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد کے دروازے کے قریب اذان دی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔

اس کے بعد راوی نے یونس کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

1089 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ، قَالَ: لَمْ يَكُنْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ بِلَالٌ، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ،

۞۞ حضرت سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک مؤذن تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

1090 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، ابْنَ أُخْتِ نَمِرٍ أَخْبَرَهُ، قَالَ: وَلَمْ يَكُنْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ مُؤَذِّنٍ وَاحِدٍ، وَسَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ وَلَيْسَ بِتَمَامِهِ

۞۞ ابن شہاب زہری نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک ہی مؤذن تھا۔

اس کے بعد راوی نے حدیث بیان کی ہے تاہم یہ مکمل نہیں ہے۔

اذان جمعہ کے وقت بیع انعقاد و عدم انعقاد میں مذاہب اربعہ کا بیان

جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا باتفاق علماء گناہ اور حرام ہے لیکن اگر کسی نے ایسا کرلیا اور اذان کے وقت بیع کرلی تو کیا بیع ہو بھی جائے گی یا انعقاد بیع بالکل نہ ہوگا' اول قول امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا ہے اور مؤخر الذکر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد کا ہے اس مسئلہ کی بناء پر ایک اصولی مسئلہ کے اختلاف پر ہے' اصولی اختلاف یہ ہے: کہ افعال حسیہ (جیسے زنا' چوری وغیرہ) کی شرعی ممانعت ان افعال کے لذاتہ قبیح ہونے کی موجب ہے اور اس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہے لیکن وہ افعال شرعیہ جو شروط فاسدہ کی مقارنت کی وجہ سے ممنوع ہیں ان کی ممانعت قبح لغیرہ کی موجب ہے۔ اصل عقد میں کوئی قبح پیدا نہیں کرتی۔ جیسے مغصوبہ زمین میں

نماز کی ممانعت اور جمعہ کی اذان کے وقت بیع وشراء سے باز داشت۔ ایسے ممنوع شرعی افعال کا ارتکاب موجب گناہ ضرور ہے لیکن ذات فعل میں اس سے کوئی فساد نہیں پیدا ہوتا۔ اس بناء پر اذان جمعہ کے وقت خرید وفروخت یا ارض مغصوبہ میں نماز فاسد نہیں ہوجاتی۔ بیع بھی صحیح رہتی ہے اور نماز بھی۔ یہ تفریق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور امام شافعی نے اس کی تائید کی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں قسم کے افعال کی ممانعت اصل ذات اور صلب عقد میں قبح پیدا ہوجانے کی موجب ہے اس لیے ایسی بیع بھی اور ایسی نماز بھی غیر صحیح ہے۔

بَابُ الْإِمَامِ يُكَلِّمُ الرَّجُلَ فِي خُطْبَتِهِ

باب: (جمعہ کے دن) امام کا اپنے خطبے کے دوران کسی شخص کے ساتھ بات چیت کرنا

1091 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: لَمَّا اسْتَوَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَالَ: اجْلِسُوا، فَسَمِعَ ذٰلِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ، فَجَلَسَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، فَرَآهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: تَعَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا يُعْرَفُ مُرْسَلًا، إِنَّمَا رَوَاهُ النَّاسُ عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَخْلَدٌ هُوَ شَيْخٌ

❀❀ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن (منبر پر) تشریف فرما ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو وہ مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! آگے آجاؤ۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مرسل روایت کے طور پر معروف ہے۔ کئی لوگوں نے یہ روایت عطاء کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے اور مخلد نامی راوی شیخ ہے۔

بَابُ الْجُلُوسِ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ

باب: منبر پر چڑھنے کے بعد بیٹھ جانا

1092 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ، عَنِ الْعُمَرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ، كَانَ يَجْلِسُ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتَّى يَفْرَغَ - أُرَاهُ قَالَ: الْمُؤَذِّنُ - ثُمَّ يَقُومُ، فَيَخْطُبُ، ثُمَّ يَجْلِسُ فَلَا يَتَكَلَّمُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ دو خطبے دیتے تھے جب آپ ﷺ منبر پر چڑھ جاتے تو تشریف فرما ہو جاتے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جاتا (راوی کہتا ہے یہاں میرا خیال ہے کہ مؤذن فارغ ہو جاتا) پھر آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر آپ ﷺ بیٹھ جاتے اس دوران آپ ﷺ کوئی بات چیت نہ کرتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔

ذکر سے مراد خطبہ ہونے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

جمعہ کی نماز کے لیے باتفاق علماء خطبہ شرط ہے۔ کیونکہ فاسعوا الی ذکر اللہ میں ذکر سے خطبہ مراد ہے۔ اسی بنیاد پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک بار سبحان اللہ یا الحمد للہ پڑھ دینا خطبہ کے لیے کافی ہے۔ (صرف ایک بار تسبیح یا تحمید کرنے سے خطبہ پورا ہو جاتا ہے) کیونکہ ذکر اللہ طویل ہو یا مختصر سب ہی کو ذکر اللہ کہا جائے گا۔

امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد کا یہی قول ہے (کہ خطبہ اتنا ہو جس کو عرب خطبہ کہتے ہیں) پھر اگر ذکر سے مراد خطبہ ہی ہو تب بھی خطبہ اتنا ہی ہونا چاہیے جتنا رسول اللہ صلی اللہ کا ہوتا تھا کیونکہ ذکر اللہ میں اضافت عہدی ہوگی یعنی رسول اللہ ﷺ کے خطبہ کی طرف سعی کرو لہٰذا خطبہ طویل ہونا ضروری ہے۔

امام رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ دینے کے لیے حضرت عثمان منبر پر چڑھے اور الحمد للہ کہنے پائے تھے کہ آپ پر لرزہ طاری ہو گیا اور فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس مقام کے لیے پہلے سے مقالات تیار کر لیتے تھے (اور میں نے کوئی مقالہ تیار نہیں کیا) تم کو زیادہ بولنے والے خلیفہ سے زیادہ کارگزار خلیفہ کی ضرورت ہے، آئندہ تم کو (بڑے بڑے) خطبے سننے کو ملیں گے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمْ یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے اور نماز پڑھا دی اور اس فعل پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا

باب: کھڑے ہو کر خطبہ دینا

1093 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَجْلِسُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا، فَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا، فَقَدْ كَذَبَ، فَقَالَ: فَقَدْ وَاللهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفَيْ صَلَاةٍ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، پھر آپ ﷺ بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے جو شخص تمہیں یہ بتائے کہ نبی اکرم ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے، تو اس نے غلط بیانی کی۔ راوی بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں دو ہزار سے زیادہ نمازیں ادا کی ہیں۔

1094 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، الْمَعْنَى، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ كَانَ يَجْلِسُ

بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَيُذَكِّرُ النَّاسَ،

⊛⊛ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان بیٹھ جاتے تھے (ان خطبوں کے دوران) آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔

1095 - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَقْعُدُ قَعْدَةً لَا يَتَكَلَّمُ، وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

⊛⊛ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے مگر اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات چیت نہیں کی۔ اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

خطبہ جمعہ کے لیے وجوب قیام سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کھڑے ہو کر خطبہ دینا واجب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہ خطبہ کے لیے قیام واجب ہے، نہ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا۔ نقل مستفیض (ہر زمانہ میں معروف طریقہ) یہی ہے کہ خطبہ کھڑے ہو کر دیا جاتا ہے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کیا جاتا ہے یہ استفاضہ وجوب قیام و جلسہ کی دلیل ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ کا بیان ہے، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا پھر بیٹھ گئے، پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص تم سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے وہ جھوٹا ہے۔ خدا کی قسم! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھیں۔ (رواہ مسلم)

امام شافعی کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خطبے ہوتے تھے۔ دونوں کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے (خطبہ میں) آپ قرآن (کی آیات) پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان جلسہ ہوتا تھا۔ (متفق علیہ)

مسلم کی روایت ہے کہ جمعہ کے دن حضرت کعب بن عجرہ مسجد میں داخل ہوئے، ابن ام حکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے حالانکہ اللہ فرماتا ہے: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا۔ ابن ہمام نے اس حدیث سے قیام واجب نہ ہونے پر استدلال کیا ہے کیونکہ نہ حضرت کعب نے ابن ام حکم کی نماز فاسد ہو جانے کا حکم دیا اور نہ کسی اور نے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم قیام کو لازم نہیں جانتے تھے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَخْطُبُ عَلَى قَوْسٍ

باب: آدمی کا کمان کا سہارا لے کر خطبہ دینا

1096 - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ خِرَاشٍ، حَدَّثَنِيْ شُعَيْبُ بْنُ رُزَيْقٍ الطَّائِفِيُّ،

قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى رَجُلٍ لَهُ صُحْبَةٌ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يُقَالُ لَهُ: الْحَكَمُ بْنُ حَزْنٍ الْكُلَفِيُّ، فَأَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا. قَالَ: وَفَدْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابِعَ سَبْعَةٍ - أَوْ تَاسِعَ تِسْعَةٍ - فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، زُرْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا بِخَيْرٍ. فَأَمَرَ بِنَا، أَوْ أَمَرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنَ التَّمْرِ، وَالشَّأْنُ إِذْ ذَاكَ دُونٌ. فَأَقَمْنَا بِهَا أَيَّامًا شَهِدْنَا فِيهَا الْجُمُعَةَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَامَ مُتَوَكِّئًا عَلَى عَصًا، أَوْ قَوْسٍ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، كَلِمَاتٍ خَفِيفَاتٍ طَيِّبَاتٍ مُبَارَكَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ لَنْ تُطِيقُوا - أَوْ لَنْ تَفْعَلُوا - كُلَّ مَا أُمِرْتُمْ بِهِ، وَلَكِنْ سَدِّدُوا، وَأَبْشِرُوا.

قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ قَالَ: ثَبَّتَنِي فِي شَيْءٍ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِنَا، وَقَدْ كَانَ انْقَطَعَ مِنَ الْقِرْطَاسِ

❁ شعیب بن بورزیق طائفی بیان کرتے ہیں: میں ایک شخص کے پاس بیٹھا جو حضرت محمد ﷺ کے صحابی تھے ان کا نام حکم بن حزن کلفی تھا۔ انہوں نے ہمارے ساتھ بات چیت کرنا شروع کی۔ انہوں نے بتایا: میں ایک وفد میں شامل ہو کر ان سات میں سے ساتویں فرد کے طور پر یا نو میں سے نویں فرد کے طور پر' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم آپ ﷺ کے پاس آئے' تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے آپ ﷺ کی زیارت کی ہے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا خیر کیجئے' تو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں کچھ کھجوریں دینے کا حکم دیا۔ اس وقت ہماری حالت کمزور تھی ہم نے کچھ دن آپ ﷺ کے ہاں قیام کیا۔ اس دوران ہم لوگ جمعہ کی نماز میں نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں شریک ہوئے' تو نبی اکرم ﷺ نے لاٹھی سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کمان سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر (خطبہ دیتے ہوئے) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جو مختصر کلمات میں تھی اور مبارک کلمات میں تھی' پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم اس چیز کی طاقت نہیں رکھتے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تم وہ نہیں کر سکو گے جن کا تمہیں حکم دیا گیا ہے' البتہ تم میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری حاصل کرو''۔

(سنن ابوداؤد کے راوی) ابوعلی بیان کرتے ہیں: میں نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میرے بعض ساتھیوں نے اس حدیث کا کچھ حصہ مجھے یاد کروایا ہے' جو کاغذ میں سے رہ گیا تھا۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ عید کے دن رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز میں شریک ہوا، چنانچہ آپ ﷺ نے اذان و تکبیر کے بغیر خطبہ سے پہلے نماز شروع فرمائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو (خطبہ کے لئے) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا

1096- اسنادہ قوی من اجل شهاب بن خراش، وشعيب بن زُرَيق الطائفي، فهما صدوقان لا بأس بهما. واخرجه ابن سعد في "طبقاته" 5165/، واحمد (17856) و (17857)، وابو يعلى (6826)، وابن خزيمة (1452)، وابن قانع في "معجم الصحابه" 207/1، والطبراني في "الكبير" (3165)، والبيهقي في "السنن الكبرى" 2063/3، وفي "السنن الصغرى" (624)، وفي "دلائل النبوة" 3545/، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" 20923/، وابن الاثير في "اسد الغابة" 342/، والمزي في "تهذيب الكمال" في ترجمة الحكم بن حزن 927/-93 من طريق شهاب بن خراش، به

سہارا لے کر کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تعریف بیان فرمائی۔ لوگوں کو نصیحت کی اور انہیں عذاب و ثواب (کے احکام یاد دلائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے پر ترغیب دلائی۔

پھر آپ ﷺ عورتوں کی جماعت کی طرف متوجہ ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے (وہاں بھی) آپ ﷺ نے عورتوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا، ان کو نصیحت کی اور انہیں عذاب وثواب (کے احکام) یاد دلائے۔"

(سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1419)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطیب کے لئے مناسب ہے کہ وہ خطبہ دیتے وقت کسی چیز مثلاً تلوار، کمان برچھی، عصا یا کسی آدمی کا سہارا لے کر کھڑا ہو۔

1097 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ، عَنْ أَبِي عِيَاضٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَشَهَّدَ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، مَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ، وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ، وَلَا يَضُرُّ اللَّهَ شَيْئًا.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب تشہد پڑھ لیتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے۔

''ہر طرح کی حمد اللہ کے لیے مخصوص ہے ہم اس سے مدد چاہتے ہیں اس سے مغفرت مانگتے ہیں، ہم اپنی ذات کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں' جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء کردے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ رہنے دے اسے کوئی ہدایت نصیب نہیں کرسکتا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں' جنہیں اللہ نے قیامت سے پہلے حق کے ہمراہ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے' جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کر لیتا ہے وہ ہدایت پالیتا ہے اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرتا ہے' تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا''۔

1098 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ، عَنْ تَشَهُّدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوَى، وَنَسْأَلُ اللَّهَ رَبَّنَا أَنْ يَجْعَلَنَا مِمَّنْ يُطِيعُهُ، وَيُطِيعُ رَسُولَهُ، وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهُ، وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهُ فَإِنَّمَا نَحْنُ بِهِ وَلَهُ

یونس بیان کرتے ہیں: انہوں نے ابن شہاب سے جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ کے تشہد کے کلمات (یعنی خطبے کے الفاظ میں تشہد کے الفاظ) کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے حسب سابق حدیث بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں:

''اور جوان دونوں کی نافرمانی کرتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے پروردگار سے یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں شامل کرلے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو اس کی رضامندی کی پیروی کرتے ہیں اور اس کی ناراضگی سے بچتے ہیں' بے شک ہم اسی کی مدد سے ہیں اور اسی کے لیے ہیں''۔

1099 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رُفَيْعٍ، عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، اَنَّ خَطِيبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ، وَمَنْ يَعْصِهِمَا، فَقَالَ: قُمْ - اَوِ اذْهَبْ - بِئْسَ الْخَطِيبُ اَنْتَ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خطیب نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں خطبہ دیتے ہوئے یہ کہا:

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اور جو شخص ان دونوں کی نافرمانی کرے''۔

''نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اٹھ جاؤ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تم چلے جاؤ تم بہت برے ہو''۔

1100 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُبَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْنٍ، عَنْ بِنْتِ الْحَارِثِ بْنِ النُّعْمَانِ، قَالَتْ: مَا حَفِظْتُ ق، اِلَّا مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَخْطُبُ بِهَا كُلَّ جُمُعَةٍ، قَالَتْ: وَكَانَ تَنُّورُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَنُّورُنَا وَاحِدًا،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: قَالَ رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: بِنْتُ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ، اُمُّ هِشَامٍ بِنْتُ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ

حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سن کر سورۂ ق یاد کی ہے آپ ﷺ ہر جمعہ میں خطبے میں اسے پڑھا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کا اور ہمارا تنور ایک ہی تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے ہمراہ اس خاتون کا نام حارثہ بن نعمان کی صاحبزادی منقول ہے۔

جب کہ ابن اسحاق نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اُمّ ہشام بنت حارثہ بن نعمان۔

1101 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ سِمَاكٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْدًا، وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا، يَقْرَاُ آيَاتٍ مِنَ الْقُرْآنِ، وَيُذَكِّرُ النَّاسَ

1100- حديث صحيح. عبد الله بن محمد بن معن - وان لم يرو عنه الا خبيب، وهو ابن عبد الرحمن المدني، وذكره ابن حبان في "الثقات" وابن خلفون، وجهله الحافظ الذهبي في "الديوان" - اخرج له مسلم هذا الحديث في المتابعات. واخرجه مسلم (873) من طريق محمد بن جعفر، بهذا الاسناد. واخرجه النسائي (1733) من طريق يحيى بن ابي كثير

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز درمیانی ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبے کے دوران) قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کرتے تھے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے۔

1102 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ أُخْتِهَا، قَالَتْ: مَا أَخَذْتُ ق إِلَّا مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَقْرَؤُهَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَابْنُ أَبِي الرِّجَالِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ أُمِّ هِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ.

عمرہ نامی خاتون اپنی بہن کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: میں نے ''سورۂ ق'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یاد کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ میں اس کی تلاوت کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عمرہ نامی خاتون کے حوالے سے اُم ہشام بنت حارثہ بن نعمان کے حوالے سے منقول ہے۔

1103 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ أُخْتٍ لِعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، كَانَتْ أَكْبَرَ مِنْهَا بِمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عمرہ بنت عبدالرحمن کی بڑی بہن کے حوالے سے منقول ہے جو حسب سابق ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْمِنْبَرِ

باب: منبر پر دونوں ہاتھ بلند کرنا

1104 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: رَأَى عُمَارَةُ بْنُ رُوَيْبَةَ بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ، وَهُوَ يَدْعُو فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ، فَقَالَ عُمَارَةُ: قَبَّحَ اللَّهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ، قَالَ زَائِدَةُ: قَالَ حُصَيْنٌ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا يَزِيدُ عَلَى هٰذِهِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ

حصین بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: حضرت عمارہ بن رویبہ نے جمعہ کے دن بشر بن مروان کو (خطبے کے دوران) ہاتھ کے ذریعے (اشارہ کرتے دیکھا) تو حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو رسوا کرے۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ الفاظ منقول ہیں انہوں نے یہ فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر موجود

1104- اسناده صحيح. حصين بن عبد الرحمٰن: هو ابو الهذيل السلمي، وزائدة: هو ابن قدامة، واحمد بن يونس: هو ابن عبد الله بن يونس، مشهور بالنسبة الى جده. واخرجه مسلم (874)، والترمذي (522)، والنسائي في "الكبرى" (1726) و (1727) من طريق حصين بن عبد الرحمٰن، به. وهو في "مسند احمد" (17219) و (18299)، و "صحيح ابن حبان" (882).

ہوتے تھے تو آپ ﷺ اس سے زیادہ یعنی شہادت کی انگلی کے علاوہ اور کسی انگلی سے اشارہ نہیں کرتے تھے وہ انگلی جو انگوٹھے کے ساتھ ہوتی ہے۔

1105- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذُبَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِرًا يَدَيْهِ قَطُّ يَدْعُو عَلَى مِنْبَرِهِ، وَلَا عَلَى غَيْرِهِ، وَلٰكِنْ رَأَيْتُهُ، يَقُولُ: هٰكَذَا، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَعَقَدَ الْوُسْطٰى بِالْإِبْهَامِ

⊛⊛ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی بھی منبر پر یا منبر کے علاوہ دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے نہیں دیکھا البتہ آپ ﷺ اس طرح کیا کرتے تھے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے شہادت کی انگلی اٹھا کر اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر یہ بات بیان کی۔

بَابُ إِقْصَارِ الْخُطَبِ

باب: خطبے کو مختصر کرنا

1106- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَاشِدٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِقْصَارِ الْخُطَبِ

⊛⊛ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں مختصر خطبہ دینے کا حکم دیا تھا۔

1107- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، أَخْبَرَنِي شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ السُّوَائِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُطِيلُ الْمَوْعِظَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِنَّمَا هُنَّ كَلِمَاتٌ يَسِيرَاتٌ

⊛⊛ حضرت جابر بن سمرہ سوائی رضی اللہ عنہ یہ بات بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ جمعہ کے دن طویل وعظ نہیں کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ مختصر کلمات ارشاد فرماتے تھے۔

بَابُ الدُّنُوِّ مِنَ الْإِمَامِ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ

باب: خطبے کے دوران امام کے قریب بیٹھنا

1108- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِ أَبِي بِخَطِّ يَدِهِ وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ، قَالَ قَتَادَةُ: عَنْ يَحْيَى بْنِ مَالِكٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: احْضُرُوا الذِّكْرَ، وَادْنُوا مِنَ الْإِمَامِ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ يَتَبَاعَدُ حَتّٰى يُؤَخَّرَ فِي الْجَنَّةِ،

وَاِنْ دَخَلَهَا

معاذ بن ہشام بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر میں یہ بات پائی ہے میں نے ان کی زبانی یہ بات نہیں سنی۔ وہ یہ کہتے ہیں: قتادہ نے یحییٰ بن مالک کے حوالے سے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''تم لوگ ذکر (خطبے) میں شریک ہو اور امام سے قریب رہو' کیونکہ آدمی (امام سے دور ہونے) کو اختیار کرتا رہتا ہے' یہاں تک کہ اسے جنت میں بھی پیچھے کر دیا جائے گا اگرچہ وہ اس میں داخل ہی ہو جائے''۔

بَابُ الْاِمَامِ يَقْطَعُ الْخُطْبَةَ لِلْاَمْرِ يَحْدُثُ

باب: امام کا کسی عارضے کی وجہ سے خطبے کو منقطع کرنا

1109 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، اَنَّ زَيْدَ بْنَ حُبَابٍ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَقْبَلَ الْحَسَنُ، وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ اَحْمَرَانِ يَعْثُرَانِ وَيَقُوْمَانِ، فَنَزَلَ فَاَخَذَهُمَا، فَصَعِدَ بِهِمَا الْمِنْبَرَ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ: (اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) (التغابن: 15)، رَاَيْتُ هٰذَيْنِ فَلَمْ اَصْبِرْ، ثُمَّ اَخَذَ فِي الْخُطْبَةِ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے اسی دوران حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ (جو بچے تھے) آگئے۔ ان دونوں نے سرخ قمیصیں پہنی ہوئی تھیں اور وہ گرتے اور کھڑے ہوتے ہوئے آرہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے آئے اور ان دونوں کو پکڑ کر اور انہیں اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

''تمہارے اموال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں''۔

میں نے ان دونوں کو دیکھا تو مجھ سے صبر نہیں ہوا۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دینا شروع کر دیا۔

بَابُ الْاِحْتِبَاءِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ

باب: امام کے خطبے کے دوران احتباء کے طور پر بیٹھنا

1110 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ، عَنْ اَبِيْ مَرْحُوْمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْحُبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ

سہل بن معاذ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے روز جب امام خطبہ دے رہا ہو تو حبوہ کی حالت میں بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

1111- حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ حَيَّانَ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزِّبْرِقَانِ، عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ مُعَاوِيَةَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَجَمَّعَ بِنَا، فَنَظَرْتُ فَاِذَا جُلُّ مَنْ فِي الْمَسْجِدِ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَاَيْتُهُمْ مُحْتَبِيْنَ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَبِي وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ، وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَشُرَيْحٌ، وَصَعْصَعَةُ بْنُ صُوحَانَ، وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَاِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ، وَمَكْحُوْلٌ، وَاِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ، وَنُعَيْمُ بْنُ سَلَامَةَ، قَالَ: لَا بَاْسَ بِهَا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَلَمْ يَبْلُغْنِي اَنَّ اَحَدًا كَرِهَهَا اِلَّا عُبَادَةَ بْنَ نُسَيٍّ

یعلیٰ بن شداد بیان کرتے ہیں: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت المقدس میں موجود تھا۔ انہوں نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ میں نے جائزہ لیا تو مسجد میں نبی اکرم ﷺ کے بہت سے صحابہ کرام موجود تھے۔ میں نے ان حضرات کو احتباء کی حالت میں بیٹھے دیکھا حالانکہ امام اس وقت خطبہ دے رہا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی امام کے خطبے کے دوران احتباء کے طور پر بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور شریح، صعصعہ بن صوحان، سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، مکحول، اسماعیل بن محمد بن سعد اور نعیم بن سلامہ یہ سب حضرات یہ فرماتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مجھ تک ایسی کوئی روایت نہیں پہنچی کہ کسی نے اس کو مکروہ قرار دیا ہو البتہ عبادہ بن نسی نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

بَابُ الْكَلَامِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ

باب: امام کے خطبے کے دوران کلام کرنا

1112- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا قُلْتَ: اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ، فَقَدْ لَغَوْتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

1110- اسنادہ ضعیف لضعف ابی مرحوم- واسمہ عبد الرحیم بن میمون- وسہل ابن معاذ بن انس کما حققناہ فی کتابنا "التحریر"، وکنا قد حسّنا اسنادہ فی "المسند" و "شرح مشکل الآثار" (2905)، فیستدرک من ھنا. وقد ضعفہ ایضاً الخطابی کما سیاتی وعبد الحق الاشبیلی فی "احکامہ الوسطی" 633/3، ووافقہ ابن القطان فی "بیان الوھم والایھام" 173/4. واخرجہ الترمذی (521) من طریق عبد اللہ بن یزید المقرئ بھذا الاسناد. وقال: حدیث حسن، وصححہ ابن خزیمۃ (1815) والحاکم 2891/ وسکت عنہ الذھبی.

''جب امام کے خطبے کے دوران تم (کسی دوسرے کو) یہ کہو ''تم خاموش رہو'' تو تم نے لغو حرکت کی''۔

دوران خطبہ کلام کرنے کی ممانعت سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

دوران خطبہ میں خطبہ دینے والے کے لیے کوئی بات کرنی حرام ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرام ہے لیکن کسی نیکی اور بھلائی کی تعلیم ہو تو حرام نہیں جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان کا قصہ ہوا۔ (کذا قال ابن ہمام)

حضرت امام شافعی کا بھی ابتدائی قول یہی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسا کلام کرنا جائز ہے جس کا تعلق نماز کے مصالح سے ہو جیسے پیچھے سے آنے والوں کو لوگوں کی گردنیں پھلانگنے سے باز داشت کرنا۔ اگر خطیب کسی خاص شخص کو مخاطب کر کے کچھ کہے تو اس شخص کے لیے جواب دینا جائز ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہوا۔ غسل جمعہ کے مبحث میں ہم اس قصہ کا تذکرہ کریں گے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خطیب کیلئے خطبہ کے درمیان ہر طرح کا کلام جائز ہے۔ اس موضوع کی حدیثوں میں باہم اختلاف ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام خطبہ دے رہا ہو اور (تیرا ساتھی کوئی بات کر رہا ہو اور) تو اپنے ساتھی سے کہے چپ رہ' تو تو نے لغویات کی (یعنی یہ کہنا بھی لغو ہے)۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو اور کوئی شخص بات کرے تو وہ اس گدھے کی طرح ہے جو کتابیں اپنے اوپر لادے ہوئے (پھر رہا) ہو۔ یہ دونوں حدیثیں خطبہ کے وقت حرمت کلام پر دلالت کر رہی ہیں۔ اسی طرح آیت: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ بھی (خطبہ کے وقت) بات کرنے کی حرمت پر دلالت کر رہی ہے لیکن وہ احادیث جو جواز کلام پر دلالت کر رہی ہیں' مندرجہ ذیل ہیں:

بیہقی نے حضرت عبدالرحمن بن کعب کے طریق سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی الحقیق کو قتل کرنے کے لیے جن کو خیبر بھیجا تھا وہ لوگ جب واپس آئے اس وقت رسول اللہ ﷺ منبر پر قائم تھے اور دن جمعہ کا تھا۔ حضور والا ﷺ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا (تمہارے) چہرے فلاح یاب ہوں۔ انہوں نے بھی جواب میں کہا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ بھی سرخرو ہوں۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے اس کو قتل کر دیا؟ ان لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے وہ تلوار طلب فرمائی جس سے اس کو قتل کیا گیا تھا اور منبر پر ہی کھڑے کھڑے اس تلوار کو نیام سے نکالا اور فرمایا: ہاں! اسی تلوار کی دھار میں اس کا کھانا ہے۔

بیہقی نے اس حدیث کو مرسل جید کہا ہے۔ عروہ سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔ بیہقی نے ابن عبداللہ وانس رضی اللہ عنہ کے طریق سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی الحقیق کی طرف بھیجا تھا۔ مسلم نے حضرت رفاعہ عدوی کا بیان نقل کیا ہے۔ حضرت رفاعہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت پہنچا جب آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے' میں نے عرض کیا: ایک بے وطن آدمی اپنے دین کے متعلق دریافت کرنے حاضر ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے خطبہ چھوڑ دیا اور میری طرف متوجہ ہو کر مجھے تعلیم دینے لگے' تعلیم کے بعد پھر خطبہ پورا کیا۔

(رواہ اصحاب السنن الاربعۃ)

ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت بریدہ کی حدیث نقل کی ہے۔ حضرت بریدہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے' اتنے میں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ سرخ (یعنی سرخ دھاری والی) قمیصیں پہنے' پاؤں پاؤں چلتے ہوئے آ گئے' دونوں کی چال میں لرزش تھی۔ حضور ﷺ فوراً منبر سے اتر آئے اور دونوں کو اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ پھر فرمایا: اللہ نے سچ کہا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے۔ میں نے ان دونوں بچوں کو لرزتے قدموں سے چلتے دیکھا تو مجھ سے رکا نہ گیا' آخر میں نے اپنی بات (یعنی خطبہ) کاٹ کر دونوں کو اٹھا لیا۔

ابوداؤد نے حضرت جابر کی روایت سے بیان کیا کہ جمعہ کے دن جب منبر پر متمکن ہو گئے تو فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ حکم سن لیا اس وقت وہ مسجد کے دروازے پر تھے' وہیں بیٹھ گئے' حضور ﷺ کی نظر پڑ گئی' فرمایا: عبداللہ بن مسعود ادھر آ جاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے' ایک شخص آیا اور بولا: قیامت کب ہوگی؟ لوگوں نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش رہے' مگر اس نے نہیں مانا اور وہی بات دوبارہ کہی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے اس نے جواب دیا (صرف) اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ فرمایا: تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔ (رواہ احمد والنسائی وابن خزیمہ والبیہقی)

حضرت انس کی روایت ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے' اسی اثناء میں ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ (سارا) مال تباہ ہو گیا اس کے بعد پوری حدیث استسقاء راوی نے بیان کی۔ (متفق علیہ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: احادیث میں یہ اختلاف چاہتا ہے کہ خطبہ سننے والے کے لیے کلام کرنا مکروہ قرار دیا جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' آیت: فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کے مقابل احادیث احاد کو لایا جائے اور آیت کو احادیث کا ہم وزن قرار دیا جائے تو ایسا ممکن نہیں (کیونکہ آیت یقینی قطعی ہے اور احادیث ظنی ہیں جو مفید یقین نہیں۔ اس لیے آیت پر فتویٰ دیا جائے گا اور احادیث کو ترک کر دیا جائے گا) پھر یہاں تو احتیاط کا تقاضا بھی ہے کہ آیت پر ہی عمل کیا جائے اور خطبہ کے وقت سننے والوں کے لیے کلام کرنے کو ناجائز کہا جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: احادیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خطبہ دینے کے درمیان مخاطب کیلئے کوئی کلام کرنا حرام ہے' واللہ اعلم۔

مسئلہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے اور خطبہ ختم کرنے کے بعد کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت انس کی روایت ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ منبر سے اترتے تھے' پھر بعض آدمیوں سے کسی کام کے متعلق کلام کرتے تھے' پھر جائے نماز کی طرف بڑھ جاتے تھے۔ (رواہ احمد)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کلام مطلقاً حرام ہے' آثار صحابہ سے یہی ثابت ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ حضرات امام کے برآمد ہونے کے بعد کلام اور نماز کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

مسئلہ* اگر کوئی شخص امام کے خطبہ دینے کے درمیان آجائے تو (تحیۃ المسجد کی) دو مختصر رکعتیں اس وقت بھی پڑھ لے۔ جمہور ائمہ کا یہی قول ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نماز نہ پڑھے۔ حضرت علی' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہم) کے مذکورہ آثار سے جو بروایت عروہ زہری منقول ہیں' یہی ثابت ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: اگر تم اپنے ساتھی سے کہو چپ رہ تو تم نے لغو حرکت کی۔ یہ حدیث بدلالت النص نماز اور تحیۃ المسجد سے منع کر رہی ہے کیونکہ اس حدیث میں امر بالمعروف کی بھی ممانعت کی ہے اور امر بالمعروف کا درجہ سنت جمعہ اور تحیۃ المسجد سے بلند ہے۔ لہٰذا سنت جمعہ ہوں یا تحیۃ المسجد' بہرحال ان کا ممنوع ہونا بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوتا ہے۔

ایک شبہ* سنت جمعہ وغیرہ پر امر بالمعروف کی برتری اس وقت ہے جب امر بالمعروف واجب ہو' لیکن اگر امر بالمعروف واجب نہ ہو مستحب ہو تو سنت پر اس کی برتری ناقابل تسلیم ہے اور خطبہ سننے کے وقت خاموش رہنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب نہیں' مستحب ہے۔ لہٰذا ان کے خلاف اس امر مستحب کی سنت جمعہ اور تحیۃ المسجد پر فضیلت بدلالت نص حدیث نہیں ثابت کی جاسکتی۔

جمہور نے اپنے قول کے ثبوت میں حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن خطیب کے خطبہ دینے کی حالت میں تم میں سے اگر کوئی آئے تو مختصر رکعتیں پڑھ لے۔ (متفق علیہ) مسلم کی روایت ہے کہ سلیک غطفانی جمعہ کے دن (نماز کے لیے) مسجد میں آئے۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت خطبہ دے رہے تھے' وہ آکر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: سلیک اٹھو اور دو مختصر رکعتیں پڑھ لو۔

اس موضوع کی حدیث حضرت ابوسعید کی روایت سے بھی ابن حبان وغیرہ نے بیان کی ہے' طبرانی کا بیان ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت پہنچے جب آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے دو رکعتیں پڑھ لیں؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں' حضور ﷺ نے فرمایا: تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لو۔ ابن ہمام نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ دارقطنی نے سنن میں حضرت انس کی روایت سے بیان کیا ہے' ایک آدمی مسجد میں آیا۔ حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ فرمایا: اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لو' اتنی دیر کہ وہ شخص نماز سے فارغ ہوا' حضور ﷺ خطبہ دینے سے رکے رہے۔

امام احمد بن حنبل نے معتمر کے والد کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص آیا' الحدیث۔ پھر لوگ اس کے انتظار میں رہے' یہاں تک کہ وہ نماز پڑھ چکا یہ حدیث مرسل ہے اور اس کو مرسل کہنا ہی صحیح ہے۔ ابن ہمام نے کہا: مرسل حدیث حجت (قابل استدلال) ہے۔ میں کہتا ہوں اگر اس حدیث کا ارسال صحیح بھی ہو جائے تب بھی حدیث ''امام خطبہ پڑھ رہا ہو اور اس وقت کوئی

آئے تو (دو) رکعتیں پڑھ لے'' سے اس کا کوئی تعارض نہیں ہوگا' کیونکہ حدیث مطلق ہے اور یہ ایک واقعہ کا بیان ہے۔
اس کے علاوہ یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خروج امام کے بعد تو کوئی نماز ہی جائز نہیں نہ دوران خطبہ میں نہ خطبہ ختم ہونے کے بعد'اس لیے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آنے والے شخص کی نماز ختم ہونے تک رسول اللہ ﷺ خاموش رہے تھے تب بھی یہ حدیث مذکور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے خلاف ہوگی (کیونکہ امام صاحب کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے برآمد ہونے کے بعد ہر نماز نا جائز ہے' خواہ خطبہ دیں یا خاموش ہو جائیں)۔ (تفسیر مظہری، سورہ جمعہ، لاہور)

جمعہ میں تین طرح کے لوگوں کے شریک ہونے کا بیان

1113 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، رَجُلٌ حَضَرَهَا يَلْغُو وَهُوَ حَظُّهُ مِنْهَا، وَرَجُلٌ حَضَرَهَا يَدْعُو، فَهُوَ رَجُلٌ دَعَا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ شَاءَ أَعْطَاهُ، وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُ، وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِإِنْصَاتٍ وَسُكُوتٍ، وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا، وَزِيَادَةِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: (مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا) (الأنعام: 160)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جمعہ میں تین طرح کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ ایک وہ شخص جو کوئی لغو حرکت کرتا ہے اس کا حصہ صرف یہ ہوتا ہے دوسرا وہ شخص جو صرف دعا کے لیے آتا ہے وہ دعا کرتا ہے اگر اللہ چاہے گا' تو اسے عطا کر دے گا اگر چاہے گا' تو عطا نہیں کرے گا' اور تیسرا وہ شخص جو خاموشی سے (خطبہ) سنتا ہے اور خاموش رہتا ہے۔ کسی مسلمان کی گردن کو نہیں پھلانگتا ہے کسی کو ایذا نہیں پہنچاتا ہے' تو یہ (حاضری) اس شخص کے' اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک کے اور مزید تین دن کے (گناہوں کا) کفارہ بن جاتی ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔
''جو شخص کوئی نیکی کرتا ہے' تو اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا''۔

بَابُ اسْتِئْذَانِ الْمُحْدِثِ الْإِمَامَ

باب: بے وضو شخص کا امام سے اجازت طلب کرنا

1114 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَحْدَثَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَأْخُذْ بِأَنْفِهِ، ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَأَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، لَمْ يَذْكُرَا عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کسی شخص کا نماز کے دوران وضوٹوٹ جائے' تو اسے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لینا چاہیے (اور یہ ظاہر کرنا چاہیے کہ نکسیر پھوٹ گئی ہے) اور پھر واپس چلے جانا چاہیے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ''جب وہ شخص آئے اور امام اس وقت خطبہ دے رہا ہو' ان دونوں راویوں نے اس میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں کیا۔

بَابُ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ

باب: جب آدمی (مسجد میں) داخل ہو اور امام اس وقت خطبہ دے رہا ہو

1115 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: قُمْ فَارْكَعْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص جمعہ کے دن آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے فلاں کیا تم نے نماز ادا کر لی ہے۔ اس نے عرض کیا: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اٹھو اور ادا کر لو۔

1116 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، وَعَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَا: جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ لَهُ: أَصَلَّيْتَ شَيْئًا؟، قَالَ: لَا، قَالَ: صَلِّ رَكْعَتَيْنِ تَجَوَّزْ فِيهِمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ (مسجد میں) آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: کیا تم نے نماز ادا کی ہے' تو انہوں نے عرض کی: جی نہیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دو رکعت نماز ادا کر لو اور انہیں مختصر ادا کرنا۔

1117 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ

1115- اسناده صحيح. حماد: هو ابن زيد. واخرجه البخاري (930) و (931) و (1166)، ومسلم (875)، وابن ماجه (1112)، والترمذي (516)، والنسائي في "الكبرى" (1715) و (1716) و (1729) من طرق عن عمرو بن دينار، به. وقد سمي بعضهم ذلك الرجل سليكا الغطفاني. واخرجه مسلم (875) من طريق الليث بن سعد، وابن ماجه (1112) من طريق سفيان بن عيينة، كلاهما عن ابي الزبير، عن جابر. وهو في "مسند احمد" (14309) و (14906).

عَنهُ. أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يُحَدِّثُ، أَنَّ سُلَيْكًا جَاءَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ زَادَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ قَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ يَتَجَوَّزْ فِيهِمَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت سلیک رضی اللہ عنہ (مسجد میں) آئے۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب کوئی شخص (مسجد میں) آئے اور امام اس وقت خطبہ دے رہا ہو تو اسے دو رکعت ادا کرنی چاہئیں اور انہیں مختصر ادا کرنا چاہئے"۔

بَابُ تَخَطِّي رِقَابِ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جانا

1118 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرٍ: جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ

ابوالزاہریہ بیان کرتے ہیں: ہم جمعہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے۔ اسی دوران ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "تم بیٹھ جاؤ تم نے اذیت پہنچائی ہے"۔

بَابُ الرَّجُلِ يَنْعَسُ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ

باب: خطبے کے دوران آدمی کو اونگھ آجانا

1119 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَتَحَوَّلْ مِنْ

1119- رجاله ثقات، وابن اسحاق - وهو محمد بن اسحاق بن يسار المطلبي مولاهم - قد صرح بالسماع عند احمد (6178) فانتفت شبهة تدليسه، لكن صحح غير واحد من الائمة وقفه على ابن عمر. وانظر تفصيل ذلك فيما علقناه على الحديث في "مسند احمد" (4741). وصححه مرفوعاً الترمذي وابن خزيمة (7119)، وابن حبان (2792)، والحاكم 1/291.1 واخرجه الترمذي (534) من طريقين عن محمد بن اسحاق، به. وهو في "مسند احمد" (4741)، و"صحيح ابن حبان" (2792). ورواه موقوفاً الشافعي في "المسند" 1/142، وابن ابي شيبة 2/119، والبيهقي 3/237 من طريق سفيان بن عيينة، عن عمرو بن دينار، عن ابن عمر. وهذا اسناد صحيح على شرطهما.

مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ إِلٰى غَيْرِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

''جب تم میں سے کسی شخص کو مسجد میں بیٹھنے کے دوران اونگھ آ جائے' تو اسے اپنی بیٹھنے کی جگہ تبدیل کر کے دوسری جگہ چلے جانا چاہیے''۔

بَابُ الْإِمَامِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَمَا يَنْزِلُ مِنَ الْمِنْبَرِ

باب: امام کا منبر سے نیچے آ جانے کے بعد بات چیت کرنا

1120 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ جَرِيرٍ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ - لَا أَدْرِيْ كَيْفَ قَالَهُ مُسْلِمٌ، أَوْلَا - عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ مِنَ الْمِنْبَرِ فَيَعْرِضُ لَهُ الرَّجُلُ فِي الْحَاجَةِ، فَيَقُوْمُ مَعَهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ، ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ.

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ عَنْ ثَابِتٍ هُوَ مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اتر جانے کے بعد ایک شخص کسی کام کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے رہے' یہاں تک کہ جب اس کی ضرورت پوری ہو گئی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ثابت سے منقول ہونے کے طور پر معروف نہیں ہے۔ اس روایت کو نقل کرنے میں جریر بن حازم نامی راوی منفرد ہے۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً

باب: جو شخص جمعہ کی ایک رکعت کو پا لے

1121 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ، فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص نماز کی ایک رکعت کو پا لے وہ نماز کو پا لیتا ہے''۔

شرح

اور جس نے امام کو جمعہ میں پایا تو وہ وہی پڑھا جو اس نے پایا ہے۔ اور جمعہ پر ہی بناء کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس قدر پاؤ اسے پڑھو اور جو فوت ہو جائے اس کی قضاء کرو۔ اور اگر اس نے امام کو تشہد میں پایا یا سجدہ سہو میں پایا تو شیخین کے نزدیک وہ جمعہ پر بناء کرے۔

اور امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: اگر اس نے دوسری رکعت کا اکثر حصہ پایا ہے تو وہ جمعہ پر بناء کرے اور اگر اس نے کم حصہ پایا ہے تو وہ ظہر پر بناء کرے۔ کیونکہ اس کی یہ نماز من وجہ جمعہ ہے اور من وجہ ظہر ہے۔ اس لئے کہ اسکے حق میں بعض شرائط فوت ہوگئی تھا۔ لہٰذا وہ شخص ظہر کا اعتبار کرتے ہوئے چار رکعات پڑھے گا۔ اور جمعہ کا اعتبار کرتے ہوئے دو رکعات پر یقین رکھتے ہوئے قعدہ کرے۔ اور احتمال نفل کی وجہ سے آخری دو رکعات میں قرأت کرے۔ جبکہ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں جمعہ کو پانے والا ہے۔ حتیٰ کہ اس پر لازم ہے کہ وہ جمعہ کی نیت کرے۔ اور جمعہ کی دو رکعات ہیں۔ اور جو امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں نمازیں مختلف ہیں کسی ایک کی بھی دوسرے کی تحریمہ سے بناء نہیں کی جاسکتی۔ (ہدایہ)

مدرک رکعت مدرک جمعہ ہونے میں شیخین کے مؤقف کی تائید میں احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے نماز کی ایک رکعت امام کے ساتھ پائی اس نے نماز پالی۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو جمعہ کی ایک رکعت ہی (امام کے ساتھ) ملے وہ دوسری (بعد میں) اس کے ساتھ ملالے۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو نماز کی (صرف) ایک رکعت ملی تو اس کو بھی (گویا کہ) وہ نماز مل گئی۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو جمعہ یا کسی اور نماز کی ایک رکعت بھی مل گئی تو وہ اس کو وہ نماز مل گئی۔ (سنن ابن ماجہ)

یہ حکم عام طور پر تمام نمازوں کے لیے ہے جمعہ ہی کے لیے مخصوص نہیں۔ کتاب الصلوٰۃ کے باب ما علی الماموم میں تقریباً اسی مضمون کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ **من ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ** اس کی وضاحت وہاں بھی کی جا چکی ہے۔ لیکن اس حدیث کو جو یہاں نقل کی جارہی ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعے کی نماز کے ساتھ مخصوص ومقید کیا ہے اور اس کی بنیاد انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر رکھی ہے جو اسی باب کے آخر میں آرہی ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ جس آدمی کی نماز میں امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ بھی ملے اسے امام کے ساتھ ادا کرے اور اس حصہ پر جمعہ کی بناء کر کے بقیہ نماز پوری کرلے اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ **ما ادرکتم فصلوا و مافاتکم فاقضوا** یعنی نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ پاؤ اسے ادا کرو اور جو کچھ رہ جائے اسے پورا کرو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی آدمی جمعہ کی نماز میں بالکل آخر میں اس حال میں شریک ہوا کہ امام التحیات میں تھا یا سجدہ سہو میں تھا تو اسے چاہیے کہ وہ اسی حالت میں جماعت میں شریک ہوجائے اور امام کے ساتھ اسے نماز جمعہ کا جو بھی حصہ ہاتھ لگا ہے اسی پر جمعہ کی بناء کر کے بقیہ نماز پوری کرلے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ البتہ امام محمد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی امام کے ساتھ جمعے کی

دوسری رکعت کا اکثر حصہ پائے تو اسے اس حصے پر جمعے کی بناء کرنی چاہیے۔ لیکن جس آدمی کو دوسری رکعت کا اکثر حصہ نہ ملے تو اس پر جمعہ کی بناء نہ کرے بلکہ ظہر کی بناء کرے۔

دوسری رکعت کا اکثر حصہ پانے سے مراد دوسری رکعت کا رکوع پانا ہے۔ یعنی اگر کوئی آدمی دوسری رکعت کے رکوع میں بھی شریک ہو گیا تو اسے اکثر حصہ مل گیا اور اگر امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد وہ جماعت میں شریک ہوا تو اسے اکثر حصہ پانا نہیں کہیں گے۔

شیخ ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابویوسف نے اپنے مذکورہ بالا مسلک کی بنیاد جس حدیث پر رکھی ہے وہ حدیث بھی مطلق ہے جمعہ کے ساتھ اس کی تخصیص نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے قبل چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ)

بَابُ مَا يُقْرَأُ بِهِ فِي الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کی نماز میں کیا قرأت کی جائے

1122 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ: بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ، قَالَ: وَرُبَّمَا اجْتَمَعَا فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ، فَقَرَأَ بِهِمَا

❁❁ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے موقع پر اور جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ الغاشیہ کی تلاوت فرماتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: بعض اوقات یہ دونوں مواقع ایک ہی دن میں آجاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں (نمازوں میں) ان دونوں سورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

1123 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْمَازِنِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ الضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ، سَأَلَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، مَاذَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى إِثْرِ سُورَةِ الْجُمُعَةِ؟ فَقَالَ: كَانَ يَقْرَأُ بِهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ

❁❁ ضحاک بن قیس نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن سورۂ جمعہ کے بعد کون سی سورت کی تلاوت کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ غاشیہ کی تلاوت کرتے تھے۔

1122- اسناده صحيح. ابو عوانة: هو الوضاح بن عبد الله اليشكري. واخرجه مسلم (878)، وابن ماجه (1281)، والترمذي (541)، والنسائي في "الكبرى" (1750) و (1752) و (1788) و (11601) من طريق ابراهيم بن محمد بن المنتشر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (18383) و (18387)، و "صحيح ابن حبان" (2821) و (2822). وانظر ما بعده.

1124 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَرَأَ بِسُورَةِ الْجُمُعَةِ، وَفِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ: إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ، قَالَ: فَأَدْرَكْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ حِينَ انْصَرَفَ، فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّكَ قَرَأْتَ بِسُورَتَيْنِ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقْرَأُ بِهِمَا بِالْكُوفَةِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ

⊛⊛ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھاتے ہوئے سورۂ جمعہ کی تلاوت کی اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون کی تلاوت کی۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب نماز مکمل ہوگئی تو میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا میں نے ان سے کہا: آپ نے ان دو سورتوں کی تلاوت کی ہے جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں (جمعہ کی نماز میں) تلاوت کیا کرتے تھے' تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن (جمعہ کی نماز میں) ان دونوں کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔

1125 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ: بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ

⊛⊛ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَبَيْنَهُمَا جِدَارٌ

باب: آدمی کا امام کی پیروی کرنا جبکہ ان دونوں کے درمیان دیوار موجود ہو

1126 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُجْرَتِهِ وَالنَّاسُ يَأْتَمُّونَ بِهِ مِنْ وَرَاءِ الْحُجْرَةِ

⊛⊛ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے میں نماز ادا کی اور لوگ حجرے سے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے رہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے بعد نماز ادا کرنا

1127 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا

أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي مَقَامِهِ، فَدَفَعَهُ، وَقَالَ: أَتُصَلِّي الْجُمُعَةَ أَرْبَعًا؟ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَيَقُولُ: هَكَذَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

• نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو جمعہ کے دن اس کی جگہ پر (جہاں اس نے جمعہ کے فرائض ادا کیے تھے) دو رکعت ادا کرتے ہوئے دیکھا تو اسے پرے کیا اور فرمایا: کیا تم جمعہ کی نماز میں چار رکعت ادا کر رہے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن دو رکعت اپنے گھر میں ادا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کیا کرتے تھے۔

1128 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُطِيلُ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ، وَيُصَلِّي بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ سے پہلے کی (سنتیں) طویل ادا کرتے تھے اور اس کے بعد کی دو رکعت اپنے گھر میں ادا کرتے تھے وہ یہ بیان کرتے تھے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

1129 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ أَبِي الْخُوَارِ، أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ، أَرْسَلَهُ إِلَى السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، ابْنِ أُخْتِ نَمِرٍ، يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ رَأَى مِنْهُ مُعَاوِيَةُ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: صَلَّيْتُ مَعَهُ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُورَةِ، فَلَمَّا سَلَّمْتُ قُمْتُ فِي مَقَامِي فَصَلَّيْتُ، فَلَمَّا دَخَلَ أَرْسَلَ إِلَيَّ، فَقَالَ: لَا تَعُدْ لِمَا صَنَعْتَ، إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ، فَلَا تَصِلْهَا بِصَلَاةٍ حَتَّى تَكَلَّمَ، أَوْ تَخْرُجَ، فَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِذَلِكَ، أَنْ لَا تُوصَلَ صَلَاةٌ بِصَلَاةٍ حَتَّى يَتَكَلَّمَ أَوْ يَخْرُجَ

• عمر بن عطاء بیان کرتے ہیں: نافع بن جبیر نے انہیں سائب بن یزید کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان سے ایسی چیز کے بارے میں دریافت کریں جوانہوں نے نماز کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے' توانہوں نے بتایا: میں نے مقصورہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمعہ کی نماز ادا کی جب میں نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور نماز ادا کرنے لگا بعد میں جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا توانہوں نے مجھے بلوایا اور فرمایا تم نے جو کیا ہے وہ دوبارہ نہ کرنا۔ جب تم جمعہ کے نماز ادا کرلو تو اس وقت تک (بعد کی سنت نماز) ادا نہ کرنا جب تک تم کوئی بات چیت نہیں کر لیتے یا (مسجد سے) باہر نہیں چلے جاتے' کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ کسی ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ اس وقت تک نہ ملایا جائے جب تک

1129- اسناده صحيح. وقد صرح ابن جريج - وهو عبد الملك بن عبد العزيز المكي - بسماعه فامنا تدليسه. عبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني، والحسن بن علي: هو الخلال الحلواني. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (3916) و (5534). واخرجه مسلم (883) من طريقين عن ابن جريج، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد"

(پہلے) کوئی بات چیت نہ کر لی جائے یا (اس جگہ سے) باہر نہ چلا جایا جائے۔

1130 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ اَبِي رِزْمَةَ الْمَرْوَزِيُّ، اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ اِذَا كَانَ بِمَكَّةَ فَصَلَّى الْجُمُعَةَ، تَقَدَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى اَرْبَعًا، وَاِذَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ صَلَّى الْجُمُعَةَ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى بَيْتِهِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ، فَقِيلَ لَهُ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

عطاء، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جب وہ مکہ میں ہوتے اور جمعہ کی نماز ادا کرتے تو وہ آگے ہو کر دو رکعت ادا کرتے پھر وہ آگے ہو کر چار رکعت ادا کرتے اور جب وہ مدینہ میں ہوتے تو جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے گھر واپس تشریف لے جاتے اور پھر دو رکعت ادا کرتے تھے وہ مسجد میں نوافل ادا نہیں کرتے تھے۔ ان سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

نماز جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھنے کے حکم کا بیان

1131 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: - قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ - قَالَ: - مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ، فَلْيُصَلِّ اَرْبَعًا، وَتَمَّ حَدِيثُهُ، وَقَالَ ابْنُ يُونُسَ: اِذَا صَلَّيْتُمُ الْجُمُعَةَ فَصَلُّوا بَعْدَهَا اَرْبَعًا۔ قَالَ: فَقَالَ لِي اَبِي: يَا بُنَيَّ، فَاِنْ صَلَّيْتَ فِي الْمَسْجِدِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ اَتَيْتَ الْمَنْزِلَ - اَوِ الْبَيْتَ - فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جس شخص نے جمعہ کے بعد نماز ادا کرنی ہو اسے چار رکعت ادا کرنی چاہئیں"۔ اس راوی کی نقل کردہ روایت مکمل ہے تاہم ابن یونس نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"جب تم جمعہ کے بعد نوافل ادا کرو تو چار رکعت اس کے بعد ادا کرو"۔

راوی کہتے ہیں: میرے والد نے مجھ سے کہا: اے میرے بیٹے! اگر تم نے مسجد میں نماز ادا کرنی ہے تو دو رکعت ادا کر لو اور پھر تم اپنے گھر جا کر دو رکعت ادا کر لو۔

1132 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں ادا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔

1133- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ، يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَيَنْمَازُ عَنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْجُمُعَةَ قَلِيلًا، غَيْرَ كَثِيرٍ، قَالَ: فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: ثُمَّ يَمْشِي أَنْفَسَ مِنْ ذَلِكَ، فَيَرْكَعُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، قُلْتُ لِعَطَاءٍ: كَمْ رَأَيْتَ ابْنَ عُمَرَ يَصْنَعُ ذَلِكَ؟ قَالَ: مِرَارًا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ وَلَمْ يُتِمَّهُ

عطاء بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جمعہ کی نماز کے بعد نفل نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے جس جگہ جمعہ کی نماز ادا کی تھی وہ اس جگہ سے تھوڑا سا ہٹ گئے زیادہ نہیں ہٹے۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے دو رکعت ادا کیں۔ راوی کہتے ہیں: پھر وہ تھوڑا سا ہٹ گئے اور انہوں نے چار رکعت ادا کیں۔

راوی کہتے ہیں: میں نے عطاء سے دریافت کیا: آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کتنی مرتبہ ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: کئی مرتبہ۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالملک بن ابوسلیمان نے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے اسے مکمل نقل نہیں کیا۔

بَابُ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ

باب: عیدین کی نماز (کے بارے میں احکام)

عید کے معنی و مفہوم کا بیان

عربی زبان میں لفظ عید عود سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی لوٹنا ہے۔ اسکی وضعی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لغویوں میں سے عمر آئمہ کا ادراک کرنے والے خلیل بن احمد فراہیدی (۱۰۷ھ) کتاب العین ۲/ ۱۲۷ پر یوں بیان کرتے ہیں: عود بار بار لوٹنے کو کہا جاتا ہے اور عودۃ ایک دفعہ لوٹنا ہے جیسا کہ ملک الموت اہل میت کو کہتا ہے: میں بار بار تمہارے ہاں آؤں گا یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔

لفظ عید کی وضاحت کرتے ہوئے خلیل بن احمد فراہیدی (۱۰۷ھ) کتاب العین ۲/ ۱۲۷ پر یوں بیان کرتے ہیں ": کل یوم مجمع "جس دن لوگ اکٹھے ہوں اس دن کو عید کہتے ہیں۔ عید اصل میں واو کیساتھ تھا اسکی واو کو یا میں تبدیل کیا اور پھر جمع اور تصغیر میں اسی طرح رہنے دیا لہٰذا اسکی جمع "اعیاد "اور اسکی تصغیر 'عیید' آتی ہے اور یہ لفظ مذکر اور مونث دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

دوسرے لغویوں نے بھی اسی معنی کو بیان کیا ہے جیسا کہ لسان العرب ۳/ ۳۱۸ میں ابن منظور (متوفی ۷۱۱ھ) نے ان الفاظ کے ساتھ عید کو بیان کیا ہے:

"و العِیدُ: کلُّ یوم فیه جَمعٌ، و اشتقاقه من عادَیَعُود کانهم عادوا اِلیه، و قیل: اشتقاقه من العادۃ لأنھم اعتادوہ، و الجمعُ أعیاد"

انسان اور عید کا تصور کا بیان

حزن اور سرور انسانی سرشت اور فطرت میں پوشیدہ ان کیفیات میں سے ہیں جو عام طور پر کسی سبب کی وجہ سے انسان کو عارض ہوتی ہیں لہٰذا غم واندوہ اور خوشی وفرحت کسی چیز کا عکس العمل ہوتا ہے یعنی اس غمی کے پیچھے کوئی واقعہ یا خبر یا عمل ہوتا ہے جو اس غمی کا موجب بنتا ہے اور اسی طرح کوئی خبر، واقعہ، فعل یا عمل ہوتا ہے جو اس خوشی کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ پس اس بناء پر حزن وسرور اور انسان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ البتہ حزن وسرور کا اظہار کبھی انسان کی شخصی اور انفرادی زندگی تک محدود ہوتا ہے لیکن کبھی اسکی محدودیت اس کی ذات سے وسیع تر اجتماعی صورت اختیار کرلیتی ہے یعنی انسان اس خوشی وغمی کو اجتماعی صورت میں انجام دیتا ہے اور عید کا لفظ حقیقت میں اسی اجتماعی صورت کیلئے وضع ہوا ہے۔ اس کا مشاہدہ عید کے لغوی معنی میں کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال تاریخ انسانی کے متعلق دقیق ترین کسی عیب وشک سے پاکیزہ معلومات فراہم کرنے کا منبع قرآن عید کے تصور کو صراحت کے ساتھ بنی اسرائیل کے بارے میں خبر دیتے ہوئے کہتا ہے کہ

"قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَۃً مِّنۡکَ وَارۡزُقۡنَا وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ۔

حضرت عیسیٰ بن مریم نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا اے بارالہا! تم ہمارے لئے آسمان سے مائدہ نازل فرما وہ ہمارے اولین اور آخرین کے لئے عید اور تمہاری جانب سے معجزہ ہو اور تم ہی بہترین رازقین میں سے ہو۔

اسکے لئے تفسیر المیزان ۶/ ۸۲۲؛ تفسیر آلوسی اور دیگر تفاسیر میں سورہ مائدہ کی ۱۱۴ ویں آیت کے ذیل میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ کا اپنی قوم کے سوال کے جواب میں حضرت کا خدا سے دعا کا کرنا اور پھر اس دعا میں "لنا" اور "عید" کے الفاظ کا استعمال اس قوم میں اس تصور کی خبر دیتا ہے پس یہ آیت اسلام سے پہلے تصور عید کی موجودیت پر دلالت کرتی ہے اگرچہ بنی اسرائیل سے پہلے بھی اس تصور کی جانب حضرت ابراہیم کے قصے میں انبیاء کی ۵۷ ویں اور ۵۸ ویں آیت میں مفسرین کے بقول ' مدبرین" اور "س معنافتی "میں اشارہ موجود ہے۔

میلاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: یعنی ہم اس (خوان طعام) کے نزول کے دن کو عید بنائیں، اس کی تعظیم کریں، خوشیاں منائیں، تیری عبادت کریں، شکر بجالائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہوٗاس دن کو عید بنانا اور خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا، شکر الٰہی بجالانا، طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے۔ اس لیے حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرح اور سرور کرنا مستحسن ومحمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

(خزائن العرفان ص ۲۰۳ مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

علامہ شریف سید احمد بن عبد الغنی بن عمر عابدین دمشقی متوفی ۱۳۲۰ھ (علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ کے عم زاد) نے علامہ ابن حجر ھیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ کی کتاب النعمۃ الکبریٰ کی شرح لکھی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے النعمۃ الکبریٰ نبی کریم ﷺ کے میلاد کے ثبوت اور بیان میں لکھی ہے اس کتاب کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں' لیکن سب سے مبسوط شرح علامہ احمد عابدین دمشقی کی ہے۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ نے اس شرح کو جواہر البحار میں مکمل نقل کیا ہے۔ ہم اس شرح کے چند اقتباسات جو میلاد النبی ﷺ کے ثبوت سے متعلق ہیں' یہاں نقل کر رہے ہیں۔

محفل میلاد کا بدعت حسنہ ہونا

جس ماہ میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی' اس میں میلاد شریف کو منانا بدعات مستحبہ میں سے ہے' اس کو ایجاد کرنے والا اربل کا بادشاہ مظفر تھا۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ وہ ربیع الاول میں میلاد شریف منعقد کرتا تھا' اور بہت عظیم الشان محفل کا اہتمام کرتا تھا' اس کی بادشاہی کافی عرصہ قائم رہی اور وہ ۶۳۶ھ میں فوت ہوا۔ وہ بہادر' نیک' عادل اور ذہین بادشاہ تھا' وہ اس محفل میں بہت علماء اور صوفیاء کو مدعو کرتا تھا اور اس عظیم الشان دعوت میں تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔ علامہ نووی کے استاذ شیخ ابوشامہ نے میلاد شریف منانے منانے کے بدعت حسنہ ہونے پر بہت قوی دلیل ہے۔

علامہ ابوشامہ کی عبارت یہ ہے:

ہمارے زمانہ میں نبی ﷺ کی ولادت کے دن جو میلاد منایا جاتا ہے اور صدقات اور خیرات کیے جاتے ہیں اور خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے' یہ سب سے اچھی اور نیک بدعت ہے' نیز اس عمل کے ذریعہ نبی کریم ﷺ سے محبت کی وجہ سے ناداروں اور مفلسوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہے' جس شخص نے اس بدعت کو ایجاد کیا' اللہ تعالیٰ اس کو نیک جزا دے۔ نیز۔ اس عمل کی وجہ سے کفار اور منافقین کے دل غیظ سے جلتے ہیں۔

(الباعث علی انکار والبدع والحوادث ملخصاً' ص ۹۵' مطبوعہ دار الرایہ الریاض طبعہ اولیٰ ص ۱۴۱۰ھ)

علامہ زرقانی مالکی نے لکھا ہے کہ حافظ ابوالخیر شمس الدین بن الجزری نے کہا' وہ ابولہب جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا' اس نے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنی باندی ثوبیہ کو انگلی کے اشارہ سے آزاد کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس فعل کی یہ جزا دی کہ ہر پیر کو جب وہ اس انگلی کا سر چوستا ہے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے' تو نبی کریم ﷺ کا امتی مسلمان اور موحد جب ایمان کے رشتہ سے آپ کی ولادت پر خوشی منائے گا اور اپنی استطاعت کے مطابق مال خرچ کر کے صدقہ اور خیرات کرے گا تو اس کی جزاء کیا ہوگی' اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل عمیم سے جنات النعیم میں داخل کر دے گا۔ امام امام محقق ابو زرعہ عراقی سے سوال کیا گیا کہ میلاد شریف منانا آیا مستحب ہے یا مکروہ ہے؟ اور کیا اس میں کوئی چیز وارد ہوئی ہے اور کیا یہ فعل صحابہ

کرام سے منقول ہے تو علامہ عراقی نے جواب دیا کہ دعوت کرنا اور کھانا کھلانا ہر وقت میں مستحب ہے اور جب اس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی اور مسرت شامل ہو تو یہ فعل کیونکر مستحب نہیں ہوگا اور ہم سلف صالحین کے متعلق اس سے زیادہ نہیں جانتے اور کسی چیز کے بدعت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بدعت مکروہہ ہو کیونکہ کتنی بدعات مستحب ہیں بلکہ واجب ہیں۔

علامہ ابراہیم حلبی حنفی نے کہا اگر محفل میلاد میں برائیوں کو شامل کرلیا جائے مثلاً عورتیں شریک ہوں اور بلند آواز سے گائیں یا مردوں اور عورتوں کے مخلوط اجتماع ہوں (یا جلوس کے دوران نمازیں نہ پڑھی جائیں) تو اس قسم کے افعال بالاجماع حرام ہیں۔ (علامہ شامی نے علامہ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ برائیوں کے شامل ہونے کی وجہ سے کسی نیکی کو ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس وجہ سے عبادات کو ترک نہیں کیا جاتا بلکہ انسان پر واجب ہے کہ وہ عبادات اور نیکیوں کو بجالائے اور بدعات کا انکار کرے اور حتی الامکان ان کا ازالہ کرے۔ (ردالمحتارج ۱ص ۲۰٤) علامہ زرقانی نے کہا کہ خلاصہ یہ ہے کہ فی نفسہ میلاد شریف بدعت ہے اس میں محاسن بھی ہیں اور قبائح بھی سو اگر محاسن کو اختیار کیا گیا اور قبائح سے اجتناب کیا گیا تو یہ بدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک سوال کے جواب کہا کہ مجھ پر میلاد شریف منانے کی اصل ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو نجات دی تھی تو ہم اس دن بطور شکر کے روزہ رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس معین دن میں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائے اس دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپ کے ظہور سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی۔ سو جس دن آپ کی ولادت ہوئی اس دن مختلف عبادات کرنا مثلاً نوافل پڑھنا روزہ رکھنا صدقہ وخیرات کرنا اور تلاوت کرنا اور ان عبادات سے اللہ کا شکر بجالانا اس حدیث کے مطابق ہے اور حافظ ابن حجر سے پہلے علامہ ابن رجب حنبلی نے اس اصل کو تلاش کیا تھا۔ حافظ ابن حجر مکی نے کہا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انبیاء علیہم السلام کی متابعت میں اس دن روزہ رکھا اور یہود سے فرمایا: حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر ہمارا تم سے زیادہ حق ہے۔

علامہ احمد عابدین نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد میں شریک ہونا اور آپ کی ولادت مبارکہ کا واقعہ اور آپ کے فضائل اور محامل کو بیان کرنا اور آپ پر بکثرت درود وسلام پڑھنا آپ کی محبت کا سبب ہے اور آپ کے قرب کا موجب ہے۔ سو ہر وہ شخص جو آپ کی محبت میں صادق ہو اس کو چاہیے کہ وہ آپ کی ولادت کے مہینہ کی آمد پر خوش ہو اور اس مہینہ میں اس محفل کو منعقد کرے اور اس میں آپ کی ولادت کے متعلق احادیث صحیحہ اور آثار قویہ بیان کرے اور امید ہے کہ ایسے شخص کو آپ کی شفاعت حاصل ہوگی کیونکہ شفاعت آپ کی محبت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ سو جو شخص محافل میلاد منعقد کرکے آپ کا بکثرت ذکر کرے گا اور آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ تو امید ہے کہ آپ کی محبت سے محفل میلاد میں آپ کا ذکر کرنے والے اور آپ پر بکثرت صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔ سو اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں پر رحمت نازل فرمائے جنہوں نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ

مبارک کی راتوں کو عیدیں بنا دیا۔ (جواہر البحار ج ۳ ص ۳۶۲-۳۰۹ ملخصاً مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

عید کے معروف دو دنوں کا بیان

1134 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ: مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحَى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے' تو ان لوگوں کے دو مخصوص دن تھے جن میں وہ کھیل تماشا کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ دو دن کس چیز کے ہیں' تو ان لوگوں نے بتایا: ہم زمانہ جاہلیت میں ان دو دنوں میں کھیل تماشا کرتے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ نے ان دونوں کی جگہ تمہیں زیادہ بہتر دن عطاء کر دیئے ہیں۔ عید الاضحیٰ کا دن اور عید الفطر کا دن۔

شرح

زمانہ جاہلیت میں اہل مدینہ کے لئے دو دن مقرر تھے جن میں وہ لہو و لعب میں مشغول ہوتے تھے اور خوشیاں منایا کرتے تھے ان میں سے ایک دن "نوروز" تھا اور دوسرا دن "مہرجان"۔ نوروز کے دن آفتاب برج حمل میں جاتا ہے اور مہرجان کے دن برج میزان میں داخل ہوتا ہے۔ چونکہ ان دونوں دنوں میں آب و ہوا معتدل ہوتی ہے۔ اور رات دن برابر ہوتے ہیں اس لئے ان دنوں کو حکام نے خوشی منانے کی لئے مقرر کر لیا تھا چنانچہ وہی رسم لوگوں میں چلی آتی تھی۔ یہاں تک کہ جب اہل مدینہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو شروع میں پرانی عادت کے مطابق ان دونوں میں پہلے زمانے کی طرح خوشی منایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان دنوں کی حقیقت دریافت فرمائی تو وہ اس کی کوئی حقیقت بیان نہ کر سکے صرف اتنا بتا سکے کہ پرانے زمانے سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے اور ان دنوں سے ہم اسی طرح خوشی مناتے چلے آتے ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دنوں سے تمہیں اب کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دنوں سے بہتر تمہیں عیدین کے دو دن عنایت فرما دیئے ہیں تم ان بابرکت دنوں میں خوشی منا سکتے ہو۔ گویا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو یہ اشارہ فرمایا کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ حقیقی عید اور خوشی عبادت کے دن منائے۔ لہٰذا اس حدیث میں عیدین کے دن لہو و لعب میں مشغول ہونے کی ممانعت ہے۔

دوسری طرف یہ اشارہ خفی ہے کہ عیدین میں بہت معمولی طریقے پر کھیل کود اور اس انداز اور اس طریقے سے خوشی منانا کہ جس میں حدود شریعت سے تجاوز اور فحاشی نہ ہو جائز ہے۔ یہ حدیث نہایت لطیف انداز میں یہ بتا رہی ہے کہ غیر مسلموں کے تہوار کی تعظیم کرنا اور ان میں خوشی منانا، نیز ان کی رسموں کو اپنانا ممنوع ہے نیز یہ حدیث غیر مسلموں کی عید و تہوار میں شرکت و حاضری کی ممانعت کو بھی

1134- اسناده صحيح. حميد: هو ابن ابى حميد الطويل، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه النسائي في "الكبرى" (1767) من طريق اسماعيل ابن علية، عن حميد الطويل، به. وهو في "مسند احمد" (12006).

ظاہر کر رہی ہے۔

بعض علماء نے تو اسے سخت جانا ہے کہ اس عمل پر کفر کا حکم لگایا ہے چنانچہ ابو حفص کبیر حنفی فرماتے ہیں کہ جو آدمی نوروز کی عظمت و توقیر کے پیش نظر اس دن مشرکوں کو تحفہ میں انڈا بھیجے (جیسا کہ اس روز مشرکین کا طریقہ ہے) تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس کے تمام اعمال نابود ہو جاتے ہیں۔

حضرت قاضی ابوالمحاسن ابن منصور حنفی کا قول ہے کہ "اگر کوئی اس دن وہ چیزیں خریدے جو دوسرے دنوں میں نہیں خریدتا ہے (جیسا کہ ہمارے یہاں دیوالی کے روز کھلیں اور مٹھائی بنے ہوئے کھلونے وغیرہ خریدے جاتے ہیں یا اس دن کسی کو تحفہ بھیجتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اس دن کی تعظیم ہو جیسا کہ مشرک اس دن کی تعظیم کرتے ہیں تو وہ آدمی کافر ہو جاتا ہے اور اگر کوئی آدمی محض اپنے استعمال اور فائدہ اٹھانے یا حسب عادت کسی کو ہدیہ بھیجنے کی نیت سے خریدتا ہے۔ تو کافر نہیں ہوتا لیکن یہ بھی مکروہ ہے لیکن اس طرح کافروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اس لئے اس سے بھی احتراز کرنا چاہیے۔

فتاویٰ ذخیرہ میں لکھا ہے کہ جو آدمی ہولی اور دیوالی دیکھنے کے لئے بطور خاص نکلتا ہے وہ حدود کفر سے قریب ہو جاتا ہے کیونکہ اسی میں اعلان کفر ہوتا ہے لہٰذا ایسا آدمی گویا اپنے عمل سے کفر کی مدد کرتا ہے اسی پر "نوروز" دیکھنے کے لئے نکلنے کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بعض مسلمان ایسا کرتے ہیں۔ یہ بھی موجب کفر ہے۔

"تجنیس" میں مذکور ہے کہ ہمارے مشائخ اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جس آدمی نے اہل کفار کے معتقدات و معاملات میں سے کسی چیز کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھا تو وہ حدود کفر میں داخل ہو جائے گا۔ اسی پر اس مسئلہ کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی ایسے بالہوا و ہوس انسان مثلاً شریعت کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرنے والے نام نہاد صوفیا کے کسی کلام یا کسی قول کے بارہ میں اچھا خیال رکھے اور یہ کہے کہ یہ کلام معنوی ہے یا یہ کہے کہ فلاں قول ایسا ہے جس کے معنی صحیح ہیں تو اگر حقیقت میں وہ کلام و قول کفر آمیز ہو تو اس کے بارہ میں اچھا عقیدہ رکھنے والا اور اسے صحیح کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح "نوادر الفتاویٰ" میں منقول ہے کہ جو آدمی غیر مسلموں کی رسومات کو اچھا جانے وہ کافر ہو جاتا ہے۔

عمدۃ الاسلام" میں لکھا ہے کہ جو آدمی کافروں کی رسومات ادا کرے مثلاً نئے مکان میں بیل اور گائے اور گھوڑے کو زرد و سرخ رنگ کرے یا بندھن دار باندھے تو کافر ہو جاتا ہے۔" حاصل یہ کہ ان معتقدات و رسومات سے قطعاً احتراز کرنا چاہیے جن سے اسلام اور شریعت کا دور کا بھی واسطہ نہ ہو بلکہ ان کی بنیاد خالص غیر اسلامی و غیر شرعی چیزوں پر ہے۔

بعض علماء نے فرمایا: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو عید اس لیے کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے۔ خلیل نے کہا: عید ہر وہ دن ہے جس میں لوگ جمع ہوتے ہیں گویا وہ اس کی طرف لوٹ کر آئے ہیں ابن الانباری نے کہا: عید کو عید کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ خوشی اور فرحت میں لوٹ کر آتی ہے کہ یہ تمام مخلوق کے لیے خوشی کا دن ہے کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ قیدی بھی اس دن طلب نہیں کیے جاتے اور سزا نہیں دیے جاتے، وحشی اور پرندے شکار نہیں کیے جاتے اور بچے مدارس میں نہیں جاتے۔ بعض علماء نے فرمایا: عید کو عید اس لیے کہا جاتا ہے، کیونکہ ہر انسان اپنی قدر و منزلت کی طرف لوٹتا ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ لوگوں کے لباس، ہیئات اور

کھانے مختلف ہوتے ہیں بعض مہمان ہوتے ہیں بعض میزبان ہوتے ہیں، بعض رحم کرتے ہیں بعض پر رحم کیا جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا: عید کو عید اس لیے کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ عزت اور عظمت والا دن ہے اس کو عید کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ ایک عربوں کے نزدیک بہترین نر تھا اور اس کی لوگ نسبت کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے: ابل عیدیۃ۔

شاعر نے کہا: عیدیۃ ارھنت فیھا الدنانیر یہ پہلے گزر چکا ہے۔ حضرت زید بن ثابت نے لاولانا واخرانا پڑھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے لوگوں کے آخری شخص نے اسی طرح کھایا جس طرح پہلے شخص نے کھایا۔ (آیت) وایۃ منك یعنی یہ تمہاری طرف سے حجت و دلالت ہوگا۔ (آیت) وارزقنا یعنی ہمیں عطا فرما، (آیت) وانت خیر الرازقین یعنی جس نے بھی عطا کیا تو اس سے بہتر ہے، کیونکہ تو غنی اور خوبیوں سراپا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

بَابُ وَقْتِ الْخُرُوجِ اِلَى الْعِيدِ

باب: عید کی نماز کے لئے نکلنے کا وقت

1135 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ الرَّحَبِيُّ، قَالَ: خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ، صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّاسِ فِي يَوْمِ عِيدِ فِطْرٍ، اَوْ اَضْحَى، فَاَنْكَرَ اِبْطَاءَ الْاِمَامِ، فَقَالَ: اِنَّا كُنَّا قَدْ فَرَغْنَا سَاعَتَنَا هٰذِهِ، وَذٰلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ

❁❁ یزید بن خمیر رحبی یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ عید الفطر کے دن یا عید الاضحیٰ کے دن لوگوں کے ساتھ (نماز ادا کرنے کے لیے) نکلے۔ انہوں نے عوام کے تاخیر سے آنے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ہم تو اس وقت تک (نماز ادا کر کے) فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں: یہ اشراق کے وقت کی بات ہے۔

شرح

نماز عید کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے ضحوہ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک ہے مگر عید الفطر میں دیر کرنا اور عید الاضحیٰ میں جلد پڑھ لینا مستحب ہے اور سلام پھیرنے کے پہلے زوال ہو گیا تو نماز جاتی رہی۔ (دُرِّ مختار)

بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ فِي الْعِيدِ

باب: خواتین کا عید کی نماز کے لئے نکلنا

1136 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوبَ، وَيُونُسَ، وَحَبِيبٍ، وَيَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ، وَهِشَامٍ فِي آخَرِينَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، اَنَّ اُمَّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: اَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُخْرِجَ ذَوَاتِ الْخُدُورِ يَوْمَ الْعِيدِ، قِيلَ: فَالْحُيَّضُ؟ قَالَ: لِيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: فَقَالَتِ امْرَاَةٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اِنْ لَمْ يَكُنْ لِاِحْدَاهُنَّ ثَوْبٌ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ: تُلْبِسُهَا صَاحِبَتُهَا

طَائِفَةٌ مِنْ ثَوْبِهَا.

سیّدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم عید کے موقعہ پر پردہ دار خواتین کو بھی (عیدگاہ) لے جائیں۔ عرض کی گئی: حیض والی عورتوں کو بھی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بھی بھلائی اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر کسی عورت کے پاس (سر پر لینے کے لیے) کپڑا نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی دوسری عورت اپنے کپڑے کا کچھ حصہ اسے اوڑھا دے۔

1137 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا اَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ بِهٰذَا الْخَبَرِ قَالَ: وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ مُصَلَّى الْمُسْلِمِينَ، وَلَمْ يَذْكُرِ الثَّوْبَ، قَالَ: وَحَدَّثَ عَنْ حَفْصَةَ، عَنِ امْرَاَةٍ تُحَدِّثُهُ عَنِ امْرَاَةٍ اُخْرَى قَالَتْ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مُوسٰى فِي الثَّوْبِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مذکور ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں گی"۔

اس راوی نے کپڑے کا ذکر نہیں کیا۔

اس راوی نے ایک اور سند کے ساتھ اس خاتون کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے بعد اس کپڑے کے بارے میں موسیٰ نامی راوی کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

1138 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: كُنَّا نُؤْمَرُ بِهٰذَا الْخَبَرِ، قَالَتْ: وَالْحُيَّضُ يَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ مَعَ النَّاسِ

سیّدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمیں یہ حکم دیا گیا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں وہ یہ بیان کرتی ہیں:

"حیض والی خواتین لوگوں سے پیچھے رہیں گی اور وہ لوگوں کے ہمراہ تکبیر کہیں گی"۔

1139 - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ يَعْنِي الطَّيَالِسِيَّ، وَمُسْلِمٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنِي اِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ جَدَّتِهِ اُمِّ عَطِيَّةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ، جَمَعَ نِسَاءَ الْاَنْصَارِ فِي بَيْتٍ، فَاَرْسَلَ اِلَيْنَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَرَدَدْنَا عَلَيْهِ السَّلَامَ، ثُمَّ قَالَ: اَنَا رَسُولُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكُنَّ، وَاَمَرَنَا بِالْعِيدَيْنِ اَنْ نُخْرِجَ فِيهِمَا الْحُيَّضَ، وَالْعُتَّقَ، وَلَا جُمُعَةَ عَلَيْنَا وَنَهَانَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

سیّدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی خواتین کو ایک گھر میں جمع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف بھیجا وہ دروازے پر کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ہمیں سلام کیا۔ ہم نے انہیں سلام کا جواب دیا۔ پھر انہوں نے فرمایا: میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام رساں ہوں جو تمہاری طرف آیا

ہوں۔ آپ ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم ان دونوں عیدوں کے موقع پر حیض والی خواتین اور کم عمر لڑکیوں کو بھی لے کر چلیں اور ہم پر جمعہ ادا کرنا لازم نہیں ہے اور آپ ﷺ نے ہمیں جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا۔

عورتوں کا عیدگاہ جانا مستحب نہیں

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام عورتوں کو عیدگاہ جانے کا حکم فرمایا تاکہ جن عورتوں کو کوئی عذر نہیں ہے وہ تو نماز پڑھیں اور جن عورتوں کو کوئی عذر ہے انہیں نماز اور دعا کی برکت پہنچے" گویا اس طرح لوگوں کو ترغیب دلائی جارہی ہے کہ وہ نمازوں میں شریک ہوں۔ وعظ و ذکر کی مجالس میں حاضر ہوں اور علماء و صلحا کا قرب حاصل کریں تاکہ انہیں اللہ کے ان نیک و مقدس بندوں کی برکت حاصل ہو" اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے مقدس زمانے میں عورتوں کے لئے عیدگاہ جانا ممنوع نہیں تھا مگر آجکل کے زمانے میں فتنہ و فساد کے خوف سے عورتوں کے لئے عیدہ گاہ جانا مستحب نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عورتوں کے عیدگاہ جانے کی توجیہہ امام طحاوی نے یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ اس وقت اسلام کا ابتدائی دور تھا مسلمان بہت کم تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ کا یہ مقصد تھا کہ اگر تمام عورتیں بھی عیدگاہ جائیں گی تو مسلمانوں کی تعداد زیادہ معلوم ہوگی جس سے کفار پر رعب پڑے گا۔ لہٰذا آجکل نہ صرف اس کی ضرورت ہے بلکہ عورتوں کی موجودگی چونکہ بہت زیادہ محرمات و مکروہات کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

اس لئے علماء نے عورتوں کو عیدگاہ جانے سے روک دیا ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی عورت کے پاس ایسی کوئی چادر اور کوئی کپڑا نہ ہو جسے اوڑھ کر وہ عیدگاہ جاسکے تو اس کی ساتھ والی کو چاہیے کہ یا تو اس کے پاس کئی چادریں ہوں تو ایک چادر عاریتاً اس عورت کو دے جسے وہ بعد میں واپس کردے گی یا پھر یہ کہ اگر اس کے پاس کئی نہیں بلکہ ایک ہی چادر ہے تو اپنی چادر کا ایک حصہ اس کو اوڑھا دے اور دونوں ایک جگہ بیٹھ جائیں۔

بَابُ الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ

باب: عید کے دن خطبہ دینا

1140 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، ح وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: أَخْرَجَ مَرْوَانُ الْمِنْبَرَ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَبَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا مَرْوَانُ، خَالَفْتَ السُّنَّةَ، أَخْرَجْتَ الْمِنْبَرَ فِي يَوْمِ عِيدٍ، وَلَمْ يَكُنْ يُخْرَجُ فِيهِ، وَبَدَأْتَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، فَقَالَ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ

❀❀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ ایک مرتبہ مروان نے عید کے موقع پر (عیدگاہ) میں

منبر نکلوایا' اور اس نے نماز ادا کرنے سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا' تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا: اے مروان! تم سنت کے برخلاف کر رہے ہو۔ تم نے عید کے موقع پر منبر نکلوالیا حالانکہ اس موقع پر منبر نہیں نکالا جاتا' اور تم نے نماز سے پہلے خطبہ دینا شروع کر دیا ہے' تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ کون شخص ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے' تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے اپنے ذمہ لازمی فرض کو ادا کر دیا ہے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص کوئی منکر دیکھے اور وہ اسے اپنے ہاتھ کے ذریعے تبدیل کر سکتا ہو' تو اس کو اپنے ہاتھ کے ذریعے اسے تبدیل کرنا چاہیے۔ اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو' تو اپنی زبان کے ذریعے (اس کی مخالفت کرے) اور اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ اپنے دل میں (اسے برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔

1141 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، قَالَا: اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى، فَبَدَاَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَزَلَ فَاَتَى النِّسَاءَ، فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّاُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ تُلْقِي فِيْهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ، قَالَ: تُلْقِي الْمَرْاَةُ فَتَخَهَا وَيُلْقِيْنَ وَيُلْقِيْنَ، وَقَالَ ابْنُ بَكْرٍ: فَتَخَتَهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبے سے پہلے نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نماز اور خطبے سے) فارغ ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کے پاس تشریف لے گئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وعظ و نصیحت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے کو پھیلایا ہوا تھا۔ خواتین اس میں صدقہ کی چیزیں ڈال رہی تھیں۔

راوی نے یہ بات بیان کی ہے: کوئی عورت اپنی انگوٹھی ڈال رہی تھی۔ کوئی کچھ ڈال رہی تھی' کوئی کچھ ڈال رہی تھی۔

ابن بکر نامی راوی نے لفظ فتخها کا لفظ استعمال کیا ہے۔

1142 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيْرٍ، اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: اَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، وَشَهِدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ خَرَجَ يَوْمَ فِطْرٍ فَصَلَّى، ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ اَتَى النِّسَاءَ، وَمَعَهُ بِلَالٌ - قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ: اَكْبَرُ عِلْمِ شُعْبَةَ - فَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ،

عطاء بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق گواہی دے کر یہ بات بیان کرتا ہوں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گواہی دیتے ہوئے یہ بات بیان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

راوی نے یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم دیا' تو انہوں نے (صدقہ کی چیزیں کپڑے میں) ڈالنا شروع کیں۔

1143 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِمَعْنَاهُ قَالَ: فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَمَشَى إِلَيْهِنَّ وَبِلَالٌ مَعَهُ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہی روایت منقول ہے۔تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے یہ محسوس کیا کہ آپ ﷺ کی آواز خواتین تک نہیں پہنچی' تو آپ ﷺ چلتے ہوئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آپ ﷺ نے ان کو وعظ ونصیحت کی اور انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا' تو کوئی عورت اپنی بالی ڈال رہی تھی' کوئی اپنی انگوٹھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈال رہی تھی''۔

1144 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُعْطِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ، وَجَعَلَ بِلَالٌ يَجْعَلُهُ فِي كِسَائِهِ، قَالَ: فَقَسَمَهُ عَلَى فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''کوئی عورت بالی دینے لگی اور کوئی انگوٹھی دینے لگی۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان چیزوں کو اپنی چادر میں ڈالتے جا رہے تھے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ چیزیں غریب مسلمانوں میں تقسیم کر دی تھیں۔

بَابُ يَخْطُبُ عَلَى قَوْسٍ

باب: کمان کا سہارا لے کر خطبہ دینا

1145 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي جَنَابٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْبَرَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نُووِلَ يَوْمَ الْعِيدِ قَوْسًا، فَخَطَبَ عَلَيْهِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عید کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو کمان پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے اس پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا۔

بَابُ تَرْكِ الْأَذَانِ فِي الْعِيدِ

باب: عید کے لئے اذان نہ دینا

1146 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ

ابْنَ عَبَّاسٍ، أَشَهِدْتَ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ. وَلَوْلَا مَنْزِلَتِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ مِنَ الصِّغَرِ. فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، فَصَلَّى، ثُمَّ خَطَبَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَذَانًا وَلَا إِقَامَةً. قَالَ: ثُمَّ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ. قَالَ: فَجَعَلَ النِّسَاءُ يُشِرْنَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ. قَالَ: فَأَمَرَ بِلَالًا، فَأَتَاهُنَّ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ عبدالرحمن بن عابس بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: کیا آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں شریک ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ اگر مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خاص مقام حاصل نہ ہوتا تو میں کمسنی کی وجہ سے شاید اس میں شریک نہ ہو پاتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس نشان کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن صلت کے گھر کے پاس ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی پھر خطبہ دیا۔ راوی نے اذان یا اقامت کا ذکر نہیں کیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا' تو خواتین اپنی کانوں اور گردنوں کی طرف اشارہ کرنے لگیں (یعنی کان اور گردن کا زیور اتارنے لگیں)

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ خواتین کے پاس تشریف لائے (ان سے وہ چیزیں لیں) پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس چلے گئے۔

1147 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعِيدَ بِلَا أَذَانٍ، وَلَا إِقَامَةٍ، وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، أَوْ عُثْمَانَ شَكَّ يَحْيَى

❁❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز' اذان اور اقامت کے بغیر ادا کی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا۔ یحییٰ نامی راوی کو یہ شک ہے کہ شاید' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی۔ (کے الفاظ منقول ہیں۔)

1148 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَنَّادٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ يَعْنِي ابْنَ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ الْعِيدَيْنِ بِغَيْرِ أَذَانٍ، وَلَا إِقَامَةٍ

❁❁ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ نہیں' دو مرتبہ نہیں' بلکہ کئی مرتبہ اذان اور اقامت کے بغیر' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز ادا کی ہے۔

بَابُ التَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ

باب: عیدین میں تکبیر کہنا

1149 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ،

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى، فِي الْاُوْلٰى سَبْعَ تَكْبِيْرَاتٍ، وَفِي الثَّانِيَةِ خَمْسًا.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازوں میں اضافی تکبیریں کہا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں۔

عیدین کی تکبیرات کی تعداد میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت سعید ابن عاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ و حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول کریم ﷺ عید و بقر عید کی نماز میں کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ "جس طرح آپ ﷺ جنازہ میں چار تکبیریں کہتے تھے اسی طرح عیدین کی نماز میں بھی چار تکبیریں کہا کرتے تھے" حضرت حذیفہ نے (یہ سن کر) فرمایا کہ ابوموسیٰ نے سچ کہا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1416)

حضرت ابوموسیٰ کے جواب کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نماز جناز میں چار تکبیریں کہا کرتے تھے اسی طرح آپ ﷺ عیدین کی نماز میں بھی ہر رکعت میں چار تکبیریں کہا کرتے تھے اس طرح کہ پہلی رکعت میں تو قرأت سے پہلے تکبیر تحریمہ سمیت چار تکبیریں کہتے تھے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع کی تکبیر سمیت چار تکبیریں کہتے تھے۔

اس سلسلہ میں یہ بات جان لینی چاہیے کہ تکبیرات عید کے سلسلہ میں متضاد احادیث منقول ہیں اسی وجہ سے ائمہ کے مسلک میں بھی اختلاف ظاہر ہوا ہے چنانچہ تینوں اماموں کے نزدیک عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کے ہاں تو پہلی رکعت میں سات تکبیریں مع تکبیر تحریمہ کے ہیں اور اسی طرح دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں تکبیر قیام سمیت ہیں جب کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک پہلی رکعت میں سات تکبیریں تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں تکبیر قیام کے علاوہ ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ تین تکبیریں پہلی رکعت میں اور تکبیر رکوع کے علاوہ تین تکبیریں دوسری رکعت میں ہیں جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ نیز اسی کو حضرت عبداللہ ابن مسعود نے بھی اختیار کیا ہے جبکہ حضرت امام شافعی کے مسلک کے مطابق حضرت عبداللہ ابن عباس کا مسلک ہے یہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جن سے حضرت امام شافعی استدلال کرتے ہیں تو ان کی صحت وضعف اور ان کی اسناد و طرق کے بارہ میں بہت زیادہ اعتراضات ہیں جس کو یہاں نقل کرنے کا موقع نہیں ہے۔ علماء حنفیہ اپنے مسلک کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ تکبیرات عیدین کے سلسلہ میں جب متضاد اور مختلف احادیث سامنے آئیں تو ہم نے ان میں سے ان احادیث کو اپنا معمول بہ قرار دیا جن میں تکبیرات کی تعداد کم منقول تھی کیونکہ عیدین کی زائد تکبیریں اور رفع یدین بہرحال خلاف معمول ہیں اس لیے کم تعداد کا اختیار کرنا ہی اولیٰ ہوگا۔

1150 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: سِوَى تَكْبِيْرَتَيِ الرُّكُوْعِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:
"یہ رکوع کی تکبیروں کے علاوہ ہوتی تھیں"۔

1151 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطَّائِفِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: التَّكْبِيرُ فِي الْفِطْرِ سَبْعٌ فِي الْأُولَى، وَخَمْسٌ فِي الْآخِرَةِ، وَالْقِرَاءَةُ بَعْدَهُمَا كِلْتَيْهِمَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"عید الفطر کی نماز میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہوں گی اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہوں گی اور قرأت ان تکبیروں کے بعد ہوگی"۔

1152 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ حَيَّانَ، عَنْ أَبِي يَعْلَى الطَّائِفِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْفِطْرِ الْأُولَى سَبْعًا، ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يَرْكَعُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وَكِيعٌ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَا: سَبْعًا وَخَمْسًا

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں گئے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: "سات اور پانچ (تکبیریں کہیں)"۔

1153 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَابْنُ أَبِي زِيَادٍ، الْمَعْنَى قَرِيبٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ حُبَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَائِشَةَ، جَلِيسٌ لِأَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ، سَأَلَ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ؟ فَقَالَ أَبُو مُوسَى: كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: صَدَقَ، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: كَذٰلِكَ كُنْتُ أُكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ، حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ أَبُو عَائِشَةَ: وَأَنَا حَاضِرٌ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ

ابو عائشہ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہم نشین رہے ہیں وہ بیان کرتے ہیں: سعید بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ

1151- حسن لغيره، عبد الله بن عبد الرحمن الطائفي: قال ابن معين: صويلح، وقال مرة: ضعيف، ووثقه ابن المديني فيما نقله ابن خلفون والعجلي، وقال البخاري فيما نقله عنه الترمذي في "العلل الكبير" 288/1: مقارب الحديث، وصحح حديثه هذا، وضعفه النسائي وابو حاتم، وقال ابن عدي: اما سائر حديثه فعن عمرو بن شعيب، وهي مستقيمة، فهو ممن يكتب حديثه، وقال الدارقطني: يعتبر به. واخرجه ابن ماجه (1278) من طريق عبد الله بن المبارك، عن عبد الله بن عبد الرحمن الطائفي، بهذا الاسناد. ووقع اسم عبد الله بن عبد الرحمن الطائفي في اصول ابن ماجه: عبد الرحمن الطائفي والتصويب من مصادر تخريج الحديث ومصادر الترجمة. وهو في "مسند احمد" (6688).

اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں تکبیریں کیسے کہتے تھے' تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار تکبیریں کہتے تھے' جس طرح نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہوتی ہیں۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں بصرہ میں لوگوں کا امیر تھا تو اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔

ابو عائشہ نے فرمایا: میں اس وقت سعید بن العاص کے پاس موجود تھا۔

نماز عید کا طریقہ

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ دو رکعت واجب عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے پھر ثناء پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ یعنی پہلے تکبیر میں ہاتھ باندھے اس کے بعد دو تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے پھر چوتھی تکبیر میں باندھ لے اس کو یوں یاد رکھے کہ جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں ہاتھ باندھ لئے جائیں اور جہاں پڑھنا نہیں وہاں ہاتھ چھوڑ دیے جائیں پھر امام اعوذ اور بسم اللہ آہستہ پڑھ کر جہر کے ساتھ الحمد اور سورت پڑھے پھر رکوع کرے اور دوسری رکعت میں پہلے الحمد و سورت پڑھے پھر تین بار کان تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے اس سے معلوم ہو گیا کہ عیدین میں زائد تکبیریں چھ ہوئیں تین پہلی میں قرأت سے پہلے اور تکبیر تحریمہ کے بعد اور تین دوسری میں قرأت کے بعد اور تکبیر رکوع سے پہلے اور ان چھوؤں تکبیروں میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان میں تین تسبیح کی قدر سکتہ کرے اور عیدین میں مستحب یہ ہے کہ پہلی میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون پڑھے یا پہلے میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں هَلْ اَتٰكَ. (دُرِّ مختار)

امام نے چھ تکبیروں سے زیادہ کہیں تو مقتدی بھی امام کی پیروی کرے مگر تیرہ سے زیادہ میں امام کی پیروی نہیں۔ پہلی رکعت میں امام کے تکبیر کہنے کے بعد مقتدی شامل ہوا تو اسی وقت تین تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام نے قرأت شروع کر دی ہو اور تین ہی کہے اگرچہ امام نے تین سے زیادہ کہی ہوں اور اگر اس نے تکبیریں نہ کہیں کہ امام رکوع میں چلا گیا تو کھڑے کھڑے تکبیریں نہ کہے بلکہ امام کے ساتھ رکوع میں جائے اور رکوع میں تکبیر کہہ لے اور اگر امام کو رکوع میں پایا اور غالب گمان ہے کہ تکبیریں کہہ کر امام کو رکوع میں پائے گا تو کھڑے کھڑے تکبیریں کہے پھر رکوع میں جائے ورنہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور رکوع میں تکبیریں کہے پھر اگر اس نے رکوع میں تکبیریں پوری نہ کی تھیں کہ امام نے سر اٹھا لیا تو باقی ساقط ہو گئیں اور اگر امام کے رکوع سے اٹھنے کے بعد شامل ہوا تو اب تکبیریں نہ کہے بلکہ جب اپنی پڑھے اس وقت کہے اور رکوع میں جہاں تکبیر کہنا بتایا گیا اس میں ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر دوسری رکعت میں شامل ہوا تو پہلی رکعت کی تکبیریں اب نہ کہے بلکہ جب اپنی فوت شدہ پڑھنے کھڑا ہو اس وقت کہے اور دوسری رکعت کی تکبیریں اگر امام کے ساتھ پا جائے فبہا ورنہ اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو پہلی رکعت کے بارے میں مذکور ہوئی۔

(عالمگیری، دُرِّ مختار)

بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ

باب: عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز میں کیا قرأت کی جائے

1154 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْمَازِنِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ، مَاذَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ؟ قَالَ: كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ، وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازوں میں کیا تلاوت کرتے تھے' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں سورت ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ اور سورت اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ کی تلاوت کرتے تھے۔

بَابُ الْجُلُوسِ لِلْخُطْبَةِ

باب: خطبہ کے لئے بیٹھنا

1155 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى السِّينَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: إِنَّا نَخْطُبُ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَجْلِسَ لِلْخُطْبَةِ فَلْيَجْلِسْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَذْهَبَ فَلْيَذْهَبْ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا مُرْسَلٌ عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں عید کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اب ہم خطبہ دیں گے جو شخص بیٹھنا چاہتا ہو وہ بیٹھ جائے اور جو جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے''۔ یہ روایت عطاء کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى الْعِيدِ فِي طَرِيقٍ وَيَرْجِعُ فِي طَرِيقٍ

باب: عید کی نماز کے لئے ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا

1156 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ يَوْمَ الْعِيدِ فِي طَرِيقٍ، ثُمَّ رَجَعَ فِي طَرِيقٍ آخَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے موقع پر ایک راستے سے آتے تھے اور دوسرے

راستے سے واپس جاتے تھے۔

شرح: عیدگاہ ایک راستے سے تشریف لے جاتے اور دوسرے راستے سے واپس آتے اور اس کی حکمت یہ تھی تاکہ دونوں راستے اور دونوں راستوں پر رہنے والے جن وانس عبادت کی گواہی دیں۔ اس کے علاوہ اور کئی وجوہ بھی علماء نے لکھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب احتمال کے درجے میں ہیں۔ علماء نے اپنے اپنے فہم کے مطابق اس کی وجہیں بیان کی ہیں۔ اصل حقیقت اور وجہ کیا تھی؟ یہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

بَابُ إِذَا لَمْ يَخْرُجِ الْإِمَامُ لِلْعِيدِ مِنْ يَوْمِهِ يَخْرُجُ مِنَ الْغَدِ

باب: اگر امام عید کے دن نماز کے لئے نہ جاسکا ہو تو وہ اگلے دن جائے گا

1157 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي وَحْشِيَّةَ، عَنْ أَبِي عُمَيْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَكْبًا جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوا، وَإِذَا أَصْبَحُوا أَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ

❁❁ ابوعمیر بن انس اپنے چچاؤں کے حوالے سے جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے یہ بات نقل کرتے ہیں: کچھ سوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کی کہ انہوں نے گزشتہ رات پہلی کا چاند دیکھ لیا ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو عیدالفطر کرنے کا حکم دیا اور یہ ہدایت کی کہ وہ اگلے دن عیدگاہ آئیں۔

1158 - حَدَّثَنَا حَمْزَةُ بْنُ نُصَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ، أَخْبَرَنِي أُنَيْسُ بْنُ أَبِي يَحْيَى، أَخْبَرَنِي إِسْحَاقُ بْنُ سَالِمٍ، مَوْلَى نَوْفَلِ بْنِ عَدِيٍّ، أَخْبَرَنِي بَكْرُ بْنُ مُبَشِّرٍ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: كُنْتُ أَغْدُو مَعَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحَى، فَنَسْلُكُ بَطْنَ بَطْحَانَ حَتَّى نَأْتِيَ الْمُصَلَّى، فَنُصَلِّيَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَرْجِعُ مِنْ بَطْنِ بَطْحَانَ إِلَى بُيُوتِنَا

❁❁ حضرت بکر بن مبشر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ہمراہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر جایا کرتا تھا ہم لوگ بطحان کے نشیبی علاقے سے گزرتے تھے' یہاں تک کہ عیدگاہ آجاتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے' پھر ہم بطحان کے نشیبی علاقے سے اپنے گھر واپس آیا کرتے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدِ

باب: عید کی نماز کے بعد نماز ادا کرنا

1159 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا، وَسِخَابَهَا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے موقع پر (عیدگاہ) تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز عیدالفطر ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے یا اس کے بعد (کوئی نفل نماز) ادا نہیں کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ تو خواتین نے اپنی بالیاں اور ہار دینا شروع کیے۔

شرح

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ نفی عیدگاہ سے متعلق ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے پہلے (نفل) نماز نہیں پڑھتے تھے ہاں جب (عیدگاہ) سے اپنے گھر تشریف لے جاتے تو دو رکعتیں پڑھتے" چنانچہ درمختار میں لکھا ہے کہ نماز عید سے پہلے نفل نماز پڑھنی مطلقاً مکروہ ہے یعنی عیدگاہ میں بھی مکروہ ہے اور گھر میں بھی۔ البتہ نماز عید کے بعد عیدگاہ میں نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے مگر گھر میں جائز ہے۔

بَابُ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِيدَ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا كَانَ يَوْمُ مَطَرٍ

باب: اگر بارش ہو رہی ہو تو مسجد میں لوگوں کو عید کی نماز پڑھانا

1160 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، ح وحَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنَ الْقَرَوِيِّينَ، وَسَمَّاهُ الرَّبِيعُ فِي حَدِيثِهِ عِيسَى بْنَ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ أَبِي فَرْوَةَ، سَمِعَ أَبَا يَحْيَى عُبَيْدَ اللّٰهِ التَّيْمِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِي يَوْمِ عِيدٍ، فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِيدِ فِي الْمَسْجِدِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ عید کے موقع پر بارش شروع ہوگئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مسجد میں نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔

1159- اسنادہ صحیح. واخرجہ البخاری (964) و (1431) و (5881) و (5883)، ومسلم باثر الحدیث (890)، وابن ماجه (1291)، والترمذی (545)، والنسائی فی "الکبری" (497) و (498) و (1805) من طریق شعبة بن الحجاج، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (2533)، و"صحیح ابن حبان" (2818).

جُمَّاعُ أَبْوَابِ صَلَاةِ الِاسْتِسْقَاءِ وَتَفْرِيعِهَا

کتاب: نماز استسقاء سے متعلق مجموعہ ابواب

استسقاء کے معنی ومفہوم کا بیان

استسقاء" کے لغوی معنی ہیں" پانی طلب کرنا" اور اصطلاح شریعت میں اس کا مطلب ہے" قحط اور خشک سالی میں طلب بارش کے لئے بتائے گئے طریقوں کے مطابق نماز پڑھنا اور دعا کرنا۔

نماز استسقاء کو ادا کرنے کا بیان

استسقا کے لئے پرانے یا پیوند لگے کپڑے پہن کر تذلل وخشوع وخضوع وتواضع کے ساتھ سر برہنہ پیدل جائیں اور پا برہنہ ہوں تو بہتر اور جانے سے پیشتر خیرات کریں کفار کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کہ جاتے ہیں رحمت کے لئے اور کافر پر لعنت اترتی ہے تین دن پیشتر سے روزے رکھیں اور توبہ واستغفار کریں پھر میدان میں جائیں اور وہاں توبہ کریں اور زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے کریں اور جن کے حقوق اس کے ذمہ ہیں سب ادا کرے یا معاف کرائے' کمزوروں' بوڑھوں' بڑھیوں' بچوں کے توسل سے دعا کرے اور سب آمین کہیں کہ صحیح بخاری شریف میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہیں روزی اور مدد کمزوروں کے ذریعہ سے ملتی ہے اور ایک روایت میں ہے اگر جوان خشوع کرنے والے اور چوپائے چرنے والے اور بوڑھے رکوع کرنے والے اور بچے دودھ پینے والے نہ ہوتے تو تم پر شدت سے عذاب کی بارش ہوتی اس وقت بچے اپنی ماؤں سے جدا رکھے جائیں اور مویشی بھی ساتھ لے جائیں غرض یہ کہ توجہ رحمت کے تمام اسباب مہیا کریں اور تین دن متواتر جنگل کو جائیں اور دعا کریں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام دو رکعت جہر کے ساتھ نماز پڑھائے اور بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سبح اسم اور دوسری میں ھل اتک پڑھے اور نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی خطبہ پڑھے اور خطبہ میں دعا و تسبیح واستغفار کرے اور اثنائے خطبہ میں چادر لوٹ دے یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے کہ حال بدلنے کی فال ہو خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو منہ کر کے دعا کرے۔ بہتر وہ دعائیں ہیں جو احادیث میں وارد ہیں اور دعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور پشت دست جانب آسمان رکھے۔ (عالمگیری' غنیۃ' در مختار' شامی' جوہرہ)

چادر کو الٹانے کا بیان

1161 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَرَجَ بِالنَّاسِ

لِيَسْتَسْقِيَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ، جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ فِيهِمَا، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَدَعَا وَاسْتَسْقَى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ

❀❀ عباد بن تمیم اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ لوگوں کو نماز استسقاء پڑھانے کے لیے (عیدگاہ) تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو دو رکعت پڑھائیں جن میں آپ ﷺ نے بلند آواز میں قرأت کی۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر کو الٹا دیا آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا مانگی۔ آپ ﷺ نے بارش کے لیے دعا مانگی اور آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا۔

1162 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَيُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ الْمَازِنِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَمَّهُ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَسْتَسْقِي فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ يَدْعُو اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ - قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ -، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ - قَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ: - وَقَرَأَ فِيهِمَا زَادَ ابْنُ السَّرْحِ: يُرِيدُ الْجَهْرَ.

❀❀ عباد بن تمیم مازنی بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنے چچا کو' جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے تھے' یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ایک دن نبی اکرم ﷺ بارش کے نزول کی دعا مانگنے کے لیے آئے آپ ﷺ نے لوگوں کو اپنی پشت کی طرف کر لیا اور اللہ سے دعا مانگی۔

سلیمان بن داؤد نامی راوی یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اپنی چادر کو الٹایا پھر آپ ﷺ نے دو رکعت ادا کی۔

ابن ابوذئب نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ ﷺ نے دونوں رکعت میں قرأت کی۔

ابن سرح نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز میں قرأت کی۔

1163 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: قَرَأْتُ فِي كِتَابِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ يَعْنِي الْحِمْصِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ لَمْ يَذْكُرِ الصَّلَاةَ، قَالَ: وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ، فَجَعَلَ عِطَافَهُ الْأَيْمَنَ عَلَى عَاتِقِهِ الْأَيْسَرِ، وَجَعَلَ عِطَافَهُ الْأَيْسَرَ عَلَى عَاتِقِهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ دَعَا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن شہاب زہری کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں نماز ادا کرنے کا ذکر نہیں ہے اور یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی چادر کو الٹا دیا۔ اس کا دایاں کنارہ بائیں کندھے اور بایاں کنارہ دائیں کندھے پر اوڑھ لیا۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔

1164 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ،

اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ، قَالَ: اسْتَسْقَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ لَهُ سَوْدَاءُ، فَاَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْخُذَ بِاَسْفَلِهَا فَيَجْعَلَهُ اَعْلَاهَا، فَلَمَّا ثَقُلَتْ قَلَبَهَا عَلَى عَاتِقِهِ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر سیاہ رنگ کی چادر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ اس کے نیچے والے حصے کو اوپر کر دیں۔ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے کندھے پر ہی الٹا دیا۔

1165 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، نَحْوَهُ قَالَا: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كِنَانَةَ، قَالَ: اَخْبَرَنِي اَبِي، قَالَ: اَرْسَلَنِي الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ - قَالَ عُثْمَانُ ابْنُ عُقْبَةَ: وَكَانَ اَمِيرَ الْمَدِينَةِ - اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، اَسْاَلُهُ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الِاسْتِسْقَاءِ، فَقَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا، مُتَضَرِّعًا، حَتّٰى اَتَى الْمُصَلّٰى - زَادَ عُثْمَانُ، فَرَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ، ثُمَّ اتَّفَقَا - وَلَمْ يَخْطُبْ خُطَبَكُمْ هٰذِهِ، وَلٰكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ، وَالتَّضَرُّعِ، وَالتَّكْبِيرِ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، كَمَا يُصَلِّي فِي الْعِيدِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَالْاِخْبَارُ لِلنُّفَيْلِيِّ، وَالصَّوَابُ ابْنُ عُقْبَةَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم بعض راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "مدینہ منورہ کے امیر ولید بن عتبہ نے مجھے یعنی راوی کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا تا کہ میں ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز استسقاء ادا کرنے کے بارے میں دریافت کروں تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تواضع، عاجزی اور انکساری کے عالم میں نکلے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لے آئے"۔

یہاں پر عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ اضافی نقل کیے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اس کے بعد دونوں راوی اس بات پر متفق ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کو خطبہ سنانے کیلئے خطبہ نہیں دیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دعا، عاجزی اور انکساری کا اظہار (اللہ تعالیٰ کی) کبریائی کا اعتراف کرتے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کی۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے موقع پر دو رکعت ادا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کے یہ الفاظ نفیلی کے نقل کردہ ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ (مدینہ منورہ کے گورنر کا نام) ولید بن عقبہ ہے۔

بَابٌ فِي اَيِّ وَقْتٍ يُّحَوِّلُ رِدَاءَهُ اِذَا اسْتَسْقَى

باب: جب آدمی استسقاء کے لئے دعا مانگ رہا ہو تو وہ کس وقت اپنی چادر کو الٹائے گا

1166 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ

مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي، وَأَنَّهُ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهُ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی دعا مانگنے عیدگاہ تشریف لائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگنے کا ارادہ کیا' تو قبلہ کی طرف رخ کیا اور اپنی چادر کو الٹا دیا۔

1167 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ الْمَازِنِيَّ، يَقُولُ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى، وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ حِينَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ

حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ تشریف لائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا مانگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور اپنی چادر کو الٹا دیا۔

نماز استسقاء کے طریقے سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

حضرت امام شافعی اور صاحبین (حضرت امام یوسف اور حضرت امام محمد) کے نزدیک استسقاء کی نماز عید کی نماز کی طرح ہے اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ استسقاء کی دو رکعت نماز اس طرح پڑھی جائے جیسا کہ دوسری نماز پڑھی جاتی ہے۔نماز استسقاء کے بارہ میں حنفیہ کا مسلک نماز استسقاء کے سلسلہ میں خود حنفیہ کے یہاں دو قول ہیں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ استسقاء نماز نہیں ہے بلکہ دعا و استغفار ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن اکثر احادیث میں استسقاء کا ذکر آیا ہے ان میں نماز مذکور نہیں ہے بلکہ صرف دعا کرنا مذکور ہے۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارہ میں صحیح روایت منقول ہے۔کہ انہوں نے استسقاء کے لئے صرف دعا و استغفار پر اکتفا فرمایا نماز نہیں پڑھی، اگر اس سلسلہ میں نماز مسنون ہوتی تو وہ ترک نہ کرتے۔اور ایسے ضروری مشہور واقعات کا انہیں معلوم نہ ہونا جب کہ زمانہ نبوت کو بھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے بعید ہے اور معلوم ہونے کی صورت میں اسے ترک کرنا حضرت عمر کیر رضی اللہ عنہ شان سے بعید تر ہے۔صاحبین کا مسلک اس کے خلاف ہے۔ان حضرات کے نزدیک نہ صرف یہ کہ استسقاء کے لئے نماز منقول اور مسنون ہے بلکہ اس نماز میں جماعت اور خطبہ بھی مشروع ہے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول لاصلوۃ فی الاستسقاء (یعنی استسقاء کے لئے نماز نہیں ہے) کی مراد یہ ہے کہ اس نماز کے لئے جماعت خطبہ اور خصوصیت سنت و شرط نہیں، اگر ہر آدمی الگ الگ نفل نماز پڑھے اور دعا و استغفار کرے تو بہتر ہے۔اس وقت حنفیہ کے یہاں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ نماز استسقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اور منقول ہے جس کا ایک واضح ثبوت مذکورہ بالا حدیث ہے۔نماز استسقاء کے سلسلہ میں یہ افضل ہے کہ اس کی دونوں رکعتوں میں سے پہلی رکعت "سورت ق" یا سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری رکعت میں "اقتربت الساعۃ" یا سورت غاشیہ" کی قرأت کی جائے۔" چادر پھیرنا" دراصل تغیر حالت کے لئے اچھا شگون لینے کے درجہ میں ہے جس طرح چادر الٹ پلٹ دی گئی ہے اسی طرح

موجودہ حالت میں بھی تبدیلی اور تغیر ہو جائے بایں طور کہ قحط کے بدلہ ارزانی ہو جائے اور خشک سالی کی بجائے باران رحمت سے دنیا سیراب ہو جائے۔ چادر پھیرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے لے جا کر دائیں ہاتھ سے چادر کی بائیں جانب کے نیچے کا کونا پکڑا جائے اور بائیں ہاتھ سے چادر کی دائیں جانب کے نیچے کا کونا پکڑ لیا جائے پھر دونوں ہاتھوں کو پیٹھ کے پیچھے اس طرح پھیرا اور پلٹا جائے کہ دائیں ہاتھ چادر کا پکڑا ہوا کونا دائیں مونڈھے پر آجائے اور بائیں ہاتھ میں چادر کا پکڑا ہوا کونا بائیں مونڈھے پر آجائے اس طریقہ سے چادر کو دایاں کونا تو بائیں ہو جائے گا اور بایاں کونا دائیں ہو جائے گا۔ نیز اوراو پر نیچے پہنچ جائے گا اور نیچے کا حصہ اوپر جائے گا۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ

باب: بارش کی دعا کرتے ہوئے دونوں ہاتھ بلند کرنا

1168 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حَيْوَةَ، وَعُمَرَ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُمَيْرٍ، مَوْلَى بَنِي آبِي اللَّحْمِ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ، قَرِيبًا مِنَ الزَّوْرَاءِ قَائِمًا، يَدْعُو يَسْتَسْقِي رَافِعًا يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهِ، لَا يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهُ

❁❁ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ''زوراء'' کے قریب ''احجار زیت'' کے مقام پر کھڑے ہو کر بارش کی دعا مانگتے دیکھا۔ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف بلند کیے ہوئے تھے مگر وہ سر سے اوپر نہیں تھے۔

شرح

احجار الزیت" مدینہ میں ایک جگہ کا نام تھا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہاں سیاہ پتھر تھے جو اتنے چمک دار تھے جن کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ گویا ان پتھر پر روغن زیتون ملا ہوا ہے۔" زوراء" بھی مدینہ کے بازار میں ایک جگہ کا نام تھا۔ اس حدیث میں دعا کے وقت اٹھے ہوئے ہاتھوں کی یہ ہیت بیان کی جارہی ہے کہ آپ ﷺ کی دونوں ہتھیلیاں منہ کی طرف یعنی اوپر کی جانب تھیں۔ بنابریں یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ دعا کے وقت آپ ﷺ اپنے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین کی طرف رکھتے تھے کیونکہ کبھی تو آپ ﷺ اس طرح سے دعا مانگتے کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوتی تھیں جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا۔ اور کبھی اس طرح اللہ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتے تھے کہ ہتھیلیاں زمین کی طرف ہوتی تھیں جیسا کہ گذشتہ روایت میں معلوم ہوا۔

اسی طرح یہاں اس روایت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ آپ ﷺ کے اٹھے ہوئے ہاتھ سر مبارک سے اونچے نہیں ہوتے تھے۔ لہٰذا یہ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے منافی نہیں ہے جس سے معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ طلب بارش کے لئے دعا مانگتے وقت اپنے ہاتھ بہت زیادہ بلند کرتے تھے، یہاں بھی یہی بات ہے کہ کبھی تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ بہت

زیادہ بلند کرتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور کبھی بہت زیادہ بلند نہیں کرتے تھے جیسا کہ یہاں عمیر بیان کر رہے ہیں۔

1169 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَوَاكِي، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا، مَرِيئًا مَرِيعًا، نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ، عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ، قَالَ: فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ روتے ہوئے آئے اور (بارش نہ ہونے کی وجہ سے پریشانی) کی گزارش کی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

''اے اللہ! ہم پر ایسی بارش نازل کر جو فائدہ دینے والی ہو، مددگار ہو، اس کا انجام بہتر ہو، جو شادابی لے کر آئے اس کا نفع ہو، اس کے ذریعے کوئی ضرر نہ ہو، جلدی آئے دیر سے نہ آئے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: تو لوگوں پر بادل چھا گیا۔

1170 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنَ الدُّعَاءِ إِلَّا فِي الِاسْتِسْقَاءِ، فَإِنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے ہوئے ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے البتہ بارش کی دعا مانگتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی مراد استسقاء کے علاوہ کسی دوسرے موقع پر دعا کے وقت بالکل اٹھانے کی نفی نہیں ہے کیونکہ استسقاء کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی دعا کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ہاتھوں کا بلند کرنا ثابت ہو چکا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مواقع پر بھی دعا کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کا اتنا زیادہ اور سر سے اونچا بلند نہیں کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کپڑا نہ اوڑھے ہوتے تھے تو بغلوں کی سفیدی تک نظر آنے لگتی تھی۔ علماء لکھتے ہیں کہ جس مقصد اور مراد کے لئے دعا مانگی جا رہی ہو وہ مقصد جتنا زیادہ اہم اور عظیم ہو دعا کے وقت دونوں ہاتھ بھی اتنے زیادہ اوپر اٹھانے چاہئیں۔

1171 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَسْقِي هَكَذَا - يَعْنِي - وَمَدَّ يَدَيْهِ وَجَعَلَ بُطُونَهُمَا مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ، حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بارش کے نزول کی دعا مانگتے تھے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر اور اپنی ہتھیلیوں کو زمین کی طرف کر کے (یہ بات بیان کی) یہاں تک کہ میں نے ان کی بغلوں کی سفیدی دیکھ

لی۔

1172 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ. أَخْبَرَنِي مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَدْعُو عِنْدَ أَحْجَارِ الزَّيْتِ بَاسِطًا كَفَّيْهِ

محمد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں: مجھے ان صاحب نے یہ بات بتائی ہے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ''احجار زیت'' کے قریب اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتے دیکھا۔

1173 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ. حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ نِزَارٍ، حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مَبْرُورٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: شَكَا النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُحُوطَ الْمَطَرِ، فَأَمَرَ بِمِنْبَرٍ، فَوُضِعَ لَهُ فِي الْمُصَلَّى، وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُونَ فِيهِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَكَبَّرَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَمِدَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ، وَاسْتِئْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ إِبَّانِ زَمَانِهِ عَنْكُمْ، وَقَدْ أَمَرَكُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَدْعُوهُ، وَوَعَدَكُمْ أَنْ يَسْتَجِيبَ لَكُمْ. ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ، اللّٰهُمَّ أَنْتَ اللهُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ، وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلَى حِينٍ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، فَلَمْ يَزَلْ فِي الرَّفْعِ حَتَّى بَدَا بَيَاضُ إِبِطَيْهِ، ثُمَّ حَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ، وَقَلَبَ، أَوْ حَوَّلَ رِدَاءَهُ، وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، فَأَنْشَأَ اللهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ، ثُمَّ أَمْطَرَتْ بِإِذْنِ اللهِ، فَلَمْ يَأْتِ مَسْجِدَهُ حَتَّى سَالَتِ السُّيُولُ، فَلَمَّا رَأَى سُرْعَتَهُمْ إِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَنِّي عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ، أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَقْرَءُونَ (مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ)، وَإِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ حُجَّةٌ لَهُمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کچھ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بارش نہ ہونے کی شکایت کی نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق عیدگاہ میں منبر رکھا گیا آپ ﷺ نے لوگوں سے وعدہ کیا کہ اس دن وہ سب لوگ نکلیں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب سورج کا پہلا کنارہ نمودار ہوا تو نبی اکرم ﷺ (عیدگاہ کی طرف) جانے کے لیے نکلے۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور حمد بیان کی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم لوگوں نے اپنے علاقے کی خشک سالی اور بارش کے نزول کے بارے میں جو چیز ذکر کی ہے' تو اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اس سے دعا مانگو اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول کرے گا''۔

پھر آپ ﷺ نے یہ فرمایا:

''ہر طرح کی حمد اللہ کے لیے مخصوص ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے وہ روز جزا کا بادشاہ ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، اے اللہ! تو اللہ ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے تو غنی ہے اور ہم حاجت مند ہیں تو ہم پر بارش نازل کر اور جو تو نازل کرے گا اسے ہمارے لیے قوت کا ذریعہ اور ایک مخصوص وقت تک پہنچنے کا ذریعہ بنا دے''۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے یہ ہاتھ بلند رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آئی پھر آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف پشت کر لی (اور قبلہ کی طرف رخ کر لیا) پھر آپ ﷺ نے اپنی چادر کو الٹا دیا' آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے پھر آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے آپ ﷺ منبر سے نیچے اترے آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی تو اللہ تعالیٰ نے بادل پیدا کر دیئے اس میں کڑک ہوئی، بجلی چمکی اور اللہ کے حکم سے بارش شروع ہو گئی۔ نبی اکرم ﷺ ابھی مسجد تک نہیں پہنچے تھے کہ پرنالے بہنے لگے۔ جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ تیزی سے چھپروں کی طرف جا رہے ہیں تو آپ ﷺ مسکرا دیئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے اطراف کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس رسول ہوں''۔

یہ روایت غریب ہے اور اس کی سند عمدہ ہے اہل مدینہ یوں تلاوت کرتے ہیں ''روز جزا کا بادشاہ ہے''۔

یہ روایت ان لوگوں کے حق میں دلیل ہے۔

نماز استسقاء کے بعد خطبہ سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ نماز استسقاء کے بعد دو خطبے پڑھنا سنت ہے اور خطبہ کی ابتداء استغفار کے ساتھ کرنی چاہیے جیسے کہ عیدین کے خطبہ کی ابتداء تکبیر کے ساتھ ہوتی ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت امام احمد کے نزدیک خطبہ مشروع نہیں ہے صرف دعا و استغفار پر اکتفا کرنا چاہیے۔ حضرت ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصحاب سنن اربعہ نے حضرت اسحق ابن عبداللہ کنانہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (استسقاء کے لئے) عید گاہ جا کر تمہاری طرح خطبہ نہیں پڑھا بلکہ آپ ﷺ برابر دعا کرتے گریہ وزاری کرتے اور اللہ کی عظمت و بڑائی بیان کرتے رہے نیز آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی جیسا کہ عید میں پڑھتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی دعا اور بارش ہونے کا بیان

1174 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَصَابَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ قَحْطٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَبَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُنَا يَوْمَ جُمُعَةٍ، اِذْ قَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَكَ الْكُرَاعُ، هَلَكَ الشَّاءُ، فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَسْقِيَنَا. فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا. قَالَ اَنَسٌ: وَاِنَّ السَّمَاءَ لَمِثْلُ الزُّجَاجَةِ، فَهَاجَتْ رِيحٌ، ثُمَّ اَنْشَاَتْ سَحَابَةً، ثُمَّ اجْتَمَعَتْ، ثُمَّ اَرْسَلَتِ السَّمَاءُ عَزَالِيَهَا، فَخَرَجْنَا نَخُوضُ الْمَاءَ، حَتّٰى اَتَيْنَا مَنَازِلَنَا، فَلَمْ يَزَلِ الْمَطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى، فَقَامَ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الرَّجُلُ، اَوْ غَيْرُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ، فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَحْبِسَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَنَظَرْتُ اِلَى السَّحَابِ يَتَصَدَّعُ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ كَاَنَّهُ اِكْلِيْلٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اہل مدینہ کو خشک سالی لاحق ہوگئی۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ہمیں خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے، بکریاں ہلاک ہو گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور دعا مانگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آسمان شیشے کی طرح صاف تھا۔ اسی دوران ہوا چلنے لگی اور بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور پھیلتا چلا گیا پھر آسمان نے اپنا منہ کھول دیا۔ جب ہم (نماز پڑھ کر مسجد سے باہر) نکلے' تو پانی سے گزرتے ہوئے اپنے گھر پہنچے۔ اس کے بعد مسلسل بارش (وقفے وقفے سے) ہوتی رہی یہاں تک کہ اگلا جمعہ آ گیا، پھر وہی شخص یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! اب گھر گر رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کریں کہ وہ بارش کو روک دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

''(اے اللہ!) ہمارے اردگرد ہو' ہم پر نہ ہو''۔

(حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) تو میں نے بادل کو دیکھا کہ وہ مدینہ منورہ کے اوپر سے چھٹنے لگا' اور اردگرد ہو گیا اور مدینہ منورہ تاج کی طرح ہو گیا۔

1175 - حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ حَمَّادٍ، اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ: فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، قَالَ: فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ بِحِذَاءِ وَجْهِهِ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ اسْقِنَا، وَسَاقَ نَحْوَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ چہرے کے مقابل تک بلند کیے اور یہ دعا کی: یا اللہ ہمیں سیراب کر دے''۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

1174- اسناده صحيح. ثابت: هو ابن اسلم البناني، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخاري (932) و (1021) و (3582)، ومسلم (897)، والنسائي في "الكبرى" (1835) من طريق ثابت بن اسلم البناني، به. لكن البخاري في الموضع الثاني والنسائي لم يذكرا رفع اليدين. واخرجه البخاري (932) و (3582) من طريق عبد العزيز بن صهيب، به. وهو في "مسند احمد" (13016) و (13700)، و "صحيح ابن حبان" (2858).

1178 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: ح وحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا اسْتَسْقَى، قَالَ: اللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ، وَبَهَائِمَكَ، وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ، وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ، هٰذَا لَفْظُ حَدِيثِ مَالِكٍ

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب بارش کی دعا مانگی تو یہ فرمایا:

''اے اللہ! اپنے بندوں کو اور اپنے جانوروں کو سیراب کردے۔ اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنی مردہ زمین کو زندہ کر دے (یعنی بنجر زمین کو سرسبز کردے)''۔

روایت کے یہ الفاظ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نقل کردہ ہیں۔

استسقاء کی دعا میں دیگر مخلوقات کی دعا کا شامل ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ" انبیاء میں سے ایک نبی لوگوں کے ہمراہ استسقاء کے لئے نکلے پس اس نبی نے اچانک ایک چیونٹی کو دیکھا جو اپنے کچھ پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے (کھڑی) تھی (یہ دیکھ کر) نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ" واپس چلو! اس چیونٹی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول کر لی گئی"۔

(دارقطنی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1485)

منقول ہے کہ یہ نبی حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ واقعہ سے مقصود درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت کا اظہار ہے اور یہ بتانا ہے کہ نہ صرف یہ کہ پروردگار کی رحمت تمام مخلوقات پر یکساں ہیں بلکہ اس کا علم تمام موجودات کے احوال وکوائف کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مسبب الاسباب اور قاضی الحاجات ہے۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں یہ بھی منقول ہے کہ وہ چیونٹی یہ دعاء کرتی تھی اللھم انا خلق من خلقک لاغنی بنا عن رزقک فلا تھلکنا بذنوب بنی ادم یعنی اے پروردگار! تیری مخلوقات میں سے ہم ایک مخلوق ہیں تیرے رزق سے ہم مستغنی نہیں ہیں سو تو ہمیں انسانوں کو گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہ کر۔

نماز استسقاء کے دعا ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ لوگوں کے ہمراہ طلب بارش کے لیئے عیدگاہ تشریف لئے گئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قرأت فرمائی اور قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی نیز آپ ﷺ نے (دعا کے لیے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے اور قبلہ رخ ہوتے وقت اپنی چادر پھیر دی تھی۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1472)

حضرت امام شافعی اور صاحبین (حضرت امام یوسف اور حضرت امام محمد) کے نزدیک استسقاء کی نماز عید کی نماز کی طرح

ہے اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ استسقاء کی دو رکعت نماز اسی طرح پڑھی جائے جیسا کہ دوسری نماز پڑھی جاتی ہے۔

حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے لوگوں کے ساتھ بارش کی طلب کے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھائیں جن میں بلند آواز قرأت کی پھر اپنی چادر کو پلٹ کر اوڑھا دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور بارش کے لئے دعا مانگی دوراں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف متوجہ تھے اس باب میں ابن عباس ابو ہریرہ انس اور ابولحم سے بھی روایت ہے۔

امام ابوعیسی ترمذی کہتے ہیں عبداللہ بن زید کی حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے جن میں شافعی اور احمد اسحاق بھی شامل ہیں عباد بن تمیم کے چچا کا نام عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 543)

نماز استسقاء کے سلسلہ میں خود حنفیہ کے یہاں دو قول ہیں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ استسقاء نماز نہیں ہے بلکہ دعا و استغفار ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن اکثر احادیث میں استسقاء کا ذکر آیا ہے ان میں نماز مذکور نہیں ہے بلکہ صرف دعا کرنا مذکور ہے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارہ میں صحیح روایت منقول ہے۔ کہ انہوں نے استسقاء کے لیے صرف دعا و استغفار پر اکتفا فرمایا نماز نہیں پڑھی، اگر اس سلسلہ میں نماز مسنون ہوتی تو وہ ترک نہ کرتے۔ اور ایسے ضروری مشہور واقعات کا انہیں معلوم نہ ہونا جب کہ زمانہ نبوت کو بھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے بعید ہے اور معلوم ہونے کی صورت میں اسے ترک کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ شان سے بعید تر ہے۔

صاحبین کا مسلک اس کے خلاف ہے۔ ان حضرات کے نزدیک نہ صرف یہ کہ استسقاء کے لیے نماز منقول اور مسنون ہے بلکہ اس نماز میں جماعت اور خطبہ بھی مشروع ہے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول لاصلوٰۃ فی الاستسقاء (یعنی استسقاء کے لیے نماز نہیں ہے) کی مراد یہ ہے کہ اس نماز کے لیے جماعت خطبہ اور خصوصیت سنت وشرط نہیں، اگر ہر آدمی الگ الگ نفل نماز پڑھے اور دعا و استغفار کرے تو بہتر ہے۔ اس وقت حنفیہ کے یہاں فتوی صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ نماز استسقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اور منقول ہے جس کا ایک واضح ثبوت مذکورہ بالا حدیث ہے۔

نماز استسقاء کے سلسلہ میں یہ افضل ہے کہ اس کی دونوں رکعتوں میں سے پہلی رکعت "سورت ق" یا سبح اسم ربك الاعلی اور دوسری رکعت میں "اقتربت الساعۃ" یا سورت غاشیہ" کی قرأت کی جائے۔

"چادر پھیرنا" دراصل تغیر حالت کے لیے اچھا شگون لینے کے درجہ میں ہے جس طرح چادر الٹ پلٹ دی گئی ہے اسی طرح موجودہ حالت میں بھی تبدیلی اور تغیر ہو جائے بایں طور کہ قحط کے بدلہ ارزانی ہو جائے اور خشک سالی کی بجائے باران رحمت سے دنیا سیراب ہو جائے۔

چادر پھیرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے لے جا کر دائیں ہاتھ سے چادر کی بائیں جانب کے نیچے کا

کونا پکڑا جائے اور بائیں ہاتھ سے چادر کی دائیں جانب کے نیچے کا کونا پکڑ لیا جائے پھر دونوں ہاتھوں کو پیٹھ کے پیچھے اس طرح پھیرا اور پلٹا جائے کہ دائیں ہاتھ چادر کا پکڑا ہوا کونا دائیں مونڈھے پر آ جائے اور بائیں ہاتھ میں چادر کا پکڑا ہوا کونا بائیں مونڈھے پر آ جائے اس طریقہ سے چادر کو دایاں کونا تو بائیں ہو جائے گا اور بایاں کونا دائیں ہو جائے گا۔ نیز اوراوپر نیچے پہنچ جائے گا اور نیچے کا حصہ اوپر جائے گا۔

بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ

باب: نمازِ کسوف کا بیان

کسوف وخسوف کے معنی ومفہوم کا بیان

مشہور اہل لغت اہل علم کا قول یہ ہے کہ" خسوف" چاند گرہن کو فرماتے ہیں کہ" کسوف" سورج گرہن کو۔ بعض علماء نے لفظ کسوف دونوں جگہ استعمال کیا ہے سورج گرہن میں بھی چاند گرہن میں بھی، اسی طرح بعض حضرات نے لفظ خسوف کو بھی دونوں جگہ استعمال کیا ہے۔ سورج گرہن کی نماز بالاتفاق جمہور علماء کے نزدیک مسنون ہے۔ حنفیہ کے نزدیک سورج گرہن کی نماز دو رکعت باجماعت بغیر خطبہ کے ہے۔ چاند گرہن کی نماز میں دو رکعت ہے مگر اس میں جماعت نہیں ہے بلکہ ہر آدمی الگ الگ یہ نماز پڑھے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں میں جماعت اور خطبہ ہے۔

1177 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ. عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. عَنْ عَطَاءٍ. عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ. أَخْبَرَنِي مَنْ أُصَدِّقُ. وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُ عَائِشَةَ. قَالَ: كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَامًا شَدِيدًا. يَقُومُ بِالنَّاسِ. ثُمَّ يَرْكَعُ. ثُمَّ يَقُومُ. ثُمَّ يَرْكَعُ. ثُمَّ يَقُومُ. ثُمَّ يَرْكَعُ. فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ. فِي كُلِّ رَكْعَةٍ ثَلَاثُ رَكَعَاتٍ. يَرْكَعُ الثَّالِثَةَ. ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى إِنَّ رِجَالًا يَوْمَئِذٍ لَيُغْشَى عَلَيْهِمْ مِمَّا قَامَ بِهِمْ. حَتَّى إِنَّ سِجَالَ الْمَاءِ لَتُصَبُّ عَلَيْهِمْ. يَقُولُ إِذَا رَكَعَ: اللهُ أَكْبَرُ. وَإِذَا رَفَعَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. حَتَّى تَجَلَّتِ الشَّمْسُ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ. وَلَا لِحَيَاتِهِ. وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ. فَإِذَا كُسِفَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: مجھے اس شخصیت نے یہ بات بتائی جن کو میں سچا قرار دیتا ہوں (راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے کہ ان کی مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ وہ فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام والی نماز لوگوں کو پڑھائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام کی حالت میں رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے پھر قیام کی حالت میں رہے پھر رکوع میں چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت اس طرح ادا کی ہر رکعت میں تین رکوع کیے۔ تیسرے رکوع کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جاتے تھے یہاں تک کہ اتنے طویل قیام کی وجہ سے بعض لوگوں پر غشی

طاری ہونے لگی اور ان پر پانی ڈالا گیا۔ جب آپ ﷺ رکوع میں جاتے تو آپ ﷺ اللہ اکبر کہتے جب آپ ﷺ سر اٹھاتے تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ پڑھتے یہاں تک کہ سورج روشن ہو گیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک سورج اور چاند کسی کے مرنے یا جینے کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے ہیں' بلکہ یہ دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں' جن کی بدولت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے' جب یہ گرہن ہو جائیں' تو تم نماز کی طرف لپکو''۔

نماز کسوف کے اندر تعداد رکوع میں اختلاف کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں جس دن رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تھا سورج گرہن ہوا، چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدے کے ساتھ نماز پڑھائی۔

(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1459)

حضرت ابراہیم رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے تھے جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے ۸ ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۰ ھ میں حالت شیر خوارگی میں وفات پا گئے تھے، ان کی عمر صرف اٹھارہ مہینے یا اس سے کچھ زیادہ ہوئی تھی۔ جس دن ان کا انتقال ہوا اس دن سورج کو گرہن لگا۔ چنانچہ لوگوں نے کہا کہ سورج گرہن ان کی وفات ہی کی وجہ سے ہوا ہے۔ جس کی رسول اللہ ﷺ نے تردید فرمائی۔

چھ رکوع اور چار سجدے کے ساتھ'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں تین تین رکوع اور دو دو سجدے کئے۔ جیسا کہ اس باب کی احادیث میں اس نماز کے رکوع کی تعداد مختلف بیان ہوئی ہے۔ لہٰذا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے ان احادیث کو ترجیح دی ہے جن میں ہر رکعت میں صرف ایک رکوع کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ نہ صرف یہ کہ اصل یہی ہے کہ ہر رکعت میں ایک رکوع ہو بلکہ اس بارہ میں قولی اور فعلی دونوں طرح کی احادیث منقول ہیں۔ پھر یہ کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مستدل روایت کے علاوہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے اکثر اہل علم حضرات کے یہاں یہ بھی مسئلہ ہے کہ اگر گرہن دیر تک رہے تو یہ جائز ہے کہ ہر رکعت میں تین یا چار یا پانچ رکوع بھی کئے جا سکتے ہیں۔

بَابُ مَنْ قَالَ اَرْبَعُ رَكَعَاتٍ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: اس میں چار رکعت ہوں گی

1178 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، حَدَّثَنِىْ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ ذٰلِكَ فِى الْيَوْمِ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ النَّاسُ: اِنَّمَا كُسِفَتْ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَامَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ فِىْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ كَبَّرَ، ثُمَّ قَرَاَ فَاَطَالَ الْقِرَاءَةَ، ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ، فَقَرَاَ دُوْنَ الْقِرَاءَ

ةِ الْأُولٰى، ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الثَّالِثَةَ دُوْنَ الْقِرَاءَةِ الثَّانِيَةِ، ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَانْحَدَرَ لِلسُّجُوْدِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ، فَرَكَعَ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ اَنْ يَسْجُدَ، لَيْسَ فِيْهَا رَكْعَةٌ اِلَّا الَّتِي قَبْلَهَا اَطْوَلُ مِنَ الَّتِي بَعْدَهَا، اِلَّا اَنَّ رُكُوْعَهُ نَحْوٌ مِنْ قِيَامِهِ، قَالَ: ثُمَّ تَاَخَّرَ فِي صَلَاتِهِ فَتَاَخَّرَتِ الصُّفُوْفُ مَعَهُ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَقَامَ فِي مَقَامِهِ وَتَقَدَّمَتِ الصُّفُوْفُ، فَقَضَى الصَّلَاةَ، وَقَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ بَشَرٍ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا حَتّٰى تَنْجَلِيَ، وَسَاقَ بَقِيَّةَ الْحَدِيْثِ،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہو گیا یہ اس دن کی بات ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدوں والی (دو رکعت) پڑھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور طویل قرأت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں گئے جو اتنا ہی طویل تھا جتنی دیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور قرأت شروع کر دی مگر یہ پہلی والی قرأت سے کم تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں گئے جو تقریباً اتنا ہی تھا جتنی دیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور تیسری مرتبہ قرأت شروع کی جو دوسری مرتبہ سے کم تھی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً اتنا ہی رکوع کیا جتنی دیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام کی حالت میں رہے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی حالت میں جھکے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے میں جانے سے پہلے تین دفعہ رکوع کیا۔ ان میں سے ہر رکوع کے پہلے کا قیام رکوع کے بعد والے قیام سے زیادہ طویل ہوتا تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام جتنا ہوتا تھا۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران کچھ پیچھے ہٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرنے والوں کی صفیں بھی پیچھے ہٹ گئیں' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہوئے اور اپنے کھڑے ہونے والی جگہ پر کھڑے ہو گئے' تو صفیں بھی آگے ہو گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو اس دوران سورج نکل آیا تھا (یعنی سورج روشن ہو چکا تھا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں۔ یہ کسی انسان کے مرنے کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے ہیں' جب ان میں سے کسی کو (گرہن کی حالت میں) دیکھو تو اس وقت تک نماز ادا کرتے رہو جب تک وہ روشن نہ ہو جائے۔

اس کے بعد راوی نے باقی حدیث نقل کی ہے۔

1179 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، عَنْ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ شَدِيْدِ الْحَرِّ، فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصْحَابِهِ، فَاَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى جَعَلُوْا يَخِرُّوْنَ، ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ، ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ، ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ، ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ نَحْوًا مِنْ ذٰلِكَ، فَكَانَ

اَرْبَعُ رَكْعَاتٍ. وَاَرْبَعُ سَجَدَاتٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک انتہائی شدید دن میں سورج گرہن ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام کیا' یہاں تک کہ لوگ گرنے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل رکوع کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور طویل قیام کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں گئے اور طویل رکوع کیا پھر سر اٹھایا اور طویل قیام کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مانند کیا۔ یوں چار مرتبہ سجدے کیے اور چار مرتبہ رکوع کیا۔ اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

1180 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: خُسِفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَسْجِدِ، فَقَامَ فَكَبَّرَ وَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَاقْتَرَاَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً، ثُمَّ كَبَّرَ، فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ، فَقَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ قَامَ فَاقْتَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً، هِيَ اَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُولَى، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا هُوَ اَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرَى مِثْلَ ذٰلِكَ، فَاسْتَكْمَلَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ، وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ يَنْصَرِفَ.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں سورج گرہن ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنالی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قرأت کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور رکوع میں چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل رکوع کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پڑھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور طویل قرأت کی جو پہلی قرأت سے کم تھی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر رکوع میں چلے گئے اور طویل رکوع کیا مگر یہ پہلے والے رکوع سے کم تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ پڑھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کی۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ رکوع اور چار مرتبہ سجدے کیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ختم کرنے سے پہلے سورج روشن ہو چکا تھا۔

1181 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: كَانَ كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ، يُحَدِّثُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ، كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ، مِثْلَ حَدِيثِ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّهُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ رَكْعَتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقع پر نماز ادا کی' پھر اس کے

بعد راوی نے عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایت کی مانند روایت نقل کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی تھی جن میں سے ہر رکعت میں دو مرتبہ رکوع کیا تھا۔

1182 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ بْنِ خَالِدٍ أَبُو مَسْعُودٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحُدِّثْتُ عَنْ عُمَرَ بْنِ شَقِيقٍ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، وَهَذَا لَفْظُهُ، وَهُوَ أَتَمُّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ، فَقَرَأَ بِسُورَةٍ مِنَ الطُّوَلِ، وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ الثَّانِيَةَ، فَقَرَأَ سُورَةً مِنَ الطُّوَلِ، وَرَكَعَ خَمْسَ رَكَعَاتٍ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ كَمَا هُوَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ يَدْعُو حَتَّى انْجَلَى كُسُوفُهَا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہوگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل سورتوں کی تلاوت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ مرتبہ رکوع کیا اور دو سجدے کیے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل سورتوں کی تلاوت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ مرتبہ رکوع کیا اور دو مرتبہ سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے اور دعا فرماتے رہے' یہاں تک کہ سورج گرہن ختم ہوگیا۔

1183 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ صَلَّى فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ، فَقَرَأَ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ قَرَأَ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ قَرَأَ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ قَرَأَ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ وَالْأُخْرَى مِثْلُهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز ادا کرتے ہوئے تلاوت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا پھر تلاوت کی پھر رکوع کیا پھر تلاوت کی پھر رکوع کیا پھر تلاوت کی پھر رکوع کیا پھر سجدہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت بھی اس کی مانند ادا کی''۔

1184 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ، حَدَّثَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ عِبَادٍ الْعَبْدِيُّ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ أَنَّهُ شَهِدَ خُطْبَةً يَوْمًا لِسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ سَمُرَةُ: بَيْنَمَا أَنَا وَغُلَامٌ مِنَ الْأَنْصَارِ نَرْمِي غَرَضَيْنِ لَنَا، حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ فِي عَيْنِ النَّاظِرِ مِنَ الْأُفُقِ اسْوَدَّتْ، حَتَّى آضَتْ كَأَنَّهَا تَنُّومَةٌ، فَقَالَ أَحَدُنَا لِصَاحِبِهِ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْمَسْجِدِ، فَوَاللَّهِ لَيُحْدِثَنَّ شَأْنُ هَذِهِ الشَّمْسِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُمَّتِهِ حَدَثًا. قَالَ: فَدَفَعْنَا فَإِذَا هُوَ بَارِزٌ، فَاسْتَقْدَمَ، فَصَلَّى، فَقَامَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ، لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا. قَالَ: ثُمَّ رَكَعَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا رَكَعَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ، لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا، ثُمَّ سَجَدَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا سَجَدَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ، لَا

نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى مِثْلَ ذٰلِكَ. قَالَ: فَوَافَقَ تَجَلِّيَ الشَّمْسِ جُلُوسَهُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ. قَالَ: ثُمَّ سَلَّمَ. ثُمَّ قَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَشَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَشَهِدَ أَنَّهُ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. ثُمَّ سَاقَ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ اسود بن قیس بیان کرتے ہیں: بصرہ سے تعلق رکھنے والے ثعلبہ بن عباد نے مجھے یہ بات بتائی ہے: وہ ایک دن حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے خطبے میں شریک ہوئے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ میں اور ایک انصاری لڑکا نشانہ بازی کررہے تھے یہاں تک کہ سورج دکھائی دینے میں دو یا تین نیزوں جتنا ہوگیا وہ سیاہ ہوگیا تھا۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ گھاس ہو ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: چلو مسجد کی طرف چلتے ہیں۔ اللہ کی قسم! سورج کی یہ صورتحال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بارے میں کوئی نئی بات لے کر آئے گی تو ہم وہاں فوراً پہنچ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لے آئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں طویل قیام کروایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہمیں کسی نماز میں اتنا طویل قیام نہیں کروایا تھا۔ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی آواز نہیں آرہی تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں طویل رکوع کروایا جو اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسی نماز میں نہیں کروایا تھا۔ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں طویل سجدہ کروایا اتنا طویل سجدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پہلے کسی نماز میں نہیں کروایا تھا' تاہم ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کی دوسری رکعت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ گرہن ختم ہوگیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور اس بات کی بھی گواہ دی کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور اس بات کی بھی گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس کے بعد احمد بن یونس نامی راوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

1185 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ الْهِلَالِيِّ، قَالَ: كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ فَزِعًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِينَةِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَانْجَلَتْ، فَقَالَ: إِنَّمَا هٰذِهِ الْآيَاتُ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا كَأَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوهَا مِنَ الْمَكْتُوبَةِ.

⊛⊛ حضرت قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ کے عالم میں اپنے کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے باہر نکلے اس دن میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو سورج روشن ہو چکا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ نشانیاں ہیں' جن کے ذریعے اللہ خوف دلاتا ہے' تو جب تم انہیں دیکھو' تو اس طرح نماز ادا کرو' جس طرح تم نے قریب ترین فرض نماز ادا کی تھی۔

1186 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا رَيْحَانُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ

اَيُّوبَ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ، اَنَّ قَبِيصَةَ الْهِلَالِيَّ، حَدَّثَهُ اَنَّ الشَّمْسَ كُسِفَتْ، بِمَعْنَى حَدِيثِ مُوسَى، قَالَ: حَتَّى بَدَتِ النُّجُومُ

حضرت قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ سورج گرہن ہو گیا۔ اس کے بعد راوی نے موسیٰ نامی راوی کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''یہاں تک کہ ستارے نمودار ہو گئے''۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ

باب: نمازِ کسوف میں قرأت کرنا

1187 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا عَمِّي، حَدَّثَنَا اَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، كُلُّهُمْ قَدْ حَدَّثَنِي عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى بِالنَّاسِ، فَقَامَ فَحَزَرْتُ قِرَاءَتَهُ، فَرَاَيْتُ اَنَّهُ قَرَاَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ - وَسَاقَ الْحَدِيثَ - ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِرَاءَةَ فَحَزَرْتُ قِرَاءَتَهُ اَنَّهُ قَرَاَ بِسُورَةِ آلِ عِمْرَانَ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہو گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سے اندازہ لگایا کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت بقرہ کی تلاوت کی ہو گی' اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی جس میں یہ الفاظ ہیں' جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قرأت کی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سے اندازہ لگایا کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت آل عمران کی تلاوت کی ہو گی۔

1188 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، اَخْبَرَنِي اَبِي، حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، اَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً، فَجَهَرَ بِهَا - يَعْنِي فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ -

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قرأت کی اور بلند آواز میں کی' راوی کہتے ہیں: یعنی نماز کسوف میں ایسا ہوا۔

1189 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،

1189- اسنادہ صحیح. القعنبی: ھو عبد اللہ بن مسلمۃ بن قعنب. وھو فی "موطا مالک" 1861/1, و من طریقہ اخرجہ البخاری (1052) و (5197)، و مسلم (907)، والنسائی فی "الکبری" (1891)، و اخرجہ مسلم (907) من طریق حفص بن میسرۃ، کلاھما (مالک و حفص) عن زید بن اسلم. وھو فی "مسند احمد" (2711)، و "صحیح ابن حبان" (2832) و (2853).

قَالَ: خُسِفَتِ الشَّمْسُ. فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَالنَّاسُ مَعَهُ. فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا بِنَحْوٍ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ. ثُمَّ رَكَعَ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سورج گرہن ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام کیا جو کہ سورت بقرہ کی تلاوت جتنا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں چلے گئے اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی۔

نماز کسوف میں لمبی قرأت کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسوف کی نماز پڑھی اس میں قرأت کی پھر رکوع کیا پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر دو سجدے کئے اور دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی اس باب میں علی عائشہ عبداللہ بن عمر و نعمان بن بشیر مغیرہ بن شعبہ ابو مسعود ابو بکر سمرہ ابن مسعود ابو بکر سمرہ ابن مسعود اسماء بنت ابو بکر ابن عمر قبیصہ ہلالی جابر بن عبداللہ ابو موسیٰ عبدالرحمن بن سمرہ اور ابی بن کعب سے بھی روایت ہے امام ترمذی کہتے ہیں ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں دو رکعتوں میں چار رکوع کئے یہ امام شافعی احمد اور اسحاق کا قول ہے نماز کسوف میں قرأت کے متعلق علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ دن کے وقت بغیر آواز قرأت کرے جبکہ بعض اہل علم بلند آواز سے قرأت کے قائل ہیں جیسے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

حضرت امام مالک، امام احمد اور اسحاق اسی کے قائل ہیں کہ بلند آواز سے پڑھے لیکن امام شافعی بغیر آواز سے پڑھنے کا کہتے ہیں پھر یہ دونوں حدیثیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ایک حدیث یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکوع اور چار سجدے کئے دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سجدوں میں چھ رکوع کئے اہل علم کے نزدیک یہ کسوف کی مقدار کے ساتھ جائز ہے یعنی اگر سورج گرہن لمبا ہو تو چھ رکوع اور چار سجدے کرنا جائز ہے لیکن اگر چار رکوع اور چار سجدے کرے اور قرأت بھی لمبی کرے تو یہ بھی جائز ہے ہمارے اصحاب کے نزدیک سورج گرہن اور چاند گرہن دونوں میں نماز با جماعت پڑھی جائے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 547)

بَابُ يُنَادَى فِيهَا بِالصَّلَاةِ

باب: نماز کسوف کے لئے اعلان کرنا

1190 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ. حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ. اَنَّهُ سَأَلَ الزُّهْرِيَّ. فَقَالَ الزُّهْرِيُّ: اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: كُسِفَتِ الشَّمْسُ. فَاَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَنَادَى: اَنِ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سورج گرہن ہو گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت ایک شخص نے یہ اعلان

گیا: نماز ہونے لگی ہے۔

بَابُ الصَّدَقَةِ فِيهَا

باب: کسوف کے وقت صدقہ کرنا

1191 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يُخْسَفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَكَبِّرُوا، وَتَصَدَّقُوا

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''سورج اور چاند کسی کے مرنے یا جینے کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے جب تم انہیں (گرہن) کی حالت میں دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس کی کبریائی کا اعتراف کرو اور صدقہ وخیرات کرو''۔

بَابُ الْعِتْقِ فِيهَا

باب: کسوف کے موقع پر غلام آزاد کرنا

1192 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْعَتَاقَةِ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ

❁❁ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف کے موقع پر غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا تھا۔

بَابُ مَنْ قَالَ: يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: آدمی دو رکعت پڑھے گا

1193 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ الْبَصْرِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، رَكْعَتَيْنِ وَيَسْأَلُ عَنْهَا، حَتَّى انْجَلَتْ

❁❁ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں دریافت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ روشن ہو گیا (تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کرنا

1192- اسنادہ صحیح. معاویۃ بن عمرو: ھو ابن المھلب الازدی، وھشام: ھو ابن عروۃ بن الزبیر بن العوام، وفاطمۃ: ھی بنت المنذر، وھی امراۃ ھشام، واسماء: ھی بنت ابی بکر الصدیق. واخرجہ البخاری (1054) و (2519) و (2520) من طریقین عن ھشام بن عروۃ، بہ. وھو فی "مسند احمد" (26923)، و "صحیح ابن حبان" (2855).

لمترنی)

1194 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ، ثُمَّ رَكَعَ، فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ، ثُمَّ رَفَعَ، فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ، ثُمَّ سَجَدَ، فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ، ثُمَّ رَفَعَ، فَلَمْ يَكَدْ يَسْجُدُ، ثُمَّ سَجَدَ، فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ، ثُمَّ رَفَعَ وَفَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ نَفَخَ فِي آخِرِ سُجُودِهِ، فَقَالَ: أُفْ أُفْ، ثُمَّ قَالَ: رَبِّ، أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ؟ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ؟ فَفَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَلَاتِهِ، وَقَدْ أَمْحَصَتِ الشَّمْسُ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز ادا کرنے کے لیے) کھڑے ہوئے' یوں لگتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں نہیں جائیں گے' اور جب رکوع میں گئے تو یوں لگا رکوع سے اٹھیں گے نہیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو یوں لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں نہیں جائیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے' تو یوں لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو یوں لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں نہیں جائیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے' تو یوں لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے نہیں اٹھیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سجدے کے آخر میں پھونک ماری (یعنی گہری سانس لی) اور اُف اُف کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے میرے پروردگار! کیا' تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں کیا کہ جب تک میں ان کے ساتھ موجود ہوں' تو انہیں عذاب نہیں دے گا۔ کیا' تو نے میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو انہیں اس وقت تک عذاب نہیں دے گا' جب تک یہ مغفرت طلب کرتے رہیں گے"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے' تو سورج روشن ہو چکا تھا' اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

1195 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا أَتَرَمَّى بِأَسْهُمٍ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ كُسِفَتِ الشَّمْسُ، فَنَبَذْتُهُنَّ، وَقُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ مَا أَحْدَثَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسُوفُ الشَّمْسِ الْيَوْمَ، فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يُسَبِّحُ وَيُحَمِّدُ، وَيُهَلِّلُ، وَيَدْعُو، حَتَّى حُسِرَ عَنِ الشَّمْسِ، فَقَرَأَ بِسُورَتَيْنِ، وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ

⊛⊛ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں' میں تیر اندازی کی مشق کر رہا تھا کہ اس دوران سورج گرہن ہو گیا۔ تو میں نے تیر ایک طرف رکھے اور یہ سوچا کہ آج میں دیکھوں گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سورج گرہن کے موقع پر آج کیا نیا کام کرتے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ دونوں ہاتھ بلند کیے ہوئے تسبیح تحمید اور اس کے ہمراہ دعا کرنے میں مشغول ہیں یہاں تک کہ سورج صاف ہو گیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے دو سورتوں کی تلاوت کی اور دو رکعت نماز پڑھائی۔

بَابُ الصَّلَاةِ عِنْدَ الظُّلْمَةِ وَنَحْوِهَا

باب: تاریکی وغیرہ (جیسی کوئی آفت آنے) پر نماز ادا کرنا

1196 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، حَدَّثَنِي حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ النَّضْرِ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: كَانَتْ ظُلْمَةٌ عَلَى عَهْدِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: فَأَتَيْتُ أَنَسًا، فَقُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ هَلْ كَانَ يُصِيبُكُمْ مِثْلُ هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: مَعَاذَ اللَّهِ، إِنْ كَانَتِ الرِّيحُ لَتَشْتَدُّ فَنُبَادِرُ الْمَسْجِدَ مَخَافَةَ الْقِيَامَةِ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ دن کے وقت اندھیرا ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے کہا: اے ابوحمزہ! کیا اس طرح کی صورت حال آپ کو نبی ﷺ کے زمانہ اقدس میں کبھی پیش آئی تھی؟ انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ! اگر ہوا تیز چلتی تھی تو ہم سب قیامت کے خوف سے تیزی سے مسجد کی طرف جاتے تھے۔

بَابُ السُّجُودِ عِنْدَ الْآيَاتِ

باب: نشانیوں کے ظہور کے وقت سجدے کرنا

1197 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي صَفْوَانَ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَاتَتْ فُلَانَةُ - بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَخَرَّ سَاجِدًا، فَقِيلَ لَهُ: أَتَسْجُدُ هَذِهِ السَّاعَةَ؟ فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمْ آيَةً فَاسْجُدُوا، وَأَيُّ آيَةٍ أَعْظَمُ مِنْ ذَهَابِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

❀❀ عکرمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا گیا: نبی اکرم ﷺ کی فلاں زوجہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے تو وہ سجدے میں گر گئے ان سے دریافت کیا گیا: آپ اس موقع پر بھی سجدہ کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم کسی (نشانی) کا ظہور دیکھو تو سجدہ کرو اور اس سے بڑی اور نشانی کیا ہو گی کہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ (دنیا سے) رخصت ہو گئی ہیں۔

تَفْرِيعِ صَلَاةِ السَّفَرِ

کتاب: سفر کی نماز سے متعلق روایات

نماز سفر کا بیان

مسافر جب اپنے گاؤں یا شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے تو اس پر قصر واجب ہے، پوری چار رکعت والی فرض نماز کی دو رکعتیں ہی پڑھنا واجب ہے اگر کوئی آدمی سفر کی حالت میں جب کہ اس پر قصر واجب ہے، پوری چار رکعتیں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور دو واجب کو چھوڑنے والا ہوگا یعنی ایک واجب تو قصر کا ترک ہوگا اور دوسرے قعدہ اخیرہ کے بعد فوراً سلام پھیرنا، کیونکہ مسافر کے حق میں پہلا قعدہ ہی قعدہ اخیرہ ہوتا ہے اس کے بعد اسے فوراً سلام پھیر دینا چاہیے اگر اس نے نہیں پھیرا بلکہ کھڑا ہو گیا اس طرح اس نے دوسرے واجب کو ترک کیا۔

اس موقع پر اتنی بات بھی جانتے چلئے کہ مسافر کے لیے قصر کے جواز میں کسی بھی عالم اور کسی بھی امام کا اختلاف نہیں ہے صرف اتنی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو قصر واجب ہے لیکن امام شافعی کے ہاں قصر اولیٰ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر قصر نہیں کرے گا تو وہ امام صاحب کے مسلک کی رو سے گنہگار ہوگا، مگر حضرت شافعی کا مسلک اسے گنہگار نہیں قرار دے گا۔ بلکہ اولیٰ وافضل چیز کو ترک کرنے والا کہلائے گا۔

بَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ

باب: مسافر کی نماز

1198 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ، وَزِيدَ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پہلے حضر اور سفر کی نماز دو دو رکعت کی شکل میں فرض ہوئی تھی، پھر سفر کی نماز کو اسی صورت میں برقرار رکھا گیا اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔

1198- اسناده صحيح، وهو في "الموطا" /1 146، ومن طريقه اخرجه البخاری (350)، ومسلم (685)، والنسائی فی "المجتبی" (455). واخرجه البخاری (1090) و (3935)، ومسلم (685)، والنسائی فی "الكبری" (313) من طريق الزهری، عن عروة، به. وهو فی "مسند احمد" (26338)، و "صحيح ابن حبان" (2736).

نماز میں قصر کرنے کا بیان

1199 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، ح وحَدَّثَنَا خُشَيْشٌ يَعْنِي ابْنَ اَصْرَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي عَمَّارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَيْهِ، عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: اَرَاَيْتَ اِقْصَارَ النَّاسِ الصَّلَاةَ، وَاِنَّمَا قَالَ تَعَالٰى: (اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا) (النساء: 101)، فَقَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ، فَقَالَ: عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ، فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ.

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کا کیا خیال ہے یہ جو لوگ نماز قصر کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''اگر تم لوگوں کو یہ اندیشہ ہو کہ کفار تمہیں آزمائش کا شکار کر دیں گے''۔

تو یہ صورت حال تو ختم ہو چکی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جس بات پر حیران ہو رہے ہو میں بھی اس بات پر حیران ہوا تھا' میں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک صدقہ ہے' جو اللہ نے تم لوگوں پر کیا ہے' تو تم اس کے صدقے کو قبول کرو۔

حالت سفر میں پوری نماز پڑھنے سے متعلق فقہ شافعی اور اس کی دلیل و جواب

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ * اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا۔ (النساء، ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ (کنز الایمان)

اس آیت کی وضاحت میں فقہاء شوافع نے یہ دلیل اخذ کی ہے۔ کہ تم پر کوئی حرج نہیں کا معنی یہ ہے کہ قصر تمہارے لئے رخصت ہے۔ اگر تم عزیمت پر عمل کرتے ہوئے پوری نماز پڑھو تو اس میں بھی تمہارے لئے کوئی حرج نہیں۔ جبکہ فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ قصر کی رخصت یہ شارع کی طرف سے صدقہ جسے قبول کرنا چاہیے اور اس کو قبول نہ کرنا جائز نہیں۔

یعلیٰ بن امیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم تو امن میں ہیں پھر ہم کیوں قصر کرتے ہیں فرمایا اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث میں ''فاقبلوا'' امر کا صیغہ ہے جو وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔ لہٰذا قصر کرنے کا وجوب ثابت ہو جائے گا جیسا کہ فقہاء احناف کا موقف ہے۔

اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو پورا پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ جو چیزیں قابل تملیک نہیں ہیں ان کا صدقہ اسقاط محض ہے رد کا احتمال نہیں رکھتا۔ آیت کے نزول کے وقت سفر اندیشہ سے خالی نہ ہوتے تھے اس لئے آیت میں اس کا ذکر بیان حال ہے شرط قصر نہیں حضرت عبداللہ بن عمر کی قراءت بھی دلیل ہے جس میں "اَنْ یَّفْتِنَکُمْ" بغیر "اِنْ خِفْتُمْ" کے ہے صحابہ کا بھی یہی عمل تھا کہ امن کے سفروں میں بھی قصر فرماتے جیسا کہ اوپر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے اور پوری چار پڑھنے میں اللہ تعالیٰ کے صدقہ کا رد کرنا لازم آتا ہے لہٰذا قصر ضروری ہے۔

مسئلہ: جس سفر میں قصر کیا جاتا ہے اس کی ادنیٰ مدت تین رات دن کی مسافت ہے جو اونٹ یا پیدل کی متوسط رفتار سے طے کی جاتی ہو اور اس کی مقداریں خشکی اور دریا اور پہاڑوں میں مختلف ہو جاتی ہیں جو مسافت متوسط رفتار سے چلنے والے تین روز میں طے کرتے ہوں اور اس کے سفر میں قصر ہوگا۔

مسئلہ: مسافر کی جلدی اور دیر کا اعتبار نہیں خواہ وہ تین روز کی مسافت تین گھنٹہ میں طے کرے جب بھی قصر ہوگا اور اگر ایک روز کی مسافت تین روز سے زیادہ میں طے کرے تو قصر نہ ہوگا غرض اعتبار مسافت کا ہے۔ (خزائن العرفان)

فقہاء شوافع کی دوسری دلیل اور اس کا جواب

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر کی حالت میں) کم رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور پوری بھی پڑھی ہیں۔ (شرح السنہ)

چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اسی حدیث پر ہے وہ فرماتے ہیں کہ سفر میں قصر کرنا بھی جائز ہے اور پوری نماز پڑھنا بھی جائز ہے جب کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک سفر میں پوری نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی قصر نہیں کرے گا بلکہ پوری نماز پڑھے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

یہ حدیث اگرچہ امام شافعی کی دلیل ہے لیکن اہل نظر کا کہنا ہے کہ اس حدیث کے سلسلہ روایت میں ابراہیم بن یحییٰ کا نام بھی آتا ہے جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف قرار دی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرتبہ صحت کو پہنچی ہوئی نہیں ہے اور سفر کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے اور دار قطنی اور بیہقی وغیرہ نے جو روایت نقل کی ہے جس سے حالت سفر میں اتمام اور قصر دونوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بلکہ دار قطنی نے اس کی صراحت بھی کی ہے کہ اس کی سند صحیح ہے تو اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس روایت کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کا تعلق حکم اول سے ہوگا یعنی ابتداء میں تو اتمام اور قصر دونوں جائز تھے۔ مگر بعد میں قصر ہی کو ضروری قرار دیدیا گیا۔

یہاں حضرت عائشہ کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ حدیث کے پہلے جزء کا تعلق تو ان نمازوں سے ہے جن میں قصر کیا جاتا ہے مثلاً چار رکعتوں والی نماز اور دوسرے جز کا تعلق ان نمازوں سے ہے جن میں قصر ہوتا ہی نہیں جیسے تین یا دو رکعتوں والی نماز یعنی چار رکعتوں والی نماز میں تو قصر کرتے تھے اور تین و دو رکعتوں والی نماز کو پورا کر کے پڑھتے تھے اسی

مفہوم کو مراد لینے سے ظاہری معنی و مفہوم سے زیادہ دور جانا نہیں پڑتا کیونکہ قصر و اتمام دونوں ہی اپنی اپنی جگہ مفہوم ہو جاتے ہیں اور یہ توجیہ بہت مناسب اور قریب از حقیقت ہے۔

قصر صرف چار رکعتوں والی نمازوں ہی میں جائز ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سفر کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ظہر کی دو رکعتیں اور اس کے بعد (یعنی سنت کی) دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں بھی نماز پڑھی ہے اور شہر (یعنی حضر) میں بھی، چنانچہ میں نے شہر میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ظہر کی چار رکعتیں اور اس کے بعد (سنت کی) دو رکعتیں پڑھی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں سفر و شہر میں کوئی (زیادتی) نہیں کرتے تھے اور مغرب ہی کی نماز دن کے وتر (کہلاتے) ہیں اور اس کے بعد (سنت کی) دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (جامع ترمذی)

اس حدیث سے یہ بات بصراحت معلوم ہوئی کہ سفر کی حالت میں قصر ان ہی نمازوں میں جائز ہے جو چار رکعتوں والی ہیں جیسے ظہر، عصر اور عشاء جو نماز چار رکعت والی نہیں ہیں جیسے مغرب اور فجر ان میں قصر جائز نہیں ہے۔ یہ نمازیں جس طرح حضر میں پڑھی جاتی ہیں اسی طرح انہیں سفر میں پڑھنا چاہیے۔

وھی وتر النھار کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نماز وتر رات کے وتر ہیں اسی طرح مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں گویا اس قول سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ وتر کی نماز ایک سلام کے ساتھ تین رکعتیں ہیں۔

ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سنت مؤکدہ حضر کی طرح سفر میں پڑھنی چاہیے۔ مگر حنفیہ کے ہاں معتمد اور صحیح قول یہ ہے کہ جب مسافر کسی جگہ منزل کرے تو وہاں سنتیں پڑھ لے مگر راستے میں چھوڑ دے نہ پڑھے۔

1200 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ. قَالَا: اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ عَمَّارٍ، يُحَدِّثُ فَذَكَرَهُ نَحْوَهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ اَبُوْ عَاصِمٍ، وَحَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، كَمَا رَوَاهُ ابْنُ بَكْرٍ

۞۞ ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عبداللہ بن ابوعمار کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا اس کے بعد راوی نے یہ روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوعاصم اور حماد نے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے، جس طرح ابن بکر نے نقل کی ہے۔

شرح

وہ سفر جس سے احکام تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہ کہ انسان تین دن اور اس کی راتوں میں اونٹ کی چال یا قدموں کی چال سے چلنے کا ارادہ کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقیم مسح پورا کرے ایک دن اور رات اور مسافر تین دن اور اس کی راتوں میں

مسح پورا کرے۔ اور یہ جنس رخصت کو عام ہے۔ اور اس کے لوازمات سے قیاس عام ہے۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے دفر کی مدت دو دن اور تیسرے دن کا اکثر شمار کیا ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے ایک قول کے مطابق ایک دن اور ایک رات ہے۔ اور یہ حدیث دونوں کے خلاف دلیل ہے۔ اور چلنے سے مراد درمیانی چال ہے۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مراحل کا اندازہ ہے اور وہی پہلے کے قریب ہے۔ جبکہ فراسخ کے ساتھ اعتبار نہیں کیا جائے گا اور یہی صحیح ہے۔ اور پانی میں چلنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ خشکی کا چلنا پانی میں چلنے پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ البتہ سمندر میں اعتبار کیا جائے گا کیونکہ وہ اپنی حالت میں پہاڑ کی حالت کی طرح ملا ہوا ہے۔ (ہدایہ کتاب صلوۃ، لاہور)

مسافت کے بارے فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت کے مطابق ایک روز کی مسافت اور دوسری روایت کے مطابق دو روز کی مسافت کو مقرر کیا ہے لیکن ان کے مسلک کی کتاب حاوی میں سولہ فرسخ کا تعین کیا گیا ہے اور یہی مسلک حضرت امام مالک و حضرت امام احمد رحمہا اللہ علیہما کا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ نے مسافت قصر کے سلسلے میں تین منزلیں کی حد مقرر کی ہیں اور ایک منزل اتنی مسافت پر ہو کہ چھوٹے دنوں میں قافلہ صبح کو چل کر دوپہر کے بعد منزل پر پہنچ جائے۔ حضرت امام ابو یوسف دو روز اور تیسرے روز کے اکثر حصہ کی مسافت کو مسافت قصر قرار دیا ہے۔

اصحاب ظواہر (وہ جماعت جو صرف حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل پیرا ہوتی ہے) نے مطلقاً سفر کا اعتبار کیا ہے یعنی ان کے نزدیک مسافت قصر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے خواہ سفر لمبا ہو یا چھوٹا ہو ہر صورت میں نماز قصر ادا کی جائے گی۔

اس سلسلے میں اگر چاروں ائمہ کے مسلک کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حقیقت اور نتیجے کے اعتبار سے سب کا یکساں ہی مسلک ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک مشہور مسلک کے مطابق مسافت قصر (۴۸) میل مقرر ہے، حاوی قول کے مطابق شوافع کے ہاں سولہ فرسخ مقرر ہے اور سولہ فرسخ حساب کے اعتبار سے (۴۷) میل کے برابر ہے اسی طرح حضرت امام مالک و حضرت امام احمد کا بھی مسلک ہے لہذا چاروں مسلک میں مسافت قصر (۴۸) میل ہوئی۔

میل کی مسافت کا بیان

میل تین فرسخ کا ہوتا ہے اور ہر فرسخ بارہ ہزار قدموں کا ہوتا ہے۔ ابن شجاع نے کہا ہے کہ میل تین ہزار پانچ سو گز سے لیکر چار ہزار گزوں کا ہوتا ہے۔ اور میل کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے اس کی وجہ سے حرج لازم آتا ہے۔ جو کہ اٹھا لیا گیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۱۸۵، بیروت)

مسافت قصر کا بیان

قصر اتنی مسافت کے لیے واجب ہوتا ہے جو متوسط چال سے تین دن سے کم میں طے نہیں ہو سکتی۔ متوسط چال سے مراد آدمی یا

اونٹ کی متوسط رفتار ہے تین دن کی مسافت ہے یہ مراد ہے کہ صبح سے دو پہر تک چلے نہ یہ کہ صبح سے شام تک، اسی لیے فقہاء نے موجودہ زمانے میں اس مسافت کا اندازہ اڑتالیس میل کیا ہے گویا اگر کوئی آدمی اڑتالیس میل (تقریباً ۷۸ کلومیٹر) کی مسافت کے لیے اپنے گھر سے سفر پر نکلے تو جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اپنے گاؤں یا شہر کی آبادی سے باہر نکلتے ہی اس پر قصر واجب ہو جاتا ہے۔
اگر کوئی آدمی مسافت قصر (یعنی ۴۸ میل یا ۷۸ کلومیٹر) کو کسی تیز سواری مثلاً گھوڑے یا ریل وغیرہ کے ذریعے تین دن سے کم میں طے کرے تب بھی وہ مسافر سمجھا جائے گا اسے بھی قصر نماز پڑھنی چاہیے۔

مدت قصر کا بیان

مسافر کو اس وقت تک قصر کرنا چاہیے۔ جب تک کہ اپنے وطن اصلی نہ پہنچ جائے یا کسی مقام پر کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کا قصد نہ کرے بشرطیکہ وہ مقام ٹھہرنے کے لائق ہو اگر کوئی آدمی دریا میں ٹھہرنے کی نیت کرے یا دار الحرب میں یا اسی طرح جنگل میں تو اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ ہاں خانہ بدوش لوگ اگر جنگل میں بھی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں تو یہ نیت صحیح ہو جائے گی اس لیے کہ وہ جنگلوں میں ہی رہنے کے عادی ہوتے ہیں۔
اگر کوئی آدمی اس مقدار مسافت کو قطع کرنے سے قبل کہ جس کا سفر میں اعتبار کیا گیا ہے کسی مقام پر ٹھہرنے کی یا اپنے وطن لوٹ جانے کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا۔ اگرچہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو اب یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے سفر کے ارادے کو ختم کر دیا ہے۔

مدت اقامت میں فقہاء احناف وشوافع کا فقہی استدلال کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع کے موقع پر مدینہ سے مکہ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (چار رکعتوں والی نماز کی) دو دو رکعتیں پڑھیں یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس آئے۔ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ لوگ مکہ میں کچھ دن ٹھہرے تھے؟ حضرت انس نے فرمایا کہ (ہاں) ہم لوگ مکہ میں دس دن ٹھہرے تھے۔
(بخاری وصحیح مسلم)
حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء صحابہ کا قیام مکہ میں دس دن اس طرح رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ذی الحجہ کی چار تاریخ کو پہنچے تھے اور ارکان حج وغیرہ سے فراغت کے بعد چودھویں ذی الحجہ کی صبح کو وہاں سے مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حالت سفر میں کسی جگہ دس دن ٹھہرنے سے کوئی آدمی مقیم نہیں ہوتا اس کے لیے قصر نماز پڑھنی ہے جب کہ یہ حدیث بظاہر حضرت امام شافعی کے مسلک کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اگر کوئی آدمی کہیں دن سے زیادہ ٹھہرے گا تو پھر اس کے لئے قصر جائز نہیں اسے پوری نماز پڑھنی ضروری ہوگی اس کی پوری تفصیل اگلی حدیث میں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کہیں) سفر پر تشریف لے گئے اور وہاں انیس دن قیام فرمایا (دوران قیام) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو دو رکعتیں نماز پڑھتے رہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ بھی جب مکہ اور اپنے (یعنی مدینہ) کے درمیان کہیں انیس دن قیام کرتے ہیں تو دو دو رکعتیں نماز پڑھتے ہیں اور جب اس سے زیادہ ٹھہرتے ہیں تو چار رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ (صحیح البخاری)

فاقام تسعۃ عشر یوما کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انیس دن بغیر اقامت کے اس طرح ٹھہرے کہ امروز فردا میں وہاں سے روانہ ہو جانے کا ارادہ فرماتے رہے مگر بلا قصد وارادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام وہاں انیس دن ہو گیا۔ مگر اس سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر کوئی آدمی حالت سفر میں کہیں انیس دن ٹھہر جائے تو وہ قصر نماز پڑھ سکتا ہے۔ ہاں انیس دن بعد اس کے لیے قصر جائز نہیں ہوگا اس مسئلے میں حضرت عبداللہ ابن عباس منفرد ہیں اور کسی کا بھی یہ مسلک نہیں ہے۔

مدت اقامت کے سلسلے میں ابتداء باب میں تفصیل کے ساتھ مسئلہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اس موقع پر پھر جان لیجئے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی حالت سفر میں کسی جگہ پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو اس کے لیے قصر جائز نہیں ہے بلکہ وہ پوری نماز پڑھے اور اگر کوئی آدمی پندرہ دن یا پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو قصر نماز پڑھے بلکہ اگر وہ اقامت کی نیت نہ کرے اور آج کل میں وہاں سے روانہ ہونے کا ارادہ کرتا رہے اور اس طرح بلا قصد ارادہ اس کے قیام کا سلسلہ برسوں تک بھی دراز ہو جائے تب بھی وہ قصر نماز پڑھتا رہے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مسئلہ جلیل القدر صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ ابن عمر وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

حضرت امام محمد نے کتاب الآثار میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر آذربائیجان میں چھ مہینے اس طرح ٹھہرے رہے کہ آج کل میں وہاں سے چلنے کا ارادہ کرتے رہے مگر بلا قصد وارادہ ان کا قیام اس قدر طویل ہو گیا چنانچہ وہ اس مدت میں برابر قصر نماز پڑھتے رہے اس موقع پر دیگر صحابہ بھی ان کے ہمراہ تھے اسی طرح حضرت انس بھی مروان کے بیٹے عبدالملک کے ہمراہ شام میں دو مہینے تک بلا قصد ارادہ ٹھہرے رہے اور وہاں دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے۔

اس مسئلے میں حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی جگہ علاوہ دو دن آنے اور جانے کے چار روز سے زیادہ قیام کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ مقیم ہو جاتا ہے اس کے لیے قصر جائز نہیں ہے وہ پوری نماز پڑھے اسی طرح اقامت کی نیت کے بغیر امروز فردا میں چلنے کا ارادہ کرتے کرتے بلا قصد وارادہ اٹھارہ دن سے زیادہ ٹھہر جائے تو تب بھی اس کے لیے قصر جائز نہیں ہوگا وہ پوری نماز پڑھے امام شافعی کی فقہ میں یہی معتمد اور صحیح قول ہے۔

سفر کی مدت اقامت میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں راوی نے انس سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے دن مکہ میں قیام کیا انہوں نے فرمایا دس دن

اس باب میں ابن عباس اور جابر سے بھی روایت ہے امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں حدیث انس حسن صحیح ہے ابن عباس سے مروی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اسفار میں انیس دن تک قیام کیا اور دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے چنانچہ اگر ہمارا قیام انیس دن یا اس سے کم مدت کا ہوتا تو ہم بھی قصر ہی پڑھتے اور اگر اس سے زیادہ رہتے تو پوری نماز پڑھتے حضرت علی سے مروی ہے کہ جو دس دن قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے ابن عمر پندرہ دن اور دوسری روایت میں بارہ دن قیام کرنے والے کے متعلق پوری نماز کا حکم دیتے تھے قتادہ اور عطاء خراسانی سعید بن مسیب سے روایت ہیں کہ جو شخص چار دن تک قیام کرے وہ چار رکعتیں ادا کرے داؤد بن ابی ہندان سے اس کے خلاف روایت کرتے ہیں اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے سفیان ثوری اور اہل کوفہ پندرہ دن قیام کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھے۔

امام اوزاعی بارہ دن قیام کی نیت پر پوری نماز پڑھنے کے قائل ہیں امام شافعی، امام مالک اور احمد کا یہ قول ہے کہ اگر چار دن رہنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے اسحاق کہتے ہیں کہ اس باب میں قوی ترین مذہب ابن عباس کی حدیث کا ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اسی پر عمل پیرا ہیں کہ اگر انیس دن قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے۔ پھر اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اگر رہنے کی مدت متعین نہ ہو تو قصر ہی پڑھنی چاہئے اگر سال گزر جائیں۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 536)

بَابُ مَتٰی یَقْصُرُ الْمُسَافِرُ؟

باب: مسافر کب تک نماز قصر کرے گا

1201 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَزِيدَ الْهُنَائِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنْ قَصْرِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ أَنَسٌ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ، أَوْ ثَلَاثَةِ فَرَاسِخَ - شَكَّ شُعْبَةُ - يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

❁❁ یحییٰ بن یزید ہنائی نے یہ بیان کیا ہے: میں نے ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نماز قصر کے بارے میں دریافت کیا' تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین میل (شعبہ نامی راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تین فرسخ کا سفر کرتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت ادا کرتے تھے۔

1202 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، وَإِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز میں چار رکعت ادا کیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز میں دو رکعت ادا کیں۔

شرح

علامہ محمد امین آفندی حنفی مشہور ابن عابدی شامی لکھتے ہیں۔ شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر ہوا۔ دن سے مراد سال کا سب سے چھوٹا دن اور تین دن کی راہ سے یہ مراد نہیں کہ صبح سے شام تک چلے کہ کھانے پینے نماز اور دیگر ضروریات کے لئے ٹھہرنا تو ضروری ہے بلکہ مراد دن کا اکثر حصہ ہے مثلاً شروع صبح صادق سے دو پہر ڈھلنے تک چلا پھر ٹھہر گیا۔ پھر دوسرے اور تیسرے دن یونہی کیا تو اتنی دور تک کی راہ کو مسافت سفر کہیں گے دو پہر کے بعد تک چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں بلکہ عادۃً جتنا آرام لینا چاہئے اس قدر اس درمیان میں ٹھہرتا بھی جائے اور چلنے سے مراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سست خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لئے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی کہ ہوا نہ بالکل رکی ہو نہ تیز۔ (دُرِّ مختار، عالمگیری) سال کا چھوٹا دن اس جگہ کا معتبر ہے جہاں دن رات معتدل ہوں یعنی چھوٹے دن کے اکثر حصہ میں منزل طے کر سکتے ہوں لہٰذا جن شہروں میں بہت چھوٹا دن ہوتا ہے جیسے بلغار کہ وہاں بہت چھوٹا دن ہوتا ہے لہٰذا وہاں کے دن کا اعتبار نہیں۔ (ردّ المحتار)

سفر مباح و معصیت دونوں میں رخصت قصر پر مذاہب اربعہ

تم پر نماز کی تخفیف کرنے میں کوئی گناہ نہیں، یہ کمی یا تو کیت میں یعنی بجائے چار رکعت کے دو رکعت ہے جیسے کہ جمہور نے اس آیت سے سمجھا ہے گو پھر ان میں بعض مسائل میں اختلاف ہوا ہے بعض تو کہتے ہیں یہ شرط ہے کہ سفر اطاعت کا ہو مثلاً جہاد کے لئے یا حج و عمرے کے لئے یا طلب وزیارت کے لئے وغیرہ۔ ابن عمر عطاء یحییٰ اور ایک روایت کی رو سے امام مالک کا یہی قول ہے، کیونکہ اس سے آگے فرمان ہے اگر تمہیں کفار کی ایذا رسانی کا خوف ہو، بعض کہتے ہیں اس قید کی کوئی ضرورت نہیں کہ سفر قربت الٰہیہ کا ہو بلکہ نماز کی کمی ہر مباح سفر کے لئے ہے جیسے اضطرار اور بے بسی کی صورت میں مردار کھانے کی اجازت ہے، ہاں یہ شرط ہے کہ سفر معصیت کا نہ ہو،

امام شافعی وغیرہ ائمہ کا یہی قول ہے، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میں تجارت کے سلسلے میں دریائی سفر کرتا ہوں تو آپ نے اسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا، یہ حدیث مرسل ہے، بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ ہر سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز ہے سفر خواہ مباح ہو خواہ ممنوع ہو یہاں تک کہ اگر کوئی ڈاکہ ڈالنے کے لئے اور مسافروں کو ستانے کے لئے نکلا ہوا ہے اسے بھی نماز قصر کرنے کی اجازت ہے، ابوحنیفہ ثوری اور داؤد کا یہی قول ہے۔

سفر اطاعت و معصیت میں فقہ شافعی و حنفی کے اختلاف کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ سفر کی تین اقسام ہیں۔

(۱) سفر طاعت، جس طرح حج کرنے کیلئے سفر کرنا ہے۔ (۲) سفر اباحت، جس طرح تجارت کا سفر ہے۔ (۳) سفر معصیت، جس طرح ڈاکوؤں کا سفر کرنا، غلام سے آقا سے بھاگنے کا سفر اور کسی عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا ہے۔

پہلے دو سفروں کیلئے علی الاتفاق اجازت ہے۔ جبکہ تیسرے سفر میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی

علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ رخصت سفر احکام میں تخفیف کیلئے ثابت ہوئی ہے۔ اور جب کوئی شخص معصیت کا سفر کرے گا تو اس کی وجہ سے اس پر شریعت کی طرف سے سختی کا حکم ہوگا۔ اور تخفیف میں حکم کی اضافت ایسے وصف کی جانب ہے جس کا تقاضہ احکام میں سہولت ہے نہ کہ فساد ہے اور سفر معصیت فساد ہے۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ حکم سفر میں وارد ہونے والی نص مطلق ہے جو اپنے اطلاق پر جاری رہے گی۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ) وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَرْضُ الْمُسَافِرِ رَكْعَتَانِ) وَقَالَ (يَمْسَحُ الْمُقِيمُ يَوْمًا وَلَيْلَةً. وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيهَا"

ان میں سے ہر ایک حکم اطلاق پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ آپ اصول کی کتب میں پہچان چکے ہیں۔ اور اگر آپ اس حکم پر یہ زیادتی کریں کہ وہ سفر مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ وہ معصیت کا نہ ہو تو اس سے مطلق حکم کا نسخ لازم آئے گا جو جائز نہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۳۸۵، بیروت)

مسافر کا مقیم کی اقتداء میں نماز مکمل پڑھنے کا سبب

مسافر بھی مقیم کی اقتداء کر سکتا ہے مگر وقت کے اندر، وقت کے بعد نہیں۔ اس لیے کہ مسافر جب مقیم کی اقتداء کرے گا تو امام کی اتباع میں چار رکعت یہ بھی پڑھے گا اور امام کا قعدہ اولیٰ نفل ہوگا اور اس کا فرض، امام کی تحریمہ قعدہ اولیٰ کے نفل ہونے کے ساتھ ہوگی اور مسافر مقتدی کی اس کی فرضیت کے ساتھ پس فرض نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہوئی اور یہ درست نہیں۔

بَابُ الْأَذَانِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر کے دوران اذان دینا

1203 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا عُشَّانَةَ الْمَعَافِرِيَّ، حَدَّثَهُ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَعْجَبُ رَبُّكُمْ مِنْ رَاعِي غَنَمٍ فِي رَأْسِ شَظِيَّةٍ بِجَبَلٍ، يُؤَذِّنُ بِالصَّلَاةِ، وَيُصَلِّي، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي هَذَا يُؤَذِّنُ، وَيُقِيمُ الصَّلَاةَ، يَخَافُ مِنِّي، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي وَأَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے۔

"تمہارا پروردگار بکریوں کے ایسے چرواہے پر بہت خوش ہوتا ہے' جو اکیلا کسی پہاڑ کی چوٹی پر نماز ادا کرنے کے لیے اذان دیتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے، اللہ فرماتا ہے: میرے بندے کو دیکھو جس نے اذان دی ہے' جو نماز قائم کرے گا' مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اپنے اس بندے کی مغفرت کر دی اور میں اسے جنت میں داخل کروں گا''۔

1203- اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله، وابو عشانة: هو حي بن يؤمن. واخرجه النسائي في "الكبرى" (1642) من طريق ابن وهب، بهذا الإسناد. وهو في "مسند احمد" (17443)، و"صحيح ابن حبان" (1660).

بَابُ الْمُسَافِرِ يُصَلِّيْ وَهُوَ يَشُكُّ فِي الْوَقْتِ

باب: مسافر کا نماز ادا کرنا جبکہ اسے وقت کے بارے میں شک ہو

1204 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْمِسْحَاجِ بْنِ مُوْسٰى، قَالَ: قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: حَدِّثْنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُنَّا اِذَا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ، فَقُلْنَا: زَالَتِ الشَّمْسُ، اَوْلَمْ تَزُلْ، صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ ارْتَحَلَ

❀❀ مسحاج بن موسیٰ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ ہمیں وہ حدیث بیان کیجئے جو آپ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہو' تو انہوں نے بتایا: جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے ہوتے تھے' تو ہم سورج ڈھلنے کے بارے میں ابھی شک کا شکار ہوتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز ادا کر لیتے تھے اور پھر روانہ ہوتے تھے۔

1205 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِيْ حَمْزَةُ الْعَائِذِيُّ، رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ ضَبَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا، لَمْ يَرْتَحِلْ حَتّٰى يُصَلِّيَ الظُّهْرَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: وَاِنْ كَانَ بِنِصْفِ النَّهَارِ؟ قَالَ: وَاِنْ كَانَ بِنِصْفِ النَّهَارِ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ پڑاؤ کرتے تھے' تو وہاں سے اس وقت تک کوچ نہیں کرتے تھے' جب تک ظہر کی نماز ادا نہیں کر لیتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: اگرچہ نصف النہار کا وقت ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اگرچہ نصف النہار کا وقت ہو۔

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ

باب: دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا

1206 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ، اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، اَخْبَرَهُمْ، اَنَّهُمْ خَرَجُوا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلم فِيْ غَزْوَةِ تَبُوكَ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، فَاَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا، ثُمَّ دَخَلَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا

❀❀ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ لوگ غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازیں جبکہ مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ایک نماز کو تاخیر سے ادا کرتے تھے اور پھر روانہ ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز ادا کرتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خیمے میں) تشریف لے جاتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آتے اور مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کرتے تھے۔

1207 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ،

اسْتُصْرِخَ عَلَى صَفِيَّةَ وَهُوَ بِمَكَّةَ، فَسَارَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَبَدَتِ النُّجُومُ، فَقَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا عَجِلَ بِهِ أَمْرٌ فِي سَفَرٍ، جَمَعَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ، فَسَارَ حَتَّى غَابَ الشَّفَقُ، فَنَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کی اہلیہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی اطلاع ملی وہ اس وقت مکہ میں موجود تھے وہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا اور تارے نکل آئے انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کرنا ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غروب ہوگئی تو وہ سواری سے نیچے اترے اور انہوں نے یہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کیں۔

1208 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ، جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَإِنْ يَرْتَحِلْ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ، أَخَّرَ الظُّهْرَ، حَتَّى يَنْزِلَ لِلْعَصْرِ، وَفِي الْمَغْرِبِ مِثْلُ ذَلِكَ، إِنْ غَابَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ، جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ، وَإِنْ يَرْتَحِلْ قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ، أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَنْزِلَ لِلْعِشَاءِ ثُمَّ جَمَعَ بَيْنَهُمَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ الْمُفَضَّلِ، وَاللَّيْثِ

❁❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ (ظہر) کے وقت ادا کر لیتے تھے اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے ڈھلنے سے پہلے روانہ ہوتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کو مؤخر کر دیتے تھے' یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کے لیے پڑاؤ کرتے تھے (تو ظہر کی نماز عصر کے ساتھ ادا کرتے تھے) مغرب کی نماز میں بھی اسی طرح ہوتا تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچ کرنے سے پہلے سورج غروب ہو جاتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کر لیتے تھے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہونے سے پہلے ہی کوچ کر جاتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے تھے' یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے لیے پڑاؤ کرتے تھے اور دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

1209 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي مَوْدُودٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَا جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَطُّ فِي السَّفَرِ إِلَّا

مَرَّةً.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا يُرْوَى عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ، اَنَّهُ لَمْ يَرَ ابْنَ عُمَرَ، جَمَعَ بَيْنَهُمَا قَطُّ اِلَّا تِلْكَ اللَّيْلَةَ يَعْنِي لَيْلَةَ اسْتُصْرِخَ عَلَى صَفِيَّةَ، وَرُوِيَ مِنْ حَدِيثِ مَكْحُولٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّهُ رَاَى ابْنَ عُمَرَ، فَعَلَ ذٰلِكَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کے دوران مغرب اور عشاء کی نمازیں صرف ایک ساتھ اکٹھی ادا کی تھیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف روایت کے طور پر نقل کی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو صرف اس رات دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرتے دیکھا گیا یعنی جس رات انہیں سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی اطلاع ملی تھی۔

نافع بیان کرتے ہیں: انہوں نے شاید حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک یا دو مرتبہ ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

1210 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا، فِي غَيْرِ خَوْفٍ، وَلَا سَفَرٍ قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: اَرَى ذٰلِكَ كَانَ فِي مَطَرٍ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، نَحْوَهُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، وَرَوَاهُ قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ: فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا اِلَى تَبُوكَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نمازیں اور مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خوف کے بغیر اور سفر کے علاوہ ایسا کیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ بارش کے موقع پر ایسا ہوا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوزبیر کے حوالے سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ایسا سفر کے موقع پر ہوا جب ہم نے تبوک کی طرف سفر کیا۔

1211 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ، وَلَا مَطَرٍ، فَقِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا اَرَادَ اِلَى

1210- اسناده صحيح. وهو في "الموطا" 1441/1، ومن طريقه اخرجه مسلم (755) (49)، والنسائي في "الكبرى" (1586)، واخرجه مسلم (705) (50) من طريق زهير بن معاوية، كلاهما عن ابي الزبير، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (1953)، و"صحيح ابن حبان" (1596). واخرجه مسلم (705) (51) من طريق قرة بن خالد، عن ابي الزبير، به بلفظ: ان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - جمع بين الصلاة في سفرة سافرها في غزوة تبوك، فجمع بين الظهر والعصر، والمغرب والعشاء. وانظر ما بعده. وسياتي بنحوه برقم (1214)

ذٰلِکَ؟ قَالَ: اَرَادَ اَنْ لَّا يُحْرِجَ اُمَّتَهٗ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں کسی خوف کے بغیر اور بارش کے بغیر ظہر اور عصر کی نمازیں اور مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ آپ اپنی امت کو حرج میں مبتلا نہ کریں۔

1212 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ نَافِعٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَاقِدٍ، اَنَّ مُؤَذِّنَ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: الصَّلَاةُ، قَالَ: سِرْ سِرْ، حَتّٰى اِذَا كَانَ قَبْلَ غُيُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَجِلَ بِهِ اَمْرٌ، صَنَعَ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتُ، فَسَارَ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ مَسِيرَةَ ثَلَاثٍ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جَابِرٍ، عَنْ نَافِعٍ، نَحْوَ هٰذَا بِاِسْنَادِهٖ.

نافع اور عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے کہا: نماز کا وقت ہو گیا ہے' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: چلتے رہو، چلتے رہو یہاں تک کہ شفق غروب ہونے سے پہلے وہ سواری سے نیچے اترے پھر انہوں نے مغرب کی نماز ادا کی اور انتظار کرتے رہے' یہاں تک کہ جب شفق غروب ہو گئی تو انہوں نے عشاء کی نماز ادا کی پھر انہوں نے فرمایا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے سلسلے میں جلدی سفر کرنا ہوتا تھا تو بالکل اسی طرح کرتے تھے' جس طرح میں نے کیا ہے۔ انہوں نے اس دن اور رات میں تین دن کی مسافت کا سفر کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1213 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ، اَخْبَرَنَا عِيْسٰى، عَنِ ابْنِ جَابِرٍ، بِهٰذَا الْمَعْنٰى.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ ذَهَابِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نافع کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: یہاں تک کہ جب شفق رخصت ہونے کا وقت ہوا تو وہ (سواری سے) نیچے اترے اور انہوں نے دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کیں۔

1214 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ ثَمَانِيًا وَسَبْعًا، الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ، وَلَمْ يَقُلْ سُلَيْمَانُ، وَمُسَدَّدٌ بِنَا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ صَالِحٌ مَوْلَى التَّوْاَمَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: فِي غَيْرِ مَطَرٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مدینہ منورہ میں آٹھ رکعت (رکعت) اور رکعت (ایک ساتھ) نمازیں پڑھائی تھیں جو ظہر اور عصر کی نماز کی تھیں اور مغرب اور عشاء کی نماز کی تھیں۔

سلیمان اور مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے "ہمیں پڑھائی تھیں"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: "یہ بارش کے علاوہ کی بات ہے"۔

1215 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَابَتْ لَهُ الشَّمْسُ بِمَكَّةَ. فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا بِسَرِفٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورج غروب ہوگیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سرف" کے مقام پر یہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کیں۔

1216 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ، جَارُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: بَيْنَهُمَا عَشَرَةُ اَمْيَالٍ يَعْنِي بَيْنَ مَكَّةَ، وَسَرِفٍ

ہشام بن سعد کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: مکہ اور سرف کے درمیان دس میل کا فاصلہ ہے۔

1217 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ، قَالَ: قَالَ رَبِيعَةُ: يَعْنِي كَتَبَ اِلَيْهِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ، قَالَ: غَابَتِ الشَّمْسُ وَاَنَا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَسِرْنَا، فَلَمَّا رَاَيْنَاهُ قَدْ اَمْسٰى، قُلْنَا: الصَّلَاةُ، فَسَارَ حَتّٰى غَابَ الشَّفَقُ، وَتَصَوَّبَتِ النُّجُومُ، ثُمَّ اِنَّهُ نَزَلَ فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ جَمِيعًا، ثُمَّ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ صَلّٰى صَلَاتِي هٰذِهِ، يَقُوْلُ: يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا بَعْدَ لَيْلٍ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَخِيهِ، عَنْ سَالِمٍ، وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِي نَجِيحٍ، عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ذُؤَيْبٍ، اَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا مِنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ بَعْدَ غُيُوبِ الشَّفَقِ

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں: میں اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ سورج غروب ہوگیا ہم اسی طرح سفر کرتے رہے یہاں تک کہ جب ہم نے دیکھا کہ شام ہوگئی ہے تو ہم نے کہا: جناب نماز کا وقت ہوگیا ہے لیکن وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غروب ہوگئی اور ستارے نمودار ہونے لگے تو وہ سواری سے نیچے اترے اور انہوں نے دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کیں پھر انہوں نے بتایا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تیزی سے سفر کرنا ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری اس نماز کی طرح نماز ادا

1217- اسنادہ صحیح. ابن وھب: ھو عبد اللہ. واللیث: ھو ابن سعد. وربیعۃ الذی کتب الیہ: ھو ابن ابی عبد الرحمن شیخ الامام مالک. واخرجہ الطبرانی فی "الاوسط" (8677). والبیہقی /16910 من طریق اللیث. بھذا الاسناد. وانظر ماسلف برقم (1207).

کرتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے رات ہو جانے کے بعد دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کی تھیں۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دونوں نمازوں کو شفق غروب ہو جانے کے بعد ایک ساتھ ادا کیا تھا''۔

1218 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَابْنُ مَوْهَبٍ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ، أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ، ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا، فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ، صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ رَكِبَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ مُفَضَّلٌ قَاضِيَ مِصْرَ، وَكَانَ مُجَابَ الدَّعْوَةِ، وَهُوَ ابْنُ فَضَالَةَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورج ڈھلنے سے پہلے روانہ ہونا ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کر دیتے تھے پھر پڑاؤ کرتے تھے اور دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے سے پہلے سورج غروب ہو جاتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز ادا کرتے تھے اور پھر روانہ ہوتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مفضل نامی راوی مصر کے قاضی ہیں۔ یہ مستجاب الدعوات تھے یہ فضالہ کے صاحبزادے ہیں۔

1219 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عُقَيْلٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ، قَالَ: وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ، حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عقیل کے حوالے سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ مغرب اور عشاء کی نمازیں شفق غروب ہو جانے کے بعد ایک ساتھ ادا کرتے تھے''۔

1220 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ، أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتَّى يَجْمَعَهَا إِلَى الْعَصْرِ، فَيُصَلِّيَهُمَا جَمِيعًا، وَإِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ زَيْغِ الشَّمْسِ، صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا، ثُمَّ سَارَ، وَكَانَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْعِشَاءِ، وَإِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، عَجَّلَ الْعِشَاءَ فَصَلَّاهَا مَعَ الْمَغْرِبِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا قُتَيْبَةُ وَحْدَهُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب غزوہ تبوک کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج ڈھلنے سے پہلے

روانہ ہونا ہوتا تھا تو آپ ﷺ ظہر کی نماز کو مؤخر کر دیتے تھے' یہاں تک کہ آپ ﷺ اسے عصر کے ساتھ ملاتے تھے اور دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ سورج ڈھلنے کے بعد روانہ ہوتے تھے' تو پھر آپ ﷺ ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا کرنے کے بعد روانہ ہوتے تھے۔ جب آپ ﷺ مغرب سے پہلے روانہ ہوتے تھے' تو پھر آپ ﷺ مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اسے عشاء کی نماز کے ساتھ ادا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ مغرب کے بعد روانہ ہوتے تھے' تو عشاء کی نماز کو جلدی ادا کر لیتے تھے اور اسے مغرب کی نماز کے ساتھ شامل کر لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت صرف قتیبہ نے روایت کی ہے۔

عرفات کی دو نمازوں میں ایک تکبیر و دو اقامتوں میں مذاہب اربعہ

جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں ظہر وعصر کی نماز ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ پڑھی تھی چنانچہ حضرت امام شافعی حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں مزدلفہ میں یہ دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک ہی تکبیر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں کیونکہ اس موقع پر عشاء کی نماز چونکہ اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہے اس لئے زیادتی اعلام کے لئے علیحدہ سے تکبیر کی ضرورت نہیں برخلاف عرفات میں عصر کی نماز کے کہ وہاں عصر کی نماز چونکہ اپنے وقت میں نہیں ہوتی بلکہ ظہر کے وقت ہوتی ہے اس لئے وہاں زیادتی اعلام کے لیے علیحدہ تکبیر کی ضرورت ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی روایت منقول ہے اور ترمذی نے بھی اس کی تحسین وتصحیح کی ہے۔

عرفات ومزدلفہ کے علاوہ نمازوں کو جمع کرنے رد میں فقہ حنفی کے دلائل

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ سیدنا حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ امیر المؤمنین امام العادلین ناطق بالحق والصواب عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے۔ کہ کوئی شخص ایک وقت میں دو نمازیں نہ جمع کرنے پائے اور ان میں ارشاد فرمایا: ایک وقت میں دو نمازیں ملانا گناہ کبیرہ ہے۔

المؤطا لمحمد، الجمع بین الصلوتین★

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الحمدللہ، امام عادل فارق الحق والباطل نے حق واضح فرمایا۔ اور انکے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آنے نے گویا مسئلہ درجہ اجماع تک مترقی کیا۔ اقول: یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجت ہے۔ علاء بن الحارث تابعی صدوق فقیہ رجال صحیح مسلم وسنن اربعہ سے ہیں۔ نیز علاء کا مختلط ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس اختلاط سے بعد لی گئی ہے۔ کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جسکا ایک راوی عطاء بن سائب ہے اور عطاء بن سائب کا مختلط ہونا سب کو معلوم ہے۔ مگر ابن ہمام نے کہا مجھے امید ہے کہ حماد بن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلاء ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔ پھر اسکی دلیل بیان کی کہ اگر ابہام پایا بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں۔

اورامام مکحول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم واربعہ سے ہیں۔

نیز مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔رہا امام محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا، تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک مقبول ہے۔جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے۔خصوصا جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو۔

اوراس سے قطع نظر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ متعدد اسنادوں سے مروی ہونے کی وجہ سے اسکی یہ خامی دور ہوگئی ہے۔فتح المغیث میں مقلوب کاذکرکرتے ہوئے کہا ہے کہ مشائخ بخاری میں احمد بن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے ابن عدی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دیگر علماء نے بھی اور ابن عدی کے اساتذہ کا مبہم ہونا مضر نہیں کیونکہ انکی تعداد اتنی ہے کہ اسکی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہے۔

حضرت ابوقتادہ عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا شقہ وفرمان سنا کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں۔دونمازیں جمع کرنا۔جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا۔اورکسی کا مال لوٹ لینا۔
(کنزالعمال للمتقی)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے۔اسکے سب رجال اسمعیل بن ابراہیم ابن علیہ سے آخر تک ائمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں۔وللہ الحمد طیفہ: حدیث مؤطا کے جواب میں تو ملاجی کو وہی انکا عذر معمولی عارض ہوا کہ منع کرنا عمر کا حالت اقامت میں بلاعذر تھا۔

اقول :اگر ہر جگہ ایسی ہی تخصیص تراش لینے کا دروازہ کھلے تو تمام احکام شرعیہ سے بے قیدوں کو سہل چھٹی ملے۔جہاں چاہیں کہدیں یہ حکم خاص فلاں لوگوں کیلئے ہے۔حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا۔

اول :انکار جمع اس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں۔اس جواب کی حکایت خود اسکے رد میں کفایت ہے۔اس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزدلفہ کی جمع۔کہ مابعد الا ہمارے نزدیک مسکوت عنہ ہے۔انکار جمع تو اسکا صریح منطوق ومدلول مطابقی ومنصوص عبارۃ النص ہے

اقول :اولاً۔اسکی نسبت اگر بعض اجلہ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا۔ملامدعی اجتہاد وحرمت تقلید ابو حنیفہ وشافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم رد کرنے کیلئے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متاخر مقلد کی تقلید جامد کرتے۔شاید رداحادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز وصحیح ہوگا۔اب نہ اس میں شائبہ نصرانیت ہے نہ اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ کی آفت۔کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔

ثانیاً:بفرض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نامسلم کہ حنفیہ اس کے قائل نہیں۔صرف عبارات شارع غیر متعلقہ بعقوبات میں اسکی نفی کرتے ہیں۔کلام صحابہ و من بعدھم من العلماء میں مفہوم مخالف بے خلاف مرعی و معتبر۔کمانص علیہ فی تحریر الاصول والنھر الفائق والدر المختار وغیرھا من الاسفار، قدذکرنا نصوصھا، فی رسالتنا القطوف الدانیۃ

لمن احسن الجماعۃ الثانیہ۔

دوم :ایک رامپوری ملا سے نقل کیا کہ ابن مسعود سے مسند ابی یعلی میں روایت یہ بھی ہے کہ کان صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلوتین فی السفر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دونمازیں جمع کرتے تھے۔ تو موجود ہے کہ حدیث مگی کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلی کو حالت سیر پر عمل کریں۔ یہ مذہب امام مالک کی طرف عود کر جائیگا۔

اقول :اولاً۔ ملاجی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے ہو کہ شاہ صاحب نے مسند ابی یعلی کو طبقہ ثالثہ میں جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح، حسن، غریب، معروف، منکر، شاذ، مقلوب موجود ہیں ٹھہرایا ہے۔ پھر خود ہی اس طبقے کی کتاب کو کہا کہ اس کتاب کی حدیث بدوں تصحیح کسی محدث کے یا پیش کرنے سند کے کیونکر تسلیم کی جاوے۔ یہ کتاب اس طبقے کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور سقیم مخلط ہیں۔ یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لئے ایک رامپوری ملا کی تقلید سے حلال بتاؤ۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم

ثانیا: ملاجی، کسی ذی علم سے التجا کرو تو وہ تمہیں صریح و مجمل اور متعین و محتمل کا فرق سکھائے۔ حدیث صحیحین انکار جمع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابی یعلی حقیقی جمع کا اصلاً پتہ نہیں دیتی۔ بلکہ احادیث جمع صوری میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتا رہی ہیں۔ تمہاری ذی ہوشی کہ نص و محتمل کو لا کر اختلاف محامل سے راہ توفیق ڈھونڈتے ہو۔

طیفہ اقول :ملاجی کا اضطراب قابل تماشہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہیں راوی جمع ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ بتاتے ہیں۔ کہیں ثانی سمجھ کر چودہ۔ صدر کلام میں جہاں راویان جمع گنائے صاف صاف کہا ابن مسعود فی احدی الروایتین، اب رامپوری ملا کی تقلید سے وہ احدی وایتین بھی گئی۔ ابن مسعود خاصے مثبتان جمع ٹھہر گئے۔

سوم :جسے ملاجی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں۔ ان دو کو عربی میں بولے تھے۔ یہاں چہک چہک کر اردو میں چہک رہے ہیں کہ۔

اگر کہو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹیگا کہ جمع بین الظھر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعود سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی مفہوم ہوتی ہے۔ پس جو تم جواب رکھتے ہو اسی کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی۔ کیونکہ چودہ صحابی سو بن مسعود کے اسکے ناقل ہیں۔ تو اسی واسطے ابن مسعود نے اسکا استثناء نہ کیا۔ اور اب محتمل نفی کا جمع بلا عذر ہوگی۔ اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالقائسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقائسہ سے۔ وعلی ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے۔

معیار الحق مصنفہ میاں نذیر حسین ملاجی اس جواب کو ملاجی گل سرسبز بنا کر سب سے اول ذکر کیا۔ ان دو کی تو امام نووی وسلام اللہ رامپوری کی طرف نسبت کی۔ مگر اسے بہت پسند کر کے بلا نقل و نسبت اپنے نامہ اعمال میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور اور فتح الباری وغیرہ میں ماثور تھا۔ شہرت جمع عرفات سے جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وغیرہ علماء اعلام حنفیہ

کرام نے افادہ فرمایا۔ اس کا نفیس وجلیل مطلب ملاجی کی فہم تنگ میں اصلا نہ دھنسا۔ اجتہاد کے نشہ میں ادعائے باطل شہرت جمع سفر کا آوازہ کسا، اب فقیر غفرلہ القدیر سے تحقیق حق سنئے۔

اولا: فاقول وبحول ربی اصول۔ ملاجی جواب علماء کا یہ مطلب سمجھئے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں۔ مگر ذکر دو کیں۔ مغرب وصبح مزدلفہ، اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر نہ فرمایا: جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش سمجھی کہ یونہی جمع سفر بھی بوجہ شہرت ترک کی۔ اس ادعائے باطل کالفافہ تو بحمد اللہ اوپر کھل چکا

ہ شہرت درکنار نفس ثبوت کے لالے پڑے ہیں۔ حضرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ ہی دس سے دست بردار ہوئے۔ چار باقی ماندہ میں دو کی روایتیں نری بے علاقہ اتر گئیں۔ رہے دو، وہاں بعونہ تعالیٰ وہ قاہر جواب پائے کہ جی ہی جانتا ہو گا۔

اگر بالفرض دو سے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن صحابہ میں شہرت ہے۔ مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف انہیں دو نمازوں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت۔ انہیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا۔ انہیں دو کو صلاتین کہہ کر یہاں ارشاد فرمایا۔ اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام لیا۔ صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا۔ ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع۔

قال عزوجل۔ وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر۔ اور تمہارے لئے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔

خود انہیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد دیکھئے۔ کہ پوچھا گیا۔ کیا عبداللہ رضی اللہ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے۔

فرمایا :لا الا بجمع، نہ مگر مزدلفہ میں، کما قدمنا عن سنن النسائی، یہاں بھی کہہ دیجیو کہ جمع سفر کو شہرۃ چھوڑ دیا ہے۔ اور سنئے، امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

العمل علی ھذا عند اھل العلم ان لا یجمع بین الصلاتین الا فی السفر او بعرفۃ۔

اہل علم کے یہاں عمل اسی پر ہے کہ بغیر سفر اور یوم عرفہ دو نمازیں جمع نہ کریں۔ امام ترمذی نے صرف نماز عرفہ کا استثناء کیا نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا۔ تو ہے یہ کہ دونوں جمعین متلازم ہیں اور ایک کا ذکر دوسری کا یقینا مذکر۔ خصوصا نماز عرفہ کہ اظہر و اشہر۔ تو مزدلفہ کا ذکر دونوں کا ذکر ہے، غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ ہے نہ فجر نحر۔ وہ مسئلہ جداگانہ کا افادہ ہے۔ کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں، اور بلاشبہ اجماع امت ہے کہ فجر حقیقۃً وقت سے پہلے نہ تھی، نہ ہرگز کہیں کبھی اس کا جواز اور خود اسی حدیث ابومسعود کے الفاظ مسلم کے یہاں بروایت جریر عن الاعمش، قال قبل وقتھا بغلس اس پر شاہد، اگر رات میں پڑھی جاتی تو ذکر غلس کے کیا معنی تھے۔ صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ گیا۔ پھر ہم مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازیں جمع کیں ایک ہی اذان و اقامت سے۔ درمیان میں رات کا کھانا کھایا۔ پھر طلوع فجر کے بعد

صبح کی نماز پڑھی۔

حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج ادا فرمایا پھر ہم مزدلفہ آئے جب عشا کی اذان کا وقت ہو چکا تھا یا قریب تھا۔ ایک شخص کو اذان واقامت کا حکم دیا اور نماز مغرب ادا کی اور بعد کی دو رکعتیں بھی۔ پھر شام کا کھانا منگا کر تناول فرمایا؛ پھر عشا کی دو رکعتیں پڑھیں جب صبح صادق ہوئی تو فرمایا : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز فجر کے علاوہ اس دن اور اس مقام کے سوا کبھی نماز فجر اتنے اول وقت میں نہیں پڑھتے تھے۔

(الجامع للبخاری المناسک، الجامع الصحیح للبخاری، المناسک)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی اجماع موافق ومخالف ہے کہ عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ حقیقۃً غیر وقت میں پڑھیں۔ تو فجر نحر ومغرب مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے۔ ہاں عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ متحد الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انہیں کے ساتھ خاص۔ اور جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں۔ نہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ممکن۔ خصوصاً ملا جی کے نزدیک تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو ظاہر پر حمل واجب۔

اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر متبادر وہی معنی ہیں جو ان عصر ومغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع۔ تو واجب ہوا کہ جملہ صلی الفجر ان صلو تین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور صلوتین سے وہی عصر ومغرب مراد۔ تو ان میں اصلاہر گز کسی کا ذکر متروک نہیں۔ ہاں تفصیل میں سپتے کیلئے ایک ہی کا نام لیا بوجہ کمال اشتہار۔ دوسری کا ذکر مطوی کیا۔

بحمد اللہ یہ معنی ہیں جواب علماء کے جس سے ملا جی کی فہم بے مس اور ناحق آنچہ انساں می کند کی ہوس۔ ملا جی! اب اس برابری کے بڑے بول کی خبریں کہئے کہ جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا سمجھئے۔ خدا کی شان۔

ع، اوگماں بردہ کہ من کردم چو او ☆ فرق را کے بیند آں استیزہ جو

فائدہ: یہ معنی نفیس فیض فتاح علیم جل مجدہ سے قلب فقیر پر القا ہوئے۔ پھر ارکان اربعہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ میں آئی دیکھا تو بعینہ یہی معنی افادہ فرمائے ہیں۔ والحمد للہ

ثانیا: اقول وباللہ التوفیق۔ اگر نظر تتبع کو جولاں دیجئے تو بعونہ تعالیٰ واضح ہو کہ یہ جواب علماء محض تنزلی تھا۔ ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمع عرفات بھی ذکر فرما چکے۔ یہ حدیث سنن نسائی کتاب المناسک باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ میں یوں ہے۔

ضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر مزدلفہ اور عرفات میں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ملا جی! اب کہئے: مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا؟ ملا جی ! ابھی آپکی نازک چھاتی پر دلی کی پہاڑی آتی ہے۔ سخت جانی کے آسرے پر سانس باقی ہو تو سر بچایئے کہ عنقریب مکہ کا پہاڑ ابو قبیس آتا ہے۔ ملا جی ! دعویٰ اجتہاد پر ادھار کھائے پھرتے تھے اور علم

حدیث کی ہوا نہ لگی احادیث مرویہ بالمعنی صحیحین وغرہما صحاح وسنن، مسانید ومعاجیم، جوامع واجزاء وغیرہا میں دیکھئے صدہا مثالیں اس کی پایئے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں۔کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح، کوئی کسی طرح۔جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے۔

ولہٰذا امام الشان ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اسکی حقیقت نہ پہچانتے۔

یہاں بھی مخرج اعمش بن عمارۃ عن عبدالرحمن عن عبداللہ ہے۔اعمش کے بعد حدیث منتشر ہوئی۔ان سے حفص بن غیاث، ابومعاویہ، ابوعوانہ، عبدالواحد بن زیاد، جریر سفین، داؤد، شعبہ وغیرہم اجلہ نے روایت کی۔

یہ روایتیں الفاظ واطوار، بسط واختصار، اور ذکر واقتصار میں طرق شتی پر آئیں۔کسی میں مغرب وفجر کا ذکر ہے۔ظہر عرفہ مذکور نہیں۔ کروایة الصحیحین، کسی میں ظہر عرفہ ومغرب کا بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں۔ کروایة النسائی۔کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر فجر وصیغہ ما رأیت، وغیرہ کچھ مسطور نہیں کحدیث النسائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا۔(فتاوی رضویہ)

حکم خاص سے استدلال کرتے ہوئے عمومی حکم کو ثابت نہیں کیا جائے گا

اس قاعدہ کا ماخذ یہ ہے۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ میدان عرفات سے واپس لوٹے تو میں آپ کے ساتھ سوار تھا، جب آپ گھاٹی پر آئے تو آپ نے سواری بٹھائی اور قضاء حاجت کیلئے نیچے اتر گئے جب واپس آئے تو میں نے برتن سے پانی لیکر آپ کو وضو کرایا، پھر آپ سوار ہو کر مزدلفہ آئے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھا۔(مسلم، ج۱، ص۴۱۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں نماز مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کا ثبوت ہے جو کہ ایام حج میں اس کے احکام کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اس حدیث سے کوئی یہ استدلال کرتے ہوئے نہیں کہہ سکتا کہ نماز مغرب اور عشاء کو جہاں چاہیں جمع کر کے پڑھ سکتے ہیں کیونکہ حکم خاص سے عمومی حکم کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

حکم عام کے استدلال سے حکم خاص کی تخصیص

ترجمہ: بے شک نماز مومنوں پر وقت مقررہ پر فرض ہے۔(النساء) اس آیت میں بیان کردہ حکم کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر نماز کو اس کے مقررہ وقت کے اندر ادا کرنا ضروری ہے اس سے معلوم ہوا کہ دو نمازوں کو جمع کرنے والا حکم ایام حج میں اس کے مناسک ادا کرنے والے کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اس عام حکم کو اس سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔جبکہ دو نمازوں کو جمع کرنے کے باوجود اس عمومی حکم یعنی ہر نماز کو اس کے وقت کے اندر پڑھا جائے اس پر بھی عمل ہوگا۔

بَابُ قَصْرِ قِرَاءَةِ الصَّلَاةِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر کے دوران نماز میں قرأت مختصر کرنا

1221 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَصَلَّى بِنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، فَقَرَأَ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ، بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی اور ان میں سے دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورہ "والتین" کی تلاوت فرمائی۔

بَابُ التَّطَوُّعِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر کے دوران نوافل ادا کرنا

1222 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي بُسْرَةَ الْغِفَارِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَفَرًا، فَمَا رَأَيْتُهُ تَرَكَ رَكْعَتَيْنِ إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ

حضرت براء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ سفروں میں شریک رہا ہوں میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج ڈھل جانے کے بعد اور ظہر (کے فرائض) سے پہلے کی دو رکعتیں ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

1223 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي طَرِيقٍ، قَالَ: فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَقْبَلَ فَرَأَى نَاسًا قِيَامًا، فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ؟ قُلْتُ: يُسَبِّحُونَ، قَالَ: لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا أَتْمَمْتُ صَلَاتِي، يَا ابْنَ أَخِي، إِنِّي صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ، فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَصَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَصَحِبْتُ عُمَرَ، فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ تَعَالَى، وَصَحِبْتُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ تَعَالَى، وَقَدْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) (الأحزاب: 21)

حفص بن عاصم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کر رہا تھا راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے ہمیں دو رکعت پڑھائی پھر وہ متوجہ ہوگئے تو انہوں نے کچھ لوگوں کو قیام کی حالت میں دیکھا انہوں نے دریافت کیا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ تو میں نے کہا: یہ لوگ نوافل پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر میں نے

نفل ہی پڑھتے ہوتے تو اپنی نماز مکمل کر لیتا۔ اے میرے بھتیجے! میں سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہا ہوں نبی اکرم ﷺ دو رکعت سے زیادہ ادا نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ ﷺ کی روح کو قبض کر لیا (یعنی آپ ﷺ زندگی بھر ایسا ہی کرتے رہے)

پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا وہ بھی دو رکعت سے زیادہ ادا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے ان کی روح کو قبض کر لیا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا وہ بھی دو رکعت سے زیادہ نماز ادا نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کی روح کو بھی قبض کر لیا۔ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا وہ بھی دو رکعت سے زیادہ ادا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے ان کی روح کو قبض کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کے طریقے میں بہترین نمونہ ہے''۔

بَابُ التَّطَوُّعِ عَلَى الرَّاحِلَةِ وَالْوِتْرِ

باب: نوافل اور وتر سواری پر ادا کرنا

1224 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَيَّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ، وَيُوتِرُ عَلَيْهَا، غَيْرَ اَنَّهُ لَا يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ عَلَيْهَا

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سواری پر ہی نماز ادا کر لیتے تھے خواہ اس کا رخ جس سمت بھی ہوتا تھا۔ آپ ﷺ وتر بھی اس پر ادا کر لیتے تھے البتہ آپ ﷺ فرض نماز اس پر ادا نہیں کرتے تھے۔

1225 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا رِبْعِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْجَارُودِ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ اَبِي الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنِي الْجَارُودُ بْنُ اَبِي سَبْرَةَ، حَدَّثَنِي اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَافَرَ فَاَرَادَ اَنْ يَتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ صَلَّى حَيْثُ وَجَّهَهُ رِكَابُهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سفر کے دوران نوافل ادا کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنی اونٹنی کا رخ قبلہ کی طرف کرتے تھے اور تکبیر کہتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نماز ادا کرنے لگتے تھے خواہ اس اونٹنی کا رخ جس سمت میں بھی ہوتا تھا۔

1226 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ اَبِي الْحُبَابِ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّهُ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ، وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ اِلَى خَيْبَرَ

۞۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گدھے پر بیٹھ کر نماز ادا کرتے دیکھا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ خیبر کی جانب تھا۔

1227 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ، قَالَ: فَجِئْتُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَالسُّجُودُ أَخْفَضُ مِنَ الرُّكُوعِ

۞۞ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے سلسلے میں بھیجا۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر بیٹھے ہوئے مشرق کی طرف رخ کر کے نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے ہوئے رکوع سے نسبتاً زیادہ جھک جاتے تھے۔

سواری پر نفل نماز پڑھنے میں فقہاء احناف کا نظریہ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو رات کی نماز علاوہ فرض نماز کے اپنی سواری پر اشارے سے پڑھتے اور سواری کا منہ جس سمت ہوتا اسی سمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی منہ ہوتا نیز نماز وتر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری ہی پر پڑھ لیتے تھے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم)

حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ کا مطلب یہ ہے کہ جدھر سواری کا منہ ہوتا (ادھر ہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی منہ کئے ہوئے نماز پڑھتے رہتے تھے لیکن تکبیر تحریمہ کے وقت اپنا روئے مبارک بہر صورت قبلے ہی کی طرف رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوگا اشارے سے نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرتے تھے نیز یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کا جو اشارہ کرتے وہ رکوع کے اشارے سے پست ہوتا تھا۔

اس حدیث سے دو مسئلے مستنبط ہوتے ہیں اول تو یہ کہ سواری پر نفل نماز پڑھنی جائز ہے لیکن فرض نہیں اس حدیث میں اگرچہ رات کی نماز کا ذکر کیا گیا ہے لیکن دوسری روایتوں میں عام نفل نمازوں کا ذکر موجود ہے لہٰذا یہ حکم سنت موکدہ اور اس کے علاوہ دیگر سنن و نوافل نمازوں کو بھی شامل ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت میں ثابت ہے کہ فجر کی سنتوں کے لیے سواری سے اتر جانا مستحب ہے بلکہ ایک دوسری روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنتوں کو سواری سے اتر کر پڑھنا واجب ہے۔ اسی لیے اس نماز کو بغیر کسی عذر کے بیٹھے بیٹھے پڑھنا جائز نہیں ہے فرض نماز سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن مندرجہ ذیل اعذار کی صورت میں فرض نماز بھی سواری پر پڑھ لینا جائز ہے۔

(۱) کوئی آدمی جنگل میں ہو اور اپنے مال یا اپنی جان کی ہلاکت کا خوف غالب ہو مثلاً یہ ڈر ہو کہ اگر سواری سے اتر کر نماز پڑھنے لگوں گا تو کوئی چور یا راہزن مال و اسباب لے کر چلتا بنے گا یا کوئی درندہ نقصان پہنچائے گا یا قافلے سے بچھڑ جاؤں گا یا راستہ بھول جاؤں (۲) سواری میں کوئی ایسا سرکش جانور ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس پر اترنے کے بعد پھر چڑھنا ممکن نہ ہو۔ (۳) نماز پڑھنے والا اتنا ضعیف اور بوڑھا ہو کہ خود نہ تو سواری سے اتر سکتا ہو اور سواری پر چڑھنے پر قادر ہو اور نہ کوئی ایسا آدمی پاس موجود ہو

جو سواری سے اتار سکے اور اس پر چڑھا سکے۔ (۴) زمین پر اتنا کیچڑ ہو کہ اس پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہے۔ (۵) یا بارش کا عذر ہو۔

جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کا تعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز بھی سواری پر پڑھ لیتے تھے تو اس کے بارے میں امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نماز وتر کے عدم کی تاکید کے پیش نظر اور اس کی اہمیت کا احساس دلانے کے لیے سواری پر وتر کی نماز پڑھ لیتے تھے مگر جب لوگوں کے ذہن میں اس نماز کی تاکید و اہمیت بیٹھ گئی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اتنی تاکید فرما دی کہ اس کے چھوڑنے کو روا نہیں رکھا تو بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز بھی سواری سے اتر کر زمین پر پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

حضرت امام محمد نے اپنی کتاب مؤطا میں صحابہ و تابعین کے ایسے بہت آثار نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرات وتر کی نماز پڑھنے کے لیے اپنی سواریوں سے اتر جاتے تھے۔

علامہ شمنی فرماتے ہیں کہ نماز فرض کی طرح جنازہ کی نماز، منت مانی ہوئی نماز نذر اور وہ سجدہ تلاوت کہ جس کی آیت سجدہ کی تلاوت زمین پر کی گئی سواری پر جائز نہیں ہے۔

حدیث سے دوسرا مسئلہ یہ مستنبط ہوتا ہے کہ سواری پر نماز پڑھنا سفر کے ساتھ مشروط ہے چنانچہ ائمہ جمہور کا یہی مسلک ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ و حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ علیہما سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا محقق اور صحیح مسلک یہ ہے کہ سواری پر نماز کا جواز نمازی کے شہر سے باہر ہونے کے ساتھ مشروط ہے خواہ مسافر ہو یا نہ ہو، چنانچہ اگر کوئی مسافر بھی شہر کے اندر ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے لیے سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن حضرت امام محمد کے نزدیک جائز ہے اگرچہ مکروہ ان کے نزدیک بھی ہے حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مسافر شہر کے اندر بھی سواری پر نفل پڑھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اب اس کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ شہر سے کتنے فاصلے پر ہونے کی صورت میں سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک کم سے کم دو فرسخ (چھ میل) شہر سے باہر ہونا ضروری ہے بعض حضرات نے تین فرسخ اور بعض حضرات نے ایک کوس متعین کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ شہر و آبادی کے مکانات سے باہر ہوتے ہی سواری پر نماز نفل پڑھنا جائز ہے جیسا کہ قصر نماز کے جواز کے سلسلے میں قاعدہ ہے۔

سواری پر نماز پڑھنے کے مسائل کا بیان

۱. شہر یا بستی سے باہر گھوڑے وغیرہ جانور پر سوار ہو کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے، خواہ کوئی عذر ہو یا نہ ہو، اور جدھر کو جانور جاتا ہو اُدھر ہی کو نماز پڑھے کیونکہ سواری پر نماز میں قبلے کی طرف منہ کرنا شرط نہیں ہے لیکن اگر شروع کرتے وقت ممکن ہو تو استقبال قبلہ مستحب ہے جانور کے رخ کے خلاف سمت کو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

۲. شہر (آبادی) کے اندر جانور پر سوار ہو کر نفل نماز پڑھنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں، امام ابو یوسف کے نزدیک بلا

کراہت ہے اور امام محمد کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

۴۔شہر سے باہر نکلنے کے بعد مسافر اور غیر مسافر اس حکم میں برابر ہیں اس لئے اگر کوئی شخص اپنی کھیتوں وغیرہ کی طرف یا گردو نواح میں جاتا ہو اور سفر شرعی نہ ہو تب بھی سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۔سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ سب نفل کے حکم میں ہیں لیکن سنت فجر امام ابوحنیفہ کے نزدیک بلا عذر سواری پر پڑھنا جائز نہیں۔

۶۔سواری پر نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اشاروں سے نماز پڑھے یعنی جس طرح سواری پر بیٹھا ہو نیت باندھ کر قرآت وغیرہ بدستور پڑھ کر رکوع و سجدہ اشارہ سے کرے اور سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ جھکا ہوا ہو اور بدستور قعدے میں تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدہ میں کسی چیز پر اپنا سر نہ رکھے خواہ جانور چلتا ہو یا کھڑا ہو اس لئے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

۷۔شہر سے باہر سواری پر نماز پڑھنے میں اگر جانور اپنے آپ چلتا ہو تو ہانکنا جائز نہیں اور اگر اپنے آپ نہ چلتا ہو تو عمل قلیل سے ہانکنے میں نماز فاسد نہیں ہوگی اور عمل کثیر سے ہانکنے میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

۷۔اگر نفل نماز زمین پر شروع کی پھر جانور پر سوار ہو کر اس کو پورا کیا تو جائز نہیں اور اگر سواری پر شروع کی اور زمین پر اتر کر پورا کیا تو جائز ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ عمل قلیل سے اترا ہو مثلاً پاؤں ایک طرف کو لٹکا کر پھسل جائے۔

۸۔اگر سواری کے جانور پر نجاست ہو تو وہ مانع نماز نہیں، خواہ قلیل ہو یا کثیر لیکن نمازی کے بدن یا لباس پر ناپاکی ہوگی تو نماز جائز نہ ہوگی۔

۹۔ہر شخص کو اپنی اپنی سواری پر اکیلے اکیلے نماز پڑھنے چاہئے اگر وہ جماعت سے پڑھیں گے تو امام کی نماز جائز ہوگی جماعت کی جائز نہ ہوگی اور اگر مقتدی سب ایک ہی جانور پر سوار ہوں تو سب کی نماز جائز ہو جائے گی۔

۱۰۔جانور پر محمل (عماری) میں اور گاڑی میں نفل نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو جانور پر پڑھنے کا بیان ہوا۔

۱۱۔پیدل چلنے کی حالت میں بالاجماع نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

سواری پر نفل شروع کرنے والے کی بناء کا بیان

اگر اس نے نفل نماز سواری پر شروع کی پھر وہ اتر آیا تو اسی پر بناء کرے گا۔اور اگر اس نے زمین پر ایک رکعت پڑھی اور پھر سوار ہو گیا تو نئے سرے سے پڑھے۔کیونکہ سوار کی تحریمہ رکوع و سجود کیلئے منعقد ہوئی تھی۔اس لئے کہ وہ اترنے پر قادر ہے۔لہٰذا اگر وہ دونوں (رکوع و سجود) کرے گا تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔اور زمین پر اترنا رکوع و سجود کے وجوب کو منعقد کرنے والا ہے کیونکہ وہ اس کے لزوم کے پیش نظر اس کو بغیر عذر کے ترک نہیں کر سکتا۔

اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب وہ اترے تو نئے سرے سے پڑھے۔اور اسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب وہ ایک رکعت پڑھ کر اترے۔اور زیادہ صحیح پہلا قول ہے اور وہی ظاہر ہے۔(ہدایہ اولین، کتاب صلوٰۃ، لاہور)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔یہ مسئلہ ظاہر الروایت سے لیا گیا ہے اور امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب کوئی

شخص سواری سے اترے گا اور بناء کرتے ہوئے رکوع سجود کے ساتھ نماز پڑھے گا تو اس صورت میں اس نماز کے بعض ارکان رکوع وسجود کے ساتھ ادا ہوئے اور بعض اشارے کے ساتھ ادا ہوئے۔ لہٰذا اس کیلئے حکم یہ ہے کہ وہ نئے سرے سے نماز پڑھے۔

اور اسی طرح اگر نازل سوار ہوا تو وہ نئے سے نماز پڑھے اور اگر اس نے بناء کی تو اس نے بعض نماز کو رکوع وسجود کے ساتھ پڑھا اور بعض کو اشارے سے پڑھا جبکہ وہی اولیٰ ہے۔

جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ اس مسئلہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں اس شخص کا بناء کرنا صحیح ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ رکوع وسجود کرنے والے کا اشارے سے پڑھی ہوئی نماز پر بناء کرنا جائز ہے۔

اسی مسئلہ کے بارے میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں نئے سرے سے نماز پڑھے گا اور اس کی دلیل میں وہ ظاہر الروایت والا اسلوب اپناتے ہیں۔ (فتح القدیر، ج ۲، ص ۴۴۳، بیروت)

بَابُ الْفَرِيضَةِ عَلَى الرَّاحِلَةِ مِنْ عُذْرٍ

باب: کسی عذر کی وجہ سے سواری پر فرض نماز ادا کرنا

1228 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ الْمُنْذِرِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، هَلْ رُخِّصَ لِلنِّسَاءِ أَنْ يُصَلِّينَ عَلَى الدَّوَابِّ؟ قَالَتْ: لَمْ يُرَخَّصْ لَهُنَّ فِي ذَلِكَ، فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ قَالَ مُحَمَّدٌ: هَذَا فِي الْمَكْتُوبَةِ

✪✪ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا خواتین کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ سواری پر بیٹھ کر نماز ادا کرلیں' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کے لیے پریشانی اور آرام کسی بھی حالت میں یہ رخصت نہیں دی گئی۔

محمد بن شعیب نامی راوی کہتے ہیں: یہ حکم فرض نماز کے بارے میں ہے۔

بَابُ مَتَى يُتِمُّ الْمُسَافِرُ؟

باب: مسافر کب نماز مکمل ادا کرے گا

1229 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، وَهَذَا لَفْظُهُ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَهِدْتُ مَعَهُ الْفَتْحَ، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، لَا يُصَلِّي إِلَّا رَكْعَتَيْنِ، وَيَقُولُ: يَا أَهْلَ الْبَلَدِ، صَلُّوا أَرْبَعًا فَإِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ

✪✪ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں بھی شریک ہوا ہوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ میں بھی شریک ہوا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ دن تک مکہ میں مقیم رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دوران صرف

دو رکعت نماز ادا کرتے رہے۔ آپ ﷺ فرماتے: اے شہر کے رہنے والو! تم چار رکعت ادا کرو کیونکہ ہم تو مسافر لوگ ہیں۔

1230 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، الْمَعْنٰى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَ سَبْعَ عَشْرَةَ بِمَكَّةَ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَمَنْ اَقَامَ سَبْعَ عَشْرَةَ قَصَرَ، وَمَنْ اَقَامَ اَكْثَرَ اَتَمَّ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: قَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَقَامَ تِسْعَ عَشْرَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں سترہ دن قیام کیا اس دوران آپ ﷺ قصر نماز ادا کرتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جو شخص سترہ دن تک رہنے کی نیت کرتا ہے وہ قصر نماز ادا کرے گا' اور جو اس سے زیادہ مقیم رہتا ہے وہ پوری نماز ادا کرے گا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے ہمراہ یہ بات منقول ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انیس دن قیام کیا تھا۔

1231 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ خَمْسَ عَشْرَةَ، يَقْصُرُ الصَّلَاةَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَاَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ، وَسَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ، عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ، لَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے پندرہ دن قیام کیا تھا اس دوران آپ ﷺ قصر نماز ادا کرتے رہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم ان راویوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

1232 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، اَخْبَرَنِي اَبِي، حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ، عَنِ ابْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَ بِمَكَّةَ سَبْعَ عَشْرَةَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ نے مکہ میں سترہ دن قیام کیا اور اس دوران آپ ﷺ دو

1230- اسناده صحيح. حفص: هو ابن غياث، وعاصم: هو ابن سليمان الاحول. واخرجه البخاري (1080) و (4298) و (4300)، وابن ماجه (1075)، والترمذي (557) من طرق عن عاصم الاحول، بهذا الاسناد. وعندهم: اقام تسعة عشر يومًا بدل سبع عشرة. واخرجه البخاري (1080) من طريق حصين بن عبد الرحمن، عن عكرمة، به. بلفظ: تسعة عشر يومًا. وهو في "مسند احمد" (1958)، و "صحيح ابن حبان" (2750)

رکعتیں ادا کرتے رہے۔

1233 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ، فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ. فَقُلْنَا: هَلْ أَقَمْتُمْ بِهَا شَيْئًا؟ قَالَ: أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لانے تک دو'دو رکعت ادا کرتے رہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: ہم نے دریافت کیا: آپ لوگوں نے وہاں کتنا عرصہ قیام کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔

1234 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ الْمُثَنَّى، وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا سَافَرَ سَارَ بَعْدَ مَا تَغْرُبُ الشَّمْسُ حَتَّى تَكَادَ أَنْ تُظْلِمَ، ثُمَّ يَنْزِلُ فَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْعُو بِعَشَائِهِ فَيَتَعَشَّى، ثُمَّ يُصَلِّي الْعِشَاءَ، ثُمَّ يَرْتَحِلُ، وَيَقُولُ: هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، قَالَ عُثْمَانُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ، سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ، يَقُولُ: وَرَوَى أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ أَنَسًا، كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ، وَيَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَرِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُهُ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سفر کرتے تھے' تو سورج غروب ہو جانے کے بعد بھی سفر کرتے تھے' یہاں تک کہ جب تاریکی ہونے لگتی' تو وہ اتر کر مغرب کی نماز ادا کرتے تھے' پھر وہ رات کا کھانا منگوا کر کھاتے تھے' پھر عشاء کی نماز ادا کرتے تھے' پھر روانہ ہوتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ شفق غروب ہو جانے کے بعد دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

زہری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

بَابٌ إِذَا أَقَامَ بِأَرْضِ الْعَدُوِّ يَقْصُرُ

باب: جب آدمی دشمن کی سرزمین پر مقیم ہو تو وہ قصر نماز ادا کرے گا

1235 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: أَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَبُوكَ عِشْرِينَ يَوْمًا يَقْصُرُ الصَّلَاةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: غَيْرُ مَعْمَرٍ يُرْسِلُهُ، لَا يُسْنِدُهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصر نماز ادا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) معمر کے علاوہ راویوں نے اس روایت کو مسند روایت کے طور پر نقل کیا ہے انہوں نے اسے مرسل روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

نیت اقامت کے صحیح ہونے کی شرطوں کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نیت اقامت صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں چلنا (۱) چلنا ترک کرے اگر چلنے کی حالت میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہیں (۲) وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جنگل یا دریا یا غیر آباد ٹاپو میں اقامت کی نیت کی مقیم نہ ہوا (۳) پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہ ہوگا۔ (۴) یہ نیت ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی ہو۔ اگر دو موضعوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو مثلاً ایک میں دس دن دوسرے میں پانچ دن کا تو مقیم نہ ہوگا۔ (۵) اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کا تابع نہ ہو۔ (۶) اس کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔ مسافر جا رہا ہے اور ابھی شہر یا گاؤں میں پہنچا نہیں اور نیت اقامت کر لی تو مقیم نہ ہوا اور پہنچنے کے بعد نیت کی تو ہو گیا اگرچہ ابھی مکان وغیرہ کی تلاش میں پھر رہا ہو۔

مسلمانوں کا لشکر کسی جنگل میں پڑاؤ ڈال دے اور ڈیرہ خیمہ نصب کر کے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لے تو مقیم نہ ہوا اور جو لوگ جنگل میں خیمہ میں رہتے ہیں اور اگر جنگل میں خیمہ ڈال کر پندرہ دن کی نیت سے ٹھہریں مقیم ہو جائیں گے بشرطیکہ وہاں پانی اور گھاس وغیرہ دستیاب ہوں کہ ان کے لئے جنگل ویسا ہی ہے جیسے ہمارے لئے شہر اور گاؤں۔

دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں جیسے مکہ و منیٰ تو مقیم نہ ہوا اور ایک دوسرے کی تابع ہو جیسے شہر اور اس کی فنا تو مقیم ہو گیا۔ (عالمگیری، دُرمختار)

مسافت و نیت مسافر کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مسافر اگر اپنے ارادہ میں مستقل نہ ہو تو پندرہ دن کی نیت سے مقیم نہ ہوگا مثلاً عورت جس کا مہر معجل شوہر کے ذمہ باقی نہ ہو کہ یہ شوہر کی تابع ہے اس کی اپنی نیت بیکار ہے اور غلام غیر مکاتب کہ اپنے مالک کا تابع ہے

اور لشکری جس کو بیت المال یا بادشاہ کی طرف سے خوراک ملتی ہے کہ یہ اپنے سردار کا تابع ہے اور نوکر کہ یہ اپنے آقا کا تابع ہے اور قیدی کہ یہ قید کرنے والے کا تابع ہے اور جس مالدار پر تاوان لازم آیا اور شاگرد جس کو استاد کے یہاں سے کھانا ملتا ہے کہ یہ اپنے استاد کا تابع ہے اور نیک بیٹا اپنے باپ کا تابع ہے ان سب کی اپنی نیت بیکار ہے بلکہ جن کے تابع ہیں ان کی نیتوں کا اعتبار ہے ان کی نیت اقامت کی ہے تو تابع بھی مقیم ہیں ان کی نیت اقامت کی نہیں تو یہ بھی مسافر ہیں۔ (دُرِّمختار، ردالمحتار، عالمگیری)

عورت کا مہر معجّل باقی ہے تو اسے اختیار ہے کہ اپنے نفس کو روک لے لہٰذا اس وقت تابع نہیں۔ یونہی مکاتب غلام کو بغیر مالک کی اجازت کے سفر کا اختیار ہے لہٰذا تابع نہیں اور جو سپاہی بادشاہ یا بیت المال سے خوراک نہیں لیتا وہ تابع نہیں اور اجیر جو ماہانہ یا برسی پر نوکر نہیں بلکہ روزانہ اس کا مقرر ہے وہ دن بھر کام کرنے کے بعد اجارہ فسخ کر سکتا ہے لہٰذا تابع نہیں۔ اور جس مسلمان کو دشمن نے قید کیا اگر معلوم ہے کہ تین دن کی راہ کو لیجائے گا تو قصر کرے اور معلوم نہ ہو تو اس سے دریافت کرے جو بتائے اس کے موافق عمل کرے اور نہ بتایا تو اگر معلوم ہے کہ وہ دشمن مقیم ہے تو پوری پڑھے اور مسافر ہے تو قصر کرے اور یہ بھی معلوم نہ ہو سکے تو جب تک تین دن کی راہ طے نہ کر لے پوری پڑھے اور جس پر تاوان لازم آیا وہ سفر میں تھا اور پکڑا گیا اگر نادار ہے تو قصر کرے اور مالدار ہے اور پندرہ دن کے اندر دینے کا ارادہ ہے یا کچھ ارادہ نہیں جب بھی قصر کرے اور یہ ارادہ ہے کہ نہیں دے گا تو پوری پڑھے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

دارالحرب والے سے متعلق قصر کے حکم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مسلمانوں کا لشکر دارالحرب کو گیا یا دارالحرب میں کسی قلعہ کا محاصرہ کیا تو مسافر ہی ہے اگرچہ پندرہ دن کی نیت کر لی ہو اگرچہ ظاہر غلبہ ہو۔ یونہی اگر دارالاسلام میں باغیوں کا محاصرہ کیا ہو تو مقیم نہیں اور جو شخص دارالحرب میں امان لے کر گیا اور پندرہ دن کی اقامت کی نیت کی تو چار پڑھے۔ (غنیہ، دُرِّمختار)

دارالحرب کا رہنے والا وہیں مسلمان ہو گیا اور کفار اس کے مار ڈالنے کی فکر میں ہوئے وہ وہاں سے تین دن کی راہ کا ارادہ کر کے بھاگا تو نماز قصر کرے اور اگر کہیں دو ایک ماہ کے ارادہ سے چھپ گیا جب بھی قصر پڑھے اور اگر اسی شہر میں چھپا تو پوری پڑھے اور اگر مسلمان دارالحرب میں قید تھا وہاں سے بھاگ کر کسی غار میں چھپا تو قصر پڑھے اگرچہ پندرہ دن کا ارادہ ہو اور اگر دارالحرب کے کسی شہر کے تمام رہنے والے مسلمان ہو جائیں اور حربیوں نے ان سے لڑنا چاہا تو وہ سب مقیم ہی ہیں۔ یونہی اگر کفار ان کے شہر پر غالب آئے اور یہ لوگ شہر چھوڑ کر ایک دن کی راہ کے ارادہ سے چلے گئے جب بھی مقیم ہیں اور تین دن کی راہ کا ارادہ ہو تو مسافر پھر اگر واپس آئے اور کفار نے ان کے شہر پر قبضہ نہ کیا ہو تو مقیم ہو گئے اور اگر مشرکوں کا شہر پر تسلط ہو گیا اور وہاں رہے بھی مگر مسلمانوں کے واپس آنے پر چھوڑ دیا تو اگر یہ لوگ وہاں رہنا چاہیں تو دارالاسلام ہو گیا نمازیں پوری کریں اور اگر وہاں رہنے کا ارادہ نہیں بلکہ صرف ایک آدھ مہینہ رہ کر دارالاسلام کو چلے جائیں گے تو قصر کریں۔ (عالمگیری)

بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

باب: نماز خوف کے احکام

1235/1 مَنْ رَاَى اَنْ يُّصَلِّيَ بِهِمْ وَبُهُمْ صَفَّانِ فَيُكَبِّرُ بِهِمْ جَمِيعًا، ثُمَّ يَرْكَعُ بِهِمْ جَمِيعًا، ثُمَّ

يَسْجُدُ الْإِمَامُ. وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ، وَالْآخَرُونَ قِيَامٌ يَحْرُسُونَهُمْ. فَإِذَا قَامُوا سَجَدَ الْآخَرُونَ الَّذِينَ كَانُوا خَلْفَهُمْ. ثُمَّ تَأَخَّرَ الصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ إِلَى مَقَامِ الْآخَرِينَ، وَتَقَدَّمَ الصَّفُّ الْأَخِيرُ إِلَى مَقَامِهِمْ. ثُمَّ يَرْكَعُ الْإِمَامُ وَيَرْكَعُونَ جَمِيعًا. ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَسْجُدُ الصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ وَالْآخَرُونَ يَحْرُسُونَهُمْ. فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ سَجَدَ الْآخَرُونَ. ثُمَّ جَلَسُوا جَمِيعًا. ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ جَمِيعًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا قَوْلُ سُفْيَانَ

⊛⊛ جو حضرات اس بات کے قائل ہیں: امام لوگوں کو نماز پڑھائے گا' اور لوگ دو صفیں بنالیں گے۔ امام ان سب کے ہمراہ تکبیر تحریمہ کہے گا' اور ان سب کے ہمراہ رکوع کرے گا پھر امام اور اس کے قریب موجود لوگ سجدے میں چلے جائیں گے' اور دوسرے لوگ کھڑے رہیں گے' اور ان کی حفاظت کریں گے جب پہلے لوگ کھڑے ہو جائیں گے تو دوسرے گروہ کے لوگ سجدے میں چلے جائیں گے' اور جو پہلے ان کے پیچھے تھے' پھر امام کے قریب والی صف پیچھے ہٹ کر دوسرے لوگوں کی جگہ آ جائے گی اور دوسری صف ان لوگوں کی جگہ آگے بڑھ آئے گی۔ پھر امام رکوع کرے گا' اور سب لوگ ایک ساتھ رکوع کریں گے پھر امام اور امام کے قریب موجود سب لوگ سجدے میں چلے جائیں گے' اور دوسرے لوگ ان کی حفاظت کرتے رہیں گے جب امام اور اس کے ساتھ موجود صف بیٹھ جائے گی پھر دوسرے لوگ سجدہ کریں گے پھر وہ سب لوگ بیٹھ جائیں گے پھر امام ان سب لوگوں سمیت سلام پھیر دے گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سفیان اسی بات کے قائل ہیں۔

1236 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُسْفَانَ، وَعَلَى الْمُشْرِكِينَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَصَلَّيْنَا الظُّهْرَ، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ: لَقَدْ أَصَبْنَا غِرَّةً، لَقَدْ أَصَبْنَا غَفْلَةً، لَوْ كُنَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْقَصْرِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ، قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، وَالْمُشْرِكُونَ أَمَامَهُ، فَصَفَّ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَفٌّ، وَصَفَّ بَعْدَ ذٰلِكَ الصَّفِّ صَفٌّ آخَرُ، فَرَكَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَكَعُوا جَمِيعًا، ثُمَّ سَجَدَ، وَسَجَدَ الصَّفُّ الَّذِينَ يَلُونَهُ، وَقَامَ الْآخَرُونَ يَحْرُسُونَهُمْ، فَلَمَّا صَلَّى هٰؤُلَاءِ السَّجْدَتَيْنِ وَقَامُوا، سَجَدَ الْآخَرُونَ الَّذِينَ كَانُوا خَلْفَهُمْ، ثُمَّ تَأَخَّرَ الصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ إِلَى مَقَامِ الْآخَرِينَ، وَتَقَدَّمَ الصَّفُّ الْأَخِيرُ إِلَى مَقَامِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكَعُوا جَمِيعًا، ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدَ الصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ وَقَامَ الْآخَرُونَ يَحْرُسُونَهُمْ، فَلَمَّا جَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّفُّ الَّذِي يَلِيهِ، سَجَدَ الْآخَرُونَ، ثُمَّ جَلَسُوا جَمِيعًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ

جَمِيعًا، فَصَلَّاهَا بِعُسْفَانَ، وَصَلَّاهَا يَوْمَ بَنِي سُلَيْمٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى أَيُّوبُ، وَهِشَامٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ هٰذَا الْمَعْنَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ دَاوُدُ بْنُ حُصَيْنٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَكَذٰلِكَ عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، وَكَذٰلِكَ قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حِطَّانَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى فِعْلَهُ، وَكَذٰلِكَ عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَكَذٰلِكَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ

❁❁ حضرت ابوعیاش زرقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم اس مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مشرکوں کے امیر خالد بن ولید تھے۔ مشرکین نے کہا: اگر ہم ان پر ایک ساتھ حملہ کر دیں' تو ہم انہیں غفلت کے عالم میں پائیں گے' اور اگر ہم نے ان پر نماز کے دوران حملہ کر دیا (تو ہمیں کامیابی ہوگی) تو ظہر اور عصر کے درمیان نماز کو مختصر ادا کرنے کے بارے میں آیت نازل ہوئی: جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے صف بنالی اور اس کے بعد ایک اور صف بنالی۔ یہ والی صف دوسری صف کے پیچھے تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان سب لوگوں نے ایک ساتھ رکوع کیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صف والے لوگ سجدے میں چلے گئے اور ان کے ساتھ کھڑے لوگ ان کی حفاظت کرنے لگے۔ جب ان لوگوں نے دو سجدے ادا کر لیے اور کھڑے ہو گئے' تو پھر ان لوگوں نے سجدہ ادا کیا جو ان کے پیچھے تھے۔ پھر وہ والی صف پیچھے ہٹ گئی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ موجود تھی اور دوسرے لوگوں کی جگہ پر چلی گئی اور دوسری والی صف پہلے والے لوگوں کی جگہ پر آ گئی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان سب لوگوں نے رکوع کیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس والی صف والوں نے سجدہ کیا' جبکہ دوسرے لوگ کھڑے ہو کر ان کی حفاظت کرنے لگے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پاس والی صف بیٹھ گئی تو دوسرے لوگوں نے سجدہ کیا اور جب یہ لوگ بیٹھ گئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں سمیت سلام پھیرا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عسفان کے مقام پر بنوسلیم کے ساتھ (لڑائی کے موقع پر) انہیں یہ نماز پڑھائی تھی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔ اسی طرح کی روایت مجاہد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اسی طرح کی ایک روایت ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے اور سفیان بھی اسی بات کے منقول ہیں۔

نماز خوف کا طریقہ اور احکام کا بیان

علامہ حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نماز خوف کا طریقہ یہ ہے کہ جب دشمن سامنے ہو اور یہ اندیشہ ہو کے سب ایک ساتھ نماز پڑھیں گے تو حملہ کر دیں گے تو ایسے وقت امام جماعت کے دو حصے کرے اور اگر کوئی گروہ اس پر راضی ہو کہ ہم بعد کو پڑھ لیں گے تو اسے دشمن کے مقابل کرے اور دوسرے گروہ کے ساتھ نماز پڑھ لے پھر جس گروہ نے نماز نہیں پڑھی اس میں کوئی امام ہو جائے اور یہ لوگ اس کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ لیں اور اگر دونوں میں سے بعد کو پڑھنے پر کوئی راضی نہ ہو تو امام ایک گروہ کو دشمن کے مقابل کرے اور دوسرا امام کے پیچھے نماز پڑھے، جب امام اس گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے یعنی پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں اور جو لوگ وہاں تھے وہ چلے آئیں اب ان کے ساتھ امام ایک رکعت پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے مگر مقتدی سلام نہ پھیریں بلکہ یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں یا یہیں اپنی نماز پوری کر کے جائیں اور وہ لوگ آئیں اور ایک رکعت بغیر قرأت پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیریں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کے یہ گروہ یہاں نہ آئے بلکہ وہیں اپنی نماز پوری کر لے اور دوسرا گروہ اگر اپنی نماز پوری کر چکا ہے، فبھا، ورنہ اب پوری کرے خواہ وہیں یا یہاں آ کر اور یہ لوگ قرأت کے ساتھ اپنی ایک رکعت پڑھیں اور تشہد کے بعد سلام پھیریں۔

یہ طریقہ دو (۲) رکعت والی نماز کا ہے خواہ نماز ہی دو (۲) رکعت کی ہو، جسے فجر وعید وجمعہ یا سفر کی وجہ سے چار کی دو ہو گئیں اور چار رکعت والی نماز ہو تو امام ہر گروہ کے ساتھ دو (۲) دو (۲) رکعت پڑھے اور مغرب میں پہلے گروہ کے ساتھ دو (۲) اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک پڑھے، اگر پہلے کے ساتھ ایک پڑھے، اگر پہلے کے ساتھ ایک پڑھی اور دوسرے کے ساتھ دو تو نماز جاتی رہی۔ (درمختار ج ا ص ۷۹۳، ۷۹۲، عالمگیری ج ا ص ۱۵۵، ۱۵۴ وغیرہا)

نماز خوف پڑھنے کا طریقہ

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گیا' ہم دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری صفیں بنائیں' ایک صف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی' پھر یہ لوگ پہلے گروہ کی جگہ چلے گئے (جو دشمن کے سامنے تھا) جس نے نماز پڑھی تھی وہ آ کر آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکوع اور دو سجدوں میں ان کی امامت کی پھر آپ نے سلام پھیر دیا' پھر ان میں سے ہر گروہ نے (بقیہ) ایک رکوع اور دو سجدے کیے (جس نے آپ کے پیچھے پہلی رکعت پڑھی تھی اس نے بقیہ رکعت لاحق کی طرح پڑھی اور جس نے آپ کے پیچھے دوسری رکعت پڑھی تھی اس نے بقیہ رکعت مسبوق کی طرح پڑھی) (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۹۴۲' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۳۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۲۴۳' سنن ترمذی رقم الحدیث: ٥٦٤' سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۵۳۸' مصنف عبدالرزاق: ٤٢٤١' مسند احمد ج ۲ ص ۱٤۸۔ ۱٤۷' سنن دارمی ج ۲ ص ۵۹' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲٦۲)

امام محمد از امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں: جب امام اپنے اصحاب کو نماز خوف پڑھائے تو ایک جماعت امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسری جماعت امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہے' جو جماعت امام کے ساتھ کھڑی ہے امام اس کو ایک رکعت نماز پڑھائے' پھر جس جماعت نے امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی وہ کوئی کلام کیے بغیر دوسری جماعت کی جگہ جا کر کھڑی ہو جائے اور وہ دوسری جماعت امام کے پیچھے آ کر نماز پڑھے امام اس کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے' پھر یہ جماعت کوئی کلام کیے بغیر جماعت کی جگہ جا کر کھڑی ہو جائے اور پہلی جماعت آئے اور تنہا تنہا (بقیہ) ایک رکعت پڑھے' پھر وہ جا کر دوسری جماعت کی جگہ کھڑے ہو جائیں اور پھر دوسری جماعت آئے اور وہ بھی تنہا تنہا اپنی (بقیہ) پہلی رکعت پڑھے۔

امام محمد از امام ابوحنیفہ از حارث بن عبدالرحمان از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی مثل روایت کرتے ہیں' امام محمد نے کہا ہم اس پوری روایت پر عمل کرتے ہیں' لیکن پہلی جماعت اپنی بقیہ دوسری رکعت کو بغیر قرأت کے پڑھے گی کیونکہ اس نے امام کے ساتھ پہلی رکعت پالی ہے' اور دوسری جماعت اپنی بقیہ پہلی رکعت کو قرأت کے ساتھ پڑھے گی کیونکہ اس کی امام کے ساتھ ایک رکعت رہ گئی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

امام محمد از امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ جو شخص تنہا نماز خوف پڑھ رہا ہو وہ قبلہ کی طرف منہ کرے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو سواری پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے' اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اشارے کے ساتھ نماز پڑھے' منہ جس طرف بھی ہو' اشارہ کرتے ہوئے کسی چیز پر سجدہ نہ کرے' اپنے رکوع میں سجدہ سے زیادہ جھکے' اور وضو کو ترک نہ کرے اور نہ دو رکعتوں میں قرأت کو ترک کرے' امام محمد نے کہا ہم اس پوری حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار رقم الحدیث: ۱۹۶۔۱۹۵۔۱۹۴' ص ۴۰۔۳۹' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

علامہ المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ اور علامہ حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے بھی نماز خوف کا یہ طریقہ لکھا ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۷۷' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان در المختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۹۔۵۶۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (النساء: ۱۰۲)

اس آیت میں گیارہ مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر: (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوۃ''۔ دارقطنی نے ابوعیاش زرقی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عسفان میں تھے' مشرکین سے ہمارا مقابلہ ہوا ان کے جرنیل

خالد بن ولید تھے اور ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی مشرکین نے کہا: مسلمان اس حالت پر ہیں کہ ہم ان پر حملہ کریں، فرمایا: پھر کہا ابھی مسلمانوں پر ایسی نماز کا وقت ہونے والا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹوں اور اپنے نفسوں سے زیادہ عزیز ہے، فرمایا: جبریل امین ظہر اور عصر کے درمیان یہ آیت کریمہ لے کر آئے (۱) (المستدرک للحاکم، صلوٰۃ الخوف، جلد ۱، صفحہ ۳۸۶، حدیث نمبر ۱۲۵۲) (آیت) ''واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ''۔ آگے حدیث پوری ذکر کی، مکمل حدیث ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب تھا یہ آیت سابقہ جہاد کے ذکر سے متصل ہے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ نماز سفر اور جہاد اور دشمن کے قتال کے عذر سے بھی ساقط نہیں ہوتی لیکن اس میں رخصت ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ میں اور اس سورت میں علماء کے اختلاف کا بیان گزر چکا ہے، یہ خطاب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور قیامت تک بعد کے امراء کو شامل ہے اس کی مثل یہ ارشاد ہے: (آیت) ''خذ من اموالھم صدقۃ'' (توبہ: ۱۰۳) (ان کے اموال سے صدقہ لو) یہ تمام علماء کا قول ہے، امام ابو یوسف اور اسماعیل بن علیہ نے شاذ قول کیا ہے یہ دونوں حضرات کہتے ہیں: ہم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صلاۃ خوف نہیں پڑھیں گے۔

(زاد المسیر، جلد ۱، صفحہ ۱۱۰)

کیونکہ خطاب خاص نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے کیونکہ فرمایا (آیت) ''واذا کنت فیھم''۔ جب آپ ان میں نہ ہوں گے تو نماز بھی ان کے لیے نہ ہوگی، کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں دوسروں لوگوں کی طرح نہیں ہیں، تمام لوگ پسند کرتے تھے کہ آپ کی اقتدا کریں اور آپ کے پیچھے نماز پڑھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے فضیلت میں اس مقام پر فائز ہونا ممکن نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کے احوال برابر اور متقارب ہیں، اسی وجہ سے امام ایک فریق کو نماز پڑھائے گا اور دوسرے فریق کے لیے کسی دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دے گا۔ رہا یہ کہ تمام ایک نماز کے پیچھے نمازیں پڑھیں یہ نہیں ہوگا۔ جمہور علماء نے کہا: ہمیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور ہمیں دوسری آیت اور حدیث میں آپ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ''۔ (النور) اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلوا کما رایتمونی اصلی''۔ (۳) (صحیح بخاری، کتاب الادب، جلد ۲، صفحہ ۸۸۸)

تم نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع مطلقاً لازم ہے حتیٰ کہ خصوص پر کوئی واضح دلیل دلالت کرے اگر معاملہ اس طرح ہوتا جو انہوں نے خصوص کی دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے تو پھر خطابات کا ان کے ساتھ خاص ہونا لازم ہوتا جن کی طرف خطابات متوجہ تھے، اس وقت شریعت کا ان کے ساتھ منحصر ہونا لازم ہوگا جن سے خطاب کیا گیا۔

پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس نماز میں خصوص کے توہم کو ترک کیا اور انہوں نے غیر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی اس کو جائز قرار دیا جب کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حرام اور حلال کو زیادہ جاننے والے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) ''واذا رایت الذین یخوضون فی ایتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ''۔ (الانعام: ۶۸) اور جب تو دیکھے ان لوگوں کو جو پڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے اعراض کر لے حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں

پڑیں۔

یہ خطاب بھی رسول اللہ ﷺ کو ہے اور آپ کی امت بھی اس میں داخل ہے، اس کی بہت سی مثالیں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) "خذ من اموالھم صدقۃ"۔ (توبہ: ۱۰۳) یہ تمام ان احکام کو آپ کے ساتھ خاص کرنے کا موجب نہیں بلکہ بعد والے بھی آپ کے قائم مقام ہیں۔ اسی طرح۔ (آیت) "واذا کنت فیھم"۔ میں ہے، کہ آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کی جماعت میں تھے انہوں نے جنگ کی ان لوگوں سے جنہوں زکوۃ میں تاویل کی جس طرح صلاۃ خوف میں تم نے تاویل کی۔ ابوعمر نے کہا: زکوۃ لینے جس طرح نبی مکرم ﷺ اور بعد والے خلفاء برابر تھے نبی مکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والے اور دوسروں کے پیچھے نماز والے کی نماز میں مشابہت نہیں ہے، کیونکہ زکوۃ لینے کا فائدہ مساکین کو فائدہ پہنچانا ہے اس میں عطا کرنے والے کو اس طرح فضیلت نہیں جس طرح آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو فضیلت ہے۔

مسئلہ نمبر: (۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "فلتقم طائفۃ منھم معك"۔ یعنی ایک گروہ آپ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو، (آیت) "ولیاخذوا اسلحتھم"۔ یعنی جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، اور کہا جاتا ہے: (آیت) "ولیاخذوا اسلحتھم"۔ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دشمن کے مقابلہ میں ہیں وہ ہتھیار اٹھائیں، اس کا بیان آگے آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر طائفہ کے لیے صرف ایک رکعت کا ذکر کیا ہے لیکن احادیث میں ہے کہ انہوں نے اس کے ساتھ دوسری رکعت ملائی، جیسا کہ آگے آئے گا۔ (آیت) "فلتقم"۔ اور (آیت) "فلیکونو"۔ کے قول سے کسرہ کو اس کے ثقل کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے، اخفش، فراء اور کسائی نے حکایت کیا ہے کہ لام امر، لام مجرد کو فتح دیا جاتا ہے، سیبویہ علت موجبۃ کی وجہ سے اس سے منع کرتے ہیں اور وہ علت لام جر اور لام تاکید کے درمیان فرق ہے اس امر سے مراد تقسیم ہونا ہے یعنی تمام کا دشمن کے سامنے ہونا ہے کہ ان کے حملہ سے بچا جائے۔

نماز خوف کی ہیئت میں روایات مختلف ہیں۔ روایات کے اختلاف کی وجہ سے علماء کی مذاہب میں بھی اختلاف ہے ابن القصاء نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے چودہ مقامات پر صلاۃ خوف پڑھی، ابن عربی نے کہا: نبی مکرم ﷺ نے چوبیس مرتبہ صلاۃ خوف پڑھی (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۱، صفحہ ۴۹۱) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جو اہل حدیث کے امام ہیں اور حدیث میں نقل کی علل کی معرفت میں متقدم ہیں، میں نہیں جانتا کہ صلاۃ خوف میں کوئی حدیث مروی ہے مگر وہ حدیث مروی ہے مگر وہ حدیث ثابت ہے، یہ تمام احادیث صحیح ثابت ہیں جس حدیث کی بنا پر کوئی صلاۃ خوف پڑھے گا اس کے لیے جائز ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اسی طرح ابوجعفر طبری نے کہا: امام مالک اور ان کے تمام اصحاب، سوائے اشہب، کا نظریہ صلاۃ خوف میں سہل بن ابی حثمہ کی حدیث کے مطابق ہے۔ وہ حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں یحییٰ بن سعید سے، انہوں نے قاسم بن محمد سے، انہوں نے صالح بن خوات انصاری سے روایت کی ہے، کہ سہل بن ابی حثمہ نے انہیں بیان کیا کہ صلاۃ خوف میں امام کھڑا ہو اور اس کے ساتھ اس کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ کھڑا ہو اور ایک گروہ دشمن کے سامنے ہو۔ امام اس گروہ کو ایک رکعت پڑھائے اور سجدہ

کرائے جو اس کے ساتھ ہیں پھر امام کھڑا ہو جب امام سیدھا کھڑا ہو جائے تو ٹھہر جائے اور باقی رکعت مقتدی خود مکمل کریں پھر وہ سلام پھیر دیں پھر وہ چلے جائیں اور امام کھڑا رہے اب یہ گروہ جو نماز پڑھ چکا ہے دشمن کے سامنے چلا جائے پھر وہ آ جائیں جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ امام کے پیچھے تکبیر کہیں، امام انہیں ایک رکعت پڑھائے، سجدہ کرے پھر سلام پھیر دے وہ کھڑے ہو جائیں اور دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں۔

ابن القاسم جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں انہوں نے کہا: امام مالک کے نزدیک عمل قاسم بن محمد عن صالح بن خوات کی حدیث کے مطابق ہے، ابن القاسم نے کہا: وہ یزید بن رومان کی حدیث پر عمل کرتے تھے پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قاسم کی حدیث اور یزید بن رومان کی حدیث دونوں صالح بن خوات سے مروی ہیں مگر ان کے درمیان سلام میں فرق ہے، قاسم کی حدیث میں ہے کہ امام دوسرے طائفہ کو سلام پھیرائے پھر وہ کھڑے ہوں اور خود اپنی رکعت کو قضا کریں اور یزید بن رومان کی حدیث میں ہے کہ وہ انتظار کرے اور انہیں سلام پھیرائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے اور اسی کی طرف امام شافعی کا رجحان ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یزید بن رومان کی حدیث صالح بن خوات سے جو مروی ہے وہ صلاۃ خوف میں مروی احادیث میں سے کتاب اللہ کے ظاہر کے زیادہ مشابہ ہے اور میں بھی کہتا ہوں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے قاسم کی حدیث کی اختیار کرنے کی حجت تمام نمازوں پر قیاس کو بنایا ہے، کیونکہ تمام نمازوں میں امام کسی کا انتظار نہیں کرتا جو پہلے گزر چکا ہوتا ہے۔ اور سنت جس پر اجماع ہے وہ یہ ہے کہ مقتدی امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز کی قضا کریں گے، ابو ثور کا قول اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرح ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرح کہا جو ان کا مختار قول ہے وہ کسی پر عیب نہیں لگاتے تھے، جو صلاۃ خوف کے متعلق کسی بھی طریقہ پر عمل کر لیتا تھا، اصحاب مالک میں سے اشہب کا اختیار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے فرمایا: رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائی اور دوسرا طائفہ دشمن کے سامنے تھا پھر وہ واپس آئے وہ اپنے ساتھیوں کی جگہ دشمن کے سامنے آئے اور وہ لوگ آئے جنہوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی پھر انہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت پڑھائی، پھر نبی کریم ﷺ نے سلام پھیر دیا پھر ہر ایک گروہ نے اپنی اپنی رکعت خود ادا کی۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، جلد ۲، صفحہ ۵۹۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب خوف اس سے زیادہ ہو تو سوار ہو کر یا کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھیں، یہ امام بخاری، امام مسلم، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے تخریج کیا ہے، اس طریقہ کو اوزاعی نے اختیار کیا۔ اس کو ابو عمر بن عبد البر نے پسند کیا ہے فرمایا: یہ سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے اور یہ اہل مدینہ کے نقل کے ساتھ وارد ہے اور ان کے مخالف پر حجت قائم ہے، کیونکہ اصول کے زیادہ مشابہ ہے، کیونکہ پہلا اور دوسرا گروہ انہوں نے اپنی رکعت کو نبی کریم ﷺ کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد قضا کیا اور متفق علیہ سنت سے معروف ہے بقیہ تمام نمازوں میں، رہے کوفی علماء امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور انکے اصحاب سوائے امام ابو یوسف کے، ان کا نظریہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق ہے، اس حدیث کو ابو داؤد اور دار قطنی نے

ذکر کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے نماز خوف پڑھائی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دو صفیں بنائیں ایک صف نبی مکرم ﷺ کے پیچھے تھی اور دوسری دشمن کے سامنے تھی نبی مکرم ﷺ نے اس گروہ کو ایک رکعت پڑھائی اور پھر دوسرا گروہ آیا اور پہلے ساتھیوں کی جگہ کھڑے ہوئے اور پہلا گروہ دشمن کے سامنے چلا گیا انہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت پڑھائی پھر سلام پھیر دیا پھر یہ لوگ کھڑے ہوئے اور ایک رکعت خود پڑھی پھر سلام پھیر دیا وہ چلے گئے، اور ان ساتھیوں کی جگہ کھڑے ہوئے جو دشمن کے سامنے تھے وہ پہلا گروہ ان کی جگہ آیا اور اپنی ایک رکعت پڑھی اور سلام پھیر دیا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۷۶)

یہ طریقہ اور پہلا طریقہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے مگر ان کے درمیان فرق ہے وہ یہ ہے حضرت ابن عمر کی حدیث میں ان کی قضا ایک حالت میں ظاہر ہوتی ہے اور امام اکیلا نگران کی طرح باقی رہتا ہے اور یہاں ان کی قضا ان کی نماز کی صفت پر متفرق ہے، بعض علماء نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی طریقہ پر تاویل کی ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر۔ ثوری، اشہب بن عبدالعزیز کا مسلک قائم ہے جیسا کہ ابوالحسن لخمی نے ان سے روایت کیا ہے اور پہلا قول ابوعمر، ابن یونس اور ابن حبیب نے ان سے روایت کیا ہے، ابوداؤد نے حضرت حذیفہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ہر طائفہ کی ایک رکعت پڑھائی اور انہوں نے قضا نہیں کی۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۷۷) یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا مقتضی ہے کہ صلاۃ خوف میں ایک رکعت ہے، یہ اسحاق کا قول ہے، سورۃ بقرہ میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے، نماز اس کے مطابق اولیٰ ہے جس میں احتیاط ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے حجت قائم نہیں ہوتی اور حدیث حذیفہ وغیرہ کی حدیث میں لمہ یقضوا" اس پر محمول ہوگی کہ جن لوگوں نے روایت کیا ان کے علم میں ہے کہ انہوں نے بقیہ رکعت ادا نہیں کی، کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے اس نماز میں ایک رکعت بعد میں ادا کی اور جنہوں نے زیادتی کی شہادت دی وہ اولیٰ ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ "لمہ یقضوا" سے مراد یہ ہو کہ انہوں نے قضا نہ کی جب وہ امن میں ہوئے۔

اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ خوف زدہ کو جب امن ہو جائے تو خوف کی نمازیں جو وہ پہلے ادا کر چکا ہے ان کی قضا نہیں کرے گا، یہ تمام اقوال ابوعمر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیے ہیں صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ایک طائفہ کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر وہ پیچھے چلے گئے اور پھر دوسرے طائفہ کو دو رکعتیں پڑھائیں فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے لیے چار رکعتیں تھیں اور مقتدیوں کے لیے دو دو رکعتیں تھیں، اس حدیث کو ابوداؤد اور دارقطنی نے حسن عن ابی بکرۃ کی حدیث سے تخریج کیا ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۷۷)

اس حدیث کو دارقطنی نے حسن عن جابر کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیرا پھر دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیرا۔

ابوداؤد نے کہا: حضرت حسن اس کے ساتھ فتویٰ دیتے تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہ مروی ہے، اس سے ان علماء نے حجت پکڑی ہے جو نماز میں امام اور مقتدی کی نیت کے اختلاف کو جائز قرار دیتے ہیں، یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اوزاعی، ابن

علیہ، امام احمد بن حنبل اور داؤد رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے، انہوں نے حضرت جابر کی حدیث سے تائید حاصل کی ہے کہ حضرت معاذ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے تھے پھر اپنی قوم کے پاس آتے تھے اور اپنی قوم کی امامت کراتے تھے۔ (الحدیث)
امام طحاوی نے فرمایا: یہ ابتداء اسلام میں تھا، کیونکہ ابتدائے اسلام میں ایک فریضہ دو مرتبہ ادا کرنا جائز تھا پھر یہ منسوخ ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

صلاۃ خوف کے بارے علماء کے اقوال ہیں

مسئلہ نمبر: (۳) یہ نماز ہے جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے اس کی ضرورت ہوتی ہے، جب کہ مسلمانوں کی قبلہ کی طرف پیٹھ اور دشمن کا قبلہ کی طرف منہ ہو۔ ذات الرقاع میں ایسا اتفاق ہوا تھا، عسفان اور دوسری جگہوں پر مسلمانوں کا رخ قبلہ کی جانب تھا اور جو ہم نے خالد بن ولید کے قصہ میں نزول کا سبب ذکر کیا ہے وہ قوم کو دو حصوں میں تفریق کرنے کے مناسب نہیں کیونکہ (آیت) ''فاقمت لھم الصلوٰۃ''۔ کے قول کے بعد حدیث میں فرمایا: نماز کا وقت ہوا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دو صفیں بنائیں، پھر آپ نے رکوع کیا تو ہم تمام نے رکوع کیا۔ فرمایا: پھر آپ نے سر اٹھایا تو ہم نے بھی سر اٹھایا، فرمایا پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی صف کے ساتھ کیا جو آپ سے متصل تھی اور دوسرے نگرانی کرتے ہوئے کھڑے رہے پھر وہ بیٹھے سجدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سلام کیا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۷۷)
فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ صلاۃ خوف پڑھی ایک مرتبہ عسفان میں ایک مرتبہ بنی سلیم کی زمین میں اس کو ابو داؤد نے ابو عیاش زرقی کی حدیث سے تخریج کیا ہے، یہ ثوری کا قول ہے اور زیادہ احتیاط پر مبنی ہے۔ ابو عیسیٰ نے ترمذی میں یہ طریقہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضجنان اور عسفان کے درمیان اترے اس حدیث میں ہے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہر گروہ کو ایک رکعت پڑھائی اور ہر طائفہ کے لیے ایک ایک رکعت تھی اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو رکعتیں تھیں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت ابو عیاش زرقی، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین انکا نام زید بن صامت ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت حذیفہ، حضرت ابو بکر اور حضرت سہل بن حثمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بھی مروی ہے۔
میں کہتا ہوں: ان روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، شاید نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اکٹھی نماز پڑھائی ہو جس طرح حضرت ابو عیاش کی حدیث میں ہے اور ان کو دوسری نماز پڑھائی ہو جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے اس میں اس شخص کے لیے حجت ہے جو کہتے ہیں نماز خوف ایک رکعت ہے، خطابی نے کہا: صلاۃ خوف کی کئی صورتیں ہیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ایام میں مختلف اشکال میں ادا فرمائی آپ نے ہر اس طریقہ کو اختیار فرمایا جس میں نماز کے لیے احتیاط بھی تھی اور حراست و حفاظت کے لیے بھی زیادہ بلیغ تھا۔
مسئلہ نمبر: (٤) مغرب کی نماز کی کیفیت میں اختلاف ہے، دار قطنی نے حسن عن ابی بکرہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی

مکرم ﷺ نے ایک قوم کو مغرب کی تین رکعتیں پڑھائیں، پھر وہ چلے گئے اور دوسرے لوگ آئے انہیں بھی آپ ﷺ نے مغرب کی تین رکعتیں پڑھائیں، پس نبی مکرم ﷺ کے چھ رکعت ہوئیں اور مقتدیوں کیلئے تین تین رکعتیں ہوئیں۔

(المستدرک للحاکم، صلوٰۃ الخوف جلد ۱، صفحہ ۴۸۶، حدیث نمبر ۱۲۵۱)

حسن کا یہی قول ہے، جمہور علماء صلاۃ مغرب میں اس نظریہ سے اختلاف رکھتے ہیں، یہ کہتے ہیں: وہ پہلے طائفہ کو دو رکعتیں پڑھائے اور دوسرے طائفہ کو ایک رکعت پڑھائے۔

پھر اس میں علماء کے اصول کے اختلاف کی بنا پر بقیہ نماز کب قضا کی جائے گی؟ کیا سلام سے پہلے یا سلام کے بعد؟ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ ہے، کیونکہ اس میں نماز کی ہیئت کی زیادہ حفاظت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں ایسا ہی کیا تھا۔

(احکام القرآن لابن العربی، جلد ۱، صفحہ ۴۹۴) واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۵) سخت جنگ اور شدت قتال اور وقت کے خروج کے خوف میں نماز خوف ادا کرنے میں اختلاف ہے، امام مالک، ثوری، اوزاعی، امام شافعی، رحمۃ اللہ علیہم اور عام فقہاء فرماتے ہیں: جیسے ممکن ہو نماز ادا کرے، کیونکہ حضرت عمر کا قول ہے: اگر خوف اس سے زیادہ ہو تو سوار ہو کر یا کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے، موطا میں ہے خواہ قبلہ کی طرف منہ ہو یا نہ ہو۔ سورۃ بقرہ میں ضحاک اور اسحاق کا قول گزر چکا ہے۔ اوزاعی نے کہا: اگر فتح تیار ہو اور وہ نماز پر قادر نہ ہوں تو ہر شخص خود اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر اشارہ سے بھی ادا کرنے پر قادر نہ ہوں تو نماز کو موخر کر دیں حتیٰ کہ جنگ ختم ہو جائے اور امن میں جائیں تو دو رکعتیں ادا کریں، اگر وہ قادر نہ ہوں تو ایک رکوع اور دو سجدے ادا کریں اگر اس پر بھی قادر نہ ہوں تو ان کے لیے تکبیر کافی دو رکعتیں ادا کریں، اگر وہ قادر نہ ہوں تو ایک رکوع اور دو سجدے ادا کریں اگر اس پر بھی قادر نہ ہوں تو ان کے لیے تکبیر کافی ہوگی وہ نماز کو موخر کریں حتیٰ کہ امن میں ہو جائیں، یہی مکحول کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ الکیا طبری نے "احکام القرآن" میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب سے حکایت کیا ہے۔ الکیا نے کہا: جب خوف اس سے زیادہ ہو اور جنگ اپنے عروج پر ہو تو مسلمان قبلہ یا غیر قبلہ کی طرف جیسا بھی ممکن ہو نماز پڑھیں، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب ثلاثہ اس پر متفق ہیں کہ وہ نماز نہ پڑھیں جب کہ یہ حالت ہو بلکہ نماز موخر کر دیں، اگر وہ نماز کے اندر جنگ لڑیں گے تو انکی نماز فاسد ہو جائے گی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کیا گیا ہے طعن اور ضرب پے در پے لگائی تو نماز فاسد ہو جائے گی،

میں کہتا ہوں: یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے، انہوں نے فرمایا: تستر قلعہ کی فتح فجر کی روشنی کے وقت ہوئی سخت جنگ ہوئی تو ہم نماز نہ پڑھ سکے مگر سورج بلند ہونے کے بعد ہم نے نماز پڑھی جب کہ حضرت ابو موسیٰ کے ساتھ تھے اور ہمیں فتح حاصل ہو چکی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس نماز کے عوض دنیا و مافیہا محبوب نہیں۔ یہ حدیث بخاری نے روایت کی ہے، اس کی طرف ہمارے شیخ الاستاد ابو بن محمد بن القیسی القرطبی المعروف بابی حجۃ کا میلان ہے، یہی ظاہر امام بخاری

رحمۃ اللہ علیہ کا مختار ہے، کیونکہ انہوں نے اس کے پیچھے حدیث جابر کو ذکر کیا ہے فرمایا: جنگ خندق کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے وہ کفار قریش کو گالی دے رہے تھے اور عرض کر رہے تھے: یا رسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی نماز نہیں پڑھی فرمایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطحان وادی میں اترے، وضو کیا اور سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

(صحیح بخاری، مواقیت الصلوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۳)

مسئلہ نمبر: (۶) حملہ آور اور جس کا پیچھا کیا گیا ہے اس کی نماز میں بھی اختلاف ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ دونوں برابر ہیں، ہر ایک اپنی سواری پر نماز پڑھے گا۔ اوزاعی، امام شافعی، اور فقہاء اصحاب الحدیث اور ابن عبدالحکم رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: پیچھا کرنے والا (حملہ آور) زمین پر نماز پڑھے یہ صحیح ہے، کیونکہ پیچھا کرنا نفل ہے اور فرض نماز کا زمین پر ادا کرنا فرض ہے جہاں ممکن ہو اور سوار سواری پر نماز نہ پڑھے مگر جب اسے شدید خوف ہو، جب کہ پیچھا کرنے والا ایسا نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) چھاؤنی میں لشکر موجود تھا انہوں نے ایک تاریکی دیکھی انہوں نے اسے دشمن گمان کیا انہوں نے صلاۃ خوف پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ وہ کوئی دشمن نہیں ہے، ہمارے علماء کی ایسی صورت میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ وہ نماز کا اعادہ کریں، یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، دوسری یہ کہ ان پر اعادہ نہیں ہے یہ امام شافعی کا اظہر قول ہے، دوسرے قول کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا تو ان کے لیے یہ جائز تھا جیسا کہ اگر قبلہ کی سمت میں خطا کر بیٹھیں اور نماز پڑھ لیں تو ان پر اعادہ نہیں ہوتا، یہ اولیٰ ہے، کیونکہ انہوں نے وہی کچھ کیا جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ وقت کے اندر لوٹائیں اور اگر وقت نکل چکا ہو تو نہ لوٹائیں۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۸) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''ولیاخذوا اسلحتھم''۔ اور فرمایا (آیت) ''ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم''۔ یہ احتیاط اور ہتھیار اٹھانے کی صفتیں ہیں تاکہ دشمن اپنی آرزو پوری نہ کر لے اور فرصت کو نہ پائے، السلاح اس چیز کو کہتے ہیں جس سے انسان جنگ میں اپنا دفاع کرتا ہے۔ عنترہ نے کہا:

کسوت الجعد جعد بنی ابان سلاحی بعد عری وافتضاح

کہتا ہے: میں نے اسے اپنے ہتھیار دیئے تاکہ ان کے ساتھ وہ اپنی حفاظت کرے اور اس کے بعد کہ وہ ہتھیاروں سے خالی ہو چکا تھا،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (آیت) ''ولیاخذوا اسلحتھم''۔ یعنی وہ طائفہ ہتھیار اٹھائے جو دشمن کے سامنے ہے، کیونکہ نماز پڑھنے والا طائفہ جنگ نہیں کر رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ علماء نے کہا: نماز پڑھنے والا طائفہ ہتھیار اٹھائے۔ یعنی جو پہلے نماز پڑھنے والے ہیں وہ اپنے ہتھیار اٹھائیں یہ نحاس نے ذکر کیا ہے اس نے کہا: یہ احتمال ہے کہ وہ گروہ جس کو نماز میں ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے یعنی ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے اور انہیں اپنے ہتھیار

لینے چاہئیں، کیونکہ اسے دشمن کا زیادہ خوف ہے، نحاس نے کہا: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ حکم تمام کے لیے ہو، کیونکہ اس میں دشمن کے لیے ہیبت ہوگی اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حکم صرف اس گروہ کو ہو جو دشمن کے سامنے ہے ابوعمر نے کہا: اکثر اہل علم اس نماز کے لیے ہتھیار اٹھانا مستحب قرار دیتے ہیں جو خوف میں نماز پڑھ رہا ہو۔ اور کہ (آیت) ''ولیاخذوا اسلحتھم''۔ کے قول کو ندب پر محمول کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ خوف نہ ہوتا تو اس کا اٹھانا واجب نہ ہوتا پس اس کا امر استحبابی ہے، اہل ظاہر نے کہا: نماز خوف میں ہتھیار اٹھانا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے مگر جسے بارش وغیرہ کی وجہ سے اذیت ہو تو اس کے لیے واجب نہیں، اگر بارش وغیرہ ہو تو اس کے لیے ہتھیار اتارنا جائز ہے، ابن عربی نے کہا: جب وہ نماز پڑھیں تو خوف کے وقت اپنے ہتھیار اٹھائیں، یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اور یہ قرآن کی نص ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ ہتھیار نہ اٹھائیں، کیونکہ اگر ان پر ہتھیار اٹھانا واجب ہوتا تو ہتھیار نہ اٹھانے کی صورت میں نماز باطل ہوتی۔ ہم کہتے ہیں نماز کی وجہ سے ہتھیار اٹھانا واجب نہیں بلکہ ان پر قوت ونظر کی خاطر ہتھیار اٹھانا واجب ہے۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۱، صفحہ: ۴۹۵)

صلوٰۃ خوف کے مسائل واحکام اور فقہی مذاہب کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ نماز خوف کی کئی قسمیں مختلف صورتیں اور حالتیں ہیں، کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قبلہ کی طرف کبھی دشمن دوسری جانب ہوتا ہے، نماز بھی کبھی چار رکعت ہوتی ہے کبھی تین رکعت جیسے مغرب اور فجر کی دو صلوٰۃ سفر، کبھی جماعت سے ادا کرنی ممکن کرتی ہے کبھی لشکر اس طرح باہم گتھے ہوئے ہوتے ہیں کہ نماز با جماعت ممکن ہی نہیں ہوتی بلکہ الگ الگ قبلہ کی طرف اور غیر قبلہ کی طرف پیدل اور سوار جس طرح ممکن ہو پڑھی جاتی ہے بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے جو جائز بھی ہے کہ دشمنوں کے حملوں سے بچتے بھی جائیں ان پر برابر حملے بھی کرتے جائیں اور نماز بھی ادا کرتے جائیں، ایسی حالت میں صرف ایک رکعت ہی نماز پڑھی جاتی ہے جس کے جواز میں علماء کا فتویٰ ہے اور دلیل حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے۔

عطا، جابر، حسن، مجاہد، حکم، قتادہ، حماد، طاؤس، ضحاک، محمد بن نصر، مروزی، ابن حزم اجمعین کا یہی فتویٰ ہے، صبح کی نماز میں ایک ہی رکعت اس حالت میں رہ جاتی ہے، اسحق راہویہ فرماتے ہیں ایسی دوڑ دھوپ کے وقت ایک ہی رکعت کافی ہے۔ ارشاد ہے ادا کرلے اگر اس قدر پر بھی قادر یہ ہو تو سجدہ کرلے یہ بھی ذکر اللہ ہے، اور لوگ کہتے ہیں صرف ایک تکبیر ہی کافی ہے لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ ایک سجدہ اور ایک تکبیر سے مراد بھی ایک رکعت ہو۔ جیسے کہ حضرت امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب کا فتویٰ ہے اور یہی قول ہے جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر کعب وغیرہ صحابہ کا رضی اللہ عنہ اجمعین۔

سدی بھی فرماتے ہیں لیکن جن لوگوں کا قول صرف ایک تکبیر کا ہی بیان ہوا ہے اس کا بیان کرنے والے اسے پوری رکعت پر محمول نہیں کرتے بلکہ صرف تکبیر ہی جو ظاہر ہے مراد لیتے ہیں جیسے کہ اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے، امیر عبدالوہاب بن بخت مکی بھی اسی طرف گئے ہیں وہ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو اسے اپنے نفس میں بھی نہ چھوڑے یعنی نیت ہی کرلے واللہ اعلم۔

بعض علماء نے ایسے خاص اوقات میں نماز کو تاخیر کرکے پڑھنے کی رخصت بھی دی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

جنگ خندق میں سورج ڈوب جانے کے بعد ظہر عصر کی نماز پڑھی تھی پھر مغرب عشاء، پھر اس کے بعد بنو قریظہ کی جنگ کے دن ان کی طرف جنہیں بھیجا تھا انہیں تاکید کردی تھی کہ تم میں سے کوئی بھی بنو قریظہ تک پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے یہ جماعت ابھی راستے میں ہی تھی تو عصر کا وقت آ گیا بعض نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس فرمان سے صرف یہی تھا کہ ہم جلدی بنو قریظہ پہنچ کر نماز پڑھی جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ جب اس بات کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو آپ نے دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک کو بھی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں ہم نے اس پر تفصیلی بحث اپنی کتاب السیرۃ میں کی ہے اور اسے ثابت کیا ہے کہ صحیح بات کے قریب وہ جماعت تھی جنہوں نے وقت پر نماز ادا کر لی گو دوسری جماعت بھی معذور تھی، مقصود یہ ہے کہ اس جماعت نے جہاد کے موقعہ پر دشمنوں پر تاخت کرتے ہوئے ان کے قلعے کی طرف یورش جاری رکھتے ہوئے نماز کو موخر کر دیا، دشمنوں کا یہ گروہ ملعون یہودیوں کا تھا جنہوں نے عہد توڑ دیا تھا اور صلح کے خلاف کیا تھا۔ لیکن جمہور کہتے ہیں صلوٰۃ خوف کے نازل ہونے سے یہ سب منسوخ ہو گیا یہ واقعات اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کے ہیں صلوٰۃ خوف کے حکم کے بعد اب جہاد کے وقت نماز کو وقت سے ٹالنا جائز نہیں رہا، ابو سعید کی روایت سے بھی یہی ظاہر ہے جسے شافعی نے مروی کی ہے، لیکن صحیح بخاری کے (باب الصلوۃ عند منا هضة الحصون الخ،) میں ہے کہ اوزاعی فرماتے ہیں اگر فتح کی تیاری ہو اور نماز با جماعت کا امکان نہ ہو تو ہر شخص الگ الگ اپنی اپنی نماز اشارے سے ادا کر لے اگر یہ بھی نہ ہو سکتا ہو تو نماز میں تاخیر کر لیں یہاں تک کہ جنگ ختم ہو یا امن ہو جائے اس وقت دو رکعتیں پڑھ لیں اور اگر امن نہ ملے تو ایک رکعت ادا کر لیں صرف تکبیر کا کہہ لینا کافی نہیں۔ ایسا ہو تو نماز کو دیر کر کے پڑھیں جبکہ اطمینان نصیب ہو جائے حضرت مکحول کا فرمان بھی یہی ہے حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ستر کے قلعہ کے محاصرے میں میں موجود تھا صبح صادق کے وقت دست بدست جنگ شروع ہوئی اور سخت گھمسان کا رن پڑا ہم لوگ نماز نہ پڑھ سکے اور برابر جہاد میں مشغول رہے جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں قلعہ پر قابض کر دیا اس وقت ہم نے دن چڑھے نماز پڑھی اس جنگ میں ہمارے امام حضرت ابو موسیٰ تھے حضرت انس فرماتے ہیں اس نماز کے متبادل ساری دنیا کی تمام چیزیں بھی مجھے خوش نہیں کر سکتیں امام بخاری اس کے بعد جنگ خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمازوں کو تاخیر کرنے کا ذکر کرتے ہیں پھر بنو قریظہ والا واقعہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ تم بنو قریظہ پہنچے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھنا وارد کرتے ہیں گویا امام ہمام حضرت امام بخاری اسی سے اتفاق کرتے ہیں کہ ایسی اشد لڑائی اور پورے خطرے اور قرب فتح کے موقع پر اگر نماز موخر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں حضرت ابو موسیٰ نے اس پر اعتراض کیا ہو اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ خندق کے موقع پر بھی صلوٰۃ خوف کی آیتیں موجود تھیں اس لئے کہ یہ آیتیں غزوہ ذات الرقاع میں نازل ہوئی ہیں اور یہ غزوہ غزوہ خندق سے پہلے کا ہے اور اس پر جمہور علماء سیر و مغازی کا اتفاق ہے۔

محمد بن اسحٰق، موسیٰ بن عقبہ واقدی، محمد بن سعد، کاتب واقدی اور خطیفہ بن خیاط وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں، ہاں امام بخاری وغیرہ کا قول ہے کہ غزوہ ذات الرقاع خندق کے بعد ہوا تھا بہ سبب بحوالہ حدیث ابو موسیٰ کے اور یہ خود خیبر میں ہی آئے تھے واللہ اعلم، لیکن سب سے زیادہ تعجب تو اس امر پر ہے کہ قاضی ابو یوسف مزنی ابراہیم بن اسمٰعیل بن علیہ کہتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف منسوخ ہے

رسول اللہ ﷺ کے غزوہ خندق میں میں دیر کر کے نماز پڑھنے سے۔ یہ قول بالکل ہی غریب ہے اس لئے کہ غزوہ خندق کے بعد کے صلوۃ کے بعد کی صلوۃ خوف کی حدیثیں ثابت ہیں، اس دن کی نماز کی تاخیر کو مکحول اور اوزاعی کے قول پر ہی محمول کرنا زیادہ قوی اور زیادہ درست ہے یعنی ان کا وہ قول جو بحوالہ بخاری بیان ہوا کہ قرب فتح اور عدم امکان صلوۃ خوف کے باوجود تاخیر جائز ہے واللہ اعلم۔ آیت میں حکم ہوتا ہے کہ جب تو انہیں با جماعت نماز پڑھائے۔ یہ حالت پہلی کے سوا ہے اس وقت یعنی انتہائی خوف کے وقت تو ایک ہی رکعت جائز ہے اور وہ بھی الگ، الگ، پیدل سوار قبلہ کی طرف منہ کر کے یا نہ کر کے، جس طرح ممکن ہو، جیسے کہ حدیث گذر چکی ہے۔ یہ امامت اور جماعت کا حال بیان ہو رہا ہے جماعت کے واجب ہونے پر یہ آیت بہترین اور مضبوط دلیل ہے کہ جماعت کی وجہ سے بہت کمی کر دی گئی۔

اگر جماعت واجب نہ ہوتی تو صرف ایک رکعت جائز نہ کی جاتی۔ بعض نے اس سے ایک اور استدلال بھی کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس میں چونکہ یہ لفظ ہیں کہ جب تو ان میں ہو اور یہ خطاب نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم سے ہے تو معلوم ہوا کہ صلوۃ خوف کا حکم آپ کے بعد منسوخ ہے، یہ استدلال بالکل ضعیف ہے، یہ استدلال تو ایسا ہی ہے جیسا استدلال ان لوگوں کا تھا جو زکوۃ کو خلفائے راشدین سے روک بیٹھے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن میں ہے (آیت خذ من اموالھم صدقۃ الخ) یعنی تو ان کے مالوں سے زکوۃ لے جس سے تو انہیں پاک صاف کر اور تو ان کے لئے رحمت کی دعا کر تیری دعا ان کے لئے باعث تسکین ہے۔

تو ہم آپ کے بعد کسی کو زکوۃ نہ دیں گے بلکہ ہم آپ اپنے ہاتھ سے خود جسے چاہیں دیں گے اور صرف اسی کو دیں گے جس کو دعا ہمارے لئے سبب سکون بنے۔ لیکن یہ استدلال ان کا بے معنی تھا اسی لئے کہ صحابہ نے اسے رد کر دیا اور انہیں مجبور کیا کہ یہ زکوۃ ادا کریں بلکہ ان میں سے جن لوگوں نے اسے روک لیا تھا ان سے جنگ کی۔ آیئے ہم آیت کی صفت بیان کرنے سے پہلے اس کا شان نزول بیان کر دیں ابن جریر میں ہے کہ بنو نجار کی ایک قوم نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ ہم برابر اِدھر اُدھر آمد و رفت کیا کرتے ہیں، ہم نماز کس طرح پڑھیں تو اللہ عزوجل نے اپنا یہ قول نازل فرمایا (آیت واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ) اس کے بعد سال بھر تک کوئی حکم نہ آیا پھر جبکہ آپ ایک غزوے میں ظہر کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو مشرکین کہنے لگے افسوس کیا ہی اچھا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا کاش کہ نماز کی حالت میں ہم یکبارگی ان پر حملہ کر دیتے، اس پر بعض مشرکین نے کہا یہ موقعہ تو تمہیں پھر بھی ملے گا اس کے تھوڑی دیر بعد ہی یہ دوسری نماز (یعنی نماز عصر) کے لئے کھڑے ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے عصر کی نماز سے پہلے اور ظہر کی نماز کے بعد (آیت ان خفتم) والی پوری دو آیتوں تک نازل فرما دیں اور کافر نا کام رہے خود اللہ تعالیٰ وقدوس نے صلوۃ خوف کی تعلیم دی۔ گو یہ سیاق نہایت ہی غریب ہے لیکن اسے مضبوط کرنے والی اور روایتیں بھی ہیں، حضرت ابو عیاش زرقی فرماتے ہیں عسفان میں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے خالد بن ولید اس وقت اسلام نہیں لائے تھے اور مشرکین کے لشکر کے سردار تھے یہ لوگ ہمارے سامنے پڑاؤ ڈالے تھے تب ہم نے قبلہ رخ، ظہر کی نماز جب ہم نے ادا کی تو مشرکوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ کہنے لگے افسوس ہم نے موقعہ ہاتھ سے کھو دیا وقت تھا کہ یہ نماز میں مشغول تھے ادھر ہم ان پر دفعتہ دھاوا بول دیتے پھر ان میں کے بعض جاننے والوں نے کہا خیر کوئی بات نہیں اس کے بعد ان کی

ایک اور نماز کا وقت آ رہا ہے اور وہ نماز تو انہیں اپنے بال بچوں سے بلکہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے اس وقت سہی۔ پس ظہر عصر کے درمیان اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کو نازل فرمایا اور (آیت اذا کنت فیھم) اتاری چنانچہ عصر کی نماز کے وقت ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہم نے ہتھیار سجا لئے اور اپنی دو صفوں میں سے پہلی صف آپ کے ساتھ سجدے میں گئی اور دوسری صف کھڑی کی کھڑی ان کی نگہبانی کرتی رہی جب سجدوں سے فارغ ہو کر یہ لوگ کھڑے ہو گئے تو اب دوسری صف والے سجدے میں گئے جب یہ دونوں سجدے کر چلے تو اب پہلی صف والے دوسری صف کی جگہ چلے گئے اور دوسری صف والے پہلی صف والوں کی جگہ آ گئے، پھر قیام رکوع اور قومہ سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی ساتھ ادا کیا اور جب آپ سجدے میں گئے تو صف اوّل آپ کے ساتھ سجدے میں گئی اور دوسری صف والے کھڑے ہوئے پہرہ دیتے رہے جب یہ سجدوں سے فارغ ہو گئے اور التحیات میں بیٹھے تب دوسری صف کے لوگوں نے سجدے کئے اور التحیات میں سب کے سب ساتھ مل گئے اور سلام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب نے ایک ساتھ پھیرا۔ صلوٰۃ خوف ایک بار تو آپ نے یہاں عسفان میں پڑھی اور دوسری مرتبہ بنو سلیم کی زمین میں۔

یہ حدیث مسند احمد ابوداؤد اور نسائی میں بھی ہے اس کی اسناد صحیح ہے اور شاہد بھی بکثرت ہیں بخاری میں بھی یہ روایت اختصار کے ساتھ ہے اور اس میں ہے باوجودیکہ سب لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی چوکیداری کر رہے تھے۔ ابن جریر میں ہے کہ سلیمان بن قیس یشکری نے حضرت جابر بن عبداللہ سے پوچھا نماز کے قصر کرنے کا حکم کب نازل ہوا؟ تو آپ نے فرمایا قریشیوں کا ایک قافلہ شام سے آ رہا تھا ہم اس کی طرف چلے۔ وادی نخل میں پہنچے تو ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا کیا آپ مجھ سے ڈرتے نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا آپ کو مجھ سے اس وقت کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ مجھے تجھ سے بچالے گا پھر تلوار کھینچ لی اور ڈرایا دھمکایا، پھر کوچ کی منادی ہوئی اور آپ ہتھیار سجا کر چلے۔ پھر اذان ہوئی اور صحابہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ایک حصہ آپ کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا اور دوسرا حصہ پہرہ دے رہا تھا جو آپ کے متصل تھے وہ دو رکعت آپ کے ساتھ پڑھ کر پیچھے والوں کی جگہ چلے گئے اور پیچھے والے اب آگے بڑھ آئے اور ان اگلوں کی جگہ کھڑے ہو گئے انہیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھائیں پھر اسلام پھیر دیا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعت ہوئیں اور سب کی دو دو ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے نماز کی کمی کا اور ہتھیار لئے رہنے کا حکم نازل فرمایا۔ مسند احمد میں ہے کہ جو شخص تلوار تانے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا تھا یہ دشمن کے قبیلے میں سے تھا اس کا نام غورث بن حارث تھا جب آپ نے اللہ کا نام لیا تو اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی آپ نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس سے کہا اب تو بتا کہ تجھے کون بچائے گا تو وہ معافی مانگنے لگا کہ مجھ پر آپ رحم کیجئے آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کے ایک ہونے کی اور میرے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہے؟ اس نے کہا یہ تو نہیں ہاں میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ سے لڑوں گا نہیں اور ان لوگوں کا ساتھ نہ دوں گا جو آپ سے برسر پیکار ہوں آپ نے اسے معافی دی۔ جب یہ اپنے قبیلے والوں میں آیا تو کہنے لگا روئے زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی شخص نہیں۔

اور روایت میں ہے کہ یزید نے حضرت جابر سے پوچھا کہ سفر میں جو دو رکعت ہیں کیا یہ قصر کہلاتی ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ

پوری نماز ہے قصر تو بوقت جہاد ایک رکعت ہے پھر صلوٰۃ خوف کا اسی طرح ذکر کیا اس میں یہ بھی ہے کہ آپ کے سلام کے ساتھ آپ کے پیچھے والوں نے اور ان لوگوں نے سلام پھیرا اور اس میں دونوں حصہ فوج کے ساتھ ایک ایک رکعت پڑھنے کا بیان ہے پس سب کی ایک ایک رکعت ہے پھر صلوٰۃ خوف کا اسی طرح ذکر کیا اس میں یہ بھی ہے کہ آپ کے سلام کے ساتھ آپ کے پیچھے والوں نے ان لوگوں نے سلام پھیرا اور اس میں دونوں حصہ فوج کے ساتھ ایک ایک رکعت پڑھنے کا بیان ہے پس سب کی ایک ایک رکعت ہوئی اور حضور ﷺ کی دو رکعتیں۔ اور روایت میں ہے کہ ایک جماعت آپ کے پیچھے صف بستہ نماز میں تھی اور ایک جماعت دشمن کے مقابل تھی پھر ایک رکعت کے بعد آپ کے پیچھے والے اگلوں کی جگہ آ گئے اور یہ پیچھے آ گئے۔ یہ حدیث بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ حضرت جابر سے مروی ہے۔ ایک اور حدیث جو بروایت سالم عن ابیہ مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ پھر کھڑے ہو کر صحابہ نے ایک ایک رکعت اپنی اپنی ادا کر لی۔ اس حدیث کی بھی بہت سی سندیں اور بہت سے الفاظ ہیں حافظ ابو بکر بن مردویہ نے ان سب کو جمع کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۂ نساء، بیروت)

حالت جنگ میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

نماز کے اوقات مقرر ہیں اور کسی نماز کو اس کے وقت کے بغیر ادا نہیں کیا جا سکتا' اس لیے سفر میں نماز کو اس کے وقت پر ادا کیا جائے گا' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ حضر میں چار رکعت نماز فرض کی گئی ہے اور سفر میں دو رکعت نماز فرض کی گئی سو ہر حال میں اس حال کے مطابق نماز ادا کی جائے گی' امام شافعی اس کے قائل ہیں کہ جب کافر اور مسلمان کی تلواریں ٹکرا رہی ہوں تو اس وقت بھی مسلمان اپنے وقت پر نماز پڑھے وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس حالت میں نماز فرض نہیں ہے اور وہ شخص وقت نکلنے کے بعد اس نماز کی قضا کرے گا۔

امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' اور امام زفر یہ کہتے ہیں کہ حالت جنگ میں نماز نہیں پڑھی جائے گی' اگر کسی شخص نے نماز پڑھتے ہوئے قتال کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی' امام مالک ثوری یہ کہتے ہیں کہ جب رکوع اور سجود پر قادر نہ ہو تو اشارہ سے نماز پڑھے' حسن بن صالح نے کہا جب لڑائی کے وقت رکوع پر قادر نہ ہو تو ہر رکوع کے بدلہ میں ایک تکبیر کہہ لے' امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ نماز کی حالت میں ضرب لگائے یا نیزہ مارے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر اس نے مسلسل نیزے مارے یا ضرب لگائی یا کوئی اور عمل طویل کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی' امام ابو بکر رازی کہتے ہیں کہ قتال سے نماز باطل ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کئی مقامات پر نماز خوف پڑھائی ہے اور جنگ خندق میں آپ نے چار نمازیں نہیں پڑھیں حتیٰ کہ رات داخل ہو گئی پھر آپ نے فرمایا اللہ ان کے گھروں اور ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے کیونکہ ان کی وجہ سے ہم عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے' پھر آپ نے ان چاروں نمازوں کو ترتیب وار قضا کیا' اس حدیث میں آپ نے یہ خبر دی ہے کہ قتال میں مشغول ہونے کی وجہ سے آپ کی چار نمازیں قضا ہو گئیں اگر حالت قتال میں نماز پڑھنا جائز ہوتا تو آپ نماز کو ترک نہ فرماتے' جس طرح آپ نے بغیر قتال کے حالت خوف میں نماز کو ترک نہیں کیا۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۶۴' مطبوعہ لاہور)

بَابُ مَنْ قَالَ: يَقُوْمُ صَفٌّ مَعَ الْإِمَامِ وَصَفٌّ وِجَاهَ الْعَدُوِّ

فَيُصَلِّيْ بِالَّذِينَ يَلُوْنَهُ رَكْعَةً، ثُمَّ يَقُوْمُ قَائِمًا، حَتَّى يُصَلِّيَ الَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً أُخْرَى، ثُمَّ يَنْصَرِفُوْنَ فَيَصُفُّوْنَ، وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَتَجِيءُ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَيُصَلِّيْ بِهِمْ رَكْعَةً، وَيَثْبُتُ جَالِسًا، فَيُتِمُّوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً أُخْرَى، ثُمَّ يُسَلِّمُ بِهِمْ جَمِيعًا

باب: جو اس بات کا قائل ہے: ایک صف امام کے ساتھ کھڑی ہوگی اور دوسری صف دشمن کے مدمقابل ہوگی

امام اپنے ساتھ والوں کو ایک رکعت پڑھانے کے بعد کھڑا رہے گا' یہاں تک کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرنے والے لوگ دوسری رکعت ادا کرلیں' پھر وہ واپس جا کر دشمن کے مقابل صف بنالیں گے' اور دوسرا گروہ (امام کے قریب) آ جائے گا' امام انہیں ایک رکعت پڑھائے گا' اور پھر بیٹھا رہے گا' وہ لوگ (دوسری) رکعت خود ادا کریں گے' پھر امام ان سب سمیت سلام پھیر دے گا

1237 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي خَوْفٍ، فَجَعَلَهُمْ خَلْفَهُ صَفَّيْنِ، فَصَلَّى بِالَّذِينَ يَلُوْنَهُ رَكْعَةً، ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا، حَتَّى صَلَّى الَّذِينَ خَلْفَهُمْ رَكْعَةً، ثُمَّ تَقَدَّمُوا، وَتَأَخَّرَ الَّذِينَ كَانُوا قُدَّامَهُمْ، فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً، ثُمَّ قَعَدَ حَتَّى صَلَّى الَّذِينَ تَخَلَّفُوا رَكْعَةً، ثُمَّ سَلَّمَ

⊛⊛ حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو خوف کے عالم میں نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے ان کی دو صفیں بنوادیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس والوں کو ایک رکعت پڑھائی' پھر آپ کھڑے ہوئے اور مسلسل کھڑے رہے' یہاں تک کہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے لوگوں نے ایک اور رکعت ادا کرلی' پھر یہ لوگ آگے بڑھ کر (دشمن کے مقابل چلے گئے) اور آگے والے لوگ پیچھے ہٹ آئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی ایک رکعت پڑھائی' پھر آپ بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ کے پیچھے والوں نے ایک اور رکعت ادا کرلی تو آپ نے سلام پھیر دیا۔

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس آیت کا تعلق جنگ اور قتال سے بھی ہے یعنی اگر دوران قتال شدید خطرہ اور خوف ہو تو پیادہ اور سواری پر بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جہاد اور قتال میں صلوٰۃ خوف پڑھی جائے اور اگر جنگ کی شدت کی وجہ سے صلوٰۃ خوف نہ پڑھی جاسکے تو نماز مؤخر کردی جائے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن چار نمازیں مؤخر کردی تھیں اور قتال کے علاوہ اور کسی صورت میں دشمن کا خوف ہو تو پیادہ یا سواری پر نماز پڑھ لی جائے۔

ملا احمد جیون حنفی لکھتے ہیں: حالت خوف میں نماز پڑھتے وقت ضرورت کی بناء پر قبلہ سے توجہ ساقط ہو جاتی ہے یعنی اگر تم کو دشمن سے خوف ہو یا درندہ کا خوف ہو یا کسی اور چیز کا خوف ہو تو تم پر قیام فرض نہیں ہے بلکہ تم کو اس کا اختیار ہے کہ تم پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر نماز پڑھو اور جس طرف سواری کا منہ ہو اسی طرح اشاروں سے نماز پڑھو اسی طرح ''مدارک'' میں ہے اور صاحب ''ہدایہ'' نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے کہ اگر شدید خوف ہو تو الگ الگ سواری پر نماز پڑھیں اور اشارہ سے رکوع اور سجود کریں خواہ جس طرف منہ ہو بشرطیکہ وہ قبلہ کی طرف منہ پر قادر نہ ہوں اور جس وقت تلواریں ٹکرا رہی ہوں اور تیر چل رہے ہوں اس حال میں ہمارے نزدیک نماز جائز نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ''رجالا'' کا معنی ہے: اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھیں اور امام شافعی کے نزدیک اس کا معنی ہے: چلتی ہوئی نماز پڑھیں اس لیے قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ اس آیت میں: امام شافعی کی دلیل ہے کہ تلواروں سے لڑائی کی حالت میں نماز جائز ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس حالت میں نماز کو مؤخر کر دیں اور بعد میں پڑھیں۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۱۰۸ مطبوعہ مطبع کریمی بمبئی)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: امام شافعی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر لڑائی کی حالت میں سواری ٹھہرانا ممکن نہ ہو تو تلواروں سے لڑتے ہوئے بھی نماز جائز ہے اور ہمارے امام کا یہ مذہب ہے کہ چلنے سے اور لڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز میں قنوت کا حکم دیا ہے اور چلنا اور لڑنا قنوت کے منافی ہے اور جب ایسی صورت ہو تو نماز کو مؤخر کر دے اور جب امن اور سکون ہو تو نماز پڑھ لے اگر تم انصاف سے کام لو تو تمہیں علم ہوگا کہ یہ آیت امام شافعی کے موقف میں بالکل صریح ہے کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ کے لیے قیام کرو اور دین آسان ہے اور مشکل نہیں ہے اور مقامات مختلف ہوتے ہیں اور مشکل کی وجہ سے آسان حکم کو نہیں چھوڑا جاتا اور جس کام کو مکمل طور پر حاصل نہیں کیا جا سکتا اس کو مکمل طور پر ترک بھی نہیں کیا جاتا۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث کا بیان

حافظ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں: امام طیالسی امام عبدالرزاق امام ابن ابی شیبہ امام احمد امام نسائی امام ابو یعلیٰ اور امام بیہقی نے اپنی ''سنن'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جنگ خندق کے دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہم ظہر عصر مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جنگ کی مشغولیت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے حتیٰ کہ ہم لڑائی سے بچا لیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ''و کفی اللہ المؤمنین القتال''۔ (الاحزاب: ۲۵) (زبردست آندھی بھیج کر) اللہ مسلمانوں کے لیے جنگ سے کافی ہو گیا'' یعنی ان کو لڑنے سے بچا لیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو (اذان کا) حکم دیا اور ہر نماز کے لیے اقامت کہی یہ واقعہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے تھا: (آیت) ''فان خفتم فرجالا او رکبانا''۔ (البقرہ: ۲۳۹) اگر تم حالت خوف میں ہو تو پیادہ اور سواری پر نماز پڑھو''۔

امام ابن ابی شیبہ امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض ایام میں صلوٰۃ خوف پڑھی' ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہی' جو جماعت آپ کے ساتھ تھی آپ نے اس کو ایک رکعت

نماز پڑھائی' پھر وہ لوگ چلے گئے اور دوسری جماعت آ گئی' آپ نے اس دوسری جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھائی' پھر دونوں جماعتوں نے باقی ماندہ ایک ایک رکعت نماز پڑھی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اور اس سے زیادہ خوف ہو تو پھر تم کھڑے ہوئے اور سواری پر اشارہ سے نماز پڑھو۔

امام مالک' امام شافعی' امام عبدالرزاق' امام بخاری' امام ابن جریر اور امام بیہقی نے نافع سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب صلوٰۃ خوف کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: امام ایک جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھائے اور دوسری جماعت انکے اور دشمن کے درمیان کھڑی رہے اور نماز نہ پڑھے' اور جب وہ جماعت ایک رکعت نماز پڑھ لے تو وہ اس دوسری جماعت کی جگہ چلی جائے جس نے نماز نہیں پڑھی تھی' اور یہ لوگ سلام نہ پھیریں' اور جس جماعت نے پہلے نماز نہیں پڑھی تھی وہ امام کے پیچھے آ کر کھڑی ہو اور امام اس کو بھی ایک رکعت پڑھائے پھر امام چلا جائے' اس کی دو رکعتیں ہو گئیں اور امام کے چلے جانے کے بعد ہر جماعت اپنی اپنی باقی ماندہ ایک ایک رکعت پڑھے' اور اگر اس سے زیادہ خوف ہو تو اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھیں یا سواری پر نماز پڑھیں' خواہ منہ قبلہ کی طرف ہو یا غیر قبلہ کی طرف نافع کہتے ہیں کہ مجھے یہی یقین ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا تھا۔ (صحیح بخاری ج۲ ص ۶۵۲۔۶۵۱)

امام بزار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلواروں سے لڑائی کی حالت میں نماز ایک رکعت ہے' انسان جس طریقہ سے بھی یہ رکعت پڑھ لے اس کے لیے کافی ہے اور وہ اس کو نہیں دہرائے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے (آیت) ''فان خفتم فرجالا اور کبانا''۔ (البقرہ: ۲۳۹) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سوار اپنی سواری پر نماز پڑھے اور پیدل چلنے والا اپنے پیروں پر نماز پڑھے اور جب خوف دور ہو جائے تو سوار اور پیادہ معمول کے مطابق نماز پڑھیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھایا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور امام ابن المنذر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تلواروں سے جنگ ہو رہی ہو تو اپنے سر کے اشارہ سے نماز پڑھے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو ''فرجالا اور رکبانا'' کی یہی تفسیر ہے۔

امام ابن المنذر اور امام ابن جریر نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے: چلتے ہوئے اور سواری پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے فرمایا کہ جب تم جنگ میں سواریوں پر ہو اور خوف زیادہ ہو تو ہر شخص کسی بھی سمت کھڑا ہو کر یا سواری پر سر کے اشارہ سے یا زبان کے کلام سے جس طرح بھی ممکن ہو نماز پڑھے۔

(الدر المنثور ج۱ ص ۳۰۹۔۳۰۸ ملتقطا مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

یعنی اگر تمہیں دشمن کا خوف ہو تو تم اپنے پیروں پر یا اپنی سواریوں پر ٹھہرے ہوئے یا چلتے ہوئے نماز پڑھو خواہ منہ قبلہ کی طرف ہو یا غیر قبلہ کی طرف اشارہ سے بغیر اشارہ کے جس طرح بھی قدرت ہو' اس حالت میں نماز کی مقدار میں اختلاف ہے' جمہور کا

قول یہ ہے کہ وہ طریقہ کے مطابق دو رکعت نماز پڑھے گا' اور حسن نے کہا: جب اسے خوف ہو تو ایک رکعت نماز پڑھے اہل حجاز (شافعیہ) نے کہا: اس پر بعد میں اس نماز کا اعادہ نہیں ہے کیونکہ وہ معذور تھا' اور اہل عراق (احناف) نے کہا: اس پر اعادہ واجب ہے کیونکہ چلنا نماز کے اعمال میں سے نہیں ہے۔

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہر حالت میں نماز کی حفاظت کا حکم دیا ہے' مرض ہو' سفر ہو' قدرت ہو' عجز ہو' خوف ہو' امن ہو' نماز مکلف سے کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو' اگر اس پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو' اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو لیٹ کر۔ (صحیح بخاری' سنن ابوداؤد' جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ' مسند احمد) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے صلوٰۃ خوف کے ذکر میں فرمایا: اگر زیادہ خوف ہو تو کھڑے ہوئے اور سواری پر نماز پڑھو' خواہ منہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو۔ (سنن کبری ج ۳ ص ۲۵۶) اس سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو نماز پڑھ لی جائے اور حالت میں بھی نماز ساقط نہیں ہوگی' حتیٰ کہ اگر صرف آنکھ کے اشارہ سے نماز پڑھی جاسکے تو اسی طرح لازم ہے' اسی وجہ سے نماز باقی عبادات سے ممتاز ہے' کیونکہ نماز کے علاوہ باقی عبادات عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں' اور اسی سبب سے ہمارے علماء نے کہا ہے کہ تارک نماز کو قتل کر دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جنگ کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اور یہ آیت ان کے خلاف قوی دلیل ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۳۰۲-۳۰۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۸ھ)

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: یہ آیت سورۂ نساء کی اس آیت کے بعد نازل ہوئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ الخوف پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے:

(آیت) "واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طآئفۃ منھم معك ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورآئکم ولتات طآئفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معك ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم "۔ (النساء: ۱۰۲)

اور جب آپ ان میں ہوں اور (جنگ کے دوران) انہیں نماز پڑھائیں تو ان میں سے ایک گروہ کو آپ نے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے اور وہ لوگ اپنے ہتھیار لیے رہیں' پھر جب وہ سجدہ کر لیں تو (اے مسلمانو!) وہ تمہارے پیچھے چلے جائیں اور دوسرا وہ گروہ آجائے جس نے نماز نہیں پڑھی' اور انہیں آپ کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے اور وہ بھی اپنی حفاظت کا سامان اور اپنا اسلحہ لیے رہیں۔

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں اس سے زیادہ خوف ہو تو تلواروں سے لڑائی کے درمیان تم کو جس طرح قدرت ہو اس طرح نماز پڑھو' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازیں شفق کے غائب ہونے کے بعد پڑھیں یعنی عین حالت جنگ میں یہ نمازیں پڑھیں جیسا کہ اس آیت میں ہے اور ان کو مؤخر کر دیا۔ (ترمذی' ابویعلیٰ' بیہقی) تو اس حدیث اور اس آیت میں کیسے موافقت ہوگی' اس کا

جواب یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خندق کا یہ واقعہ اس آیت "فان خفتم فرجالا او رکبانا"۔(البقرہ:۲۳۹) کے نزول سے پہلے کا ہے۔

(سنن نسائی' صحیح ابن حبان)(زادالمسیر ج۱ص ۲۸۵-۲۸۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت'۱۴۰۷ھ)

حالت خوف میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب:

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت میں خوف کی حالت میں پاپیادہ اور سواری پر نماز پڑھنے کا حکم بیان فرمایا ہے' دوران جنگ میں اس طرح نماز پڑھنے کا حکم نہیں ہے (بلکہ دوران جنگ نماز پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو سورۃ نساء میں ہے) جب کسی شخص کو دشمن گھیر لے اور اس کو سخت خطرہ ہو تو اس کے لیے اس طرح نماز جائز ہے اور جب خوف کی وجہ سے اس لیے سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے لیے رکوع اور سجود کو ترک کرنا جائز کر دیا تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کرے یا نہ کرے' اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خوف کی حالت میں بھی نماز کے ترک کرنے اجازت نہیں دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتال میں مشغول تھے اور قتال میں مشغول ہونا نماز سے مانع ہے' اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کی قبروں اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ ان کے خلاف جنگ میں مشغول رہنے کی وجہ سے ہم صلوٰۃ وسطیٰ نہیں پڑھ سکے' اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازوں کو کیوں ترک کر دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوف کی حالت میں اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے' دوران قتال اسی طرح نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور جنگ خندق کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتال میں مشغول تھے اور قتال میں مشغول ہونا نماز سے مانع ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے کیونکہ ان کے خلاف جنگ میں مشغول ہونے کی وجہ سے ہم صلوٰۃ وسطیٰ نہیں پڑھ سکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن نمازیں اس لیے نہیں پڑھی تھیں کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ محمد بن اسحاق اور واقدی کا اس پر اتفاق ہے کہ غزوہ ذات الرقاع' غزوہ خندق سے پہلے ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ خوف پڑھی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ خندق میں نماز نہ پڑھنا قتال کی وجہ سے تھا اور قتال نماز کی صحت سے مانع اور اس کے منافی ہے۔

بعض فقہاء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا کہ جو شخص خوف زدہ ہو اس کے لیے چلتے ہوئے بھی نماز پڑھنا جائز ہے' خواہ وہ کسی پر حملہ آور ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم حالت خوف میں ہو تو پاپیادہ نماز پڑھو یا سواری پر' یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں چلنے کا ذکر نہیں' علاوہ ازیں حملہ آور خوف زدہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ حملہ کرنے کی بجائے واپس چلا جائے تو اسے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا' اللہ سبحانہ نے اس طرح نماز پڑھنا خوف زدہ کے لیے مشروع کیا ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب اس پر حملہ کیا جائے اس وقت حالت خوف میں اس کیلیے جائز ہے کہ وہ سواری پر نماز پڑھے یا چلتے ہوئے۔

(احکام القرآن ج۱ص ۴۴۹-۴۴۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ' تفسیر تبیان القرآن' سورہ بقرہ' لاہور)

بَابُ مَنْ قَالَ: إِذَا صَلَّى رَكْعَةً وَثَبَتَ قَائِمًا أَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً، ثُمَّ سَلَّمُوا، ثُمَّ انْصَرَفُوا فَكَانُوا وِجَاهَ الْعَدُوِّ، وَاخْتُلِفَ فِي السَّلَامِ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: جب امام ایک رکعت ادا کرلے گا تو وہ کھڑے رہے گا

وہ لوگ بذاتِ خود ایک رکعت (ادا کر کے دو رکعات کو) مکمل کریں گے پھر وہ سلام پھیر کر مڑیں گے اور دشمن کے سامنے چلے جائیں گے (اس صورت میں) سلام پھیرنے کے بارے میں اختلاف ہے

1238 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَمَّنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَاةَ الْخَوْفِ، أَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ، وَطَائِفَةٌ وِجَاهَ الْعَدُوِّ، فَصَلَّى بِالَّتِي مَعَهُ رَكْعَةً، ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا، وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ انْصَرَفُوا، وَصَفُّوا وِجَاهَ الْعَدُوِّ، وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى، فَصَلَّى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ مِنْ صَلَاتِهِ، ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ، قَالَ مَالِكٌ: وَحَدِيثُ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ أَحَبُّ مَا سَمِعْتُ إِلَيَّ

۞۞ صالح بن خوات اس صحابی کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں جنہوں نے غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نمازِ خوف ادا کی تھی۔ (وہ بیان کرتے ہیں:) ایک گروہ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صف بنائی ایک گروہ دشمن کے مدمقابل کھڑا ہو گیا' نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھ والوں کو ایک رکعت پڑھائی اور پھر آپ کھڑے رہے' ان لوگوں نے اپنی نماز خود مکمل کی اور چلے گئے اور دشمن کے مدمقابل کھڑے ہو گئے' دوسرا گروہ (نبی اکرم ﷺ کی طرف) آیا آپ ﷺ نے اپنی نماز کی باقی رہ جانے والی ایک رکعت انہیں پڑھائی' پھر آپ بیٹھے رہے' اور ان لوگوں نے اپنی نماز خود مکمل کی پھر آپ نے ان سب سمیت سلام پھیر دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے جتنی بھی روایات سنی ہیں' ان میں یزید بن رومان کی نقل کردہ روایت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

1239 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ، حَدَّثَهُ، أَنَّ صَلَاةَ الْخَوْفِ: أَنْ يَقُومَ الْإِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَطَائِفَةٌ مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ، فَيَرْكَعُ الْإِمَامُ رَكْعَةً، وَيَسْجُدُ بِالَّذِينَ مَعَهُ، ثُمَّ يَقُومُ، فَإِذَا اسْتَوَى قَائِمًا، ثَبَتَ قَائِمًا، وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمُ الرَّكْعَةَ الْبَاقِيَةَ، ثُمَّ سَلَّمُوا، وَانْصَرَفُوا وَالْإِمَامُ قَائِمٌ، فَكَانُوا وِجَاهَ الْعَدُوِّ، ثُمَّ يُقْبِلُ الْآخَرُونَ الَّذِينَ لَمْ يُصَلُّوا فَيُكَبِّرُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ،

1239- اسناده صحيح. وهو في "الموطا" 1/183-184. واخرجه البخاري (4131) وبإثره، وابن ماجه (1259)، والترمذي (573)، والنسائي في "الكبرى" (1954) من طريقين عن يحيى بن سعيد الانصاري، بهذا الاسناد موقوفاً. وهو في "مسند احمد" (15710)، و"صحيح ابن حبان" (2885).

ثُمَّ يُتِمُّ بِهِمْ وَيَسْجُدُ بِهِمْ ثُمَّ يُسَلِّمُ فَيَقُومُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمُ الرَّكْعَةَ الْبَاقِيَةَ، ثُمَّ يُسَلِّمُونَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَأَمَّا رِوَايَةُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، نَحْوَ رِوَايَةِ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ، إِلَّا أَنَّهُ خَالَفَهُ فِي السَّلَامِ، وَرِوَايَةُ عُبَيْدِ اللَّهِ، نَحْوَ رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: وَيَثْبُتُ قَائِمًا

ترجمہ: حضرت سہل بن ابوحثمہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؟ نماز خوف (کا طریقہ) یہ ہے: امام اور اس کے ساتھیوں کا ایک گروہ (نماز ادا کرنے کے لیے) کھڑے ہوں گے جب کہ ایک گروہ دشمن کے مدمقابل ہوگا۔ امام اپنے ساتھ والوں کو ایک رکعت پڑھا کر سجدہ کرنے کے بعد کھڑا ہو جائے گا۔ جب وہ کھڑا ہوگا تو وہ کھڑا رہے گا اور اس کے ساتھ والے باقی والی ایک رکعت خود ادا کریں گے اور سلام پھیر کر واپس چلے جائیں گے اور دشمن کے مقابل آ جائیں گے جب کہ امام کھڑا ہوا ہوگا پھر وہ لوگ آئیں گے جنہوں نے نماز ادا نہیں کی وہ امام کے پیچھے تکبیر کہیں گے۔ امام انہیں ایک رکعت پڑھائے گا اور سلام پھیر دے گا وہ لوگ کھڑے ہو کر باقی رہ جانے والی ایک رکعت ادا کریں گے اور پھر سلام پھیریں گے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن سعید نے قاسم کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ یزید بن رومان کی روایت کی مانند ہے البتہ انہوں نے سلام پھیرنے کا طریقہ مختلف نقل کیا ہے۔

عبیداللہ کی روایت بھی یحییٰ بن سعید کی روایت کی مانند ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں "وہ کھڑے رہے"۔

بَابُ مَنْ قَالَ: يُكَبِّرُونَ جَمِيعًا وَإِنْ كَانُوا مُسْتَدْبِرِي الْقِبْلَةِ

ثُمَّ يُصَلِّي بِمَنْ مَعَهُ رَكْعَةً، ثُمَّ يَأْتُونَ مَصَافَّ أَصْحَابِهِمْ، وَيَجِيءُ الْآخَرُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً، ثُمَّ يُصَلِّي بِهِمْ رَكْعَةً، ثُمَّ تُقْبِلُ الطَّائِفَةُ الَّتِي كَانَتْ مُقَابِلَ الْعَدُوِّ، فَيُصَلُّونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً، وَالْإِمَامُ قَاعِدٌ ثُمَّ يُسَلِّمُ بِهِمْ كُلِّهِمْ جَمِيعًا

باب: جو اس بات کا قائل ہے وہ سب لوگ تکبیر کہیں گے

اگرچہ ان کی پیٹھ قبلہ کی طرف ہو پھر امام اپنے پاس والوں کو ایک رکعت پڑھائے گا پھر وہ لوگ اپنے ساتھیوں کی جگہ آ جائیں گے اور دوسرے لوگ آ کر ایک رکعت از خود ادا کریں گے پھر امام انہیں ایک رکعت پڑھائے گا پھر دشمن کے مقابل گروہ آئے گا وہ ایک رکعت از خود ادا کریں گے۔ امام اس دوران بیٹھا رہے گا' پھر امام ان سب سمیت سلام پھیر دے گا

1240 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، وَابْنُ لَهِيعَةَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ، أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، يُحَدِّثُ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ، هَلْ صَلَّيْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْخَوْفِ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: نَعَمْ، قَالَ مَرْوَانُ: مَتَى؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَامَ غَزْوَةِ نَجْدٍ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَلَاةِ

العَصْرِ. فَقَامَتْ مَعَهُ طَائِفَةٌ، وَطَائِفَةٌ أُخْرَى مُقَابِلَ الْعَدُوِّ، وَظُهُورُهُمْ إِلَى الْقِبْلَةِ. فَكَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكَبَّرُوا جَمِيعًا. الَّذِينَ مَعَهُ وَالَّذِينَ مُقَابِلِي الْعَدُوِّ. ثُمَّ رَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً وَاحِدَةً، وَرَكَعَتِ الطَّائِفَةُ الَّتِي مَعَهُ. ثُمَّ سَجَدَ فَسَجَدَتِ الطَّائِفَةُ الَّتِي تَلِيهِ، وَالْآخَرُونَ قِيَامٌ مُقَابِلِي الْعَدُوِّ. ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَامَتِ الطَّائِفَةُ الَّتِي مَعَهُ فَذَهَبُوا إِلَى الْعَدُوِّ. فَقَابَلُوهُمْ وَأَقْبَلَتِ الطَّائِفَةُ الَّتِي كَانَتْ مُقَابِلِي الْعَدُوِّ فَرَكَعُوا وَسَجَدُوا. وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ كَمَا هُوَ. ثُمَّ قَامُوا فَرَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً أُخْرَى، وَرَكَعُوا مَعَهُ، وَسَجَدَ وَسَجَدُوا مَعَهُ. ثُمَّ أَقْبَلَتِ الطَّائِفَةُ الَّتِي كَانَتْ مُقَابِلِي الْعَدُوِّ. فَرَكَعُوا وَسَجَدُوا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ. ثُمَّ كَانَ السَّلَامُ. فَسَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمُوا جَمِيعًا. فَكَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ. وَلِكُلِّ رَجُلٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةٌ، رَكْعَةٌ.

❁ عروہ بن زبیر مروان بن حکم کے بارے میں نقل کرتے ہیں: اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

کیا آپ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نمازِ خوف ادا کی ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! مروان نے دریافت کیا: کب؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: غزوۂ نجد کے سال، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عصر ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، تو ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور دوسرا گروہ دشمن کے مدمقابل کھڑا رہا، ان لوگوں کی پشت قبلہ کی طرف تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی، ان سب نے بھی تکبیر کہی، یعنی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور جو دشمن کے مدمقابل تھے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والوں نے رکوع کیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو آپ کے ساتھ والے لوگ سجدے میں گئے، دوسرے لوگ دشمن کے مدمقابل کھڑے رہے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو آپ کے ساتھ والا گروہ بھی کھڑا ہو گیا اور پھر وہ لوگ دشمن کی طرف چلے گئے، اور اس کے مدمقابل آ گئے، جو گروہ پہلے دشمن کے مدمقابل تھا، وہ لوگ آئے، انہوں نے (پہلی رکعت کا) رکوع اور سجدہ کیا، اس دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیام کی حالت میں رہے، جیسے پہلے تھے، پھر وہ لوگ (ایک رکعت ادا کر کے) کھڑے ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (دوسری رکعت کے) رکوع میں چلے گئے، ان لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو انہوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا، پھر وہ گروہ آ گیا، جو دشمن کے مدمقابل تھا، ان لوگوں نے رکوع اور سجدہ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ (پہلے سے موجود) حضرات اس دوران بیٹھے رہے، پھر سلام کا موقع آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان سب لوگوں نے بھی سلام پھیر دیا۔ یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعات ہوئیں اور دونوں گروہوں کے ہر فرد کی ایک ایک رکعت ہوئی۔

1241 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى نَجْدٍ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ لَقِيَ جَمْعًا مِنْ غَطَفَانَ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، وَلَفْظُهُ عَلَى غَيْرِ لَفْظِ حَيْوَةَ، وَقَالَ فِيهِ: حِينَ رَكَعَ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ، قَالَ: فَلَمَّا قَامُوا مَشَوُا الْقَهْقَرَى إِلَى مَصَافِّ أَصْحَابِهِمْ، وَلَمْ يَذْكُرِ اسْتِدْبَارَ الْقِبْلَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی سمت روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب ہم ''نخل'' کے مقام ''ذات الرقاع'' پہنچے تو ہمارا غطفان کے ایک گروہ سے سامنا ہوا۔

اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے تاہم اس کے الفاظ ''حیوہ'' کے نقل کردہ الفاظ سے کچھ مختلف ہیں' اس میں ''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ والے افراد کے ساتھ رکوع اور سجدہ کرلیا'' کے بعد یہ الفاظ ہیں: جب وہ لوگ کھڑے ہوئے تو الٹے قدموں چلتے ہوئے (میدان جنگ میں) اپنے ساتھیوں کی جگہ آ گئے۔ اس میں قبلہ کے پیٹھ کی طرف ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

1242 - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَمَّا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ، فَحَدَّثَنَا، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَتْ: كَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَبَّرَتِ الطَّائِفَةُ الَّذِينَ صَفُّوا مَعَهُ، ثُمَّ رَكَعَ فَرَكَعُوا، ثُمَّ سَجَدَ، فَسَجَدُوا، ثُمَّ رَفَعَ فَرَفَعُوا، ثُمَّ مَكَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، ثُمَّ سَجَدُوا لِأَنْفُسِهِمُ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ قَامُوا فَنَكَصُوا عَلَى أَعْقَابِهِمْ يَمْشُونَ الْقَهْقَرَى، حَتّٰى قَامُوا مِنْ وَرَائِهِمْ، وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى، فَقَامُوا فَكَبَّرُوا، ثُمَّ رَكَعُوا لِأَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ سَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَجَدُوا مَعَهُ، ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَجَدُوا لِأَنْفُسِهِمُ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ قَامَتِ الطَّائِفَتَانِ جَمِيعًا فَصَلَّوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَكَعَ فَرَكَعُوا، ثُمَّ سَجَدَ فَسَجَدُوا جَمِيعًا، ثُمَّ عَادَ فَسَجَدَ الثَّانِيَةَ، وَسَجَدُوا مَعَهُ سَرِيعًا كَأَسْرَعِ الْإِسْرَاعِ جَاهِدًا، لَا يَأْلُونَ سِرَاعًا، ثُمَّ سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمُوا، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ شَارَكَهُ النَّاسُ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا

❁❁ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا ہے: وہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی آپ کے ساتھ صف میں شامل افراد نے بھی تکبیر کہی' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں گئے تو وہ لوگ بھی رکوع میں گئے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو وہ لوگ بھی سجدے میں چلے گئے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (سجدے سے) سر اٹھایا تو ان لوگوں نے بھی اٹھالیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہے اور ان لوگوں نے دوسرا سجدہ از خود کیا' پھر وہ لوگ کھڑے ہوئے اور اپنی ایڑیوں کے بل الٹے چلتے ہوئے پیچھے جا کر کھڑے ہو گئے' پھر دوسرا گروہ آیا' وہ لوگ کھڑے ہوئے انہوں نے تکبیر کہی' پھر انہوں نے از خود رکوع کیا' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سجدہ کیا' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ان لوگوں نے دوسرا سجدہ از خود کیا' پھر دونوں گروہ کھڑے ہو گئے' ان سب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

رکوع میں گئے تو انہوں نے بھی رکوع کیا' نبی اکرم ﷺ نے سجدہ کیا تو ان سب نے بھی سجدہ کیا' پھر نبی اکرم ﷺ اُٹھے' پھر آپ ﷺ نے دوسرا سجدہ کیا' تو انہوں نے بھی انتہائی تیزی کے ساتھ سجدہ کیا' تیزی کرنے میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیرا تو ان لوگوں نے بھی سلام پھیر دیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ اٹھ گئے' تو ان سب لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ پوری نماز میں حصہ لیا۔

بَابُ مَنْ قَالَ: يُصَلِّي بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَةً، ثُمَّ يُسَلِّمُ فَيَقُومُ كُلُّ صَفٍّ فَيُصَلُّونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: امام ہر ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھا کر سلام پھیر دے گا' پھر ہر صف اٹھے گی' اور وہ لوگ از خود ایک رکعت ادا کر لیں گے

1243 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةً، وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ، ثُمَّ انْصَرَفُوا، فَقَامُوا فِي مَقَامِ أُولَئِكَ، وَجَاءَ أُولَئِكَ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً أُخْرَى، ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ، ثُمَّ قَامَ هَؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ، وَقَامَ هَؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ نَافِعٌ، وَخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَلِكَ، قَوْلُ: مَسْرُوقٍ، وَيُوسُفُ بْنُ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَكَذَلِكَ رَوَى يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّهُ فَعَلَهُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائی' دوسرا گروہ دشمن کے مد مقابل تھا' پھر وہ لوگ واپس گئے اور ان کی جگہ پر آ گئے' وہ لوگ (آگے) آ گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ پھر یہ لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی باقی رہ جانے والی ایک رکعت ادا کی' پھر وہ لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی باقی رہ جانے والی ایک رکعت ادا کی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

مسروق اور یوسف بن مہران نے حضرت ابن عباس ؓ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

1243- اسنادہ صحیح. واخرجہ البخاری (4133)، ومسلم (839) (305)، والترمذی (572)، والنسائی فی "الکبری" (1941) من طریق معمر، والبخاری (942) و (4132)، والنسائی (1942) من طریق شعیب بن ابی حمزۃ، ومسلم (839) (305) من طریق فلیح بن سلیمان، ثلاثتھم عن الزھری، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (6351). واخرجہ بنحوہ البخاری (943)، ومسلم (839) (306)، والنسائی (1943) من طریق موسی بن عقبۃ، وابن ماجہ (1258) من طریق عبید اللہ بن عمر، کلاھما عن نافع، عن ابن عمر. وھو فی "مسند احمد" (6159)، و "صحیح ابن حبان" (2887).

حسن نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

بَابُ مَنْ قَالَ: يُصَلِّي بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَةً، ثُمَّ يُسَلِّمُ فَيَقُومُ الَّذِينَ خَلْفَهُ فَيُصَلُّونَ رَكْعَةً، ثُمَّ يَجِيءُ الْآخَرُونَ إِلَى مَقَامِ هٰؤُلَاءِ فَيُصَلُّونَ رَكْعَةً

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: امام ہر ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائے گا پھر وہ سلام پھیر دے گا پھر وہ لوگ جو اس کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے وہ اٹھ کر ایک رکعت ادا کریں گے پھر دوسرے لوگ اس جگہ پر آئیں گے اور وہ ایک رکعت ادا کریں گے

1244 - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا خُصَيْفٌ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْخَوْفِ، فَقَامُوا صَفًّا خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَفٌّ مُسْتَقْبِلَ الْعَدُوِّ، فَصَلَّى بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً، ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُونَ فَقَامُوا مَقَامَهُمْ، وَاسْتَقْبَلَ هٰؤُلَاءِ الْعَدُوَّ، فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَصَلَّوْا لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً، ثُمَّ سَلَّمُوا، ثُمَّ ذَهَبُوا فَقَامُوا مَقَامَ أُولٰئِكَ مُسْتَقْبِلِي الْعَدُوِّ، وَرَجَعَ أُولٰئِكَ إِلَى مَقَامِهِمْ فَصَلَّوْا لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً، ثُمَّ سَلَّمُوا.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز خوف پڑھائی تو ایک گروہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور دوسرا دشمن کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے پیچھے موجود گروہ) کو ایک رکعت پڑھائی' پھر دوسرے لوگ آ کر ان کی جگہ کھڑے ہو گئے اور ان لوگوں نے دشمن کی طرف رخ کر لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ایک رکعت پڑھائی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا' وہ لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے از خود ایک رکعت ادا کی' اور سلام پھیر دیا۔ پھر یہ لوگ گئے اور ان کی جگہ دشمن کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے' وہ لوگ اپنی جگہ واپس آئے انہوں نے ایک رکعت از خود ادا کر کے سلام پھیر دیا۔

1245 - حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ خُصَيْفٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: فَكَبَّرَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَبَّرَ الصَّفَّانِ جَمِيعًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، بِهٰذَا الْمَعْنَى، عَنْ خُصَيْفٍ، وَصَلَّى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَمُرَةَ، هٰكَذَا إِلَّا أَنَّ الطَّائِفَةَ الَّتِي صَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً، ثُمَّ سَلَّمَ مَضَوْا إِلَى مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ، وَجَاءَ هٰؤُلَاءِ فَصَلَّوْا لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى مَقَامِ أُولٰئِكَ، فَصَلَّوْا لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي

أَبِي، أَنَّهُمْ غَزَوْا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ كَابُلَ. فَصَلَّى بِنَا صَلَاةَ الْخَوْفِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی تو دونوں صفوں نے بھی تکبیر کہی یہی روایت ثوری نے بھی اس کی مانند نقل کی ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرف نماز پڑھائی تھی البتہ یہ ہوا کہ انہوں نے جس گروہ کو ایک رکعت پڑھا کر سلام پھیرا تھا' وہ لوگ اپنے ساتھیوں کی جگہ چلے گئے اور وہ (دوسرے) لوگ آ گئے' انہوں نے از خود ایک رکعت ادا کی' پھر یہ لوگ اُن کی جگہ چلے گئے اور پھر اُن لوگوں نے ایک رکعت از خود ادا کی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسلم بن ابراہیم نے' عبدالصمد بن حبیب کے والد کا یہ بیان نقل کیا ہے: انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کابل کی جنگ میں حصہ لیا۔ انہوں نے ہمیں نماز خوف پڑھائی۔

بَابُ مَنْ قَالَ: يُصَلِّي بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَةً وَلَا يَقْضُونَ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: امام ہر ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائے گا' اور وہ لوگ اسے مکمل نہیں کریں گے

1246 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي الْأَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ زَهْدَمٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بِطَبَرِسْتَانَ، فَقَامَ، فَقَالَ: أَيُّكُمْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْخَوْفِ؟ فَقَالَ حُذَيْفَةُ: أَنَا. فَصَلَّى بِهٰؤُلَاءِ رَكْعَةً، وَبِهٰؤُلَاءِ رَكْعَةً، وَلَمْ يَقْضُوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَمُجَاهِدٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَزِيدُ الْفَقِيرُ، وَأَبُو مُوسٰى،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَجُلٌ مِنَ التَّابِعِينَ لَيْسَ بِالْأَشْعَرِيِّ جَمِيعًا، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَدْ قَالَ بَعْضُهُمْ: عَنْ شُعْبَةَ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ الْفَقِيرِ: إِنَّهُمْ قَضَوْا رَكْعَةً أُخْرٰى، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَكَانَتْ لِلْقَوْمِ رَكْعَةً رَكْعَةً، وَلِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ

❁❁ ثعلبہ بن زہدم بیان کرتے ہیں: ہم سعید بن العاص کے ساتھ طبرستان میں موجود تھے' وہ کھڑے ہوئے انہوں نے دریافت کیا: آپ لوگوں میں سے کس نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز خوف ادا کی ہے؟ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

میں نے پھر انہوں نے ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائی اور ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائی۔ ان لوگوں نے دوسری رکعت ادا نہیں کی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبیداللہ اور مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن شقیق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ عبداللہ بن شقیق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ یزید فقیر اور ابوموسیٰ نے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بعض راویوں نے شعبہ کے حوالے سے یزید فقیر کی روایت میں یہ بات نقل کی ہے۔ ان لوگوں نے دوسری رکعت ادا کی تھی۔

سماع حنفی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اسی طرح نقل کیا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: تو لوگوں کی ایک' ایک رکعت ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعات ہوئیں۔

1247 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَرَضَ اللَّهُ تَعَالَى الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا، وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ، وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً

✿✿ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے' تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی' حضر کے عالم میں چار رکعات' سفر میں دو رکعات اور خوف کے عالم میں ایک رکعت فرض قرار دی ہے۔

سفر شرعی میں نماز کو قصر کر کے پڑھنے کا وجوب کا بیان

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے' تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم سفر میں قصر کرلو۔ (النساء:۱۰۱)

اور اب لوگ سفر میں کفار کے حملہ سے مامون ہیں! حضرت عمر! نے کہا جس چیز سے تم کو تعجب ہوا ہے مجھے بھی تعجب ہوا تھا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ (قصر) صدقہ ہے جس کا اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے' تم اس کے صدقہ کو قبول کرلو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۶۸۶' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۱۹۹' ۱۲۰۰' سنن کبری للنسائی رقم الحدیث:۱۱۱۲۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۰۶۵' سنن دارمی رقم الحدیث:۱۵۰۴' صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث:۹۴۵' مسند احمد ج۱ رقم الحدیث:۱۷۴' سنن کبری للبیہقی ج۳ ص۱۴۱-۱۴۰)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا ہے کہ اللہ کے صدقہ کو قبول کرو اور اصل میں امر وجوب کے لیے آتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے' سو اگر کسی نے دانستہ سفر میں پوری نماز پڑھی تو وہ گنہ گار ہوگا۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

امیہ بن خالد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ قرآن مجید میں حضر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز خوف کا بھی قرآن میں ذکر ہے اور سفر میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ ہم نے جو سیدنا محمد ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے ہم وہی کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۰۶۶' سنن نسائی رقم الحدیث:۱۴۳۳)

مسافت شرعی کی مقدار میں مذاہب ائمہ کا بیان

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک میل کے سفر پر بھی جائے تو قصر کرے گا۔ (السراج الوہاج' ج۱ ص ۲۷۷)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے ایک دن کی مسافت ہے۔

(بدایۃ المجتہد ۱ ص ۱۲۱' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔

(المہذب مع شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک بھی مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۴۷' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ تین دن سے کم سفر میں مسافر قصر کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں میں نے پوچھا اگر وہ تین دن یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر کرے؟ فرمایا: اپنے شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا شروع کر دے' میں نے پوچھا تین دن کے تعین کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے' میں نے اس مسئلہ کو عورت کے سفر پر قیاس کیا ہے۔ (المبسوط ج۱ ص ۲۶۵' مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۳۸۶ھ)

مسافت قصر کا اندازہ بحساب انگریزی میل وکلومیٹر:

احناف کے نزدیک قصر کا موجب درحقیقت تین دن کا سفر ہے جس کو پیدل چل کر یا اونٹ پر سوار ہو کر انسانی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ پورا کیا جائے۔ متاخرین فقہاء کرام نے مسلمانوں کی سہولت کے لیے اندازہ کیا کہ اس اعتبار سے یہ مسافت کتنے فرسخ میں طے کی جائے گی۔ بعض فقہاء نے اس مسافت کو اکیس (۲۱) فرسخ قرار دیا بعض نے پندرہ فرسخ قرار دیا اور مفتی بہ اٹھارہ فرسخ کا قول ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۹' مطبوعہ مصر' غنیۃ المستملی ص ۴۹۸' مطبوعہ مجتبائی دہلی)

سمندری سفر میں مسافت شرعیہ کا معیار

سمندری سفر میں تین دن کی مسافت معتبر ہے جب کہ ہوا معتدل ہو نہ بہت تیز ہو نہ بالکل ساکن ہو' جیسا کہ پہاڑ میں بھی تین

دن کی مسافت معتبر ہوتی ہے۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ مصر)

علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

سمندر کے سفر میں جب ہوا معتدل ہو تو پھر تین دن کی مسافت کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ لوگوں کو اپنے عرف میں معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس مسئلہ میں ان سے رجوع کیا جائے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ سمندری سفر میں بادبانی کشتی تین دن میں جتنی مسافت طے کرتی ہے وہ سفر شرعی کا معیار ہے خواہ دخانی کشتی کے ذریعہ وہ سفر ایک دن یا اس سے کم میں بھی طے کر لیا جائے اب یہ بادبانی کشتیوں کے ملاحوں سے معلوم کرنا چاہئے کہ معتدل ہوا کے ساتھ وہ تین دن میں کتنا سفر طے کر لیتے ہیں وہی سفر شرعی کا معیار ہوگا۔

بَابُ مَنْ قَالَ: يُصَلِّي بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: امام ہر ایک گروہ کو دو رکعت پڑھائے گا

1248 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَوْفٍ الظُّهْرَ، فَصَفَّ بَعْضُهُمْ خَلْفَهُ، وَبَعْضُهُمْ بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ، فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ فَانْطَلَقَ الَّذِينَ صَلَّوْا مَعَهُ، فَوَقَفُوا مَوْقِفَ أَصْحَابِهِمْ، ثُمَّ جَاءَ أُولَئِكَ فَصَلَّوْا خَلْفَهُ، فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعًا، وَلِأَصْحَابِهِ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، وَبِذَلِكَ كَانَ يُفْتِي الْحَسَنُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ فِي الْمَغْرِبِ يَكُونُ لِلْإِمَامِ سِتُّ رَكَعَاتٍ، وَلِلْقَوْمِ ثَلَاثٌ ثَلَاثٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَذَلِكَ قَالَ سُلَيْمَانُ الْيَشْكُرِيُّ: عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے خوف کے عالم میں ظہر کی نماز پڑھائی' بعض لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی اور بعض نے دشمن کے مدمقابل صف بنائی' نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو دو رکعات پڑھا کر سلام پھیر دیا' جن لوگوں نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی تھی' وہ لوگ گئے اور اپنے ساتھیوں کی جگہ کھڑے ہو گئے' وہ لوگ آئے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی' نبی اکرم ﷺ نے انہیں دو رکعات پڑھا کر سلام پھیر دیا' تو نبی اکرم ﷺ کی چار رکعات ہوئیں اور آپ ﷺ کے اصحاب کی دو' دو رکعات ہوئیں۔

حسن بصری اس روایت کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مغرب کی نماز بھی اسی طرح ادا کی جائے گی' امام کی چھ رکعات ہوں گی اور لوگوں کی تین' تین رکعات ہوں گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن ابوکثیر نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہی روایت نقل کی ہے۔

سلیمان یشکری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کی روات نقل کی ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الطَّالِبِ

باب: جو شخص (دشمن کا) پیچھا کر رہا ہو اس کا نماز ادا کرنا

1249 - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِلٰى خَالِدِ بْنِ سُفْيَانَ الْهُذَلِيِّ، وَكَانَ نَحْوَ عُرَنَةَ وَعَرَفَاتٍ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَاقْتُلْهُ، قَالَ: فَرَاَيْتُهُ وَحَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَقُلْتُ: اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ مَا اِنْ اُؤَخِّرِ الصَّلَاةَ، فَانْطَلَقْتُ اَمْشِيْ وَاَنَا اُصَلِّيْ اُوْمِئُ اِيْمَاءً، نَحْوَهُ، فَلَمَّا دَنَوْتُ مِنْهُ، قَالَ لِيْ: مَنْ اَنْتَ؟ قُلْتُ: رَجُلٌ مِنَ الْعَرَبِ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تَجْمَعُ لِهٰذَا الرَّجُلِ، فَجِئْتُكَ فِيْ ذَاكَ، قَالَ: اِنِّيْ لَفِيْ ذَاكَ، فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً حَتّٰى اِذَا اَمْكَنَنِيْ عَلَوْتُهُ بِسَيْفِيْ حَتّٰى بَرَدَ

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خالد بن سفیان ہذلی کی طرف بھیجا' جو عرنہ اور عرفات کی طرف تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور اسے قتل کر دو' راوی کہتے ہیں: جب میں نے اسے دیکھا تو اس وقت عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے سوچا' مجھے یہ اندیشہ ہے' اگر میں نے اس تک پہنچنا ہے تو مجھے نماز مؤخر کرنی پڑے گی' میں اس کی طرف چل پڑا' میں اشارے سے نماز ادا کر رہا تھا' جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا: میں ایک عرب ہوں' مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ تم ان صاحب (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف لوگوں کو اکٹھا کر رہے ہو؟ میں اسی سلسلے میں تمہارے پاس آیا ہوں' اس نے کہا: میں یہ کر رہا ہوں' میں کچھ دیر اس کے ساتھ چلتا رہا' یہاں تک کہ جیسے ہی مجھے موقعہ ملا میں نے اس پر تلوار کا وار کر کے اسے ٹھنڈا کر دیا۔

بَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ التَّطَوُّعِ وَرَكَعَاتِ السُّنَّةِ

باب: نوافل اور سنتوں کی رکعت کے بارے میں فروعی (احکام)

1250 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا، بُنِيَ لَهُ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ

سیّدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص روزانہ بارہ رکعت نفل (یعنی سنتیں) ادا کرے گا ان کی وجہ سے اس شخص کے لیے جنت میں گھر بنا دیا جائے گا''

1251 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، الْمَعْنَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ، سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ التَّطَوُّعِ، فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا فِي بَيْتِي، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّي بِهِمُ الْعِشَاءَ، ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيهِنَّ الْوِتْرُ، وَكَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا، وَلَيْلًا طَوِيلًا جَالِسًا، فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ، رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَاعِدٌ، رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْفَجْرِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے میرے گھر میں چار رکعت ادا کرتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے

1251- اسنادہ صحیح. خالد: ھو ابن مھران الحذاء. واخرجہ تاما و مقطعاً مسلم (730)، وابن ماجہ (1164)، والترمذی (438) والنسائی فی "الکبری" (334) من طریق خالد الحذاء، بھذا الاسناد وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح. وھو فی "مسند احمد" (24019)، و"صحیح ابن حبان" (2475).

اور لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے' پھر آپ ﷺ میرے گھر واپس تشریف لا کر دو رکعت ادا کرتے تھے' جب آپ ﷺ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھا کر میرے گھر واپس آتے تھے' تو آپ ﷺ دو رکعت ادا کرتے تھے' جب آپ ﷺ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا دیتے اور میرے گھر تشریف لاتے تھے' تو آپ ﷺ دو رکعت ادا کرتے تھے آپ ﷺ رات کے وقت نو رکعت ادا کرتے تھے جن میں وتر شامل ہوتے تھے۔ آپ ﷺ رات کے وقت طویل قیام والی نماز ادا کرتے تھے' اور طویل جلوس والی نماز ادا کرتے تھے' جب آپ ﷺ قیام کی حالت میں قرأت کرتے تھے' تو آپ ﷺ قیام کی حالت سے ہی رکوع اور سجدے میں جاتے تھے اور جب آپ ﷺ بیٹھ کر قرأت کرتے تھے' تو آپ ﷺ بیٹھنے کے دوران ہی رکوع اور سجدے میں چلے جاتے تھے۔ جب صبح صادق ہو جاتی تھی' تو آپ ﷺ دو رکعت (سنت) ادا کرتے تھے' پھر آپ ﷺ تشریف لے جاتے اور لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے تھے۔

1252 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ، وَبَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے آپ ﷺ مغرب کے بعد دو رکعت اپنے گھر میں ادا کرتے تھے اور عشاء کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے جمعہ کے بعد آپ ﷺ اس وقت تک (نفل) نماز نہیں کرتے تھے' جب تک (گھر) واپس تشریف نہیں لے جاتے پھر آپ ﷺ دو رکعت ادا کرتے تھے۔

1253 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ظہر سے پہلے کی چار رکعت اور فجر سے پہلے کی دو رکعت ترک نہیں کرتے تھے۔

بَابُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: فجر کی دو رکعت (سنتیں)

1254 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي عَطَاءٌ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مُعَاهَدَةً مِنْهُ عَلَى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے کی دو رکعت (سنت) سے زیادہ اہتمام کے ساتھ اور کوئی نفل نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

بَابٌ فِيْ تَخْفِيفِهِمَا

باب: انہیں مختصر ادا کرنا

1255 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، حَتّٰى اِنِّيْ لَاَقُوْلُ: هَلْ قَرَاَ فِيْهِمَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر سے پہلے کی دو سنتیں اتنی مختصر ادا کرتے تھے کہ میں یہ سوچتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی ہے۔

1256 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت میں سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص کی تلاوت کرتے تھے۔

1257 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنِيْ اَبُوْ زِيَادَةَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادَةَ الْكِنْدِيُّ، عَنْ بِلَالٍ، اَنَّهُ حَدَّثَهُ، اَنَّهُ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُؤْذِنَهُ بِصَلَاةِ الْغَدَاةِ، فَشَغَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِلَالًا بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ حَتّٰى فَضَحَهُ الصُّبْحُ، فَاَصْبَحَ جِدًّا، قَالَ: فَقَامَ بِلَالٌ، فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، وَتَابَعَ اَذَانَهُ، فَلَمْ يَخْرُجْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا خَرَجَ صَلّٰى بِالنَّاسِ، وَاَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ شَغَلَتْهُ بِاَمْرٍ سَاَلَتْهُ عَنْهُ، حَتّٰى اَصْبَحَ جِدًّا، وَاَنَّهُ اَبْطَاَ عَلَيْهِ بِالْخُرُوْجِ، فَقَالَ: اِنِّيْ كُنْتُ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّكَ اَصْبَحْتَ جِدًّا، قَالَ: لَوْ اَصْبَحْتُ اَكْثَرَ مِمَّا اَصْبَحْتُ لَرَكَعْتُهُمَا، وَاَحْسَنْتُهُمَا، وَاَجْمَلْتُهُمَا

⊛⊛ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز کے

1257- رجاله ثقات الا انه منقطع بين عبيد الله بن زيادة وبين بلال بن رباح، وما وقع هنا من التصريح بالسماع بينهما فهو وهم من ابی المغيرة واسمه عبد القدوس بن الحجاج، كما بسطناه في تعليقنا على "مسند احمد." وهو في "المسند" (23910)، ومن طريقه اخرجه البيهقي 2/ 471، واخرجه البزار (1381)، والطبراني في "الشاميين" (791)، والدولابي في "الكنى" 1811/، وابن عساكر في "تاريخه" 43037/ من طريق ابي المغيرة، بهذا الاسناد. واخرجه ابن عساكر 42937/ 430- من طريق الوليد بن مسلم، عن عبد الله بن العلاء، به،

لیے بلائیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں کسی کام میں مشغول کر دیا جو کام انہوں نے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: یہاں تک کہ اچھی طرح صبح ہو گئی راوی کہتے ہیں: پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے بلایا وہ مسلسل گزارش کرتے رہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہیں لائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھا دی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ایک کام کہا تھا' جس کی وجہ سے وہ مصروف رہے یہاں تک کہ انتہائی صبح ہو گئی نیز یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تشریف لانے میں دیر کر دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں فجر کی دو رکعت (سنتیں) ادا کر رہا تھا۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اچھی خاصی صبح ہو چکی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اس سے زیادہ صبح ہو چکی ہوتی' تو بھی میں ان دو رکعت کو ادا کرتا اور انہیں زیادہ خوبصورتی اور عمدگی کے ساتھ ادا کرتا۔

1258 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ اِسْحَاقَ الْمَدَنِيَّ، عَنِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ سَيْلَانَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَدَعُوهُمَا، وَاِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم ان دو (رکعت سنت) کو نہ چھوڑنا' خواہ گھوڑے تم پر حملہ آور ہو چکے ہوں''۔

1259 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ، اَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ كَثِيرًا مِمَّا كَانَ يَقْرَاُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: بِ (آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا) (البقرة: 136) هٰذِهِ الْآيَةُ. قَالَ: هٰذِهِ فِي الرَّكْعَةِ الْاُولٰى، وَفِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ بِ (آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ) (آل عمران: 52)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت (سنت) میں اکثر یہ آیات تلاوت کرتے تھے۔

''ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں یہ پڑھتے تھے' جبکہ دوسری رکعت میں یہ پڑھتے تھے۔

''ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور تم اس بات کے گواہ ہو جاؤ کہ ہم مسلمان ہیں''۔

1260 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ يَعْنِي ابْنَ مُوسٰى، عَنْ اَبِي الْغَيْثِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقْرَاُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: (قُلْ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا) (آل عمران: 84) فِي الرَّكْعَةِ الْاُولٰى، وَفِي الرَّكْعَةِ الْاُخْرٰى بِهٰذِهِ الْآيَةِ: (رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ) (آل عمران: 53) اَوْ (اِنَّا

أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ ﴾ (البقرة: 119) . شَكَّ الدَّرَاوَرْدِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی دو رکعت میں یہ آیات تلاوت کرتے ہوئے سنا جن میں پہلی رکعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔

''تم یہ فرمادو! ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو ہم پر نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے''۔

جبکہ دوسری رکعت میں یہ آیت تلاوت کی۔

''اے ہمارے پروردگار! ہم اس چیز پر ایمان لائے جو تو نے نازل کی ہے ہم نے رسول کی پیروی کی تو ہمیں گواہوں کے ساتھ نوٹ کر لے''۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) یہ آیت تلاوت کی۔

''بے شک ہم نے تمہیں حق کے ہمراہ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور تم سے اہل جہنم کے بارے میں دریافت نہیں کیا جائے گا''۔

یہ شک دراوردی نامی راوی کو ہے۔

بَابُ الِاضْطِجَاعِ بَعْدَهَا

باب: ان کو ادا کرنے کے بعد لیٹ جانا

1261 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو كَامِلٍ، وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ، فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى يَمِينِهِ، فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ: أَمَا يُجْزِئُ أَحَدَنَا مَمْشَاهُ إِلَى الْمَسْجِدِ حَتَّى يَضْطَجِعَ عَلَى يَمِينِهِ، قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ: لَا، قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عُمَرَ، فَقَالَ: أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَى نَفْسِهِ، قَالَ: فَقِيلَ لِابْنِ عُمَرَ: هَلْ تُنْكِرُ شَيْئًا مِمَّا يَقُولُ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّهُ اجْتَرَأَ وَجَبُنَّا، قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: فَمَا ذَنْبِي إِنْ كُنْتُ حَفِظْتُ وَنَسُوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص (فجر کی) دو رکعت سنت ادا کر لے تو اسے دائیں پہلو کے بل لیٹ جانا چاہئے''۔

اس پر مروان بن حکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دائیں پہلو کے بل لیٹنے سے پہلے مسجد کی طرف چلا جائے؟

عبیداللہ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی نہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس بات کی اطلاع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ملی تو انہوں نے فرمایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو زیادہ سخت چیز کا پابند کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: کیا آپ اس چیز کا انکار کرتے ہیں جو انہوں نے بیان کیا؟ انہوں نے فرمایا: جی نہیں! لیکن انہوں نے جرأت کا اظہار کیا اور ہم نے بزدلی کا اظہار کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس بات کی اطلاع حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے فرمایا: اس میں میرا کیا قصور ہے کہ میں نے بات یاد رکھی اور وہ بھول گئے ہیں۔

1262 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضَى صَلَاتَهُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ نَظَرَ، فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وَاِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اَيْقَظَنِي، وَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَيُؤْذِنَهُ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى الصَّلَاةِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے آخر میں اپنی نفل نماز مکمل کر لیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا جائزہ لیتے تھے اگر میں بیدار ہوتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ بات چیت کر لیتے تھے اور اگر میں سو رہی ہوتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بیدار کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت ادا کرتے تھے اور پھر لیٹ جاتے تھے' یہاں تک کہ موذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی نماز کے لیے بلاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو مختصر رکعت (سنتیں) ادا کرتے تھے اور پھر نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

1263 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَمَّنْ حَدَّثَهُ ابْنُ اَبِي عَتَّابٍ، اَوْ غَيْرُهُ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَاِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ، وَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعت (سنت) ادا کر لیتے تھے' تو اگر میں سو رہی ہوتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ جاتے اور اگر میں جاگ رہی ہوتی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ بات چیت کر لیتے تھے۔

1264 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، وَزِيَادُ بْنُ يَحْيَى قَالَا: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ، عَنْ اَبِي مَكِينٍ، حَدَّثَنَا اَبُو الْفُضَيْلِ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِي بَكْرَةَ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَكَانَ لَا يَمُرُّ بِرَجُلٍ اِلَّا نَادَاهُ بِالصَّلَاةِ، اَوْ حَرَّكَهُ بِرِجْلِهِ، قَالَ زِيَادٌ

1263- حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف لابهام الواسطة بين زياد بن سعد وابن ابي عتاب واسمه زيد، لكن قد توبع في الاسناد السابق، واخرجه الحميدي (176)، واسحاق بن راهويه (1053)، ومسلم (743)، ويعقوب الفسوي في "المعرفة" /6972/، وابو عوانة /2772 و278، والبيهقي /463

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْفُضَيْلِ

مسلم بن ابوبکرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں فجر کی نماز کے لیے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلا نبی اکرم ﷺ جس بھی آدمی کے پاس سے گزرتے تو آپ ﷺ اسے بلند آواز میں نماز کے لیے بلاتے رہے یا پاؤں کے ذریعے اسے حرکت دیتے رہے۔

زیاد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ابوفضیل نے ہمیں حدیث بیان کی۔

بَابٌ إِذَا أَدْرَكَ الْإِمَامَ، وَلَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

باب: جب کوئی شخص امام کو (نماز کی حالت میں) پائے اور اس نے فجر کی دو رکعت ادا نہ کی ہوں

1265 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ، فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: يَا فُلَانُ، أَيَّتُهُمَا صَلَاتُكَ؟ الَّتِي صَلَّيْتَ وَحْدَكَ، أَوِ الَّتِي صَلَّيْتَ مَعَنَا؟

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت فجر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے دو رکعت (سنتیں) ادا کیں، پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز باجماعت میں شریک ہو گیا جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کی تو دریافت کیا: اے فلاں! تم نے ان دونوں میں سے کون سی نماز کو اپنی نماز شمار کیا ہے؟ وہ جو تم نے تنہا ادا کی تھی یا وہ جو تم نے ہمارے ساتھ ادا کی ہے۔

1266 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ وَرْقَاءَ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب نماز کھڑی ہو جائے' تو پھر فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز ادا نہیں کی جائے گی''۔

1265- اسناده صحيح. عاصم: هو ابن سليمان الاحول. واخرجه مسلم (712)، وابن ماجه (1152)، والنسائي في "الكبرى" (943) من طرق عن عاصم الاحول، عن عبدالله بن سرجس. وهو في "مسند احمد" (20777)، و "صحيح ابن حبان" (2191).

بَابُ مَنْ فَاتَتْهُ مَتٰى يَقْضِيهَا

باب: جس کی یہ سنتیں رہ جائیں وہ انہیں کب قضاء کرے گا

1267 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُصَلِّي بَعْدَ رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الصُّبْحِ رَكْعَتَانِ. فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنِّي لَمْ أَكُنْ صَلَّيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، فَصَلَّيْتُهُمَا الْآنَ. فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صبح کی نماز کے بعد دو رکعت ادا کرتے ہوئے دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبح کی نماز میں دو رکعت ہوتی ہیں اس شخص نے عرض کی: میں اس سے پہلے کی دو رکعت (سنتیں) ادا نہیں کر پایا تھا وہ میں نے اب ادا کرلی ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔

1268 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى الْبَلْخِيُّ، قَالَ: قَالَ سُفْيَانُ: كَانَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى عَبْدُ رَبِّهِ، وَيَحْيَى ابْنَا سَعِيدٍ هَذَا الْحَدِيثَ مُرْسَلًا، أَنَّ جَدَّهُمْ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدربہ اور یحییٰ نے یہ روایت مرسل حدیث کے طور پر نقل کی ہے کہ ان کے دادا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی اس کے بعد پورا واقعہ بیان کیا ہے۔

بَابُ الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَبَعْدَهَا

باب: ظہر سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعت ادا کرنا

1269 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنِ النُّعْمَانِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا، حَرُمَ عَلَى النَّارِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ مَكْحُولٍ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں وہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعت (سنت) اور اس کے بعد چار رکعت (سنت) باقاعدگی سے ادا کرتا رہے وہ جہنم پر حرام قرار دے دیا جائے گا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1270 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ عُبَيْدَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ مِنْجَابٍ، عَنْ قَرْثَعٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ لَيْسَ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ، تُفْتَحُ لَهُنَّ أَبْوَابُ السَّمَاءِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ، قَالَ: لَوْ حَدَّثْتُ عَنْ عُبَيْدَةَ بِشَيْءٍ لَحَدَّثْتُ عَنْهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عُبَيْدَةُ ضَعِيفٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ابْنُ مِنْجَابٍ هُوَ سَهْمٌ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

"ظہر سے پہلے کی ایسی چار رکعت جن کے درمیان سلام نہ پھیرا گیا ہو ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں: اگر میں نے عبیدہ کے حوالے سے کوئی روایت نقل کرنا ہوتی' تو میں ان کے حوالے سے یہ روایت نقل کر دیتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبیدہ نامی راوی ضعیف ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن منجاب نامی راوی کا نام سہم ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعَصْرِ

باب: عصر سے پہلے (سنت) نماز ادا کرنا

1271 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنِي جَدِّي أَبُو الْمُثَنَّى، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللهُ امْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرتا ہے"۔

1272 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ

1271- اسنادہ حسن. واخرجہ الترمذی (432) من طرق عن ابی داود الطیالسی، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (5980)، و"صحیح ابن حبان" (2453). وفی الباب عن علی عند احمد (650).

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے دو رکعت (سنت) ادا کرتے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ

باب: عصر کے بعد نماز ادا کرنا

1273 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، أَرْسَلُوهُ إِلَى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا، وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَقُلْ: إِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّينَهُمَا، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُمَا، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا، فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي بِهِ، فَقَالَتْ: سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ، فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ، فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا، فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُمَا، ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيهِمَا، أَمَّا حِينَ صَلَّاهُمَا، فَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَصَلَّاهُمَا، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ، فَقُلْتُ: قُومِي بِجَنْبِهِ، فَقُولِي لَهُ: تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَسْمَعُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ، وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ، فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ، قَالَتْ: فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهِ، فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، إِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ، فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ

کریب جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبدالرحمن بن ازہر رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا ان لوگوں نے کہا: تم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہماری طرف سے سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد کی دو رکعت کے بارے میں دریافت کرنا اور یہ کہنا ہمیں یہ پتہ چلا ہے کہ آپ یہ دو رکعت ادا کرتی ہیں جب کہ ہم تک یہ اطلاع بھی پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعت سے منع کیا ہے (راوی کہتے ہیں:) میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے انہیں وہ پیغام سنایا جس کے ہمراہ ان لوگوں نے مجھے بھیجا تھا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں دریافت کرو میں وہاں سے نکل کر ان حضرات کے پاس آیا اور انہیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے بارے میں بتایا تو ان حضرات نے مجھے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اسی سوال کے ہمراہ بھیج دیا جس کے ہمراہ انہوں نے مجھے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا تھا۔ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو رکعت سے منع کرتے ہوئے سنا۔ پھر ایک مرتبہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دو رکعت ادا کرتے ہوئے دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو رکعت ادا کی تھیں اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد گھر میں تشریف لائے میرے پاس انصار

کے قبیلے بنوحرام سے تعلق رکھنے والی کچھ خواتین موجود تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان دو رکعت کو ادا کیا میں نے ایک لڑکی کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجی میں نے کہا: تم نبی اکرم ﷺ کے پاس کھڑی ہو جانا اور آپ ﷺ کی خدمت میں گزارش کرنا اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا عرض کر رہی ہے یا رسول اللہ! میں نے تو آپ ﷺ کو ان دو رکعت سے منع کرتے ہوئے سنا ہے اور اب میں آپ ﷺ کو دیکھ رہی ہوں آپ ﷺ انہیں ادا کر رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے اشارہ کیا تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اس لڑکی نے ایسا ہی کیا پھر نبی اکرم ﷺ نے اسے اپنے دست مبارک کے ذریعے اشارہ کیا کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے ابوامیہ کی صاحبزادی (یعنی سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا مراد ہیں) تم نے عصر کے بعد کی دو رکعت کے بارے میں دریافت کیا: ہے میرے پاس عبدالقیس قبیلے سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ اپنی قوم کے اسلام کے سلسلے میں آ گئے تھے انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعت ادا کرنے نہیں دیں' تو یہ وہ دو رکعت ہیں (جو میں نے اب ادا کی ہیں)"

عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں عصر کے بعد اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال آ گیا تھا جس میں مشغولیت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی دو رکعتیں ادا نہ کر سکے پس ان (دو رکعتوں کو) عصر کے بعد پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا نہیں کیا اس باب میں حضرت عائشہ ام سلمہ میمونہ اور ابوموسیٰ سے بھی روایات مروی ہیں ابوعیسیٰ کہتے ہیں حدیث ابن عباس حسن ہے کئی حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے یہ اس روایت کے خلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے اور حدیث ابن عباس اصح ہے اس لئے کہ انہوں نے فرمایا کہ پھر دوبارہ نہیں پڑھیں اور زید بن ثابت سے بھی ابن عباس کی روایت کی مثل منقول ہے اور اس باب میں حضرت عائشہ سے کئی روایات مروی ہیں ان سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد ان کے پاس اس طرح کبھی داخل نہیں ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں اور ان سے ام سلمہ کے واسطے سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع کیا۔

اور فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور اکثر اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور فجر کے بعد طلوع آفتاب تک نماز ادا کرنا مکروہ ہے لیکن ان دونوں اوقات میں مکہ میں طواف کے بعد نماز پڑھنا نماز نہ پڑھنے کے حکم سے مستثنیٰ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں رخصت نقل کی گئی ہے اور اہل علم کی ایک جماعت جن میں صحابہ اور ان کے بعد کے علماء شامل ہیں کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے جب کہ صحابہ اور ان کے بعد کے اہل علم کی ایک جماعت نے طواف کے نوافل کو بھی ان اوقات میں مکروہ سمجھا ہے اور سفیان ثوری، مالک بن انس اور بعض اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 177)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے (لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ تم لوگ نماز پڑھتے ہو اور ہم سرور کونین ﷺ کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے آپ ﷺ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ آپ ﷺ نے تو ان سے (یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے سے) منع فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1015)

حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسئلے میں کہ آیا عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث ثابت ہیں کہ آپ ﷺ نے عصر کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد کوئی دوسری نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے نیز صحابہ کا عمل بھی اسی پر رہا ہے اس واسطے یہ کسی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کے کچھ خلاف کرے یعنی عصر کے بعد نماز پڑھنے کو جائز قرار دے۔

بَابُ مَنْ رَخَّصَ فِيهِمَا إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً

باب: جس نے ان دونوں کے بارے میں رخصت دی ہے جبکہ سورج ابھی بلند ہو

1274 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ الْأَجْدَعِ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ، إِلَّا وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ

❁❁ حضرت علی رٖضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عصر کے بعد نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے البتہ اگر سورج بلند ہو (تو حکم مختلف ہے)

1275 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي إِثْرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ رَكْعَتَيْنِ، إِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد دو رکعت (سنت) ادا کرتے تھے البتہ فجر اور عصر کا معاملہ مختلف ہے۔

1276 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: شَهِدَ عِنْدِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ - وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ - أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ

1276- اسناده صحيح. ابان: هو ابن يزيد العطار، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وابو العالية: هو رفيع بن مهران الرياحي. واخرجه البخاري (581)، ومسلم (826)، وابن ماجه (1250)، والترمذي (181)، والنسائي في "الكبرى" (367) من طرق عن قتادة، بهذا الاسناد.وهو في "مسند احمد" (110). واخرجه مختصراً بالنهي عن الصلاة بعد العصر النسائي (368) من طريق طاووس عن ابن عبا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بعض پسندیدہ حضرات نے اس بات کی گواہی دی جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور ان حضرات میں میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں یہ حضرات بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز ادا نہیں کی جائے گی' اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز ادا نہیں کی جائے گی''۔

1277 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ اَبِي سَلَّامٍ، عَنْ اَبِي اُمَامَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ، اَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَيُّ اللَّيْلِ اَسْمَعُ؟ قَالَ: جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرِ، فَصَلِّ مَا شِئْتَ، فَاِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَكْتُوبَةٌ، حَتّٰى تُصَلِّيَ الصُّبْحَ، ثُمَّ اَقْصِرْ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَتَرْتَفِعَ قِيسَ رُمْحٍ، اَوْ رُمْحَيْنِ، فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَيُصَلِّي لَهَا الْكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ مَا شِئْتَ، فَاِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَكْتُوبَةٌ، حَتّٰى يَعْدِلَ الرُّمْحُ ظِلَّهُ، ثُمَّ اَقْصِرْ، فَاِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ، وَتُفْتَحُ اَبْوَابُهَا، فَاِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ، فَصَلِّ مَا شِئْتَ، فَاِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ، حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ، ثُمَّ اَقْصِرْ، حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، وَيُصَلِّي لَهَا الْكُفَّارُ، وَقَصَّ حَدِيثًا طَوِيلًا. قَالَ الْعَبَّاسُ: هٰكَذَا حَدَّثَنِي اَبُو سَلَّامٍ، عَنْ اَبِي اُمَامَةَ، اِلَّا اَنْ اُخْطِئَ شَيْئًا لَا اُرِيدُهُ، فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوبُ اِلَيْهِ

حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! رات کا کون سا حصہ (دعا کی قبولیت کے لیے) زیادہ مناسب ہوتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری نصف حصہ' تم جتنی چاہو نماز ادا کرو کیونکہ نماز میں فرشتوں کی حاضری بھی ہوتی ہے اور اسے نوٹ بھی کیا جاتا ہے' یہاں تک کہ تم فجر کی نماز ادا کرلو پھر تم نماز ادا کرنے سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور ایک یا دو نیزے جتنا بلند ہو جائے کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور کفار اس کی عبادت کرتے ہیں' پھر تم جتنی چاہو نماز ادا کر سکتے ہو' کیونکہ ہر ادا کی جانے والی نماز میں فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے اور اسے نوٹ کیا جاتا ہے' یہاں تک کہ نیزہ اپنے سائے کے برابر ہو جائے (یعنی زوال کا وقت ہو جائے) پھر تم نماز ادا کرنے سے رک جاؤ کیونکہ اس وقت میں جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے اور اس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جب سورج ڈھل جائے' تو تم جتنی چاہو نماز ادا کرو کیونکہ نماز میں فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے' یہاں تک کہ جب تم عصر کی نماز ادا کرلو تو سورج غروب ہونے تک نماز ادا کرنے سے رک جاؤ کیونکہ یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس دوران کفار اس کی عبادت کرتے ہیں۔

اس کے بعد راوی نے طویل واقعہ نقل کیا ہے۔

عباس نامی راوی کہتے ہیں: ابوسلام نامی راوی نے ابوامامہ کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے' البتہ میں نے اس میں کچھ غلطی کی ہے' جو میں کرنا نہیں چاہتا تھا تو اس بارے میں' میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں' توبہ

کرتا ہوں۔

1278 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا قُدَامَةُ بْنُ مُوسَى، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ يَسَارٍ، مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: رَآنِي ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا أُصَلِّي، بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، فَقَالَ: يَا يَسَارُ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَاةَ، فَقَالَ: لِيُبَلِّغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ، لَا تُصَلُّوا بَعْدَ الْفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ

یسار جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھا کہ میں صبح صادق ہوجانے کے بعد نماز ادا کررہا تھا انہوں نے فرمایا: اے یسار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم اس وقت یہ نماز ادا کررہے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جولوگ موجود ہیں وہ غیر موجود لوگوں تک اس پیغام کو پہنچادیں کہ تم لوگ صبح صادق کو جانے کے بعد صرف دو رکعت (سنت) ادا کرو''۔

1279 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، وَمَسْرُوقٍ، قَالَا: نَشْهَدُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: مَا مِنْ يَوْمٍ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا صَلَّى بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ

اسود اور مسروق بیان کرتے ہیں: ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات بیان کرتے ہیں: انہوں نے یہ بات بیان کی ہے۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی میرے ہاں تشریف لاتے تھے آپ عصر کے بعد دو رکعت ادا کیا کرتے تھے''۔

1280 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا عَمِّي، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ ذَكْوَانَ، مَوْلَى عَائِشَةَ، أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ، وَيَنْهَى عَنْهَا، وَيُوَاصِلُ، وَيَنْهَى عَنِ الْوِصَالِ

ذکوان بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ بتایا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد نماز ادا کیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ نماز ادا کرنے سے منع کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود صوم وصال رکھتے تھے اور (لوگوں کو) صوم وصال رکھنے سے منع کرتے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب سے پہلے (نفل) ادا کرنا

1281 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ لِمَنْ شَاءَ، خَشْيَةَ أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً

حضرت عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مغرب سے پہلے دو رکعت ادا کرو'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغرب سے پہلے دو رکعت ادا کرو (یہ حکم) اس شخص کے لیے ہے' جو یہ (رکعت ادا کرنا) چاہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اندیشے کے تحت یہ حکم دیا تھا کہ کہیں لوگ اسے سنت کے طور پر اختیار نہ کرلیں۔

1282 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَزَّازُ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: أَرَآكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، رَآنَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا، وَلَمْ يَنْهَنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم لوگ مغرب سے پہلے دو رکعت ادا کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ (دو رکعت ادا کرتے ہوئے) دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو ہمیں حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا۔

1283 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِمَنْ شَاءَ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ادا کی جائے گی ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ادا کی جائے گی (یہ حکم اس شخص کے لیے ہے) جو انہیں (ادا کرنا) چاہے''۔

1284 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي شُعَيْبٍ، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ، عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ، فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا، وَرَخَّصَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ،

1283- اسناده صحيح. ابن علية: هو اسماعيل بن ابراهيم الاسدي، والجريري: هو سعيد بن اياس، وقد سمع منه ابن علية قبل الاختلاط. واخرجه البخاري (624)، ومسلم (838) من طريقين عن الجريري، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (20574)، و"صحيح ابن حبان" (1560). واخرجه البخاري (627)، ومسلم (838)، وابن ماجه (1162)، والترمذي (183)، والنسائي في "الكبرى" (374) و (1657)

قَالَ اَبُو دَاؤدَ: سَمِعْتُ يَحْيٰى بْنَ مَعِينٍ يَقُولُ: هُوَ شُعَيْبٌ - يَعْنِي - وَهِمَ شُعْبَةُ فِي اسْمِهِ

طاؤس بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے کی دو رکعت کے بارے میں دریافت کیا گیا: انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں میں نے کسی کو انہیں ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت ادا کرنے کی رخصت دی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے راوی کا نام شعیب ہے ان کی مراد یہ تھی کہ شعبہ نامی راوی کو اس راوی کے نام کے بارے میں وہم ہوا (اور انہوں نے اس کا نام ابوشعیب نقل کر دیا)۔

بَابُ صَلَاةِ الضُّحٰى

باب: چاشت کی نماز

1285 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، الْمَعْنٰى، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ اَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنَ ابْنِ آدَمَ صَدَقَةٌ، تَسْلِيمُهُ عَلٰى مَنْ لَقِيَ صَدَقَةٌ، وَاَمْرُهُ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيُهُ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَاِمَاطَتُهُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ، وَبُضْعَةُ اَهْلِهِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحٰى.

قَالَ اَبُو دَاؤدَ: وَحَدِيثُ عَبَّادٍ اَتَمُّ، وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ الْاَمْرَ، وَالنَّهْيَ، زَادَ فِي حَدِيثِهِ: وَقَالَ كَذَا وَكَذَا، وَزَادَ ابْنُ مَنِيعٍ فِي حَدِيثِهِ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَحَدُنَا يَقْضِي شَهْوَتَهُ، وَتَكُونُ لَهُ صَدَقَةٌ، قَالَ: اَرَاَيْتَ لَوْ وَضَعَهَا فِي غَيْرِ حِلِّهَا اَلَمْ يَكُنْ يَاْثَمُ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"روزانہ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ کرنا لازم ہوتا ہے آدمی کو جو شخص ملتا ہے اسے سلام کرنا صدقہ ہے۔ آدمی کا نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے۔ آدمی کا برائی سے منع کرنا صدقہ ہے۔ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے۔ اپنی اہلیہ کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کرنا صدقہ ہے اور ان سب کی جگہ چاشت کے وقت دو رکعت ادا کرنا کفایت کر جاتا ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عباد نامی راوی کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے مسدد نامی راوی نے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا ذکر نہیں کیا انہوں نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "اتنا اور اتنا"

ابن منیع نامی اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہم سے کوئی ایک شخص جب اپنی خواہش پوری کرتا ہے تو یہ اس کے لیے صدقہ ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ اسے ناجائز طور پر پورا کرتا ہے تو کیا اسے گناہ نہیں ہوتا۔

1286 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، اَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ

يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدُّؤَلِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنْ أَحَدِكُمْ فِي كُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ، فَلَهُ بِكُلِّ صَلَاةٍ صَدَقَةٌ، وَصِيَامٍ صَدَقَةٌ، وَحَجٍّ صَدَقَةٌ، وَتَسْبِيحٍ صَدَقَةٌ، وَتَكْبِيرٍ صَدَقَةٌ، وَتَحْمِيدٍ صَدَقَةٌ. فَعَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذِهِ الْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ، ثُمَّ قَالَ: يُجْزِئُ أَحَدَكُمْ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَا الضُّحَى

ابواسود دؤلی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم ابوذر غفاری کے پاس موجود تھے انہوں نے فرمایا: روزانہ تم میں سے ہر ایک کے ہر جوڑ پر صدقہ کرنا لازم ہوتا ہے ہر نماز اس کے لیے صدقہ ہے، روزہ صدقہ ہے، حج صدقہ ہے، سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ تمام نیک اعمال شمار کروائے اور پھر ارشاد فرمایا:

''اس بارے میں تمہارے لیے چاشت کی دو رکعت ادا کرنا کفایت کر جاتا ہے''۔

1287 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَنْ قَعَدَ فِي مُصَلَّاهُ حِينَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، حَتّٰى يُسَبِّحَ رَكْعَتَيِ الضُّحَى، لَا يَقُولُ إِلَّا خَيْرًا، غُفِرَ لَهُ خَطَايَاهُ، وَإِنْ كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ

سہل بن معاذ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہے اس وقت تک جب تک وہ چاشت کی دو رکعت ادا نہیں کر لیتا اس دوران وہ صرف بھلائی کی بات کہے' تو اس شخص کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں''۔

1288 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةٌ فِي إِثْرِ صَلَاةٍ، لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا، كِتَابٌ فِي عِلِّيِّينَ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی کا ایک نماز کے بعد دوسری نماز ادا کرنا اس طرح کہ ان کے درمیان کوئی لغو حرکت نہ ہو یہ علیین میں نوٹ کئے جانے (کا مستحق ہوتا ہے)''

1289 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ أَبِي شَجَرَةَ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ هَمَّارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

1287- اسنادہ ضعیف. زبان بن فائد ضعیف، وکذا سهل بن معاذ. ابن وهب: هو عبد الله القرشي. واخرجه ابن عبد الحكم في "فتوح مصر" ص 296، والطبراني في "المعجم الكبير" 20/ (442)، والبيهقي 3/ 49 من طرق عن زبان بن فائد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (15623).

يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ. لَا تُعْجِزْنِي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ فِي أَوَّلِ نَهَارِكَ. أَكْفِكَ آخِرَهُ

⊛⊛ حضرت نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے آدم کے بیٹے تم دن کے ابتدائی حصے میں چار رکعت ادا کرنے سے غافل نہ رہنا میں دن کے آخری حصے تک تمہاری کفایت کروں گا''۔

1290 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ صَلَّى سُبْحَةَ الضُّحَى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْفَتْحِ سُبْحَةَ الضُّحَى، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: إِنَّ أُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ سُبْحَةَ الضُّحَى، بِمَعْنَاهُ

⊛⊛ سیدہ اُم ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز میں آٹھ رکعت ادا کیں جن میں ہر دو رکعت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے رہے۔

احمد بن صالح نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چاشت کے نوافل ادا کیے اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔

ابن سرح نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اس راوی نے چاشت کے نوافل کا تذکرہ نہیں کیا اس کے علاوہ حسب سابق حدیث ہے۔

1291 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ، فَإِنَّهَا ذَكَرَتْ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا، وَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، فَلَمْ يَرَهُ أَحَدٌ صَلَّاهُنَّ بَعْدُ

⊛⊛ ابن ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں: ہمیں کسی نے یہ بات نہیں بتائی کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے صرف سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے یہ بات بتائی۔ انہوں نے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا اور آٹھ رکعت ادا کیں اور اس کے بعد کسی نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

1292 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى، فَقَالَتْ: لَا، إِلَّا أَنْ يَجِيءَ مِنْ مَغِيبِهِ، قُلْتُ: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ، قَالَتْ: مِنَ الْمُفَصَّلِ

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز ادا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں البتہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ سے طویل) غیر حاضری کے بعد واپس تشریف لاتے تھے (تو اس وقت ادا کر لیتے تھے) میں نے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ایک ہی رکعت میں) مختلف سورتیں ملا کر تلاوت کرتے تھے انہوں نے جواب دیا: مفصل سورتوں (کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھ لیتے تھے)

1293 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا سَبَّحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحَى قَطُّ، وَإِنِّي لَأُسَبِّحُهَا، وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ، وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ، فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی چاشت کے وقت نفل نماز ادا نہیں کی البتہ میں اسے ادا کرتی ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات کوئی عمل ترک کر دیتے تھے حالانکہ وہ عمل کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس اندیشے کے تحت ایسا کرتے تھے: کہیں لوگ بھی اس پر عمل کرنا شروع نہ کر دیں اور وہ ان پر فرض نہ ہو جائے۔

1294 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، قَالَ: قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ: أَكُنْتَ تُجَالِسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ كَثِيرًا، فَكَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْغَدَاةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتْ قَامَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سماک بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں بیٹھتے رہے ہیں انہوں نے جواب دیا: جی ہاں بہت مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ پر فجر کی نماز ادا کی ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے، جب تک سورج نہیں نکل آتا تھا جب وہ نکل آتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تھے۔

نماز چاشت کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کر کے گھر سے نکلے گا اور فرض نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جائے تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا احرام باندھ کر حج کرنے والے کو ملتا ہے اور جو شخص چاشت کی نفل نماز ہی کے لئے تکلیف اٹھا کر گھر سے نکلے یعنی بغیر کسی غرض اور ریا کے محض چاشت کی نماز پڑھنے کے قصد سے گھر سے نکلے۔ تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کے برابر ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز پڑھنا اور ان دونوں نمازوں کے درمیانی وقت لغو بیہودہ باتیں نہ کرنا ایسا عمل ہے جو علیین میں لکھا جاتا ہے۔ (احمد، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 690)

1294- اسناده حسن سماک- وهو ابن حرب- صدوق حسن الحديث الا في روايته عن عكرمة، فان فيها اضطراباً. ابن نفيل: هو عبد الله بن محمد النفيلي، وزهير: هو ابن معاوية الجعفي. واخرجه مسلم (670) و (2322)، والترمذي (592)، والنسائي في "الكبرى" (1282) و (1283) من طرق عن سماك بن حرب، بهذا الاسناد. ورواية الترمذي مختصرة، وقال بإثرها: هذا حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (20820)، و"صحيح ابن حبان" (2028).

اس حدیث میں وضو کو احرام سے اور نماز کو حج سے مشابہت دی گئی ہے اور وہ دونوں میں تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حاجی حج کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے اور احرام باندھتا ہے تو اسی وقت سے اسے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور اس کے ثواب کا سلسلہ اس کے واپس آ جانے تک جاری رہتا ہے اسی طرح جب کوئی شخص محض نماز کے ارادہ سے نکلتا ہے تو وہ جس وقت گھر سے نکلتا ہے اسے بھی اسی وقت سے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور جب تک وہ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر واپس نہیں آ جاتا اس کو ثواب برابر ملتا رہتا ہے لیکن اتنی بات بھی سمجھ لیجیے کہ نمازی اور حاجی کے ثواب میں یہ برابری بہمہ وجوہ نہیں ہے ورنہ تو حج کرنے کے کوئی معنی نہیں رہ جائیں گے یعنی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ثواب دونوں بالکل برابر ہیں کیونکہ حاجی کا ثواب نمازی کے ثواب سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ حج کی نسبت عمرہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو فرض نماز کی بہ نسبت نفل نماز کو حاصل ہے کتاب فی علیین سے حدیث کے آخری جزو کا مطلب کنایۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز کی مداومت ومحافظت کرے یعنی تمام نمازوں کو پابندی سے ادا کرتا رہے اور نماز کو اس کی تمام شرائط وآداب کا لحاظ کرتے ہوئے اس طرح پڑھتا رہے کہ اس کے اس عمل اور نیت میں نماز کے منافی کسی چیز کا دخل نہ ہو تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے اعلی اور بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ جو فرشتے نیکیاں لکھنے پر مامور ہیں ان کے دفتر کا نام علیین ہے کہ تمام نیک اعمال وہیں جمع ہوتے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبح ہوتے ہی تمہاری ہر ہڈی پر صدقہ لازم ہو جاتا ہے لہٰذا ہر تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے ہر تحمید یعنی الحمد اللہ کہنا صدقہ ہے۔ ہر تحلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کے بدلے میں نماز ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھ لینا ہی کافی ہوتا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1284)

مطلب یہ ہے کہ جب انسان صبح کرتا ہے اور اس کی ایک ایک ہڈی اور ایک ایک جوڑ آفت وبلا سے صحیح وسالم ہوتا ہے ہے تو اس کی وجہ سے وہ کاروبار اور دنیا کی دیگر مصروفیات میں مشغول رہنے کے قابل رہتا ہے۔ لہٰذا اس عظیم نعمت پر ادائیگی شکر کے لئے ایک ایک ہڈی کے عوض اسے صدقہ دینا لازم ہوتا ہے اور یہ صدقہ چند کلمات ہیں جن کو پڑھنے سے ایک ایک ہڈی اور ایک ایک جوڑ کی طرف سے صدقہ ادا ہو جاتا ہے اور وہ کلمات بھی بھاری بھرکم نہیں ہیں، زیادہ طویل اور سخت نہیں ہیں بلکہ نہایت آسان اور بلا تکلف ادا ہونے والے ہیں یعنی سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر۔

ویجزی من ذلک کا مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کے کہنے کی بجائے اگر ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھ لی جائیں تو شکرانہ ادا ہو جاتا ہے ان کلمات کے کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ نماز تو پورے بدن اور تمام اعضاء جسمانی کا عمل ہے جس کے ذریعہ بدن کا ایک ایک عضو مصروف عبادت ہو کر اپنا اپنا شکرانہ کرتا ہے لہٰذا مناسب اور بہتر یہ ہے کہ اس نماز کو ہمیشہ پڑھنا چاہیے۔

دو رکعات نماز کے بدلے حج وعمرے کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی فجر کی نماز جماعت سے پڑھے اور طلوع آفتاب

تک اللہ کی یاد میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت نماز پڑھے تو اسے حج وعمرے کی مانند ثواب ملے گا راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پورے حج وعمرے کا پورے حج وعمرے کا پورے حج وعمرے کا ثواب اسے ملے گا۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 937)

مطلب یہ ہے کہ جو آدمی فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر اسی مسجد میں اور اسی مصلی پر طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی میں مسلسل مشغول رہے اور پھر اس کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھے تو اسے اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ ایک پورے حج وعمرے کا ثواب ملتا ہے اور اگر کوئی آدمی حالت ذکر میں طواف کے لئے یا طلب علم کے لئے اور یا مسجد ہی میں مجلس وعظ میں جانے کے لئے مصلے سے اٹھایا اسی طرح کوئی آدمی وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر چلا آئے مگر ذکر الٰہی میں برابر مشغول بھی رہے تو اسے بھی مذکورہ ثواب ملے گا۔

ذکر سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب کے بعد دو رکعت نماز سورج کے ایک نیزے کے بقدر بلند ہو جانے کے بعد پڑھنی چاہئے تاکہ وقت کراہت ختم ہو جائے اس نماز کو نماز اشراق کہتے ہیں اور اکثر احادیث میں اس کا نام صلوۃ الضحی بھی منقول ہے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں جن کے الگ الگ یہ دو نام ہیں۔ اس کا ابتدائی وقت آفتاب کے بلند ہو جانے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور انتہائی وقت سورج ڈھلنے سے پہلے پہلے ہے۔

ابتدائی وقت بھی پڑھی جانے والی نماز کو "نماز اشراق" کہتے ہیں اور انتہائی وقت میں پڑھی جانے والی نماز "نماز چاشت" کے نام سے تعبیر کی جاتی ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ ایسے آدمی کو حج وعمرے دونوں کا ثواب فرض نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی بناء پر ملتا ہے اور عمرے کا ثواب نفل نماز (یعنی نماز اشراق) پڑھنے کی وجہ سے ملتا ہے۔

نماز چاشت پڑھنے کی نصیحت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دوست یعنی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی تھی ایک تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے کی دوسری دو رکعت ضحیٰ کی نماز پڑھنے کی اور تیسری یہ کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔"

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1238)

"ہر مہینے کے تین روزے" کے تعین میں مختلف اقوال ہیں چنانچہ بعض علماء نے کہا ہے کہ مہینے کے تین روزوں سے ایام بیض یعنی ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے مراد ہیں۔ بعض حضرات کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ ایک روزہ ابتدائی مہینے میں ایک روزہ درمیان میں اور ایک روزہ آخر مہینہ میں رکھا جائے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ مطلق ہے یعنی اختیار ہے کہ پورے مہینے میں جب چاہے تین روزے رکھے لے۔

ضحیٰ کی دو رکعتوں سے "نماز اشراق یا نماز چاشت مراد ہے جو آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے ان نمازوں کا ادنیٰ درجہ دو رکعت ہے مگر اشراق کی نماز کا اکثر درجہ چھ رکعت اور چاشت کی نماز کا بارہ رکعت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اول شب میں وتر پڑھ لینے کے لئے اس وجہ سے فرمایا کہ وہ رات کے ابتدائی حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو یاد کرنے اور ان کی تکرار میں مشغول رہتے تھے جس کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا تھا اس وجہ سے ان کے لئے آخر رات میں اٹھنا بہت مشکل تھا

چنانچہ اسی مشغولیت علم کی وجہ سے انہیں اشراق یا چاشت کی بھی دو ہی رکعتیں پڑھنے کے لئے فرمایا۔ لہٰذا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ علم دین کے حصول اور اس کی ترویج واشاعت میں رہنا نفل عبادت کی مشغولیت سے بہتر ہے۔

نماز چاشت کی رکعات کا بیان

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ضحیٰ کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ" آپ چار رکعتیں پڑھتے تھے اور اس سے زیادہ بھی جس قدر اللہ چاہتا تھا پڑھتے تھے۔(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1283)

حدیث کے آخری الفاظ ویزید ماشاء اللہ کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ نماز ضحیٰ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں پڑھتے تھے بارہ سے زیادہ کی تعداد کسی حدیث میں منقول نہیں ہے۔ یہ حدیث دونوں وقت کی نماز کو محتمل ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں مذکورہ سوال وجواب کا تعلق نماز اشراق سے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ نماز چاشت سے ہو۔

کتاب احیاء میں لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ ان نمازوں میں سورت الشمس، سورت واللیل، سورت والضحیٰ اور الم نشرح کی قرأت کی جائے۔

بَابٌ فِي صَلَاةِ النَّهَارِ

باب: دن کے نوافل

1295 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَارِقِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنَى مَثْنَى

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''رات اور دن کی (نفل) نماز دو دو کر کے ادا کی جائے گی''۔

1296 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الصَّلَاةُ مَثْنَى مَثْنَى، أَنْ تَشَهَّدَ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَأَنْ تَبَاءَسَ، وَتَمَسْكَنَ، وَتُقْنِعَ بِيَدَيْكَ، وَتَقُولَ: اللَّهُمَّ اللَّهُمَّ. فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ، فَهِيَ خِدَاجٌ. سُئِلَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ مَثْنَى، قَالَ: إِنْ شِئْتَ مَثْنَى، وَإِنْ شِئْتَ أَرْبَعًا

❀❀ حضرت مطلب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (نفل) نماز دو دو کر کے ادا کی جائے گی تم ہر دو رکعت کے تشہد پڑھو اور عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور یہ دعا کرو اے اللہ! اے اللہ۔

جو ایسا نہیں کرتا تو یہ نماز نامکمل ہوتی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے رات کی نماز دو دو کر کے پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: انہوں نے فرمایا: اگر تم چاہو تو دو دو کر کے ادا کر لو اگر چاہو تو چار رکعت ادا کر لو۔

بَابُ صَلَاةِ التَّسْبِيحِ

باب: صلاۃ تسبیح

1297 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ اَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: يَا عَبَّاسُ، يَا عَمَّاهُ، اَلَا اُعْطِيكَ، اَلَا اَمْنَحُكَ، اَلَا اَحْبُوكَ، اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ، اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ اَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ، خَطَاَهُ وَعَمْدَهُ، صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ، سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ، عَشْرَ خِصَالٍ: اَنْ تُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَاُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً، فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي اَوَّلِ رَكْعَةٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ، قُلْتَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً، ثُمَّ تَرْكَعُ، فَتَقُولُهَا وَاَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَهْوِي سَاجِدًا، فَتَقُولُهَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُودِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَسْجُدُ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ، فَتَقُولُهَا عَشْرًا، فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُونَ، فِي كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ، اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ، فَفِي عُمُرِكَ مَرَّةً،

✿✿ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس اے چچا جان کیا میں آپ کو عطیہ نہ دوں۔ کیا میں آپ کو تحفہ نہ دوں۔ کیا میں آپ کو کوئی چیز نہ دوں۔ کیا میں آپ کے ساتھ کوئی اچھائی نہ کروں۔ دس چیزیں ایسی ہیں کہ جب آپ وہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے تمام اگلے پچھلے پرانے نئے غلطی سے کئے گئے جان بوجھ کر کئے گئے صغیرہ کبیرہ پوشیدہ اعلانیہ (گناہوں کو معاف کر دے گا) یہ دس خصائل ہیں وہ یوں کہ آپ چار رکعت ادا کریں جن میں سے ہر رکعت میں سورت فاتحہ اور اس کے ہمراہ ایک سورۃ کی تلاوت کریں جب آپ پہلی رکعت میں تلاوت کر کے فارغ ہو جائیں اور آپ اس وقت کھڑے ہوئے ہوں' تو آپ یہ پڑھیں۔

"سبحان اللہ و الحمدللہ و لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر" اسے پندرہ مرتبہ پڑھیں' پھر آپ رکوع میں جائیں اور ان کلمات کو رکوع کی حالت میں دس مرتبہ پڑھیں' پھر آپ رکوع سے سر اٹھائیں اور ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیں' پھر آپ سجدے میں جھک جائیں اور ان کلمات کو سجدے کے عالم میں دس مرتبہ پڑھیں' پھر آپ سجدے سے سر اٹھائیں اور ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھیں' تو یہ 75 ہو جائیں گے ہر رکعت میں آپ اسی طرح کرتے ہوئے چار رکعت ادا کریں اگر آپ سے ہو سکے' تو آپ روزانہ ایک مرتبہ یہ

نماز ادا کریں اگر یہ نہیں کر سکتے تو ہفتے میں ایک مرتبہ ادا کرلیں اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو ہر مہینے میں ایک مرتبہ ادا کرلیں اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو ہر سال میں ایک مرتبہ ادا کرلیں اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو اپنی پوری عمر میں ایک مرتبہ ادا کرلیں۔

شرح

کیا آپ کو دس خصلتوں کا مالک نہ بناؤں" ؟ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو ایسی چیز بتائے دیتا ہوں جس کو آپ اگر اختیار کریں گے تو آپ کے دس قسم کے گناہ (جو حدیث میں ذکر کئے گئے ہیں) بخش دیئے جائیں گے۔ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ " دس خصلتوں" سے مراد اس نماز میں حالت قیام کی پندرہ مرتبہ تسبیح کہنے کے علاوہ بقیہ حالتوں میں دس دس مرتبہ تسبیح کہنا ہے۔ حدیث میں لفظ علانیۃ کے بعد عَشْرَ خِصَالٍ کے الفاظ یہاں مشکوۃ میں ذکر نہیں کئے گئے ہیں۔ لیکن" اصول" میں موجود ہیں۔ چنانچہ" حصن حصین" میں بھی یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔

اسی لئے طیبی نے لکھا ہے کہ سیاق حدیث کے پیش نظر یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ دس خصلتوں سے مراد یہ چیزیں ہیں:

(۱) چار رکعت نماز پڑھنا۔ (۲) ہر رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنا۔ (۳) سورت فاتحہ کے ساتھ کوئی اور صورت پڑھنا۔ (۴) حالت قیام میں پندرہ مرتبہ مذکورہ تسبیحات کا کہنا۔ (۵) ان تسبیحات کا رکوع میں دس مرتبہ کہنا۔ (۶) ان تسبیحات کا دس مرتبہ قومہ میں کہنا۔ (۷) ان تسبیحات کا دس مرتبہ سجدے میں کہنا۔ (۸) ان تسبیحات کا دس مرتبہ جلسے میں کہنا۔ (۹) ان تسبیحات کا دس مرتبہ سجدے میں کہنا۔ (۱۰) ان تسبیحات کا دس مرتبہ جلسہ استراحت میں کہنا۔

اس روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیام میں قرأت کے بعد پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جائے اسی طرح روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے سجدہ سے اٹھ کر بھی یہ تسبیح پڑھی جائے جب کہ ہم نے ابتداء باب میں یہ طریقہ نقل کیا ہے کہ حالت قیام میں سبحانک اللّٰھم کے بعد پندرہ مرتبہ تسبیح پڑھی جائے پھر قرأت کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھی جائے اور دوسرے سجدے سے اٹھنے کے بعد تسبیح پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ تو یہ دونوں طریقے الگ الگ روایتوں میں مذکور ہیں پھر یہ کہ ان دونوں طریقوں میں تسبیح کی تعداد میں کوئی فرق نہیں ہے صرف پڑھنے کے مواقع میں فرق ہے اس لئے اختیار ہے کہ ان دونوں طریقوں میں سے جس طریقے کو چاہے اختیار کیا جائے اور بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طریقے کے مطابق عمل کیا جائے اور کبھی اس طریقے کے مطابق تسبیحات پڑھی جائیں تا کہ تعدوں میں یہ تسبیحات بخلاف اورارکان کے التحیات کے پہلے پڑھی جائیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ منقول ہے کہ اس نماز میں یہ سورتیں پڑھی جائیں اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ۔ وَالْعَصْرِ، قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ بعض روایتوں میں اذا زلزلت والعادیات، اذا جاء اور سورت اخلاص کا پڑھنا بھی منقول ہے۔ جلال الدین سیوطی نے امام احمد سے یہ نقل کیا ہے کہ نماز تسبیح میں سلام پھیرنے سے پہلے یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصِحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجِزُنِیْ عَنْ مَعَاصِیْکَ وَحَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ

وَحَتّٰی اُنَاصِحَکَ بِالتَّوْبَةِ خَوْفًا مِنْكَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَكَ النَّصِيحَةَ حَيَاءً مِنْكَ وَحَتّٰی اَتَوَكَّلَ عَلَيْكَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَحُسْنَ ظَنٍّ بِكَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ۔"

اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اہل ہدایت کی سی توفیق اہل یقین (یعنی راسخ العقیدہ اور راسخ العمل لوگوں) کے سے اعمال، اہل توبہ کی سی خالص توبہ، اہل صبر کی سی پختگی، اہل خشیت کی سخت کوشش، طالبین حق کی سی طلب، پرہیز گاروں کی سی عبادت اور اہل علم کی سی معرفت یہاں تک کہ میں تیری ہی ذات سے ڈرنے لگوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے (تیرے) خوف کا طلبگار ہوں جو مجھے تیری نافرمانیوں سے روک دے تاکہ میں تیری فرمانبرداری وخوشنودی کے وہ عمل کرنے لگوں جو مجھے تیری رضا کا مستحق گردانے تیرے خوف سے سچی توبہ کرنے لگوں یہاں تک کہ تیری ذات پر اچھا گمان رکھتے ہوئے تمام امور میں تیری ذات پر بھروسہ کرنے لگوں اور اپنے نور کے پیدا کرنے والے آپ ہر عیب اور برائی سے پاک ہیں۔" اس نماز کی فضیلت کے بارے میں عبدالعزیز ابن داؤد لکھتے ہیں کہ جو آدمی جنت میں داخل ہونا چاہے تو وہ نماز تسبیح کو اپنے اوپر لازم قرار دے لے۔

ابوعثمان زاہد نے فرمایا ہے کہ مصیبت وپریشانی کے دفیعہ اور غم وحزن کو دور کرنے کے لئے اس نماز کے علاوہ میں نے کوئی اور چیز نہیں پائی۔ یعنی نماز تسبیح پڑھنے سے یہ چیزیں جاتی رہتی ہیں۔ اس نماز کی انہیں عظیم فضیلتوں کے پیش نظر اکثر ائمہ ومشائخ اور بزرگ اس نماز کو پڑھتے رہے ہیں۔ جمعہ کے روز دوپہر ڈھلنے کے بعد اس نماز کا پڑھنا مستحب ہے اگر اس نماز میں سجدہ سہو کی ضرورت پڑ جائے تو سجدہ سہو کے اندر یہ تسبیحات نہ پڑھی جائیں کیونکہ اس طرح تسبیحات کی مقدار تین سو سے آگے بڑھ جائے گی۔

جن مسلمانوں کو اللہ نے اپنی عبادت واطاعت کی توفیق دی ہے اور انہیں زیادہ سے زیادہ عمل خیر کرنے کی سعادت سے نوازا ہے ان کیلئے اس نماز کے پڑھنے کے سلسلہ میں درجہ اعتدال یہ ہے کہ یہ نماز ہر جمعہ کو پڑھی جائے چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اسی پر عمل تھا کہ وہ ہر جمعہ کے روز زوال کے بعد اس نماز کو پڑھتے تھے اور انہیں سورتوں کی قرأت کرتے تھے جو ابھی اوپر ان سے نقل کی گئی ہیں۔

1298 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُفْيَانَ الْاُبُلِّيُّ، حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ اَبُو حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ كَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ يَرَوْنَ اَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اْئْتِنِي غَدًا اَحْبُوكَ، وَاُثِيبُكَ، وَاُعْطِيكَ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ يُعْطِينِي عَطِيَّةً، قَالَ: اِذَا زَالَ النَّهَارُ، فَقُمْ فَصَلِّ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ يَعْنِي مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ، فَاسْتَوِ جَالِسًا، وَلَا تَقُمْ حَتّٰى تُسَبِّحَ عَشْرًا، وَتَحْمَدَ عَشْرًا، وَتُكَبِّرَ عَشْرًا، وَتُهَلِّلَ عَشْرًا، ثُمَّ تَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي الْاَرْبَعِ الرَّكَعَاتِ، قَالَ: فَاِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَ لَكَ بِذٰلِكَ، قُلْتُ: فَاِنْ لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اُصَلِّيَهَا تِلْكَ السَّاعَةَ؟ قَالَ صَلِّهَا مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ خَالُ هِلَالٍ الرَّاْيِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مَوْقُوفًا، وَرَوَاهُ رَوْحُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، وَجَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ النُّكْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ، وَقَالَ فِي حَدِيثِ رَوْحٍ، فَقَالَ حَدِيثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

ابوجوزاء بیان کرتے ہیں: ایک صاحب جنہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے (محدثین کا یہ خیال ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں) انہوں نے یہ بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''کل تم میرے پاس آنا میں تمہیں عطیہ دوں گا بدلہ دوں گا' اور کچھ دوں گا (راوی کہتے ہیں:) میں نے یہ گمان کیا کہ شاید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی عطیہ دیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دن ڈھل جائے' تو تم اٹھ کر چار رکعت ادا کرو اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

پھر تم اپنے سر کو اٹھاؤ یعنی دوسرے سجدے سے اٹھاؤ اور سیدھے ہو کر بیٹھنا تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک تم دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمدللہ، دس مرتبہ اللہ اکبر، دس مرتبہ لا الہ الا اللہ نہیں پڑھ لیتے پھر تم چار رکعت اسی طرح ادا کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم روئے زمین کے سب سے زیادہ گنہگار بھی ہوئے' تو ان رکعت کی وجہ سے تمہاری مغفرت ہو جائے گی۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: اگر میں اسے مخصوص وقت میں ادا نہ کر سکوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے رات یا دن میں کسی بھی وقت ادا کر لو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حبان بن ہلال نامی راوی رائے کا ماموں ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کے طور پر منقول ہے' تاہم یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ان کے اپنے قول کے طور پر منقول ہے۔

روح نامی راوی نے یہ بات نقل کی ہے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے اور مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے۔

1299 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ رُوَيْمٍ، حَدَّثَنِي الْأَنْصَارِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَعْفَرٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، فَذَكَرَ نَحْوَهُمْ، قَالَ فِي السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُولَى، كَمَا قَالَ فِي حَدِيثِ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ

انصاری بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''جب تم پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر لو''۔ یہ بالکل اسی طرح ہے' جس طرح مہدی بن میمون کی نقل کردہ روایت میں ہے۔

شرح

نماز تسبیح مستحب ہے جس کا بے شمار اجر و ثواب ہے اس کی چار رکعتیں پڑھنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں بہتر یہ ہے کہ

چاروں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھی جائیں۔ اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہیں۔ ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ تسبیح کہنا چاہیے اور پوری نماز میں تین سو مرتبہ۔ نماز تسبیح پڑھنے کا طریقہ: نماز تسبیح کی نیت اس طرح کی جائے: نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكَعَاتِ صَلٰوةِ التَّسْبِيحِ "میں نے چار رکعت نماز تسبیح پڑھنے کا ارادہ کیا" اس نیت کے بعد تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھے جائیں اور سبحانک اللھم پڑھ کر پندرہ مرتبہ یہ تسبیح کہی جائے سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد اور سورت پڑھی جائے اس کے بعد دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھی جائے پھر رکوع میں اور رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ وربنا لک الحمد کہہ کر دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھی جائے پھر سجدے میں جا کر اور دونوں سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد اور دونوں سجدوں کے درمیان دس دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھی جائے پھر دوسری رکعت میں الحمد سے پہلے پندرہ مرتبہ الحمد اور دوسری سورت کے بعد دس مرتبہ رکوع اور قومہ، دونوں سجدوں اور درمیان میں دس دس مرتبہ اسی تسبیح کو پڑھا جائے اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت پڑھی جائے اور ان میں یہی تسبیح اس تعداد میں پڑھی جائے۔

بَابُ رَكْعَتَيِ الْمَغْرِبِ اَيْنَ تُصَلَّيَانِ؟

باب: مغرب کی دو رکعت (سنت) کہاں ادا کی جائیں

1300 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ، حَدَّثَنِيْ اَبُوْ مُطَرِّفٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْفِطْرِيُّ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مَسْجِدَ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ، فَصَلّٰى فِيْهِ الْمَغْرِبَ، فَلَمَّا قَضَوْا صَلَاتَهُمْ رَاٰهُمْ يُسَبِّحُوْنَ بَعْدَهَا، فَقَالَ: هٰذِهِ صَلَاةُ الْبُيُوْتِ

❁❁ سعد بن اسحاق اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ بنو عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے آپ ﷺ نے وہاں مغرب کی نماز ادا کی جب ان لوگوں نے نماز مکمل کر لی تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کو اس نماز کے بعد نوافل ادا کرتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: یہ گھروں میں ادا کی جانے والی نماز ہے (یعنی نوافل گھروں میں ادا کرنے چاہئیں)

1301 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجَرْجَرَائِيُّ، حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِي الْمُغِيْرَةِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيلُ الْقِرَاءَةَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، حَتّٰى يَتَفَرَّقَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ نَصْرٌ الْمُجَدَّرُ، عَنْ يَعْقُوبَ الْقُمِّيِّ، وَاَسْنَدَهُ مِثْلَهُ.

1300- حسن لغيره وهذا اسناد ضعيف لجهالة اسحاق بن كعب. واخرجه الترمذي (610)، والنسائي في "المجتبى" (1600) من طريق محمد بن موسى الفطري، بهذا الاسناد. وله شاهد من حديث محمود بن لبيد عند احمد (23624) بسند حسن، وصححه ابن خزيمة (1200).

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا نَصْرُ الْمُجَدَّرُ، عَنْ يَعْقُوبَ مِثْلَهُ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد کی دو رکعت (سنتوں) میں طویل قرأت کرتے تھے یہاں تک کہ اہل مسجد بکھر جاتے (یعنی مسجد سے واپس چلے جاتے تھے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1302 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ النَّبِيِّ بِمَعْنَاهُ مُرْسَلًا.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ حُمَيْدٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ يَعْقُوبَ يَقُولُ كُلُّ شَيْءٍ حَدَّثْتُكُمْ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي الْمُغِيرَةِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَهُوَ مُسْنَدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سعید بن جبیر کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کے طور پر منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) محمد بن حمید یعقوب کا یہ قول نقل کرتے ہیں: جعفر کے حوالے سے سعید بن جبیر کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں تمہیں جو بھی حدیث بیان کروں وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسند حدیث کے طور پر (منقول ہوگی)

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب: عشاء کے بعد (سنت) نماز ادا کرنا

1303 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ الْعُكْلِيُّ، حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، حَدَّثَنِي مُقَاتِلُ بْنُ بَشِيرٍ الْعِجْلِيُّ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَ: سَأَلْتُهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: مَا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ إِلَّا صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، أَوْ سِتَّ رَكَعَاتٍ، وَلَقَدْ مُطِرْنَا مَرَّةً بِاللَّيْلِ، فَطَرَحْنَا لَهُ نِطَعًا، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى ثُقْبٍ فِيهِ يَنْبُعُ الْمَاءُ مِنْهُ، وَمَا رَأَيْتُهُ مُتَّقِيًا الْأَرْضَ بِشَيْءٍ مِنْ ثِيَابِهِ قَطُّ

شریح بن ہانی' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: میں نے ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد میرے پاس تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار یا چھ رکعت (سنت) ادا کرتے تھے ایک مرتبہ رات کے وقت بارش ہوگئی ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑا بچھا دیا' یہ منظر گویا کہ جو آج میری نگاہوں میں ہے' اس چمڑے میں ایک سوراخ تھا' جس میں سے پانی چھوٹ رہا تھا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی اپنے کپڑوں کو زمین سے (یعنی مٹی سے) بچاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اَبوَابُ قِیَامِ اللَّیْلِ

باب: رات کے قیام (یعنی تہجد) سے متعلق ابواب

بَابُ نَسْخِ قِیَامِ اللَّیْلِ وَالتَّیْسِیرِ فِیْهِ

باب: رات کے نوافل ادا کرنے کا حکم منسوخ ہونا' اور اس بارے میں آسانی فراہم ہونا

1304 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِیُّ ابْنِ شَبُّوَیْهِ، حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ یَزِیْدَ النَّحْوِیِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: فِی الْمُزَّمِّلِ (قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِصْفَهُ) (المزمل: 3) نَسَخَتْهَا الْاٰیَةُ الَّتِیْ فِیْهَا: (عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ) - وَنَاشِئَةُ اللَّیْلِ اَوَّلُهُ - وَكَانَتْ صَلَاتُهُمْ لِاَوَّلِ اللَّیْلِ. یَقُوْلُ: هُوَ اَجْدَرُ اَنْ تُحْصُوا مَا فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ مِنْ قِیَامِ اللَّیْلِ، وَذٰلِكَ اَنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا نَامَ لَمْ یَدْرِ مَتٰی یَسْتَیْقِظُ. وَقَوْلُهُ: اَقْوَمُ قِیْلًا هُوَ اَجْدَرُ اَنْ یَفْقَهَ فِی الْقُرْاٰنِ، وَقَوْلُهُ: (اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا) (المزمل: 7). یَقُوْلُ: فَرَاغًا طَوِیْلًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما 'سورۂ مزمل' (کی ان آیات کی وضاحت کرتے ہوئے) بیان کرتے ہیں۔

(ارشاد باری تعالیٰ ہے) ''تم رات کے وقت قیام کرو لیکن تھوڑا (یعنی) نصف رات''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا جو اسی سورت میں ہے (اور وہ درج ذیل ہے)

''وہ یہ جانتا ہے کہ تم اس کا شمار نہیں کر سکو گے کہ اس نے تمہیں' توبہ کی توفیق دی' تو جو قرآن میسر ہو اس کی تلاوت کر لو''۔

نَاشِئَةَ اللَّیْلِ سے مراد رات کا ابتدائی حصہ ہے صحابہ کرام رات کے ابتدائی حصے میں نوافل ادا کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے: اللہ تعالیٰ تم پر رات کے نوافل جو فرض قرار دیئے ہیں یہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ تم انہیں شمار کر سکو گے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان سو جاتا ہے' تو اسے پتہ نہیں چلتا کہ وہ کب بیدار ہو گا' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَقْوَمُ قِیْلًا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ آدمی قرآن میں غور و فکر کرے۔

1304- صحیح، وھذا اسناد حسن. من اجل علی بن حسین - وھو ابن واقد المروزی. - یزید النحوی: ھو ابن ابی سعید المروزی. واخرجه البیھقی /5002، وابن الجوزی فی "نواسخ القرآن" ص 497 من طریق ابی داود، بھذا الاسناد. وروایة ابن الجوزی مختصرة.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (المزمل:7)

''تمہارے لیے دن میں طویل نوافل ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ طویل فراغت ہے۔

1305- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي الْمَرْوَزِيَّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ سِمَاكٍ الْحَنَفِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ أَوَّلُ الْمُزَّمِّلِ، كَانُوا يَقُومُونَ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، حَتَّى نَزَلَ آخِرُهَا، وَكَانَ بَيْنَ أَوَّلِهَا وَآخِرِهَا سَنَةٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب سورۃ المزمل کا ابتدائی حصہ نازل ہوا تو لوگ (رات کے وقت) اتنے ہی نوافل ادا کیا کرتے تھے جتنے نوافل وہ رمضان کے مہینے میں ادا کرتے تھے' یہاں تک جب اس سورت کا آخری حصہ نازل ہو گیا (تو صورت حال مختلف ہو گئی) اس سورت کے ابتدائی اور آخری حصے کے درمیان ایک سال کا فرق ہے۔

نماز تہجد پڑھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء کا بیان

المزمل: ۴-۲ میں رات کے قیام یعنی تہجد پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس سلسلہ میں تین قول ہیں:

(۱) سعید بن جبیر نے کہا: ان آیتوں میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تہجد پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور انبیاء سابقین علیہم السلام پر رات کا قیام فرض تھا۔

(۳) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

سعد بن ہشام بن عامر سے ایک طویل روایت ہے، اس میں مذکور ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے متعلق خبر دیجئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم قرآن مجید میں ''یاایھا المزمل'' نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اس سورت کے شروع میں آپ پر رات کا قیام فرض کر دیا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک رات کو قیام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ کو بارہ مہینوں تک روکے رکھا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ میں تخفیف نازل فرمائی، پھر رات کا قیام نفل ہو گیا جب کہ اس سے پہلے فرض تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۴٦، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۴۲، سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۰۱۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۳۰۱، مسند احمد ج ٦ ص ۵٤)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہی قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے حق میں تہجد کی نماز نفل ہو چکی ہے، رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کے متعلق تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے، اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ آپ سے بھی تہجد کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ (شرح مسلم النواوی ج ۳ ص ۲۲٤، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱٤۱۷ھ)

علامہ ابوالعباس احمد ابن ابراہیم مالکی قرطبی متوفی ٦۵٦ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں پر تہجد کی نماز فرض تھی

[illegible] آدھی رات یا اس سے کچھ کم کردیں یا اس پر کچھ اضافہ کردیں اور یہ [illegible] مستحب کی علامت ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

[illegible] بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے [illegible] سنت ہیں [illegible] (حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۲۳۲)

یہ حدیث [illegible] ضعیف ہے اور اس بحث میں صحیح قول حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا ہے۔

(المفہم ج ۲ ص ۳۷۹، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تہجد کی نماز [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں پر بھی فرض تھی، پھر پانچ نمازوں کی [illegible] کے بعد آپ سے اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مگر اس کا نفل ہونا برقرار ہے، ایک قول یہ ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ دس سال تک تہجد کی نماز پڑھتے رہے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی ''اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ ... تَقُوْمُ'' (المزمل: ۲۰) تو اس کا قیام نصف شب تک منسوخ ہوگیا اور تہائی شب تک اس کا قیام رہ گیا، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی ''فاقرءوا ما تیسر من القرآن'' تو پھر تو آپ پر نصف شب یا تہائی شب کے اختیار سے تہجد پڑھنا واجب تھا، پھر جب آپ پر [illegible] ہوا تو اس کا وجوب منسوخ ہوگیا یعنی نصف شب یا تہائی شب تک پڑھنے کا اختیار اور تہائی شب تک پڑھنے کا وجوب باقی [illegible] پانچ نمازوں کی فرضیت سے تہائی رات تک تہجد پڑھنے کا وجوب بھی منسوخ ہوگیا اور اس کا استحباب باقی رہا۔

(شرح سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۲۱۱، مکتبۃ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کے دلائل

ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر رات کے قیام اور تہجد کی فرضیت منسوخ ہوچکی ہے، اب یہ [illegible] باقی ہے کہ تہجد کی فرضیت کی ناسخ کون سی دلیل ہے، اس سلسلہ میں امام فخر الدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آدھی رات تک قیام کریں یا اس سے کچھ کم کردیں یا اس پر کچھ اضافہ کردیں، پس اس آیت میں رات کے قیام کو نمازی کی رائے کی طرف مفوض کردیا ہے اور جو چیز واجب ہو وہ اس طرح نہیں ہوتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل: ۷۹) اور رات کو آپ تہجد پڑھیے یہ آپ کے لیے نفل ہے۔

اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ ''نافلۃ لک'' کا معنی ہے: یہ آپ پر زائد فرض ہے، یعنی پانچ نمازوں پر زائد فرض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس تاویل سے اس لفظ کو مجاز پر محمول کیا گیا ہے اور جب تک حقیقت محال یا متعذر نہ ہو کسی لفظ کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح رمضان کے روزوں سے عاشورہ کا وجوب منسوخ ہوگیا اور قربانی کے وجوب سے عتیرہ کا

وجوب منسوخ ہو گیا، اسی طرح پانچ نمازوں کی فرضیت سے تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(تفسیر کبیر ج۱۰، ص ۶۸۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

نمازِ تہجد پڑھنے کا وقت اور اس کی رکعات

تہجد کی نماز کا وقت رات کے آخری تہائی حصہ ہے یا نصف شب کے بعد کا وقت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر رات کو جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے، پس فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں، کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا کو قبول کروں، کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطاء کروں، کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دوں، وہ اسی طرح ندا فرماتا رہتا ہے حتیٰ کہ فجر روشن ہو جاتی ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۶۳۲۱ـ۱۱۴۵ صحیح مسلم رقم الحدیث:۷۵۸، سنن ترمذی رقم الحدیث:۴۴۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤد (علیہ السلام) کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے حضرت داؤد (علیہ السلام) کے روزے ہیں، حضرت داؤد (علیہ السلام) نصف شب تک سوتے تھے، پھر تہائی رات کو اٹھ کر نماز میں قیام کرتے تھے، پھر رات کے چھٹے حصہ تک آرام کرتے تھے، اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۱۳۱، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۱۵۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۴۴۸، سنن نسائی رقم الحدیث:۳۲۴۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۷۱۲)

فرض کیجئے کہ چھ گھنٹے کی رات ہے تو حضرت داؤد (علیہ السلام) تین گھنٹے سوتے تھے، پھر دو گھنٹے نماز پڑھتے تھے اور آخری ایک گھنٹہ آرام کرتے تھے۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: آپ رات کو سات رکعات بھی پڑھتے تھے، نو رکعات بھی پڑھتے تھے اور گیارہ رکعات بھی پڑھتے تھے اور سنت فجر کی دو رکعات اس کے علاوہ ہوتی تھیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۱۳۹، صحیح مسلم رقم الحدیث:۷۳۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۳۴۰، سنن ترمذی رقم الحدیث:۴۳۹، سنن نسائی رقم الحدیث:۱۶۹۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۳۹۳)

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ رات میں کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، آپ نے رات میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھیں، آپ چار رکعات پڑھتے، ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو، آپ پھر چار رکعات پڑھتے، ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو، آپ پھر چار رکعات پڑھتے، ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو، پھر آپ تین رکعات وتر پڑھتے، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۱۴۷، صحیح مسلم رقم

الحدیث: ۱۳۰۲، سنن ابوداود رقم الحدیث: ۱۳٤۱، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳٤۱، سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۳٤۱، السنن اللنسائی رقم الحدیث: ۳۹۳)

۱۔ البزار والطبرانی فی الاوسط وابونعیم نے الدلائل میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قریش دار الندوہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ تم اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا نام رکھو جس سے لوگ کوئی نتیجہ اخذ کر سکیں پھر انہوں نے کہا یہ کاہن ہے بعض نے کہا یہ کاہن نہیں پھر انہوں نے کہا یہ مجنون ہے تو دوسروں نے کہا یہ مجنون نہیں ہے پھر کچھ لوگوں نے کہا یہ جادوگر ہے تو دوسروں نے کہا یہ جادوگر نہیں ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ایک دوست کو اپنے دوست سے جدا کر دیتا ہے تو اس پر مشرک متفرق ہو گئے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپ اپنے کپڑوں میں لپٹ گئے اور اپنے اوپر چادر اوڑھ لی۔ آپ کے پاس جبریل (علیہ السلام) تشریف لائے اور فرمایا آیت یا ایھا المزمل اے کپڑا اوڑھنے والے آیت یا ایھا المدثر اے چادر لپیٹنے والے۔

۲۔ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی ومحمد بن نصر فی کتاب الصلاۃ اور بیہقی نے اپنی سنن میں سعد بن ہشام رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے پوچھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایئے؟ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کیا تو نے یہ سورۃ نہیں پڑھی۔ آیت یا ایھا المزمل میں نے کہا کیوں نہیں؟ پھر عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آغاز میں قیام اللیل کو فرض کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ایک سال تک قیام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج جاتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری حصے کو بارہ ماہ تک آسمان میں روکے رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف اور رخصت کو اس سورت کے آخر میں نازل فرمایا۔ تو رات کا قیام نفل ہو گیا فرض ہونے کے بعد۔

۳۔ ابن جریر وابن ابی حاتم نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ قرآن میں آیت یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا۔ نازل ہوا یہاں تک کہ ایک آدمی رسی باندھ کر لٹک جاتا تھا۔ اسی حکم پر آٹھ ماہ عمل کرتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ وہ اس کی رضا اور خوشنودی کو چاہتے ہیں تو ان پر رحم فرمایا اور ان کو فرض نماز کی طرف لوٹا دیا۔ اور قیام اللیل کو چھوڑ دیا۔

٤۔ محمد بن نصر نے کتاب الصلاۃ میں والحاکم وصححہ نے جبیر بن نفیر رحمہ اللہ سے روایت کی کہ میں نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو قیام کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کیا تو نے نہیں پڑھا۔ آیت یا ایھا المزمل میں نے کہا کیوں نہیں فرمایا وہی ان کا قیام تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راتوں کو کم سونا

٥۔ عبداللہ بن احمد فی زوائد الزہد ومحمد بن نصر نے کتاب الصلاۃ میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت کم رات کو سوتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا آیت قم اللیل الا قلیلا۔

٦۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن وابی حاتم ومحمد بن نصر والطبرانی والحاکم وصححہ وبیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ جب سورۃ مزمل کا اول حصہ نازل ہوا۔ تو صحابہ کرام تقریباً اتنا وقت قیام کرتے تھے۔ جتنا رمضان کے مہینہ میں قیام کرتے تھے یہاں تک کہ اس کا آخر حصہ نازل ہوا۔ اور اس کے اول اور آخر کے درمیان تقریباً ایک سال کا فاصلہ ہے۔

۷۔ عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن نصر نے ابوعبدالرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ یہ سورۃ آیت یا ایھا

المزمل نازل ہوئی تو ایک سال تک اس حکم پر قیام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے قدم اور ان کی پنڈلیوں پر ورم آ گیا۔ پھر یہ آیت فاقرءوا ماتیسر منہ نازل ہوئی تو لوگوں نے آرام پایا۔

۸۔ عبد بن حمید وابن جریر جریر وابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا۔ نازل ہوئی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال پر دس سال ٹھہرے رہے اور قیام اللیل فرمایا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ قیام کرتی رہی۔ دس سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی آیت ان ربک یعلم انک تقوم سے لے کر آیت فاقیموا الصلوٰۃ تک تو اللہ تعالیٰ نے ان سے تخفیف فرما دی دس سال کے بعد۔

۹۔ ابوداؤد فی ناسخہ ومحمد بن نصر وابن مردویہ والبیہقی فی السنن عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سورۃ مزمل میں فرمایا آیت قم اللیل الا قلیلا نصفہ۔ رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصہ یعنی اس کا آدھا اور وہ آیت جس میں ہے آیت والنھار علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرءوا ماتیسر من القرآن۔ اسے معلوم ہے کہ تم اس کو نباہ نہیں سکتے سو اس نے تم پر رحم کیا پس پڑھو جتنا قرآن میں سے آسان ہو آیت ناشئۃ اللیل یعنی رات کا اٹھنا اس کا اول ہے اور ان کی نماز رات کے اول حصہ میں ہوتی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ تم اس کو شمار کر لو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر قیام اللیل میں سے فرض کیا ہے۔ اور یہ اس لیے کہ انسان جب سو جاتا ہے تو وہ نہیں جانتا کہ کب جاگے گا اور فرمایا آیت واقوم قیلا اور بات بھی صحیح نکلتی ہے۔ یعنی وہ زیادہ مناسب ہے کہ آپ قرآن کی قراءت کو سمجھیں آیت ان لک فی النھار سبحا طویلا۔ بے شک دن میں آپ کے لیے بڑا کام ہے یعنی لمبی فراغت ہے۔

۱۰۔ ابن ابی حاتم نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت یا ایھا المزمل اے چادر اوڑھنے والے یہ آیت نازل ہوئی اور اس وقت آپ ایک مخملی چادر میں تھے۔

۱۱۔ الحاکم وصححہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت یا ایھا المزمل کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد ہے کہ آپ نے اس امر کو چھپا رکھا ہے۔ سو آپ اس کے ساتھ کھڑے ہوں۔

۱۲۔ ابن ابی شیبہ وابن نصر نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت یا ایھا المزمل سے مراد ہے کہ آپ نے اس امر کو چھپا رکھا ہے سو آپ کے ساتھ اٹھیں اور فرمایا آیت یا ایھا المدثر سے مراد ہے کہ آپ نے اس امر کو چادر کے ساتھ ڈھانپ رکھا ہے سو آپ اس کام کو لے کر کھڑے ہو جائیں۔

۱۳۔ ابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت یا ایھا المزمل کے بارے میں روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے تھے کہ آپ کو خطاب ہوا آیت یا ایھا المزمل۔

۱۴۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن نصر قتادہ رحمہ اللہ سے آیت یا ایھا المزمل کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد ہے اے وہ جو کہ اپنے کپڑوں کے ساتھ لپٹا ہوا ہے۔

۱۵۔ عبد بن حمید نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت یا ایھا المزمل سے نبی ﷺ کی ذات مراد ہے۔
(تفسیر درمنثور، سورہ مزمل، بیروت)

بَابُ قِیَامِ اللَّیْلِ
باب: رات کے نوافل

رات کی عبادت اور شیطان کی گرہوں کا بیان

1306 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: یَعْقِدُ الشَّیْطَانُ عَلٰی قَافِیَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ، اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ، یَضْرِبُ مَكَانَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَیْكَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ، فَارْقُدْ، فَاِنِ اسْتَیْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ صَلَّی انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا، طَیِّبَ النَّفْسِ، وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''شیطان کسی شخص کے سر کی گدی پر گرہ لگاتا ہے جب وہ آدمی سو رہا ہوتا ہے وہ تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ لگاتے ہوئے یہ کہتا ہے: رات بہت لمبی ہے تم سوئے رہو اگر آدمی بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وہ وضو کر لے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وہ نماز ادا کر لے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے اور آدمی صبح کے وقت ہشاش بشاش اور خوش مزاج ہوتا ہے ورنہ وہ صبح کے وقت خراب مزاج والا اور سست ہوتا ہے''۔

1307 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ یَزِیْدَ بْنِ خُمَیْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِی قَیْسٍ، یَقُوْلُ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: لَا تَدَعْ قِیَامَ اللَّیْلِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا یَدَعُهُ، وَكَانَ اِذَا مَرِضَ، اَوْ كَسِلَ، صَلّٰی قَاعِدًا

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: تم رات کے نوافل ترک نہیں کرنا' کیونکہ نبی اکرم ﷺ انہیں ترک نہیں کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ جب بیمار ہوتے یا تھکے ہوئے ہوتے تو آپ ﷺ بیٹھ کر انہیں ادا کرتے تھے۔

1308 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا یَحْیٰی، حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ اَبِی صَالِحٍ، عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی، وَاَیْقَظَ امْرَاَتَهُ، فَاِنْ اَبَتْ، نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاَةً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّتْ، وَاَیْقَظَتْ زَوْجَهَا،

1308- اسنادہ قوی، ابن بشار: ھو محمد البصری، ویحیی: ھو ابن سعید القطان، وابن عجلان: ھو محمد المدنی، والقعقاع: ھو ابن حکیم الکنانی المدنی، وابو صالح: ھو ذکوان السمان. واخرجہ ابن ماجہ (1336)، والنسائی فی "الکبری" (1302) من طریقین عن یحیی بن سعید القطان، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (7410)، و "صحیح ابن حبان" (2567).

فَإِنْ أَبَى، نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو رات کے وقت بیدار ہو کر نماز ادا کرتا ہے وہ اپنی اہلیہ کو بھی بیدار کرتا ہے اگر وہ بیدار نہیں ہوتی' تو وہ اس کے چہرے پر پانی چھڑکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی رحم کرے جو رات کے وقت بیدار ہو کر نماز ادا کرتی ہے۔ وہ اپنے شوہر کو بھی بیدار کرتی ہے اگر وہ بیدار نہیں ہوتا تو وہ عورت اس کے چہرے پر پانی چھڑکتی ہے''۔

1309 - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، الْمَعْنَى، عَنِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَيْقَظَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا، أَوْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَمِيعًا، كُتِبَا فِي الذَّاكِرِينَ وَالذَّاكِرَاتِ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ ابْنُ كَثِيرٍ، وَلَا ذَكَرَ أَبَا هُرَيْرَةَ، جَعَلَهُ كَلَامَ أَبِي سَعِيدٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: وَأُرَاهُ ذَكَرَ أَبَا هُرَيْرَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ سُفْيَانَ مَوْقُوفٌ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص رات کے وقت اپنی بیوی کو بیدار کرتا ہے اور وہ دونوں نماز ادا کرتے ہیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) وہ دونوں دو رکعت ادا کرتے ہیں' تو ان کا نام ذکر کرنے والے مردوں اور ذکر کرنے والی عورتوں میں نوٹ کر لیا جاتا ہے''۔

ابن کثیر نامی راوی نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا اور انہوں نے اس کی سند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا انہوں نے اسے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے کلام کے طور پر نقل کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن مہدی نے یہ روایت سفیان کے حوالے سے نقل کی ہے' جس میں وہ یہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان کی نقل کردہ روایت موقوف ہے۔

بیوی کو نماز کا حکم دینے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ ان کے پدر بزرگوار حضرت عمر بن خطاب رات کو جس قدر اللہ چاہتا نماز پڑھتے رہتے اور رات جب آخر ہوتی تو اپنی زوجہ محترمہ کو نماز پڑھنے کے لئے اٹھاتے اور فرماتے کہ" نماز پڑھو، پھر یہ آیت پڑھتے: (وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (طٰہٰ: 132) (اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس (کی مشقتوں) پر صبر کیجئے ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رزق نہیں

مانگتے ،رزق ہم ہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیتے ہیں اور آخرت کی بھلائی تو پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

(مالک، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1214)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے متعلقین اور اہل خانہ کو نماز پڑھنے کی ہدایت کرتے رہیے اور خود بھی نماز پڑھنے کی مشقتوں محنتوں پر صبر کیجئے اور اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین کو بھی جو محنت و مشقت اٹھانی پڑے اسے بھی برداشت کیجئے اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں مشغول رہیے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کیجئے، اسی سے ظاہری و باطنی غناء کے لئے مدد کے طلبگار رہیے اپنے رزق اور معاش کی فکر نہ کیجئے اور دیکھئے ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رزق نہیں مانگتے کہ اپنے رزق اور اسباب معیشت کے حصول اور دوسروں کے لئے رزق کی ذمہ داری آپ کو جدوجہد اور محنت و سعی کے ایسے بندھنوں میں باندھ دے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ادائیگی نماز میں رکاوٹ بن جائے جس طرح ہم دوسروں کو رزق دیتے ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رزق بخشتے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تو صرف یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کے امور سے منہ موڑ کر اپنے قلب و دماغ کو صرف آخرت کی بھلائی اور اپنے متعلقین کی اصلاح میں مصروف رکھیے اور یہ جان لیجئے کہ عاقبت محمودہ یعنی دنیا اور آخرت دونوں جگہ انجام کار بخیر ہونا صرف متقیوں اور اللہ کے نیک بندوں ہی کے لئے ہے

رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میری امت کے اشراف یعنی بلند مرتبہ لوگ قرآن اٹھانے والے (اور رات (میں اٹھنے) والے ہیں۔ (بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1213)

قرآن اٹھانے والے" سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم یاد کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں بایں طور کہ قرآن نے جن امور کو کرنے کا حکم دیا ہے ان کو کرتے ہیں اور جن امور سے منع کیا ہے ان سے بچتے ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ہی لوگ میری امت کے بلند مرتبہ اور باسعادت افراد ہیں، چنانچہ قرآن حفظ کرنے والے اور اس کے احکام کے پابند لوگوں کی فضیلت ایک دوسری روایت میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ" جس آدمی نے قرآن حفظ کیا تو بیشک اس پر فیضان نبوت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں مگر اس کے پاس وحی (یعنی وحی جلی) نہیں آتی، البتہ وحی خفی اس کے پاس آتی ہے (یعنی وحی جلی کے مطالب و معارف کا فیضان اس کے قلب و دماغ پر ہوتا ہے) مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم حفظ کرنے والا آدمی اس وجہ سے بہت زیادہ فضیلت و سعادت کا پیکر مانا جاتا ہے کہ اس کے قلب کے اندر قرآن کے الفاظ کی شکل میں نور نبوت ودیعت فرمادیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وحی خفی یعنی قرآن کے ظاہری الفاظ کے مطالب و معارف کا فیضان اس کے قلب و دماغ کو منور کردیتا ہے اور قرآن کے الفاظ کے نور کی برکت سے وحی جلی پر (جو کہ انبیاء کا مخصوص حصہ ہے) اس کا ایمان وایقان قوی تر ہوتا ہے۔

علامہ یحییٰ نووی فرماتے ہیں کہ" قرآن حفظ" کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن یاد کرے اور اپنی عملی زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھالے، بایں طور کہ قرآن نے جو احکام دیئے ہیں ان پر پوری قلبی خلوص اور مداومت کے ساتھ عمل کرے ورنہ تو محض قرآن یاد کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا ان لوگوں میں شمار کیا جاتا جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ: آیت (كَمَثَلِ

الحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا) (الجمعہ:5) " یعنی (جو لوگ حافظ قرآن ہوں مگر عامل قرآن نہ ہوں تو) وہ ایسے ہیں جیسے کہ گدھے پر کتابیں لاد دی جائیں۔" یعنی جس طرح کہ گدھے پر کتابیں لاد دینے سے گدھے کو ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں پہنچتا بالکل اسی طرح قرآن پر عمل کرنے والے حافظ کو بھی قرآن حفظ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

اور وہ سعادت و مرتبے کے اعتبار سے کسی بھی حیثیت میں نہیں ہوتا۔ اَصْحَابُ اللَّيْلِ (رات والے) سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز و قرآن پڑھنے کے شب بیداری پر مداومت کرتے ہیں یعنی پابندی کے ساتھ روزانہ رات کو اٹھتے ہیں اور عبادت الٰہی و ذکر اللہ میں مشغول ہوتے ہیں ایسے لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی نظروں میں بڑی فضیلت کے حامل ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق امت مرحومہ کے بلند مرتبہ افراد میں شمار کیے جاتے ہیں۔

بَابُ النُّعَاسِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران اونگھ آجانا

1310 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ، لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ، فَيَسُبَّ نَفْسَهُ

❁❁ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

"جب کسی شخص کو (نفل) نماز کے دوران اونگھ آجائے' تو اسے سو جانا چاہیے' یہاں تک کہ اس کی نیند پوری ہو جائے (تو پھر اٹھ کے نوافل ادا کرنے چاہئیں) کیونکہ جب کوئی شخص اونگھنے کے دوران نماز ادا کر رہا ہو' تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی طرف سے استغفار پڑھ رہا لیکن درحقیقت خود کو برا بھلا کہہ رہا ہو"۔

1311 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ، فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْآنُ عَلٰى لِسَانِهِ، فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ، فَلْيَضْطَجِعْ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص رات کے وقت نوافل ادا کرنے لگے (اور نیند کے غلبے کی وجہ سے) قرآن کی تلاوت کرنا اس کے لیے دشوار ہو جائے اور اسے یہ پتہ نہ چل پائے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے' تو اسے لیٹ جانا چاہیے (یعنی سو جانا چاہیے)"۔

1312 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ، وَهَارُوْنُ بْنُ عَبَّادٍ الْاَزْدِيُّ، اَنَّ اِسْمَاعِيْلَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الْمَسْجِدَ، وَحَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ سَارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟ فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذِهٖ حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ تُصَلِّيْ،

فَإِذَا أَعْيَتْ تَعَلَّقَتْ بِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِتُصَلِّ مَا أَطَاقَتْ، فَإِذَا أَعْيَتْ، فَلْتَجْلِسْ. قَالَ زِيَادٌ: فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالُوا: لِزَيْنَبَ تُصَلِّي، فَإِذَا كَسِلَتْ، أَوْ فَتَرَتْ أَمْسَكَتْ بِهِ، فَقَالَ: حُلُّوهُ، فَقَالَ: لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا كَسِلَ أَوْ فَتَرَ، فَلْيَقْعُدْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹکی ہوئی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ رسی کس کی؟ عرض کی گئی: یارسول اللہ! یہ سیّدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی ہے' وہ نماز ادا کرتی ہیں جب وہ تھک جاتی ہیں' تو اس کے ساتھ لٹک جاتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چاہئے کہ وہ اتنی نماز ادا کرے جتنی وہ طاقت رکھتی ہے اور جب وہ تھک جائے' تو پھر بیٹھ جائے۔

زیاد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ کس کی ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ہے' جو نماز ادا کرتی ہیں جب وہ تھک جاتی ہیں' یا جب رکاوٹ آنے لگتی ہے' تو اسے پکڑ لیتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کھول دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی بھی شخص کو اس وقت تک نفل نماز ادا کرنی چاہئے جب تک وہ چاک و چوبند ہو' جب وہ تھکاوٹ کا شکار ہو جائے' یا جب رکاوٹ آنے لگے تو پھر اسے بیٹھ جانا چاہئے۔

بَابُ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ

باب: جو شخص اپنے وظیفے کو ادا کرنے سے پہلے سو جائے

1313 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ الْمَعْنَى، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، وَعُبَيْدَ اللَّهِ، أَخْبَرَاهُ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدٍ - قَالَ: عَنِ ابْنِ وَهْبٍ: ابْنُ عَبْدٍ الْقَارِيُّ - قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ - أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ - فَقَرَأَهُ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

1313- اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله بن وهب بن مسلم، ويونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن شهاب: هو الزهري. وعبيد الله: هو ابن عبد الله بن عتبة. واخرجه مسلم (747)، وابن ماجه (1343)، والترمذي (588)، والنسائي في "الكبرى" (1466)، من طريق يونس بن يزيد، عن ابن شهاب، بهذا الاسناد. واخرجه النسائي في "الكبرى" (1467) عن سويد بن نصر، عن عبد الله بن المبارك، عن يونس، عن الزهري، به الا انه وقفه على عمر بن الخطاب. لكن رواه احمد في "مسنده" (220) عن عتاب بن زياد - وهو ثقة - عن ابن المبارك، فرفعه. نبه عليه الحافظ في "النكت الظراف." وهو في "مسند احمد" (220). و"صحيح ابن حبان" (2643). واخرجه موقوفاً ايضاً النسائي في "الكبرى" (1469) من طريق مالك، عن داود ابن الحصين، عن الاعرج، عن عبد الرحمن ابن عبد القاري ان عمر بن الخطاب قال: من فاته حزبه من الليل، فقرأه حين تزول الشمس الى صلاة الظهر، فانه لم يفته، او كانه ادركه. وهو في "الموطا" 1/200.

"جو شخص اپنے معمول کے وظیفے یا اس کے کچھ حصے (کو ادا کرنے سے پہلے) سو جائے تو اسے فجر کی نماز اور ظہر کی نماز کے درمیان میں اسے پڑھ لینا چاہیے' تو یہ اس کے نامہ اعمال میں اسی طرح نوٹ کیا جائے گا' جس طرح اس نے رات کے وقت اسے پڑھا تھا"۔

بَابُ مَنْ نَوَى الْقِيَامَ فَنَامَ

باب: جو شخص نوافل ادا کرنے کی نیت کرے اور سو جائے

1314 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ، عِنْدَهُ رِضًى، أَنَّ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنَ امْرِئٍ تَكُونُ لَهُ صَلَاةٌ بِلَيْلٍ، يَغْلِبُهُ عَلَيْهَا نَوْمٌ، إِلَّا كُتِبَ لَهُ أَجْرُ صَلَاتِهِ، وَكَانَ نَوْمُهُ عَلَيْهِ صَدَقَةً

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اس کی نماز کا اجر عطا کیا جاتا ہے اور وہ نیند اس کے لیے صدقہ ہو جاتی ہے"۔

بَابُ أَيِّ اللَّيْلِ أَفْضَلُ؟

باب: رات کا کون سا حصہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟

1315 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ، فَيَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"ہر رات ہمارا پروردگار آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے یہاں تک کہ جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے' تو وہ ارشاد فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے تاکہ میں اس کی دعا کو قبول کروں؟ کون مجھ سے مانگتا ہے تاکہ میں اسے عطا کروں؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تاکہ میں اس کی مغفرت کروں"۔

بَابُ وَقْتِ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ

باب: نبی اکرم ﷺ کا رات کے وقت نوافل ادا کرنے کا وقت

1316 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيدَ الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

عَائِشَةَ. قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُوقِظُهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِاللَّيْلِ. فَمَا يَجِيءُ السَّحَرُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ حِزْبِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ رات کے وقت بیدار کر دیتا تھا یہاں تک کہ صبح صادق سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معمول کے وظیفے سے فارغ ہو چکے ہوتے تھے۔

1317 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، ح وحَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، وَهَذَا حَدِيثُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَهَا: أَيَّ حِينٍ كَانَ يُصَلِّي؟ قَالَتْ: كَانَ إِذَا سَمِعَ الصُّرَاخَ، قَامَ فَصَلَّى

مسروق بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (نفل) نماز کے بارے میں دریافت کیا: میں نے ان سے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت میں اسے ادا کرتے تھے' تو انہوں نے بتایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرغ کی بانگ سنتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر نماز ادا کرتے تھے۔

شرح

حضرت عبداللہ بن مسعود راوی ہیں کہ" سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہمارا رب دو آدمیوں سے بہت خوش ہوتا ہے ایک تو وہ آدمی جو رات کو اپنے نرم بستر ولحاف سے اور اپنی محبوبہ اور بیوی کے پاس سے (تہجد) کی نماز کے لئے اٹھتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہتا ہے" میرے بندے کی طرف دیکھو جو میرے پاس کی چیزوں (یعنی جنت اور ثواب) کے شوق سے اور میرے پاس کی چیزوں (یعنی دوزخ اور عذاب) کے ڈر کی وجہ سے اپنے فرش و نرم بستر اور اپنی محبوبہ اور بیوی کو چھوڑ کر اپنی نماز پڑھنے کے لئے اٹھا۔ اور دوسرا وہ آدمی جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور (بغیر کسی شدید عذر کے) اپنے ساتھیوں سمیت میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا، مگر جب اسے بلا عذر میدان جہاد سے بھاگ نکلنے کی سزا اور پھر جنگ میں واپس آجانے کا ثواب یاد آیا تو (میدان کارزار میں) واپس آگیا اور (اللہ کے دشمنوں سے) اس قدر لڑا کہ جام شہادت نوش کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ" میرے بندے کی طرف (بنظر تعجب) دیکھو جو میرے پاس کی چیزوں (یعنی جنت وثواب) کے شوق میں اور میرے پاس کی چیزوں (یعنی دوزخ وعذاب) کے خوف سے (میدان جنگ میں) لوٹ آیا اور اللہ کے راستہ میں یہاں تک لڑا کہ اپنی جان بھی دیدی۔

(شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1226)

مطلب یہ ہے کہ رات کے پرسکون ماحول اور آرام میں کسی آدمی کے لئے نرم بستر، آرام دہ لحاف اور محبوب بیوی کا قرب ہی سب سے زیادہ پسندیدہ اور پیاری چیزیں ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود وہ آدمی اپنے رب کی عبادت اور اس کی جزاء وانعام کے شوق میں ان سب چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے اور پروردگار کے حضور اپنی بندگی وعبودیت کا نذرانہ پیش کرنے لگتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کی تمام پسندیدہ چیزیں دنیا میں تو قلب ودماغ کے سکون اور انسانی عیش ومسرت کا سامان بن سکتی ہیں مگر نہ تو یہ قبر میں نفع پہنچائیں گی

اور نہ حشر میں کامیابی و سرخروئی کی ضامن ہوں گی۔ قبر اور حشر میں تو صرف پروردگار کی اطاعت اور اس کی عبادت ہی کام آئے گی اور وہی سعادت و کامیابی کی منزل سے ہم کنار کریں گی۔

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے واسطے عبادت کرنا اور اس پر ثواب کی امید رکھنا اخلاص اور کمال کے منافی نہیں ہے اگرچہ یہ اکمل درجے کے منافی ہے کیونکہ عبادت کے سلسلے میں اکمل درجہ یہی ہے کہ عبادت محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے لئے کی جائے اور اس سے کوئی غرض مثلاً ثواب کا حصول یا عذاب کا خوف وابستہ نہ ہو لیکن ہاں کوئی آدمی اگر عبادت محض ثواب کے واسطے یا عذاب کے خوف سے کرتا ہے تو اسے یہ نہ جان لینا چاہیے کہ اس کی یہ عبادت، عبادت نہیں صرف تضیع اوقات ہے۔

1318 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِي إِلَّا نَائِمًا. تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے انہیں اپنے ہاں سحری کے وقت ہمیشہ سوتے ہوئے پایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

1319 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الدُّؤَلِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ابْنِ أَخِي حُذَيْفَةَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ، صَلَّى

⊛⊛ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی مشکل درپیش ہوتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے تھے۔

<u>نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگنے کا بیان</u>

1320 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا الْهِقْلُ بْنُ زِيَادٍ السَّكْسَكِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَبِيعَةَ بْنَ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيَّ، يَقُولُ: كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتِيهِ بِوَضُوئِهِ وَبِحَاجَتِهِ، فَقَالَ: سَلْنِي، فَقُلْتُ: مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ، قَالَ: أَوَ غَيْرَ ذَلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ، قَالَ: فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ

⊛⊛ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات بسر کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو اور قضائے حاجت کا پانی لے کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے کچھ مانگو۔ میں نے عرض کی: میں جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ مانگتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا اس کے علاوہ کچھ اور بھی (مانگنا چاہتے ہو؟) میں نے عرض کی: یہی کافی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بکثرت سجود کے ذریعے اپنی ذات کے بارے میں میری مدد کرو۔

1321 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،

فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ: (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ) (السجدة: ۱۶) قَالَ: كَانُوْا يَتَيَقَّظُوْنَ مَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ يُصَلُّوْنَ. وَكَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ: قِيَامُ اللَّيْلِ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''ان کے پہلو بستر (ان) سے الگ رہتے ہیں اور وہ خوف اور امید کے عالم میں اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: صحابہ کرام مغرب اور عشاء کے درمیان بیدار ہو کر نماز ادا کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حسن بصری یہ کہتے ہیں: اس سے مراد رات کے نوافل ہیں۔

1322 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ، وَابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ، فِيْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: (كَانُوْا قَلِيْلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ) (الذاريات: 17)، قَالَ: كَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ. زَادَ فِيْ حَدِيْثِ يَحْيٰى: وَكَذٰلِكَ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں نقل کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''وہ لوگ رات کے وقت بہت کم سوتے ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ لوگ مغرب اور عشاء کے درمیان نماز ادا کیا کرتے تھے۔

یحییٰ نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: اسی طرح اس آیت (سے بھی یہی مراد ہے)

''ان کے پہلو الگ ہوتے ہیں''۔

بَابُ افْتِتَاحِ صَلَاةِ اللَّيْلِ بِرَكْعَتَيْنِ

باب: رات کے نوافل کے آغاز میں دو رکعت ادا کرنا

1323 - حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُوْ تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص رات کے وقت بیدار ہو تو اسے پہلے دو مختصر رکعت ادا کرنی چاہئیں''۔

نماز میں سکون ہونے کا بیان

حضرت سالم بن ابی الجعد فرماتے ہیں کہ (ایک دن) قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی کہنے لگا کہ" کاش میں نماز پڑھتا اور راحت پاتا

"جب لوگوں نے اس کے اس کہنے کو برا سمجھا تو اس نے کہا کہ" میں نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ بلال! نماز کے لئے تکبیر کہو تا کہ ہم اس کے ذریعے راحت حاصل کریں۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1228)

نماز کی تاثیر انسانی راحت واطمینان اور قلبی سکون ہے جو آدمی خلوصِ قلب کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اسے ایک عجیب قسم کی راحت ملتی ہے اور اس کے دل ودماغ میں سکون واطمینان کے خزانے بھر جاتے ہیں چنانچہ قبیلہ خزاعہ کے مذکورہ آدمی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ نماز پڑھوں اور پھر اپنے پروردگار کی عبادت، اس کی مناجات اور حمد اور اس کے کلام پاک کے پڑھنے کی لذت سے راحت وسکون حاصل کروں۔ لوگوں نے اس کے کہنے کو جو برا سمجھا تو ایک وجہ تھی وہ یہ کہ اس کے قول کے دو معنی محتمل تھے اول تو یہ کہ" نماز کے ذریعے راحت پاؤں" دوسرے یہ کہ" نماز سے راحت پاؤں" یعنی نماز پڑھ کر آرام سے بیٹھ جاؤں۔ اس کی مراد تو اول معنی تھے لیکن لوگوں نے دوسرے معنی مراد لئے جو انہیں پسند نہیں تھے اس لئے اس نے لوگوں کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اور مراد کو واضح کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا تھا نقل کیا کہ" اے بلال تکبیر (اقامت) کہو تا کہ ہم اس کے ذریعے راحت حاصل کریں" کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو بس اللہ کی عبادت ہی میں راحت تھی اور نماز میں مشغول رہنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آرام وسکون کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔ نماز ہی کے اندر اپنے پروردگار کی بڑائی اور اپنے خالق کی مناجات وحمد بیان کی جاتی ہے کہ ایک کامل واکمل بندے کا اپنے پروردگار کی مناجات میں مشغول رہنا ہی اس کے لئے سب سے بڑی راحت ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ" مجھے تو نماز (ہی) میں راحت ملتی ہے۔

1324 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، عَنْ رَبَاحِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اِذَا بِمَعْنَاهُ زَادَ، ثُمَّ لِيُطَوِّلْ بَعْدُ مَا شَاءَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، وَجَمَاعَةٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، اَوْقَفُوهُ عَلَى اَبِي هُرَيْرَةَ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ اَيُّوبُ، وَابْنُ عَوْنٍ، اَوْقَفُوهُ عَلَى اَبِي هُرَيْرَةَ، وَرَوَاهُ ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، قَالَ: فِيهِمَا تَجَوُّزٌ

✿✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''حسب'' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''پھر وہ جتنی چاہے طویل نماز ادا کرے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت حماد بن سلمہ، زہیر بن معاویہ اور ایک جماعت نے ہشام کے حوالے سے نقل کی ہے ان لوگوں نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

اسی طرح ایوب اور ابن عون نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

ابن عون نے محمد بن سیرین کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: "ان دونوں کو مختصر رکھو"۔

1325 - حَدَّثَنَا ابْنُ حَنْبَلٍ يَعْنِي أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَلِيٍّ الْأَزْدِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُبْشِيٍّ الْخَثْعَمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: طُولُ الْقِيَامِ

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طویل قیام کرنا۔

بَابُ صَلَاةِ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى

باب: رات کی نماز کو دو دو کر کے پڑھنا

1326 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى، فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ، صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً، تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کے نوافل کے بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو دو کر کے ادا کی جائے گی جب کسی شخص کو صبح صادق (قریب ہونے) کا اندیشہ ہو تو وہ ایک رکعت ادا کر لے یہ اس کی اُس نماز کو وتر کر دے گی جو اس نے پہلے ادا کی ہے۔

بَابٌ فِي رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ

باب: رات کی نماز میں بلند آواز میں قرأت کرنا

1327 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرَكَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، مَوْلَى الْمُطَّلِبِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَدْرِ مَا يَسْمَعُهُ مَنْ فِي الْحُجْرَةِ، وَهُوَ فِي الْبَيْتِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت (اتنی بلند) ہوتی تھی کہ جو شخص گھر کے بیرونی

1325- اسناده قوى، ولكن الصحيح فى لفظه ما سنورده من روايتى احمد والنسائى ان شاء الله. على الازدى - وهو على بن عبد الله البارقى - اخرج له مسلم حديثاً واحداً، وقال ابن عدى: لا باس به، وباقى رجاله ثقات، وقد قوى الحافظ اسناده فى ترجمة عبد الله بن حبشى من "الاصابة." حجاج: هو ابن محمد الاعور، وابن جريج: هو عبد الملك ابن عبد العزيز. واخرجه مطولاً النسائى فى "الكبرى" (2317) عن عبد الوهاب بن الحكم الوراق، عن حجاج بن محمد، بهذا الاسناد. الا انه قال فيه: ان النبى - صلى الله عليه وسلم - سئل: اى الاعمال افضل؟ قال: "ايمان لا شك فيه، وجهاد لا غلول فيه، وحجة مبرورة"، قيل: فاى الصلاة افضل؟ قال: "طول القنوت." وهو كذلك فى "مسند احمد" (15401)، فالظاهر ان ابا داود اختصره، فوقع خلل فى اختصاره. والله تعالى اعلم. وقد رواه كذلك بهذا اللفظ الذى رواه عبد الوهاب بن الحكم واحمد فى "مسنده": هارون بن عبد الله الحمال عند النسائى فى "المجتبى" (4986). واخرج مسلم (756) و (165)

کمرے (یعنی بیٹھک) میں بیٹھا ہوتا تھا وہ اسے سن سکتا تھا حالانکہ نبی اکرم ﷺ اس وقت گھر کے اندرونی حصے میں ہوتے تھے۔

1328 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَائِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ يَرْفَعُ طَوْرًا، وَيَخْفِضُ طَوْرًا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو خَالِدٍ الْوَالِبِيُّ اسْمُهُ هُرْمُزُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رات کے وقت نبی اکرم ﷺ بعض اوقات بلند آواز میں تلاوت کرتے تھے اور بعض اوقات پست آواز میں تلاوت کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوخالد والبی نامی راوی کا نام ہرمز ہے۔

بلند اور آہستہ آواز میں قرأت قرآن کا بیان

1329 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً، فَإِذَا هُوَ بِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّي يَخْفِضُ مِنْ صَوْتِهِ، قَالَ: وَمَرَّ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَهُوَ يُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَهُ، قَالَ: فَلَمَّا اجْتَمَعَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ، مَرَرْتُ بِكَ وَأَنْتَ تُصَلِّي تَخْفِضُ صَوْتَكَ. قَالَ: قَدْ أَسْمَعْتُ مَنْ نَاجَيْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ: وَقَالَ لِعُمَرَ: مَرَرْتُ بِكَ، وَأَنْتَ تُصَلِّي رَافِعًا صَوْتَكَ. قَالَ: فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أُوقِظُ الْوَسْنَانَ، وَأَطْرُدُ الشَّيْطَانَ - زَادَ الْحَسَنُ فِي حَدِيثِهِ: - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا بَكْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا، وَقَالَ لِعُمَرَ: اخْفِضْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ رات کے وقت نکلے آپ ﷺ کا گزر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا جو نماز ادا کر رہے تھے اور پست آواز میں تلاوت کر رہے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ کا گزر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا جو نماز ادا کر رہے تھے اور بلند آواز میں تلاوت کر رہے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب یہ دونوں حضرات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! میں تمہارے پاس سے گزرا تھا تم اس وقت نماز ادا کر رہے تھے اور پست آواز میں تلاوت کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس ذات کو سنا رہا تھا جس کے ساتھ میں سرگوشی میں بات کر رہا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں تمہارے پاس سے بھی گزرا تھا تم نماز ادا کر رہے تھے اور بلند آواز میں تلاوت کر رہے تھے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں سوئے ہوئے شخص کو جگانا چاہتا تھا اور شیطان کو بھگانا چاہتا تھا۔

حضرت ابو بکر ... پڑھ رہے تھے ... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم اپنی آواز کو تھوڑا بلند کرو اور آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنی آواز کو کچھ پست رکھو۔

- حَدَّثَنَا أَبُو حُصَيْنِ بْنُ يَحْيَى الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ لَمْ يَذْكُرْ. فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ ارْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ شَيْئًا وَلِعُمَرَ اخْفِضْ شَيْئًا. زَادَ وَقَدْ سَمِعْتُكَ يَا بِلَالُ وَأَنْتَ تَقْرَأُ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ وَمِنْ هَذِهِ السُّورَةِ. قَالَ كَلَامٌ طَيِّبٌ يَجْمَعُ اللهُ تَعَالَى بَعْضَهُ إِلَى بَعْضٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ قَدْ أَصَابَ

یہی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے یہی واقعہ منقول ہے تاہم اس میں یہ ذکر نہیں کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کچھ بلند کرو اور نہ ہی یہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم کچھ پست رکھو''۔

اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''اے بلال! میں نے تمہیں سنا تم نے اس سورت میں کچھ حصہ تلاوت کیا اور اس سورت میں سے بھی کچھ حصہ تلاوت کیا'' تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ ایک عمدہ کلام ہے اس کے ایک حصے کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے کے ساتھ جمع کر دیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سب نے ٹھیک کیا ہے۔

بلند آواز میں قرأت کرنے کی فضیلت کا بیان

1331 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَرَأَ، فَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَرْحَمُ اللهُ فُلَانًا كَأَيِّ مِنْ آيَةٍ أَذْكَرَنِيهَا اللَّيْلَةَ، كُنْتُ قَدْ أَسْقَطْتُهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ هَارُونُ النَّحْوِيُّ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، فِي سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ فِي الْحُرُوفِ، وَكَأَيِّ مِنْ نَبِيٍّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص رات کے وقت کھڑا ہوا اس نے قرأت کرنا شروع کی اس نے بلند آواز میں قرآن کی تلاوت کی جب صبح ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم کرے اس نے گزشتہ رات مجھے کتنی ہی ایسی آیات یاد کروا دیں جنہیں میں بھولتا جا رہا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہارون نے یہ روایت حماد بن سلمہ کے حوالے سے نقل کی ہے' جو سورۂ آل عمران کے کچھ حروف کے بارے میں ہے۔

''وَكَأَيِّ مِنْ نَبِيٍّ''

1332 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُونَ بِالْقِرَاءَةِ، فَكَشَفَ السِّتْرَ، وَقَالَ: أَلَا إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ، فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَلَا يَرْفَعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْقِرَاءَةِ، أَوْ قَالَ: فِي الصَّلَاةِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلند آواز میں تلاوت کرتے ہوئے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ہٹایا اور ارشاد فرمایا: خبردار تم میں سے ہر شخص اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مناجات کررہا ہوتا ہے تو کوئی شخص دوسرے کو ایذاء نہ پہنچائے اور قرأت کرتے ہوئے کوئی شخص دوسرے سے اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ''نماز کے دوران''

1333 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ، كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ، وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ، كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بلند آواز میں قرآن کی تلاوت کرنے والا ظاہری طور پر صدقہ کرنے والے کی مانند ہے اور پست آواز میں تلاوت کرنے والا پوشیدہ طور پر صدقہ کرنے والے کی مانند ہے''۔

نماز میں قرأت کی فرضیت رکعات سے متعلق فقہی مذاہب

نماز میں قرأت یعنی قرآن کریم پڑھنا تمام علماء کے نزدیک متفقہ طور پر فرض ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی رکعتوں میں پڑھنا فرض ہے؟ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری نماز میں قرأت فرض ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں للاکثر حکم الکل (اکثر کل کے حکم میں ہے) کے کلیہ کے مطابق تین رکعت میں فرض ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے مطابق دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک قول مشہور ہے کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے موافق ہے۔ حضرت حسن بصری اور حضرت زفر رحمہما اللہ علیہما کے نزدیک صرف ایک رکعت میں قرأت فرض ہے۔

نماز کی رکعات میں قرأت میں فقہی اختلاف کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نماز میں کتنی رکعات میں قرأت کی جائے یہ مسئلہ مخمسہ یعنی اس کے بارے پانچ مؤقف ہیں:

(۱) احناف کے نزدیک پہلی دو رکعات میں قرأت فرض ہے۔ (۲) امام شافعی کے نزدیک تمام رکعات میں قرأت ہے (۳) امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک تین رکعات میں قرأت ہے (۴) امام حسن بصری کے نزدیک صرف ایک رکعت میں قرأت ہے (۵) امام ابوبکر اصم کے نزدیک تمام اذکار کی طرح ساری نماز میں قرأت سنت ہے۔

ابوبکر اصم کا قول فاسد ہے کیونکہ تمام اذکار سنت طریقے پر مشروع ہیں اور ان میں ہر حال میں اخفاء واجب ہے۔ جبکہ قرأت کی اکثر نمازوں میں جہر واجب ہے۔ کیونکہ اگر یہ سنت ہوتی تو اس میں اخفاء ہوتا۔ جبکہ یہ نص واجماع کے خلاف ہے۔

امام حسن بصری علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن'' اور امر تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا۔ جس طرح رکوع وسجود میں تکرار نہیں ہوتا۔ لہٰذا قرأت صرف ایک رکعت میں واجب ہوگی۔

امام مالک علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ قرأت تمام رکعات میں واجب ہے کیونکہ حدیث ''قرأت کے بغیر نماز نہیں'' لہٰذا اکثر کو کل کے قائم مقام کیا۔ تاکہ آسانی پیش نظر رہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ہر رکعت نماز ہے۔ اور جس نے ایک رکعت کسی کے پیچھے پڑھی تو وہ حانث ہو جائے گا۔

ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن'' بے شک امر بالفعل تکرار تقاضہ نہیں کرتا۔ جسے اصول کی کتب میں سمجھ چکے ہو۔ اور جو تم نے خبر واحد ذکر کی ہے وہ نہ تو نص قرآن کے معارض آسکتی ہے اور نہ اس سے نص پر زیادتی کی جائے گی۔ لہٰذا ہم نے پہلی سے استدلال کرتے ہوئے دوسری رکعت کی قرأت کو واجب کر لیا۔ کیونکہ اس کی دلالت اسی کے وجہ سے ہے۔ کیونکہ ان دونوں (پہلی، دوسری) کی شکل ایک ہی ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ پہلی رکعت تو ثناء، تعوذ اور بسملہ کی وجہ سے دوسری سے الگ ہوگئی تو ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ (ثناء، تعوذ، بسملہ) امر زائد ہے۔ ارکان میں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۲۰۵، بیروت)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں (یعنی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور ایک سورۃ) پڑھتے تھے اور بعد کی دونوں رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (بھی) آیت سنا دیا کرتے تھے اور دوسری رکعت کی بہ نسبت پہلی رکعت کو زیادہ طویل کرتے تھے اسی طرح عصر اور فجر کی نماز میں بھی کرتے تھے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

آخری رکعتوں میں قرأت کے بارے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حدیث کے ان الفاظ سے (وحزرنا قيامه في الاخرين) (ظہر) کی آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف کا ہم نے اندازہ کیا ہے۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی آخری دونوں رکعتوں میں بھی سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت جو پہلی دونوں رکعتوں کی سورتوں سے مختصر ہوتی تھی پڑھتے تھے چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک قول جدید کے مطابق یہی ہے

لیکن ان کے ہاں فتوے ان کے قول قدیم پر ہے جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق ہے کہ آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

لہٰذا اس حدیث کی تاویل یہ ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل سنت پر محمول نہیں بلکہ بیان جواز پر محمول ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کبھی کبھی کوئی اور سورہ بھی ملا کر قرأت کرتے تھے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس طرح پڑھنا بھی جائز ہے لیکن اتنی بات جان لینی چاہئے کہ تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ آخری دونوں رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا ہی سنت ہے بلکہ احناف کا کہنا تو یہ کہ اگر کوئی آدمی سورہ فاتحہ بھی نہ پڑھے بلکہ صرف تسبیح (یعنی سبحان اللہ وغیرہ کہہ لے تو بھی جائز ہے لیکن قرأت افضل ہے، امام نخعی، امام ثوری اور کوفہ کے تمام علماء کرام کا قول بھی یہی ہے۔

محیط میں یہ لکھا کہ اگر کوئی آدمی آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بجائے قصداً سکوت اختیار کرے تو یہ خلاف سنت ہونے کی وجہ سے ایک غلط فعل ہوگا۔ حسن بن زیاد نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آخری دونوں رکعتوں میں قرأت کرنا واجب ہے۔ ابن شیبہ نے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت کرو اور آخری دونوں رکعتوں میں تسبیح پر اکتفاء کرو اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی آدمی آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورۃ بھی پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا اور یہی صحیح بھی ہے کیونکہ آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے اور کسی دوسری سورت کا ترک کرنا واجب نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ سجدہ سہو کسی واجب کو چھوڑ دینے یا واجب پر عمل نہ کرنے ہی کی وجہ سے ضروری ہوتا ہے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اولیٰ اور صحیح یہ ہے کہ آخری دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دونوں رکعتوں میں کبھی کبھی سورہ فاتحہ کے علاوہ اور کوئی سورۃ یا کچھ آیتیں بھی پڑھ لیا کرتے تھے لیکن سورہ فاتحہ کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کا نہ پڑھنا ہی مستحب ہے۔

بَابٌ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ

باب: رات کی (نفل) نماز

1334 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ عَشْرَ رَكَعَاتٍ، وَيُوتِرُ بِسَجْدَةٍ، وَيَسْجُدُ سَجْدَتَيِ الْفَجْرِ، فَذَلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت دس رکعت ادا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت ادا کرتے تھے' تو یہ کل تیرہ 13 رکعت ہو جاتی ہیں۔

شرح

اور دن کے نوافل خواہ وہ ایک سلام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے۔ اور اگر چاہے تو چار پڑھے۔ اور اس سے زیادہ مکروہ ہے۔
بہرحال رات کو نوافل امام اعظم کے نزدیک ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعتیں پڑھے تب بھی جائز ہے۔ اور اس پر زیادتی کرنا مکروہ ہے اور صاحبین نے فرمایا: کہ رات کے نوافل ایک سلام کے ساتھ دو رکعات سے زیادہ نہ کرے۔ جبکہ جامع صغیر میں امام محمد علیہ الرحمہ آٹھ رکعتیں نوافل کا ذکر نہیں کیا۔ اور ان کی کراہت کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر زیادتی نہیں کی۔ اگر کراہت نہ ہوتی تو نبی کریم ﷺ جواز کی تعلیم کے طور زیادہ کرتے۔ لہٰذا صاحبین کے نزدیک رات کے نوافل دو، دو، رکعتیں پڑھنا افضل ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک شب و روز دونوں کے نوافل میں دو، دو رکعتیں ہیں۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں میں چار، چار رکعتیں ہیں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ شب و روز کی نماز دو، دو رکعتیں ہیں۔ جبکہ صاحبین نے اس کو تراویح پر قیاس کیا ہے۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ روایت حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی ہے۔ اور آپ ﷺ نے چاشت میں چار رکعتوں پر دوام فرمایا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ تحریمہ کے اعتبار سے دوام ہے۔ اس لئے کہ مشقت بھی زیادہ ہو اور فضیلت بھی زیادہ ہو۔ لہٰذا اگر کسی نے نذر مانی کہ وہ ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھے گا۔ تو دو سلاموں کے ساتھ چار رکعتیں پڑھ کر اس نذر سے نہیں نکل سکتا۔ جبکہ اس کے برعکس وہ نکل جائے گا۔ اور تراویح کی جماعت کے ساتھ ادا ہونے کی وجہ سے اس میں سہولت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث کا معنی ''جوڑا'' ہے طاق نہیں ہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب صلوٰۃ، لاہور)

دن اور رات میں نوافل کی تعداد رکعات میں فقہی تصریحات

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں: عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال صلاۃ اللیل والنہار مثنی مثنی قال أبو عیسی اختلف أصحاب شعبۃ فی حدیث ابن عمر فرفعہ بعضہم وأوقفہ بعضہم وروی عن عبد اللہ العمری عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم نحو ہذا والصحیح ما روی عن ابن عمر أن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال صلاۃ اللیل مثنی مثنی وروی الثقات عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم ولم یذکروا فیہ صلاۃ النہار وقد روی عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر أنہ کان یصلی باللیل مثنی مثنی وبالنہار أربعا وقد اختلف أہل العلم فی ذلک فرأی بعضہم أن صلاۃ اللیل والنہار مثنی مثنی وہو قول الشافعی وأحمد وقال بعضہم صلاۃ اللیل مثنی مثنی و (رأوا) صلاۃ التطوع بالنہار أربعا مثل الأربع قبل الظہر وغیرہا من صلاۃ التطوع وہو قول سفیان الثوری وابن المبارک وإسحق صحیح۔

(جامع ترمذی۔ ج ۱، باب ما جاء أن صلاۃ اللیل والنہار مثنی مثنی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دن اور رات کی نماز دو، دو (رکعتیں) ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اصحاب شعبہ نے حدیث ابن عمر کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا ہے یہ مرفوع ہے اور بعض نے اسے موقوف کہا ہے۔ جبکہ عبداللہ عمری نے نافع سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔

جبکہ صحیح روایت وہ ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رات کی نماز کو دو، دو (رکعتیں) کہا ہے اور جو ثقاف نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس میں صلوٰۃ النہار کا ذکر نہیں ہے۔

اور جو روایت عبیداللہ نے نافع سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ رات کو دو، دو اور دن کو چار رکعات پڑھتے تھے۔

تحقیق اہل علم نے اس میں اختلاف کیا ہے ان میں بعض نے کہا کہ دن رات کی نماز دو، دو رکعتیں ہیں۔ یہی قول امام شافعی اور امام احمد کا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ رات کی نماز دو، دو رکعتیں ہے۔ (جیسا کہ صاحبین کا موقف ہے) اور ان کے سوا نے کہا ہے کہ دن کے نوافل ظہر کی چار سنتوں کی طرح چار رکعات ہیں۔ (جیسا کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کا موقف ہے)۔ اور اس کے علاوہ سفیان ثوری، ابن مبارک اور اسحاق نے کہا ہے نفلی نماز جائز ہے۔ (جامع ترمذی)

رات کے وقت گیارہ رکعت ادا کرنے کا بیان

1335 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ، فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا، اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ

⊛⊛ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کے وقت گیارہ رکعت ادا کرتے تھے جن میں سے ایک رکعت وتر ہوتی تھی۔ جب آپ ﷺ ان سے فارغ ہو جاتے تھے تو دائیں پہلو کے بل لیٹ جاتے تھے۔

1336 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، وَنَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ، وَهٰذَا لَفْظُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، وَقَالَ نَصْرٌ: عَنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ، وَالْاَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ

1335- اسناده صحيح. الا ان الاضطجاع بعد الوتر منه شاذ، كما اوضحه الدارقطني في "الاحاديث التي خولف فيها مالك" الحديث (17)، حيث خالف مالكا فيه عقيل ويونس وشعيب بن ابي حمزة، وابن ابي ذئب والاوزاعي وغيرهم، فذكروا الاضطجاع بعد ركعتي الفجر، يعني سنة الفجر، وقبل الاقامة. وليس بعد الوتر. ونبه عليه ايضا قبل الدارقطني الذهلي كما نقله عنه ابن عبد البر في "التمهيد" 1218/ ومسلم في "التمييز"، وغيرهم. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وابن شهاب: هو الزهري. وهو عند مالك في "الموطا" 1201/، ومن طريقه اخرجه مسلم (736)، والترمذي (442) و (443)، والنسائي في "الكبرى" (417) و (445) و (1422). وهو في "مسند احمد" (24070)، و"صحيح ابن حبان" (2427). ورواية ابن حبان مختصرة بالوتر بواحدة. واخرجه البخاري (626) و (994) و (1123) و (6310)، ومسلم (736).

الْعِشَاءِ، إِلَى أَنْ يَنْصَدِعَ الْفَجْرُ، إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ ثِنْتَيْنِ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ، وَيَمْكُثُ فِي سُجُودِهِ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، قَامَ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ.

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے سے لے کر صبح صادق ہونے کے درمیان میں گیارہ رکعت ادا کرتے تھے آپ ﷺ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے آپ ﷺ (اس نماز کے دوران) سجدے میں اتنی دیر ٹھہرے رہتے تھے جتنی دیر میں کوئی شخص پچاس آیات کی تلاوت کرتا ہے جب مؤذن فجر کی پہلی اذان دے کر خاموش ہوتا تھا تو نبی اکرم ﷺ اٹھ کر دو مختصر رکعت (یعنی فجر کی دو سنتیں) ادا کر لیتے پھر آپ ﷺ دائیں پہلو کے بل لیٹ جاتے تھے یہاں تک کہ مؤذن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا (اور آپ ﷺ کو نماز کے لیے بلا کر لے جاتا تھا)

1337 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، وَيُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُمْ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ، وَيَسْجُدُ سَجْدَةً قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَسَاقَ مَعْنَاهُ، قَالَ: وَبَعْضُهُمْ يَزِيدُ عَلَى بَعْضٍ

❁❁ یہی روایت ایک سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"نبی اکرم ﷺ ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے آپ ﷺ اس میں اتنا سجدہ کرتے تھے جتنی دیر میں کوئی شخص پچاس آیات کی تلاوت کرتا ہے جب مؤذن فجر کی اذان دے کر خاموش ہوتا تھا اور صبح صادق ہو جاتی تھی"۔

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے جس میں بعض راویوں نے بعض کے مقابلے میں کچھ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

1338 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ مِنْهَا بِخَمْسٍ، لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْخَمْسِ، حَتَّى يَجْلِسَ فِي الْآخِرَةِ، فَيُسَلِّمُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کے وقت تیرہ رکعت ادا کرتے تھے جن میں سے پانچ رکعت وتر ہوتے تھے آپ ﷺ ان پانچ رکعت کے درمیان تشہد نہیں پڑھتے تھے بلکہ صرف آخر میں بیٹھتے تھے اور پھر سلام پھیر دیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن نمیر نے یہ روایت ہشام کے حوالے سے اس کی مانند نقل کی ہے۔

1339 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تیرہ رکعت ادا کرتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی اذان سنتے تھے' تو دو مختصر رکعت (یعنی فجر کی دو سنتیں) ادا کرتے تھے۔

1340 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، كَانَ يُصَلِّي ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ، ثُمَّ يُصَلِّي - قَالَ مُسْلِمٌ: بَعْدَ الْوِتْرِ، ثُمَّ اتَّفَقَا - رَكْعَتَيْنِ، وَهُوَ قَاعِدٌ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، قَامَ فَرَكَعَ، وَيُصَلِّي بَيْنَ أَذَانِ الْفَجْرِ وَالْإِقَامَةِ رَكْعَتَيْنِ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تیرہ رکعت ادا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت ادا کرتے تھے اور ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے۔

یہاں مسلم نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد (جبکہ باقی راویوں نے صرف یہ الفاظ نقل کیے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت بیٹھ کر ادا کرتے تھے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر رکوع میں جاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو مبارک کا بیان

1341 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ، وَلَا فِي غَيْرِهِ، عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ قَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ، وَلَا يَنَامُ قَلْبِي

ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں رات کے وقت (نفل نماز) کیسے ادا کرتے تھے' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور رمضان کے علاوہ میں گیارہ رکعت سے زیادہ ادا نہیں کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت ادا کرتے تھے تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت ادا کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر ادا کرنے سے پہلے سونے لگے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! میری دونوں آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا ہے۔

1342 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ. حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ. قَالَ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِي. فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ لِأَبِيعَ عَقَارًا كَانَ لِي بِهَا. فَأَشْتَرِيَ بِهِ السِّلَاحَ وَأَغْزُوَ. فَلَقِيتُ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالُوا: قَدْ أَرَادَ نَفَرٌ مِنَّا سِتَّةٌ أَنْ يَفْعَلُوا ذٰلِكَ. فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ. فَسَأَلْتُهُ عَنْ وِتْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: أَدُلُّكَ عَلَى أَعْلَمِ النَّاسِ بِوِتْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. فَأَتَيْتُهَا. فَاسْتَتْبَعْتُ حَكِيمَ بْنَ أَفْلَحَ. فَأَبَى. فَنَاشَدْتُهُ فَانْطَلَقَ مَعِي. فَاسْتَأْذَنَّا عَلَى عَائِشَةَ. فَقَالَتْ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: حَكِيمُ بْنُ أَفْلَحَ. قَالَتْ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ. قَالَتْ: هِشَامُ بْنُ عَامِرٍ الَّذِي قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَتْ: نِعْمَ الْمَرْءُ كَانَ عَامِرٌ. قَالَ: قُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ. حَدِّثِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ فَإِنَّ خُلُقَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ قَالَ: قُلْتُ: حَدِّثِينِي عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ. قَالَتْ: أَلَسْتَ تَقْرَأُ: يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ؟. قَالَ: قُلْتُ: بَلَى. قَالَتْ: فَإِنَّ أَوَّلَ هٰذِهِ السُّورَةِ نَزَلَتْ. فَقَامَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَفَخَتْ أَقْدَامُهُمْ. وَحُبِسَ خَاتِمَتُهَا فِي السَّمَاءِ اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا. ثُمَّ نَزَلَ آخِرُهَا. فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيضَةٍ. قَالَ: قُلْتُ: حَدِّثِينِي عَنْ وِتْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: كَانَ يُوتِرُ بِثَمَانِ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ. ثُمَّ يَقُومُ. فَيُصَلِّي رَكْعَةً أُخْرَى. لَا يَجْلِسُ إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ وَالتَّاسِعَةِ. وَلَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي التَّاسِعَةِ. ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ. وَهُوَ جَالِسٌ. فَتِلْكَ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ. فَلَمَّا أَسَنَّ. وَأَخَذَ اللَّحْمَ. أَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكَعَاتٍ. لَمْ يَجْلِسْ إِلَّا فِي السَّادِسَةِ وَالسَّابِعَةِ. وَلَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي السَّابِعَةِ. ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ. فَتِلْكَ هِيَ تِسْعُ رَكَعَاتٍ يَا بُنَيَّ. وَلَمْ يَقُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً يُتِمُّهَا إِلَى الصَّبَاحِ. وَلَمْ يَقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي لَيْلَةٍ قَطُّ. وَلَمْ يَصُمْ شَهْرًا يُتِمُّهُ غَيْرَ رَمَضَانَ. وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا. وَكَانَ إِذَا غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ مِنَ اللَّيْلِ بِنَوْمٍ. صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً

1342- اسناده صحيح. همام: هو ابن يحيى العوذي، وقتادة: هو ابن دعامة. واخرجه مسلم (746)، والنسائي في "الكبرى" (1413) من طريق هشام بن ابي عبد الله الدستوائي، عن قتادة، بهذا الاسناد. لكن رواية النسائي مختصرة بذكر وتره - صلى الله عليه وسلم - بعدما اسنّ، ولم يسق مسلم لفظه. واحال على رواية سعيد بن ابي عروبة المطولة، وستاتي عند المصنف. واخرجه مسلم (746) من طريق شعبة، عن قتادة، به. مختصراً بذكر قضاء صلاة الليل الفائتة. وقول عائشة: ما رايت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قام ليلة حتى الصباح، وما صام شهراً متتابعاً الا رمضان. واخرجه مسلم (746)، والترمذي (447)، والنسائي (1465) من طريق ابي عوانة اليشكري، عن قتادة، به. مختصراً بذكر قضاء صلاة الليل الفائتة في النهار. واخرج النسائي (1404)

قَالَ: فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ: هٰذَا وَاللّٰهِ هُوَ الْحَدِيثُ، وَلَوْ كُنْتُ أُكَلِّمُهَا لَأَتَيْتُهَا حَتّٰى أُشَافِهَهَا بِهِ مُشَافَهَةً قَالَ: قُلْتُ: لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ لَا تُكَلِّمُهَا مَا حَدَّثْتُكَ.

زرارہ بن اوفی سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر میں مدینہ منورہ آیا تا کہ اپنی جائیداد فروخت کر کے اس کے ذریعے ہتھیار خریدلوں اور جہاد میں حصہ لوں میری ملاقات کچھ صحابہ کرام سے ہوئی تو انہوں نے بتایا: ہم میں سے چھ افراد نے ایسا ہی کرنے کا ارادہ کیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو منع کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول کے طریقے میں بہترین نمونہ ہے۔

راوی کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: میں تمہاری رہنمائی اس شخصیت کی طرف کرتا ہوں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتی ہے تم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ' میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے حکیم بن افلح کو اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا میں ان کے ساتھ بات کرتا رہا یہاں تک کہ وہ میرے ساتھ چلنے پر تیار ہو گئے ہم دونوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی انہوں نے دریافت کیا: کون ہے؟ حکیم نے جواب دیا: حکیم بن افلح۔ انہوں نے دریافت کیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سعد بن ہشام۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہشام بن عامر جو غزوہ احد کے دن شہید ہوئے تھے؟ راوی کہتے ہیں: میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عامر بہت اچھے آدمی تھے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: اے اُمّ المومنین آپ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے قرآن کی تلاوت نہیں کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کے مطابق تھے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: آپ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے نوافل کے بارے میں بتائیے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے قرآن کی تلاوت نہیں کی (ارشاد باری تعالیٰ ہے) "یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس آیت کا ابتدائی حصہ نازل ہو گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اتنا طویل قیام کرتے رہے کہ ان کے پاؤں پھول گئے لیکن اس سورت کا اختتامی حصہ بارہ ماہ تک نازل نہیں ہوا پھر اس کا آخری حصہ نازل ہو گیا' تو رات کے وقت نوافل ادا کرنا' جو پہلے فرض تھا وہ نفل قرار پایا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: آپ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتائیے' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت ادا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر ایک رکعت ادا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس آٹھویں اور نویں رکعت کے بعد بیٹھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نویں رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد بیٹھ کر دو رکعت ادا کرتے تھے' تو یہ کل گیارہ رکعت ہو جاتی ہیں۔ اے میرے بیٹے! جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم فربہ ہو گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات رکعت وتر ادا کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں صرف چھٹی رکعت اور ساتویں رکعت کے بعد بیٹھتے تھے اور صرف ساتویں رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے' پھر

آپ ﷺ بیٹھ کر دو رکعت ادا کرتے تھے' تو یہ نو رکعت ہو جاتی ہیں۔

اے میرے بیٹے! نبی اکرم ﷺ ساری رات صبح صادق تک نوافل ادا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ نے ایک رات میں پورا قرآن تلاوت کیا' نہ ہی آپ ﷺ نے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں پورا مہینہ روزے رکھے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ جب کوئی نماز ادا کرتے تھے' تو آپ ﷺ اسے باقاعدگی سے ادا کرتے تھے اور اگر رات کے نوافل کے وقت آپ ﷺ سو جاتے تو آپ ﷺ دن کے وقت بارہ رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

راوی کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا میں نے انہیں یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ حدیث ہے اگر میں ان کے ساتھ بات چیت کر سکتا ہوتا تو میں ان کے پاس جاتا یہاں تک کہ ان سے براہ راست یہ سن لیتا۔
راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: اگر مجھے یہ پتہ ہوتا کہ آپ ان کے ساتھ بات چیت نہیں کرتے ہیں' تو میں آپ کو یہ حدیث بیان نہ کرتا۔

1343 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ، قَالَ: يُصَلِّي ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهِنَّ إِلَّا عِنْدَ الثَّامِنَةِ، فَيَجْلِسُ، فَيَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَدْعُو، ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسْمِعُنَا، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَمَا يُسَلِّمُ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَةً، فَتِلْكَ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ، فَلَمَّا أَسَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَخَذَ اللَّحْمَ، أَوْتَرَ بِسَبْعٍ، وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَمَا يُسَلِّمُ بِمَعْنَاهُ إِلَى مُشَافَهَةٍ.

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ آٹھ رکعت ادا کرتے تھے آپ ﷺ ان کے درمیان تشہد میں نہیں بیٹھتے تھے صرف آٹھویں رکعت کے بعد بیٹھتے تھے' پھر آپ ﷺ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے' پھر دعا مانگتے تھے' پھر بلند آواز میں سلام پھیرتے تھے' پھر آپ ﷺ بیٹھ کر دو رکعت ادا کرتے تھے' تو یہ گیارہ رکعت ہو جاتی ہیں۔

اے میرے بیٹے! جب نبی اکرم ﷺ کی عمر زیادہ ہوگئی اور آپ ﷺ کا جسم فربہ ہو گیا' تو آپ ﷺ سات رکعت وتر ادا کرتے تھے اور دو رکعت بیٹھ کر ادا کرتے تھے جو سلام پھیرنے کے بعد ہوتی تھیں' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے' جو ''براہ راست سننے'' کے الفاظ تک ہے۔

1344 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسْمِعُنَا كَمَا قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ،

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم ﷺ بلند آواز میں سلام پھیرتے تھے'' یہ اسی طرح ہے' جس طرح یحییٰ بن سعید نے نقل کیا ہے۔

1345 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ

بِنَحْوِ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: وَيُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً يُسْمِعُنَا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے اس میں بھی یہی الفاظ ہیں۔
"نبی اکرم ﷺ بلند آواز میں سلام پھیرتے تھے"۔

1346 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ الدِّرْهَمِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا زُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى، أَنَّ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سُئِلَتْ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ، فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى أَهْلِهِ، فَيَرْكَعُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ، وَيَنَامُ وَطَهُورُهُ مُغَطًّى عِنْدَ رَأْسِهِ، وَسِوَاكُهُ مَوْضُوعٌ، حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ سَاعَتَهُ الَّتِي يَبْعَثُهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيَتَسَوَّكُ، وَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُومُ إِلَى مُصَلَّاهُ، فَيُصَلِّي ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، يَقْرَأُ فِيهِنَّ: بِأُمِّ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ، وَمَا شَاءَ اللَّهُ، وَلَا يَقْعُدُ فِي شَيْءٍ مِنْهَا حَتَّى يَقْعُدَ فِي الثَّامِنَةِ، وَلَا يُسَلِّمُ، وَيَقْرَأُ فِي التَّاسِعَةِ، ثُمَّ يَقْعُدُ، فَيَدْعُو بِمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُوَهُ، وَيَسْأَلُهُ، وَيَرْغَبُ إِلَيْهِ، وَيُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً شَدِيدَةً يَكَادُ يُوقِظُ أَهْلَ الْبَيْتِ مِنْ شِدَّةِ تَسْلِيمِهِ، ثُمَّ يَقْرَأُ وَهُوَ قَاعِدٌ بِأُمِّ الْكِتَابِ، وَيَرْكَعُ وَهُوَ قَاعِدٌ، ثُمَّ يَقْرَأُ الثَّانِيَةَ، فَيَرْكَعُ وَيَسْجُدُ وَهُوَ قَاعِدٌ، ثُمَّ يَدْعُو مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُوَ، ثُمَّ يُسَلِّمُ وَيَنْصَرِفُ، فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَّنَ، فَنَقَّصَ مِنَ التِّسْعِ ثِنْتَيْنِ، فَجَعَلَهَا إِلَى السِّتِّ وَالسَّبْعِ، وَرَكْعَتَيْهِ وَهُوَ قَاعِدٌ، حَتَّى قُبِضَ عَلَى ذَلِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

زرارہ بن اوفی بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کی رات کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتے تھے' پھر آپ ﷺ اپنے گھر واپس تشریف لے آتے تھے آپ ﷺ چار رکعت ادا کرتے تھے' پھر آپ ﷺ بستر پر آ کر سو جاتے تھے آپ ﷺ کے وضو کا پانی آپ ﷺ کے سرہانے ڈھانپ کر رکھا ہوا ہوتا تھا' اور آپ ﷺ کی مسواک بھی رکھی ہوئی ہوتی تھی یہاں تک کہ رات کے کسی حصے میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بیدار کر دیتا تھا آپ ﷺ مسواک کرتے تھے اچھی طرح وضو کرتے تھے' پھر اپنی جائے نماز پر تشریف لے جاتے تھے اور آٹھ رکعت ادا کرتے تھے آپ ﷺ ان میں سورہ فاتحہ اور قرآن کی کوئی سورت' یا جو بھی اللہ کو منظور ہوتا تھا اس کی تلاوت کرتے تھے آپ ﷺ ان رکعت کے درمیان بیٹھتے نہیں تھے' یہاں تک کہ آٹھ رکعت ادا کرنے کے بعد (تشہد کے لیے) بیٹھتے تھے آپ ﷺ سلام نہیں پھیرتے تھے آپ ﷺ نویں رکعت میں قرأت کرتے' پھر آپ ﷺ بیٹھ جاتے تھے اور دعا مانگتے تھے جو اللہ کو منظور ہوتا تھا کہ وہ آپ ﷺ دعا مانگیں آپ ﷺ سوال کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کا اظہار کرتے تھے' پھر آپ ﷺ ایک مرتبہ

1346- حديث صحيح، وهذا اسناد رجاله ثقات، لكن وهم فيه بهز بن حكيم، حيث اسقط من اسناده سعد بن هشام بين زرارة و بين عائشة، والبته لقتادة كما سلف بالارقام (1342-1345) ثم ان بهزا ألبته مرة كما سياتي برقم (1349)، ولهذا قال المزي في "تهذيب الكمال" 9/340: المحفوظ ان بينهما سعد بن هشام. وهو في "مسند احمد" (25987). وقد سلف مختصر أبقطعة السواك برقم (56)، وذكرهناك في اسناده سعد بن هشام

سلام پھیرتے تھے جس میں آواز کچھ بلند ہوتی تھی آپ ﷺ اس بلند آواز کے ذریعے گھر میں موجود افراد کو بیدار کرتے تھے پھر آپ ﷺ بیٹھ کر سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرتے تھے اور بیٹھے ہوئے ہی رکوع میں چلے جاتے تھے پھر آپ ﷺ دوسری رکعت میں قرأت کرتے تھے اور بیٹھے ہوئے ہی رکوع اور سجدے میں چلے جاتے تھے پھر آپ ﷺ جو اللہ کو منظور ہوتا تھا وہ دعا مانگتے تھے پھر آپ ﷺ سلام پھیرتے تھے اور نماز ختم کر دیتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی یہی نماز رہی یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کا جسم فربہ ہو گیا تو آپ ﷺ نے ان نو رکعت میں سے دو رکعت کم کر دیں اور انہیں چھ اور سات رکعت کر دیا اور بعد میں بیٹھ کر ادا کی جانے والی دو رکعت تھیں یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

1347 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ بِإِسْنَادِهِ، قَالَ: يُصَلِّي الْعِشَاءَ، ثُمَّ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ، لَمْ يَذْكُرِ الْأَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَقَالَ فِيهِ: فَيُصَلِّي ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ يُسَوِّي بَيْنَهُنَّ فِي الْقِرَاءَةِ وَالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَلَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ مِنْهُنَّ، إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ، فَإِنَّهُ كَانَ يَجْلِسُ، ثُمَّ يَقُومُ، وَلَا يُسَلِّمُ فِيهِ، فَيُصَلِّي رَكْعَةً يُوتِرُ بِهَا، ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ حَتَّى يُوقِظَنَا، ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز ادا کر لیتے تھے پھر آپ ﷺ اپنے بستر پر آ جاتے تھے اس روایت میں راوی نے (سونے سے پہلے) چار رکعت ادا کرنے کا ذکر نہیں کیا اس کے بعد راوی نے پوری روایت بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم ﷺ آٹھ رکعت ادا کرتے تھے جن میں قرأت رکوع اور سجدہ ایک جتنے ہوتے تھے آپ ﷺ ان رکعت کے درمیان بیٹھتے نہیں تھے صرف آٹھویں رکعت کے بعد بیٹھتے تھے پھر آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تھے آپ ﷺ اس میں سلام نہیں پھیرتے تھے پھر آپ ﷺ ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے پھر آپ ﷺ سلام پھیر دیتے تھے اور بلند آواز میں سلام پھیرتے تھے یہاں تک آپ ﷺ ہمیں (اس آواز کے ذریعے) بیدار کر دیتے تھے"۔

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

1348 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُعَاوِيَةَ، عَنْ بَهْزٍ، حَدَّثَنَا زُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى أَهْلِهِ، فَيُصَلِّي أَرْبَعًا، ثُمَّ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ، ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ يُسَوِّي بَيْنَهُنَّ فِي الْقِرَاءَةِ وَالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِي التَّسْلِيمِ حَتَّى يُوقِظَنَا

⊙⊙ زرارہ بن اوفیٰ' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا: انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد اپنے گھر واپس تشریف لاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت ادا کرتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تھے' اس کے بعد راوی نے طویل حدیث ذکر کی ہے۔ جس میں راوی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجدہ ایک جتنے ہوتے تھے اور نہ ہی راوی نے سلام پھیرنے کا ذکر کیا ہے کہ یہاں تک کہ ہمیں بیدار کر دیتے تھے۔

1349 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَلَيْسَ فِي تَمَامِ حَدِيثِهِمْ

⊙⊙ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم یہ مکمل روایت نہیں ہے۔

1350 - حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُوتِرُ بِتِسْعٍ - أَوْ كَمَا قَالَتْ: - وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، وَرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

⊙⊙ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تیرہ رکعت ادا کرتے تھے جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعت وتر ادا کرتے تھے اور پھر دو رکعت بیٹھ کر ادا کرتے تھے اور فجر کی دو رکعت ہوتی تھیں' جو اذان اور اقامت کے درمیان ادا کی جاتی تھیں۔

1351 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِتِسْعِ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكَعَاتٍ، وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ الْوِتْرِ يَقْرَأُ فِيهِمَا، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ، فَرَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى الْحَدِيثَيْنِ خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، مِثْلَهُ قَالَ فِيهِ: قَالَ عَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ: يَا أُمَّتَاهُ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

⊙⊙ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعت وتر ادا کرتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات رکعت وتر ادا کرنے لگے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر وتر کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے جن میں تلاوت کرتے تھے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو کر رکوع میں جاتے تھے اور پھر سجدے میں جاتے تھے۔

1351- حدیث صحیح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن عمرو - وهو ابن علقمة - ولكنه قد توبع فيما سلف برقم (1340). واخرج منه ذكر الركعتين بعد الوتر مسلم (731) (114) من طريق محمد بن عمرو، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (26002).

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) خالد بن عبداللہ واسطی نے محمد بن عمرو کے حوالے سے یہ دونوں روایات اس کی مانند نقل کی ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں: علقمہ بن وقاص نے کہا: اے امی جان! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت کیسے ادا کرتے تھے؟ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔

1352 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: أَخْبِرِينِي عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْعِشَاءِ، ثُمَّ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ فَيَنَامُ، فَإِذَا كَانَ جَوْفُ اللَّيْلِ قَامَ إِلَى حَاجَتِهِ وَإِلَى طَهُورِهِ، فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُ يُسَوِّي بَيْنَهُنَّ فِي الْقِرَاءَةِ وَالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، ثُمَّ يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ يَضَعُ جَنْبَهُ، فَرُبَّمَا جَاءَ بِلَالٌ، فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ يُغْفِي، وَرُبَّمَا شَكَكْتُ أَغْفَى، أَوْ لَا، حَتَّى يُؤْذِنَهُ بِالصَّلَاةِ، فَكَانَتْ تِلْكَ صَلَاتُهُ حَتَّى أَسَنَّ لَحُمَ، فَذَكَرَتْ مِنْ لَحْمِهِ مَا شَاءَ اللَّهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

⊛⊛ سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: آپ رضی اللہ عنہا مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (رات کے وقت کی نفل) نماز کے بارے میں بتایئے' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا دیتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر تشریف لاتے تھے اور سو جاتے تھے' جب نصف رات ہو جاتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر قضائے حاجت کرتے تھے وضو کرتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائے نماز پر تشریف لاتے تھے اور آٹھ رکعت ادا کرتے تھے مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ایک جتنی قرأت' رکوع اور سجدہ کرتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر دو رکعت ادا کرتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پہلو رکھ کر (لیٹ جاتے تھے) بعض اوقات حضرت بلال رضی اللہ عنہ آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے اطلاع دیتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دوران تھوڑا سا سو چکے ہوتے تھے بعض اوقات مجھے یہ شک ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہیں' یا نہیں سوئے' یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے اطلاع دیتے تھے' تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم فربہ ہو گیا۔ پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فربہ ہونے کا ذکر کیا اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

1353 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَآهُ اسْتَيْقَظَ، فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ، وَهُوَ يَقُولُ: (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ أَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَنَامَ حَتَّى

نَفَخَ، ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِسِتِّ رَكَعَاتٍ، كُلُّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ، ثُمَّ أَوْتَرَ - قَالَ عُثْمَانُ: بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ فَأَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ، فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَقَالَ ابْنُ عِيسٰى: ثُمَّ أَوْتَرَ، فَأَتَاهُ بِلَالٌ، فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، ثُمَّ اتَّفَقَا - وَهُوَ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي لِسَانِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي بَصَرِي نُورًا، وَاجْعَلْ خَلْفِي نُورًا، وَأَمَامِي نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا، وَمِنْ تَحْتِي نُورًا اللّٰهُمَّ، وَأَعْظِمْ لِي نُورًا،

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سو گئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی، وضو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت کیں۔

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں''

ان آیات کو سورت کے آخر تک تلاوت کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی اور آ کر سو گئے' یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کیا' تو یہ کل چھ رکعت ہو گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں مسواک کرتے تھے وضو کرتے تھے ان آیات کی تلاوت کرتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر ادا کیے۔

عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر ادا کیے مؤذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔

ابن عیسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر ادا کیے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کے لیے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع دی جب صبح صادق ہو چکی تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعت (سنتیں) ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لے گئے۔

اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی۔

''اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے' میری زبان میں نور کر دے' میری سماعت میں نور کر دے' میری بصارت میں نور کر دے' میرے پیچھے نور کر دے' میرے آگے نور کر دے' میرے اوپر نور کر دے' میرے نیچے نور کر دے' اے اللہ! میرے لیے نور کو بڑھا دے''۔

1354 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، نَحْوَهُ قَالَ: وَأَعْظِمْ لِي نُورًا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ قَالَ أَبُو خَالِدٍ الدَّالَانِيُّ، عَنْ حَبِيبٍ فِي هٰذَا، وَكَذٰلِكَ قَالَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، وَقَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي رِشْدِينَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''میرے لیے نور کو زیادہ کر دے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسی طرح ابوخالد دالانی نامی راوی نے حبیب کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اور انہوں نے اس روایت میں یہی الفاظ نقل کیے ہیں: وہ یہ کہتے ہیں: سلمہ بن کہیل نے ابورشدین کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے۔

1355 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنْظُرَ كَيْفَ يُصَلِّي، فَقَامَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، قِيَامُهُ مِثْلُ رُكُوعِهِ، وَرُكُوعُهُ مِثْلُ سُجُودِهِ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ، فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنَّ، ثُمَّ قَرَأَ بِخَمْسِ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ، (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ)، فَلَمْ يَزَلْ يَفْعَلُ هٰذَا حَتّٰى صَلَّى عَشْرَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ قَامَ، فَصَلَّى سَجْدَةً وَاحِدَةً، فَأَوْتَرَ بِهَا، وَنَادَى الْمُنَادِي عِنْدَ ذٰلِكَ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَمَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ، فَصَلَّى سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ حَتّٰى صَلَّى الصُّبْحَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: خَفِيَ عَلَيَّ مِنَ ابْنِ بَشَّارٍ بَعْضُهُ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ٹھہر گیا تاکہ میں اس بات کا جائزہ لوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نوافل ادا کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کیں ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رکوع جتنا تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے جتنا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ آل عمران کی یہ پانچ آیات تلاوت کیں۔

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن کے اختلاف میں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے رہے' یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس رکعت ادا کر لیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذریعے وتر ادا کیے اس وقت مؤذن نے اذان دے دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کے خاموش ہونے کے بعد کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مختصر رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے' یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا کر لی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن بشار کی نقل کردہ روایت کا کچھ حصہ میں سن نہیں سکا۔

1356 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ الْأَسَدِيُّ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَمَا أَمْسَى، فَقَالَ: أَصَلَّى الْغُلَامُ؟ قَالُوا: نَعَمْ، فَاضْطَجَعَ حَتّٰى إِذَا

مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، قَامَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ صَلَّى سَبْعًا - أَوْ خَمْسًا - أَوْتَرَ بِهِنَّ، لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی۔ رات ہو جانے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا لڑکے نے نماز ادا کر لی ہے؟ گھر والوں نے بتایا: جی ہاں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے یہاں تک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا جو اللہ کو منظور تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات رکعت ادا کیں (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) پانچ رکعت ادا کیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہمراہ وتر ادا کیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صرف آخر میں سلام پھیرا۔

1357 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعًا، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَدَارَنِي، فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّى خَمْسًا، ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ - أَوْ خَطِيطَهُ -، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ، فَصَلَّى الْغَدَاةَ.

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کر لی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف آ کر کھڑا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گھما کر اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے' یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خراٹے لینے کی آواز سنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔

1358 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرَ بِخَمْسٍ وَلَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُنَّ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت کر کے نماز ادا کی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت ادا کر لیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعت وتر ادا کیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان بیٹھے نہیں۔

1359 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ،

1359- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن. محمد بن اسحاق صرح بالتحديث عند احمد (26358)، فانتفت شبهة تدليسه. وقد توبع. واخرجه احمد (26358)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" 1/284 من طريق محمد بن اسحاق، به. وقرن احمد بمحمد بن جعفر بن الزبير هشام بن عروة. وانظر ما سلف برقم (1338).

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِرَكْعَتَيْهِ قَبْلَ الصُّبْحِ، يُصَلِّي سِتًّا مَثْنَى مَثْنَى، وَيُوتِرُ بِخَمْسٍ، لَا يَقْعُدُ بَيْنَهُنَّ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت ادا کرتے تھے جو فجر کی دو سنتوں کے ہمراہ ہوتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو دو کر کے یہ نماز ادا کرتے تھے اور پانچ رکعت وتر ادا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان بیٹھتے نہیں تھے صرف
ان کے آخر میں بیٹھتے تھے۔

1360 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت سمیت تیرہ رکعت رات کے وقت ادا کرتے تھے۔

1361 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، وَجَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْمُقْرِئَ أَخْبَرَهُمَا، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ قَائِمًا، وَرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ الْأَذَانَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا، قَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ فِي حَدِيثِهِ: وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا بَيْنَ الْأَذَانَيْنِ، زَادَ جَالِسًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کر لی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت کھڑے ہو کر ادا کیں اور دو رکعت دو اذانوں (یعنی فجر کی اذان اور اقامت) کے درمیان ادا کیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعت کو کبھی ترک نہیں کرتے تھے۔

جعفر بن مسافر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:
''دو اذانوں کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر دو رکعت ادا کیں'' اس نے بیٹھ کر ادا کرنے کے الفاظ اضافی نقل کیے ہیں۔

1362 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: بِكَمْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ؟ قَالَتْ: كَانَ يُوتِرُ بِأَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ، وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ، وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ، وَعَشْرٍ وَثَلَاثٍ، وَلَمْ يَكُنْ يُوتِرُ بِأَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ، وَلَا بِأَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: وَلَمْ يَكُنْ يُوتِرُ بِرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، قُلْتُ: مَا يُوتِرُ؟ قَالَتْ:

لَمْ يَكُنْ يَدَعُ ذٰلِكَ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَحْمَدُ: وَسِتٍّ وَثَلَاثٍ

❀❀ عبداللہ بن ابوقیس بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کتنی رکعت وتر ادا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ (کبھی کبھار) چار اور تین' کبھی چھ اور تین' کبھی آٹھ اور تین اور کبھی دس اور تین رکعت ادا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سات سے کم وتر ادا نہیں کرتے تھے' اور تیرہ سے زیادہ ادا نہیں کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) احمد بن صالح نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ ﷺ فجر سے پہلے کی دو رکعت سنتوں کے ہمراہ وتر ادا نہیں کرتے تھے۔

میں نے دریافت کیا: آپ ﷺ کتنے وتر ادا کرتے تھے؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی اکرم ﷺ وتر ترک نہیں کرتے تھے۔

احمد نامی راوی نے چھ اور تین کا ذکر نہیں کیا۔

شرح

چار اور تین رکعتوں کے ساتھ کا مطلب یہ ہے کہ چار رکعتیں تو تہجد کی ہوتی تھیں اور تین رکعتیں وتر کی، اس طرح مجموعی طور پر سات رکعتیں ہوگئیں۔ گویا پہلی چار رکعتوں کو بھی مجازاً وتر ہی میں شمار کیا اسی طرح چھ رکعتیں تہجد کی اور تین وتر کی ان کی مجموعی تعداد نو رکعتیں ہوئی، آٹھ رکعتیں تہجد کی اور تین رکعتیں وتر کی ان کی مجموعی تعداد گیارہ رکعت ہوئی اور دس نماز تہجد کی اور تین رکعتیں وتر کی، ان کی مجموعی تعداد تیرہ رکعتیں ہوئی۔ بہرحال یہ حدیث صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ وتر کی ایک رکعت نہیں بلکہ تین رکعتیں ہیں۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی وتر کی نماز سات سے کم اور تیرہ سے زیادہ رکعت کے ساتھ نہیں پڑھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اکثر آپ ﷺ سات رکعتیں سے کم کے ساتھ وتر نہیں پڑھتے، چنانچہ آپ ﷺ سے پانچ رکعتیں بھی ثابت ہیں۔ اسی طرح اکثر آپ ﷺ تیرہ رکعتوں سے زیادہ کے ساتھ وتر نہیں پڑھتے تھے چنانچہ پندرہ رکعتیں بھی آپ ﷺ سے پڑھنی ثابت ہیں۔

1363 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ اللَّيْلِ، ثُمَّ إِنَّهُ صَلَّى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، وَتَرَكَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قُبِضَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قُبِضَ، وَهُوَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ، وَكَانَ آخِرُ صَلَاتِهِ مِنَ اللَّيْلِ الْوِتْرَ

❀❀ اسود بن یزید بیان کرتے ہیں: وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے نبی اکرم ﷺ کی رات کی (نفل) نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا نبی اکرم ﷺ رات کے وقت تیرہ رکعت ادا کرتے تھے' پھر آپ ﷺ گیارہ رکعت ادا کرنے لگے آپ ﷺ نے دو رکعت ترک کر دیں جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا اس وقت

آپ ﷺ رات کے وقت نو رکعت ادا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی رات کی آخری نماز وتر ہوتی تھی۔

1364 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، أَنَّ كُرَيْبًا، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ؟ قَالَ: بِتُّ عِنْدَهُ لَيْلَةً وَهُوَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ، فَنَامَ حَتَّى إِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ - أَوْ نِصْفُهُ - اسْتَيْقَظَ، فَقَامَ إِلَى شَنٍّ فِيهِ مَاءٌ، فَتَوَضَّأَ وَتَوَضَّأْتُ مَعَهُ، ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ عَلَى يَسَارِهِ، فَجَعَلَنِي عَلَى يَمِينِهِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي كَأَنَّهُ يَمَسُّ أُذُنِي كَأَنَّهُ يُوقِظُنِي، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَدْ قَرَأَ فِيهِمَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى حَتَّى صَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ، ثُمَّ نَامَ، فَأَتَاهُ بِلَالٌ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَامَ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى لِلنَّاسِ

❁❁ کریب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا نبی اکرم ﷺ رات کے وقت نوافل کس طرح ادا کرتے تھے' تو انہوں نے بتایا: ایک رات میں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں رات بسر کی آپ ﷺ اس رات سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے نبی اکرم ﷺ سو گئے جب ایک تہائی رات یا نصف رات گزر گئی تو آپ ﷺ اٹھے آپ ﷺ مشکیزے کی طرف تشریف لے گئے جس میں پانی موجود تھا آپ ﷺ نے وضو کیا میں نے بھی آپ ﷺ کے ہمراہ وضو کیا پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے' تو میں بھی آ کر آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے مجھے اپنے دائیں طرف کر لیا پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا یوں کہ آپ ﷺ کا دست مبارک میرے کان کو چھو رہا تھا' اور گویا آپ ﷺ مجھے بیدار رکھنے کی کوشش کر رہے تھے' پھر نبی اکرم ﷺ نے دو مختصر رکعت ادا کیں میں نے سوچا شاید آپ ﷺ نے ان میں سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کی' پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر لیا پھر آپ ﷺ نے نماز ادا کی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے وتر سمیت گیارہ رکعت ادا کیں' پھر آپ ﷺ سو گئے' پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! نماز (کا وقت ہو گیا ہے) تو نبی اکرم ﷺ اٹھے آپ ﷺ نے دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کیں' پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

1365 - حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ حَبِيبٍ، وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ، حَزَرْتُ قِيَامَهُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِقَدْرِ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ، لَمْ يَقُلْ نُوحٌ: مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی خالہ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات بسر کی نبی اکرم ﷺ رات کے وقت اٹھے اور نوافل ادا کرنے لگے آپ ﷺ نے تیرہ رکعت ادا کیں جن میں فجر کی دو رکعت بھی شامل ہیں میں نے ہر رکعت میں آپ ﷺ کے قیام کا اندازہ لگایا تو وہ سورۂ مزمل کی تلاوت جتنا تھا۔

نوح نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے "فجر کی دو رکعت بھی اس میں شامل تھیں"۔

1366 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَخْبَرَهُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: لَأَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ. قَالَ: فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهُ - أَوْ فُسْطَاطَهُ - فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ أَوْتَرَ فَذَلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (میں نے سوچا) میں آج رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ضرور جائزہ لوں گا۔ راوی کہتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کے ساتھ (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کی چوکھٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مختصر رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انتہائی طویل رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کیں لیکن یہ پہلے والی دو رکعت سے کم تھیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کیں جو اس سے پہلے والی دو رکعت سے کم تھیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کیں جو اس سے پہلے والی دو رکعت سے کم تھیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کیں جو اس سے پہلے والی دو رکعت سے کم تھیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر ادا کیے تو یہ تیرہ رکعت ہو گئیں۔

1367 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ، قَالَ: فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا. فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ، أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ، أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ. ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمِ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ. ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ. فَتَوَضَّأَ مِنْهَا. فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ. ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي. قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ. ثُمَّ ذَهَبْتُ. فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ. فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي. فَأَخَذَ بِأُذُنِي يَفْتِلُهَا. فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ. ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ. ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ. ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ. ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ. - قَالَ الْقَعْنَبِيُّ: سِتَّ مَرَّاتٍ - ثُمَّ أَوْتَرَ. ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ. فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. ثُمَّ خَرَجَ. فَصَلَّى الصُّبْحَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں

1366- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وابو بكر: هو ابن محمد ابن عمرو بن حزم. وهو في "موطا مالك" 1/221، ومن طريقه اخرجه مسلم (765)، وابن ماجه (1362)، والنسائي في "الكبرى" (395) و (1338). وهو في "مسند احمد" (21680)، و"صحيح ابن حبان" (2608).

رات بسر کی جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں راوی کہتے ہیں: میں بستر پر چوڑائی کی سمت میں لیٹ گیا۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی اہلیہ لمبائی کی سمت میں لیٹ گئے۔ نبی اکرم ﷺ سو گئے' یہاں تک کہ جب نصف رات ہو گئی' یا اس سے کچھ پہلے یا اس سے کچھ بعد میں نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے آپ ﷺ بیٹھ گئے آپ ﷺ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر نیند کے اثرات کو ختم کیا پھر آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت کی پھر آپ ﷺ لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف گئے آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر آپ ﷺ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بھی اٹھا میں نے بھی اسی طرح کیا' جس طرح نبی اکرم ﷺ نے کیا تھا پھر میں گیا اور آپ ﷺ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا آپ ﷺ نے میرے کان پکڑ کر ملنا شروع کیے پھر آپ ﷺ نے دو رکعت ادا کیں' پھر آپ ﷺ نے دو رکعت ادا کیں' پھر دو رکعت ادا کیں' پھر دو رکعت ادا کیں' پھر آپ ﷺ نے دو رکعت ادا کیں۔

قعنبی نامی راوی نے چھ مرتبہ یہ الفاظ نقل کیے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے وتر ادا کیے پھر آپ ﷺ لیٹ گئے' یہاں تک کہ مؤذن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ اٹھے آپ ﷺ نے دو مختصر رکعت (یعنی فجر کی دو سنتیں) ادا کیں۔ پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْقَصْدِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں میانہ روی اختیار کرنے کا حکم ہونا

1368 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اكْلَفُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ، حَتَّى تَمَلُّوا، وَإِنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهُ، وَإِنْ قَلَّ، وَكَانَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''تم خود کو اتنے عمل کا پابند کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اس وقت تک منقطع نہیں ہوتا جب تک تم تھکاوٹ کا شکار نہیں ہو جاتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے' جو باقاعدگی سے کیا جائے' اگرچہ وہ تھوڑا ہو''۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:) نبی اکرم ﷺ جب کوئی عمل کرتے تھے' تو اسے باقاعدگی سے کیا کرتے تھے۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا "تمہیں چاہیے کہ اسی وقت تک نماز پڑھو جب تک کہ خوش

دلی رہے اور جب طبیعت سست ہو جائے تو بیٹھ جاؤ۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1219)

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آخرت کی راہ سعادت اور بھلائی اختیار کرنے والے کو چاہیے کہ عبادت میں اپنی بساط اور طاقت کے مطابق کوشش کرے طاعت کے معاملے میں میانہ روی اختیار کرے اور تنگ دلی و انقباض کے ساتھ عبادت کرنے سے احتراز کرے۔ عبادت اسی وقت تک کرے جب تک کہ بشاشت قلبی اور سکون و اطمینان حاصل رہے۔ جب طبیعت سست ہو جائے تو عبادت ترک کر دے، اگر کوئی آدمی عبادت کرتے کرتے تھک جائے اور سست ہو جائے، نیز عبادت چھوڑ کر اس خیال سے کسی امر مباح میں مشغول ہو جائے مثلاً سو جائے یا گفتگو وغیرہ میں لگ جائے تاکہ آئندہ عبادت کے لئے مزید بشاشت و خوشی اور اطمینان و سکون حاصل ہو سکے تو اس کی یہ مشغولیت عبادت و طاعت ہی میں شمار کی جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ "عالم کی نیند (بھی) عبادت ہے" کسالت و ملالت اور طبیعت کی تنگی کے وقت نفل اعمال کو ترک کر دینے کے سلسلے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، چنانچہ ایسے موقعہ پر جبکہ طبیعت میں اضمحلال اور سستی پیدا ہو جائے نفل اعمال کو ترک کر دینے کی اجازت اس لئے دی گئی ہے کہ عمل کا نفس پر گراں ہونا آخر کار عمل کے بالکل چھوٹ جانے یا اس میں نقصان واقع ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

لیکن اتنی بات سمجھ لیجئے کہ نفس کو بہت زیادہ عبادت کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے تاکہ طبیعت عبادت کی مشقت و ریاضت کی خوگر ہو جائے، کاہل طبیعت، آرام طلب اور سست مزاج لوگوں کی طرح ہو جانا چاہیے جو کہ مختصر سی عبادت اور تھوڑے سے عمل میں بھی تھک جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عبادت اور ریاضت و مجاہدہ کو ادھورا چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں لیکن بہت زیادہ عبادت کرنے کی اگر عادت پڑ جاتی ہے تو زیادہ سے زیادہ عبادت طبیعت پر گراں نہیں ہوتی، چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو پہلے دو رکعت نماز پڑھنی اور قرآن کے ایک پارے کی تلاوت بھی گراں گذرتی تھی اور اس کی وجہ سے ان کی طبیعت میں سستی و اضمحلال پیدا ہو جاتا تھا انہوں نے ہی جب زیادہ عبادات اور ریاضت و مجاہدہ کی عادت پیدا کر لی اور اپنے نفس اور اپنی طبیعت کو راہ الٰہی کی سعادتوں کے حصول کی خاطر مشقت و محنت کا عادی بنا لیا تو انہیں سو رکعت نماز پڑھنی اور قرآن کے دس پاروں کی تلاوت بھی آسان معلوم ہونے لگی۔

1369 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا عَمِّي، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ، فَجَاءَهُ، فَقَالَ: يَا عُثْمَانُ، أَرَغِبْتَ عَنْ سُنَّتِي، قَالَ: لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَكِنْ سُنَّتَكَ أَطْلُبُ، قَالَ: فَإِنِّي أَنَامُ وَأُصَلِّي، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَنْكِحُ النِّسَاءَ، فَاتَّقِ اللَّهَ يَا عُثْمَانُ، فَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَصَلِّ وَنَمْ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بلوایا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے عثمان کیا تم میری سنت سے منہ موڑنا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (پر عمل کرنے) کا طلب گار ہوں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: میں سو بھی جاتا ہوں اور (رات کے وقت) نفل بھی ادا کرتا ہوں' میں (نفلی) روزہ رکھ بھی لیتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں اور میں نے خواتین کے ساتھ شادی بھی کی ہے' اے عثمان! تم اللہ سے ڈرو! کیونکہ تمہاری بیوی کا بھی تم پرحق ہے تمہارے مہمان کا بھی تم پرحق ہے تمہاری جان کا بھی تم پرحق ہے تم (نفلی) روزہ رکھ بھی لیا کرو اور چھوڑ بھی دیا کرو (رات کے وقت) نوافل بھی ادا کیا کرو اور سو بھی جایا کرو۔

1370 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: سَاَلْتُ عَائِشَةَ، كَيْفَ كَانَ عَمَلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْاَيَّامِ؟ قَالَتْ: لَا، كَانَ كُلُّ عَمَلِهِ دِيمَةً، وَاَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيعُ

❁❁ علقمہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیسا تھا؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مخصوص دن کو (اہتمام کے ساتھ عبادت کرنے کے لیے) مخصوص کرتے تھے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: جی نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل باقاعدگی سے ہوتا تھا' اور تم میں سے کون اس چیز کی استطاعت رکھتا ہے' جس کی استطاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔

1370- اسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد الضبي، ومنصور: هو ابن المعتمر السلمي، وابراهيم: هو ابن يزيد النخعي، وعلقمة: هو ابن قيس بن عبد الله النخعي. واخرجه البخاري (1987) و (6466)، ومسلم (783)، والنسائي في "الكبرى" (كما في "تحفة الاشراف" /24512) من طريق منصور بن المعتمر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (24162)، و"صحيح ابن حبان" (322) و (3647).

بَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ شَهْرِ رَمَضَانَ

رمضان کے مہینے سے متعلق فروعی ابواب

ماہ رمضان میں قیام سے مراد ہے اس بابرکت مہینے کی مقدس راتوں کو عبادت الٰہی کے لئے یعنی نماز تراویح اور تلاوت قرآن وغیرہ کے لئے جاگتے رہنا۔ نماز تراویح: یہاں اس باب کے تحت زیادہ تر اویح سے متعلق احادیث نقل کی جائیں گی اور اس نماز کی فضیلت اور اس کے احکام و مسائل بیان کئے جائیں گے اس موقع پر نماز تراویح کے چند احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) رمضان میں نماز تراویح مرد و عورت دونوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ (۲) جس رات کو رمضان کا چاند دیکھا جائے اسی رات سے تراویح شروع کی جائے اور جب عید کا چاند دیکھا جائے تو چھوڑ دی جائے۔

(۳) نماز تراویح روزے کی تابع نہیں ہے جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کے لئے بھی تراویح کا پڑھنا سنت ہے اگر نہ پڑھیں گے تو ترک سنت کا گناہ ان پر ہوگا۔

(۴) نماز تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اگر کوئی عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور اس کے بعد معلوم ہو کہ عشاء کی نماز میں کچھ سہو ہو گیا جس کی وجہ سے عشاء کی نماز نہیں ہوئی تو اسے عشاء کی نماز کے بعد تراویح کا اعادہ بھی کرنا چاہیے۔

(۵) اگر عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے اس لئے کہ تراویح عشاء کے تابع ہے ہاں جو لوگ جماعت سے عشاء کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہوں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس آدمی کے لئے بھی تراویح کا جماعت سے پڑھ لینا درست ہو جائے گا جس نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہے اس لئے کہ وہ ان لوگوں کا تابع سمجھا جائے گا جن کی جماعت درست ہے۔

(۶) اگر کوئی مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھے پھر تراویح میں شریک ہو اور درمیان میں تراویح کی جو رکعتیں رہ جائیں ان کو وتر پڑھنے کے بعد پڑھے۔

(۷) مہینے میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے لوگوں کی کاہلی و سستی کی وجہ سے اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے ہاں اگر یہ اندیشہ ہو کہ پورا قرآن مجید پڑھا جانے کا تو لوگ نماز میں نہیں آئیں گے تو بقدر ضرورت ختم چھوڑ دیا جائے

ان کو بہت نا گوار ہوگا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں گذرے اسی قدر پڑھا جائے۔ باقی الم ترکیف سے آخر کی دس سورتیں پڑھ دی جائیں۔ ہر رکعت میں ایک سورت پھر جب دس رکعتیں ہو جائیں تو انہیں سورتوں کو دوبارہ پڑھ دے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔

(۸) ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھا جائے تاوقتیکہ کہ لوگوں کا شوق نہ معلوم ہو جائے۔ (۹) ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ لوگ شوقین ہوں کہ انہیں گراں نہ گذرے اگر گراں گذرے اور نا گوار ہو تو مکروہ ہے۔

(۱۰) تراویح میں کسی سورت کے شروع پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھ دینا چاہیے اس لئے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ اگر چہ کسی سورت کا جز نہیں پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔

(۱۱) تراویح کا رمضان کے پورے مہینے میں پڑھنا سنت ہے اگر چہ قرآن مجید مہینہ پورا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے مثلاً پندرہ روز میں یا بیس روز میں پورا قرآن مجید پڑھ دیا جائے تو بقیہ پندرہ یا دس روز میں تراویح کا پڑھنا سنت موکدہ ہے۔

نماز تراویح کا بیان

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان میں) مسجد میں بوریئے کا ایک حجرہ بنایا اور کئی راتیں اس میں (تراویح کے علاوہ نفل) نماز پڑھی (جب لوگ جمع ہو جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر تشریف لاتے اور فرائض و تراویح جماعت کے ساتھ پڑھتے) یہاں تک کہ (ایک روز بہت زیادہ) لوگ جمع ہو گئے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ فرض نماز پڑھ کر حجرے میں تشریف لے جا چکے تھے اور جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کچھ دیر کے بعد باہر تشریف نہ لائے اس لئے لوگوں نے آپ کی کوئی آہٹ محسوس نہیں کی چنانچہ وہ یہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور لوگوں نے کھنکارنا شروع کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (بیدار ہو جائیں اور نماز تراویح کے لئے) باہر تشریف لے آئیں (جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ راتوں میں تشریف لاتے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجرہ سے باہر نکل کر یا اندر ہی سے) فرمایا کہ "تمہارا کام جو میں دیکھ رہا ہوں برابر جاری رہے (یعنی جماعت سے تراویح پڑھنے کا شوق اور عبادت کے معاملہ میں تمہارا جذبہ ہمیشہ رہے اور پھر فرمایا) لیکن مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے (یعنی اگر میں ہمیشہ نماز تراویح جماعت سے پڑھتا تو یہ نماز تم پر فرض ہو جاتی) اور اگر یہ نماز فرض ہو جاتی تو تم اس کی ادائیگی سے قاصر رہتے، لہٰذا اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ انسان کی بہترین نماز وہی ہے جسے اس نے اپنے گھر میں پڑھا ہو سوائے فرض نماز کے (کہ اسے مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے۔

(صحیح البخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1268)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں اعتکاف کے لئے بوریئے کا ایک حجرہ سا بنا لیا تھا۔ اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی با برکت اور مقدس ساعتوں میں عبادت الٰہی اور ذکر اللہ میں مشغول رہا کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بوریئے کا یا اسی قسم کی کسی دوسری چیز کا معتکف بنا لینا جائز ہے لیکن یہ شرائط کہ اپنی حاجت و ضرورت سے زیادہ جگہ نہ روکی جائے ورنہ تو بصورت دیگر

حرام ہوگا کیونکہ زیادہ جگہ گھیرنے سے دوسرے نمازیوں کو تنگی ہوگی بشرطیکہ جگہ ایسی ہو جس کی لوگوں کو احتیاج اور ضرورت ہو اگرچہ کبھی کبھی ہی ضرورت ہو ہاں اگر کوئی آدمی قرینے سے جانتا ہو کہ اگر لوگ بہت تعداد میں بھی مسجد میں آجائیں گے تب بھی معتکف کے لئے گھیری ہوئی جگہ کی انہیں احتیاج نہیں ہوگی تو ایسی صورت میں ضرورت سے زیادہ بھی جگہ گھیر لینا حرام نہیں ہوگا یہ تفصیل اس بات پر بصراحت دلالت کرتی ہے کہ ایام حج میں مسجد حرام کے اندر لوگوں کو تنگی میں مبتلا کرنا حرام ہے۔ یہ حدیث جہاں رسول اللہ ﷺ کی امت کے حق میں انتہائی شان رحمت کی غمازی کر رہی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز تراویح کی جماعت پر اس لئے مداومت نہیں فرمائی کہ کہیں یہ نماز امت کے لئے فرض ہی قرار نہ دیدی جائے جس سے امت کے لوگ تنگی و پریشانی میں مبتلا ہو جائیں۔

وہیں یہ حدیث اس بات کی بھی صریح دلیل ہے کہ تراویح کی نماز با جماعت پڑھنا سنت ہے۔ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ الخ (لہٰذا، اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو) میں امر استحبابی ہے یعنی آپ ﷺ نے یہ حکم وجوب اور لزوم کے طور پر نہیں دیا بلکہ مقصد یہ ہے کہ فرض نماز کے علاوہ دیگر سنن و نوافل گھروں میں پڑھنا بہتر اور مناسب ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام نگاہوں سے بچ کر گھروں میں سنت و نفل نماز پڑھنے میں ریاء و نمائش کا کوئی ادنیٰ ساجذبہ بھی ظاہر نہیں ہوتا جو ظاہر ہے کہ عبادت کے سلسلے میں انتہائی مستحسن اور مطلوب ہے۔ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ الخ (انسان کی بہترین نماز وہی ہے جسے اس نے اپنے گھر میں پڑھا ہو) یہ حکم تمام سنن و نوافل نمازوں کے بارے میں ہے کہ کوئی بھی سنت یا نفل نماز ہو سب سے بہتر وہی نماز ہے جسے نمازی نے عام نگاہوں سے بچ کر اپنے گھر میں پڑھا ہو مگر وہ نوافل اس حکم میں شامل نہیں ہیں جو شعار اسلام میں سے ہیں مثلاً نماز کسوف، نماز استسقاء اور نماز عیدین کیونکہ ان نمازوں کو مسجد میں ہی پڑھنا افضل ہے۔

نیز مسافروں کے لئے کعبہ اور مسجد نبوی بھی ان احکام میں شامل نہیں ہیں یعنی اگر کسی خوش نصیب کو کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی کی زیارت کا شرف حاصل ہو اور وہ مسافر ہو تو اس کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ فرض نمازوں کے ساتھ سنن و نوافل بھی مسجد حرام یا مسجد نبوی میں ہی پڑھے کیونکہ مسافروں کو یہ موقعہ کبھی کبھی نصیب ہوتا ہے کہ وہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کر سکیں اس لئے مسافر اس موقعہ کو غنیمت جانے اور زیادہ سے زیادہ نمازیں مسجد حرام اور مسجد نبوی میں پڑھے۔ اور یہ (یعنی مسجد حرام اور مسجد نبوی کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دینا) اس بات پر قیاس کیا جاتا ہے کہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ مسافروں کے لئے کعبۃ اللہ کا طواف نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

بَابٌ فِيْ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ

باب: رمضان کے مہینے میں نوافل ادا کرنا یعنی (نماز تراویح پڑھنا)

1371 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ الْحَسَنُ فِيْ حَدِيْثِهِ: وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ غَيْرِ اَنْ يَّأْمُرَهُمْ بِعَزِيْمَةٍ، ثُمَّ يَقُوْلُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ، ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ عُقَيْلٌ، وَيُوْنُسُ، وَاَبُوْ اُوَيْسٍ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ، وَرَوٰى عُقَيْلٌ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو تاکید سے حکم دیئے بغیر انہیں رمضان میں نوافل ادا کرنے کی ترغیب دیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے۔

''جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان میں نوافل ادا کرے گا اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی''۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا' تو یہ معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی یہ معاملہ اسی طرح رہا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں بھی اسی طرح رہا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عقیل، یونس اور ابواویس نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''جو شخص رمضان میں نوافل ادا کرے''۔

عقیل نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور اس میں نوافل ادا کرے''۔

شرح

صحیح اعتقاد اور حصول ثواب کے لئے رمضان میں قیام کرنے" کا مطلب یہ ہے کہ" رمضان کی مقدس و بابرکت راتوں میں عبادت الٰہی کے لئے شب بیداری کرنا" یا اس سے یہ بھی مراد ہے کہ" جو آدمی صحیح اعتقاد کے ساتھ نماز تراویح پڑھے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان رکھتا ہو اور اس بات کو سچ جانتا ہو کہ رمضان کی راتوں کو عبادت الٰہی میں مشغول ہونا مثلاً نماز تراویح وغیرہ کا پڑھنا اللہ تعالیٰ کے قریب اور اس کی رضا و خوشنودی کا باعث ہے تو اس کے وہ گناہ صغیرہ جو اس سے سرزد ہو چکے ہیں معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

1372 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، وَابْنُ اَبِيْ خَلَفٍ، الْمَعْنٰى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے:

''جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان میں روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی امید رکھتے ہوئے شب قدر میں نوافل ادا کرے اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن ابوقیصر نے ابوسلمہ کے حوالے سے اور محمد بن عمرو نے ابوسلمہ کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔

1373 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي الْمَسْجِدِ، فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ، فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ، قَالَ: قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ، إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں' وہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز ادا کی کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی پھر اگلی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔ تو لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی پھر تیسری رات بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف نہیں لے گئے جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم لوگوں نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا وہ میں نے دیکھ لیا تھا لیکن میں اس لیے نکل کر تمہاری طرف نہیں آیا کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ ہو جائے''۔

(راوی کہتے ہیں:) یہ رمضان کے مہینے کی بات ہے۔

1374 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ فِي الْمَسْجِدِ فِي رَمَضَانَ أَوْزَاعًا، فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَضَرَبْتُ لَهُ حَصِيرًا، فَصَلَّى عَلَيْهِ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَتْ فِيهِ: قَالَ: تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّهَا النَّاسُ، أَمَا وَاللَّهِ مَا بِتُّ لَيْلَتِي هَذِهِ بِحَمْدِ اللَّهِ غَافِلًا، وَلَا خَفِيَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: لوگ رمضان کے مہینے میں مختلف ٹکڑیوں میں بٹ کر نماز ادا کرتے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چٹائی بنادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز ادا کرنے لگے' اس کے بعد راوی نے یہ پورا واقعہ بیان کیا ہے' جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! اللہ کی قسم! میں نے الحمدللہ گزشتہ رات غفلت کے عالم میں بسر نہیں کی ہے اور تمہاری صورت حال بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں تھی"۔

1375 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى بَقِيَ سَبْعٌ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ، قَالَ: فَقَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاحُ، قَالَ: قُلْتُ: وَمَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ: السُّحُورُ، ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِقِيَّةَ الشَّهْرِ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان کے روزے رکھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا مہینہ ہمیں نوافل نہیں پڑھائے' یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نوافل پڑھائے' یہاں تک کہ ایک تہائی رات گزر گئی جب چھٹی رات آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں' پھر نوافل نہیں پڑھائے جب پانچویں رات آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں' پھر نوافل پڑھائے' یہاں تک کہ نصف رات گزر گئی میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری رات ہمیں نفل پڑھاتے دیتے' تو (مناسب ہوتا) راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب کوئی شخص امام کی اقتداء میں نماز ادا کر کے واپس چلا جائے' تو اس کے لیے رات بھر نوافل ادا کرنے کا ثواب نوٹ کیا جاتا ہے"۔

راوی کہتے ہیں: جب چوتھی رات آئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل نہیں پڑھائے جب تیسری رات آئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ کو' اپنی ازواج کو اور لوگوں کو اکٹھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نوافل پڑھائے' یہاں تک کہ ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ ہماری فلاح رہ جائے گی۔

راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: فلاح سے مراد کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: سحری۔

(حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی مہینے میں ہمیں نوافل نہیں پڑھائے۔

1376 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، وَدَاوُدُ بْنُ أُمَيَّةَ، أَنَّ سُفْيَانَ، أَخْبَرَهُمْ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ، وَقَالَ دَاوُدُ: عَنِ ابْنِ عُبَيْدِ بْنِ نِسْطَاسٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَحْيَا اللَّيْلَ، وَشَدَّ الْمِئْزَرَ، وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ.

1375- اسناده صحيح [illegible]

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَبُو يَعْفُورٍ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ نِسْطَاسٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب (رمضان کا آخری) عشرہ شروع ہوجاتا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر نوافل ادا کرتے رہتے تھے آپ کمر ہمت باندھ لیتے تھے اور اپنے اہل خانہ کو بھی بیدار کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابو یعفور نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن عبید بن نسطاس ہے۔

1377 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا أُنَاسٌ فِي رَمَضَانَ يُصَلُّونَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: مَا هٰؤُلَاءِ؟، فَقِيلَ: هٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآنٌ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي، وَهُمْ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصَابُوا، وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هٰذَا الْحَدِيثُ بِالْقَوِيِّ، مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ ضَعِيفٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کچھ لوگ رمضان کے مہینے میں مسجد کے ایک کونے میں نوافل ادا کررہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ عرض کی گئی: یہ وہ لوگ ہیں' جنہیں قرآن نہیں آتا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں اور یہ لوگ ان کی پیروی میں نماز ادا کررہے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے ٹھیک کیا ہے اور انہوں نے بہت عمدہ کام کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت قوی نہیں ہے مسلم بن خالد نامی راوی ضعیف ہے۔

بیس رکعت نماز تراویح کے دلائل کا بیان

دلیل نمبر 1: قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ حَمْزَةُ بْنُ يُوسُفَ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْقَصْرِيُّ اَلشَّيْخُ الصَّالِحُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ اَلْعَبْدُ الصَّالِحُ قَالَ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَنَّازِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَتِيكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً وَأَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ۔ (تاریخ جرجان للحافظ حمزة بن یوسف السہمی ص 146)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کی ایک رات تشریف لائے۔ لوگوں کو چار رکعات فرض، بیس رکعات نماز (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھائے۔

دلیل نمبر 2: قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ۔ (مصنف ابن ابی شیبة ج 2 ص 286؛ معجم کبیر طبرانی ج 5 ص 433)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔

دلیل نمبر3: عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِاللَّیْلِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ یَصُوْمُوْنَ النَّهَارَ لَایُحْسِنُوْنَ اَنْ یَّقْرَأُوْا فَلَوْ قَرَأْتَ الْقُرْآنَ عَلَیْهِمْ بِاللَّیْلِ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! هٰذَا شَیْئٌ لَمْ یَکُنْ۔ فَقَالَ؛ قَدْ عَلِمْتُ وَلٰکِنَّهٗ اَحْسَنُ۔ فَصَلّٰی بِهِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً۔

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ علی المطالب العالیہ ج2 ص424)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔" حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے امیر المومنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے۔" تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

دلیل نمبر4: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ الْجَوْهَرِیُّ اَنَا اِبْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ خُصَیْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کَانُوْا یَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَاِنْ کَانُوْا لَیَقْرَؤُوْنَ بِالْمِئَیْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ (مسند ابن الجعد ص413، معرفۃ سنن الآثار بیہقی ج2 ص305)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان شریف کے مہینہ میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے اور قرآن مجید کی دو سو آیات پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر5: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْبَکْرِ الْبَیْهَقِیُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ الْحُسَیْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ فَنْجَوَیْهِ الدِّیْنَوَرِیُّ بِالدَّامَغَانِ ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ السُّنِّیُّ اَنْبَاَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالْعَزِیْزِ الْبَغْوِیُّ ثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ اَنْبَاَ اِبْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ خُصَیْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کَانُوْا یَقُوْمُوْنَ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَاِنْ کَانُوْا لَیَقْرَؤُوْنَ بِالْمِئَیْنِ وَکَانُوْا یَتَوَکَّئُوْنَ عَلٰی عِصِیِّهِمْ فِیْ عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مِنْ شِدَّةِ الْقِیَامِ۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج2 ص496)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان شریف میں بیس رکعات (نماز تراویح) پابندی سے پڑھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی دو سو آیات تلاوت کرتے تھے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ قیام کے (لمبا ہونے کی وجہ سے) اپنی (لاٹھیوں) پر ٹیک لگاتے تھے۔

دلیل نمبر6: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْدَاؤُدَ حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ نَا هُشَیْمٌ اَنَا یُوْنُسُ بْنُ

عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ . فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔ (سنن ابی داؤد ص1429، سیر اعلام النبلاء امام ذہبی ج3 ص176)

ترجمہ: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں نماز تراویح پڑھنے کے لیے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر لوگوں کو جمع کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کو بیس رکعات (نماز تراویح) پڑھاتے تھے۔

دلیل نمبر:7: رَوَى الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ زَيْدُ بْنُ عَلِيِّ الْهَاشِمِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ كَمَا حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ اَمَرَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ صَلَاةَ الْقِيَامِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَنْ يُّصَلِّيَ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُرَاوِحُ مَابَيْنَ كُلِّ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ ۔ (مسند الامام زید بن علی ص158)

ترجمہ: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حکم دیا جو لوگوں کو رمضان شریف کے مہینہ میں نماز (تراویح) پڑھاتے تھے کہ وہ ان کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائیں! ہر دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرے اور ہر چار رکعتوں کے درمیان آرام کے لیے کچھ دیر وقفہ کرے۔

دلیل نمبر:8: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِي الْحَسْنَاءِ اَنَّ عَلِيًّا اَمَرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285)

ترجمہ: حضرت ابوالحسناء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائیں۔

دلیل نمبر:9: عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَ عَلَيْهِ لَيْلٌ كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ ۔ (قیام اللیل للمروزی ص157)

ترجمہ: حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رمضان شریف میں ہمیں نماز (تراویح) پڑھاتے اور گھر کو لوٹ جاتے تو رات ابھی باقی ہوتی تھی آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعات (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

دلیل نمبر:10: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَسَنٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ كَانَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285؛ الترغیب والترہیب للاصبہانی ج2 ص368)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رمضان کے مہینے میں لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) اور تین (رکعات) وتر پڑھاتے تھے۔

دلیل نمبر 11: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرٍ قَالَ ثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ قَیْسٍ عَنْ شُتَیْرِ بْنِ شَکْلٍ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمْضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَالْوِتْرَ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285)

ترجمہ: حضرت شُتیر بن شکل رحمہ اللہ (حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھی ہیں) رمضان شریف میں لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) اور وتر پڑھاتے تھے۔

دلیل نمبر 12: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ خَلَفٍ عَنْ رَبِیْعٍ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ خَیْرًا عَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیِّ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّیْ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ فِیْ رَمْضَانَ وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285)

ترجمہ: حضرت ابوالبختری رحمہ اللہ رمضان شریف میں (نماز تراویح) پانچ تر ویحے (بیس رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

نوٹ: ایک ترویحہ چار رکعات کا ہوتا ہے۔

دلیل نمبر 13: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُکَیْنٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عُبَیْدٍ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ رَبِیْعَۃَ کَانَ یُصَلِّیْ بِھِمْ فِیْ رَمْضَانَ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ وَّیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285)

ترجمہ: حضرت علی بن ربیعہ رحمہ اللہ رمضان شریف میں لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعات نماز تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

دلیل نمبر 14: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا اِبْنُ نُمَیْرٍ عَنْ عَبْدِالْمَلِکِ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ اَدْرَکْتُ النَّاسَ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَّعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً بِالْوِتْرِ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے (صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ جیسے) لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے پایا ہے۔

دلیل نمبر 15: قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اِبْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ اَنَّہٗ کَانَ یَؤُمُّ النَّاسَ فِیْ رَمْضَانَ بِاللَّیْلِ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ وَیَقْنُتُ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285)

ترجمہ: حضرت حارث رحمہ اللہ لوگوں کو رمضان شریف میں بیس رکعات نماز (تراویح) اور تین وتر باجماعت پڑھاتے تھے اور (دعائے) قنوت (جو کہ وتر میں پڑھی جاتی ہے) رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

نماز تراویح میں قرآن مجید ختم کرنا سنت ہے

1: عَنِ الْحَسَنِ قَالَ مَنْ اَمَّ النَّاسَ فِیْ رَمْضَانَ فَلْیَاْخُذْ بِھِمُ الْیُسْرَ فَاِنْ کَانَ بَطِیْئَ الْقِرَاءَۃِ

فَلْيَخْتِمِ الْقُرْآنَ خَتْمَةً وَإِنْ كَانَ قِرَاءَتُهُ بَيْنَ ذٰلِكَ فَخَتْمَةً وَنِصْفٌ فَإِنْ كَانَ سَرِيْعَ الْقِرَاءَةِ فَمَرَّتَيْنِ۔
(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص284)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائے وہ ان سے آسانی کا معاملہ کرے۔ اگر اس کی قرأت آہستہ ہو تو ایک قرآن کریم کا ختم کرے، قرأت کی رفتار درمیانی ہو تو ڈیڑھ اور اگر تیز قرأت کر سکتا ہو تو پھر دو بار قرآن کا ختم کرے۔

2: وَعَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ أَنَّهُ كَانَ يَخْتِمُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ إِحْدٰى وَسِتِّيْنَ خَتْمَةً ثَلٰثِيْنَ فِي الْأَيَّامِ وَ ثَلٰثِيْنَ فِي اللَّيَالِيْ وَوَاحِدَةً فِي التَّرَاوِيْحِ۔ (فتاویٰ قاضی خان ج1 ص114)

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رمضان مبارک میں اکسٹھ (61) قرآن مجید ختم کرتے تھے، تیس دن میں اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں۔

3: قَالَ الْإِمَامُ الْفَقِيْهُ الْمُفْتِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَصْكَفِيْ رَحِمَهُ اللّٰهِ: (وَالْخَتْمُ) مَرَّةً سُنَّةٌ وَمَرَّتَيْنِ فَضِيْلَةٌ وَثَلَاثًا أَفْضَلُ (وَلَا يُتْرَكُ) الْخَتْمُ (لِكَسَلِ الْقَوْمِ)۔ (الدرالمختار للحصکفی ج2 ص497)

مشہور فقیہ محمد بن علی بن حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تراویح میں ایک بار ختم کرنا سنت ہے، دو بار فضیلت اور تین بار افضل ہے قوم کی سستی کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔

4: اَلسُّنَّةُ فِي التَّرَاوِيْحِ إِنَّمَا هُوَ الْخَتْمُ مَرَّةً فَلَا يُتْرَكُ لِكَسَلِ الْقَوْمِ۔
(فتاویٰ عالمگیریہ ج1 ص130 فصل فی التراویح)

ترجمہ: تراویح میں ایک بار ختم قرآن کرنا سنت ہے، لوگوں کی سستی کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے۔

نماز تراویح کی بیس رکعات ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابوعبدالرحمن سلمی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دیگر سند سے بھی مروی ہے۔ (البیہقی فی السنن الکبریٰ، 2/496، الرقم: 4396، والمبارکفوری فی تحفۃ الأحوذی، 3/444.)

حضرت ابوالحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں پانچ ترویحوں میں بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔ (وابن قدامۃ فی المغنی، 1/456، وقال: ہذا کالاجماع.)

حضرت عبدالعزیز بن رفیع نے بیان کیا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت حسن (بصری) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی ابن بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ (ابن تیمیۃ فی مجموع فتاوی، 2/401)

حضرت زعفرانی، امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے لوگوں کو مدینہ منورہ میں انتالیس (39) اور مکہ مکرمہ میں تیئیس (23) رکعت (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھتے دیکھا۔

(العسقلانی فی فتح الباری، 4/253، والشوکانی فی نیل الاوطار، 3/64)

ابن رشد قرطبی نے فرمایا کہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے دو اقوال میں سے ایک میں اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور داؤد ظاہری نے بیس تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین وتر اس کے علاوہ ہیں۔۔۔ اسی طرح امام مالک رضی اللہ عنہ نے یزید بن رومان سے روایت بیان کی فرمایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تیئیس (23) رکعت (تراویح بشمول تین وتر) کا قیام کیا کرتے تھے۔ (ابن رشد فی بدایۃ المجتہد، 1/152)

منکرین تقلید اور تعداد تراویح کی مفصل بحث کا بیان

علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ منکرین تقلید کی طرف سے مسئلہ تراویح پر جو مضامین اب تک شائع ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شرذمہ قلیلہ مٹھی بھر جماعت کے نزدیک بیس تراویح پڑھنے والے سب کے سب بدعتی، گمراہ، فاسق، فاجر اور العیاذ باللہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے والے بدمذہب اور گنہگار ہیں کیونکہ جب بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعت سیئہ قرار پایا تو جو بھی اس کو پڑھے گا یقیناً بدعتی قرار پائے گا۔ ایسی صورت میں جمہور امت مسلمہ تمام صحابہ کرام حتیٰ کہ خلفائے راشدین بھی معاذ اللہ بدعتی اور گنہگار رہے ہوئے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم'' ''میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ نیز فرمایا ''اقتدوا بالذین من بعدی ابا بکر و عمر'' ''میرے بعد ابو بکر اور عمر کی اقتدا کرنا۔ ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ''علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین'' ''تم اپنے اوپر لازم پکڑو میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں خاص طور پر ارشاد فرمایا ''لو کان بعدی نبی لکان عمر'' ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ پھر صحیح حدیث میں وارد ہے ''لن تجتمع امتی علی الضلالۃ'' ''میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہ ہوگی۔

ان احادیث کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہے کہ جو گروہ جمہور امت کی طرف گمراہی کی نسبت کرے یا صحابہ کی اقتدا کو برا سمجھے اور خلفائے راشدین کی سنت کو بدعت قرار دے وہ یقیناً غیر ناجی گروہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا بدخواہ، صحابہ اور خلفائے راشدین کا معاند ہے۔ آگے چل کر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ وہ انہی غیر مقلدین کا گروہ ہے جو اپنے سوا تمام امت مسلمہ کو گمراہ سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک اگر کوئی حق پر ہے تو صرف وہی جو اس کا ہم عقیدہ اور ہم نوا ہے۔

تراویح کے متعلق صحیح مسلک معلوم کرنے کے لئے چند امور کی وضاحت کی جاتی ہے۔ ناظرین کرام اچھی طرح سمجھ لیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین رات تراویح کی نماز باجماعت پڑھی۔ اس کے بعد بخوف فرضیت ترک فرما دی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تمام زمانے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور تک یہی حال رہا یعنی اہتمام جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھی گئی۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال ۱۴ھ میں امر تراویح کا استقرار ہوا یعنی اجتماع علی الامام اور اہتمام جماعت کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کا امر فرمایا۔

(۲) تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ ترویحہ کے معنی آرام کرنے کے ہیں اور نماز تراویح کو تراویح اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ابتدائے امر میں ہر چار رکعت کے بعد لوگ استراحت کرتے تھے۔ صحیح بخاری جلد ثانی ص ۵۹۹ اور زرقانی شرح موطا امام مالک جلد اول ص ۲۱۳ مطبوعہ مصر پر ہے "عن الليث انه قال سميت صلوة الجماعة في ليالي رمضان بالتراويح لانهم اول ما اجتمعوا عليها كانوا يستريحون بين كل تسليمتين قدر ما يصلي الرجل كذا و كذا ركعة رواه محمد بن نصر۔" حضرت لیث سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں صلوٰۃ با جماعت کا نام تراویح اس لئے رکھا گیا کہ جب لوگوں نے ابتداء جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا شروع کی تو وہ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر استراحت کرتے تھے کہ آدمی اتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھ سکے۔ بحر الرائق جلد ۲ ص ۶۶ پر ہے "والتراويح جمع ترويحة وهي في الاصل مصدر بمعنى الاستراحة سميت به لا ربع ركعات المخصوصة لاستلزام استراحة بعدها كما هو السنة فيها۔" (تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور وہ اصل میں مصدر ہے بمعنی استراحت چار مخصوص رکعتوں کا نام ترویحہ اس لئے رکھا گیا کہ سنت کے مطابق ان چار رکعتوں کے بعد استراحت لازم ہے۔

غیر مقلدین بھی تراویح کو سنت کہتے ہیں مگر بیس رکعت کی بجائے آٹھ رکعت کے قائل ہیں۔ حالانکہ آٹھ رکعت کو تراویح کہنا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ عبارات منقولہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ترویحہ چار رکعت کو کہتے ہیں اور تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ لہٰذا آٹھ رکعت کو ترویحتین کہنا درست ہے۔ تراویح کہنا درست نہیں۔ البتہ بیس رکعت کو تراویح کہنا صحیح ہے کیونکہ وہ پانچ ترویحہ کا مجموعہ ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظ تراویح اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے کہ آٹھ رکعت تراویح نہیں (بلکہ وہ نماز تہجد ہے) اور تراویح بیس رکعت ہی کا نام ہے۔ جیسا کہ جمہور امت مسلمہ اہل سنت و جماعت اور ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔

(۳) تہجد اور تراویح کی نمازیں الگ الگ ہیں۔ نماز تہجد ابتدائے اسلام میں ہجرت سے پہلے فرض ہوئی پھر سال بھر کے بعد نفل ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ اس وقت تک صیام رمضان کی فرضیت اور صلوٰۃ تراویح کی مشروعیت کا کوئی وجود نہ تھا۔ ابوداؤد شریف جلد اول ص ۱۹۰ باب فی صلوٰۃ اللیل مطبوعہ نول کشور میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں وارد ہوا کہ حکیم بن افلح سعد بن ہشام کو ساتھ لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا "حدثيني عن قيام الليل فقالت الست تقرأ يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قال قلت بلى قالت فان اول هذه السورة نزلت فقام اصحب رسول الله ا حتّى انتفخت اقدامهم وحبس خاتمتها في السماء اثني عشر شهرا ثم نزل اخرها فصار قيام الليل تطوعا بعد فريضة۔" الحدیث (حضرت حکیم بن افلح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام لیل کے بارے میں مجھے بتائیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم "يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ" نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا، کیوں نہیں، پڑھتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب اس سورت کا اول حصہ نازل ہوا تو حضور

ﷺ اور حضور ﷺ کے صحابہ نے قیام لیل کیا۔ یہاں تک کہ ان کے قدم مبارک متورم ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے خاتمے کو بارہ مہینے تک آسمان میں روک لیا۔ پھر اس کا آخری حصہ نازل ہوا اور قیام لیل فرض سے بدل کر نفل ہو گیا۔)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ تہجد کی نماز ہجرت سے پہلے ابتدائے اسلام میں مشروع ہو چکی تھی اور صحابہ کرام رمضان اور غیر رمضان میں اس کو ادا کرتے تھے لیکن تراویح کا کوئی وجود اس وقت تک نہ تھا۔ پھر ۲ھ میں جب رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے تو حضور ﷺ نے شعبان کے آخری دن کے خطبے میں ارشاد فرمایا "جعل الله صيامه فريضة وقيامة تطوعا" اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض اور اس کے قیام کو نفل قرار دیا ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۳)

اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں ہیں اگر قیام رمضان سے نماز تہجد مراد ہوتی تو وہ رمضان شریف سے پہلے ہی مشروع تھی۔ رمضان سے اس کو کوئی خاص تعلق نہ تھا۔ پھر اسے حدیث میں خاص طور پر ذکر فرمانا اور قیام رمضان قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قیام رمضان سے صلوٰۃ تہجد مراد نہیں بلکہ وہی خاص نماز تراویح مراد ہے جو رمضان کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں مشروع نہیں ہوئی۔

ابن ماجہ ص ۹۵ پر ہے کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "كتب الله عليكم صيامهٗ وسننت لكم قيامه" (حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض فرمائے ہیں اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام مسنون کیا) اب اگر اس کو نماز تہجد تسلیم کیا جائے تو نماز تہجد اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مشروع ہو چکی تھی۔ حضور ﷺ کا اس وقت اس کو مسنون فرمانا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ قیام رمضان جس کو حضور ﷺ نے مسنون فرمایا وہ صلوٰۃ تہجد نہ تھی بلکہ صلوٰۃ تراویح تھی۔

(۴) تہجد کے معنی سونے اور بیدار ہونے کے ہیں اور یہ لفظ لغات اضداد سے ہے اسی لئے شرعاً نماز تہجد اسی نماز کو کہا جائے گا جو نماز عشاء پڑھ کر سونے کے بعد بیدار ہونے پر پڑھی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے نماز تہجد ہمیشہ آخر شب میں پڑھی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں وارد ہے "عن مسروق قال سألت عائشة رضي الله عنها قلت اى حين كان يقوم من الليل قالت كان يقوم اذا سمع الصارخ." (حضرت مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ صلوٰۃ لیل یعنی نماز تہجد کے لئے کس وقت اٹھتے تھے؟ حضرت عائشہ صدیقہ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مرغ کی آواز سن کر اٹھتے تھے) (بخاری شریف جلد اول ص ۱۵۲ کتاب التہجد باب من نام عند السحر مسلم شریف جلد اول ص ۲۵۵ باب صلوٰۃ اللیل)۔ یہ حدیث اس دعویٰ پر نص صریح ہے کہ حضور ﷺ نماز تہجد ہمیشہ آخر شب میں پڑھا کرتے تھے۔

دوسری حدیث حضرت اسود سے روایت ہے بخاری شریف میں ہے "قال سألت عائشة رضي الله عنها كيف كان صلوة النبي ﷺ بالليل قالت كان ينام اوله ويقوم اخرهٗ فيصلي ثم يرجع الى فراشه فاذا اذن المؤذن وثب فان كان به حاجة اغتسل والا توضأ وخرج." (بخاری ص ۱۵۴ ج ۱۔ عینی ج ۷ ص ۲۰۱) یعنی حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رات میں حضور ﷺ کی نماز کس طرح ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا

کہ حضور ﷺ اول رات میں سو جاتے تھے اور آخر رات میں اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ پھر اپنے بستر مبارک پر تشریف لے جاتے پھر جب مؤذن اذان دیتا تیزی سے اٹھتے پھر اگر ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر مسجد کی طرف تشریف لے جاتے۔

عینی طبع جدید ج ۷ ص ۲۰۳ پر ہے "واما حديث حجاج بن عمرو فرواه الطبراني في الكبير والاوسط من رواية كثير بن العباس عنه قال ايحسب احدكم اذا قام من الليل يصلي حتى يصبح ان قد تهجد انما التهجد الصلوة بعد رقدة ثم الصلوة بعد رقدة ثم الصلوة بعد رقدة تلك كانت صلوة رسول الله ا"۔

یعنی حجاج بن عمرو سے بروایت کثیر بن العباس طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ تم جب بھی رات میں صبح تک نماز پڑھ لیا کرو تو تہجد کی نماز ادا ہو جایا کرے گی۔ جز ایں نیست کہ تہجد وہ نماز ہے جو سونے کے بعد ہو پھر نماز سونے کے بعد تین مرتبہ اسی طرح ارشاد فرمایا اور پھر کہا کہ حضور ﷺ کی نماز اسی طرح تھی یعنی حضور ﷺ خواب سے بیدار ہو کر نمازِ تہجد پڑھا کرتے تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب تک تین مرتبہ صلوۃ بعد رقدۃ کا تحقق نہ ہو اس وقت تک تہجد متصور نہ ہو گا تو میں عرض کروں گا کہ حدیث کا واضح مفہوم وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے یعنی نیند کئے بغیر اگر کوئی شخص تمام رات صبح تک بھی نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز تہجد نہ ہو گی۔ تہجد کا تحقق سونے کے بعد ہی نماز پڑھنے پر منحصر ہے اور الصلوۃ بعد رقدۃ کی تکرار محض تاکید کے لئے ہے کیونکہ بخاری شریف کی حدیث منقولہ بالا و دیگر احادیث صحیحہ کثیرہ سے یہ بات واضح ہے کہ حضور ﷺ ایک بار نماز تہجد پڑھ کر سو جاتے تھے پھر اس وقت اٹھتے تھے جب مؤذن اذان دیتا تھا اور بعض روایات میں جو حضور ﷺ کا متعدد مرتبہ خواب سے بیدار ہو کر نماز پڑھنا وارد ہے وہ بعض احوال پر محمول ہے حالانکہ نماز تہجد پر حضور ﷺ نے جمیع احوال میں مواظبت فرمائی ہے۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ اس حدیث کے الفاظ "انما التهجد بعد رقدة" اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ تہجد کے لئے سو کر اٹھنا ضروری ہے۔ بغیر سوئے صلوۃ الیل تہجد نہیں ہو سکتی۔

لیکن نماز تراویح حضور ﷺ نے اول شب میں پڑھی۔ ملاحظہ ہو

عن ابي ذر قال صمنا مع رسول الله ا فلم يقم بنا شيئا من الشهر حتّٰى بقي سبع فقام بنا حتّٰى ذهب ثلث الليل فلما كانت السادسة لم يقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتّٰى ذهب شطر الليل فقلت يا رسول الله ا لو نفلتنا قيام هٰذه الليلة فقال ان الرجل اذا صلّٰى مع الامام حتّٰى ينصرف حسب لهٗ قيام ليلة فلما كانت الرابعة لم يقم بنا فلما كانت الثالثة جمع اهله ونسائه والناس فقام بنا حتّٰى خشينا يفوتنا الفلاح قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم يقم بنا بقية الشهر۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۴) باب قیام رمضان

حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزے رکھے تو حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا یہاں تک کہ (انتیس دن والے رمضان کے) سات دن رہ گئے پھر حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ تیئیسویں شب کو قیام فرمایا

یہاں تک کہ ایک تہائی رات گزر گئی پھر جب مہینے کے اخیر سے شمار کرتے ہوئے چھٹی رات یعنی چوبیسویں شب ہوئی تو ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا پھر جب اسی حساب سے پانچویں یعنی پچیسویں شب آئی تو حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام فرمایا۔ حتیٰ کہ نصف شب گزر گئی پھر میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کاش اس رات کے قیام کو آپ ہمارے لئے زیادہ فرماتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے تمام رات کا قیام لکھا جاتا ہے پھر جب اسی حساب سے چوتھی رات یعنی چھبیسویں شب آئی تو حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ اس کے بعد بحساب مذکور تیسری یعنی ستائیسویں شب آئی تو حضور ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات اور اہل وعیال اور صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ہمارے ساتھ قیام فرمایا یہاں تک کہ ہم ڈرے کہ ہم سے فلاح فوت نہ ہو جائے۔ میں نے کہا کہ فلاح کیا ہے؟ کہا فلاح سحری ہے۔ پھر بقیہ مہینہ حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ رمضان شریف کی ان تینوں راتوں میں حضور ﷺ نے اول شب میں نماز تراویح شروع فرمائی۔ پہلی رات میں تہائی حصہ گزر جانے کے بعد فراغت ہوئی۔ دوسری شب میں نصف شب گزر جانے پر اور تیسری رات اول سے آخر تک نماز پڑھنے میں گزری۔ بہر حال یہ حقیقت اس حدیث سے بخوبی واضح ہوگئی کہ نمازِ تراویح تینوں راتوں میں حضور ﷺ نے اول وقت میں پڑھی اور نمازِ تہجد کا ہمیشہ آخر وقت میں پڑھنا اس سے پہلے احادیث صحیحہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ لہٰذا آفتابِ نیم روز کی طرح روشن ہوگیا کہ نمازِ تہجد اور نمازِ تراویح الگ الگ نمازیں ہیں اور ان دونوں کو ایک سمجھنا غلط فہمی پر مبنی ہے۔

سنن اربعہ کی حدیث مذکور سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ حضور ﷺ نے تینوں رات اول وقت میں نماز تراویح پڑھی وہاں یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ تراویح کی تیسری شب میں حضور ﷺ سحر تک نہیں سوئے بلکہ وہ تمام رات تراویح پڑھنے میں گزر گئی حالانکہ نمازِ تہجد حضور ﷺ نے ساری رات کبھی نہیں پڑھی۔ نہ حضور ﷺ نمازِ تہجد کے لئے تمام شب کبھی بیدار رہے بلکہ عادتِ کریمہ یہ تھی کہ رات کے بعض حصے میں حضور ﷺ خواب استراحت فرماتے اور بعض حصے میں بیدار رہ کر صلوٰۃ تہجد ادا فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کو رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہتا تو سوتا ہوا دیکھ سکتا تھا اور اگر اسی رات میں نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا تو نماز پڑھتا ہوا بھی دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف ج اول ص ۱۵۳ باب قیام النبی ﷺ باللیل ونومہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "وکان لا تشاء ان تراہ من اللیل مصلیا الا رأیتہ ولا نائما الا رأیتہ" حضور ﷺ کی یہ شان تھی کہ اگر تو رات کے وقت حضور کو نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا تو دیکھ سکتا تھا اور اگر تو استراحت میں دیکھنا چاہتا تو دیکھ سکتا تھا اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "ولا اعلم نبی اللہ اقرأ القران کلہ فی لیلۃ الی الصبح ولا صام شہرا کاملا غیر رمضان" (رواہ مسلم مشکوٰۃ باب الوتر فصل اول ص ۱۱۱ مطبوعہ مجیدی کانپور)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات کبھی سارا قرآن پاک پڑھا ہو اور نہ یہ جانتی ہوں کہ حضور ﷺ نے کسی رات صبح تک نماز پڑھی ہو (اور یہاں نماز سے مراد نمازِ تہجد ہے کیونکہ ہم پہلی

حدیث سے صلوٰۃ تراویح تمام رات پڑھنا ثابت کر چکے ہیں اور نہ یہ کہ رمضان کے علاوہ حضور ﷺ نے سوائے رمضان تمام مہینہ روزہ رکھا ہو) جب تراویح کی نماز حضور ﷺ نے تمام رات پڑھی اور نماز تہجد کے لئے حضور ﷺ تمام رات کبھی بیدار نہیں ہوئے تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں نمازیں جداگانہ ہیں۔

احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے نماز تہجد جوف لیل سے پہلے کبھی نہیں پڑھی۔ حضور ﷺ کی نماز تہجد ہمیشہ جوف لیل اور آخر شب ہی میں ثابت ہے۔ موطا امام مالک ص ۵۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی باب ماجاء فی الدعا میں حضرت طاؤس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں: ''ان رسول اللہ ﷺ کان اذا قام الی الصلوٰۃ من جوف اللیل یقول اللّٰھم لک الحمد۔'' الحدیث (حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ شب کے درمیانی حصے میں صلوٰۃ (تہجد) کے لئے اٹھتے تھے تو ''اللّٰھم لک الحمد'' فرماتے تھے۔ الحدیث

اس حدیث میں صلوٰۃ سے صلوٰۃ تہجد مراد ہونے پر دلیل ہے کہ یہی حدیث امام بخاری نے ان لفظوں میں روایت کی ہے ''اذا قام من اللیل یتھجد'' اور یہی حدیث ابن خزیمہ نے بایں الفاظ روایت کی ہے ''اذا قام لتھجد''

(زرقانی شرح موطا امام مالک ج اول ص ۳۸۶ اور فتح الباری ج ۳ ص ۲ باب التہجد باللیل)

علامہ طبری بھی تہجد کا وقت سونے کے بعد جاگنے پر ہی قرار دیتے ہیں اور اسے وہ سلف صالحین سے نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ فتح الباری ج ۳ ص ۲ پر ہے ''وقال الطبری التھجد السھر بعد نومۃ ثم ساقہ عن جماعۃ من السلف''

نمازِ تہجد کا وقت سو کر اٹھنے کے بعد ہی ہے اس سے پہلے نہیں جیسا کہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر ج خامس مطبوعہ مصر ص ۴۳۳ پر فرماتے ہیں: ''ثم رأینا ان فی الشرع یقال لمن قام من النوم الی الصلوٰۃ انہ متھجد'' یعنی اصطلاح شرع میں اسی شخص کو تہجد گزار کہا جائے گا جو نیند سے اٹھ کر نماز پڑھے۔ اسی طرح فتوحات الٰہیہ ج ثانی ص ۶۴۲ پر ہے ''ثم لما رأینا فی عرف الشرع انہ یقال لمن انتبہ باللیل من نومہ وقام الی الصلوٰۃ انہ متھجد وجب ان یقال سمی ذالک متھجدا من حیث انہ القی الھجود'' پھر جب ہم نے عرف شرع میں دیکھا کہ جو شخص رات کو اپنی نیند سے بیدار ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہووہی تہجد گزار ہے تو یہ کہنا واجب ہو گیا کہ نمازِ تہجد پڑھنے والے کو اسی وجہ سے متہجد کہتے ہیں کہ اس نے نیند کو اپنے آپ سے دور کر دیا۔

مشکوٰۃ شریف باب التحریض علی قیام اللیل فصل اول ص ۱۰۹ مطبوعہ مجیدی کانپور میں ہے ''عن عائشۃ قالت کان تعنی رسول اللہ اینام اول اللیل ویحی اخرہ۔'' متفق علیہ۔ بخاری اور مسلم کی متفق حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اول رات میں سو جاتے تھے اور آخر رات کو زندہ فرماتے یعنی اس میں نماز پڑھتے تھے۔ بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ ''صلوٰۃ لیل اور صلوٰۃ تہجد میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں کا وقت اول شب سے آخر شب تک ہے مگر آخر شب کو اول شب پر فضیلت ہے۔ نمازِ تہجد کا افضل وقت آخر شب ہی ہے لیکن اول شب میں نماز تہجد پڑھ لی جائے تو درست ہے'' کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ کبھی رسول اللہ ﷺ نے رات کے ابتدائی حصے میں تہجد کی نماز پڑھی ہو۔ ہاں

یہ صحیح ہے کہ صلوٰۃ لیل تہجد بھی ہے اور غیر تہجد بھی۔ تہجد غیر تہجد سے بہتر ہے۔ لہٰذا جن حدیثوں میں آخر شب کی نماز کو افضل قرار دیا گیا ہے ان کا یہ مطلب نہیں کہ رات کے ابتدائی حصے میں تہجد پڑھنا جائز ہے۔ افضلیت آخر شب کے تہجد میں ہے بلکہ ان احادیث کا واضح مفہوم یہی ہے کہ صلوٰۃ لیل اگرچہ رات کے ابتدائی حصے میں جائز ہے لیکن صلوٰۃ لیل میں افضل ترین صلوٰۃ تہجد ہی ہے اور اس کا وقت سو کر اٹھنے کے بعد ہی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو اول شب میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا تھا کہ ''والتی تنامون عنہا افضل من التی تقومون'' اس کا مطلب یہی ہے کہ تم لوگ رات کے پہلے حصے میں نماز تراویح پڑھ کر آخر شب میں سو جاتے ہو اور اس وجہ سے تہجد کی فضیلت سے محروم رہتے ہو۔ اگر یہی صلوٰۃ تراویح تم آخر شب میں ادا کرو تو تراویح کے ساتھ نماز تہجد بھی ادا ہو جائے گی۔ اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ صلوٰۃ تہجد قبل النوم اول شب میں ادا نہیں ہوتی۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس امر کو واضح فرما رہے ہیں کہ تہجد اصطلاح شرع میں تطوع بعد از نوم کو کہتے ہیں۔ نیز علامہ شامی نے فرمایا ''نعم صلوۃ اللیل وقیام اللیل اعم من التھجد'' یعنی صلوٰۃ لیل اور تہجد کو مساوی سمجھنا غلط ہے بلکہ صلوٰۃ لیل تہجد سے اعم ہے۔ فیض الباری جز ثانی ص ۴۰۷ پر ہے ''وقال العلماء ان اسم التھجد لا یصدق الا بعد الھجود فلا یطلق علی صلوۃ اللیل قبل الھجود'' یعنی علماء کا قول ہے کہ تہجد کا لفظ سونے کے بعد ہی صادق آسکتا ہے۔ لہٰذا صلوٰۃ قبل از نوم پر لفظ تہجد کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

خلاصہ یہ کہ نماز تہجد وہی ہے جو عشاء کے بعد خواب سے بیدار ہو کر پڑھی جائے لیکن اگر کسی کو مجبوری کے باعث نماز تہجد پڑھنے کا موقع نہیں ملا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تہجد کی نعمت اور اس کے ثواب سے محروم رہ جائے بلکہ آخر شب میں اس کی نفل نماز صلوٰۃ تہجد کے قائم مقام ہوگی۔ معلوم ہوا کہ کسی نماز کا نام صلوٰۃ تہجد نہ ہونا اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ صلوٰۃ تہجد کے قائم مقام بھی نہ ہو سکے۔ جس طرح صلوٰۃ ضحیٰ اور صلوٰۃ کسوف باہم مختلف ہیں لیکن اگر کوئی شخص ضحیٰ کے وقت میں صلوٰۃ کسوف پڑھ لے تو وہ صلوٰۃ ضحیٰ کے قائم مقام قرار پائے گی لیکن اس کو صلوٰۃ ضحیٰ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رکعات تراویح جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر شب میں ادا فرمائیں اگرچہ ان کا نام صلوٰۃ تہجد نہیں لیکن چونکہ وہ تہجد کے وقت میں پڑھی گئی تھیں اس لئے تہجد کے قائم مقام ضرور ہوں گی۔

رہا یہ شبہ کہ نماز تہجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور نماز تراویح نفل تو اگر پچھلی رات کی تراویح کو تہجد کے قائم مقام کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نفل فرض کے قائم مقام ہو جائے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نماز تہجد کی فرضیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یقینی اور متفق علیہ نہیں اور اگر اس سے قطع نظر کر لیا جائے تو میں عرض کروں گا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رکعت تراویح میں تہجد کی نیت فرمائی ہو۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ متنفل کی اقتداء متفرض کے ساتھ لازم آئے گی وہ بالاتفاق جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح نماز تہجد کی فرضیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کے قائم مقام ہونا بھی

حضور ﷺ کا خاصہ ہو سکتا ہے۔ شرعاً و عقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ لہٰذا ہر تقدیر پر وجود احتمال کی وجہ سے یہ شبہ وارد ہوا اور بے بنیاد ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ باب التحریض علی قیام اللیل فصل اول کی حدیث ''ینزل ربنا تبارك وتعالیٰ كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الأخر'' کے تحت فرماتے ہیں ''قال فی النهاية تخصيص الثلث الأخر لانه وقت التهجد'' مرقاۃ ج ۳ ص ۱۴۵۔ نہایہ میں کہا کہ رات کے آخری تہائی حصہ کی تخصیص اس لئے ہے کہ وہ تہجد کا وقت ہے۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ صلوٰۃ تہجد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ نوافل کے وقت پڑھی جائے بلکہ نمازِ عشاء کے بعد سو کر اٹھنے پر جو نماز پڑھ لی جائے اس سے تہجد حاصل ہو جاتا ہے۔ علامہ شامی ردالمختار ج اول ص ۵۰۶ پر فرماتے ہیں ''تنبيه: ظاهر امر ان التهجد لا يحصل الا بالتطوع فلو نام بعد صلوٰة العشاء ثم قام فصلّى فرأيت لا يسمّى تهجدا وتردد فيه بعض الشافعية والظاهر ان تقييده بالتطوع بناء على الغالب وانه يحصل باى صلوٰة كانت۔''

گزشتہ بیان کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ تہجد بغیر نفل کے ادا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص نمازِ عشاء کے بعد سو گیا پھر اٹھ کر فوت شدہ فرض یا واجب نمازیں پڑھیں تو اس نماز کا نام تہجد نہ ہوگا اور بعض شافعیہ نے اس میں تردد کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تہجد کو نفل سے مقید کرنا بناءً علی الغالب ہے اور حقیقت یہ ہے کہ (تہجد) وقت تہجد میں ہر قسم کی نماز پڑھنے سے ادا ہو سکتا ہے (انتہیٰ) مثلاً اگر تہجد کے وقت میں تراویح پڑھی گئی تو نمازِ تہجد بھی ادا ہو جائے گی اور یہی مطلب تھا حضرت عمر کا کہ اگر آخر شب میں صلوٰۃ تراویح پڑھی جاتی تو تراویح کے ساتھ تہجد بھی ادا ہو جاتا۔

نمازِ تہجد کا وقت احادیث منقولہ اور عبارات علماء و فقہا کی روشنی میں بعد العشاء خواب سے بیدار ہونے کے بعد ہی ہے۔

اس مقام پر یہ شبہ وارد کرنا کہ حضور ﷺ نے رمضان شریف میں جو تین رات تراویح پڑھی ان راتوں میں نمازِ تہجد ادا نہیں فرمائی اور آخری رات حضور ﷺ سوئے بھی نہیں تو وقت تہجد کا تحقق بھی نہیں ہوا، کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ تراویح مذکورہ تین راتوں میں پہلی اور دوسری رات حضور ﷺ کا آخر شب میں معتد بہ نیند فرما کر نمازِ تہجد پڑھنا قطعاً امر مستبعد اور محال نہیں اگرچہ منقول نہ ہو کیونکہ عدم نقل عدم وجود کو مستلزم نہیں۔ البتہ تیسری رات کے متعلق شبہ کیا جا سکتا ہے مگر غور کرنے سے یہ شبہ بھی بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تحقق تہجد کے لئے قابل ذکر اور معتد بہ نیند کرنا ضروری نہیں۔ صرف اس قدر سو جانا بھی کافی ہے جسے لغۃً اور شرعاً نیند کہا جاتا ہے اگرچہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح احکام وضو میں جس نیند کو شرعاً فی بعض الاحوال معتبر مانا گیا ہے اس کا بھی یہی حال ہے اور ایسی قلیل ترین نیند کا اس رات تحقق ہو جانا ہرگز امر بعید نہیں۔ عام طور پر نماز پڑھتے ہوئے بھی اتنی نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ ایسی نیند عام طور پر معتد بہ اور قابل ذکر نہیں ہوا کرتی۔ لہٰذا اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اس رات تمام شب حضور ﷺ نمازِ تراویح کے لئے بیدار رہے تو یہ قول اس اقل قلیل نیند کے منافی نہ ہوگا۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات نماز تہجد مستقلاً علیحدہ نہیں پڑھی مگر اس بنا پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات تہجد ترک فرما دیا تھا کیونکہ جمہور امت مسلمہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں العیاذ باللہ ترک فرض کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ضرور کہا جائے گا کہ تہجد کے وقت میں جو نماز نفل بھی پڑھ لی جائے اس سے تہجد ادا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس رات تراویح پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد بھی ادا ہو گئی۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نمازِ عشاء کے فوراً بعد اول شب میں یا بغیر سوئے نماز تہجد ادا ہو جاتی ہے ان کا دعویٰ اس حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا کہ اول ہی شب میں نماز تراویح پڑھ کر سحر تک سو گئے ہوں بلکہ تمام رات تراویح ادا فرمائی اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی نماز نماز تہجد کے قائم مقام قرار پائے گی جو آپ نے آخر شب میں پڑھی تھی۔ اس لئے کہ اول شب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد پڑھنا کسی حدیث سے آج تک ثابت نہیں ہو سکا۔ حدیث کفتاہ عن التہجد ہمارے اس دعویٰ کو زیادہ واضح کر دیتی ہے اس لئے اگر قبل النوم تہجد متحقق ہوتا تو ان دو رکعتوں کو عین تہجد قرار دیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا جس سے واضح ہو گیا کہ قبل النوم تہجد متحقق نہیں ہو سکتا۔

بیس رکعت نماز تراویح کے دلائل کا بیان

صاحب مقالات کاظمی لکھتے ہیں۔ ہماری اس تحقیق سے حسب ذیل امور دلائل کی روشنی میں واضح ہو گئے

(۱) نماز تراویح کو تراویح کہنا اس دعوے کی روشن دلیل ہے کہ آٹھ رکعت تراویح کا قول باطل اور بیس رکعت صحیح اور درست ہے۔

(۲) نماز تراویح کا وقت بعد نماز عشاء اول سے آخر تک ہے یعنی نمازِ عشاء کے بعد رات میں جس وقت بھی نماز تراویح پڑھی جائے، جائز ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح رات کے تینوں حصوں میں سے ہر حصہ میں پڑھی اور تمام رات بھی تراویح پڑھنے میں گزار دی۔

(۴) نماز تہجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے سے پہلے اول شب میں کبھی نہیں پڑھی۔

(۵) نماز تہجد کا وقت نماز عشاء کے بعد سو کر اٹھنے سے پہلے نہیں ہوتا۔

(۶) قیام اللیل اور صلوٰۃ لیل عام ہے اور صلوٰۃ تہجد خاص۔

(۷) جس طرح صلوٰۃ لیل اور تہجد ایک نہیں اسی طرح صلوٰۃ تہجد اور صلوٰۃ تراویح بھی ایک نہیں۔ اس لئے کہ تہجد کا وقت نمازِ عشاء کے بعد نیند سے اٹھنے کے بعد ہے اور صلوٰۃ تراویح کا وقت اول شب سے اخیر شب تک ہے۔

(۸) صلوٰۃ لیل اور صلوٰۃ تہجد رمضان اور غیر رمضان تمام اوقات میں مشروع ہے اور صلوٰۃ تراویح صرف ماہِ رمضان المبارک کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر رمضان میں شرعاً تراویح مشروع نہیں۔

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح جماعت کے ساتھ صرف تین دن پڑھی ہے اور بس۔

(۱۰) صلوٰۃ تہجد ابتدائے اسلام میں ہجرت سے پہلے ہی مشروع ہوگئی تھی اور صلوٰۃ تراویح مدینہ منورہ میں ۲ ھ میں صیام رمضان کی فرضیت کے ساتھ مشروع ہوئی۔

(۱۱) صلوٰۃ تہجد ابتدائے اسلام میں فرض تھی اس کے بعد نفل ہوگئی اور صلوٰۃ تراویح کسی وقت بھی فرض ہو کر مشروع نہیں ہوئی۔

(۱۲) اگر کسی شخص نے نمازِ عشاء پڑھی اور پھر وہ تمام رات بیدار رہ کر نوافل پڑھتا رہا تو وہ تہجد گزار نہیں اس لئے کہ تہجد کا وقت سونے سے پہلے نہیں ہوتا۔

(۱۳) اگر کسی نے تہجد کے وقت میں تراویح پڑھ لی تو اگرچہ اس تراویح کا نام صلوٰۃ نہیں رہا لیکن صلوٰۃ تہجد کے قائم مقام ضرور ہے۔

(۱۴) صلوٰۃ تہجد نفل کے علاوہ غیر نفل نماز پڑھنے سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نمازِ تراویح میں جماعت شرط نہیں بلکہ افضل و اولیٰ ہے

دیکھئے مبسوط سرخسی ج ۲ ص ۱۴۴، الفصل الثانی انہا تؤدی بجماعۃ ام فرادی کے تحت فرماتے ہیں ''وقال عیسی بن ابان وبکار بن قتیبة والمزنی من اصحاب الشافعی واحمد بن عمران رحمهم الله تعالیٰ الجماعة احب وافضل هو المشهور عن عامة العلماء رحمهم الله تعالیٰ وهو الاصح والاوثق۔'' عیسیٰ بن ابان اور بکار بن قتیبہ اور مزنی نے کہا جو اصحاب شافعی سے ہیں اور احمد بن عمران کا بھی یہی قول ہے کہ تراویح میں جماعت احب اور افضل ہے اور عامہ علماء سے بھی یہی مشہور ہے اور یہی اصح اور اوثق ہے۔

اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ صحت تراویح کے لئے جماعت شرط نہیں بلکہ تراویح جماعت کے ساتھ ہو تو افضل اور اولیٰ ہے۔ دوسرے یہ کہ نمازِ تراویح نمازِ تہجد کی غیر ہے کیونکہ نمازِ تہجد میں جماعت احب اور اولیٰ نہیں۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث پر کلام کرتا ہوں جو صحیحین میں مروی ہے اور جس حدیث کو غیر مقلدین بیس رکعت تراویح کے خلاف آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں بڑے شد و مد سے پیش کیا کرتے ہیں۔ وهو هٰذا

''ما كان رسول الله ایزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدٰی عشر رکعة۔'' غیر مقلدین کا بیان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز کبھی نہیں پڑھی۔ ان گیارہ رکعت میں تین وتر ہوتے تھے اور آٹھ نفل رمضان میں وہ آٹھ نفل جماعت کے ساتھ تراویح شمار ہوتے تھے۔ غیر رمضان میں بھی بغیر جماعت کے وہی آٹھ رکعتیں تہجد ہوتی تھیں۔ ہمارے بیان سابق سے غیر مقلدین کے اس بیان کی حقیقت واضح ہوگئی اور وہ یہ کہ ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تراویح ہمیشہ اول لیل میں پڑھی۔ اگرچہ فراغت کبھی نصف شب میں ہوئی اور کبھی تمام شب میں لیکن نمازِ تراویح کا آغاز رسول اللہ ﷺ نے ہر دفعہ اول رات میں فرمایا اور صلوٰۃ تہجد حضور ﷺ نے عمر شریف میں کبھی ایک مرتبہ بھی اول شب میں ادا نہیں فرمائی بلکہ ہمیشہ آخر شب میں حضور ﷺ تہجد پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کی یہ حدیث نمازِ تراویح کے متعلق نہیں بلکہ صلوٰۃ تہجد کے متعلق ہے۔اس لئے کہ نمازِ تراویح صرف رمضان میں ہوتی ہے اور حدیث میں رمضان اور غیر رمضان کی نماز کا ذکر ہے۔ رمضان اور غیر رمضان میں رات کی تراویح نہیں بلکہ نماز تہجد ہے۔

ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی صلوٰۃ تہجد کو بیان فرما رہی ہیں نہ کہ حضور ﷺ کی صلوٰۃ تراویح کو۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل اس حدیث کا آخری حصہ ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتی ہیں کہ ''اتنام قبل ان توتر؟'' حضور ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یا عائشة تنام عيني ولا ينام قلبي '' اے عائشہ ہماری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا۔ یہ امر مخالفین کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ان گیارہ رکعتوں میں تین وتر اور آٹھ نفل ہوتے ہیں اور یہ آٹھ اور تین پوری گیارہ رکعتیں حضور ﷺ ایک ساتھ پڑھتے تھے۔جب وتر سے پہلے حضور ﷺ کا خواب استراحت فرمانا اس حدیث سے ثابت ہوا تو وہ آٹھ نفل جو وتر کے ساتھ ہی حضور ﷺ پڑھتے تھے ان سے پہلے بھی حضور ﷺ کا نیند فرمانا ثابت ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی یہ گیارہ رکعت والی نماز تراویح نہیں بلکہ تہجد اور وتر کی نماز ہے۔اس لئے کہ نیند سے بیدار ہو کر جو نماز پڑھی جائے وہی نماز تہجد ہے۔حدیث کے اس آخری حصے سے یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ غیر مقلدین جس نماز کو صلوٰۃ تراویح کہتے ہیں وہ صلوٰۃ تہجد ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (فتاویٰ عزیزی ج اول ص ۱۱۹ مطبوعہ مجتبائی) میں اسی گیارہ رکعت والی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان یکساں بود۔غالباً بعد دیازدہ رکعت مع الوتر می رسد دلیل بر ایں حمل آں است کہ راوی ایں حدیث ابو سلمہ است در تتمہ ایں روایت می گوید ''قالت عائشة رضي الله عنها فقلت يا رسول الله ﷺ اتنام قبل ان توتر قال يا عائشة ان عيني تنامان ولا ينام قلبي۔'' کذا رواہ البخاری ومسلم ظاہر است کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد متصور می شود نہ غیر آں'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گیارہ رکعت والی روایت نمازِ تہجد پر محمول ہے۔اس لئے کہ نمازِ تہجد رمضان اور غیر رمضان میں یکساں تھی جس کا عدد وتر کے ساتھ غالباً گیارہ تک پہنچتا تھا۔

اس روایت کے تہجد پر محمول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راوی حدیث ابوسلمہ اس روایت کے تتمہ میں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ فرمایا، اے عائشہ! ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے اس طرح روایت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ وتر سے پہلے سونا صلوٰۃ تہجد ہی میں متصور ہو سکتا ہے نہ اس کے غیر میں۔علامہ ابن حجر عسقلانی بھی گیارہ رکعت والی نماز کو صلوٰۃ تہجد اور وتر قرار دیتے ہیں۔چنانچہ فتح الباری ج ۳ ص ۱۶ پر ہے'' وظهر لي ان الحكمة في عدم الزيادة على احدى عشرة ان التهجد والوتر مختص بصلوة الليل۔۱۰لخ

الحمدللہ! ہم نے روشن دلیلوں سے یہ ثابت کر دیا کہ گیارہ رکعت والی حدیث سے صلوٰۃ تہجد مراد ہے اور تہجد اور تراویح دو مختلف نمازیں ہیں۔اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے۔

(۱) وعن ابن عباس ان النبی ا کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی فی الکبیر وعند البیہقی وعبد بن حمید والبغوی وزاد البیہقی فی غیر جماعۃ بعد قولہ فی رمضان وضعفہ (شرح النقایہ ج اول ص ۱۰۴ وسنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

(۲) وعن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمن عمر بعشرین رکعۃ والوتر رواہ البیہقی فی المعرفۃ باسناد صحیح (شرح النقایہ ص ۱۰۴ ج ۱)

(۳) عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ (موطا امام مالک شرح النقایہ ج اول ص ۱۰۴ ج ۲ ص ۴۹۶ وسنن بیہقی)

(۴) عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان قال ان الناس یصومون النہار ولا یحسنون ان یقرءوا فلو قرأت علیہم باللیل فقال یا امیر المؤمنین ہذا شیء لم یکن فقال قد علمت ولکنہ حسن فصلّٰی بہم عشرین رکعۃ۔ (رواہ ابن منیع کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۴ حدیث ۵۷۸۷)

(۵) عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی زمن عمر فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ رواہ البیہقی فی السنن باسناد صحیح

(فتح الباری ج ۴ ص ۲۰۴ کتاب صلوۃ التراویح عینی جزو ۱۱ طبع جدید ص ۱۲۷ جامع الرضوی المعروف بصحیح البخاری ج ۳ ص ۵۹۸)

(۶) وعن ابی عبد الرحمٰن السلمی أن علیا دعا القراء فی رمضان فامر رجلا یصلی الناس عشرین رکعۃ وکان علی یوتر بہم (رواہ البیہقی فی سننہ، منہاج السنۃ لابن تیمیہ جزو رابع ص ۲۲۴ مطبوعہ مصر)

(۷) وعن شبرمۃ بن شکل وکان من اصحاب علی انہ کان یؤمہم فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ۔ (رواہ البیہقی)

(۸) روی عبد الرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیرہ عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدیٰ وعشرین رکعۃ۔ (عینی جزو ۱۱ طبع جدید ص ۱۲۷)

(۹) روی الحارث بن عبد الرحمٰن عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عہد عمر بثلث وعشرین رکعۃ۔

(۱۰) وروی محمد بن نصر من روایۃ یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید انہم کانوا یقومون فی رمضان بعشرین رکعۃ فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (عینی جزو ۱۱ طبع جدید ص ۱۲۷) فی قیام اللیل لمحمد بن نصر۔

(۱۱) عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بہم عشرین رکعۃ رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ واسنادہ مرسل قوی (مصنف ابن ابی شیبہ اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۷)

(۱۲) واخرج محمد بن نصر عن محمد بن كعب القرظى كان الناس يصلون فى زمان عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى رمضان عشرين ركعة (اوجز المسالک ص ۳۹۸ الحدیث)

(۱۳) عن السائب بن يزيد الصحابي قال كانوا يقومون على عهد عمر رضى الله تعالى عنه بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان رضى الله مثله رواه البيهقى باسناد صحيح (عینی ج ۷ طبع جدید ص ۱۷۸ شرح النقایہ ج اول ص ۱۰۴)

(۱۴) وعن ابى الحسناء (۱) ان على بن ابى طالب امر رجلا يصلى بالناس خمس ترويحات عشرين ركعة (رواہ البیہقی وصاحب کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۴ حدیث ۵۷۹ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۷)

(۱۵) واخرج ابن ابى شيبة عن ابى الحسن ان عليا امر رجلا يصلى بهم فى رمضان عشرين ركعة۔
(اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۸)

(۱۶) روى محمد بن نصر بسنده عن الاعمش عن زيد بن وهب قال كان عبد الله بن مسعود يصلى لنا فى شهر رمضان قال الاعمش كان يصلى عشرين ركعة ويوتر بثلث قاله العينى۔
(اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۸ عینی جز ۱۱ ص ۱۲۷ مطبوعہ جدید)

(۱۷) واخرج ابن ابى شيبة عن حسن بن عبد العزيز ان ابيا رضى الله تعالى عنه كان يصلى بهم فى رمضان بالمدينة عشرين ركعة۔ (اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۸)

(۱۸) عن نافع عن ابن عمر كان ابن ابى مليكة يصلى بنا فى رمضان عشرين ركعة رواه ابن ابى شيبة فى مصنفه واسناده صحيح (اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۸)

(۱۹) روى محمد بن نصر من طريق علاء قال ادركتهم فى رمضان يصلون عشرين ركعة وثلاث ركعات الوتر (فتح الباری ج ۴ ص ۲۰۴)

(۲۰) عن ابى الخصيب قال كان يؤمنا سويد بن غفلة فى رمضان فيصلى خمس ترويحات عشرين ركعة (رواہ البیہقی واسنادہ حسن بیہقی از اوجز المسالک ص ۳۹۷)

(۲۱) عن سعيد بن عبيد ان على ابن ربيعة كان يصلى بهم فى رمضان خمس ترويحات ويوتر بثلاث اخرجه ابن ابى شيبة واسناده صحيح۔ (اوجز المسالک ص ۳۹۸)

(۲۲) وروى محمد بن نصر عن شتير بن شكل انه كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر۔
(اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۸)

(۲۳) اخرج ابن ابى شيبة بسنده عن ابى البخترى انه كان يصلى خمس ترويحات فى رمضان ويصلى بثلث كذا فى آثار السنن (اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۸)۔

(۲۴) وعن الحارث انه كان يؤم الناس فى رمضان بعشرين ركعة (اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۹۸)

ان احادیث کا ترجمہ حسب ذیل ہے

۱۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وتر کے علاوہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

۲۔سائب بن یزید صحابی سے مروی ہے کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

۳۔یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تئیس رکعت پڑھتے تھے یعنی بیس تراویح اور تین وتر۔

۴۔سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں امر فرمایا کہ وہ لوگوں کو رمضان شریف کے مہینے میں رات کی نماز پڑھایا کریں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابی بن کعب لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور قرأت بخوبی ادا نہیں کر سکتے۔لہٰذا کیا اچھا ہوتا کہ آپ ان پر (امام صلوٰۃ ہونے کی حالت میں) قرأت فرمادیا کرتے۔حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا اے امیر المومنین یہ ایسی چیز ہے جو پہلے نہ تھی (یعنی اہتمام خاص کے ساتھ تراویح کی جماعت اس سے پہلے نہ ہوتی تھی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں لیکن یہ کام اچھا ہے۔پس حضرت ابی بن کعب نے لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائی۔

۵۔حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہِ رمضان المبارک میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

۶۔حضرت عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رمضان شریف کے مہینے میں قرآن کے قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا اور حضرت علی خود وتر پڑھاتے تھے۔

۷۔حضرت شبرمہ بن شکل سے روایت ہے جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے تھے کہ وہ رمضان شریف میں لوگوں کی امامت کرتے تھے اور پانچ ترویحے (بیس رکعت نماز) پڑھا کرتے تھے۔

۸۔عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس وغیرہ سے، محمد بن یوسف سے، سائب بن یزید سے روایت کی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما پر اکیس رکعت ادا کرنے پر جمع کیا۔

۹۔حارث بن عبد الرحمن نے سائب بن یزید سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں لوگوں کا قیام تئیس رکعت پر تھا۔

۱۰۔محمد بن نصر نے یزید بن خصیفہ کی روایت سے حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان شریف میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔

۱۱۔یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے۔

۱۲۔محمد بن نصر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ بیس رکعت

پڑھتے تھے۔

۱۳۔ حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔

۱۴۔ ابوالحسنا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ''پانچ ترویحے'' بیس رکعت پڑھائے۔

۱۵۔ ابن ابی شیبہ نے ابوالحسن سے روایت کی کہ حضرت علی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

۱۶۔ محمد بن نصر نے اپنی سند سے بواسطہ اعمش زید بن وہب سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رمضان کے مہینہ میں ہمیں نماز پڑھاتے تھے۔ اعمش نے کہا کہ بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔

۱۷۔ ابن ابی شیبہ نے حسن بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رمضان شریف میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

۱۸۔ حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ابن ابی ملیکہ صحابی رمضان شریف میں ہمیں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

۱۹۔ محمد بن نصر حضرت عطا کی حدیث روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ رمضان شریف میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

۲۰۔ ابوالخصیب سے روایت ہے کہ سوید بن غفلہ رمضان شریف میں ہماری امامت فرماتے تھے تو پانچ ترویحے ''بیس رکعت'' پڑھاتے تھے۔

۲۱۔ سعید بن عبید سے روایت ہے کہ علی ابن ربیعہ رمضان شریف میں لوگوں کو پانچ ترویحے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

۲۲۔ محمد بن نصر شتیر بن شکل سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رمضان شریف میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھاتے تھے۔

۲۳۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے ابوالبختری سے روایت کیا کہ وہ رمضان شریف میں پانچ ترویحے پڑھاتے تھے اور تین وتر۔

۲۴۔ حارث سے روایت ہے کہ وہ رمضان شریف میں بیس رکعت کے ساتھ لوگوں کی امامت کرتے تھے۔

احادیث پر غیر مقلدین کے اعتراضات

۱۔ بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس کی جو حدیث مرفوع پیش کی گئی ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ اس کا راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان جو امام ابوبکر ابن شیبہ کا دادا ہے باتفاق ائمہ حدیث ضعیف ہے۔

۲۔ یہ حدیث، حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مخالف ہے جس میں رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت تراویح پڑھنے

کا ثبوت ہے۔

۳۔ مؤطا امام مالک سے یزید بن رومان کی جو حدیث نقل کی جاتی ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں لوگ تیئیس رکعتیں پڑھتے تھے اس کی سند صحیح نہیں بلکہ منقطع ہے اس لئے کہ یزید بن رومان نے حضرت عمر کا زمانہ نہیں پایا۔ نیز یہ کہ اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں کہ لوگ خود بخود تیئیس رکعتیں پڑھتے تھے یا حضرت عمر نے ان کو حکم دیا تھا۔

۴۔ حضرت عمر خود تیئیس رکعت والی جماعت میں شامل نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے اس فعل پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے تھے "التی تنامون عنہا افضل من التی تقومونہا" یعنی رات کے جس حصے میں تم سوجاتے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس میں تم نماز پڑھتے ہو۔

۵۔ بیس رکعت والی حدیثیں حضرت جابر کی اس حدیث کے بھی خلاف ہیں جس میں ابن حبان اور ابن خزیمہ نے آٹھ رکعت تراویح کو روایت کیا ہے۔ بیس رکعت والی حدیثیں موطا امام مالک کی اس حدیث کے بھی خلاف ہیں جس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری جیسے لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

۶۔ علمائے احناف اور دیگر علمائے مقلدین نے بھی بیس رکعت والی حدیثوں کو ضعیف اور گیارہ رکعت والی کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

۷۔ امام مالک کے متعلق عینی میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے لئے گیارہ رکعات پسند کیں۔

اعتراضات مذکورۃ الصدر کے جوابات حسب ذیل ہیں

۱۔ یہ صحیح ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت ابن عباس سے بیس رکعت تراویح کے متعلق جو مرفوع حدیث روایت کی ہے اس کا راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان ضعیف ہے مگر ایسا ضعیف نہیں کہ اس کی روایات کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۱۹ پر فرماتے ہیں حالانکہ ابوشیبہ جد ابوبکر آں قدر ضعف ندارد کہ روایت او مطروح مطلق ساختہ شود یعنی جد ابوبکر ابوشیبہ اس قدر ضعف نہیں رکھتا کہ اس کی روایت کو مطلقاً نظر انداز کر دیا جائے۔ ہاں اگر کوئی حدیث ضعیف کسی حدیث صحیح کے معارض ہو تو البتہ ساقط ہوگی لیکن حدیث مذکور کسی حدیث صحیح کے ساتھ معارض نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۱۹ پر فرماتے ہیں آرے اگر معارض او حدیث صحیح می شد البتہ ساقط می گشت "وقد سبق ان یتوہم معارضالہ اعنی حدیث ابی سلمۃ عن عائشۃ المتقدم ذکرہ لیس معارضالہ بالحقیقۃ فبقی سالما۔"

یعنی اگر اس کے معارض کوئی حدیث صحیح ہوتی تو وہ ضرور ساقط ہوتی۔ حالانکہ سابقاً گزر چکا ہے کہ ابوسلمہ سے حضرت عائشہ کی جس متقدم الذکر حدیث کے معارض ہونے کا وہم کیا جاتا ہے وہ حقیقتاً اس کے معارض نہیں لہٰذا حدیث (ابن عباس) معارضت سے سالم رہی۔

علاوہ ازیں حدیث مرفوع ضعیف اگر فعل صحابہ سے مؤید ہو تو وہ اپنے مؤید ہونے کی حیثیت سے ضرور قابل احتجاج ہوتی ہے۔ یہی شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث ابن عباس کے تحت فرماتے ہیں "کیف وقد تاید بفعل الصحابۃ کما رواہ البیہقی فی

سنہ باسناد صحیح۔" اھ یعنی یہ حدیث مرفوع کیونکر ساقط ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی تائید فعل صحابہ سے ہو چکی ہے۔ جبکہ بیہقی نے اپنے سنن میں سند صحیح کے ساتھ صحابہ کرام کا بیس رکعتیں پڑھنا روایت کیا ہے۔

بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ وہ فعل صحابہ روایات کثیرہ سے ثابت ہو اور سوائے ایک گروہ قلیل کے جمہور امت علمائے مجتہدین نیز ائمہ اربعہ سب کا مذہب اس کے موافق ہو۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے ۲۴ احادیث اور عبارات علماء وفقہا اس حدیث کی تائید اور تقویت میں پیش کر چکے ہیں۔

۲۔ بیس رکعت تراویح کی احادیث کو گیارہ رکعت والی حدیث کے معارض سمجھنا قلت تدبر پر مبنی ہے جس کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

☆ راوی حدیث ابوسلمہ نے حضرت صدیقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس صلوٰۃ لیل کے متعلق سوال کیا تھا اس سے مراد ان کی صلوٰۃ تہجد تھی اور مقصد یہ تھا کہ اے ام المومنین آپ یہ بتائیں کہ رمضان شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا کیا حال تھا یعنی غیر رمضان کی صلوٰۃ تہجد سے کچھ زیادہ ہوتی تھی یا مساوی حضرت عائشہ نے جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ رہا یہ امر کہ اس حدیث میں وہ کون سا قرینہ ہے جس کی وجہ سے ہم اس نماز کو صلوٰۃ تہجد پر محمول کریں تو اس کا جواب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم کی عبارت منقولہ سے ہم دے چکے ہیں کہ اس حدیث کے آخر میں وارد ہے کہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اتنام قبل ان توتر کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ اس نماز سے پہلے سو جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ صلوٰۃ لیل میں نماز سے پہلے سو جانا صلوٰۃ تہجد ہی کے ساتھ خاص ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ سوال و جواب مطلق صلوٰۃ لیل سے متعلق نہیں بلکہ خاص صلوٰۃ تہجد سے متعلق ہے۔ اس صورت میں گیارہ رکعت اور بیس رکعت والی احادیث کے مابین کوئی تعارض نہیں رہتا کیونکہ وہ بیس رکعتیں نماز تراویح میں ہیں جو ماہ رمضان کے ساتھ خاص ہیں اور حضرت عائشہ کی حدیث میں نمازِ تہجد کا ذکر ہے جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں یکساں طور پر مشروع ہے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ لیل کی زیادتی کو جو گیارہ رکعت پر منحصر کیا ہے وہ ان کے اپنے علم کے مطابق ہے اور یہ اس امر کے منافی نہیں کہ حضرت عائشہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نزدیک اس کا عدد گیارہ سے زیادہ ثابت ہو جائے۔

☆ اگر بیس رکعت کی حدیثوں کو گیارہ رکعت والی حدیث کے معارض قرار دیا جائے تو جس طرح بیس اور گیارہ میں تعارض ہے اسی طرح گیارہ اور تیرہ میں بھی تعارض ہوگا اور سولہ اور سترہ کے ساتھ بھی گیارہ کا عدد معارض قرار پائے گا حالانکہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری شریف ج اول کتاب الصلوٰۃ باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر میں روایت ہے "عن عائشة رضی الله عنها قالت كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يصلی بالليل ثلث عشرة ركعة ثم يصلی اذا سمع النداء بالصبح ركعتين خفيفتين۔"

یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ غیر مقلدین تیرہ رکعت والی حدیث کے جواب میں کہا کرتے ہیں کہ ان تیرہ میں دو فجر کی سنتیں شامل ہیں لیکن بخاری شریف کی اس حدیث نے ان کے اس جواب کا قلع قمع کر دیا یعنی غیر مقلدین کہا کرتے ہیں حضور ﷺ قیام کے وقت پہلے دو خفیف رکعتیں پڑھا کرتے تھے حضرت عائشہ نے کبھی ان کا ذکر کیا، کبھی نہ کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کا بھی خفیف ہونا انہیں معاذ اللہ کالعدم نہیں کر دیتا۔ دیکھئے اسی حدیث بخاری میں فجر کی دو رکعتوں کا بھی خفیف ہونا مذکور ہے لیکن وہ کالعدم نہیں اور آج تک امت مسلمہ ان دو رکعتوں کو پڑھتی ہے۔ غیر مقلدین بھی ضرور پڑھتے ہوں گے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ قیام لیل کی خفیف دو رکعتیں کالعدم قرار پائیں اور گیارہ پر حصر کر دیا جائے۔ اگر حضور ﷺ کی وہ پہلی دو رکعتیں کالعدم نہیں تو گیارہ پر صلوٰۃ لیل کا حصر یقینا تیرہ اور سولہ کے معارض رہے گا۔

اس حدیث میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ حضور ﷺ کی یہ تیرہ رکعتیں فجر کی سنتوں کے علاوہ ہوتی تھیں۔ نیز امام احمد نے اپنی زیادات علی المسند میں حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ رات میں فرض نماز کے سوا سولہ رکعتیں پڑھتے تھے جیسا کہ عینی ج ۷ ص ۲۰۳ پر ہے "واما حدیث علی بن ابی طالب فرواہ احمد فی زیادتہ علی المسند من روایۃ ابی اسحٰق عن عاصم بن ضمرۃ عن علی قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی من اللیل ست عشرۃ رکعۃ سوی المکتوبۃ واسنادہ حسن" اس کے علاوہ ابن مبارک نے کتاب الزہد والرقاق میں ایک مرسل حدیث میں روایت کیا ہے "کان یصلی من اللیل سبع عشرۃ رکعۃ" کہ حضور رات میں سترہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی گیارہ رکعت والی حدیث بیس رکعت والی حدیثوں ہی سے معارض ہے یا تیرہ، سولہ اور سترہ رکعت والی حدیثوں سے بھی اس کو معارض قرار دیا جائے گا۔ وہی تطبیق جو غیر مقلدین گیارہ اور تیرہ وغیرہ والی حدیثوں میں کرتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ علمائے اہل سنت نے اس سے بہتر تطبیق گیارہ اور بیس رکعت والی احادیث کے درمیان کی ہے جس کا تھوڑا سا بیان ناظرین کرام پڑھ چکے ہیں اور اس کی بقیہ تفصیل حسب ذیل ہے

حضرت عائشہ کی گیارہ رکعت والی حدیث حضور ﷺ کے غالب احوال پر محمول ہے اور بیس رکعت والی حدیث تراویح رمضان کے ساتھ خاص ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں اکثر و بیشتر گیارہ رکعتیں ہی پڑھا کرتے تھے البتہ بعض اوقات رمضان میں حضور ﷺ نے بیس رکعت تراویح بھی پڑھی ہیں۔

مولانا عبدالحئی لکھنوی التعلیق الممجد علی موطا امام محمد میں ص ۱۴۲ حاشیہ نمبر ۱۱ پر فرماتے ہیں

اذلا شک فی صحۃ حدیث عائشۃ وضعف حدیث ابن عباس لکن الاخذ بالراجح وترک المرجوح انما یتعین اذا تعارضا تعارضا لا یمکن الجمع وھھنا الجمع ممکن بان یحمل حدیث عائشۃ علی انہ اخبار عن حالہ الغالب کما صرح بہ الباجی فی شرح الموطا وغیرہ ویحمل حدیث ابن عباس علی انہ کان ذلک احیانا

یعنی اس میں شک نہیں کہ حضرت عائشہ کی حدیث صحیح ہے اور حضرت ابن عباس کی حدیث ضعیف ہے لیکن ضعیف کو چھوڑ کر صحیح

کو لینا صرف اسی وقت متعین ہوسکتا ہے جب دونوں میں ایسا تعارض ہو کہ تطبیق نہ ہوسکے اور یہاں تطبیق ممکن ہے بایں طور کہ حضرت عائشہ کی حدیث کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غالب حال سے خبر دے رہی ہیں جیسا کہ اس کی تصریح باجی نے شرح موطا میں اوران کے علاوہ دوسرے علماء محدثین نے بھی کی ہے اور حضرت ابن عباس کی حدیث کو اوقات پر محمول کیا جائے۔

اور یہ ظاہر ہے اس لئے کہ بیس رکعتیں صرف رمضان میں پڑھی گئی ہیں اور گیارہ رکعتیں رمضان اور غیر رمضان تمام سال کی راتوں میں پڑھی گئی ہیں۔

تقریباً اسی مفہوم کی عبارت زرقانی شرح مؤطا امام مالک ص ۲۲۲ ج اول پر بھی مرقوم ہے جمع الوسائل میں ملا علی قاری کا بھی یہی قول ہے علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ لیل کے متعلق حضرت عائشہ کی روایات میں ایک اور اختلاف ہے جس کو علامہ ابن حجر نے فتح الباری ج ۳ ص ۱۶ پر بیان کیا ہے

ویؤیده ما وقع عند احمد وابی داؤد من روایة عبد الله ابن ابی قیس عن عائشة بلفظ کان یوتر باربع وثلث وثمان وثلث وعشر وثلث ولم یکن یوتر باکثر من ثلث عشرة ولا انقص من سبع وهٰذا اصح ما وقفت علیه من ذٰلك وبه یجمع بین ما اختلف عن عائشة من ذٰلك والله اعلم قال القرطبی اشکلت روایات عائشة علی کثیر من اهل العلم حتّٰی نسب بعضهم حدیثها الی الاضطراب وهٰذا انما یتم لو کان الراوی عنها واحدا او اخبرت عن وقت واحد والصواب ان کل شئ ذکرته من ذٰلك علی اوقات متعددو احوال مختلفة بحسب النشاط وبیان الجواز والله اعلم۔

یعنی اس کی تائید امام احمد اور ابوداؤد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو بروایت عبد اللہ بن ابی قیس حضرت عائشہ سے ان لفظوں سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر فرماتے۔ چار اور تین کے ساتھ اور چھ اور تین کے ساتھ اور آٹھ اور تین کے ساتھ اور دس اور تین کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وتر کبھی دس اور تین سے زیادہ نہ ہوتا تھا اور سات سے کم نہ ہوتا تھا اور جس پر میں واقف ہوا ہوں یہ ان سب سے زیادہ صحیح ہے اور اس کے ساتھ ان روایات کے درمیان تطبیق ہوسکتی ہے جو اس بارے میں حضرت عائشہ سے مختلف طور پر وارد ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ حضرت عائشہ کی روایتیں اکثر اہل علم پر نہایت مشکل ہوگئیں۔ یہاں تک کہ بعض نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کر دیا اور یہ (حضرت عائشہ کی روایت کو اضطراب کی طرف منسوب کرنا) اس وقت تمام ہوسکتا تھا جب کہ حضرت عائشہ سے ان سب کا راوی ایک ہی ہوتا یا وہ ایک ہی وقت کے متعلق خبر دیتیں اور صحیح یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس باب میں جو کچھ بھی ذکر کیا ہے وہ سب بحسب النشاط اور بیان جواز اوقات متعددہ اور احوال مختلفہ پر محمول ہے۔ واللہ اعلم۔ یہی مضمون عینی ج ۷ ص ۲۰۵ پر مسطور ہے۔

ان عبارات کی روشنی میں یہ امر آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ گیارہ رکعت والی حدیث دوام اور استمرار پر محمول نہیں بلکہ اوقات متعددہ اور احوال غالبہ پر مبنی ہے۔ وللہ الحمد۔

''غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں محمد بن نصر مروزی کی کتاب قیام اللیل کے حوالہ سے ایک یہ حدیث بھی پیش کیا

کرتے ہیں کہ حضرت ابی ابن کعب نے رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج رات کو ایک بات ہو گئی۔ آپ نے فرمایا، کون سی بات ہو گئی اے ابی؟ حضرت ابی نے عرض کیا، میرے گھرانے کی عورتوں نے کہا کہ ہم لوگ قرآن نہیں پڑھتے ہیں پس ہم لوگ تمہارے پیچھے نماز پڑھیں گے اور تمہاری اقتداء کریں گے تو میں نے ان کو آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر سکوت فرمایا۔

غیر مقلدین کی ذہنیت بھی عجیب ہے۔ انہیں جہاں آٹھ رکعتیں نظر آئیں تو فوراً تراویح پر محمول کر دیا۔

رمضان شریف میں نمازِ تراویح کی جماعت کا مشروع ہونا اور مردوں عورتوں کے لئے نماز تراویح پڑھنے کا جواز فریقین کے نزدیک مسلم ہے لہٰذا رمضان شریف میں تراویح کی نماز پڑھا دینا کوئی ایسی بات نہیں جس میں کسی قسم کی ندرت پائی جائے حالانکہ ابی بن کعب کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسا واقعہ بیان کر رہے ہیں جس میں ان کے نزدیک انتہائی ندرت پائی جاتی ہے اور وہ اسے اپنے نزدیک بہت ہی نادر الوقوع سمجھتے ہیں کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں "یارسول اللہ کان اللیلۃ شیء" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج رات ایک بات ہو گئی ہے۔ حضور نے فرمایا، ابی وہ کون سی بات ہو گئی ہے؟ حضرت ابی نے گزشتہ رات آٹھ رکعت نماز پڑھانے کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج رات ایک بات ہو گئی، صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایسی نئی بات ہے جو اسی رات میں ہوئی اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ ثابت ہوا کہ یہ نماز تراویح نہیں بلکہ نمازِ تہجد کی جماعت ہے جو بعض ائمہ کے نزدیک تداعی کے ساتھ بلا کراہت جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بغیر تداعی کے بلا کراہت جائز قرار دیتے ہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ سمجھتے ہیں اس لئے کہ جمہور صحابہ اور سلف صالحین سے نماز تہجد کی جماعت تداعی اور اہتمام خاص کے ساتھ منقول نہیں۔

علاوہ ازیں اس حدیث کی سند میں عیسیٰ ابن جاریہ ہے جس کے متعلق ابن معین نے کہا "عندہ مناکیر" اور نسائی نے کہا منکر الحدیث "وجاء عنہ متروک" صرف ابو زرعہ نے "لا باس بہ" کہا ہے جو ابن معین اور نسائی کی جرح شدید کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ (میزان الاعتدال)

غیر مقلدین حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی آٹھ رکعت تراویح ثابت کرتے ہیں "عن جابر رضی اللہ عنہ قال صلّٰی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعتیں پڑھائیں پھر وتر۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ حضرت جابر نے آٹھ رکعت بیان فرمائیں لیکن آٹھ کے عدد پر حصر کا قول نہیں کیا جو آٹھ سے زیادہ عدد کے منافی اور معارض ہو اور عدم حصر کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت جابر بعد میں آئے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آنے سے قبل زائد رکعات پڑھ چکے ہوں۔ نیز اس امر کا بھی احتمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یا بعد میں آٹھ کے علاوہ زائد رکعات پڑھی ہوں جن کی نفی حضرت جابر کے قول سے ثابت نہیں ہوتی۔

علاوہ ازیں حضرت جابر صرف ایک رات کا واقعہ اور وہ بھی اپنے علم کے مطابق بیان کر رہے ہوں اس میں بقیہ دو راتوں میں بیس عدد رکعات تراویح کی نفی اس حدیث میں کہاں ثابت ہوئی۔ اس کے بعد عرض ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ کسی محدث نے اس کو صحیح نہیں کہا۔ اس کی سند میں بھی عیسیٰ بن جاریہ ہے جس کے متعلق ہم میزان الاعتدال سے نقل کر چکے ہیں کہ وہ منکر الحدیث تھا۔ رہا یہ شبہ کہ علامہ ذہبی نے اس کی سند کو وسط کہا ہے ہرگز اس کی صحت کی دلیل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وسط کے معنی دنیا کی کسی لغت یا اصطلاح میں صحیح نہیں۔ وسط کے معنی ہیں درمیانی، اور اس میں کئی احتمال ہیں۔ صحت، حسن، ضعف سب کا درمیانی مراد ہو سکتا ہے لیکن عیسیٰ بن جاریہ کے حق میں خود علامہ ذہبی کا اسے منکر الحدیث ہونے کو نقل کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ لفظ وسط سے ان کی مراد درمیانہ درجہ کی ضعیف ہے۔

اس مقام پر یہ کہنا کہ علامہ ابن حجر نے التزام کیا ہے کہ فتح الباری میں کوئی ایسی حدیث نہیں لائی جائے گی جو صحیح یا حسن کے درجہ سے کم ہو اور چونکہ حدیث جابر فتح الباری میں موجود ہے اس لئے وہ صحیح نہیں تو حسن ضرور ہو گی انتہائی ابلہ فریبی اور سخن پروری ہے۔ (مقالات کاظمی)

اتنی بات تو قابل قبول ہو سکتی تھی کہ فتح الباری کی اکثر و بیشتر روایات یا وہ احادیث جن کے راویوں پر ائمہ جرح و تعدیل کی جرح کتب متجرحہ میں مصرح نہیں صحیح یا حسن ہیں لیکن محض اپنی ضد پوری کرنے کے لئے آنکھیں بند کر کے علی الاطلاق اس کی ہر روایت پر مہر تصدیق ثبت کر دینا اور ائمہ حدیث کی جرح شدید کے باوجود اس کی حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینا کسی اہل علم کے نزدیک صحیح نہیں ہو سکتا۔

ابن حجر تو بخاری کے شارح ہیں۔ خود امام بخاری ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے التزام کیا ہے کہ صحیح بخاری میں سوائے صحیح حدیث کے کوئی غیر صحیح روایت داخل نہ کروں گا لیکن اس کے باوجود اس میں بھی بعض ایسی روایات موجود ہیں جو صحیح نہیں۔ اگرچہ ان کا وجود نادر ہے یہی وجہ ہے کہ شارحین کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تاویل کرنی پڑی ہے۔ دیکھئے مقدمہ فتح الباری ج اول ص ۱۳ پر حافظ ابن حجر نے علاوہ نووی کا کلام نقل کیا ہے "وعلیٰ هٰذا فيحمل قوله ما ادخلت في الجامع الا ما صح اي ما سبقت اسناده والله تعالىٰ اعلم۔ اه كلامه"

یعنی اس تقدیر پر امام بخاری کا یہ قول کہ میں نے اپنی جامع صحیح بخاری میں صرف وہی حدیثیں داخل کی ہیں جو صحیح ہیں اس امر پر محمول ہوگا کہ جن کی سند میں نے بیان کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ علامہ نووی کا کلام ختم ہوا۔ اس کے بعد متصلاً علامہ ابن حجر فرماتے ہیں "وقد تبين مما فصلناه اقسام تعاليقه انه لا يفتقر الى هٰذا الحمل وان جميع ما فيه صحيح باعتبار انه كله مقبول ليس فيه ما يرد مطلقًا الا النادر" مقدمہ فتح الباری ج اول ص ۱۳ یعنی تعلیقات بخاری کی جو تقسیم ہم نے بیان کی ہے اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قول مذکور کو ما سبقت اسنادہ پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ بخاری کی تمام حدیثیں اس اعتبار سے صحیح ہیں کہ وہ سب مقبول ہیں۔ ان میں کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جسے مطلقاً رد کر دیا جائے سوائے نادر (حدیثوں) کے۔

حیرت ہے کہ جو لوگ توثیق رواۃ پر صحت حدیث کو موقوف سمجھتے ہیں ان کے نزدیک حدیث جابر محض فتح الباری میں درج ہو جانے کی وجہ سے کیونکر صحیح ہو گئی حالانکہ اس کے راوی پر اہل نقد ونظر ائمہ حدیث کی جرح شدید موجود ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے نقل کر چکے ہیں جس طرح ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کا سہارا تلاش کرتا ہے بالکل اسی طرح غیر مقلدین حدیث جابر کے فتح الباری میں آ جانے کو دلیل صحت قرار دے رہے ہیں۔ بہر حال یہ قول صحت حدیث کے دلائل میں ایک شاندار اضافہ ہے۔

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ غیر مقلدین بعض علماء احناف وشوافع کے اقوال بھی پیش کیا کرتے ہیں کہ علامہ عینی اور علامہ زیلعی اور علامہ ابن حجر رحمہم اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری، فتح الباری، نصب الرایہ وغیرہ میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے رمضان شریف کی تین راتوں کی نماز کا آٹھ رکعت ہونا ثابت کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی امر مجمل کی تفسیر اور شئی مبہم کے بیان میں فقہا محدثین کا کوئی روایت لانا اس امر کو مستلزم نہیں کہ ان کے نزدیک اس روایت کا مضمون صحیح اور واجب القبول بھی ہے۔ حضرات محدثین کا دستور ہے کہ وہ ایک امر مجمل کے بیان میں متعدد روایات وارد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح فقہا کرام ایک مسئلہ کے متعلق بعض اقوال لے آتے ہیں مگر ان روایات واقوال کا مضمون کسی علت کے باعث واجب القبول نہیں ہوتا۔

اگرچہ اہل علم کے لئے یہ بات محتاج بیان نہیں مگر اتمام حجت کے لئے اس کی دلیل میں غیر مقلدین کے پیشوا اور مقتدا علامہ شوکانی کا قول پیش کرتا ہوں جو نیل الاوطار میں اسی حدیث کے تحت مرقوم ہے "واما العدد الثابت عنه صلی الله علیه وسلم فی صلاته فی رمضان فاخرج البخاری وغیره عن عائشة انها قالت ما کان النبی صلی الله علیه وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدیٰ عشرة رکعة فاخرج ابن حبان فی صحیحه من حدیث جابر انه صلی الله علیه واله وسلم صلّی بهم ثمان رکعات ثم اوتر۔" (نیل الاوطار ج ۳ ص ۵۷)

علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ رمضان کے متعلق جو عدد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ حضرت عائشہ کی اس حدیث میں ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جابر کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور پھر وتر پڑھے۔ اس کے بعد علامہ شوکانی نے بیہقی کی بیس رکعت والی حدیث نقل کی پھر فرمایا: "والحاصل ان الذی دلت علیه احادیث الباب وما یشابهها وهو مشروعیة القیام فی رمضان والصلوٰة فیه جماعة وفرادیٰ فقصر الصلوٰة المسماة بالتراویح علی عدد معین وتخصیصها بقراۃ مخصوصة لم یرد به سنة۔" انتهیٰ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۵۸)

یعنی کلام کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز پر احادیث باب اور ان کے مشابہ احادیث نے دلالت کی وہ قیام رمضان اور فی رمضان کی مشروعیت ہے۔ جماعت سے ہو یا تنہا۔ لہٰذا جس نماز کا نام تراویح ہے اسے عدد معین پر ٹھہرا دینا اور اسے قرأت مخصوصہ کے ساتھ خاص کر دینا ایسی بات ہے جس کے ساتھ سنت وارد نہیں ہوئی۔ دیکھئے جس موقع پر عینی، فتح الباری، نصب الرایہ وغیرہ میں حضرت

عائشہ کی گیارہ رکعت والی اور حضرت جابر کی (وتر کے علاوہ) آٹھ رکعت والی حدیث وارد ہوئی ہے بالکل اسی موقع پر نیل الاوطار میں یہ دونوں حدیثیں وارد ہیں لیکن اس کے باوجود علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ نماز تراویح کو عدد معین پر ٹھہرا دینا ایسی بات ہے جس کے ساتھ سنت وارد نہیں ہوئی یعنی تراویح میں عدد معین کا قول کرنا خلاف سنت ہے۔ لہٰذا جس طرح حضور ﷺ کی تراویح کے عدد ثابت کے بیان میں ان دونوں حدیثوں کا شوکانی کے کلام میں وارد ہونا عدد معین (آٹھ رکعت) کا مثبت نہیں بالکل اسی طرح علامہ عینی، حافظ ابن حجر اور علامہ زیلعی کے کلام میں بھی حدیث عائشہ وحدیث جابر کا وارد ہونا آٹھ رکعت تراویح کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ علامہ شوکانی نے ''لم یرد بہ سنۃ'' کہہ کر غیر مقلدین کے استدلال کا خاتمہ کر دیا کیونکہ آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں غیر مقلدین کی تمام پونجی یہی دو حدیثیں تھیں لیکن شوکانی صاحب نے واضح کر دیا کہ ان دونوں حدیثوں سے آٹھ رکعت کا عدد معین ثابت نہیں ہوتا۔ والحمد للہ علی احسانہ۔

اہل بصیرت سے یہ امر مخفی نہیں کہ حضرات ائمہ مجتہدین خصوصاً ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم اجمعین علم وفضل، تقویٰ وطہارت اور انابت الی اللہ کے اس بلند مقام پر فائز ہیں جس کا تصور اس زمانے میں کسی بڑے سے بڑے اہل علم اور متقی کے متعلق بھی نہیں کیا جا سکتا اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان ائمہ کرام کا صحیح مسلک وہی تھا جس پر ان کے جانشین اور ان کے بعد ان کے جمہور مقلدین و متبعین عمل پیرا ہیں۔

ایسے جلیل القدر خیار امت ائمہ اعلام کا مبارک گروہ درحقیقت مسلمانوں کا وہ طائفہ مقدسہ ہے جسے بفحوائے آیہ کریمہ ''فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔'' (توبہ) تمام امت مسلمہ کی قیادت وسیادت کا شرف حاصل ہے اور ان ائمہ ہدیٰ کے متبعین ومقلدین کی جماعت مسلمانان عالم کا وہ سواد اعظم ہے جس کا مذہب ومسلک آیت کریمہ ''وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔'' (نساء) کی روشنی میں مدار نجات اور معیار صداقت ہے اور ان کے راستے سے انحراف موجب ضلالت وغوائت اور جہنم رسید ہونے کا باعث ہے۔

لیکن شرذمہ قلیلہ وطائفہ حقیرہ کے معدودے چند افراد ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کے ان مقدس اور محبوب بندوں کو از راہ عناد ہدف تیر ملامت بناتے رہے ہیں چنانچہ اب بھی غیر مقلدین کا گروہ قلیل حضرات مجتہدین ائمہ اربعہ خصوصاً امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ عنہم اجمعین اور ان کے مقلدین ومتبعین کے حق میں زبان طعن دراز کر رہا ہے۔ کبھی انہیں اہل رائے کہا جاتا ہے کبھی ان کے مسائل مذہبیہ کو احادیث صحیحہ کے خلاف قرار دے کر انہیں مطعون کیا جاتا ہے اور بسا اوقات یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کے استدلال کی بنیاد احادیث ضعیفہ اور اقوال مرجوحہ ہیں۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ ان معترضین نے آج تک ان ائمہ ہدیٰ کے اصول کو نہیں سمجھا۔ کاش یہ لوگ تعصب سے دور رہ کر ان کے قواعد مذہب اور اصول استدلال کو سمجھ لیتے تو شاید اس دریدہ دہنی کی جرأت نہ کرتے۔ اس مختصر رسالے میں اتنی گنجائش نہیں کہ ہم ان تمام امور پر تفصیلی بحث کریں۔ البتہ صرف ایک امر کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور وہ یہ کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ

عنہ نے کسی ایسی حدیث سے استدلال نہیں کیا جو ان کی نظر میں ضعیف ہو اور اس کی تقویت دیگر احادیث یا اقوال صحابہ ان کے اعمال یا اہل علم کے تعامل یا کسی دوسری دلیل شرعی سے نہ ہوگئی ہو اور محدثین کرام اس پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف طرق مذکورہ میں سے کسی طریقہ سے مؤید و معتمد ہو جائے تو وہ قابل احتجاج ہے۔

کما لا یخفٰی علی من لہٗ ادنٰی معرفۃ فی فن الحدیث

باب تراویح میں رسول اللہ ﷺ کا رمضان شریف میں بیس رکعت تراویح پڑھنا اگرچہ بسند ضعیف ثابت ہے لیکن چونکہ اس کا مضمون تعامل صحابہ اور اقوال علماء اور جمہور امت کے توافق سے مؤید ہو چکا ہے اس لئے اس سے دلیل لانا اصول محدثین کے موافق بھی صحیح اور درست ہے بلکہ میں تو یہاں تک عرض کروں گا کہ بیس تراویح کی حدیث مرفوع مذکور کے ثابت الاصل اور مستدل بہ ہونے کا قول کرنا ضروری ہے۔ ورنہ ان تمام صحابہ، سلف صالحین، ائمہ مجتہدین اور جمہور علماء امت مسلمہ کو سنت نبوی کے مخالفین میں شمار کرنا پڑے گا جن کا عمل اس حدیث کے مطابق ہونا غیر مقلدین کے نزدیک بھی مسلم ہے۔

علم حدیث کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں کہ کسی حدیث کا فی الواقع ثابت الاصل اور صحیح ہونا صحت اسناد پر موقوف نہیں۔ ممکن ہے کہ صحت اسناد کے باوجود کوئی حدیث واقع میں صحیح نہ ہو۔ (کما قال ابن الصلاح)

جب صحت اسناد پر صحت حدیث موقوف نہیں تو ضعف اسناد پر ضعف حدیث کا مدار کیونکر ہو سکتا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ موضوعات کبیر ص ۱۵ میں اسی موضوع پر اثنائے کلام میں فرماتے ہیں: ''فلا مطمح للقطع فی مقام الاسناد لتجویز العقل ان یکون الصحیح فی نفس الامر ضعیفا او موضوعًا والموضوع صحیحا مرفوعا الا الحدیث المتواتر فانہٗ فی افادۃ العلم الیقینی یکون مقطوعا ولذا قال الزرکشی بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون بین فان الوضع اثبات الکذب وقولنا لم یصح انما ھو اخبار عن عدم الثبوت ولا یلزم منہ اثبات العدم۔''

مقام اسناد میں یقین کے لئے امید کا کوئی موقع نہیں یعنی محض سند کے پیش نظر کسی حدیث کو یقینی طور پر صحیح کہہ دینا ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عقلاً جائز ہے کہ کوئی صحیح حدیث ضعیف یا موضوع ہو اور اسی طرح حدیث موضوع حقیقۃً صحیح مرفوع ہو۔ سوائے حدیث متواتر کے کہ وہ علم یقینی کا فائدہ دینے میں قطعی ہے۔ اسی لئے علامہ زرکشی نے فرمایا کہ ہمارے قول ''لم یصح'' اور موضوع میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے کہ وضع، اثبات کذب ہے اور ''لم یصح'' صرف عدم ثبوت کی خبر دیتا ہے اور اس سے اثبات عدم لازم نہیں آتا۔

اسی طرح ابن قیم جوزیہ نے ایک حدیث کے متعلق کہا ''وان صحح بعض الناس سندہٗ فالحس تشھد بوضعہٖ'' یعنی اگرچہ بعض لوگوں نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے لیکن قوت حاسہ اس کے موضوع ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ معلوم ہوا کہ محض سند پر ثبوت و وضع کا مدار نہیں۔

اہل علم کے نزدیک تو یہ امر بھی قابل انکار نہیں ہو سکتا کہ بصیرت کاملہ رکھنے والے علمائے راسخین کسی حدیث کے موضوع اور

غیر موضوع ہونے کی معرفت حاصل کرنے کے لئے سند کے محتاج نہیں ہوتے۔

دیکھئے ملا علی قاری موضوعات کبیر ص ۸۹ پر فرماتے ہیں: ''وقد سئل ابن القیم الجوزیۃ هل یمکن معرفة الحدیث الموضوع بضابطة من غیر ان ینظر فی سنده فقال هٰذا سوال عظیم القدر وانما یعرف ذٰلک من یطلع فی معرفة سنن الصحیحة وخلطت بلحمه ودمه وصار له فیها ملکة واختصاص شدید بمعرفة السنن والاٰثار ومعرفة سیرة رسول الله علیه الصلوٰة والسلام وهدیه فیما یأمر به وینهٰی عنه ویخبر عنه ویدعوا الیه ویحبه ویکرهه ویشرعه للامة بحیث کانه مخالط له علیه الصلوٰة والسلام بین اصحابه الکرام فمثل هٰذا یعرف من احواله وهدیه وکلامه واقواله وافعاله وما یجوز ان یخبر به وما لا یجوز ما لا یعرفه غیره وهٰذا شان کل متبوع مع تابعه۔اھ

ابن قیم جوزیہ سے دریافت کیا گیا کیا یہ ممکن ہے کہ حدیث موضوع کو کسی ضابطہ کے ساتھ معلوم کرلیا جائے اس کے بغیر کہ اس کی سند میں نظر کی جائے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک عظیم الشان سوال ہے۔ سند دیکھے بغیر کسی حدیث کے موضوع ہونے کو وہی شخص جان سکتا ہے جو معرفت سنن صحیحہ کے بلند مقام پر فائز ہو اور سنن صحیحہ کی معرفت اس کے گوشت اور خون کے ساتھ مخلوط ہوگئی ہو اور اسے ان کی معرفت میں عظیم ملکہ پیدا ہوگیا ہو اور معرفت سنن وآثار و معرفت سیرت وخصلت رسول اللہ ﷺ میں اختصاص شدید حاصل ہو چکا ہو اور حضور ﷺ کے امر و نہی، اخبار و دعوت، حب کراہت اور امت مرحومہ کے لئے احکام مشروعہ سے متعلق تمام امور میں حضور ﷺ کی سیرت وخصلت مبارکہ سے پوری طرح واقف ہو اور اس کو یہ حیثیت حاصل ہو جائے کہ گویا وہ صحابہ کرام کی معیت میں نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ کے ساتھ اختلاط کامل رکھتا ہے تو اس جیسا آدمی حضور ﷺ کے احوال اور کلام مبارک اور تمام اقوال واحوال مبارکہ کو صحیح معنی میں پہچان سکتا ہے اور اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ کون سی چیزوں کے متعلق حضور ﷺ کا خبر دینا جائز ہے اور کون سی چیزوں سے خبر دینا حضور ﷺ کے حق میں جائز نہیں۔ یہ امور اس قبیل سے ہیں جسے مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہونے والے علماء راسخین و کاملین کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں جان سکتا اور ہر متبوع کی اپنے تابع کے ساتھ یہی شان ہوتی ہے۔

ایسی صورت میں اگر امام اعظم جیسا اہل بصیرت انسان دلائل وقرائن کی روشنی میں حق کو باطل سے ممتاز کر کے حق کو قبول کرلے اور باطل سے کنارہ کرلے تو کیا وہ کسی ذی شعور کے نزدیک مستحق طعن ہوسکتا ہے۔

بنا بریں اگر بفرض محال یہ تسلیم ہی کرلیا جائے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بعض مسائل فقہیہ صحیح حدیثوں کے خلاف ضعیف حدیثوں پر مبنی ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ احادیث جو محدثین کے نزدیک صحیح الاسناد ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ بصیرت میں نصوص قرآنیہ، اقوال صحابہ کرام، تعامل اہل علم و دیگر دلائل شرعیہ کی موجودگی میں فی الواقع غیر صحیح اور ناقابل احتجاج ہوں۔ علیٰ ھذا القیاس جن احادیث کو محدثین نے اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق ضعیف اور ناقابل احتجاج قرار دیا ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اصول و معیار کے موافق وہ احادیث فی الواقع صحیح اور قابل احتجاج ہوں مگر اس بیان سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہمارے نزدیک علم

الاسناد بے معنی ہے۔ اسناد کا مقصد کذب وافتراء اور وضع احادیث کے طوفان کو روکنا اور اس باب میں دجل وفریب کی راہوں کو بند کرنا ہے نہ یہ کہ اسناد کے سامنے تمام دلائل قرآنیہ اور قرائن وشواہد قطعیہ کو پس پشت ڈال کر فہم وفراست کو بھی بالائے طاق رکھ دیا جائے۔

حجیت وعدم حجیت حدیث میں سند کے علاوہ تمام دلائل شرعیہ سے بے نیاز ہو جانا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ روایت کو درایت کے ساتھ ملحوظ نہ رکھنا انتہائی نادانی اور سخت حماقت کی دلیل ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ بکثرت احادیث بعض محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور بعض کے نزدیک غیر صحیح۔ اسی طرح بے شمار رواۃ حدیث بعض ارباب نقد ونظر کی رائے میں مجروح اور غیر ثقہ ہیں اور بعض کے نزدیک معدل وثقہ لیکن اس اختلاف رائے کی وجہ سے کسی ایک کو بھی مورد الزام قرار نہیں دیا جاتا۔ خدا جانے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے معترضین کا کیا بگاڑا ہے کہ یہ لوگ ان کے حق میں طعن وتشنیع سے باز نہیں آتے۔

علم حدیث سے ذوق رکھنے والے حضرات خوب جانتے ہیں کہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد وغیرہ محدثین کرام کے مابین صحت حدیث کے شرائط میں اختلاف شدید ہے۔ ایک حدیث ابوداؤد کے نزدیک صحیح ہے مگر امام بخاری اس کی صحت کے قائل نہیں۔ اس صورت میں اگر امام بخاری اس حدیث سے استدلال نہ کریں تو انہیں حدیث صحیح کا مخالف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دیکھئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری کو حمد الٰہی سے شروع نہیں کیا حالانکہ ابن ماجہ کی صحیح حدیث میں وارد ہے: ''كل امر ذي بال لم يبدأ فيه بالحمد فهو اقطع'' (جو مہتم بالشان کام حمد الٰہی سے شروع نہ کیا جائے وہ ناتمام ہے) ''رواه ابن حبان وابو عوانة في صحيحهما وقال ابن الصلاح هذا حديث حسن بل صحيح'' (عینی ج ۱ ص ۱۵)۔ لیکن صحت حدیث کے باوجود امام بخاری نے اس پر عمل نہیں کیا جس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا عینی میں ہے: ''الاول ان الحديث ليس على شرطه'' (عینی ج ۱ ص ۱۲) پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں۔ اگرچہ علامہ عینی نے اس پر اور اس کے علاوہ تمام جوابات پر اعتراضات کیے ہیں لیکن ظاہر پرستوں نے یہ امر بہر حال تسلیم کر ہی لیا کہ جو حدیث کسی محدث کی شرط پر نہ ہو وہ اس پر عمل نہیں کیا کرتا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں آج تک اس اصول کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی تعصب اور عناد کی کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟

تعجب ہے کہ غیر مقلدین امام اعظم رضی اللہ عنہ پر احادیث صحیحہ کے ترک کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ امام بخاری اور امام مسلم جیسے جلیل القدر محدثین نے بکثرت ایسی احادیث کو چھوڑ دیا جو ان کے مقرر کردہ شرائط کے مطابق بالکل صحیح ہیں۔ حتیٰ کہ دیگر محدثین مثلاً دارقطنی وغیرہ نے بعض اوقات شیخین پر الزام بھی عائد کیا کہ فلاں حدیث ان کے مجوزہ معیار کے موافق صحیح ہے پھر انہوں نے اسے کیوں ترک کیا جس کے جواب میں آج تک یہی کہا جاتا ہے کہ اگرچہ وہ حدیثیں شیخین کی شرط پر صحیح ہیں لیکن یہ دونوں بزرگ (بخاری ومسلم) فن حدیث میں وہ نگاہ دور بین رکھتے ہیں جس سے ان احادیث میں انہیں کوئی ایسی بات نظر آئی جس کی وجہ سے اپنی

صحیحین میں ان احادیث کو درج نہیں کیا تو کیا یہ ممکن نہیں کہ شیخین سے زیادہ اہل بصیرت مثلاً امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا نگاہ اجتہاد اور نور فراست کی روشنی میں صحیحین کی بعض احادیث میں کوئی امر معلوم کرلیا ہو جس کی بنیاد پر ان سے استدلال کرنا پسند نہ فرمایا پھر ان پر طعن کرنا اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

غیر مقلدین امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کچھ بھی کہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ محدثین متاخرین مثلاً امام بخاری امام مسلم وغیرہما رضی اللہ عنہم اجمعین امام موصوف کے خوشہ چیں اور ان کے واسطہ در واسطہ شاگردوں سے مستفیض تھے۔ نیز یہ کہ ان محدثین کی اسانید کیسی ہی عالی کیوں نہ ہوں لیکن فقاہت و درایت میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اسانید کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور یہ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ خود تابعی اور کبار تابعین کے دور میں ہونے کی وجہ سے عہد رسالت سے بہت قریب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں چار واسطوں سے متجاوز نہیں ہوتی اور اکثر و بیشتر صرف دو واسطوں (ایک تابعی اور ایک صحابی) سے آپ کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ تابعین کا دور مشہود لہ بالخیر ہے اس لئے ان کی اکثریت ثقہ ہے اور صحابی کے ثقہ ہونے میں تو آج تک کسی نے کلام ہی نہیں کیا۔ ''الصحابۃ کلهم عدول فی الروایۃ'' اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اسانید و روایات کو ضعیف اور نا قابل احتجاج کہنا گویا آفتاب کا منہ چڑانا ہے۔ ثلاثیات بخاری کے مقابلے میں ثنائیات بلکہ واحدانیات ابوحنیفہ کو نظر انداز کر دینا دنیا میں کتمان حق کی بدترین مثال ہے۔ (مقالات کاظمی)

بَابٌ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ

باب: شب قدر کا بیان

1378 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، قَالَ: قُلْتُ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ: أَخْبِرْنِي عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ، فَإِنَّ صَاحِبَنَا سُئِلَ عَنْهَا، فَقَالَ: مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْهَا، فَقَالَ: رَحِمَ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ - زَادَ مُسَدَّدٌ: وَلَكِنْ كَرِهَ أَنْ يَتَّكِلُوا أَوْ أَحَبَّ أَنْ لَا يَتَّكِلُوا، ثُمَّ اتَّفَقَا - وَاللَّهِ إِنَّهَا لَفِي رَمَضَانَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ لَا يَسْتَثْنِي، قُلْتُ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ، أَنَّى عَلِمْتَ ذَلِكَ؟ قَالَ: بِالْآيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ لِزِرٍّ: مَا الْآيَةُ؟ قَالَ: تُصْبِحُ الشَّمْسُ صَبِيحَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ مِثْلَ الطَّسْتِ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ، حَتَّى تَرْتَفِعَ

1378 - حديث صحيح وهذا اسناد حسن من اجل عاصم - وهو ابن بهدلة - فانه لا يرقى حديثه الى الصحة، وقد توبع. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدي، وحماد: هو ابن زيد، وزر: هو ابن حبيش. واخرجه مسلم (762) وبالرقم (1169)، والترمذي (804) و (3645)، والنسائي في "الكبرى" (3392 - 3396) و (11626) عن زر بن حبيش، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (21190)، و "صحيح ابن حبان" (3689). وانظر حديث معاوية الآتي برقم (1386).

⊛⊛ زر بن حبیش بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابومنذر! آپ مجھے شب قدر کے بارے میں بتایئے کیونکہ ہمارے آقا (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا: انہوں نے فرمایا: جو شخص سارا سال (روزانہ رات کے وقت نوافل ادا کرتا رہے) وہ شب قدر کو پا سکتا ہے' تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمن (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے وہ یہ بات جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان میں ہوتی ہے۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: لیکن وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ لوگ اسی پر اکتفاء کرلیں۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) انہوں نے یہ چاہا کہ لوگ کہیں اسی پر اکتفاء نہ کرلیں (پھر دونوں راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں)

''اللہ کی قسم! یہ رمضان کے مہینے میں ہوتی ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے''۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی استثناء نہیں کیا۔

میں نے کہا: اے ابومنذر! آپ کو اس بات کا کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا: اس نشانی کی وجہ سے جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے زر بن حبیش سے دریافت کیا: وہ نشانی کیا ہے' تو انہوں نے بتایا: اس رات کی اگلی صبح جب سورج نکلتا ہے' تو وہ طشت کی مانند ہوتا ہے اس کی دھوپ میں چمک نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ بلند ہو جاتا ہے۔

1379 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: كُنْتُ فِي مَجْلِسِ بَنِي سَلَمَةَ وَاَنَا اَصْغَرُهُمْ، فَقَالُوا: مَنْ يَسْاَلُ لَنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَذٰلِكَ صَبِيحَةَ اِحْدٰى وَعِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ؟ فَخَرَجْتُ فَوَافَيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ، ثُمَّ قُمْتُ بِبَابِ بَيْتِهِ، فَمَرَّ بِي فَقَالَ: ادْخُلْ، فَدَخَلْتُ فَاُتِيَ بِعَشَائِهِ، فَرَآنِي اَكُفُّ عَنْهُ مِنْ قِلَّتِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: نَاوِلْنِي نَعْلِي فَقَامَ وَقُمْتُ مَعَهُ، فَقَالَ: كَاَنَّ لَكَ حَاجَةً، قُلْتُ: اَجَلْ، اَرْسَلَنِي اِلَيْكَ رَهْطٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ، يَسْاَلُونَكَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَقَالَ: كَمِ اللَّيْلَةُ؟ فَقُلْتُ: اثْنَتَانِ وَعِشْرُونَ، قَالَ: هِيَ اللَّيْلَةُ، ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: اَوِ الْقَابِلَةُ، يُرِيدُ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ

⊛⊛ ضمرہ بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں بنوسلمہ کی ایک محفل میں موجود تھا میں عمر میں ان سب سے کم تھا۔ انہوں نے کہا: کون شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر شب قدر کے بارے میں دریافت کر کے آئے گا (راوی کہتے ہیں:) یہ رمضان کی اکیس تاریخ کی صبح کی بات ہے میں وہاں سے نکلا مغرب کی نماز میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اندر آ جاؤ میں اندر حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا مجھے یاد ہے کہ میں کھانا کم ہونے کی وجہ سے احتیاط سے کھا رہا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا کر فارغ ہو گئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جوتے دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے میں بھی

آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا آپ ﷺ نے دریافت کیا: شاید تم کسی کام کے سلسلے میں آئے تھے؟ میں نے عرض کی: بنوسلمہ کے ایک گروہ نے مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ وہ لوگ شب قدر کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آج کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کی: بائیسویں رات ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہی رات ہے پھر آپ ﷺ نے اپنی بات کو دہرایا اور فرمایا: یا اگلی رات ہے نبی اکرم ﷺ کی مراد تیئسویں رات تھی۔

1380 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُنَيْسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي بَادِيَةً أَكُونُ فِيهَا، وَأَنَا أُصَلِّي فِيهَا بِحَمْدِ اللَّهِ، فَمُرْنِي بِلَيْلَةٍ أَنْزِلُهَا إِلَى هَذَا الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: انْزِلْ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ. فَقُلْتُ لِابْنِهِ: كَيْفَ كَانَ أَبُوكَ يَصْنَعُ؟ قَالَ: كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ، فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ لِحَاجَةٍ حَتَّى يُصَلِّيَ الصُّبْحَ، فَإِذَا صَلَّى الصُّبْحَ وَجَدَ دَابَّتَهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، فَجَلَسَ عَلَيْهَا فَلَحِقَ بِبَادِيَتِهِ

۞۞ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ویرانے میں رہتا ہوں اور اللہ کا شکر ہے میں وہاں نماز ادا کرتا ہوں آپ ﷺ مجھے کسی رات کے بارے میں ہدایت کیجئے تاکہ میں اس رات میں اس مسجد (یعنی مسجد نبوی) میں آجاؤں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم تیئسویں رات میں آجانا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے ان کے صاحب زادے سے دریافت کیا۔ آپ کے والد کیا طرز عمل اختیار کرتے تھے تو انہوں نے بتایا: وہ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد میں تشریف لے آتے تھے اور پھر کسی بھی کام کے سلسلے میں مسجد سے باہر نہیں آتے تھے یہاں تک کہ وہ صبح کی نماز تک (مسجد میں رہتے تھے) جب وہ صبح کی نماز ادا کر لیتے تھے تو ان کی سواری دروازے پر کھڑی ہوتی تھی اور وہ اس پر بیٹھتے تھے اور اپنے گھر چلے جاتے تھے۔

1381 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى، وَفِي سَابِعَةٍ تَبْقَى، وَفِي خَامِسَةٍ تَبْقَى

۞۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اس (شب قدر) کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو جب نو راتیں باقی رہ جائیں یا جب سات رہ جائیں یا جب پانچ باقی رہ جائیں''۔

1381- اسناده صحيح. وهيب: هو ابن خالد، وايوب: هو السختياني. واخرجه البخاري (2021) عن موسى بن اسماعيل، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (2022) من طريق عاصم الاحول، عن ابي مجلز وعكرمة، عن ابن عباس، بنحوه. وهو في "مسند احمد" (2052).

شب قدر کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (القدر: ۳-۱)

''لیلۃ القدر'' میں قرآن مجید کا آسمان دنیا کی طرف نازل ہونا

القدر: ۱ میں ''انزلناہ'' کی ضمیر منصوب قرآن مجید کی طرف راجع ہے، ہر چند کہ اس سورت میں اس سے پہلے قرآن مجید کا ذکر نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کا معنی ہر پڑھنے والے کو معلوم ہے اور اس کا ذکر اس کے ذہن میں مرتکز ہے، درج ذیل آیات میں قرآن مجید کے نزول کا ذکر ہے:

(البقرہ: ۱۸۵) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کو نازل کیا گیا۔

(الدخان: ۳-۱) حامیم۔ کتاب مبین کی قسم۔ ہم نے اس کتاب کو برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔

اس آیت میں ''لیلۃ مبارکۃ'' سے مراد ''لیلۃ القدر'' ہے۔ شعبی نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو نازل کرنے کی ابتداء ''لیلۃ القدر'' میں کی ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبریل (علیہ السلام) امین (علیہ السلام) نے پورے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف بیت العزۃ میں نازل کیا، پھر حضرت حضرت جبریل (علیہ السلام) اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نبی ﷺ پر نازل کرتے رہے اور یہ مدت تئیس (۲۳) سال ہے۔

الماوردی نے کہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن مجید رمضان کے مہینہ میں لیلۃ القدر اور لیلۃ مبارکہ میں اللہ کی طرف سے آسمان دنیا میں مکمل نازل ہوا، پھر مکرم فرشتوں نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے بیس راتوں میں حضرت جبریل (علیہ السلام) پر نازل کیا، پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) نے تھوڑا تھوڑا کر کے بیس سال میں ہمارے نبی ﷺ پر نازل کیا اور حضرت جبریل (علیہ السلام) مختلف مہینوں اور مختلف ایام میں حسب ضرورت نبی ﷺ پر نازل کرتے تھے۔

(النکت والعیون ج ٦ ص ۳۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابن العربی نے کہا، رحمۃ اللہ علیہ یہ قول باطل ہے، حضرت جبریل (علیہ السلام) اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی فرشتے کا واسطہ نہیں ہے اور نہ حضرت جبریل (علیہ السلام) اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیان کوئی واسطہ ہے۔

(احکام القرآن ج ٤ ص 328، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1408ھ)

صحیح بات یہ ہے کہ قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف مکمل نازل ہوا، پھر امر اور نہی اور حلال اور حرام اور مواعظ اور قصص اور لوگوں کے سوالات کے جوابات میں حسب ضرورت سیدنا محمد ﷺ پر تئیس (۲۳) سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے حضرت جبریل کے واسطے سے نازل ہوتا رہا۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پورا قرآن ساتویں آسمان سے آسمان دنیا کی طرف رمضان میں نازل ہوا، پھر اللہ تعالیٰ جس چیز کو نازل فرمانا چاہتا،

نازل فرمادیتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۱ ، رقم الحدیث: 30178 دارالکتب العلمیہ، بیروت 1416ھ)

ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ آسمانی کتابیں چوبیس رمضان کو نازل ہوئی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: 30180)

ابوالعالیہ ابوالجلد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل (علیہ السلام) کے صحیفے یکم رمضان کی شب میں نازل ہوئے اور زبور چھ رمضان کو نازل ہوئی اور انجیل اٹھارہ رمضان کو نازل ہوئی اور قرآن چوبیس رمضان کو نازل ہوا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: 30182)

ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ تورات اس دن نازل ہوئی جب رمضان میں چھ دن رہتے تھے اور قرآن چوبیس رمضان کو نازل ہوا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: 30179)

بعض مقامات اور بعض اوقات میں عبادت کے اجر میں اضافہ

اس رات میں جو فضیلت رکھی گئی ہے، ہم کو معلوم نہیں کہ وہ اس رات میں عبادت کی وجہ سے فضیلت ہے یا اس رات میں فرشتوں کے نزول کی وجہ سے فضیلت ہے، یا اس رات میں طلوع فجر تک سلامتی کے نزول کی وجہ سے فضیلت ہے یا اس رات میں قرآن مجید کے نزول کی ابتداء کی وجہ سے فضیلت ہے یا فی نفسہ اس رات میں فضیلت رکھی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض مقامات پر عبادت کرنے کی فضیلت رکھی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا دوسری جگہ ایک لاکھ نمازیں پڑھنے کے برابر ہے اور میری مسجد، مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنا، دوسری جگہ سوا مسجد حرام کے ایک ہزار نمازیں پڑھنے کے برابر ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: 1406) ان مقامات اور جگہوں کو عبادات کے لئے خاص کرلیا گیا اور ان مقامات پر عبادات کرنے کے ثواب کو بڑھا دیا گیا، اسی طرح بعض اوقات کو بھی عبادات کے لئے خاص کرلیا گیا اور ان اوقات میں عبادات کے اجر و ثواب کو بڑھا دیا گیا، جیسے رمضان کے مہینہ میں نوافل کا ثواب فرائض کے برابر ہے اور فرائض کے ثواب کو ستر درجہ بڑھا دیا گیا، اسی طرح لیلۃ القدر کی عبادت کو ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ کردیا گیا۔

لیلۃ القدر میں ''قدر'' کے معانی

اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے فرمایا ہے کہ ''قدر'' کا معنی تقدیر ہے: ''خلق کل شیء فقدرہ تقدیراً'' (الفرقان: ۲)

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا مناسب اندازہ کیا اس رات میں اللہ تعالیٰ آئندہ سال کے لئے جو امور چاہتا ہے وہ مقدر فرما دیتا کہ اس سال میں کتنے لوگوں پر موت آئے گی، کتنے لوگ پیدا ہوں گے اور لوگوں کو کتنا رزق دیا جائے گا، پھر یہ امور اس جہان کی تدبیر کرنے والے فرشتوں کو سونپ دیئے جاتے ہیں اور وہ چار فرشتے ہیں: اسرافیل، میکائیل، عزرائیل اور جبریل علیہم السلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوح محفوظ سے لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال کتنا رزق دیا جائے گا اور کتنی بارشیں ہوں گی، کتنے لوگ زندہ رہیں گے اور کتنے مرجائیں گے، عکرمہ نے کہا: لیلۃ القدر میں بیت اللہ کا حج کرنے والوں کے نام اور ان کے آباء کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں، ان میں سے کسی نام کی کمی کی جاتی ہے اور نہ کسی نام کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب میں مستقبل میں ہونے والے امور

کے متعلق فیصلے فرماتا ہے اوران فیصلوں کوان فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے جوان کونافذ کرتے ہیں۔

اس رات کولیلۃ القدر فرمانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ''قدر'' کا معنی عظمت اور شرف ہے ''وما قدروا الله حق قدره (الانعام:۹۱) انہوں نے اللہ کی ایسی قدر نہیں کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کی بہت قدر ومنزلت ہے، زہری نے کہا: اس رات میں عبادت کرنے کی بہت قدر ومنزلت ہے اوراس کا بہت زیادہ اجروثواب ہے، ابووراق نے کہا: جس شخص کی کوئی قدرومنزلت نہ ہو، جب وہ اس رات کوعبادت کرتا ہے تو وہ بہت قدر اور عظمت والا ہو جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس رات کولیلۃ القدر اس لئے فرمایا ہے کہ اس رات میں بہت قدرومنزلت والی کتاب، بہت عظیم الشان رسول پر، بہت عظمت والی امت کے لئے نازل کی گئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس رات کولیلۃ القدر اس لئے فرمایا ہے کہ اس رات میں بہت قدرومنزلت والے فرشتے نازل ہوتے ہیں اوایک قول یہ ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ بہت خیر اور برکت اور مغفرت نازل فرماتا ہے، سہل نے کہا: اس رات کولیلۃ القدر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لئے رحمت کومقدر کر دیا ہے۔

خلیل نے کہا، ''قدر'' کا معنی تنگی بھی ہے، جیسا قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ومن قدر علیه رزقه (الطلاق:۷) جس شخص پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا۔ اس رات میں اتنی کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص۱۱۶دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

القدر: ۳-۲ میں فرمایا اور آپ کیا سمجھے کہ شب قدر کیا ہے؟۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کولیلۃ القدر کی تعیین کا علم تھا یا نہیں؟

امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام ابن عیینہ نے کہا: قرآن مجید کی جس آیت میں کسی چیز کے متعلق فرمایا: ''وما ادرك'' اس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کوعلم دے دیا ہے اور جس کے متعلق فرمایا ہے: ''وما یدریك'' اس کا علم آپ کو نہیں دیا۔

(صحیح البخاری ص418،شرکۃ دارالارقم، بیروت، لبنان)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا، جو میرے دوست تھے، انہوں نے کہا: ہم نے رمضان کے متوسط عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا، آپ بیس رمضان کی صبح کو باہر آئے اور آپ نے ہمیں خطبہ دیا اور آپ نے فرمایا: مجھے لیلۃ القدر دکھائی گی تھی، پھر بھلادی گئی، اب تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں، پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ لوٹ جائے، ہم لوٹ گئے اور ہم آسمان میں کوئی بادل نہیں دیکھتے تھے، پھر اچانک بادل آیا اور بارش ہوئی اور مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور اس کی چھت میں کھجور کی شاخیں تھیں، اور نماز کی اقامت کہی گئی، پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے، حتیٰ کہ میں نے آپ کی پیشانی پر مٹی کا نشان دیکھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:2016، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۳۸۲، سنن نسائی رقم الحدی:1356،السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۳۳۴۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۷۷۵)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے باہر آئے اس وقت دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے، آپ نے فرمایا: میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لئے آیا تھا، پس فلاں اور فلاں آپس

میں لڑ پڑے تو لیلۃ القدر کی تعیین اٹھالی گی اور ہوسکتا ہے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہ، پس تم اس کو انتیسویں شب، ستائیسویں شب اور پچیسویں شب میں تلاش کرو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:2023)

شارحین نے کہا ہے کہ صرف اس سال نبی ﷺ سے لیلۃ القدر کی تعیین کا علم اٹھالیا گیا تھا اور دوسرے سال آپ کو پھر اس کا علم عطا کر دیا گیا۔ (فتح الباری ج، ص778، عمدۃ القاری ج۱۱ص197 فیض الباری ج۳ ص183)

میں کہتا ہوں کہ اس سال شب قدر کی تعیین کے علم کو اٹھانے کی حکمت یہ تھی کہ آپ کے لئے لیلۃ القدر کی تعیین کو مخفی رکھنے کا عذر ہو جائے کیونکہ اگر آپ کو علم ہوتا اور آپ نہ بتاتے تو یہ آپ کی رحمت کے خلاف تھا اور اگر بتا دیتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ لیلۃ القدر کی تعیین کو مخفی رکھا جائے تا کہ اللہ کے بندے لیلۃ القدر کی تلاش میں رمضان کے آخری عشرہ کی ہر طاق رات جاگ کر عبادت میں گزاریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا عبادت میں جاگنا پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی چیزوں کو مخفی رکھا ہے، مثلاً اللہ کے ولی کو مخفی رکھا ہے تا کہ لوگ ہر شخص کے متعلق یہ گمان کرے کہ ممکن ہے یہی اللہ کا ولی ہو، اس کی تعظیم اور تکریم کریں، جمعہ کی جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے، اس کو مخفی رکھا تا کہ مسلمان جمعہ کی ہر ساعت میں دعا کرتے رہیں کہ ممکن ہے یہی قبولیت کی ساعت ہو، موت کے وقت کو مخفی رکھا تا کہ انسان ہر وقت نیک کاموں میں مشغول رہے اور برے کاموں سے مجتنب رہے تا کہ اس کو موت آئے تو نیک کام کرتے ہوئے آئے نہ کہ خدانخواستہ برے کام کرتے ہوئے اس کو موت آئے، اسی طرح قیامت کے وقت کو بھی مخفی رکھا، تا کہ ہر لمحہ لوگ ڈرتے رہیں کہ کہیں اسی وقت قیامت نہ آجائے اور لیلۃ القدر کو بھی مخفی رکھا تا کہ کوئی عادی مجرم اس رات کو بھی گناہوں میں گزار دے تو اس کے نامہ اعمال میں یہ نہ لکھا جائے کہ اس نے اس عظیم رات کی دانستہ بے توقیری کی ہے۔

لیلۃ القدر کے فضائل

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے معتمد اہل علم سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سابقہ امتوں کی عمریں دکھائی گئیں تو آپ نے اپنی امت کی عمروں کو کم سمجھا اور یہ کہ وہ اتنے عمل نہیں کر سکیں گے جتنے لمبی عمر والے لوگ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا کی، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث:721 باب لیلۃ القدر)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا، جو اللہ کی راہ میں ایک ہزار سال ہتھیار پہنے رہا، مسلمانوں کو اس پر بہت تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: "انا انزلنه فی لیلة القدر۔ وما ادرٰك مالیلة القدر۔ لیلة القدر خیر من الف شهر۔" (القدر:۳-۱) (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:19424 تفسیر ابن کثیر ج، ص593)

علی بن عرزوہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کے چار شخصوں نے اسی سال تک اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کی کہ پلک جھپکنے کی مقدار بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی، اور ان کے نام بتائے، حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل بن العجوز اور حضرت یوشع بن نون علیہم السلام، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو تعجب ہوا، تب آپ کے پاس حضرت جبریل (علیہ السلام) آئے اور کہا: اے محمد ﷺ آپ کی امت کو اس پر تعجب ہے کہ ان لوگوں نے اسی سال عبادت

کی اور پلک جھپکنے کی مقدار بھی نافرمانی نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر چیز نازل کی ہے، پھر آپ کے سامنے سورۃ القدر: ۳-۱ آیات تلاوت کیں اور کہا: یہ اس سے افضل ہے جس پر آپ کو اور آپ کی امت کو تعجب ہوا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب خوش ہو گئے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 19426 تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص 593)

امام دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا کی ہے اور اس سے پہلی امتوں کو عطا نہیں کی۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۲۲ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزے رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا تو اللہ سبحانہ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 2014، سنن نسائی رقم الحدیث: 2206 مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۳)

رمضان کی ستائیسویں شب کے لیلۃ القدر ہونے پر دلائل

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے کہا: اے ابوالمنذر! ہمیں لیلۃ القدر کے متعلق بتائیے کیونکہ حضرت ابن مسعود یہ کہتے ہیں کہ جو شخص پورا سال قیام کرے گا، وہ لیلۃ ال قدر کو پالے گا، حضرت ابی بن کعب نے کہا: اللہ ابوعبدالرحمان پر رحم فرمائے، ان کو خوب معلوم ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے، لیکن انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ تم کو اس کی تعیین بتائیں اور تم اس پر تکیہ کر لو، اور اس ذات کی قسم جس نے قرآن کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے، لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے، ہم نے پوچھا: اے ابوالمنذر! آپ کو اس کا کیسے علم ہوا؟ انہوں نے کہا: اس علامت سے جس کی ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، ہم نے اس کو یاد رکھا اور اس کا شمار کیا، ہم نے پوچھا: وہ کیا علامت ہے؟ انہوں نے کہا: اس کی صبح کو سورج بغیر شعاؤں کے طلوع ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۷۶۲ صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۱۰۱ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 3689 سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 1378 سنن ترمذی رقم الحدیث: 793 سنن بیہقی ج ۴ ص 312)

حضرت ابی بن کعب، امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء کا یہ نظریہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے اور امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان شاء اللہ کہے بغیر قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد طاق ہے اور طاق اعداد میں سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں اور سات آسمان بنائے، سات اعضاء پر سجدہ مشروع کیا، طواف کے ساتھ پھیرے مقرر کئے اور ہفتہ کے ساتھ دن بنائے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے تو پھر یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات ہونی چاہئے۔ حافظ ابن حجر اور امام رازی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ استدلال بھی نقل کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے حرف نو ہیں اور یہ لفظ قرآن مجید میں تین بار ذکر کیا گیا ہے، جن کا حاصل ضرب ستائیس ہے، اس لئے یہ رات ستائیسویں ہونی چاہئے۔ امام رازی نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی اس سورۃ مبارکہ میں "ھی حتی مطلع

الفجر" (القدر: ۵) میں "ھی" ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ اس سورت کا ستائیسواں کلمہ ہے، اس اشارے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔

لیلۃ القدر میں عبادت کا طریقہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ" جس شخص نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔ اس حدیث کی روشنی میں لیلۃ القدر کی اصل عبادت قیام نماز ہے، اس لئے اس رات زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھنے اور توبہ واستغفار میں کوشش کرنی چاہئے، بندہ خضوع وخشوع اور سوز گداز سے نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں اپنی کوتاہیوں، تقصیروں اور گناہوں کو یاد کر کے روئے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور بار بار استغفار کرے۔

بعض صالحین نے اس رات کی عبادت کے مخصوص طریقے بتائے ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بعض صالحین لیلۃ القدر میں لیلۃ القدر کے قیام کی نیت سے دس دوگانے پڑھتے تھے۔ بعض اکابر سے یہ بھی منقول ہے جس شخص نے ہر رات لیلۃ القدر کی نیت سے دس آیات تلاوت کیں، وہ لیلۃ القدر کی برکات سے محروم نہیں ہوگا۔ امام ابو اللیث نے بیان کیا کہ لیلۃ القدر کی کم از کم نماز دو رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ ہزار رکعات ہیں اور متوسط سو رکعات ہیں اور ہر رکعت میں متوسط قرأت یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ "انا انزلنہ فی لیلۃ القدر" کی سورت پڑھے، اس کے بعد تین بار "قل ھو اللہ احد" کی سورت پڑھے پھر دو رکعات کے بعد سلام پھیر دے اور درود شریف پڑھ کر دوسرے دوگانے کے لئے اٹھے، اس طرح جتنے نفل چاہے پڑھے، علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ نوافل کی جماعت بلا کراہیت جائز ہے بشرطیکہ فرائض کی طرح اذان اور اقامت نہ کریں۔ "شرح نقایہ" وغیرہ میں "محیط" کے حوالے سے یہ عبارت ہے: "لیلۃ القدر صلوۃ الرغائب" اور شعبان کی پندرہویں شب میں نوافل میں امام کی اقتداء کرنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز مومنوں کے نزدیک حسن ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہوتی ہے، اس لئے اس پر اعتراض کرنے والے ان لوگوں کے قول کی طرف بالکل توجہ نہ کرو، جن کو عبادت کا ذوق ہے نہ دعاؤں کا شوق ہے۔ (روح البیان ج ۱۰ ص ۵۸۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: عامر بیان کرتے ہیں کہ لیلۃ القدر کا دن اس کی شب کی مثل ہے اور اس کی شب اس کے دن کی مثل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث: ۸۶۹۳ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

ہمارے ملک میں جس تاریخ کو شب قدر ہوتی ہے، سعودی عرب میں اس سے ایک دن یا دو دن پہلے شب قدر ہوتی ہے، میرا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ملک کے رہنے والوں کو ان کے حساب سے شب قدر کی عبادت کا اجر عطا فرمائے گا۔ ابن المسیب نے کہا: جس شخص نے لیلۃ القدر میں مغرب اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، اس نے لیلۃ القدر سے اپنا حصہ پالیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۸۶۹۴ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ثواب میں اضافہ

شب قدر میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ دیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں یہ سوال کیا جاتا ہے: کیا اس ایک رات میں بعادت کرنے کے بعد انسان ایک ہزار ماہ کی عبادتوں سے آزاد ہوجاتا ہے؟ اسی طرح ایک نماز کا ثواب دس نمازوں کے برابر ہے اور کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے تو کیا کعبہ میں ایک نماز پڑھنے سے ایک کم ایک لاکھ نمازیں انسان سے ساقط ہوجاتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر کی عبادت نفلی ہے اور ہزار ماہ میں جو فرائض اور واجبات ہیں، یہ نفلی عبادت ان کے قائم مقام نہیں ہوسکتی رہا یہ کہ ایک فرض کا ثواب اس فرض کی دس مثلوں کے برابر ہوتا ہے یا کعبہ کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے مساوی ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اس فرض کے ادا کرنے کا مکلف ہے جو دس مثلوں کے یا ایک لاکھ مثلوں کے مساوی ہے، ان مثلوں میں سے کوئی ایک مثل اس فرض کے مساوی نہیں، جو دس یا ایک لاکھ مثلوں کے برابر ہے، لہٰذا ان مثلوں سے فرض کی تکلیف ساقط نہیں ہوسکتی، نہ اس لئے ایک نماز پڑھ کر انسان دس نمازوں سے بری ہوسکتا ہے، نہ شب قدر کی عبادت سے ہزار ماہ کی عبادتوں سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔

گناہ میں اضافہ

ایک بحث یہ بھی غور طلب ہے کہ جس طرح شب قدر میں عبادت کرنے سے ثواب بڑھ جاتا ہے، کیا اس طرح شب قدر میں گناہ کرنے سے سزا بھی زیادہ ہوتی ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو قطعی طور پر شب قدر کا علم ہوجائے اور پھر وہ اس رات میں قصداً گناہ کرے تو یقیناً اس کا یہ گناہ اور راتوں کے گناہوں سے بڑا گینا ہے اور وہ زیادہ سزا کا مستحق ہے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ "من جآء بالسیئة فلا یجزی الا مثلها" (الانعام: ۱۶۰) جو شخص جتنی برائی کرے گا اسے اتنی برائی ہی کی سزا ملے گی، پھر اس رات میں قصداً گناہ کرنے والا کیوں زیادہ سزا کا مستحق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر میں گناہ کرنے والے کی دو زیادتیاں ہیں، ایک گناہ کی اور ایک شب قدر کے تقدس کو پامال کرنے کی، جس طرح گھر میں گناہ کی بہ نسبت حرم کعبہ میں وہ گناہ کرنا زیادہ بڑا ہے، اسلئے جو شخص شب قدر مین گناہ کرے گا، اس کو اسی گناہ کی سزا ملے گی لیکن ظاہر ہے کہ اس رات کا جرم اور اتوں کے جرم کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

شب قدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو اپنی حکمت سے مخفی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس عبادت سے راضی ہوتا ہے، اس کو مخفی رکھا تا کہ بندہ تمام عبادات میں کوشش کرے، کس گناہ سے نارضا ہوتا ہے، اس کو مخفی رکھا تا کہ بندہ ہر گناہ سے باز رہے۔ ولی کی کوئی علامت مقرر نہیں کی اور اسے لوگوں کے درمیان مخفی رکھا تا کہ لوگ ولی کے شائبہ میں ہر انسان کی تعظیم کریں۔ قبولیت توبہ کو مخفی رکھا تا کہ بندے مسلسل توبہ کرتے رہیں۔ موت اور قیامت کے وقت کو مخفی رکھا تا کہ بندے ہر ساعت میں گناہوں سے باز رہیں اور نیکی کی جدوجہد میں مصروف رہیں۔ اسی طرح لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھ کر اس کی تعظیم کریں اور اس کی ہر رات میں جاگ جاگ کر عبادت کریں۔

امام رازی تحریر فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ اس رات کو معین کر کے بتا دیتا تو نیک لوگ تو اس رات میں جاگ کر عبادت کر کے ہزار ماہ کی عبادتوں کا اجر حاصل کر لیتے ہیں اور عادی گنہگار اگر شامت نفس اور اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس رات بھی کوئی گناہ کر لیتا تو وہ ہزار ماہ کے گناہوں کی سزا کا مستحق ہوتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو مخفی رکھا تا کہ اگر کوئی عادی گنہگار اس رات بھی کوئی گناہ کر بیٹھے تو لیلۃ القدر سے لاعلمی کی بناء پر اس کے ذمہ لیلۃ القدر کی احترام شکنی اور ہزار ماہ کے گناہ لازم آئیں، کیونکہ علم کے باوجود گناہ کرنا لاعلمی سے گناہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ شدید ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، وہاں ایک شخص کو سوئے ہوئے دیکھا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، وہاں ایک شخص کو سوئے ہوئے دیکھا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اسے وضو کے لئے اٹھا دو انہوں نے اٹھا دیا۔ بعد میں علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ تو نیکی کرنے میں خود پہل کرتے ہیں، آپ نے اس کو خود کیوں نہیں جگا دیا؟ آپ نے فرمایا: اگر میرے اٹھانے پر یہ انکار کر دیتا تو یہ کفر ہوتا اور تمہارے اٹھانے پر انکار کرنا کفر نہیں ہے تو میں نے تم کو اٹھانے کا اس لئے حکم دیا کہ یہ انکار کر دے تو اس کا قصور کم ہو، غور کرو! جب رسول اللہ ﷺ کی گنہگاروں پر رحمت کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کیا عالم ہوگا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آسان ہے کہ نیکوکار لیلۃ القدر کی جستجو میں رمضان کی متعدد راتیں جاگ کر کھنگال ڈالیں، یہ بھی گوارا ہے کہ اس تلاش میں ان سے لیلۃ القدر چوک جائے لیکن یہ گوارا نہیں ہے کہ لیلۃ القدر بتلا دینے سے کوئی گنہگار بندہ اپنے گناہ کی ہزار گنا زیادہ سزا پائے، اللہ! اللہ! وہ اپنے بندوں کا کتنا خیال رکھتا ہے، پھر گنہگار بندوں کا!

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب لیلۃ القدر کا علم نہیں ہوگا اور بندے رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر کے گمان میں جاگ کر گزاریں گے اور رمضان کی ہر رات میں عبادت کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: اسی ابن آدم کے متعلق تم نے کہا تھا کہ یہ زمین کو خونریزی اور گناہوں سے بھر دے گا، ابھی تو اس کو لیلۃ القدر کا قطعی علم نہیں ہے، پھر بھی عبادت میں اس قدر کوشش کر رہا ہے اگر اسے لیلۃ القدر کا علم قطعی ہوتا کہ کون سی رات ہے، پھر اس کی عبادتوں کا کیا عالم ہوتا! (تفسیر تبیان القرآن، سورہ قدر، لاہور)

بَابٌ فِيمَنْ قَالَ: لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ

باب: جو شخص اس بات کا قائل ہے: یہ 21 ویں رات ہوتی ہے

1382 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَاعْتَكَفَ عَامًا، حَتَّى إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ فِيهَا مِنِ اعْتِكَافِهِ، قَالَ: مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي، فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، وَقَدْ رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا، وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ مِنْ صَبِيحَتِهَا فِي مَاءٍ وَطِينٍ، فَالْتَمِسُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيشٍ،

فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ صَبِيحَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے ایک سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کیا جب اکیسویں رات آئی یہ وہ رات تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی جگہ سے تشریف لے جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے میرے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ آخری عشرے میں بھی اعتکاف کرے کیونکہ میں نے یہ رات (خواب میں) دیکھی تھی پھر یہ مجھے بھلا دی گئی میں نے خود کو دیکھا کہ اس سے اگلی صبح میں پانی اور مٹی (کیچڑ) میں سجدہ کر رہا ہوں تو تم لوگ اسے آخری عشرے میں تلاش کرو اور تم اسے ہر طاق رات میں تلاش کرنا''۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اسی رات بارش ہو گئی مسجد کی چھت کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی وہ ٹپکنے لگی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی آنکھوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناک پر پانی اور مٹی (یعنی کیچڑ) کا نشان موجود تھا یہ اکیسویں رات کی صبح کی بات ہے۔

1383 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ، وَالسَّابِعَةِ، وَالْخَامِسَةِ. قَالَ: قُلْتُ: يَا أَبَا سَعِيدٍ: إِنَّكُمْ أَعْلَمُ بِالْعَدَدِ مِنَّا. قَالَ: أَجَلْ. قُلْتُ: مَا التَّاسِعَةُ وَالسَّابِعَةُ وَالْخَامِسَةُ؟ قَالَ: إِذَا مَضَتْ وَاحِدَةٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا التَّاسِعَةُ، وَإِذَا مَضَى ثَلَاثٌ وَعِشْرُونَ، فَالَّتِي تَلِيهَا السَّابِعَةُ، وَإِذَا مَضَى خَمْسٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا الْخَامِسَةُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَا أَدْرِي أَخَفِيَ عَلَيَّ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اس (شب قدر) کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو اور اسے نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: اے ابوسعید! آپ گنتی کے بارے میں ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں انہوں نے فرمایا: جی ہاں میں نے کہا: نویں، ساتویں اور پانچویں رات سے مراد کیا ہے' تو انہوں نے فرمایا: اکیسویں رات نویں ہے، تیئسویں رات ساتویں رات ہے اور پچیسویں رات پانچویں رات ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مجھے نہیں معلوم کہ اس کا کچھ حصہ مجھ سے مخفی رہا یا نہیں رہا۔

بَابُ مَنْ رَوَى: أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ

باب: جس نے یہ روایت نقل کی ہے: یہ 17 ویں رات ہوتی ہے

1384 - حَدَّثَنَا حَكِيمُ بْنُ سَيْفٍ الرَّقِّيُّ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اطْلُبُوهَا لَيْلَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ مِنْ رَمَضَانَ، وَلَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ، وَلَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ. ثُمَّ سَكَتَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا:
''تم اسے رمضان کی سترہویں، اکیسویں اور تیئسویں رات میں تلاش کرو''۔
پھر وہ خاموش ہو گئے۔

بَابُ مَنْ رَوَى: فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

باب: جس نے یہ روایت نقل کی ہے: یہ آخری سات راتوں میں ہوتی ہے

1385 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''شب قدر کو (رمضان کی) آخری سات راتوں میں تلاش کرو''۔

شرح

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اتنی ریاضت کرتے تھے جتنی دوسرے (ایام) میں نہیں کرتے تھے۔ (مسلم) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: جب (آخری) عشرہ آجاتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہبند مضبوطی سے باندھ لیتے تھے اور شب کرتے تھے (یعنی رات کو نماز پڑھتے تھے) اور گھر والوں کو بھی بیدار کرتے تھے۔ (متفق علیہ) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: وفات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔ (بخاری ومسلم) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس ایام میں اعتکاف کرتے تھے اور فرماتے تھے رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر تلاش کرو۔ (بخاری)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا' پھر درمیانی عشرہ میں ترکی خیمہ میں اعتکاف کیا پھر فرمایا میں نے اس رات کی تلاش میں پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا پھر درمیانی عشرہ میں کیا' پھر میرے پاس کوئی (فرشتہ) آیا اور مجھ سے کہا گیا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے' پس جس کو میرے ساتھ اعتکاف کرنا ہو وہ آخری

عشرہ میں کرے' کیونکہ مجھے وہ رات خواب میں دکھائی گئی تھی۔ میں نے اس کو پالیا تھا اور میں نے دیکھا تھا کہ میں اس کی صبح کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کررہا ہوں۔ اس فرمان کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہر طاق رات میں شب قدر کی جستجو رکھی۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک رات کو پانی برسا' مسجد چھپر کی تھی اس لیے ٹپکنے لگی۔ اکیسویں شب کی صبح کو جو میری آنکھ رسول اللہ ﷺ پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی پیشانی پر پانی اور کیچڑ کا نشان تھا۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری کی روایت ہے کہ لیلۃ القدر کی تلاش میں رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا۔ جب عشرہ گزر گیا تو آپ ﷺ نے خیمہ اکھاڑ لینے کا حکم دیا۔ حسب الحکم خیمہ اکھاڑ لیا گیا۔ پھر حضور کو (لیلۃ القدر کی تعیین کہ کس عشرہ میں ہے' بتائی گئی تھی) فراموش ہوگئی۔ واقع میں وہ آخری عشرہ میں تھی (مگر حضور ﷺ کو درمیانی عشرہ کا خیال رہا' اسی لیے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا) اس لیے آپ نے دوبارہ خیمہ لگوایا پھر برآمد ہوکر فرمایا: لوگو! مجھے لیلۃ القدر خواب میں دکھائی گئی تھی اور میں تم کو اطلاع دینے باہر نکلا تھا مگر دو آدمی آ گئے جن کے ساتھ شیطان تھا۔ اس لیے میں اس کو بھول گیا۔ اب تم رمضان کے آخری عشرہ میں اس کی جستجو کرو اور نویں اور ساتویں اور پانچویں شب میں تلاش کرو۔ راوی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ تو گنتی ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: ہاں اور ہم اس کے تمہاری بنسبت مستحق بھی زیادہ ہیں' فرمایا: نویں اور ساتویں اور پانچویں۔ جب اکیس راتیں گزر جائیں تو اس سے متصل بائیسویں رات یہی ہوگی' یہی نویں رات ہے (یعنی اس تاریخ سمیت رمضان کی نو راتیں باقی رہتی ہیں) اور جب تیئس گزر جائیں تو اس سے متصل ساتویں رات ہوگی اور جب پچیس راتیں گزر جائیں تو اس سے متصل پانچویں ہوگی۔ ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابوسعید خدری کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ شب قدر چوبیسویں رات ہے۔

حضرت عبداللہ بن انیس کی مرفوع حدیث ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے شب قدر (خواب میں) دکھائی گئی تھی مگر میں بھول گیا۔ میں نے اس رات کی صبح کو پانی اور کیچڑ میں اپنے کو سجدہ کرتے (خواب میں) دیکھا تھا۔ راوی کا بیان ہے پھر ۲۳ تاریخ کی رات کو بارش ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی' یعنی فجر کی نماز سے فارغ ہوکر منہ پھیرا تو پانی اور کیچڑ کا نشان آپ کی پیشانی اور ناک پر موجود تھا۔ (مسلم وابوداؤد)

ایک روایت میں آیا ہے' راوی کا بیان ہے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں بدوی ہوں مجھے کوئی (معین) رات بتا دیجئے کہ میں اس رات کو آجاؤں۔ فرمایا: تیئس تاریخ (کے بعد) کی رات کو آجانا۔ ایک اور روایت میں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اکیسویں تاریخ کی صبح کو شب قدر کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا: کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا: بائیس کی رات۔ فرمایا: یہی وہ رات ہے یا آگے والی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو (شب قدر کا) طلبگار ہو وہ ستائیسویں شب میں تلاش کرے۔ (رواہ احمد وابن المنذر بمعناہ) طبرانی نے حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث بھی اسی طرح بیان کی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان کی شب قدر کے متعلق روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لیلۃ القدر

ستائیسویں ہے۔ جن احادیث میں ستائیسویں شب کو لیلۃ القدر کہا گیا' ان کے ساتھ ابوداؤد نے اس حدیث کو بھی بیان کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو لیا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ایک روایت میں یہی آیا ہے۔ حضرت ابی بن کعب کو تو اس پر یقین تھا اور آپ نے اس پر قسم کھائی تھی۔ کسی نے پوچھا: ابو منذر! آپ کس وجہ سے اس کے قائل ہیں؟ فرمایا: اس علامت کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بتائی تھی کہ اس روز صبح کو سورج بغیر شعاعوں کے طلوع کرتا ہے۔ (رواہ مسلم)

حضرت عمر' حضرت حذیفہ اور بکثرت دوسرے صحابیوں رضی اللہ عنہ کا یہ قول ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس قول کی تائید میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت پیش کی جاتی ہے جس میں ابوہریرہ نے فرمایا تھا کہ ہم باہم شب قدر کا ذکر کر رہے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو یاد ہے کہ جب کہ چاند شگاف چشم کی طرح نکلا تھا (یعنی پتلا' خمیدہ' چھوٹا' کم نور)۔ ابوالحسن فارسی نے کہا: مراد ستائیسویں شب ہے کیونکہ اس رات چاند کی یہی حالت ہوتی ہے۔ ابوالحسن نے کہا: اس سے مراد ہے چاند کے وقت کا پورا ہو جانا (جس کے بعد چاند ڈوب جاتا ہے پھر برآمد نہیں ہوتا) اور یہ ستائیسوں شب کو ہوتا ہے۔

مگر یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ حدیث سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس شب کو صبح کی سورج بغیر شعاعوں کے نکلتا ہے' اسی طرح اس رات کو چاند کی بھی شعاعیں نہیں ہوتیں۔ چاند کا وقت پورا ہو جانا اس کی علت نہیں' بلکہ کوئی اور وجہ ہے۔

ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر کبھی ستائیسوں شب ہوتی ہے۔ یہ بات نہیں معلوم ہوتی کہ ستائیسویں شب ہی شب قدر ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے ستائیسویں کو شب قدر دیکھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری عشرہ میں تمہارے خوابوں کو (متفق) پاتا ہوں۔ لہٰذا آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اس کی طلب کرو۔ (رواہ مسلم) حضرت ابن عمر کی مرفوع روایت ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) شب قدر کو ستائیسویں کی رات میں طلب کرنا چاہیے۔ (رواہ عبدالرزاق) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔ (رواہ احمد) یعنی بیس کے بعد ساتویں رات یا باقی رہنے والی راتوں میں سے ساتویں رات۔ حضرت نعمان بن بشیر کی مرفوع حدیث میں ہے' گزرتی ہوئی ساتویں (ستائیسویں) یا باقی رہتی ہوئی ساتویں۔ (رواہ احمد) حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث ہے' وہ آخری عشرہ میں ہے' گزرتی ہوئی نو میں یا باقی رہتی ہوئی سات میں۔ (رواہ البخاری)

بخاری کی روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں کہ شب قدر کو تلاش کرو۔ آخری دس راتوں میں' باقی رہنے والی نویں (رات) میں (اور) باقی رہنے والی ساتویں (رات) میں (اور) باقی رہنے والی پانچویں (رات) میں۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت کی روایت ہے کہ ہم کو شب قدر کی اطلاع دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے تھے' سامنے آتے ہوئے دو مسلمان مل گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو لیلۃ القدر کی خبر دینے کے لیے نکلا تھا مگر فلاں فلاں شخص سامنے سے آتے مل گئے (اور ان کے ساتھ شیطان تھا) پس شب قدر اٹھالی گئی (یعنی میں اس کی تعیین بھول گیا) امید ہے کہ یہ بات تمہارے لیے بہتر ہی ہوگی۔ اب تم اس کو نویں اور ساتویں اور پانچویں (رات) میں تلاش کرو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اس کو یعنی شب قدر کو باقی نو (راتوں) میں یا باقی پانچ راتوں میں یا (باقی) تین راتوں میں یا آخری رات میں تلاش کرو۔ (ترمذی) امام احمد نے حضرت عبادہ بن صامت کی روایت سے بھی ایسی ہی حدیث نقل کی ہے۔

حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے خواب میں دیکھا کہ شب قدر آخری سات راتوں میں ہے (یعنی آخری ہفتہ کی پہلی رات میں) حضور ﷺ نے فرمایا: میں خیال کرتا ہوں کہ تم لوگوں کے خواب آخری سات راتوں کے متعلق متفق ہیں لہٰذا جو شخص شب قدر کا طلبگار ہو وہ آخری سات راتوں میں اس کی طلب کرے۔ (متفق علیہ) ایک روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگوں کو خواب میں دکھایا گیا کہ شب قدر آخری ہفتہ میں ہے اور کچھ لوگوں کو خواب میں دکھایا گیا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری ہفتہ میں شب قدر کی تلاش کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم (نیند یا ضعف جسمانی وغیرہ سے) مغلوب ہو جاؤ (اور رات کو قیام نہ کرسکو) تب بھی آخری ہفتہ میں تم مغلوب نہ ہو (یعنی سوتے نہ رہو اور کوشش کر کے نماز کے لیے کھڑے ہو)۔ (رواہ احمد)

حضرت ابن عمر کی مرفوع حدیث میں ہے جس کو مسلم نے نقل کیا ہے کہ شب قدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو لیکن اگر کوئی کمزور یا مجبوری ہو جائے تو آخری ہفتہ میں اس کو (نیند وغیرہ سے) مغلوب نہ ہونا چاہیے۔

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے کبھی اکیسویں شب میں جیسا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایت سے ثابت ہے اور کبھی تیئسویں شب میں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن انیس کی روایت ہے اور کبھی چوبیسویں شب میں جس میں نزول قرآن ہوا تھا اور کبھی ستائیسویں شب میں جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے علامت سے پہچانا تھا اور کبھی نو روز باقی رہنے والی تاریخ کو یعنی بائیسویں شب میں یا پانچ دن باقی رہنے والی تاریخ کو یعنی چھبیسویں شب میں یا تین روز باقی رہنے والی تاریخ کو یعنی اٹھائیسویں شب میں یا نو دن گزرنے والی تاریخ کو یعنی انتیسویں شب میں یا آخری رات کو یعنی تیسویں شب میں۔ اس توجیہ کے بعد احادیث میں تعارض باقی نہیں رہتا۔ (تفسیر مظہری، سورہ قدر، لاہور)

بَابُ مَنْ قَالَ: سَبْعٌ وَعِشْرُونَ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: یہ 27ویں رات ہے

1386 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ مُطَرِّفًا، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ: لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ شب قدر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''شب قدر ستائیسویں رات ہوتی ہے''۔

بَابُ مَنْ قَالَ: هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: یہ پورے رمضان ہوتی ہے

1387 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ زَنْجُويَهِ النَّسَائِيُّ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَسْمَعُ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَقَالَ: هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سُفْيَانُ، وَشُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ، لَمْ يَرْفَعَاهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں سوال کیا گیا میں یہ بات سن رہا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت سفیان اور شعبہ نے ابواسحاق کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف روایت کے طور پر نقل کی ہے ان دونوں راویوں نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

شب قدر اور سورت قدر کی فضیلت میں احادیث وآثار کا بیان

۱۔ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سورۃ انا انزلنہ فی لیلۃ القدر مکہ میں نازل ہوئی۔

۲۔ابن مردویہ نے ابن عباس اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے بھی اسی طرح روایت کیا۔

۳۔ابن الضریس وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ وابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت انا انزلنہ فی لیلۃ القدر بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اتارا۔ یعنی شب قدر میں پورا قرآن کریم ایک ہی بار اس ذکر سے نازل کیا گیا جو رب العزت کے پاس اور اسے آسمان دنیا میں بیت العزۃ میں رکھ دیا گیا پھر جبریل (علیہ السلام) اسے لے کر محمد صلی اللہ پر غار حرا میں نازل ہونا شروع ہوئے۔ بندوں کے کلام اور ان کے اعمال کے جواب میں۔

٤۔عبد بن حمید نے ربیع بن انس رحمہ اللہ سے آیت انا انزلنہ فی لیلۃ القدر کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا آیت لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے) یعنی ہزار مہینوں کے اعمال سے بہتر ہے۔

لیلۃ القدر کا تذکرہ

۵۔عبدالرزاق والفریابی وعبد بن حمید وابن جریر ومحمد بن نصر وابن المنذر وابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں مجاہد

رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت انا انزلنہ فی لیلۃ القدر میں لیلۃ القدر سے مراد ہے فیصلہ والی رات۔ جس میں سب کاموں کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

۶۔ عبد بن حمید نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ شب قدر میں کوئی عمل اور صدقہ اور نماز اور زکوٰۃ ہزار مہینوں کے اعمال سے افضل ہے۔

۷۔ ابن جریر نے عمرو بن قیس الملائی رحمہ اللہ سے آیت لیلۃ القدر خیر من الف شهر کے بارے میں روایت کیا کہ اس میں ایک عمل بہتر ہے ہزار مہینوں میں عمل کرنے سے۔

شب قدر کا ہزار مہینوں سے افضل ہونا

۸۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر ومحمد بن نصر وابن المنذر نے قتادہ رحمہ اللہ سے آیت لیلۃ القدر خیر من الف شهر کے بارے میں روایت کیا کہ شب قدر ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہ ہو آیت تنزل الملئکۃ والروح فیها باذن ربهم من کل امر سلم۔ اس میں فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے حکم سے پھر فرمایا اس رات میں وہ سارے فیصلے کیے جاتے ہیں جو سال بھر میں ہوں گے پھر اس رات کے آنے تک۔ آیت سلم ہی وہ سلامتی کی رات ہے۔ یعنی بے شک وہ ساری کی ساری برکت ہے اور خیر ہے آیت ہی حتی مطلع الفجر۔ یہاں تک کہ صبح روشن ہو جائے یعنی طلوع فجر تک۔

۹۔ مالک فی الموطا والبیہقی نے شعب الایمان میں قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے پہلے لوگوں کے اعمال دکھائے گئے۔ یا اس میں سے جو اللہ نے چاہا گویا کہ آپ نے اپنی امت کی عمروں کو تھوڑا جانا کہ عمل کے لحاظ سے وہاں تک نہ پہنچ سکیں گے جہاں تک دوسرے لوگ اپنی لمبی عمروں کے سبب پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۱۰۔ ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی رات کو قیام کرتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی پھر دن کو دشمن کے خلاف جہاد کرتا یہاں تک شام ہو جاتی۔ اس نے ہزار مہینوں تک ایسا ہی کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لیلۃ القدر خیر من الف شهر اتاری۔ یعنی اس رات کا قیام اس آدمی کے ہزار مہینوں کے عمل سے افضل ہے۔

۱۱۔ ابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی نے اپنی سنن میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا کہ اس نے اللہ کے راستے میں ہزار مہینوں تک ہتھیار پہنے رکھے۔ تو مسلمانوں نے اس سے تعجب کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ آیت انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادرک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شهر۔ ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اتارا اور تو کیا جانتا ہے کہ شب قدر کیا ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یعنی وہ آدمی جس نے اللہ کے راستے میں ہزار مہینے تک ہتھیار پہنے۔

۱۲۔ ابن ابی حاتم نے علی بن عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میں بنی اسرائیل میں سے چار آدمیوں کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اسی سال عبادت کی اور پلک جھپکنے کی دیر بھی اس کی نافرمانی نہیں کی پھر آپ نے ایوب،

زکریا، حزقیل بن العجوز اور یوشع بن نون علیہم السلام کا ذکر فرمایا۔ تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے ان سے بڑا تعجب کیا۔ جبریل (علیہ السلام) آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے محمد ﷺ آپ کی امت نے ان لوگوں کی اسی سال عبادت پر تعجب کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر اور افضل شے نازل فرمادی ہے اور آپ پر یہ آیات پڑھیں۔ آیت: انا انزلناہ فی لیلۃ القدر و ما ادرک ما لیلۃ القدر، لیلۃ القدر خیر من الف شہر یہ اس سے بھی افضل ہے جس پر آپ نے اور آپ کی امت نے تعجب کیا تو رسول اللہ ﷺ اور جو آپ کے ساتھ تھے انتہائی خوش ہوئے۔

١٣۔ الخطیب نے اپنی تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو امیہ کو خواب میں اپنے منبر پر دیکھا اور اس نے اپنے آپ کو غمگین کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ یہی وہ بادشاہ ہے جسے وہ لوگ درست پائیں گے۔ اور پھر یہ سورت نازل ہوئی آیت انا انزلنہ فی لیلۃ القدر آیت و ما ادرک ما لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔

١٤۔ الخطیب نے ابن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے بنو امیہ دکھائے گئے جو میرے منبر پر چڑھ رہے ہیں۔ تو یہ منظر مجھ پر انتہائی شاق گذرا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمایا آیت انا انزلنہ فی لیلۃ القدر۔

١٥۔ ترمذی نے روایت کی اور اس کی تصنیف کی و ابن جریر و الطبرانی و ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں یوسف بن مازن الرواسی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے بعد آیا۔ اور کہا تو نے ایمان والوں کے چہرے سیاہ کر دیے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ مجھ پر رحم کرے تو مجھے نہ جھڑک۔ بے شک نبی ﷺ نے بنو امیہ کو دیکھا کہ وہ ان کے منبر پر خطبہ دے رہے ہیں اور اس کو آپ نے برا جانا۔ تو آیت انا اعطینک الکوثر نازل ہوئی یعنی اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔ جو ایک نہر ہے جنت میں اور ساتھ سورۃ قدر نازل ہوئی۔ آیت انا انزلنہ فی لیلۃ القدر و ما ادرک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔ کہ آپ کے بعد بنو امیہ اس کے مالک ہوں گے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ قاسم رحمہ اللہ نے فرمایا ہم نے بنو امیہ کی حکومت کا زمانہ شمار کیا تو ان کی حکومت ہزار مہینے تک رہی نہ ان میں ایک دن زائد بنتا ہے اور نہ ہی ایک دن کم۔

١٦۔ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت انا انزلنہ فی لیلۃ القدر سے مراد ہے فیصلہ والی رات آیت و ما ادرک ما لیلۃ القدر اور تو کیا جانتا ہے کہ لیلۃ القدر یعنی فیصلہ والی رات۔

١٧۔ عبد الرزاق و ابن المنذر و محمد بن نصر و ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے آیت لیلۃ القدر خیر من الف شہر کے بارے میں روایت کیا کہ شب قدر کا عمل یا اس کے روزے یا اس کا قیام ایسے ہزار مہینوں سے بہتر اور افضل ہے جس میں شب قدر نہیں۔

١٨۔ ابن ابی شیبہ نے حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں کسی دن کو کسی دن پر اور کسی رات کو کسی رات پر افضل نہیں جانتا۔ سوائے لیلۃ القدر کے کیونکہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

١٩۔ ابن المنذر نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت تنزل الملئکۃ والروح فیہا اس میں فرشتے اور روح نازل ہوتا ہے روح سے مراد جبریل (علیہ السلام) ہیں۔ آیت من کل امر سلم۔ ہر کام پر جو سلامتی کی رات ہے۔ یعنی کسی ستارے کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ اس کے ساتھ اس رات میں رجم کیا جائے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

٢٠۔ سعید بن منصور وعبد بن حمید ومحمد بن نصر وابن المنذر وابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت سلم ہی کہ وہ سلامتی والی رات ہے۔ یعنی وہ سلامتی والی ہے کہ شیطان طاقت نہیں رکھتا کہ اس میں کوئی برا کام کرے یا اس میں کوئی تکلیف دہ عمل کرے۔

٢١۔ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ اس کو یوں پڑھتے تھے آیت من کل امر سلم۔

٢٢۔ سعید بن منصور ابن المنذر نے منصور بن زاذان رحمہ اللہ سے آیت تنزل الملئکۃ کے بارے میں روایت کیا کہ فرشتے نازل ہوتے ہیں سورج کے غروب ہونے کے وقت سے لے کر فجر کے طلوع ہونے تک اور وہ ہر مومن پر گزرتے ہوئے کہتے ہیں اے مومن تجھ پر سلام ہو۔

لیلۃ القدر میں فرشتوں کا نزول

٢٣۔ ابن المنذر نے حسن رحمہ اللہ "سلام" کے بارے میں روایت کیا کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو فرشتے اپنے پروں کے ساتھ مسلسل اڑتے رہتے ہیں سلامتی اور رحمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغرب کی نماز سے لے کر فجر کے طلوع ہونے تک۔

٢٤۔ محمد بن نصر وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "سلام" کے بارے میں روایت کیا کہ اس رات میں سرکش جن اور شیاطین اور جنات کے عقاریت اوپر چڑھتے ہیں اور اس میں سارے آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر توبہ کرنے والے کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتے ہیں اسی کو فرمایا آیت سلم ہی حتی مطلع الفجر یعنی اور یہ سلسلہ سورج کے غروب سے لے کر فجر کے طلوع ہونے تک جاری رہتا ہے۔

٢٥۔ محمد بن نصر نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ان سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا کیا وہ ایک لمبی چیز تھی جو چلی گئی یا وہ ہر سال میں ہوتی ہے؟ فرمایا بلکہ وہ محمد ﷺ کی امت کے لیے ہے جب تک ان میں سے دو بھی باقی رہیں گے۔

٢٦۔ الدیلمی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا فرمائی۔ اور ان سے پہلے کسی کو یہ عطا نہیں کی گئی۔

٢٧۔ عبد بن حمید نے عبداللہ بن مکانس مولیٰ معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ لیلۃ القدر اٹھالی گئی۔ انہوں نے فرمایا جس نے یہ بات کہی اس نے جھوٹ کہا۔ میں نے کہا وہ ہر رمضان میں اسے تلاش کروں؟ فرمایا ہاں ہاں پھر میں نے کہا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ گھڑی جو جمعہ میں ہوتی ہے کہ جس میں کوئی مسلمان بندہ دعا کرتا ہے تو وہ قبول ہوتی ہے وہ گھڑی اٹھالی گئی۔ فرمایا جس نے یہ بات کہی اس نے جھوٹ بولا۔ پھر میں نے پوچھا کیا ہر جمعہ کے

دن میں اس گھڑی کو تلاش کروں؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں۔

۲۸۔ عبد بن حمید و ابن اجریر و ابن مردویہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ان سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا وہ ہر رمضان میں آتی ہے؟ اور ابن مردویہ کے الفاظ یوں ہیں کیا وہ رمضان میں ہوتی ہے فرمایا ہاں! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو نہیں سنا آیت انا انزلنہ فی لیلۃ القدر اور اس قول کو آیت شھر رمضان الذی انزل فیہ القران (البقرہ آیت ۱۸۵) رمضان کا وہ مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

۲۹۔ ابوداؤد والطبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ وہ کب ہوتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا ہر وہ رمضان میں ہوتی ہے۔

۳۰۔ ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

۳۱۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

۳۲۔ ابن ابی شیبہ و ابن جریر و محمد بن نصر اور ابن مردویہ نے بیان کیا کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرہ میں تلاشک کرو۔

۳۳۔ ابن ابی شیبہ نے الفلتان بن عاصم رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے لیلۃ القدر کو دیکھا، پھر میں اس کو بھول گیا تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

۳۴۔ ابن جریر نے ابی ظبیان کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ لوگ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف جلدی جلدی تشریف لے آئے۔ یہاں تک کہ ہم آپ کی جلدی کے سبب گھبرا گئے۔ جب آپ ہمارے پاس پہنچ گئے تو آپ نے سلام کیا۔ اور فرمایا میں تمہاری طرف جلدی جلدی آیا تا کہ تم کو لیلۃ القدر کے بارے میں بتاؤں لیکن میرے اور تمہارے درمیان جو فاصلہ تھا میں اس درمیان میں بھول گیا لیکن تم اس کو آخر عشرہ میں تلاش کرو۔

۳۵۔ احمد و ابن جریر و محمد بن نصر والبیہقی و ابن مردویہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے وایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا کہ وہ رمضان کی آخری عشرہ میں ہوتی ہے کیونکہ وہ کسی طاق رات مین ہوتی ہے۔ اکیسویں میں یا تئیسویں میں، یا پچیسویں میں یا ستائیسویں میں یا انتیسویں میں یا رمضان کی آخری رات میں جس نے رمضان میں قیام کیا ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور اس کی علامات میں سے یہ ہے کہ وہ رات انتہائی راحت والی۔ صاف پرسکون اور خاموش ہوتی ہے۔ نہ زیادہ گرم ہوتی ہے اور نہ زیادہ ٹھنڈی اس میں چاند روشن ہوتا ہے اور کسی ستارے کے لیے اس رات میں ٹوٹنے کی اجازت نہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ سورج اپنی صبح کو اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی اور وہ بالکل برابر ہوتا ہے گویا وہ ایک چودھویں کا چاند ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے شیطان پر حرام کر دیا ہے۔ کہ وہ ان کے ساتھ اس دن نکلے۔

۳۶۔ابن جریر فی تہذیبہ وابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس رات کو دیکھا ہے کہ وہ آخری عشرہ کی کسی طاق رات میں ہے اور وہ رات بہت پرسکون اور راحت بخش ہے نہ گرم ہے اور نہ ہی سرد ہے اس میں چاند روشن ہوتا ہے اور اس میں شیطان ظاہر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی فجر روشن ہو جاتی ہے۔

۳۷۔ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا میں اس کو جانتا تھا پھر مجھ سے چھین لیا گیا۔اور بے شک یہ رمضان میں ہے۔پس تم اس کو تلاش کرو اس رات میں جبکہ ابھی نو باقی ہوں۔یا سات باقی ہوں یا تین باقی ہوں (یعنی اکیسویں،تیئسویں اور ستائیسویں رات) اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں۔اور جس نے سال بھر قیام کیا اس نے اسے پالیا۔

۳۸۔ابن ابی شیبہ وابن زنجویہ وابن نصر نے ابوعقرب اسدی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر میں آئے اور ہم نے ان سے سنا کہ وہ فرمار ہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہم نے ان سے سوال کیا۔تو انہوں نے ہم کو بتایا کہ لیلۃ القدر نصف آخر کی سات راتوں میں ہے۔اور اس کی نشانی یہ ہے کہ سورج اس دن بالکل سفید طلوع ہوتا ہے اور اس کی شعاع نہیں ہوتی۔میں نے آسمان کی طرف دیکھا اچانک وہ اسی طرح تھا جیسے مجھے بتایا گیا۔تو میں نے دیکھ کر اللہ اکبر کہا۔

۳۹۔ابن ابی شیبہ وابن جریر نے الاسود کے طریق سے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تم لیلۃ القدر کو اس رات میں تلاش کرو جبکہ طاق راتیں ابھی باقی ہوں۔یعنی تیئسویں رات تم اسے تلاش کرو جبکہ ابھی باقی ہوں یعنی اکیسویں رات اور تم اسے تلاش کرو جبکہ گیارہ باقی ہوں یعنی انیسویں رات اور اس رات چاند روشن ہوتا ہے۔بے شک سورج ہر دن شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے سوائے لیلۃ القدر کی صبح کے کہ وہ اس دن سفید ہوتا ہے کہ اس کی شعاع نہیں ہوتی۔

۴۰۔ابن زنجویہ وابن مردویہ نے صحیح سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیلۃ القدر کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ میں کتنے دن باقی ہیں تو ہم نے کہا بائیس دن گزر گئے اور آٹھ دن باقی رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بائیس دن گذر گئے اور سات باقی رہ گئے تو شب قدر کو اس رات میں تلاش کرو کیونکہ مہینہ انتیس کا ہے۔

۴۱۔ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان کی پہلی رات میں تلاش کرو۔اور نویں رات میں اور گیارھویں رات میں۔اور اکیسویں رات میں اور رمضان کی آخری رات میں تلاش کرو۔

۴۲۔احمد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ بے شک یہ آخری رات ہے۔

۴۳۔محمد بن نصر نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری رات میں تلاش کرو۔

۴۴۔ محمد بن نصر نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے لیلۃ القدر کے میں بتایئے کہ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں کونسی چیز ہوئی ہے کہ جس میں ان پر وحی نازل ہوتی ہے اور جب ان کا وصال ہوا تو وہ اٹھالی گئی یا وہ قیامت کے دن تک کے لیے تو آپ نے فرمایا بلکہ وہ قیامت کے دن تک ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ رمضان المبارک کے کون سے ایام میں ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو پہلے عشرے میں اور اخیر عشرے میں تلاش کرو۔ راوی نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اور میں نے آپ کی غفلت غنیمت سمجھی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ مجھ کو بتائیں گے یا جب تک آپ مجھے نہ بتائیں کہ کون سے عشرے میں ہے تو رسول اللہ ﷺ مجھ پر شدید غصہ ہوگئے۔ اس طرح مجھ پر کبھی غصہ نہیں ہوئے نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد۔ پھر آپ نے فرمایا اگر تعالیٰ چاہتے تو وہ تم کو اس پر مطلع فرمادیتے تم اس کو آخر ساتویں راتوں میں تلاش کرو۔ پھر اس کے بعد مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا۔

۴۵۔ البخاری وابن مردویہ والبیہقی نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لیلۃ القدر کو رمضان کی اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

شب قدر کی پہچان

۴۶۔ مالک وابن ابی شیبہ والطیالسی واحمد والبخاری ومسلم وابن ماجہ وابن جریر والبیہقی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ رمضان کے مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے آپ نے ایک سال اعتکف کیا یہاں تک کہ جب اکیسویں رات تھی اور یہ وہ رات ہے جس میں آپ اعتکاف سے نکلتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے اس کو چاہیے کہ وہ آخری عشرہ میں اعتکاف کرے۔ اور میں نے اس رات کو دیکھا ہے پھر بھلادی گئی اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں اس کی صبح کو مٹی اور پانی میں سجدہ کررہا ہوں پس تم اس کو اخیر عشرہ میں تلاش کرو اور ہر طاق رات میں اس کو تلاش کرو ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس رات میں بارش ہوئی۔ اور مسجد پر کھجور کی چھال تھی تو مسجد ٹپک پڑی۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کی پیشانی اور ناک پر اکیسویں کی صبح کو پانی اور مٹی کا اثر تھا۔

۴۷۔ مالک وابن سعد وابن ابی شیبہ واحمد ومسلم وابن زنجویہ والطحاوی والبیہقی نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس رات میں تلاش کرو اور وہ رات تیسویں کی رات تھی۔

۴۸۔ ملک والبیہقی نے ابوالنضر مولی عمر بن عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا۔ یارسول اللہ! میرا گھر دور ہے۔ مجھے حکم کیجیے ایک رات کے بارے میں کہ اس میں حاضر ہوسکوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو رمضان کی تیسویں رات کو حاضر ہو۔

۴۹۔ البیہقی نے زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں نے ضمرۃ بن عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی ﷺ نے تیرے باپ کو لیلۃ القدر کے بارے میں کیا فرمایا انہوں نے کہا کہ میرا باپ دیہات کا رہنے والا تھا تو انہوں نے کہا میں نے عرض کیا

یارسول اللہ! مجھے ایک رات کا حکم فرمائیے کہ میں اس میں حاضر ہوسکوں آپ نے فرمایا تیسویں رات کو حاضر ہو۔ جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

۵۰۔ مالک والبخاری ومسلم والبیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے لیلۃ القدر کو آخری سات راتوں میں دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے خوابوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آخری سات راتوں میں باہم موافق ہیں پس جو آدمی اس کو تلاش کرنے والا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کو آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

۵۱۔ ابن ابی شیبہ واحمد عبد بن حمید والبخاری والبیہقی نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ یہ ارادہ رکھتے تھے کہ ہم کو لیلۃ القدر کے بارے میں بتائیں۔ لیکن مسلمانوں میں سے دو آدمی آپس میں لڑ رہے تھے فلاں اور فلاں تو وہ اسے اٹھالیا گیا اور امید ہے کہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے پس تم اس کو نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

۵۲۔ طیالسی والبیہقی نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ اپنے اصحاب کو لیلۃ القدر کے بارے میں بتانے کے ارادہ سے نکلے۔ لیکن دو آدمی آپس میں لڑ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا میں تم کو لیلۃ القدر کے بارے میں خبر دینے کے لیے نکلا۔ دو آدمی آپس میں لڑنے لگے تو مجھ سے وہ کھینچ لی گئی (یعنی مجھ سے بھلا دی گئی) تو اس کو تلاش کرو آخری عشرے یعنی اس رات میں جبکہ ابھی نو باقی ہوں یا اس میں ابھی سات باقی ہوں یا اس میں ابھی پانچ باقی ہوں اس سے مراد اکیسویں، تیسویں اور پچیسویں کی رات ہے۔

۵۳۔ البخاری وابوداؤد وابن جریر والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو تلاش کرو رمضان کے آخری عشرہ میں اس رات میں جبکہ ابھی نو باقی ہوں اور اس میں جبکہ سات باقی ہوں اور اس میں جبکہ پانچ باقی ہوں۔

۵۴۔ احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو آخری عشرہ کی نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

۵۵۔ الطیالسی وابن ابی شیبہ واحمد وعبد بن حمید والترمذی وصححہ والنسائی وابن جریر والحاکم وصححہ والبیہقی نے عبدالرحمن بن جوشن رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے پاس لیلۃ القدر کا ذکر کیا۔ تو انہوں نے فرمایا میں اس کو تلاش نہیں کرتا مگر آخری عشرہ میں اس حدیث کے بعد جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ جبکہ ابھی نو باقی ہوں یا سات باقی ہوں یا تین باقی ہوں یا پھر آخری رات ہو اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعتیں اس طرح پڑھتے تھے جس طرح سارے سال میں نماز پڑھتے تھے۔ جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو پھر خوب مجاہدہ اور ریاضت کرتے۔

۵۶۔ احمد ومسلم وابوداؤد والبیہقی نے ابو النضرہ کے طریق سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ پس تم اس کو نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش

کرو۔ میں نے کہا: اے ابوسعدی تم ہم سے عدد کے بارے میں زیادہ جانتے ہو؟ فرمایا ہاں تو میں نے پوچھا کہ نویں، ساتویں اور پانچویں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جب اکیسویں رات گذر جائے تو یہ وہی رات ہے جس کے پیچھے نو راتیں آتی ہیں اور جب تیئس راتیں گذر جائیں تو یہ وہی رات ہے جس کے پیچھے سات آتی ہیں۔ اور جب پچیس راتیں گذر جائیں تو یہ وہ رات ہے جس کے پیچھے پانچ آتی ہیں۔

۵۷۔ الطیالسی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر چوبیسویں رات ہے رمضان المبارک کی۔

۵۸۔ احمد والطحاوی ومحمد بن نصر وابن جریر والطبرانی وابوداؤد وابن مردویہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر چوبیسویں رات ہے۔

۵۹۔ ابن سعدی ومحمد بن نصر وابن جریر نے عبدالرحمن بن عسلۃ الصنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آنے سے پانچ راتیں پہلے وفات پا گئے۔ آپ کا وصال ہوا تو میں جحفہ میں تھا۔ میں آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہ کی بڑی تعداد کے پاس آیا اور میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ تیئیسویں رات ہے۔

۶۰۔ محمد بن نصر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر چوبیسویں رات میں تلاش کرو۔

۶۱۔ الطیالسی وابن زنجویہ وابن حبان والبیہقی نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزہ رکھا تو آپ نے مہینے میں کسی رات ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا یہاں تک کہ جب چوبیسویں رات تھی۔ جو باقی رہنے والی سات راتوں میں سے تھی تو آپ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ یہاں تک کہ قریب ہو گیا کہ ایک تہائی رات کا گذر جانا پھر جب پچیسویں رات آئی تو آپ نے ہم کو نماز نہیں پڑھائی۔ پھر جب چھبیسویں رات تھی اور یہ ساتویں رات تھی ان باقی راتوں میں سے تو ہم کو نماز پڑھائی۔ یہاں تک کہ رات نصف سے زائد گزرنے کے قریب ہو گئی۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ ہمیں رات کے بقیہ حصہ میں نفل پڑھا دیں؟ تو اچھا تھا آپ نے فرمایا نہیں جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھ کر واپس لوٹتا ہے تو اس کے لیے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے۔ جب ستائیسویں رات ہوئی تو آپ نے ہم کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہمارا سحری کا کھانا رہ جاتا۔ پھر ہم کو مہینہ کے کس دن تراویح کی نماز نہیں پڑھائی۔ اور فلاح سے مراد سحری کا کھانا ہے۔

۶۲۔ ابن ابی داحمد وابن زنجویہ وعبد بن حمید ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن جریر وابن حبان وابن مردویہ والبیہقی نے زر بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا اور میں نے کہا کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو شخص سال بھر قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔ اور انہوں نے قسم کھائی کہ یہ استثنی نہیں کی جائے گی کہ یہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے کہ میں نے کہا: اے ابوالمنذر یہ ابی بن کعب کی کنیت ہے آپ یہ کیونکر کہہ سکتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اس علامت اور نشانی کے سبب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ اس دن کی صبح میں

سورج اس حال میں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی اور ابن حبان اور ابن حبان کے الفاظ یوں ہے کہ اس دن وہ سفید ہوتا ہے کوئی شعاع اس کی نہیں ہوتی گویا کہ وہ ایک طشت ہے۔

٦٣۔محمد بن نصر وابن جریر والحاکم وصححہ والبیہقی نے عاصم نے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بلاتے تھے اور فرماتے تھے ان کی گفتگو سے پہلے تم بات نہ کرنا پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ایک باران کو دعوت دی۔ اور ان سے پوچھا شب قدر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم اس کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ یہ کون سی رات ہے کیا تم اس کو جانتے ہو؟ ان میں سے بعض نے کہا اکیسویں رات اور بعض نے کہا تیئسویں رات اور بعض نے کہا پچیسویں رات اور بعض نے کہا ستائیسویں رات وہ کہتے رہے اور میں خاموش رہا پھر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے کیا ہوا کہ تو بات نہیں کرتا میں نے کہا آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں بات نہ کروں یہاں تک کہ وہ بات کرلیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے گفتگو کے لیے ہی بلایا ہے۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو سنا ہے کہ وہ سات کا ذکر فرماتے ہیں پس اس نے ذکر کیا سات آسمانوں کا اور ان کی طرح سات زمینوں کا اور انسان کو سات سے پیدا فرمایا اور زمین سے اگنے والے سات ہیں۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ان کے بارے میں خبر ہے جو میں جانتا ہوں اور ان کے بارے میں کیا خیال ہے جو میں نہیں جانتا؟ اور یہ زمین سے اگنے سات چیزیں ہیں۔ میں نے کہا اللہ عزوجل نے فرمایا آیت: ثم شققنا الارض شقا فانبتنا فيها حبا وعنبا وقضبا وزيتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاكهة وابا ہم نے زمین کو چیر کر پھاڑا پھر ہم نے اس میں اناج اگایا اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغ اور اور گھاس۔ پھر فرمایا گھنے باغوں سے مراد ہے کہ یہ کھجوروں اور دیگر درختوں کے باغات ہیں آیت وفاكهة وابا (عبس آیت ۲۱) میں الاب سے مراد ہے وہ چارہ ہے جسے زمین اگاتی ہے جو جانور اور چوپائے کھاتے ہیں اور لوگ اس کو نہیں کھاتے عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا کیا تم اس سے عاجز ہو۔ کہ تم یوں کہو جیسے اس لڑکے نے کہا کہ جس کی رائے ابھی مجتمع اور مضبوط نہیں اللہ کی قسم میں بھی وہی رائے رکھتا ہوں۔ جو تو نے کہا ہے یعنی ستائیسویں کی رات۔ حالانکہ میں نے خود تجھے حکم دیا ہے کہ ان کے ساتھ گفتگو نہ کرنا۔

لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے

٦٤۔عبدالرزاق وابن راہویہ ومحمد بن نصر والطبرانی والبیہقی نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بلایا اور ان سے لیلۃ القدر کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے۔ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا بلاشبہ میں زیادہ جانتا ہوں اور بے شک میرا غالب گمان ہے کہ یہ وہی رات ہے انہوں نے کہا کہ وہ کون سی رات ہے۔ میں نے کہا وہ ساتویں رات ہے جو باقی ہے آخری عشرہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو نے کہاں سے جانا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ سات آسمانوں، سات زمینیں اور سات دن پیدا کیے اور بے شک زمانہ سات میں گھومتا ہے انسان سات سے پیدا ہوا ہے اور کھاتا ہے سات چیزوں سے۔ اور سجدہ کرتا ہے سات اعضاء پر۔ اور

بیت اللہ کا طواف سات چکر ہیں اور شیطان کو سات کنکری مارتا ہے۔ اس طرح کی کئی چیزوں کا ذکر کیا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے اس کام کو سمجھ لیا کہ جس کی ہم سمجھ نہیں رکھتے۔ اور قتادہ رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول میں اور وہ سات سے کرتا ہے میں اضافہ کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ آیت فانبتنا فیھا حبا وعنبا وقضبا الایۃ۔

٦٥۔ ابن سعد وعبد بن حمید نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قریب بٹھاتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے بعض لوگ ایسے تھے جو اپنے نفس میں کچھ محسوس کرتے تھے عمر رضی اللہ عنہ سے اس سورۃ اذا جاء نصر اللہ کے بارے میں پوچھا تو ان لوگوں نے کہا ہمارے نبی ﷺ کو حکم دیا گیا جب وہ لوگوں کو اسلام کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے اور اس میں داخل ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو چاہیے کہ اللہ کی حمد وثنا بیان کریں اور اس سے استغفار کریں۔ پھر عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس! تجھے کیا ہوا تو گفتگو نہیں کرتا؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں تو اس سے یہ جانتا ہوں کہ آپ کی وفات کب ہوگی۔ پھر فرمایا آیت اذا جاء نصر اللہ (جب اللہ کی مدد اور فتح آچکی اور آپ نے لوگوں نے اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیا) اور یہ آپ کے وفات کی نشانی ہے عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے سچ کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے۔ میں بھی اس سے وہی سمجھتا ہوں جو تو نے سمجھا۔ راوی نے کہا پھر آپ نے اسے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا ان میں سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم دیکھتے تھے کہ وہ درمیان عشرہ میں ہے پھر ہم کو یہ بات پہنچی کہ وہ آخری عشرہ میں ہے۔ ان کے بعض نے کہا کہ وہ اکیسویں کی رات ہے۔ اور بعض نے کہا وہ تیسویں کی رات ہے اور بعض نے کہا وہ ستائیسویں کی رات ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس! تجھے کیا ہوا تو کیوں بات نہیں کرتا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم جانتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ لیکن میں تجھ سے تیرے علم کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتے ہیں اس نے ساتھ آسمان پیدا فرمائے۔ وار دونوں کی تعداد کو بھی سات بنایا اور بیت اللہ کے طواف کے ساتھ چکر بنائے۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کے بھی سات چکر بنائے۔ اور شیطان کی کنکریاں بھی سات بنائیں اور ان سان کو سات چیزوں سے پیدا کیا گیا۔ اور اس کا رزق سات چیزوں سے کس طرح بنایا۔ تو نے اس سے ایسی شے کو سمجھا ہے جس کو میں نہیں سمجھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے آیت ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین سے لے کر آیت فتبرك اللہ احسن الخلقین تک (المومنون آیت ١٤) پھر اس کے رزق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا آیت: انا صببنا الماء صبا سے لے کر آیت وفا کھۃ وابا تک سو "الاب" وہ ہے جو زمین اگاتی ہے جانوروں کے لیے اور سات چیزیں بنو آدم کے لیے رزق ہیں پھر فرمایا واللہ اعلم البتہ لیلۃ القدر کے بارے میں یہ رائے رکھتا ہوں کہ تین راتیں گذر چکی ہیں اور سات ابھی باقی ہیں اس لیے اس سے مراد تیسویں ہے۔

٦٦۔ ابونعیم نے الحلیہ میں محمد بن کعب القرظی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مہاجرین صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے لیلۃ القدر کا ذکر کیا۔ اور ان میں سے بعض نے اس کے متعلق

بات کی جو اس کے بارے میں انہوں نے سن رکھی تھی اور ان میں سے اس بارے میں گفتگو ہوتی رہی عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما تجھے کیا ہوا تو خاموش ہے؟ تو بات نہیں کر رہا تو بھی بات کر کوئی چیز تجھے بات کرنے سے نہیں روکے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے امیر المومنین میں کہتا ہوں: بے شک اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وہ وتر یعنی طاق کو پسند فرماتا ہے بس ایام دنیا کو بنایا کہ وہ گھومتے رہتے ہیں سات عدد پر۔ انسان کو سات چیزوں سے پیدا فرمایا اور ہمارے اوپر سات آسمان بنائے اور ہمارے نیچے سات زمینیں بنائیں اور مثانی یعنی سورۃ فاتحہ میں سے سات آیتیں عطا فرمائیں۔ اور اپنی کتاب میں سات رشتہ داروں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا اور میراث کو اپنی کتاب میں سات حصوں پر تقسیم فرمایا اور ہم اپنے جسم کے سات حصو پر تقسیم فرمایا اور ہم اپنے جسم کے سات اعضاء پر سجدہ کرتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کا طواف سات چکروں سے کیا اور صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے اور شیطانوں کو سات کنکریاں ماریں۔ ان سب باتوں کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا سو میں لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری سات راتوں میں دیکھتا ہوں۔ واللہ اعلم۔ عمر رضی اللہ عنہ تھک گئے اور فرمایا اس مسئلے میں میرے ساتھ کسی نے واقفیت نہیں کی سوائے اس لڑکے کے اس کے سر کی کھوپڑی کا جوڑ ابھی مکمل نہیں ہوا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لیلۃ القدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ پھر فرمایا اے لوگو! ابن عباس کے بیان کرنے کی طرح کون اس کو بیان کرسکتا ہے۔

۶۷۔ عبد بن حمید نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو ستائیسویں رات میں تلاش کرو۔

۶۸۔ ابن ابی شیبہ نے زر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ عمر، حذیفہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ اس میں شک نہیں کرتے تھے کہ بے شک لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے۔

۶۹۔ ابن نصر وابن جریر نے اپنی تہذیب میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر کو رات کے آخر میں تلاش کرو۔

۷۰۔ ابن ابی شیبہ والطبرانی وابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں آیا اور میں رمضان میں سو گیا تو مجھ سے کہا گیا۔ بے شک یہ رات لیلۃ القدر کی ہے میں کھڑا ہوا اور میں اونگھ رہا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے خیمے کی بعض رسیوں کو چمٹ گیا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے اس رات میں غور کیا تیئسویں کی رات تھی۔ دیکھ کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ شیطان ہر دن سورج کے طلوع ہونے ساتھ نکلتا ہے سوائے لیلۃ القدر کے اس دن سورج بالکل سفید طلوع ہوتا ہے اور اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی۔

۷۱۔ محمد بن نصر والحاکم وصححہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا رمضان کی تیئسویں رات کے ایک تہائی حصہ تک۔ پھر ہم پچیسویں رات میں آپ کے ساتھ آدھی درات تک قیام کیا پھر ہم نے ستائیسویں رات میں آپ کے ساتھ قیام کیا۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ ہم فلاح نہیں پاسکتے۔ فلاح سے مراد سحری کا کھانا ہے اور تم لیلۃ سابعہ تیرہویں رات کو کہتے ہیں اور ہم لیلۃ سابع ستائیسویں رات کو کہتے ہیں کیا ہم ٹھیک ہیں یا تم۔

۷۲۔ محمد بن نصر نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان کے مہینہ میں سے باقی رہنے والے دس دنوں میں تلاش کرو۔ یعنی پچیسویں ستائیسویں اور انتیسویں رات میں۔

۷۳۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے اصحاب سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میرا رب سات کے عدد کو پسند فرماتے ہیں۔ فرمایا آیت ولقد اتینا سبعا من المثانی (الحجر آیت ۸۷) اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو نماز میں دہرائی جاتی ہی۔

۷۴۔ الطیالسی واحمد وابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ستائیسویں اور انتیسویں رات ہے۔ اور اس رات میں فرشتے زمین میں کنکریوں کی تعداد سے زیادہ ہوتے ہیں۔

۷۵۔ محمد بن نصر نے ابی میمون کے طریق سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ لیلۃ القدر، ستائیسویں یا انتیسویں کی رات ہے اور اس کے ساتھ فرشتے آسمان کے ستاروں کی تعداد سے زیادہ اترتے ہیں۔ اور اس نے گمان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول میں لیلۃ القدر چوبیسوں کی رات ہے۔

۷٦۔ محمد بن نصر وابن جریر والطبرانی والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے نبی میں بوڑھا ہوں مجھ پر قیام کرنا دشوار ہوتا ہے مجھے آپ ایک رات کے بارے میں بتادیجیے شاید کہ اللہ تعالیٰ میرے اس رات کے قیام کو لیلۃ القدر کے موافق کردے۔ یعنی شاید میں لیلۃ القدر کو پالوں آپ نے فرمایا ستائیسویں رات کو لازم پکڑ۔

۷۷۔ ابن ابی شیبہ وابن منیع والبخاری فی تاریخہ والطبرانی وابوشیخ والبیہقی حوۃ العبدی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ سترہویں رات ہے نہ تو اس میں شک کرو اور نہ استثنیٰ کر۔ اور فرمایا اسی رات قرآن کو نازل ہوا اور یہی یوم الفرقان ہے۔ اور یہ وہ دن ہے جس میں دو لشکر آپس میں ملے یعنی کافر اور مسلمان آپس میں لڑے یعنی بدر کے دن۔

۷۸۔ الحرث بن ابی اسامہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہ وہ رات ہے کہ جس کے دن رسول اللہ ﷺ بدر والوں سے ملے یعنی میدان بدر میں جنگ ہوئی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آیت وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعن (الانفال آیت ٤١) اور جو کچھ ہم نے اپنے بندے رفیصلہ کے دن اتار جس دن دونوں جماعتیں ملیں جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ یہ سولہ سترہ کی رات ہے۔

۷۹۔ سعید بن منصور وابن ابی شیبہ ومحمد بن نصر والطبرانی وابن مردوہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ رمضان المبارک کے سترہ دن گزر جانے کے بعد کیونکہ اسی رات کی صبح بدر کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آیت وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعن (الانفال آیت ٤١) اور وہ اکیسویں اور تیئسویں رات میں ہے۔ بے شک وہ نہیں ہوتی مگر طاق راتوں میں۔

۸۰۔ ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو تلاش کرو رمضان کی سترہویں یا اکیسویں یا تیئسویں رات میں پھر آپ خاموش ہو گئے۔

۸۱۔ الطحاوی نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا اس کو رمضان کے آخر نصف میں تلاش کرو پھر دوبارہ انہوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا تیئسویں رات تک تلاش کرو

۸۲۔ احمد و محمد بن نصر نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ آخری دس راتوں میں ہے یا تیئسویں رات میں یا پچیسویں رات میں۔

۸۳۔ احمد نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو یعنی اکیسویں رات میں اور تیئسویں رات میں جبکہ ابھی سات باقی ہوتی ہیں اور پچیسویں رات میں جبکہ ابھی پانچ باقی ہوتی ہیں اور ستائیسویں رات میں جبکہ ابھی تین راتیں باقی ہوتی ہیں۔

۸۴۔ عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ نے ابوقلابہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لیلۃ القدر منتقل ہوتی رہتی ہے آخری دس راتوں کی ہر طاق رات میں۔

۸۵۔ ابن ابی شیبہ نے ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحرث بن ہشام رحمہم اللہ سے روایت کیا کہ لیلۃ القدر سترہ رمضان المبارک کی جمعہ کی رات ہے

۸۶۔ ابوالشیخ نے عمرو بن حویرث رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لیلۃ القدر سترہ رمضان المبارک کی لیلۃ الفرقان ہے۔

۸۷۔ محمد بن نصر والطبرانی نے خارجہ بن زید بن ثابت سے روایت کیا کہ اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ وہ رمضان کے مہینے کی تیئسویں رات کو اور ستائیسویں رات کو جاگتے تھے۔ لیکن وہ سترہ رمضان کی شب بیداری کی طرح نہیں تھی تو ان سے پوچھا گیا سترھویں رات کو آپ کیسے جاگتے تھے۔ تو فرمایا بلاشبہ یہ وہ رات ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور اس کی صبح کو حق اور باطل کے درمیان فرق کیا گیا (یعنی کافروں کے خلاف جنگ کی گئی)

۸۸۔ محمد بن نصر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ تم لیلۃ القدر کو اس رات میں تلاش کرو جبکہ ابھی گیارہ راتیں باقی ہوں اور اس کی صبح بدر کا دن تھا اور اس رات میں تلاش کرو جبکہ ابی نو باقی ہوں اور اس میں جبکہ ابھی ساتھ باقی ہوں۔ بے شک سورج ہر دن شیطان کے دسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ سوائے لیلۃ القدر کی صبح کے اور اس دن سورج اس حال میں طلوع ہوتا کہ اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی۔

۸۹۔ الطیالسی و محمد بن نصر والبیہقی وضعفہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ نرم و سہولت والی معتدل رات ہوتی ہے نہ گرم ہوتی ہے اور نہ سرد۔ اس کی صبح سورج طلوع ہوتا ہے کہ اس کی روشنی ضعیف سرخ ہوتی ہے۔

لیلۃ القدر کی صبح کا سورج

۹۰۔ ابن ابی شیبہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیلۃ القدر کی رات اور نرمی و سہولت والی رات ہوتی ہے اس کا سورج اس حال میں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی کوئی شعاع نہیں ہوتی۔

۹۱۔ ابن جریر نے اپنی تہذیب میں ابو قلابہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لیلۃ القدر ساری دس راتوں میں گھومتی رہتی ہے۔

۹۲۔ البخاری و مسلم والبیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے لیلۃ القدر میں قیام کیا۔ ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے تو اسکے سابقہ گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

۹۳۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تو اپنے گھر والوں کو جگاتے اور اپنی چادر مبارک کو اونچا کر لیتے۔

۹۴۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ آخری عشرہ میں سخت محنت اور ریاضت کرتے تھے کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے عشرے میں اتنی محنت نہیں کرتے تھے۔

۹۵۔ البیہقی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اللہ کی قسم عمر رضی اللہ عنہ کو میں نے رمضان کے مہینہ میں قیام پر آمادہ کیا۔ ان سے کہا گیا امیر المومنین یہ کیسے ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو بتایا کہ ساتویں آسمان میں ایک حظیرہ ہے جس کو حظیرۃ القدس کہا جاتا ہے اس میں فرشتے ہیں ان کو روح کہا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں الروحانیون کے الفاظ ہیں کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو وہ اپنے رب سے دنیا کی طرف نازل ہونے کی اجازت مانگتے ہیں ان کو اجازت دے دی جاتی ہے تو وہ ہر اس مسجد کے پاس سے گذرتے ہیں جس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ اور راستے میں کسی سے آمنا سامنا کرتے ہیں تو اسکے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی جانب سے اس کو برکت حاصل ہوتی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اے ابو الحسن! تو ہم لوگوں کو نماز پر آمادہ کریں گے تاکہ ان کو برکت پہنچ جائے۔ پھر آپ نے لوگوں کو قیام کا حکم فرمایا۔

۹۶۔ البیہقی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مغرب اور عشاء جماعت کے ساتھ پڑھی یہاں تک کہ رمضان کا مہینہ ختم ہوگیا تو یقینی طور پر اس نے لیلۃ القدر میں سے وافر حصہ پالیا۔

۹۷۔ ابن خزیمہ والبیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رمضان میں عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو یقینی طور پر اس نے لیلۃ القدر کو پالیا۔

۹۸۔ ابن زنجویہ نے ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے رمضان میں عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو اس نے لیلۃ القدر کو پالیا۔

۹۹۔ مالک وابن ابی شیبہ وابن زنجویہ والبیہقی نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا جو شخص لیلۃ القدر میں عشاء کی نماز میں جماعت میں حاضر ہوا تو یقینی طور پر اس نے اپنا حصہ لے لیا۔

رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کا اہتمام

۱۰۰۔البیہقی نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جس شخص نے رمضان کی ہر رات میں عشاء کی نماز پڑھی۔ یہاں تک کہ مہینہ گذر گیا تو یقینی طور پر اس نے اس کا قیام کیا۔

۱۰۱۔ابن ابی شیبہ نے عامر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لیلۃ القدر کا دن اس کی رات کی طرح ہے اور اس کی رات اس کے دن کی طرح ہے۔

۱۰۲۔ابن ابی شیبہ نے حسن حر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لیلۃ القدر کے دن کا عمل درجہ میں اس کی رات میں عمل کرنے کی طرح ہے۔

۱۰۳۔احمد والترمذی وصححہ والنسائی وابن ماجہ ومحمد بن نصر والبیہقی نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کہ اگر مجھے لیلۃ القدر کا اتفاق ہو جائے تو میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا یوں کہے: **اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی**۔ اے اللہ آپ درگذر کرنے والے ہیں اور درگذر کرنے کو پسند فرماتے ہیں مجھ سے درگذر کیجیے۔

۱۰۴۔ابن ابی شیبہ ومحمد بن نصر والبیہقی نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ میں لیلۃ القدر کو پہچان لوں تو میں اس میں اللہ تعالیٰ سے عفایت کے سوا کچھ نہ مانگوں۔

۱۰۵۔ابن ابی شیبہ نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ اگر میں جان لوں کہ لیلۃ القدر کون سی ہے۔تو اس میں میری اکثر دعا یہ ہوگی کہ میں اللہ تعالیٰ سے درگذر کا اور عافیت کا سوال کروں گی۔**اسئل اللہ العفو والعافیۃ**۔

۱۰۶۔البیہقی نے شعب میں ابو یحییٰ بن ابی مرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں نے رمضان کی ستائیسویں رات میں طواف کیا تو میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ بڑی شدید گرمی میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔

۱۰۷۔البیہقی نے الاوزاعی کے طریق سے عبدہ بن ابو لبابہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ رمضان کے مہینہ کی ستائیسویں رات میں نے سمندر کا پانی چکھا تو وہ انتہائی میٹھا تھا۔

۱۰۸۔البیہقی نے ایوب بن خالد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں سمندر میں تھا میں رمضان کے مہینے کی تئیسویں رات کو جنبی ہو گیا میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو میں نے اس کو میٹھا اور خوشگوار پایا۔

۱۰۹۔ابن زنجویہ ومحمد بن نصر نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نے اس رات کو کتابوں میں انتہائی گرانے والی باتوں پاتے ہیں کہ وہ گناہوں کو گرا دیتی ہے اور ان کی اس سے مراد لیلۃ القدر ہے۔

۱۱۰۔البیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبریل (علیہ السلام) فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ ہر اس بندے پر رحمت کی دعا کرتے ہیں جو کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کر رہا ہو۔ جب ان کی عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں۔ اور یہ فرماتے ہیں اس مزدور کی اجرت اور اس عمل کا کیا بدلہ ہے جس نے اپنا عمل پورا کر لیا ہو۔ تو فرشتے کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب ان کا بدلہ یہ ہے کہ

ان کو اجرت ادا کردی جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور میرے غلاموں نے وہ فریضہ پورا کردیا ہے جو میری طرف سے ان پر لازم تھا۔ پھر اب میری طرف چلا چلا کر دعا مانگنے کے لیے نکلے ہیں۔ میری عزت اور جلال، میرے فضل وکرم اور میری رفعت اور بلند مکانی کی قسم میں ضرور ان کی دعاؤں کو قبول کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم واپس لوٹ جاؤ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔ پھر وہ بخشے بخشائے لوٹ جائیں گے۔

جمعرات کے دن کی فضیلت

۱۱۱۔ الزجاجی نے امالیہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی حاجت پیش آجائے تو اس کو چاہیے کہ وہ خمیس کے دن اس کی طلب میں صبح سویرے نکلے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! برکت دے میری امت کے لیے خمیس کے دن کی صبح میں وار جب وہ اپنے گھر سے نکلے تو اس کو چاہیے کہ سورۃ آل عمران کی آخری آیات اور آیت انا انزلنا فی لیلۃ القدر اور ام الکتاب یعنی سورۃ فاتحہ کو پڑھ لے۔ کیونکہ ان میں دنیا وآخرت کی تمام حاجات کا پورا ہونا ہے۔

۱۱۲۔ احمد والترمذی ومحمد ونصر والطبرانی نے **التکاثر** اور **انا انزلنہ فی لیلۃ القدر** اور **اذا زلزلت الارض زلزالھا** پہلی رکعت میں اور دوسری رکعت میں **والعصر** اور **اذا جاء نصر اللہ والفتح** اور **ان اعطینك الکوثر** اور تیسری رکعت میں **قل یا ایھا الکفرون** اور **تبت یدا ابی لھب وتب** اور **قل ھو اللہ احد**۔

۱۱۳۔ محمد بن نصر نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۃ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر پڑھی تو وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ اور جس شخص نے اذا زلزلت الارض زلزالھا پڑھی تو وہ آدھے قرآن کے برابر ہے۔ اور جس نے قل یا ایھا الکفرون پڑھی تو وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور جس نے قل ھو اللہ احد پڑھی تو وہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ قدر، بیروت)

اَبْوَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَتَحْزِيبِهِ وَتَرْتِيلِهِ

قرآن کی تلاوت کرنے، اس کے جزء مقرر کرنے اور اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کے بارے میں ابواب

تلاوت قرآن کی فضیلت کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں قرآن کی قرأت نماز کے علاوہ قرآن پڑھنے سے افضل ہے اور نماز کے علاوہ قرآن کا پڑھنا تسبیح وتکبیر سے زیادہ ثواب رکھتا ہے اور تسبیح صدقہ (خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے) زیادہ ثواب رکھتی ہے اور صدقہ روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے اور روزہ دوزخ کی آگ سے ڈھال ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 676)

جس طرح حالت نماز میں قرآن پڑھنا نماز کے علاوہ تلاوت قرآن سے افضل ہے اسی طرح جو نماز کھڑے ہو کر پڑھی جاتی ہے اس کی قرأت قرآن اس نماز کی قرأت قرآن سے افضل ہے جو بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں تلاوت قرآن تسبیح وتکبیر اور دیگر اوراد واذکار سے افضل ہے کیونکہ قرآن کریم نہ صرف یہ کہ کلام الہی ہے بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام بھی مذکور ہیں۔ تسبیح وتکبیر و اوراد و اذکار اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے سے افضل ہے اگرچہ مشہور یہ ہے کہ عبادت متعدی کہ جس کا فائدہ اپنی ذات کے علاوہ دوسروں کو بھی پہنچے (مثلا صدقہ) افضل ہے عبادت لازم (مثلا تسبیح اور اذکار) سے کہ جس کا فائدہ صرف اپنی ذات تک محدود رہتا ہے لیکن یہ بات ذکر کے علاوہ دوسری عبادات کے ساتھ مخصوص ہے ذکر اس سے مستثنی ہے کیونکہ اللہ کا ذکر سب سے بڑا اور سب سے افضل ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ ذکر اللہ کی راہ میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر اور افضل ہے۔ صدقہ روزے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں اور اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنا مال خرچ کرنا نفل روزہ سے افضل ہے کیونکہ صدقہ کا فائدہ متعدی ہے یعنی اس سے دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے جب کہ روزہ کا فائدہ صرف اپنی ذات تک محدود رہتا ہے لیکن روزہ کے سلسلہ میں یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنی آدم کے ہر عمل پر دس گنا ثواب ملتا ہے مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا (یعنی روزہ کا ثواب لامحدود ہے) اس طرح ان دونوں رواتیوں میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے کیونکہ پہلی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ روزہ سے افضل ہے جب کہ اس دوسری روایت کا حاصل یہ ہے کہ روزہ صدقہ سے افضل ہے علماء لکھتے ہیں کہ اس وجہ مطابقت سے یہ ظاہری تضاد ختم ہو جاتا کہ فضیلت بایں

اعتبار ہے کہ روزہ دار اللہ رب العزت کی صفت اختیار کرتا ہے بایں طور کہ وہ کھانے پینے سے باز رہتا ہے۔

ترتیل سے کیا مراد ہے؟

ورتل القرآن ترتیلا۔ قرآن کی قرأت میں جلدی نہ کرو بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اور معانی میں تدبر کرتے ہوئے پڑھو، ضحاک نے کہا، اسے حرف حرف کر کے پڑھو، مجاہد نے کہا، اللہ تعالیٰ کے ہاں قرأت قرآن میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب ہے جو اسے سب سے زیادہ محبوب ہے جو اسے سب سے زیادہ سمجھ کر پڑھتا ہے ترتیل سے مراد بڑی خوبصورتی سے منظم ومرتب کرنا اس سے، ثغر رتل ورتل یعنی عین کلمہ کے کسرہ کے ساتھ اور فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جب کہ دانت خوبصورت اور نمایاں ہوں۔

حضرت حسن بصری نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو ایک آیت کی تلاوت کر رہا تھا اور رو رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کو نہیں سنا، ورتل القرآن ترتیلا، یہ ترتیل ہے۔

علقمہ نے ایک آدمی کو اچھی طرح قرأت کرتے ہوئے سنا تو انہوں نے کہا اس نے قران حکیم ترتیل کے ساتھ پڑھا ہے میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں ابوبکر بن طاہر نے ان الفاظ کی یہ تعبیر بیان کی ہے اس کے خطاب کے لطائف میں غور وفکر کیجئے، نفس سے اس کے احکام بجالانے کا مطالبہ کیجئے اپنے دل سے اس کے معانی کے فہم کا مطالبہ کیجئے اور اس کی طرف توجہ کرنے کا مطالبہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے روز قرآن کے قاری کو لایا جائے گا اسے جنت کے پہلے زینہ پر کھڑا کیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا، پڑھتا جا اور اوپر چڑھتا جا اور اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا، بے شک تیرا ٹھکانہ اس آخری آیت کے پڑھنے پر ہوگا جسکو تو پڑھے گا۔ اسے ابوداود نے نقل کیا ہے کتاب کے آغاز میں اس کا ذکر ہو چکا ہے حضرت انس نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم قرآن پڑھتے وقت اپنی آواز کو لمبا کیا کرتے تھے۔

بَابٌ فِي كَمْ يُقْرَأُ الْقُرْآنُ

باب: کتنے عرصے میں پورا قرآن پڑھا جائے؟

سات دنوں میں پورا قرآن پڑھنے کا بیان

1388 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: اقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ، قَالَ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: اقْرَأْ فِي عِشْرِينَ، قَالَ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: اقْرَأْ فِي خَمْسَ عَشْرَةَ، قَالَ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: اقْرَأْ فِي عَشْرٍ، قَالَ: إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: اقْرَأْ فِي سَبْعٍ، وَلَا تَزِيدَنَّ عَلَى ذَلِكَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ مُسْلِمٍ أَتَمُّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''ایک مہینے میں پورا قرآن پڑھ لیا کرو''انہوں نے عرض کی: میرے اندر اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیس دنوں میں اسے پڑھ لیا کرو۔ انہوں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ قوت پاتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پندرہ دنوں میں پڑھ لیا کرو۔ انہوں نے عرض کی: میں زیادہ قوت پاتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس دنوں میں پڑھ لیا کرو۔ انہوں نے عرض کی: میں زیادہ قوت پاتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات دنوں میں پڑھ لیا کرو لیکن اس سے زیادہ نہیں کرنا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسلم کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

1389 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَاقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ، فَنَاقَصَنِي وَنَاقَصْتُهُ، فَقَالَ صُمْ يَوْمًا، وَأَفْطِرْ يَوْمًا، قَالَ عَطَاءٌ: وَاخْتَلَفْنَا عَنْ أَبِي، فَقَالَ بَعْضُنَا: سَبْعَةَ أَيَّامٍ، وَقَالَ بَعْضُنَا: خَمْسًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''ہر مہینے میں تین دن روزے رکھ لیا کرو اور ایک مہینے میں پورا قرآن پڑھ لیا کرو''۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کمی کرتے رہے اور میں مزید کمی کی گزارش کرتا رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور ایک دن نہ رکھا کرو۔

عطاء کہتے ہیں: ہم نے (میرے والد) کے حوالے سے روایت نقل کرنے میں اختلاف کیا ہے بعض نے سات دنوں کا ذکر کیا ہے اور بعض نے پانچ دنوں کا ذکر کیا ہے۔

1390 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، أَخْبَرَنَا قَتَادَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فِي كَمْ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ: فِي شَهْرٍ، قَالَ: إِنِّي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ، يُرَدِّدُ الْكَلَامَ أَبُو مُوسَى، وَتَنَاقَصَهُ حَتَّى قَالَ: اقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ، قَالَ: إِنِّي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ، قَالَ: لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَهُ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں کتنے عرصے میں پورا قرآن پڑھ لیا کروں۔؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مہینے میں، انہوں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی قوت رکھتا ہوں اس کے بعد ابوموسیٰ نامی راوی نے ان کلمات کا ذکر کیا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مسلسل زیادہ مہلت دینے کا ذکر کرتے رہے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سات دن میں اسے پڑھ لیا کرو انہوں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ قوت رکھتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے تین دن میں اسے پڑھ لیا اس نے اسے سمجھا ہی نہیں۔

1391 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَطَّانُ، خَالُ عِيسَى بْنِ شَاذَانَ، اَخْبَرَنَا اَبُوْ دَاوُدَ، اَخْبَرَنَا الْحَرِيشُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأِ الْقُرْآنَ فِيْ شَهْرٍ. قَالَ: اِنَّ بِيْ قُوَّةً. قَالَ: اقْرَأْهُ فِيْ ثَلَاثٍ. قَالَ اَبُوْ عَلِيٍّ: سَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ يَعْنِيْ ابْنَ حَنْبَلٍ، يَقُوْلُ: عِيسَى بْنُ شَاذَانَ كَيِّسٌ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ایک مہینے میں پورا قرآن پڑھ لیا کرو انہوں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے تین دن میں مکمل کر لیا کرو۔

ابوعلی نامی راوی کہتے ہیں: میں نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے عیسیٰ بن شاذان نامی راوی بہت سمجھدار ہے۔

بَابُ تَحْزِيبِ الْقُرْآنِ

باب: قرآن کے جزء بنانا

1392 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ فَارِسٍ، اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ، اَخْبَرَنَا يَحْيٰى بْنُ اَيُّوْبَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، قَالَ: سَاَلَنِيْ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، فَقَالَ لِيْ: فِيْ كَمْ تَقْرَاُ الْقُرْآنَ؟ فَقُلْتُ: مَا اُحَزِّبُهُ، فَقَالَ لِيْ نَافِعٌ: لَا تَقُلْ: مَا اُحَزِّبُهُ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَرَاْتُ جُزْءًا مِنَ الْقُرْآنِ. قَالَ: حَسِبْتُ اَنَّهُ ذَكَرَهُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ

ابن ہاد کہتے ہیں: نافع بن جبیر نے مجھ سے دریافت کیا: تم کتنے عرصے میں قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: میں نے اس کا کوئی باقاعدہ حصہ مقرر نہیں کیا' تو نافع نے مجھ سے کہا: تم یہ نہ کہو کہ میں نے اس کا کوئی باقاعدہ حصہ مقرر نہیں کیا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے قرآن کے ایک جزء کی تلاوت کی۔

راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی تھی۔

1393 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، اَخْبَرَنَا قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ، اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَالِدٍ، وَهٰذَا لَفْظُهُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْلٰى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ، عَنْ جَدِّهِ - قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ فِيْ حَدِيْثِهِ: اَوْسُ بْنُ حُذَيْفَةَ - قَالَ: قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

1391- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن. حريش بن سليم روى عنه جمع من الثقات ووثقه ابو داود الطيالسي، وذكره ابن حبان في "الثقات" وقال الذهبي في "المغني": صدوق، وانفرد ابن معين بقوله: ليس بشيء، وباقي رجاله ثقات. ابو داود: هو سليمان بن داود الطيالسي، وخيثمة: هو ابن عبد الرحمٰن الجعفي. واخرجه الطبراني في "الاوسط" (7415)، وابو الشيخ في "طبقات المحدثين باصبهان" 5753/، وابو نعيم في "الحلية" 1224/ من طريق ابي داود الطيالسي، بهذا الاسناد. وقال ابو نعيم ومن قبله الدارقطني كما في "اطراف الغرائب" (3503): غريب من حديث طلحة. واخرجه البيهقي في "شعب الايمان" (2169)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ. قَالَ: فَنَزَلَتِ الْاَحْلَافُ عَلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ. وَاَنْزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي مَالِكٍ فِي قُبَّةٍ لَهُ - قَالَ مُسَدَّدٌ: وَكَانَ فِي الْوَفْدِ الَّذِينَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَقِيفٍ - قَالَ: كَانَ كُلَّ لَيْلَةٍ يَأْتِينَا بَعْدَ الْعِشَاءِ يُحَدِّثُنَا. - وَقَالَ اَبُو سَعِيدٍ: قَائِمًا عَلَى رِجْلَيْهِ حَتَّى يُرَاوِحَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ - وَاَكْثَرُ مَا يُحَدِّثُنَا مَا لَقِيَ مِنْ قَوْمِهِ مِنْ قُرَيْشٍ. ثُمَّ يَقُولُ: لَا سَوَاءَ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ مُسْتَذَلِّينَ. - قَالَ مُسَدَّدٌ بِمَكَّةَ - فَلَمَّا خَرَجْنَا اِلَى الْمَدِينَةِ كَانَتْ سِجَالُ الْحَرْبِ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ. نُدَالُ عَلَيْهِمْ وَيُدَالُونَ عَلَيْنَا. فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةً اَبْطَاَ عَنِ الْوَقْتِ الَّذِي كَانَ يَأْتِينَا فِيهِ. فَقُلْنَا: لَقَدْ اَبْطَاْتَ عَنَّا اللَّيْلَةَ. قَالَ: اِنَّهُ طَرَاَ عَلَيَّ جُزْئِي مِنَ الْقُرْآنِ. فَكَرِهْتُ اَنْ اَجِيءَ حَتَّى اُتِمَّهُ. قَالَ اَوْسٌ: سَاَلْتُ اَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُحَزِّبُونَ الْقُرْآنَ. قَالُوا: ثَلَاثٌ، وَخَمْسٌ، وَسَبْعٌ، وَتِسْعٌ، وَاِحْدٰى عَشْرَةَ، وَثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَحِزْبُ الْمُفَصَّلِ وَحْدَهُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ اَبِي سَعِيدٍ اَتَمُّ

❁❁ حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ ثقیف قبیلے کے وفد میں شامل ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے راوی بیان کرتے ہیں: حلیف افراد حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مہمان بن گئے اور بنو مالک کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبہ میں ٹھہرالیا۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: یہ صحابی اس وفد میں شامل تھے جو ثقیف قبیلے کا تھا اور وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: روزانہ رات کے وقت عشاء کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے اور ہمارے ساتھ بات چیت کرتے تھے۔

ابوسعید نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے کھڑے بات چیت کرتے تھے یہاں تک کہ طویل قیام کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک پاؤں پر وزن ڈالتے تھے اور کبھی دوسرے پر ڈالتے تھے زیادہ تر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بات چیت کرتے تھے وہ اس بارے میں ہوتی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم قریش کی طرف سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے۔

''صورت حال برابر نہیں تھی ہم پہلے کمزور تھے اور (بظاہر) کم تر حیثیت کے مالک تھے''۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: مکہ میں جب ہم نکل کر مدینہ منورہ آئے تو ہمارے اور ان کے درمیان جنگیں ہوئیں جن میں کبھی ہمارا پلڑا بھاری رہا کبھی ان کا پلڑا بھاری رہا۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخصوص وقت پر تشریف نہیں لائے جس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے ہم نے یہ سوچا کہ آج رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے ہیں (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے'

تو) آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن کے ایک مخصوص جزء کی تلاوت میں نہیں کر سکا تھا تو مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں اسے مکمل کرنے سے پہلے آؤں۔

اوس کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے دریافت کیا: آپ لوگوں نے قرآن کے حزب کس طرح بنائے ہیں؟ تو ان لوگوں نے کہا: تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ اور تیرہ اور مفصل کا حزب ایک ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوسعید نامی راوی کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

1394 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيرُ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَفْقَهُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص تین دن سے کم میں پورا قرآن پڑھتا ہے اس نے (قرآن کو) سمجھا ہی نہیں''۔

1395 - حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ حَبِيبٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمْ يُقْرَأُ الْقُرْآنُ؟ قَالَ: فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ قَالَ: فِي شَهْرٍ، ثُمَّ قَالَ: فِي عِشْرِينَ، ثُمَّ قَالَ: فِي خَمْسَ عَشْرَةَ، ثُمَّ قَالَ: فِي عَشْرٍ، ثُمَّ قَالَ: فِي سَبْعٍ، لَمْ يَنْزِلْ مِنْ سَبْعٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: قرآن کو کتنے عرصے میں پڑھا جانا چاہیے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چالیس دن میں' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ایک مہینے میں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بیس دن میں، پھر فرمایا: پندرہ دن میں، پھر فرمایا: دس دن میں، پھر فرمایا: سات دن میں' البتہ آپ ﷺ نے سات سے کم کے بارے میں اجازت نہیں دی۔

1396 - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ، قَالَا: أَتَى ابْنَ مَسْعُودٍ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنِّي أَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ، فَقَالَ: أَهَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ، وَنَثْرًا كَنَثْرِ الدَّقَلِ، لَكِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ النَّظَائِرَ السُّورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ، الرَّحْمَنَ وَالنَّجْمَ فِي رَكْعَةٍ، وَاقْتَرَبَتْ وَالْحَاقَّةَ فِي رَكْعَةٍ، وَالطُّورَ وَالذَّارِيَاتِ فِي رَكْعَةٍ، وَإِذَا وَقَعَتْ، وَنُونَ فِي رَكْعَةٍ، وَسَأَلَ سَائِلٌ وَالنَّازِعَاتِ فِي رَكْعَةٍ، وَوَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ وَعَبَسَ فِي رَكْعَةٍ، وَالْمُدَّثِّرَ وَالْمُزَّمِّلَ فِي رَكْعَةٍ، وَهَلْ أَتَى وَلَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي رَكْعَةٍ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَالْمُرْسَلَاتِ فِي رَكْعَةٍ، وَالدُّخَانَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ فِي رَكْعَةٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا تَأْلِيفُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَحِمَهُ اللَّهُ

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے کہا: میں مفصل (جزء) ایک رکعت میں تلاوت کر لیتا ہوں' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو تیزی سے شعر پڑھنے کی طرح ہو گیا' اور سوکھی کھجوروں کو بکھیرنے کی طرح ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جیسی دو سورتیں ایک رکعت میں پڑھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ نجم اور سورہ الرحمن ایک رکعت میں پڑھتے تھے، سورۃ اقترب اور سورۃ الحاقہ ایک رکعت میں پڑھتے تھے، سورۃ الطور اور سورۃ الذاریات ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور سورۃ اذا وقعت اور سورۃ نون ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور سورۃ المعارج اور سورۃ نازعات ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور سورۂ مطففین اور سورۂ عبس ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور سورۂ مدثر اور سورۂ مزمل ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور سورۂ دھر اور سورۂ قیامہ ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور نباء اور سورۂ مرسلات ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور سورۂ دخان اور سورۂ تکویر ایک رکعت میں پڑھتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مرتب کردہ (نسخے) کے مطابق ہیں۔

1397 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا وہ اس وقت بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص رات کے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کر لے' تو یہ دونوں اس کے لیے کافی ہوں گی''۔

شرح

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات میں سورت بقرہ کی آخری دو آیتیں یعنی

(اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّه وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِه وَكُتُبِه وَرُسُلِه لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِه وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ٥ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَه عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِه وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا

1397- اسناده صحيح. منصور: هو ابن المعتمر السلمي، وابراهيم: هو ابن يزيد النخعي. واخرجه البخاري (5008) و (5009) و (5040)، ومسلم (807) و (808)، وابن ماجه (1369)، والترمذي (3099)، والنسائي في "الكبرى" (7949) و (7951) و (7964) و (7965) و (7966) و (10486) و (10487) و (10488) و (10489) من طريقين عن ابراهيم بن يزيد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (17091)، و "صحيح ابن حبان" (781) و (2575). واخرجه البخاري (4008) و (5040) و (5051)، ومسلم (808)، وابن ماجه (1368)، والنسائي في "الكبرى" (7950) و (7951) و (7966) و (10488) و (10489) من طريق علقمة بن قيس النخعي، عن ابي مسعود، به. وهو في "مسند احمد" (17068).

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرۃ:285-286)

سے آخر تک پڑھتا ہے تو اس کے لئے وہ کافی ہیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 637)

کافی ہیں کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات میں ان آیتوں کے پڑھنے کی وجہ سے انسان وجنات کے شرارت وایذاء سے محفوظ رہتا ہے گویا یہ آیتیں اس کے لئے دافع شر وبلا ہو جاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ یہ دو آیتیں اس کے حق میں قیام لیل وعبادت وذکر کے لئے شب بیدار کا قائم مقام بن جاتی ہیں۔

سورت بقرہ کی فضیلت کا بیان

سورت بقرہ کی فضیلت بھی بہت زیادہ منقول ہے صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ہم میں سے جو شخص سورت بقرہ اور سورت آل عمران پڑھ لیتا تھا تو ہم اس کے مرتبہ باعتبار جاہ وعظمت کے بہت بلند ہو جاتا تھا چنانچہ اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو کہیں بھیجنا چاہتے تھے اس لشکر کے امیر کے تعین میں تردد پیدا ہو رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقررہ لشکر کے ہر فرد کو بلا کر اس سے پوچھتے تھے کہ تم قرآن کی کون سی سورت یاد رکھتے ہو؟ اسے جو سورت یاد ہوتی وہ بتا دیتا یہاں تک کہ نوبت ایک جوان تک پہنچی جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی دریافت فرمایا کہ تم قرآن کی کون سی سورت یاد رکھتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سوت اور سورت البقرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سورت بقرہ بھی یاد رکھتے ہو۔ اس نوجوان نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اس لشکر کے تم ہی امیر مقرر کئے گئے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں یہ روایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورت بقرہ کو اس کے حقائق ونکات کے ساتھ بارہ برس کے عرصہ میں پڑھا اور جس روز انہوں نے یہ سورت ختم کی اس دن ایک اونٹ ذبح کیا اور بہت زیادہ کھانا لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کھلایا۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 700)

اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے آٹھ برس تک اس سورت کو پڑھنے میں اپنے آپ کو منہمک رکھا۔ آٹھ برس کے بعد انہوں نے یہ سورت ختم کی غرضیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس سورت کو جو عظمت وفضیلت حاصل تھی وہ کسی اور سورت کو حاصل نہیں تھی۔ اس سورت کے مجرب خواص میں یہ ہے کہ جس موسم میں بچوں کو چیچک نکلتی ہے اس وقت جس بچے کی عافیت منظور ہو تو اس بچہ کو روبرو نہار منہ اس سورت کو تجوید کے ساتھ پڑھ کر اس پر دم کیا جائے وہ بچہ بھی نہار منہ ہونا چاہئے انشاء اللہ اس سال اس بچہ کو چیچک نہیں نکلے گی اگر نکلے گی بھی تو انجام بخیر ہو گا لیکن شرط یہ ہے کہ جس وقت اس سورت کو پڑھنا شروع کیا جائے تو اڑھائی پاؤ چاول اور اس پر دہی وکھانڈ ڈال کر اسے اسی مجلس میں کسی مستحق کو کھانے کے لئے دے دیا جائے۔

1398 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنَا عَمْرٌو، اَنَّ اَبَا سَوِيَّةَ، حَدَّثَهُ، اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ حُجَيْرَةَ، يُخْبِرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَنْ قَامَ بِعَشْرِ آيَاتٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ، وَمَنْ قَامَ بِمِائَةِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِينَ، وَمَنْ قَامَ بِأَلْفِ آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْمُقَنْطِرِينَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ابْنُ حُجَيْرَةَ الْأَصْغَرُ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص دس آیات کی تلاوت کرتا ہے اس کا شمار غافل لوگوں میں نہیں ہوتا جو شخص (نوافل میں) ایک سو آیات کی تلاوت کرتا ہے اس کا شمار عبادت گزاروں میں ہوتا ہے جو شخص ایک ہزار آیات (نوافل میں) تلاوت کرتا ہے اس کا شمار (بے پناہ ثواب حاصل کرنے والوں) میں کیا جاتا ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن حجیرہ اصغر کا نام عبداللہ بن عبدالرحمن بن حجیرہ ہے۔

1399 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَقْرِئْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: اقْرَأْ ثَلَاثًا مِنْ ذَوَاتِ الر، فَقَالَ: كَبُرَتْ سِنِّي، وَاشْتَدَّ قَلْبِي، وَغَلُظَ لِسَانِي، قَالَ: فَاقْرَأْ ثَلَاثًا مِنْ ذَوَاتِ حاميم، فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَقَالَ: اقْرَأْ ثَلَاثًا مِنَ الْمُسَبِّحَاتِ، فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَقْرِئْنِي سُورَةً جَامِعَةً، فَأَقْرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ حَتَّى فَرَغَ مِنْهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا أَزِيدُ عَلَيْهَا أَبَدًا، ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ مَرَّتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن پڑھائیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ''الر'' سے شروع ہونے والی تین سورتوں کو سیکھ لو۔ اس نے کہا: میری عمر زیادہ ہوگئی ہے ذہن کمزور ہوگیا ہے زبان موٹی ہوگئی ہے (اس لیے انہیں سیکھنا مشکل ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ''حٰم'' سے شروع ہونے والی تین سورتیں سیکھ لو۔ اس نے پھر یہی بات کہی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سبح سے شروع ہونے والی تین سورتیں سیکھ لو۔ اس نے پھر یہی بات کہی۔ اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی جامع سورت سکھادیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ سورت سکھائی۔

''اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا''

یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ پوری پڑھائی اس شخص نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے میں اس میں کبھی کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ پھر وہ شخص چلا گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا: اس چھوٹے سے آدمی نے کامیابی حاصل کر لی۔

بَابٌ فِي عَدَدِ الْآيِ

باب: آیتوں کی تعداد

1400 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا قَتَادَةُ، عَنْ عَبَّاسٍ الْجُشَمِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سُورَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً، تَشْفَعُ لِصَاحِبِهَا حَتَّى يُغْفَرَ لَهُ: تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''قرآن کی تیس آیات والی ایک سورت ہے' جو اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اس کی مغفرت ہو جائے گی وہ سورت یہ ہے: تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ''۔

سورہ ملک کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص نے اپنا خیمہ قبر پر کھڑا کرلیا مگر انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے چنانچہ ناگہاں انہوں نے سنا کہ اس (قبر) میں ایک شخص تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس نے وہ سورت ختم کی اس کے بعد خیمہ کھڑا کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورت ملک منع کرنے والی اور نجات دینے والی ہے یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو اللہ کے عذاب سے چھٹکارا دلاتی ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 664)

جہاں یہ احتمال ہے کہ خیمہ کھڑا کرنے والے نے اس قبر میں مردے کو سورت ملک پڑھتے ہوئے نیند کی حالت میں سنا ہو وہیں یہ احتمال بھی ہے کہ جاگنے کی حالت میں سنا ہو بلکہ زیادہ صحیح یہی ہے۔ سورت ملک منع کرنے والی ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے یا گناہوں سے جو کہ عذاب قبر کا باعث بنتے ہیں بچانے والی ہے یا یہ کہ اپنے پڑھنے والے کو اس بات سے محفوظ رکھتی ہے کہ اسے یوم حشر میں کوئی اذیت و رنج نہ پہنچے۔

سورہ ملک اور سورہ یاسین کی فضیلت کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھیں اس طرح کہ پہلے دو رکعتوں میں قل یا ایھا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھے اور اس کے بعد دو رکعتوں میں تبارک الذی اور الم تنزیل السجدہ تو اس کے لئے چار رکعتوں کا ثواب ایسی چار رکعتوں کے ثواب کے برابر لکھا جاتا ہے جو لیلۃ القدر میں پڑھی جائیں اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے مغرب و عشاء کے درمیان سورت تبارک الذی اور الم تنزیل السجدہ پڑھی تو گویا اس نے لیلۃ القدر میں شب بیداری کی۔

ایک اور روایت میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص نے رات میں الم تنزیل السجدہ اور تبارک الذی پڑھی اس کے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کی ستر برائیاں دور کی جاتی ہیں اور اس کے ستر درجات بلند کئے جاتے ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے رات میں الم تنزیل السجدہ اور تبارک الذی پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے لیلۃ القدر کے ثواب کی مانند ثواب لکھتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 702)

ابن خریس، ابن مردویہ اور بیہقی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تورات میں سورت یٰس کا نام معمہ رکھا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا وآخرت کی تمام نیکیوں اور بھلائیوں پر مشتمل ہے اپنے پڑھنے والے سے دنیا وآخرت کی مصیبت دفع کرتی ہے اور اس سے آخرت کی ہولنا کی دور کرے گی۔ اور اس کا نام رافعہ یا (دافعہ)، خافضہ یا (قاضیہ) بھی رکھا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورت مومنین کو بلند مرتبہ بناتی ہے اور کافروں کو پست کرتی ہے نیز اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی دفع کرتی ہے اور اس کی ہر حاجت پوری کرتی ہے جو شخص اسے پڑھتا ہے تو وہ اس کے حق میں بیس حج کے برابر ہوتی ہے جو شخص اسے سنتا ہے تو وہ اس کے حق میں ایسے دینار کے برابر ہوتی ہے جسے وہ اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) خرچ کرے اور جو شخص اسے لکھ کر پیتا ہے تو وہ اس کے پیٹ میں ہزار دوائیں، ہزار نور، ہزار برکتیں اور ہزار رحمتیں داخل کرتی ہے اور اس میں سے ہر کینہ اور ہر دکھ درد نکال باہر کرتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں اور دوست رکھتا ہوں کہ سورت یٰس میری امت کے ہر فرد بشر کے دل میں ہو (یعنی ہر شخص کو یاد ہو) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر رات میں سورت یٰس پڑھنے پر مداومت کی (یعنی وہ روزانہ رات میں اسے پڑھتا رہے) اور پھر وہ مر جائے تو اسے شہادت کی موت نصیب ہوتی ہے۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دن کے ابتدائی حصہ میں سورت یٰس پڑھی اس کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص سورت یٰس صبح کے وقت پڑھتا ہے اسے شام تک اس دن کی آسانیاں عنایت کی جاتی ہیں اور جس شخص نے شب کے ابتدائی حصہ میں اس کو پڑھا اسے صبح تک اس رات کی آسانیاں عطا کی جاتی ہیں۔

بیہقی نے حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ سے جو جلیل القدر تابعین میں سے ہیں ان کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے سورت یٰس پڑھی اس کی مغفرت کی جاتی ہے جس شخص نے یہ سورت بھوک کی حالت میں پڑھی وہ سیر ہو جاتا ہے جس شخص نے اس حالت میں پڑھی کہ وہ راستہ بھول گیا ہے تو اپنا راستہ پالیتا ہے جس شخص نے اس حالت میں پڑھی کہ اس کا جانور جاتا رہا تو وہ اپنا جانور پالیتا ہے جس شخص نے کھانے کے وقت اس حالت میں پڑھی کہ اسے کھانے کی کمی کا خوف ہے تو اس کا کھانا کافی ہو جاتا ہے جس شخص نے اسے میت یا قریب المرگ کے پاس پڑھا تو اس میت یا قریب المرگ پر آسانی ہو جاتی ہے جس شخص نے اسے کسی ایسی عورت پر پڑھا جو ولادت کی شدید تکلیف میں مبتلا ہے تو اس کے لئے ولادت میں آسانی کر دی جاتی ہے اور جس شخص نے یہ سورت پڑھی اس نے گویا پورا قرآن گیارہ مرتبہ پڑھا اور یاد رکھو ہر چیز کا دل ہوتا ہے قرآن کا دل سورت یٰس ہے۔

مقبری کہتے ہیں کہ اگر کسی قسم کا کوئی خوف ہو حکومت وقت کا کوئی ناقابل برداشت یا غلط مطالبہ ہو کسی دشمن کی طرف سے ایذاء

رسائی کا اندیشہ ہو تو سورت یٰس پڑھو انشاء اللہ اس کی برکت کی وجہ سے تم ہر قسم کے خوف و اندیشہ سے محفوظ رہو گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس نے جمعہ کے دن سورت یٰس اور والصافات پڑھی اور پھر اللہ سے کوئی چیز مانگی تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عنایت فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز سے فارغ ہونا اس بات سے پہچانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ آیت (سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ) (الصافات:180) آخر آیت تک پڑھتے تھے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز کے بعد یہ آیت (سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ) (الصافات:180) آیت تک تین مرتبہ پڑھی تو بلاشک اس نے پورے پیمانہ کے ساتھ (یعنی بھرپور) ثواب حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے کہ جس شخص کے لئے یہ بات خوش کن ہو کہ وہ قیامت کے روز بھرپور ثواب کا حق دار ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی مجلس کے آخر میں جب کہ وہ اٹھنے کا ارادہ کرے یہ آیت یعنی سبحان ربک الخ پڑھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سبع طول (یعنی وہ سات بڑی سورتیں جو ابتداء قرآن میں مذکور ہیں) تورات کی جگہ دی ہیں۔ الرآت سے طواسین تک انجیل کی جگہ دی ہیں طواسین اور حامیمون کے درمیان کی سورتیں زبور کی جگہ دی ہیں اور حامیمون سے وہ مفصل (قرآن کی آخری سورتوں) کے ذریعہ مجھے امتیاز و فضیلت بخشی ہے مجھ سے پہلے کسی نبی نے ان سورتوں کو نہیں پڑھا (یعنی ان سورتوں کے مضامین صرف مجھے ہی عنایت فرمائے گئے ہیں اور کسی نبی کو اس سے سرفراز نہیں کیا گیا ہے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا خلاصہ ہوا کرتا ہے قرآن کا خلاصہ حامیمون ہیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع منقول ہے کہ حامیمون جنت کے باغات میں سے باغ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حامیمون سات ہیں یعنی ایسی سورتوں کی تعداد سات ہے جن کے شروع میں حم ہے اور دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں ان میں سے ہر حم قیامت میں دوزخ کے ہر دروازے پر کھڑی رہے گی اور ہر ایک عرض کرے گی کہ اے پروردگار! اس دروازے کے ذریعہ اس شخص کو دوزخ میں داخل نہ کر جو مجھ پر ایمان رکھتا تھا اور مجھ کو پڑھتا تھا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح ہر درخت کا پھل ہوتا ہے اسی طرح قرآن کا پھل حامیمون ہیں وہ باغ ہیں ارزانی کرنے والے، سیر کرنے والے، تجارت کی جگہ، لہٰذا جس شخص کو یہ بات پسندیدہ اور محبوب ہو کہ وہ جنت کے باغات میں خوشہ چینی کرے تو اسے چاہئے کہ وہ حامیمون پڑھے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک تبارک الذی اور حم السجدہ نہ پڑھ لیتے تھے سوتے نہیں تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کی شب میں حم الدخان اور یٰس پڑھتا ہے تو وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔ ایک دوسری روایت میں فرمایا ہے جو شخص جمعہ کی شب میں یا جمعہ کے دن حم الدخان پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے نیز ایک روایت یہ ہے جو شخص جمعہ کی رات میں سورت دخان پڑھتا ہے تو وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔ اور اس کا نکاح حور عین سے کیا جائے گا۔ اور جو شخص رات میں سورت دخان

پڑھتا ہے اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے الم تنزیل، یٰس اقتربت الساعۃ اور تبارک الذی پڑھی یہ سورتیں اس کے لئے نور ہوں گی اور شیطان وشرک سے پناہ بن جائیں گی نیز قیامت کے دن اس کے درجات بلند کئے جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر رات میں اقتربت الساعۃ پڑھے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کا منہ چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن ہوگا۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورت اذا وقعت اور رحمن پڑھنے والا زمین وآسمان میں رہنے والوں کے درمیان ساکن الفردوس کے نام سے پکارا جاتا ہے یعنی وہ خوش نصیب جنت الفردوس میں کہ جو سب سے اعلیٰ جنت ہے رہے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورت الواقعہ سورت الغنی ہے لہٰذا اسے پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ اسے اپنی بیویوں کو سکھلاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ عورتوں سے کہا کرتی تھیں کہ تم میں سے کسی کو سورت واقعہ پڑھنے سے کوئی چیز روک نہ دے۔

منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ وہ جب سونے کے لئے اپنے بستر پر جائے تو سورت حشر پڑھے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگے اور پھر تین مرتبہ سورت حشر کا آخری حصہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجتا ہے جو اس شخص سے جن وانس کے شیاطین کو دور رکھتے ہیں اگر وہ یہ رات میں پڑھتا ہے تو وہ فرشتے ان شیاطین کو شام تک دور رکھتے ہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے سورت حشر کی آخری آیتیں دن میں یا رات میں پڑھیں اور اس دن میں یا رات میں مر گیا تو اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات کو پسندیدہ اور محبوب رکھتا ہوں کہ میری امت کے ہر فرد و بشر کے دل میں تبارک الذی ہو (یعنی ہر شخص کو یہ سورت یاد ہو) اور حضرت عکرمہ بن سیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اسماعیل کے سامنے قرآن پڑھا جب میں سورت والضحیٰ پر پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ سورت والضحیٰ کے بعد آخر تک ہر سورت کے ختم ہونے کے بعد اللہ اکبر کہو اس لئے کہ جب میں نے حضرت عبداللہ بن کثیر کے سامنے قرآن کریم پڑھا اور میں سورت والضحیٰ پر پہنچا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس سورت کے بعد قرآن کریم کے آخر تک ہر سورت کے ختم ہونے کے بعد اللہ اکبر کہو، نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس بات کا حکم دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے اس بات کا حکم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دیا اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا زلزلت آدھے قرآن کے برابر ہے والعادیات بھی آدھے قرآن کے برابر ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات میں ہزار آیتیں پڑھا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ ہنستا ہوگا عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہزار آیتیں پڑھنے کی طاقت کون رکھتا ہے آپ نے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر الہٰکم التکاثر آخر سورت تک پڑھے اور پھر فرمایا

کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! یہ سورت ہزار آیتوں کے برابر ہے۔

ابوالشیخ نے عظمت میں اور ابومحمد سمرقندی نے قل ھو اللہ احد کے فضائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ خیبر کے یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو نور حجاب سے آدم کو حماء مسنون یعنی سڑی ہوئی کیچڑ سے ابلیس کو شعلہ آگ سے آسمان کو دھوئیں سے اور زمین کو پانی کے جھاگ سے پیدا کیا لہٰذا اب آپ اپنے رب کے بارہ میں بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کس چیز سے پیدا ہوا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا، تا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس یہ سورت یعنی قل ھو اللہ احد لائے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد آپ ان سے کہہ دیجئے اللہ ایک ہے نہ اس کے اصول ہیں نہ فروع اور نہ اس کا کوئی شریک ہے اللہ الصمد اللہ تعالیٰ بالکل بے پرواہ اور مستغنی ہے نہ تو وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ اسے کسی چیز کی حاجت وضرورت ہے یہ ساری سورت آپ نے پڑھ کر سنا دی، چنانچہ اس سورت میں نہ جنت کا ذکر ہے اور نہ دوزخ کا نہ حلال چیزوں کا ذکر ہے اور نہ حرام کا بلکہ اس سورت کو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ لہٰذا یہ سورت خاص طور پر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ یعنی اس سورت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات اور وحدانیت کی حقیقت بتائی ہے اس لئے جس شخص نے اس سورت کو تین مرتبہ پڑھا گویا اس نے تمام وحی یعنی پورا قرآن پڑھ لیا، جس شخص نے اس سورت کو تیس مرتبہ پڑھا ہو اس دن میں دنیا میں کوئی شخص اس کی فضیلت کے برابر نہیں ہوگا علاوہ اس شخص کے جس نے اس سے بھی زیادہ پڑھا ہو جس شخص نے اس سورت کو دوبار پڑھا ہو وہ جنت الفردوس میں رہے گا اور جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اسے تین مرتبہ پڑھے تو اس سے فقر ومحتاجگی دور رہتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح گزاری کہ تمام رات صبح تک اس سورت کو بار بار پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے قل ھو اللہ احد پڑھی اس نے گویا تہائی قرآن پڑھا ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے سورت اخلاص کو دوسو مرتبہ پڑھا اس کے دوسو برسوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (یعنی اس کے بہت ہی زیادہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں) اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے قل ھو اللہ احد پچاس مرتبہ پڑھی اس کے پچاس برس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر روز دو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی اس کے لئے ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس سے پچاس برس کے گناہ دور کئے جاتے ہیں الا یہ کہ اس پر دین کوئی قرض ہو۔

ابن سعید، ابن خریس، ابویعلیٰ اور بیہقی دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام میں تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ! معاویہ ابن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ (صحابی) کا انتقال ہو گیا ہے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! چنانچہ حضرت جبرائیل نے اپنا بازو زمین پر مارا جس سے ان کے لئے ہر چیز پست ہو کر زمین کی سطح سے مل گئی یہاں تک کہ معاویہ کا جنازہ بلند ہو کر سامنے نظر آنے لگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ فرشتوں کی دو صفوں میں پڑھی اور ہر صف میں چھ

لاکھ فرشتے تھے۔ حضرت جبرائیل نے کہا کہ قل ھو اللہ احد کے پڑھنے نے وہ اس سورت کو ہر وقت کھڑے بیٹھے آتے جاتے اور سوتے (یعنی لیٹے لیٹے) پڑھا کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تبوک میں تھے ایک دن آفتاب طلوع ہوا تو اس میں ایسی روشنی وشعاع اور ایسا نور تھا کہ ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی اس روشنی ونور کے بارہ میں اظہار تعجب ہی فرما رہے تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل تشریف لے آئے ان سے پوچھا کہ سورج کے لئے ایسا کیا سبب پیش آیا کہ میں اس کو ایسی روشنی ونور کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کہ پہلے کبھی اس طرح طلوع ہوتے نہیں دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ آج مدینہ میں معاویہ ابن معاویہ لیثی کا انتقال ہو گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ستر ہزار فرشتے بھیجے تا کہ وہ ان نماز جنازہ پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبرائیل! اس فضیلت وکرامت کا سبب کیا ہے۔

حضرت جبرائیل نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قل ھو اللہ احد بہت زیادہ پڑھتے تھے کھڑے بیٹھے چلتے اور دن ورات کے دوسرے اوقات میں اس سورت کو بہت زیادہ پڑھتے تھے کیونکہ یہ سورت آپ کے رب کی نسبت ہے جو شخص اس سورت کو پچاس مرتبہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس ہزار درجے بلند کرتا ہے اور اس سے پچاس ہزار برائیاں دور کرتا ہے نیز اس کے لئے پچاس ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور جو شخص اس سے بھی زیادہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے پھر جبرائیل نے کہا کہ کیا میں آپ کے لئے زمین سمیٹ لوں تا کہ آپ ان کی نماز جنازہ پڑھ سکیں؟ آپ نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جن کو جو شخص تکمیل ایمان کی خاطر اختیار کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہوگا اور جس بھی حور عین سے چاہے گا نکاح کرے گا۔ (۱) اپنے قاتل کو معاف کرے (۲) دین خفیہ ادا کرے (۳) ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے۔ (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی اختیار کرے گا تو مذکورہ بالا ثواب سعادت کا حقدار ہوگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص روزانہ پچاس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو اسے قیامت کے دن اس کی قبر سے اس طرح بلایا جائے گا کہ "اے اللہ کے مدح کرنے والے جنت میں داخل ہو جا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب وہ کھانے سے فارغ ہو تو قل ھو اللہ احد پڑھ لے نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت قل ھو اللہ احد پڑھتا ہے تو نہ صرف یہ کہ اس کے گھر والوں سے بلکہ ہمسایوں سے بھی فقر ومحتاجگی دور ہوتی ہے ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن حضرت جبرائیل بڑی اچھی صورت میں شاداں وفرحاں میرے پاس ائے اور کہنے لگے کہ اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہر ذات کے لئے سلسلہ نسب ہوتا ہے میرا نسب قل

ہو اللہ احد ہے۔ لہٰذا آپ کی امت میں سے جو شخص میرے پاس اس حال میں آئے گا کہ اس نے کبھی قل ہو اللہ احد ہزار بار پڑھی ہو گی تو میں اسے اپنا نشان عطا کروں گا۔ اسے اپنے عرش کے قریب رکھوں گا اور ایسے ستر آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کروں گا جو مستوجب عذاب ہوں گے اور اگر میں نے اپنے اوپر یہ واجب نہ کر لیا ہوتا کہ آیت (کل نفس ذائقۃ الموت (یعنی میں نے یہ کلیہ نہ بنا دیا ہوتا کہ ہر جاندار موت کا مزہ ضرور چکھے گا) تو میں اس کی روح قبض نہ کرتا۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص نماز جمعہ کے بعد قل ہو اللہ احد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سات سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے دوسرے جمعہ تک برائیوں سے پناہ میں رکھتا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ جس شخص نے قل ہو اللہ احد ہزار مرتبہ پڑھی تو اس کا یہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس بات سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے کہ وہ فی سبیل اللہ (یعنی جہاد میں) ایک ہزار گھوڑے مع لگام و زین کے دے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص قل ہو اللہ احد پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گوشت کو آگ پر حرام کر دیتا ہے، نیز کعب احبار رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جو شخص روزانہ رات و دن میں دس بار قل ہو اللہ احد اور آیۃ الکرسی پڑھنے پر مواظبت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو وہ عطا فرماتا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جس شخص نے اس سورت کو ہزار مرتبہ پڑھا اس نے اپنا نفس اللہ تعالیٰ سے خرید لیا یعنی وہ آگ سے محفوظ ہو گیا، اسی طرح ایک روایت میں یوں ہے کہ جو شخص اس سورت کو دو سو مرتبہ پڑھتا ہے تو اسے پانچ سو برس کی عبادت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں منقول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس میں کلی کی پھر اسے اپنے گھر میں لے گئے اور اس پانی کو ان کے گریبان میں اور ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان چھڑکا نیز قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر انہیں اللہ کی پناہ میں دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے فجر کی نماز کے بعد کسی سے بات چیت کرنے سے پہلے ستر مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی تو اس دن اس کی طرف سے پچاس صدیقین کے عمل اوپر پہنچائے جاتے ہیں۔

بَابُ تَفْرِيعِ اَبْوَابِ السُّجُوْدِ، وَكَمْ سَجْدَةً فِي الْقُرْآنِ

باب: سجدہ تلاوت کے متعلق ابواب نیز قرآن میں کتنے سجدے ہیں؟

1401 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ الْبَرْقِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ، اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سَعِيدٍ الْعُتَقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُنَيْنٍ، مِنْ بَنِي عَبْدِ كُلَالٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَهُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِي الْقُرْآنِ، مِنْهَا ثَلَاثٌ فِي الْمُفَصَّلِ، وَفِي سُورَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَانِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدَى عَشْرَةَ سَجْدَةً وَاِسْنَادُهُ وَاهٍ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرآن مجید میں پندرہ سجدہ تلاوت سکھائے تھے جن میں سے تین مفصل سورتوں میں ہے اور سورہ الحج میں دو سجدے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات منقول ہے: قرآن میں گیارہ سجدہ تلاوت ہیں البتہ اس کی سند کمزور ہے۔

1402 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، اَنَّ مِشْرَحَ بْنَ هَاعَانَ اَبَا الْمُصْعَبِ حَدَّثَهُ، اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: قُلْتُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَفِي سُورَةِ الْحَجِّ سَجْدَتَانِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْهُمَا، فَلَا يَقْرَاْهُمَا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! کیا سورہ الحج میں دو سجدے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں اور جو شخص یہ دو سجدے نہیں کرتا وہ ان دونوں کی تلاوت نہ کرے۔

سجود تلاوت کی آیات کی تعداد میں فقہی مذاہب اربعہ

ائمہ کے ہاں اس بات پر اختلاف ہے کہ قرآن کریم میں کل کتنی آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے یا سننے سے ایک سجدہ تلاوت

1402- حسن بطرقه وشواهده، دون قوله: "ومن لم يسجدها فلا يقرأهما." ابن وهب: هو عبد الله بن وهب بن مسلم، وابن لهيعة: هو عبد الله. واخرجه الترمذي (585) من طريق قتيبة، عن ابن لهيعة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (17364). واخرجه ابو عبيد في "فضائل القرآن" ص249، والطبراني في "الكبير" 17/(846)

واجب ہوجاتا ہے۔ حضرت امام احمد نے اس حدیث کے مطابق کہا ہے کہ ایسی آیتیں پندرہ ہیں جن کی تفصیل اوپر بیان کی گئی ہے چنانچہ انہوں نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آیت سجدہ کی تعداد چودہ ہے۔ اس طرح کہ سورہ حج میں تو دو سجدے ہیں اور سورہ ص میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آیت سجدہ کی تعداد گیارہ ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ سورہ ص، سورۂ نجم، سورۂ انشقت اور سورۂ اقرا میں سجدہ نہیں ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم بھی یہی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کل سجدوں کی تعداد چودہ ہے اس طرح کہ سورہ حج میں دو سجدے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی سجدہ ہے جو دوسرے رکوع میں ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عمرو ابن العاص کی یہ حدیث جس سے سجدوں کی تعداد پندرہ ثابت ہوتی ہے ضعیف ہے اور اس کو دلیل بنانا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس کے بعض راوی مجہول ہیں۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ السُّجُوْدَ فِي الْمُفَصَّلِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت نہیں ہے

1403 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ الْقَاسِمِ، - قَالَ مُحَمَّدٌ رَاَيْتُهُ بِمَكَّةَ - حَدَّثَنَا اَبُوْ قُدَامَةَ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْجُدْ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ مُنْذُ تَحَوَّلَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد مفصل جزء میں سے کسی بھی جگہ سجدہ تلاوت نہیں کیا۔

1404 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَرَاْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ، فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا.

⊛⊛ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورہ نجم کی تلاوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سجدہ تلاوت نہیں کیا۔

1405 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ صَخْرٍ، عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ: كَانَ زَيْدٌ الْاِمَامَ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت زید رضی اللہ عنہ (اپنے محلے یا علاقے کی قوم کے) امام تھے وہ اس مقام پر سجدہ تلاوت نہیں کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ رَاٰی فِیهَا السُّجُوْدَ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: ان میں سجدہ تلاوت ہے

1406 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ سُوْرَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ فِیْهَا، وَمَا بَقِیَ اَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ اِلَّا سَجَدَ، فَاَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ کَفًّا مِنْ حَصًی - اَوْ تُرَابٍ -، فَرَفَعَهُ اِلٰی وَجْهِهِ، وَقَالَ: یَکْفِیْنِیْ هٰذَا. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَلَقَدْ رَاَیْتُهُ بَعْدَ ذٰلِکَ قُتِلَ کَافِرًا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم کی تلاوت کی تو اس میں سجدہ تلاوت کیا حاضرین میں موجود تمام افراد نے سجدہ تلاوت کیا صرف ایک شخص نے کچھ کنکریاں یا مٹی اپنی ہتھیلی میں لی اور اسے اپنے ماتھے تک بلند کیا اور یہ کہا میرے لیے یہی کافی ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بعد میں میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ کفر کے عالم میں قتل ہوا۔

بَابُ السُّجُوْدِ فِیْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ

باب: سورۂ انشقاق میں سجدہ تلاوت ہونا

1407 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسٰی، عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِیْنَاءَ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: سَجَدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ، وَاقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: اَسْلَمَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ سَنَةَ سِتٍّ عَامَ خَیْبَرَ، وَهٰذَا السُّجُوْدُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ آخِرُ فِعْلِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے سورۂ انشقاق اور سورۂ العلق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سجدہ تلاوت

1407- اسناده صحیح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدی، وسفیان: هو ابن عیینة. واخرجه مسلم (578)، وابن ماجه (1058)، والترمذی (580)، والنسائی فی "الکبری" (1041) من طرق عن سفیان، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (578) من طریق عبد الرحمٰن الاعرج، والترمذی (581)، والنسائی (1037) و (1038) من طریق ابی بکر بن عبد الرحمٰن، والنسائی (1040) من طریق محمد بن سیرین، ثلاثتهم عن ابی هریرة، به. ولفظ النسائی (1040): سجد ابو بکر وعمر رضی الله عنهما ومن هو خیر منهما - صلی الله علیه وسلم - فی (اذا السماء انشقت) و (اقرا باسم ربک الذی خلق). وهو فی "مسند احمد" (7371) و (7396)، و "صحیح ابن حبان" (2767).

کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سن چھ ہجری میں غزوہ خیبر کے سال مسلمان ہوئے تھے اور یہ سجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہیں۔

1408 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِي، حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنْ اَبِي رَافِعٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ اَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ: فَقَرَاَ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ، فَسَجَدَ، فَقُلْتُ: مَا هٰذِهِ السَّجْدَةُ؟ قَالَ: سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى اَلْقَاهُ

ابورافع بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں عشاء کی نماز ادا کی انہوں نے سورہ انشقاق کی تلاوت کی اور سجدہ تلاوت کیا میں نے دریافت کیا: یہ کون سا سجدہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس سورت میں سجدہ تلاوت کیا ہے تو میں اس وقت تک یہ سجدہ کرتا رہوں گا جب تک حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل نہیں جاتا (یعنی مرتے دم تک ایسا کرتا رہوں گا)

بَابُ السُّجُوْدِ فِي ص

باب: سورۃ ''ص'' میں سجدہ تلاوت ہونا

1409 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَيْسَ ص مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ، وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سورہ ''ص'' میں سجدہ تلاوت لازم نہیں ہے البتہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

1410 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ اَبِي هِلَالٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِي سَرْحٍ، عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّهُ قَالَ: قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ ص، فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ مَعَهُ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمٌ آخَرُ قَرَاَهَا، فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ تَشَزَّنَ النَّاسُ لِلسُّجُوْدِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا هِيَ تَوْبَةُ نَبِيٍّ، وَلٰكِنِّي رَاَيْتُكُمْ تَشَزَّنْتُمْ لِلسُّجُوْدِ، فَنَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدُوا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سورہ ''ص'' کی تلاوت کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کے مقام پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ تلاوت کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لوگوں نے بھی

1410- اسنادہ صحیح، ابن وھب: ھو عبداللہ القرشی، وابن ابی ھلال: ھو سعید اللیثی. اخرجہ الطحاوی فی "شرح معانی الآثار" 1/361، وابن حبان (2765)، والحاکم فی "المستدرک" 2/431-432، والبیھقی 2/318 من طریق ابن وھب، بھذا الاسناد. وروایۃ الطحاوی مختصرۃ بذکر السجود مطلقاً

سجدہ تلاوت کیا پھر ایک اور دن آپ ﷺ نے اس سورت کی تلاوت کی جب آپ ﷺ سجدے کے مقام پر پہنچے تو لوگ سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے لیکن نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ایک نبی کی توبہ کا واقعہ ہے لیکن میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم سجدہ کرنے کے لیے تیار ہو پھر آپ ﷺ منبر سے نیچے اترے آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ تلاوت کیا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَهُوَ رَاكِبٌ، وَفِي غَيْرِ الصَّلَاةِ

باب: جو شخص آیت سجدہ تلاوت کرتا ہے اور وہ سوار ہو یا نماز کی حالت کے علاوہ ہو (تو اسے کیا کرنا چاہیے)

1411 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ أَبُو الْجَمَاهِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَةً، فَسَجَدَ النَّاسُ كُلُّهُمْ، مِنْهُمُ الرَّاكِبُ وَالسَّاجِدُ فِي الْأَرْضِ، حَتَّى إِنَّ الرَّاكِبَ لَيَسْجُدُ عَلَى يَدِهِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر آیت سجدہ تلاوت کی تو تمام لوگوں نے سجدہ کیا ان میں سوار بھی شامل تھے اور زمین پر سجدہ کرنے والے بھی شامل تھے یہاں تک کہ سواروں نے اپنے ہاتھ پر (اشارے کے ساتھ) سجدہ کیا۔

1412 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ الْمَعْنَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّورَةَ - قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ: فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ اتَّفَقَا: - فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ، حَتَّى لَا يَجِدَ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے ایک سورت کی تلاوت کی۔

ابن نمیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نماز کے علاوہ تلاوت کی (اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں) تو آپ ﷺ نے سجدہ تلاوت کیا آپ ﷺ کے ساتھ ہم نے بھی سجدہ تلاوت کیا یہاں تک کہ ہم میں سے بعض لوگوں کو پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہیں ملی۔

1413 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ أَبُو مَسْعُودٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ، فَإِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَةِ كَبَّرَ، وَسَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَهُ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: وَكَانَ الثَّوْرِيُّ يُعْجِبُهُ هَذَا الْحَدِيثُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يُعْجِبُهُ لِأَنَّهُ كَبَّرَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمارے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے تھے جب آپ ﷺ سجدہ والی آیت پر پہنچتے تو آپ ﷺ تکبیر کہتے اور سجدے میں چلے جاتے آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی سجدہ

کرتے تھے۔

عبدالرزاق نامی راوی بیان کرتے ہیں: ثوری کو یہ روایت بہت پسند تھی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) انہیں یہ روایت اس لیے پسند تھی کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا سَجَدَ

باب: جب آدمی سجدہ تلاوت پڑھے تو اسے کیا کرنا چاہیے

1414- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِ الْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ، يَقُوْلُ فِي السَّجْدَةِ مِرَارًا: سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت (نوافل ادا کرتے ہوئے) سجدہ تلاوت میں سجدے کے دوران یہ پڑھتے تھے۔

"میرا چہرہ اس ذات کے سامنے سربسجود ہے جس نے اسے پیدا کیا۔ سماعت اور بصارت اپنی قوت اور طاقت کے ساتھ عطا کی"۔

بَابٌ فِيمَنْ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ بَعْدَ الصُّبْحِ

باب: جو شخص صبح کی نماز کے بعد آیت سجدہ تلاوت کرے (اسے کیا کرنا چاہیے)

1415- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا أَبُو بَحْرٍ، حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيُّ، قَالَ: لَمَّا بَعَثْنَا الرَّكْبَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي إِلَى الْمَدِيْنَةِ، قَالَ: كُنْتُ أَقُصُّ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَأَسْجُدُ، فَنَهَانِي ابْنُ عُمَرَ فَلَمْ أَنْتَهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ عَادَ، فَقَالَ: إِنِّي صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَلَمْ يَسْجُدُوا حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

⊛⊛ ابوتمیمہ ہجیمی بیان کرتے ہیں: جب سواروں کو بھیجا گیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یعنی مدینہ منورہ کی طرف بھیجا گیا' ابوتمیمہ کہتے ہیں: میں صبح کی نماز کے بعد وعظ کیا کرتا تھا' اور اس دوران سجدہ تلاوت کرلیا کرتا تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے منع کیا' لیکن میں باز نہیں آیا۔ ایسا تین مرتبہ ہوا پھر انہوں نے ارشاد فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی ہے لیکن یہ حضرات اس وقت تک سجدہ تلاوت نہیں کرتے تھے جب تک سورج نکل نہیں آتا تھا۔

شرح

رسول اللہ ﷺ نے یا تو آیت سجدہ کے ساتھ کچھ اور آیتیں بھی ملا کر پڑھی ہوں گی یا پھر محض آیت سجدہ بیان جواز کے لئے پڑھی ہوگی، کیونکہ حنفیہ کے مسلک کے مطابق صرف آیت سجدہ کی تلاوت کرنا خلاف استحباب ہے۔ "سواریوں والے اپنے ہاتھ ہی پر سجدہ کرتے تھے" کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی سواریوں مثلاً گھوڑے وغیرہ پر بیٹھے ہوئے تھے وہ اپنے ہاتھوں کو زین وغیرہ پر رکھ کر ان پر سجدہ کرتے تھے اس طرح انہیں حالت سجدہ میں زمین کی سی سختی حاصل ہو جاتی تھی۔ حضرت ابن ملک فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی آدمی گردن جھکا کر اپنے ہاتھوں پر سجدہ کرے تو اس کا سجدہ جائز ہو جائے گا اور یہی قول حضرت امام ابوحنیفہ کا ہے البتہ حضرت امام شافعی کا یہ قول نہیں ہے۔ ابن ملک نے حضرت امام اعظم کا جو یہ قول ذکر کیا ہے یہ ان کے مسلک میں غیر مشہور ہے۔

شرح منیہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی ہجوم و اژدہام کی وجہ سے اپنی ران پر سجدہ کرلے تو جائز ہوگا اسی طرح ران کے علاوہ کسی دوسرے عضو پر بھی سجدہ کرنا جائز ہے جب کہ اسے کوئی ایسا عذر پیش ہو جو سجدہ کرنے سے مانع ہو، بغیر عذر ایسا کرنا جائز نہ ہوگا نیز اگر کوئی آدمی اپنا ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کرلے تو اگر چہ اسے کوئی عذر نہ ہو یہ جائز ہے مگر مکروہ ہوا۔ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی بیمار ہو سجدے کی کوئی آیت پڑھے اور سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو تو اسے سجدے کا اشارہ کرلینا کافی ہوگا۔

بَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الْوِتْرِ

وتر سے متعلق فروعی ابواب

نماز وتر کے معنی ومفہوم اور حکم کا بیان

وتر (لفظ وتر میں واؤ کو زیر اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں مگر زیر کے ساتھ پڑھنا زیادہ مشہور ہے۔ (ہر اس نماز کو کہہ سکتے ہیں جس میں طاق رکعتیں ہوں مگر فقہا کے ہاں وتر اسی خاص نماز کو کہتے ہیں جس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے جو عام طور پر عشاء کے فوراً بعد ہی پڑھی جاتی ہے اور اس باب میں اسی نماز وتر کا بیان ہوگا۔

نماز وتر واجب ہے یا سنت نماز وتر کے سلسلہ میں ائمہ کے ہاں دو چیزوں میں اختلاف پایا جاتا ہے پہلی چیز تو یہ کہ آیا نماز وتر واجب ہے یا سنت؟ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ وتر کی نماز واجب ہے حضرت امام شافعی اور حضرت قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں کہ سنت ہے۔ نماز وتر کی ایک رکعت ہے یا تین رکعتیں علماء کے نزدیک دوسرا اختلاف یہ ہے کہ نماز وتر کی ایک رکعت ہے یا تین؟ حنفیہ کے ہاں وتر کی تین رکعتیں ہیں جب کہ اکثر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز وتر صرف ایک ہی رکعت ہے تاہم ان حضرات کے نزدیک بھی وتر کے لئے صرف ایک رکعت پڑھنا مکروہ ہے بلکہ ان حضرات کا کہنا ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا جائے اس کے بعد ایک وتر پڑھی جائے۔

نماز وتر کا طریقہ وتر کی نماز مغرب کی نماز کی طرح (حنفیہ کے مسلک کے مطابق) تین رکعت پڑھی جاتی ہے، اس کے پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو فرض نمازوں کا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ محض دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد دوسری سورت ملائی جاتی ہے جب کہ وتر کی نماز میں تینوں رکعتوں میں دوسری سورت پڑھنے کا حکم ہے اور تیسری رکعت میں دوسری سورت کے بعد دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ کانوں تک اٹھا کر (جس طرح کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھاتے ہیں) پھر باندھے جائیں اور بآواز آہستہ دعا قنوت پڑھی جائے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْوِتْرِ

باب: وتر کا مستحب ہونا

1416- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ، أَوْتِرُوا، فَإِنَّ اللَّهَ

وِتْرٌ، يُحِبُّ الْوِتْرَ.

❀❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے اہل قرآن! تم وتر ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے''۔

شرح

اللہ تعالیٰ وتر ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے، تنہا ہے اس کا کوئی مثل نہیں ہے اسی طرح اپنے افعال میں بھی وہ یکتا ہے کہ کوئی اس کا مددگار اور شریک نہیں ہے۔" وتر کو دوست رکھتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ وتر کی نماز پڑھنے والے کو بہت زیادہ ثواب سے نوازتا ہے اور اس کی اس نماز کو قبول فرماتا ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ، چونکہ اپنی ذات وصفات اور اپنے افعال میں یکتا وتنہا ہے کہ کوئی اس کا مثل، شریک اور مددگار نہیں اس لئے وہ طاق عدد کو پسند فرماتا ہے اور چونکہ وتر بھی طاق ہے اس لئے اس کو بھی پسند کرتا ہے اور اس کے پڑھنے والے کو بہت زیادہ ثواب کی سعادت سے نوازتا ہے۔

1417 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ الْأَبَّارُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، زَادَ: فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَا تَقُولُ؟ فَقَالَ: لَيْسَ لَكَ، وَلَا لِأَصْحَابِكَ

❀❀ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ایک دیہاتی نے عرض کی: آپ کیا فرمارہے ہیں' تو (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا شاید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: یہ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھیوں کے لیے نہیں ہے۔

1418 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَاشِدٍ الزَّوْفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُرَّةَ الزَّوْفِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ - قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ الْعَدَوِيُّ - خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ، وَهِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، وَهِيَ الْوِتْرُ، فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ

❀❀ حضرت خارجہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1416- صحیح لغیرہ، وهذا اسناد قوی من اجل عاصم- وهو ابن ضمرة- فهو صدوق لا باس به. عیسی: هو ابن یونس السبیعی، وزکریا: هو ابن ابی زائدة، وابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله. واخرجه ابن ماجه (1169)، والترمذی (456)، والنسائی فی "الکبری" (1388) من طریق ابی بکر بن عیاش، عن ابی اسحاق، بهذا الاسناد. وزاد ابن ماجه والترمذی قول علی: الا ان الوتر لیست بحتم کصلاتکم المکتوبة، ولکن رسول الله- صلّی الله علیه وسلم- اوتر، ثم ساق الحدیث. وقال الترمذی: هذا حدیث حسن. وهو فی "مسند احمد" (1262). ویشهد له حدیث ابن مسعود الآتی بعده. وحدیث ابی سعید الخدری عند الطبرانی فی "الاوسط" (1557) و (6014).

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں مزید ایک نماز عطا کی ہے' جو تمہارے لیے سرخ اونٹ (ملنے) سے بہتر ہے یہ وتر کی نماز ہے' اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے لیے عشاء کے بعد سے لے کر صبح صادق ہونے تک کے درمیانی وقت میں مقرر کیا ہے''۔

شرح

عرب میں اونٹ بہت قیمتی ہوتے ہیں اور عرب والوں کے لئے اموال میں یہ سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے رغبت دلانے کے لئے فرمایا کہ وتر کی نماز سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے گویا مراد یہ ہے کہ وتر کی نماز دنیا کی تمام متاع سے زیادہ بہتر ہے۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے اور اس کو عشاء کی نماز سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ لَّمْ يُوتِرْ

باب: جو شخص وتر ادا نہیں کرتا

1419 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الطَّالْقَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْعَتَكِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَّمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَّمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِتْرُ حَقٌّ، فَمَنْ لَّمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا

❁❁ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''وتر لازم ہیں جو شخص وتر ادا نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے، وتر لازم ہیں جو وتر ادا نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے، وتر لازم ہیں جو وتر ادا نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

1420 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي كِنَانَةَ يُدْعَى الْمُخْدَجِيَّ، سَمِعَ رَجُلًا بِالشَّامِ يُدْعَى أَبَا مُحَمَّدٍ، يَقُولُ: إِنَّ الْوِتْرَ وَاجِبٌ، قَالَ الْمُخْدَجِيُّ: فَرُحْتُ إِلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ عُبَادَةُ: كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللَّهُ عَلَى الْعِبَادِ، فَمَنْ جَاءَ بِهِنَّ لَمْ يُضَيِّعْ مِنْهُنَّ شَيْئًا اسْتِخْفَافًا بِحَقِّهِنَّ، كَانَ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَمْ يَأْتِ بِهِنَّ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ، وَإِنْ شَاءَ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ

❁❁ ابن محیریز بیان کرتے ہیں: بنو کنانہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص جسے مخدجی کہا جاتا تھا اس نے شام میں ابو محمد نامی ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وتر لازم ہے مخدجی بیان کرتا ہے میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

انہیں یہ بتایا تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو محمد نے غلط کہا ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پانچ نمازیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر مقرر کی ہیں جو شخص انہیں ادا کرے اور ان میں سے کسی بھی چیز کو ان کے حق کو کم سمجھتے ہوئے' ضائع نہ کرے تو اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عہد ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا' اور جو شخص انہیں بجا نہیں لاتا تو اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عہد نہیں ہوگا اگر وہ چاہے گا' تو اسے عذاب دے گا' اور اگر چاہے گا' تو اسے جنت میں داخل کردے گا''۔

بَابُ كَمِ الْوِتْرُ؟

باب: وتر کی رکعت کتنی ہیں؟

1421 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ، سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ، فَقَالَ بِاُصْبُعَيْهِ هٰكَذَا: مَثْنٰى مَثْنٰى، وَالْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی شخص نے نبی اکرم ﷺ سے رات کی نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کے ذریعے اس طرح اشارہ کر کے فرمایا: وہ دو' دو کر کے ادا کی جائے گی اور وتر رات کے آخری حصے میں ادا کی جانے والی ایک رکعت ہے۔

1422 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنِي قُرَيْشُ بْنُ حَيَّانَ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ وَائِلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ اَبِي اَيُّوبَ الْاَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُوتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُوتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُوتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ

❁❁ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''وتر ہر مسلمان پر لازم ہیں جو شخص پانچ وتر ادا کرنا چاہے وہ ایسا کرلے جو تین وتر ادا کرنا چاہے وہ ایسا کرلے اور جو شخص ایک وتر ادا کرنا چاہے وہ ایسا کرلے''۔

نماز وتر کی رکعات کی تعداد میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب کسی کو

1421- اسناده صحيح. همام: هو ابن يحيى الازدى العوذى، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسى. واخرجه مسلم (749) (148)، والنسائى فى "الكبرى" (1402) من طرق عن عبد الله بن شقيق، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (5759). واخرجه مسلم (752) و (753)، وابن ماجه (1175)، والنسائى (1400) و (1401) من طريق ابى مجلز لاحق بن حميد، ومسلم باثر (753) من طريق عبيد الله ابن عبد الله بن عمر، كلاهما عن ابن عمر. وهو فى "مسند احمد" (2836)، و"صحيح ابن حبان" (2625).

صبح ہونے کا اندیشہ ہونے لگے تو ایک رکعت پڑھ لے، یہ (ایک رکعت) پہلی پڑھی ہوئی نماز کو طاق کر دے گی۔"

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1230)

حدیث کے پہلے جزو کا مطلب یہ ہے کہ رات کو پڑھی جانے والی نفل نمازیں دو دو رکعت کر کے پڑھی جائیں چنانچہ حضرت امام شافعی، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد نے اس حدیث کے پیش نظر کہا ہے کہ افضل یہی ہے کہ رات میں نفل نمازیں اس طرح پڑھی جائیں کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے یعنی دو دو رکعت کر کے پڑھی جائیں۔ حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ رات کو نماز میں مشغول رہنے والا آدمی جب یہ دیکھے کہ رات ختم ہو رہی ہے اور صبح نمودار ہونے والی ہے تو وہ ان نمازوں کے بعد ایک رکعت پڑھ لے تاکہ یہ ایک رکعت پہلی پڑھی ہوئی نمازوں کو طاق کر دے، اس طرح یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی ایک ہی رکعت ہے۔

اور تین اور ایک بھی، اس لیے حضرت سفیان ثوری اور دیگر ائمہ نے تو پانچ کے عدد کو اختیار کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے تین کے عدد کو قبول کیا ہے اور حضرت امام شافعی نے ایک کے عدد کو اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ وتر کی ایک ہی رکعت ہے۔

امام طحاوی حنفی نے صل رکعة واحدة الخ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "ایک رکعت اس طرح پڑھے کہ اس سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے تاکہ یہ رکعت شفع یعنی اس ایک رکعت سے پہلے پڑھی گئی دونوں رکعتوں کو طاق کر دے۔ گویا ایک رکعت علیحدہ نہ پڑھی جائے بلکہ دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تو یہ کہیں ثابت ہی نہیں ہوتا کہ وتر کی ایک رکعت علیحدہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ پڑھی جائے" لہٰذا اس کے ذریعے وتر کی ایک رکعت ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

پھر وتر کی تین ہی رکعتیں ہونے کے سلسلہ میں حنفیہ کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوۃ بتیرا یعنی تنہا ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

جہاں تک صحابہ اور سلف کے عمل کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اکثر فقہا صحابہ اور سلف کا معمول وتر کی تین رکعتیں ہی پڑھنا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے ان کو تو اس سلسلے میں بہت زیادہ اہتمام تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت سعید بن مسیب کو وتر ایک رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ "کیسی ناقص نماز پڑھتے ہو؟ دو رکعت اور پڑھو ورنہ تمہیں سزا دوں گا۔ (نہایہ)

جامع ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے وتر کی تین رکعتیں نقل کی ہیں اور اسی کو عمران بن حصین، حضرت عائشہ، عبداللہ ابن عباس اور ابو ایوب کی طرف منسوب کیا ہے اور آخر میں انہوں نے صراحت کر دی ہے کہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت اسی طرف ہے۔

حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بارے میں موطا امام محمد میں مذکور ہے کہ ان کے نزدیک بھی وتر کی تین ہی

رکعتیں ہیں۔ حضرت امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ سلف کا اسی پر معمول تھا۔ (ہدایہ)

تین رکعت کی وتر صحابہ میں مشہور تھی، ایک رکعت کی وتر تو عام طور پر لوگ جانتے بھی نہ تھے چنانچہ حضرت معاویہ کو عبداللہ ابن عباس کے مولی نے ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا تو ان کو بہت تعجب ہوا انہوں نے حضرت عباس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ بیان کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ان کی وحشت وحیرت یہ کہہ کر ختم کر دی کہ معاویہ فقیہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہو چکے ہیں ان پر اعتراض نہ کرو۔ (صحیح البخاری)

بہر حال ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ وتر کی تین ہی رکعتیں ہیں جن احادیث سے وتر کی ایک رکعت ثابت ہوتی ہے وہ سب قابل تاویل ہیں۔ یا یہ کہ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی حالتوں کا ذکر ہے آخر فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تین ہی رکعت پر تھا جو صحابہ میں مشہور ہوا اور ظاہر ہے کہ امت کے لیے آپ کا وہی فعل حجت اور دلیل بن سکتا ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں عمل اختیار فرمایا ہو۔

حضرت انس بن سیرین سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر سے پوچھا کیا میں فجر کی دو رکعتوں میں قرأت لمبی کروں تو انہوں نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت کر کے نماز پڑھتے اور پھر آخر میں ایک رکعت وتر پڑھتے اور فجر کی دو رکعتیں اس وقت پڑھتے جب فجر کی اذان سنتے۔

اس باب میں حضرت عائشہ جابر فضل بن عباس ابو ایوب اور ابن عباس سے بھی روایت ہے کہ امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے اور بعض صحابہ اور تابعین کا اسی پر عمل ہے کہ دو رکعتوں اور تیسری رکعت کے درمیان فصل کرے اور تیسری رکعت وتر کی پڑھے امام مالک، شافعی، احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 448)

دعائے قنوت کو وتر میں رکوع سے پہلے پڑھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام حسن بن علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ کلمات سکھائے تا کہ میں انہیں وتر میں پڑھا کروں اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي اس باب میں حضرت علی سے بھی روایت ہے امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے ہم اسے صرف اسی سند یعنی ابو حورا سعدی کی روایت کے علاوہ نہیں جانتے ابو حورا کا نام ربیعہ بن شیبان ہے قنوت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایات میں سے اس سے بہتر روایت کا ہمیں علم نہیں اہل علم کا قنوت کے بارے میں اختلاف ہے عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ پورا سال قنوت پڑھے اور ان کے نزدیک قنوت کی دعا رکوع سے پہلے پڑھنا مختار ہے یہ بعض علماء کو بھی قول ہے سفیان ثوری، ابن مبارک، اسحاق اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے حضرت علی سے مروی ہے کہ وہ صرف رمضان کے دوسرے پندرہ دنوں میں رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے بعض اہل علم نے یہی مسلک اختیار کیا ہے امام شافعی اور احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 451)

وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ ہونے پر فقہی مذاہب اربعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک (رکوع کے بعد) دعاء قنوت پڑھی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مطلقاً فرض نمازوں میں یا یہ کہ رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کو ترک کر دیا)۔

(ابوداؤد، سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1264)

اکثر اہل علم یہی فرماتے ہیں کہ دعاء قنوت نہ تو فجر کی نماز میں مشروع ہے اور نہ وتر کے علاوہ کسی دوسری نماز میں، چنانچہ یہ حضرات اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ مذہب احناف کا ہے۔

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث بھی ہیں جو فرض نمازوں میں ترک قنوت پر دلالت کرتی ہیں، اہل علم اور محققین اس کی تفصیل مرقاۃ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہا اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز میں تو دعاء قنوت ہمیشہ پڑھنی چاہیے اور نمازوں میں کسی حادثے اور وبا کے وقت پڑھی جائے۔

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے اس باب میں حضرت علی انس ابوہریرہ ابن عباس اور خفاف بن ایماء بن رحصہ غفاری سے بھی روایت ہے۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں حضرت براء کی حدیث حسن صحیح ہے اہل علم کا فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے میں اختلاف ہے بعض صحابہ وتابعین فجر میں دعائے قنوت پڑھنے کے قائل ہیں امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں امام احمد اور اسحاق کہتے ہیں کہ صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھی جائے البتہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے لشکر کے لئے دعا کرے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 388)

بَابُ مَا يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ

باب: وتر میں کیا تلاوت کیا جائے

1423 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ الْأَبَّارُ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ، وَزُبَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَ(قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا) (آل عمران: 12)، وَاللَّهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ.

⊛⊛ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں سورۃ اعلیٰ، سورۃ الکفرون اور سورۃ الاخلاص کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

شرح

محقق علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ "حنفیہ نے آخری روایت یعنی دارمی کی نقل کردہ روایت پر عمل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا

ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حنفی حضرات وتر کی تیسری رکعت میں صرف قل ھو اللہ ہی پڑھتے ہیں۔ حنفی حضرات کے پیش نظر صرف یہی روایت نہیں بلکہ حضرت عائشہ ہی کی ایک دوسری روایت بھی ان کے مسلک کی دلیل ہے جس میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ تیسری رکعت میں قل ھو اللہ ہی پڑھتے تھے۔ جہاں تک حضرت عائشہ کی اس روایت کا تعلق ہے جو یہاں نقل کی گئی ہے اور جس سے وتر کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ کے علاوہ معوذتین (یعنی قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس) کا پڑھنا بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس پر حنفیہ اس لئے عمل نہیں کرتے کہ اول تو اس روایت کی سند میں ضعف ہے، نیز یہ کہ اس میں جو طریقہ ذکر کیا گیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی عادت کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تو یہ صراحت سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ بعد کی رکعت کو پہلی رکعتوں کی بنسبت مختصر کرتے تھے جب کہ اس روایت کے پیش نظر تیسری رکعت میں پہلی دونوں رکعتوں کی بنسبت کہیں زیادہ طویل ہو جاتی ہے ملا علی قاری نے اس سلسلے میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے اور حنفیہ کی طرف سے اور بھی دلائل پیش کئے ہیں جسے اہل علم ان کی کتاب "مرقاۃ" میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ حدیث بصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی تینوں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے۔

1424 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا خُصَيْفٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يُوتِرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، قَالَ: وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ

⊛⊛ عبدالعزیز بن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے اُمّ المومنین سیدہ عائشہ ؓ سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ وتر کی نماز میں کیا تلاوت کرتے تھے؟ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''تیسری رکعت میں آپ ﷺ سورۃ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت کرتے تھے''۔

بَابُ الْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ

باب: وتر میں دعائے قنوت پڑھنا

1425 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ، قَالَ: قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ عَنْهُمَا: عَلَّمَنِي رَسُولُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي الْوِتْرِ - قَالَ ابْنُ جَوَّاسٍ: فِي قُنُوتِ الْوِتْرِ: - اللَّهُمَّ اهْدِنِي

1424- حسن بطرقه وشواهده، وهذا اسناد ضعيف لضعف عبد العزيز بن جريج، ثم انه لم يسمع من عائشة فيما قاله احمد وابن حبان والدارقطني. وتصريحه بالسماع هنا من اخطاء خصيف - وهو ابن عبد الرحمن، فانه سيء الحفظ. احمد بن ابي شعيب: هو احمد بن عبد الله بن ابي شعيب مسلم الحراني مولى قريش. واخرجه ابن ماجه (1173)، والترمذي (467) من طرق عن محمد بن سلمة، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن غريب. وحسنه الحافظ في "نتائج الافكار" 512/1.

فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ.

ابوحوراحضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ کلمات سکھائے تھے تاکہ میں انہیں وتر میں پڑھا کروں۔

ابن جواس نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وتر کی دعائے قنوت میں پڑھوں۔

''اے اللہ! جنہیں' تو نے ہدایت نصیب کی ہے ان میں مجھے بھی ہدایت عطا کر اور جنہیں' تو نے عافیت عطا کی ہے ان میں مجھے بھی عافیت نصیب کر اور جن کا تو والی بنا ہے ان میں میرا بھی والی بن جا اور تو نے جو کچھ عطا کیا ہے اس میں میرے لیے برکت رکھ دے اور تو نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے شر سے مجھے بچا لے بے شک تو فیصلہ کرتا ہے تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور جس کا تو نگران ہو وہ کم تر نہیں ہوتا' اور جس کا تو دشمن ہو وہ غالب نہیں ہوتا تو برکت والا ہے اے میرے پروردگار! اور بلند و برتر ہے''۔

1426 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ: فِي آخِرِهِ قَالَ: هٰذَا يَقُولُ: فِي الْوِتْرِ فِي الْقُنُوتِ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَقُولُهُنَّ فِي الْوِتْرِ. أَبُو الْحَوْرَاءِ: رَبِيعَةُ بْنُ شَيْبَانَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ اسی سند کے ساتھ اسی مفہوم میں منقول ہے' جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:
''وہ وتر میں دعائے قنوت میں یہ کلمات پڑھتے تھے' اس میں راوی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ''میں وتر میں یہ پڑھتا ہوں''۔
ابوحوراء کا نام ربیعہ بن شیبان ہے۔

1427 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو الْفَزَارِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي آخِرِ وِتْرِهِ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سُخْطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هِشَامٌ أَقْدَمُ شَيْخٍ لِحَمَّادٍ، وَبَلَغَنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ، أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: أَبُو دَاوُدَ: رَوَى عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ - يَعْنِي - فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ.

1427- اسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة. واخرجه ابن ماجه (1179)، والترمذی (3882)، والنسائی فی "الكبرى" (1448) من طرق عن حماد، بهذا الاسناد، وحسنه الترمذی. وهو فی "مسند احمد" (751)

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى عِيسَى بْنُ يُونُسَ هٰذَا الْحَدِيثَ اَيْضًا، عَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيفَةَ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزَى، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، وَرُوِيَ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزَى، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ. قَالَ اَبُو دَاوُدَ، وَحَدِيثُ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، رَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَزْرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزَى، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرِ الْقُنُوتَ، وَلَا ذَكَرَ اُبَيًّا، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ عَبْدُ الْاَعْلَى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ وَسَمَاعُهُ بِالْكُوفَةِ مَعَ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، وَلَمْ يَذْكُرُوا الْقُنُوتَ، وَقَدْ رَوَاهُ اَيْضًا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ وَشُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، وَلَمْ يَذْكُرَا الْقُنُوتَ، وَحَدِيثُ زُبَيْدٍ، رَوَاهُ سُلَيْمَانُ الْاَعْمَشُ، وَشُعْبَةُ، وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ، وَجَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، كُلُّهُمْ عَنْ زُبَيْدٍ، لَمْ يَذْكُرْ اَحَدٌ مِنْهُمُ الْقُنُوتَ اِلَّا مَا رُوِيَ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ زُبَيْدٍ، فَاِنَّهُ قَالَ فِي حَدِيثِهِ: اِنَّهُ قَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ هُوَ بِالْمَشْهُورِ مِنْ حَدِيثِ حَفْصٍ نَخَافُ اَنْ يَكُونَ، عَنْ حَفْصٍ، عَنْ غَيْرِ مِسْعَرٍ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَيُرْوَى اَنَّ اُبَيًّا، كَانَ يَقْنُتُ فِي النِّصْفِ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

❁❁ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے آخر میں یہ پڑھتے تھے۔

"اے اللہ! میں تیری ناراضگی کے مقابلے میں تیری رضامندی کی تیری سزادینے کے بارے میں تیری معافی کی اور تیرے مقابلے میں تیری پناہ مانگتا ہوں میں تیری ثناء کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ویسا ہے جس طرح تونے اپنی تعریف خود بیان کی ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہشام حماد کا سب سے قدیم شیخ ہے اور یحییٰ بن معین کے حوالے سے یہ بات مجھ تک پہنچی ہے وہ یہ فرماتے ہیں: اس راوی کے حوالے سے حماد بن سلمہ کے علاوہ اور کسی نے روایت نقل نہیں کی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عیسیٰ بن یونس نے سعید بن ابوعروبہ کے حوالے سے قتادہ کے حوالے سے سعید بن عبدالرحمن کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے (راوی کہتے ہیں:) یعنی وتر کی نماز میں ایسا کرتے تھے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عیسیٰ بن یونس نے یہ روایت اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کی ہے۔

یہی روایت حفص بن غیاث نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

رکوع سے پہلے وتر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سعید نے قتادہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے اور یزید بن زریع نے سعید کے حوالے سے قتادہ کے حوالے سے ان کی سند کے ساتھ عبدالرحمن بن ابزیٰ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے انہوں نے اس میں دعائے قنوت کا ذکر نہیں کیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسی طرح یہ روایت عبدالاعلیٰ اور محمد بن بشر عبدی نے نقل کی ہے انہوں نے اس کا سماع کوفہ میں عیسیٰ بن یونس کے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے اس میں قنوت کا ذکر نہیں کیا۔

یہ روایت ہشام دستوائی اور شعبہ نے قتادہ کے حوالے سے نقل کی ہے انہوں نے قنوت کا ذکر نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زبید نے یہ روایت سلیمان اعمش اور شعبہ اور عبدالملک اور جریر بن حازم کے حوالے سے نقل کی ہے ان سب نے زبید کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے ان میں سے کسی نے بھی قنوت کا ذکر نہیں کیا سوائے اس روایت کے جو حفص بن غیاث نے مسعر کے حوالے سے زبید سے نقل کی ہے انہوں نے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حفص کی روایت کے طور پر مشہور نہیں ہے ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ یہ روایت حفص کے حوالے سے مسعر کی بجائے کسی اور سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان کے صرف نصف حصے میں دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

1428 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهِ، اَنَّ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، اَمَّهُمْ - يَعْنِي - فِي رَمَضَانَ، وَكَانَ يَقْنُتُ فِي النِّصْفِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

۞۞ محمد بن سیرین نے اپنے بعض ساتھیوں کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ان کی امامت کرتے ہوئے رمضان کے آخری نصف حصے میں دعائے قنوت پڑھی تھی۔

1429 - حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، اَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ اِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِي، فَاِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ، فَكَانُوا يَقُولُونَ اَبَقَ اُبَيٌّ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى اَنَّ الَّذِي ذُكِرَ فِي الْقُنُوتِ لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَهٰذَانِ الْحَدِيثَانِ يَدُلَّانِ عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِ اُبَيٍّ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ

۞۞ حسن بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کیا وہ ان

لوگوں کو بیس راتوں تک نماز پڑھاتے رہے انہوں نے صرف باقی رہ جانے والے نصف حصے میں ان لوگوں کے ساتھ دعائے قنوت پڑھی تھی جب آخری عشرہ آیا تو وہ پیچھے ہٹ گئے اور اپنے گھر میں نماز ادا کرنے لگے۔ تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا: حضرت ابی رضی اللہ عنہ بھاگ گئے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے: قنوت کے بارے میں پہلے جو روایت نقل کی گئی ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ دونوں روایات حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں دعائے قنوت پڑھی تھی۔

بَابٌ فِي الدُّعَاءِ بَعْدَ الْوِتْرِ

باب: وتر کے بعد دعا مانگنا

1430 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عُبَيْدَةَ، حَدَّثَنَا اَبِي، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ الْاَيَامِيِّ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ فِي الْوِتْرِ، قَالَ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں جب سلام پھیر دیتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے۔

''ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جو بادشاہ ہے اور پاک ہے''۔

1431 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ اَبِي غَسَّانَ مُحَمَّدِ بْنِ مُطَرِّفٍ الْمَدَنِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ، اَوْ نَسِيَهُ، فَلْيُصَلِّهِ اِذَا ذَكَرَهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص وتر ادا کرنے سے پہلے سو جائے یا وہ انہیں ادا کرنا بھول جائے' تو جب وہ اسے یاد آئیں' تو انہیں ادا کر لے''۔

بَابٌ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ

باب: سونے سے پہلے وتر ادا کرنا

1432 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ، مِنْ اَزْدِ شَنُوءَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَا اَدَعُهُنَّ فِي

1431- اسناده صحيح. واخرجه ابن ماجه (1188)، والترمذي (469) من طريق عبد الرحمٰن بن زيد بن اسلم، عن ابيه، به. وهو في "مسند احمد" (11264). واخرجه مرسلا الترمذي (470)

سَفَرٍ، وَلَا حَضَرٍ: رَكْعَتَيِ الضُّحَى، وَصَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ، وَأَنْ لَا أَنَامَ إِلَّا عَلَى وِتْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے خلیل (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تین باتوں کی تلقین کی تھی: میں سفر یا حضر کے دوران (کسی بھی حالت میں) انہیں ترک نہ کروں۔ چاشت کی دو رکعت، ہر مہینے کے تین روزے اور یہ کہ وتر ادا کیے بغیر میں نہ سوؤں۔

1433 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ السَّكُونِيِّ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ لِشَيْءٍ: أَوْصَانِي بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَلَا أَنَامُ إِلَّا عَلَى وِتْرٍ، وَبِسُبْحَةِ الضُّحَى فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے خلیل (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تین باتوں کی تلقین کی تھی کہ میں ان میں سے کوئی چیز نہ چھوڑوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کی تلقین کی تھی اور یہ کہ میں وتر ادا کر کے سوؤں اور یہ کہ میں حضر اور سفر (ہر حالت میں) چاشت کی نماز ادا کروں۔

1434 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ السَّيْلَحِينِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: مَتَى تُوتِرُ؟، قَالَ: أُوتِرُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَقَالَ لِعُمَرَ: مَتَى تُوتِرُ؟، قَالَ: آخِرَ اللَّيْلِ، فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: أَخَذَ هَذَا بِالْحَزْمِ، وَقَالَ لِعُمَرَ: أَخَذَ هَذَا بِالْقُوَّةِ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: تم کس وقت وتر ادا کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں رات کے ابتدائی حصے میں وتر ادا کر لیتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: تم کب وتر ادا کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کی: میں رات کے آخری حصے میں وتر ادا کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: اس نے احتیاط کو اختیار کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: اس نے قوت کو اختیار کیا ہے۔

بَابٌ فِي وَقْتِ الْوِتْرِ

باب: وتر کا وقت

1435 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ

1434- اسناده صحيح. ابو قتادة: هو الحارث بن ربعي، وثابت: هو ابن اسلم البناني. وابو زكريا السيلحيني: هو يحيى بن اسحاق. واخرجه ابن خزيمة (1084)، والطبراني في "المعجم الاوسط" (3059)، والحاكم في "المستدرك" 1/301، والبيهقي 3/36-353 من طريق ابي زكريا يحيى ابن اسحاق السيلحيني، بهذا الاسناد. وله شاهد من حديث ابن عمر عند ابن ماجه (1202م)، وابن خزيمة (1085)، وابن حبان (2446)، واسناده حسن في الشواهد. وآخر من حديث جابر بن عبد الله عند ابن ماجه (1202) واسناده حسن في الشواهد.

مَسْرُوقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: مَتٰى كَانَ يُوتِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: كُلَّ ذٰلِكَ قَدْ فَعَلَ، أَوْتَرَ أَوَّلَ اللَّيْلِ، وَوَسَطَهُ، وَآخِرَهُ، وَلٰكِنِ انْتَهٰى وِتْرُهُ حِيْنَ مَاتَ إِلَى السَّحَرِ

مسروق بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت وتر ادا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: کسی بھی وقت میں ادا کر لیتے تھے بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ابتدائی حصے میں ادا کرتے تھے بعض اوقات درمیانی حصے میں ادا کرتے تھے بعض اوقات آخری حصے میں ادا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر ادا کرنے کا آخری وقت سحری کے قریب ہوتا تھا۔ (یعنی) آپ کے وصال تک (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول رہا)۔

1436 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"صبح صادق ہونے سے پہلے وتر ادا کرلو"۔

1437 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: رُبَّمَا أَوْتَرَ أَوَّلَ اللَّيْلِ، وَرُبَّمَا أَوْتَرَ مِنْ آخِرِهِ، قُلْتُ: كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَتُهُ؟ أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ، أَمْ يَجْهَرُ؟ قَالَتْ: كُلَّ ذٰلِكَ كَانَ يَفْعَلُ، رُبَّمَا أَسَرَّ، وَرُبَّمَا جَهَرَ، وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ، وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ.

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: وَقَالَ غَيْرُ قُتَيْبَةَ: تَعْنِي فِي الْجَنَابَةِ

عبداللہ بن ابوقیس بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کی نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات رات کے ابتدائی حصے میں وتر ادا کر لیتے تھے بعض اوقات اس کے آخری حصے میں ادا کر لیتے تھے۔ میں نے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کیسی ہوتی تھی؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پست آواز میں قرأت کرتے تھے یا بلند آواز میں قرأت کرتے تھے؟ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: دونوں طرح کر لیتے تھے بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پست آواز میں کر لیتے تھے اور بعض اوقات بلند آواز میں کرتے تھے بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کر کے سو جاتے تھے اور بعض اوقات وضو کر کے سو جاتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قتیبہ کے علاوہ راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد جنابت کی حالت تھی۔

1438 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تم اپنی رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ''۔

بَابٌ فِيْ نَقْضِ الْوِتْرِ

باب: وتر کو توڑ دینا

1439 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، قَالَ: زَارَنَا طَلْقُ بْنُ عَلِيٍّ فِيْ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، وَأَمْسٰى عِنْدَنَا، وَأَفْطَرَ، ثُمَّ قَامَ بِنَا اللَّيْلَةَ، وَأَوْتَرَ بِنَا، ثُمَّ انْحَدَرَ إِلٰى مَسْجِدِهِ، فَصَلّٰى بِأَصْحَابِهِ، حَتّٰى إِذَا بَقِيَ الْوِتْرُ قَدَّمَ رَجُلًا، فَقَالَ: أَوْتِرْ بِأَصْحَابِكَ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا وِتْرَانِ فِيْ لَيْلَةٍ

❁❁ قیس بن طلق بیان کرتے ہیں: حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان کے مہینے میں ایک دن ہم سے ملنے کے لیے آئے وہ شام کے وقت ہمارے ہاں ٹھہرے رہے انہوں نے افطاری کی پھر اس رات انہوں نے ہمیں نوافل پڑھائے انہوں نے ہمیں وتر کی نماز بھی پڑھائی پھر وہ اپنی مسجد میں تشریف لے گئے وہاں انہوں نے اپنے ساتھیوں کو بھی نماز پڑھائی یہاں تک کہ جب صرف وتر کی نماز باقی رہ گئی تو انہوں نے ایک اور شخص کو آگے کر دیا اور فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھا دو کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ایک ہی رات میں دو مرتبہ وتر ادا نہیں کیے جاتے''۔

بَابُ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلَوَاتِ

باب: نماز میں قنوت پڑھنا

1440 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أُمَيَّةَ، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ، حَدَّثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: وَاللّٰهِ لَأُقَرِّبَنَّ لَكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ، وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ، وَصَلَاةِ الصُّبْحِ، فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ، وَيَلْعَنُ الْكَافِرِيْنَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہارے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ پیش کرتا ہوں' راوی کہتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھی عشاء کی آخری رکعت میں اور صبح کی نماز میں (دعائے قنوت پڑھی) جس میں انہوں نے اہل ایمان کے لیے دعا کی اور کافروں پر لعنت کی۔

قنوت نازلہ کا معنی

قنوت کا معنی دعا ہے اور نازلہ سے مراد ہے ہونے والی آفت اور مصیبت اگر مسلمانوں پر خدانخواستہ کوئی مصیبت نازل ہو مثلاً

دشمن کا خوف ہو قحط ہو خشک سالی ہو وباء ہو طاعون ہو یا کوئی اور ضرر ظاہر ہو تو آخری رکعت میں رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد امام آہستہ دعا کرے اور مقتدی بھی آہستہ دعا کریں یا امام جہری نماز میں جہرا دعا کرے اور مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہیں اور مسلمان اس وقت تک نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں جب تک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے اس مصیبت کو دور نہ کر دے۔

1441 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالُوا: كُلُّهُمْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ. زَادَ ابْنُ مُعَاذٍ: وَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن معاذ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

''اور مغرب کی نماز میں''۔

1442 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَنَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ شَهْرًا يَقُولُ فِي قُنُوتِهِ: اللّٰهُمَّ نَجِّ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، اللّٰهُمَّ نَجِّ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، اللّٰهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَأَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَلَمْ يَدْعُ لَهُمْ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: وَمَا تُرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک عشاء کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قنوت میں یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا کر، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات عطا کر، اے اللہ! کمزور اہل ایمان کو نجات عطا کر، اے اللہ! اپنی سختی 'مضر قبیلے' کے افراد پر مسلط کر دے، اے اللہ! ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی سی قحط سالی کے سال مقرر کر دے''۔

1442- اسناده صحيح. الوليد: هو ابن مسلم، والاوزاعي: هو عبد الرحمٰن بن عمرو. واخرجه البخاري (4598) و (6393)، ومسلم (675) من طريق عن يحيى بن ابي كثير، بهذا الاسناد. ورواية البخاري دون قوله: "قنت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - في صلاة العتمة شهراً." ورواية مسلم دون ذكر "العتمة." واخرجه البخاري (804) و (4560) و (6940)، ومسلم (675)، والنسائي في "الكبرى" (665) من طرق عن ابي سلمة، به. ورواية البخاري والنسائي دون قوله: "قنت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - في صلاة العتمة شهراً." ولفظ مسلم: كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يقول حين يفرغ من صلاة الفجر من القراءة ويكبر ويرفع راسه: "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" ثم يقول:.... واخرجه البخاري (4560) و (6200)، ومسلم (675)، وابن ماجه (1244)، والنسائي (664) و (665) من طريق سعيد بن المسيب، والبخاري (1006) و (2932) و (3386) من طريق عبد الرحمٰن بن هرمز الاعرج، والبخاري (804) من طريق ابي بكر بن عبد الرحمٰن بن الحارث، ثلاثتهم عن ابي هريرة، به. ولفظه عندهم دون قوله: "قنت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - في صلاة العتمة شهراً." وهو في "مسند احمد" (10072)، و "صحيح ابن حبان" (1986).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت ان لوگوں کے لیے دعا نہیں کی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے دیکھا نہیں ہے کہ وہ لوگ آ گئے ہیں۔

1443 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ، حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ، إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ، يَدْعُو عَلَى أَحْيَاءٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ، عَلَى رِعْلٍ، وَذَكْوَانَ، وَعُصَيَّةَ، وَيُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل ایک ماہ تک ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نماز میں آخری رکعت میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہنے کے بعد قنوت نازلہ پڑھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنوسلیم کے کچھ قبائل، رعل، ذکوان، عصیہ (نامی قبیلوں) کے خلاف دعائے ضرر کرتے تھے' جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے موجود افراد آمین کہتے رہے۔

1444 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سُئِلَ هَلْ قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقِيلَ لَهُ: قَبْلَ الرُّكُوعِ، أَوْ بَعْدَ الرُّكُوعِ؟ قَالَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ، قَالَ مُسَدَّدٌ: بِيَسِيرٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے ان سے دریافت کیا گیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ ان سے دریافت کیا گیا: رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ انہوں نے جواب دیا: رکوع کے بعد۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تھوڑے عرصے تک (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی ہے)

1445 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا، ثُمَّ تَرَكَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ترک کر دیا۔

کفار کی مذمت میں قنوت نازلہ پڑھنے کا بیان

حضرت عاصم احول فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دعا قنوت کے بارے میں پوچھا کہ (صبح کی نماز میں یا وتر کی یا کسی حادثہ کی یا وبا پھیلنے کے وقت ہر فرض) نماز میں وہ رکوع سے پہلے پڑھی جاتی تھی یا رکوع کے بعد؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے (اور فرمایا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صبح کی نماز میں یا سب نمازوں میں) رکوع کے بعد دعاء قنوت صرف ایک مرتبہ پڑھی تھی (اور وہ بھی) اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو جنہیں قراء کہتے تھے اور تعداد میں ستر تھے (تبلیغ کے لئے کہیں) بھیجا تھا وہاں کے لوگوں نے انہیں شہید کر دیا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک رکوع کے

بعد دعاء قنوت پڑھ کر قراء کو شہید کرنے والوں کے لئے بددعا کی۔" (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1262)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رکوع کے بعد دعاء قنوت کا پڑھنا منسوخ ہو گیا ہے چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے۔ قراء سبعون کی شہادت کا واقعہ: قراء سبعون یعنی ستر قاری اصحاب صفہ میں سے تھے انہیں قراء اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قرآن کریم بہت زیادہ پڑھتے اور بہت یاد کرتے تھے۔ حالانکہ یہ حضرات بہت زیادہ غریب اور زاہد تھے اور ان کا کام صرف یہ تھا کہ صفہ میں ہر وقت قرآن اور علم کے سیکھنے میں مشغول رہتے تھے لیکن اس کے باوجود جب بھی مسلمان کسی حادثے میں مبتلا ہوتے تو یہ حضرات پوری شجاعت اور بہادری کے ساتھ حادثے کا مقابلہ کرتے اور مسلمانوں کی مدد کرتے۔ ان میں سے بعض حضرات تو ایسے تھے جو دن بھر جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے لاتے اور انہیں بیچ کر اہل صفہ کے لئے کھانا خریدتے تھے اور رات کو قرآن کریم کی تلاوت و درود میں مشغول رہتے تھے۔

ان خوش نصیب صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کی طرف بھیجا تھا تا کہ یہ وہاں پہنچ کر ان قبائل کو اسلام کی طرف بلائیں اور ان کے سامنے قرآن کریم پڑھیں جو کفر و شرک اور ظلم و جہل میں پھنس کر تباہی و بربادی کے راستے پر لگے ہوئے ہیں جب یہ لوگ بیر معونہ پر جو مکہ اور عسفان کے درمیان ایک موضع ہے، اترے تو عامر بن طفیل، رعل، ذکوان اور قارہ نے ان قراء صحابہ پر بڑی بے دردی سے حملہ کیا اور پوری جماعت کو شہید کر ڈالا۔

ان میں سے صرف ایک صحابی حضرت کعب بن زید انصاری بچ گئے وہ بھی اس طرح کہ جب یہ زخمی ہو کر گر گئے اور جسم بالکل نڈھال ہو گیا، تو ان بدبختوں نے یہ سمجھ کر کہ ان کی روح نے بھی جسم کا ساتھ چھوڑ دیا ہے ان سے الگ ہوئے مگر خوش قسمتی سے ابھی ان میں زندگی کے آثار موجود تھے چنانچہ وہ کسی نہ کسی طرح بچ کر نکلنے میں کامیاب ہوئے اور اللہ نے ان کو صحت و تندرستی عطا فرمائی یہاں تک کہ غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔

بہر حال جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم حادثے اور ظالم کفار کے ظلم و بربریت کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد غم ہوا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے لئے اتنا غمگین نہیں دیکھا جتنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مظلوم صحابہ کے لئے غمگین ہوئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ایک مہینہ تک قنوت میں ان بدبخت کفار کے لئے نقصان کی دعا کرتے رہے، یہ واقعہ ۴ھ میں پیش آیا۔

1446 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُفَضَّلٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْغَدَاةِ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، قَامَ هُنَيَّةً

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں: ان صاحب نے مجھے یہ بات بیان کی ہے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فجر کی نماز ادا کی تھی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری رکعت سے سر اٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کھڑے رہے (اور اس دوران قنوت نازلہ پڑھتے رہے)

قنوت نازلہ میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کا مختار یہ ہے کہ رکوع سے پہلے قنوت نازلہ پڑھے اور یہی اسحاق کا قول ہے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھے' خلفاء اربعہ سے بھی اسی طرح مروی ہے' صحابہ کی ایک جماعت سے یہ روایت ہے کہ اس میں پڑھنے والے کو اختیار ہے' اور امام دارقطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج٤ ص٢٠١ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ١٣٨٧ھ)

قنوت نازلہ میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی ٤٥٠ لکھتے ہیں:

مزنی بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا جب صبح کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد کھڑا ہو تو ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کے بعد کھڑا ہو کر یہ دعا پڑھے:

"اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارك لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انك تقضی ولا یقضی علیك وانه لا یذل من والیت تبارکت ربنا وتعالیت"۔

ترجمہ: اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے ہدایت دی ہے مجھے ان میں ہدایت پر برقرار رکھ اور جن کو تو نے عافیت دی ہے مجھے ان میں عافیت سے رکھ اور جن چیزوں کا تو والی ہو چکا ان میں میرا والی ہو اور جو چیزیں مجھے عطا فرمائی ہیں ان میں برکت دے اور میرے لیے جو شر مقدر کیا ہے اس سے مجھ کو محفوظ رکھ تو قسمت بناتا ہے اور تجھ پر مقسوم نہیں کیا جاتا اور جس کا تو کارساز ہو وہ رسوا نہیں ہوتا' اے ہمارے رب تو برکت والا اور بلند ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یہ دعا کرتے: اے اللہ ولید بن ولید' سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ کے کمزور مسلمانوں کو نجات دے' اے اللہ! مضر پر اپنی گرفت کو مضبوط کر' اور ان پر یوسف (علیہ السلام) کے قحط کے سالوں کی طرح قحط کے سال مقرر کر دے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ دعا تو آپ نے صرف ایک ماہ کی تھی جب بیر معونہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے ستر اصحاب کو شہید کر دیا گیا تھا' تو نبی کریم ﷺ نے پانچوں نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی حتیٰ کہ آپ پر یہ آیت نازل ہوئی (آیت) ''لیس لك من الامر شیء''۔ (ال عمران: ١٢٨) تو پھر آپ نے یہ دعا کرنے کو ترک کر دی' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کا نام لے کر دعا کرنا ترک کر دیا تھا اور صبح کے علاوہ باقی چار نمازوں میں دعا کرنے کو ترک کر دیا تھا' اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے آپ کو فوت کر دیا' رہا حضرت ابن عمر کا یہ کہنا کہ قنوت بدعت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خود اپنے والد کے

ساتھ قنوت کرتے تھے لیکن وہ بھول گئے' اور باقی نمازوں کو صبح کی نماز پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ صبح کی نماز کئی احکام میں باقی نمازوں سے مختلف ہے۔ اس کی اذان وقت سے پہلے دی جاتی ہے اور اس میں تثویب کی جاتی ہے'

(الحاوی الکبیر ج ۲ ص ۱۹۹۔ ۱۹۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱٤۱٤ھ)

قنوت نازلہ میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت پڑھنا سنت نہیں ہے صبح کی نماز میں نہ اور کسی نماز میں' ہماری دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک عرب کے بعض قبیلوں کے لیے دعاء ضرر کرتے رہے پھر آپ نے اس کو ترک کر دیا' اور امام ترمذی نے تصحیح سند کے ساتھ ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' اور حضرت علی کی اقتداء میں کوفہ میں پانچ سال نمازیں پڑھیں ہیں کیا یہ لوگ قنوت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: اے بیٹے یہ بدعت ہے' امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے' ابراہیم نخعی نے کہا سب سے پہلے جس نے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے' کیونکہ وہ جنگ میں مشغول رہے اور اپنے دشمنوں کے خلاف صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے' امام سعید نے اپنی سنن میں شعبی سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی تو لوگوں نے اس پر تعجب کیا' حضرت علی نے فرمایا: ہم اپنے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کر رہے ہیں' اور امام سعید نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں اسی وقت قنوت پڑھتے تھے جب آپ کسی قوم کے لیے رحمت کی یا کسی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا فرماتے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تا حیات صبح کی نماز میں قنوت کرتے رہے اس سے مراد طول قیام ہے، کیونکہ طول قیام کو بھی قنوت کہتے ہیں' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو قنوت مروی ہے اس سے مراد مصائب کے وقت قنوت پڑھنا ہے' کیونکہ اکثر روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اور امام احمد بن حنبل نے یہ تصریح کی ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام کے لیے صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا جائز ہے۔

(المغنی ج ۱ ص ٤٥٠۔ ٤٤٩ مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱٤۰٥ھ)

قنوت نازلہ میں فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ٤٨٣ھ لکھتے ہیں:

امام محمد نے فرمایا وتر کے سوا کسی نماز میں ہمارے نزدیک قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔

(المبسوط ج ۱ ص ۱٦٥' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی ٥٩٣ لکھتے ہیں:

قنوت (نازلہ) اجتہادی مسئلہ ہے' امام ابوحنیفہ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے۔

(ھدایہ اولین ص ۱٤٥' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

متاخرین احناف نے مصائب کے وقت قنوت نازلہ پڑھنے کو جائز کہا ہے'

علامہ کمال الدین ابن ھمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

قنوت نازلہ پڑھنا دائمی شریعت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جو قنوت نازلہ کو ترک کر دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے (آیت) "لیس لک من الامر شیء"۔ (ال عمران: ۱۲۸) نازل فرما کر آپ کو روک دیا تھا اور بعد میں مسلمانوں پر کوئی آفت نہیں آئی۔ بعد میں جن صحابہ کرام نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی اس کی بھی یہی وجہ تھی اور بعض صحابہ نے حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھی ہے اس وجہ سے حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے۔ (فتح القدیر ج۱ ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ فرماتے ہیں:

مصیبت کے وقت قنوت (نازلہ) پڑھنا دائمی شریعت ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔

(مراقی الفلاح ص ۴۸۷ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر ۱۳۵۶ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

البحر الرائق اور دیگر کتب فقہ میں ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام جہری نمازوں میں قنوت پڑھے' الاشباہ اور شرح المنیۃ میں لکھا ہے کہ مصیبت کے وقت قنوت پڑھنا دائمی شریعت ہے' رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے قنوت پڑھی ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے' امام ابوجعفر طحاوی نے کہا کہ مصیبت کے وقت صرف صبح کی نماز میں قنوت پڑھے اور تمام نمازوں میں قنوت پڑھنا صرف امام شافعی کا قول ہے' صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عشاء کی نمازوں میں قنوت پڑھی اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز میں قنوت پڑھی' یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ اس عمل پر اتنی مواظبت نہیں ہے جتنی فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے پر تکرار اور مواظبت ہے اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ ہمارے نزدیک قنوت صرف فجر کی نماز کے ساتھ مخصوص ہے' فقہاء نے یہ قید لگائی ہے کہ فجر کی نماز میں امام قنوت پڑھے اس کا تقاضا یہ ہے کہ مقتدی قنوت نہ پڑھے' رہا یہ کہ قنوت رکوع سے پہلے پڑھے یا بعد۔ اس مسئلہ میں میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ مقتدی اپنے امام کی اتباع کرے (اگر وہ سراً قنوت پڑھے) ہاں اگر امام جہراً قنوت پڑھے تو مقتدی آمین کہے' اور رکوع کے بعد قنوت پڑھے کیونکہ اسی طرح حدیث میں ہے' میں نے علامہ شرنبلالی کی مراقی الفلاح میں دیکھا ہے کہ رکوع کے بعد قنوت پڑھے' اور علامہ حموی نے یہ کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ رکوع سے پہلے پڑھے اور زیادہ ظاہر وہ ہے جو ہم نے کہا ہے (یعنی رکوع کے بعد قنوت پڑھے) (ردالمحتار ج۱ ص ۴۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

قنوت نازلہ میں غیر مقلدین کا نظریہ

غیر مقلدین کے مشہور عالم حافظ عبداللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

پانچوں نمازوں میں ہمیشہ دعا قنوت پڑھنا بدعت ہے' البتہ فجر کی نماز میں بدعت نہیں کہہ سکتے کیونکہ حدیث میں جب ضعف تھوڑا ہو تو فضائل اعمال میں معتبر ہے ہاں ضروری سمجھنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ضعف ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج۱ ص ۶۳۳ مطبوعہ دار احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں' اللہ جانے محدث روپڑی نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں کو ضعیف کیسے کہہ دیا' ان حدیثوں کے منسوخ یا غیر منسوخ ہونے کی بحث کی گئی ہے ان کو ضعیف کسی نے نہیں کہا۔

نیز حافظ عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں:

مقتدیوں کا دعاء قنوت میں آمین کہنا ابوداؤد میں موجود ہے۔ مگر یہ عام دعاء قنوت کے متعلق ہے وتروں کی خصوصیت نہیں آئی۔
(فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۶۳۰)

اصحاب بیر معونہ کی شہادت کا بیان

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

ابو براء عامر بن مالک بن جعفر کلابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور اس پر اسلام پیش کیا اور وہ مسلمان نہیں ہوا اور اسلام سے بیزار بھی نہیں ہوا اور کہنے لگا یا محمد! کاش آپ صحابہ کو اہل نجد کے پاس بھیج دیں مجھے امید ہے کہ وہ دعوت اسلام کو قبول کر لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی' صحابہ کو ہلاک کر دیں گے' عامر نے کہا میں ضامن ہوں انہیں کوئی شخص تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ ستر قاری بھیج دیے، یہ لوگ رات بھر نفل پڑھتے تھے صبح کو لکڑیاں اور پانی تلاش کر کے لاتے اور سرکار کے حجرہ میں پہنچا دیتے۔ آپ نے ان ستر قاریوں پر منذر بن عمرو کو امیر بنایا اور ان سب کو روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ بیر معونہ پہنچے تو انہوں نے حرام بن ملحان کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب دے کر دشمن خدا عامر بن طفیل کے پاس بھیجا' جب وہ اس کے پاس گئے تو اس نے خط دیکھے بغیر ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا' پھر عصیہ' ذکوان اور رعل کے قبائل مل کر ان ستر قاریوں پر حملہ آور ہوئے اور یہ تمام قراء ان سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے سوا کعب بن زید کے ان میں کچھ رمق حیات باقی تھی' اس لیے نجدیوں نے انہیں چھوڑ دیا وہ بعد میں زندہ رہے اور غزوۂ خندق میں شہید ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۵۱' مطبوعہ بیروت' ۱۳۸۸ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۹۔ ۱۸' مطبوعہ بیروت) یہ واقعہ غزوہ احد کے چار ماہ بعد صفر ۴ ہجری میں پیش آیا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸)

علم رسالت پر اعتراض کا جواب:

بعض اہل تنقیص کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب حاصل ہوتا تو آپ عامر کے مطالبہ پر ستر صحابہ کو نجد نہ بھیجتے اور اگر باوجود علم کے آپ نے ان کو بھیجا تو آپ پر العیاذ باللہ الزام آئے گا تو کہ آپ نے جان بوجھ کر انہیں موت کی طرف دھکیل دیا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل نجد کی اسلام دشمنی کا علم تھا تبھی آپ نے فرمایا تھا ''انی اخشٰی علیہم اھل نجد'' (مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی صحابہ کو ہلاک کر دیں گے) اور باوجود اس کے کہ آپ کو ان کی شہادت کا علم تھا آپ نے اہل نجد کے مطالبہ تبلیغ پر انہیں نجد بھیج دیا تا کہ کل قیامت کے دن وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم نے تو قبول اسلام کے لیے تیرے نبی سے مبلغ مانگے تھے اس نے نہیں بھیجے'

نیز آپ نے یہ تعلیم دی کہ جان کے خوف سے تبلیغ سے نہیں رکنا چاہئے اگر جان کے خوف سے تبلیغ چھوڑنا جائز ہوتا تو جہاد اصلا مشروع نہیں ہوتا کیونکہ اس بات کا ہر شخص کو یقین ہوتا ہے کہ جہاد میں کچھ نہ کچھ مسلمان یقیناً شہید ہو جائیں گے اور جان کے خوف سے جہاد نہ کرنا نہ مردانگی ہے نہ مسلمانی! نیز جو موت شہادت کی صورت میں حاصل ہو وہ ایسی عظیم نعمت ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے اگر اس وقت علم نہیں تھا تو بعد میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا۔

بَابٌ فِي فَضْلِ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

باب: گھر میں نفل نماز ادا کرنا

1447 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّهُ قَالَ: احْتَجَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ حُجْرَةً، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيُصَلِّي فِيهَا، قَالَ: فَصَلَّوْا مَعَهُ لِصَلَاتِهِ - يَعْنِي - رِجَالًا، وَكَانُوا يَأْتُونَهُ كُلَّ لَيْلَةٍ حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةٌ مِنَ اللَّيَالِي لَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَنَحْنَحُوا، وَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ، وَحَصَبُوا بَابَهُ، قَالَ: فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا زَالَ بِكُمْ صَنِيعُكُمْ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنْ سَتُكْتَبَ عَلَيْكُمْ، فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ، إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں ایک (عارضی) حجرہ بنا لیا نبی اکرم ﷺ رات کے وقت تشریف لاتے اور اس میں نماز ادا کرتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: کچھ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی لوگ روز آپ ﷺ کی خدمت میں آنے لگے یہاں تک کہ ایک رات نبی اکرم ﷺ ان لوگوں کی طرف تشریف نہیں لائے وہ لوگ کھنکارتے رہے انہوں نے آوازیں بھی بلند کیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے دروازے پر کنکریاں بھی ماریں۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ غضب کے عالم میں ان کے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہارا معاملہ مسلسل یوں ہی رہا یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ یہ تم پر لازم ہو جائے گا' تو تم پر لازم ہے کہ اپنے گھروں میں نماز ادا کرو کیونکہ آدمی کی سب سے بہتر نماز وہ ہے' جو وہ اپنے گھر میں کرے البتہ فرض نماز کا حکم مختلف ہے۔

1447- اسناده صحيح. ابو النضر: هو سالم بن ابي امية التيمي مولاهم. واخرجه البخاري (731) و (6113) و (7290)، ومسلم (781)، والنسائي في "المجتبى" (1599) من طريقين عن ابي النضر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (21582)، و "صحيح ابن حبان" (2491). وقد سلف مختصراً بقوله: "صلاة المرء في بيته افضل من صلاته في مسجدي هذا، الا المكتوبة" برقم (1044).

نفلی نماز گھروں میں پڑھنے کا بیان

1448 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''اپنی نمازوں میں سے کچھ حصہ اپنے گھروں کے لیے بھی مخصوص کرلو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ''۔

بَابُ طُولِ الْقِيَامِ

باب: طویل قیام کرنا

1449 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَلِيٍّ الْأَزْدِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُبْشِيٍّ الْخَثْعَمِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: طُولُ الْقِيَامِ، قِيلَ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: جَهْدُ الْمُقِلِّ، قِيلَ: فَأَيُّ الْهِجْرَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ هَجَرَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ، قِيلَ: فَأَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ جَاهَدَ الْمُشْرِكِينَ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ، قِيلَ: فَأَيُّ الْقَتْلِ أَشْرَفُ؟ قَالَ: مَنْ أُهْرِيقَ دَمُهُ، وَعُقِرَ جَوَادُهُ

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طویل قیام (والی نماز) عرض کی گئی: کون سا صدقہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جو تنگ دست شخص محنت کر کے (خرچ کرے) عرض کی گئی: کون سی ہجرت زیادہ فضیلت رکھتی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی جو ان چیزوں سے لاتعلق ہو جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ عرض کی گئی: کون سا جہاد زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس شخص کا) جو اپنے مال اور جان کے ہمراہ مشرکین کے ساتھ جہاد کرے۔ عرض کی گئی: کون سا مقتول زیادہ معزز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا خون بہا دیا جائے اور اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔

بَابُ الْحَثِّ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ

باب: رات کے وقت نوافل ادا کرنے کی ترغیب

1450 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، حَدَّثَنَا الْقَعْقَاعُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى، وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّتْ، فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ

اللَّيْلِ فَصَلَّتْ، وَاَيْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَاِنْ اَبَى نَضَحَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْمَاءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو رات کے وقت کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے وہ اپنی بیوی کو بھی بیدار کرتا ہے وہ بھی نماز ادا کرتی ہے اور اگر وہ عورت بات نہیں مانتی' تو وہ اس کے چہرے پر پانی چھڑک دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عورت پر بھی رحم کرے جو رات کے وقت اٹھ کر نماز ادا کرتی ہے وہ اپنے شوہر کو بھی بیدار کرتی ہے اگر وہ نہیں مانتا تو وہ عورت اس کے چہرے پر پانی چھڑک دیتی ہے''۔

1451 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ، عَنِ الْاَغَرِّ اَبِيْ مُسْلِمٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ وَاَيْقَظَ امْرَاَتَهُ، فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ جَمِيْعًا، كُتِبَا مِنَ الذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا، وَالذَّاكِرَاتِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص رات کے وقت بیدار ہو اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے اور وہ دونوں دو رکعت نماز ادا کریں تو ان دونوں (کا نام) اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مردوں اور کثرت سے ذکر کرنے والی عورتوں میں نوٹ کر لیا جاتا ہے''۔

بَابٌ فِيْ ثَوَابِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ

باب: قرآن کی تلاوت کرنے کا ثواب

1452 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُثْمَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے' جو قرآن کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے''۔

1452- اسنادہ صحیح. ابو عبد الرحمٰن: ھو عبد اللہ بن حبیب السُّلمی. واخرجہ البخاری (5027)، والترمذی (3131)، والنسائی فی "الکبرٰی" (7982) من طرق عن شعبۃ، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (412)، و"صحیح ابن حبان" (118). واخرجہ ابن ماجہ (211)، والترمذی (3133)، والنسائی فی "الکبرٰی" (7983) من طریق یحیی بن سعید، عن سفیان الثوری وشعبۃ، عن علقمۃ، بہ. وھو فی "مسند احمد" (500). واخرجہ البخاری (5028)، وابن ماجہ (212)، والترمذی (3132)، والنسائی فی "الکبرٰی" (7984) من طرق عن سفیان عن علقمۃ بن مرثد عن ابی عبد الرحمٰن، بہ. لم یذکر سعد بن عبیدۃ فی اسنادہ. وھو فی "مسند احمد" (405).

شرح

مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن سیکھے جیسا کہ سیکھنے کا حق ہے اور پھر دوسروں کو سکھائے تو وہ سب سے بہتر ہے کیونکہ جس طرح قرآن اور اس کے علوم دنیا کی تمام کتابوں اور علوم سے افضل اور اعلیٰ وارفع ہیں اسی طرح قرآنی علوم کو جاننے والا بھی دنیا کے افراد میں سب سے ممتاز اور کسی بھی علم کے جاننے والے سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ سیکھنے کا حق، سے مراد یہ ہے کہ قرآنی علوم میں غور وفکر کرے اور اس کے احکام ومعنی اور اس کے حقائق ودقائق کو پوری توجہ اور ذہنی وقلبی بیداری کے ساتھ سیکھے۔

قرآن پڑھنے اور عمل کرنے والے کے والدین کی فضیلت کا بیان

1453 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِیْ يَحْيٰى بْنُ اَيُّوبَ، عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَرَاَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ، اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ضَوْئُهُ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ، فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا؟

❁❁ سہل بن معاذ جہنی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس میں جو احکام موجود ہیں ان پر عمل کرتا ہے اس کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا' جس کی روشنی دنیاوی گھروں میں سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی اگر وہ تمہارے درمیان ہوتا تو اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہوگا' جو اس پر عمل کرتا ہے''۔

شرح

من قرا القرآن کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے خوب اچھی طرح قرآن پڑھا لیکن عطاء طیبی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن کو یاد کیا۔ گویا ان کے نزدیک یہاں حافظ قرآن مراد ہے۔ لوکانت فیکم (اگر تمہارے گھروں میں آفتاب ہو) کا مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال آفتاب آسمان کی بلندیوں سے اتر کر تمہارے گھروں میں آجائے تو اس کی روشنی بھی قیامت کے دن پہنائے جانے والے تاج کی روشنی کے سامنے ماند ہوگی۔ یہ گویا آفتاب کی روشنی کو بطور مبالغہ فرمایا گیا ہے کہ اگر آفتاب اپنی موجودہ روشنی کے ساتھ تمہارے گھروں کے اندر ہو تو ظاہر ہے کہ اس وقت کی روشنی زیادہ معلوم ہوگی بہ نسبت موجودہ صورت کی روشنی کے جب کہ آفتاب گھر سے باہر اور بہت زیادہ بلند ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب قرآن پڑھنے (والے یا حافظ قرآن) اور قرآن پر عمل کرنے والے کے والدین کو عظیم مرتبہ اور نعمت سے نوازا جائے گا تو پھر خود اس شخص کے مرتبہ اور سعادت کا کیا کہنا جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا؟

حافظ قرآن کی سفارش کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے قرآن مجید پڑھا پھر اسے یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانا تو اللہ تعالیٰ اسے ابتداء ہی میں جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے ان دس

عزیزوں کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا جو مستوجب دوزخ (یعنی فاسق اور مستحق عذاب) ہوں گے۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 652)

1454 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَهَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهِ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ، وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ، فَلَهُ أَجْرَانِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس میں مہارت بھی رکھتا ہے وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا' اور جو شخص اسے پڑھتا ہے اور اس کو پڑھنا اس کے لیے دشوار ہوتا ہے اسے دو اجر ملیں گے۔

1455 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ تَعَالَى، يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب بھی کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں موجود (فرشتوں کے سامنے) ان کا ذکر کرتا ہے''۔

1456 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ، فَقَالَ: أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَغْدُوَ إِلَى بُطْحَانَ - أَوِ الْعَقِيقِ - فَيَأْخُذَ نَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ زَهْرَاوَيْنِ بِغَيْرِ إِثْمٍ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ؟ قَالُوا: كُلُّنَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَلَأَنْ يَغْدُوَ أَحَدُكُمْ كُلَّ يَوْمٍ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَيَتَعَلَّمَ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ، وَإِنْ ثَلَاثٌ فَثَلَاثٌ مِثْلُ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم اس وقت صفہ میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ بطحان یا عقیق جائے اور اونچے کوہان والی دو موٹی تازی اونٹنیاں لے آئے جو کسی گناہ یا قطع رحمی کے ارتکاب کے بغیر ہوں۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم سب (اس بات کے خواہش مند ہوں گے کہ ایسا کریں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کا روزانہ مسجد کی طرف جانا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی دو آیات کا علم حاصل کرنا اس کے لیے دو اونٹنیاں ملنے سے بہتر ہے اور تین کا علم حاصل کرنا تین اونٹنیوں کے ملنے سے بہتر ہے اور جتنی

بھی آیات کا علم ہو وہ اتنے ہی اونٹوں سے بہتر ہے۔
ابوعبید کہتے ہیں: کوماء اونچی کوہان والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

بَابُ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب: سورۃ الفاتحہ

1457 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أُمُّ الْقُرْآنِ، وَأُمُّ الْكِتَابِ، وَالسَّبْعُ الْمَثَانِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" ام القرآن ہے اور اُم کتاب ہے اور سبع مثانی ہے"۔

1458 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ وَهُوَ يُصَلِّي، فَدَعَاهُ، قَالَ: فَصَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ، قَالَ: فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُجِيبَنِي؟، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي، قَالَ: أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ) (الأنفال: 24)، لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ - أَوْ فِي الْقُرْآنِ، شَكَّ خَالِدٌ - قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَوْلَكَ: قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي الَّتِي أُوتِيتُ، وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ

حضرت ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے وہ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے نماز ادا کر لی پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم میری آواز پر آئے کیوں نہیں؟ انہوں نے عرض کی: میں نماز ادا کر رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا:

"اے ایمان والو! جب اللہ اور اس کا رسول تمہیں بلائیں' تو ان کے بلانے پر جاؤ کیونکہ یہ چیز تمہیں زندگی دے گی"۔

(پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) میں مسجد سے باہر جانے سے پہلے تمہیں قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا (یہاں ایک لفظ کے بارے میں خالد نامی راوی کو شک ہے)

1458- اسناده صحيح. خالد: هو ابن الحارث الهجيمي. واخرجه البخاري (4474) و (4647) و (4703) و (5006)، وابن ماجه (3785)، والنسائي في "الكبرى" (987) و (7956) و (10914) من طرق عن شعبة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (15730)، و "صحيح ابن حبان" (777).

راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: الحمد للہ رب العلمین (وہ سورت ہے) یہ سبع مثانی ہے جو مجھے عطا کی گئی ہے اور قرآن عظیم ہے (جو مجھے عطا کیا گیا ہے)

سورۃ فاتحہ کے اسماء کا بیان

سورۂ فاتحہ کے بہت اسماء ہیں، اور کسی چیز کے زیادہ اسماء اس چیز کی زیادہ فضیلت اور شرف پر دلالت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ بہت شرف اور مرتبہ والی سورت ہے، ان اسماء کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) فاتحہ الکتاب: فاتحہ الکتاب کے ساتھ اس سورت کو اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ مصحف کا افتتاح اس سورت سے ہوتا ہے، تعلیم کی ابتداء بھی اس سورت سے ہوتی ہے اور نماز میں قرأت کا افتتاح بھی اس سورت سے ہوتا ہے اور ایک قول کے مطابق کتاب اللہ کی سب سے پہلے یہی سورت نازل ہوئی تھی اور بہ کثرت احادیث میں تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اس سورت کو فاتحہ الکتاب فرمایا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے فاتحہ الکتاب کو نہیں پڑھا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوئی۔ (جامع ترمذی ص ۶۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

اس حدیث کو امام ابن ماجہ (امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی) اور امام احمد (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۲) ام القرآن: کسی چیز کی اصل اور اس کے مقصود کو ام کہتے ہیں اور پورے قرآن کا مقصود چار چیزوں کو ثابت کرنا ہے، الوہیت (اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات) معاد (مر کر دوبارہ اٹھنا)، نبوت اور قضاء وقدر، سورۃ فاتحہ میں ''الحمد للہ رب العالمین الرحمان الرحیم''۔ کی الوہیت پر دلالت ہے اور ''مالک یوم الدین''۔ کی معاد پر دلالت ہے، ''ایاک نعبد وایاک نستعین''۔ کی اس پر دلالت ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے ہے اور انسان مجبور محض ہے نہ اپنے افعال کا خالق ہے اور ''اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین''۔ کی نبوت پر دلالت ہے، کیونکہ اس آیت میں اس راستہ کی ہدایت کی دعا کی گئی ہے جو انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے اور انعام یافتہ لوگ انبیاء (علیہ السلام) ہیں۔ نبی ﷺ نے اس سورت کو ''ام القرآن'' فرمایا ہے امام دارمی روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: الحمد للہ ''ام القرآن'' ہے اور ''ام الکتاب'' ہے اور ''سبع مثانی'' ہے۔ (سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان) اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بام القرآن'' جو ام القرآن نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہے۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

(۳) سورۃ الحمد: اس سورت کا نام ''سورۃ الحمد'' بھی ہے کیونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، جیسے سورۃ بقرہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سورت میں بقرہ کا ذکر ہے، اسی طرح سورۃ اعراف، سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے اسماء ہیں، نیز مذکور الصدر ''سنن دارمی'' کی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس سورت کو الحمد للہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

(۴) السبع المثانی: قرآن مجید میں ہے:

(آیت) ولقد اتینٰک سبعا من المثانی. (الحجر: ۸۷) ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (آیت) ''الحمد للہ رب العلمین''۔ السبع المثانی ہے اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

سنن دارمی کی مذکور الصدر حدیث میں بھی نبی کریم ﷺ نے اس سورت کو السبع المثانی فرمایا ہے۔ اس سورت کو السبع اس لیے فرمایا ہے کیونکہ اس میں سات آیتیں ہیں اور مثانی فرمانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(اول) اس سورت کے نصف میں اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے اور نصف میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے (ثانی) ہر دو رکعت نماز میں اس کو دو مرتبہ پڑھا جاتا۔

(ثالث) یہ سورت دو بار نازل کی گئی ہے۔

(رابع) اس سورت کو پڑھنے کے بعد نماز میں دوسری سورت کو پڑھا جاتا ہے۔

(۵) ام الکتاب: سنن دارمی کی مذکور الصدر حدیث میں اس سورت کو نبی کریم ﷺ نے ''ام الکتاب'' فرمایا ہے اور ''صحیح بخاری'' میں ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جس کو بچھو نے کاٹا ہوا تھا اور کہا: میں نے صرف ام الکتاب پڑھ کر دم کیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

(۶) الوافیہ: سفیان بن عیینہ نے اس کا نام سورۃ وافیہ رکھا، کیونکہ صرف اس سورت کو نماز میں آدھا آدھا کر کے نہیں پڑھا جا سکتا لیکن یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سورۃ الکوثر کو بھی ایک رکعت میں آدھا آدھا کر کے نہیں پڑھا جا سکتا لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ اس سورت کے مضامین جامع اور وافی ہیں اس لیے اس کو وافیہ کہا جاتا ہے۔

(۷) الکافیہ: اس سورت کا کافیہ اس لیے کہتے ہیں کہ دوسری سورتوں کے بدلہ میں اس سورت کو پڑھا جا سکتا ہے اور اس سورت کے بدلہ میں کسی سورت کو نہیں پڑھا جا سکتا۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ام القرآن'' دوسری سورتوں کا عوض ہے اور دوسری کوئی سورت اس کا عوض نہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۰۹، الجامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۱۳)

(۸) الشفاء: امام دارمی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد الملک بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب ہر بیماری کی شفاء ہے۔

(سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

امراض جسمانی بھی ہیں اور روحانی بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا ہے: (آیت) ''فی قلوبھم مرض''۔ (البقرہ: ۱۰) ان کے دلوں میں بیمار ہے اور اس سورت میں اصول اور فروع کا ذکر ہے جن کے تقاضوں پر عمل کرنے سے روحانی امراض میں شفاء حاصل ہوتی ہے اور اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے جس سے جسمانی اور دیگر ہر قسم کی بیماریوں سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔

(۹) سورۃ الصلوٰۃ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس سورت پر صلوٰۃ کا اطلاق کیا ہے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نماز (سورہ فاتحہ) کو میرے اور میرے بندہ کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کیا گیا ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے پس جب بندہ کہتا ہے: (آیت) ''الحمد للہ رب العلمین''۔ تو میں کہتا ہوں: بندہ نے میری حمد کی۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰-۱۶۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

(۱۰) سورۃ الدعا: یہ سورت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے شروع ہوتی ہے پھر بندہ کی عبادت کا ذکر ہے پھر اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی دعا ہے اور دعا اور سوال کا یہی اسلوب ہے کہ پہلے داتا کی حمد وثناء کی جائے پھر دست طلب بڑھایا جائے، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی ہے پھر اپنے لیے دعا کی ہے:

(آیت) ''الذی خلقنی فھو یھدین والذی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین والذی یمیتنی ثم یحیین والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین رب ھب لی حکما والحقنی بالصلحین واجعل لی لسان صدق فی الاخرین واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم (الشعراء: ۸۵-۸۷)

ترجمہ (وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہی مجھے ہدایت دیتا ہے اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے وفات دے گا اور پھر زندہ فرمائے گا اور اسی سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن وہی میری (ظاہری یا اجتہادی) خطائیں معاف فرمائے گا اے میرے رب! مجھے حکم عطا فرما اور مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کردے اور میرے بعد آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ اور مجھے جنۃ النعیم کے وارثوں میں شامل کردے۔

حضرت یوسف (علیہ السلام) نے دعا کی

(آیت) ''فاطر السموت والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصلحین۔

(یوسف: ۱۰۱)

ترجمہ: اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے میری وفات اسلام پر کر اور مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کردے۔

سودعا کا یہی طریقہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے، پھر اس سے سوال کی جائے اور سورۃ فاتحہ میں اسی طریقہ سے دعا کرنے کی تعلیم دی ہے اس لیے اس کو سورۃ دعا کہتے ہیں۔ علامہ بقاعی نے ان اسماء کے علاوہ سورۃ فاتحہ کے اسماء میں اساس' کنز' واقیہ' رقیہ اور شکر کا بھی ذکر ہے۔ علامہ بقاعی نے ان اسماء میں نظم اور ربط کو بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں

(۱) فاتحہ کے اعتبار سے ہر نیک چیز کا افتتاح اس سورت سے ہونا چاہیے۔

(۲) اورام کے لحاظ سے یہ ہر خیر کی اصل ہے۔

(۳) اور ہر نیکی کی اساس ہے۔

(٤) اور مثنی کے لحاظ سے دوبار پڑھے بغیر یہ لائق شمار نہیں۔

(٥) اور کنز کی حیثیت سے یہ ہر چیز کا خزانہ ہے۔

(٦) ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔

(۷) ہر مہم کے لیے کافی ہے۔

(۸) ہر مقصود کے لیے وافی ہے۔

(۹) واقیہ کے لحاظ سے ہر برائی سے بچانے والی ہے۔

(۱۰) رقیہ کے اعتبار سے۔

(۱۱) ہر آفت ناگہانی کے لیے دم ہے۔

(۱۲) اس میں حمد کا اثبات ہے صفات کمال کا احاطہ ہے۔

(۱۳) اور شکر کا بیان ہے جو منعم کی تعظیم ہے۔

(١٤) اور یہ بعینہ دعا ہے جو مطلوب کی طرف توجہ ہے ان تمام امور کی جامع صلوٰۃ ہے۔

(نظم الدرر ج ۱ ص ۲۰۔ ۱۹' مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی' قاہرہ' ۱٤۱۳ھ)

علامہ آلوسی نے سورۃ فاتحہ کے بائیس اسماء کا ذکر کیا ہے ان میں فاتحۃ القرآن' تعلیم القرآن' تعلیم المسئلہ' سورۃ السوال' سورۃ المناجاۃ' سورۃ التفویض' شافعیہ اور سورۃ النور بھی ہیں۔

سورہ فاتحہ کے فضائل کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا (دوران نماز) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا' میں حاضر نہ ہوا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: (آیت) ''استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم''۔ (الانفال: ۲٤) اللہ اور رسول کے بلانے پر (فورا) حاضر ہو جاؤ''۔ پھر فرمایا: سنو! میں

تم کو مسجد سے باہر نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا' پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا' جب ہم نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا: میں تم کو قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا' آپ نے فرمایا: (آیت) ''الحمد للہ رب العلمین'' ۔ یہ سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت' سورت فاتحہ ہے' اور اس کا نام ''السبع المثانی'' بھی ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر نماز کے دوران بلائیں' تب بھی آنا واجب ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے' ہم نے ایک جگہ قیام کیا' ایک لڑکی نے آکر کہا کہ قبیلہ کے سردار کو ایک بچھو نے ڈس لیا ہے اور ہمارے لوگ حاضر نہیں ہیں' کیا تم میں سے کوئی شخص دم کر سکتا ہے؟ ہم میں سے ایک شخص اس کے ساتھ گیا جس کو اس سے پہلے ہم دم کرنے کی تہمت نہیں لگاتے تھے' اس نے اس شخص پر دم کیا جس سے وہ تندرست ہو گیا' اور اس سردار نے اس کو تیس بکریاں دینے کا حکم دیا' اور ہم کو دودھ پلایا' جب وہ واپس آیا تو ہم نے اس سے پوچھا: کیا تم پہلے دم کرتے تھے؟ اس نے کہا: نہیں' میں نے تو صرف ام الکتاب (سورہ فاتحہ) پڑھ کر دم کیا ہے' ہم نے کہا: اب اس کے متعلق کوئی بحث نہ کرو' حتیٰ کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے متعلق پوچھ لیں' ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو کیا معلوم کہ یہ دم ہے' (ان بکریوں کو) تقسیم کرو' اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ پڑھ شخص پر دم کرنا جائز ہے' اس لیے سورت کو ''سورۃ الرقیہ'' اور ''سورۃ الشفاء'' بھی کہتے ہیں' اور اس حدیث میں یہ تصریح بھی ہے کہ اس سورت کو ''ام الکتاب'' بھی کہتے ہیں' اور یہ کہ قرآن پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینا جائز ہے اور اس قرآن مجید اور کتب دینیہ پر اجرت لینے کا بھی جواز ہے' اور اس میں مصحف کو قیمتہ فروخت کرنے اور مصحف کی کتابت پر اجرت لینے کا بھی جواز ہے اور یہ کہ استاد کی تعلیم سے تلمیذ کو جو آمدنی ہو اس میں استاذ کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اب کسی بیمار کو سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے اور وہ شفاء نہ پائے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دم کرنے والے میں روحانیت کی کمی ہے' سورۃ فاتحہ کے شفاء ہونے میں کوئی کمی نہیں ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابی! اور وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے' حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا اور حاضر نہیں

ہوئے' حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی نماز پڑھی' پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کہا: ''السلام علیك یارسول الله!'' رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وعلیك'' اے ابی! جب میں نے جو میری طرف وحی فرمائی ہے کیا تمہیں اس میں یہ حکم نہیں ملا' (آیت) ''استجیبوا لله وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم''۔ (الانفال:٢٤) جب اللہ اور رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کردے گی تو (فورا) حاضر ہو جاؤ۔'' حضرت ابی نے کہا: کیوں نہیں؟ اور میں ان شاء اللہ دوبارہ ایسا نہیں کروں گا' آپ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تم کو ایسی سورت کی تعلیم دوں' جس کی مثل تورات میں نازل ہوئی نہ انجیل میں' نہ زبور میں نہ قرآن میں؟ میں نے کہا: جی! یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نماز میں کس طرح پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے ام القرآن (سورہ فاتحہ) پڑھی' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اس کی مثل تورات میں نازل ہوئی ہے نہ انجیل میں' نہ زبور میں نہ فرقان میں' یہ ''السبع من المثانی'' (دو دو بار پڑھی جانے والی سات آیتیں) ہے اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی ص ٤٠٨' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام بغوی نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' نیز وہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''السبع من المثانی'' میں ''من'' زائدہ ہے' اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے جس کی سات آیتیں ہیں' اور اس کو مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ ہر نماز میں سورۃ فاتحہ کو دوبار پڑھا جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ مثانی استثناء سے ماخوذ ہے' کیونکہ اس سورت کے ساتھ یہ امت مستثنیٰ ہے، اس امت سے پہلی امتوں پر یہ سورت نازل نہیں کی گئی، ایک قول یہ ہے کہ یہ ثنا سے ماخوذ ہے' کیونکہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ مثانی سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

(آیت) ''الله نزل احسن الحدیث کتبا متشابها مثانی''۔ (الزمر:٢٣) اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا' ایسی کتاب جس کی آیتیں آپس میں متشابہ ہیں بار بار دہرائی ہوئی ہیں۔ تمام قرآن کو مثانی اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں قصص اور امثال کو دہرایا گیا ہے اس تقدیر پر ''السبع من المثانی'' کا معنی ہے: قرآن کریم کی سات آیتیں اور ایک قول یہ ہے کہ مثانی سے مراد قرآن مجید کی وہ سورتیں ہیں جن میں سو سے کم آیتیں ہوں۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے نماز باطل نہیں ہوتی' کیونکہ تم ''السلام علیك ایها النبی'' کہہ کر نماز میں حضور سے خطاب کرتے ہو' جب کہ کسی اور کے ساتھ نماز میں خطاب کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (شرح السنۃ ج ٣ ص ١٥-١٤)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ (سورۃ فاتحہ) کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا گیا ہے' اور میرے بندہ کے لیے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے' اور

جب بندہ کہتا ہے'(آیت)''الحمد للہ رب العالمین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندہ نے میری حمد کی اور جب وہ کہتا ہے:''الرحمن الرحیم'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری ثناء کی اور جب وہ کہتا ہے، (آیت)''مالک یوم الدین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری تعظیم کی، اور ایک بار فرمایا، میرے بندہ نے (خود) کو میرے سپرد کر دیا اور جب وہ کہتا ہے (آیت)''ایاک نعبد وایاک نستعین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے، اور جب وہ کہتا ہے: (آیت)''اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'' تو اللہ تعالیٰ فرمایا ہے، یہ میرے بندہ کے لیے ہے اور میرے بندہ کے لیے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰-۱۶۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کا ذکر ہے اور اس کے شروع میں''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کا ذکر نہیں ہے اس سے علماء احناف اور مالکیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے اور یہ ان کی بہت قوی دلیل ہے فقہاء شافعیہ نے اس کے جواب میں جو تاویلات کی ہیں وہ بہت ضعیف ہیں ہم نے''شرح صحیح مسلم'' جلد اول میں ان کا ذکر کر کے ان کا رد کیا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت جبرائیل (علیہ السلام) نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے اوپر کی جانب سے ایک چرچراہٹ کی آواز سنی حضرت جبرائیل نے کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔ اس دروازہ سے ایک فرشتہ نازل ہوا حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: یہ فرشتہ جو زمین کی طرف نازل ہوا ہے یہ آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا اس فرشتہ نے آ کر سلام کیا اور کہا: آپ کو دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ دیئے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے (ایک نور) فاتحۃ الکتاب ہے اور (دوسرا) سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں ان میں سے جس حرف کو بھی آپ پڑھیں گے وہ آپ کو دے دیا جائے گا۔

(سنن نسائی ج ۵ ص ۱۳-۱۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب سے ہر بیماری کی شفاء ہے۔

(سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

حافظ نور الدین الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کسی راستہ میں جا رہا تھا آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو تہجد کی نماز میں ام القرآن (سورہ فاتحہ) پڑھ رہا تھا نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر اس سورت کو سنتے رہے حتیٰ کہ اس نے وہ سورت ختم کر لی، آپ نے فرمایا: قرآن میں اس کی مثل (اور

کوئی سورت) نہیں ہے' امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "معجم اوسط" میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی حسن بن دینار ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ج ٦ ص ٣١٠' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ١٤٠٢ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن فاتحۃ الکتاب (سورہ فاتحہ) نازل ہوئی اس دن ابلیس بہت رویا تھا اور یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی تھی اس حدیث کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم اوسط" میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج ٦ ص ٣١١' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ١٤٠٢ھ)

سورہ فاتحہ کے مقام نزول کا بیان

سورہ فاتحہ کے نزول کے متعلق متعدد روایات ہیں' بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے' اس لیے محققین کا یہ موقف ہے کہ یہ سورت دوبار نازل ہوئی ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں۔ علامہ سیوطی نے ان تمام روایات کو جمع کر دیا ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: واحدی نے "اسباب النزول" میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ مکہ میں ایک خزانہ سے نازل ہوئی ہے جو عرش کے نیچے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے "مصنف" میں اور ابو نعیم اور بیہقی دونوں نے اپنی اپنی "دلائل النبوۃ" اور واحدی اور ثعلبی نے از ابی میسرہ از عمرو بن شرجیل روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو ایک آواز سنتا ہوں' بہ خدا! آپ امانت کو ادا کرتے ہیں' صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں' اسی اثناء میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت گھر میں رسول اکرم ﷺ نہیں تھے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انکو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا' اور کہا: آپ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ورقہ کے پاس جائیں، جب رسول اکرم ﷺ آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ورقہ کے پاس چلیں' آپ نے پوچھا: تم کو کس نے بتایا؟ انہوں نے کہا: حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہ) نے پھر دونوں ورقہ کے پاس گئے' اور اس کو واقعہ سنایا' آپ نے فرمایا: جب میں خلوت میں تھے تو آپ کو آواز آئی: یا محمد! کہیے: "بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العلمین" اور اس کو "ولا الضالین" تک پڑھا' اور کہا: کہیے: "لا الہ الا اللہ" پھر آپ ورقہ کے پاس گئے اور اس کو یہ واقعہ سنایا' ورقہ نے کہا: آپکو بشارت ہو' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جس کے آنے کی ابن مریم (علیہ السلام) کو بشارت دی گئی تھی اور آپ کے پاس حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ناموس کی مثل ہے' اور آپ نبی مرسل ہیں۔

امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب بنو سلمہ کے جوان مسلمان ہوئے اور عمرو بن جموح کا بیٹا مسلمان ہوا تو عمرو کی بیوی نے عمرو سے کہا: تم اپنے بیٹے سے پوچھو وہ اس شخص سے کیا روایت کرتے ہیں؟ عمرو نے اپنے بیٹے سے کہا: مجھے اس شخص کا کلام سناؤ تو اس کے بیٹے نے پڑھا: (آیت) "الحمد للہ رب العلمین" اور

''الصراط المستقیم'' تک پڑھا اس نے کہا: یہ کتنا حسین اور جمیل کلام ہے کیا اس کا سارا کلام اسی طرح ہے؟ اس کے بیٹے نے کہا: اے ابا! اس سے بھی زیادہ حسین ہے، اور یہ ہجرت سے پہلے واقعہ ہے' ان تینوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''مصنف'' میں ابوسعید بن اعرابی نے ''معجم'' میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اوسط'' میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب فاتحۃ الکتاب نازل ہوئی تو ابلیس خوب رویا اور یہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی۔

وکیع اور فریابی نے اپنی تفسیروں میں ابوبکر بن انباری نے ''فضائل قرآن'' میں امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''مصنف'' میں عبد بن حمید اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ابوبکر بن انباری نے ''کتاب المصاحف'' میں' ابوالشیخ نے ''العظمۃ'' میں اور ابونعیم نے ''حلیہ'' میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ فاتحۃ الکتاب مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۳' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

بَابُ مَنْ قَالَ: هِيَ مِنَ الطُّوَلِ

باب: جو شخص اس بات کا قائل ہے: یہ طویل سورتوں میں سے ایک ہے۔

1459 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أُوتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي الطُّوَلِ، وَأُوتِيَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام سِتًّا، فَلَمَّا أَلْقَى الْأَلْوَاحَ، رُفِعَتْ ثِنْتَانِ، وَبَقِيَ أَرْبَعٌ

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سات آیات دی گئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ آیات دی گئی تھیں جب انہوں نے تختیاں زمین پر رکھ دی تھیں' تو ان میں سے دو کو اٹھا لیا گیا اور چار باقی رہ گئی تھیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي آيَةِ الْكُرْسِيِّ

باب: آیت الکرسی کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1460 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ إِيَاسٍ، عَنْ أَبِي السَّلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبَا الْمُنْذِرِ، أَيُّ آيَةٍ مَعَكَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: أَبَا الْمُنْذِرِ، أَيُّ آيَةٍ مَعَكَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: قُلْتُ: (اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ) (البقرة: 255). قَالَ:

فَضَرَبَ فِي صَدْرِي، وَقَالَ: لِيَهْنِ لَكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ الْعِلْمُ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے ابومنذر! تمہارے نزدیک قرآن کی کون سی آیت سب سے زیادہ عظیم ہے؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابومنذر! تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی کتاب کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا: اے ابومنذر! تمہیں اس بات کا علم مبارک ہو۔

شرح

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ توحید، رسالت اور آخرت سے متعلق عقائد اور مختلف احکام شرعیہ کو بار بار ایک دوسرے کے بعد دہراتا رہتا ہے، مسلسل عقائد کا ذکر جاری رہتا ہے نہ متواتر احکام کا' تاکہ قاری کا ذہن اکتاہٹ کا شکار نہ ہو' اس لیے اللہ تعالیٰ عقائد کے مضمون کے بعد احکام کا مضمون شروع کر دیتا ہے اور عقائد میں بھی توحید، رسالت اور آخرت کے مضمون کا تنوع ہے اور اسی طرح احکام کا مضمون شروع کر دیتا ہے اور عقائد میں بھی توحید، رسالت اور آخرت کے مضمون کا تنوع ہے اور اسی طرح احکام میں بھی مختلف انواع کے حکم کا ایک دوسرے کے بعد ذکر فرماتا ہے تاکہ قاری یکسانیت کا شکار نہ ہو اور ہر بار اس کو غور و فکر کی نئی راہیں ملیں۔ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ نجات کا مدار انسان کے اعمال صالحہ پر ہے اور قیامت کے دن اس کا مال' اس کی دوستی اور کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی اور یہ فرمایا تھا کہ تمام رسل علیہم السلام کے مراتب اور درجات اگرچہ متفاوت اور مختلف ہیں لیکن تمام رسولوں کی دعوت اور ان کا پیغام واحد ہے اور ان کا دین واحد ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کو واحد مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو۔

آیت الکرسی کے مفردات جملوں کی تشریح کا بیان

اللہ: یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ ذات جو واجب الوجود (قدیم بالذات) ہو تمام صفات کمالیہ کی جامع ہو اور تمام نقائص سے بری ہو اور عبادت کی مستحق ہے۔

رحمۃ اللہ علیہا لحی: جو ہمیشہ سے از خود زندہ ہو' اپنی حیات میں کسی کا محتاج نہ ہو' اور ہمیشہ زندہ رہے' اور کبھی اس پر موت نہ آئے۔

القیوم: جو از خود قائم ہو' دوسروں کا قائم کرنے والا ہو' جو تمام کائنات کو قائم رکھے ہوئے ہے اور ان کے نظام کی تدبیر فرماتا ہے۔ (آیت) ومن ایتہ ان تقوم السماء والارض بامرہ"۔ (الروم: ۲۵) اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں"۔

اونگھ اور نیند سے بری: تھکاوٹ اور سستی سے غفلت کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ اونگھ ہے اور یہ نیند کا مقدمہ ہے اور نیند کا معنی ہے: دماغ کے اعصاب کا ڈھیلا پڑ جانا جس کے بعد علم اور ادراک معطل ہو جاتا ہے اور حواس کا شعور اور ادراک بھی موقوف ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ معنی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے غفلت محال ہے' اور اس عظیم کائنات کا موجد اور

اس کے نظام کو جاری رکھنے والا ہے اور ہر آن اور ہر لمحہ اس کائنات میں تبدیلی اور تغیر واقع ہو رہا ہے اور اس کے علم اور اس کی توجہ سے ہو رہا ہے' وہ ہر وقت ہر چیز کے ہر حال کا عالم ہے' بے خبر اور سونے والا نہیں ہے۔

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اس کی ملکیت ہے: تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق' سب اس کے بندے اور اس کی ملکیت ہیں' ہر چیز اس کی قدرت اور اس کی مشیت کے تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) ''ان کل من فی السموت والارض الا اتی الرحمن عبدا''۔ (مریم:۹۳)

ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں میں ہر ایک رحمان کے حضور عبد بن کر حاضر ہوگا۔

اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور شفاعت نہیں ہوگی: اللہ تعالیٰ کی عظمت' جلالت اور اس کی کبریائی کا یہ تقاضا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس کے حضور شفاعت نہیں کر سکے گا' حشر کے دن تمام انبیاء' رسل' اولیاء' علماء اور شہداء اللہ تعالیٰ کے جلال سے سہمے ہوئے ہوں گے اس دن ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی' پھر اللہ تعالیٰ ایک حد مقرر فرمائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حد کی مطابق شفاعت فرمائیں گے' یہ حدیث تفصیل کے ساتھ باحوالہ (آیت) ''ورفع بعضھم درجت'' کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور لوگوں کو اتنا ہی علم ہے جتنا اس نے دیا: اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کے ماضی' حال اور مستقبل کو محیط ہے' وہ دنیا اور آخرت کے تمام امور کو تفصیلا جانتا ہے' اس کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے' مثلا ایک ذرہ کو کتنے انسانوں' کتنے جانوروں' کتنے جنات اور کتنے فرشتوں نے دیکھا' اس ایک ذرہ کی دیگر ذرات کے ساتھ کتنی نسبتیں ہیں' اس پر کتنے ہوا کے جھونکے اور کتنے بارش کے قطرے گزرے' اس میں کتنے فائدے' کتنے نقصانات' کتنی حکمتیں ہیں' اس ذرہ کی کتنی عمر ہے' وہ کہاں کہاں رہا اور ایسی بے شمار وجوہ ہیں' تمام کائنات کا علم تو الگ رہا ایک ذرہ کے متعلق اللہ کا علم کتنا وسیع ہے انسان کی عقل اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی' مخلوق کو اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا وہ عطا فرماتا ہے۔

اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے: کرسی کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں' کرسی سے مراد علم ہے' اسی وجہ سے علماء کو بھی کراسی کہتے ہیں' یا اس لیے کہ انسان کرسی پر ٹیک لگاتا ہے اور اعتماد کرتا ہے اور علماء کا اعتماد بھی علم پر ہوتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد عظمت ہے' ایک قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد ملک اور حکومت ہے۔ امام مقدسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کی کرسی تمام آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے اور وہ اس طرح چرچراتی ہے جیسے نیا پالان سواروں کے بوجھ سے چرچراتا ہے۔

(الاحادیث المختارہ ج ۱ ص ۲۲۸ 'مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ)

کرسی کے متعلق حافظ سیوطی نے بہت احادیث ذکر ہیں' ہم ان میں سے چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو بچھا دیا جائے تب بھی وہ کرسی کے مقابلہ میں اس طرح ہیں جیسے ایک انگشتری کسی وسیع میدان میں پڑی ہو۔

امام ابن جریر' امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کرسی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! سات آسمان اور سات زمینیں کرسی کے مقابلے میں اس طرح ہیں جیسے کسی جنگل میں انگوٹھی کا چھلہ پڑا ہوا ور عرش کی فضیلت کرسی پر اس طرح ہے جیسے جنگل کی فضیلت اس انگوٹھی کے چھلے پر ہے۔

امام ابوالشیخ نے ابو مالک سے روایت کیا ہے کہ کرسی عرش کے نیچے ہے۔

(الدر المنثور ج ۲ ص ۳۱۳-۳۱۲ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: کرسی کا معنی ہے: جس پر کوئی شخص بیٹھے اور بیٹھنے کے بعد اس میں جگہ نہ بچے اور یہاں یہ کلام بہ طور تمثیل ہے' ورنہ کوئی کرسی ہے نہ کوئی بیٹھنے والا' اکثر متاخرین نے یہی کہا ہے تا کہ اللہ کے لیے جسم ہونا لازم نہ آئے' اور احادیث میں بھی استعارہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے' اور حق وہی ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور توہم جسمیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا انکار لازم لازم آئے گا اور متقدمین نے یہ کہا کہ یہ متشابہات میں سے ہے اور حقیقت میں اس سے کیا مراد ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۱۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت اللہ کو نہیں تھکاتی

آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت اللہ پر بھاری اور دشوار نہیں ہے بلکہ اللہ کے نزدیک بہت سہل اور آسان ہے' وہ ہر چیز کو قائم رکھنے والا اور ہر چیز کا محافظ اور نگہبان ہے' وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے' اس کا ارادہ اٹل ہے اور جس کا وہ ارادہ کر لے اس کو ضرور کر گزرتا ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر شے سے بلند اور برتر ہے۔ اور وہی سب سے عظیم ہے' کبریائی اور بڑائی اسی کو زیبا ہے۔

آیت الکرسی کے فضائل کا بیان

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں: امام احمد' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام حاکم' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے (امتحاناً) سوال کیا کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ انہوں نے کہا: آیۃ الکرسی! آپ نے فرمایا: اے ابوالمنذر! تم کو یہ علم مبارک ہو۔

امام بخاری نے اپنی ''تاریخ'' میں' امام طبرانی اور امام ابونعیم نے مستند راویوں سے روایت کیا ہے: حضرت ابن الاسقع بکری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن مجید کی کوئی سی آیت سب سے عظیم ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (آیت) ''اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم''۔ (البقرہ: ۲۵۵) اور پوری آیت پڑھی۔

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کو دوسری نماز تک اپنی حفاظت میں رکھتا ہے اور آیت الکرسی کی حفاظت صرف نبی' صدیق یا شہید ہی کرتا ہے۔

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھے اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوگی اور وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (امام

نسائی از حضرت ابو امامہ سنن کبری ج ۶ ص ۳۰ عمل الیوم واللیلۃ ص ۹۹ 'معجم طبرانی از حضرت ابو امامہ معجم کبیر ج ۸ ص ۱۱۴ 'مسند ... ج ۲ ص ...
عمل الیوم ص ۷ امام ابن سنی عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۴ 'حافظ الہیثمی 'مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۰۲)

امام بخاری' امام نسائی' اور امام ابونعیم نے ''دلائل'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکوٰۃ کی حفاظت پر مامور کیا' ایک شخص آیا اور مٹھی بھر طعام لے جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو' میں محتاج اور عیال دار ہوں اور مجھے بڑی سخت ضرورت تھی' میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گزشتہ رات کے تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ اس نے اپنی سخت حاجت بیان کی' مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' آپ نے فرمایا: وہ جھوٹا ہے اور وہ پھر آئے گا' مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئے گا تو میں اس کی گھات لگا کر بیٹھا' وہ آیا اور مٹھی بھر طعام لے جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ کے پاس لے جاؤں گا' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو' میں ضرورت مند اور عیال دار ہوں' میں دوبارہ نہیں آؤں گا' مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' صبح کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گزشتہ رات کے تمہارے قیدی کا کیا ہوا' ؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے اپنی اور اپنے عیال کی سخت مجبوری بیان کی' مجھے ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا آپ نے فرمایا: وہ جھوٹا ہے اور پھر آئے گا۔ میں تیسری رات پھر اس کی گھات میں بیٹھا' وہ آیا اور پھر مٹھی بھر کے طعام لے جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: آج آخری بار ہے' میں تجھ کو ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا' تو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں تم کو چند ایسے کلمات بتاتا ہوں جن سے تم کو نفع ہوگا' میں نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھنا تو صبح تک اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تمہارے پاس صبح تک شیطان نہیں آئے گا' صبح کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہے تو وہ جھوٹا لیکن یہ بات اس نے سچ کہی ہے۔

امام ابن الضریس نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بستر پر لیٹ کر آیۃ الکرسی پڑھتا ہے صبح تک دو فرشتے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۲۷-۳۲۲ ''مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

کرسی پر بیٹھنے کی تحقیق

آیۃ الکرسی کی اس بحث میں ہم کرسی پر بیٹھنے کا شرعی حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کیونکہ بعض علماء نے اس مسئلہ میں تشدد کیا ہے اور کرسی پر بیٹھنے کو ناجائز اور مکروہ تحریمی لکھا ہے اور بعض علماء نے کرسی پر بیٹھنے کو بدعت کہا ہے۔

علامہ ابو طالب مکی لکھتے ہیں:

پہلے صوفیاء کے بیٹھنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مجتمع ہو کر گھٹنوں کو کھڑا کر لیتے تھے' بعض اپنے قدموں پر بیٹھتے اور اپنی کہنیاں گھٹنوں پر رکھ لیتے' خصوصاً رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے زمانہ سے علماء دین کا یہی طریقہ تھا۔ حسن بصری کے زمانہ سے لے کر ابو القاسم جنید تک صوفیاء کا یہی طریقہ تھا' اس وقت تک کرسیاں نہیں ہوتی تھیں رسول اللہ ﷺ سے بھی یہی مروی ہے کہ آپ اکڑوں بیٹھتے تھے اور گھٹنوں کے گرد کلائیوں سے حلقہ بنا لیتے اور ایک روایت میں ہے کہ قدموں پر بیٹھتے تھے اور کلائیاں گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے۔

صوفیاء میں سے جو شخص سب سے پہلے کرسی پر بیٹھا وہ مصر کے یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ تھے اور بغداد میں ان کی موافقت ابوحمزہ نے کی اور مشائخ نے ان کی مذمت کی۔ کرسی پر بیٹھنا ان عارفین کی سیرت سے نہیں ہے جو علم معرفت میں کلام کرتے ہیں چارزانو (آلتی پالتی مار کر بیٹھنا) نحویوں لغویوں دنیادار علماء اور مفتیوں کا طریقہ ہے اور یہ متکبرین کی وضع ہے اور تواضع کا طریقہ سمٹ کر یا جڑ کر بیٹھنا ہے۔ (قوت القلوب ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ ابوطالب مکی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کرسی پر بیٹھنا اور چارزانو بیٹھنا جنید بغدادی کے بعد صوفیاء میں شروع ہوا عہد صحابہ سے لے کر جنید تک یہ طریقہ نہیں تھا' سو یہ بدعت اور سنت کے خلاف ہے اور متکبرین کے بیٹھنے کا طریقہ ہے۔

علامہ ابوطالب مکی کی رائے صحیح نہیں ہے بلکہ کتاب وسنت کے خلاف ہے' کرسی پر بیٹھنا انبیاء علیہم السلام' فرشتوں اور صحابہ کا طریقہ ہے اور چارزانوں بیٹھنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے' پہلے ہم کرسی پر بیٹھنے کے متعلق بحث کریں گے اس کے بعد چارزانو بیٹھنے پر گفتگو کریں گے۔

کرسی کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: کرسی لغت میں اس چیز کو کہتے جس پر ٹیک لگا کر بیٹھا جاتا ہے' ثعلب نے کہا: کرسی وہ ہے جو عرب کے نزدیک بادشاہوں کی کرسی کی حیثیت سے معروف ہے (ٹیک لگانے کی قید سے کرسی تخت سے ممتاز ہوگئی)

(لسان العرب ج ۶ ص ۱۹۴ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران ۱۴۰۵ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: زمخشری نے کہا ہے کہ کرسی وہ ہے جس پر بیٹھنے کے بعد مقعد سے زائد جگہ نہ بچے (یہ تخت اور کرسی میں فرق ہے' تخت پر بیٹھنے کے بعد جگہ باقی رہتی ہے اور کرسی میں نہیں رہتی)۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۶' ج ۹ ص ۲۳۷ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

قرآن مجید' احادیث اور آثار سے کرسی پر بیٹھنے اور چارزانو بیٹھنے کا جواز

قرآن مجید سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کرسی پر بیٹھتے تھے: (آیت) ''ولقد فتنا سلیمن والقینا علی کرسیه جسدا''۔ (ص:۳۴)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں جا رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی' میں نے نظر اوپر اٹھائی تو دیکھا کہ جو فرشتہ میں نے حرا میں دیکھا تھا وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی کرسی پر بیٹھے ہیں' امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ابورفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا' اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک مسافر آیا ہے وہ دین کے متعلق سوال کر رہا ہے وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو گئے حتیٰ کہ میرے پاس آئے' ایک کرسی لائی گئی' آپ اس پر بیٹھ گئے' میرا گمان ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دیئے ہوئے علم سے مجھے دین کی تعلیم دی پھر آ کر اپنا خطبہ مکمل کیا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرسی پر اس لیے بیٹھے تھے کہ سب لوگ آپ کا کلام سنیں اور آپ کی زیارت کریں۔ (علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۸۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی کرسی تھی' امام احمد روایت کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات میں نے گھر میں آہٹ سنی تو باہر جبرائیل (علیہ السلام) تھے' میں نے کہا: آپ گھر کے اندر کیوں نہیں آتے؟ کہا: گھر میں کتا ہے' میں نے گھر جا کر دیکھا تو کرسی کے نیچے حسن کے کتے کا بچہ تھا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کرسی پر بیٹھے تھے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا اور کہا: اس بیٹھنے کی جگہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ) ج

اور متعدد احادیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کرسی پر بیٹھے تھے امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عبد خیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کرسی لائی گئی اور وہ اس پر بیٹھے۔

(سنن نسائی ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام نسائی نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے' اور امام احمد نے بھی اس کو دو سندوں سے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۹-۱۲۲' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں بھیجے ہوئے بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا: وہ شہید ہو گئے' ان کے چہرے جنت میں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے تھے ان کے لیے سونے کی کرسیاں لائی گئیں۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اچھی طرح سورج نکلنے تک چار زانو بیٹھے رہتے تھے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

آیۃ الکرسی سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

(١) احمد، مسلم، ابوداؤد، ابن الضریس، حاکم اور الہروی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اللہ کی کتاب میں کون سی آیت سب سے اعظم ہے (یعنی سب سے بڑی عظمت والی ہے) میں نے عرض کیا وہ آیۃ الکرسی (یعنی) لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو" ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابوالمنذر (یہ ان کی کنیت ہے) تمہیں علم مبارک ہو۔ (پھر فرمایا) قسم ہے اس ذات کی جو کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشہ اس آیۃ الکرسی کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں، عرش کے پایہ کے پاس وہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہوگی۔

آیت الکرسی کی فضیلت

(٢) امام نسائی، ابویعلی، ابن حبان ابوالشیخ نے العظمہ میں طبرانی، حاکم ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان کے پاس کھجوروں کے کھلیان تھے میں اس کی دیکھ بھال کرتا تھا (لیکن) میں نے اس کو دن بدن کم پایا، ایک رات میں نے اس کی دیکھ بھال کی، اچانک میں نے ایک بالغ لڑکے کی طرح ایک جانور کو پایا میں نے اس کو سلام کیا، اس نے بھی سلام کا جواب دیا میں نے کہا تو کون ہے؟ جن ہے یا انسان ہے؟ اس نے کہا میں جن ہوں میں نے کہا اپنا ہاتھ مجھے پکڑا (جب) میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تو اس کا ہاتھ کتے جیسا تھا اور اس کے بال بھی کتے جیسے بال تھے۔ میں کہا کیا اسی طرح جنات کو پیدا کیا گیا ہے؟ اس نے کہا کچھ جن ایسے بھی ہیں جو مجھ سے زیادہ سخت ہیں۔ میں نے (اس سے) کہا تجھے ایسا کرنے پر کس نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا مجھے یہ بات پہنچی کہ تو صدقہ کو پسند کرنے والا آدمی ہے تو ہم نے اس بات کو پسند کیا کہ تیرے کھانے میں سے ہم بھی حصہ لے لیں۔ ابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سی چیز ہے جو ہمیں تمہارے شر سے بچا سکتی ہے؟ اس جن نے کہا آیۃ الکرسی جو سورۃ بقرہ میں ہے، جو شخص اس کو شام کو پڑھے گا تو صبح تک ہم سے پناہ میں رہے گا اور جو شخص اس کو صبح میں پڑھے گا تو شام تک ہم سے پناہ میں رہے گا۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور ان کو یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا خبیث نے سچ کہا۔

(٣) بخاری نے اپنی تاریخ میں طبرانی۔ ابونعیم نے المعرفۃ میں ثقہ رجال کی سند سے ابن الاسقع البکری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ مہاجرین کے صفہ (یعنی ان کے ٹھہرنے کی جگہ) میں تشریف لائے۔ ایک آدمی نے ان سے پوچھا قرآن میں کون سی آیت اعظم ہے؟ آپ نے فرمایا لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم" یہاں تک کہ آیت کو ختم فرمایا۔

(٤) احمد نے ابن الضریس اور الہروی نے اپنے فضائل میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اپنے اصحاب میں سے ایک آدمی سے پوچھا کیا تو نے شادی کر لی؟ اس نے کہا نہیں؟ اور میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ جس کے بدلہ میں شادی کروں۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس لفظ آیت "قل ھو اللہ احد" نہیں ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں، فرمایا یہ چوتھائی قرآن ہے پھر پوچھا لفظ آیت "قل یایھا الکفرون" نہیں ہے (یعنی تجھے یہ سورت یاد نہیں ہے؟) اس نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ چوتھائی قرآن ہے پھر آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس لفظ آیت "اذا زلزلت الارض" نہیں ہے؟ اس نے کہا

ہاں کیوں نہیں آپ نے فرمایا یہ بھی چوتھائی قرآن ہے (پھر آپ نے فرمایا) کیا تیرے پاس لفظ آیت "اذا جاء نصر اللہ" نہیں ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں، آپ نے فرمایا یہ بھی چوتھائی قرآن ہے پھر فرمایا کیا تیرے پاس آیۃ الکرسی نہیں ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تو شادی کر لے۔

(۵) بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو دوسری نماز تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور نہیں محافظت کرتے اس پر مگر نبی یا صدیق یا شہید۔

(۶) خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ قرآن کی کون سی آیت اعظم ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" آخر تک ہے۔

(۷) طبرانی نے حسن سند کے ساتھ حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو اگلی نماز تک وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

کھانے میں برکت کی دعاء

(۸) ابو الحسن محمد بن احمد بن شمعون الواعظ نے اپنی امالی میں اور ابن النجار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کے پاس شکایت کی کہ مجھ سے برکت اٹھالی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا آیۃ الکرسی کو تو کیوں نہیں پڑھتا؟ جس کھانے اور سالن پر یہ پڑھی جائے اللہ تعالیٰ اس کھانے اور سالن میں برکت کو بڑھا دیتے ہیں۔

(۹) دارمی نے ایفع بن عبداللہ کلاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ کی کتاب میں کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا آیۃ الکرسی لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" پھر اس نے عرض کیا اللہ کی کتاب میں کون سی آیت ایسی ہے جس کو آپ پسند فرماتے ہیں کہ وہ آپ کو بھی مل جائے اور آپ کی امت کو بھی مل جائے؟ آپ نے فرمایا سورۃ البقرۃ کی آخری آیت کیونکہ وہ اللہ کے عرش کے نیچے رحمت کے خزانہ میں سے ہے اور وہ دنیا و آخرت میں کسی خیر کو نہیں چھوڑتی ہے مگر یہ کہ وہ اس کو شامل ہوتی ہے۔

(۱۰) ابن النجار نے تاریخ بغداد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو شکر کرنے والا دل، صدیقین والے اعمال، نبیوں والا ثواب عطا فرمائیں گے اور اس پر اپنا ہاتھ رحمت کے ساتھ پھیلائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ اور اس کے لئے جنت سے کوئی چیز مانع نہیں ہوگی مگر یہ کہ وہ وصال کرے

(۱۱) بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن ضوء بن صلصال بن دلہمس رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو اس کے اور جنت میں داخل ہونے میں سوائے موت کے کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہوگی اگر اس کو موت آگئی تو جنت میں داخل ہوگا۔

(۱۲) سعید بن منصور، ابن المنذر ابن الضریس طبرانی، الہروی نے فضائل میں بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کی کتاب میں سے سب سے عظمت والی آیت لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" ہے۔

(۱۳) ابو عبید ابن الضریس اور محمد بن نصر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اللہ تعالیٰ نے آسمان زمین اور جنت اور دوزخ میں آیت الکرسی سے زیادہ عظمت والی کوئی چیز نہیں بنائی جو سورۃ بقرہ میں ہے۔ اور وہ ہے "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم"

(۱٤) سعید بن منصور ابن الضریس اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیۃ الکرسی سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ عظمت والی نہیں نہ آسمان میں، نہ زمین میں، نہ میدان اور نہ پہاڑ میں۔

(۱۵) ابو عبیدہ نے اپنے فضائل میں، دارمی، طبرانی، ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آدمی انسانوں میں سے باہر نکلا اس کی ملاقات ایک مرد جن سے ہوئی جن نے کہا تو مجھ سے کشتی کرے گا۔ اگر تو مجھے پچھاڑ دے گا، تو میں تجھ کو ایک آیت سکھاؤں گا جب تو اس کو گھر میں داخل ہوتے وقت پڑھے گا، تو شیطان اس میں داخل نہ ہوگا، اس سے مقابلہ ہوا تو انسان نے اس کو پچھاڑ دیا تو جن نے کہا تو آیۃ الکرسی پڑھا کر۔ کیونکہ جو آدمی گھر میں داخل ہوتے وقت اس کو پڑھتا ہے تو شیطان وہاں سے گدھے کی طرح پاد مارتے ہوئے نکل جاتا ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ (جس سے شیطان بھاگ گیا تھا) انہوں نے فرمایا ہاں! وہ عمر ہی ہوسکتے ہیں، اور اخج سے مراد گوز یاد ہے۔

(۱٦) المحاملی نے اپنے فوائد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے ایسی چیز سکھائیے جس کے ذریعے مجھے اللہ تعالیٰ نفع دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آیۃ الکرسی پڑھ۔ کیونکہ وہ تیری (اور) تیری اولاد کی حفاظت کرے گی۔ اور تیرے گھر کی بھی حفاظت کرے گی یہاں تک کہ تیرے گھر کے اردگرد پڑوسی گھروں کی بھی حفاظت کرے گی۔

(۱۷) ابن مردویہ، شیرازی نے الالقاب میں اور الہروی نے اپنے فضائل میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم میں سے کون مجھ کو قرآن میں سب سے عظمت والی آیت کے بارے میں بتائے گا۔ اور اس سے زیادہ عدل والی اور اس سے زیادہ خوف دلانے والی، اور اس سے زیادہ امید دلانے والی۔ قوم خاموش ہوگئی۔ (پھر) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن میں سب سے عظمت والی آیت لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" ہے اور سب سے عدل پر مبنی آیت قرآن میں لفظ آیت "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان" ہے (النحل آیت ۹۰) اور سب سے زیادہ خوف والی آیت قرآن میں لفظ آیت "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔" ہے۔ اور سب سے زیادہ امید والی آیت قرآن میں لفظ آیت "قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" ہے۔

(۱۸) ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ البقرہ کی آخری آیت یا آیۃ الکرسی پڑھتے تھے تو ہنستے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ دونوں چیزیں (یعنی سورۃ البقرہ کا آخر اور آیۃ الکرسی) عرش کے

نیچے رحمن کے خزانہ میں سے ہیں۔ اور جب یہ آیت لفظ آیت ''ومن یعمل سوءا او یجز به'' (النساء) پڑھتے تھے تو لفظ آیت ''انا لله وانا الیه رجعون'' پڑھتے تھے اور (اللہ تعالیٰ کے سامنے) جھک جاتے تھے۔

سورۃ البقرۃ کی فضیلت

(۱۹) ابن الضریس، محمد بن نصر اور الہروی نے اپنے فضائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ سے زیادہ عظمت والی چیز پیدا نہیں فرمائی۔ نہ آسمان، نہ زمین، نہ میدان، نہ پہاڑ، اور سب سے زیادہ عظمت والی آیت اس میں آیۃ الکرسی ہے۔

(۲۰) ابن ابی شیبہ ابو یعلی، ابن المنذر اور ابن عساکر نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوتے تو اس کے کونوں میں آیۃ الکرسی پڑھتے۔

(۲۱) ابن النجار نے المصاحف میں اور بیہقی نے شعب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قرآن کی آیتوں کی سردار آیت لفظ آیت ''الله لا اله الا هو الحی القیوم'' ہے۔

(۲۲) امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا تو اس کو جنت میں داخل ہونے کے لئے موت کے سوا کوئی چیز رکاوٹ نہ ہوگی اور جو شخص اس کو لیٹنے کے وقت پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر کو اس کے پڑوسی کے گھر کو اور اس کے اردگرد کے گھروں کی حفاظت کرے گا۔

(۲۳) ابو عبیدہ، ابن ابی شیبہ، دارمی، محمد بن نصر، ابن الضریس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا جو اسلام میں پیدا ہوا یا اسلام میں بالغ ہوا وہ اس حال میں ہمیشہ رات گذارتا ہے کہ اس آیت لفظ آیت ''الله لا اله الا هو الحی القیوم'' کو پڑھ لیتا ہے اگر تم جانتے یہ کتنی برکت والی آیت ہے تمہارے نبی کو یہ عرش کے نیچے والے خزانے سے دی گئی تمہارے نبی سے پہلے کسی کو یہ چیز نہیں دی گئی میں نے کوئی بھی رات نہیں گذاری یہاں تک کہ اس کو تین مرتبہ پڑھ لیتا ہوں اور عشاء کے بعد دو رکعتوں میں اس کو پڑھ لیتا ہوں اور اپنے وتر میں بھی اور جب اپنے بستر پر لیٹنے لگتا ہوں تب بھی پڑھ لیتا ہوں۔

سب سے زیادہ عظمت والی آیت

(۲۴) ابو عبیدہ نے عبداللہ بن رباح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابو منذر (یہ ان کی کنیت ہے) قرآن میں کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو منذر! کون سی آیت اللہ کی کتاب میں سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ پھر عرض کیا اے ابو منذر کون سی آیت اللہ کتاب میں اعظم ہے؟ تو عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا لفظ آیت ''الله لا اله الا هو الحی القیوم'' ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے سر پر ہاتھ مار کر فرمایا اے ابو منذر! تیرا علم تجھے مبارک ہو۔

(۲۵) ابن راہویہ نے اپنی مسند میں عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ (ایک مرتبہ) ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کون سی آیت اللہ تعالیٰ نے آپ پر سب سے زیادہ عظمت والی نازل فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا لفظ آیت ''اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم'' حتیٰ کہ آخر تک پڑھی جائے۔

(۲۶) ابن ابی دنیا نے مکاید الشیطان میں، محمد بن نصر، الطبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کی کھجوریں میرے سپرد کیں میں نے ان کو ایک کمرہ میں رکھ لیا پھر میں ان میں ہر دن کمی دیکھتا تھا میں نے اس بات کی رسول اللہ ﷺ کو شکایت کی آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا یہ شیطان کا کام ہے تو اس کی گھات لگا (یعنی اس کی نگرانی کر) میں نے رات کو گھات لگائی۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا۔ (وہ شیطان) ہاتھی کی صورت میں مجھ پر ظاہر ہوا۔ جب دروازہ کی طرف پہنچا تو دروازہ کی دراڑ سے دوسری طرف داخل ہو گیا۔ پھر کھجور کے قریب ہوا اور ایک ایک لقمہ کر کے کھانے لگا میں نے اپنے کپڑوں کو کس لیا اور میں نے پڑھا لفظ آیت ''اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ'' اے اللہ کے دشمن، صدقہ کے کھجوروں کی طرف تو بڑھا ہے میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا دوسرے لوگ تجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔ میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس ضرور لے جاؤں گا۔ اور وہ تجھ کو رسوا کریں گے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ پھر نہیں آؤں گا۔ (میں نے اس کو چھوڑ دیا) میں صبح کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا تیرے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا اس نے مجھ سے وعدہ کیا پھر نہیں آؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ دوبارہ آئے گا اس کی نگرانی کرنا۔ میں دوسری رات پھر نگرانی کی، اس نے اسی طرح کیا اور میں نے اسی طرح کیا۔ اس نے پھر وعدہ کیا کہ اب نہیں آؤں گا۔ میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ پھر آئے گا اس کی نگرانی کرنا۔ میں نے تیسری رات پھر نگرانی کی، اس نے اسی طرح کیا میں نے بھی اسی طرح کیا، میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تو نے مجھ سے دو مرتبہ وعدہ کیا، اور یہ تیسری مرتبہ ہے۔ کہنے لگا میں عیال دار ہوں میں نصیبین (ایک جگہ کا نام) سے تیرے پاس آتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی چیز مل جاتی تو تیرے پاس نہ آتا اور ہم تمہارے اس شہر میں رہتے تھے۔ یہاں تک کہ تمہارے ساتھ (رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے جب ان پر یہ دو آیتیں نازل ہوئی تو ہم کو اس (شہر) سے بھگا کر نصیبین میں ڈال دیا اور یہ کہ دونوں آیتیں کسی گھر میں نہیں پڑھی جاتیں مگر یہ کہ اس میں شیطان نہیں داخل ہوتا۔ تین مرتبہ اس نے کہا اگر تو میرا راستہ چھوڑ دے۔ تو میں وہ دونوں آیتیں تجھ کو سکھا دوں گا۔ میں نے کہا ہاں (مجھے سکھاؤ) اس نے کہا وہ آیۃ الکرسی ہے۔ اور سورۃ بقرہ کا آخر ہے۔ لفظ آیت ''امن الرسول'' سے آخر تک۔ میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ پھر میں صبح کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو بتایا جو کچھ اس نے کہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا خبیث نے سچ کہا اگرچہ وہ بہت جھوٹ بولنے والا ہے معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں ان دونوں کو پڑھتا تھا تو کوئی نقصان کو نہیں دیکھتا تھا۔

نفع ونقصان صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

(۲۷) طبرانی السنہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''اللہ لا الہ الا ھو'' سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور اس ذات کے علاوہ ہر معبود مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جو نہ نقصان پہنچا سکتی ہے، نہ نفع دے سکتی ہے، نہ رزق کے مالک ہیں نہ زندگی کے نہ قیامت کے دن اور نہ اٹھائے جانے کے مالک ہیں لفظ آیت ''الحی'' وہ زندہ ہے جس کو موت نہیں آتی لفظ آیت ''القیوم'' ہمیشہ قائم رہنے والی ذات ہے جو فنا نہیں ہوتی لفظ آیت ''لا تاخذہ سنۃ'' اس کو اونگھ بھی نہیں آتی لفظ آیت ''من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ'' یعنی اس کی اجازت کے بغیر کون سا فرشتہ ہے جو سفارش کرے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لفظ آیت ''ولا یشفعون الا لمن ارتضی'' (الانبیاء آیت ۲۸) (یعنی وہ فرشتے نہیں سفارش کرتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں) اور لفظ آیت ''یعلم ما بین ایدیھم'' سے آسمان اور زمین کی درمیانی مخلوق مراد ہے لفظ آیت ''وما خلفھم'' سے مراد جو کچھ آسمانوں میں ہے لفظ آیت ''ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء'' سے وہ چیزیں مراد ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے علم پر مطلع فرما دیتے ہیں لفظ آیت ''وسع کرسیہ السموت والارض'' سے مراد ہے کہ اس کی کرسی سب سے بڑی ہے سات آسمانوں سے اور سات زمینوں سے لفظ آیت ''ولا یؤدہ حفظھما'' سے مراد ہے کہ اس ذات سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی جو آسمانوں میں ہے زمین میں ہے لفظ آیت ''وھو العلی العظیم'' اس سے مراد وہ ذات ہے جو سب سے اعظم سب سے زیادہ عزت والا سب سے زیادہ بزرگی والا ہے اور سب سے زیادہ اکرام والا ہے۔

(۲۸) ابوالشیخ نے العظمہ میں ابو حزہ یزید بن عبید السائی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس لوٹے تو بنو فزارہ کا وفد آپ کے پاس واپس آیا۔ اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اپنے رب سے دعا فرمائیے کہ ہم کو بارش عطا فرمائے۔ اور ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کیجئے۔ اور آپ کا رب آپ کی سفارش قبول فرمائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افسوس ہے تیرے لئے میں اپنے رب کی طرف سفارش کروں گا۔ پس کون ہے جو ہمارے رب کی طرف سفارش کرے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہ عظیم ذات ہے اس کی کرسی آسمان اور زمین سے زیادہ وسیع ہے یہ زمین و آسمان اس کی عظمت اور جلال کی وجہ سے اس طرح چڑچڑا رہے ہیں جیسے نیا کجاوہ چڑچڑاتا ہے۔

(۲۹) ابن ابی الدنیا نے مکائد الشیطان میں، محمد بن نصر، الطبرانی، ابونعیم نے دلائل میں ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اپنے باغ کی کھجوریں کاٹ کر ان کو ایک کمرے میں رکھ دیا ایک شیطان ان کے کمرے میں آیا ان کھجوروں کو چوری کرنے لگا اور ان کو بگاڑنے لگا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی شکایت کی؟ آپ نے فرمایا اے ابو اسید اس کو آنے دے غور سے سن جب تو اس کے آنے کا سنے تو کہہ بسم اللہ تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ شیطان نے کہا: اے ابو اسید! مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ لے جا۔ اور میں تجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ وعدہ دیتا ہوں کہ میں تیرے گھر کی طرف نہیں آؤں گا اور نہ تیری کھجوریں چوری کروں گا۔ اور میں تجھ کو ایسی آیت بتاتا ہوں (اگر) تو اس کو اپنے گھر میں پڑھے گا۔ تو

تیرے گھر والوں میں شیطان نہیں آئے گا۔ اور اگر تو اپنے برتنوں پر پڑھے گا تو شیطان ان کا پردہ نہیں اٹھائے گا۔ اس شیطان نے اسید سے ایسا وعدہ کیا کہ وہ اس سے راضی ہو گئے پھر کہنے لگا جو آیت میں تجھے بتانا چاہتا ہوں وہ آیۃ الکرسی ہے۔ اسید نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سارا قصہ سنایا آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا اگرچہ وہ بہت جھوٹ بولنے والا ہے۔

(۳۰) نسائی، الرویانی نے اپنی سند میں، ابن حبان، دارقطنی، الطبرانی اور ابن مردویہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی۔ موت کے سوا اس کو جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں۔

(۳۱) ابن ابی الدنیا نے دعا میں، الطبرانی، ابن مردویہ، اور الہروی نے اپنے فضائل میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جب اس کے ذریعے دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے وہ تین سورتوں میں ہے۔ سورۃ بقرہ، آل عمران، اور طہٰ، پھر ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس کو ڈھونڈھا تو سورۃ بقرہ کی آیۃ الکرسی میں لفظ آیت ''اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم'' کو پایا۔ اور آل عمران میں لفظ آیت ''اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم'' کو پایا اور سورۃ طہٰ میں لفظ آیت ''وعنت الوجوہ للحی القیوم'' کو پایا۔

کالی بلی سے حفاظت

(۳۲) حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ابوایوب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کمرہ میں تشریف لائے۔ اور اس کا (یعنی ابوایوب) ایک کھانا الساری میں ایک ٹوکری میں رکھا ہوا تھا۔ روشندان میں سے بلی کی طرح کا ایک جانور آتا تھا۔ اور ٹوکری میں سے کھانا لے جاتا تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے جب وہ آئے تو اس سے کہہ دو کہ میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اور نہ چھوڑوں گا شیطان نے کہا: اے ابوایوب! مجھ کو اس مرتبہ چھوڑ دے۔ اللہ کی قسم پھر نہیں آؤں گا، ایوب رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر شیطان نے کہا میں تجھ کو ایسے کلمات نہ سکھاؤں کہ جب تو ان کو کہے گا تو تیرے گھر کے قریب اس رات اور اس دن اور اس سے اگلے دن تک شیطان نہیں آئے گا؟ انہوں نے فرمایا۔ ہاں! ضرور بتاؤ۔ کہنے لگا آیۃ الکرسی پڑھا کر۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ان کو بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا اگرچہ وہ بہت جھوٹا ہے۔

(۳۳) ابن ابی شیبہ، احمد، المروزی نے (اور اس کو حسن کہا) ابن ابی الدنیا نے مکائد الشیطان میں ابوالشیخ نے العظمہ میں، الطبرانی، الحاکم، ابونعیم نے دلائل میں ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان کی ایک کوٹھری تھی ایک شیطان یعنی (جن) آتا تھا اور مال لے جاتا تھا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا جب تو اس کو دیکھے تو یوں کہہ، لفظ آیت بسم اللہ اجیبی رسول اللہ وہ جن آیا تو انہوں نے اس کو یہ الفاظ کہے اس کو یہ کہہ کر پکڑ لیا، وہ جن کہنے لگا، میں پھر کبھی نہیں آؤں گا میں نے اس کو چھوڑ دیا اور صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا تیرے قیدی کا کیا ہوا؟ عرض کیا میں نے اس کو پکڑا ہر دفعہ وہ

یہی کہتا تھا میں پھر نہیں آؤں گا پھر (ایک مرتبہ) میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا آپ نے فرمایا تیرے قیدی کا کیا ہوا میں نے عرض کیا میں نے اس کو پکڑا اور وہ کہتا تھا میں (دوبارہ) نہیں آؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ پھر آئے گا میں نے اس کو (پھر) پکڑا اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں تجھ کو ایسی چیز بتاتا ہوں۔ (اگر) تو اس کو کہے گا تو تیرے قریب کوئی چیز نہیں آئے گی وہ آیۃ الکرسی ہے۔ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا سارا واقعہ بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا لیکن وہ ہے بہت جھوٹا۔

(۳٤) احمد ابن الضریس، حاکم (اور اس نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر کون سی بڑی عظمت والی آیت نازل ہوئی۔ آپ نے فرمایا آیۃ الکرسی لفظ آیت ''اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم''

(۳۵) ابن السنی نے ابوقتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے آیۃ الکرسی اور سورۃ بقرہ کا آخر (یعنی آخری آیتیں) سخت مصیبت کے وقت پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے۔

(۳٦) ابن مردویہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران کی طرف وحی بھیجی کہ ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھو۔ جو شخص اس کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھے گا میں اس کے لئے شاکرین والا دل، ذاکرین والی زبان، اور نبیوں والا ثواب اور صدیقین والے اعمال بنا دوں گا۔ اور اس پر پابندی نہیں کرتا، مگر نبی یا صدیق یا وہ بندہ جس کا دل ایمان سے مزین ہو یا اللہ کے راستہ میں اس کی شہادت کا ارادہ کیا گیا ہو۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ حدیث بہت منکر ہے۔

(۳۷) احمد، طبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کون سی آیت آپ پر سب سے زیادہ عظمت والی نازل ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا ''لفظ آیت اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم'' یعنی آیۃ الکرسی۔

(۳۸) ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں علی بن الحسن رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد اور اپنی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب (ان کی والدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہ) کو) بچہ کی پیدائش قریب ہوئی تو آپ نے (ازواج مطہرات) حضرت ام سلمہ اور زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہ) کو حکم فرمایا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور اس کے پاس آیۃ الکرسی اور لفظ آیت ''ان ربکم اللہ'' (الاعراف آیت ۵٤) آخر آیت تک پڑھو اور معوذتین پڑھ کر دم کرو۔

(۳۹) دیلمی نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا میں نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا جس نے اسلام میں اپنی عقل (یعنی سمجھ بوجھ) کو پایا اور وہ رات کو یہ آیت لفظ آیت ''اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم'' نہ پڑھتا ہو۔ اگر تم جان لو جو کچھ اس میں خیر و برکت ہے تو تم اس کو کسی حال میں نہ چھوڑو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے آیۃ الکرسی عرش کے نیچے خزانہ میں سے دی گئی۔ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی۔ حضرت علی نے فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو سنا کبھی کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں یہ آیۃ الکرسی نہ پڑھی ہو۔

(٤۰) طبرانی نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا میری کوٹھڑی میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ

اس میں کمی ہو رہی ہے۔ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی۔ آپ نے فرمایا تو کل ایک بلی کو اس میں پائے گا۔ تو اس سے کہنا لفظ آیت ''احببی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)'' میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ وہ ایک بڑھیا کی شکل میں پلٹ گئی اور کہنے لگی۔ مجھے چھوڑ دے تو میں تجھ کو اللہ کا واسطہ دیتی ہوں۔ اور میں پھر کبھی نہیں آؤں گی۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ (جب) میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا اس آدمی کا کیا ہوا؟ میں نے آپ کو پورا واقعہ بتا دیا۔ آپ نے فرمایا وہ جھوٹی ہے پھر آئے گی۔ جب وہ دوبارہ آئے اس سے یہی کہنا لفظ آیت ''احببی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)'' میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا وہ پلٹ کر کہنے لگی۔ اے ابوایوب میں تجھ کو اللہ کا واسطہ دیتی ہوں اس مرتبہ تو مجھے چھوڑ دے میں پھر نہیں آؤں گی۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا آپ نے پھر اسی طرح مجھ سے فرمایا۔ میرے ساتھ یہ معاملہ تین مرتبہ ہوا۔ اس نے مجھ سے تیسری مرتبہ یہ کہا: اے ابوایوب! میں تجھ کو ایسی چیز سکھاؤں گی جو شیطان اس کو سنے گا اس گھر میں نہ ہوگا۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا وہ آیۃ الکرسی ہے جو شیطان اس کو سنتا ہے بھاگ جاتا ہے۔ میں نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کو بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا اگرچہ وہ بہت جھوٹی ہے۔

(۴۲) طبرانی نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میرے گھر میں کوئی چیز مجھے تکلیف دیتی تھی۔ میں نے اس کی نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی، ہمارے گھر میں ایک روشندان تھا آپ نے فرمایا اس کی گھات لگاؤ۔ جب تو کسی چیز کو دیکھے تو یہ کہنا لفظ آیت احببی یدعوک رسول اللہ ﷺ (تجھے رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں) (چنانچہ) میں نے گھات لگائی اچانک کوئی چیز روشن دان میں سے نکلی میں اس کی طرف کودا اور میں نے کہا لفظ آیت ''اخسا یدعوك رسول الله (صلی اللہ علیہ وسلم)'' تیرا برا ہو تجھے رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں) میں نے اس کو پکڑا تو اس نے مجھ سے آہ وزاری کی اور اس نے مجھ سے کہا میں (اب) نہیں لوٹوں گا۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا جب صبح کو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو آپ نے پوچھا تیرے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے واقعہ بتا دیا آپ ﷺ نے فرمایا وہ پھر آئے گا۔ تین مرتبہ میں نے ایسا ہی کیا۔ ہر مرتبہ میں نے اس کو پکڑا اور نبی اکرم ﷺ کو سارا واقعہ بتا دیا۔ جب تیسری مرتبہ یہ واقعہ ہوا تو میں نے اس کو پکڑا اور اس سے کہا اب میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے مجھ سے قسم کھائی اور مجھ سے عاجزی کی۔ اور کہا میں تجھ کو ایسی چیز سکھاؤں گا۔ جب تو اپنی رات میں اس کو پڑھے گا نہ کوئی جن نہ کوئی چور تیرے قریب آئے گا۔ تو یہ آیۃ الکرسی پڑھا کر، میں نے اس کو چھوڑ دیا اور نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا آپ نے پوچھا تیرے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے مجھ سے قسم کھائی اور مجھ سے عاجزی کی، یہاں تک کہ میں نے اس پر رحم کیا۔ اور اس نے مجھ کو ایسی چیز سکھائی کہ اگر میں اس کو پڑھوں گا تو میرے قریب نہ کوئی جن اور نہ کوئی چور آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا اگرچہ وہ بہت جھوٹا ہے۔

(۴۳) بخاری، ابن الضریس، نسائی، ابن مردویہ اور ابونعیم نے دلائل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے فطرانہ کے مال کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ ایک آنے والا آیا اور مال میں سے لپ بھرنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور میں نے کہا کہ میں تجھ کو ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں محتاج ہوں اور

عیال دار ہوں۔ اور مجھے شدید حاجت ہے۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ میں صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابو ہریرہ! گزشتہ رات تیرے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے اپنی شدید حاجت اور عیال کا ذکر کیا۔ میں نے اس پر رحم کھایا اور اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا تو میں اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ آیا اور کھانے میں سے لپ بھرنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور کہا کہ میں تجھ کو ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں محتاج اور عیال دار ہوں پھر کبھی نہیں آؤں گا میں نے اس پر رحم کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا میں صبح کو حاضر ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تیرے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے اپنی حاجت اور عیال دار ہونے کی شکایت کی تو میں نے اس پر رحم کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا آپ نے فرمایا اس نے تجھ سے جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا میں نے تیسری رات پھر گھات لگائی وہ آیا اور کھانے میں لپ بھرنے لگا میں نے اس کو پکڑا اور کہا میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس ضرور لے جاؤں گا اور تیسری مرتبہ تو کہتا ہے میں پھر نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے اس نے کہا مجھے چھوڑ دے میں تجھ کو ایسے کلمات سکھاؤں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تجھ کو نفع دیں گے میں کہا وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا تو اپنے بستر پر آئے تو آیۃ الکرسی لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" (آیت کے ختم تک) پڑھ لے بے شک برابر تیرے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا رہے گا اور صبح تک تیرے قریب کوئی شیطان نہیں آئے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس نے تجھ سے سچ کہا اگر چہ وہ بہت جھوٹا ہے۔

(٤٤) بیہقی نے دلائل میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میرے پاس خوراک تھی اس میں نقصان ہو رہا تھا میں رات میں چھپ کر بیٹھ گیا اچانک ایک جنی عورت دیکھی میں اس پر لپکا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ تجھ کو نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ تجھ کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لے جاؤں گا کہنے لگی میں ایک عورت ہوں اور کثیر العیال ہوں (یعنی اولاد بہت ہے) پھر نہیں آؤں گی (مجھے چھوڑ دے) پھر وہ دوسری اور تیسری مرتبہ آئی میں نے اس کو پکڑ لیا تو کہنے لگی مجھے چھوڑ دے میں تجھ کو ایک ایسی چیز سکھاؤں گی جب تو اس کو پڑھے گا تو ہم میں سے کوئی تیرے سامان کے پاس نہیں آئے گا جب تو اپنے بستر پر آئے تو اپنے اوپر اور اپنے مال پر آیۃ الکرسی پڑھ لے میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا اگر چہ وہ بہت جھوٹی ہے۔

(٤٥) سعید بن منصور حاکم اور بیہقی نے شعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۃ بقرۃ میں ایک آیت ہے جو قرآن کی ساری آیتوں کی سردار ہے جس گھر میں یہ آیت پڑھی جاتی ہے تو شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے اور وہ (آیت) آیۃ الکرسی ہے۔

(٤٦) امام دارمی اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے (حم، المؤمن) لفظ آیت "الیہ المصیر" تک اور آیۃ الکرسی صبح کو پڑھی تو وہ ان آیات کی وجہ سے شام تک حفاظت میں رہے گا اور جس شخص نے دونوں کو شام کے وقت پڑھا تو صبح تک حفاظت میں رہے گا۔

(۴۷) امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن الضریس نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے آیۃ الکرسی عرش کے نیچے سے عطا کی گئی۔

(۴۸) ابن ابی الدنیا مکائد الشیطان میں اور دینوری نے المجالسۃ میں حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل (علیہ السلام) تشریف لائے اور فرمایا کہ ایک جن تیرے ساتھ مکروفریب کرے گا جب آپ اپنے بستر پر آئیں تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کریں۔

(۴۹) ابن ابی الدنیا نے مکائد الشیطان میں ابو شیخ نے العظمۃ میں ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک رات کو اپنے باغ میں گئے اس میں ایک آواز کو سنا اور کہا یہ کون ہے؟ اس نے کہا میں جنات میں سے ایک آدمی ہوں ہم کو قحط سالی پہنچ گئی۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ انسانوں کے پھلوں میں سے کچھ لے لوں ہمارے لیے اس کو حلال کر دیجئے۔ انہوں نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تو ہم کو بتا سکتا ہے کہ کون سی چیز ہمیں تم سے بچا سکتی ہے؟ اس نے کہا آیۃ الکرسی۔

(۵۰) امام ابو عبید نے سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جو ایلیا کے پہلے امیر تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" سے زیادہ عظمت والی آیت تورات میں، انجیل میں، اور زبور میں نہیں اتاری۔

(۵۱) امام ابن الضریس نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کا بھائی مر گیا تو اس نے اس کو نیند میں دیکھا اور اس سے پوچھا کون سا عمل بہتر ہے؟ اس نے کہا قرآن، پھر اس نے پوچھا قرآن کی کون سی آیت؟ اس نے کہا آیۃ الکرسی لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" پھر اس نے پوچھا تم ہمارے لیے کس چیز کی امید رکھتے ہو۔ اس نے کہا ہاں تم عمل کرتے ہو اور تم جانتے نہیں ہو اور ہم جانتے ہیں۔ اور ہم عمل نہیں کرتے۔

بستر پر آیت الکرسی

(۵۲) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا جس شخص نے بستر پر آنے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھی۔ تو دو فرشتے صبح تک اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

(۵۳) ابن ابی حاتم، ابو شیخ نے العظمہ میں، ابن مردویہ اور الضیاء نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ بنی اسرائیل نے کہا: اے موسیٰ! کیا تیرا رب نیند کرتا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ سے ڈرو (پھر) ان کے رب نے ان کو آواز دی۔ اے موسیٰ! تجھ سے انہوں نے سوال کیا کیا تیرا رب نیند کرتا ہے؟ دو شیشے اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر رات میں کھڑے ہو جاؤ۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے ایسا ہی کیا جب ایک تہائی رات گزر گئی تو اونگھ آنے لگی اور اپنے گھٹنوں کے بل گرنے لگے پھر آپ اٹھے اور ان شیشوں کو مضبوطی سے پکڑا۔ یہاں تک کہ جب آخری رات ہوئی تو ایسی اونگھ آئی کہ دونوں شیشے گر پڑے اور ٹوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اگر میں نیند کرتا تو آسمان اور زمین گر جاتے اور ہلاک ہو جاتے جیسے تیرے ہاتھ میں شیشے ہلاک ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر آیۃ الکرسی کو نازل فرمایا۔

(٥٤) ابن جریر، ابن ابی حاتم نے ربیع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''الحی'' سے مراد وہ ذات ہے جو ہمیشہ زندہ ہے جس کو موت نہیں آئے گی۔ (اور) لفظ آیت ''القیوم'' سے مراد ہر چیز کی نگرانی کرنا ہے۔ جو ان کو کھلاتا ہے، ان کو رزق دیتا ہے، اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔

(٥٥) آدم بن ابی ایاس، ابن جریر، بیہقی نے الاسماء والصفات میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''القیوم'' سے مراد ہر چیز پر نگرانی کرنے والا۔

(٥٦) ابن ابی حاتم نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''القیوم'' سے مراد وہ ذات ہے جس کو زوال نہیں۔

(٥٧) ابن الانباری نے المصاحف میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''الحی'' سے مراد وہ ذات ہے جس کو موت نہیں آئے گی۔ اور لفظ آیت ''القیوم'' سے مراد قائم رہنے والی ایسی ذات جس کا کوئی بدل نہیں۔

(٥٨) آدم بن ابی ایاس، ابن جریر، ابن ابی حاتم ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے لفظ آیت ''لا تأخذہ سنۃ ولا نوم'' میں سنۃ سے مراد اونگھ ہے اور النوم سے مراد نیند ہے۔

(٥٩) ابن الانباری نے کتاب الوقف والابتداء میں اور الطستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرق رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ مجھے لفظ آیت ''لا تأخذہ سنۃ'' کے بارے میں بتایئے تو انہوں نے فرمایا کہ الوسنان سے مراد وہ شخص ہے جو نیند کرنے والا ہو ابھی مکمل سویا نہ ہو انہوں نے کہا کیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے زہیر بن ابی سلمی کا قول نہیں سنا وہ فرماتے ہیں۔ لفظ آیت

ولا سنۃ طوال الدھر تأخذہ ولا ینام وما فی امرہ فند

(ترجمہ) اسے اونگھ نہیں آئی لمبے زمانہ میں اور نہ وہ نیند کرتا ہے اور نہ اس کا کام ختم ہوتا ہے۔

(٦٠) عبد بن حمید، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ لفظ آیت ''السنۃ'' سے مراد اونگھ ہے اور النوم سے مراد لفظ آیت ''استثقال'' یعنی گہری نیند ہے۔

(٦١) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن المنذر نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ''السنۃ'' سے مراد ہے نیند کی ہوا جو چہرہ پر پڑتی ہے جس سے انسان اونگھنے لگتا ہے۔

(٦٢) ابن ابی حاتم نے عطیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ''لا تأخذہ سنۃ ولا نوم'' سے مراد ہے جو کام میں سستی نہیں کرتا یعنی وہ کمزور نہیں پڑتا۔

(٦٣) سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ''من ذا الذی یشفع عندہ'' سے مراد ہے کون بات کر سکتا ہے اس کے پاس مگر اس کی اجازت سے۔

(٦٤) ابن جریر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ''یعلم ما بین ایدیھم'' سے مراد وہ جانتا ہے جو

دنیا سے گذر چکا اور لفظ آیت ''وما خلفھم '' سے مراد ہے وہ آخرت کو بھی جانتا ہے۔

(۶۵) ابن ابی حاتم نے العوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ''یعلم ما بین ایدیھم '' سے مراد ہے کہ ان کے اعمال میں سے جو وہ کر چکے (اس کو جانتا ہے) لفظ آیت ''وما خلفھم '' اور جو کچھ وہ اپنے اعمال میں سے ضائع کر چکے (ان کو بھی جانتا ہے)۔

(۶۶) ابن جریر نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ''ولا یحیطون بشیء من علمہ '' سے مراد ہے کہ وہ لوگ اس کے علم میں سے کچھ بھی نہیں جانتے لفظ آیت ''الا بما شاء'' مگر جو ان کو خود بتایا۔

(۶۷) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ''وسع کرسیہ السموت والارض'' سے مراد ہے کہ اس کی کرسی اس کا علم ہے۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کو نہیں سنا لفظ آیت ''ولا یؤدہ حفظھما''۔

(۶۸) الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ''وسع کرسیہ السموت والارض'' کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس کی کرسی اس کے قدم کی جگہ ہے اور عرش وہ ہے کہ اس کی قدرت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

(۶۹) الفریابی، عبد بن حمید، ابن المنذر ابن ابی حاتم، الطبرانی ابو الشیخ، الحاکم (اور اس کو صحیح فرمایا) الخطیب اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کرسی اس کے قدموں کی جگہ ہے اور عرش وہ ہے کہ اس کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا۔

(۷۰) ابن جریر ابن المنذر ابو الشیخ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کرسی پاؤں رکھنے کی جگہ ہے اور وہ اس طرح چرچراتی ہوتی ہے جیسے کجاوے کی چرچراہٹ میں نے کہا یہ بات بطور استعارہ کے ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اس تشبیہ سے بلند ہے اور اس کی وضاحت کرتی ہے وہ روایت جو ابن جریر نے ضحاک سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ کرسی وہ چیز ہے جو عرش کے نیچے رکھی ہوئی ہے کہ بادشاہ اس پر اپنے قدموں کو رکھتے ہیں۔

(۷۱) ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں پھیلا دی جائیں پھر وہ ایک دوسرے سے جڑ جائیں تو کرسی کی وسعت کے سامنے وہ ایک کڑے کی مانند ہوں گی جو جنگل میں ہو۔

(۷۲) ابن جریر، ابو الشیخ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن مردویہ اور بیہقی نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرسی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اے ابوذر! ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کرسی کے سامنے ایسی ہیں جیسے جنگل میں گرا ہوا ایک (انگوٹھی کا) حلقہ اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسی ہے جیسے کسی جنگل کی فضیلت اس حلقہ پر (فضیلت سے مراد ہے بڑا ہونا یعنی عرش اتنا بڑا ہے کہ اس کے سامنے کرسی ایک حلقہ کے برابر ہے)۔

(۷۳) عبد بن حمید، ابن ابی عاصم نے السنۃ میں، البزار، ابو یعلی، ابن جریر، ابو الشیخ، الطبرانی، ابن مردویہ الضیا المقدسی نے المختارہ میں حضرت عمر سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بیان کرتے

ہوئے فرمایا کہ اس کی کرسی آسمانوں وزمین کو گھیرے ہوئے ہے اور اس کے لئے ایک آواز ہوتی ہے جیسے کسی نئے کجاوے کی چر چراہٹ ہوتی ہے جب وہ اس پر سوار ہوتا ہے اور وہ بوجھ کی وجہ سے چر چراتا ہے اس سے چار انگلی کے برابر جگہ خالی نہیں ہے۔

(۷٤) ابوالشیخ نے العظمہ میں ابونعیم نے الحلیہ میں النسائی ضعیف سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ کرسی موتی ہے اور قلم موتی ہے اور قلم کی لمبائی سات سو سال کے برابر ہے اور کرسی کی لمبائی اتنی ہے کہ جاننے والے بھی اس کو نہیں جانتے۔

(۷٥) عبد بن حمید ابن ابی حاتم ابوالشیخ نے ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کرسی عرش کے نیچے ہے۔

(۷٦) ابوالشیخ نے وھب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ کرسی عرش کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور پانی سارے کا سارا کرسی کے پیٹ میں ہے۔

(۷۷) ابوالشیخ نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے سورج کرسی کے نور کے سترویں جزو میں سے ایک جز ہے۔

(۷۸) سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابوالشیخ اور بیہقی نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے آسمان وزمین کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے ایک کڑا جنگل کی زمین میں ہو اور اس کی کرسی عرش کے سامنے ایسے ہے جیسے ایک کڑا جنگل کی زمین میں۔

(۷۹) ابن جریر، ابن ابی حاتم نے سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ بلاشبہ آسمان وزمین کرسی کے پیٹ میں ہیں اور کرسی عرش کے سامنے ہے۔

کرسی کی وسعت

(۸۰) ابن المنذر اور ابوالشیخ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! مقام محمود کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزول فرمائے گا (اپنی شان کے لائق) کرسی اس طرح چر چرائے گی جیسے نیا کجاوہ تنگ ہونے کی وجہ سے چر چراتا ہے اور وہ کرسی آسمان اور زمین جیسی وسیع ہے۔

(۸۱) ابن جریر نے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ کرسی وہی عرش ہے۔

(۸۲) بیہقی نے الاسماء والصفات میں سدی کے طریق سے، ابو مالک سے، ابوصالح ابن عباس، مرۃ الہمدانی نے حضرت ابن مسعود اور نبی اکرم ﷺ کے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لفظ آیت "القیوم" سے مراد نگرانی کرنے والا اور لفظ آیت "السنۃ" سے مراد نیند کی ہوا جو چہرہ پر پڑتی ہے جس سے انسان اونگھنے لگتا ہے اور لفظ آیت "ما بین ایدیھم وما خلفھم" سے مراد ہے کہ وہ اس کے علم میں سے کچھ بھی نہیں جانتے مگر وہ جو اس نے ان کو خود سکھایا اور لفظ آیت "وسع کرسیہ السموت والارض" سے مراد ہے کہ سارے آسمان اور زمین اس کے پیٹ میں ہیں اور کرسی عرش کے سامنے ہے اور وہ اس کے قدموں کی جگہ ہے اور لفظ آیت "ولا یؤدہ" سے مراد ہے کہ وہ اس پر بھاری نہیں ہے۔

(۸۳) عبد بن حمید، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی نے ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت "وسع کرسیہ السموت

والارض" کے بارے میں روایت کیا کہ وہ ایک چٹان ہے جو ساتوں زمین کے نیچے ہے جہاں مخلوق کی انتہاء ہے اس کے کناروں پر چار فرشتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے چار چہرے ہیں ایک چہرہ انسان کا ہے، دوسرا شیر کا چہرہ ہے، تیسرا بیل کا چہرہ ہے، اور چوتھا گدھ کا چہرہ ہے، وہ فرشتے اس چٹان پر کھڑے ہوئے ہیں اور زمین و آسمانوں کو گھیرے میں لیے ہوئے ان کے سر کرسی کے نیچے ہیں اور کرسی عرش کے نیچے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی کرسی کو عرش پر رکھے ہوئے ہیں۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو کرسیوں کی طرف اشارہ ہے ان میں سے ایک عرش کے نیچے ہے اور دوسری عرش پر رکھی ہوئی ہے۔

(۸٤) ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ولا یؤدہ حفظھما" سے مراد ہے کہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ پر بھاری نہیں ہے۔

(۸۵) الطستی نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "ولا یؤدہ حفظھما" کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اس سے مراد ہے کہ اس پر بھاری نہیں ہوتی ہے۔ (آسمان و زمین کی حفاظت) پھر انہوں نے عرض کیا عرب اس معنی سے واقف ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔

یعطی المئین ولا یؤودہ حملھا محض الضرائب ماجد الاخلاق

(ترجمہ) وہ دو سو دیتا ہے اور اس کا اٹھانا اس پر بوجھل نہیں ہے اس کے محصولات خالص ہیں اور وہ اچھے اخلاق والا ہے۔

(۸٦) ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولا یؤدہ حفظھما" سے مراد ہے کہ (زمین و آسمان کی حفاظت) اس پر بوجھل نہیں ہے۔

(۸۷) ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "العظیم" سے مراد وہ ذات ہے جو اپنی عظمت میں کامل ہے۔

(۸۸) الطبرانی نے السنۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو" سے ارادہ کیا ہے اس ذات کا جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اس کے علاوہ ہر معبود اس کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے نہ نقصان پہنچا سکتی ہے نہ نفع دے سکتی ہے نہ مالک ہوتی ہے رزق کی نہ زندگی کی اور نہ قیامت کے دن اٹھائے جانے کی لفظ آیت "الحی" سے ارادہ کیا ہے اس ذات کا جس کو موت نہیں آتی (اور) لفظ آیت "القیوم" سے وہ ذات مراد ہے جو آزمائی نہیں جاتی لفظ آیت "لا تأخذہ سنۃ" سے اس کو اونگھ بھی نہیں آتی، لفظ آیت "ولا نوم لہ ما فی السموت وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ" اس سے ارادہ فرشتوں کا جیسے ان کا قول لفظ آیت "ولا یشفعون الا لمن ارتضی" ہے۔ (اور) لفظ آیت "یعلم ما بین ایدیھم" سے ارادہ کرتے ہیں آسمان سے زمین تک۔ لفظ آیت "وما خلفھم" سے ارادہ کرتے ہیں اس چیز کا جو آسمانوں میں ہے، لفظ آیت "ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء" سے ارادہ کرتے ہیں ان چیزوں میں سے جن کے بارے میں (اللہ تعالیٰ نے) اپنے علم پر مطلع فرمایا ہے۔ لفظ آیت "وسع کرسیہ السموت والارض" سے

ارادہ کرتے ہیں اس چیز کا جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمین سے بڑی ہے۔لفظ آیت ''ولا یؤدہ حفظھما'' سے ارادہ کرتے ہیں کہ کوئی چیز آسمانوں اور زمین میں اس سے فوت نہیں ہوتی۔لفظ آیت ''وھو العلی العظیم'' سے ارادہ کرتے ہیں کہ اس سے اونچا کوئی نہیں اس سے زیادہ کوئی عزت والا نہیں، اس سے زیادہ کوئی بزرگی والا نہیں اور اس سے زیادہ کوئی اکرام والا نہیں۔

(۸۹) ابوالشیخ نے العظمہ میں ابو حمزہ رحمۃ اللہ علیہ اور یزید بن عبید السلمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب نبی اکرم ﷺ تبوک سے لوٹے تو بنو فزارہ کا وفد آیا اور کہنے لگا، یارسول اللہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہم کو بارش عطا فرمائیں، اور ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کیجئے اور آپ کا رب آپ کی سفارش قبول فرمائے گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔افسوس ہے تیرے لئے میں سفارش کروں گا اپنے رب کے پاس۔پس کون ہے جو ہمارے رب کی طرف سفارش کرے۔نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ عظیم ذات ہے۔اس کی کرسی آسمانوں اور زمین سے زیادہ وسیع ہے اور وہ چرچراتی ہے اس کی عظمت اور جلال سے جیسے نیا پالان چرچراتا ہے۔(تفسیر در منثور، سورہ بقرہ، بیروت)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔

عظیم تر آیت تعارف اللہ بزبان اللہ یہ آیت آیت الکرسی ہے، جو بڑی عظمت والی آیت ہے۔حضرت ابی بن کعب سے رسول اللہ ﷺ دریافت فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا سب سے زیادہ علم ہے۔آپ پھر یہی سوال کرتے ہیں، بار بار کے سوال پر جواب دیتے ہیں کہ آیت الکرسی، حضور ﷺ فرماتے ہیں ابوالمنذر اللہ تعالیٰ تجھے تیرا علم مبارک کرے، اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی زبان ہوگی اور ہونٹ ہوں گے اور یہ بادشاہ حقیقی کی تقدیس بیان کرے گی اور عرش کے پایہ سے لگی ہوئی ہوگی۔(مسند احمد)

صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے لیکن یہ پچھلا قسمیہ جملہ اس میں نہیں، حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں میرے ہاں ایک کھجور کی بوری تھی۔میں نے دیکھا کہ اس میں سے کھجوریں روز بروز گھٹ رہی ہیں، ایک رات میں جاگتا رہا اس کی نگہبانی کرتا رہا، میں نے دیکھا ایک جانور مثل جوان لڑکے کے آیا، میں نے اسے سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا، میں نے کہا تو انسان ہے یا جن؟ اس نے کہا میں جن ہوں، میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دے، اس نے ہاتھ بڑھا دیا، میں نے اپنے ہاتھ میں لیا تو کتے جیسا ہاتھ تھا اور اس پر کتے جیسے ہی بال تھے، میں نے کہا کیا جنوں کی پیدائش ایسی ہی ہے؟ اس نے کہا تمام جنات میں سب سے زیادہ قوت طاقت والا میں ہی ہوں، میں نے کہا بھلا تو میری چیز چرانے پر کیسے دلیر ہوگیا؟ اس نے کہا مجھے معلوم ہے کہ تو صدقہ کو پسند کرتا ہے، ہم نے کہا پھر ہم کیوں محروم رہیں؟ میں نے کہا تمہارے شر سے بچانے والی کون سی چیز ہے؟ اس نے کہا آیت الکرسی۔صبح کو جب میں سرکار محمدی ﷺ میں حاضر ہوا تو میں نے رات کا سارا واقعہ بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا خبیث نے یہ بات تو بالکل سچ کہی۔(ابویعلی)

ایک بار مہاجرین کے پاس آپ ﷺ گئے تو ایک شخص نے کہا حضور ﷺ قرآن کی آیت کون سی بڑی ہے، آپ نے یہی آیت الکرسی پڑھ کر سنائی۔(طبرانی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ میں سے ایک سے پوچھا تم نے نکاح کر لیا؟ اس نے کہا حضرت میرے پاس مال نہیں، اس لئے نکاح نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قل ھو اللہ یاد نہیں؟ اس نے کہا وہ تو یاد ہے، فرمایا چوتھائی قرآن تو یہ ہو گیا، کیا قل یا ایھا الکافرون یاد نہیں، کہا ہاں وہ بھی یاد ہے، فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا، پھر پوچھا کیا اذا زلزلت بھی یاد ہے؟ کہا ہاں، فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا، کیا اذا جاء نصر اللہ بھی یاد ہے؟ کہا ہاں، فرمایا چوتھائی یہ، کہا آیت الکرسی یاد ہے؟ کہا ہاں، فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا۔ (مسند احمد)

حضرت ابوذر فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، میں آ کر بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا اٹھو نماز ادا کر لو۔ میں نے نماز پڑھی پھر آ کر بیٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوذر شیطان انسانوں اور جنوں سے پناہ مانگ، میں نے کہا حضور کیا انسانی شیطان بھی ہوتے ہیں؟ فرمایا ہاں، میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ فرمایا وہ سراسر خیر ہے جو چاہے کم حصہ لے جو چاہے زیادہ، میں نے کہا حضور روزہ؟ فرمایا کفایت کرنے والا فرض ہے اور اللہ کے نزدیک زیادتی ہی، میں نے کہا صدقہ؟ فرمایا بہت زیادہ اور بڑھ چڑھ کر بدلہ دلوانے والا، میں نے کہا سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟ فرمایا کم مال والے کا ہمت کرنا یا پوشیدگی سے محتاج کی احتیاج پوری کرنا، میں نے سوال کیا سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ فرمایا حضرت آدم، میں نے کہا وہ نبی تھے؟ فرمایا نبی اور اللہ سے ہمکلام ہونے والے، میں نے پوچھا رسولوں کی تعداد کیا ہے؟ فرمایا تین سو اور کچھ اوپر دس بہت بڑی جماعت، ایک روایت میں تین سو پندرہ کا لفظ ہے، میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سب سے زیادہ بزرگی والی آیت کون سی اتری؟ فرمایا آیت الکرسی اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم الخ، (مسند احمد) حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ میرے خزانہ میں سے جنات چرا کر لے جایا کرتے تھے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اسے دیکھے تو کہنا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ جب وہ آیا میں نے یہی کہا، پھر اسے چھوڑ دیا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ پھر بھی آئے گا، میں نے اسے اسی طرح دو تین بار پکڑا اور اقرار لے لے کر چھوڑ دیا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ وہ پھر بھی آئے گا، آخر مرتبہ میں نے کہا اب میں تجھے نہ چھوڑوں گا، اس نے کہا چھوڑ دے میں تجھے ایک ایسی چیز بتاؤں گا کہ کوئی جن اور شیطان تیرے پاس ہی نہ آ سکے، میں نے کہا اچھا بتاؤ، کہا وہ آیت الکرسی ہے۔ میں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا، گو وہ جھوٹا ہے۔ (مسند احمد)

صحیح بخاری شریف میں کتاب فضائل القرآن اور کتاب الوکالہ اور صفۃ ابلیس کے بیان میں بھی یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ زکوٰۃ رمضان کے مال پر میں پہرہ دے رہا تھا جو یہ شیطان آیا اور سمیٹ سمیٹ کر اپنی چادر میں جمع کرنے لگا، تیسری مرتبہ اس نے بتایا کہ اگر تو رات بستر پر جا کر اس آیت کو پڑھ لے گا تو اللہ کی طرف سے تجھ پر حافظ مقرر ہو گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب بھی نہ آ سکے گا۔ (بخاری)

دوسری روایت میں ہے کہ یہ کھجوریں تھیں اور مٹھی بھر وہ لے گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ اگر اسے پکڑنا چاہے تو جب وہ

دروازے کھولے کہا سبحان من سعفرك محمد شیطان نے عذر یہ بتایا تھا کہ ایک فقیر جن کے بال بچوں کیلئے میں یہ لے جا رہا تھا (ابن مردویہ)

پس یہ واقعہ تین صحابہ کا ہوا، حضرت ابی بن کعب کا، حضرت ابوایوب انصاری کا اور حضرت ابوہریرہ کا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک انسان کی ایک جن سے ملاقات ہوئی جن نے کہا مجھ سے کشتی کرے گا؟ اگر مجھے گرا دے گا تو میں تجھے ایک ایسی آیت سکھاؤں گا کہ جب تو اپنے گھر جائے اور اسے پڑھ لے تو شیطان اس میں نہ آسکے، کشتی ہوئی اور اس آدمی نے جن کو گرا دیا، اس شخص نے جن سے کہا تو نحیف اور ڈرپوک ہے اور تیرے ہاتھ مثل کتے کے ہیں، کیا جنات ایسے ہی ہوتے ہیں یا صرف تو ہی ایسا ہے؟ کہا میں تو ان سب میں سے قوی ہوں، پھر دوبارہ کشتی ہوئی اور دوسری مرتبہ بھی اس شخص نے گرا دیا تو جن نے کہا جو آیت میں نے سکھانے کیلئے کہا تھا وہ آیت الکرسی ہے، جو شخص اپنے گھر میں جاتے ہوئے اسے پڑھ لے تو شیطان اس گھر سے گدھے کی طرح چیختا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ جس شخص سے کشتی ہوئی تھی وہ شخص عمر تھے۔ (کتاب الغریب)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سورۃ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآن کریم کی تمام آیتوں کی سردار ہے جس گھر میں وہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ وہ آیت آیت الکرسی ہے۔ (مستدرک حاکم)

ترمذی میں ہے ہر چیز کی کوہان اور بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورۃ بقرہ ہے اور اس میں بھی آیت الکرسی تمام آیتوں کی سردار ہے۔ حضرت عمر کے اس سوال پر کہ سارے قرآن میں سب سے زیادہ بزرگ آیت کون سی ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا مجھے خوب معلوم ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ آیت آیت الکرسی ہے (ابن مردویہ) حضور ﷺ فرماتے ہیں ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ ایک تو آیت الکرسی، دوسری آیت الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (مسند احمد)

اور حدیث میں ہے کہ وہ اسم اعظم جس نام کی برکت سے جو دعا اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے وہ قبول فرماتا ہے۔ وہ تین سورتوں میں ہے، سورۃ بقرہ، سورۃ آل عمران اور سورۃ طٰہٰ (ابن مردویہ) ہشام بن عمار خطیب دمشق فرماتے ہیں سورۃ بقرہ کی آیت آیت الکرسی ہے اور آل عمران کی پہلی ہی آیت اور طٰہٰ کی آیت وعنت الوجوہ للحی القیوم ہے اور حدیث میں ہے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لے اسے جنت میں جانے سے کوئی چیز نہیں روکے گی سوائے موت کے (ابن مردویہ) اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں وارد کیا ہے اور ابن حبان نے بھی اسے اپنی صحیح میں وارد کیا ہے اس حدیث کی سند شرط بخاری پر ہے لیکن ابوالفرج بن جوزی اسے موضوع کہتے ہیں واللہ اعلم۔

تفسیر ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہے۔ ابن مردویہ میں کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران کی طرف وحی کی کہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، جو شخص یہ کرے گا میں اسے شکر گزار دل اور ذکر کرنے والی زبان دوں گا۔ اور اسے نبیوں کا ثواب اور صدیقوں کا عمل دوں گا۔ جس عمل کی پابندی صرف انبیاء اور صدیقین سے ہی ہوتی ہے یا اس بندے سے جس کا دل میں نے ایمان کیلئے آزما لیا ہو یا اسے اپنی راہ میں شہید کرنا طے کر لیا ہو،

لیکن یہ حدیث بہت منکر ہے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے جو شخص سورۃ حم المومنین کو الیہ المصیر تک اور آیت الکرسی کو صبح کے وقت پڑھ لے گا وہ شام تک اللہ کی حفاظت میں رہے گا اور شام کو پڑھنے والے کی صبح تک حفاظت ہوگی لیکن یہ حدیث بھی غریب ہے۔ اس آیت کی فضیلت میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں لیکن ایک تو اس لئے کہ ان کی سندیں ضعیف ہیں اور دوسرے اس لئے بھی کہ ہمیں اختصار مدنظر ہے، ہم نے انہیں وارد نہیں کیا۔ اس مبارک آیت میں دس مستقل جملے، پہلے جملے میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا بیان ہے کہ کل مخلوق کا وہی ایک اللہ ہے۔ دوسرے جملے میں ہے کہ وہ خود زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ قیوم کی دوسری نشانی قرأت قیام بھی ہے پس تمام موجودات اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے، کوئی بھی بغیر اس کی اجازت کے کسی چیز کا سنبھالنے والا نہیں، جیسے اور جگہ ہے (وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ)30۔ الروم:25) یعنی اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان وزمین اسی کے حکم سے قائم ہیں، پھر فرمایا نہ تو اس پر کوئی نقصان آئے نہ کبھی وہ اپنی مخلوق سے غافل اور بے خبر ہو، بلکہ ہر شخص کے اعمال پر وہ حاضر، ہر شخص کے احوال پر وہ ناظر، دل کے ہر خطرے سے وہ واقف، مخلوق کا کوئی ذرہ بھی اس کی حفاظت اور علم سے کبھی باہر نہیں، یہی پوری "قیومیت" ہے۔ اونگھ، غفلت، نیند اور بے خبری سے اس کی ذات مکمل پاک ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کھڑے ہو کر صحابہ کرام کو چار باتیں بتائیں، فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ سوتا نہیں، نہ نیند اس کی ذات کے لائق ہے، وہ ترازو کا حافظ ہے جس کیلئے چاہے جھکا دے، جس کیلئے چاہے نہ جھکائے، دن کے اعمال رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف لے جائے جاتے ہیں، اس کے سامنے نور یا آگ کے پردے ہیں اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے چہرے کی تجلیاں ان تمام چیزوں کو جلا دیں جن تک اس کی نگاہ پہنچے، عبدالرزاق میں حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ موسیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ سوتا بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی بھیجی کہ حضرت موسیٰ کو تین راتوں تک بیدار رکھیں، انہوں نے یہی کیا، تین راتوں تک سونے نہ دیا، اس کے بعد دو بوتلیں ان کے ہاتھوں میں دے دیں گئیں اور کہہ دیا کہ انہیں تھامے رہو خبردار یہ گرنے اور ٹوٹنے نہ پائیں، آپ نے انہیں تھام لیا لیکن جاگا ہوا تھا، نیند کا غلبہ ہوا، اونگھ آنے لگی، آنکھ بند ہو جاتی لیکن پھر ہوشیار ہو جاتے مگر کب تک؟ آخر ایک مرتبہ ایسا جھکولا آیا کہ بوتلیں ٹوٹ گئیں، گویا انہیں بتایا گیا کہ جب ایک اونگھنے اور سونے والا دو بوتلوں کو نہیں سنبھال سکتا تو اللہ تعالیٰ اگر اونگھے یا سوئے تو زمین وآسمان کی حفاظت کس طرح ہو سکے؟ لیکن یہ بنی اسرائیل کی بات ہے۔

اور کچھ دل کو لگتی بھی نہیں اس لئے کہ یہ ناممکن ہے کہ موسیٰ جیسے جلیل القدر عارف باللہ اللہ جل شانہ کی اس صفت سے ناواقف ہوں اور انہیں اس میں تردد ہو کہ اللہ ذوالجلال والاکرام جاگتا ہی رہتا ہے یا سو بھی جاتا ہے اور اس سے بھی بہت زیادہ غرابت والی وہ حدیث ہے جو ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو منبر پر بیان فرمایا۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فرمان پیغمبر ہونا ثابت نہیں بلکہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے یہ سوال کیا تھا اور پھر آپ کو بوتلیں پکڑوائی گئیں اور وہ بوجہ نیند کے نہ سنبھال سکے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی، آسمان وزمین کی تمام چیزیں اس کی غلامی میں اور

اس کی ماتحتی میں اور اس کی سلطنت میں ہیں جیسے فرمایا کل من فی السموات والارض الخ یعنی زمین و آسمان کی کل چیزیں رحمن کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہیں، ان سب کو رب العالمین نے ایک ایک کر کے گن رکھا ہے۔ ساری مخلوق تنہا تنہا اس کے پاس حاضر ہوگی، کوئی نہیں جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش یا شفاعت کر سکے، جیسے ارشاد ہے: و کم من ملك في السموات الخ، یعنی آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں لیکن ان کی شفاعت بھی کچھ فائدہ نہیں دے سکتی، ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشائی اور مرضی سے ہو، اور جگہ ہے ولا يشفعون الا لمن ارتضى کسی کی وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اس کی جس سے اللہ خوش ہو، پس یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کا جلال اور اس کی کبریائی بیان ہو رہی ہے، کہ بغیر اس کی اجازت اور رضامندی کے کسی کی جرات نہیں کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش میں زبان کھولے، حدیث شفاعت میں بھی ہے کہ میں اللہ کے عرش کے نیچے جاؤں گا اور سجدے میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ مجھے سجدے میں ہی چھوڑ دے گا جب تک چاہے، پھر کہا جائے گا کہ اپنا سر اٹھاؤ، کہو، سنا جائے گا، شفاعت کرو، منظور کی جائے گی، آپ فرماتے ہیں پھر میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی اور میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا وہ اللہ تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ کا عالم ہے اس کا علم تمام مخلوق کا احاطہ کئے ہوئے ہے جیسے اور جگہ فرشتوں کا قول ہے کہ ما نتنزل الا بامر ربك الخ ہم تیرے رب کے حکم کے بغیر اتر نہیں سکتے ہمارے آگے پیچھے اور سامنے سب کی چیزیں اسی کی ملکیت ہیں اور تیرا رب بھول چوک سے پاک ہے۔

کرسی سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس سے علم منقول ہے، دوسرے بزرگوں سے دونوں پاؤں رکھنے کی جگہ منقول ہے، ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مروی ہے، حضرت ابوہریرہ سے بھی مرفوعاً یہی مروی ہے لیکن رفع ثابت نہیں، ابو مالک فرماتے ہیں کرسی عرش کے نیچے ہے، سدی کہتے ہیں آسمان و زمین کرسی کے جوف میں اور کرسی عرش کے سامنے، ابن عباس فرماتے ہیں ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان اگر پھیلا دیئے جائیں اور سب کو ملا کر بسیط کر دیا جائے تو بھی کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہوں گے جیسے ایک حلقہ کسی چٹیل میدان میں، ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی میں ایسے ہی ہوں گے جیسے ایک حلقہ کسی چٹیل میدان میں، ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی میں ایسے ہی ہیں جیسے سات درہم ڈھال میں اور حدیث میں کرسی عرش کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک لوہے کا حلقہ چٹیل میدان میں، ابوذر غفاری نے ایک مرتبہ کرسی کے بارے میں سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہی فرمایا اور فرمایا کہ پھر عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہی ہے، ایک عورت نے آن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے جنت میں لے جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی کرسی نے آسمان و زمین کو گھیر رکھا ہے مگر جس طرح نیا پالان چر چراتا ہے وہ کرسی عظمت پروردگار سے چر چرا رہی ہے، گو یہ حدیث بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے لیکن کسی سند میں کوئی راوی غیر مشہور ہے کسی میں ارسال ہے، کوئی موقوف ہے، کسی میں بہت کچھ غریب زیادتی ہے، کسی میں حذف ہے اور ان سب سے زیادہ غریب حضرت جبیر والی حدیث ہے جو ابوداؤد میں مروی ہے۔ اور وہ روایات بھی ہیں جن میں قیامت کے روز کرسی کا فیصلوں کیلئے رکھا جانا مروی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں یہ ذکر نہیں واللہ اعلم، مسلمانوں کے ہیئت دان متکلمین کہتے ہیں کہ کرسی آٹھواں آسمان ہے جسے فلک

ثوابت کہتے ہیں اور جس پر نواں آسمان ہے اور جسے فلک اثیر کہتے ہیں اور اطلس بھی، لیکن دوسرے لوگوں نے اس کی تردید کی ہے، حسن بصری فرماتے ہیں کرسی ہی عرش ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کرسی اور ہے اور عرش اور ہے، جو اس سے بڑا ہے جیسا کہ آثار احادیث میں وارد ہوا ہے، علامہ ابن جریر تو اس بارے میں حضرت عمر والی روایت پر اعتماد کئے ہوئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کی صحت میں کلام ہے۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ بقرہ)

آیۃ الکرسی کی تفسیری وضاحت کا بیان

امام تفسیر امام ابوعبداللہ قرطبی لکھتے ہیں:

قولہ تعالیٰ (آیت) ''اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم''۔ یہ آیۃ الکرسی ہے، یہ قرآن کی آیات کی سردار ہے اور سب سے بڑی آیت ہے، جیسا کہ سورۃ الفاتحہ میں اس کا بیان گزر چکا ہے، یہ رات کے وقت نازل ہوئی اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ آیت لکھوا دی۔

حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: جب آیۃ الکرسی نازل ہوئی دنیا میں تمام بت گر گئے اور اسی طرح دنیا میں تمام بادشاہ گر پڑے اور ان کے سروں سے تاج گر گئے اور شیاطین بھاگ پڑے، وہ آپس میں ایک دوسرے کو مارنے لگے اور ابلیس کے پاس تمام جمع ہو گئے اور اسے اس کے بارے مطلع کیا، تو اس نے انہیں کہا کہ وہ اس کے بارے تفتیش کریں، چنانچہ وہ مدینہ طیبہ کی طرف آئے تو انہیں یہ خبر موصول ہوئی کہ آیت الکرسی نازل ہوئی ہے۔ ائمہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عرض کی: اللہ ورسولہ اعلم، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے ابا المنذر! کیا تو جانتا ہے تیرے پاس کتاب اللہ میں سے کون سی آیت سب سے بڑی ہے؟ تو میں نے عرض کی: (آیت) ''اللہ لا الہ الا ھو، الحی القیوم''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''اے ابا المنذر! تجھے علم مبارک ہو۔

(صحیح مسلم، فضائل القرآن، جلد ۱، صفحہ ۲۷۱، وزارت سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی آیۃ الکرسی، حدیث نمبر ۱۲۴۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

حکیم ترمذی ابوعبداللہ نے یہ اضافہ ذکر کیا ہے۔ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اس آیت کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں ساق عرش کے پاس شہنشاہ مطلق کی پاکی بیان کرتی ہے۔ (نوادر الاصول جلد ۱، صفحہ ۳۳۷، ۳۳۸)

ابوعبداللہ نے کہا ہے: یہ آیت اللہ تعالیٰ جل ذکرہ نے اسے نازل فرمایا اور اس کا ثواب اس کے پڑھنے والے کے لئے دنیا اور آخرت میں رکھا ہے، پس دنیا میں تو یہ ہے کہ یہ اپنے پڑھنے والے کی آفات و مصائب سے حفاظت کرتی ہے نوف البکالی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: آیت الکرسی تورات میں ولیۃ اللہ کے نام سے پکاری جاتی ہے اور اس کے پڑھنے والوں کو ملکوت السموات والارض میں عزیز پکارا جاتا ہے۔ فرمایا: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو وہ اپنے گھر کے چاروں کونوں میں آیۃ الکرسی پڑھتے تھے، اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس کے ذریعے چاروں اطراف سے اپنی حفاظت کا انتظام کرتے تھے اور یہ کہ شیطان آپ کے گھر کے کونوں سے آپ سے دور ہو جائے۔ (نوادر الاصول جلد ۱، صفحہ ۳۳۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک جن سے کشتی کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پچھاڑ دیا تو جن نے آپ کو کہا: مجھ سے ذرا ہٹو یہاں تک کہ میں آپ کو وہ بتاتا ہوں جس کے ساتھ تم ہم سے محفوظ رہ سکتے ہو، تو آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا: بلاشبہ تم ہم سے آیۃ الکرسی کے ساتھ محفوظ رہ سکتے ہو۔ (نوادر الاصول جلد ۱، صفحہ ۲۳۸)

میں (مفسر) کہتا ہوں: یہ صحیح ہے اور حدیث میں ہے: جس نے ہر نماز کے پیچھے آیۃ الکرسی پڑھی تو اس کی روح قبض کرنے کی ذمہ داری رب ذوالجلال لے لیتا ہے اور وہ اس آدمی کی طرح ہے جس نے انبیاء علیہم السلام کی معیت میں جنگ لڑی یہاں تک کہ اسے شہید کر دیا گیا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کہا: میں نے تمہارے نبی ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو اس کے لئے موت کے سوا کوئی شے جنت میں داخل ہونے کے مانع نہیں ہے اور اس پر صدیق اور عابد ہی مواظبت اختیار کرتا ہے اور جس نے اسے اس وقت پڑھا جب وہ اپنے بستر پر گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے پڑوسیوں کو اور اس کے پڑوسیوں کے پڑوسیوں کو اور اس کے اردگرد کے گھروں کو محفوظ فرما دیا۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الذکر بعد الصلوۃ جلد ۱، صفحہ ۸۹)

اور بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کی زکوۃ (صدقۂ فطر) کی حفاظت میرے سپرد کی، آگے پورا قصہ ذکر کیا اور اس میں ہے: تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ خیال یہ ہے کہ وہ مجھے ایسے کلمات سکھا دے گا جس کے سبب اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائے گا، سو میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کیا ہیں''؟ میں نے عرض کی: اس نے مجھے کہا ہے: جب تو اپنے بستر میں جائے تو اول سے آخر تک آیۃ الکرسی پڑھا کر (آیت) ''اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم''۔ اور اس نے مجھے کہا ہے: تجھ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلسل محافظ رہے گا اور صبح ہونے تک کوئی شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا اور وہ (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) خیر کی چیز لینے کے بہت زیادہ حریص تھے تو حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اس نے تجھ سے سچ کہا ہے حالانکہ وہ بہت جھوٹا ہے، اے ابوہریرہ! کیا تو اسے جانتا ہے جس سے تو تینوں راتیں باتیں کرتا رہا ہے؟'' عرض کی نہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شیطان ہے۔

مسند داری ابومحمد میں ہے شعبی نے کہا ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: حضور نبی مکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک آدمی کا ایک جن سے آمنا سامنا ہو گیا تو وہ آپس میں کشتی کرنے لگے تو اس صحابی نے اسے پچھاڑ دیا۔ تو اس آدمی نے اسے کہا: بلاشبہ میں تجھے کمزور بلند غبار کی مانند دیکھ رہا ہوں گویا تیرے دونوں ہاتھ کتے کے ہاتھوں کی طرح ہیں، کیا تم اسی طرح ہوتے ہو، اے جنوں کے گروہ، ! یا تو ان میں سے اس طرح ہے؟ اس نے کہا: نہیں قسم بخدا! بلاشبہ میں ان میں سے مضبوط پسلیوں والا ہوں، البتہ تو دوبارہ میرے ساتھ کشتی کر، اگر تو نے مجھے پچھاڑ لیا تو میں تجھے ایسی شے سکھا دوں گا جو تیرے لئے نفع بخش ہوگی۔ صحابی نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے اسے پچھاڑ دیا، تو اس نے کہا کیا تم آیت الکرسی پڑھتے ہو: (آیت) ''اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ؟ انہوں نے کہا: ہاں، تو اس نے کہا کیونکہ تم جب بھی اسے اپنے گھر میں پڑھو گے تو شیطان گدھے

کی شکل ہوا خارج کرتے ہوئے اس سے نکل جائے گا اور پھر صبح ہونے تک اس میں داخل نہ ہو گا، اسے ابو نعیم نے ابو عاصم ثقفی سے اور انہوں نے شعبی سے روایت کیا ہے۔ اور ابو عبیدہ نے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غریب حدیث میں ذکر کیا ہے۔ ابو معاویہ نے اس کے بارے ہمیں ابو عاصم ثقفی سے، انہوں شعبی سے اور انہوں نے شعبی سے روایت کیا ہے، اور ابو عبیدہ نے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غریب حدیث میں ذکر کیا ہے، ابو معاویہ نے اس کے بارے میں ہمیں ابو عاصم ثقفی سے، انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ حضرت عبداللہ ﷺ کو کہا گیا: کیا وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: امکان یہی ہے کہ وہ عمر کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

ابو محمد دارمی نے کہا ہے۔ الضئیل کا معنی ہے: باریک (کمزور) الشخیت کا معنی ہے: انتہائی لاغر کمزور، الضلیع کا معنی ہے: پیٹ سے خارج ہونے والی ہوا، اور یہ لفظ حاء کے ساتھ الحبج بھی ہے۔

اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے حم۔ المومن۔ الیه المصیر"۔ تک اور آیۃ الکرسی صبح کے وقت پڑھیں تو شام ہونے تک وہ ان دونوں کے سبب محفوظ رہے گا اور جس نے ان دونوں کو شام کے وقت پڑھا تو وہ پڑھا تو وہ صبح ہونے تک ان کے محفوظ رہے گا"۔ فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔

اور ابو عبداللہ الترمذی الحکیم نے کہا ہے: روایت کیا گیا ہے کہ مومنین کے لئے محافظت کی خاطر ہر نماز کے بعد انہیں پڑھنا مستحب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی فرمائی جس نے ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے پر دوام اختیار کیا میں اسے اس سے زیادہ عطا کروں گا جو میں شکر کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں اور انبیاء علیہم السلام کا اجر اور صدیقین کے اعمال کا اجر اور میں اس پر اپنا دست رحمت پھیلا دیتا ہوں اور اس کے لئے کوئی شے رکاوٹ نہیں ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں مگر یہ کہ ملک الموت اسے لے آئے"۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کی: اے میرے پروردگار! جس نے اس کے بارے سنا وہ اس پر دوام اختیار نہیں کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں یہ اپنے بندوں میں سے کسی کو عطا نہیں کروں گا سوائے نبی کے یا صدیق کے یا ایسے آدمی کے جس سے میں محبت کرتا ہوں یا ایسے آدمی کے جس کے بارے میں ارادہ کروں کہ وہ میرے راستے میں قتل ہو جائے"۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اے موسیٰ جس کسی نے ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو میں اسے انبیاء علیہم السلام (کے اعمال) کا ثواب عطا کروں گا، ابو عبداللہ نے کہا ہے: میرے نزدیک اس کا معنی ہے: میں اسے انبیاء علیہم السلام کے عمل کا ثواب عطا فرماؤں گا اور جہاں تک نبوت کے ثواب کا تعلق ہے تو وہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور کسی کے لئے نہیں ہے۔ (۲ نوادر الاصول، جلد ۱، صفحہ ۳۳۸)

یہ آیت توحید اور اعلیٰ صفات کو متضمن ہے۔ اس میں پچاس کلمے ہیں اور ہر کلمے میں پچاس برکتیں ہیں۔ اور یہ تہائی قرآن کریم

کے برابر ہے حدیث طیبہ میں اسی طرح وارد ہے۔ ابن عطیہ نے اسے ذکر کیا ہے۔

اور لفظ اللہ مبتدا ہے اور لا الٰہ'' مبتدا ثانی ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اور وہ معبود یا موجود ہے۔ اور ''الا ھو، لا الہ'' کے محل سے بدل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (آیت) ''اللہ لا الٰہ الا ھو''۔ مبتدا اور خبر ہے اور یہ مرفوع ہے اور اس معنی پر محمول ہے یعنی ما الہ الا ھو۔ (سوائے اس کے کوئی الہ نہیں ہے) اور غیر قرآن میں لا الہ الا ایاہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور استثناء کی بناء پر ضمیر منصوب ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی طویل حدیث میں کہا ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سے کون سی سب سے بڑی آیت آپ پر نازل فرمائی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (آیت) ''اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم''۔ (۳) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن کریم میں اشرف اور بلند رتبہ آیت آیۃ الکرسی ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے: کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کا تکرار مضمرا اور ظاہرا اٹھارہ بار کیا جاتا ہے۔ (اس لئے یہ دوسری آیات سے بلند رتبہ اور اعلیٰ ہے)

(آیت) ''الحی القیوم''۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اگر چاہے تو اسے ھو سے بدل بنالے اور اگر چاہے تو یہ خبر کے بعد خبر بھی ہوسکتی ہے اور اگر چاہے تو اس سے پہلے مبتدا مضمر بھی ہوسکتا ہے اور غیر قرآن میں اسے مدح کی بنا پر منصوب پڑھنا بھی جائز ہے۔

اور ''الحی'' اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے جس کے ساتھ اسے پکارا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور یہ قول بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام جب مردے کو زندہ کرنے کا ارادہ فرماتے تھے تو وہ انہیں اسماء کے ساتھ مانگتے تھے۔ یا حی یا قیوم۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت آصف بن برخیا نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے پاس تخت بلقیس لانے کا ارادہ فرمایا تو اسی قول کے ساتھ دعا مانگی:۔ یا حی یا قیوم۔ اور یہ قول بھی ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں فرمایا: اياھیا اياھیا یعنی۔ یا حی یا قیوم۔ اور کہا جاتا ہے: یہی سمندر میں سفر کرنے والوں کی دعا ہے کہ جب انہیں غرق ہونے کا خوف لگتا ہے تو انہی اسماء کے ساتھ دعا مانگتے ہیں (پکارتے ہیں)

علامہ طبری نے ایک قوم سے بیان کیا ہے کہ کہا جائے گا: ''حی قیوم'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف خود بیان کیا ہے اور پھر اس میں کوئی غور وفکر کیے بغیر اسے اس کے سپرد کردیا جائے گا۔

اور یہ قول بھی ہے: اللہ تعالیٰ نے امور کے محل میں تصرف کرنے اور اشیاء کی مقادر پر مقرر کرنے کی وجہ سے اپنا نام حی رکھا ہے اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: حی وہ ہوتا ہے جسے موت نہیں آتی۔

اور سدی نے کہا ہے: الحی سے مراد باقی رہنے والا ہے لبید کا قول ہے:

فاما تریني اليوم اصبحت سالما فلست باحيا من كلاب وجعفر :

پس اگر تو آج مجھے دیکھ رہا ہے کہ میں نے صحیح سالم صبح کی ہے تو میں کلاب وجعفر میں سے باقی رہنے والا نہیں ہوں۔
اور کبھی کہ جاتا ہے: بلاشبہ یہی اسم اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے"القیوم" یہ قام سے ہے: یعنی مخلوق کو تدبیر کے ساتھ قائم رکھنے والا۔ یہ قتادہ سے مروی ہے۔

اور حسن نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: ہر نفس کو اس کے ساتھ قائم رکھنے والا جو اس نے کمایا ہے تاکہ وہ اسے اس کے عمل کے مطابق جزا دے، اس حیثیت سے کہ وہ اس کے بارے میں جاننے والا ہے اور ان میں سے کوئی شے اس پر مخفی نہیں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے وہ ذات جو نہ بدلتی ہے نہ ختم ہوتی ہے۔ (یعنی نہ اس کی حالت میں کوئی تغیر وتبدل ہوتا ہے اور نہ وہ زوال پذیر ہے) امیہ بن ابی الصلت نے کہا ہے:

لم تخلق السماء والنجوم والشمس معها قمر يقوم

آسمان اور ستارے، سورج اور اس کے ساتھ قائم ہونے والا چاند نہیں پیدا کیے گئے۔

قدره مهلن قيوم والعشر والجنة والنعيم

جسے نگہبان قیوم نے مقرر کیا ہے اور حشر اور جنت اور تمام نعمتیں (نہیں پیدا کی گئیں)

الا لامر شانه عظيم

مگر ایسے امر کے لئے جس کی شان انتہائی عظیم ہے۔

علامہ بیہقی نے بیان کیا ہے: میں نے اسماعیل الضریر کی "عیون التفسیر" میں "القیوم" کی تفسیر میں دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے اور کہا جاتا ہے: وہ وہ ہے جو سوتا نہیں ہے، گویا کہ انہوں نے یہ مفہوم آیۃ الکرسی میں اس کے بعد والے ارشاد گرامی سے لیا ہے: (آیت)"لاتاخذه سنة ولا نوم"۔

اور کلبی نے کہا ہے:"القیوم" وہ ہے جس کی بتداء نہ ہو۔ اسے ابوالانباری نے بیان کیا ہے۔

قیوم کی اصل قیووم ہے، واؤ اور یاء ایک کلمے میں جمع ہیں ان میں سے پہلا حرف ساکن ہے پس واؤ کو یاء سے بدلنے کے بعد پہلی یا کو دوسری میں ادغام کر دیا۔ قیوم فعول کے وزن پر نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ واؤ سے ہے تو یہ قوّوم ہو جائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت علقمہ، حضرت اعمش اور حضرت نخعی رحمۃ اللہ علیہم نے الحی القیام الف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور اہل لغت کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عربوں کے نزدیک القیوم زیادہ اعرف ہے اور بنا کے اعتبار سے زیادہ صحیح اور علت کے اعتبار سے زیادہ ثابت ہے۔ اور القیام القوام سے القیام کی طرف منقول ہے۔ الفعال کو الفیعال کی طرف پھیرا گیا ہے، جیسا کہ الصواغ کو الصواغ کو الصیاغ کہا گیا ہے، شاعر نے کہا ہے:

ان ذا العرش للذي يرزق الناس وحي عليهم قيوم

بلاشبہ صاحب عرش وہ ہے جو لوگوں کو رزق عطا فرماتا ہے اور وہ ان پر حی وقیوم ہے۔

پھر رب العالمین نے اس کی نفی کی ہے کہ اسے اونگھ آئے یا نیند (یعنی نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند)

''السنۃ'' کا معنی تمام کے قول کے مطابق اونگھ ہے اور اونگھ وہ ہوتی ہے جو آنکھ میں ہوتی ہے اور جب وہ دل میں ہو جائے تو پھر نوم (نیند) ہو جاتی ہے، عدی بن رقاع نے ایک عورت کا فتور نظر کے ساتھ وصف بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

وسنان أقصدہ النعاس فرنقت فی عینہ سنۃ ولیس بنائم

وسنان کو اونگھ نے ارادہ کر رکھا ہے پس اس کی آنکھوں میں اونگھ داخل ہو چکی ہے اور وہاں نیند نہیں ہے۔

اور مفضل نے ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ السنۃ یہ سر کی جانب سے ہوتی ہے اور نعاس آنکھ میں ہوتی ہے اور نوم (نیند) دل میں ہوتی ہے۔

اور ابن زید نے کہا ہے: وسنان وہ ہے جو نیند سے بیدار ہوتا ہے حالانکہ وہ عقل و سمجھ نہیں رکھتا یہاں تک کہ وہ بسا اوقات اپنے گھر والوں پر تلوار تنگی کر لیتا ہے۔

ابن عطیہ نے کہا ہے: یہ جو کچھ ابن زید نے کہا ہے یہ محل نظر ہے۔ کلام عرب سے اسے نہیں سمجھا جا سکتا۔

(المحرر الوجیز، جلد۱، صفحہ ۳٤۱ دار الکتب العلمیہ)

اور سدی نے کہا ہے: السنۃ سے مراد اس نیند کی ہوا ہے جو چہرے پر لگتی ہے اور انسان اونگھنے لگتا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: بالجملہ اس سے مراد وہ فتور اور ڈھیلا پن ہے جو انسان کو لاحق ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی عقل مفقود نہیں ہوتی اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی خلل واقع نہیں ہوتا اور کسی حال میں بھی اسے کوئی اکتاہٹ اور سستی لاحق نہیں ہوتی۔

سنۃ میں اصل وسنۃ ہے اس میں واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے جیسا کہ یسن سے حذف کی گئی ہے اور النوم سے مراد وہ ثقل اور بوجھ ہے جس کے ساتھ انسان کے حق میں ذہن زائل ہو جاتا ہے (یعنی عقل کام نہیں کرتی) اس میں واؤ عطف کے لئے ہے اور لا تاکید کے لئے ہے۔

میں کہتا ہوں: لوگ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو بطور حکایت موسیٰ (علیہ السلام) سے منبر پر بیان کرتے ہوئے سنا ہے: کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے دل میں خیال آیا کیا اللہ تعالیٰ جل ثناؤہ بھی سوتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نین ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا اور اس نے آپ کو تین بار بیدار کیا پھر اس نے آپ کو دو بوتلیں دے دیں، ہر ہاتھ میں ایک بوتل تھی اور آپ کو حکم دیا کہ ان دونوں کی حفاظت کریں، فرمایا: پھر آپ سونے لگے اور قریب تھا کہ آپ کے دونوں ہاتھ آپس میں مل جاتے پھر آپ بیدار ہو جاتے اور آپ انہیں ایک دوسرے سے دور ہٹا لیتے بالآخر آپ گہری نیند سو گئے اور آپ کے دونوں ہاتھ آپس میں ٹکرائے اور دونوں بوتلیں ٹوٹ گئیں، فرمایا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے یہ مثال بیان فرمائی کہ اگر وہ سوتا رہتا تو پھر یہ آسمان اور زمین (اپنی اپنی جگہ) مضبوطی سے ٹھہرے نہ رہتے (۱) (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الایمان جلد۱ صفحہ ۲۰۷، حدیث نمبر ۲۷۲، دار الفکر) یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اسے کئی ایک نے ضعیف کہا ہے اور ان میں سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

قولہ تعالیٰ (آیت) ''لہ مافی السموت ومافی الارض''۔ (یعنی زمین وآسمان کی ہر شے) اس کی ملکیت ہے۔ اور وہ تمام کا ملک اور رب ہے۔ عبارت میں ماذکر کیا گیا ہے اگرچہ ان میں وہ بھی شامل ہیں جو عقل رکھتے ہیں تو یہ اس حیثیت سے ہے کہ اس میں مراد مجموعی طور پر موجود چیزیں ہیں۔ (چاہے وہ ذوی العقول یا غیر ذوی العقول ہوں) علامہ طبری نے کہا ہے: یہ آیت نازل ہوئی جب کفار نے کہا۔

(آیت) ''مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی''۔ (زمر:۳)

ترجمہ: ہم بتوں کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ نزدیک کردیں۔)

قولہ تعالیٰ (آیت) ''من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ''۔ اس میں من مبتدا ہونے کے سبب مرفوع ہے اور ذا اس کی خبر ہے، اور ''الذی'' ذا کی صفت ہے اور اگر چاہے تو بدل بنالے اور یہ جائز نہیں ہے کہ ذا زائدہ ہو جیسا کہ ما کے ساتھ زائد کیا گیا ہے۔ کیونکہ ما مبہم ہوتا ہے اور ذا کی اس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کے ساتھ اسے زائد کردیا گیا ہے۔

اور اس آیت میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کے بارے میں جسے چاہے گا اذن عطا فرمائے گا اور وہ انبیاء علیہم السلام، علماء مجاہدین، ملائکہ اور ان کے علاوہ وہ لوگ ہیں جنہیں رب العالمین یہ اعزاز واکرام اور شرف عطا فرمائے گا۔ پھر وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر انہیں کے لئے جن کے لئے وہ راضی ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: (آیت) ''ولا یشفعون الا لمن ارتضی''۔

ابن عطیہ نے کہا ہے: جو ظاہر ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ علماء اور صالحین ان کے بارے میں شفاعت کریں گے جو ابھی جہنم تک نہیں پہنچے اور وہ دونوں منزلوں کے درمیان ہوں گے یا وہاں پہنچ چکے ہوں گے لیکن ان کے اعمال صالحہ بھی ہوں گے۔

اور بخاری باب بقیۃ من ابواب الرؤیۃ میں ہے: بے شک مومنین کہیں گے: اے ہمارے رب! بلاشبہ ہمارے بھائی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور یہ شفاعت ان کے بارے میں ہے جن کا معاملہ بالکل قریب کا ہوتا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۳٤۱ دار الکتب العلمیہ، (صحیح بخاری، کتاب التوحید: حدیث نمبر: ٦٨٨٦ ضیاء القرآن پبلی کیشنز) جیسا کہ جنت کے دروازے کے ساتھ چمٹنے والا بچہ شفاعت کرے گا۔

بلاشبہ یہ ان کے قرابتداروں اور انکے جاننے پہچاننے والوں کے بارے میں ہے اور انبیاء علیہم السلام ان کے بارے میں شفاعت کریں گے جو ان کے گنہگار امتی اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں داخل ہوچکے ہوں گے بغیر کسی قرابت اور معرفت کے صرف نفس ایمان کے سبب (وہ شفاعت کریں گے) پھر خطاؤں اور گناہوں میں مستغرق ان لوگوں کے بارے میں ارحم الراحمین کی شفاعت باقی رہ جائے گی جن کے بارے میں انبیاء علیہم السلام کی شفاعت نے کوئی عمل نہ کیا اور حضور نبی رحمت ﷺ کی شفاعت

باقی رہ جائے گی جن کے بارے میں انبیاء علیہم السلام کی شفاعت نے کوئی عمل نہ کیا اور حضور نبی رحمت ﷺ کی شفاعت حساب کی تعجیل کے بارے میں ہوگی اور یہ آپ ﷺ کے لئے ہی خاص ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں شفاعت کی کیفیت بڑے شافی بیان کے ساتھ بیان کردی ہے

شاید آپ ﷺ نے اسے نہیں پڑھا کہ شفاعت کرنے والے جہنم میں داخل ہوں گے اور وہاں سے ایسے لوگوں کو نکالیں گے جنہوں نے عذاب واجب جان لیا ہوگا، پس اس بنا پر یہ کہنا بعید نہیں ہے کہ مومنین کے لئے دو شفاعتیں ہوں گی: ایک شفاعت ان کے بارے میں جو ابھی جہنم تک نہیں پہنچے اور دوسرے شفاعت ان کے بارے میں جو اس تک پہنچ چکے ہوں گے۔ اور اس میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے پناہ عطا فرمائے۔ آمین۔

سو آپ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے: ''پھر جہنم پر ایک پل بچھایا جائے گا اور شفاعت کھل جائے گی اور وہ کہنے لگیں گے: اللھم سلم سلم''۔ اے اللہ! سلامتی کے ساتھ گزار دے۔ سلامتی کے ساتھ گزار دے۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ ﷺ وہ پل کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں پاؤں رکھنے کی جگہ پر پھسلن ہوگی (پاؤں قرار نہ پا سکیں گے) اس کے ساتھ لوہے کے ٹیڑھے کنڈے ہوں گے اور اس میں سخت جگہ پر ایسے خاردار پودے ہوں گے جن کو سعدان کہا جاتا ہے۔ پس مومنین اس سے آنکھ جھپکنے کی طرح، بعض بجلی کی طرح، بعض ہوا کی طرح بعض پرندوں کی طرح اور بعض گھوڑوں اور اونٹوں کی تیز رفتاری کی طرح گزر جائیں گے اور وہ نجات پا جائے گا جو سلامت رہا، جسے فقط خراشیں آئیں اور جسے آتش جہنم میں گرنے سے بچا لیا گیا، یہاں تک کہ جب مومنین آگ سے خلاصی پا جائیں گے، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی بھی ان مومنین سے زیادہ طاقتور نہیں جو قیامت کے دن اپنے ان بھائیوں کا حق لینے کے لئے جو جہنم میں ہوں گے اللہ کی بارگاہ میں قسم کے ساتھ عرض کریں گے۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! وہ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے، نمازیں پڑھتے تھے اور حج کرتے تھے، تو ان کو کہا جائے گا: تم انہیں نکال لو جنہیں تم پہچانتے ہو، پس ان کی صورتیں آگ پر حرام کر دی جائیں گی، اور وہ بہت زیادہ مخلوق کو نکال کر لے آئیں گے حالانکہ آگ نے نصف پنڈلی تک اور گھٹنوں تک انہیں پکڑا ہوا ہوگا، پھر وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب جن کے بارے تو نے ہمیں حکم دیا تھا ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا، تو رب العالمین ارشاد فرمائے گا: تم واپس جاؤ اور جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی خیر اور نیکی پاؤ تو اسے نکال لاؤ، پھر وہ کثیر مخلوق کو نکال لائیں گے، اور پھر عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم نے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہیں چھوڑا جن کے بارے تو نے ہمیں حکم ارشاد فرمایا تھا، پھر رب کریم فرمائے گا تم واپس لوٹ جاؤ اور جس کے دل میں تم نصف دینار کے برابر بھی خیر اور نیکی پاؤ تو اسے بھی نکال لاؤ چنانچہ وہ خلق کثیر کو نکال کر لے آئیں گے۔ پھر عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اس میں ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں چھوڑا جن کے بارے تو نے ہمیں حکم ارشاد فرمایا، پھر رب العالمین ارشاد فرمائے گا تم واپس چلے جاؤ اور جس کے دل میں تم رائی کے دانے برابر بھی خیر اور نیکی پاؤ تو اسے نکال لاؤ چنانچہ وہ کثیر مخلوق کو نکال لائیں گے، پھر عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم نے اس میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں چھوڑی''۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اگر تم اس حدیث کے بارے میں میری تصدیق نہ کرو تو پھر چاہو تو یہ پڑھ لو:

(آیت) ''ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضعفھا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما''۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا ذرہ برابر بھی (بلکہ) اگر ہو معمولی سی نیکی تو دو گنا کر دیتا ہے اسے اور دیتا ہے اپنے

پاس سے اجر عظیم)

پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ملائکہ شفاعت کر چکے، انبیاء علیہم السلام شفاعت کر چکے اور مومن بھی شفاعت کر چکے اور رب ارحم الراحمین کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ پس اللہ تعالیٰ جہنم سے ایک قبضہ (مشت) بھرے گا اور اس سے اس قوم کو نکال کر لے آئے گا جنہوں نے کبھی بھی خیر اور نیکی کا عمل نہیں کیا حالانکہ وہ کوئلہ بن چکے ہوں گے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۰۲، وزارت تعلیم، ایضاً صحیح بخاری، کتاب التوحید، حدیث نمبر ۶۸۸۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اور آگے حدیث ذکر کی۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سو میں عرض کروں گا۔ اے میرے پروردگا! مجھے اس کے بارے اجازت عطا فرما جس نے کہا ''لا الہ الا اللہ'' تو رب کریم فرمائے گا: وہ تیرے لئے نہیں ہے یا فرمایا: وہ تیری طرف نہیں ہے۔ مجھے اپنی عزت، کبریائی اور عظمت وجلال کی قسم ہے میں ضرور بہ ضرور اسے نکالوں گا جس نے کہا ''لا الہ الا اللہ''۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان جلد ۱ صفحہ ۱۱۰، وزارت تعلیم، ایضاً صحیح بخاری، کتاب التوحید، حدیث نمبر ۶۹۵۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا ہے: ''یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان قضا (فیصلہ فرمانے) سے فارغ ہوگا اور ارادہ فرمائے گا کہ وہ اہل جہنم میں سے جنہیں چاہے اپنی رحمت کے ساتھ نکال لے تو وہ ملائکہ کو حکم ارشاد فرمائے گا کہ وہ جہنم سے انہیں نکال لائیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے ان میں سے جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمانے کا ارادہ کیا ہے اور وہ کہتے ہیں ''لا الہ الا اللہ''۔ پس وہ فرشتے انہیں جہنم میں پہچان لیں گے اور وہ انہیں سجدوں کے نشانات سے پہچانیں گے، آگ ابن آدم کو کھا جائے گی سوائے سجدوں کے اثر کے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے آپ پر سجدوں کے اثر (نشان) کو کھانا حرام قرار دیا ہے۔ (ایضاً صحیح بخاری، کتاب التوحید، حدیث نمبر ۶۸۸۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) الحدیث بطولہ۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مومنین وغیرہم کی شفاعت بلاشبہ ان کے لئے ہے جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے اور اس میں پہنچ چکے ہوں گے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے، آمین۔ اور ابن عطیہ کا قول: ''ان میں سے جو نہیں پہنچے چکے'' یہ احتمال رکھتا ہے کہ وہ دوسری احادیث سے لیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوگوں کی کئی صفیں بنائی جائیں گی''۔ اور ابن نمیر نے کہا ہے: اہل جنت کی پس اہل نار میں سے ایک آدمی ایک آدمی کے پاس سے گزرے گا تو وہ کہے گا: اے فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد نہیں ہے جب تو نے پانی طلب کیا تو میں نے تجھے خوب جی بھر کر پانی پلایا تھا؟ فرمایا تو وہ اس کی شفاعت کر دے گا اور ایک اور آدمی کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا کیا تجھے وہ دن یاد نہیں ہے جب میں نے تجھے طہور (جس سے پاکی حاصل کی جائے) دیا تھا؟ چنانچہ وہ اس کی شفاعت کر دے گا۔

ابن نمیر نے کہا: وہ کہے گا اے فلاں! کیا تجھے وہ دن یاد نہیں جس دن تو نے مجھے فلاں فلاں کام کے لئے بھیجا تھا اور میں تیرے لئے چلا گیا تھا؟ پس وہ اس کی شفاعت کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الادب' جلد! کتاب الادب، جلد ۱ صفحہ ۱۷۰، وزارت تعلیم) رہیں

ہمارے نبی مکرم محمد مصطفی ﷺ کی شفاعتیں تو ان کے بارے میں اختلاف ہے۔

ایک قول ہے کہ وہ تین ہیں ایک قول ہے کہ وہ دو ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پانچ ہیں۔ اس کا بیان سبحان میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور ہم نے ان پر کتاب ''التذکرہ'' میں بحث کی ہے۔ والحمد للہ۔

قولہ تعالیٰ (آیت) ''یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ''۔ دونوں ضمیریں ہر اس ذی عقل کی طرف لوٹ رہی ہیں جنہیں یہ قول متضمن ہے: (آیت) ''لہ ما فی السموت وما فی الارض''۔ اور مجاہد نے کہا ہے: (آیت) ''ما بین ایدیھم ''۔ سے مراد دنیا اور (آیت) ''وما خلفھم '' سے مراد آخرت ہے۔ ابن عطیہ نے کہا ہے: یہ سب فی نفسہ صحیح ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ ما بین الیدین سے مراد ہر وہ شے ہے جو انسان کے سامنے ہے اور ما خلفہ سے مراد ہر وہ شے ہے جو اس کے بعد آئے گی۔ اور حضرت مجاہد کے قول کی طرح ہی سدی وغیرہ نے بھی کہا ہے۔

قولہ تعالیٰ (آیت) ''ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شآء ''۔ یہاں علم بمعنی معلوم ہے یعنی وہ اس کی معلومات میں سے کسی شے کا احاطہ نہیں کر سکتے اور یہ حضرت خضر (علیہ السلام) کے اس قول کی طرح ہے جو انہوں نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو اس وقت کہا جب چڑیا نے سمندر میں چونچ ماری، میرا اور تمہارا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے کم نہیں ہے مگر اتنا ہی جتنی یہ چڑیا اس سمندر سے کم ہے، پس یہ اور جو اس کے مشابہ ہے وہ معلومات کی طرف راجع ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم تو وہ ہے جو اس کی ذاتی صفت ہے وہ منقسم نہیں ہوتا، اور آیت کا معنی ہے: کسی کے لئے کوئی معلوم نہیں مگر وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اسے جان لے۔

قولہ تعالیٰ (آیت) ''وسع کرسیہ السموت والارض ''۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کرسی ایک موتی ہے اور قلم بھی ایک موتی ہے اور قلم کی لمبائی سات سو برس کی ہے اور کرسی کی طوالت اتنی ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

حماد بن سلمہ نے عاصم بن بہدلہ سے اور یہی عاصم بن ابی النجود ہیں، اور انہوں نے زر بن حبیش کے واسطہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ ہے اور کرسی اور عرش کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور عرش پانی کے اوپر ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی شان قدرت کے مطابق) عرش کے اوپر ہے اور وہ اسے جانتا ہے جس میں اور جس پر تم ہو، کہا جاتا ہے: کرسی اور کرسی اور جمع الکراسی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: کرسیہ کا معنی علمہ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۳۴۲ دار الکتب العلمیہ) (اس کا علم) ہے۔ اور علامہ طبری نے اسے ترجیح دی ہے اور کہا ہے: اسی سے وہ کراسیہ (کاپی) بھی ہے جو علم کو جمع کرتی ہے۔ (اور محفوظ رکھتی ہے) اور اسی وجہ سے علماء کو الکراسی کہا گیا ہے کیونکہ ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے:

یحف بھم بیض الوجوہ وعصبۃ کراسی بالاحداث حین تنوب

اچھی شہرت رکھنے والے اور علماء کا گروہ انہیں ان امور کے ساتھ گھیر لیتا ہے۔ جامع البیان للطبری، جلد ۳ صفحہ ۱۶) جب وہ پیش

آتے ہیں۔

اور کہا گیا ہے: کراسیہ سے مراد اللہ کی وہ قدرت ہے جس کے ساتھ وہ آسمانوں اور زمین کو ٹھہرائے ہوئے ہے۔ جس طرح آپ کہتے ہیں: اجعل لھذا الحائط کرسیا. اس دیوار کی کرسی بنادو یعنی وہ جس پر اس کا اعتماد اور سہارا ہو، اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے قریب ہے جو انہوں نے (آیت) ''وسع کرسیه'' میں کیا ہے، علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اور ہم نے حضرت ابن مسعود اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (آیت) ''وسع کرسیه'' میں یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے تمام روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس سے مراد وہی کرسی ہے جو عرش کے ساتھ مشہور ہے اور اسرائیل نے سدی سے اور انہوں نے ابو مالک سے اس قول (آیت) ''وسع کرسیه السموت والارض''۔ کے تحت روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: بے شک وہ چٹان جس پر ساتویں زمین ہے اور اس کی اطراف پر مخلوق کی انتہا ہے، اس پر چار فرشتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے چار چہرے ہیں: ایک انسان کا چہرہ، ایک شیر کا چہرہ، ایک بیل کا چہرہ اور ایک گدھ کا چہرہ، پس وہ اس پر کھڑے ہیں حالانکہ وہ زمینوں اور آسمانوں کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے سر کرسی کے نیچے ہیں اور کرسی عرش کے نیچے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی کرسی کو عرش کے اوپر رکھے ہوئے ہے۔ علامہ بیہقی نے کہا ہے اس میں اشارہ دو کرسیوں کی طرف ہے ان میں سے ایک عرش کے نیچے ہے اور دوسری عرش پر رکھی ہوئی ہے۔

اور اسباط عن السدی عن ابی مالك اور عن ابی صالح عن صالح عن ابن عباس رضی الله عنهما اور عن مرة الهمدانی عن ابن عباس رضی الله عنهما اور عن مرة الهمدنی عن ابن مسعود رضی الله عنه عن ناس من اصحاب رسول الله ﷺ کی روایت میں ارشاد باری تعالیٰ (آیت) ''وسع کرسیه السموت والارض''۔ کے تحت موجود ہے کہ آسمان وزمین کرسی کے درمیان میں ہیں اور کرسی عرش کے سامنے ہے۔ اور ملحدین اس کو بادشاہ کی عظمت اور جلالت سلطان پر محمول کرتے ہیں اور وہ عرش وکرسی کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور یہ کوئی شے نہیں ہے۔ اور اہل حق ان دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں بڑی وسعت ہے اور اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کرسی قدم رکھنے کی جگہ ہے اور اس کی کجاوے کے چرچرانے کی طرح چرچراہٹ ہے۔

علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہم نے اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا ہے اور ہم نے ذکر کیا ہے کہ اس کا معنی جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ عرش سے (نیچے) رکھی ہوئی ہے (جیسے) تحت سے قدم رکھنے کی جگہ اور اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے مکان کا اثبات نہیں ہے، اور حضرت ابن بریدہ نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے فرمایا: جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''کیا تم نے کوئی انتہائی تعجب خیز شے دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے اس کے سر پر کھانے کا ایک ٹوکرا ہے، پس ایک شہسوار گزرا اور اس نے وہ ٹوکرا گرا دیا۔ پس وہ عورت بیٹھ گئی اور اپنا کھانا (طعام) جمع کرنے لگی، پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اسے کہا: تیرے لئے اس دن

ہلاکت اور بربادی ہو جس دن بادشاہ اپنی کرسی رکھے گا اور وہ مظلوم کے لئے ظالم کو پکڑے گا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے قول کی تصدیق کرتے ہوئے کہا: ''لا قدست امة'' (امت پاک کردی گئی) یا فرمایا: کیف تقدس امة (امت کیسے پاک کی بیان کرتی ہے) اس کا کمزور اس کے طاقتور سے اپنا حق نہیں لے سکے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الخلافۃ، صفحہ ۳۷۵، حدیث نمبر ۹۰۵٤)

ابن عطیہ نے کہا ہے: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے۔ ''کرسی قدم رکھنے کی جگہ ہے'' وہ مراد یہ لیتے ہیں (کہ کرسی) عرش رحمن سے اس طرح ہے جیسے بادشاہوں کے تختوں سے قدم رکھنے کی جگہ ہوتی ہے اور یہ عرش کے سامنے بہت بڑی مخلوق ہے اور اس کی نسبت عرش کی طرف ایسے ہی ہے جیسے کرسی کی نسبت بادشاہ کے تخت کی طرف ہے۔

اور حسن بن ابی الحسن نے کہا ہے کہ کرسی سے مراد نفس عرش ہے، اور یہ قول پسندیدہ نہیں ہے اور جس کا تقاضا احادیث کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ کرسی عرش کے سامنے پیدا کی گئی ہے اور عرش اس سے بڑا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۳٤۲ دار الکتب العلمیہ)

اور ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ سب سے عظیم آیت کون سی ہے جو آپ پر نازل کی گئی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا آیۃ الکرسی۔۔۔

(شعب الایمان، جلد ۲، صفحہ ٤٥۷)

پھر فرمایا:

اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) سات آسمانوں کو کرسی کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسے وسیع زمین پر پھینکی ہوئی انگوٹھی کے حلقہ کو اس کے ساتھ ہوتی ہے اور عرش کو کرسی پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے وسیع زمین کو انگوٹھی کے حلقہ پر ہوتی ہے۔'' اسے آجری، ابو حاتم بستی نے اپنی صحیح مسند میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ساتوں آسمان اور زمین کرسی کے مقابلے میں وسیع زمین میں پھینکی ہوئی انگوٹھی کے حلقہ کی طرح ہیں۔ اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے عظیم ہونے کے بارے میں آگاہ کرتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظمت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ اس امر عظیم کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی۔

اور (آیت) ''یؤدہ'' کا معنی ہے وہ اسے بھاری اور بوجھل بنا رہا ہے کہا جاتا ہے: آدنی الشیء بمعنی اثقلنی۔ اس نے مجھے تھکا دیا اور میں نے اس سے مشقت برداشت کی۔ اسی کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہم نے اس لفظ کی تفسیر بیان کی ہے۔ زجاج نے کہا ہے: یہ جائز ہے کہ اس میں ہا ضمیر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ کرسی کے لئے ہو، اور جب کرسی کے لئے ہوگی تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کے امر میں سے ہے (یعنی کرسی)۔۔۔۔

اور العلی اس سے مراد قدر و منزلت کی بلندی ہے نہ کہ مکان کی بلندی، کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ اور مکان سے منزہ اور پاک ہے۔

اور علامہ طبری نے ایک قوم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ وہ اپنی مخلوق سے بلند ہے کیونکہ اس کا مکان اپنی مخلوق کی جگہوں سے بلند ہے، ابن عطیہ نے کہا ہے: یہ جسم ماننے والے جہلاء کا قول ہے اور اصل یہی ہے کہ اسے بیان نہ کیا جائے۔

(المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۳٤۲ دار الکتب العلمیہ)

اور عبدالرحمن بن قرط سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج آسمانوں کی بلندیوں میں تسبیح سنی: سبحان اللہ العلی الاعلی سبحانه وتعالی اور العلی والعالی ان کا معنی ہے اشیاء پر بہت سخت غلبہ رکھنے والا، عرب کہتے ہیں: علا فلان فلانا یعنی فلاں فلاں پر غالب آگیا شاعر نے کہا ہے:

فلما علونا واستوينا عليهم تركناهم صرعى لنسر و كاسر

پس جب ہم غالب آئے اور ہم نے انہیں خوب ہلکا کیا تو ہم نے انکے مردوں کو گدھوں اور عقابوں کے لئے چھوڑ دیا اور اسی سے قول باری تعالیٰ ہے: (آیت) ''ان فرعون علا فی الارض''۔

(آیت) ''العظیم'' ۔ یہ صفت ہے: اس کا معنی ہے قدر و منزلت اور شرف کے اعتبار سے عظیم۔ یہ اجسام کی عظمت کے معنی میں نہیں ہے۔ علامہ طبری نے ایک قوم سے بیان کیا ہے کہ العظیم بمعنی المعظم ہے (جس کو عظمت دی جائے) جیسے کہا جاتا ہے: عتیق بمعنی معتق ہے اور اعشی کا شعر ہے:

فكان الخمر العتيق من الاس فنط ممزوجة بماء زلال .

(جامع البیان للطبری، جلد ۳، صفحہ ۱۹۔۱۸، داراحیاء التراث العربیۃ)

گویا کہ وہ شراب جو اسفنط (شراب کی ایک قسم) سے آزاد ہے درآنحالیکہ وہ میٹھے پانی سے ملی ہوئی ہو۔

اور ایک قوم سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: اگر یہ بمعنی معظم ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ وہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اور اسے فنا کرنے کے بعد عظیم نہ ہو کیونکہ اس وقت اسے عظیم بنانے والی کوئی شے نہیں۔

(جامع البیان للطبری، جلد ۳، صفحہ ۱۹۔ داراحیاء التراث العربیۃ)

بَابٌ فِي سُورَةِ الصَّمَدِ

باب: سورۃ الاخلاص کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1461 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ يُرَدِّدُهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ لَهُ. وَكَأَنَّ الرَّجُلَ يَتَقَالُّهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے دوسرے شخص کو (نماز میں) بار بار سورہ اخلاص کی تلاوت کرتے ہوئے سنا اگلے دن وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا وہ شخص اس سورت کو چھوٹی سمجھ رہا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

سورت اخلاص کے اسماء کا بیان

سورۃ اخلاص، اس سورت کے متعدد نام ہیں اور کثرت اسماء شرف مسمی پر دلالت کرتے ہیں، صاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بیس نام شمار کرائے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: سورۃ التفرید، سورۃ التجرید، سورۃ التوحید، سورۃ الاخلاص، سورۃ التحیات، سورۃ الولایۃ، سورۃ النسبۃ، سورۃ المعرفۃ، سورۃ الجمال، سورۃ المقشقشۃ، (تلك عشرة كاملة) (تفسیر صاوی، اخلاص)

سورت الاخلاص کے فضائل کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کے لئے یہ جائز نہ تھا اور اس نے مجھے گالی دی اور اس کے لئے یہ جائز نہ تھا، ابن آدم کی تکذیب یہ ہے کہ کس نے کہا: وہ اس کو دوبارہ نہیں پیدا کر سکے گا جیسے پہلے پیدا کیا تھا حالانکہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے، اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ اس نے کہ اللہ نے بیٹا بنالیا حالانکہ میں "الاحد الصمد" (واحد اور بے نیاز) ہوں، حالانکہ میری اولاد ہے نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرا کفو (ہم سر) ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 4974-4975)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، آپ اپنے رب کا نسب بیان کیجیے تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمادی: "قل هو الله احد. الله الصمد۔" پس مصمد وہ ہے جو کسی کی اولاد نہ ہو، نہ اس کی کوئی اولاد ہو کیونکہ ہر ولد عنقریب مرجائے گا اور جو مرتا ہے اس کا عنقریب کوئی وارث ہوتا ہے اور بے شک اللہ عزوجل مرے گا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا، ولم يكن له كفواً احد آپ نے فرمایا: اس کا کوئی مشابہ ہے نہ کوئی ہم سر ہے اور نہ کوئی چیز اس کی مثال ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۴، مسند احمد ج ۵ ۱۳۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس سے عاجز ہے کہ وہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھے، صحابہ نے کہا: ہم کیسے تہائی قرآن پڑھ سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا: قل ھو اللہ احد" تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۱۱، الرقم المسلسل: ۱۸۵۵)

اسی سند سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین حصے کئے ہیں اور "قل هو الله احد" کو قرآن مجید کا ایک حصہ بنایا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۱۱ (بلا تکرار) الرقم المسلسل: ۱۸۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ جمع ہو جاؤ، میں عنقریب تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا، پھر جنہوں نے جمع ہونا تھا، وہ جمع ہو گئے، پھر نبی ﷺ لائے اور آپ نے سورۃ "قل ھو اللہ احد" پڑھی، پھر آپ چلے گئے، پھر ہم میں سے بعض نے کہا، میرے خیال میں نبی ﷺ اور فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا، سنو! بے شک یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۱۲ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ اپنے اصحاب میں نماز پڑھاتے تھے، وہ سورت ملانے کے بعد آخر میں سورۃ "قل هو الله احد" پڑھتے تھے، جب لشکر کے لوگ واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: ان سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ان لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے کہا، یہ سورت رحمٰن کی صفت ہے، اس لئے میں اس کو پڑھنا پسند کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: ان سے کہو کہ اللہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۷۵ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۱۳ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۹۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص (حضرت کلثوم بن ھدم) مسجد قباء میں امامت کرتے تھے، وہ جب بھی نماز میں کوئی سورت ملاتے تو "قل ھو اللہ احد" سے ابتداء کرتے، پھر اس کے بعد کوئی اور سورت پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے رہتے، ان کے اصحاب نے کہا، آپ پہلے یہ سورت پڑھتے ہیں اور اس کو کافی نہیں سمجھتے اور کوئی اور سورت ملاتے ہیں، آپ یا تو اسی سورت کو پڑھیں یا اس کو چھوڑ کر کوئی اور سورت پڑھیں، انہوں نے کہا، میں اس سورت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں، تم کو پسند ہو تو میں تم کو امامت کراؤں اور پسند نہ ہو تو امامت نہ کراؤں، اور لوگ ان کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور کسی اور کو امام بنانا ناپسند کرتے تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آئے تو انہوں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا، آپ نے ان صاحب سے فرمایا، تم اپنے اصحاب کی بات کیوں نہیں مانتے اور ہر رکعت میں اس سورت کو لازماً پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اس سورت کی محبت نے تم کو جنت میں داخل کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۷۴، (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۲۹۰۱ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۷۹۲ مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۱)

۱۔ احمد و بخاری فی تاریخہ والترمذی وابن جریر وابن خزیمہ وابن خاتم فی السنۃ والبغوی فی معجمہ وابن المنذر نے العظمہ والحاکم وصححہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مشرکین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا محمد! ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی آیت قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد کہہ دو وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اس لیے کہ کوئی چیز پیدا نہیں کی جائے گی مگر وہ عنقریب مر جائے گی اور کوئی چیز نہیں مرے گی مگر عنقریب اس کا وارث بنایا جائے گا۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کو نہ موت آئے گی اور نہ اس کا وارث بنایا جائے گا آیت ولم يكن له كفوا احد اور اس کے برابر کوئی نہیں ہے۔ یعنی اس کا شبیہ نہیں اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے اور کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے۔ (یعنی اس طرح کی کوئی چیز نہیں)

۲۔ ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مشرکین نے کہا یا رسول اللہ! ہم کو اپنے رب کے بارے میں بتایئے اور ہمارے لیے اپنے رب کی صفتیں بیان کیجیے کہ وہ کیسا ہے؟ اور وہ کس چیز سے بنا ہوا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی آیت قل هو الله احد الله الصمد. لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد.

۳۔ ابن الضریس وابن جریر وابن المنذر والطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیہ اور بیہقی نے حسن سند کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ

سورۃ نازل فرمائی آیت قل ھو اللہ احد اللہ الصمد. لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد.

۴۔ ابو یعلی وابن جریر وابن المنذر والطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیہ اور بیہقی نے حسن سند کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی آیت قل ھو اللہ احد اللہ الصمد. لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد.

۵۔ طبرانی وابو الشیخ نے العظمہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قریش نے کہا یا رسول اللہ! ہم سے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ قل ھو اللہ احد نازل فرمائی۔

سورہ اخلاص کی فضیلت

۶۔ ابو الشیخ نے العظمہ میں، ابو بکر سمرقندی نے آیت قل ھو اللہ احد کے فضائل میں روایت کیا کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا خیبر کے یہودی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے ابو القاسم (یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور حجاب سے پیدا کیا اور آدم (علیہ السلام) کو سڑی ہوئی مٹی سے اور ابلیس کو آگ کے شعلے سے اور آسمان کو دھوئیں سے اور زمین کو پانی کی جھاگ سپید افرمایا۔ سو ہم کو اپنے رب کے بارے میں بتایئے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوئی جواب نہ دیا! پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) یہ سورۃ لے کر آئے فرمایا آیت قل ھو اللہ احد. اس کی رگیں نہیں ہیں کہ وہ بھر جائیں۔ اللہ الصمد. یعنی وہ پیٹ والی نہیں نہ وہ کھاتا ہے اور نہ وہ پیتا ہے۔ آیت لم یلم یلد ولم یولد. یعنی نہ اس کا باپ ہے اور نہ اس کا بیٹا ہے کہ جس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہو آیت ولم یکن لہ کفوا احد۔ اور اس کی مخلوق میں سے کوئی چیز جو اس کے مکان کی برابری کر سکے اور آسمانوں کو تھام لے اگر وہ گر پڑیں۔ اس سورۃ میں نہ جنت کا ذکر ہے اور نہ دوزخ کا۔ نہ دنیا کا نہ آخرت کا نہ حلال کا اور حرام کا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف جو نسبت کی ہے وہ ان کے لیے خاص ہے۔ جس نے اس سورۃ کو تین مرتبہ پڑھا تو وحی کی ساری قراءت کے برابر ہے اور جس نے اس کو تیس مرتبہ پڑھا تو اس دن دنیا والوں میں سے کوئی اس سے افضل نہ ہوگا۔ مگر جس نے اس سے زیادہ پڑھا اور جس نے اس کو دوسو مرتبہ پڑھا تو اس نے جنت الفردوس میں ایسا عالی شان مسکن بنا لیا کہ وہ اس سے راضی اور خوش ہو جائے گا۔ اور جس نے اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت تین مرتبہ پڑھا تو یہ اس سے فقر وافلاس دور کر دے گا۔ اور پڑوسی کے لیے بھی نفع بخش ہوگی۔ اور ایک آدمی اسے ہر نماز میں پڑھتا تھا۔ تو لوگوں نے اس کی وجہ سے اس سے مذاق کیا اور اس پر عیب لگایا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی آپ نے اس سے پوچھا کس بات نے تجھے اس پر آمادہ کیا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھتے ہوئے رات گذاری اور اس کو بار بار دہراتے تھے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

۷۔ ابن ابی حاتم والطبرانی وابو نعیم فی الحلیہ من طریق محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہود کے علماء سے کہا بے شک میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی مسجد کے بارے میں تجدید عہد کروں۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے اور آپ مکہ میں تھے۔ یہ ان کے پاس منیٰ میں پہنچے اور آپ

کے اردگرد لوگ تھے یہ لوگوں کے ساتھ کھڑے رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا تو فرمایا تو عبداللہ بن سلام ہے۔ عرض کیا ہاں! فرمایا قریب ہوجا۔ تو وہ آپ سے قریب ہوگئے۔ آپ نے فرمایا میں تجھ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تو تورات میں میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا ذکر نہیں پاتا۔ انہوں نے عرض کیا آپ ہمارے لیے اپنے رب کی صفات بیان کیجیے۔ جبریل (علیہ السلام) تشریف لائے۔ اور یہ سورت قل ھو اللہ احد آخر تک پہنچادی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھا ابن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انك رسول اللہ پھر وہ مدینہ منورہ کی طرف چلے گئے اور اپنے اسلام کو چھپایا۔

۸۔ ابن ابی حاتم وابن عدی والبیہقی نے الاسماء والصفات میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہودی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ان میں کعب بن اشرف، اورحی بن اخطب تھے۔ انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی ہم سے صفات کو بیان کیجیے جس نے آپ کو بھیجا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آیت قل ھو اللہ احد اللہ الصمد۔ لم یلد یعنی اس نے کسی کو نہیں جنا کہ اس سے کوئی بچہ نکلے آیت ولم یولد اور نہ جنا گیا کہ وہ کسی چیز سے نکلے۔

۹۔ طبرانی نے السنہ میں ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ یہودیوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اپنے رب کی صفات بیان کیجیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی آیت قل ھو اللہ احد اللہ الصمد تو کہنے لگے ''احد'' کو تو ہم نے پہچان لیا اور ''صمد'' کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہی ذات جس کا پیٹ نہ ہو۔

۱۰۔ ابن جریر وابن المنذر نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ یہودیوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور انہوں نے کہا: اے محمد! یہ تو اللہ ہے کہ جس نے مخلوق کو پیدا فرمایا پس ان کو کس نے پیدا فرمایا یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے یہاں تک کہ آپ کا رنگ بدل گیا پھر آپ نے غصہ کی حالت میں ان پر حملہ کردیا اپنے رب کے لیے جبریل (علیہ السلام) تشریف لائے اور آپ کو سکون دلایا اور فرمایا اپنے پر بچھا دیجیے یعنی نرمی اختیار کیجیے۔ اور آپ کے پاس اللہ کی طرف سے جواب آگیا ہے۔ جو انہوں نے آپ سے سوال کیا یعنی آیت قل ھو اللہ احد اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ آپ نے جب ان پر اس کو تلاوت فرمایا تو انہوں نے کہا ہم کو اپنے رب کا وصف بیان کیجیے اس کی خلقت اور شکل وصورت کیسی ہے اور اس کے بازو کیسے ہیں اس کے ہاتھ کیسے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی شدید غصے ہوئے۔ اور آپ ان پر غصہ کی حالت میں حملہ آور ہوگئے۔ جبریل (علیہ السلام) تشریف لائے اور آپ سے پہلے کی طرح گفتگو فرمائی اور وہ آپ کے پاس جواب لے کر آئے، جو انہوں نے اس بارے میں سوال کیا تھا یعنی آیت وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیمۃ والسموت مطویات بیمینہ، سبحنہ وتعلی عما یشرکون۔ اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے اور یہ زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک اور برتر ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

۱۱۔ عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذر قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ یہودیوں میں سے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے

اور کہا ہم کو اپنے رب کا نسب بیان کیجیے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے رب کی ہم سے صفت بیان کیجیے اور آپ نہیں جانتے کہ ان کو کیا جواب دیں تو یہ آیت قل ھو اللہ احد اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ پوری سورت نازل ہوئی۔

۱۲۔ ابوعبید واحمد فضائلہ والنسائی فی الیوم واللیلۃ وابن منیع ومحمد بن نصر وابن مردویہ اور ضیاء نے المختارہ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قل ھو اللہ احد پڑھی تو گویا اس نے ایک تہائی قرآن کی تلاوت کی۔

۱۳۔ ابن الضریس والبزار وسمویہ فی فوائدہ وبیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو سو مرتبہ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد پڑھی تو اس کے دو سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

۱٤۔ احمد والترمذی وابن الضریس اور بیہقی نے اپنی سنن میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں اس سورۃ قل ھو اللہ احد سے محبت کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری محبت اس کے ساتھ تجھ کو جنت میں داخل کردے گی۔

۱۵۔ ابن الضریس وابو یعلی اور ابن الانباری نے المصاحف میں انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کیا تم میں سے کوئی رات کو تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ بے شک یہ سورۃ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۱٦۔ ابو یعلی ومحمد بن نصر نے کتاب الصلاۃ میں انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قل ھو اللہ احد کو پچاس مرتبہ پڑھا تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۱۷۔ الترمذی وابو یعلی ومحمد بن نصر وابن عدی والبیہقی فی الشعب واللفظ لہ نے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر دن دو سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھ دے گا اور اس کے پچاس سال کے گناہ مٹا دے گا۔ مگر یہ کہ اس پر کوئی قرضہ رہ گا۔ تو وہ معاف نہ ہوگی۔

۱۸۔ الترمذی وابن عدی اور بیہقی نے الشعب میں انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے تو اپنی داہنی کروٹ پر سو جائے اور سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے جب قیامت کا دن ہوگا تو رب تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اے میرے بندے! اپنی داہنی طرف سے جنت میں داخل ہو جا۔

۱۹۔ ابن سعد وابن الضریس وابو یعلی اور بیہقی نے دلائل میں انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شام میں تھے۔ جبریل (علیہ السلام) آپ پر اترے اور کہا یا محمد! معاویہ بن معاویہ المزنی (رضی اللہ عنہ) فوت ہو گئے ہیں کیا آپ ان پر نماز پڑھنا پسند کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تو انہوں نے اپنے پر کو زمین پر مارا تو آپ کے لیے ہر چیز گر گئی اور زمین سے چمٹ گئی یعنی تمام زمین ہموار ہو گئی۔ اور اس کی چارپائی کو آپ کے لیے اوپر اٹھا دیا گیا پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

پوچھا کس چیز کی وجہ سے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو یہ فضیلت دی گئی۔ فرشتوں کی دوصفوں نے ان پر نماز پڑھی۔ ہر صف میں چھ لاکھ فرشتے تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ قل ھو اللہ احد پڑھنے کی وجہ سے وہ اس کو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، جاتے ہوئے اور آتے ہوئے اور سوتے ہوئے پڑھتے رہتے تھے۔

۲۰۔ ابن سعد بن الضریس والبیہقی نے الدلائل اور الشعب میں دوسری سند سے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک میں تھے کہ ایک دن سورج روشنی، شعاعوں اور چمک کے ساتھ طلوع ہوا۔ اس سے پہلے ہم نے اس کو اس حال میں نہ دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی روشنی اور اس کے نور سے تعجب فرمایا۔ اچانک آپ کے پاس جبرئیل (علیہ السلام) تشریف لائے۔ آپ نے جبریل (علیہ السلام) سے پوچھا سورج کو کیا ہوا کہ یہ ایسے نور، روشنی اور شعاعوں کے ساتھ طلوع ہوا میں نے گذشتہ دنوں اسے اس طرح طلوع ہوتے نہیں دیکھا۔ تو جبریل (علیہ السلام) نے فرمایا معاویہ بن معاویہ اللیثی (رضی اللہ عنہ) کا آج مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ستر ہزار فرشتوں کو بھیجا ہے جو ان پر نماز پڑھیں گے۔ آپ ﷺ نے پوچھا ایسا کس سبب سے ہوا؟ اے جبریل! انہوں نے کہا کہ وہ **قل ھو اللہ احد** کثرت سے پڑھتے تھے۔ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، چلتے ہوئے، رات اور دن کے اوقات میں اس کی کثرت کرتے تھے۔ آپ بھی اسے کثرت سے پڑھیے۔ کیونکہ اس میں آپ کے رب کا نسب ہے۔ اور جس شخص اس کو پچاس مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے پچاس ہزار درجے بلند فرمائیں گے۔ اور پچاس ہزار برائیاں مٹا دیں گے۔ اور اس کے لیے پچاس ہزار نیکیاں لکھ دیں گے۔ اور جس شخص نے اس میں اضافہ کیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس میں اضافہ فرما دے گا۔ جبریل نے فرمایا کیا آپ کی خواہش ہے کہ میں زمین کو سمیٹ دوں اور آپ اس پر نماز پڑھیں؟ فرمایا ہاں پھر آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔

۲۱۔ ابن عدی اور بیہقی نے الشعب میں انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص **قل ھو اللہ احد** دوسو مرتبہ پڑھے گا تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہوں گے بشرطیکہ وہ چار کاموں سے بچے ناحق خون، ناحق مال، حرام کاری اور شراب پینا۔

۲۲۔ ابن عدی والبیہقی نے الشعب میں انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے آیت **قل ھو اللہ احد** وضو کی حالت میں سو مرتبہ پڑھا نماز کے وضو کی طرح فاتحۃ الکتاب کے ساتھ شروع کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھ دی۔ اور اس سے دس برائیاں مٹا دیں گے۔ اور اس کے لیے دس درجے بلند کر دیں گے۔ اور اس کے لیے سو محل جنت میں بنا دیں گے اور یہ ایسا ہے گویا اس نے قرآن تینتیس مرتبہ پڑھا اور یہ شرک سے برائت ہے اور فرشتوں کو حاضر کرنے والی اور شیطان کو بھگانے والی ہے۔ اور اس کی گونج عرش کے اردگرد ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا ذکر کرتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر فرماتے ہیں اور جب اس کی طرف نظر فرماتے ہیں تو پھر اس کو کبھی عذاب نہیں دیتے۔

۲۳۔ ابو یعلی نے جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین اعمال ہیں جس آدمی نے بھی ان کو ایمان کی حالت میں کیا تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہوگا۔ اور حور عین سے شادی کرے گا جس سے

چاہے گا۔ وہ آدمی جس نے اپنے قاتل کو معاف کیا اور جس نے مخفی قرض ادا کیا اور جس نے ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی ابوبکر نے یہ کہا یا رسول اللہ! کیا ان میں سے ایک عمل بھی جس نے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ان میں سے ایک عمل کا اجر بھی یہی ہے۔

۲۴۔ الطبرانی نے الاوسط میں اس سند کے ساتھ جس میں مجہول ہے جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قل ھو اللہ احد ہر دن پچاس مرتبہ پڑھا تو قیامت کے دن اس کو قبر سے اس طرح بلایا جائے گا اے اللہ کی تعریف کرنے والے اٹھ جا اور جنت میں داخل ہو جا۔

۲۵۔ ابونعیم نے الحلیہ میں جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قل ھو اللہ احد پڑھی تو اس کے گھر والوں اور پڑوسیوں سے فقر و افلاس کو دور کر دے گی۔

۲۷۔ البزار و الطبرانی والصغیر نے سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے آیت۔ قل ھو اللہ احد پڑھی گویا اس نے ایک تہائی قرآن پڑھا اور جس نے آیت قل یا ایھا الکفرون پڑھی گویا اس نے ایک چوتھائی قرآن پڑھا۔

۲۸۔ الطبرانی فی الاوسط اور ابونعیم نے الحلیہ میں ضعیف سند کے ساتھ عبداللہ بن شخیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیماری میں قل ھو اللہ احد پڑھی جس میں وہ مر گیا تو وہ اپنی قبر میں آزمائش میں نہیں ڈالا جاتا۔ اور قبر کے فتنے سے امن میں ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن فرشتے اس کو اپنی ہتھیلیوں میں اٹھائیں گے۔ یہاں تک کہ اس کو پل صراط سے گذار کر جنت کی طرف لے جائیں گے۔

سورۂ اخلاص تہائی قرآن ہے

۲۹۔ ابوعبید نے اپنے فضائل میں ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آیت قل ھو اللہ احد ایک تہائی قرآن ہے۔

۳۰۔ ابن الضریس و الطبرانی فی الاوسط و ابن مردویہ نے ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دن سفر میں نماز پڑھائی پہلی رکعت میں قل ھو اللہ احد اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکفرون پڑھی۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا میں نے تم پر ایک تہائی قرآن اور ایک چوتھائی قرآن پڑھا۔

۳۱۔ الطبرانی نے ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل تشریف لائے اور آپ تبوک میں تھے اور فرمایا اے محمد! معاویہ بن معاویہ المزنی (رضی اللہ عنہ) کے جنازہ میں حاضر ہو جائیے تو رسول اللہ ﷺ نکلے اور جبریل ستر ہزار فرشتوں میں نازل ہوئے۔ انہوں نے اپنے دائیں پر کو پہاڑوں پر رکھا۔ تو وہ ہموار ہو گئے جھک گئے۔ اور بائیں پر کو زمین پر رکھا یہاں تک کہ آپ مکہ اور مدینہ کی طرف دیکھنے لگے تو رسول اللہ ﷺ جبریل اور فرشتوں نے ان پر نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو پوچھا اے جبریل! اس مقام پر معاویہ بن معاویہ المزنی کیسے پہنچا؟ انہوں نے کہا آیت قل ھو اللہ احد

پڑھنے کی وجہ سے۔ کہ وہ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے، سوار ہوتے اور پیدل چلتے ہوئے یہ سورۃ پڑھتے رہتے تھے۔

۳۲۔ ابن الضریس نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک آدمی تھا جس کو معاویہ بن معاویہ کہا جاتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ تبوک کی جنگ میں تشریف لے گئے تو وہ شدید بیمار تھے۔ رسول اللہ ﷺ دس دن تک سفر کر چکے جبرئیل (علیہ السلام) تبوک کی جنگ میں تشریف لے گئے تو وہ شدید بیمار تھے۔ رسول اللہ ﷺ دس دن تک سفر کر چکے جبرئیل (علیہ السلام) نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ معاویہ بن معاویہ فوت ہو گئے ہیں تو رسول اللہ ﷺ رنجیدہ ہوئے اور جبریل (علیہ السلام) نے فرمایا کیا آپ اس سے خوش ہوں گے کہ میں آپ کو اس کی قبر دکھاؤں؟ آپ نے فرمایا ہاں! انہوں نے اپنے پر کو زمین پر مارا کوئی پہاڑ باقی نہیں رہا مگر وہ جھک گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قبر ظاہر فرمادی۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کہا یعنی نماز کی نیت باندھی۔ اور جبریل آپ کے دائیں تھے اور فرشتوں کی صفیں ستر ہزار تھیں۔ یہاں تک کہ جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا اے جبریل (علیہ السلام) معاویہ بن معاویہ کو اللہ کی طرف سے یہ مقام کیسے ملا؟ تو انہوں نے کہا کہ **قل ھو اللہ احد** کے بدلے میں کہ وہ اس کو پڑھا کرتے تھے کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، چلتے ہوئے اور سوتے ہوئے۔ اور میں آپ کی امت پر خوف کرتا تھا یہاں تک کہ سورت نازل ہوئی۔

۳۳۔ الطبرانی نے ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص آیۃ الکرسی اور **قل ھو اللہ احد** ہر فرض نماز کے بعد پڑھے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت کے داخلے سے نہیں روک سکتی۔

۳۴۔ ابن النجار نے تاریخ بغداد میں مجاشع بن عمرو احد الکذابین سے یزید الرقاشی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل (علیہ السلام) حسین صورت میں ہنستے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تشریف لائے اور کہا: اے محمد ﷺ **العلی الاعلی** (یعنی اللہ تعالیٰ) آپ کو سلام فرماتے ہیں۔ اور فرمار ہے ہیں بے شک ہر چیز کے لیے ایک نسب ہے اور میرا نسب **قل ھو اللہ احد** ہے۔ جو شخص میرے پاس آپ کی امت میں سے **قل ھو اللہ احد** ہزار مرتبہ پڑھتا ہوا آئے گا اپنی زندگی میں، میں اس کو لازم کردوں گا اپنا گھر اور اپنے عرش کی اقامت اور ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کروں گا۔ ان لوگوں میں سے جن کی سزا واجب ہو چکی ہوگی۔ اور بے شک میں نے خود اپنی ذات پر یہ قسم نہ کھائی ہوتی کہ ہر ایک جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے تو میں اس کی روح قبض نہ کرتا۔

۳۵۔ ابن النجار نے اپنی تاریخ میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی سفر کا ارادہ کرے اور اپنے گھر کے کواڑوں کو پکڑ کر اکیس مرتبہ **قل ھو اللہ احد** پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کا محافظ اور نگران ہوگا یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ آئے۔

۳۶۔ ابن النجار نے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھے کسی سے بات کرنے سے پہلے اور پہلی رکعت میں الحمد کے ساتھ **قل یا ایھا الکفرون** اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد **قل ھو اللہ احد** پڑھے تو اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے۔

۳۷۔ ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے جمعہ تک ہر تکلیف اور مصیبت سے پناہ عطا فرمائیں گے۔

۳۸۔ الحافظ ابو محمد الحسن بن احمد السمر قندی رحمہ اللہ نے آیت قل ھو اللہ احد کے فضائل میں اسحق بن عبداللہ بن ابی فروہ رحمہم اللہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قل ھو اللہ احد پڑھا گویا اس نے ایک تہائی قرآن پڑھا اور جس نے اس کو دس مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک محل جنت میں بنادیں گے یہ سن کر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا یا رسول اللہ تب تو ہم اس کی کثرت کریں گے آپ نے فرمایا اللہ اکثر واطیب یعنی اللہ کثرت والے ہیں اور بہت پاکیزہ ہیں۔ ان الفاظ کو آپ ﷺ نے دو مرتبہ دہرایا۔

۳۹۔ اور انہوں نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قل ھو اللہ احد پڑھی گویا اس نے ایک تہائی قرآن پڑھا۔ اور جس نے قل ھو اللہ احد دو مرتبہ پڑھا تو گویا اس نے دو تہائی قرآن پڑھا۔ اور جس نے قل ھو اللہ احد تین مرتبہ پڑھا گویا اس نے سارا قرآن پڑھ لیا جو اللہ تعالیٰ نے اتارا۔

۴۰۔ اور انہوں نے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قل ھو اللہ احد ایک مرتبہ پڑھی اس پر برکت کی جائے گی اور جس نے اس کو دو مرتبہ پڑھا اس پر اور اس کے گھر والوں پر برکت کی جائے گی اور جس نے اس کو تین مرتبہ پڑھا اس پر اس کے گھر والوں پر اور اس کے پڑوسیوں پر برکت کی جائے گی۔ اور جس نے اس کو بارہ مرتبہ پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں بارہ محل بنادیں گے۔ اور جس نے اس کو بیس مرتبہ پڑھا تو وہ نبیوں کے ساتھ اس طرح ہوگا اور آپ نے اپنی درمیانی انگلی اور جو انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کو آپس میں ملا دیا۔ اور جس نے اس کو سو مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پچیس سال کے گناہ معاف کردیں گے سوائے قرضہ اور قتل کے اور جس نے اس کو دو سو مرتبہ پڑھا اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ اور جس نے اس کو چار سو مرتبہ پڑھا اس کے لیے چار سو ایسے شہیدوں کا ثواب ہوگا جن میں ہر ایک کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی گئیں اور اسے شہید کردیا گیا اور جس نے ہزار مرتبہ یہ سورۃ پڑھی تو وہ نہیں مرے گا یہاں تک کہ اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھے گا یا اس کو دکھا دیا جائے گا۔

۴۱۔ اور انہوں نے نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قل ھو اللہ احد ایک مرتبہ پڑھا گویا اس نے ایک تہائی قرآن پڑھا اور جس نے اس کو دو مرتبہ پڑھا گویا اس نے دو تہائی قرآن پڑھا۔ اور جس نے تین بار پڑھا تو گویا اس نے ٹھہر ٹھہر کر پورا قرآن پڑھا۔

۴۲۔ اور انہوں نے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے قل ھو اللہ احد ایک ہزار مرتبہ پڑھا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے ہزار جانوروں سے زیادہ پسندیدہ ہے جن کو اللہ کے راستے میں لگام دی گئی اور زین پہنائی گئی۔

۴۳۔اورانہوں نے کعب احبار (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا تین قسم کے لوگ جنت میں جہاں چاہیں گے اتریں گے شہید اوروہ آدمی جس نے ہر دن میں دوسو مرتبہ قل ھو اللہ أحد پڑھی۔

۴۴۔اورانہوں نے کعب احبار (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ جس نے قل ہواللہ احد اور آیۃ الکرسی دس مرتبہ رات یا دن میں پڑھنے کی پابندی کی تواس نے اللہ کی رضامندی واجب کر لی اور وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہو گیا اور شیطان سے محفوظ ہو گیا۔

۴۵۔اورانہوں نے دینار کے طریق سے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قل ہواللہ احد ایک ہزار مرتبہ پڑھی تواس نے اپنی جان کو اللہ سے خرید لیا اور وہ اللہ کے خاص لوگوں میں سے ہوگا۔

۴۶۔اورانہوں نے نعیم کے طریق سے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے قل ہواللہ احد تیس مرتبہ پڑھا۔اس کے لیے اللہ تعالیٰ آگ سے چھٹکارا اور عذاب سے امان لکھ دیں گے۔اور فزع اکبر یعنی قیامت کے دن سے بھی امان لکھ دیں گے۔

۴۷۔اورانہوں نے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔جو اپنے گھر میں داخل ہو۔اور اس نے الحمد للہ یعنی سورۃ فاتحہ اور قل ھو ا اللہ احد پڑھی تواس سے اللہ تعالیٰ فقر وافلاس کو دور کر دیں گے۔اور اس کے گھر کی خیر وبرکت میں اضافہ کر دے گا۔یہاں تک کہ وہ اس کے پڑوسی کو بھی پہنچے گی۔

۴۸۔الطبرانی نے بھی ابوبکر البردی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا کہ ابوزرعہ اور ابوحاتم نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم کو ثقہ راوی عیسیٰ بن ابی فاطمہ نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب صور میں پھونکا جائے گا۔تو رحمن کا غصہ سخت ہو جائے گا۔پھر فرشتے نازل ہوں گے۔اور زمین کے کناروں کو پکڑ لیں گے۔اور وہ برابر قل ہو اللہ احد پڑھتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا غصہ ٹھہر جائیں گا۔

۴۹۔ابراہیم بن محمد الخیارجی نے اپنے فوائد میں حذیفہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قل ہواللہ احد ہزار مرتبہ پڑھا۔تواس نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ سے خرید لیا۔

۵۰۔ابن المنذر نے اپنی تاریخ میں کعب بن عجرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رات یا دن میں تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا تواس کی مقدار قرآن کے برابر ہوگی۔

۵۱۔ابوالشیخ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قل ھو اللہ احد گیارہ مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک محل جنت میں بنادیں گے۔عمر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا۔اللہ کی قسم یارسول اللہ! تب تو ہم کثیر محل بنالیں گے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی امن دینے والا اور فضیلت والا ہے۔یا فرمایا وہی امن والا اور بہت وسعت والا ہے۔

جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

۵۲۔والبخاری ومسلم والنسائی اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ نبی اکرم

ﷺ نے ایک آدمی کو جنگ پر بھیجا۔ تو وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے وقت آیت قل ھو اللہ احد پڑھتا تھا۔ جب یہ لوگ واپس لوٹے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتائی۔ تو آپ نے فرمایا اس سے پوچھا کس چیز کے سبب یہ کرتا ہے؟ انہوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا یہ رحمن کی صفت ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ میں اس کو پڑھوں وہ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور ان کو یہ بات بتائی تو آپ نے فرمایا اس کو بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

۵۳۔ ابن الضریس نے ربیع بن خثیم رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ایک سورۃ ہے اللہ کی کتاب میں سے لوگ اس کو چھوٹا گمان کرتے ہیں اور میں اس کو عظیم اور لمبی دیکھتا ہوں اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں اس سے محبت کرنے والے کو، اور اس میں توحید کے ساتھ اور کسی چیز کی ملاوٹ نہیں تم میں سے جو اس کو پڑھے گا۔ تو وہ اس کو قلیل سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ کسی اور چیز کو جمع نہ کرے کیونکہ اس کو یہ سورت بدلہ دے گی۔

۵۴۔ ابن الضریس نے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میرا ایک بھائی ہے اس کی طرف قل ھو اللہ احد کا پڑھنا محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کو جنت کی خوشخبری دے دو۔

۵۵۔ عبدالرزاق وابن ابی شیبہ وابن ماجہ اور ابن الضریس نے بریدہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا اور میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ اچانک ایک آدمی نماز پڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا آیت انی اسئلك بانك انت اللہ لا الہ الا انت الواحد الاحد الصمد الذی۔ بے شک آپ سے سوال کرتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ ہیں اکیلے ہیں بے نیاز ہیں نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقینی طور پر اس نے اللہ تعالیٰ سے اس کے ایسے اسم اعظم کے ساتھ دعا مانگی کہ جب اس کے وسیلہ سے کوئی سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے اور جب اس کے ذریعہ دعا مانگی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

۵۶۔ ابن الضریس نے حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ جو شخص دو سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو اس کے لیے پانچ سو سال کی عبادت کا اجر ہے۔

۵۷۔ الدارقطنی فی الافراد اور الخطیب نے اپنی تاریخ میں انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی تکلیف ہوتی تو اپنی ذات پر قل ھو اللہ احد پڑھ کر پھونکتے تھے۔

۵۸۔ ابن النجار نے اپنی تاریخ میں ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے رضا اور مغفرت واجب کردیں گے۔

۵۹۔ ابونعیم نے الحلیہ میں ابو غالب مولی خالد بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ایک رات صبح سے پہلے عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اے غالب اٹھو اور نماز پڑھو اگرچہ ایک تہائی قرآن کی ہی قرائت کرو۔ میں نے عرض کیا اب تو صبح قریب، میں کیسے ایک تہائی قرآن پڑھوں عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ اخلاص قل ھو اللہ احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۶۰۔ العقیلی نے رجاء الغنوی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی گویا اس نے سارا قرآن پڑھ لیا۔

۶۱۔ ابن عساکر نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز پڑھی پھر کسی سے بات نہیں کی یہاں تک کہ دس مرتبہ قل ھو اللہ پڑھ لی تو وہ اس دن کسی گناہ کو نہیں پائے گا۔ ل اور شیطان سے پناہ ہوگی۔

۶۲۔ الدیلمی نے سند واہ کے ساتھ براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے مرفوعا روایت کیا کہ جس نے صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا کسی سے بات کرنے سے پہلے تو اس دن اسے پچاس صدیقین کے عمل کے برابر سے بلند کر دیا جائے گا۔

۶۳۔ ابن عساکر نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کی شادی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے کی۔ تو پانی منگوایا اور اس پانی میں تھوڑا سا منہ لے میں اس میں کلی کر دی۔ پھر وہ پانی ان کے گریبان اور کندھوں پر چھڑکا۔ پھر ان کو قل ھو اللہ احد اور معوذتین کے ساتھ ان کے لیے حفاظت کی دعا کی۔

۶۴۔ بیہقی نے الشعب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جس نے دو رکعتیں پڑھیں اور ان دونوں میں قل ھو اللہ احد پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے سو محل جنت میں بنائیں گے اور جس نے اس کو نماز میں پڑھا تو یہ اس سے افضل ہے اور جس نے اس کو اپنے گھر والوں اور اپنے پڑوسیوں کے پاس داخل وقت یہ سورۃ پڑھی۔ تو اس کے سبب سا کے اہل اور اس کے پڑوسیوں تک خیر و برکت پہنچ گی۔

۶۵۔ احمد نے عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ابو ایوب (رضی اللہ عنہ) ایک مجلس میں تھے اور وہ کہنے لگے کیا اس کی کوئی طاقت رکھتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: بے شک قل ھو اللہ احد تہائی قرآن۔ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ تشریف لائے اور آپ ابو ایوب (رضی اللہ عنہ) کی بات سن رہے تھے تو فرمایا ابو ایوب نے سچ کہا۔

رات کو سورۃ اخلاص کی تلاوت

۶۶۔ ابن الضریس والبزار ومحمد بن نصر والطبرانی صحیح سند کے ساتھ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ ہر ایک تہائی قرآن پڑھ لے صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں قل ھوا اللہ احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۶۷۔ احمد والطبرانی وابن السنی نے ضعیف سند کے ساتھ معاذ بن انس رضی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دس مرتبہ قل ھو اللہ احد آخرت تک پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک محل جنت میں بنا دیں گے عمر (رضی اللہ عنہ) نے آپ سے فرمایا رسول اللہ تب تو ہم کثرت کریں گے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی اکثر واطیب ہے۔

۶۸۔ سعید بن منصور وابن مردویہ نے معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو ایک منزل پر آپ نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ نے پہلی رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور قل ھو اللہ احد پڑھی اور

دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الفلق پڑھی جب سلام پھیرا تو فرمایا ان دونوں سورتوں سے بڑھ کر کسی نے فصیح وبلیغ اور افضل سورتیں نہیں پڑھیں۔

۶۹۔ محمد بن نصر والطبرانی جید سند کے ساتھ معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قل هو الله احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۷۰۔ ابوعبید واحمد والبخاری فی التاریخ والترمذی وحسنہ والنسائی وابن الضریس والبیہقی نے الشعب میں ابوایوب انصاری رضی اللہ سے عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے کہ رات کو ایک تہائی قرآن پڑھ لے۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ بات ان پر بھاری گذری ہے تو آپ نے فرمایا جو شخص رات کو قل هوا الله احد الله الصمد پڑھ لے تو گویا اس نے اس رات ایک تہائی قرآن پڑھ لیا۔

۷۱۔ احمد والطبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گذرے جو قل هو الله احد پڑھ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔

۷۲۔ ابوعبید واحمد ومسلم وابن الضریس والنسائی نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے کہ ہر دن ایک تہائی قرآن پڑھ لے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم تو اس سے بہت کمزور اور بہت عاجز ہیں۔ آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تین اجزاء میں تقسیم فرمادیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: قل هوا الله احد ایک تہائی قرآن ہے۔

۷۳۔ مالک واحمد والبخاری وابوداؤد والنسائی وابن الضریس والبیہقی نے اپنی سنن میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ایک آدمی کو قل هو الله احد پڑھتے ہوئے سنا جو اس کو بار بار لوٹا رہا تھا۔ جب صبح ہوئی تو وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اس بات کو ذکر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۷۶۔ احمد والبخاری وابن الضریس نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تم میں کوئی عاجز ہے کہ وہ رات کو ایک تہائی قرآن پڑھ لے یہ بات ان پر بھاری ہوئی۔ اور انہوں نے کہا کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: الله الواحد الصمد یعنی قل هو الله احد ایک تہائی قرآن ہے۔

۷۵۔ احمد نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قتادہ بن نعمان (رضی اللہ عنہ) نے ساری رات قل هو الله احد پڑھتے ہوئے گذاردی۔ یہ بات نبی ﷺ کو ذکر کی گئی تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک وہی آدھے قرآن یا تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۷۶۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) کے طریق سے روایت کیا کہ مجھے قتادہ بن نعمان نے بتایا کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے زمانہ میں قیام کیا اور اس نے قل هو الله احد پوری سوت پڑھی اور اس کو بار بار پڑھتا رہا۔

اور اس پر کچھ زیادہ نہیں کیا۔ جب ہم نے صبح کیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا بے شک یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۷۷۔ احمد وابو عبید والنسائی وابن ماہ وابن الضریس نے ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آیت قل ھو اللہ احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۷۸۔ الطبرانی فی الصغیر وبیہقی نے الشعب میں ضعیف سند کے ساتھ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے قل ھو اللہ احد صبح کی نماز کے بعد بارہ دفعہ پڑھا گویا اس نے چار مرتبہ قرآن پڑھ لیا اور اس دن اس کا یہ عمل تمام اہل زمین سے افضل ہے بشرطیکہ وہ تقویٰ اختیار کرے۔

۷۹۔ احمد وابن الضریس ولنسائی والطبرانی فی الاوسط اور بیہقی نے شعب میں صحیح سند کے ساتھ ام کلثوم بنت عقبی بن ابی معیط (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے قل ھوا اللہ احد کے بارے میں پوچھا گیا آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک تہائی قرآن ہے یا اس کے برابر ہے۔

۸۰۔ سعید بن منصور نے محمد بن المنکدر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو قل ھوا اللہ احد پڑھتے ہوئے سنا اور وہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا سوال کر تو عطا کیا جائے گا۔

۸۱۔ سعید بن منصور وابن الضریس نے حضرعلی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ جس نے قل ھو اللہ احد دس مرتبہ فجر کے بعد پڑھا اور ایک روایت میں صبح کے بعد کے الفاظ ہیں تو اس دن اسے کوئی گناہ لاحق نہ ہوگا اگرچہ شیطا کوشش کرے۔

۸۳۔ سعید بن منصور وابن الضریس نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ جس نے عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھی اور ہر رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور پندرہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو محل جنت میں بنادے گا جن کو اہل جنت دیکھیں گے۔

۸۳۔ ابن الضریس نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص عشاء کی نماز بعد دو رکعت نماز پڑھے۔ اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور بیس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو محل جنت میں بنادیں گے جن کو اہل جنت دیکھیں گے۔

۸۴۔ سعید بن منصور وابن الضریس نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ جس نے قل ھو اللہ احد دو سو مرتبہ چار رکعت میں پڑھا ہر رکعت میں پچاس مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے سو سال کے گناہ معاف کردے گا پچاس سال آنے والے اور پچاس سال گذرے ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک

۸۵۔ ابن ابی شیبہ والبخاری وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا تو نبی اکرم ﷺ ہر رات جب اپنے بستر مبارک پر آرام فرمانے کے لیے تشریف لے جاتے تو اپنی ہتھیلیوں کو جمع کر کے اس میں پھونکتے اور

قل هو الله احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر اپنے پورے جسم پر پھیرتے جہاں تک ممکن ہوتا۔ آپ اس کو سر سے شروع کرتے پھر چہرہ اور اپنے جسم کے سامنے والے حصہ پر پھیرتے اور آپ یہ عمل تین مرتبہ کرتے۔

۸۶۔ ابن سعد وعبد بن حمید وابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی وعبد اللہ بن احمد فی زوائد الزہد اور طبرانی نے عبد اللہ بن حبیب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ قل هو الله احد اور معوذتین پڑھ۔ جب تو صبح کرے اور جب تو شام کرے تین مرتبہ یہ تجھے ہر چیز کے لیے کافی ہیں۔

۸۷۔ احمد نے عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا اے عقبہ بن عامر! کیا میں تجھ کو وہ افضل ترین سورتیں نہ سکھاؤں جو تورات انجیل، زبور اور فرقان عظیم (یعنی قرآن مجید) میں نازل ہوئی۔ میں عرض کیا کیوں نہیں اللہ تعالیٰ مجھے آپ قربان کردے۔ پھر آپ نے مجھ پر یہ تین صورتیں قل هو الله احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھیں۔ پھر فرمایا: اے عقبہ ان کو ہرگز نہ بھولنا اور ان کو پڑھے بغیر کوئی رات نہ گذارنا۔

۸۸۔ النسائی وابن مردویہ والبزار نے صحیح سند کے ساتھ عبد اللہ بن انیس سلمی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے سینے پر رکھا پھر ان سے فرمایا کہو میں نہیں جانتا تھا کہ میں کیا کہوں۔ پھر آپ نے فرمایا آیت قل هو الله احد کہو پھر مجھ سے فرمایا کہ آیت قل اعوذ برب الفلق۔ من شر ما خلق۔ یہاں تک کہ میں اس سے فارگ ہوگیا۔ پھر مجھ سے فرمایا آیت قل اعوذ برب الناس۔ یہاں تک کہ میں اس سے فارغ ہوگیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی طرح پناہ مانگا کرو اور پناہ مانگنے والوں نے ان جیسی اور کسی چیز سے کبھی پناہ طلب نہیں کی۔

۸۹۔ ابن مردویہ وبیہقی نے شعب میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ہمارے درمیان رسول اللہ ﷺ ایک رات نماز پڑھ رہے تھے اپنے ہاتھ کو زمین پر رکھا تو ایک بچھو نے ان کو ڈس لیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے نعلین کے پاس اسے پالیا اور اس کو مار ڈالا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت فرمائے۔ نہ چھوڑتا ہے کسی نماز پڑھنے والے کو اور نہ اس کے علاوہ کو یا فرمایا نہ یہ کسی نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کو آپ نے نمک اور پانی منگوایا اور ان کو ایک برتن میں ڈال۔ پھر آپ نے اپنی انگلی کو اس جگہ پر ڈالنا شروع کیا۔ جہاں بچھو نے آپ کو ڈسا تھا۔ اسے ملنے لگے اور معوذتین بھی پڑھتے رہے اور یک روایت میں ہے کہ آپ نے اس پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ اور یہ سوتیں پڑھتے رہے۔ آیت قل هو الله احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

۹۰۔ ابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ فی العظمہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں علی کے طریق سے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ "صمد" وہ سردار ہے جو اپنی سرداری میں مکمل ہو اور شریف وہ ہے جو کام ہو اپنے شرف میں۔ اور عظیم وہ ہے جو کام ہو اپنی عظمت۔ اور حلیم وہ جو کام ہو اپنے حلم میں۔ اور غنی وہ جو کامل ہو اپنے غناء میں۔ اور جبارہ وہ ہے جو کام ہو اپنے جبروت میں اور عالم وہ ہے جو کام ہو اپنے علم میں اور حکیم وہ ہے جو کام ہو اپنی حکمت میں اور وہ ذات جو سیادت وشرف کی تمام انوع میں کامل واکمل ہو اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے یہ اس کی صفت ہے یہ اس کے سا کسی کو لائق نہیں اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ اور اس کے مثل کوئی چیز

نہیں۔

۹۱۔ابن الضریس وابوالشیخ فی العظمہ وابن جریر نے کعب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ بے شک اس سورت کی بنا پر سات آسمانوں اور زمینوں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔یعنی آیت قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکون لہ کفوا احد. بے شک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی بھی برابری کرنے والا اور کوئی بھی اس کا مددگار نہیں اس کی مخلوق میں سے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ اخلاص، بیروت)

سورہ اخلاص کی تفسیر کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: وہ اللہ ایک ہے۔اللہ بے نیاز ہے۔اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔اور نہ اس کا کوئی ہم سیر ہے۔ (الاخلاص: ۴۔۱)

الاخلاص: ۱ میں فرمایا، آپ کہیے: وہ اللہ ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو بتادیا کہ بات یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور آپ کو اس مشقت میں نہیں ڈالا کہ آپ دلائل عقلیہ سے اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کو معلوم کریں۔

امام رازی فرماتے ہیں: مطالب تین قسم کے ہیں: ایک وہ مطالب ہیں جن کو خبر کے ذریعے نہیں معلوم کیا جا سکتا یہ وہ اور معجزات کی صحت کا علم (کیونکہ عقل یہ کہتی ہے کہ اس جہان کا کوئی بنانے والا ہونا چاہئے اور یہ ضروری ہے کہ وہ عالم اور قادر بھی ہو کیونکہ بغیر علم اور قدرت کے وہ اس جہان کو بنا نہیں سکتا اور نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ معجزہ دکھائے ورنہ سچے نبی اور جھوٹے نبی میں امتیاز نہیں ہوسکتا) اور مطالب کی دوسری قسم وہ ہے جس کا بغیر خبر کے محض عقل سے علم نہیں ہوسکتا (جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس (۱۹) ہے اور مطالب کی تیسری قسم ہے وہ جس کا علم عقل سے بھی ہوسکتا ہے اور خبر سے بھی ہوسکتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا۔امام رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ہم درج ذیل آیت کی تفسیر میں مفصل دلائل پیش کر چکے ہیں:

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا. (الانبیاء: ۲۲) اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا متعدد خدا ہوتے تو ان کا نظام فاسد ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل کا بیان

چونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کو بیان فرمایا ہے، اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی توحید پر چند سادہ اور عام فہم دلائل پیش کئے جائیں۔

(۱) اگر اس کائنات کے متعدد پیدا کرنے والے ہوتے تو فرض کیجیے ایک خدا ارادہ کرتا کہ زید کو پیدا کیا جائے اور دوسرا خدا ارادہ کرتا کہ زید کو پیدا نہ کیا جائے تو دونوں کا اردہ پورا ہونا محال ہے کہ زید پیدا بھی ہو اور نہ بھی ہو، کیونکہ یہ اجتماع نقیضین ہے تو جس کا ارادہ پورا ہوگا وہی خدا ہوگا، دوسرا خدا نہیں ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دونوں خدا اتفاق سے پیدا کرتے ہیں اور ان میں اختلاف نہیں ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ ان اختلاف

ممکن تو ہے تو جب ان میں اختلاف ہوگا تو پھر کس کا ارادہ پورا ہوگا؟ سو جس کا ارادہ پورا ہوگا، وہی خدا ہوگا دوسرا خدا نہیں ہوگا، نیز جب وہ دونوں اتفاق سے پیدا کرتے ہیں تو ضروری ہوگا کہ ایک خدا دوسرے خدا کی موافقت کرے تو جس کی موافقت کی جائے گی وہ متبوع ہوگا اور جو موافقت کریگا وہ تابع ہوگا اور تابع خدا نہیں ہوسکتا تو پھر دو خدا نہیں ہو سکتے اور جب دو خدا نہیں ہو سکتے تو دو سے زیادہ بھی نہیں ہو سکتے۔

(۲) ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا میں پیدائش اور موت، اور تغیر و تبدیل نظام واحد پر چل رہا ہے، سورج ہمیشہ ایک مخصوص جانب سے طلوع ہوتا ہے اور ایک مخصوص جانب میں غروب ہوجاتا ہے، اسی طرح چاند اور ستارے بھی نظام واحد کے موافق طلوع اور غروب کررہے ہیں، زرعی پیداوار اور انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش اور متو ایک نظام کے تحت ہورہی ہے، اگر یہاں متعدد خدا ہوتے تو کائنات کے نظام متعدد ہوتے، ہر خدا اپنا نظام جاری کرتا اور اس کائنات میں نظام واحد ہونا اس پر دلیل ہے کہ اس کا نظام اور خالق اور موجد بھی واحد ہے۔

(۳) اس کائنات میں ہر کثرت کسی وحدت کے تابع ہوتی ہے، تب ہی نظام صحیح رہتا ہے ورنہ نظام فاسدہ ہوجاتا ہے، اسکول میں ماسٹر متعدد ہوں تو ہیڈ ماسٹر واحد ہوتا ہے، صوبہ میں وزراء متعدد ہوں تو وزیر اعلیٰ ایک ہوتا ہے، وفاقی وزراء متعدد ہوں تو وزیر اعظم واحد ہوتا ہے اور جس ملک میں صدارتی نظام ہو وہاں صدر ایک ہوتا ہے تو جب ایک ملک کے دو صدر نہیں ہو سکتے تو اس کائنات کے دو خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

(٤) اللہ تعالیٰ نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کائنات کا واحد خالق اور مالک ہے اور اس کے ثبوت میں اس نے نبیوں، رسولوں کو بھیجا اور آسمانی کتابوں کو نازل کیا، اگر اس کے علاوہ بھی اس کائنات کا کوئی خالق تھا تو اس پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے نبی اور رسول بھیجتا، جو آکر یہ بتاتا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی اس کائنات کا کوئی خالق اور مالک ہے اور وہ اس کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہے، لیکن جب ایسا کوئی نبی نہیں آیا، ایسی کوئی آسمانی کتاب نہیں آئی تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے واحد لاشریک ہونے کا دعویٰ سچا ہے اور ہم پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت لازم نہیں ہے۔

جب اللہ واحد ہے تو مجوسیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ دو خدا ہیں، ایک خیر کا خالق ہے وہ یزداں ہے اور ایک شر کا خالق ہے وہ اہرمن ہے اور عیسائیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ تین خدا ہیں، اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم اور مشرکین مکہ کا بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور مستحق عبادت ماننا بھی باطل ہوگیا۔

الاخلاص: ٤ میں فرمایا: اللہ بے نیاز ہے۔

''الصمد'' کے معانی اور محامل

اس آیت میں ''صمد'' کا لفظ ہے ''صمد'' کا معنی ہے: اپنی حاجات اور ضروریات میں جس کا قصد کیا جائے اور اسے کسی کی طرف حاجت اور ضرورت نہ ہو، الاصم نے کہا: ''الصمد'' وہ ہے جو تمام چیزوں کا خالق ہو، السدی نے کہا: ''صمد'' وہ ہے جس کا مرغوبات کے حصول میں قصد کیا جائے اور آفات اور مصائب میں اس سے فریاد کی جائے، الحسین بن فضل البجلی نے کہا: ''صمد'' وہ ہے جو جس چیز

کو بھی چاہے وہ کرے اور اپنے ہر ارادہ کو پورا کرے اور اس کے کم اور اس کے فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہ ہو "صمد" وہ ہے جو غنی ہو، قرآن مجید میں ہے: "هو الغني الحميد۔" (الحدید: ۲٤) وہ مستغنی ہے اور تعریف کیا ہوا ہے "صمد" وہ ہے جس کے اوپر کوئی نہ ہو "وهو القاهر فوق عباده" (الانعام: ۱۸) وہ اپنے تمام بندوں پر غالب ہے، قتادہ نے کہا: وہ کھاتا پیتا نہیں ہے "وهو يطعم ولا يطعم" (الانعام: ۱) وہ کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا، نیز قتادہ نے کہا: "صمد" وہ ہے جو ہمیشہ باقی رہے اور اس کے سوا ہر چیز فانی ہے: "كل من عليها فان۔ ويبقى وجه ربك (الرحمن: 27-26) زمین پر ہر چیز فانی ہے۔ اور آپ کا رب باقی ہے، ابو مالک نے کہا: "صمد" وہ ہے جس کو اونگھ اور موت نہیں آتی: "لا تاخذه سنة ولا نوم" (البقرہ: ۲۵۵) اس کو نہ نیند آتی ہے نہ موت، مقاتل بن حیان نے کہا: "صمد" وہ ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو، ربیع بن انس نے کہا: "صمد" وہ ہے جس پر کوئی آفت اور مصیبت نہ آئے، سعید بن جبیر نے کہا: "صمد" وہ ہے جو اپنی تمام صفات اور افعال میں کامل ہو، امام جعفر صادق نے کہا، جو ہمیشہ غالب ہو اور کبھی مغلوب نہ ہو، "صمد" وہ ہے جو تمام نقصانات اور تغیرات سے منزہ ہو اور زمان و مکان کے احاطہ سے مبرا ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص 362-363 ملخصاً وموضحاً دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱٤۱۵ھ)

الاخلاص: ۳ میں فرمایا: اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ہونے پر دلائل کا بیان

اس آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی اولاد کی نفی کی ہے اور پھر دوسرے حصہ میں اس کی نفی کی ہے کہ وہ خود کسی کی اولاد ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا کوئی قائلن ہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی اولاد ہے، البتہ اس کے کئی فرقے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، مشرکین مکہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اور یہود یہ کہتے تھے کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور عیائی یہ کہتے تھے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اولاد اس لئے نہیں ہو سکتی کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے، اگر اس کی اولاد ہوتی تو وہ بھی واجب اور قدیم ہوتی اور جو پیدا ہو وہ واجب اور قدیم نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ممکن اور حادث ہوگا۔

عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو اللہ کا بیٹا اور اللہ کو اس کا باپ کہتے ہیں، یہ اطلاق مجازی ہے، اور یہ مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمانی طور پر مسیح کا باپ ہے بلکہ اس کو عزت اور بزرگی کے طور پر باپ کہا جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایسے اسماء کا طلاق کیا جاتا ہے جن میں نقص کا پہلو نہ ہو اور ان صفات کا اطلاق کیا جاتا ہے جو اس کی شان کے لائق ہوں اور باپ ہونے میں نقص کا پہلو ہے کیونکہ اس سے جسمانی رشتہ سے باپ ہونے کا وہم پیدا ہوتا ہے، موجودہ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کو باپ کہتے تھے، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ایسا برگزیدہ نبی کب اس بات سے ناواقف ہوگا کہ باپ ہونا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کو باپ نہیں کہہ سکتے۔

الاخلاص: ٤ میں فرمایا: اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے۔

یہ بھی الاخالص: ۳ کا تتمہ ہے کیونکہ کوئی شخص اسی کو بیوی بناتا ہے جو اس کے کفو ہو اور اس کی ہم پلہ ہو اس کائنات میں کوئی

اس کا ہم پہلہ ہی نہیں ہے تو وہ کسی کو بیوی کیسے بنائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

(الانعام: ۱۰۱) اللہ کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے، اس کی تو کوئی بیوی ہی نہیں اور وہ ہر چیز کا خالق ہے۔

الاخلاص کا خلاصہ

الاخلاص: ۱ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، الاخلاص: ۲ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ صمد ہے یعنی وہ رحیم و کریم ہے، سب اس کا قصد کرتے ہیں اور وہ کسی کا قصد نہیں کرتا، الاخلاص: ۳ میں فرمایا: وہ والد ہے نہ مولود ہے یعنی ممکنات کی صفات سے مجرج اور منزہ ہے۔

الاخلاص: ۱ میں فرمایا: اللہ احد ہے تو ان کا رد ہو گیا جو متعدد خدا مانتے ہیں جیسے مشرکین اور عیسائی، اور الاخلاص: ۲ میں فرمایا: اللہ صمد ہے، سب اسی کا قصد کرتے ہیں تو ان کا رد ہو گیا جو اپنی حاجات میں بتوں کا قصد کرتے ہیں اور الاخلاص: ۳ میں فرمایا: وہ والد نہیں ہے تو یہود کا رد ہو گیا جو کہتے تھے: عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں کا رد ہو گیا جو کہتے تھے: مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور مشرکین کا رد ہو گیا جو کہتے تھے: فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور الاخلاص: ۴ میں فرمایا: اللہ کا کوئی کفو اور ہم سر نہیں تو ان مشرکین کا رد ہو گیا جو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا ہم سر مانتے تھے۔

یہ سورت، سورۃ الکوثر کے مقابلہ میں ہے، سورۃ الکوثر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی مدافعت کی تھی اور جس نے آپ کو ابتر کہا تھا، اس کی مذمت کی اور آپ کی شان بیان کی تھی، اس سے پہلے ''قل'' (آپ کہیے) نہیں فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ از خود آپ کی مدافعت کر رہا ہے اور آپ کی شان بیان کر رہا ہے اور اس سورت میں پہلے ''قل'' فرمایا: یعنی آپ کہیے اور اللہ تعالیٰ کی مدافعت کیجیے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف اس کا شریک، اس کا بیٹا اور اس کی بیوی مانتے ہیں، ان کا رد کیجیے تا کہ معلوم ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مدافعت کر رہے ہیں، الکوثر میں اللہ تعالیٰ نے بنی نض کو ابتر کہنے والے کا رڈ کیا تھا اور الاخلاص میں فرمایا کہ آپ کہیے اور ان کا رد کیجیے جو اللہ تعالیٰ کا شریک کہتے ہیں، اس کا بیٹا مانتے ہیں، اس کی بیوی مانتے اور اس کی شان کے خلاف اس کی صفات بیان کرتے ہیں۔

شرک کی تعریف اور مشرکین مکہ کا شرک کیا تھا؟

سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا ذکر فرمایا ہے اور شرک کا رد کیا ہے، اس مناسبت سے ہم چاہتے ہیں کہ توحید پر دلائل دینے کے بعد شرک کی وضاحت کریں۔ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور قدیم ہے، اس کی ہر صفت مستقل بالذات ہے اور وہ مستحق عبادت ہے، سو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب اور قدیم ماننا یا اس کی کسی صفت کو مستقل بالذات ماننا شرک ہے، اس کے علاوہ کوئی چیز شرک نہیں ہے۔ اہل سنت و جماعت صالحین اور اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں یا اسناد مجازی کے طور پر ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہمیں فلاں چیز عطا فرمائیں جیسے حضرت ہاجر نے صفا، مروہ کے گرد سات چکر لگانے کے بعد جب حضرت جبریل کی آواز سنی تو کہا:

اغثنا ان کان عندک خیر۔ اگر تمہارے پاس کوئی خیر ہے تو مدد کرو۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۶۵ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۱۰۷ مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۳)

یا جیسے حضرت جبریل (علیہ السلام) نے حضرت مریم سے کہا: (مریم: ۱۹) جبریل نے کہا: میں آپ کے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ آپ کو پاکیزہ بیٹا دوں۔

جب حضرت جبریل بیٹا دے دینے کی اپنی طرف نسبت کر سکتے ہیں تو مسلمان بھی بیٹا دینے کی نسبت اولیاء اللہ اور صالحین کی طرف کر سکتے ہیں اور یہ اسناد مجازی ہے اور ان میں سے کوئی چیز شرک نہیں ہے، ورنہ حضرت ہاجرا اور حضرت جبریل کو بھی مشرک قرار دینا ہوگا۔ العیاذ باللہ!

مخالفین اس نوع کی استمداد کو شرک کہتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کو قبر پرست اور مشرک کہتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ اہل مکہ کا شرک یہی تھا کہ وہ صالحین سے مدد طلب کرتے تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کہیں یہ نہیں ہے کہ اہل مکہ قبر والوں سے یا صالحین سے مدد طلب کرتے تھے یا ان کی عبادت کرتے تھے، قرآن مجید نے یہ بتایا ہے کہ اہل مکہ ملائکہ کی، جنات کی، ساتروں کی اور بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں سے کسی کی عبادت اس کی صالحیت کی بناء پر نہیں کرتے تھے۔

مشرکین فرشتوں کی عبادت ان کی صلاحیت کی بناء پر نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی عبادت اس وجہ سے کرتے تھے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، قرآن مجید میں ہے:

(الزخرف: ۲۰-۱۹) اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمن کی عبادت کرنے والے ہیں مؤنث قرار دیا، کیا وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے، عنقریب ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے اس کے متعلق باز پرس کی جائے گی۔ اور انہوں نے کہا، اگر رحمن چاہتا تو ہم فرشتوں کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ صرف اندازے سے بات کرتے ہیں۔ اور مشرکین جنات کی عبادت کرتے تھے اور ان کی عبادت بھی وہ ان کی صالحیت کی وجہ سے نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے جنات کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور بیٹیاں قرار دے دیا تھا، قرآن مجید میں ہے:

(الانعام: ۱۰۰) اور انہوں نے جنات کو اللہ کا شریک بنا لیا اور بغیر علم کے ان کو اللہ کے بیٹے اور بیٹیاں بنا لیا، اللہ ان کی بیوی کی ہوئی صفات سے بہت بلند ہے۔

(الصفت: ۱۵۸) اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان نسب گھڑ لیا۔

مشرکین ستاروں کی عبادت کرتے تھے اور بتوں کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے کوئی چیز بھی اصلح انسان نہیں ہے، قرآن مجید میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ مشرکین کسی صالح انسان کی عبادت کرتے تھے یا کسی قبر کی عبادت کرتے تھے۔

مشرکین بتوں کی نذر مانتے تھے، ان کی نذر کو ایصال ثواب پر چسپاں کرنا بھی باطل ہے، ہمارے نزدیک نذر اللہ کی مانی جاتی ہے کہ اے اللہ! اگر فلاں بیمار کو تو نے شفا دے دی تو میں تیری رضا کے لئے اتنا طعام صدقہ کروں گا، پھر اس طعام کو صدقہ کر کے اس

کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي الْمُعَوِّذَتَيْنِ

باب: معوذتین کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

1462 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ، مَوْلَى مُعَاوِيَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: كُنْتُ أَقُودُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهُ فِي السَّفَرِ، فَقَالَ لِي: يَا عُقْبَةُ، أَلَا أُعَلِّمُكَ خَيْرَ سُورَتَيْنِ قُرِئَتَا؟ فَعَلَّمَنِي قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، قَالَ: فَلَمْ يَرَنِي سُرِرْتُ بِهِمَا جِدًّا، فَلَمَّا نَزَلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ صَلَّى بِهِمَا صَلَاةَ الصُّبْحِ لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ الْتَفَتَ إِلَيَّ، فَقَالَ: يَا عُقْبَةُ، كَيْفَ رَأَيْتَ؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک سفر کے دوران نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کو پکڑ کر چل رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عقبہ! کیا میں تمہیں تلاوت کی جانے والی دو زیادہ بہتر سورتوں کی تعلیم نہ دوں؟ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے سورہ فلق اور سورہ الناس کی تعلیم دی۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو اندازہ ہوا کہ میں ان سے بہت زیادہ خوش نہیں ہوا۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز کے لیے پڑاؤ کیا' تو آپ ﷺ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے ان دونوں سورتوں کی تلاوت کی جب نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے' تو آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عقبہ! اب تمہاری کیا رائے ہے؟

1463 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْجُحْفَةِ، وَالْأَبْوَاءِ، إِذْ غَشِيَتْنَا رِيحٌ، وَظُلْمَةٌ شَدِيدَةٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ بِأَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَأَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، وَيَقُولُ: يَا عُقْبَةُ، تَعَوَّذْ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهِمَا، قَالَ: وَسَمِعْتُهُ يَؤُمُّنَا بِهِمَا فِي الصَّلَاةِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں جحفہ اور ابواء کے درمیان نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہا تھا اسی دوران آندھی آگئی اور انتہائی تاریکی چھا گئی تو نبی اکرم ﷺ نے سورۃ فلق اور سورۃ الناس پڑھ کر پناہ مانگنا شروع کی آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے۔

''اے عقبہ! ان دونوں سورتوں کے ذریعے پناہ مانگو' کیونکہ کسی بھی پناہ مانگنے والے نے ان کی مانند کسی چیز سے پناہ نہیں مانگی ہوگی''۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھاتے ہوئے بھی ان دونوں سورتوں کی تلاوت کی تھی۔

مضبوط پناہ گاہیں نا قابل تسخیر مدافعت اور شافی علاج

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) اس سورت کو اور اس کے بعد کی سورت کو قرآن شریف میں نہیں لکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میری گواہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خبر دی کہ جبرائیل (علیہ السلام) نے آپ سے فرمایا قل اعوذ برب الفلق الخ تو میں نے بھی یہی کہا۔ پھر کہا قل اعوذ برب الناس الخ تو میں نے یہی کہا پس ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح حضور ﷺ نے کہا، حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے ان دونوں سورتوں کے بارے میں پوچھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہا آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود تو ان دونوں کو قرآن شریف میں سے کاٹ دیا کرتے تھے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے کہا گیا کہو میں نے کہا پس ہم بھی کہتے ہیں جس طرح حضور ﷺ نے کہا (ابو بکر حمیدی) مسند میں بھی یہ روایت الفاظ کے تغیر و تبدل کے ساتھ مروی ہے۔

اور بخاری شریف میں بھی، مسند ابو یعلی وغیرہ میں ہے کہ ابن مسعود ان دونوں سورتوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے اور نہ قرآن میں انہیں شمار کرتے تھے، بلکہ قاریوں اور فقیہوں کے نزدیک مشہور بات یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) ان دونوں سورتوں کو قرآن میں نہیں لکھتے تھے، شاید انہوں نے آنحضرت ﷺ سے نہ سنا ہو اور تواتر کے ساتھ ان تک نہ پہنچا ہو، پھر یہ اپنے اس قول سے رجوع کر کے جماعت کے قول کی طرف پلٹ آتے ہیں، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ان سورتوں کو ائمہ کے قرآن میں اخل کیا جس کے نسخے چاروں طرف پھیلے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا چند آیتیں مجھ پر اس رات ایسی نازل ہوئی ہیں جن جیسی کبھی دیکھی نہیں گئیں، پھر آپ نے ان دونوں سورتوں کی تلاوت فرمائی، یہ حدیث مسند احمد، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے حضرت عقبہ ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں آپ کی سواری کی نکیل تھامے چلا جا رہا تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا، اب آؤ تم سوار ہو جاؤ میں نے اس خیال سے آپ کی بات نہ مانوں گا تو نافرمانی ہوگی سوار ہونا منظور کر لیا تھوڑی دیر کے بعد میں اتر گیا اور حضور سوار ہو گئے پھر آپ نے فرمایا عقبہ میں تجھے دو بہترین سورتیں نہ سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ ضرور سکھایئے۔ پس آپ نے مجھے سورۃ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھائیں پھر نماز کھڑی ہوئی آپ نے نماز پڑھائی اور ان ہی دونوں سورتوں کی تلاوت کی پھر مجھ سے فرمایا تو نے دیکھ لیا؟ سن جب تو سوئے اور جب کھڑا ہوا نہیں پڑھ لیا کر، ترمذی ابوداؤد اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔

مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر کو رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے بعد ان سورتوں کی تلاوت کا حکم دیا۔ یہ حدیث بھی ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں ہے امام ترمذی اسے غریب بتلاتے ہیں۔

اور روایت میں ہے کہ ان جیسی سورتیں تو نے پڑھی ہی نہیں، حضرت عقبہ والی حدیث جس میں حضور ﷺ کی سواری کے ساتھ آپ کا ہونا مذکور ہے اس کے بعض طرق میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ نے مجھے یہ سورتیں بتائیں تو مجھے کچھ زیادہ خوش ہوتے نہ دیکھ کر فرمایا کہ شاید تو انہیں چھوٹی سی سورتیں سمجھتا ہے سن نماز کے قیام میں ان جیسی سورتوں کی قرأت اور ہے ہی نہیں۔

نسائی شریف کی حدیث میں ہے کہ ان جیسی سورتیں کسی پناہ پکڑنے والے کے لئے اور نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عقبہ سے یہ سورتیں حضور ﷺ نے پڑھائیں پھر فرمایا نہ تو دعا کی ان جیسی اور سورتیں ہیں نہ تعویذ کی، ایک روایت میں ہے صبح کی فرض نماز حضور ﷺ نے ان ہی دونوں سورتوں سے پڑھائی، اور حدیث میں ہے حضرت عقبہ حضور ﷺ کی سواری کے پیچھے جاتے ہیں اور آپ کے قدم پر ہاتھ رکھ کر عرض کرتے ہیں حضور ﷺ مجھے سورۃ ہود یا سورۃ یوسف پڑھائے آپ نے فرمایا اللہ کے پاس نفع دینے والی کوئی سورت قل اعوذ برب الفلق سے زیادہ نہیں اور حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے چچا حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ پناہ حاصل کرنے والوں کے لئے ان دونوں سورتوں سے افضل سورت اور کوئی نہیں۔

پس بہت سی حدیثیں اپنے تواتر کی وجہ سے اکثر علماء کے نزدیک قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی کہ آپ نے ان دونوں سورتوں اور سورۃ اخلاص کی نسبت فرمایا کہ چاروں کتابوں میں ان جیسی سورتیں نہیں اتریں، نسائی وغیرہ میں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے سواریاں کم تھیں باری باری سوار ہوتے تھے حضرت ﷺ نے ایک شخص کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھ کر یہ دونوں سورتیں پڑھائیں اور فرمایا جب نماز پڑھو تو انہیں پڑھا کرو، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حضرت عقبہ بن عامر ہوں گے، واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے سینے پر ہاتھ رکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں سمجھے؟ وہ نہ سمجھے کہ کیا کہیں تو پھر آپ ﷺ نے سورۃ قل ھو اللہ پڑھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح پناہ مانگا کر۔ اس جیسی پناہ مانگنے کی اور سورت نہیں (نسائی) نسائی کی اور حدیث میں ہے کہ حضرت جابر سے یہ دونوں سورتیں آپ نے پڑھوائیں پھر فرمایا انہیں پڑھتا رہ ان جیسی سورتیں تو اور پڑھے گا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہ) والی وہ حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ حضور ﷺ انہیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر پھونک کر اپنے سر چہرے اور سامنے کے جسم پر پھیر لیتے تھے، موطا مالک میں ہے کہ جب نبی ﷺ بیمار پڑتے تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لیا کرتے تھے جب آپ کی بیماری سخت ہوئی تو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) معوذات پڑھ کر خود آپ ﷺ کے ہاتھوں کو آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پھیرتی تھیں اس عمل کا مقصد آپ ﷺ کے ہاتھوں کی برکت کا ہوتا تھا۔ آخر میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنات کی اور انسانوں کی آنکھوں سے پناہ مانگا کرتے تھے جب یہ دونوں سورتیں اتریں تو آپ نے انہیں لے لیا اور باقی سب چھوڑ دیں، امام ترمذی اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ اخلاص، بیروت)

سورہ الناس والفلق سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

۱۔ احمد والبزار والطبرانی وابن مردویہ نے صحیح طرق سے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ ابن مسعد (رضی اللہ عنہ) معوذتین کو مصحف میں سے مٹا دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ قرآن کو خلط ملط نہ کرو اس چیز سے جو اس میں نہ ہو۔ یہ دونوں سورتیں کتاب اللہ میں سے نہیں ہیں۔ بے شک نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے ذریعے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا ہے اور ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) ان دونوں کی قراءت نہیں کرتے تھے بزار رحمہ اللہ نے فرمایا: صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی ایک نے بھی ان کی تابعداری نہیں اور نبی اکرم ﷺ سے صحیح قول یہ ہے کہ آپ نے ان دونوں کو نماز میں پڑھا اور ان دونوں کو مصحف میں ثابت رکھا گیا۔

۲۔ الطبرانی نے ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی ﷺ سے ان دونوں سورتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے بھی پوچھا گیا تو میں نے کہا تم لوگ بھی اسی طرح کہو۔ جیسے میں نے کہا۔

۳۔ احمد والبخاری والنسائی وابن الضریس وابن الانبار وابن حبان وابن مردویہ نے زر بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں مدینہ آیا میری ملاقات ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے ہوئی میں نے کہا اے ابومنذر یہ ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) کی کنیت ہے۔ میں نے ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ وہ معوذتین اپنے مصحف میں نہیں لکھتے تو انہوں نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان دونوں کے بارے میں سوال کیا تھا اور کسی نے مجھ سے ان دونوں کے بارے میں سوال نہیں۔ تیرے علاوہ جب سے میں نے ان کے بارے میں سوال کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے کہا گیا کہو تو میں نے کہا پس تم بھی کہو چنانچہ ہم اسی طرح کہتے ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

۴۔ ابن مردویہ نے حنظلہ السدوسی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں نے عکرمہ رحمہ اللہ سے کہا میں ایک قوم کو نماز پڑھاتا ہوں اور میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ان دونوں پڑھو کیونکہ یہ دونوں سورتیں قرآن کریم میں سے ہیں۔

۵۔ احمد وابن الضریس صحیح سند کے ساتھ ابوالعلاء بن یزید بن عبداللہ بن شخیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور لوگ پیچھے آ رہے تھے اور سواریوں کی قلت تھی پس رسول اللہ ﷺ کی اور میری اترنے کی جگہ آئی چنانچہ آپ میرے ساتھ مل گئے اور میرے کندھے کو مارتے ہوئے فرمایا آیت قل اعوذ برب الفلق۔ میں نے کہا اعوذ برب الفلق۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یہ سورت پڑھی اور میں نے بھی ان کے ساتھ اس کو پڑھا۔ پھر فرمایا آیت قل اعوذ برب الناس۔ پس رسول اللہ ﷺ نے یہ سورۃ پڑھی اور آپ کے ساتھ میں نے اس کو پڑھا۔ پھر آپ نے فرمایا جب تو نماز پڑھے تو ان دونوں کو پڑھا کر۔

۶۔ طبرانی نے اوسط میں حسن سند کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھ ایسی آیات نازل ہوئی کہ مجھ پر ان جیسی آیات نازل نہیں ہوئی۔ اور وہ المعوذتین ہیں۔

۷۔ مسلم والترمذی والنسائی وابن الضریس وابن الانباری فی المصاحف وابن مردویہ نے عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر آج کی رات کو ایسی آیت نازل ہوئی ہی کہ میں نے جیسی کبھی نہیں دیکھی آیت قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس.

۸۔ ابن الضریس وابن الانبار والحاکم وصحہ وابن مردویہ اور بیہقی نے الشعب میں عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ درمیان کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے۔ جحفہ اور ابوار کے درمیان اچانک ہم کو ڈھانک لیا شدید ہوا اور سخت اندھیرے نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قل اعوذ بربك الفلق اور آیت قل اعوذ برب الناس کے ذریعہ پناہ لینی شروع کی اور فرمایا اے عقبہ! ان دونوں کے ذریعہ پناہ طلب کر کیونکہ ان دونوں کی مثل کے ساتھ پناہ طلب کرنے والا کوئی نہیں راوی کا بیان ہے کہ میں آپ کو نماز میں ان دونوں کے ساتھ امامت کراتے ہوئے سنا ہے۔

سورہ ناس وفلق کی فضیلت کا بیان

۹۔ ابن سعد والنسائی والبغوی والبیہقی نے ابو حابس جہنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے ابو حابس! کیا میں تجھ کو خبر نہ دوں اس افضل چیز کے ساتھ کہ جس سے پناہ مانگنے والے پناہ طلب کرتے ہیں۔ غرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا آیت قل اعوذ برب الفلق اور آیت قل اعوذ برب الناس. یہ معوذتین ہیں۔

۱۰۔ الترمذی وحسنہ ولنسائی وابن مردویہ والبیہقی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور انسان کی بدنظر سے پناہ مانگا کرتے تھے جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے ان کو لے لیا اور ان کے علاوہ کو چھوڑ دیا۔

۱۱۔ ابوداؤد والنسائی والحاکم وصحہ نے ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس خصلتوں کو ناپسندیدہ فرماتے مگر ان کو حرام نہیں کیا۔ الخلوق کو (یعنی زعفران سے ملی زرد رنگ کی خوشبو کا استعمال) اور بڑھاپے کے چھپانے کو، چادر، کو زمین پر گھسیٹنے کو، سونے کی انگوٹھی پہننے کو تعویذ باندھنے کو اور معوذات کے سوادم کرنے کو اور چوسری کے پانسے پھینکنے کو۔ اور خاوند کے علاوہ دوسرے کے لیے زینت کو ظاہر کرنے کو اور ایسے مقام پر پانی ڈالنے کو جو حلال نہ ہو (اس سے مراد زنا ہے) اور بچے کے خراب کرنے کو (وہ اس طرح کہ شیر خوارگی کی حالت میں اس کی ماں سے جماع کرنا جس کو غیلہ بھی کہتے ہیں کیونکہ ایسا کرنے کبھی عوت کو حمل رہ جاتا ہے اور بچہ اس کا دودھ پی کرنا تواں ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دم کرنے کو ناپسند فرماتے تھے مگر معوذات کے ساتھ۔ ۱۳۔ ابن مردویہ نے عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معوذات کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرو۔

۱۴۔ ابن ابی شیبہ وابن مردویہ نے عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں یعنی معوذتین کی مثل کے ساتھ نہ کسی سائل نے سوال کی اور نہ کسی پناہ مانگنے والے نے پناہ مانگی۔

۱۵۔ابن مردویہ نے عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عقبہ تو آیت قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ بے شک تو ہرگز نہیں پڑھے گا ان دونوں سے زیادہ بلیغ سورتیں۔

۲۶۔ابن مردویہ نے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب سورتیں آیت قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہیں۔

۱۷۔ابن مردویہ نے معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ نے صبح کی نماز پڑھائی اوران میں معوذتین پڑھیں۔پھر فرمایا اے معاذ! کیا تو نے سنا ہے؟ میں عرض کیا ہاں! پھر آپ نے فرمایا ان کی مثل لوگوں نے نہیں پڑھیں۔

۱۸۔ النسائی وابن الضریس وابن الانباری وابن مردویہ جابر عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا تو پڑھ؟ میں نے عرض کیا میں کیا پڑھوں۔میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔آپ نے فرمایا آیت قل اعوذ برب الفلق۔ پھر فرمایا پڑھ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں کیا پڑھوں آپ نے فرمایا آیت قل اعوذ برب الناس پڑھ۔توان دونوں جیسی سورتیں ہرگز نہیں پڑھے گا۔

۱۹۔ابن سعد نے یوسف بن محمد بن ثابت بن قیس رحمہم اللہ سے روایت کیا کہ ثابت بن قیس بیمار ہو گئے۔رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے۔اور یہ مریض تھے آپ نے دم کیا معوذات کے ساتھ۔اوران پر پھونک ماری اور فرمایا اللھم رب الناس اکشف البأس۔اے اللہ لوگوں کے رب۔بیماری کو ختم فرمادے۔ثابت بن قیس بن شماس سے۔پھر آپ نے ان کی وادی سے مٹی اٹھائی یعنی بطحاب سے۔پھر اس کو پانی میں ڈالا اوران کو پلا دیا۔

۲۰۔ابن ابی شیبہ وابن الجریس نے عقبہ بن عامر جہنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا جب فجر طلوع ہوئی۔اذان دی گئی اراقامت کہی گئی۔پھر آپ نے مجھے اپنی داہنی طرف ٹھہرایا پھر آپ نے معوذتین کو پڑھا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تو نے کیسے دیکھا۔میں عرض کیا میں دیکھ لیا ہے یارسول اللہ! پھر فرمایا ان دونوں کو پڑھ جب توسوئے اور جب تو اٹھے۔

۲۱۔ابن الانباری نے قتادہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ تو آیت قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھا کر۔کیونکہ یہ دونوں سوتیں قرآن میں اللہ کے نزدیک سب سے زیاہ محبوب ہیں۔

۲۲۔الحاکم نے عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کی لگام پکڑے چل رہا تھا آپ نے فرمایا اے عقبہ میں تجھ کو بہترین سورتیں نہ سکھاؤں میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا آیت قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ پھر آپ سواری سے نیچے اترے اوران دونوں سورتوں کو صبح کی نماز میں پڑھا پھر آپ نے فرمایا اے عقبہ! تو کیسے دیکھتا ہے۔

۲۳۔ ابن مردویہ نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ ایک خچر پر سوار ہوئے تو وہ بدکنے لگا تو آپ نے اس کو روک دیا اور ایک آدمی سے فرمایا کہ اس پر آیت قل اعوذ برب الفلق، من شر ما خلق پڑھ دے تو وہ خچر سکون میں آگیا اور چل پڑا۔

۲٤۔ ابن مردویہ نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نجاشی بادشاہ نے ایک شہباء خچر ہدیہ کے طور پر بھیجا اس میں بڑی مشقت اور مشکل پیش آئی۔ آپ نے زبیر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اور اس کو مطیع بناؤ تو حضرت زبیر (رضی اللہ عنہ) اس سے زیادہ ڈرنے لگے تو آپ نے اس سے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اور قرآن پڑھو۔ پوچھا میں کیا پڑھوں۔ فرمایا آیت قل اعوذ برب الفلق پڑھ۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تو نے اس جیسی سورت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہوگی۔

۲۵۔ ابن الانباری نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی تکلیف ہوتی تو آپ اپنے آپ معوذتین پڑھتے پھر تھوکتے یا پھونک دیتے۔

۲٦۔ ابن الانباری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب تو آیت قل اعوذ برب الفلق پڑھے تو یوں کہہ اعوذ برب الفلق اور جب تو قل اعوذ برب الناس پڑھے تو یوں کہہ آیت اعوذ برب الناس۔

٦٧۔ محمد بن نصر نے ابو نصرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ دوسری رکعت میں جس کے ذریعہ وتر بناتے تھے آیت قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔

بیمار پر معوذتین پڑھیں۔

۲۸۔ الطبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اپنے گھر والوں میں سے ایک عورت کے گلے میں تسمہ دیکھا جس میں تعویذ تھا۔ تو آپ نے اس کو کاٹ دیا۔ اور فرمایا کہ عبداللہ کے گھر والے شرک سے بری ہیں۔ پھر فرمایا کہ مصیبت، تعویذ اور منتر شرک ہیں۔ تو اس عورت نے کہا بے شک ہم میں سے کوئی اپنے سر میں تکلیف کی شکایت کرتی ہے تو وہ تعویذ کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور جب وہ تعویذ کا مطالبہ کرتی ہے تو وہ گمان کرتی ہے کہ یقیناً اس نے نفع دیا۔ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور وہ اس کے سر میں آکر کیل چبھو دیتا ہے اور جب وہ دم کرتی ہے تو وہ رک جاتا ہے اور جب وہ دم نہ کرائے تو اسے مضبوط اور پختہ کر دیتا ہے۔ پس اگر تم میں سے کسی کو تکلیف ہو تو وہ پانی لے کر اپنے اپنے سر اور منہ پر چھڑکے پھر یہ کہے آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم قل ھو اللہ احد۔ قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس۔ یہ اس کو نفع دے۔ انشاء اللہ۔

۲۹۔ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں زید بن اسلم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہود میں سے ایک آدمی نے نبی ﷺ پر جادو کر دیا۔ آپ ﷺ کو تکلیف ہوگئی۔ تو جبریل (علیہ السلام) آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ پر معوذتین نازل ہوئیں۔ اور فرمایا کہ یہود میں سے ایک آدمی نے آپ پر جادو کر دیا ہے اور جادو فلاں کنویں میں ہے۔ تو آپ نے علی (رضی اللہ عنہ) کو بھیجا

وہ نکال کر لے آئے اور آپ نے گرہوں کو کھولنے کا حکم فرمایا۔ اور آیت بھی پڑھی۔ وہ پڑھتے جاتے تھے اور کھولتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوگئے گویا کہ آپ بندھی ہوئی رسی سے آزاد ہوگئے۔

۳۰۔ ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتا تھا اور آپ کی خدمت کرتا تھا اس کو لبید بن اصم کہا جاتا تھا۔ وہ یہودی اس کے ساتھ مسلسل رہا یہاں تک کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کردیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھلے جا رہے تھے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ درد کیوں ہے۔ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو رہے تھے کہ اچانک آپ کے پاس دو فرشتے آئے ان میں ایک آپ کے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا آپ کے پاؤں کے پاس۔ وہ فرشتہ جو آپ کے سر کی جانب تھا اس نے اس سے کہا جو پاؤں کے پاس تھا۔ ان کو کیا درد ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا ان پر کس نے جادو کیا ہے اس نے کہا لبید بن اعصم نے۔ پھر پوچھا کس چیز کے ذریعہ اس نے جادو کیا ہے اس نے کاہ کنگھی کے بالوں اور تر کھجور کے خشک گابھے کے ساتھ اور وہ ذی اروان میں ہے اور وہ کنویں کے اس پتھر کے نیچے ہے جس پر کھڑے ہو کر پانی نکالا جاتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنویں کی طرف روانہ ہوئے اور آپ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ تھے۔ تو ایک آدمی نیچے اور پتھر کے نیچے سے گابھے کو نکال لایا۔ تو دیکھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنگھی اور سر کے بال تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موم سے بنایا ہوا ایک مجسمہ تھا۔ اور اس میں سوائیں گاڑی ہوئی تھیں اور ایک تانت تھی جس میں گیارہ گرہیں تھیں جبریل (علیہ السلام) معوذتین لے کر آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیت قل اعوذ برب الفلق۔ اور گرہ کھل گئی۔ آیت من شر ما خلق۔ اور دوسری گرہ کھل گئی۔ یہاں تک کہ آپ سورت سے فارغ ہوگئے اور ساری گرہیں کھل گئیں اور سوئی کے نکالتے وقت تو آپ نے اس کا درد محسوس کیا پھر اس کے بعد آپ راحت کو پانے لگے۔ کہا گیا یا رسول اللہ! اگر یہودیوں کو قتل کر دیتے تو اچھا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دے دی ہے اور اس کے پیچھے یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہے چنانچہ آپ نے اسے نکال دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر

۳۱۔ ابن مردویہ نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ لبید بن عاصم یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کردیا اور اس میں ایک مجسمہ بنا دیا جس میں گیارہ گرہیں تھی اس سے آپ شدید بیمار ہوگئے۔ جبریل اور میکائیل علیہما السلام نے آپ کی عیادت کی۔ میکائیل نے کہا: اے جبریل بے شک آپ کے ساتھی تو تکلیف میں ہیں جبریل (علیہ السلام) نے کہا ہاں۔ پھر کہا کہ لبید بن الاعصم یہودی نے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے اور میمون کنوئیں میں پانی کے پتھر کے نیچے سخت زمین میں ہے پھر پوچھا اس کا علاج کیا ہے؟ کہا کہ کنوئیں کا پانی نکالا جائے۔ اور پتھر کو الٹ دیا جائے اور وہاں سے غلاف کو اٹھالیں اس میں ایک تصویر ہے جس میں گیارہ گرہیں ہیں سو اس کو جلا دیا جائے تو بے شک وہ اللہ کے حکم سے شفایاب ہو جائیں گے۔ پاس آپ نے ایک جماعت کو اس کی طرف بھیجا۔ ان میں عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) بھی تھے۔ پانی کو نکال دیا گیا۔ تو انہوں نے اس کو اسی طرح پایا گویا کہ وہ مہندی کا پانی ہے۔ پھر پتھر کو الٹ دیا گیا تو اس کے نیچے وہ غلاف تھا جس میں ایک مجسمہ تھا اور اس میں گیارہ گرہیں

تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی اور فرمایا محمد! آیت قل اعوذ برب الفلق۔ اس میں خلق سے مراد یک صبح ہے تو ایک گرہ کھل گئی۔ آیت من شر ما خلق۔ مخلوق کے شر سے۔ یعنی جنات اور انسانوں کے شر سے۔ تو دوسری گرہ کھل گئی۔ آیت ومن شر غاسق اذا وقب اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے اور رات کی تاریکی کے شر سے جس کے ساتھ رات آتی ہے۔ آیت ومن شر النفثت فی العقد۔ اور گرہوں میں پھونکنے والون کے شر سے۔ یعنی جادو کرنے والیوں اور تکلیف دینے والیوں کے شر سے پس گرہیں کھل گئیں۔ ومن شر حاسد اذا حسد۔ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

۳۲۔ ابن مردویہ نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ یہود نے نبی ﷺ کے ساتھ کچھ عمل کیا سے آپ کو شدید درد ہونے لگا۔ آپ کے آپ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) حاضر ہوئے اور پھر آپ کے پاس سے باہر چلے گئے اور وہ یہ گمان کرنے لگے کہ آپ کو درد ہے۔ جبریل علیہ السلام معوذتین لے کر آئے تو آپ ان دونوں سورتوں کے ساتھ آپ کو تعویذ کیا پھر کہا بسم اللہ ارقیک من کل شیء یوذیک ون کل عین ونفس حاسد الیہ یشفیک باسم اللہ ارقیک۔ اللہ کے نام کے ساتھ میں دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تجھ کو تکلیف دے اور ہر نظر بد سے اور حسد کرنے والے سے اللہ تجھ کو شفا دے گا۔ اللہ کے نام کے ساتھ میں تجھ کو دم کرتا ہوں۔

۳۳۔ ابن مردویہ نے عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ اور آیت قل اعوذ برب الفلق پڑھا پھر آپ نے فرمایا: اے ابن عبسہ! کیا تو جانتا ہے فلق کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں فرمایا ایک کنواں ہے جہنم میں جب جہنم بھڑکتی ہے تو اسی کے سبب بھڑکتی ہے۔ اور جہنم اس سے اس طرح تکلیف پاتی ہے جیسے آدم کے بیٹے جہنم سے تکلیف پائیں گے۔

۳۴۔ ابن مردویہ نے عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آیت قل اعوذ برب الفلق پڑھ کیا تو جانتا ہے کہ الفلق کیا ہے۔؟ پھر خود ہی فرمایا یہ جہنم کا ایک دروازہ ہے، جب کھولا جائے گا تو جہنم بھڑک اٹھے گی۔

۳۵۔ ابن مردویہ اور دیلمی نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول آیت قل اعوذ برب الفلق کے بارے میں سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا وہ جہنم میں ایک قید خانہ ہے جس میں جبار اور متکبر لوگ قید کیے جائیں گے اور جہنم اس سے پناہ مانگتی ہے۔

۳۶۔ ابن جریر نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ فلق جہنم میں ایک کنواں ہے جو ڈھانکا ہوا ہے۔

۳۷۔ ابن ابی حاتم نے زید بن علی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ الفلق جہنم کی تہہ میں ایک کنواں ہے اس کے اوپر سے ڈھکا ہے۔ جب اس سے کھولا جائے گا تو اس میں سے آگ نکلے گی۔ اس کی گرمی کی شدت سے جہنم چلانے لگے گی جو اس گھڑے سے خارج ہوگی۔

۳۸۔ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا الفلق سے مراد ہے صبح۔

۳۹۔الطستی نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ نافع ازرق نے ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول آیت قل اعوذ برب الفلق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں اس صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں جب وہ رات کی تاریکی سے پھوٹتی ہے پھر پوچھا کیا عرب کے لوگ اس معنی کو جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔کیا تو نے زہیر بن ابی سلمٰی کو کہتے ہوئے نہیں سنا وہ کہتا ہے

الفارج اللهم مسدولا عسا كره كما يفرغم الظلمه الفلق۔

ترجمہ: غم کا دور کرنے والا ان کے جمع ہونے کو پھاڑنے والا۔جیسے کہ ظلمت کے غم کو کھول دیتا ہے پیدا کرنے والا۔

۴۰۔ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ الفلق سے مراد ہے پیدا کرنا۔

۴۱۔احمد والترمذی وابن جریر وابن المنذر وابن الشیخ فی العظمہ والحاکم وصححہ وابن مردویہ نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن چاند کی طرف دیکھا جب وہ طلوع ہوا تو فرمایا اے عائشہ! اس کے شر سے اللہ سے پناہ مانگ کیونکہ یہی غاسق اذا وقب ہے۔

۴۲۔ابن جریر وابوالشیخ وابن مردویہ نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول آیت ومن شر غاسق اذا وقب اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد ہے تاریک ہونے ستارے کے شر سے پناہ مانگنا ہے۔اور وہ ستارہ ثریا ہے۔

۴۳۔ابن جریر وابوالشیخ نے ابن زید رحمہ اللہ سے آیت ومن شر غاسق اذا وقب کے بارے میں روایت کیا کہ عرب کے لوگ ثریا کے گرنے کو غاسق کہتے تھے کہ اس کے گرنے کے وقت بیماریوں اور طاعو کی کثرت ہو جاتی ہے۔اور اس کے طلوع ہونے کے وقت اٹھ جاتی ہیں۔

۴۴۔ابوالشیخ نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ستارے بلند ہو جاتے ہیں تو ہر شہر سے آفات اٹھا دی جاتی ہے۔

۴۵۔ابن ابی حاتم نے ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ''غاسق'' سے مراد ہے ثریا کا گر جانا۔اور آیت غاسق اذا وقب سے مراد ہے سورج جب غروب ہو جائے۔

۴۷۔ابن جریر وابن المنذر نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے آیت ومن شر غاسق اذا وقب کے بارے میں روایت کیا یعنی رات کے شر سے جب وہ آنے لگے۔

۴۸۔الطستی نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول آیت ومن شر غاسق اذا وقب کے بارے میں بتائیے تو فرمایا کہ غاسق سے مراد ظلمت اور تاریکی۔اور وقب سے مراد ہے اس کی انتہائی تاریکی جب کہ وہ ہر چیز میں داخل ہو جائے۔پھر پوچھا کیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے زہیر کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا۔ظلت تجوب يدا اها وهي لاهية حتى اذا جنح الإظل والغسق

اور وقب کے بارے میں کہا وقب العذاب علیھم فکانھم لحقتھم نار السماء فاخمدوا.

ترجمہ: ان پر عذاب چھا گیا گویا کہ آسمان کی آگ ان میں داخل ہوگئی اور وہ ٹھنڈے کر دیئے گئے۔

۴۹۔ ابن جریر وابن المنذر نے مجاہد (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ آیت غاسق اذا وقب سے مراد ہے رات جب داخل ہو جائے۔

۵۰۔ ابن المنذر نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ آیت ومن شر النفثت اور پھونکنے والیوں کے شر سے۔ یعنی جادو کرنے والیں۔

۵۱۔ ابن جریر نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ آیت النفثت فی العقد سے مراد ہے جادو کو جھاڑ پھونک سے ملانے والیاں۔

۵۲۔ ابن ابی حاتم نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ النفثت سے مراد ہے جادو کرنے والے۔

۵۳۔ ابن جریر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ النفثت فی العقد سے مراد ہے دھاگے کی گرہ میں پھونک مارنے والیاں۔

۵۴۔ ابن مردویہ نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے گرہ باندھی پھر اس میں پھونکا تو یقینی طور پر اس نے جادو کیا۔ اور جس نے جادو کیا تو یقینی طور پر اس نے شرک کیا۔

۵۵۔ الحاکم وابن مردویہ نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اور فرمایا کیا میں تجھ کو وہ دم نہ کر دوں جو دم مجھے جبریل (علیہ السلام) نے کیا تھا میں نے کہا کیوں نہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تو آپ نے اس طرح دم فرمایا آیت: بسم اللہ ارقیك واللہ یشفیك من کل داء منك اللہ کے نام کے ساتھ میں تجھ پر دم کرتا ہوں اور اللہ تجھ کو شفا دیں گے ہر اس بیماری سے جو تیرے اندر ہے۔ آیت ومن شر النفثت فی العقد۔ ومن شر حاسد اذا حسد اور اس کے ساتھ آپ نے تین مرتبہ دم فرمایا۔

۵۶۔ ابن مردویہ نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر مبارک میں درد کو پایا۔ آپ نے صحابہ کرم (رضی اللہ عنہ) کے پاس آنے میں دیر لگائی۔ پھر آپ ان کے پاس تشریف لائے تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے آپ سے عرض کیا کونسی چیز جس نے آپ کو ہمارے پاس آنے سے دیر کروا دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے سر میں، میں نے درد کو پایا تو مجھ پر جبریل (علیہ السلام) نیچے اترے اور اپنے ہاتھ کو میرے سر پر رکھا اور یہ دعا پڑھی: بسم اللہ ارقیك من کل شیء یوذیك او یصیبك ومن شر کل ذی شر فعلن اور مسیر۔ اللہ کے نام سے میں دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دے یا آپ کو تکلیف پہنچ جائے اور ہر تکلیف دینے والی چیز کے شر سے اعلان کرنے والے یا چھپانے والے سے۔ اور جنات اور انسانوں کے شر سے۔ آیت ومن شر النفثت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد۔ آپ نے فرمایا پھر میں صحت یاب ہو گیا۔

۵۷۔ ابن عدی فی الکام اور بیہقی نے شعب الایمان میں حسن رحمہ اللہ سے آیت ومن شر حاسد اذا حسد کے بارے

میں روایت کیا کہ حسد وہ پہلا گناہ ہے جو آسمان میں ہوا تھا۔

۵۸۔ ابن ابی حاتم نے حسن رحمہ اللہ سے آیت ومن شر حاسد اذا حسد کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد یہودی ہیں کہ وہ لوگ اسلام سے حسد کرنے والے ہیں۔

۵۹۔ ابن المنذر نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے آیت ومن شر حاسد اذا حسد کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے ابن آدم کا نفس اور اس کی نظر مراد ہے کہ میں ابن آدم کی ذات اور اس کی نظر کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

۶۰۔ ابن جریر وابن المنذر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ومن شر حاسد اذا حسد سے مراد ہے کہ حاسد کی نظر اور اس کی ذات کے شر سے۔

۶۱۔ ابن مردویہ نے عبادۃ بن صامت (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبریل (علیہ السلام) ان کے پاس تشریف لائے اور آپ تکلیف میں تھے تو انہوں نے یہ عا پڑھ کر دم کیا بسم اللہ ارقیك من كل شیء یوذیك من حسد حاسد وكل عین اسم اللہ یشفیك۔

۶۲۔ ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے یا ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ بیمار ہو گئے تو آپ کے پاس جبریل (علیہ السلام) تشریف لائے اور یہ دعا پڑھ کر دم کیا۔ بسم اللہ ارقیك من كل شیء یوذیك من كل كاهن وحساد واللہ یشفیك۔

۶۳۔ ابن مردویہ نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے لکڑی کو آگ کھا جاتی ہے۔

۶۴۔ ابن مردویہ نے معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونچے درجات لعنت کرنے والے اور احسان جتانے والے اور بخل کرنے والے اور بغاوت کرنے والے اور حسد کرنے والوں کو نہیں ملیں گے۔

دل میں کسی مسلمان کے لیے حسد نہ رکھیں

۶۵۔ بیہقی نے شعب میں انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے۔ آپ نے فرمایا اس راستہ سے ایک آدمی ابھی تمہارے پاس آئے گا جنت والوں میں سے تو انصار میں سے ایک آدمی نمودار ہوا۔ وضو کا پانی اس کی داڑھی سے ٹپک رہا تھا۔ اپنی جوتیوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں اٹھائے ہوئے گا۔ اور اس نے آ کر سلام کیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے اسی طرح فرمایا تو پہلی بار کی طرح ایک آدمی نمودار ہو جب تیسرا دن ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے پھر اسی طرح فرمایا تو وہی آدمی پہلی حالت میں نمودار ہوا جب نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے تو عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) اس کے پیچھے لگ گئے اور کہا کہ میرا اپنے باپ کے ساتھ جھگڑا ہو گیا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس پر تین دن تک داخل نہ ہوں گا۔ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو آپ مجھے اپنے پاس پناہ عطا فرمائیں یہاں تک کہ تین دن گزر جائیں جن کی میں نے قسم کھائی ہے۔ اس نے کہا ہاں میں ٹھکانہ دے دوں گا۔ انس (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے تھے کہ انہوں

نے اس کے ساتھ تین راتیں گذاریں میں نے اسے دیکھا کہ وہ فجر کی نماز کے لیے اٹھتا ہے اور جب وہ اپنے بستر پر کروٹ بدلتا ہے تو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کی بڑائی بیان کرتا ہے اور خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کہتا جب تین راتیں گذر گئیں اور قریب تھا کہ میں اس کے عمل کو حقیر سمجھتا میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! میرے اور میرے والد کے درمیان نہ کوئی ناراضگی ہے اور نہ کوئی اختلاف ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابھی تم پر اہل جنت میں سے ایک آدمی آئے گا اور پھر تم ہی تین مرتبہ آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ میں تیرے پاس رہوں اور دیکھوں تیرا کیا عمل ہے۔ میں نے تجھ کو نہیں دیکھا کہ تو زیادہ عمل کرتا ہوں جب میں نے پیٹھ پھیری تو اس نے مجھے بلایا اور کہا عمل نہیں ہے مگر وہی جو تم نے دیکھ لیا ہے مگر میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے خلاف کوئی کھوٹ یعنی کینہ کو نہیں پاتا اور نہ میں حسد کرتا ہوں کسی عزت اور بھلائی پر جو اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائی۔ عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا یہی وہ صفت ہے جس نے مجھے اس مقام پر پہنچادیا۔ یہی وہ عمل ہے جس کی طاقت نہیں رکھی جاتی۔

۶۶۔ بیہقی نے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز نور ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

۶۷۔ ابن ابی شیبہ والبیہقی نے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ فقر کفر ہو جائے اور قریب ہے کہ حسد تقدیر پر غالب آجائے۔

۶۸۔ بیہقی نے الشعب میں اصمعی رحمہ اللہ سے روایت کیا مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہے۔ وہی میرے فیصلے کو ناپسند کرنے والا ہے میری تقسیم پر راضی نہیں ہے۔ جو میں نے اپنے بندوں کے درمیان تقسیم کی ہے۔

۶۹۔ ابن ابی شیبہ نے انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (تفسیر درمنثور، سورۃ الناس، بیروت)

بَابُ اسْتِحْبَابِ التَّرْتِيلِ فِي الْقِرَاءَةِ

باب: قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا مستحب ہے

1464 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اقْرَأْ، وَارْتَقِ، وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"(قیامت کے دن) قرآن کے حافظ سے یہ کہا جائے گا: تم تلاوت کرو اور (جنت کے درجات) پر چڑھنا شروع کرو

1464- حديث صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن من اجل عاصم بن ابى النجود. مسدد: هو ابن مسرهد بن مسربل الاسدى، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، وسفيان: هو الثورى، وزر: هو ابن حبيش الاسدى. واخرجه الترمذى (3141) و (3142)، والنسائى فى "الكبرى" (8002) من طرق عن سفيان الثورى، بهذا الاسناد. وقال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح. وهو فى "مسند احمد" (6799)، و "صحيح ابن حبان" (766). له شاهد صحيح من حديث ابى هريرة عند احمد (10087)، والترمذى (3136).

اور ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا جس طرح تم دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے تھے تمہارا مقام اس آخری آیت کے پاس ہوگا' جسے تم تلاوت کروگے''۔

قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا بیان

١٦۔فریابی نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے کہ آیت ورتل القرآن ترتیلا اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔یعنی آپ دو یا تین آیتیں پڑھتے تھے۔پھر رک جاتے تھے اور جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے۔

قرآن کریم کو واضح اور صاف پڑھنا

١٧۔ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن منیع فی مسندہ ومحمد بن نصر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ آیت ورتل القرآن ترتیلا ۔ سے مراد ہے کہ آپ قرآن مجید کو خوب واضح انداز میں پڑھیں۔

١٨۔احمد وابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی والحاکم وصححہ والبیہقی نے اپنی سنن میں عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا صاحب قرآن سے قیامت کے دن کہا جائے گا۔ پڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔بلاشبہ تیری منزل اس آخری آیت کے پاس ہے جو تو پڑھے گا۔

١٩۔دیلمی نے سند واہ کے ساتھ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مرفوعا روایت کیا کہ جب تو قرآن پڑھے تو اس کو آہستہ پڑھ اور خوب واضح انداز میں پڑھ۔اور اس کو ردی کھجوریں کی طرح بکھیر نہ دے اور نہ تو اسے جلدی جلدی کاٹ بالوں کے کاٹنے کی طرح اور ٹھہر جاؤ اس کے عجائبات کے بیان کے وقت۔اور اس کے ذریعہ دلوں کو حرکت دو۔اور تم میں سے کسی کا مقصد سورۃ کے آخر تک پہنچانا نہ ہو۔

٢٠۔ابن ابی شیبہ وابن نصر اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ علقمہ رحمہ اللہ نے عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس پڑھا تو انہوں نے فرمایا اس کو آہستہ آہستہ پڑھو کیونکہ وہ قرآن کو زینت دینے والا ہے۔

٢١۔عبد بن حمید وابن المنذر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ورتل القرآن ترتیلا اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔یعنی قرآن مجید کو خوش الحانی اور صحیح ادائیگی کے ساتھ پڑھو۔

٢٢۔عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن نصر وابن المنذر نے قتادہ رحمہ اللہ سے آیت ورتل القرآن ترتیلا کے بارے میں روایت کیا کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی ﷺ کی عام قراءت مد تھی۔

٢٣۔عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ورتل القرآن ترتیلا سے مراد ہے کہ قرآن مجید کو خوب واضح اور بین طریقے سے پڑھو۔

٢٤۔عبد بن حمید نے حسن رحمہ اللہ سے آیت ورتل القرآن ترتیلا کے بارے میں روایت کیا کہ تم قرآن کو واضح قراءت کے ساتھ پڑھو۔

٢٥۔فریابی وعبد بن حمید وابن نصر والبیہقی نے شعب الایمان میں مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ورتل القرآن

ترتیلا سے مراد ہے کہ قرآن کا بعض بعض کے پیچھے پڑھو یعنی تسلسل کے ساتھ پڑھو۔

۲۶۔ عبد بن حمید نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ورتل القراٰن ترتیلا کے بارے میں فرمایا کہ قرآن کی واضح تفسیر کرو۔

۲۷۔ العسکری نے المواعظ میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول آیت ورتل القراٰن ترتیلا کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید کو خوب واضح انداز میں پڑھو۔ اور اس کو ردی کھجوروں کی طرح نہ بکھیرو۔ اور بالوں کے کاٹنے کی طرح اسے نہ کاٹو۔ اور اس کے عجائبات پر ٹھہر جاؤ اور اس کے ذریعہ دلوں کو حرکت دو۔ اور تم میں سے کسی کا ارادہ سورت کے آخرت تک پہنچنا نہ ہو۔

۲۸۔ ابن ابی شیبہ نے ابوملیکہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی بعض ازواج سے روایت کیا کہ ان سے نبی ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر ان سے کہا گیا کہ ہمیں اس کے بارے میں بتائیے۔ پھر انہوں نے خوب اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر قراءت کی۔

۲۹۔ ابن ابی شیبہ نے طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کون سے لوگ قراءت کے لحاظ سے خوبصورت ہیں؟ فرمایا جب تو اس کو پڑھتا ہوا سنے اور یہ خیال کرے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔

۳۰۔ ابن ابی شیبہ نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس سے گزرا جو ایک آیت پڑھتا اور روتا تھا۔ اور اس کو بار بار لوٹا رہا تھا۔۔ پھر اس نے کہا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا آیت ورتل القرآن ترتیلا یہی ترتیل ہے۔

۳۱۔ ابن ابی شیبہ وابن الضریس نے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) اور ابوسعید (رضی اللہ عنہ) دونوں سے روایت کیا کہ قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا۔ تو پڑھتا جا اور چڑھتا جا۔ کیونکہ تیری منزل وہ ہے جہاں تو آخری آیت پڑھے گا۔

۳۲۔ ابن ابی شیبہ وابن الضریس نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ قرآن اپنے پڑھنے والے کے لیے قیامت کے دن سفارش کرے گا اور کہے گا اے میرے رب! آپ نے مجھے اس کے پیٹ میں محفوظ کیا میں نے اس کو رات میں جگایا اور میں نے اس کو بہت سی خواہشات سے روکا اور ہر عمل کرنے والے کے لیے اس کے عمل کی جزاء ہے جو اس نے کہا تو اس سے کہا جائے گا اپنے ہاتھ کو پھیلا تو اس کو رضامندی سے بھر دیا جائے گا اور اس کے بعد اس پر غصہ نہیں کیا جائے گا۔ پھر اس کو کہا جائے گا۔ پڑھتا جا اور چڑھتا جا۔ چانچہ ہر آیت کے بدلے میں اس کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا۔ اور ہر آیت کے بدلے میں ایک نیکی زیادہ کی جائے گی۔

۳۳۔ ابن ابی شیبہ نے ضحاک بن قیس رحمہ اللہ سے روایت کیا اے لوگو! اپنی اولاد کو اور اپنے اہل وعیال کو قرآن سکھاؤ کیونکہ جس کو مسلمانوں میں سے دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو گھیر لیں گے اور اس سے کہیں گے تو پڑھتا جا اور چڑھتا جا جنت کے درجوں میں یہاں تک کہ وہ دونوں اس کو وہاں اتاریں گے جہاں اس کا قرآن کا علم ختم ہو جائے گا۔ (تفسیر درمنثور، سورہ مزمل، بیروت)

1465 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسًا عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كَانَ يَمُدُّ مَدًّا

قتادہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کھینچ کر (قرأت کرتے تھے)

ترتیل سے کیا مراد ہے؟

ورتل القرآن ترتیلا۔قرآن کی قرأت میں جلدی نہ کرو بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اور معانی میں تدبر کرتے ہوئے پڑھو،ضحاک نے کہا، اسے حرف حرف کر کے پڑھو،مجاہد نے کہا، اللہ تعالیٰ کے ہاں قرأت قرآن میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب ہے جواسے سب سے زیادہ محبوب ہے جواسے سب سے زیادہ سمجھ کر پڑھتا ہے ترتیل سے مراد بڑی خوبصورتی سے منظم ومرتب کرنا اس سے، ثغر رتل ورتل یعنی عین کلمہ کے کسرہ کے ساتھ اور فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جب کہ دانت خوبصورت اور نمایاں ہوں۔اس کا بیان کتاب کے مقدمہ میں گزر چکا ہے،حضرت حسن بصری نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جوایک آیت کی تلاوت کررہا تھا اور رورہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا،کیا تم نیا اللہ تعالیٰ کے فرمان کونہیں سنا،ورتل القرآن ترتیلا،یہ ترتیل ہے۔علقمہ نے ایک آدمی کواچھی طرح قرأت کرتے ہوئے سنا توانہوں نے کہااس نے قران حکیم ترتیل کے ساتھ پڑھا ہے میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں ابوبکر بن طاہر نے ان الفاظ کی یہ تعبیر بیان کی ہے اس کے خطاب کے لطائف میں غوروفکر کیجئے، نفس سے اس کے احکام بجالانے کا مطالبہ کیجئے اپنے دل سے اس کے معانی کے فہم کا مطالبہ کیجئے اوراس کی طرف توجہ کرنے کا مطالبہ کیجئے حضرت عبداللہ بن عمرو نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا،قیامت کے روز قرآن کے قاری کولایا جائے گا اسے جنت کے پہلے زینہ پر کھڑا کیا جائے گا اوراسے کہا جائے گا، پڑھتا جا اوراوپر چڑھتا جا اوراس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا،بے شک تیرا ٹھکانہ اس آخری آیت کے پڑھنے پر ہوگا جسکوتو پڑھے گا۔اسے ابوداود نے نقل کیا ہے کتاب کے آغاز میں اس کا ذکر ہو چکا ہے حضرت انس نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم قرآن پڑھتے وقت اپنی آواز کولمبا کیا کرتے تھے۔(تفسیر قرطبی،سورہ مزمل،بیروت)

1466 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ، أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ، عَنْ قِرَاءَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَلَاتِهِ، فَقَالَتْ: وَمَا لَكُمْ وَصَلَاتَهُ؟ كَانَ يُصَلِّي وَيَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى، ثُمَّ يُصَلِّي قَدْرَ مَا نَامَ، ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلَّى، حَتَّى يُصْبِحَ، وَنَعَتَتْ قِرَاءَتَهُ، فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَتَهُ حَرْفًا حَرْفًا

یعلیٰ بن مملک بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہارا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا کیا واسطہ؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (رات کے وقت نفل) نماز ادا بھی کرتے تھے اور جتنی دیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی ہوتی تھی اتنی دیر سو بھی جایا کرتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی

دیر نماز ادا کرتے تھے جتنی دیر آپ سوئے رہے تھے پھر آپ ﷺ اتنی دیر سو جاتے تھے جتنی دیر میں آپ ﷺ نے نماز ادا کی ہوتی تھی یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی پھر سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی قرأت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتایا کہ نبی اکرم ﷺ کی قرأت میں ایک ایک حرف نمایاں ہوتا تھا۔

1467 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَةٍ يَقْرَاُ بِسُوْرَةِ الْفَتْحِ، وَهُوَ يُرَجِّعُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے اور سورۂ فتح کی تلاوت کر رہے تھے آپ ﷺ الفاظ کو کھینچ کر پڑھ رہے تھے۔

قرآن کو خوش آوازی کے ساتھ سجانے کا بیان

1468 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ

⊛⊛ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنی آوازوں کے ذریعے قرآن کو آراستہ کرو''۔

شرح

زینت دینے سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کو تجوید و ترتیل اور آواز کی نرمی و اطاعت کے ساتھ پڑھا جائے یہ بات پہلے بھی بتائی جا چکی ہے اور اب پھر جان لیجئے کہ راگ میں قران کو اس طرح پڑھنا کہ حروف یا حرکات میں کمی و زیادتی ہو حرام ہے اس طرح قرآن پڑھنے والا شخص فاسق ہوتا ہے اور سننے والا گنہگار نیز ایسے شخص کو اس طرح قرآن پڑھنے سے منع کرنا واجب ہے کیونکہ یہ ایک بہت بڑی بدعت ہے۔

1469 - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، وَيَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، بِمَعْنَاهُ، اَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَهِيكٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ - وَقَالَ: يَزِيْدُ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ، وَقَالَ قُتَيْبَةُ: هُوَ فِيْ كِتَابِيْ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ - قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ.

⊛⊛ ایک سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور ایک سند کے ساتھ حضرت سعید بن ابو سعید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ نہیں پڑھتا''۔

1470 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ. عَنْ عَمْرٍو. عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ. عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَهِيكٍ. عَنْ سَعْدٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

1471 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْوَرْدِ. قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ. يَقُولُ: قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ: مَرَّ بِنَا أَبُو لُبَابَةَ فَاتَّبَعْنَاهُ حَتَّى دَخَلَ بَيْتَهُ. فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ. فَإِذَا رَجُلٌ رَثُّ الْبَيْتِ. رَثُّ الْهَيْئَةِ. فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ. قَالَ: فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ. أَرَأَيْتَ إِذَا لَمْ يَكُنْ حَسَنَ الصَّوْتِ؟ قَالَ: يُحَسِّنُهُ مَا اسْتَطَاعَ.

عبیداللہ بن ابویزید بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے ہم ان کے پیچھے چل پڑے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے ہم بھی گھر کے اندر آئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایک پرانا سا گھر تھا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا اپنا حلیہ بھی سادہ سا تھا میں نے انہیں یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ نہیں پڑھتا''۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ابن ابوملیکہ سے کہا: اے ابومحمد! آپ کا کیا خیال ہے اگر کسی شخص کی آواز اچھی نہ ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ جس حد تک ہو سکے اپنی آواز کو آراستہ کرنے کی کوشش کرے۔

1472 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ. قَالَ: قَالَ وَكِيعٌ. وَابْنُ عُيَيْنَةَ. يَعْنِي يَسْتَغْنِي بِهِ

وکیع اور ابن عیینہ یہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی قرآن کو خوش الحانی سے پڑھے۔

1473 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ. أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ. حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مَالِكٍ. وَحَيْوَةُ. عَنِ ابْنِ الْهَادِ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَذِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ. مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ. يَجْهَرُ بِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو اتنی توجہ کے ساتھ نہیں سنتا جتنی توجہ سے وہ خوب صورت آواز والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو سنتا ہے جو بلند آواز میں خوش الحانی سے قرآن پڑھتا ہے''۔

بَابُ التَّشْدِيدِ فِيمَنْ حَفِظَ الْقُرْآنَ ثُمَّ نَسِيَهُ

باب: جو شخص قرآن حفظ کرنے کے بعد اسے بھول جاتا ہے اس کی شدید مذمت

1474 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ فَائِدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنِ امْرِئٍ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، ثُمَّ يَنْسَاهُ، إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَجْذَمَ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص قرآن کا علم حاصل کرنے کے بعد اسے بھول جائے جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیامت کے دن حاضر ہوگا' تو وہ جذام زدہ ہوگا''۔

شرح

حنفیہ کے ہاں بھول جانے سے مراد یہ ہے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے جب کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے قرآن حفظ کیا پھر اسے بھول گیا کہ حفظ نہ پڑھ سکے یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھنا چھوڑ دے خواہ بھولے یا نہ بھولے۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسحق فرمایا کرتے تھے کہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ استعداد والے کا بھولنا تو یہ ہے کہ یاد کئے ہوئے کو بغیر دیکھے نہ پڑھ سکے اور غیر استعداد والے کو بھولنا یہ ہے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو سیکھنے اور یاد کرنے کے بعد بھولنا بہت گناہ ہے لہٰذا چاہئے کہ قرآن کے بارہ میں تغافل وکوتاہی کا راستہ اختیار نہ کیا جائے بلکہ قرآن کو ہمیشہ اور بہت پڑھتے رہنا چاہئے۔

بَابُ أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ

باب: قرآن کا سات حروف پر نازل ہونا

1475 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيهَا، فَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ، فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ، فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰكَذَا أُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ لِيَ: اقْرَأْ، فَقَرَأْتُ، فَقَالَ: هٰكَذَا أُنْزِلَتْ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.

ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ہشام بن حکیم کو سورۃ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا جو اس طریقے سے مختلف تھی جس کے مطابق میں اس سورت کو پڑھتا تھا' اور نبی اکرم ﷺ نے خود مجھے یہ سورت پڑھنا سکھائی تھی پہلے' تو میں فوراً ان پر حملہ کرنے لگا لیکن پھر میں نے انہیں مہلت دی یہاں تک کہ جب انہوں نے نماز مکمل کر لی تو میں اپنی چادر کے ذریعے گھسیٹ کر انہیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے اسے سورہ فرقان کی تلاوت اس طریقے سے مختلف طور پر کرتے ہوئے سنا ہے' جس طریقے کے مطابق آپ ﷺ نے مجھے یہ سورت پڑھائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم تلاوت کرو۔ اس نے تلاوت شروع کی جو اسی طرح سے تھی جس طرح میں نے اسے تلاوت کرتے ہوئے سنا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (یہ سورت) اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم تلاوت کرو میں نے تلاوت شروع کی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (یہ سورت) اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے' تو ان میں سے جو بھی آسانی سے (پڑھا جا سکے) اسے تلاوت کر لیا کرو''۔

شرح

اس حدیث کے معنی ومفہوم میں علماء کا بہت زیادہ اختلاف ہے چنانچہ اس کی تشریح ووضاحت کے سلسلے میں تقریباً چالیس اقوال منقول ہیں ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے جس کے معنی پورے بسط کے ساتھ کسی کو بھی معلوم نہیں ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اختلاف قرأت اگرچہ سات طریقوں سے زائد منقول ہے لیکن وہ تمام اختلاف سات وجہوں کی طرف راجع ہیں اور سات وجہیں یہ ہیں۔ (۱) اختلاف کی پہلی وجہ کلمہ کی ذات میں یعنی کلمہ کی کمی وزیادت کا اختلاف ہونا (۲) دوسری وجہ صیغہ جمع وواحد کے ساتھ متغیر ہونا۔ (۳) تیسری وجہ مذکر ومونث کا اختلاف (٤) چوتھی وجہ حروف کا صرفی اختلاف یعنی تخفیف وتشدید، فتح وکسرہ اور ضمہ اختلاف جیسے مَیِّت بھی پڑھا جاتا ہے اور مَیْت بھی ایسے یقنِط اور یقنَط یا یَعْرِشُ اور یَعْرُشُ وغیرہ (٥) پانچویں وجہ حرکات کا اختلاف (٦) وجہ حروف کا اختلاف جیسے لکن الشیاطین کہ بعض تو اسے نون کی تشدید کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بعض نون کی تخفیف کے ساتھ (۷) ساتویں وجہ ادائیگی لغات کا اختلاف جیسے تفخیم اور امالہ۔

1476 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: إِنَّمَا هَذِهِ الْأَحْرُفُ فِي الْأَمْرِ الْوَاحِدِ، لَيْسَ تَخْتَلِفُ فِي حَلَالٍ وَلَا حَرَامٍ

ﷺ زہری بیان کرتے ہیں: یہ حروف ایک ہی ''حکم'' کے بارے میں ہیں' حلال یا حرام کے بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

1477 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ

1477- اسناده صحيح. ابو الوليد الطيالسي: هو هشام بن عبد الملك, و قتادة: هو ابن دعامة السدوسي. و اخرجه بنحوه مسلم (820) من طريق عبد الرحمن بن ابي ليلى, و النسائي في "الكبرى" (1014) من طريق ابن عباس, و النسائي (1015) من طريق انس, ثلاثتهم عن أبي, به. و هو في "مسند احمد" (21149) و (21152) و (21171), و "صحيح ابن حبان" (738) و (740). و انظر ما بعده

سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أُبَيُّ، إِنِّي أُقْرِئْتُ الْقُرْآنَ فَقِيلَ لِي: عَلَى حَرْفٍ، أَوْ حَرْفَيْنِ؟ فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِي مَعِي: قُلْ: عَلَى حَرْفَيْنِ، قُلْتُ: عَلَى حَرْفَيْنِ، فَقِيلَ لِي: عَلَى حَرْفَيْنِ، أَوْ ثَلَاثَةٍ؟ فَقَالَ الْمَلَكُ الَّذِي مَعِي: قُلْ: عَلَى ثَلَاثَةٍ، قُلْتُ: عَلَى ثَلَاثَةٍ. حَتَّى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ، ثُمَّ قَالَ: لَيْسَ مِنْهَا إِلَّا شَافٍ كَافٍ، إِنْ قُلْتَ: سَمِيعًا عَلِيمًا عَزِيزًا حَكِيمًا. مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ، أَوْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے قرآن پڑھایا گیا پھر مجھ سے کہا گیا' ایک حرف کے مطابق پڑھنا چاہیں گے یا دو حرف کے مطابق؟ تو میرے ساتھ جو فرشتہ تھا اس نے کہا: آپ یہ کہیں کہ دو حرف کے مطابق تو میں نے کہہ دیا دو حرف کے مطابق پھر مجھ سے پوچھا گیا دو حرف کے مطابق پڑھنا چاہیں گے یا تین حرف کے مطابق؟ تو میرے ساتھ جو فرشتہ تھا اس نے کہا: آپ کہیں تین کے مطابق' تو میں نے کہہ دیا تین کے مطابق' یہاں تک کہ سات حروف تک بات پہنچ گئی۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ہر ایک شافی اور کافی ہے اگر تم سمیعا علیما کو عزیزا حکیما پڑھ دیتے ہو (تو کوئی حرج نہیں ہے) جب تک تم رحمت والی آیت کی جگہ عذاب والی آیت یا عذاب والی آیت کی جگہ رحمت والی آیت کو نہ بدل دو۔

1478 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ أَضَاةِ بَنِي غِفَارٍ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: عَزَّ وَجَلَّ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ عَلَى حَرْفٍ، قَالَ: أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ، أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ، ثُمَّ أَتَاهُ ثَانِيَةً فَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا حَتَّى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ، قَالَ: إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوا عَلَيْهِ، فَقَدْ أَصَابُوا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنو غفار کے پانی کے پاس موجود تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے کہا: بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ایک حرف کے مطابق تلاوت سکھائیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی پھر وہ دوسری مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کے بعد راوی نے اسی طرح کی حدیث نقل کی ہے' یہاں تک کہ سات حروف تک معاملہ پہنچ گیا' تو حضرت جبرائیل نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو سات حروف کے مطابق تلاوت سکھائیں۔ ان میں سے جس بھی حرف کے مطابق وہ تلاوت کریں گے وہ تلاوت درست ہوگی۔

قرآن کو درست پڑھنے اور سیکھنے کا بیان

یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے جو مستند نسخے لکھوا کر مملکت کے مختلف مراکز میں

رکھوائے تھے ان کے ساتھ ایک ایک ماہر قراءت کو بھی مقرر کیا تھا تا کہ وہ ان نسخوں کو ٹھیک طریقے سے پڑھنا لوگوں کو سکھائے۔ مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس خدمت پر مقرر تھے۔ مکہ میں حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر اسی کام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ شام میں مغیرہ بن شہاب رضی اللہ عنہ، کوفہ میں ابوعبدالرحمن السلمی رضی اللہ عنہ اور بصرہ میں عامر بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ اس منصب پر مامور کیے گئے تھے۔ ان کے علاوہ جہاں جو صحابی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یا آپ کے بعد قراء صحابہ سے قرآن کی پوری قراءت سیکھے ہوئے تھے، ان کی طرف ہزار ہا آدمی اس مقصد کے لیے رجوع کرتے تھے کہ قرآن کا صحیح تلفظ اور صحیح اعراب لفظ بلفظ ان سے سیکھیں۔

قرآن کو سات قرأتوں پر پڑھنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کریم سات طرح پر نازل کیا گیا ہے ان میں سے ہر آیت ظاہر ہے اور باطن ہے، اور ہر حد کے واسطے ایک جگہ خبردار ہونے کی ہے۔

(شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 227)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص وہاں آیا اور نماز پڑھنے لگا اس نے نماز ہی میں یا نماز کے بعد ایسی قرأت پڑھی (یعنی ایسے لہجے میں قرآن شریف پڑھا) کہ میں نے اسے درست نہیں سمجھا پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے پہلے شخص کے خلاف طریقہ سے قرأت پڑھی جب ہم سب نماز سے فارغ ہو چکے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مسجد ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہ یا آپ کے حجرہ مبارک میں) حاضر ہوئے میں نے عرض کیا کہ حضرت! اس شخص نے ایسی قرأت پڑھی جسے میں نے درست نہیں سمجھا اس کے بعد یہ دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کے خلاف طریقہ سے قرأت پڑھی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر دونوں کو اپنے سامنے قرآن پڑھنے کا حکم دیا ان دونوں نے پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی قرأت کی تحسین وتوثیق کی یہ دیکھ کر میرے دل میں اس بات کی تکذیب کا وسوسہ پیدا ہو گیا ایسا وسوسہ اور شبہ جو ایام جاہلیت میں پیدا نہیں ہوا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ کیفیت دیکھی جو مجھ پر طاری تھی یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میرے دل میں تردد وشبہ پیدا ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا تا کہ اس کی برکت سے وسوسہ ختم ہو جائے چنانچہ میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف کی وجہ سے میری ایسی حالت ہو گئی کہ گویا میں خدا کو دیکھ رہا ہوں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ابی! جب قرآن نازل ہوا تو میرے پاس حضرت جبرائیل کے ذریعہ سے یہ حکم بھیجا گیا کہ میں ایک طریقہ یعنی ایک قرأت پر یا ایک لغت پر قرآن پڑھوں میں نے بارگاہ الوہیت میں درخواست پیش کی کہ میری امت پر آسانی عطا فرمائی جائے تا کہ آسانی ہو بایں طور کہ ایک ہی قرأت میں قرآن پڑھنا مشکل ہے اس لیے کئی قرأتوں کے مطابق پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تا کہ آسانی ہو چنانچہ دوسری مرتبہ مجھے حکم یہ دیا گیا کہ میں دو قرأتوں پر قرآن پڑھوں! میں نے پھر درخواست پیش کی کہ میری امت کو مزید آسانی عطا فرمائی جائے چنانچہ تیسری مرتبہ مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں قرآن کریم کو سات طریقوں سے یعنی سات لغات یا سات قرأت کے مطابق پڑھوں اور یہ بھی فرمایا کہ جتنی مرتبہ

ہم نے آپ کو حکم دیا ہے اتنی ہی مرتبہ آپ ہم سے دعا مانگئے ہم اسے قبول کریں گے چنانچہ میں نے بارگاہ الوہیت میں دو مرتبہ یہ دعا کی کہ اے اللہ میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کو بخش دے اے اللہ میری امت میں سے صغیرہ گناہ کرنے والوں کو بخش دے اور تیسری دعا میں نے اس دن کے لئے رکھ چھوڑی ہے جس دن مخلوق مجھ سے سفارش و شفاعت کی خواہش کرے گی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مجھ سے شفاعت کی خواہش کریں گے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 731)

دنیا کی ہر زبان میں فصاحت و بلاغت اور لب ولہجہ کے اعتبار سے مختلف اسلوب اور مختلف لغات ہوتی ہیں۔ اسی طرح عربی زبان میں بھی سات لغات عرب میں مشہور تھیں، اس کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم سات طرح یعنی سات لغات پر نازل ہوا ہے۔

معروف سات لغات عرب کا بیان

ان سات لغات کی تفصیل اس طرح ہے۔ لغت قریش، لغت طی، لغت ہوازن، لغت اہل یمن، لغت ثقیف، لغت ہذیل اور لغت بنی تمیم۔

قرآن کریم سب سے پہلے قریش کی لغت کے مطابق نازل ہوا تھا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت تھی لیکن جب تمام عرب میں اس لغت کے مطابق قرآن کا پڑھنا جانا اس لیے دشوار و مشکل ہوا کہ ہر قبیلہ اور ہر قوم کی اپنی ایک مستقل لغت اور زبان کے لب ولہجہ کا الگ الگ انداز تھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الوہیت میں درخواست پیش کی کہ اس سلسلہ میں وسعت بخشی جائے تو حکم دے دیا گیا کہ ہر آدمی قرآن کو اپنی لغت کے مطابق پڑھ سکتا ہے چنانچہ حضرت عثمان غنی کے رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اسی طرح چلتا رہا اور لوگ اپنی اپنی لغت کے اعتبار سے قرآن پڑھتے رہے۔

لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کلام اللہ کو جمع کیا اور اس کی کتابت کرا کر اسلامی سلطنت کے ہر ہر خطہ میں اسے بھیجا تو انھوں نے اسی لغت کو مستقل قرار دیا جس پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے قرآن کو جمع کیا تھا اور وہ لغت قریش تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ حکم بھی فرمایا کہ تمام لغات منسوخ کر دی جائیں صرف اس ایک لغت کو باقی رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ قرآن صرف ایک لغت میں جمع ہو گیا جس سے دنیا کے ہر خطہ کے لوگوں کے لیے آسانیاں ہو گئیں بلکہ اس کی وجہ سے ایک بڑے فتنہ کی جڑ بھی ختم کر دی گئی اور فتنہ یہ تھا کہ لغات کے اختلافات کی وجہ سے مسلمان آپ میں لڑنے جھگڑنے لگے تھے اور نوبت بایں جا رسد کہ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے کو اپنی لغت کے خلاف قرآن پڑھتا دیکھتا تو یہ سمجھ کر کہ صرف میرے قبیلہ ہی کی لغت صحیح ہے اسے کافر کہہ دیا کرتا تھا، چنانچہ لغت قریش کے علاوہ جس پر قرآن نازل ہوا تھا بقیہ تمام لغات ختم کر دی گئیں اور اگر کوئی لغت باقی بھی رہی تو وہی رہی جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق رہا اور جو سند متصل اور تواتر کے ساتھ آخر میں قراء سبعہ تک پہنچی اس کے علاوہ لغت میں مکرر یعنی امالہ و ادغام وغیرہ کا اختلاف بھی باقی رہا جو آج تک قراء سبعہ میں موجود ہے۔

اختلاف اور قرأتوں کی سات میں تحدید کا بیان

بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ قرآن سات طرح پر نازل ہوا ہے تو ساتھ طرح سے مراد وہ سات قرأتیں ہیں جو قراء سبعہ پڑھتے ہیں، پھر علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگرچہ قرأتیں سات سے زیادہ ہیں لیکن یہاں سات کی تحدید اس لیے کی گئی ہے کہ اختلاف کی بھی سات ہی قسمیں ہیں جن کی طرف یہ سات قرأتیں راجع ہیں۔

(۱) کلمہ کی ذات میں اختلاف یعنی کلمہ میں کمی وزیادتی ہیں۔ (۲) جمع اور مفرد کا اختلاف (۳) مذکر اور مونث کا اختلاف (۴) صرفی اختلاف یعنی تخفیف وتشدید اور فتح وکسرہ وغیرہ کا اختلاف جیسے مَیْتٌ اور مِیِّتٌ یَقْنطُ اور یقنط (۵) اعراب کا اختلاف (۶) حروف کا اختلاف جیسے لکن الشیطین میں نون کی تشدید اور تخفیف (۷) ادائیگی لغات کا اختلاف جیسے تفخیم اور امالہ وغیرہ

چنانچہ ظاہر کا مطلع یعنی وہ مقام جس پر پہنچ کر حد اور نہایت معلوم ہوتی ہے، یہ ہے کہ عربی زبان اور اس کے اصول وقواعد سیکھے جائیں، علم صرف ونحو حاصل کیا جائے کہ قرآن کے ظاہری معنی انہیں سے متعلق ہیں، نیز ہر آیت کا شان نزول اور ناسخ ومنسوخ کا علم حاصل کرے، یا اسی طرح وہ دوسری چیزیں ہیں جن پر قرآن کے ظاہری معنی کے سمجھنے کا انحصار ہے۔

قرأت قرآن کے معروف ائمہ سبعہ کا بیان

عام طور پر قرآن کو سیکھنے والوں کے علاوہ تابعین وتبع تابعین کے عہد میں ایک گروہ ایسے بزرگوں کا بھی پیدا ہو گیا جنہوں نے خصوصیت کے ساتھ قراءت قرآن میں اختصاص پیدا کیا۔ یہ لوگ ایک ایک لفظ کے تلفظ، طریق ادا اور اعراب کو معلوم کرنے کے لیے سفر کر کے ایسے اساتذہ کے پاس پہنچے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر نسبت تلمذ رکھتے تھے اور ہر ہر لفظ کی قراءت کے متعلق یہ نوٹ کیا کہ اسے انہوں نے کس سے سیکھا ہے اور اس کے استاد نے کس سے سیکھا تھا۔ اسی مرحلے میں یہ بات تحقیق ہوئی کہ مختلف صحابیوں رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے شاگردوں کی قراءت میں کہاں کہاں اور کیا اختلافات ہیں۔ ان میں سے کون سے اختلافات شاذ ہیں، کون سے مشہور ہیں، کون سے متواتر ہیں اور ہر ایک کی سند کیا ہے۔

پہلی صدی کے دور آخر سے لے کر دوسری صدی تک اس طرح کے ماہرین قراءت کا ایک گروہ کثیر دنیائے اسلام میں موجود تھا۔ مگر ان میں خاص طور پر جن لوگوں کا کمال علم تمام اُمت میں تسلیم کیا گیا وہ حسب ذیل سات اصحاب ہیں جو قراء سبعہ کے نام سے مشہور ہیں۔

1۔ نافع بن عبدالرحمن رحمہ اللہ متوفی ۱۶۹ھ یہ اپنے وقت میں مدینہ کے رئیس القراء مانے جاتے تھے ان کا سب سے زیادہ معتبر سلسلہ تلمذ یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پورا قرآن پڑھا۔ انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

2۔ عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ یہ مکہ کے امام قراءت تھے۔ ۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے خاص استاد عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ تھے جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے سرکاری نسخے کے ساتھ تعلیم دینے کے

لیے مکہ بھیجا تھا اور عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پورا قرآن پڑھا تھا۔

3۔ ابوعمرو بن العلاء البصری رحمہ اللہ ۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔ حرمین اور کوفہ و بصرہ کے کثیر التعداد ائمہ قراءت سے علم حاصل کیا۔ ان کے سب سے زیادہ معتبر سلسلہ تلمذ دو تھے۔ ایک مجاہد رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا سلسلہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا تھا۔ دوسرا حسن بصری رحمہ اللہ کا سلسلہ جن کے اساتذہ ابوالعالیہ تھے اور وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔

4۔ عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ۔ یہ اہل شام میں قراءت کے امام مانے گئے۔ ۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۸ میں وفات پائی۔ بڑے بڑے صحابہ سے قراءت سیکھی تھی۔ ان کے خاص استاذ مغیرہ بن شہاب مخزومی رحمہ اللہ تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قراءت کا علم حاصل کیا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن کا جو سرکاری نسخہ شام بھیجا گیا تھا اس کے ساتھ یہی مغیرہ بن شہاب رحمہ اللہ تعلیم قراءت پر مامور کر کے بھیجے گئے تھے۔

5۔ حمزہ بن حبیب الکوفی رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ ان کا خاص سلسلہ سند عن الاعمش، عن یحیی بن وثاب، عن زر بن حبیش، عن علی و عثمان و ابن مسعود رضی اللہ عنہم ہے۔ اپنے وقت میں یہ کوفہ کے امام اہل قراءت مانے جاتے تھے۔

6۔ علی الکسائی رحمہ اللہ۔ یہ حمزہ کے بعد کوفہ کے امام قراءت مانے گئے۔ یہ بیک وقت نحو کے امام بھی تھے اور قراءت کے امام بھی۔ ان کی مجلس میں سینکڑوں آدمی اپنے اپنے مصاحف لے کر بیٹھ جاتے اور یہ قرآن کے ایک ایک لفظ کا صحیح تلفظ، طریق اداء اور اعراب بتاتے جاتے تھے۔ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

7۔ عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ۔ کوفہ کے شیخ القراء، ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ ان کے معتبر ترین ذریعہ علم قراءت دو تھے۔ ایک زر بن حبیش رحمہ اللہ جنہوں نے حضرات علی و عثمان و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے قراءت کا علم حاصل کیا تھا۔ دوسرے عبداللہ بن حبیب السلمی رحمہ اللہ جنہوں نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا معلم قراءت مقرر کیا تھا۔ آج قرآن کا جو نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ انہی عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ کے مشہور ترین شاگرد حفص رحمہ اللہ (۹۰ھ، ۱۸۰ھ) کی روایت کے مطابق ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ

باب: دعا کا بیان

1479 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ يُسَيْعٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ، (قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي

أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (غافر: ٦٠)

⊛⊛ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دعا عبادت ہی ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تمہارا پروردگار فرماتا ہے تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا''۔

شرح

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

شان نزول:

اس آیت کے شان نزول میں اختلاف ہے۔ امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حسن بصری بیان کرتے ہیں: صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ہمارے رب کہاں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی: جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو بتائیے کہ میں قریب ہوں۔

عطاء نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا' تو صحابہ نے پوچھا: ہم کس وقت دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی: جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو بتائیے کہ میں قریب ہوں اور جب کوئی دعا کرنے والا دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۹۳-۲۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث کا بیان

ہمارے زمانہ میں بعض جہلا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے بجائے اپنی حاجتوں کا سوال پیروں فقیروں سے کرتے ہیں اور قبروں اور آستانوں پر جا کر اپنی حاجات بیان کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کی نذر مانتے ہیں حالانکہ ہر چیز کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے اور اسی کی نذر ماننی چاہیے کیونکہ دعا اور نذر دونوں عبادت ہیں اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے البتہ دعا میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری حصہ میں آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرلوں کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کردوں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کردوں۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

(جامع ترمذی ص۴۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی ہر حاجت کا اللہ سے سوال کرو حتیٰ کہ جوتی کے تسمہ ٹوٹنے کا۔ (جامع ترمذی ص۵۱۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی ص۴۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول کرے وہ عیش و آرام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔

(جامع ترمذی ص۴۸۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی کریم ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں' تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو' اللہ تمہاری حفاظت کرے گا' تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو تم اللہ کی تقدیر کو اپنے سامنے پاؤ گے' جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔

(جامع ترمذی ص۳۶۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق احادیث کا بیان

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن یسار (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد ج۱ ص۲۰۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب حیا والا کریم ہے' جب اس کا کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد ج۱ ص۲۰۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص۵۱۲ 'مطبوعہ کراچی)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ سوال کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاؤ اور استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو اور گڑگڑا کر سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاؤ۔

(سنن ابوداؤد ج۱ ص۲۰۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

ابوحریز (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو' ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔ (المصنف ج۱ص ٢٨٦ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا میں ہاتھ میں بلند کرتے اور ہاتھوں کو نیچے نہ گراتے حتیٰ کے ان کو چہرے پر مل لیتے۔ (جامع ترمذی ص ٤٨٨ 'مطبوعہ نور کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

ہمارے زمانہ میں بعض علماء ہر دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کو سنت نہیں قرار دیتے اور بغیر ہاتھ اٹھا کے دعا کرنے کی تلقین کرتے ہیں' اس لیے میں نے ایسی احادیث بیان کیں جن میں دعا کرنے کا طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے۔

فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق احادیث کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (جامع ترمذی ص ٥٠٤ 'مطبوعہ نور کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت سعد (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد ان کلمات سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے: اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (جامع ترمذی ص ٥١٣ 'مطبوعہ نور کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

مسلم بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں کفر' فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں بھی یہ دعا کرنے لگا' میرے والد نے پوچھا: اے بیٹے! یہ دعا کہاں سے حاصل کی؟ میں نے کہا: آپ سے' انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔ (سنن نسائی ج۱ص ١٣٦ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابن شیبہ روایت کرتے ہیں:

ابوبکر بن ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میرے گناہ کو بخش دے' میرے معاملہ کو آسان کر اور میرے رزق میں برکت دے۔

(المصنف ج۱۰ص ٢٢٩ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤٠٦ھ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے: ''لا الٰه الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد''۔ (المصنف ج۱۰ص ٢٣١ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی ١٤٠٦ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد فرماتے تھے: ''اللهم انت

السلام ومنك السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام" (المصنف ج۱ ص۲۳۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہ) ہر نماز کے بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے:

"لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ولا حول قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا۔ لا النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون" پھر حضرت ابن الزبیر نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان کلمات کو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

(المصنف ج۱ ص۲۳۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ)

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع' پاک رزق اور عمل متقبول کا سوال کرتا ہوں۔ (المصنف ج۱ ص۲۳۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام ابن السنی نے بھی روایت کیا ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص۳۹-۳۸ مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے "معجم صغیر" میں روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج۱ ص۱۱۱ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

زاذان کہتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد سو مرتبہ دعا کرتے: اے اللہ! میری مغفرت فرما' میری توبہ قبول فرما' بیشک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔

(المصنف ج۱ ص۲۳۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

(مجمع الزوائد ج۱ ص۱۱۰-۱۱۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور کہنے لگی: پیشاب کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے' میں نے کہا: تم جھوٹ ہو' اس نے کہا: کیوں نہیں؟ ہم کھال اور کپڑے کو پیشاب کی وجہ سے کاٹ دیتے تھے' ہماری آوازیں بلند ہو رہی تھیں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے جا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو میں سارا واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا: وہ سچی ہے' اس دن کے بعد آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے جبرائیل' میکائیل' اور اسرافیل کے رب! مجھے آگ کی گرمی اور عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھ۔ (سنن کبریٰ ج۱ ص۴۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ)

حضرت ابوامامہ باہلی (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کو پڑھا' اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوگی۔

(سنن کبریٰ ج۶ ص۳۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (المعجم الکبیر ج۸ ص۱۱۴ مسند الشامیین ج۲ ص۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کو امام ابن السنی نے بھی روایت کیا ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۳ 'مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن '۱۳۱۵ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند جید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۰۲ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت '۱۴۰۲ھ)

امام ابن السنی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز ادا کر لیتے تو اپنا دایاں ہاتھ پیشانی پر پھیرتے' پھر پڑھتے: ''اشهد ان لا اله الا الرحمن الرحيم'' اس کے بعد دعا کرتے: اے اللہ! مجھ سے غم اور فکر دور کر دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۳ 'مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن '۱۳۱۵ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں اور امام بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور متعدد ائمہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت '۱۴۰۲ھ)

حضرت ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں جب بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا تو آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! میرے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دے' اے اللہ! مجھے ہلاکت سے بچا' اے اللہ! مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے' تیرے سوا کوئی نیک اعمال کی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور تیرے سوا کوئی برے اعمال سے بچانے والا نہیں ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۰-۴۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن '۱۳۱۵ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ص 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت '۱۴۰۲ھ)

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ سے ملا تو آپ نے فرمایا: اے معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں تم کسی نماز کے بعد یہ دعا نہ چھوڑو: ''اللهم اعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك''۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن '۱۳۱۵ھ)

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی ہم کو فرض نماز پڑھائی اس کے بعد ہماری طرف کر کے یہ دعا کی: اے اللہ! میں ہر اس عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے شرمندہ کرے' میں ہر اس شخص سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے ہلاک کرے' اور ہر اس امید سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو مجھے غافل کر دے' میں ہر اس فقر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تجھے بھلا دے اور ہر اس غنی سے تیری پناہ میں آتا ہے جو مجھے سرکش بنا دے۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۱-۴۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف' حیدر آباد دکن '۱۳۱۵ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بزار نے حضرت انس سے روایت کیا ہے اور اس کی توثیق کی گئی ہے اور اس کو امام ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰ 'مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت '۱۴۰۲ھ)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرض نماز کے بعد یہ دعا کرتے: اے اللہ! میری آخری زندگی کو خیر کر دے اور میرے سب سے اچھے عمل پر میرا خاتمہ کر اور میرا سب سے اچھا دن وہ بنا دے جس دن تجھ سے

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۱۵ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے ''اوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حضرت عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد ''معوذات'' (''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'') کو پڑھا کروں۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۱۵ھ)

حضرت ابوبرزہ اسلمی (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین بار بلند آواز سے یہ دعا فرماتے: اے اللہ! میرے دین کی اصلاح فرما جس کو تو نے میرے امر کی حفاظت بنایا ہے' اے اللہ! میری دنیا کی حفاظت فرما جس کو تو نے میری معاش بنایا ہے' اور تین بار یہ دعا فرماتے: اے اللہ! میری آخرت کی اصلاح فرما' جس کو تو نے میرا مرجع بنایا ہے اور تین بار فرماتے: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں' اے اللہ! میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں' جو تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو تو روک دے اس کا کوئی دینے والا نہیں' اور تیرے مقابلہ میں کسی کی کوشش نفع نہیں دے سکتی۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں اس حدیث طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آپ نے نماز کے بعد یہ دعا کی: اے اللہ! میری کل خطاؤں اور ذنوب کو بخش دے' اے اللہ! مجھے ہلاکت سے بچا' میرے ٹوٹے ہوئے کام جوڑ دے' اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت دے' تیرے سوا نیک اعمال کی ہدایت دینے والا اور بے اعمال سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے ''معجم صغیر'' اور ''معجم اوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز پڑھائے اور دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی مغفرت کر دیتا ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

فرض نمازوں کے بعد دعا کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء کا بیان

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد صرف ''اللھم انت السلام ومنک السلام

تبارکت یاذا الجلال والاکرام'' کی مقدار بیٹھتے تھے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ بعینہ یہی کلمات فرماتے تھے یا بس اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے اس سے تحدید مراد نہیں ہے اس لیے یہ حدیث ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی اس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں حضرت عبداللہ بن الزبیر سے طویل ذکر مروی ہے۔ (غنیۃ المستملی (حلبی کبیر) ص ۳۴۲ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ فرض کے بعد متصلا سنت پڑھنا اولی ہے یا دعا اور وظائف پڑھنے کے بعد سنتیں پڑھنا اولی ہے' امام حلوانی نے کہا ہے کہ فرائض اور سنتوں کے درمیان وظائف اور اوراد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الی قولہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد کم مقدار میں بھی ذکر کیا ہے اور زیادہ مقدار میں بھی' اور اس وقت سنت یہ ہے کہ اتنی مقدار میں تاخیر کے بعد سنتیں پڑھی جائیں۔ (فتح القدیر ج۱ ص ۳۸۴-۳۸۳ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ائمہ اپنے لیے اور مسلمانوں کے لیے دعا کریں کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کس وقت دعا مقبول ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد' اور آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا: بہ خدا! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی نماز کے بعد یہ دعا ترک نہ کرنا: ''اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك''۔ (مراقی الفلاح ص ۱۸۹ 'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۶ھ)

علامہ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں' ہر فرض نماز کے بعد تین بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۸ 'مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر' ۱۳۵۶ھ)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد تین بار استغفار کرے' آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور سو تسبیحات پڑھے اور دعا کرے اور ''سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون'' پر ختم کرے۔

(درمختار علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی ج۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ طحطاوی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: کیونکہ فرض نمازوں کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ)

نیز علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ فرض نماز کے بعد متصلا سنتیں پڑھنے یا دعا اور ذکر کے بعد سنتیں پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف افضلیت میں ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ فرض کے بعد اوراد اور دعا سے منع کرنے والوں کا قول اگر اس پر محمول کیا جائے کہ فرض نمازوں کے بعد وظائف میں زیادہ دیر لگانا مکروہ تنزیہی ہے اور کم مقدار میں دعا اور وظائف پڑھنا بلا کراہت جائز ہے پھر اختلاف نہیں رہے گا۔ (درمختار علی ھامش حاشیۃ الطحطاوی ج۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۵ھ)

علامہ حطاب مالکی طرابلسی مغربی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ امام مقتدیوں کو بھی اپنی دعا میں شریک کرے' روایت ہے کہ جس نے ان کو نہیں شریک کیا اس نے ان سے خیانت کی' اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا جائز ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے' امام حاکم نے امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث روایت کی ہے جب بھی مسلمان جمع ہوں بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو اللہ ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔

(مواہب الجلیل ج۱ ص ۱۲۷-۱۲۶' مطبوعہ مکتبہ النجاح' لیبیا)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

نماز کے بعد کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا سنت ہے' اس سلسلہ میں بہت احادیث ہیں' اور سلام پھیرنے کے بعد آہستہ دعا کرنا مسنون ہے' الا یہ کہ کوئی شخص امام ہو اور وہ حاضرین کو دعا پر مطلع کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بلند آواز سے دعا کرے۔

(روضۃ الطالبین ج۱ ص ۳۷۴-۳۷۳' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱٤٠٥ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سلام پھیرنے کے بعد اللہ کا ذکر کرنا اور دعا کرنا مستحب ہے' حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے بعد پھر جاتے اور تین بار استغفر اللہ کہتے اور ''اللھم انت السلام ومنك السلام تبارك یا ذاالجلال والا کرام'' پڑھتے' حضرت سعد کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' میں دنیا کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(المغنی ج۱ ص ۲۲۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱٤٠٥ھ)

چونکہ بہ کثرت احادیث میں فرض نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہراً ذکر کرنا اور دعا کرنا ثابت اور مصرح ہے جیسا کہ ہم نے باحوالہ بیان کیا ہے اس لیے ہمارے نزدیک یہی راجح ہے کہ فرض نماز کے بعد مختصر ذکر کیا جائے اور دعا کی جائے اور جن فقہاء نے اس کو غیر افضل یا مکروہ تنزیہی کہا ہے ہمارے نزدیک ان کا قول صحیح نہیں ہے' ہم نے اس مسئلہ میں اس لیے طویل بحث کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں بعض حنبلی المسلک علماء اور بعض صوفیاء فرض نماز کے بعد دعا مانگنے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور ان کا یہ قول بکثرت احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

(آیت) ''وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموت والارض اعدت للمتقین''۔

(آل عمران: ۱۳۳)

ترجمہ: اور اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی پہنائی آسمان اور زمینیں ہیں جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) سے بڑھ کر اللہ کی رضا کا کون طالب ہوگا انہوں نے جنت کے حصول کے لیے دعا کی:

(آیت) ''واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم''۔ (الشعراء: ۸۵)

ترجمہ: اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں سے بنادے۔

نبی کریم ﷺ نے جنت کے حصول کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے' امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے فردوس کا سوال کرو۔ (جامع ترمذی ص ۳۶۳۔۳۶۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے تین مرتبہ اللہ سے جنت کا سوال کیا' جنت کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جنت میں داخل کر دے اور جس نے تین بار جہنم سے پناہ طلب کی' جہنم کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جہنم سے پناہ میں رکھ۔ (جامع ترمذی ص ۳۶۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابن شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو یہ دعا سکھائی: اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت کی ہر اس خیر کا سوال کرتی ہوں جو تجھے معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں' اور میں تجھ سے ہر اس شر سے پناہ طلب کرتی ہوں جو تجھے معلوم ہے اور مجھے معلوم نہیں' اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے اس خیر کا سوال کرتی ہوں جس کا تیرے بندے اور تیرے نبی نے سوال کیا اور ہر اس شر سے تیری پناہ طلب کرتی ہو جس سے تیرے بندے اور نبی نے پناہ طلب کی' اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتی ہوں اور اس قول اور عمل کا سوال کرتی ہوں جو جنت کے قریب کر دے' اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ سے پناہ طلب کرتی ہوں اور اس قول اور عمل سے پناہ طلب کرتی ہوں جو جنت کے قریب کر دے' اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ سے پناہ طلب کرتی ہوں اور اس قول اور عمل سے پناہ طلب کرتی ہوں جو دوزخ کے قریب کر دے' اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو میرے لیے جو چیز مقدر کرے تو اچھی چیز مقدر کر۔ (المصنف ج ۱۰ ص ۳۶۴' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) نے اپنے بیٹے کو یہ دعا سکھائی:

اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور اس قول یا عمل کا جو جنت کے قریب کر دے اور تجھ سے جہنم سے پناہ طلب کرتا ہوں اور اس قول یا عمل سے جو جہنم کے قریب کر دے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۱' ج ۱ ص ۱۸۳' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ) یہ حدیث کنز العمال میں بھی ہے' حدیث نمبر: ۵۰۷۲' ۳۸۴۷' ۳۶۱۰۔

دعا قبول ہونے کی شرائط اور آداب کا بیان

(۱) دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور ہتھیلیوں کا باطنی حصہ اپنے کندھوں کے بالمقابل رکھے اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۹' جامع ترمذی ۴۸۸)

(۲) حافظ الہیثمی نے امام طبرانی سے روایت کیا ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پہلے اللہ کی ایسی حمد و ثناء کرے جس کا وہ اہل ہے' پھر نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھے' اس کے بعد سوال کرے

تو اس کی قبولیت متوقع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

(۳) حافظ الہیثمی نے امام طبرانی سے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

(۴) امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا ذکر کر کے اس کے لیے دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے۔ (جامع ترمذی ص ۴۹۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

(۵) امام بخاری حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پورے عزم سے سوال کرے یوں نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے عطا کر۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

(۶) امام ترمذی حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرتا ہے تو یا تو اللہ دعا قبول کر لیتا ہے یا اس کی مثل کوئی برائی دور کر دیتا ہے بہ شرطیکہ وہ گناہ کی دعا کرے نہ قطع رحم کی۔

(جامع ترمذی ص ۴۸۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے: دعا جلد قبول کرنا یا آخرت میں اجر عطا کرنا یا مصیبت ٹال دینا۔

(مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

(۷) حافظ الہیثمی نے امام احمد سے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! جب تم اللہ سے دعا کرو تو قبولیت کے یقین سے دعا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل دل سے دعا کرتا ہے یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۸ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام غزالی لکھتے ہیں:

(۸) قبولیت کے اوقات میں دعا کرے مثلاً رات کے آخری حصہ میں فرض نمازوں کے بعد اسی طرح قبولیت کے ایام میں حتیٰ یوم عرفہ اور رمضان میں جمعہ میں۔

(۹) قبولیت کے احوال میں دعا کرے مثلاً بارش کے وقت حضرت انس سے روایت ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان دعا مسترد نہیں ہوتی۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ بندہ کا اللہ سے سب سے زیادہ سجدہ میں ہوتا ہے تو سجدہ میں بہ کثرت دعا کیا کرو نیز امام مسلم نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے کہ سجدہ میں دعا کی قبولیت متوقع ہے۔

(۱۰) قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرے امام مسلم نے حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں قبلہ کی طرف منہ کیا اور غروب آفتاب تک دعا کرتے رہے۔

(۱۱) بہت زیادہ گلا پھاڑ کر دعا نہ کی جائے' امام بخاری حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم کسی بہرے اور غائب سے دعا نہیں کر رہے۔

(۱۲) تصنع اور تکلف سے مسجع مقفی عبارات کے ساتھ دعا نہ کرے' امام ابوداؤد حضرت عبداللہ بن مغفل (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! عنقریب ایک قوم دعا میں حد سے تجاوز کرے گی۔

(۱۳) شوق اور خوف سے دعا کرو: (آیت) ''یدعوننا رغبا و رھبا''۔ (الانبیاء: ۹۰) وہ ہم سے رغبت اور خوف سے دعا کرتے ہیں''۔

(۱٤) گڑگڑا کر اور خشوع سے دعا کرے: (آیت) ''ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ''۔ (الاعراف: ۵۵) اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے''۔

(۱۵) تین بار دعا کرے' امام مسلم حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو تین بار دعا کرتے اور جب سوال کرتے تو تین بار سوال کرتے۔

(۱٦) قبولیت کے لیے جلدی نہ کرے' امام بخاری اور امام مسلم حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک جلدی نہیں کی جائے گی تمہاری دعا قبول ہوتی رہے گی' تم میں سے ایک شخص کہتا ہے: میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی' جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو بکثرت سوال کرو کیونکہ تم کریم سے دعا کر رہے ہو۔ (حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا کی جو تقریباً تین ہزار سال بعد قبول ہوئی' حضرت آدم (علیہ السلام) کی توبہ تین سو سال بعد قبول فرمائی۔ (تفسیر خازن ج۱ ص۴۷)

(۱۷) قبولیت دعا کے لیے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے' لوگوں کے جو حقوق دبار کھے ہیں وہ ان کو واپس کرے' جس پر جو ظلم کیا ہے وہ اس سے معاف کرائے' کعب احبار نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے زمانہ میں قحط پڑ گیا' حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے لوگوں کے ساتھ مل کر تین بار بارش کی دعا کی لیکن بارش نہیں ہوئی' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر وحی کی: تمہارے درمیان ایک چغل خور ہے' جب تک وہ درمیان سے نہیں نکلے گا تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی' حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے پوچھا: یارب! وہ کون ہے؟ فرمایا میں تم کو چغلی سے منع کرتا ہوں تو میں تم سے اس کی چغلی کیسے کروں گا' پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے سب کو توبہ کرنے کا حکم دیا' جب سب نے توبہ کر لی تو بارش ہو گئی۔ (آیت)

(احیاء علوم الدین ج۲ ص۴۰۷۔۴۰۳' مطبوعہ دار الخیر بیروت' ۱٤۱۳ھ)

(۱۸) قبولیت دعا کی ایک اور شرط یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (آیت) ''اجیب دعوۃ الداع اذا دعان' فلیستجیبوا لی''۔ (البقرہ: ۱۸٦) دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو چاہیے کہ وہ بھی میرا حکم مانیں''۔ انسان بندہ اور محتاج ہو کر اللہ کی بات نہ مانے اور اس کے حکم پر عمل نہ کرے اور یہ چاہے کہ وہ معبود بے نیاز ذات اس کا کہا مان لے یہ کیسی بے انصافی ہے!

(۹) امام بیہقی نے امام طبرانی سے روایت کیا ہے کہ تین شخصوں کی دعا قبول ہوتی ہے' والد کی' مسافر کی اور مظلوم کی۔ یہ حدیث صحیح ہے نیز امام طبرانی' حضرت خزیمہ بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ غائب شخص کے لیے دعا کی جائے
(مجمع الزوائد [illegible] مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)
(۱۰) قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تقدیر کے خلاف نہ ہو۔

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات کا بیان

قرآن مجید میں ہے: (آیت) ''اجیب دعوۃ الداع اذا دعان''۔ (البقرہ:۱۸۶)
ترجمہ: میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کئی بار ہم دعا کرتے ہیں اور وہ قبول نہیں ہوتی' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ وہ دعا' قبول کی ان شرائط اور آداب کے مطابق نہیں مانگی جاتی جن کو ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات ہم جس چیز کی دعا کرتے ہیں وہ مال کار ہمارے حق میں مضر ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ دعا قبول نہ کرکے ہم کو اس کے ضرر سے بچا لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

(آیت) ''وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم' وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون''۔ (البقرہ:۲۱۶)

ترجمہ: اور ہوسکتا ہے کہ کسی چیز کو تم برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور وہ ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو' اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات ہماری دعا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق نہیں ہوتی اس لیے وہ اس کو قبول نہیں فرماتا' قرآن مجید میں ہے:

(آیت) ''بل ایاہ تدعون فیکشف ماتدعون الیہ ان شآء''۔ (الانعام:۴۱)
ترجمہ: بلکہ تم اسی سے دعا کرو گے اور اگر وہ چاہے گا تو وہ اس مصیبت کو دور کردے گا جس کے لیے تم اس سے دعا کرو گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت خباب بن ارت (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا' اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا کردیں اور ایک چیز کے سوال سے مجھے روک دیا' میں نے سوال کیا کہ میری (تمام) امت قحط سے ہلاک نہ ہو' اللہ نے مجھے یہ عطا کردیا' میں نے سوال کیا کہ ان کا مخالف دشمن ان (سب) پر مسلط نہ ہو' اللہ نے یہ عطا کردیا' میں نے یہ سوال کیا: میری امت آپس میں جنگ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
(جامع ترمذی ص ۳۱۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور مستجاب ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مسترد نہیں کی بلکہ

آپ کو اس دعا کے کرنے سے منع فرمادیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس ایک دعا کے سوا آپ کی تمام دعائیں قبول کی گئیں اور چونکہ آپ کی زندگی میں ہر عمل کے لیے حسین نمونہ ہے تو دعا قبول نہ ہونے پر صبر وضبط کرنے کا نمونہ بھی آپ کی حیات طیبہ میں ہونا چاہیے تھے' سو اس حکمت کی وجہ سے آپ کی ایک دعا قبول نہیں کی گئی۔ اصل سوال کا چوتھا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والے کی دعا قبول نہیں فرماتا' قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "ادعوا ربکم تضرعا وخفیة' انه لا یحب المعتدین"۔ (الاعراف:۵۵)

ترجمہ: اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو' بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

اور جو شخص علم سے یا بغیر علم کے گناہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہو وہ حد سے بڑھنے والا ہے' اس کی دعا کیسے قبول ہوگی!

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہوتے ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے: یا رب! یا رب! اس کا کھانا پینا حرام ہو' اس کا لباس حرام ہو' اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۳۲۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

ابراہیم بن نصر کرمانی یکے از ابدال ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ دس وجوہات سے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

(۱) اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور اس کا حکم نہیں مانتے'

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور آپ کی سنت کی اتباع نہیں کرتے۔

(۳) قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے۔

(۴) جنت کو پسند کرتے ہیں اور اس کے راستہ پر نہیں چلتے۔

(۵) جہنم کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کے راستہ پر دھکم پیل کرتے ہیں۔

(۶) ابلیس کو اپنا دشمن کہتے ہیں اور اس کی موافقت کرتے ہیں۔

(۷) لوگوں کو دفن کرتے ہیں اور اپنی موت کو یاد نہیں کرتے۔

(۸) اپنے بھائیوں کے عیوب تلاش کرتے ہیں اور اپنے عیوب نہیں دیکھتے۔

(۹) مال جمع کرتے ہیں اور حساب کے دن کو یاد نہیں رکھتے،

(۱۰) قبریں کھودتے ہیں پھر بھی عالیشان مکان بناتے ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ج۴ ص۱۶۹' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۴ھ) (تفسیر تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

1480 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ مِخْرَاقٍ، عَنْ أَبِي نَعَامَةَ، عَنِ ابْنٍ لِسَعْدٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي، وَأَنَا أَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَنَعِيمَهَا، وَبَهْجَتَهَا، وَكَذَا، وَكَذَا،

وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ، وَسَلَاسِلِهَا، وَاَغْلَالِهَا، وَكَذَا، وَكَذَا، فَقَالَ: يَا بُنَيَّ، اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: سَيَكُوْنُ قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ فِي الدُّعَاءِ، فَاِيَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ، اِنَّكَ اِنْ اُعْطِيتَ الْجَنَّةَ اُعْطِيتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ، وَاِنْ اُعِذْتَ مِنَ النَّارِ اُعِذْتَ مِنْهَا، وَمَا فِيهَا مِنَ الشَّرِّ

✿✿ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔

''اے اللہ! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اس کی نعمتوں کا اس کی رونقوں کا اور اس کا اور اس کا اور میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کی زنجیروں سے اور اس کے طوقوں اور اس سے اور اس سے (تیری پناہ مانگتا ہوں)''

تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو دعا میں مبالغہ کریں گے''۔

(تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) تم اس بات سے بچنے کی کوشش کرو کہ تم ان میں سے ایک ہو' اگر تمہیں جنت عطا کر دی گئی تو تمہیں جنت اور اس میں موجود تمام بھلائیاں بھی مل جائیں گی اور اگر تمہیں جہنم سے بچا لیا گیا' تو تمہیں جہنم اور اس میں موجود تمام آفتوں سے بھی بچا لیا جائے گا۔

1481 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، اَخْبَرَنِي اَبُو هَانِئٍ حُمَيْدُ بْنُ هَانِئٍ، اَنَّ اَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ، صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ لَمْ يُمَجِّدِ اللّٰهَ تَعَالَى، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِلَ هٰذَا، ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ: - اَوْ لِغَيْرِهِ - اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ، فَلْيَبْدَاْ بِتَمْجِيدِ رَبِّهِ جَلَّ وَعَزَّ، وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَدْعُو بَعْدُ بِمَا شَاءَ

✿✿ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کے دوران دعا مانگتے ہوئے سنا اس نے اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان نہیں کی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی نہیں بھیجا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے''۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلوایا اور اس سے فرمایا: یا اس کے علاوہ کسی اور سے فرمایا:

''جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اسے (دعا کے دوران) سب سے پہلے اپنے پروردگار کی بزرگی کا اعتراف کرنا چاہئے اس کی تعریف کرنی چاہئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہئے۔ پھر اس کے بعد وہ جو چاہے دعا مانگے''۔

1480-حسن من حديث عبد الله بن مفضل كما سلف برقم (96) وهذا اسناد لم يقمه زياد بن مخراق كما قال الامام احمد فيما نقله عنه الاثرم، مسدد: هو ابن مسرهد الاسدي، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، وابو نعامة: هو قيس بن عباية الحنفي، ويقال له ايضاً ابو عباية. واخرجه الطيالسي (200)-ومن طريقه الدورقي في "مسند سعد" (91)-، وابن ابي شيبة 28810/، واحمد في "مسنده" (1483) و (1584)، وابو يعلى في "مسنده" (715)، والطبراني في "الدعاء" (55) و (56)

1482 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ شَيْبَانَ، عَنْ اَبِيْ نَوْفَلٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ، وَيَدَعُ مَا سِوَى ذٰلِكَ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعاؤں کو پسند کرتے تھے اور ان کے علاوہ (دعاؤں) کو ترک کر دیتے تھے۔

1483 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ، فَاِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی شخص یہ ہرگز نہ کہے ''اے اللہ! اگر تو چاہے تو میری مغفرت کر دے اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر''۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) آدمی کو عزیمت کے ساتھ مانگنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

1484 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ، فَيَقُوْلُ: قَدْ دَعَوْتُ، فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی کی دعا اس وقت مستجاب ہوتی رہتی ہے جب تک وہ جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ نہیں کہتا: میں نے تو دعا کی تھی لیکن وہ قبول ہی نہیں ہوتی''۔

1485 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَيْمَنَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ، عَمَّنْ حَدَّثَهُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَسْتُرُوا الْجُدُرَ مَنْ نَظَرَ فِيْ كِتَابِ اَخِيْهِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ، فَاِنَّمَا يَنْظُرُ فِي النَّارِ، سَلُوا اللّٰهَ بِبُطُوْنِ اَكُفِّكُمْ، وَلَا تَسْاَلُوْهُ بِظُهُوْرِهَا، فَاِذَا فَرَغْتُمْ، فَامْسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَكُمْ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ كُلُّهَا وَاهِيَةٌ، وَهٰذَا الطَّرِيْقُ اَمْثَلُهَا وَهُوَ ضَعِيْفٌ اَيْضًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''دیواروں پر پردے نہ لٹکاؤ جو شخص اپنے بھائی کی تحریر میں اس کی اجازت کے بغیر دیکھتا ہے تو وہ آگ کو دیکھتا ہے تم اللہ تعالیٰ سے اپنی ہتھیلیوں کے ذریعے (دعا مانگو) اور ہاتھوں کی پشتوں کے ذریعے اس سے نہ مانگو (یعنی دعا مانگتے

وقت ہتھیلیاں اوپر کی طرف ہوں) اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو وہ ہاتھ اپنے چہرے پر پھیر لو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت دوسرے حوالے سے محمد بن کعب سے منقول ہے تاہم اس کی تمام اسناد کمزور ہیں اور یہ سند سب سے زیادہ مثالی ہے لیکن یہ بھی کمزور ہے۔

1486 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْبَهْرَانِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُهُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو ظَبْيَةَ، أَنَّ أَبَا بَحْرِيَّةَ السَّكُونِيَّ، حَدَّثَهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ السَّكُونِيِّ ثُمَّ الْعَوْفِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ بِبُطُونِ أَكُفِّكُمْ، وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ: لَهُ عِنْدَنَا صُحْبَةٌ - يَعْنِي مَالِكَ بْنَ يَسَارٍ

حضرت مالک بن یسار سکونی عوفی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کے ذریعے مانگو اپنے ہاتھ کی پشتوں کے ذریعے نہ مانگو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سلیمان بن عبدالحمید نامی راوی کہتے ہیں: ہمارے نزدیک وہ صحابی رسول ہیں ان کی مراد حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ ہیں۔

1487 - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَبْهَانَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو هَكَذَا بِبَاطِنِ كَفَّيْهِ، وَظَاهِرِهِمَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دعا کرتے ہوئے دیکھا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور ان کی پشتوں (کو اوپر کی طرف کیا تھا)۔

1488 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ مَيْمُونٍ، صَاحِبَ الْأَنْمَاطِ، حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ رَبَّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حَيِيٌّ كَرِيمٌ، يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ، أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تمہارا پروردگار حیا والا اور مہربان ہے وہ اپنے بندے سے اس بات پر حیا کرتا ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں دونوں ہاتھ بلند کرے اور وہ ان دونوں ہاتھوں کو نامراد لوٹا دے"۔

1489 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، حَدَّثَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: الْمَسْأَلَةُ أَنْ تَرْفَعَ يَدَيْكَ حَذْوَ مَنْكِبَيْكَ، أَوْ نَحْوَهُمَا، وَالِاسْتِغْفَارُ أَنْ تُشِيرَ بِأُصْبُعٍ وَاحِدَةٍ، وَالِابْتِهَالُ أَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيعًا.

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مانگنے (یعنی دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے) کہ تم اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک یا اس کے قریب بلند کرو اور استغفار کا طریقہ یہ ہے کہ تم ایک انگلی کے ذریعے اشارہ کرو اور انکساری کا اظہار یہ ہے کہ تم اپنے دونوں ہاتھ پھیلا لو۔

1490 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ، بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فِيْهِ: وَالِابْتِهَالُ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُوْرَهُمَا مِمَّا يَلِي وَجْهَهُ.

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"عاجزی کے اظہار کا طریقہ یہ ہے"۔ پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور ان کی پشت کو اپنے چہرے کی طرف کرلیا"۔

1491 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَخِيْهِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَذَكَرَ نَحْوَهُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

1492 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ حَفْصِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ، مَسَحَ وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ

⊛⊛ سائب بن یزید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تھے تو دونوں ہاتھ بلند کر لیتے تھے اور پھر دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔

1493 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ أَنِّيْ أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ، وَلَمْ يُوْلَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا أَحَدٌ، فَقَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَ اللّٰهَ بِالِاسْمِ الَّذِيْ إِذَا سُئِلَ بِهٖ أَعْطٰى، وَإِذَا دُعِيَ بِهٖ أَجَابَ.

⊛⊛ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں (یعنی دعا مانگتا ہوں) بے شک میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے تو ایک اور بے نیاز ہے جس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ ہی اسے جنم دیا گیا اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے"۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اس اسم کے ذریعے مانگا ہے کہ جب اس اسم کے ذریعے مانگا جائے' تو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب اس کے وسیلے سے دعا کی جائے' تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے۔

1494 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، قَالَ فِيْهِ: لَقَدْ سَأَلْتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے ذریعے مانگا ہے''۔

اسم اعظم کی تحقیق کا بیان

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن، میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوا تو وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نماز میں قرآن کریم پڑھ رہا ہے اور اپنی آواز بلند کر رہا ہے میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا اس شخص کو آپ ریا کار نہیں کہیں گے؟ (یعنی کیا یہ شخص منافق نہیں کہ دکھانے سنانے کے لئے اتنے زور زور سے قرآن کریم پڑھ رہا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ بلکہ مومن جو (غفلت سے ذکر کی طرف) رجوع کر رہا ہے۔ بریدہ کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ (یعنی وہ شخص جن کے بارہ میں اوپر ذکر ہوا کہ وہ باآواز بلند قرآن پڑھتے تھے حضرت ابوموسیٰ تھے) باآواز بلند قرآن کریم پڑھتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قرأت سنتے رہے۔

پھر ابوموسیٰ (یا تو تشہد میں نماز کے بعد دعا کے لئے بیٹھے) اور بارگاہ الٰہی میں یوں عرض رساں ہوئے اے الٰہی! میں تجھ کو گواہ بنا کر تیرے حق میں یہ اعتقاد و اقرار کرتا ہوں۔ کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ایسا یکتا و بے نیاز ہے کہ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے اللہ سے اس کے نام کے ساتھ سوال کیا ایسا نام کہ جب اس کے ذریعہ سوال کیا جاتا ہے تو اللہ وہ سوال پورا کرتا ہے اور جب اس کے ذریعہ دعا مانگی جاتی ہے تو دعا قبول کرتا ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ بات سنی ہے اسے ابوموسیٰ تک پہنچا دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ چنانچہ میں نے ابوموسیٰ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی پہنچایا تو انہوں نے کہا کہ آج کے دن سے تم میرے سچے بھائی ہو کہ تم نے رسول کریم کا یہ ارشاد مجھ تک پہنچایا ہے۔

(رزین، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 822)۔

اسم اعظم کے تعین کے بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات نے تو لفظ اللہ کو اسم اعظم کہا ہے۔ کچھ علماء کہتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اسم اعظم ہے کچھ لوگوں نے لفظ "ھو" کو اسم اعظم کہا ہے بعض حضرات نے الحی القیوم کو بعض حضرات نے مالک الملک کو بعض حضرات نے کلمہ توحید کو اور بعض حضرات نے اللہ الذی لا الہ الا ھو رب العرش العظیم کو اسم اعظم کہا ہے۔

حضرت امام زین العابدین کے بارہ میں منقول ہے کہ انہوں نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ مجھے اسم اعظم بتائے تو

انہیں خواب میں دکھایا گیا کہ اسم اعظم لا الہ الا اللہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اسم اعظم اسماء حسنی میں مخفی ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اللہم اسم اعظم ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ جس شخص نے اللہم کہا اس نے گویا اللہ سے اس کے تمام ناموں کے ذریعے (دعا مانگی اسی طرح کا قول حضرت حسن بصری سے بھی منقول ہے۔ بعض حضرات الم کو اسم اعظم قرار دیتے ہیں۔

اور بعض حضرات مثلاً امام جعفر صادق کہتے ہیں کہ جو شخص اسماء الہٰی میں سے کسی بھی اسم کے ساتھ اللہ کو اس طرح بطریق حضور استغراق یاد کرے کہ اس وقت اس کے باطن میں اس اسم کے علاوہ اور کچھ نہ ہو تو وہی اسم اعظم ہے اور اس کے ذریعہ مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابوسلیمان درانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شیخ کامل سے پوچھا کہ اسم اعظم کون سا ہے؟ تو انہوں نے پوچھا کیا تم اپنے دل کو جانتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں! انہوں نے فرمایا کہ جب تم یہ دیکھو کہ تمہارا دل اللہ کی طرف متوجہ اور نرم یعنی ترساں ولرزاں ہو گیا ہے تو اس وقت اللہ سے اپنی حاجت مانگو یہی اسم اعظم ہے۔

منقول ہے کہ حضرت ابوالربیع سے کسی نے کہا کہ مجھے اسم اعظم کے بارہ میں بتایئے تو انہوں نے کہا کہ یہ لکھ لو اطع اللہ یعطیک ،یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو وہ تمہاری ہر درخواست قبول کرے گا اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری ہی اسم اعظم ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مہربان ہوتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ نیز فرمایا کہ عارف کا بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا کن کی طرح ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کن کہہ کر جو چاہتا ہے پیدا فرما دیتا ہے ایسے ہی بندہ کے لئے لئے بسم اللہ ہے کہ وہ جس کام کی ابتداء میں بسم اللہ کہتا ہے اس کی برکت سے وہ کام پورا ہو جاتا ہے۔

بعض محققین فرماتے ہیں کہ دعا تمام اقوال کا جامع ہے یعنی بزرگان دین نے جن جن ناموں کو اسم اعظم کہا ہے وہ سب اس دعا میں آجاتے ہیں۔ دعا (اللهم انی اسألك بان لك الحمد لا اله الا انت یا حنان یا منان یا بدیع السماوات والارض یا ذا الجلال والا کرم یا خیر الوارثین یا ارحم الراحمین یا سمیع الدعاء یا الله یا ارحم الراحمین یا عالم یا سمیع یا حلیم یا مالك الملك یا مالك یا سلام یا حق یا قدیم یا قائم یا غنی یا محیط یا حکیم یا علی یا قاهر یا رحمن یا رحیم یا سریع یا کریم یا مخفی یا معطی یا مانع یا محیی یا مقسط یا حی یا قیوم یا احد یا صمد یا رب یا رب یا رب یا رب یا رب یا وهاب یا غفار یا قریب یا لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین انت حسبی ونعم الوکیل)۔ مذکورہ بالا دعا میں جتنے اسماء ذکر کئے گئے ہیں یہ سب اسم اعظم ہیں۔

اکثر لوگ جب حد سے زیادہ پریشان ہو جاتے ہیں تب وہ اسم اعظم معلوم کرنا چاہتے ہیں تا کہ اُس اسمِ اعظم کے ذریعے سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دُعا کریں۔ اور اُنکی تمام دُعائیں قبول ہوں اور جب ہم اسمِ اعظم کی تلاش میں مضامینِ اسم اعظم کا مطالعہ کرتے ہیں تو بیشمار اسم الہیہ ہمیں نظر آتے ہیں جو صحیح اسناد کیساتھ اور احادیث کا حوالہ لئے ہوتی ہیں لیکن کسی ایک اسمِ الٰہی پر علما کرام کا اجماع نظر نہیں آتا۔

اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں وہ جلد اپنا کیا پائیں گے۔ (سورت الاعراف آیت ۱۸۰)

حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام جس کسی نے یاد کر لئے جنّتی ہوا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اسمائے الٰہیہ ننانوے میں منحصر نہیں ہیں۔ حدیث کا مقصود صرف یہ ہے کہ اتنے ناموں کے یاد کرنے سے انسان جنّتی ہو جاتا ہے۔
شانِ نزول: ابو جہل نے کہا تھا کہ محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ ایک پروردگار کی عبادت کرتے ہیں پھر وہ اللہ اور رحمن دو کو کیوں پکارتے ہیں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس جاہل بے خرد کو بتایا گیا کہ معبود تو ایک ہی ہے نام اس کے بہت ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے یوں دُعا مانگی: اللھم انی ادعوکَ اللہُ و ادعوکَ الرحمٰنُ وادعوکَ البرَّ الرحیمَ و ادعوکَ باسمائکَ الحسنیٰ کلھا ما علمتُ منھا و مالم اعلمْ ان تغفر لی و ترحمنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کرار شاد فرمایا کہ اس میں (اسمِ اعظم) ہے۔۔۔ابن ماجہ۔۔۔
ایک مرتبہ پیارے آقا علیہ السلام نے ایک شخص کو یوں کہتے سنا۔ اللھمَ اِنِی اسئلُكَ بِأَنِی اشھَدُ انك انت اللہُ لا الٰہ الا انتَ الاحدُ الصمَدُ الذی لم یلد ولم یُولَد ولَم یَکُن لهٗ کُفوا احد
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا خدا کی قسم تو نے اللہ تعالیٰ سے وہ اسمِ اعظم لے کر سوال کیا ہے کہ جب اُس سے سوال کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب اُس سے دُعا کی جاتی ہے قبول فرماتا ہے۔ (حوالہ احمد۔ ابن ابی شیبہ۔ ابوداود۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)
بشر حافی بغداد میں شراب کی بھٹی چلایا کرتے تھے ایک مرتبہ حالت نشہ میں چلے جا رہے تھے کہ راستہ پر کاغذ کا ایک ٹکڑا پڑا دیکھا جس پر اللہ کے تین مبارک اسماءُ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کی صورت میں لکھے تھے سوچا اتنے مبارک نام اور زمین پر پڑے ہیں اُٹھایا اور اپنی پگڑی میں سنبھال کر رکھ لیا گھر آنے کے بعد اُس کاغذ کو معطر کیا اور بُلند جگہ پر رکھا اور اُسی بے خودی کے حالت میں سو گئے اُس وقت کے ایک کامل ولی کو اللہ عزوجل نے خواب میں حکم فرمایا کہ بشر، کے پاس میرا یہ پیغام لیکر جاؤ کہ تُم نے ہمارے نام کو بُلند کیا ہم تیرے نام کو بُلند کر دیں گے وہ بزرگ جاگ کر حیرت زدہ تھے کہاں بشر شرابی اور کہاں پیغامِ ربّ لہٰذا وضو کر کے دوبارہ سو رہے اسطرح چار مرتبہ خواب آیا اور وہ بزرگ بشر حافی کے گھر پہنچے بشر حافی نے خواب سُنا اور بہت روئے اور توبہ کی، اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مُطابق بشر حافی کو وہ عزت بخشی کہ وقت کے امام حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے اور جب لوگ آپ جیسے عظیم مُحدث اور فقیہہ کو ایک درویش کی خدمت میں حاضر ہوتا دیکھتے تو آپ سے استفسار کرتے، تب آپ فرماتے کہ بشر حافی مجھ سے زیادہ خُدا کو جاننے والے ہیں۔

1495 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْحَلَبِيُّ، حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ حَفْصٍ يَعْنِي ابْنَ أَخِي أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَالِسًا وَرَجُلٌ يُصَلِّي، ثُمَّ دَعَا: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ، بَدِيعُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ دَعَا اللّٰهَ بِاسْمِهِ الْعَظِيمِ، الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ، وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نماز ادا کر رہا تھا پھر اس نے دعا مانگی۔

''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں (یعنی دعا کرتا ہوں) اور حمد تیرے لیے ہی مخصوص ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے' تو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اے جلال اور اکرام والے اے زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے''۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اس عظیم اسم کے وسیلے سے دعا مانگی ہے کہ جب اس کے وسیلے سے دعا کی جائے' تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے اور جب اس کے وسیلے سے مانگا جائے' تو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔

1496 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي زِيَادٍ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ فِيْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ (وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) (البقرة: 163)، وَفَاتِحَةِ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ: (الٓمّٓ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ) (آل عمران: 2)

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیات میں ہے۔

''اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہ رحمن اور رحیم ہے''۔

اور سورہ آل عمران کی ابتدائی آیات

''الم اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں وہ حی اور قیوم ہے''۔

1497 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سُرِقَتْ مِلْحَفَةٌ لَهَا، فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلٰى مَنْ سَرَقَهَا، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا تُسَبِّخِي عَنْهُ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: لَا تُسَبِّخِي: اَيْ لَا تُخَفِّفِي

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ان کا ایک لحاف چوری ہو گیا انہوں نے چوری کرنے والے کے لیے دعائے ضرر کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہنا شروع کیا ''تم اس کا وزن ہلکا نہ کرو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) لَا تُسَبِّخِي کا مطلب یہ ہے کہ تم اسے ہلکا نہ کرو۔

1498 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اسْتَاْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ، فَاَذِنَ لِي، وَقَالَ: لَا تَنْسَنَا يَا اُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ، فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي اَنَّ لِي بِهَا الدُّنْيَا، قَالَ شُعْبَةُ، ثُمَّ لَقِيتُ

عَاصِمًا بَعْدُ بِالْمَدِينَةِ، فَحَدَّثَنِيهِ، وَقَالَ: أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِي دُعَائِكَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت عطا کردی اور ارشاد فرمایا: اے میرے بھائی! تم ہمیں اپنی دعاؤں میں بھولنا نہیں۔

راوی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں: یہ ایک ایسا جملہ ہے کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ اس کے عوض میں مجھے پوری دنیا مل جائے۔

شعبہ کہتے ہیں: پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں میری ملاقات عاصم سے ہوئی تو انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے میرے بھائی! تم اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شریک رکھنا''۔

1499 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: مَرَّ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَدْعُو بِأُصْبُعَيَّ، فَقَالَ: أَحِّدْ أَحِّدْ، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے میں اس وقت انگلی کے اشارے کے ذریعے دعا مانگ رہا تھا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک انگلی کے ذریعے ایک انگلی کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی کے ذریعے اشارہ کر کے (یہ فرمایا:)

بَابُ التَّسْبِيحِ بِالْحَصَى

باب: کنکریوں پر تسبیح (شمار کرنا)

1500 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي هِلَالٍ، حَدَّثَهُ، عَنْ خُزَيْمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهَا، أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى - أَوْ حَصًى - تُسَبِّحُ بِهِ، فَقَالَ: أُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هَذَا - أَوْ أَفْضَلُ -، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ بَيْنَ ذَلِكَ، وَسُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَاللهُ أَكْبَرُ مِثْلُ ذَلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلُ ذَلِكَ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مِثْلُ ذَلِكَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ مِثْلُ ذَلِكَ

عائشہ بنت سعد اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ نبی

1499- اسناده صحيح, وقد اختلف على الاعمش في تسمية صحابيه, ومثل هذا الاختلاف لا يضر, لانه حيثما دار كان عن صحابي، والصحابة كلهم عدول. ابو معاوية: محمد بن خازم, والاعمش: هو سليمان بن مهران, وابو صالح: هو ذكوان الزيات. واخرجه النسائي في "الكبرى" (1197) عن محمد بن عبد الله بن المبارك، عن ابي معاوية, بهذا الاسناد.

اکرم ﷺ کے ساتھ ایک خاتون کے پاس آئے اس خاتون کے سامنے بہت سی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن کے ذریعے وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اس چیز کے بارے میں بتاتا ہوں جو تمہارے لیے اس سے زیادہ آسان ہوگی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اس سے زیادہ افضل ہوگی پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ کلمات پڑھے:

''میں اللہ تعالیٰ کی ایسی پاکی بیان کرتا ہوں جو اس چیز کی تعداد کے مطابق ہو جسے اس نے آسمان میں پیدا کیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی ایسی پاکی بیان کرتا ہوں جو اس تعداد کے مطابق ہو جسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں پیدا کیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو اس تعداد کے مطابق ہو جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان میں پیدا کیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو اس تعداد کے مطابق ہو جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے''۔

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) اللہ اکبر بھی اسی طرح پڑھو الحمد للہ بھی اسی طرح پڑھو اور لا الٰہ الا اللہ بھی اسی طرح پڑھو اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ بھی اسی طرح پڑھو''۔

1501 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ هَانِئِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ حُمَيْضَةَ بِنْتِ يَاسِرٍ، عَنْ يُسَيْرَةَ، اَخْبَرَتْهَا، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُنَّ اَنْ يُرَاعِينَ بِالتَّكْبِيرِ، وَالتَّقْدِيسِ، وَالتَّهْلِيلِ، وَاَنْ يَعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ، فَاِنَّهُنَّ مَسْئُولَاتٌ، مُسْتَنْطَقَاتٌ

سیدہ یسیرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خواتین کو یہ حکم دیا کہ وہ اللہ اکبر، سبحان الملک القدوس اور لا الٰہ الا اللہ اہتمام کے ساتھ پڑھا کریں اور اپنی انگلیوں پر انہیں شمار کیا کریں کیونکہ ان کو گویائی عطا کی جائے گی اور ان سے بھی حساب لیا جائے گا۔

1502 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ، فِي آخَرِينَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَثَّامٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ، قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ: بِيَمِينِهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو تسبیح (انگلیوں پر) شمار کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

ابن قدامہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: دائیں ہاتھ پر (شمار کرتے ہوئے دیکھا ہے)

1503 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ اُمَيَّةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِ جُوَيْرِيَةَ، وَكَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ، فَحَوَّلَ اسْمَهَا، فَخَرَجَ وَهِيَ فِي مُصَلَّاهَا وَرَجَعَ وَهِيَ فِي مُصَلَّاهَا، فَقَالَ: لَمْ تَزَالِي فِي مُصَلَّاكِ هٰذَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: قَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ لَوَزَنَتْهُنَّ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اس خاتون کا نام پہلے "برہ" تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے تشریف لے گئے تو وہ خاتون اس وقت اپنی جائے نماز پر موجود تھیں پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں واپس تشریف لائے تو وہ خاتون اس وقت بھی جائے نماز پر موجود تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم اس وقت سے لے کر اب تک اس جائے نماز پر موجود ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے بعد (یعنی تمہارے پاس سے رخصت ہونے کے بعد) چار کلمات تین مرتبہ پڑھے اگر ان کا وزن ان کلمات کے ذریعے کیا جائے جو تم نے پڑھے ہیں تو یہ کلمات زیادہ وزنی ہوں گے۔

"میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی حمد بیان کرتا ہوں جو اس کی مخلوق کی تعداد جتنی ہو اس ذات کی رضا مندی جتنی ہو اس کے عرش کے وزن جتنی ہو اور اس کے کلمات کی سیاہی جتنی ہو"۔

1504 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ. حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ. حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ. قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عَائِشَةَ. قَالَ: حَدَّثَنِي اَبُو هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ اَبُو ذَرٍّ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ذَهَبَ اَصْحَابُ الدُّثُورِ بِالْاُجُورِ. يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَلَهُمْ فُضُولُ اَمْوَالٍ يَتَصَدَّقُونَ بِهَا، وَلَيْسَ لَنَا مَالٌ نَتَصَدَّقُ بِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا ذَرٍّ، اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ تُدْرِكُ بِهِنَّ مَنْ سَبَقَكَ، وَلَا يَلْحَقُكَ مَنْ خَلْفَكَ اِلَّا مَنْ اَخَذَ بِمِثْلِ عَمَلِكَ؟ قَالَ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ: تُكَبِّرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ، ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَتَحْمَدُهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَتُسَبِّحُهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَتَخْتِمُهَا بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ، وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! مال و دولت والے لوگ تو اجر و ثواب لے جائیں گے وہ اسی طرح نماز ادا کرتے ہیں جس طرح ہم نماز ادا کرتے ہیں اور وہ اسی طرح روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں لیکن ان کے پاس اضافی مال موجود ہے جنہیں وہ صدقہ کر دیتے ہیں اور ہمارے پاس مال نہیں ہے جنہیں ہم صدقہ کریں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! کیا میں تمہیں کچھ کلمات کی تعلیم دوں تم ان کلمات کے ذریعے اس شخص تک پہنچ جاؤ گے جو تم سے آگے جا چکا ہو اور تمہارے پیچھے والا شخص تم تک نہیں پہنچ پائے گا ماسوائے اس شخص کے جو تمہارے اس عمل کی مانند عمل کو اختیار کرے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو، تینتیس مرتبہ الحمدللہ پڑھو، تینتیس مرتبہ سبحان اللہ پڑھو اور اسے یہ کلمہ پڑھ کر ختم کرو۔

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے حمد اسی کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے"۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) تو اس شخص کے تمام گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی خواہ وہ سمندر کے جھاگ جتنے ہوں۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا سَلَّمَ

باب: جب آدمی سلام پھیرے تو کیا پڑھنا چاہیے؟

1505 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ وَرَّادٍ، مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَيُّ شَيْءٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ؟ فَأَمْلَاهَا الْمُغِيرَةُ عَلَيْهِ، وَكَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیر دیتے تھے تو کیا پڑھتے تھے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے (راوی کو) یہ املاء کروایا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھا کرتے تھے۔

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے حمد اسی کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اے اللہ! جسے تو عطا کردے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جسے تو نہ دے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے اور تیرے مقابلے میں کسی صاحب حیثیت کی حیثیت فائدہ نہیں دیتی''۔

1506 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنَ الصَّلَاةِ، يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ، وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ، أَهْلُ النِّعْمَةِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَاءِ الْحَسَنِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ، وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ،

ابوزبیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو منبر پر یہ بیان کرتے ہوئے سنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ختم کرتے تھے تو یہ پڑھتے تھے۔

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص

1505- اسناده صحيح. مسدّد: هو ابن مسرهد الاسدي، وابو معاوية: هو محمد ابن خازم، والاعمش: هو سليمان بن مهران، ورّاد: هو الثقفي. واخرجه مسلم (593) من طريق احمد بن سنان عن ابي معاوية، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (6330)، ومسلم (593)، والنسائي في "الكبرى" (1266) من طريق منصور بن المعتمر عن المسيب بن رافع، به. واخرجه البخاري (844) و (7292) و (6473) و (6615)، ومسلم (593)، والنسائي (1265) و (1267) و (9880) من طرق عن وراد، به. وهو في "مسند احمد" (18183)، و "صحيح ابن حبان" (2005).

ہے حمد اسی کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے (ہم) دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے (یہ اعتراف کرتے ہیں) خواہ یہ بات کافروں کو ناگوار گزرے اللہ تعالیٰ نعمت' فضل اور اچھی تعریف کا اہل ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم دین کو اس کے لیے مخصوص کرتے ہوئے (یہ اعتراف کرتے ہیں) خواہ یہ کافروں کو ناپسند ہو''۔

1507 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يُهَلِّلُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ فَذَكَرَ نَحْوَ هَذَا الدُّعَاءِ، زَادَ فِيهِ: وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَسَاقَ بِقِيَّةَ الْحَدِيثِ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور اس کی مانند دعا کا راوی نے ذکر کیا ہے' جس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں نعمت اسی کے لیے مخصوص ہے''۔

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔

1508 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، وَهَذَا حَدِيثُ مُسَدَّدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ دَاوُدَ الطُّفَاوِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مُسْلِمٍ الْبَجَلِيُّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: سَمِعْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: - وَقَالَ سُلَيْمَانُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي دُبُرِ صَلَاتِهِ: - اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، أَنَا شَهِيدٌ أَنَّكَ أَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ إِخْوَةٌ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، اجْعَلْنِي مُخْلِصًا لَكَ وَأَهْلِي فِي كُلِّ سَاعَةٍ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اسْمَعْ وَاسْتَجِبْ، اللَّهُ أَكْبَرُ الْأَكْبَرُ، اللَّهُمَّ نُورَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: رَبَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، اللَّهُ أَكْبَرُ الْأَكْبَرُ، حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، اللَّهُ أَكْبَرُ الْأَكْبَرُ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے۔

''اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! اور ہر چیز کے پروردگار! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں بے شک صرف ایک تو ہی پروردگار ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! اے ہر چیز کے پروردگار میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! اور ہر چیز کے پروردگار میں اس بات کا گواہ ہوں کہ تمام بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! اور اے ہر چیز کے پروردگار تو مجھے اور میرے اہل خانہ کو دنیا اور آخرت کی ہر گھڑی میں اپنے لیے مخلص رکھنا اے جلال اور

اکرام والے (اس دعا کو) سن لے اور قبول کر لے اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے سب سے بڑا ہے اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے نور''۔

یہاں سلیمان بن داؤد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''آسمانوں اور زمین کا پروردگار اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے جو سب سے بڑا ہے میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور بہترین کارساز ہے اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور وہ سب سے بڑا ہے''۔

1509 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمِّهِ الْمَاجِشُونِ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیر دیتے تھے تو یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! جو میں نے پہلے کیا جو بعد میں کیا جو پوشیدہ طور پر کیا جو اعلانیہ طور پر کیا جو اسراف کیا (اور ہر وہ چیز) جس کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے (ان سب چیزوں کی) مغفرت کر دے تو آگے کرنے والا ہے تو پیچھے کرنے والا ہے تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''۔

1510 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ طُلَيْقِ بْنِ قَيْسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو: رَبِّ اَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرْ هُدَايَ اِلَيَّ، وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي لَكَ شَاكِرًا، لَكَ ذَاكِرًا، لَكَ رَاهِبًا، لَكَ مِطْوَاعًا اِلَيْكَ، مُخْبِتًا، اَوْ مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَاَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ قَلْبِي،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے۔

''اے اللہ! میری مدد کر میرے خلاف مدد نہ کرنا میری نصرت کر میرے خلاف نصرت نہ کرنا میرے حق میں تدبیر کر میرے خلاف تدبیر نہ کرنا۔ مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور ہدایت کو میری طرف رہنے کے لیے آسان کر دے جو شخص میرے خلاف بغاوت کرے اس کے خلاف میری مدد کر۔ اے اللہ! مجھے اپنا شکر کرنے والا اپنا ذکر کرنے والا اپنے سے ڈرنے والا اپنا فرمانبردار اپنی طرف رجوع کرنے والا (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) بنا دے اے میرے پروردگار تو میری توبہ کو قبول کر لے میرے گناہوں کو دھو دے میری دعا کو قبول کر لے میری حجت

کو ثابت کردے میرے دل کو ہدایت پر ثابت قدم رکھ۔ میری زبان کو سیدھا رکھ اور میرے دل کے میل کو صاف کر دے''۔

1511 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مُرَّةَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: وَيَسِّرِ الْهُدَى إِلَيَّ، وَلَمْ يَقُلْ: هُدَايَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ انہی الفاظ میں منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''ہدایت کو میری طرف آنے کے لیے آسان کردے'' یہاں پر راوی نے ''میری ہدایت'' کے الفاظ استعمال نہیں کیے۔

1512 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، وَخَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَلَّمَ، قَالَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعَ سُفْيَانُ مِنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالُوا: ثَمَانِيَةَ عَشَرَ حَدِيثًا.

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تھے' تو یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! تو سلامتی عطا کرنے والا ہے سلامتی تجھ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے' تو برکت والا ہے اے جلال اور اکرام والے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان نے عمرو بن مرہ سے سماع کیا ہے۔ محدثین یہ کہتے ہیں: اس نے اٹھارہ حدیث کا سماع کیا ہے۔

1513 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ أَبِي عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنْصَرِفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

❁❁ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ختم کرتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ استغفار پڑھتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ!''

اس کے بعد راوی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول روایت کی مانند الفاظ نقل کیے ہیں:

1512- اسناده صحيح. عاصم الاحول: هو عاصم بن سليمان البصري، وخالد الحذاء: هو خالد بن مهران. واخرجه مسلم (592)، وابن ماجه (924)، والترمذي (298) و (299)، والنسائي في "الكبرى" (1262) و (7670) و (9843-9845) من طرق عن عاصم، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (24338)، و "صحيح ابن حبان" (2000).

بَابٌ فِي الِاسْتِغْفَارِ

باب: استغفار کا بیان

1514 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ وَاقِدٍ الْعُمَرِيُّ، عَنْ أَبِي نُصَيْرَةَ، عَنْ مَوْلًى لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ، وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''استغفار کو اختیار کرنے والا شخص (گناہوں پر) اصرار کرنے والا شمار نہیں ہوتا خواہ وہ ایک ہی دن میں ستر مرتبہ اس کا اعادہ کرے''۔

1515 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنِ الْأَغَرِّ الْمُزَنِيِّ - قَالَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ: وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي، وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بعض اوقات میرے دل پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے اور میں روزانہ اللہ تعالیٰ سے ایک سو مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں''۔

استغفار کے بیس فوائد کا بیان

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ''شیطان کہتا ہے میں نے اولاد آدم کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے ''استغفار'' اور ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' سے ہلاک کیا۔

میرے عزیز بھائیو! کثرت استغفار میں شیطان ملعون کی ہلاکت ہے حسن بصری فرماتے ہیں استغفار کی کثرت کرو اپنے گھروں میں، اپنے دسترخوانوں پر اور اپنے راستوں میں اور اپنی مجلسوں میں کیا معلوم کہ کس وقت مغفرت نازل ہو جائے؟ استغفار کے بے شمار فوائد ہیں مثلاً

١ یہ اللہ تعالیٰ کا تاکیدی حکم ہے

٢ یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا عمل ہے

٣ یہ گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے

٤ اس سے جنت ملتی ہے

٥ یہ دل کی سیاہی کو دور کرتا ہے

٦ اس سے قلبی سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے

٧ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے

٨ یہ قبر کا بہترین پڑوسی ہے

٩ اس سے ہر طرح کی روحانی اور جسمانی قوت ملتی ہے

١٠ یہ رزق حلال میں بے پناہ وسعت کا ذریعہ ہے

١١ یہ نفس کو غم، پریشانی، مایوسی، شہوت، وساوس اور میل کچیل سے پاک کرتا ہے

١٢ یہ صالح اولاد کا ذریعہ ہے

١٣ یہ ہر بیماری کا علاج ہے

١٤ اس سے انسان کو دنیا کی بہترین زندگی نصیب ہوتی ہے

١٥ یہ مقبول اعمال کی حفاظت ہے

١٦ اس سے بلائیں، مصیبتیں دور ہوتی ہیں

١٧ اس کی برکت سے انسان کو اپنا اصل مقام اور فضیلت نصیب ہوتی ہے

١٨ اس سے مفید بارشیں برستی ہیں

١٩ اس سے شرح صدر ہوتا ہے

٢٠ سب سے اہم فضیلت کہ یہ بندے کا تعلق اللہ پاک کیساتھ ٹھیک کرتا ہے

أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ

میرے بھائیو! آج کسی وقت کسی مسجد یا خالی جگہ کی طرف نکل جاؤ راستے میں روتے جاؤ اور کہتے جاؤ اے میرے محبوب رب میں معافی مانگنے آرہا ہوں توبہ کرنے آرہا ہوں پھر وہاں پہنچ کر اپنے ہر گناہ کی معافی مانگو ایمان کی کمزوری، فرائض کی سستی، نفاق، غیبت، حسد، بغض، بے حیائی، سستی، غفلت، حب دنیا، ذلت، رسوائی، بے شمار گناہ روتے جاؤ معافی مانگتے جاؤ یہاں تک کہ رحمت کا نزول محسوس ہو پھر دل پر جو بیتے کسی کو نہ بتاؤ کبھی نہ بتاؤ ارے مالک کے سامنے حاضر ہونا ہے پوری دنیا میں اسلام کے غلبے کی محنت کرنی ہے گناہوں سے ہلکے ہوں گے تو کچھ کام بنے گا۔

1516 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ. عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ. عَنْ نَافِعٍ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: إِنْ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ

1516- اسناده صحيح. ابو اسامة: هو حماد بن اسامة. واخرجه ابن ماجه (3814)، والترمذي (3733)، والنسائي في "الكبرى" (10219) من طرق عن مالک بن مغول، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح غريب. واخرجه بنحوه النسائي في "الكبرى" (10220) من طريق مجاهد، و (10221) من طريق ابي الفضل، كلاهما عن ابن عمر، به. وهو في "مسند احمد" (4726)، و"صحيح ابن حبان" (927)

مِائَةَ مَرَّةٍ: رَبِّ اغْفِرْ لِي، وَتُبْ عَلَيَّ، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بعض اوقات ہم یہ شمار کرتے تھے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی محفل میں ایک سومرتبہ یہ پڑھتے تھے۔

''اے میرے پروردگار! تو میری مغفرت کردے میری توبہ کو قبول کر بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

توبہ و اِستغفار

معروف معانی میں توبہ گناہوں کی آلودگی سے احکامِ الٰہیہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف ظاہری اور باطنی طور پر رجوع کرنے کو کہتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا O (الفرقان،71:25)

''اور جس نے توبہ کرلی اور نیک عمل کیا تو اس نے اللہ کی طرف (وہ) رجوع کیا جو رجوع کا حق تھا O''

توبہ کا ایک معنی نادم وپشیمان ہونا بھی ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مبارکہ میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ (ابن ماجۃ، السنن، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ)

''(گناہ پر) پشیمان ہونا توبہ ہے۔''

توبہ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اتباعِ نفس سے اجتناب کرتے ہوئے اس میں یکسوئی اختیار کرلو پھر اپنا آپ، حتیٰ کہ سب کچھ اللہ کے سپرد کردو اور اپنے قلب کے دروازے پر اس طرح پہرہ دو کہ اس میں احکاماتِ الٰہیہ کے علاوہ اور کوئی چیز داخل ہی نہ ہوسکے اور ہر اس چیز کو اپنے قلب میں جاگزیں کرلو جس کا تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے اور ہر اس شے کا داخلہ بند کردو جس سے تمہیں روکا گیا ہے اور جن خواہشات کو تم نے اپنے قلب سے نکال پھینکا ہے ان کو دوبارہ کبھی داخل نہ ہونے دو۔''

(عبدالقادر جیلانی، فتوح الغیب:15)

حضرت سہل بن عبداللہ تستری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''توبہ کا مطلب ہے قابلِ مذمت افعال کو قابلِ ستائش افعال سے تبدیل کرنا اور یہ مقصد خلوت اور خاموشی اختیار کیے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔'' (غزالی، احیاء العلوم الدین، 4:4)

مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت میں جو کچھ مذموم ہے اسے چھوڑ کر ہدایت کے راستے پر گامزن ہوتے ہوئے، پچھلے تمام گناہوں پر نادم ہوکر اللہ سے معافی مانگ لے کہ وہ بقیہ زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق بسر کرے گا اور گناہوں کی زندگی سے کنارہ کش ہوکر اللہ کی رحمت ومغفرت کی طرف متوجہ ہوجائے گا اس عہد کرنے کا نام توبہ ہے۔

توبہ اور اِسْتِغْفار میں فرق

ندامتِ قلب کے ساتھ ہمیشہ کے لئے گناہ سے رک جانا توبہ ہے جبکہ ماضی کے گناہوں سے معافی مانگنا ''استغفار'' ہے۔ ''توبہ'' اصل ہے جبکہ توبہ کی طرف جانے والا راستہ ''استغفار'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ ھود میں توبہ سے قبل استغفار کا حکم فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝ (ہود، 61:11)

''سو تم اس سے معافی مانگو پھر اس کے حضور توبہ کرو۔ بیشک میرا رب قریب ہے دعائیں قبول فرمانے والا ہے ۝''

گویا گناہوں سے باز آنا، آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرنا اور صرف اللہ کی طرف متوجہ ہونا ''توبہ'' ہے جبکہ اللہ سے معافی طلب کرنا، گناہوں کی بخشش مانگنا اور بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کر کے اپنے مولا کو منانا استغفار ہے۔

توبہ واستغفار کی اہمیت وفضیلت

ہمہ وقت گناہوں سے پاک رہنا فرشتوں کی صفت ہے۔ ہمیشہ گناہوں میں غرق رہنا شیطان کی خصلت ہے۔ جبکہ گناہوں پر نادم ہو کر توبہ کرنا اور معصیت کی راہ چھوڑ کر شاہراہِ ہدایت میں قدم رکھنا اولادِ آدم علیہ السلام کا خاصہ ہے۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے وہ اس کی فطرت میں موجود اعلیٰ تر بلند مقامات اور جاہ ومنصب تک جانے کی خواہش کی آڑ میں اسے مرتبہ انسانیت سے گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لئے اس نے مومن بندوں کو قیامت تک گمراہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (الحجر، 39:15)

''ابلیس نے کہا: اے پروردگار! اس سبب سے جو تو نے مجھے گمراہ کیا میں (بھی) یقیناً ان کے لئے زمین میں (گناہوں اور نافرمانیوں کو) خوب آراستہ وخوشنما بنا دوں گا اور ان سب کو ضرور گمراہ کر کے رہوں گا ۝''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی میں شیطان مردود کی اس قسم کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ، لَا أَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ. قَالَ الرَّبُّ: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِي (أحمد بن حنبل، المسند، 29:3، رقم: 11257)

''شیطان نے (بارگاہِ الٰہی میں) کہا: (اے اللہ!) مجھے تیری عزت کی قسم! میں تیرے بندوں کو جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں باقی رہیں گی گمراہ کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں انہیں بخشتا رہوں گا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مجلس میں بیٹھا اور اس

میں اس نے بہت سی لغو باتیں کیں تو وہ اٹھنے سے پہلے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ (اے اللہ میں تعریف کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں) کہے تو ان لغو باتوں سے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔" (ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الدعوات، باب مایقول إذا قام من مجلسه، 5:431،432، رقم:3433)

قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت کی قبولیتِ توبہ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان اور رحم فرمانے والا ہے اس کا اندازہ حدیثِ مبارکہ میں مذکور درج ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

"جہینہ قبیلہ کی ایک عورت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس حال میں کہ وہ زنا سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں حد کے جرم کی مرتکب ہو چکی ہوں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر (حد) قائم کریں تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ اسے اچھی طرح رکھنا۔ جب بچہ پیدا ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آنا۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا کہ اسے سنگسار کر دیا جائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اس نے زنا کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک! اس نے ایسی توبہ کی ہے، اگر مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کی جائے تو انہیں کافی ہو جائے اور کیا تم نے اس سے افضل توبہ پائی ہے؟ کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے پیش کر دیا۔"

(مسلم، الصحیح، کتاب الحدود، باب: من اعترف علی نفسہ بالزنا، 3:1324، رقم:1696)

توابین کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھولنے کا حکم

توبہ واستغفار کی فضیلت اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تائب کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھولنے کا حکم فرماتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کلمہ شہادت پڑھا اور یہ دعا مانگی

اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ.

(ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الطہارۃ، باب مایقال قیال بعد الوضوء، 1:99، رقم:55)

"اے اللہ! مجھے خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاک ہونے والوں میں سے بنا دے۔ تو اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ وہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔"

تائبین کے مال اور اولاد میں برکت

توبہ و استغفار کرنے والوں پر اللہ رب العزت کی رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس بات کا اظہار کرتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ۝ (نوح، 71:10-12)

''پھر میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے ۝ وہ تم پر بڑی زوردار بارش بھیجے گا ۝ اور تمہاری مدد اَموال اور اولاد کے ذریعے فرمائے گا اور تمہارے لئے باغات اُگائے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے گا۔''

توبہ کرنے والوں کی نیکیوں میں اضافہ

توبہ کرنے سے نہ صرف انسان کی برائیاں مٹ جاتی ہیں بلکہ تائب کے نامہ اعمال میں اللہ رب العزت اتنی ہی نیکیوں کا اضافہ فرمادیتا ہے۔

سورۃ الفرقان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ (الفرقان، 25:70)

''مگر جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۝''

توبہ سے غافل رہنے والوں کے لئے وعید

جو لوگ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت کا سوال نہیں کرتے اور غفلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے توبہ نہیں کرتے ان کے لئے قرآن و سنت میں سخت وعید آئی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ (الحجرات، 49:11) ''اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں ۝''

توبہ کی اقسام

توبہ کی دو اقسام ہیں: ظاہری توبہ باطنی توبہ

ظاہری توبہ

ظاہری توبہ یہ ہے کہ انسان قولاً و فعلاً اپنے تمام اعضائے ظاہری (آنکھ، ناک، کان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ) کو گناہوں اور برائیوں سے ہٹا کر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگا دے اور خود کو نیکیوں کی طرف راغب کرتا رہے۔ نیز شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف افعال سے تائب ہو کر شرعی احکامات کے مطابق عمل پیرا ہو۔

باطنی توبہ

باطنی توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دل کو گناہوں کی غلاظتوں اور آلائشوں سے پاک کرکے شریعت کے موافق اعمالِ صالحہ کی پابندی کرے۔ جب انسان کا ظاہر حکمِ الٰہی کے موافق ہوجائے اور قلب و باطن بھی اللہ رب العزت کی اطاعت میں ڈھل جائے اور برائی نیکی سے بدل جائے تب تصوف کی ''ت'' مکمل ہوگی اور اس کو کامل توبہ نصیب ہوگی۔

توبہ و اِستغفار اور انبیاء کرام وصلحاء عظام کے معمولات

علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے بڑے اولیاء اللہ اور اکابرین علیہ الرحمۃ کے بھی یہ معمولات تھے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہتے تھے۔ ان میں سے چند جلیل القدر ہستیوں کے معمولات درج ذیل ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی گریہ وزاری

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی گریہ وزاری اور معافی مانگنے کا بھی عجب معمول تھا۔ تبع تابعین کے دور کے ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں اس ارادے سے رات بسر کرنے آیا کہ دیکھوں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی شب بیداری کیسی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نماز عشاء پڑھنے کے بعد امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ گھر گئے۔ دن کو جو عالمانہ لباس پہنا ہوا تھا تبدیل کرکے اللہ کے حضور پیش ہونے کے لئے غلامانہ لباس پہن آئے اور مسجد کے کونے میں کھڑے ہوگئے، ساری رات اپنی داڑھی کھینچتے رہے اور عرض کرتے رہے مولا! ابوحنیفہ تیرا مجرم ہے۔ اسے معاف کردے، حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ وہ رورو کر بے ہوش ہوجاتے جب ہوش آتا تو عرض کرتے مولا! اگر قیامت کے دن ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ بخشا گیا تو بڑے تعجب کی بات ہوگی۔

حضرت امام عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کی گریہ وزاری

حضرت امام عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کی سفید داڑھی تھی وہ اس کو پکڑ کر اللہ کے حضور روتے تھے اور عرض کرتے تھے ''اے مولا! عبداللہ بن مبارک کے بڑھاپے پر رحم فرما'' وہ ہر وقت معافی مانگتے رہتے تھے۔ ایک روایت منقول ہے کہ حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ اور بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ جب درج ذیل آیت کریمہ پڑھتے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍO وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍO (الانفطار، 82:13، 14)

''بیشک نیکوکار جنتِ نعمت میں ہوں گے اور بیشک بدکار دوزخِ (سوزاں) میں ہوں گے۔''

تو حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ رورو کر بے ہوش ہوگئے اور جب ہوش میں آئے تو کہا معلوم نہیں کہ ہمارا شمار

کن لوگوں میں ہوگا؟

یہ اللہ کے ان مقبول بندوں کی حالت ہے جن کی ساری زندگیاں بندگی اور اطاعت میں گزریں لیکن ادھر ہماری حالت یہ ہے کہ نہ بندگی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ خوف کا احساس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم بہت ظالم، غافل اور گنہگار ہیں، ہماری زندگیوں کے شب وروز بغاوت، سرکشی، لالچ اور طلب دنیا جیسے شیطانی پھندوں میں الجھے ہوئے ہیں، ہم اپنے نفس کے اسیر ہیں، ان لوگوں کی بندگی اور خوف الٰہی کی یہی کیفیت انہیں حیات جاوداں عطا کرگئی۔

اہل اللہ کے ان واقعات سے سبق سیکھ کر ہمیں بھی ہر وقت اللہ سے معافی مانگتے رہنا چاہئے کیونکہ اسی سے نفس اور قلب کی اصلاح ہوتی ہے، اسی سے ظاہر اور باطن کے احوال درست ہوتے ہیں اور توبہ میں استقامت نصیب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر لطف وکرم فرمائے اور ہمیں ہر لحظہ اپنے حضور معافی مانگتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے!

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:" ایک بندہ گناہ کر بیٹھا یا کہا کہ ایک بندے نے گناہ کرلیا تو کہنے لگا: اے میرے رب میں نے گناہ کرلیا ہے یا فرمایا مجھ سے گناہ ہو گیا ہے تو مجھے بخش دے، تو اس کا رب کہتا ہے: کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے، اور اس پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، پھر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ بندہ رکا رہا پھر گناہ کر بیٹھا یا فرمایا: اس سے گناہ ہوگیا تو کہنے لگا: میرے رب میں نے گناہ کرلیا ہے مجھے معاف کردے، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے: کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے اور ان کی سزا بھی دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، پھر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ گناہ سے رکا رہا اور پھر گناہ کر بیٹھا یا فرمایا اس سے گناہ ہوگیا، راوی کہتے ہیں بندہ کہتا ہے اے میرے رب میں گناہ کر بیٹھا ہوں، یا فرمایا: مجھ سے گناہ ہوگیا ہے لھذا مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے، کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے، اور اس کی سزا بھی دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، یہ تین بار فرمایا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (7507) صحیح مسلم حدیث نمبر (2758)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ رکھا ہے: گناہوں سے توبہ قبول ہونے کا باب چاہے گناہ اور توبہ میں تکرار ہو"

اور اس کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

یہ مسئلہ کتاب التوبہ کے شروع میں بیان ہو چکا ہے، اور یہ احادیث اس پر دلالت میں بالکل ظاہر اور واضح ہیں، اور یہ کہ اگر گناہ سو بار یا ہزار بھی یا اس سے بھی زیادہ ہوجائے، اور ہر بار توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہوگی، اور اسکے گناہ ختم ہوں جائیں گے، اور اگر وہ ان سب گناہوں کے بعد ایک توبہ ہی کرتا ہے تو اس کی توبہ صحیح ہوگی۔ (شرح مسلم (75/17)

اور ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: لوگو جو گناہ کر بیٹھا ہے اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرلے،

اوراگردوبارہ گناہ کرلےتو پھرتوبہ کرے،اوراگرپھرگناہ ہوگیاتواسےتوبہ واستغفار کرنی چاہیے،کیونکہ یہ گناہ مردوں کی گردنوں میں طوق ہیں،اوران پرمصررہناہلاکت ہے۔

اس کامعنی یہ ہے کہ:بندہ کےمقدرمیں جوگناہ ہیں وہ انہیں ضرورکرےگا،جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافرمان ہے:"ابن آدم پرزنامیں سےاس کاحصہ مقدرہے،وہ اسےلامحالہ طورپرپاکررہےگا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نےان گناہوں کےارتکاب کےنکلنےکامخرج اورحل بھی رکھاہے،اوران گناہوں کوتوبہ واستغفار کےذریعہ مٹادیاہے،لہٰذااگربندہ توبہ کرلیتاہےتووہ گناہوں کےشرسےنجات حاصل کرلیتاہے،اوراگروہ گناہوں پراصرارکرتااورتوبہ نہیں کرتاتوہلاک ہوجاتاہے۔(جامع العلوم والحکم(1/165)

اورجس طرح اللہ تعالیٰ گناہ اورمعصیت کوپسندنہیں کرتااس نےگناہوں کےارتکاب پرسزاکی وعیدبھی سنائی ہے،کیونکہ اللہ تعالیٰ کوپسندنہیں کہ اس کےبندےاس کی رحمت سےناامیدہوجائیں،بلکہ اللہ تعالیٰ پسندکرتاہےکہ گنہگاراس سےتوبہ واستغفارکرے،اورشیطان یہ چاہتااورپسندکرتاہےکہ کاش گنہگاربندہ ناامیدی میں پڑجائےتاکہ اسےتوبہ اوراللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنےسےروکاجاسکے۔

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کوکہاگیا:

کیاہم میں سےکوئی ایک شرم محسوس نہیں کرتاکہ وہ گناہ کرکےاپنےرب سےتوبہ واستغفارکرتاہےاورپھرگناہ کرناشروع کردیتاہے،پھرتوبہ کرتااورپھرگناہ کرتاہے؟توانہوں نےجواب دیا:شیطان کی خواہش یہی ہےکہ کاش وہ اس میں کامیاب ہوجائے،لہٰذاتم توبہ واستغفارسےاکتاہٹ محسوس نہ کرو۔

1517 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُرَّةَ الشَّنِّيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي عُمَرُ بْنُ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ يَسَارِ بْنِ زَيْدٍ، مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يُحَدِّثُنِيهِ عَنْ جَدِّي، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ قَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيَّ الْقَيُّومَ، وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، غُفِرَ لَهُ، وَإِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ

٭٭ ہلال بن یساربیان کرتےہیں:میں نےاپنےوالدکواپنےداداکےحوالےسےیہ بات نقل کرتےہوئےسناہےنبی اکرم ﷺ نےارشادفرمایاہے:"جوشخص یہ پڑھتاہے۔

"میں اس اللہ سےمغفرت طلب کرتاہوں جس کےعلاوہ اورکوئی معبودنہیں ہےوہ زندہ اورہمیشہ رہنےوالاہےاورمیں اس کی بارگاہ میں"توبہ کرتاہوں"۔

تواس شخص کےگناہوں کی مغفرت ہوجاتی ہے۔خواہ وہ میدان جنگ سےفرارہواہو۔

توبہ کےدومعانی کابیان

قرآن پاک میں"توبہ"کالفظ عام طورسےدومعنی پرآیاہے

۱۔کسی بندے کا گناہوں کو چھوڑ دینا

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (طٰہٰ:۸۲)

ترجمہ: بے شک میں بڑا بخشنے والا ہوں اُس کو جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے پھر ہدایت پر قائم رہے۔

۲۔اللہ تعالیٰ کا بندے کی توبہ کو قبول فرمانا

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ (البقرۃ:۱۶۰)

ترجمہ: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور (اللہ تعالیٰ کے احکامات کو) ظاہر کر دیا پس یہی لوگ ہیں کہ میں اُن کی توبہ قبول کرتا ہوں۔

جب بندہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے یعنی گناہ چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس پر توبہ فرماتا ہے یعنی اُس کی واپسی کو قبول فرمالیتا ہے۔ پھر دیر کس بات کی؟ ہم سب کو فوراً توبہ کے لئے اٹھ کھڑا ہونا چاہئے اور معافی کے پورے یقین کے ساتھ توبہ کرنی چاہئے ہم کیوں اپنے اوپر ''رحمت'' کے دروازے بند کریں اور یہ سوچیں کہ میرا معاف ہونا مشکل ہے استغفر اللہ، استغفر اللہ ایسا سوچنا بہت بری بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

توبہ قبول ہونے کی علامات

جب کوئی بندہ سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں: ''اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ'' (البقرۃ)

جس آدمی کی توبہ قبول ہوجاتی ہے اسے اللہ تعالیٰ کی محبت کی برکت سے کئی علامات نصیب ہوتی ہیں مثلاً

۱۔صالحین اور اہل ایمان کی صحبت کا شوق اور برے دوستوں اور غلط لوگوں کی صحبت سے بچنا۔

۲۔گناہوں سے دوری نیکیوں کی رغبت

۳۔دل سے دنیا کی محبت کا نکل جانا کہ دنیا اس کے ہاتھ میں رہے دل میں داخل نہ ہو اور وہ اپنی دنیا کو بھی دین کے مطابق چلائے اور خرچ کرے

۴۔اللہ تعالیٰ کے اوامر اور رسول کریم ﷺ کی سنتوں کے اتباع کا شوق۔ (ملخص مافی الحب والبغض فی القرآن)

بار بار پھسلنے اور سنبھلنے والے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو ایسا مومن بندہ پسند ہے جو بار بار گناہ میں (شیطان کی طرف سے) مبتلا کیا جاتا ہے (اور) وہ بار بار توبہ کرتا ہے''۔ (عبداللہ بن احمد زوائد احمد۔ ابو یعلیٰ)

توبہ اگر بار بار ٹوٹ جائے تو شیطان کے اس دھوکے میں نہیں آنا چاہیے کہ کب تک تو اپنے رب کے ساتھ مذاق کرتا رہے گا توبہ پر توبہ توڑتا رہے گا چھوڑ دو توبہ نہیں بلکہ بار بار توبہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

استغفار اور توبہ پوری زندگی

۱۔ اگر کوئی کافر اور مشرک ہے تو وہ کفر اور شرک سے توبہ کرلے یہ اس کے لئے لازم ہے ورنہ ہمیشہ ہمیشہ کی ناکامی میں جا پڑے گا۔

۲۔ جو شخص مسلمان ہے مگر صرف نام کا کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا، جبکہ اس کا دل غافل ہے اور وہ دین وایمان سے جاہل ہے تو اس کے لیے لازم ہے کہ اپنی اس غفلت اور جہالت سے توبہ کرے اور اس توبہ کے لیے ضروری ہے وہ ایمان کے معنیٰ اور فرائض کو سمجھے اور پھر لازم ہے کہ ایمان کا بادشاہ اس کے دل پر غالب ہوجائے اور ایمان کی یہ حکومت اس کے جسم کے ہر حصے پر نافذ ہوجائے اور شیطان کی حکمرانی اور بالا دستی کا مکمل خاتمہ ہوجائے گناہ جب صادر ہوتا ہے تو اس وقت یہ حالت ہوتی ہے کہ ایمان کامل نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص زنا کرتا ہے یا چوری کا مرتکب ہوتا ہے تو ہوتا ہی اس لئے ہے کہ ان گناہوں کا ارتکاب کرتے وقت اس کا دل مؤمن نہیں ہوتا تاہم اس سے یہ مراد بھی نہیں کہ وہ بالکل کافر ہی ہو چکا ہے۔ ایمان کی دراصل متعدد شاخیں ہیں

۳۔ کافر نے کفر سے توبہ کرلی غافل مسلمان نے غفلت اور جہالت سے توبہ کرلی تو اب اس کا مقابلہ باطنی گناہوں کی جڑوں سے ہوگا کھانے کی حرص، شہرت کی حرص، مال وجاہ کی حرص، حسد وغصہ کا جذبہ، کبر ونخوت کی طمع اور ریا کاری کی عادت وغیرہ یہی وہ جڑیں ہیں جن سے تمام گناہ پھوٹتے ہیں چنانچہ اب ان سے توبہ کرنی ہوگی

٤۔ اگر ان تمام شہوات پر قابو نصیب ہوگیا تو اب وسوسوں کا حملہ شروع ہوگا نفس کے بے جا مطالبات اور ناجائز خیالات اور تصورات اب ان سے توبہ کرنی ہوگی تا کہ وہ غلط راہ پر نہ ڈال دیں

٥۔ ان سے نجات مل گئی تو غفلت کے لمحات سے توبہ کا مرحلہ شروع ہوگا

٦۔ ان سے بھی نجات مل گئی تو قرب الٰہی کا ہر اگلا درجہ پچھلے درجے سے اونچا ہے جب اگلے درجے پر پہنچے گا تو پچھلے کے بارے میں ندامت ہوگی تو توبہ کرے گا پس ہر انسان ہمیشہ اور ہر حال میں توبہ کا محتاج ہے۔ (کیمیائے سعادت)

سچی توبہ کی شرائط

سچی توبہ کے لئے کچھ شرطیں ہیں صرف زبان سے توبہ توبہ کہنا کافی نہیں ہے ان چند چیزوں کا لحاظ رکھ کر توبہ کریں تو وہ توبہ انشاء اللہ قبول ہوتی ہے

۱۔ اخلاص یعنی توبہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کی جائے بہت سے لوگ صرف اس لئے توبہ کرتے ہیں کہ دنیا میں اُن پر کوئی مصیبت نہ آجائے

۲۔ ندامت یعنی اپنے گناہ پر نادم اور شرمندہ ہونا

۳۔ اقلاع یعنی اُس گناہ کو چھوڑ دینا

٤۔ عزم یعنی آئندہ گناہ نہ کرنے کی مضبوط نیت رکھنا

۵۔وقت یعنی موت کی سکرات شروع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کر لینا

ہم سب کو چاہئے کہ ان پانچ باتوں کا لحاظ رکھ کر اپنے تمام گناہوں سے آج ہی توبہ کر لیں اگر خدانخواستہ توبہ کی ہمت نہیں ہو رہی تو ہر نماز کے بعد یہ دعاء شروع کر دیں کہ یا اللہ مجھے سچی توبہ کی توفیق نصیب فرما جب رو رو کر عاجزی کے ساتھ توبہ کی دعاء کریں گے تو انشاء اللہ توبہ کا سکون بھرا دروازہ ہمارے لئے کھل جائے گا

واپس آجاؤ قبول کر لیں گے

حضرت ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے ساتھ ایک بیس سالہ نوجوان تھا ایک بار شیطان اُس کے پاس آیا اور کہنے لگا اے جوان آدمی تم نے توبہ میں جلدی کر لی ابھی کچھ دن اور دنیا کے مزے لوٹ لو توبہ تو تمہارے ہاتھ میں ہے کچھ جوانی ڈھلے تو توبہ کر لینا وہ شیطان کی باتوں میں آکر دوبارہ گناہوں میں ڈوب گیا مگر فطرت اور قسمت اچھی تھی چند دن کی غفلت کے بعد اُسے ہوش آگیا وہ تنہائی میں جا بیٹھا اور نیکی کے دنوں کو یاد کر کے رونے لگا کہ وہ کیسے پیارے دن تھے اور کہنے لگا اب پتہ نہیں اللہ تعالیٰ مجھے قبول فرمائیں گے یا نہیں؟ اچانک اُسے آواز آئی اے فُلان! تم نے ہماری عبادت کی تو ہم نے تمہاری قدر کی پھر تم نے ہماری نافرمانی کی تو ہم نے تمہیں مہلت دی اور اب پھر تم اگر واپس آ ؤ گے تو ہم تمہیں قبول کر لیں گے (بیہقی)

دو اعلان ہو رہے ہیں

اب دو اعلان ہو رہے ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ میرا بندہ جب بھی اور جتنی بار بھی معافی مانگے گا، نادم ہوگا اور پچھتائے گا میں اسے معاف کرتا جاؤں گا اور دوسرا اعلان شیطان کی طرف سے وہ کان میں آکر کہتا ہے تو تو منافق ہو گیا ہے دھوکے باز! بار بار جھوٹی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتا ہے چھوڑ دے ایسی توبہ تیری یہ توبہ بھی گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا گستاخ ہے اللہ تعالیٰ ہی نہیں چاہتا کہ تو گناہوں سے بچے تو پھر منافقوں کی طرح بار بار توبہ کر کے آنسو کیوں بہاتا ہے اور پھر گناہوں میں جا پڑتا ہے یہ ہے شیطان کا اعلان

اب آپ بتائیں کہ پہلے اعلان کو قبول کریں گے یا نعوذ باللہ دوسرے کو یقیناً جو ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اعلان کو قبول کریں گے اور بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑیں گے

توبہ کرو میری بہنو! توبہ کرو

توبہ کرو میری بہنو! توبہ کرو مسلمان عورت نماز میں سکون اور قرار پاتی ہے اور وہ نماز میں ہرگز سستی نہیں کر سکتی بلکہ وہ تو اپنا ہر مسئلہ نماز کے ذریعہ حل کراتی ہے یہ بازاروں میں جانے کی نحوست ہے کیا آج کل کے بازار اس قابل ہیں کہ کوئی مسلمان بہن ان میں جا سکے؟ میری بہنو! اللہ کیلئے، اللہ کے لئے بازار جانا چھوڑ دو بہت ہی سخت مجبوری میں جانا پڑے

تو صرف اور صرف خاوند کے ساتھ جاؤ نہ والد کے ساتھ نہ بھائی اور بیٹے کے ساتھ صرف خاوند کے ساتھ اور مسلمان خاوندوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو بازار لیکر ہی نہ جائیں بلکہ سارا سامان خود لا کر دیا کریں یاد رکھیں اگر جوان عورتیں بازاروں میں

جاتی رہیں تو بہت کچھ تباہ ہو جائے گا

اے مسلمان تجھے کیا ہو گیا؟

اے مسلمان تجھے کیا ہو گیا مال کی اتنی محبت؟ توبہ، توبہ، توبہ مال کی خاطر بھائی بھائی کا دشمن اور مال کی خاطر گھر گھر میں جھگڑا آخر کس منہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری ہو گی کوئی ہے جو آج سچے دل سے توبہ کرے اور دنیا کی محبت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے کوئی ہے جو سچے دل سے توبہ کرے اور ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی مضبوط رسی کو تھام لے اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت اور حلم دیکھو! کہ ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے کوئی آ کر تو دیکھے

استغفار کا ایک وظیفہ

ہمارے آقا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بہت تاکید سے ''توبہ، استغفار'' کا حکم فرمایا ہے

اسی سے اندازہ لگائیں کہ کتنا مفید اور ضروری عمل ہے بندہ آپ کو ایک عظیم خزانہ اور ایک مجرب ترین عمل عرض کر رہا ہے ایسا عمل کہ جس کا فائدہ آپ عمل کے بعد خود دیکھیں گے ان شاء اللہ صرف ایک دن گپ شپ کی قربانی زیادہ سونے اور موبائل استعمال کرنے کی قربانی اور اتنا مفید عمل آج فجر سے لے کر مغرب تک تیس ہزار باران الفاظ سے استغفار اور توبہ کریں۔

"أَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ"

یہ زیادہ سے زیادہ ۴ تا ۵ گھنٹہ کا عمل ہے سبحان اللہ نامہ اعمال میں تیس ہزار توبہ استغفار ایک مجلس میں کریں تو سرخ موتی ہے ورنہ جیسے ممکن ہو باوضو کریں درمیان میں بات چیت نہ ہو تو اچھا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو آج یہ نعمت نصیب فرمائے اور شیطان کے حملے اور نفس کی سستی سے بچائے۔ آمین

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا مشاہدہ

مشہور زمانہ تفسیر ''روح المعانی'' کے مصنف حضرت علامہ سید محمود آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

میں نے الحمد للہ خود اس دعاء:

"لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ"

کی تاثیر کا مشاہدہ کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے ایک ولی مسافر نے مجھے اس دعاء کا حکم فرمایا اس وقت میرے پر ایسی آزمائش آئی ہوئی تھی جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے (یعنی بہت سخت آزمائش اور تکلیف تھی جو اس دعاء کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دور فرما دی)۔

(تفسیر روح المعانی)

1518 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُصْعَبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَزِمَ الِاسْتِغْفَارَ، جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجًا، وَمِنْ كُلِّ

هَمٍّ فَرَجًا، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص استغفار کا معمول بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل کا حل پیدا کردیتا ہے اور ہر پریشانی سے کشادگی پیدا کردیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا''۔

1519 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، الْمَعْنَى، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، قَالَ: سَأَلَ قَتَادَةُ، أَنَسًا، أَيُّ دَعْوَةٍ كَانَ يَدْعُو بِهَا رَسُولُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ، قَالَ: كَانَ أَكْثَرُ دَعْوَةٍ يَدْعُو بِهَا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً، وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، وَزَادَ زِيَادٌ، وَكَانَ أَنَسٌ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِيهَا

عبدالعزیز بن صہیب بیان کرتے ہیں: قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کون سی دعا زیادہ مانگا کرتے تھے' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچانا''۔

زیاد نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ جب دعا مانگنے کا ارادہ کرتے تھے' تو یہ دعا مانگا کرتے تھے یا وہ جب بھی کوئی دعا مانگتے تھے' تو اس میں یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے''۔

1520 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا، بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ

ابوامامہ بن سہل بن حنیف اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مقام تک پہنچائے گا اگرچہ وہ شخص اپنے بستر پر فوت ہو''۔

1521 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ الثَّقَفِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ الْأَسَدِيِّ، عَنْ أَسْمَاءَ بْنِ الْحَكَمِ الْفَزَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: كُنْتُ رَجُلًا إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا نَفَعَنِي اللّٰهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي، وَإِذَا حَدَّثَنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ، فَإِذَا حَلَفَ لِي صَدَّقْتُهُ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ

اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّهٗ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ عَبْدٍ يُّذْنِبُ ذَنْبًا، فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ، ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ، ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ: (وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ) (آل عمران: 135) اِلٰى آخِرِ الْاٰيَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک ایسا شخص ہوں کہ میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کوئی بات سنتا تھا تو اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہوتا تھا وہ اس کے ذریعے مجھے نفع عطا کر دیتا تھا' اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے مجھے کوئی حدیث بیان کرتا' تو میں اس سے حلف لیتا تھا۔ اگر وہ میرے سامنے حلف اٹھالیتا' تو میں اس کی تصدیق کر دیتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے حدیث بیان کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب بھی کوئی بندہ کسی گناہ کا ارتکاب کرے پھر وہ اچھی طرح سے وضو کر کے اٹھ کر دو رکعت نماز ادا کرے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتا ہے''۔

پھر انہوں (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یا شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) یہ آیت تلاوت کی۔

''جب وہ لوگ کوئی برائی کرتے ہیں' یا اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں'' یہ آیت کے آخر تک ہے۔

1522 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ، يَقُوْلُ: حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيُّ، عَنِ الصُّنَابِحِيِّ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، اَنَّ رَسُوْلَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِهٖ، وَقَالَ: يَا مُعَاذُ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ، وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ، فَقَالَ: اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ، وَاَوْصٰى بِذٰلِكَ مُعَاذٌ الصُّنَابِحِيَّ، وَاَوْصٰى بِهِ الصُّنَابِحِيُّ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں' میں تمہیں تلقین کر رہا ہوں' تم ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھنا ہرگز ترک نہ کرنا۔

''اے اللہ! اپنے ذکر اپنے شکر اور اچھے طریقے سے اپنی عبادت کے بارے میں میری مدد کر''۔

سجدہ شکر کے سنت ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

خارج از نماز سجدہ کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو سجدہ سہو ہے یہ نماز ہی کے حکم میں ہے اس کے بارہ میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں

1521- اسناده حسن كما قال الحافظ الذهبي في "تذكرة الحافظ" 1/11، اسماء بن الحكم روى عنه علي بن ربيعة الوالبي والركين بن الربيع، وذكره ابن حبان في "الثقات"، ووثقه العجلي، وحسن الترمذي وابن عدي حديثه هذا، وصححه ابن حبان، وجوّد اسناده الحافظ ابن حجر في "التهذيب"، ومال الى تصحيحه المزي في "تهذيب الكمال" في ترجمة اسماء بن الحكم/2534-535 واخرجه الترمذي (408) و (3251)، والنسائي في "الكبرى" (10178) و (11012) عن قتيبة بن سعيد، عن ابي عوانة، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (1395) والنسائي في "الكبرى" (10175) و (10176) و (10177) من طريق مسعر وسفيان عن عثمان بن المغيرة، به. دون ذكر الآية. وهو في "مسند احمد" (56)، و "صحيح ابن حبان" (623).

ہے۔دوسرا سجدہ تلاوت ہے ظاہر ہے کہ اس کے بارہ میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔تیسرا سجدہ مناجات ہے جو خارج از نماز ہے اس کے بارہ میں اکثر علماء کے ظاہری اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سجدہ مکروہ ہے چوتھا سجدہ شکر ہے جو حصول نعمت اور خاتمہ مصیبت وبلا پر کیا جاتا ہے۔

اس سجدہ میں علماء کے یہاں اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہا اللہ علیہما کے یہاں یہ سجدہ سنت ہے۔احناف میں سے حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے اس مسلک کی تائید میں آثار واحادیث بھی بکثرت منقول ہیں حضرت امام مالک اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہا اللہ علیہما کے یہاں یہ سجدہ مکروہ ہے۔یہ حضرات اپنی دلیل کے طور پر یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان گنت ہیں جن کا شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ظاہر ہے کہ بندہ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہر نعمت کا شکر بھی ادا کر سکے اس لیے اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کے حصول پر سجدہ شکر کا حکم دینا اسے ایسی تکلیف ومشقت میں مبتلا کر دینا ہے جس برداشت کرنا اس کی طاقت سے باہر ہے۔

لیکن جو حضرات سجدہ شکر کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ "نعمتوں" سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو نئی ہوں کہ کبھی کبھی حاصل ہوتی ہوں وہ نعمتیں مراد نہیں جو مستقل اور دائمی، ہوں جیسے خود انسان کا وجود اس کے توابع اور اس کے لوازمات کہ یہ بھی درحقیقت اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں جو بندہ کو مستقل طور پر حاصل ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں مروی ہے کہ جب آپ ﷺ کو ابوجہل لعین کے قتل ہوجانے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے سجدہ شکر کیا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارہ میں منقول ہے کہ انہوں نے مسیلمہ کذاب کے مرنے کی خبر سن کر سجدہ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارہ میں بتایا جاتا ہے کہ جب ذی الثدیہ خارجہ قتل کر دیا گیا تو انہوں نے سجدہ شکر کیا۔اسی طرح مشہور صحابی حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ کے بارہ میں منقول ہے کہ انہوں نے قبول توبہ کی خوشخبری کے وقت سجدہ شکر کیا۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے صنابحی کو اس کی تلقین کی تھی اور صنابحی نے ابوعبدالرحمن کو اس کی تلقین کی تھی۔

1523 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ حُنَيْنَ بْنَ أَبِي حَكِيمٍ، حَدَّثَهُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ اللَّخْمِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ

❁❁ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات کی تلاوت کیا کروں۔

1524 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ السَّدُوسِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي

1524- اسناده صحيح. ابو داود: هو سليمان بن داود الطيالسي، واسرائيل: هو ابن يونس السبيعي، وابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، وعبد الله: هو ابن مسعود. واخرجه النسائي في "الكبرى" (10218) من طريق يحيى بن آدم عن اسرائيل، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (3744)، و"صحيح ابن حبان" (923)

إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ يَدْعُوَ ثَلَاثًا، وَيَسْتَغْفِرَ ثَلَاثًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ آپ ﷺ دعا کے کلمات تین مرتبہ پڑھیں اور استغفار کے کلمات تین مرتبہ پڑھیں۔

استغفار کی دوا کیوں نہیں استعمال کرتے

استغفار کے فضائل، فوائد اور اثرات بہت ہی عجیب ہیں مگر عام طور پر لوگوں کی اس طرف توجہ نہیں ہوتی یہ بھی گناہوں کی ایک نحوست ہے کہ استغفار کے اتنے بڑے بڑے فائدے قرآن وسنت میں پڑھ کر بھی لوگ ''استغفار'' کو اختیار نہیں کرتے قرآن مجید میں توبہ اور استغفار کے جو فضائل اور فوائد بیان ہوئے ہیں ان پر پوری کتابیں لکھی جاسکتی ہیں چند دن پہلے ایک عرب عالمہ کی ایک عبارت نظروں سے گزری انہیں اللہ تعالیٰ نے استغفار کی بڑی بڑی برکتیں اور فوائد نصیب فرمائے وہ لکھتی ہیں اے غموں، مصیبتوں اور پریشانیوں میں جلنے والی مسلمان بہن اے رو رو کر خود کو ہلاک کرنے والی بہن اے آزمائشوں، ناقدریوں اور تکلیفوں میں پسی ہوئی بہن استغفار کی دوا کیوں نہیں استعمال کرتی یہ ہر زخم کا مرہم اور ہر پریشانی، غم، فکر اور مصیبت کا علاج ہے یقیناً یہ تمام باتیں سچ ہیں اور استغفار کے فوائد کی محض ایک جھلک ہے ورنہ جو بار بار معافی مانگ کر اپنے رب کو راضی کرلے اُسے دنیا اور آخرت کی کونسی چیز ہے جو نہیں ملے گی

استغفار کیجئے مرنے سے پہلے حوروں کی زیارت ہوگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ہر نماز کے بعد ستر بار اللہ عزوجل سے مغفرت مانگتا رہے (استغفار کرتا رہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے کئے ہوئے گناہوں کو معاف کردیں گے اور وہ اس وقت تک دنیا سے نہیں نکلے گا (یعنی اس وقت تک وفات نہیں پائے گا) جب تک اپنی بیویوں حورعین اور اپنے رہائشی محلات کو نہ دیکھ لے'' (دیلمی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنِ اسْتَغْفَرَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ سَبْعِينَ مَرَّةً فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ غُفِرَ لَهُ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الذُّنُوبِ وَلَمْ يَخْرُجْ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يَرَى أَزْوَاجَهُ مِنَ الْحُورِ وَمَسَاكِنَهُ مِنَ الْقُصُورِ (رواہ دیلمی۔ کذا فی الکنز فی کتاب الاذکار باب الاستغفار برقم ۲۱۰۱)

خوشخبری

ہم زیادہ استغفار کرکے ہر دکھ، ہر محرومی، ہر ذلت، ہر غم، ہر بیماری، ہر صدمے اور ہر آفت سے بچ سکتے ہیں اور اصل اجر اور ثواب تو آخرت کا ہے جس کے بارے میں اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے

طُوبٰى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيفَتِهِ اِسْتِغْفَارًا كَثِيرًا

بہت عظیم خوشخبری یعنی اللہ پاک کی رضا اور جنت اُس کے لئے ہے جس کے نامہ اعمال میں زیادہ استغفار ہوگا کلمہ طیبہ، نماز اور جہاد کی برکت سے ''جماعت'' کو الحمد للہ کثرتِ استغفار کی طرف رہنمائی ہوئی ہے کلمہ طیبہ کا ورد ہرگز نہ چھوڑیں کم از کم مقدار بارہ سو اللہ کیلئے بہت اہتمام کریں تلاوت اور درود شریف ہرگز نہ چھوڑیں اور اب کثرت استغفار کو بھی اپنے معمولات کا حصہ بنالیں

لا تقنطوا!

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب اس آیت کے بدلے میں مل جائے:

''يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ''

ترجمہ: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ (طبرانی)

زمین سے آسمان تک گناہ پھر بھی مغفرت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا" قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یا یہ فرمایا جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم اس قدر خطائیں کرو کہ وہ زمین و آسمان کے درمیانی خلا کو بھر دیں اور پھر (بھی) تم اللہ تعالیٰ سے (استغفار کرو گے یعنی) مغفرت طلب کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائیں گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے یا یہ فرمایا میری جان ہے اگر تم خطائیں نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئیں گے جو خطائیں کرے گی پھر استغفار کرے گی تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں گے۔

(احمد، ابو یعلی، ابن ماجہ)

1525 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنِ ابْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ، قَالَتْ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُوْلِيْنَهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ - اَوْ فِي الْكَرْبِ ؟ اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا هِلَالٌ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَابْنُ جَعْفَرٍ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ

⊛⊛ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''کیا میں تمہیں ایسے کلمات کی تعلیم نہ دوں جنہیں تم پریشانی کے وقت پڑھ لیا کرو (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

''اللہ، اللہ میرا پروردگار ہے میں کسی کو اس کا شریک قرار نہیں دیتی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہلال نامی راوی عبدالعزیز کا غلام ہے اور ابن جعفر نامی راوی عبداللہ بن جعفر ہیں۔

1526 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، وَعَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، وَسَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ

عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، اَنَّ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِیَّ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ، فَلَمَّا دَنَوْا مِنَ الْمَدِيْنَةِ كَبَّرَ النَّاسُ، وَرَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ، وَلَا غَائِبًا، اِنَّ الَّذِیْ تَدْعُوْنَهُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اَعْنَاقِ رِكَابِكُمْ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَبَا مُوْسٰى، اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ؟ فَقُلْتُ، وَمَا هُوَ؟ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ،

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک سفر میں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب لوگ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو لوگوں نے بلند آواز میں تکبیر کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم کسی بہرے یا غیر موجود ذات کو نہیں پکار رہے تم جسے پکار رہے ہو وہ تمہارے اور تمہاری سواریوں کی گردنوں کے درمیان ہے (یعنی تم سے انتہائی زیادہ قریب ہے)''

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے ابوموسیٰ! کیا میں تمہاری رہنمائی جنت کے ایک خزانے کی طرف نہ کروں؟ میں نے عرض کی: وہ کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاحول ولا قوۃ الا باللہ (پڑھنا)''

1527 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِیُّ، عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ، عَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ يَتَصَعَّدُوْنَ فِیْ ثَنِيَّةٍ، فَجَعَلَ رَجُلٌ كُلَّمَا عَلَا الثَّنِيَّةَ نَادٰى: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّكُمْ لَا تُنَادُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، ثُمَّ قَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ،

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ لوگ ایک پہاڑی پر چڑھ رہے تھے جب بھی کوئی شخص پہاڑی پر چڑھتا تھا تو بلند آواز میں لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کسی بہرے یا غیر موجود کو نہیں پکار رہے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن قیس (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے)

1528 - حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ مَحْبُوْبُ بْنُ مُوْسٰى، اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِیُّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، وَقَالَ فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! اپنے آپ کو سکون پہنچاؤ''۔

1529 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شُرَيْحٍ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنِيْ أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَلِيٍّ الْجَنْبِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ: رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

❀❀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص یہ پڑھتا ہے میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے سے راضی ہوں (یعنی ان پر ایمان رکھتا ہوں) اس شخص کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے''۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی ذات وصفات پر ایمان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت پر یقین واعتقاد، دین وشریعت کی حقانیت وصداقت پر کامل اعتماد اور اسلامی تعلیمات واحکام کی پیروی، اس کیفیت کے ساتھ ہونے چاہیے کہ دل ودماغ کے کسی گوشہ میں کوئی دباؤ، کوئی گھٹن، کوئی تکدر اور کوئی ناگواری ذرہ برابر محسوس نہ ہوتی ہو۔ رضا ورغبت، اطمینان خاطر اور دماغی وذہنی سکون کی وہ لہر پورے داخلی وخارجی وجود میں سرایت کئے ہوئے ہو، جو کسی انمول چیز کے حاصل ہو جانے پر دل ودماغ اور جسم کے پورے وجود کو مسرت وشادمانی اور احساس سرفرازی سے سرشار کر دیتی ہے۔ یہ بہت اہم بات ہے اس کو ہر حالت میں مدنظر رکھنا چاہیے۔ اس ایمان ویقین اور عمل آوری میں اگر کسی طرح کا کوئی انقباض اور تکدر پیدا ہوا تو سمجھو کہ ایمان کی روح رخصت ہوئی۔ ایسے آدمی پر اگرچہ ظاہری طور سے ایمان واسلام کے احکام نافذ ہوں گے مگر "اخلاص" سے خالی ہونے کے سبب نہ اس کا ایمان کامل سمجھا جائے گا اور نہ اس کو "حسن اسلام" نصیب ہوگا اور نہ ایمان ویقین کی حقیقی لذت سے وہ لطف اندوز ہو سکے گا۔

1530 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے''۔

جمعہ کے دن صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا بیان

1531 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ، قَالَ:

فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ، وَقَدْ اَرَمْتَ؟ - قَالَ: يَقُوْلُوْنَ: بَلِيْتَ - قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

❁❁ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہارے دنوں میں سب سے زیادہ فضیلت والا دن جمعہ کا دن ہے تم اس دن میں مجھ پر بکثرت درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے''۔

راوی کہتے ہیں: لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے پیش کیا جائے گا' جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوسیدہ ہو چکے ہوں گے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کے لیے انبیاء کے جسموں کو حرام کردیا ہے (یعنی زمین ان کو خراب نہیں کرسکتی)''۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات کا بیان

علامہ غلام رسول سعیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی قبر میں جسمانی ہے اور یہ سب سے اعلیٰ افضل اور قوی حیات ہے' اور انبیاء علیہم السلام دنیاوی احکام میں بھی زندہ ہوتے ہیں ان کی وفات کے ان کی میراث تقسیم نہیں کی جاتی اور وفات کے بعد انکی ازاوج مطہرات سے کسی شخص کے لیے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

(آیت) ''فلما قضينا عليه الموت مادلهم على موته الا دآبة الارض تاكل منساته فلما خر تبينت الجن ان لوكانوا يعلمون الغيب مالبثوا فى العذاب المهين''۔ (سبا:۱۴)

ترجمہ: تو جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم نافذ کردیا تو جنات کو ان کی موت پر سوائے زمین کی دیمک کے کسی نے مطلع نہیں کیا جو سلیمان کے عصا کو کھاتی رہیں' پھر جب سلیمان زمین پر آرہے تو جنوں پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اگر یہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں نہ پڑے رہتے۔

حضرت سلیمان (علیہ السلام) جنوں سے مسجد بیت المقدس کی تعمیر کی تجدید کرارہے تھے' جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو موت کے وقت سے مطلع کردیا تو آپ نے جنوں کو نقشہ بنا کردیا اور خود ایک شیشہ کے مکان میں دروازہ بند کرکے عصا سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے اسی حالت میں فرشتے نے روح قبض کرلی اور آپ کا جسم مبارک اس عصا کے سہارے کھڑا رہا اور کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہوسکا' وفات کے بعد مدت دراز تک جن بہ دستور تعمیر کرتے رہے' جب تعمیر پوری ہوچکی تو وہ

1531- صحيح لغيره، هذا اسناد رجاله ثقات غير عبد الرحمٰن بن يزيد. فقد اختلفوا في تعيينه، فذهب الدارقطني وغيره الى انه ابن جابر الازدي الثقة، وعليه فالاسناد صحيح، وذهب الامام البخاري وابو زرعة وابو حاتم وابو داود وابن حبان الى انه عبد الرحمٰن بن يزيد بن تميم السلمي، فالاسناد ضعيف. ذكر ذلك الحافظ ابن رجب في "شرح العلل" /684-6812، وابن القيم في "جلاء الافهام" ص 35 والمنذري في "تهذيب سنن ابي داود" /2734-.274 واخرجه ابن ماجه (1085) النسائي في "الكبرى" (1678) من طريق حسين بن على الجعفي، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (16162) وصحيح ابن حبان (910).

عصا کو دیمک نے کھا لیا اور وہ گر پڑا تب سب کو آپ کی وفات کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ جنوں کو غیب کا علم نہیں ہوتا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء پر موت طاری ہونے کے بعد ان کا جسم صحیح سلامت رہتا ہے پھولنے پھٹنے گلنے اور سڑنے سے محفوظ رہتا ہے لیکن ان کی جسمانی حیات کی کیفیت ہمارے دائرہ احساس اور شعور سے خارج ہے۔ عصا میں جب گھن لگ گیا اور وہ زمین پر گر گیا اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا جسم مبارک بھی زمین پر آ رہا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی ہوتی ہے لیکن اس پر دنیاوی حیات کے آثار مرتب نہیں ہوتے' ورنہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا جسم اپنے قیام میں عصا کا محتاج نہ ہوتا اور عصا گرنے کے باوجود آپ کا جسم مبارک قائم رہتا۔ انبیاء علیہم السلام زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور جو ان سے دعا کی درخواست کرتے ہیں ان کی شفاعت کرتے ہیں' اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے مشاہدہ اور مطالعہ میں مستغرق رہتے ہیں اور احوال برزخ پر بھی نظر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کائنات میں تصرف بھی کرتے ہیں لیکن یہ تمام امور متشابہات میں سے ہیں' یہ امور ایسے نہیں ہیں جیسے دنیا میں کسی انسان سے صادر ہوتے ہیں' ان کی کیفیت ہم ایسے عام لوگوں کے دائرہ ادراک اور شعور سے خارج ہے' احادیث میں بھی انبیاء علیہم السلام کی جسمانی حیات اور ان کے جسمانی تصرفات پر دلیل ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی ازرق میں گزرے آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ وادی ازرق ہے آپ نے فرمایا: گویا کہ میں (حضرت) موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں' وہ باآواز بلند تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے اتر رہے ہیں' پھر آپ وادی ھرشی سے گزرے' آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا یہ وادی ھرشی ہے' آپ نے فرمایا: گویا کہ میں (حضرت) یونس بن متی کی طرف دیکھ رہا ہوں' وہ ایک سرخ رنگ کی فربہ اونٹنی پر سوار ہیں' جس کی مہار کھجور کی چھال کی ہے' انہوں نے ایک اونی جبہ پہنا ہوا ہے اور وہ "اللھم لبیک" کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام حج اور تلبیہ کس طرح کرتے ہیں' حالانکہ وہ وفات پا چکے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بہ منزلہ شہداء ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں' اس لیے ان کا حج کرنا اور نماز پڑھنا بعید نہیں ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۹۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

شیخ عثمانی لکھتے ہیں: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اس لیے ان کے حج کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' (الی قولہ) اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے ان کی روح کو دیکھا تھا' آپ کے لیے ان کی روحوں کو اس طرح متمثل کر دیا گیا جس طرح شب معراج انبیاء علیہم السلام کی روحوں کو متمثل کر دیا گیا تھا اور ان کے اجسام قبروں میں تھے' علامہ ابن منیر وغیرہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نبی کی روح کے لیے ایک جسم مثالی بنا دیتا ہے' پھر وہ جس طرح خواب میں دکھائی دیتے ہیں' اسی طرح بیداری میں دکھائی دیتے ہیں۔

(فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز' کراچی)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا اس وقت وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت میں پایا' میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے بال قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح گھنگریالے تھے' اور اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے نبی ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں' پھر نماز کا وقت آیا اور میں نے ان سب نبیوں کی امامت کی۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کیسے دیکھا تھا' حالانکہ آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور آپ نے ان کو آسمانوں میں بھی اپنے اپنے مراتب میں دیکھا اور ان کو سلام کیا اور انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو قبر میں بیت المقدس جاتے ہوئے آسمانوں پر چڑھنے سے پہلے دیکھا ہو' پھر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کو پہلے نماز پڑھائی ہو اور پھر ان کو آسمانوں پر دیکھا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی ہو اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو دیکھا ہو۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۹۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضرت آدم (علیہ السلام) جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے' اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر انکی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں' روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت ومشیت حق۔ (نشر الطیب ص ۶۵-۶۴' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

اللہ تعالیٰ کی قدرت تو محل کلام نہیں ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس قسم کے اختیار عطا فرماتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت اوس بن اوس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے' اس دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو' کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر ہمارا درود کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسم کھانے کو حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱٤' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱٤۰۵ھ)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت بھی کوئی شخص مجھ پر سلام پیش کرتا ہے اس وقت اللہ نے مجھ پر روح لوٹائی ہوئی ہوتی ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱٤۰۵ھ)

حیات انبیاء پر حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے گرنے سے معارضہ کے جوابات:

قرآن مجید میں ذکر ہے کہ وفات کے بعد عصا کا سہارا نہ ہونے کی وجہ سے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا جسم زمین پر آ رہا' اور احادیث صحیحہ میں وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا' نمازیں پڑھنا' حج کرنا' سلام جواب دینا اور باتیں کرنا مذکور ہے۔ ان میں توفیق اور تطبیق کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

(۱) عام انسانوں اور جنات کی نظروں میں انبیاء علیہم السلام کے اجسام پر وفات کے بعد آثار حیات نہیں ہوتے۔ ان میں آثار حیات کا مشاہدہ صرف اہل اللہ اور انبیاء علیہم السلام ہی کر سکتے ہیں۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کے اجسام عنصریہ میں حس اور حرکت ارادی کے آثار نہیں ہوتے البتہ انکی روح کے ساتھ اجسام مثالیہ کو متعلق کر دیا جاتا ہے اور تصرف کے جس قدر واقعات کا ذکر احادیث میں ہے یہ سب اجسام مثالیہ ہیں۔

(۳) وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت کو ظاہر کرنے کے لیے ان سے آثار حیات کو سلب فرما لیتا ہے (جیسے حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے واقعہ میں جنوں کے دعویٰ علم غیب کو رد کرنا مقصود تھا یا ان کی وفات ظاہر کر کے ان کی تجہیز و تکفین اور ان کو قبر میں دفن کرانا تھا) اور بعض اوقات اپنی کسی حکمت کو ظاہر کرنے کے لیے ان کے اجسام میں آثار حیات جاری فرما دیتا ہے' جیسے ہماری نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان ظاہر کرنے کے لیے شب معراج آپ کی اقتداء میں سب نبیوں سے نماز پڑھوائی اور عبادت میں ان کا شغف ظاہر کرنے کے لیے وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں نماز پڑھتا ہوا اور حج کرتا ہوا دکھایا۔

وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے دکھائی دینے کی کیفیت کا بیان

امام غزالی لکھتے ہیں:

صوفیاء کی پہلی منزل مکاشفات اور مشاہدات سے شروع ہوتی ہے' حتیٰ کہ وہ بیداری میں فرشتوں کا اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں' ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

(المنقذ من الضلال ص ۵۰' مطبوعہ ریسٹ الاوقاف لاہور' ۱۹۷۱ء)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

آیا ذات مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ کے جسم اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا جسم مثالی کے ساتھ؟ امام غزالی نے کہا ہے کہ ارباب احوال آپ کے جسم اور روح کو نہیں دیکھتے بلکہ مثال کو دیکھتے ہیں (علامہ سیوطی فرماتے ہیں) آپ کی ذات مبارکہ کی جسم اور روح کے ساتھ زیارت ممتنع نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور آپ سب کی روحیں آپ کے جسموں میں لوٹا دی گئی ہیں اور تمام انبیاء کو اپنی قبروں سے باہر آنے کا اور تمام کائنات میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور امام بیہقی نے حیات انبیاء میں ایک رسالہ لکھا ہے اور ''دلائل النبوۃ'' میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔
(الحاوی للفتاوی ج۲ ص ۲۶۳ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح دکھائی دیتی ہے بایں طور کہ وہ مختلف صورتوں میں دکھائی دیتی ہے اور اس کا تعلق جسد انور کے ساتھ باقی رہتا' جیسا کہ جبرائیل (علیہ السلام) حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تھے اور سدرۃ المنتہی سے جدا نہیں ہوتے تھے اور یا آپ کا جسم مثالی دکھائی دیتا ہے جس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح متعلق ہوتی ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ بے شمار اجسام مثالیہ ہوں اور ان سب کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح واحد متعلق ہو جیسا کہ ایک جسم کے متعدد اعضاء کے ساتھ روح واحد متعلق ہوتی ہے۔ (روح المعانی ج۲۲ ص ۳۷ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

میرے نزدیک بیداری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ممکن ہے کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے بائیس مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے چند احادیث کی صحت کے متعلق سوال کیا اور آپ کے صحیح فرمانے کے بعد ان احادیث کو صحیح لکھا اور علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ انہوں نے آپ کی بیداری میں زیارت کی اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے ''بخاری'' پڑھی جن میں سے ایک حنفی تھا۔ (فیض الباری ج۱ ص ۲۰۴ 'مطبوعہ مطبع حجازی' مصر' ۱۳۵۷ھ)

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور مبارکہ میں اپنے جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں اور اپنی عبادت اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدہ میں مشغول ہیں' ان پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں' نیک اعمال دیکھ کر وہ اللہ کی حمد کرتے ہیں اور برے اعمال دیکھ کر امت کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اہل اللہ اور خاص خاص بندگان خدا ان کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں' ان کا کلام سنتے ہیں اور وہ اپنی قبروں سے باہر بھی آتے ہیں اور زمین اور آسمان میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں' ایک وقت میں کئی جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں' اس وقت ان کی روح کئی صورتوں میں متمثل ہوتی ہے یا ایک وقت میں کئی جگہ ان کے اجسام مثالیہ نظر آتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حاضر ناظر کہا جاتا ہے اس کا یہی مفہوم ہے' حاضر ناظر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنے جسم معروف اور جسد عنصری کے ساتھ ایک وقت میں ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

(تفسیر تبیان القرآن' سورہ بقرہ' لاہور)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يَّدْعُوَ الْإِنْسَانُ عَلَى أَهْلِهِ وَمَالِهِ

باب: اس بات کی ممانعت کہ آدمی اپنے اہل خانہ یا مال کے خلاف دعا کرے

1532 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَيَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُجَاهِدٍ أَبُو حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى خَدَمِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى سَاعَةَ نَيْلٍ فِيهَا عَطَاءٌ، فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّصِلٌ، عُبَادَةُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ، لَقِيَ جَابِرًا

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنے خلاف دعا نہ کرو اور اپنی اولاد کے خلاف دعا نہ کرو اور اپنے خادموں کے خلاف دعا نہ کرو اپنے اموال کے خلاف دعا نہ کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری دعا کسی ایسے وقت میں ہو' جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی گھڑی ہو' جس میں وہ دعا قبول ہو جائے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت متصل ہے عبادہ بن ولید نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے لیے لفظ ''صلوٰۃ'' (رحمت) استعمال کرنا

1533 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ امْرَأَةً، قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلِّ عَلَيَّ وَعَلَى زَوْجِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلَى زَوْجِكِ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے اور میرے شوہر کے لیے دعائے رحمت کیجئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل کرے''۔

<u>غیر نبی پر درود وسلام بھیجنے کا حکم</u>

تمام انبیاء ومرسلین پر درود وسلام بھیجا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۞ سَلٰمٌ عَلٰى نُوحٍ فِي الْعٰلَمِينَ ۞ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ

(الصافات: ۷۸-۸۰)

''اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف برقرار رکھی ہے۔نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔نیکی کرنے والے کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بارے میں فرمایا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ○ (الصافات:۱۱۹۔۱۲۰)

''اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف برقرار رکھی۔ابراہیم پر سلام ہو''

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان دونوں کی تعریف برقرار رکھی۔موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔''

نیز فرمایا۔

سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ (الصافات:۱۳۰) ''الیاس پر سلام ہو۔''

یعنی بعد میں آنے والے انبیاء کرام پر سلام کا ذکر موجود ہے۔مفسرین کی ایک جماعت جس میں مجاہد اور دیگر حضرات شامل ہیں۔اس بات کی قائل ہے کہ

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (الصافات:۷۸) سے مراد تمام انبیاء کی تعریف ہے۔

قتادہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔آپ عمدہ تعریف اور سچائی کو دو الگ قول قرار نہیں دے سکتے جیسا کہ بعض مفسرین نے ایسا کیا ہے۔جبکہ یہ ایک ہی قول ہے۔

جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ جو چیز ترک کی گئی ہے وہ سلام ہے تو اس صورت میں ''سلام'' علی نوح ایک مستقل جملے کے طور پر ترکنا کا مفعول واقع ہوگا اور آیات کا مفہوم یہ ہوگا کہ تمام جہان والے حضرت نوح اور ان کے بعد آنے والے انبیاء پر سلام بھیجتے ہیں اور جنہوں نے عمدہ تعریف اور سچائی کی تفسیر بیان کی ہے۔انہوں نے سلام اور اس کے موجب کے لازم کو سامنے رکھا ہے۔یعنی ان کی تعریف اور ان کو جو سچائی دی گئی تھی اسی کی وجہ سے جب بھی ان کا ذکر ہو ان پر سلام بھیجا جاتا ہے۔

(الدر المصون (4/218-219) کشاف (1/598) منار الھدی (89)

مفسرین کی ایک جماعت جس میں ابن عطیہ بھی شامل ہیں۔یہ بیان کرتے ہیں۔

کہ جن حضرات نے سابقہ تفسیر کے مطابق ''سلام علیٰ نوح'' ایک ابتدائی جملہ ہوگا جس کا کوئی اعراب نہیں ہوگا۔اور جملہ یوں ہوگا۔

سلام من الله سلم به عليه

یہ حضرات یہ بات بیان کرتے ہیں کہ یہ سلام درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت نوح کیلئے یہ نعمت ہے کہ کوئی بھی شخص آپ کا ذکر ناپسندیدہ الفاظ میں نہیں کرے گا۔

طبریٰ کہتے ہیں اس کو تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جن لوگوں میں ان کی تعریف برقرار رکھی گئی ہے وہ بعد میں آنے والے

ہیں جبکہ سلام ان پر تمام جہانوں میں بھیجا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کو برقرار رکھا ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) یہ تفسیر چند حوالوں سے ضعیف ہے۔

۱۔ اس تفسیر کی صورت میں ''ترکنا'' کے مفعول کا محذوف ماننا پڑے گا اور اس مفروضے کی صورت میں کلام میں کوئی فائدہ باقی نہیں رہے گا کیونکہ اس وقت جملے کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ ہم نے بعد میں آنے والوں میں انہیں برقرار رکھا ہے۔ لیکن یہ نہیں پتہ چل سکا کہ کیا برقرار رکھا ہے؟ کیونکہ آپ کے نزدیک سابقہ آیت میں موجود سلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۔ اگر یہاں مفعول کو محذوف کر دیا جائے تو بہرال کسی ایک جگہ پر اسے ذکر ضرور کرنا چاہئے تھا۔ تا کہ اس محذوف مقام کی مراد پر دلالت کر سکے۔ اسے دو جگہ محذوف نہیں کرنا چاہئے۔

قرآن کا اسلوب یہ ہے بلکہ ہر فصیح کلام کا اسلوب یہی ہے کہ ایک چیز کو پہلے ایک جگہ ذکر کیا جاتا ہے اور پھر اسے کسی دوسرے مقام پر محذف کر دیا جاتا ہے تا کہ ذکر کردہ لفظ محذوف لفظ پر دلالت کر سکے۔ عام طور پر لفظ ذکر کیا جاتا ہے، بہت کم حذف ہوتا ہے لیکن ہر جگہ حذف ہی کیا گیا ہوایسا کہیں نہیں ہوتا۔ جبکہ دلالت کیلئے کوئی لفظ بھی موجود نہ ہو۔ قرآن میں ایسا نہیں ہوتا۔

۳۔ حضرت ابن مسعود کی قرأت میں یہ الفاظ ہیں۔

اس میں آخر میں لفظ سلام مذکور ہے جسے منصوب پڑھا جائے گا۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عام قرأت کے مطابق محذوف لفظ سلام میں ہوگا۔

۴۔ اگر سلام کا ماقبل کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو تو یہ بات وضاحت کے منافی ہوگی۔ کیونکہ سابقہ عبادت پر وقف کرنا درست ہوگا۔

آپ غور کریں کہ جب کوئی شخص یہ آیت سنے۔

''اور ہم نے انہیں بعد میں آنے والوں میں باقی رکھا۔''

اب سننے والے کو یہ شوق ہوگا کہ وہ پوری بات سے واقف ہو اور اس سے کوئی فائدہ حاصل کرے لیکن اگر یہاں کلام کو ختم تصور کیا جائے تو ہونا یہ چاہئے کہ سننے والے کو تسلی ہو جائے۔ مگر وہ تو کلام پورا ہونے کا مشتاق ہے یعنی یہ جاننا چاہتے ہیں کونسی چیز متروک ہے؟ اس لئے ''ال آخرین'' پر کیا جانے والا وقف مکمل وقف نہیں ہوگا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ایسی صورت میں مفعول کو حذف کرنا جائز ہے کیونکہ لفظ ''ترک'' یہاں عطا کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوبیاں عطا کی ہیں اور پھر ان کی تعریف کو بعد میں آنے والوں میں برقرار رکھا۔ لفظ ''اعطی'' کے بعد اس کے دونوں مفعولوں کو ذکر بھی کیا جاسکتا ہے اور ان دونوں کو حذف بھی کیا جاسکتا ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا بھی کیا جاسکتا ہے۔ قرآن میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ (روح المعانی (23/99)

إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ (الکوثر:۱)

''ہم نے تمہیں کوثر عطا کی۔''

یہاں دونوں مفعول مذکور ہیں۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی (اللیل:۵)

"پس جو شخص عطا کرے۔"

یہاں دونوں مفعول محذوف ہیں۔

ایک مقام پر یہ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَسَوْفَ یُعْطِیکَ رَبُّکَ (الضحیٰ:۵)

"اور عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں عطا کر دے گا۔"

یہاں پہلے مفعول کو ذکر کیا گیا ہے اور دوسرے کو محذوف کیا گیا ہے۔

ایک مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ (المائدہ:۵۵)

"اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔"

یہاں دوسرے مفعول پر اکتفا کیا گیا ہے اور پہلے کو حذف کر دیا گیا ہے۔

عطا کرنا، قابل تعریف فعل ہے اور یہ لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ جس مفعول کو عطا کیا گیا ہے اسے عطا وصول ہوگئی ہے۔ عطا کرنے کا مطلب کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا یا کوئی فائدہ پہنچانا ہے۔ اس لئے یہاں دونوں مفعول ذکر کرنا، انہیں حذف کرنا یا حسب ضرورت ان دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے۔

اگر یہ مقصد ہو کہ انسان میں عطا کرنے کے جذبے کو ابھارا جائے جو اسے بخل اور کنجوسی سے نکال دے تو اس وقت صرف فعل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی (اللیل:۵)

"یہاں یہ نہیں کیا گیا کہ کس کو عطا کیا گیا ہے، یا کیا عطا کیا ہے۔ اسی طرح آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص بہت صدقہ و خیرات کرتا ہے۔ بہت دیتا ہے اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے۔ (مگر یہ وضاحت نہیں کرتے کہ کس کو کیا دیتا ہے؟)"

نبی اکرم ﷺ سے بھی یہ دعا منقول ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ

"اے اللہ! جسے تو عطا کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو نہ دینا چاہے اسے کوئی کچھ دے نہیں سکتا۔"[1]

"کیونکہ یہاں اصل مقصد یہ ہے کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ دینے اور نہ دینے کا تعلق اللہ کی مرضی کے ساتھ ہے۔"

اس لئے یہاں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کس کو کیا ہو گیا۔ اصل مقصد یہی ہے کہ دینا نہ دینا تیری مرضی ہے تو اس معاملے میں منفرد

ہے۔اس میں کوئی تیرا شریک نہیں ہے۔اس لئے یہاں دونوں مفعول ذکر کرنا بلاغت کے منافی ہوگا۔

اگر دونوں مفعول ذکر کرنا مقصود ہو تو پھر دونوں مفعول ذکر کیے جاتے ہیں۔جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ (الکوثر:۱)

یہاں دونوں مفعول ذکر کیے گئے ہیں کیونکہ اصل مقصد یہ ہے کہ سامع کو نبی اکرم ﷺ کی بنیادی خصوصیت سے آگاہ کیا جائے کہ آپ کو ''الکوثر'' عطا کی گئی اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوگا جب تک دونوں مفعول ذکر نہ کیے جائیں۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (الدھر:۸)

''اور وہ پوری خوشی سے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھلاتے ہیں۔''

کیونکہ یہاں صرف ایک مفعول کا ذکر کرنا مقصود تھا (یعنی کس کو کھلایا جائے) اس لئے صرف اسی ایک کے ذکر پر اکتفا کیا جائے۔(کیا کھلایا؟ یہ بیان نہیں کیا کیونکہ ضرورت نہیں ہے) اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَآتُوا الزَّكَوٰةَ ''اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔''

اصل مقصد یہ ہے کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ وہ لوگ اپنے اس فرض کو ادا کرتے ہیں اور اس میں تاخیر نہیں کرتے اس لئے اس کا ذکر کر دیا کیونکہ مقصود یہی تھا۔

اسی طرح قرآن نے اہل جہنم کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ (المدثر:۴۳-۴۴)

''ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکین کو کھلاتے نہیں تھے۔''

یہاں اصل مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جس شخص کو کھلانا ضروری ہے یہ بخل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے کھلاتے نہیں تھے کیونکہ ان کے دل سخت ہو چکے تھے۔اس لئے جو بات مقصود تھی اسے بیان کر دیا یہ نہیں بتایا کہ کیا نہیں کھلاتے تھے۔

اگر آپ اس حوالے سے قرآن میں غور و فکر کریں کہ کس طرح اصل مقصد کو بیان کیا جاتا ہے اور جو چیز مقصود نہ ہو اسے ذکر نہیں کیا جاتا۔تو آپ اس کے اعجاز اور وضاحت کے کمال کے بہت سے اسرار سے واقف ہو جائیں گے۔

جہاں تک مذکورہ آیت میں موجود فعل ترک کا تعلق ہے تو اس لفظ کے ذریعے نہ تو کسی چیز کا احساس دلایا جاتا ہے اور نہ ہی یہ تعریف کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔جیسے اگر آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص ترک کرتا ہے تو سننے والے کو کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ فلاں شخص کھانا کھلاتا ہے یا صدقہ وخیرات کرتا ہے۔تو سننے والے لوگوں کو یہ بات پتہ چل جائے گی۔اس لئے لفظ ترک کے بعد یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ کس چیز کو ترک کیا گیا ہے۔اس لئے یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں شخص تارک ہے۔لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ معطی یا مطعم ہے۔اللہ تعالیٰ کے اسماء میں بھی لفظ ''المعطی'' شامل ہے۔اس لئے لفظ ترک کو ''اعطا'' پر قیاس کرنا غلط ہے۔

سَلَامٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ۔ یہ جملہ ایک حکایت ہے۔

زمخشری کہتے ہیں "ال آخرین" سے مراد دوسری آیتیں ہیں یعنی ان آیات کا مفہوم یہ ہوگا کہ دوسری امتیں ان کو سلام بھیجتی ہیں اوران کے لئے دعا کرتی ہیں۔ یعنی یہ کلام بطور حکایت نقل کیا گیا ہے جیسے آپ یہ کہیں۔

میں نے یہ آیت پڑھی۔ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا۔ (اس سورۃ کو ہم نے نازل کیا)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو"

یہ بات طے ہے کہ یہ سلام ہوگا کہ جو تمام جہانوں کے لوگ ان پر بھیجیں گے اور آپ کی تعریف کریں گے اور آپ کے لئے دعا کریں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا کہ ان پر سلام بھیجنے کی روایت تمام جہانوں میں موجود رہے گی۔ لیکن ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام بھیجنا، یہ جہانوں کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سے ایسا سوال بھی نہیں کیا جا سکتا لہٰذا کوئی شخص ایسا نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کے رسول پر تمام جہانوں میں سلام نازل ہو یا اے اللہ! تو اپنے رسول پر تمام جہانوں میں درود نازل کر۔ اس لئے مذکورہ بالا آیت میں درود وسلام سے مراد اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ سلام ہوتا تو اس طرز پر سلام کی دعا کرنا بھی درست ہوتا۔

بعض مفسرین کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تمام جہانوں میں سلام بھیجا ہے اور بعد میں آنے والوں میں ان کی تعریف کو برقرار رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نیت یہ ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور مرسلین پر سلام بھیجے اور ان کی تعریف کرنے کی روایت کو بعد میں آنے والی اقوام میں برقرار رکھتا ہے۔ اور یہ ان حضرات کے اس صبر کا نتیجہ ہوتی ہے جو وہ رسالت کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے دوران مختلف طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرتے ہوئے اس صبر پر کاربند رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی ہے کہ نوح کی تعریف کو تمام جہانوں میں برقرار رکھا گیا ہے اور یہ سلام ان تمام جہانوں میں ثابت بھی ہے۔ کوئی ایک جہان اس سے خالی نہیں ہے، فرشتے، انسان اور جنات ہر طبق میں اور ہر زمانے میں انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے فریضہ رسالت کی ادائیگی کے دوران صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا۔ ان کے بعد تشریف لانے والے تمام انبیاء انہی کے ڈیادوں کے ہمراہ مبعوث ہوئے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا (الشوریٰ:۱۳)

"(اللہ تعالیٰ نے) تمہارے لئے اسی دین کو مشروع کیا ہے جس کی تلقین نوح کو کی تھی۔"

جہاں تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب قول کا تعلق ہے تو ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سلام سے مراد ان کی تعریف ہے۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سلام کا معنی اور اس کا فائدہ بیان کیا ہے۔

جہاں تک انبیاء کرام پر درود بھیجنے کا تعلق ہے تو شیخ اسماعیل بن اسحاق نے اپنی کتاب میں، اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

صلوا علی انبیاء اللہ 'فان اللہ بعثهم' کما بعثنی

''اللہ کے نبیوں پر درود بھیجو کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اسی طرح انہیں بھی مبعوث کیا گیا ہے۔''[1]

اسی روایت کو طبرانی نے بھی اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

طبرانی اپنی سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں۔

اِذَاصَلَّیْتُم عَلَیَّ فَصَلُّوْا عَلٰی اَنْبِیَاءِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ بَعَثَھُم کَمَا بَعَثَنِی

''جب تم مجھ پر درود بھیجو تو اللہ تعالیٰ کے نبیوں پر بھی درود بھیجو کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اسی طرح انہیں بھی مبعوث کیا ہے۔''[2]

اس بارے میں ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ایک روایت کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

حافظ ابوموسیٰ مدینی کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے حضرت آدم کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس بات کا شکوہ کررہے تھے کہ ان کی اولاد ان پر اور تمام انبیاء ومرسلین پر بہت کم درود بھیجتی ہے۔

(ابن قیم کہتے ہیں) حافظ موسیٰ اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کی روایت ذکر کی جاسکتی ہے۔ بہت سے علماء نے یہ بات بیان کی ہے کہ انبیاء کرام پر درود بھیجنے کی مشروعات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ان میں شیخ محی الدین اور دیگر اہل علم شامل ہیں۔

امام مالک سے ایک یہ روایت بھی منسوب ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور پر درود نہیں بھیجا جائے گا۔

آپ کے شاگردوں نے اس کی یہ تاویل دی ہے کہ جس طرح ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے پابند ہیں اسی طرح دیگر انبیاء پر درود بھیجنے کے پابند نہیں ہیں۔

بَابُ الدُّعَاءِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ

باب: کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لیے دعا کرنا

1534 - حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ الْمُرَجَّى، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، اَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ ثَرْوَانَ، حَدَّثَنِیْ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَرِيزٍ، حَدَّثَتْنِي أُمُّ الدَّرْدَاءِ، قَالَتْ: حَدَّثَنِیْ سَيِّدِی اَبُو الدَّرْدَاءِ، اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِاَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ: آمِيْنَ، وَلَكَ بِمِثْلٍ

✿✿ سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے آقا (یعنی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ) نے مجھے یہ بات بتائی کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

1۔ عبدالرزاق (3118) اسمٰعیل قاضی فضل الصلوٰۃ علی النبی (45) سخاوی ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (80)

2۔ سخاوی ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن ''القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع'' (80)

''جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے' تو فرشتے کہتے ہیں: آمین اور تمہیں بھی اسی مانند (نصیب ہو)''۔

1535 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً، دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''سب سے زیادہ تیزی سے مستجاب ہونے والی دعا' کسی شخص کی غیر موجود شخص کے لیے کی جانے والی دعا ہے''۔

1536 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ: دَعْوَةُ الْوَالِدِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تین دعاؤں کے مستجاب ہونے کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے' والد کی (اولاد کے لیے کی جانے والی) دعا' مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا''۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ اِذَا خَافَ قَوْمًا

باب: جب آدمی کو کسی قوم کی طرف سے خوف ہو' تو وہ کیا پڑھے؟

1537 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، ثنا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَافَ قَوْمًا، قَالَ: اللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم (کی طرف سے حملے وغیرہ یا نقصان پہنچانے) کا اندیشہ ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! ہم ان کے مقابلے میں تجھے کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں''۔

1537- اسناده صحيح. هشام: هو ابن ابي عبد الله الدستوائي، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وابو بردة: هو ابن ابي موسى عبد الله بن قيس الاشعري. واخرجه النسائي في "الكبرى" (8577) و (10362) من طريق معاذ بن هشام، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (19719)، و "صحيح ابن حبان" (4765).

بَابٌ فِي الِاسْتِخَارَةِ

باب: استخارہ کا بیان

1538 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُقَاتِلٍ، خَالُ الْقَعْنَبِيِّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، الْمَعْنٰى وَاحِدٌ، قَالُوْا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الْمَوَالِ، حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُوْلُ لَنَا: اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، وَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ - يُسَمِّيهِ - بِعَيْنِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ خَيْرٌ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ، وَمَعَادِيْ، وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ، فَاقْدُرْهُ لِيْ، وَيَسِّرْهُ لِيْ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ، اللّٰهُمَّ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُهُ شَرًّا لِيْ مِثْلَ الْاَوَّلِ، فَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاصْرِفْهُ عَنِّيْ، وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهِ، اَوْ قَالَ: فِيْ عَاجِلِ اَمْرِيْ، وَآجِلِهِ، قَالَ ابْنُ مَسْلَمَةَ وَابْنُ عِيسٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں استخارہ کی تعلیم یوں دیتے تھے' جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہ فرماتے تھے۔

جب کسی شخص کو کوئی معاملہ درپیش ہو' تو وہ فرض نماز کے علاوہ دو رکعت ادا کرے اور یہ پڑھے:

''اے اللہ! میں تیرے علم کی مدد سے تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کی مدد سے تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تیرے عظیم فضل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں بے شک تو قدرت رکھتا ہے میں قدرت نہیں رکھتا تو علم رکھتا ہے اور میں علم نہیں رکھتا تو غیب کا بہت زیادہ علم رکھنے والا ہے اے اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ معاملہ (یہاں اس آدمی کو اس متعین معاملے کا نام لینا چاہئے) میری دنیا، میری زندگی، میری آخرت اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے' تو اسے میرے مقدر میں کر دے اور اسے میرے لیے آسان کر دے اور اس میں میرے لیے برکت رکھ دے اے اللہ! اگر اس کے بارے میں' تو یہ جانتا ہے کہ یہ میرے حق میں برا ہے (اس کے بعد سابقہ الفاظ کی مانند الفاظ پڑھے) تو مجھے اس سے پھیر دے اور اسے مجھ سے پھیر دے اور میرے لیے بھلائی نصیب کر دے خواہ وہ جہاں بھی ہو اور پھر مجھے اس سے راضی کر دے''۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ''میرے مقابلے میں جلد یا بدیر''۔

ابن مسلمہ اور ابن عیسیٰ نے یہ کہا ہے یہ روایت محمد بن منکدر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

استخارہ کے معنی ومفہوم کا بیان

استخارہ کا مطلب ہے کسی معاملے میں خیر اور بھلائی کا طلب کرنا، یعنی روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے اپنے ہر جائز کام میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اللہ سے اس کام میں خیر، بھلائی اور رہنمائی طلب کرنا، استخارہ کے عمل کو یہ سمجھنا کہ اس سے کوئی خبر مل جاتی ہے تو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے جس کی وجہ سے کئی غلط فہمیوں نے جنم لیا جن کا تفصیل سے تذکرہ آگے آرہا ہے، استخارہ ایک مسنون عمل ہے، جس کا طریقہ اور دعا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث میں منقول ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہر کام سے پہلے اہمیت کے ساتھ استخارے کی تعلیم دیا کرتے تھے، حدیث کے الفاظ پر غور فرمایئے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اذا هم احدكم بالامر فليركع ركعتين من غير الفريضة (بخاری)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص کسی بھی کام کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھے۔

استخارہ حدیث نبوی کی روشنی میں

عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنه قال كان رسول الله ﷺ يعلمنا الاستخارة فى الامور كلها كما يعلمنا سورة من القرآن (ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تمام کاموں میں استخارہ اتنی اہمیت سے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔

استخارہ نہ کرنا محرومی اور بدنصیبی ہے

ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من شقوة ابن آدم تركه استخارة الله (مجمع الاسانید)

یعنی اللہ تعالیٰ سے استخارہ کا چھوڑ دینا اور نہ کرنا انسان کے لیے بدبختی اور بدنصیبی میں شمار ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عن سعد بن وقاص عن النبى ﷺ قال: من سعادة ابن ادم استخارته من الله و من شقاوته ترك الاستخارة و من سعادة ابن ادم رضاه بما قضاه الله و من شقوة ابن ادم سخطه بما قضى الله۔ (مشکوۃ)

ترجمہ: انسان کی سعادت اور نیک بختی یہ ہے کہ اپنے کاموں میں استخارہ کرے اور بدنصیبی یہ ہے کہ استخارہ کو چھوڑ بیٹھے، اور انسان کی خوش نصیبی اس میں ہے کہ اس کے بارے میں کیے گئے اللہ کے ہر فیصلے پر راضی رہے اور بدبختی یہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار کرے۔

استخارہ کرنے والا ناکام نہیں ہوگا

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما خاب من استخار وما ندم من استشار (طبرانی)
یعنی جو آدمی اپنے معاملات میں استخارہ کرتا ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہوگا اور جو شخص اپنے کاموں میں مشورہ کرتا ہو اس کو کبھی شرمندگی یا پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے گا کہ میں نے یہ کام کیوں کیا؟ یا میں نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟، اس لیے کہ جو کام کیا وہ مشورہ کے بعد کیا اور اگر نہیں کیا تو مشورہ کے بعد نہیں کیا، اس وجہ سے وہ شرمندہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں جو یہ فرمایا کہ استخارہ کرنے والا ناکام نہیں ہوگا، مطلب اس کا یہ کہ انجام کے اعتبار سے استخارہ کرنے والے کو ضرور کامیابی ہوگی، چاہے کسی موقع پر اس کے دل میں یہ خیال بھی آجائے کہ جو کام ہوا وہ اچھا نہیں ہوا، لیکن اس خیال کے آنے کے باوجود کامیابی اسی شخص کو ہوگی جو اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا رہے، اسی طرح جو شخص مشورہ کر کے کام کرے گا وہ کبھی پچھتائے گا نہیں، اس لیے کہ خدانخواستہ اگر وہ کام خراب بھی ہو گیا تو اس کے دل میں اس بات کی تسلی ہوگی کہ میں نے یہ کام اپنی خودرائی اور اپنے بل بوتے پر نہیں کیا تھا بلکہ اپنے دوستوں اور بڑوں سے مشورہ کے بعد کیا تھا، اب آگے اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے کہ وہ جیسا چاہیں فیصلہ فرمادیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتوں کا مشورہ دیا ہے کہ جب بھی کسی کام میں کشمکش ہو تو دو کام کر لیا کرو، ایک استخارہ اور دوسرے استشارہ یعنی مشورہ۔

استخارہ کا مقصد

"واضح ہو کہ استخارہ مسنونہ کا مقصد یہ ہے کہ بندے کے ذمے جو کام تھا وہ اس نے کرلیا اور اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے علم محیط اور قدرت کاملہ کے حوالہ کردیا، گویا استخارہ کرنے سے بندہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا، ظاہر ہے کہ اگر کوئی انسان کسی تجربہ کار عاقل اور شریف شخص سے مشورہ کرنے جاتا ہے تو وہ شخص صحیح مشورہ ہی دیتا ہے اور اپنی مقدور کے مطابق اس کی اعانت بھی کرتا ہے، گویا استخارہ کیا ہے؟ حق تعالیٰ سے مشورہ لینا ہے، اپنی درخواست استخارہ کی شکل میں پیش کردی، حق تعالیٰ سے بڑھ کر کون رحیم وکریم ہے؟ اس کا کرم بے نظیر ہے، علم کامل ہے اور قدرت بے عدیل ہے، اب جو صورت انسان کے حق میں مفید ہوگی، حق تعالیٰ اس کی توفیق دے گا، اس کی رہنمائی فرمائے گا، پھر نہ سوچنے کی ضرورت، نہ خواب میں نظر آنے کی حاجت، جو اس کے حق میں خیر ہوگا وہی ہوگا، چاہے اس کے علم میں اس کی بھلائی آئے یا نہ آئے، اطمینان وسکون فی الحال حاصل ہو یا نہ ہو، ہوگا وہی جو خیر ہوگا، یہ ہے استخارہ مسنونہ کا مطلوب! اسی لئے تمام امت کے لئے تا قیامت یہ دستور العمل چھوڑا گیا ہے"۔

استخارہ کی حکمت

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "حجۃ اللہ البالغۃ" میں استخارہ کی دو حکمتیں بیان فرمائیں ہیں۔

فال نکالنے سے نجات اور اس کی حرمت

ا۔ پہلی حکمت یہ کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی اہم کام کرنا ہوتا مثلاً سفر یا نکاح یا کوئی بڑا سودا کرنا ہوتا تو وہ تیروں

کے ذریعے فال نکالا کرتے تھے، یہ تیر کعبہ شریف کے مجاور کے پاس رہتے تھے، ان میں سے کسی تیر پر لکھا ہوتا "امرنی ربی" (میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے) اور کسی پر لکھا ہوتا "نہانی ربی" (میرے رب نے مجھے منع کیا ہے) اور کوئی تیر بے نشان ہوتا، اس پر کچھ لکھا ہوا نہیں ہوتا تھا، مجاور تھیلا ہلا کر فال طلب کرنے والے سے کہتا کہ ہاتھ ڈال کر ایک تیر نکال لے، اگر "امرنی ربی" (کام کے حکم) والا تیر نکلتا تو وہ شخص کام کرتا اور "نہانی ربی" (کام سے منع) والا تیر نکلتا تو وہ کام سے رک جاتا اور بے نشان تیر ہاتھ میں آتا تو دوبارہ فال نکالی جاتی، سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳ کے ذریعے اس کی حرمت نازل ہوئی، اور حرمت کی دو وجہیں ہیں۔

۱- یہ ایک بے بنیاد عمل ہے اور محض اتفاق ہے، جب بھی تھیلے میں ہاتھ ڈالا جائے گا تو کوئی نہ کوئی تیر ضرور ہاتھ آئے گا۔

۲- اس طرح سے فال نکالنا یہ اللہ تعالیٰ پر افترا اور جھوٹا الزام ہے، اللہ تعالیٰ نے کہاں حکم دیا ہے اور کب منع کیا ہے؟ اور اللہ پر افتراء حرام ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فال کی جگہ استخارہ کی تعلیم دی ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ جب بندہ رب علیم سے رہنمائی کی التجاء کرتا ہے تو اپنے معاملے کو اپنے مولی کے حوالے کر کے اللہ کی مرضی معلوم کرنے کا شدید خواہش مند ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر جا پڑتا ہے اور اس کا دل ملتجی ہوتا ہے تو ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی رہنمائی اور مدد نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضان کا باب کشادہ ہوتا ہے، اور اس پر معاملہ کا راز کھولا جاتا ہے، چنانچہ استخارہ محض اتفاق نہیں ہے، بلکہ اس کی مضبوط بنیاد ہے۔

فرشتوں سے مشابہت

دوسری حکمت یہ کہ استخارہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان فرشتہ صفت بن جاتا ہے، استخارہ کرنے والا اپنی ذاتی رائے سے نکل جاتا ہے اور اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے، اس کی بہیمیت (حیوانیت) ملکیت (فرشتہ صفتی) کی تابع داری کرنے لگتی ہے اور وہ اپنا رخ پوری طرح اللہ کی طرف جھکا دیتا ہے تو اس میں فرشتوں کی سی خو بو پیدا ہو جاتی ہے، ملائکہ الہام ربانی کا انتظام کرتے ہیں اور جب ان کو الہام ہوتا ہے تو وہ داعیہ ربانی سے اس معاملے میں اپنی سی پوری کوشش خرچ کرتے ہیں، ان میں کوئی داعیہ نفسانی نہیں ہوتا، اسی طرح جو بندہ بکثرت استخارہ کرتا ہے وہ رفتہ رفتہ فرشتوں کے مانند ہو جاتا ہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ملائکہ کے مانند بننے کا یہ ایک تیر بہدف مجرب نسخہ ہے جو چاہے آزما کر دیکھے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ)

استخارہ کا مسنون اور صحیح طریقہ

سنت کے مطابق استخارہ کا سیدھا سادہ اور آسان طریقہ یہ ہے کہ دن رات میں کسی بھی وقت (بشرطیکہ وہ نفل کی ادائیگی کا مکروہ وقت نہ ہو) دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں، نیت یہ کرے کہ میرے سامنے یہ معاملہ یا مسئلہ ہے، اس میں جو راستہ میرے حق میں بہتر ہو، اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرما دیں۔

سلام پھیر کر نماز کے بعد استخارہ کی وہ مسنون دعا مانگیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے، یہ بڑی عجیب دعا ہے

،اللہ جل شانہ کے نبی ہی یہ دعا مانگ سکتے ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں، کوئی گوشہ زندگی کا اس دعاء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا نہیں، اگر انسان ایڑی چوٹی کا زور لگالیتا تو بھی ایسی دعا کبھی نہ کرسکتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی، اگر کسی کو دعا یاد نہ ہو تو کوئی بات نہیں کتاب سے دیکھ کر یہ دعا مانگ لے، اگر عربی میں دعا مانگنے میں دقت ہورہی ہو تو ساتھ ساتھ اردو میں بھی یہ دعا مانگے، بس! دعا کے جتنے الفاظ ہیں، وہی اس سے مطلوب ومقصود ہیں، وہ الفاظ یہ ہیں۔

استخارہ کی مسنون دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ ، وَ اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ، وَ اَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلاَ اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلاَ اَعْلَمُ ، وَاَنْتَ عَلاَّمُ الْغُیُوْبِ

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَ عَاجِلِہ وَ اٰجِلِہ . فَاقْدِرْہُ لِیْ ، وَ یَسِّرْہُ لِیْ ، ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ ۔وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَ عَاجِلِہ وَ اٰجِلِہ ، فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ ، وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ (بخاری، ترمذی)

دعا کرتے وقت جب "ہذا الامر" پر پہنچے (جس کے نیچے لکیر بنی ہے) تو اگر عربی جانتا ہے تو اس جگہ اپنی حاجت کا تذکرہ کرے یعنی "ہذا الامر" کی جگہ اپنے کام کا نام لے، مثلاً "ہذا السفر" یا "ہذا النکاح" یا "ہذہ التجارۃ" یا "ہذا البیع" کہے، اور اگر عربی نہیں جانتا تو "ہذا الامر" ہی کہہ کر دل میں اپنے اس کام کے بارے میں سوچے اور دھیان دے جس کے لیے استخارہ کررہا ہے۔

استخارہ کی دعا کا مطلب ومفہوم

اے اللہ! میں آپ کے علم کا واسطہ دے کر آپ سے خیر اور بھلائی طلب کرتا ہوں اور آپ کی قدرت کا واسطہ دے کر میں اچھائی پر قدرت طلب کرتا ہوں، آپ غیب کو جاننے والے ہیں۔

اے اللہ! آپ علم رکھتے ہیں میں علم نہیں رکھتا، یعنی یہ معاملہ میرے حق میں بہتر ہے یا نہیں، اس کا علم آپ کو ہے، مجھے نہیں، اور آپ قدرت رکھتے ہیں اور مجھ میں قوت نہیں۔

یا اللہ! اگر آپ کے علم میں ہے کہ یہ معاملہ (اس موقع پر اس معاملہ کا تصور دل میں لائیں جس کے لیے استخارہ کررہا ہے) میرے حق میں بہتر ہے، میرے دین کے لیے بھی بہتر ہے، میری معاش اور دنیا کے اعتبار سے بھی بہتر ہے اور انجام کار کے اعتبار سے بھی بہتر ہے اور میرے فوری نفع کے اعتبار سے اور دیرپا فائدے کے اعتبار سے بھی تو اس کو میرے لیے مقدر فرمادیجیے اور اس کو میرے لیے آسان فرمادیجیے اور اس میں میرے لیے برکت پیدا فرمادیجیے۔

اور اگر آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ یہ معاملہ (اس موقع پر اس معاملہ کا تصور دل میں لائیں جس کے لیے استخارہ کررہا ہے) میرے حق میں برا ہے، میرے دین کے حق میں برا ہے یا میری دنیا اور معاش کے حق میں برا ہے یا میرے انجام کار کے اعتبار سے برا ہے، فوری نفع اور دیرپا نفع کے اعتبار سے بھی بہتر نہیں ہے تو اس کام کو مجھ سے پھیر دیجیے اور مجھے اس سے پھیر دیجیے اور میرے

لیے خیر مقدر فرما دیجیے جہاں بھی ہو، یعنی اگر یہ معاملہ میرے لیے بہتر نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دیجیے اور اس کے بدلے جو کام میرے لیے بہتر ہو اس کو مقدر فرما دیجیے، پھر مجھے اس پر راضی بھی کر دیجیے اور اس پر مطمئن بھی کر دیجیے۔

استخارہ کتنی بار کیا جائے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ انس! جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سات مرتبہ استخارہ کرو، پھر اس کے بعد (اس کا نتیجہ) دیکھو، تمہارے دل میں جو کچھ ڈالا جائے، یعنی استخارے کے نتیجے میں بارگاہ حق کی جانب سے جو چیز القاء کی جائے اسی کو اختیار کرو کہ تمہارے لیے وہی بہتر ہے۔ (مظاہر حق)

بہتر یہ ہے کہ استخارہ تین سے سات دن تک پابندی کے ساتھ متواتر کیا جائے، اگر اس کے بعد بھی تذبذب اور شک باقی رہے تو استخارہ کا عمل مسلسل جاری رکھے، جب تک کسی ایک طرف رجحان نہ ہو جائے کوئی عملی اقدام نہ کرے، اس موقع پر اتنی بات سمجھنی ضروری ہے کہ استخارہ کرنے کے لیے کوئی مدت متعین نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ایک ماہ تک استخارہ کیا تھا تو ایک ماہ بعد آپ کو شرح صدر ہو گیا تھا اگر شرح صدر نہ ہوتا تو آپ آگے بھی استخارہ جاری رکھتے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ)

"دعائے استخارہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعائے خیر کرتا رہے، استخارہ کرنے کے بعد ندامت نہیں ہوتی اور یہ مشورہ کرنا نہیں ہے، کیونکہ مشورہ تو دوستوں سے ہوتا ہے، استخارہ سنت عمل ہے، اس کی دعا مشہور ہے، اس کے پڑھ لینے سے سات روز کے اندر اندر قلب میں ایک رجحان پیدا ہو جاتا ہے اور یہ خواب میں کچھ نظر آتا، یا یہ قلبی رجحان حجت شرعیہ نہیں ہیں کہ ضرور ایسا کرنا ہی پڑے گا، اور یہ جو دوسروں سے استخارہ کرایا کرتے ہیں، یہ کچھ نہیں ہے، بعض لوگوں نے عملیات مقرر کر لیے ہیں دائیں طرف یا بائیں طرف گردن پھیرنا یہ سب غلط ہیں، ہاں دوسروں سے کرا لینا گناہ تو نہیں لیکن اس دعا کے الفاظ ہی ایسے ہیں کہ خود کرنا چاہیے"۔ (مجالس مفتی اعظم)

استخارہ سے کس طرح رہنمائی ملے گی؟

۱- دل کا کسی ایک بات پر مطمئن ہو جانا۔ ۲- اور اس مصلحت کے اسباب میسر ہو جانا۔ تاہم اس میں خواب آنا ضروری نہیں۔

(اصلاح انقلاب امت)

استخارہ میں صرف یکسوئی کا حاصل ہونا استخارہ کے مقبول ہونے کی دلیل ہے، اس کے بعد اس کے مقتضی پر عمل کرے، اگر کئی مرتبہ استخارہ کے بعد بھی یکسوئی اور کسی ایک جانب اطمینان نہ ہو تو استخارہ کے ساتھ ساتھ استشارہ بھی کرے یعنی اس کام میں کسی سے مشورہ بھی لے لیکن استخارہ میں ضروری نہیں کہ یکسوئی ہوا ہی کرے۔ (الکلام الحسن)

بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد خود انسان کے دل کا رجحان ایک طرف ہو جاتا ہے، بس جس طرف رجحان ہو جائے وہ کام کر لے، اور بکثرت ایسا رجحان ہو جاتا ہے، لیکن بالفرض اگر کسی ایک طرف رجحان نہ بھی ہو بلکہ دل میں کشمکش موجود ہو تو بھی استخارہ کا مقصد حاصل ہو گیا، اس لیے کہ بندہ کے استخارہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو اس کے حق میں بہتر ہوتا

ہے، اس کے بعد حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں پھر وہی ہوتا ہے جس میں بندے کے لیے خیر ہوتی ہے اور اس کو پہلے سے معلوم نہیں ہوتا، بعض اوقات انسان ایک راستے کو بہت اچھا سمجھ رہا ہوتا ہے لیکن اچانک رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو اس بندے سے پھیر دیتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ استخارہ کے بعد اسباب ایسے پیدا فرما دیتے ہیں کہ پھر وہی ہوتا ہے جس میں بندے کے لیے خیر ہوتی ہے، اب خیر کس میں ہے؟ انسان کو پتہ نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دیتے ہیں۔

بس استخارہ کی حقیقت اتنی سی ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگ لی، پھر آگے جو ہوگا اسی میں خیر ہے، کام ہو گیا تو خیر، نہیں ہوا تو خیر! دل جس طرف متوجہ ہو جائے اور جس کے اسباب پیدا ہو رہے ہوں یقین کر لیں کہ یہی میرے لیے بہتر ہے اور اگر دل کی توجہ ہٹ گئی یا اسباب پیدا نہیں ہوئے یا اسباب موجود تھے مگر استخارہ کے بعد ختم ہو گئے، کام نہیں ہو سکا تو اطمینان رکھے، اللہ پر یقین رکھے کہ اس میں میری بہتری ہوگی، اپنی طبیعت بہت چاہتی ہے مگر اللہ تعالیٰ میرے نفع و نقصان کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں، اس طرح سوچنے سے ان شاء اللہ اطمینان ہو جائے گا، اگر دل کا رجحان کسی جانب نہ ہو تو صرف اسباب کے پیش نظر جو فیصلہ بھی کرلے گا اس میں خیر ہوگی، خدانخواستہ اگر استخارہ کے بعد کوئی نقصان بھی ہو جائے تو یہ عقیدہ رکھے کہ استخارہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے چھوٹے نقصان کے ذریعے کسی بڑے نقصان سے بچالیا، استخارہ کی دعا میں دین کا ذکر پہلے ہے اور دنیا کا بعد میں، اس لیے کہ مسلمان کا اصل مقصد دین ہے، دنیا تو درحقیقت دین کے تابع ہے۔

استخارہ کے باوجود اگر نقصان ہو گیا تو

عن مكحول الازدی رحمه الله تعالیٰ قال: سمعت ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه يقول: ان الرجل يستخير الله تبارک وتعالیٰ فيختار له، فيسخط على ربه عز وجل، فلا يلبث ان ينظر فی العاقبة فاذا ہو خير له۔ (کتاب الزہد)

مکحول ازدی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد سنا، فرماتے ہیں کہ بعض اوقات انسان اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہے کہ جس کام میں میرے لیے خیر ہو وہ کام ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ کام اختیار فرما دیتے ہیں جو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے، لیکن ظاہری اعتبار سے وہ کام اس بندہ کی سمجھ میں نہیں آتا تو بندہ اپنے پروردگار سے ناراض ہوتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تو یہ کہا تھا کہ میرے لیے اچھا کام تلاش کیجیے، لیکن جو کام ملا وہ تو مجھے اچھا نظر نہیں آرہا ہے، اس میں میرے لیے تکلیف اور پریشانی ہے، لیکن کچھ عرصے بعد جب انجام سامنے آتا ہے تب اس کو پتہ چلتا ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جو فیصلہ کیا تھا وہی میرے حق میں بہتر تھا، اس وقت اس کو پتہ نہیں تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ میرے ساتھ زیادتی اور ظلم ہوا ہے، اور اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا صحیح ہونا بعض اوقات دنیا میں ظاہر ہو جاتا ہے اور بعض اوقات آخرت میں ظاہر ہوگا۔

اب جب وہ کام ہو گیا تو ظاہری اعتبار سے بعض اوقات ایسا لگتا ہے کہ جو کام ہوا وہ اچھا نظر نہیں آرہا ہے، دل کے مطابق نہیں ہے، تو اب بندہ اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتا ہے کہ یا اللہ! میں نے آپ سے استخارہ کیا تھا مگر کام وہ ہو گیا جو میری مرضی اور طبیعت کے

خلاف ہے اور بظاہر یہ کام اچھا معلوم نہیں ہو رہا ہے، اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے ہیں کہ ارے نادان! تو اپنی محدود عقل سے سوچ رہا ہے کہ یہ کام تیرے حق میں بہتر نہیں ہوا، لیکن جس کے علم میں ساری کائنات کا نظام ہے وہ جانتا ہے کہ تیرے حق میں کیا بہتر تھا اور کیا بہتر نہیں تھا، اس نے جو کیا وہی تیرے حق میں بہتر تھا، بعض اوقات دنیا میں تجھے پتہ چل جائے گا کہ تیرے حق میں کیا بہتر تھا اور بعض اوقات پوری زندگی میں کبھی پتہ نہیں چلے گا، جب آخرت میں پہنچے گا تب وہاں جا کر پتہ چلے گا کہ واقعۃً یہی میرے لیے بہتر تھا۔

اس کی مثال یوں سمجھیں جیسے ایک بچہ ہے جو ماں باپ کے سامنے مچل رہا ہے کہ فلاں چیز کھاؤں گا اور ماں باپ جانتے ہیں کہ اس وقت یہ چیز کھانا بچے کے لیے نقصان دہ اور مہلک ہے، چنانچہ ماں باپ بچے کو وہ چیز نہیں دیتے، اب بچہ اپنی نادانی کی وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ میرے ماں باپ نے مجھ پر ظلم کیا، میں جو چیز مانگ رہا تھا وہ مجھے نہیں دی اور اس کے بدلے میں مجھے کڑوی کڑوی دوا کھلا رہے ہیں، اب وہ بچہ اس دوا کو اپنے حق میں خیر نہیں سمجھ رہا ہے لیکن بڑا ہونے کے بعد جب اللہ تعالیٰ اس بچے کو عقل اور فہم عطا فرمائیں گے اور اس کو سمجھ آئے گی تو اس وقت اس کو پتہ چلے گا کہ میں تو اپنے لیے موت مانگ رہا تھا اور میرے ماں باپ میرے لیے زندگی اور صحت کا راستہ تلاش کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ وہ راستہ اختیار فرماتے ہیں جو انجام کار بندہ کے لیے بہتر ہوتا ہے، اب بعض اوقات اس کا بہتر ہونا دنیا میں پتہ چل جاتا ہے اور بعض اوقات دنیا میں پتہ نہیں چلتا۔

یہ کمزور انسان کس طرح اپنی محدود عقل سے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کا ادراک کر سکتا ہے، وہی جانتے ہیں کہ کس بندے کے حق میں کیا بہتر ہے؟ انسان صرف ظاہر میں چند چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو برا ماننے لگتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا کہ کس کے حق میں کیا اور کب بہتر ہے۔

اسی وجہ سے اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں کہ جب تم کسی کام کا استخارہ کر چکو تو اس کے بعد اس پر مطمئن ہو جاؤ کہ اب اللہ تعالیٰ جو بھی فیصلہ فرمائیں گے وہ خیر ہی کا فیصلہ فرمائیں گے، چاہے وہ فیصلہ ظاہر نظر میں تمہیں اچھا نظر نہ آ رہا ہو، لیکن انجام کے اعتبار سے وہی بہتر ہوگا، اور پھر اس کا بہتر ہونا یا تو دنیا ہی میں معلوم ہو جائے گا، ورنہ آخرت میں جا کر تو یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا تھا وہی میرے حق میں بہتر تھا۔ (اصلاحی خطبات)

بَابٌ فِي الِاسْتِعَاذَةِ

باب: پناہ مانگنے سے متعلق (دعائیں)

جن چیزوں سے پناہ مانگنا چاہیے

1539 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ خَمْسٍ: مِنَ

الْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَسُوءِ الْعُمُرِ، وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے: بزدلی، کنجوسی، انتہائی بڑھاپا، سینے کی آزمائش اور قبر کا عذاب۔

1540 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، اَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: كَانَ رَسُوْلُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَالْهَرَمِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں عاجز ہو جانے، سستی، بزدلی، کنجوسی اور بڑھاپے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

1541 - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ سَعِيْدٌ الزُّهْرِيُّ: عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي عَمْرٍو، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنْتُ اَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُنْتُ اَسْمَعُهُ كَثِيْرًا، يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ، وَذَكَرَ بَعْضَ مَا ذَكَرَهُ التَّيْمِيُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر یہ پڑھتے ہوئے سنتا تھا۔

''اے اللہ! میں شدید غم و پریشانی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبے سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

اس راوی نے بعض ان الفاظ کا ذکر بھی کیا ہے جن کا ذکر تیمی نے کیا ہے۔

1542 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس دعا کی تعلیم اس طرح دیا کرتے تھے' جس طرح لوگوں کو قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور دجال کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

1543 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ، اَخْبَرَنَا عِيْسٰى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ

عَائِشَةَ رَضِيَ عَنْهَا، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ: اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ، وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ الْغِنٰى وَالْفَقْرِ

⭘⭘ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ذریعے دعا کرتے تھے۔

''اے اللہ! میں جہنم کی آزمائش، جہنم کے عذاب، خوشحالی اور تنگدستی کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

1544 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَالْقِلَّةِ، وَالذِّلَّةِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ، اَوْ اُظْلَمَ

⭘⭘ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میں غربت، قلت اور ذلت سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے''۔

1545 - حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحْوِيْلِ عَافِيَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نَقْمَتِكَ، وَجَمِيْعِ سُخْطِكَ

⭘⭘ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں تیری نعمت زائل ہو جانے، تیری عافیت تبدیل ہو جانے، تیرے اچانک انتقام (یعنی عذاب) اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

1546 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا ضُبَارَةُ بْنُ عَبْدِ بْنِ اَبِي السُّلَيْكِ، عَنْ دُوَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ السَّمَّانُ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: اِنَّ رَسُوْلَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشِّقَاقِ، وَالنِّفَاقِ، وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ

⭘⭘ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں حق کی مخالفت، منافقت اور برے اخلاق سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

1547 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنِ ابْنِ اِدْرِيْسَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُوْعِ، فَاِنَّهُ بِئْسَ

1547- اسناده قوی. ابن عجلان - هو محمد بن عجلان المدنی - صدوق لا باس به. ابن ادریس: هو عبد الله بن ادریس بن یزید الاودی، والمقبری: هو سعید بن ابی سعید المقبری. واخرجه النسائی فی "الکبری" (7851) و (7852) من طریقین عن عبد الله بن ادریس، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (3354) من طریق کعب عن ابی هریرة، به. لکن فی اسناده لیث بن ابی سلیم. وهو فی "صحیح ابن حبان" (1029).

الضَّجِيعُ، وَاَعُوذُ بِکَ مِنَ الْخِيَانَةِ. فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ بری ساتھی ہے اور میں خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ بری خصلت ہے''۔

1548 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَخِيهِ عَبَّادِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ، اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِکَ مِنَ الْاَرْبَعِ، مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں چیزوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو فائدہ نہ دے ایسے دل سے جو ڈرے نہیں ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو''۔

1549 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: قَالَ اَبُو الْمُعْتَمِرِ: اُرَى اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَنَا، اَنَّ رَسُولَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِکَ مِنْ صَلَاةٍ لَا تَنْفَعُ، وَذَكَرَ دُعَاءً آخَرَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں ایسی نماز سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو فائدہ نہ دے''۔

انہوں نے ایک اور دعا بھی ذکر کی ہے۔

1550 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ الْاَشْجَعِيِّ، قَالَ: سَاَلْتُ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، عَمَّا كَانَ رَسُولُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهِ. قَالَتْ: كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ، وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ

فروہ بن نوفل اشجعی بیان کرتے ہیں: میں نے اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا دعا مانگا کرتے تھے' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! میں نے جو عمل کیا اس کے شر سے اور جو عمل نہیں کیا اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

1550- اسناده صحيح. عثمان بن ابي شيبة: هو عثمان بن محمد بن ابراهيم العبسي، وجرير: هو ابن عبد الحميد الضبي، ومنصور: هو ابن المعتمر، وفروة بن نوفل الاشجعي مختلف في صحبته والصواب ان الصحبة لابيه، روى عنه جمع، وذكره ابن حبان في "الثقات"، واخرج له مسلم هذا الحديث. واخرجه مسلم (2716)، والنسائي في "الكبرى" (1231) و (7911) من طرق عن جرير، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (2716)، وابن ماجه (3839)، والنسائي (7909) و (7910) و (7912) و (7913)، (7914) من طرق عن هلال بن يساف، به. وهو في "مسند احمد" (26368)، و "صحيح ابن حبان" (1031)

1551 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ بْنِ الزُّبَيْرِ ، ح وحَدَّثَنَا اَحْمَدُ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، الْمَعْنَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ، عَنْ بِلَالٍ الْعَبْسِيِّ، عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ، عَنْ اَبِيهِ - فِي حَدِيثِ اَبِي اَحْمَدَ شَكَلِ بْنِ حُمَيْدٍ -، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ، عَلِّمْنِي دُعَاءً. قَالَ: قُلْ: اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي، وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي، وَمِنْ شَرِّ لِسَانِي، وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي، وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّي

❁❁ حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی دعا کی تعلیم دیجئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھو:

''اے اللہ! میں اپنی سماعت کے شر سے اپنی بصارت کے شر سے اپنی زبان کے شر سے اپنے دل کے شر سے اور اپنے مادہ تولید کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

1552 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ صَيْفِيٍّ، مَوْلَى اَفْلَحَ، مَوْلَى اَبِي اَيُّوبَ، عَنْ اَبِي الْيَسَرِ، اَنَّ رَسُوْلَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو: اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّي، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَرَقِ، وَالْحَرَقِ، وَالْهَرَمِ، وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِي سَبِيلِكَ مُدْبِرًا، وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيغًا.

❁❁ حضرت ابو یسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اے اللہ! میں ملبے کے نیچے آجانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بلندی سے گر جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، ڈوبنے سے جل جانے سے بوڑھے ہو جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ موت کے وقت شیطان مجھے بدحواس کر دے اور میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تیری راہ میں (جہاد کے دوران) پیٹھ پھیرتے ہوئے مر جاؤں اور میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں زہریلے جانور کے کاٹنے سے مر جاؤں''۔

1553 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، اَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي مَوْلًى لِاَبِي اَيُّوبَ، عَنْ اَبِي الْيَسَرِ، زَادَ فِيهِ وَالْغَمِّ۔

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو یسر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''اور غم سے''

1554 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ، وَالْجُنُونِ، وَالْجُذَامِ، وَمِنْ سَيِّئِ الْاَسْقَامِ

1554- اسنادہ صحیح. حماد: ھو ابن سلمۃ البصری، وقتادۃ: ھو ابن دعامۃ السدوسی. واخرجہ النسائی فی "الکبری" (7876) من طریق ھمام بن یحیی، عن قتادۃ بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (13004)، و"صحیح ابن حبان" (1017)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

''اے اللہ! میں کل بے صبری، پاگل پن، جذام اور بری بیماریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

قرض سے نجات کی دعا مانگنے کا بیان

1555 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الْغُدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا غَسَّانُ بْنُ عَوْفٍ، أَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، يُقَالُ لَهُ: أَبُو أُمَامَةَ، فَقَالَ: يَا أَبَا أُمَامَةَ، مَا لِي أَرَاكَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فِي غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ؟، قَالَ: هُمُومٌ لَزِمَتْنِي، وَدُيُونٌ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: أَفَلَا أُعَلِّمُكَ كَلَامًا إِذَا أَنْتَ قُلْتَهُ أَذْهَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَمَّكَ، وَقَضَى عَنْكَ دَيْنَكَ؟، قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: قُلْ إِذَا أَصْبَحْتَ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ، وَقَهْرِ الرِّجَالِ، قَالَ: فَفَعَلْتُ ذَلِكَ، فَأَذْهَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَمِّي، وَقَضَى عَنِّي دَيْنِي

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب جن کا نام ابوامامہ تھا وہ موجود تھے نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے ابوامامہ! کیا وجہ ہے کہ تم نماز کے وقت کے علاوہ میں مسجد میں بیٹھے ہوئے ہو۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے پریشانیاں اور قرض لاحق ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات کی تعلیم نہ دوں کہ جب تم انہیں پڑھ لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانیوں کو ختم کر دے گا اور تمہارے قرض کو ادا کروا دے گا۔ ان صاحب نے عرض کی: جی ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم صبح اور شام کے وقت یہ پڑھو۔

''اے اللہ! میں غم اور پریشانی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں عاجز ہو جانے اور کسل مندی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں بزدلی اور کنجوسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں قرض کے غلبے اور لوگوں کے قہر سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

وہ صاحب بیان کرتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا' تو اللہ تعالیٰ نے میری پریشانی ختم کر دی اور میرا قرض ادا کروا دیا۔

قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کا مال لے اور اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی کسی ضرورت و احتیاج ہی کی بناء پر قرض لے اور قرض کی ادائیگی کا ارادہ بھی رکھتا ہو اور اس کو ادا کرنے کی کوشش بھی کرتا ہو) تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ مال ادا کرا دیتا ہے (یعنی قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھنے والے کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے بایں طور کہ یا تو دنیا میں قرض ادا کرنے کی استطاعت دے دیتا ہے یا آخرت میں حقدار کو راضی کر دیتا ہے) اور جو شخص لوگوں کا مال

لے اور ضائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہو (یعنی احتیاج وضرورت کے بغیر کسی سے قرض لے اور پھر اس قرض کی ادائیگی کی نیت بھی نہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو ضائع کر دیتا ہے (یعنی جو شخص کسی سے قرض لے اور اس قرض کو نہ ادا کرے اور نہ ادا کرنے کی نیت رکھے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ ادائیگی قرض پر اس کی مدد نہیں کرتا اور اس کے رزق میں وسعت وفراخی عطاء نہیں کرتا بلکہ اس کا مال تلف وضائع بھی کر دیتا ہے کیونکہ وہ ایک مسلمان کا مال ضائع کرنے کی نیت رکھتا ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 131)

میت کی طرف سے ضمانت قرض سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا، صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جنازہ کی نماز پڑھ لیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر قرض تو نہیں ہے صحابہ نے کہا کہ نہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر قرض تو نہیں؟ عرض کیا گیا کہ ہاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کچھ چھوڑ کر بھی مرا ہے یا نہیں صحابہ نے عرض کیا کہ تین دینار اس نے چھوڑے ہیں یہ سن کر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس پر قرض تو نہیں ہے صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں تین دینار اس پر قرض ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کچھ چھوڑ کر بھی مرا ہے یا نہیں عرض کیا گیا کہ کچھ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو ابوقتادہ نے جب یہ سنا تو کہا کہ یا رسول اللہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی نماز جنازہ پڑھ لیجئے اس کا قرض میں ادا کر دوں گا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 130)

ممکن ہے کہ تینوں جنازے ایک ہی دن اور ایک ہی مجلس میں لائے گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ الگ الگ دن اور الگ الگ مجلس میں یہ جنازے لائے گئے ہوں۔ دوسرے شخص پر جو قرض تھا اس کی مقدار انہیں تین دینار کے برابر رہی ہوگی جو وہ چھوڑ کر مرا تھا اس لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس شخص پر جتنا قرض ہے اس کی ادائیگی کے بقدر اثاثہ چھوڑ کر مرا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ تیسرا چونکہ اپنے قرض کی ادائیگی کے بقدر مال چھوڑ کر نہیں مرا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا اس انکار کی وجہ یا تو یہ تھی کہ اس سے لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور وہ قرض سے پرہیز کریں اور اگر بدرجہ مجبوری قرض لیں تو اس کی ادائیگی میں تاخیر وتقصیر سے باز رہیں یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس لئے مناسب نہیں سمجھا کہ میں اس کے لئے دعا کروں اور دعا قبول نہ ہو کیونکہ اس پر لوگوں کا حق تھا جس سے بری الذمہ ہوئے بغیر وہ مر گیا تھا۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ میت کی طرف سے ضامن ہونا جائز ہے خواہ میت نے ادائیگی قرض کے لئے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو۔

حضرت امام شافعی اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے بخلاف حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ بعض حنفی علماء کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی حضرت امام احمد اور حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد نے اس حدیث سے اس بات کا استدلال کیا ہے کہ اس میت کی طرف سے کفالت جائز ہے جس نے کچھ بھی مال نہ چھوڑا ہو اور اس پر قرض ہو

یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر میت کی طرف سے کفالت جائز نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس تیسرے جنازہ کی نماز نہ پڑھتے۔

لیکن حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مفلس میت کی طرف سے کفالت صحیح نہیں ہے کیونکہ مفلس میت کی طرف سے کفالت دراصل دین ساقط کی کفالت ہے اور یہ بالکل صاف مسئلہ ہے کہ دین ساقط کی کفالت باطل ہے۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت ابوقتادہ نے میت کی طرف سے اس کے قرض کی کفالت کی اور آنحضرت ﷺ نے ابوقتادہ کی کفالت کو تسلیم کر کے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی تو اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ ابوقتادہ نے اس شخص کی زندگی ہی میں اس کی طرف سے کفالت کر لی ہوگی اس موقع پر تو انہوں نے صرف آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا اقرار و اظہار کیا کہ میں اس کی کفالت پہلے ہی کر چکا ہوں اب میں اس کے قرض کا ذمہ دار ہوں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کے اس اقرار و اظہار پر نماز جنازہ پڑھی۔

اس کے علاوہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ابوقتادہ نے اس وقت میت کی طرف سے کفالت کی نہیں تھی بلکہ از راہ احسان و تبرع یہ وعدہ کیا تھا کہ میں اس کا قرض ادا کر دوں گا۔

شرح سنن ابوداؤد جلد ثانی کے اختتامی کلمات

الحمد للہ! شرح سنن ابوداؤد کی تیسری جلد مکمل ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ وہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے میرے اس کام کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے اور میرے صغیرہ و کبیرہ، سہوا، عمدا ہر قسم کے گناہوں کو معاف کر دے اور مجھے دنیا و آخرت میں ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

جامعہ انوار مدینہ لاہور

شرح ابوداؤد شریف

جلد 3

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

شرح ابو داؤد شریف

تصنیف

امام ابو داؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ و تخریج

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

3

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

هو القادر

شرح ابوداؤد شریف

مترجم	______	ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
شارح	______	علامہ محمد لیاقت علی رضوی
باہتمام	______	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	______	ستمبر 2016ء
سرورق	______	اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور
طباعت	______	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	______	روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

جميع حقوق الطبع محفوظ للناشر
All rights are reserved
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

مقدمہ رضویہ

الحمد لله له الَّذِی أوضح وُجوہ معالم الدّین وأفضح وُجوہ الشّک بکشف النقاب عَن وَجه الیَقِین بالعلماء المستنبطین الراسخین والفضلاء المحقِقِین الشامخین الّذین نزہوا کَلَام سید المرسلین ممیزین عَن زیف المخلطین المدلسین وَرفعوا مناره بِنصب العلائم وأسندوا عمده بأقوی الدعائم حَتَّی صَار مَرفُوعا بِالْبِنَاءِ العالی المشید وبالأحکام الموثق المدمج المؤکّد مسلسلا بسلسة الحفْظ والاسناد غیر مُنقَطع وَلَا واه إِلَی یَوْم التناد وَلَا مَوْقُوف علی غَیره من المبانی وَلَا معضل مَا فِیهِ من المعَانِی (وَالصَّلَاة) علی من بعث بِالدّینِ الصَّحِیح الحسن وَالحق الصرِیح السّنَن الخالِی عَن الْعِلَل القادحة والسالم من الطعْن فِی أدلته الراجحة مُحَمَّد المستأثر بالخصال الحمیدة والمجتبی المختَص بالخلال السعیدة وعَلی آله وَصَحبه الکِرَام مؤیدی الدّین ومظهری الْإِسْلَام وعَلی التَّابِعین بِالخیرِ وَالْإِحْسَان وعلی عُلَمَاء الأمة فِی کل زمَان مَا تغرد قمری علی الْوَرْد والبان وناح عندلیب علی نور الأقحوان (وَبعد) فَإِن عانی رَحْمَة ربه الْغنی مُحَمَّد لیاقت علی الرضوی الحنفی عَامله ربه ووالدیه بلُطْفِهِ الخفی یَقُول أَن السّنة إِحْدَی الحجَج القاطعة وأوضح المحجة الساطعة وَبهَا ثُبُوت أَکثر الْأَحْکَام وَعَلَیْهَا مدَار الْعلمَاء الْأَعْلَام وَکیف لَا وَهِی القَوْل وَالْفِعْل من سید الْأَنَام فِی بَیَان الحلَال وَالحرَام الّذین عَلَیْهِما مَبْنِیّ الْإِسْلَام فصرف الاعمار فِی استِخْرَاج کنوزہا من أہم الْأُمُور وتوجیه الأفکار فِی استکشاف رموزہا من تعمیر العمور لَهَا منقبة تجلت عَن الحسن والبہا ومرتبة جلت بالبهجة والسنا وَهِی أنوار الْهِدَایَة ومطالعها ووسائل الدِّرَایَة وذرائعها وَهِی من مختارات الْعُلُوم عینهَا وَمن متنقدات نقود المعارف فضہا وعینہا ولولاہا لما بَان الخطأ عَن الصَّوَاب وَلَا تمیز الشَّرَاب من السراب وَلَقَد تصدت طَائِفَة من السّلف الْکِرَام مِمَّن کساہم الله تَعَالَی جلابیب الْفَهم والأفہام ومکنہم من انتقاد الْأَلْفَاظ الفصیحة المؤسسة علی المعَانِی الصَّحِیحَة وأقدرہم علی الحفْظ بالحفاظ من المتون والألفاظ إِلَی جمع سنَن من سنَن سید المرسلین بادیة إِلَی طرائق شرائع الدّین وَتَدْوِین مَا تفرق مِنْهَا فِی أقطار بِلَاد المسلمین بتفرق الصَّحَابَة وَالتَّابِعین الحاملین والفقهاء مذاہب الاربعة۔

کتاب السنن اہل فن کی نظر میں

کتاب السنن کی اہمیت وافادیت اہل فن کے نزدیک مسلم ہے، امام ابوداؤد نے سب سے پہلے اپنی اس تالیف کو اپنے استاذ امام احمد بن حنبل پر پیش کیا، تو انہوں نے انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت پسند کیا، خطیب بغدادی فرماتے ہیں: ''کان أبو داؤد قد سکن البصرة، وقدم بغداد غیر مرة، وروی کتابه المصنف في السنن بها ونقله عنه أهلها، ویقال: إنه عرضه علی أحمد بن حنبل فاستجاده واستحسنه'' (تاریخ بغداد ۹/۵۶)، ابوداؤد نے بصرہ میں سکونت اختیار فرمائی، اور بغداد کئی بار تشریف لئے آئے، اور وہاں پر اپنی سنن کی روایت کی، اہل بغداد نے آپ سے سنن کو نقل کیا، کہا جاتا ہے کہ آپ نے کتاب السنن بہت پہلے تصنیف فرمائی، اور احمد بن حنبل پر پیش کیا جسے آپ نے پسند فرمایا، اور داد تحسین دی۔ (تاریخ بغداد ۹/۵۶)

محدث زکریا الساجی فرماتے ہیں: ''کتاب الله عز وجل أصل الاسلام، وکتاب السنن لأبي داؤد عهد الاسلام''۔ (کتاب اللہ اصل دین اسلام ہے، اور سنن ابوداؤد اسلام کا عہد)

سنن کی افادیت کے بارے میں ابوداؤد کے شاگرد حافظ محمد بن مخلد م ۳۳۱ھ فرماتے ہیں: ''لما صنف کتاب السنن وقرأه علی الناس صار کتابه لأهل الحدیث کالمصحف یتبعونه ولا یخالفونه وأقر له أهل زمانه بالحفظ والتقدم فیه'' (تہذیب الکمال ۱۱/۳۶۵) جب امام ابوداؤد نے سنن کو تالیف کر کے لوگوں پر پڑھا تو یہ اہل حدیث کے نزدیک مصحف کی حیثیت اختیار کر گئی، وہ اس کی اتباع کیا کرتے تھے اور اس کی مخالفت نہیں کرتے تھے، اہل عصر نے آپ کے حفظ حدیث اور اس میں تقدم کا اعتراف کیا۔

سنن کے بارے میں حافظ ابن حزم ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ: حافظ سعید بن سکن صاحب الصحیح ۳۵۳ھ کی خدمت میں اصحاب حدیث کی ایک جماعت حاضر ہوئی، اور عرض کیا کہ ہمارے سامنے احادیث کی بہت سی کتابیں آگئی ہیں، آپ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی کچھ ایسی کتابوں کی طرف کریں جن پر ہم اکتفا کر سکیں تو حافظ ابن السکن نے یہ سن کر کچھ جواب نہیں دیا، بلکہ اٹھ کر سیدھے گھر تشریف لے گئے، اور کتابوں کے چار بستہ لا کر اوپر تلے رکھ دیئے، اور فرمانے لگے: ''هذه قواعد الاسلام: کتاب مسلم، وکتاب البخاري، وکتاب أبي داود، وکتاب النسائي''، ''یہ اسلام کے بنیادی مراجع ہیں۔'' ''صحیح مسلم، صحیح بخاری، سنن ابوداؤد، سنن نسائی''

اور امام خطابی (م ۳۸۸ھ) کہتے ہیں: ''إن کتاب السنن لأبي داؤد کتاب شریف لم تصنف في علم الدین کتاب مثله، وقد رزق القبول من الناس کافة فصار حکما بین فرق العلماء وطبقات الفقهاء علی اختلاف مذاهبهم فلکل فیه ورود، ومنه شرب، وعلیه معول أهل العراق، وأهل مصر، وبلاد المغرب، وکثیر من مدن

اقطار الأرض، فأما أهل خراسان فقد أولع أكثرهم بكتاب محمد بن إسماعيل و مسلم بن الحجاج و من نحا نحوهما في جمع الصحيح على شرطهما في السبك و الانتقاد". (ابوداؤد کی کتاب السنن محترم کتاب ہے، علم دین میں اس کے مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی، سارے لوگوں کے یہاں یہ مقبول ہے، اور تمام مذاہب کے فقہاء، اور علماء کے یہاں اس کو حکم کا درجہ حاصل ہے، ہر ایک کے لئے یہ مرجع ہے، جس سے وہ سیراب ہوتا ہے، عراق، مصر اور بلاد مغرب نیز سارے دنیا کے ممالک کا اس پر دار و مدار ہے، اہل خراسان کی اکثریت بخاری و مسلم اور ان کے نقش قدم پر اور ان کی شرطوں کے مطابق احادیث صحیحہ کے جامعین سے زیادہ شغف رکھتے ہیں)۔

امام حاکم نیشاپوری نے سنن ابی داؤد کو صحیح کہا ہے۔

امام ابوداؤد کا اپنا بیان ہے کہ میرے خیال میں قرآن پاک کے بعد جتنا اس کتاب سنن ابی داؤد کو سیکھنا لوگوں پر لازم ہے، اتنا کسی اور چیز کا نہیں، اگر کوئی شخص اس کتاب کے علاوہ کوئی اور علم نہ سیکھے تو وہ خاسر نہیں ہوگا، اور جو اس کو دیکھے سمجھے اور اس میں غور کرے گا تو اس کو اس کی قدر معلوم ہو جائے گی۔

مزید فرماتے ہیں: ''وقد جمع أبو داؤد في كتابه هذا من الحديث في أصول العلم و أمهات السنن و أحكام الفقه ما نعلم متقدما سبقه إليه و متأخر ألحقه فيه'' (ابوداؤد نے اس کتاب میں اصول علم اور سنن کے بنیادی مسائل، اور فقہی احکام اس طرح جمع کر دیئے ہیں کہ نہ تو کسی متقدم نے ایسا کیا، اور نہ ہی کوئی بعد کا آدمی ایسا کر سکا)۔

کتاب السنن کا منہج اور مؤلف کی شرط

امام ابوداؤد نے اہل مکہ کے نام اپنے مکتوب میں کتاب السنن کے منہج اور طریقہ تالیف پر مفصل روشنی ڈالی ہے، ذیل میں ہم اس کے کچھ فقرات آپ کے منہج وطریقہ تالیف کو بیان کرنے کے لئے نقل کر رہے ہیں:

۱۔ میں نے ہر باب میں صرف ایک یا دو حدیثیں نقل کی ہیں، گو اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں موجود ہیں، اگر ان سب کو میں ذکر کرتا تو ان کی تعداد کافی بڑھ جاتی، اس سلسلہ میں میرے پیش نظر صرف قرب منفعت رہا ہے۔

۲۔ اگر کسی روایت کے دو یا تین طرق سے آنے کی وجہ سے میں نے کسی باب میں اسے مکرر ذکر کیا ہے تو اس کی وجہ صرف سیاق کلام کی زیادتی ہے، بسا اوقات بعض سندوں میں کوئی لفظ زائد ہوتا ہے جو دوسری سند میں نہیں ہوتا، اس زائد لفظ کو بیان کرنے کے لئے میں نے ایسا کیا ہے۔

۳۔ بعض طویل حدیثوں کو میں نے اس لئے مختصر کر دیا ہے کہ اگر میں انہیں پوری ذکر کرتا تو بعض سامعین (وقراء) کی نگاہ سے اصل مقصد اوجھل رہ جاتا، اور وہ اصل نکتہ نہ سمجھ پاتے، اس وجہ سے میں نے زوائد کو حذف کر کے صرف اس ٹکڑے کو ذکر کیا ہے، جو اصل مقصد سے مناسبت و مطابقت رکھتا ہے۔

۴۔ کتاب السنن میں میں نے کسی متروک الحدیث شخص سے کوئی روایت نہیں نقل کی ہے، اور اگر صحیح روایت کے نہ ہونے کی وجہ سے اگر کسی باب میں کوئی منکر روایت آئی بھی ہے، تو اس کی نکارت واضح کر دی گئی ہے۔

۵۔میری اس کتاب میں اگر کوئی روایت ایسی آئی ہے جس میں شدید ضعف پایا جاتا ہے تو اس کا یہ ضعف بھی میں نے واضح کر دیا ہے، اور اگر کسی روایت کی سند صحیح نہیں اور میں نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے تو وہ میرے نزدیک صالح ہے، اور نسبتہً ان میں بعض بعض سے اصح ہیں۔

٦۔اس کتاب میں بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جو غیر متصل، مرسل اور مدلس ہیں، بیشتر محدثین ایسی روایتوں کو مستند و معتبر مانتے ہیں اور ان پر متصل ہی کا حکم لگاتے ہیں۔

۷۔میں نے کتاب السنن میں صرف احکام کی حدیثوں کو شامل کیا ہے اس میں زہد اور فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق حدیثیں درج نہیں کیں، یہ کتاب کل چار ہزار آٹھ سو احادیث پر مشتمل ہے، جو سب کی سب احکام کے سلسلہ کی ہیں۔

احادیث سنن ابی داؤد صحت وضعف کے اعتبار سے

حافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن مندہ کا بیان ہے: ''ابوداؤد اور نسائی دونوں کی شرط ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی روایت کی تخریج کر سکتے ہیں جن کے متروک ہونے پر علماء کا اجماع نہ ہو بشرطیکہ حدیث کی سند متصل ہو اس میں انقطاع اور ارسال واقع نہ ہو''۔

(شروط ابن مندہ)

اس سلسلہ میں خود امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ''میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی روایت ذکر نہیں کی ہے جس کے متروک ہونے پر لوگوں کا اتفاق ہو''۔

آپ کے اس بیان میں صراحت ہے کہ کتاب ''السنن'' میں ضعیف احادیث موجود ہیں، بلکہ ایسی روایات بھی ہیں جو بہت زیادہ کمزور ہیں، اور ان کے ضعف کو انہوں نے کھول کر بیان کر دیا ہے۔

احادیث سنن ابی داؤد بقاعی کی نظر میں

امام بقاعی ابوداؤد کے مذکورہ بالا قول: (جو ان کے مکتوب بنام اہل مکہ میں موجود ہے) کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ان کے اس قول کی رو سے سنن میں وارد احادیث کی پانچ قسمیں بنتی ہیں:

۱۔صحیح جس سے انہوں نے صحیح لذاتہ مراد لیا ہوگا۔

۲۔صحیح کے مشابہ جس سے ان کی مراد صحیح لغیرہ ہوگی۔

۳۔درجہ صحت کے قریب غالباً اس سے وہ حسن لذاتہ مراد لیتے ہوں گے۔

۴۔جس میں شدید ضعف ہو۔

۵۔ان کے اس قول: ''وما سکتت عنه فهو صالح'' (جن احادیث پر میں نے سکوت اختیار کیا ہے وہ صالح ہیں) سے سنن میں وارد احادیث کی ایک پانچویں قسم ان احادیث کی سمجھی جاتی ہے جو بہت زیادہ کمزور نہ ہوں، اس قسم کی روایتیں اگر تائید وتقویت سے محروم ہوں تو وہ صرف اعتبار کے قبیل سے ہیں۔

٦۔لیکن اگر انہیں کسی کی تائید وتقویت مل جائے تو بحیثیت مجموعی وہ ''حسن لغیرہ'' کے درجہ پر آجاتی ہیں، اور استدلال

واحتجاج کے لائق بن جاتی ہیں، اس طرح ایک چھٹی قسم بھی وجود میں آجاتی ہے۔

احادیث سنن ابی داؤد امام ذہبی کی نظر میں

امام ذہبی کا بیان ہے کہ ابوداؤد کی کتاب میں وارد احادیث کے مختلف درجے ہیں، آپ نے ابن داسہ کا یہ قول نقل کیا کہ ''میں نے ابوداؤد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے اپنی سنن میں صحیح اور اس سے قریب کی احادیث ذکر کی ہیں، اور اگر ان میں شدید ضعف ہے تو میں نے اس کو بیان کردیا ہے''، ذہبی کہتے ہیں: ''میں کہتا ہوں: امام رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق اسے پورا پورا بیان کیا اور شدید ضعف والی احادیث کو جس کا ضعف قابل برداشت نہیں تھا بیان کردیا، اور قابل برداشت خفیف ضعف سے اغماض برتا، تو ایسی حالت میں آپ کے کسی حدیث پر سکوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث آپ کے یہاں حسن کے درجے کی ہو، بالخصوص جب ہم حسن کی تعریف پر اپنی جدید اصطلاح کا حکم لگائیں جو سلف کے عرف میں صحیح کی اقسام میں سے ایک قسم کی طرف لوٹتی ہے، اور جمہور علماء کے یہاں جس پر عمل واجب ہوتا ہے، یا جس سے امام بخاری بے رغبتی برتتے ہیں اور امام مسلم اسے لے لیتے ہیں، و بالعکس، تو یہ مراتب صحت کے ادنی مرتبہ میں ہے، اور اگر اس سے بھی نیچے گر جائے تو احتجاج واستدلال کی حد سے خارج ہو جاتی، اور حسن اور ضعیف کے درمیان متجاذب قسم بن جاتی ہے، تو ابوداؤد کی کتاب السنن میں:

۱- سب سے اونچا درجہ ان روایات کا ہے جن کی تخریج بخاری و مسلم دونوں نے کی ہے، اور جو تقریباً نصف کتاب پر مشتمل ہے۔

۲- اس کے بعد وہ حدیثیں ہیں جن کی تخریج بخاری و مسلم (شیخین) میں سے کسی ایک نے کی، اور دوسرے نے نہیں کی ہے۔

۳- پھر اس کے بعد وہ روایات ہیں جن کو بخاری و مسلم (شیخین) نے روایت نہیں کیا، اور وہ جید الاسناد ہیں اور علت و شذوذ سے محفوظ ہیں۔

۴- پھر وہ روایات ہیں جس کی اسناد صالح ہے، اور علماء نے ان کو دو یا اس سے زیادہ ضعیف طرق سے آنے کی وجہ سے قبول کرلیا ہے کہ ان میں سے ہر سند دوسرے کے لئے تقویت کا باعث ہے۔

۵- پھر اس کے بعد وہ احادیث ہیں جن کی سندوں کا ضعف رواۃ کے حفظ میں کمی کی وجہ سے ہے، ایسی احادیث کو ابوداؤد قبول کر لیتے ہیں اور اکثر اس پر سکوت اختیار فرماتے ہیں۔

۶- ان کے بعد سب سے آخری درجہ ان احادیث کا ہے جن کے رواۃ کا ضعف واضح ہوتا ہے، ایسی روایتوں پر وہ عام طور سے خاموش نہیں رہتے ہیں، ان کا ضعف ذکر کردیتے ہیں۔

۷- اور اگر کبھی خاموش رہتے بھی ہیں تو اس کی وجہ اس کے ضعف کی شہرت و نکارت ہوتی ہے، واللہ اعلم''

(السیر ۱۳/ ۲۱۴-۲۱۵)

سکوت ابی داؤد پر حافظ ابن حجر کی رائے

امام ابوداؤد کا بعض احادیث پر سکوت کبھی اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ حدیث زیادہ ضعیف نہیں ہوتی، اور کبھی ضعیف روایت پر وہ اس لئے سکوت فرماتے ہیں کہ اس روایت کا ضعف بہت مشہور و معروف ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس سے ان لوگوں کے طریقہ کا ضعف ظاہر ہوتا ہے جو امام ابوداوٗد کی ہر اس حدیث کو لائق استدلال جانتے ہیں جس پر آپ نے سکوت اختیار کیا ہے، آپ ابن لہیعہ، صالح مولیٰ توأمہ، عبداللہ بن محمد بن عقیل، موسیٰ بن وردان، سلمہ بن فضل اور دلہم بن صالح جیسے کمزور راویوں کی حدیثوں کی تخریج کرتے ہیں، اور ان پر سکوت اختیار کرتے ہیں، لہٰذا ناقد حدیث کے لئے قطعاً یہ روا نہیں کہ وہ ان روایتوں پر سکوت کے معاملے میں امام ابوداوٗد کی تقلید کرے اور احتجاج واستدلال میں ان کی متابعت کرے، بلکہ ایسی روایتوں کے متعلق اس کا وطیرہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ خود ان میں غور کرے اور دیکھے کہ کیا ان کا کوئی متابع موجود ہے جس سے ان کو تائید وتقویت ملتی ہو، یا وہ منفرد وغریب ہیں تا کہ اس کے بارے میں توقف کیا جائے، خاص کر جب وہ اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی روایت کے مخالف ہوں تو وہ یقیناً اپنے درجے سے گر کر منکر کے قبیل سے ہو جائیں گی۔

ابوداوٗد نے بسا اوقات ان سے بھی زیادہ ضعیف راویوں مثلاً حارث بن وجیہ، صدقہ دقیقی، عثمان بن واقد عمری، محمد بن عبدالرحمن بیلمانی، ابوجناب کلبی، سلیمان بن ارقم اور اسحاق بن عبداللہ بن فروہ جیسے متروکین کی روایتوں کی تخریج کی ہے۔

اسی طرح اس کتاب میں بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جن کی سندیں منقطع ہیں، یا ان کے رواۃ مدلس ہیں، اور وہ طریق حسن سے روایت کرتے ہیں یا ان کے رواۃ کے ناموں میں ابہام ہے ایسی تمام روایتوں پر محض اس وجہ سے حسن کا حکم لگانا کہ امام ابوداوٗد نے ان پر کوئی کلام نہیں کیا ہے درست نہیں، کیوں کہ:

۱۔ وہ کبھی اس لئے بھی سکوت اختیار کرتے ہیں کہ وہ اس سے پہلے راوی پر خود اپنی اس کتاب میں تفصیل سے کلام کر چکے ہوتے ہیں، بنابریں وہ سابقہ کلام پر اکتفا کرتے ہیں اس کے اعادہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

۲۔ کبھی آپ کا سکوت غفلت ونسیان کے سبب ہوتا ہے۔

۳۔ اور کبھی اس لئے ہوتا ہے کہ راوی کا ضعف بہت واضح ہوتا ہے اس کے متروک الحدیث ہونے پر ائمہ میں اتفاق پایا جاتا ہے جیسے ابوالحویرث اور یحییٰ بن العلاء وغیرہم۔

۴۔ اور کبھی جو لوگ امام ابوداوٗد سے روایت کرتے ہیں ان کے اختلاف کے سبب ایسا ہوتا ہے اور ایسا بہت ہے، مثال کے طور پر ابوالحسن بن العبد کا روایت کردہ نسخہ ہے، اس کے بہت سے راویوں اور سندوں میں کلام ہے جو لؤلؤی کے نسخہ میں نہیں ہے گو یہ نسخہ اس سے مشہور ہے۔

۵۔ اور کبھی سنن کے علاوہ دوسری تصنیفات میں اس حدیث کے ضعف پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں اور سنن میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔

سنن ابی داوٗد کی خصوصیات

سنن ابی داوٗد کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف احکام ومسائل سے متعلق روایات پر مشتمل ہے، امام صاحب سے پہلے اس قسم کی کتابیں لکھنے کا رواج نہ تھا، بلکہ ان کا تعلق احکام، تفسیر وقصص، اخبار ومواعظ اور ادب وزہد وغیرہ سے تھا، یعنی وہ جوامع اور مسانید تھیں جیسا کہ "رسالہ مکیہ" میں امام صاحب نے خود ہی ذکر کیا ہے، اور آپ نے ایک انوکھی راہ اختیار کی ہے، لہٰذا اپنی

اسی خصوصیت کی بناء پر یہ کتاب ائمہ اور علماء آثار کی توجہات کا مرکز بن گئی، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فأما السنن المحضة فلم يقصد أحد منهم جمعها واستيفائها ولم يقدر على تلخيصها واختصار مواضعها من اثناء تلك الأحاديث الطويلة كما حصل لأبي داؤد، لهذا حل كتابه عند أئمة أهل الحديث وعلماء الأثر محل العجب فضربت فيه اكباد الابل ودامت إليه الرحل"

(تہذیب الاسماء واللغات ج2 ص227).

رہ گیا سنن یعنی احادیث احکام کا معاملہ تو ان کی بھرپور جمع وتدوین، اور طویل احادیث سے ان کی تلخیص واختصار کا کام ابو داؤد کے علاوہ کسی اور نے اس کا ارادہ نہیں کیا، اس لئے ائمہ اہل حدیث اور علمائے حدیث وأثر کے یہاں یہ حیران کن تالیف ہے، جس کے حصول کے لئے اسفار ورحلات کا تسلسل برابر قائم رہا۔

۲۔ فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب میں موجود ہے، وہ صحاح میں سے کسی دوسری کتاب میں نہیں، حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی (م ۸۰۷ھ) صحاح ستہ کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ولأبي داؤد في حصر أحاديث الأحكام واستيعابها ماليس لغيره (تہذیب الأسماء واللغات ج2 ص227) ابوداؤد نے احادیث احکام کے حصر واستیعاب کا جو کام کیا ہے، وہ دوسروں نے نہیں کیا ہے۔

اور اسی وجہ سے یہ کتاب فقہاء ومجتہدین کا معتمد علیہ مأخذ رہی ہے۔

۳۔ جامع ترمذی کی طرح سنن ابی داؤد کی بھی اکثر وبیشتر روایات ائمہ مجتہدین، تابعین وتبع تابعین، اور فقہاء امت میں معمول بہا رہی ہیں، خصوصاً امام مالک رحمہ اللہ، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ، امام اوزاعی رحمہ اللہ وغیرہ محدثین وفقہاء کے مسالک ومذاہب کے لئے یہ کتاب اصل وبنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ یہ فقہاء ومجتہدین کے اختلاف میں حکم اور حجت ہے: "وعليه معول أهل العراق ومصر والمغرب وكثير من أقطار الأرض" (معالم السنن ج۱ ص۶)

۴۔ کتاب السنن میں صحیح الاسناد قوی، متصل اور مرفوع احادیث کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، اس کی صحت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ امام صاحب نے پہلے پانچ لاکھ احادیث جمع کی تھیں، اور پھر ان میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث کا انتخاب کیا، جو ایک مبسوط مجموعہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے، امام صاحب کے اپنے بیان کے مطابق آپ نے اپنے علم ویقین سے صحیح بلکہ اصح روایات نقل کرنے کی کوشش فرمائی ہے، اور ہمیشہ ان احادیث کو ترجیح دی ہے، جو سند کے اعتبار سے بلند اور اعلیٰ درجہ کی ہیں۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں: "حكي لنا عن أبي داؤد أنه قال: ماذكرت في كتابي حديثاً اجتمع الناس على تركه".

۵۔ سنن ابی داؤد کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ امام صاحب ایک ہی سند اور ایک ہی متن میں متعدد اسانید اور مختلف متون کو جمع فرماتے ہیں، اور ہر حدیث کی سند اور الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

۶۔ روایتوں کے تکرار سے کوئی کتاب خالی نہیں، لیکن امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے تکرار سے حتی الامکان احتراز اور کثرت طرق

کونظرانداز اور طویل احادیث کومختصر کر دیا ہے، تکرار سے اس وقت کام لیتے ہیں، جب اس روایت میں کوئی خاص بات یا نئے مسئلہ کا استنباط مقصود ہو۔

۷۔آپ نے روایت میں جامعیت کے ساتھ حسن ترتیب وتالیف کو بھی ملحوظ رکھا ہے، علامہ خطابی فرماتے ہیں: ''إلا أن كتاب أبي داؤد أحسن وضعاً''۔

۸۔ضرورت کے مطابق بعض مقامات پر اسماء وکنی کے علاوہ رواۃ کے القاب کی وضاحت کر دی ہے، اسی طرح رواۃ کی ثقاہت وعدم ثقاہت یعنی جرح وتعدیل کو بیان کرتے ہوئے روایات کے حسن وقبح اور صحت وسقم کی بھی وضاحت کی ہے۔

۹۔امام صاحب رحمہ اللہ نے غریب اور شاذ روایات کے بجائے مشہور اور معمول بہ روایات کے جمع کرنے کا خاص خیال رکھا ہے۔

۱۰۔سنن میں ایک ثلاثی روایت بھی ہے۔

سنت کا لغوی معنی

۱۔امام لغت مطرزی متوفی ۶۱۰ھ "لفظ سنن" کے تحت لکھتے ہیں:

"السنة" الطريقه ومنها الحديث في مجوس هَجَر "سنوا بهم سنة اهل الكتاب" اى اسلكوا بهم طريقهم يعني عاملوهم معاملة هؤلاء في اعطاء الامان باخذ الجزية منهم. (المغرب، ج:۱،ص:۴۱۷)

"سنت" طریقہ کے معنی میں ہے اسی معنی میں مجوسِ ہجر کے بارے میں حدیث ہے "سنوا بہم سنۃ اہل الکتاب" ان مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب جیسا طریقہ اختیار کرو یعنی جزیہ لے کر امن دینے کا جو معاملہ اہل کتاب کے ساتھ کرتے ہو یہی معاملہ ان مجوسیوں کے ساتھ کرو۔

۲۔امام محی الدین ابوزکریا نووی متوفی ۶۷۶ھ لفظ "السنۃ" کے تحت رقمطراز ہیں:

"سنة النبي صلى الله عليه وسلم أصلها الطريقه، وتطلق سنة صلى الله عليه على الأحاديث المروية عنه صلى الله عليه وسلم، وتطلق السنة على المندوب، قال جماعة من أصحابنا في أصول الفقه: السنة، والمندوب، والتطوع، والنفل، والمرغب، والمستحب كلها بمعنى واحد وهو ما كان فعله راجحاً على تركه ولا اثم على تركه" (تهذيب الاسماء واللغات، ج:۳،ص:۱۵۶)

سنت کا اصل معنی طریقہ ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ اصطلاحاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث پر بولا جاتا ہے نیز سنت کا اطلاق امر مستحب پر بھی ہوتا ہے ہمارے شوافع فقہائے اصول کی ایک جماعت کا قول ہے کہ سنت، مندوب، تطوع، نفل، مرغب، اور مستحب یہ سب الفاظ ایک معنی میں ہیں یعنی وہ فعل جس کا کرنا نہ کرنے پر راجح ہے اور اسے چھوڑ دینے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

۳۔ماہر لغت ابن المنظور متوفی ۷۱۱ھ اپنی گرانقدر تصنیف "لسان العرب" میں لکھتے ہیں:

وقد تكرر في الحديث ذكر السنة وما تصرف منها والأصل فيه الطريقة والسير فإذا اطلقت في الشرع فإنما يراد بها ما أمر به النبي صلى الله عليه وسلم ونهى عنه وندب اليه قولاً وفعلاً مما لم ينطق به الكتاب العزيز ولهذا يقال في أدلة الشرع الكتاب والسنة أي القرآن والحديث

(فصل السين حرف النون، ج:۱۷،ص:۸۹)

سنت اور اس کے مشتقات کا ذکر حدیث میں بار بار آیا ہے، اس کا اصل معنی طریقہ اور چال چلن کے ہے، اور شرع میں جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ کام لیا جاتا ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، یا جس سے منع کیا، یا جس کی اپنے قول وفعل کے ذریعہ دعوت دی جن کے بارے میں کتاب عزیز نے (صراحت) سے کچھ نہیں کہا ہے، اسی بناء پر دلائل شرعیہ (کے بیان) میں کہا جاتا ہے "الکتاب والسنۃ" یعنی "قرآن وحدیث"۔

علامہ ابن المنظور کے کلام میں "ما أمر به النبي صلى الله عليه وسلم ونهى عنه" عام ہے جس میں امر وجوبی، وغیر وجوبی اور نہی تحریمی وغیر تحریمی سب داخل ہوں گی۔

۴۔المعجم الوسیط مادہ سنن میں ہے:

السَّنَن' الطريقة والمثال يقال بنوا بيوتهم على سنن واحد... والسنة الطريقة والسيرة حميدة كانت او ذميمة، وسنة الله حكمه في خليقته، وسنة النبي صلى الله عليه وسلم: ما ينسب اليه من قول او فعل او تقرير، "وفي الشرع" العمل المحمود في الدين مما ليس فرضاً ولا واجباً" (ص:۴۵۶)

سنن طریقہ اور مثال کے معنی میں ہے اسی معنی میں بولا جاتا ہے "بنوا بيوتهم على سنن واحد" یعنی اپنے گھروں کو ایک طریقہ اور ایک نمونہ پر بنایا...اور سنت بمعنی طریقہ اور طرز زندگی ہے یہ طریقہ خواہ محمود ہو یا مذموم، اور "سنت اللہ" کا معنی اللہ کا اپنی مخلوق کے متعلق فیصلہ کے ہیں، اور سنت رسول سے مراد وہ قول وفعل اور تقریر ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں، اور فقہ میں یہ لفظ دین میں اس پسندیدہ عمل پر بولا جاتا ہے جو فرض واجب نہیں ہیں۔

حدیث کا لغوی معنی

۱۔لسان العرب میں ہے: الحديث نقيض القديم ... والحديث كون الشيء لم يكن، ... والحديث الجديد من الاشياء، والحديث الخبر يأتي على القليل والكثير والجمع أحاديث

(ج:۲،ص:۳۶،۴۳۸،۴۳ فصل الحاء حرف الثاء)

حدیث قدیم کا نقیض (یعنی مقابل مخالف) ہے، حدیث شی کا ہوجانا جو پہلے نہیں تھی، بمعنی جدید اور نئی، بمعنی خبر خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر، اور جمع احادیث ہے۔

۲۔ابن سیدہ متوفی ۴۵۸ھ المخصص میں لکھتے ہیں: الحديث الخبر، وقال سيبويه: والجمع أحاديث

(ج:۳،ص:۳۲۳).

حدیث کے معنی خبر کے ہیں اور سیبویہ نے کہا ہے کہ اس کی جمع احادیث ہے۔

۳-علامہ قاضی محمد اعلیٰ متوفی ۱۱۹۱ھ کشاف اصطلاحات الفنون میں لکھتے ہیں:

الحدیث لغة ضد القدیم و یستعمل في قلیل الکلام و کثیره (۲۷۹)

حدیث قدیم کا ضد ہے، اور کلام قلیل وکثیر میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

۴-علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۳ھ لکھتے ہیں: کل کلام یبلغ الانسانَ من جھة السمع او الوحي في یقظته أو منامه یقال له حدیث. قال عزّ و جلّ: "وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حدیثًا

(التحریم: ۳، مفردات الفاظ القرآن، ص: ۱۲۴)

ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچتا ہے کان کی جانب سے یا وحی کی جانب سے بیداری یا خواب کی حالت میں اسے حدیث کہا جاتا ہے۔ اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: واذ اَسرّ النبیّ " الآیۃ اور جب کہ نبی نے اپنی بعض بیوی سے ایک بات۔

علمائے لغت کی مندرجہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوا کہ "حدیث" از روئے لغت، جدید، غیر موجود کا وجود میں آجانا، خبر اور کلام یعنی بات کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

سنت وحدیث کی اس لغوی معنوی تحقیق کے بعد ان ہر دو کی اصطلاحی تعریف ملاحظہ کیجئے، جس کے تحت علمائے حدیث، علمائے اصول فقہ، اور فقہ حنفی کی الگ الگ تعریفات نقل کی جارہی ہیں؛ تاکہ مسئلہ زیر بحث میں ہر جماعت وطبقہ کی اصطلاحات سامنے رہیں اور خلط مبحث سے بچا جا سکے۔ سب سے پہلے حدیث کی تعریف محدثین کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

حدیث محدثین کی اصطلاح میں

شیخ ابوالفیض محمد بن محمد فارسی حنفی المعروف بہ فصیح ہروی متوفی ۸۳۷ھ اپنی مفید تصنیف جواہر الاصول میں حدیث کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

۱-"الحدیث، وھو في اللغة ضد القدیم، ویستعمل في قلیل الکلام و کثیره، و في اصطلاحھم: قول رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم و حکایة فعله و تقریره و السنة ترادفه عندھم" (ص: ۱۰)

لغت میں حدیث قدیم کا ضد ہے، اور تھوڑی وزیادہ بات پر بھی حدیث کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اور محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل وتقریر کی حکایت و بیان حدیث ہے، ان حضرات کے نزدیک سنت، حدیث کے مترادف ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ صحیح بخاری کے باب الحرص علی الحدیث کے تحت لکھتے ہیں:

۲-"المراد بالحدیث في عرف الشرع ما یضاف الی النبي صلی اللہ علیه و سلم و کأنه أرید به مقابلة القرآن لأنه قدیم" (فتح الباری، ج: ۱، ص: ۲۵۷)

حدیث سے مراد شرعی ودینی عرف واصطلاح میں وہ امور ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں، "ما یضاف الی

النبی ؐ میں حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس عموم کی جانب اشارہ کیا تھا، ان کے تلمیذ رشید حافظ سخاوی نے اپنی ذکر کردہ تعریف میں اسی کی تشریح وتوضیح کی ہے۔ "واللہ اعلم"

۳۔ حافظ سخاوی متوفی ۹۰۲ھ "حدیث" کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں: "الحدیث" لغة ضد القدیم، واصطلاحاً: ما أضیف الی النبي صلی اللہ علیه وسلم قولاً له أو فعلاً أو تقریراً أو صفة حتی الحرکات والسکنات في الیقظة والمنام، فهو أعمّ من السنة ... وکثیراً ما یقع في کلام أهل الحدیث - ومنهم الناظم - ما یدل لترادفهما" (فتح المغیث، ج:۱، ص:۹)

حدیث لغت میں حادث ونوپید کے معنی میں ہے اور اصطلاح محدثین میں حدیث وہ سب چیزیں ہیں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب منسوب ہیں (یعنی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، یا فعل، یا آپ کا کسی امر کو ثابت اور برقرار رکھنا، یا آپ کی صفات؛ حتیٰ کہ بیداری اور نیند میں آپ کی حرکت وسکون (یہ سب حدیث ہیں لہٰذا اس تعریف کی رو سے یہ سنت سے عام ہے، (جبکہ) علمائے حدیث (جن میں ناظم یعنی الفیۃ الحدیث کے مصنف حافظ عراقی متوفی ۸۰۶ھ بھی ہیں) کا کلام کثرت سے یوں واقع ہوا ہے، جو حدیث وسنت کے ترادف اور ایک ہونے کو بتا رہا ہے۔

عبدالحی فرنگی محلی متوفی ۱۳۰۴ھ حدیث کی تعریف پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۴- واختلف عباراتهم في تفسیر الحدیث، فقال بعضهم: ما أضیف الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قولاً أو فعلاً أو تقریراً، أو الی الصحابي، أو الی التابعي، وحینئذ فهو مرادف السنة، وکثیراً ما یقع في کلام الحفاظ ما یدل علی الترادف. وزاد بعضهم أو صفة، وقیل زویاء أیضاً بل الحرکات والسکنات النبویة في المنام والیقظة أیضاً، وعلی هذا فجو أعم من السنة

(ظفر الامانی مع تعلیق علامہ شیخ ابوغدہ، ص:۲۴)

حدیث کی تفسیر وتعریف میں حضرات محدثین کی عبارتیں مختلف ہیں، بعض محدثین یوں تعریف کرتے ہیں وہ قول یا فعل یا تقریر جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں یا صحابی یا تابعی کی طرف ان کی نسبت ہے (وہ حدیث ہے) اس تعریف کی رو سے حدیث، سنت کے مرادف ہوگی اور حفاظ حدیث کے بکثرت کلام وتصرفات دونوں کے مرادف ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

اور بعض محدثین نے حدیث کی تعریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات، اور خوابوں کا بھی؛ بلکہ بحالت نوم یا بیداری آپ کے حرکات وسکنات کا اضافہ کیا ہے؛ لہٰذا ان کی تعریف کے لحاظ سے حدیث میں سنت کے اعتبار سے وسعت وعمومیت ہوگی۔

سنت محدثین کی اصطلاح میں

حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

۱- والمراد "بالکتاب" القرآن المتعبد بتلاوته، و "بالسنة" ما جاء عن النبي صلی اللہ علیه وسلم من أقواله وأفعاله وتقریره وما هَمّ بفعله، والسنة في أهل اللغة الطریقة وفي اصطلاح الأصولیین

والمحدثین ماتقدم. (کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ج:۱۳، ص:۳۰۶)
"الکتاب" سے مراد قرآن ہے جس کی تلاوت کو عبادت گذاری ٹھہرایا گیا ہے، اور "السنۃ" سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، افعال، تقریر اور وہ چیزیں ہیں جن کے کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد وارادہ فرمایا، اور سنت اصل لغت میں طریقہ کے معنی میں ہے اور علمائے اصول اور علمائے حدیث کی اصطلاح میں یہی ہے جس کا اوپر بیان ہوا۔
حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ حضرات محدثین اور اصولیین سنت کے اصطلاحی معنی میں متفق ہیں۔
۲۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی بعینہ انہی الفاظ میں سنت کی تعریف ذکر کی ہے
(دیکھیے عمدۃ القاری، ج:۲۵، ص:۲۳ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی ابتدائی سطور)
۳۔ حافظ السخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے اپنی نہایت مفید ومحققانہ تصنیف "فتح المغیث بشرح ألفیۃ الحدیث للعراقی" میں سنت کی تعریف یہ کی ہے "السنن المضافۃ للنبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم قولاً لہ أو فعلاً أو تقریرًا، و کذا وصفًا و أیامًا"
(ج:۱، ص:۱۳)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب قول، فعل، تقریر، نیز آپ کی صفات وایام سنت ہیں۔ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ جنھوں نے سنت کی تعریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور آپ سے متعلق تاریخ وواقعات کو بھی شامل کیا ہے، الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ انھوں نے یہی تعریف حدیث کی بھی کی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث وسنت ان کے نزدیک ایک ہی ہیں۔

حدیث وسنت کو ایک معنی میں استعمال کی چند مثالیں

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ فرنگی محلی دونوں حضرات نے صراحت کی ہے کہ ائمہ حدیث کے کلام اور تصرفات سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث وسنت ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں، یعنی ان میں باہم نسبت تساوی کی ہے، تباین یا عام، خاص کی نسبت نہیں، ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:
۱۔ امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ اہل مکہ کے نام اپنے مشہور رسالہ ومکتوب میں اپنی سنن کے بارے میں لکھتے ہیں:
"فان ذکر لک عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم سنۃ لیس مما خرجتہ فاعلم أنہ حدیث واہ"
(رسالۃ الامام ابوداؤد السجستانی الی اہل مکۃ فی وصف سننہ مع تعلیق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، ص:۳۴)۔
"اگر تم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کوئی سنت ذکر کی جائے، جس کی تخریج میں نے (اس کتاب میں) نہیں کی ہے تو جان لو کہ یہ حدیث ضعیف ہے"
امام ابوداؤد کی اس عبارت میں سنت وحدیث کا مرادف وہم معنی ہونا بالکل ظاہر ہے۔
۲۔ امام حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی متوفی ۵۸۴ھ ناسخ ومنسوخ کے موضوع پر اپنی نہایت مفید کتاب "الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار" میں کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

لهذا كتاب أذكر فيها ما انتهيت الى معرفته من ناسخ حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ومنسوخه (خطبۃ الکتاب، ص: ۳) اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ناسخ ومنسوخ حدیثوں کا ذکر کروں گا، جن کی معرفت تک میں پہنچ سکا ہوں، اسی خطبۂ کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

وانما أوردنا نبذة منها ليعلم شدة اعتناء الصحابة بمعرفة الناسخ والمنسوخ في كتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه اذ شأنهما واحدة" (ص: ۵)

میں نے یہ چند روایتیں پیش کی ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ قرآن وسنت میں ناسخ ومنسوخ کی معرفت کا صحابہ کرام کو کس درجہ اہتمام تھا کیونکہ دونوں کی صفت (وجوب عمل میں) ایک ہے۔پہلی عبارت میں حدیث ناسخ ومنسوخ کا اور دوسری عبارت میں ناسخ ومنسوخ سنت کا لفظ استعمال کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام حازمی حدیث وسنت کو ایک معنیٰ میں لیتے ہیں۔

۳۔سنت کی لغوی تحقیق میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت تہذیب الأسماء والصفات کے حوالہ سے اوپر ذکر کی جا چکی ہے۔

وتطلق سنته صلى الله عليه وسلم على الأحاديث المروية عنه صلى الله عليه وسلم.

اور سنت رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اطلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث پر ہوتا ہے۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے سنت وحدیث کا ایک ہونا بالکل ظاہر ہے۔

۴۔شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث وخبر کے درمیان فرق کے قول کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن ثم قيل لمن يشتغل بالتواريخ وما شاكلها الأخباري، ولمن يشتغل بالسنة النبوية المحدث، وقيل بينهما عموم وخصوص مطلقا فكل حديث خبر من غير عكس (نزہۃ النظر مع نورالقمر، ص: ۲۷)

اسی فرق کی بناء پر جو شخص تاریخ یا تاریخ جیسے امور میں اشتغال رکھتا ہے اسے اخباری (مورخ) کہا جاتا ہے اور جو سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مشغول رہتا ہے اسے محدث کہا جاتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ خبر وحدیث میں عموم وخصوص کی نسبت ہے۔ لہٰذا ہر حدیث خبر ہے اور ہر خبر حدیث نہیں ہے۔اس عبارت میں ایک جگہ سنت اور دوسری جگہ حدیث کا لفظ استعمال کیا ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک دونوں ایک ہیں۔

بغرض اختصار صرف چار مثالوں پر اکتفاء کیا گیا ورنہ علمائے حدیث کے کلام سے دونوں کے مترادف ہونے کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

عام طور پر متاخرین محدثین حدیث وسنت کی اوپر مذکور یہی تعریف کرتے ہیں، اور اپنے کلام میں عام طور پر دونوں کو ایک ہی معنیٰ میں استعمال کرتے ہیں جیسا کہ اوپر کی بیان کردہ تفصیلات سے معلوم ہو چکا ہے۔

ایک قدیم اصطلاح: علامہ محمد بن جعفر کتانی متوفی ۱۳۴۵ھ اپنی مشہور اور نہایت مفید تصنیف "الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرفة" میں کتب سنن کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"ومنها كتب تعرف بالسنن وهي في اصطلاحهم الكتب المرتبة على الأبواب الفقهية من الايمان والطهارة والزكاة الى آخرها وليس فيها شيء من الموقوف لأن الموقوف لا يسمّى في اصطلاحهم سنة ويسمى حديثا" (ص:۲۹)

اوران کتب حدیث میں بعض وہ ہیں جو سنن سے معروف ہیں اور سنن ان کی اصطلاح میں ابواب فقہیہ پر مرتب کتابیں ہیں یعنی ایمان، طہارت، صلاۃ، زکوٰۃ الی آخرہ یعنی اسی ترتیب پر پوری کتاب مرتب ہوتی ہے۔اور سنن کی کتابوں میں موقوف روایتیں نہیں ہیں؛ کیونکہ ان کی اصطلاح میں موقوف کو سنت نہیں کہا جاتا ہے، بلکہ حدیث کہا جاتا ہے۔

سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے بھی اس اصطلاح کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

السلف أطلقوا الحديث على أقوال الصحابة والتابعين لهم باحسان وآثارہم وفتاواہم (خلاصہ، ص:۳۳ ملا علی کی شرح شرح نخبۃ الفکر کے صفحہ ۱۵۳ پر"خبر، حدیث اور اثر" کے بیان میں کتاب کے محقق نے خلاصہ کی یہ عبارت اپنی تعلیق میں نقل کی ہے)

ائمہ سلف نے "حدیث" کا اطلاق صحابہ اور تابعین کے اقوال، آثار اور ان کے فتاویٰ پر کیا ہے۔

غالباً اسی اصطلاح کے مطابق امام عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی علوم میں جامعیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

الناس على وجوه، فمنهم من هو امام في السنة وامام في الحديث، ومنهم من هو امام في السنة وليس بامام في الحديث، ومنهم من هو امام في الحديث ليس بامام في السنة، فأما من هو امام في السنة وامام في الحديث فسفيان الثوري (تقدمۃ الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم، ص:۱۱۸)

علماء متعدد صفات کے حامل ہیں، ان میں بعض وہ ہیں جو سنت میں امام ہیں اور حدیث میں بھی امام ہیں، اور ان میں بعض وہ ہیں جو سنت میں امام ہیں اور حدیث میں امام نہیں ہیں، اور ان میں بعض وہ ہیں جو حدیث میں امام ہیں سنت میں امام نہیں ہیں تو جو سنت اور حدیث دونوں میں امام ہیں وہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یعنی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ احادیث مرفوعہ اور صحابہ و تابعین سے منقول آثار اور فتاویٰ سب میں امام و پیشوا تھے۔

متقدمین ائمہ حدیث کی سنت و حدیث کے بارے میں فرق کی یہ ایک اصطلاح تھی؛ لیکن متاخرین کے یہاں اس اصطلاح کا استعمال نہیں ہے۔ متقدمین ائمہ حدیث اگرچہ سنت و حدیث کے درمیان اصطلاحی طور پر یہ فرق کرتے ہیں؛ لیکن عام طور پر وہ شریعت میں صحابہ کے قول کو بھی حجت مانتے ہیں؛ اس لئے اس اصطلاحی فرق سے ان کی حجیت میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

ایک اور اصطلاح: بہت سے اصولیین اور بعض محدثین بھی سنت و حدیث میں اصطلاحی طور پر یہ فرق کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، تقریر اور طریق صحابہ سب پر سنت کا لفظ بولتے ہیں، اور حدیث وخبر کا اطلاق صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر کرتے ہیں۔

مولانا عبدالحئی فرنگی محلی لکھتے ہیں:

ذكر ابن مَلَک في "شرح منار الأصول" أنّ سنة تطلق على قول رسول الله صلى الله عليه وسلم وفعله، وسكوته وطريقة الصحابة، والحديث والخبر مختصان بالأول.

سنت کا اطلاق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل، سکوت، اور طریقۂ صحابہ پر کیا جاتا ہے اور حدیث وخبر پہلے (یعنی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ خاص ہیں۔ (ظفر الامانی، ص: ۲۴-۲۵)

محقق علاء الدین عبدالعزیز بخاری متوفی ۷۳۰ھ اصول بزدوی کی عبارت "تمسکاً بالسنة والحدیث" کے تحت لکھتے ہیں:

السنة أعم من الحديث لأنها تتناول الفعل والقول، والحديث مختص بالقول "الخ

(کشف الاسرار، ج:۱، ص:۵۹)

"سنت"، "حدیث" سے عام ہے کیونکہ سنت فعل وقول (سب کو) شامل ہے اور حدیث قول کے ساتھ خاص ہے۔ یہی تفصیل تلویح اور عضدی میں بھی ہے۔

لفظ سنت وحدیث کے درمیان استعمال کا یہ فرق بھی بس اصطلاح ہی کی حد تک ہے، جس سے ان کی حجیت قطعاً متاثر نہیں ہوگی؛ کیونکہ جو حضرات سنت کو عام معنی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کے معنی میں لیتے ہیں وہ تو اسے حجت مانتے ہی ہیں اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث سے تعبیر کرتے ہیں اور سنت کا اطلاق اس پر نہیں کرتے ہیں وہ بھی اس حدیث قولی کو حجت قرار دیتے ہیں۔

سنت علمائے اصول کی اصطلاح میں

علمائے اصول جن کا موضوع احکام شرعی کے اصول وماخذ کا بیان، اور کتاب وسنت کے نصوص سے اخذ معانی وغیرہ کے قواعد وضوابط کی تنقیح وتدوین ہے، جب وہ اپنے موضوع کے مطابق فقہی احکام کے دوسرے مصدر وماخذ کی حیثیت سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں تو اپنے فن کے تحت سنت کی تعریف بھی بیان کرتے ہیں بطور نمونہ اصول فقہ کی مستند ومعروف چند کتابوں سے یہ تعریف نقل کی جارہی ہے۔

۱۔ قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ "منہاج الوصول الی علم الاصول" میں لکھتے ہیں:

الكتاب الثاني في السنة: وهو قول الرسول صلى الله عليه وسلم او فعله الخ.

کتاب ثانی سنت کے بیان میں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہے۔

شیخ جمال الدین اسنوی متوفی ۷۷۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أقول: السنة لغة هي العادة والطريقة قال الله تعالى: "قد خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الأَرضِ" اى طرق، وفي الاصطلاح تطلق على ما يقابل الفرض من العبادات، وعلى ما صدر من النبي صلى الله عليه

وسلم من الأفعال أو الأقوال ليست للاعجاز وهذا هو المراد ههنا، ولما كان التقرير عبارة من الكف عن الانكار والكف فعل كما تقدم استغنى المصنف عنه بہ أي عن التقرير بالفعل"

(نہایۃ السول فی شرح منہاج الوصول الی علم الاصول علی الہامش التقریر والحبیر، ج:۲، ص:۵۲)

میں کہتا ہوں کہ سنت لغت میں عادت اور طریقہ کے معنی میں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قد خلت الخ یعنی تحقیق کہ تم سے پہلے طریقے گذر چکے ہیں، لہٰذا زمین میں گھوم پھر (کر انہیں دیکھ لو) (آیت میں مذکور لفظ سُنن بمعنی) طریقے ہے، اور اصطلاح میں (۱) ان عبادتوں پر سنت کا اطلاق ہوتا ہے جو فرض کے مقابل ہیں، (۲) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ان افعال واقوال پر ہوتا ہے جو (صراحتاً) قرآن میں نہیں ہیں، اور اس جگہ یہی دوسرا اصطلاحی معنی مراد ہے، اور جب انکار سے رکنے کو تقریر سے تعبیر کیا جاتا ہے تو "کف" یعنی رکنا (ایک) فعل ہے اس لئے قول کے ساتھ فعل کے ذکر کے بعد تقریر کے ذکر کی مصنف نے ضرورت نہیں سمجھی۔

۲۔ امام ابواسحاق الشاطبی متوفی ۷۹۰ھ لکھتے ہیں:

ويطلق لفظ السنة على ما جاء منقولا عن النبي صلى الله عليه وسلم على الخصوص بما لم ينص عليه في الكتاب العزيز بل انما نص عليه من جهته عليه الصلوٰة والسلام كان بيانا لما في الكتاب، أولاً، ويطلق أيضا في مقابلة البدعة، فيقال: "فلان على سنة اذا عمل على وفق ما عمل عليه النبي صلى الله عليه وسلم، كان ذلك مما نص عليه في الكتاب أولاً، ويقال: فلان على بدعة" اذا عمل على خلاف ذلك، وكأن هذا الاطلاق انما اعتبر فيه عمل صاحب الشريعة فأطلق عليه لفظ السنة من تلك الجهة، وان كان العمل بمقتضى الكتاب.

ويطلق أيضا لفظ السنة على ما عمل عليه الصحابة وجد ذلك في الكتاب أو السنة أو لم يوجد لكونه اتباعا لسنة ثبتت عندهم لم تنقل الينا، أو اجتهادا مجتمعا عليه منهم أو من خلفائهم... واذا جمع ما تقدم تحصل منه في الاطلاق أربعة أوجه، قوله عليه الصلاة والسلام، وفعله، واقراره- وكل ذلك اما متلقى بالوحي أو بالاجتهاد، وهذه ثلاثة، والرابع ما جاء عن الصحابة أو الخلفاء. (الموافقات، ج:۴، ص:۳ تا ۶)

اور لفظ سنت ان امور پر بولا جاتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو کر آئے ہیں بالخصوص وہ امور جو قرآن مجید میں منصوص نہیں ہیں؛ بلکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جانب سے مذکور ہیں، پھر وہ امور قرآن کی مراد کا بیان وتفسیر ہوں، یا ایسے نہ ہوں۔

اور سنت کا لفظ بدعت کے مقابلہ میں بھی بولا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے فلاں سنت پر ہے؛ جبکہ اس کا عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے موافق ہو، خواہ یہ عمل ان اعمال میں سے ہو جن کی قرآن میں صراحت کی گئی ہے، یا ایسا نہ ہو، اور کہا جاتا ہے فلاں بدعت پر ہے؛ جبکہ اس کا وہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے موافق نہ ہو، گویا اس اطلاق میں صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے عمل کا اعتبار کیا گیا ہے، اور اسی لحاظ سے اس پر سنت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اگر چہ وہ عمل بتقاضائے کتاب الٰہی ہو۔

نیز لفظ سنت کا اطلاق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے عمل پر بھی ہوتا ہے قرآن وحدیث میں اس کے وجود سے ہم واقف ہوں یا نہ ہوں؛ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا یہ عمل یا تو سنت کی اتباع میں ہوگا جو ان کے نزدیک ثابت تھی اور ہم تک نہیں پہنچی یا ان کے اجماعی اجتہاد یا خلفاء کے اجتہاد کی بناء پر ہوگا... ان مذکورہ صورتوں کو جمع کیا جائے تو سنت کے اطلاق کی چار صورتیں نکلیں گی: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، (۲) آپ کا فعل، (۳) آپ کا اقرار واثبات اور یہ سب یا تو وحی سے حاصل شدہ ہوں گی یا اجتہاد سے یہ تین قسمیں ہوئیں، (۴) اور چوتھی قسم صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین یا خلفاء رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے ثابت شدہ امور ہیں۔

محقق ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے اصول فقہ میں اپنی مشہور وکثیر الفائدہ تصنیف "التحریر" میں سنت کی تعریف یہ کی ہے: "وفي الاصول قوله عليه السلام و فعله و تقريره وفي فقه الحنفية: ما واظب على فعله مع ترك بلا عذر ليلزم كونه بلا وجوب، ومالم يواظبه مندوب ومستحب" (التقریر والتحبیر شرح التحریر، ج:۲،ص:۲۲۳)

سنت اصول فقہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں، اور فقہ حنفی مین جس فعل پر آپ نے مواظبت فرمائی ہے بغیر عذر کے کبھی کبھار ترک کے ساتھ (ترک بلا عذر کی قید اس لئے ہے) تا کہ لازم ہوجائے کہ اس فعل پر ہیشگی بطور وجوب کے نہیں تھی (کیونکہ بلا عذر ترکِ فعل کی واجب میں رخصت واجازت نہیں)

اس تعریف کا صاف مطلب یہ ہے کہ فقہائے اصول جب فقہ کے ادلہ اربعہ کے ضمن میں سنت کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی تعریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے کرتے ہیں تو یہی سنت ان کے نزدیک مسائل کے لئے دلیل وحجت ہوتی ہے اور عبادات کے مراتب کی تعیین کے وقت بالخصوص فقہائے احناف فرض وواجب کے بعد اور نفل سے پہلے جب لفظ سنت کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی تعریف ما واظب على فعله الخ یا الطريقة المسلوكه في الدين سے کرتے ہیں تو اس سنت کا ان کے نزدیک احکام شرعی کی حجت ودلیل ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ بلکہ یہ تو اس حکم شرعی کا عرفی نام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مع المواظبۃ بترک ما سے ثابت ہوا ہے۔

حضرات صحابہ کرام وکبار تابعین کے عہد میں حدیث

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (احزاب:۲۱) نیز فرمایا "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ"

اس کے علاوہ بار بار اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا گیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کرنے والوں کو عذاب الیم سے ڈرایا گیا۔

ان تمام ارشادات ربانی کا مفاد یہ ہے کہ صحابہ کرام سے لے کر قیامت تک ہر مومن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور احوالِ مقدسہ کو پوری طرح پیشِ نظر رکھے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ وہ اقوال وافعال واحوال مبارکہ محفوظ ہوں۔

اسی لئے تقریباً دس ہزار صحابہ کرام نے احادیث مقدسہ اپنے سینوں میں ضبط کر کے تابعین کو پہنچا ئیں اور تابعین نے تبع تابعین کو اور اسی طرح سنن مقدسہ واحادیث کریمہ کی نعمت عظمیٰ ہم تک پہنچی۔

ان صحابہ کرام میں جن حضرات کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر انہوں نے اکثار فی الروایۃ سے کام لیا تو وہ خطا میں واقع ہو جائیں گے۔انہوں نے قلت روایت کو اختیار کیا اور جنہیں یہ اندیشہ نہ تھا انہوں نے اکثار فی الروایۃ پر عمل کیا۔در حقیقت ہر دو گروہ کا طرز عمل اس حکمت ایزدی کے موافق تھا کہ خاصانِ بارگاہِ رسالت روایت حدیث میں محتاط رہیں اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مقدسہ کی تبلیغ بھی ہو جائے۔ مقلین صحابہ کرام میں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق متوفی ۱۳ھ، حضرت عمر فاروق متوفی ۲۳ھ، حضرت عثمان غنی متوفی ۳۵ھ، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم متوفی ۴۰ھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مکثرین صحابہ کرام میں سے بعض کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ متوفی ۵۷ھ

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۷۰ھ

(۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما متوفی ۷۴ھ

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ متوفی ۹۳ھ

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا متوفیہ ۴۹، ۵۷، ۵۸، ۵۹ھ

(۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ متوفی ۴۶، ۷۴، ۶۴ھ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت حدیث میں سب سے اعلیٰ مرتبہ پانے والے تابعین کرام میں بعض کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں

(۱) سعید بن مسیب متوفی ۹۳ھ

(۲) حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ

(۳) محمد بن سیرین متوفی ۱۱۰ھ

(۴) عروہ بن زبیر متوفی ۹۴ھ

(۵) سیدنا علی بن الحسین (زین العابدین سجاد) متوفی ۹۴ھ

(۶) مجاہد متوفی ۱۰۴ھ

(۷) قاسم بن محمد بن ابوبکر متوفی ۱۰۶ھ

(۸) ہمام بن منبہ متوفی ۱۳۱ھ

(۹) سالم بن عبداللہ بن عمر متوفی ۱۰۶ھ

(۱۰) نافع مولی ابن عمر متوفی ۱۱۷ھ

(۱۱) سعید بن جبیر متوفی ۹۵ھ

(۱۲) ابن شہاب زہری متوفی ۱۲۴ھ

(۱۳) عکرمہ مولی ابن عباس متوفی ۱۰۵ھ

(۱۴) عطا ابن رباح متوفی ۱۱۵ھ

(۱۵) قتادہ بن دعامہ متوفی ۱۱۷ھ

(۱۶) عامر الشعبی متوفی ۱۰۴ھ

(۱۷) ابراہیم نخعی متوفی ۹۶ھ

(۱۸) یزید بن ابی حبیب متوفی ۱۲۸ھ

جن تابعین کرام نے صحابہ کرام سے احادیث نبویہ کو روایت کیا وہ مختلف شہروں اور مرکزی علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ مثلاً مدینہ منورہ میں چار سو چوراسی تابعین کے حالات طبقات ابن سعد وغیرہ کتب تاریخ وسیر میں ملتے ہیں۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں ایک سواکتیس اور کوفہ میں چار سو تیرہ، بصرہ میں ایک سو چونسٹھ تابعین کرام کے اعداد وشمار، ان کے مفصل حالات بالخصوص علم حدیث سے ان کے شغف کا تذکرہ کتب فن میں موجود ہے۔

تدوین حدیث

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دنیا سے بکثرت تشریف لے جانے لگے اور تابعین کرام کے جس مقدس گروہ کو سنن کریمہ و احادیث نبویہ کی یہ امانت پہنچی تھی اس کے بعد اہل بصیرت حضرات کو اس زمانہ کے حالات کے پیش نظر یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر کتابی صورت میں تدوین احادیث کا کام نہ کیا گیا تو اس نعمت عظمیٰ سے ہم محروم ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے کتابوں کی صورت میں حدیثیں جمع کرنے کا تہیہ کرلیا۔ چنانچہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سے تدوین حدیث کا باقاعدہ کام شروع ہوا۔ ان مؤلفین میں ربیع بن صبیح متوفی ۱۶۰ھ، موسیٰ ابن عقبہ متوفی ۱۴۱ھ، امام اعظم ابوحنیفہ ۱۵۰ھ، امام مالک ۱۷۹ھ، ابن جریج ۱۵۶ھ، امام ابو یوسف ۱۸۲ھ، امام محمد ۱۸۹ھ، امام اوزاعی ۱۵۶ھ، سفیان ثوری ۱۶۱ھ، حماد بن سلمہ بن دینار ۱۷۶ھ اور ان کے علاوہ دیگر محدثین کبار نے کتابوں کی صورت میں احادیث جمع کیں اور دوسری صدی کے اواخر تک کتب احادیث کے مجموعے بکثرت مرتب ہو گئے۔

تیسری صدی کے اوائل میں مسدد بن مسرہد متوفی ۲۱۸ھ، اسد بن موسیٰ البصری متوفی ۲۱۲ھ، نعیم بن حماد الخزاعی متوفی ۲۲۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ، عثمان بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۹ھ، ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ نے مختلف موضوعات مثلاً سیرت، احکام، مغازی پر احادیث کے مجموعے مرتب کئے ان میں سے بعض مؤلفین کی تصانیف موجود نہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ ضائع ہو گئیں بلکہ ان کا پورا مواد ان کے ہم عصروں اور ان کے بعد آنے والوں نے اپنی کتابوں میں شامل کرلیا اور لوگ ان سے بے نیاز ہوتے چلے گئے۔ اسی صدی میں امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ،

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ، امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، امام نسائی ۳۰۳ھ، امام ابن ماجہ ۲۷۳ھ نے صحاح، جوامع اور سنن تالیف فرمائیں اور تدوین حدیث کا کام نہایت خوش اسلوبی سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔

ہم ان صحابہ کرام وتابعین عظام واجلۂ محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس احسانِ عظیم کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث مقدسہ کو کتابی صورت میں مدون کرکے امت مسلمہ کے لئے ہدایت کا ایک روشن مینار قائم کردیا اور حق کو باطل سے ممتاز کرکے سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے انوار سے ہر مومن کے دل کو منور فرمایا۔

ضرورتِ حدیث

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید ایسی جامع کتاب ہے جس میں عقائد واعمال، عبادات واخلاق، حلت وحرمت کے احکام اور بنی نوع انسان کی تمام جسمانی اور روحانی ضرورتوں کے پورا ہونے اور دونوں جہان کی فوز وفلاح حاصل کرنے کے اصول موجود ہیں لیکن یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ ان اصولوں کی ایسی تشریحات جو پیش آنے والی ضروریات کے تمام جزئیات پر منطبق ہو جائیں قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب تک وہ تشریحات سامنے نہ آئیں اس وقت تک قرآنی اصول کے مطابق عمل نہیں ہوسکتا اور کوئی شخص اپنی زندگی کو اصول قرآنیہ کے مطابق بسر نہیں کرسکتا۔ معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے حدیث کی اشد ضرورت ہے۔

استدراک

اگر اس مقام پر یہ شبہ وارد کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو کتاب مفصل قرار دیا ہے اور اس کے حق میں "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" فرمایا ہے تو ایسی صورت میں یہ کہنا کہ اصول قرآنیہ کے لئے قرآن کے علاوہ کسی تشریح کی ضرورت ہے کیونکر صحیح ہوگا؟

تو ہم جواباً عرض کریں گے کہ قرآن مجید میں جہاں تبیان وتفصیل اور بیان وغیرہ کے الفاظ وارد ہیں ان کا یہ مطلب نہیں کہ اصول قرآن کی وہ تمام تشریحات قرآن مجید میں بیان کردی گئی ہیں جو ہر شخص کے لئے قیامت تک پیش آنے والے تمام واقعات کی جزئیات کو حاوی ہوں۔ کیونکہ یہ مطلب قرآن مجید کی روشنی میں غلط ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" قرآن مجید میں ارشاد فرمایا اور نماز اور زکوٰۃ کے بنیادی اصول بھی قرآن مجید ہی میں بیان فرمائے لیکن اصولوں کی تشریحات مثلاً ارکان صلوٰۃ کی ترتیب، تعدادِ رکعت، مقادیر زکوٰۃ اور ان کے شرائط و دیگر احکام تفصیلیہ قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں۔ اب اگر "تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" اور "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" کا یہی مطلب لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ہی میں تمام مسائل جزئیہ کی تفصیلات وتشریحات کھلے طور پر بیان فرمادی ہیں تو یہ بات بالکل خلاف واقع ہوگی جو کذب محض ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے قطعاً پاک ہے۔ معلوم ہوا کہ تفصیل وتبیان سے احکام جزئیہ کی لفظی تفصیل وتشریح مراد نہیں بلکہ وہ معنوی تشریح مراد ہے جو الفاظ قرآن کے نزول کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے نور نبوت کی روشنی میں عطا فرمائی۔ قرآن مجید کی آیات مخاطب کے لئے اس قدر روشن، مفصل اور واضح ہیں جس کے بارے میں کسی قسم کا اشتباہ پیدا نہیں ہوتا اور جس کو اس کلام پاک کا مخاطب کیا گیا ہے وہ مکمل شرح وبسط کے ساتھ اسے سمجھتا ہے۔

قرآن کا مخاطب

قرآن کریم کا بالواسطہ مخاطب ہر وہ شخص ہے جو احکام خداوندی کا مکلف ہے اور بلا واسطہ اس کے مخاطب صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جس مخاطب کے لئے ہم نے قرآن مجید کو "تِبیَانًا لِکُلِّ شَیءٍ" مانا ہے۔ اس سے ہماری مراد مخاطب بلا واسطہ ہے۔

ہمارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو اصول بیان فرمائے ہیں وہ سب بلکہ جملہ آیاتِ قرآنیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بیان وتبیان اور تفصیل کا حکم رکھتی ہیں اور قرآن مجید کا ایک لفظ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس طرح نازل نہیں ہوا کہ اس کو سن کر مرادِ الٰہی کے سمجھنے میں رسول اللہ ﷺ کو کسی قسم کا کوئی اشتباہ واقع ہوا ہو۔ یہ نہیں کہ ہر شخص قرآن سن کر مرادِ الٰہی کی تفصیلات وتشریحات کو بخوبی سمجھ لے۔ بلکہ دوسروں کے لئے ان تشریحات کا سمجھانا اور کتاب اللہ کی تعلیم دینا رسول اللہ ﷺ کا منصب ہے۔ اسی لئے ارشاد فرمایا

"یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ" (س: آل عمران، آیت: ۱۶۴)

تلاوتِ آیات کے بعد تعلیم کتاب کے معنی صرف یہ ہیں کہ اصول قرآنیہ اور آیاتِ کتاب کی تفصیل وتشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔

نیز فرمایا "وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْہِمْ" (س: النحل، آیت: ۴۴) "اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تا کہ آپ بیان کر دیں لوگوں کے لئے اس چیز کو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔"

جب ذکر اور "مَا نُزِّلَ اِلَیْہِمْ" سے کتاب اللہ ہی مراد ہے جسے کتاب مفصل اور "تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" فرمایا گیا تو مفصل کی تفصیل اور تبیان کا بیان کیونکر ممکن ہوگا؟ جو چیز ہر شے کا بیان کرنے والی ہو اس کا بیان تحصیل حاصل نہیں تو اور کیا ہے؟ ثابت ہوا کہ قرآن مجید کا "تِبیَانًا لِکُلِّ شَیءٍ" اور کتاب مفصل ہونا رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات سے ہے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ قرآن مجید کا دوسروں کے لئے تبیان وتفصیل نہ ہونا اس لئے نہیں کہ قرآن ناقص ہے بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ لوگ اس نور نبوت سے محروم ہیں جس کا ہونا "تِبیَانًا لِکُلِّ شَیءٍ" کے لئے ضروری ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

آیت قرآنیہ "وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا" (س: انعام، آیت: ۱۱۴) میں "اِلَیْکُمْ" سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن سب کے لئے مفصل ومبین ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بالواسطہ مخاطبین مراد ہیں جو ان لوگوں میں شامل ہیں جن کے متعلق "لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْہِمْ" فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ ان کے حق میں کتاب کا مفصل ہونا بلا واسطہ نہیں بلکہ بواسطۂ رسول کریم ﷺ ہے۔

خلاصہ یہ کہ آیات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ تعلیم کتاب اور "مَا نُزِّلَ اِلَیْہِمْ" کا بیان وظائف نبوت سے ہے اور اسی بیان اور تعلیم اور تشریح کو سنت اور حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کی ضرورت اس قدر اہم ہے کہ اس کے بغیر قرآن کا سمجھنا ممکن

ہے نہ اس پر عمل کرنا۔

حجیت حدیث

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو واجب القبول اور واجب العمل قرار دیا وہی ہمارے لئے حجت شرعیہ ہے۔ قرآن مجید میں صاف مذکور ہے "مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" (الحشر:۷) رسول تمہیں جو کچھ دے دیں وہ لو اور جس چیز سے وہ روک دیں اس سے رک جاؤ۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک امت مسلمہ اس امر پر متفق ہے کہ اس آیت میں لفظ "ما" اپنے عموم پر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ارشادات شامل ہیں۔ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس اُمّ یعقوب آئیں اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے گوندھنے اور گوندھوانے والی اور پیشانی کے بال اکھاڑنے والی اور اپنے دانتوں کو کشادہ کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جو کتاب اللہ میں ملعون ہے۔ اُمّ یعقوب نے کہا میں نے سارا قرآن پڑھا ہے اس میں کہیں میں نے وہ بات نہیں پائی جو آپ فرما رہے ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا اگر تم اسے پڑھتیں تو ضرور پا لیتیں۔ کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا "مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"۔ اُمّ یعقوب بولیں کیوں نہیں! یہ آیت تو میں نے قرآن میں ضرور پڑھی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے یعنی وہ "مَا نَهٰكُمْ" میں داخل ہیں اور بحکم خداوندی "فَانْتَهُوْا" ان سے بچنا ضروری ہے۔ دیکھئے بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۱۵، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ "اصح المطابع"

معلوم ہوا کہ عہد رسالت ہی سے اس آیت کریمہ کے یہ معنی سمجھ لئے گئے تھے کہ کسی حکم شرعی کی دلیل قرآن مجید کے صریح الفاظ ہی نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی حجت شرعیہ ہیں۔ نیز ارشادِ ربانی ہے "فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (النساء: ۶۵) اس آیت کریمہ میں واضح طور پر موجود ہے کہ ہر اختلاف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بنانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ کو بدل و جان تسلیم کرنا مدارِ ایمان ہے۔ "مَا قَضَيْتَ" میں "ما" اپنے عموم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فیصلہ حضور کی سنت اور حدیث ہے جسے تسلیم کر لینے پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے مومن ہونے کو موقوف فرمایا جو چیز ایمان کا موقوف علیہ ہو اس کے حجت ہونے میں کسی مومن کو کلام نہیں ہو سکتا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" (نور: ۶۳) یعنی ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کرتے ہیں یہ کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرانا اور ان کے حق میں وعید شدید نازل فرمانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قولی ہو یا فعلی بہر صورت واجب القبول اور حجت شرعیہ ہے۔

(مقالات کاظمی، جلد اول)

ضعیف احادیث کاکلی انکار ایک فتنہ ہے

ضعیف حدیث کا مطلقاً انکار آج کے دور کا ایک بڑا فتنہ ہے۔اور منکرین حدیث کا نیا روپ بھی۔دوراول میں اس فتنے کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔لیکن آج اس فتنے کو ہوا دینے والے جگہ جگہ موجود ہیں۔خصوصاناصرالدین البانی صاحب نے اس فتنہ کو ہوا دے کر شعلہ بنایا اور اس کی فکر سے متاثر ہو کر آج عام کر دیا گیا ہے۔ان متاثرین میں ماہنامہ''الحدیث'' کے مدیر زبیر علی زئی صاحب نے اس فتنہ کو اور ہوا دی۔''الحدیث'' کے آخری صفحہ پر مستقل یہ بات لکھی ہوتی ہے کہ ہمارا عزم ''ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب'' اور زبیر صاحب نے ناصرالدین البانی کی تقلید میں سنن اربعہ میں سے ضعیف روایات کو اکھٹا کر کے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔جس کا نام ہے''انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفہ من السنن الاربعۃ''

پھر اس کی تقلید میں ماہنامہ''ضرب حق'' کے مدیر سبطین شاہ آف سرگودھا نے بھی یہی عزم ظاہر کیا۔چنانچہ ماہنامہ ضرب حق کے آخری صفحہ پر مستقل لکھا ہوتا ہے۔''ضعیف احادیث سے قطعی اجتناب'' ان کی دیکھا دیکھی دیگر کئی لوگوں نے البانی سے متاثر ہو کر ضعیف احادیث کا مطلقاً انکار شروع کر دیا۔اور یوں یہ منکرین حدیث کا نیا روپ ہمارے سامنے آیا۔اور ان کا طریقہ واردات بالکل پرانے منکرین حدیث جیسا ہے۔کیونکہ وہ مطلقا حدیث کا انکار کرتے تھے اور جب اپنی بات کا ثبوت دینا ہوتا تو اپنے مطلب کی روایات کو دلیل بنا کر پیش کر دیتے۔بالکل اسی طرح یہ گروہ بھی ضعیف احادیث کا کلی انکار بھی کرتا ہے۔اور اپنی بات کا ثبوت دینے کے لئے طرح طرح کے بہانے بنا کر ضعیف احادیث بھی پیش کرتا ہے۔حالانکہ یہ گروہ شروع ہی سے مختلف نام تبدیل کرتا رہا۔کبھی یہ سلفی بنا تو کبھی توحیدی۔کبھی وہابی تو کبھی نام تبدیل کروا کر اہل حدیث،اور کبھی محمدی۔الغرض گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا یہ گروہ آج ایک نئے روپ میں لوگوں کے سامنے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ ہے''ضعیف احادیث سے کلی انکار کا روپ''لوگوں کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ ضعیف روایات اور مردود وموضوع روایات میں کوئی فرق نہیں۔حالانکہ اہل سنت وجماعت کے سلف صالحین، محدثین ومحققین کا یہ طریقہ کار نہیں رہا۔ضعیف احادیث کا کلی انکار کرنا،انکار احادیث کا دروازہ کھولنا ہے اور منکرین احادیث کی کھلم کھلا حمایت کرنی ہے۔محدثین کرام رحمہم اللہ کا امت محمدیہ پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وفعل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت کو پہلے اپنے سینوں میں محفوظ کیا پھر اس کو سفینہ میں درج کر کے تمام امت کے لئے شریعت پر عمل کرنے کا راستہ آسان کر دیا۔اس راہ میں انہوں نے جو جانفشانیاں اٹھائی ہیں،اس کا اس زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ایک ایک حدیث کے لئے راتوں اور دنوں کا سفر کیا،خشکی کا سفر کیا،بیابان کی خاک چھانی سمندروں کو پار کیا۔مال لٹایا،فاقہ کیا،تو کیا یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلط سلط باتوں کو جمع کرنے کے لئے یہ محنت ومشقت اٹھاتے تھے؟(معاذ اللہ)یہ لوگ تو متقی،پرہیزگار،موحد، سچے عاشق رسول تھے اور ان کی محبت میں دیوانے تھے۔اخلاص کے پیکر تھے۔ان محدثین کے بارے میں یہ تصور بھی ہمارے لئے گناہ ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب جھوٹی باتوں کو اپنی کتابوں میں درج کیا۔جبکہ انہی محدثین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے''جس نے میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ گڑھا،اس کا ٹھکانہ جہنم ہے''تو کیا امام بخاری،امام

مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ اور ان جیسے دوسرے محدثین کے بارے میں یہ لب کشائی جائز ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب جو جھوٹی باتیں تھی۔ اسی کو اپنی کتابوں میں درج کر کے اتنے بڑے گناہ کا کام کیا۔ معاذ اللہ یقیناً نہیں۔ حالانکہ انہی محدثین نے احادیث کے درجے قائم کئے۔ لیکن ضعیف احادیث روایات کے بارے میں کیا منہج تھا۔ آئندہ صفحات میں اسی کو واضح کیا جائے گا تا کہ آج کے اس فتنہ سے بچا جاسکے۔ جو سلف کے نام پر دھبہ لگا رہے ہیں۔ محدثین نے یہ درجے صرف حدیث کو سمجھنے کے لئے کئے۔ اور جھوٹی روایات کو بالکل الگ کر دیا مگر آج کے یہ نا اہل لوگ ضعیف روایات کو جھوٹی روایات کے ساتھ ملا رہے ہیں۔ حالانکہ محدثین کے نزدیک احادیث کو قبول کرنے کا الگ الگ پیمانہ ہے۔ جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں۔ اگر کسی محدث کے نزدیک ایک روایت صحیح نہیں، تو دوسرے محدث کی شرط پر صحیح ہے تو کیا جس محدث کے نزدیک وہ حدیث صحیح نہیں، تو کیا وہ مردود ہے؟

بہر حال ہماری گزارش یہ ہے کہ ضعیف احادیث کا کلی انکار کرنا اور ان کو احادیث کی فہرست سے خارج کر دینا اور ان کو مردود قرار دینا، یہ اسلاف کی طرز اور ان کے عمل کے خلاف ہے۔ یہ حدیث دوستی نہیں، حدیث دشمنی ہے۔ یہ دین نہیں، بے دینی ہے۔ یہ سلفیت نہیں، رافضیت ہے۔ یہ سنت نہیں، بدعت ہے۔ یہ راستہ مومنین کا نہیں بلکہ منکرین حدیث کا ہے۔ یہ طریقہ محدثین کا نہیں، بلکہ آج کے نام نہاد سلفیوں اور البانیوں کا ہے۔ اسلاف کا طریقہ ہے کہ وہ ضعیف احادیث کو قبول کرتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اصول ہے کہ اگر کوئی راوی ظاہر العدالۃ ہے۔ تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔ خواہ اس سے روایت کرنے والے کئی ہوں یا ایک۔ تو اس کی بنیاد پر قرآن کی یہ آیت ہے۔ ''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو'' (پارہ 26، سورۃ الحجرات آیت 6)

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص فسق سے محفوظ ہو تو اس کی بات کو قبول کیا جائے گا۔ یہیں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بہت سی وہ روایتیں جن پر محدثین ضعف کا حکم لگاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے ہاں وہ صحیح ہیں۔ اب نئے نام نہاد محققین دیگر محدثین کے فیصلے کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے مسائل کو جانچنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کے مسائل کے دلائل قوی اور صحیح ہوتے ہیں۔ راقم چونکہ جامع ترمذی کی شرح ''فیوض النبوی'' کے نام سے لکھ رہا ہے اس لئے جامع ترمذی ہی سے اس کی چند مثالیں دیتا ہوں۔ کہ سلف صالحین کا ضعیف روایات پر عمل تھا۔

1 ...... عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صید البازی؟

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باز کے شکار کردہ جانور کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں۔ فقال ما امسک علیک فکل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کچھ وہ تمہارے لئے پکڑ رکھے اسے کھالو' امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ہم بواسطہ مجالد عن الشعبی کی سند سے جانتے ہیں۔ والعمل علی ھذا عند اھل العلم یعنی اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے۔ (جامع ترمذی مترجم 1/734 طبع فرید بک اسٹال لاہور)

حالانکہ مجالد ضعیف راوی ہے۔ جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب (مدیر ماہنامہ الحدیث) نے بھی انوار الصحیفہ صفحہ نمبر 102 برقم 2827 میں لکھا مجالد ضعیف قال الہیثمی وضعفہ الجمہور (مجمع الزوائد 9/416)

اس روایت پر اہل علم کا عمل ہے سے ثابت ہوا کہ اہل علم ضعیف روایتوں کو قبول کرتے اور اس کی بنیاد پر عمل بھی کرتے تھے۔ یہ اہل علم صحابہ و تابعین، محدثین و فقہاء ہیں۔

2......امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن ابی واقد اللیثی قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یجبون اسنمة الابل ویقطعون الیات الغنم قال ماقطع من البهیمة وحیة فهو میتة

ترجمہ: حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ تشریف لے آئے۔ وہاں کے لوگ زندہ اونٹوں کے کوہان، زندہ دنبوں کی چکیاں کاٹتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ زندہ جانور سے جو حصہ کاٹا جائے وہ مردار ہے۔

(جامع ترمذی 1/739، مترجم طبع فرید بک اسٹال لاہور)

اس سند میں عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار القرشی مولیٰ ابن عمر ہیں۔ جن کے بارے میں ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب 1/577 برقم 3927 میں فرماتے ہیں۔ صدوق یخطی اسی طرح تہذیب الکمال 17/209 برقم 3866 میں ہے۔

عن یحیی بن معین فی حدیثه عندی ضعف

یحیٰی بن معین فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں ضعف ہے۔ اسی میں ابوحاتم فرماتے ہیں ولا یحتج بہ اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور ابن عدی فرماتے ہیں۔ اس کی بعض روایتیں منکر ہیں۔ ابن جوزی نے اسے ''الضعفاء'' صفحہ 94 میں لکھا۔ اسی طرح ابن حبان نے ''المجروحین'' 2/51,52 لکھا۔ اب محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر امام ترمذی فرماتے ہیں۔ والعمل علی ہذا عند اہل العلم یعنی اہل علم (فقہاء و محدثین) کا اسی پر عمل ہے (جامع ترمذی 1/739)

3......امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

من ملک ذارحم محرم فهو حر

یعنی جو شخص اپنے محرم رشتہ دار کی غلامی میں آجائے، آزاد ہو جائے گا۔ (جامع ترمذی 1/685)

اب اس روایت کے بارے میں امام ترمذی ہی فرماتے ہیں۔ وہو حدیث خطاء عند اہل الحدیث یعنی محدثین کے نزدیک اس روایت میں خطاء ہے (دیکھئے جامع ترمذی 1/685 باب ماجاء فی من ملک ذا محرم)

اسی روایت کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں ''لا یصح'' یہ صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری کے استاد علی بن مدینی فرماتے ہیں ''ہو حدیث منکر'' یہ حدیث منکر ہے۔ امام نسائی فرماتے ہیں ''حدیث منکر'' یہ حدیث منکر ہے۔ (التلخیص الحبیر 4/508، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن ابن اثیر فرماتے ہیں:

والذی ذهب الیه اکثر اهل العلم من الصحابة والتابعین والیه ذهب ابو حنیفة واصحابه واحمد ان من ملک ذا رحم محرم عتق علیه ذکرا او انثیٰ (النہایہ فی غریب الاثر 2/504)

یعنی اس حدیث پر اکثر اہل علم صحابہ وتابعین کا عمل ہے۔ اور اسی کے قائل امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں۔ اور یہی مذہب امام احمد کا بھی ہے۔ ان حضرات کے یہاں کوئی شخص اپنے کسی رشتہ دار محرم کا مالک ہوجاتا ہے تو وہ محرم آزاد ہوجائے گا خواہ وہ محرم مذکر ہو یا مونث۔ ذرا اندازہ لگائیں۔ جو حدیث امام بخاری، امام مدینی، امام نسائی کے نزدیک ضعیف ہو، مگر ان سے پہلے لوگوں جن میں صحابہ وتابعین وفقہاء ومحدثین کا اس حدیث پر عمل ہے۔ یہ ہے سلف کا طریقہ ضعیف حدیث کے بارے میں۔ جامع ترمذی کے حوالے سے ایک خاص بات یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کسی حدیث کے بارے میں اگر یہ فیصلہ کریں کہ یہ حدیث محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔ اور پھر یہ کہیں کہ اسی پر اہل علم کا عمل ہے تو گویا یہ امام ترمذی کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہے۔ یعنی امام ترمذی اصول محدثین پر اس کو ضعیف کہہ رہے ہیں۔ ورنہ حقیقت کے اعتبار سے وہ حدیث ان کے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور ﷺ کے صحابہ وتابعین اس پر عمل کیوں کرتے جس طرح امام ترمذی محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے ضعیف حدیث کو ذکر کرتے ہیں پھر یہ کہہ کر کہ اس پر اہل علم، صحابہ وتابعین، فقہاء ومحدثین کا عمل ہے۔ اس حدیث کی صحت کا اشارہ کرتے ہیں۔ اس طرح امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اپنی اپنی کتاب میں یہی طرز اختیار کرتے ہیں۔ یعنی یہ حضرات عام طور پر انہی حدیثوں کو ذکر کرتے ہیں۔ جس پر دور اول میں مسلمانوں کا عمل رہا ہو۔ ان کتابوں میں گنتی کی چند ہی روایتیں ایسی ہوں گی۔ جو سنداً ضعیف ہوں مگر ان پر عمل کرنا جائز نہ ہو ابن ماجہ میں کچھ ایسی روایتیں ضرور ہیں۔ جن پر محدثین نے شدید جرح کی ہے۔ امام ابوداؤد اپنی کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

واما هذه المسائل الثوری ومالک والشافعی فهذه الاحادیث اصولها

ترجمہ: اور امام ثوری، امام مالک، اور امام شافعی کے جو مسائل ہیں تو یہ احادیث اس کی اصل ہیں۔

(رسالہ ابی داؤد صفحہ 28 طبع بیروت)

امام ابوداؤد کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میری کتاب میں جو حدیثیں ہیں۔ عام طور پر ان ائمہ کرام کے مذہب کی بنیاد انہیں احادیث پر ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگرچہ سنن ابوداؤد کی کچھ حدیثیں اصول محدثین کے مطابق ضعیف بھی ہوں تو ان ائمہ کرام نے ان احادیث پر اپنے قول اور اپنے فقہ کی بنیاد رکھی ہے۔ یعنی یہ تمام احادیث ان ائمہ کرام کے یہاں معمول بہا ہیں۔ جب ان ائمہ نے ان کو احکام میں قبول کیا ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ان ائمہ کرام کے نزدیک فی الاصل یہ احادیث ضعیف ان معنی میں نہیں ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث نہیں ہیں۔ بلکہ محض اصول محدثین پر ضعیف ہیں۔ جو احادیث کے اصول پر ضعیف ہوں۔ ان کا ترک کرنا کسی امام کے ہاں ضروری نہیں۔ لیکن یہ کہ ان ائمہ کرام کو خود ان کا ضعف اسناد واضح ہو کر اس کی نسبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا درست نہ ہو۔

امام ابوداؤد اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں۔

والاحادیث التی وضعتھا فی کتاب السنن اکثرھا مشاھیر

ترجمہ: میں نے اپنی سنن کی کتاب میں جو احادیث داخل کی ہیں، ان میں اکثر مشہور ہیں (رسالہ ابی داؤد ص 29)

یہاں مشہور سے مراد یہ ہے کہ ان پر ائمہ فقہاء کا عمل ہے۔ اگرچہ وہ اصطلاحاً ضعیف ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

''امام ابوداؤد نے جن احادیث کو ذکر کر کے ان پر سکوت اختیار کیا ہے وہ چار قسم ہیں۔

1..... بعض وہ جو بخاری ومسلم کی شرط پر ہیں یا ان میں موجود ہیں۔

2..... بعض وہ جو حسن لذاتہ کی قبیل سے ہیں

3..... بعض وہ جو حسن لغیرہ ہیں اور یہ دونوں زیادہ ہیں

4..... بعض وہ جو ضعیف ہیں پھر فرماتے ہیں

وقیل ھذا الاقسام عندہ تصلح للاحتجاج بھا

ترجمہ: اور یہ تمام قسمیں (امام ابوداؤد) کے نزدیک قابل احتجاج ہیں (النکت علی کتاب ابن الصلاح 1/435)

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محدثین کے نزدیک ضعیف حدیث سے حجت پکڑی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے ان محدثین نے ضعیف احادیث کو اپنی کتابوں میں داخل کیا۔ مگر آج ان ضعیف احادیث کو ان البانیوں اور اصل میں منکرین حدیثوں نے ان احادیث کو ترک کر وا رکھا ہے۔ جو سلف کا طریقہ نہیں، بلکہ نئی بدعت ہے۔ یہ دراصل خود بدعتی ہیں مگر دوسروں کو بدعتی کہتے تھکتے نہیں۔ خوب جان لو کہ مطلقاً کلی طور پر ضعیف حدیث کا انکار دورِ جدید کا فتنہ ہے۔ محدث شام شیخ عبدالفتاح ابوغدہ فرماتے ہیں:

''محدثین، ائمہ متقدمین اپنی کتابوں میں ضعیف احادیث بھی ذکر کیا کرتے تھے تاکہ ان پر بھی عمل ہو جائے اور ان سے مسائل شرعیہ میں دلیل پکڑی جائے۔ ضعیف احادیث سے ان کو پرہیز نہ تھا۔ اور نہ وہ ان احادیث ضعیفہ کو منکر اور پس پشت ڈالنے والی بات کرتے تھے جیسا کہ آج بعض مدعیوں کا دعویٰ ہے (ظفر الامانی ص 176)

ابن عبدالبر، کتاب ''التمہید'' 1/58 میں فرماتے ہیں:

ورب حدیث ضعیف الاسناد صحیح المعنی

یعنی بہت ساری احادیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہوتی ہیں مگر معنی کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہیں۔

حدیث کا معنی ہی تو اصل ہے۔ سند تو محض حدیث تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اگر ذریعہ خراب ہے اور اصل صحیح ہے۔ تو اصل کو اختیار میں کون سی چیز مانع ہے۔ اور محض ذریعہ کی خرابی کی وجہ سے اصل ہی کو چھوڑ دیا جائے اور اس کا انکار کیا جائے۔ یہ کون سی عقل مندی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ سے بڑا محدث ان نام نہاد سلفیوں اور البانیوں کے نزدیک اور کوئی نہیں۔ آیئے ذرا ان کی کتب

میں ضعیف احادیث کی کیا حیثیت ہے دیکھتے ہیں۔

صحیح بخاری کے سوا باقی ساری کتب ضعیف احادیث سے بھری پڑی ہیں۔ اور اس سے تو ان کو بھی انکار نہیں، یہاں تک کہ "ادب المفرد" کے دو حصے کر دیئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے تو صحیح بخاری میں بھی ضعیف راویوں سے روایتیں ہیں۔ کچھ تعلیقاً فضائل اور ترغیب وترہیب کے باب میں۔ اس کی مثال حاضر ہے۔

1.....ایک راوی ہے۔ اسدی بن زید بن الجمال۔ جس سے امام بخاری نے "صحیح بخاری باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب برقم 6541 مطبوعہ قاہرہ" میں ایک روایت لی ہے۔ یہ راوی ضعیف ہے۔

2.....امام نسائی فرماتے ہیں۔ متروک الحدیث (کتاب الضعفاء والمتروکین برقم 54)

3.....امام ذہبی نے مغنی فی الضعفاء 90/1 برقم 747 میں بحوالہ یحییٰ بن معین کذاب اور متروک لکھا

4.....امام دارقطنی نے ضعفاء میں شمار کیا۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین)

5.....علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں "کذب، دارقطنی نے اسے ضعیف قرار دیا"۔ (تہذیب التہذیب، 301/1، برقم 628)

6.....ابن شاہین نے کذاب لکھا۔ (تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین ابن شاہین 47/1، برقم 3)

7.....ابن حبان نے مجروحین 180/1 میں لکھا

8.....یحییٰ بن معین نے کذاب کہا۔ (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری برقم 1914)

9.....ابن ابی حاتم رازی نے کذاب لکھا۔ (الجرح والتعدیل 318/2 برقم 1204)

10.....امام ابن جوزی نے الضعفاء والمتروکین 124/1 برقم 432 کے تحت کذاب، متروک لکھا

11.....امام عقیلی نے بھی الضعفاء للعقیلی 28/1 میں کذاب لکھا

12.....ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء 400/1 کذاب، متروک لکھا

13.....سوالات لابن الجنید لابی ذکریا یحییٰ بن معین 292/1 برقم 79 کذب لکھا۔ اب اتنا سخت ضعیف راوی ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اس سے روایت لے رہے ہیں۔ اب ذرا سنئے غیر مقلدین کی بھی، لکھتے ہیں "بفرض تسلیم اگر یہ ایسے ہی ہیں، جیسا کہ معترض نے لکھا ہے تو ہم کو مضر نہیں۔ اس لئے کہ امام بخاری نے جس حدیث کو اسید بن زید سے روایت کیا ہے وہ بطور متابعت کے ہے۔ (دفاع صحیح بخاری ص 452 مطبوعہ گوجرانوالہ)

آخر متابعت میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ضعیف راوی کو اہمیت دی۔ یہی ہم بھی سمجھا رہے ہیں۔ کہ ضعیف روایات کو متقدمین نے یکسر چھوڑ نہیں دیا تھا۔ جیسا کہ آج کل کے جاہل لوگوں کا وطیرہ بن چکا ہے۔ ایک اور مثال ملاحظہ فرمایئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری 99/1 میں، باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب قائم کیا پھر فرماتے ہیں:

ویذکر عن سلمة بن اکوع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یزرہ ولو بشوکة فی اسنادہ نظر

یعنی سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ نبی ﷺ بٹن لگایا کرتے تھے، اگرچہ کانٹا ہی کیوں نہ ہو، اور اس کی سند میں نظر ہے۔ امام بخاری کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔ مگر استدلال فرما رہے ہیں۔ طوالت کے خوف اتنا ہی کافی ہے ورنہ صحیح بخاری میں بھی فضائل، مناقب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ضعیف راویوں کی روایتوں سے استدلال فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ متقدمین ضعیف روایتوں سے استدلال فرماتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اصلا حاروایت ضعیف ہوتی ہے۔ اور اس کا مضمون خلاف قیاس ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں تمام فقہاء خصوصا ائمہ اربعہ قیاس کے مقابلے میں اس ضعیف روایت پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ ابن قیم صاحب نے اعلام الموقعین 25/1 میں لکھا۔ اب ان نئے منکرین حدیث نے کہا کہ یہ ضعیف حدیث ہے لہٰذا اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور چھوڑ دیا، اور اپنے قیاس پر عمل کرلیا اور اس کا نام اہل حدیث رکھ لیا۔ اب ان منکرین حدیث کا دوسرا روپ بھی دیکھئے۔ کہ جب اپنے مطلب کی روایت ہو، خواہ وہ ضعیف ہو، اس کو راجح کہہ کر قبول کرلیتے ہیں۔ اور دنیا میں ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ہم صحیح وحسن احادیث پر عامل ہیں۔ ان لوگوں کا ضعیف احادیث پر عمل دیکھئے۔

1 ...... امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں حضور ﷺ کا قول نقل کیا۔ ''جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا، اس کا وضو نہیں'' (جامع ترمذی 90/1 مترجم)

یہ روایت ضعیف ہے۔ اس بارے میں جتنی روایتیں ہیں وہ بھی سب ضعیف ہیں، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''بلوغ المرام ص 11، امام زیلعی نے نصاب الرایہ 4/1، حافظ ابن رشد نے بدایۃ المجتہد 17/1، اور عبدالرحمن مبارک پوری غیر مقلد نے تحفۃ الاحوذی 35/1 میں لکھا۔ مگر اس کے باوجود غیر مقلدین نے مولانا عبدالرحمن مبارک پوری کا یہ فیصلہ آنکھیں بند کر کے قبول کرلیا۔

لاشک فی ان ھذا الحدیث نص علی ان التسمیۃ رکن للوضوء

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث نص ہے۔ کہ بسم اللہ پڑھنا، وضو کا رکن ہے۔ (تحفۃ الاحوذی 38/1)

اب اس حدیث کو قبول کرتے ہوئے غیر مقلدین نے بسم اللہ پڑھنے کو وضو کا فرض مانا ہے۔ حالانکہ ان کے اصول کے مطابق فرض تو دور کی بات، اس روایت پر ان کے ہاں عمل کرنا ہی جائز نہیں ہونا چاہئے۔ مگر کیا کیا جائے، ہے جو اپنے مطلب کی روایت۔

2 ...... غیر مقلدین اونچی آواز میں آمین کہنے کے بارے میں اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا۔ حالانکہ رسول اللہ جب غیر المغضوب علیھم والا الضالین پڑھتے تو آمین بھی اتنی زور سے کہتے۔ کہ پہلی صف والے سنتے اور مسجد گونج اٹھتی۔ یہ روایت سنن ابن ماجہ 278/1 برقم 853 ہے۔ اس کو ناصر الدین البانی نے ضعیف کہا ہے۔ اس کا ایک راوی بشر بن رافع پر امام بخاری، امام احمد، امام یحییٰ بن معین، امام نسائی اور دیگر محدثین نے سخت جرحیں کی ہیں اور جمہور کے نزدیک یہ راوی ضعیف ہے۔ مگر غیر مقلدین کے عوام اور ان کے محدثین و محققین نے اس ضعیف حدیث کو قبول کیا ہے کیونکہ اپنے مطلب کی ہے۔

3 ...... غیر مقلدین ظہر کی نماز سارا سال اول وقت میں پڑھتے ہیں۔ جامع ترمذی 292/1 برقم 55 ایک روایت ہے۔ یہ

ضعیف روایت ہے۔ اس کو ناصر الدین البانی نے بھی ضعیف کہا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی حکیم بن جبیر ہے۔ محدثین نے اس پر سخت کلام کیا ہے۔ امام احمد، امام بخاری، امام نسائی، امام دارقطنی، امام شعبہ، ابن مہدی، امام جوزجانی نے ضعیف، متروک الحدیث، کذاب وغیرہ قرار دیا ہے (دیکھئے: میزان الاعتدال 584 / 1 برقم 2215)

مگر ان سخت جرحوں کے باوجود بھی غیر مقلدین کا اس روایت پر عمل وفتویٰ ہے۔ کیونکہ اپنے مطلب کی ہے لہٰذا ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث ضعیف کا مطلقا انکار کرنا، انکار حدیث ہے اور سلف صالحین، متقدمین ومتاخرین، محدثین، مفسرین، فقہاء کرام اور علماء اہل سنت کا یہ طریقہ نہیں تھا جو آج بزعم خود اہل حدیث کہلوانے والوں کا ہے۔ ان کا یہ طریقہ کہ مطلق ضعیف احادیث کا انکار، دراصل منکرین کا نیا روپ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق واضح ہوجانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی

کِتَابُ الزَّکٰوۃِ

یہ کتاب زکوٰۃ کے بیان میں ہے

زکوٰۃ کا لغوی وشرعی معنی کا بیان

زکوٰۃ کا لغوی معنی ہے۔ بڑھنا، زیادہ ہونا۔ جب کھیتی بڑھ جائے تو اسے "زکا الزرع" کہا جاتا ہے۔ جبکہ فقہاء کے عرف میں زکوٰۃ اس کام کا نام ہے کہ جس کے ذریعے مالی حق کے واجب کو ادا کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کے وجوب کا اعتبار سال کے گزرنے اور نصاب کے پورا ہونے کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ نصاب ہی کو وجوب کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔ اور نصاب صفات اعمال سے ہے جبکہ صفات اعیان سے نہیں ہے۔ اور اس کا اطلاق ادا کردہ مال پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: " وَآتُوا الزَّكَاةَ"۔ اس کا ادا کرنا صرف عین ہی صحیح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۴۴، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ وہ مخصوص مال ہے۔ اور یہی اس کا سبب ہے۔ یعنی وہ مال نامی خواہ بطور حقیقت بڑھنے والا ہو یا حکمی طور پر بڑھنے والا ہو۔ اسی وجہ سے اس کی اضافت کرتے ہوئے اس کو زکوٰۃ کا مال کہا گیا ہے۔ جبکہ فقہاء کے عرف میں نفس مال کے دینے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ اور اس کی لغوی مناسبت یہی ہے کہ مزکی اس کا سبب تب بنتا ہے جب مال بڑھ کر اس کو حاصل ہو جائے۔ (فتح القدیر، ج ۳، ص ۱۶۱، بیروت)

علامہ علی بن محمد الزبیدی بغدادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ زکوٰۃ کا لغوی معنی مال کا بڑھنا ہے۔ اور یہی بڑھنا ہی اس کا سبب ہے کیونکہ دنیا میں پیچھے رہ جانے والا مال بڑھ جاتا ہے اور آخرت میں اس کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طہارت سے عبارت ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى" یعنی انسان کو گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ جبکہ اصطلاح شرع میں معلوم مال کی مخصوص مقدار کو ادا کرنا ہے۔ اور اہل اصول محققین کے نزدیک یہ مزکی کے فعل سے عبارت ہے۔ مال مؤدی سے عبارت نہیں۔ (جوہرہ نیرہ، ج ۱، ص ۴۴۵، بیروت)

علامہ طیبی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں طہارت و برکت اور بڑھنا اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کہتے ہیں اپنے مال کی مقدار متعین کے اس حصہ کو جو شریعت نے مقرر کیا ہے کسی مستحق کو مالک بنا دینا زکوٰۃ کے لغوی معنی اور اصطلاحی معنی دونوں کو سامنے رکھ کر یہ سمجھ لیجیے کہ یہ فعل یعنی اپنے مال کی مقدار متعین کے ایک حصہ کا کسی مستحق کو مالک بنا دینا ہے۔ اور مال کے باقی ماندہ حصے کو پاک کر دیتا ہے اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت عطا فرمائی جاتی ہے اور اس کا وہ مال نہ صرف یہ کہ دنیا میں بڑھتا اور زیادہ ہوتا ہے بلکہ اخروی طور پر اللہ تعالیٰ اس کے ثواب میں اضافہ کرتا ہے اور اس کے مالک کو گناہوں اور دیگر بری خصلتوں مثلاً

بخل وغیرہ سے پاک وصاف کرتا ہے اس لیے اس فعل کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔
زکوٰۃ کو صدقہ بھی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ فعل اپنے مال کا ایک حصہ نکالنے والے کے دعویٰ ایمان کی صحت وصداقت پر دلیل ہوتا ہے۔ (شرح مشکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ کی تعریف کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں آزاد، عاقل، بالغ، مسلم جب مالک نصاب تام ہو جائے جس پر ایک سال گزر جائے اس مال کو اللہ کی رضا کے لئے مصرف تک پہنچانا تا کہ اس سے فرض ساقط ہو جائے اور اس میں زکوٰۃ ادا کرنے والے کو فائدہ یعنی ثواب اور جس کو ادا کی اس کو فائدہ یعنی دنیاوی نفع حاصل ہو جائے۔
تاج الشریعہ فرماتے ہیں۔ سال گزرنے والے نصابی مال کا فقیر کو دینا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس کے وجوب کو صفات فعل کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔
علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صاحب تنویر الابصار زکوٰۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ زکوٰۃ شارع کی مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الٰہی کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس شے سے نفع حاصل نہ کرنا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولیٰ ہو۔ (درمختار، ج ا، ص ۱۲۹، مجتبائی دہلی)
علامہ نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام ابوالحسن واحدی علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ زکوٰۃ مال کو پاک کرتی ہے اس کی اصلاح کرتی ہے اس کا فرق کرتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس کی اصل زیادتی ہے جس طرح کہا ہے اس نے زراعت کی تو اس میں زیادتی ہوتی ہے یعنی جس طرح زراعت میں ترقی ہوتی ہے اس کے دانے بڑھتے جاتے ہیں جو زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں زکوٰۃ سے مراد بھلائی میں زیادتی ہے۔ اور اسی لوگوں میں جو سب سے زیادہ نیک ہوتا ہے وہی مزکی یعنی تزکیہ نفس والا ہے۔

(مجموع، ج ۵، ص ۲۸۸، بیروت)

زکوٰۃ کو زکوٰۃ کہنے کی وجہ

زکوٰۃ کا لغوی معنی طہارت، افزائش (یعنی اضافہ اور برکت) ہے۔ چونکہ زکوٰۃ بقیہ مال کے لئے معنوی طور پر طہارت اور افزائش کا سبب بنتی ہے اسی لئے اسے زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ (الدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۰۳ ملخصا)

زکوٰۃ کی اقسام

زکوٰۃ کی بنیادی طور پر 2 قسمیں ہیں۔ (۱) مال کی زکوٰۃ (۲) افراد کی زکوٰۃ (یعنی صدقہ فطر)
مال کی زکوٰۃ کی مزید دو قسمیں ہیں: (1) سونے، چاندی کی زکوٰۃ۔
(2) مال تجارت اور مویشیوں، زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ (یعنی عشر)۔

(ماخوذ از بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الزکوٰۃ، ج ۲، ص ۷۵)

بنی ہاشم سے مراد حضرت علی وجعفر وعقیل اور حضرت عباس وحارث بن عبد المطلب کی اولادیں ہیں۔ ان کے علاوہ جنہوں نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت نہ کی مثلاً ابولہب کہ اگرچہ یہ کافر بھی حضرت عبدالمطلب کا بیٹا تھا مگر اس کی اولادیں بنی ہاشم میں شمار نہ ہوں گی۔ (بہار شریعت، ج ا، حصہ ۵، ص ۹۳۱)

فرضیت زکوٰۃ کی تاریخی حیثیت

صدقہ فطر ۲ ہجری میں واجب کیا گیا تھا زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں اگرچہ علماء کے یہاں اختلافی اقوال ہیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہو گیا تھا مگر اس حکم کا نفاذ مدینہ میں ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی پہلی تاریخ کو ہوا ہے گویا زکوٰۃ یکم رمضان ۲ ہجری میں فرض قرار دی گئی اور اس کا اعلان کیا گیا۔

اجتماعی طور پر یہ مسئلہ ہے کہ زکوٰۃ انبیاء کرام علیہم السلام پر فرض و واجب نہیں ہے البتہ جس طرح سابقہ تمام امتوں پر نماز فرض تھی اسی طرح امت محمدی سے پہلے ہر امت پر زکوٰۃ فرض تھی ہاں زکوٰۃ کی مقدار اور مال کی تحدید میں اختلاف ضرور رہا ہے لیکن یہ بات طے ہے کہ زکوٰۃ کے بارے میں اسلامی شریعت کے احکام بہت آسان اور سہل ہیں جب کہ سابقہ انبیاء کی شریعتوں میں اتنی آسانی نہیں تھی۔

زکوٰۃ ادا کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ صدقے کو قبول کرتا ہے اور داہنے ہاتھ میں لے کر اس کی پرورش کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کو پالتا ہے یہاں تک کہ ایک لقمہ بڑھتے بڑھتے احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے (أَنَّ اللهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ) 9- التوبہ: 104) (يَمْحَقُ اللهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ، (البقرۃ:276) یعنی وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے صدقات لیتا سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل منقول ہے کئی اہل علم اس اور اس جیسی کئی احادیث جن میں اللہ کی صفات کا ذکر ہے جیسے کہ اللہ کا ہر رات کو دنیا کے آسمان پر اترنا وغیرہ علماء کہتے ہیں کہ ان (کے متعلق) روایات ثابت ہیں ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور وہم میں مبتلا نہیں ہوتے پس یہ نہیں کہا جاتا کہ کیسے؟

اس کی کیفیت کیا ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح مالک بن انس سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک کا بھی یہی کہنا ہے کہ ان احادیث پر صفات کی کیفیت جانے بغیر ایمان لانا ضروری ہے اہل سنت والجماعت کا یہی قول ہے لیکن جہمیہ ان روایات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تشبیہ ہے اللہ نے قرآن میں کئی جگہ اپنے ہاتھ وسماعت اور بصیرت کا ذکر کیا ہے جہمیہ ان آیات کی تاویل کرتے ہوئے ایسی تفسیر کرتے ہیں جو علماء نے نہیں کی وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا پس ان کے نزدیک ہاتھ کے معنی قوت کے ہیں۔

اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ تشبیہ تو اس صورت میں ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس کا ہاتھ کسی ہاتھ جیسا یا کسی کے ہاتھ کے مثل ہے یا اس کی سماعت کسی سماعت سے مماثلت رکھتی ہے پس اگر کہا جائے کہ اس کی سماعت فلاں کی سماعت جیسی ہے تو یہ تشبیہ ہے لہٰذا اگر

وہی کہے جو اللہ نے کہا ہے کہ ہاتھ سماعت بصر اور یہ نہ کہے کہ اس کی کیفیت کیا ہے یا اس کی سماعت فلاں کی سماعت کی طرح ہے تو یہ تشبیہ نہیں ہو سکتا اللہ کی یہ صفات اسی طرح ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف میں فرمادیا کہ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 646)

منکرین زکوٰۃ کے لئے وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سونے اور چاندی (کے نصاب) کا مالک ہو اور اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے (یعنی تختے تو سونے اور چاندی کے ہوں گے مگر انہیں آگ میں اس قدر گرم کیا جائے گا کہ گویا وہ آگ ہی کے تختے ہوں گے اسی لئے آپ نے آگے فرمایا کہ وہ تختے دوزخ کی آگ میں گرم کیے جائیں گے اور ان تختوں سے اس شخص کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ داغی جائے گی پھر ان تختوں کو (اس بدن سے) جدا کیا جائے اور آگ میں گرم کر کے پھر لایا جائے گا (یعنی جب وہ تختے ٹھنڈے ہو جائیں گے تو انہیں دوبارہ گرم کرنے کے لیے آگ میں ڈالا جائے گا اور وہاں سے نکال کر اس شخص کے بدن کو داغا جائے گا) اور اس دن کی مقدار کہ جس میں یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا پچاس ہزار سال کی مقدار ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب ختم ہو جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ عذاب تو نقدی یعنی سونے چاندی کے بارے میں ہوگا اونٹ کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کا کیا حشر ہوگا؟

آپ نے فرمایا جو شخص اونٹ کا مالک ہو اور اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے، اور اونٹوں کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جس روز انہیں پانی پلایا جائے ان کا دودھ دوہا جائے تو قیامت کے دن اس شخص کو اونٹوں کے سامنے ہموار میدان میں منہ کے بل اوندھا ڈال دیا جائے گا اور اس کے سارے اونٹ گنتی اور موٹاپے میں پورے ہوں گے۔ مالک ان میں سے ایک بچہ بھی کم نہ پائے گا یعنی اس شخص کے سب اونٹ وہاں موجود ہوں گے۔ حتیٰ کہ اونٹوں کے سب بچے بھی ان کے ساتھ ہوں گے پھر یہ کہ وہ اونٹ خوب فربہ اور موٹے تازے ہوں گے تاکہ اپنے مالک کو روندتے وقت خوب تکلیف پہنچائیں چنانچہ وہ اونٹ اس شخص کو اپنے پیروں سے کچلیں گے اور اپنے دانتوں سے کاٹیں گے جب ان اونٹوں کی جماعت روند کچل اور کاٹ کر چلی جائے تو دوسری جماعت آئے گی یعنی اونٹوں کی قطار روند کچل کر چلی جائے گی تو اس کے پیچھے دوسری قطار آئے گی اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا اور جس دن یہ ہوگا اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب کر دیا جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! گائے اور بکریوں کے مالک کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو شخص گائیوں اور بکریوں کا مالک ہو اور ان کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اسے ہموار میدان میں اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا اور اس کی گائیوں اور بکریوں کو وہاں لایا جائے گا جن میں سے کچھ کم نہیں ہوگا ان میں سے کسی گائے بکری کے سینگ نہ مڑے ہوں گے نہ ٹوٹے ہوں گے اور نہ وہ منڈی یعنی بلا سینگ ہوں گی یعنی ان سب کے سروں پر سینگ ہوں گے جو ٹوٹے ہوئے نہ ہوں گے اور سالم ہوں گے۔ تاکہ وہ اپنے سینگوں سے خوب مار سکیں چنانچہ وہ گائیں اور بکریاں اپنے سینگوں سے اپنے مالک کو ماریں گی اور اپنے کھروں سے

کچلیں گی اور جب ایک قطار اسے مار کچل کر چلی جائے گی تو دوسری قطار آئے گی اور اپنا کام شروع کر دے گی اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا اور جس دن یہ ہوگا اس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب کیا جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! گھوڑوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے گناہ کا سبب ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے جنہیں اس کے مالک اظہار فخر وغرور اور مال دار اور ریاء کے لیے اور مسلمانوں سے دشمنی کے واسطے باندھے۔

چنانچہ وہ گھوڑے اپنے مالک کے لیے گناہ کا سبب بنتے ہیں اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے پردہ ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنہیں اس کے مالک نے خدا کی راہ میں کام لینے کے لیے باندھا اور ان کی پیٹھ اور ان کی گردن کے بارے میں وہ خدا کے حق کو نہیں بھولا چنانچہ وہ گھوڑے اپنے مالک کے لیے پردہ ہیں اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لیے ثواب کا سبب وذریعہ بنتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنہیں ان کا مالک خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے مسلمانوں کے واسطے باندھے اور چراگاہ وسبزہ میں رکھے چنانچہ جب وہ گھوڑے چراگاہ وسبزہ سے کچھ کھاتے ہیں تو جو کچھ انہوں نے کھایا یعنی گھاس وغیرہ کی تعداد کے بقدر اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں یہاں تک کہ ان گھوڑوں کی لید اور ان کے پیشاب کے بقدر بھی اس کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں کیونکہ لید اور پیشاب بھی گھوڑے کی زندگی کا باعث ہیں اور گھوڑے رسی توڑ کر ایک یا دو میدان دوڑتے پھرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے قدموں کے نشانات اور ان کی لید جو وہ اس دوڑنے کی حالت میں کرتے ہیں کی تعداد کے برابر اس شخص کے لیے نیکیاں لکھتا ہے اور جب وہ شخص ان گھوڑوں کو نہر پر پانی پلانے کے لیے لے جاتا ہے اور وہ نہر سے پانی پیتے ہیں اگرچہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہ ہو، اللہ تعالیٰ گھوڑوں کے پانی پینے کے بقدر اس شخص کے لیے نیکیاں لکھتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اچھا گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا لیکن تمام نیکیوں اور اعمال کے بارے میں یہ آیت جامع ہے (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (99۔الزلزال:7۔8) یعنی جو شخص ایک ذرہ کے برابر نیکی کا عمل کرے گا اسے دیکھے گا اور جو شخص ایک ذرہ کے برابر برائی کا عمل کرے گا اسے دیکھے گا۔ (یعنی مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے کو نیک کام کے لیے جانے کے واسطے اپنا گدھا دے گا تو ثواب پائے گا اور اگر برے کام کے لیے دے گا تو گناہگار ہوگا) مسلم۔

قیامت کے دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر بتائی گئی ہے لیکن اس کا تعلق کافروں کے ساتھ ہے یعنی قیامت کا دن کافروں کو پچاس ہزار سال کے بقدر دراز معلوم ہوگا بقیہ گناہگاروں کو ان کے گناہ کے بقدر دراز محسوس ہوگا اگر کسی کے گناہ کم اور ہلکے ہوں گے تو اسے وہ دن اسی اعتبار سے کم دراز محسوس ہوگا اور اگر کسی کے گناہ زیادہ اور شدید نوعیت کے ہوں گے تو اسے وہ دن بھی اس کے اعتبار سے دراز محسوس ہوگا یہاں تک کہ خدا کے نیک بندوں یعنی مومنین وکاملین کو وہ پورا دن صرف دو رکعت نماز کے بقدر معلوم ہوگا گویا جتنی دیر میں دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے انہیں وہ دن صرف اتنے عرصہ کے بقدر محسوس ہوگا۔

فیری سبیلہ اما الی الجنۃ الخ اور وہ جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس شخص کے نامہ

اعمال میں اس ترک زکوٰۃ کے گناہ کے علاوہ اور کوئی گناہ نہیں ہوگا اور مذکورہ عذاب کہ جس میں اسے مبتلا کیا جائے گا اس کے اس گناہ کو دور کردے گا تو اس کے بعد وہ جنت میں چلا جائے گا اور خدانخواستہ اگر اس کا نامہ اعمال میں ترکِ زکوٰۃ کے علاوہ اور گناہ بھی ہوں گے یا یہ کہ مذکورہ عذاب کے بعد بھی ترک زکوٰۃ کا گناہ اس سے دور نہیں ہوگا تو پھر وہ دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔

حتی یقضی بین العباد میں اس طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں دوسری مخلوق خدا تو حساب کتاب میں مشغول ہوگی مگر وہ لوگ جنہوں نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ومن حقها حلبها یوم وردها اونٹوں کا ایک حق یہ بھی ہے الخ۔ اونٹ والوں کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اونٹوں کو تیسرے دن یا چوتھے دن پانی کی جگہ پانی پلانے لے جاتے ہیں چنانچہ عرب میں ایک یہ معمول بھی تھا کہ جس جگہ پانی پلانے کے لیے اونٹ لائے جاتے تھے وہاں لوگ جمع ہو جاتے تھے اونٹ والے اپنے اونٹوں کو وہاں پانی پلانے لاتے اور وہیں اونٹوں کا دودھ نکال کر وہاں جمع لوگوں کو پلا دیا کرتے چنانچہ اس کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگرچہ اونٹوں کا واجب حق تو صرف یہی ہے کہ ان کی زکوٰۃ ادا کی جائے مگر ان کے اور دوسرے حقوق میں سے ایک مستحب حق یہ بھی ہے کہ جس دن اونٹ پانی پینے جائیں اس دن کا دودھ جو غرباء و مساکین کو پلایا جائے لہٰذا یہ فعل اگرچہ مستحب ہے لیکن از راہ مروت و ہمدردی اور بر بنائے ادائے شکر حق گویا واجب کا حکم رکھتا ہے اسی لیے اس کے بارے میں اتنی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا چنانچہ حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حق کی عدم ادائیگی کی صورت میں عذاب بھی ہو سکتا ہے۔

ولا یرید ان یسقیها (اگرچہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہ ہو) مطلب یہ ہے کہ مالک گھوڑے کو پانی پلانے کا ارادہ نہ رکھے بلکہ اس کے ارادہ و قصد کے بغیر گھوڑا پانی پیے تو اس کے بارے میں مذکورہ ثواب بیان کیا گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر مالک خود ارادہ و قصد کر کے گھوڑے کو پانی پلائے گا تو اس کا کیا کچھ ثواب اسے ملے گا گھوڑوں کے بارے میں صحابہ کے سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا اس کا اسلوب پہلے جوابات کے اسلوب سے مختلف ہے اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کا جو اسلوب اختیار فرمایا ہے اسے جواب علی اسلوب الحکیم کہتے ہیں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے والے صحابہ سے فرمایا کہ گھوڑوں کا جو حق واجب ہے یعنی زکوٰۃ وغیرہ صرف اس کے بارے میں مت پوچھو کہ ان گھوڑوں کی وجہ سے ان کے پالنے والے سعادت و نیک بختی اور بھلائی کے کیسے کیسے مقام حاصل کرتے ہیں اور انہیں ان گھوڑوں سے کیا نفع پہنچتا ہے اسی طرح دوسرا پہلو بھی کہ ان پالنے والوں کو کیسے کیسے گناہ ملتے ہیں اور انہیں کیا نقصان پہنچتا ہے۔

اسی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے گناہ کا سبب ہوتے ہیں اس کی تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جنہیں ان کے مالک نے اظہار فخر اور ریاء کے لیے باندھ رکھا ہو یعنی گھوڑے رکھنے سے اس کی غرض صرف یہ ہو کہ لوگ اس کی حشمت و ثروت دیکھیں اور جانیں کہ یہ مجاہد ہے حالانکہ واقعہ میں وہ مجاہد نہیں ہے نیز فخر یہی مراد ہے کہ وہ گھوڑا اس نیت سے پالے کہ میں اپنے سے کمتر لوگوں پر اپنی بڑائی جتاؤں اور ان کے سامنے فخر کا اظہار کروں۔

(۲) وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے پردہ ہوتے ہیں اس کی وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جنہیں ان کے مالک نے اس لیے باندھا ہے تاکہ وہ خدا کی راہ میں کام آئیں یہاں خدا کی راہ سے مراد جہاد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ گھوڑوں کو رکھنے اور باندھنے کا مقصد اظہار فخر وغرور اور ریا نہ ہو بلکہ انہیں اچھی و نیک نیت سے رکھے مثلاً گھوڑے اس مقصد کے لیے پالے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور اچھے و نیک مقاصد کے لیے کام آئیں یا ان سے اپنی سواری مقصود ہو کہ اپنی مشروع ومباح ضرورتوں کے وقت ان پر سوار ہو سکے نیز یہ کہ اپنے فقر واحتیاج کی پردہ پوشی کرے جیسا کہ روایت میں فرمایا گیا ہے کہ بطور "تغنیا و تعففا" یعنی دوسروں سے مستغنی رہنے اور دوسروں کے آگے اپنی احتیاج وضرورت کے اظہار سے بچنے کے لیے گھوڑا رکھنا چاہیے مثلاً تجارتی مقصد کے لیے عزیز واقارب اور دوست واحباب کے یہاں جانے کے لیے کھیت کھلیان میں آنے جانے کے واسطے یا اسی قسم کے دوسرے مقاصد کے وقت اگر گھوڑے کی ضرورت ہو تو کسی دوسرے کی طرف دیکھنا نہ پڑے بلکہ اپنا گھوڑا ہو تو وہ کام آئے اور غیروں کے آگے اظہار ضرورت کی شرمندگی سے بچائے۔ اسی لیے اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو اپنے مالک کے لیے پردہ قرار دیا ہے کہ ایک طرف تو گھوڑا اپنے مالک کے فقر واحتیاج کے لیے پردہ پوش ہوتا ہے بایں طور کہ گھوڑے کی وجہ سے دوسروں کی نظروں میں اس کے مالک کا وقار اور برہم قائم رہتا ہے اور اس کی عزت بنی رہتی ہے۔ دوسری طرف گھوڑی کا مالک اپنی ضرورت وحاجت کے وقت کسی دوسرے شخص کے آگے اظہار حاجت اور دست سوال دراز کرنے سے بچا رہتا ہے۔

اس موقع پر راہ خدا سے یہ مفہوم اس لیے مراد لیا گیا ہے تاکہ ایک ہی عبارت میں تکرار لازم نہ آئے کیونکہ تیسری قسم کے ضمن میں مذکورہ راہ خدا سے مراد جہاد ہی ہے۔

اسی ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے مالک کا ایک وصف یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان کی پیٹھ اور ان کی گردن کے بارے میں وہ خدا کے حق کو نہیں بھولا۔

چنانچہ اس ارشاد گرامی میں پیٹھ کے بارے میں اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس گھوڑے پر اچھے اور نیک کاموں کی خاطر سوار ہوا اور اگر کسی نے اس سے اپنی سواری کے لیے یا گھوڑیوں پر چھوڑنے کے لیے اس کا گھوڑا مانگا تو اس نے اس کی ضرورت پوری کی۔ اسی طرح گردن کے بارے میں حق یہ ہے کہ ان کی زکوٰۃ ادا کی۔ مگر حضرات شوافع کی طرف سے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مالک نے اپنے گھوڑے کی خبر گیری کی بایں طور کہ ان کے گھاس دانہ میں کوئی کمی نہیں کی انہیں ان کی پوری خوراک مہیا کی اور انہیں اگر کوئی مرض لاحق ہو یا کوئی تکلیف ہوئی تو اسے فوراً دور کیا۔

منکرین زکوٰۃ کے فتنہ سے اعلان جنگ کا بیان

1556 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ: كَيْفَ تُقَاتِلُ

النَّاسَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ، حَتَّى يَقُولُوا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ. فَمَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ. عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ. اِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ؟، فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ: وَاللهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ. فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللهِ. لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ اِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ.. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَوَاللهِ، مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَيْتُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ اَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ، قَالَ: فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ رَبَاحُ بْنُ زَيْدٍ وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ. عَنِ الزُّهْرِيِّ بِاِسْنَادِهِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عِقَالًا. وَرَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، قَالَ: عَنَاقًا.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: قَالَ شُعَيْبُ بْنُ اَبِي حَمْزَةَ، وَمَعْمَرٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا، وَرَوَى عَنْبَسَةُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ. قَالَ: عَنَاقًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا گیا اور عربوں میں سے کچھ لوگوں نے کفر اختیار کیا' تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیسے جنگ کریں گے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ یہ اعتراف نہیں کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' جو شخص یہ اعتراف کر لے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں وہ اپنے مال اور اپنی جان کو مجھ سے محفوظ کر لے گا' البتہ اس کے حق کا معاملہ مختلف ہے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گا''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس شخص کے ساتھ ضرور جنگ کروں گا' جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے کوئی ایسی رسی نہ دیں جو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے' تو اس کی عدم ادائیگی پر بھی میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے یہ بات دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر عطا کیا ہے اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ یہی درست ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے۔

بعض راویوں نے یہاں لفظ ''رسی'' نقل کیا ہے اور بعض راویوں نے ''بکری کا بچہ'' نقل کیا ہے۔

1556- اسنادہ صحیح. اللیث: هو ابن سعد، وعقیل: هو ابن خالد الاموی، والزهری: هو محمد بن مسلم. واخرجه البخاری (1399)، ومسلم (20)، والترمذی (2790)، والنسائی فی "الکبری" (2235) و (1348) و (3419) و (3421) و (4284) و (4285) من طرق عن الزهری، به. واخرجه النسائی (3420) و (3422) و (3423) من طریق سعید بن المسیب، عن ابی هریرة، به. وهو فی "مسند احمد" (67)، و "صحیح ابن حبان" (217).

(امام ابوداوَد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ''اگر وہ مجھے بکری کا بچہ دینے سے انکار کریں''۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے' جس میں ''بکری کا بچہ'' کا لفظ منقول ہے۔

راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔آپ کا نام کفر میں عبدالشمس اور اسلام میں عبدالرحمن ابن صخر دوسی ہے، کسی نے عمر بن عامر، کسی نے عبداللہ بن عامر بھی لکھا خیبر کے سال اسلام لائے، چار سال سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سایہ کی طرح رہے، آپ کو بلی بڑی پیاری تھی، حتی کہ ایک بار اپنی آستین میں بلی لیے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ابوہریرہ یعنی بلیوں والے ہو، تب آپ اس کنیت سے مشہور ہوگئے، مدینہ منورہ میں ۵۷ھ میں وفات ہوئی، جنت البقیع میں دفن ہوئے ۷۸ سال عمر ہوئی، غضب کا حافظہ تھا، آپ سے چار ہزار تین سو چونسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔قبول اسلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عمیر رکھا۔ ہریرہ، ہرہ (بلی) کی تصغیر ہے۔آپ کو بلیوں سے بہت انس تھا اس لیے اس کنیت سے مشہور ہوئے۔غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ آکر اسلام قبول کیا اور زندگی کا بیشتر حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزارا۔حدیث کے سب سے بڑے راوی ہیں اور سلطان الحدیث کہلاتے ہیں۔حضرت عمر کے زمانے میں مدینے میں گوشہ نشین ہوگئے اور یہیں بعض روایات کے مطابق ۷۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح مفتی احمد یار خان نعیمی جلد 1 صفحہ 25 نعیمی کتب خانہ گجرات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ان کا اصل نام عبدالشمس تھا۔سورج کا بندہ، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا لیکن شہرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے نام سے ہوئی۔ یہ سن سات ہجری میں ایمان لے کر آئے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے سے تین سال قبل۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوخیبر میں تشریف لے گئے تھے، اس وقت یہ ایک وفد کے ساتھ مدینہ منورہ اسلام قبول کرنے آئے تھے۔انہیں پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوخیبر کے لیے تشریف لے گئے ہیں تو یہ بھی وہاں پہنچ گئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

دوقسم کے بندے

جب اللہ پاک نے دین کا کام کسی بندے سے لینا ہوتا ہے تو اللہ پاک خود اس کے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں۔اللہ پاک کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ دوقسم کا ہے۔ایک تو یہ کہ بندہ خود اللہ پاک کی طرف آئے اور دوسرا یہ کہ اللہ پاک خود بندہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، چاہے وہ محنت کرے یا نہ کرے۔جب اللہ پاک کو اس سے دین کا کام لینا ہوتا ہے تو اسباب خود بخود بنتے چلے جاتے ہیں۔اللہ پاک اس کی طبیعت اور مزاج ہی ایسا بنادیتے ہیں کہ وہ دین کا کام کرتا ہی کرتا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی انہیں اشخاص میں سے ہیں جن سے اللہ پاک نے اپنے دین کا کام لینا تھا۔

۵۳۷۴ احادیث یاد تھیں:

عجیب بات یہ ہے کہ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ایسے بھی ہیں جو مکہ مکرمہ میں اسلام لے کر آئے، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اسلام قبول کرنے کے بعد تیرہ سال مکے میں رہے، مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں بھی دس سال اسلام کی حالت میں رہے۔ اتنے عرصے میں ان کی احادیث چند سو ہیں یعنی بہت کم احادیث انہوں نے نقل کی ہیں لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ نے سن سات ہجری میں اسلام قبول کیا ہے اور پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث ان سے مروی ہیں۔ اتنی احادیث کسی بھی صحابی سے مروی نہیں البتہ یہ بات تو خود فرمایا کرتے تھے کہ کسی کو مجھ سے زیادہ احادیث یاد نہیں تھیں، البتہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مجھ سے زیادہ یاد تھیں وہ لکھ لیا کرتے تھے میں لکھا نہیں کرتا تھا اور مجھ سے زیادہ ان کے علاوہ اور کسی کو بھی یاد نہیں تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی احادیث کتابوں میں اتنی ملتی ہی نہیں ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کتابوں میں اتنی ملتی ہیں کہ کوئی حد و حساب ہی نہیں۔ اس کی وجہ علمائے کرام نے یہ لکھی ہے کہ اصل میں اللہ پاک نے ان سے یہ کام لینا تھا، اس لیے مدینہ منورہ میں جو علم کا مرکز تھا وہیں انہوں نے قیام کیا اور وہیں بیٹھ گئے۔ دنیا بھر سے لوگ آتے اور علم دین حاصل کرتے اور دنیا کے ہر خطے میں پہنچتے اور پہنچاتے۔ البتہ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ جو تھے ان کو اللہ پاک نے مصر پہنچادیا، مصر میں احادیث حاصل کرنے کے لیے کوئی جاتا ہی نہیں تھا اس لیے ان کی احادیث لوگوں تک اتنی نہیں پہنچی ہیں۔

کثرت روایت کی دو وجہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کثرت روایت کی دو وجہ تھیں۔ ایک وجہ اختیاری تھی اور دوسری وجہ غیر اختیاری تھی۔

پہلی وجہ اختیاری وجہ تو یہ بیان کرتے تھے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اکثر کام کاج کرتے تھے، بازاروں میں جاتے تھے، کھیتوں میں کام کرتے تھے اور میں بھوکا آدمی مسجد نبوی میں پڑا رہتا تھا، کئی کئی دن فاقے میں گزر جاتے، اس حال میں میں نے حدیث شریف کا علم حاصل کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ دنیا کے کام کاج میں نہیں لگے کہ انہیں علم دین حاصل کرنا مقصود تھا اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے تھے جن کا کام ہی علم دین حاصل کرنا تھا۔ وہ دنیا کا کام کاج کوئی نہیں کرتے تھے بس لوگ ہی ان کے کھانے اور پینے کا انتظام کیا کرتے تھے، کوئی اپنا کھجور کا خوشہ توڑ کر لے آیا اور مسجد نبوی میں لٹکا دیا۔ ان بے چاروں نے اسے کھا کر اپنا گزارا کر لیا، کھانا ان کو ملتا نہیں تھا مہینوں گزر جاتے دو تین کھجور کھا کر پانی پی کر۔ بس اسی طرح ان کا گزارا ہوا کرتا تھا۔

جو حضرات بازاروں میں تجارت کرنے والے تھے وہ تو تجارت کیا ہی کرتے تھے یہ حضرات جنہوں نے اپنے آپ کو دین کے حصول کے لیے وقف کر دیا تھا ان کو کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی باتیں نہیں کہیں بلکہ اللہ پاک کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جنت کی بشارتیں سنایا کرتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ یہ غریب قسم کے لوگ تھے ان کے پاس پہننے کو کپڑا نہیں ہوا کرتا تھا، یعنی ایک چادر ہے وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک آ رہی ہے باقی سارا جسم ان کا ننگا ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ

ہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہم ایک دوسرے کے اندر اس طرح گھس کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارا ستر تو چھپا ہوا تھا مگر باقی جسم جو ہے وہ بھی نظر نہ آئے کیونکہ اس حالت میں شرم سی آتی ہے تو اس طرح ایک دوسرے سے خود کو چھپا رکھا تھا تا کہ لوگوں کو نظر نہ آئے۔ حضور ﷺ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا: کہ دائرہ بنالو جب ہم نے دائرہ بنالیا تو ہم سب کے جسم نظر آنے لگے ستر تو چھپا تھا لیکن باقی جسم نظر آنے لگا۔ جب حضور ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ نے یہ بھی نہیں کہا کہ جاؤ بازار میں جا کر کماؤ بلکہ فرمایا: اللہ پاک تمہیں جنت عطا فرمائیں گے اور دنیا کے مال داروں سے پانچ سو سال پہلے تم لوگ جنت میں جاؤ گے۔ معلوم ہوا کہ علم یکسوئی چاہتا ہے۔

دوسری وجہ غیر اختیاری

ایک وجہ یہ تھی ان کی علم کے حاصل ہونے کی دوسری وجہ تھی اللہ پاک کے نبی ﷺ کی دعا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جو یاد کرتا ہوں بھول جاتا ہوں، آپ کی حدیث سینے سے نکل جاتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اچھا ایسا کرو کپڑا اچھاؤ! میں نے کپڑا اچھادیا اور حضور ﷺ نے کچھ پڑھا اور کپڑے کو ہاتھ لگایا اور فرمایا: اس چادر کو اپنے سینے سے لگالو، میں نے ایسا ہی کیا۔ فرماتے ہیں: اس دن کے بعد سے میں کبھی حدیث نہیں بھولا۔ معلوم ہوا کہ یہ چیز تھی غیر اختیاری، ہر آدمی اپنی کوشش سے حاصل نہیں کرسکتا۔ اللہ پاک ہمیں ان کی نقل کی ہوئی احادیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محدث حاکم وابوہریرہ رضی اللہ عنہ

مشہور محدث امام حاکم نے اپنی کتاب، المستدرک، میں حضرت ابوہریرہ کی مدح وتوصیف میں ایک نہایت قیمتی فصل منعقد کرکے بکثرت احادیث نقل کی ہیں جن سے ان کی عظمت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے، امام حاکم نے اس فصل کو اپنے استاد محترم ابو بکر کے مندرجہ ذیل نظریات پر ختم کیا ہے چنانچہ ابوبکر فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کو رد کرنے کے لئے وہ شخص گفتگو کرتا ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اندھا کردیا ہو اور وہ احادیث کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہو یا تو وہ شخص فرقہ جہمیہ معطلہ میں سے ہوگا جو اپنے نظریے کے خلاف ابوہریرہ کی مرویات سن کر ان کو گالیاں دیگا اور ادنیٰ درجے کے لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کریگا کہ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں ہیں۔

یا وہ شخص خارجی ہوگا جس کے نزدیک ساری امت محمدی واجب القتل ہے اور کسی خلیفہ اور امام کی اطاعت ضروری نہیں ایسا شخص جب اپنے گمراہانہ عقائد کے خلاف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث کو دیکھے گا اور کسی دلیل اور برہان سے ان کا جواب نہ دے سکے گا تو فی الفور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے گا۔

یا وہ شخص قدریہ (منکرین تقدیر) میں سے ہوگا جن کا اسلام اور اہل اسلام سے کچھ تعلق نہیں اور جو تقدیر کا عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں ایسا شخص جب اثبات تقدیر کے مسئلہ سے متعلق ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث دیکھے گا تو اپنی برکفر عقیدے کی تائید وحمایت میں اسے کوئی دلیل نہ ملے گی تو وہ کہے گا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات استناد واحتجاج

کے قائل نہیں۔

یا وہ شخص جاہل ہوگا جو جہالت کے باوجود فقہ دانی کا مدعی ہے اس شخص نے جس امام کی تقلید کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالا ہوا ہے جب اس کے خلاف ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات دیکھے گا تو ان کی تردید کرنے لگے گا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مطعون ٹھہرائے گا۔ لیکن جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث اس کے امام کے مسلک سے ہم آہنگ ہونگی تو اس وقت وہ ان کو اپنے مخالفین کی تردید میں استعمال کریگا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۵۰۶)

اکابر صحابہ جنہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی

امام حاکم فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل اکابر صحابہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ زید بن ثابت، ابو ایوب انصاری، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن زبیر، ابی بن کعب، جابر، عائشہ، مسور بن مخرمہ، عقبہ بن حارث، ابوموسیٰ اشعری، انس بن مالک، سائب بن زید، ابورافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوعمامہ بن سہل، ابوطفیل، ابونضرہ غفاری، ابورہم غفاری، شداد بن الہاد، ابوحدرد، عبداللہ بن حدرد اسلمی، ابورزین عقیلی، واثلہ بن اسقع، قبیصہ بن ذویب، عمرو بن الحمق، حجاج اسلمی، عبداللہ بن عقیل، الاغر الجہنی، شرید بن سوید رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد اٹھائیس تک پہنچ گئی تھی جہاں تک تابعین کا تعلق ہے ان میں کوئی بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب وتلامذہ سے بڑھ کر عالم اور مشہور تر نہ تھا ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان سب کا ذکر طوالت کا موجب ہے، خداوند کریم ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے صحابہ، تابعین اور سب ائمہ دین کی مخالفت سے محفوظ رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی برکت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ فاقوں کی وجہ سے بھوک کی شدت سے تنگ آکر رستے میں بیٹھ گئے لیکن خودداری کی وجہ سے کسی سے بھی سوال نہ کیا اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا حضرت ابوہریرہ نے اس خیال سے ان سے بات کی کہ شاید وہ کھانے کا کہہ دیں لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بات کا جواب دیا اور اپنے گھر کی طرف چلے گئے۔

کچھ دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے تو حضرت ابوہریرہ نے ان سے بھی کوئی بات کی اور وہ بھی ان کی بات کا جواب دے کر گھر تشریف لے گئے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابوہریرہ کا چہرہ دیکھ کر ماجرا سمجھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے ساتھ گھر لے آئے، گھر میں کہیں سے دودھ کا پیالہ ہدیہ آیا ہوا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا کہ جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ایک پیالہ دودھ ہے تو اسے کون کون پی لے گا اور میرے حصے میں تو کچھ بھی نہیں آئے گا کیونکہ اصحاب صفہ مہمان ہونگے تو پہلے ان کو ہی پلایا جائے گا لیکن بھوک پر حکم مقدم تھا چنانچہ اصحاب صفہ کو بلا لائے اللہ کے نبی نے حضرت ابوہریرہ کو حکم دیا

کہ سب کو دودھ پلاؤ حضرت ابو ہریرہ نے باری باری سب کو دودھ پلایا اور سب نے سیر ہو کر پیا جب سب لوگ پی چکے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے پر ہاتھ رکھا اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ابو ہریرہ اب تو میں اور تم ہی باقی ہیں بیٹھو اور پیو، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے خوب دودھ پیا اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اور پیو میں نے اور پیا اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اور پیو میں نے اور پیا اور یہاں تک کہ میرا پیٹ بھر گیا میں نے کہا کہ اللہ کے نبی بس اب گنجائش نہیں رہی میں نے سیر ہو کر پی لیا لیے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھی اور باقی دودھ پی لیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی برکت تھی کہ ایک پیالہ اتنے لوگوں کو کافی آ گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے لیے دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی مستجاب الدعوات تھے۔ ضرورتیں پوری کرنے، مصیبتیں ٹالنے، بیماروں کو شفاء دینے، حقائق منکشف کرنے برکات کے نزول کے لیے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبول ہونے والی دعاؤں کی ایک کڑی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کے لیے دعا تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں اپنی قوم کے جاہلانہ مذہب ہی پر ڈٹی ہوئی تھیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انھیں بت پرستی سے روکتے تھے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے مگر وہ صاف انکار کر دیتی تھیں۔ ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے منافی کلمات کہے۔ یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ وہ بہت روئے اور اشک بار حالت ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں اپنی والدہ کی نادانی اور جہالت کی روداد سنائی اور درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ کرم فرمائے اور میری ماں کو ہدایت عطا فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اللهم اهد أم ابی هريرة

"اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔" ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا سنی تو خوشی سے جھوم اٹھے۔ جلدی جلدی گھر آئے۔ دروازہ کھولنے کے لیے دستک دی۔ ان کی ماں نے ان کے قدموں کی آہٹ سے انہیں پہچان لیا اور کہا:

ابو ہریرہ! ابھی اپنی جگہ ٹھہرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پانی گرنے کی آواز سنی ان کی ماں غسل کر رہی تھیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے۔ ان کی ماں غسل سے فارغ ہوئیں لباس بدل کر جلدی سے آئیں اور دروازہ کھولتے ہی کہنے لگیں: ابو ہریرہ!" میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔۔ اور میں گواہی دیتی ہوں کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ ان پر فرط مسرت کی ایسی حالت چھا گئی کہ پلکوں پر خوشی کے آنسو چمک اٹھے۔ وہ گھر میں بھی داخل نہ ہوئے۔ وہی دروازے ہی سے الٹے پاؤں پلٹ گئے۔ خوشی کے آنسوؤں سے چھلکتی ہوئی آنکھیں

لے کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! خوش ہو جائیں۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرما کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت نصیب فرما دی ہے۔ یہ خبر سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی باغ باغ ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ دعائیں سمیٹنے کے آرزومند رہتے تھے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری ماں کو تمام مسلمانوں کا محبوب بنا دے اور تمام مسلمانوں کی محبت ہمارے دل میں سما جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

"اے اللہ! اپنے تمام مومنوں بندوں کے دلوں میں اپنے اس چھوٹے سے بندے ابو ہریرہ اور اس کی ماں کی محبت ڈال دے اور ان کے قلوب تمام مومنین کی محبت سے سرشار کر دے"۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: "کوئی ایسا مومن پیدا نہیں ہوا جس نے مجھے دیکھا ہو یا میرا نام سنا ہو اور اس کا دل میری محبت سے سرشار نہ ہوا ہو۔" (صحیح مسلم)

منکر زکوٰۃ سے زکوٰۃ وصول کرنے میں فقہاء کے مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جس نے زکوٰۃ کا انکار کیا وہ اسی طرح جیسے اس نے قرآن وسنت کا انکار کیا ہے اور ان دونوں یعنی قرآن وسنت کا انکار کرنا کفر ہے۔

اور اگر کوئی اس کے وجوب کے انکار کا عقیدہ رکھتا ہے تب امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کی زکوٰۃ مقرر کرے اور اس سے وصول کرے۔ البتہ زکوٰۃ سے زیادہ وصول نہ کرے۔ اور اکثر اہل علم یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے۔

حضرت اسحٰق بن راہویہ اور حضرت ابو بکر عبد العزیز علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہ اپنا مال چھپائے تا کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنی پڑے حتیٰ کہ امام پر ظاہر ہو جائے تو وہ ان سے زکوٰۃ وصول کرے گا۔ (المغنی، ج ۲، ص ۴۳۳، بیروت)

مرتد کی سزا قرآن، سنت، اجماع اور عقل کی روشنی میں

۴۔ عن انس ان علیا اتی بناس من الزط یعبدون وثنا فاحرقهم، فقال ابن عباس رضی الله عنهما انما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من بدل دینه فاقتلوه (سنن نسائی ص: ۱۶۹، ج: ۲، مسند احمد ص: ۳۲۳، ج: ۱)

ترجمہ: "حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت علی کے پاس زط (سوڈان) کے کچھ لوگ لائے گئے جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے، آپ نے ان کو آگ میں جلا دیا، اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "جو شخص اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے، اس کو قتل کر دو۔"

۵۔ "عن ابی موسیٰ رضی الله عنه قال اقبلت الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: ولکن اذهب انت یا ابا موسیٰ او یا عبد الله بن قیس الی الیمن، ثم اتبعه معاذ بن جبل، فلما قدم علیه القی له وسادة قال: انزل و اذا

رجل عنده موثق قال: ماهذا؟ قال: كان يهوديا فاسلم ثم تهود، قال: اجلس! قال: لا اجلس حتى يقتل، قضاء الله ورسوله ثلث مرات فامر به فقتل الخ"

(بخاری ص: ۱۰۲۳، ج: ۲، مسلم ص: ۱۲۱، ج: ۲، ابوداؤد ص: ۲۴۲، ج: ۲، نسائی ص: ۱۶۹، ج: ۲، سنن کبریٰ بیہقی ص: ۱۹۵، ج: ۸)

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: ابوموسیٰ یا عبداللہ بن قیس! یمن جاؤ، اس کے بعد آپ نے معاذ بن جبل کو بھی میرے پیچھے یمن بھیج دیا، حضرت معاذ یمن پہنچے اور ان کے بیٹھنے کے لئے مسند لگائی گئی تو انھوں نے دیکھا کہ (حضرت ابوموسیٰ کے پاس) ایک آدمی بندھا ہوا ہے، حضرت معاذ نے پوچھا: اس کا کیا قصہ ہے؟ فرمایا: یہ شخص پہلے یہودی تھا، پھر اسلام لایا اور اب مرتد ہوگیا ہے، آپ نے فرمایا: جب تک اس کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے مطابق قتل نہیں کردیا جاتا، میں نہیں بیٹھوں گا، انھوں نے تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ نے اس کے قتل کا حکم دیا، جب وہ قتل ہوگیا تو حضرت معاذ تشریف فرما ہوئے۔"

۶- "عن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم رجل مسلم يشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله الا باحدى ثلاث: الثيب الزانى، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة".

(ابوداؤد ص: ۲۴۲، ج: ۲، نسائی ص: ۱۶۵، ج: ۲، ابن ماجہ ص: ۱۸۲، سنن کبریٰ بیہقی ص: ۱۹۴، ج: ۸، ترمذی ص: ۲۵۹، ج: ۱، مسلم ص: ۵۹، ج: ۲)

ترجمہ: "حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دے، اس کا خون بہانا جائز نہیں، سوائے ان تین آدمیوں کے: ایک وہ جو شادی شدہ ہوکر زنا کرے، دوسرا وہ جو کسی کو ناحق قتل کردے اور تیسرا وہ جو اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوجائے۔"

۷- "عن حارثة بن مضرب انه اتى عبدالله فقال: ما بينى وبين احد من العرب حنة، وانى مررت بمسجد لبنى حنيفة، فاذا هم يؤمنون بمسيلمة، فارسل اليهم عبدالله فجئ بهم فاستتابهم، غير ابن النواحة، قال له: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لولا انك رسول لضربت عنقك، فانت اليوم لست برسول، فامر قرظة بن كعب فضرب عنقه فى السوق، ثم قال: من اراد ان ينظر الى ابن النواحة قتيلا بالسوق". (ابوداؤد ص: ۲۴۳، ج: ۲)

ترجمہ: "حارثہ بن مضرب سے مروی ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا، (اور آپ نے فرمایا کہ) میرے اور عرب کے درمیان کوئی عداوت نہیں ہے، پھر فرمایا: میں مسجد بنوحنیفہ کے پاس سے گزرا، وہ لوگ مسیلمہ کذاب کے ماننے والے تھے، حضرت عبداللہ نے ان کی طرف قاصد بھیجا، تاکہ ان سے توبہ کا مطالبہ کرے، پس سب سے توبہ کا مطالبہ کیا گیا، سوائے ابن نواحہ کے، آپ نے اس سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تمہیں قتل کردیتا، (اس لئے کہ وہ مرتد ہونے کے علاوہ مرتد مسیلمہ کا قاصد تھا، ناقل) پس آج تم قاصد نہیں ہو، اس کے بعد آپ نے (حاکم کوفہ) قرظہ بن کعب کو حکم دیا کہ اس کو

قتل کردیا جائے، چنانچہ بازار ہی میں اس کو قتل کردیا گیا، اور فرمایا: جو ابن نواحہ کو دیکھنا چاہے، وہ بازار میں قتل شدہ موجود ہے۔"

۸۔ "عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده معاوية بن حيده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه، ان الله لا يقبل توبة عبد كفر بعد اسلامه" (مجمع الزوائد، ص: ۲۶۱، ج: ۶)

ترجمہ: "حضرت معاویہ بن حیدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے، اس کو قتل کردو، بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے کی توبہ قبول نہیں کرتے، جو اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہوجائے۔"

۹۔ "عن معاذ بن جبل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له حين بعثه الى اليمن: ايما رجل ارتد عن الاسلام فادعه، فان تاب، فاقبل منه، وان لم يتب، فاضرب عنقه، وايما امرأة ارتدت عن الاسلام فادعها، فان تابت، فاقبل منها، وان ابت فاستتبها"۔ (مجمع الزوائد: ۲۶۳، ج: ۶)

ترجمہ: "حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن بھیجا تو فرمایا: جو شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہوجائے، اسے اسلام کی دعوت دو، اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلو، اور اگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن اڑادو، اور جونسی عورت اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوجائے، اسے بھی دعوت دو، اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلو، اگر توبہ سے انکار کرے تو برابر توبہ کا مطالبہ کرتے رہو (یعنی اس کو قتل نہ کرو)"۔

۱۰۔ "عن جرير قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول: اذا ابق العبد الى الشرك فقد حل دمه"۔

(ابوداؤد، ص: ۲۴۳، ج: ۲، مشکوٰۃ، ص: ۳۰۷)

ترجمہ: "حضرت جریر سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ اسلام سے کفر کی طرف واپس لوٹ جائے، اس کا قتل کرنا حلال ہوجاتا ہے۔"

۱۱۔ "عن الحسن رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه"۔

(نسائی ص: ۱۶۹، ج: ۲)

ترجمہ: "حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلے، اس کو قتل کردو۔"

۱۲۔ "عن زيد بن اسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من غيّر دينه فاضربوا عنقه"۔

(موطا امام مالک ص: ۶۴۰، جامع الاصول ص: ۴۷۹، ج: ۳)

ترجمہ: "حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اپنائے، اس کی گردن کاٹ دو۔"

امام مالک اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"قال مالک و معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما نری واللہ اعلم من غیر دینہ فاضربوا عنقہ، وانہ من خرج من الاسلام الی غیرہ، مثل الزنادقة واشباههم، فان اولئک اذا ظهر علیهم قتلوا، ولم یستتابوا، لانہ لایعرف توبتهم، وانه کانوا یسرون الکفر ویعلنون الاسلام فلا اری یستتاب هؤلاء ولایقبل منهم قولهم، واما من خرج من الاسلام الی غیره واظهر ذلک فانه یستتاب، فان تاب، والاقتل، ذلک لو ان قوما کانوا علی ذلک رایت ان یدعوا الی الاسلام ویستتابوا، فان تابوا قبل ذلک منهم، وان لم یتوبوا قتلوا، ولم یعن بذلک فیما نری، واللہ اعلم، من خرج من الیهودیة الی النصرانیة ولا من النصرانیة الی الیهودیة، ولا من یغیر دینه من اهل الادیان کلها الا الاسلام فمن خرج من الاسلام الی غیره واظهر ذلک فذلک الذی عنی به"۔(موطاامام مالک ص:۶۴۰)

یعنی امام مالک سے ارتداد کی تعریف میں منقول ہے کہ کوئی شخص اسلام سے نکل کر کسی دوسرے مذہب میں داخل ہوجائے تو اس کی گردن کاٹ دی جائے، جیسے کوئی زندیق ہوجائے، ایسے لوگوں کے بارہ میں اصول یہ ہے کہ جب زندیق پر غلبہ وتسلط حاصل ہوجائے تو اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے، کیونکہ ان لوگوں کی سچی توبہ کا اندازہ نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ یہ لوگ کفر کو چھپاتے ہیں اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں، پس میرا (امام مالک) خیال یہ ہے کہ ان کے کفر کی بنا پر ان کو قتل کردیا جائے، ہاں اگر کوئی اسلام سے نکل کر مرتد ہوجائے تو اس سے توبہ کرائی جائے، توبہ کرلے تو فبہا ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "من بدل دینہ فاقتلوہ" کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرلے وہ مرتد ہے، لہٰذا وہ شخص مرتد نہیں کہلائے گا جو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین پر تھا، اور اس نے اپنا وہ مذہب چھوڑ کر کوئی دوسرا دین ومذہب اختیار کرلیا، لہٰذا نہ تو اس سے توبہ کرائی جائے گی اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے گا، مثلاً: اگر کوئی یہودی، نصرانی بنجائے یا کوئی نصرانی، مجوسی بن جائے، خواہ وہ ذمی ہی کیوں نہ ہو، نہ تو اس سے توبہ کرائی جائے گی اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے گا۔

۱۳- "عن عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ بن عبدالقاری رحمہ اللہ، عن ابیہ انہ قال: قدم علی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رجل من قبل ابی موسی الاشعری، فسالہ عن الناس فاخبرہ؟ ثم قال لہ عمر بن الخطاب: هل کان فیکم من مغربة خبر؟ فقال نعم، رجل کفر بعد اسلامه، قال: فما فعلتم به؟ قال: قربناه فضربنا عنقه، فقال عمر: افلا حبستموه ثلاثا، واطعمتموه کل یوم رغیفا، واستتبتموه لعله یتوب ویراجع امر اللہ؟ ثم قال عمر اللهم انی لم احضر، ولم آمر، ولم ارض اذ بلغنی"۔

(موطاامام مالک ص:۶۴۰، جامع الاصول ص:۴۷۹، ج:۳)

ترجمہ: "حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالقاری سے مروی ہے کہ حضرت عمر کی خلافت کے دور میں حضرت ابوموسیٰ کی جانب سے یمن کا ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا، آپ نے پہلے تو وہاں کے لوگوں کے حالات معلوم کئے، پھر اس

سے پوچھا کہ وہاں کی کوئی نئی یا انوکھی خبر؟ اس نے کہا: جی ہاں! ایک آدمی اسلام لایا تھا، مگر بعد میں وہ مرتد ہو گیا، آپ نے فرمایا: پھر تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ انھوں نے عرض کیا: ہم نے اس کو پکڑ کر اس کی گردن اڑا دی، آپ نے فرمایا: تم نے پہلے اسے تین دن تک قید کر کے اس سے توبہ کا مطالبہ کیوں نہ کیا؟ ممکن ہے وہ توبہ کر لیتا؟ پھر فرمایا: اے اللہ! نہ میں وہاں حاضر تھا، نہ میں نے اس کے قتل کا حکم دیا اور جب مجھے اس کی اطلاع ملی تو میں ان کے اس فعل پر راضی بھی نہیں ہوں۔"

گویا مرتد کے قتل سے پہلے استحباباً اس کو توبہ کا ایک موقع ملنا چاہئے تھا، چونکہ مرتد کو وہ موقع نہیں دیا گیا، تو حضرت عمر نے ترک مستحب کی اس بے احتیاطی کو بھی برداشت نہیں کیا اور اس سے برأت کا اظہار فرمایا۔

امام ترمذی مرتد کی سزا کے بارے فقہائے امت کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والعمل علی هذا عند اهل العلم فی المرتد، واختلفوا فی المرأة اذا ارتدت عن الاسلام، فقالت طائفة من اهل العلم تقتل، وهو قول الاوزاعی واحمد واسحق، وقالت طائفة منهم تحبس ولا تقتل، وهو قول سفیان الثوری وغیره من اهل الکوفة" (ترمذی ابواب الحدود باب ما جاء فی المرتد، ص: ۱۷۰، ج: ۱)

ترجمہ: "مرتد مرد کے بارے میں اہل علم کا یہی موقف ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے، ہاں اگر کوئی خاتون مرتد ہو جائے تو امام اوزاعی، احمد اور اسحٰق کا موقف یہ ہے کہ اسے بھی قتل کیا جائے، لیکن ایک جماعت کا خیال ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے، بلکہ قید کر دیا جائے، اگر توبہ کر لے تو فبہا، ورنہ زندگی بھر اسے جیل میں رکھا جائے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی مسلک ہے۔"

چنانچہ ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل بالاتفاق اس کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے، اس کے شبہات دور کئے جائیں، اس کو توبہ کی تلقین کی جائے اور دوبارہ اسلام کی دعوت دی جائے، اگر اسلام لے آئے تو فبہا، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے،

قتل مرتد میں ائمہ اربعہ کی تصریحات کا بیان

فقہ حنفی:

چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

"واذا ارتد المسلم عن الاسلام والعیاذ بالله عرض علیه الاسلام فان کانت له شبهة کشفت عنه ویحبس ثلاثة ایام فان اسلم والا قتل (ہدایہ اولین ص: ۵۸۰، ج: ۱)

ترجمہ: "اور جب کوئی مسلمان نعوذ باللہ! اسلام سے پھر جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے، اس کو کوئی شبہ ہو تو دور کیا جائے، اس کو تین دن تک قید رکھا جائے، اگر اسلام کی طرف لوٹ آئے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

فقہ شافعی:

فقہ شافعی کی شہرۂ آفاق کتاب المجموع شرح المہذب میں ہے:

"اذا ارتد الرجل وجب قتله، سواء کان حرا او عبدا وقد انعقد الاجماع علی قتل المرتد"

(المجموع شرح المہذب، ص: ۲۲۸، ج: ۱۹)

ترجمہ: "اور جب آدمی مرتد ہو جائے تو اس کا قتل واجب ہے، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، اور قتل مرتد پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔"

فقہ حنبلی: فقہ حنبلی کی معرکۃ الآراء کتاب المغنی اور الشرح الکبیر میں ہے:

"واجمع اهل العلم علی وجوب قتل المرتد، وروی ذلک عن ابی بکر و عمر و عثمان و علی و معاذ و ابی موسیٰ و ابن عباس و خالد (رضی اللہ عنهم) وغیرهم، ولم ینکر ذلک فکان اجماعا"۔

(المغنی مع الشرح الکبیر، ص: ۷۴، ج: ۱۰)

ترجمہ: "قتل مرتد کے واجب ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے، یہ حکم حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاذ، ابوموسیٰ، ابن عباس، خالد اور دیگر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے اور اس کا کسی صحابی نے انکار نہیں کیا، اس لئے یہ اجماع ہے۔"

فقہ مالکی

فقہ مالکی کے عظیم محقق ابن رشد مالکی کی مشہور زمانہ کتاب "بدایۃ المجتہد" میں ہے:

"والمرتد اذا ظفر به قبل ان یحارب فاتفقوا علی انه یقتل الرجل لقوله علیه الصلوٰة والسلام: "من بدل دینه فاقتلوه" (بدایۃ المجتہد ص: ۳۴۳، ج: ۲)

ترجمہ: "اور مرتد جب لڑائی سے قبل پکڑا جائے تو تمام علمائے امت اس پر متفق ہیں کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "جو شخص اپنا مذہب بدل کر مرتد ہو جائے، اس کو قتل کر دو۔"

عام طور پر اسلام دشمن عناصر، ملاحدہ اور زنادقہ سیدھے سادے مسلمانوں اور سادہ لوح انسانوں کو ذہنی تشویش اور شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے اور انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ سوچنے کی بات ہے کہ ایک انسان اپنا آبائی مذہب تبدیل کرنے پر کیوں مجبور ہوتا ہے؟ یقیناً اس کو اپنے دین و مذہب میں کوئی کمی کوتاہی یا نقص نظر آیا ہوگا، جب ہی تو وہ اس انتہائی اقدام پر مجبور ہوا ہے؟ لہٰذا جب کوئی شخص غور و فکر کے بعد اسلام کو اپنا سکتا ہے تو دلائل و براہین کی روشنی میں وہ اس کو چھوڑنے کا حق بھی رکھتا ہے، پس اس کی تبدیلیٔ مذہب پر قدغن کیوں لگائی جاتی ہے؟

بظاہر یہ سوال معقول نظر آتا ہے، جبکہ حقائق اس سے یکسر مختلف ہیں، چنانچہ اگر اس پر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ارتداد کی وجہ اسلام میں کسی قسم کا نقص یا کمی کوتاہی نہیں ہے؛ بلکہ اس کے پیچھے اسلام دشمنوں کی ایک منظم سازش ہے، اور وہ یہ کہ اسلام دشمنوں کی روز اول سے یہ سعی و کوشش رہی ہے کہ کسی طرح حق کے متلاشیوں کو جادۂ مستقیم سے بچلا کر ضلال و گمراہی کے گہرے غاروں

میں دھکیل دیا جائے، چنانچہ شروع میں تو انھوں نے مکمل کر اپنے اس مشن کو نبھانے کی کوشش کی، مگر جب ماہتاب نبوت، آفتاب نصف النہار بن کر چمکنے لگا اور اس کی چکا چوند روشنی کے سامنے باطل نہ ٹھہر سکا تو ائمہ کفر وضلال نے ردائے نفاق اوڑھ کر اس کے خلاف زیر زمین سازشوں کا جال بننا شروع کر دیا۔

چنانچہ صبح کو وہ اپنے آپ کو مسلمان باور کراتے تو شام کو اسلام سے بیزاری کا سوانگ رچا کر مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے کی سازش کرتے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"وقالت طائفة من اهل الكتاب آمنوا بالذى انزل على الذين آمنوا وجه النهار واكفروا آخره لعلهم يرجعون" (آل عمران:۷۲)

ترجمہ: "اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے (حق سے پھیرنے کی یہ سازش تیار کی اور آپس میں) کہا کہ تم (ظاہری طور پر) ایمان لے آؤ اس (دین وکتاب) پر جو اتارا گیا ایمان والوں پر دن کے شروع میں اور اس کا انکار کر دو اس کے آخری حصہ میں، تاکہ اس طرح یہ لوگ پھر جائیں (دین وایمان سے)۔"

گویا وہ یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ اگر اسلام میں کوئی کشش یا صداقت ہوتی تو سوچ سمجھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے اس سے باہر کیوں آتے؟ یقیناً جو لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد اسے خیر باد کہہ رہے ہیں، انھوں نے ضرور اس میں کوئی کمی، کجی یا کمزوری دیکھی ہوگی؟

حالانکہ جن لوگوں نے اسلامی احکام وآداب کا مطالعہ اور غور وفکر کر کے اسے قبول کیا اور نبی امی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا، تاریخ گواہ ہے کہ ان میں سے کبھی کسی نے اس سے بیزاری تو کیا اس پر سوچا بھی نہیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث "ہرقل" میں حضرت ابوسفیان اور ہرقل کے مکالمہ میں اس کی وضاحت وصراحت موجود ہے، چنانچہ جب ہرقل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ ملنے پر ابوسفیان سے، جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے حریف تھے، یہ پوچھا کہ:

"هل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان يدخل فيه سخطة له؟ قال: لا"

ترجمہ: "ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا اسلام قبول کرنے والوں میں سے کوئی اس کو ناپسند کر کے یا اس سے ناراض ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: نہیں۔"

پھر اسی حدیث کے آخر میں ہرقل نے اپنے ایک ایک سوال اور ابوسفیان کے جوابات کی روشنی میں اس کی وضاحت کی کہ میں اپنے سوالوں اور تیرے جوابات کی روشنی میں، جن نتائج پر پہنچا ہوں، وہ یہ ہیں کہ:

"وسألتك هل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان يدخل فيه سخطة، فزعمت ان لا، وكذلك الايمان اذا خالط بشاشة القلوب" (بخاری، ص:۲۵۳، ج:۲)

ترجمہ: "اور میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا اسلام قبول کرنے والوں میں سے کوئی شخص اسلام سے ناراض ہو کر یا اس

سے متنفر ہو کر کبھی مرتد ہوا ہے؟ تو آپ نے کہا تھا کہ ایسا نہیں ہوا، تو سنو! یوں ہی ہے کہ شرح صدر کے ساتھ جب ایمان کسی کے دل میں اتر جاتا ہے تو نکلا نہیں کرتا۔"

چونکہ اسلام جبر و تشدد کا مذہب نہیں اور نہ ہی کسی کو جبراً وقہراً اسلام میں داخل کیا جاتا ہے، بلکہ قرآن و حدیث میں وضاحت و صراحت کے ساتھ یہ بات مذکور ہے کہ جو شخص دل وجان سے اسلام قبول نہ کرے، نہ صرف یہ کہ اس کا اسلام معتبر نہیں، بلکہ ایسا شخص قرآنی اصطلاح میں منافق ہے اور منافق جہنم کے نچلے درجے کی بدترین سزا کا مستحق ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار" (النساء:۱۴۵)

ترجمہ: "بے شک منافق ہیں سب سے نیچے درجہ میں دوزخ کے۔"

اسی لئے جبراً وقہراً اسلام میں داخل کرنے کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا گیا:

"لا اكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي" (البقرہ:۲۵۶)

ترجمہ: "دین اسلام میں داخل کرنے کے لئے کسی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا جاتا، اس لئے کہ ہدایت، گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔"

لیکن اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ جو شخص برضا و رغبت اسلام میں داخل ہو جائے اور اسلام قبول کر لے، اسے مرتد ہونے کی بھی اجازت دے دی جائے، یہ بالکل ایسے ہے جیسے ابتداء فوج میں بھرتی ہونے کے لئے کوئی جبر اور زبردستی نہیں کی جاتی، لیکن اگر کوئی شخص اپنی رضا و رغبت سے فوج میں بھرتی ہو جائے تو اب اسے اپنی مرضی سے فوج سے نکلنے یا فوجی نوکری چھوڑنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اگر فوج کا یہ قانون جائز ہے تو اسلام کا یہ دستور کیونکر جائز نہیں؟

اس کے علاوہ عقل و شعور کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جو شخص اپنی مرضی اور رضا و رغبت سے اسلام میں داخل ہو جائے اسے اسلام سے برگشتگی اور مرتد ہونے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے، کیونکہ بالفرض اگر نعوذ باللہ! کسی کو اسلام یا اسلامی تعلیمات میں کوئی شک وشبہ تھا تو اس نے اسلام قبول ہی کیوں کیا تھا؟ لہٰذا ایسا شخص جو اپنی مرضی اور رضا و رغبت سے اسلام میں داخل ہو چکا ہے، اب اسے مرتد ہونے کی اس لئے اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اسلام چھوڑ کر نہ صرف اپنے دین و مذہب کو بدلتا ہے، بلکہ اس قبیح اور بدترین فعل کے ذریعہ وہ دین و شریعت، اسلامی تعلیمات، اسلامی معاشرہ کو داغ دار کرنے، اسلامی تعلیمات کو مطعون و بدنام کرنے اور نئے مسلمان ہونے والوں کی راہ روکنے کی بدترین سازش کا مرتکب ہوا ہے، اس لئے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کی مثال کھلے کافر کی تھی، لیکن اب اس کی حیثیت اسلام کے باغی کی ہے، اور دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص کسی ملک کا شہری نہ ہو اور وہ اس ملک کے قوانین کو تسلیم نہ کرے تو اسے اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، لیکن جب کوئی شخص کسی ملک کی شہریت اپنا لے تو اسے اس ملک کے شہری قوانین کا پابند کیا جائے گا، چنانچہ اگر کوئی خود سر کسی ملک کی شہریت کا دعویدار بھی ہو اور اس کے احکام و قوانین اور اصول و ضوابط کے خلاف اعلانِ بغاوت بھی کرے تو اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی ملک، اس کے قوانین و ضوابط یا کسی ملک کے سربراہ سے بغاوت کی پاداش میں سزائے موت کا مستحق ہے، تو کیا وجہ ہے کہ اسلام، اسلامی قوانین اور پیغمبر اسلام

سے بغاوت کا مرتکب سزائے موت کا مستحق نہ ہو؟

اگر دیکھا جائے اور اس کا بغور جائزہ لیا جائے تو سزائے ارتداد کا یہ اسلامی قانون عین فطرت ہے، جس میں نہ صرف مسلمانوں کا، بلکہ اسلامی مملکت کے تمام شہریوں کا بھی فائدہ ہے۔ اس لئے کہ دین اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور اس دین و مذہب میں دنیا کی فوز و فلاح اور نجات آخرت کا مدار ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

۱- "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" (المائدہ:۳)

ترجمہ: "آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔"

۲- "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ، وھو فی الآخرۃ من الخاسرین" (آل عمران:۸۵)

ترجمہ: "اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین و مذہب کو اپنائے گا، اللہ کے ہاں اسے قبولیت نصیب نہیں ہوگی اور وہ آخرت میں خسارہ میں ہوگا۔"

لہٰذا جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد ارتداد کا مرتکب ہوا ہے، اس کی مثال اس باؤلے کتے یا ہلکے انسان کی ہے جسے اپنا ہوش ہے اور نہ دوسروں کا، اگر کوئی "عقل مند" اس کی جان پر ترس کھا کر اسے چھوڑ دے تو بتلایا جائے کہ وہ انسانیت کا دوست ہے یا دشمن؟ ٹھیک اسی طرح مرتد کی جان بخشی کرنا بھی معاشرہ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، اور اس کی ہلاکت اسلامی معاشرہ کے لئے امن و عافیت اور سکون و اطمینان کا ذریعہ ہے۔

"تمام مہذب ملکوں، حکومتوں اور مہذب قوانین میں باغی کی سزا موت ہے، اور اسلام کا باغی وہ ہے جو اسلام سے مرتد ہو جائے، اس لئے اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے، لیکن اس میں بھی اسلام نے رعایت دی ہے، دوسرے لوگ باغیوں کو کوئی رعایت نہیں دیتے، گرفتار ہونے کے بعد اگر اس پر بغاوت کا جرم ثابت ہو جائے تو سزائے موت نافذ کر دیتے ہیں، وہ ہزار معافی مانگے، توبہ کرے اور قسمیں کھائے کہ آئندہ بغاوت کا جرم نہیں کروں گا، اس کی ایک نہیں سنی جاتی اور اس کی معافی ناقابل قبول سمجھی جاتی ہے، اسلام میں بھی باغی یعنی مرتد کی سزا قتل ہے، مگر پھر بھی اسے اتنی رعایت ہے کہ تین دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس کو تلقین کی جاتی ہے کہ توبہ کر لے، معافی مانگ لے، تو سزا سے بچ جائے گا، افسوس ہے کہ پھر بھی اسلام میں مرتد کی سزا پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

اگر امریکا کے صدر کا باغی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کرے اور اس کی سازش پکڑی جائے تو اس کی سزا موت ہے اور اس پر کسی کو اعتراض نہیں، روس کی حکومت کا تختہ الٹنے والا پکڑا جائے یا جنرل ضیاء الحق کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والا پکڑا جائے تو اس کی سزا موت ہے اور اس پر دنیا کے کسی مہذب قانون اور کسی مہذب عدالت کو کوئی اعتراض نہیں، لیکن تعجب ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی پر اگر سزائے موت جاری کی جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ سزا نہیں ہونی چاہئے، اسلام تو باغی مرتد کو پھر بھی رعایت دیتا ہے کہ اسے تین دن کی مہلت دی جائے، اس کے شبہات دور کئے جائیں اور کوشش کی جائے کہ وہ دوبارہ مسلمان ہو جائے، معافی مانگ لے تو کوئی بات نہیں، اس کو معاف کر دیا جائے گا، لیکن اگر تین دن کی مہلت اور کوشش کے بعد بھی وہ

اپنے ارتداد پر اڑا رہے، توبہ نہ کرے تو اللہ کی زمین کو اس کے وجود سے پاک کردیا جائے، کیونکہ یہ ناسور ہے، خدانخواستہ کسی کے ہاتھ میں ناسور ہوجائے تو ڈاکٹر اس کا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں، اگر انگلی میں ناسور ہوجائے تو انگلی کاٹ دیتے ہیں اور سب دنیا جانتی ہے کہ یہ ظلم نہیں، بلکہ شفقت ہے، کیونکہ اگر ناسور کو نہ کاٹا گیا تو اس کا زہر پورے بدن میں سرایت کرجائے گا، جس سے موت یقینی ہے، پس جس طرح پورے بدن کو ناسور کے زہر سے بچانے کے لئے ناسور کو کاٹ دینا ضروری ہے اور یہی دانائی اور عقلمندی ہے، اسی طرح ارتداد بھی ملت اسلامیہ کے لئے ایک ناسور ہے، اگر مرتد کو توبہ کی تلقین کی گئی، اس کے باوجود اس نے اسلام میں دوبارہ آنے کو پسند نہیں کیا تو اس کا وجود ختم کردینا ضروری ہے، ورنہ اس کا زہر رفتہ رفتہ ملت اسلامیہ کے پورے بدن میں سرایت کرجائے گا۔ الغرض مرتد کا حکم ائمہ اربعہ کے نزدیک اور پوری امت کے علماء اور فقہاء کے نزدیک یہی ہے جو میں عرض کرچکا ہوں اور یہی عقل و دانش کا تقاضا ہے اور اسی میں امت کی سلامتی ہے۔" (تحفہ قادیانیت، ج:۱، ص:۲۶۵،۲۶۶)

ان مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا ہوگا کہ اسلام اور اسلامی آئین، ہر غیر مسلم و کافر کے درپے نہیں، بلکہ اسلامی آئین و دستور صرف اور صرف ان فتنہ پردازوں کا راستہ روکتا ہے اور انہیں کڑی سزا کا مستحق گردانتا ہے جو معاشرہ کے امن وامان کے دشمن اور اسلام سے بغاوت کے مرتکب ہوں، بایں ہمہ اسلام اور اسلامی آئین ایسے لوگوں کو بھی فوراً کیفر کردار تک نہیں پہنچاتا، بلکہ انہیں اپنی اصلاح کا موقع فراہم کرتا ہے، اگر وہ سدھر جائیں تو فبہا، ورنہ اس بدترین سزا کے لئے تیار ہوجائیں، اس کے باوجود بھی اگر کوئی بدنصیب اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور اپنی جان کا دشمن بنا رہے تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟

جیسا کہ ارتداد و مرتد کی تعریف کے ذیل میں پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد اسلام کو چھوڑ کر کوئی بھی دوسرا دین و مذہب اختیار کرلے، وہ مرتد ہے، اور مرتد کی سزا قتل ہے۔

اس پر یہود و نصاریٰ اور قادیانیوں کے علاوہ دوسرے ملاحدہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر دوسرے مذاہب کے پیروکار اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوسکتے ہیں، تو ایک مسلمان اپنا مذہب تبدیل کیوں نہیں کرسکتا؟ اگر کسی یہودی اور عیسائی کے مسلمان ہونے پر قتل کی سزا لاگو نہیں ہوتی تو ایک مسلمان کے یہودیت یا عیسائیت قبول کرنے پر اسے کیوں واجب القتل قرار دیا جاتا ہے؟ اسی طرح اگر کوئی ہندو یا قادیانی، مسلمان ہوسکتا ہے تو ایک مسلمان نعوذ باللہ! قادیانی یا ہندو کیوں نہیں بن سکتا؟

عام طور پر ارباب کفر و شرک اس سوال کو اس رنگ آمیزی سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سیدھا سادا مسلمان نہ صرف اس سے متاثر ہوتا ہے؛ بلکہ سزائے ارتداد کو نعوذ باللہ! غیر معقول و غیر منطقی اور آزادی اظہار رائے اور آزادی مذہب کے خلاف سمجھنے لگتا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اس مغالطہ کے جواب میں بھی چند معروضات پیش کردی جائیں:

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ یہودی، عیسائی یا دوسرے مذاہب کے لوگ اپنا مذہب بدلیں تو ان پر سزائے ارتداد کیوں جاری نہیں کی جاتی؟ اصولی طور پر ہم اس سوال کا جواب دینے کے مکلف نہیں ہیں؛ بلکہ ان مذاہب کے ذمہ داروں، بلکہ ٹھیکے داروں کا فرض ہے کہ وہ اس کا جواب دیں۔

تاہم قطع نظر اس کے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ طرز عمل صحیح ہے یا غلط؟ اتنی بات تو سب کو معلوم ہے کہ دنیائے عیسائیت و

یہودیت اگر اپنے مذہب کے معاملہ میں تنگ نظر نہ ہوتی تو آج دنیا بھر کے مسلمان اور امت مسلمہ ان کے ظلم وتشدد کا نشانہ کیوں ہوتے؟

اس سے ذرا اور آگے بڑھے تو اندازہ ہوگا کہ انبیائے بنی اسرائیل کا قتل ناحق ان کی اسی تنگ نظری کا شاخسانہ اور تشدد پسندی کا منہ بولتا ثبوت ہے، ورنہ بتلایا جائے کہ حضرات انبیائے کرام کا اس کے علاوہ کون سا جرم تھا؟ صرف یہی ناں کہ وہ فرماتے تھے کہ پہلا دین وشریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمارے ذریعے نیا دین اور نئی شریعت آئی ہے اور اسی میں انسانیت کی نجات اور فوز وفلاح ہے۔

اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں پر فرض ہے کہ وہ بتلائیں کہ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کو کیوں قتل کیا گیا؟ ان معصوموں کا کیا جرم تھا؟ اور کس جرم کی پاداش میں ان کا پاک وپاکیزہ اور مقدس لہو بہایا گیا؟

اس کے علاوہ یہ بھی بتلایا جائے کہ حضرت عیسیٰ عزوجل تعالیٰ روح اللہ کے قتل اور ان کے سولی پر چڑھائے جانے کے منصوبے کیوں بنائے گئے؟

مسلمانوں کو تنگ نظر اور سزائے ارتداد کو ظلم کہنے والے پہلے ذرا اپنے دامن سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور لاکھوں مسلمانوں کے خون ناحق کے دھبے صاف کریں اور پھر مسلمانوں سے بات کریں۔

یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت و راہنمائی کے لئے حضرات انبیائے کرام عزوجل تعالیٰ اور رسل عزوجل تعالیٰ بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمایا، جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تو اس کی انتہا یا تکمیل و اختتام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے دین وشریعت اور کتب کی کیفیت یکساں تھی یا مختلف؟

اگر بالفرض تمام انبیائے کرام کی شریعتیں ابدی وسرمدی تھیں تو ایک نبی کے بعد دوسرے نبی اور ایک شریعت کے بعد دوسری شریعت کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟

مثلاً اگر حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت ابدی وسرمدی تھی اور اس پر عمل نجات آخرت کا ذریعہ تھا تو اس وقت سے لے کر آج تک تمام انسانوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کا تابع ہونا چاہئے تھا، اگر ایسا ہے تو پھر یہودیت وعیسائیت کہاں سے آگئی؟

لیکن اگر بعد میں آنے والے دین، شریعت، کتاب اور نبی کی تشریف آوری سے، پہلے نبی کی شریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی تھی۔ جیسا کہ حقیقت بھی یہی ہے۔ تو دوسرے نبی کی شریعت اور کتاب کے آجانے کے بعد سابقہ شریعت اور نبی کی اتباع پر اصرار و تکرار کیوں کیا جاتا ہے؟

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جب دوسرا نبی، شریعت اور کتاب آگئی اور پہلا دین، شریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی، تو اس منسوخ شدہ دین، شریعت، کتاب اور نبی کے احکام پر عمل کرنا یا اس پر اصرار کرنا خود بہت بڑا جرم اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کے مترادف ہے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی ملک کے قانون میں ترمیم کردی جائے یا اس کو سرے سے منسوخ کردیا جائے اور اس کی جگہ دوسرا جدید آئین وقانون نافذ کردیا جائے، اب اگر کوئی عقلمند اس نئے آئین وقانون کی بجائے منسوخ شدہ دستور وقانون پر عمل کرتے ہوئے نئے قانون کی مخالفت کرے، تو اسے قانون شکن کہا جائے گا یا قانون کا محافظ وپاسبان؟

لہٰذا اگر کسی ملک کا سربراہ ایسے عقل مند کو رائج ونافذ جدید آئین وقانون کی مخالفت اور اس سے بغاوت کی پاداش میں باغی قرار دے کر اُسے بغاوت کی سزا دے، تو اس کا یہ فعل ظلم وتعدی ہوگا یا عدل وانصاف؟ کیا ایسے موقع پر کسی عقل مند کو یہ کہنے کا جواز ہوگا کہ اگر جدید آئین وقانون کو چھوڑنا بغاوت ہے تو منسوخ شدہ آئین وقانون کو چھوڑنا کیونکر بغاوت نہیں؟ اگر جدید آئین سے بغاوت کی سزا موت ہے تو قدیم ومنسوخ شدہ آئین کی مخالفت پر سزائے موت کیونکر نہیں؟

زکوٰۃ کا ادا کرنا زکوٰۃ کا حق ہے

1557 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ هَذَا الْحَدِيثَ قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ حَقَّهُ أَدَاءُ الزَّكَاةِ، وَقَالَ: عِقَالًا

❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بے شک اس کا حق زکوٰۃ کی ادائیگی ہے'' اور اس روایت میں راوی نے ''رسی'' کا لفظ نقل کیا ہے۔

زکوٰۃ کے تین پہلو ہیں

زکوٰۃ میں نیکی اور افادیت کے تین پہلو ہیں:۔ (۱) ایک یہ کہ مومن بندہ جس طرح نماز کے قیام اور رکوع وسجود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی بندگی اور تذلل ونیازمندی کا مظاہرہ جسم وجان اور زبان سے کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت اور اس کا قرب اس کو حاصل ہو، اسی طرح زکوٰۃ ادا کرکے وہ اس کی بارگاہ میں اپنی مالی نذر اسی غرض سے پیش کرتا ہے اور اس بات کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسے اپنا نہیں بلکہ خدا کا سمجھتا اور یقین کرتا ہے، اور اس کی رضا وقرب حاصل کرنے کے لیے اس کو قربان کرتا اور نذرانہ پیش کرتا ہے، زکوٰۃ کا شمار ''عبادات'' میں اسی پہلو سے ہے، دین وشریعت کی خاص اصطلاح میں ''عبادات'' بندے کے ان اعمال کو کہا جاتا ہے جن کا خاص مقصد وموضوع اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی عبدیت اور بندگی کے تعلق کو ظاہر کرنا اور اس کے ذریعہ اس کا رحم وکرم اور اس کا قرب ڈھونڈھنا ہو۔ (۲) دوسرا پہلو زکوٰۃ میں یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ کے ضرورت مند اور پریشان حال بندوں کی خدمت واعانت ہوتی ہے، اس پہلو سے زکوٰۃ اخلاقیات کا نہایت ہی اہم باب ہے۔ (۳) تیسرا پہلو اس میں افادیت کا یہ ہے کہ حبِّ مال اور دولت پرستی جو ایک ایمان کش اور نہایت مہلک روحانی بیماری ہے، زکوٰۃ اس کا علاج اور اس کے گندے اور زہریلے اثرات سے نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا ذریعہ ہے، اسی بناء پر قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے: ترجمہ: ''اے نبی! آپ مسلمانوں کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے جس کے ذریعہ ان کے قلوب کی تطہیر اور ان کے نفوس کا تزکیہ ہو''۔ (سورہ توبہ ۱۰۳) دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:۔ ''اور اس آتشِ دوزخ سے وہ نہایت متقی بندہ دور رکھا جائے گا جو اپنا

مال راہِ خدا میں اس لیے دیتا ہو کہ اس کی روح اور اس کے دل کو پاکیزگی حاصل ہو" (سورۃ اللیل) اور زکوٰۃ کا نام غالباً اسی پہلو سے زکوٰۃ رکھا گیا ہے کیونکہ زکوٰۃ کے اصل معنی ہی پاکیزگی کے ہیں۔

بَابُ مَا تَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ

باب: کون سی چیز میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے

زکوٰۃ ہر آزاد، مسلمان، عاقل، بالغ پر واجب ہے جبکہ وہ نصاب تام کا مالک ہو جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے اور اس کا وجوب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے "وَ آتُوا الزَّكَاةَ" اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ تم اپنے اموال سے زکوٰۃ دو☆۔ اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔☆ (ترمذی، ابن حبان، مستدرک)

اور واجب سے مراد فرض ہے کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور حریت کی شرط اس لئے ہے کہ ملکیت نصاب اسی کے ساتھ مکمل ہوتی ہے۔ عقل اور بلوغ کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور اسلام کی شرط اس لئے ہے کہ زکوٰۃ عبادت ہے جو کسی کافر سے ثابت نہیں ہوتی۔ اور ملکیت نصاب کی مقدار ضروری ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی (نصاب) کو سبب قرار دیا ہے۔ اور سال کا گزرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کا بڑھنا اتنی مدت میں متحقق ہوتا ہے۔ لہٰذا شریعت نے اس کو ایک سال کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مال پر زکوٰۃ نہیں حتیٰ کہ اس پر سال گزر جائے۔ اور اس دلیل کی بناء پر بھی کہ بڑھنے کی طاقت (ایک سال) ہی دینے والا ہے۔ اس لئے کہ سال مختلف فصلوں کو شامل ہوتا ہے۔ اور عام طور پر ان فصلوں کی قیمتوں میں فرق ہوتا ہے۔ لہٰذا الحکم کا دار و مدار ہی (سال) ہوگا۔

پھر (فقہاء) نے فرمایا: کہ اس کو فوری طور پر ادا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ امر کے اطلاق کا تقاضہ یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ تاخیر سے واجب ہے۔ کیونکہ ساری عمر اس کی ادائیگی کا وقت ہے۔ لہٰذا غفلت کی صورت میں نصاب ہلاک ہونے کے بعد وہ ضامن نہ ہوگا۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

قرآن کے مطابق فرضیت زکوٰۃ کا بیان

(۱) وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (البقرہ، ۴۳)

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

(۲) وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (مریم، ۵۵)

اور اپنے گھر والوں کو (ف) نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا اور اپنے رب کو پسند تھا۔

(۳) اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (حج، ۴۱)

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں۔ تو نماز برقائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں

اور اللہ ہی کے لئے سب کاموں کا انجام ہے۔

(۴) وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (النور، ۵۶)

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔

(۵) اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ (نمل، ۳)

وہ جو نماز برپا رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فرضیت زکوٰۃ کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال وزر دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کا مال وزر گنجے سانپ کی شکل میں تبدیل کیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے پھر وہ سانپ اس شخص کے گلے میں بطور طوق ڈالا جائے گا اور وہ سانپ اس شخص کی دونوں باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی (وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ) (3۔آل عمران:180) وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں یہ گمان نہ کریں الی آخر الآیہ

(بخاری، کتاب الزکوٰۃ)

امام بخاری و مسلم علیہما الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو (امیر یا قاضی بنا کر) یمن بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تم اہل کتاب میں سے ایک قوم (یہود و نصاریٰ) کے پاس جا رہے ہو لہٰذا (پہلے تو تم) انہیں اس بات کی گواہی دینے کی دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ دعوت کو قبول کر لیں تو پھر تم انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اسے مان جائیں تو پھر اس کے بعد انہیں آگاہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے (یعنی ان لوگوں سے جو مالک نصاب ہوں) لی جائے گی اور ان کے فقراء کو دے دی جائے گی۔ اگر وہ اسے مان جائیں تم یہ یاد رکھنا کہ ان سے زکوٰۃ میں اچھا مال لینے سے پرہیز کرنا یعنی چھانٹ کر اچھا مال نہ لینا بلکہ ان کے مال کو تین حصوں میں تقسیم کرنا اچھا، برا، درمیانہ لہٰذا زکوٰۃ میں درمیانہ مال لینا نیز تم (زکوٰۃ لینے میں غیر قانونی سختی کر کے یا ان سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کر کے جو ان پر واجب نہ ہوں اور یا انہیں زبان یا ہاتھ سے ایذاء پہنچا کر) ان کی بددعا نہ لینا کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس دعا کی قبولیت کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم، کتب الزکوٰۃ)

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا امانتداری کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے والا اللہ کی راہ میں لڑنے والے کے برابر ہے۔ یہاں تک یہ لوٹ کر اپنے گھر آئے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزکوٰۃ)

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گے اور عرب کے کچھ لوگوں نے اسلام سے روگردانی کی تو (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اس پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ ان لوگوں سے کیونکر جنگ کرتے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک وہ یہ شہادت نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں جس نے یہ شہادت دے دی اس نے مجھ سے اپنے جان و مال کو بچالیا الا یہ کہ اسلام کا حق اس کا خون چاہتا ہو اور اس کا حساب کتاب اللہ کے ذمہ ہوگا (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جنہوں نے نماز اور زکوۃ کے درمیان تفریق کردی، حالانکہ زکوۃ مال کا حق ہے۔ بخدا اگر ان لوگوں نے مجھ سے اونٹ کی ایک رسی بھی جسے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے روکی تو میں ان سے جنگ کروں گا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے بعد جلد ہی مجھے محسوس ہوا کہ اللہ نے جنگ کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور میں سمجھ گیا کہ وہ (اپنے فیصلہ میں) حق بجانب ہیں ابوداؤد کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ معمر المثنی نے کہا ہے کہ عقال ایک سال کا صدقہ ہے اور عقالان دو سال کا صدقہ۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس کو رباح بن زید نے بطریق معمر، زہری سے اس کی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں عقالاً ہے اور اس کو ابن وہب نے یونس سے روایت کرتے ہوئے عناقا کہا ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ شعیب بن ابی حمزہ، معمر اور زبیدی نے زہری سے اس حدیث میں کہا ہے کہ اگر بکری کا ایک بچہ بھی نہ دیں گے (تب بھی میں ان سے جنگ کروں گا) اور عنبہ نے بواسطہ یونس زہری سے اس حدیث میں لفظ عناقا ذکر کیا ہے۔ (سنن ابوداود، کتاب الزکوۃ)

تفاسیر قرآنی کے مطابق فرضیت زکوۃ کا بیان

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۔ (النساء، ۷۷)

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو۔ اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا۔ تو اُن میں بعضے لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد۔ اور بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا تم فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔ اور ڈر والوں کے لئے آخرت اچھی اور تم پر تاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔ (کنزالایمان)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مشرکینِ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیتے تھے ہجرت سے قبل اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں کافروں سے لڑنے کی اجازت دیجئے انہوں نے ہمیں بہت ستایا ہے اور بہت ایذائیں دیتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اُن کے ساتھ جنگ کرنے سے ہاتھ روکو، نماز اور زکوۃ جو تم پر فرض ہے وہ ادا کرتے رہو۔ فائدہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز و زکوۃ جہاد سے پہلے فرض ہوئیں۔

(خزائن العرفان، نساء ۷۷)

امام جصاص رحمہ اللہ ان تمام آیات واحادیث سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ مال میں فرض کیا گیا حق زکوٰۃ ہی ہے۔ تمام مال خرچ کرنا فرض نہیں ہے۔ اور یہ کہ کنزدہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی۔

فرماتے ہیں کہ صحابہ میں حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف جیسے افراد بھی تھے جن پر فراخی ظاہراً نظر آتی تھی اور وہ بڑے مال ودولت والے تھے۔ اور نبی ﷺ نے ان کے حالات کا علم ہونے کے باوجود انہیں تمام مال نکالنے کا حکم نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کا تمام سونا چاندی خرچ کرنا فرض نہیں ہے۔ اس میں سے فرض صرف زکوٰۃ ہے۔ ہاں اگر ایسے حالات ہوں جن میں ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا اور صدقہ خیرات کرنا لازم ٹھہرے جیسا کہ مجبور، بھوکے، لاچار، بےلباس اور ایسی میت پر صدقہ کرنا جس کے پاس کفن دفن کے لئے کچھ نہ ہو۔ کیونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ بنت قیس نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔ اور یہ آیت تلاوت کی :لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَـٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (البقرۃ:177) نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق ومغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔ (احکام القرآن، البقرہ، ۱۷۷)

امام ابو بکر جصاص حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑی جتنا سونا ہوتا اور تین دن گزرنے کے بعد بھی اس میں سے کچھ میرے پاس رہ جائے۔ الا یہ کہ مجھے صدقہ وصول کرنے والا ہی کوئی نہ ملے یا میں اسے اپنے قرض ادا کرنے تک رکھ لوں۔

اس حدیث کے بارے میں امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اس میں یہ ذکر ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا کرنا اپنے لئے منتخب نہیں فرمایا بلکہ اسے خرچ کرنا پسند کیا۔ مگر خرچ نہ کرنے والوں پر کوئی وعید ذکر نہیں کی۔

پھر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ اہل صفہ میں سے ایک شخص فوت ہوئے تو ان کے پاس سے ایک دینار نکلا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ایک داغ آگ کا۔

مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت زکوٰۃ کا بیان

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکانوں میں سے ایک رکن ہے۔ اور اس کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن سے اس کا ثبوت یہ ہے کہ ''تم زکوٰۃ ادا کرو'' اور حدیث معاذ رضی اللہ عنہ

کے تم اس وقت تک ان سے جہاد کرو حتیٰ کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں۔ اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے کہ زکوٰۃ فرض ہے۔

(المغنی، ج ۲، ص ۴۳۳، بیروت)

علامہ شرف الدین نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ اسلام کے اراکین میں سے رکن اور اس کے فرائض میں سے فرض ہے۔ اس کی فرضیت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ''تم نماز قائم اور زکوٰۃ ادا کرو''۔ (البقرہ ۴۳) اور حدیث سے ثبوت اس طرح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر کہ اس میں کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور تو نماز قائم کرے اور فرض زکوٰۃ ادا کرے۔ (الخ، بخاری) اس حدیث میں زکوٰۃ کے لئے فرضیت کا لفظ بھی ذکر کیا گیا ہے اور نماز کے عطف کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ فرض ہے اور اس کی فرضیت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (مجموع، ج ۵، ص ۲۸۹، بیروت)

علامہ شہاب الدین قرافی مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ زکوٰۃ فرض ہے اس کا معنی یہ ہے مال کو پاک کرنا ہے۔ اور اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے:

''خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

(التوبہ، ۱۰۳)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ (ذخیرہ، ج ۵، ص ۳، بیروت)

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ کتاب اللہ سے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت پر امت کا اجماع ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس سے لے کر آج کے دن تک اس کا کسی ایک نے بھی انکار نہیں کیا۔ فقہاء بہت سے مقامات پر وجوب کا لفظ فرض کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ ان احکام کا ثبوت بہت سی احادیث سے ہوتا ہے۔ البتہ بعض احکام اخبار احاد سے بھی ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں الفاظ کا یعنی فرض اور واجب کا ایک دوسرے کے مقام پر مجازی طور بولا جاتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۴۴، بیروت)

حولانِ حول کے معنی ومفہوم کا بیان

وجوبِ زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے کہ مال پر سال گزر جائے، اسے فقہی اصطلاح میں حولانِ حول کہتے ہیں۔ شریعت کی رو سے جس دن کوئی بالغ مسلمان مرد یا عورت زندگی میں پہلی بار مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق کم از کم نصاب کا مالک ہو جائے تو اسلامی کیلنڈر کی اسی تاریخ سے وہ صاحبِ نصاب قرار پاتا ہے۔ لیکن اس پر اسی دن سے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس نصاب پر اس کی ملکیت میں پورا ایک قمری سال گزر جائے، سال کے اختتام پر اسی قمری تاریخ پر اسے زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اور سال بھر کم نصاب کا ملکیت میں رہنا ضروری نہیں ہے بلکہ سال کی ابتدا اور انتہا پر اگر اس کے پاس نصاب کی مقدار مال ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی،

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: والشرط تمام النصاب فی طرفی الحول کما سیاتی، ترجمہ: اور تمام نصاب کا سال کی

ابتداء اور آخر میں (ملک میں ہونا) شرط ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد:3،ص:173)

اور یہ امر پیش نظر رہے کہ سال بھر کے دوران صاحب نصاب کی ملکیت میں کم از کم نصاب کا رہنا ضروری ہے، ہر مال پر (خواہ وہ نقد رقم ہو یا سونا چاندی کی صورت میں ہو یا صنعت وتجارت کا مال ہو) سال گزرنا زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے شرط نہیں ہے، اگر مال کے ہر جز پر سال گزرنے کی شرط کو لازمی قرار دیا جائے تو تاجر حضرات کے لیے زکوٰۃ کا حساب نکالنا (Assessment) تقریباً ناممکن العمل ہو جائے، کیونکہ مال کی آمد وخرچ کا سلسلہ روز جاری رہتا ہے، بلکہ تنخواہ دار آدمی بھی ہر ماہ کی تنخواہ سے کچھ پس انداز کرتا ہے، لہٰذا مال کے ہر حصے کی مدت الگ ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا تشریح کی روشنی میں زکوٰۃ کی تشخیص کی مقررہ تاریخ سے چند دن قبل بھی اگر مال، صاحب نصاب کی ملکیت میں آ جائے تو اسے پہلے سے موجودہ مال میں شامل کر کے کل مالیت پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ نقد مال اور دراہم ودنانیر خرچ کے لیے بھی ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں: **(وثمنية المال كالدارهم والدنانير) لتعينهما للتجارة باصل الخلقة فتلزم الزكوة كيف امسكهما ولو للنفقة۔**

اور مال کا ثمن ہونا جیسے دراہم ودنانیر کیونکہ یہ دونوں اپنی اصل تخلیق کے اعتبار سے تجارت کے لیے متعین ہیں، ان کو کیسے ہی اپنے پاس رکھا ہوا ہو، خواہ ذاتی خرچ کے لیے ہو۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، جلد:3،ص:173)

نصاب کی اقسام کا بیان

نصاب کی دو قسمیں ہیں۔ نامی یعنی بڑھنے والا مال اور غیر نامی یعنی نہ بڑھنے والا مال پھر نامی کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور تقدیری حقیقی کا اطلاق تو تجارت کے مال اور جانور پر ہوتا ہے کیونکہ تجارت کا مال نفع سے بڑھتا ہے اور جانور بچوں کی پیدائش سے بڑھتے ہیں۔ تقدیری کا اطلاق سونے چاندی پر ہوتا ہے کہ یہ چیزیں بظاہر تو نہیں بڑھتیں لیکن بڑھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں نصاب غیر نامی کا اطلاق مکانات اور خانہ داری کے ان اسباب پر ہوتا ہے جو ضرورت اصلیہ کے علاوہ ہوں۔

نصاب نامی اور غیر نامی میں فرق

نصاب نامی اور غیر نامی میں فرق یہ ہے کہ نصاب نامی کے مالک پر تو زکوٰۃ فرض ہوتی ہے نیز اس کے لیے دوسرے زکوٰۃ، نذر اور صدقات واجبہ کا مال لینا درست نہیں ہوتا اور اس کے لیے صدقہ فطر دینا اور قربانی کرنا واجب ہوتا ہے۔ نصاب غیر نامی کے مالک پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی مگر اس کے لیے بھی زکوٰۃ نذر اور صدقہ واجبہ کا مال لینا درست نہیں ہوتا نیز اس پر بھی صدقہ فطر دینا اور قربانی کرنا واجب ہوتا ہے۔

زکوٰۃ فرض ہونے کی شرائط درج ذیل ہیں

1۔ مسلمان ہونا: زکوٰۃ مسلمان پر فرض ہے، کافر اور مرتد پر نہیں۔ 2۔ بالغ ہونا: زکوٰۃ بالغ مسلمان پر فرض ہے، نابالغ زکوٰۃ کی فرضیت کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔ 3۔ عاقل ہونا: زکوٰۃ عاقل مسلمان پر فرض ہے، دیوانے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ 4۔ آزاد ہونا: زکوٰۃ آزاد وخود مختار پر فرض ہے، غلام پر نہیں۔ 5۔ مالک نصاب ہونا: شریعت کے مقرر کردہ نصاب سے کم مال کے مالک پر زکوٰۃ

فرض نہیں ہے۔6۔مال کا صاحبِ نصاب کے تصرف میں ہونا: مال صاحب نصاب کے تصرف میں ہوتو تب ہی اس پر زکوٰۃ فرض ہے مثلاً کسی نے اپنا مال زمین میں دفن کر دیا اور جگہ بھول گیا اور پھر برسوں بعد وہ جگہ یاد آئی اور مال مل گیا، تو جب تک مال نہ ملا تھا اس زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ وہ اس عرصہ میں نصاب کا مالک تو تھا مگر قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے پورے طور پر مالک نہ تھا۔

7۔صاحبِ نصاب کا قرض سے فارغ ہونا: مثلاً کسی کے پاس مقررہ نصاب کے برابر مال تو ہے مگر وہ اتنے مال کا مقروض بھی ہے تو اس کا مال قرض سے فارغ نہیں ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

8۔نصاب کا حاجتِ اصلیہ سے فارغ ہونا: حاجتِ اصلیہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو زندگی بسر کرنے میں بعض بنیادی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جیسے رہنے کے لئے مکان، پہننے کے لئے بلحاظ موسم کپڑے اور دیگر گھریلو اشیائے ضرورت جیسے برتن، وغیرہ۔ اگر چہ یہ سب سامان زکوٰۃ کے مقررہ نصاب سے زائد مالیت کا ہی ہو مگر اس پر زکوٰۃ نہیں ہوگی کیونکہ یہ سب مال وسامان حاجتِ اصلیہ میں آتا ہے۔

9۔مالِ نامی ہونا: یعنی مال بڑھنے والا ہو خواہ حقیقتاً بڑھنے والا مال ہو جیسے مالِ تجارت اور چرائی پر چھوڑے ہوئے جانور یا حکماً بڑھنے والا مال ہو جیسے سونا چاندی۔ یہ ایسا مال ہے جس کی قیمت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اس کے بدلے دیگر اشیاء خریدی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا سونا چاندی جس حال میں بھی ہو خواہ زیورات اور برتنوں کی شکل میں ہو یا زمین میں دفن ہو ہر حال میں یہ مالِ نامی یعنی بڑھنے والا مال ہے اور ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔

10۔مالِ نصاب کی مدت: نصاب کا مال پورا ہوتے ہی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی بلکہ ایک سال تک وہ نصاب ملک میں باقی رہے تو سال پورا ہونے کے بعد اس پر زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ (شرنبلالی، نور الایضاح، 146 سرخسی، المبسوط، 2: 172)

زکوٰۃ کو فوری طور پر ادا کرنے میں صاحبین کے اختلاف کا بیان:

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام کرخی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ جب زکوٰۃ ادا کرنا ممکن وآسان ہو تو تاخیر کرنے والا گناہگار ہوگا۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی عذر کے بغیر زکوٰۃ کو ادا کرنے میں تاخیر کرے گا اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ اور حج کی تاخیر اور زکوٰۃ کی تاخیر میں فرق یہ کیا ہے کہ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے جس کی وجہ سے تاخیر گناہ ہے جبکہ حج خالص اللہ کے لئے ہے۔

حضرت ہشام نے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے کہ زکوٰۃ میں تاخیر کرنے والا گناہگار نہ ہوگا بلکہ حج میں تاخیر کرنے والا گناہگار ہوگا۔ کیونکہ زکوٰۃ غیر مؤقت ہے جبکہ حج نماز کی طرح مؤقت ہے۔ کیونکہ وہ مستقبل میں فوت ہوسکتا ہے۔ اس مسئلہ کے دلائل اصول فقہ کی کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۴۵، بیروت)

فقہ شافعی کے مطابق غلام پر زکوٰۃ فرض نہ ہونے کا بیان

علامہ شرف الدین نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اور اس میں غلام اور مکاتب دونوں شامل ہیں۔ کیونکہ وہ دونوں مالک کی ملکیت نہیں رکھتے اور ان کے مالک کی ملکیت ان کے مالک کو حاصل ہے لہٰذا وہ زکوٰۃ ادا کرے گا۔

اس بارے میں دو اقوال ہیں ایک قدیم قول ہے کہ وہ ملکیت نہیں رکھتا جبکہ جدید قول کے مطابق وہ ملکیت رکھنے والا ہے۔ البتہ قول قدیم کی دلیل یہ ہے اگر اس کی ملکیت تسلیم بھی کر لی جائے تو وہ ضعیف ہے۔ کیونکہ جس طرح اپنے اقارب (باپ وغیرہ) آزاد نہیں کر اسکتا اور اسی طرح اپنے اقارب کو نفقہ نہیں دے سکتا۔ لہٰذا یہ اس کی ملکیت کے ضعف کا بیان ہے۔ (مجموع، ج ۵، ص ۲۹۰، بیروت)

فقہ حنفی کے مطابق غلام پر زکوٰۃ فرض نہ ہونے کا بیان:

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف کا قول کہ آزاد پر زکوٰۃ فرض ہے اس میں مراد یہ ہے کہ مکاتب احتراز کیا جائے۔ کیونکہ وہ مال کی ملکیت نہیں رکھتا۔ اور اس کے مال کی ملکیت اس کا مالک رکھتا ہے اور مال اس کے ہاتھ میں نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔ اور اسی طرح مقروض کے مال سے احتراز ہے کیونکہ اس کی ملکیت ناقصہ ہے۔ البتہ مصنف نے ملک سے مراد ملکیت کاملہ کی قید بیان فرمائی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۴۴، بیروت)

نابالغ کے مال سے زکوٰۃ دینے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے (یعنی شعیب سے) اور وہ اپنے دادا (یعنی حضرت عبداللہ) سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا۔ خبردار! جو شخص کسی یتیم کا نگہبان ہو اور وہ یتیم بقدر نصاب مال کا مالک ہو تو اس نگہبان کو چاہئے کہ وہ اس مال سے تجارت کرے بغیر تجارت اس مال کو نہ رکھ چھوڑے کہ اسے زکوٰۃ ہی کھا جائے (یعنی زکوٰۃ دیتے ہوئے پورا مال ہی صاف ہو جائے) اس روایت کو ابوداؤد و ترمذی نے نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد میں کلام کیا گیا ہے کیونکہ روایت کے ایک راوی مثنی بن صباح ضعیف ہیں۔

حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہم اللہ کا مسلک تو یہ ہے کہ نابالغ کے مال میں بھی زکوٰۃ فرض ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ نابالغ خواہ یتیم ہو۔ بہر صورت اس کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ ایک دوسری روایت میں یہ ارشاد گرامی ہے کہ تین اشخاص کو مکلف کرنے سے قلم روک لیا گیا (یعنی ان تینوں کو شریعت نے مکلف قرار نہیں دیا ہے) ایک تو سونے والا شخص جب تک کہ وہ جاگے نہیں۔ دوسرا نابالغ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور تیسرا دیوانہ جب تک کہ اس کی دیوانگی ختم نہ ہو جائے۔ اس روایت کو ابوداؤد و نسائی اور حاکم نے نقل کیا ہے نیز حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ بچوں اور مجانین کے مال سے زکوٰۃ ہوگی یا نہیں تو آپ نے فرمایا ہاں ان کے مال سے بھی زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ (المدونہ الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۴۹، بیروت)

یتیم کے مال سے زکوٰۃ سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا جو کسی مالدار یتیم کا والی ہو تو اسے چاہئے کہ اس مال سے تجارت کرتا رہے اور یوں ہی نہ چھوڑ دے ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ دیتے دیتے اس کا مال ختم ہو جائے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث اسی سند سے مروی ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے اس لئے کہ مثنی بن

صباح ضعیف ہیں بعض راوی یہ حدیث عمرہ بن شعیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب نے خطبہ پڑھا الخ اور پھر یہ حدیث بیان کرتے ہیں اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کئی صحابہ کرام کے نزدیک یتیم کے مال پر زکوۃ ہے ان صحابہ کرام میں حضرت عمر علی، عائشہ اور ابن عمر شامل ہیں۔

امام شافعی احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک یتیم کے مال میں زکوۃ نہیں سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک کا بھی یہی قول ہے عمرو بن شعیب عمر بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاصی ہیں شعیب نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے احادیث سنی ہیں یحییٰ بن سعید نے عمرو بن شعیب کی حدیث میں کلام کیا ہے اور فرمایا وہ ہمارے نزدیک ضعیف ہیں جس نے بھی انہیں ضعیف کہا ہے اس کے نزدیک ضعف کی وجہ یہ ہے کہ عمرو بن شعیب اپنے دادا عبداللہ بن عمرو کے صحیفہ سے روایت کرتے ہیں لیکن اکثر علماء محدثین عمرو بن شعیب کی حدیث کو حجت تسلیم کرتے ہیں جن میں احمد اور اسحاق بھی شامل ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 624)

بچے کے مال سے زکوۃ میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ علی بن سلطان حنفی ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مصنف کی یہ قید بیان کرنا کہ زکوۃ آزاد پر فرض ہے اس سے مدبر، ام ولد اور مکاتب سے احتراز ہے۔ اور مکلف کی قید سے یہ بیان کیا ہے کہ بچے اور مجنون پر زکوۃ نہیں ہے۔

حضرت امام مالک و امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ ان دونوں پر زکوۃ لازم ہے کیونکہ جس طرح ان پر بیوی پر نفقہ، فطرانہ اور عشر وغیرہ واجب ہیں اسی طرح زکوۃ بھی لازم ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا کہ تم میں جو یتیم کا ولی ہو تو اس میں بیشہ کھانے کے لئے جاری کرے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے صغیر کے مال سے وجوب سے قول بیان کیا ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے موطا میں حضرت عبدالرحمن بن قاسم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میری خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولایت میں یتیم تھے تو وہ ہمارے مالوں سے زکوۃ نکالا کرتیں تھیں۔

فقہاء احناف کی دلیل اس مسئلہ میں یہ ہے۔

ولنا ما روی أبو داؤد، والنسائی، وابن ماجه، والحاكم وقال: علی شرط مسلم، أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم قال: رُفِعَ القلمُ عن ثلاثة: عن النائمِ حتی یستیقظ، وعن الصبیِّ حتی یَحْتَلِمَ، وعن المجنونِ حتی یَعْقِلَ۔

اس سے ہمارا استدلال یہ ہے کہ سونے والے جاگنے تک اور بچے کے بالغ ہونے تک اور مجنون کے عقل مند ہونے تک ان سے احکام شرعیہ کا تکلف اٹھالیا گیا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

امام بیہقی علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس یتیم کے مال کا ولی ہوتو اسے چاہیے کہ اس میں سالوں کا حصہ رکھے اور جب وہ بالغ ہوجائے تو وہ اس کو اطلاع کرے کہ اس پر اتنی مقدار میں زکوٰۃ ہے اگر وہ چاہے تو ادا کرے اور نہ چاہے تو ترک کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی استدلال کردہ روایت کا جواب یہ ہے کہ پہلے نمبر پر جو حدیث بیان ہوئی ہے حضرت امام احمد حنبل کے نزدیک اس کی سند صحیح نہیں ہے اور امام ترمذی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور دوسری دلیل میں انہوں نے حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما کا قول پیش کیا ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے معارض ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول صحیح اور ترجیح یافتہ قرار پائے گا کیونکہ زکوٰۃ کی شرائط میں نیت ضروری ہے اور بچے اور مجنون کی نیت ثابت نہ ہوگی۔ اور ولی کی نیت اس لئے معتبر نہ ہوگی کیونکہ عبادات واجبہ میں غیر کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (قاعدہ فقہیہ)

(شرح الوقایہ، ج ۱، ص ۲۶۰، مکتبہ مشکوٰۃ الاسلامیہ)

عبادات واجبہ میں غیر کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا قاعدہ فقہیہ

اس قاعدے کی وضاحت یہ ہے کہ وہ عبادات جن کی شرعی حیثیت واجب ہے ان میں غیر کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور اس فقہی قاعدے کی مثالیں مشہور ہیں۔ جس طرح کسی شخص پر روزہ واجب ہے جس طرح نذر کا روزہ ہے تو وہ کسی دوسرے شخص کی نیت پورا نہ ہوگا۔ اسی طرح کسی شخص پر دو رکعت نماز واجب ہے تو وہ کسی دوسرے شخص کے نیت کرنے سے ادا نہ ہوگی۔ اسی طرح زکوٰۃ کے مسائل میں سے زکوٰۃ کی ادائیگی ہے کہ اگر کسی دوسرے شخص نے زکوٰۃ اپنے مال سے اس طرح ادا کی کہ وہ اس میں نیت دوسرے کی زکوٰۃ کی ادائیگی کی کرے یا دوسرا شخص اپنا مال خرچ کرتے ہوئے اس کی نیت کرے تو اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

مکاتب پر عدم زکوٰۃ کے بیان مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ مکاتب پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ اپنی قوت بازو کا تو مالک ہے لیکن وہ اپنی گردن یعنی آزادی کا مالک نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی گردن کا مالک اس کا مالک ہے۔ اور رقبہ یعنی عدم آزادی کا معدوم ہونا یہ آزادی کے منافی ہے۔ اور یہی زکوٰۃ کے وجوب کا بھی منافی ہے۔ اور اسی طرح ہر وہ غلام جو کلی طور پر آزادی کی ملکیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کی ملکیت ناقص ہے۔ اور یہی وجوب زکوٰۃ کو مانع ہے۔

علامہ ابن منذر نے کہا ہے۔ کہ اہل علم نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ مکاتب پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ آزاد ہوجائے۔ اور یہ قول حضرت جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا ہے اور حضرت عطاء اور حضرت مسروق رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اسی طرح حضرت امام شافعی، ثوری، امام مالک، امام احمد بن حنبل علیہم الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ جبکہ ابوثور، ابوعبید اور ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۱۵، حقانیہ ملتان)

قرض والے پر زکوٰۃ سے متعلق فقہی بیان

اور جس شخص کا قرض کسی دوسرے آدمی پر ہے پس اس نے قرض کے کئی سالوں کا انکار کر دیا۔ اور اس پر دلیل قائم ہوئی تو وہ شخص گزرے دنوں کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گواہ ہو گئے یعنی مدیوں نے لوگوں کے سامنے قرض کا اقرار کرلیا۔ اور یہ مسئلہ مال ضمار کا ہے۔ مال ضمار میں امام زفر علیہ الرحمہ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔ اور مال ضمار ان اموال میں سے ہے جو مفقود ہو گیا اور وہ غلام جو بھاگ گیا ہے اور وہ جانور وغلام جو بھٹک کر گم ہو گئے ہیں۔ اور اسی طرح وہ مال جو کسی نے غصب کرلیا ہو۔ اس شرط کے ساتھ کہ غاصب پر گواہ نہ ہوں۔ اور وہ مال جو سمندر میں گر گیا ہو اور وہ مال جس کو جنگل میں دفن کیا ہو۔ اور پھر وہ اس کی جگہ بھول گیا ہو۔ اور وہ مال جس کو بادشاہ نے مالک سے الگ کر دیا ہو۔ البتہ بھاگے ہوئے غلام، گم شدہ غلام اور غصب کئے ہوئے غلام کی طرف سے فطرانہ واجب ہونا اسی اختلاف کی بنیاد پر ہے۔ امام شافعی اور امام زفر علیہما الرحمہ کے نزدیک صدقہ فطر کا سبب ثابت ہے۔ اور قبضے کا فوت ہونا وجوب فطرانہ میں خلل انداز نہیں۔ جس طرح مسافر کا مال ہے۔ جبکہ ہماری دلیل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ مال ضمار میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور اس دلیل کی وجہ سے بھی کہ زکوٰۃ کا سبب وہ مال ہے جو نامی ہو اور نمو صرف تصرف کی قدرت سے ثابت ہوتی ہے۔ اور مال ضمار پر تصرف کی قدرت نہیں ہے۔ جبکہ مسافر کو اپنے نائب کے واسطے سے تصرف کی قدرت حاصل ہے۔ اور وہ مال جس کو کمرے میں دفن کیا وہ نصاب زکوٰۃ ہے۔ کیونکہ اسے حاصل کرنا آسان ہے۔ اور جو مال زمین یا باغ میں کیا گیا ہے تو اس کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

اور اگر قرض کسی مقر قرض دار پر ہو چاہے وہ مال دار ہو یا تنگ دست ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ کیونکہ وہ ابتدائی طور پر یا کسی بھی وصولی ذریعے سے قرض وصول کر سکتا ہے۔

اور اگر قرض کسی ایسے شخص پر ہو جو انکار کرنے والا ہے۔ اور اس پر گواہ موجود ہوں یا قاضی کو اس قرض کا علم ہو تو اسی دلیل کی بنیاد پر جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور اگر قرض کسی ایسے شخص مقر پر ہو جو غریب ہو تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بھی زکوٰۃ نصاب ہوگا۔ اس لئے کہ قاضی کو اس شخص کو مفلس قرار دینا صحیح نہیں۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ایسے شخص کے قرض پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ قاضی کے مفلس کرنے سے امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک افلاس ثابت ہو جاتا ہے۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ ثبوت افلاس میں امام محمد علیہ الرحمہ کے ساتھ ہیں۔ اور وجوب زکوٰۃ میں امام اعظم علیہ الرحمہ ہیں۔ کیونکہ اس میں فقراء کی رعایت ہے۔

(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

قرض کی وجہ سے سقوط زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قرض جب کسی شخص کے سارے نصاب یا اس کے نصاب میں بعض کو گھیرے ہوئے ہو تو اس جس قدر قرض مال کو گھیرے ہوئے ہے اس مقدار کے مطابق اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

حضرت امام احمد علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ ہے کہ قرض کی وجہ سے ظاہری اموال سے بھی زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے۔ فقہاء

شوافع میں سے حضرت علامہ نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس مسئلہ شوافع کے تین اقوال ہیں۔(۱) مقروض پر علی الاطلاق زکوٰۃ واجب ہے۔(۲) اس زکوٰۃ بالکل واجب نہیں ہے۔(۳) باطنی مالوں یعنی نقد رقم، سونا، چاندی اور تجارت کے مالوں میں نہیں ہے۔ جبکہ ظاہری مالوں جس طرح گھاس کھانے والے مویشی ہیں اور زرعی پیداوار ہے۔ ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک جس شخص کا قرض تمام مال کو گھیرنے والا ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (المغنی، ج۳،ص ۳۵۰، شرح المہذب ج۶،ص ۳۵۰، ہدایہ، بیروت)

مال زکوٰۃ کے لئے کامل ملکیت ہونے کا بیان

ابھی پہلے زکوٰۃ واجب ہونے کی شرائط بیان کرتے ہوئے یہ شرط بھی بیان کی گئی تھی کہ مال میں اس کی ملکیت پوری طرح اور کامل ہو۔ لہٰذا اس کامل ملکیت سے مراد یہ ہے کہ مال کا اصل مالک بھی ہو اور وہ مال اس کے قبضہ وقدرت میں بھی ہو جو مالک ملک اور قبضہ میں نہ ہو یا ملک میں ہو قبضے میں نہ ہو یا قبضہ میں ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ لہٰذا مکاتب کے کمائے ہوئے مال میں زکوٰۃ نہیں نہ خود مکاتب پر نہ اس کے مولیٰ پر اس لیے کہ وہ مال مکاتب کی ملکیت میں نہیں گو اس کے قبضہ میں ہے اسی طرح مولی کے قبضہ میں نہیں ہے گو ملک میں ہے۔

اسی طرح ضمار میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی کیونکہ وہ مال ملکیت میں تو ہوتا ہے مگر قبضہ میں نہیں ہوتا۔ مال ضمار اس کو کہتے ہیں جو اپنی رسائی سے باہر ہو اس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں (۱) وہ مال جو جاتا رہے یعنی گم ہو جائے (۲) وہ مال جو جنگل میں دفن کر دیا گیا ہو مگر وہ جگہ کہ جہاں اسے دفن کیا گیا تھا بھول جائے (۳) وہ مال جو دریا میں غرق ہو گیا، (۴) وہ مال جسے کوئی شخص زبردستی چھین لے مگر اس کا کوئی گواہ نہ ہو (۵) وہ مال جو کسی ظالم نے ڈنڈے کے زور پر لے لیا۔(۶) وہ مال جو کسی نے بطور قرض لیا اور بعد میں قرضدار قرض کا منکر ہو گیا اور کوئی تمسک یا گواہی اس کی نہ ہو۔

مال ضمار میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے

علامہ محمد امین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ اس میں اصل علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ مال ضمار پر زکوٰۃ نہیں، مال ضمار وہ کہ ملکیت ہونے کے باوجود اس سے انتفاع ممکن نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم) درمختار، کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی)

پس مال ضمار کی یہ دو قسمیں ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی مال ہاتھ لگ جائے تو اس مال میں پچھلے دنوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی ہاں اگر وہ مال ہاتھ لگ جائے جو جنگل میں نہ ہو بلکہ گھر میں دفن کر کے اس کی جگہ بھول گیا تھا تو جب بھی وہ مال نکلے گا اس میں پچھلے دنوں کی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ اسی طرح قرض کے اس مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہو گی جس سے قرض دار انکار نہ کرتا ہو خواہ وہ قرضدار تونگر ہو یا مفلس اور یا اگر انکار کرتا ہو تو کوئی تمسک یا گواہی ہو یا خود قاضی یہ جانتا ہو کہ اس نے اتنا مال قرض لیا تھا لیکن اس مال میں زکوٰۃ اس تفصیل کے ساتھ واجب ہو گی کہ۔

(۱) اگر وہ قرض مال تجارت کے بدلہ میں ہو تو جب نصاب کا پانچواں حصہ وصول ہو جائے تو پچھلے دنوں کی زکوٰۃ ادا کرے

(۲) اگر وہ قرض مال تجارت کے بدلہ میں نہ ہو مثلاً گھر کے پہننے کے کپڑے فروخت کیے یا خدمت کا غلام فروخت کیا یا رہائش کا

مکان فروخت کیا اور ان کی قیمت خریدنے والے کے ذمہ قرض رہی تو اس میں پچھلے دنوں کی زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب کہ بقدر نصاب وصول ہو جائے۔

(۳) اگر قرض اس چیز کے بدلہ میں ہو جو مال نہیں ہے جیسے مہر، وصیت اور بدل خلع وغیرہ تو اس میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب کہ بقدر نصاب وصول ہو جائے اور اس پر پورا ایک سال گزر جائے یعنی اس میں پچھلے دنوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی بلکہ صرف اسی سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی جس میں وہ مال پر قابض رہا لیکن یہ حکم اسی شخص کے بارے میں ہے جو پہلے سے صاحب نصاب نہ ہو اگر پہلے سے صاحب نصاب ہوگا تو یہ مال اس کے حق میں بمنزلہ مال مستفاد کے ہوگا، پہلے مال کے ساتھ اس مال کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی اور ایک سال کا گزرنا شرط نہیں ہوگا۔

مال ضمار کی زکوٰۃ میں فقہی مذاہب کا بیان

علامہ علی بن سلطان ملاعلی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن بصری اور حضرت امام مالک کے نزدیک مال ضمار میں زکوٰۃ اس سال کی ہوگی جس سال وہ ان کے پاس آیا ہے۔

حضرت امام شافعی اور امام زفر علیہما الرحمہ کے نزدیک سابقہ سالوں کی زکوٰۃ بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ وجوب زکوٰۃ ملکیت کی وجہ سے ہے ملکیت بالید اگرچہ حاصل نہ ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ابن سبیل (مسافر) پر زکوٰۃ لازم ہے۔ کہ جب وہ اپنے مال تک پہنچے گا تو وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا اور اسی طرح مغصوب کی زکوٰۃ کا مسئلہ ہے۔ حالانکہ ملکیت بالید اس سے بھی معدوم ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی نے آثار الانصاف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ مال ضمار میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ نے اسی کو اپنایا ہے۔ اور یہ دلیل بیان کی ہے کہ حکم زکوٰۃ مال میں نماء کے پیش نظر ہے جو مال ضمار کی صورت میں معدوم ہے اور رہی بات ابن سبیل کی تو اس کو نماء کی صورت حاصل ہے۔ لہٰذا اس کا مال بالید ملکیت کی طرح ہوا۔ (شرح الوقایہ، ج ۱، ص ۳۶۳، مشکوٰۃ الاسلامیہ)

پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا بیان

1558 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ، وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی۔ پانچ اوقیہ سے کم (چاندی میں) زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی اور پانچ وسق سے کم (اناج) میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی''۔

شرح

عمرو بن یحیی، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبدالعزیز کی عمرو بن یحیی سے مروی حدیث کے مثل اور یہ انہیں سے کئی سندوں سے مروی ہے اسی پر اہل علم کا عمل ہے کہ پانچ اوسق سے کم غلے وغیرہ پر زکوۃ نہیں اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور پانچ اوسق تین سو صاع ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع پانچ اور ایک تہائی رطل کا ہے اور اہل کوفہ کا صاع آٹھ رطل کا ہے اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوۃ نہیں اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور پانچ اوقیہ دو سو درہم ہوئے اور پانچ اونٹوں سے کم پر زکوۃ نہیں ہے پھر جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو ایک سال کی اونٹنی اور اگر اس سے کم ہوں ہر پانچ پر ایک بکری زکوۃ ادا کرنا ہوگی۔ (جامع ترمذی: جلداول: حدیث نمبر 610)

راوی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

نام ونسب

سعد نام، ابوسعید کنیت خاندان خدرہ سے ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے سعد بن مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الجبر (خدرہ) ابن عوف بن حارث بن خزرج والدہ کا نام انیسہ بنت ابی حارثہ تھا، وہ قبیلہ عدی بن نجار سے تھیں۔ دادا (سنان) شہید کے لقب سے مشہور اور رئیس محلہ تھے چاہ بصہ کے قریب اجرد نام قلعہ ان کی ملکیت تھا، اسلام سے پیشتر قضا کی۔

باپ نے ہجرت سے چند سال قبل عدی بن نجار میں ایک بیوہ سے نکاح کیا تھا جو پہلے عمان اوہی کی زوجیت میں تھیں، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ انہی کے بطن سے تولد ہوئے یہ ہجرت سے ایک برس پیشتر کا واقعہ ہے۔

اسلام

مدینہ میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ بیعت عقبہ سے جاری تھا، خود انصار داعی اسلام بن کر توحید کا پیغام اپنے قبیلوں کو پہنچاتے تھے۔ مالک بن سنان نے اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا، شوہر کے ساتھ بیوی بھی اسلام لائیں، اس لئے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے مسلمان ماں باپ کے دامن میں تربیت پائی۔

غزوات اور دیگر حالات

ہجرت کے پہلے برس مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس نیک کاموں میں شرکت کی (مسند احمد بن حنبل: ۵/۳) غزوہ احد میں باپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں گئے اس وقت ۱۳ برس کا سن تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سے پاؤں تک دیکھا کمسن خیال کر کے واپس کیا، مالک نے ہاتھ پکڑ کر دکھایا کہ ہاتھ تو پورے مرد کے ہیں تاہم آپ نے اجازت نہ دی۔

اس معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تو مالک نے بڑھ کر خون پونچھا اور ادب کے خیال سے زمین پر پھینکنے کے بجائے پی گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی شخص کو ایسے شخص کے دیکھنے کی خواہش ہو جس کا خون میرے خون سے آمیز

ہوا ہو تو مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو دیکھے اس کے بعد نہایت جانبازانہ لڑ کر شہادت حاصل کی۔

باپ نے کوئی جائداد نہیں چھوڑی تھی، ان کی شہادت سے بیٹے پر کوہ الم ٹوٹ پڑا، فاقہ کشی کی نوبت آ گئی، پیٹ پر پتھر باندھا، ماں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، آج انہوں نے فلاں شخص کو دیا ہے تم کو بھی کچھ دیں گے، پوچھا گھر میں ہے، وہاں کیا دھرا تھا، اس لئے خدمت اقدس میں پہنچے اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے کہ جو شخص ایسی حالت میں صبر کرے خدا اس کو غنی کردے گا، یہ سن کر دل میں کہا میری یاقوتہ (اونٹنی کا نام تھا) موجود ہے پھر مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ سوچ کر چلے آئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو کچھ نکلا تھا پورا ہو کر رہا، رازق عالم نے باب رزق کھول دیا، یہاں تک کہ تمام انصار سے دولت وثروت میں بڑھ گئے۔

احد کے بعد مصطلق کا غزوہ پیش آیا، اس میں شریک ہوئے اس کے بعد غزوۂ خندق ہوا، اس وقت وہ پندرہ سال کے تھے، عمر کی طرح ایمان کا بھی شباب تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان میں داد شجاعت دی۔

صفر ۸ھ میں عبداللہ بن غالب لیثی لشکر لے کر فدک روانہ ہوئے یہ بھی ساتھ تھے عبداللہ نے تمام لشکر کو تاکید کی کہ خبردار متفرق نہ ہونا اور اس مصلحت کے لئے برادری قائم کرنے کی ضرورت ہوئی حویصہ جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے ان کے بھائی بنائے گئے برادری کا نتیجہ عمدہ صورت میں نمودار ہوا۔ (طبقات ابن سعد، صفحہ: ۹۱، حصہ مغازی)

ربیع الثانی ۹ھ میں علقمہ بن مجزز ایک سریہ کے ساتھ بھیجے گئے یہ بھی فوج میں تھے عبداللہ بن حذافہ نے اسی غزوہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگ میں کودنے کا حکم دیا تھا، لیکن دراصل ان کا یہ منشا نہ تھا، وہ نہایت خوش مزاج آدمی تھے طبیعت مذاق کی عادی تھی لوگوں نے اس کو صحیح سمجھ کر کودنا چاہا تو خود روکا کہ میں تم سے مذاق کر رہا تھا۔ (مسند: ۳/ ۶۷، وابن سعد)

اسی سلسلہ میں ایک سریہ جس میں ۳۰ آدمی شامل تھے اور دارقطنی کی روایت کے بموجب ابوسعید رضی اللہ عنہ اس کے امیر تھے کسی مقام کی طرف روانہ ہوا، ایک جگہ پڑاؤ تھا، قریب کے گاؤں والوں سے کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے مہمان ہیں، انہوں نے ضیافت کرنے سے انکار کیا، اتفاق سے سردار قبیلہ کو بچھو نے ڈنک مارا، لوگوں نے بہت علاج کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا، بعض نے مشورہ دیا کہ صحابہ کے پاس جاؤ ان کو شاید کچھ علاج معلوم ہو؛ چنانچہ وہ لوگ آئے اور واقعہ بیان کیا، بعض روایتوں میں تصریح ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جھاڑ سکتا ہوں لیکن ۳۰ بکری اجرت ہوگی انہوں نے منظور کرلیا، آپ نے جا کر سورہ الحمد پڑھی، اور زخم پر تھوک دیا، وہ شخص بالکل اچھا ہو گیا اور بے تکلف چلنے پھرنے لگا اور ان لوگوں نے بکریاں لے کر مدینہ کا رخ کیا، سب کو تردد تھا کہ ان کا لینا جائز ہے کہ نہیں، آخر یہ رائے ٹھہری کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائے آپ نے پورا واقعہ سن کر تبسم کیا اور فرمایا تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ کا کام دیتی ہے؟ پھر کہا تم نے ٹھیک کیا، اس کو تقسیم کرلو اور میرا بھی حصہ لگانا۔

(بخاری: ۱/ ۲۵۱)

ان غزوات کے علاوہ حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک اور طاؤس میں بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، لیکن چونکہ ان میں ان کا کوئی قابل ذکر کام نہیں ہے، صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عہد نبوت کے ۱۲ غزوات میں ان کو شرف شرکت حاصل تھا۔

عہد نبوت کے بعد مدینہ ہی میں قیام رہا، عہد فاروقی وعثانی میں فتویٰ دیتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ نہروان پیش آئی اس میں نہایت جوش سے حصہ لیا، (مسند:۳/۵۶) فرماتے تھے کہ ترکوں کی بہ نسبت خوارج سے لڑنا زیادہ ضروری جانتا ہوں (مسند:۳۳) یزید کے مطالبہ بیعت کے وقت جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی یہ خیر خواہانہ مشورہ دیا تھا کہ آپ یہیں تشریف رکھیں، (تاریخ الخلفاء، سیوطی) مگر حضرت امام حسین علیہ السلام نے نہ مانا۔

۶۱ھ میں یزید کی بداعمالیوں کی وجہ سے اہل حجاز نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں پر جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے تھے، بیعت کی، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بھی ان میں تھے۔

۶۳ھ میں اہالیان حرم رسول اللہ ﷺ نے علانیہ یزید سے فسخ بیعت کر کے حضرت عبداللہ ابن حنظلہ الغسیل انصاری کے ہاتھ پر بیعت کی، لشکر شام سے مقابلہ پیش آیا، جس میں اہل مدینہ کو ہزیمت ہوئی؟ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نہایت جانبازی سے لڑکر مارے گئے اس وقت عجیب تشویش اور اضطراب کا عالم تھا، مدینہ کا گلی کوچہ خون سے لالہ زار تھا مکان لوٹے جارہے تھے، عورتیں بے ناموس کی جارہی تھیں اور وہ مقام جس کو رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرح حرام کیا تھا، اہل شام کے ہاتھوں قتل وغارت گری کا مرکز بنا ہوا تھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بے حرمتی دیکھی نہیں جاتی تھی اس لئے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ پہاڑ کے ایک کھوہ میں چلے گئے تھے، لیکن یہاں بھی پناہ نہ تھی، ایک شامی بلائے بے درماں کی طرح پہنچ گیا اور اندر اتر کر تلوار اٹھائی انہوں نے بھی دھمکانے کی خاطر تلوار کھینچ لی وہ آگے بڑھا، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری نے یہ دیکھ کر تلوار رکھدی اور یہ آیت پڑھی: "لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ (مائدہ:۲۸)" (اگر تم مجھے مارنے کو ہاتھ بڑھاؤ گے تو میں تمہارے مارنے کو تیار نہ ہوں گا، کیوں کہ میں خدائے رب العالمین کا خوف کرتا ہوں) شامی یہ سن کر پیچھے ہٹا اور کہا خدا کے لئے بتایئے آپ کون ہیں، فرمایا ابوسعید خدری، بولا، رسول اللہ ﷺ کے صحابی، کہا ہاں یہ سن کر غار سے نکل کر چلا گیا۔ (اصابہ:۳/۸۵، وطبری:۸/۴۱۸، حالات ۶۳ھ)

غار سے مکان آئے تو یہاں عام دارو گیر تھی، شامی ابن دبجہ کے پاس پکڑ لے گئے اس نے یزید کی خلافت پر بیعت لی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو معلوم تھا انہوں نے جا کر کہا میں نے سنا ہے آپ نے دو امیروں کی بیعت کی ہے؟ فرمایا: ہاں پیشتر ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے کی تھی پھر شامی پکڑ لے گئے اور یزید کی بیعت کی، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اسی کا مجھے خوف تھا، کہا بھائی؟ کیا کرتا؟ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان کے شب وروز کسی امیر کی بیعت میں گذرنے چاہئیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا لیکن میں دو امیروں کی بیعت پسند نہیں کرتا۔

وفات

۷۴ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی، بقیع میں دفن کئے گئے، اس وقت بہت مسن تھے، ہاتھوں میں رعشہ تھا، لوگوں نے عمر کا

تخمینہ ۷۴ سال کیا ہے؛ لیکن علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۸۶ برس کی عمر تھی اور یہی صحیح ہے۔ (مسند: ۸۶/۳)

اولاد

دو بیویاں تھیں، ایک کا نام زینب بنت کعب بن عجزہ تھا جو بعض کے نزدیک صحابیہ تھیں دوسری اُمّ عبداللہ بنت عبداللہ مشہور تھیں اور قبیلہ اوس کے خاندان معاویہ سے تھیں اولاد کے نام یہ ہیں عبدالرحمن، حمزہ، سعید۔

حلیہ

حلیہ یہ تھا، مونچھیں باریک کٹی ہوئی، داڑھی میں زرد خضاب۔

علم وفضل

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے (اصابہ، جلد ۳، تذکرہ ابوسعید خدری) قرآن مجید ایک قاری سے پڑھا تھا، انصار کے کئی حلقہ درس قائم تھے جن میں علمائے انصار درس دیتے تھے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی طالب علمی کا ابتدائی زمانہ تھا، لوگوں کے پاس بدن کے کپڑے تک نہ تھے، ایک دوسرے کی آڑ میں چھپ چھپ کر بیٹھتے تھے ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اس وقت قاری قرأت کر رہا تھا آپ کو دیکھ کر خاموش ہو گیا آپ سب کے پاس بیٹھ گئے اور اشارہ کیا کہ لوگ دائرہ کی شکل میں بیٹھیں؛ چنانچہ سب حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے، اس تمام جماعت میں صرف حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ پہچانتے تھے۔ (مسند: ۶۳/۳)

حدیث وفقہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے سیکھی تھی خلفائے اربعہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایتیں کیں۔ کثرت سے حدیثیں یاد تھیں، ان کی مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے ان صحابہ اور ممتاز تابعین کے نام نامی جنہوں نے ان سے سماع حدیث کیا تھا یہ ہیں:

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، انس بن مالک رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہما، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، محمود بن لبیہ رضی اللہ عنہ، ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ عنہ بن سہل، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ، عطاء، مجاہد، ابوعثمان، نہدی، عبید بن عمیر، عیاض بن ابی سرح، بشر بن سعید، ابونضرہ، سعید بن سیرین عبداللہ بن محریز، ابوالمتوکل ناجی وغیرہم۔

آپ کا حلقہ درس آدمیوں سے ہر وقت معمور رہتا تھا، جو لوگ کوئی خاص سوال کرنا چاہتے تو بہت دیر سے موقع ملتا۔ (مسند: ۳۵/۳)

اوقات درس کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص کچھ دریافت کرنا چاہتا تو جواب سے مشرف فرماتے ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے علی اور غلام عکرمہ کو بھیجا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث سن کر آؤ، اس وقت وہ باغ میں تھے، ان لوگوں کو دیکھ کر ان کے پاس آکر بیٹھے اور حدیث بھی بیان کی۔ (مسند: ۹۰/۳، ۹۱)

روایت حدیث کے ساتھ سماع کی نوعیت بھی ظاہر فرمادیتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی سے ایک حدیث سنی تھی، وہ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے راوی تھا، ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو لے کر ان کے پاس گئے اور پوچھا اس شخص نے فلاں حدیث آپ سے سنی ہے کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی تھی؟ فرمایا بصر عینی وسمع اذنی یعنی میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا۔ (مسند: ۳/۹۰،۹۱)

ایک راوی قزعہ کو ایک حدیث بہت پسند آئی، انہوں نے بڑھ کر پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو سنا تھا، اس سوال پر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا فرمایا تو کیا میں بے سنے بیان کر رہا ہوں، ہاں میں نے سنا تھا۔

جس حدیث کے الفاظ پر اعتماد نہ ہوتا اس کے بیان میں احتیاط کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک حدیث، روایت کی، لیکن رسول اللہ ﷺ کا نام نہیں لیا، ایک شخص نے پوچھا یہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے؟ فرمایا میں بھی جانتا ہوں۔ (مسند: ۲۹)

اخلاق وعادات

نہایت حق گو تھے، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حق گوئی کی تاکید کرتے سنا تھا، لیکن کاش نہ سنا ہوتا، (مسند: ۵) ایک مرتبہ اس حدیث کا جس میں حق گوئی کی تاکید تھی، ذکر چھیڑا تو رو کر کہا کہ حدیث تو ضرور سنی، لیکن عمل بالکل نہ ہوسکا۔ (مسند: ۶۱)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بہت سی نئی باتیں پیدا ہوگئی تھیں، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سفر کر کے ان کے پاس گئے اور تمام خرابیاں گوش گذار کیں۔ (مسند: ۸۴)

ایک مرتبہ انہی سے انصار کے متعلق گفتگو آئی تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تکلیفوں پر صبر کرنے کا حکم دیا، امیر نے کہا تو صبر کیجئے۔

ایک مرتبہ مروان سے فضیلت صحابہ رضی اللہ عنہم کی حدیث بیان کی وہ بولا کیا جھوٹ بکتے ہو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بھی اس کے تخت پر بیٹھے تھے، ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا ان سے پوچھو، لیکن یہ کیوں بتائیں گے ایک کو صدقہ کی افسری سے معزول ہونے کا خوف ہوگا دوسرے کو ڈر ہوگا کہ جنبش لب سے ریاست قوم چھنتی ہے، یہ سن کر مروان نے مارنے کو درہ اٹھایا، اس وقت دونوں بزرگوں نے ان کی تصدیق کی۔

اسی طرح مروان نے عید کے دن منبر نکلوایا اور نماز سے قبل خطبہ پڑھا ایک شخص نے اٹھ کر ٹوکا کہ دونوں باتیں خلاف سنت ہیں، بولا کہ اگلا طریقہ متروک ہو چکا ہے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا چاہے کچھ ہو مگر اس نے اپنا فرض ادا کر دیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو شخص امر منکر دیکھے تو اس کو ہاتھ سے دفع کرنا چاہیئے اگر اس پر قدرت نہ ہو تو زبان سے اور یہ بھی نہیں تو کم از کم دل سے ضرور برا سمجھے۔ (مسند: ۳/۱۰)

امر بالمعروف کے ولولہ کا یہ حال تھا کہ یہی مروان ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گذرا، اس میں ابوسعید رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے دیکھا تو دونوں جنازہ کے لئے نہیں اٹھے، فرمایا: اے امیر! جنازہ کے لئے اٹھ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اٹھا کرتے تھے یہ سن کر مروان کھڑا ہوگیا۔ (مسند: ۳/۱۰)

جب مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما مدینہ کے حاکم مقرر ہوئے تو عید الفطر میں دریافت فرمایا کہ نماز اور خطبہ میں آنحضرت ﷺ کا عمل کیا تھا، فرمایا خطبہ سے قبل نماز پڑھاتے تھے؛ چنانچہ مصعب رضی اللہ عنہ نے اس دن اسی قول پر عمل کیا۔

(مسند:۳/۴۷،۹۷)

ایک مرتبہ شہر بن حوشب کو سفر طور کا خیال دامن گیر ہوا، وہ ملاقات کو آئے، ابوسعید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مقدس مقام کے لئے شدرحال کی ممانعت ہے۔ (مسند:۹۳)

ابن ابی صعصہ ازنی کو جنگل پسند تھا ان کو ہدایت کی کہ وہاں زور سے اذان دیا کریں کہ تمام جنگل نعرہ تکبیر سے گونج اٹھے۔

نہی عن المنکر کی یہ کیفیت تھی کہ ان کی بہن متواتر بغیر کچھ کھائے پیے روزے رکھتی تھیں، آنحضرت ﷺ نے ایسے روزوں کی ممانعت فرمائی ہے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ ان کو ہمیشہ منع کرتے تھے۔

سنت کے پورے متبع تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں نماز پڑھایا کرتے تھے وہ ایک مرتبہ بیمار ہوگئے یا کسی سبب سے نہ آسکے تو ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری نے امامت کی ان کے طریقہ نماز سے لوگوں نے اختلاف کیا، انہوں نے منبر کے پاس کھڑے ہوکر کہا میں نے جس طرح رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس طرح پڑھائی باقی تمہارے طریقہ کی مخالفت تو اس کی مجھے بالکل پرواہ نہیں۔

مزاج میں بردباری اور تحمل تھا، ایک مرتبہ پاؤں میں درد ہوا پیر پر پیر رکھے لیٹے تھے کہ آپ کے بھائی نے آکر اسی پاؤں پر ہاتھ مارا جس سے درد بڑھ گیا، انہوں نے نہایت نرم لہجہ میں کہا تم نے مجھے تکلیف پہنچائی، جانتے تھے کہ درد ہے جواب ملا ہاں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس طرح لیٹنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

مگر ناحق باتوں پر غصہ بھی آجاتا تھا، ایک مرتبہ حج پر جارہے تھے ایک درخت کے نیچے قیام ہوا، ابن صیاد بھی جس کے دجال ہونے میں خود آنحضرت ﷺ کو شبہ تھا اسی درخت کے نیچے ٹھہرا تھا، ان کو برا معلوم ہوا، لیکن خاموش رہے، اس نے خود اپنی مظلومیت کی داستان سنائی ان کو رحم آگیا؛ مگر جب اس نے ایک خلاف واقعہ دعویٰ کیا تو بگڑ کر فرمایا: تبا لک سائر الیوم۔

سادگی اور بے تکلفی فطرت ثانیہ تھی، ایک جنازہ میں بلائے گئے سب سے اخیر میں پہنچے لوگ بیٹھ چکے تھے ان کو دیکھ کر اٹھے اور جگہ خالی کردی، فرمایا یہ مناسب نہیں انسان کو کشادہ جگہ میں بیٹھنا چاہیے چنانچہ سب سے الگ کھلی جگہ پر جاکر بیٹھے۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے یارانہ تھا، ایک مرتبہ انہوں نے آواز دی یہ چادر اوڑھے نکل آئے، ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا باغ تک چلیے، آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں؛ چنانچہ یہ ساتھ ہولئے۔ (مسند:۳/۶۰) اس واقعہ میں یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تابعی اور وہ صحابی ہیں اس کے ماسوا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔

یتیموں کی پرورش کرتے تھے، لیث اور سلیمان بن عمرو بن عبدالعتواری انہیں کے تربیت یافتہ تھے۔ (مسند:۳/۶۰)

ہاتھ میں چھڑی لیتے تھے، پتلی چھڑیاں زیادہ پسند تھیں، کھجور کی شاخیں لاتے اور ان کو سیدھا کرکے چھڑی بناتے، یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا اتباع تھا۔ (مسند:۳/۶۰)

اونٹوں کے نصاب میں بکری کو بطور زکوٰۃ کیوں دیا جاتا ہے:

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ زکوٰۃ میں اصل یہ ہے کہ ہر قسم کی زکوٰۃ اس قسم سے دی جاتی ہے۔ اور اونٹوں کی زکوٰۃ میں ایک بکری یا بکریوں کو بطور زکوٰۃ دینا واجب ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ خلاف قیاس بھی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس خلاف نص ہے۔ لہٰذا نص کے ہوتے ہوئے کسی قسم کے قیاس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (اگر فقہ حنفی محض قیاس یا قرآن وسنت کے خلاف ہوتی تو اس کے مطابق اونٹوں کی زکوٰۃ میں بکری کبھی واجب نہ ہوتی۔ فقہ حنفی سمجھ نہ آنے والوں کو غور کرنا چاہیے)۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۱۷۱، بیروت)

پانچ اونٹوں سے کم میں عدم وجوب زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ:

فقہاء احناف کے نزدیک پانچ اونٹوں سے کم میں کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ یہی قول حضرت علی، حضرت ابو سعید خدری، شعبی، طاؤس، شہر بن حوشب، عمر بن عبد العزیز، حکم بن عینیہ اور سلمان بن موسیٰ دمشقی کا ہے۔

حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام حسن کا قول بھی یہی ہے کہ پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۱۰۱، حقانیہ ملتان)

سال کے اکثر سائمہ ہونے میں وجوب زکوٰۃ میں فقہی مذاہب

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سال کے اکثر حصے میں چرنے والے اونٹ پر زکوٰۃ ہے۔ اس مسئلہ میں ہمارا مذہب اور حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب ایک ہی ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ تمام سال کا سائمہ نہیں ہے اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ سائمہ ہونا شرط ہے اور یہ اسی طرح شرط ہے جس ملک نصاب کے لئے سال کی شرط ہے۔ کیونکہ سائمہ ہونے کی صورت میں چارہ ساقط ہوجاتا ہے لیکن جب وہ چارہ کھائے گا تو اس سے حکم سائم ہونا ساقط ہو جائے گا جس کی بنیاد پر زکوٰۃ اس پر فرض ہوئی تھی۔

ہماری دلیل نص کا عموم ہے۔ اور ماشیت کا نصب ہے اور سوم کے نام کے جہاں اطلاق کا تعلق ہے تو سوم چارہ کو ساقط کرنے والا نہیں ہے اور نہ چارہ سوم کو ساقط کرنے والا ہے بلکہ چارہ تو سوم کی مدد کرنے والا ہے یعنی کچھ تو وہ چرنے سے پیٹ بھر کر آیا ہے اور کچھ چارے سے پیٹ بھر لے گا۔ لہٰذا امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل کے مطابق چارہ سوم کو ساقط کرنے والے کا حکم صحیح نہیں ہے بلکہ احناف وحنابلہ کا موقف صحیح ہے۔ (المغنی، ج ۲، ص ۴۳۵، بیروت)

پانچ اوقیہ چاندی پر زکوٰۃ ہونے کا بیان

اواق اوقیہ کی جمع ہے ایک اوقیہ چالیس درہم یعنی ساڑھے دس تولہ (122.47 گرام) کے برابر ہوتا ہے اس طرح پانچ اوقیہ دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ تقریباً 216,1/2 گرام کے برابر ہوئے جو چاندی کا نصاب زکوٰۃ ہے اس مقدار سے کم چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے گویا جو شخص دوسو درہم کا مالک ہوگا وہ بطور زکوٰۃ پانچ درہم ادا کرے گا۔

یہ تو درہم کا نصاب تھا چاندی اگر سکہ کے علاوہ کسی دوسری صورت میں ہو مثلاً چاندی کے زیورات و برتن ہوں یا چاندی کے سکے ہوں تو اس کو بھی اسی پر قیاس کی جائے اور اسی طرح اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

وسق اور صاع سے متعلق حکم کا بیان

ایک وسق آٹھ صاع کے برابر، ایک صاع آٹھ رطل کے برابر اور ایک رطل چونتیس تولہ ڈیڑھ ماشہ کے برابر ہوتا ہے حساب سے پانچ وسق انگریزی اسی طولی کے سیر کے حساب پچیس من ساڑھے بارے سیر (نو کوئنٹل چوالیس کلوگرام) کے برابر ہوتے ہیں گویا پچیس من 12.1/2 سیر یا اس سے زائد کھجوروں میں دسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر نکالا جائے گا اس مقدار سے کم اگر کھجوریں پیدا ہوں تو اس حدیث کے بموجب اس میں زکوٰۃ کے طور پر دسواں حصہ واجب نہیں ہوگا چنانچہ حضرت امام شافعی اور حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین کی پیداوار میں کوئی نصاب مقرر نہیں ہے جس قدر بھی پیداوار ہو اس کا دسوں حصہ زکوٰۃ میں نکالنا واجب ہے مثلاً اگر دس سیر پیداوار ہو تو اس میں سے ایک سیر زکوٰۃ کے طور پر نکالا جائے اور اگر دس ہی چھٹانک پیدا ہو تو اس سے بھی ایک چھٹانک نکالا جائے زمین کی دوسری پیداوار مثلاً گیہوں جو چنا وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

زمین کی پیداوار کے عشر کے بارے میں حنفیہ کا فتویٰ امام اعظم ہی کے قول پر ہے۔ یہ حدیث چونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ کے مسلک کے بظاہر خلاف معلوم ہوتی ہے اس لیے ان کی طرف سے اس حدیث کی توجیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حدیث میں کھجور سے مراد وہ کھجوریں ہیں جو تجارت کے لیے ہوں کیونکہ اس وقت عام طور پر کھجوروں کی خرید و فروخت وسق کے حساب سے ہوتی تھی اور ایک وسق کھجور کی قیمت چالیس درہم ہوتی تھی اس حساب سے پانچ وسق کی قیمت دوسو درہم ہوئے جو مال تجارت میں زکوٰۃ کے لیے متعین نصاب ہے۔

ایک درہم تین تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کے برابر ہوتا ہے اس طرح دوسو میں چھ سوتیس ماشہ یعنی ساڑھے باون تولہ تقریباً ساڑھے دوسو سولہ گرام چاندی ہوئی۔ لہٰذا دوسو درہم کی زکوٰۃ کی چالیسویں حصہ کے مطابق پانچ درہم ہوئے جو پندرہ ماشہ چھ رتی یعنی ایک تولہ میں ماشہ چھ رتی کے برابر ہوتے ہیں۔ اسی طرح درہم کے علاوہ چاندی کے زیورات یا برتن وغیرہ کی صورت میں ساڑھے باون تولہ یعنی ساڑھے دوسو سولہ گرام ہو تو اس کی زکوٰۃ کے طور پر چالیسواں حصہ ایک تولہ تین ماشہ چھ رتی یعنی ساڑھے پندرہ گرام چاندی یا اتنی ہی چاندی کی قیمت زکوٰۃ کے طور پر ادا کی جائے گی۔

اور اگر چاندی سکے کی شکل میں ہو اور ایک سکہ بارے ماشہ اور قیمت کے اعتبار سے ایک روپیہ کا ہو تو اس حساب سے ساڑھے باون تولہ چاندی کے ساڑھے باون روپے ہوئے لہٰذا ان کی زکوٰۃ کے طور پر اسی چاندی کے روپے کے حساب سے یعنی وہی بارے ماشہ والا ایک روپیہ پانچ آنے واجب ہوں گے اور اگر سکہ ساڑھے گیارہ ماشہ اور قیمت کے اعتبار سے ایک روپیہ کا ہو تو اس حساب سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت چون روپے بارہ آنے چھ صحیح چھ بٹا تیس پائی کے برابر ہوگی جس پر زکوٰۃ واجب ہوگی لہٰذا اس میں سے اس چاندی کے روپے کے حساب سے یعنی وہی ساڑھے گیارہ ماشہ والا ایک روپیہ پانچ آنے دس پائی اور بتیس بٹا تیس

پائی بطور زکوٰۃ نکالنا ہوگا۔ مذکورہ بالا تفصیل کو حسب ذیل جدول سے سمجھئے۔

تعداد درہم	تعین زکوٰۃ	وزن چاندی	تعین زکوٰۃ
۲۰۰ درہم	۵ درہم	ساڑھے ۵۲ تولہ	ایک تولہ تین ماشہ چھ رتی
سکہ بارہ ماشہ والا		زکوٰۃ	
سکہ ساڑھے گیارہ ماشہ والا		قیمتی۔۔قابل اصلاح	

نصاب کا یہ سارا حساب سمجھنے کے لیے لکھا گیا ہے۔ اگر نصاب سے زیادہ روپے ہوں تو اس کا سیدھا حساب یہ ہے کہ ڈھائی روپیہ فی سیکڑا یعنی ہر سو روپیہ میں ڈھائی روپے کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

اگر چہ حدیث میں سونے کا نصاب ذکر نہیں کیا گیا لیکن اس کے بارے میں بھی جانتے چلئے کہ سونے کا نصاب بیس مثقال یعنی ساڑھے ساتھ تولہ تقریباً ساڑھے ستائس گرام ہے اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اگر اس مقدار میں یا اس سے زائد مقدار میں سونا ہو تو موجودہ مقدار کا چالیسواں حصہ یا اس حصہ کی قیمت زکوٰۃ کے طور پر ادا کی جائے گی۔

اگر سونا اور چاندی دونوں مجموعی اعتبار سے بقدر نصاب ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی مثلاً کسی شخص کے پاس سوا چھبیس تولہ چاندی ہو اور اسی کے ساتھ سوا چھبیس تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر سونا بھی ہو تو وہ شخص صاحب نصاب کہلائے گا اور اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا اسی طرح اگر کسی شخص کے پاس سوا چھبیس تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر تجارت کا مال ہو اور اسی کے ساتھ سوا چھبیس تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر نقد روپیہ ہو تو وہ بھی صاحب نصاب کہلائے گا اور اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

سونا اور چاندی کسی بھی شکل وصورت میں ہوں خواہ وہ گنی اور ڈلی کی صورت میں ہوں یا پترے ہوں خواہ زیورات کی شکل میں ہوں یا برتنوں کی صورت میں ہوں بہر صورت ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ گوٹہ کناری اور کمخواب وغیرہ میں جو چاندی ہوتی ہے اس کی مقدار کا بھی اندازہ کرایا جائے اگر وہ مقدار نصاب کو پہنچے تو اس کی زکوٰۃ بھی ادا کی جائے موتی، مونگا، یاقوت اور دوسرے جواہرات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی خواہ لاکھوں روپیہ کی قیمت ہی کے کیوں نہ موجود ہوں ہاں اگر جواہرات تجارت کے مقصد سے ہوں گے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

1559 - حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا اِدْرِيْسُ بْنُ يَزِيْدَ الْاَوْدِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجَمَلِيِّ، عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، يَرْفَعُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ زَكَاةٌ، وَالْوَسْقُ: سِتُّوْنَ مَخْتُوْمًا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: اَبُو الْبَخْتَرِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ،

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''پانچ وسق سے کم (اناج) میں زکوٰۃ نہیں ہوتی''۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایک وسق سات مختوم (صاع) کا ہوتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابو بختری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے (احادیث کا) سماع نہیں کیا ہے۔

شرح

عبداللہ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صدقہ فطر ایک صاع غلہ ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع خشک انگور یا ایک صاع پنیر سے دیا کرتے تھے پھر ہم اسی طرح صدقہ فطر ادا کرتے رہے یہاں تک کہ امیر معاویہ مدینہ آئے اور انہوں نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا میرے خیال میں گیہوں کے دو شامی مد ایک صاع کھجور کے برابر ہیں راوی کہتے ہیں لوگوں نے اس پر عمل شروع کر دیا لیکن میں اسی طرح دیتا رہا جس طرح پہلے دیا کرتا تھا امام ابوعیسی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر بعض اہل علم کا عمل ہے کہ ہر چیز سے ایک صاع صدقہ فطر ادا کیا جائے امام شافعی احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے بعض صحابہ وغیرہ کا کہنا ہے کہ ہر چیز کا ایک صاع لیکن گیہوں کا نصف صاع ہی ہوگا سفیان ثوری ابن مبارک اور اہل کوفہ کے نزدیک گیہوں کا نصف صاع صدقہ فطر میں دیا جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 655)

اناج اور پھل کی زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ بعض فصلوں پر واجب ہے جنہیں رکھا یا ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ اناج میں جو اور گیہوں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ پھل میں کھجور (تازہ اور خشک) اور کشمش پر زکوٰۃ ادا کرنا چاہیے۔ البتہ، اس میں وہ اناج اور پھل شامل نہیں ہیں جو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لئے استعمال کرتا ہو۔ یہ حکم کسان پر لاگو ہوتا ہے جو فصل کاٹتا ہے اور پھل اور اناج بیچتا ہے جو وہ اپنے یا اپنے گھر کے استعمال کے لئے نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "... جس دن اسے کاٹو اس کا حق ادا کرو..." (الانعام: ۱۴۱)

سالم بن عبداللہ بن عمر نے اپنے والد سے بیان کیا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ زمین جسے آسمان (بارش کا پانی) یا چشمہ سیراب کرتا ہے۔ یا وہ خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ لیا جائے اور وہ زمین جسے کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے۔" (صحیح بخاری جلد ۲، ۱۴۸۳)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔" (صحیح بخاری جلد ۲، ۱۴۸۴) (ایک وسق ۶۰ صاع ہے اور پانچ وسق تقریباً ۶۱۸ کلوگرام ہے)

دولت جس پر زکوٰۃ کی ضرورت نہیں ہے۔ کھجور، کشمش، گیہوں اور جو کے علاوہ پھل، سبزیاں اور اناج

دیگر پیداوار پر زکوٰۃ کی ضرورت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار چیزوں کو چھوڑ کر کسی پر زکوٰۃ وصول نہیں کیا۔ لیکن اس میں سے کچھ حصہ غریب اور پڑوس کو دینے کی ترجیح کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے ستھری چیزیں خرچ کرو اور اس چیز میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہے..." (البقرۃ: ۲۶۷)

1560 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ. حَدَّثَنَا جَرِيرٌ. عَنِ الْمُغِيرَةِ. عَنْ إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا مَخْتُومًا بِالْحَجَّاجِيِّ

۞ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔جس پر حجاجی مہر لگی ہوئی ہو۔

راوی حدیث ابراہیم بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ابراہیم نام، ابوعمران کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابراہیم بن یزید بن اسود بن عمرو بن حارثہ ابن سعد بن مالک بن نخع نخعی، نخع قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھا اور کوفہ میں آباد تھا۔

فضل وکمال

فضل وکمال کے لحاظ سے ابراہیم نخعی کوفہ کے ممتاز ترین تابعین میں تھے ان کا گھرانا علم وعمل کا گہوارہ تھا، ان کے چچا علقمہ اور ماموں اسود دونوں کوفہ کے ممتاز محدثین میں تھے، ابراہیم نے انہی کے دامن میں پرورش پائی، علقمہ کا حلقہ درس اتنا وسیع تھا کہ محمد بن سیرین جیسے اکابر اس میں شریک ہوتے تھے، ابراہیم بھی اسی حلقہ کے فیض یافتہ تھے۔ (ابن سعد: ۶/ ۱۹)

اس کے علاوہ علقمہ اور اسود کے سلسلہ سے ابراہیم کو اس عہد کی بڑی بڑی ممتاز ہستیوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا؛ چنانچہ بچپن میں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آتے جاتے تھے، ابو معشر کا بیان ہے کہ ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آتے جاتے تھے، ایوب نے اعتراض کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ بچپن میں بلوغ کے پہلے اپنے چچا اور ماموں علقمہ اور اسود کے ساتھ حج کو جاتے تھے اور ان لوگوں کو اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت ورادت اور اُن کی مجلسوں میں ان صاحبوں کی آمد ورفت تھی۔ (تہذیب التہذیب الاسمارق اول:۱/ ۱۰۴) گو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم کا سماع ثابت نہیں ہے، لیکن ان کی جیسی برگزیدہ ہستیوں کی مجلس میں شریک ہوجانا ہی حصولِ برکت وسعادت کے لیے کافی تھا۔

ان بزرگوں کے فیضِ صحبت نے ابراہیم کا دامن دولتِ علم سے مالا مال کردیا تھا اور وہ اپنے عہد کے ممتاز ترین علماء میں شمار ہوتے تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق جلالت اور فقہی کمال پر سب کا اتفاق ہے، ابوزرعہ نخعی کہتے ہیں کہ وہ اعلام اہل اسلام میں ایک علم تھے (تہذیب الاسماء، ق ۱:۱/ ۱۰۴) ان کو حدیث وفقہ دونوں علوم میں بڑی دست گاہ حاصل تھی۔

حدیث

حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی ان کو دوسرے طبقہ کے حفاظ میں شمار کرتے ہیں، حدیث میں انہوں نے اپنے دونوں ماموں اسود اور عبدالرحمن بن یزید اور مسروق علقمہ، ابومعمر، ہمام، ابن حارث، قاضی شریح اور سہم بن منجاب وغیرہ سے استفادہ کیا تھا اور اعمش، منصور، ابن عون، زبید الیمامی، حماد بن سلیمان اور مغیرہ بن مقسم ضبی وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب:۱/ ۱۷۷)

حدیث میں ان کے معلومات اس قدر وسیع تھے کہ اعمش کا بیان ہے کہ میں نے جب کبھی ابراہیم کے سامنے کوئی حدیث بیان

کی توانہوں نے اس حدیث کے بارہ میں میری معلومات میں اوراضافہ کردیا(ابن سعد:۶/ ۱۸۹)ابن معین ان کی مرسل حدیثوں کو امام شعبی کی مرسل روایات سے زیادہ پسند کرتے تھے۔(تہذیب التہذیب:۱/ ۱۷۷)

روایت بالمعنی

روایت حدیث میں الفاظ کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے اور بالمعنی روایت کافی سمجھتے تھے۔(ابن سعد:۶/ ۱۹)

انتساب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں احتیاط

لیکن اسی کے ساتھ وہ روایت کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب کرنے میں بڑے محتاط تھے اور مرفوع روایات کے حفظ کے باوجود انہیں روایت نہ کرتے تھے،ابوہاشم کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم سے پوچھا،آپ کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں پہنچی ہے،جس کوآپ ہم سے بیان کریں،جواب دیا کیوں نہیں،لیکن عمر رضی اللہ عنہ،عبداللہ رضی اللہ عنہ،علقمہ اوراسود سے روایت کرنا اپنے لیے زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے۔(ایضاً)

فقہ

ابراہیم کا خاص فن فقہ تھا،اس فن کے وہ امام تھے،اُن کے فقہی کمال پر سب کا اتفاق ہے۔(تہذیب الاسماء،ق۱:۱/ ۱۰۴)

حافظ ذہبی انہیں فقیہ عراق اورامام نوی فقیہ کوفہ لکھتے ہیں،امام شعبی نے ان کی وفات کے وقت کہا کہ ابراہیم نے اپنے بعد اپنے سے بڑا عالم اوراپنے سے بڑا فقیہ نہیں چھوڑا،لوگوں نے کہا حسن بصری اورابن سیرین بھی نہیں،شعبی نے جواب دیا نہ صرف حسن بصری اورابن سیرین؛ بلکہ اہل بصرہ کوفہ،حجاز اورشام میں کوئی بھی نہیں۔(تہذیب الاسماء،ق۱:۱/ ۱۰۲)

بڑے بڑے علماء فقہی مسائل کے سائلین کوان کے پاس بھیج دیتے تھے،سعید بن جبیر کے پاس جب کوئی فتویٰ پوچھنے کے لیے آتا تواس سے کہتے ابراہیم کی موجودگی میں مجھ سے پوچھتے ہو(ابن سعد:۶/ ۱۸۹)ابووائل کے پاس جب کوئی مستفتی جاتا تو اس کوابراہیم کے پاس بھیج دیتے اوراس سے کہہ دیتے کہ وہ جوجواب دیں مجھے بتانا۔(ایضاً:۱۹)

اظہار علم سے احتراز

ان کمالات کے باوجود وہ علم کا اظہار کرنا اچھا نہ سمجھتے تھے؛چنانچہ بغیر سوال کیے ہوئے کبھی خود سے کوئی علمی تذکرہ نہ کرتے تھے(تذکرۃ الحفاظ:۱/ ۶۴)اورسوالات سے بھی گھبراتے تھے زبید کا بیان ہے کہ جب کبھی میں نے ابراہیم سے کسی چیز کے متعلق کچھ پوچھا توان میں ناگواری کے آثار نظر آئے۔(طبقات ابن سعد:۶/ ۱۸۹)

ذمہ داری کا احساس اوراحتیاط

اس کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ وہ علم کی بڑائی ذمہ داری محسوس کرتے تھے؛چنانچہ فرماتے تھے کہ ایک زمانہ وہ تھا جب لوگ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے ڈرتے تھے اوراب یہ زمانہ ہے کہ جس کا دل چاہتا ہے مفسر بن بیٹھتا ہے،مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں علم کے متعلق ایک کلمہ بھی منہ سے نہ نکالوں،جس زمانہ میں فقیہ ہوا وہ بہت ہی بُرا زمانہ ہے(طبقات کبریٰ امام شعرانی:۱/ ۳۶۷)میں نے ایسے

لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ جب وہ مجمعوں میں ہوتے تھے تو اپنی بہترین احادیث بھی نہ بیان کرتے تھے۔

اس ذمہ داری اور احتیاط کی وجہ سے مسائل کے جوابات میں بڑے محتاط تھے، اعمش کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابراہیم سے کہا کہ میں چند مسائل آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں، فرمایا میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ میں کسی شے کے متعلق کہوں کہ وہ اس طرح ہے اور وہ اس کے خلاف ہو۔

دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ شہرت اور ریاء کو سخت ناپسند کرتے تھے؛ چنانچہ فرماتے تھے کہ جو شخص علم کا ایک کلمہ بھی اس نیت سے منہ سے نکالتا ہے کہ اس سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو وہ اس کے وسیلہ سے سیدھا جہنم میں گرتا ہے، نہ کہ جس کی شروع سے آخر تک یہی نیت ہو۔ (طبقات کبری امام شعرانی:۱/۳۶)

استفادہ کے مخصوص اوقات

لیکن اس احتیاط کے باوجود انہوں نے اپنی ذات سے استفادہ کا دروازہ بند نہیں کر دیا تھا، وہ مسائل بتاتے تھے اور اس کے لیے خاص اوقات مقرر تھے جن میں ہر شخص مسائل پوچھ سکتا تھا اور آپ اس کے جواب دیتے تھے، حسن بن عبید اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ آپ ہم لوگوں سے حدیث نہ بیان کریں گے، جواب دیا کیا تم چاہتے ہو کہ میں فلاں شخص کی طرح ہو جاؤں، اگر تم کو اس کی خواہش ہے تو قبیلہ کی مسجد میں آیا کرو وہاں جب کوئی شخص کچھ پوچھے گا تو تم بھی جواب سن لوگے۔

(ابن سعد:۶/۱۹۰)

تحریر پر حفاظ کو ترجیح

بعض قدماء اور اسلاف کی طرح ابراہیم کو علم سفینہ سے زیادہ علم سینہ پر اعتماد تھا؛ چنانچہ وہ لکھتے نہ تھے، فضیل کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ میں نے مسائل کو کتاب میں جمع کیا تھا، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اس کو مجھ سے چھین لیا انہوں نے کہا کہ جب انسان لکھ لیتا ہے تو اس پر اس کو اعتماد ہو جاتا ہے اور جب انسان علم کی جستجو کرتا ہے تو خدا اس کو بقدر کفایت علم عطا فرماتا ہے۔ (ایضا:۱۸۹)

فضائل اخلاق

اس علم کے ساتھ وہ عمل اور فضائل اخلاق کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔

عبادت وریاضت

نہایت عابد وزاہد اور متورع تھے، راتوں کی تنہائی میں لوگوں کی آنکھوں سے چھپ کر عبادت کرتے تھے، طلحہ کا بیان ہے کہ جب لوگ سو جاتے تھے، اس وقت ابراہیم ایک عمدہ حلہ پہن کر خوشبو لگا کر مسجد چلے جاتے تھے، صبح تک وہیں رہتے، صبح کو حلہ اتار کر پھر معمولی لباس پہن لیتے تھے (ابن سعد:۶/۱۹۳) عبادت کے اثر سے بالکل چور اور خستہ ہو جاتے تھے، اعمش کا بیان ہے کہ ابراہیم اکثر نماز پڑھ کر ہمارے یہاں آتے تھے، دن چڑھے تک یہ حال رہتا تھا کہ بیمار معلوم ہوتے تھے۔ (ایضا:۱۹۵)

ایک دن ناغہ دے کر پابندی کے ساتھ روزہ رکھتے تھے۔ (ایضا:۱۹۲)

صحت عقیدہ

عقیدہ میں سلف کے عقائد سے سرمو تجاوز کرنا پسند نہ کرتے تھے؛ چنانچہ ارجاء کا عقیدہ رکھنے والوں کے جو کوئی اہم شے نہیں ہے بعض تابعین بھی اس عقیدہ کے تھے، سخت خلاف تھے، فرماتے تھے ارجاء بدعت ہے، تم لوگ ہمیشہ اس سے بچتے رہو، مرجیہ کے پاس نہ بیٹھو ان کے پاس آنے والوں میں جس کے خیالات میں ارجاء کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نظر آتا ان کو آنے سے منع کردیتے۔ (ایضا:۱۹۰،۱۹۱)

انتہائی احتیاط

صلحاء اور خیار امت سے طلب دعا کی ممانعت نہیں ہے اور اس پر صحابہ اور تابعین کا عمل بھی رہا ہے، لیکن چونکہ اس سے بعض بدعات کا دروازہ کھلتا ہے اور عوام کے عقیدوں میں اس سے ضعف پیدا ہوتا ہے، اس لیے اسے بھی پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ ابوعمران دعا کیجئے کہ خدا مجھے شفا عطا فرمائے، ان کو یہ درخواست گراں گزری اور اس شخص سے کہا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حذیفہ سے مغفرت کی دعا کی درخواست کی انہوں نے دعا کے بجائے کہا کہ خدا تمہاری مغفرت نہ فرمائے، یہ سن کر وہ شخص الگ ہٹ گیا تھوڑی دیر کے بعد حذیفہ نے اس کو بلا کر دعا کی کہ خدا تم کو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جگہ داخل کرے اس دعا کے بعد اس شخص کو بلا کر پوچھا کہ اب تم راضی ہو، تم میں سے بعض اشخاص ایک شخص کے پاس اس عقیدہ کے ساتھ جاتے ہیں کہ اس نے تمام مراتب حاصل کرلیے ہیں اور وہ کوئی بلند ہستی بن گیا ہے یہ واقعہ سنا کر ابراہیم نے سنت کا تذکرہ کرکے اس کی پابندی کی تلقین کی اور بدعتوں کا ذکر کرکے ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ (ابن سعد:۶/ ۱۹۳)

مسامحت

لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں سخت گیر نہ تھے اور ان میں سختی ناپسند کرتے تھے؛ بلکہ ایک دن آپ کے یہاں دو آدمی آئے، ان میں سے ایک کا بند کھلا ہوا تھا اور دوسرے کے بال گندھے ہوئے تھے، فرقد سبخی نے ابراہیم سے کہا کہ ابوعمران اس شخص کو بند کھولنے اور اس شخص کو بال گوندھنے سے منع نہیں کرتے، ابراہیم نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں بنی اسد کی سنگدلی پیدا ہوگئی ہے یا بنی تمیم کی سختی، ان میں سے ایک شخص کو گرمی معلوم ہورہی تھی، اس نے بند کھول دیا اور دوسرا شخص نماز کے وقت بال کھول دیتا ہے۔ (ایضا:۱۹۳)

اختلاف صحابہ میں سکوت

صحابہ کرام کے اختلافات پر تنقید اظہار رائے اور فریقین میں سے کسی ایک کی جانب داری ناپسند کرتے تھے اور ان مسائل میں سکوت سے کام لیتے تھے، ان کے ایک شاگرد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اختلاف کے بارہ میں سوال کیا، انہوں نے کہا نہ میں سبائی ہوں نہ مرجی، اسی طرح ایک مرتبہ ایک اور شخص نے ان سے کہا مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت ہے، انہوں نے کہا اگر علی رضی اللہ عنہ تمہارا یہ خیال سنتے تو تم کو

سزا دیتے، اگر تم کو اس قسم کی باتیں کرنی ہیں تو میرے پاس نہ بیٹھا کرو، فرماتے تھے مجھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت ہے، لیکن میں آسمان سے منہ کے بل گرنا پسند کرتا ہوں اور یہ گوارا نہیں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی قسم کا سوئے ظن رکھوں۔ (ابن سعد: ۶/ ۱۹۲)

تواضع وخاکساری

ابراہیم بایں جلالتِ شان نہایت خاموش، عزلت نشین، بے تکلف اور سادہ مزاج تھے، تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ ٹیک لگا کر بیٹھنے تک کا امتیاز بھی گوارا نہ تھا (تہذیب التہذیب: ۱/ ۱۷۷ تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۶۴) کبھی کبھی حصول اجر کے لیے دوسروں کا بوجھ تک اٹھالیتے تھے، اعمش کا بیان ہے کہ میں نے بسا اوقات ابراہیم کو بوجھ اٹھائے ہوئے دیکھا ہے، وہ کہتے تھے کہ میں حصولِ اجر کے لیے ایسا کرتا ہوں۔ (ایضا: ۱۹۴)

ہیبت

لیکن اس خاکساری کے باوجود لوگوں کے دلوں پر ان کی ہیبت چھائی رہتی تھی مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حکام اور امراء کی طرح ابراہیم سے ڈرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۶۴)

سلاطین اور امراء سے تعلقات

سلاطین اور امراء کے ساتھ ابراہیم کے دوستانہ تعلقات تھے اور دونوں میں باہم ہدایا و تحائف کا تبادلہ ہوا کرتا تھا، اکثر ممتاز امراء ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ (ابن سعد: ۶/ ۱۵۳) یہ اس کو قبول کرنے میں مضائقہ نہ سمجھتے تھے اور اسے برا سمجھتے تھے کہ خدا کسی کی کوئی شے عطا فرمائے اور وہ اس سے انکار کرے۔ (ایضا: ۱۹۴) لیکن وہ ہدایا لینے کے ساتھ ان کا بدلہ بھی کرتے تھے۔ (ایضا: ۱۹۴)

ظالم امراء کی مخالفت

البتہ ظالم اور جفا کار امراء کے سخت خلاف رہتے تھے، اسی لیے ان میں اور حجاج میں کبھی نہ بنتی تھی وہ آپ کا سخت دشمن تھا، ابراہیم اسے بہت برا بھلا کہا کرتے تھے اس پر لعنت بھیجنے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے حجاج اور اس کے جیسے دوسرے ظالموں پر لعنت بھیجنے کے بارہ میں سوال کیا، آپ نے جواب دیا، خدا خود قرآن میں فرماتا ہے: ألا لعنة الله على الظالمين حجاج کی موت پر اس قدر مسرور ہوئے کہ سجدہ میں گر پڑے اور آنکھوں سے اشک مسرت رواں ہو گئے۔ (ایضا)

وفات

حجاج کی موت کے چند مہینے بعد بیمار پڑے، دم آخر نہایت مضطرب و بے قرار تھے، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، فرمایا اس سے زیادہ خطرہ کا وقت کون ہوگا کہ خدا کا قاصد جنت یا دوزخ کا پیام لے کر آئے گا، میں اس پیام کے مقابلہ میں قیامت تک موجودہ صورت کا قائم رہنا پسند کرتا ہوں، (ابن خلکان: ۱/ ۳) اسی علالت میں آغاز ۹۶ھ میں انتقال کیا، باختلاف رائے انتقال کے وقت انچاس یا پچاس یا اس سے کچھ اوپر عمر تھی۔ (ابن سعد: ۴/ ۱۹۹)

حلیہ ولباس

ابراہیم نہایت خوش لباس تھے، رنگین اور بیش قیمت پوشاک پہنتے تھے، زعفرانی اور سرخ رنگ کا لباس استعمال کرنے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، جاڑوں کے لباس میں سمور کی سنجاف لگی ہوتی تھی، سمور کی ٹوپی دیتے تھے، عمامہ بھی باندھتے تھے، لوہے کی انگوٹھی پہنتے تھے، اس کا نقش ' باب اللہ ونحن لہ ' تھا۔ (ابن سعد: ۲/ ۱۹۶، ۱۹۷)

امام شعرانی کا بیان ہے کہ اپنے کو چھپانے کے لیے رنگین کپڑے پہنتے تھے تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ قراء کی جماعت سے ہیں یا دنیا داروں کی۔ (طبقات امام شعرانی: ۱/ ۳۶)

حکیمانہ اقوال

آپ کے بعض اقوال نہایت حکیمانہ اور پُر موعظت ہیں، فرماتے تھے کہ (۱) انسان چالیس سال تک جس سیرت پر قائم رہے، پھر وہ نہیں بدل سکتی (۲) ایمان کے بعد آدمی کو سب سے بڑی دولت تکلیفوں پر صبر کی عطا کی گئی ہے، اسی لیے بیماری کا حال بیان کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے، فرماتے تھے کہ جب مریض سے اس کی حالت پوچھی جائے تو اس کو چاہیے کہ پہلے اچھا کہے اس کے بعد اصل حالت بیان کرے کہ شکوہ غم بھی شانِ صبر کے خلاف ہے۔ (۳) انسان کے لیے یہ معصیت کافی ہے کہ لوگ دنیا یا دین کے معاملہ میں اس پر انگشت نمائی کریں۔ (طبقات امام شعرانی: ۱/ ۳۶)

تحفے کی صورت میں زکوٰۃ دینا

اگر کوئی شادی وغیرہ کے موقع پر کپڑے یا تحفے دینے میں زکوٰۃ کی نیت کرنا چاہے تو اگر لینے والا مستحق زکوٰۃ ہے تو زکوٰۃ کی نیت سے دے سکتے ہیں، زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۳۸۷)

زکوٰۃ کی رقم سے اناج خرید کر دینا

اگر کھانا پکا کر یا اناج خرید کر غریبوں میں تقسیم کیا اور دیتے وقت انہیں مالک بنا دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر کھانا پکانے پر آنے والا خرچ شامل زکوٰۃ نہیں ہوگا بلکہ پکے ہوئے کھانے کے بازاری دام (یعنی قیمت) زکوٰۃ میں شمار ہوں گے اور اگر محض دعوت کے انداز میں بٹھا کر کھلا دیا تو مالک نہ بنانے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ مخرجہ، ج ۱۰ ص ۲۶۲)

محتاجوں کو کم قیمت میں اناج بیچ کر زکوٰۃ کی نیت کرنا کیسا؟

اگر اناج خرید کر مستحقین زکوٰۃ کو کم قیمت میں بیچیں اور جتنی رقم کم کی گئی اسے زکوٰۃ میں شمار کریں تو ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ یہ صورت رعائت کی ہے، مالک بنانا نہیں پایا گیا۔ اس کے بجائے عاقل و بالغ مستحقین زکوٰۃ کو اناج اصل قیمت مثلاً 50 روپے کلو ہی بیچا جائے اور جتنی رعائت مقصود ہو مثلاً پانچ روپے تو اتنی رقم اپنے پاس سے زکوٰۃ کے طور پر دے کر اس کا قبضہ ہو جانے کے بعد قیمت کے طور پر واپس لی جائے۔ اب فی کلو پانچ روپے بطور زکوٰۃ ادا ہو گئے اس کو جمع کر کے زکوٰۃ میں شمار کر لیں۔ (ماخوذ فتاویٰ رضویہ مخرجہ، ج ۱۰ ص ۷۲)

حدیث کے حجت ہونے کا بیان

1561 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا صُرَدُ بْنُ أَبِي الْمَنَازِلِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَبِيبًا الْمَالِكِيَّ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: يَا أَبَا نُجَيْدٍ، إِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُونَنَا بِأَحَادِيثَ مَا نَجِدُ لَهَا أَصْلًا فِي الْقُرْآنِ، فَغَضِبَ عِمْرَانُ، وَقَالَ لِلرَّجُلِ: أَوَجَدْتُمْ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا، وَمِنْ كُلِّ كَذَا وَكَذَا شَاةً شَاةٌ، وَمِنْ كُلِّ كَذَا وَكَذَا بَعِيرًا كَذَا وَكَذَا، أَوَجَدْتُمْ هَذَا فِي الْقُرْآنِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَعَنْ مَنْ أَخَذْتُمْ هَذَا؟ أَخَذْتُمُوهُ عَنَّا، وَأَخَذْنَاهُ عَنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَرَ أَشْيَاءَ نَحْوَ هَذَا

حبیب مالکی بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابونجید! آپ لوگ ہمیں کچھ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں: جن کی اصل ہمیں قرآن میں نہیں ملتی' تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ غصے میں آ گئے انہوں نے اس شخص سے فرمایا: کیا تمہیں (قرآن میں) یہ ملتا ہے کہ ہر چالیس درہموں میں سے ایک درہم دینا ہے یا اتنی اتنی بکریوں میں سے ایک بکری دینی ہے یا اتنے اتنے اونٹوں میں سے اتنے اونٹ دینے ہیں کیا تمہیں یہ باتیں قرآن میں ملتی ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی نہیں۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: پھر تم نے یہ حکم کہاں سے حاصل کیا ہے تم لوگوں نے یہ حکم ہم سے حاصل کیے ہیں اور ہم نے یہ حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیے ہیں (راوی بیان کرتے ہیں:) انہوں نے اس کی مانند کچھ اور چیزوں کا بھی ذکر کیا۔

راوی حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں عراق کے والی (وائسرائے) زیاد بن ابیہ کو بڑے وسیع اختیارات حاصل تھے، وہ نہ صرف عراق کے داخلی نظم ونسق اور امن وامان کا ذمہ دار تھا بلکہ اس بات کا بھی مجاز تھا کہ بعض صوبوں کے گورنر اپنی صوابدید کے مطابق مقرر کر سکے۔ ایک مرتبہ خراسان کے گورنر کی جگہ خالی ہوئی تو اس نے بصرہ میں مقیم ایک معمر صحابی کو بلا بھیجا۔ جب وہ تشریف لائے تو زیاد نے ان کی حد سے زیادہ تعظیم وتکریم کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ خراسان کی گورنری قبول فرمائیں۔ انہوں نے زیاد کی پیشکش کا شکریہ ادا کیا لیکن اسے قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ زیاد نے بہت اصرار کیا لیکن وہ اپنے انکار پر قائم رہے۔ یہ خبر عامۃ الناس میں پھیلی تو انہیں بڑی حیرت ہوئی۔ کچھ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: اے رسول اللہ کے صحابی! آپ نے خراسان کا گورنر بننے سے کیوں انکار کیا، آپ کے اس منصب پر فائز ہونے سے یہ صوبہ خیر وبرکت سے معمور ہو جاتا۔ انہوں نے جواب دیا: تم حیران ہو کہ میں نے اتنا بڑا عہدہ قبول نہیں کیا لیکن مجھے یہ ہرگز پسند نہیں کہ میں تو اس کی تپش میں نماز پڑھوں اور تم لوگ اس کی ٹھنڈک میں سجدہ ریز ہو۔ مجھے یہ خوف دامن گیر ہوا کہ میں نے تو دشمنوں کے خلاف جان کی بازی لگائی ہو اور عین اس وقت میرے نام زیاد کا کوئی ناجائز حکم پہنچے۔ اگر اس صورت میں اس کی تعمیل کروں تو میری آخرت برباد ہو جائے اور اگر تعمیل نہ کروں اور واپس آ جاؤں تو میری گردن مار دی جائے۔ یہ صحابی رسول جنہوں نے محض خوف آخرت سے اتنا بڑا عہدہ مسترد کر دیا، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما تھے۔

سیدنا حضرت ابونجید عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کا شمار بڑے عظیم المرتبت صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق بنو

کعب سے تھا جو مر الظہر ان اور اس کے قرب و جوار میں آباد تھے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

عمران رضی اللہ عنہ بن حصین رضی اللہ عنہ بن عبید بن خلف بن عبد نہم بن حذیفہ بن جہمہ بن غاضرہ بن حبشہ بن کعب

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ اپنے والد اور ہمشیرہ کے ساتھ سنہ ہجری کی ابتداء میں سعادت اندوزِ اسلام ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے جا چکے تھے۔ لیکن محدث ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں جو روایت نقل کی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اصحاب ہجرت نبوی سے پہلے کسی وقت مکہ مکرمہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے، اس میں بھی حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو تقدم حاصل ہے۔ اس روایت کے مطابق حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بعد مشرکین قریش کی ایک جماعت ان کے والد حصین بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس گئی۔ حصین اپنے قبیلے کے سر برآوردہ لوگوں میں سے تھے اور قریش کے نزدیک ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ انہوں نے حصین سے کہا کہ آپ ہماری طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جایئے اور ان سے کہیے کہ وہ ہمارے معبودوں کی توہین کرنا ترک کر دیں۔ حصین مشرکین قریش کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ پر گئے اور دروازے کے قریب بیٹھ گئے۔ ان سے پہلے حضرت عمران رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ چکے تھے اور اس وقت بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حصین کو دیکھا تو فرمایا: شیخ کے لئے جگہ چھوڑ دو۔ حصین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب چلے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا: اے ابن عبد المطلب! یہ کیا باتیں ہیں جو ہم سن رہے ہیں، آپ ہمارے معبودوں کی مذمت کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے والد بڑے احتیاط پسند اور بھلے آدمی تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم بتاؤ کہ کتنے معبودوں کی پرستش کرتے ہو؟"

حصین نے جواب دیا: آٹھ کی، سات معبود زمین پر ہیں اور ایک آسمان پر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اچھا تو جب تم پر مصیبت آتی ہے تب کس کو پکارتے ہو۔

حصین نے کہا: آسمان والے معبود کو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا: اور جب تمہارے مال پر تباہی آجائے تب کس کو پکارتے ہو۔

حصین نے کہا: آسمان والے خدا کو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ تو تنہا تمہاری فریاد سنتا ہے اور تم اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ جب تم لوگ اس کو مصیبت کے وقت پکارتے ہو تو امن کی حالت میں غیروں کو معبود بنا کر کیوں پکارتے اور پوجتے ہو۔ شاید تم سمجھتے ہو کہ اللہ تم سے راضی ہے اس لیے امن کی حالت میں اس کو پکارنے کی ضرورت نہیں یا تم ڈرتے ہو کہ اللہ کا قہر و غضب تم پر نہ نازل ہو جائے، اس لیے مصیبت میں اس کو یاد کر لیتے ہو۔

حصین نے کہا: دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں۔

اس طرح کچھ اور سوال و جواب ہوئے یہاں تک کہ حصین لاجواب ہو گئے۔

علم و فضل کے اعتبار سے حضرت عمران رضی اللہ عنہ نہایت بلند مرتبے پر فائز تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے عبقری

کی نگاہ مردم شناس نے انہیں لوگوں کو فقہ کی تعلیم دینے کے لئے منتخب کیا۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں کیا اس صورت میں عورت کو مطلقہ سمجھا جائے گا یا نہیں؟ حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس طرح طلاق دینے والا گناہ کا مرتکب ہوا لیکن عورت مطلقہ ہوگئی۔ وہ شخص اب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے جواب کی تصدیق چاہی۔

انہوں نے نہ صرف حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے جواب سے اتفاق کیا بلکہ ساتھ ہی دعا کی کہ الٰہی ہماری جماعت میں ابو نجید جیسے بہت سے آدمی پیدا فرمادے۔ (مستدرک حاکم)

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بصری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں علم وفضل کے اعتبار سے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کا درجہ سب سے بلند تھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے بہتر اور فاضل شخص کوئی ہمارے یہاں نہیں آیا۔

علم حدیث میں حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو درجہ تبحر حاصل تھا لیکن روایت میں بہت محتاط تھے۔ اس لیے مرویات کی تعداد صرف ایک سوتیس ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بہت سے ایسے اصحاب رسول کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے نزدیک صحیح احادیث بیان کرتے ہیں، ان کی نیت بھی نیک ہوتی ہے پھر بھی الفاظ کا ردوبدل ہوجاتا ہے۔ میں بھی ڈرتا ہوں کہ حدیث بیان کرتے ہوئے کہیں الفاظ میں کمی بیشی یا ردوبدل نہ ہوجائے۔ اسی لیے میں حدیث بیان کرنے میں احتیاط کرتا ہوں، حالانکہ چاہوں تو دو دن تک مسلسل احادیث بیان کرتا رہوں اور ان میں سے کسی ایک کا بھی اعادہ نہ ہو۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو جس درجہ میں کوئی حدیث یاد ہوتی، حدیث بیان کرنے سے پہلے یا بعد اس کا ذکر بھی کردیتے۔
اگر حدیث کے الفاظ کے بارے میں یقین کامل ہوتا تو کہتے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔
اگر شک ہوتا تو کہتے: جہاں تک میرا خیال (یا حافظہ) ہے میں نے صحیح بیان کی۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو تفقہ فی الدین میں جو کمال حاصل تھا اس کی بنا پر نہ صرف بصرہ بلکہ باہر کے لوگ بھی ان سے مسائل پوچھنے آتے تھے اور مطمئن ہوکر لوٹتے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاستیعاب'' میں لکھا ہے کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ فضلاء اور فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ اپنے ہر قول وفعل میں اسوۂ نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ اہل سیر نے ان کی کثرت عبادت کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ نہایت استغراق اور محویت کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے۔ اکثر ساری ساری رات عبادتِ الٰہی میں گزر جاتی تھی۔ روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے۔ معاشی حیثیت سے آسودہ حال تھے لیکن زندگی سادہ بسر کرتے تھے ایسی کہ جس پر نہ فقر وعسرت کا گمان ہو اور نہ امارت اور دولت مندی کا...... دنیوی زیب وزینت سے طبعاً نفرت کرتے تھے لیکن رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث مبارک کے پیش نظر کہ اللہ کسی بندہ پر احسان واکرام کرتا ہے تو اس کا ظاہری اثر بھی اس پر ہونا چاہئے، کبھی کبھار قیمتی لباس بھی پہن لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خلاف عادت خز کی چادر اوڑھ کر باہر نکلے، یہ بہت قیمتی ہوتی ہے۔ خیال ہوا کہ

اتنی قیمت چادر دیکھ کر لوگ کچھ اور نہ سوچیں، خود ہی فرمانے لگے: لوگو! تم مجھے اتنی قیمتی چادر اوڑھے ہوئے دیکھ کر تعجب کرو گے اور کہو گے کہ یہ کیا نئی بات ہے لیکن میں نے جو کچھ کیا ہے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق کیا ہے۔ پھر مذکورہ حدیث پڑھی اور وضاحت کردی کہ آسودہ حالی میں اگر انسان کبھی کبھی قیمتی کپڑا بھی پہن لے تو یہ اتباع سنت ہے۔

احترام نبوی ﷺ کی انتہا یہ تھی کہ جس ہاتھ سے سرور عالم ﷺ کی بیعت کی تھی ساری عمر اس کو کبھی اعضائے اسفل سے مس نہ ہونے دیا۔

کثرت عبادت، عشق رسول اللہ ﷺ اور پاکبازانہ زندگی نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو خاصانِ خدا میں شامل کردیا تھا۔ صحیح مسلم میں خود ان سے روایت ہے کہ فرشتے ہر روز مجھے سلام کرتے تھے، مجھے تیس برس سے بواسیر کا عارضہ تھا۔ میں نے اس سے تنگ آکر مسوں کو داغنا شروع کردیا تو فرشتوں نے سلام کرنا چھوڑ دیا اور جب میں نے یہ فعل ترک کردیا تو وہ مجھے پھر سلام کرنے لگے۔

طبقات ابن سعد میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتے حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے داغ لگوایا تو وہ مصافحہ سے رک گئے۔

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کے اہل خانہ کسی سلام کرنے والے کو تو نہیں دیکھتے تھے مگر "السلام علیکم یا عمران! السلام علیکم یا عمران" کی آوازیں برابر گھر میں سنائی دیتی تھیں۔

ان سے ملتی جلتی ایک روایت "مستدرک حاکم" میں بھی موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص سے فرشتے مصافحہ کریں یا جس کو سلام کردیں وہ یقیناً مقربین بارگاہِ الٰہی ہی میں سے ہوسکتا ہے۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی صحت اکثر خراب رہتی تھی۔ پہلے بواسیر تھی پھر استسقاء کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ لوگوں نے بارہا داغے جانے کا مشورہ دیا لیکن وہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی ممانعت سن چکے تھے اور پھر ذاتی تجربہ بھی تھا کہ بواسیر کے مسوں کو داغنے پر فرشتوں نے سلام اور مصافحہ ترک کردیا تھا اس لیے پیٹ کو داغنے پر رضامند نہ ہوتے تھے۔ جب تکلیف حد سے زیادہ ہوگئی یہاں تک کہ پیٹ میں شگاف ہوگیا تو ابن زیاد اور دوسرے لوگوں کے بے حد اصرار سے طوعاً و کرہاً راضی ہوگئے۔ مرض میں پھر بھی تخفیف نہ ہوئی اور زندگی سے مایوسی ہوگئی تو اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق بہت سی وصیتیں کیں کہ جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا، قبر زمین سے چار بالشت اونچی مربع رکھنا، جنازہ یہود کی طرح آہستہ آہستہ نہیں بلکہ جلدی جلدی لے چلنا، مالِ متروکہ کے بارے میں اپنی وصیت میں یہ شرط بھی رکھی کہ جو عورت میری موت پر نالہ و شیون کرے، اس کو متروکہ املاک سے کچھ بھی نہ دیا جائے، دوسرے اعزہ کو بھی رونے پیٹنے کی سختی سے ممانعت کی۔ ان وصیتوں کے بعد اس آفتاب رشد و ہدایت نے ۵۲ ہجری میں پیک اجل کو لبیک کہا اور خاک بصرہ نے اس کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ متعدد فرزند اپنی یادگار میں چھوڑے ان میں سے محمد رحمۃ اللہ علیہ اور نجید رحمۃ اللہ علیہ نے علم و فضل کے اعتبار سے بڑی شہرت پائی۔

حضور ﷺ نے ان کے چہرے پر تغیر کے آثار دیکھے تو فرمایا: اے حصین! اسلام قبول کر، محفوظ رہے گا۔ حصین نے عرض کیا: میری برادری بڑی وسیع ہے میں اس کا سامنا کیسے کروں گا؟

حضور ﷺ نے فرمایا: یہ دعا مانگ

''اے اللہ! میں تجھ ہی سے ہدایت چاہتا ہوں تو میرے امر کی اصلاح فرما اور مجھ کو ایسا علم فراوانی سے عطا فرما جو میرے لیے نفع مند ہو۔''

حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی تو ان کے آئینہ دل سے کفر کا زنگ آناً فاناً کافور ہو گیا اور وہ اسی وقت سعادت اندوزِ ایمان ہو گئے، یہ دیکھتے ہی حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرطِ مسرت سے بیخود ہو کر اپنے باپ کی طرف لپکے اور ان کے سر ہاتھوں اور پاؤں کو چومنے لگے۔

یہ منظر دیکھ کر سرورِ عالم ﷺ چشم پرآب ہو گئے اور فرمایا: ''حصین جب اس مجلس میں وارد ہوئے تو کافر تھے اس لیے عمران نے ان کی طرف التفات کیا نہ ان کی تعظیم بجالائے، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شرفِ ایمان سے بہرہ ور کیا ہے تو عمران اپنے والد کے حق کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے ہیں۔

جب حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت ﷺ سے اٹھنے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اٹھو اور حصین کی قیام گاہ تک ان کی مشایعت کرو۔

وہ باہر نکلے تو قریش نے ان کو بالکل بدلا ہوا پایا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے ہیں۔ اب انہوں نے حصین رضی اللہ عنہ سے بات کرنا بھی گوارا نہ کیا اور انہیں چھوڑ کر ماردم بریدہ کی طرح پیچ وتاب کھاتے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ روایت اس طرح نقل کی ہے: ''عمران روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے والد حصین سے پوچھا: تم موجودہ حالت میں کتنے خداؤں کی پوجا کرتے ہو۔ میرے والد نے جواب دیا: سات خداؤں کی جن میں سے چھ تو زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اچھا تو ان میں سے اپنی محبت اور خوف کے لئے تم نے کس کو بنا رکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: آسمان والے کو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: حصین اگر تم اسلام قبول کر لیتے تو میں تم کو دو کلمے ایسے تعلیم کرتا جو تمہارے لیے بڑے سودمند ہوتے۔ جب حصین حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وہ بات یاد دلائی اور عرض کیا: یارسول اللہ! جن دو کلموں کا آپ ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اب وہ مجھے بتا دیجیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا یہ پڑھ لیا کر اللھم الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی

(اے اللہ میرے مقدر کی ہدایت میرے دل میں ڈال دے اور میرے نفس کے فریب سے مجھے بچا لے)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بعض وجوہ کی بناء پر ہجرت نہ کر سکے اور انہوں نے مستقل سکونت اپنے وطن ہی میں رکھی لیکن وہ حضور ﷺ کی زیارت اور فیضان سے سعادت اندوز ہونے کے لئے اکثر مدینہ منورہ آتے جاتے رہتے تھے۔ انہیں بعض غزوات میں بھی سرورِ عالم ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''اصابہ'' میں لکھا ہے کہ فتح مکہ میں وہ اس شان سے شریک ہوئے کہ بنو کعب کا علم ان کے ہاتھ

میں تھا۔ فتح مکہ کے بعد انہوں نے حنین اور طائف کے معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ (۶ یا ۷ ہجری میں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مہم پر گئے تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہیں سرور عالم ﷺ سے بے انتہا عقیدت اور محبت تھی۔ جب تک سرور عالم ﷺ اس عالم میں رونق افروز رہے، حضرت عمران رضی اللہ عنہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد مدینہ منورہ آ کر حضور ﷺ کے جمال جہاں آرا سے اپنی آنکھیں روشن کرتے رہے۔ ۱۱ ہجری میں حضور ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے لیے دنیا اندھیر ہوگئی اور وہ دل شکستگی کے عالم میں گوشہ نشین ہو گئے۔ دن رات عبادت الٰہی کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ چند سال بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بصرہ آباد ہوا تو انہوں نے ترک وطن کر کے بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں فقہ کی تعلیم کے لیے سرکاری طور پر مامور فرمایا۔ فقہ کی تعلیم کے علاوہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے حدیث کی اشاعت کے لیے بھی مستقل حلقۂ درس قائم کیا۔ یہ حلقۂ درس بصرہ کی جامع مسجد میں تھا جہاں وہ لوگوں کو باقاعدگی سے حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے ایک ہمعصر ہلال بن سیاف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے کسی کام سے بصرہ جانا پڑا، مسجد میں دیکھا کہ لوگ ایک سفید ریش بزرگ کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور وہ بزرگ ٹیک لگائے بڑے لطف و انبساط کے ساتھ حدیثیں بیان کر رہے ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں تو جواب ملا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں بڑے بڑے ہنگامے اٹھے لیکن حضرت عمران رضی اللہ عنہ یکسر غیر جانبدار رہے اور کسی ہنگامے یا خانہ جنگی میں مطلق کوئی حصہ نہ لیا۔

بنوامیہ کے دور میں انہیں زیاد بن ابیہ کی طرف سے خراسان کی گورنری کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا، البتہ زیاد کے بعد اس کے بیٹے عبید اللہ نے محصل خراج کا عہدہ پیش کیا تو اسے مخلوق خدا کی خیر خواہی کے خیال سے قبول کر لیا۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مستدرک'' میں لکھا ہے کہ جب وہ تحصیل خراج کی خدمت انجام دے کر واپس آئے تو بالکل خالی ہاتھ تھے۔ عبید اللہ نے پوچھا: خراج کی رقم کیا کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس طریقے سے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وصول ہوتا تھا میں نے بھی اسی طریقے سے وصول کیا اور جن مدوں پر عہد رسالت میں صرف ہوتا تھا، انہی پر صرف کر دیا۔ ان کا جواب سن کر عبید اللہ خاموش ہو گیا۔

مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ خراسان کی گورنری کو ٹھکرانے کے بعد حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ حکم بن عمرو غفاری نے یہ عہدہ قبول کر لیا ہے۔ انہوں نے حکم بن عمرو کو بلا کر فرمایا: تم نے یہ عہدہ قبول کر کے بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر لی ہے، اپنے فرائض بڑی احتیاط سے انجام دینا اور ہر حالت میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کو پیش نظر رکھنا، کسی ناجائز حکم پر عمل نہ کرنا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی بندہ کی اطاعت جائز نہیں...... ان نصائح سے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ حکم رضی اللہ عنہ بن عمرو کہیں زیاد کی اطاعت کے جوش میں احکام الٰہی سے غافل نہ ہو جائیں۔

حدیث شریف کی تشریعی حیثیت کا بیان

عقل انسانی اگر وحی ربانی سے روشن نہ ہو، اور اس کی تائید وحی منزل سے نہ کی جائے تو اس کے بس میں نہیں ہے کہ بطور خود "کلام اللہ" سے شریعت کی جملہ تفصیلات اور تمام تر احکامات کا فہم وادراک کر سکے؛ اس لیے مکمل طور پر شریعت اسلامی کو جاننے کے لیے ازبس ضروری ہے کہ حامل وحی الٰہی، اور خدائے علیم وخبیر کے فرستادہ "کلام اللہ کے شارح پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا سہارا لیا جائے؛ تا کہ ان کے شرح وبیان سے باری تعالیٰ کی مراد کو سمجھا، اور قرآن محکم سے احکام کی تفصیلات کو اخذ کیا جاسکے، لہٰذا اگر حدیث کی حجیت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا تو ان کی استعانت سے کلام اللہ کی مراد کی تعیین اور احکام ومسائل کی تفصیل کیوں کر درست ہوگی؟

حدیث پاک کی اسی ہمہ گیر اہمیت اور تشریعی حیثیت کی بناء پر، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی اتباع اور پیروی کا اس قدر تاکید اور کثرت سے حکم دیا ہے کہ اس کا شمار آسان نہیں ہے، جس کے مجموعہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلامی شریعت میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دلیل وحجت کی حیثیت حاصل ہے، اس موقع پر طوالت سے بچنے کے لیے صرف تین احادیث نقل کی جارہی ہیں؛ جبکہ کسی دعویٰ کے اثبات میں ایک دلیل کافی ہوتی ہے:

(۱) عن المقدام بن معدی كرب رضی الله عنه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: الاهل عسى رجل يبلغه الحديث عني وهو متكئ على أريكته، فيقول: بيننا وبينكم كتاب الله، فما وجدنا فيه حلالاً استحللناه، وما وجدنا فيه حراماً حرّمناه، وإنّ ماحرّم رسول الله كما حرّم الله"

(رواہ الائمۃ ابوداؤد، والترمذی، وابن ماجہ، والدارمی واللفظ لہم سوی ابی داؤد)

غور سے سنو! بیشک قریب ہے کہ ایک مرد کو میری جانب سے حدیث پہنچے گی، اور وہ اپنے آراستہ تخت پر ٹیک لگائے ہوگا، تو کہے گا کہ ہمارے، تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے؛ لہٰذا اس میں جس چیز کو ہم حلال پائیں گے اسے حلال باور کریں گے، اور اس میں جس چیز کو ہم حرام پائیں گے اسے حرام سمجھیں گے؛ حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو حرام ٹھہرایا ہے اس کی حرمت اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی طرح ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ حدیث ان الفاظ میں روایت کی ہے۔

عن المقدام بن معدی كرب رضی الله عنه، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: ألا اني أوتيت الكتاب ومثله معه، ألا يوشك رجل شبعانٌ على أريكته يقول، عليكم بهذا القرآن، فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه، وما وجدتم فيه من حرام فحرّموه، الحديث (کتاب الاطعمۃ فی باب النہی عن أکل السباع)

بغور سنو! بیشک مجھے (اللہ کی جانب سے) کتاب دی گئی ہے، اور کتاب کے ساتھ اسی جیسی (حدیث وسنت بھی دی گئی ہے) خبردار رہو! قریب ہے کہ آسودہ حال شخص اپنی مزین سریر پر (ٹیک لگائے) کہے گا اسی قرآن کو لازم پکڑو، لہٰذا اس میں جو چیز حلال سے پاؤ اسے حلال قرار دو، اور اس میں جو چیز از قبیل حرام پاؤ اسے حرام ٹھہراؤ۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث پاک درج ذیل باتوں پر مشتمل ہے:

(الف) قرآن مجید کی طرح احادیث بھی منجانب اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی ہیں۔
(ب) قرآن حکیم کی طرح احادیث بھی احکام میں حجت ہیں۔
(ج) قرآن مقدس کی طرح احادیث مبارکہ پر بھی عمل لازم ہے۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک حجیتِ حدیث کے اثبات میں بالکل صریح ہے؛ کیوں کہ اس حدیث کے جملہ "أوتيت الكتاب ومثله معه" میں "الکتاب" سے قرآن مجید، اور "مثلہ" سے حدیث ہی مراد ہے، اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا ہے کہ آپ کی حدیث سے اعراض جائز نہیں ہے؛ کیونکہ حدیث سے اعراض قرآن مجید سے اعراض کے مرادف ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" رسول اللہ تم سے جو بیان کریں اس پر عمل کرو اور جس کام سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔

(۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، أنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خطب الناس فی حجة الوداع فقال فی خطبته: يا أيها الناس، انی تركتُ فيكم ما إن اعتصمتم به فلن يَضِلّوا أبداً: كتاب اللّٰه، وسنة نبيه " (رواه الحاكم في المستدرك في كتاب العلم من طريق ابی أويس عن ثور بن زيد الدّيلی، عن عكرمة، عن ابن عباس قال الحاكم: قد احتج البخاری بأحاديث عكرمة، واحتج مسلم بأبی أويس، وسائر رواته متفق عليهم.- ر والقه الذهبی فی "تلخيصه" علی ذلك، وقال: له أصل فی "الصحيح" انتهى)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "حجۃ الوداع" میں لوگوں سے خطاب کیا تو اپنے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو بیشک میں نے چھوڑی ہے تمہارے درمیان ایسی چیز کہ اگر تم اسے پکڑے رہو گے تو کبھی راہ سے نہیں ہٹو گے (وہ چیز) اللہ کی کتاب، اور اللہ کے نبی کی حدیث ہے۔
امام بیہقی نے "المدخل" میں اسی کے ہم معنی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، جس کے آخر میں یہ زیادتی ہے "لن يفترقا حتى يردا على الحوض" (مفتاح السنۃ ص ۷)
یعنی قرآن وحدیث کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ ایک ہی ساتھ قیامت میں حوض پر پہنچیں گے۔
یہ حدیث پاک صاف بتا رہی ہے کہ "کلام اللہ" اور "حدیث رسول اللہ" دونوں توام (جڑواں) ہیں، کبھی بھی ایک دوسرے سے الگ اور جدا نہیں ہوں گے، اسلامی شرائع واحکام کی تکمیل ان دونوں کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے، ان دونوں کو دلیل راہ بنائے بغیر منزلِ مقصود تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ حدیث پاک ہی سے قرآنِ حکیم کے مقاصد کی تفصیل اور اس کے احکام کی تکمیل ہوتی ہے، درحقیقت حدیث، اللہ کے کلام قرآن محکم کا بیان وشرح ہے، تو ایک کو دوسرے سے علیحدہ کیسے کیا جاسکتا ہے!
قرآن وحدیث کا یہ ربط باہمی صاف بتا رہا ہے کہ دین اسلام میں حدیث رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت تشریعی اور حجت ودلیل ہی کی ہے؛ کیونکہ جب حدیث پاک کتاب الٰہی کا بیان اور اس کی شرح ہے، اور بلا ریب قرآن کی حیثیت تشریعی ہے، تو بغیر کسی تردد کے اس کے بیان وشرح کی حیثیت بھی تشریعی ہی ہوگی، یہی عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر آج تک امت کا ہے۔

(۳) عن زيد بن ثابت رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: نضر اللہ امرأ أسمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ فانہ رب حامل فقہ لیس بفقیہ، ورب حامل فقہ الی من ھو أفقہ منہ

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳، مسند الانصار، وقال البیہقی: ہذا الحدیث متواتر، مفتاح الجنۃ ص ۵)

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ شاد ماں و بارونق بنائے اس آدمی کو جس نے مجھ سے حدیث سنی پھر اسے محفوظ کیا یہاں تک کہ دوسرے کو پہنچا دیا؛ اس لیے کہ بہت سے حاملِ فقہ، فقیہ نہیں ہوتے، اور بہت سے حاملِ فقہ اس کو پہنچاتے ہیں جو اس حاملِ فقہ سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔

یہ مبارک حدیث زید بن ثابت کے علاوہ، عبداللہ بن مسعود، جبیر بن مطعم وغیرہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، حدیث پاک کو براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اسے محفوظ رکھنے پھر اس کی تبلیغ وتحدیث پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ مسرت خیز دعا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حدیث رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی شان انتہائی بلند اور اس کا فائدہ نہایت عظیم ہے؟ ورنہ یہ دعا کیوں دی جاتی!

حدیث پاک کی یہ عظمتِ شان اور فائدۂ بیکراں اس کے سوا اور کیا ہے کہ یہ دین میں حجت اور احکامِ شریعت کی دلیل و بیان ہے۔ جیسا کہ خود اس حدیث کے آخری جزء "رُبّ حامل فقہ لیس بفقیہ الخ" سے ظاہر ہے۔

کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بابرکت فرمان ہمیں یہ احساس نہیں دلا رہا ہے کہ سامع حدیث کو بعد والوں تک اسے پہنچانے پر مامور کیے جانے کا مقصد بس یہی ہے کہ یہ بعد والے بھی اس فقہ اور حکم شرعی پر عمل کریں جس پر یہ حدیث مشتمل ہے؟ اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے؛ جبکہ حدیث دلیل وحجت ہو اور شریعت کے احکام اس سے ثابت ہوتے ہوں۔

ایک مرد مومن جس کے سر میں تھوڑی سی بھی عقل ہے کیا یہ وہم وگمان کرسکتا ہے کہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک کو جو دوسروں کو سنانے کا حکم فرمایا ہے تو یہ احادیث (حاشا وکلاّ) ان دل بہلانے والی باتوں اور قصے، کہانیوں کی طرح ہیں جنھیں چوپال اور بیٹھکوں میں سنایا جاتا ہے؟ (حاشا وکلاّ) کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت ہی بلند و بالا ہیں، اور آپ کی شانِ عصمت سے دور اور بہت دور ہے کہ اپنی امت کو بے فائدہ اور عبث کام کا حکم دیں؛ اس لیے لامحالہ حدیث کی تبلیغ وتحدیث کا حکم اور اس پر یہ دعا محض اسی بناء پر ہے کہ یہ دین اسلام میں حجت ہے۔ ہماری اس بات کی تائید امام مطلبی محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ رحمہ اللہ کے قول سے ہوتی ہے؛ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مروی اس حدیث کے تحت امام شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فلما ندب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی استماع مقالتہ وحفظھا، وأدائھا دل علی أنہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یأمر أن یؤدی عنہ الا ما تقوم بہ الحجۃ علی من أدی الیہ لأنہ انما یؤدی عنہ حلال یؤتی، وحرام یجتنب، وحدّ یقام ومال یؤخذ ویعطی، ونصیحۃ فی دین ودنیا، ودلّ علی أنہ قد یحمل الفقہ غیرُ فقیہ یکون لہ حافظاً ولا یکون فیہ فقیھا" (الرسالۃ ص ۴۰۲ ونقلہ الامام السیوطی عن البیہقی فی مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ ص ۵)

پس جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وحدیث کو سننے، اسے محفوظ کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا، تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بتا رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کا حکم اسی صورت میں دیں گے کہ جس کو یہ پہنچائی گئی ہے، اس پر اس سے حجت قائم ہو رہی ہے؛ کیونکہ آپ کی جانب سے جو بات پہنچائی گئی ہے (وہ مشتمل ہوگی) حلال پر جو استعمال کیا جائے گا، یا حرام پر جس سے بچا جائے گا، یا حد و ممانعت پر کہ ٹھہرا جائے گا، یا مال پر جو لیا دیا جائے گا یا دین و دنیا کی خیر خواہی پر، اور آپ کا یہ فرمان یہ (بھی) دلالت کر رہا ہے کہ کبھی فقہ کا حامل غیر فقیہ ہوتا ہے، اس کا حافظ تو ہوتا ہے، اس میں فقیہ نہیں ہوتا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اصول فقہ کی اپنی نادر و بے مثال تصنیف "الرسالۃ" میں یہ حدیث خبر آحاد کی حجیت میں نقل کی ہے اور اس پر یہ تعلیق اور شرح درج فرمائی ہے، جس سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ حدیث مبارک "نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا الخ" حجیت حدیث کی ایک روشن دلیل ہے۔

زکوٰۃ دراہم کا بیان

امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ زائد پر کچھ واجب نہیں۔ حتیٰ کہ چالیس تک پہنچ جائیں تو اس پر ایک درہم ہوگا۔ پھر ہر چالیس دراہم پر ایک درہم ہوگا۔ یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ دو سو سے زائد پر زکوٰۃ اسی حساب کے مطابق ہوگی۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ والی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اور جو دو سو سے زائد ہو اس میں اسی کے حساب سے زکوٰۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد) کیونکہ زکوٰۃ نعمت مال کے شکرانے کے لئے واجب ہوئی ہے اور ابتداء میں نصاب کی شرط ثبوت غناء کے لئے ہے۔ اور سوائم کے اندر نصاب کے بعد حصوں سے بچنے کے لئے ہے۔ اور سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے۔ کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کسور سے کچھ نہ پکڑو۔ (سنن دار قطنی) اور حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ چالیس سے کم پر صدقہ نہیں ہے۔ (سنن نسائی، ابن حبان، مستدرک) کیونکہ شرعی طور پر حرج کو دور کیا گیا ہے۔ حالانکہ کسور واجب کرنے کی وجہ سے حرج ہوگا۔ کیونکہ کسور سے واقف ہونا متعذر ہے۔ اور دراہم میں وزن سبعہ معتبر ہے۔ اور وزن سبعہ یہ ہے کہ دس دراہم سات مثقال کے وزن کے برابر ہوں۔ اسی قیاس کے مطابق سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دفتر میں اجراء حکم تھا۔ اور اسی حکم کو باقی رہنے دیا گیا۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

سونے اور چاندی میں کھوٹ ملی ہوئی ہو حکم زکوٰۃ

اگر سونا اور چاندی میں کھوٹ ملا ہوا ہو تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر چاندی میں کھوٹ ملا ہوا ہو اور چاندی غالب ہو تو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور سونے میں کھوٹ ملا ہوا اور سونا غالب ہو تو سونے کے حکم میں ہے اور اگر ان دونوں میں ملا ہوا کھوٹ غالب ہو تو یہ دونوں اسباب تجارت کی مانند ہیں پس اگر ان میں تجارت کی نیت کی ہو تو قیمت کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر تجارت کی نیت نہ کی ہو تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ درہموں اور روپیوں میں کھوٹ ملا ہوا ہو تو اگر چاندی غالب ہے تو وہ خالص درہموں اور روپیوں یعنی چاندی کے حکم میں ہیں، اور اگر کھوٹ اور چاندی برابر برابر ہوں تب بھی مختار یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر

کھوٹ غالب ہوتو وہ چاندی کے حکم میں نہیں ہے پس اگر وہ سکہ رائج الوقت ہیں یا سکہ تو اب نہ رہے لیکن ان میں تجارت کی نیت کی ہوتو ان کی قیمت کے اعتبار سے زکوۃ دی جائے گی، اور اگر ان درہموں کا رواج نہیں رہا ہوتو ان میں زکوۃ واجب نہیں لیکن اگر بہت ہوں اور ملاوٹ سے چاندی الگ ہوسکتی ہو اور ان میں اتنی چاندی ہو کہ دوسو درہم کی مقدار ہوجائے یا کسی دوسرے مال، چاندی سونا یا اسباب تجارت کے ساتھ مل کر نصاب ہو جائے تب بھی زکوۃ واجب ہوگی، اور اگر چاندی اس سے جدا نہ ہوسکتی ہوتو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے کھوٹے درہموں میں جو اس وقت سکہ رائج ہوں ہر حال میں زکوۃ واجب ہوگی خواہ ان میں چاندی مغلوب ہی ہو اور الگ نہ ہوسکتی ہو اور خواہ ان میں تجارت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو کیونکہ ان میں نیت تجارت کا ہونا شرط نہیں ہے ملاوٹ کے سونے کا بھی وہی حکم ہے جو ملاوٹ کی چاندی کا بیان ہوا ہے۔

اور اگر سونا اور چاندی آپس میں ملے ہوئے ہوں تو اگر چاندی مغلوب ہو اور سونا غالب ہو خواہ وزن کے اعتبار سے غالب ہو یا قیمت کے اعتبار سے تو وہ سونے کے حکم میں ہے اور اگر چاندی غالب ہو لیکن سونا اپنے نصاب کو پہنچ جائے تب بھی وہ کل سونے کے حکم میں ہے اور اس کل میں سونے کی زکوۃ واجب ہوگی اور اگر سونا نصاب کو نہ پہنچے لیکن چاندی نصاب کو پہنچ جائے تو کل میں چاندی کی زکوۃ واجب ہوگی، اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ مخلوط سونا قیمت میں چاندی سے کم ہو ورنہ کل میں سونے کی زکوۃ واجب ہوگی جاننا چاہئے کہ سونا اور چاندی کے مخلوط ہونے کی بارہ صورتیں مرتب ہوئیں یعنی سونا غالب ہو اور سونا اور چاندی بقدرِ نصاب ہوں، یا سونا غالب ہو اور فقط سونا بقدرِ نصاب ہو، یا چاندی غالب ہو اور ہر ایک بقدرِ نصاب ہو، یا چاندی غالب ہو اور فقط سونا بقدرِ نصاب ہو یا دونوں برابر ہوں اور ہر ایک بقدرِ نصاب ہو، یا دونوں برابر ہوں اور فقط سونا بقدرِ نصاب ہو (ان چھ صورتوں میں حکم سونے کا ہوگا اور سونے کی زکوۃ واجب ہوگی) یا چاندی غالب ہو اور فقط چاندی بقدرِ نصاب ہو (ان صورت میں حکم چاندی کا ہوگا اور چاندی کی زکوۃ واجب ہوگی)، یا سونا غالب ہو اور دونوں میں سے کوئی بقدرِ نصاب نہ ہو، یا چاندی غالب ہو اور دونوں میں سے کوئی بقدرِ نصاب نہ ہو، یا دونوں برابر ہوں اور بقدرِ نصاب نصاب نہ ہو (ان صورتوں میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی یا سونا غالب ہو اور فقط چاندی بقدرِ نصاب ہو یا دونوں برابر ہوں اور فقط چاندی بقدرِ نصاب ہو (یہ دونوں صورتیں ناممکن ہیں کیونکہ سونا بہت قیمتی چیز ہے) ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ سونا یا چاندی سے الگ الگ نصاب پورا نہیں ہوتا لیکن دونوں کو ملا کر نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اس کا حکم جیسا کہ آگے آتا ہے یہ ہے کہ سونے کی زکوۃ واجب ہوگی۔ (زبدۃ الفقہ)

کھوٹ ملے ہوئے سونے چاندی کا حکم

اگر سونے یا چاندی میں کھوٹ شامل ہو سونا چاندی خالص نہ ہو مثلاً سونے میں تانبا یا پیتل ملا ہوا ہو اور چاندی میں ایلومینیم ملا ہوا ہو تو اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) سونا اور چاندی زیادہ ہے اور کھوٹ کم ہے۔ (۲) سونا، چاندی اور کھوٹ برابر برابر ہیں۔ (۳) سونا اور چاندی کم ہے اور کھوٹ زیادہ ہے۔

ان صورتوں میں زکوۃ کا حکم یہ ہے کہ پہلی دونوں صورتوں میں جبکہ سونا چاندی کھوٹ سے زیادہ ہوں یا کھوٹ کے برابر ہوتو یہ کھوٹ بھی سونا چاندی کے حکم میں ہوگی۔ اور زکوۃ کی فرضیت میں سونے چاندی کے نصاب کو دیکھا جائے گا۔

تیسری صورت میں جبکہ کھوٹ سونے چاندی پر غالب ہوتو وہ سونا چاندی بھی عروض یعنی سامان تجارت کے حکم میں ہوگا۔ سامان تجارت پر زکوٰۃ واجب ہونے کا جو نصاب ہے وہی نصاب اس صورت میں معتبر ہوگا۔

بَابُ الْعُرُوضِ إِذَا كَانَتْ لِلتِّجَارَةِ هَلْ فِيهَا مِنْ زَكَاةٍ

باب: سامان جب تجارت کے لیے ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ لازم ہوتی ہے

1562 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِي نُعِدُّ لِلْبَيْعِ

❁❁ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اما بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ ہم ہر اس چیز میں سے زکوٰۃ ادا کریں جسے ہم نے تجارت کے لیے تیار رکھا ہو۔

راوی حدیث حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

نام ونسب

سمُرہ نام، ابوعبدالرحمان کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے: سمرہ بن جندب بن ہلال بن حریج بن مراہ بن حزن بن عمرو بن جابر بن ذو الریاستین خشین بن لای بن عاصم (عصیم) ابن شمخ بن فزارہ بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے باپ ان کی صغرسنی میں فوت ہوئے، ماں ان کو لے کر مدینہ آئیں اور انصار میں نکاح کا پیام دیا، لیکن شرط یہ پیش کی کہ شوہر پر میری اور سمرہ دونوں کی کفالت ضروری ہوگی مری بن شیبا بن ثعلبہ نے اس کو منظور کیا اور عقد ہوگیا، سمرہ رضی اللہ عنہ نے انہی کے ظلِ عاطفت میں تربیت پائی۔

اسلام

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات

کم سنی کی وجہ سے بدر میں شرکت نہ کی، احد میں انصار کے لڑکے معائنہ کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو جنگ کے قابل سمجھ کر میدان میں جانے کی اجازت دیدی اور سمرہ رضی اللہ عنہ کو واپس کردیا، سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان کو اجازت دیتے ہیں حالانکہ میں ان سے طاقتور ہوں، اور یقین نہ ہو تو کشتی لڑا کر دیکھ لیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی کا حکم دیا جس میں سمرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل کو اٹھا کر دے پٹکا آپ نے یہ دیکھ کر ان کو بھی میدان

جنگ میں جانے کی اجازت دے دی۔

احد کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

عہد نبوی مدینہ میں بسر کیا، بعد میں بصرہ کی سکونت اختیار کی ۵۰ھ میں جب مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ والی کوفہ کا انتقال ہوگیا، اور زیاد بن سمیہ بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی والی ہوگیا تو اس نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا وہ بصرہ اور کوفہ میں ۶،۶ ماہ رہتا تھا حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بھی دونوں جگہ قیام فرماتے وہ بصرہ آتا تو یہ کوفہ اور وہ کوفہ پہنچتا تو یہ بصرہ چلے جاتے تھے۔

زیاد کا عہد حکومت ہر حیثیت سے یادگار رہے گا، اس کے عہد میں امن وامان کا اس درجہ اہتمام تھا کہ کسی قسم کی شورش بصرہ اور کوفہ میں نشوونمانہ پاسکی، انقلاب پسندوں کا ایک گروہ جو زمانہ قدیم سے موجود تھا، اُس نے ایک مرتبہ سر اٹھایا تو اچھی طرح اس کی سرکوبی کی گئی۔

خوارج جن کا ظہور جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا، نہایت مفسد اور شورہ پشت تھے باوجود اس کے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے جنگ نہروان میں ان کو شکست ہوئی اور ان کے بڑے بڑے بہادر مارے گئے، لیکن پھر بھی پورے طور پر ان کا استیصال نہ ہوسکا، وقتاً فوقتاً سرکشی کرتے اور علم بغاوت بلند کرتے تھے، بصرہ اور کوفہ ان کے مرکز تھے، زیاد کو ان کے قلع قمع کرنے کی بڑی فکر تھی، حسن اتفاق سے سمرہ رضی اللہ عنہ بھی اس کے ہم خیال تھے اس بناء پر سمرہ رضی اللہ عنہ نے خوارج کے قتل کا بالکل تہیہ کرلیا، (طبری:۷/۹۱)

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

كان إذا أتي بو احد منهم قتله، ويقول: شر قتلى تحت أديم السماء، يكفرون المسلمين، ويسفكون الدماء (اسد الغابہ، باب سمرة بن معير: ۱/۴۷۹)

سمرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جو خارجی آتا قتل کراتے اور کہتے کہ آسمان کے نیچے یہ سب سے بدتر مقتول ہیں کیونکہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور خونریزی کرتے ہیں۔

خوارج اسی شدت اور عداوت کی وجہ سے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو برا کہتے اور اُن کی روش پر اعتراض کرتے تھے ان کے مقابلہ میں فضلائے بصرہ کا ایک گروہ جس میں ابن سیرین اور حسن بصری بھی شامل تھے، ان کی تعریف کرتا اور ان کی طرف سے جواب دیتا تھا۔

رمضان ۵۳ھ میں جب زیاد نے وفات پائی تو نظام حکومت میں بھی کچھ تغیر ہوا، بصرہ اور کوفہ دو جداگانہ صوبے قرار پائے اور دونوں کے الگ الگ والی مقرر ہوئے، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بصرہ کے والی مقرر ہوئے جو کم وبیش ایک سال تک اس منصب پر رہے اور ۵۴ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے معزول ہوئے۔

وفات

۵۴ھ میں انتقال کیا، جسم میں سردی سما گئی تھی، علاج کے لئے گرم پانی کی دیگ پر عرصہ تک بیٹھے رہے، لیکن کوئی فائدہ نہیں

ہوا، آخراس نے مرض الموت کی صورت اختیار کرلی ایک روز شدت سے سردی محسوس ہوئی، آتش دانوں میں آگ جلوا کر چاروں طرف رکھوائی؛ لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا، فرمایا کیا بتلاؤں کہ پیٹ کی کیا حالت ہے، غرض اس بے چینی میں دیگ پر بیٹھے اور کھولتے پانی میں گرکر انتقال فرماگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ، ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اور سمرہ رضی اللہ عنہ سے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ تم تینوں میں سب کے بعد مرنے والا آگ میں جل کر مرے گا؛ چنانچہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے اس پیشنگوئی کی تصدیق ہوگئی۔

اولاد

اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں دولڑکوں کے نام یہ ہیں، سلیمان، سعد۔

فضل وکمال

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فضلائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھے اور باوجودیکہ عہد نبوت میں صغیر السن تھے، سینکڑوں حدیثیں یاد تھیں، استیعاب میں ہے۔ کان من الحفاظا المکثرین عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ حدیث کے حافظ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر روایت کرتے تھے۔

تہذیب التہذیب میں ہے کہ ان کی احادیث کا ایک بڑا نسخہ ان کے بیٹے کے پاس تھا۔ (تہذیب:۴/۱۹۸)

سیرین کہتے ہیں کہ یہ رسالہ علم کے بہت بڑے حصہ پر مشتمل تھا۔ (اسدالغابہ:۲/۳۵۴)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو احادیث یادرکھنے میں خاص اہتمام تھا، حافظہ غیر معمولی تھا جس بات کا ارادہ کرتے یاد ہوجاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دوجگہ ٹھہرا کرتے تھے، ایک تکبیر کے بعد جب سبحانك اللهم پڑھتے، دوسرے "ولا الضالین" کے بعد جب آمین کہتے یہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو یاد تھا اور وہ اس پر عامل بھی تھے، حضرت عمران رضی اللہ عنہ بن حصین جوان سے معمر تھے بھول گئے تھے، سمرہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں اس پر عمل کیا تو معترض ہوئے حضرت ابی بن رضی اللہ عنہ کعب کو مدینہ خط لکھا گیا انہوں نے جواب دیا سمرہ کو ٹھیک یاد ہے۔ (مسند:۵)

اسی طرح خطبہ میں ایک حدیث روایت کی، ثعلبہ بن عباد عبدی موجود تھے، کہتے ہیں کہ جب دوبارہ بیان کی تو الفاظ میں کہیں بھی تفاوت نہ تھا (ایضا) بایں ہمہ قوت حفظ روایت حدیث میں محتاط تھے، مسند احمد میں ہے:

إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أَتَكَلَّمَ بِكَثِيرٍ مِمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ هَاهُنَا مَنْ هُوَ أَكْبَرُ مِنِّي وَكُنْتُ لَيَالَتَئِذٍ غُلَامًا وَإِنِّي كُنْتُ لَأَحْفَظُ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ

(مسند احمد، باب ومن حدیث سمرۃ بن جندب عن النبی، حدیث نمبر:۱۹۳۴۷)

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کچھ سنا ہے؛ لیکن اس کو بیان کرنے میں اکابر صحابہ کا ادب مانع ہوتا ہے یہ لوگ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لڑکا تھا تاہم جو کچھ سنتا تھا یاد رکھتا تھا۔

کبھی کبھی احادیث روایت کرتے اور کسی کو کوئی شبہ ہوتا تو اس کا جواب دیتے تھے، ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک

معجزہ کوسنا اور پوچھا کہ کیا کھانا زیادہ ہوگیا تھا؟ بولے تعجب کی کیا بات ہے؟ لیکن وہاں (آسمان) کے سوا اور کہیں سے نہیں بڑھا تھا۔ (مسند:۱۸)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح سے روایتیں کی ہیں، کتابوں میں ان کی سند سے کل (۱۲۳) حدیثیں مندرج ہیں، راویوں کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بن حسین، شعبی، ابن ابی لیلٰی، علی بن ربیعہ، عبداللہ بن بریدہ، حسن بصری، ابن سیرین، مطرف بن شخیر، ابو العلاء، ابورجاء، قدامہ بن دبرہ، زید بن عقبہ، ربیع بن عمیلہ، ہلال بن لیاف ابو نضرۃ العبدی، ثعلبہ بن عباد۔

اخلاق

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ میں بہت سی اخلاقی خوبیاں تھیں، وہ نہایت امانت دار، راست گو اور بہی خواہ اسلام تھے۔ (استیعاب:۲/۵۷۹)

پچھنا لگانا آنحضرت ﷺ کی سنت ہے اس پر عملدرآمد کرتے تھے۔ (مسند:۵/۱۸)

عرب میں احنف نامی ایک شخص نے ایک خاص قسم کی تلوار تھی، سمرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی نقل بنوائی ان کے شاگردوں میں ابن سیرین نے بھی اس کی نقل لی تھی۔

آنحضرت ﷺ نماز میں جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا، دوجگہ سکوت کرتے تھے، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا بھی اس پر عمل تھا۔

مال تجارت کی زکوٰۃ کا بیان

مال تجارت کے سامان میں زکوٰۃ واجب ہے۔ خواہ سامان کسی طرح کا بھی ہو اس شرط کے ساتھ کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچنے والی ہو۔ اس لئے کہ مال تجارت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سامان کی قیمت لگائی جائے پھر ہر دوسو دراہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے۔ (سنن ابوداؤد) کیونکہ بندہ جب تجارت کرتا ہے تو یہ تجارت کرنا سامان کے لئے طلب نمو ہے۔ لہٰذا یہ طلب نمو شریعت والے طلب نمو کی طرح ہوگیا۔ اور تجارت کی نیت اس لئے شرط ہے تا کہ نامی ہونا ثابت ہو جائے۔

اس کے بعد صاحب قدوری نے کہا ہے۔ کہ سامان کی قیمت ایسی نقدی سے لگائی جائے جس سے مسکینوں کو فائدہ ہو۔ فقراء کے حق میں احتیاط کی وجہ سے یہ حکم ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت ہے جبکہ مبسوط میں مالک کو اختیار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ چیزوں کی قیمت کا اندازہ کرنے میں دونوں نقد برابر ہیں۔ اور زیادہ نفع بخش تفسیر یہ ہے کہ ایسی نقدی کے ساتھ قیمت لگائے جس کے ساتھ اندازہ کرنے میں نصاب برابر ہوجائے۔ اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ سامان کی قیمت اسی نقدی کے ساتھ لگائے جس نقدی سے اس نے خریداری کی تھی۔ لیکن شرط یہ کہ ثمن نقدی

سے دی ہو۔کیونکہ مالیت کو پہچاننے میں یہ سب سے زیادہ وسیع ہے۔اور اگر اس نے سامان نقدی کے سوا کسی دوسری چیز سے خریداری کر کے لیا ہے تو پھر اس طرح کی نقدی سے اندازہ کرے جو سب زیادہ چلنے والی ہو۔اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ہر حالت میں غالب نقدی کے ساتھ قیمت کا اندازہ کیا جائے گا۔جس طرح غصب شدہ اور ہلاک شدہ سامان میں کیا جاتا ہے۔(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

نیت تجارت کی صراحت ودلالت کا بیان

علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

نیت تجارت کبھی صراحۃً ہوتی ہے کبھی دلالۃً صراحۃً یہ کہ عقد کے وقت ہی نیت تجارت کر لی خواہ وہ عقد خریداری ہو یا اجارہ۔ثمن روپیہ اشرفی ہو یا اسباب میں سے کوئی شے۔دلالۃً کی صورت یہ ہے کہ مال تجارت کے بدلے کوئی چیز خریدی یا مکان جو تجارت کے لئے ہے اس کو کسی اسباب کے بدلے کرایہ پر دیا تو یہ اسباب اور وہ خریدی ہوئی چیز تجارت کے لئے ہے اگرچہ صراحۃً تجارت کی نیت نہ کی۔یونہی اگر کسی سے کوئی چیز تجارت کے لئے قرض لی تو یہ بھی تجارت کے لئے ہے مثلاً دوسو درم کا مالک ہے اور من بھر گیہوں قرض لئے تو اگر تجارت کے لئے نہیں لئے تو زکوٰۃ واجب نہیں کہ گیہوں کے دام انہیں دوسو سے مجرا کئے جائیں گے تو نصاب باقی نہ رہی اور اگر تجارت کے لئے ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی کہ ان گیہوں کی قیمت دوسو پر اضافہ کریں اور مجموعہ سے قرض مجرا کریں تو دوسو سالم رہے لہٰذا زکوٰۃ واجب ہوئی۔

جس عقد میں تبادلہ ہی نہ ہو جیسے ہبہ، وصیت، صدقہ یا تبادلہ ہو مگر مال سے تبادلہ نہ ہو جیسے مہر، بدل خلع، بدل عتق ان دونوں قسم کے عقد کے ذریعہ سے اگر کسی چیز کا مالک ہوا تو اس میں نیت تجارت صحیح نہیں یعنی اگرچہ تجارت کی نیت کرے زکوٰۃ واجب نہیں۔یونہی اگر ایسی چیز میراث میں ملی تو اس میں بھی نیت تجارت صحیح نہیں۔

مورث کے پاس تجارت کا مال تھا۔اس کے مرنے کے بعد وارثوں نے تجارت کی نیت کی تو زکوٰۃ واجب ہے۔یونہی چرائی کے جانور وراثت میں ملے تو زکوٰۃ واجب ہے چرائی پر رکھنا چاہتے ہوں یا نہیں۔نیت تجارت کے لئے یہ شرط ہے کہ وقت عقد نیت ہو اگرچہ دلالۃً تو اگر عقد کے بعد نیت کی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی۔یونہی اگر رکھنے کے لئے کوئی چیز لی اور یہ نیت کی کہ نفع ملے گا تو بیچ ڈالوں گا تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ تجارت کے لئے غلام خریدا تھا پھر خدمت لینے کی نیت کر لی پھر تجارت کی نیت کی تو تجارت کا نہ ہوگا جب تک ایسی چیز کے بدلے نہ بیچے جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔(عالمگیری۔درمختار، کتاب زکوٰۃ، بیروت)

مال تجارت (عروض) میں زکوٰۃ:

سونے، چاندی اور مویشیوں کے علاوہ جو مال ہو وہ سامانِ تجارت میں شامل ہے۔

مال تجارت سے کیا مراد ہے:

مال تجارت (عروض) سے مراد ہر وہ مال ہے جو اس نیت سے خریدا ہو کہ اسے تجارت میں لگائیں گے یا آگے فروخت کریں گے۔اور یہ نیت ابھی تک برقرار ہو۔

لہٰذا وہ مال جو آگے بیچنے کے ارادے سے نہیں خریدا بلکہ گھریلو ضروریات کے لیے خریدا ہے، (جیسے پہننے کے لیے کپڑا، گھر میں پکانے کے لیے چاولوں کا ٹرک، یا رہائشی مکان تعمیر کرنے کے لیے پلاٹ خریدا) تو یہ مال مال تجارت نہیں کہلائے گا۔

ایسا مال جو آگے بیچنے کی نیت سے نہیں خریدا بلکہ گھریلو ضروریات کے لیے خریدا تھا بعد میں اسے بیچنے کا ارادہ کرلیا تب بھی وہ مال مال تجارت نہیں بنے گا۔ اس لیے کہ جب اسے خریدا تھا اس وقت بیچنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ ایسا مال محض بیچنے کے ارادے سے تو مال تجارت نہیں بنتا لیکن اگر کوئی شخص (بالفعل) تجارت شروع کردے یعنی ارادے کے بعد کسی سے سودا وغیرہ طے کرلے اور اسے بیچ دے تو یہ مال مال تجارت (عروض) بن جائے گا۔ چنانچہ حاصل ہونے والی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اس کے برعکس جو مال تجارت کی نیت سے خریدا تھا اور اسی نیت کی وجہ سے مال تجارت (عروض) بن چکا تھا، لیکن اب اسے آگے بیچنے کا ارادہ ترک کردیا۔ مثلاً کوئی پلاٹ یا فلیٹ آگے بیچنے کی نیت سے خریدا تھا مگر اب اسے اپنی رہائش میں استعمال کرنے کا ارادہ کرلیا تو وہ مال بھی مال تجارت نہیں رہے گا۔ صرف ارادے سے ہی اس کی مال تجارت ہونے کی حیثیت ختم ہوجاتی ہے۔

مال تجارت میں نصاب زکوٰۃ:

مال تجارت (عروض) خواہ کسی قسم کا ہو (کپڑا ہو یا اناج، جنرل اسٹور کا سامان ہو یا اسٹیشنری کا سامان، مشینری ہو یا بجلی کا سامان) اگر سونے کے نصاب (ساڑھے سات تولہ) یا چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) میں سے کسی ایک کی بازاری قیمت کے برابر ہو تو اس مال پر زکوٰۃ فرض ہوجاتی ہے۔

پھر حولان حول (سال گزرنے) کی شرط کے ساتھ اس کا ادا کرنا فرض ہوجاتا ہے۔ نیت اور تملیک پائی جائے تو ادائیگی صحیح ہوجاتی ہے۔

مال تجارت کے نصاب پر سال پورا ہوجائے تو اس کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ کل مال تجارت کی بازاری قیمت لگائی جائے اور اس کل قیمت کا ڈھائی فیصد (چالیسواں حصہ) رقم زکوٰۃ کے مستحق کو دے دی جائے یا کل رقم کے اڑھائی فیصد کے برابر وہی مال تجارت مستحق کو دیدیا جائے۔

ضروری وضاحت مال تجارت میں خود دکان کی قیمت اور اس میں موجود فرنیچر کی قیمت، اسی طرح کارخانے میں مشینری کی قیمت کو شمار نہیں کیا جائے گا۔

وجہ صاف ظاہر ہے کہ خود دکان اور اس میں فرنیچر اور فیکٹری کی مشین چونکہ آگے بیچنے کی نیت سے نہیں خریدی لہٰذا وہ مال تجارت میں شامل نہیں ہوگی۔

بلکہ اس نظر سے دیکھا جائے کہ یہ دکان فرنیچر اور مشینری وغیرہ روزگار کا آلہ اور ذریعہ ہیں تو یہ حاجت اصلیہ میں شامل ہونگے اور زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے مال کا حاجت اصلیہ سے زائد ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی نے فرنیچر کی دکان بنائی یا ایسی دکان جس میں کارخانے کی مشینری فروخت ہوتی ہو تو اب یہ چیزیں مال تجارت میں شامل ہونگی۔ کیونکہ ایسی دکانوں میں فرنیچر یا مشینری بیچنے کے ارادے سے خرید کر رکھی جاتی ہے۔

مال تجارت کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ:

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔اور ابن منذر نے کہا ہے کہ اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔اور اس کی روایت حضرت عمر بن خطاب،ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ہے۔
فقہاء سبعہ سے بھی اسی طرح روایت ہے اور وہ حضرت سعید بن مسیب،قاسم بن محمد،عروہ بن زبیر،ابوبکر بن عبدالرحمن بن حرب،خارجہ بن زید،عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ،سلمان بن یسار،طاؤس،حسن بصری،اور ابراہیم نخعی،اوزاعی،ثوری،حضرت امام شافعی،،امام احمد اور امام اسحاق وغیرہ تمام کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے۔
حضرت امام مالک اور ربیعہ نے کہا ہے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔(البنائیہ شرح الہدایہ،۴ص،۱۰۲،حقانیہ ملتان)

کمپنی اور مشترک کاروبار کے حصہ داروں کی زکوٰۃ:

مشترکہ تجارت اور کمپنی فیکٹری وغیرہ کے حصہ داروں کی زکوٰۃ مجموعہ رقم اور مال پر واجب نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ ہر حصہ دار کی زکوٰۃ اس کے حصہ کے حساب سے ادا کرنا واجب ہوگا؛ لہٰذا جس کا حصہ نصاب کو پہنچے گا؛ اس پر اپنے حصہ کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا اور جس کا حصہ نصاب کو نہیں پہنچتا ہے اور اسکے پاس اس کے علاوہ اتنا مال نہیں ہے جس کو ملا کر نصاب مکمل ہو سکتا ہے تو ایسے حصہ دار پر زکوٰۃ ہی واجب نہیں ہے اور جس کے پاس شرکت کے حصہ کے علاوہ اتنا مال ہے جس کو ملا کر نصاب مکمل ہو جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے؛ لیکن وہ اپنے حصہ کی زکوٰۃ اپنے طور پر نکالا کریگا۔(ایضاح النوادر:۱/،ناشر:مکتبۃ الاصلاح،مرادآباد)

شیرز کی زکوٰۃ کے بارے میں فقہی دلائل:

ملوں اور کمپنیوں کے شیئرز پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؛ بشرطیکہ شیئرز کی قیمت بقدر نصاب ہو یا اس کے علاوہ دیگر مال مل کر شیئر ہولڈر مالک نصاب بن جاتا ہو؛ البتہ کمپنیوں کے شیئرز کی قیمت میں؛ چونکہ مشینری اور مکان اور فرنیچر وغیرہ کی لاگ بھی شامل ہوتی ہے جو درحقیقت زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے؛ اس لیے اگر کوئی شخص کمپنی سے دریافت کر کے جس قدر رقم اس کی مشینری اور مکان اور فرنیچر وغیرہ میں لگی ہوئی ہے، اُس کو اپنے حصے کے مطابق شیئرز کی قیمت میں سے کم کر کے باقی کی زکوٰۃ دے تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔سال کے ختم پر جب زکوٰۃ دینے لگے اس وقت جو شیئرز کی قیمت ہوگی وہی لگے گی۔(درمختار وشامی)
پراویڈنٹ فنڈ جو ابھی وصول نہیں ہوا اُس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؛ لیکن ملازمت چھوڑنے کے بعد جب اس فنڈ کا روپیہ وصول ہوگا، اس وقت اس روپیہ پر زکوٰۃ فرض ہوگی، بشرطیکہ یہ رقم بقدر نصاب ہو یا دیگر مال کے ساتھ مل کر بقدر نصاب ہو جاتی ہو وصولیابی سے قبل کی زکوٰۃ پراویڈنٹ کی رقم پر واجب نہیں، یعنی پچھلے سالوں کی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔
صاحب نصاب اگر کسی سال کی زکوٰۃ پیشگی دے دے تو یہ بھی جائز ہے؛ البتہ اگر بعد میں سال پورا ہونے کے اندر مال بڑھ گیا تو اس بڑھے ہوئے مال کی زکوٰۃ علیحدہ دینا ہوگی۔(درمختار وشامی)
شیرز کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں عام طور پر یہ بحث کی جاتی تھی کہ شیرز کی نوعیت صنعتی ہے یا تجارتی؟ اگر اس کی نوعیت صنعتی ہو یعنی اس کے ذریعہ مشنریز اور آلات خرید کئے جاتے ہوں اور پھر ان سے مال تیار کیا جاتا ہو تو اصولی طور پر مشنریز کی صورت میں

جو سرمایہ محفوظ ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہونی چاہیے؛ البتہ جو حصص تجارت میں مشغول کئے جائیں ان پر زکوٰۃ واجب ہونی چاہیے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج کل حصص بجائے خود ایک تجارت بن گئے ہیں اور بڑے پیمانے پر اس کی خرید وفروخت عمل میں آتی ہے؛ اسی لیے عصرِ حاضر کے محقق علماء نے شیئرز کو مطلق ایک تجارت تسلیم کیا ہے اور یہی موجودہ ماہرینِ اقتصادیات کی رائے ہے؛ لہٰذا شیئرز بجائے خود سامانِ تجارت ہے اور اس میں زکوٰۃ واجب ہے، جن لوگوں نے اس نیت سے حصص خریدے ہوں کہ حصص کو باقی رکھتے ہوئے کمپنی جو نفع دے اس سے استفادہ کرنا ہے، ان کو تو زکوٰۃ حصص کی اصل قیمت کے لحاظ سے ادا کرنی ہوگی، جو خود کمپنی کو تسلیم ہو اور جن لوگوں نے حصص اس مقصد کے لیے خرید کیا ہو کہ قیمت بڑھنے کے بعد اسے فروخت کردیں گے ان لوگوں کو موجودہ مارکٹ کی قیمت کے لحاظ سے حصص کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہیے، مثلاً کمپنی کے نزدیک اس کی قیمت پچیس روپے ہے اور بازار میں اس وقت یہ حصص ڈھائی سو روپے کے حساب سے فروخت کئے جارہے ہیں تو پہلی صورت میں پچیس روپے کے حساب سے اور دوسری صورت میں ڈھائی سو روپے کے حساب سے قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ (جدید فقہی مسائل)

باونڈز کی زکوٰۃ کا بیان:

باونڈز اصل میں قرض کی سند اور اس کی دستاویز ہے؛ گو آج کل باونڈز کی بھی خرید وفروخت ہونے لگی ہے؛ مگر شرعاً یہ ناجائز اور حرام ہے، فقہ کی اصطلاح میں باونڈز کی حیثیت دین قوی کی ہے، اس لیے قرض کی وصولی کے بعد گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی ہوگی، سود کی شکل میں جو رقم حاصل ہو وہ تو حرام ہونے کی وجہ سے کل کی کل واجب التصدق ہے؛ لیکن اگر اس شخص نے صدقہ نہ کیا ہو تو پھر اس کا حکم بھی زکوٰۃ کے باب میں دوسرے اموالِ حرام کا سا ہوگا، مال حلال کے ساتھ اس طرح مل جائے کہ سودی رقم کا حساب بھی محفوظ نہ رہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق دوسرے اموال کے ساتھ ملا کر اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(جدید فقہی مسائل)

انعامی باؤنڈز کی خرید وفروخت کے عدم جواز کا بیان:

پرائز بونڈ خواہ بینک کے جاری کردہ ہوں یا کسی اور سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ کے یہ درحقیقت سود اور جوے کی ایسی مرکب شکلیں ہیں جو اسلامی شریعت کی رو سے قطعاً ناجائز ہیں۔ ان پرائز بونڈز میں سود تو اس لیے ہے کہ انعامی بونڈز کی رقم بینک یا کسی بھی متعلقہ ادارہ کے ذمہ قرض ہے اور انعامی بونڈز رکھنے والوں کو بصورت انعام جو کچھ ملتا ہے وہ اسی قرض پر ملتا ہے جو کہ جملہ انعامی بونڈز رکھنے والوں سے مشروط ہے اور قرض پر ہر قسم کا مشروط نفع شریعت کی رو سے سود ہے۔

اور اگر اس نفع کو صرف انعام بھی تصور کرلیا جائے تو بھی اس کا حصول جائز نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض دے کر ہدیہ تک لینے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح پرائز بونڈز کے انعام میں بھی جوا شامل ہے بایں معنیٰ کہ پرائز بونڈز کے حصہ داران زائد رقم وصول کرنے کی غرض سے رقم جمع کراتے ہیں لیکن یہ زائد رقم قرعہ اندازی اور اس میں نام آنے کے ساتھ مشروط ہے، اس لیے غیر یقینی طور پر تردد میں رہتے ہیں کہ نام آئے گا یا نہیں کیونکہ زائد رقم کے ملنے اور نہ ملنے کے امکانات برابر ہیں اور اسی کو شرعی اصطلاح میں قمار (جوا) کہتے ہیں۔

کاروباری نقطہ نظر سے جس کاروبار میں نفع نہ ہو وہ نقصان ہے تو جن انعامی بونڈز رکھنے والوں کے نام نہیں آتے وہ گویا نقصان میں ہیں اور نفع نقصان کے درمیان معلق رہنے والا معاملہ شرعاً جوا کہلاتا ہے کہ یا تو اصل رقم سے زائد رقم مل جائے گی اور یا اصل تو محفوظ رہیگی لیکن جس نفع کی لالچ میں بونڈز خریدے تھے کم از کم وہ نفع حاصل نہیں ہوا۔

اس لئے پرائز بونڈز کی خرید وفروخت کرنا اور اس سے ملنے والا انعام یا نفع از روئے شریعت ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم (جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی)

پرائز بونڈ پر جو رقم ملتی ہے وہ جوا ہے اور سود بھی، جوا اس طرح ہے کہ بونڈ خریدنے والوں میں سے کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کو اس بونڈ کے بدلے میں دس روپے ہی ملیں گے یا مثلاً پچاس ہزار۔ اور سود اس طرح ہے کہ پرائز بونڈ خرید کر اس شخص نے متعلقہ ادارے کو دس روپے قرض دیئے اور ادارے نے اس روپے کے بدلے اس کو پچاس ہزار دس روپے واپس کئے، اب یہ زائد رقم جو اِنعام کے نام پر اس کو ملی ہے، خالص سود ہے۔ (یوسف لدھیانوی)

انعامی باؤنڈز کی خرید وفروخت کے جواز کا بیان:

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک انعامی باؤنڈز کی بیع جائز ہے۔ اور حکومت کی طرف سے اس کو خریدنے کی ترغیب کے لئے جو انعام جاری کیا جاتا ہے۔ وہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس انعام پر ربو یا قمار کی تعریف صادق نہیں آتی۔ مودودی اور مولوی مزمل نے اس پر مصنوعی انداز فکر سے گفتگو کی ہے انہوں نے پہلے اس کو ناجائز فرض کر لیا ہے۔ پھر اس کے بعد زبردستی قمار کے معنی پہنا کر ناجائز بنا دیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم، ۴،ص ۱۱۴، فرید بک سٹال لاہور)

انعامی باؤنڈز کی خرید وفروخت میں مصنف کا نظریہ:

ہمارے نزدیک حکومتی انعامی باؤنڈز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے جواز میں سعیدی صاحب نے جتنے دلائل ذکر کیے ہیں۔ ان سے جواز کی قطعیت یا اباحت ثابت نہیں ہوتی۔ اور جہاں دیوبندی مکتب فکر کا نظریہ ہے وہ واقعی مصنوعی انداز فکر ہے۔ لیکن دلائل شرعیہ سے ہم اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس بیع کو اگر ہم اسلامی احکام میں بیان کردہ بیوع جو جائز ہیں ان میں کسی جزی پر منطبق کریں تو اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے اس میں اشتباہ پڑ گیا اور شریعت نے اشتباہ سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو خود سنا ہے اور اسے یاد رکھا ہے کہ جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو اور اس چیز کی طرف میلان رکھو جو تم کو شک میں نہ ڈالے کیونکہ حق دل کے اطمینان کا باعث ہے اور باطل شک وتردد کا موجب ہے) (مشکوۃ المصابیح)

ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ شبہات میں پڑنے سے بچو اور جو چیزیں شبہات میں مبتلا کرنے والی ہوں ان سے اجتناب کرو بعض علماء کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ از قسم اقوال واعمال جس چیز کی حلت وحرمت کے بارے میں تمہارا ضمیر شک میں مبتلا ہو جائے تو اس چیز کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کر لو جس کے بارے میں تمہارا ضمیر کسی شک میں مبتلا نہ ہو کیونکہ انسان کا ضمیر چونکہ غلط

راہنمائی نہیں کرتا اس لئے کسی چیز کے بارے میں ضمیر کا شک میں مبتلا ہونا اس چیز کے غلط اور باطل ہونے کی علامت ہے اور کسی چیز کے بارے میں ضمیر کا مطمئن ہوجانا اس چیز کے صحیح اور حق ہونے کی علامت ہے گویا کسی چیز کے صحیح یا غلط ہونے اور اس کے حلال یا حرام ہونے کی پہچان کے لئے یہ ایک قاعدہ اور کسوٹی ہے تاہم یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ یہ بات ہر شخص کو حلال نہیں ہوتی بلکہ یہ وصف خاص ان صالح انسانوں کو نصیب ہوتا ہے جن کے ذہن وفکر اور جن کے دل ودماغ تقویٰ وایمان داری اور راستبازی وحق پسندی کے جوہر سے معمور ہوتے ہیں۔

قرض پر قیاس کرنے کی وجہ سے انعامی باؤنڈز کی ممانعت:

انعامی باؤنڈز کی صرف ایک ہی صورت بن سکتی ہے کہ اس کو قرض پر قیاس کیا جائے۔ اور یہ کہا جائے کہ حکومت لوگوں سے قرض لے کر مختلف کاروبار پر خرچ کرتی ہے۔ اور تمام کے مال کو بعینہ واپس کرتی ہے۔ جبکہ بعض کو بطور انعام اصل رقم سے زائد دیتی ہے اور یہی زیادہ دینا غلط ہے۔ کیونکہ ہر وہ شخص جو باؤنڈز خریدتا ہے وہ اس توقع یا امید پر خریدتا ہے کہ اس کو اصل رقم سے زائد رقم ملے گی اور یہی سود ہے۔

علامہ سعیدی صاحب کی تحقیق ہے کہ سود کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ یہ ابتدائی معاملہ ہے جبکہ انتہائی معاملہ جو مقام مسبب پر ہے اور جس پر حکم کا اطلاق ہونا ہے اگر اس دیکھا جائے تو اس پر سود کی تعریف بھی صادق آجائے گی۔ اور اس قاعدہ فقہیہ بھی صادق آئے گا۔ اور یہ اعتراض بھی دور ہوجائے گا کہ آپ خریدنے والے کی نیت تو نہیں جانتے کہ وہ زیادہ کی نیت کررہا ہے یا نہیں تو اس کا جواب بڑا آسان ہے اگر حکومت اعلان کردے کہ کسی باؤنڈز خریدنے والے کو اصل رقم سے زائد رقم نہ ملے گی۔ تو اس وقت حال اسی بات پر دلالت کرے گا۔ کہ لوگوں کا باؤنڈز کو خریدنا یہ اصل سے رقم سے زائد وصول کرنے کے ساتھ بطور حکم متعین ہو گیا۔ اور فقہی قاعدے کے مطابق حال بھی اسی طرح دلالت کرنے والا ہے جس طرح قول دلالت کرتا ہے۔ اور قاعدہ حسب ذیل ہے۔

صاحب اصول کرخی لکھتے ہیں۔

حال اسی طرح دلالت کرتا ہے جس طرح قول دلالت کرتا ہے۔ قاعدہ فقہیہ:

ان للحالة من الدلالة کما للمقالة۔ (الاصول)

بے شک حال اسی طرح دلالت کرتا ہے جس طرح قول دلالت کرتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیر شادی شدہ لڑکی سے مشورہ کئے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اسکی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کنواری کی اجازت کس طرح ہے؟ فرمایا: اسکی خاموشی۔ (مسلم ج۱ ص ۴۵۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حال بھی ایسی ہی دلالت کرتا ہے جس طرح قول دلالت کرتا ہے، اسی وجہ سے کنواری لڑکی کے سکوت کو اجازت کے قائم مقام کیا گیا ہے کہ وہ شادی بیاہ کے تمام معاملات کو دیکھتے ہوئے اور گھر میں اس بیاہ سے پہلے گھر والوں

اور والدین کے مشوروں کے سننے کے باوجود اس نے انکار نہیں کیا حتی کہ وہ تمام شادی کے ابتدائی معاملات کو خوشی سے نمٹاتی رہی اور ابتدائی تمام مراحل و مراسم میں اس کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تمام معاملات پر راضی ہے اور اسکی یہی حالت اسی طرح دلیل ہے جس طرح کسی سے نکاح کے بارے میں اس کا قول معتبر ہوتا ہے۔

انعامی باؤنڈز کو خریدنے میں لوگوں کا حال یعنی اصل رقم سے زائد وصول کرنے کا حال اسی طرح دلالت کرنے والا ہے۔جس طرح وہ کسی کو رقم قرض دیکر اس سے زائد رقم کا مطالبہ کرتے ہیں۔

جہاں تک لوگوں کے خریدنے کو ہم انعام کی قید سے مقید کر رہے ہیں تو اس سلسلے میں بھی ہمارے پاس دلیل موجود ہے۔کہ بہت سے مواقع ہیں جہاں فقہاء احناف کے اصول کے مطابق بھی مفہوم مخالف جائز ہے۔اور یہاں مفہوم مخالف اعتبار کرنے سے یعنی اصل رقم سے زائد رقم نہ ملنے کا اعلان لوگوں کے عمل کو قلعی کھولنے والا ہے۔اور لوگوں کے فعل کا بطور حقیقت اس طرح اظہار ہوگا کہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ یقیناً ہر شخص انعامی باؤنڈز انعام کی خاطر خریدنے والا ہے۔اور جس کا نام انعام ہے جبکہ اصل میں وہ سود ہے۔

قاعدہ فقہیہ مفہوم مخالف اگرچہ حجت علی الاطلاق نہیں تاہم اپنی شرائط واقسام کے ساتھ یہ حجت ہوتا ہے:

امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مفہوم مخالف کی کوئی قسم معتبر نہیں۔(شرح نووی مسلم، ج ا، ص ۴۸۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مفہوم مخالف کی تعریف:

مسکوت عنہ کا حکم نفی اور اثبات میں مذکور کے خلاف ہو اور وہ حکم مسکوت عنہ کے لئے منطوق کے خلاف ثابت ہوگا اس کو دلیل خطاب کہتے ہیں

وہ مواقع جہاں مفہوم مخالف بالکل معتبر نہیں ہوتا:

ا۔قتل اولاد:

ترجمہ: اپنی اولاد کو تنگی رزق کی وجہ سے قتل مت کرو۔(بنی اسرائیل) اس آیت میں اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کی وجہ سے قتل کرنے کی ممانعت کا بیان ہے، تو کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ قتل اولاد کی ممانعت تو خوف رزق کی وجہ سے ہے لہٰذا اگر رزق کی تنگی کی وجہ نہ ہو تو پھر اولاد کو قتل کر دیا جائے گا، تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہاں مفہوم مخالف بالکل معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ نص کے خلاف ہے۔

مفہوم مخالف کے معتبر ہونے کی شرائط:

ا۔مفہوم مخالف اس وقت حجت ہوگا جب کوئی حجت جو اس سے معارض ہو مضبوط یا موافق نہ ہو۔

۲۔منطوق سے اظہار احسان یا امتنان مقصود نہ ہو، جس طرح قرآن میں آیا ہے۔ترجمہ: وہ ذات جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ(نحل ۱۴)

اس آیت میں گوشت کو لفظ ''تازہ'' کے ساتھ مقید کیا گیا ہے یہ وہ موقع ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر ہے اس لئے اس گوشت کو تازہ کی صفت سے موصوف کیا ہے لہٰذا یہاں پر مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہوئے یہ معنی ہرگز نہیں ہوگا کہ باسی گوشت کھانے کی ممانعت ہے کیونکہ یہاں سے مراد اظہار احسان مقصود ہے۔

۳۔ وہ مفہوم مخالف کسی حکم خاص یا واقعہ خاصہ سے متعلق سوال کا جواب نہ ہو۔ جس طرح قرآن میں آیا ہے۔ ترجمہ: اے ایمان والو؛ دگنا چوگنا کر کے سود نہ کھاؤ۔ (آل عمران ۱۳۰) اس حکم کا مفہوم مخالف تو یہ ہوگا کہ اگر سود دگنا یا چوگنا نہ کیا جائے تو پھر اس کو کھانا چاہیے حالانکہ سود کسی طرح بھی جائز نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر حکم ایک خاص واقعہ کی طرف منسوب ہے جواب جائز نہیں

۴۔ اگر منطوق میں صفت کا ذکر تبعاً ہو تو مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوگا، جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ ترجمہ: تم اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو، جب تم مساجد میں معتکف ہو۔ (البقرہ، ۱۸۷) اس آیت میں مساجد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کیونکہ حالت اعتکاف میں علی الاطلاق جماع منع ہے۔

۵۔ سیاق کلام سے عموم کا قصد ظاہر نہ ہو اور اگر سیاق کلام سے عموم ظاہر ہو تو پھر وہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوگا، اس کی مثال یہ ہے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر موجود پر قادر ہے۔ (حشر ۶) اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے اور یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ معدوم پر قادر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ معدوم اور ممکن پر بھی قادر ہے۔

۶۔ مفہوم مخالف مراد لینے سے اصل یعنی منطوق باطل نہ ہو۔

۷۔ جب منطوق سے کسی صفت سے تعظیم کا قصد وارادہ نہ ہو جیسے رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے وہ خاوند کے سوا کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے۔

اس حدیث میں اللہ اور آخرت پر ایمان کی قید محض اس حکم کی تعظیم واحترام کے لئے ہے لہٰذا اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں۔

۸۔ منطوق میں جو قید لگائی گئی ہو وہ اکثر واغلب نہ ہو، اور اگر منطوق کی قید اکثر واغلب ہوئی تو مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوگا اسکی مثال یہ ہے۔

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو ان کی پہلے والی لڑکیاں جن کی تمہارے ہاں پرورش ہوئی۔ (وہ بھی تم پر حرام ہیں)۔ (النساء ۲۳) اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ بیوی کی وہ پہلی لڑکیاں جو کسی دوسرے خاوند سے ہیں جن کی پرورش بھی سابقہ خاوند کے ہاں ہوئی وہ حلال ہوں۔

مفاہیم مخالفہ کا اعتبار:

ا۔ مفہوم صفت:

جب ذات کی کسی ایک صفت پر حکم کو معلق کیا جائے جیسے ''خودرَو گھاس کھانے والی بکریوں پر زکوٰۃ ہے'' اس کا مفہوم مخالف یہ

ہے کہ جن بکریوں کو کاٹ کر یا خرید کر گھاس کھلائی جائے ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ یہ وصف عام ہے علت ہو یا نہ ہو۔

۲۔ مفہوم علت:

جب کسی چیز کی علت پر حکم کو معلق کیا جائے جیسے "شراب نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام کی گئی ہے" اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ شراب اپنے اور وصف مثلاً مخصوص رنگ یا بو کی وجہ سے حرام نہیں کی گئی۔ یہ وصف خاص ہے۔

۳۔ مفہوم شرط:

یہاں شرط سے مراد شرط شرعی ہے جس کا وجود مشروط پر موقوف ہوتا ہے اور مشروط میں داخل اور موثر نہ ہو جیسے استقبال قبلہ نماز کے لیے شرط ہے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کسی اور جانب نماز پڑھنا شرط نہیں ہے اور اسی طرح شرط سے مراد شرط لغوی مراد نہیں ہے جس طرح کوئی شخص کہے کہ اگر تم میری عزت کرو گے تو میں تمہاری عزت کروں گا۔

۴۔ مفہوم عدد:

جب حکم کو کسی عدد پر معلق کیا جائے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اس سے کم یا زیادہ پر حکم معلق نہیں ہوگا جیسے قرآن میں آیا ہے۔

ترجمہ: اور طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض روک رکھیں۔ (البقرہ ۲۲۸) اس مفہوم مخالف یہ ہے کہ مطلقہ کی عدت نہ تو دو حیض ہے اور نہ ہی چار حیض ہے۔

۵۔ مفہوم غایت:

جب کسی چیز کی انتہاء پر حکم کو معلق کیا جائے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اس بیان کردہ غایت کے علاوہ میں یہ حکم معتبر نہ ہوگا جیسے قرآن میں ہے۔ ترجمہ: اپنے چہروں کو دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ۔ (مائدہ ۶) اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کہنیوں کے بعد کندھوں تک ہاتھوں کو دھونا وضو میں فرض نہیں ہے۔

۶۔ مفہوم لقب:

جب کسی حکم کو علم شخصی یا علم نوعی پر معلق کیا جائے جیسے "زید کھڑا ہے" اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کوئی اور شخص نہیں کھڑا۔ اور ایسے ہی "بکریوں میں زکوٰۃ ہے" اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ بکریوں کے علاوہ اور کسی جانور پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

۷۔ مفہوم حصر:

جب کسی چیز کے حکم کو حصر کے ساتھ محصور کیا جائے جیسے "زید کے سوا کوئی اور شخص کھڑا نہیں ہوا"۔

۸۔ مفہوم زماں:

جب کسی حکم کو زمانے کے ساتھ معلق کیا جائے جیسے قرآن میں آیا ہے ترجمہ: حج معروف مہینوں میں ہے۔ (البقرہ ۱۹۷)
اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ ان مہینوں کے علاوہ حج نہیں ہے۔

۹۔ مفہوم مکاں:

جب کسی حکم کو مکاں کے ساتھ معلق کیا جائے جیسے "میں زید کے سامنے بیٹھا" یعنی اس کے پیچھے نہیں بیٹھا۔

(ارشاد الفحول ص ۱۷۰، مطبوعہ مصر)

انعامی باؤنڈز کو مفہوم غایت پر اگر منطبق کیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ابتدائی طور پر اگرچہ اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی لیکن انتہائی اعتبار سے اس پر سود کی تعریف صادق آتی ہے۔ اور یہی حکم ممانعت ہے۔

باؤنڈز کی اباحت پر فتویٰ:

شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ علامہ مفتی محمد عبد العلیم سیالوی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔ باؤنڈز کی بیع جائز ہے۔ اور باؤنڈز کا لین دین قرض نہیں تجارت ہے۔ اس میں قمار و سود نہیں ہے۔ شریعت کے مطابق جائز ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جامعہ نعیمیہ لاہور، ص ۲۱۵)

زکوٰۃ کی ادائیگی میں اقتران نیت سے متعلق مذاہب اربعہ

ہمارے نزدیک زکوٰۃ کی ادائیگی میں نیت کا اقتران شرط ہے۔ کہ اس میں امام اوزاعی کے سوا فقہاء احناف کے اجماع بھی ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اقتران نیت ادائیگی کے وقت شرط ہے اور حضرت امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک نیت کا ملا ہوا ہونا مستحب ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۲۷، حقانیہ ملتان)

تمام مال صدقہ کرنے والے کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم

اگر کوئی شخص اپنا تمام مال خدا کی راہ میں خیرات کر دے اور زکوٰۃ کی نیت نہ کرے تو اس کے ذمہ زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے یعنی اس پر زکوٰۃ کا مطالبہ باقی نہیں رہتا بشرطیکہ اس نے وہ مال کسی اور واجب کی نیت سے نہ دیا ہو وہاں اگر کسی شخص نے پورا مال تو نہیں بلکہ تھوڑا سا بغیر نیت زکوٰۃ خدا کی راہ میں خیرات کر دیا تو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک اس مال کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر حضرت امام ابو یوسف کے ہاں اس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا بھی یہی قول منقول ہے اور اسی قول پر فتویٰ بھی ہے۔

تمام مال صدقہ کرنے سے سقوط زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

ہمارے نزدیک جس نے تمام مال صدقہ کر دیا تو اس کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ اور فقہاء احناف کی اس مسئلہ میں دلیل استحسان ہے۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ساقط نہ ہو۔

حضرت امام زفر، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے جس طرح قیاس چاہتا ہے کہ اس سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۴ ص، ۲۸، حقانیہ ملتان)

کافر پر وجوب زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

وجوب زکوٰۃ کے شرائط میں سے ایک شرط اسلام ہے، حنفی، شافعی اور حنبلی مذہب کے نظریہ کے مطابق کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں

چاہے کافر اصلی ہو یا مرتد ہو۔ (مذاہب اربعہ، جزیری)

مالکیوں کے الفاظ یوں نقل کرتے ہیں کہ کافر پر زکات اسی طرح واجب ہے جس طرح مسلمان پر واجب ہے بغیر کسی فرق کے۔ وہ کہتے ہیں کہ مالکیوں کی دلیل یہ ہے کہ اسلام زکات کے وجود کی شرط نہیں ہے بلکہ اسلام زکات کے صحیح ہونے کی شرط ہے لہٰذا ان کی نظر میں کافر پر زکات واجب ہے، ہر چند اسلام کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ لیکن قرطبی کے بہ قول، امام مالک کا کوئی قول اہل ذمہ پر زکات واجب ہونے کے سلسلہ میں نقل نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا سمجھ میں یہی آتا ہے کہ مالکیوں کا فتویٰ یہی ہے کہ کافر سے زکوٰۃ وصول کرنا ضروری نہیں ہے۔

بعض افعال میں نیت کے ساتھ وجود فعل کا ہونا ثبوت حکم کے لئے ضروری ہے

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس سے یہ مسئلہ حاصل ہوا ہے۔ کہ بعض اعمال ایسے ہیں جن کا تعلق جوارح کے ساتھ ہے جو صرف نیت سے ثابت نہیں ہوتے ہیں اور بعض اعمال ایسے ہیں جن کا تعلق تروک (کاموں کو ترک کرنے) کے ساتھ ہے جو صرف نیت سے ثابت ہوتے نہیں ہوتے بلکہ افعال کو ترک کرنا ضروری ہوتا ہے۔

جبکہ تجارت پہلی قسم میں سے ہے۔ اس میں صرف نیت ہی کافی نہیں ہوگی بلکہ اس کے خلاف کا ترک بھی ضروری ہے۔ اور اس کی مثال جس طرح سفر، افطار اور اسلام اور سلامتی ہے۔ اور سلامتی یہ ہے جب تک کوئی شخص عمل نہیں کرے گا ثابت نہ ہوگا۔ اور ان کی ضدیں ثابت ہو جاتی ہیں۔ اور اسی طرح جب کسی کے پاس سائمہ جانور ہو تو وہ صرف نیت سے سائمہ نہ ہوگا بلکہ عمل ضروری ہے لہٰذا جن میں نیت صحیح ہے اس میں کسی چیز کا عموم نہیں ہے۔ (فتح القدیر، ج ۳، ص ۲۹۵، بیروت)

خدمتگار باندی، غلام میں زکوٰۃ نہ ہونے کی دلیل کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے (دوسری سند) اور ہم نے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہا کہ ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا کہا کہ ہم سے خثیم بن عراک بن مالک نے بیان کیا انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر نہ اس کے غلام میں زکوٰۃ فرض ہے اور نہ گھوڑے میں۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے، غلام اور باندیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر غلام اور باندی کی طرف سے صدقہ فطر دینا چاہیے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ)

گھوڑوں کی زکوٰۃ میں ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو ان میں زکوٰۃ ہے۔ اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ ان ہی جنسوں میں لازم ہے جن کا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔ یعنی چوپایوں میں سے اونٹ گائے اور بیل بکریوں میں اور نقد مال سے سونے چاندی میں اور غلوں میں سے گیہوں اور جو اور جوار اور میووں میں سے کھجور اور سوکھی انگور میں بس ان کے سوا اور کسی مال میں زکوٰۃ نہیں گو وہ تجارت اور سوداگری ہی کے لیے ہو اور ابن منذر نے جو اجماع اس کے خلاف پر نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جب ظاہریہ اور اہلحدیث اس مسئلہ میں مختلف ہیں تو اجماع کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور ابوداؤد کی حدیث اور

دار قطنی کی حدیث کہ جس مال کو ہم بیچنے کے لیے رکھیں اس میں آپ نے زکوٰۃ کا حکم دیا یا کپڑے میں زکوٰۃ ہے ضعیف ہے۔ حجت کے لیے لائق نہیں۔

اور آیت قرآن خذ من اموالھم صدقۃ میں اموال سے وہی مال مراد ہیں جن کی زکوٰۃ کی تصریح حدیث میں آئی ہے۔ یہ شوکانی (غیر مقلد) کی تحقیق ہے اس بنا پر جواہر موتی مونگا یاقوت الماس اور دوسری صدہا اشیائے تجارتی میں جیسے گھوڑے، گاڑیاں، سن ہیں، کاغذ میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ جبکہ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء اموال تجارتی میں وجوب زکوٰۃ کی طرف گئے ہیں لہٰذا زکوٰۃ ان میں واجب ہے۔

مال تجارت کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ کا بیان

اموالِ زکوٰۃ کی چوتھی قسم اموالِ تجارت ہیں۔ یعنی جو سامان بھی تجارت کے لیے ہو اس میں سے زکوٰۃ نکالی جائے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نخرج الصدقۃ من الذی نعد للبیع۔

(سنن ابی داود، الزکاۃ، باب العروض اذا کانت للتجارۃ ھل فیھا زکاۃ؟ ح:1562)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم ہر اس سامان میں سے زکوٰۃ نکالیں، جو تجارت کے لیے تیار کریں۔ یہ روایت سنداً ضعیف ہے، اس لیے بعض اہل علم نے سامان تجارت میں زکوٰۃ کے عائد ہونے کی نفی کی ہے، لیکن علماء کی اکثریت نے سامان تجارت کو اموال ہی میں شمار کر کے تجارتی سامان میں بھی زکوٰۃ کا اثبات کیا ہے اور یہی بات راجح ہے۔

چنانچہ آزاد محقق ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ ائمہ اربعہ اور ساری امت کا (سوائے چند شاذ لوگوں کے) اس بات پر اتفاق ہے کہ سامانِ تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ خواہ تاجر مقیم ہوں یا مسافر، ارزانی کے وقت سامان خرید کر نرخوں کے گراں ہونے کا انتظار کرنے والے تاجر ہوں۔ تجارت کا مال نئے یا پرانے کپڑے ہوں، یا کھانے پینے کا سامان۔ ہر قسم کا غلہ، پھل فروٹ، سبزی، گوشت وغیرہ۔ مٹی، چینی دھات وغیرہ کے برتن ہوں یا جاندار چیزیں غلام، گھوڑے، خچر اور گدھے وغیرہ۔ گھر میں پلنے والی بکریاں ہوں یا جنگل میں چرنے والے ریوڑ، غرض تجارت کے ہر قسم کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے۔ علاوہ ازیں شہری اموالِ تجارت بیشتر اموالِ باطنہ ہیں، جبکہ (مویشی) جانوروں کی اکثریت اموالِ ظاہرہ ہیں۔ (القواعد النورانیہ الفقہیہ، ص: 90-89 طبع مصر)

مال تجارت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ

اموالِ تجارت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ سال بسال جتنا تجارتی مال دکان، مکان یا گودام وغیرہ میں ہو، اس کی قیمت کا اندازہ کر لیا جائے۔ علاوہ ازیں جتنی رقم گردش میں ہو اور جو رقم موجود ہو، اس کو بھی شمار کر لیا جائے۔ نقد رقم، کاروبار میں لگا ہوا (یعنی زیر گردش) سرمایہ اور سامانِ تجارت کی تخمینی قیمت، سب ملا کر جتنی رقم ہو، اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔

تاہم کوئی تجارتی مال اس طرح کا ہے کہ وہ اکٹھا خریدا، پھر وہ سال یا دو سال فروخت نہیں ہوا، تو اس مال کی زکوٰۃ اس کے

فروخت ہونے پر صرف ایک سال کی ادا کی جائے گی۔ ورنہ عام مال جو دکان میں فروخت ہونے پر صرف ایک سال کی ادا کی جائے گی۔ ورنہ عام مال جو دکان میں فروخت ہوتا رہتا ہے اور نیا اسٹاک رہتا ہے، وہاں چونکہ فرداً فرداً ایک ایک چیز کا حساب مشکل ہے، اس لیے سال بعد سارے مال کی بہ حیثیت مجموعی قیمت کا اندازہ کرکے زکوٰۃ نکالی جائے۔

اگر کوئی رقم کسی کاروبار میں منجمد ہوگئی ہو، جیسا کہ بعض دفعہ ایسا ہوجاتا ہے اور وہ رقم دو تین سال یا اس سے زیادہ دیر تک پھنسی رہتی ہے، یا کسی ایسی پارٹی کے ساتھ آپ کو سابقہ پیش آجاتا ہے کہ کئی سال آپ کو رقم وصول نہیں ہوتی تو ایسی ڈوبی ہوئی رقم کی زکوٰۃ سال بہ سال دینی ضروری نہیں۔ جب رقم وصول ہوجائے، اس وقت ایک سال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے، وہ جب بھی وصول ہو۔

نقدی اموال پر زکوٰۃ کا بیان

مسلمان تاجر کی ملکیت میں جو بھی مال ہے، یعنی نقد رقم، بینک اکاؤنٹ، بانڈز، ڈیپازٹس، سونا چاندی اور مالِ تجارت وغیرہ، سب کی مالیت پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی غرض سے سونا، چاندی اور مالِ تجارت کی وہ قیمت معتبر ہے جو وجوبِ زکوٰۃ کے وقت ہوگی، یعنی قیمتِ خرید کا اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان تاجر کو وجوبِ زکوٰۃ کی مقررہ تاریخ پر اپنے مالِ تجارت کی محتاط اسٹاک چیکنگ اور صحیح قیمت کا تعین (Valuation) کرنا چاہیے۔

مال کی قیمت کا تعین (Valuation)

سونا چاندی اور مالِ تجارت کی قیمتِ خرید کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ موجودہ بازاری قیمتِ فروخت (Market Value) کا اعتبار ہوگا۔ سونا چاندی کی اشیا اور زیورات میں غالب جز کا اعتبار ہوگا، یعنی سونے کا زیور جتنے قیراط (مثلاً 24 یا 22 یا 20 Carat وغیرہ) کا ہوگا، اُسی کی قیمت لگائی جائے گی۔

صنعت کاروں کی تشخیص کا فقہی مفہوم

وہ کارخانہ جو پیداواری مقاصد کے لیے استعمال ہو رہا ہے تو اس کے جامد اثاثہ جات (Fixed Assets) یعنی زمین، عمارت، متعلقہ تنصیبات اور اس مشینری کی قیمت پر جو صنعتی پیداواری مقاصد میں استعمال ہو رہی ہے، زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔ البتہ مسلمان صنعت کار کو اپنے دیگر تمام اموال کے ساتھ کارخانے میں موجود تمام خام مال (Raw Material) تیار مال (Finished Goods) اور مارکیٹ میں کریڈٹ پر دیے ہوئے تمام مال کی بازاری قیمت فروخت (Market Value) نکال کر اس پر زکوٰۃ دینی ہوگی۔

صنعتی و کاروباری مقصد میں استعمال ہونے والی اشیاء کی زکوٰۃ کا حکم

فرض کریں کہ ایک ٹرانسپورٹر ہے اور اس کی ٹیکسیاں، کاریں، بسیں اور کنٹینر وغیرہ ہیں، جن کو وہ کرائے اور کاروبار میں استعمال کرتا ہے، ان کی مالیت پر زکوٰۃ نہیں بلکہ ان کے کرائے سے حاصل ہونے والی آمدنی سے جو رقم سال کے آخر میں بچ رہے گی، اس

پر زکوۃ ہے۔اور یہی چیزیں اگر کسی تاجر کے شوروم میں ہیں اور وہ ان کا کاروبار کرتا ہے، تو ان کی موجودہ بازاری قیمت پر زکوۃ ہے۔اسی طرح فرض کریں کہ ٹیکسٹائل میں لومز ہیں یا گارمنٹس فیکٹری میں سلائی کی مشینیں ہیں اور وہ اس کارخانے میں صنعتی مقصد کے لیے استعمال ہو رہی ہیں، تو ان کی مالیت پر زکوۃ نہیں ہے، جب کہ یہی لومز یا مشینیں اگر تاجر کے شوروم میں ہیں اور برائے فروخت ہیں تو ان کی موجودہ بازاری قیمت پر زکوۃ ہے۔

تشخیص زکوۃ کے وقت واجب الادا قرض کا مسئلہ

تاجر حضرات کا اکثر مارکیٹ میں لین دین جاری رہتا ہے، کسی سے کچھ لینا ہے اور کسی کو کچھ دینا ہے، تجارت سے ہٹ کر بعض اوقات لوگوں کا شخصی لین دین بھی ہوتا ہے۔لہٰذا تشخیص زکوۃ کے وقت واجب الوصول (Receivable) رقم کو اپنی مالیت میں جمع کر کے اس سے واجب الادا (Payable) رقم کو منہا کر دیا جائے۔اس کے بعد جو مجموعی مالیت بنے گی اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔

طویل المیعاد (Long Term) قرضوں اور صنعتی قرضوں کا مسئلہ

ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کا قرض، بعض صنعتی اور تجارتی قرضوں کی ادائیگی فی الفور لازم نہیں ہوتی بلکہ وہ پانچ، دس، پندرہ سال یا اس سے بھی زائد مدت پر محیط ہوتے ہیں، ماہانہ یا سالانہ اقساط واجب الادا ہوتی ہیں۔فوری ادائیگی کا نہ قرض خواہ مطالبہ کرتا ہے اور نہ مقروض فرد فوری طور پر قرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے۔اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں رقم ہونے کے باوجود مقررہ اقساط سے زیادہ ادا نہیں کرتا، ورنہ یہ سوال زیر بحث آنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ایسے قرضوں کے بارے میں ہمارے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ یہ وجوب زکوۃ اور ادائیگی میں مانع نہیں ہیں۔اس کی ایک مثال فقہاء نے بیوی کے مہر مؤجل کی دی ہے کہ بیوی مطالبہ نہیں کرتی اور شوہر کا عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ سر دست ادا نہیں کرنا چاہتا، لہٰذا شوہر تشخیص زکوۃ کے وقت ایسے دین مہر کو اپنی کل مالیت سے منہا نہ کرے۔میعادی قرضوں کی نوعیت بھی اس سے مختلف نہیں ہے، اسی طرح طویل المدتی صنعتی قرضوں کا معاملہ ہے، ایک طرف تو ان قرضوں کے مقابل اتنی یا اس سے زیادہ مالیت کے اثاثے موجود ہوتے ہیں، صنعت بیمار قرار پاتی ہے۔لیکن صنعت کار کی مالی صحت پر اس کے اثرات مرتب نہیں ہوتے، اس کے بنگلے، ذاتی اثاثے، جائیدادیں، کاریں، غیر ملکی مہنگے سفر پوری شان کے ساتھ قائم و دائم رہتے ہیں۔ان کے اور ان کے اہل و عیال کی بود و باش اور رہن سہن انتہائی تمول کی سطح پر نظر آتے ہیں۔کچھ ہمارے ملکی قوانین، انکم ٹیکس وغیرہ کے پیچیدہ قوانین، بیوروکریسی کے لامحدود صوابدیدی اور انضباطی اختیارات، ایسی وجوہ ہیں کہ کالے دھن اور سفید دھن کا مسئلہ آج تک حل نہیں ہو پایا۔ہمارے اہل ثروت اور صنعت کاروں کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ معاملہ شفاف رکھنا چاہیے اور طویل المدتی قرضوں کو منہا کیے بغیر اپنی پوری مالیت پر زکوۃ ادا کرنی چاہیے تاکہ کل قیامت کے دن اپنے ہی جمع کردہ مال سے نہ داغے جائیں۔(زکوۃ کی اہمیت، مفتی منیب الرحمن)

بَابُ الْكَنْزِ مَا هُوَ؟ وَزَكَاةِ الْحُلِيِّ

باب: ''کنز'' کیا ہے اور زیورات کی زکوٰۃ (کا حکم)

کنگن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہیں

1563 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، الْمَعْنَى، أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا، وَفِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهَا: أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا؟، قَالَتْ: لَا. قَالَ: أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟، قَالَ: فَخَلَعَتْهُمَا، فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَتْ: هُمَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے بنے ہوئے دو موٹے کنگن تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے دریافت کیا: کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو۔ اس نے عرض کی: جی نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے عوض میں تمہیں آگ سے بنے ہوئے دو کنگن پہنائے؟ راوی بیان کرتے ہیں: اس عورت نے وہ دونوں کنگن اتارے انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھتے ہوئے عرض کی: یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

نام ونسب

عبداللہ نام، ابومحمد اور ابوعبدالرحمان کنیت، والد کا نام عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور والدہ کا نام ریطہ بنت منبہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے: عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی القرشی۔

اسلام

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔

(اسد الغابہ: ۳/ ۲۳۳)

مصاحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

وہ دربارِ نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے جو کچھ سنتے اس کو لکھ لیتے تھے، ایک مرتبہ قریش کے چند بزرگوں نے ان کو اس سے منع کیا اور کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ غیظ وانبساط میں خدا جانے کیا کچھ فرماتے

ہیں، آپ سب کو قلمبند نہ کیا کیجئے (مسند احمد: ۲/۱۹۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جب حضور ﷺ کو یہ بات بتلائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان دو ہونٹوں کے درمیان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلا، سو تم لکھتے رہو۔ (سنن ابی داؤد، ۲، ۵۱۳)

رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت سے جو وقت بچتا تھا وہ تمام تر یادِ حق میں صرف ہوتا تھا، دن عموماً روزوں میں بسر ہوتا اور رات عبادت میں گذر جاتی تھی، رفتہ رفتہ یہ مشغلہ اس قدر بڑھا کہ اہل وعیال اور تمام دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہو گئے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دربار نبوت میں ان کی اس راہبانہ زندگی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کو بلا کر اپنے والد کی اطاعت کی تاکید کی اور فرمایا عبداللہ روزے رکھو اور افطار کرو، نمازیں پڑھو اور آرام کرو، نیز بیوی بچوں کا حق ادا کرو، یہی میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقے سے اعراض کرے گا وہ میری امت سے نہیں ہے۔ (مسند احمد: ۲/۵۸)

غزوات

عہد نبوت کے بعد غزوات میں شریک تھے، جہاد وفوج کشی کے موقع پر عموماً سواری وبار برداری کا اہتمام ان کے سپرد ہوتا تھا، ایک مرتبہ عمرو بن حویش نے ان سے پوچھا" ابو محمد! ہم لوگ ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں درہم و دینار کا چلن نہیں، مویشی اور جانور ہمارے مال واسباب ہیں، ہم آپس میں بکریوں کے عوض اونٹ، گائے کے بدلے گھوڑے اور گھوڑوں کے عوض اونٹ ادھار خرید و فروخت کرتے ہیں، اس میں کوئی مضائقہ تو نہیں؟ فرمایا: تم ایک واقف کار شخص کے پاس آئے، ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو شتر سواروں کی ایک فوج مرتب کرنے کا حکم دیا، چنانچہ میرے اہتمام میں جس قدر اونٹ تھے ایک ایک کر کے سب پر لوگوں کو میں نے سوار کرایا، تاہم کچھ لوگ ایسے رہ گئے جن کے پاس کوئی سواری نہ تھی، میں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا" یا رسول اللہ! تمام سواریاں تقسیم ہو گئیں، لیکن پھر بھی ایک جماعت ایسی رہ گئی جس کو کوئی سواری نہ مل سکی، ارشاد ہوا" ایک اونٹ کے عوض صدقہ کے دو دو، تین تین اونٹوں کا وعدہ کر کے کچھ اونٹوں کو خرید لو" چنانچہ اس طرح میں نے حسب ضرورت اونٹ فراہم کر لیے۔

(اسد الغابہ: ۳/۲۴۳)

جنگ یرموک

یرموک کی عظیم الشان جنگ میں نہایت جانبازی کے ساتھ سرگرم پیکار تھے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں اپنا علم قیادت ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ (اسد الغابہ: ۳/۲۴۴)

واقعہ صفین

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے، اس لیے جب واقعہ صفین پیش آیا تو انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں شریک ہونے پر مجبور کیا؛ لیکن درحقیقت وہ اس خانہ جنگی سے سخت متنفر تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جنگ میں عملاً کوئی حصہ نہیں لیا اور بارہا اپنے والد کو اس سے کنارہ کش ہونے کا مشورہ دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۳۶)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سرگرم پیکار تھے، وہ شہید ہوئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی یاد آ گئی اور اپنے والد سے مخاطب ہو کر کہا" کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ افسوس! ابن سمیہ کو گروہ باغی قتل کرے گا؟" حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر کہا آپ نہیں سنتے، عبداللہ کیا کہہ رہے ہیں، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تاویل کرتے ہوئے کہا، یہ ہمیشہ ایک نیا طرفہ لے کر آتے ہیں، کیا عمار رضی اللہ عنہ کو ہم نے قتل کیا ہے؟ درحقیقت ان کے قتل کی ذمہ داری اس پر ہے جو ان کو اپنے ساتھ لایا۔ (مسند احمد: ۲/۱۶۱)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر دو آدمیوں نے ایک ساتھ حملہ کیا تھا، وہ دونوں جھگڑتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربار میں آئے؛ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کارنامہ کو تنہا اپنی طرف منسوب کرتا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حاضرِ دربار تھے، انہوں نے کہا" تم میں سے کسی کو بخوشی اپنا دعویٰ تسلیم کر لینا چاہئے، کیونکہ میں نے رسالت پناہ ﷺ سے سنا ہے عمار رضی اللہ عنہ کو گروہ باغی قتل کرے گا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے برہم ہو کر ان کے والد سے کہا عمرو تم اپنے اس مجنوں کو مجھ سے الگ نہیں کرو گے؟ اور خود ان سے کہا" اگر ایسا ہے تو تم کیوں میرے ساتھ ہو؟ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں صرف اس لیے آپ کے ساتھ ہوں کہ رسول خدا ﷺ نے مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ جب تک زندہ رہنا اپنے باپ کے مطیع وفرمان بردار رہنا۔ (مسند احمد: ۲۰۶)

گو اس خانہ جنگی میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا دامن قتل وخونریزی سے ملوث نہیں ہوا تاہم وہ اس شرکت پر بھی سخت نادم وپشیمان تھے، نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے" میں اور صفین میں، اور مسلمانوں کی خونریزی، کاش! اس سے بیس سال پہلے میں دنیا سے اٹھ گیا ہوتا۔ (اسد الغابہ: ۳/۲۳۴)

اعتذار

حضرت رجاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی ﷺ میں ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا، کیا تمہیں اس شخص سے آگاہ نہ کروں جو آسمان والوں کے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہے؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا وہ یہ ہے جو تمہارے سامنے ٹہل رہا ہے، واقعہ صفین کے بعد سے اس کی مجھ سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی، حالانکہ اس کی خوشنودی میرے نزدیک تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا آپ ان سے مل کر عذر خواہی نہ کریں گے؟" بولے کیوں نہیں دوسرے روز ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر عذر خواہی کے لیے تشریف لے گئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان سے ملنے میں پس وپیش تھا، لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اصرار کے بعد اندر آنے کی اجازت حاصل کی اور واقعہ صفین میں اپنی شرکت کی عذر خواہی کرتے ہوئے کہا" رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق میں اپنے والد کی اطاعت پر مجبور تھا، لیکن خدا کی قسم! میں نے اس جنگ میں نہ تو اپنی تلوار برہنہ کی، نہ نیزہ سے کسی کو زخمی کیا اور نہ کوئی تیر

چلایا۔(اسد الغابہ:۳/ ۲۳۴)

وفات

۶۵ھ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فسطاط میں وفات پائی، لوگوں نے ان کو گھر ہی میں دفن کر دیا، کیونکہ اس زمانہ میں مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی فوجوں میں نہایت شدید جنگ ہو رہی تھی، اور جنازہ کا عام قبرستان تک پہنچانا سخت دشوار تھا۔(تذکرۃ الحفاظ:۳۶)

حلیہ

قدر بلند وبالا، پیٹ بھاری، رنگ سرخ، اخیر عمر میں سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے۔

علم وفضل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں خاص امتیاز رکھتے تھے، انہوں نے اپنی مادری زبان کے علاوہ عبرانی میں بھی مخصوص دستگاہ حاصل کی تھی اور توریت وانجیل کا نہایت غور سے مطالعہ کیا تھا، احادیث نبوی ﷺ کا جس قدر ذخیرہ ان کے پاس تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک کو اعتراف تھا کہ "عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں؛ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔(تذکرۃ الحفاظ:۳۶)

مجموعہ حدیث کے پہلے مدون

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات وملفوظات کا ایک مجموعہ جمع کیا تھا، جس کا نام صادقہ رکھا تھا، چنانچہ جب ان سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا جس کے متعلق انہیں زبانی کچھ یاد نہ ہوتا تو وہ اس میں دیکھ کر جواب دیتے تھے، ابوقبیل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے پوچھا کہ قسطنطنیہ پہلے فتح کیا جائے گا یا رومیہ؟ ان کو زبانی یاد نہ تھا، انہوں صندوق منگا کر ایک کتاب نکالی اور اس کو ایک نظر دیکھ کر فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے لکھ رہے تھے کہ کسی نے یہی سوال کیا، ارشاد ہوا کہ "ہرقل کا شہر (یعنی قسطنطنیہ) پہلے فتح کیا جائے گا" (مسند احمد:۲/ ۱۷۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس مجموعہ کو نہایت عزیز رکھتے تھے، مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بستر کے نیچے سے ایک کتاب نکال کر دیکھنے لگا، انہوں نے منع کیا، میں نے کہا آپ تو مجھ کو کسی چیز سے منع نہ فرماتے تھے، یہ کیا ہے؟ فرمایا "یہ وہ صحیفہ حق ہے جس کو میں نے تنہا رسول اللہ ﷺ سے سن کر جمع کیا تھا" پھر فرمایا اگر یہ صحیفہ اور قرآن اور وہط کی جاگیر مجھ کو دے دی جائے تو پھر مجھ کو دنیا کی کچھ پرواہ نہ ہو۔(اسد الغابہ:۳/ ۲۳۴)

مرویات کی تعداد

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد سات سو (۷۰۰) ہے، جس میں ۱۷ بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں،

ان متفق علیہ حدیثوں کے علاوہ ۸ بخاری میں ہیں اور ۲۰ مسلم میں۔(تہذیب:۲۰۸)

حلقۂ درس

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا حلقۂ درس نہایت وسیع تھا، لوگ دور دراز ممالک سے سفر کر کے تحصیل حدیث کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور وہ جہاں پہنچ جاتے تھے، شائقین علم کا ایک مجمع ان کے گرد وپیش ہو جاتا تھا، ایک نخعی شیخ کا بیان ہے کہ، ایک مرتبہ میں ایلیاء کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص میرے پہلو میں آ کر کھڑا ہوا، نماز کے بعد لوگ ہر طرف سے اس کے پاس سمٹ آئے، دریافت سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ یہی ہیں۔

(مسند احمد:۲/۱۹۸)

وہ اپنے تلامذہ کے ساتھ نہایت محبت کے ساتھ پیش آتے تھے، ایک دفعہ ان کے گرد بہت بڑا مجمع تھا، ایک شخص اس کو چیرتا ہوا آگے بڑھا، لوگوں نے روکا تو فرمایا اس کو آنے دو، غرض وہ ان کے پاس آ کر بیٹھا اور بولا کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمان یاد ہو تو بیان کیجئے، فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مسلم وہ ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو خدا کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دے۔(مسند احمد:۲/۱۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے خرمن علم سے اہل بصرہ نے زیادہ خوشہ چینی کی؛ کیونکہ ان کے حلقۂ درس میں نسبۃ بصرہ والوں کا زیادہ ہجوم رہتا تھا۔(تذکرۃ الحفاظ:۳۶)

ارباب علم کی قدر شناسی

وہ اپنے ذی علم معاصرین کی نہایت عزت کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا گیا تو بولے، تم لوگوں نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جس کو میں اس دن سے بہت دوست رکھتا ہوں جس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو اور سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔

(مسلم باب مناقب عبداللہ بن مسعود)

اخلاق

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے زہد وتقویٰ اور کثرت عبادت کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے، طبیعت فطرۃ رہبانیت کی طرف مائل تھی، دن عموماً روزوں میں بسر ہوتا اور رات عبادت میں گذر جاتی تھی، آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے بلا کر فرمایا، عبداللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے عہد کیا ہے کہ تمام عمر دن کو روزے رکھو گے اور رات عبادت میں صرف کرو گے بولے ہاں، یا رسول اللہ (بابی انت وامی) فرمایا کہ "تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، روزہ رکھو اور افطار کرو، نماز پڑھو اور آرام کرو، مہینہ میں صرف تین روزے رکھا کرو؛ کیونکہ ہر نیکی کا معاوضہ دس گناہ ہوتا ہے، لیکن اس کا ثواب تمام عمر روزہ رکھنے کے برابر ہے" عرض کیا" یا رسول اللہ! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں" ارشاد ہوا کہ ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو، بولے میں اس سے بھی زیادہ رکھ سکتا ہوں، حکم ہوا کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار، داؤد علیہ السلام کا یہی طریقہ تھا اور یہ روزوں کی بہترین صورت ہے،

عرض کیا میں اس سے بھی بہتر روزے رکھ سکتا ہوں، ارشاد ہوا کہ، اس سے بہتر کوئی روزہ نہیں۔ (بخاری باب صوم الدہر)

اسلام کا مطمح نظر رہبانیت نہیں، بلکہ انسان کے تمام فطری تعلقات کو خوشگوار بنانا ہے اس بنا پر نبی کریم ﷺ بھی کبھی عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے جاتے اوران کو تاکید فرماتے کہ شوقِ عبادت میں حقوقِ عباد کو بھول نہ جائیں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر پر تشریف لاکر فرمایا کہ روزے رکھواور افطار کرو، نمازیں پڑھواور آرام کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا تمہاری آنکھوں کا، تمہارے اہل وعیال کا اور تمہارے دوستوں کا تم پر حق ہے، میں نے عرض کیا داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ نصف عمر۔ (بخاری باب حق الجسم فی الصوم)

غرض انہوں نے تمام عمر روزوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کی پیروی کی، اور رات کا اکثر حصہ عبادت میں بسر کیا، تلاوت کا اس قدر شوق تھا کہ ہر تیسرے روز قرآن ختم کر لیتے تھے، لیکن اخیر عمر میں جب کہ قویٰ مضمحل ہو گئے تو اس قدر سخت ریاضت دشوار گذرنے لگی فرمایا کرتے تھے، کاش! میں رسول اللہ ﷺ کی اجازت قبول کر لیتا۔ (بخاری باب حق الجسم فی الصوم)

ذریعۂ معاش

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو اپنے والد سے وراثت میں بہت بڑی دولت اور بہت سے خدم وحشم ملے تھے، طائف میں وہط کے نام سے ان کی ایک جاگیر تھی جس کی قیمت کا سرسری تخمینہ دس لاکھ درہم تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۳۶) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہاں زراعت ہوتی تھی، (اسد الغابہ: ۳/ ۲۳۴) ایک مرتبہ عنبسہ بن ابی سفیان سے اس کے متعلق کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا تھا، یہاں تک کہ دونوں طرف سے کشت وخون کی تیاریاں ہو گئی تھیں، خالد بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سمجھانے کے لیے آئے تو انہوں نے جواب دیا" کیوں تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔ (مسند احمد: ۱/ ۲۰۶)

کنز کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ کنز کا معنی ہے مال کو اوپر تلے رکھنا، مال جمع کر کے اس کی حفاظت کرنا، خزانہ کو کنز کہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال جمع کرنے اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی مذمت فرمائی ہے۔ (المفردات ج ۲ ص ۷۰)

زیورات کی زکوٰۃ فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت، تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو اگر چہ وہ زیور ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ قیامت کے دن تم میں اکثریت دوزخیوں کی ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد مکرم سے اور وہ اپنے جد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن دو عورتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان دونوں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہنے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو! ان دونوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ کیا تم یہ بات پسند کرتی ہو کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے دو کڑے پہنائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر اس سونے کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

اکثریت دوزخیوں کی ہوگی کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت چونکہ دنیا اور دنیا کی چیزوں کی محبت میں گرفتار ہوتی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوتی بلکہ خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کا ان میں جذبہ بھی نہیں ہوتا اس لیے عورتوں کی اکثریت کو دوزخی فرمایا گیا ہے چنانچہ عورتوں کو آگاہ فرمایا گیا کہ اگر تم دوزخ کی ہولناکیوں سے بچنا چاہتی ہو تو دنیا کی محبت اور دنیاوی عیش وعشرت کی طمع وحرص سے باز آؤ۔ خدا نے تمہیں جس قدر مال دیا ہے اس پر قناعت کرو اور اس میں سے زکوٰۃ و صدقہ نکالتی رہو تا کہ قیامت کے دن خدا کی رحمت تمہارے ساتھ ہو اور تم دوزخ میں جانے سے بچ جاؤ۔

عورتوں کے زیور کی زکوٰۃ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا تو مسلک یہ ہے کہ مطلقاً زیور میں زکوٰۃ واجب ہے جب کہ وہ حد نصاب کو پہنچتا ہو حضرت امام شافعی کا پہلا قول بھی یہی ہے حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ عورتوں کے ان زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے جن کا استعمال مباح ہے لہٰذا جن زیورات کا استعمال حرام ہے ان حضرات کے نزدیک بھی ان میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، حضرت امام شافعی کا آخری قول بھی یہی ہے حضرت امام اعظم کے مسلک کی دلیل بھی یہی حدیث ہے جس سے مطلقاً زیورات میں زکوٰۃ کا وجوب ثابت ہو رہا ہے۔

استعمال کے زیورات پر زکوٰۃ کا فقہی بیان

سونا اور چاندی از روئے شریعت خلقی طور پر ((In Born)) مال ہیں، لہٰذا یہ کسی بھی ہیئت ((Form,Shape)) میں ہوں، ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ مثلاً برتن، مالیاتی سکے ((Coins)) سونے یا چاندی کی ڈلی ((Gold Bullion))، استعمال کے زیورات وغیرہ۔

عن أم سلمة قالت: كنت البس وضاحا من ذهب، فقلت: يا رسول الله، اكنز هو؟ فقال: ما بلغ ان تؤدى زكاته فزكي فليس بكنز۔ ترجمہ: حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے اوضاح (ایک خاص زیور کا نام ہے) پہنتی تھی، میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ بھی اُس کنز میں شامل ہے (یعنی جس پر سورۃ توبہ آیت: 34۔ 35 میں عذابِ جہنم کی وعید آئی ہے)؟۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سونے کے زیورات اتنی مقدار کو پہنچ جائیں کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے اور پھر ان کی زکوٰۃ ادا کردی جائے تو ان پر کنز کا اطلاق نہیں ہوتا۔

(سنن ابی داؤد، جلد 2، رقم الحدیث: 1559، مطبوعہ موسسہ الریان، بیروت، مؤطا امام مالک)

ان احادیث مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ استعمال کے زیورات پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، کیونکہ دونوں خواتین نے سونے کے زیورات پہن رکھے تھے۔

اگر سونا یا چاندی مخلوط ((Mixed)) ہو اور کسی اور چیز کی ملاوٹ اس میں ہو تو غالب جز کا اعتبار ہوگا، یعنی اگر شئے مخلوط میں غالب مقدار سونا ہے تو اسے سونا قرار دے کر ان کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی ورنہ نہیں اور موجود بازاری قیمتِ فروخت کا اعتبار ہوگا، قیمتِ

خرید کا نہیں۔ سونے کے زیورات کو وزن کرتے وقت نگینوں کا وزن منہا ہو جائے گا، البتہ ہیرے Diamond)) اور دوسرے قیمتی پتھر مثلاً زمرد، عقیق، یاقوت وغیرہ اگر تجارت کے لیے ہیں تو ان پر زکوٰۃ ہے، ذاتی استعمال میں ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ ہاں اگر اولاد کو مالک بنا دیا ہے اور زیورات مقدار نصاب سے کم ہیں اور بیٹا یا بیٹی صاحب نصاب نہیں ہیں تو ان پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔

سونے چاندی کے کامل نصابوں کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی آفندی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کسی کے پاس سونا بھی ہے اور چاندی بھی اور دونوں کی کامل نصابیں ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا قرار دے کر زکوٰۃ ادا کرے بلکہ ہر ایک کی زکوٰۃ علیحدہ علیحدہ واجب ہے ہاں زکوٰۃ دینے والا اگر صرف ایک چیز سے دونوں نصابوں کی زکوٰۃ ادا کرے تو اسے اختیار ہے مگر اس صورت میں یہ واجب ہوگا کہ قیمت وہ لگائے جس میں فقیروں کا زیادہ نفع ہے مثلاً ہندوستان میں روپے کا چلن بہ نسبت اشرفیوں کے زیادہ ہے تو سونے کی قیمت چاندی سے لگا کر چاندی زکوٰۃ میں دے اور اگر دونوں میں سے کوئی بقدر نصاب نہیں تو سونے کی قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کر کے ملائیں پھر اگر ملانے پر بھی نصاب نہیں ہوئی تو کچھ نہیں اور اگر سونے کی قیمت کی چاندی، چاندی میں ملائیں تو نصاب ہو جاتی ہے اور چاندی کی قیمت کا سونا سونے میں ملائیں تو نہیں ہوتی یا بالعکس تو واجب ہے کہ جس میں نصاب پوری ہو وہ کریں اور اگر دونوں صورتوں میں نصاب ہو جاتی ہے تو اختیار ہے جو چاہیں کریں مگر جب کہ ایک صورت میں نصاب پر پانچواں حصہ بڑھ جاتا ہے تو جس میں پانچواں حصہ بڑھ جائے وہی کرنا واجب ہے مثلاً سوا چھبیس تولے چاندی ہے اور پونے چار تولے سونا۔ اگر پونے چار تولے سونے کی چاندی سوا چھبیس تولے آتی ہے اور سوا چھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا آتا ہے تو سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا جو چاہیں تصور کریں۔

اور اگر پونے چار تولے سونے کے بدلے ۲۷ تولے چاندی آتی ہے اور سوا چھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا نہیں ملتا تو واجب ہے کہ سونے کو چاندی قرار دیں کہ اس صورت میں نصاب ہو جاتی ہے بلکہ پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے اور اس صورت میں نصاب بھی پوری نہیں ہوتی۔ یونہی اگر ہر ایک نصاب سے کچھ زیادہ ہے تو اگر زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی بھی زکوٰۃ دیں اور اگر ہر ایک میں زیادتی پانچویں حصہ نصاب سے کم ہے تو دونوں کو ملائیں اگر مل کر بھی کسی کی نصاب کا پانچواں حصہ نہیں ہوتا تو اس زیادتی پر کچھ نہیں اور اگر دونوں میں نصاب یا نصاب کا پانچواں حصہ ہو تو اختیار ہے مگر جبکہ ایک میں نصاب ہو اور دوسرے میں پانچواں حصہ تو وہ کریں جس میں نصاب ہو اور اگر ایک میں نصاب یا پانچواں حصہ ہوتا ہے اور دوسرے میں نہیں تو وہی کرنا واجب ہے جس سے نصاب ہو یا نصاب کا پانچواں حصہ۔ (در مختار، رد المحتار، وغیرہما)

فقہ شافعی و حنبلی کے مطابق زیورات والی عورت کا زکوٰۃ لینا

جب کوئی عورت زیور کی مالکہ ہو تو اور اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہیں تو وہ اس سے غنی اور مالدار نہیں بن جاتی، چاہے یہ زیور سونے یا چاندی کا ہو اور زکاۃ کے نصاب کو بھی پہنچتا ہو، بلکہ یہ فقیر اور محتاج ہی رہے گی، اور اس وصف کی بنا پر وہ زکاۃ لینے کی

مستحق ہے، شافعیہ اور حنابلہ نے اسی کو بیان کیا اور صراحت کی ہے.

شافعی فقیہ الرملی کا کہنا ہے کہ عورت کا وہ زیور جو اس کے لائق ہے اور عادتاً زیبائش کے لیے جس کی وہ محتاج اور ضرورتمند ہوتی ہے وہ اس کے فقر میں مانع نہیں" (نھایۃ المحتاج للرملی (6 / (150)

یعنی وہ فقیر ہی رہے گی اور فقر کے وصف کی بنا پر زکاۃ لینے کی مستحق ٹھرے گی.

اور فقہ حنبلی کی کتاب "کشاف القناع" میں ہے: یا اس کے پاس استعمال کے لیے زیور ہو جس کی وہ ضرورتمند ہے تو یہ اس کے زکاۃ لینے میں مانع نہیں (کشاف القناع (1 / (587)

یعنی وہ فقیر اور محتاج ہی رہے گی، اور باوجود اس کے کہ اس کی زیبائش کی ضرورت کے لیے اس کے پاس زیور ہے وہ زکاۃ لینے کی مستحق ہے، اور اس طرح اس سے فقر کا وصف زائل نہیں ہوتا .

زیورات کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام مالک، امام احمد بن حنبل، اور ایک قول کے مطابق حضرت امام شافعی علیہم الرحمہ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام شافعی کے راجح قول کے مطابق زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔

جن کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے ان کی موافقت میں حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام میں سے حضرت سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد، عبداللہ بن شداد، جابت بن زید، ابن سیرین، میمون بن مہران، زہری، ثوری، اور اصحاب رائے کا نظریہ یہی ہے کہ زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔

(المغنی، ۲، ص، ۲۲۳، بیروت)

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے عورتوں کے زیورات میں زکوٰۃ کے مسئلہ پر استخارہ کیا تو انہوں نے وجوب زکوٰۃ کا حکم سمجھا ہے۔ لہٰذا ان کا موقف احادیث کے موافق ہے کہ زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔

(المہذب ج ۶، ص، ۳۳، بیروت)

1564 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَتَّابٌ يَعْنِي ابْنَ بَشِيرٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَلْبَسُ أَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَكَنْزٌ هُوَ؟ فَقَالَ: مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ، فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

۞ سیدہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں سونے کا ہار پہنا کرتی تھی میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ "کنز" شمار ہو گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو (سونا) اس حد تک پہنچ جائے کہ اس میں زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہو جائے اور پھر زکوٰۃ ادا کر دی جائے، تو وہ کنز شمار نہیں ہوگا۔

راویہ حدیث حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب

ہند نام، اُمِّ سلمہ کنیت، قریش کے خاندان مخزوم سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے ہند بنت ابی امیہ سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، والدہ بنو فراس سے تھیں اوران کا سلسلہ نسب یہ ہے، عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل الطعان ابن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ،

ابوامیہ (حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد) مکہ کے مشہور مخیر اور فیاض تھے، سفر میں جاتے تو تمام قافلہ والوں کی کفالت خود کرتے تھے اسی لیے زادالراکب کے لقب سے مشہور تھے۔ (اصابہ ج8 ص240) حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہی کی آغوش تربیت میں نہایت ناز ونعمت سے پرورش پائی۔

نکاح کا بیان

عبداللہ بن عبدالاسد سے جو زیادہ تر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہیں، اور جو اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے، نکاح ہوا،

اسلام کا بیان

آغاز نبوت میں اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائیں،

ہجرت حبشہ کا بیان

اوران ہی کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، حبشہ میں کچھ زمانہ تک قیام کر کے مکہ واپس آئیں اور یہاں سے مدینہ ہجرت کی، ہجرت میں ان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اہل سیر کے نزدیک وہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔

ہجرت مدینہ کا بیان

ہجرت کا واقعہ نہایت عبرت انگیز ہے، حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ہمراہ ہجرت کرنا چاہتی تھیں (انکا بچہ سلمہ بھی ساتھ تھا) لیکن (حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے) قبیلہ نے مزاحمت کی تھی، اس لیے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ان کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے، اور یہ اپنے گھر واپس آ گئیں تھیں (ادھر سلمہ رضی اللہ عنہ کو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان والے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے چھین لے گئے) اس لیے اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اور بھی تکلیف تھی، چنانچہ روزانہ گھبرا کر گھر سے نکل جاتیں اور

ابطح میں بیٹھ کررویا کرتیں۔سات آٹھ دن تک یہی حالت رہی اور خاندان کے لوگوں کواحساس تک نہ ہوا۔ایکدن ابطح سے ان کے خاندان کاایک شخص نکلااورامّ سلمہ رضی اللہ عنہا کوروتے دیکھاتواسکادل بھرآیاگھرآکرلوگوں سے کہاکہ "اس غریب پرظلم کیوں کرتے ہو،اس کوجانے دواوراسکابچہ اسکے حوالے کردو، "روانگی کی اجازت ملی توبچے کوگودمیں لےکراونٹ پرسوارہوگئیں اورمدینہ کاراستہ لیا،چونکہ وہ بالکل تنہاتھیں،یعنی کوئی مردساتھ نہ تھا،تنعیم میں عثمان بن طلحہ(کلیدبردارکعبہ)کی نظرپڑی،بولا"کدھرکاقصد ہے؟"کہا"مدینے کا"پوچھاکوئی ساتھ بھی ہے،کہا"خدااوریہ بچہ، "عثمان نےکہا"یہ نہیں ہوسکتاتم تنہاکبھی نہیں جاسکتیں"یہ کہکر اونٹ کی مہارپکڑی اورمدینہ کی طرف روانہ ہوا،راستہ میں جب کہیں ٹھہرتاتواونٹ کوبٹھاکرکسی درخت کے نیچے چلاجاتا،اورحضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہااترپڑتیں،روانگی کاوقت آتاتواونٹ پرکجاوہ رکھ کرپرےہٹ جاتااورامّ سلمہ رضی اللہ عنہاسے کہتاکہ"سوار ہوجاؤ"حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہافرماتی ہیں کہ میں نےایساشریف آدمی کبھی نہیں دیکھا،غرض مختلف منزلوں پرقیام کرتاہوا۔ مدینہ لایا،قباکی آبادی پرنظرپڑی توبولا"اب تم اپنے شوہرکےپاس چلی جاؤ،وہ یہیں مقیم ہیں"یہ ادھرروانہ ہوئیں،اورعثمان نے مکہ کاراستہ لیا،(زرقانی ج3ص272،273)

قباپہنچیں تولوگ ان کاحال پوچھتے تھےاورجب یہ اپنے باپ کانام بتاتیں توان کویقین نہیں آتاتھا(یہ حیرت ان کےتنہا سفرکرنے پرتھی،شرفاکی عورتیں اسطرح باہرنکلنے کی جرأت نہیں کرتی تھیں)اورحضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہامجبوراًخاموش ہوتی تھیں،لیکن جب کچھ لوگ حج کےارادہ سےمکہ روانہ ہوئےاورانہوں نےاپنے گھررقعہ بھجوایاتواس وقت لوگوں کویقین ہواکہ وہ واقعی ابوامیہ کی بیٹی ہیں،ابوامیہ قریش کےچونکہ نہایت مشہوراورمعززشخص تھے،اسلیےحضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہابڑی وقعت کی نگاہ سےدیکھی گئیں۔(مندابن حنبل ج6ص307)

وفات ابوسلمہ رضی اللہ عنہ،نکاح ثانی اورخانگی حالات کابیان

کچھ زمانہ تک شوہرکاساتھ رہا،حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بڑے شہسوارتھے،بدراوراحدمیں شریک ہوئے،غزوہ احد میں چندزخم کھائے، جنکےصدمہ سےجانبرنہ ہوسکے،جمادی الثانی سن چارہجری میں ان کازخم پھٹااوراسی صدمہ سےوفات پائی۔(زرقانی ج3ص273) حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہانبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں اوروفات کی خبرسنائی،اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خودانکےمکان پرتشریف لائے،گھرمیں کہرام مچاتھا،حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہاکہتی تھیں، "ہائےغربت میں یہ کیسی موت ہوئی"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا"صبرکرو،ان کی مغفرت کی دعامانگو،اوریہ کہوکہ خداوندا!ان سے بہتران کا جانشین عطاکر"اسکے بعدابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی لاش پرتشریف لائےاورجنازہ کی نمازنہایت اہتمام کےساتھ پڑھائی گئی،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نےنوتکبیریں کہیں،لوگوں نےنمازکےبعدپوچھا،یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکوسہوتونہیں ہوا؟فرمایایہ ہزارتکبیروں کےمستحق تھے،وفات کےوقت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نےخوددست مبارک سے آنکھیں بندکیں،اوران کی مغفرت کی دعامانگی،

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کےبعدامّ سلمہ رضی اللہ عنہاحاملہ تھیں،وضع حمل کےبعدعدت گزرگئی توحضرت ابوبکررضی

اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، لیکن حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر پہنچے، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے چند عذر ہیں (1) میں سخت غیور ہوں۔ (2) صاحب عیال ہوں (3) میرا سن زیادہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان زحمتوں کو گوارہ فرمایا، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اب عذر کیا ہو سکتا تھا؟

اپنے لڑکے سے (جنکا نام عمر تھا) کہا اٹھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کراؤ۔ (سنن نسائی ص 511) شوال سن چار ہجری کی اخیر تاریخوں میں یہ تقریب انجام پائی، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی موت سے جو شدید صدمہ ہوا تھا، خداوند تعالیٰ نے اس کو ابدی مسرت میں تبدیل کر دیا، سنن ابن ماجہ میں ہے،

جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو میں نے وہ حدیث یاد کی جسکو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے تو میں نے دعا شروع کی اور جب میں یہ کہنا چاہتی کہ خداوندا! مجھے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون مل سکتا ہے لیکن میں نے دعا کو پڑھنا شروع کیا تو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے جانشین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو چکیاں، گھڑا، اور چمڑے کا تکیہ جس میں خرمے کی چھال بھری تھی، عنایت فرمایا، یہی سامان اور بیبیوں کو بھی عنایت ہوا تھا، (مسند ج6 ص295)

بہت حیادار تھیں، ابتدا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکان پر تشریف لاتے تو حضرت اُمّ سلمہ فرط غیرت سے لڑکی (زینب) کو گود میں بٹھالیتیں، آپ یہ دیکھ کر واپس جاتے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جو حضرت اُمّ سلمہ کے رضاعی بھائی تھے، معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے، اور لڑکی کو چھین لے گئے، (ایضا)

لیکن بعد میں یہ بات ختم ہوگئی، اور جسطرح دوسری بیبیاں رہتی تھیں وہ بھی رہنے لگیں، نکاح سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑا رشک ہوا، ابن سعد میں ان سے جو روایت منقول ہے اس میں یہ فقرہ بھی ہے" یعنی مجھکو سخت غم ہوا،" (ج8 ص24)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بیحد محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر جب تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو (سوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ عرض کرنا تھا، تو انہوں نے حضرت اُمّ سلمہ کو ہی اپنا سفیر بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، صحیح بخاری میں ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے دو گروہ تھے، ایک میں حضرت عائشہ، حفصہ، صفیہ، سودہ رضی اللہ عنہن شامل تھیں، دوسرے میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اس لیے لوگ ان ہی کی باری میں ہدیہ بھیجتے تھے، حضرت اُمّ سلمہ کی جماعت نے ان سے کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح ہم بھی سب کی بھلائی کی خواہاں ہیں، اس بنا پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم جسکے بھی مکان میں ہوں۔ لوگوں کو ہدیہ بھیجنا چاہیے، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ شکایت کی تو آپ نے دو مرتبہ اعراض فرمایا، تیسری مرتبہ کہا" ام سلمہ رضی اللہ عنہا! عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں مجھے اذیت

نہ پہنچاؤ، کیونکہ ان کے سواتم میں کوئی بیوی ایسی نہیں ہے، جسکے لحاف میں میرے پاس وحی آئی ہو، (صحیح بخاری ج1 ص532)"حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذیت پہنچانے سے پناہ مانگتی ہوں۔"

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب باش ہوتے تو ان کا بچھونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانماز کے سامنے بچھتا تھا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ سامنے ہوتی تھیں۔) (مسند ج6 ص322)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کا بہت خیال رکھتی تھیں، حجرت سفینہ رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام ہیں، دراصل حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، ان کو آزاد کیا تو اس شرط پر کہ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تم پر ان کی خدمت لازمی ہوگی (ایضاً ص316)

عام حالات کا بیان

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشہور واقعات زندگی یہ ہیں، غزوہ خندق میں اگرچہ وہ شریک نہ تھیں، تاہم اس قدر قریب تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اسطرح سنتی تھیں فرماتی ہیں کہ مجھے وہ وقت خود یاد ہے کہ جب سینہ مبارک غبار سے اٹا ہوا تھا اور آپ لوگوں کو اینٹیں اٹھا اٹھا کر دیتے اور اشعار پڑھ رہے تھے کہ دفعتہً عمار بن یاسر پر نظر پڑی فرمایا" (افسوس) ابن سمیہ! تجھکو ایک باغی گروہ قتل کرے گا،" (ایضاً ص289)

محاصرہ بنوقریظہ سن پانچ ہجری میں یہود سے گفتگو کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، اثنائے مشورہ میں ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کے اشارے سے بتلایا کہ تم لوگ قتل ہو جاؤ گے، لیکن بعد میں اس کو افشائے راز سمجھ کر اس قدر نادم ہوئے کہ مسجد کے ستون سے اپنے آپکو باندھ لیا، چند دنوں تک یہی حالت رہی پھر توبہ قبول ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے کہ صبح کو مسکراتے ہوئے اٹھے تو بولیں" خدا آپکو ہمیشہ ہنسائے، اس وقت ہنسنے کا کیا سبب ہے؟" فرمایا" ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوگئی" عرض کی" تو کیا میں ان کو یہ مژدہ سنا دوں" فرمایا" ہاں اگر چاہو" حضرت اُمّ سلمہ اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئیں اور پکار کر کہا" ابولبابہ مبارک ہو تمھاری توبہ قبول ہوگئی،" اس آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام مدینہ امنڈ آیا۔ (زرقانی ج2 ص153 وابن سعد ج2 ق1 ص54)

اسی سن میں آیت حجاب نازل ہوئی اس سے پیشتر ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن بعض دور کے اعزہ واقارب کے سامنے آیا کرتی تھیں، اب خاص خاص اعزہ کے سوا سب سے پردہ کرنے کا حکم ہوا۔ حضرت ابن اُمّ کلثوم قبیلہ قریش کے ایک معزز صحابی اور بارگاہ نبوی کے مؤذن تھے اور چونکہ نابینا تھے، اس لیے ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے حجروں میں آیا کرتے تھے، ایکدن آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا،" ان سے پردہ کرو" بولیں" وہ تو نابینا ہیں" فرمایا" تم تو نابینا نہیں ہو، تم تو انہیں دیکھتی ہو" (مسند ج6 ص296)

صلح حدیبیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں، صلح کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ حدیبیہ میں قربانی کریں، لیکن لوگ اس قدر دل شکستہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا یہاں تک کہ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، تین دفعہ بار بار کہنے

پر بھی ایک شخص بھی آمادہ نہ ہوا، (چونکہ معاہدہ کی تمام شرطیں بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اس لیے تمام لوگ رنجیدہ اور غصہ سے بیتاب تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی، انھوں نے عرض کی" آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائیں" آپ نے باہر آ کر قربانی کی اور بال منڈوائے اب جب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہوسکتی تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتارا، ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایکدوسرے پر ٹوٹا پڑتا تھا اور عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا،

(صحیح بخاری ج6ص380)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ خیال علم النفس کے ایک بڑے مسئلہ کو حل کرتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کی فطرت شناسی میں ان کو کس درجہ کمال حاصل تھا، امام الحرمین فرمایا کرتے تھے کہ صنف نازک کی پوری تاریخ اصابت رائے کی ایسی عظیم الشان مثال نہیں پیش کرسکتی۔ (زرقانی ج3ص272)

غزوہ خیبر میں شریک تھیں، مرحب کے دانتوں پر جب تلوار پڑی تو کرکراہٹ کی آواز ان کے کانوں میں آئی تھی،

(استیعاب ج2ص803)

سن نو ہجری میں ایلاء کا واقعہ پیش آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ کی تو حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی آئے وہ ان کی عزیز ہوتی تھیں، ان سے بھی گفتگو کی، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا،

(صحیح بخاری ج2ص730)

عمر رضی اللہ عنہ تم ہر معاملہ میں دخل دینے لگے یہاں تک کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج کے معاملات میں بھی دخل دیتے ہو۔"

چونکہ جواب نہایت خشک تھا، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ چپ ہو گئے اور اٹھ کر چلے آئے، رات کو یہ خبر مشہور ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دے دی صبح کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور تمام واقعہ بیان کیا جب حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا تو آپ مسکرائے،

حجۃ الوداع میں جو سن دس ہجری میں ہوا۔ اگرچہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا علیل تھیں، تاہم ساتھ آئیں، نبہا (غلام) اونٹ کی مہار تھامے تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام کے پاس اس قدر مال موجود ہو کہ وہ اس کو ادا کر کے آزاد ہوسکتا ہو تو اس سے پردہ ضروری ہو جاتا ہے، (مسند ج6ص308وص289)

طواف کے متعلق فرمایا کہ جب نماز فجر ہو، تم اونٹ پر سوا ہو کر طواف کرو چنانچہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا، (صحیح بخاری ج1ص219،220)

سن 11 ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے، مرض نے طول کھینچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں منتقل ہو گئے، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اکثر آپکو دیکھنے کے لیے جایا کرتی تھیں، ایکدن طبیعت زیادہ

علیل ہوئی تو اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا چیخ اٹھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں، (طبقات ج2ق2ص13)
ایک دن مرض میں اشتداد ہوا تو ازواج نے دوا پلانی چاہی، چونکہ گوارہ نہ تھی، آپ نے انکار فرمایا، لیکن جب غشی طاری ہوگئ تو
حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نے دوا پلا دی (صحیح بخاری ج2ص641 طبقات ج2ق2ص32)
(بعض روایتوں میں ہے کہ ان دونوں نے اسکا مشورہ دیا تھا) اسی زمانہ میں ایک روز حضرت اُمّ سلمہ اور اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہما نے جو
حبشہ ہو آئی تھیں، وہاں کے عیسائی معبدوں کا (جو غالبا رومن کیتھولک گرجے ہونگے) اوران کے مجسموں اور تصویروں کا تذکرہ کیا،
آپ نے فرمایا۔ ان لوگوں میں جب کوئی نیک مرتا ہے تو اسکے مقبرہ کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں، اور اسکا بت بنا کر اس میں کھڑا کرتے
ہیں، قیامت کے روز خدائے عزوجل کی نگاہ میں یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے، (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

وفات سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
اسی وقت بیتابانہ پوچھنے لگیں، لیکن حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے توقف کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
پوچھا۔ (طبقات ج2ق2ص40)

سن اکسٹھ ہجری میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا حال ہے،
ارشاد ہوا، "حسین (رضی اللہ عنہ) کے مقتل سے واپس آرہا ہوں" حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیدار ہوئیں تو آنکھوں سے آنسو
جاری تھے (صحیح ترمذی ص224) اسی حالت میں زبان سے نکلا اہل عراق نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، خدا ان کو قتل کرے اور حسین
رضی اللہ عنہ کو ذلیل کیا خدا ان لوگوں پر لعنت کرے، (مسند ج6ص98)

سن تریسٹھ ہجری میں واقعہ حرہ کے بعد شامی لشکر مکہ گیا، جہاں ابن زبیر رضی اللہ عنہما پناہ گزیں تھے، چونکہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ایسے لشکر کا تذکرہ فرمایا تھا، بعض کو شبہ ہوا، اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا بولیں نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ایک شخص مکہ میں پناہ لے گا، اسکے مقابلہ میں جو لشکر آئے گا بیاباں میں وہیں دھنس جائے
گا۔ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جو لوگ جبراً شریک کیئے گئے ہوں گے وہ بھی؟ فرمایا ہاں وہ بھی لیکن قیامت میں ان کی نیتوں
کے مطابق اٹھیں گے (حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ) فرماتے تھے کہ یہ واقعہ مدینہ کے میدان میں پیش آئے گا۔
(صحیح بخاری ج2ص493،494)

وفات کا بیان

جس سال حرہ کا واقعہ ہوا (یعنی سن 63 ہجری) اسی سال حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا اس وقت 84
برس کا سن تھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں دفن کیا (زرقانی ج3ص276) اس زمانہ میں ولید بن
عتبہ (ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا پوتا) مدینہ کا گورنر تھا، چونکہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ وہ میرے جنازہ کی نماز نہ
پڑھائے، اس لیے وہ جنگل کی طرف نکل گیا اور اپنے بجائے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ (طبری کبیر ج3ص2443)

اولاد کا بیان

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر سے جو اولاد ہوئی اسکے نام یہ ہیں۔ سلمہ رضی اللہ عنہ، حبشہ میں پیدا ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی امامہ سے کیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح انہوں نے ہی کیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فارس و بحرین کے حاکم تھے، دُرّہ، ان کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے، حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جو کہ ازواج مطہرات میں داخل تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ درہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے، اگر میں نے اس کو پرورش بھی کیا ہوتا تو بھی وہ کسی طرح میرے لیے حلال نہ تھی، کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے۔ (صحیح بخاری ج 2 ص 764)
زینب رضی اللہ عنہا پہلے برہ نام تھا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رکھا۔ (زرقانی ج 3 ص 272)

حلیہ کا بیان

اصابہ میں ہے، "یعنی حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت حسین تھیں۔ بن سعد (ابن سعد ج 8 ص 66) نے روایت کی ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حسن کا حال معلوم ہوا تو سخت پریشان ہوئیں، مگر یہ واقدی کی روایت ہے جو چنداں قابل اعتبار نہیں۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے بال نہایت گھنے تھے۔ (مسند ج 6 ص 389)

فضل و کمال کا بیان

علمی حیثیت اگرچہ تمام ازواج بلند مرتبہ تھیں، تاہم حضرت عائشہ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما کا ان میں کوئی جواب نہیں تھا، چنانچہ محمود بن لبید کہتے ہیں، (طبقات ابن سعد ج 6 ص 317)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج احادیث کا مخزن تھیں، تاہم عائشہ اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما کا ان میں کوئی حریف مقابل نہ تھا، مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور اعلانیہ کہتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں، " (مسند ج 6 ص 317)

حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما دریائے علم ہونے کے باوجود ان کے دریائے فیض سے مستغنی نہ تھے، (اصابہ ج 8 ص 312) تابعین کرام کا ایک بڑا گروہ ان کے آستانہ فضل پر سر بر تھا۔
قرآن اچھا پڑھتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر پڑھ سکتی تھیں، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر قرأت کرتے تھے؟ بولیں ایک ایک آیت الگ الگ کر کے پڑھتے تھے اسکے بعد خود پڑھ کر بتلا دیا۔

(ایضاً ص 301،300)

حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا ان کا کوئی حریف نہ تھا، ان سے 378 روائتیں مروی ہیں۔ اس بنا پر وہ محدثین صحابہ رضی اللہ عنہم کے تیسرے طبقہ میں شامل ہیں۔
حدیث سننے کا بڑا شوق تھا۔ ایک دن بال گوندوا رہی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے

زبان مبارک سے ایھا الناس (لوگو!) کا لفظ نکلا تو فوراً بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں، اور کھڑے ہو کر پورا خطبہ سنا۔

(ایضاً ص301)

مجتہد تھیں

صاحب اصابہ نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے،" یعنی وہ کامل العقل اور صاحب الرائے تھیں۔" (اصابہ ج8 ص241)

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ان کے فتاویٰ اگر جمع کیئے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے،

(اعلام الموقعین ج1 ص13)

انکے فتاوی کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً متفق علیہ ہیں اور یہ ان کی دقیقہ رسی اور نقطہ چینی کا کرشمہ ہے، ان کی نکتہ چینی پر ذیل کے واقعات شاہد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، مروان نے پوچھا آپ یہ نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ بولے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تھے، چونکہ انہوں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ سے سنی تھی، مروان نے ان کے پاس تصدیق کیلئے آدمی بھیجا، انہوں نے کہا مجھکو اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث پہنچی ہے۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی گیا اور ان کو یہ قول نقل کیا تو بولیں،" یعنی خدا عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی مغفرت کرے انہوں نے بات نہیں سمجھی،" (مسند احمد ج6 ص299، یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی ہے ج2 ص239)

کیا میں نے ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔"

(مسند احمد ج6 ص303)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رمضان میں جنابت کا غسل فوراً صبح اٹھ کر کرنا چاہیے، ورنہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ایک شخص نے جا کر حضرت اُمّ سلمہ و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے جا کر پوچھا دونوں نے کہا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں صائم ہوتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو رنگ فق ہو گیا، اسی خیال سے رجوع کیا اور کہا کہ میں کیا کروں فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کو زیادہ علم ہے۔ (مسند احمد ج6 ص306، 307) (اسکے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا فتوی واپس لے لیا)۔

(ایضاً ص306)

ایک مرتبہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرونی زندگی کے متعلق کچھ ارشاد کیجئے، فرمایا" آپ کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ سے واقعہ بیان کیا، فرمایا تم نے بہت اچھا کیا، (ایضاً ص309)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا جواب صاف دیتی تھیں اور کوشش کرتی تھیں کہ سائل کی تشفی ہو جائے، ایک دفعہ کسی شخص کو مسئلہ بتایا، وہ ان کے پاس سے اٹھ کر دوسری ازواج کے پاس گیا۔ سب نے ایک ہی جواب دیا، واپس آ کے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر سنائی تو بولیں، نعم واشفیک اذ اطہر د میں تمھاری تشفی کرنا چاہتی ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے

متعلق یہ حدیث سنی ہے، (ایضاً ص 297)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو حدیث وفقہ کے علاوہ اسرار کا بھی علم تھا، اور یہ وہ فن تھا جس کے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ عالم خصوصی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو بولیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض صحابی ایسے ہیں جنکو نہ میں اپنے انتقال کے بعد دیکھونگا نہ وہ مجھکو دیکھیں گے، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ گھبرا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے یہ حدیث بیان کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور کہا، "خدا کی قسم اسچ سچ کہنا کیا میں انہی میں ہوں۔" حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا نہیں، لیکن تمھارے علاوہ میں کسی کو مستثنٰی نہیں کروں گی، (مسند احمد ص 307 ج6)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے جن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ان کی ایک بڑی جماعت ہے ہم صرف چند ناموں پر اکتفا کرتے ہیں۔

عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، ہند رضی اللہ عنہا بنت الحارث الفراسیہ، صفیہ رضی اللہ عنہا بنت شیبہ، عمر رضی اللہ عنہ، زینب رضی اللہ عنہا (اولا د حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا) مصعب رضی اللہ عنہ بن عبداللہ (برادرزادہ) نبھان (غلام مکاتب) عبداللہ بن رافع، نافع رضی اللہ عنہ، شعبہ، پسر شعبہ رضی اللہ عنہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ، خیرۃ والدۂ حسن بصری، سلیمان رضی اللہ عنہ بن یسار، ابوعثمان رضی اللہ عنہ النہدی، حمید رضی اللہ عنہ، ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، ابووائل، صفیہ بنت محصن، شعبی، عبدالرحمان، ابن حارث بن ہشام، عکرمہ، ابوبکر بن عبدالرحمان، عثمان بن عبداللہ ابن موھب، عروہ بن زبیر، کریب مولی ابن عباس رضی اللہ عنہ، قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ، نافع مولا ابن عمر یعلی بن مالک،

اخلاق وعادات کا بیان

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض کیا تو اس کو توڑ ڈالا۔ (ایضاً ج6 ص 323،319) ہر مہینے میں تین دن (دوشنبہ، جمعرات اور جمعہ) روزہ رکھتی تھیں، (ایضاً ص389) ثواب کی متلاشی رہتیں، ان کے پہلے شوہر کی اولاد ان کے ساتھ تھی، اور وہ نہایت عمدگی سے ان کی پرورش کرتی تھیں، اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا کہ مجھکو اسکا کچھ ثواب بھی ملے گا۔ اپ نے فرمایا "ہاں"

(صحیح بخاری ج1 ص1198)

اچھے کاموں میں شریک ہوتی تھیں، آیت تطہیر انہی کے گھر میں نازل ہوئی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر کمبل اڑھایا اور کہا" خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے ناپاکی کو دور کر اور انہیں پاک کر" حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ دعا سنی تو بولیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں ارشاد ہوا۔ تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہوں۔ (صحیح ترمذی ص530)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پابند تھیں، نماز کے اوقات میں بعض امراء نے تغیر وتبدل کیا یعنی مستحب اوقات چھوڑ

دیئے تو حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر جلد پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلد پڑھتے ہو۔ (مسند ج6 ص289)

ایک دن ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی، چونکہ سجدہ گاہ غبار آلود تھی، وہ سجدہ کرتے عقت مٹی جھاڑتے تھے، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے روکا کہ یہ فعل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روش کے خلاف ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام نے ایک دفعہ ایسا کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا، ترب وجهك الله! یعنی تیرا چہرہ خدا کی راہ میں غبار آلود ہو۔ (ایضاً ج6 ص301)

فیاض تھیں، اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے آکر کہا اماں! میرے پاس اس قدر مال جمع ہو گیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے، فرمایا بیٹا! اس کو خرچ کرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے صحابہ ایسے ہیں کہ جو مجھکو میری موت کے بعد پھر نہ دیکھیں گے! (ایضاً ص290)

ایک مرتبہ چند فقراء جن میں عورتیں بھی تھیں، ان کے گھر آئے اور نہایت الحاح سے سوال کیا، اُمّ الحسن بیٹھی تھیں، انہوں نے ڈانٹا لیکن حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہمکو اسکا حکم نہیں ہے۔ اسکے بعد لونڈی کو کہا کہ ان کو کچھ دیکر رخصت کرو۔ کچھ نہ ہو تو ایک ایک چھوہارا ان کے ہاتھ پر رکھ دو۔ (استیعاب ج2 ص803)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو محبت تھی اسکا یہ اثر تھا کہ آپکے موئے مبارک تبرکا رکھ چھوڑے تھے۔ جن کی وہ لوگوں کو زیارت کراتی تھیں، (مسند احمد ج6 ص296) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسکا کیا سبب ہے کہ ہمارا قرآن میں ذکر نہیں۔ تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور یہ آیت پڑھی "ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات" (ایضاً ص301)

مناقب کا بیان

ایک مرتبہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں، حضرت جبرئیل آئے اور باتیں کرتے رہے، ان کے جانے کے بعد آپ نے پوچھا "انکو جانتی ہو؟" بولیں دحیہ رضی اللہ عنہ تھے، لیکن جب اپ نے اس واقعہ کو اور لوگوں سے بیان کیا تو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ جبرئیل تھے، (صحیح مسلم ج2 ص241 مطبوعہ مصر) (غالباً یہ نزول حجاب سے قبل کا واقعہ ہے۔)

شرح حدیث

حضرت خالد بن اسلم نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ایک اعرابی نے آپ سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر بتلائیے "جو لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں۔" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب دیا کہ اگر کسی نے سونا چاندی جمع کیا اور اس کی زکوۃ نہ دی تو اس کے لیے ویل (خرابی) ہے۔ یہ حکم زکوۃ کے احکام نازل ہونے سے پہلے تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کا حکم نازل کر دیا تو اب وہی زکوۃ مال و دولت کو پاک کر دینے والی ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۱۴۰۴)

اس مال سے متعلق یہ آیت نہیں ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (التوبہ: 34) معلوم ہوا کہ اگر کوئی مال جمع کرے تو گنہگار نہیں بشرطیکہ زکوٰۃ دیا کرے۔ گو تقویٰ اور فضیلت کے خلاف ہے۔ یہ ترجمہ باب خود ایک حدیث ہے۔ جسے امام مالک نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً نکالا ہے اور ابوداؤد نے ایک مرفوع حدیث نکالی جس کا مطلب یہی ہے۔ حدیث لیس فیما دون خمس اواق صدقة یہ حدیث اس باب میں آتی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث سے دلیل لی کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز نہیں ہے۔ اس کا دبانا اور رکھ چھوڑنا درست ہے کیونکہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں بموجب نص حدیث زکوٰۃ نہیں ہے۔ پس اتنی چاندی کا رکھ چھوڑنا اور دبانا کنز نہ ہوگا اور آیت میں سے اس کو خاص کرنا ہوگا اور خاص کرنے کی وجہ یہی ہوئی کہ زکوٰۃ اس پر نہیں ہے تو جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ بھی کنز نہ ہوگا کیونکہ اس پر بھی زکوٰۃ نہیں رہی۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے پانچ اوقیوں کے دو سو درہم ہوئے یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی۔ یہی چاندی کا نصاب ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

کنز کے متعلق بیہقی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: كل ما اديت زكوته وان كان تحت سبع ارضين فليس بكنز و كل مالا تودى زكوته فهو كنز وان كان ظاهرا على وجه الارض (فتح الباری)

یعنی ہر وہ مال جس کی تو نے زکوٰۃ ادا کر دی ہے وہ کنز نہیں ہے اگرچہ وہ ساتویں زمین کے نیچے دفن ہو اور ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ نہیں ادا کی وہ کنز ہے اگرچہ وہ زمین کی پیٹھ پر رکھا ہوا ہو۔

آپ کا یہ قول بھی مروی ہے ما ابالی لو كان لی مثل احد ذهبا اعلم عدده ازكيه واعمل فيه بطاعة الله تعالیٰ (فتح) یعنی مجھ کو کچھ پروا نہیں جب کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور میں زکوٰۃ ادا کر کے اسے پاک کروں اور اس میں اللہ کی اطاعت کے کام کروں یعنی اس حالت میں اتنا خزانہ بھی میرے لیے مضر نہیں ہے۔ (فتح الباری شرح البخاری)

ہم سے علی بن ابی ہاشم نے بیان کیا' انہوں نے ہشیم سے سنا' کہا کہ ہمیں حصین نے خبر دی' انہیں زید بن وہب نے کہا کہ میں مقام ربذہ سے گزر رہا تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آ گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں شام میں تھا تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے میرا اختلاف (قرآن کی آیت) "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے" کے متعلق ہو گیا۔ معاویہ کا کہنا یہ تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں یہ کہتا تھا کہ اہل کتاب کے ساتھ ہمارے متعلق بھی یہ نازل ہوئی ہے۔ اس اختلاف کے نتیجہ میں میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ (جو ان دنوں خلیفۃ المسلمین تھے) کے یہاں میری شکایت لکھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھا کہ میں مدینہ چلا آؤں۔ چنانچہ میں چلا آیا۔ (وہاں جب پہنچا) تو لوگوں کا میرے یہاں اس طرح ہجوم ہونے لگا جیسے انہوں نے مجھے پہلے دیکھا ہی نہ ہو۔ پھر جب میں نے لوگوں کے اس طرح اپنی طرف آنے کے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو یہاں کا قیام چھوڑ کر مدینہ سے قریب ہی کہیں اور جگہ الگ قیام اختیار کر لو۔ یہی بات ہے جو مجھے یہاں (ربذہ) تک لے آئی ہے۔ اگر وہ میرے اوپر ایک حبشی کو بھی امیر مقرر کر دیں تو میں اس کی بھی سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۱۴۰۷)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بڑے عالی شان صحابی اورزہد ودرویشی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے ایسی بزرگ شخصیت کے پاس خواہ مخواہ لوگ بہت جمع ہوتے ہیں۔حضرت معاویہ نے ان سے یہ اندیشہ کیا کہ کہیں کوئی فساد نہ اٹھ کھڑا ہو۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں سے بلا بھیجا تو فوراً چلے آئے۔خلیفہ اور حاکم اسلام کی اطاعت فرض ہے۔ابوذر نے ایسا ہی کیا۔مدینہ آئے تو شام سے بھی زیادہ ان کے پاس مجمع ہونے لگا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی وہی اندیشہ ہوا جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوا تھا۔انہوں نے صاف تو نہیں کہا کہ تو مدینہ سے نکل جاؤ مگر اصلاح کے طور پر بیان کیا۔ابوذر نے ان کی مرضی پا کر مدینہ کو بھی چھوڑا۔اور ربذہ نامی ایک گاؤں میں جا کر رہ گئے اور تادم وفات وہیں مقیم رہے۔آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔

امام احمد اور ابویعلی نے مرفوعاً نکالا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا تھا جب تو مدینہ سے نکالا جائے گا تو کہاں جائے گا؟ تو انہوں نے کہا شام کے ملک میں۔آپ نے فرمایا کہ جب تو وہاں سے بھی نکالا جائے گا؟ انہوں نے کہا کہ میں پھر مدینہ شریف میں آجاؤں گا۔آپ نے فرمایا جب پھر وہاں سے نکالا جائے گا تو کیا کرے گا۔ابوذر نے کہا میں اپنی تلوار سنبھال لوں گا اور لڑوں گا۔آپ نے فرمایا بہتر بات یہ ہے کہ امام وقت کی بات سن لینا اور مان لینا۔وہ تم کو جہاں بھیجیں چلے جانا۔چنانچہ حضرت ابوذر نے اسی ارشاد پر عمل کیا اور دم نہ مارا اور آخر دم تک ربذہ ہی میں رہے۔

جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ کی بیوی جو ساتھ تھیں اس موت غربت کا تصور کر کے رونے لگیں۔کفن کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔آخر ابوذر کو ایک پیش گوئی یاد آئی اور بیوی سے فرمایا کہ میری وفات کے بعد اس ٹیلے پر جا بیٹھنا کوئی قافلہ آئے گا وہی میرے کفن کا انتظام کرے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اچانک ایک قافلہ کے ساتھ ادھر سے گزرے اور صورت حال معلوم کر کے رونے لگے پھر کفن دفن کا انتظام کیا۔کفن میں اپنا عمامہ ان کو دے دیا (رضی اللہ عنہم)

علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وفی ہذا الحدیث من الفوائد غیر ماتقدم ان الکفار مخاطبون بفروع الشریعة لاتفاق ابی ذر ومعاویة ان الایہ نزلت فی اہل الکتاب وفیہ ملاطفة الائمة للعلماء فان معاویة لم یجسر علی الانکار علیہ حتی کاتب من ہو اعلی منہ فی امرہ وعثمان لم یحنق اعلی ابی ذر مع کونہ کان مخالفا لہ فی تاویلہ فیہ التحذیر من الشقاق والخروج علی الائمة والترغیب فی الطاعة لاولی الامر وامر الافضل بطاعة المفضول خشیة المفسدة وجواز الاختلاف فی الاجتہاد والاخذ بالشدة فی الامر بالمعروف وان ادی ذالک الی فراق الوطن وتقدیم دفع المفسدة علی جلب المنفعة لان فی بقاء ابی ذر بالمدینة مصلحة کبیرة من بث عملہ فی طالب العلم ومع ذالک فرجع عند عثمان دفع مایتوقع عند المفسدة من الاخذ بمذہبہ الشدید فی ہذہ المسئلة ولم یامرہ بعد ذالک بالرجوع عنہ لان کلا منہما کان مجتہدا۔

یعنی اس حدیث سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں حضرت ابوذر اور حضرت معاویہ یہاں تک متفق تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے پس معلوم ہوا کہ شریعت کے فروعی احکامات کے کفار بھی مخاطب ہیں اور اس سے یہ بھی نکلا کہ حکام اسلام کو علماء کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا چاہیے۔حضرت معاویہ نے یہ جسارت نہیں کی کہ کھلم کھلا حضرت ابوذر کی مخالفت کریں بلکہ یہ

معاملہ حضرت عثمان تک پہنچا دیا جو اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ برحق تھے اور واقعات معلوم ہونے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی سختی نہیں کی حالانکہ وہ ان کی تاویل کے خلاف تھے۔ اس سے یہ بھی نکلا کہ اہل اسلام کو باہمی نفاق وشقاق سے ڈرنا ہی چاہیے اور ائمہ برحق پر خروج نہ کرنا چاہیے بلکہ اولوالامر کی اطاعت کرنی چاہیے اور اجتہادی امور میں ان سے اختلاف کا جواز بھی ثابت ہوا اور یہ بھی کہ امر بالمعروف کرنا ہی چاہیے خواہ اس کے لیے وطن چھوڑنا پڑے اور فساد کی چیز کو دفع ہی کرنا چاہیے اگرچہ وہ نفع کے خلاف بھی ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا' اس میں بڑی مصلحت تھی کہ یہ یہاں مدینہ میں رہیں گے تو لوگ ان کے پاس بکثرت علم حاصل کرنے آئیں گے اور اس مسئلہ متنازعہ میں ان سے اسی شدت کا اثر لیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس شدت سے رجوع کرنے کا بھی حکم نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ یہ سب مجتہد تھے اور ہر مجتہد اپنے اپنے اجتہاد کا خود ذمہ دار ہے۔ (فتح الباری شرح البخاری)

رکاز کی زکوۃ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر جانور کسی کو زخمی کردے تو معاف ہے اگر کنواں کھدوانے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے اگر کان کھدوانے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 295)

کوئی جانور یعنی گھوڑا، بیل اور بھینس وغیرہ اگر کسی شخص کو زخمی کردے کوئی چیز ضائع کردے یا کسی کو جان ہی سے مار ڈالے اور اس موقع پر جانور کے ساتھ کوئی یعنی اس کا مالک وغیرہ نہ ہو اور یہ کہ دن کا وقت ہو تو جانور کا زخمی کرنا یا کسی چیز کو ضائع کردینا معاف ہے یعنی اس کے مالک پر اس کا کوئی بدلہ اور جرمانہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر جانور اس حال میں کسی کو زخمی کرے یا کوئی چیز ضائع کردے کہ اس پر کوئی سوار ہو یا اس کے ساتھ کوئی ہانکنے والا اور کھینچنے والا ہو تو ایسی صورت میں جانور کے مالک پر بدلہ اور جرمانہ واجب ہوگا کیونکہ اس میں کوتاہی اور لاپرواہی کو دخل ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی جانور رات کے وقت چھوٹ کر کسی کو زخمی کردے یا کوئی چیز تلف کردے تو اس کے مال پر اس کا تاوان آئے کیونکہ رات میں جانوروں کو باندھا جاتا ہے مگر اس نے جانور کو نہ باندھ کر لاپرواہی اور کوتاہی کا ثبوت دیا اس بارے میں مذکورہ حدیث اگرچہ عام ہے اور اس میں کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے مگر دوسری احادیث اور دیگر دلائل کے پیش نظر مذکورہ قیود کو ذکر کیا گیا ہے۔ والبیر جبار (اگر کنواں کھدوانے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کنواں کھدوانا چاہتا ہے اور اس نے کنواں کھودنے کے لئے کسی مزدور کی خدمات حاصل کی ہیں اب اگر وہ مزدور کنواں کھودتے ہوئے گر کر یا دب کر مر جائے تو کنواں کھدوانے والے پر کوئی تاوان یعنی خون بہا وغیرہ واجب نہیں۔ اس طرح اگر کوئی شخص اپنی زمین میں یا کسی ایسی افتادہ زمین میں کہ جس کے مالک کا کوئی پتہ نہ ہو کنواں کھدوائے اور اس کنویں میں کوئی آدمی یا جانور گر کر مرجائے تو اس صورت میں بھی اس پر کوئی تاوان نہیں آئے گا ہاں اگر کنواں راستے میں یا کسی دوسرے کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر کھدوایا جائے اور اس کنویں میں کوئی آدمی یا جانور گر کر مرجائے تو اس صورت میں کنواں کھودنے والے کے عاقلہ پر تاوان یعنی خون بہا واجب ہوگا یہی

حکم اس شخص کے بارے میں لاگو ہوگا جو سونا چاندی، فیروزہ یا مٹی نکلوانے کے لئے زمین کے کسی حصے کو کھدوائے گا۔ عاقلہ کسے کہتے ہیں "عاقلہ" ایک فقہی اصطلاح ہے اس کے معنی مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ کسی شخص سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا ہے مثلاً وہ شکار پر بندوق چلاتا ہے اور اتفاق سے بغیر کسی قصد و ارادہ کے اس کی گولی شکار کی بجائے کسی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے یا مذکورہ بالا صورت کے مطابق کوئی شخص راستہ میں کنوا کھدوا دیتا ہے اور اس کنویں میں گر کر کوئی مر جاتا ہے تو جس شخص کی گولی سے کوئی خون ہو جائے یا جس شخص کے کھودے ہوئے کنویں میں کوئی گر کر مر جائے اس کے ساتھی اور رفیق "عاقلہ" کہلاتے ہیں فرض کیجئے وہ شخص فوج میں یا پولیس میں ملازم ہے تو اس کے ساتھی فوجی یا سپاہی عاقلہ کہلائیں گے اور اگر وہ کہیں ملازم نہ ہو تو پھر اس کے قبیلہ اور خاندان والے اس کے عاقلہ کہلائیں گے۔ عاقلہ پر تاوان کیوں؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غلطی تو اس شخص کی ہے مگر جرمانہ اور تاوان اس کے ساتھیوں یا اس کے اہل خاندان اور قبیلہ والوں پر کیوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس شخص سے کسی غلطی کا ارتکاب ہو گیا اور اس غلطی میں بھی اس کے قصد و ارادہ کو کوئی دخل نہیں تھا تو اگرچہ اس پر کوئی جرمانہ کیوں نہ کر دیا جائے مگر ہو سکتا ہے کہ وہ اس غلطی پر پشیمان و نادم نہ ہو اور اس کی لا پرواہی اور کوتاہی آئندہ کسی اور بڑے حادثے کا ذریعہ بن جائے اس لئے ضروری ہوا کہ جرمانہ اور تاوان ان لوگوں پر لازم کیا جائے جو اس کے قریب رہنے والے ہوں اور اس سے متعلق ہوں تا کہ وہ اس پر پوری طرح کنٹرول کر سکیں اور آئندہ کے لئے اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے دیں۔ حدیث میں مذکور رکاز سے کیا مراد ہے؟

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں جس رکاز کا ذکر کیا گیا ہے اس سے کان (معدن) مراد ہے لیکن اہل حجاز "رکاز" سے زمانہ جاہلیت کے دفینے (زمین دوز کئے ہوئے خزانے) مراد لیتے ہیں جہاں تک حدیث کا ظاہر مفہوم اور اس کا سیاق و سباق ہے اس کے پیش نظر وہی معنی زیادہ مناسب اور بہتر معلوم ہوتے ہیں جو حضرت امام اعظم نے مراد لئے ہیں پھر یہ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی بھی "رکاز" کے اسی معنی کی وضاحت کرتا ہے۔

چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب دریافت کیا گیا کہ رکاز وہ سونا اور چاندی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں اس کی تخلیق کے وقت ہی پیدا فرمایا ہے۔ کان میں سے نکلنے والی چیزوں کی قسمیں اس موقع پر یہ بھی جان لیجئے کہ جو چیزیں کان سے برآمد ہوتی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) وہ چیزیں جو منجمد ہوں اور آگ میں ڈالنے سے نرم ہو جائیں نیز منقش کئے جانے کے قابل ہوں یعنی جو سکے وغیرہ ڈھالنے کے کام آسکتی ہوں جیسے سونا، چاندی، لوہا اور رانگا وغیرہ۔ (۲) وہ چیزیں جو منجمد نہیں ہوتیں جیسے پانی، تیل، رال اور گندھک وغیرہ۔ (۳) وہ چیزیں جو آگ میں ڈالنے سے نرم نہ ہوتی ہوں اور نہ سکے وغیرہ کے لئے ڈھالی جا سکتی ہوں جیسے پتھر، چونا، ہڑتا اور یاقوت وغیرہ، چنانچہ ان تینوں اقسام میں سے صرف پہلی قسم میں زکوۃ کے طور پر خمس یعنی پانچواں حصہ نکالنا واجب ہے اور اس کے لئے ایک سال گزرنا شرط نہیں ہے حضرت امام شافعی کے نزدیک معدنیات میں سے صرف سونے چاندی میں زکوۃ واجب ہوتی ہے دوسری معدنیات مثلاً لوہے، رانگ وغیرہ میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔

زینت اختیار کرنے کے لیے انگوٹھیاں تیار کرنے کا بیان

1565 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِيسَ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي جَعْفَرٍ، اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، اَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، اَنَّهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَى فِي يَدَيَّ فَتَخَاتٍ مِنْ وَرِقٍ، فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ؟. فَقُلْتُ: صَنَعْتُهُنَّ اَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ: اَتُؤَدِّينَ زَكَاتَهُنَّ؟. قُلْتُ: لَا. اَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ. قَالَ: هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ.

❀❀ عبداللہ بن شداد بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ ﷞ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے بتایا: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے میرے ہاتھ میں چاندی کی بنی ہوئی انگوٹھیاں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: اے عائشہ! یہ کس لیے ہیں؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے یہ اس لیے تیار کروائی ہیں تاکہ آپ ﷺ کے لیے زینت اختیار کروں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے ان کی زکوٰۃ ادا کی ہے؟ میں نے عرض کی: جی نہیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جو بھی اللہ کو منظور تھا وہ کہا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنم میں (جانے کے لیے) یہ تمہارے لیے کافی ہیں۔

راوی حدیث عبداللہ بن شداد

ابوالولید، عبداللہ بن شداد بن ھاد، اسامہ بن عمرو بن عبداللہ بن جابر بن بشر بن عتوارہ بن عامر بن مالک بن لیث، کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آپ، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے اور آپ کی والدہ سلمی بنت عمیس خثعمی، اسماء بنت عمیس کی بہن تھی۔ اس بناء پر یہ عبداللہ بن جعفر اور محمد بن ابوبکر کے خالہ زاد بھائی اور عمارہ کی ماں کے بھائی تھے۔

ابن سعد اپنی طبقات جلد ۶ صفحہ ۸۶ پر ان کے متعلق لکھتے ہیں بڑے ثقہ، فقیہ کثیر الحدیث تھے ان کی حدیثیں کل صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ عبداللہ جنگ دجیل میں شہید ہوئے یہ بہت ہی موثق، فقیہ، کثیر الحدیث تھے۔ یہ جنگ ۸۱ ہجری میں واقع ہوئی، صحاح ستہ کے مصنفین اور دوسرے تمام اہل سنت نے عبداللہ بن شداد کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

ابواسحاق شیبانی، معبد بن خالد اور سعد بن ابراہیم نے ان سے حدیث نقل کی ہے اور جو حدیثیں انہوں نے ان سے نقل کی ہیں وہ سب صحاح ستہ اور تمام مسانید کی کتابوں میں موجود ہیں۔

سونے چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

سونا اور چاندی جب بقدر نصاب ہوں ان میں زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے سونے کا نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولہ اور چاندی کا نصاب دوسو درم یعنی ساڑھے باون تولہ۔ اعشاری نظام کی جو تفصیل سرکاری طور پر حکومت کی جانب سے جاری کی

گئی ہے، اس کے مطابق سونے کا نصاب ۸۷،۴۷۹ گرام ہے اور چاندی کا نصاب ۶۰۷،۳۵۰ گرام ہے۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار ہے، قیمت کا لحاظ نہیں، وزن میں بقدرِ نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں، قیمت جو کچھ بھی ہو، مثلاً سات تولے سونے یا کم کا زیور یا برتن بنا ہو کہ اس کی کاریگری کی وجہ سے قیمت میں ساڑھے سات تولہ تک پہنچتا یا اس سے بھی زائدہ ہوتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں کہ وزن ساڑھے سات تولہ کامل نہ ہوا یا ساڑھے سات تولہ بارتے (کھوٹے) سونے کا مال ہے کہ قیمت میں سات تولہ سونے سے بھی کم ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے کہ نصاب کا وزن پورا ہے۔ (درمختار، فتاویٰ رضویہ)

عورت کو ماں باپ کے یہاں سے جو زیور ملتا ہے اس کی مالک عورت ہی ہوتی ہے، اس کی زکوٰۃ شوہر کے ذمہ ہرگز نہیں اگرچہ وہ کثیر مال رکھتا ہو اور شوہر نہ دے تو اس کے نہ دینے سے اس پر کچھ وبال بھی نہیں، یوں ہی شوہر نے وہ زیور جو کہ عورت کو دیا اس کی ملک کر دیا، اس پر بھی یہی حکم ہے، ہاں اگر شوہر نے اپنی ہی ملک میں رکھا اور عورت کو صرف پہننے کے لے دیا تو بے شک اس کی زکوٰۃ مرد کے ذمہ ہے جبکہ خود یا دوسرے مال سے مل کر بقدرِ نصاب ہو اور حاجت اصلیہ سے زائد بھی۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

1566 - حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُمَرَ بْنِ يَعْلَى، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَ حَدِيثِ الْخَاتَمِ، قِيلَ لِسُفْيَانَ كَيْفَ تُزَكِّيهِ، قَالَ: تَضُمُّهُ إِلَى غَيْرِهِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں انگوٹھی والی روایت کا ذکر ہے۔ سفیان سے دریافت کیا گیا: اس کی زکوٰۃ آپ کیسے ادا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: اسے دوسرے (مالِ زکوٰۃ) میں شامل کر کے (پھر زکوٰۃ ادا کی جائے گی)۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی آفندی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ جو ہم [illegible] ے زکوٰۃ میں قیمت کا اعتبار نہیں، یہ اسی صورت میں ہے کہ اس جنس کی زکوٰۃ اسی جنس سے ادا کی جائے اور اگر سونے کی ز[illegible] ندی سے یا چاندی کی زکوٰۃ سونے سے ادا کی جائے تو اب ضرور قیمت کا اعتبار ہوگا، مثلاً سونے کی زکوٰۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی جس کی قیمت ایک اشرفی ہے تو ایک دینا قرار پائے گا اگرچہ وزن میں وہ چاندی کی چیز پندرہ روپیہ بھر بھی نہ ہو۔ (ردالمحتار)

سونا چاندی جبکہ بقدرِ نصاب ہوں تو ان کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے یعنی ان کی قیمت لگالیں اور پھر 2/12 فیصد کے حساب سے زکوٰۃ میں دے دیں خواہ وہ ویسے ہی ہوں یا ان کے سکے جیسے روپے اشرفیاں (اگرچہ پاک و ہند بلکہ بیشتر ممالک میں یہ سکے اب نہیں پائے جاتے) یا ان کی بنی ہوئی چیز ہو، خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لیے زیور، مرد کے لیے چاندی کی ایک نگ کی ایک انگوٹھی ساڑے چار ماشے سے کم کی، یا ناجائز ہو جیسے سونے چاندی کے برتن، گھڑی، سرمہ دانی، سلائی کہ ان کا استعمال مرد و عورت سب کے لیے حرام ہے۔ غرض جو کچھ ہو، زکوٰۃ سب کی واجب ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اگر سونے چاندی میں کھوٹ ہو اور غالب سونا چاندی ہے تو اس سب کو سونا چاندی قرار دیں، کھوٹ کا کوئی اعتبار نہیں اور کل پر زکوٰۃ واجب ہے، یونہی اگر کھوٹ آدھوں آدھ یعنی سونے چاندی کے برابر ہے تب بھی کھوٹ کا لحاظ نہ کیا جائے گا اور زکوٰۃ کل پر واجب ہوگی۔ اور اگر کھوٹ غالب ہو مگر اس میں سونا چاندی اتنی مقدار میں ہے کہ جدا کریں تو نصاب کو پہنچ جائے یا وہ تو نصاب کو نہیں

ہیٹا مگر اس کے پاس اور مال ہے کہ اس سے مل کر نصاب ہو جائے گا تو ان صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔(درمختار)
یہ تو صحیح ہے کہ براوقت کہہ کر نہیں آتا اور ضرورتیں بھی آدمی سے چمٹی رہتی ہیں مگر گھر میں جو آدمی کھانے پہننے والے ہوں، ان کی ضروریات کالحاظ تو شریعت مطہرہ نے پہلے ہی فرمالیا ہے۔سال بھر کے کھانے پینے پہننے اور تمام مصارف سے جو بچا اور سال بھر رہا اسی کا تو چالیسواں حصہ فرض ہوا ہے اور وہ بھی اس لیے کہ مسلمان کو آخرت میں عذاب سے نجات ملے اور دنیا میں بھی مال میں ترقی ہو، برکت ہو، یہ خیال کرنا کہ زکوٰۃ سے مال گھٹے گا، نری ایمان کی کمزوری ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ دینے سے مال میں ترقی اور افزونی ہوتی ہے۔تو جسے وہ بڑھائے وہ کیونکر گھٹ سکتا ہے، یہ خیال کہ اگر اس وقت سو روپیہ میں سے ڈھائی روپیہ زکوٰۃ میں اٹھا دیں گے تو آئندہ سال بچے کیا کھائیں گے، محض شیطانی وسوسہ ہے۔(فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

موتی وغیرہ جس کے پاس ہوں اور تجارت کے لیے نہ ہو تو ان کی زکوٰۃ واجب نہیں مگر جب نصاب کی قیمت کے ہوں تو زکوٰۃ لے نہیں سکتا۔(درمختار)۔روپیہ کہیں جمع ہو، کسی کے پاس امانت ہو، مطلقاً اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔(فتاویٰ رضویہ) ہاں بقدر نصاب ہونا زکوٰۃ کے لیے شرط ہے اور انعامی بانڈ جو خرید کر بحفاظت رکھ لے جاتے ہیں وہ بھی نوٹوں کی مانند ہیں اور زکوٰۃ ان پر واجب ہے بشرطیکہ وہ کارآمد ہیں۔

عورت اور شوہر کا معاملہ دنیا کے اعتبار سے کتنا ہی ایک ہو مگر اللہ عزوجل کے حکم میں وہ جدا جدا ہیں، جب عورت کے پاس زیور زکوٰۃ کے قابل ہے اور قرض عورت پر نہیں، شوہر پر ہے تو عورت پر زکوٰۃ ضرور واجب ہے، یونہی ہر سال تمام پر زیور کے علاوہ جو روپیہ یا زکوٰۃ کی کوئی چیز عورت کے ملک میں ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، عورت ادا کرے گی۔(فتاویٰ رضویہ)

اگر عورت کے پاس روپیہ ہے اگرچہ بظاہر اور آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تو اسی روپیہ سے زکوٰۃ ادا کرے اور اگر نقد روپیہ کی کوئی سبیل نہیں تو زیور بیچے اور زکوٰۃ نکالے، زیور کچھ حاجتِ اصلیہ سے تو ہے نہیں اور زکوٰۃ دینے میں خرچ کی تکلیف نہ سمجھے بلکہ زکوٰۃ کا نہ دینا ہی تکلیف کا باعث ہوتا ہے، نحوست اور بے برکتی لاتا ہے اور زکوٰۃ دینے سے مال بڑھتا ہے اللہ تعالیٰ برکت وفراغت دیتا ہے، یہ قرآن حکیم میں اللہ کا وعدہ ہے، اللہ سچا اور اس کا وعدہ سچا۔(فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

جو زیور کسی نے اپنے بچوں کو ہبہ کر دیا اس کی زکوٰۃ نہ اس پر ہے نہ بچوں پر، اس پر اس لیے نہیں کہ اب یہ مالک نہیں اور بچوں پر اس لیے نہیں کہ وہ بالغ نہیں۔(فتاویٰ رضویہ)

شوہر اگر اس کو ہر سال کے ختم پر زکوٰۃ ادا کرنے کے واسطے روپیہ اس شرط پر دینا چاہتا ہے کہ وہ یہ روپیہ اپنے فرض واجب الادا یعنی مہر نکاح میں وضع کرتی رہے تو اس طرح لینا دینا دونوں جائز ہیں اور دونوں ہوں مگر نصاب سے کم زکوٰۃ ہے یا نہیں۔

اگر کسی کے پاس قیمت کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کر کے ملائیں، اگر ملانے اور قیمت لگانے پر بھی نصاب نہیں ہوتا تو کچھ نہیں ورنہ زکوٰۃ ادا کریں، البتہ قیمت لگانے میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ قیمت وہ لگائیں جس میں فقیروں کا زیادہ نفع ہو۔
(درمختار وغیرہ)

دوسری چاندی کے علاوہ دوسری دھات کے سکے جیسا کہ اب عام طور پر تمام ملکوں میں رائج ہیں اگر 200 درہم یعنی 52

1/2 2 تولے چاندی کی قیمت کے ہوں تو ان کی زکوۃ واجب ہے اگرچہ تجارت کے لیے نہ ہوں اور اگر چلن اٹھ گیا ہو تو جب تک تجارت کے لیے نہ ہوں زکوۃ واجب نہیں، یونہی نوٹ کی بھی زکوۃ واجب ہے جب تک ان کا رواج اور چلن ہو کہ یہ بھی پیسوں کے حکم میں ہیں اور ان سے بھی دنیا بھر میں لین دین ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

سونے کے عوض سونا اور چاندی کے عوض چاندی زکوۃ میں دی جائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں، وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائے گا، ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی یا چاندی کے بدلے سونا یا مقدار واجب کی بازاری قیمت دینا چاہیں تو نرخ کی ضرورت ہوگی اور نرخ نہ بنوانے کے وقت کا معتبر ہے نہ زکوۃ ادا کرتے وقت کا اگر ادا سال تمام سے پہلے یا بعد ہو بلکہ جس وقت یہ مالک نصاب ہوا تھا وہ ماہ عربی و تاریخ وقت جب آئیں گے اس پر زکوۃ کا سال تمام ہوگا اور اسی وقت کا نرخ لیا جائے گا، قیمت لگا کر اب ڈھائی روپیہ فی سینکڑہ ادا کردیں کہ اس میں فقیر کا زیادہ نفع ہے اور دینے والے کو بھی حساب کی آسانی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

بَابٌ فِيْ زَكَاةِ السَّائِمَةِ

باب: کھلی جگہ پر چرنے والے جانوروں کی زکوۃ کا حکم

1567 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: أَخَذْتُ مِنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ كِتَابًا، زَعَمَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَتَبَهُ لِأَنَسٍ، وَعَلَيْهِ خَاتِمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا، وَكَتَبَهُ لَهُ، فَإِذَا فِيْهِ: هٰذِهِ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِهِ، فِيْمَا دُوْنَ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ مِنَ الْإِبِلِ الْغَنَمُ فِيْ كُلِّ خَمْسِ ذَوْدٍ شَاةٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ إِلَى أَنْ تَبْلُغَ خَمْسًا وَثَلَاثِيْنَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ، فَابْنُ لَبُوْنٍ ذَكَرٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِيْنَ، فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِيْنَ، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِيْنَ، فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْفَحْلِ إِلَى سِتِّيْنَ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدٰى وَسِتِّيْنَ، فَفِيْهَا جَذَعَةٌ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِيْنَ، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَسَبْعِيْنَ، فَفِيْهَا ابْنَتَا لَبُوْنٍ إِلَى تِسْعِيْنَ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدٰى وَتِسْعِيْنَ، فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْفَحْلِ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ، فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ، فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ، وَفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ، فَإِذَا تَبَايَنَ أَسْنَانُ الْإِبِلِ فِيْ فَرَائِضِ الصَّدَقَاتِ، فَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ، وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ، وَأَنْ يَجْعَلَ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ، أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ حِقَّةٌ وَعِنْدَهُ جَذَعَةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ، وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ حِقَّةٌ وَعِنْدَهُ ابْنَةُ لَبُوْنٍ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ،

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: مِنْ هَاهُنَا لَمْ اَضْبِطْهُ، عَنْ مُوسٰى، كَمَا اُحِبُّ، وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ اِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ، اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ لَبُوْنٍ وَلَيْسَ عِنْدَهُ اِلَّا حِقَّةٌ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: اِلٰى هَاهُنَا، ثُمَّ اَتْقَنْتُهُ: وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا اَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ ابْنَةِ لَبُوْنٍ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ اِلَّا بِنْتُ مَخَاضٍ، فَاِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَشَاتَيْنِ اَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ ابْنَةِ مَخَاضٍ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ اِلَّا ابْنُ لَبُوْنٍ ذَكَرٌ، فَاِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ، وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ اِلَّا اَرْبَعٌ، فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ، اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا. وَفِيْ سَائِمَةِ الْغَنَمِ اِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ، فَفِيْهَا شَاةٌ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ، فَفِيْهَا شَاتَانِ اِلٰى اَنْ تَبْلُغَ مِائَتَيْنِ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ، فَفِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ اِلٰى اَنْ تَبْلُغَ ثَلَاثَ مِائَةٍ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ، فَفِيْ كُلِّ مِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ، وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ مِنَ الْغَنَمِ، وَلَا تَيْسُ الْغَنَمِ، اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْمُصَدِّقُ، وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ، وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ، فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ، فَاِنْ لَمْ تَبْلُغْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ اَرْبَعِيْنَ، فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ، اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا وَفِي الرِّقَةِ رُبْعُ الْعُشْرِ، فَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْمَالُ، اِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً، فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا

حماد بیان کرتے ہیں: میں نے ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے وہ تحریر حاصل کی جس کے بارے میں انہوں نے یہ بتایا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خط حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا' اور اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگائی تھی اس وقت جب انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا' اور انہیں یہ تحریر لکھ کر دی تھی اس میں یہ تحریر تھا:

"زکوۃ کی فرضیت کے بارے میں یہ وہ حکم ہے' جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر لازم قرار دیا ہے' جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا تھا مسلمانوں میں سے جس سے بھی اس کے مطابق مطالبہ کیا جائے وہ ادائیگی کرے گا' اور جس سے اس کی زیادہ ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے وہ اضافی ادائیگی نہیں کرے گا۔

پچیس سے کم اونٹوں میں بکری کی شکل میں ادائیگی کی جائے گی، ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی جب ان کی تعداد پچیس ہو جائے' تو ان میں ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم پینتیس تک ہے اگر ان میں بنت مخاض نہ ہو' تو ابن لبون مذکر ادا کیا جائے گا' جب یہ چھتیس تک پہنچ جائیں' تو پینتالیس 45 تک میں ایک بنت لبون کی ادائیگی ہوگی جب یہ چھیالیس تک پہنچ جائیں' تو ساٹھ تک میں ایک حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی' جسے جفتی کے لیے دیا جاسکے جب یہ اکسٹھ تک پہنچ جائیں' تو پچھتر 75 تک میں ایک جذعہ کی ادائیگی ہوگی جب یہ چھہتر 76 تک پہنچ جائیں' تو نوے تک میں دو بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی جب یہ اکیانوے 91 ہو جائیں' تو پھر ایک سو بیس 120 تک میں دو حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی جنہیں جفتی کے لیے دیا جاسکے۔ جب یہ ایک سو بیس 120 سے زیادہ ہو جائیں' تو

ہر چالیس میں ایک بنت لبون کی اور ہر پچاس میں ایک حقہ کی ادائیگی میں لازم ہوگی۔ جب زکوٰۃ کی ادائیگی میں اونٹوں کی عمریں مختلف ہوں' تو جس شخص کے ذمے جذعہ کی ادائیگی اور اس کے پاس جذعہ موجود نہ ہو بلکہ اس کے پاس حقہ موجود ہو' تو وہی اس سے وصول کی جائے گی اور وہ شخص اس کے ہمراہ دو بکریاں دے گا۔ یا بیس درہم دے گا ان میں سے جو بھی آسان ہو اور جس شخص کے ذمہ حقہ کی ادائیگی ہو' اور اس کے پاس حقہ موجود نہ ہو بلکہ اس کے پاس جذعہ موجود ہو' تو اس سے جذعہ وصول کیا جائے گا' اور زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص اسے بیس درہم یا دو بکریاں ادا کرے گا' جس شخص کے ذمے حقہ کی ادائیگی ہے اور اس کے پاس حقہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس بنت لبون ہو' تو اس سے وہی وصول کی جائے گی"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہاں سے موسیٰ نامی راوی سے' روایت کے الفاظ میں اس طرح محفوظ نہیں رکھ سکا جس طرح میری خواہش تھی (تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:)

وہ اس کے ہمراہ دو بکریاں دے گا یا بیس درہم دے گا یا جو بھی اس کے لیے آسان ہو اور جس شخص کے ذمے بنت لبون کی ادائیگی ہو اور اس کے پاس صرف حقہ ہو' تو اس سے وہی قبول کی جائے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہاں سے آگے روایت کے الفاظ مجھے صحیح یاد ہیں۔

"تو زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے گا' اور جس شخص کے ذمے بنت لبون کی ادائیگی ہو اور اس کے پاس صرف بنت مخاض ہو' تو اس سے وہی قبول کی جائے گی اور دو بکریاں' یا بیس درہم قبول کیے جائیں گے' اور جس شخص کے ذمے بنت مخاض کی ادائیگی ہو لیکن اس کے پاس صرف ابن لبون مذکر ہو' تو اس سے وہی قبول کیا جائے گا' اور اس کے ہمراہ کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی' جس شخص کے پاس صرف چار اونٹ ہوں' تو ان میں کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی البتہ اگر ان کا مالک چاہے (تو ویسے صدقہ کے طور پر کوئی چیز دے سکتا ہے)

چرنے والی بکریوں میں (زکوٰۃ کا حکم یہ ہے) کہ جب ان کی تعداد چالیس ہو' تو ایک سو بیس تک میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی۔ جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں' تو دو سو تک میں دو بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی۔ جب وہ دو سو سے زیادہ ہو جائیں' تو تین سو تک میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی۔ جب وہ تین سو سے زیادہ ہو جائیں' تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی۔

زکوٰۃ میں کوئی بوڑھا' عیب دار جانور وصول نہیں کیا جائے گا' اور نہ ہی جفتی والا نر جانور وصول کیا جائے گا' البتہ اگر زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص چاہے' تو لے سکتا ہے۔ زکوٰۃ سے بچنے کے لیے متفرق مال کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا' اور اکٹھے مال کو متفرق نہیں کیا جائے گا' اور جو بھی مال دو آدمیوں کے درمیان مشترکہ ہو' تو ان دونوں سے برابری کی سطح پر وصولی کی جائے گی اگر کسی شخص کے پاس چرنے والی بکریاں چالیس تک نہ ہوں' تو ان میں کوئی ادائیگی لازم نہ ہوگی البتہ اگر ان کا مالک چاہے (تو صدقہ کے طور پر کوئی ادائیگی کر سکتا ہے)

چاندی میں چالیسویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی اگر مال صرف ایک سونوے درہم ہو تو اس میں کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی البتہ اگر اس کا مالک چاہے (تو صدقہ کے طور پر کوئی چیز دے سکتا ہے)"۔

حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ

اس نام کے دو بزرگ اس عہد میں مشہور ہوئے اور دونوں کی امامت فی الحدیث اور جلالتِ شان پر علماء کا اتفاق ہے، حماد بن زید حصول علم کے بعد دولت بینائی سے محروم بھی ہو گئے تھے، اس کے باوجود انہوں نے وہ مقام پیدا کیا تھا کہ بڑے بڑے آئمہ حدیث ان سے استفادہ کو باعثِ فخر جانتے تھے۔

نام ونسب

حماد نام اور ابو اسمٰعیل کنیت تھی، والد کا نام زید تھا (العبر فی خبر من غبر: ۱/ ۲۷۴) جریر بن حازم کے خاندان کے غلام تھے، ان کے دادا درہم بجستان کی جنگ میں گرفتار کر کے غلام بنا لئے گئے تھے۔

ولادت

ان کی ولادت اپنے وطن بصرہ میں ۹۸ھ میں ہوئی۔

شیوخ

حماد بن زید نے جن علمی سرچشموں سے استفادہ کیا، ان میں سے چند ممتاز اسمائے گرامی یہ ہیں۔ انس بن سیرین رضی اللہ عنہ، ابو عمران الجونی ثابت البنانی، عبدالعزیز بن صہیب، عاصم الاحول محمد بن زیاد القرشی، سلمہ بن دینار، صالح بن کیسان، عمرو بن دینار، ہشام بن عروہ اور عبیداللہ بن عمر (العبر فی خبر من غبر: ۱/ ۲۷۴)

تلامذہ

حماد بن زید کے منبع فیض سے جو تشنگانِ علم سیراب ہوئے اس میں جلیل القدر اتباع تابعین کی بھی ایک بڑی تعداد شامل ہے کچھ ممتاز نام درج ذیل ہیں:

عبدالرحمٰن بن مہدی، علی بن مدینی (تہذیب التہذیب: ۳/ ۹) عبداللہ بن مبارک، ابن وہب، یحییٰ بن سعید القطان، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، مسلم بن ابراہیم، مسدد، سلیمان بن حرب، عمرو بن عوف، ابو الاشعث احمد بن المقدام۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۲۰۲)

علم وفضل

حماد بن زید کو مشہور تابعی ایوب سختیانی کی خدمت میں بیس سال تک رہنے کی سعادت نصیب ہوئی، (تہذیب التہذیب: ۳/ ۹) یحییٰ کہتے ہیں کہ اس طویل مدت میں سوائے حماد کے ایوب سختیانی کا کوئی اور شاگرد حدیثوں کی کتابت نہیں کرتا تھا، ابن خثیمہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا، کیا حماد لکھنا بھی جانتے تھے؟ فرمایا:

انا رایتہ واتیتہ یوم مطر فرایتہ یکتب ثم ینفخ فیہ لیجفہ (تہذیب الاسماء: ۱/ ۱۶۷)

ایک مرتبہ بارش کے دن میں حماد کے پاس آیا تو میں نے خود دیکھا کہ وہ لکھتے جاتے تھے اور پھر پھونک مار کر اس کو خشک کرتے تھے:

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتداء سے نابینا نہیں تھے؛ بلکہ ان کی بینائی ایک عمر کے بعد جاتی رہی تھی، مگر انہوں نے اپنی نابینائی کا اثر اپنے علم وفضل پر نہیں ہونے دیا، بعض لوگ ان کی نابینائی کی وجہ سے ان کے حفظ وثقاہت پر کلام کرتے ہیں، مگر حافظ ذہبی جیسے مستند محقق نے انہیں "الامام الحافظ المجود شیخ العراق" کے الفاظ سے ذکر کیا ہے (تذکرۃ الحفاظ:۱/۲۰۶) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ امام عالی مقام ہیں جن کی جلالتِ شان اور بلندی مرتبت پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء واللغات:۱/۱۶۷) علامہ ابن سعد فرماتے ہیں کہ حماد ثقہ قابلِ اعتماد، برہانِ حق اور کثیر الحدیث تھے۔ (تہذیب التہذیب:۳/۱۰)

ائمہ علم کا اعتراف

تمام معاصر ائمہ حدیث نے ان کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے، ابن مہدی کا بیان ہے کہ اپنے اپنے زمانہ کے ائمہ چار ہیں کوفہ میں ثوری، حجاز میں مالک، شام میں اوزاعی اور بصرہ میں حماد بن زید (تہذیب التہذیب:۳/۱۰) یحییٰ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے حماد سے زیادہ حافظِ روایت کسی کو نہیں دیکھا (العبر:۱/۲۷۴) فطر بن حماد بیان کرتے ہیں کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اہلِ بصرہ میں صرف حماد بن زید کو دریافت کیا (تہذیب التہذیب:۳/۱۰) ابنِ معین کا قول ہے کہ اتقان فی الحدیث میں حماد بن زید کے مرتبہ کا کوئی نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل ان کا ذکر بہت ہی عظمت اور عزت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے؛ چنانچہ امام موصوف ہی کے الفاظ ہیں کہ:

هو من ائمة المسلمين من اهل الدين هو احب اليَّ من حماد بن سلمه (تذکرۃ الحفاظ:۱/۲۰۶)

وہ مسلمانوں کے امام اور بڑے دیندار ہیں اور وہ مجھے حماد بن سلمہ سے بھی زیادہ پسند اور محبوب ہیں۔

ابن مہدی کا ایک دوسرا قول ہے کہ میں نے حماد سے بڑا عالم سنت کسی کو نہیں دیکھا اور نہ علم میں حماد، مالک اور سفیان سے افضل واعلیٰ کسی کو پایا، ایک روایت میں ابن مہدی کے الفاظ اس طرح نقل کئے گئے ہیں کہ میں نے حماد سے بڑا کوئی عالم دیکھا ہی نہیں، یہاں تک کہ سفیان اور مالک کو بھی حماد سے بڑا عالم نہیں پایا۔

ابو عاصم بیان کرتے ہیں کہ حماد بن زید کی حیات میں ان کی سیرت واخلاق کے لحاظ سے دنیا میں ان کا کوئی مثل موجود نہ تھا (تہذیب التہذیب:۳/۱۰)

محمد بن مصطفیٰ کا بیان ہے کہ انہوں نے بقیہ کو کہتے ہوئے سنا: مارايت فی العراق مثل حماد بن زيد (ایضا)

میں نے عراق میں حماد بن زید، جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

وکیع بن جراح کہتے تھے کہ ہم لوگ علم وفضل میں حماد کو مسعر بن کدام سے تشبیہ (تذکرۃ الحفاظ:۱/۲۰۷) دیا کرتے تھے، عبداللہ بن معاویہ کہتے ہیں کہ ہم نے حماد بن زید سے بھی حدیثیں سنی ہیں اور حماد بن سلمہ سے بھی، لیکن دونوں میں وہی فرق ہے جو دینار اور درہم میں ہوتا ہے۔ (تہذیب التہذیب:۳/۱۱)

حافظہ

قوتِ حافظہ کے لحاظ سے بھی حماد بن زید معاصر ائمہ وعلماء میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے، عجلی کہتے ہیں کہ حماد بن زید کو چار ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں اور ان کے پاس کوئی کتاب نہ تھی (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۰۷) ابن عیینہ کا بیان ہے کہ سفیان ثوری کو اکثر میں نے ان کے سامنے دوزانو بیٹھے دیکھا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳/۱۰)

احتیاط

بایں ہمہ علم وفضل حماد بن زید روایتِ حدیث میں بہت احتیاط برتتے تھے یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ حماد بن زید، حماد بن سلمہ اور دوسرے بہت سے ائمہ ثقات سے زیادہ قابل وثوق ہیں، مگر ان میں کمزوری یہ تھی کہ وہ اسانید کو مختصر کر دیتے تھے اور کبھی مرفوع کو موقوف بنا دیتے تھے، وہ غایت احتیاط کی بنا پر بڑے شکی ہو گئے تھے، بڑے عظیم المرتبت تھے، ان کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی جس کی طرف وہ رجوع کر سکتے، اس وجہ سے کہیں وہ مرفوع حدیث کو موقوف بیان کرتے اور کبھی واقعی مرفوع حدیث بیان کرتے وقت بھی خوف سے لرزاں رہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب: ۳/۱۱)

فقہ

حماد بن زید حدیث کے ساتھ فقہ میں بھی بلند وممتاز مقام رکھتے تھے، ابواُسامہ کہا کرتے تھے: کنت اذا رایت حماد بن زید قلت ادبه کسری وفقهه عمر رضی الله عنه (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۰۷)

تم جب حماد کو دیکھو گے تو کہو گے کہ ان کو کسریٰ نے ادب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فقہ سکھایا ہے۔ ابن مہدی بیان کرتے تھے کہ میں نے بصرہ میں حماد بن زید سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب: ۳/۱۰)

فہم ودانش

دنیوی امور میں بہت سوجھ بوجھ رکھتے تھے، خالد بن فراش کا بیان ہے کہ حماد بن زید عقلائے روزگار اور دانشورانِ زمن میں سے تھے (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۰۶) ابن الطباع کا قول ہے کہ میں نے حماد بن زید سے بڑا عقلمند کوئی نہیں دیکھا۔ (ایضا)

وفات

رمضان ۱۷۹ھ میں بصرہ میں علم وفضل کی یہ شمع فروزاں گل ہوگئی۔ (العبر فی خبر من غبر: ۱/۲۷۴)

حضرت ثمامہ کی روایت اور وسیلہ کی دعا کا بیان

حسن بن محمد، محمد بن عبداللہ انصاری ابوعبداللہ بن مثنی ثمامہ بن عبداللہ بن انس حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی قحط پڑتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ ہم تجھے تیرے رسول کا واسطہ دیا کرتے تھے اور تو پانی برساتا تھا اور اب ہم تجھے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا واسطہ دیتے ہیں لہٰذا تو پانی برسا چنانچہ خوب بارش ہوتی تھی۔ (بخاری، رقم الحدیث ۹۵۴)

اونٹوں میں زکوٰۃ کی تفصیل کا بیان

صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔لہذا جب وہ پانچ ہو جائیں اور وہ سائمہ ہوں اور ان پر سال گزر گیا تو ان پانچ سے نو (۹) تک ایک بکری (زکوٰۃ) ہوگی۔اگر وہ دس ہو جائیں تو چودہ تک دو بکریاں ہیں۔اور اگر وہ پندرہ ہو جائیں تو انیس تک تین بکریاں ہیں۔اگر وہ بیس ہو جائیں تو چوبیس تک چار بکریاں ہیں۔جب وہ پچیس ہو جائیں تو پینتیس (۳۵) تک ان میں ایک بنت مخاض ہے۔بنت مخاض اس مادہ بچے کو کہتے ہیں جو عمر کے دوسرے سال میں ہو۔جب وہ چھتیس (۳۶) ہو جائیں تو پینتالیس (۴۵) تک ان میں ایک بنت لبون ہے۔اور بنت لبون وہ مادہ بچہ ہے جو عمر کے تیسرے سال میں ہو۔اور جب وہ چھیالیس (۴۶) ہو جائیں تو ساٹھ تک ان میں ایک حقہ ہے اور حقہ وہ مادہ بچہ ہے جو عمر کے چوتھے سال میں ہو اور جب وہ اکسٹھ (۶۱) ہو جائیں تو نوے (۹۰) تک ان میں دو بنت لبون ہیں۔اور جب وہ اکانوے (۹۱) ہو جائیں تو ایک سو بیس (۱۲۰) تک دو حقے ہیں۔انہی دلائل کی وجہ سے جو رسول اللہ ﷺ سے مشہور ہوئے ہیں۔

جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو فریضہ نئے سرے سے شمار کیا جائے گا۔لہذا پانچ زیادہ ہونے پر ایک بکری دو حقوں کے ساتھ ہوگی۔اور دس میں دو بکریاں جبکہ پندرہ میں تین بکریاں ساتھ ہوں گی۔اور بیس میں چار بکریاں جبکہ پچیس سے لے کر ایک سو پچاس تک ایک بنت مخاض ہوگا۔اور ایک سو پچاس میں تین حقے ہوں گے۔پھر نئے سرے سے زکوٰۃ کا فریضہ شمار کیا جائے گا۔پانچ میں ایک بکری دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس میں ایک بنت مخاض اور چھتیس میں ایک بنت لبون ہوگا۔جب وہ ایک سو چھیانوے (۱۹۶) ہو جائیں تو دو سو تک ان میں چار حقے ہوں گے۔پھر زکوٰۃ کا فریضہ اسی طرح نئے سرے سے شمار کیا جائے گا جس طرح ایک سو پچاس کے بعد پچاس میں شمار کیا گیا ہے۔اور یہ ہمارے نزدیک ہے۔

(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

1568 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَتَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابَ الصَّدَقَةِ فَلَمْ يُخْرِجْهُ إِلَى عُمَّالِهِ حَتَّى قُبِضَ، فَقَرَنَهُ بِسَيْفِهِ، فَعَمِلَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ، ثُمَّ عَمِلَ بِهِ عُمَرُ حَتَّى قُبِضَ، فَكَانَ فِيهِ: فِي خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ شَاةٌ، وَفِي عَشْرٍ شَاتَانِ، وَفِي خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ، وَفِي عِشْرِينَ أَرْبَعُ شِيَاهٍ، وَفِي خَمْسٍ وَعِشْرِينَ ابْنَةُ مَخَاضٍ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا ابْنَةُ لَبُونٍ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا حِقَّةٌ إِلَى سِتِّينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا جَذَعَةٌ إِلَى خَمْسٍ وَسَبْعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا ابْنَتَا لَبُونٍ إِلَى تِسْعِينَ، فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا حِقَّتَانِ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِنْ كَانَتِ الْإِبِلُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، فَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ ابْنَةُ لَبُونٍ، وَفِي الْغَنَمِ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةٌ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ، فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً، فَشَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ، فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ، فَإِنْ كَانَتِ

الْغَنَمُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، فَفِي كُلِّ مِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ، وَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ حَتَّى تَبْلُغَ الْمِائَةَ. وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ مَخَافَةَ الصَّدَقَةِ. وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَيْبٍ قَالَ: وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: إِذَا جَاءَ الْمُصَدِّقُ قُسِمَتِ الشَّاءُ أَثْلَاثًا. ثُلُثًا شِرَارًا، وَثُلُثًا خِيَارًا، وَثُلُثًا وَسَطًا. فَأَخَذَ الْمُصَدِّقُ مِنَ الْوَسَطِ. وَلَمْ يَذْكُرِ الزُّهْرِيُّ الْبَقَرَ.

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے بارے میں تحریر لکھوادی تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے اہل کاروں کو نہیں دے پائے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر عمل کرتے رہے یہاں تک ان کا بھی انتقال ہو گیا اس تحریر میں یہ موجود تھا:

پانچ اونٹوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی، دس میں دو بکریوں کی ہوگی، پندرہ میں تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی، بیس میں چار بکریوں کی ہوگی اور پچیس میں ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوگی اور یہ حکم 35 تک کے لئے ہے اگر 35 سے ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو 45 تک میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اگر اس سے ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو 60 تک میں ایک حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی اور اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو 75 تک میں ایک جذعہ کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو 90 تک میں دو بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی اور اگر ایک سے زیادہ ہو جائے' تو 120 تک میں دو حقہ تک کی ادائیگی لازم ہوگی اگر اونٹ اس بھی زیادہ ہوں' تو ہر پچاس میں ایک حقہ کی اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی۔ بکریوں میں سے ہر 40 بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم 120 تک کے لیے ہے اور اگر 120 سے ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو 200 تک میں 2 بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی اگر 200 سے ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو 300 تک میں 3 بکریوں کی ادائیگی لازم ہو گی اگر بکریاں اس سے زیادہ ہوں' تو ہر ایک سو بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی لازم ہوگی اور بکریوں میں کوئی ادائیگی اس وقت تک لازم نہیں ہوگی جب تک وہ ایک سو تک نہیں پہنچ جاتیں۔

زکوٰۃ سے بچنے کے لیے جمع مال کو الگ نہیں کیا جائے گا' اور الگ مال کو جمع نہیں کیا جائے گا' اور جو چیزیں دو آدمیوں کی مشترکہ ملکیت ہوں' تو ان دونوں سے برابری کی سطح پر وصولی کی جائے گی زکوٰۃ میں بوڑھا یا عیب دار جانور وصول نہیں کیا جائے گا۔

زہری بیان کرتے ہیں: جب زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے' تو بکریوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ ہلکی قسم کی بکریوں کا ہو ایک حصہ بہتر قسم کی بکریوں کا ہو اور ایک حصہ درمیانی قسم کی بکریوں کا ہو پھر زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص درمیانی قسم کی بکریاں وصول کر لے"۔

زہری نے گائے کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا۔

راوی حدیث سالم بن عبداللہ

نام ونسب

سالم نام، ابوعمر کنیت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نامور فرزند حضرت عبداللہ کے خلف الصدق تھے، دادھیال کی طرح ان کا نانہال بھی روشن وتاباں تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یزدگرد شاہنشاہ ایران کی جو لڑکیاں گرفتار ہوئی تھیں، ان میں سے ایک عبداللہ کو دی گئی تھی، سالم اسی کے بطن سے تھے، اس طرح ان کی رگوں میں ایران کے شاہی خاندان کا خون بھی شامل تھا۔
(تہذیب التہذیب: ۳/۴۳۸)

فضل وکمال

سالم کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان بزرگوں میں تھے جو علم وعمل کا پیکر اور زہد وورع کی تصویر تھے، ان کی تعلیم و تربیت نے انہیں بھی اپنا مثنیٰ بنادیا تھا، ارباب سیر کا متفقہ بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی تمام اولادوں میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ عبداللہ تھے اور عبداللہ کی اولادوں میں اُن کے مشابہ سالم تھے (ابن سعد: ۵/ ۱۴۵) اس طرح سالم گویا عمر فاروق کا نقش ثانی تھے۔

ان کا شمار مدینہ کے ان تابعین میں تھا جو اقلیم وعمل دونوں کے فرماں روا تھے علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ سالم فقیہ، حجت اور ان مخصوص علماء میں تھے، جن کی ذات علم وعمل دونوں کی جامع تھی (تذکرہ الحفاظ: ۱/ ۷۷) امام نووی لکھتے ہیں کہ سالم کی امامت، جلالت، زہد وورع اور علوئے مرتبت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء، جلد اول، ق اول، ص ۲۷)

تفسیر

تفسیر، حدیث، فقہ جملہ فنون میں ان کو یکساں درک تھا، لیکن شدت احتیاط کی وجہ سے قرآن کی تفسیر نہ بیان کرتے تھے (ابن سعد: ۵/ ۱۴۸) اسی لیے مفسر کی حیثیت سے انہوں نے کوئی خاص شہرت نہیں حاصل کی۔

حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حدیث کے رکن اعظم تھے، سالم نے زیادہ تر انہی کے خرمن سے خوشہ چینی کی تھی، ان کے علاوہ اکابر صحابہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے بھی استفادہ کیا تھا (تہذیب التہذیب: ۳/ ۴۳۷) ان بزرگوں کے فیض سے ان کا دامنِ علم نہایت وسیع ہو گیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ سالم ثقہ، کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ لوگوں میں تھے۔ (ابن سعد: ۵/ ۱۴۸)

تلامذہ

حدیث میں عمرو بن دینار، امام زہری، موسیٰ بن عقبہ، حمید الطویل، صالح بن کیسان، عبیداللہ بن عمرو بن دینار، امام

زہری، موسیٰ بن عقبہ، حمید الطویل، صالح بن کیسان، عبید اللہ بن عمرو بن حفص، ابوواقد لیثی، عاصم بن عبداللہ، عبداللہ بن ابی بکر، اور ابوقلابہ جرمی جیسے اکابر محدثین ان کے تلامذہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب: ۳/ ۴۳۷)

فقہ

سالم کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس میں وہ امامت کا درجہ رکھتے تھے، بعض ائمہ جن میں ایک ابن مبارک بھی ہیں ان کو مدینہ کے مشہور سات فقہا میں شمار کرتے تھے۔ (تہذیب الاسماء، جلد اول، ق اول، ص: ۲۰۸) گوساتویں فقیہ کی تعین میں اختلاف ہے، مختلف اشخاص نے اپنی اپنی نظر و بصیرت کے مطابق مختلف نام لیے ہیں، لیکن بہرحال اس زمرہ میں سالم کا نام بھی لیا جاتا ہے، ان کے فقہی کمالات کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ مدینہ کی صاحب افتا جماعت کے وہ ممتاز رکن تھے۔ (اعلام الموقعین: ۱/ ۲۵)

زہد و تقویٰ

سالم علم کے ساتھ عمل کے بھی اسی درجہ پر تھے، امام مالک فرماتے تھے کہ سالم کے زمانہ میں ان سے زیادہ زہد و ورع میں سلف صالحین سے مشابہ کوئی نہ تھا (تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۷۷) امام نووی اور حافظ ذہبی وغیرہ جملہ ارباب سیر ان کے زہد و ورع پر متفق البیان ہیں۔

صحت عقیدہ

عقائد میں وہ سلف صالحین کے سادہ اور بے آمیز عقیدہ کے پابند تھے اور بعد میں جو نکتہ آفرینیاں ہوئیں انہیں سخت ناپسند کرتے تھے؛ چنانچہ قدریوں پر جو قدر کی بنا پر خیر و شر کا عقیدہ رکھتے ہیں لعنت بھیجتے تھے۔ (ابن سعد: ۵/ ۱۴۷)

شدت احتیاط

وہ ہر چیز میں انتہائی احتیاط برتتے تھے، جس بات میں جھوٹ کا خفیف سا شائبہ بھی نکلتا اسے پسند نہ کرتے تھے، اس زمانہ میں ایک کپڑا ست گزا مشہور تھا جو سات گز سے کچھ کم ہوتا تھا، لیکن عرف عام میں وہ، ست گزا ہی کہلاتا تھا، مروان بن جبیر بزاز کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سالم کپڑا خریدنے کے لیے آئے میں نے ان کے سامنے ست گزا پھیلا دیا، وہ سات گز سے کچھ کم تھا، فرمایا تم نے تو سات گز کہا تھا، میں نے کہا ہم لوگ اسی کو ست گزا کہتے ہیں فرمایا جھوٹ ایسا ہی ہوتا ہے۔ (ابن سعد: ۵/ ۱۴۷)

خون مسلم کی حرمت

آپ کے نزدیک مسلمان کا خون اتنا محترم تھا کہ مجرم مسلمان پر بھی ہاتھ نہ اٹھاتے تھے، ایک مرتبہ حجاج نے آپ کو ایک ایسے شخص کے قتل کا حکم دیا، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے معاونین میں تھا، آپ تلوار لے کر مجرم کی طرف بڑھے اور پاس جاکر اس سے پوچھا تم مسلمان ہو، اس نے کہا ہاں، مسلمان ہوں، لیکن آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، اسے پورا کیجئے، آپ نے پوچھا تم نے آج صبح کی نماز پڑھی ہے اس نے کہا ہاں پڑھی ہے، یہ سن کر سالم لوٹ گئے اور حجاج کے سامنے تلوار پھینک کر کہا یہ شخص مسلمان ہے، آج صبح تک اس نے نماز پڑھی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ خدا کے حفظ و امان

میں آگیا، حجاج نے کہا ہم اس کو صبح کی نماز کے لیے تھوڑے ہی قتل کرتے ہیں؛ بلکہ اس لیے قتل کرتے ہیں کہ وہ قاتلین عثمان کے معاونوں میں ہے، فرمایا اس کے لیے اور لوگ موجود ہیں جو عثمان کے خون کا انتقام لینے کے ہم سے زیادہ حق دار ہیں، سالم کے والد حضرت عبداللہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا سالم نے سمجھ داری کا کام کیا۔ (ایضا:۵:۱۴۵)

امراء کی دولت سے بے نیازی

آپ غیر خدا کے سامنے کسی حاجت کو پیش کرنا پسند نہ کرتے اور امراء کی دولت اور اُن کی داد ودہش سے اتنے بے نیاز تھے؛ کہ ان کی درخواست پر بھی کبھی خواہش کا اظہار نہ کرتے تھے، ہشام بن عبدالملک آپ کو بہت مانتا تھا اور اتنا احترام کرتا تھا کہ آپ نہایت معمولی اور موٹے جھوٹے لباس میں بے محابا اس کے دربار میں چلے جاتے تھے اور وہ اسی لباس میں آپ کو تخت شاہی پر ساتھ بٹھاتا تھا (تذکرۃ الحفاظ:۱/۷۷) ایک مرتبہ وہ حج کے لیے آیا خانہ کعبہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی، ہشام نے آپ سے درخواست کی آپ کی جو ضروریات ہوں انہیں بیان کیجئے، آپ نے فرمایا خدا کے گھر میں کسی غیر سے نہ مانگوں گا۔
(ابن خلکان:۱/۱۹۸)

یلومونني في سالم والومهمو جلدۃ بین العین والانف سالم

لوگ مجھے سالم کے معاملہ میں ملامت کرتے ہیں اور میں ان کو ملامت کرتا ہوں سالم آنکھ اور ناک کے درمیانی چمڑے کی طرح عزیز ہیں۔

وفات

ذی الحجہ ۱۰۶ میں مدینہ میں وفات پائی، ہشام بن عبدالملک نے جو حج سے فراغت کے بعد مدینہ آیا ہوا تھا نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ میں خلقت کا اتنا ہجوم تھا کہ بقیع کے میدان میں نماز پڑھائی گئی۔ (ابن سعد:۵/۱۴۸)

حلیہ ولباس وغیرہ

سالم کی زندگی نہایت سادہ تھی، اس میں تکلف وتصنع کا گذر نہ تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ان کی زندگی نہایت خشک اور سادہ تھی، صوف کا لباس پہنتے تھے، پورے لباس کی قیمت دو درہم سے زیادہ نہ ہوتی تھی، غذا میں صرف روٹی اور روغن زیتون ہوتا تھا (تذکرۃ الحفاظ:۱/۷۷) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی یہی تھی، گوشت بہت کم کھاتے تھے اور لوگوں کو منع کرتے تھے کہ گوشت کم کھایا کرو اس میں شراب کی جیسی تیزی ہوتی ہے۔ (ابن خلکان:۱/۱۹۸)

لیکن اس غذا کے باوجود جسم سرسبز وشاداب تھا، ایک مرتبہ ہشام نے حج کے موقعہ پر جبکہ لباس میں صرف احرام ہوتا ہے، ان کے جسم کی تازگی دیکھ کر پوچھا ابوعمیر کیا کھاتے ہو انہوں نے کہا روٹی اور روغن زیتون، اس نے کہا یہ غذا کیسے کھائی جاتی ہے، فرمایا اسے ڈھک کر رکھ دیتا ہوں، جب بھوک معلوم ہوتی ہے، اس وقت کھالیتا ہوں۔ (ابن سعد:۱۴۷)

اولاد

اپنے بعد کئی اولادیں یادگار چھوڑیں، عمر، ابوبکر، عبداللہ، عاصم، جعفر، عبدالعزیز، فاطمہ اور حفصہ۔

1569 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْوَاسِطِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَكُنْ ابْنَةُ مَخَاضٍ، فَابْنُ لَبُونٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ كَلَامَ الزُّهْرِيِّ.

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اگر بنت مخاض نہ ہو' تو ابن لبون (کو وصول کیا جائے گا)''

اس روایت میں زہری کا کلام منقول نہیں ہے۔

پچیس اونٹوں پر ایک بنت مخاض ہونے کا بیان

پچیس اونٹ ہوں تو ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا بچہ مادہ جو ایک سال کا ہو چکا دوسرے برس میں ہو۔ پینتیس تک یہی حکم ہے یعنی وہی بنت مخاض دیں گے۔ چھتیس سے پینتالیس تک میں ایک بنت لبون یعنی اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا اور تیسرے برس میں ہے۔ چھیالیس سے ساٹھ تک میں حقہ یعنی اونٹنی جو تین برس کی ہو چکی چوتھی میں ہو۔ اکسٹھ سے پچھتر تک میں جذعہ یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں میں ہو۔ چھہتر سے نوے تک میں دو بنت لبون۔ اکانوے سے ایک سو بیس تک میں دو حقہ اس کے بعد ایک سو پینتالیس تک دو حقہ اور ہر پانچ میں ایک بکری مثلاً ایک سو پچیس میں دو حقہ ایک بکری اور ایک سو تیس میں دو حقہ دو بکریاں وعلیٰ ہذا القیاس پھر ایک سو پچاس میں تین حقہ۔

اگر اس سے زیادہ ہوں تو اس میں ویسا ہی کریں جیسا شروع میں کیا تھا یعنی ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس میں بنت مخاض' چھتیس میں بنت لبون' یہ ایک سو چھیاسی بلکہ ایک سو پچانوے تک کا حکم ہو گیا یعنی اتنے میں تین حقہ اور ایک بنت لبون پھر ایک سو چھیانوے سے دو سو چار تک چار حقہ اور یہ بھی اختیار ہے کہ پانچ بنت لبون دیدیں۔ پھر دو سو کے بعد وہی طریقہ برتیں جو ایک سو پچاس کے بعد ہے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری پچیس میں بنت مخاض چھتیس میں بنت لبون پھر دو سو چھیالیس سے دو سو پچاس تک پانچ حقہ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اونٹ کی زکوٰۃ میں جس موقع پر ایک یا دو یا تین یا چار سال کا اونٹ کا بچہ دیا جاتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ مادہ ہو نر دیں تو مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ نہیں لیا جائے گا۔ (درمختار، کتاب زکوٰۃ، مطبوعہ بیروت)

اونٹوں کے نصاب زکوٰۃ کا بیان

1570 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: هٰذِهِ نُسْخَةُ كِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَتَبَهُ فِي الصَّدَقَةِ، وَهِيَ عِنْدَ آلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أَقْرَأَنِيهَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَوَعَيْتُهَا عَلَى وَجْهِهَا، وَهِيَ الَّتِي انْتَسَخَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: فَإِذَا كَانَتْ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ ثَلَاثِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا بِنْتَا لَبُونٍ وَحِقَّةٌ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَثَلَاثِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ وَمِائَةً، فَفِيهَا حِقَّتَانِ وَبِنْتُ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَأَرْبَعِينَ وَمِائَةً، فَإِذَا كَانَتْ

خَمْسِينَ وَمِائَةً. فَفِيهَا ثَلَاثُ حِقَاقٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَخَمْسِينَ وَمِائَةً. فَإِذَا كَانَتْ سِتِّينَ وَمِائَةً. فَفِيهَا أَرْبَعُ بَنَاتِ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَسِتِّينَ وَمِائَةً. فَإِذَا كَانَتْ سَبْعِينَ وَمِائَةً. فَفِيهَا ثَلَاثُ بَنَاتِ لَبُونٍ وَحِقَّةٌ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَسَبْعِينَ وَمِائَةً. فَإِذَا كَانَتْ ثَمَانِينَ وَمِائَةً. فَفِيهَا حِقَّتَانِ وَابْنَتَا لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَثَمَانِينَ وَمِائَةً. فَإِذَا كَانَتْ تِسْعِينَ وَمِائَةً. فَفِيهَا ثَلَاثُ حِقَاقٍ وَبِنْتُ لَبُونٍ حَتَّى تَبْلُغَ تِسْعًا وَتِسْعِينَ وَمِائَةً. فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ. فَفِيهَا أَرْبَعُ حِقَاقٍ أَوْ خَمْسُ بَنَاتِ لَبُونٍ. أَيُّ السِّنَّيْنِ وُجِدَتْ أُخِذَتْ. وَفِي سَائِمَةِ الْغَنَمِ. فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ وَفِيهِ: وَلَا يُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ. وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ مِنَ الْغَنَمِ. وَلَا تَيْسُ الْغَنَمِ. إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُصَدِّقُ

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: یہ نبی اکرم ﷺ کی اس تحریر کی نقل ہے جو آپ ﷺ نے زکوۃ کے بارے میں تحریر کروائی تھی اور یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس موجود تھی۔

ابن شہاب کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے سالم نے یہ تحریر مجھے پڑھائی تھی اور میں نے اسے محفوظ کر لیا تھا یہ وہی تحریر ہے جس کی ایک نقل عمر بن عبدالعزیز نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے عبداللہ اور ان کے صاحب زادے سالم سے حاصل کی تھی اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''جب وہ 121 ہو جائیں' تو ان میں تین بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم 129 تک میں ہے جب وہ 130 ہو جائیں' تو ان میں 2 بنت لبون اور حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم 139 تک میں ہے' جب وہ 140 ہو جائیں' تو ان میں 2 حقہ اور ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی جب تک وہ ایک سو انچاس 149 تک نہیں پہنچ جاتے جب وہ 150 ہو جائیں' تو ان میں 3 حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم اس وقت ہے' جب تک وہ 159 نہیں ہو جاتے جب وہ 160 ہو جائیں' تو ان میں چار بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم 169 تک کے لیے ہے' جب وہ 170 ہو جائیں' تو ان میں 3 بنت لبون اور ایک حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم 179 تک ہے' جب وہ 180 ہو جائیں' تو ان میں دو حقہ اور 2 بنت لبون کی ادائیگی ہوگی یہ حکم 189 تک ہے' جب ان کی تعداد 190 تک ہو جائے' تو ان میں 3 حقہ اور ایک بنت لبون کی ادائیگی ہوگی یہ حکم ایک سو ننانوے تک ہے' جب وہ 200 ہو جائیں' تو ان میں چار حقہ یا پانچ بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی' جس بھی عمر کے جانور میسر ہوں انہیں حاصل کر لیا جائے گا۔

چرنے والی بکریوں کے بارے میں حکم یہ ہے''۔

اس کے بعد راوی نے سفیان بن حسین کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''زکوۃ میں بوڑھی یا عیب دار بکری کو وصول نہیں کیا جائے گا' اور نہ ہی بکرے کو وصول کیا جائے گا' البتہ اگر زکوۃ وصول کرنے والا شخص چاہے (تو وصول کر سکتا ہے)''۔

امام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب الزہری

نام ونسب

محمد بن مسلم بن عبيد الله بن عبد الله بن شهاب بن عبد الله بن الحارث بن زهرة القرشي الزهري، أبو بكر المدني طبقه: 4—من التابعين

میلاد

سب سے صحیح روایت کے مطابق آپ رحمہ اللہ 50ھ کو پیدا ہوئے۔

وفات

17 رمضان المبارک، 124ھ شغب نامی جگہ پر وفات پائی۔

ان کے شاگرد امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ الزہری نے 124ھ کو وفات پائی۔ (دیکھیں التاریخ الکبیر للبخاری: 220/1)۔ ابن سعد، خلیفہ بن خیاط، اور الزبیر وغیرہم کا بھی یہی قول ہے۔

روی لہ: آپ کی روایات تمام کتب صحاح، سنن، مسانید، معاجم، مستدرکات، مستخرجات، جوامع، تواریخ اور ہر قسم کی کتب حدیث میں شامل ہیں۔

نوٹ: امام ابن شہاب الزہری حدیث کے ایسے ستونوں میں سے ہیں جن کی احادیث دنیا کی ہر حدیث کی کتاب میں پائی جاتی ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ کوئی ایسی حدیث کی کتاب بھی ہوگی جس میں ابن شہاب کی روایت نہ ہو۔

شیوخ واساتذہ

زہری نے کئی صحابہ کرام سے روایات لی ہیں جن میں: جابر بن عبداللہ، سہل بن سعد، انس بن مالک، سائب بن یزید، محمود بن الربیع، محمود بن لبید، ابو الطفیل عامر، مالک بن اوس بن الحدثان، وغیرہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ اور کئی کبار تابعین مثلاً سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، ابوادریس الخولانی، سالم بن عبداللہ، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، طاوس وغیرہ سے آپ نے شرف تلمذ حاصل کیا۔

تلامذہ: میں عطاء بن ابی رباح (جوان سے عمر میں بڑے تھے)، امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز، عمرو بن دینار، عمرو بن شعیب، قتادہ بن دعامہ، زید بن اسلم، منصور بن المعتمر، ایوب سختیانی، یحییٰ بن سعید الانصاری، ابوالزناد، صالح بن کیسان، عقیل بن خالد، ابن جریج، عبدالعزیز بن الماجشون، معمر بن راشد، ابوعمرو الاوزاعی، شعیب بن ابی حمزہ، مالک بن انس، لیث بن سعد، فلیح بن سلیمان، ابن ابی ذئب، محمد بن اسحاق بن یسار، ہشیم بن بشیر، سفیان بن عیینہ اور خلق کثیر شامل ہیں۔

فائدہ: عموماً امام سفیان بن عیینہ اور امام سفیان الثوری کے شیوخ تقریباً ایک ہی ہوتے ہیں کیونکہ دونوں ہم عصر تھے۔ لیکن اس مسئلے میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ امام زہری سے صرف امام سفیان بن عیینہ ہی روایت کرتے ہیں، امام سفیان الثوری کی زہری سے کوئی روایت مروی نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام سفیان الثوری کے پاس اتنے اخراجات نہیں تھے کہ

وہ زہری کے پاس جا کران سے علم حاصل کرتے۔ چنانچہ امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی بیان کرتے ہیں کہ الثوری سے پوچھا گیا کہ آپ امام زہری سے روایت کیوں نہیں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: "لم تکن عندی دراہم ولکن قد کفانا معمر الزہری" یعنی کیونکہ میرے پاس اتنے پیسے نہیں تھے لیکن معمر ہمیں زہری کے متبادل کے طور پر کفایت کر گئے۔ (مقدمہ الجرح والتعدیل: 76/1، واسنادہ صحیح)۔

امام زہری رحمہ اللہ زبردست ثقہ امام، حافظ، اور فقیہ تھے۔ آپ کی جلالت اور اتقان پر امت کا اتفاق ہے۔ آپ کے فضائل، مناقب، اور سیرۃ کو ایک مختصر سے مضمون میں بیان کرنا ناممکن امر ہے، اس لے ہم ذیل میں صرف ائمہ نقاد کے چند اقوال ہی پر اکتفاء کریں گے۔

1۔ امام ابن شہاب الزہری خود فرماتے ہیں: "ما استعدت حدیثا قط، و لا شککت في حدیث إلا حدیثا احدا، فسألت صاحبي، فإذا هو كما حفظت" (جب کوئی حدیث ایک بار مجھ پر پڑھی جاتی) میں نے کبھی اس حدیث کے دہرائے جانے کا سوال نہیں کیا، اور نہ ہی مجھے کبھی کسی حدیث کے بارے میں شک ہوا سوائے ایک حدیث کے، تو میں اس کے متعلق اپنے ساتھی سے پوچھا، تو وہ حدیث ویسے ہی نکلی جیسے میں نے اسے یاد کیا تھا۔

(العلل لعبداللہ بن احمد: 160، وحلیۃ الاولیاء: 3/363، واسنادہ صحیح)

حکیم بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے کہا کہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن کہتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے یہ یہ کہا ہے۔ تو زہری نے کہا: "أوهم ربيعة أنا كنت أحفظ لحديث سعيد بن المسيب من ربيعة" ربیعہ کو غلطی لگی ہے، میں سعید بن المسیب کی حدیث کا ربیعہ سے زیادہ حافظ ہوں۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: 55/326، واسنادہ حسن)

امام ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب الزہری سے ایک حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "ما بقي أحد فيما بين المشرق والمغرب أعلم بهذا مني" مشرق اور مغرب کے لوگوں میں سے کوئی ایسا شخص نہیں بچا ہے جو اس حدیث کو مجھ سے زیادہ جانتا ہو۔ (ایضا)

2۔ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (المتوفی 101) فرماتے ہیں: "عليكم بابن شهاب هذا فانكم لا تلقون أحدا أعلم بالسنة الماضية منه" تم پر ضروری ہے کہ تم اس ابن شہاب کو لازمی پکڑو کیونکہ ان سے زیادہ ماضی کی سنت کو جاننے والا تم نے نہیں پایا ہوگا۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 8/72 واسنادہ صحیح)۔

3۔ امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ (المتوفی 126) فرماتے ہیں: "مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَبْصَرَ بِحَدِيثٍ مِنَ الزُّهْرِيِّ" میں نے زہری سے زیادہ حدیث کی بصیرت رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ (طبقات الکبری لابن سعد: 1/174، اسنادہ صحیح)

4۔ امام سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ (المتوفی 125-127) فرماتے ہیں: "ما أرى أحدا بعد رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ مَا جَمَعَ ابْنُ شِهَابٍ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے ابن شہاب جیسا کچھ جمع کیا۔ (التاریخ الکبیر للبخاری: 1/220، اسنادہ صحیح)

5۔امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ (المتوفی 131) فرماتے ہیں: "ما رأیت أحدا أعلم من الزهري، فقال له صخر بن جويرية: ولا الحسن: قال: ما رأيت أحدا أعلم من الزهري" میں نے کسی کو زہری سے زیادہ اعلم نہیں دیکھا، تو صخر بن جویریہ نے ان سے کہا: حسن البصری بھی نہیں؟ انہوں نے اپنا قول دہراتے ہوئے فرمایا: میں نے کسی کو زہری سے زیادہ اعلم نہیں دیکھا۔ (العلل لعبداللہ بن احمد: 3/313، اسنادہ صحیح)۔

6۔امام دارالہجرہ مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ (المتوفی 179) فرماتے ہیں: "أول من أسند الحديث ابن شهاب الزهري" سب سے پہلے جس نے حدیث کی سند (پردھیان) دیا وہ ابن شہاب الزہری تھے۔

(مقدمہ الجرح والتعدیل: 1/20، اسنادہ صحیح)

7۔امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (المتوفی 198) فرماتے ہیں: "مَا أَحَدٌ أَعْلَمَ بِالسُّنَّةِ منه" سنت کو زہری سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ (الکامل لابن عدی: 1/139، اسنادہ حسن)

8۔قاسم بن ابی سفیان المعمری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا: "أيما أفقه أو أعلم إبراهيم النخعي أو الزهري قال الزهري" ابراہیم النخعی اور زہری میں سے کون زیادہ بڑا فقیہ اور عالم ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: "زہری زیادہ بڑے ہیں"۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: 55/355، اسنادہ حسن)

9۔امام محمد بن سعد کاتب الواقدی رحمہ اللہ (المتوفی 230) فرماتے ہیں: "كَانَ الزُّهْرِيُّ ثِقَةً كَثِيرَ الْحَدِيثِ وَالْعِلْمِ وَالرِّوَايَةِ فَقِيهًا جَامِعًا" (طبقات الکبری لابن سعد: 1/185)

10۔امام احمد بن حنبل الشیبانی رحمہ اللہ (المتوفی 241) فرماتے ہیں: "الزُّهْرِيُّ أَحْسَنُ النَّاسِ حَدِيثًا وَأَجْوَدُ النَّاسِ إِسْنَادًا" زہری لوگوں میں سب سے زیادہ اچھی حدیث والے، اور اسناد میں سب سے زیادہ اجود تھے۔

(الکامل لابن عدی: 1/139، اسنادہ حسن)

11۔امام ابوالحسن العجلی رحمہ اللہ (المتوفی 261) فرماتے ہیں: "تَابِعِيٌّ ثِقَةٌ" (کتاب الثقات للعجلی: 2/253)

12۔امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی 264) سے پوچھا گیا: "أي الاسناد أصح؟ قال الزهري عن سالم عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عليه وسلم صحيح" کون سی اسناد سب سے زیادہ صحیح ہے؟ انہوں نے فرمایا، زہری عن سالم عن ابیہ عن النبی ﷺ سب سے زیادہ صحیح ہے۔۔۔۔ (اور پھر دو مزید اسانید بیان کیں)۔

(الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم: 2/26)

13۔امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی 275) فرماتے ہیں: "الزهري احب إلى من الاعمش، يحتج حديثه، واثبت اصحاب انس الزهري" زہری مجھے اعمش سے بھی زیادہ پسند ہیں، ان کی حدیث سے حجت پکڑی جاتی ہے اور انس رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے زہری سب سے زیادہ ثبت (ثقہ) ہیں۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: 8/74)

14۔امام ابوعبدالرحمن النسائی رحمہ اللہ (المتوفی 303) فرماتے ہیں: "أحسن أسانيد تروى عن رسول الله

(صلى الله عليه وسلم) أربعة منها الزهري عن علي بن الحسين عن حسين بن علي عن علي بن أبي طالب عن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) والزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود عن ابن عباس عن عمر عن النبي (صلى الله عليه وسلم) " سب سے بہترین اسانید جو رسول اللہ ﷺ سے روایت کی جاتی ہیں چار ہیں جن میں: زہری عن علی بن الحسین عن حسین بن علی عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ ﷺ، اور زہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود عن ابن عباس عن عمر عن النبی ﷺ شامل ہیں۔ (آپ نے مزید دو اسانید بھی بیان کیں)۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: 55/339، اسنادہ حسن)۔

15۔ امام ابن حبان البستی رحمہ اللہ (المتوفی 354) فرماتے ہیں: " رأى عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان من أحفظ أهل زمانه وأحسنهم سياقا لمتون الأخبار وكان فقيها فاضلا "

(الثقات لابن حبان: 5/349)۔

16۔ امام شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748) نے سیر اعلام النبلاء میں 24 صفحات پر مشتمل امام زہری کی تفصیلی سیرۃ لکھی، اور فرمایا: " الإمام، العلم، حافظ زمانه " (5/326)

17۔ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی 852) فرماتے ہیں: " الفقيه الحافظ متفق على جلالته وإتقانه وثبته " آپ فقیہ اور حافظ تھے، اور آپ کی جلالت، اتقان وثبت پر امت کا اتفاق ہے۔ (التقریب التہذیب: 6296)

امام زہری کی مراسیل

چونکہ امام زہری کبار تابعین میں سے نہیں تھے اس لئے ان کی مراسیل (وہ روایات جو انہوں نے براہ راست نبی سے روایت کیں) باقیوں کی نسبت زیادہ ضعیف اور متکلم فیہ ہیں۔

1۔ احمد بن سنان روایت کرتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید القطان زہری کی مراسیل کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: " هُوَ بِمَنْزِلَةِ الرِّيحِ " یعنی ان کی مراسیل ہوا کی طرح ہیں۔ (المراسیل لابن ابی حاتم: 1/3، واسنادہ صحیح)۔

2۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: " مَرَاسِيلُ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ بِشَيْءٍ " زہری کی مراسیل کچھ چیز نہیں ہیں۔

(المراسیل لابن ابی حاتم: 1/3، واسنادہ صحیح)

3۔ احمد بن ابی شریح بیان کرتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " يقولون نحابي ولو حابينا لحابينا الزهري وإرسال الزهري ليس بشيء وذاك إنا نجده يروي عن سليمان بن أرقم " لوگ کہتے ہیں کہ ہم طرف داری کرتے ہیں، اگر ہمیں کسی کی طرف داری کرنی ہوتی تو ہم زہری کی طرف داری کرتے، لیکن زہری کا ارسال کچھ نہیں ہے، کیونکہ ہم انہیں سلیمان بن ارقم (متروک) سے بھی روایت کرتا پاتے ہیں۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 55/369، واسنادہ صحیح الی احمد بن ابی شریح)۔

4۔ امام شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"قُلْتُ: مَرَاسِيْلُ الزُّهْرِيِّ كَالْمُعْضَلِ، لِأَنَّهُ يَكُوْنُ قَدْ سَقَطَ مِنْهُ اثْنَانِ. وَلَا يَسُوْغُ أَنْ نَظُنَّ بِهِ أَنَّهُ أَسْقَطَ الصَّحَابِيَّ فَقَطْ. وَلَوْ كَانَ عِنْدَهُ عَنْ صَحَابِيٍّ لَأَوْضَحَهُ. وَلَمَا عَجِزَ عَنْ وَصْلِهِ. وَلَوْ أَنَّهُ يَقُوْلُ: عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ عَدَّ مُرْسَلَ الزُّهْرِيِّ كَمُرْسَلِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَنَحْوِهِمَا. فَإِنَّهُ لَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ. نَعَمْ. مُرْسَلُهُ كَمُرْسَلِ قَتَادَةَ، وَنَحْوِهِ"

میں کہتا ہوں کہ زہری کی مراسیل معضل روایت کی طرح ہیں کیونکہ اس میں انہوں نے دو راویوں کو سقط کیا ہوگا، اور یہ جائز نہیں کہ ہم یہ خیال کریں کہ انہوں نے صرف صحابی کا نام ہی سقط کیا ہوگا۔ اگر زہری نے کوئی روایت براہ راست کسی صحابی سے روایت کی ہوتی تو وہ اسے بیان کر دیتے اور اس روایت کو متصل بنانے سے عاجز نہ ہوتے اگرچہ انہوں نے عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہا ہوتا۔ جو بھی زہری کی مرسل کو سعید بن المسیب اور عروہ بن الزبیر جیسے کبار تابعین کی مرسل کے برابر گنتا ہے تو اس کو خود نہیں پتہ کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہاں البتہ زہری کی مرسل قتادہ جیسے (صغار تابعین) کے جیسی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء:5/339)

ابو جعفر الطحاوی فرماتے ہیں: "وهذا الحديث أيضا لم يسمعه الزهري من عروة إنما دلس به" اس حدیث میں بھی زہری نے عروہ سے نہیں سنا، کیونکہ انہوں نے تدلیس کی ہے۔ (شرح معانی الآثار 1/72 رقم 429)

مالِ زکوۃ میں مال کو الگ یا اکٹھا نہ کرنے کا بیان

1571- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: وَقَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، هُوَ أَنْ يَكُوْنَ لِكُلِّ رَجُلٍ أَرْبَعُوْنَ شَاةً. فَإِذَا أَظَلَّهُمُ الْمُصَدِّقُ جَمَعُوْهَا، لِئَلَّا يَكُوْنَ فِيْهَا إِلَّا شَاةٌ. وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، أَنَّ الْخَلِيْطَيْنِ إِذَا كَانَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةُ شَاةٍ وَشَاةٌ. فَيَكُوْنُ عَلَيْهِمَا فِيْهِمَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ. فَإِذَا أَظَلَّهُمَا الْمُصَدِّقُ فَرَّقَا غَنَمَهُمَا. فَلَمْ يَكُنْ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَّا شَاةٌ. فَهٰذَا الَّذِي سَمِعْتُ فِيْ ذٰلِكَ.

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا: جدا مال کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور اکٹھے مال کو جدا نہیں کیا جائے گا"۔

اس کی صورت یہ ہے کہ (دو شراکت داروں میں) ہر ایک کے پاس 40 بکریاں ہوں جب زکوۃ وصول کرنے والا شخص ان کے پاس آئے تو وہ ان بکریوں کو اکٹھا کر لیں تاکہ انہیں صرف ایک بکری ادا کرنی پڑے اور اکٹھے مال کو جدا نہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ 2 شراکت داروں میں سے ہر ایک کے پاس ایک سو ایک، ایک سو ایک بکریاں ہوں تو اب ان دونوں پر تین بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی جب زکوۃ وصول کرنے والا ان کے پاس آئے تو وہ انہیں جدا کر لیں اور اس طرح ان میں سے ہر ایک کو ایک بکری ادا کرنی پڑے گی۔

(امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) میں نے اس بارے میں یہی سنا ہے۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ

ولادت سنہ ۹۳ھ وفات سنہ ۱۷۹ھ

آپ اُمت میں امام دارالہجرت کے لقب سے مشہور ہیں، دراز قامت، فربہ جسم، زردی مائل سفید رنگ، کشادہ چشم، بلند ناک اور خوبصورت تھے، آپ کی پیشانی کی طرف سر پر بال کم تھے، ریش مبارک دراز اور گھنی تھی، مونچھ منڈانے کو مثلہ فرماتے تھے، صرف لب کا بالا حصہ ترشوالیتے تھے اور دونوں طرف کے بال چھوڑتے تھے، اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید فرماتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ کسی معاملہ میں متفکر ہوتے تو اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی مونچھوں کے دوطرفہ بال دراز تھے، آپ خوش پوشاک تھے، آپ کا نسب غیمان بن خثیل پر پہنچتا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اصابہ میں اس کو بصیغہ تصغیر خائے معجمہ کے ساتھ ضبط کیا ہے اور دارقطنی نے جیم کے ساتھ، خیثل، عمرو بن الحارث کے فرزند تھے اور حارث کا لقب ذواصبح تھا؛ اسی لحاظ سے آپ کو اصبحی کہتے ہیں۔

آپ تبع تابعین کے طبقہ میں تھے، آپ کے شیوخ اور تلامذہ کا کیا پوچھنا نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ امام کے شیوخ کی تعداد نو سو تھی، جن میں تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین تھے، سفیان رحمہ اللہ فرماتے تھے، رجال کی چھان بین کرنے والا مالک رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مالک رحمہ اللہ کو جب حدیث کے کسی ٹکڑے میں شک پڑجاتا تھا تو پوری کی پوری حدیث ترک کردیتے تھے، وہب بن خالد کہتے ہیں کہ مشرق ومغرب کے درمیان احادیثِ نبویہ کے بارے میں قابل اطمینان شخص مالک سے بڑھ کر نہیں ہے، ترمذی صحیح اسناد کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ دوردور کا سفر کریں گے؛ لیکن عالم مدینہ سے بڑھ کر عالم انھیں کہیں میسر نہ آئے گا۔

سفیان بن عیینہ کے نزدیک اس حدیث کا مصداق امام مالک رحمہ اللہ تھے، خلف بن عمر کہتے ہیں: میں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مدینہ کے قاری ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کو ایک پرچہ دیا، امام نے اسے پڑھا اور اپنی جانماز کے نیچے رکھ لیا جب وہ کھڑے ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ ہی چلنے لگا، فرمایا بیٹھ جاؤ اور وہ پرچہ مجھے دیا، کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں یہ خواب لکھا ہوا تھا کہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہیں اور آپ سے کچھ مانگ رہے ہیں، آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے اس منبر کے نیچے ایک بہت بڑا خزانہ دفن کیا ہے اور مالک رحمہ اللہ سے کہہ دیا ہے وہ تمھیں تقسیم کردیں گے، اس لیے مالک رحمہ اللہ کے پاس جاؤ، لوگ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے بتاؤ مالک رحمہ اللہ تقسیم کریں گے یا نہیں کسی نے جواب دیا جس بات کا مالک کو حکم دیا گیا ہے وہ ضرور اسے پورا کریں گے، اس خواب سے مالک رحمہ اللہ پر گریہ طاری ہوگیا اور اتنا روئے کہ میں تو انھیں روتا ہی چھوڑ آیا۔

عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ ہم مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص آیا اور بولا میں چھ ماہ کی مسافت سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا ہوں، فرمایا کہو کیا ہے؟ اس نے بیان کیا، آپ نے فرمایا مجھے اچھی طرح معلوم نہیں، وہ حیران ہوکر بولا اچھا تو اپنے شہر والوں سے کیا کہوں، فرمایا کہہ دینا کہ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی لاعلمی کا اقرار کیا ہے، آپ کی ہمشیرہ سے پوچھا گیا،

مالک رحمہ اللہ گھر میں کیا کرتے ہیں، فرمایا تلاوتِ قرآن آپ کی محفل ایسی بارعب تھی کہ بادشاہوں اور سلاطین کو تابِ سخن نہ تھی ایک خاموشی کا عالم رہا کرتا تھا۔ (تہذیب ۱۰/۱۳)

محدثین کے نزدیک اصح الاسانید میں بحث ہے، مشہور یہ ہے کہ جس کے راوی مالک نافع سے اور نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوں وہ اسناد سب سے صحیح ہے، امام زہری رحمہ اللہ جو آپ کے شیوخ میں شامل تھے وہ بھی آپ سے مستفید تھے، لیث ابنِ مبارک، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ جیسے مشاہیر آپ کے زمرۂ تلامذہ میں داخل تھے، امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: اگر مالک رحمہ اللہ وسفیان رحمہ اللہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہوجاتا، آپ کے حفظ کا یہ عالم تھا کہ جو بات ایک مرتبہ سن لیتے پھر کبھی نہ بھولتے، حدیث روایت کرنے کے لیے جب بیٹھتے تو پہلے وضو کرتے اچھی پوشاک پہنتے خوشبو لگاتے ریشِ مبارک میں کنگھی کرتے، لوگوں نے اس تحمل کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی توقیر کرتا ہوں۔

عبداللہ بن المبارک روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام مالک رحمہ اللہ نے درسِ حدیث شروع کیا تو اثناء درس میں آپ کا رنگ بار بار متغیر ہوجاتا تھا؛ مگر آپ نے نہ درسِ حدیث بند کیا نہ آپ سے حدیث کی روایت کرنے میں کسی قسم کی لغزش واقع ہوئی، فارغ ہونے کے بعد میں نے مزاجِ مبارک دریافت کیا تو فرمایا کہ اثناءِ درس میں تقریباً دس بار بچھو نے ڈنک مارا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ صبر اپنی شجاعت واستقامت جتنے کے لیے نہیں کیا؛ بلکہ صرف حدیثِ پیغمبر کی تعظیم کے لیے کیا ہے۔ (بستان المحدثین)

یافعی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے عشق تھا؛ حتی کہ آپ اپنے ضعف وپیری کے باوجود مدینہ میں سوار نہ ہوتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس شہر میں آپ کا جسدِ مبارک مدفون ہو اس میں، میں ہرگز سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔

ایک مرتبہ ہارون رشید مدینہ طیبہ آیا اس کو یہ معلوم ہوچکا تھا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کتاب مؤطا تالیف فرمائی ہے اور آپ لوگوں کو اُس کی تعلیم بھی دیتے ہیں، ہارون رشید نے اپنے وزیر جعفر برمکی کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ سلام عرض کریں اور یہ عرض کریں کہ آپ مؤطا لاکر مجھے سنادیں، برمکی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امیر المومنین کا سلام پہنچا کر اس کی درخواست پیش کی، امام نے جواب دیا میرا اُن سے سلام کہنا اور کہدینا کہ علم خود کسی کے پاس نہیں آیا کرتا، لوگ اس کے پاس آیا کرتے ہیں، جعفر واپس آیا اور امام مالک رحمہ اللہ کا فرمان عرض کردیا، اتنے میں امام عالی مقام بھی خود تشریف لے آئے اور سلام کرکے بیٹھ گئے، ہارون رشید نے کہا: میں نے آپ کے پاس ایک پیغام بھیجا تھا آپ نے میرا حکم نہیں مانا؟ امام مالک رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ وہ روایت سنائی جس میں زید فرماتے ہیں کہ نزولِ وحی کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زانوئے مبارک میرے زانو پر تھا صرف کلمہ غیراولی الضرر نازل ہوا تھا کہ اس کے وزن سے میرا زانو چور چور ہوجانے کے قریب ہوگیا تھا، اس کے بعد فرمایا کہ جس قرآن کا ایک حرف حضرت جبرئیل علیہ السلام پچاس ہزار سال کی مسافت سے لے کر آئے ہوں (حضرت استاد مرحوم فرماتے تھے کہ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کی مسافت کا پچاس ہزار سال کی مدت ہونا ائمہ کے درمیان بھی مشہور تھا) کیا میرے لیے زیبا نہیں کہ میں بھی اس کی عزت واحترام کروں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت وبادشاہت سے نوازا ہے؛ اگر سب سے پہلے آپ ہی اس

علم کی مٹی خراب کریں گے تو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں آپ کی عزت برباد نہ کردے، یہ سن کر وہ موطا سننے کے لیے آپ کے ساتھ ہوگیا، امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے ساتھ اس کو مسند پر بٹھالیا، جب موطا پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا: آپ ہی مجھے پڑھ کر سنائیے، امام نے فرمایا: عرصہ ہوا میں خود پڑھ کر سنانا چھوڑ چکا ہوں اس نے کہا اچھا تو اور لوگوں کو باہر ہی نکال دیجئے تا کہ میں خود آپ کو سنادوں، امام نے فرمایا علم کی خاصیت یہ ہے کہ اگر خاص لوگوں کی رعایت سے عام لوگوں کو اس سے محروم کردیا جاتا ہے تو پھر خواص کو بھی اس سے نفع نہیں ہوتا، اس کے بعد آپ نے معن بن عیسیٰ کو حکم دیا کہ وہ قرأت شروع کردیں، جب انھوں نے قرأت شروع کی تو امام نے ہارون رشید سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس شہر میں اہل علم کا دستور یہ ہے کہ وہ علم کے لیے تواضع کرنا پسند کرتے ہیں، ہارون یہ سن کر مسند سے اُتر آیا اور سامنے آبیٹھا اور موطا سننے لگا۔

ایک مرتبہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کردی کہ امام صاحب آپ کی خلافت کے مخالف ہیں، اس نے آپ کے ستر کوڑے لگانے کا حکم دیدیا، اس کے بعد آپ کی عزت اور بڑھتی گئی گویا یہ کوڑے، آپ کا زیور بن گئے، منصور جب مدینہ آیا تو اس نے انتقام لینے کا ارادہ کیا، امام مالک رحمہ اللہ نے قسم کھا کر فرمایا میں تو اس کا ایک ایک کوڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی خاطر معاف کرچکا ہوں، مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ سزا آپ کو اس جرم میں دی گئی تھی کہ آپ نے کوئی فتویٰ ان کی غرض کے موافق نہیں دیا تھا۔ (شذرات الذہب)

ذہبی کا بیان ہے پانچ باتیں جیسی امام مالک رحمہ اللہ کے حق میں جمع ہوگئی ہیں، میرے علم میں کسی اور شخص میں جمع نہیں ہوئیں:

(۱) اتنی دراز عمر اور ایسی عالی مسند (۲) ایسی عمدہ فہم اور اتنا وسیع علم (۳) آپ کے حجت اور صحیح الروایۃ ہونے پر ائمہ کا اتفاق (۴) آپ کی عدالت، اتباع سنت اور دینداری پر محدثین کا اتفاق (۵) فقہ اور فتویٰ میں آپ کی مسلمہ مہارت۔ (تذکرۃ الحفاظ)

ائمہ اربعہ میں صرف ایک آپ ہیں جن کی تصنیف فن حدیث کے متعلق امت کے ہاتھ میں موجود ہے، بقیہ جو تصانیف دوسرے ائمہ کی طرف منسوب ہیں وہ ان کے شاگردوں کی جمع کردہ ہیں؛ حتی کہ مسند امام احمد بھی گو اس کی تسوید خود امام موصوف نے کی ہے؛ مگر اس کی موجودہ ترتیب خود امام کی نہیں ہے۔ (بستان المحدثین)

ہارون رشید کے نام بیس صفحات پر آپ کا جو خط ہے قابل دید ہے، افسوس ہے کہ یہاں اس کا خلاصہ بھی درج نہیں کیا جاسکتا اور جو خود ہی خلاصہ ہو اُس کا خلاصہ اور کیا کیا جاسکتا ہے، مطرف بن عبداللہ منجملہ آپ کے نصیحت آمیز کلمات سے نقل کرتے ہیں کہ بیکار اور غلط باتوں کے پاس پھٹکنا بربادی ہے، غلط بات زبان پر لانا سچائی سے دوری کی بنیاد ہے؛ اگر انسان کا دین ومروت بگڑنے لگے تو دنیا بہت بھی جمع ہوجائے؛ پھر بھی کس کام کی ہے، ابن وہب کہتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ علم آئندہ اور گھٹے گا بڑھے گا نہیں اور ہمیشہ انبیاء علیہ السلام اور کتب سماویہ کے نزول کے بعد گھٹا ہی کرتا ہے، سلف میں علم ہدایت کے علوم ہی کا نام تھا، اس لحاظ سے اس مقولہ کے صدق میں کیا تردد ہے۔ (تذکرہ)

قعنبی نقل کرتے ہیں کہ میں مرض الوفات میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کرکے بیٹھ گیا دیکھا تو امام رور ہے تھے،

میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کیسے نہ روؤں اور مجھ سے زیادہ رونے کا اور کون مستحق ہوسکتا ہے؟ میری آرزو ہے کہ جو مسئلہ بھی میں نے اپنی رائے سے بتایا ہے ہر مسئلہ کے بدلہ میرے ایک کوڑا مارا جائے، کاش میں نے اپنی رائے سے ایک مسئلہ بھی نہ بتایا ہوتا، مجھے گنجائش تھی کہ اس کے جو جوابات مجھ سے پہلے دیئے جا چکے تھے اُن ہی پر سکوت کر لیتا، ماہِ ربیع الاول میں آپ کا انتقال ہوا اور جس تمنا میں عمر گذاری تھی آخر وہ پوری ہوئی یعنی دیارِ حبیب کی خاک پاک نے ہمیشہ کے لیے آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا، آپ سرزمینِ مدینہ ہی میں آسودۂ خواب ہیں۔

فقہ مالکی

امام مالک رحمہ اللہ کی فقہ میں اہلِ مدینہ کے تعامل کو خاص اہمیت حاصل ہے، اُن کے نزدیک مدینہ مہبطِ وحی ہے، اس کا تعامل حجت ہونا چاہیے، حافظ ابوعمر دراوردی سے نقل کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ جب یہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر کا عمل اسی مسئلہ پر دیکھا ہے تو اُس سے اُن کی مراد ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن اور ابن ہرمز ہوتے ہیں۔ (جامع بیان العلم: ۲/ ۱۴۹)

فقہ مالکی کا زیادہ چرچا اہلِ مغرب اور اندلس میں ہے، ابنِ خلدون اس کی وجہ یہ لکھتا ہے کہ اہلِ مغرب اور اندلس کا سفر اکثر حجاز ہی کی جانب ہوا کرتا تھا اس زمانہ میں مدینہ طیبہ علم کا گہوارہ بن رہا تھا؛ یہیں سے نکل کر علم عراق پہنچا ہے، ان کے راستہ میں عراق نہ پڑتا تھا اس لیے ان کے علم کا ماخذ صرف علماء مدینہ تھے، علماء مدینہ میں امام مالک رحمہ اللہ کا رتبہ معلوم ہے اس لیے مغرب اور اندلس کے اصحاب کا علم امام مالک رحمہ اللہ علیہ اور اُن کے بعد اُن کے تلامذہ میں منحصر ہو گیا تھا، ان ہی کے وہ مقلد تھے اور جن کا علم انھیں نہیں پہنچا ان کے وہ مقلد بھی نہیں تھے۔

مال کا چالیسواں حصہ زکوۃ ہونے کا بیان

1572 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ. حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، وَعَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. - قَالَ زُهَيْرٌ: اَحْسَبُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اَنَّهُ قَالَ: هَاتُوا رُبْعَ الْعُشُوْرِ، مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتّٰى تَتِمَّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ. فَاِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ. فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ. فَمَا زَادَ فَعَلٰى حِسَابِ ذٰلِكَ. وَفِي الْغَنَمِ فِيْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةٌ. فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اِلَّا تِسْعٌ وَّثَلَاثُوْنَ. فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيْهَا شَيْءٌ". - وَسَاقَ صَدَقَةَ الْغَنَمِ مِثْلَ الزُّهْرِيِّ - قَالَ: وَفِي الْبَقَرِ فِيْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعٌ، وَفِي الْاَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ. وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ - وَفِي الْاِبِلِ فَذَكَرَ صَدَقَتَهَا كَمَا ذَكَرَ الزُّهْرِيُّ - قَالَ: وَفِيْ خَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ خَمْسَةٌ مِّنَ الْغَنَمِ. فَاِذَا زَادَتْ وَاحِدَةٌ فَفِيْهَا ابْنَةُ مَخَاضٍ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ بِنْتُ مَخَاضٍ، فَابْنُ لَبُوْنٍ ذَكَرٌ اِلٰى خَمْسٍ وَّثَلَاثِيْنَ،

1572- اسناده حسن من جهة عاصم بن ضمرة فهو صدوق والحارث الاعور وان كان ضعيفاً متابع، وقد حسنه الحافظ في "الفتح" 3.327/ زهير: هو ابن معاوية الجعفي، وابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي. واخرجه ابن ماجه (1790) والنسائي في "الكبرى" (2268) و (2269) من طريقين عن ابي اسحاق، به. مختصراً بذكر زكاة الدراهم، اي: الفضة. وهو في "مسند احمد" (711).

فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً، فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ. فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً. فَفِيهَا حِقَّةٌ طَرُوقَةُ الْجَمَلِ إِلَى سِتِّينَ - ثُمَّ سَاقَ مِثْلَ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ - قَالَ: فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً يَعْنِي وَاحِدَةً وَتِسْعِينَ، فَفِيهَا حِقَّتَانِ طَرُوقَتَا الْجَمَلِ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ. فَإِنْ كَانَتِ الْإِبِلُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، فَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ، وَلَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الْمُصَدِّقُ، وَفِي النَّبَاتِ مَا سَقَتْهُ الْأَنْهَارُ، أَوْ سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ، وَمَا سَقَى الْغَرْبُ فَفِيهِ نِصْفُ الْعُشْرِ. وَفِي حَدِيثِ عَاصِمٍ. وَالْحَارِثِ: الصَّدَقَةُ فِي كُلِّ عَامٍ. قَالَ زُهَيْرٌ: أَحْسَبُهُ قَالَ مَرَّةً. وَفِي حَدِيثِ عَاصِمٍ: إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الْإِبِلِ ابْنَةُ مَخَاضٍ، وَلَا ابْنُ لَبُونٍ، فَعَشَرَةُ دَرَاهِمَ أَوْ شَاتَانِ.

⊛⊛ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (زہیر نامی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:)

''(زکوٰۃ میں) چالیسواں حصہ ادا کرو ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم ادا کرو تم پر کوئی اس وقت تک لازم نہیں ہوگی جب تک 200 درہم پورے نہیں ہوتے جب 200 درہم ہو جائیں' تو ان میں پانچ درہم کی ادائیگی لازم ہوگی اور جو مزید ہوں گے تو اسی حساب سے ادائیگی کی جائے گی۔ بکریوں میں ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری کی ادائیگی ہوگی اگر صرف 39 بکریاں ہوں' تو تم پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی''۔

اس کے بعد راوی نے بکریوں کی زکوٰۃ کے بارے میں زہری کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''گائے میں ہر 30 میں ایک تبیع اور ہر 40 میں ایک مسنہ کی ادائیگی لازم ہوگی' اور (کھیتی باڑی یا گھر بار کے) کام کاج میں استعمال ہونے والے جانوروں پر کوئی زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی''۔

اس کے بعد راوی نے اونٹوں کی زکوٰۃ کے بارے میں زہری کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''25 اونٹوں میں 5 بکریوں کی ادائیگی لازم ہوگی جب ایک بھی اونٹ زیادہ ہو جائے' تو ان میں ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوگی اگر بنت مخاض نہ ہو' تو ابن لبون مذکر کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم 35 تک کے لیے ہے' جب ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو 45 تک میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی جب ایک بھی زیادہ ہو جائے' تو 60 تک میں ایک حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی جو جفتی کے قابل ہو''۔

اس کے بعد راوی نے زہری کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''جب ایک بھی زیادہ ہو جائے یعنی 91 ہو جائیں' تو ان میں دو حقہ کی ادائیگی لازم ہوگی جنہیں جفتی کے لیے دیا جا سکے اور یہ حکم 120 تک کے لیے ہے' جب اونٹ اس سے زیادہ ہو جائیں' تو ہر 50 میں ایک حقہ کی ادائیگی لازم ہو

گی۔ زکوٰۃ سے بچنے کے لیے اکٹھے مال کو الگ نہیں کیا جائے گا' اور الگ مال کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا۔ زکوٰۃ میں بوڑھے یا عیب دار جانور یا نر جانور کو وصول نہیں کیا جائے گا' البتہ اگر زکوٰۃ وصول کرنے والا چاہے (تو ایسا کوئی جانور وصول کرسکتا ہے)

زرعی پیداوار میں جو نہروں کے ذریعے یا بارش کے ذریعے سیراب ہوتی ہے اس میں عشر کی ادائیگی لازم ہوگی اور جسے ڈول کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے اس میں نصف عشر کی ادائیگی لازم ہوگی''۔

عاصم اور حارث کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''ہر سال زکوٰۃ لازم ہوگی''۔

زہیر کہتے ہیں: میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''ایک مرتبہ''۔

عاصم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''جب اونٹوں میں بنت مخاض نہ ہو یا ابن لبون نہ ہو' تو پھر 10 درہم یا 2 بکریاں ادا کی جائیں گی''۔

گائے میں زکوٰۃ کا بیان

تیس گایوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ لہٰذا جب وہ تیس ہوجائیں اور وہ سائمہ ہوں اور ان پر ایک سال گزر گیا تو ان میں ایک تبیع (بچھڑا) یا تبیعہ (بچھڑی) واجب ہے۔ اور تبیع یا تبیعہ وہ بچہ ہے جو عمر کے دوسرے سال میں ہو۔ اور چالیس میں ایک مسن یا مسنہ واجب ہے۔ اور مسن یا مُسنہ وہ بچہ ہے جو عمر کے تیسرے سال میں ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح حکم دیا تھا۔ (سنن دار قطنی)

جب وہ چالیس سے زیادہ ہوجائیں تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ساٹھ تک یہی مقدار واجب ہے۔ لہٰذا ایک زائد میں ایک مسنہ کا چالیسواں حصہ واجب ہے۔ اور دو زیادہ ہوجائیں تو مسنہ کا بیسواں حصہ واجب ہے۔ اور جب تین زیادہ ہوجائیں تو چالیسویں کے تین حصے واجب ہیں۔

اور یہ روایت امام محمد علیہ الرحمہ کی اصل سے ہے اس لئے کہ معافی نص سے خلاف قیاس ثابت ہوئی ہے کیونکہ یہاں کوئی نص نہیں ہے۔ اور امام حسن بن زیاد علیہ الرحمہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زائد میں کچھ واجب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ پچاس تک پہنچ جائیں اور پچاس پر ایک مکمل مسنہ واجب ہوگا۔ اور مسنہ کی چوتھائی قیمت یا تبیع کی تہائی قیمت واجب ہوگی۔ کیونکہ نصاب کی اساس یہی ہے اور دونوں عقود کے درمیان معافی ہے۔ اور ہر عقد میں واجب ہے۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہے یہاں تک کہ ان کی تعداد ساٹھ کو پہنچ جائے۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: کہ اوقاص بقر (دو دہائیوں کے درمیان گائے کی تعداد) سے کچھ زکوٰۃ نہ لینا۔ علماء نے بھی اوقاص کا معنی یہی بیان کیا ہے کہ جو تعداد چالیس اور ساٹھ کے درمیان میں ہو۔ ہم احناف اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ اوقاص سے مراد نہایت چھوٹے بچے ہیں۔ اور اس کے بعد ساٹھ میں دو تبیع یا دو تبیعہ ہیں۔ اور ستر میں ایک مسنہ اور ایک تبیع ہے اور اسی (۸۰) میں دو مسنہ ہیں اور

نوے (۹۰) میں تین تبیعہ ہیں اور ایک بیس (۱۲۰) میں دو تبیعہ اور ایک مسنہ ہے۔ اور اسی حساب کے مطابق قیاس کرتے جائیں گے۔ لہٰذا ہر دہائی پر تبیع سے مسنہ کی طرف اور مسنہ سے تبیع کی طرف فرض تبدیل ہوتا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گائے کے ہر تیس پر ایک تبیع یا تبیعہ ہے اور ہر چالیس پر مسن یا مسنہ ہے۔

بھینس اور گائے دونوں برابر ہیں کیونکہ بقر کے لفظ کا اطلاق دونوں کو شامل ہے اور بھینس بھی ایک قسم کی گائے ہے البتہ ہمارے شہروں میں چونکہ بھینس بہت کم تعداد میں ہوتی ہے اس لئے لوگوں کے خیالات بھینس کی طرف جلد جانے والے نہیں ہیں۔ اور اسی دلیل کے پیش نظر کہ جب کسی نے قسم کھائی ''وہ بقر کا گوشت نہیں کھائے گا'' تو وہ بھینس کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا۔

(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

گائے اور بیل کی زکوٰۃ میں فقہی تصریحات کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں عامل بنا کر یمن بھیجا تو انہیں یہ حکم دیا کہ وہ زکوٰۃ کے طور پر ہر تیس گائے میں سے ایک برس کا بیل یا ایک برس کی گائے لیں اور ہر چالیس گائے میں سے دو برس کی گائے یا دو برس کا بیل وصول کریں۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، دارمی)

گائے کے نصاب میں زکوٰۃ کے طور پر بیل دینے کے لیے فرمایا گیا ہے چنانچہ گائے کی زکوٰۃ کے طور پر نر اور مادہ دونوں برابر ہیں چاہے گائے دی جائے اور چاہے بیل دیدیا جائے جیسا کہ آگے آنے والی روایت میں اس کی وضاحت بھی ہے چنانچہ گائے اور بکری کی زکوٰۃ کے طور پر مادہ ہی دینا ضروری نہیں ہے اونٹوں کے برخلاف کہ ان میں مادہ ہی دینا افضل ہے لیکن گائے اور بکری میں اس کی کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ اگر گائے یا بیل چالیس سے زائد ہوں تو اس زائد مقدار میں اس وقت تک کوئی چیز واجب نہیں ہوتی جب تک کہ تعداد ساٹھ تک نہ پہنچ جائے جب تعداد ساٹھ ہو جائے گی تو ان میں دو تبیعے یعنی ایک ایک برس کے دو بیل یا اتنی ہی عمر کی دو گائیں دینی ہوں گی پھر اس کے بعد ہر چالیس میں ایک مسنہ اور یعنی دو برس کی گائے یا بیل دینا ہوگا اور ہر تیس میں ایک ایک تبیعہ واجب ہوگا مثلاً جب ستر ہو جائیں تو ایک مسنہ اور ایک تبیعہ، اسی ہو جائیں تو دو مسنہ نوے ہو جائیں تو تین تبیعے اور جب سو ہو جائیں تو دو تبیعے اور ایک مسنہ واجب ہو جائے گا۔ اسی طرح ہر تیس میں ایک تبیعہ اور ہر چالیس میں ایک مسنہ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

علامہ ابن حجر کا قول ہے اگر گائے یا بیل چالیس سے زائد مقدار میں ہوں تو اس وقت تک کوئی چیز واجب نہیں ہوتی جب تک کہ تعداد ساٹھ تک نہ پہنچ جائے حنفیہ میں سے صاحبین کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ چالیس سے جو تعداد بھی زائد ہوگی اس کا بھی حساب کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے گی تا کہ تعداد ساٹھ تک پہنچ جائے جب تعداد ساٹھ تک پہنچ جائے گی تو دو تبیعے واجب ہو جائیں گے باقی حساب مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق ہوگا۔ لہٰذا اگر چالیس سے ایک بھی گائے یا بیل زائد ہوگا تو مسنہ کا چالیسواں حصہ یا ایک تبیعہ کا تیسواں حصہ یعنی ان کی قیمت کا چالیسواں یا تیسواں حصہ دینا ضروری ہوگا اسی طرح

جو مقدار بھی زائد ہوگی اس کا اسی کے مطابق حساب کی جائے گا حنفیہ میں صاحب ہدایہ اور ان کے متبعین کی رائے میں حضرت امام صاحب کا یہی قول معتبر ہے۔

حدیث کے آخر جملے ولیس علی العوامل شئی (کام کاج کے جانوروں میں کچھ بھی واجب نہیں ہے) کا مطلب یہ ہے کہ جو جانور کام کاج کے ہوں اور ضروریات میں استعمال ہوتے ہوں جیسے بیل ہل جوتنے یا کنویں سے پانی کھینچنے یا بار برداری کے کام لیے ہوں تو اگرچہ ان کی تعداد بقدر نصاب ہی کیوں نہ ہو لیکن ان میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ یہی حکم اونٹ وغیرہ کے بارے میں بھی ہے چنانچہ حضرت امام اعظم حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے جانوروں میں بھی زکوۃ واجب ہوگی۔

انعام ثلاثہ کی زکوۃ میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں۔ مالکی مذہب کے علاوہ دیگر تمام مذاہب اس امر پر متفق ہیں کہ سائمہ (چرنے والے جانور) اور نصاب کی شرط کے ساتھ تین قسم کے حیوانات میں زکات واجب ہے وہ یہ ہیں (اونٹ، گائے (بھینس بھی شامل ہے) بھیڑ (بکری بھی شامل ہے) مگر مالکی مذہب میں سائمہ (چرنے) کی شرط نہیں ہے، اس نظریہ کے مطابق زکات ان تین قسموں میں واجب ہے چاہے سائمہ ہوں یا غیر سائمہ۔

سبھی مذاہب اس بات پر متفق القول ہیں کہ گھوڑا، خچر اور گدھے میں زکات واجب نہیں ہے، مگر یہ کہ مال التجارۃ (تجارت کے مال) کا جز قرار پائیں۔ مگر حنفی مذہب گھوڑے اور گھوڑی میں دو شرط کے ساتھ زکات واجب جانتے ہیں شرط اول سائمہ ہو (چرنے والے) شرط دوم نسل بڑھانے کے لئے گلہ کی دیکھ بھال کی جارہی ہو۔ (مذاہب اربعہ، ص ۱۶، ۴، بیروت)

گائے کے نصاب ساٹھ میں زکوۃ پر مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ فقہاء احناف کے نزدیک جب گائے کی تعداد ساٹھ کو پہنچ جائے تو اس میں دو تبیع یا تبیعہ ہیں۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اور محیط برہانی میں بھی اسی طرح ہے اور جوامع الفقہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص، ۴۵، حقانیہ ملتان)

بکریوں میں زکوۃ کی تفصیل کا بیان

چالیس سائمہ بکریوں سے کم میں زکوۃ واجب نہیں۔ جب وہ چالیس چرنے والی ہو جائیں تو ایک سو بیس (۱۲۰) تک ان پر ایک بکری ہے جبکہ ان پر ایک سال گزر جائے۔ جب ان پر ایک بکری زائد ہوئی تو دو سو (۲۰۰) تک دو بکریاں ہیں۔ جب دو سو سے ایک بکری زائد ہوئی تو چار سو (۴۰۰) تک تین بکریاں ہیں۔ اور جب چار سو ہو جائیں تو ان میں چار بکریاں ہیں۔ (اس کے بعد) ہر سو پر ایک بکری ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطوط میں یہی بیان ہوا ہے۔ اور اسی پر اجماع کا انعقاد ہوا ہے۔ (بخاری، ترمذی)

ضأن اور معز دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ لفظ غنم دونوں کو شامل ہے۔ اور نص لفظ غنم کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اور اس کی زکوٰۃ میں ثنئی کو لیا جائے گا۔ اور ضأن میں جذعہ نہیں لیا جائے گا مگر وہ روایت جو امام حسن نے امام اعظم سے روایت کی ہے۔ اور ثنئی اس بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو اور جزعہ وہ بچہ جس پر سال کا اکثر حصہ گزر چکا ہو۔ اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ضأن کا جذعہ لیا جائے گا۔ اور صاحبین کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک ہمارا حق جذعہ اور ثنئی ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ جذعہ سے قربانی ادا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ بھی جائز ہوئی اور اس کی دلیل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے موقوفا اور مرفوعا حدیث وارد ہوئی ہے۔ زکوٰۃ نہیں وصول کی جائے گی مگر ثنئی میں یا اس سے زیادہ میں۔ کیونکہ واجب درمیانے درجے کا ہوتا ہے۔ اور جذعہ چھوٹوں میں شمار ہوتا ہے اور اسی وجہ سے معز کا جذعہ زکوٰۃ میں جائز نہیں۔ جبکہ جذعہ کی قربانی کا حکم نص سے ثابت ہوا ہے۔ اور روایت کردہ جذعہ سے مراد اونٹ کا جذعہ ہے۔ (ابوداؤد، مستدرک، مسند احمد بن حنبل)

اور بکری کی زکوٰۃ میں نر اور مادہ کا (بطور زکوٰۃ) لینا جائز ہے۔ اس لئے کہ لفظ شاۃ دونوں کو شامل ہے۔ اور بے شک نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ چالیس بکریوں پر ایک بکری ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

(ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

مختلف جانوروں کے نصاب زکوٰۃ کا فقہی بیان

حضرت انس کے بارے میں مروی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق نے انہیں بحرین جو بصرہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے بھیجا تو انہیں یہ ہدایت نامہ تحریر فرمایا۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمن و رحیم ہے یہ اس صدقہ فرض (زکوٰۃ) کے بارے میں ہدایت نامہ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں پر فرض کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے نافذ کرنے کے بارے میں اپنے رسول ﷺ کو حکم فرمایا۔ لہٰذا جس شخص سے قاعدہ کے مطابق زکوٰۃ کا مطالبہ کیا جائے تو وہ ادائیگی کرے اور جس شخص سے شرعی مقدار سے زیادہ مطالبہ کیا جائے وہ زائد مطالبہ کی ادائیگی نہ کرے زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ چوبیس اور چوبیس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ میں بکری ہے اس طرح کہ ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری ہے یعنی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ سے نو تک ایک بکری دس سے چودہ تک دو بکریاں پندرہ سے انیس تک تین بکریاں اور بیس سے چوبیس تک چار بکریاں واجب ہوگی۔ پچیس سے پینتیس تک میں ایک ایسی اونٹنی جو ایک سال کی ہو چھتیس سے پینتالیس تک ایک اونٹنی جو دو سال کی ہو۔ چھیالیس سے ساٹھ تک میں ایک ایسی اونٹنی جو چار سال کی ہو اور اونٹ سے جفتی کے قابل ہو، اکسٹھ سے پچھتر تک میں ایک اونٹنی جو اپنی عمر کے چار سال ختم کر کے پانچویں سال میں داخل ہوگئی اور چھہتر سے نوے تک میں دو ایسی اونٹنیاں جو دو سال کی ہوں اکیانوے سے ایک سو بیس تک میں دو ایسی اونٹنیاں جو تین تین سال کی ہوں اور اونٹ سے جفتی کے قابل ہوں اور جب تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو تو اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ ان زائد اونٹنیوں میں ہر چالیس کی زیادت پر دو برس کی اونٹنی اور ہر پچاس کی زیادت پر پورے تین برس کی اونٹنی واجب ہوگی اور جس کے پاس صرف چار ہی اونٹ ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہاں اگر وہ شخص چاہے تو صدقہ نفل کے طور پر کچھ دے دے جب پانچ اونٹ ہوں گے تو اس پر زکوٰۃ کے طور پر ایک بکری واجب ہو جائے گی اور جس

شخص کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ ان میں زکوٰۃ کے طور پر ایسی اونٹنی واجب ہوتی ہو جو چار برس پورے کر کے پانچویں سال میں لگ گئی ہو یعنی اکسٹھ سے پچھتر تک کی تعداد میں اور اس کے پاس چار برس کی اونٹنی نہ ہو کہ جسے وہ زکوٰۃ کے طور پر دے سکے بلکہ تین برس کی اونٹنی موجود ہوں تو اس سے تین ہی برس کی اونٹنی زکوٰۃ میں قبول کی جا سکتی ہے مگر زکوٰۃ دینے والا اس تین برس کی اونٹنی کے ساتھ اگر اس کے پاس موجود ہوں تو دو بکریاں ورنہ بصورت دیگر بیس درہم ادا کرے اور کسی شخص کے پاس اونٹوں کی ایسی تعداد ہو جس میں تین برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو یعنی چھیالیس سے ساٹھ تک کی تعداد اور اس کے پاس تین برس کی کوئی اونٹنی زکوٰۃ میں دینے کے لیے نہ ہو بلکہ چار برس کی اونٹنی ہو تو اس سے چار برس والی اونٹنی ہی لے لی جائے البتہ زکوٰۃ دینے والا دو بکریاں یا بیس درہم بھی اس کے ساتھ دے دے اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں کہ جن میں دو برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو جیسے چھتیس سے پینتالیس تک کی تعداد اور اس کے پاس دو برس کی اونٹنی کے بجائے تین برس کی اونٹنی ہو تو اس سے تین برس کی اونٹنی ہی لے لی جائے مگر زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریں واپس کر دے اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں جنمیں دو برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ ایک برس کی اونٹنی ہو تو اس سے ایک برس کی اونٹنی ہی لے لی جائے اور وہ زکوٰۃ دینے والا اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں بھی دے اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں کہ جن میں ایک برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو جیسے بیس سے پچیس تک کی تعداد، اور ایک برس کی اونٹنی اس کے پاس نہ ہو بلکہ دو برس کی اونٹنی اس کے پاس ہو تو اس سے وہی دو برس والی اونٹنی لے لی جائے مگر زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو دو بکریاں یا بیس درہم واپس کر دے اور اگر اس کے پاس دینے کے قابل ایک برس کی اونٹنی نہ ہو اور نہ دو برس کی اونٹنی ہو بلکہ دو برس کا اونٹ ہو تو وہ اونٹ ہی لے لیا جائے مگر اس صورت میں کوئی اور چیز واجب نہیں نہ تو زکوٰۃ لینے والا کچھ واپس کرے گا اور نہ زکوٰۃ دینے والا کچھ اجر دے گا اور چرنے والی بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے کہ جب بکریوں کی تعداد چالیس سے ایک سو بیس تک ہو تو ایک واجب ہوتی ہے اور ایک سو بیس سے زائد ہوں تو دو سو تک کی تعداد پر دو بکریاں واجب ہوتی ہیں اور جب دو سو سے زائد ہوں تو تین سو تک تین بکریاں واجب ہوتی ہیں اور جب تین سو سے زائد ہو جائیں تو پھر یہ حساب ہوگا کہ ہر سو بکریوں میں ایک بکری واجب ہوگی۔

جس شخص کے پاس چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں گی تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی ہاں اگر بکریوں کا مالک چاہے تو صدقہ نفل کے طور پر کچھ دے سکتا ہے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ زکوٰۃ میں خواہ اونٹ ہو یا گائے اور بکری بڑھیا اور عیب دار نہ جائے اور نہ بوک (بکرا) دیا جائے ہاں اگر زکوٰۃ وصول کرنے والا کسی مصلحت کے تحت بوک لینا چاہے تو درست ہے اور متفرق جانوروں کو یکجا نہ کیا جائے اور نہ زکوٰۃ کے خوف سے جانوروں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے نیز جس نصاب میں دو آدمی شریک ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ دونوں برابر تقسیم کر لیں اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر دینا فرض ہے اگر کسی کے پاس صرف ایک سو نوے درہم ہوں (یعنی نصاب شرعی کا مالک نہ ہو) تو اس پر کچھ فرض نہیں ہے ہاں اگر وہ صدقہ نفل کے طور پر کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ (بخاری)

گزشتہ صفحات میں ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تم زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو

خوش کرو اگرچہ وہ تمہارے ساتھ ظلم ہی کا معاملہ کیوں نہ کریں۔ اسی طرح ایک حدیث اور گزر چکی ہے جس میں بیان کیا گیا تھا کہ کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ زکوۃ وصول کرنے والے زیادتی کرتے ہیں یعنی مقدار واجب سے زیادہ مال لیتے ہیں تو کیا ہم ان کی طرف سے زیادہ طلب کے جانے والے مال کو چھپا دیں یعنی وہ انہیں نہ دیں تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا۔

لیکن یہاں فرمایا گیا ہے کہ جس شخص سے زیادہ مطالبہ کیا جائے وہ ادائیگی نہ کرے۔ لہٰذا بظاہر ان روایتوں میں تعارض اور اختلاف معلوم ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت زکوۃ وصول کرنے والے صحابہ تھے ظاہر ہے نہ تو وہ ظالم تھے اور شرعی مقدار سے زیادہ کا مطالبہ کرتے تھے اور نہ صحابہ کے بارے میں ایسا تصور کیا جاسکتا تھا لوگ اپنے گمان اور خیال کے مطابق یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے ساتھ ظلم و زیادت کا معاملہ ہوتا ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کے پیش نظر یہی حکم دیا کہ انہیں بہرصورت خوش کیا جائے اور وہ جو کچھ مانگیں اسے دینے میں تامل نہ کیا جائے اور یہاں حضرت ابوبکر کے ارشاد میں زکوۃ وصول کرنے والوں سے صحابہ مراد نہیں ہیں بلکہ دوسرے لوگ مراد ہیں اور ظاہر ہے کہ صحابہ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے ایسی باتوں کا صدور ممکن تھا اس لیے حضرت ابوبکر نے یہ تحریر فرمایا کہ زائد مطالبہ کی ادائیگی نہ کی جائے۔ اس وضاحت سے احادیث میں جو بظاہر تعارض نظر آ رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔

فاذا زادت علی عشرین ومائۃ الخ (اور جب تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو الخ) قاضی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عدد مذکور سے متجاوز ہونے کی صورت میں استقرار اور حساب پر دلالت کرتی ہے یعنی جب اونٹ ایک سو بیس سے زائد ہوں تو ان کی زکوۃ کا حساب از سر نو شروع نہ کیا جائے بلکہ ایسی صورت میں ہر چالیس کی زیادتی پر دو برس کی اونٹنی اور ہر پچاس کی زیادتی پر تین برس کی اونٹنی کے حساب سے زکوۃ ادا کی جانی چاہیے۔

چنانچہ اکثر ائمہ کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ از سر نو حساب شرع کیا جائے گا چنانچہ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے متجاوز ہو جائے تو اس وقت دو حقے یعنی تین برس کی دو اونٹنیاں اور ایک بکری واجب ہو گی اور اسی طرح چوبیس کی تعداد تک ہر پانچ پر ایک بکری واجب ہوتی چلی جائے گی پھر پچیس اور پچیس کے بعد بنت مخاض ایک سال کی اونٹنی واجب ہو جائے گی اسی طرح آخر تک پہلی ترتیب کے مطابق حساب کیا جائے گا امام نخعی اور امام ثوری کا یہی قول ہے ان حضرات کی دلیل یہ ارشاد گرامی ہے کہ جب اونٹوں کی تعداد ایک سو سے زائد ہو جائے تو اس کا حساب از سر نو شروع کیا جائے، حضرت علی کرم اللہ وجہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

اونٹوں کی زکوۃ کے بارے میں اتنی بات اور جان لیجئے کہ ان کی زکوۃ کے طور پر مادہ یعنی اونٹنی یا اس کی قیمت واجب ہوتی ہے جب کہ گائے اور بکری کی زکوۃ میں نر اور مادہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ ان کی زکوۃ کے طور پر نر یا اس کی قیمت اور مادہ یا اس کی قیمت دونوں ہی دیئے جاسکتے ہیں۔

مالم یکن عندہ بنت مخاض علی وجہا (اور اگر اس کے پاس دینے کے قابل ایک برس کی اونٹنی نہ ہو) ابن مالک نے

اس کی وضاحت کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ اس کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔ (۱) اس کے پاس سرے سے ایک برس کی اونٹنی موجود ہی نہ (۲) ایک برس کی اونٹنی موجود تو ہو مگر تندرست نہ ہو بلکہ بیمار ہو اس صورت میں بھی گویا وہ نہ ہونے ہی کے درجہ میں ہوگی۔ (۳) ایک برس کی اونٹنی تو موجود ہو مگر اوسط درجہ کی نہ ہو بلکہ نہایت قیمتی اور اعلیٰ درجے کی ہو ملحوظ رہے کہ زکوٰۃ میں اوسط درجہ کا مال دینے کا حکم ہے۔

بہر کیف ان میں سے کوئی صورت ہو اس کا حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسی صورت میں ابن لبون یعنی دو برس کا اونٹ زکوٰۃ کے طور پر دیا جائے گا پھر اس کی وضاحت بھی فرما دی کہ ابن لبون کے ساتھ مزید کچھ لینا دینا واجب نہیں ہے جیسا کہ اونٹنیوں کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ کے طور پر دینے کے لیے دو برس کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس دو برس کی اونٹنی موجود نہ ہو بلکہ تین برس کی اونٹنی ہو تو زکوٰۃ وصول کرنے والا اس سے وہی تین برس کی اونٹنی لے گا مگر وہ زکوٰۃ دینے والے کو دو بکریاں بیس درہم واپس کرے گا تا کہ زکوٰۃ دینے والے کو دو برس کی اونٹنی کی بجائے تین برس کی اونٹنی دینے کی صورت میں نقصان گھاٹا نہ ہو جیسے اس کے برعکس صورت بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر زکوٰۃ دینے والا تین برس کی اونٹنی کی بجائے جو اس پر واجب ہے مگر موجود نہیں ہے دو برس کی اونٹنی دے تو اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم مزید دے تا کہ زکوٰۃ کے مال میں نقصان نہ رہ جائے بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ فضیلت تانیث عمر کی زیادتی کا بدل ہو جاتی ہے۔

اگر چہ چرنے والی کی قید صرف بکری کے نصاب میں زکوٰۃ میں لگائی گئی ہے لیکن اس کا تعلق ہر جانور سے ہے یعنی خواہ بکری ہو یا اونٹ اور یا گائے ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب کہ وہ سال کے اکثر حصے یعنی نصف سال سے زیادہ جنگ میں چریں اگر ان میں سے کوئی بھی جانور ایسا ہو جسے سال کے اکثر حصے میں گھر سے چارہ کھلایا جاتا ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

بکریوں کا نصاب چالیس بیان کیا گیا ہے یعنی اگر چالیس سے کم بکریاں ہوں گی تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب چالیس بکریاں ہوں گی تو ایک بکری زکوٰۃ کے طور پر واجب ہو جائے گی اور اگر چالیس سے بھی زائد ہوں تو ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب رہے گی اسی طرح تین سو تک کی تعداد کے نصاب زکوٰۃ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ جب تعداد تین سو سے تجاوز ہو جائے تو پھر یہ حساب ہوگا کہ ہر سو بکری پر ایک بکری واجب ہوگی یعنی تین سو تک تو تین بکریاں ہوں گی تین سو کے بعد چار سوُ بکریاں اس وقت واجب ہوں گی جب کہ تعداد پورے چار سال ہو جائے چنانچہ اکثر ائمہ وعلماء کا یہی مسلک ہے لیکن حسن بن صالح کا قول اس بارے میں یہ ہے کہ تین کے بعد اگر ایک بکری بھی زائد ہوگی تو چار بکریاں واجب ہو جائیں گی۔

ولا ذات عوار (اور عیب دار نہ دی جائے) زکوٰۃ میں عیب دار مال نہ لینے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ پورا مال یا کچھ مال ایسا ہو جس میں کوئی عیب وخرابی نہ ہو اگر پورا ہی مال عیب دار ہو تو پھر اس میں سے اوسط درجے کا دیکھ کر دیا جائے گا۔

زکوٰۃ میں بوک (بکرا) لینے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ بکریوں کے ساتھ بوک افزائش نسل کے لیے رکھا جاتا ہے اگر بوک لے لیا جائے گا تو بکریوں کے مالک کو نقصان ہوگا یا وہ اس کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا یا پھر بوک لینے سے اس لیے منع فرمایا گیا ہے کہ اس کا گوشت بدمزہ اور بدبودار ہوتا ہے۔

مختلف مقامات پر موجود جانوروں کی زکوٰۃ میں فقہ شافعی وحنفی کا اختلاف:

ولا یجمع بین متفرق الخ (اور متفرق جانوروں کو یکجا نہ کیا جائے الخ) اس جملے کا مطلب سمجھنے سے پہلے مسئلہ کی حقیقت جان لیجیے تا کہ مفہوم پوری طرح ذہن نشین ہو جائے مسئلہ یہ ہے کہ آیا زکوٰۃ گلہ یعنی مجموعہ پر ہے یا اشخاص یعنی مال کے مالک کا اعتبار ہوتا ہے؟

حضرت امام شافعی تو فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ گلہ کے اعتبار سے دینی ہوتی ہے ان کے ہاں مالک کا اعتبار نہیں ہوتا جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں گلہ کا اعتبار نہیں ہوتا مالک کا اعتبار ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں مگر وہ بکریاں ایک جگہ یعنی ایک گلہ ریوڑ میں نہیں ہیں بلکہ الگ الگ دو گلوں میں ہیں تو چونکہ امام شافعی کے نزدیک زکوٰۃ گلہ پر واجب ہوتی ہے اس لیے ان کے مسلک کے مطابق ان دونوں گلوں میں سے دو بکریاں وصول کی جائیں گی لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق دونوں گلوں سے ایک ہی بکری وصول کی جائے گی کیونکہ اگرچہ وہ اسی بکریاں دو گلوں میں تقسیم ہیں مگر ملکیت میں چونکہ ایک شخص کی ہیں اس لیے اس حساب کے مطابق کہ چالیس سے ایک سو بیس تک کی تعداد میں ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے اس شخص سے بھی ایک ہی بکری وصول کی جائے گی۔

دوسری مثال یہ ہے کہ دو اشخاص کی اسی بکریاں ہیں جو ایک ہی گلہ میں ہیں تو امام شافعی کے مسلک کے مطابق اس گلہ میں سے ایک ہی بکری لی جائے گی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق اس گلہ میں سے دو بکریاں لی جائیں گی کیونکہ وہ اسی بکریاں اگرچہ ایک ہی گلہ میں ہیں لیکن مالک اس کے دو الگ الگ اشخاص ہیں اور وہ دونوں اتنی اتنی بکریوں (یعنی چالیس چالیس) کے مالک ہیں کہ ان کی الگ الگ تعداد پر ایک بکری واجب ہوتی ہے۔

اس مسئلہ کو ذہن میں رکھ کر اب سمجھئے کہ حدیث کے اس جملے ولا یجمع بین متفرق الخ کا مطلب امام شافعی کے ہاں تو یہ ہے کہ اس ممانعت کا تعلق مالک سے ہے کہ اگر مثال کے طور پر چالیس بکریاں اس کی ہوں اور چالیس بکریاں کسی دوسرے کی ہوں اور یہ دونوں تعداد الگ الگ ہوں تو ان بکریوں کو جو الگ الگ اور متفرق ہیں زکوٰۃ کم کرنے کے لیے یکجا نہ کیا جائے یعنی مالک یہ سوچ کر کہ اگر یہ بکریاں الگ الگ دو گلوں میں ہوں گی تو ان میں سے دو بکریاں دینی ہوں گی اور اگر ان دونوں گلوں کو ملا کر ایک گلہ کر دیا جائے تو پھر ایک ہی بکری دینی ہوگی ان کو یکجا نہ کرے۔

اسی طرح ولا یفرق بین مجتمع اور نہ جانوروں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے میں اس ممانعت کا تعلق بھی مالک سے ہے کہ مثلاً اگر اس کے پاس بیس بکریاں ہوں جو کسی دوسرے شخص کی بکریوں کے گلے میں ملی ہوئی ہوں تو مالک اپنی ان بکریوں کو اس گلے سے الگ نہ کرے یہ سوچ کر کہ اگر یہ بکریاں اس گلے میں رہیں گی تو زکوٰۃ دینی ہوگی اور اگر ان بکریوں کو اس گلے سے الگ کر دیا جائے تو زکوٰۃ سے بچ جاؤں گا۔

حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس ممانعت کا تعلق ساعی یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے سے ہے کہ وہ زکوٰۃ لینے کے لیے متفرق بکریوں کو یکجا نہ کرے مثلاً دو الگ الگ اشخاص کے پاس اتنی اتنی بکریاں ہوں کہ جو علیحدہ علیحدہ تو حد نصاب کو نہ پہنچتی ہوں اور

ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی ہو جیسے دونوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہوں مگر جب دونوں کی بکریاں یکجا ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہو جائے لہٰذا زکوٰۃ وصول کرنے والے کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ لینے کی وجہ سے ان بکریوں کو یکجا کر دے اسی طرح دوسری ممانعت کا تعلق بھی زکوٰۃ وصول کرنے والے ہی سے ہے کہ زکوٰۃ لینے کے لیے علیحدہ علیحدہ جانوروں کو یکجا نہ کرے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس اسی بکریاں اس طرح ہوں کہ چالیس تو ایک جگہ ہیں اور چالیس دوسری جگہ ہیں تو زکوٰۃ وصول کرنے والا ان دونوں جگہوں کی بکریوں کو دو الگ الگ نصاب قرار دے کر اس شخص سے دو بکریاں وصول نہ کرے بلکہ دونوں جگہوں کی بکریوں کو ایک ہی نصاب قرار دے اور قاعدہ کے مطابق ایک ہی بکری وصول کرے کیونکہ بکریاں اگرچہ الگ الگ ہیں لیکن ملکیت میں ایک ہی شخص کے ہیں لہٰذا دونوں جگہ کی مجموعہ بکریوں پر کہ جن کی تعداد اسی ہے ایک ہی بکری واجب ہوگی۔

وما کان من خلیطین (جس نصاب میں دو آدمی شریک ہوں) اس جملے کی وضاحت بھی ایک مسئلہ سمجھ لینے پر موقوف ہے مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً دو سو بکریاں ہیں جس میں دو آدمی شریک ہیں اس حساب سے کہ ایک آدمی کی تو ان میں سے چالیس بکریاں ہیں اور دوسرا آدمی ایک سو ساٹھ بکریوں کا مالک ہے اب سوال یہ ہے کہ ان بکریوں پر زکوٰۃ کے طور پر تو بکریاں واجب ہوں مگر وہ دو بکریاں ان دونوں سے وصول کس حساب سے ہوں گی، ظاہر ہے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ پہلے شخص پر تو اس کے حصے کے پیش نظر ایک بکری کا دو خمس واجب ہو اور باقی دوسرے شخص پر واجب ہو بلکہ یہ ہوگا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا تو قاعدہ کے مطابق دونوں شخصوں سے ایک ایک بکری وصول کرے گا مگر اس صورت میں پہلے شخص کو نقصان ہوگا کیونکہ ان مشترک بکریوں میں اس کا حصہ صرف چالیس بکریاں ہیں اسے بھی ایک ہی بکری دینی پڑی۔ اور دوسرے شخص نے بھی ایک بکری دی جس کا حصہ ایک سو ساٹھ بکریاں ہیں (اسی کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا تو دونوں سے ایک ایک بکری وصول کرے گا لیکن پھر بعد میں دونوں کو چاہئے کہ وہ اپنے حصے کے مطابق حساب کر لیں یعنی پہلا شخص کہ جس کی چالیس بکریاں ہیں دوسرے شخص کہ جس کی ایک سو ساٹھ بکریاں ہیں۔ اپنی دی ہوئی بکری کے تین خمس وصول کرے اس حساب سے چالیس بکریوں کے مالک پر اس کے حصہ کے مطابق دو خمس پڑیں گے اور باقی ایک سو ساٹھ بکریوں کے مالک پر اس کے حصے کے مطابق پڑ جائیں گے۔ چنانچہ ارشاد گرامی فانھما یتراجعان بالسویۃ، (انہیں چاہئے کہ وہ دونوں برابر برابر تقسیم کر لیں) کے یہ معنی ہیں۔

دراہم و دنانیر پر زکوٰۃ و نصاب زکوٰۃ کا بیان

1573 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، وَسَمَّى آخَرَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، وَالْحَارِثِ الْأَعْوَرِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ أَوَّلِ هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، وَلَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ - يَعْنِي - فِي الذَّهَبِ حَتَّى يَكُونَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُونَ دِينَارًا، وَحَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيهَا نِصْفُ دِينَارٍ، فَمَا زَادَ، فَبِحِسَابِ ذَلِكَ، قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَعَلِيٌّ يَقُولُ: فَبِحِسَابِ ذَلِكَ، أَوْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَيْسَ فِي

مَالٍ زَكَاةٌ حَتّٰى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ. إِلَّا أَنَّ جَرِيرًا، قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَزِيدُ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَيْسَ فِي مَالٍ زَكَاةٌ حَتّٰى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ

⊛⊛ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے اس کا کچھ حصہ وہ ہے جو پہلے ذکر ہو چکا ہے (تاہم اس روایت میں یہ الفاظ ہیں:)

''جب تمہارے پاس 200 درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہموں کی ادائیگی لازم ہوگی اور سونے میں تم پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی جب تک تمہارے پاس 20 دینار نہیں ہوتے اگر تمہارے پاس 20 دینار ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں نصف دینار کی ادائیگی لازم ہوگی جو اس سے زائد ہوں گے وہ اسی حساب سے ہوں گے''۔

راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم ''وہ اسی حساب سے ہوں گے'' کے الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں یا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

''مال میں زکوٰۃ اس وقت تک لازم نہیں ہوتی جب تک ایک سال نہیں گزر جاتا''۔

ایک اور روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں ''مال میں زکوٰۃ اس وقت تک لازم نہیں ہوتی جب تک اس پر ایک سال نہیں گزر جاتا''۔

دوسو دراہم پر زکوٰۃ ہونے کا بیان

دوسو دراہم سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اوقیہ سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی) اور ایک اوقیہ چالیس دراہم کا ہوتا ہے۔ لہٰذا جب دوسو ہو جائیں اور ان پر سال گزر جائے تو ان پر پانچ دراہم واجب ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ وہ ہر دوسو پر پانچ دراہم وصول کریں۔ (سنن دارقطنی) اور ہر بیس مثقال سونے میں نصف مثقال وصول کریں۔

دوسو دراہم کے نصاب زکوٰۃ ہونے کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے گھوڑوں اور غلاموں میں زکوٰۃ معاف رکھی ہے یعنی اگر غلام تجارت کے لیے نہ ہوں تو ان میں نہیں ہے اور گھوڑوں کی زکوٰۃ کے بارے میں ائمہ کا جو اختلاف ہے اسے بیان کیا جا چکا ہے تم چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم کے حساب سے ادا کرو جب کہ چاندی بقدر نصاب دوسو درہم ہو کیونکہ ایک سو نوے درہم یعنی دوسو درہم سے کم چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب دوسو درہم چاندی ہو تو اس میں سے پانچ درہم زکوٰۃ کے طور پر دینا واجب ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد) ابوداؤد نے حارث اعور سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ زہیر نے جو حارث سے روایت نقل کرتے ہیں کہا کہ میرا گمان ہے کہ حارث نے یہ کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم ہر سال ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم یعنی چالیسواں حصہ ادا کروں اور تم پر اس وقت تک

کچھ واجب نہیں جب تک کہ تمہارے پاس دوسو درہم پورے نہ ہوں جب دوسو درہم پورے ہوں تو ان میں بطور زکوٰۃ پانچ درہم واجب ہوں گے اور جب دوسو درہم سے زائد ہوں گے تو ان میں اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اواق اوقیہ کی جمع ہے ایک اوقیہ چالیس درہم یعنی ساڑھے دس تولہ (122.47 گرام) کے برابر ہوتا ہے اس طرح پانچ اوقیہ دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ تقریباً 216,1/2 گرام کے برابر ہوئے جو چاندی کا نصاب زکوٰۃ ہے اس مقدار سے کم چاندی میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے گویا جو شخص دوسو درہم کا مالک ہوگا وہ بطور زکوٰۃ پانچ درہم ادا کرے گا۔

یہ تو درہم کا نصاب تھا چاندی اگر سکہ کے علاوہ کسی دوسری صورت میں ہو مثلاً چاندی کے زیورات و برتن ہوں یا چاندی کے سکے ہوں تو اس کو بھی اسی پر قیاس کی جائے اور اسی طرح اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

کرنسی نوٹ پر حکم زکوٰۃ کا بیان

نوٹ پر حکم زکوٰۃ میں نصاب سونے کا ہوگا یا چاندی کا نصاب ہوگا۔ اگر چاندی کا نصاب بنایا جائے تو اس میں فقراء کا زیادہ نفع ہے۔ کیونکہ چاندی کی صورت میں نہایت تھوڑے نصاب کی صورت میں صاحب نصاب ہونا پایا جاتا ہے۔

اور اگر سونے کا نصاب بنایا جائے تو یہ نصاب اتنا زیادہ ہے کہ چاندی کی بہ نسبت بہت کم لوگ اس نصاب کے مطابق صاحب نصاب بن سکیں گے۔

اس میں بین الاقوامی زر کی صورت میں دیکھا جائے تو سونا ہی ہے جس کی ضمانت پر لین دین ہوتا ہے اور نصاب ہونے میں اصل اعتبار بھی اسی کا کیا جائے گا۔

موجودہ کرنسی نوٹ کی زکوٰۃ کے مسئلہ میں غیر مقلدین کا نظریہ

رفیق طاہر لکھتا ہے۔ کرنسی جو آجکل رائج ہے یہ اپنی کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ آپکے پاس پانچ ہزار کا نوٹ بھی ہو کل کلاں حکومت اعلان کردے کہ ہم نے یہ نوٹ منسوخ کر دیا ہے اس کی جگہ نیا نوٹ رائج کر دیا گیا ہے آپ کے پانچ ہزار کے نوٹ کی حیثیت ردی کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ نہیں! شریعت ایسی کرنسی کو مانتی ہے جو ڈی ویلیو نہیں ہوسکتی، جو اپنی حیثیت اپنے اندر رکھتی ہے، کوئی خارجی امر اس پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے شرع نے سونے اور چاندی کے سکوں یعنی درہم و دینار کو معیار بنایا ہے۔ اور سونے چاندی کے سوا دنیا کی تمام تر کرنسیاں خواہ وہ پیپر کرنسی ہو، چپ کرنسی ہو، یا الیکٹرانک کرنسی، سب اسی پر پرکھی جائیں گی۔ یعنی جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت موجود ہوگی اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

دوسو دراہم سے زائد میں نصاب زکوٰۃ کا بیان

امام قدوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ زائد پر کچھ واجب نہیں۔ حتیٰ کہ چالیس تک پہنچ جائیں تو اس پر ایک درہم ہوگا۔ پھر ہر چالیس دراہم پر ایک درہم ہوگا۔ یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ دوسو سے زائد پر زکوٰۃ اسی حساب کے مطابق ہوگی۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ والی روایت میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ اور جو دوسو سے زائد ہو اس میں اسی کے حساب سے زکوٰۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد) کیونکہ زکوٰۃ نعمت مال کے

شکرانے کے لئے واجب ہوئی ہے اور ابتداء میں نصاب کی شرط ثبوت غناء کے لئے ہے۔ اور سوائم کے اندر نصاب کے بعد حصوں سے بچنے کے لئے ہے۔ اور سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے۔ کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ والی روایت میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ کسور سے کچھ نہ پکڑو۔ (سنن دارقطنی) اور حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ چالیس سے کم پر صدقہ نہیں ہے۔ (سنن نسائی، ابن حبان، مستدرک) کیونکہ شرعی طور پر حرج کو دور کیا گیا ہے۔ حالانکہ کسور واجب کرنے کی وجہ سے حرج ہوگا۔ کیونکہ کسور سے واقف ہونا متعذر ہے۔ اور دراہم میں وزن سبعہ معتبر ہے۔ اور وزن سبعہ یہ ہے کہ دس دراہم سات مثقال کے وزن کے برابر ہوں۔ اسی قیاس کے مطابق سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دفتر میں اجراء حکم تھا۔ اور اسی حکم کو باقی رہنے دیا گیا۔

دراہم ودنانیر ملا کر نصاب زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک اگر وہ چاہے تو دراہم کو دنانیر کے ساتھ ملائے اور اگر وہ چاہے تو دنانیر کو دراہم کے ساتھ ملائے اور نصاب زکوٰۃ بنا کر اس سے زکوٰۃ ادا کرے۔ اسی طرح امام اوزاعی، امام ثوری اور امام احمد سے ایک روایت ہے۔
صاحبین نے کہا ہے ان کے اجزاء کو ملایا جائے گا۔ اور اسی طرح امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ سے ایک روایت ہے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے ضم کی روایت نہیں بیان کی گئی۔ اور امام احمد سے ایک روایت اسی طرح بھی بیان کی گئی ہے۔ ابوثور، ابوداؤد اور دوسرے فقہاء اس جانب گئے ہیں کہ قیمت کو ملایا جائے گا۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۱۰۸، حقانیہ ملتان)

گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ کا بیان

1574 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ عَفَوْتُ عَنِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ، فَهَاتُوا صَدَقَةَ الرِّقَةِ، مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا، وَلَيْسَ فِي تِسْعِينَ وَمِائَةٍ شَيْءٌ، فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ، فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، كَمَا قَالَ أَبُو عَوَانَةَ، وَرَوَاهُ شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى حَدِيثَ النُّفَيْلِيِّ، شُعْبَةُ، وَسُفْيَانُ وَغَيْرُهُمَا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عَلِيٍّ لَمْ يَرْفَعُوهُ، أَوْقَفُوهُ عَلَى عَلِيٍّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ معاف کردی ہے تو تم چاندی کی زکوٰۃ لے آؤ جو ہر 40 درہم میں سے ایک درہم ہوگی اور 190 درہموں میں کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی جب وہ 200 ہو جائیں گے تو ان میں 5 درہموں کی ادائیگی

لازم ہوگی"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت اعمش نے ابواسحاق کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے، جس طرح ابوعوانہ نے بیان کی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم ان راویوں نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

گھوڑوں کی زکوٰۃ کے نصاب کا بیان

جب گھوڑے سائمہ ہوں خواہ مذکر ہوں یا مؤنث ہوں تو ان کے مالک کو اختیار اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی زکوٰۃ ایک دینار دے اور اگر چاہے تو ان کی قیمت شمار کرتے ہوئے ہر دوسو دراہم پر پانچ دراہم دے۔ یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے اور امام زفر علیہ الرحمہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام اور اس کے گھوڑے کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر سائمہ گھوڑے میں ایک دینار یا دس دراہم ہیں۔ اور صاحبین کی روایت کردہ حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اس سے غازی گھوڑا مراد ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دینا یا قیمت کے درمیان اختیار روایت کیا گیا ہے۔

اکیلے مذکر گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ صرف مذکر گھوڑوں سے نسل نہیں بڑھتی۔ اور ایک روایت کے مطابق تنہا گھوڑیوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت کے مطابق یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ کیونکہ گھوڑا ادھار مانگ کر نسل بڑھائی جاسکتی ہے۔ جبکہ گھوڑوں میں ایسا نہیں ہوتا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت صرف گھوڑوں کے بارے میں وجوب زکوٰۃ کا ہے۔ اور خچروں اور گدھوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خچروں اور گدھوں کی زکوٰۃ کے بارے میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا۔ اور مقادیر کا ثبوت سماعی ہے لیکن جب خچر اور گدھے تجارت کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں زکوٰۃ مالیت سے متعلق ہوگی۔ جیسا کہ دوسرے تجارت کے مالوں میں ہوا کرتا ہے۔

گھوڑوں کی زکوٰۃ میں فقہی اختلاف کا بیان؟

دراصل اس عبارت کے مفہوم کے تعین میں یہ اختلاف اس لیے واقع ہوا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جو جنگل میں چرتے ہیں پھر گھوڑے کا مالک اس بارے میں مختار ہے کہ چاہے تو وہ ان کی زکوٰۃ میں ہر گھوڑے پیچھے ایک دینار دے چاہے ان کی قیمت متعین کر کے ہر دوسو دراہم میں سے پانچ دراہم زکوٰۃ ادا کرے جیسا کہ زکوٰۃ کا حساب ہے۔

حضرت امام شافعی اور صاحبین کے ہاں گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ ان حضرات کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے کہ مسلمانوں پران کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف سے دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ ہر گھوڑے پیچھے کہ جوجنگل میں چرے ایک دینار ہے۔

جہاں تک تعین قیمت پر زکوٰۃ کا تعلق ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عمر فاروق سے منقول ہے حضرت شافعی بطور دلیل جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کے بارے میں حضرت امام اعظم کی طرف سے کہاجاتا ہے کہ اس کا تعلق غازی ومجاہد کے گھوڑے سے ہے اسی طرح غلام سے مراد غلام ہے جو خدمت کے لیے رکھ چھوڑا ہو۔

وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے ثواب کا ذریعہ بنتے ہیں اس کی تشریح آپ نے یہ فرمائی کہ اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جسے اس کے مالک نے مسلمانوں کے لیے خدا کی راہ میں باندھا ہے یہاں راہ خدا سے مراد جہاد ہی ہے یعنی اس نے اس مقصد کے لیے گھوڑے پال رکھے ہیں تاکہ جب جہاد کا وقت آئے تو اس پر سوار ہوکر دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہو یا بوقت ضرورت دوسرے مسلمانوں کو دے تاکہ وہ اس پر سوار ہوکر جہاد کریں۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ والے مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ اور صاحب ''الاسراء'' نے بھی اس کو راجح قرار دیا ہے۔ جبکہ شمس الائمہ اور صاحب تحفہ نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ اور اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام صاحب گھوڑوں سے جبراً زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ اور کتب ستہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ مسلمان کے غلام اور گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ امام مسلم نے یہ زیادہ کیا ہے۔ کہ سوائے فطرانے کے زکوٰۃ نہیں ہے۔ (فتح القدیر، ج ۴، ص ۲۵، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۴۶۳)

گھوڑوں کی زکوٰۃ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جو جنگل میں چرتے ہیں پھر گھوڑے کا مالک اس بارے میں مختار ہے کہ چاہے تو وہ ان کی زکوٰۃ میں ہر گھوڑے پیچھے ایک دینار دے چاہے ان کی قیمت متعین کر کے ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے جیسا کہ زکوٰۃ کا حساب ہے۔

اور امام نخعی سے روایت کیا گیا ہے کہ جو روضہ میں ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور انہوں نے حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اسی اختیار کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ میں لوگوں کا اختلاف ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گھوڑوں

میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی لکھتے ہیں۔ کہ فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ خلفاء راشدین ان سے صدقہ لیتے تھے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۳، ص، ۲۵، حقانیہ ملتان)

چالیس اونٹوں پر ایک بنت لبون ہونے کا بیان

1575 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَأَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي كُلِّ سَائِمَةِ إِبِلٍ فِي أَرْبَعِينَ بِنْتُ لَبُونٍ، وَلَا يُفَرَّقُ إِبِلٌ عَنْ حِسَابِهَا مَنْ أَعْطَاهَا مُؤْتَجِرًا -قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ مُؤْتَجِرًا بِهَا- فَلَهُ أَجْرُهَا، وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوهَا وَشَطْرَ مَالِهِ، عَزْمَةٌ مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ، لَيْسَ لِآلِ مُحَمَّدٍ مِنْهَا شَيْءٌ

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”چرنے والے اونٹوں میں سے ہر 40 میں ایک بنت لبون کی ادائیگی لازم ہوگی اوران کے حساب کے لیے انہیں الگ نہیں کیا جائے گا' جو شخص اجر کے حصول کی نیت کرتے ہوئے انہیں ادا کرے گا (یہاں ایک راوی نے لفظ مختلف ذکر کیا ہے) اسے اس کا اجر ملے گا' اور جو شخص ادائیگی سے انکار کرے گا' تو ہم اس سے وصولی کرلیں گے' اور اس کا نصف مال بھی لیں گے' یہ ہمارے پروردگار کا مقرر کردہ لازمی حکم ہے محمد ﷺ کی آل کے لیے اس میں سے کچھ نہیں ہے“۔

تیس گائے میں ایک تبیع یا تبیعہ ہونے کا بیان

1576 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مُعَاذٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعًا، أَوْ تَبِيعَةً، وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً، وَمِنْ كُلِّ حَالِمٍ -يَعْنِي مُحْتَلِمًا- دِينَارًا، أَوْ عَدْلَهُ مِنَ الْمَعَافِرِ -ثِيَابٌ تَكُونُ بِالْيَمَنِ-.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے انہیں یمن بھیجا تو انہیں یہ حکم دیا کہ وہ ہر 30 گائے میں ایک تبیع یا ایک تبیعہ وصول کریں اور ہر 40 میں ایک مسنہ وصول کریں اور ہر بالغ شخص سے ایک دینار یا اس کے برابر معافر وصول کریں یہ ایک کپڑا تھا جو یمن میں پایا جاتا تھا۔

1577 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَالنُّفَيْلِيُّ، وَابْنُ الْمُثَنَّى، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ مُعَاذٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

1578 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي

وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، لَمْ يَذْكُرْ ثِيَابًا تَكُونُ بِالْيَمَنِ، وَلَا ذَكَرَ - يَعْنِي - مُحْتَلِمًا.

قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: وَرَوَاهُ جَرِيرٌ، وَيَعْلَى، وَمَعْمَرٌ، وَشُعْبَةُ، وَأَبُو عَوَانَةَ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: قَالَ يَعْلَى، وَمَعْمَرٌ، عَنْ مُعَاذٍ مِثْلَهُ

﷽ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا' اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ مذکور نہیں ہیں۔

''یہ ایک کپڑا تھا جو یمن میں پایا جاتا تھا''۔

اور نہ ہی اس راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اس سے مراد بالغ شخص ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ مسروق کے حوالے سے منقول ہے اور ایک سند کے ساتھ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے اس کی مانند منقول ہے۔

راوی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

معاذ نام، ابوعبدالرحمن کنیت، امام الفقہاء کنز العلماء اور عالم ربانی القاب، قبیلہ خزرج کے خاندان ادی بن سعد سے تھے، نسب نامہ یہ ہے: معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن یزید بن جشم بن خزرج اکبر۔

سعد بن علی کے دو بیٹے تھے سلمہ اور ادی، سلمہ کی نسل سے بنوسلمہ ہیں، جن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن حرام مشہور صحابہ رضی اللہ عنہم گذرے ہیں ان لوگوں کے ماسوا اور بھی بہت سے بزرگوں کو اس خاندان سے انتساب تھا، لیکن سلمہ کے دوسرے بھائی ادی کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت صرف ایک فرزند تھا جس کی وفات پر خاندان ادی کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا۔

امام سمعانی نے کتاب الانساب میں حسین بن محمد بن (کتاب الانساب ورق ۲۳) طاہر کو اسی ادی کی طرف منسوب کیا ہے؛ لیکن یہ صحیح نہیں، تمام موثق روایتوں سے ثابت ہے کہ اسلام کے زمانہ میں اس خاندان میں صرف دو شخص باقی تھے، ایک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور دوسرے ان کے صاحبزادے عبدالرحمن۔

بنوادی کے مکانات ان کے بنواعمام (بنوسلمہ) کے پڑوس میں واقع تھے، مسجد قبلتین جہاں تحویل قبلہ ہوا تھا، یہیں واقع تھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا گھر بھی یہیں تھا۔

اسلام

طبیعت فطرۃ اثر پذیر واقع ہوئی تھی؛ چنانچہ نبوت کے بارہویں سال جب مدینہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول کرنے میں ذرہ بھی پس وپیش نہ کیا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ داعی اسلام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدق دل سے توحید کا اقرار کیا اس وقت ان کا سن ۱۸ سال کا تھا۔

حج کا موسم قریب آیا تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مکہ روانہ ہوئے، اہل مدینہ کی ایک جماعت جس میں مسلم اور مشرک دونوں شامل تھے ان کے ہمراہ ہوئی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا تھا، یعنی رسول اللہ ﷺ رات کے وقت تشریف لائے اور اس جماعت سے بیعت لی۔

یہ جماعت مکہ سے مدینہ واپس ہوئی، تو آفتاب اسلام کی روشنی گھر گھر پھیل گئی، یثرب تمام مطلع انوار ہوگیا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کمسن تھے، مگر جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ بنوسلمہ کے بت توڑے جانے لگے تو بت شکنوں کی جماعت میں وہ سب کے پیش پیش تھے، بت کا کسی کے گھر میں موجود ہونا اب ان کے لئے سخت تکلیف دہ تھا، بنوسلمہ کے اکثر گھر ایمان کی روشنی سے منور ہوچکے تھے، لیکن اب بھی کچھ لوگ ایسے باقی تھے جن کا نفس آبائی مذہب چھوڑنے سے اعراض کرتا تھا، عمرو رضی اللہ عنہ بن جموح بھی انہی لوگوں میں تھے جو اپنے قبیلہ کے سردار اور نہایت معزز شخص تھے، انہوں نے لکڑی کا ایک بت بنا رکھا تھا، جس کا نام مناۃ تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے نوجوان رات کو ان کے گھر پہنچے وہ بے خبر سورہے تھے، ان لوگوں نے بت کو اٹھا کر محلہ کے ایک گڑھے میں پھینک دیا کہ آنے جانے والے اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں، صبح کو بت کی تلاش کے لئے نکلے تو اپنے معبود کو ایک گڑھے میں اوندھا پڑا دیکھ کر عمرو کا غیظ وغضب اختیار سے باہر ہوگیا، بہر حال اس کو اٹھا کر گھر لائے، نہلایا، خوشبو لگائی اور اس کی اصل جگہ پر رکھ دیا اور نہایت طیش میں کہا کہ جس شخص نے یہ حرکت کی ہے اگر مجھے اس کا نام معلوم ہوجائے تو بری طرح خبرلو؛ لیکن جب پھر یہی واقعہ کئی مرتبہ لگاتار پیش آیا تو کفر سے بیزار ہوکر اسلام کے حلقہ میں داخل ہوگئے۔

تعلیم وتربیت

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابتداہی سے ہونہار تھے، آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ آپ کے دامن سے وابستہ ہوگئے اور چندہی دنوں میں فیض نبوت کے اثر سے اسلام کی تعلیم کا اعلیٰ نمونہ بن گئے اور ان کا شمار صحابہ کے برگزیدہ افراد میں ہونے لگا۔

رسول اللہ ﷺ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ بسا اوقات ان کو اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھاتے تھے اور اسرار وحکم کی تلقین کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ آنحضرت ﷺ کے ردیف تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، یا معاذ بن جبل! انہوں نے کہا لبیک یارسول اللہ وسعدیک آپ نے پھر ان کا نام پکارا، انہوں نے پھر اسی ادب اور محبت بھرے الفاظ سے جواب دیا، اسی طرح تین مرتبہ آپ نے ان کا نام لیا، اور وہ اسی طرح برابر لبیک کہتے رہے، پھر ارشاد فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے کلمہ توحید پڑھ لے اس پر دوزخ حرام ہوجاتی ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ کیا میں لوگوں کو یہ بشارت سنادوں؟ آنحضرت ﷺ نے

فرمایانہیں ورنہ لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ (بخاری: ۱/ ۲۴، باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر شفقت نبوی کا یہ حال تھا کہ وہ خود کوئی سوال نہ کرتے تو نبی کریم ﷺ نے کوڑے یا عصا سے ان کی پشت پر آہستہ سے ٹھوکر دی، اور فرمایا جانتے ہو بندوں پر خدا کا کیا حق ہے؟" عرض کیا" اللہ اور رسول کو زیادہ معلوم ہے، فرمایا" یہ کہ بندے اس کی عبادت کریں اور شرک سے اجتناب کریں" تھوڑی دور چل کر پھر پوچھا کہ" خدا پر بندوں کا کیا حق ہے؟" پھر عرض کی کہ" خدا اور رسول کو معلوم ہے" آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ وہ ان کو جنت میں داخل کرے۔ (مسند احمد: ۵/ ۲۳۸)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمیشہ شفقت نبوی سے سرفراز رہتے تھے، ان کو اٹھتے بیٹھتے، حامل نبوت سے تعلیم ملتی تھی، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان کو دروازہ پر کھڑا دیکھا تو ایک چیز کی تعلیم دی، ایک اور مرتبہ لطف و کرم سے فرمایا کہ میں تمہیں جنت کا ایک دروازہ بتاؤں؟ گذارش کی ارشاد ہو، فرمایا لا حول و لا قوۃ الا باللہ (مسند احمد: ۵/ ۲۲۸) پڑھ لیا کرو۔

تعلیم زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی تھی، مذہبی، اخلاقی، علمی عملی ہر قسم کی تعلیم سے وہ بہرہ ور ہوئے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے، ایک روز صبح کے وقت جب لشکر اسلام منزل مقصود کی طرف روانہ ہو رہا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے قریب تھے، پوچھا ایسا عمل بتایئے جو مجھ کو جنت میں داخل کرے اور دوزخ سے بچائے، فرمایا تم نے بہت بڑی بات پوچھی؛ لیکن جس کو خدا توفیق دے اس پر آسان بھی ہے، شرک نہ کرو عبادت کرو، نماز پڑھو، زکوۃ دو، رمضان میں روزے رکھو، حج کرو، پھر فرمایا خیر کے کچھ دروازے ہیں میں تم کو بتاتا ہوں، روزہ جو سپر کا حکم رکھتا ہے، صدقہ جو آتش معصیت کو پانی کی طرح بجھا دیتا ہے اور نماز جو رات کے حصوں میں پڑھی جاتی ہے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی، تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (یعلمون تک) پھر فرمایا کہ اسلام کے سر اور عمود اور چوٹی کی خبر دیتا ہوں سر اور پاؤں تو نماز ہے اور کوہان کی چوٹی جہاد۔

پھر ارشاد ہوا کہ ان تمام باتوں کی بیخ و بن صرف ایک چیز ہے، زبان اس کو روکو آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا جو کچھ ہم بولتے ہیں اس پر مواخذہ ہوگا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ثکلتک امک یا معاذ! بہت سے لوگ صرف اسی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ (مسند احمد: ۵/ ۲۳۱)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے دس باتوں کی وصیت کی تھی شرک نہ کرنا، خواہ تم کو کوئی اس کے عوض قتل کردے یا جلادے، فرض نماز قصداً کبھی نہ ترک کرنا، کیونکہ جو شخص قصداً نماز چھوڑتا ہے، خدا اس کی ذمہ داری سے بری ہوجاتا ہے، شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے، معصیت میں مبتلا نہ ہونا، کیونکہ مبتلائے معصیت پر خدا کا غصہ حلال ہوجاتا ہے، لڑائی سے نہ بھاگنا اگرچہ تمام لشکر خاک و خون میں لوٹ چکا ہو، موت عام ہو (بیماری آئے) تو ثابت قدم رہنا، اپنی اولاد کے ساتھ سلوک کرنا ان کو ہمیشہ ادب دینا اور خدا سے خوف دلانا۔ (مسند: ۵/ ۲۳۸)

رسول اللہ ﷺ نے پانچ چیزوں کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تاکید کی تھی اور فرمایا تھا کہ جو ان کو عمل میں لائے، خدا اس کا ضامن ہوتا ہے، مریض کی عیادت، جنازہ کے ساتھ جانا، غزوہ کے لئے نکلنا، حاکم کی تعزیر یا توقیر کے لئے جانا، گھر میں بیٹھ رہنا

جس میں وہ تمام لوگوں سے محفوظ ہو جائے اور دنیا سے سلامت رہے۔ (مسند:۵/۲۴۱)

اخلاقی تعلیم ان الفاظ میں دی، معاذ! ہر برائی کے پیچھے نیکی کر لیا کرو نیکی اس کو مٹا دے گی اور لوگوں کے سامنے اچھے اخلاق ظاہر کرو۔ (مسند:۵/۲۲۸)

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اتق دعوۃ المظلوم فان لیس بینھا و بین اللہ حجاب یعنی مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہو، کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ (بخاری)

یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا، معاذ! خبردار عیش وتنعم سے علیحدہ رہنا، کیونکہ خدا کے بندے عیش پرست اور تنعم پسند نہیں ہوتے۔ (مسند:۵/۲۴۳)

اجتماعی زندگی کی تلقین اس طرح کی: انسان کا بھیڑیا شیطان ہے، جس طرح بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے دور ہوتی ہے، اسی طرح شیطان اس انسان پر قابو پالیتا ہے جو جماعت سے الگ ہوتا ہے، خبردار! خبردار! متفرق نہ ہونا؛ بلکہ جماعت کے ساتھ رہنا۔ (مسند:۵/۲۳۸)

اشاعتِ اسلام کے متعلق فرمایا، معاذ! اگر تم ایک مشرک کو بھی مسلمان کرلو، تو تمہارے لئے دنیا کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ (مسند:۵/۲۳۸)

غرض یہ پاکیزہ خیالات اور اعلیٰ تعلیمات جس بزرگ کے رگ وپے میں سرایت کرگئی تھیں وہ جماعت انصار کا وہ "نوجوان" تھا جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرد نہیں؛ بلکہ ایک امت کہا کرتے تھے۔

غزوات اور عام حالات

آنحضرت ﷺ نے مدینہ تشریف لاکر مواخاۃ کی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا مہاجری بھائی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تجویز فرمایا۔

۲ھ میں غزوۂ بدر پیش آیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس میں شریک تھے اور اس وقت ان کا سن ۲۱ سال کا تھا، بدر کے علاوہ تمام غزوات میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے شرف شرکت حاصل کیا۔

ان فضائل کے ماسوا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں قرآن حفظ کیا تھا۔

امامت مسجد

بنوسلمہ نے اپنے محلے میں ایک مسجد بنائی تھی جس کے امام حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے ایک دن عشا کی نماز میں انہوں نے سورۂ بقرہ پڑھی، پیچھے صفوں میں ایک شخص تھا جو دن بھر کھیت میں کام کرنے کی وجہ سے بالکل تھکا ہوا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نماز ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ نیت توڑ کر چل دیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو کہا کہ وہ منافق ہے، اس کو یہ نہایت ناگوار گذرا اور رسول اللہ ﷺ سے آکر شکایت کی آنحضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: افتان انت؟ کیا لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرو گے؟

اس کے بعد فرمایا کہ چھوٹی سورتیں پڑھا کرو، کیونکہ تمہارے پیچھے صفوں میں بوڑھے ضعیف اور ارباب حاجت سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، تم کو ان سب کا خیال کرنا چاہیے۔(بخاری:۱/۹۸)

امارت یمن اور اشاعت اسلام

۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے تشریف لائے تھے کہ رمضان میں ملوک حمیر (یمن) کا قاصد اہل یمن کے قبول اسلام کی خبر لے کر مدینہ پہنچا، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی امارت کے لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تجویز فرمایا۔

اس سے پیشتر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی جائداد قرض میں بیع ہو چکی تھی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بہت فیاض تھے اور خوب خرچ کرتے تھے اور لازماً اس کا بار جائداد پر پڑ رہا تھا، قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو کچھ دنوں گھر میں چھپ رہے، وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کو بلوایئے آپ نے آدمی بھیج کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلوایا، قرض خواہوں نے شور مچایا کہ ہمارا ابھی فیصلہ ہونا چاہیے، لیکن جائداد سے قرض بہت زیادہ ہو چکا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا حصہ نہ لے گا، اس پر خدا رحم کرے گا، چنانچہ کچھ لوگوں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا، لیکن کچھ لوگ بضد رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی کل جائداد ان لوگوں پر تقسیم کردی؛ لیکن قرض اب بھی ادا نہ ہوا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے زیادہ نہیں مل سکتا، اسی کو لیجاؤ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اب بالکل مفلس تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بہت خیال تھا، فرمایا کہ گھبرانا نہیں، خدا اس کی جلد تلافی کردیگا۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امارت یمن کے لئے منتخب فرمایا اگرچہ ان کی قابلیت پر آپ کو ہر طرح کا اطمینان تھا، تاہم امتحان لے لینا مناسب تھا، پوچھا "فیصلہ کس طرح کروگے"؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن مجید سے فیصلہ کرونگا، فرمایا اگر اس میں نہ ملے کہا کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا، فرمایا اور اس میں بھی نہ ہو، کہا میں خود اجتہاد کرونگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول کو اس چیز کی توفیق دی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

امتحان ہو چکا تو اہل یمن کو ایک فرمان لکھوایا، جس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے رتبہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ تھا:

انی بعثت لکم خیر اھلی

میں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے لئے بھیجتا ہوں۔

اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور دوسرے آدمیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور صدقہ اور جذبہ کی رقمیں وصول کر کے ان کے پاس جمع کرنا اور معاذ بن رضی اللہ عنہ جبل کو سب پر امیر بناتا ہوں، ان کو راضی رکھنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے ناخوش ہو جائیں۔

یہ تمام مراحل طے ہوگئے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن کے سفر کی تیاری کی اور سوار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لوگ بھی ساتھ تھے، روانگی کا وقت آیا تو کچھ دور تک خود سرکار دو عالم رضی اللہ عنہ نے مشایعت کی، حضرت

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار تھے اور شہنشاہ مدینہ اونٹ کے ساتھ پا پیادہ چل رہے تھے اور باہم گفتگو کا سلسلہ جاری تھا، جس کے ایک ایک نقرہ سے شفقت ومحبت کا اظہار ہو رہا تھا، فرمایا معاذ! تم پر قرض بہت ہے اگر کوئی ہدیہ لائے تو قبول کر لینا، میں تم کو اس کی اجازت دیتا ہوں، وداع کا وقت آیا تو حضرت سرور کائنات رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا شائد اب تم سے ملاقات نہ ہو، اب مدینہ واپس آؤ گے تو میرے بجائے میری قبر ملے گی، یہ سنناتھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ابل پڑیں اور زار و قطار رونے لگے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہ روؤ، رونا شیطانی حرکت ہے، رخصت ہونے لگے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا، حفظك الله من بين يديك ومن خلفك وعن يمينك وعن شمالك ومن فوقك ومن تحتك وادرأ عنك شرور الانس والجن، یعنی جاؤ، خدا تم کو ہر قسم کے آفات سے محفوظ رکھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف (مسند: ۵/ ۴۳۵) نہایت حسرت سے دیکھا اور کہا کہ میں متقیوں کو اچھا سمجھتا ہوں خواہ کوئی ہوں (یہ غالباً خلفاء کی طرف اشارہ تھا)

رسول اللہ ﷺ سے رخصت ہو کر یمن روانہ ہو گئے، جب یمن پہنچے تو سپیدۂ صبح نمودار (مسند: ۵/ ۲۳۱) تھا رسول اللہ ﷺ کا رسول کسی دنیاوی فرمانروا کا نائب نہ تھا، ظاہری شان و شوکت سے اس کا جلوس بالکل خالی تھا، خدم وحشم، نقیب و چاؤش خیل وسپاہ میں سے ایک چیز بھی اس کے ساتھ نہ تھی، تاہم اسلام وایمان کا نور چہرہ مبارک پر چمک رہا تھا اور زبان ولب نعرہ تکبیر بلند کر رہے تھے، جس کو ہوا کی موجیں اڑا اڑا کر اہل یمن کے کانوں تک پہنچارہی تھیں، غرض اس شان و شوکت سے رسول اللہ ﷺ کا رسول پہنچا تو قصر کفر کی بنیادیں ہل گئیں اور کفرستان یمن نعرہ توحید سے گونج اٹھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک یمن کے صرف امیر ہی نہ تھے؛ بلکہ محکمۂ مذہبی کے بھی انچارج تھے، ایک طرف اگر وہ صوبۂ یمن کے والی وگورنر تھے تو دوسری طرف دین اسلام کے مبلغ ومعلم بھی اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عدالت وقضاء کے فرائض کے علاوہ مذہبی خدمات بھی انجام دیتے تھے؛ مثلاً لوگوں کو قرآن مجید پڑھانا اور اسلام کے احکام کی تعلیم وتلقین کرنا۔

قبیلہ حولان کی ایک عورت ان کے پاس آئی، اس کے ۱۲ بیٹے تھے، جن میں سب سے چھوٹا بھی بے داڑھی مونچھ کے نہ تھا شوہر کو گھر میں تنہا چھوڑ کر ان سب کو اپنے ساتھ لائی تھی ضعف کا یہ حال تھا کہ دو بیٹے اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے آکر پوچھا آپ کو یہاں کس نے بھیجا ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے، اس نے کہا تو آپ رسول اللہ ﷺ کے فرستادہ ہیں؟ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں، کیا آپ بتائیں گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں جو جی چاہے پوچھو، اس نے کہا یہ بتائیے کہ شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا حتی الامکان خدا سے ڈرے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس نے کہا آپ کو خدا کی قسم ٹھیک ٹھیک بتائیے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اتنے پر تم راضی نہیں وہ بولی کہ لڑکوں کا باپ بہت بوڑھا ہے میں اس کا حق کس طرح ادا کروں؟ حضرت معاذ نے کہا جب یہ بات ہے تو تم ان کے حق سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتیں، اگر جذام نے ان کا گوشت پھاڑ دیا ہو اور اس میں سے خون اور پیپ بہہ رہا ہو اور تم اپنا منہ اس میں لگا دو تب بھی حق نہ ادا ہوگا۔ (مسند: ۵/ ۲۳۹)

یمن کا ملک آنحضرت ﷺ نے پانچ حصوں پر تقسیم کردیا تھا،صنعاء،کندہ،حضرموت،جند،زبید،(رمعہ،عدن اور ساحل تک اس میں شامل تھے) یمن کا صدر مقام جند تھا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یہیں رہتے تھے،باقی چار حصوں میں حسب ذیل حضرات حاکم تھے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن سعید صنعاء

حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ بن ابی امیہ کندہ

حضرت زیاد رضی اللہ عنہ بن لبید حضرموت

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری زبید اور ساحل

یہ چاروں بزرگ اپنے اپنے علاقوں سے صدقہ اور جزیہ وغیرہ کی رقمیں وصول کرکے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیتے تھے،خزانہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اپنے ماتحت عمال کے علاقوں میں دورہ کرتے تھے،اُن کے فیصلوں کی دیکھ بھال کرتے تھے اور ضرورت کے وقت خود مقدمہ کی سماعت کرتے تھے؛چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے علاقہ میں جاکر ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا،دورہ میں خیموں میں قیام فرماتے تھے؛چنانچہ یہاں بھی آپ کے لئے خیمہ ہی نصب کیا گیا اور آپ اس میں فروکش ہوئے اور اس کے قریب ہی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بھی ایک خیمہ میں مقیم ہوئے۔(بخاری:۲/۶۳۳)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صدقات کی تحصیل اس فرمان کے مطابق کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کو لکھوا کر عطا فرمایا تھا،یہ فرمان تاریخ کی کتابوں میں بتمامہا (طبری:۴/۱۷۱۸) مذکور ہے،اس میں غنیمت،خمس،صدقات،جزیہ اور بہت سے مذہبی احکام کی تفصیل ہے،حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ اس پر عمل کیا۔

ایک مرتبہ گایوں کا ایک گلہ ایک شخص لے کر آیا،گائیں تعداد میں ۳۰ سے کم تھیں،رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ ایک بچہ لینا،اس لئے حضرت معاذ نے کہا کہ میں تاوقتیکہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لوں اس پر کچھ نہ لوں گا،کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہیں فرمایا،اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ عہد نبوت کے عمال دنیاوی حکومتوں کے امراء وعمال کی طرح جبار اور ظالم نہیں ہوتے تھے،راعی اور رعایا کے جو تعلقات اسلام نے بیان کئے ہیں ان کی ہمیشہ نگہداشت کرتے تھے اور راعی پر شریعت کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں وہ ان پر نہایت شدت سے عمل درآمد کرتے تھے۔

فیصلوں میں بھی اس کی رعایت رکھی جاتی تھی کہ رعایا کی حق تلفی نہ ہو عمال کی عدالتوں میں حق وصداقت کو غلبہ ہوتا تھا،ایک یہودی مرگیا،ورثہ میں صرف ایک بھائی تھا جو مسلمان ہوچکا تھا،حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مرافعہ (اپیل) ہوا،تو انہوں نے بھائی کو ترکہ دلوایا۔(مسند:۵/۲۳۰)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حکومت یمن میں ۲ برس رہی ۹ھ میں وہ عامل بناکر یمن بھیجے گئے تھے اور ۱۱ھ میں خود ہی اپنی مرضی سے واپس آگئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن میں بیت المال کے روپیہ سے تجارت کی تھی اس سے جو منافع تھا اس سے اپنا قرض پورا کیا، (استیعاب ابن عبدالبر) اس کے ماسوا ہدیہ کی رقم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبول کی تھی؛ چنانچہ جب یمن سے روانہ ہوئے تو ۳۰ راس ان کے ساتھ تھیں، یہ سب گو ایک طرح سے خود امیر وقت کے اشارہ کے مطابق ہوا تھا، لیکن چونکہ کوئی تصریحی حکم نہ تھا، اس لئے بیت المال کے سرمایہ سے اتنا فائدہ اٹھانا بھی کھٹکتا تھا۔

یمن سے واپسی

گورنری کی میعاد ختم کر کے مدینہ منورہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مال ومتاع کے ساتھ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ ان کے گذر اوقات کے بقدر علیحدہ کر کے بقیہ سارا سامان ان سے وصول کر لیا جائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم بنا کر بھیجا تھا، اگر ان کی مرضی ہوگی اور میرے پاس لائیں گے تو لے لوں گا، ورنہ ایک حبہ نہ لونگا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ صاف جواب ملا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اوران سے اپنا خیال ظاہر کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں رہ کر اپنے نقصان کو پورا کرلوں، میں کچھ بھی نہ دونگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو کر واپس چلے آئے، تاہم وہ اپنے خیال پر قائم تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے گو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انکار کر دیا؛ لیکن آخر تائید غیبی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ پانی میں غرق ہو رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر نکالا اور اس مصیبت سے نجات دی سو کے اٹھے تو سیدھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور خواب بیان کر کے کہا کہ جو آپ نے کہا تھا مجھے منظور ہے وہاں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور خواب کا پورا واقعہ سنا کر قسم کھائی کہ جو کچھ ہے سب لا کر دونگا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم سے کچھ نہ لونگا، میں نے تم کو ہبہ کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا اب اپنے پاس رکھو، اب تمہیں اجازت مل گئی۔

شام کی روانگی

یہ مراحل طے ہو گئے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے شام کا قصد کیا اور اپنے اہل وعیال کو لے کر وہیں سکونت پذیر ہو گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے فتوحات اسلامی کا سیلاب بلاد شام سے گذر رہا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی فوج میں شامل تھے اور میدانوں میں داد شجاعت دیتے تھے۔

سفارت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی خوبی دیکھئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بیک وقت مختلف کاموں اور گوناگوں فرائض کے انجام دینے

کی قابلیت پیدا ہوگئی تھی، یہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مفتی شرع بھی تھے، مجلس ملکی کے ممبر بھی، جامع حمص میں قرآن وحدیث کے معلم بھی تھے اور صوبہ یمن کے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سلطنت کا سب سے بڑا صوبہ تھا حاکم وقت بھی، اسلام کے سفیر بھی تھے اور میدان جنگ میں غازی وشجاع ومجاہد بھی۔

سفارت کا منصب تفویض ہوا تو نہایت خوش اسلوبی سے متعلقہ فرائض انجام دیئے، شام کے ایک شہر فحل میں ۱۴ھ میں معرکہ کی تیاریاں ہوئیں تو رومی صلح پر آمادہ ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار لشکر اسلام کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ کسی شخص کو سفیر بنا کر ہمارے پاس بھیجے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تجویز کیا، حضرت معاذ رومی لشکر میں پہنچے تو وہاں نہایت ساز وسامان سے دربار آراستہ کیا گیا تھا، ایک خیمہ نصب تھا جس میں دیبائے زریں کا فرش بچھا ہوا تھا، معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ تکلفات دیکھے تو باہر کھڑے ہوگئے، ایک عیسائی نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ گھوڑا میں تھام لیتا ہوں، آپ اندر تشریف لے جائیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جن کی بزرگی اور تقدس کا عیسائیوں تک میں چرچا تھا، فرمایا کہ میں اس فرش پر جو غریبوں کا حق چھین کر تیار کیا گیا ہے بیٹھنا پسند نہیں کرتا، یہ کہہ کر زمین پر بیٹھ گئے، عیسائیوں نے افسوس کیا ہم آپ کی عزت کرنا چاہتے تھے؛ لیکن آپ کو خود اس کا خیال نہیں، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا گھٹنوں کے بل کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ جس کو تم عزت سمجھتے ہو اس کی مجھے حاجت نہیں، اگر زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے تو مجھ سے بڑھ کر خدا کا کون غلام ہوسکتا ہے، رومی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس آزادی اور بے پروائی پر سخت متحیر تھے؛ یہاں تک کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں میں تم سے بھی بڑھ کر کوئی ہے انہوں نے کہا، "معاذ اللہ یہی بہت ہے کہ میں سب سے بدتر ہوں" رومی خاموش ہوگئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر انتظار کر کے ترجمان سے فرمایا کہ رومیوں سے کہو کہ اگر وہ کوئی معاملہ کی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ٹھہروں ورنہ جاتا ہوں، رومیوں نے کہا ہمارا آپ سے یہ سوال ہے کہ ہمارے ملک پر کیوں حملہ کیا گیا؟ حبشہ کا ملک عرب سے قریب ہے، فارس کا بادشاہ فوت ہو چکا ہے اور سلطنت کی باگ ایک عورت کے ہاتھ میں ہے، ان ملکوں کو چھوڑ کر تم نے ہماری ہی طرف کیوں رخ کیا، حالانکہ ہمارا بادشاہ، تاجداران روئے زمین کا شاہنشاہ ہے اور تعداد میں ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں تم سے جو کچھ کہنا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمان ہوجاؤ، ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھو، شراب چھوڑ دو، سور کا گوشت چھوڑ دو، اگر تم ایسا کروگے تو ہم تمہارے بھائی ہیں اور اگر اسلام منظور نہیں تو جزیہ دو اور اس سے بھی اگر انکار ہے تو اعلان جنگ کرتا ہوں، اگر تم آسمان کے ستاروں اور روئے زمین کے ذروں کے برابر ہو تو ہم کو قلت وکثرت کی قطعی پرواہ نہیں۔

اور ہاں تم کو اس پر ناز ہے کہ تمہارا شہنشاہ تمہاری جان اور مال کا مالک ہے لیکن ہم نے جس کو بادشاہ بنایا ہے، وہ اپنے آپ کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا، اگر وہ زنا کا مرتکب ہو تو اسے درے لگائے جائیں اور چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں وہ پردے میں نہیں بیٹھتا اپنے کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا، مال ودولت میں بھی اس کو ہم پر کوئی ترجیح نہیں، رومیوں نے ان باتوں کو بڑے غور سے سنا اور اسلام کی تعلیم پر پیرادان دین حنیف کے طور وطریق پر نہایت حیرت زدہ ہوئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا

ہم آپ کو بلقاء کا ضلع اور ردون کا وہ حصہ جو آپ کے علاقہ سے متصل ہے دیتے ہیں، اب آپ لوگ اس ملک کو چھوڑ کر فارس جائیے، چونکہ یہ کوئی خرید وفروخت کا معاملہ نہ تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب نفی میں دیا اور اٹھ کر وہاں سے چلے آئے۔

فوجی خدمات

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اگرچہ اپنے عہد کے تمام غزوات میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہوئے، تاہم دو موقعوں پر ان کو نہایت ممتاز فوجی عہدے تفویض ہوئے ایک مرتبہ سفارت سے واپس آئے تو لڑائی کی تیاریاں شروع ہوئیں، اس موقع پر ان کو جو امتیاز حاصل ہوا، وہ یہ تھا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کو میمنہ کا افسر بنایا۔

جنگ یرموک میں بھی جو ۱۵ھ میں ہوئی تھی اور نہایت معرکہ کی تھی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو میمنہ کے ایک حصہ کا افسر بنایا گیا، عیسائیوں کا حملہ اس زور وشور کا تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے علیحدہ ہوگیا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو نہایت استقلال اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا گھوڑے سے کود پڑے اور کہا میں پیدل لڑونگا، اگر کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کرسکے تو گھوڑا حاضر ہے، ان کے بیٹے بھی میدان میں موجود تھے بولے یہ حق میں ادا کرونگا، کیونکہ میں سوار ہوکر اچھا لڑسکتا ہوں، غرض دونوں باپ بیٹے رومی فوج کو چیر کر اندر گھس گئے اور اس دلیری سے لڑے کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔

مجلس شوریٰ کی رکنیت

مجلس شوریٰ کی باضابطہ شکل اگرچہ عہد فاروقی میں عالم وجود میں آئی؛ لیکن اس کا خاکہ عہد صدیقی میں تیار ہوچکا تھا، چنانچہ ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جن لوگوں سے سلطنت کے مہمات امور میں مشورہ لیتے تھے ان میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا نام نامی بھی داخل تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مجلس شوریٰ کا باقاعدہ انعقاد کیا، تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں بھی اس کے رکن تھے۔

(کنز العمال: ۱۳۴/۴، بحوالہ ابن سعد، جلد ۳)

افواجِ شام کی سپہ سالاری

عہد فاروقی میں ملک شام کی تمام فوج حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت تھی ۱۸ھ میں نہایت زور شور سے شام میں طاعون نمودار ہوا، جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسی میں وفات پائی، انتقال کے قریب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنایا اور چونکہ نماز کا وقت آچکا تھا، حکم دیا کہ وہی نماز پڑھائیں ادھر نماز ختم ہوئی، اُدھر انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کچھ دنوں سپہ سالاری کے منصب پر فائز رہے۔

وفات

وبا اسی طرح زوروں پر تھی اور لوگ سخت پریشان تھے، حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ یہاں سے ہٹ چلو، یہ بیماری نہیں بلکہ آگ ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے سنا تو نہایت برہم ہوئے کھڑے ہوکر ایک خطبہ دیا جس میں عمرو رضی اللہ عنہ کو

سخت وسست کہا، اس کے بعد فرمایا کہ یہ وباء بلاء نہیں خدا کی رحمت ہے، نبی کی دعوت ہے اور صالحین کے اٹھنے کی ساعت ہے، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا کہ مسلمان شام میں ہجرت اختیار کریں گے، شام اسلام کے علم کے نیچے آجائے گا، پھر ایک بیماری پیدا ہوگی، جو پھوڑے کی طرح جسم کو زخمی کرے گی جو اس میں مرے گا شہید ہوگا اور اس کے اعمال پاک ہو جائیں گے، الٰہی اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو یہ رحمت میرے گھر میں بھیج اور مجھ کو اس میں کافی حصہ دے۔

تقریر ختم کر کے اپنے بیٹے کے پاس آئے جن کا نام عبدالرحمن رضی اللہ عنہ تھا، دعا قبول ہو چکی تھی، دیکھا تو بیٹا اسی بیماری میں مبتلا تھا، باپ کو دیکھ کر کہا "اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ" یہ موت جو حق ہے، خدا کی طرف سے ہے، شک کرنے والوں میں نہ ہو جیے، حضرت معاذ نے جواب دیا "سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِينَ" تو انشاء اللہ مجھے صابروں میں پائے گا، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا، بیٹے کے فوت ہونے سے پہلے دو بیویاں اسی بیماری میں مر چکی تھیں، اب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تنہا رہ گئے تھے، ساعت مقررہ آئی تو خدا کا بندہ خاص بھی دائرۂ رحمت میں شامل ہوا، داہنے ہاتھ کی کلمہ والی انگلی میں پھوڑا نکلا (مسند: ۵/۴۱) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نہایت خوش تھے، فرماتے تھے کہ تمام دنیا کی دولت اس کے سامنے ہیچ ہے تکلیف اس قدر تھی کہ بے ہوش ہو ہو جاتے تھے با ایں ہمہ جب ہوش آتا تو کہتے "خدایا مجھ کو اپنے غم میں غمگین کر؛ کیونکہ میں تجھ سے نہایت محبت رکھتا ہوں اور اس کو تو خوب جانتا ہے" پھر بے ہوش ہو جاتے جب افاقہ ہوتا تو پھر یہی فرماتے وفات کی رات بھی عجیب رات تھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نہایت بے چین تھے بار بار پوچھتے تھے "دیکھو صبح ہوئی" لوگ کہتے کہ ابھی نہیں جب صبح ہوئی اور خبر کی گئی تو فرمایا، اس رات سے خدا کی پناہ جس کی صبح جہنم میں داخل کرتی ہو، مرحبا اے موت! مرحبا! تو اس دوست کے پاس آئی جو فاقہ کی حالت میں ہے، الٰہی میں تجھ سے جس قدر خوف کرتا تھا، تجھ کو خوب معلوم ہے، آج میں تجھ سے بڑی امیدیں رکھتا ہوں میں نے کبھی دنیا اور درازی عمر کو اس لئے پسند نہیں کیا کہ درخت بونے اور نہر کھودنے میں وقت صرف کرتا؛ بلکہ اس لئے چاہتا تھا کہ فضائح وفواحش سے دور رہوں، کرم وجود کو فروغ دوں اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس بیٹھوں وفات کا وقت قریب پہنچا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ گریہ وبکا میں مشغول تھے لوگوں نے تسلی دی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اس کے ماسوا فضائل ومناقب سے ممتاز ہیں، آپ کو رونے کی کیا ضرورت؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے نہ موت کی گھبراہٹ ہے اور نہ دنیا چھوڑنے کا غم، مجھے عذاب وثواب کا خیال ہے، اسی حالت میں روح مطہر جسم سے پرواز کر گئی اور خالق کون ومکاں کا پیارا اپنے محبوب آقا کے جوار رحمت میں پہنچ گیا۔

وفات کے وقت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف ۳۶ سال کی تھی اور ۱۸ھ تھا، وفات بھی نہایت مبارک خط میں واقع ہوئی، بیت المقدس اور دمشق کے درمیان غور نامی ایک صوبہ تھا جس میں بیسان ایک مشہور شہر تھا، جو نہر اردن کے قریب واقع تھا، اسی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، شہر کے مشرقی طرف وہ مقدس مقام واقع تھا جہاں سے حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے، مدفن کے لئے وہی مقام تجویز ہوا اور نعش مبارک وہیں سپرد خاک کی گئی۔

حلیہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا رنگ سپید، چہرہ رشن، قددراز، آنکھیں سرگیں اور بڑی بڑی ابرو پیوستہ، بال سخت گھونگھر والے، آگے دانت صاف اور چمکدار، بات کرنے میں دانت کی چمک ظاہر ہوجاتی تھی جس کو ان کا ایک عقیدت کیش "نور" اور "موتی" سے تعبیر کرتا ہے آواز بہت پیاری اور گفتگو نہایت شیریں تھی حسن ظاہر کے لحاظ سے وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں ممتاز تھے۔

اولاد

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سن ہی کیا تھا وفات کے وقت وہ شباب کی دوسری منزل پر تھے تاہم صاحب اولاد تھے اگرچہ بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لم یولد لہ قط یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سرے سے اولاد ہی نہیں ہوئی، لیکن مستند ذرائع سے ان کے ایک بیٹے کا پتہ چلتا ہے، جن کا نام عبدالرحمن تھا، صاحب استیعاب کا بیان ہے کہ یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یرموک میں شریک تھے اور ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پیشتر وفات پائی۔

ازواج کی تفصیل اگرچہ نامعلوم ہے، لیکن اتنا پتہ چلتا ہے کہ طاعون عمواس میں ان کی دو بیویوں نے وفات پائی۔

علم وفضل

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جن علوم میں کمال تھا وہ قرآن، حدیث، اور فقہ ہیں، قرآن دانی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ خود حامل قرآن نے ان کی مدح فرمائی ہے؛ چنانچہ ایک حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کے ذریعہ سے مروی ہے ہمارے اس قول کی تصدیق کرتی ہے اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں چار بزرگوں سے قرآن پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی، اس میں سے ایک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں وہ قرآن کے حافظ ہوچکے تھے۔

حدیث

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو روایت حدیث کی بہت کم ضرورت پڑتی تھی کہ خود حامل نبوت سامنے تھا، تاہم اس زمانہ میں بھی متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں؛ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا واقعہ اسد الغابہ میں مذکور ہے، لیکن چونکہ وہ احادیث کی روایت میں، بہت محتاط تھے اور نیز اس لئے بھی کہ آنحضرت ﷺ کے اخیر زمانہ سے لے کر اپنی وفات تک بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے کے لئے برابر مدینہ سے باہر رہے اس لئے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے" حدیث او چنداں باقی نماند" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کو تعلیم وروایت حدیث کے لئے شام بھیجا تھا اور وہیں ان کا ۱۸ھ میں عین عالم شباب میں انتقال ہوگیا۔

تاہم روایت حدیث کا سلسلہ زندگی کی اخیر سانس تک جاری تھا، عمواس کے طاعون میں جب انگلی کی سوزش ان کو بستر مرگ پر

تڑپا رہی تھی زبان مبارک اس فرض کی ادائیگی میں مصروف تھی۔ (مسند:۵/۲۳۳)

چنانچہ وفات کے وقت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور کچھ اور لوگ پاس بیٹھے تھے وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا پردہ اٹھاؤ میں حدیث بیان کرونگا جس کو اب تک میں نے اس لئے مخفی رکھا تھا کہ لوگ تکیہ کر بیٹھیں گے، اس کے بعد ایک حدیث بیان کی۔ (مسند:۵/۳۲۶)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایتیں اگرچہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے کم ہیں تاہم ان کا شمار راویانِ حدیث کے تیسرے طبقہ میں ہے ان کی احادیث کی مجموعی تعداد (۱۵۷) ہے جس میں دو حدیثوں پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

تلامذہ حدیث کی تعداد کثیر تھی اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک بڑا طبقہ ان سے حدیث کی روایت کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابوقتادہ رضی اللہ عنہ انصاری، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ عنہ باہلی، ابولیلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ، ابو لطفیل رضی اللہ عنہ۔

تلامذہ خاص میں حسب ذیل حضرات شامل ہیں، ابن عدی، ابن ابی اوفی اشعری، عبدالرحمن بن سمرۃ بعثی، جابر بن انس رضی اللہ عنہ، ابو ثعلبہ خشنی، جابر بن سمرۃ السوائی، مالک بن میجامر، عبدالرحمن بن غنم، ابومسلم خولانی، ابو عبداللہ صنابحی، ابو وائل، مسروق، جنادہ بن ابی امیہ، ابوادریس خولانی، جبیر بن نفیر، اسلم مولی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اسود بن ہلال، اسود بن یزید وغیرہم

فقہ

خود عہد نبوی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا شمار اکابر فقہاء میں تھا، اس سے بڑھ کر شرف اور کیا ہوسکتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان کے فقیہ ہونے کی شہادت دی اور فرمایا

اعلمهم بالحلال والحرام معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ

ہمارے صحابہ میں حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ان کے متعلق کہا لولا معاذ لهلک عمر یعنی اگر معاذ رضی اللہ عنہ نہ ہوں تو عمر ہلاک ہوجائے، اس سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے رتبہ اجتہاد و درجۂ استنباط پر کافی روشنی پڑتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے علاوہ اور بھی متعدد مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے فقیہ ہونے کا اعلان کیا چنانچہ جب جابیہ میں خطبہ دیا تو فرمایا:

من اراد أن يسأل عنه الفقه فليأت معاذا

یعنی جسے فقہ سیکھنا ہو وہ معاذ کے پاس جائے

طلب علم اور شوق تحصیل

ان اوراق کو پڑھ کر تم کو تعجب ہوگا کہ ان کو یہ فضل وکمال کا منصب کیونکر ہاتھ آیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو ان کا فطری

شوق اور طبعی ذکاوت وذہانت جس کا ہر موقع پر اظہار ہوتا تھا دوسرے خود معلم نبوت ﷺ کا ایسے جوہر قابل اور مستند طالب علم کی طرف جوش التفات وعنایت خاص، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے، اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی ہر مجلس تعلیم وتربیت کی ایک درسگاہ ہوتی تھی، اس لیے ان کو اکثر اوقات اس سے استفادہ کا موقع حاصل ہوتا تھا۔

حضرت معاذ بسا اوقات آنحضرت ﷺ کے ساتھ تنہا ہوتے تھے آنحضرت ﷺ ایسے اوقات خاص میں ان کو مختلف مسائل تعلیم کیا کرتے تھے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت معاذ کو کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اگر آنحضرت ﷺ تشریف نہ رکھتے تو وہ آپ کی تلاش میں دور تک نکل جاتے؛ چنانچہ ایک مرتبہ کاشانہ نبوی ﷺ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کہیں تشریف لے گئے ہیں تلاش کے لئے نکلے تو راستہ میں لوگوں سے پوچھتے جاتے تھے کہ حضور کدھر تشریف لے گئے ہیں، آخر ایک جگہ آپ کو پالیا، آنحضرت ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے وہ بھی پیچھے کھڑے ہوگئے اور نماز کی نیت باندھ لی، اس دن آپ نے دیر تک نماز ادا فرمائی، فارغ ہوئے تو معاذ نے پوچھا کہ" حضور نے بڑی لمبی نماز پڑھی"؟ فرمایا" یہ ترغیب وترہیب کی نماز تھی میں نے خدا سے تین باتوں کی درخواست کی تھی جس میں دو کے متعلق رضامندی ظاہر ہوئی اور ایک کی نسبت میں روک دیا گیا، میں نے یہ چاہا تھا کہ میری امت غرق ہونے سے محفوظ رہے تو یہ درخواست منظور کرلی گئی، ایک یہ خواہش کی تھی کہ غیر مسلم دشمن اسلام پر غالب نہ آسکے تو وہ بھی پوری کی گئی، ایک تمنا یہ تھی کہ مسلمانوں میں اختلاف وتفریق نہ پڑنے پائے تو اس کو مسترد کردیا گیا۔ (مسند:۵/۲۴۰)

غزوۂ تبوک سے مراجعت کے وقت رسول اللہ ﷺ کو تنہا اور خالی پاکر حضرت معاذ نے پوچھا کہ مجھ کو وہ عمل بتایئے جو میرے دخول جنت کا سبب بنے، آنحضرت ﷺ اس سوال سے نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا: بخ لقد سألت عن عظیم یعنی تم نے بہت بڑی بات پوچھی (مسند:۵/۲۳۷)

اس کے ساتھ ہی یہ بھی خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں اور لوگ خلل انداز نہ ہوں؛ کیونکہ شمع نبوت کے گرد ہر وقت پروانوں کا ہجوم رہتا تھا؛ چنانچہ اسی روایت میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ابھی فرما ہی رہے تھے کہ کچھ لوگ آتے دکھائی دیئے مجھ کو ڈر لگا کہ رسول اللہ ﷺ کی توجہ میری طرف سے منعطف نہ ہوجائے میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ فلاں بات جو آپ نے فرمائی تھی اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کو بیان فرمایا۔ (ایضاً:۵/۲۳۷)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایسے موقع کی ہر وقت تلاش رہتی تھی، موقع ملنے پر آنحضرت ﷺ سے فوراً سوال کرتے تھے، لیکن پاس نبوت ضروری تھا، رسول اللہ ﷺ کا مزاج پہچان کر سوال کی جرأت کرتے تھے، غزوۂ تبوک سے قبل لوگ طلوع آفتاب کے وقت سواریوں پر سورہے تھے اور اونٹ ادھر ادھر راستہ میں چر رہے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے، آنحضرت ﷺ بھی مصروف خواب تھے اور ناقۂ مبارک چرنے اور کھانے میں مشغول، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی، انہوں نے اس کی مہار کھینچی تو اور متوحش ہوا، اس کے بدکنے سے رسول

اللہ ﷺ کا اونٹ بھی بدکا، آنحضرت ﷺ خواب سے بیدار ہوئے مڑکر پیچھے دیکھا تو معاذ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی قریب نہ تھا، آپ نے پکارا معاذ رضی اللہ عنہ! انہوں نے کہا حضور آپ ﷺ نے فرمایا میرے قریب آجاؤ، حضرت معاذ اس قدر قریب آگئے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت معاذ کے اونٹ بالکل برابر ہوگئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا دیکھو لوگ کس قدر دور ہیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا سب لوگ سور ہے ہیں اور جانور چر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی سورہا تھا، آپ ﷺ کا رخ اور التفات دیکھا تو کہا یا رسول اللہ! آپ اجازت دیں تو ایسے امر کی نسبت سوال کروں جس نے مجھ کو غمگین مریض اور سقیم بنادیا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔ (مسند:۵/۲۴۵)

ایک اور سفر میں جیسا کہ آپ کہیں اوپر پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو تین دفعہ پکارا اور ہر دفعہ انہوں نے ادب سے جواب دیا، چنانچہ تیسری دفعہ ان کو پکارا تو فرمایا کہ: کلمہ لا الہ الا اللہ کا قائل جنت میں داخل ہوگا، اگرچہ وہ گنہگار ہو، حضرت معاذ نے اس کا اعلان کرنا چاہا تو فرمایا ایسا نہ کرو لوگ عمل چھوڑ بیٹھیں گے۔

طبیعت تلاش اور کرید کی عادی تھی، ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے ایک خاص مسئلہ دریافت کیا تھا، آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا، ایک ظاہر بیں کے لئے وہ جواب بالکل کافی تھا، لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ حکم اس شخص کے لئے خاص ہے، یا تمام مسلمانوں کے لئے ہے آپ نے فرمایا نہیں عام ہے۔ (مسند:۲۴۴)

منصب تعلیم

تحصیل علم میں جدوجہد اور مسائل میں غور وخوض کا مرحلۂ دشوار گذار طے ہوا تو منزل مقصود سامنے تھی، یعنی یہ کہ فیض تربیت سے وہ فقیہ امام مجتہد اور معلم سب بن گئے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک ہی میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مسند ارشاد پر متمکن ہو چکے تھے ۸ھ میں کہ فتح مکہ ہوا تو آنحضرت ﷺ ان کو مکہ میں چھوڑ گئے کہ یہیں رہ کر لوگوں کو فقہ وسنت کی تعلیم دیں۔

(طبقات ابن سعد، صفحہ ۹۹، قسم اول، مغازی)

۹ھ میں والی یمن بنا کر بھیجا، تو فصل قضایا کے علاوہ اہل یمن کی تعلیم بھی انہی کے ذمہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی منصب افتا پر سرفراز تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اہل شام کو تعلیم کی ضرورت تھی، یزید بن ابی سفیان والی شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ کچھ لوگوں کو اس غرض کے لئے یہاں بھیجے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ وغیرہ کو بلایا اور شام جانے کی ہدایت کی حضرت معاذ نے فلسطین میں سکونت اختیار کی اور تعلیم میں مشغول ہوئے، تمام ملک شام میں صرف دو صحابی تھے جن کی ذات علوم وفنون کا مرکز بنی ہوئی تھی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی سکونت اگرچہ علاقہ فسلطین میں محدود تھی؛ لیکن اشاعت علوم کا دائرہ غیر محدود تھا، فلسطین سے متجاوز ہو کر دمشق اور حمص تک میں ان کے حلقۂ درس قائم تھے اور خود حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ان مقامات میں جا کر درس دیا تھا طریقہ یہ تھا کہ مجلس میں چند صحابہ رضی اللہ عنہم کسی مسئلہ پر مباحثہ کرتے، حضرت معاذ خاموش بیٹھے رہتے، جب معاملہ طے نہ ہوتا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ کرتے تھے۔

ابوادریس خولانی ایک مرتبہ جامع دمشق میں گئے تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان بیٹھا ہے اور اس کے گرد لوگ جمع ہیں جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا ہے تو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ ان کو تسلی بخش جواب دیتا ہے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل ہیں۔ (مسند: ۵/ ۲۳۳)

ابومسلم خولانی جامع حمص میں آئے تو دیکھا کہ ایک حلقہ قائم ہے جس میں ۳۲ صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہیں اور سب سن کہولت کو پہنچ چکے ہیں، ان میں ایک نوجوان بھی ہے جب کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہوتا ہے تو نوجوان سے فیصلہ کراتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ نوجوان معاذ بن جبل ہیں۔ (مسند: ۵/ ۲۳۷)

غرض حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے درس وافادہ کا سلسلہ حمص تک وسیع تھا، شہروں کی جامع مسجدیں درسگاہ کا کام دیتی تھیں، وہ مختلف شہروں میں دورہ کرتے تھے اور جہاں جاتے تھے فیض وبرکت کا سرچشمہ جاری ہوجاتا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں صرف تین عالم ہیں، جن میں ایک شام میں اقامت پذیر ہے، یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں سے پوچھتے تھے کہ جانتے ہو عقلاء کون ہیں؟ لوگ لاعلمی ظاہر کرتے تو فرماتے معاذ بن رضی اللہ عنہ جبل اور ابودرداء رضی اللہ عنہ عقلاء سے مقصود ظاہر ہے کہ علمائے شریعت ہیں۔

مجتہد کے لئے سب سے زیادہ ضروری اصابت رائے ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس درجہ صائب الرائے تھے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بعض موقعوں پر ان کی رائے کو پسند فرمایا۔

پڑھ چکے ہیں کہ یمن روانہ کرتے وقت آنحضرت ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ "مقدمہ آئے گا تو کیونکر فیصل کروگے؟" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کتاب اللہ سے آپ نے فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ، تو عرض کی سنت رسول اللہ ﷺ سے پھر فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو عرض کی کہ "اجتہاد کرونگا" یہ سن کر آنحضرت ﷺ اس قدر خوش ہوئے کہ ان کے سینہ پر اپنا دست مقدس پھیرا اور فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو اس بات کی توفیق دی جس کو میں پسند کرتا ہوں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے جواب سے گویا اصول فقہ کا یہ پہلا اصول مرتب ہوا کہ احکام اسلامی کے یہ تین بہ ترتیب ماخذ ہیں اول کتاب الٰہی پھر حدیث نبوی اور اس کے بعد قیاس

شروع زمانہ میں جو لوگ دیر میں پہنچتے اور کچھ رکعتیں چھوٹ جاتیں تو وہ نمازیوں سے اشارہ سے پوچھ لیتے کہ کتنی رکعتیں ہوئیں اور وہ اشارہ سے جواب دیدیتے، اس طرح لوگ فوت شدہ رکعتیں پوری کرکے صف نماز میں مل جاتے تھے، ایک دن جماعت ہورہی تھی اور لوگ قعدہ میں تھے کہ معاذ رضی اللہ عنہ آئے اور دستور کے خلاف قبل اس کے کہ رکعتیں پوری کرتے جماعت کے ساتھ قعدہ میں شریک ہوگئے، آنحضرت ﷺ نے سلام پھیرا تو حضرت معاذ نے اٹھ کر بقیہ رکعتیں پوری کیں، آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: قد سن لکم فهكذا فاصنعوا یعنی معاذ رضی اللہ عنہ نے تمہارے لئے ایک طریقہ نکالا ہے تم بھی ایسا ہی کرو (مسند: ۵/ ۲۴۶، ۲۳۳) یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے کتنی قابل فخر مزیت ہے کہ ان کی سنت تمام مسلمانوں کے لئے واجب العمل قرار پائی اور آج تک اسی پر عمل درآمد ہے اور دنیا کے سارے مسلمان اسی کے مطابق اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرتے

ہیں۔

نماز اور روزہ کے تین دور انہوں نے جس طرح قائم کیے ہیں، (مسند:۵/۲۴۶) وہ بھی ان کے تفقہ پر شاہد عدل ہے اسی بناء پر ان کے اجتہادات جہاں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف تھے وہاں صحت اور یقین بھی انہی کو حاصل تھا۔

جماع کی ایک صورت خاص میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نہایت متردد تھے مگر عام صحابہ رضی اللہ عنہم کی تردید نہ کرسکتے تھے، لیکن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے اختلاف تھا، آخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا اور اسی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوگیا۔ (ایضا :۵/۱۱۵)

اسی طرح ایک مرتبہ، ایک اور پیچیدہ صورت پیدا ہوئی، ایک حاملہ عورت کا شوہر دو برس غائب تھا لوگوں کو شبہہ ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ موجود تھے، بولے کہ عورت کے رجم کا آپ کے بے شک حق ہے لیکن بچہ کے رجم کرنے کے کیا معنی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت چھوڑ دیا اور فرمایا وضع حمل کے بعد سنگسار کیا جائے، لڑکا پیدا ہوا تو خوبی قسمت سے اپنے باپ کے بالکل مشابہ نکلا، باپ نے دیکھا تو قسم کھا کر کہا کہ یہ تو میرا بیٹا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو فرمایا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا مثل عورتیں نہ پیدا کریں گی، اگر معاذ رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔ (کنز العمال:۷/۸۶، بحوالہ صحیح بخاری ومسلم)

قدرت نے جس فیاضی سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو کمالات عطا فرمائے تھے اس کا اعتراف طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہر کہ ومہ کو تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے عجزت النساء ان یلدن مثل معاذ رضی اللہ عنہ یعنی معاذ رضی اللہ عنہ جیسا شخص پیدا کرنے سے عورتیں عاجز ہیں۔

وہ خلافت کے مستحق تھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد کس کو خلیفہ بنایا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس کا ایک فقرہ یہ تھا کہ اگر معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ بناتا، خدا پوچھتا تو کہتا کہ اس شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، یأتی معاذ یوم القیامۃ رتوۃ بین العلماء۔

اخلاق وعادات

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب ومحامد کا ایک ایک باب پڑھ چکے اس سے ان کی اخلاقی خصوصیات معلوم ہوگئی ہونگی، ایک مسلمان کا سب سے بڑا وصف خالق کائنات کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور اس کی اطاعت وعبادت ہے، چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ دوسرے تربیت یافتگان نبوت کی طرح پچھلی پہر رات سے اٹھ کر اس کاروبار میں مصروف ہوجاتے تھے، یہ اسی عشق الٰہی ومحبت خداوندی کا اثر تھا کہ جب عمواس میں طاعون کی وبا پھیلی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وبن العاص نے آبادی چھوڑ کر میدان

میں نکل جانے کی صلاح دی تو ان کو اس تجویز سے سخت تکلیف ہوئی اور فرمایا کہ یہ رحمتِ الٰہی ہے، اے خدا اپنی اس رحمت کو تو میرے گھر بھیج۔

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حب الٰہی کے بعد حب رسول کا درجہ ہے، سُن چکے ہیں کہ وہ جب کبھی آپ نہ پاتے تو کس طرح بے تابانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل جاتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ سفر میں آپ جب کہیں اترتے تھے تو مہاجرین کو اپنے قریب اتارتے تھے؛ چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تشریف لے گئے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ہمراہ تھے، ایک جگہ ان کے ساتھ منزل کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع سے جن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے اٹھ کر کہیں چلے گئے، معاذ رضی اللہ عنہ کو بڑی پریشانی ہوئی، شام تک انتظار کرتے رہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل گئے، راستہ میں آواز معلوم ہوئی، دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، معاذ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ آج آپ ہم میں تشریف نہ رکھتے تھے، ہم کو خوف ہوا کہ خدانخواستہ کوئی ضرر نہ پہنچا ہو، اس لئے اس وقت آپ کو ڈھونڈنے نکلے ہیں۔ (مسند:۵/۲۳۲)

ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد ادب کرتے تھے، ایک بار یمن سے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یمن میں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی انسان کے لئے سجدہ جائز کرتا تو عورت سے کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس محبت وجان نثاری کی بناء پر ان سے نہایت محبت کرتے تھے، ایک بار حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ مجھ کو تم سے بہت محبت ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا! میں بھی آپ کو نہایت محبوب رکھتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک وصیت کرتا ہوں اس کو کبھی ترک نہ کرنا، یہ کہہ کر ایک دعا بتائی جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد ہمیشہ پڑھتے رہے۔

(اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)۔ (مسند:۵/۲۴۵، وادب المفرد:۱۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا اس قدر خیال تھا کہ اپنے تلمیذ خاص صنابحی کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی، صنابحی پر یہ اثر تھا کہ انہوں نے اپنے شاگرد ابو عبدالرحمن حبلی کو اور حبلی نے عقبہ بن مسلم کو اس کے پڑھنے کی وصیت کی تھی۔

(مسند:۵/۲۴۵)

مذکورہ بالا واقعات تمام تر عہد نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس عہد میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی محبت کا جو حال تھا وہ اوپر گذر چکا؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی کیا کیفیت تھی اس کا بیان اب سننا چاہیے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت معاذ کا اضطرار اور اضطراب قابل دید تھا، یمن سے واپس ہو کر آئے تو مدینہ منورہ

رسول اللہ ﷺ کے جمال جہاں آرا سے محروم ہو چکا تھا، اس لئے انہوں نے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر شام میں سکونت اختیار کی۔
شام میں بھی محبوب کا فراق چین نہ لینے دیتا تھا ۱۶ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے درخواست کی آج اذان دیجئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو ارادہ کر چکا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دونگا لیکن آج آپ کا ارشاد بجالاتا ہوں، اذان دینی شروع کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کا عہد مبارک یاد آ گیا اوران پر رقت طاری ہوگئی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تو روتے روتے بیتاب ہو گئے۔

امر بالمعروف

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے امر بالمعروف میں کبھی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی، شام گئے تو دیکھا کہ شامی وتر نہیں پڑھتے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاکم شام تھے، ان سے پوچھا کہ ان کے وتر نہ پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ امیر کو معلوم نہ تھا، پوچھا کیا وتر واجب ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ (مسند: ۵/ ۲۴۲)

جود

نہایت فیاض تھے؛ چنانچہ اسی سخاوت کی بدولت ان کی تمام جائیداد بیع ہوگئی اسلام کو ان کی سخاوت سے بڑا فائدہ پہنچا۔

صدق

راست گفتاری ان کی مسلم تھی اور خود رسول اللہ ﷺ نے ان کی صداقت کی تصدیق فرمائی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے جا کر پوچھا کہ آپ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا تھا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (مسند: ۲۴۳) **صدق معاذ! صدق معاذ! صدق معاذ!**
کینہ وحسد سے مبرا تھے، اقران اور ہمعصر اکثر حسد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، چند باکمال ایک زمانہ میں موجود ہوں تو کبھی ایک دوسرے کو اچھا نہ کہے گا؛ لیکن رسول اللہ ﷺ کی تعلیم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس قسم کے رکیک وباطل خیالات سے پاک کر دیا تھا وہ ہمعصروں اور ہمسروں کی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے اور وقت پر اس کو ظاہر بھی کر دیتے تھے۔
حضرت معاذ کی وفات کا وقت آیا تو تمام لوگ رو رہے تھے کہ علم اٹھا جا رہا ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا فرمائیے آپ کے بعد کس سے پڑھیں انہوں نے کہا ذرا مجھے اٹھا کے بٹھا دو، بیٹھ گئے تو فرمایا "سنو علم وایمان اٹھ نہیں سکتے وہ بدستور رہیں گے، جو جستجو کرے گا پائے گا (تین مرتبہ فرمایا) علم چار آدمیوں سے سیکھو یعنی ابو درداء رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے۔ (مسند: ۵/ ۲۴۳)

احکام زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ ہر مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد اور صاحب نصاب شخص پر واجب ہے جب نصاب پورا ہونے کے بعد اس پر ایک سال کا

عرصہ گزر جائے۔

سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے ہے۔ سونا چاندی میں چالیسواں حصہ نکال کر بطور زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے یہ ضروری نہیں کہ سونا چاندی کی زکوٰۃ میں سونا چاندی ہی دی جائے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ بازار کے بھاؤ سونے چاندی کی قیمت لگا کر روپیہ زکوٰۃ میں دیں۔ اگر کسی کے پاس تھوڑی چاندی اور تھوڑا سونا ہے اور سونا چاندی میں سے کوئی بھی الگ سے بقدر نصاب نہیں تو ایسی صورت میں دونوں کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت نکالی جائے گی اور جس نصاب (سونا یا چاندی) کو بھی وہ پہنچے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

جن زیورات کی مالک عورت ہو خواہ وہ میکے سے لائی ہو یا اس کے شوہر نے اس کو زیورات دیکر مالک بنادیا ہو تو ان زیورات کی زکوٰۃ عورت پر فرض ہے اور جن زیورات کا مالک مرد ہو یعنی عورت کو صرف پہننے کے لئے دیا گیا ہے مالک نہیں بنایا تو ان زیورات کی زکوٰۃ مرد کے ذمہ ہے عورت پر نہیں۔

تجارتی مال اور سامان کی قیمت لگائی جائے گی اس سے اگر سونے یا چاندی کا نصاب پورا ہو تو اس کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

اگر سونا چاندی نہ ہو، نہ مال تجارت ہو بلکہ صرف نوٹ اور روپے ہوں تو کم سے کم اتنے روپے پیسے اور نوٹ ہوں کہ بازار میں ان سے ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہو تو وہ صاحب نصاب ہے اور اس شخص کو نوٹ اور روپے پیسوں کی زکوٰۃ، کل چالیسواں حصہ نکالنا فرض ہے۔

اگر شروع سال میں نصاب پورا تھا اور آخر سال میں بھی نصاب پورا رہا۔ درمیان سال میں کچھ دنوں مال گھٹ کر نصاب سے کم رہ گیا تو یہ کمی کچھ اثر نہ کرے گی بلکہ اس شخص کو پورے مال کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

روپے پیسوں کی زکوٰۃ میں روپے پیسے ہی دینا ضروری نہیں بلکہ جتنے روپے زکوٰۃ کے نکلتے ہیں اگر ان کا غلہ، کپڑا، کتابیں یا کوئی بھی سامان خرید کر مستحق زکوٰۃ کو دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

کرایہ پر اٹھانے کے لئے دیگینیں، موٹریں، بسیں، ٹرک اسی طرح دیگیں، دریاں، گدے، کرسیاں، میزیں، پلنگ، مسہریاں یا کرایہ پر اٹھانے کے لئے مکانات اور دکانوں سے حاصل شدہ آمدنی اگر بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گزر جائے تو پھر اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ یونہی کوئی شخص اپنے والدین، اوپر تک اور اپنی اولاد کو نیچے تک زکوٰۃ، عشر، فطرانہ اور فدیہ کفارہ کی رقم یا جنس وغیرہ نہیں دے سکتا۔ ان کے علاوہ غریب رشتہ داروں مثلاً بہن بھائی اور ان کی اولاد، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ اور ان کی اولاد اگر غریب و مستحق ہوں تو ان کو زکوٰۃ وعشر فطرانہ، فدیہ وغیرہ دینا دوگنا ثواب ہے۔ اوّل فرض ادا کرنے کا دوم صلہ رحمی اور رشتہ داری کا لحاظ کرنے کا جب یہ تسلی ہو جائے کہ یہ شخص غریب و مستحق ہے اس کو بقدر ضرورت دیدیں۔ دیتے وقت یہ بتانا ضروری نہیں کہ یہ زکوٰۃ وعشر وغیرہ ہے بلکہ نہ بتانا بہتر ہے تاکہ اس کی عزت ونفس مجروح نہ ہو۔

زکوۃ وصدقات میں افضل یہ ہے کہ پہلے اپنے اقرباء کو دے پھر ان کی اولاد، پھر دوسرے رشتہ داروں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشہ والوں کو پھر اپنے گاؤں اور شہر کے رہنے والوں کو۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب زکوۃ، مطبوعہ، بیروت وغیرہ)

دودھ پلانے والا جانور زکوۃ میں وصول نہ کرنے کا بیان

1579 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ مَيْسَرَةَ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: سِرْتُ - اَوْ قَالَ: اَخْبَرَنِيْ مَنْ سَارَ - مَعَ مُصَدِّقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاِذَا فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنْ لَا تَاْخُذَ مِنْ رَاضِعِ لَبَنٍ، وَلَا تَجْمَعَ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، وَلَا تُفَرِّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَكَانَ اِنَّمَا يَاْتِي الْمِيَاهَ حِيْنَ تَرِدُ الْغَنَمُ، فَيَقُوْلُ: اَدُّوْا صَدَقَاتِ اَمْوَالِكُمْ، قَالَ: فَعَمَدَ رَجُلٌ مِنْهُمْ اِلٰى نَاقَةٍ كَوْمَاءَ - قَالَ: قُلْتُ: يَا اَبَا صَالِحٍ مَا الْكَوْمَاءُ؟ قَالَ: عَظِيْمَةُ السَّنَامِ - قَالَ: فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا، قَالَ: اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ تَاْخُذَ خَيْرَ اِبِلِيْ، قَالَ: فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا، قَالَ: فَخَطَمَ لَهٗ اُخْرٰى دُوْنَهَا، فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا، ثُمَّ خَطَمَ لَهٗ اُخْرٰى دُوْنَهَا فَقَبِلَهَا، وَقَالَ: اِنِّيْ آخِذُهَا وَاَخَافُ اَنْ يَّجِدَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ لِيْ: عَمَدْتَ اِلٰى رَجُلٍ فَتَخَيَّرْتَ عَلَيْهِ اِبِلَهٗ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ هُشَيْمٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، نَحْوَهٗ، اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ: لَا يُفَرَّقُ

⊛⊛ سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں: میں روانہ ہوا؟ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) مجھے اس شخص نے یہ بات بتائی کہ جو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے زکوۃ وصول کرنے والے شخص کے ساتھ روانہ ہوا تھا نبی اکرم ﷺ کے تحریری حکم نامے میں یہ بات موجود تھی۔

''تم دودھ پلانے والا جانور وصول نہ کرنا اور الگ مال کو اکٹھا نہ کرنا اور اکٹھے مال کو الگ نہ کرنا'' زکوۃ وصول کرنے والا وہ شخص اس پانی پر آیا جہاں بکریاں آ کر پانی پیتی تھیں اس نے کہا: تم لوگ اپنے مال کی زکوۃ ادا کرو۔ راوی کہتے ہیں: ان میں سے ایک شخص اپنی موٹی تازی اونٹنی کی طرف بڑھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے استاد سے دریافت کیا: لفظ قوماء کا کیا مطلب ہے اس نے جواب دیا: جس کی کوہان اونچی ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں: زکوۃ وصول کرنے والے نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اس نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میرا سب سے بہتر اونٹ وصول کرو تو زکوۃ وصول کرنے والے نے اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ راوی کہتے ہیں: اس شخص نے اس سے کم تر اونٹنی اسے دی تو زکوۃ وصول کرنے والے نے اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا پھر اس نے اس سے بھی کم تر اونٹنی اسے دی تو زکوۃ وصول کرنے والے نے اسے قبول کر لیا۔ اس نے کہا: میں اسے وصول تو کر رہا ہوں لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں نبی اکرم ﷺ مجھ پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ نہ فرمائیں: تم اس شخص کا سب سے بہترین اونٹ لے آئے ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''اسے جدا نہ کیا جائے''۔

زکوٰۃ سے بچنے کے لیے مال اکٹھا نہ کرنے کا بیان

1580 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي لَيْلَى الْكِنْدِيِّ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: أَتَانَا مُصَدِّقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَقَرَأْتُ فِي عَهْدِهِ: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ، وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ، وَلَمْ يَذْكُرْ: رَاضِعَ لَبَنٍ

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا زکوٰۃ وصول کرنے والا ہمارے پاس آیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تو اس کے پاس موجود تحریری حکم نامے میں یہ تحریر تھا۔

''زکوٰۃ سے بچنے کے لیے الگ مال کو اکٹھا نہ کیا جائے اور اکٹھے مال کو الگ نہ کیا جائے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس راوی نے اس میں ''دودھ پلانے والے جانور'' کا ذکر نہیں کیا۔

زکوٰۃ میں تملیک کو رکن قرار دینے کا حکم

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ ادا کرنے میں تملیک فقیر وغیرہ رکن ہے۔ اور مسجد کو زکوٰۃ دینے میں تملیک حاصل نہ ہوگی لہٰذا زکوٰۃ مسجد کو نہ دی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ''إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ'' میں لام احناف کے نزدیک معاقبت کے لئے ہے۔ جبکہ یہاں لام تملیک کے لئے ہونا چاہیے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں۔ کہ یہاں عاقبت بمعنی مقبوض ہے۔ اور مقبوض سے ہی ملکیت ثابت ہو گی۔ کیونکہ ابتدائی طور پر وہ مستحق نہیں لیکن جب ملکیت حاصل ہوئی تو ان کے لئے تملیک ثابت ہوئی۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص ۲۰۴، بیروت)

ہمارے دور کے نام نہاد سکالرز اور مغربی روشن خیالی کے دلدادہ لوگوں کو صاحب ہدایہ کی اس عبارت کی تملیک کو رکن کیوں قرار دیا ہے۔ بہت تحفظات کرتے ہیں۔ انہیں شاید بھی معلوم نہیں کہ کہاں صاحب ہدایہ کا علمی مقام جو فقہ میں کوہ ہمالیہ ہے۔ اور کہاں یہ مغربی چیونٹیاں جنہیں آج تک اپنی بل کا تعین کرنا بھی نہیں آیا کیونکہ یہ اتنے آوارہ و آزاد خیال ہیں کہ ایک گھر کو بھی انتہاء پسندی اور قید جانتے ہیں۔ دنیا کی ساری قیود ان کو برداشت ہیں جبکہ مذہبی قیود پر حملہ کرتے ہوئے لوگوں میں آزاد خیالی کے نام سے حیوانیت کی طرف بڑی تیزی سے لے کر جا رہے ہیں۔

علامہ نظام الدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اور زکوٰۃ کی رقم سے مسجد کی تعمیر جائز نہیں اور اسی طرح پلوں کی تعمیر، کنوؤں کی کھدائی، راستوں کی درستگی، نہروں کی کھدائی اور حج اور جہاد کے لیے (زکوٰۃ کی رقم کا براہِ راست استعمال) جائز نہیں ہے، (اسی طرح) ہر اُس کام کے لیے جس میں تملیک نہیں پائی جاتی (زکوٰۃ کی رقم کا استعمال) جائز نہیں ہے، (زکوٰۃ کی رقم کو) میت کے کفن دفن اور اُس کے قرض کی ادائیگی کے لیے (براہِ راست استعمال کرنا) جائز نہیں ہے۔ تبیین میں اسی طرح ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد 1، ص 188، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ مسجد کی تعمیر یا کفنِ میت پر زکوٰۃ نہیں لگتی اور حیلہ یہ ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دی جائے، پھر اسے ان کاموں میں خرچ کرنے کا کہا جائے، کیا اس فقیر کے لئے اس دینے والے کے حکم کی خلاف ورزی جائز ہے، میری نظر سے نہیں گزرا۔ ہاں ظاہر یہی ہے کہ فقیر اس کے خلاف کرسکتا ہے۔ (درمختار، ج ۱، ص ۱۴۱، باب المصرف، مجتبائی دہلی)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ صاحب نہر نے اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ حرمت تملیک کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ خلاف ورزی کرسکتا ہے۔ رحمتی نے فرمایا: ظاہر یہی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں اس لیے کہ اس نے فقیر کو اپنے مال کی زکوٰۃ دے کر اسے مالک بنادیا اور ساتھ شرط فاسد کا اضافہ کر دیا حالانکہ ہبہ اور صدقہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتے۔

(ردالمحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب المصرف، مصطفی البابی مصر)

پھر جب صریح شرط باوجود خلوصِ نیت اداءِ زکوٰۃ میں خلل انداز نہیں تو ایسا برتاؤ جو بظاہر معنیٰ شرط پر دلالت کرے مثلاً جب یہاں رہے تو دے اور نہ رہے تو نہ دے، بدرجہ اولیٰ باعث خلل نہ ہوگا۔

علامہ علی بن عثمان زیلعی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اگر کسی کا فقیر پر قرض تھا معاف کر کے قرض سے اسے بری کر دیا تو اس قرض کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی کیونکہ ہلاک ہونے والے مال کی طرح ہے اور اگر کچھ معاف کیا تو مذکورہ دلیل کی بنا پر اتنے حصہ کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی لیکن باقی حصہ کی زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی اگرچہ وہ ساقط ہونیوالے حصہ کو باقی کی زکوٰۃ میں شمار کرے کیونکہ ساقط ہونے والا مال نہیں اور باقی رہنے والے کا مال ہونا ممکن ہے اور بقیہ حصہ اس سے بہتر ہے لہٰذا اس سے اسقاط جائز نہ ہوگا۔ (تبیین الحقائق، کتاب الزکوٰۃ، الامیریہ مصر)

مساجد کی تعمیر ومصارف پر زکوٰۃ خرچ کرنا

مساجد کی تعمیر اور مصارف جاریہ پر زکوٰۃ وفطرہ کی رقم خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ ان مقاصد کے لیے حیلہ کا سہارا لیتے ہیں، یہ حیلہ کا غلط استعمال ہے اور اس سے منشائے شریعت کو باطل کرنا مقصود ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری ج 12 ص 326 پر لکھتے ہیں:

کسی خفیہ طریقہ سے مقصود حاصل کرنے کو حیلہ کہتے ہیں، علما کے نزدیک اس کی کئی اقسام ہیں:

1)) اگر جائز طریقے سے کسی کا حق (خواہ اللہ کا حق ہو جیسے زکوٰۃ یا بندے کا حق) باطل کیا جائے یا کسی باطل (مثلاً سود، رشوت، پگڑی وغیرہ) کو حاصل کیا جائے تو یہ حیلہ حرام ہے۔ (2) اگر جائز طریقے سے کسی حق کو حاصل کیا جائے یا کسی ظلم یا باطل کو دفع کیا جائے تو حیلہ مستحب یا واجب ہے۔ (3) اگر جائز طریقے سے کسی ضرر سے محفوظ رہا جائے تو یہ حیلہ مباح ہے۔ (4) اگر جائز طریقے سے کسی مستحب کو ترک کرنے کا حیلہ کیا جائے تو یہ مکروہ ہے۔

ہسپتالوں میں زکوٰۃ سے نادار مریضوں کا علاج

رفاہی ادارے جو مریضوں کے علاج کے لیے زکوٰۃ کی رقم جمع کرتے ہیں، وہ اگر حدودِ شرع میں رہ کر زکوٰۃ خرچ کرنا چاہتے ہیں تو اس کی چند صورتیں یہ ہیں۔

(1) جتنی مالیت کی دوانادار مستحق زکوٰۃ کی ملک میں دے دی جائے گی وہ جائز ہے، اتنی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(2) ڈاکٹر کی فیس، بیڈ کے کرائے، ایکسرے، میڈیکل ٹیسٹ وغیرہ پر جو خرچ آئے، وہ مریض خود ادا کرے اور استحقاق کے تعین کے بعد شعبۂ زکوٰۃ سے مریض کو ان مصارف کے عوض کل یا گنجائش کے تناسب سے جتنی رقم دی جا سکتی ہے، دے دی جائے (3) زکوٰۃ و فطرہ یعنی صدقات واجبہ کی رقم صرف مستحق مریضوں کو دی جائے، غیر مسلم نادار مریضوں کے لیے الگ سے ویلفیئر فنڈ قائم کیا جائے جو عطیات پر مشتمل ہو۔ چند سال پیشتر جب مرکزی زکوٰۃ کونسل کے ایک رکن نے ایک رفاہی ادارے کا معائنہ کیا تھا تو انہوں نے زکوٰۃ کے حوالے سے بہت سے ناقص پہلوؤں کی نشاندہی بھی کی تھی۔

حیلے سے زکوٰۃ کو ساقط کرنے میں فقہی حنفی پر غیر مقلدین کے توہمات

غیر مقلدین احادیث کے ظاہری مفہوم سے بھی عاجز ہیں اور قرآن وسنت کے احکام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فقہاء احناف اور دیگر فقہاء پر اعتراض کرنا اپنا منشور سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ذیل میں حیلہ سے متعلق مختلف پہلوؤں پر بغیر کسی تعصب وحسد بازی کے بحث کی گئی ہے۔ قارئین انصاف پسندی کا مطالعہ کریں اور غیر مقلدین کی جہالتوں سے بھی واقف ہو جائیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں (زکوٰۃ) کا حکم نامہ لکھ کر بھیجا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض قرار دیا تھا کہ متفرق صدقہ کو ایک جگہ جمع نہ کیا جائے اور نہ مجتمع صدقہ کو متفرق کیا جائے زکوٰۃ کے خوف سے۔

اس میں یہ بھی تھا کہ جو مال جدا جدا دو مالکوں کا ہو وہ اکٹھا نہ کریں اور جو مال اکٹھا ہو (ایک ہی مالک کا) وہ جدا جدا نہ کیا جائے۔

بعض روایات میں غنم اور ابل کے لفظ بھی آتے ہیں یعنی بکری یا اونٹ میں سے زکوٰۃ لیتے وقت ان کی پرانی حالت کو باقی رکھا جائے اصل میں جس حساب سے زکوٰۃ لی جاتی ہے اس کے پیش نظر بعض اوقات اگر جانور مختلف لوگوں کے ہیں اور الگ الگ رہتے ہیں تو بعض صورتوں میں زکوٰۃ ان پر زیادہ ہو سکتی ہے اور انہیں اکٹھا کرنے سے زکوٰۃ میں کمی ہو سکتی ہے۔ اس کے برخلاف یکجا ہونے میں زکوٰۃ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور متفرق کرنے میں کمی ہو سکتی ہے۔ اس حدیث میں اس کمی اور زیادہ کی بنا پر رد کیا گیا ہے۔

طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک دیہاتی (تمام بن ثعلبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ اس کے سر کے بال پریشان تھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وقت کی نمازیں۔ سوا ان نمازوں کے جو تم نفلی پڑھو۔ اس نے کہا مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے مہینے کے روزے سوا ان کے جو تم نفلی رکھو۔ اس نے پوچھا مجھے بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کتنی فرض کی ہے؟ بیان کیا کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے مسائل بیان کئے۔ پھر اس دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو یہ عزت بخشی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کیا ہے اس میں نہ میں کسی قسم کی زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس نے صحیح کہا ہے تو جنت میں جائے گا

اور بعض لوگوں نے کہا کہ ایک سو بیس اونٹوں میں دو حصے تین تین برس کی دو اونٹنیاں جو چوتھے برس میں لگی ہوں زکوٰۃ میں لازم آتی ہیں پس مگر کسی نے ان اونٹوں کو عمداً تلف کر ڈالا (مثلاً ذبح کر دیا) اور کوئی حیلہ کیا تو اس کے اوپر سے زکوٰۃ ساقط ہو گی۔

غیر مقلد کہتے ہیں کہ جو کوئی زکوٰۃ سے بچنے کے لیے اس قسم کے حیلے کرے گا تو زکوٰۃ اس پر سے ساقط نہ ہو گی۔حنفیہ نے ایک اور عجیب حیلہ لکھا ہے یعنی اگر کسی عورت کو اس کا خاوند نہ چھوڑتا ہو اور وہ اس کے ہاتھ سے تنگ ہو تو خاوند کے بیٹے سے اگر زنا کرائے تو خاوند پر حرام ہو جائے گی۔امام شافعی کا مناظرہ اس مسئلہ میں امام محمد سے بہت مشہور ہے۔اہل حدیث کے نزدیک یہ حیلہ چل نہیں سکتا کیوں کہ ان کے نزدیک مصاہرت کا رشتہ زنا سے قائم نہیں ہو سکتا۔

غیر مقلد (جبکہ خاتمہ اہل تشیع کے ساتھ ہوا) مولوی وحید لکھتا ہے۔حیلہ کہتے ہیں ایک پوشیدہ تدبیر سے اپنا مقصود حاصل کرنے کو۔اگر حلہ کر کے حق کا ابطال یا باطل کا اثبات کے لئے کیا جائے تب تو یہ حلہ حرام ہوگا۔اور اگر حق کا اثبات اور باطل کا ابطال کیا جائے تو وہ واجب یا مستحب ہوگا اور اگر کسی آفت سے بچنے کے لیے کیا جائے تو مباح ہوگا اگر ترک مستحب کے لیے کیا جائے تو مکروہ ہوگا۔اب علماء میں اختلاف ہے کہ پہلی قسم کا حیلہ کرنا صحیح ہے یا غیر صحیح اور نافذ ہے یا غیر نافذ اور ایسا حیلہ کرنے سے آدمی گنہگار ہوگا یا نہیں۔جو لوگ صحیح اور جائز کہتے ہیں وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ سے حجت لیتے ہیں کہ انہوں نے سو لکڑیوں کے بدل سو جھاڑوں کے تنکے لے کر مار دیے اور قسم پوری کر لی اور اس حدیث سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ناتواں شخص کے لیے جس نے زنا کاری کی تھی یہ حکم دیا کہ کھجور کی ڈالی لے کر جس میں سو شاخیں ہوں ایک ہی بار اس کو مار دو اور اس حدیث سے کہ ردی کھجور کے بدل بیچ کر پھر روپے کے بدل عمدہ کھجور لے لے۔جو لوگ ناجائز کہتے ہیں وہ اصحب سبت اور یہود کی حدیث سے کہ چربی ان پر حرام کر دی گئی تھی تو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور بخش کی حدیث لعن اللہ المحلل و المحلل لہ سے دلیل لیتے ہیں اور حنفیہ کے یہاں بہت سے شرعی حیلے منقول ہیں بلکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ان حلیوں میں ایک خاص کتاب لکھی ہے۔تاہم محققین انصاف پسند حنفی علمائے کرام کہتے ہیں کہ صرف وہی حیلے جائز ہیں جو احقاق حق کے قصد سے کئے جایں۔مولانا وحید الزماں مرحوم کہتے ہیں کہ قول محقق اس باب میں یہ ہے کہ ضرورت شرعی سے یا کسی مسلمان کی جان اور عزت بچانے کے لیے حیلہ کرنا درست ہے،لیکن جہاں یہ بات نہ ہو بلکہ صرف اپنا فائدہ کرنا منظور ہو اور دوسرے مسلمان بھائی کا اس سے نقصان ہوتا ہو تو ایسا حیلہ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔جیسے ایک بخیل کی نقل ہے کہ وہ سال بھر کی زکوٰۃ بہت سے روپے اشرفیاں نکال کر ایک مٹی کے گھڑے میں بھرتا اور اوپر سے اناج وغیرہ ڈال کر ایک فقیر کو دے دیتا پھر وہ گھڑا قیمت دے کر اس فقیر سے خرید لیتا وہ یہ سمجھتا کہ اس میں غلہ ہی غلہ ہے اور غلہ کے نرخ سے تھوڑی سی زائد قیمت پر ان ہی کے ہاتھ بیچ ڈالتا ایسا حیلہ کرنا بالاتفاق حرام اور ناجائز ہے۔اس کتاب میں جائز اور ناجائز حیلوں پر بہت ہی لطیف اشارات ہیں جن کو بنظر غور و بنظر انصاف مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔اللھم ارنا الحق حقا۔آمین

ترک حیلہ میں امام بخاری کا مؤقف

في ترك الحيل وأن لكل امرىء مانوى في الأيمان وغيرها.

کیوں کہ یہ حدیث ہے کہ ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے قسم وغیرہ میں یہ حدیث عبادات اور معاملات سب کو شامل ہے۔( ) ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید انصاری نے، ان سے محمد بن ابراہیم تیمی نے، ان سے علقمہ بن وقاص لیثی نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے خطبہ میں سنا انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا اے لوگو! اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا پس جس کی ہجرت اور اس کے رسول کی طرف ہو اسے ہجرت (کا ثواب ملے گا) اور جس کی ہجرت کا مقصد دنیا ہوگی کہ جسے وہ حاصل کرلے یا کوئی عورت ہوگی جس سے وہ شادی کرلے تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی جس کے لیے اس نے ہجرت کی ہے۔

اس حدیث سے امام بخاری نے حیلوں کے عدم جواز پر دلیل لی ہے کیوں کہ حیلہ کرنے والوں کی نیت دوسری ہوتی ہے اس لیے حیلہ ان کے لیے کچھ مفید نہیں ہوسکتا۔

سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نذر کے بارے میں سوال کیا جو ان کی والدہ پر تھی اور ان کی وفات نذر پوری کرنے سے پہلے ہی ہوگئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ان کی طرف سے پوری کر۔ اس کے باوجود بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب اونٹ کی تعداد بیس ہوجائے تو اس میں چار بکریاں لازم ہیں۔ پس اگر سال پورا ہونے سے پہلے اونٹ کو ہبہ کردے یا اسے بیچ دے۔ زکوٰۃ سے بچنے یا حیلہ کے طور پر تاکہ زکوٰۃ اس پر ختم ہوجائے تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔ یہی حال اس صورت میں ہے اگر اس نے ضائع کردیا اور پھر مرگیا تو اس کے مال پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔

اس حدیث سے امام بخاری نے یہ نکالا کہ جب مرجانے سے سنت ساقط نہ ہوئی اور ولی کو اس کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا تو زکوٰۃ بطریق اولیٰ مرنے سے یا حیلہ کرنے سے ساقط نہ ہوگی اور یہی بات درست ہے۔ حنفیہ کا کہنا یہ ہے کہ صاحب زکوٰۃ کے مرنے سے وارثوں پر لازم نہیں کہ اس کے ذمہ جو زکوٰۃ واجب تھی وہ اس کے کل میں سے ادا کریں۔ حنفیہ کا یہ مسئلہ صریح حضرت سعد کی حدیث کے خلاف ہے کیوں کہ حضرت سعد کی ماں مرگئی تھیں مگر جو ان کے ذمہ نذر رہ گئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ یہی حکم زکوٰۃ میں بھی ہونا چاہئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کنواری لڑکی سے اجازت لی جائے گی۔ میں نے پوچھا کہ کنواری لڑکی شرمائے گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی خاموشی ہی اجازت ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کوئی شخص اگر کسی یتیم لڑکی یا کنواری لڑکی سے نکاح کا خواہش مند ہو۔ لیکن لڑکی راضی نہ ہو اس پر اس نے حیلہ کیا اور دو جھوٹے گواہوں کی گواہی اس کی دلائی کہ اس نے لڑکی سے شادی کرلی ہے پھر جب وہ لڑکی جوان ہوئی اور اس نکاح سے وہ بھی راضی ہوگئی اور قاضی نے اس جھوٹی شہادت کو قبول کرلیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سارا ہی جھوٹ اور فریب ہے۔ تب بھی اس سے جماع کرنا جائز ہے۔

ان جملہ احادیث بالا سے حضرت امام بخاری نے بعض الناس کے ایک نہایت ہی کھلے ہوئے غلط فیصلے کی تردید فرمائی

ہے۔ جیسا کہ روایات کے ذیل میں تشریح ہے۔ فقہاء کی ایسی ہی حیلہ بازیوں کی قلعی کھولنا یہاں کتاب الحیل کا مقصد ہے جیسا کہ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہوگا۔

کتنے ہی علمائے احناف حق پسند ایسے بھی ہیں جو ان حیلہ سازیوں کو تسلیم نہیں کرتے وہ یقیناً ان سے مستثنیٰ ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

توہمات غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات

سب سے پہلے ہم عرض کریں گے کہ غیر مقلدین کا مبلغ علم کس قدر ہوتا ہے۔ یہ بات بڑی وضاحت سے معلوم ہو چکی ہے کہ یہ لوگ ائمہ وفقہاء کے مذاہب پڑھتے نہیں اور ان کے دلائل کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے اور نہ ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقیہ جب دلائل جمع کرتا ہے تو اس میں فتویٰ اور جو دلیل اس فتویٰ کے خلاف ہوتی ہے اسے بھی جمع کر کے بعد اس کا رد و ابطال کرتا ہے تا کہ احقاق حق روز روشن کی طرح واضح ہو جائے۔ جدت پسند غیر مقلدین نے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ پر اعتراض کرتے ہوئے فقہ حنفی کو دیکھے، سمجھے بغیر ہی عداوت کے تیر چلانے شروع کر دیئے ہیں۔ ہم ذیل امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا مذہب لکھ رہے تا کہ کسی عام آدمی کو اس معاملے میں احناف سے متعلق غلط فہمی نہ ہو۔

صحیح بخاری شریف میں اوّل تا آخر کہیں اس حکایت کا پتا نہیں کہ امام ابو یوسف اس کے عامل تھے امام اعظم مصدق ہوئے، امام بخاری نے صرف اس قدر لکھا کہ بعض علماء کے نزدیک اگر کوئی شخص سال تمام سے پہلے مال کو ہلاک کر دے یا دے ڈالے یا بیچ کر بدل لے کہ زکوٰۃ واجب نہ ہونے پائے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، اور ہلاک کر کے مر جائے تو اس کے مال سے کچھ نہ لیا جائے گا، اور سال تمام سے پہلے اگر زکوٰۃ ادا کر دے تو جائز و روا ہو۔

بعض لوگوں نے اس شخص کے بارے میں کہا جس کے پاس اونٹ ہوں وُہ ڈرتا ہے کہ کہیں اس پر صدقہ لازم نہ ہو جائے پس وُہ زکوٰۃ سے فرار اور حیلہ کرتے ہوئے ایک دن پہلے اس کی مثل اونٹوں سے بیچ دیتا ہے یا بکری یا گائے یا دراہم کے عوض بیچ دیتا ہے تو اب اس پر کوئی شئے لازم نہیں، اور وُہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مالک نے اپنے اونٹ کی زکوٰۃ سال گزرنے سے ایک دن یا سال پہلے زکوٰۃ دے دی تو ادا ہو جائیں گی۔

پہلی دونوں کتب کی عبارت یہ ہے (ثبوتِ شفعہ کے بعد اسقاط کے لیے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے) مثلاً شفیع کے لیے یہ کہنا کہ وُہ چیز آپ مجھ سے خرید لیں۔ اسے بزازی نے ذکر کیا (لیکن ابتداءً عدمِ ثبوت کے لیے حیلہ کرنا امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں۔ اور امام محمد کے ہاں مکروہ ہے۔ شفعہ میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے) سراجیہ میں اس قید کا اضافہ ہے کہ بشرطیکہ پڑوسی اس کے محتاج نہ ہو۔ اشباہ نے اسے پسند کیا ہے اور زکوٰۃ، حج اور آیت سجدہ میں (اس کی ضد) بھی کراہت پر فتویٰ ہے۔ (جوہرہ)

فتویٰ حیلہ اسقاطِ زکوٰۃ کے عدمِ جواز پر ہے اور یہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے، اور اسی پر اعتماد ہے۔ (غمز عیون البصائر، الفن الخامس من الاشباہ والنظائر)

ان دونوں کی عبارت یہ ہے: اسقاط شفعہ زکوٰۃ کے لیے حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں لیکن امام محمد کو اس میں اختلاف ہے پہلے (شفعہ) میں پہلے امام (ابو یوسف) کے قول پر اور دوسرے (زکوٰۃ) میں دوسرے امام (محمد) کے قول پر فتوی ہے۔ (شرح الوقایہ، ۴، ص ۲۰۷، بیروت)

حیلۂ شرعی کے معنی ومفہوم کا بیان

حیلہ کے اصل معنی معاملات کی تدبیر میں مہارت کے ہیں "اَلْحَذَقُ فِي تَدْبِيرِ الْأُمُوْرِ" (الاشباہ) شریعت کی اصطلاح میں حرمت ومعصیت سے بچنے کے لیے ایسی خلاصی کی راہ اختیار کرنے کا نام ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو (المبسوط) حیلہ کے تعلق سے احناف کے نقطۂ نظر کا انصاف اور حقیقت پسندی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور صرف حیلہ کی تعبیر پر توجہ مرکوز نہ رکھی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ فن احناف کے یہاں کمال ذکاوت، امت کو حرام سے بچانے کی سعی اور شریعت کی حدود اربعہ میں رہتے ہوئے انسانیت کو حرج سے بچانے کے محمود جذبات کا عکاس ہے، علامہ سرخسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فَالْحَاصِلُ اَنَّ مَا يَتَخَلَّصُ بِهِ الرَّجُلُ مِنَ الْحَرَامِ اَوْيَتَوَصَّلُ بِهِ اِلَى الْحَلَالِ مِنَ الْحِيَلِ فَهُوَ حَسَنٌ وَاِنَّمَا يُكْرَهُ ذٰلِكَ اَنْ يَحْتَالَ فِي حَقٍّ لِرَجُلٍ حَتّٰى يُبْطِلَهُ اَوْفِي بَاطِلٍ حَتّٰى يُمَوِّهَهُ فَمَا كَانَ عَلٰى هٰذَا السَّبِيلِ فَهُوَ مَكْرُوهٌ وَمَا كَانَ عَلَى السَّبِيلِ الَّذِي قُلْنَا اَوَّلًا فَلَا بَأْسَ بِهِ"۔ (المبسوط)

حاصل یہ ہے کہ وہ حیل جن کے ذریعہ انسان حرام سے خلاصی یا حلال تک رسائی کا خواہاں ہو بہتر ہے، ہاں کسی کے حق کا ابطال یا باطل کی ملمع سازی مقصود ہو تو ناپسندیدہ ہے؛ غرض یہ ہے کہ یہ صورت درست نہیں ہے اور پہلے ذکر کی گئی صورت درست ہے۔

اس وضاحت کے بعد کسی صاحب انصاف کے لیے احناف کے نقطۂ نظر سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ہمارے فقہاء کرام نے عام طور پر عبادات میں حیلہ سے گریز کیا ہے، ابوبکر خصاف کی تالیف "کتاب المحیل والمخارج" میں عبادات میں صرف چند حیلہ ذکر کئے گئے ہیں؛ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگئی ہو اور کوئی مستحق زکوٰۃ اس مقروض کو اپنی زکوٰۃ دے دے اور پھر اس سے وہی رقم بطور ادا قرض کے وصول کرلے۔ (ہندیہ، کتاب الیل فی مسائل الزکاۃ)

اسی طرح اگر میت کی تدفین میں زکوٰۃ خرچ کرنے پر مجبور ہو تو یوں کرے کہ متوفی کے ولی جو صاحبِ نصاب کو زکوٰۃ دے دے اور وہ اسے کفن میں خرچ کردے (ھندیہ، کتاب الحیل مسائل الزکاۃ) مسجد کی تعمیر کرنی ہو تو اس علاقہ کے فقراء کو زکوٰۃ دے دے کہ بطورِ خود مسجد تعمیر کرلیں، نیز یہ احتیاط بھی برتے کہ خاص تعمیر کے لیے نہ دے، بلکہ کہے کہ یہ تمہارے لیے صدقہ ہے۔

(ھندیہ، کتاب الحیل فی مسائل الزکاۃ)

غور کیجئے کہ حیلہ کی ان صورتوں میں کہیں تحریم حلال اور فرائض وواجبات سے پہلو تہی کا کوئی جذبہ نظر آتا ہے؟ خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے طلاق وغیرہ کے مسائل میں جو حیلے منقول ہیں اور جو ان کی حیرت انگیز اور تعجب خیز ذکاوت کا ثبوت ہیں وہ بالکل اسی نوع کے ہیں اور حیلہ کے ناقدین جیسے ابن تیمیہ نے بھی اس کی داد دی ہے۔ (اعلام الموقعین)

علامہ ابن قیم جو حیلہ کے زبردست ناقد ہیں؛ انہوں نے اعلام الموقعین میں حیلہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں، ایک وہ جس کا مقصد ظلم کو قبل از وقت روکنا ہو، دوسرے یہ کہ جو ظلم ہو چکا ہو اس کو دفع کیا جائے، تیسرے جس ظلم کو دفع کرنا ممکن نہ ہو اس کے مقابلہ میں اس طرح عمل کیا جائے، خود ابن قیم کا بیان ہے کہ پہلی دونوں صورتیں جائز ہیں اور تیسری صورت میں تفصیل ہے (اعلام الموقعین) پس حیلہ کا اگر صحیح مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ عین رحمت ہے اور دین کے مزاج "یسر" اور "رفع حرج" کے عین مطابق ہے اور اس باب میں فقہائے احناف کی ذکاوت وفطانت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

حیلہ کے باطل طریقے میں امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کا موقف

یہ حیلہ دو طور پر ہے: اوّل: یہ کہ نماز روزے وغیرہ جس قدر ذمہ میت ہوں سب کے کفارے میں خود قرآن مجید ہی مسکین کو دے دیا جائے یعنی مصحف مبارک ہی کو اُن فرائض کا معاوضہ وکفارہ بنالیا جائے، یہاں جہاں اسی طرح کرتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ قرآن بے بہا چیز ہے اُس کی قیمت کا کون اندازہ کرسکتا ہے تو اگر لاکھوں کفارے ہوں ایک مصحف میں سب ادا ہو جائیں گے، ولہٰذا انہیں میت کی عمر اور اس کی قضا نمازوں روزوں کا حساب کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوتی کہ حساب تو جب کیجئے کہ کچھ کمی کا احتمال ہو اور جہاں ہر طرح یقیناً زیادہ ہی چیز جارہی ہے وہاں حساب کس لئے۔ یہ طریقہ یقیناً قطعاً باطل ومہمل ہے شرع مطہر نے کفارے میں مال معین فرمایا ہے کہ ہر نماز ہر روزے کے عوض نیم صاع گندم یا ایک صاع جو یا اُن کی قیمت۔ اور اس سے مقصود شرع اِدھر نفع رسانی مساکین ہے اُدھر اپنی رحمت کاملہ سے ترک فرائض پر مال جرمانہ لے کر ان شاء اللہ بندہ تارک کو مطالبہ سے سبکدوش فرمانا، ولہٰذا ہر نماز روزہ کے ایک مقدار مال معین فرمائی کہ جرم کم وزائد میں امتیاز رہے، جس نے تھوڑے چھوڑے ہیں تھوڑا مال دے کر پاک ہو جائے، جس نے زیادہ چھوڑے اس پر اُسی حساب سے جرمانہ بڑھتا جائے، مصحف شریف میں دو لحاظ ہیں: ایک کاغذ وسیاہی وجلد کا اعتبار، اس لحاظ سے وہ ایک مال ہے اسی لحاظ سے اس کی بیع وشرا ہوتی ہے، بایں معنی اس کی قیمت وہی ہے جتنے پر بازار میں ہدیہ ہو، روپیہ دو روپیہ یا دس پندرہ جو حیثیت ہو اسی لحاظ سے وہ کفارے میں دیا جاسکتا ہے تو بازار کے بھاؤ سے جتنے داموں پر ہدیہ ہو اُسی قدر مال دینا ٹھہرے گا، اور کفارہ ادا ہوا تو صرف اُتنے ہی نماز روزوں کا ادا ہوگا جو ان داموں کے مقابل ہوں مثلاً روپے کے پانچ صاع گیہوں آتے ہیں اور یہ مصحف شریف کہ دیا گیا دو روپے ہدیہ کا تھا تو گویا دس ۱۰ صاع گیہوں دئے گئے صرف بیس ۲۰ نمازوں یا بیس ۲۰ روزوں کا عوض ہوئے، دو چار روپے مالیت کی چیز سے عمر بھر کی نمازوں کا کفارہ کیونکر ادا ہوسکتا ہے۔ دوسرا لحاظ اُس کلام کریم کا اعتبار ہے جو اُس میں لکھا ہے اصلاً مال نہیں بلکہ وہ اس احد صمد جل وعلا کی صفت قدیمہ کریمہ اُس کی ذات پاک سے قائم اور اُس کے کرم سے ہمارے ورقوں، ہمارے سینوں، ہماری زبانوں، ہماری آنکھوں، ہمارے کانوں، ہمارے دلوں پر کتابت وحفظ وتلاوت ونظر وسماعت وفہم میں متجلی ہے، فلوجهه الكريم الحمد كما ينبغى لجلاله وعظم جوده وافضاله،

عوام نے سچ کہا کہ وہ بے بہا ہے اور غلط سمجھا کہ اُس کی قیمت حد سے سوا ہے بلکہ وہ بے بہا بایں معنیٰ ہے کہ تقویم ومالیت سے پاک ودورا ہے بایں معنیٰ وہ کفارہ نہیں ہوسکتا کہ کفارہ مال سے ہوتا ہے اور وہ مال نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص، ۵۱۳، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

زکوۃ کے لیے معتاق اناق کا بیان

1581 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ الْمَكِّيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْجُمَحِيِّ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ ثَفِنَةَ الْيَشْكُرِيِّ - قَالَ الْحَسَنُ: رَوْحٌ يَقُولُ: مُسْلِمُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ: اسْتَعْمَلَ نَافِعُ بْنُ عَلْقَمَةَ أَبِي عَلَى عِرَافَةِ قَوْمِهِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُصَدِّقَهُمْ. قَالَ: فَبَعَثَنِي أَبِي فِي طَائِفَةٍ مِنْهُمْ، فَأَتَيْتُ شَيْخًا كَبِيرًا يُقَالُ لَهُ: سِعْرُ بْنُ دَيْسَمٍ، فَقُلْتُ: إِنَّ أَبِي بَعَثَنِي إِلَيْكَ - يَعْنِي - لِأُصَدِّقَكَ، قَالَ: ابْنُ أَخِي، وَأَيَّ نَحْوٍ تَأْخُذُونَ؟ قُلْتُ: نَخْتَارُ، حَتَّى إِنَّا نَتَبَيَّنَ ضُرُوعَ الْغَنَمِ. قَالَ: ابْنُ أَخِي، فَإِنِّي أُحَدِّثُكَ أَنِّي كُنْتُ فِي شِعْبٍ مِنْ هَذِهِ الشِّعَابِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَنَمٍ لِي، فَجَاءَنِي رَجُلَانِ عَلَى بَعِيرٍ، فَقَالَا لِي: إِنَّا رَسُولَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكَ لِتُؤَدِّيَ صَدَقَةَ غَنَمِكَ، فَقُلْتُ: مَا عَلَيَّ فِيهَا؟ فَقَالَا: شَاةٌ، فَأَعْمَدُ إِلَى شَاةٍ قَدْ عَرَفْتُ مَكَانَهَا مُمْتَلِئَةٍ مَحْضًا وَشَحْمًا، فَأَخْرَجْتُهَا إِلَيْهِمَا، فَقَالَا: هَذِهِ شَاةُ الشَّافِعِ، وَقَدْ نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَأْخُذَ شَافِعًا، قُلْتُ: فَأَيَّ شَيْءٍ تَأْخُذَانِ؟ قَالَا: عَنَاقًا جَذَعَةً، أَوْ ثَنِيَّةً، قَالَ: فَأَعْمَدُ إِلَى عَنَاقٍ مُعْتَاطٍ، وَالْمُعْتَاطُ الَّتِي لَمْ تَلِدْ وَلَدًا، وَقَدْ حَانَ وِلَادُهَا، فَأَخْرَجْتُهَا إِلَيْهِمَا، فَقَالَا: نَاوِلْنَاهَا، فَجَعَلَاهَا مَعَهُمَا عَلَى بَعِيرِهِمَا، ثُمَّ انْطَلَقَا. قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، قَالَ أَيْضًا: مُسْلِمُ بْنُ شُعْبَةَ، كَمَا قَالَ رَوْحٌ.

❀❀ مسلم بن شعبہ بیان کرتے ہیں: نافع بن علقمہ نے میرے والد کو ان کی قوم کا نگران مقرر کیا اور انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ ان سے زکوۃ وصول کریں۔ راوی کہتے ہیں: میرے والد نے مجھے کچھ لوگوں کے پاس بھیجا میں ایک عمر رسیدہ صاحب کے پاس آیا جن کا نام سعر بن دیسم تھا میں نے کہا: میرے والد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے' تاکہ میں آپ سے زکوۃ وصول کروں۔ انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! تم کس قسم کی وصولی کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ہم منتخب کرتے ہیں یہاں تک کہ ہم بکریوں کے تھنوں کا بھی جائزہ لیتے ہیں ان صاحب نے کہا: اے میرے بھتیجے میں تمہیں یہ بتاتا ہوں میں نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اپنی بکریوں کے ساتھ ایک گھاٹی میں رہتا تھا دو آدمی اونٹ پر سوار ہو کر میرے پاس آئے انہوں نے مجھ سے کہا: ہم اللہ کے رسول کے تمہاری طرف نمائندے ہیں تاکہ تم اپنی بکریوں کی زکوۃ ادا کرو۔ میں نے دریافت کیا: ان میں مجھ پر کیا ادائیگی لازم ہوگی ان دونوں نے کہا: ایک بکری' تو میں ایک ایسی بکری کی طرف بڑھا جس کے بارے میں مجھے پتہ تھا کہ وہ دودھ اور چربی سے بھری ہوئی ہے میں نے وہ نکال کر انہیں دی تو ان دونوں نے کہا: یہ حاملہ بکری ہے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس سے منع کیا ہے کہ ہم حاملہ بکری وصول کریں میں نے دریافت کیا: پھر آپ دونوں کس طرح کی بکری وصول کریں گے ان دونوں نے جواب دیا: جذعہ یا ثنیہ۔ راوی کہتے ہیں: میں ایک معتاط اناق کی طرف بڑھا (راوی کہتے ہیں:) معتاط اس بھیڑ کو کہتے ہیں' جس نے کسی بچے کو جنم نہ دیا ہو لیکن وہ بچہ پیدا کرنے کی عمر تک پہنچ چکی ہو میں نے وہ نکال کر ان دونوں کو دی تو ان دونوں نے کہا: یہ ہمیں دے دو پھر ان

دونوں نے اسے اپنے اونٹ پر رکھا اور چلے گئے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوعاصم نے یہ روایت اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔

تین کاموں کے سبب ایمان ذائقہ کا چکھ لینے کا بیان

1582 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ مُسْلِمُ بْنُ شُعْبَةَ: قَالَ فِيهِ: وَالشَّافِعُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا الْوَلَدُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَرَأْتُ فِي كِتَابِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَالِمٍ بِحِمْصَ عِنْدَ آلِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ الْحِمْصِيِّ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْغَاضِرِيِّ، مِنْ غَاضِرَةِ قَيْسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الْإِيمَانِ: مَنْ عَبَدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَأَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَعْطَى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، رَافِدَةً عَلَيْهِ كُلَّ عَامٍ، وَلَا يُعْطِي الْهَرِمَةَ، وَلَا الدَّرِنَةَ، وَلَا الْمَرِيضَةَ، وَلَا الشَّرَطَ اللَّئِيمَةَ، وَلَكِنْ مِنْ وَسَطِ أَمْوَالِكُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَسْأَلْكُمْ خَيْرَهُ، وَلَمْ يَأْمُرْكُمْ بِشَرِّهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''شافع'' اس بکری کو کہتے ہیں' جس کے پیٹ میں بچہ موجود ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے حمص میں عبداللہ بن سالم کی تحریر میں پڑھا یہ تحریر آل عمر بن حارث کے پاس موجود تھی اور زبیدی کے حوالے سے منقول تھی وہ کہتے ہیں: یحییٰ بن جابر نے جبیر بن نفیر کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن معاویہ غاضری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص تین کام کرلے وہ ایمان کا ذائقہ چکھ لیتا ہے' جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے (اور اس بات کا قائل ہو) کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور جو شخص ہر سال اپنی خوشی کے ساتھ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے وہ بوڑھا' خارش زدہ' بیمار یا کم تر قسم کا جانور نہ دے بلکہ درمیانی قسم کا مال ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں سے سب سے بہتر کا طلب گار نہیں ہے اور نہ ہی وہ تمہیں سب سے برا دینے کا حکم دیتا ہے''۔

شرح

حضرت انس راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جس آدمی میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا، اول یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو، دوسرا یہ کہ کسی بندہ سے اس کی محبت محض اللہ (کی خوشنودی) کے لئے ہو۔ تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز دیا ہے تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 7)

کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس درجہ رچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام دنیا اس کے سامنے کم تر ہو۔ اس طرح یہ شان بھی مومن کامل ہی کی ہوسکتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اگر کسی سے بغض وعداوت رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ کی راہ میں غرض کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ کے لئے ہو اور اس کے حکم کی تکمیل میں ہو۔ ایسے ہی ایمان کا پختگی کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا اور اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور کفر وشرک سے اس درجہ بیزاری ونفرت رکھنا کہ اس کے تصور وخیال کی گندگی سے بھی دل پاک وصاف رہے، ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔ اسی لئے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان کی حقیقی دولت کا مالک اور اس پر جزاء وانعام کا مستحق تو وہی آدمی ہے جو ان تینوں اوصاف سے پوری طرح متصف ہو اور ایمان کی حقیقی لذت کا ذائقہ وہی چکھ سکتا ہے جس کا دل ان چیزوں کی روشنی سے منور ہو۔

اللہ کی راہ میں اچھا مال خرچ کرنے کا بیان

ومالکم الا تنفقون فی سبیل اللہ وللہ میراث السموات والارض لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقو من بعد وقاتلوا وکلاو عداللہ الحسنی واللہ بما تعملون خبیر۔ (الحدید۔۱۰)

اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان وزمین آخر میں اللہ کا رہ جائے گا برابر نہیں ہیں تم میں وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے (اللہ کے راستے میں مال) خرچ کیا اور قتال کیا یہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور (اللہ کے راستے میں) لڑے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتے ہیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں کونسی چیز اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روک رہی ہے حالانکہ تم لوگ مرنے والے ہو اور تم اپنے مال اپنے پیچھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور یہ مال بھی اللہ ہی کی طرف لوٹ جائے گا۔ وللہ میراث السمٰوات والارض کا مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین بھی اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے کیونکہ جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ تو ختم ہوجائے گا تو جس طرح میراث اس کے مستحق کی طرف لوٹتی ہے اسی طرح یہ بھی اللہ کی طرف لوٹیں گے۔ (تفسیر القرطبی)

مالک بن اوس بن حدثان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ شام سے واپس تشریف لائے تو مسجد میں داخل ہوئے میں بیٹھا ہوا تھا آپ نے ہمیں سلام کیا پھر ایک ستون کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور انہیں خوب لمبا کیا پھر آپ نے الھکم التکاثر پوری سورۃ پڑھی نماز کے بعد لوگ آپ کے پاس جمع ہوگئے اور کہنے لگے۔ اے ابوذر! حضور اکرم ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث شریف سنایئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے محبوب ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا اونٹ میں صدقہ ہے گائے میں صدقہ ہے، کپڑوں میں صدقہ ہے، جس شخص نے سونا چاندی جمع کئے اور نہ وہ کسی مقروض کو دیئے اور نہ اللہ کے راستے میں خرچ کئے تو اسے اس سونے چاندی سے (قیامت کے دن) داغا جائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ والذین

یکنزون الذھب۔۔۔ الی آخرہ (مکمل آیت اور ترجمہ اوپر گزر چکا ہے) (ابن عساکر)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ان کے پاس کچھ مال آیا ان کے ساتھ ان کی باندی تھی وہ اس مال کو ضروریات میں خرچ کرتی رہی یہاں تک کہ اس کے پاس سات درہم باقی رہ گئے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ ان کے سکے خرید لو۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا آپ یہ سات درہم بچا کر رکھ لیں شاید آپ کو ان کی ضرورت پڑے یا آپ کے پاس کوئی مہمان آجائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے دوست حضرت محمد ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جو سونا اور چاندی (کسی تھیلی میں) گرہ لگا کر رکھا جائے وہ اپنے مالک کے لئے انگارہ ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے راستے میں بانٹ دے۔ (مسند احمد۔ الطبرانی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے خود بھی جہاد نہیں کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت سے پہلے کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرمادیں گے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

اسلم بن عمران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ پر حملے کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے امیر لشکر حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید تھے (لڑائی کے وقت) رومی لشکر اپنے شہر کی دیوار سے چپکا ہوا تھا۔ مسلمانوں میں سے ایک مجاہد نے دشمنوں پر (تنہا) حملہ کردیا یہ دیکھ کر لوگ شور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ شخص اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے (حالانکہ قرآن مجید میں تو آیا ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کہ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب فرمادیا تو ہم نے کہا کہ ہم (کچھ عرصہ) اپنے مال اور کاروبار کی اصلاح کے لئے گھروں میں رک جاتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتادیا گیا کہ ہاتھوں سے خود کو ہلاک کرنا یہ ہے کہ ہم جہاد چھوڑ کر اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور اپنے اموال کی اصلاح کرتے رہیں۔ ابوعمران کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان۔ حاکم)

اور بعض مفسرین کے نزدیک خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب جہاد میں مال خرچ نہ کرنا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (اللہ کے راستے میں خرچ کرو) کی تفسیر فرماتے کہ تم میں سے کوئی بھی یہ نہ کہے کہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتا بلکہ اگر کوئی آدمی صرف تیر کا پیکان ہی پائے تو وہی جہاد میں دے دے اور جہاد میں خرچ کرنا چھوڑ کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (سنن الکبری۔ بیہقی)

فصل

جہاد میں اپنے اوپر اور اپنی سواری پر اور دوسرے مجاہدین پر مال خرچ کرنا یا اس مال سے اسلحہ اور جہادی ضرورت کا دوسرا سامان خریدنا یا مجاہدین اور ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کے کھانے پینے کا بندوبست کرنا بلند ترین عبادات اور عظیم ترین صدقات

میں ہے ہے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہت ہی بڑا ذریعہ ہے اسی لئے شیطان جتنی کوشش اور محنت جہاد میں خرچ کرنے سے روکنے میں لگاتا ہے اور کسی جگہ خرچ کرنے سے روکنے کے لئے نہیں لگاتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ (جہاد میں) خرچ کرنے کی بدولت ایک مومن کو کتنا بڑا اجر، کتنا عظیم ثواب اور کیسے درجات نصیب ہوتے ہیں اور وہ کتنی سخت وعیدوں اور عذاب سے بچ جاتا ہے۔ ایک طرف شیطان اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کوئی مسلمان جہاد میں مال خرچ نہ کرے دوسری طرف انسان کا طبعی بخل، اور خرچ نہ کرنے کی عادت، اور جہاد میں خرچ کرنے کے عظیم فضائل سے ناواقفیت بھی اس کی مدد کرتی ہے۔ خصوصاً اس دور میں جبکہ جہاد کے نشانات مٹتے جا رہے ہیں اور لوگ جہاد کو بھولتے جا رہے ہیں ہمارے شہروں (دمشق) وغیرہ میں تو اب جہاد رہا ہی نہیں جبکہ دوسرے شہروں میں حقیقی جہاد بہت کم پایا جاتا ہے چنانچہ ملعون دشمن کے مقابلے میں جہاد کے لئے اللہ کی تائید کے بغیر کچھ مال نکالنا ممکن ہی نہیں رہا کیونکہ شیطان انسانوں کو فقر وفاقے سے ڈراتا ہے اور بے حیائی میں لگاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا سچا فرمان ہے: وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ. (تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو وہ ضرور بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہترین روزی دینے والا ہے) (سورۃ سبا۔ ۳۹)

بعض اوقات ایک انسان جہاد میں نکلنے کے بارے میں شیطان پر غلبہ پالیتا ہے اور اس کی باتوں میں نہیں آتا لیکن یہی انسان جہاد میں مال خرچ کرنے کے بارے میں شیطان کی باتوں میں آجاتا ہے کیونکہ شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ خود بھی جہاد میں چلا گیا اور سارا مال بھی لے گیا تو پھر اگر تو واپس آ گیا تو لوگوں کا محتاج بن کر پھرتا رہے گا جہاد کے دوران تو زخمی اور بیمار بھی ہو سکتا ہے اس لئے خود اگر جانا چاہتا ہے تو چلا جا لیکن اپنا مال پیچھے چھوڑ جا شیطان کا یہ وسوسہ اسی آدمی کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جس کے دل میں واپس آنے کا چور چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہ غیر محسوس دنیا کی محبت اور شہادت کے خوف میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ شہادت پانے کا پکا عزم کر کے نکلتا تو واپسی کا خیال ہی اس کے دل میں نہ آتا ہمارے اسلاف شہادت کے شوق میں اور اللہ سے ملاقات کی محبت میں جہاد کے وقت اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالتے تھے کیونکہ ان کے دل میں واپس آنے اور زندہ رہنے کا خیال تک نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ لوگ شہادت کی عظمت اور لذت سے واقف تھے۔ اسلاف ہی میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ ایک بار میدان جہاد میں جب لشکر آمنے سامنے آ گئے تو شیطان انہیں وسوسے ڈالنے شروع کئے۔ پہلے ان کے دل میں بیوی کی یاد اس کا حسن وجمال اس سے قرب کے لمحات اور اس سے جدائی کے غم کو جگایا پھر عیش وآرام والی زندگی مال واسباب یاد دلائے۔ قریب تھا کہ ان کے دل میں بزدلی اور دنیا کی محبت پیدا ہو جاتی اور میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ انہوں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا: اے نفس اگر آج میں میدان جنگ سے پیچھے ہٹا تو میری بیوی پر طلاق ہے اور میرے غلام اور باندیاں آزاد اور تمام مال فقیروں اور مسکینوں کے لئے صدقہ ہے اے نفس کیا تو آج میدان جنگ سے بھاگ کر ایسی زندگی گزارنے کے لئے تیار ہے جس میں نہ بیوی ہوگی نہ مال واسباب۔ ان کے نفس نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر میں پیچھے ہٹنے کو پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے فرمایا۔ تو پھر چل آگے بڑھ۔ بعض مرتبہ شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو جہاد میں مال بھی خرچ کرنے کے لئے ساتھ لے گیا اور تو مارا گیا تو تیری اولاد اور گھر والے دوسروں کے محتاج بن کر رہ جائیں گے۔ اس لئے اپنا مال پیچھے والوں کے لئے چھوڑ جاؤ ان کے

لئے اتنا صدمہ کافی ہے کہ تم جارہے ہو۔ اب انہیں مال سے تو محروم نہ کرو۔ یہ وسوسہ ان لوگوں کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین اور اعتماد نہیں رکھتے اور انہیں اس بات کا بھروسہ نہیں ہوتا کہ بندوں کی روزی کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہوئی ہے ورنہ جو شخص اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ اصل رازق تو اللہ ہے میں تو اپنے اہل وعیال تک روزی پہنچانے کا ایک واسطہ ہوں اس پر شیطان کا وسوسہ اثر انداز نہیں ہوتا۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے سفر سے پہلے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے کتنا خرچہ کافی ہوگا تاکہ میں سفر سے پہلے اس کا انتظام کردوں۔ ان کی بیوی نے کہا اے حاتم میں نے تمہیں کبھی بھی اپنا روزی دینے والا رازق نہیں سمجھا۔ میں تو تمہیں روزی کھانے والا سمجھتی ہوں تمہیں جہاں جانا ہے خوشی سے چلے جاؤ (اور ہماری پرواہ نہ کرو ہمارا رازق تو ہمیشہ موجود رہنے والا ہے)۔

☆ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو سابقین کے امام اور امت میں سب سے افضل ہیں ان کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے (غزوہ تبوک کے موقعہ پر) اپنا مال حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا جس پر حضور اکرم ﷺ نے پوچھا اے ابوبکر اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ فرمانے لگے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ (سنن دارمی)

☆ یہی حال ان کی صاحبزادی اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے انہوں نے وہ سارے بانٹ دیئے اور ایک درہم تک ان میں سے نہیں بچایا۔ (المستدرک)

مال خرچ کرنے اور اسے بچا کر نہ رکھنے کے سلف صالحین کے واقعات بے شمار ہیں اگر ان کا کچھ حصہ بھی ذکر کیا جائے تو یہ باب بہت لمبا ہوجائے گا۔

خود حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ کوئی چیز بھی اگلے دن کے لئے ذخیرہ کرکے نہیں رکھتے تھے۔

(ابن حبان۔ موارد الظمآن)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ایسے بندوں سے (ان کے مرنے کے بعد) گفتگو فرمائی جنہیں اس نے (دنیا میں) خوب مال و اولاد عطاء فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک سے فرمایا۔۔۔ کیا میں نے تمہیں کثرت سے مال و اولاد عطاء نہیں فرمائی تھی۔ اس نے کہا اے میرے رب آپ نے عطاء فرمائی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے اس کا کیا کیا۔ اس نے کہا اس خوف سے کہ میری اولاد فقیر اور محتاج نہ ہوجائے۔ میں وہ سارا مال اپنی اولاد کے لئے چھوڑ آیا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تجھے حقیقت کا حال کا علم ہوجائے تو تھوڑا ہنسے گا اور زیادہ روئے گا۔ یاد رکھ تو اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز (یعنی فقر و فاقہ) سے ڈرتا تھا وہ میں نے ان پر اتار دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے یہی گفتگو فرمائی۔۔۔ اور پوچھا تم نے اپنے مال و اولاد کا کیا کیا؟ اس نے کہا میں نے اپنی اولاد کے بارے میں آپ کے فضل و کرم پر یقین رکھتے ہوئے وہ سارا مال آپ کے کاموں میں خرچ کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمہیں حقیقت حال کا علم ہوجائے تو تم زیادہ ہنسو گے اور تھوڑا روؤ گے۔ تو نے اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز (یعنی میرے فضل

وکرم) کا یقین رکھا تھا وہ میں نے ان پر اتار دیا ہے۔(المعجم الصغیر للطبرانی)

☆ ایسا ہی واقعہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے گیارہ بیٹوں کو بلایا پھر اپنا سارا مال جمع کر کے بیویوں کو ان کا شرعی حصہ دینے کے بعد ہر بیٹے کو صرف ایک دینار ملا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے ان سے کہا اے امیر المؤمنین آپ اپنے بیٹوں کا معاملہ میرے سپرد کر دیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا میرے بیٹے اگر صالحین میں سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ صالحین کا خود متولی ہے اور اگر یہ صالحین میں سے نہ ہوئے تو پھر میں اللہ کی نافرمانی میں ان کی مددیوں کروں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے ایک بیٹے نے اللہ کے راستے میں سو گھڑ سواروں کو مکمل سامان جہاد دے کر سو گھوڑوں پر سوار کیا (یعنی ان کے مال میں اتنی برکت ہوگئی) جبکہ مسلمہ بن عبدالملک نے مرتے وقت اپنے ہر بیٹے کے لئے گیارہ ہزار دینار چھوڑے لیکن ان کے ایک بیٹے کو دیکھا گیا کہ وہ حمام میں پانی گرم کرنے کی (معمولی) نوکری کر رہا تھا۔ (یعنی مسلمہ کی اولاد پر فقر وفاقہ نازل ہوگیا۔ (قرطبی)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: رب کعبہ کی قسم وہ لوگ بہت گھاٹے میں پڑنے والے ہیں۔ ابوذر فرماتے ہیں کہ میں آ کر بیٹھ گیا ابھی میں نے قرار نہیں پکڑا تھا کہ میں کھڑا ہو گیا اور میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ زیادہ مالدار لوگ ہیں (جو بہت گھاٹے میں پڑ گئے ہیں) مگر وہ لوگ جو آگے پیچھے دائیں بائیں (یعنی ہر نیکی کے کام میں) خوب خرچ کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

اس موضوع پر احادیث بہت زیادہ ہیں اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ پر توکل نصیب ہو اور اسے اللہ کی طرف سے بدلہ ملنے کا یقین ہو وہ اگر اپنا سارا مال بھی خرچ کر دے تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ البتہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے اجر وثواب کے خزانے اور بہترین بدلہ لوٹ لیتا ہے۔

جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزر چکا ہے۔ (کہ سارا مال خرچ کرنے کے باوجود فقر وفاقے میں مبتلا نہیں ہوئے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مقام ضرور پالیا) مگر یہ نعمت بڑے خوش نصیب لوگوں کو نصیب ہوتی ہے ہاں اگر کسی شخص کا یقین اور توکل کمزور (یا اسے کوئی عذر) ہو تو اسے چاہئے کہ کچھ مال اپنے اہل وعیال کے لئے بھی رکھ لے۔ (اور باقی خرچ کر دے)۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا یہ میری توبہ کا ایک حصہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اپنا کچھ مال روک لو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ دو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسے فقر میں چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ (بخاری مسلم)

حضرات صحابہ کرام کے بارے میں تو توکل اور یقین کے کمزور ہونے کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا (یہ حضرات تو ایمان ویقین اور توکل کے بلند مینار تھے) حضور اکرم ﷺ نے ان میں سے بعض حضرات کو جو یہ حکم دیا کہ وہ اپنا کچھ مال پیچھے چھوڑ جائیں تو یہ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ تاکہ امت میں کمزور لوگ ان کی اقتدا کر سکیں اور مضبوط ایمان والے لوگ حضرت صدیق اکبر کی پیروی کر سکیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تو ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔ لیکن جو شخص استطاعت ہوتے ہوئے نہ ہی سارا مال خرچ کرے اور نہ کچھ مال بلکہ بخل کرتا رہے تو ایسا شخص قرآنی فیصلے کے مطابق اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے اور اس بارے میں اس کے لئے کوئی چھوٹ نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ. (احزاب۔۴)

اور اللہ تعالیٰ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

(جہاد میں مال خرچ کرنا ایک عظیم عبادت ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مختصر طور پر کچھ فضائل بیان فرمائے ہیں لیکن اگر ان فضائل کو تفصیل سے لکھا جائے تو اس کے لئے سینکڑوں صفحے درکار ہیں ویسے ایک مسلمان کے لئے تو قرآن مجید کی ایک آیت اور حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہی کافی ہے جس مسلمان کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو وہ جہاد میں خرچ کرنے کے ان فضائل کو پڑھ کر پیچھے رہنے یا محروم رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ مسلمان جانتا ہے کہ یہ مال بہت گھٹیا اور حقیر چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بہت ہی انمول اور قیمتی تحفہ ہے اب اگر اس حقیر سے مال کو خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا جیسی نعمت عظمیٰ نصیب ہوتی ہو تو کون سا مسلمان ایسا ہے جو اس سے محروم ہونا گوارہ کرے گا۔ یہ گندا اور حقیر مال جسے حدیث شریف میں مردار جانور سے تشبیہ دی گئی ہے اگر خرچ کر کے جہنم سے نجات مل سکتی ہے تو کون مسلمان ایسا ہو گا جو یہ سودا نہیں کرنا چاہے گا پھر ایک سچے مسلمان کے دل میں اس بات کا یقین بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی کی مقدار مقدر ہے اور ہر کسی کا رازق خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اب اس یقین کے بعد پھر اس بات کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی کہ مسلمان مال کو بچا بچا کر رکھے اور اپنی تجوریوں اور بینک اکاؤنٹوں کا پیٹ بھرتا بھرتا مر جائے اور قیامت کے دن یہی مال اس کے جسم کو داغنے کا سبب بنے اور اسی مال کی پائی پائی کا حساب دینے کے لئے اسے حشر کی خوفناک گرمی اور ذلت میں کھڑا ہونا پڑے۔

ایک مومن کی سوچ تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مال مجھے میرے فائدے کے لئے دیا ہے اور اس مال سے فائدہ مجھے تبھی ملے گا جب میں اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دوں گا۔ تب یہ مال قبر کے عذاب اور آخرت کی رسوائی سے بھی بچائے گا اور اس مال کی بدولت جنت کی انمول نعمت بھی ملے گی اور قیامت کے دن مجھے اس مال کا حساب دینا نہیں لینا ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے راستے میں خرچ کرنے والوں کو لاکھوں کروڑوں گنا بڑھا کر اجر وبدلہ دے گا۔ مگر آج کے مسلمان کا ذہن اب بدل چکا ہے کیونکہ کافروں نے محنت کر کے اور شیطان نے وسوسے ڈال کر مال کی اہمیت دلوں میں اتنی زیادہ بڑھا دی ہے کہ اب تو مال ہی کے گرد زندگیاں گھوم رہی ہیں اور مال کو معاشرے کے جسم کا خون سمجھا جا رہا ہے۔ کافروں نے صدیوں کی محنت کے بعد دنیا پر ایسا معاشی نظام مسلط کر دیا ہے جس نے ہر شخص کو مال کا حریص اور لالچی بنا دیا ہے اور تو اور شاید آج کتوں کو بھی انسانوں کی حرص

اور لالچ دیکھ کر شرم آتی ہوگی۔ ہر شخص آج پیسے کے پیچھے دوڑ رہا ہے جبکہ پیسہ کسی کے ہاتھ میں ٹھرنے اور کسی کے ساتھ وفا کا دم بھرنے کے لئے تیار نہیں ہے مالدار بھی ڈر رہے ہیں کہ مال کم نہ ہو جائے۔ غریب بھی ڈر رہے ہیں کہ مزید غربت کا منہ نہ دیکھنا پڑے ہر مالدار مزید مال کے چکر میں اور ہر غریب مالدار بننے کے چکر میں دن رات اپنا ایمان اور اپنا آرام تباہ کر رہا ہے۔

مال کا بھوت سروں پر ایسا سوار ہوا ہے کہ اب انسانی قدریں بھی اس کے سامنے پامال ہو رہی ہیں اور معاشرے کی ترتیب اور تقسیم مال کی بنیاد پر ہو رہی ہے اور ہر چیز کو خریدا جا رہا ہے اور ہر چیز کو بیچا جا رہا ہے ایسے دردناک حالات میں جبکہ غریبوں کے لئے عزت کے ساتھ جینا دوبھر کر دیا گیا ہے۔ جہاد میں خرچ کرنے کی صدائیں عجیب تر معلوم ہوتی ہیں آج جبکہ مال کی خاطر ایمان کو فروخت کر دیا جاتا ہے اس وقت یہ آواز لگانا کہ مال دو ایمان کے اعلیٰ مراتب حاصل کرو بہت عجیب سا لگتا ہے لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی عجیب نہیں ہے اسلام ہر دور میں الحمدللہ اپنی اصل شکل کے ساتھ کچھ لوگوں کے دلوں اور ان کے اعمال میں محفوظ رہتا ہے اور یہ اس وقت تک رہے گا جب تک قیامت قائم ہونے کا وقت نہیں آجاتا۔ آج بھی الحمدللہ ان مسلمانوں کی کمی نہیں ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں اور اسلام کے ایک ایک حکم پر مرمٹنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں ایسے مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھنی چاہئے کہ جہاد کے لئے خرچ کرنے کی اس قدر تاکید قرآن مجید میں کیوں آئی ہے۔ اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاطر خود چندہ فرمانے کی تکلیف کس طرح گوارہ فرمائی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا سامان کیوں عطاء فرما دیا؟ آج اگر مسلمان ان سوالوں پر غور کریں اور ان کے جواب تک پہنچ جائیں تو اللہ کی قسم اسلامی جہاد بہت مضبوط ہو سکتا ہے۔ پھر کسی جگہ مجاہدین کو اسلحے کی کمی درپیش نہیں آئے گی۔ کسی شہید کے ورثاء لاوارثوں والی زندگی نہیں گزاریں گے، مجاہدین کو بار بار اپنے حملے روکنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اور دنیا میں کفر کو دندناتے پھرنے کا موقع نہیں ملے گا کیا کبھی آپ نے سوچا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی سوئی تک اٹھا کر کیوں دے دی تھی کیا کبھی آپ نے غور کیا کہ حضرات فقہاء کرام نے آخر یہ کیوں لکھ دیا کہ اگر مسلمان بھوکے مر رہے ہوں تب بھی مجاہدین کو کمک پہنچانا ان بھوکوں کو کھانا کھلانے سے زیادہ اہم ہے؟ اللہ کے لئے تھوڑا سا غور کیجئے ہمارے دشمنوں نے اس نکتے پر بہت پہلے غور کر لیا تھا چنانچہ آج وہ محفوظ ہیں۔ مطمئن ہیں اور جہاں چاہتے ہیں وار کرتے ہیں مگر ہم نے اس نکتے کو بھلا دیا ہم تو یہ مسئلہ پوچھتے رہ گئے کہ مجاہدین کو زکوٰۃ لگتی ہے یا نہیں۔ ہم نے اپنی تجوریاں بھریں اور ہم بینکوں کے پیٹ بھرتے رہ گئے ہم نے اپنے کپڑوں، جوتوں، زیورات اور شادیوں پر پیسے اڑائے ہم اپنے شوق پر مال قربان کرتے رہے چنانچہ ہم ذلیل وخوار ہو گئے کمزور ہو گئے اور اپنے دفاع کے لئے اپنے ہی دشمنوں سے بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے اور اپنی روزی کے لئے اپنے دشمنوں کے جوتے صاف کرنے کی ذلت ہمیں سہنی پڑی۔ اللہ کے لئے اے مسلمانو! اب بھی غور کر لو یاد رکھو جب تک دنیا میں اسلام اور قرآن کو عزت اور مقام نہیں ملتا ہم جتنے خوبصورت کپڑے پہن لیں اور جتنی بڑی کوٹھی بنا لیں ہم عزت نہیں پا سکتے بلکہ ہم مزید ذلیل اور بزدل ہوتے جائیں گے۔

یاد رکھو! اگر اللہ کی شریعت ہمارے ملکوں پر اور اللہ کی ساری زمین پر نافذ نہ ہوئی تو ہم قیامت کے دن مجرم اٹھائیں جائیں گے کیونکہ اللہ کا دین دنیا میں غالب ہونے کے لئے آیا ہے۔ ذلیل ہونے کے لئے نہیں۔ اللہ کے لئے اپنی ذمہ داری کو سمجھو۔ تم

انسانوں کی غلامی کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔تم مالدار کہلانے اور بننے کے لئے بھی پیدا نہیں ہوئے۔تم تو پوری انسانیت کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانے کے لئے بھیجے گئے ہو۔مگر تم اپنی اس ذمہ داری کو بھول کر بنیوں کی طرح نوٹ گننے، زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے اور اونچی سے اونچی عمارت بنانے اور مسلمانوں پر اپنے مال کا رعب جمانے میں لگ گئے۔

اللہ سے ڈرو! موت کا وقت قریب تر ہے۔قرآن مجید کی دعوت دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔اللہ کی شریعت نافذ کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔اپنے مسلمانوں پر فوقیت حاصل کرنے اور ان پر اپنے مال کا رعب ڈالنے کا بھوت دماغ سے نکال کر کافروں کو خاک چٹانے کی تدبیر کرو۔کیونکہ اسی کے لئے تم بھیجے گئے ہو۔اب تک جو غفلت ہوگئی اس پر توبہ استغفار کرو اور اللہ کے راستے پر اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کا پکا عزم کرو اور نام ونمود اور نمائش پر مال خرچ کرنے اور اپنے مال سے اسلام دشمن کافروں کو فائدہ پہنچانے سے بچو۔ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم سے کوئی بڑا کام لے لے اور تمہارے نصیب جاگ جائیں اور تمہاری جان اور تمہارا مال اس کے پاک راستے میں قبول کرلیا جائے۔

مال میں برکت کی دعا کرنے کا بیان

1583 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصَدِّقًا، فَمَرَرْتُ بِرَجُلٍ، فَلَمَّا جَمَعَ لِي مَالَهُ لَمْ أَجِدْ عَلَيْهِ فِيهِ إِلَّا ابْنَةَ مَخَاضٍ، فَقُلْتُ لَهُ: أَدِّ ابْنَةَ مَخَاضٍ، فَإِنَّهَا صَدَقَتُكَ، فَقَالَ: ذَاكَ مَا لَا لَبَنَ فِيهِ، وَلَا ظَهْرَ، وَلَكِنْ هَذِهِ نَاقَةٌ فَتِيَّةٌ عَظِيمَةٌ سَمِينَةٌ، فَخُذْهَا، فَقُلْتُ لَهُ: مَا أَنَا بِآخِذٍ مَا لَمْ أُومَرْ بِهِ، وَهَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ قَرِيبٌ، فَإِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ تَأْتِيَهُ، فَتَعْرِضَ عَلَيْهِ مَا عَرَضْتَ عَلَيَّ فَافْعَلْ، فَإِنْ قَبِلَهُ مِنْكَ قَبِلْتُهُ، وَإِنْ رَدَّهُ عَلَيْكَ رَدَدْتُهُ، قَالَ: فَإِنِّي فَاعِلٌ، فَخَرَجَ مَعِي وَخَرَجَ بِالنَّاقَةِ الَّتِي عَرَضَ عَلَيَّ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَتَانِي رَسُولُكَ لِيَأْخُذَ مِنِّي صَدَقَةَ مَالِي، وَايْمُ اللَّهِ مَا قَامَ فِي مَالِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا رَسُولُهُ قَطُّ قَبْلَهُ، فَجَمَعْتُ لَهُ مَالِي، فَزَعَمَ أَنَّ مَا عَلَيَّ فِيهِ ابْنَةُ مَخَاضٍ، وَذَلِكَ مَا لَا لَبَنَ فِيهِ، وَلَا ظَهْرَ، وَقَدْ عَرَضْتُ عَلَيْهِ نَاقَةً فَتِيَّةً عَظِيمَةً لِيَأْخُذَهَا فَأَبَى عَلَيَّ، وَهَا هِيَ ذِهْ قَدْ جِئْتُكَ بِهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ خُذْهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَاكَ الَّذِي عَلَيْكَ، فَإِنْ تَطَوَّعْتَ بِخَيْرٍ آجَرَكَ اللَّهُ فِيهِ، وَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ، قَالَ: فَهَا هِيَ ذِهْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ

1583- اسناده حسن. محمد بن اسحاق حسن الحديث، وقد صرح بالتحديث. ابراهيم: هو ابن سعد بن ابراهيم الزهري. واخرجه احمد (21279)، وابن خزيمة (2277)، وابن حبان (3269)، والحاكم/3991-400، والبيهقي/964-97، والضياء في "المختارة" (1254-1256) من طريق محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد. واخرجه ابن خزيمة (2380) من طريق محمد بن سلمة، عن محمد بن اسحاق، عن عبد الله بن ابي نجيح، عن عبد الرحمٰن بن ابي عمرة، عن عمارة بن عمرو، به

جِئْتُكَ بِهَا فَخُذْهَا. قَالَ: فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْضِهَا. وَدَعَالَهُ فِي مَالِهِ بِالْبَرَكَةِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا میرا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا۔ جب اس نے اپنا مال میرے سامنے اکٹھا کیا' تو میرے حساب سے اس پر صرف ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوتی تھی میں نے اسے کہا: تم ایک بنت مخاض ادا کردو تمہاری زکوۃ یہی ہے اس نے کہا: یہ تو ایک ایسا جانور ہے' جو دودھ بھی نہیں دیتا اور اس پر سواری بھی نہیں کی جاسکتی یہ ایک جوان موٹی تازی اونٹنی ہے تم اسے وصول کرلو میں نے اس سے کہا: میں اس چیز کو وصول نہیں کروں گا' جس کے بارے میں مجھے حکم نہیں دیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے قریب ہی موجود ہیں اگر تم چاہو' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوجاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ پیش کش کرو جو تم نے میرے سامنے کی ہے اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول کرلیں گے تو میں بھی قبول کرلوں گا' اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول نہیں کریں گے تو میں بھی قبول نہیں کروں گا اس نے کہا: میں ایسا کروں گا پھر وہ میرے ساتھ روانہ ہوا وہ اپنی اس اونٹنی کو ساتھ لے کر چلا جس کی پیشکش اس نے مجھے کی تھی ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا تاکہ مجھ سے میرے مال کی زکوۃ وصول کرے اللہ کی قسم! اس سے پہلے نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اور نہ ہی ان کا کوئی قاصد میرے مال کے لیے تشریف لائے میں نے اپنا سارا مال اس کے سامنے جمع کیا' تو اس کا یہ خیال تھا کہ اس مال میں مجھ پر ایک بنت مخاض کی ادائیگی لازم ہوتی ہے یہ ایک ایسا جانور ہے' جو دودھ بھی نہیں دیتا اور اس پر سواری بھی نہیں کی جاسکتی' تو میں نے اسے ایک موٹی تازی جوان اونٹنی کی پیشکش کی تاکہ یہ اسے وصول کرلے' تو اس نے میری بات کو تسلیم نہیں کیا وہ اونٹنی یہاں موجود ہے یارسول اللہ! میں اسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول کرلیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''تم پر وہی چیز لازم ہے (جو اس نے بیان کی ہے) البتہ اگر تم نفلی طور پر بھلائی کرنا چاہو' تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا' اور ہم اسے تم سے قبول کرلیں گے''۔ اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ یہاں موجود ہے میں اسے لے کر آیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول کرلیجئے۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبضے میں لینے کا حکم دیا اور اس شخص کے مال میں برکت کی دعا کی۔

برکت کی دعا کا بیان

حضرت سائب بن یزید رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میری خالہ مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (یہ) میرا بھانجا بیمار ہے۔" چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی پی لیا۔ اس کے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑا ہو کر مہر نبوت کو دیکھنے لگا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان تھی اور دلہن کے پلنگ کی گھنڈی کی طرح (چمک رہی تھی۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 447)

وضو کے پانی" سے یا تو یہ مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو فرمانے کے بعد جو پانی برتن میں باقی رہ گیا تھا حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے اسے پی لیا یا اس سے مراد یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے تو جو پانی آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے اعضاء وضو سے گرتا جاتا تھا حضرت سائب رضی اللہ عنہ حصول برکت وسعادت کے خاطر اسے پیتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ورسالت کے منصب سے سرفراز فرما کر جب دنیا میں مبعوث کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی حقانیت وصداقت کی دلیل کے طور پر جہاں اور بہت سی نشانیاں اور معجزے دیئے وہیں ایک بڑی نشانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان "مہر نبوت" بھی ثبت فرمائی چنانچہ حضرت سائب اسی مہر نبوت کی مقدار اور اس کی ہیت بیان فرمارہے ہیں کہ وہ چھپر کھٹ کی گھنڈی کی طرح تھی۔ اس نشانی کو "مہر نبوت" اس لئے کہا جاتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کتابیں نازل کی گئی تھیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بعثت کی خبر دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ علامت بتائی گئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس مہر نبوت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہچانے گئے کہ آپ ہی وہی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی بعثت کی خبر پہلے کتابوں میں دی گئی ہے چنانچہ یہ "مہر نبوت" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی علامت قرار دی گئی اس کے علاوہ علماء کرام نے اس کی وجہ تسمیہ اور بھی لکھی ہیں مگر یہاں طوالت کی وجہ سے سب کو ذکر نہیں کیا جارہا۔

مہر نبوت کے بارے میں علماء کرام لکھتے ہیں کہا اس کے اندرونی حصہ پر وَحْدَہٗ لَا شَرِيْكَ کے الفاظ مرقوم تھے اور اندرونی حصے پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی تَوَجَّهْ حَيْثُ مَا كُنْتَ فَإِنَّكَ مَنْصُوْرٌ یعنی جدھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوں گے ہماری مدد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہوگی" مہر نبوت" کے ظاہر ہونے کے وقت میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ بعض حضرات نے تو یہ کہا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک شق کر کے سیا گیا تو اس کے بعد یہ نمودار ہوئی بعض علماء کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے فوراً بعد یہ مہر ظاہر ہوئی اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہر سمیت ہی پیدا ہوئے تھے۔

مظلوم کی بددعا سے بچنے کا بیان

1584 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذٰلِكَ، فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ، تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذٰلِكَ، فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا، تو ارشاد فرمایا: تم اہل کتاب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی طرف جارہے ہو تم انہیں اس بات کی گواہی دینے کی طرف دعوت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے

علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اگر وہ اس بارے میں تمہاری اطاعت کر لیتے ہیں' تو تم انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اگر وہ اس بارے میں بھی تمہاری اطاعت کر لیتے ہیں' تو تم انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں ان پر زکوٰۃ لازم کی ہے' جو ان کے خوشحال لوگوں سے وصول کی جائے گی اور ان کے غریبوں کو لوٹا دی جائے گی اور اگر وہ اس بارے میں بھی تمہاری اطاعت کر لیں' تو تم ان کے عمدہ مال وصول کرنے سے بچنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

نام، نسب

عبداللہ نام، ابوالعباس کنیت، والد کا نام عباس رضی اللہ عنہ اور والدہ کا نام اُمّ الفضل لبابہ تھا، شجرہ نسب یہ ہے: عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی الہاشمی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ کے خواہر زادہ تھے، کیونکہ ان کی والدہ حضرت اُمّ الفضل حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں۔

ولادت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے تین سال قبل مکہ کی اس گھاٹی میں تولد پذیر ہوئے جہاں مشرکین قریش نے تمام خاندان ہاشم کو محصور کر دیا تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو بارگاہِ نبوت میں لے کر آئے تو آپ نے منہ میں لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی۔ (اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

اسلام

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بظاہر فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا، لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہ نے ابتداء ہی میں داعیٔ توحید کو لبیک کہا تھا، ابن سعد کی روایت ہے کہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے بعد عورتوں میں ان کا ایمان سب پر مقدم تھا، اس بنا پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یوم ولادت ہی سے توحید کی لوریوں میں پرورش پائی اور ہوش سنبھالنے کے ساتھ وہ قدرۃً ایک پرجوش مسلم ثابت ہوئے، امام بخاری ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں:

کان ابن عباس مع امه من المستضعفين ولم يكن مع ابيه على دين قومه وقال الاسلام يعلو ولا يعلى۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۸۰)

ابن عباس رضی اللہ اپنی ماں کے ساتھ ضعفائے اسلام میں تھے جو اپنی مجبوریوں کے باعث مکہ میں رہ گئے تھے، وہ اپنے والد کے ساتھ اپنی قوم کے مذہب پر نہ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ اسلام سربلند رہے گا، مغلوب نہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب یہ آیت تلاوت فرماتے:

" اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ" (النساء:۹۸)
تو فرماتے کہ میں بھی اپنی والدہ کے ساتھ ان لوگوں میں شامل تھا جن کو خدا نے معذور قرار دیا ہے۔ (بخاری: ۲/ ۶۶۰)

ہجرت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ۸ ھ میں فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، (اسد الغابہ تذکرہ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت گیارہ برس سے زیادہ نہ تھی، لیکن وہ اپنے والد کے حکم سے اکثر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے تھے، ایک روز انہوں نے واپس آکر بیان کیا، میں نے رسول اللہ کے پاس ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کو میں نہیں جانتا ہوں، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کون تھے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے ان کو بلا کر فرطِ محبت سے اپنے آغوشِ عاطفت میں بٹھایا، اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی، اے خدا اس میں برکت نازل فرما اور اس سے علم کو روشنی پھیلا۔ (اصابہ تذکرہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

عہد طفولیت و مصاحبت رسول ﷺ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گو فطرۃً ذہین، سلیم الطبع، متین اور سنجیدہ تھے، تاہم انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کا جو زمانہ پایا وہ درحقیقت ان کا عہد طفولیت تھا، جس میں انسان کو کھیل کود سے دل آویزی ہوتی ہے، فرماتے ہیں کہ میں لڑکوں کے ساتھ گلیوں میں کھیلتا پھرتا تھا، ایک روز رسول اللہ ﷺ کو پیچھے آتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے ایک گھر کے دروازہ میں چھپ گیا، لیکن آپ ﷺ نے آکر مجھے پکڑ لیا اور سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا، جا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا لا وہ نبی کریم ﷺ کے کاتب تھے، میں دوڑ کر ان کے پاس گیا اور کہا چلیے رسول اللہ ﷺ آپ کو یاد فرماتے ہیں، کوئی خاص ضرورت ہے۔ (مسند: ۱/ ۲۹۱)

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں اور ان کو نہایت عزیز رکھتی تھیں، اس لیے وہ اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہتے، کبھی کبھی رات کے وقت بھی ان ہی کے گھر سو رہتے تھے، اس طرح ان کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہترین موقع میسر تھا، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات کے وقت اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے پاس سو رہا تھا، آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور چار رکعت نماز پڑھ کر استراحت فرما ہوئے، پھر کچھ رات باقی تھی کہ بیدار ہوئے اور مشکیزہ کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنے لگے میں بھی اُٹھ کر بائیں طرف کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے میرا سر پکڑ کر مجھے داہنی طرف کر لیا۔ (بخاری: ۱/ ۹۸)

اسی سلسلہ میں بارہا خدمت گذاری کا شرف بھی حاصل ہوا، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے بیدار ہوئے، انہوں نے وضو کے لیے پانی لا کر رکھ دیا، آپ ﷺ نے وضو فرما کر پوچھا، پانی کون لایا تھا؟ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام لیا، نبی کریم ﷺ نے خوش ہو کر دعائیں دیں اور فرمایا

اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل " یعنی اے خدا! اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا۔

(مسند احمد: ۱/ ۳۲۸)

ایک دفعہ وہ نماز میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے، آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے برابر کھڑا کرلیا، لیکن وہ پیچھے کھڑے رہ گئے، نبی کریم ﷺ نے نماز سے فارغ ہوکر پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کے برابر کھڑا ہونا کسی کے لیے مناسب ہے، حالانکہ آپ رسول خدا ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ازدیاد علم وفہم کی دعا فرمائی۔ (مسند احمد: ۱/ ۳۳۰، ومستدرک: ۳/ ۳۵)

خلفائے راشدین کا عہد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صرف تیرہ برس کے تھے کہ حضرت سرور کائنات ﷺ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی، سوا دو برس کے بعد خلیفہ اول نے بھی داغ مفارقت دیا، خلیفہ دوم یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو وہ سن شباب کو پہنچ چکے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جوہر قابل پاکر خاص طور سے اپنے دامن تربیت میں لے لیا اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی علمی صحبتوں میں شریک کیا، یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا تھا، صحیح بخاری میں خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے، اس پر بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نوعمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں اور ہمارے لڑکوں کو جو ان کے ہمسر ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔ (بخاری: ۲/ ۶۱۵)

محدث ابن عبدالبر استیعاب میں تحریر فرماتے ہیں

"كان عمر يحب ابن عباس ويقربه"

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو محبوب رکھتے تھے اور ان کو تقرب دیتے تھے، بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کا جواب دینا چاہتے؛ لیکن کم سنی کی وجہ سے جھجکتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی ہمت بندھاتے اور فرماتے علم سن کی کمی اور زیادتی پر موقوف نہیں ہے تم اپنے نفس کو حقیر نہ بناؤ، (ایضاً: ۱/ ۶۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر پیچیدہ اور مشکل مسائل ان سے حل کراتے تھے اور ان کی فطری ذہانت وطباعی سے خوش ہوکر داد دیتے تھے، انشاء اللہ علم وفضل کے بیان میں اس کی تفصیل آئے گی۔

خلیفہ ثالث کے عہد میں عبداللہ بن ابی سرح والی مصر کے زیر اہتمام ۲۷ھ میں افریقہ پر فوج کشی ہوئی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ سے چل کر اس مہم میں شریک ہوئے اور ایک سفارت کے موقع میں جرجیر شاہ افریقہ سے مکالمہ ہوا، اس کو ان کی ذہانت وطباعی سے نہایت حیرت ہوئی اور بولا میں خیال کرتا ہوں کہ آپ "حبر عرب" (عرب کے کوئی عالم متبحر) ہیں۔ (اصابہ تذکرہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

امارت حج

چونکہ ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے اس لیے اس سال وہ خود امارت حج کا فرض انجام نہ دے سکے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا، خالد بن عاص کو میں نے مکہ کا والی مقرر کیا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ امارت حج

کے فرائض انجام دینے پر شاید ان کی مزاحمت کی جائے اور اس طرح خانہ خدا میں فتنہ وفساد اٹھ کھڑا ہو اس لیے میں تم کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجتا ہوں۔ (طبری واقعات ۳۵ھ)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس خدمت کو سرانجام دے کر واپس آئے تو مدینہ نہایت پر آشوب ہو رہا تھا، خلیفہ ثالث شہید ہو چکے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بار خلافت اٹھانے پر لوگ مجبور کر رہے تھے انہوں نے ان سے مشورہ طلب کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: خلافت کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں خیال کرتا ہوں کہ اس حادثہ عظیم کے بعد کوئی شخص اس بار کو اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ ضرور ہے کہ اب جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی اس پر خونِ ناحق کا اتہام لگایا جائے گا، تاہم لوگوں کو اس وقت آپ کی ضرورت ہے۔

غرض اہل مدینہ کے اتفاقِ عام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے اور نئے سرے سے ملکی نظم ونسق کا اہتمام شروع ہوا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ سردست موجودہ عمال وحکام برقرار رکھے جائیں؛ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ اس سے انکار کیا تو انہوں نے دوسرے روز اپنی رائے واپس لے لی اور کہا امیر المومنین میں نے رائے دینے کے بعد غور کیا تو آپ ہی کا خیال انسب نظر آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فوراً اصل حقیقت کو تاڑ گئے اور بولے میرے خیال میں مغیرہ کی پہلی رائے خیر خواہی پر مبنی تھی، لیکن دوسری دفعہ انہوں نے آپ کو دھوکہ دیا۔

حضرت علی نے پوچھا رضی اللہ عنہ خیر خواہی کیا تھی؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: آپ جانتے ہیں کہ معاویہ اور ان کے احباب دنیا دار ہیں، اگر آپ ان کو برطرف کردیں گے تو وہ تمام ملک میں شورش وفتنہ پردازی کی آگ بھڑکا دیں گے اور اہل شام وعراق کو خلیفہ ثالث کے انتقام پر ابھار کر آپ کے خلاف کھڑا کردیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تمہاری رائے مصالح دنیاوی کے لحاظ سے نہایت صائب ہے؛ تاہم میرا ضمیر اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں جن لوگوں کی بداعمالیوں سے واقف ہوں ان کو اپنے عہدوں پر برقرار رہنے دوں، خدا کی قسم میں کسی کو نہ رہنے دوں گا، اگر سرکشی کریں گے تو تلوار سے فیصلہ کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میری بات مانیے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جایے یا اپنی جاگیر پر ینبع چلے جایئے، لوگ تمام دنیا کی خاک چھان ماریں گے، لیکن آپ کے سوا کسی کو خلافت کے لائق نہ پائیں گے، خدا کی قسم اگر آپ ان مصریوں کا ساتھ دیں گے تو کل ضرور آپ پر عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا اتہام لگایا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اب کنارہ کش ہونا میرے امکان سے باہر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بجائے شام کا والی مقرر کرنا چاہا، لیکن انہوں نے انکار کیا، اور بار بار یہی مشورہ دیا کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھ کر اپنا طرفدار بنالیجے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برہم ہو کر نہایت سختی سے انکار کردیا اور فرمایا خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ (طبری صفحہ ۳۰۸۵)

غرض اس تشدد آمیز طرزِ عمل پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ واقعہ بن کر سامنے آیا، تمام ملک میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے خلاف مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی، ایک طرف حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مطالبہ اصلاح وانتقام کا علم بلند کر کے بصرہ پر قبضہ کرلیا اور دوسری طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام میں ایک عظیم الشان جنگ کی تیاریاں شروع کردیں۔

جنگ جمل

حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ کو محفوظ رکھنے کے خیال سے ایک فوج گراں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے، لیکن وہ پہلے داعیانِ اصلاح کے قبضہ میں آچکا تھا، اس لیے طرفین نے میدان ذی قار میں صف آرائی کی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جناب امیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اہل حجاز کی افسری پر مامور ہوئے اور جنگ شروع ہونے پر نہایت شجاعت وجانبازی کے ساتھ نبرد آزما ہوئے، یہاں تک کہ حامیانِ عرشِ خلافت کی فتح پر اس افسوس ناک خانہ جنگی کا خاتمہ ہوا۔

ولایت بصرہ

بصرہ پر دوبارہ قبضہ ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہاں کے گورنر بنائے گئے اور زیاد ان کے مشیر اور بیت المال کے مہتمم مقرر ہوئے۔

معرکہ صفین

جنگ جمل کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے معرکہ صفین پیش آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ سے ایک جماعت فراہم کر کے جناب امیر رضی اللہ عنہ کی حمایت میں میدانِ جنگ میں پہنچے اور نہایت جانبازی وپامردی کے ساتھ سرگرمِ کارزار ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو میسرہ کا افسر مقرر فرمایا تھا۔

چونکہ دونوں طرف سے روزانہ تھوڑی تھوڑی فوجیں نکل کر معرکہ آرا ہوتی تھیں، اس لیے اس جنگ کا سلسلہ طویل عرصہ تک قائم رہا، لیکن رفتہ رفتہ حامیانِ خلافت کا پلہ بھاری ہونے لگا یہاں تک کہ ایک روز شامی فوجوں نے شکست کے خوف سے اپنے نیزوں پر قرآن مجید بلند کر کے صلح کی دعوت دی، گو جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے چاہنے والوں نے اپنی فوج کو اس دام تزویز سے محفوظ رکھنے کی بے پناہ کوشش کی تاہم مخالف کا جادو چل چکا تھا، ایک بڑی جماعت نے دعوت قرآن کو تسلیم کرنے پر اصرار کیا۔

ثالثی اور اس کا حشر

غرض جنگ ملتوی ہوگئی اور مسئلہ خلافت کا فیصلہ دو حکم پر محمول ہوا، شامیوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کیا اور اہل عراق کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ثالث بنانا چاہتے تھے؛ لیکن لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا آپ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک ہی ہیں حکم کو غیر جانبدار ہونا چاہیے۔

دونوں فریق کے اتفاق سے دومۃ الجندل حکمین کے لیے مقامِ اجلاس قرار پایا اور ہر ایک نے اپنے حکم کے ساتھ چار ہزار آدمیوں کی جمعیت ساتھ کردی، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو فوج گئی تھی اس کے افسر شریح بن ہانی اور مذہبی نگران حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نہایت نیک طینت وسادہ مزاج تھے وہ جب تخلیہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کسی فیصلہ پر متفق ہوکر باہر تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا، خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ عمرو نے آپ کو دھوکہ دیا ہوگا اگر کسی رائے پر اتفاق ہوا ہو تو آپ ہرگز اعلان میں سبقت نہ کیجئے گا وہ نہایت چالاک ہیں، کیا عجب ہے کہ آپ کے بیان کی مخالفت کر بیٹھیں، بولے، ہم دونوں ایک ایسی رائے پر متحد ہوئے ہیں کہ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں، غرض دوسرے روز مسجد میں مسلمانوں کا مجمع ہوا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اصرار پر کھڑے ہوکر یہ متفق علیہ فیصلہ سنایا۔

صاحبو! ہم نے علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کر کے پھر نئے سرے سے مسلمانوں کو مجلسِ شوریٰ کے انتخاب کا حق دیا وہ جس کو چاہے اپنا امیر بنائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ نہایت صحیح ثابت ہوا، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے قرار داد سے منحرف ہوکر کہا، صاحبو! بیشک علی رضی اللہ عنہ کو جیسا کہ ابوموسیٰ نے معزول کیا، میں بھی معزول کرتا ہوں؛ لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس منصب پر قائم رکھتا ہوں؛ کیونکہ وہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اس خلاف بیانی پر ششدرہ گئے، چلا کر کہنے لگے یہ کیا غداری ہے؟ یہ کیا بے ایمانی ہے؟ افسوس !ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے عمرو کی غداری سے ڈرایا تھا؛ لیکن میں نے اس پر اطمینان رکھا، مجھے کبھی یہ گمان نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہی پر کسی چیز کو ترجیح دیں گے، غرض اسی ثالثی نے گتھی کو سلجھانے کے بجائے اور زیادہ الجھادیا، جناب امیر رضی اللہ عنہ کے اعوان وانصار میں تفریق واختلاف کی ہوا چل گئی اور ایک بڑی جماعت نے لشکر حیدری سے کنارہ کش ہوکر خارجی فرقہ کی بنیاد ڈالی، اس کا عقیدہ تھا کہ معاملاتِ دین میں حکم مقرر کرنا کفر ہے، اس بنا پر دونوں حکم اور ان کے انتخاب کرنے والے کافر ہیں۔ (یہ تمام واقعات طبری سے ماخوذ ہیں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خارجیوں کے پاس بھیجا کہ بحث ومباحثہ سے ان کی ضلالت دور کردیں، لیکن قلوب تاریک ہوچکے تھے، آنکھوں پر ضلالت وگمراہی کا پردہ پڑ چکا تھا، اس لیے ارشاد وہدایت کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔

معرکہ نہروان

خارجیوں نے نہروان میں مجتمع ہوکر عملاً سرکشی اختیار کی اور تمام ملک میں قتل وغارتگری کا بازار گرم کردیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ شام پر فوج کشی کے خیال سے روانہ ہوچکے تھے، ان سرکشوں کا حال سن کر نہروان کی طرف پلٹ پڑے، حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما گورنری کے عہد پر بصرہ پہنچ گئے تھے، وہ وہاں سے تقریباً سات ہزار کی جمعیت فراہم کر کے مقام نخیلہ میں افواجِ خلافت سے مل گئے اور نہروان پہنچ کر نہایت بہادری و پامردی کے ساتھ سرگرم پیکار ہوئے۔ (تاریخ الطوال)

ایران کی حکومت

جنگِ نہروان نے گو خارجیوں کا زور توڑ دیا تھا تاہم ان کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے فارس، کرمان اور ایران کے دوسرے اضلاع میں پھیل کر ایک عام شورش برپا کر دی اور ذمیوں کو بھڑکا کر آمادہ بغاوت کر دیا، چنانچہ ایران کے اکثر صوبوں میں عمال نکال دیئے گئے، اور مجمیوں نے خراج ادا کرنے سے قطعاً انکار کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عمال کو بلا کر اس شورش کے متعلق مشورہ طلب کیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایران میں تسلط قائم کرنے کا ذمہ لیتا ہوں؛ چونکہ بصرہ ایران کے باغی اضلاع سے بلکل متصل تھا اور وہ ایک عرصہ سے وہاں کامیابی کے ساتھ گورنری کے فرائض انجام دے رہے تھے، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کو تمام ایران کا حاکم اعلیٰ بنا دیا۔ (تاریخ طبری: ۳۴۴۹)

بغاوت کا استیصال

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ پہنچ کر زیاد بن ابیہ کو ایک زبردست جمعیت کے ساتھ ایران کی بغاوت فرو کرنے پر مامور فرمایا، چنانچہ انہوں نے بہت جلد کرمان، فارس اور تمام ایران میں امن وسکون پیدا کر دیا۔ (ایضاً)

مکہ میں عزلت نشینی

ایک روایت کے مطابق ۴۰ھ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی ہی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے عہد امارت سے مستعفی ہو کر مکہ میں عزلت نشینی اختیار کر لی، وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوالاسود دئلی قاضی بصرہ میں باہم مخالفت تھی، ابوالاسود نے بارگاہ خلافت میں ان کی شکایت لکھی کہ انہوں نے بیت المال میں تصرف بے جا کیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جواب طلب کیا تو انہوں نے لکھا:

ان الذی بلغک و باطل و انی لما تحت یدی ضابط قائم لدو لد حافظ فلا تصدق الظنون

آپ کو جو خبر ملی ہے وہ قطعاً غلط ہے، میرے قبضہ میں جو کچھ ہے میں اس کا محافظ ونگہبان ہوں، آپ ان بدگمانیوں کو باور نہ فرمائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں ان سے بیت المال کا تمام وکمال حساب طلب کیا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ ناگوار گذرا، انہوں نے برداشتہ خاطر ہو کر لکھا۔

فهمت تعظيمك مرزأة ما بلغك أني رزأته من مال أهل هذا البلد فابعث إلى عملك من أحببت فإني ظاعن عنه والسلام (تاریخ طبری: ذکر ما کان فیما من الاحداث)

میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس شکایت کو کہ میں نے اس شہر والوں کے مال میں کچھ خورد برد کیا ہے، زیادہ اہمیت دینا چاہتے ہیں، اس لیے آپ اپنے کام پر جس کو چاہے بھیج دیجئے میں اس سے کنارہ کش ہوتا ہوں۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب زیادہ باز پرس کی تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ ابھی میں نے اپنا پورا حق نہیں لیا ہے اور بیت المال سے ایک بڑی رقم لے کر مکہ چلے گئے۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک بصرہ کی گورنری پر مامور تھے، البتہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی تو انہوں نے بطور حفظ ماتقدم پہلے ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر جان و مال کی امان حاصل کی اور مکہ جا کر گوشہ نشین ہو گئے۔

(طبری ذکر بیعت حسن بن علی رضی اللہ عنہ)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے منع کرنا

۶۰ ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد جب یزید مسند نشین حکومت ہوا تو شیعانِ علی مرتضیٰ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس انقلاب سے فائدہ اٹھانے پر ابھارا اور کوفہ آنے کی دعوت دی، چنانچہ وہ مدینہ سے مکہ آئے اور یہاں سے عازم کوفہ ہوئے۔

چونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کوفیوں کی غداری کا دیرینہ تجربہ رکھتے تھے، اس لیے انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بہ اصرار کوفہ جانے سے منع کیا اور کہا:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ: اے ابن عم میں اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں؛ لیکن وہ نہیں ہوتا، اس طریقہ سے جانے میں مجھ کو تمہاری ہلاکت وتباہی کا خوف ہے، اہل عراق نہایت غدار ہیں، تم ان کے قول وقرار پر اعتبار نہ کرو، تم اہل حجاز کے سردار ہو، اس لیے کوفہ جانے سے یہاں مقیم رہنا زیادہ مناسب ہے، ہاں اگر اہل کوفہ درحقیقت تمہارے عقیدت کیش ہیں تو ان کو لکھو کہ وہ پہلے اپنے ملک سے دشمن کو نکال باہر کریں، پھر ان کے پاس جاؤ، اگر یہ منظور نہ ہو تو یمن کی راہ لو، وہاں بہت سے قلعے اور گھاٹیاں ہیں، ملک نہایت وسیع وفراخ ہے اور تمہارے والد کا اثر بھی خاصہ ہے، علاوہ ازیں دشمن کے دور ہونے کے باعث لوگوں سے مراسلت ومکاتبت کر سکتے ہو اور تمام ملک میں اپنے داعی پھیلا سکتے ہو، مجھے امید ہے کہ اس طرح زیادہ آسانی واطمینان کے ساتھ تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ: اے ابن عم! خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ آپ میرے سچے خیر خواہ مہربان ہیں؛ لیکن اب سفر کوفہ کی تیاریاں ہو چکی ہیں اور میں نے وہاں جانے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اگر تم جاتے ہو تو خدارا بیوی، بچوں کو ساتھ نہ لے جاؤ، خدا کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تم بھی اس طرح نہ شہید کیے جاؤ جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے ذبح کیے گئے۔

لیکن مشیتِ الٰہی میں کس کو دخل تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ضد واصرار کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے تمام خاندان کے ساتھ راہی کوفہ ہوئے اور میدان کربلا نے وہ خونیں منظر پیش کیا جس سے جگر پاش پاش ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے خاندان کی تباہی کا جو روح فرسا صدمہ ہوا ہو گا اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ وہ

بیس سال سے گوشہ نشین تھے؛ لیکن اس واقعہ کے بعد تمام دنیا ان کے سامنے تیرہ و تار تھی، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ (اسد الغابہ: ۳/۱۹۵) شاید اسی جگر خراش سانحہ کا اثر ہو۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت سے انکار

اسی سال حضرتِ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں خلافت کا دعویٰ کیا، چونکہ حجاز و عراق میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے معتقدین کی ایک بڑی جماعت تھی، اس لیے انہوں نے ان سے بیعت کے لیے بے حد اصرار کیا اور بصورتِ انکار آگ میں جلا دینے کی دھمکی دی، لیکن وہ تمام جھگڑوں سے کنارہ کش ہو چکے تھے، اس بنا پر انہوں نے نہایت سختی سے انکار کیا اور ابو طفیل کو کوفہ بھیج کر اپنے معتقدین سے مدد طلب کی۔

ابو طفیل کا بیان ہے کہ ہم کوفہ سے چار ہزار جان نثاروں کی ایک جماعت لے کر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے غلاف کعبہ تھام کر پناہ حاصل کی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مکان کے اردگرد لکڑیوں کا انبار لگایا جا چکا تھا، ہم نے ان سے کہا اگر آپ اجازت دیجیے تو اس شخص سے مخلوقِ الٰہی کو نجات دیں، بولے نہیں یہ حرم ہے، یہاں کشت و خون جائز نہیں، تم صرف میری حفاظت کرو اور مجھے پناہ دو۔ (اسد الغابہ: ۳/۱۹۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما در حقیقت بنو امیہ کی بہ نسبت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے، ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، کیا آپ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑ کر حرم الٰہی کو حلال کرنا چاہتے ہیں؟ بولے معاذ اللہ! حرم میں خونریزی کرنا تو صرف بنو امیہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی قسمت میں لکھا ہے، میں خدا کی قسم کبھی ایسی جرأت نہ کروں گا، میں نے کہا لوگ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں، معلوم نہیں ان کو خلافت کا دعویٰ کس بنا پر ہے؟ فرمایا، کیوں نہیں ان کے والد زبیر رضی اللہ عنہ حواری رسول ﷺ تھے، ان کے نانا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے رفیق غار تھے، ان کی ماں اسماء رضی اللہ عنہ ذات النطاق تھیں، ان کی خالہ عائشہ رضی اللہ عنہا اُمّ المومنین تھیں، ان کے والد کی پھوپھی خدیجہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی حرم محترم تھیں، اور ان کی دادی صفیہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی تھیں، پھر وہ ایک خود بھی پاک باز مومن اور قاریِ قرآن ہیں، خدا کی قسم! اگر وہ میرے ساتھ کوئی احسان کریں گے تو ایک رشتہ دار کا احسان ہو گا اور اگر وہ میری پرورش کریں گے تو یہ اپنے ایک ہمسر محترم کی پرورش ہو گی۔ (بخاری: ۲/۶۷۲)

طائف منتقل ہونا

لیکن اس دلی ہمدردی و جانبداری کے باوجود انکار بیعت سے جو مخالفت پیدا ہو گئی تھی، اس کی بنا پر مکہ میں ان کا رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا، اس لیے کوفی معاونین کی حفاظت میں مکہ سے طائف منتقل ہو گئے اور بقیہ زندگی کے دن وہیں پورے کیے۔

وفات

۶۸ھ میں پیمانۂ حیات لبریز ہو گیا، ایک روز سخت بیمار ہوئے، بسترِ علالت کے اردگرد احباب و معتقدین کا ہجوم تھا، بولے میں ایک ایسی جماعت میں دم توڑوں گا جو روئے زمین پر خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب، مشرف و مقرب ہے، اس لیے اگر میں

تم لوگوں میں مردں تو یقیناً تم ہی وہ بہتر جماعت ہو، غرض ہفت روزہ علالت کے بعد طائر روح نے قفسِ عنصری چھوڑا، محمد بن حنیفہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سپرد خاک کر کے کہا، خدا کی قسم! آج دنیا سے حبرامت اُٹھ گیا، غیب سے ندا آئی۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً (فجر:۲۸)

یعنی اے نفسِ مطمئن اپنے خدا کی طرف خوشی خوشی لوٹ آ (بخاری:۲/۶۷۲)

علم وفضل

فضل وکمال کے اعتبار سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اس عہد مبارک کے ممتاز ترین علماء میں تھے ان کی ذات ایسی زندہ کتاب خانہ تھی، جس میں تمام علوم ومعارف بہ ترتیب جمع تھے، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری، وغیرہ کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں ان کو یدِ طولیٰ حاصل نہ رہا ہو۔

تفسیر

بالخصوص قرآن پاک کی تفسیر وتاویل میں جو مہارت اور آیات قرآنی کے شانِ نزول اور ناسخ ومنسوخ کے علم میں جو وسعت ان کو حاصل تھی وہ کم کسی کے حصہ میں آئی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو علم وفضل میں ان کے ہمسر تھے، فرماتے تھے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کے کیا اچھے ترجمان ہیں، شقیق تابعی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موسم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیا اور اس میں سورۂ نور کی تفسیر بیان کی میں کیا بتاؤں وہ کیا تفسیر تھی، اس سے پہلے نہ میرے کانوں نے سنی تھی، نہ آنکھوں نے دیکھی تھی، اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی۔

(مستدرک حاکم:۳/۵۳۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی علمی مجلسوں میں یہ برابر شریک ہوتے تھے اور قرآن پاک کے فہم میں وہ اکثر بڑے بڑے صحابہ سے بازی لے جاتے تھے، ایک دن فاروق اعظم کے حلقۂ مجلس میں اکابر صحابہ کا مجمع تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا:

"أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ" (البقرۃ:۲۶۶)

کیا تم میں سے کوئی اس کو پسند کرے گا کہ اس کا کھجور اور انگور کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں رواں ہوں، اس کے لیے ہر قسم کے پھل اس میں موجود ہوں، اور اس شخص پر بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ناتواں بچے ہوں، اب حالت میں اس باغ میں ایسا بگولہ آیا، جس میں آگ بھری تھی، اس نے باغ کو جلا دیا، اسی طریقہ سے اللہ تمہارے لیے کھول کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے، شاید تم سمجھو۔

لوگوں نے کہا واللہ اعلم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بے معنی جواب پر غصہ آ گیا، بولے اگر نہیں معلوم تو صاف صاف کیوں

نہیں کہتے کہ نہیں معلوم، ابن عباس رضی اللہ عنہما جھجکتے ہوئے بولے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، فرمایا تم اپنے کو چھوٹا نہ سمجھو جو دل میں ہو بیان کرو، کہا اس میں عمل کی مثال دی گئی ہے، جواب گو صحیح تھا، تاہم ناکافی تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیسا عمل؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے زیادہ نہ بتاسکے، تب خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس میں اس دولت مند کی تمثیل ہے جو خدا کی اطاعت بھی کرتا ہے، لیکن اس کو شیطانی وسوسہ گناہوں میں مبتلا کردیتا ہے، اور اس کے تمام اچھے اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔ (بخاری جلد، کتاب التفسیر باب قولہ ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الخ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے ان کو شیوخ بدر کے ساتھ مجلسوں میں شریک کرتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے شکایت پیدا ہوئی، انہوں نے کہا کہ ان کو ہمارے ساتھ مجلسوں میں کیوں شریک کرتے ہو، ان کے برابر تو ہمارے لڑکے ہیں، فرمایا تم لوگ ان کا مرتبہ جانتے ہو، اس کے بعد ان کی ذہانت کا مشاہدہ کرانے کے لئے ایک دن ان کو بلا بھیجا اور لوگوں سے پوچھا کہ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (جب خدا کی نصرت اور فتح آگئی تو اے پیغمبر توبہ اور استغفار کرنا) کے بارہ میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ نصرت وفتح پر ہم کو خدا کی حمد وثناء کا حکم دیا گیا ہے، کوئی خاموش رہا، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ! تمہارا بھی یہی خیال ہے، انہوں نے کہا نہیں پوچھا پھر کیا ہے؟ عرض کیا اس میں آنحضرت ﷺ کی وفات کا اشارہ ہے، حضرت عمر نے فرمایا جو تم کہتے ہو یہی میرا بھی خیال ہے۔ (بخاری: ۱۱/ ۷۴۳، کتاب التفسیر، باب قولہ فسبح بحمد ربک الخ)

درحقیقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فہم تفسیر قرآن میں ایسی دقیقہ رس تھی کہ وہاں تک مشکل سے دوسروں کا خیال پہنچ سکتا تھا؛ چنانچہ اس سورہ کا مقصد خاص محرمان اسرار کے علاوہ عام لوگ کم سمجھ سکتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی کہ اس میں خدا نے فتح ونصرت اور اسلام کی مقبولیت کے ایفائے عہد پر حمد وثناء کا حکم دیا ہے، لیکن مقرب بارگاہ رسالت، محرم اسرار نبوت، ثانی اثنین فی الغار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے جوئے اشک رواں ہوگئی کہ اس کی صبح وصل کا نور چھپتا ہوا اور شام فراق کی تاریکی چھاتی ہوئی نظر آگئی تھی۔ (بخاری)

بظاہر اس سورہ کو آنحضرت ﷺ کی وفات سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا؛ لیکن اگر انسان کے مقصدِ حیات کو پیش نظر رکھ کر اس کی ترتیب اور اس کے معنی پر غور کیا جائے تو مطلب واضح ہوجاتا ہے، دنیا میں انسان ایک نہ ایک مقصد لے کر آتا ہے، اور اس کے حصول کے بعد اس کے آنے کا مقصد پورا ہوجاتا ہے، پھر قیام کی ضرورت باقی نہیں رہتی، آنحضرت ﷺ دین الٰہی کی تبلیغ کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے وہ پوری ہوچکی تو خدا نے فرمایا کہ جب خدا کی مدد اور اس کی فتح آچکی اور تم نے دیکھ لیا لوگ جوق درجوق خدا کے دین میں داخل ہورہے ہیں تو اب تم خدا کی تحمید وتقدیس کرو، اس سے مغفرت چاہو وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، یعنی خدا کو کچھ کام تمہارے ذریعہ لینا تھا وہ لے چکا اب تم کو اس سے ملنے کی تیاری کرنی چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر میں ہمیشہ عام، جامع اور قرین عقل شق کو اختیار کرتے تھے، سورۂ کوثر کی تفسیر خود آنحضرت ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور متعدد اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے منقول ہے، حضرت انس رضی اللہ

عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ کوثر کے نزول کے وقت پوچھا جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے، لوگوں نے عرض کیا خدا اور اس کا رسول خوب جانتا ہے، فرمایا خدا نے مجھ سے ایک نہر کا وعدہ کیا ہے جس میں بیشمار بھلائیاں ہیں، قیامت کے دن اس حوض پر میری امت آئے گی (مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کوثر سے مراد نہر لیتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "خیر کثیر" مراد لیتے ہیں (بخاری کتاب التفسیر انا اعطینک الکوثر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر سے عطیہ الٰہی کی وسعت اور عظمت بہت بڑھ جاتی ہے، اور دوسری تفسیریں بھی اس کے تحت میں آجاتی ہیں، اور قرآن پاک کے سلسلہ کلام کا بھی یہی اقتضا ہے کہ کوثر سے مراد "خیر کثیر" لیا جائے، تا کہ اس کے بعد کفار سے برأت (قل یاایھا الکافرون) اور فتح ونصرت (فتح مکہ) کی بشارت اسی سلسلہ میں داخل ہو جائے۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ (شوریٰ:۲۳)

فرمادیں اے محمد ﷺ: تبلیغ رسالت کے عوض میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا، صرف یہ کہ قرابت داری کی محبت ملحوظ رکھو۔

عام مفسرین "قربیٰ" سے مراد خاص نبی کریم ﷺ کے اہل بیت لیتے ہیں، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما قریش کے تمام قبائل کو اس میں شامل کرتے ہیں، ایک مرتبہ کسی نے ان سے "مودۃ فی القربی" کی تفسیر پوچھی، سعید بن جبیر بولے اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی قرابت ہے، یعنی آپ کے اہل بیت کی قرابت، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تم نے جلد بازی سے کام لیا، قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس سے نبی کریم ﷺ کی قرابت نہ رہی ہو، اس آیت میں یہ سب شامل ہیں۔ (ایضاً باب قولہ تعالیٰ قل لا الخ)

تفسیر قرآن اور فہم قرآن کے فطری ملکہ کے علاوہ شانِ نزول اور ناسخ ومنسوخ کے بارہ میں اس قدر حاضر المعلومات تھے کہ بمشکل کوئی ایسی آیت نکل سکے گی جس کے تمام جزئیات اور ماله وما علیہ سے پوری ان کو واقفیت نہ ہو۔

لَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (نساء:۹۴)

اے مسلمانو! (اظہار اسلام کے لیے) جو تم کو سلام کرے، اس کو تم خواہ مخواہ نہ کہو تو مسلمان نہیں ہے۔

بظاہر یہ ایک عام حکم ہے اس کی تفسیر بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ممنونِ احسان ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی غزوہ میں ایک شخص کچھ مال غنیمت لیے ہوئے تھا، مسلمانوں کا سامنا ہوا تو اس نے سلام کیا، ان لوگوں نے (شبہ میں) مار ڈالا، اور مال غنیمت چھین لیا، اس پر یہ حکم نازل ہوا۔ (بخاری باب قولہ تعالیٰ، لاتقولوا، مسند احمد بن حنبل: ۱/ ۲۲۹)

اسی طریقہ سے اس آیت:

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ (حجر:۲۴)

ہم نے تم میں سے بعض ان لوگوں کو جو آگے بڑھ کر کھڑے ہوتے ہیں جان لیا ہے اور ان کو بھی جو پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔

کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ایک خوبصورت عورت جماعت کی نماز میں شریک ہوتی تھی، بعض محتاط اشخاص اگلی صف میں چلے جاتے تھے کہ اس پر نظر نہ پڑے اور بعض دیکھنے کی نیت سے پیچھے رہتے تھے اور رکوع میں بغل کے راستہ سے نظر ڈال لیتے

تھے، ان کی اس خیانت پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مسند احمد بن حنبل: ۱/ ۳۰۵)

قرآن مجید کا یہ حکم:

"لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" (آل عمران: ۱۸۸)

اور جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور جو نہیں کیا ہے اس پر تعریف چاہتے ہیں تو ایسے لوگوں کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

بظاہر انسانی فطرت کے کس قدر خلاف ہے، کیونکہ ہر شخص اپنے کیے پر خوش ہوتا ہے اور جو نہیں کرتا ہے اس پر بھی تعریف کا خواہاں رہتا ہے، اگر بہت بلند اخلاق کا شخص ہے تو زیادہ سے زیادہ وہ یہ کہ دوسرا جذبہ اس میں نہ ہوگا، اس تہدیدی حکم کے استفسار کے لیے مروان نے اپنے دربان کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا کہ ان سے جا کر پوچھو کہ ہم میں سے کون ایسا ہے، جس کے دل میں یہ جذبہ نہ ہو، اس حکم کے مطابق تو ہم سب عذاب میں مبتلا ہوں گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اس کو ہم لوگوں سے کوئی تعلق نہیں، یہ ایک خاص موقعہ پر اہل کتاب کے بارہ میں نازل ہوئی تھی، پھر یہ آیت۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۸۷)

جب خدا نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی ہے یہ وعدہ لیا کہ وہ اسے لوگوں کو کھول کھول کے سنائیں گے۔

تلاوت کر کے کہا کہ ان کو یہ حکم ملا تھا، مگر انہوں نے بالکل اس کے برعکس عمل کیا، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ان سے کسی بات کے متعلق استفسار فرمایا، انہوں نے اصل جواب جو ان کی کتاب میں تھا چھپا ڈالا اور اپنے حسب منشاء دوسرا فرضی جواب دے کر نبی کریم ﷺ پر ظاہر کیا کہ انہوں نے اصل جواب دیا ہے اور پھر اس فعل پر نبی کریم ﷺ سے خوشنودی کے طالب ہوئے اور اپنی اس چالاکی پر شاداں وفرحاں ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں (جیسا کہ اہل کتاب اپنی چالاکی پر خوش ہوئے تھے) اور جو نہیں کیا ہے اس پر تعریف کے خواہاں ہوتے ہیں

(جیسا کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کی خوشنودی کے خواہاں ہوئے تھے) تو ایسے لوگوں کے لیے عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: ۱/ ۲۹۸)

ذیل کے واقعہ سے ان کی فراست، طباعی، دقیقہ سنجی، اور قوت استنباط کا اندازہ ہوگا، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں سوال کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ کی ایک طاق رات ہے، تم لوگ اس سے کون سی طاق رات سمجھتے ہو؟ کسی نے ساتویں کسی نے پانچویں، کسی نے تیسری بتائی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا تم کیوں نہیں بولتے، عرض کیا اگر آپ فرماتے ہیں تو مجھ کو کیا عذر ہو سکتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے بولنے ہی کے لیے تمہیں بلایا ہے، کہا میں اپنی ذاتی رائے دوں گا، فرمایا ذاتی رائے تو پوچھتا ہی ہوں، کہا میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات کے عدد کو بہت اہمیت دی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ سات آسمان، سات زمین، ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا ہے کہ

ہم نے زمین کو پھاڑا اور اس میں غلہ، انگور، شاخ، زیتون، کھجور، کے درخت، گنجان باغ، اور میوے اُگائے، یہ بھی سات باتیں ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سن کر فرمایا کہ تم لوگ اس بچہ سے بھی گئے گذرے ہوئے، جس کے سر کے گوشہ بھی ابھی درست نہیں ہوئے، یہ جواب کیوں نہ دیا، (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۳۹) گو بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی سات کی تعیین کی تھی، لیکن کسی استدلال کے ساتھ نہیں، سبھوں نے ایک ایک طاق رات اپنے اپنے قیاس وفہم کے مطابق لی، کسی نے سات کی شب بھی لی، لیکن ابن عباس نے قرآن سے اس کی تائید پیش کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر میں نہایت دلیری سے کام لیتے تھے، بعض محتاط صحابہ رضی اللہ عنہم اس دلیری کو ناپسند کرتے تھے، لیکن بالآخران کو بھی ان کی مہارت تفسیر کا اعتراف کرنا پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا، اوراس نے آیت "کانتا رتقا ففتقنا"

کا مطلب پوچھا، انہوں نے امتحان کی غرض سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیا کہ ان سے پوچھ کر بتاؤ، اس نے جا کر پوچھا، انہوں نے بتایا کہ آسمان کا فتق یہ ہے کہ پانی نہ برسائے زمین کا فتق یہ ہے کہ نباتات نہ اگائے، سائل نے واپس آکر یہ جواب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سنایا انہوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نہایت سچا علم مرحمت ہوا ہے، مجھ کو تفسیر قرآن میں ان کی دلیری پر حیرت ہوتی تھی؛ لیکن اب معلوم ہوا کہ درحقیقت علم ان ہی کا حصہ ہے، (اصابہ: ۹۶/۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے بعد قرآن کے سائلین کو خود جواب نہ دیتے تھے، بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیتے تھے، ایک مرتبہ عمرو بن حبشی نے ایک آیت کے متعلق ان سے استفسار کیا، انہوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھو، قرآن کے جاننے والے جو لوگ باقی رہ گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ معلومات وہی رکھتے ہیں۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ ابوجعفر نحاس)

علوم قرآنی میں علم النسخ کی اہمیت بالکل عیاں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بحر زخار کے بھی شناور تھے، اور تمام ناسخ اور منسوخ احکام ان کے ذہن میں مستحضر تھے، یہ اس علم کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ بغیر اس پر حاوی ہوئے وعظ کی لب کشائی کی اجازت نہ دیتے تھے، ایک مرتبہ کسی راستہ سے گذر رہے تھے، ایک اور واعظ وعظ کہہ رہا تھا، اس سے پوچھا ناسخ منسوخ جانتے ہو کسے کہتے ہیں، اس نے کہا نہیں، فرمایا: تو تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ ابوجعفر نحاس)

گو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کی تعلیم میں بخل نہ کرتے تھے، اور ان کا دروازہ ہر طالب قرآن کے لیے کھلا ہوا تھا، تاہم وہ اس نکتہ سے بھی بے خبر نہ تھے کہ جب کثرت سے قرآن کی اشاعت ہوگی اور ہر کس وناکس فہم قرآن کا مدعی ہو جائے گا تو امت میں اختلاف کا دروازہ کھل جائے گا، ان کی اس نکتہ رسی کا اعتراف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کرنا پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں سارے ممالک محروسہ میں حافظ قرآن مقرر کردیئے تھے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دیں، ایک دن ابن عباس ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حاکم کوفہ کا خط آیا کہ کوفہ والوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مژدہ سنکر تکبیر کا نعرہ لگایا، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے کہ اب ان میں اختلاف کا تخم پڑ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ سے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا، اس واقعہ کے بعد یہ گھر چلے آئے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں ان کا کہنا کھٹکتا رہا، چنانچہ آدمی بھیج کر ان کو بلا بھیجا، انہوں نے عذر کردیا، دوبارہ پھر آدمی بھیجا کہ تم کو آنا ہوگا، اس تاکید پر یہ چلے آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے پوچھا تم نے کوئی رائے ظاہر کی تھی، انہوں نے کہا پناہ بخدا اب میں کبھی دوبارہ کوئی خیال نہ ظاہر کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں طے کر چکا ہوں کہ جو تم نے کہا تھا اس کو کہلوا کر رہوں گا، اس اصرار پر انہوں نے کہا کہ آپ نے جب کہا کہ میرے پاس خط آیا ہے کہ کوفہ والوں نے اتنا اتنا قرآن یاد کر لیا، اس پر میں نے کہا کہ ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تم نے کیسے جانا، انہوں نے سورۂ بقرہ کی یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ. وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ. وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ (بقرہ: ۲۰۴ تا ۲۰۶)

اے محمد لوگوں میں سے بعض ایسے آدمی بھی ہیں جن کی باتیں تم کو دنیاوی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنی دلی باتوں پر خدا کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ دشمنوں میں بڑا جھگڑالو ہے اور جب وہ تمہارے پاس لوٹ کر جائے تو ملک میں پھرے تا کہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈرو تو اس کو عزت نفس گناہ پر آمادہ کرے، ایسے شخص کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔

یہ آیتیں سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے سچ کہا۔

(مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۴۰ شرط شیخین)

حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہیں جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہیں، اگر حدیث کی کتابوں سے ان کی روایتیں علیحدہ کر لی جائیں تو اس کے بہت سے اوراق سادہ رہ جائیں گے، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۲۶۶۰ ہے، ان میں ۷۵ متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں، ان کے علاوہ ۱۸ روایتوں میں بخاری منفرد ہیں اور ۴۹ میں مسلم۔ (تہذیب الکمال: ۲۰۲)

ان کی روایات کی کثرت اور معلومات کی وسعت خود ان کی ذاتی کاوش وجستجو کا نتیجہ ہیں، گو بہت سی روایتیں براہ راست خود زبان وحی والہام سے لی ہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۴، ۱۵ سال سے زائد نہ تھی، ظاہر ہے کہ اس عمر میں علم کا اتنا سرمایہ کہاں سے حاصل کر سکتے تھے، ان کے ذوقِ علم اور تلاش وجستجو کا اندازہ ذیل کے واقعات سے ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک انصاری سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب زندہ ہیں چلو ان سے تحصیل علم کریں، انہوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ! مجھ کو تم پر حیرت ہوتی ہے، تم دیکھتے ہو کہ لوگ علم میں خود

تمہارے محتاج ہیں، پھر تم دوسروں کے پاس جاتے ہو، یہ جواب سن کر ان کو چھوڑ دیا اور تنہا جہاں کہیں سراغ ملتا کہ فلاں شخص نے نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے، فوراً مشقت اٹھا کر اس کے پاس پہنچتے اور اطلاع دیتے وہ گھر سے نکل آتا اور کہتا کہ تم نے نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے، وہ کہتا: اے ابن عم رسول ﷺ! آپ نے کیوں زحمت گوارا کی، کسی دوسرے کو بھیج دیا ہوتا، کہتے نہیں یہ میرا فرض تھا، اس طریقہ سے عرب کے گوشہ گوشہ سے ایک ایک دانہ چن چن کر خرمنِ علم کا انبار لگایا، جب ان کے فضل وکمال کا چرچا زیادہ ہوا، اس وقت ان انصاری نے جنہوں نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا تھا، ندامت کے ساتھ اقرار کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما ہم سے زیادہ عقل مند تھے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ فضائل ابن عباس رضی اللہ عنہما سعی ابن عباس رضی اللہ عنہما فی طالب العلم)

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جس شخص کے متعلق مجھ کو پتہ چلتا کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں خود اس کے مکان پر جا کر حاصل کرتا؛ حالانکہ اگر میں چاہتا تو راوی کو اپنے یہاں بلوا سکتا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۵)

ابورافع رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے غلام تھے، اس لیے ان کو نبی کریم ﷺ کے افعال دیکھنے اور اقوال سننے کا زیادہ موقع ملتا تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے پاس کاتب لے کر آتے اور پوچھتے کہ نبی کریم ﷺ نے فلاں فلاں دن کیا کیا کیا، ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے اور کاتب قلمبند کرتا جاتا۔ (اصابہ: ۴/۹۶)

اسی تلاش وجستجو نے ان کو اقوال وافعال نبوی کا سب سے بڑا حافظ بنا دیا تھا، اکثر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو عمر اور مرتبہ میں ان سے کہیں زیادہ تھے، ان کے مقابلہ میں اپنے قصور علم کا اعتراف کرنا پڑتا تھا، یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حائضہ طواف رخصت کیے بغیر لوٹ جائے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری کاتب وحی کو معلوم ہوا تو انہوں نے پوچھا تم حائضہ عورت کو یہ فتویٰ دیتے ہو، انہوں نے کہا ہاں، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا یہ فتویٰ نہ دیا کرو، انہوں نے کہا میں تو یہی دوں گا، اگر آپ کو شک ہے تو فلاں انصاریہ سے جا کر پوچھ لیجئے کہ اس کو یہ حکم دیا تھا یا نہیں، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جا کر پوچھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ صحیح نکلا، چنانچہ ہنستے ہوئے واپس آئے اور بولے تم نے سچ کہا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل: ۱/۲۲۶)

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ان میں اور مسور بن مخرمہ میں محرم کے سر دھونے کے بارہ میں اختلاف ہوا، یہ کہتے تھے محرم سر دھو سکتا ہے، مخرمہ اس کے خلاف تھے، اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حنین کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تحقیق کے لیے بھیجا، یہ اس وقت کپڑا آڑ کیے ہوئے کنوئیں پر نہا رہے تھے، عبداللہ نے سلام کیا، انہوں نے پوچھا کون؟ کہا میں ہوں عبداللہ بن حنین، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا ہے کہ نبی کریم ﷺ احرام کی حالت میں کسی طرح سر دھوتے تھے، ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عملاً نقشہ کھینچ کر بتا دیا۔ (ابوداؤد کتاب المناسک باب المحرم یغسل راسہ)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نبی کریم ﷺ کے کسی قول وفعل کے بارہ میں اختلاف ہوتا تو وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف رجوع کرتے، اس بارہ میں کہ نبی کریم ﷺ نے کہاں سے احرام باندھا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بہت اختلاف ہے، سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ابوالعباس مجھ کو حیرت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم

میں آپ کے احرام باندھنے کی جگہ کی تعیین میں بہت زیادہ اختلاف ہے، انہوں نے کہا میرے معلومات اس بارہ میں سب سے زیادہ ہیں، چونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک ہی حج کیا ہے، اس لیے لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا، اس کا سبب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا اور لبیک کہنا شروع کیا، جو لوگ اس وقت موجود تھے انہوں نے اسی کو یاد رکھا، پھر جب آپ ﷺ اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہ چلی تو پھر آپ نے لبیک کہا، اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ یہ سمجھے کہ آپ نے یہیں ابتدا کی ہے، چنانچہ وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اونٹنی پر سوار ہو کر چلے اسی وقت سے لبیک کہنا شروع کیا، اس کے بعد جب آپ ﷺ بلندی پر چڑھے اس وقت سے کہنا شروع کیا، لیکن میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ نے مسجد میں احرام باندھا، اس کے بعد جب اونٹنی چلی تب، اور جب بلند مقام پر چڑھے تب دونوں مرتبہ لبیک کہا۔ (ابوداؤد کتاب المناسک باب وقت الاحرام)

روایتوں میں احتیاط

عموماً کثیر الروایت راویوں کے متعلق یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے میں محتاط نہیں ہوتے اور رطب و یابس کا امتیاز نہیں رکھتے، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ذات اس سے مستثنیٰ اور اس قسم کے شکوک و شبہات سے ارفع و اعلیٰ تھی، وہ حدیث بیان کرتے وقت اس کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے کہ کوئی غلط روایت نبی کریم ﷺ کی جانب نہ منسوب ہونے پائے، جہاں اس قسم کا کوئی خفیف سا بھی خطرہ ہوتا، وہ بیان نہ کرتے تھے، چنانچہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے، جب تک جھوٹ کا خطرہ نہ تھا، لیکن جب سے لوگوں نے ہر قسم کی رطب و یابس حدیثیں بیان کرنا شروع کردیں، اس وقت سے ہم نے روایت ہی کرنا چھوڑ دیا، (مسند دارمی باب فی الحدیث عن الثقات)

لوگوں سے کہتے کہ تم کو قال رسول اللہ کہتے وقت یہ خوف نہیں معلوم ہوتا کہ تم پر عذاب نازل ہوجائے، یا زمین شق ہوجائے اور تم اس میں سما جاؤ، (ایضاباب ماتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ) اسی احتیاط کی بنا پر فتویٰ دیتے تو نبی کریم ﷺ کا نام نہ لیتے تھے، (مسند احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۳۵۰) کہ آپ کی طرف نسبت کرنے کا بار نہ اٹھانا پڑے۔

حلقہ درس

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، سینکڑوں طلب گار روزانہ ان کے خرمنِ کمال سے خوشہ چینی کرتے تھے، ان کی زندگی کا ہر لمحہ درس و تدریس کے لیے وقف تھا کبھی کوئی شخص ان کے چشمہ فیض سے ناکام واپس نہ ہوا، اس عام فیض کے علاوہ بعض مجلسیں خصوصیت کے ساتھ درس و تدریس اور علمی مذاکروں کے لیے مخصوص تھیں اور ان میں باقاعدہ ہر علم و فن کی جدا جدا تعلیم ہوتی تھی، ابوصالح تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ایک ایسی علمی مجلس دیکھی کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بھی بجا ہوگا، اس مجلس کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مکان کے سامنے آدمیوں کا اتنا اژدحام تھا کہ ان کی کثرت سے آمد و رفت مشکل تھی، میں نے جا کر اس اژدحام کی اطلاع دی تو مجھ سے پانی مانگا، میں پانی لایا، انہوں نے وضو کیا، وضو کر کے بیٹھ گئے، پھر مجھ سے کہا جاؤ قرآن کے جس شعبہ کے متعلق جو سائل ہوں ان کو اطلاع دو، میں نے

اطلاع دی، دیکھتے دیکھتے سائلوں سے سارا گھر اور تمام حجرے بھر گئے، جس نے جو سوال کیا اس کے سوال سے زیادہ اس کو جواب دے کر رخصت کیا، پھر مجھ سے کہا جاؤ حرام وحلال اور فقہ کے سائلوں کو بلاؤ میں نے ان لوگوں کو اطلاع دی، چنانچہ ان کا جم غفیر آیا اور جن کو جو سوالات کرنا تھے پیش کیے، فرداً فرداً سب کو نہایت تشفی بخش اور ان کے سوالات سے زیادہ جواب دے کر رخصت کیا، پھر فرمایا کہ اب تمہارے دوسرے بھائیوں کی باری ہے، اس کے بعد فرائض وغیرہ کے سائلوں کو بلایا، ان کی تعداد بھی اتنی بڑی تھی کہ پورا گھر بھر گیا، ان کے پیشرؤوں کی طرح ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دے کر فارغ ہوئے تو مجھ سے کہا عربی زبان، شعروشاعری اور ادب وانشاء کے سائلوں کو بلاؤ، چنانچہ میں نے اطلاع دی، یہ لوگ آئے، ان کے ہجوم کا بھی وہی حال تھا، ان لوگوں نے جو سوالات کیے، ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دیئے، ابوصالح یہ واقعہ بیان کر کے کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کی اتنی بڑی مجلس نہیں دیکھی تھی۔ (مستدرک حاکم: ۳/۵۳۸)

درس کے ان مستقل حلقوں کے علاوہ کبھی کسی نماز کے بعد تقریر اور خطبہ کے ذریعہ سے تعلیم دیتے، عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عصر کے بعد ہم لوگوں کے سامنے تقریر کی اور اتنی دیر تک کرتے رہے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تارے نکل آئے، لوگوں نے نماز نماز کی آوازیں بلند کرنا شروع کیں، ایک تمیمی نے مسلسل نماز کہنا شروع کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما جھنجھلا کر بولے "لا ام لک" تو مجھ کو سنت کی تعلیم دیتا ہے میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے، آپ ﷺ ظہر، عصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھتے تھے، عبداللہ بن شقیق کے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی، انہوں نے جا کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں صحیح ہے۔

(مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، باب الجمع بین الصلوٰتین فی الحضر)

حضر کے علاوہ سفر میں بھی ان کا یہ چشمہ فیض جاری رہتا تھا، چنانچہ جب چند دنوں کے لیے حج کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لے جاتے تھے، اس وقت بھی ان کی قیامگاہ طالبانِ علم کی درسگاہ بن جاتی۔ (استعاب: ۱/۳۵۴)

ترجمان کا تقرر

اسلامی فتوحات کے بعد جب اسلام عرب کے حدود سے نکل کر ایران ومصر وغیرہ میں پھیلا تو وہ قومیں اسلام کے حلقہ اثر میں آئیں جن کی زبان عربوں سے جدا تھی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی آسانی کے لیے مخصوص ترجمان رکھے کہ ان کو سوال میں زحمت نہ ہو۔ (مسلم: ۱)

تلامذہ

ان کی اس فیض رسانی وعلم وعرفان کی بارش نے ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا، جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے، مشہور تلامذہ اور شاگردوں کی مختصر فہرست یہ ہے۔

بیٹوں میں محمد اور علی، پوتوں میں محمد بن علی، بھائیوں میں کثیر، بھتیجوں میں عبداللہ بن عبیداللہ، اور عبداللہ بن معبد، عام لوگوں میں عبداللہ بن عمر، ثعلبہ بن حکم، مسور بن مخرمہ، ابوالطفیل، ابوامامہ بن سہل، سعید بن مسیب، عبداللہ بن حارث، عبداللہ بن عبداللہ،

عبداللہ بن شداد، یزید بن اصم، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابوحمزہ ضبعی، ابومجلز لاحق بن حمید، ابورجاء عطاردی، قاسم بن محمد، عبید بن اسباق، علقمہ بن وقاص، علی بن حسین، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عکرمہ، عطاء، طاؤس، کریب، سعید بن جبیر، مجاہد، عمرو بن دینار، ابوالجوزاء، اوس بن عبداللہ ربعی، ابوالشعثا، جابر بن زید، بکر بن عبداللہ مزنی، حصین بن جندب، حکم بن اعرج، ابوالجویرہ، حطان بن خفاف، حمید بن عبدالرحمن بن عوف، رفیع ابوالعالیہ، مقسم، ابوصالح السمان، سعد بن ہشام، سعید بن ابوالحسن بصری، سعید بن حویرث، سعید بن ابی ہند، ابوالحباب سعید بن یسار، سلیمان بن یسار، ابوزمیل سماک بن ولید، سنان بن سلمہ، صہیب، طلحہ بن عبداللہ بن عوف، عامر الشعبی، عبداللہ بن ابی ملیکہ، عبداللہ بن کعب بن مالک، عبداللہ بن عبید، عبید بن حنین، عبدالرحمن بن مطعم، عبدالرحمن بن وعلہ، عبدالعزیز بن رفیع، عبدالرحمن بن عاص نخعی، عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور، عبیداللہ بن یزید المکی، علی بن ابوطلحہ، عمرو بن مرہ، عمرو بن میمون، عمران بن حطان، عمار بن ابی عمار، محمد بن عباد بن جعفر، مسلم بن صبیح، سلم القریر، موسیٰ بن سلمہ، میمون بن مہران جزری، نافع بن جبیر بن مطعم، ناعم، نضر بن انس، یحییٰ بن یعمر، ابوالبختری الطائی، ابوالحسن الاعرج، یزید بن ہرمز، ابوحمزہ قصاب، ابوالزبیر مکی، ابوعمر البہرانی، ابوالمتوکل الناجی، ابونضرہ العبدی، فاطمہ بنت حسین، محمد بن سیرین وغیرہم۔ (تہذیب التہذیب)

فقہ وفرائض

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ فقہ کی سنگ بنیاد ہیں، اس کی تشریح کے لیے ایک دفتر چاہیے، اس لیے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں، تاہم ان کی فقہ دانی کا سرسری اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابوبکر محمد بن موسیٰ خلیفہ مامون الرشید کے پرپوتے نے جو اپنے زمانہ کے امام تھے، ان کے فتاویٰ ۲۰ جلدوں میں جمع کیے تھے۔ (اعلام الموقعین: ۱/۱۳)

مکہ میں فقہ کی بنیاد ان ہی نے رکھی، وہ تمام فقہاء جن کا سلسلہ مکہ کے شیوخ تک پہنچتا ہے، وہ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے خوشہ چین تھے، ایک فقیہ ومجتہد کے لیے قیاس ناگزیر ہے، کیونکہ وقتاً فوقتاً بہت سے ایسے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں جو حضرت حامل شریعت علیہ السلام کے عہد میں نہ تھے اور ان کے متعلق کوئی صریح حکم موجود نہیں ہے، ایسے وقت میں مجتہد کا یہ فرض ہے کہ وہ منصوصہ احکام اور ان میں علت مشترک نکال کر ان پر قیاس کرکے حکم صادر کرے، ورنہ فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہوجائے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے جواب مل جاتا تو فبہا، ورنہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے بھی مقصد برآری نہ ہوتی، تو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا فیصلہ دیکھتے، اگر اس سے بھی عقدہ حل نہ ہوتا تو، پھر اجتہاد کرتے، (اعلام الموقعین: ۱/۱۳) مگر اسی کے ساتھ قیاس بالرائے کو برا سمجھتے تھے، چنانچہ وہ اس کی مذمت میں کہتے ہیں کہ جو شخص کسی مسئلہ میں ایسی رائے دیتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نہیں ہے، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب وہ خدا سے ملے گا تو اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا۔

(اعلام الموقعین: ۱/۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں کچھ لوگ مرتد ہوگئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو زندہ جلا دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا تو کہا اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو جلانے کی بجائے قتل کی سزا دیتا؛ کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ

جوشخص مذہب تبدیل کرے اس کوقتل کردو، پھرفرمایا کہ: جوعذاب خدا کامخصوص ہے اس کوتم لوگ نہ دو، یعنی آگ میں کسی کو نہ جلاؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کومعلوم ہواتوفرمایاابن عباس رضی اللہ عنہما پرافسوس ہے۔ (مستدرک حاکم: ۳/۵۳۹)

فقہ کے ساتھ ساتھ فرائض میں بھی درک تھا، اگر چہ وہ اس فن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اورعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے برابر نہ تھے، تاہم عام صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس فن میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، عبیداللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حساب اورفرائض میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ممتاز درجہ رکھتے تھے۔

(اسدالغابہ: ۳/۱۹۳)

دیگر علوم

ان مذہبی علوم کے علاوہ ان تمام علوم میں جو اس زمانہ میں لازمہ شرافت سمجھے جاتے تھے کافی دستگاہ اورناقدانہ نظر رکھتے تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ مذہبی علوم کے علاوہ ان کے حلقہ درس میں عربی شعروشاعری اورادب وانشاء کے طالبین بھی آتے تھے، عربوں میں شاعری لازمہ شرافت تھی، بالخصوص قریش کی آتش بیانی مشہور تھی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نہ صرف سخن سنج تھے، بلکہ خود بھی اشعار کہتے تھے، ابن رشیق نے ان کے یہ چند اشعار کتاب العمدہ میں نمونہ کے طور پرنقل کیے ہیں۔

اذا طارقات الهم ضاجعت الفتی واعمل فکر اللیل واللیل عاکر

جب رات کے آنے والے غم کسی جواں مرد کے ساتھ ہم خواب ہوتے ہیں اورشب کے آخرحصہ میں تفکرات اپنا عمل کرتے ہیں۔

وباکرنی فی صاحبة لم یجد بها سوای ولا من نکبة الدهر ناصر

اوروہ صبح کو میرے پاس اسی حالت میں اپنی حاجت لے کرآتا ہے کہ اس میں اوراس کی زمانہ کی بدبختیوں میں اس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

فرجت بمالی همه من مقامه وناله هم طروق مسام

تومیں اپنے مال کے ذریعہ اس کا غم دور کرتا ہوں اوراس کے رات کی آنے والی تفکرات دورہوجاتے ہیں۔

وکان له فضل علی بظنه بی الخیر انی للذی ظن شاکر

اورمیں اسی کا ممنون ہوں کیونکہ وہ میرے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اورجو شخص میرے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اس کا میں مشکور ہوتا ہوں۔

شعرگوئی کے ساتھ فصیح وبلیغ بھی تھے، اگر چہ خطیب کی حیثیت سے انہوں نے کوئی شہرت نہیں حاصل کی؛ تاہم ان کی روزانہ کی گفتگو بھی ادب کی چاشنی سے خالی نہ ہوتی تھی، مسروق کا بیان ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما گفتگو کرتے تھے توفصیح ترین آدمی معلوم ہوتے تھے۔ (کتاب العمدہ: ۵)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان میں اورامیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو گفتگو ہوئی ہے، وہ حسن بیان کا ایک دل

آویزنمونہ ہے۔(استیعاب:۱/ ۳۸۴)

معاویہ رضی اللہ عنہ: اجرک اللہ ابا العباس فی ابی محمد الحسن بن علی

معاویہ رضی اللہ عنہ: ابوالعباس خداتمہیں ابی محمد الحسن بن علی کی موت پر اجر دے۔ فقال ابن عباس رضی اللہ عنہ: انا للہ وانا الیہ راجعون وغلبہ البکاء فردہ ثم قال لا یسد اللہ مکانہ حفرتک ولا یزید موتہ فی اجلک واللہ لقد اصبنا بمن ہو اعظم منہ فقد فما اصنیعا واللہ بعدہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور آنسو ضبط کر کے بولے، خدا کی قسم ان کی موت سے تمہاری قبر پر نہ ہو جائے گی اور نہ ان کی موت سے تمہاری زندگی میں کچھ اضافہ ہوگا، خدا کی قسم ہم کو ان سے بڑے کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا، خدا کی قسم اس کے بعد ہمارا کیا چارہ تھا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: کم کانت سنہ معاویہ رضی اللہ عنہ: کتنی عمر تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ: مولدہ اشھر من ان تتعرف سنہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان کی ولادت اتنی مشہور ہے کہ تم کو ان کی عمر معلوم کرنے کی ضرورت نہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ: احسبہ ترک اولادا صفارا

معاویہ رضی اللہ عنہ: میرا خیال ہے کہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ: کان کاتنا صغیرا فکسر ولئن اختار اللہ لابی محمد ما عندہ وقبضہ الی رحتہ لقد ابقی اللہ اباعبداللہ وفی مثلہ الخلف الصالح

ابن عباس رضی اللہ عنہ: ہم سب چھوٹے تھے، پھر بڑے ہوئے، اگر خدا نے ابو محمد حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی رحمت کی طرف بلا لیا اور ابھی اس نے ابوعبداللہ (حسین رضی اللہ عنہ) کو زندہ رکھا ہے اور ان کے ایسے لوگ خلف صالح ہوتے ہیں۔

تقریر اس قدر شیریں ہوتی تھی کہ بے ساختہ سننے والوں کی زبانوں سے مرحبا نکل جاتا، ہم نے مستدرک حاکم کے حوالہ سے اوپر کہیں نقل کیا ہے کہ شقیق بیان کرتے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ حج کے موسم میں سورہ نور کی تفسیر اس اچھوتے انداز سے بیان کی تھی کہ اس سے بہتر نہ میرے کانوں نے سنی تھی، نہ آنکھوں نے دیکھی تھی اگر اس کو فارس وروم سن لیتے تو پھر ان کو اسلام سے کوئی چیز نہ روک سکتی، ابن ابی شیبہ کی روایت میں اتنا اور اضافہ ہے کہ ایک شخص بولا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شیریں بیانی اور حلاوت پر میرا بے اختیار دل چاہتا تھا کہ ان کا سر چوم لوں۔ (اصابہ بحوالہ ابن ابی شیبہ تذکرہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جامعیت

اوپر کی تفصیل سے ان کی جامعیت کا اندازہ ہوا ہوگا، عبداللہ بن عبداللہ کے اس تبصرہ سے اس کا پورا اندازہ ہوگا وہ کہا کرتے تھے کہ اس زمانہ کے علوم میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا، معاملہ فہمی اور اصابت رائے میں وہ سب پر فائق تھے، نسب دانی اور تاویلِ قرآن کے بڑے ماہر تھے، احادیث نبوی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کا ان سے زیادہ کوئی واقف

کارنہ تھا،شعروشاعری،ادب،تفسیر،حساب اورفرائض میں ممتاز درجہ رکھتے تھےاوران سب میں ان کی رائے بے نظیر ہوتی تھی،ان کے علمی مذاکرے کے دن مقرر تھے،کسی دن فقہ کا درس دیتے تھے،کسی دن تاویل قرآن پر روشنی ڈالتے،کسی دن مغازی کے واقعات کا تذکرہ کرتے،کسی دن ایامِ عرب کی داستان سناتے،کسی دن شعروشاعری کا چرچا ہوتا،غرض ان کا چشمہ معرفت فیض ہر دن نئے رنگ سے اُبلتا تھا،میں نے کسی بڑے سے بڑے عالم کونہیں دیکھا جوتھوڑی دیر کے لیے ان کی صحبت میں بیٹھا ہواوران کے کمالِ علم کے سامنے اس کی گردن نہ جھک گئی ہو،کسی علم کے متعلق کوئی سوال بھی کرتا اس کواس کا جواب ضرور ملتا۔

(اسدالغابہ:۳/ ۱۹۳، ۱۹۴)

معاصرین کااعتراف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں گوعمر میں بہت چھوٹے تھےمگران کاعلم سب سے بڑا تھا،ان کے تمام معاصرین جن میں سے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم تک تھےان کے فضل وکمال کے معترف تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:ابن عباس رضی اللہ عنہما ادھیڑعمروالوں میں نوجوان ہیں،ان کی زبان سائل اوران کا ذہن رسا ہے،مجاہد تابعی کہتے تھے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ سے بہترکسی شخص کافتویٰ نہیں دیکھا،علاوہ اس شخص کے جوقال رسول اللہ کہتا ہے،طاؤس کہتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پانچ سواصحاب رضی اللہ عنہم کودیکھا ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مباحثہ کرتے اوردونوں میں اختلاف رائے ہوتا توآخر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی رائے پرفیصلہ ہوتا۔

عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ سنت کا عالم،ان سے زیادہ صائب الرائے،ان سے بڑادقیق النظرکسی کونہیں دیکھا،حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجوداپنے ملکہ اجتہاداورمسلمانوں کی خیرخواہی کے ابن عباس رضی اللہ عنہما کومشکلات کے لیے تیارکرتے تھے،قاسم بن محمد کابیان ہے کہ ہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں کبھی کوئی باطل تذکرہ نہیں سنااوران سے زیادہ کسی کافتویٰ سنتِ نبوی ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا۔

(یہ تمام اقوال استیعاب سے منقول ہیں:۱/ ۳۸۴)

طاؤس تابعی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بہت رہا کرتے تھے،ابوسلیم نے ان پراعتراض کیا کہ نبی کریم ﷺ کے اکابرصحابہ رضی اللہ عنہم کوچھوڑکرتم اس چھوکرے سے کیوں چمٹے رہتے ہو؟انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کے ستر اصحاب رضی اللہ عنہم کودیکھا ہے جب وہ کسی مسئلہ میں گفتگوکرتے تھےتوآخر میں ان کوابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کےقول کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا،(اسدالغابہ:۳/ ۱۹۴)حضرت زیدبن ثابت رضی اللہ عنہ کاانتقال ہواتوحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا آج اس امت کا عالم اُٹھ گیا،امید ہے کہ خداابن عباس رضی اللہ عنہما کوان کا قائم مقام بنائے گا،(اصابہ:۴/ ۹۲)مشہورعالم صحابی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمدروایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن میرے والد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے،جب وہ اُٹھ کر چلےتو میرے باپ نے کہا کہ ایک دن یہ شخص اس امت کا حبر(زبردست عالم)ہوگا،(اصابہ:۴/ ۹۸)حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی

یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے کثرت علم کی وجہ سے حبر الامہ کہلانے لگے۔

معاصرین کی عزت

اس ذاتی علم وفضل کے باوجود دوسرے علماء کی بڑی عزت کرتے تھے، اور ان سے نہایت تواضع اور انکسار سے پیش آتے تھے، ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہوئے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے احتراماً ان کی رکاب تھام لی، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن عم رسول ایسا نہ کیجئے، فرمایا ہم کو اپنے علماء کا ایسا ہی احترام کرنا چاہئے، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ چوم کر کہا ہم کو اپنے نبی کے اہل بیت کا ایسا ہی احترام کرنا چاہئے۔ (مستدرک حاکم فضائل ابن عباس رضی اللہ عنہما)

بدعت سے نفرت

عقیدہ کی صحت مذہب کی روح ہے، اس میں جہاں رخنہ پیدا ہوا، مذہب کی بنیادیں ہل جاتی ہیں، تقدیر کا مسئلہ مذہب میں ایسا نازک اور پیچیدہ ہے کہ اس میں ادنے افراط وتفریط سے عظیم الشان فتنوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے آخر زمانہ میں نومسلم عجمیوں کے ذریعہ سے خیر وشر اور قضاء وقدر کی بحث عراق میں پیدا ہو چلی تھی، ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا کہ ایک شخص تقدیر کا منکر ہے، اس وقت ان کی آنکھوں کی بصارت زائل ہو چکی تھی پھر بھی لوگوں سے کہا کہ مجھ کو اس شخص تک پہنچادو، لوگوں نے پوچھا آپ اس کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کریں گے؟ بولے اگر ہوسکا تو اس کی ناک کاٹ ڈالوں گا اور اگر گردن ہاتھ میں آگئی تو اس کو توڑ دوں گا، میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میں بنوفہر کی عورتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ خزرج کا طواف کر رہی ہیں اور سب کی سب اعمال شرک میں مبتلا ہیں، تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے، میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ایسے لوگوں کی بری رائے یہیں تک نہ محدود رہے گی، بلکہ جس طرح انہوں نے خدا کو شر کی تقدیر سے معطل کر دیا ہے، اسی طرح اس کی خیر کی تقدیر سے منکر ہو جائیں گے۔ (مسند احمد بن حنبل: ۱/ ۳۳۰)

رسول اللہ ﷺ کی محبت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ذات نبوی ﷺ کے ساتھ غیر معمولی شیفتگی اور گرویدگی تھی، آپ کی وفات کے موقع کے ایک واقعہ کو یاد کرتے تو روتے روتے بیقرار ہو جاتے ہیں، سعید بن جبیر تابعی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، پنجشنبہ کا دن کون پنجشنبہ اتنا کہنے پائے تھے، ابھی مبتدا کی خبر نہ نکلی تھی کہ زار وقطار رونے لگے اور اس قدر روئے کہ سامنے پڑے ہوئے سنگ ریزے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے، ہم لوگوں نے کہا ابوالعباس رضی اللہ عنہ پنجشنبہ کے دن میں کیا خاص بات تھی، بولے اس دن نبی کریم ﷺ کی بیماری نے شدت پکڑی تھی، آپ نے فرمایا، لاؤ میں تم لوگوں کو ایک پرچہ پر لکھ دوں کہ گمراہی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاؤ، اس پر لوگ جھگڑنے لگے، حالانکہ نبی ﷺ کے پاس جھگڑا مناسب نہیں ہے اور کہنے لگے کہ (بیماری کی تکلیف سے) ہذیان ہو گیا ہے اور آپ سے بار بار پوچھتے تھے کہ یہ حکم آپ حواس کی حالت میں دے رہے ہیں، یا ہذیان ہے، آپ نے فرمایا میرے پاس سے ہٹ جاؤ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف مجھے لے جانا چاہتے ہو۔ (مسند احمد بن حنبل: ۱/ ۳۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ ان کی خالہ تھیں، یہ ان کے پاس بہت رہا کرتے تھے، اکثر راتوں کو بھی رہ جاتے تھے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری کا بھی انہیں موقع ملتا رہتا تھا، ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف فرما تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا ہے، آپ نے دعا دی خدایا ان کو دین میں سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جائے ضرورت سے فارغ ہو کر تشریف لائے، تو ایک طشت پانی ڈھکا ہوا رکھا دیکھا پوچھا کس نے رکھا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا میں نے، فرمایا: خدایا ان کو قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما، (مستدرک حاکم: ۳/ ۵۳۴، ۵۳۵) کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان سے کام لیا کرتے تھے، ایک دفعہ یہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا، سمجھ گئے کہ میرے پاس آرہے ہیں، بچپن کا زمانہ تھا بھاگ کے ایک مکان کے دروازے کی آڑ میں چھپ رہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت سے آکر پکڑ لیا اور فرمایا جاؤ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ، معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت آپ کے کاتب تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جا کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ضرورت ہے، فوراً چلو۔

(مستدرک حاکم: ۳/ ۵۳۴، ۵۳۷ بشرط شیخین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا احترام کرتے تھے کہ نماز میں بھی آپ کے برابر گھڑا ہونا گستاخی سمجھتے تھے، ایک مرتبہ آخر شب میں نماز کے لیے کھڑے ہوئے، ابن عباس رضی اللہ عنہما آکر پیچھے کھڑے ہو گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے برابر کر لیا، اس وقت تو یہ ساتھ کھڑے ہو گئے، مگر جیسے ہی آپ نے نماز شروع کی ابن عباس رضی اللہ عنہما ہٹ کر اپنی جگہ پر آگئے، نماز ختم کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ میں نے تم کو اپنے ساتھ کھڑا کیا تھا تم پیچھے کیوں ہٹ گئے، عرض کیا کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس معقول عذر پر خوش ہوئے اور ان کے لیے فہم وفراست کی دعا فرمائی۔ (ایضا)

امہات المومنین کا احترام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غیر معمولی عقیدت کا فطری اقتضا یہ تھا کہ وہ امہات المومنین کے ساتھ بھی اس عزت وتکریم سے پیش آتے تھے، جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور لوگ مقام سرف میں جنازہ کی شرکت کے لیے جمع ہوئے تو انہوں نے کہا کہ: لوگو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم کا جنازہ ہے، نعش آہستہ اٹھاؤ ہلنے نہ پائے۔

(مسلم کتاب الرضاع باب جواز ہبتہا الفرتہا)

یہ احترام حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ وہ اسی

تعظیم سے پیش آتے تھے، البتہ خاندانی مناقشوں کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ بدمزگی ہوگئی تھی، مگران کی وفات سے پہلے خودان کے دردولت پر حاضر ہو کر صفائی کرلی۔

ذکوان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حاجب بیان کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور حضوری کی اجازت چاہی میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جاکر عرض کیا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے عبداللہ بن عبدالرحمن ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے بھی کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آنے کی اجازت چاہتے ہیں، بولیں ان کو آنے کی ضرورت نہیں عبداللہ بن عبدالرحمن نے کہا، اماں: ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کے سعادت مند بیٹے ہیں، وہ سلام کرتے ہیں اور رخصت کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں ان کو اجازت دیجئے، فرمایا خیر اگر تم چاہتے ہو تو بلالو، چنانچہ ان کو باریابی کی اجازت مل گئی، بیٹھنے کے بعد عرض کیا، آپ کو بشارت ہو (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا چاہتی ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا تم کو بھی بشارت ہو، اس خوش آیند سلسلہ کلام کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ اب آپ کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اعزہ واحباب سے ملنے میں صرف روح کو جسم کا ساتھ چھوڑنے کی دیر ہے، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ طیب ہی چیز کو محبوب رکھتے تھے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بیان کیے۔ (مسند احمد بن حنبل: ۱/ ۲۷۶)

زکوٰۃ کی وصولی میں زیادتی کرنا گناہ ہے

1585 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُعْتَدِي الْمُتَعَدِّي فِي الصَّدَقَةِ كَمَانِعِهَا

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"زکوٰۃ کی وصولی میں زیادتی کرنے والا زکوٰۃ نہ دینے والے کی مانند ہے"۔

شرح

انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکوۃ لینے میں زیادتی کرنے والا زکوۃ نہ دینے والے کی طرح ہے اس باب میں ابن عمر ام سلمہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی روایت ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اس لئے کہ احمد بن حنبل نے سعد بن سنان کے متعلق کلام کیا ہے لیث بن سعد سے بھی ایسی ہی روایت ہے وہ یزید بن ابی حبیب سے وہ سعد بن سنان سے اور وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا کہ صحیح نام سنان بن سعد ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ زکوۃ میں زیادتی کرنے والا زکوۃ نہ دینے والے کی طرح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر اتنا ہی گناہ ہے جتنا گناہ زکوۃ نہ دینے والے پر ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 629)

ظالم عاشر کی مذمت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عاشرین پرلعنت کی ہے۔اس حدیث کوظلم پرمحمول کیا جائے گا یعنی وہ عاشرین جولوگوں سے ظلم کے ساتھ مال میں زیادتی کرتے ہیں اور عشر زیادہ وصول کرتے ہیں وہ لعنت کے مستحق ہیں۔(البنایہ شرح الہدایہ، ۴،ص،۱۱۰،حقانیہ ملتان)

راوی حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک بن نضر رضی اللہ عنہ مدینہ کے باشندہ اور خزرجی ہیں،ابوحمزہ ان کی کنیت ہے ان کو ان کی والدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ میں اس وقت پیش کیا تھا جب وہ بارہ سال کے تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بصرہ کی سکونت اس مقصد سے اختیار کرلی تھی کہ وہاں کے لوگوں کو دین کی تعلیم دیں گے اور بصرہ ہی میں ۹۱ھ میں انتقال کیا،اس وقت ان کی عمر ۱۰۳ سال تھی بصرہ میں فوت ہونے والے صحابہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں۔
ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کی تعداد سو تھی،اور یہی قول زیادہ صحیح ہے بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ان کی اولاد کی تعداد اسی تھی جن میں اٹھتر بیٹے تھے اور دو بیٹیاں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے جو روایت نقل کی ہے (اور جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد ۱۲۵ بیان ہوئی ہے) وہ نہ صرف ان روایتوں کے خلاف پڑتی ہے (کہ جن میں ان کی اولاد کی تعداد ایک سو یا اسی بیان کی گئی ہے) بلکہ مذکورہ بالا حدیث کے بھی مخالف نظر آتی ہے،کیونکہ اس حدیث کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بلاواسطہ اور بالواسطہ اولاد کی مجموعی تعداد سو یا سو سے کچھ متجاوز تھی نہ کہ یہ تعداد صرف ان کی بلاواسطہ اولاد کی ہے۔واللہ اعلم۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت نقل کی ہے جو انہوں نے اس دن کے کافی عرصہ بعد بیان کی تھی اور جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اولاد کی اولاد کے علاوہ جو اولاد بلا واسطہ میری صلب سے مجھ کو عطا کی ہے۔وہ تعداد میں ایک سو پچیس ہیں،جن میں دو لڑکیوں کے علاوہ باقی سب لڑکے ہیں اور (میرے مال میں بہتات و برکت کا یہ عالم ہے کہ) میرے باغات سال میں دو مرتبہ پھل دیتے ہیں۔نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے نے بیان کیا کہ والد محترم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صلبی اولاد میں سے جن کو میں نے دفنایا ہے۔ان کی تعداد سو کے قریب ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مال ومنال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں بشرطیکہ وہ یاد الٰہی سے غفلت کا موجب اور گناہ و معصیت کا باعث نہ ہوں۔

اور امام نووی لکھتے ہیں:یہ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اس قدر کثیر الاولاد ہونا اور کثیر المال ہونا) ہی دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک اعجاز ہے۔نیز یہ حدیث ان حضرات کے حق میں جاتی ہے جو فقیر و مفلس پر غنی و مالدار کی فضیلت کے قائل ہیں۔لیکن دوسرے حضرات کی طرف سے اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے۔کہ اس معاملہ کی خصوصی نوعیت ہے اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی اور اس دعا کی وجہ سے ان کے مال میں برکت ہوئی،اور جب برکت الٰہی کا دخل ہوا تو اس مال کا وہ پہلو جاتا رہا جس کو شریعت کی نظر میں "فتنہ" کہا جاتا ہے لہٰذا وہ مال حضرت انس رضی اللہ عنہ

کے حق میں نہ توتقصیر اور برائی کا باعث بنا اور نہ دنیا سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کی دعا مانگے تو اس دعا میں طلب برکت کو بھی شامل کرے یعنی اللہ سے اس چیز کو مانگنے کے ساتھ یہ بھی دعا مانگے کہ اللہ، اس چیز میں برکت عطا فرما اور مجھ کو اس کے فتنہ وآفات سے محفوظ رکھ۔

بَابُ رِضَا الْمُصَدِّقِ

باب: زکوٰۃ وصول کرنے والے کوراضی (مطمئن) کرنا

1586 - حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ حَفْصٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ رَجُلٍ، يُقَالُ لَهُ: دَيْسَمٌ، وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ مِنْ بَنِي سَدُوسٍ، عَنْ بَشِيرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ - قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فِي حَدِيثِهِ: وَمَا كَانَ اسْمُهُ بَشِيرًا، وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ بَشِيرًا - قَالَ: قُلْنَا: إِنَّ أَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا، أَفَنَكْتُمُ مِنْ أَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا؟ فَقَالَ: لَا.

ﷺ دیسم بن عبید بیان کرتے ہیں: حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ جن کا نام بشیر نہیں تھا لیکن نبی اکرم ﷺ نے ان کا نام بشیر رکھا تھا۔ ہم نے ان سے کہا: زکوٰۃ وصول کرنے والے ہمارے ساتھ زیادتی کرتے ہیں تو کیا ہم اپنے مال میں اتنا کچھ چھپالیا کریں جتنی وہ ہمارے ساتھ زیادتی کرتے ہیں تو حضرت بشیر بن خصافیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی نہیں۔

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مسلمان ہونے کو کہا اور اس کے بعد دریافت فرمایا: "تمہارا کیا نام ہے؟" میں نے کہا: "نذیر (ڈرانے والا)"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں بلکہ تم بشیر (خوشی کی بات سنانے والا) ہو"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صفہ (چبوترہ) پر ٹھہرادیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو اس میں ہم کو بھی شریک کرتے اور اگر صدقہ آتا تو سارا ہم لوگوں کو دے دیتے اور خود شرکت نہ فرماتے۔

ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہولیا آپ جنت البقیع (ایک قبرستان کا نام ہے) تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر آپ نے کہا: "السلام علیکم اے ایمان والی جماعت! ایک دن ہم بھی تم سے آملیں گے اور اس میں کوئی شک نہیں ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم سب اسی کی طرف لوٹ جائیں گے تم نے خیر کثیر حاصل کر لی اور بڑے فتنہ و فساد سے بچ نکلے"۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "کون؟" میں نے عرض کیا: "بشیر" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تمام قبیلہ ربیعہ میں سے جن کا یہ کہنا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو تمام مخلوق سمیت زمین پلٹ جاتی اللہ تمہارے کان اور تمہارے دل اور تمہاری آنکھ کو اسلام کے لئے قبول فرمالے"۔ میں نے کہا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے

منظور ہے"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: "میرے پیچھے پیچھے کیوں آئے؟" میں نے عرض کیا: "میں ڈرا خدانخواستہ آپ کہیں مبتلائے زحمت نہ ہو جائیں یا کوئی کیڑا مکوڑہ نہ کاٹ کھائے"۔ ابن عساکر کی دوسری روایت میں اور طبرانی اور بیہقی میں اس طرح ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اللہ کا شکر کیوں ادا نہیں کرتے جس نے اس پوری قوم ربیعہ میں سے جن کا خیال ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو تمام لوگوں سمیت زمین پلٹ جاتی، تمہاری پیشانی کو اسلام کی طرف کھینچ لیا۔ (منتخب: 5/146)

عاشر وعشر کے بارے میں فقہی تصریحات کا بیان

(۱) عاشر اُس کو کہتے ہیں جسے بادشاہِ اسلام نے راستہ پر اس لئے مقرر کیا ہو کہ جو تاجر لوگ مال لے کر گزریں ان سے صدقات وصول کرے اور وہ اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے عوض میں تاجروں کو چوروں اور ڈاکوں سے بچائے اور امن دے پس اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی حفاظت پر قادر ہو اس لئے بادشاہ ان سے جو مال لیتا ہے وہ ان اموال کی حفاظت کے لئے لیتا ہے۔

(۲) عاشر کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ آزاد، مسلمان اور غیر ہاشمی ہو پس عاشر کا غلام اور کافر ہونا درست نہیں ہے، اور ہاشمی کے لئے اگر بادشاہ بیت المال سے کچھ مقرر کر دے یا ہاشمی تبرع کے طور پر اس خدمت کو انجام دے اور اس کا معاوضہ عشر وزکوۃ سے نہ لے تو اس کو مقرر کرنا جائز ہے۔

(۳) مال دو قسم کا ہوتا ہے اول ظاہر اور وہ مویشی ہیں اور وہ مال ہے جس کو تاجر لے کر عاشر کے پاس سے گزرے دوم اموال باطن ہیں وہ سونا چاندی اور تجارت کا وہ مال ہے جو آبادی میں اپنی جگہوں میں ہو عاشر اموال ظاہر کا صدقہ لیتا اور ان اموال باطن کا صدقہ بھی لیتا ہے جو تاجر کو ساتھ ہوں۔

(۴) صدقہ وصول کرنے کی ولایت کے لئے کچھ شرطیں ہیں اول یہ کہ بادشاہ اسلام کی طرف سے چوروں اور ڈاکوں سے حفاظت پائی جائے، دوم یہ کہ اس پر زکوۃ واجب ہو، سوم مال کا ظاہر ہونا اور مالک کا موجود ہونا پس اگر مالک موجود ہے اور مال گھر میں ہے تو عاشر اس سے زکوۃ نہیں لے گا۔

(۵) شرع میں عاشر کا مقرر کرنا جائز و درست ہے حدیث شریف میں جو عاشر کی مذمت آئی ہے وہ اس عاشر کے متعلق ہے جو لوگوں کے مال ظلم سے لیتا ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کے مال کو سال پورا نہیں ہوا، یا یہ کہیکہ اس کے ذمہ قرضہ ہے یا یہ کہے کہ میں نے زکوۃ دیدی ہے، یا یہ کہے کہ میں نے دوسرے عاشر کو دیدی ہے اور جس کو وہ دینا بتاتا ہے وہ واقعی عاشر ہے، اگر وہ ان تمام صورتوں میں اپنے بیان پر حلف اٹھائے تو اس کا قول مان لیا جائے گا اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ دوسرے عاشر کی رسید دکھائے، اگر سائمہ جانوروں کے متعلق بیان کرے کہ ان کی زکوۃ اس نے اپنے شہر کے فقیروں کو دیدی ہے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا بلکہ اس سے دوبارہ وصول کی جائیگی خواہ بادشاہِ اسلام کو اس کی ادائگی کا علم بھی ہو کیونکہ یہ اموال ظاہرہ میں سے ہے جس کی زکوۃ لینے کا حق بادشاہ

ہی کو ہے اس کو خود تقسیم کر دینے کا اختیار نہیں ہے اگر صاحب مال یہ کہے کہ یہ مال تجارت کا نہیں ہو تو اس کا قول مانا جائے گا۔

(۷) جن امور میں مسلمانوں کا قول مانا جاتا ہے ذمی کافر کا قول بھی مانا جائیگا کیونکہ اس کے مال میں بھی وہ تمام شرطیں پائی جانی ضروری ہیں جو زکوۃ میں ہیں اور اس سے زکوۃ کا ہی دو چند لیا جاتا ہے لیکن ذمی کافر اگر یہ کہے کہ میں نے فقرا کو دیدیا ہے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا اس لئے کہ اہل ذمہ کے فقرا اس کا مصرف نہیں ہیں اور مسلمانوں میں صرف کرنے کا اس کو اختیار نہیں ہے۔

(۸) کافر حربی کا قول کسی بات میں نہیں مانا جائے گا اور اس سے عشر لیا جائے گا لیکن اگر وہ باندیوں کو اُم ولد اور غلاموں کو اپنی اولاد بتائے تو اس کا قول مانا جائے گا کیونکہ نسب جس طرح دارالسلام میں ثابت ہوتا ہے دارالحرب میں بھی ثابت ہوتا ہے اور بیٹے کی ماں ہونا نسب کے تابع ہے اس صورت میں باندی اور غلام مال نہ رہیں گے

(۹) عاشر مسلمانوں سے مال کا چالیسواں حصہ لیگا اور ذمی کافروں سے مسلمانوں کی نسبت دوگناہ یعنی بیسواں حصہ لے گا اور حربی کافروں سے دسواں حصہ لیگا بشرطیکہ ان تینوں میں سے ہر ایک کا مال بقدر نصاب ہو اور کافر بھی مسلمانوں سے خراج لیتے ہیں ذمی و حربی کافروں سے جو کچھ لیا جائے گا وہ جزیہ کے مصارف میں صرف کیا جائے گا، اگر حربی کافر ہمارے تاجروں سے کم و بیش لیتے ہوں تو ان سے بھی اس قدر لیا جائے اور اگر وہ کچھ نہ لیتے ہوں تو ہم بھی کچھ نہ لیں گے، اگر مسلماں وں کا سارا مال لیتے ہوں تو ان کا بھی سارا مال لیا جائے گا لیکن اس قدر چھوڑ دیا جائے گا کہ جس سے وہ اپنے ملک میں واپس پہنچ جائیں، اور اگر وہ ان کا لینا یا نہ لینا معلوم نہ ہو تو ان سے عشر مذکور یعنی دسواں حصہ ہی لیا جائے گا

(۱۰) اگر کوئی شخص باغیوں کے عاشر کے پاس سے گزرا اور اس نے عشر لے لیا پھر وہ شخص بادشاہ کے عاشر کے پاس سے گزرا تو اس سے دوبارہ عشر لیا جائے گا کیونکہ باغیوں کے عاشر کے پاس جانا اس کا قصور ہے لیکن بادشاہ کے باغی لوگ کسی شہر پر غالب ہو جائیں اور وہاں کے لوگوں سے چرنے والے جانوروں کی زکوۃ لیں لیں یا مال والا شخص اُن کے پاس سے گزرنے پر مجبور ہوا اور وہ اس سے عشر وصول کر لیں تو اب اس شخص یا ان لوگوں پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ بادشاہ نے ان کی حفاظت نہیں کی اور بادشاہ جو مال لیتا ہے ان کی حفاظت کی وجہ سے لیتا ہے پس قصور اُس کا ہے نہ کہ مالوالوں کا اہل حرب کے غالب آنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے جو باغیوں کا بیان ہوا ہے

(۱۱) امانت کے مال میں سے عشر نہیں لیا جائے گا اور اسی طرح مالِ مضاربت میں بھی عشر نہیں لیا جائے گا، ماذون غلام کی کمائی میں بھی یہی حکم ہے کہ عشر نہیں لیا جائے گا لیکن ماذون غلام کا آقا اس کے ساتھ ہو تو اس سے عشر لیا جائے گا

(۱۲) اگر کوئی شخص عاشر کے پاس سے ایسی چیز لے کر گزرا جو بہت جلد خراب ہو جاتی ہے مثلاً سبزیاں، دودھ، کھجوریں، تازہ پھل وغیرہ تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے عشر نہیں لیں گے اور صاحبین کے نزدیک عشر لیں گے، لیکن اگر عامل کے ساتھ فقراء ہوں یا اپنے عملہ کے لئے لے لیا تو امام صاحب کے نزدیک یہ بھی جائز ہے اور اگر مالک عشر میں قیمت دیدے تو بھی بالاتفاق لے لینا جائز ہے۔

عاملین زکوۃ کوخوش رکھنے کا بیان

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تمہارے پاس ایک چھوٹا سا قافلہ آئے گا (یعنی زکوۃ وصول کرنے کے عامل آئیں گے) جو مبغوض ہوں گے (یعنی طبعی طور پر تم ان سے متنفر ہوں گے کیونکہ وہ ان کا مال لینے آئیں گے) لہٰذا جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم انہیں مرحبا کہو اور ان کی خدمت میں زکوۃ کا مال حاضر کردو گویا ان کے اور ان کی طلب کردہ چیز یعنی زکوۃ کے درمیان کوئی چیز حائل و مانع نہ رکھو۔ لہٰذا اگر وہ زکوۃ لینے کے بارہ میں عدل سے کام لیں گے تو یہ اپنے لئے کریں گے کہ عدل کا ثواب پائیں گے اور اگر ظلم کا معاملہ کریں گے تو اس کا وبال ان پر ہوگا تم تو زکوۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو اور جان لو کہ تمہاری طرف سے پوری زکوۃ کی ادائیگی ہی ان کی رضامندی ہے نیز حائل وصول کرنے والے کو چاہئے کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلددوم: حدیث نمبر 278)

وان ظلموا اور اگر ظلم کا معاملہ کریں گے۔ کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ وصول کرنے کے معاملہ میں اگرچہ تم اپنے گمان وطبیعت کے مطابق یہی کیوں نہ جانو کہ عامل تمہارے ساتھ ظلم کر رہا ہے پھر بھی ان کو راضی کرو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر بفرض محال وہ ظلم بھی کریں تو تم ان کی رضا کا پھر بھی خیال کرو، اس صورت میں کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ بطور مبالغہ کے ارشاد فرمایا ہے تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ عامل کو راضی کرنے کی کتنی اہمیت ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص حقیقۃً اور واقعۃً ظلم ہی کرے تو اس کو راضی کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ وارضوھم کا مطلب جیسا کہ خود حدیث میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ تم زکوۃ وصول کرنے والوں کو خوش و راضی کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑو بایں طور کہ زکوۃ کا جو مال تم پر شرعی طور پر واجب ہے اس کی ادائیگی میں خیانت اور کوتاہی کا معاملہ نہ کرو بلکہ انہیں پوری زکوۃ ادا کرو۔ اگرچہ ادائیگی زکوۃ کا اصل فریضہ مال ادا کرتے ہی پورا ہو جاتا ہے پھر بھی زکوۃ وصول کرنے والے کو خوش کرنا ادائیگی زکوۃ کا جزو کمال ہے لہٰذا اس بارہ میں بھی احتیاط رکھنے کی ضرورت ہے۔ جو شخص زکوۃ وصول کرنے جائے اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ زکوۃ دینے والے کے حق میں رحمت و برکت اور خیر و بھلائی کی دعا کرے۔

وصول زکوۃ کے لیے عاملین کے تقرر کا بیان

عہد رسول ﷺ میں زکوۃ کی وصولی کے لئے خاص افراد مقرر کئے جاتے تھے۔ ہر علاقہ کا الگ الگ نمائندہ ہوتا تھا۔ یہ نمائندے زکوۃ کی وصولی میں رسول کریم ﷺ کے اوامر کے پابند ہوا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ انہیں خاص طور پر حکم دیا کرتے تھے کہ مالداروں سے زکوۃ وصول کر اس علاقے کے حاجت مندوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے اور اس کے بعد جو رقم یا غلے بچ جائیں، انہیں مدینہ پہنچا دیا جائے۔ حضرت معاذ بن جبل کو نبی اکرم ﷺ نے یمن بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مال زکوۃ کی وصولی کے لئے ایک خاص علاقہ کی طرف روانہ کیا اور ابن لتبیہ کو اسی کام پر مامور کیا۔ امام نووی اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس مال ہوتا ہے، مگر انہیں یہ معلوم نہیں کہ اس کے حقوق کیا ہیں، کچھ ایسے لوگ ہیں جن کو ان حقوق کا پتہ ہوتا ہے مگر ادائیگی میں بخالت سے کام لیتے ہیں، لہٰذا ایک ایسے شخص کو مقرر کرنا ضروری ہے جو ہر طرح کے لوگوں سے زکوۃ کا مال وصول کر کے حکومت یا متعلقہ ادارے کے سپرد کر دے (المجموع 6/167)

گزشتہ توضیحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ زکوۃ کی حکمت کے دو بنیادی پہلو ہیں۔ایک کا تعلق فرد سے ہے اور دوسرے کا تعلق حکومت، سماج اور معاشرے سے ہے۔دوسرا پہلو جس کا تعلق حکومتی ادارے سے ہے، کے لئے ضروری ہے کہ اس کی وصولی کے لئے خاص ادارہ ہو، جس کے تحت زکوۃ وصول کرنے والے مقرر کئے جائیں۔قرآن کریم نے حکومتی ادارے کے تحت زکوۃ وصول کرنے والوں کو''عاملین'' سے خطاب کیا ہے اور مستحقین زکوۃ کی آٹھ قسموں میں ایک قسم''عاملین'' کا بھی شمار کیا ہے۔عہد حاضر میں تقریباً اسلامی ریاستیں ناپید ہیں، بالخصوص ہندوستان، یورپ، اور امریکہ جیسے ملکوں میں اسلامی ریاست کا کوئی نام ونشان بھی نہیں، ایسی صورت میں مسلم رفاہی تنظیمیں، اسلامی مدارس زکوۃ کی وصولی اور اس کی تقسیم سے متعلق اسلامی ریاست کے قائم مقام ہیں۔رفاہی تنظیمیں جن کے مقاصد زکوۃ وصول کرکے اس کے اصل مستحقین تک پہنچانا ہے اور اسلامی مدارس جن کا مقصد مسکین طلبہ کے لئے اسباب تعلیم مہیا کرنا ہے۔اگر زکوۃ کی وصولی کے لئے اپنے نمائندے یا چندہ کنندگان مقرر کرتے ہیں تو ان کی حیثیت''عاملین'' کی ہوگی۔اس میں شک نہیں کہ''عاملین'' کا شمار آٹھ مستحقین میں ہوتا ہے، تاہم اسے کتنی اجرت ملنی چاہئے، اس بارے میں فقہائے کرام کے مختلف نظریات ہیں۔جمہور فقہاء کا ماننا ہے کہ اس کی محنت کے مطابق ادارہ اس کی اجرت مقرر کرے جسے تنخواہ کی شکل میں ادا کیا جاسکتا ہے۔چندہ کنندگان کی حیثیت جب''عاملین'' کی ہے تو جمہور کی رائے کے مطابق کمیشن مقرر کرنا یا فیصد پر چندہ کرنا درست نہیں ہوگا۔امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ''عاملین'' کے لئے آٹھواں حصہ مقرر کرتے ہیں لہٰذا ان کی رائے کے مطابق آٹھواں حصہ ہی چندہ کنندگان کا حق ہوگا۔کمیشن یا فیصد کے طور پر اسے کم یا زیادہ لینا درست نہیں ہوگا۔

عہد حاضر میں اسلام اور کفر کی جنگ کے تیور بدل چکے ہیں۔کسی زمانہ میں میدان کارزار میں ہل من مبارز کا نعرہ بلند کرنا اسلامی جہاد کی بڑی علامت تھی، مگر عہد حاضر میں سنجیدگی، متانت، دانشمندی اور شعور کے ساتھ عصری وسائل کا استعمال کرکے مخالفین کے حملوں کا ترکی بہ ترکی جواب دینا اسلامی جہاد کی علامت ہے۔ٹی وی، ریڈیو، انٹرنیٹ، انٹرنیٹ کے مختلف شعبے مثلاً یوٹیوب، فیس بک، ٹیوٹر، اخبارات وغیرہ کے ذریعہ اسلام اور اسلامی عقیدے کا دفاع کرنا بھی اسلامی جہاد کی علامت ہے، لہٰذا ان مقاصد کے لئے زکوۃ کا مال خرچ کرنا میدانِ کارزار میں لڑنے والوں پر خرچ کرنے کے مترادف ہے۔

بلاشبہ مدارس زکوۃ کے مستحق ہیں مگر صرف مدارس کو ہی زکوۃ کا مستحق ماننا عصر حاضر کی حقیقتوں سے آنکھ چرانا ہے۔قرآن کریم نے مستحقین زکوۃ کی فہرست میں''فی سبیل اللہ'' کا تذکرہ بھی کیا ہے۔اکثر مفسرین نے اس سے مراد میدان جہاد میں لڑنے والے غازی مراد لیا ہے، جبکہ بعض مفسرین مثلاً امام رازی نے''فی سبیل اللہ'' کے مفہوم میں بعض علماء سے وسعت نقل کیا ہے۔جس کے دائرہ میں ہر وہ کام جو دینِ اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے کیا جائے، وہ فی سبیل اللہ کے ضمن میں شمار کیا جائے گا۔عہد حاضر کے محقق علامہ یوسف قرضاوی نے''فی سبیل اللہ'' کے مفہوم میں امام رازی کی وسعت کے علاوہ ایک دلچسپ توضیح کی ہے۔ان کا ماننا ہے کہ''فی سبیل اللہ'' سے مراد جہاد ہی ہے مگر یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ جہاد صرف شمشیر وسنان کے ذریعہ میدان کارزار میں ہی لڑنے کا نام نہیں بلکہ قلم وقرطاس کے ذریعہ اسلام کا جو کام بھی کیا جائے گا، وہ جہاد کی وسیع تعریف میں داخل مانا جائے گا۔اس کے تحت علامہ قرضاوی نے عہد حاضر میں''فی سبیل اللہ'' کے مصرف کے تحت ثقافتی معرکے، تربیتی کیمپس، جدید ذرائع ابلاغ، اخبارات کی

نشرواشاعت، دعوت وتبلیغ کے مراکز کا قیام، میڈیا سینٹر کی تاسیس اوران اداروں کو چلانے کے لئے باصلاحیت افراد کا انتخاب، جن کے مقاصد صرف اور صرف اسلام کی بالادستی ہو، پرزکوٰۃ سے حاصل شدہ مال کوخرچ کرنا اولیٰ قرار دیا ہے۔

(ملخصا فقہ الزکوٰۃ 681-2/679)

زکوٰۃ کے مال کی وصولی اوراس کی تقسیم سے متعلق امانت داری سب سے پہلے شرط ہے جوشخص وصولی کے کام پر مقرر ہے اور جوادارے یا تنظیمیں زکوٰۃ کے مال وصول کرکے مستحقین تک پہنچانے کی ذمہ داری نبھارہی ہیں، ان کے لئے امانت دار ہونا نہایت ضروری ہے۔ جوادارے یا چندہ کنندگان امانت داری سے کام نہیں لیتے، وہ سخت عذاب کے مستحق ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے جن صحابہ کرام کوزکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کیا تواس کے ساتھ امانت داری کی بھی خاص نصیحت کی اور خیانت کے بدلے جہنم کی دردناک سزا کی خبر دی۔ چندہ کنندگان عام طور پر تحفے تحائف کے نام پراپنے لئے مال زکوٰۃ کا کچھ حصہ رکھ لیتے ہیں۔ عہدرسول میں بھی ایک مرتبہ ابن لتبیہ نامی شخص نے ایسا ہی کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے پرزور تقریر کی اور فرمایا کہ اگرتم، لوگوں کی نگاہ میں اتنے ہی محبوب ہوتوگھر میں بیٹھے رہنا چاہئے، پھر دیکھتے ہیں کتنے تحفے تحائف تم وصولتے ہو، غرض کہ تحفے تحائف کے نام پرزکوٰۃ کے مال میں خیانت کرنا سنگین جرم ہے، چندہ کنندگان اور چندہ اکٹھا کرنے والے اداروں کواس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

زکوٰۃ کی مروج وصولی کا طریقہ اہل اسلام میں جس طریقے پرعام ہے، وہ شرعاً صحیح ودرست ہے۔ البتہ وصولی کرنے والوں پر واجب ہے کہ مال زکوٰۃ کویامال صدقۃ فطر یاکسی دوسرے مدکا چندہ ہو، مسئلہ امانت کا پاس رکھتے ہوئے اس تک پہنچائیں، جس کے نام پر وصول کیا گیا ہے۔ خوداپنی جانب سے اس میں کوئی تصرف نہ کریں، اس لئے اہل مدارس کو چندہ وصول کرنے پرایسے لوگوں کا انتخاب کرنا چاہئے جومسئلہ امانت سے واقف ہوں اوردل میں خوف الٰہی رکھتے ہوں، نیز صدقات واجبہ اور نافلہ میں فرق وامتیاز بھی سمجھتے ہوں۔

مذہب اسلام میں زکوٰۃ کا نظام نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ فرائض اسلام میں سب سے اہم فریضہ نماز ہے۔

قرآن حکیم اوراحادیث کریمہ کے بعد اکثر مقامات پرزکوٰۃ کا ذکر دیکھا گیا۔ یہ واضح اشارہ ہے کہ بدنی عبادت کے بعد مالی عبادت کواہمیت حاصل ہے۔ نظام زکوٰۃ میں سب سے بڑی حکمت فقرائے مسلمین کی اقتصادی مسائل کی اصلاح ہے۔

عہدرسالت ﷺ اورعہد صحابہ میں زکوٰۃ کی وصولی پر عمال کا تقرر ہوتارہا، وہی حضرات زکوٰۃ وفطرے کی رقوم وصول کرتے، پھرامیر المومنین یاامیر المومنین کے مقررکردہ محافظ کے پاس جمع کرتے، اس کے بعد مستحقین میں وہ تقسیم ہوجاتی۔ بعد کے ادوار میں شرعی ضرورت وحاجات کے پیش نظر حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں مصارف زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے مصارف میں بھی حیلہ شرعی کرکے استعمال کی راہیں نکالی گئیں۔ لیکن ضرورت وحاجت کا تحقق صاحب نظر علماء کی تعیین وتشخیص سے ہوتا رہا ہے۔

عہدحاضر میں چندہ کنندگان کی حیثیت زکوٰۃ دینے والوں اورمدارس ومساجد کی انتظامیہ کے وکیل کی ہوا کرتی ہے اورانہیں دیا جانے والا کمیشن بسلسلۂ وصولی ان کی محنت ومشقت کی اجرت ہے۔

شرعی ضرورت وحاجت کا تحقق اس طور پرہوکہ زکوٰۃ وفطرے کے رقوم کے علاوہ دوسری رقوم کی دستیابی ناممکن یا حددرجہ

دشوار ہو، جس سے دینی وشرعی ضرورت وحاجت کو پورا کیا جائے، گو بعد حیلہ شرعیہ مدارس کے علاوہ دوسرے مصارف میں بھی استعمال جائز ہوگا۔لیکن اصحاب نظر اہل تقویٰ علمائے دین کی متفقہ آراء سے دینی وشرعی ضرورت کا متعین ومحقق ہونا امر لازمی ہے۔

1587 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَصْحَابَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُونَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! زکوٰۃ وصول کرنے والے ہمارے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام عبدالرزاق نے یہ روایت معمر کے حوالے سے مرفوع حدیث کے طور پر نقل کی ہے۔

شرح

نفسیاتی بات یہ ہے کہ جس شخص کے پاس سے مال جاتا ہے اس کے دل میں کچھ نہ کچھ تنگی ہوتی ہے اسی لئے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کی طرف سے بھی زکوٰۃ دینے والوں کے دل میں کچھ اچھے خیالات نہیں ہوتے۔اسی لئے آپ نے ان دیہاتیوں سے فرمایا کہ اپنے مال سے نفسیاتی اور طبعی طور پر محبت ہونے کی وجہ سے اگرچہ تم یہی سمجھو اور تمہارا گمان یہی ہو کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہمارے ساتھ ظلم کا معاملہ کررہے ہیں مگر تم اس صورت میں بھی انہیں راضی اور خوش کرنے کی کوشش کرو۔

خیار مصدق میں مذاہب اربعہ کا بیان

جب گائے کی تعداد ایک بیس ہوجائے تو ہمارے نزدیک مالک کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو تین مسنات دے اور اگر چاہے تو چار اتبعہ دے۔اور حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔حضرت امام مالک اور شوافع میں سے بعض فقہاء نے کہا ہے۔مصدق کے لئے اختیار ہے۔(البنائیہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۴۵، حقانیہ ملتان)

ناپسند عاملین زکوٰۃ سے واسطہ پڑنے کا بیان

1588 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ أَبِي الْغُصْنِ، عَنْ صَخْرِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَيَأْتِيكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُونَ، فَإِنْ جَاءُوكُمْ، فَرَحِّبُوا بِهِمْ، وَخَلُّوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُونَ، فَإِنْ عَدَلُوا فَلِأَنْفُسِهِمْ، وَإِنْ ظَلَمُوا، فَعَلَيْهَا وَأَرْضُوهُمْ، فَإِنَّ تَمَامَ زَكَاتِكُمْ رِضَاهُمْ، وَلْيَدْعُوا لَكُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو الْغُصْنِ هُوَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ غُصْنٍ

❁❁ عبدالرحمن بن جابر اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عنقریب کچھ ناپسندیدہ سوار تمہارے پاس آئیں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں، تو تم انہیں خوش آمدید کہنا اور وہ

جوطلب کریں انہیں لینے دینا اگر وہ انصاف سے کام لیں گے تو یہ ان کے اپنے حق میں ہوگا' اور اگر وہ ظلم کریں گے تو اس کا وبال ان پر ہوگا تم انہیں راضی کر دینا کیونکہ ان کی رضامندی تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل کا حصہ ہے اور انہیں چاہئے کہ وہ تمہارے لیے دعا کریں''۔

(امام ابوداؤد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:) ابوغصن نامی راوی ثابت بن قیس غصن ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ معروف صحابی حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن حرام الانصاری کے صاحب زادے ہیں۔آپ کے والد حضرت عبداللہ انصاری غزوہ احد میں شہید ہوئے۔حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے تقریباً پندرہ سال پہلے مدینہ منورہ، جواس وقت یثرب کہلاتا تھا، میں پیدا ہوئے۔ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔

آپ کم عمری میں اسلام لائے اور بے شمار غزوات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا۔چناں چہ غزوہ خندق کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خندق میں خندق کھودرہے تھے کہ ایک سخت قسم کی چٹان سامنے آگئی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے یہ چٹان نہیں ٹوٹی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر صورت حال عرض کردی گئی۔تمام بات سماعت فرمانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اترتا ہوں، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے (تو ہم نے دیکھا کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکمِ مبارک پر (بھوک کی شدت کی وجہ سے) پتھر بندھا ہوا تھا۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خود ہماری یہ کیفیت تھی کہ ہم نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال کو ہاتھ میں لے کر اس چٹان پر مارا تو وہ چٹان ریت کا ڈھیر ہوگئی۔

اس جاں نثار صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھوک نہ دیکھی گئی،اپنا فاقہ بھول گئے اور بے تاب وبے قرار ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

یارسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجیے، چناں چہ گھر آکر اہلیہ سے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوایسی حالت میں دیکھا ہے کہ صبر نہ ہوسکا،تمھارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ اہلیہ نے کہا:اورتو کچھ نہیں،البتہ میرے پاس کچھ جو ہیں اور بکری کا ایک بچہ ہے، چناں چہ انھوں نے بکری کا وہ بچہ ذبح کیا اوران کی اہلیہ محترمہ نے جو پیسے،گوشت کو پکنے کے لیے ہانڈی میں رکھنے کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدمت اقدس میں عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! مختصر سا کھانا ہے،آپ تشریف لے چلیں یا ایک دوآدمی آپ کے ساتھ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کتنا کھانا ہے؟

جب انھوں نے تفصیل بتلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا خاصا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جب تک میں نہ آجاؤں، اہلیہ سے کہہ دو کہ نہ ہانڈی چولھے سے اتارے اور نہ ہی روٹیاں تنور میں لگائے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اعلان فرمادیا کہ جابر کی دعوت ہے،سب چلیں۔حضرت جابر

بھاگے بھاگے گھر پہنچے اور اطلاع دی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں تشریف لا رہے۔ بل کہ تمام مہاجرین وانصار کو بھی اپنے ساتھ لا رہے ہیں۔ وہ بھی صحابیہ تھیں، بجائے پریشان ہونے کے انھوں نے حضرت جابر سے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کھانے کے متعلق پوچھ لیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! پوچھ تو لیا تھا۔ یہ سن کر کمال اطمینان سے کہنے لگیں، پھر پریشانی کس بات کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور اللہ تعالیٰ کے اعتماد پر تمام لوگوں کو لے کر تشریف لا رہے ہیں۔ اتنے میں بیت جابر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی تشریف آوری سے بقعہ نور بن چکا تھا۔ صحابہ کرام ؓ کو ترتیب سے بیٹھنے کا حکم فرما کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہنڈیا کی جانب تشریف لے گئے، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست اقدس سے روٹیاں توڑنے اور ان پر بوٹیاں رکھنے لگے، اور ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی لے کر ان کو ڈھانک دیتے تھے اسی طرح برابر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روٹی کے ٹکڑے کر کر کے دیتے رہے اور ہانڈی میں سے چمچ بھر بھر کر لیتے رہے، یہاں تک کہ سب نے خوب پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور کھانا کچھ بچ بھی گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کی اہلیہ سے فرمایا: یہ تم خود بھی کھاؤ اور محلے پڑوس میں بھی ہدیہ بھیجو۔ (صحیح بخاری)

یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے عشق رسالت اور ان کی اہلیہ محترمہ کے ذات نبی وکلام نبی پر غیر متزلزل اعتماد ہی کا کرشمہ تھا کہ وہ کھانا تمام اہل محلہ نے بھی کھایا اور پھر بھی کھانا ویسے کا ویسا موجود تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے معجزانہ طور پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ، جو بہ ظاہر مالی تنگ دستی کا شکار تھے، مگر دلی طور پر رب وہاب نے انھیں فیاضی سے خوب خوب نواز رکھا تھا، کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا۔ سچ ہے رحمت پروردگار "بہا" یعنی معاوضہ نہیں "بہانہ" ڈھونڈتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سات بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے اور غزوہ احد میں والد گرامی کی شہادت کے بعد ان کی کفالت کی تمام تر ذمے داری اور والد محترم کے ذمے واجب الادا قرضوں کی ادائی کا بوجھ ان کے ناتواں کندھوں پر آ گیا تھا۔ بہنوں کی کفالت کی غرض سے انھوں نے اپنے سے عمر میں کافی بڑی ایک خاتون سے شادی کر لی، تا کہ وہ ان کی بہنوں کا خیال رکھ کر والدین کی کمی کا احساس نہ ہونے دے۔ ان کے والد کے ذمے واجب الادا قرضوں کی ادائی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاونت فرمائی اور یہ بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ کھجوروں کے ایک ہی ڈھیر میں اللہ تعالیٰ نے وہ برکت عطا فرمائی کی، تمام قرض خواہوں کا قرضہ ادا ہو گیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے 1500 کے قریب احادیث روایت کی گئی ہیں، یوں ان کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جن سے کثیر تعداد میں احادیث مروی ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل العمری کی بشارت کے بہ موجب تقریباً چورانوے سال کی عمر پائی اور 78ھ میں وفات پائی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات کسی بدخواہ کے زہر دینے سے ہوئی، مستند تاریخ سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم!!

انھیں ابتدا میں بغداد کے قریب مدائن شہر میں دریائے دجلہ کے قریب دفن کیا گیا تھا، بعد ازاں شاہ فیصل شاہ عراق کے حکم پر ان کے جسد خاکی کو سلمان پارک منتقل کیا گیا، اس کی وجہ کیا ہوئی؟ یہ بھی ایک ایمان افروز واقعہ ہے، ملاحظہ فرمائیے!

یہ 1932ء کی بات ہے کہ عراق کے اس وقت کے بادشاہ شاہ فیصل کوخواب میں صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی، جوراز دان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے تھے۔انھوں نے بادشاہ سے کہا:

"اے بادشاہ! میری اور جابر بن عبداللہ کی قبر میں دجلہ کا پانی داخل ہوگیا ہے،لہٰذاہماری قبر کشائی کر کے ہمیں کسی اور جگہ منتقل کردو۔"

خواب سے بیدار ہوکر صبح ہی بادشاہ نے اس حکم پرعمل کیااوران دونوں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبریں سیکڑوں لوگوں کی موجودگی میں کھولی گئیں،حاضرین میں مفتی اعظم فلسطین،مصر کے بادشاہ شاہ فاروق اور دیگراہم افراد بھی شامل تھے۔یہ دیکھ کرتمام عوام وخواص حیرت سے بت بنے رہ گئے کہ اتناطویل ترین عرصہ بیت جانے کے باوجودان دونوں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اجسام حیرت انگیزطور پرتروتازہ تھےاور یوں لگ رہاتھا کہ جیسے ابھی ابھی دفنائے گئے ہوں۔ان کے کفن تک سلامت تھےاور یوں لگتا تھاجیسے وہ خودبھی زندہ اور گہری نیند میں ہوں۔ان دونوں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں اوران سے ایک عجیب سی روشنی خارج ہورہی تھی، جسے دیکھنے والوں کی آنکھیں چکاچوند ہوگئیں۔ہزاروں لوگوں نے ان بزرگوں کی زیارت کی اوردنیاپرایک بارپھر یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ والوں کی نرالی شان ہوتی ہے۔بادشاہ نے ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اجسام کوحضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی قبرمبارک کے بالکل قریب سلمان پارک نامی جگہ پر دوبارہ دفنادیا۔

خارجیوں کے عشروصول کرنے کا بیان

اوراگرکوئی ایسی جگہ رہتا ہے جہاں خارجی مسلط ہیں اوروہ خارجیوں کے عاشر کے پاس سے گزرا۔اور خارجیوں کے عاشر نے اس سے عشروصول کرلیا ہے۔تو دوبارہ اس سے صدقہ وصول کیاجائے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اہل عدل کے عاشر کے پاس سے گزرے اورجب وہ کسی خارجی عاشر کے پاس سے گزرا ہے تواس میں قصوراس کا ہے۔(ہدایہ،کتاب زکوٰۃ،لاہور)

خارجیوں کی تعریف وبغاوت کا بیان

امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ہروہ شخص جوعوام کی متفقہ مسلمان حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت کرے اسے خارجی کہا جائے گا؛ خواہ یہ خروج وبغاوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں خلفائے راشدین کے خلاف ہو یا تابعین اور بعد کے کسی بھی زمانہ کی مسلمان حکومت کے خلاف ہو۔(الملل والنحل،ص ۱۱۴)

علامہ نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔کہ خوارج بدعتیوں کا ایک گروہ ہے۔یہ لوگ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کے کافر اور دائمی دوزخی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔اسی وجہ سے مسلم اُمراء وحکام پرطعن زنی کرتے ہیں اوران کے ساتھ جمعہ اورعیدین وغیرہ کے اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے۔(نووی،روضۃ الطالبین،10: 51)

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔وہ ایسے لوگ ہیں جودین سے خارج ہوگئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جوبدعات کا ارتکاب کرتے تھے(یعنی وہ اُمور جودین میں شامل نہ تھے ان کودین میں شامل کرتے تھے)۔(دینِ اسلام سے نکل جانے اور)

بہترین مسلمانوں کے خلاف (مسلح بغاوت اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے اُنہیں خوارج کا نام دیا گیا۔
(عمدۃ القاری،84:24)

علامہ ابنِ نجیم حنفی، خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں: خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت اور (نام نہاد دینی) حمیت ہو اور وہ حکومت کے خلاف بغاوت کریں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ کفر یا نافرمانی کے ایسے باطل طریق پر ہے جو ان کی خود ساختہ تاویل کی بنا پر حکومت کے ساتھ قتال کو واجب کرتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے قتل اور ان کے اموال کو لوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔
(البحرالرائق،234:2)

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ خوارج، خارجۃ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے: گروہ۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے۔ ان کو (اپنے نظریہ، عمل اور اِقدام کے باعث) دینِ اسلام سے نکل جانے اور خیارِ اُمت کے خلاف (مسلح جنگ اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔ (فتح الباری،283 :12)

حافظ ابن کثیر نے بھی اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث بیان فرمائی ہے، اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل زیغ۔ جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ سے مراد خوارج ہیں (ابن کثیر تفسیر القرآن العظیم،347 :1)

مفسر شہیر امام خازن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر لباب التاویل میں اہلِ زَیغ کی تفسیر فرماتے ہوئے جن گمراہ فرقوں کا نام لیا ہے ان میں خوارج کا نام بھی شامل ہے (خازن، لباب التأویل،217 :1)

ابو حفص الحنبلی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی جو مفصل روایت بیان فرمائی ہے، وہ بڑی ہی فکر انگیز، حقیقت کشا اور قابلِ غور ہے۔ یہ روایت اہلِ زَیغ کی اصلیت اور ان کے باطنی انجام کو پوری طرح بے نقاب کر دیتی ہے۔ ابو حفص الحنبلی مذکورہ آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ (آیت مذکورہ میں اہل زَیغ سے) مراد خوارج ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جب بھی یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے تو فرماتے: میں نہیں سمجھتا کہ اہل زیغ سے خوارج کے علاوہ کوئی اور گروہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ ابو غالب روایت کرتے ہیں: میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد کی طرف چل رہا تھا اور وہ دراز گوش پر سوار تھے۔ جب وہ مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ انہوں نے یہ تین بار فرمایا۔ پھر انہوں نے ان کی حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بتایا: آسمان کے نیچے یہ بدترین لوگ ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے انہیں قتل کیا اور وہ بھی خوش نصیب ہیں جو ان کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ یہ بتا کر ابو امامہ رونے لگ گئے۔ ان کی بدنصیبی پر بہت ہی افسردہ ہوئے اور بتایا: یہ مسلمان تھے لیکن اپنی کرتوتوں سے کافر ہو گئے۔ پھر یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں اہل زیغ کا ذکر ہے۔ ابو غالب روایت کرتے ہیں: میں نے ابو امامہ سے پوچھا: کیا یہی (خوارج) وہ (اہل زیغ) لوگ ہیں؟ بولے: ہاں! میں نے پوچھا: آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا ان کے بارے میں آپ نے یہ سب کچھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر ایسی بات ہو تب تو میں بڑی جسارت کرنے والا کہلاؤں گا۔ میں نے ایک، دو یا سات بار نہیں بلکہ بار ہا یہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اگر یہ بات سچی نہ ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات تین بار فرمائے۔ (اللباب فی علوم الکتاب، 437 :3)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام سیوطی نے بھی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل زیغ سے خوارج مراد لیے ہیں۔ (سیوطی، الدر المنثور، 148 :2)

النحاس نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اہل زیغ، خوراج ہی ہیں۔ (النحاس، معانی القرآن، 349 :1)

خوارج رسوائی اور مستحق لعنت ہیں:

جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لوo (آل عمران، 106 :3)

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مذکورہ کے ذیل میں حدیث روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم: أَنَّهُمُ الْخَوَارِجُ.

(ابن أبي حاتم، تفسير القرآن العظيم، 594:2)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (آیت میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جانے والوں) سے خوارج مراد ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے بھی آیت مذکورہ کے تحت اس سے خوارج ہی مراد لیے ہیں۔ (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 347 :1) یہ قول ابن مردویہ نے حضرت ابو غالب اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام احمد نے اسے اپنی مسند میں، امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابو غالب کے طریق سے روایت کیا ہے۔ امام سیوطی کا بھی یہی موقف ہے۔ انہوں نے بھی اس آیت میں مذکور لوگوں سے خوارج ہی مراد لیے ہیں۔ (سیوطی، الدر المنثور، 148 :2)

خارجیوں کے بارے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ خارجی تمام مخلوق خدا سے زیادہ شریر ہیں کیونکہ یہ لوگ ان آیات کو جو کافروں کے متعلق نازل ہوتیں انہیں مومنوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۰۲۴، وزارت تعلیم اسلام آباد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کے احوال کو صحیح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں۔ کہ مشرکین اور کافروں کے عقائد کے متعلق جو آیات بتوں کو خطاب کرتے نازل ہوئی ہیں ان لوگوں نے اللہ کی مقدس مخلوق انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام پر انہی آیات کو چسپان کر دیا اور بتوں کے متعلق شرک ہونے والے عناصر کا رخ نیک لوگوں کی طرف کر دیا اس طرح یہ لوگ، مشرکین کو مشرک کہنے کی بجائے مسلمانوں کو مشرک بنانے میں لگ گئے۔ ان لوگوں کا جب ایک گمراہ امام چلا، بس پھر کیا تھا کہ سارا گمراہانہ ٹولہ اسی کی راہ لیتے ہوئے اس کے پیچھے ہولیا، اور اسی نقطہ پر جا پہنچا جہاں گمراہوں کا امام شیطان پہنچا تھا۔ کیونکہ اللہ

کے نبیوں علیہم السلام اور ولیوں سے مخالفت کا سب سے پہلے قدم اٹھا کر اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے انکار کر کے غیر اللہ سمجھ کر دشمنی کا بیج بویا تھا۔ اسی کے بوئے ہوئے بیج کا اثر بدعقیدہ لوگوں کی سرشت میں بس چکا ہے۔

حضرت ابوامامہ نے جب دمشق کے سرحد منصوبہ پر ان کے سر لٹکے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ بدترین جہنمی کتے ہیں آسمان کے نیچے تمام قتلوں سے بہتر ان کا قتل ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

"یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔

جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔

اور وہ جن کے منہ اونجالے ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تو انہوں نے فرمایا: میں نے ایک بار یا دو بار یا تین مرتبہ یا چار مرتبہ نہیں بلکہ میں نے سات مرتبہ سنا ہے جو میں نے تم کو حدیث بیان کی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی، ج ۲، ص ۱۲۴، فاروقی کتب خانہ ملتان)

خارجی آیات کے مفاہیم کو بدلتے ہیں:

حضرت ابویحییٰ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک خارجی نے صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی اور فی الحقیقت آپ کی طرف (یہ) وحی کی گئی ہے اور اُن (پیغمبروں) کی طرف (بھی) جو آپ سے پہلے (مبعوث ہوئے) تھے کہ (اے انسان!) اگر تُو نے شرک کیا تو یقینا تیرا عمل برباد ہو جائے گا اور تُو ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا مزید بیان کیا: پھر اس سورت کو چھوڑ کر اس نے دوسری سورت کی یہ آیت پڑھ ڈالی پس آپ صبر کیجئے، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، جو لوگ یقین نہیں رکھتے کہیں آپ کو کمزور ہی نہ کر دیں۔ (خوارج ان آیات قرآنی کو چن چن کر نماز میں پڑھتے تھے جن سے بزعم خویش ان بدبختوں کے معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کا کوئی شائبہ پیدا ہوتا تھا۔ یہ ان کی گستاخانہ سوچ اور بدبختی تھی)۔

(رَوَاهُ ابْنُ اَبِی شَیْبَةَ. الحدیث رقم 49: اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف، 7 / 555، الرقم: 37891.)

آج کل کے خارجی بھی آیات کے مفاہیم کو تبدیل کرتے ہوئے کبھی رسول اللہ ﷺ کے علم پر بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں غیب کا علم نہیں دیا گیا۔ کبھی آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر بحث، کبھی حیات مصطفی ﷺ پر بحث، کبھی آپ ﷺ پر درود بھیجنے پر بحث کرتے ہیں۔ مختلف آیات ڈھونڈ کر مقام نبوت مصطفی ﷺ کو کم کرنے کی ناپاک جسارت کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں اور لوگوں کو تبلیغ اسلام کے نام ان کے دلوں سے رسول اللہ ﷺ کی محبت نکالتے میں اپنی زندگیاں برباد کر دیتے ہیں۔

خلفاء راشدین کے خلاف خارجیوں کا فتویٰ:

خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں لڑنے کے لئے پیش پیش تھے۔ جونہی آپ رضی اللہ عنہ نے خون خرابے سے بچنے کے لئے تحکیم یعنی ثالثی کے راستے کو اپنایا تو وہ پُرامن مصالحت اور ثالثی کے عمل کو رَدّ کرتے ہوئے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہنے لگے اور واضح طور پر باغی اور دہشت گرد گروہ تیار کر کے نام نہاد جہاد کے نام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امت مسلمہ کے خلاف برسرپیکار ہو گئے۔ اپنے منظم ظہور کے وقت انہوں نے یہ نعرہ لگایا تھا: لَا حُكْمَ إِلاَّ لِلّٰهِ. اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں کر سکتا۔

خوارج کے اس عمل سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آگاہی ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ. (مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2: 749، رقم 1066)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن خارجی:

حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ (حضرت زید بن وہب) اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج سے جنگ کے لئے گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک گروہ ظاہر ہوگا وہ ایسا (خوبصورت) قرآن پڑھے گا کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت نہ ہوگی، ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف حجت ہوگا۔ نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی اور وہ اسلام سے ایسے خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ جو لشکر ان کی سرکوبی کے لیے جا رہا ہوگا اگر وہ اس ثواب کو جان لے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر کیا ہے تو وہ باقی اعمال کو چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا جس کے شانہ میں ہڈی نہیں ہوگی اور اس کے شانہ کا سر عورت کے پستان کی طرح ہوگا جس پر سفید رنگ کے بال ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنے لشکر سے) فرمایا: تم معاویہ اور اہلِ شام کی طرف جاتے ہو مگر ان خوارج کو چھوڑ جاتے ہو تا کہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور تمہارے اَموال کو ایذا دیں، بخدا! مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے جس نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کی چراگاہوں یعنی اَموال کو لوٹ لیا، تم اللہ کا نام لے کر ان سے قتال کے لیے روانہ ہو جاؤ۔

حضرت سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: پھر مجھ سے (اس کے راوی) زید بن وہب نے ایک ایک منزل کا تذکرہ کیا اور بیان کیا کہ جب ہم جا کر ان سے ملے تو ہمارا ایک پل سے گزر ہوا، اس وقت خوارج کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسبی تھا، اس نے حکم دیا کہ اپنے نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ تم پر اس طرح حملہ کریں گے جس طرح یومِ حروراء میں کیا تھا۔ چنانچہ وہ پھرے، انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں، لوگوں نے ان پر اپنے نیزوں سے حملہ کیا اور بعض نے بعض کو قتل کرنا شروع کر دیا، اس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی

اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں ایک ناقص آدمی کو تلاش کرو، انہوں نے اسے ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اٹھے اور وہاں گئے جہاں ان کی لاشیں ایک دوسرے پر پڑی تھیں، آپ نے فرمایا: ان لاشوں کو اٹھاؤ۔ تو اس (علامت والے مطلوب) شخص کو زمین پر لگا ہوا پایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک صحیح احکام پہنچائے۔ عبیدہ سلمانی کھڑے ہوئے اور کہا: امیر المؤمنین! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا آپ نے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اللہ رب العزت کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ حلف لیا اور آپ نے تین مرتبہ قسم کھائی۔

بعض روایات میں اس ناقص بازو والے شخص کی علامات بھی بیان کی گئی ہیں کہ وہ شخص سیاہ رنگ کا ہوگا اور اُس کا ہاتھ بکری کے تھن یا عورت کے پستان کے سر کی طرح ہوگا۔ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گروہ خوارج کا قلع قمع کر چکے تو فرمایا: اس نشانی والے آدمی کو تلاش کرو۔ انہوں نے اسے ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا، فرمایا: اس کو پھر جا کر تلاش کرو، بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے، یہ بات انہوں نے دو یا تین بار کہی، حتیٰ کہ لوگوں نے اسے ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا اور اس کی لاش لا کر حضرت علی کے سامنے رکھ دی۔ اِس واقعے کے راوی عبید اللہ کہتے ہیں: میں اس سارے معاملہ میں ان کے پاس موجود تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ان خوارج کے بارے میں ہی تھا۔ (مسلم، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 749:2، رقم 1066)

خارجیوں کے بارے میں احکام کا بیان

خارجیوں پر لعنت کی گئی ہے۔ سورۃ الرعد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ○ الرعد، 13: 25

اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے ○

یہ آیت صراحتاً بتا رہی ہے کہ زمین میں فساد پھیلانے والے خارجی ہیں۔ اس کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے، جسے امام قرطبی نے بیان کیا ہے:

1. وقال سعد بن أبي وقاص: والله الذي لا إله إلا هو! إنهم الحرورية. قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، 9: 314

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد الحروریہ یعنی خوارج ہیں۔

2۔ انسانی جان کی ہلاکت اور اموال و املاک کی تباہی فساد فی الارض ہے، جیسا کہ ابوحفص الحنبلی کی درج ذیل روایت سے عیاں ہوتا ہے:

قال وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرض إما بالدعاء إلى غير دين الله، وإما بالظلم كما في النفوس والأموال وتخريب البلاد. (ابوحفص الحنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، 9: 425)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں)۔ یا تو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور طرف جبراً دعوت دینے سے

یا لوگوں کی جان و مال پر ظلم سے اور ملک میں تخریب کاری سے۔

علامہ ابو حفص کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ جان و مال لوٹنے کے علاوہ اسلام سے ہٹ کر اپنے خود ساختہ عقائد کی طرف جبراً دعوت دینا بھی فساد فی الارض کے زمرے میں آتا ہے۔

3۔ امام رازی نے بھی التفسیر الکبیر (9: 176) میں اسی معنی کو نقل فرمایا ہے۔

6)) خوارج حسنِ عمل کے دھوکے میں رہتے ہیں خوارج نماز، روزے اور تلاوت قرآن جیسے اعمال کی ادائیگی میں بظاہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی آگے نظر آتے تھے۔ (اس پر آئندہ صفحات میں احادیث مبارکہ آئیں گی۔) یہی حالت دورِ حاضر کے خوارج کی ہے۔ وہ بھی بظاہر شکل و صورت اور حسنِ عمل میں بڑے نیک، پرہیز گار اور پابندِ شریعت نظر آتے ہیں مگر باطن میں اعتقادی اور تشدد پسندانہ فتنوں کا شکار ہیں جن سے امتِ مسلمہ کو نقصان ہو رہا ہے اور باہمی خون خرابے سے اس کی قوت و شوکت متاثر ہو رہی ہے۔

1۔ سورۃ الکہف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ الکہف، 18: 103، 104

فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کر دیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جد و جہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہو گئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں ۝

امام طبری نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں درج ذیل روایات نقل کی ہیں:

اس آیت میں ان اہلِ کتاب کا ذکر ہے جو اپنا سماوی دین چھوڑ کر کفر کی راہ پر چل نکلے اور دین میں باطل بدعات کو شامل کر لیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ان خسارہ پانے والوں سے مراد خوارج ہیں کیونکہ جب ابن الکواء خارجی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أنت وأصحابک (تو اور تیرے ساتھی)۔

ایک روایت میں ہے جسے حضرت ابو طفیل بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن الکواء نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا (اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والوں) سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا: اے اہلِ حروراء! تم مراد ہو۔ (طبری، جامع البیان، 16: 33، 34)

خارجیوں کی علامات

1۔ وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مومنین پر کریں گے۔ (بخاری، 6: 2539)

2۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (بخاری، کتاب التوحید، 6: 2702، رقم 6995)

3۔ غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔ (المستدرک، 2: 166، رقم 2657)

4۔عبادت میں بہت متشدد اور غلو کرنے والے ہوں گے۔(ابویعلی،المسند،90 :1،رقم90)
5۔گناہ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔

دور حاضر کے خارجی

ہمارے دور میں بھی بعض وہم پرست لوگوں کا گروہ ہے جس کی تعداد میں اب کچھ اضافہ بھی ہو رہا ہے۔یہ لوگ مسلمانوں پر آئے دن شرک وبدعت کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔اور وہم میں یہ لوگ اس حد تک گر جاتے ہیں کہ ذرا ذرا سی باتوں کو شرک سمجھ بیٹھتے ہیں۔حتیٰ کہ اگر کسی نے کوئی عام گھریلو استعمال کی چیز بھی کسی نے کسی سے مانگی تو فوراً ٹوک دیتے ہیں کہ خبردار اللہ کے سوا کسی مت مانگو ورنہ شرک ہو جائے گا۔

اور غالی تو ہم پرست وہ لوگ ہیں جو عبادات کو بھی شرک وبدعت کہنے سے نہیں گھبراتے ان کے دلوں سے خوف خدا اس قدر دور ہو چکا ہے۔کہ شرعی احکام کا لحاظ کیے بغیر مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگانے میں بہادر ہیں حتیٰ ایسے لوگوں کے نزدیک نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا،اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا،محفل میلاد کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا وغیرہ وہ کام ہیں جن کے بجالانے پر اجر وثواب مرتب ہوتا ہے۔اس کو بھی بدعت کہہ دیتے ہیں۔حالانکہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم نص قرآن سے ثابت ہے۔اور اس وقت میں عموم ہے۔جو اپنی اصل پر ہی رہے گا۔

اور صلوٰۃ وسلام کی ممانعت پر قرآن کی نص اور حدیث صحیح سے کوئی نص تو در کنار کسی ضعیف حدیث سے بھی حکم ممانعت نہیں دیکھا سکتے۔اور محض نفسانی خواہشات اور شیطان کی اتباع نے انہیں مقام نبوت ﷺ کا دشمن بنا رکھا ہے۔اسی طرح روضہ رسول ﷺ کی حاضری کو خود ان خارجیوں میں بعض نے جائز کہا ہے اور بعض نے (نعوذ باللہ) حرام کہا ہے جیسے ابن تیمیہ وغیرہ کی طرح غیر مستند محقق بھی شامل ہیں۔

اہل سنت کی علامات وحقانیت کا بیان

مشہور محدث ومحقق امام سخاوی علیہ الرحمہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا اہل سنت (یعنی سنی) ہونے کی علامت ہے۔(القول البدیع،فضائل اعمال)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے بعض چہرے چمکتے ہوں گے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن قیامت کے دن اہل سنت کے چہرے چمکتے ہوں گے۔(مسند ابویعلی)

جمہور مفسرین کے نزدیک سفیدی سے مراد نور ایمان کی سفیدی ہے یعنی مومنین کے چہرے نور ایمان سے منور ہوں گے اور سیاہی سے مراد کفر کی سیاہی ہے یعنی کافروں کے چہروں پر کفر کی قدورت چھائی ہوگی،حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے اہل سنت وجماعت مراد لئے ہیں۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے پس ایک فرقہ جنتی ہے باقی ستر دوزخی ہیں اور نصرانی بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے پس ایک فرقہ جنتی ہے اور اکہتر دوزخ میں ہوں گے۔اور مجھے قسم ہے اس

ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی پس ایک فرقہ جنتی ہے جبکہ ۷۲ فرقے دوزخ میں ہوں گے۔عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا: وہ جماعت ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۲ص ۲۸۷،قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے پہلی حدیث میں سواد اعظم سے مراد اہل سنت و جماعت ہے اور یہ حدیث اہل سنت و جماعت والوں کے لئے معیار عظمت ہے نیز اس حدیث سے اہل سنت و جماعت مراد لینا کسی دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کے سوا باقی بہتر فرقے اکٹھے کر لئے جائیں تو وہ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں بنتے۔امام المحدثین امام جلال الدین علیہ الرحمہ ''اتمام الدرایہ'' میں فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنھم اور تمام ائمہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔عقائد اور دوسرے مسائل میں بھی ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ اہل سنت کے امام ہیں اور طریقت میں سید الطائفہ حضرت جنید علیہ الرحمہ امام ہیں۔(انجاح الحاجہ، ج ۲،ص ۲۸۳،قدیمی کتب خانہ کراچی)

1589 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَهٰذَا حَدِيثُ أَبِي كَامِلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هِلَالٍ الْعَبْسِيُّ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: جَاءَ نَاسٌ يَعْنِي مِنَ الْأَعْرَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: إِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُصَدِّقِينَ يَأْتُونَا فَيَظْلِمُونَا، قَالَ: فَقَالَ: أَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَإِنْ ظَلَمُونَا؟ قَالَ: أَرْضُوا مُصَدِّقِيكُمْ، زَادَ عُثْمَانُ: وَإِنْ ظُلِمْتُمْ، قَالَ أَبُو كَامِلٍ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ جَرِيرٌ: مَا صَدَرَ عَنِّي مُصَدِّقٌ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا وَهُوَ عَنِّي رَاضٍ

⊛⊛ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: زکوٰۃ وصول کرنے والے لوگ ہمارے پاس آتے ہیں اور ہمارے ساتھ زیادتی کر جاتے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو ان لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر وہ ہم پر ظلم کریں' تو بھی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو۔

عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے''۔

ابوکامل نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے اس کے بعد جب بھی زکوٰۃ وصول کرنے والا شخص میرے پاس سے واپس جاتا ہے' تو وہ مجھ سے راضی ہوتا ہے (یعنی مطمئن ہوتا ہے)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے خوبصورت تھے اور بہت دل آویز شخصیت کے مالک تھے، جو بھی ان کے حسن و جمال کو دیکھتا انگشت بدنداں رہ جاتا، لوگ آپ کو یوسف امت کہا کرتے تھے، جب آپ اسلام قبول کرنے کے لیے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لیتے ہوئے نماز، زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی عائد کی کہ حضرت جریر ہر مسلمان کے ساتھ خلوص اور

خیر خواہی برتیں گے، شاید اس میں ان کے ظاہری جمال کی وجہ سے ان کی روحانی اور نفسیاتی تربیت کا بھی پہلو نکلتا، بہرحال آپ نے ساری زندگی اس عہد کو نبھایا، اپنا نقصان کر لیتے لیکن کسی مسلمان کے مفاد پر کوئی آنچ نہ آنے دیتے، ایک مرتبہ آپ کا غلام ایک نہایت قیمتی اور اصیل عربی نسل کا گھوڑا 300 درہم میں خرید کے لے آیا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس کے مالک نے اپنی کس مجبوری کی وجہ سے وہ گھوڑا اسستے داموں بیچ دیا، آپ نے گھوڑے کا قد کاٹھ اور خوبصورتی دیکھی تو بجائے خوش ہونے کے پریشان ہو گئے، گھوڑے کے مالک کا پتہ معلوم کیا اور خود اسکے گھر تشریف لے گئے، اور اس سے فرمایا کہ تیرا گھوڑا کسی طرح بھی 800 درہم سے کم قیمت کا نہیں ہے لیکن شاید تم نے کسی مجبوری کی وجہ سے اسے کم قیمت میں بیچ دیا، لیکن میں تیری مجبوری کا فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا اس لیے میں تمہیں پوری قیمت دوں گا، اور اسے 500 درہم اور دے کر جذبہ خیر خواہی کی ایک عظیم مثال قائم کردی۔

بَابُ دُعَاءِ الْمُصَدِّقِ لِأَهْلِ الصَّدَقَةِ

باب: زکوٰۃ وصول کرنے والے کا زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرنا

1590 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، وَأَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: كَانَ أَبِي مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ، قَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ، قَالَ: فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى

❁❁ حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے والد بیعت الرضوان کے موقع پر موجود افراد میں سے ایک ہیں جب کوئی قوم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنی زکوٰۃ لے کر آتی تھی تو آپ ﷺ یہ دعا کرتے تھے:

''اے اللہ! آلِ فلاں پر رحمت نازل کر''۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب میرے والد اپنی زکوٰۃ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے دعا کی:

''اے اللہ! آلِ ابواوفی پر رحمت نازل کر''۔

عامل زکوٰۃ کو ہدیہ یا تحفہ نہ دینے کا بیان

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو کہ جس کا نام ابن لتبیہ تھا زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا چنانچہ جب وہ شخص زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ واپس آیا تو مسلمانوں سے کہنے لگا کہ اتنا مال تو تمہارا ہے یعنی یہ مال زکوٰۃ میں وصول ہوا ہے اس کے مستحق تم ہو اور یہ اتنا مال تحفہ کے طور پر مجھے دیا گیا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

1590- اسناده صحيح. ابو الوليد الطيالسي: هو هشام بن عبد الملك. واخرجه البخاري (1497) من طريق حفص بن عمر، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (4166) و (6332) و (6359)، ومسلم (1078)، وابن ماجه (1796)، والنسائي في "الكبرى" (2251) من طرق عن شعبة، بهذا الاسناد وهو في "مسند احمد" (1911)، و "صحيح ابن حبان" (917) و (3274).

نے یہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں پہلے تو آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور اس کے بعد فرمایا کہ بعد ازاں امیں تم سے چند آدمیوں کو ان امور کے لئے مقرر کرتا ہوں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے حاکم بنایا چنانچہ تم میں سے ایک شخص جسے میں نے زکوۃ وصول کرنے پر مقرر کیا ہے اپنا کام کر کے آتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تمہارے لئے ہے اور یہ مال مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے اور اس سے پوچھو تو وہ شخص اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر کیوں نہیں بیٹھا رہا کہ تحفہ دینے والے اسے گھر ہی بیٹھے تحفہ بھیج دیتے تب وہ دیکھتا کہ اس کے پاس تحفہ بھیجا جاتا ہے یا نہیں؟ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! یاد رکھو تم میں سے جو شخص کوئی بھی چیز لے گا اسے وہ قیامت کے دن رسوائی وذلت کے طور پر اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے لائے گا اگر وہ اونٹ ہوگا کہ جس کو اس نے بغیر استحقاق لیا ہوگا تو اس کی آواز ہوگی اگر وہ بیل ہوگا تو اس کی آواز ہوگی اور اگر وہ بکری ہوگی تو اس کی آواز ہوگی یعنی وہ دنیا میں جو بھی چیز بغیر استحقاق کے لے گا وہی چیز قیامت کے دن اس کی گردن پر سوار ہوگی اور بولتی ہوگی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک اتنے اونچے اٹھائے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر فرمایا: اے پروردگار! تو نے جو کچھ فرمایا میں نے لوگوں تک پہنچا دیا ہے اے پروردگار میں نے لوگوں تک پہنچا دیا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 275)

اور خطابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "وہ شخص اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر کیوں نہیں بیٹھا رہا اور تب وہ دیکھتا کہ اس کے پاس تحفہ بھیجا جاتا ہے یا نہیں؟ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کسی حرام کام کے لئے جس چیز کو وسیلہ بنایا جائے گا تو وہ وسیلہ بھی حرام ہوگا نیز اگر کسی ایک عقد (معاملہ) کو دوسرے عقد (مثلاً خرید وفروخت، ہبہ اور نکاح وغیرہ) سے متعلق کیا جائے تو اس وقت دیکھا جائے گا کہ آیا ان معاملوں کا علیحدہ علیحدہ حکم ان کے ایک ساتھ متعلق ہونے کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں! اگر ہے تو درست ہوگا اور اگر نہیں ہے تو درست نہیں ہوگا۔ (شرح السنہ)

ارشاد گرامی "وہ دیکھتا کہ اس کے پاس تحفہ بھیجا جاتا ہے یا نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو تحفہ تحائف کی پیش کش اس کی ذات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے عہدہ کی وجہ سے ہے اگر وہ زکوۃ وصول کرنے کے لئے عامل مقرر نہیں کیا جاتا بلکہ وہ اپنے گھر بیٹھا رہتا ہے تو اسے کوئی تحفہ کیوں دیتا؟" اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر عامل کو اس کا کوئی عزیز ودوست تحفہ دے تو دیکھا جائے کہ اگر اس کے لئے اس تحفہ کی پیش کش اس کے عامل ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے عہدہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے تعلقات اور دیرینہ مراسم کی وجہ سے ہے اور یہ ہمیشہ کا معمول ہے تو وہ تحفہ اس کے لئے جائز ہوگا اور اگر تحفہ کی پیش کش محض اس کے عہدے کی وجہ سے ہوگی تو وہ تحفہ اس کے لئے جائز نہیں ہوگا جیسا کہ قاضی ودیگر حکام کے بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی قاضی وحاکم کی دعوت کی جائے یا اسے کوئی تحفہ دیا جائے تو وہ اسے اس وقت قبول کر سکتا ہے جب کہ وہ یہ جانے کہ یہ پیش کش میرے موجود عہدہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے اور ہمیشہ کے معمول کے مطابق ہے۔

مگر ابن ملک یہ فرماتے ہیں کہ عامل (حاکم) کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کا تحفہ قبول کرے کیونکہ تحفہ کی پیش کش کا واحد پس منظر اس کی یہ خواہش ہی ہوتی ہے کہ عامل زکوۃ میں سے کچھ حصہ چھوڑ دے (اور حاکم اس کے ساتھ غیر قانونی رعایت کا

معاملہ کرے) اور یہ مطلقاً جائز نہیں ہے۔

خطابی رحمہ اللہ اس حدیث سے دو قاعدے اور شرعی اصول ثابت کر رہے ہیں پہلا قاعدہ اور شرعی اصول یہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر کسی حرام چیز کے حصول کی خاطر کسی مباح اور جائز چیز کو وسیلہ اور ذریعہ بنایا جائے گا تو وہ مباح و جائز چیز بھی ایک حرام مقصد کا وسیلہ ہونے کی وجہ سے حرام ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ کوئی شخص ناجائز نفع اور سود حاصل کرنے کے لئے کسی شخص کو قرض دیتا ہے ظاہر ہے کہ قرض دینا ایک جائز فعل ہے مگر چونکہ قرض دینے والے نے سود حاصل کرنے کے لئے قرض دیا ہے اس لئے اس کا قرض دینا بھی حرام ہو جائے گا، اسی طرح گھر ہے کہ کوئی شخص اسے اس لئے بطور رہن و گروی لے کہ اس میں بغیر کرایہ کے سکونت اختیار کرے یا جانور کہ اسے رہن لیا جائے اور پھر بغیر معاوضہ کے اس پر سواری کرے یا اس سے دوسرا فائدہ حاصل کرے۔

دوسرا قاعدہ اور شرعی اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر دو الگ الگ عقد (معاملوں) کو ایک دوسرے کے ساتھ متعلق کیا جائے تو اس وقت یہ دیکھا جائے گا کہ ان دونوں معاملوں کے ایک متعلق ہونے کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں۔ یعنی اگر وہ معاملے الگ الگ جائز ہو سکتے ہیں تو دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متعلق ہو کر بھی جائز رہیں گے اور اگر دونوں معاملے الگ الگ درست نہیں ہوتے ہیں تو دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متعلق ہو کر بھی درست نہیں ہوں گے مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے کو دس روپے کی چیز سو روپے میں فروخت کرے تاکہ وہ اسے ایک ہزار روپیہ قرض دے اور اس قرض کا نفع (سود) اس چیز کی قیمت کے طور پر وصول کرے یعنی جیسے اس صورت میں نو روپے قرض دینے والے کو مل گئے جو اس کے قرض کا نفع ہو گیا یہ صورت جائز نہیں ہے کیونکہ اگر وہ دس روپے کی چیز سو روپیہ کی بیچتا اور خریدار کو قرض کا لالچ نہ ہوتا تو وہ ہرگز اتنی زائد قیمت پر نہ لیتا۔ اور جہاں دو معاملے ایسے ہوں کہ اگر ایک کو دوسرے سے الگ کر دیں تو بھی جائز اور درست ہوں جیسے اس صورت مذکورہ میں دس روپے کی چیز دس ہی روپے میں بیچی جاتی اور ایک ہزار روپے قرض بھی دیتا تو چونکہ یہ دونوں معاملے الگ الگ جائز ہوئے اس لئے ایک دوسرے سے متعلق یک جا ہو کر بھی درست ہوں گے۔ خطابی نے حدیث سے جو یہ دو قاعدے مستنبط کئے ہیں ان میں سے پہلا قاعدہ تو بلا اختلاف سب کے ہاں قابل قبول ہے اس لئے کہ تمام ائمہ کے مسلک میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ وسائل و ذرائع چونکہ مقاصد ہی کے حکم میں ہوتے ہیں اس لئے نیکی کا وسیلہ بھی نیکی ہی ہوگا اور برائی کا وسیلہ بھی برائی ہوگا۔

لیکن دوسرا قاعدہ امام مالک اور امام احمد کے ہاں تو قابل قبول ہے کیونکہ وہ ہر اس حیلہ (تدبیر) کو ناجائز قرار دیتے ہیں جس کے ذریعہ سے ربوا (سود) وغیرہ کی حرمت سے بچ جائے گا مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی اس دوسرے قاعدہ کو نہیں مانتے کیونکہ ان حضرات کے ہاں حیلہ مباح ہے۔ تاہم اتنی بات ملحوظ رہے کہ اگرچہ امام اعظم ابوحنیفہ اس قاعدہ کے قائل نہیں ہیں لیکن اس قاعدہ کی جو مثال بیان کی گئی ہے وہ صورت امام صاحب کے نزدیک بھی ایک دوسرے شرعی قاعدہ کے مطابق جائز نہیں ہے چونکہ امام صاحب کے نزدیک حیلہ کی بعض صورتیں درست ہیں اس مناسبت سے کہا گیا ہے کہ وہ خطابی کے ذکر کردہ دوسرے قاعدہ کے قائل نہیں ہیں۔

بَابُ تَفْسِيرِ اَسْنَانِ الْاِبِلِ

باب: اونٹوں کی عمر کی وضاحت

1590/1 - قَالَ اَبُو دَاؤد: سَمِعْتُهُ مِنَ الرِّيَاشِيِّ، وَاَبِي حَاتِمٍ، وَغَيْرِهِمَا، وَمِنْ كِتَابِ النَّضْرِ بْنِ شُمَيْلٍ، وَمِنْ كِتَابِ اَبِي عُبَيْدٍ وَرُبَّمَا ذَكَرَ اَحَدُهُمُ الْكَلِمَةَ قَالُوا: يُسَمَّى الْحُوَارُ ثُمَّ الْفَصِيلُ، اِذَا فَصَلَ، ثُمَّ تَكُونُ بِنْتُ مَخَاضٍ لِسَنَةٍ اِلَى تَمَامِ سَنَتَيْنِ، فَاِذَا دَخَلَتْ فِي الثَّالِثَةِ، فَهِيَ ابْنَةُ لَبُونٍ، فَاِذَا تَمَّتْ لَهُ ثَلَاثُ سِنِينَ، فَهُوَ حِقٌّ وَحِقَّةٌ اِلَى تَمَامِ اَرْبَعِ سِنِينَ، لِاَنَّهَا اسْتَحَقَّتْ اَنْ تُرْكَبَ، وَيُحْمَلَ عَلَيْهَا الْفَحْلُ، وَهِيَ تَلْقَحُ، وَلَا يُلْقِحُ الذَّكَرُ حَتَّى يُثَنِّيَ، وَيُقَالُ لِلْحِقَّةِ: طَرُوقَةُ الْفَحْلِ، لِاَنَّ الْفَحْلَ يَطْرُقُهَا اِلَى تَمَامِ اَرْبَعِ سِنِينَ، فَاِذَا طَعَنَتْ فِي الْخَامِسَةِ، فَهِيَ جَذَعَةٌ حَتَّى يَتِمَّ لَهَا خَمْسُ سِنِينَ، فَاِذَا دَخَلَتْ فِي السَّادِسَةِ، وَاَلْقَى ثَنِيَّتَهُ، فَهُوَ حِينَئِذٍ ثَنِيٌّ حَتَّى يَسْتَكْمِلَ سِتًّا، فَاِذَا طَعَنَ فِي السَّابِعَةِ سُمِّيَ الذَّكَرُ رَبَاعِيًا، وَالْاُنْثَى رَبَاعِيَةً اِلَى تَمَامِ السَّابِعَةِ، فَاِذَا دَخَلَ فِي الثَّامِنَةِ، وَاَلْقَى السِّنَّ السَّدِيسَ الَّذِي بَعْدَ الرَّبَاعِيَةِ، فَهُوَ سَدِيسٌ وَسَدَسٌ اِلَى تَمَامِ الثَّامِنَةِ، فَاِذَا دَخَلَ فِي التِّسْعِ وَطَلَعَ نَابُهُ، فَهُوَ بَازِلٌ، اَيْ بَزَلَ نَابُهُ - يَعْنِي طَلَعَ - حَتَّى يَدْخُلَ فِي الْعَاشِرَةِ، فَهُوَ حِينَئِذٍ مُخْلِفٌ، ثُمَّ لَيْسَ لَهُ اسْمٌ، وَلَكِنْ يُقَالُ: بَازِلُ عَامٍ، وَبَازِلُ عَامَيْنِ، وَمُخْلِفُ عَامٍ، وَمُخْلِفُ عَامَيْنِ، وَمُخْلِفُ ثَلَاثَةِ اَعْوَامٍ اِلَى خَمْسِ سِنِينَ، وَالْخَلِفَةُ: الْحَامِلُ قَالَ اَبُو حَاتِمٍ: وَالْجَذُوعَةُ: وَقْتٌ مِنَ الزَّمَنِ لَيْسَ بِسِنٍّ، وَفُصُولُ الْاَسْنَانِ عِنْدَ طُلُوعِ سُهَيْلٍ،

قَالَ اَبُو دَاؤد: وَاَنْشَدَنَا الرِّيَاشِيُّ

اِذَا سُهَيْلٌ آخِرَ اللَّيْلِ طَلَعْ   فَابْنُ اللَّبُونِ الْحِقُّ، وَالْحِقُّ جَذَعْ

لَمْ يَبْقَ مِنْ اَسْنَانِهَا غَيْرُ الْهُبَعْ وَالْهُبَعُ: الَّذِي يُولَدُ فِي غَيْرِ حِينِهِ

﴿﴾ (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: درج ذیل وضاحت) ریاشی اور ابوحاتم اور ان کے علاوہ دیگر حضرات سے سنی ہے اس کے علاوہ نضر بن شمیل اور ابوعبید کی کتابوں سے بھی نوٹ کی ہے بعض اوقات ان میں سے کسی ایک نے کوئی ایک کلمہ ذکر کیا یہ حضرات یہ کہتے ہیں: (اونٹ کے بچے کو) حوار کہا جاتا ہے پھر فصیل ہوتا ہے جب وہ (دودھ) چھوڑ دیتا ہے پھر ایک سال کی عمر سے لے کر دو سال پورے ہونے تک بنت مخاض ہوتی ہے جب تیسرے سال میں داخل ہو جائے تو وہ بنت لبون ہوتی ہے جب تین سال پورے ہو جائیں تو وہ حقہ ہوتی ہے اور چار سال پورے ہونے تک وہ حقہ رہتی ہے کیونکہ اب وہ اس بات کی مستحق ہے کہ اس پر سواری کی جائے اور اس کے ساتھ نر جانور جفتی کر سکے یہ حاملہ ہو سکتی ہے لیکن نر جانور اس وقت تک حاملہ نہیں کر سکتا جب اس کے اگلے دانت گر نہیں جاتے حقہ کہا جاتا ہے کیونکہ نر جانور چار سال مکمل ہونے تک اس کے ساتھ جنسی عمل کر سکتا ہے جب وہ پانچویں سال میں داخل ہو جائے تو اسے جذعہ کہتے ہیں: یہاں تک کہ وہ پورے پانچ سال کی ہو جائے جب وہ چھٹے سال میں

شروع ہوجائے اور اپنے اگلے دو دانت گرادے تو اس وقت اسے ثنی کہا جاتا ہے چھ سال پورے ہونے تک یہی نام ہے جب وہ ساتویں سال میں شروع ہوجائے تو نر کو رباعی اور مادہ کو رباعیہ کہتے ہیں: اور یہ سات سال پورے ہونے تک کہا جاتا ہے جب وہ آٹھویں سال میں شروع ہوجائے اور چھٹا دانت گرادے جو رباعیہ کے بعد ہوتا ہے تو اسے سدیس یا سدس کہتے ہیں: یہ لفظ آٹھ سال پورے ہونے تک استعمال ہوتا ہے جب وہ نویں سال میں داخل ہوجائے اور اس کے اطراف کے دانت نکل آئیں تو اسے بازل کہتے ہیں: کیونکہ اس کے اطراف کے دانت نمایاں ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ دسویں سال میں داخل ہوجائے تو اسے مخلف کہا جاتا ہے اس کے بعد اونٹوں کا کوئی باقاعدہ نام نہیں ہے صرف یہ کہا جاتا ہے ایک سال کا بازل یا دو سال کا بازل یا ایک سال کا مخلف، دو سال کا مخلف، تین سال کا مخلف ایسا پانچ سالوں تک ہوتا ہے۔ لفظ خلفہ کا مطلب حاملہ جانور ہے۔

امام ابوحاتم کہتے ہیں: جذعہ سے تعلق وقت سے ہے سال سے نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ریاشی نے ہمیں ایک شعر بھی سنایا تھا۔

''جب رات کے ابتدائی حصے میں سہیل ستارا نکلتا ہے تو ابن لبون حق ہوجاتا ہے اور حق جذعہ ہے''۔

سال کے اعتبار سے اونٹوں کے ناموں میں کوئی اونٹ باقی نہیں رہا۔ صرف ایک لفظ رہ گیا ہے ہبع اس اونٹ کو کہتے ہیں: جو اپنے مخصوص وقت کے علاوہ پیدا ہوا ہو۔

اُونٹ کی زکوٰۃ

اُونٹ کی زکوٰۃ کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے: ☆ کم از کم 5 اونٹوں پر نصاب پورا ہوتا ہے، پانچ سے کم اونٹوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

☆ 5 سے 25 تک کی زکوٰۃ اس طرح دیں گے کہ ہر 5 کے بدلے ایک سالہ بکری یا بکرا دیں گے۔ ایک نصاب سے دوسرے نصاب کی درمیانی تعداد شامل زکوٰۃ نہیں ہوگی مثلاً پانچ کے بعد اگر ایک، دو، تین یا چار اونٹ زائد ہوں اُن کی زکوٰۃ نہیں دی جائے گی بلکہ دس اونٹ پورے ہونے پر دی جائے گی۔

☆ 25 سے 35 تک ایک سالہ مادہ اونٹنی جو دوسرے برس میں ہو، دی جائے گی۔

☆ 36 سے 45 تک مادہ اونٹنی جو دو سال کی ہو کر تیسرے برس میں ہو، دی جائے گی۔

☆ 46 سے 60 تک مادہ اونٹنی جو تین سال کی ہو کر چوتھے برس میں ہو، دی جائے گی۔

☆ 61 سے 75 تک مادہ اونٹنی جو چار سال کی ہو کر پانچویں برس میں ہو، دی جائے گی۔

☆ 76 سے 90 تک 2 مادہ اونٹنیاں جو دو سال کی ہو کر تیسرے برس میں ہوں، دی جائیں گی۔

☆ 91 سے 120 تک 2 مادہ اونٹنیاں جو تین سال کی ہو کر چوتھے برس میں ہوں، دی جائیں گی۔

☆ 121 سے 145 تک 2 مادہ اونٹنیاں جو تین سال کی ہو کر چوتھے برس میں ہوں اور ہر پانچ پر ایک سالہ بکری یا بکرا دیا جائے۔ مثلاً 125 پر 2 اونٹنیوں کے ساتھ ایک بکری، 130 پر 2 اونٹنیوں کے ساتھ دو بکریاں، 135 پر 2 اونٹنیوں کے ساتھ تین

بکریاں، 140 میں 2 اونٹنیوں کے ساتھ چار بکریاں۔

☆145 میں 2 مادہ اونٹنیاں جو تین سال کی ہو کر چوتھے برس میں ہوں اور ایک اونٹ کا بچہ جو ایک سال کا ہو کر دوسرے برس میں ہو، دیا جائے گا۔

☆150 اونٹوں پر 3 مادہ اونٹنیاں جو تین سال کی ہو کر چوتھے برس میں ہوں، دی جائیں گی۔

☆150 سے 170 تک 3 مادہ اونٹنیاں جو تین سال کی ہو کر چوتھے برس میں ہوں، دی جائیں گی اور ہر پانچ پر ایک سالہ بکری یا بکرا دیا جائے۔ مثلاً 155 پر 3 اونٹنیوں کے ساتھ ایک بکری، 160 پر اونٹنیوں کے ساتھ دو بکریاں، علی ھذا القیاس۔

☆175 سے 185 تک 3 مادہ اونٹنیاں جو تین سال کی ہو کر چوتھے برس میں ہوں، دی جائیں گی اور ایک سالہ اونٹنی جو دوسرے سال میں ہو دی جائے گی۔

☆186 سے 195 تک 3 مادہ اونٹنیاں جو تین سال کی ہو کر چوتھے برس میں ہوں، دی جائیں گی اور ایک اونٹنی جو دو سال کی ہو کر تیسرے سال میں ہو، دی جائے گی۔

بَابُ اَيْنَ تُصَدَّقُ الْاَمْوَالُ

باب: اموال کی زکوٰۃ کہاں ادا کی جائے

1591 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا جَلَبَ، وَلَا جَنَبَ، وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ.

۞۞ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جلب اور جنب کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور لوگوں کی زکوٰۃ صرف ان کے محلوں میں ہی وصول کی جائے گی"۔

جلب اور جنب کے معنی ومفہوم کا بیان

"جلب اور جنب" یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ دینے والوں کی قیام گاہوں سے کہیں دور ٹھہرے اور ان کو یہ حکم دے کہ وہ اپنی زکوٰۃ کا مال جیسے مویشی لے کر یہاں آ جائیں۔ اور "جنب" یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے اپنے زکوٰۃ دینے والے اپنے زکوٰۃ کے مال جیسے مویشیوں کو لے کر اپنی قیامگاہوں سے کہیں دور چلے جائیں اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کو اس مشقت میں مبتلا کریں

1591 - صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن، محمد بن اسحاق صرح بالتحديث. عند احمد (7024) وغيره. ابن ابى عدى: هو محمد بن ابراهيم السلمى. واخرجه ابن ابى شيبة 12/235، واحمد فى "مسنده" (6692) و (7024)، وابن الجارود فى "المنتقى" (345) و (1052)، وابن خزيمة (2280)، والبيهقى 298/4، والبغوى فى "شرح السنة" (2542) من طرق عن محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد. واخرجه احمد فى "مسنده" (7012)

کہ وہ ان کے پاس پہنچ کر زکوٰۃ وصول کرے۔ لہٰذا یہ دونوں ہی ممنوع و مکروہ ہیں۔

گھوڑ دوڑ میں "جلب" یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ میں شریک ہونے والا کوئی سوار کسی دوسرے شخص کو اس مقصد سے اپنے گھوڑے کے پیچھے لگالے کہ وہ اس کے گھوڑے کو ڈانٹتا اور جھڑکتا رہے تاکہ وہ آگے بڑھ جائے۔ اور "جنب" یہ ہے کہ اپنے گھوڑے کے پہلو بہ پہلو ایک دوسرا گھوڑا رکھے تاکہ جب سواری کا گھوڑا تھک جائے تو اس گھوڑے پر سوار ہو جائے، یہ دونوں باتیں بھی ممنوع ہیں۔

خوشدلی سے زکوٰۃ دیجئے

حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جو ایمان کے ساتھ ان پانچ چیزوں کو بجالایا جنت میں داخل ہوگا، جس نے پانچ نمازوں کی ان کے وضو اور رکوع اور سجود اور اوقات کے ساتھ پابندی کی اور رمضان کے روزے رکھے اور جس نے استطاعت ہونے پر حج کیا اور خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کی۔" (مجمع الزوائد، کتاب الایمان، فیمابنی علیہ الاسلام، رقم ۱۳۹، ج۱، ص ۲۰۵)

1592 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، يَقُولُ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ فِي قَوْلِهِ: لَا جَلَبَ، وَلَا جَنَبَ، قَالَ: أَنْ تُصَدَّقَ الْمَاشِيَةُ فِي مَوَاضِعِهَا، وَلَا تُجْلَبَ إِلَى الْمُصَدِّقِ، وَالْجَنَبُ، عَنْ غَيْرِ هَذِهِ الْفَرِيضَةِ أَيْضًا، لَا يُجْنَبُ أَصْحَابُهَا، يَقُولُ: وَلَا يَكُونُ الرَّجُلُ بِأَقْصَى مَوَاضِعِ أَصْحَابِ الصَّدَقَةِ فَتُجْنَبُ إِلَيْهِ، وَلَكِنْ تُؤْخَذُ فِي مَوْضِعِهِ

❁❁ عمرو بن اسحاق روایت کے ان الفاظ کی وضاحت کرتے ہیں "جلب اور جنب کی کوئی حیثیت نہیں ہے" وہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ جانوروں کی زکوٰۃ ان جانوروں کے مخصوص مقام پر ہی وصول کی جائے گی انہیں کھینچ کر زکوٰۃ وصول کرنے والے کی طرف نہیں لے جایا جائے گا' اور اس فرض کے بارے میں جنب یہ ہے کہ ان کے مالکان کو الگ نہیں کیا جائے گا زکوٰۃ وصول کرنے والے کو اس بات کا حق نہیں ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والوں کی جگہ سے دور جاکر بیٹھ جائے اور پھر جانوروں کو اس کی طرف لایا جائے بلکہ ان کی زکوٰۃ ان کے مخصوص مقام پر ہی وصول کی جائے گی۔

جانوروں کی زکوٰۃ

ہر قسم کے جانور کی زکوٰۃ نہیں دیں گے اس میں تفصیل یہ ہے کہ جو جانور تجارت کی غرض سے خریدے گئے ہیں، وہ مال تجارت ہیں اور ان کی زکوٰۃ ان کی قیمت کے حساب سے دی جائے گی۔

جو جانور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چر کر گزارہ کرتے ہوں اور چرانے سے مقصود صرف دودھ اور بچے لینا اور فربہ کرنا ہے، یہ سائمہ کہلاتے ہیں ان کی زکوٰۃ دینا ہوگی۔

جو جانور اگرچہ جنگل میں چرتے ہوں لیکن اس سے مقصود بوجھ لادنا یا ہل وغیرہ کے کام میں لانا یا سواری میں استعمال کرنا یا ان کا گوشت کھانا ہو تو یہ جانور سائمہ نہیں ہیں، ان کی زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہے۔

جن جانوروں کو گھر پر چارہ کھلاتے ہوں ان کی بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔"

(ماخوذ از الدر المختار ورد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب السائمۃ، ج۳،ص ۲۳۲، ۲۳۴)

نوٹ: جانوروں کی زکوٰۃ کے مصارف بھی وہی ہیں جو سونے چاندی اور کرنسی نوٹوں وغیرہ کے ہیں۔

تجارت کے لئے جانور خرید کر چرانا شروع کردیا تو۔ اگر جانور تجارت کے لئے خریدا تھا مگر بعد میں چرانا شروع کردیا تو اگر اسے سائمہ بنانے کی نیت کرلی تو اب سال شروع ہو جائے گا اور اگر نیت نہیں کی تھی تو مال تجارت ہی رہے گا۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکوٰۃ، الباب الثانی، الفصل الاول، ج۳،ص ۱۷۷)

بَابُ الرَّجُلِ يَبْتَاعُ صَدَقَتَهُ

باب: کسی شخص کا اپنے کیے ہوئے صدقے کو خرید لینا

1593 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَوَجَدَهُ يُبَاعُ، فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ، فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: لَا تَبْتَعْهُ، وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ

✿✿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا صدقہ کردیا پھر انہوں نے اس گھوڑے کو فروخت ہوتے ہوئے پایا تو اسے خریدنے کا ارادہ کیا انہوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اسے نہ خریدو اور اپنے کیے ہوئے صدقے کو واپس نہ لو۔

صدقہ کرنے کی حکایت کا بیان

ایک سبق آموز حکایت حدیث بالا کی روشنی میں جو یہ نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ حلال مال اچھی جگہ ہی خرچ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک سبق آموز حکایت سنیے شیخ علی متقی عارف باللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک متقی و صالح شخص کسب معاش کرتے تھے اور ان کا معمول تھا کہ جو کچھ کماتے پہلے تو اس میں ایک تہائی اللہ کی راہ میں خرچ کردیتے پھر ایک تہائی اپنی ضروریات پر صرف کرتے اور ایک تہائی اپنی کسب معاش کے ذریعے میں لگا دیتے ایک دن ان کے پاس ایک دنیا دار شخص آیا اور کہنے لگا کہ شیخ! میں چاہتا ہوں کہ کچھ مال اللہ کی راہ میں خرچ کروں، لہٰذا آپ مجھے کسی مستحق کا پتہ دیجیے انہوں نے کہا پہلے تو حلال مال حاصل کرو اور پھر اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، وہ مستحق شخص ہی کے پاس پہنچے گا۔ دنیا دار شخص نے اسے مبالغہ پر محمول کیا، شیخ نے کہا اچھا تم جاؤ تمہیں جو شخص بھی ایسا ملے جس کے تمہارے دل میں جذبہ ترحم پیدا ہو اسے صدقہ کا مال دے دینا، چنانچہ وہ شخص جب شیخ کے پاس سے اٹھ کر آیا تو اس نے ایک بوڑھے اندھے کو دیکھا جس کے لئے اس کے دل میں جذبہ ترحم پیدا ہوا اور یہ سمجھ کر کہ صدقہ کے مال کا اس بے چارے سے زیادہ کون مستحق ہو سکتا ہے؟ اپنے کمائے ہوئے مال میں سے اسے کچھ حصہ خیرات کردیا۔

جب دوسرے دن وہ ضعیف و نابینا شخص کے پاس سے گزرا تو اس نے سنا کہ وہ اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک دوسرے شخص

سے کل کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ کل میرے پاس سے ایک مالدار شخص گزرا اس نے مجھ پر ترس کھا کر اتنا مال مجھے دیا جسے میں نے فلاں بدکار شخص کے ساتھ شراب نوشی میں لٹا دیا۔ وہ دنیا دار یہ سنتے ہی شیخ کے پاس آیا اور ان سے پورا ماجرا بیان کیا، شیخ نے یہ واقعہ سن کر اپنی کمائی میں سے ایک درہم اسے دیا اور کہا کہ اسے رکھو اور یہاں سے نکلتے ہی سب سے پہلے تمہاری نظر جس پر پڑے اسے یہ درہم بطور خیرات دے دینا چنانچہ وہ شیخ کا دیا ہوا درہم لے کر گھر سے باہر نکلا تو اس کی نظر سب سے پہلے ایک اچھے شخص پر پڑی جو بظاہر کھاتا پیتا معلوم ہو رہا تھا پہلے تو وہ دیتے ہوئے جھجکا مگر چونکہ شیخ کا حکم تھا اس لئے مجبوراً وہ درہم اس شخص کو دے دیا۔

اس شخص نے وہ درہم لے لیا اور اپنے پیچھے مڑ کر چل دیا، اس کے ساتھ ساتھ وہ مالدار بھی چلا اس نے دیکھا وہ شخص ایک کھنڈر میں داخل ہوا اور وہاں سے دوسری طرف نکل کر شہر راہ پکڑی، مالدار بھی اس کے پیچھے کھنڈر میں داخل ہوا وہاں اسے کوئی چیز نظر نہ آئی البتہ اس نے ایک مرا ہوا کبوتر دیکھا وہ پھر اس شخص کے پیچھے پیچھے ہو لیا، پھر اسے قسم دے کر پوچھا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ میں ایک غریب انسان ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ بہت بھوکے تھے جب مجھ سے ان کی بھوک کی شدت نہ دیکھی گئی اور انتہائی اضطراب و پریشانی کے عالم میں میں ان کے لئے کچھ انتظام کرنے کی خاطر گھر سے نکل کھڑا ہوا تو میں سرگرداں پھر رہا تھا کہ مجھے یہ مرا ہوا کبوتر نظر آیا مرتا کیا نہ کرتا؟ میں نے یہ کبوتر اٹھا لیا اور اسے لے کر اپنے گھر کی طرف چلا تاکہ اس کے ذریعے بھوک سے بلکتے بچوں کو کچھ تسکین دلاؤں مگر جب اللہ نے تمہارے ذریعے یہ درہم مجھے عنایت فرما دیا تو یہ کبوتر جہاں سے اٹھایا تھا وہیں پھینک دیا۔ اب اس مالدار کی آنکھ کھلی اور اسے معلوم ہوا کہ شیخ کا وہ قول مبالغہ پر محمول نہیں تھا بلکہ حقیقت یہی ہے کہ حلال مال اچھی جگہ اور حرام مال بری جگہ خرچ ہوتا ہے۔

کھیت کا نقصان اور صدقہ کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیت بوتا ہے اور پھر انسان یا پرند اور چرند مالک کی مرضی کے بغیر اس میں سے کچھ کھاتے ہیں تو یہ نقصان مالک کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ الفاظ بھی ہیں کہ اور اس میں سے جو کچھ چوری ہو جاتا ہے وہ مالک کے لئے صدقہ ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 400)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے درخت کا پھل وغیرہ یا اس کی کھیتی میں سے اگر کوئی چرند پرند کسی بھی طرح یا کسی بھی سبب سے کچھ کھا لیتے ہیں تو مالک کو وہی ثواب ملتا ہے جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خیرات کرنے کا ثواب ہوتا ہے گویا اس ارشاد گرامی کے ذریعے مالک کو نقصان مال پر تسلی دلائی جا رہی ہے کہ وہ ایسے موقع پر صبر کرے کیونکہ اس نقصان کے بدلے میں اسے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ ایک اشکال اور اس کا جواب اس موقع پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اعمال کا ثواب تو نیت پر موقوف ہے اور ظاہر ہے کہ صورت مذکورہ میں مالک کی طرف سے نیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو پھر ثواب کیسے ملتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ کھیتی کا مقصود اصلی مطلقاً نوع انسانی وحیوانی کی حیات و بقاء ہے یعنی کاشتکار کسان جب کھیت میں بیج ڈالتا ہے۔ یا درخت کا کوئی پودا لگاتا ہے تو اس کے پیش نظر کسی فرد کی تخصیص کے بغیر

مطلقاً نوعِ انسانی وحیوانی کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کی نیت ہوتی ہے۔ اب اس کھیت یا درخت سے انسان وحیوان کا جو فرد بھی فائدہ اٹھائے گا خواہ وہ ناجائز طریقہ سے فائدہ اٹھایا جائز طریقے سے اس کی اجمالی نیت کا تعلق اس سے ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ جو شخص ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھائے گا وہ اپنے جرم کی سزا پائے گا۔ مگر مالک کے حق میں اس کی اجمالی نیت کافی ہو جائے گی کیونکہ حصولِ ثواب کے لئے اجمالی نیت کافی ہے اس کے مالک کو نقصان کے بدلے میں صدقہ کا ثواب مل جائے گا۔

صدقات نافلہ کا بیان

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مال وزر میں زکوٰۃ کے علاوہ اور حق بھی ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوری آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ نیکی یہی نہیں ہے کہ اپنے منہ کو مشرق ومغرب کی طرف متوجہ کرو الخ۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 413)

مطلب یہ ہے کہ مال کی زکوٰۃ دینا تو فرض ہے ہی کہ وہ ضرور دینی چاہیے۔ مگر زکوٰۃ کے علاوہ کچھ اور نفل صدقات بھی مستحب ہیں کہ ان کا دیا جانا بھی بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے اور وہ صدقات یہ ہیں کہ سائل اور قرض مانگنے والے کو محروم و مایوس نہ کیا جائے گھر گرہستی کا سامان مثلاً ہانڈی و دیگچی اور پیالہ وغیرہ یا اور ایسا وہ سامان جو اپنے قبضے وملکیت میں ہو اگر کوئی عاریۃ مانگے تو اسے دینے میں دریغ نہ کیا جائے کسی کو پانی، نمک اور آگ لینے سے منع نہ کیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ "حق" سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا ہے، یعنی اپنے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافر کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا معاملہ کرنا اور غلام کو آزاد کرنے کے لیے مال خرچ کرنا وغیرہ، مذکورہ بالا آیت پوری یوں ہے۔

آیت (لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّاۗىِٕلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ۔ البقرۃ: 177)

نیکی یہی نہیں ہے کہ تم مشرق ومغرب کو قبلہ سمجھ کر ان کی طرف منہ کرلو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں کے چھڑانے میں خرچ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت بطور استنباط تلاوت فرمائی کہ اس میں حق تعالیٰ نے پہلے تو ان مومنین کی تعریف بیان فرمائی ہے جو اپنے رشتہ داروں، یتیموں اور مساکین وغیرہ پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس کے بعد نماز پڑھنے والوں اور زکوٰۃ دینے والوں کی تعریف بیان کی لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ مال خرچ کرنا زکوٰۃ دینے کے علاوہ ہے جو صدقہ نفل کہلاتا ہے۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ مال وزر کے بارے میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق یعنی صدقات نافلہ ہیں وہ اس آیت سے ثابت ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے صدقات نافلہ کو ذکر کیا اس کے بعد صدقہ واجب یعنی زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا۔

بَابُ صَدَقَةِ الرَّقِيْقِ

باب: غلام کی زکوٰۃ

1594 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَيَّاضٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ فِي الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ زَكَاةٌ، إِلَّا زَكَاةُ الْفِطْرِ فِي الرَّقِيقِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی البتہ غلام میں صدقہ فطر لازم ہوتا ہے''۔

1595 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ، وَلَا فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی''۔

گھوڑوں کی زکوٰۃ سے متعلق حکم کا بیان

امام ابوالحسن فرغانی حنفی لکھتے ہیں۔ جب گھوڑے اور گھوڑیاں تمام کے تمام جنگل میں چرنے والے ہوں اور ان پر ایک سال کا عرصہ بھی گزر گیا ہو۔ تو (زکوٰۃ دیتے وقت) ان کے مالک کو یہ اختیار ہے۔ کہ وہ اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار زکوٰۃ دے دے اور اگر چاہے تو ان گھوڑوں کی قیمت لگوا کر ہر دو سو درہم سے پانچ درہم زکوٰۃ کے دے دے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں۔ (یعنی جب ان کے ساتھ گھوڑیاں نہ ہوں) اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گھوڑوں' خچروں اور گدھوں میں (بطور زکوٰۃ) کوئی شے بھی (واجب) نہیں ہوتی۔ مگر صرف اس صورت میں کہ جب وہ تجارت کے لئے ہوں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اونٹ بکری اور گائے کے چھوٹے بچوں میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ مگر صرف اس صورت میں کہ جب ان کے ساتھ بڑے (جانور) ہوں اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں انہی میں سے ایک بطور زکوٰۃ واجب ہوگا۔ اور جس آدمی پر (یعنی گائے کا دو سالہ بچہ ہو) مگر وہ نہ مل رہا ہو تو زکوٰۃ وصول کرنے والا اس سے اعلیٰ لے لے اور جو کچھ زکوٰۃ کی مقدار سے زائد ہو وہ اسے واپس کر دے۔ یا پھر اس سے اس سے کم درجہ کا جانور لے لے اور اس کے ساتھ (زکوٰۃ کی مقدار کے حساب سے جو دام) زائد (بنتے ہوں وہ) بھی لے لے۔ زکوٰۃ میں قیمتوں کا دینا جائز ہے اور کام میں استعمال کئے جانے والے اور بوجھ اٹھانے والے اور گھروں پر چارہ کھانے والے

(گھوڑوں) پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور زکوٰۃ لینے والا نہ انتہائی اعلیٰ درجہ کا مال لے اور نہ ہی انتہائی ردی (بیکار قسم کا) مال لے بلکہ درمیانے درجہ کا مال لے۔

اگر کسی آدمی کے پاس ایک (قسم کے مال کا) نصاب رہا پھر اس نے سال کے دوران ہی اس طرح کا ہی کچھ اور مال بھی کمالیا تو وہ اس مال کو بھی اپنے مال کے ساتھ ملا کر تمام کے تمام مال کی (اکٹھی) زکوٰۃ دے گا اور سائمہ (یعنی جنگل میں چرنے والے) جانور وہ ہیں۔ جو سال کا زیادہ حصے باہر چرنے پر اکتفاء کرتے ہوں۔ اب اگر اس نے چھ ماہ یا اس سے زیادہ ان جانوروں کو گھر پر چارہ کھلایا تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک زکوٰۃ نصاب میں ہے نہ کہ عفو میں (یعنی عمدہ مال میں) اور امام محمد اور امام زفر رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان دونوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جب زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مال تباہ ہوگیا تو ایسے آدمی سے فریضہ زکوٰۃ گر جائے گا۔ اور اگر اس نصاب کا مالک ہونے کی صورت میں سال گزرنے سے قبل ہی زکوٰۃ ادا کردی تو بھی جائز ہے۔ (ہدایہ، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

فصلان، حملان اور عجاجیل کا معنی

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ فصلان یہ فصیل کی جمع ہے۔ فصیل اونٹنی کے اس کو بچے کو کہتے ہیں جو ابھی تک ابن مخاض نہ ہو۔ اور عجاجیل یہ عجول کی جمع ہے اس کا معنی ہے گائے کا بچہ یعنی بچھڑا ہے۔ اور حملان یہ حمل کی جمع ہے۔ بکری کے بچے کو حمل کہا جاتا ہے۔ (فتح القدیر، ۴، ص ۳۲، بیروت)

گھوڑوں کی زکوٰۃ میں فقہی اختلاف کا بیان؟

دراصل اس عبارت کے مفہوم کے تعین میں یہ اختلاف اس لیے واقع ہوا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جو جنگل میں چرتے ہیں پھر گھوڑے کا مالک اس بارے میں مختار ہے کہ چاہے تو وہ ان کی زکوٰۃ میں ہر گھوڑے پیچھے ایک دینار دے چاہے ان کی قیمت متعین کر کے ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے جیسا کہ زکوٰۃ کا حساب ہے۔

حضرت امام شافعی اور صاحبین کے ہاں گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ ان حضرات کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمانوں پر ان کے گھوڑے اور غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف سے دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ ہر گھوڑے پیچھے کہ جو جنگل میں چرے ایک دینار ہے۔

جہاں تک تعین قیمت پر زکوٰۃ کا تعلق ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عمر فاروق سے منقول ہے حضرت شافعی بطور دلیل جو حدیث پیش کرتے ہیں اس کے بارے میں حضرت امام اعظم کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق غازی و مجاہد کے گھوڑے سے ہے اسی طرح غلام سے مراد غلام ہے جو خدمت کے لیے رکھ چھوڑا ہو۔

وہ گھوڑے جو اپنے مالک کے لیے ثواب کا ذریعہ بنتے ہیں اس کی تشریح آپ نے یہ فرمائی کہ اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جسے اس کے مالک نے مسلمانوں کے لیے خدا کی راہ میں باندھا ہے یہاں راہ خدا سے مراد جہاد ہی ہے یعنی اس نے اس مقصد کے

لیے گھوڑے پال رکھے ہیں تاکہ جب جہاد کا وقت آئے تو اس پر سوار ہو کر دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہو یا بوقت ضرورت دوسرے مسلمانوں کو دے تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر جہاد کریں۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ والے مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ اور صاحب ''الاسرار'' نے بھی اس کو راجح قرار دیا ہے۔ جبکہ شمس الائمہ اور صاحب تحفہ نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ اور اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام صاحب گھوڑوں سے جبراً زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ اور کتب ستہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ مسلمان کے غلام اور گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ امام مسلم نے یہ زیادہ کیا ہے۔ کہ سوائے فطرانے کے زکوٰۃ نہیں ہے۔ (فتح القدیر، ج ۴، ص ۲۵، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۴۶۳)

گھوڑوں کی زکوٰۃ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جو جنگل میں چرتے ہیں پھر گھوڑے کا مالک اس بارے میں مختار ہے کہ چاہے تو وہ ان کی زکوٰۃ میں ہر گھوڑے پیچھے ایک دینار دے چاہے ان کی قیمت متعین کر کے ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے جیسا کہ زکوٰۃ کا حساب ہے۔

اور امام نخعی سے روایت کیا گیا ہے کہ جو روضہ میں ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور انہوں نے حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اسی اختیار کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ میں لوگوں کا اختلاف ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی لکھتے ہیں۔ کہ فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ خلفاء راشدین ان سے صدقہ لیتے تھے۔

(البنائیہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۲۵، حقانیہ ملتان)

علوفہ وسائمہ کی تعریف کا بیان

اگر سال کا اکثر حصہ مفت چر کر گزارا کریں تو سائمہ کہلاتے ہیں۔ ان پر مقرر شرح سے سال گزرنے پر زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ اگر سال کا اکثر حصہ قیمتی چارہ ڈالا جائے تو علوفہ کہلاتے ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں۔

عوامل وحوامل کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ

جو جانور کام کاج کے ہوں اور ضروریات میں استعمال ہوتے ہوں جیسے بیل ہل جوتنے یا کنویں سے پانی کھینچنے یا بار برداری

کے کام لیے ہوں تو اگر چہ ان کی تعداد بقدر نصاب ہی کیوں نہ ہو لیکن ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ یہی حکم اونٹ وغیرہ کے بارے میں بھی ہے چنانچہ حضرت امام اعظم حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے جانوروں میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

علوفہ کی زکوٰۃ میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ علوفہ جانور میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔ اور اسی طرح حضرت عطاء، حسن، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، سعید بن جبیر، لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد، ابوثور، ابوعبید، ابن منذر علیہم الرحمہ کا قول ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے روایت ہے اور قتادہ، مکحول اور امام مالک علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اور ان کی دلیل نص کا ظاہری حکم یعنی ''ان کے اموال سے صدقہ پکڑیں'' ہے۔

ہم احناف اور ہمارے مؤید فقہاء کی دلیل سنن ابوداؤد کی حدیث ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ حوامل، عوامل اور ہل چلانے والے بیل میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص، ۶۸، حقانیہ ملتان)

عفو کی زکوٰۃ میں ائمہ احناف کے اختلاف کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص کا عفو ہلاک ہو گیا اور باقی نصاب رہ گیا تو اس کی صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ ایک شخص کے پاس نو (۹) اونٹ ہیں یا اس کے پاس ایک سو بیس (۱۲۰) بکریاں ہیں۔ تو سال کے بعد چار اونٹ یا آٹھ بکریاں ہلاک ہو گئیں تو ان کی ہلاکت کے باوجود شیخین کے نزدیک زکوٰۃ کچھ بھی ساقط نہ ہوگی۔ بلکہ پوری زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔

جبکہ امام محمد اور امام زفر علیہما الرحمہ کے نزدیک پہلے چار اونٹوں میں اور دوسرے نصاب میں بکریوں کے دوثلث سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے۔

نصاب زکوٰۃ کے بارے نص کے بیان کی وجہ سے ان میں سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی۔ کیونکہ فقہاء کے ہاں یہ اصول مسلمہ ہے کہ جب کسی نص کے معارض قیاس آجائے تو اس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اور نصاب زکوٰۃ میں جانوروں کے تعین میں نصوص واضح ہیں۔ اسی بناء پر فقہاء نے کہا ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس چالیس اونٹ ہوں اور سال کے بعد ان میں سے بیس ہلاک ہو گئے تو امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر چار بکریوں کی زکوٰۃ ہوگی۔ گویا آپ کے نزدیک سال ان بیس پر گزرا ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کی زکوٰۃ ایک بنت لبون ہوگی۔ اور نصف اس سے ساقط ہو جائے گی۔ اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک بیس کے چھتیس حصے بنائے جائیں گے اور پھر بنت لبون کے اتنے ہی حصے بنائے جائیں۔ اور پھر اس میں سے سولہ حصے ساقط ہو جائیں گے۔ کیونکہ چالیس میں سے چار حصے وہ ہوں گے جو عفو ہیں جن کو ہالک کی

طرف پھیرا جائے گا۔ اور باقی چھتیس میں وجوب رہ گیا۔ لہٰذا وجوب کی وہی مقدار ہوگی جس میں وہ باقی رہا ہے۔ واللہ اعلم۔
(فتح القدیر، ج ۴، ص ۵۴، بیروت)

سال سے پہلے ادائیگی زکوٰۃ میں فقہ مالکی وحنفی کا اختلاف

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ جلدی ادا کردینے کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حنفیہ اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہ بات جائز اور درست ہے کہ مال پر سال پورا ہونے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کردی جائے بشرطیکہ زکوٰۃ دینے والا نصاب شرعی کا مالک ہو۔

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اگر کسی نے دو سال قبل زکوٰۃ ادا کردی تو ہمارے نزدیک اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ جبکہ صاحب ''اسرار'' نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حولان حول نصاب کے لئے ہے اور شرط مشروط سے مقدم ہوتی ہے۔ اور مشروط کو شرط پر مقدم کرنا جائز نہیں۔ جیسا نصاب کو مقدم کرنا ہے۔ جبکہ ائمہ احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس نے وجوب سبب کے بعد ادا کی ہے اور یہ اسی طرح جیسے کسی نے اول وقت میں نماز پڑھ لی۔ اور مسافر روزے دار ہوگیا۔ اور اسی طرح یہاں حولان حول کی شرط وجوب ادا کے لئے ہے۔ جبکہ ہماری بحث جواز سے متعلق ہے۔ وجوب سے متعلق ہی نہیں اور اسی طرح ہوگیا جس طرح زخم کے بعد اس کا کفارہ ادا کرنا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۳، ص، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ احناف کی دلیل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ سال سے قبل زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم منصوص ہے اور نص وہی ہے۔ (جسے ہم ابوداؤد، ترمذی وغیرہ کتب احادیث کے حوالے سے اوپر ذکر چکے ہیں۔ لہٰذا نص کے ہوتے ہوئے کسی قسم کے قیاس یا کسی نحوی، صرفی، لغوی قاعدے کا اعتبار ہرگز نہ کیا جائے گا)۔ اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حول صفت واقع ہے۔ تو یاد رہے کہ حول کا شروع بھی وہ جس پر حال گزرے لہٰذا وہ بھی حول ہے۔ اور نیکی میں سبقت کا حکم بھی موجود ہے۔ لہٰذا حول کا اسناد کے شروع کی جانب کیا جائے گا۔ (فتح القدیر، ج ۴، ص، بیروت)

اتمام سال سے قبل زکوٰۃ کی ادائیگی میں مذاہب اربعہ

ہمارے نزدیک سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز ہے اور وہ ادا ہو جائے گی۔ حضرت امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق اور ابوثور کا قول بھی یہی ہے۔

حضرت حسن بصری، نخعی، زہری، اوزاعی، ثوری، شعبی، مجاہد، حاکم ابن ابی لیلی، سعید بن جبیر، حسن بن حی علیہم الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک سال سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

(البنائیہ، ۴، ص ۸۲، حقانیہ)

بَابُ صَدَقَةِ الزَّرْعِ

باب: کھیتی کی زکوٰۃ

1596 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْهَيْثَمِ الْاَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْاَنْهَارُ وَالْعُيُوْنُ، اَوْ كَانَ بَعْلًا الْعُشْرُ، وَفِيْمَا سُقِيَ بِالسَّوَانِيْ، اَوِ النَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ

⊛⊛ سالم بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو زمین بارش، دریا اور چشموں سے سیراب ہوتی ہو یا (زمین کے اندر موجود پانی) سے سیراب ہوتی ہو اس میں عشر کی ادائیگی لازم ہوگی اور جنہیں اونٹوں کے ذریعے (پانی لاکر) سیراب کیا جاتا ہے یا ڈول کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے ان میں نصف عشر کی ادائیگی لازم ہوگی"۔

شرح

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ہو۔ اور اسی طرح خواہ اسے جاری پانی یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو۔ جبکہ نرکل، ایندھن اور گھاس میں نہیں۔ اور صاحبین نے کہا عشر صرف ان میں واجب ہے جن کا پھل باقی رہتا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ وہ پانچ وسق ہو جائے۔ اور ایک وسق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع سے ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک سبزیوں میں عشر نہیں ہے۔ یہاں اختلاف دو جگہوں میں ہے۔ (۱) نصاب کی شرط لگانے میں ہے۔ (۲) بقاء کی شرط لگانے میں ہے۔ پہلی صورت میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق سے کم پر صدقہ نہیں ہے۔ (بخاری) لہٰذا عشر بھی زکوٰۃ ہی ہے۔ پس اس میں ثبوت غناء کے لئے نصاب شرط ہوگا۔ اور حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین نے جو کچھ نکالا ہے اس میں عشر ہے۔ (مشکوٰۃ) اس میں کسی قسم کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ اور صاحبین کی بیان حدیث کی تاویل یہ ہے کہ زکوٰۃ تجارت ہے۔ اس لئے کہ لوگ اوساق کے ساتھ خرید وفروخت کرتے ہیں۔ اور ایک وسق کی قیمت چالیس دراہم تھی اور اس میں مالک کا اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی صفت یعنی غناء کا اعتبار کس طرح کیا جائے؟ اور اسی دلیل کی وجہ سے سال گزرنے کی شرط بھی نہیں ہے۔ اس لئے سال کا گزرنا نمو حاصل کرنے کے لئے تھا۔ یہ تو سارے کا سارا نمو (بڑھوتی) ہے۔ اور صاحبین کی دلیل دوسری شرط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے (سنن دار قطنی) اور جب زکوٰۃ کی نفی ہوئی تو عشر ہی متعین ہو گیا۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل وہی حدیث ہے جسے روایت کر چکے ہیں۔ اور صاحبین کی بیان کردہ حدیث اس صدقہ پر محمول ہے جس کو عاشر وصول کرتا ہے۔ اور روایت میں امام اعظم علیہ الرحمہ بھی اسی سے استدلال فرماتے ہیں۔ اور اس دلیل کی وجہ سے بھی زمین سے نمو ایسی چیز سے حاصل ہوتا ہے جو باقی

رہنے والی ہی نہیں ہے۔اور سبب بھی یہی یعنی زمین کا نامی ہونا ہے۔اور اس میں خراج بھی اسی وجہ سے واجب ہے۔اور ایندھن، نرکل (بانس) کی لکڑی اور گھاس کا حکم تو عرف عام کے مطابق باغات میں نہیں لگائی جاتیں۔ بلکہ ان کو باغات سے اکھاڑا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر مالک اس کو نرکل کا کھیت یا ایندھن کے درختوں کا باغ یا گھاس اگانے ہی جگہ بنالے۔ تو اس میں عشر واجب ہوگا۔اور یہاں نرکل سے مراد فارسی نرکل ہے۔ البتہ گنے اور چرائتہ ان دونوں میں عشر واجب ہے۔ کیونکہ ان دونوں سے زمین کی پیداوار مقصود ہوتی ہے۔ بہ خلاف کھجور کی شاخوں اور بھوسے کے کیونکہ ان میں مقصود چھوارہ اور دانہ ہوتا ہے۔ بھوسہ اور شاخیں غیر مقصود ہوتی ہیں۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

1597 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْعُيُونُ الْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالسَّوَانِي فَفِيهِ نِصْفُ الْعُشْرِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جس زمین کو دریا یا چشمے کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے اس میں عشر کی ادائیگی لازم ہوگی اور جسے اونٹوں کے ذریعے سیراب کیا جاتا ہے اس میں نصف عشر کی ادائیگی لازم ہوگی"۔

زمینی پیداوار میں قید وسق میں مذاہب اربعہ

غلہ اور پھلوں کے نصاب عشر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک پانچ وسق کو نصاب قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت امام اعظم کے نزدیک وسق کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ زمینی پیداوار میں جس بھی پھل اور سبزیاں ہیں ان کی مقدار کے مطابق ان میں عشر یا نصف عشر دینا واجب ہے۔ (المغنی، ج ۲، ص ۲۹۰، بیروت)

1598 - حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، وَحُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْعِجْلِيُّ قَالَا: قَالَ وَكِيعٌ: الْبَعْلُ الْكَبُوسُ الَّذِي يَنْبُتُ مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ قَالَ: ابْنُ الْأَسْوَدِ، وَقَالَ يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ آدَمَ: سَأَلْتُ أَبَا إِيَاسٍ الْأَسَدِيَّ، عَنِ الْبَعْلِ، فَقَالَ: الَّذِي يُسْقَى بِمَاءِ السَّمَاءِ وَقَالَ: النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: الْبَعْلُ: مَاءُ الْمَطَرِ

وکیع کہتے ہیں: "بعل کبوس" سے مراد وہ پیداوار ہے جو بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہے۔

یحییٰ بن آدم کہتے ہیں: میں نے ابوایاس اسدی سے بعل کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: وہ (کھیت) جسے بارش کے پانی سے سیراب کیا جائے۔

نضر بن شمیل کہتے ہیں: بعل سے مراد بارش کا پانی ہے۔

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ 129ھ 196ھ

دوسری صدی ہجری میں جن ممتاز تبع تابعین نے توحید وسنت کے اشاعت وترویج اور شرک بدعت کی تردید وبیخ کنی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ان میں امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (196ھ) کا نام بھی آتا ہے۔ امام وکیع بن الجراح رحمۃ

اللہ علیہ کی تصانیف کے سلسلہ میں ارباب سیر اور تذکرہ نگاروں نے خاموشی اختیار کی ہے لیکن ان کے علم وفضل، عدالت وثقاہت، ذہانت وفطانت اور زہد وورع کا اعتراف کیا ہے۔ امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے علوئے مرتبت اور جلالت شان کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

محدث امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ (م 234ھ) امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م 181ھ) امام یحیٰی بن معین رحمۃ اللہ علیہ (م 233ھ) اور امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 204ھ) جیسے مشاہیر ائمہ کرام ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ (129ھ) میں پیدا ہوئے۔ مگر امام ابوبکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ بغدادی (م 463ھ) نے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے۔

ولدت سنۃ ثمان وعشرین مائۃ میری ولادت 128ھ میں ہوئی۔

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کا مولف کوفہ ہے یہاں ان کے والد الجراح بن ملیح رحمۃ اللہ علیہ بیت المال کے نگران تھے۔ امام وکیع ابن الجراح رحمۃ اللہ علیہ نے جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ان کی فہرست حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) نے تہذیب التہذیب میں درج کی ہے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ (م 157ھ) اور امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ بن سعید ثوری (م 161ھ) کے نام بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔

امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م 463ھ) لکھتے ہیں کہ: امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م 150ھ) اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (م 183ھ) سے بھی حدیث کی سماعت کی تھی۔ اوران کا شمار امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م 150ھ) کے تلامذہ میں کیا ہے۔

امام وکیع ابن الجراح نے اپنے استاذ امام سفیان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م 161ھ) کے انتقال کے بعد مسند درس کو زینت بخشی، جس وقت آپ نے درس کا آغاز کیا۔ اس وقت آپ کی عمر 33 سال تھی۔ امام وکیع ابن الجراح رحمۃ اللہ علیہ جہاں بھی جاتے ان کا حلقہ درس مرجع خلائق بن جاتا۔ طالبین کا جمع غفیر ان کے اردگرد جمع ہوجاتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 852ھ) نے ابوہشام رفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ابوہشام رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

دخلت مسجد حرام فاذا عبید اللہ بن موسیٰ یحدث والناس حولہ کثیر فطفت اسبوعا ثم جئت فاذا عبید اللہ قاعد وحدہ فقلت ماہذا فقال قدم الشیی فاخذھم یعنی وکیعا

ایک مرتبہ میں مسجد حرام میں گیا تو عبید اللہ بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث کا درس دیتے دیکھا۔ ان کے اردگرد طلباء کا ہجوم تھا۔ پھر ایک ہفتہ طواف کے بعد جو دیکھا تو عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ تن تنہا بیٹھے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا ایک اژدھا آگیا ہے جو پورے حلقے کو نگل گیا ہے۔ اُن کی مراد امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ (م 234ھ) عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م 181ھ) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

(م 204ھ) یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (م 233ھ) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م 241ھ) امام قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ (م 240ھ) اور ابو بکر بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (م 235ھ) جیسے ممتاز محدثین کرام اور ائمہ عظام شامل ہیں۔ امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل اور تبحر علمی کا اعتراف ارباب سیر اور آپ کے تلامذہ نے کیا ہے۔

امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م 463ھ) نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م 241ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مارأیت أحدا أوعیٰ للعلم ولا أحفظ من وکیع

میں نے علم، حفظ، اسناد، اور ساتھ ہی ساتھ ورع وتقویٰ میں امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کا مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م 241ھ) کا دوسرا قول یہ ہے: مارأت عيني مثل وكيع قط يحفظ الحديث، ويذاكر بالفقه فيحسن، مع ورع واجتهاد،

میری آنکھوں نے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کا مثل نہیں دیکھا وہ حدیث کے بڑے اچھے حافظ تھے۔ فقہ بھی بہترین پڑھاتے تھے۔ تقویٰ اور اجتہاد میں بھی ممتاز تھے۔

علامہ عبدالحیٔ بن عماد الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (1089ھ) امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

ما كان بالكوفة في زمان وكيع أفقه ولا أعلم بالحديث من وكيع عبقريا

وکیع رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کوفہ میں ان سے بڑا فقیہ اور حدیث کو ان سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں تھا۔ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ عبقری وقت تھے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (م 597ھ) فرماتے ہیں۔ ووکیع فی زمانہ کالأوزاعی فی زمانہ

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی ان کے زمانہ میں وہی حیثیت تھی۔ جو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ان کے وقت میں تھی۔

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ (م 230ھ) لکھتے ہیں کہ: امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ ثقہ۔ بلند مرتبہ عالم، کثیر الحدیث اور حجت تھے۔

اللہ تعالیٰ نے امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کو غیر معمولی قوت حافظہ سے نوازا تھا۔ علامہ ابوبکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ بغدادی (م 463ھ) نے ان کے حافظہ[1] کے بارے میں ان کا اپنا قول نقل کیا ہے۔ کہ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں۔

ما نظرت فی کتاب منذ خمس عشرة إلا فی صحیفة یوما، فنظرت فی طرف منه، ثم أعدته مکانه

میں نے گذشتہ 15 سال کے عرصہ میں سوائے ایک دن کے کبھی کتاب کھول کر نہیں دیکھی۔ اور اس ایک مرتبہ میں بھی بہت سرسری طور پر دیکھا۔ اور کتاب کو پھر اس کی جگہ رکھ دیا۔

اس قوت حافظہ کا نتیجہ تھا کہ درس کے وقت کبھی کتاب سامنے نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ زبانی حدیث کا درس دیتے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں انہوں نے کبھی بھی حدیثوں کو قلمبند نہیں کیا۔ بلکہ گھر آ کر لکھتے تھے خود فرماتے ہیں۔

ما كتبت عن سفيان الثوري حديثا قط، كنت أحفظه فإذا رجعت إلى المنزل كتبته.

میں نے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے درس کے وقت کبھی حدیث نہیں لکھی بلکہ اس کو دماغ میں محفوظ کر لیتا۔ پھر گھر جا کر لکھتا تھا۔

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ قوت حافظہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر معاصی سے اجتناب کیا جائے تو حافظہ قائم رہتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

ترك المعاصي، ماجربت مثله للحفظ.

معاصی سے اجتناب سے بڑھ کر قوت حافظہ کے لئے کوئی چیز میرے تجربہ میں نہیں آئی۔"

اما وکیعؒ علمی کمالات کے ساتھ اخلاقی فضائل سے بھی آراستہ تھے۔ دنیاوی دولت اور وجاہت سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م463ھ) لکھتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کو قضاء کا عہدہ پیش کیا۔ لیکن آپ نے معذرت کر دی۔

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی نہایت سادہ طریقہ سے بسر ہوئی۔ حالانکہ صاحب ثروت تھے، ہمیشہ روزہ سے رہتے۔ آپ کی شب بیداری اور عبادت گزاری کا رنگ پورے گھر پر چڑھا ہوا تھا۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م463ھ) نے ان کے صاحبزادہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ابن وکیع کا یہ قول نقل کیا ہے۔

كان أبي يصلي الليل فلا يبقى في دارنا أحد إلا صلى، حتى إن جارية لنا سوداء لتصلي

میرے والد جب رات میں نماز پڑھتے تھے۔ تو ہمارے گھر میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہتا تھا۔ جو نماز نہ پڑھتا ہو۔ حتیٰ کہ ہماری سیاہ فام لونڈی بھی نماز پڑھتی تھی۔

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے سفیان بن وکیع رحمۃ اللہ علیہ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کے شب و روز کے معمولات کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

میرے والد صائم الدہر تھے۔ صبح سویرے بیدار ہو جاتے فجر کی نماز کے بعد مجلس درس شروع ہو جاتی، دن نکلتے تک اس میں مشغول رہتے۔ پھر گھر جا کر ظہر کی نماز تک قیلولہ فرماتے، اس کے بعد ظہر کی نماز ادا کرتے۔ پھر عصر تک طلباء کو قرآن کا درس دیتے، اور پھر مسجد آ کر عصر کی نماز پڑھتے۔ اور اس سے فارغ ہو کر پھر درس قرآن شروع ہو جاتا۔ اور شام تک مذاکرہ میں منہمک رہتے۔ پھر گھر تشریف لا کر افطار فرماتے۔ اس سے فارغ ہو کر نماز پڑھتے۔

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ منصب امامت و اجتہاد پر فائز تھے۔ لیکن فتویٰ امام ابوحنیفہ (م150ھ) کے مسلک کے مطابق دیتے تھے۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ حنفی مسلک کی طرف مائل تھے۔ آپ کے شاگرد یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ (م233ھ) کا قول خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م463ھ) نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے۔

كان وكيع يفتي بقول أبي حنيفة وكان قد سمع منه كثيرا

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ اور انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

سے کافی سماعت بھی کی تھی۔

امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ بن الجراح کی تصانیف کے بارے میں ارباب سیر کی مختلف آراء ہیں۔علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م748ھ) نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م241ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے۔علیکم بمصنفات وکیع

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (م853ھ) اور امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م463ھ) نے بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م241ھ) کا یہ قول اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (م597ھ) لکھتے ہیں کہ:صنف التصانیف الکثیرۃ انہوں نے بکثرت کتابیں تصنیف کیں۔

لیکن حاجی خلیفہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن عبداللہ (م1067ھ) نے کشف الظنون اور علامہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے معجم المطبوعات میں امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔فہرست ابن ندیم میں آپ کی ایک تصنیف "کتاب السنن" کا نام ملتا ہے۔

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ نے 68 سال کی عمر میں (196ھ) میں مکہ اور کوفہ کے درمیان انتقال کیا۔

1۔تہذیب التہذیب ج11 ص124۔123۔2۔صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی ج3 ص104۔3۔تاریخ بغداد ج2 ص462۔4۔ایضا5۔تاریخ بغداد ج13 ص471۔6۔تہذیب التہذیب ج11 ص129۔7۔تہذیب التہذیب ج11ص 125۔8۔تاریخ بغداد 135۔ص474۔9۔ایضا ص474۔10۔شذرات الذہب ج1 ص350۔11۔صفوۃ الصفوۃ ج3 ص 102۔12۔طبقات ابن سعد ج6 ص 275۔13۔تاریخ بغداد ج3ص 475۔14۔ایضا ص475۔15۔تاریخ بغداد ج13 ص462۔16۔ایضا ص471۔17۔تاریخ بغداد ج3 ص471۔18۔ایضا ص471۔19۔ تذکرۃ الحفاظ ج1ص 218۔20۔تہذیب التہذیب ابن حجر ج11 ص126۔تاریخ بغداد خطیب بغدادی ج3 ص 476۔21۔صفوۃ الصفوۃ ج2 ص104۔22۔الفہرست ص317۔23۔تہذیب التہذیب ج11 ص127۔

عشر کے نصاب میں فقہاء کے مذاہب کا بیان

غلہ اور پھلوں کی زکوۃ (عشر) کے نصاب میں ائمہ کا اختلاف ہے۔امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل حدیث مذکور کی روشنی میں غلہ اور پھلوں کے لیے پانچ وسق (بتیس من) کو نصاب قرار دیتے ہیں۔جس شخص کے کھیتوں اور باغات سے پانچ وسق یا اس سے زائد پیداوار حاصل ہو جائے اس پر عشر واجب ہوگا جس شخص کی پیداوار پانچ وسق سے کم ہو اس پر عشر واجب نہیں ہوگا۔اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین کی پیداوار کے لیے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔غلہ پھل اور سبزیوں کی زمین سے جس قدر پیداوار بھی حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر دینا واجب ہوگا۔

عشر کے نصاب میں ائمہ ثلاثہ کے موقف کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام مالک، امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابن ابی لیلیٰ، امام شافعی، امام ابویوسف، امام محمد اور تمام اہل علم کا قول یہ ہے کہ پھلوں اور غلہ میں زکوۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کی مقدار پانچ وسق کو پہنچ جائے البتہ امام ابوحنیفہ

اور مجاہد کہتے ہیں کہ قلیل اور کثیر سب میں زکوۃ واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم فرمایا ہے: جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور چونکہ زمین کی پیداوار میں سال گزرنے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں ہے یہ حدیث خاص ہے اور امام ابوحنیفہ کی پیش کردہ حدیث عام ہے جس کی اس حدیث سے تخصیص کرنا واجب ہے۔

(المغنی ج۲ ص۲۹۶ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱٤۰۵ھ)

عشر کے نصاب میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف کا بیان

امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ زرعی پیداوار کا کوئی نصاب نہیں ہے اور زمین سے جس قدر بھی پیداوار حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(آیت) ''کلوا من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ''۔ (الانعام:۱٤۱)

ترجمہ: درخت کا پھل جب پھل دے تو اس سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھلوں سے زکوۃ ادا کرنے کے لیے پھلوں کا کوئی نصاب نہیں بیان کیا' اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے' خواہ ان کی مقدار کثیر ہو یا قلیل' نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) ''یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض''۔ (البقرہ:۲٦۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو اور جو کچھ زمین سے ہم نے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں (اللہ کی راہ میں خرچ کرو)

امام ابوحنیفہ استدلال یوں ہے کہ اس آیت میں ''ما'' عام ہے جس کا تقاضا ہے: زمین سے ہم نے جو بھی تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو اور پانچ وسق والی حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور قرآن مجید کو عموم قطعی ہے اور ظنی دلیل سے قطعی کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے۔

خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہ کرنا' امام ابوحنیفہ کا مشہورہ قاعدہ ہے' اور یہ انتہائی دقت نظر اور باریک بینی پر مبنی ہے' اس قاعدہ میں فرق مراتب ملحوظ رکھا گیا ہے اور قرآن مجید سے ثابت شدہ چیز کو حدیث شریف سے ثابت شدہ چیز پر ترجیح اور فوقیت دی گئی ہے۔ فقہ حنیفہ کے متعدد احکام اس قاعدہ پر موقوف ہیں اور یہ صرف فقہ حنفی کی خصوصیت ہے جب کہ دیگر ائمہ ثلاثہ اس اصول کو پیش نظر نہیں رکھتے اور قرآن مجید کے عموم قطعی کی احادیث غیر متواترہ سے تخصیص کر کے قرآن مجید کو حدیث کے تابع کر دیتے ہیں' اسی وجہ سے وہ آیت کریمہ ''اخرجنا لکم من الارض'' کی پانچ وسق والی حدیث سے تخصیص کر دیتے ہیں۔

علامہ وشتانی ملکی لکھتے ہیں:

ہم آیت کریمہ کے عموم کے مقابلہ میں پانچ وسق والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور قرآن کریم کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص کرنے میں اختلاف ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج۳ ص۱۱۰ 'مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

قرآن مجید کے علاوہ احادیث صحیحہ میں بھی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم عام ہے امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا دریائی پانی سے سیراب ہو اس پر عشر (۱۰-۱) ہے اور جس زمین کو کنویں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر ہے (یعنی ۲۰-۱)۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیل اور کثیر کا فرق کیے بغیر مطلقاً زمین سے حاصل شدہ پیداوار پر عشر یا نصف عشر کا حکم عائد فرمایا اور یہ حدیث عموم قرآن کے مطابق ہے نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس زمین کو دریا یا بارش سیراب کرے اس پر عشر (۱۰-۱) ہے اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر (۲۰-۱ بیسواں حصہ) ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام ابوداؤد نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ان دونوں روایات کو ذکر فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس زمین کو بارش یا چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو اونٹوں کے ذریعہ کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث کے بعد امام ابن ماجہ نے حضرت جابر کی حدیث کو بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام نے اپنی "مصنف" میں اس مضمون کی انیس احادیث روایت کی ہیں ہم ان میں سے چند کا ذکر کر رہے ہیں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ معمر نے کہا: میں نے تمام (معتبر) لوگوں کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا فرمان دیکھا کہ جس زمین کو رسیوں اور ڈولوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے (معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے) اور جس زمین کو بارش یا دریائی پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (المصنف ج ۴ ص ۱۳۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی "سنن" میں روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۴ ص ۱۳۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس زمین کو دریائی پانی بارش اور چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو رسیوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(المصنف ج ۴ ص ۱۳۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو ڈول کے ذریعہ کنوئیں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(المصنف ج ٤ ص ١٣٣ مطبوعہ اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ١٣٩٠ھ)

مجاہد بیان کرتے ہیں: زمین جس چیز کو بھی نکالے خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر یا نصف عشر ہے (المصنف ج ٤ ص ١٣٩ مطبوعہ اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ١٣٩٠ھ)

حماد کہتے ہیں: ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں عشر ہے یا نصف عشر ہے۔

(المصنف ج ٤ ص ١٣٩ مطبوعہ اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ١٣٩٠ھ)

ابراہیم کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں زکوۃ ہے۔ (المصنف ج ٤ ص ١٣٩ مطبوعہ اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ١٣٩٠ھ)

ائمہ ثلاثہ جو پانچ وسق سے کم میں زکوۃ کو واجب نہیں قرار دیتے قرآن کریم کی عمومی آیت اور ان تمام احادیث اور آثار کے تارک ہیں اور عموی دلائل کے پیش نظر ان کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔

پانچ وسق والی احادیث کی احناف یہ توجیہ کرتے ہیں کہ یہ احادیث اموال تجارت پر محمول ہیں کیونکہ اس وقت پانچ وسق (بارہ سو کلوگرام) دوسو درہم کے برابر ہوتے تھے اس لیے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب:

عشری اور خراجی اراضی کی تعریفات کا بیان

جو زمین عشری ہو اس سے عشر (زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ) لیا جاتا ہے اور جو زمین خراجی ہو اس سے خراج لیا جاتا ہے' عشر کی ادائیگی عبادت ہے اور یہ صرف مسلمانوں سے وصول کیا جاتا ہے' اور خراج اصالۃً غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے اور اس کی مختلف پیداوار کے اعتبار سے ادائیگی کی مختلف شرح ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آرہی ہے' اگر مسلمان کسی خراجی زمین کو خرید لے تب بھی اس سے حسب سابق خراج ہی وصول کیا جائے گا' عشری اور خراجی زمین کے بیان میں علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ہر وہ زمین جہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہو جس زمین کو جنگ فتح کر کے مال غنیمت حاصل کرنے والوں (مجاہدین) میں تقسیم کر دیا ہو وہ زمین عشری ہے اور ہر وہ زمین جس کو جنگ سے فتح کیا گیا ہو اور وہاں کے رہنے والوں کو اسی زمین پر برقرار رکھا گیا ہو وہ زمین خراجی ہے اور اسی طرح اس زمین کا حکم ہے جہاں کے رہنے والوں سے صلح کر کے اس پر قبضہ کیا ہو' اور مکہ مکرمہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنگ اور غلبہ سے فتح کیا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہیں رہنے دیا اور ان پر خراج مقرر نہیں کیا' اور "جامع صغیر" میں مذکور ہے کہ ہر وہ زمین جس کو جنگ سے فتح کیا گیا ہو اور اس میں دریاؤں کا پانی پہنچتا ہو تو وہ خراجی زمین ہے اور اگر اس تک دریاؤں کا پانی نہ پہنچتا ہو اور اس زمین سے چشمہ نکالا جائے تو وہ عشری زمین ہے' کیونکہ عشر کا تعلق اس زمین سے ہوتا ہے جس میں نشو ونما ہو' اور نشو ونما کا تعلق اس زمین کے پانی سے ہے اس لیے عشر کے پانی یا خراج کے پانی سے سیرابی کا اعتبار کیا جائے گا۔

جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو آباد کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس زمین کے عشری یا خراجی ہونے میں اس کے قرب کا

اعتبار کیا جائے گا' اگر وہ خراجی کے قریب ہے تو خراجی ہے اور اگر عشری زمین کے قریب ہے تو عشری ہے' اور امام محمد نے کہا: اگر اس نے اس زمین میں کنواں کھود کر اس کے پانی کو سیراب کیا ہے یا اس زمین کے چشمہ سے اس کو سیراب کیا ہے یا ان بڑے بڑے دریاؤں سے اس کو سیراب کیا ہے جن کا کوئی مالک نہیں ہے تو وہ زمین عشری ہے' اسی طرح اگر اس زمین کو بارش کے پانی سے سیراب کیا ہے تو بھی وہ زمین عشری ہے اور اگر اس زمین کو عجمیوں کی کھودی ہوئی نہروں سے سیراب کیا ہے تو وہ زمین خراجی ہے۔

(ہدایہ اولین ۵۹۱۔ ۵۹۰ 'مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

خراج کی مقدار کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کو فتح کرنے کے بعد جریب (تیس گز زمین) پر ایک صاع (چار کلو گرام غلہ) اور ایک درہم مقرر کیا تھا بہ شرطیکہ اس زمین میں پانی پہنچتا ہو' اور جس زمین میں ککڑی' خربوزے اور بینگن وغیرہ سبزیوں کی کاشت ہو اس میں ہر جریب پر پانچ درہم مقرر کیے اور جس انگور کی بیلیں لگی ہوں یا کھجور کے درخت ہوں اس میں ہر جریب پر دس درہم مقرر کیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی جماعت کے سامنے یہ شرح مقرر کی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا' اس لیے اس پر اجماع ہو گیا' نیز اس لیے کہ کاشتکاری میں کم و بیش مشقت ہوتی ہے' انگوروں کی بیل لگانے میں سب سے کم مشقت اور غلہ اگانے میں سب سے زیادہ مشقت ہے اور سبزیوں کی کاشت میں درمیانی مشقت ہے اور مشقت کے فرق کی وجہ سے وظیفہ خراج میں بھی تفریق کی گئی اور انگوروں کی بیل میں سب سے زیادہ یعنی دس درہم فی جریب وظیفہ مقرر کیا گیا اور غلہ کی کھیتی باڑی میں سب سے کم یعنی ایک صاع غلہ اور ایک درہم فی جریب مقرر کیا گیا اور سبزیوں کی کاشت میں درمیان وظیفہ یعنی پانچ درہم فی جریب مقرر کیا گیا' ان کے علاوہ زراعت کی دیگر اجناس مثلاً زعفران اور باغات (جن کے گرد چار دیواری ہو) میں کاشتکاری کی مشقت کے اعتبار سے خراج مقرر کیا جائے گا اور یہ امام کے اجتہاد پر موقوف ہے' ہمارے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ ان زمینوں سے پیداوار کے نصف سے زیادہ خراج نہ لیا جائے کیونکہ کاشتکار نصف پیداوار سے زیادہ ادا کرنے کا متحمل نہیں ہوگا' اگر کاشتکار امام کے مقرر کردہ خراج کو ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھے تو پھر امام کو اس کی مقدار میں کمی کر دینی چاہیے۔ (ہدایہ اولین ۵۹۲۔ ۵۹۱ 'مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

ایک درہم ۳۰۶ گرام چاندی کے برابر ہے اور پانچ درہم ۱۵٫۳ گرام چاندی کے برابر ہیں اور دس درہم ۳۰٫۶ گرام چاندی کے برابر ہیں۔

اراضی پاکستان کے عشری ہونے کا بیان

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جو زمینیں پاکستان کے زمینداروں کی ملکیت میں ہیں ان پر قطعیت کے ساتھ عشری یا خراجی ہونے کا حکم لگانا بہت مشکل ہے' کیونکہ جب سلاطین اسلام نے ابتداء ہندوستان کے اس حصہ کو فتح کیا تھا تو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان سلاطین نے کون سی صورت اختیار کی تھی' بعض صورتیں عشری زمین کی ہیں اور بعض خراجی زمین کی' اور جو زمینیں مسلمانوں کے زیر تصرف ہوں اور ان کے متعلق عشری یا خراجی ہونا یقینی اور محقق نہ ہو ان کو عشری زمین پر محمول کیا جائے گا۔

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں:

ہر وہ شہر جس کے رہنے والے بہ خوشی مسلمان ہوئے اس کی زمین عشری ہے کیونکہ مسلمانوں کے مسلمانوں پر وظیفہ (زمین کا محصول) مقرر کرنے کی ابتداء خراج سے نہیں کی جائے گی تا کہ مسلمان کو ذلت سے محفوظ رکھا جائے لہٰذا ان پر عشر ہوگا۔

(المبسوط ج ۳ ص ۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

لہٰذا جب پاکستان بنا اور مسلمان مسلمانوں پر حاکم ہوئے تو یہاں کے کاشتکاروں سے زمین میں زراعت کرنے کے وظیفہ کی ابتداء بھی عشر سے کیا جائے گی نہ کہ خراج سے کیونکہ عشر اصالۃ مسلمانوں کا فریضہ ہے اور خراج اصالۃ کافروں پر ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

زمین وظیفہ (محصول یا ٹیکس) کی ادائیگی سے خالی نہیں ہیں اور یہ وظیفہ یا عشر ہوگا یا خراج اور مسلمانوں کے زیر تصرف زمین میں عشر سے ابتداء کرنا اولی ہے کیونکہ عشر میں عبادت کا معنی ہے خراج میں ذلت کا معنی ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۵۷ مطبوعہ ایچ۔ایم سعید کراچی ۱۴۰۰ھ)

اسی طرح حکومت پاکستان نے جو زمینیں مسلمانوں کو الاٹ کردیں یا ان کو بہ طور عطیہ دیں یا کسی کارگزاری یا خدمت کے معاوضہ میں دیں وہ بھی عشری ہیں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

جس زمین کو مال غنیمت حاصل کرنے والوں (مجاہدین) کے غیر میں ہماری حکومت تقسیم کرے اور وہ بھی عشری ہے کیونکہ مسلمان پر ابتداء خراج مقرر نہیں کیا جاتا۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ) (تفسیر تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

1599 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ: خُذِ الْحَبَّ مِنَ الْحَبِّ، وَالشَّاةَ مِنَ الْغَنَمِ، وَالْبَعِيرَ مِنَ الْإِبِلِ، وَالْبَقَرَةَ مِنَ الْبَقَرِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: شَبَرْتُ قِثَّاءَةً بِمِصْرَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ شِبْرًا، وَرَأَيْتُ أُتْرُجَّةً عَلَى بَعِيرٍ بِقِطْعَتَيْنِ قُطِعَتْ وَصُيِّرَتْ عَلَى مِثْلِ عِدْلَيْنِ

❁❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا:

''اناج (کی زکوۃ) میں سے اناج، بکریوں کی زکوۃ میں سے بکری، اونٹوں کی زکوۃ میں سے اونٹ اور گائیوں کی زکوۃ میں گائے وصول کرنا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے مصر میں ایک تیرہ بالشت کی ککڑی کو ناپا تھا اور میں نے ایک نارنگی دیکھی جسے دو

1599- اسناده ضعيف لانقطاعه، فان عطاء بن يسار لم يدرك معاذ بن جبل. ابن وهب: هو عبد الله. واخرجه ابن ماجه (1814) من طريق عمرو بن سَوّاد المصري، عن عبد الله بن وهب، بهذا الاسناد

ٹکڑوں میں کاٹ کر اونٹ پر رکھا گیا تھا اور وہ دونوں ٹکڑے برابر کے تھے۔

عشر یعنی کھیتی اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

اگر زمین ایسی ہو جس کو بارش کے پانی نے سیراب کیا ہو یا ندی، نالوں اور نہروں کے جاری پانی سے بغیر آلات کے سیراب ہوئی ہو تو اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے، اور اگر چرس یا رہٹ وغیرہ آلات کے ذریعہ پانی دیا ہو، یا پانی مول لے کر سیراب کیا ہو تو اُس زمین کی پیداوار میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے اگر سال کا کچھ حصہ ندی نالوں وغیرہ سے پانی دیا اور کچھ آلات یعنی چرس اور رہٹ وغیرہ سے دیا تو سال کے نصف سے زیادہ حصہ میں جس طرح پانی دیا جائے گا اس کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر دونوں طرح برابر پانی دیا ہو تو بیسواں حصہ واجب ہے کھیتی کے اخراجات مثلاً کام کرنے والوں کی مزدوری بیلوں وغیرہ کا خرچہ، نہروں کی کھدائی، محافظ کی اجرت اور بیج وغیرہ اس میں سے وضع نہیں کئے جائیں گے بلکہ ان کو منہا کئے بغیر کل آمدنی میں سے دسواں یا بیسواں حصہ لیا جائے گا۔

خراجی پانی وہ ہے جن پر پہلے کفار کا قبضہ تھا پھر مسلمانوں نے ان سے بزور دستی لے لیا ہو اس کے علاوہ سب پانی عشری ہیں، دریاؤں اور بارشوں کا پانی تو عشری ہے ہی کنوئیں اور چشمے وغیرہ جن کو اسلام کے غلبہ کے بعد مسلمانوں نے بنایا ہو یا جن کا کچھ حال معلوم نہ ہو وہ سب اسلامی ہوں گے اور ان کا پانی عشری ہوگا۔

اگر کسی شخص نے عشری زمین اجارہ پر دی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشر مالک پر واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر واجب ہوگا بعض کے نزدیک صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اور متاخرین کی ایک جماعت نے امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا ہے پس اگر مالک زمین کی پوری اجرت لیتا ہو اور مستاجر کے پاس بہت کم بچے تو امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور عشر مالک زمین سے لیا جائے اور اگر مالک کم اجرت لے اور مستاجر کے پاس زیادہ بچے تو فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا جائے اور عشر مستاجر سے لیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

اگر کسی مسلمان نے زمین مانگ کر زراعت کی تو زمین مانگ کر لینے والے پر عشر واجب ہوگا اور اگر کافر کو زمین مانگی ہوئی دی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک مالک زمین پر عشر واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اس کافر پر عشر واجب ہے امام صاحب سے بھی ایک روایت میں اسی طرح ہے لیکن امام محمد کے نزدیک ایک عشر واجب ہوگا اور امام ابویوسف کے نزدیک دو عشر واجب ہوں گے۔

اگر زمین مزارعت (کھیتی کی شرکت) پر دی تو صاحبین کے قول کے بموجب کاشتکار اور زمیندار دونوں پر اپنے اپنے حصہ کے مطابق عشر واجب ہوگا اسی پر فتویٰ ہے۔

اگر عشری زمین کو کوئی شخص غصب کر کے اس میں کھیتی کرے، پھر اس میں زراعت سے کچھ نقصان نہ ہو تو زمین کے مالک پر عشر واجب نہ ہوگا بلکہ غاصب پر واجب ہوگا اور اگر زراعت سے اس میں نقصان ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین کے مالک پر عشر واجب ہوگا صاحبین کے نزدیک پیداوار میں ہے۔

عشری زمین جس میں زراعت تھی اور وہ تیار ہو چکی تھی، اگر اس کو مالک نے مع زراعت کے فروخت یا فقط زراعت بیچی تو بیچنے

والے پر عشر واجب ہوگا خریدار پر نہ ہوگا اور اگر زمین بیچی اور زراعت ابھی سبز تھی اگر خریدار نے اس کو اسی وقت جدا کر دیا تو عشر بیچنے والے پر ہوگا اور اگر پکنے تک اس کو رکھا تو عشر خریدار پر واجب ہوگا یعنی اگر صرف کھیتی بیچی اور وہ پک چکی ہے یا ابھی نہیں پکی لیکن خریدار نے مالک زمین کی اجازت سے پکنے تک بدستور رہنے دیا تو عشر خریدار پر ہے اور اگر زمین کھیتی کے بغیر بیچی اور اس کو خریدار کے سپرد کر دیا اور فصل کے لئے تین مہینے ابھی باقی ہیں تو عشر خریدار پر ہے ورنہ بائع پر ہے، اور اگر زمین کو کھیتی کے ساتھ بیچا اور وہ کھیتی ابھی کچی (سبز) ہے تو ہر حال میں خریدار پر عشر ہے، اور اگر دانہ بن چکا تھا اور کھیتی پک چکی تھی تو عشر بائع پر ہے اور اگر خریدار نے کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا اور اس نے تیسرے کے ہاتھ بیچ دیا یہاں تک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو عشر کسی پر لازم نہیں ہوگا۔

جس زمین کا کوئی مالک نہ ہو یعنی سرکاری زمین ہو اور وہ حکومت کو اس کا محصول دیتے ہوں تو ان پر عشر واجب نہیں ہے۔

اگر عشری اناج کو بیچا تو صدقہ وصول کرنے والے کو اختیار ہے کہ خریدار سے اس کا عشر لے یا بائع سے لے۔

عشر کے واجب ہونے کا وقت امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ ہے کہ جب کھیتی اُگ جائے اور پھل ظاہر ہو جائیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک کھیتی یا پھل پکنے کے وقت ہے اور امام محمد کے نزدیک کاٹ کر اور روند کر دانے نکالنے کے وقت ہے (امداد الفتاوی میں فتوی کے لئے امام ابو یوسف کا قول اختیار کیا گیا ہے) اگر اپنی زمین کا عشر زراعت کرنے سے پہلے یا بیج بونے کے بعد اگنے سے پہلے ادا کر دیا تو جائز نہیں اور اگر بونے اور اگنے کے بعد ادا کیا تو جائز ہے اگر پھلوں کا عشر پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد دیا تو جائز ہے اور اگر پھلوں کے ظاہر ہونے سے پہلے دیا تو جائز نہیں ہے۔

اگر عشر ادا کرنے سے پہلے اس کی پیداوار کھائے تو اس کے عشر کا ضمان دیگا عشر جدا کرنے کے بعد باقی مال کا کھانا حلال ہے، اسی طرح اگر کل پیداوار کا عشر ادا کرنے کا ارادہ ہے تب بھی کھانا حلال ہے اور اگر دستور کے موافق تھوڑا سے کھالے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

اگر فصل کٹنے کے بعد اس کے فعل کے بغیر کچھ پیداوار تلف یا چوری ہوگئی تو جس قدر باقی ہے اس میں عشر واجب ہوگا ضائع شدہ میں واجب نہیں، اگر سب پیداوار ہلاک ہو جائے تو کل کا عشر ساقط ہو جائے گا، اگر مالک خود ہلاک کر دے تو عشر ضامن ہوگا اور وہ اس کے ذمہ قرض ہو جائے گا اور اگر مالک کے علاوہ کوئی اور شخص ہلاک کر دے تو مالک اس سے ضمان لے گا اور اس میں سے عشر ادا کریگا۔

مرتد ہونے سے عشر ساقط ہو جاتا ہے۔ (کیونکہ مرتد واجب القتل ہے)۔

اگر مالک وصیت کئے بغیر مر جائے تب بھی عشر ساقط ہو جائے گا جبکہ اس نے پیداوار کو خود تلف کر دیا ہو اور اگر کوئی شخص جس پر عشر تھا مر گیا اور اناج موجود ہے تو اس میں سے عشر لیا جائے گا بخلاف زکوۃ کے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

جو کھیت بارش، نہر، نالے کے پانی سے (قیمت ادا کئے بغیر) سیراب کیا جائے، اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے،

جس کھیت کی آبپاشی ڈول (یا اپنے ٹیوب ویل) وغیرہ سے ہو، اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے،

اگر (نہر یا ٹیوب ویل وغیرہ کا) پانی خرید کر آبپاشی کی ہو یعنی وہ پانی کسی کی ملکیت ہے اس سے خرید کر آبپاشی کی، جب بھی

نصف عشر واجب ہے؛

اگر وہ کھیت کچھ دنوں بارش کے پانی سے سیراب کر دیا جاتا ہے اور کچھ ڈول (یا اپنے ٹیوب ویل) وغیرہ سے، تو اگر اکثر بارش کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈول (یا اپنے ٹیوب ویل) وغیرہ سے تو عشر واجب ہے ورنہ نصف عشر واجب ہے۔

(درمختار ورد المحتار، کتاب الزکوٰۃ، باب العشر، ج ۳، ص ۳۱۶)

اور اگر مزارع سے مراد وہ ہے کہ جس کو مالک زمین نے زمین اجارہ پر دی مثلاً فی ایکڑ پچاس ہزار روپیہ تو اس صورت میں عشر مزارع پر ہوگا مالک زمین پر نہیں۔ (ماخوذ از بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۸۴)

زمین کی تین اقسام ہونے کا بیان

زمین تین قسم کی ہے۔ (۱) عشری (۲) خراجی (۳) نہ عشری نہ خراجی۔ اول وسوم دونوں کا حکم ایک ہے یعنی عشر دینا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو لے۔ عشری ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً مسلمانوں نے فتح کیا اور زمین مجاہدین پر تقسیم ہوگئی یا وہاں کے لوگ خود بخود مسلمان ہوگئے جنگ کی نوبت نہ آئی۔ یا عشری زمین کے قریب پڑتی (غیر مزروعہ زمین) تھی اسے کاشت میں لایا یا اس پڑتی کو کھیت بنایا جو عشری وخراجی دونوں سے قرب وبعد کی یکساں نسبت رکھتی ہے یا اس کھیت کو عشری پانی سے سیراب کیا یا خراجی وعشری دونوں سے یا مسلمان نے اپنے مکان کو باغ یا کھیت بنالیا اور اسے عشری پانی سے سیراب کرتا ہے یا عشری وخراجی دونوں سے یا عشری زمین کافر ذمی نے خریدی، مسلمان نے شفعہ میں اسے لے لیا یا بیع فاسد ہوگئی یا خیار شرط یا خیار رویت کی وجہ سے واپس ہوئی یا خیار عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس ہوئی۔

اور بہت صورتوں میں خراجی ہے۔ مثلاً فتح کر کے وہیں والوں کو احسان کے طور پر واپس دی یا دوسرے کافروں کو دے دی یا وہ ملک صلح کے طور پر فتح کیا گیا یا ذمی نے مسلمان سے عشری زمین خرید لی یا خراجی زمین مسلمان نے خریدی یا ذمی نے بادشاہ اسلام کے حکم سے بنجر کو آباد کیا یا بنجر زمین ذمی کو دیدی گئی یا اسے مسلمان نے آباد کیا اور وہ خراجی زمین کے پاس تھی یا اسے خراجی پانی سے سیراب کیا۔ خراجی زمین اگرچہ عشری پانی سے سیراب کی جائے خراجی ہی رہے گی اور خراجی وعشری دونوں نہ ہوں مثلاً مسلمانوں نے فتح کر کے اپنے لئے قیامت تک کے لئے باقی رکھی یا اس زمین کے مالک مر گئے اور زمین بیت المال کی ملک ہوگئی۔

خراج دو قسم ہے۔ خراج مقاسمہ کہ پیداوار کا کوئی حصہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہا مقرر ہو جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر پر مقرر فرمایا تھا اور خراج مؤظف کہ ایک مقدار لازم کر دی جائے خواہ روپے مثلاً سالانہ دو روپیہ بیگھہ یا کچھ اور جیسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مقرر فرمایا تھا۔ اگر معلوم ہو کہ سلطنت اسلامیہ میں اتنا خراج مقرر تھا تو وہی دیں بشرطیکہ خراج موظف میں جہاں جہاں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مقدار منقول ہے اس پر زیادت نہ ہو اور جہاں منقول نہیں اس میں نصف پیداوار سے زیادہ نہ ہو۔ یونہی خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ زمین اتنا دینے کی طاقت بھی رکھتی ہو۔

اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا مقرر تھا، تو جہاں جہاں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مقرر فرما دیا ہے وہ دیں اور جہاں مقرر نہ

فرمایا ہو نصف دیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

بَابُ زَكَاةِ الْعَسَلِ

باب: شہد کی زکوٰۃ

1600 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ شُعَيْبِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اَعْيَنَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ الْمِصْرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: جَاءَ هِلَالٌ اَحَدُ بَنِيْ مُتْعَانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُشُوْرِ نَحْلٍ لَهُ، وَكَانَ سَاَلَهُ اَنْ يَحْمِيَ لَهُ وَادِيًا، يُقَالُ لَهُ: سَلَبَةُ، فَحَمَى لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَادِيَ، فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ سُفْيَانُ بْنُ وَهْبٍ، اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَسْاَلُهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَكَتَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِنْ اَدّٰى اِلَيْكَ مَا كَانَ يُؤَدِّيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُشُوْرِ نَحْلِهِ، فَاحْمِ لَهُ سَلَبَةَ، وَاِلَّا، فَاِنَّمَا هُوَ ذُبَابُ غَيْثٍ يَاْكُلُهُ مَنْ يَّشَاءُ

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: بنو متعان سے تعلق رکھنے والا ہلال نامی ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے شہد کا عشر لے کر حاضر ہوا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "سلبہ" نامی وادی اسے عطا کر دیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ وادی اسے عطا کر دی جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو سفیان بن وہب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا اگر یہ تمہیں اپنے شہد کا عشر اسی طرح ادا کرتا رہے' جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتا تھا تو تم "سلبہ" نامی وادی کو اس کے لیے رہنے دینا' ورنہ یہ شہد کی مکھیاں ہیں جو چاہے ان (کا شہد) کھا سکتا ہے۔

شرح

اور شہد جب عشری زمین سے حاصل کیا گیا تو اس میں عشر واجب ہے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ شہد میں کچھ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حیوان سے بنا ہے لہٰذا وہ ریشم کی طرح ہو گیا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شہد میں عشر واجب ہے۔ کیونکہ شہد کی مکھی پھلوں اور شگوفوں کو چوستی ہے اور ان دونوں میں عشر واجب ہے۔ پس اس میں بھی عشر ہوگا۔ جو ان دونوں سے پیدا ہوا ہے۔ بہ خلاف ریشم کے کیڑوں کے کیونکہ پتیاں کھاتے ہیں اور پتیوں میں عشر نہیں ہوتا۔ پھر حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک شہد میں عشر واجب نہیں ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اس لئے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ اس میں نصاب کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ شہد میں پانچ وسق کی قیمت کا اعتبار کرتے ہیں۔ جس طرح وہ انہیں حاصل ہے اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ شہد میں کچھ واجب نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ دس مشکیزوں کی مقدار کو پہنچ جائے۔ اور اس کی دلیل بنی شبابہ والی حدیث ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اسی طرح کرتے تھے اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے یہ روایت بھی ہے کہ شہد جب پانچ من ہو جائے تو اس میں عشر واجب ہے۔ اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ

کے نزدیک پانچ فرق ہے اور ایک فرق میں چھتیس (۳۶) رطل ہوتے ہیں۔ کیونکہ فرق کا معیاری پیمانہ ہے۔ گنے کے بارے میں بھی یہی حکم ہے اور جو پھل اور شہد پہاڑوں میں پائے جائیں ان میں بھی عشر واجب ہے۔ اور حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ان میں عشر نہیں ہے۔ کیونکہ سبب معدوم ہے یعنی زمین نامی نہ پائی گئی۔ اور ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ مقصود حاصل ہے اور وہ پیداوار کا ہونا ہے۔

شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں فقہی اختلاف کا بیان:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ ہر دس مشک میں ایک مشک بطور زکوٰۃ واجب ہے (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں کلام کیا گیا ہے نیز اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر احادیث جو نقل کی جاتی ہیں وہ صحیح نہیں۔

شہد کی زکوٰۃ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے حضرت امام شافعی تو فرماتے ہیں کہ شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ واجب ہے خواہ کم مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں ہو بشرطیکہ عشری زمین میں نکلا ہو۔ ان کی دلیل یہ ارشاد گرامی ہے کہ زمین کی ہر پیداوار میں عشر ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ شہد کا دسواں حصہ لے کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور انہوں نے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگل کہ جس کا نام سلبہ تھا وہ میرے واسطے مقرر فرمادیں (تاکہ کوئی دوسرا شخص وہاں سے شہد کا چھتہ نہ توڑ سکے) چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جنگل ان کے واسطے متعین فرمادیا جس وقت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو سفیان بن وھب نے ان کو تحریر فرمایا اور بذریعہ تحریر دریافت فرمایا کہ وہ جنگل بلال رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یا نہ رہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا اگر وہ تجھ کو شہد کا دسواں حصہ ادا کرتے رہیں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حصہ ادا کرتے تھے اگر تم کو بھی بلال اسی قدر حصہ ادا کرتے رہیں وہ جنگل بلال کے پاس ہی رہنے دو اور اگر وہ اس قدر حصہ ادا نہ کریں تو بارش کی کھیاں شہد دیتی ہیں جس شخص کا دل چاہے وہ اس کو کھائے۔

(سنن نسائی، کتاب الزکوٰۃ)

شہد کی زکوٰۃ میں مذاہب اربعہ کا بیان

حنفی اور حنبلی مذاہب میں شہد میں ۱۰ فیصد زکات واجب ہے، مالکی اور شافعی مذہب شہد میں زکات کے قائل نہیں ہیں۔ قرضاوی تمام مذاہب کے نظریوں کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں شہد مال ہے اور اس کے ذریعہ تجارت کی جاتی ہے لہٰذا اس میں زکات واجب ہے۔ (عبدالرحمن جزیری، ابن رشد، محمد جواد مغنیہ، الفقہ علی المذاہب الخمسہ)

1601 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ، وَنَسَبَهُ اِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَخْزُوْمِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ اَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، اَنَّ شَبَابَةَ بَطْنٌ مِنْ فَهْمٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: مِنْ كُلِّ عَشْرِ قِرَبٍ قِرْبَةٌ، وَقَالَ سُفْيَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيُّ: قَالَ: وَكَانَ يَحْيٰ

لَهُمْ وَادِيَيْنِ زَادَ فَأَدَّوْا إِلَيْهِ مَا كَانُوا يُؤَدُّونَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَمَى لَهُمْ وَادِيَيْهِمْ.

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: فہم قبیلے سے تعلق رکھنے والے شبابہ (کے خاندان کے افراد) اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ہر دس مشکیزوں میں سے ایک مشکیزہ (اس کی زکوۃ) ادا کی جائے گی۔

سفیان بن عبداللہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں دو وادیاں عطا کی تھیں' انہوں نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

''وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی وہی ادائیگی کرتے رہے' جو وہ نبی اکرم ﷺ کو کرتے رہے تھے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ دونوں وادیاں ان کے لیے رہنے دی تھیں''۔

1602 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ بَطْنًا مِنْ فَهْمٍ بِمَعْنَى الْمُغِيرَةِ، قَالَ: مِنْ عَشْرِ قِرَبٍ قِرْبَةٌ، وَقَالَ: وَادِيَيْنِ لَهُمْ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: فہم قبیلے کی ایک شاخ نے (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:) دس مشکیزوں میں سے ایک مشکیزہ (زکوۃ کے طور پر ادا کیا جاتا تھا)۔

اس راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''ان لوگوں کے لیے دو وادیاں تھیں''۔

شرح

شہد کی زکوۃ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے حضرت امام شافعی تو فرماتے ہیں کہ شہد میں زکوۃ نہیں ہے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک شہد میں زکوۃ واجب ہے خواہ کم مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں ہو بشرطیکہ عشری زمین میں نکلا ہو۔ ان کی دلیل یہ ارشاد گرامی ہے کہ" زمین کی ہر پیداوار میں عشر ہے۔

جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی پیداوار سے زمین کا نفع حاصل کرنا مقصود نہ ہو ان میں عشر نہیں جیسے ایندھن، گھاس، بید، سرکنڈا، جھاؤ (وہ پودا جس سے ٹوکریاں بنائی جاتی ہیں)، کھجور کے پتے وغیرہ، ان کے علاوہ ہر قسم کی ترکاریوں اور پھلوں کے بیج کہ ان کی کھیتی سے ترکاریاں مقصود ہوتی ہیں بیج مقصود نہیں ہوتے اور جو بیج دوا کے طور پر استعمال ہوتے ہیں مثلاً کندر، میتھی اور کلونجی وغیرہ کے بیج، ان میں بھی عشر نہیں ہے۔ اسی طرح وہ چیزیں جو زمین کے تابع ہوں جیسے درخت اور جو چیز درخت سے نکلے جیسے گوند' اس میں عشر واجب نہیں۔

البتہ اگر گھاس، بید، جھاؤ (وہ پودا جس سے ٹوکریاں بنائی جاتی ہیں) وغیرہ سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود ہو اور زمین ان کے لئے خالی چھوڑ دی تو ان میں بھی عشر واجب ہے۔ کپاس اور بینگن کے پودوں میں عشر نہیں مگر ان سے حاصل کپاس اور بینگن

کی پیداوار میں عشر ہے۔ (درمختار، کتاب الزکوۃ، باب العشر، ج ۳ ص ۳۱۵، الفتاوی الھندیہ، کتاب الزکوۃ، الباب السادس فی زکوۃ زرع، ج ۱ ص ۱۸۶)

بَابٌ فِي خَرْصِ الْعِنَبِ

باب: (درخت پر لگے ہوئے) انگوروں کا اندازہ لگانا

1603 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ السَّرِيِّ النَّاقِطُ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَتَّابِ بْنِ أَسِيدٍ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُخْرَصَ الْعِنَبُ، كَمَا يُخْرَصُ النَّخْلُ، وَتُؤْخَذُ زَكَاتُهُ زَبِيبًا، كَمَا تُؤْخَذُ زَكَاةُ النَّخْلِ تَمْرًا.

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ انگوروں کا اسی طرح اندازہ لگایا جائے جس طرح کھجوروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور پھر ان کی زکوۃ کشمش کی شکل میں وصول کر لی جائے جس طرح کھجوروں کی زکوۃ خشک کھجور کی شکل میں وصول کی جاتی ہے۔

انگوروں کے اندازہ سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

دراصل یہ زکوۃ وصول کرنے والوں سے خطاب ہے کہ جب تم زکوۃ کی مقدار متعین کرلو تو اس مقدار متعین میں سے دو تہائی تو لے لو اور ایک تہائی از راہ احسان و مروت مالک کے لئے چھوڑ دو تاکہ وہ اس میں اپنے ہمسایوں اور راہ گیروں کو کھلائے حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک کا یہی مسلک ہے اگرچہ حضرت امام شافعی کا پہلا قول بھی یہی ہے مگر ان کا بعد کا قول یہ ہے کہ زکوۃ کی مقدار واجب میں سے کچھ حصہ بھی نہ چھوڑا جائے۔ اس حدیث کی تاویل وہ یہ کرتے ہیں کہ اس کا تعلق خیبر کے یہودیوں سے تھا، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے مساقات (بٹائی) پر معاملہ کر رکھا تھا کہ آدھی کھجوریں وہ رکھا کریں اور آدھی کھجوریں دربار نبوت میں بھیج دیا کریں اس لئے آپ نے وہاں کی کھجوروں کا اندازہ کرنے والے کو یہ حکم دیا تھا کہ پہلے تمام کھجوروں میں سے ایک تہائی یا ایک چوتھائی ان یہودیوں کے لئے از راہ احسان چھوڑ دیا جائے پھر باقی کھجوروں کو نصف تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ یہودیوں کو دے دیا جائے اور ایک دربار نبوت میں بھیج دیا جائے۔

جامع ترمذی یہی روایت اس طرح ہے۔ عتاب بن اسید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خارص کو لوگوں کے پھلوں اور انگوروں کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا کرتے تھے اور ایسی اسناد سے یہ بھی مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کی زکوۃ کے متعلق فرمایا کہ انگوروں کا اندازہ بھی اسی طرح لگایا جائے جس طرح کھجوروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے پھر خشک ہونے کی صورت میں زکوۃ دی جائے جس طرح کھجوروں کی زکوۃ خشک کھجوروں سے دی جاتی ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے ابن جریج نے اسے ابن شہاب سے وہ عروہ سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں امام ترمذی فرماتے ہیں میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ابن جریج کی حدیث غیر محفوظ

ہے اور سعید بن مسیب کی عتاب بن اسید سے روایت اصح ہے۔

پھلوں کے اندازے سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

عبدالرحمن بن مسعود بن نیار سے نقل کرتے ہیں کہ سہل بن ابی حثمہ ہماری مجلس میں تشریف لائے اور ہمیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی چیز کا اندازہ لگالو تو اسے لے لو اور تیسرا حصہ چھوڑ دو اگر تیسرا حصہ نہ چھوڑ دو تو چوتھا حصہ چھوڑ دو اس باب میں عائشہ و عتاب بن اسید اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کا عمل سہل بن ابی حثمہ کی حدیث پر ہی ہے۔

امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے خرص یعنی تخمینہ سے مراد یہ ہے کہ جب ایسی کھجور اور انگور وغیرہ کا پھل پک جائے جن میں زکوۃ ہے تو حکمران ایک تخمینہ لگانے والے کو بھیجتا ہے تا کہ معلوم کر سکے کہ اس سے کتنی مقدار میں پھل وغیرہ اترے گا اس اندازہ لگانے والے کو خارص کہتے ہیں خارص اندازہ لگانے کے بعد انہیں اس کا عشر بتا دیتا ہے کہ پھلوں کے اترنے پر اتنی زکوۃ ادا کرنا پھر وزن کرنے کے بعد مالک کو اختیار دیتا ہے کہ وہ جو چاہیں کریں پھر جب پھل پک جائے تو اس سے اس کا عشر لے لے بعض علماء نے اس کی یہی تفسیر کی ہے امام مالک شافعی احمد اور اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 626)

1604 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ التَّمَّارِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَعِيدٌ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَتَّابٍ شَيْئًا

✿✿ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سعید نامی راوی نے حضرت عتاب رضی اللہ عنہ سے کسی حدیث کا سماع نہیں کیا۔

امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی جرح برروایت

مذکورہ حدیث سے متعلق امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ سعید بن مسیب نے عتاب سے کسی حدیث کا سماع نہیں کیا جبکہ امام ترمذی اور امام بخاری اسی روایت کے بارے میں کہتے ہیں ملاحظہ ہو۔

ابوعمرو، مسلم بن عمرو، حذاء مدنی، عبداللہ بن نافع، محمد بن صالح تمار، ابن شہاب سعید بن مسیب، عتاب بن اسید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خارص کو لوگوں کے پھلوں اور انگوروں کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا کرتے تھے اور ایسی اسناد سے یہ بھی مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کی زکوۃ کے متعلق فرمایا کہ انگوروں کا اندازہ بھی اسی طرح لگایا جائے جس طرح کھجوروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے پھر خشک ہونے کی صورت میں زکوۃ دی جائے جس طرح کھجوروں کی زکوۃ خشک کھجوروں سے دی جاتی ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ابن جریج نے اسے ابن شہاب سے وہ عروہ سے اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں امام ترمذی فرماتے ہیں میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ابن جریج کی حدیث غیر محفوظ ہے اور سعید بن

مسیب کی عتاب بن اسید سے روایت اصح ہے۔(جامع ترمذی: جلداول: حدیث نمبر 627)

حضرت عتاب بن اسیداورولایت مکہ کا بیان

حضرت عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید ۸ ھ میں مکہ مکرمہ کے والی بنائے جانے کے بعد اسی سال لوگوں کو حج کروایا۔ اگلے برس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق امیر الحج تھے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے مراجعت فرمائی کے بعد عامل مکہ مقرر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ "اے عتاب! تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو کن لوگوں پر عامل بنایا ہے؟ اگر میں ان کے لئے تم سے بہتر کسی اور کو سمجھتا تو اسی کو ان پر عامل بناتا"۔ یہ ارشاد مبارکہ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ کے غیر معمولی اور عظیم الشان مقام ومرتبہ اور بے نظیر صلاحیتوں کے متعلق سب سے اعلیٰ سند ہے۔ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید امیہ بن عبد شمس کی نسل سے تھے اور قریش کی ایک نہایت اہم شاخ سے تعلق رکھتے تھے ان کی کنیت ابوعبدالرحمن تھی والدہ محترمہ کا نام زینب بنت عمرو تھا وہ بھی عبد شمس کے خاندان سے تھیں والد والدہ دونوں طرف سے وہ قریشی تھے۔ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید عہد رسالت میں والی مکہ رہے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چادریں مرحمت فرمائی تھی اور ان کے گزارہ کے لئے دو درہم یومیہ کا وظیفہ مقرر فرمادیا تھا۔ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ جس کو دو درہم روزآنہ سیر نہ کرسکیں اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔ حضرت عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی والی مکہ کے منصب پر برقرار رہے اور جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات شریف ہوئی اسی دن حضرت عتاب رضی اللہ عنہ نے بھی اس دار فانی کو کوچ کیا۔ عمر شریف ۲۵ یا ۲۶ سال ہوئی۔ اتنی کم عمری میں حضرت عتاب رضی اللہ عنہ نے اپنے تقویٰ و پرہیز گاری، محبت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے فرائض منصبی کا کماحقہٗ ذمہ داریوں کو پورا کرکے ایسے گہرے نقش قائم کئے جس کی مثال نہیں ملتی۔ نماز با جماعت کا خوب شدت سے اہتمام فرماتے کہ لوگوں کو سخت تاکید تھی کہ باجماعت نمازیں ادا کریں۔ علم وفضل کے لحاظ سے بھی فائق اور چنندہ لوگوں میں شمار رہتے تھے۔ صالحیت، قناعت واستقامت اور تسلیم ورضا میں یکتائے روزگار تھے۔

بَابٌ فِي الْخَرْصِ

باب: (درخت پر لگے ہوئے) پھلوں کا اندازہ لگانا

1605 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: جَاءَ سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ، إِلَى مَجْلِسِنَا، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا خَرَصْتُمْ، فَجُذُّوا، وَدَعُوا الثُّلُثَ، فَإِنْ لَّمْ تَدَعُوا، أَوْ تَجُذُّوا الثُّلُثَ، فَدَعُوا الرُّبُعَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْخَارِصُ يَدَعُ الثُّلُثَ لِلْحِرْفَةِ

❀❀ عبدالرحمن بن مسعود بیان کرتے ہیں: حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ ہماری محفل میں تشریف لائے انہوں نے فرمایا:

اللہ کے رسول نے ہمیں یہ حکم دیا ہے۔

''جب تم (درخت کی پیداوار) کا اندازہ لگالو تو پھل اتار لو اور ایک تہائی چھوڑ دو اور اگر تم تیسرا حصہ نہیں چھوڑتے تو چوتھا حصہ چھوڑ دو''۔ (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

(امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں:) اندازہ لگانے والا شخص تخمینے کی وجہ سے ایک تہائی حصہ چھوڑے گا۔

بَابُ مَتٰى يُخْرَصُ التَّمْرُ

باب: کھجوروں کا اندازہ کب لگایا جائے گا

1606 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أُخْبِرْتُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ وَهِيَ تَذْكُرُ شَأْنَ خَيْبَرَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ إِلَى يَهُودَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ حِينَ يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْهُ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خیبر کا واقعہ نقل کرتے ہوئے یہ بات ذکر کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کی طرف بھیجتے تھے اس وقت جب پھل تیار ہوجاتا تھا لیکن اس کے کھانے سے پہلے (وہ اس کی پیداوار کا) اندازہ لگالیتے تھے۔

راوی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب

عائشہ نام، صدیقہ اور حمیرا لقب، اُمّ عبداللہ کنیت، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ ماں کا نام زینب تھا، اُمّ رومان کنیت تھی اور قبیلہ غنم بن مالک سے تھیں،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بعثت کے بارسال بعد شوال کے مہینہ میں پیدا ہوئیں، صدیق اکبر کا کاشانہ وہ برج سعادت تھا، جہاں خورشید اسلام کی شعاعیں سب سے پہلے پرتوفگن ہوئیں، اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسلام کی ان برگزیدہ شخصیتوں میں ہیں، جن کے کانوں نے کبھی کفر وشرک کی آواز نہیں سنی، خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا ان کو مسلمان پایا۔ (بخاری ج1 ص252)

حضرت عائشہ کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا، وائل کی کنیت ابوالقعیس تھی، وائل کے بھائی افلح، حضرت عائشہ کے رضاعی چچا کبھی کبھی ان سے ملنے آیا کرتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے وہ ان کے سامنے آتی تھیں، (ایضاً ص320) رضاعی بھائی بھی کبھی کبھی ملنے آیا کرتا تھا، (ایضاً ص361)

نکاح کا بیان

تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں یہ شرف صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی کنواری بیوی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب ہوئی تھیں، لیکن جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد خولہ رضی اللہ عنہا بنت حکیم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اُم رومان سے کہا، اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، تو چونکہ یہ ایک قسم کی وعدہ خلافی تھی، بولے کہ جبیر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں، لیکن مطعم نے خود اس بنا پر انکار کر دیا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے گھر گئیں تو گھر میں اسلام کا قدم آ جائے گا، بہر حال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خولہ کے ذریعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کر دیا، پانچ سو درہم مہر قرار پایا، یہ سن دس نبوی کا واقعہ ہے، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھ برس کی تھیں،

یہ نکاح اسلام کی سادگی کی حقیقی تصویر تھا، عطیہ رضی اللہ عنہا اسکا واقعہ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، ان کی انا آئی اور ان کو لے گئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کت نکاح پڑھا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود کہتی ہیں کہ "جب میرا نکاح ہوا تو مجھکو کچھ خبر تک نہ ہوئی جب میری والدہ نے باہر نکلنے میں روک ٹوک شروع کی، تب میں سمجھی کہ میرا نکاح ہو گیا، اسکے بعد میری بعد میری والدہ نے مجھے سمجھا بھی دیا" (طبقات ابن سعد ج 8 ص 40)

نکاح کے بعد مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تین سال تک رہا، سن تیرہ نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ اور اہل وعیال کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ آئے تھے جب مدینہ میں اطمینان ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط کو بھیجا کہ اُم رومان رضی اللہ عنہا، اسماء رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو لے آئیں، مدینہ میں آ کر حضرت عائشہ سخت بخار میں مبتلا ہوئیں، اشتداد مرض سے سر کے بال جھڑ گئے، (صحیح بخاری، باب الہجرۃ) صحت ہوئی تو اُم رومان کو رسم عروسی ادا کرنے کا خیال آیا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو سال کی تھی، سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ اُم رومان نے آواز دی، ان کو اس واقعہ کی خبر تک نہ تھی، ماں کے پاس آئیں، انہوں نے منہ دھویا بال درست کیئے گھر میں لے گئیں انصار کی عورتیں انتظار میں تھیں، یہ گھر میں داخل ہوئیں تو سب نے مبارکباد دی، تھوڑی دیر کے بعد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، (صحیح بخاری تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا وسیرۃ النبی مجلد 2) شوال میں نکاح ہوا تھا اور شوال ہی میں یہ رسم ادا کی گئی،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے عرب کے بعض بیہودہ خیالات میں اصلاح ہوئی (1) عرب منہ بولے بھائی کی لڑکی سے شادی نہیں کرتے تھے، اسی بنا پر جب خولہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ظاہر کیا، تو انہوں نے حیرت سے کہا "کیا یہ جائز ہے؟ عائشہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے" لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انت اخ فی السلام تم تو صرف مذہبی بھائی ہو (2) اہل عرب شوال میں شادی نہیں کرتے تھے، زمانہ قدیم میں اس مہینہ میں طاعون آیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں۔

عام حالات کا بیان

غزوات میں سے صرف غزوہ احد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت کا پتہ چلتا ہے صحیح بخاری میں حجرت انس رضی

اللہ عنہ سے منقول ہے کہ " میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں ۔ (بخاری ج2 ص581)

غزوہ بنی مصطلق میں کہ سن پانچ ہجری کا واقعہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپکے ساتھ تھیں، واپسی میں ان کا ہار کہیں گر گیا، پورے قافلے کو اترنا پڑا، نماز کا وقت آیا تو پانی نہ ملا، تمام صحابہ پریشان تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی اور تیم کی آیت نازل ہوئی، اس اجازت سے تمام لوگ خوش ہوئے، اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا" اے آلِ ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم لوگوں کے لیے سرمایہ برکت ہو،"

اسی لڑائی میں واقعہ افک پیش آیا۔ یعنی منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی احادیث اور سیر کی کتابوں میں اس واقعہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے، لیکن جس واقعہ کی نسبت قرآن مجید میں مذکور ہے، کہ سننے کے ساتھ لوگوں نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ" بالکل افترا ہے" اسکو تفصیل کے ساتھ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

سن نو ہجری میں تحریم اور ایلاء و تخییر کا واقعہ پیش آیا اور واقعہ تحریم کی تفصیل حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں آئے گی۔ البتہ واقعہ ایلاء کی تفصیل اس مقام پر کی جاتی ہے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ دو دو مہینے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی، آئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے، ازواج مطہرات گو شرف صحبت کی برکت سے تمام ابنائے جسم سے ممتاز ہو گئیں تھیں۔ تاہم بشریت بالکل معدوم نہیں ہو سکتی تھی، خصوصاً وہ دیکھتی تھیں کہ فتوحات اسلام کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے۔ اور غنیمت کا سرمایہ اس قدر پہنچ گیا ہے کہ اسکا ادنی حصہ بھی ان کی راحت وآرام کے لیے کافی ہوسکتا ہے، ان واقعات کا اقتضا تھا کہ ان کے صبر قناعت کا جام لبریز ہوجاتا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ بیچ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ادھر ادھر بیویاں بیٹھی ہیں، اور توسیع نفقہ کا تقاضا ہے، دونوں اپنی صاحبزادیوں کی تنبیہ پر آمادہ ہو گئے، لیکن انہوں نے عرض کی کہ ہم آئندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دینگے۔

دیگر ازواج اپنی مطالبہ پر قائم رہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون خاطر میں یہ چیز اس قدر خلل انداز ہوئی، کہ آپ نے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے اتفاق یہ کہ اسی زمانہ میں آپ گھوڑے سے گر پڑے اور ساق مبارک پر زخم آیا آپ نے بالا خانے پر تنہانشینی اختیار کی، واقعات کے قرینہ سے لوگوں نے یہ خیال کیا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دے دی؟ تو آپ نے فرمایا" نہیں" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ اکبر پکار اٹھے،

جب ایلاء کی مدت یعنی ایک مہینہ گزر چکا تو آپ بالا خانہ سے اتر آئے، سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، وہ ایک ایک دن گنتی تھیں، بولیں " یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے ایک مہینہ کے لیے عہد فرمایا تھا، ابھی تو انتیس ہی دن ہوئے ہیں، " ارشاد ہوا" مہینہ کبھی انتیس کا بھی ہوتا ہے۔"

اسکے بعد آیت تخییر نازل ہوئی، اس آیت کی رو سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلع فرما

دیں کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں، دنیا اور آخرت، اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تمکو رخصتی جوڑے دیکر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کردوں، اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی راحت کی طلبگار ہو تو خدا نے نیکوکاروں کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے، چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان تمام معاملات میں پیش پیش تھیں، آپ نے ان کو ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا، انہوں نے کہا" میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہوں، "تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جوابدیا، (صحیح بخاری (جلد 2 ص 793) وصحیح مسلم الایلاء)

ربیع الاول سن گیارہ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تیرہ دن علیل رہے، جن میں آٹھ دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں اقامت فرمائی، خلق عمیم کی بنا پر ازواج مطہرات سے صاف طور پر اجازت نہیں طلب کی بلکہ پوچھا کہ کل میں کس کے گھر رہونگا؟ دوسرا دن (دوشنبہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام فرمانے کا تھا، ازواج مطہرات نے مرضی اقدس سمجھ کر عرض کی کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں، ضعف اس قدر زیادہ ہوگیا تھا کہ چلا نہیں جاتا تھا، حضرت علی وحضرت عباس رضی اللہ عنہما دونوں بازو تھام کر بمشکل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں لائے،

وفات سے پانچ روز پہلے (جمعرات کو) آپکو یاد آیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں، دریافت فرمایا" عائشہ! وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ کیا محمد خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا، جاؤان کو خدا کی راہ میں خیرات کردو،"

(مسند ابن حنبل ج6 ص49)

جس دن وفات ہوئی (یعنی دوشنبہ کے روز) بظاہر طبیعت کو سکون تھا لیکن دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا، آپ پر غشی طاری ہوتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ جب تندرست تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ موت کو قبول کریں یا حیات دنیا کو ترجیح دیں۔ اس حالت میں اکثر آپکی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے رہے مع الذین انعم اللہ علیھم اور کبھی یہ فرماتے: اللھم فی الرفیق الاعلی وہ سمجھ گئیں کہ اب صرف رفاقت الٰہی مطلوب ہے۔

وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں آئے، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر سر ٹیک کر لیٹے تھے، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مسواک تھی، مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی، اور خدمت اقدس میں پیش کی، آپ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فخر یہ یہ کہا کرتی تھیں کہ" تمام بیویوں میں مجھی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آخر وقت میں بھی میرا جھوٹا آپ نے منہ میں لگایا۔"

اب وفات کا وقت قریب آرہا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپکو سنبھالے بیٹھی تھیں کہ دفعۃً بدن کا بوجھ معلوم ہوا، دیکھا تو آنکھیں پھٹ کر چھت سے لگ گئیں تھیں اور روح پاک صلی اللہ علیہ وسلم عالم اقدس میں پرواز کرگئی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر اقدس تکیہ پر رکھ دیا اور رونے لگیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ابواب مناقب کا سب سے زریں باب یہ ہے کہ ان کے حجرہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن بننا نصیب ہوا، اور نعش مبارک اسی حجرہ کے ایک گوشہ میں سپرد خاک کی گئی۔ چونکہ ازواج مطہرات کے لیے خدا نے دوسری

شادی ممنوع قرار دی تھی اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے 48 سال بیوگی کی حالت میں بسر کیئے، اس زمانہ میں ان کی زندگی کا مقصد واحد قرآن وحدیث کی تعلیم تھا، جسکا ذکر آئندہ آئے گا، نبی کریم صلی اللہ ولیہ وسلم کی وفات کے دو برس بعد سن تیرہ ہجری میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے یہ سایہ شفقت بھی باقی نہ رہا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، انہوں نے جس قدر حضرت عائشہ کی دلجوئی کی وہ خود اسطرح بیان فرماتی ہیں۔" ابن خطاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کیئے، (مستدرک حاکم ج4 ص78) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام ازواج مطہرات کے لیے دس دس ہزار سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا تھا، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے وظیفہ بارہ ہزار تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں، (مستدرک)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ میں مقیم تھیں، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے مدینہ جا کر ان کو واقعات سے آگاہ کیا تو دعوت اصلاح کے لیے بصرہ گئیں اور وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ پیش آئی، جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے، جمل اونٹ کو کہتے ہیں، چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار تھیں، اور اس نے اس معرکہ میں بڑی اہمیت حاصل کی تھی، اسلیئے یہ جنگ بھی اسی کی نسبت سے مشہور ہوگئی، یہ جنگ اگرچہ بالکل اتفاقی طور پر پیش آگئی تھی تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ اسکا افسوس رہا۔

بخاری میں ہے کہ وفات کے وقت انہوں نے وصیت کی کہ" مجھے روضہ نبوی میں آپکے ساتھ دفن نہ کرنا، بلکہ بقیع میں ازواج کے ساتھ دفن کرنا، کیونکہ میں نے آپکے بعد ایک جرم (کتاب الجنائز ومستدرک حاکم جلد 4 ص 8) کیا ہے" ابن سعد میں ہے کہ وہ جب یہ آیت پڑھتی تھیں وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ" اے پیغمبر کی بیویو! اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھو۔" تو اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ص 59 ج ثانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھارہ برس اور زندہ رہیں اور یہ تمام زمانہ سکون اور خاموشی میں گزرا،

وفات کا بیان

امیر معاویہ کا اخیر زمانہ خلافت تھا کہ رمضان سن اٹھاون ہجری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رحلت فرمائی، اس وقت سرسٹھ برس کا سن تھا، اور وصیت کیمطابق جنت البقیع میں رات کے وقت مدفون ہوئیں، قاسم بن محمد، عبداللہ بن عبدالرحمن، عبداللہ بن ابی عتیق، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا، اس وقت ابوہریرہ رضی اللہ عنہا، مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے، اس لیے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اولاد کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، ابن الاعرابی نے لکھا ہے کہ ایک ناتمام بچہ ساقط ہوا تھا، اسکا نام

عبداللہ تھا، اور اسی کے نام پر انہوں نے کنیت رکھی تھی، لیکن یہ قطعاً غلط ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُمّ عبداللہ ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے تعلق سے تھی، جنکو انہوں نے متبنیٰ بنایا تھا،

حلیہ کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوش رو اور صاحب جمال تھیں، رنگ سرخ وسفید تھا،

فضل وکمال کا بیان

علمی حیثیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف عورتوں پر نہ صرف دوسری امہات المومنین پر، نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر بلکہ باستثنائے چند تمام صحابہ پر فوقیت حاصل تھی، جامع ترمذی میں حضرت ابوموسی اشعری سے روایت ہے،

"ہمکو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جسکو ہم نے عائشہ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس سے متعلق کچھ معلومات نہ ملے ہوں،"

امام زہری جو سرخیل تابعین تھے، فرماتے ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالمہ تھیں، بڑے بڑے اکابر صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد جز 2 قسم 2 ص 26)

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا قول ہے، قرآن، فرائض، حلال وحرام، فقہ وشاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھکر کسی کو نہیں دیکھا،"

امام زہری کی ایک شہادت ہے۔ اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع تر ہوگا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہے، اور اس حیثیت سے وہ کس قدر بلند ہیں کہ بےتکلف ان کا نام حضرت عمر، حضرت علی، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ لیا جاسکتا ہے، وہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں فتوے دیتی تھیں، اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم پر انہوں نے جو دقیق اعتراضات کیئے ہیں ان کو علامہ سیوطی نے ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے، اس رسالہ کا نام عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشہ رضی اللہ عنہا علی الصحابہ ہے،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کثرین صحابہ میں داخل ہیں، ان سے 2210 حدیثیں مروی ہیں، جن میں 174 حدیثوں پہ شیخین نے اتفاق کیا ہے، امام بخاری نے منفرداً ان سے 54 حدیثیں روایت کی ہیں، 6 حدیثوں میں امام مسلم منفرد ہیں، بعض لوگوں کا قول ہے کہ احکام شرعیہ میں سے ایک چوتھائی ان سے منقول ہے،

علم کلام کے متعدد مسائل ان کی زبان سے ادا ہوئے ہیں، چنانچہ رویت باری، علم غیب، عصمت انبیاء، معراج، ترتیب خلافت اور سماع موتی وغیرہ کے متعلق انہوں نے جو خیالات ظاہر کیئے ہیں، انصاف یہ ہے کہ ان میں ان کی وقت نظر کا پلہ بھاری نظر آتا ہے،

علم اسرار الدین کے متعلق بھی ان سے بہت سے مسائل مروی ہیں، چنانچہ قرآن مجید کی ترتیب نزول، مدینہ میں کامیابی اسلام کے اسباب، غسل جمعہ، نماز قصر کی علت، صوم عاشورہ کا سبب، ہجرت کے معنی کی انہوں نے خاص تشریحیں کی ہیں،

طب کے متعلق وہی عام معلومات تھیں، جو گھر کی عورتوں کو عام طور پر ہوتی ہیں۔

البتہ تاریخ عرب میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، عرب جاہلیت کے حالات ان کے رسم ورواج، ان کے انساب اوران کی طرز معاشرت کے متعلق انہوں نے بعض ایسی باتیں بیان کیں ہیں، جو دوسری جگہ نہیں مل سکتیں، اسلامی تاریخ کے متعلق بھی بعض اہم واقعات ان سے منقول ہیں مثلاً آغازِ وحی کی کیفیت، ہجرت کے واقعات، واقعہ افک، نزول قرآن اور اسکی ترتیب، نماز کی صورتیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کے حالات، غزوہ بدر، احد، خندق، قریظہ کے واقعات، غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف کی کیفیت، فتح مکہ میں عورتوں کی بیعت، حجۃ الوداع کے ضروری حالات، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات، خلافت صدیقی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا دعوی میراث، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ملال خاطر اور پھر بیعت کے تمام مفصل حالات ان ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوئے ہیں۔

ادبی حیثیت سے وہ نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں، ترمذی میں موسی ابن طلحہ کا قول نقل کیا ہے،

"میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا" (مستدرک حاکم ج4ص11)

اگرچہ احادیث میں روایت بالمعنی کا عام طور پر رواج ہے، اور روایت باللفظ کم اور نہایت کم ہوتی ہے تاہم جہاں حضرت عائشہ کے اصل الفاظ محفوظ رہ گئے ہیں، پوری حدیث میں جان پڑ گئی ہے، مثلاً آغاز وحی کے سلسلہ میں فرماتی ہیں،

" آپ جو خواب دیکھتے تھے سپیدۂ سحر کی طرح نمودار ہوجاتا تھا،"

آپ پر جب وحی کی کیفیت طاری ہوتی، تو جبیں مبارک پر عرق آجاتا تھا اس کو اسطرح ادا کرتی ہیں، پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے،" واقعہ افک میں انہیں راتوں کو نیند نہیں آتی تھی، اس کو اسطرح بیان فرماتی ہیں، میں نے سرمۂ خواب نہیں لگایا،"

صحیح بخاری میں ان کے ذریعہ سے اُمّ زرع کا جو قصہ مذکور ہے، وہ جان ادب ہے اور اہل ادب نے اسکی مفصل شرحیں اور حاشیے لکھے ہیں۔

خطابت کے لحاظ سے بھی حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سوا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں ممتاز تھیں جنگ جمل میں انہوں نے جو تقریریں کی ہیں، وہ جوش اور زور کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتیں، ایک تقریر میں فرماتی ہیں۔

لوگو! خاموش، تم پر میرا مادری حق ہے، مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے، سوا اس شخص کے جو خدا کا فرمانبردار نہیں ہے، مجھکو کوئی الزام نہیں دے سکتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پہ سر رکھے ہوئے وفات پائی ہے، میں آپکی محبوب ترین بیوی ہوں خدا نے مجھکو دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا اور میری ذات سے مومن ومنافق میں تمیز ہوئی اور میرے ہی سبب تم پر خدا نے تیمم کا حکم نازل فرمایا،

پھر میرا باپ دنیا میں تیسرا مسلمان ہے اور غار حرا میں دو کا دوسرا تھا اور پہلا شخص تھا جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خوش ہوکر اوراس کو طوق خلافت پہنا کر وفات پائی اسکے بعد جب مذہب اسلام کی رسی ہلنے ڈلنے لگی تو میرا ہی باپ تھا جس نے اسکے دونوں سرے تھام لیے، جس نے نفاق کی باگ روک دی، جس نے ارتداد کا سرچشمہ خشک کر دیا، جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کی، تم لوگ اس وقت آنکھیں بند کیے غدر وفتنہ کے منتظر تھے اور شور وغوغا پر گوش برآواز تھے۔ اس نے شگاف کو برابر کیا، بیکار کو درست کیا، گرتوں کو سنبھالا، دلوں کی مدفون بیماریوں کو دور کیا، جو پانی سے سیراب ہو چکے تھے، ان کو تھان تک پہنچا دیا، جو پیاسے تھے ان کو گھاٹ پر لے آیا، اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے ان کو دوبارہ پانی پلایا جب وہ نفاق کا سر کچل چکا، اور اہل شرک کے لیے آتش جنگ مشتعل کر چکا اور تمہارے سامان کی گٹھڑی کو ڈوری سے باندھ چکا تو خدا نے اسے اٹھالیا۔

ہاں میں سوال کا نشانہ بن گئی ہوں کہ کیوں فوج لے کر نکلی؟ میرا مقصد اس سے گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے، جسکو میں پامال کرنا چاہتی ہوں، جو کچھ کہہ رہی ہوں سچائی اور انصاف کے ساتھ تنبیہ اور اتمام حجت کے لیے۔"

(عقد الفرید باب، الخطیب وذکر واقعہ جمل ص 14)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گوشعر نہیں کہتی تھیں، تاہم شاعرانہ مذاق اس قدر عمدہ پایا تھا کہ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ جو عرب کے مسلم الثبوت شاعر تھے، ان کی خدمت میں اشعار سنانے کے لیے حاضر ہوئے تھے، امام بخاری نے ادب میں المفرد میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کعب بن مالک کا پورا قصیدہ یاد تھا، اس قصیدہ میں کم وبیش چالیس اشعار تھے، کعب کے علاوہ ان کو دیگر جاہلیت اور اسلامی شعراء کے اشعار بھی بکثرت یاد تھے، جنکو وہ مناسب موقعوں پر پڑھا کرتی تھیں چنانچہ وہ احادیث کی کتابوں میں منقول ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہ صرف ان علوم کی ماہر تھیں، بلکہ دوسروں کو بھی ماہر بنا دیتی تھیں، چنانچہ ان کے دامن تربیت میں جو لوگ پرورش پاکر نکلے، اگرچہ ان کی تعداد دو سو کے قریب ہے لیکن ان میں جنکو زیادہ قرب واختصاص حاصل تھا، وہ حسب ذیل ہیں،

عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابوسلمہ بن عبدالرحمان، مسروق، عمرۃ، صفیہ بنت شیبہ، عائشہ بنت طلحہ، معاذۃ عدویہ،

اخلاق عادات کا بیان

اخلاقی حیثیت سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بلند مرتبہ رکھتی تھیں، وہ نہایت قانع تھیں، غیبت سے احتراز کرتی تھیں، احسان کم قبول کرتیں، اگرچہ خودستائی ناپسند تھی تاہم خوددار تھیں، شجاعت ودلیری بھی ان کا خاص جوہر تھا۔

ان کا سب سے نمایاں وصف جود وسخا تھا، حضرت عبداللہ بن زبیر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ سخی کسی کو نہیں دیکھا، ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں لاکھ درہم بھیجے تو شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیئے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا، اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا، لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے لیے کچھ نہیں ہے، فرمایا پہلے سے کیوں نہ یاد دلایا، (مستدرک حاکم ج4 ص13)

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جوان کے متبنی فرزند تھے ان کی فیاضی دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو سخت برہم ہوئیں اور قسم کھائی کہ ان سے بات نہ کرینگی، چنانچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما مدت تک معتوب رہے اور بڑی دقت سے ان کا غصہ فرو ہوا، (صحیح بخاری باب مناقب قریش)

نہایت خاشع، متضرع اور عبادت گزار تھیں، چاشت کی نماز برابر پڑھتیں، فرماتی تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ آئے، اور مجھکو منع کرے تب بھی باز نہ آؤں گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرتی تھیں اور اسکی اس قدر پابند تھیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب کبھی یہ نماز قضا ہو جاتی تو نماز فجر سے پہلے اٹھ کر اس کو پڑھ لیتی تھیں، رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں، ذکوان ان کا غلام امامت کرتا اور وہ مقتدی ہوتیں۔

اکثر روزے رکھا کرتی تھیں، حج کی بھی شدت سے پابند تھیں اور ہر سال اس فرض کو ادا کرتی تھیں، غلاموں پر شفقت کرتیں، اور ان کو خرید کر آزاد کرتی تھیں، ان کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد 67 ہے، (شرح بلوغ المرام کتاب العتق)

بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الثَّمَرَةِ فِي الصَّدَقَةِ

باب: زکوٰۃ میں کون سے پھل دینا جائز نہیں ہے

1607 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجُعْرُورِ، وَلَوْنِ الْحُبَيْقِ أَنْ يُؤْخَذَا فِي الصَّدَقَةِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: لَوْنَيْنِ مِنْ تَمْرِ الْمَدِينَةِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَسْنَدَهُ أَيْضًا أَبُو الْوَلِيدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ

٭٭ ابوامامہ بن سہل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جعرور اور لون کو زکوٰۃ میں وصول کرنے سے منع کیا ہے۔

زہری کہتے ہیں: یہ مدینہ منورہ کی کھجوروں کی دو قسمیں ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابوولید نے سلیمان بن کثیر کے حوالے سے زہری سے اس روایت کو مسند روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

1608 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي الْقَطَّانَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ أَبِي عَرِيبٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَبِيَدِهِ عَصًا، وَقَدْ عَلَّقَ رَجُلٌ قَنَا حَشَفًا، فَطَعَنَ بِالْعَصَا فِي

1608- صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن، صالح بن ابي عريب صدوق حسن الحديث. يحيى القطان: هو ابن سعيد. واخرجه ابن ماجه (1821)، والنسائي في "الكبرى" (2284) من طريق يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (23976)، و"صحيح ابن حبان" (6774).

ذٰلِکَ الْقِنْوِ، وَقَالَ: لَوْ شَاءَ رَبُّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِأَطْيَبَ مِنْهَا. وَقَالَ: إِنَّ رَبَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ يَأْكُلُ الْحَشَفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں عصاء تھا کسی شخص نے ہلکی کھجوروں کا ایک گچھا لٹکایا ہوا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عصاء کے اس گچھے کو لگایا اور فرمایا:

''یہ صدقہ کرنے والا شخص اگر چاہتا تو اس سے زیادہ پاکیزہ چیز صدقہ کر سکتا تھا''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ کرنے والا شخص قیامت کے دن ہلکی قسم کی کھجوریں کھائے گا۔

حضرت عوف بن مالک اور شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (دورانِ سفر) ایک رات ہمارے ساتھ آرام کے لیے اترے تو ہم میں سے ہر شخص اپنی سواری پر سو گیا۔ فرماتے ہیں: میں بعض اونٹوں کی طرف گیا تو دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر موجود نہیں ہیں۔ پس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل پڑا تو اس دوران دیکھا کہ معاذ بن جبل اور عبداللہ بن قیس بھی جاگ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے کہ وادی کے اوپر سے ہم نے بادل کے گڑگڑانے جیسی آواز سنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تھوڑی دیر یہاں ٹھہرو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے تو فرمایا: میرے رب کی طرف سے آنے والا رات کو میرے پاس آیا تو اس نے مجھے میری آدھی امت کے بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ ہم نے عرض کیا: ہم آپ سے اللہ اور صحابیت کے واسطے سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی شفاعت سے نوازیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تم میری شفاعت کے حق دار ہو۔ فرماتے ہیں: ہم جلدی سے (دوسرے) لوگوں کی طرف آئے تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پا کر پریشان تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے بھی) فرمایا: میرے رب کی طرف سے آنے والے نے رات کو میرے پاس آ کر مجھے اپنی آدھی امت کے (بغیر حساب کے) جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم آپ سے اللہ اور صحابیت کے واسطے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی شفاعت کے حقدار بنائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میری شفاعت میری امت کے ہر اس فرد کے لیے ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہوگا''

(أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 6/28،29، الرقم: 24002، وابن حبان في الصحيح)

بَابُ زَكَاةِ الْفِطْرِ

باب: صدقہ فطر کا بیان

قال تعالیٰ قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی (سورۃ الاعلیٰ 14،15)

ترجمہ:۔ارشاد باری تعالیٰ ہے بے شک اس نے فلاح پائی جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز ادا کی (سورۃ الاعلیٰ 14،15) بعض سلف صالحین نے اس آیت سے مراد زکاۃ الفطر لیا ہے۔(ابن کثیر)

1609 حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّمَرْقَنْدِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: حَدَّثَنَا أَبُو يَزِيدَ الْخَوْلَانِيُّ وَكَانَ شَيْخَ صِدْقٍ وَكَانَ ابْنُ وَهْبٍ يَرْوِي عَنْهُ، حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ مَحْمُودٌ: الصَّدَفِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو لازم قرار دیا ہے' تاکہ یہ روزوں میں کیے جانے والی لغو حرکت یا فضول اقوال وافعال سے پاکیزگی کا باعث ہو جائے اور غریبوں کو اناج حاصل ہو جائے جو شخص نماز عید سے پہلے اسے ادا کر دیتا ہے' تو یہ ایک ایسی ادائیگی ہوگی جو قبول کی جائے گی اور جو شخص نماز کے بعد اسے ادا کرتا ہے' تو یہ عام قسم کا صدقہ ہوگا۔

شرح

فطرانہ یا زکواۃ الفطر ہر مسلمان شخص پر فرض ہے، یہ غرباء اور مساکین اور محتاجوں کا حق ہے جو مالداروں پر ہے اور اسکی ادائیگی ہر وہ شخص کریگا جس کے پاس اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے عید کے دن اور رات کا خرچ ہو یعنی ایسے شخص کے لیے ایک صاع فطرانہ ادا کرنا فرض ہے، بہتر یہ ہے کہ فطرانہ کو عید کی نماز سے ایک دن پہلے یا عید کی نماز سے قبل ضرور ادا کر دے۔

زکواۃ الفطر: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک صاع غلہ یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع منقہ یا ایک صاع پنیر فطرانہ ادا کیا کرتے تھے۔

(متفق علیہ)

اس سے ثابت ہوا کہ علاقے کی خوراک مثلا چاول وغیرہ کا ایک صاع ادا کرنے سے فطرانہ ادا ہو جائے گا۔ایک صاع سے مراد متوسط طور پار دونوں ہاتھ سے چار چار چلو ہیں جو تقریباً ڈھائی سے تین کلو ہو، واللہ اعلم۔

احادیث کے مطابق صدقہ الفطر خوراک اور اجناس کی صورت میں دینا چاہیے یہ امام مالک رحمہ اللہ، شافعی اور احمد رحمہما اللہ کی ہے۔ابن حزم کے مطابق قیمت کفایت نہیں کرے گی۔(المحلی جلد 4 صفحہ 209)

امام ابوحنیفہ، بخاری، عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ درہم کے قائل تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، سند صحیح)
ابواسحاق السبیعی رحمہ اللہ نے بھی درہم دیے۔ (مصنف، سندہ حسن)

صدقہ فطر وجوب کی شرعی حیثیت؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر زکوٰۃ فطر (صدقہ فطر) کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دیا ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کے بارے میں یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو عیدالفطر کی نماز کے لیے جانے سے پہلے دے دیا جائے۔ (بخاری ومسلم)

صدقہ فطر کے وجوب میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان مرد وعورت پر خواہ غلام ہو یا آزاد یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر کے طور پر دے، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک صدقہ فطر زکوٰۃ کی طرح کا ایک فرض ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب اور امام مالک کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کے ہاں سنت مؤکدہ ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک میں واجب ہے حدیث میں مذکور لفظ فرض حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کے نزدیک اپنے ظاہری معنی ہی پر محمول ہے، حضرت امام مالک فرض کے معنی بیان کرتے ہیں مقرر کیا حنفی حضرات فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر چونکہ دلیل قطعی کے ذریعے ثابت نہیں ہے اس لیے صدقہ فطر عمل کے لحاظ سے تو فرض ہی کے برابر ہے لیکن اعتقادی طور پر اسے فرض نہیں کہا جاسکتا جس کا مطلب یہ ہے کہ واجب ہے فرض نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی کے مسلک میں ہر اس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے جو اپنے لیے اور ان لوگوں کے لیے کہ جن کی طرف سے صدقہ فطر دینا اس کے ذمہ ایک دن کا سامان خوراک رکھتا ہو اور وہ بقدر صدقہ فطر اس کی ضرورت سے زائد بھی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ کے مسلک کے مطابق صدقہ فطر اسی شخص پر واجب ہوگا جو غنی ہو یعنی وہ اپنی ضرورت اصلیہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر اسباب وغیرہ کا مالک ہو یا اس کے بقدر سونا چاندی اپنی ملکیت میں رکھتا ہو اور قرض سے محفوظ ہو۔

صدقہ فطر کا وجوب عیدالفطر کی فجر طلوع ہونے کے وقت ہوتا ہے لہٰذا جو شخص طلوع فجر سے پہلے مرجائے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور اسی طرح جو شخص طلوع فجر کے بعد اسلام لائے اور مال پائے یا جو بچہ طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا اس پر بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔

ایک صاع ساڑھے تین سیر یعنی چودہ اوزان کے مطابق تین کلوگرام ہوتا ہے۔ جو غلام خدمت کے لیے ہو اس کی طرف سے اس کے مالک پر صدقہ فطر دینا واجب ہے ہاں جو غلام تجارت کے لیے ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے اسی طرح جو غلام بھاگ جائے اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے ہاں جب وہ واپس آجائے تو اس وقت دینا واجب ہوگا۔

اولاد اگر چھوٹی ہو اور مالدار نہ ہو تو اس کی طرف سے اس کے باپ پر صدقہ فطر دینا واجب ہے ہاں اگر چھوٹی اولاد مالدار ہو تو

پھراس کا صدقہ فطراس کے باپ پرواجب نہیں ہے بلکہ اس کے مال میں دیا جائے گا۔

بڑی اولاد جس پر دیوانگی طاری ہواس کا حکم بھی چھوٹی اولاد کی طرح ہے، اسی طرح بڑی اولاد کی طرف سے باپ پر اور بیوی کی طرف سے خاوند پر ان کا صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے ہاں اگر کوئی باپ اپنی ہوشیار اولاد کی طرف سے یا کوئی خاوند اپنی بیوی کی طرف سے ان کا صدقہ ان کی اجازت سے ازراہ احسان ومروت ادا کردے تو جائز ہوگا۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ من المسلمین لفظ عبد اوراس کے بعد کے الفاظ کا حال واقع ہورہا ہے لہٰذا کسی مسلمان پر اپنے کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا۔ مگر صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ غلام کافر کا صدقہ فطر بھی اس کے مسلمان مالک پرواجب ہوتا ہے، انہوں نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے جسے ہدایہ یا مرقات میں دیکھا جاسکتا ہے، حنفیہ کے یہاں صاحب ہدایہ ہی کے قول کے مطابق فتویٰ ہے۔ (علم الفقہ)

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ہی ادا کردینا مستحب ہے اگر کوئی شخص اس سے بھی پہلے خواہ ایک مہینے یا ایک مہینے سے بھی زیادہ پہلے دے دے تو جائز ہے۔ نماز عید کے بعد یا زیادہ تاخیر سے صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا بہر صورت دینا ضروری ہوتا ہے۔

چھوٹے بچوں کی طرف صدقے کا ادا ہونا

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کی طرف سے جو ادا کیا وہ ادا ہوجائے گا کیونکہ وہ واجب ہی والد پر تھا۔ اور جو بیوی اور بڑی اولاد کی طرف سے ادا کیا اگر ان کا اذن تھا تو بھی ادا ہوجائیگا اور اگر اذن نہ تھا تو صدقہ ادا نہ ہوگا۔

اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ ادا کردی پھر دوسرے تک خبر پہنچی اوراس نے اسے جائز بھی رکھا تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ اس کا نفاذ صدقہ کرنے والے پر ہے، کیونکہ وہ زکوٰۃ اس کی ملکیت ہے اور غیر سے نائب بن نہیں سکتا کہ اس کی اجازت کا نفاذ ہو، ہاں اگر اجازت سے زکوٰۃ ادا کی ہو تو پھر جائز ہوگا۔ (ردمحتار، ج ۲،ص، ۱۲، مصر)

بَابُ مَتٰی تُؤَدّٰی

باب: اسے کب ادا کیا جائے گا؟

1610 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُؤَدِّيهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِالْيَوْمِ وَالْيَوْمَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول نے ہمیں صدقہ فطر کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ لوگوں کے نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے اسے ادا کردیا جائے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ عید سے ایک یا دو دن پہلے اسے ادا کردیتے تھے۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح صادق ہونے سے پہلے مرگیا یا غنی تھا فقیر ہوگیا یا صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہوگیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہوگیا تو واجب ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب زکوٰۃ، مطبوعہ، بیروت)

وجوب فطرانے کے وقت میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں۔ فطرانے کے وجوب کا وقت رمضان المبارک کے آخری دن کے سورج غرب ہونے کے وقت ہے، اس لیے جب رمضان المبارک کے آخری دن کا سورج غروب ہو تو فطرانہ واجب ہوگا۔

لہٰذا جس نے بھی سورج غروب ہونے سے قبل شادی کی یا پھر اس کے ہاں ولادت ہوئی ہو یا پھر اسلام قبول کرلے تو اس کا بھی فطرانہ ہوگا، لیکن اگر غروب شمس کے بعد ہو تو پھر فطرانہ لازم نہیں ہوگا۔ جو شخص چاند رات فوت ہو جائے اور اس پر فطرانہ ہو تو امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے کہ اس پر فطرانہ واجب ہوگا۔ (المغنی جلد دوم فصل وقت وجوب زکاۃ الفطر)

فطرانہ ہر مسلمان پر واجب ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر آزاد اور غلام مذکر اور مؤنث اور چھوٹے بڑے بچے اور بوڑھے ہر مسلمان پر فرض کیا تھا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 1407)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ: نافع والی حدیث میں اس بات کی دلالت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صرف مسلمانوں پر ہی فرض کیا ہے، اور یہ کتاب اللہ کے بھی موافق ہے، اس لیے کہ زکاۃ مسلمانوں کے لیے پاکی اور صفائی کا باعث ہے اور پھر پاکی اور صفائی مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں ہوسکتی۔ (کتاب الام للشافعی جلد دوم باب زکاۃ الفطر)

فطرانہ صاحب استطاعت پر فرض ہے: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے۔

جس پر بھی شوال کا مہینہ شروع ہوا اور اس کے پاس ایک دن کی اپنی اور اپنے اہل وعیال اور فطرانہ ادا کرنے کی خوراک ہو تو اسے بھی فطرانہ ادا کرنا ہوگا، لیکن اگر اس کے پاس سب کا فطرانہ ادا کرنے کے لیے خوراک نہیں بلکہ صرف کچھ کا ادا کرسکتا ہو تو اسے ان بعض کا ہی ادا کرنا ہوگا۔

لیکن اگر اس کے پاس صرف اپنی اور اپنے اہل وعیال کے لیے ہی خوراک ہو نہ تو اس پر اور نہ ہی اس کے ماتحت عیال پر فطرانہ فرض ہوگا۔ (کتاب الام جلد دوم باب زکاۃ الفطر)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: تنگ دست پر بلا خلاف فطرانہ فرض نہیں۔۔۔ اور خوشحال اور تنگ دست کا اعتبار تو وجوب کے وقت ہوگا، لہٰذا جس کے پاس اپنی اور اپنے اہل وعیال کی عید کی رات کی خوراک سے زیادہ ہو اس پر فطرانہ فرض ہوگا اور یہ خوشحال ہوگا، اور اگر کچھ بھی زائد نہ ہو تو اسے تنگ دست شمار کیا جائے گا اور اس حالت میں اس پر کچھ بھی فرض نہیں۔

(المجموع جلد (6) شروط وجوب صدقۃ الفطر)

فطرانہ مسلمان اپنی اور اپنے عیال اور بیویوں اور ان رشتہ داروں کی جانب سے اگر وہ ادا نہیں کر سکتے تو خود فطرانہ ادا کرے گا اور اگر وہ فطرانہ ادا کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں تو بہتر اور اولی یہ ہے کہ وہ اپنا فطرانہ خود ہی ادا کریں کیونکہ اصل میں تو وہ خود ہی مخاطب ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہر مسلمان غلام اور آزاد اور مذکر و مؤنث اور چھوٹے بڑے اور بچے فطرانہ فرض کیا، اور یہ حکم دیا کہ لوگوں کے نماز عید کیلیے جانے سے قبل ادا کریں۔
(صحیح بخاری حدیث نمبر (1407)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: بے عقل اور بچے کی جانب سے اس کا ولی فطرانہ ادا کرے گا اور اسی طرح جو لوگ اس کی عیالت میں ہوں ان کا بھی وہی اس طرح فطرانہ ادا کرے گا جس طرح ایک صحیح اپنی جانب سیادا کرتا ہے، اور اگر اس کی عیالت میں کوئی کافر ہو تو اس کا فطرانہ اس پر لازم نہیں کیونکہ اسے زکاۃ کی ادائیگی کے ساتھ پاک نہیں کیا جائے گا۔ کتاب الام جلد دوم باب زکاۃ الفطر۔ اور صاحب مھذب کا کہنا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے۔

(اور جس پر فطرانہ واجب ہو اس پر اپنے ماتحت اور عیالت میں پلنے والوں کا فطرانہ بھی واجب ہوگا، لیکن شرط یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان ہوں اور اس کے پاس نفقہ سے زیادہ خوراک ہو، لہذا ماں باپ اور ان دونوں کے ماں باپ اور اس سے بھی اوپر والوں ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کا فطرانہ بھی واجب ہوگا، اسی طرح بیٹے اور پوتے چاہے اس سے بھی نیچی نسل ہو ان پر ماں باپ اور ان کے ماں باپ کا فطرانہ ادا کرنا فرض ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ جب ان کا نفقہ اس پر واجب ہو) (المجموع جلد نمبر (6)

انسان اپنا اور بیوی چاہے بیوی کے پاس اپنا مال بھی ہو اور اس کی فقیر اولاد اور والدین کا فطرانہ ادا کرے، اور وہ بچی جس کے خاوند نے ابھی اس کے ساتھ دخول نہیں کیا اگر تو اس کا بیٹا غنی ہو اس پر اس کا فطرانہ ادا کرنا واجب نہیں، اور طلاق رجعی والی عورت کا خاوند بھی اس کا فطرانہ ادا کرے گا لیکن جو عورت نافرمان ہو اور یا پھر طلاق بائن والی ہو اس کا خاوند ان کا فطرانہ ادا نہیں کرے گا۔

اور بیٹے کو اپنے فقیر والد کی بیوی کا فطرانہ ادا کرنا ضروری نہیں اس لیے کہ اس پر والد کی بیوی کا خرچہ واجب نہیں۔

اسے فطرانہ ادا کرنے میں سب سے قریبی سے شروع کرنا ہوگا مثلاً سب سے پہلے اپنے آپ پھر بیوی اور اولاد پھر اس کے بعد قریبی رشتہ دار جیسا کہ وراثت میں خیال رکھا گیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ اور فطرانہ کس پر واجب ہوتا ہے۔ جب رمضان کے آخری دن کوئی پیدا ہو یا کسی بھی ملکیت میں ہو یا اس کی عیالت میں آجائے اور اسی حالت میں چاندرات شروع ہو تو اس پر ان کا فطرانہ واجب ہوگا۔
(کتاب الام باب زکاۃ الفطر)

لیکن جو بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہو اس کا فطرانہ واجب نہیں لیکن اگر کوئی دینا چاہے تو دے سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور اگر کوئی شخص فطرانہ واجب ہونے کے بعد اسے ادا کرنے سے قبل ہی فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ سے فطرانہ ادا کیا جائے گا، اور اگر اس کی عیالت میں سے کوئی فطرانہ واجب ہونے کے بعد فوت ہو جائے تو اس کی وجہ سے فطرانہ ساقط نہیں ہوگا۔
(المغنی لابن قدامہ المقدسی جلد نمبر (2)

اور خادم اور جس کی یومیہ یا ماہانہ تنخواہ مقرر ہو اس کی جانب سے فطرانہ ادا نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ ملازم کی طرح ہے اور ملازم یعنی اجرت لینے والے پر خرچ نہیں کیا جاتا۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ (339 /23)۔

یتیم کا فطرانہ ادا کرنے کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ یتیم کا وصی یتیموں کے مال سے فطرانہ ادا کرے گا اگرچہ وہ چھوٹے بچے ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر عیدالفطر کے دن کافر اسلام قبول کرلے تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: جو شخص عیدالفطر والے دن طلوع فجر سے قبل اسلام قبول کرلے اس کے لیے فطرانہ ادا کرنا مستحب ہے۔ (المدونۃ جلد ا، باب فطرانہ)

بَابُ كَمْ يُؤَدَّى فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ؟

باب: صدقہ فطر میں کتنی ادائیگی کی جائے گی

1611 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ وَقَرَاَهُ عَلَىَّ مَالِكٌ اَيْضًا عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ قَالَ فِيْهِ فِيْمَا قَرَاَهُ عَلَىَّ مَالِكٌ زَكَاةُ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، اَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ، اَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ، اَوْ اُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو لازم قرار دیا ہے۔

عبداللہ نامی راوی کہتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سامنے حدیث کے یہ الفاظ پڑھے تھے: رمضان کا صدقہ فطر کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع ہوگا' جو ہر آزاد اور غلام' مذکر اور مونث مسلمان پر لازم ہوگا۔

کن کن لوگوں کی طرف سے فطرانہ دینا ہوگا

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کی نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے اس میں عاقل' بالغ اور مال نامی ہونے کی شرط نہیں۔ مال نامی اور حاجت اصلیہ کا بیان گزر چکا اس کی صورتیں وہیں سے معلوم کریں۔ نابالغ یا مجنون اگر مالک نصاب ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے ان کا ولی ان کے مال سے ادا کرے۔ اگر ولی نے ادا نہ کیا اور نابالغ بالغ ہوگیا یا مجنون کا جنون جاتا رہا تو اب یہ خود ادا کردیں اور اگر یہ خود مالک نصاب نہ تھے اور ولی نے ادا نہ کیا تو بالغ ہونے یا ہوش میں آنے پر ان کے ذمہ ادا کرنا نہیں۔ صدقہ فطر ادا کرنے کے لئے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں۔ مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب رہے گا۔ ساقط نہ ہوگا۔ بخلاف زکوۃ وعشر کہ یہ دونوں مال ہلاک ہوجانے سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ مرد مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچے کی طرف سے واجب ہے جبکہ بچہ خود مالک نصاب نہ ہو ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے اور مجنون اولاد اگرچہ بالغ ہو جبکہ غنی نہ ہو تو اس کا صدقہ اس کے باپ پر واجب ہے اور غنی ہو تو خود اس کے مال سے ادا کیا جائے۔ جنون خواہ اصلی ہو یعنی اسی حالت میں بالغ ہوا یا بعد کو عارض ہوا دونوں کا ایک حکم ہے۔

(در مختار، کتاب زکوۃ، مطبوعہ بیروت' رد المحتار)

صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں اگر کسی عذر' سفر' مرض' بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا

جب بھی واجب ہے۔ نابالغ لڑکی جو اس قابل ہے کہ شوہر کی خدمت کر سکے اس کا نکاح کر دیا اور شوہر کے یہاں اسے بھیج بھی دیا تو کسی پر اس کی طرف سے صدقہ واجب نہیں نہ شوہر پر نہ باپ پر۔ اور اگر قابل خدمت نہیں یا شوہر کے یہاں اسے بھیجا نہیں تو بدستور باپ پر ہے پھر یہ سب اس وقت ہے کہ لڑکی خود مالک نصاب نہ ہو ورنہ بہر حال اس کا صدقہ فطر اس کے مال سے ادا کیا جائے۔ (درمختار، کتاب زکوٰۃ، مطبوعہ بیروت، ردالمحتار)

باپ نہ ہو تو دادا باپ کی جگہ ہے یعنی اپنے فقیر و یتیم پوتے، پوتی کی طرف سے اس پر صدقہ دینا واجب ہے۔ ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ دینا واجب نہیں۔ خدمت کے غلام اور مدبر و ام ولد کی طرف سے ان کے مالک پر صدقہ فطر واجب ہے اگر چہ غلام مدیون ہو اگر چہ دین میں مستغرق ہو اور اگر غلام گروی ہو اور مالک کے پاس حاجت اصلیہ کے سوا اتنا ہو کہ دین ادا کر دے اور پھر نصاب کا مالک رہے تو مالک پر اس کی طرف سے بھی صدقہ واجب ہے۔

تجارت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب نہیں اگر چہ اس کی قیمت بقدر نصاب نہ ہو۔ غلام عاریۃً دے دیا یا کسی کے پاس امانتاً رکھا تو مالک پر فطرہ واجب ہے اور اگر یہ وصیت کر گیا کہ یہ غلام فلاں کا کام کرے اور میرے بعد اس کا مالک فلاں ہے تو فطرہ مالک پر ہے اس پر نہیں جس کے قبضہ میں ہے۔ (درمختار، کتاب زکوٰۃ، مطبوعہ بیروت)

بھاگا ہوا غلام اور وہ جسے حربیوں نے قید کر لیا ان کی طرف سے صدقہ مالک پر نہیں۔ یونہی اگر کسی نے غصب کر لیا اور غاصب انکار کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں تو اس کا فطرہ بھی واجب نہیں مگر جب کہ واپس مل جائیں تو اب ان کی طرف سے سالہائے گزشتہ کا فطرہ دے مگر حربی اگر غلام کے مالک ہو گئے تو واپسی کے بعد بھی اس کا فطرہ نہیں۔ مکاتب کا فطرہ نہ مکاتب پر ہے نہ اس کے مالک پر۔ یونہی مکاتب اور ماذون کے غلام کا اور مکاتب اگر بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آیا تو مالک پر سالہائے گزشتہ کا فطرہ نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب زکوٰۃ، مطبوعہ، بیروت)

بیوی کی طرف سے فطرانہ نہ دینے میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک وہ بیوی کی طرف سے فطرانہ ادا نہ کرے گا۔ اسی طرح ثوری، ظاہریہ اور ابن منذر اور فقہاء مالکیہ میں سے ابن سیرین نے کہا ہے۔ جبکہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، لیث، اسحاق نے کہا ہے شوہر پر واجب ہے۔

علامہ ابن منذر نے کہا ہے کہ اہل علم کا اجماع ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کا فطرانہ اسی پر واجب ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ فطرانہ ہر مذکر و مؤنث پر واجب ہے۔ الی آخرہ۔ ابن حزم نے کہا کہ عجیب عجوبہ ہے کہ امام شافعی اس روایت کو مرسل نہیں تسلیم کرتے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ ج ۴، ص، ۲۲۲، حقانیہ ملتان)

اپنی بیوی یا اپنے شوہر کو صدقہ دینے کا مسئلہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ مجلس ذکر و نصیحت میں عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ و خیرات کرو، اگر چہ وہ تمہارے زیورات ہی میں سے کیوں نہ ہو! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ سن کر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس

سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس آئی اور ان سے کہنے لگی کہ آپ خالی ہاتھ یعنی مفلس مرد ہیں اور چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ وخیرات کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس لیے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ معلوم کریں کہ اگر میں آپ پر اور آپ کی اولاد پر بطور صدقہ خرچ کروں تو آیا یہ صدقہ میرے لیے کافی ہوگا یا نہیں؟ اگر آپ کو اور آپ کی اولاد کو میرا صدقہ دینا میرے لیے کافی ہو جائے تو پھر آپ ہی کو صدقہ دے دوں اور اگر یہ میرے لیے کافی نہ ہو تو پھر آپ کے علاوہ دوسرے لوگوں پر بطور صدقہ خرچ کروں! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے مجھ سے کہا کہ تم ہی جاؤ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھ لو چنانچہ میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی میں وہاں کیا دیکھتی ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر انصار کی ایک عورت کھڑی ہے اور (وہاں آنے کی) ہماری حاجت یکساں تھی۔ (یعنی وہ وہ بھی معلوم کرنے آئی تھی کہ آیا میں اپنے صدقہ کا مال اپنے خاوند اور اس کے متعلقین کو دے سکتی ہوں یا نہیں؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہیبت وعظمت کا پیکر تھی اس لیے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کی جرات نہ ہوئی اور ہم وہاں سے نکل کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر کہیے کہ دروازے پر کھڑی ہوئی دو عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتی ہیں کہ کیا اپنے شوہروں اور ان یتیموں کو جو ان کی پرورش میں ہیں ان کا صدقہ دینا ان کے لیے کافی ہو جائے گا مگر دیکھیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہ بتایئے گا کہ ہم کون ہیں؟ یعنی انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر کے ریا سے بچنے میں مبالغہ کیا کہ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے پوچھا کہ دو عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تو انصار کی کوئی عورت ہے اور دوسری زینب رضی اللہ عنہا ہیں اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کون سی زینب؟ (کیونکہ زینب نام کی کئی عورتیں ہیں) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی بیوی! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ (ان سے جا کر کہہ دو کہ اس صورت میں) ان کے لیے دوہرا ثواب ہے، ایک تو حق قربت کی ادائیگی کا اور دوسرا صدقہ دینے کا۔ (بخاری ومسلم الفاظ مسلم کے ہیں)۔

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو منع کر دیا تھا کہ وہ ان کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بتائیں تو انہیں ان کی اس خواہش کا احترام کرنا چاہیے تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ ان سے ان عورتوں کا نام پوچھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بناء پر ان کے لیے یہ ہی ضروری ہو گیا تھا کہ وہ ان کا نام بتا دیں چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔

یہ حدیث کی وضاحت تھی اب اصل مسئلہ کی طرف آیئے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا کوئی عورت اپنے خاوند یا کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ کا مال دے سکتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا اس بارے میں تو بالاتفاق تمام علماء کا یہ مسلک ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ کا مال نہ دے مگر اس کے برعکس صورت میں امام ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ کوئی عورت اپنے خاوند کو اپنی زکوٰۃ کا مال نہ دے کیونکہ مرد کے منافع اور مال میں عادۃً اکثر دونوں ہی شریک ہوتے ہیں اس طرح کوئی عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ کا مال دے گی تو اس مال سے

خود بھی فائدہ حاصل کرے گی جو جائز نہیں ہوگا۔ صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مرد کا اپنی بیوی کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اسی طرح بیوی بھی اپنی زکوٰۃ کا مال اپنے خاوند کو دے سکتی ہے ائمہ کے اس اختلاف کی بنا پر کہا جائے گا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک اس مذکور صدقہ سے صدقہ نفل مراد ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اس سے صدقہ نفل بھی مراد ہو سکتا ہے اور صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ کو بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔

نابالغ اولاد وغیرہ کے فطرانے کا بیان

صدقہ فطر واجب ہونے کا سبب خود اس کی ذات اور وہ لوگ ہیں جن کا نانفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اور وہ ان پر کامل ولایت رکھتا ہے پس صدقہ فطر اپنی طرف سے ادا کرنا واجب ہے اگر کسی شخص نے کسی عذر سے یا بلا عذر روزے نہ رکھے ہوں تب بھی اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

اور اس کے نابالغ بچوں اور بچیوں کی طرف سے بھی اس پر واجب ہے لیکن اگر نابالغ بچہ خود مالدار ہو تو اس کے مال میں سے صدقہ فطر واجب ہوگا کم عقل، دیوانہ اور مجنون کا بھی وہی حکم ہے جو نابالغ بچے کا ہے یعنی اسکی طرف سے باپ صدقہ فطر ادا کرے

بیوی کا صدقہ فطر خاوند پر واجب نہیں ہے

بالغ اولاد کا نفقہ بھی باپ پر واجب نہیں، اگر بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سیاور جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہے ان سب کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر صدقہ فطر دے دیا تو ادا ہو جائے گا اسی پر فتوی ہے کیونکہ عادتاً اجازت موجود ہے، اگرچہ نیت کے بغیر فطرہ ادا نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں حکمانیت موجود ہے

اپنی عیال اور اہل نفقہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے فطرہ دینا ان کی اجازت سے جائز ہے اجازت کے بغیر جائز نہیں پس اگر عورت نے اپنے خاوند کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر فطرہ ادا کر دیا تو جائز نہیں ہے اپنے دادا دادی، نانا نانی، پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب نہیں ہے اور اپنے ماں باپ کا فطرہ دینا بھی واجب نہیں اگرچہ ان کا نفقہ ان کے ذمہ ہو کیونکہ ان پر اس کو ولایت نہیں ہے جیسا کہ بڑی اولاد پر نہیں ہے لیکن اگر ان میں سے کوئی فقیر اور دیوانہ ہو تو اس کا صدقہ اس پر واجب ہوگا۔

اپنے چھوٹے بھائی بہنوں اور اپنے دیگر رشتہ داروں کی طرف سے صدقہ فطر دینا اس پر واجب نہیں اگرچہ ان کا نفقہ اس کے ذمہ ہو کیونکہ اس کو ان پر ولایت حاصل نہیں ہے اور صدقہ فطر واجب ہونے کو لئے اس شخص پر ولایت کاملہ حاصل ہونا اور اس کے نفقہ کا ذمہ دار ہونا ضروری ہیا گر اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح کر دیا اور اس کو خاوند کے گھر رخصت کر دیا، اگر وہ خاوند کی خدمت وموانست کے لائق ہے تو اس کا صدقہ فطر کسی پر واجب نہیں ہے نہ باپ پر، نہ خاوند پر اور نہ خود اس لڑکی پر جب کہ لڑکی خود محتاج ہو اور اگر شوہر کی خدمت وموانست کے لائق نہیں ہے تو اس کا صدقہ فطر اس کے باپ کے ذمہ ہوگا اور اگر شوہر کے گھر رخصت نہیں کی گئی تو ہر حال میں اس کے باپ کے ذمہ ہے لڑکی کے فطرہ کے متعلق مزید وضاحت یہ ہے کہ اگر لڑکی مالدار ہے تو خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اور خواہ بالغ ہو یا نابالغ خود اس کے مال میں صدقہ فطر واجب ہے اور اگر مالدار نہیں لیکن بالغ ہے تو خواہ شادی شدہ ہو یا شادی

شدہ ہے اس کا فطرہ کسی کو ذمہ نہیں اور اگر مالدار نہیں لیکن نابالغ شادی شدہ ہے اور رخصت نہیں ہوئی تو باپ کے ذمہ ہے اور رخصت ہوگئی ہو تو کسی کے ذمہ نہیں اور اگر شادی نہیں ہوئی اور نابالغ محتاج ہے تو اس کا فطرہ باپ کے ذمہ ہے ادا کے ذمہ پوتوں کا صدقۂ فطر واجب نہیں ہے جب کہ ان کا باپ مفلس ہو اور زندہ ہو اور اگر مفلس باپ فوت ہو چکا ہو تو اس میں اختلاف ہے ظاہر الروایت کے بموجب اس صورت میں بھی دادا کے ذمہ پوتوں کا صدقۂ فطر واجب نہیں ہے اور امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں واجب ہے۔

مشترکہ غلام کے فطرانے میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک مشترکہ غلام کا فطرانہ ان دونوں میں سے ایک پر بھی واجب نہیں ہے۔ جبکہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ نے کہا ہے ان دونوں میں ہر ایک پر حصے کے مطابق فطرانہ واجب ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۲۲۵، حقانیہ ملتان)

کافر غلام کی طرف سے فطرانے میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک کافر غلام کی طرف سے فطرانہ ادا کرنے مالک پر ضروری ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر آزاد اور ہر غلام کی طرف سے ادا کرو۔ جبکہ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک کافر غلام کا فطرانہ مالک پر واجب نہیں ہے۔ کیونکہ غلام اس کے اہل میں سے نہیں ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۲۲۷، حقانیہ ملتان)

صدقہ فطر کی مقدار کا بیان

1612 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا، فَذَكَرَ بِمَعْنَى مَالِكٍ، زَادَ: وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ نَافِعٍ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَرَوَاهُ سَعِيدٌ الْجُمَحِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ فِيهِ: مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمَشْهُورُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ لَيْسَ فِيهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے صدقہ فطر میں ایک صاع کی ادائیگی مقرر کی ہے۔
اس کے بعد راوی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔
''جو ہر چھوٹے بڑے (پر لازم ہوگی) نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں کے نماز عید کے لیے جانے سے پہلے اسے ادا کر دیا جائے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''ہر مسلمان

پر"۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: "مسلمانوں میں سے"۔

عبیداللہ کے حوالے سے جو مشہور روایت ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں "مسلمانوں میں سے"۔

1613 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، اَنَّ يَحْيٰى بْنَ سَعِيْدٍ، وَبِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَاهُمْ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، ح وحَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ فَرَضَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، اَوْ تَمْرٍ، عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ، زَادَ مُوْسٰى: وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: قَالَ فِيْهِ اَيُّوْبُ، وَعَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي الْعُمَرِيَّ، فِيْ حَدِيْثِهِمَا عَنْ نَافِعٍ، ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى اَيْضًا

❁❁ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر میں جو کے ایک صاع یا کھجور کے ایک صاع کی ادائیگی ہر چھوٹے اور بڑے آزاد اور غلام پر لازم قرار دی ہے۔

موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: "مذکر اور مونث پر"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راوی نے اس کی سند میں ایوب اور عبداللہ کا بھی ذکر کیا ہے یعنی وہ روایت ان دونوں حضرات نے نافع کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: "مذکر اور مونث پر"۔

1614 - حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُخْرِجُوْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ، اَوْ تَمْرٍ، اَوْ سُلْتٍ، اَوْ زَبِيْبٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَثُرَتِ الْحِنْطَةُ، جَعَلَ عُمَرُ نِصْفَ صَاعٍ حِنْطَةً مَكَانَ صَاعٍ مِنْ تِلْكَ الْاَشْيَاءِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں لوگ صدقہ فطر میں جو کا یا کھجور کا یا بغیر چھلکے والے جو کا یا کشمش کا ایک صاع صدقہ فطر کے طور پر ادا کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور گندم زیادہ ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گندم کے نصف صاع کو ان چیزوں کے برابر قرار دیا۔

فطرانے کی نصابی مقدار کا بیان

صدقہ فطر گندم، آٹے، ستو یا کشمش کا نصف صاع ہے یا کھجور یا جو کا ایک صاع ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کشمش جو کے مرتبے میں ہے اور ایک روایت کے مطابق امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ اور پہلی روایت جامع صغیر کی ہے۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ ان سب میں ایک صاع ہے۔ کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اتنی ہی نکالتے تھے۔ اور ہماری دلیل جو ہم روایت کر چکے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے جس میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایت میں زیادتی نفل پر محمول کی گئی ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوٰۃ، لاہور)

صدقہ فطر کے وجوب کی دلیل کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے گلی کوچوں میں یہ منادی کرائی کہ سن لو! صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد یا غلام اور چھوٹا ہو یا بڑا (اور اس کی مقدار) گیہوں یا اس کی مانند چیزوں (مثلاً خشک انگور وغیرہ) میں سے دو مد اور (گیہوں کے علاوہ) دوسرے غلوں میں سے ایک صاع۔ (ترمذی)

دو مد سے مراد آدھا صاع ہے کیونکہ ایک مد غلہ کا وزن چودہ چھٹانک کے قریب ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے تین سیر کے برابر ہوتا ہے لہٰذا صدقہ فطر کے طور پر گیہوں پونے دو سیر یعنی ایک کلو 336 گرام دینا چاہئے چونکہ گیہوں کا آٹا یا گیہوں کا ستو بھی گیہوں ہی کے مثل ہے اس لیے یہ دونوں چیزیں بھی اسی مقدار میں دینی چاہئیں۔

حضرت عبداللہ بن ثعلبہ یا حضرت ثعلبہ بن عبداللہ بن ابی صعیر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ فطر واجب ہے گیہوں میں سے ایک صاع دو آدمیوں کی طرف سے (کہ ہر ایک کی طرف سے نصف نصف صاع ہو گا) خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت، غنی کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (صدقہ فطر دینے کی وجہ سے) اسے پاکیزہ بنا دیتا ہے اور فقیر کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس سے زیادہ دیتا ہے جتنا اس نے صدقہ فطر کے طور پر دیا۔ (ابوداؤد)

حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ غنی بھی صدقہ فطر ادا کرے اور فقیر بھی صدقہ فطر دے۔ ان دونوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی کو تو اس کے صدقہ فطر دینے کی وجہ سے پاکیزہ بنا دیتا ہے اور فقیر کو اس سے زیادہ دیتا ہے جتنا اس نے صدقہ فطر کے طور پر دیا ہے، یہ بشارت اگرچہ غنی کے لیے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مال میں بھی اس سے کہیں زیادہ برکت عطا فرماتا ہے جتنا کہ اس نے دیا ہے مگر اس بشارت کو فقیر کے ساتھ اس لیے مخصوص کیا تاکہ اس کی ہمت افزائی ہو اور وہ صدقہ فطر دینے میں پیچھے نہ رہے۔

فطرانے میں منصوص اشیاء کا بیان

صدقۂ فطر چار چیزوں گیہوں، جو، کھجور اور کشمش میں سے ادا کرنا واجب ہے، یعنی وزن مقررہ کے حساب سے دینے کے لئے یہ چار چیزیں منصوص علیہ ہیں فطرہ کی مقدار گیہوں میں نصف صاع اور جو و کھجور میں ایک صاع ہے کشمش میں اختلاف ہے صحیح اور مفتٰی بہ قول یہ ہے کہ ایک صاع دی جائے گیہوں و جو کے آٹے اور ستوں کا وہی حکم ہے جو خود اُن کا ہے گیہوں میں جَو وغیرہ ملے ہوئے ہوں تو غلبہ کا اعتبار ہوگا پس اگر گیہوں غالب ہو گی تو نصف صاع دیا جائے گا، مذکورہ چار منصوص چیزوں کے علاوہ اگر کسی

دوسری جنس سے صدقہ فطر ادا کیا جائے مثلاً چاول، جوار، باجرہ وغیرہ دیا جائے تو اشیائے منصوصہ مذکورہ میں سے کسی ایک چیز کی قیمت کے برابر ہونا چاہیے مثلاً چاول وغیرہ دے تو جس قدر قیمت میں نصف صاع گیہوں آتے ہوں یا ایک صاع جَو آتے ہوں اتنی قیمت کے چاول وغیرہ دے سکتا ہے، اور اگر وہاں گندم و جو و کھجور اور کشمش نہ ہوتے ہوں تو وہاں سے زیادہ قریبی جگہ میں جہاں ہوتے ہوں وہاں کی قیمت معتبر ہوگی گیہوں یا جو کی روٹی صدقۂ فطر میں وزن سے دینا جائز نہیں بلکہ قیمت کے اعتبار سے دے گا تو جائز ہوگا یہی اصح ہے۔

اگر منصوص علیہ یعنی چاروں مذکورہ اجناس میں سے کسی ایک کی قیمت ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے بلکہ عین اس چیز کے دینے سے اس کی قیمت کا دینا افضل ہے اسی پر فتویٰ ہے (انگریزی سیر کے وزن سے جو کہ اسی تولہ ہوتا ہے اور ہندو پاکستان میں رائج ہے ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا اور نصف صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے یہی فتویٰ بہ ہے بہتر یہ ہے کہ احتیاطاً گیہوں دو سیر اور جو چار سیر دیدئے جائیں

.۸ صدقۂ فطر کے مصارف عامل کے سوا وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں، ذمی کافر کو صدقۂ فطر دینے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جائز و مکروہ ہے اور مسلمان فقیر کو دینا اولیٰ ہے ایک شخص کا صدقۂ فطر بعض کے نزدیک ایک ہی شخص کو دینا واجب ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ متعدد شخصوں کو ایک ایک شخص کا فطرہ دینا جائز ہے یہی مذہب ہے، متعدد شخصوں کا فطرہ کسی ایک مسکین کو دینا بھی جائز ہے جب کوئی ایسا شخص جس کے ذمہ زکوۃ یا صدقۂ فطر یا کفارہ یا صدقہ نذر ہو بلا وصیت کے فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے ادا نہیں کیا جائے گا لیکن اگر اس نے وصیت کی ہو تو ترکہ میں سے ادا کیا جائے گا اور وہ وصیت اس کے تہائی مال میں جاری ہوگی خواہ وہ پوری زکوۃ و فطرہ وغیرہ کو کفایت کرے یا نہ کرے لیکن اگر اس کے وارث تہائی سے زیادہ دینے پر راضی ہوں تو جس قدر زیادہ وہ خوشی سے دے دیں لے لیا جائیگا اگر وصیت نہیں کی اور اس کے وارث تبرعاً اس کی طرف سے ادا کر دیں تو جائز ہے اور اگر وہ ادا نہ کریں یا ان میں سے کوئی اپنے حصہ میں سے نہ دے تو مجبور نہیں کیا جائے گا

.۹ صدقۂ فطر وصول کرنے کے لئے کسی عامل کو مقرر کر کے قبائل میں نہ بھیجا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے لیکن کسی شخص کو اس طرح مقرر کر دینا کہ لوگ خود آ کر اس کو دے جایا کریں تو جائز و ثابت ہے۔

1615 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَعَدَلَ النَّاسُ بَعْدُ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يُعْطِي التَّمْرَ فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ التَّمْرَ عَامًا فَأَعْطَى الشَّعِيرَ

✿✿ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بعد میں لوگوں نے گندم کے نصف صاع کو اس کے برابر قرار دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خود (صدقہ فطر میں) کھجور ادا کیا کرتے تھے ایک سال مدینہ منورہ میں کھجوروں

1615- اسناده صحيح. مسدّد: هو ابن مسرهد الاسدي، وحماد: هو ابن زيد الازدي، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه البخاري (1511)، والترمذي (682)، والنسائي في "الكبرى" (2292) من طريقين عن حماد، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (984)، والنسائي (2291) من طريقين عن ايوب، به. وهو في "مسند احمد" (4486).

کی قلت ہوگئی تو انہوں نے جو ادا کیے تھے۔

1616 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كُنَّا نُخْرِجُ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ، حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ، فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتَّى قَدِمَ مُعَاوِيَةُ حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا، فَكَلَّمَ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسَ أَنْ قَالَ: إِنِّي أَرَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، فَأَخَذَ النَّاسُ بِذَلِكَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ، فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ أَبَدًا مَا عِشْتُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ: ابْنُ عُلَيَّةَ، وَعَبْدَةُ، وَغَيْرُهُمَا عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، عَنْ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بِمَعْنَاهُ، وَذَكَرَ رَجُلٌ وَاحِدٌ فِيهِ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ أَوْ صَاعًا مِنْ حِنْطَةٍ وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے' تو ہم صدقہ فطر میں ہر چھوٹے اور بڑے' آزاد اور غلام کی طرف سے اناج کا ایک صاع یا پنیر کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا کھجور کا ایک صاع یا کشمش کا ایک صاع ادا کیا کرتے تھے ہم مسلسل اسی طرح ادائیگی کرتے رہے' یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (اپنے عہد خلافت میں) حج یا شاید عمرہ کرنے کے لیے آئے انہوں نے منبر پر لوگوں سے اس بارے میں بات چیت کی انہوں نے لوگوں کے ساتھ جو گفتگو کی اس میں انہوں نے یہ بات بیان کی: میں یہ سمجھتا ہوں شام کی گندم کے دو مد کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں' تو لوگوں نے اس بات کو اختیار کرلیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جہاں تک میرا تعلق ہے' تو میں جب تک زندہ رہا میں تو اپنے پرانے طریقے کے مطابق ادائیگی کرتا رہوں گا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' جس میں کچھ لفظی اختلاف ہے' تاہم وہ اختلاف محفوظ نہیں ہے۔

1617 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ، لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ الْحِنْطَةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ ذَكَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عِيَاضٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، وَهُوَ وَهْمٌ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ هِشَامٍ، أَوْ مِمَّنْ رَوَاهُ عَنْهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں گندم کا ذکر نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ الفاظ منقول ہیں "گندم کا نصف صاع"۔

لیکن ان الفاظ میں معاویہ بن ہشام نامی راوی کو یا ان سے روایت نقل کرنے والے شخص کو وہم ہوا ہے۔

1618 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، سَمِعَ عِيَاضًا، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: لَا أُخْرِجُ أَبَدًا إِلَّا صَاعًا، إِنَّا كُنَّا نُخْرِجُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ، أَوْ أَقِطٍ، أَوْ زَبِيبٍ، هٰذَا حَدِيثُ يَحْيَى، زَادَ سُفْيَانُ: أَوْ صَاعًا مِنْ دَقِيقٍ، قَالَ حَامِدٌ: فَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ، فَتَرَكَهُ سُفْيَانُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ وَهْمٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ہمیشہ ایک صاع ادائیگی ادا کرتا رہوں گا کیونکہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا پنیر کا یا کشمش کا ایک صاع ادا کیا کرتے تھے۔

روایت کے یہ الفاظ یحییٰ کے نقل کردہ ہیں سفیان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "یا آٹے کا ایک صاع"۔

حامد نامی راوی کہتے ہیں: محدثین نے اس پر ان کا انکار کیا' تو سفیان نے ان الفاظ کو ترک کر دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اضافی الفاظ ابن عیینہ کا وہم ہے۔

شرح

صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع کھجور یا منقیٰ یا جو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع۔ گیہوں' جو' کھجوریں' منقیٰ' دیئے جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں مثلاً نصف صاع عمدہ جو جن کی قیمت ایک صاع جو کے برابر ہے یا چہارم صاع کھرے گیہوں جو قیمت میں آدھے صاع گیہوں کے برابر ہیں یا نصف صاع کھجوریں دیں جو ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت کے ہوں یہ سب ناجائز ہے جتنا دیا اتنا ہی ادا ہوا باقی اس کے ذمہ واجب ہے ادا کرے۔ نصف صاع جو اور چہارم صاع گیہوں دیئے یا نصف صاع جو اور نصف صاع کھجور تو بھی جائز ہے۔

گیہوں اور جو ملے ہوئے ہوں اور گیہوں زیادہ ہیں تو نصف صاع دے ورنہ ایک صاع۔ گیہوں اور جو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ کہ قیمت دیدے خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جو کی کھجور کی مگر گرانی میں خود ان کا دینا قیمت دینے سے افضل ہے اور اگر خراب گیہوں یا جو کی قیمت دی تو اچھے کی قیمت سے جو کمی پڑے پوری کرے۔ (درمختار، کتاب زکوۃ، مطبوعہ، بیروت، ردالمحتار)

بَابُ مَنْ رَوَى نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ

باب: جن حضرات نے گندم کی نصف صاع کی روایت نقل کی ہے

1619 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ مُسَدَّدٌ: عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صُعَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، أَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صُعَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَاعٌ مِنْ بُرٍّ، أَوْ قَمْحٍ عَلَى كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ

أُنْثَى، أَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللهُ، وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ، فَيَرُدُّ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى. زَادَ سُلَيْمَانُ فِي حَدِيثِهِ: غَنِيٍّ أَوْ فَقِيرٍ

عبداللہ بن ثعلبہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ثعلبہ بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''گندم کا ایک صاع ہر دو چھوٹے بڑے' آزاد یا غلام' مرد اور عورت کی طرف سے ادا کیا جائے گا' جو شخص خوشحال ہوگا اللہ تعالیٰ اس کا تزکیہ کردے گا' اور جو شخص غریب ہوگا اسے اس سے زیادہ عطا کرے گا' جو اس نے ادا کیا ہے''۔

سلیمان نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''خوشحال یا تنگ دست کی طرف سے''۔

طرفین کے نزدیک صاع عراقی کا بیان

طرفین کے عراقی صاع آٹھ ارطال کا ہوتا ہے۔ جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ پانچ ارطال اور ایک رطل کا ثلث ہو۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ہمارا صاع چھوٹے صاعوں میں سے ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو رطلوں والے مد کے ساتھ وضو فرمایا اور آٹھ رطلوں والے صاع کے ساتھ غسل فرمایا۔ اور اسی طرح کا صاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں تھا جو اہل ہاشم کے صاعوں سے چھوٹا تھا اور ہاشمی بھی اس کو استعمال کرتے تھے۔ (ہدایہ اولین، کتاب زکوۃ، لاہور)

حدیث صاع میں امام ابن حبان کا بیان

امام ابن حبان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' صَاعُنَا أَصْغَرُ الصِّيعَانِ '' اس حدیث میں بیان کردہ صاع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انکار نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یہ کہنا درست ہے۔ (البنایہ) اور حدیث کی اقسام میں سے ایک قسم تقریری سنت کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ کوئی کام نبی کریم ﷺ نے روبرو ہوا اور آپ ﷺ نے اس سے منع نہ کیا۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے حدیث کے کلمات پڑھے جاتے تھے تو انہوں نے ان کا انکار نہیں کیا۔ لہٰذا ان کے عدم انکار سے اس کا حدیث ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے غلط حدیث پڑھے اور وہ اس کو منع نہ کریں۔ لہٰذا غیر مقلدین کو غلط رنگ دے کر احادیث ہدایہ کو مورد الزام ٹھہرانے کی عادت کو ترک کر دینا چاہیے۔

صاع کی مقدار کا بیان

ہمارے نزدیک معتبر عراقی (صاع) ہے اور وہ آٹھ رطل کا ہوتا ہے، ایک رطل بیس ۲۰ استار اور استار ساڑھے چار مثقال، مثقال بیس ۲۰ قیراط ایک حبہ اور چہار خمس حبہ ہے۔ حبہ جسے فارسی میں "سُرخ" کہتے ہیں ماشہ کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے، پس مثقال ساڑھے چار ماشہ ہوا۔ (کشف الغطاء فصل در احکام دعا و صدقہ و خوان از اعمال خیر برائے میت مطبع احمدی، دہلی)

عراقی صاع آٹھ رطل اور حجازی پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک صاع حجازی واجب ہے اور ہمارے نزدیک صاع عراقی، جو دو من کا ہوتا ہے، اور من چار استار، اور استار ساڑھے چار مثقال ہے، لہٰذا من ایک سو اسی مثقال ہوا جیسا کہ شارح وقایہ نے کہا، اور دوسری کتب سے بھی اسی طرح معلوم ہوتا ہے، جب ہم اس کا حساب اپنے شہروں کے وزن کے اعتبار سے کرتے ہیں تو نصف صاع اکبری سیروں کے مطابق۔ ساڑھے دو سیر استار ہوگا اور جہانگیری (اللہ تعالیٰ اس کے ملک وسلطنت کی حفاظت کرے) سیروں کے مطابق سوا دو سیر اور ایک استار کم بن جاتا ہے یہ اس حساب سے کہ صاع ۰ مثقال ہو اور اگر صاع من، اور من ۰ استار اور استار ۔رمثقال ہو تو ہر من ۰ مثقال ہوگا، جب استار ۔رمثقال ہے تو لازم آیا کہ نصف صاع، ۸۰ استار، اور ۸۰ استار۔ ساڑھے دو سیر اور ۱۵ استار قدیم وزن ہوا، اور ساڑھے چار سیر ایک استار کم موجودہ وزن ہوا۔

(شرح سفر السعادۃ، فصل در زکوٰۃ فطر، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

1620 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الدَّارَابَجِرْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ هُوَ ابْنُ وَائِلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَوْ قَالَ: عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ بَكْرٍ الْكُوفِيِّ - قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى هُوَ بَكْرُ بْنُ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ - أَنَّ الزُّهْرِيَّ، حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا. فَأَمَرَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ، صَاعِ تَمْرٍ، أَوْ صَاعِ شَعِيرٍ، عَنْ كُلِّ رَأْسٍ - زَادَ عَلِيٌّ فِي حَدِيثِهِ: أَوْ صَاعِ بُرٍّ، أَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ اتَّفَقَا - عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ،

❁❁ عبداللہ بن ثعلبہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ہر فرد کی طرف سے صدقہ فطر کے طور پر کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع ادا کرنے کا حکم دیا۔

علی نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''یا گندم کا ایک صاع دو افراد کی طرف سے دیا جائے گا''۔

اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں ''یہ ہر چھوٹے بڑے آزاد اور غلام کی طرف سے (دیا جائے گا)''۔

1621 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: وَقَالَ: ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ: قَالَ ابْنُ صَالِحٍ: قَالَ الْعَدَوِيُّ: وَإِنَّمَا هُوَ الْعُذْرِيُّ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمَيْنِ بِمَعْنَى حَدِيثِ الْمُقْرِئِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عیدالفطر سے دو دن پہلے لوگوں کو خطبہ دیا'' اس

1621- اسناده ضعيف. ابن جريج- هو عبد الملك بن عبد العزيز- مدلس ولم يصرح بسماعه من الزهري، ثم هو مرسل كما قال ابو نعيم في "معرفة الصحابة" (6867). ومع ذلك صحح اسناده الزيلعي في "نصب الراية" 2/ 407! عبد الرزاق: هو الصنعاني، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (5785)، ومن طريقه اخرجه احمد (23663) والبخاري في "تاريخه" "تعليقا" 5/ 36، والطبراني في "الكبير" "كما في "نصب الراية" 2/ 407، والدارقطني في "سننه" (2118).

کے بعد راوی نے مقری کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے"۔

1622 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ حُمَيْدٌ: أَخْبَرَنَا عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: خَطَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي آخِرِ رَمَضَانَ عَلَى مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ، فَقَالَ: أَخْرِجُوا صَدَقَةَ صَوْمِكُمْ، فَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوا، فَقَالَ: مَنْ هَاهُنَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قُومُوا إِلَى إِخْوَانِكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ، فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ، فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ شَعِيرٍ، أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ. فَلَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى رُخْصَ السِّعْرِ، قَالَ: قَدْ أَوْسَعَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ، فَلَوْ جَعَلْتُمُوهُ صَاعًا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ. قَالَ حُمَيْدٌ: وَكَانَ الْحَسَنُ يَرَى صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى مَنْ صَامَ

حسن بصری بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے منبر پر رمضان کے آخر میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو (یعنی صدقہ فطر ادا کرو) لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آئی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہاں اہل مدینہ سے تعلق رکھنے والا کون شخص ہے تم لوگ اٹھو اور اپنے بھائیوں کو اس بات کی تعلیم دو کیونکہ انہیں علم نہیں ہے اللہ کے رسول نے یہ صدقہ کھجور کا ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا گندم کا نصف صاع' ہر آزاد اور غلام مذکر اور مؤنث چھوٹے اور بڑے پر لازم قرار دیا ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) جب حضرت علی رضی اللہ عنہ (کوفہ) تشریف لائے اور انہوں نے چیزوں کی ارزانی دیکھی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت عطا کر دی ہے' تو اگر تم ہر چیز کا ایک صاع ادا کرو (تو یہ مناسب ہوگا)

حمید بیان کرتے ہیں: حسن بصری اس بات کے قائل تھے: صدقہ فطر کی ادائیگی اس شخص پر لازم ہوتی ہے' جو روزہ رکھتا ہے۔

راوی حدیث حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ

اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بعد فقرِ خاص الخاص کا مرتبہ سلطان الفقر دوم حضرت امام خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو امانتِ فقر و خرقہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منتقل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں جلیل القدر مرتبہ حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے فقرِ خاص الخاص کو امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے والا واسطہ اور وسیلہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حسن، کنیت ابو محمد، ابوسعید، ابو نصر اور ابو علی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حسب روایت یسار تھا اور وہ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام خیرہ رضی اللہ عنہ تھا اور وہ اُم المومنین حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پرورش حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کے بابرکت ہاتھوں میں ہوئی اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی رضاعت بھی فرمائی۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پیدائش 21ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کے حضور میں لائے گئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو نہایت خوبرو دیکھ کر فرمایا کہ یعنی یہ حسین ہے اس لیے اس کا نام حسن رکھو۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین کے علم کا ماہر بنا اور لوگوں میں محبوب بنا، جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو علمِ دین اور فقر میں بلند مرتبہ عطا ہوا۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پرورش و تربیت اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی قربت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالواسطہ صحبت کا فیض حاصل کیا اور انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ حضرت امام حسن مجتبیٰ اور حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہم سے فیضِ کامل پایا اور دین کا ظاہری و باطنی تمام علم حاصل کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے۔ میں نے ایک سو تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے جن میں ستر بدری اصحاب رضی اللہ عنہم تھے، لہٰذا تابعین میں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ان سے خرقۂ فقر پایا۔ شاہِ ولایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو وہ خرقۂ خاص مع کلاہِ چہارتر کی عنایت فرمایا جو انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوا تھا اور ساتھ ہی اپنی نگاہِ فقر سے ظاہری و باطنی علومِ اسرارِ الٰہیہ عطا کر کے خلافتِ کبریٰ سے نوازا اور ذکرِ کلمہ طیبہ بطریق نفی اثبات جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوا تھا، وہ آپ رضی اللہ عنہ کو سکھایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے وہ طریقہ تمام دنیا میں رائج ہوا۔ (سیر الاولیاء، سیر الاقطاب)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بہ اجازت و خلافتِ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُن تمام سلاسلِ طریقت و تصوف کا نظام قائم کیا جو ساری دنیا میں وصال و معرفتِ الٰہی کے لیے آج تک رائج رہے ہیں۔ سلسلۂ قادریہ ہو یا سہروردیہ، چشتیہ ہو یا نظامیہ، رفاعیہ ہو یا شاذلیہ، المغربیہ ہو یا کلابیہ، تمام سلاسل بالآخر جا کر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ہی توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتے ہیں، سوائے سلسلہ نقشبندیہ کے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے توسط سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

باوجود اس حقیقت کے کہ تمام سلاسلِ طریقت مکمل تحقیق و اعتقاد کے ساتھ اپنے اپنے شجرۂ مشائخ کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ملاتے ہیں، محدثین کے درمیان حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملاقات، خلافت اور سماعِ حدیث پر اختلاف پایا جاتا ہے اور اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ انہیں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایسی کوئی حدیث دستیاب نہیں ہو سکی جسے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سن کر اور ان کا نام لے کر روایت کیا ہو۔ اگر محدثین کی اس بات کو درست مان لیا جائے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نہ ملاقات ہوئی، نہ ان سے خرقہ خلافت پایا تو تمام سلاسلِ طریقت کا نظام زمین بوس ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی کڑی بیچ میں سے نکال دی جائے تو کس طرح تمام سلاسل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پھر ان سے آقا پاک علیہ

الصلوٰۃ والسلام تک پہنچے؟

قرآئن وشواہد کے لحاظ سے بھی یہ بات قابلِ قبول نہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نہ ملے ہوں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۱ ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت ۳۷ھ میں اس وقت بصرہ منتقل ہوئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ منتقل ہو گئے۔ یعنی یہ دونوں متبرک ہستیاں تقریباً سولہ سال ایک ہی مقام مدینہ منورہ میں اکٹھی رہیں، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اسی علاقے میں انہی لوگوں کے درمیان سنِ بلوغت کو پہنچے، انہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھتے رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دو سال مدینہ میں ہی رہے بعد میں بصرہ منتقل ہو گئے، ان کی امامت میں نماز پڑھتے رہے، ان سے خطبۂ جمعہ سماعت کرتے رہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ملاقات نہ ہوئی ہو اور احادیث کی سماعت نہ کی ہو۔ حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں روایت کرتے ہیں۔ جس دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وقت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور ان کی عمر چودہ سال تھی۔

قرآئن وشواہد سے ملاقات ثابت ہونے کے باوجود محدثین یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر ملاقات ہوئی اور ان سے حدیث بھی سنی تو ان کا نام لے کر روایت کیوں نہ کی۔ اس کے جواب میں امام نسائی، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مزی رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی اکابر آئمہ نے نہ صرف تحقیق کر کے ان چند احادیث کو تلاش کیا جن کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا بلکہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بھی تلاش کیا جس میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیے بغیر حدیث کو براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیوں روایت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا۔ چنانچہ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں۔ یونس بن عبید اللہ نے کہا کہ میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا ابو سعید آپ روایت بیان کرتے ہوئے یہ کیوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حالانکہ یقیناً آپ نے ان کا عہد نہیں پایا تو انہوں نے جواب دیا اے بھتیجے تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی اور نے نہیں پوچھی۔ اگر میرے نزدیک تمہاری خاص حیثیت نہ ہوتی تو میں تمہیں بیان نہ کرتا۔ میں جس زمانے میں ہوں وہ تمہارے سامنے ہے (وہ حجاج بن یوسف کا دور تھا)۔ ہر وہ روایت جس میں تم نے مجھ سے سنا کہ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، وہ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مگر یہ کہ میں ایسے زمانے میں ہوں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ مجبوراً نہیں کر سکتا۔ (تہذیب الکمال جلد ۴ صفحہ ۱۲۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت سنبھالتے ہی ایک طرف خارجی ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو دوسری طرف بنو امیہ نے ان کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فراست یہ دیکھ رہی تھی کہ مستقبل میں ان کا نام لینے والے اور ان کا ساتھ دینے والے ہر شخص کو چن چن کر ختم کر دیا جائے گا جبکہ تقدیر حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے علم معرفت کی دراثتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک منتقل کرنے کا عظیم کام لینے والی تھی اس لیے اپنے امیر اپنے امام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایما پر ہی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ان کا نام لینے سے اس قدر احتیاط برتی ہوگی تاکہ وہ خاموشی، رازداری اور سکون سے اپنے ذمہ واجب الادا فرض سے سبکدوش ہوجائیں اور دشمنانِ اسلام میں سے کسی کو خبر نہ ہو۔ وہ یہی سمجھتے رہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ محدثین کو ایسی احادیث دستیاب نہ ہونا جن کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس بات کا ہرگز ثبوت نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث روایت ہی نہ کی بلکہ یہ محدثین کی اپنی تحقیق کی کمی اور کمزوری ہے کیونکہ جن محدثین نے خلوصِ نیت سے تحقیق کی انہوں نے ایسی احادیث کو پایا بھی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ایسی ایک حدیث کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ ہشیم نے ہم سے بیان کیا کہ یوسف نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، لڑکے سے جب تک وہ بالغ نہ ہوجائے، سوتے ہوئے سے جب تک وہ نیند سے بیدار نہ ہو، دیوانہ سے جب تک اس کا جنون جاتا نہ رہے۔ اسی حدیث کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حسن ہونے کو ثابت کیا ہے۔

اسی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علی بن حجر نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا ان سے حمید نے بیان کیا، وہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یقیناً جب اللہ تعالیٰ توفیق دے تو وسعت کا مظاہرہ کرو اور ایک صاع گندم وغیرہ کا صدقہ ادا کیا کرو۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے خرقہ حاصل کرنا ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام، اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ، ہے۔ اس کے علاوہ سلف سے لے کر خلف تک تمام مشائخ واولیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت وخلافت حاصل ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سماع حدیث اور ملاقات کے اختلافی مسئلہ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ فخر جہاں فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مناظرہ ہوا جو تین دن جاری رہا۔ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کا انکار کرتے رہے اور فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے حق میں دلائل دیتے رہے۔ اس سلسلے میں حضرت فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۵ ایسی احادیث کو جمع کیا جو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائیں اور ان احادیث کو، فخر الحسن، کے عنوان سے ایک مخطوطہ میں تحریر فرمایا۔

بوجہ اختصار ان تمام احادیث اور ان کے حوالہ جات کو تو تحریر نہیں کیا جاسکتا البتہ چند کا حوالہ ذیل میں دیا جارہا ہے:۔

(ابن ماجہ، السنن، کتاب الجہاد، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ جلد ۲ صفحہ ۹۲۲ حدیث نمبر ۲۷۶۱۔ احمد بن حنبل، المسند، جلد ۱ صفحہ ۱۴۰ حدیث نمبر ۱۱۸۳۔ امام نسائی، کتاب السنن الکبریٰ، کتاب الصیام، جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ حدیث نمبر ۳۱۶۱)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ تفسیر وحدیث میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔علمِ ظاہر وباطن کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ زہد وریاضت میں بھی کامل تھے۔سات سات روز بعد روزہ افطار فرماتے اور شب وروز یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔منقول ہے کہ ستر برس تک سوائے عذرِ شرعی کے آپ رضی اللہ عنہ کا وضو نہ ٹوٹا اور آپ رضی اللہ عنہ کبھی بے وضو نہ رہے۔یہاں تک کہ مرتبۂ کمال تک پہنچے۔آپ رضی اللہ عنہ خشیتِ الٰہی کے سبب اس قدر گریہ کرتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کبھی خشک نہ دیکھی گئیں، یہاں تک کہ روتے روتے آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے۔حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک بار وعظ فرمانے کے علاوہ زیادہ وقت تنہائی اور گوشہ نشینی میں گزارتے۔آپ رضی اللہ عنہ کا وعظ اکثر دل کے خطروں اور اعمال کی خرابیوں اور نفس کے وسوسوں وخواہشات سے متعلق ہوا کرتا تھا۔آپ رضی اللہ عنہ کے وعظ میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی جن میں اپنے وقت کے تمام علماء واولیاء شامل ہوتے۔حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بھی آپ رضی اللہ عنہ کے مواعظ سے اکتسابِ فیض کرتیں۔جب آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر حضرت امام باقر علیہ السلام کے سامنے ہوتا تو وہ فرماتے،حسن رضی اللہ عنہ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مشابہ ہے۔حضرت بلال بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشابہ نہیں پایا۔

ایک شخص نے کسی بزرگ سے سوال کیا کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو ہم لوگوں پر کس وجہ سے بزرگی اور سرداری ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تمام مخلوق اس کے علم کی حاجت مند ہے اور اس کو سوائے خالق کے کسی کی حاجت نہیں۔دین میں سب اس کے محتاج ہیں،اس سبب سے وہ سب کا سردار ہے۔(ازالۃ الخفاء۔جلدسوم)

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے بہت سے خلفاء ہوئے ہیں جن میں شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مشہور ہیں اور ان کے فیضِ تربیت سے تصوف کے چودہ بڑے خانوادے (سلاسل) وجود میں آئے۔حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے پانچ خانوادے یعنی سلسلہ زیدیہ،سلسلہ عیاضیہ،سلسلہ ادھمیہ،سلسلہ ہبیریہ،سلسلہ چشتیہ اور حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے نو خانوادے یعنی سلسلہ عجمیہ،سلسلہ طیفوریہ،سلسلہ کرخیہ،سلسلہ سقطیہ،سلسلہ جنیدیہ،سلسلہ گاذرونیہ،سلسلہ طوسیہ،سلسلہ سہروردیہ،سلسلہ فردوسیہ جاری ہوئے۔حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے امانتِ فقر حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل فرمائی۔آپ رضی اللہ عنہ کا وصال 4۔محرم الحرام (8۔اپریل 729ء) بروز جمعۃ المبارک کو 111ھ ہوا۔آپ رضی اللہ عنہ کا مزار پُرانوار بصرہ (عراق) سے نو میل مغرب کی طرف مقام زبیر پر واقع ہے۔

بَابٌ فِيْ تَعْجِيْلِ الزَّكَاةِ

باب: زکوٰۃ پیشگی ادا کرنا

1623 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلَى الصَّدَقَةِ فَمَنَعَ ابْنُ

جَمِيلٍ، وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَالْعَبَّاسُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنْ كَانَ فَقِيرًا، فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ، وَأَمَّا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا، فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ، وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا، ثُمَّ قَالَ: أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ الْأَبِ أَوْ صِنْوُ أَبِيهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا تو ابن جمیل، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن جمیل کو صرف اس بات کا غصہ ہے کہ وہ پہلے غریب تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے خوشحال کر دیا جہاں تک خالد بن ولید کا تعلق ہے' تو تم نے خالد کے ساتھ زیادتی کی ہے کیونکہ اس نے پہلے ہی اپنی زرہیں اور دیگر ساز وسامان اللہ کی راہ میں وقف کیا ہوا ہے' باقی رہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ 'جو اللہ کے رسول کے چچا ہیں' تو ان کی زکوٰۃ کی ادائیگی میرے ذمے ہے اور اس کی مانند مزید کی ادائیگی بھی (میرے ذمہ ہے)

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں پتہ نہیں ہے آدمی کا چچا اس کے باپ کی جگہ ہوتا ہے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

1624 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ حُجَيَّةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَعْجِيلِ صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ، فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذٰلِكَ. قَالَ مَرَّةً: فَأَذِنَ لَهُ فِي ذٰلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ زَاذَانَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ هُشَيْمٍ أَصَحُّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے ہی اسے پیشگی ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دی (ایک مرتبہ راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' تاہم ہشیم کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

حنفیہ اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہ بات جائز اور درست ہے کہ مال پر سال پورا ہونے سے پہلے ہی زکوۃ ادا کر دی جائے بشرطیکہ زکوۃ دینے والا نصاب شرعی کا مالک ہو۔

مالک نصاب سال تمام سے پیشتر بھی ادا کر سکتا ہے بشرطیکہ سال تمام پر بھی اس نصاب کا مالک رہے اور اگر ختم سال پر مالک نصاب نہ رہا یا اثنائے سال میں وہ مال نصاب بالکل ہلاک ہو گیا تو جو کچھ دیا نفل ہے اور جو شخص نصاب کا مالک نہ ہو وہ زکوۃ نہیں

دے سکتا یعنی آئندہ اگر نصاب کا مالک ہو گیا تو جو کچھ پہلے دیا ہے وہ اس کی زکوٰۃ میں محسوب نہ ہوگا۔ مالک نصاب اگر پیشتر سے چند نصابوں کی زکوٰۃ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ یعنی شروع سال میں ایک نصاب کا مالک ہے اور دو یا تین نصابوں کی زکوٰۃ دے دی اور ختم سال پر جتنی نصابوں کی زکوٰۃ دی ہے اتنی نصابوں کا مالک ہو گیا تو سب کی ادا ہو گئی اور سال تمام تک ایک ہی نصاب کا مالک رہا سال کے بعد اور حاصل کیا تو وہ زکوٰۃ اس میں محسوب نہ ہوگی۔ (عالمگیری)

سال مال خیرات کرنے کے سبب زکوٰۃ ادا ہونے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

جب کسی شخص نے سال پورا ہونے پر کل نصاب خیرات کر دی اگرچہ زکوٰۃ کی نیت نہ کی بلکہ نفل کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اگر کل فقیر کو دے دیا اور منت یا کسی اور واجب کی نیت کی تو دینا صحیح ہے مگر زکوٰۃ اس کے ذمہ ہے ساقط نہ ہوئی اور اگر مال کا کوئی حصہ خیرات کیا تو اس حصے کی بھی زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی بلکہ اس کے ذمہ ہے اور اگر کل مال ہلاک ہو گیا تو کل کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی اور کچھ ہلاک ہوا تو جتنا ہلاک ہوا اس کی ساقط اور جو باقی ہے اس کی واجب اگرچہ وہ بقدر نصاب نہ ہو۔ ہلاک کے یہ معنی ہیں کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع ہو گیا مثلاً چوری ہو گئی یا کسی کو قرض دعاریت دی اس نے انکار کر دیا اور گواہ نہیں یا وہ مر گیا اور کچھ ترکہ میں نہ چھوڑا اور اگر اپنے فعل سے ہلاک کیا مثلاً صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا غنی کو ہبہ کر دیا تو زکوٰۃ بدستور واجب الادا ہے ایک پیسہ بھی ساقط نہ ہوگا اگرچہ بالکل نادار ہو۔ (عالمگیری، درمختار، کتاب زکوٰۃ، بیروت)

بَابٌ فِي الزَّكَاةِ هَلْ تُحْمَلُ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ؟

باب: کیا زکوٰۃ کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جایا جا سکتا ہے

1625 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبِي، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَطَاءٍ، مَوْلَى عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ زِيَادًا - أَوْ بَعْضَ الْأُمَرَاءِ - بَعَثَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ عَلَى الصَّدَقَةِ. فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ لِعِمْرَانَ: أَيْنَ الْمَالُ؟ قَالَ: وَلِلْمَالِ أَرْسَلْتَنِي، أَخَذْنَاهَا مِنْ حَيْثُ كُنَّا نَأْخُذُهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَوَضَعْنَاهَا حَيْثُ كُنَّا نَضَعُهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ ابراہیم بن عطاء جو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: زیاد یا شاید کسی اور حکمران نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا جب وہ واپس آئے تو اس حکمران نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے کہا: مال کہاں ہے؟ انہوں نے دریافت کیا: کیا تم نے مجھے مال کے لیے بھیجا تھا ہم نے اسے اسی طرح وصول کیا' جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم اسے وصول کرتے تھے اور اسے وہیں خرچ کیا' جس طرح ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اسے خرچ کرتے تھے۔

1625- اسناده حسن. ابراهيم بن عطاء صدوق. علي: هو ابن نصر الجهضمي الازدي، وعطاء: هو ابن ابي ميمونة. واخرجه ابن ماجه (1811) من طريق سهل بن حماد، عن ابراهيم بن عطاء، بهذا الاسناد.

زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل کرنے میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک زکوٰۃ کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام شافعی اور بعض فقہاء مالکیہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک دوسرے شہر میں زکوٰۃ منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ سروجی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا مذہب اس مسئلہ میں مضطرب ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ نقل کرنا حرام ہے۔ اور حنبلی فقیہ ابن قدامہ نے شوافع سے اختلاف کیا ہے اور جائز کہا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۴، ص، ۲۱۳، حقانیہ ملتان)

بَابُ مَنْ يُّعْطِي مِنَ الصَّدَقَةِ، وَحَدُّ الْغِنَى

باب: کس شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟ خوشحالی کی حد

1626 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَاَلَ وَلَهٗ مَا يُغْنِيهِ، جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُمُوشٌ، اَوْ خُدُوشٌ، اَوْ كُدُوحٌ فِيْ وَجْهِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا الْغِنَى؟، قَالَ: خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا، اَوْ قِيْمَتُهَا مِنَ الذَّهَبِ. قَالَ يَحْيَى: فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ لِسُفْيَانَ: حِفْظِي اَنَّ شُعْبَةَ، لَا يَرْوِي عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَقَالَ سُفْيَانُ: حَدَّثَنَاهُ زُبَيْدٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص مانگتا ہے حالانکہ اس کے پاس وہ چیز موجود ہو' جو اس کی کفایت کرجائے' تو ایسا شخص جب قیامت کے دن آئے گا' تو اس کے چہرے پر خراش (یا زخم یا نوچے جانے کا داغ) ہوگا عرض کی گئی: یارسول اللہ! خوشحال ہونے سے کیا مراد ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچاس درہم یا اس کی قیمت جتنا سونا''۔

یحییٰ نامی راوی بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن عثمان نے سفیان سے کہا: میری یادداشت میں' تو یہ بات ہے کہ شعبہ' حکیم بن جبیر نامی راوی سے روایت نقل نہیں کرتے تو سفیان نے کہا: زبیر نے محمد بن عبدالرحمن کے حوالے سے یہ حدیث ہمیں بیان کی ہے۔

1627 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ، اَنَّهٗ قَالَ: نَزَلْتُ اَنَا وَاَهْلِيْ بِبَقِيعِ الْغَرْقَدِ، فَقَالَ لِيْ اَهْلِيْ: اذْهَبْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلْهُ لَنَا شَيْئًا نَاْكُلُهٗ، فَجَعَلُوْا يَذْكُرُوْنَ مِنْ حَاجَتِهِمْ، فَذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدْتُ عِنْدَهٗ رَجُلًا يَسْاَلُهٗ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَا اَجِدُ مَا اُعْطِيكَ، فَتَوَلَّى الرَّجُلُ عَنْهُ وَهُوَ مُغْضَبٌ وَهُوَ يَقُوْلُ: لَعَمْرِيْ اِنَّكَ لَتُعْطِي مَنْ شِئْتَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَغْضَبُ عَلَيَّ اَنْ لَا اَجِدَ مَا اُعْطِيهِ، مَنْ سَاَلَ مِنْكُمْ وَلَهٗ اُوقِيَّةٌ، اَوْ عِدْلُهَا،

فَقَدْ سَالَ اِلْحَافًا. قَالَ الْاَسَدِيُّ: فَقُلْتُ: لَلِقْحَةٌ لَنَا خَيْرٌ مِنْ اُوقِيَّةٍ - وَالْاُوقِيَّةُ اَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا - قَالَ: فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَسْاَلْهُ. فَقَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَعِيْرٌ وَّزَبِيْبٌ. فَقَسَمَ لَنَا مِنْهُ، اَوْ كَمَا قَالَ: حَتّٰى اَغْنَانَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: هٰكَذَا رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ كَمَا قَالَ مَالِكٌ

❁❁ عطاء بن یسار بنو اسد سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں اور میرے اہل خانہ بقیع غرقد میں ٹھہر گئے میرے اہل خانہ نے مجھ سے کہا: تم نبی اکرم ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ ﷺ سے ہمارے لیے کوئی چیز مانگو جسے ہم کھا سکیں ان لوگوں نے اپنے ضرورت مند ہونے کا ذکر کیا میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص کو پایا جو آپ ﷺ سے کچھ مانگ رہا تھا' اور نبی اکرم ﷺ یہ فرمار ہے تھے: تمہیں دینے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے وہ شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس سے چلا گیا وہ غصے کے عالم میں یہ کہہ رہا تھا: مجھے اپنی زندگی کی قسم! آپ ﷺ جسے چاہتے ہیں صرف اسے ہی دیتے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ مجھ سے اس لیے ناراض ہو رہا ہے کہ میرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہیں ہے تم میں سے جو شخص کچھ مانگے' اور اس کے پاس ایک اوقیہ (چاندی) یا اس کے برابر (کوئی اور قیمتی چیز ہو) تو وہ لپٹ کر سوال کرنے والا شمار ہوگا۔

وہ اسدی شخص کہتا ہے: میں نے سوچا میری اونٹنی تو ایک اوقیہ سے کہیں زیادہ بہتر ہے (راوی کہتے ہیں:) ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے وہ اسدی شخص کہتا ہے: میں واپس آ گیا میں نے نبی اکرم ﷺ سے کچھ نہیں مانگا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ جو اور کشمش آ گئی تو آپ ﷺ نے اس میں سے ہمیں بھی حصہ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خوشحال کر دیا۔

(امام ابوداؤد ﷫ فرماتے ہیں:) ثوری نے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے' جس طرح امام مالک ﷫ نے بیان کی ہے۔

1628 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الرِّجَالِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ اَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَالَ وَلَهٗ قِيْمَةُ اُوقِيَّةٍ، فَقَدْ اَلْحَفَ. فَقُلْتُ: نَاقَتِي الْيَاقُوتَةُ هِيَ خَيْرٌ مِنْ اُوقِيَّةٍ - قَالَ هِشَامٌ: خَيْرٌ مِنْ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا - فَرَجَعْتُ. فَلَمْ اَسْاَلْهُ شَيْئًا. زَادَ هِشَامٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ: وَكَانَتِ الْاُوقِيَّةُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا

❁❁ حضرت ابوسعید خدری ﷛ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص مانگے حالانکہ اس کے پاس ایک اوقیہ کی قیمت جتنی کوئی چیز موجود ہو' تو وہ لپٹ کر سوال کرنے والا ہوگا''۔

تو میں نے سوچا میری اونٹنی ''یاقوتہ'' ایک اوقیہ سے بہتر ہے۔

ہشام نامی راوی کہتے ہیں: وہ چالیس درہم سے بہتر ہے' تو میں واپس آ گیا میں نے نبی اکرم ﷺ سے کچھ نہیں مانگا۔

ہشام نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اوقیہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں چالیس درہم کا ہوتا تھا۔

1629 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ، حَدَّثَنَا سَهْلُ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، قَالَ: قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، وَالْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ، فَسَأَلَاهُ، فَأَمَرَ لَهُمَا بِمَا سَأَلَا، وَأَمَرَ مُعَاوِيَةَ فَكَتَبَ لَهُمَا بِمَا سَأَلَا، فَأَمَّا الْأَقْرَعُ، فَأَخَذَ كِتَابَهُ، فَلَفَّهُ فِي عِمَامَتِهِ وَانْطَلَقَ، وَأَمَّا عُيَيْنَةُ فَأَخَذَ كِتَابَهُ، وَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانَهُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَتُرَانِي حَامِلًا إِلَى قَوْمِي كِتَابًا لَا أَدْرِي مَا فِيهِ، كَصَحِيفَةِ الْمُتَلَمِّسِ، فَأَخْبَرَ مُعَاوِيَةُ بِقَوْلِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ، فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنَ النَّارِ - وَقَالَ النُّفَيْلِيُّ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ - فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا يُغْنِيهِ؟ - وَقَالَ النُّفَيْلِيُّ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: وَمَا الْغِنَى الَّذِي لَا تَنْبَغِي مَعَهُ الْمَسْأَلَةُ؟ - قَالَ: قَدْرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيُعَشِّيهِ وَقَالَ النُّفَيْلِيُّ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: أَنْ يَكُونَ لَهُ شِبْعُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، أَوْ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ، وَكَانَ حَدَّثَنَا بِهِ مُخْتَصَرًا عَلَى هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ الَّتِي ذَكَرْتُ

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو وہ دینے کا حکم دیا جوانہوں نے مانگا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے ان دونوں کے لیے وہ چیزیں تحریر کردیں جوانہوں نے سوال کیا تھا جہاں تک اقرع کا تعلق تھا تو اس نے وہ تحریر حاصل کرلی اور اسے اپنے عمامے میں لپیٹ لیا اور چلا گیا لیکن عیینہ نے اپنی تحریر کو حاصل کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا اس نے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کیا خیال ہے میں یہ تحریر اٹھا کر اپنی قوم کے پاس چلا جاؤں جبکہ مجھے پتہ ہی نہیں ہے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟ یہ تو ایک ایسی تحریر کی مانند ہے' جو مشتبہ ہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی اس بات کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص مانگے حالانکہ اس کے پاس وہ چیز موجود ہو' جو اسے بے نیاز کردے تو ایسا شخص آگ کو زیادہ کرتا ہے''۔

نفیلی نامی راوی نے دوسرے مقام پر یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''جہنم کے انگاروں کو زیادہ کرتا ہے'' لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سی چیز اسے خوشحال کرسکتی ہے؟

نفیلی نامی راوی نے دوسری جگہ یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وہ خوشحالی کیا ہے' جس کی موجودگی میں مانگنا مناسب نہیں ہوتا؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اتنی مقدار جو صبح اور شام کے کھانے کے لیے کافی ہو''۔

1629- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن. مسكين- هو ابن بكير الحذاء- صدوق حسن الحديث. واخرجه ابن خزيمة (2391)، والبيهقي 247/7 من طريق عبد الله بن محمد النفيلي، بهذا الاسناد. واخرجه احمد في "مسنده" (17625)، وابن ابي عاصم في "الآحاد والمثاني" (2074) و (2075)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" 20/26 و 371/4، و"شرح مشكل الآثار" (486)، وابن حبان (545) و (3394)، والطبراني في "المعجم الكبير" (5620)، وفي "مسند الشاميين" (584) و (585) والبيهقي 247/7 من طريق عبد الرحمن ابن يزيد ابن جابر، عن ربيعة بن يزيد، به. وفي باب تحريم المسألة عن ظهر غنى، عن ابي هريرة عند مسلم (1041)، وابن ماجه (1838).

نفیلی نامی راوی نے دوسرے مقام پر یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''یہ کہ اس کے پاس ایک دن اور ایک رات کا پیٹ بھر کر کھانا ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ایک رات اور ایک دن کا''۔

(امام ابوداؤد فرماتے ہیں:) راوی نے یہ روایت انہی مختصر الفاظ میں نقل کی ہے' جو ذکر کی گئی ہے۔

1630 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ الْحَارِثِ الصُّدَائِيَّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ، فَذَكَرَ حَدِيثًا طَوِيلًا، قَالَ: فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَعْطِنِي مِنَ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ، حَتّٰى حَكَمَ فِيهَا هُوَ، فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ، فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ حَقَّكَ

❁❁ حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی (یعنی اسلام قبول کیا) اس کے بعد راوی نے طویل حدیث ذکر کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم (زکوۃ کے مال میں سے) مجھے کچھ دیجئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: بے شک اللہ تعالی زکوۃ کے بارے میں نبی یا اس کے علاوہ کسی اور کے فیصلے سے راضی نہیں' اس لیے اس نے اس بارے میں خود فیصلہ دیا ہے اور اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے اگر تم ان حصوں میں شامل ہو' تو میں تمہیں تمہارا حق دے دوں گا۔

1631 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَالْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِي لَا يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا، وَلَا يَفْطِنُونَ بِهِ فَيُعْطُونَهُ.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''غریب وہ نہیں ہے' جو ایک یا دو کھجوریں لے کر یا ایک یا دو لقمے لے کر لوٹ جاتا ہے بلکہ غریب وہ ہے' جو لوگوں سے کچھ مانگتا بھی نہیں ہے اور اس کی غربت کا اندازہ بھی نہیں ہو پاتا کہ لوگ اسے ویسے ہی کچھ دے دیں''۔

1632 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَأَبُو كَامِلٍ الْمَعْنَى، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِثْلَهُ، قَالَ: وَلٰكِنَّ الْمِسْكِينَ الْمُتَعَفِّفُ، زَادَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ: لَيْسَ لَهُ مَا يَسْتَغْنِي بِهِ، الَّذِي لَا يَسْأَلُ وَلَا يُعْلَمُ بِحَاجَتِهِ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ فَذَاكَ الْمَحْرُومُ. وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ: الْمُتَعَفِّفُ

الَّذِي لَا يَسْأَلُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، وَجَعَلَا الْمَحْرُومَ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ، وَهُوَ أَصَحُّ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''مانگنے سے بچنے والا غریب''۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''اس کے پاس ایسی چیز نہیں ہوتی جو اسے (لوگوں سے کچھ لینے سے) بے نیاز کردے وہ شخص جو نہ مانگتا ہے اور نہ ہی اس کے حاجت مند ہونے کا پتہ چلتا ہے کہ اسے صدقہ ہی دے دیا جائے یہ شخص محروم ہے۔

مسدد نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے ''مانگنے سے بچنے والا وہ شخص جو مانگتا نہیں ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) محمد بن ثور اور عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے ان دونوں نے ''محروم'' کی وضاحت کے الفاظ زہری کے کلام کے طور پر نقل کیے ہیں: اور یہی زیادہ درست ہیں۔

1633 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي رَجُلَانِ: أَنَّهُمَا أَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهُوَ يُقَسِّمُ الصَّدَقَةَ، فَسَأَلَاهُ مِنْهَا، فَرَفَعَ فِينَا الْبَصَرَ وَخَفَضَهُ، فَرَآنَا جَلْدَيْنِ، فَقَالَ: إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا، وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ، وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ

⊛⊛ عبیداللہ بن عدی بیان کرتے ہیں: مجھے دو آدمیوں نے بتایا کہ وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صدقہ تقسیم کررہے تھے ان دونوں نے اس میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہم مضبوط جسم کے مالک ہیں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم چاہو' تو میں تم دونوں کو دے دیتا ہوں لیکن اس میں خوشحال شخص یا کما کر کھانے کی صلاحیت رکھنے والے شخص کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے''۔

1634 - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْأَنْبَارِيُّ الْخُتُّلِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ رَيْحَانَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ، وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، كَمَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ. وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ: لِذِي مِرَّةٍ قَوِيٍّ، وَالْأَحَادِيثُ الْأُخَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهَا: لِذِي مِرَّةٍ قَوِيٍّ، وَبَعْضُهَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ وَقَالَ عَطَاءُ بْنُ زُهَيْرٍ: أَنَّهُ لَقِيَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو، فَقَالَ: إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا

تَحِلُّ لِقَوِيٍّ، وَلَا لِذِي مِرَّةٍ سَوِيٍّ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''خوشحال شخص کے لیے (اور کھانے کمانے کے لائق) طاقت ور شخص کے لیے زکوٰۃ حلال نہیں ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سعد بن ابراہیم سے منقول ہے تاہم اس میں لفظ مختلف ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دوسری روایات میں سے بعض روایات میں لفظ ''قوی'' استعمال ہوا ہے اور بعض روایات میں لفظ ''سوی'' استعمال ہوا ہے۔

عطاء بن زہیر کہتے ہیں: ان کی ملاقات حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا: بے شک صدقہ کسی قوی شخص اور کمانے کی صلاحیت رکھنے والے تندرست شخص کے لیے جائز نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ يَجُوزُ لَهُ أَخْذُ الصَّدَقَةِ وَهُوَ غَنِيٌّ

باب: کس شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے جبکہ وہ غنی بھی ہو

1635 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ: لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا، أَوْ لِغَارِمٍ، أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ، أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مِسْكِينٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِينِ، فَأَهْدَاهَا الْمِسْكِينُ لِلْغَنِيِّ.

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کسی غنی کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے البتہ پانچ لوگوں کا حکم مختلف ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد میں حصہ لینے والا شخص یا زکوٰۃ وصول کرنے کا سرکاری اہل کار یا وہ شخص جس نے کسی کے حصے کی ادائیگی اپنے ذمے لی ہو یا وہ شخص جس نے وہ چیز اپنے مال کے عوض میں خرید لی ہو یا وہ شخص جس کا کوئی ہمسایہ غریب شخص ہو اور وہ صدقہ دراصل مسکین کو دیا گیا ہو اور اس مسکین نے وہ چیز تحفے کے طور پر اس غنی کو دے دی ہو''۔

1636 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَعْنَاهُ.

1635- حديث صحيح، وقد وصله معمر - وهو ابن راشد - كما في الطريق الآتي بعده، وتابعه على وصله الثوري عند عبد الرزاق (7152)، والدارقطني في "سننه" (1997)، وفي "العلل" /3 ورقة 236، والبيهقي /15.7 وصحح وصله البزار في "مسنده" كما في "نصب الراية" /4 378. وقد تابع مالكاً على ارساله ايضاً سفيان بن عيينة عند ابن عبد البر في "التمهيد" /965، ولا يضر ارسال من ارسله، لان معمراً والثوري حافظان، فيكون عطاء بن يسار ارسله مرة ووصله اخرى. وهو عند مالك في "الموطا" /2682، ومن طريقه اخرجه البيهقي /15.7

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ زَيْدٍ، كَمَا قَالَ مَالِكٌ: وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ زَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الثَّبْتُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1637 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عِمْرَانَ الْبَارِقِيِّ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا فِي سَبِيلِ اللهِ، اَوِ ابْنِ السَّبِيلِ، اَوْ جَارٍ فَقِيرٍ يُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، فَيُهْدِي لَكَ اَوْ يَدْعُوكَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ فِرَاسٌ، وَابْنُ اَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''غنی کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے' البتہ اگر وہ اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے جا رہا ہو) یا مسافر ہو یا اس کا غریب پڑوسی ہو' جسے وہ چیز صدقے کے طور پر دی گئی ہو اور وہ تمہیں تحفے کے طور پر دے یا تمہاری دعوت کر دے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

بَابُ كَمْ يُعْطَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ مِنَ الزَّكَاةِ

باب: ایک شخص کو زکوٰۃ میں سے کتنا حصہ دیا جائے گا

1638 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، زَعَمَ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ: سَهْلُ بْنُ اَبِي حَثْمَةَ، اَخْبَرَهُ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَاهُ بِمِائَةٍ مِنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ - يَعْنِي - دِيَةَ الْاَنْصَارِيِّ الَّذِي قُتِلَ بِخَيْبَرَ

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں میں سے انہیں ایک سو اونٹ دیت کے طور پر ادا کیے تھے یعنی اس انصاری کی دیت کے طور پر جسے خیبر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زکوٰۃ کے مصارف صرف فقراء اور مساکین ہیں اور زکوٰۃ کی وصولیابی پر مامور لوگ، اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو، اور مقروض لوگ اور اللہ کی راہ میں اور مسافرین، یہ اللہ کی جانب

1638 - اسناده صحيح. ابو نعيم: هو الفضل بن دكين. واخرجه البخاري (6898)، والنسائي في "الكبرى" (5966) و (6895) من طريق ابي نعيم، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1669) من طريق عبد الله بن نمير، عن سعيد بن عبيد، به. وهو في "مسند احمد" (16091).

سے ایک فریضہ ہے اور اللہ بہت علم والا بے حد حکمت والا ہے۔ (التوبہ: ۶۰)

زکوٰۃ دینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتیں اور مصلحتیں

امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ نے زکوٰۃ کے حسب ذیل اسرار اور فوائد بیان فرمائے ہیں: (۱) انسان جب کلمۂ شہادت پڑھ لیتا ہے تو گویا وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: والذین اٰمنوٓا اشد حبا للہ۔ (البقرہ: ۱۶۵) اور جو لوگ ایمان لائے وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ یعنی مومن اپنی جان اور اپنے مال سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔ تو مسلمانوں پر جہاد فرض کر کے ان کی جان سے زیادہ محبت کو آزمایا گیا اور زکوٰۃ کو فرض کر کے ان کی مال سے زیادہ اللہ سے محبت کو آزمایا گیا، اور اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنے والے مسلمانوں کے تین درجات ہیں:
(الف) وہ لوگ جو اللہ کی محبت میں سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں اور اپنے پاس ایک درہم اور ایک دینار بھی نہیں رکھتے۔ اس لیے جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ دوسو درہم پر کتنی زکوٰۃ تو وہ کہتے ہیں کہ عوام پر تو پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور ہم پر تمام مال کو خرچ کرنا واجب ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اس دن اتفاق سے میرے پاس مال تھا۔ میں نے دل میں کہا اگر میں کسی دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت کر سکتا ہوں تو وہ آج کا دن ہے۔ میں اپنا آدھا مال لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کیا، اتنا ہی مال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا تمام مال و متاع لے کر آ پہنچے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا ہے۔ تب میں نے دل میں کہا میں حضرت ابوبکر پر کبھی سبقت نہیں کر سکتا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۷۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۷۵، المستدرک ج ۱ ص ۴۱۴، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۱، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۵۶۱۱، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۶۰۲۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکمل صدق کے مقام پر فائز تھے۔ انہوں نے اپنے پاس صرف اسی چیز کو رکھا جو انہیں سب سے زیادہ محبوب تھی اور وہ ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (ب) دوسرا درجہ اس پہلے درجہ والوں سے کم ہے۔ یہ اپنے پاس مال کو بچا کر رکھتے ہیں تاکہ ان کی ضروریات کے موقع پر کام آئے اور جب نیک کاموں پر خرچ کرنے کے مواقع آئیں تو وہ مال کو خرچ کر سکیں۔ پس وہ مال کو اس لیے جمع کر کے رکھتے ہیں تاکہ ضرورت کے مواقع پر خرچ کر سکیں نہ کہ عیش و عشرت پر خرچ کرنے کے لیے اور یہ ضرورت سے زائد مال کو نیکی کے راستوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ صرف زکوٰۃ کی مقدار پر اقتصار نہیں کرتے، اور تابعین میں سے نخعی، شعبی، عطا اور مجاہد کا یہ نظریہ ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور حقوق بھی ہیں۔ ان کا استدلال قرآن مجید کی درج ذیل آیتوں سے ہے: واٰتی المال علی حبہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل والسآئلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ۔ (البقرہ: ۱۷۷) ترجمہ: اور مال سے (طبعی) محبت کے باوجود (اللہ کی محبت میں) اپنا مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں اور غلام آزاد کرانے کے لیے دے، اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ وانفقوا مما رزقنٰکم۔

(المنافقون:۱۰)اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے تم (ہماری راہ میں) خرچ کرو۔ومما رزقنٰهم ينفقون۔ (الانفال:۳) اور ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے وہ اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔(ج) اور تیسرا درجہ ان لوگوں کا ہے جو صرف مقدار واجب ادا کرنے پر اقتصار کرتے ہیں۔ان پر جتنی زکوٰۃ فرض ہے وہ صرف اتنی ہی ادا کرتے ہیں، اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔اور یہ سب سے کم مرتبہ ہے اور تمام عام لوگوں کا یہی طریقہ ہے۔کیونکہ وہ مال کی طرف مائل ہوتے ہیں اور مال خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں اور آخرت کے ساتھ ان کی محبت کمزور ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان يسئلكموها فيحفكم تبخلوا ويخرج اضغانكم ھٰانتم ھٰؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبيل الله فمنكم من يبخل ومن يبخل فانما يبخل عن نفسه۔ (محمد:۳۸۔۳۷) ترجمہ: اگر اللہ تم سے تمہارا مال طلب کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمہارے دلوں کے زنگ کو ظاہر کر دے گا ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جن کو اللہ کی راہ میں خرچ کے لیے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے وہ صرف اپنی جان سے ہی بخل کرتا ہے۔(۲) زکوٰۃ ادا کرنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان سے بخل کی صفت زائل ہو جاتی ہے اور بخل سے نجات کی اللہ تعالیٰ نے مدح فرمائی ہے: ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون۔ (الحشر:۹) ترجمہ: اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچائے گئے سو وہی لوگ کامیاب ہیں۔نیز حدیث صحیح میں بھی بخل کی مذمت کی گئی ہے۔حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے اور خواہش نفس کی اتباع کی جارہی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے کو اچھا سمجھ رہا ہے، تو تم عام لوگوں سے الگ ہو کر عزلت نشین ہو جاؤ۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۳۴۱، سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۰۵۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۴۰۱۴)۔

(۳) زکوٰۃ ادا کرنے کا تیسرا فائدہ یہ ہے زکوٰۃ ادا کر کے انسان اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے بدن اور مال کی نعمت عطا فرمائی، عبادات بدنیہ انجام دے کر وہ نعمت بدن کا شکر ادا کرتا ہے اور زکوٰۃ ادا کر کے وہ نعمت مال کا شکر ادا کرتا ہے۔اور یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ وہ ایک فقیر کو دیکھے جس پر رزق کی تنگی ہو اور وہ اس سے سوال کرنے کا محتاج ہو۔پھر اس کے دل میں رحم نہ آئے اور وہ اس بات پر اللہ کا شکر ادا نہ کرے کہ اللہ نے اس کو سوال کرنے سے اور دوسرے کی طرف محتاج ہونے سے مستغنی کر دیا ہے اور وہ اس ضرورت مند فقیر کو زکوٰۃ، عشر اور صدقہ وخیرات دے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے۔(احیاء علوم الدین ج۱ ص ۲۰۳۔۲۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)۔اور امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: (۴) جب انسان کے پاس مال اس کی ضروریات سے بہت زیادہ ہوگا تو وہ اس مال سے اپنے عیش وعشرت کے ذرائع اور وسائل مہیا کرے گا اور یوں اس کا دل دنیا کی رنگینیوں میں اور دنیا کی مرغوب چیزوں اور لذتوں میں لگا رہے گا اور آخرت کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوگا یا کم متوجہ ہوگا۔اور وہ سوچے گا کہ عبادات اور نیک کاموں اور زکوٰۃ، عشر اور صدقہ وخیرات ادا کرنے سے اس کے مال میں کمی ہوگی اور اس وجہ سے وہ نیک کاموں میں اپنے مال کو بالکل خرچ نہیں کرے گا یا کم کرے گا۔(۵) مال کی کثرت سے انسان میں غرور اور تکبر پیدا ہوگا اور سرکشی اور بغاوت پیدا ہوگی اور زکوٰۃ اور صدقات ادا کرنے سے اس کے تکبر اور سرکشی میں کمی ہوگی اور اس کا دل اللہ سے مغفرت طلب کرنے اور اس کی رضا جوئی کی طرف متوجہ ہوگا۔(۶) جب انسان زکوٰۃ اور عشر ادا کرے گا اور صدقہ وخیرات

کرے گا تو ضرورت مند لوگ اس کے لیے دعائیں کریں گے اور اس کی دعاؤں سے اس کا مال نقصان اور بربادی سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض. (الرعد:۱۷) ترجمہ: اور رہی وہ چیز جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے تو وہ زمین میں برقرار رہتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ سے اپنے اموال کی حفاظت کرو، اور صدقات سے اپنے بیماروں کی دوا کرو اور مصائب کے لیے دعا کو تیار رکھو۔ (المعجم الکبیر ج ۱۰ رقم الحدیث: ۱۰۱۹۶، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۰۴، ج ۴ ص ۲۳۷، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۱۷، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۳۴، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کا ایک راوی متروک الحدیث ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۴، حافظ سیوطی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے، الجامع الصغیر ج ۱ رقم الحدیث: ۳۷۲۸)۔ (۷) مال بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن جب انسان اس مال کو نیکی کی راہ میں خرچ کرے گا تو وہ نیکیاں باقی رہیں گی۔ دنیا میں ان کی تعریف کی جائے گی اور آخرت میں اجر ملے گا۔ ایک شخص نے کہا: کاش! میں اپنے تمام مال کو قبر میں لے جاسکتا! میں نے کہا: یہ ممکن ہے، تم اپنے تمام مال کو اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا میں خرچ کر دو، تم کو یہ مال قبر میں ملے گا اور آخرت میں بھی۔ (۸) مال داروں کے پاس بہت زیادہ مال ان کی ضروریات سے زائد ان کی تجوریوں اور بینکوں میں معطل پڑا رہتا ہے اور فقراء اور ضرورت مندوں کے پاس اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی مال نہیں ہوتا، تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کی متقاضی ہوئی کہ زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعہ مال داروں کے زائد مال میں سے بقدر ضرورت زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعہ ضرورت مندوں تک پہنچایا جائے۔ (۹) اگر مال دار ضرورت مندوں اور فقیروں کی مالی امداد نہ کریں تو ہو سکتا ہے کہ ضرورت مند فقراء اپنی تنگی اور فقر سے تنگ آکر بغاوت پر اتر آئیں اور چوریاں، ڈاکے اور لوٹ مار اور بھتہ خوری شروع کر دیں اور زکوٰۃ اور صدقات کی ادائیگی کے ذریعہ اس بغاوت کا سدِ باب ہو سکتا ہے۔ (۱۰) زکوٰۃ اور صدقات کی ادائیگی کر کے انسان اللہ کی مخلوق پر شفقت کرتا ہے اور ان کی پرورش کرتا ہے۔ ان کے لیے رزق فراہم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت سے متصف ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے اخلاق سے متخلق ہوتا ہے۔

زکوٰۃ لینے والے کے حق میں زکوٰۃ کی حکمتوں اور مصلحتوں کا بیان

(۱) مغیرہ بن عامر نے کہا: شکر نصف ایمان ہے اور صبر نصف ایمان ہے اور یقین مکمل ایمان ہے۔ (موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا ج ۳ ص ۲۰، مؤسسۃ الثقافیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ، شعب الایمان ج ۴ ص ۱۰۹، رقم الحدیث: ۴۴۴۸)۔ زکوٰۃ دینے والا اپنے مال کے کم ہونے پر صبر کرتا ہے اور ضرورت مند فقیر زکوٰۃ کی صورت میں مال لے کر شکر ادا کرتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ مال دار نے پہلے مال ملنے پر اللہ کا شکر ادا کیا، پھر زکوٰۃ کی ادائیگی سے جو مال میں کمی ہوئی اس پر صبر کیا تو زکوٰۃ کی وجہ سے اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔ اسی طرح حاجت مند فقیر نے پہلے مال نہ ہونے پر صبر کیا اور زکوٰۃ کی شکل میں مال ملنے پر اللہ کا شکر ادا کیا تو زکوٰۃ کی وجہ سے اس کا ایمان بھی مکمل ہو گیا۔ نیز حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مصیبت میں مبتلا ہو تو اس نے صبر کیا اور اس کو نعمت دی گئی تو اس نے شکر ادا کیا۔ اس پر ظلم کیا گیا تو اس نے معاف کر دیا اور اس نے خود ظلم کیا تو اس پر استغفار کیا۔ پوچھا گیا اس کے لیے کیا اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی لوگ عذاب سے مامون ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

(۲) ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے غنی کو بہت مال دیا ہے اور فقیر کو مال نہیں دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے غنی کو اس بات کا مکلف کیا ہے کہ وہ

فقیر کو زکوٰۃ ادا کرے اور فقیر کا غنی پر احسان ہے کہ وہ اس سے زکوٰۃ قبول کر کے اس کو دوزخ کے عذاب سے چھڑاتا ہے۔ غنی کا فقیر کو زکوٰۃ دینے کی وجہ سے اس کی دنیا پر احسان ہے اور فقیر کا غنی کی آخرت پر احسان ہے اور اخروی احسان دنیاوی احسان سے زیادہ بڑا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے فقیر کو اس بات کا مکلف نہیں کیا کہ وہ غنی کے پاس جا کر اس سے زکوٰۃ مانگے۔ بلکہ غنی کو اس بات کا مکلف کیا ہے کہ وہ فقیر کے پاس جا کر زکوٰۃ ادا کرے۔ فقیر اپنی دنیا میں غنی کا محتاج ہے تو غنی اپنی آخرت میں فقیر کا محتاج ہے۔

فقیر کے معنی ومفہوم کا بیان

فقیر کا معنی فقیر کا لفظ چار معانی میں استعمال ہوتا ہے: (۱) حاجتِ ضروریہ کا وجود مثلاً جن کو غذا، لباس اور مکان کی حاجب ہو اور اس معنی میں ہر شخص فقیر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یایها الناس انتم الفقرآء الی الله۔ (فاطر:۱۰) ترجمہ: اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف محتاج ہو۔ (۲) جس شخص کے پاس مال جمع نہ ہو۔ فقہی اصطلاح میں جو شخص دوسو درہم (باون اعشاریہ ۵ تولہ چاندی) کا مالک نہ ہو یا اس کے پاس اس کی حاجت اصلیہ سے زائد دوسو درہم کے مساوی رقم نہ ہو اور وہ مستحق زکوٰۃ ہو، فقہاء احناف کے نزدیک فقیر کا یہی معنی ہے اور سورۃ توبہ: ۶۰ میں یہی معنی مراد ہے۔ اسی طرح یہ آیت بھی ہے: للفقرآءِ الذین احصروا فی سبیل الله لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبهم الجاهل اغنیآء من التعفف۔ (البقرہ:۲۷۳) ترجمہ: (یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (ان میں شدت اشغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے، ناواقفِ حال ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو غنی سمجھتا ہے۔

(۳) نفس کا بہت زیادہ حریص ہونا، اس حدیث میں فقراء اسی معنی میں ہے۔ یزید بن ابان رقاشی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ فقر (زیادہ حرص) کفر ہو جائے اور قریب ہے کہ حسد تقدیر پر غالب ہو جائے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۵۳ طبع قدیم، ج ۳ ص ۶۲۔۶۱، رقم: ۳۱۶۹ طبع جدید، تاریخ اصفہان ج ۱ ص ۹۰، الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۲۰۶، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۶۶۸۲، مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۰۵۱، العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۳۲۰)

اور اس فقر کے مقابل غنی کا یہ معنی ہے: "غنی وہ شخص ہے جس کا دل غنی ہو"۔ (۴) اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہونا، قرآن مجید میں ہے: فقال رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ (القصص:۲۴) ترجمہ: موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! میں اس خیر و برکت کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف نازل کی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے: اے اللہ! مجھے اپنی طرف محتاج کر کے (دنیا سے) مستغنی کر دے اور اپنے آپ سے (یعنی اللہ سے) مستغنی کر کے مجھے (دنیا کا) محتاج نہ کر۔

(المفردات ج ۲ ص ۴۹۶۔۴۹۵، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۱۸ھ)

مسکین کا معنی

مسکین کا معنی ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور یہ فقیر کی بہ نسبت زیادہ تنگ دست ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: اما السفینة فکانت لمساکین۔ (الکہف:۷۹) ترجمہ: رہی کشتی تو وہ مسکینوں کے لیے تھی۔ اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے

کہ مسکین کے پاس کوئی چیز ہوتی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ کشتی چھن جانے کے بعد ان کو مسکین فرمایا ہے۔دوسرا جواب یہ ہے کہ ان پر اس قدر زیادہ غربت اور مسکینی تھی کہ اس کے مقابلہ میں اس کشتی کا ہونا لائق شمار نہ تھا۔(المفردات ج۱ ص ۳۱۲)

اور علامہ طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ نے لکھا ہے کہ مسکین کا معنی ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے پاس تھوڑی سی چیز ہو۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی ہے کہ اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مجھے مسکینی کی حالت میں موت عطا فرما۔(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۲۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲، المستدرک ج ٤ ص ۳۲۲) آپ نے اس سے تواضع کا ارادہ فرمایا اور یہ کہ آپ جبارین اور متکبرین میں سے نہ ہوں۔(مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۹۶، مطبوعہ مدینہ منورہ، ۱٤۱۵ھ)

فقیر اور مسکین کے معنی میں مذاہب ائمہ کا بیان

حسن بصری نے کہا: فقیر وہ ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور مسکین وہ ہے جو سعی کرتا رہے۔حضرت ابن عباس نے فرمایا: مساکین گھومنے پھرنے والے ہیں اور فقراء مسلمین ہیں۔جابر بن زید نے کہا: فقیر اپاہج ہے اور مسکین وہ ہے جو تندرست اور محتاج ہو۔اور عکرمہ نے کہا کہ فقراء کا اطلاق فقراء مسلمین پر ہوتا ہے اور مساکین کا اطلاق، اہل کتاب کے مساکین پر ہوتا ہے۔امام ابوجعفر طبری کا مختار یہ ہے کہ جو سوال نہیں کرتے وہ فقراء ہیں اور جو سوال کرتے ہیں وہ مساکین ہیں۔

(جامع البیان جز۱۰ ص ۲۰۵۔۲۰۲، ملخصاً مطبوعہ بیروت)۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہو لیکن وہ نصاب زکوۃ سے کم ہو۔اور مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔اور امام شافعی کا قول اس کے برعکس ہے اور امام مالک کے نزدیک فقیر اور مسکین مساوی ہیں۔اور امام احمد کا مذہب بھی امام شافعی کی مثل ہے۔(الجامع لاحکام القرآن جز۸ ص ۹۸۔۹۶، عنایت القاضی ج ٤ ص ۵۸٦۔۵۸۵، زاد المسیر ج ۳ ص ٤۵٦)

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ مسکین کے متعلق قرآن مجید میں ہے: رہی کشتی تو وہ مسکینوں کے لیے تھی۔(الکہف: ۷۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسکین کے پاس کچھ مال ہوتا ہے۔امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کشتی ان کی ملکیت نہیں تھی۔وہ اس کو کرائے پر چلاتے تھے یا انہوں نے اس کشتی کو عاریتاً لیا ہوا تھا۔یا دراصل وہ فقیر تھے۔ان کو ازراہ ترحم مجازاً مسکین فرمایا: امام شافعی کا دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! مجھے بحالت مسکین زندہ رکھ اور بحالت مسکین مجھے موت عطا فرما۔اور قیامت کے دن مساکین کی جماعت میں میرا حشر فرما۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کیوں کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مساکین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔اے عائشہ! مسکین کو رد نہ کرو۔خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دو۔اے عائشہ! مساکین سے محبت رکھو اور ان کو قریب رکھو۔قیامت کے دن اللہ تمہیں قریب رکھے گا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۳۵۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۱۲۶، المستدرک ج ٤ ص ۳۲۲، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین کے حال میں رہنے کی دعا کی ہے اور ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے پناہ مانگی ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں

فقر، قلت اور ذلت سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں ظلم کرنے یا ظلم سہنے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵٤٤، سنن النسائی رقم الحدیث: ٥٤٧٥، صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٣٦٨)

امام شافعی کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر مسکین مالی طور پر فقیر سے کم ہو تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقر سے پناہ مانگیں اور مسکین ہونے کی دعا فرمائیں جو کہ فقیر سے زیادہ ابتر حال ہے اور یہ تناقض کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے پناہ مانگی ہے اس حدیث میں فقر سے مراد قلت مال نہیں ہے بلکہ اس سے مراد فقر النفس ہے۔ یعنی وہ شخص جو مال پر بہت حریص ہو۔ اور اس فقر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی فرماتے تھے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، سوال سے بچنے اور غناء کا سوال کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۲۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳٤۸۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۳۲، الادب المفرد رقم الحدیث: ٦٧٤، مسند احمد ج۱ ص ٤۱۱)

اور اس حدیث میں غنیٰ سے مراد کثرت مال نہیں ہے بلکہ اس سے غنی النفس مراد ہے۔ یعنی نفس کا مستغنی ہونا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین کے حال میں رہنے کی جو دعا کی ہے اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار ہے۔ امام شافعی کی طرف سے یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ سورۂ توبہ کی اس آیت میں فقیر کو مسکین پر مقدم کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقیر کا حال مسکین سے زیادہ برا ہوتا ہے اور فقیر وہ ہے جس کے پاس بالکل مال نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ کچھ مال ہو۔ اس کا یہ جواب ہے کہ تقدم کے کئی اعتبار ہوتے ہیں اور یہاں تقدم ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کے طور پر ہے۔ پہلے فقیر کا ذکر کیا جس کے پاس کچھ مالیت ہوتی ہے۔ اس کے بعد مسکین کا ذکر کیا جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا اور مسکین کے اس معنی پر امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ دلیل دی جاتی ہے: **مسکینا ذا متربۃ** (البلد: ۱٦) یعنی مسکین وہ شخص ہے جس نے بھوک کی شدت سے اپنا پیٹ زمین سے چمٹایا ہوا ہے۔

والعاملین علیہا کا معنی اور اس کے شرعی احکام یعنی جو لوگ زکوٰۃ اور صدقات کو وصول کر کے لاتے ہیں۔ ان کو ان کی محنت اور مشقت کے مطابق مال زکوٰۃ سے اجرت دی جائے لیکن یہ اجرت اتنی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ زکوٰۃ کی وصول کردہ تمام رقم یا اس کے نصف پر محیط ہو۔ (عنایت القاضی ج ٤ ص ۵۸۷)

اگر عامل کو اس مہم کے دوران کوئی شخص ذاتی طور پر کچھ ہدیہ اور تحفہ دے تو وہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ وہ اس کو بھی وصول شدہ زکوٰۃ کی مد میں شامل کر دے۔ حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اللتبیہ کو بنو سلیم کے صدقات وصول کرنے کا عامل بنایا۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حساب لیا تو اس نے کہا: یہ وہ مال ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دیا گیا ہے اور یہ وہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے باپ اور اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ تمہارے پاس ہدیے آتے اگر تم سچے ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: میں تم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر عامل بناتا ہوں جس کام کا اللہ نے مجھے ولی بنایا ہے۔ پھر تم میں سے کوئی شخص میرے پاس آ کر کہتا ہے یہ حصہ تمہارے لیے ہے اور یہ حصہ

مجھے ہدیہ کیا گیا ہے۔ پس وہ شخص کیوں نہ اپنے اپ کے گھر میں یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر بیٹھا۔ حتیٰ کہ اس کے پاس ہدیہ آتا۔ اگر وہ سچا ہے۔ اللہ کی قسم! تم اس مال میں سے جو چیز بھی ناحق لو گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس چیز کو اس کے اوپر لاد دے گا۔ سنو! میں اس شخص کو قیامت کے دن ضرور پہچان لوں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دیکھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱۹۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۴۶، سنن دارمی رقم الحدیث: ۱۶۶۹)۔

حضرت عدی بن عمیر کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جس شخص نے ہمارے لیے کوئی عمل کیا پھر اس میں سے کوئی چیز چھپالی خواہ وہ سوئی ہو یا اس سے بھی کمتر چیز تو وہ خیانت ہے اور وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا۔ تب ایک سیاہ فام انصاری اٹھا اور کہنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا عمل مجھ سے لے لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اس طرح فرماتے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ کہا ہے کہ جس کو ہم کوئی کام سونپیں تو وہ قلیل اور کثیر ہر چیز لے کر آئے۔ پھر اس کو جو دے دیا جائے، وہ لے لے۔ اور جو نہ دیا جائے وہ نہ لے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۳۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۵۸۱)

مؤلفۃ القلوب کی تعریف اور ان کو زکوٰۃ میں سے دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

ادائیگی زکوٰۃ کا چوتھا مصرف مؤلفۃ القلوب ہیں۔ یعنی وہ لوگ جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ آزاد اور معزز لوگ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ حنین میں عطا فرمایا تھا۔ یہ پندرہ آدمی تھے: ابوسفیان، اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن، حویطب عب عبدالعزیٰ، سہل بن عمرو، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو الجہنی، ابوالسنابل، حکیم بن حزام، مالک بن عوف، صفوان بن امیہ، عبدالرحمن بن یربوع، جد بن قیس، عمرو بن مرداس اور العلاء بن الحارث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر شخص کو سو اونٹ دیئے اور ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ ماسوا عبدالرحمن بن یربوع کے۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس اونٹ دیئے اور حکیم بن حزام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر اونٹ دیئے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطاء کا مجھ سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی سو اونٹ پورے کر دیئے۔ مؤلفۃ القلوب کی دو قسمیں ہیں: مسلمان اور کفار۔ مسلمانوں کو صدقات میں سے اس لیے دیا جاتا ہے کہ ان کا ایمان قوی رہے۔ یا ان کے مماثل لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے اور کفار کو اسلام کی ترغیب دینے کے لیے یا ان کے شر سے بچنے کے لیے ان کو زکوٰۃ اور صدقات سے دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کو عطا فرمایا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلام کی طرف میلان دیکھا۔ علامہ واحدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین کے قلوب کی تالیف سے مستغنی کر دیا ہے۔ اگر مسلمانوں کا سربراہ یہ دیکھے کہ اس میں مسلمانوں کا کوئی فائدہ ہے اور ان کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو نفع پہنچے گا تو ان کو مالِ فئے سے عطا کرے، زکوٰۃ نہ دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا مصرف، مصارفِ زکوٰۃ سے اب ساقط ہو چکا ہے اور یہی شعبی کا قول ہے۔

امام مالک، ثوری، امام ابوحنیفہ اور اسحاق بن راہویہ کا بھی مذہب ہے اور حسن بصری سے یہ مروی ہے کہ ان کا حصہ اب بھی ثابت ہے۔ زہری، ابوجعفر محمد بن علی اور ابوثور کا بھی مذہب ہے اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کو ان کی ضرورت ہو تو ان کو زکوۃ سے دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ (اللباب فی علوم الکتاب ج۱۰ ص۱۲٦۔۱۲۵ دارالکتاب العلمیہ بیروت،۱۴۱۹ھ)

قاضی بیضاوی شافعی نے کہا: مولفۃ القلوب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرلیا اور اسلام قبول کرنے میں ان کی نیت ضعیف تھی۔ تو ان کے قلوب کو اسلام پر قائم اور برقرار رکھنے کے لیے ان کو عطا کیا جاتا ہے۔ یا ایسے معزز لوگ کہ اگر ان کو عطا کیا جائے تو ان کو دیکھ کر ان جیسے دوسرے معزز لوگ اسلام لے آئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصین، اقراع بن حابس اور عباس بن مرداس کو اسی وجہ سے عطا فرمایا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ معزز لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے ان کو خمس کے اس پانچویں حصہ سے عطا فرماتے تھے جو خالص آپ کا حصہ تھا، اور کفار اور مانعین زکوۃ سے قتال کرنے کی طرف مائل کرنے کے لیے جن کو عطا کیا جائے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کو اس لیے دیا جاتا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد میں کثرت ہو اور اب جبکہ اللہ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمادیا ہے اور مسلمانوں کی کثرت ہوگئی ہے تو ان کا حصہ ساقط ہوگیا۔ (انوارالتنزیل مع عنایت القاضی ج۴ ص۵۸۷ مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت،۱۴۱۷ھ)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: مصارف زکوۃ میں سے مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب ساقط ہو چکا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمادیا ہے اور ان سے مستغنی کردیا ہے اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

(ہدایہ اولین ص۲۰۴، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸٦۱ھ لکھتے ہیں: اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رد کیا تھا۔ عیینہ اور قراع نے حضرت ابوبکر سے ایک زمین کو طلب کیا۔ حضرت ابوبکر نے ان کو خط لکھ دیا۔ حضرت عمر نے اس خط کو پھاڑ دیا اور کہا: یہ وہ چیز ہے جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا کرتے تھے، تاکہ تم کو اسلام پر راغب کریں لیکن اب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا کردیا ہے اور تم سے مستغنی کردیا ہے۔ اب اگر تم اسلام پر ثابت قدم رہتے ہو تو فبہا ورنہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہے۔ پھر وہ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہا: خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر کی رائے حضرت عمر کے موافق ہوگئی اور صحابہ میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی رائے برحق نہ ہوتی تو صحابہ اس پر ضرور انکار کرتے اور یقیناً ان کے پاس کوئی ایسی دلیل ہوگی جس سے ان کو علم ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے اس حکم کو منسوخ کردیا تھا۔ یا یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ساتھ مقید تھا۔ یا یہ حکم کسی علت کے ساتھ معلل تھا اور اب وہ علت نہیں تھی، اور حضرت عمر نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی تھی: وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ (الکہف:۲۹) ترجمہ: آپ کہیے کہ حق تمہارے رب کی جانب سے ہے سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

(فتح القدیر ج۲ ص۲٦۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت،۱۴۱۵ھ)

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: علامہ علاء الدین عبدالعزیز نے کہا: ان کی تالیف قلوب سے مقصود دین کا اعزاز اور غلبہ تھا۔ کیونکہ غلبہ کفر کے زمانہ میں اسلام کمزور تھا۔ اس وقت تالیف قلوب کے لیے عطا کرنے میں دین کا اعزاز تھا اور جب حال بدل گیا اور اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا تو اب دین کا اعزاز ان کو نہ دینے میں ہے اور اصل مقصود دین کا اعزاز ہے۔ وہ اپنے حال پر باقی ہے اور منسوخ نہیں ہوا۔ اس کی مثال یہ ہے جب پانی نہ ہو تو طہارت کے حصول کے لیے مٹی سے تیمم کرنا ضروری ہے۔ اور جب حال بدل جائے اور پانی مل جائے تو اب مٹی سے تیمم کرنے کا حکم ساقط ہو جائے گا اور پانی کا استعمال کرنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ اب طہارت کے حصول کے لیے پانی کا استعمال کرنا متعین ہے۔ اسی طرح دین کا اعزاز پہلے مؤلفۃ القلوب کو دینے میں تھا اب نہ دینے میں ہے اور اصل حکم دین کا اعزاز ہے۔ وہ منسوخ نہیں ہوا۔ (العنایہ ج ۲ ص ۲۶۶۔ ۲۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے زکوٰۃ میں حصہ جس غلام کے متعلق اس کے مالک نے یہ کہا ہو کہ اگر اس نے اتنے روپے مجھے ادا کر دیئے تو یہ آزاد ہے۔ اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں اور اس کی آزادی میں تعاون کرنے کے لیے زکوٰۃ میں سے اس کو حصہ دینا مشروع کیا گیا ہے۔ حسین بیان کرتے ہیں کہ ایک مکاتب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ اس وقت جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ اس نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: اے امیر! لوگوں کو میرے لیے برانگیختہ کیجئے۔ تو حضرت ابوموسیٰ نے مسلمانوں کو برانگیختہ کیا۔ پس لوگوں نے اس کو کپڑے اور انگوٹھیاں دیں۔ حتیٰ کہ بہت مال جمع ہو گیا۔ حضرت ابوموسیٰ نے اس مال کو جمع کر کے فروخت کیا اور اس کی مکاتبت ادا کر دی اور باقی مال بھی غلاموں کو آزاد کرانے میں صرف کر دیا۔ اور لوگوں کو یہ رقم واپس نہیں کی اور یہ کہا کہ لوگوں نے یہ رقم غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے دی ہے۔ (جامع البیان جز ۱۰ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوحفص عمر بن علی الدمشقی الحنبلی المتوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں: الرقاب (غلاموں کو آزاد کرانے) کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں: (۱) اس سے مراد مکاتب ہیں تا کہ ان کو زکوٰۃ کے مال سے آزاد کرایا جائے۔ (۲) امام مالک وغیرہ نے یہ کہا کہ مال زکوٰۃ سے غلام خرید کر ان کو آزاد کرایا جائے۔ (۳) امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مال زکوٰۃ سے مکمل غلام آزاد نہ کرایا جائے بلکہ مال زکوٰۃ سے کچھ رقم غلام کے لیے دی جائے اور اس سے مکاتب کی گردن آزاد کرانے میں مدد کی جائے۔ کیونکہ وفی الرقاب فرمانے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا مال زکوٰۃ میں کچھ دخل ہونا چاہیے۔ اور یہ اس کے منافی ہے کہ مال زکوٰۃ سے مکمل غلام آزاد کیا جائے۔

غلاموں، مقروضوں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کے لیے تملیک ضروری نہیں بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ مکاتب کی اجازت سے زکوٰۃ میں اس کا حصہ اس کے مالک کو دے دیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے چار مصارف کا ذکر لام تملیک کے ساتھ کیا ہے۔ اور جب رقاب کا ذکر کیا تو لام کے بجائے ''فی'' کا ذکر کیا اور فرمایا وفی الرقاب اور اس فرق کا کوئی فائدہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں زکوٰۃ میں سے ان کا حصہ ان کو دے کر ان کو ان حصص کا مالک بنا دیا جائے اور باقی مصارف میں زکوٰۃ میں ان کا حصہ ان کے مصالح اور ان کی بہتری اور ان کے فوائد میں خرچ کیا جائے اور ان کو ان کا مالک نہ بنایا جائے۔

زمخشری نے کہا ہے کہ آخری چار مصارف میں لام کی بجائے ''فی'' کا ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بتانا ہے کہ آخری چار مصارف پہلے چار مصارف سے صدقہ اور زکوۃ دیئے جانے کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ''فی'' ظرفیت کے لیے آتا ہے اور اس میں تنبیہ ہے کہ وہ صدقات کا ظرف اور محل ہیں اور فی سبیل اللہ وابن السبیل میں جو ''فی'' کا تکرار کیا ہے اس میں اس میں یہ تنبیہ ہے کہ ان دو مصرفوں کو یعنی فی سبیل اللہ اور ابن السبیل کو پہلے دو مصرفوں پر زیادہ ترجیح ہے اور غلام آزاد کرانے اور مقروض کا قرض ادا کرنے کی بہ نسبت مالِ زکوۃ کو اللہ کے راستہ میں اور مسافروں پر خرچ کرنا زیادہ راجح ہے۔

(اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۰ ص ۱۲۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)۔

قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں: پہلے چار مصارف کے ساتھ لام اور آخری چار مصارف کے ساتھ ''فی'' ذکر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں ان کو زکوۃ سے ان کا حصہ ادا کر کے ان کو ان حصوں کا مالک بنادیا جائے اور آخری چار مصارف میں ان کو زکوۃ میں سے ان کے حصہ کا مالک نہیں بنایا جائے گا بلکہ ان کا حصہ ان کی فلاح اور ان کے مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔ مکاتب کا مال اس کے مالک کو دیا جائے گا اور مقروض کا مال (اس کے حصہ کی زکوۃ) اس کے قرض خواہ کو دیا جائے گا اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا بالکل واضح ہے۔ اور مسافر بھی اللہ کے راستے میں داخل ہے۔ اس کو علیحدہ اس لیے ذکر کیا ہے تا کہ اس کی خصوصیت پر تنبیہ ہو۔ (عنایت القاضی ج ٤ ص ٥٨٨، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱٤۱۷ھ)۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ٦٠٦ھ پہلے چار مصارف میں لام اور آخری چار مصارف میں ''فی'' کو ذکر کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: پہلے چار مصارف میں ان کو زکوۃ سے ان کا حصہ دے کر ان کو مالک بنادیا جائے گا کہ وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے ان کا حصہ ان کو نہیں دیا جائے گا اور نہ ان کو اس پر تصرف کی قدرت دی جائے گی کہ وہ اس میں جس طرح چاہیں تصرف کریں بلکہ ان کی طرف سے ان کی قیمت ادا کردی جائے گی۔ اسی طرح مقروضوں کی زکوۃ کا حصہ ان کے قرض خواہوں کو دے دیا جائے گا۔ اسی طرح مجاہدین کی زکوۃ کا حصہ ان کی ضرورت اسلحہ خریدنے میں خرچ کیا جائے گا اور اسی طرح مسافروں کی ضرورت کی چیزوں میں ان کا حصہ خرچ کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں ان کے حصص ان کو دے دیئے جائیں گے کہ وہ جس طرح چاہیں خرچ کریں اور آخری چار مصارف میں ان کو ان کے حصص نہیں دیئے جائیں گے بلکہ جس جہت سے وہ زکوۃ کے مستحق ہیں اس جہت میں ان کے حصہ کی زکوۃ کو خرچ کیا جائے گا۔

(تفسیر کبیر ج ٦ ص ٨٧-٨٦، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ١٤١٥ھ)۔

مفسرین حنبلیہ میں سے علامہ عمر بن علی الدمشقی حنبلی نے اور مفسرینِ شافعیہ میں سے امام رازی کے علاوہ، علامہ خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ نے یہی لکھا ہے کہ زکوۃ کے پہلے چار مصارف میں تملیک ضروری ہے اور آخری چار مصارف میں تملیک کے بجائے ان کی ضروریات اور مصالح میں زکوۃ خرچ کی جائے۔ (تفسیرِ خازن ج ۲ ص ۲۵۳)

اور مفسرینِ احناف میں سے علامہ خفاجی کے علاوہ علامہ محی الدین شیخ زادہ حنفی متوفی ۹۵۱ھ اور علامہ ابوالسعود محمد بن عمادی

حنفی متوفی ۹۸۲ھ اور علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (حاشیہ محی الدین شیخ زادہ ج ٤ ص ٤٧٨، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱٤۱۹ھ، تفسیر ابوالسعود ج ۳ ص ۱٦۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱٤۱۹ھ، تفسیر روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۲٤، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت) غیر مقلدین میں سے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (فتح البیان ج ٥ ص ۳۲۲)۔ جن مفسرین نے ژرف نگاہی سے کام لیا اور اس پر غور کیا کہ پہلی چار اصناف کے لیے اللہ تعالیٰ نے لام کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور باقی چار اصناف کے لیے ''فی'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ انہوں نے اس سے یہ مستنبط کیا کہ پہلی چار قسموں میں سے جس کو زکوٰۃ ادا کی جائے اس کو اس مالِ زکوٰۃ کا مالک بنانا ضروری ہے اور دوسری چار قسموں کے شروع میں چونکہ لام تملیک نہیں ہے بلکہ ''فی'' کا ذکر ہے اس لیے ان میں ان کو مالِ زکوٰۃ کا مالک نہیں بنایا جائے گا بلکہ ان کے حصہ کی زکوٰۃ کو ان کی ضروریات اور ان کے مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔ حنبلی، شافعی اور حنفی مفسرین کی تصریحات اس مسئلہ میں گزر چکی ہیں اور فقہاء مالکیہ کا بھی یہی موقف ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ غلام کو زکوٰۃ کا حصہ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے حصہ سے غلام کو خرید کر آزاد کر دیا جائے۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں: امام مالک نے فرمایا کہ غلام کو آزاد کر دیا جائے اور اس کی ولاء مسلمانوں کے لیے ہوگی، (الیٰ قولہ) اس میں اختلاف ہے کہ آیا مکاتب کو آزاد کرانے میں اس کی معاونت کی جائے یا نہیں۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ رقبہ (غلام) کا ذکر فرماتا ہے تو اس سے مکمل غلام آزاد کرنے کا ارادہ فرماتا ہے اور رہا مکاتب تو وہ غارمین (مقروضوں) کے کلمہ میں داخل ہے کیونکہ اس کے اوپر مکاتبت کا قرض ہوتا ہے اس لیے وہ رقاب میں داخل نہیں ہوگا۔

(الجامع لاحکام القرآن: ج۸ ص ۱۰۹)

صفوان بن امیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے موقع پر مجھے کچھ مال دیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک ساری مخلوق سے برے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ نہ کچھ دیتے رہے یہاں تک کہ وہ اب میرے نزدیک مخلوق میں محبوب ترین ہو گئے امام ترمذی فرماتے ہیں حسن بن علی نے بھی اسی طرح یا اس کے مثل روایت کی ہے اس باب میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے امام ترمذی کہتے ہیں کہ صفوان کی حدیث کو معمر وغیرہ زہری سے بحوالہ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ صفوان نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیا۔۔۔۔ الخ۔ گویا کہ یہ حدیث اصح اور اشبہ ہے اہل علم کا مولفۃ القلوب کو مال دینے کے متعلق اختلاف ہے۔

اکثر علماء کا کہنا ہے کہ انہیں دینا ضروری نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مخصوص جماعت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دلوں کی مسلمانی ہونے کے لئے تالیف کرتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اس دور میں اس مقصد کے لئے ان کو زکوۃ وغیرہ نہ دی جائے یہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ وغیرہ کا قول ہے امام احمد اور اسحاق بھی اسی کے قائل ہیں بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس دور میں بھی اگر کچھ لوگ ایسے ہوں جن کے متعلق امام کا خیال ہو کہ ان کے دلوں کی تالیف کی جائے تو اس صورت میں انہیں دینا جائز ہے یہ امام شافعی کا قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 648)

زکوٰۃ کے تمام مصارف میں تملیک ضروری ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

ہر چند کہ علامہ خفاجی، علامہ ابوسعود حنفی، علامہ شیخ زادہ حنفی اور علامہ آلوسی حنفی نے یہ تصریح کی ہے کہ ادائیگی زکوٰۃ میں مالک بنانے کا تعلق اصناف زکوٰۃ میں سے صرف پہلی چار اصناف کے ساتھ ہے اور باقی چار اقسام میں تملیک نہیں کی جائے گی بلکہ مال زکوٰۃ کو ان کی ضروریات اور مصالح میں خرچ کیا جائے گا لیکن جمہور فقہاء احناف تملیک کو ادائیگی زکوٰۃ کا رکن قرار دیتے ہیں اور یہ زکوٰۃ کی تمام اصناف کے لیے رکن ہے۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: زکوٰۃ کا رکن یہ ہے کہ نصاب میں سے ایک جز کو اللہ کی طرف نکالا جائے اور اس کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور فقیر کو مالک بنا کر اس کے سپرد وہ مال کر کے مالک کا قبضہ اس جز سے منقطع ہو جائے۔ یا فقیر کے نائب کے سپرد کر دے جو زکوٰۃ وصول کرنے والا ہے اور ملک فقیر کے لیے اللہ کی طرف سے ثابت ہوگی اور صاحب مال فقیر کو مالک بنانے اور اس کے سپرد کرنے میں اللہ کی طرف سے نائب ہوگا۔ اس پر دلیل یہ آیت ہے: الم یعلموا ان اللہ هو یقبل التوبة عن عبادہ ویاخذ الصدقات۔ (التوبہ:۱۰۴) ترجمہ: کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات لیتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: فقیر کی ہتھیلی پر آنے سے پہلے صدقہ رحمن کے ہاتھ میں آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فقیر کو مالک بنانے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اتوا الزکوٰۃ۔ (البقرہ:۴۳) زکوٰۃ دو، اور الایتاء (دینا) تملیک ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صدقہ فرمایا ہے۔ انما الصدقات للفقراء۔ (التوبہ:۶۰) اور تصدق کا معنی تملیک ہے۔ پس نصاب کا مالک زکوٰۃ کی مقدار کو اللہ کی طرف نکالنے والا ہوتا ہے۔ ہم نے یہ کہا ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ سپرد کرتے وقت اس سے زکوٰۃ کی نسبت منقطع ہو جائے گی اور یہ خالص اللہ کے لیے ہو جائے گی۔ اور اللہ کی طرف زکوٰۃ نکالنے کا معنی عبادت اس وقت بنے گا جب فقیر کو مالک بنا کر وہ اس سے اپنی ملک کو باطل کر دے۔ بلکہ حقیقت میں مالک اللہ بناتا ہے اور صاحب مال تو اللہ کی طرف سے نائب ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق مساجد، سرائے اور پانی کی سبیلیں بنانے، پلوں کی مرمت کرنے، مردوں کو دفن کرنے اور دیگر نیکی کے کاموں میں زکوٰۃ کو صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں تملیک (کسی کو مالک بنانا) بالکل نہیں پائی جاتی (کیونکہ یہ چیزیں وقف ہوتی ہیں اور وقف کا کوئی مالک نہیں ہوتا)۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے مال زکوٰۃ سے طعام خریدا اور فقراء کو صبح اور شام کھانا کھلایا اور ان کو بعینہ طعام نہیں دیا تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں تملیک نہیں ہوئی۔ اور اگر اس نے مال زکوٰۃ سے کسی زندہ فقیر کا قرض اس کے حکم کے بغیر ادا کر دیا تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں بھی فقیر کو مالک نہیں بنایا گیا اور اگر فقیر کے حکم سے اس کا قرض ادا کیا گیا ہے تو جائز ہے۔ کیونکہ اب فقیر کے لیے تملیک پائی گئی۔ گویا کہ فقیر نے مال زکوٰۃ پر قبضہ کیا اور اس کو قرض کی ادائیگی کے لیے وکیل بنا دیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے مال زکوٰۃ سے غلام خرید کر آزاد کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے اور قرآن مجید میں جو ہے: وفی الرقاب۔ (التوبہ:۶۰) ان کے نزدیک اس کا یہی معنی ہے کہ مال زکوٰۃ سے غلام خرید کر آزاد کر دیا جائے۔ اور ہمارے نزدیک تملیک واجب ہے اور آزاد کرنا ملک کو زائل کرنا ہے اور ہمارے نزدیک وفی الرقاب کا معنی یہ ہے کہ مال زکوٰۃ سے مکاتبین کی امداد کی جائے۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۴۵۷-۴۵۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

اسی طرح علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں: مالِ زکوٰۃ سے مسجد بنائی جائے گی اور نہ میت کو کفن دیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں تملیک نہیں ہے اور وہ رکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صدقہ فرمایا ہے اور صدقہ کی حقیقت یہ ہے کہ فقیر کو مال کا مالک بنا دیا جائے۔ (فتح القدیر ج۲ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۰ھ)

تملیک کی رکنیت کے دلائل کا تجزیہ

علامہ کاسانی نے تملیک پر یہ دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: واتوا الزکوٰۃ اور الایتاء کا معنی ہے کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا۔ ہم اب کتب لغت میں الایتاء کا معنی دیکھتے ہیں۔ علامہ مجد الدین فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں: الایتاء کا معنی ہے کسی کو کوئی چیز عطا کرنا۔ (قاموس ج ٤ ص ٤٣٠) علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے: الایتاء کا معنی ہے: الاعطاء۔ (المفردات ج۱ ص ۱۰) علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ نے لکھا ہے کہ کشاف میں ہے: الایتاء کا معنی الاعطاء میں مشہور ہوگیا۔ اس کا اصل معنی ہے کسی چیز کو حاضر کرنا۔ (تاج العروس ج۱۰ ص ۸، مطبوعہ المطبعۃ المیمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ) کتب لغت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ الایتاء کا معنی تملیک ہے، اور قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے اور وہاں اس کا معنی مالک بنانا متصور نہیں ہوسکتا۔

قال یقوم ارءیتم ان کنت علی بینۃ من ربی واتنی رحمۃ من عندہ فعمیت علیکم (ھود: ۲۸)

ترجمہ: (نوح نے) کہا: اے میری قوم! یہ بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت دی ہو سو وہ تم پر مخفی کردی گئی۔

فلما اثقلت دعوا اللہ ربھما لئن اتیتنا صالحا لنکونن من الشکرین۔ (الاعراف: ۱۸۹)

ترجمہ: پھر جب وہ حاملہ ہوگئی تو ان دونوں نے اپنے رب سے دعا کی اگر تو نے ہمیں نیک بیٹا دیا تو ہم ضرور تیرے شکر گزار ہو جائیں گے۔

فلما اتھما صالحا۔ (الاعراف: ۱۹۰)

ترجمہ: پس اللہ نے جب انہیں بہترین بچہ دیا۔

فاتت اکلھا ضعفین۔ (البقرۃ: ۲۶۵)

ترجمہ: تو اس باغ نے دگنا پھل دیا۔

اتونی زبر الحدید۔ (الکہف: ۹۶)

ترجمہ: مجھے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لا کر دو۔

اس لفظ کے تمام صیغوں اور قرآن مجید اور احادیث میں اس کے اطلاقات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ الایتاء کا معنی حاضر کرنا اور کسی چیز کو دینا اور مہیا کرنا ہے اور اس کے مفہوم میں تملیک داخل نہیں ہے۔ علامہ کاسانی اور علامہ ابن ہمام نے یہ بھی لکھا ہے کہ صدقہ کا معنی تملیک ہے۔ علامہ فیروز آبادی نے لکھا ہے: صدقہ وہ چیز ہے جس کو تم اللہ عزوجل کی ذات کے لیے دو۔ (قاموس ج ۳ ص ۳۶۸)۔ علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ صحاح میں مذکور ہے: جس چیز کو تم فقراء پر صدقہ کرو اور مفردات میں مذکور ہے: جس چیز کو

انسان اپنے مال سے بطورِ عبادت نکالتا ہے جیسے زکوٰۃ، لیکن صدقہ اصل میں نفلی خیرات کو کہتے ہیں اور زکوٰۃ خیراتِ واجبہ کو۔ (المفردات ج ۲ ص ۳۶۰، تاج العروس ج ۶ ص ۴۰۵)۔ ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ صدقہ کے لغوی معنی میں تملیک کا مفہوم داخل نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک کا رکن نہ ہونا

ائمہ ثلاثہ نے زکوٰۃ کی جو تعریف بیان کی ہے اس میں تملیک کا ذکر نہیں کیا۔ ان کے نزدیک تملیک زکوٰۃ کا رکن ہے نہ شرط۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ ھ لکھتے ہیں: کسی مخصوص چیز کو مخصوص مال سے اوصافِ مخصوصہ کے ساتھ جماعتِ مخصوصہ کے لیے لینا شرعاً زکوٰۃ ہے۔ (الحاوی الکبیر ج ۴ ص ۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت) علامہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی المالکی المتوفی ۱۱۲۲ ھ لکھتے ہیں: علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ زکوٰۃ کا اطلاق صدقہ واجبہ پر، صدقہ مستحبہ پر، نفقہ پر، عفو پر اور حق پر کیا جاتا ہے اور اس کی شرعی تعریف یہ ہے: سال گزرنے کے بعد نصاب کے ایک جز کو فقیر اور اس کی مثل کو دینا وہ فقیر غیر ہاشمی اور غیر مطلبی ہو، اس کا رکن اخلاص ہے۔ اس کا سبب ایک سال تک نصاب کا مالک ہونا ہے۔ اس کی شرط عقل، بلوغ اور حریت ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ دنیا میں واجب ساقط ہوجاتا ہے اور آخرت میں ثواب ملتا ہے اور اس کی حکمت مال کو میل کچیل سے پاک کرنا ہے۔ (شرح الزرقانی علی الموطا امام مالک ج ۲ ص ۱۳۵۔ ۱۳۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ ھ)۔ حافظ احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ نے بھی ابنِ عربی مالکی کی اس تعریف کو ذکر کر کے لکھا ہے۔ یہ بہت عمدہ تعریف ہے لیکن وجوب کی شرط میں اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۶۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ)۔ علامہ منصور بن یونس بہوتی متوفی ۱۰۴۶ ھ لکھتے ہیں: زکوٰۃ کا شرعی معنی یہ ہے کہ یہ وہ حق ہے جو مالِ مخصوص میں جماعتِ مخصوصہ (فقراء وغیرہ) کے لیے وقتِ مخصوص میں واجب ہے۔ یعنی نصاب پر سال گزرنے کے بعد، اور مالِ مخصوص سے مراد مویشی، سونا چاندی، (درہم، دینار) اور مالِ تجارت ہے۔

(کشاف القناع ج ۲ ص ۶۔ ۵، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۴۱۷ ھ)

آخری چار مصارف میں تملیک کا اعتبار نہ کرنے کا ثمرہ

فقہاء احناف نے تملیک کے ثبوت میں جو دلیل دی ہے کہ آتوا اور صدقہ کرنے کا معنی فقیر کو مالک بنانا ہے وہ کتب لغت اور قرآن مجید کی آیات سے ثابت نہیں ہے، اور ائمہ ثلاثہ نے زکوٰۃ میں تملیک کو رکن یا شرط قرار نہیں دیا۔ البتہ سورۂ توبہ کی اس آیت میں مذاہب اربعہ کے مفسرین نے للفقراء والمساکین والعملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم میں لام کو تملیک کے لیے قرار دیا ہے اور وفی الرقاب والغرمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل میں لام کی جگہ "فی" لانے کی وجہ ان مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ غلام آزاد کرنے اور مقروضوں کے قرض ادا کرنے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں پر خرچ کرنے کے لیے زکوٰۃ کی رقم کا ان کو مالک بنانا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ زکوٰۃ کی رقم کو ان کی ضروریات اور مصلحتوں میں بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔ خصوصاً حنفی مفسرین میں سے علامہ خفاجی، علامہ شیخ زادہ، علامہ ابوسعود اور علامہ آلوسی کا یہی مختار ہے۔ سو اگر ہمارے علماء احناف اس نظریہ سے اتفاق کرلیں تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دینی مدارس، مساجد، ہسپتالوں اور دیگر فلاحی کاموں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکے گی اور

حیلہ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ہمارے اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ حضرات کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

زکوٰۃ میں مقروضوں کا حصہ

مقروض سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی جائز ضروریات میں مقروض ہوں، نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے کسی گناہ کے ارتکاب کے لیے قرض لیا ہو۔ مثلاً کسی نے سینما ہاؤ، وڈیو شاپ یا شراب کی دکان کھولنے کے لیے قرض لیا ہو یا مثلاً کسی نے بے جا خرچ اور اسراف کے لیے قرض لیا ہو۔ مثلاً کسی نے اپنے بچوں کی شادی کے سلسلہ میں مروجہ رسومات بڑے پیمانہ پر منعقد کی ہوں اور مقروض ہو گیا ہو اور اس قرض کو ادا کرنے کے لیے اس کے پاس رقم نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دینی چاہیے۔ البتہ علامہ نووی شافعی نے ''الروضہ'' میں یہ لکھا ہے کہ اگر وہ توبہ کر لے تو پھر اس کو بھی زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ مقروض خواہ غنی ہو لیکن اگر اس کے پاس قرض اتارنے کے لیے رقم نہیں ہے تو اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ حدیث میں ہے: عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی غنی کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے، مگر پانچ کے لیے: جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو، یا وہ صدقہ وصول کرنے والا عامل ہو، یا مقروض ہو یا جس شخص نے صدقہ کو اپنے مال سے خرید لیا ہو، یا جس شخص کا کوئی مسکین پڑوسی ہو اور اس پر کوئی چیز صدقہ کی گئی اور وہ مسکین غنی کو وہ چیز ہدیہ کر دے۔ (یہ روایت مرسل ہے)۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۳۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۴۱، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۶۰۷)۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی غنی کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔ مگر اس غنی کے لیے جو اللہ کی راہ میں ہو، یا مسافر ہو، یا وہ کسی فقیر کا پڑوسی ہو اس فقیر پر صدقہ کیا جائے اور وہ غنی کو ہدیہ دے یا اس کی دعوت کرے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۳۷، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۴۱، فردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ۷۶۴۶، مسند احمد ج ۳ ص ۵۶، المستدرک ج ۱ ص ۴۰۷۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور اس کے راوی ثقہ اور مشہور ہیں)۔

زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کا حصہ

اس سے مراد یہ ہے کہ جہاد کرنے والوں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے اور ان کے لیے اسلحہ، گھوڑے اور کھانے پینے کی چیزیں خریدی جائیں۔ امام شافعی اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے اور امام محمد کے نزدیک جو مسلمان حج کے لیے جائیں وہ بھی اللہ کی راہ میں ہیں اور ان کو بھی زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے۔ اس پر یہ اشکال ہے کہ اگر مجاہد یا حاجی کے پاس اس کے وطن میں نصاب کے برابر مال ہے اور سفر میں نہیں ہے تو وہ مسافر میں داخل ہے اور اگر سفر اور حضر دونوں میں وہ صاحب نصاب نہیں ہے تو پھر وہ فقیر میں داخل ہے۔ تو پھر فی سبیل اللہ ایک مستقل اور الگ مصرف نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ شخص اپنے وطن میں مال دار ہے لیکن جب وہ جہاد کے لیے روانہ ہوتا ہے تو اس کو اسلحہ اور سواری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف مسافر کو اسلحہ اور سواری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک غازی اور مجاہد کو اسی وقت زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جب وہ محتاج ہو۔ باقی ائمہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: فی سبیل اللہ کے الفاظ صرف غازیوں اور مجاہدین میں منحصر نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء سے یہ نقل کیا ہے کہ فقہاء نے زکوٰۃ کو نیکی کے تمام راستوں میں خرچ کرنے کی اجازت دی ہے۔ مثلاً مردوں کو کفن دیا جائے، قلعے بنائے جائیں اور مساجد بنائی جائیں۔ ان تمام امور میں زکوٰۃ کو خرچ

کرنا جائز ہے۔ کیونکہ فی سبیل اللہ کا لفظ ان سب کو شامل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ٦ ص ٨٧ ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ١٤١٥ھ)

زکوٰۃ میں مسافروں کا حصہ

اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس سفر میں مال اور اسباب نہ ہوں اور اس کو مدد کی ضرورت ہو۔ اس کو زکوٰۃ کی رقم دی جا سکتی ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ١٢٧٠ھ لکھتے ہیں: مسافر سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس مال نہ ہو۔ وہ زکوٰۃ قبول کرنے کے بجائے قرض مانگ لے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ "فتح القدیر" میں مذکور ہے کہ مسافر کے لیے اپنی ضرورت سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے اور مسافر کے ساتھ ہر وہ شخص لاحق ہے جس کے پاس مال نہ ہو۔ خواہ اس کے شہر میں اس کے پاس مال ہو اور "محیط" میں مذکور ہے کہ اگر تاجر کی رقوم لوگوں کے پاس قرض ہوں اور وہ ان سے قرض وصول کرنے پر قادر نہ ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ کیونکہ وہ مسافر کی طرح اس حال میں فقیر ہے۔ اور "خانیہ" میں اس کی تفصیل ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ اگر تاجر کا لوگوں پر میعادی قرض ہو اور وہ کھانے پینے میں محتاج ہو تو اس کے لیے قرض وصول ہونے کی مدت تک زکوٰۃ وصول کرنا جائز ہے۔ اور اگر قرض غیر میعادی ہو لیکن مقروض تنگ دست ہو تب بھی اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ کیونکہ وہ مسافر کی طرح ہے اور اگر مقروض امیر ہو تو پھر اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔ اور اگر گواہ عادل نہیں ہیں پھر بھی زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ الا یہ کہ مقروض قاضی کے سامنے حلف اٹھا لے کہ اس نے اس تاجر کو قرض نہیں دینا۔ پھر وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ اس مسئلہ میں قرض کی رقم نصاب سے کم نہیں ہونی چاہیے۔ (روح المعانی ج ١٠ ص ١٢٤ ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کسی ایک صنف کے ایک فرد پر زکوٰۃ کرنے کا جواز

مشہور یہ ہے کہ شافعیہ کے نزدیک لام تملیک کے لیے ہے اور یہی ان کے مذہب کا مقتضی ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ جب یہ تمام اصناف موجود ہوں تو ان تمام اصناف پر زکوٰۃ کو تقسیم کرنا واجب ہے اور چونکہ اس آیت میں ہر صنف کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اس لیے ہر صنف کے تین افراد پر تقسیم کرنا واجب ہے اور ہمارے اور مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ زکوٰۃ دینے والا ہر صنف پر زکوٰۃ تقسیم کرے یا کسی ایک صنف پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر صنف کے تین افراد پر زکوٰۃ کو تقسیم کرے۔ وہ کسی ایک فرد کو بھی پوری زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ کن لوگوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ ان سب کو زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔ اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

وان تخفوها وتوتوها الفقراء فهو خير لكم۔ (البقرہ: ٢٧١)

ترجمہ: اگر تم صدقات خفیہ طریقہ سے دو اور وہ صدقات فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

اس آیت میں فقراء کو زکوٰۃ دینے کو زیادہ بہتر فرمایا ہے اور فقراء ایک صنف ہیں۔ اور ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ کا مال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک صنف میں دیا اور وہ مولفۃ القلوب تھے۔ پھر دوسری مرتبہ مال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مقروضوں کو دیا۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ صرف ایک صنف پر اقتصار کرنا جائز ہے۔ اور اس آیت میں جمع کے صیغوں پر الف لام جنس کا ہے۔ کیونکہ عہد اور استغراق کا الف لام متصور نہیں ہے۔ اور جنس صدقہ کو کسی صنف کی جنس پر خرچ کرنے کو

بیان فرمایا ہے۔اس لیے کسی صنف کے ایک فرد پر بھی زکوٰۃ کی پوری رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔

(روح المعانی جز ۱۰،ص ۱۲۵۔۱۲۴،مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت،الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۹۵،زادالمسیر ج ۳ ص ۴۵۹)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک

ایک مرتبہ زیادی بن حارث آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ میں سے کچھ مجھے بھی عنایت فرمادیجئے،آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے صدقات میں کسی نبی کا حکم پسند نہیں کیا ہے بلکہ اس نے خود ہی آٹھ مصرف بتلادیئے ہیں اگر تم ان آٹھویں میں سے ایک بھی ہو تو صدقہ کے مستحق ہو گے ورنہ نہیں،علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مصارف ثمانیہ قرآن میں بیان فرمائے ہیں،ان میں سے ہر ایک کو زکوٰۃ دی جائے یا ان میں سے بعض کو دینا بھی کافی ہوسکتا ہے؟ زیاد بن حارث کی مذکورہ حدیث کی بنا پر امام شافعی اور ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ ان آٹھوں میں سے ایک بھی ہو تو صدقہ کے مستحق ہو گے ورنہ نہیں،علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مصارف ثمانیہ قرآن میں بیان فرمائے ہیں،ان میں سے ہر ایک کو زکوٰۃ دی جائے یا ان میں سے بعض کو دینا بھی کافی ہوسکتا ہے؟ زیاد بن حارث کی مذکورہ حدیث کی بنا پر امام شافعی اور ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ ان آٹھوں قسموں پر صدقہ تقسیم کرنا چاہیے یہ حدیث ابوداؤد میں ہے اور اس کی سند میں ایک راوی عبدالرحمن بن زیاد بن انعم افریقی کو اکثر علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔

مصارف صدقات میں امام ابوحنیفہ وامام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مسلک

مذکورہ حدیث کی سند میں چونکہ عبدالرحمن بن زیاد ضعیف ہے اس لئے ان حضرات نے فرمایا کہ مذکورہ آٹھ اصناف میں سے سب کو دینا ضروری نہیں ہے اگر ایک کو بھی دے دیا جائے تو کافی ہوگا،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصد زکوٰۃ کے اصناف ثمانیہ بیان کرنے سے مصرف زکوٰۃ کو بیان کرنا ہے نہ کہ تعداد کو۔

زکوٰۃ وصدقہ واجبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لئے جائز نہیں: صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لئے حلال نہیں ہے،ظاہر روایت کے اعتبار سے یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے البتہ نفلی صدقہ کو آل محمد کے حق میں جائز قرار دیا ہے،یہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔

سادات میں کون لوگ شامل ہیں؟ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک فقط ہاشم بن عبد مناف کی اولاد آل محمد ہے،اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک روایت میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بنی مطلب بھی آل محمد میں شامل ہیں۔

مسئلہ نمبر 1۔قولہ تعالیٰ: انما الصدقت للفقرآء اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بعض کی نسبت بعض لوگوں کو وافر مال عطا فرمایا ہے اور یہ اس کی جانب سے ان پر بہت بڑا انعام اور احسان ہے اور ان پر بطور شکرانہ ایک خاص حصہ نکالنا لازم کردیا ہے کہ وہ وہ حصہ اس کو ادا کریں جس کے پاس مال نہیں ہے۔اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے نیابت ہے اس بارے میں جس کی ضمانت اس نے اپنے اس قول میں دی ہے: وما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا (ہود:6) (اور نہیں کوئی جاندار زمین میں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس کا رزق)

مسئلہ نمبر 2۔ قولہ تعالیٰ: للفقراء یہ مصارف صدقات اور محل کی وضاحت ہے تاکہ تو ان سے باہر نہ نکلے۔ پھر اختیار اور پسند تقسیم کرنے والے کے پاس ہے (یعنی ان میں سے جسے چاہے دے دے) یہ قول امام مالک امام ابوحنیفہ اور ان دونوں کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم کا ہے جیسے کہا جاتا ہے: السراج للدابۃ والباب للدار (زین گھوڑے کے لیے اور دروازہ گھر کے لیے ہے)۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس میں لام تملیک کے لیے ہے جیسا کہ تیرے اس قول میں ہے: المال لزید وعمرو وبکر تو ان تمام مذکورہ افراد کے درمیان مساوات اور برابری قائم کرنا لازم اور ضروری ہے۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا: یہ ایسے ہی ہے جیسے اگر کوئی دو معین صنفوں کے لیے یا دو معین قوموں کے لیے وصیت کرے۔ اور انہوں نے انما کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ یہ آٹھوں اصناف پر صدقات کے موقوف ہونے کے بارے حصر کا تقاضا کرتا ہے اور انہوں نے اسے زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تقویت دی ہے انہوں نے بیان کیا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ میری قوم کی طرف لشکر بھیجنے والے تھے تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کو روک لیجئے پس میں آپ کو ان کے اسلام لانے اور طاعت اختیار کرنے کے بارے میں یقین دلاتا ہوں پھر میں نے اپنی قوم کی طرف لکھا تو انہوں نے اسلام اور طاعت کو اختیار کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یااخا صداء المطاع فی قومہ (اے صدائی مطاع (جس کی اطاعت کی جاتی ہے) اپنی قوم میں آپ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: بل من اللہ علیہم وھداھم بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرمایا ہے اور انہیں ہدایت عطا فرما دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: پھر ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور وہ آپ سے صدقات کے بارے سوال کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ صدقات کے بارے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے ساتھ اور نہ کسی اور کے ساتھ راضی اور خوش ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے آٹھ اجزاء میں تقسیم کر دے پس اگر تو ان اجزاء والوں میں سے ہوا تو میں تجھے عطا کر دوں گا''۔ اسے ابوداؤد اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ اور یہ الفاظ دارقطنی کے ہیں۔ اور زین العابدین سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اس مقدار کے بارے بتادیا ہے جو زکوۃ میں سے دی جائے گی اور اس کے بارے جس کے ساتھ ان اصناف کی کفایت ہو سکے گی اور اسے ان تمام کا حق قرار دیا ہے پس جس کسی نے انہیں اس سے روکا تو وہ ان کے لیے ان کے رزق کے بارے میں ظالم اور زیادتی کرنے والا ہے۔ اور ہمارے علماء نے اس قول باری تعالیٰ سے استدلال کیا ہے: ان تبدوا الصدقت فنعما ھی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم (البقرہ: 271) (اگر ظاہر کرو (اپنی) خیرات تو بہت اچھی بات ہے اور اگر پوشیدہ رکھو صدقوں کو اور دو انہیں فقیروں کو تو یہ بہت بہتر ہے تمہارے لیے)

اور صدقہ جب قرآن کریم میں مطلق ذکر کیا جائے تو مراد فرض صدقہ ہوتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے اغنیاء سے صدقہ (زکوۃ) وصول کروں اور اسے تمہارے فقراء پر لوٹا دوں''۔ اور یہ قرآن وسنت میں سے آٹھ اصناف میں سے کسی ایک کے ذکر کے بارے نص ہے (2)۔ اور حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ اور تابعین کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ بھی جائز ہے

کہ آدمی زکوۃ اور صدقہ آٹھوں اصناف کو دے اور ان میں سے جس صنف کو بھی تو نے دے دیا تو وہ جائز ہے۔منہال بن عمرو نے زر بن حبیش سے اور انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے قول باری تعالیٰ: انما الصدقت للفقرآ و المسکین کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان اصناف کا ذکر کیا ہے تا کہ انہیں پہچان لیا جائے اور ان میں سے کسی صنف کو تو نے دے دیا تو وہ تیرے لیے جائز ہوگا۔

حضرت سعید ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انما الصدقت للفقرآء والمسکین کے بارے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس صنف کو بھی تو نے صدقہ دے دیا وہ تیری طرف سے جائز ہے۔اور یہی قول حسن اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: وہ اجماع صحابہ قرار دے رہے ہیں، کیونکہ ان کو ان میں سے کوئی مخالف معلوم نہیں جیسا کہ ابوعمر نے کہا ہے، واللہ اعلم۔علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ جسے ہم نے اپنے اور ان کے درمیان فیصل قرار دیا ہے وہ ہے کہ امت نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اگر ہر صنف کو اس کا حصہ عطا کر دیا جائے تو اس کی تعمیم واجب نہیں۔پس اسی طرح اصناف کی تعمیم بھی اسی کی مثل ہے۔واللہ اعلم

مسئلہ نمبر ۳۔علماء لغت اور اہل فقہ نے فقیر اور مسکین کے درمیان فرق بیان کرنے میں اختلاف کیا ہے لہٰذا اس کے بارے نو اقوال ہیں۔پس یعقوب بن سکیت قتی اور یونس بن حبیب نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ فقیر، مسکین سے احسن اور بہتر حالت میں ہوتا ہے۔انہوں نے کہا: فقیر وہ ہوتا ہے جس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی بعض حاجات وضروریات کو پورا کر سکتا ہو اور وہ نہیں ادا کر سکتا ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کوئی شے نہ ہو۔اور نہوں نے راعی کے قول سے استدلال کیا ہے:

اما الفقیر الذی کانت حلوبیه وفق العیال فلم یترك له سبد

فقیر وہ ہے جس کے پاس عیال کے مطابق دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری ہو اور اس کے لیے ضرورت سے زائد) کچھ نہ چھوڑا جائے۔

اہل لغت اور حدیث میں سے ایک جماعت اسی طرف گئی ہے ان میں سے امام ابوحنیفہ اور قاضی عبدالوہاب ہیں۔اور الوفق اس موافقت سے ہے جو دو چیزوں کے درمیان پائی جاتی ہے جیسا کہ التحام (دو چیزوں کا آپس میں جڑ جانا) ہے۔کہا جاتا ہے: حلوبتہ وفق عیالہ یعنی اس کا دودھ ان کی کفایت اور ضرورت کے برابر ہے، اس سے فالتو اور زیادہ نہیں ہے۔یہ جوہری سے منقول ہے۔اور دوسروں نے اس کے برعکس کہا ہے، پس انہوں نے مسکین کو فقیر سے احسن اور بہتر حالت میں قرار دیا ہے۔اور انہوں نے اس ارشاد باری تعالیٰ سے استدلال کیا ہے: اما السفینته فکانت لمسکین یعملون فی البحر (الکہف ۹۷) (وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی جو (ملاحی کا) کام کرتے تھے دریا میں)

پس اس میں خبر دی گئی ہے کہ ان کے لیے سمندر کی کشتیوں میں سے ایک کشتی ہے اور بسا اوقات یہ تمام مال کے اعتبار سے مساوی اور برابر ہوتے ہیں۔اور نہوں نے اس نظریہ کو اس حدیث سے تقویت دی ہے جو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیر سے پناہ مانگی (۲) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے دعا میں یہ عرض کی:
اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا (اے اللہ! مجھے مسکین حالت میں زندہ رکھ اور مسکین حالت میں موت عطا فرما)
پس اگر مسکین کی حالت فقیر کی حالت سے زیادہ کمزور اور بری ہو تو دونوں خبروں کے درمیان تناقض آجائے گا، کیونکہ یہ محال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فقر سے پناہ مانگیں اور پھر اس کے بارے سوال اور التجا کریں جو حالت کے اعتبار سے اس سے برا اور مزدور ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی روح اس حال میں قبض فرمائی کہ آپ کے پاس اس مال میں سے کچھ تھا جو اللہ تعالیٰ نے بطور رفے آپ کو عطا فرمایا تھا، لیکن اس کے ساتھ جملہ ضرورت کی کفایت نہ ہو سکتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ نے اپنی زرہ رہن رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا ہے: رہا راعی کا شعر تو اس میں کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس فی الحال دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری ہو۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ کلام عرب میں فقیر کا معنی یہ ہے کہ وہ مفلس جس کی پیٹھ سے شدت فقر وافلاس کی وجہ سے ریڑھ کی ہڈی نکال لی جائے پس اس سے زیادہ شدید اور سخت اور کوئی حال نہیں ہوتا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے اپنے اس قول کے ساتھ خبر دی ہے: لا یستطیعون ضربا فی الارض (البقرۃ:۲۷۳)
اور انہوں نے شاعر کے قول سے بھی استدلال کیا ہے:

لما رامی السور تطایرت فرع الفوادم کالفقیر الاعزل

یعنی وہ اڑنے کی طاقت نہیں رکھتا پس وہ اس کی طرح ہو گیا ہے جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے اور وہ زمین کے ساتھ چپک جائے۔ اسی کی طرف اصمعی وغیرہ بھی گئے ہیں اور اسے امام طحاوی نے کوفیوں سے بیان کیا ہے۔ اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قولوں میں سے ایک اور آپ کے اکثر اصحاب کا قول ہے۔ اور امام سافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرا قول بھی ہے: وہ یہ کہ فقیر اور مسکین دونوں برابر ہیں، معنوی اعتبار سے ان کے درمیان کوئی فرق نہیں اگرچہ اسم اور نام کے اعتبار سے وہ الگ الگ ہیں۔ اور یہی تیسرا قول ہے اور اسی کو ابن القاسم اور تمام اصحاب مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں کہ ظاہر لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسکین فقیر کا غیر ہے اور یہ کہ یہ دونوں صنفیں ہیں، مگر ان دونوں میں سے ایک دوسری کی نسبت زیادہ حاجت مند ہے۔ پس اسی وجہ سے یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے دونوں کو ایک صنف قرار دیا ہے واللہ اعلم۔ اور ان کو قول میں کوئی حجت اور دلیل نہیں ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: اما السفینتہ فکانت لمسکین (الکہف:۷۹) کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ وہ ان کے لیے اجرت پر لیا گیا ہو، جیسے کہا جاتا ہے: یہ فلاں کا گھر ہے، جب وہ اس میں وہ رہا ہو اگرچہ وہ ملکیت کسی اور کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اہل نار کے وصف میں کہا ہے: ولھم مقامع من حدید (۲۱الحج) (اور ان (کو مارنے) کے لیے فرز ہوں گے لوہے کے) پس اللہ تعالیٰ نے اس کی اضافت ان کی طرف کی۔ اور مزید ارشاد گرامی ہے: ولا تو توا السفھاء اموالکم (النساء:۵) (اور نہ دے دو نادانوں کو اپنے مال)
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من باع عبدا ولہ مال (جس نے غلام بیچا اور اس کا مال ہو) اور اس کا استعمال بہت

زیادہ ہے کہ ایک شے کی نسبت اس کی طرف کی جاتی ہے حالانکہ وہ اس کی نہیں ہوتی اور اسی سے ان کا یہ قول بھی ہے: باب الدار (گھر کا دروازہ) جل العدابتہ (جانور کی کل) سرج الفرس (گھوڑے کی زین) اور اس کی مشابہ تمام مثالیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ انہیں رحمت اور مہربانی کی جہت پر مساکین کا نام دیا گیا ہو، جیسا کہ جس کو مصیبت اور تکلیف کے ساتھ آزمایا جائے یا جسے آزمائش اور تکلیف میں ڈال دیا جائے اسے مسکین کہا جاتا ہے اور حدیث طیبہ میں ہے: مساکین اھل النار (اہل جہنم میں سے مساکین) اور شاعر نے کہا ہے:

مساکین اهل الحب حتی قبورهم علیها تراب الذل بین المقابر

اہل محبت میں سے مساکین وہ ہیں کہ قبرستان کے درمیان ان کی قبور پر بھی ذلت کی مٹ ہوتی ہے۔ اور رہی وہ جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے تاویل کی ہے: اللهم احینی مسکینا. الحدیث اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، تو وہ اس طرح نہیں ہے، بلکہ یہاں اس کا معنی یہ ہے: وہ تواضع اور انکساری جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اس میں نہ کوئی جبر ہو اور نہ رعونت ونخوت اور نہ اس میں بڑائی اور نہ اس میں تکبر ہو اور نہ کوئی شر، ابوالعتاہیہ نے کتنا خوب کہا ہے:

اذا اردت شریف اقوام کلهم فانظر الی ملك فی زی مسکین

جب تو ساری قوم کے شریف اور سردار کا ارادہ کرے تو تو بادشاہ کی طرف مسکین کے لباس میں دیکھ۔

ذاك الذی عظمت فی الله رغبته وذاك یصلح للدنیا وللدین

یہی وہ ہے جس کی رغبت اور چاہت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظیم ہے اور وہ دین و دنیا کی اصلاح کرسکتا ہے۔ اور وہ سوال کرنے والا نہ ہو، کیونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کو ناپسند کیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے اس سیاہ عورت کے بارے میں فرمایا جس نے آپ کے راستے سے ہٹنے سے انکار کر دیا "تم اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ انتہائی سرکش اور متکبر ہے" اور رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: للفقرآء الذین احصروا فی سبیل الله لا یستطیعون ضربا فی الارض (البقرہ: ۲۷۲) (خیرات) ان فقیروں کے لیے جو رد کے گئے ہیں اللہ کی راہ میں نہیں فرصت ملتی انہیں (روزی کمانے کے لیے) چلنے پھرنے کی زمین میں) تو یہ ان کے لیے کوئی شے ہونے کے مانع نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ اور جس طرف امام مالک اور امام شافع رحمۃ اللہ علیہما کے اصحاب گئے ہیں کہ یہ دونوں برابر ہیں وہ اچھا ہے۔ اور اس کے قریب قریب ہے وہ قول جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سحنون کی کتاب میں کہا ہے۔ فرمایا: فقیر وہ محتاج ہے جو متعفف (بتکلف پاک دامن بننا) ہو اور مسکین وہ ہے جو مانگنے والا ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور زہری نے کہا ہے اور اسے ابن شعبان نے اختیار کیا ہے اور یہی چوتھا قول ہے۔ اور پانچواں قول وہ ہے جو محمد بن مسلمہ نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جس کی رہائش گاہ اور خادم ہو یہاں تک کہ جو اس کے نیچے اور اسفل ہے وہ اس کے لیے ہو اور مسکین وہ ہے جس کا کوئی مال نہ ہو۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: یہ قول اس کے برعکس ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ کسی آدمی نے آپ سے سوال کیا اور کہا: کیا ہم مہاجرین کے فقراء میں سے نہیں ہیں؟ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: کیا تیری

بیوی ہے جس کے ساتھ تو رہتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: تیرا گھر ہے جس میں تو رہ رہا ہے؟ اس نے کہا: ہاں موجود ہے۔ تو آپ نے فرمایا: پھر تو اغنیاء میں سے ہے۔ اس نے کہا: میرا ایک خادم بھی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: پھر تو ملوک میں سے ہے۔ (یعنی تو بادشاہ ہے)۔ اور چھٹا قول یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فروی ہے آپ نے فرمایا: فقراء مہاجرین میں سے ہیں اور مساکین ان اعراب میں سے ہیں جنہوں نے ہجرت نہیں کی۔ یہ ضحاک نے کہا ہے۔

اور ساتواں قول یہ ہے کہ مسکین وہ ہے جو عاجزی اور فروتنی اختیار کرتا ہے اگر چہ وہ سوال نہ بھی کرے۔ اور فقیر وہ ہے جو لے لیتا ہے اور سے کوسرا قبول کر لیتا ہے اور عاجزی کا اظہار نہیں کرتا۔ عبید اللہ بن حسن نے کہا ہے۔ اور آٹھواں قول جو کہ حضرت مجاہد، عکرمہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ مساکین وہ ہیں جو گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ اور فقراء سے مراد مسلمانوں کے فقراء ہیں۔ اور نانواں قول جو عکرمہ نے بھی کہا ہے وہ یہ ہے کہ فقراء سے مراد مسلمانوں کے فقراء ہیں اور مساکین سے مراد اہل کتاب کے فقراء ہیں، عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔

مسئلہ نمبر ۴۔ اور یہ فقراء اور مساکین کے درمیان اختلاف کا فائدہ ہے، کیا یہ دونوں ایک صنف ہیں یا ایک سے زیادہ؟ اس کا اظہار اس میں ہوتا ہے جو کوئی اپنے ثلث مال کی فلاں اور فقراء اور مساکین کے لیے وصیت کرتا ہے۔ پس جنہوں نے کہا ہے کہ یہ دونوں ایک صنف ہیں انہوں نے کہا ہے: فلاں کے لیے ثلث کا نصف ہوگا اور فقراء و مساکین کے لیے ثلث کا دوسرا نصف ہوگا۔ اور جنہوں نے کہا ہے کہ یہ دو صنفیں ہیں ان کے مطابق ثلث ان تینوں کے درمیان تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۵۔ فقر کی اس حد میں علماء کا اختلاف ہے جس کے ساتھ لینا جائز ہوتا ہے۔ محققین اہل علم میں سے اکثر کے اجماع کے بعد۔۔۔۔ کہ جس کا گھر اور خادم ہو وہ ان سے مستغنی نہ ہو تو اس کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے اور دینے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے دے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر گھر اور خادم کی قیمت سے فالتو رقم اس قدر نہ ہو جس کا ان کے ہوتے ہوئے وہ محتاج اور ضرورت مند ہے تو اس کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے ورنہ نہیں۔ اسے ابن منذر نے ذکر کیا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق نخعی اور ثوری رحمۃ اللہ علیہما نے بھی کہا ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جس کے پاس بیس دینار یا دوسو درہم ہوں تو وہ زکوۃ نہیں لے سکتا۔ پس انہوں نے نصاب کا اعتبار کیا ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے اغنیاء سے صدقہ وصول کروں اور اسے تمہارے فقراء میں لوٹا دوں"۔ یہ بالکل واضح ہے۔ اور اسے مغیرہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ثوری، احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے کہا ہے: جس کے پاس پچاس درہم ہوں یا ان کی مقدار سونا ہو تو وہ زکوۃ نہیں لے سکتا۔ اور نہ ہی پچاس درہم سے زیادہ زکوۃ میں سے کسی کو دیئے جاسکتے ہیں مگر یہ کہ وہ مقروض ہو۔ یہ امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے

اور اس قول کی دلیل وہ روایت ہے جسے دارقطنی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس آدمی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے جس کے پاس پچاس درہم ہوں"۔ اس کی سند میں عبد الرحمن بن اسحاق ضعیف راوی ہے۔ اور اس سے روایت کرنے والا بکر بن خنیس بھی ضعیف ہے۔ اور

اسے حکیم بن جبیر نے محمد بن عبدالرحمن بن یزید سے انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور پچاس درہم کا ذکر کیا ہے۔ اور حکیم بن جبیر ضعیف ہے اسے شعبہ وغیرہ نے ترک کر دیا ہے۔ یہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور ابوعمر نے کہا ہے: یہ حدیث حکیم بن جبیر کے گرد گھومتی ہے اور وہ متروک راوی ہے۔ اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: اس آدمی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے جس کے پاس پچاس درہم یا ان کی قیمت کا سونا۔ اسے دارقطنی نے ذکر کیا ہے۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جس کے پاس چالیس درہم ہوں وہ زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔ اور اسے واقدی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔

اور اس قول کی دلیل وہ روایت ہے جسے دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا: میں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس نے لوگوں سے مانگا اس حال میں کہ وہ غنی ہو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں لگی ہوں گی اور وہ چھیلا ہوا ہوگا'' (۳)۔ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس کا غنا کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چالیس درہم''۔ اور امام مالک کی حدیث میں ہے جو انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے عطا بن یسار سے اور انہوں نے بنی اسد کے ایک آدمی سے روایت کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جس نے اس حال میں مانگا کہ اس کے پاس ایک اوقیہ ہو یا اس کے برابر (مال سونا وغیرہ) ہو تو تحقیق اس نے بالاصرار مانگا اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہے'' (٤)۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جو روایت مشہور ہے اسے ان سے ابن القاسم نے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا: کیا اسے زکوٰۃ دی جائے گی جس کے پاس چالیس درہم ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ ابوعمر نے بیان کیا ہے: اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ پہلے سے مراد وہ آدمی ہو جو کمانے کی طاقت رکھتا ہو اور اچھی طرح تصرف کر سکتا ہو۔ اور دوسرا وہ ہو جو کمانے سے کمزور اور ضعیف ہو یا وہ عیال دار ہو۔ واللہ اعلم

اور امام شافعی اور ابوثور رحمۃ اللہ علیہما نے کہا ہے: جو کمانے کی اور کوئی پیشہ اپنانے کی قوت رکھتا ہو اس کے ساتھ ساتھ اس کا بدن قوی اور طاقتور ہو اور اچھی طرح تصرف پر قادر ہو یہاں تک کہ وہ اسے لوگوں سے غنی کر دے تو اس پر صدقہ حرام ہے۔ اور انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے استدلال کیا ہے: ''کسی غنی کے لیے اور کسی طاقتور صحیح الاعضاء کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے'' (٥)۔ اسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد، ترمذی اور دارقطنی نے اسے نقل کیا ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ آیا پس لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے لگے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک یہ کسی غنی کے لیے، کسی صحیح الاعضاء (یا تندرست) کے لیے اور کسی کام کرنے والے (عامل) کے لیے مناسب اور جائز نہیں'' (۱)۔ اس دارقطنی نے نقل کیا ہے۔

اور ابوداؤد نے عبیداللہ بن عدی بن خیار سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے دو آدمیوں نے خبر دی ہے کہ وہ دونوں حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ صدقہ تقسیم فرما رہے تھے تو انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں سے کچھ مانگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف نظر اٹھائی اور پھر اسے جھکا لیا، پس آپ نے

ہمیں مضبوط دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دیتا ہوں ورنہ اس میں کسی غنی اور کسی کمانے والے قوی آدمی کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے'' (۲)۔ کیونکہ وہ اپنی کمائی کے سبب اس طرح غنی ہے جیسے کوئی دوسرا اپنے مال کے سبب غنی ہو پس دونوں میں سے ہر ایک سوال کرنے سے غنی ہو گیا ہے۔ اور یہ ابن خویز منداد نے کہا ہے، اور اسے ''المذہب'' سے بیان کیا ہے، اور یہ مناسب نہیں کہ اس پر بھروسہ کر لیا جائے، کیونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فقراء کو عطا فرماتے اور اس (صدقہ کو) اپاہج پر موقوف کرنا باطل ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں کہا ہے: جب آدمی قوی البدن محتاج ہو اور اس کے پاس کوئی شے نہ ہو اور اس پر صدقہ کر دیا جائے تو اہل علم کے نزدیک صدقہ کرنے والے کی طرف سے یہ جائز ہے (۳)۔ اور بعض اہل علم کے نزدیک حدیث کی اطلاق سوال کی صورت میں ہے۔ اور الکیا طبری نے کہا ہے: ظاہر اس کے جواز کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ وہ اپنی قوت اور اپنے بدن کے تندرست ہونے کے باوجود فقیر ہے۔ اور اسی طرح امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب نے کہا ہے۔ اور عبیداللہ بن حسن نے کہا ہے: وہ آدمی جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے کافی ہو اور سال بھر اسے قائم رکھ سکتا ہو تو اسے زکوٰۃ دی جائے گی۔ اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابن شہاب نے مالک بن اوس بن حدثان سے اور انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال سے سال بھر کی خوراک جمع رکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور مال فے عطا فرمایا، پھر اس سے جتنا زائد ہوتا اسے گھوڑے اور ہتھیار خرید نے میں لگا دیتے اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ووجدک عائلا فاغنی۔ (الضحیٰ)

اور بعض اہل علم نے کہا ہے: ہر ایک کے لیے صدقہ میں سے لینا ایسی حالت میں جائز ہے جس سے اسے کوئی چارہ کار نہ ہو۔ اور ایک قوم نے کہا ہے: جس کے پاس رات کھانا ہو تو وہ غنی ہے۔ اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: ''جس نے ظہر غنیٰ کے ہوتے ہوئے سوال کیا تو اس نے اس کے ساتھ جہنم میں گرم کیے گئے پتھروں کو کثرت سے طلب کیا'' (۴)۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر الغنیٰ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات کا کھانا''۔ اسے دارقطنی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے: اس کی سند میں عمرو بن خالد ہے اور وہ متروک ہے۔ اور اسے ابوداؤد نے سہل بن حنظلیہ سے اور انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے: ''جس نے سوال کیا اس حال میں کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے غنی کر رہا ہو تو بلاشبہ وہ آگ کی کثرت طلب کر رہا ہے اور نفیلی نے ایک دوسرے مقام پر کہا ہے: ''وہ جہنم کے انگارے (کثرت سے اکٹھے کر رہا ہے) تو صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سی شے اسے غنی کر سکتی ہے؟ اور نفیلی نے دوسری جگہ بیان کیا: وہ کون سا غنا ہے جس کے ہوتے ہوئے سوال نہیں کرنا چاہیے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اتنی مقدار جو صبح وشام کے کھانے میں کافی ہو''۔ اور نفیلی نے ایک دوسرے مقام میں کہا ہے کہ ''اس کے پاس دن اور رات یا رات اور دن پیٹ بھرنے کے لیے کھانا موجود ہو'' (۱)۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: یہ جو ذکر ہوا یہ اس فقر کا بیان ہے جس کے ساتھ زکوٰۃ لینا جائز ہوتی ہے اور مطلق لفظ فقراء اہل ذمہ

کے بغیر صرف مسلمانوں کے ساتھ اختصاص کا تقاضا نہیں کرتا، البتہ اس بارے میں اخبار بالکل ظاہر ہیں کہ صدقات مسلمانوں کے اغنیاء سے لیے جائیں گے اور ان کے فقراء کو دے دیئے جائیں گے۔ اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: فقراء سے مراد فقراء المسلمین ہیں اور مساکین سے مراد اہل کتاب کے فقراء ہیں (۲)۔ اور ابوبکر العبسی نے کہا ہے: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک ذمی کو نابینا حالت میں شہر کے دروازے پر پڑا ہوا دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کی: انہوں نے مجھے اس جزیہ میں کرایہ پر لیے رکھا، یہاں تک کہ جب میری نظر ختم ہوگئی تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور میرے لیے اب کوئی نہیں ہے جو مجھے کوئی شے دے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تب تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا، چنانچہ آپ نے اس کے لیے اس کی خوراک اور اس شے کا حکم دیا جو اس کی ضرورت پوری کر سکتی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: یہ ان میں سے ہے جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انما الصدقت للفقرآء والمسکین، الآیہ اور وہ اہل کتاب کے اپاہج لوگ ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انما الصدقت للفقرآء والمسکین، الآیہ اور جملے کا مقابلہ جملے کے ساتھ کیا اور یہ تمام صدقہ جملہ مصارف کے مقابل ہے اسے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا جب انہیں یمن کی طرف بھیجا: "تم انہیں آگاہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے وہ ان کے اغنیاء سے لیا جائے گا اور ان کے فقراء میں لوٹا دیا جائے گا" (۳)۔ پس ہر شہر کے باسی اپنے شہر کی زکوٰۃ کے ساتھ خاص ہیں۔ اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے کہ زیاد یا کسی اور امیر نے عمران بن حصین کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، پس جب وہ لوٹ کر آئے تو اس نے عمران سے پوچھا: مال کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مال کے لیے تم نے مجھے بھیجا تھا! ہم نے اسے وہاں سے لیا جہاں سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لیتے تھے اور ہم نے اسے وہاں رکھ دیا جہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رکھتے تھے۔ اور دارقطنی اور ترمذی نے عون بن ابی جحیفہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ہمارے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صدقہ وصول کرنے والا آیا پس اس نے ہمارے اغنیاء سے صدقہ لیا اور اسے ہمارے فقراء کو ادا کر دیا پس میں ایک یتیم بچہ تھا تو اس نے مجھے اس میں سے ایک جوان اونٹنی دی (۱)۔ ترمذی نے کہا ہے: اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن جحیفہ کی حدیث مروی ہے وہ حدیث حسن ہے۔

مسئلہ نمبر ۶۔ زکوٰۃ کو اپنی جگہ سے منتقل کرنے کے بارے علماء کا اختلاف ہے اور اس بارے میں تین قول ہیں: وہ منتقل نہیں کی جائے گی۔ یہ سحنون اور ابن قاسم نے کہا ہے۔ اور یہ صحیح ہے ان دلائل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کر دیئے ہیں۔ ابن قاسم نے یہ بھی کہا ہے: اگر ضرورت کے تحت زکوٰۃ کا کچھ حصہ منتقل کیا گیا تو میں اسے صحیح اور درست قرار دیتا ہوں۔ اور سحنون سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: اگر امام وقت کو یہ خبر موصول ہو کہ کچھ علاقہ شدید حاجت مند ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ بعض کی فرض زکوٰۃ ان کی طرف منتقل کر دے، کیونکہ جب وہ حاجت ظاہر ہو جائے تو پھر اسے اس پر مقدم کرنا واجب ہے جو محتاج نہیں" اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اسے (کسی ظالم یا مصیبت) کے حوالے کرتا ہے اور نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے" (۲) اور دوسرا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ منتقل کی جاسکتی ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عنہ نے بھی یہی کہا ہے اور اس قول کی حجت وہ روایت ہے جو اس طرح مروی ہے

کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اہل یمن کو کہا: تم مجھے خمیس (پانچ گز کپڑا) یا بوسیدہ پہننے کے کپڑے دے دو میں تم سے وہ جو (مکئی) اور جو کی جگہ صدقہ میں لوں گا کیونکہ یہ تم پر آسان ہیں اور مدینہ طیبہ کے مہاجرین کے لیے زیادہ نفع بخش ہیں (۳)۔ اسے دار قطنی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ اس روایت میں لفظ الخمیس مشترک ہے اور یہاں اس سے مراد پانچ گز لمبا کپڑا ہے۔ اور کہا جاتا ہے: اسے یہ نام اس لیے دیا گیا ہے، کیونکہ جس نے سب سے پہلے یہ عمل کیا وہ یمن کے بادشاہوں میں سے الخمس بادشاہ تھا۔ اسے ابن فارس نے مجمل میں اور جوہری نے بھی ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں دو دلیلیں ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے، جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے یمن سے مدینہ طیبہ کی طرف زکوٰۃ منتقل کی اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تقسیم کے والی تھے۔ اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی کرتا ہے: انما الصدقت للفقرآء والمسکین، اور اس میں ایک شہر کے فقیر اور دوسرے شہر کے فقیر کے درمیان کوئی فرق نہیں بیان کیا گیا۔ واللہ اعلم

دوسرا قول زکوٰۃ میں قیمت لینا ہے۔ تحقیق زکوٰۃ میں قیمت نکالنے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت مختلف ہے۔ آپ نے ایک بار اس کی اجازت عطا فرمائی اور دوسری بار اس سے منع کر دیا، جواز کی وجہ یہ حدیث ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی جواز کا ہے صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث موجود ہے انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی: ''وہ آدمی جس کا اونٹوں میں سے صدقہ جذعہ (چار سال کا اونٹ) تک پہنچ چکا ہو اور اس کے پاس جذعہ نہ ہو بلکہ اس کے پاس حقہ (ایسا اونٹ جس کی عمر تین سال مکمل ہو چکی ہو) ہو تو اس سے وہ لے لیا جائے اور اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہموں میں سے جو آسان ہو'' (۱)۔ الحدیث۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم انہیں اس دن سوال سے غنی کر دو'' (۲)۔ مراد یوم فطر ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ انہیں اس چیز کے ساتھ غنی کیا جائے جو ان کی حاجت کو پورا کر سکتی ہے، پس جو چیز بھی ان کی حاجت ختم کر سکتی ہے وہ جائز ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خذ من اموالهم صدقته (التوبہ: ۱۰۳) (تم ان کے مالوں سے صدقہ لو) اسے رب کریم نے کسی شے کے ساتھ خاص نہیں کیا۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زکوٰۃ کے بدلے گھر کی رہائش نہیں دی جا سکتی، مثلاً کسی پر پانچ درہم واجب ہوں اور وہ ان میں ایک فقیر کو ایک مہینہ گھر میں رہائش دے دے تو یہ جائز نہیں۔ فرمایا: یہ اس لیے ہے کیونکہ رہائش مال نہیں ہے۔

اور ان کے اس قول ''قیمت دینا جائز نہیں ہے''۔ اور یہی ان کا ظاہر مذہب ہے۔ کی وجہ یہ ہے کیونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ اونٹوں میں (بطور زکوٰۃ) ایک بکری ہے اور چالیس بکریوں میں ایک بکری ہے'' (۳)۔ پس یہ بکری کے بارے نص ہے پس جب اس نے اس پر عمل نہ کیا تو گویا اس نے مامور بہ پر عمل نہ کیا اور جب مامور بہ پر عمل نہ ہو تو امر اپنی حالت پر باقی رہتا ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ فقراء اور مساکین کا حصہ اس جگہ تقسیم کیا جائے گا اور بقیہ تمام حصص امام کے اجتہاد کے ساتھ منتقل ہو سکتے ہیں۔ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر ۷۔ کیا سال مکمل ہونے کے وقت مال کی جگہ کا بھی اعتبار ہے کہ صدقہ وہیں تقسیم کیا جائے یا مالک کی جگہ کا اعتبار ہے

جب کہ مخاطب وہ ہے۔ اس بارے میں دو قول ہیں۔ دوسرے کو ابو عبداللہ محمد بن خویز منداد نے اپنے احکام میں اختیار کیا ہے انہوں نے کہا ہے۔ کیونکہ انسان ہی زکوٰۃ نکالنے کے حکم کا مخاطب ہے اور مال اس کے تابع ہے۔ پس واجب ہے کہ اس میں حکم مخاطب کے اعتبار سے ہو، جیسا کہ ابن سبیل (مسافر) وہ اپنے شہر میں غنی ہوتا ہے اور دوسرے شہر میں فقیر ہوتا ہے۔ تو اس کے لیے حکم اس دوسرے اعتبار سے ہے۔

مسئلہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں روایت مختلف ہیں جس نے کسی مسلمان فقیر کو صدقہ دیا پھر ایک دوسری حالت میں یہ ظاہر ہوا کہ اس نے غلام یا کفر یا غنی کو دے دیا تو آپ نے ایک بار فرمایا: وہ اس کی طرف سے جائز ہوگا اور پھر فرمایا جائز نہیں ہوگا۔ وجہ الجواز۔۔۔۔ اور یہی اصح ہے۔ وہ روایت ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا: ''ایک آدمی نے کہا میں آج کی رات ضرور صدقہ ادا کروں گا چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اس نے وہ زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا جب انہوں نے صبح کی تو آپس میں باتیں کرنے لگے آج کی رات زانیہ کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس آدمی نے حیران ہو کر کہا: اے اللہ! تیرے لیے ہی حمد ہے کیا زانیہ کو دے دیا ہے؟ میں اس صدقہ کے بدلے ضرور صدقہ کروں گا، پھر وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک غنی کے ہاتھ میں دے دیا، پھر جب انہوں نے صبح کی تو باتیں کرنے لگے: غنی کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ! حمد کے لائق تو ہی ہے کیا غنی کو دے دیا ہے؟ میں اس صدقہ کے عوض ضرور صدقہ دوں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور اسے چور کے ہاتھ میں دے دیا، پھر جب انہوں نے صبح کی تو وہ باتیں کرنے لگے: چور کو صدقہ دیا گیا ہے، تو اس نے کہا: اے اللہ! حمد تیرے لیے ہی ہے کیا زانیہ، غنی اور چور کو صدقہ دیا گیا ہے؟ چنانچہ اسے لایا گیا اور اسے کہا گیا: جہاں تک تیرے صدقہ کا تعلق ہے وہ قبول کر لیا گیا ہے، رہی زانیہ تو شاید وہ اس کے سبب اپنے زنا سے بچ جائے پاک دامن ہو جائے۔ اور شاید غنی اس لیے معتبر ہے کہ وہ اس سے خرچ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے اور شاید چور اس کے ساتھ چوری سے محفوظ ہو جائے'' (۱)۔ اور روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنے مال کی زکوٰۃ نکالی اور اس نے وہ اپنے باپ کو دے دی۔ پس جب صبح ہوئی تو اسے اس بارے علم ہوا۔ پھر اس نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ''تحقیق تیرے لیے تیری زکوٰۃ کا اجر اور صلہ رحمی کا اجر لکھ دیا گیا ہے پس تیرے لیے دو اجر ہیں''۔ اور معنی کی جہت سے یہ ہے کہ اس کے لیے معطی (جس کو زکوٰۃ دی جاتی ہے) کے بارے اجتہاد اور تتبع و تلاش کو جائز قرار دیا ہے، پس جب اس نے اجتہاد کیا اور اسے دیا جسے وہ اس کا اہل گمان کرتا ہے تو اس نے اپنا واجب ادا کر دیا۔

اور اس قول ''کہ وہ جائز نہیں ہے'' کی وجہ یہ ہے کہ اس نے وہ صدقہ اس کے مستحق کو نہیں دیا۔ پس یہ عمد (جان بوجھ کر عمل کرنا) کے مشابہ ہو گیا، کیونکہ اموال کی ضمان میں عمد اور خطا ایک ہی ہے پس واجب ہے کہ وہ اس کا ضامن ہو جو اس نے مساکین کا حصہ ضائع کیا ہے یہاں تک کہ اسے ان تک پہنچا دے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ اگر کسی نے زکوٰۃ اس کے محل کے وقت نکالی پھر وہ بغیر تفریط کے ضائع ہو گئی تو وہ ضامن نہ ہوگا، کیونکہ وہ فقراء کا وکیل ہے۔ اور اگر اس نے اسے اس کی مدت گزرنے کے بعد نکالا پھر وہ ضائع ہو گئی تو وہ ضامن ہوگا، کیونکہ اسے اس کے محل سے

مؤخر کرنے کے سبب وہ اس کے ذمہ کے ساتھ متعلق ہو چکی ہے اس لیے وہ اس کا ضامن ہوگا۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۹۔ جب امام وقت زکوٰۃ وصول کرنے اور اسے خرچ کرنے میں عدل کر رہا ہو تو پھر مالک کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ بذات خود دراہم و دنانیر یا کسی اور مال میں تصرف کرنے کا والی بنے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: بے شک دراہم و دنانیر کی زکوٰۃ ان کے مالکوں پر ہے۔ اور ابن ماجشون نے کہا ہے: یہ تب ہے جب صرف فقراء اور مساکین کے لیے خرچ کرنا ہو۔ اور اگر ان دو کے علاوہ دیگر اصناف میں خرچ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو پھر ان پر امام کے سوا کوئی تقسیم نہیں کر سکتا۔ اس باب کی فروع کثیر ہیں اور یہ ان کی اصل ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ قولہ تعالیٰ: والعملین علیہا مراد وہ بھاگ دوڑ کرنے والے اور خرچ وصول کرنے والے ہیں جنہیں امام وقت اپنا وکیل بنا کر زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحمید ساعدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسد کے ایک آدمی کو بنی سلیم کے صدقات وصول کرنے کے لیے عامل مقرر فرمایا اسے ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا، پس جب وہ آیا تو آپ نے اس سے حساب لیا (۱)۔ اور علماء کا اس مقدار میں اختلاف ہے جو زکوٰۃ وصول کرنے والے لے سکتے ہیں اس بارے میں تین قول ہیں:

حضرت مجاہد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے کہا ہے: وہ آٹھواں حصہ ہے۔ ابن عمر اور امام مالک نے کہا ہے: انہیں ان کے کام کے برابر اجرت دی جائے گی، اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم کا ہے (۲)۔ انہوں نے کہا ہے: کیونکہ اس نے فقراء کی مصلحت اور منفعت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہے، پس اس کی کفایت اور اس کے معاونین کی کفایت ان کے مال سے ہوگی، جیسا کہ عورت نے جب اپنے آپ کو خاوند کے حق کے لیے معطل کر دیا تو اس کا نفقہ اور اس کے متبعین چاہے وہ ایک خادم ہو یا دو ہوں کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہے۔ اسے ثمن (آٹھواں حصہ) کے ساتھ مقرر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس میں کفایت کا اعتبار کیا جائے گا چاہے وہ آٹھواں حصہ ہو یا اس سے زیادہ جیسا کہ قاضی کی تنخواہ وغیرہ۔ اور ہمارے زمانے میں معاونین کی کفایت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ محض اسراف اور فضول خرچی ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ انہیں بیت المال سے دیا جائے گا۔ علامہ ابن عربی نے کہا ہے: امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے یہی قول صحیح ہے اس روایت کے مطابق جو ابن ابی اویس اور داؤد بن سعید بن زنبوعہ سے ہے اور یہ دلیل کے اعتبار سے ضعیف ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے حصے کے بارے خبر دی ہے وہ اس میں نص ہے تو پھر استقراء اور سبر کے ذریعہ اس کے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے (۳)۔ اور صحیح یہ ہے کہ اجرت مقرر کرنے میں اجتہاد کرنے، کیونکہ یہ بیان اصناف شمار کرنے کے بارے ہے بلاشبہ وہ محل کے لیے ہے نہ کہ مستحق کے لیے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

علماء نے ایسے عامل کے بارے میں اختلاف کیا ہے جب وہ ہاشمی ہو، پس امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منع کیا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''بے شک صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں ہے بلاشبہ یہ لوگوں کی میل ہے'' (۴)۔ اور یہ بھی من وجہ صدقہ ہے، کیونکہ یہ (زکوٰۃ) صدقہ کا ایک جز ہے۔ پس اسے کرامۃ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو لوگوں کے غسالہ اور دھودن سے بچانے کے لیے من کل الوجوہ صدقہ سے ملحق کیا جائے گا۔ اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ

علیہا نے اس کے عمل کو جائز قرار دیا ہے اور اس کے کام کی اجرت بھی اسے دی جائے گی، کیونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ اور آپ کو یمن کی طرف زکوٰۃ کا عامل بنا کر بھیجا (۵) اور آپ کو بنی ہاشم کی ایک جماعت کا والی بنایا اور آپ کے بعد اسی طرح خلفاء والی بنے۔ اور اس لیے بھی کہ یہ عامل مباح عمل پر بطور اجیر ہوتا ہے لہٰذا یہ واجب ہے کہ اس میں ہاشمی اور غیر ہاشمی برابر ہوں جیسا کہ دیگر تمام کروبا میں ہوتا ہے۔ احناف نے کہا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ کے لیے صدقہ میں سے کچھ مقرر کیا گیا، پس اگر آپ کے لیے صدقہ کے علاوہ (کسی اور مال) سے اجرت مقرر کی گئی تو وہ جائز ہے اور یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اور قول باری تعالیٰ: **والعملین علیہا** اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام امور جو فرض کفایہ میں سے ہیں جیسے صدقات کی وصولی کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا، کاتب، قسام (زمین کی تقسیم کرنے والا) اور محصول چنگی لینے والا (عاشر) وغیرہ پس ان امور کو سرانجام دینے والے کے لیے اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ اور اس میں سے امامت بھی ہے، کیونکہ نماز اگرچہ تمام مخلوق کی طرف متوجہ ہے لیکن ان میں سے بعض کا امامت کے لیے آگے بڑھنا فروض کفایہ میں سے ہے، لہٰذا بلاشک اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ اور یہ باب کی اصل ہے اور اس کی طرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول کے ساتھ اشارہ کیا ہے: ''میں نے اپنی زوجات کے نفقہ اور اپنے عاملین کی محنت اجرت کے سوا جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے''۔ یہ علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: **والمولفتہ قلوبھم** قرآن کریم میں صدقات کی تقسیم کے سوا کہیں مولفۃ قلوب کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو ابتدائے اسلام میں ان لوگوں میں سے تھے جو اسلام ظاہر کرتے تھے، یقین کمزور ہونے کی وجہ سے صدقہ میں سے انہیں حصہ دیئے جانے کے سبب وہ دوستی قائم رکھتے تھے۔ زہری نے کہا ہے: المولفہ وہ ہیں جو یہود و نصاریٰ میں سے اسلام لائے اگرچہ وہ غنی اور دولت مند ہوں (۱)۔ اور بعض متاخرین نے کہا ہے: ان کی صفت اور تعریف میں اختلاف ہے۔ پس کہا گیا ہے کہ یہ کفار کی ایک صنف ہیں انہیں اس لیے (صدقات) دیئے جاتے تھے تاکہ وہ اسلام کی طرف مائل رہیں اور وہ غلبہ اور تلوار کے زور پر اسلام قبول نہ کرتے تھے، لیکن وہ عطا اور احسان کے ساتھ اسلام قبول کر لیتے تھے۔ اور یہ قول بھی ہے: یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر اسلام لائے لیکن ان کے دلوں نے یقین نہ کیا، پس انہیں عطا کیا جاتا تھا تاکہ اسلام ان کے سینوں میں راسخ ہو جائے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ مشرکین کے عظماء کی ایک جماعت ہے ان کے متبعین بھی تھے انہیں دیا جاتا تھا تاکہ ان کے متبعین اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔ فرمایا: یہ اقوال باہم قریب قریب ہیں، ان تمام سے مقصود ان کو عطا کرنا ہے جو عطا کے بغیر حقیقۃً اسلام لانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ تو گویا یہ جہاد کی ایک قسم ہے۔ اور مشرکین تین قسم کے ہیں: ایک قسم کی طرف دلائل قائم کر کے رجوع کیا جاتا ہے اور ایک قسم کی طرف قہر و غلبہ کے ساتھ اور ایک قسم کی طرف احسان و عطا کے ساتھ۔ اور وہ امام جو مسلمان کے لیے نظر و فکر کرنے والا ہے وہ ہر صنف کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے جسے نجات اور خلاصی پانے کا سبب اور ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا: ''بے شک میں ان لوگوں کو عطا

کرتا ہوں جن کا زمانہ ابھی کفر کے قریب ہے تو میں ان کی تالیف قلوب کرتا ہوں'' (۲)۔ الحدیث ابن اسحاق نے کہا ہے: آپ انہیں عطا فرماتے اور ان کی تالیف قلوب فرماتے اور آپ ان کے سبب ان کی قوم کی بھی تالیف کرتے تھے اور وہ اشراف اور سردار تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب کو سو اونٹ دیئے اور اس کے بیٹے کو بھی سو اونٹ عطا فرمائے۔ حکیم بن حزام کو سو اونٹ دیئے، حارث ابن ہشام کو سو اونٹ دیئے، سہیل بن عمرو کو سو اونٹ عطا فرمائے، حویطب بن عبدالعزی کو سو اونٹ دیئے اور صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطا فرمائے۔ اور اسی طرح مالک بن عوف اور علاء بن جریہ کو بھی عطا فرمائے۔ فرمایا: یہ سب اصحاب المئین ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں سے بعض لوگوں کو سو سے کم بھی دیئے ان میں سے مخرمہ بن نوفل الزہری، عمیر بن وہب جمی، ہشام بن عمرو العامری ہیں۔ ابن اسحاق نے کہا ہے: یہ وہ ہیں جن کے بارے میں نہیں جانتا کہ آپ نے نہیں کتنے عطا فرمائے؟ اور سعید بن یربوع کو پچاس اونٹ دیئے اور عباس بن مرداس السلمی کو تھوڑے اونٹ دیئے تو وہ اس پر ناراض ہو گیا۔ تو اس نے اس بارے میں یہ کہا:

كانت نهابا تلافيتها بكرى على المهر فى الاجرع
وايقاظى القوم ان يرقدوا اذا هجع الناس لم اهجع
فاصبح نهبى ونهب العبيد بين عيينه والاقرع
وقد كنت فى الحرب ذاتدرء فلم اعط شيا ولم امنع
الا افائل اعطيتها عديد قوائمه الأربع
وما كان حصن ولا حابس يفوقان مزداس فى المجمع
وما كنت دون امرى منهما ومن تضع اليوم لا يرفع

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جاؤ اور میرے بارے میں اس کی زبان بند کرو'' (۱)۔ چنانچہ انہوں نے اسے اتنا دیا یہاں تک کہ وہ راضی ہو گیا۔ تو گویا اس طرح اس کی زبان کٹ گئی۔ ابوعمر نے کہا ہے: مولفۃ قلوب میں نضیر بن حارث بن علقمہ ابن کلدہ کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ اس نضر بن حارث کا بھائی تھا جو بدر میں ڈٹا رہا اور مارا گیا۔ اور دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ یہ ان میں سے تھا جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پس اگر یہ ان میں سے ہے تو پھر اس کا مولفۃ قلوب میں سے ہونا محال ہے، کیونکہ جس نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تو وہ ان کہاجرین اولین میں سے ہوا جن کے دل میں ایمان راسخ ہو گیا اور اس نے اپنے سوا کے ساتھ قتال کیا اور وہ ان میں سے نہیں جن کی تالیف قلوب کی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن عوف بن سعد بن یربوع نصری کو ان پر عامل مقرر کیا جو قبائل قیس میں سے اس کی قوم سے اسلام لائے اور اسے ثقیف کی لوٹ مار کرنے کا حکم دیا پس اس نے ایسا ہی کیا اور اس پر جینا تنگ کر دیا اور اس کا اسلام اور ان کے مولفۃ قلوب کا اسلام حسین اور اچھا ہو گیا، سوائے عیینہ بن حصن کے وہ ہمیشہ متہم رہتا۔ تمام مولفۃ قلوب فاضل لوگ تھے، ان میں سے بہترین اور عمدہ فاضل بھی ہیں جن کے فضل پر اجماع ہے، مثلاً حارث بن

ہشام، حکیم بن حزام، عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن عمرو اوران میں سے کچھ ان میں سے کم ہیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اوراپنے تمام مومن بندوں کوآپس میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اوروہ انہیں بہتر جانتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حکیم بن حزام نے وہ مال نکال دیا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مولفۃ قلوب کی صورت میں عطا فرمایا تھا پس انہوں نے اس کے بعد اسے صدقہ کر دیا(۱)۔

میں (مفسر) کہتا ہوں کہ حضرت حکیم بن حزام اور حضرت حویطب بن عبدالعزی میں سے ہر ایک ایک سو بیس برس تک زندہ رہا، ساٹھ سال اسلام کی حالت میں اور ساٹھ برس زمانہ جاہلیت میں۔ اور میں نے امام الشیخ، الحافظ ابو محمد عبدالعظیم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ آدمی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ساٹھ برس تک اور زمانہ اسلام میں بھی ساٹھ برس تک زندہ رہے اور وہ دونوں مدینہ طیبہ میں ۵۴ ھ میں فوت ہوئے۔ ان میں سے ایک حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی ولادت جوف کعبہ میں عام الفیل سے تیرہ سال پہلے ہوئی۔ اور دوسرے حضرت حسان بن ثابت بن منذر بن حرام انصاری ہیں۔ اور اسے ابو عمر اور عثمان الشہر زوری نے بھی کتاب ''معرفۃ انواع علم الحدیث'' میں ذکر کیا ہے اور ان دونوں نے ان کے سوا کسی کا ذکر نہیں کیا۔ اور حویطب کا ذکر ابو الفرج علامہ الجوزی نے کتاب الوفاء فی شرف المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا ہے اور اسے ابو عمر نے کتاب الصحابہ میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی اور ایک سو بیس سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔ اور انہوں نے حمنن ابن عوف جو کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ حالت اسلام میں ساٹھ برس تک زندہ رہے اور جاہلیت میں بھی ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ اور مولفۃ قلوبھم میں حضرت معاویہ اور ان کے والد ابوسفیان بن حرب کو بھی شمار کیا گیا ہے۔

رہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ! تو آپ کا ان میں سے ہونا بعید ہے۔ اور آپ ان میں سے کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کی قراءت پر امین بنایا اور انہیں اپنی ذات کے ساتھ ملا لیا تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں ان کی حالت اس سے زیادہ مشہور اور اظہر تھی۔ اور جہاں تک ان کے باپ کا تعلق ہے تو اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہ ان میں سے تھے۔ اور مولفۃ قلوبھم کی تعداد میں اختلاف ہے، بالجملہ وہ سب کے سب مومن تھے اور ان میں کوئی بھی کافر نہیں تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم واحکم۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ علماء نے ان کے باقی رہنے میں اختلاف کیا ہے۔ پس حضرت عمر، حسن اور شعبی وغیرہ ہم نے کہا ہے: اسلام کے غلبے اور ظہور کے ساتھ یہ صنف ختم ہو چکی ہے۔ یہی امام مالک اور اصحاب رائے رحمۃ اللہ علیہم کا مشہور مذہب ہے۔ بعض علمائے حنفیہ نے کہا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اس کے ماننے والوں کو غلبہ عطا فرمایا اور کافروں کی جڑ کاٹ دی۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہو۔۔۔۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں ان کے حصہ کے ساقط ہونے پر اجماع کیا(۲)۔ اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے: وہ ابھی باقی ہیں، کیونکہ امام وقت کو بسا اوقات ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ اسلام پر مائل کرے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دین کو غالب آتے دیکھا تو آپ نے انہیں ختم کر دیا۔ یونس

نے کہا ہے: میں نے زہری سے ان کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں ان کے بارے میں نسخ کو نہیں جانتا۔ ابو جعفر نحاس نے کہا ہے: پس اس بنا پر حکم ان کے بارے میں ثابت ہے، پس اگر کوئی ہو جس کی تالیف قلب کی ضرورت ہو اور ان کے بارے یہ خوف ہو کہ مسلمانوں کو اس سے کوئی آفت آپہنچے گی یا یہ امید ہو کہ اس کا اسلام اس کے بعد اچھا ہو جائے گا تو اسے دے دیا جائے۔ قاضی عبدالوہاب نے کہا ہے: اگر بعض اوقات ان کی حاجت اور ضرورت پیش آجائے تو انہیں صدقے میں سے دے دیا جائے۔ اور قاضی ابن عربی نے کہا ہے: جو میرے نزدیک ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اگر اسلام قوی اور طاقتور ہو تو وہ زائل ہو چکے ہیں (انہیں کچھ بھی نہ دیا جائے) اور اگر ان کی احتیاج اور ضرورت ہو تو ان کا حصہ انہیں دیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیتے تھے (۱)، کیونکہ صحیح روایت میں ہے: ''اسلام کا آغاز غریب حالت میں ہوا اور عنقریب وہ پھر اسی حالت کی طرف لوٹ جائے گا جس پر وہ شروع میں تھا'' (۲)۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ پس جب ہم نے اس پر تفریع ذکر کی ہے کہ ان کی طرف ان کا حصہ نہیں لوٹا جائے گا کیونکہ وہ تمام اصناف کی طرف لوٹ جائیں گے یا اس کی طرف جسے امام مناسب دیکھے گا۔ اور زہری نے کہا ہے: ان کا نصف حصہ مساجد بنانے والوں کو دے دیا جائے گا۔ اور تیری اس پر رہنمائی کرتی ہے کہ آٹھوں اصناف محل ہیں اور وہ سب برابر مستحق نہیں ہیں۔ اور اگر وہ مستحق ہوتے تو یقیناً ان کا حصہ ان کے سقوط کے ساتھ ساقط ہو جاتا اور وہ ان کے غیر کی طرف نہ لوٹتا، جیسا کہ اگر کوئی دو معین قوم کے لیے وصیت کرے پھر ان میں سے ایک مر جائے تو اس کو حصہ ان میں سے باقی رہنے والوں کی طرف نہیں لوٹتا۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ قولہ تعالیٰ: وفی الرقاب یعنی گردنیں آزاد کرانے میں۔ اسے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے ذکر کیا ہے۔ اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا مذہب ہے۔ پس امام کے لیے جائز ہے کہ مال صدقہ سے گردنیں (غلام) خریدے اور انہیں مسلمانوں کی جانب سے آزاد کر دے اور ان کی ولاء مسلمانوں کی جماعت کے لیے ہوگی۔ اور اگر صاحب زکوٰۃ (زکوٰۃ ادا کرنے والا مالک) انہیں خریدے اور پھر انہیں آزاد کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مذہب کا ماحصل ہے۔ اور حضرت ابن عباس اور حسن رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور امام احمد، اور ابو عبید وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے۔ اور ابو ثور نے کہا ہے: صاحب زکوٰۃ کسی نفس کو زکوٰۃ سے نہیں خرید سکتا کہ وہ اسے ولاء کے حصول کے لیے پھر آزاد کر دے۔ یہی قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اصحاب الرائے کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت ہے۔ اور صحیح پہلا قول ہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وفی الرقاب پس جب صدقات میں گردنوں کی آزادی کا حصہ ہے تو پھر اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک غلام خریدے اور اسے آزاد کر دے۔ اور اہل علم کے مابین اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ آدمی کے لیے گھوڑا خریدنا جائز ہے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سوار ہوگی جائے گا۔ (یعنی جہاد کے لیے) تو جب اس کے لیے گھوڑا مکمل طور پر زکوٰۃ سے خریدنا جائز ہے تو پھر اس کے لیے غلام مکمل طور پر خریدنا بھی جائز ہوگا۔ ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۱۶۔ قولہ تعالیٰ: وفی الرقاب یہ ولاء میں اصل ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ گردن آزاد ہو جائے گی اور اس کی ولاء مسلمانوں کے لیے ہوگی۔ اور اسی طرح حکم ہے اگر اسے امام وقت نے آزاد کیا، تحقیق حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ولاء بیچنے اور اسے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ولاء بھی نسبی قرابت کی طرح قرابت ہے لہٰذا نہ اسے بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ولاء اس کے لیے ہوگی جس نے آزاد کیا''۔ اور عورتیں ولاء میں سے کسی شے کی وارث نہیں ہو سکتیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''عورتیں ولاء میں کسی شے کی وارث نہیں ہوں گی سوائے اس کے جسے وہ آزاد کریں یا جسے اس نے آزاد کیا جسے انہوں نے آزاد کیا'' (۱)۔ تحقیق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو غلام کی جانب سے نصف کا اور نصف کا اس کی بیٹی کو وارث بنایا (۲)۔ اور جب آزاد کرنے والا مذکر اور مونث اولاد چھوڑے تو ولاء اس کی اولاد میں سے مذکر افراد کے لیے ہوگی نہ کہ مونث کے لیے۔ اور اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے۔ اور ولاء کا وارث محض وہ ہوتا ہے جسے عصبہ بنایا جاتا ہے اور عورتیں عصبہ نہیں بن سکتیں پس وہ ولاء میں سے کسی شے کی وارث نہیں بن سکتیں۔ پس تو سمجھ لے تو منزل کو پالے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۷۔ علماء نے اس بارے اختلاف کیا ہے کہ کیا مکاتب کی صدقات سے مدد کی جائے گی؟ تو کہا گیا ہے: نہیں۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب گردن (غلام آزاد کرنے) کا ذکر کیا ہے تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اس نے کامل آزادی کا ارادہ کیا ہے۔ اور رہا مکاتب تو وہ غارمین (مقروض) کے کلمہ میں داخل ہے اس وجہ سے کہ اس پر کتابت کا دین (قرض) ہے۔ پس وہ الرقاب میں داخل نہ ہوگا (۳)۔ واللہ اعلم۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مدنیین کی روایت سے مروی ہے اور زید نے ان سے روایت کی ہے کہ مال صدقہ سے مکاتب کی اس کی کتابت کی آخر میں اتنے مال سے مدد کی جائے گی کہ وہ آزاد ہو جائے (٤)۔ اور اسی بناء پر جمہور علماء نے قول باری تعالیٰ: وفی الرقاب کی تاویل کی ہے۔ اور ابن وہب، امام شافعی، لیث اور نخعی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے کہا ہے۔ اور علی بن موسیٰ القمی الحنفی نے اپنی احکام میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس پر اجماع کیا ہے کہ مکاتب مراد ہے۔ اور گردنیں آزاد کرنے میں انہوں نے اختلاف کیا ہے: الکیا طبری نے کہا ہے: اور انہوں نے اس کے انکار اور منع میں واضح اور بین وجہ ذکر کی ہے اور کہا ہے: بے شک آزاد کرنا ملکیت کو باطل کرنا ہے اور تملیک (مالک بنانا) نہیں ہے اور جو مکاتب کو دیا جائے گا وہ تملیک (مالک بنانا) ہے اور صدقہ کے حق میں سے ہے کہ وہ جائز نہیں ہوتا مگر تب جب اس میں تملیک جاری ہو، اور اس کے لیے یہ بات بھی باعث تقویت ہے کہ اگر مقروض کی جانب سے اس کے حکم کے بغیر کوئی زکوٰۃ میں سے اس کا قرض ادا کر دے تو اس حیثیت سے جائز نہیں کہ وہ اس کا مالک نہیں بنا تو وہ ادائیگی عتق میں بدرجہ اولیٰ جائز نہ ہوگی۔ اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ عتق بھی ولاء کو اپنی ذات کی طرف لانا ہوتا ہے اور وہ مکاتب کو دینے میں حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ غلام کے ثمن جب اس نے ایک غلام کو دے دیئے تو غلام اس کا مالک نہیں ہو سکتا اور اگر اس نے وہ اس کے آقا کو دیئے تو اس نے اسے آزاد کرنے کا مالک بنا دیا۔ اور اگر اس نے اسے شراء اور عتق کے بعد دیئے تو وہ قرض کو پورا کرنے والا ہوگا اور وہ زکوٰۃ میں جائز نہ ہوگا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: حدیث موجود ہے جو اس معنی پر نص ہے جو ہم نے غلام کو آزاد کرنے اور مکاتب کی مدد کرنے کے جواز کے بارے ذکر کیا ہے، دار قطنی نے اسے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے بیان کیا: ایک آدمی حضور نبی

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اور اس نے عرض کی: آپ میری ایسے عمل پر راہنمائی فرمائیے جو مجھے جنت کے قریب کر دے اور مجھے جہنم کی آگ سے دور کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو خطبہ مختصر اور چھوٹا کرے تو تو نے مسئلہ (سوال) سے اعراض کیا، تو ایک آدمی کو آزاد کر اور گردن چھوڑ دے''۔ تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ دونوں ایک نہیں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، نفس اور آدمی کو آزاد کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ تو اسے آزاد کرنے میں منفرد ہو اور فک الرقبۃ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ثمن میں معاونت کرے'' (۱)۔ اور آگے حدیث ذکر کی۔

مسئلہ نمبر ۱۸۔ مال زکوٰۃ سے قیدیوں کو آزاد کرانے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ اصبغ نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے۔ اور ابن قاسم کا قول ہے اور ابن حبیب نے کہا ہے: یہ جائز ہے (۲)، کیونکہ یہ گردن ہے جس کا غلامی کی ملکیت کے ساتھ مالک بنایا گیا ہے پس یہ غلامی سے آزادی کی طرف نکل جاتی ہے اور یہ ان گردنوں کو آزاد کرنے کی نسبت زیادہ حق رکھتی ہے جو ہمارے قبضے میں ہیں، کیونکہ جب مسلمان کی غلامی سے مسلمان کو آزاد کرانا عبادت اور صدقہ کے مال سے جائز ہے، تو پھر زیادہ مناسب اور اولیٰ ہے کہ کافر کی غلامی اور ذلت سے مسلمان کی گردن آزاد ہو۔

مسئلہ نمبر ۱۹۔ قولہ تعالیٰ: والغرمین مراد وہ لوگ ہیں جن پر قرض ہو اور ان کے پاس اسے ادا کرنے کی طاقت نہ ہو اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، مگر وہ آدمی جس نے سفاہت اور بے وقوفی کی وجہ سے قرض لیا تو اس کی طرف سے مال زکوٰۃ یا کسی دوسرے مال سے قرض ادا نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ وہ توبہ کر لے (۳)۔ اور اس کا قرض مال زکوٰۃ میں سے ادا کیا جائے گا جس کے پاس مال ہو اور اس پر اتنا قرض ہو جو اس سارے مال محیط ہو جس کے ساتھ وہ اپنا قرض پورا کر سکتا ہے اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو اور اس پر قرض ہو تو وہ فقیر بھی ہے اور غارم (مقروض) بھی لہٰذا دونوں وصفوں کے عوض اسے دیا جائے گا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کر ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس پھل میں جو اس نے خریدا تھا خسارہ پڑ گیا اور اس کا قرض بہت زیادہ ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس پر صدقہ کرو''۔ چنانچہ لوگوں نے اس پر صدقہ کیا اور وہ اس کے قرض کی پوری مقدار کو نہ پہنچ سکا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں کو فرمایا: ''تم وہ لے لو جو تم پاؤ اور تمہارے لیے اسکے سوا کچھ نہیں'' (۱)۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ صلح اور نیکی کے لیے دیت یا جرمانہ وغیرہ کا بوجھ برداشت کرنے والے کے لیے جائز ہے کہ اسے صدقہ میں سے اتنا دیا جائے جس سے وہ اسے ادا کر سکے جو بوجھ اس نے اٹھایا ہے بشرطیکہ وہ اس پر واجب ہوا گرچہ وہ غنی ہو، جب کہ وہ اپنے مال سمیت برباد کیا جا رہا ہو جیسا کہ مقروض۔ اور یہ امام شافعی، آپ کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور کئی دوسروں نے کہا ہے۔ اور جس نے یہ مذہب اختیا کیا ہے اس نے قبیصہ بن مخارق کی حدیث سے استدلال کیا ہے انہوں نے بیان کیا: میں نے ایک ذمہ داری (بوجھ) اٹھائی اور میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تا کہ اس بارے میں آپ سے سوال کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو ٹھہر یہاں تک کہ ہمارے پاس صدقہ آ جائے تو ہم تیرے لیے اس سے حکم دیں گے۔۔۔۔۔ پھر فرمایا۔۔۔۔ اے قبیصہ! بے شک مانگنا، سوال کرنا تین آدمیوں میں سے ایک کے سوا کسی کے لیے حلال نہیں ہوتا ایک وہ جس نے

کسی کا بوجھ (دیت، خون بہا وغیرہ) اٹھا رکھا ہو تو اس کے لیے مانگنا حلال ہے یہاں تک کہ وہ اسے ادا کرنے کے قابل ہو جائے پھر وہ مانگنے سے رک جائے۔ اور دوسرا وہ آدمی جسے کوئی تکلیف اور مصیبت آپہنچی ہو اس کا مال برباد ہو گیا ہو تو اس کے لیے مانگنا حلال ہے یہاں تک کہ وہ مضبوط زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے۔ اور تیسرا وہ آدمی جسے فاقے نے آلیا ہو یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین آدمی شہادت دیں کہ تحقیق فلاں کو فاقے نے آلیا ہے تو اس کے لیے سوال کرنا حلال ہے یہاں تک کہ وہ مضبوط اور صحیح زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے۔ اے قبیصہ! ان کے سوا سوال کرنا حرام ہے اور سوال کرنے والا اس طرح حرام کھائے گا'' (۲)۔

پس آپ کا قول: ثم یمسک اس پر دلیل ہے کہ اب وہ غنی ہے، کیونکہ فقیر پر رکنا لازم نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''بے شک سوال کرنا، مانگنا حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک کے لیے ایک وہ جو شدید فقر میں مبتلا ہو یا وہ جو شدید اور پریشان کن قرض میں مبتلا ہو (۳) یا جو دردناک اور تکلیف دہ دیت اور خون بہا کے بوجھ میں مبتلا ہو''۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: ''سوائے پانچ کے کسی غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہوگا'' (٤)۔ الحدیث۔ عنقریب آئے گی۔

مسئلہ نمبر ۲۱۔ اس میں اختلاف ہے کیا صدقہ کے مال سے میت کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: صدقہ سے میت کا قرض ادا نہیں کیا جا سکتا اور یہی قول ابن المواز کا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید کہا: مال صدقہ میں سے اسے بھی نہیں دیا جا سکتا پر کفارہ ہو اور حقوق اللہ میں سے اسی طرح کی کوئی اور شے لازم ہو، بے شک غارم وہ ہے جس پر ایسا قرض ہو جس میں اسے قید کیا جا سکتا ہو (٥)۔ ہمارے علماء وغیرہم نے کہا ہے: مال صدقہ میں سے میت کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے، کیونکہ وہ غارمین میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ہر مومن کے اس کی جان سے زیادہ قریب ہوں، جس کسی نے مال چھوڑے تو وہ میری طرف اور میرے ذمہ ہے'' (۱)۔

مسئلہ نمبر ۲۲۔ قولہ تعالیٰ: وفی سبیل اللہ اس سے مراد جنگ لڑنے والے لشکری اور چھاؤنیوں کی جگہیں ہیں، انہیں وہ مال دیا جائے گا جو وہ اپنی جنگ میں خرچ کرتے ہیں چاہے وہ اغنیاء ہوں یا فقراء یہ اکثر علماء کا قول ہے اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا ماحصل ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے ہیں۔ امام احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے اسے ترجیح دی جاتی ہے، کیونکہ ان دونوں نے کہا ہے: سبیل اللہ حج ہے (۲)۔ اور بخاری میں ہے: اور ابو لاس سے ذکر کیا جاتا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے حج کے لیے صدقہ کے اونٹ پر سوار کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے: آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ سے (غلام) آزاد کرا سکتا ہے (۳) اور حج میں دے سکتا ہے۔

ابو محمد عبدالغنی الحافظ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن خیاش نے ہمیں بیان کیا، انہوں نے کہا ابو غسان مالک بن یحییٰ نے ہمیں بیان کیا، انہوں نے کہا: یزید بن ہارون نے ہمیں بیان کیا، انہوں نے کہا مہدی بن میمون نے محمد بن ابی یعقوب سے انہوں نے عبدالرحمن ابن ابی نعم سے اور ان کی کنیت ابوالحکم ہے، ہمیں خبر دی کہ انہوں نے کہا: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی اور اس نے کہا: اے ابا عبدالرحمن! بے شک میرے خاوند نے اپنے مال کے بارے میں فی سبیل

اللہ کے لیے وصیت کی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پس وہ اسی طرح ہے جیسے اس نے فی سبیل اللہ کہا ہے۔ تو میں نے ان کو کہا: جس بارے اس نے سوال کیا ہے تم نے اس کے لیے سوائے غم اور پریشانی کے کسی شے کا اضافہ نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا: اے ابن ابی نعم تو مجھے یہ مشورہ دے رہا ہے کہ میں اسے یہ حکم دیتا کہ وہ اپنا مال وصیت ان لشکروں کو دے دے جو نکلتے ہیں اور زمین میں فساد پیدا کرتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں۔ تو میں نے پوچھا: تو آپ اسے کیا حکم دوگے؟ انہوں نے فرمایا: میں اسے حکم دے رہا ہوں کہ وہ یہ مال صالحین کی جماعت کو دے۔ بیت اللہ الحرام کو حج کرنے والوں کو دے۔ وہ رحمن کا وفد ہیں، وہ رحمن وفد ہیں، وہ شیطان کے وفد کی مثل نہیں ہیں۔ انہوں نے یہ جملہ تین بار کہا۔ میں نے کہا: اے ابا عبدالرحمن! شیطان کا وفد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ قوم ہے جو ان امراء پر داخل ہوتے ہیں اور ان کے پاس جا کر باتوں کی چغلی کھاتے ہیں اور مسلمانوں کے بارے میں جھوٹی باتیں کرتے ہیں۔ پس انہیں انعامات دیئے جاتے ہیں اور اس پر انہیں عطایا دیئے جاتے ہیں اور محمد بن عبدالحکم نے کہا ہے: صدقہ کے مال سے گھوڑوں، ہتھیاروں اور دیگر تمام آلات جن کی جنگ میں ضرورت ہوتی ہے دیا جا سکتا ہے اور سرحد سے دشمن کو روکنے کے لیے، کیونکہ یہ سب کا سب جنگ کی راہ اور اس کی منفعت میں سے ہے۔ تحقیق حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل بن ابی حثمہ پر آنے والی آفت میں اس فتنہ کی آگ کو بجھانے کے لیے سو اونٹ عطا فرمائے (۱)۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس حدیث کو ابوداؤد نے بشیر بن یسار سے بیان کیا ہے کہ انصار کا ایک آدمی جسے سہل بن ابی حثمہ کہا جاتا تھا اس نے انہیں خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے صدقہ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ بطور دیت دیئے (۲) یعنی اس انصاری کی دیت جو خیبر میں قتل ہوا تھا۔ اور عیسیٰ بن دینار نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے صدقہ حلال ہوتا ہے، بلاشبہ یہ اس کے لیے حلال ہوتا ہے جس کے پاس اس کا مال موجود نہ ہو اور یہ مذہب امام شافعی امام احمد، اسحاق اور جمہور اہل عالم رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین نے کہا ہے: مجاہد کو صدقہ کا مال نہیں دیا جائے گا مگر جب کہ وہ فقیر ہو اور لشکر سے کٹ جانے والا ہو۔ اور یہ نص پر زیادتی ہے اور آپ کے نزدیک نص پر زیادتی نسخ کہلاتی ہے۔ اور نسخ ثابت نہیں ہوتا مگر قرآن کریم کے ساتھ یا خبر متواتر کے ساتھ اور وہ یہاں معدوم ہے (۳)، بلکہ صحیح سنت میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اس کا خلاف ثابت ہے: "کسی غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہوتا سوائے پانچ کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے یا زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل کے لیے یا اس آدمی کے لیے جس نے صدقہ کو اپنے مال سے خرید لیا ہو یا غارم (مقروض) کے لیے یا اس آدمی کے لیے جس کے پڑوس میں کوئی مسکین ہو اور وہ اس مسکین پر صدقہ کرے پھر وہ مسکین کسی غنی کو بطور ہدیہ دے دے" (٤)۔ اسے امام مالک رحمۃ اللہ نے زید بن اسلم عن عطاء بن یسار سے مرسل ذکر کیا ہے اور معمر نے زید بن اسلم عن عطا بن یسار عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے مرفوع ذکر کیا ہے۔ پس یہ حدیث آیت کے معنی کے لیے مفسر ہے۔ اور یہ کہ بعض اغنیاء کے لیے صدقہ لینا جائز ہوتا ہے اور یہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے لیے مفسر ہیں: "صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی طاقت ور تندرست کے لیے" (٥)۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مجمل ہے اور یہ اپنے عموم پر نہیں ہے اس کی دلیل مذکورہ

پانچ اغنیاء والی روایت ہے۔ اور ابن القاسم کہتے تھے: کسی غنی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ صدقہ میں سے ایسا مال لے جس سے جہاد میں وہ مدد حاصل کر سکتا ہے اور اسے فی سبیل اللہ خرچ کر سکتا ہے اور بلا شبہ یہ فقیر کے لیے جائز ہے۔ فرمایا: اور اسی طرح غارم (مقروض) بھی ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ صدقہ سے اتنا مال لے جس کے ساتھ وہ اپنا مال بچا سکتا ہو اور اس سے وہ اپنا قرض ادا کرے حالانکہ وہ اس (صدقہ) سے غنی ہو۔ فرمایا: جب مجاہد اپنے غزوہ میں محتاج ہو جائے حالانکہ وہ غنی تھا اس کا مال ہو جو اس سے غائب ہو (یعنی اس کے پاس موجود نہ ہو) تو وہ صدقہ میں سے کوئی شی نہ لے اور قرضہ لے لے اور پھر جب وہ اپنے شہر پہنچے تو اپنے مال سے اسے ادا کر دے۔ یہ سب کچھ ابن حبیب نے ابن القاسم سے ذکر کیا ہے اور انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ ابن نافع وغیرہ نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی ہے۔ ابوزید وغیرہ نے ابن قاسم سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: زکوٰۃ سے غازی کو حصہ دیا جائے گا اگرچہ دوران جنگ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے کافی ہو اور وہ اپنے شہر میں غنی (دولت مند) ہو یہی صحیح ہے، کیونکہ ظاہر حدیث یہ ہے: ''سوائے پانچ کے کسی غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہوتا'' (۱)۔ اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ مال زکوٰۃ میں سے مجاہدین اور گھوڑے باندھنے کی جگہوں یا سرحد کے قریب ان کی حفاظت کے لیے چھاؤنیوں وغیرہ کے لیے دیا جائے گا چاہے وہ فقراء ہوں یا اغنیاء۔

مسئلہ نمبر ۲۳۔ قولہ تعالیٰ: وابن السبیل سبیل کا معنی راستہ ہے اور مسافر کی نسبت اس کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ وہ اسے لازم پکڑنے والا ہوتا ہے اور اس کا گزر اس پر ہوتا ہے، جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

ان تسالونی عن الھوی فانا الھوی وابن الھوی واخو الھوی وابوہ

مراد یہ ہے کہ جب کسی نے اپنے شہر، اپنی قیام گاہ اور اپنے مال سے سفر اختیار کر لیا اور راستے میں اس کے اسباب ختم ہو گئے، تو مال زکوٰۃ میں سے اسے دیا جائے گا اگرچہ وہ اپنے شہر میں غنی ہو اور اس میں یہ لازم نہیں کہ اس کا ذمہ قرض حسنہ سے مشغول ہو۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سحنون کی کتاب میں کہا ہے: جب وہ ایسے آدمی کو پالے جو اس کا قرض ادا کر دے گا تو پھر اسے مال زکوٰۃ میں سے نہ دیا جائے گا (۲)۔ اور پہلا قول اصح ہے، کیونکہ اس کے لیے لازم نہیں ہے کہ وہ کسی ایک کے احسان کے نیچے داخل ہو حالانکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے احسان کو پا لیا ہے۔ اور اگر اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے غنی کر دے تو پھر ابن سبیل ہونے کی حیثیت سے اس کے لیے مال زکوٰۃ لینے کے جواز میں دو روایتیں ہیں: مشہور یہ ہے کہ اسے مال زکوٰۃ نہیں دیا جائے گا۔ اور اگر اس نے لے لیا تو پھر اسے لوٹانا اس کے ذمہ لازم نہ ہوگا جب وہ اپنے شہر کی طرف جائے اور نہ بطور زکوٰۃ اسے (دیگر افراد کو دینا) اس پر لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۴۔ اگر کوئی آئے اور مذکورہ اوصاف میں سے کسی وصف کا دعویٰ کرے، تو کیا اس کا قول قبول کیا جائے گا یا نہیں اور اسے یہ کہا جائے گا کہ جو تو کہہ رہا ہے اسے ثابت کر؟ تو جہاں تک دین کا تعلق ہے تو یہ ضروری ہے کہ وہ اسے ثابت کرے اور رہیں تمام صفات تو ظاہر حال اس کی شہادت دیتا ہے اور ان میں اسی پر اکتفا کر لیا جائے گا۔ اور اس پر دلیل دو صحیح حدیثیں ہیں۔ دونوں کو اہل الصحیح نے روایت کیا ہے اور یہی قرآن کریم کا ظاہر معنی بھی ہے۔ امام مسلم نے جریر سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت

بیان کی ہے انہوں نے بیان کیا: دن کے آغاز میں ہم حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ فرمایا: پس ایک قوم آپ کے پاس حاضر ہوئی وہ پراگندہ حال، ننگے پاؤں، سفید دھاری دار قمیصیں یا عبائیں پہنے ہوئے تھے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے، ان میں سے عام قبیلہ مضر سے تھے بلکہ وہ تمام کے تمام ہی مضر میں سے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مقدس اس وقت متغیر ہو گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فاقے کی حالت میں دیکھا، پس آپ اندر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا پس انہوں نے اذان اور اقامت کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ پھر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: **یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم۔ الایہ تا قولہ۔ رقیبا۔** (النساء) (اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں ایک جان سے اور پیدا فرمایا اسی سے جوڑا اس جا اور پھیلا دیئے ان دونوں سے مرد کثیر تعداد میں اور عورتیں الخ)

اور وہ آیت جو سورۃ حشر میں ہے: **ولتنظر نفس ماقدمت لغد** (الحشر:۱۸) (اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے کل کے لیے) ہر آدمی اپنے درہم و دینار میں سے، اپنے کپڑے میں سے اور اپنی گندم کے صاع میں سے صدقہ کرے، حتیٰ کہ فرمایا: اگرچہ وہ آدھی کھجور ہی ہو"۔ فرمایا: پس انصار میں سے ایک آدمی ایک تھیلی لے کر آیا جس سے اس کا پہلو جھکنے کے قریب تھا بلکہ وہ جھکا ہوا تھا، فرمایا: پھر لوگ لگا تار تسلسل کے ساتھ آنے لگے یہاں تک کہ میں نے وہاں کھانے پینے کی چیزوں کے دو ڈھیر لگے ہوئے دیکھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو وہ چمک رہا تھا گویا کہ اس پر سونے کا طلاء کیا گیا ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اسلام میں اچھا طریقہ رائج کیا تو اس کے لیے اس کا اجر ہوگا اور اس کا اجر بھی جس نے اس کے بعد اس کے مطابق عمل کیا لیکن ان کے اجروں میں سے کوئی شے کم نہیں کی جائے گی اور جس نے اسلام میں برا طریقہ رائج کیا اس پر اس کا بوجھ ہوگا اور اس کا بوجھ بھی جس نے اس کے بعد اس کے مطابق عمل کیا لیکن ان کے اپنے بوجھ اور گناہوں میں سے کسی شے کی کمی نہیں کی جائے گی" (۱)۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہر حال پر اکتفاء کیا اور آپ نے صدقہ دینے پر برانگیختہ کیا اور ان سے کوئی گواہ طلب نہ کیا اور نہ اس کی چھان بین کی کہ کیا ان کے پاس مال ہے یا نہیں؟ اور اسی کی مثل ابرص، اقرع اور اعمی والی حدیث ہے جسے امام مسلم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اور یہ ان کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "بے شک بنی اسرائیل میں ایک برص کا مریض، ایک گنجا اور ایک اندھا تھا پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ انہیں آزمائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا وہ پہلے برص والے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کون سی شی تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا خوبصورت رنگ اور اچھی جلد اور مجھ سے یہ بیماری دور ہو جائے جس کے سبب لوگ مجھے ناپسند کرتے ہیں، فرمایا: پس اس نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس سے سارے داغ ختم ہو گئے اور اسے خوبصورت رنگ اور اچھی جلد عطا کر دی گئی۔ اس نے کہا: کون سا مال تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ اس نے جواب دیا اونٹ یا کہا گائیں، یہ شک اسحاق کو ہے، مگر یہ کہ برص والے یا گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا اور دوسرے نے گائے کہا۔ بیان کیا: پس اسے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی دے دی گئی اور اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت عطا

فرمائے بعد ازاں وہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے کہا: کون سی شے تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ اس نے جواب دیا: خوبصورت بال اور زدہ مجھ سے ختم ہو گئے ہیں اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: پس اس نے اسے ہاتھ پھیرا تو اس سے گنجا پن دور ہو گیا اور اسے خوبصورت بال عطا کر دیئے گئے پھر اس نے پوچھا: کون سا مال تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ تو اس نے کہا: گائے چنانچہ اسے حاملہ گائے عطا کر دی گئی۔

اور اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تیری لیے اس میں برکت عطا فرمائے، فرمایا: پھر وہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: کون سی شے تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ اس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ میری نظر مجھے واپس لوٹا دے کہ میں اس کے ساتھ لوگوں کو دیکھ سکوں، فرمایا۔ پس اس نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت اسے واپس لوٹا دی، پھر اس نے پوچھا: کون سا مال تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ اس نے جواب دیا: بکریاں پس اسے بچے جننے والی بکری عطا کر دی گئی پس ان دونوں (گائے اور اونٹنی) اور اس بکری نے بچوں کو جنم دیا، فرمایا پس اس کے لیے اونٹوں کی ایک وادی ہو گئی اور دوسری کے لیے گائیوں کی وادی ہو گی اور تیسرے کے لیے بکریوں سے وادی بھر گئی، فرمایا: پھر وہ فرشتہ ایک اور صورت اور ہیئت میں اس برص والے کے پاس آیا اور کہا: میں مسکین آدمی ہوں میرے پاس اسباب سفر ختم ہو چکے ہیں آج میرے لیے سوائے اللہ تعالیٰ اور تیرے کوئی نہیں ہے میں تجھ سے اس ذات کے وسیلہ سے مانگ رہا ہوں جس نے تجھے حسین رنگ، خوبصورت جلد اور اونٹوں کی صورت میں مال عطا فرمایا کیا تو میرے اس سفر میں اس میں سے کچھ معاونت کر سکتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: حقوق بہت زیادہ ہیں، تو اس نے اسے کہا: میں تجھے پہچانتا ہوں کیا تو برص زدہ نہ تھا لوگ تجھے فقیر ہونے کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تجھے (یہ مال) عطا فرمایا؟ تو اس نے جواب دیا: بلاشبہ میں تو اپنے جد اعلیٰ کی جانب سے پشت در پشت اس مال کا وارث ہوں، تو اس نے کہا اگر تو جھوٹ بول رہا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تجھے اسی حالت پر کر دے جس پر تو پہلے تھا، پھر وہ گنجے کے پاس اپنی صورت میں آیا اور اس سے اسی طرح گفتگو کی جیسے اس پہلے سے کی تھی، تو اس نے بھی اسے اس پہلے کی طرح جواب دیا تو اس (فرشتے) نے کہا: اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اسی حالت پر کر دے جس پر تو پہلے تھا، فرمایا: پھر وہ اپنی اسی صورت اور ہیئت میں اندھے کے پاس آیا اور کہا: میں مسکین اور ابن سبیل (مسافر) آدمی ہوں مجھ سے میرے اسباب سفر منقطع ہو گئے پس آج میرے لیے سوائے اللہ تعالیٰ اور تیرے کوئی سہارا نہیں میں تجھ سے اس ذات کے وسیلہ سے مانگ رہا ہوں جس نے تجھے بصارت اور بکریاں عطا فرمائیں کیا تو ان کے ساتھ میرے سفر میں کوئی معاونت کر سکتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: تحقیق میں اندھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میرے طرف میری بصارت لوٹا دی تو جو چاہے لے لے اور جو چاہے چھوڑ دے قسم خدا آج کے دن میں تجھے کسی مشقت میں نہیں ڈالوں گا تو اسے اللہ تعالیٰ کے نام پر لے لے تو اس نے کہا: تو اپنا مال اپنے پاس رکھ کیونکہ تم آزمائے گئے تجھ سے رضا اور خوشی حاصل ہوئی اور تیرے دونوں ساتھیوں پر ناراضگی ہوئی''۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوۃ، جلد ۲، صفحہ ۴۰۸)

اس میں اس پر بڑی واضح دلیل ہے کہ جس نے اپنے فقیر پر زیادتی کا دعوی کیا عیال یا غیر عیال وغیرہ کا تو اس سے کوئی شواہد نہیں لیے جائیں گے بخلاف ان کے جنہوں نے یہ کہا کہ اس سے شواہد لیے جائیں گے اگر وہ قادر ہو، کیونکہ حدیث میں ہے ''کہ

ایک مسکین آدمی اور ابن سبیل (مسافر) نے کہا: میں تجھ سے بکری کا سوال کرتا ہوں" تو وہ اسے سفر ثابت کرنے کا مکلف اور پابند نہ بنائے اور رہا مکاتب تو وہ کتابت ثابت کرنے کا پابند ہوگا، کیونکہ اس میں غلامی اصل ہے یہاں تک کہ حریت (آزادی) ثابت ہوجائے (۲) (احکام القرآن لابن العربی)

مسئلہ نمبر: (۲۵) زکوۃ کی رقم اسے دینا جائز نہیں ہوتا جس کا نفقہ (خرچہ) آدمی کے ذمہ لازم ہوتا ہے اور وہ والدین، اولاد اور بیوی ہے اور اگر امام وقت نے کسی آدمی کا صدقہ اس کی اولاد، اس کے والدین اور اس کی بیوی کو دے دیا تو یہ جائز ہے اور اگر اس نے یہ بذات خود دیا تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اس طرح وہ اپنے آپ سے ایک فرض ساقط کردیتا ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کوئی آدمی مال زکوۃ اپنے پوتے، اپنے نواسے کو نہیں دے سکتا اور نہ ہی وہ اپنے مکاتب غلام، مدبر غلام، اُمّ ولد لونڈی (اور لونڈی جس سے آقا کی اولاد ہوجائے) اور وہ غلام جس کا نصف حصہ اس نے آزاد کر رکھا ہو کو دے سکتا ہے"۔ کیونکہ اسے فقیر کو "(سوال سے) روکنے کے واسطہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زکوۃ دینے اور نکالنے کا حکم دیا گیا ہے، اور املاک کے منافع اس کے اور ان کے درمیان مشترک ہیں، اسی وجہ سے ان میں سے بعض کی شہادت بعض کے لیے قبول نہیں کی جاتی، فرمایا: مکاتب وہ غلام ہے جس پر ابھی ایک درہم بھی باقی ہو (۱) (سنن ابن داؤد باب فی المکاتب حدیث نمبر ۳۹۲۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور بسا اوقات وہ عاجز ہوتا ہے اور کمائی اس کے لیے ہوجاتی ہے، وہ غلام جس کا بعض حصہ آزاد کیا گیا ہو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ مکاتب کے قائم مقام ہے، اور صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ اس آزاد کے قائم مقام ہے جس پر قرض ہو پس اسے زکوۃ دینا جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر: (۲۶) اور زکوۃ انہیں دی جن کا نفقہ اس کے ذمہ لازم نہیں تو پھر اس میں اختلاف ہے پاس ائمہ میں سے بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے اور بعض نے اسے مکروہ کہا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی زکوۃ اپنے اقارب کو دیتے ہوئے دیکھا ہے، اور واقدی نے کہا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: افضل ترین آدمی جسے تو اپنی زکوۃ دے سکتا ہے وہ تیرے وہ رشتہ دار ہیں جن کا تو محتاج نہ ہو، تحقیق حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ کو فرمایا: "تیرے لیے دو اجر ہیں ایک قرابت کا اجر اور دوسرا صدقہ کا اجر"۔ عورت کا اپنی زکوۃ اپنے خاوند کو دینے کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، پس ابن حبیب سے ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے نفقہ کے بارے میں اس مال سے مدد لیتے تھے جو وہ انہیں (بطور زکوۃ) دیتی تھیں،

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ جائز نہیں لیکن صاحبین نے ان سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے: یہ جائز ہے اور یہی اصح ہے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی: بے شک میں اپنے خاوند پر صدقہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں کیا وہ میرے لیے جائز ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تیرے لیے دو اجر ہوں گے ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا قرابت کا اجر" (۲) (صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۹۸)

اور صدقہ مطلقہ سے مراد زکوۃ ہے اور اس لیے بھی کہ اس پر خاوند کا نفقہ لازم نہیں ہے پس وہ اجنبی آدمی کے قائم مقام ہوگئی امام

اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ان دونوں کے درمیان املاک کے منافع مشترک ہیں، یہاں تک کہ ان دونوں میں سے ایک کی شہادت دوسرے کے لیے قبول نہیں کی جاتی، اور حدیث طیبہ کو نفلی صدقہ پر محمول کیا جائے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، ابوثور، اور اشہب رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو جائز قرار دیا ہے جب کہ وہ اسے عورت کی طرف اس مال (نفقہ) میں خرچ نہ کردے جو مرد پر اس کے لیے لازم ہوتا ہے، بے شک وہ اسے اپنے نفقہ اور لباس میں اپنی ذات پر خرچ کرسکتا ہے جو وہ اس سے لیتا ہے اور اس پر اپنے مال سے خرچ کرے گا۔

مسئلہ نمبر: (۲۷) دی جانے والی مقدار میں بھی علماء کے مابین اختلاف ہے پس غارم (مقروض) کو اس کے قرضے کی مقدار کے برابر دیا جائے گا اور فقیر اور مسکین کو ان کیکفایت اور ان کے اہل وعیال کی ضرورت کے مطابق دیا جائے گا، نصاب کے برابر یا اس سے کم مقدار میں دینے کے جواز میں اختلاف ہے اور اس کا دارومدار اس سابقہ اختلاف پر ہے جو فقر کی تعریف میں ہے جس کے ساتھ اس کے لیے صدقہ لینا جائز ہوتا ہے۔

علی بن زیاد اور ابن نافع نے بیان کیا ہے: اس میں کوئی مقرر حد نہیں ہے، بلکہ اس کا انحصار والی کے اجتہاد پر ہے، کبھی کبھی مساکین قلیل ہوتے ہیں اور صدقہ زیادہ ہوتا ہے پس ایک فقیر کو سال بھر کی خوراک دے دی جائے گی، اور مغیرہ نے بیان کیا ہے: نصاب سے کم مقدار دی جائے گی اور اسے نصاب تک نہیں پہنچایا جائے گا، اور بعض متاخرین نے کہا ہے: اگر شہر میں دو زکاتیں ہوں ایک نقد (درہم ودینار) اور دوسری حرث (عشر وغیرہ) تو وہ اتنی لے لے جو اسے دوسروں تک پہنچادے علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جو میں دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ نصاب کی مقدار زکوۃ دے دے اگرچہ شہر میں دو یا اس سے زیادہ زکاتیں ہوں، کیونکہ غرض فقیر کو غنی کرنا ہے یہاں تک کہ وہ غنی ہوجائے، پس جب اس نے ایک لے لی تو اگر دوسری زکوۃ کا وقت آگیا اور اس کے پاس اتنی مقدار ہو جو اسے کافی ہو تو اسے کوئی دوسرا لے لے(۱) (احکام القرآن جلد ۲، صفحہ ۹۷۳)

میں (مفسر) کہتا ہوں: نصاب کے برابر دینے میں یہ اصحاب الرائے کا مذہب ہے تحقیق اسے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواز کے ساتھ ساتھ مکروہ قرار دیا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جائز قرار دیا ہے، فرمایا: کیونکہ بعض اپنی حاجت کی وجہ سے فی الحال مشغول ہوتے ہیں پس فی الحال اس کی حالت سے فالتو دوسو سے کم ہو اور جب اس نے اسے مجموعی طور پر دوسو سے زیادہ دیئے اور فی الحال اس کی حاجت سے فالتو دوسو کی مقدار ہو تو یہ جائز نہیں ہے اور متاخرین حنیفہ میں سے بعض نے کہا ہے: یہ تب ہے جب اس کے اہل وعیال نہ ہوں اور نہ اس پر قرض ہو اور اگر اس پر قرض ہو تو پھر اسے دوسو یا اس سے زیادہ اتنی مقدار دینے میں کوئی حرج نہیں جس کے ساتھ اگر وہ اپنا قرض ادا کردے تو اس کے پاس باقی دوسو سے کم رہ جائے، اور اگر وہ عیال دار ہو تو اسے اتنی مقدار دینے میں کوئی حرج نہیں کہ اگر وہ اسے اپنے بچوں پر تقسیم کرے تو ان میں سے ہر ایک کو دوسو سے کم ملے کیونکہ اس پر صدقہ کرنا معنوی طور پر اس پر اور اس کے اہل وعیال پر صدقہ کرنا ہے اور یہ اچھا قول ہے۔

مسئلہ نمبر: (۲۸) تو جان کہ قول باری تعالیٰ: (آیت) ''لِلْفُقَرَآءِ'' مطلق ہے اس میں نہ کوئی شرط ہے اور نہ کوئی قید، بلکہ اس میں اس پر دلیل موجود ہے کہ جملہ فقراء پر خرچ کرنا جائز ہے چاہے وہ بنی ہاشم میں سے ہوں یا ان کے سوا ہوں، مگر سنت کی

شروط کے اعتبار کے ساتھ وارد ہے ان میں سے یہ ہے کہ وہ بنی ہاشم میں سے نہ ہوں اور وہ ان میں سے بھی نہ ہوں جن کا نفقہ صدقہ کرنے میں والے پر لازم ہوتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ کمانے کی قوت نہ رکھتا ہو، کیونکہ حضور حضور نبی مکرم ومعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے اور نہ ہی کسی طاقتور صحیح الاعضاء کے لیے''، اور مسلمان علماء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ فرضی صدقہ حضور نبی مکرم ومعظم صلی اللہ علیہ وسلم بنی ھاشم اور ان کے موالی کے لیے حلال نہیں ہے، اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہاشمی کا ہاشمی کو صدقہ دینا جائز ہے، اسے الکیا طبری نے بیان کیا ہے اور بعض اہل علم نے اس سے علیحدگی اختیار کی ہے اور کہا: بے شک بنی ہاشم کے اموال پر صدقات میں سے کوئی شے حرام نہیں، اور یہ اختلاف حضور نبی مکرم ومعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع کے غلام کو کہا تھا: ''بے شک کسی قوم کا مولی انہیں میں سے ہوتا ہے'' (۲)۔ (سنن نسائی، کتاب الزکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۶۶)

مسئلہ نمبر: (۲۹) بنی ہاشم کے لیے نفلی صدقہ کے جائز ہونے میں اختلاف ہے، پس وہ نظریہ جس پر جمہور اہل علم ہیں اور وہی صحیح ہے، کہ نفلی صدقہ بنی ہاشم اور ان کے موالی کے لیے جائز ہے، دینے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ حضرات علی، عباس اور فاطمہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے صدقہ کیا اور بنی ہاشم کی جماعت پر ہی اسے وقف رکھا اور ان کے صدقات موقوفہ معروف ومشہور ہیں، اور ابن ماجشون، مطرف، اصبغ اور ابن حبیب نے کہا ہے: بنو ہاشم کو نہ فرضی صدقہ میں سے کچھ دیا جائے گا اور نہ نفلی صدقہ میں سے، اور ابن القاسم نے کہا ہے: بنو ہاشم کو نفلی صدقہ دیا جا سکتا ہے، ابن القاسم نے کہا ہے: وہ حدیث جو حضور نبی مکرم ومعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: ''آل محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے''۔ بلاشبہ وہ نفلی زکوۃ کے بارے ہی ہے۔ (۳) (احکام القرآن، جلد ۲ صفحہ ۹۷۴) اور اس قول کو ابن خویز منداد نے اختیار کیا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہم نے بھی یہی کہا ہے، ابن القاسم نے کہا ہے: اور ان کے موالی کو دونوں صورتوں میں سے دیا جا سکتا ہے اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے ''الواضحہ'' میں کہا ہے نفلی صدقہ میں سے آل محمد کو نہیں دیا جائے گا، ابن لقاسم نے کہا ہے: امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو کہا گیا: تو ان کے موالی کو؟ انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا موالی کیا ہیں؟ تو میں نے ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے استدلال کیا: ''کسی قوم کا موالی انہیں میں سے ہوتا ہے'' (۴) (صحیح بخاری، کتاب الفرائض جلد ۲، صفحہ ۱۰۰۰) تب کہا تحقیق آپ نے کہا ہے ''کسی قوم کا بھانجا انہیں میں سے ہے، اصبغ نے کہا ہے: یہ حکم نیکی اور حرمت میں ہے (۵) (احکام القرآن جلد ۲، صفحہ ۹۷۴)

مسئلہ نمبر: (۳۰) قولہ تعالیٰ: (آیت) ''فریضۃ من اللہ'' یہ سیبویہ کے نزدیک مصدر کی بنا پر منصوب ہے، یعنی فرض اللہ الصدقات فریضۃ (اللہ تعالیٰ نے یقینا صدقات فرض کیے ہیں) اور امام کسائی کے قول کے مطابق قطع کی بنا پر رفع بھی جائز ہے، یعنی ھن فریضہ، زجاج نے کہا ہے: میں نہیں جانتا کہ اسے اس کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: ابراہیم بن عبلہ نے اس کو (رفع) کے ساتھ پڑھا ہے اور اسے خبر بنایا ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں انما زید خارج۔ (تفسیر قرطبی، سورہ توبہ، بیروت)

مصرف زکوٰۃ کی فقہی تعریف کا بیان:

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجتمند ہے جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی ہو نہ اپنا شوہر نہ اپنی عورت اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو، جب تک عدت سے باہر نہ آئے نہ وُہ اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہ وُہ جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، اگرچہ یہ اصلی وفرعی رشتے عیاذاً باللہ بذریعہ زنا ہوں، نہ اپنا یاان پانچواں قسم میں کسی کا مملوک اگرچہ مکاتب ہو، نہ کسی غنی کا غلام غیر مکاتب، نہ مرد غنی کا نابالغ بچہ، نہ ہاشمی کا آزاد بندہ، اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر وغنی پہلے ہی خارج ہو چکے۔ یہ سولہ شخص ہیں جنھیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں، ان کے سوا سب کو روا، مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض مشہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سیّد بن بیٹھے ہیں اور وہ باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیث صحیح مستحق لعنتِ الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ۔

(اللہ تعالٰی بچائے، ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی وضاحت کردی ہے۔ ت) اسی طرح غیر ہاشمی کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا اپنے اور اپنے اصول وفروع وزوج وزوجہ وہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یازن غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن، بھائی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، بلکہ انھیں دینے میں دُونا ثواب ہے زکوٰۃ وصلہ رحم یا اپنی بہو یا داماد یا ماں کا شوہر یا باپ کی عورت یا اپنے زوج یا زوجہ کی اولاد ان سولہ کو بھی دینا روا جبکہ یہ سولہ اُن سولہ سے نہ ہوں از انجا کہ انھیں اُن سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدم جواز کا وہم جاتا، لہٰذا فقیر نے انہیں بالتخصیص شمار کردیا، اور نصاب مذکورہ پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل: ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں۔

دوم مال ہو مگر نصاب سے کم، یہ فقیر ہے۔ سوم نصاب بھی ہو مگر حوائجِ اصلیہ میں مستغرق، جیسے مدیون۔ چہارم حوائج سے بھی فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں، جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا، تو بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے، اس سے زیادہ اُسے لینا روا نہیں، یاوُہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین مؤجل ہے ہنوز میعاد نہ آئی اب اُسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے یاوُہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مُکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو، کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں۔ بالجملہ مدار کار حاجتمند بمعنی مذکور پر ہے، تو جو نصاب مزبور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پا سکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکوٰۃ جسے حاکمِ اسلام نے اربابِ اموال سے تحصیل زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالتِ غنا بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تملیک شرط ہے، جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دینا یا میت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد، کنواں، خانقاہ، مدرسہ، پُل، سرائے وغیرہ بنوانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اس کے وہی حیلے ہیں جو دیگر مسائل میں بیان کیے گئے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ، ج ۱۰، کتاب الزکوٰۃ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بَابُ مَا تَجُوزُ فِيهِ الْمَسْأَلَةُ

باب: کس صورت میں (مالی مدد) مانگنا جائز ہے

1639 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عُقْبَةَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمَسَائِلُ كُدُوحٌ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ، فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى وَجْهِهِ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَ، إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ، أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بُدًّا

❁❁ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مانگنا وہ نوچنا ہے' جس کے ذریعے آدمی اپنے چہرے کو چھیل دیتا ہے اور نوچ لیتا ہے' تو جو شخص چاہے وہ اپنے چہرے کی حرمت کو باقی رہنے دے اور جو چاہے وہ اسے ضائع کر دے البتہ آدمی کسی حکمران سے مانگ سکتا ہے یا کسی ایسی صورت حال میں مانگ سکتا ہے' جب اسے انتہائی شدید ضرورت ہو''۔

1640 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هَارُونَ بْنِ رِئَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي كِنَانَةُ بْنُ نُعَيْمٍ الْعَدَوِيُّ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ الْهِلَالِيِّ، قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَقِمْ يَا قَبِيصَةُ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ، فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا، ثُمَّ قَالَ: يَا قَبِيصَةُ، إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ، فَسَأَلَ حَتَّى يُصِيبَهَا، ثُمَّ يُمْسِكُ، وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ، فَاجْتَاحَتْ مَالَهُ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ، فَسَأَلَ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ - أَوْ قَالَ: سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ - وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ، حَتَّى يَقُولَ: ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ قَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا الْفَاقَةُ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ، فَسَأَلَ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ - أَوْ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ - ثُمَّ يُمْسِكُ، وَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ، يَا قَبِيصَةُ، سُحْتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا

❁❁ حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں کسی کا ضامن بن گیا پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قبیصہ! تم ٹھہرے رہو' جب ہمارے پاس صدقہ کی کوئی چیز آئے گی' تو ہم تمہیں بھی ادا کرنے کا حکم دے دیں گے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قبیصہ! مانگنا کسی بھی شخص کے لیے حلال نہیں ہے' سوائے تین میں سے کسی ایک شخص کے' وہ شخص جس نے کسی کی ادائیگی اپنے ذمے لی ہو' تو اس کے لیے مانگنا جائز ہو جاتا ہے' یہاں تک کہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کر لے' تو اس سے باز آ جائے دوسرا وہ شخص جسے کوئی آفت یا مصیبت لاحق ہو جائے جو اس کے مال کو تباہ کر دے تو ایسے شخص کے لیے مانگنا حلال ہو جاتا ہے' یہاں تک کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات پورا کرنے کے قابل ہو جائے اور تیسرا وہ شخص جو انتہائی ضرورت مند ہو جائے' یہاں تک کہ اس کی قوم کے تجربہ کار لوگ یہ کہہ دیں کہ یہ شخص انتہائی ضرورت مند ہے ایسے شخص کے لیے مانگنا حلال ہو جاتا ہے' جب تک وہ اپنی بنیادی ضروریات پوری نہیں کر لیتا پھر وہ اس

سے رک جائے گا اس کے علاوہ ہر صورت میں مانگنا حرام ہے اے قبیصہ! اسے کھانے والا شخص حرام کھاتا ہے۔

1641 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَخْضَرِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الْحَنَفِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ، فَقَالَ: أَمَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ؟ قَالَ: بَلَى، حِلْسٌ نَلْبَسُ بَعْضَهُ وَنَبْسُطُ بَعْضَهُ، وَقَعْبٌ نَشْرَبُ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ: ائْتِنِي بِهِمَا، قَالَ: فَأَتَاهُ بِهِمَا، فَأَخَذَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: مَنْ يَشْتَرِي هٰذَيْنِ؟ قَالَ رَجُلٌ: أَنَا، آخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ، قَالَ: مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا، قَالَ رَجُلٌ: أَنَا آخُذُهُمَا بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهُمَا إِيَّاهُ، وَأَخَذَ الدِّرْهَمَيْنِ وَأَعْطَاهُمَا الْأَنْصَارِيَّ، وَقَالَ: اشْتَرِ بِأَحَدِهِمَا طَعَامًا فَانْبِذْهُ إِلَى أَهْلِكَ، وَاشْتَرِ بِالْآخَرِ قَدُومًا فَأْتِنِي بِهِ، فَأَتَاهُ بِهِ، فَشَدَّ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُودًا بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ، وَلَا أَرَيَنَّكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا، فَذَهَبَ الرَّجُلُ يَحْتَطِبُ وَيَبِيعُ، فَجَاءَ وَقَدْ أَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ، فَاشْتَرَى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا، وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ (ص:1) تَجِيءَ الْمَسْأَلَةُ نُكْتَةً فِي وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: لِذِي فَقْرٍ مُدْقِعٍ، أَوْ لِذِي غُرْمٍ مُفْظِعٍ، أَوْ لِذِي دَمٍ مُوجِعٍ

⊛⊛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کچھ مانگنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں ایک چادر ہے جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں اور کچھ حصہ بچھا لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پی لیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ شخص ان دونوں چیزوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں چیزیں اپنے دست مبارک میں لیں اور دریافت کیا: کون شخص ان دونوں کو خریدے گا؟ ایک صاحب نے عرض کی: میں ان دونوں کو ایک درہم کے عوض میں خریدتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون شخص ایک درہم سے زیادہ ادائیگی کرے گا؟ ایسا دو یا شاید تین مرتبہ ہوا تو ایک شخص نے عرض کی: میں ان دونوں کو دو درہم کے عوض میں خرید لیتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں چیزیں اسے دے دیں اور دونوں درہم وصول کر لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں درہم اس انصاری کو دیئے اور ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک درہم کے ذریعے اناج خریدو اور اپنے گھر والوں کو دے آؤ اور دوسری کے ذریعے کلہاڑا خرید کر میرے پاس آؤ پھر وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے ذریعے اس میں لکڑی ٹھونک دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم جاؤ اور لکڑیاں اکٹھی کرو اور انہیں فروخت کرو میں آئندہ پندرہ دن تمہیں نہ دیکھوں۔ وہ شخص چلا گیا لکڑیاں اکٹھی کرتا رہا اور فروخت کرتا رہا پھر وہ شخص آیا تو اسے دس درہم حاصل ہو چکے تھے اس نے ان میں سے کچھ کے ذریعے کپڑا خریدا اور کچھ کے ذریعے اناج خریدا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ جب تم قیامت کے دن آؤ تو مانگنے کا داغ تمہارے چہرے پر موجود ہو بے شک مانگنا صرف تین لوگوں کے لیے جائز

ہے ایسے غریب کے لیے جو انتہائی غریب ہو ایسے تاوان (جرمانہ) ادا کرنے والے کے لیے جو انتہائی ضرورت مند ہو یا دیت کے طور پر ادائیگی کرنے والے شخص کے لیے (جائز ہے)

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمَسْأَلَةِ

باب: مانگنے کا ناپسندیدہ ہونا

1642 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ رَبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَبِيبُ الْأَمِينُ أَمَّا هُوَ إِلَيَّ فَحَبِيبٌ، وَأَمَّا هُوَ عِنْدِي فَأَمِينٌ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةً، أَوْ ثَمَانِيَةً، أَوْ تِسْعَةً، فَقَالَ: أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ، قُلْنَا: قَدْ بَايَعْنَاكَ، حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَبَسَطْنَا أَيْدِيَنَا فَبَايَعْنَاهُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ، فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَتُصَلُّوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَتَسْمَعُوا وَتُطِيعُوا، وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً، قَالَ: وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا، قَالَ: فَلَقَدْ كَانَ بَعْضُ أُولَئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُهُ فَمَا يَسْأَلُ أَحَدًا أَنْ يُنَاوِلَهُ إِيَّاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ هِشَامٍ لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا سَعِيدٌ

⊛⊛ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم سات یا آٹھ یا شاید نو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ بیعت نہیں کرو گے (راوی کہتے ہیں:) ہم کچھ دیر پہلے ہی بیعت کر چکے تھے ہم نے عرض کی: ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر چکے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ کلمات کہے تو ہم نے اپنے ہاتھ بڑھا دیے اور بیعت کر لی۔ ایک صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت تو کر رہے ہیں لیکن کس بات پر بیعت کریں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بات پر کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے پانچ نمازیں ادا کرو گے اطاعت و فرمانبرداری کرو گے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پست آواز میں کوئی کلمہ ارشاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں سے کچھ نہیں مانگو گے۔

راوی بیان کرتے ہیں: ان حضرات میں سے ایک صاحب کی چھڑی اگر گر جاتی تھی تو وہ کسی کو یہ نہیں کہتا تھا کہ وہ چھڑی اس کو پکڑا دے۔

1642- حديث صحيح. هشام بن عمار والوليد - وهو ابن مسلم - متابعان. ابو ادريس الخولاني: هو عائذ الله بن عبد الله، وابو مسلم الخولاني: هو عبد الله بن ثوب. واخرجه ابن ماجه (2867) عن هشام بن عمار، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1043) من طريق مروان بن محمد، والنسائي في "الكبرى" (316) و (7735) من طريق ابي مسهر عبد الاعلى بن مسهر، كلاهما عن سعيد بن عبد العزيز، به. وهو في "مسند احمد" (23993) مختصر ابلد كر المسالة، و "صحيح ابن حبان" (3385).

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہشام کی نقل کردہ روایت صرف سعید نے نقل کی ہے۔

1643 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ ثَوْبَانَ - قَالَ: وَكَانَ ثَوْبَانُ مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَكْفُلُ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا، وَأَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ؟، فَقَالَ ثَوْبَانُ: أَنَا، فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا

❁❁ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کون ہے' جواس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا' تو میں اسے جنت کی ضمانت دوں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں (اس کی ضمانت دیتا ہوں)

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کسی سے کچھ نہیں مانگتے تھے۔

بَابٌ فِي الِاسْتِعْفَافِ

باب: مانگنے سے بچنا

1644 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ، حَتّٰى إِذَا نَفِدَ عِنْدَهُ، قَالَ: مَا يَكُوْنُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ، فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا أَعْطَى اللّٰهُ أَحَدًا مِنْ عَطَاءٍ أَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے کچھ افراد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا کر دیا انہوں نے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہیں عطا کر دیا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ موجود تھا وہ ختم ہو گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میرے پاس جو بھی بھلائی موجود ہے وہ میں تم سے بچا کر ذخیرہ کر کے نہیں رکھوں گا' البتہ جو شخص مانگنے سے بچنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بچا کر رکھے گا' جو شخص خوشحال رہنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے خوشحال کرے گا' جو شخص صبر سے کام لے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا کرے گا' اور کسی بھی شخص کو ایسی کوئی بھی چیز عطا نہیں کی گئی جو صبر سے زیادہ وسیع ہو۔

1645 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيْبٍ أَبُوْ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، وَهٰذَا حَدِيْثُهُ، عَنْ بَشِيْرِ بْنِ سَلْمَانَ، عَنْ سَيَّارٍ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ طَارِقٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ، فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ،

لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ، وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ، اَوْشَكَ اللّٰهُ لَهُ، بِالْغِنَى، اِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ، اَوْ غِنًى عَاجِلٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کو فاقہ لاحق ہو جائے اور وہ اسے لوگوں کے سامنے پیش کر دے تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہو گا' اور جو شخص اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کر دے گا جو یا تو جلدی موت کی شکل میں ہو گا یا جلدی خوشحالی کی شکل میں ہو گا''۔

1646 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ مَخْشِيٍّ، عَنِ ابْنِ الْفِرَاسِيِّ، اَنَّ الْفِرَاسِيَّ، قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَسْاَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، وَاِنْ كُنْتَ سَائِلًا لَا بُدَّ، فَاسْاَلِ الصَّالِحِيْنَ

حضرت فراسی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں: حضرت فراسی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں مانگوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں اگر تم نے مانگنا ہی ہو' تو پھر نیک لوگوں سے مانگو۔

1647 - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: اسْتَعْمَلَنِيْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَاَدَّيْتُهَا اِلَيْهِ، اَمَرَ لِيْ بِعُمَالَةٍ، فَقُلْتُ: اِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَاَجْرِيْ عَلَى اللّٰهِ، قَالَ: خُذْ مَا اُعْطِيتَ، فَاِنِّيْ قَدْ عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِيْ، فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ اَنْ تَسْاَلَهُ، فَكُلْ وَتَصَدَّقْ

ابن ساعدی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے کا نگران مقرر کیا' جب میں اس کام سے فارغ ہوا اور میں نے انہیں تمام ادائیگی کر دی تو انہوں نے مجھے تنخواہ دینے کا حکم دیا میں نے یہ کہا کہ میں نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے کیا ہے اور میرا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں جو دیا جا رہا ہے تم اسے حاصل کر لو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں' میں نے بھی کام کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عامل مقرر کیا' تو میں نے بھی وہی بات کہی جو تم نے کہی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''جب تمہارے مانگے بغیر تمہیں کوئی چیز دی جا رہی ہو' تو تم اسے کھاؤ بھی اور صدقہ بھی کرو''۔

1648 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ، وَالتَّعَفُّفَ مِنْهَا، وَالْمَسْاَلَةَ: الْيَدُ

1648- اسناده صحيح. ابو الزعراء: هو عمرو بن عمرو- ويقال: ابن عامر- بن مالك، وابو الاحوص: هو عوف بن مالك بن نضلة. وهو عند احمد فى "مسنده" (15890)، ومن طريقه اخرجه الحاكم فى "المستدرك" /1 .408 واخرجه ابن خزيمة (2440)، وابن حبان (3362)، والبيهقى /1984 من طريق عَبِيدة بن حميد، به.

الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلَى السَّائِلَةُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اخْتُلِفَ عَلَى أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ عَبْدُ الْوَارِثِ: الْيَدُ الْعُلْيَا الْمُتَعَفِّفَةُ، وَقَالَ: أَكْثَرُهُمْ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ الْيَدُ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَةُ، وَقَالَ وَاحِدٌ عَنْ حَمَّادٍ: الْمُتَعَفِّفَةُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر صدقہ کرنے، مانگنے سے بچنے اور مانگنے کا ذکر کر رہے تھے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا مانگنے والا ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نافع کے حوالے سے یہ روایت نقل کرنے میں ایوب پر اختلاف کیا گیا ہے عبدالوارث نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اوپر والا ہاتھ مانگنے سے بچنے والا ہے''۔

تاہم اکثر راویوں نے حماد بن زید کے حوالے سے ایوب سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے''۔

ایک راوی نے حماد کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''مانگنے سے بچنے والا ہے''۔

1649 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو الزَّعْرَاءِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ،

عَنْ أَبِيهِ مَالِكِ بْنِ نَضْلَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَيْدِي ثَلَاثَةٌ: فَيَدُ اللّٰهِ الْعُلْيَا، وَيَدُ الْمُعْطِي الَّتِي تَلِيهَا، وَيَدُ السَّائِلِ السُّفْلَى، فَأَعْطِ الْفَضْلَ، وَلَا تَعْجِزْ عَنْ نَفْسِكَ

حضرت مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہاتھ تین طرح کے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اوپر والا ہے دینے والے کا ہاتھ اس کے بعد والا ہے اور مانگنے والے کا ہاتھ نیچے والا ہے تو تم اضافی چیز دے دو اور اپنی ذات کے حوالے سے عاجز نہ ہو''۔

بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ

باب: بنو ہاشم کو زکوۃ (دینے) کا حکم

1650 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَةِ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ، فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ: اصْحَبْنِي فَإِنَّكَ تُصِيبُ مِنْهَا، قَالَ: حَتَّى آتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْأَلَهُ، فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَإِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مخزوم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو زکوۃ وصول کرنے کا نگران مقرر کیا' تو اس نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے کہا: تم بھی میرے ساتھ چلو تمہیں بھی اس میں سے کچھ مل جائے گا' تو

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا: پہلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کروں گا' وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں کا غلام ان کا فرد شمار ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ (لینا) حلال نہیں ہے''۔

سادات کرام کو زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ

سادات کرام اور دیگر بنو ہاشم کو زکوٰۃ اس لئے نہیں دے سکتے کہ سادات کرام اور دیگر بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام قطعی ہے جس پر چاروں مذاہب (یعنی حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) کے ائمہ کرام کا اجماع ہے۔ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ''باتفاقِ ائمہ اربعہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب پر صدقہ فرضیہ حرام ہے۔'' (فتاوٰی رضویہ مُخرجہ، ج۱۰، ص۹۹)

بنو ہاشم کون ہیں؟

بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سے مراد پانچ خاندان ہیں، آلِ علی، آلِ عباس، آلِ جعفر، آلِ عقیل، آلِ حارث بن عبدالمطلب۔ ان کے علاوہ جنھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اِعانت نہ کی، مثلاً ابولہب کہ اگر چہ یہ کافر بھی حضرت عبدالمطلب کا بیٹا تھا، مگر اس کی اولادیں بنی ہاشم میں شمار نہ ہوں گی۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکوٰۃ، الباب السابع فی المصارف، ج۱، ص۱۸۹ و بہارِ شریعت، ج۱، حصہ ۵، مسئلہ ۳۹ ص۹۳۱)

بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہ دینے کی حکمت

اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ علیہ والہ وسلّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے ''یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں، نہ یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو حلال ہیں اور نہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی آل کو۔''

(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ترک استعمال ۔۔۔ الخ، الحدیث ۱۰۷۲، ص۵۴۰)

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ''یہ حدیث ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی یعنی مجھے اور میری اولاد کو زکوٰۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ مال کا میل ہے، لوگ ہمارے میل سے ستھرے ہوں ہم کسی کا میل کیوں لیں۔'' (مرآۃ المناجیح، ج۳، ص۴۶)

سادات کی امداد کی صورت

اولاً تو مالداروں کو چاہئے کہ اپنے مال سے بطورِ ہدیہ ان حضرات عالیہ کی خدمت اپنی جیب سے کریں اور وہ وقت یاد کریں کہ جب ان سادات کرام کے جدِّ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا و ماوانہ ملے گا۔ وہ مال جو انہی کی بارگاہ سے عطا ہوا اور عنقریب چھوڑ کر زیرِ زمین جانے والے ہیں اگر ان کی خوشنودی کے لئے ان کی مبارک اولاد پر خرچ ہوجائے تو اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوگی۔ اور اگر کسی علاقے میں ایسی ترکیب نہ بن سکے تو کسی مستحقِ زکوٰۃ کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنا کر مال اس کے قبضہ میں دے دیں پھر اسے اس سید صاحب کی خدمت میں پیش کرنے کا مشورہ دیں۔ (فتاوٰی امجدیہ، ج۱، ص۳۹۰ ملخصاً)

1651 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمُرُّ بِالتَّمْرَةِ الْعَائِرَةِ، فَمَا يَمْنَعُهُ مِنْ أَخْذِهَا، إِلَّا مَخَافَةَ أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً۔

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گری پڑی کھجور کے پاس سے گزرے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صرف اس لیے نہیں اٹھایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔

1652 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً، فَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ هَكَذَا

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور پائی تو ارشاد فرمایا: اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ صدقے کی ہوگی' تو میں اسے کھالیتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ہشام نے قتادہ کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے۔

1653 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَعَثَنِي أَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِبِلٍ، أَعْطَاهَا إِيَّاهُ مِنَ الصَّدَقَةِ.

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان اونٹوں کے سلسلے میں بھیجا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ میں سے دیئے تھے۔

1654 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، نَحْوَهُ زَادَ أَبِي: يُبْدِلُهَا لَهُ۔

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''(اس لئے بھیجا) تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بدل دیں''۔

مسئلہ: اکثر ائمہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ واجب صدقہ (یعنی فرض زکوۃ کا مال) لینا حلال تھا نہ نفل صدقہ (خیرات) لینا۔امام شافعی اور امام احمد کے دو مختلف قول خیرات لینے کے جواز وعدم جواز کے متعلق آئے ہیں۔جمہور کے قول

1652- اسناده صحيح. علي: هو ابن نصر بن علي الازدي. واخرجه مسلم (1071) من طريق هشام بن ابي عبد الله، عن قتادة، به. واخرجه البخاري (2055) و (2431) و (2432)، ومسلم (1071) من طريق طلحة بن مصرف، عن انس بن مالك. وهو في "مسند احمد" (12190) و (14110).

کی دلیل حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستہ پر گذرے وہاں چھوارہ پڑا تھا۔ فرمایا: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہوگا تو میں اس کو کھالیتا۔ متفق علیہ

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی کھانا پیش کیا جاتا تو آپ دریافت فرماتے: یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر صدقہ کہا جاتا تو آپ ساتھیوں سے فرماتے کہ تم کھالو خود نہ کھاتے اور اگر ہدیہ کہا جاتا تو آپ ہاتھ بڑھا دیتے اور ساتھیوں کے ساتھ خود بھی کھاتے۔ متفق علیہ۔ طحاوی نے بھی بہزاد بن حکیم کے دادا کی روایت سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

آل رسول کے لئے بھی صدقہ حلال نہ تھا۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ حضرت حسن بن حضرت علی نے صدقہ کا ایک چھوارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ سے پھینک دینے کے لئے فرمایا آخ آخ۔ پھر فرمایا: ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ متفق علیہ

بنو ہاشم کے لیے مال زکوٰۃ لینے سے متعلق اختلاف فقہاء کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے لئے زکوٰۃ و خیرات کھانے کی حرمت وحلت میں علماء کا اختلاف ہے اور چار مختلف اقوال ہیں۔

(۱) مطلقاً جائز ہے۔ زکوٰۃ ہو یا خیرات اب آل رسول کے لئے ہر قسم کا صدقہ کھانا درست ہے۔ ایک روایت میں اس قول کی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف کی گئی ہے۔ اس قول کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے فقط ایک قیاسی استنباط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقارب کو زکوٰۃ کے مال میں سے حصہ دینے کے بجائے مال غنیمت کے خمس (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا) کا خمس (یعنی کل مال غنیمت کا پچیسواں حصہ) دے دیا کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آل رسول کا پچیسواں حصہ ساقط ہو گیا تو صدقہ کی حرمت بھی ان کے لئے ساقط ہو گئی۔

مطلقاً ناجائز ہے۔ نہ زکوٰۃ لینی جائز ہے نہ خیرات۔ یہ قول صاحبین کا ہے طحاوی اور ابن ہمام نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہم آل محمد صدقہ نہیں کھاتے عام ہے۔ دوسری روایت میں آیا ہے: ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں۔ رواہ مسلم والطبرانی والطحاوی من حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ومن حدیث رشد بن مالک۔ امام احمد اور طحاوی نے حضرت حسن کے قصہ میں بھی یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔

(۳) زکوٰۃ لینی جائز ہے خیرات لینی درست نہیں۔ یہ صرف امام مالک کا قول ہے۔ اس کی دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ فرض تو ایک لازمی حق ہوتا ہے اس کو لینے میں آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی توہین نہیں ہوتی اور خیرات لینے میں حقارت و ذلت ہوتی ہے۔ اس قول کی تردید کے لئے مذکورہ بالا احادیث کافی ہیں۔

(٤) خیرات جائز ہے زکوٰۃ جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ کا مشہور مسلک اور امام شافعی و امام حنبل کا صحیح قول یہی ہے۔ امام مالک کی طرف بھی ایک روایت میں اس قول کی نسبت کی گئی ہے بلکہ امام مالک سے تو چاروں اقوال مروی ہیں اور چاروں روایات مشہور ہیں۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ مندرجہ بالا احادیث میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس صدقہ کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد

فرض صدقہ (زکوٰۃ) ہے اور فرض زکوٰۃ کی حرمت ہی حضرت مطلب بن ربیعہ بن حارث کی حدیث میں مراد ہے۔ حضرت ربیعہ بن حارث اور حضرت عباس بن عبدالمطلب ایک بار جمع ہوئے اور بولے: اگر ہم ان دونوں لڑکوں یعنی مجھے اور فضل بن عباس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض کے لئے بھیج دیں کہ آپ تحصیل زکوٰۃ کی خدمت پر ان دونوں کو مقرر کر دیں تا کہ دوسرے لوگوں کو جو اجرت ملتی ہے وہ ان کو بھی مل جایا کرے تو مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا: ان کو نہ بھیجو (مگر حضرت علی کا مشورہ کسی نے نہ مانا) چنانچہ ہم خدمت گرامی میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس روز حضرت زینب بنت جحش کے گھر تھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اب نکاح کے قابل ہو گئے اور آپ (اقارب کے ساتھ) سب سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والے اور بڑے کنبہ پرور ہیں۔ ہم اس لئے خدمت گرامی میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپ وصول زکوٰۃ کی خدمت پر ہم کو بھی مامور فرما دیں۔ جس طرح اور لوگ وصول کر کے داخل کرتے ہیں اور اجرت پاتے ہیں ہم بھی وصول کر کے داخل کر دیں گے اور ہم کو بھی دوسروں کی طرح اجرت مل جائے گی (اس طرح ہم نکاح کر سکیں گے اور ہمارا گذارا ہو جائے گا) یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک خاموش رہے پھر فرمایا: آل محمد کے لئے صدقہ مناسب نہیں یہ لوگوں کا میل کچیل ہے۔ تم محمیہ بن جزء اسدی اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو بلالاؤ۔ محمیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال خمس کی نگرانی پر مامور فرما دیا تھا۔ جب دونوں آ گئے تو محمیہ سے فرمایا: اس لڑکے فضل بن عباس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو۔ محمیہ نے نکاح کر دیا اور نوفل بن حارث سے فرمایا: تم اس لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو۔ انہوں نے بھی اپنی لڑکی کا نکاح حسب الحکم کر دیا۔ پھر محمیہ سے فرمایا: خمس میں سے ان دونوں کا مہر اتنا اتنا دے دو۔ رواہ مسلم۔ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ وصول زکوٰۃ پر اگر کوئی ہاشمی مامور ہو تب بھی مال زکوٰۃ میں سے اجرت لینی اس کے لئے جائز نہیں اور مامور نہ ہو تو جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن اس حدیث میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے جس کو وصول کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مقرر فرماتے تھے۔

خاندان رسول کے صدقہ لینے کا جواز مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہو رہا ہے اس کے راوی حضرت ابن عباس ہیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ مدینہ کا قافلہ (کہیں سے تجارتی سامان لے کر) آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ سامان خریدا اور چند اوقیہ نقرئی کے نفع سے اس کو بیچ ڈالا پھر وہ روپیہ خاندان عبدالمطلب کی بیواؤں کو بطور صدقہ دے دیا پھر فرمایا: آئندہ جس چیز کی قیمت میرے پاس نہ ہوگی میں اس کو نہیں خریدوں گا۔

امام شافعی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر مکہ اور مدینہ کے درمیان میں پانی کی جو سبیلیں تھیں ان سے پانی پی لیا کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابراہیم بن محمد نے فرمایا: آپ صدقہ کا پانی پی لیتے ہیں؟ فرمایا: ہمارے لئے صرف صدقہ مفروضہ حرام کیا گیا ہے (اور یہ سبیل کا پانی خیراتی پانی ہوتا ہے) اگر کوئی یہ کہے کہ اوقاف کا حکم دوسرے صدقات سے الگ ہے (اوقاف سے فائدہ اٹھانا تمام مسلمانوں کے لئے جائز ہے خاندان رسول بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے) تو یہ بے دلیل دعویٰ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو امام جعفر یوں فرماتے کہ اوقاف کا حکم دوسرے صدقات سے جدا ہے یہ نہ فرماتے کہ ہمارے لئے صرف فرض صدقہ (زکوٰۃ) حرام کیا گیا ہے۔

بخاری وغیرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی کو اپنا وارث نہیں چھوڑتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ

صدقہ ہے۔ زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کا خرچ گھر والوں کو دے دیا کرتے تھے اور جو کچھ بچ رہتا' اس کو اللہ کے مال کی طرح اللہ کے راستہ میں (یعنی جہاد کی تیاری' گھوڑوں کی خریداری' ہتھیاروں کی فراہمی وغیرہ) صرف کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عباس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی طرح کیا کرتے تھے (یعنی ترکۂ رسول میں سے جو حقیقت میں ترکہ نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس کا حکم خیرات یا صدقہ کا حکم تھا' اقارب رسول اللہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کے مطابق دیا کرتے تھے) اس سے ظاہر ہوگیا کہ بنی ہاشم کے لئے ہر صدقہ (خواہ خیرات ہی ہو) حرام نہ تھا (بلکہ صرف زکوٰۃ حرام تھی)۔

: اکثر ائمہ کے نزدیک ہاشمی' ہاشمی کی بھی زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔ امام ابو یوسف اس کو جائز کہتے ہیں۔ کیونکہ صدقہ چونکہ لوگوں کا میل کچیل ہوتا ہے' اس لئے بنی ہاشم کے لئے حرام کیا گیا تھا مگر اپنا صدقہ خود کھانے میں کوئی حرج نہیں (کسی طرح کی توہین نہیں) ہم کہتے ہیں: بنی ہاشم کے شرف کا تقاضا ہے کہ وہ تمام لوگوں کے (خواہ وہ ہاشمی ہی ہو) میل کچیل سے اپنے کو محفوظ رکھیں' اس لئے ہاشمی' ہاشمی کی بھی زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔

بنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ حرام ہے' ان میں پانچ بطن شامل ہیں: آل علی' آل عباس' آل جعفر' آل عقیل' آل حارث بن عبدالمطلب۔ یہ امام اعظم اور امام مالک کا قول ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بنی مطلب بھی ان میں شامل ہیں' کیونکہ خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ذوی القربیٰ کو دیتے تھے تو بنی مطلب کو بھی اس کا حصہ دار بناتے تھے' ان کو بھی دیتے تھے۔ مسائل خمس میں حضرت جبیر بن مطعم کی روایت ہم ذکر کر چکے ہیں۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک بنی ہاشم کے غلاموں کے لئے بھی زکوٰۃ حرام ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کا بھی صحیح ترین قول یہی ہے۔ بعض کے نزدیک بنی ہاشم کے موالی کے لئے زکوٰۃ حرام نہیں۔ امام ابو یوسف نے فرمایا: موالی کی طرف بنی ہاشم کے سوا اور کسی کو نہیں پھیرا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مخزومی شخص کو تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرمایا۔ اس شخص نے ابو رافع سے کہا: تم بھی میرے ساتھ چلو' تم کو بھی کچھ مل جائے گا۔ ابو رافع نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر میں نہیں جا سکتا۔ چنانچہ ابو رافع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں اور کسی قوم کا غلام بھی انہی میں سے ہوتا ہے (یعنی اس کا حکم بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسے اس کے آقا کا) یہ حدیث حضرت ابو رافع کی روایت سے امام احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن حبان اور حاکم نے بیان کی ہے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے ابو رافع کا نام ارقم بن ابی الارقم تھا۔

مسئلہ: مال زکوٰۃ کو ایک شہر سے دوسرے شہر کو لے جانا مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا تھا: ان کے مالداروں سے لیا جائے اور ان کے حاجت مندوں کو لوٹا دیا جائے۔ منقول ہے کہ زکوٰۃ کا جو مال خراسان سے شام لایا گیا تھا' حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پھر شام سے خراسان کو لوٹا دیا۔ (تفسیر مظہری، سورۂ توبہ، لاہور)

بَابُ الْفَقِيرِ يُهْدِي لِلْغَنِيِّ مِنَ الصَّدَقَةِ

باب: فقیر کا غنی کو صدقے میں سے کوئی چیز تحفے کے طور پر دینا

1655 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ، قَالَ: مَا هٰذَا؟، قَالُوا: شَيْءٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، فَقَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ، وَلَنَا هَدِيَّةٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ کہاں سے آیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقے کے طور پر دیا گیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

شرح

حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ بریرہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھیں اس کے سبب تین شرعی احکام نافذ ہوئے پہلا حکم تو یہ کہ جب بریرہ آزاد ہوئی تو اسے اختیار دے دیا گیا کہ چاہے تو وہ اپنے خاوند کہ جس کا نام مغیث تھا کے نکاح میں رہے یا اس سے جدائی اور علیحدگی اختیار کر لے۔ یہ علماء کے یہاں "خیار عتق" کہلاتا ہے یعنی جو لونڈی کسی کے نکاح میں ہو تو آزاد ہونے کے بعد اسے اختیار ہے کہ چاہے تو خاوند کے نکاح میں رہے چاہے اس سے جدائی اختیار کر لے لیکن حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ لونڈی کو یہ اختیار اس وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کا خاوند غلام ہو حنفیہ کہتے ہیں کہ اس کا خاوند خواہ غلام ہو خواہ آزاد ہو وہ دونوں صورتوں میں مختار ہوگی۔

بریرہ کا خاوند مغیث غلام تھا جب بریرہ نے آزاد ہونے کے بعد اس سے جدائی اختیار کر لی گویا اسے قبول نہیں کیا تو مغیث بڑا ہی پریشان ہوا یہاں تک کہ وہ بریرہ کے عشق و فراق میں روتا اور فریاد کرتا پھرتا رہا مگر بریرہ نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا اور اس سے علیحدہ ہی رہی۔ بریرہ کے سبب سے دوسرا حکم یہ نافذ ہوا کہ ولاء یعنی لونڈی کی میراث اس شخص کے لئے ہے جس نے اسے آزاد کیا ہوگا اس کی تفصیل یہ ہے کہ بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھی جس نے اسے مکاتب کر دیا تھا یعنی یہودی نے اسے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تو اتنے درہم دے دے گی تو آزاد ہو جائے گی جب بریرہ مطلوبہ تعداد میں درہم فراہم کرنے سے عاجز ہو گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ اگر وہ کچھ دے دیں تو اپنے مالک کو دے کر آزادی کا خلعت زیب تن کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اپنے مالک سے پوچھ اگر وہ تجھے بیچے تو میں خرید لیتی ہوں۔ بریرہ اپنے مالک کے پاس گئی اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواہش بیان کی وہ فروخت کرنے پر تیار ہو گیا مگر اس نے یہ بھی کہا کہ میں اس شرط پر فروخت کرنے کے لئے تیار ہوں کہ ولاء یعنی بریرہ کی میراث کے ہم حقدار ہوں گے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہودی اس طرح کہتے ہیں اور ان کی یہ شرط ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی غلط کہتے ہیں۔ میراث کا

حق اسی کو ہوتا ہے جو آزاد کرتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا تم اس سے خرید کر آزاد کر دو اس کی میراث تمہارے لئے ہوگی، یہودیوں کی یہ شرط باطل ہے۔

تیسرا حکم جو بریرہ کے سبب سے نافذ ہوا اس کا ذکر حدیث کے آخر میں کیا گیا ہے اس کا حاصل اور مطلب یہ ہے کہ اگر مستحق زکوۃ کو زکوۃ کا مال دیا جائے اور مستحق زکوۃ وہ مال لے کر ایسے شخص کو دے دے جو زکوۃ کا مستحق نہیں ہے تو اس کے لئے یہ مال حلال و جائز ہوگا کیونکہ زکوۃ دینے والے نے تو ایک صحیح شخص اور مستحق کو مال دے دیا اور وہ مال اس مستحق زکوۃ کی ملکیت ہوگا اب وہ جس شخص کو بھی اپنا مال دے گا جائز اور درست ہوگا اصطلاح میں اسے "تملیک" کہا جاتا ہے جو جائز اور حلال ہے۔

مکاتبت غلام اور اس کے مالک کے درمیان ایک خاص نوعیت کے معاہدہ کا اصطلاحی نام ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ غلام کا مالک اسے اس شرط پر آزاد کرتا ہے کہ روپیہ کی اتنی مقدار اتنی مدت میں دینی ہوگی غلام اسے قبول و منظور کر لیتا ہے چنانچہ غلام اگر روپیہ کی وہ مقدار اس متعینہ مدت میں ادا کر لیتا ہے تو اپنے مالک کی غلام سے آزاد ہو جاتا ہے اور اگر وہ مقدار ادا نہیں کر پاتا تو پھر جوں کا توں اس کی غلامی میں رہتا ہے اس معاملہ کو مکاتبت یا کتابت اور اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔ ولاء آزاد کرنے کے اس حق کو کہتے ہیں جو غلام کے مالک کو حاصل ہوتا ہے یعنی اگر کوئی شخص اپنے کسی غلام کو آزاد کر دے اور وہ آزادی ہی کی حالت میں مر جائے اور اپنے پیچھے کچھ مال و اسباب چھوڑ جائے تو اس کے عصبہ نہ ہونے کی صورت میں اس کے تمام مال و اسباب کا حق دار وہی آزاد کرنیوالا شخص ہوتا ہے یہی حق ولاء کہلاتا ہے۔

بریرہ حضرت عائشہ کی لونڈی کا نام ہے یہ حضرت عائشہ کی خدمت میں آنے سے پہلے ایک یہودی کی ملکیت میں تھی جب انہوں نے اپنے مالکوں سے کتابت کی تو وہ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان سے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ پر اس شرط کے ساتھ کتابت کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ جو چالیس درہم کا ہوتا ہے دیا کروں گی اب میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ میری مدد کریں اور مجھے اتنا دیدیں جو میں بدل کتابت کے طور پر اپنے مالکوں کو دیدوں۔

حضرت عائشہ نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو پسند ہو تو میں یہ کر سکتی ہوں کہ انہیں یہ نو اوقیہ یک مشت تمہاری قیمت کے طور پر انہیں دیدوں اور تمہیں خرید کر آزاد کر دوں اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو تو اسے بیچنا خریدنا جائز ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں تمہاری طرف سے حق ولاء مجھے ہی حاصل ہوگا لیکن جب یہ بات بریرہ کے مالکوں کو پہنچی تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا کیونکہ وہ بریرہ کو حضرت عائشہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرنا چاہتے تھے کہ بریرہ کا حق ولاء ان کو حاصل ہو چونکہ ان کی یہ شرط کہ بریرہ کو خرید کر آزاد تو کریں عائشہ اور حق ولاء پہنچے ان کو بالکل نادانی کی بات تھی اور شرعی طور پر مطلقاً ناجائز اس لئے جب حضرت عائشہ نے اس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور حدیث میں مذکورہ کلمات ارشاد فرمائے۔ حق ولاء کو بیچنا یا اس کو ہبہ کرنا ناجائز ہے حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو بیچنے یا اس کو ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی مثلاً ایک شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا جس کی وجہ سے حق ولاء اس کے لئے ثابت ہو گیا اب اگر وہ یہ چاہے کہ اس حق

ولاء کو کسی کے ہاتھ بیچ دے یا کسی کو ہبہ کر دے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ولاء کوئی مال نہیں ہے کہ اس کو بیچا یا ہبہ کیا جا سکے اس بارے میں تمام علماء کا متفقہ طور پر یہی مسلک ہے۔

بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ثُمَّ وَرِثَهَا

باب: جو شخص کوئی چیز صدقہ کرے اور اس کا وارث بن جائے

1656 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِوَلِيدَةٍ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ، قَالَ: قَدْ وَجَبَ أَجْرُكِ، وَرَجَعَتْ إِلَيْكِ فِي الْمِيرَاثِ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز صدقے کے طور پر دی' والدہ کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے (وراثت) میں وہ کنیز چھوڑی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اجر ثابت ہو گیا اور وہ کنیز وراثت میں تمہاری طرف واپس آ جائے گی۔

بَابٌ فِي حُقُوقِ الْمَالِ

باب: مال کے حقوق

1657 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الْمَاعُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَوَرَ الدَّلْوِ وَالْقِدْرِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم اس چیز کو "ماعون" شمار کرتے تھے۔ (جس کا ذکر قرآن میں ہے) کہ ڈول یا ہنڈیا کسی کو عارضی طور پر دی جائے۔

شرح

ویمنعون الماعون۔ اور وہ ماعون کو روکتے ہیں۔ قطرب نے کہا اصل لغت میں ماعون تھوڑی چیز کو کہتے ہیں۔

یہاں زکوٰۃ مراد ہے۔ حضرت علی' حضرت ابن عمر' حسن' قتادہ اور ضحاک سے یہی تفسیر منقول ہے۔ زکوٰۃ کو ماعون کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بہت مال کی تھوڑی زکوٰۃ ہوتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کلہاڑی' ڈول' ہانڈی اور انہی جیسی چیزیں ماعون ہیں۔ سعید بن جبیر کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول آیا ہے۔ مجاہد نے کہا: ماعون سے مراد عاریت (مانگی ہوئی' مستعار چیز) ہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ماعون سے اعلیٰ اور ادنیٰ ہر چیز مراد ہے۔ اعلیٰ چیز فرض زکوٰۃ ہے اور ادنیٰ چیز مستعار لیا ہوا استعمال کا گھریلو سامان۔ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ اور کلبی رضی اللہ عنہ نے کہا: ماعون وہ معروف چیزیں ہیں جن کا لین دین لوگ آپس میں کرتے

ہیں۔ بعض علماء نے کہا: ماعون وہ چیز ہے جس کو روک رکھنا (دوسروں کو نہ دینا) درست نہیں جیسے پانی' نمک' آگ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ پانی تو خیر۔ نمک اور پانی میں کیا بات ہے؟ فرمایا: حمیرا! جس نے آگ دے دی گویا اس نے اس آگ سے پکا ہوا کل کھانا دے دیا اور جس نے نمک دے دیا اس نے گویا اس نمک سے درست کیا ہوا کھانا دے دیا اور جس نے کسی مسلمان کو ایسے مقام پر جہاں پانی ملتا ہے پانی پلایا اس نے گویا ایک بردہ آزاد کیا اور جس نے پانی نہ ملنے کے مقام میں کسی مسلمان کو پانی پلایا' اس نے گویا اس کو زندہ کر دیا۔ (رواہ ابن ماجہ)

ماعون سے مراد دس اقوال کا بیان

اموال کی زکوٰۃ:

(1) اس سے مراد ان کے اموال کی زکوٰۃ ہے؛ ضحاک نے حضرت ابن عباس سے یہی روایت نقل کی ہے حضرت علی شیر خدا سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام مالک نے بھی یہی کہا ہے: اس سے مراد منافق ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ ابوبکر بن عبدالعزیز نے امام مالک سے روایت نقل کی ہے کہا: منافق جب نماز پڑھتا ہے تو ریاکاری کرتے ہوئے نماز پڑھتا ہے اگر نماز اس سے فوت ہو جاتی ہے تو اس پر کسی شرمندگی کا اظہار نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو زکوٰۃ فرض کی ہے وہ اسے روک لیتا ہے، زید بن اسلم نے کہا: اگر نماز بھی ان کے لیے مخفی ہوتی جس طرح زکوٰۃ ان کے لیے مخفی ہے تو وہ اسے نہ پڑھے۔

مال:

(2) ماعون سے مراد مال ہے؛ یہ قریش کی لغت ہے؛ یہ ابن شہاب اور سعید بن مسیب کا نطقہ نظر ہے۔

تمام منافع:

(3) یہ ایسا اسم ہے جو گھر کے تمام منافع کو جامع ہے جس طرح کلہاڑا، ہنڈیا، آگ اور اس جیسی چیزیں، یہ حضرت ابن مسعود کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے اعمش نے کہا: باجود منہ بماعونہ وہ اپنے گھر کے سامان کے ساتھ زیادہ سخاوت کرنے والا ہے۔

جاہلیت میں مراد منفعت اور اسلام میں طاعت اور زکوٰۃ:

(4) زجاج، ابوعبید اور مبرد نے کہا: دور جاہلیت میں ماعون اسے کہتے جس میں کوئی منفعت ہوتی جیسے کلہاڑا، ہنڈیا، ڈول، پیالہ خواہ اس میں تھوڑی منفعت ہوتی یا زیادہ منعت ہوتی۔ انہوں نے اس بارے میں اعشی کے اشعار پڑھے۔ علماء نے کہا: اسلام میں ماعون سے مراد طاعت اور زکوٰۃ ہے اور ایک چرواہے کے اشعار پڑھے:

اخلیفة الرحمن انا معشر ... حنفاء نسجد بکرة واصیلا
عرب نری للہ من اموالنا ... حق الزکاة منزلا تنزیلا
قوم علی الاسلام لما یمنعوا ... ماعونهم ویضیعوا التهلیلا

اے رحمن کے خلیفہ! ہم ایسے لوگ ہیں جنہوں نے باطل کو چھوڑ کر حق کو اپنا لیا ہے، ہم صبح و شام سجدہ کرتے ہیں، ہم

عرب ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے اموال میں زکوۃ کا حق لازمی سمجھتے ہیں،۔ ہم مسلمان ہیں، جب وہ زکوۃ و طاعات سے رکتے ہیں اور لا الہ اللہ کو ضائع کرتے ہیں۔

ان اشعار سے ماعون سے مراد زکوۃ ہے۔

ادھار چیز:

(5) ماعون سے مراد ادھار چیز ہے؛ حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے۔

ہر نیکی:

(6) ہر نیکی مراد ہے جو لوگ باہم ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ یہ محمد بن کعب اور کلبی کا قول ہے۔

پانی اور گھاس:

(7) اس سے مراد پانی اور گھاس ہے۔

پانی:

(8) صرف پانی مراد ہے۔ فراء نے کہا: میں نے ایک بدو کو کہتے ہوئے سنا وہ ماعون سے مراد پانی لے رہا تھا۔ اس بارے میں نے یہ مصرع سنایا:

...یمج صبیرہ الماعون صبا...

اس کا بادل موسلادھار پانی برسا رہا تھا۔

حق کو روکنا:

(9) اس نے حق روکا؛ یہ حضرت عبداللہ بن عمر کا قول ہے۔

منافع میں سے تھوڑی سی چیز:

(10) اموال کے منافع میں سے تھوڑی سی چیز۔ یہ معن سے ماخوذ ہے جس کا معنی قلیل ہے؛ یہ طبری اور حضرت ابن عباس کا قول ہے۔

قطرب نے کہا: ماعون کا اصل معنی قلت ہے معن سے مراد تھوڑی چیز ہے عرب کہتے ہیں: مالہ سعنۃ ولا معنۃ، نہ اس کے پاس زیادہ نہ کم۔ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ، صدقہ اور اس جیسی چیزوں کو ماعون قرار دیا کیونکہ یہ کثیر میں سے تھوڑی چیز ہوتی ہے لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ماعون کی اصل معونۃ ہے، الف، ھاء کے عوض میں ہے، یہ جوہری نے بیان کی ہے۔ ابن عربی نے کہا: ماعون یہ اعان، یعین سے مفعول کا وزن ہے۔ عون سے مراد ایسی امداد ہے جو قوت، آلات اور امر کے اسباب میسرہ کے ساتھ ہو۔

طاعت و انقیاد کا بیان

(11) اس سے مراد طاعت و انقیاد ہے۔ اخفش نے فصیح اعرابی سے یہ قول نقل کیا ہے؛ اگر ہم اترے تو میں تیری اونٹنی کے

ساتھ ایسا معاملہ کروں گا تو وہ اونٹنی تجھے اختیار عطا کرے گی۔

راجز نے کہا:

معی تمادنهن فی البرین... یضضعن او یعطین بالماعون

جب تو انہیں ان حلقوں سے پکڑے گا جو ان کے ناک میں ہیں تو وہ عاجزی کریں گے یا تیری اطاعت کریں گی۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے جس کا روکنا حلال نہیں ہوتا جس طرح پانی، نمک اور آگ، کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس کا روکنا حلال نہیں؟ فرمایا: پانی، آگ اور نمک۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ تو پانی ہوا، یہ آگ اور نمک کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: اے عائشہ جس نے آگ دی گویا اس نے وہ تمام کھانا صدقہ کیا جو اس آگ کے ساتھ پکایا گیا، جس نے نمک دیا گیا گویا اس نے وہ تمام کھانا صدقہ کیا جس کے ساتھ اس کھانے کو لذیذ بنایا گیا، جہاں پانی پایا جاتا ہے وہاں اس نے ایک دفعہ پانی پلایا گویا اس نے ساٹھ غلام آزاد کیے اور جس نے وہاں پانی پلایا جہاں پانی نہیں ملتا تو گویا اس نے ایک نفس کو زندہ کیا اور جس نے ایک نفس کو زندگی دی (اس کو مرنے سے بچایا) تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچایا۔ یہ روایت ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کی ہے اور ابن ماجہ نے اسے سنن میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ضعف ہے۔ یہ بارہواں قول ہے۔ ماوردی نے کہا: یہ احتمال موجود ہے کہ اس سے مراد ایسی معرفت ہے جس کا کرنا آسان ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ذی شان بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ عکرمہ جو حضرت ابن عباس کے غلام تھے سے کہا گیا: جس نے اپنے سامان میں سے کوئی چیز دینے سے انکار کیا اس کے لیے ہلاکت ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ جس نے تین چیزوں کو جمع کیا اس کے لیے ہلاکت ہے۔ نماز کو ترک کرنا۔ ریا کاری کرنا اور ضرورت کی چیزوں میں بخل کرنا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ماعون، بیروت)

قیامت کے دن حساب و کتاب اور زکوٰۃ کے حساب کا بیان

1658 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ صَاحِبِ كَنْزٍ، لَا يُؤَدِّي حَقَّهُ، إِلَّا جَعَلَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَتُكْوَى بِهَا جَبْهَتُهُ وَجَنْبُهُ وَظَهْرُهُ، حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ تَعَالَى بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ، ثُمَّ يَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ، وَمَا مِنْ صَاحِبِ غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا، إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ، فَيُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، فَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا، وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا، لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ كُلَّمَا مَضَتْ أُخْرَاهَا، رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ، ثُمَّ يَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِمَّا إِلَى النَّارِ، وَمَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا، إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْفَرَ مَا كَانَتْ، فَيُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، فَتَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا، كُلَّمَا مَضَتْ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا، رُدَّتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ تَعَالَى بَيْنَ عِبَادِهِ، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ، ثُمَّ

يَرٰى سَبِيلَهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو بھی مال کا مالک شخص اس کے حق (زکوٰۃ) کو ادا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس مال کو اس شخص کے لیے جہنم کی آگ میں تپائے گا' اور پھر اس کے ذریعے اس کے مالک کی پیشانی، کمر اور پہلو پر داغ لگایا جائے گا۔ ایسا اس وقت تک ہوتا رہے گا' جب تک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیتا۔ وہ ایک ایسا دن ہوگا' جس کی طوالت تمہارے حساب سے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی اس کے بعد وہ شخص اپنی راہ کو دیکھے گا' جو یا تو جنت کی طرف جاتی ہوگی یا جہنم کی طرف جاتی ہوگی۔ بکریوں کا جو مالک ان کے حق (زکوٰۃ) کو ادا نہیں کرے گا' تو قیامت کے دن ان بکریوں کو لایا جائے گا' جو پہلے سے زیادہ موٹی تازی ہوں گی۔ اس شخص کو ایک چٹیل میدان میں ان بکریوں کے سامنے الٹا لٹا دیا جائے گا وہ بکریاں اسے اپنے سینگوں کے ذریعے مارنا اور اپنے کھروں کے ذریعے روندنا شروع کریں گی۔ ان میں سے کوئی بھی بکری ایسی نہیں ہوگی' جس کے سینگ مڑے ہوئے ہوں' یا بغیر سینگ کے ہو جب ان میں سے آخری بکری گزر جائے گی' تو پہلے والی دوبارہ آ جائے گی۔ ایسا اس وقت تک ہوتا رہے گا' جب تک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیتا۔ یہ اس دن ہوگا' جس کی طوالت تمہارے حساب سے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔ اس کے بعد وہ شخص اپنی راہ دیکھے گا' جو یا تو جنت کی طرف جاتی ہوگی یا جہنم کی طرف جاتی ہوگی۔ اونٹوں کا جو بھی مالک ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا ہوگا' تو قیامت کے دن ان اونٹوں کو لایا جائے گا' جو پہلے سے زیادہ موٹے تازے ہوں گے۔ ان کے مالک کو ان کے سامنے ایک چٹیل میدان میں الٹا لٹا دیا جائے گا پھر وہ اپنے پاؤں کے ذریعے اسے روندنا شروع کریں گے۔ جب ان میں سے آخری اونٹ گزر جائے گا' تو پہلے والا دوبارہ آ جائے گا۔ ایسا اس وقت تک ہوتا رہے گا' جب تک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیتا۔ یہ اس دن ہوگا' جس کی طوالت تمہارے حساب سے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔ اس کے بعد وہ شخص اپنی راہ دیکھے گا' جو یا تو جنت کی طرف جاتی ہوگی یا جہنم کی طرف جاتی ہوگی۔

میدان حشر اور حساب کا بیان

حساب" کے معنی ہیں گننا، شمار کرنا! اور یہاں سے مراد ہے قیامت کے دن بندوں کے اعمال و کردار کو گننا اور ان کا حساب کرنا! واضح رہے کہ حق تعالیٰ کی علیم وخبیر ذات کو سب کچھ معلوم ہے اور بندہ اس دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے وہ اس پر روشن وعیاں ہے لیکن قیامت کے دن بندوں کے اعمال و کردار کا حساب اس لئے ہوگا تا کہ ان پر حجت قائم ہو اور تمام مخلوق پر روشن ہو جائے کہ دنیا میں کس نے کیا کیا ہے اور کون کس درجہ کا آدمی ہے! پس قیامت کے دن کا یہ حساب قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا واجب ہے۔ " قصاص " کے معنی بدلہ و مکافات کے ہیں یعنی جس شخص نے جیسا کیا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی کرنا! مثلاً اگر کسی شخص نے کسی شخص کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلہ میں اس کو بھی قتل کرنا اور اگر کسی شخص نے کسی شخص کو زخمی کیا ہے تو اس کے بدلہ میں اس کو بھی زخمی کرنا قصاص کہلاتا ہے قیامت کے دن، جان کا بدلہ جان، زخم اور تکلیف ہوگا اور دنیا میں جس نے جس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہوگا کہ خواہ اس کو آزردہ کیا ہو اور خواہ کوئی بھی جسمانی اور روحانی اذیت پہنچائی ہو اور وہ چیونٹی یا مکھی ہی کیوں نہ ہو، تو قیامت

کے دن اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا اگرچہ وہ مکلف نہ ہو چنانچہ تمام حیوانات کو بھی قیامت کے دن اسی لئے اٹھایا جائے گا تا کہ ان کو بھی ایک دوسرے کا بدلہ دلوایا جاسکے مثلاً اگر کسی سینگ والی بکری نے کسی بے سینگ بکری کو مارا ہوگا تو اس دن اس کو قصاص یعنی بدلہ دینا ہوگا۔ "میزان" اس چیز سے تعبیر ہے جس کے ذریعہ بندوں کے اعمال کی مقدار وحیثیت جانی جاسکے اور جمہور علماء کا قول ہے کہ وہ چیز میزان یعنی ترازو ہی کی شکل میں ہوگی جس کے دو پلے ہوں گے اور ایک زبان ہوگی اور دونوں پلوں کے درمیان مشرق ومغرب جیسا فاصلہ ہوگا اس میزان کے ذریعہ بندوں کے اعمال تولے جائیں گے یعنی ایک پلے میں نیکیوں کے اعمال نامے اور دوسرے پلے میں برائیوں کے اعمال نامے رکھے جائیں گے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حسنات یعنی نیک اعمال کو اچھی صورتوں میں اور سیأت یعنی برے عمل کو بری صورتوں میں ڈھال دیا جائے گا اور ان دونوں کو تولا جائے گا لیکن بعض روایتوں میں پہلا قول ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں جو نصوص ہیں ان کا ظاہری مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے۔

آسان اور سخت حساب کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جس سے حساب لیا جائے گا وہ تباہ ہو جائے گا (یعنی جو بھی شخص سخت حساب اور داروگیر سے دوچار ہوگا اس کا بچ نکلنا ممکن نہیں ہوگا نیز یہاں "تباہ ہونے" سے مراد عذاب میں مبتلا ہونا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (جب میں نے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایک کلیہ کے طور پر سنا تو میرے ذہن میں اشکال پیدا ہوا اور اسی اشکال کو دور کرنے کے لئے) میں نے عرض کیا کہ "کیا اللہ تعالیٰ نے اہل نجات کے حق میں یہ نہیں فرمایا کہ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا (84۔الانشقاق:8) یعنی (جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا" پس قریب ہوگا کہ اس کا حساب آسان ہو" (اور جب حساب آسان ہوگا اواس کے تباہ ہونے کے کیا معنی ہوں گے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے اس اشکال کو دور کرنے کے لئے) فرمایا۔ "یہ آسان حساب صرف پیش کرنا اور بیان محض ہے لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا (یعنی جس کو سخت باز پرس اور داروگیر سے گزرنا پڑے گا) اور وہ یقینا تباہ ہوگا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 123)

آسان حساب صرف پیش کرنا اور بیان محض ہے" کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ پس قریب ہوگا کہ اس کا حساب آسان ہو۔" تو آسان حساب ہونے سے مراد ہے کہ اس کے اچھے اور برے اعمال اس کو بتلا دیئے جائیں گے مثلاً اس سے کہا جائے گا کہ تو نے یہ کیا ہے، وہ کیا ہے اور برے اعمال پر مواخذہ نہیں کرے گا لیکن جس شخص کے حساب میں داروگیر اور باز پرس کا دخل ہو جائے گا، اس سے ایک ایک چیز اور ہر چھوٹے بڑے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اس پر محاسبہ ومواخذہ کی سخت کارروائی نافذ کی جائے گی تو اس شخص کا عذاب سے بچنا ممکن نہیں ہوگا پس وہ تباہ ہو جائے گا اور حقیقت میں حساب یہی ہے۔ اس بات کو ایک دوسرے نقطہ نظر سے یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا حدیث میں جو کچھ فرمایا ہے وہ اس کلیہ کو ظاہر کرتا ہے کہ جو بھی شخص حساب کے مرحلہ سے گزرے گا وہ یقینا عذاب میں مبتلا ہوگا لیکن قرآن کی مذکورہ آیت میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حساب کے مرحلہ سے گزرنے والوں میں سے بعض لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا

جائے گا اس سے گویا قرآن کی آیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے؟ لہٰذا اس ظاہری تضاد کو رفع کرنے کے لئے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں "حساب" سے مراد صرف عرض ہے یعنی ان لوگوں کے سامنے (کہ جن کو نجات یافتہ قرار دینا مقصود ہوگا ان کے اعمال کی فہرست کھول کر رکھ دی جائے گی، چنانچہ انہوں نے جو برے اعمال کئے ہوں گے وہ ان کا اعتراف واقرار کریں گے اور حق تعالیٰ اپنا فضل وکرم ظاہر کرتے ہوئے ان کے ساتھ درگزر کا معاملہ فرمائے گا اس کے برخلاف حدیث میں "حساب" سے مراد واقعی محاسبہ ومواخذہ اور دارو گیر ہے جس کو "حساب میں مناقشہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس محاسبہ ودارو گیر کی بنیاد اظہار عدل ہوگا۔

بزار وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس شخص نے یہ تین اچھی باتیں ہوں گی اس سے اللہ تعالیٰ آسان حساب لے گا اور اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا (اور وہ تین اچھی باتیں یہ ہیں کہ تم اس شخص کو (اخلاقی جسمانی اور مالی مدد پہنچاؤ جو تمہیں اپنی مدد سے محروم رکھے تم اس شخص کے ساتھ درگزر کا معاملہ کرو جو تمہارے اوپر ظلم کرے اور تم اس شخص کے ساتھ حسن سلوک کرو جو تمہارا مقاطعہ کرے۔ (مسند بزار)

آسان حساب کے معنی ومفہوم کا بیان

آسان حساب کا معنی یہ ہے کہ اس کے اوپر اس کے اعمال پیش کیے جائیں اور وہ جان لے کہ ان اعمال میں یہ طاقت ہے اور یہ معصیت ہے، پھر اس کو طاعت کے اوپر ثواب دیا جائے اور اس کی معصیت سے درگزر کر لیا جائے تو یہ آسان حساب ہے، اس میں اس شخص پر کوئی سختی ہے نہ اس سے کوئی مناقشہ ہے، اور نہ اس سے یہ کہا جائے گا: تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور نہ اس سے یہ کہا جائے گا کہ تم نے فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ اگر اس سے کوئی عذر پوچھا جائے اور وہ عذر پیش نہ کرے سکے تو وہ رسوا ہوگا، پھر جب اس سے یہ آسان حساب لیا جائے گا تو وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا اور وہ ثواب کو حاصل کرنے والا ہوگا اور عذاب سے نجات پانے والا ہوگا اور اس کے اہل سے مراد اس کو ملی ہوئی بڑی آنکھوں والی حوریں، اس کی بیویاں اور اس کی اولادیں، بہ شرطیکہ وہ مؤمن اور اہل جنت سے ہوں۔

آسان حساب کے متعلق احادیث کا بیان

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی کوئی ایسی بات سنیں، جس کو انہوں نے یہ سمجھا ہوتا تو وہ اس کے متعلق سوال کرتیں، حتیٰ کہ اس کو سمجھ لیتیں اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس شخص سے حساب لیا گیا، اس کو عذاب دیا گیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا۔ (الانشقاق:۸) تو اس سے عنقریب بہت آسان حساب لیا جائے گا۔

آپ نے فرمایا: اس سے مراد حساب کو پیش کرنا ہے، لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۰۳، سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۳۳۷، مسند احمد ج ۶ ص ۴۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نماز میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے: اے اللہ!

مجھ سے آسان حساب لینا، میں نے کہا: یا نبی اللہ! آسان حساب کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے صحیفہ اعمال کو دیکھے اور اس سے درگزر فرمالے، اور جس سے اس دن حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور مؤمن پر دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے، اللہ عزوجل اس مصیبت کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے، حتیٰ کہ اسے جو کانٹا چبھتا ہے۔

(المستدرک ج۱ص ۲۵۵۔۵۷، شعب الایمان رقم الحدیث: ۲۷، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۷۳۷۲۔۸۴۹، مسند احمد ج ۶ ص ۴۸)

الانشقاق: ۱۲۔۱۰ میں فرمایا: اور جس شخص کا صحیفہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ تو وہ عنقریب اپنی موت کو طلب کرے گا۔ اور بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اسود بن عبد الاسد کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور اس کا حکم ہر مومن اور کافر کے متعلق عام ہے، وہ اپنا دایاں ہاتھ کتاب کو لینے کے لیے بڑھائے گا تو فرشتہ اس کے بائیں ہاتھ میں کتاب پکڑا کر اس ہاتھ کو موڑ کر اس کی پیٹھ کے پیچھے کر دے گا، مقاتل نے کہا: اس کے سینہ کی ہڈیوں کو توڑ کر اس کے بائیں ہاتھ کو اس میں باندھا جائے گا، پھر اس کا ہاتھ اس کے پیچھے سے نکال کر اس میں اس کا صحیفہ اعمال پکڑا دیا جائے گا۔

وہ اپنی موت کو طلب کرے گا اور کہے گا: ہائے میرا عذاب! اور ہائے میری موت!

پھر اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

کافر کی دنیا کی خوش حالی کے بعد آخرت کی تنگی کی طرف لوٹنا اور ''یحور'' کا معنی

الانشقاق: ۱۵۔۱۳ میں فرمایا: بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل میں بہت خوش تھا۔ اس کا گمان تھا وہ اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا۔ کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا تھا۔

دنیا میں اہل جنت غم اور خوف میں مبتلا رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آخرت میں نعمتیں اور خوشی عطاء فرمائی۔

جیسا کہ ان آیات میں ہے:

قالوا انا كنا قبل فى اهلنا مشفقين. فمن الله علينا ووقنا عذاب السموم. (الطور: ۳۷۔۳۶)

(اہل جنت کہیں گے) ہم سے پہلے اپنے اہل کے درمیان بہت ڈرتے رہتے تھے۔ سو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہم کو دوزخ کی گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالیا۔

اور اہل دوزخ کے متعلق یہ بتایا کہ وہ دنیا میں بہت خوش تھے، پھر ان کو آخرت میں دوزخ کے عذاب میں دوزخ کے عذاب میں جھونک دیا گیا۔

الانشقاق: ۱۴ میں ''یحور'' کا لفظ ہے، اس کا مصدر ''حور'' ہے۔ ''حور'' کا مشہور معنی سفیدی ہے، ''الخبز الحواری'' کا معنی ہے: سفید روٹی، اور اسی وجہ سے جنت کی گوری خواتین کو قرآن مجید میں حور فرمایا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے ''یحور'' کے معنی کا اس وقت تک نہیں پتہ چلا حتیٰ کہ میں نے سنا: ایک اعرابی اپنی بیٹی سے کہہ رہا تھا: ''حوری ارجعی الی'' اے گوری بچی! میری طرف لوٹ آ، اور اس آیت کا معنی ہے: اس کا گمان تھا کہ وہ اللہ کی طرف نہیں لوٹے گا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اللھم انی اعوذبلک من وعثاء السفر وکآبۃ المنقلب والحور بعد الکور۔ الحدیث

اے اللہ! میں سفر کی مشقت سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور واپسی کے غم سے اور زیادتی کے بعد کمی کی طرف لوٹنے سے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۴۳، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۴۴۰، سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۵۰۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۰۸۰٤)

اس کے بعد فرمایا: کیوں نہیں! بے شک اس کا رب اس کا خوب دیکھنے والا تھا۔

یعنی جس طرح اس نے گمان کیا ہے، واقع میں اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ ضرور ہماری طرف لوٹ کر آئے گا، بے شک اس کا رب اس کو پیدا کرنے سے پہلے بھی یہ جاننے والا تھا کہ اس نے اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

1659 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْکٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، قَالَ: فِیْ قِصَّةِ الْاِبِلِ بَعْدَ قَوْلِهٖ لَا یُؤَدِّیْ حَقَّهَا قَالَ: وَمِنْ حَقِّهَا حَلَبُهَا یَوْمَ وِرْدِهَا.

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی مانند منقول ہے تاہم اس میں انہوں نے اونٹوں کے تذکرے میں ان الفاظ "جو ان کے حق کو ادا نہیں کرتا ہوگا" کے بعد یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "ان کے حق میں یہ بات شامل ہے کہ جب انہیں پانی پلایا جائے اس دن ان کا دودھ دوہ لیا جائے (اور صدقہ وخیرات کیا جائے)"

1660 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ، حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ، اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِیْ عُمَرَ الْغُدَانِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذِهِ الْقِصَّةِ، فَقَالَ لَهٗ: یَعْنِیْ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ، فَمَا حَقُّ الْاِبِلِ؟ قَالَ: تُعْطِی الْکَرِیْمَةَ، وَتَمْنَحُ الْغَزِیْرَةَ، وَتُفْقِرُ الظَّهْرَ، وَتُطْرِقُ الْفَحْلَ، وَتَسْقِی اللَّبَنَ.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے)

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اونٹوں کے حق سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ کہ (اللہ کی راہ میں) عمدہ اونٹ دیا جائے اور زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی عطیہ کی جائے اور سواری کے لیے کسی کو اونٹ دیا جائے یا جفتی کے لیے اونٹ (بلا معاوضہ) دیا جائے اور لوگوں کو (اونٹنی کا) دودھ پلایا جائے۔

1661 - حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ، قَالَ: قَالَ اَبُو الزُّبَیْرِ:

1661- اسناده مرسل صحیح. ابو عاصم: هو الضحاک بن مخلد الشیبانی، وابن جریج: هو عبد الملک بن عبد العزیز، وابو الزبیر: هو محمد بن مسلم بن تدرس. واخرجه مسلم (988) من طریق عبد الرزاق عن ابن جریج، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (14442). واخرجه مسلم (988)، والنسائی فی "الکبری" (2246) من طریق عبد الملک ابن ابی سلیمان، عن ابی الزبیر، عن جابر. فوصله. واخرجه الطحاوی فی "احکام القرآن" (640)، وفی "شرح معانی الآثار" /272

سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ. قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا حَقُّ الْإِبِلِ؟ فَذَكَرَ نَحْوَهُ زَادَ وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا

عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اونٹوں کے حق سے کیا مراد ہے؟ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

"اس کا ڈول عاریت کے طور پر دیا جائے"۔

عاریت کے معنی ومفہوم کا بیان

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے عاریت کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی معین اور مباح چیز کا نفع لینا جس کا نفع لینا مباح ہو اور نفع حاصل کرنے کے بعد اصل چیز کو مالک کو واپس کرنا۔ تو اس تعریف سے وہ چیز خارج ہوگی جس کا نفع حاصل کیا جائے تو وہ ضائع ہو جائے مثلاً کھانے پینے والی چیزیں۔

دوسرے شخص کو چیز کی منفعت کا بغیر عوض مالک کر دینا عاریت ہے جس کی چیز ہے اُسے معیر کہتے ہیں اور جس کو دی گئی مستعیر ہے اور چیز کو مستعار کہتے ہیں۔ عاریت کے لیے ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے اگر کوئی ایسا فعل کیا جس سے قبول معلوم ہوتا ہو تو یہ فعل ہی قبول ہے مثلاً کسی سے کوئی چیز مانگی اُس نے لاکر دیدی اور کچھ نہ کہا عاریت ہوگئی اور اگر وہ شخص خاموش رہا کچھ نہیں بولا تو عاریت نہیں۔ (بحرالرائق، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت کے شرعی ماخذ کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور استعمال کرنے والی چیزوں سے روکتے ہیں) (الماعون، ۷)

یعنی وہ چیزیں جو لوگ عام طور پر آپس میں لیتے دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ضرورت کی چیزوں سے لوگوں کو روکتے اور عاریت نہیں دیتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک دن (ایک دن اس خیال سے کہ کفار کا لشکر مدینہ کے قریب آ گیا ہے) مدینہ میں گھبراہٹ اور خوف کی ایک فضا پیدا ہوگئی ہے۔ (یہ دیکھ کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ کا گھوڑا کہ جسے مندوب یعنی سست کہا جاتا تھا عاریۃً مانگا اور اس پر سوار ہو کر تحقیق حال کے لیے مدینہ سے باہر نکلے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو فرمایا کہ میں نے خوف وگھبراہٹ کی کوئی چیز نہیں دیکھی ہے نیز میں نے اس گھوڑے کو کشادہ قدم یعنی تیز رفتار پایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوطلحہ کا گھوڑا پہلے بہت ڈھیلا اور سست رفتار تھا اسی واسطے اس کا نام ہی مندوب یعنی سست رکھ دیا گیا تھا مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے وہ گھوڑا بڑا چاق وچوبند اور تیز رفتار ہو گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی جانور کو عاریۃً مانگنا اور اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے نیز کسی جانور کو کسی نام سے موسوم کر دینا بھی جائز ہے اسی طرح سامان جنگ کا نام رکھنا بھی جائز ہے۔

یہ حدیث جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت وبہادری اور کمال جانبازی کو ظاہر کرتی ہے کہ جب دشمن کی فوج کے

مدینہ کے قریب آ جانے کے خوف سے پورے مدینہ میں اضطراب وگھبراہٹ کی ایک عام فضا پیدا ہوگئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بے خوف ہو کر تحقیق حال کے لئے تن تنہا مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے وہیں یہ حدیث اس بات کی بھی غماز ہے کہ دشمنوں کی ٹوہ لینی اوران کے حالات پر مطلع ہونے کے لئے سعی کرنا ضروری ہے۔ نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خوف واضطراب کے موقع پر خوف کے خاتمہ کی خوشخبری لوگوں کو دینا مستحب ہے۔

عاریت کا بغیر عوض کے تملیک ہونے کا بیان

کوئی چیز بطور ادھار لینا دینا جائز ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ عاریت ''کسی کو بلا عوض اپنی چیز کے منافع کا مالک بنا دینا'' ہے اور یہ اس طرح کا قول کرنے سے درست ہوجاتی ہے۔ مثلاً کہنا کہ میں نے تجھے تیری مانگی شئے ادھار دیدی۔ اور میں نے تمہیں یہ زمین کھانے کے لئے دیدی۔ اور میں نے یہ کپڑا تمہیں دیدیا عطا کردیا۔ اور میں نے تمہیں اس جانور پر سوار کردیا۔ مگر یہ اس وقت ہوگا۔ جب اس نے اپنے اس قول سے جانور کو ہبہ کرنے کا ارادہ نہ کیا اور میں نے تمہیں یہ غلام خدمت کے لئے دیدیا میرا گھر تیرے لئے رہائش ہے اور میرا گھر زندگی بھر تیرے لئے رہائش ہے۔

اور معیر (یعنی بطور ادھار چیز دینے والے) کے لئے جب چاہے اپنی چیز واپس لے لینا جائز ہے اور عاریت (ادھار دی گئی شئے مستعیر (یعنی جس نے ادھار چیز لے رکھی ہو) کے پاس امانت کے طور پر ہوتی ہے۔ اس لئے جب وہ مستعیر کی زیادتی کے علاوہ ہلاک ہوئی۔ تو اسے تاوان نہیں دینا پڑے گا۔ اور مستعیر کے لئے جو چیز اس نے ادھار لے رکھی ہو اسے آگے کرائے پر چڑھا دینا جائز نہیں ہے۔ جب اس نے اسے کرائے پر دیا تھا اور وہ ہلاک ہوگئی تو اسے جرمانہ بھرنا پڑے گا۔ اس کے لئے مانگی شئے کو آگے دینا اس صورت میں جائز ہوسکتا ہے۔ کہ جب استعمال کرنے والے کی تبدیلی میں مستعار (یعنی ادھار لی گئی) چیز تبدیل نہ ہوجاتی ہو اور درہم دینار پیمائش والی اشیاء اور وزن والی جن کا وزن کیا جاتا ہو ان اشیاء کو بطور عاریت دینا بطور قرض شمار ہوگا۔

مستعار لی ہوئی چیز کے امانت ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت شریح، حضرت نخعی حضرت سفیان ثوری اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ جو چیز مستعار لی جاتی ہے وہ مستعار لینے والے کے پاس بطور امانت ہوتی ہے کہ اگر وہ تلف وضائع ہوجائے تو اس کا بدلہ دینا واجب نہیں ہوتا ہاں اگر مستعار لینے والا اس چیز کو قصداً ضائع کردے تو پھر اس پر اس چیز کا بدل واجب ہوتا ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

لیکن حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ حضرت امام شافعی اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ اگر وہ چیز ضائع وتلف ہوجائے تو مستعار لینے اولے پر اس کا بدل یعنی اس چیز کی قیمت ادا کرنا واجب ہوتا ہے اسی لئے ان حضرات کے نزدیک لفظ مضمونۃ جو واپس کردی جائیں گی کے یہ معنی ہیں تلف ہوجانے کی صورت میں ان کا بدل ادا کیا جائے گا۔ (شرح الوقایہ، کتاب عاریت، بیروت)

موزونی وعددی چیزوں کی عاریت کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکیل وموزون وعددی متقارب کو عاریت لیا اور عاریت میں کوئی قید نہیں تو عاریت نہیں بلکہ قرض ہے مثلاً کسی سے روپے، پیسے، گیہوں، جَو وغیرہا عاریت لیے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اِن چیزوں کو خرچ کریگا اور اسی قسم کی چیز دے گا یعنی روپیہ لیا ہے تو روپیہ دے گا پیسہ لیا ہے تو پیسہ دے گا اور جتنا لیا اُتنا ہی دے دیگا یہ عاریت نہیں بلکہ قرض ہے کیونکہ عاریت میں چیز کو باقی رکھتے ہوئے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اور یہاں ہلاک وخرچ کر کے فائدہ اُٹھانا ہے لہٰذا فرض کرو کہ قبل انتفاع یہ چیزیں ضائع ہو جائیں جب بھی تاوان دینا ہوگا کہ قرض کا یہی حکم ہے کہ لینے والا مالک ہو جاتا ہے نقصان ہوگا تو اس کا ہوگا دینے والے کا نہیں ہوگا ہاں اگر ان چیزوں کے عاریت لینے میں کوئی ایسی بات ذکر کردی جائے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہو کہ حقیقۃً عاریت ہی ہے قرض نہیں تو اُسے عاریت ہی قرار دیں گے مثلاً روپے یا پیسے مانگتا ہے کہ اس سے کوئی چیز وزن کریگا یا اس سے تول کر باٹ بنائے گا یا اپنی دوکان کو سجائے گا تو عاریت ہے۔ (درمختار، کتاب عاریت، بیروت)

اور جب اس نے پہننے کے کپڑے قرض مانگے یہ عرفاً عاریت ہے پیوند مانگا کہ کرتے میں لگائے گا یا اینٹ یا کڑی مکان میں لگانے کے لیے عاریت مانگی اور ان سب میں یہ کہہ دیا ہے کہ واپس دیدوں گا تو عاریت ہے اور یہ نہیں کہا ہے تو قرض ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب عاریت، بیروت)

کسی سے ایک پیالہ سالن مانگا یہ قرض ہے اور اگر دونوں میں انبساط وبے تکلفی ہو تو اباحت ہے۔ گولی، چھرے عاریت لیے یہ قرض ہے اور اگر نشانہ پر مارنے کے لیے یعنی چاند ماری کے لیے گولی لی ہے تو عاریت ہے کیونکہ اُسے واپس دے سکتا ہے۔

عاریت والی چیز کو عاریت پر دینے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے عاریت والی چیز کسی کو بطور عاریت دی تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اگرچہ معیر نے معین نہ کیا اور یہی مذہب امام مالک اور ایک دلیل کے مطابق امام شافعی کا ہے۔ کیونکہ وہ منافع کی ملکیت ہے۔ جبکہ امام شافعی کا صحیح مذہب اور امام احمد علیہما الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ عاریت کو کسی دوسرے شخص پر بطور عاریت دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عاریت میں ملکیت منافع صرف اسی کے لئے مباح ہوئے ہیں کسی دوسرے کے لئے مباح نہیں ہوئے۔

(شرح الوقایہ، کتاب عاریت، بیروت)

غرباء کے لیے مساجد میں خرچ کرنے کا بیان

1662 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ مِنْ كُلِّ جَادٍّ عَشْرَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ بِقِنْوٍ يُعَلَّقُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَسَاكِينِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کھجوروں کا پھل اتارنے والے تمام لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ جب کوئی شخص دس وسق کھجوریں اتارے، تو ان میں سے غریبوں کے لیے ایک خوشہ مسجد میں بھی لٹکا دے۔

استعمال کی اضافی چیزیں بطور ادھار دینے کا بیان

1663 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ، فَجَعَلَ يُصَرِّفُهَا يَمِينًا وَشِمَالًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ، حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي الْفَضْلِ

❀❀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ اسی دوران ایک شخص اپنی اونٹنی پر آیا اور وہ اپنی اونٹنی کو کبھی دائیں اور کبھی بائیں گھمانے لگا (یعنی اسے سواری کے لیے مزید کسی جانور کی ضرورت تھی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے ساتھ اضافی سواری ہو وہ سواری اسے دیدے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس شخص کے پاس کھانے پینے کی اضافی چیز ہو وہ اس شخص کو دیدے جس کے پاس کھانے پینے کی اضافی چیز نہ ہو''۔

راوی کہتے ہیں: یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا ہم میں سے کسی کو بھی اضافی چیز رکھنے کا حق نہیں ہے۔

نیکی کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَ لَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اے ایمان والو! خدا کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ ادب کے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان جانوروں کی (جو خدا کی نذر کر دیئے گئے ہوں اور) جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو عزت کے گھر (یعنی بیت اللہ) کو جا رہے ہوں (اور) اپنے پروردگار کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار ہوں اور جب احرام اتار دو تو (پھر اختیار ہے کہ) شکار کرو اور لوگوں کی دشمنی اس وجہ سے کہ انہوں نے تم کو عزت والی مسجد سے روکا تھا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو اور (دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ خدا کا عذاب سخت ہے۔

:''اور دیکھو، ایک گروہ نے جو تمہارے لئے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں مشتعل نہ کر دے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ نہیں، جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو، اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے''۔

تعاون کا مفہوم ہے مدد لینا، مدد دینا۔ یعنی دو طرفہ عمل ہے۔ تعاون کا اصل سبب احتیاج ہے۔ ہر شخص اپنی ضرورت کی تکمیل

کے لئے دوسروں کا محتاج ہے۔ صرف اللہ بے نیاز ہے مثلاً غذا کو لے لیں کوئی غلہ اُگاتا ہے کوئی پیستا ہے کوئی روٹی بناتا ہے تب ہمیں غذا ملتی ہے۔ اسی طرح غریب مال کے لئے مالدار کا محتاج ہے تو مالدار محنت و مشقت کے لئے غریب کا محتاج ہے۔ تاجر گاہک کا محتاج ہے تو گاہک تاجر کا محتاج ہے گویا ہر ایک اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے دوسرے کا محتاج ہے۔ اسی لئے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور ایک دوسرے کی مدد حاصل کیا کرو۔

بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی خود تو محتاج نہیں ہوتا البتہ دوسرے محتاج ہوتے ہیں ایسے مواقع پر کیا کرنا چاہئے؟

ہدایت ہے کہ ایسے مواقع پر دوسروں کی مدد کرنی چاہئے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ہم بندے کے محتاج نہ ہوں لیکن اللہ کے محتاج تو ہمیشہ ہیں۔ چنانچہ جب بندہ کسی دوسرے بندے کی مدد کرتا ہے تو جب تک وہ دوسرے بندے کی مدد کرتا ہے اس وقت تک اللہ اس کی مدد کرتا رہتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''كَانَ اللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيْهِ'' (ترمذی) گویا بندے کو دوسروں کی مدد ہمیشہ کرنا چاہئے تاکہ وہ خود اللہ کی مدد کا حق دار بن سکے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بندہ دوسرے کی مدد ہر معاملہ میں کرے یا اس کی کوئی حد ہے اصلاً اس آیت میں اسی کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ ہر معاملہ میں مدد نہیں کرنی ہے بلکہ ''بر'' اور ''تقویٰ'' کے کاموں میں مدد کرنی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ''بر'' اور ''تقویٰ'' کے کاموں سے کیا مراد ہے؟

اصلاً یہ نیک کاموں کے دو رخ بیان ہوئے ہیں، ایک رخ تو یہ ہے کہ کوئی اچھا کام کیا جائے چنانچہ جب کوئی اچھا کام کرے تو اس میں مدد کرنی چاہئے مثلاً نماز پڑھنا چاہتا ہے اسے وضو کے لئے پانی کی ضرورت ہے تو اسے پانی فراہم کرنا چاہئے۔ کوئی احکامات الٰہی کا علم نہیں رکھتا اب ان سے آگاہ ہونا چاہتا ہے اور علم کی تڑپ رکھتا ہے تو اس کی مدد کرنی چاہئے۔ گویا ''بر'' کی تعریف میں تمام نیک کام ''فعل الخیرات'' آتے ہیں۔ گویا نیک کام کوئی بھی کر رہا ہو وہ ہماری مدد کا حق دار ہے اور اس کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

احادیث سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے۔ مدد تو دور کی بات ہے صرف خیر کی طرف رہنمائی کر دے پھر بھی وہ کرنے والے کی طرح اجر کا مستحق بن جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ'' (ابوداؤد) بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والا اس کام کو انجام دینے والے کی طرح ہے۔

اسی طرح نیک کام کا دوسرا رخ یہ ہے کہ کوئی شخص نیکی تو نہ کر رہا ہو البتہ برائی سے بچنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اور برائی کو چھوڑ رہا ہو یا دوسرے لفظوں میں منکرات کو ترک کر رہا ہو یا ترک کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اسی ''ترک المنکرات'' کو یہاں ''تقویٰ'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً حرام کمائی منکر ہے۔ کوئی شخص اسے چھوڑ کر حلال کمائی اختیار کرنا چاہتا ہو تو ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ اسی طرح کوئی شخص نشہ خوری کا عادی ہو جو منکر ہے اب اگر وہ اسے چھوڑنے میں کسی طرح کی ہم سے مدد چاہتا ہے تو ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے ایسا نہیں کہ اگر کوئی شخص برائی میں مبتلا ہے تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے بلکہ اسے اس سے روکنا ٹوکنا بھی اس کی مدد ہے۔ اسی سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ خود ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' بھی ایک طرح کی انسانی مدد ہے جو انسانی

تقاضوں کے تحت پورا کیا جانا چاہئے۔

یہاں یہ حقیقت بھی واضح رہنی چاہئے کہ اگر کوئی ہماری مدد نہیں کرتا تو ہم بھی اس کی مدد نہ کریں یہ اسلامی تعلیم نہیں ہے بلکہ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ خواہ کوئی مدد کرے یا نہ کرے ہمیں ہر صورت میں خیر کے کام میں دوسروں کی مدد کرنی ہے بلکہ جو لوگ ہمیں خیر کے کام سے روکتے ہیں وہ بھی اگر کوئی اچھا کام کریں تو ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے۔ ہمیں ان کی راہ کا روڑا نہیں بننا چاہئے۔ خود یہ آیت اصلاً یہی حقیقت سمجھانے کے لئے نازل ہوئی تھی چنانچہ اس آیت کا شان نزول ملاحظہ فرمائیں۔ روایات میں آتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع سے اہل ایمان عمرہ کی غرض سے مکہ گئے تھے لیکن کفار و مشرکین نے انہیں اس سے روک دیا تھا اور آئندہ کے لئے بھی بہت سخت شرائط پر اجازت دی تھی جس کی وجہ سے اہل ایمان کے دل میں اہل کفر و شرک کے لئے ایک طرح کی شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح انہوں نے اپنے اقتدار کے زمانے میں ہمیں عمرہ سے روک دیا تھا اسی طرح اب ہمیں قدرت و طاقت حاصل ہو چکی ہے تو ہم بھی انہیں حج و عمرہ سے روک دیں۔ چنانچہ اس خیال پر تنبیہ کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اور ہدایت دی گئی غم و غصہ اور نفرت و انتقام میں ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ تم انہیں مسجد حرام میں داخل ہونے اور حج و عمرہ کرنے سے روک دو کیونکہ یہ عمل شعائر اللہ کی حرمت و تعظیم سے تعلق رکھتا ہے، اور شعائر اللہ کی تعظیم نیک عمل ہے۔ چنانچہ ایسے نیک عمل میں روڑا نہیں بننا چاہئے بلکہ تعاون کرنا چاہئے۔

یہ اسلام کا ظرف اور اس کی اعلیٰ تعلیم ہے کہ وہ دشمنوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور دشمنوں کے ظلم کا جواب ظلم سے نہیں بلکہ انصاف سے دینا سکھاتا ہے۔ اور انسانیت کو کبھی پامال نہیں ہونے دیتا چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ساری دشمنی کے باوجود جب اہل مکہ قحط میں مبتلا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کے ذریعہ ان کی امداد فرمائی۔ اسی طرح قرآن میں ذوالقرنین کا یاجوج و ماجوج کے ظلم کے خلاف مظلوموں کے مطالبہ پر سد (دیوار) تعمیر کرنا بھی اسی طرز عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اسی طرح اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ وہ تعاون اور مدد کے لئے قرابت کو بنیاد نہیں بناتا جیسا کہ جاہلی معاشرہ کرتا تھا اور آج بھی کرتا ہے "اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا" اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو بلکہ اسلام مدد و نصرت کے لئے اصول دیتا ہے "بر" و "تقویٰ" کی بنیاد پر مدد کا حکم دیتا ہے۔ اگر اہل ایمان ظلم ڈھا رہے ہوں تو ظلم میں ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے "جو شخص کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لئے چلا وہ اسلام سے نکل گیا" (طبرانی) اگر وہ منکرات میں مبتلا ہوں تو انہیں اس میں تعاون نہیں دیا جائے گا۔ اگر وہ کسی کا حق مار رہے ہوں تو اس میں ان کا تعاون نہیں کیا جائے گا۔ اسی لئے مجرمین کے جرم پر پردہ ڈالنا اور ان کے خلاف شہادت سے گریز کرنا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی کفر و شرک میں مبتلا ہو لیکن ظالم کے خلاف برسرپیکار ہو تو اس کی مدد کی جائے گی تاکہ ظلم کا خاتمہ ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف الفضول میں ظلم کے خلاف غیروں کا ساتھ دیا تھا۔ اور اس طرح کے کاموں کے لئے بعد میں بھی دست تعاون دراز کرنے کا عندیہ ظاہر کیا تھا۔

قرآن میں سورۃ حجرات آیت ۹ میں تو یہاں تک تعلیم موجود ہے کہ خود اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں جھگڑ جائیں تو پہلے ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرو لیکن اگر نہ مانیں تو جو زیادتی پر ہوں ان کے خلاف اہل حق کا ساتھ دو، ان کی مدد کرو یہاں تک

کہ وہ اللہ کا فیصلہ ماننے کو تیار ہو جائیں پھر ان کے درمیان عدل وقسط کے ساتھ صلح صفائی کرادو۔

عام ذہن یہ پایا جاتا ہے کہ عبادات زیادہ اہم ہیں لہٰذا لوگ نماز وروزہ کو ترجیح دیتے ہیں اور بندگانِ خدا کی مدد وحاجت روائی سے غافل رہتے ہیں حالانکہ یہ رویہ درست نہیں ہے۔ جیسا کہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اعتکاف میں تھے ایک قرض دار نے مدد کی درخواست کی تو اعتکاف کی پرواہ کیے بغیر سفارش کے لئے نکل گئے۔ سائل نے یاددلایا تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کے لئے قدم اٹھائے اور اس کے لئے دوڑ بھاگ کرے تو اس کی یہ کوشش دس سال کے اعتکاف سے بہتر اور افضل ہے'' (بیہقی)

اس ہدایت کے بعد ہم میں سے جو لوگ بھی اس طرح کا ذہن رکھتے ہیں انہیں اپنے سوچ کی دھارا بدلنے کی ضرورت ہے۔ کیا ہم اس کے لئے تیار ہیں؟

خدمت خلق اور جذبہ اصحاب کا بیان

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین خدمت خلق کس جذبے اور لگن سے کرتے تھے' اس کا اندازہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے: ''اسلم (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گشت کے لیے نکلے۔ مدینہ سے تین میل پر صرار ایک مقام ہے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں۔ پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی، اس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا ہے ان کے بہلانے کے لیے خالی ہانڈی میں پانی ڈال کر چڑھا دی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے، مدینہ میں آکر بیت المال سے آٹا، گوشت، گھی اور کھجوریں لیں اور اسلم سے کہا کہ میری پیٹھ پر رکھ دو، اسلم نے کہا میں لیے چلتا ہوں۔ فرمایا ہاں: لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے، غرض سب چیزیں خود لادکر لائے اور عورت کے آگے رکھ دیں اس نے آٹا گوندھا، ہانڈی چڑھائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود چولہا پھونکتے جاتے تھے۔ کھانا تیار ہوا تو بچوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور اچھلنے کودنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ عورت نے کہا خدا تم کو جزائے خیر دے سچ یہ ہے کہ امیر المومنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمر رضی اللہ عنہ''۔ (الفاروق)

ایک دن ایک غریب کسان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''حاکم نے میرے کھیتوں کی پیداوار روک لی ہے، کہتا ہے جب تک شاہی فرمان نہ لاؤ گے پیداوار میں سے دانہ نہ ملے گا، حضرت میری زندگی کا ذریعہ یہی پیداوار ہے، پیداوار رک گئی تو میرے بچے بھوکے مرجائیں گے''۔ حضرت نے فرمایا فرمان مل جانے پر تو پیداوار نہ رکے گی، کسان نے عرض کیا شاہی فرمان کے بعد کیا مجال ہے کہ کوئی چوں بھی کرسکے، حضرت نے فرمایا ایسا فرمان کیوں نہ لے لیا جائے کہ جب تک زمین رہے حاکم پیداوار نہ روکے کسان نے خوش ہو کر کہا پھر تو کیا کہنا' حضرت اپنے مرید خواجہ قطب

الدین کو سفارش نامہ لکھ دیں بادشاہ اُن کا مرید ہے بس ساری مشکل آسان ہو جائے گی، حضرت نے فرمایا میں تیرے ساتھ چلوں گا اور تجھے فرمان مل جائے گا۔ دلی میں کسی کو اطلاع بھی نہ تھی کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں۔ اتفاق سے کسی نے راستے میں دیکھ لیا اور خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خبر پہنچا دی۔ خواجہ قطب نے بادشاہ سے ذکر کر دیا۔ بادشاہ نے فوجوں سمیت حضرت کو خوش آمدید کہا، خواجہ قطب نے پوچھا کہ حضور اچانک کیوں تشریف لائے ہیں؟ کوئی کام تھا تو مجھ ناچیز کو تحریر فرما دیتے، حضرت نے فرمایا:

''قطب الدین جب یہ کسان میرے پاس آیا تو اپنی بیکسی کے سبب خدا سے اتنا قریب تھا کہ اس کام میں شریک ہونا خدا کی عین بندگی تھی میں حق تعالیٰ کی بندگی حاصل کرنے آیا ہوں''۔ غریب کسان کا کام ہو گیا اور حضرت خوش ہو گئے۔ (جواہر پارے)

ایک عبرت ناک واقعہ یہ ہے جو شہاب الدین محمد بن احمد الابشیہی نے نقل کیا ہے: ''ایک مرتبہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا' سامنے بھنی ہوئی مرغی بھی رکھی تھی، اچانک ایک فقیر نے دروازے پر آ کر صدا لگائی' وہ شخص دروازے کی طرف گیا اور اس فقیر کو خوب جھڑ کا فقیر یونہی واپس چلا گیا، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ عرصے بعد یہ شخص خود فقیر ہو گیا، سب نعمتیں ختم ہو گئیں، بیوی کو بھی طلاق دے دی۔ اس نے کسی اور سے نکاح کر لیا، پھر ایک دن ایسا ہوا کہ یہ میاں بیوی اکٹھے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور بھنی ہوئی مرغی سامنے تھی کہ کسی فقیر نے دروازہ کھٹکھٹایا میاں نے بیوی سے کہا کہ یہ مرغی اس فقیر کو دے آؤ چنانچہ وہ مرغی لے کر دروازے کی طرف گئی تو کیا دیکھتی ہے کہ فقیر اُس کا پہلا شوہر ہے۔ خیر مرغی اُسے دے کر واپس لوٹی تو رو رہی تھی۔ میاں نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو بولی کہ فقیر تو میرا پہلا میاں تھا، غرض پھر سارا قصہ اُسے سنایا جو ایک فقیر کو جھڑکنے سے پیش آیا تھا اس کا میاں بولا خدا کی قسم وہ فقیر میں ہی تھا۔'' (المستطرف فی کل فن مستظرف)

مسلمان کی مصیبت میں کام آنے کا اجر

''حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیفیں دور فرمائے گا۔ جو شخص (کسی کو مشکل میں دیکھے اور محنت اور محبت سے) اس کی مشکل حل کر دے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مشکلات حل فرمائے گا۔ جس شخص نے کسی مسلمان کی کمزوریوں پر پردہ ڈالا (اور اس کے عیب بیان کر کے اسے رسوا نہ کیا) تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو (اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپ کر اس کو دنیا اور آخرت کی) رسوائی سے بچائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جو مسلمانوں کی امداد کرنے کے لیے ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھتا ہے۔'' (ابوداؤد' مسلم)

خدمت خلق اور سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

''حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وحی کے بعد جب غار حرا سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے کہا' اللہ تعالیٰ کی قسم خدا تعالیٰ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ آپ ہمیشہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے رہتے ہیں۔ آپ ہمیشہ ہمدردی کے ساتھ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے رہتے ہیں۔ آپ ہمیشہ جن کے پاس کچھ نہ ہو انہیں دیتے رہتے ہیں۔ آپ ہمیشہ نہایت اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز رہے ہیں۔ آپ ہمیشہ مظلوموں کی حمایت اور دکھ درد والوں کی اعانت فرماتے رہتے ہیں۔'' (بخاری)

خدمت خلق اور سیرت سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

''جب شہر مکہ میں مخلص مسلمانوں پر کفار نے ظلم وستم انتہا درجہ تک پہنچا دیا۔حتیٰ کہ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنے پر بھی نا قابل برداشت مار پٹائی کی جاتی تھی۔تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اہل وعیال اور ماں باپ کو چھوڑ کر ہجرت کے ارادہ سے حبشہ کی طرف روانہ ہوئے جب مکہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر برک الغماد کے مقام پر پہنچے تو وہاں انہیں قبیلہ بنوقارہ کا رئیس اعظم ابن دغنہ ملا۔ابن دغنہ نے دریافت کیا کہ اے ابوبکر کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔اب کہیں ایسی جگہ جا کر ٹھہروں گا جہاں کامل اطمینان اور کامل آزادی کے ساتھ بے خوف وخطر اللہ تعالیٰ کی بندگی کر سکوں۔ابن دغنہ نے کہا اے ابوبکر آپ جیسے بلند اخلاق انسان کو نہیں نکلنا چاہیے اور شہر والوں کو بھی ہرگز مناسب نہیں کہ وہ آپ کو نکالیں۔اس لئے کہ آپ عاجز اور درماندہ کی امداد کرتے ہیں اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے ہیں اور ہمیشہ عاجزوں بے کسوں اور محتاجوں کے کام کاج اور دوسری ضرورتوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور ہر وقت مہمان نوازی کے لیے آپ کا دستر خوان بچھا رہتا ہے اور آپ ہمیشہ مظلوموں کمزوروں بے کسوں کی اعانت فرمایا کرتے ہیں۔اس لئے میں ضامن ہوں آپ اپنے شہر میں واپس چل کر رہیں اور اپنے رب کی بندگی کیا کریں۔''

پس حضرت ابوبکر صدیق مکہ میں واپس آئے اور ابن دغنہ نے قریش کے امراء اور روساء سے مل کر اور حضرت ابوبکر صدیق کے اوصاف خمسہ بیان کر کے کہنے لگا کہ تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جس کے اندر یہ اعلیٰ ترین پانچ صفتیں بدرجہ کمال موجود ہیں۔شرفاء مکہ نے ان تمام صفات کو تسلیم کرتے ہوئے ان شرائط پر امان دینے کا وعدہ کیا کہ ۱۔صرف گھر کی چاردیواری کے اندر اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں۔

۲.....گھر کے اندر ہی قرآن مجید آہستہ آواز کے ساتھ تلاوت کریں۔

اس لیے کہ جب وہ دردناک آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے اور پڑھتے ہوئے روتے تو ان کے درد وسوز والے کلام کا عورتوں مردوں بچوں پر اثر پڑتا ہے۔لہٰذا وہ بالکل آہستہ اپنے گھر کے اندر ہی پڑھا کریں۔(بخاری ومسلم)

خدمت خلق میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں کی سیرت ایک جیسی ہے جو پانچ صفات نبی کی سیرت میں ہیں وہی پانچ صفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت میں موجود ہیں۔

خدمت خلق سے جنت میں داخلہ:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص کا کسی ایسے راستہ سے گزر ہوا جس پر درخت کی ایک شاخ پڑی تھی (اس نے دل میں کہا) کہ میں اس شاخ کو مسلمانوں کے راستہ سے ہٹا دوں تا کہ ان کو تکلیف نہ دے۔پس اتنی سی محنت کی بدولت وہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔'' (بخاری، مسلم)

تکلیف دہ درخت کاٹنے پر جنت میں داخلہ:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنت

میں صرف ایک درخت کی بدولت ٹہلتا ہوا پھر رہا ہے جو راستہ میں لوگوں کی تکلیف کا باعث بن رہا تھا اور اس نے اس کو کاٹ دیا تھا۔'' (مسلم)

صدقہ کے بہترین طریقے:

''ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی خوشی کی خاطر ذرا سا مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ کوئی نیک بات کہہ دینا بھی صدقہ ہے۔ تمہارا کسی کو بری بات سے روک دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی بھٹکے ہوئے کو راستہ بتا دینا بھی تمہارے لیے صدقہ ہے۔ جس شخص کی نظر کمزور ہو اس کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے۔ راستہ سے پتھر کانٹا اور ہڈی کا ہٹا دینا بھی تمہارے لیے ایک صدقہ ہے۔'' (ترمذی)

دو محبوب اور دو ناپسندیدہ خصلتیں

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو خصلتیں اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں اور دو عادتیں اللہ کی انتہائی ناپسند ہیں جو عادتیں اللہ کو پسند ہیں (ان کے ذریعہ سے انسان اللہ کا پسندیدہ بن جاتا ہے (۱) خوش مزاج خوش اخلاق ہونا (۲) خدمت خلق یعنی سخاوت اور جو عادتیں اللہ کو ناپسند ہیں وہ یہ ہیں: (۱) بداخلاق (۲) بخل یعنی دینی کاموں میں دل تنگ رکھ کر بخل سے کام لینا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنے احسانات اور انعامات سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو اس کو لوگوں کے کام کاج اور ضروریات کے پورا کرنے یعنی خدمت خلق میں لگا دیتا ہے۔''

خدمت خلق کے متعلق حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحت

''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ! ہمیشہ تبسم اور مسکراہٹ سے ملتے رہا کرو۔ نفع رساں بنو، نقصان پہنچانے والے نہ بنو۔ کسی خطا کار اور گناہ گار کو اس کے عیب اور خطا پر طعنہ نہ دیا کرو۔ اپنے گناہوں کو یاد کر کے اپنے اللہ کے سامنے رویا کرو۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عظیم خط

یہ مکتوب شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ ابوالمکارم کی طرف تحریر فرمایا تھا۔ اس میں خلق اللہ کی خدمت کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے اور خدمت خلق کی عظمت وفضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ افراط اور تفریط سے بچا کر عدل اور اعتدال کی حد پر ہمیشہ استقامت مرحمت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ کتنی بڑی بخشش ہے کہ اس نے محض اپنے لطف وکرم سے بعض اپنے مقرب بندوں کو بہت بڑی فضیلتوں اور عظیم الشان انعامات سے سرفراز کر کے بعض لوگوں کی ضرورتوں کو ان کے ساتھ وابستہ کر کے ان جماعتوں کے کام کاج ان کے سپرد کر دیئے ہیں اور ان جماعتوں کے لیے ان مقربین کو ملجا وماوی بنا دیا ہے۔ یہ کتنی بڑی عظمت اور سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انتہائی شفقت اور کمال درجہ کے کرم سے مخلوق کو اپنا اہل وعیال فرمایا ہے پھر اس مخلوق میں سے جماعتوں کی تربیت اپنے مقرب بندوں کے سپرد کی ہے۔ خدمت خلق بہت بڑی اعلیٰ ترین سعادت مندی ہے اس بہت بڑی نعمت کو انتہائی ہمت سے ادا کر کے اللہ کی حمد بجالانا چاہیے۔ سب سے

بڑی عقل مندی یہی ہے کہ خلقِ خدا کی خدمت بجالائے اور خدمت کر کے اللہ کا شکرادا کیا جائے۔ اپنے لیے اپنے رب کے عیال کی خدمت کو سعادت عظمیٰ سمجھے اور اپنے مالک کے غلاموں اور لونڈیوں کی خدمت کو اپنے لیے عزت وشرف اور سعادت عظمیٰ تصور کرے۔

متاثرین سے اچھا برتاؤ کرنے کا بیان

حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی کے ہم عصر تھے۔ دونوں کی آپس میں خط وکتابت بھی رہتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت شیخ سمنانی نے حضرت خواجہ رامیتنی سے دریافت کیا کہ ہم دونوں آنے جانے والے مسافروں کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ آپ کے دسترخوان پر تکلف نہیں ہوتا لیکن ہم تو تکلف کرتے ہیں۔ اس کے باوجود لوگ آپ سے تو خوش رہتے ہیں اور ہمارا گلہ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی نے فرمایا کہ خدمت کر کے احسان رکھنے والے بہت ہوتے ہیں اور خدمت کر کے ممنون و مشکور ہونے والے تھوڑے ہوتے ہیں۔ خوب کوشش کرو کہ خدمت کر کے ممنونِ احسان وشکر گزار بن جاؤ اور احسان کر کے کبھی نہ جتلاؤ۔ تب کوئی تمہارا گلہ نہیں کرے گا۔

سونے چاندی کا خزانہ بنانے کا بیان

1664 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا غَيْلَانُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ إِيَاسٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: (وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ) (التوبة: 34)، قَالَ: كَبُرَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَا اُفَرِّجُ عَنْكُمْ، فَانْطَلَقَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اِنَّهُ كَبُرَ عَلَى اَصْحَابِكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ، اِلَّا لِيُطَيِّبَ مَا بَقِيَ مِنْ اَمْوَالِكُمْ، وَاِنَّمَا فَرَضَ الْمَوَارِيثَ لِتَكُونَ لِمَنْ بَعْدَكُمْ، فَكَبَّرَ عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ؟ الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ، اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَاِذَا اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ، وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ جو سونے، چاندی کا خزانہ بناتے ہیں (یعنی انہیں اکٹھا کر کے رکھتے ہیں)''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مسلمانوں کو اس سے بڑی پریشانی ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہاری مشکل کا حل نکالتا ہوں، پھر وہ سب لوگ آئے اور عرض کی: اے اللہ کے نبی! اس آیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بڑی پریشانی ہوگئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ اسی لئے فرض کی ہے' تاکہ اس کے ذریعے تمہارا باقی مال پاک ہوجائے اور اس نے وراثت کو اس لئے فرض کیا ہے' تاکہ وہ تمہارے بعد آنے والوں کو مل جائے''۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا میں تمہیں ان چیزوں کے بارے

میں نہ بتاؤں جوان میں سب سے بہتر ہے جنہیں آدمی اکٹھا کر کے رکھتا ہے وہ نیک بیوی ہے جب آدمی اس کی طرف دیکھے تو وہ عورت اسے خوش کر دے اور جب آدمی اسے کوئی حکم دے تو عورت اس کی اطاعت کرے اور جب آدمی گھر میں موجود نہ ہو تو وہ عورت گھر بار اور اپنی عزت کی حفاظت کرے۔

کنز کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ کنز کا معنی ہے مال کو اوپر تلے رکھنا، مال جمع کر کے اس کی حفاظت کرنا، خزانہ کو کنز کہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال جمع کرنے اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی مذمت فرمائی ہے۔ (المفردات ج۲ ص۷۰)

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اٰتھم اللہ من فضلہٖ ھو خیرالھم ط بل ھو شر لھم ط سیطوقون ما بخلوا بہٖ یوم القیٰمۃ۔ (آل عمران: ۱۸۰)

جو لوگ ان چیزوں (کو خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں جو ان کو اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں، وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ یہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ وہ ان کے حق میں بہت برا ہے، وہ (مال) قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔ ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالا وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی الحطمۃ وما ادرٰک ما الحطمۃ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ انھا علیھم موصدۃ فی عمد ممددۃ۔ (الھمزہ)

ہر طعنہ دینے والے، غیبت کرنے والے کے لیے تباہی ہے جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا وہ گمان کرتا ہے کہ وہ (مال) اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا ہرگز نہیں! وہ چورا چورا کرنے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا اور آپ کیا جانیں کہ چورا چورا کرنے والی کیا چیز ہے وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر چڑھ جائے گی بے شک وہ ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی (بھڑکتے ہوئے شعلوں کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے مال عطا کیا اور اس نے اس کو زکوٰۃ ادا نہیں کی، قیامت کے دن اس کے لیے ایک گنجا سانپ بنایا جائے گا جس کے دو زہریلے ڈنک ہوں گے، اس سانپ کو اس کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کو اپنے جبڑوں سے پکڑے گا، پھر کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر آپ نے آل عمران: ۱۸۰ کی تلاوت فرمائی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۰۳، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۴۴۰، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۳۰۵، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲۲۵۷، مسند احمد ج۲ ص۹۸، تمہید ابن عبدالبر ج۶ ص۵۴۶، المنتقی للباجی رقم: ۵۲، فتح المالک رقم: ۲۰۴)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس کے پاس سونا اور چاندی ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو، جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کے لیے آگ کے پترے تیار کیے جائیں گے، اور ان کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر ان کے ساتھ اس شخص کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا اور جب وہ پترے ٹھنڈے ہو جائیں گے تو ان کو دوبارہ آگ میں گرم کیا جائے گا، یہ عذاب اس دن دیا جائے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، اس کو یہ عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ تمام لوگوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا، پھر وہ دیکھے گا اس کا ٹھکانا، جنت کی طرف ہوگا یا دوزخ کی طرف، اور جو اونٹوں کا حق ادا نہیں کرے گا اس کو اس پورے

دن اونٹ اپنے پیروں سے روندتے رہیں گے اور اپنے مونہوں سے کاٹتے رہیں گے، حتیٰ کہ تمام لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائیگا۔ پھر وہ دیکھے گا اس کا ٹھکانا جنت کی طرف ہوگا یا دوزخ کی طرف اور جو شخص بکریوں اور بھیڑوں کا حق ادا نہیں کرے گا وہ اس کو اس پورے دن تک اپنے سینگھوں سے زخمی کرتی رہیں گی اور اپنے پیروں سے روندتی رہیں گی، حتیٰ کہ تمام لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا۔ پھر وہ دیکھے گا اس کا ٹھکانا جنت کی طرف ہوگا یا دوزخ کی طرف۔ الحدیث۔ (صحیح مسلم، الزکوۃ: ۲۴(۹۸۷)۲۲۰۴، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۶، سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۵۶۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۵۸، مسند احمد، ج۲ ص ۳۸۳، السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۸۱، التمہید لابن عبدالبر، ج ۶ ص ۵۴۸)

جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی گئی وہ موجب عذاب نہیں ہے: اس آیت میں پہلے یہودی اور عیسائی علماء کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ ناجائز طریقہ سے لوگوں کا مال کھاتے ہیں اور پھر ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۰ھ نے لکھا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان مال جمع کرنے والوں سے مراد یہودی اور عیسائی علماء ہوں اور ان کی زیادہ مذمت کرنا مقصود ہو کہ وہ مال پر حریص بھی ہیں اور مال پر بخیل بھی ہیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ مسلمان ہوں جو مال جمع کرتے ہیں اور اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ اور یہودی اور عیسائی رشوت خوروں کے ساتھ بربناء تغلیظ ان کا ذکر کیا گیا ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب آیت نازل ہوئی "والذین یکنزون الذھب والفضة"۔ (التوبہ: ۳۴) تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا چلو میں تمہارے لیے اس معاملہ کو کشادہ کراتا ہوں۔ پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر یہ آیت بہت شاق گزری ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض کی ہے کہ تمہارا باقی مال پاکیزہ ہوجائے اور وراثت تمہارے بعد والوں کے لیے فرض کی ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۶۴، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۴۹۹، المستدرک ج ۲ ص ۳۳۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۸۳)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کی پازیب پہنتی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ کنز (خزانہ، جمع شدہ مال جس پر آگ کے عذاب کی وعید ہے) ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کردی گئی وہ کنز نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۶۴، الاستذکار رقم الحدیث: ۱۲۷۰۸)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تم نے اس حق کو ادا کردیا جو تم پر واجب تھا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۱۸، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۷۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۴ ص ۸۴، معرفۃ السنن والآثار رقم الحدیث: ۷۸۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا کردی ہو تو خواہ وہ مال سات زمینوں کے نیچے ہو وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو خواہ وہ ظاہر ہو وہ پھر بھی کنز ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ٤ ص ١٠٦، الاسنذ کا رقم الحدیث: ٣-١٢٧)

کنز اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمر سے یہی مروی ہے بلکہ فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ دے دی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوٰۃ نہ دی جاتی ہو وہ گو زمین پر ظاہر پھیلا پڑا ہو کنز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً اور مرفوعاً یہی مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بغیر زکوٰۃ کے مال سے اس مالدار کو داغا جائے گا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ یہ زکوٰۃ کے اترنے سے پہلے تھا زکوٰۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اسے مال کی طہارت بنا دیا۔ خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور عراک بن مالک نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسے قول ربانی (خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭاِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّھُمْ ۭوَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (١٠٣-9۔التوبہ:103) نے منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ تلواروں کا زیور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔

یاد رکھو میں تمہیں وہی سناتا ہوں جو میں نے جناب پیغمبر حق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مذمت اور کمی کی مدحت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں بطور نمونے کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں۔ مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی والوں کے لئے ہلاکت ہے تین مرتبہ آپ کا یہی فرمان سن کر صحابہ پر شاق گذرا اور انہوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔ مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہ نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر آتا ہوں اپنی سواری تیز کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر ہم اپنی اولادوں کے لئے کیا چھوڑ جائیں؟ اس میں ہے کہ حضرت عمر کے پیچھے ہی پیچھے حضرت ثوبان بھی تھے۔

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو جائے۔ میراث کے مقرر کرنے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر مارے خوشی کے تکبیریں کہنے لگے۔ آپ نے فرمایا لو اور سنو میں تمہیں بہترین خزانہ بتاؤں نیک عورت جب اس کا خاوند اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب حکم دے فوراً بجا لائے اور جب وہ موجود نہ ہو تو اس کی ناموس کی حفاظت کرے۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ایک منزل میں اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں مجھے برا معلوم ہو آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے اب تک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کی تھی اب تم

اسے بھول جاؤ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو لو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تم ان کلمات کو بکثرت کہا کرو: اللھم انی اسئلك الثبات فی الامر والعزیمة علی الرشد واسئلك شکر نعمتك واسئلك حسن عبادتك واسئلك قلبا سلیما واسئلك لسانا صادقا واسئلك من خیر ما تعلم واعوذبك من شر ما تعلم واستغفرك لما تعلم انك انت علام الغیوب (ترجمہ) یعنی یا اللہ میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکر اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی والا دل اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس کی پناہ اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب جاننے والا ہے۔ آیت میں بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ نہ کرنے والے اور اسے بچا بچا کر رکھنے والے دردناک عذاب دیئے جائیں گے۔

قیامت کے دن اسی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور کمر داغی جائے گی اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع جتھا کا مزہ چکھو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ گرم پانی کا تریڑ دوزخیوں کے سروں پر بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ تم بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے ہو بدلہ اس کا یہ ہے۔ ثابت ہوا کہ جو شخص جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ کی اطاعت سے اسے مقدم رکھے گا اسی کے ساتھ اسے عذاب ہوگا۔ ان مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ کے فرمان کو بھلا دیا تھا آج اسی مال سے انہیں سزا دی جا رہی ہے جیسے کہ ابولہب کھلم کھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی قیامت کے دن آگ کے اور بھڑکانے کے لئے وہ اپنے گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں لا لا کر اسے سلگائے گی اور وہ اس میں جلتا رہے گا۔

یہ مال جو یہاں سے سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہی مال قیامت کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے۔ اسی کو گرم کر کے اس سے داغ دیئے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آ جائے پھر کل مال آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا یہ نہیں ایک کے بعد ایک داغ لگے۔ بلکہ ایک ساتھ سب کے سب۔ مرفوعاً بھی یہ روایت آئی ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ اس کا مال ایک اژدھا بن کر اس کے پیچھے لگے جو عضو سامنے آ جائے گا اسی کو چبا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو اپنے بعد خزانہ چھوڑا جائے اس کا وہ خزانہ قیامت کے دن زہریلا اژدھا بن کر جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے اس کے پیچھے لگے گا یہ بھاگتا ہوا پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا تیرا جمع کردہ اور مرنے کے بعد چھوڑا ہوا خزانہ۔ آخر اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا پھر باقی جسم بھی۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے اس کا مال قیامت کے دن آگ کی تختیوں جیسا بنا دیا جائے گا اور اس سے اس کی پیشانی پہلو اور کمر داغی جائے گی۔ پچاس ہزار سال تک لوگوں کے فیصلے ہو جانے تک تو اس کا یہی حال رہے گا پھر اسے اس کی منزل کی راہ دکھا دی جائے گی جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔

امام بخاری اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زید بن وہب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملے اور دریافت کیا کہ تم یہاں کیسے آ گئے ہو؟ آپ نے فرمایا ہم شام میں تھے وہاں میں نے (وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (التوبہ:34) کی تلاوت کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا ہماری اور ان کے سب کے حق میں ہے۔ اس میں میرا ان کا اختلاف ہو گیا انہوں نے میری شکایت کا خط دربار عثمانی میں لکھا خلافت کا فرمان میرے نام آیا کہ تم یہاں چلے آؤ جب مدینے پہنچا تو چاروں طرف سے مجھے لوگوں نے گھیر لیا۔ اس طرح بھیڑ لگ گئی کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا۔ غرض میں مدینے میں ٹھہرا لیکن لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آ گیا۔ آخر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم مدینے کے قریب ہی کسی صحرا میں چلے جاؤ۔ میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی لیکن یہ کہہ دیا کہ واللہ جو میں کہتا تھا اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ کا خیال یہ تھا کہ بال بچوں کے کھلانے کے بعد جو بچے اسے جمع کر رکھنا مطلقاً حرام ہے۔

اسی کا آپ فتویٰ دیتے تھے اور اسی کو لوگوں میں پھیلاتے تھے اور لوگوں کو بھی اس پر آمادہ کرتے تھے۔ اسی کا حکم دیتے تھے اور اس کے مخالف لوگوں پر بڑا ہی تشدد کرتے تھے۔ حضرت معاویہ نے آپ کو روکنا چاہا کہ کہیں لوگوں میں عام ضرر نہ پھیل جائے یہ نہ مانے تو آپ نے خلافت سے شکایت کی امیر المومنین نے انہیں بلا کر ربذہ میں تنہا رہنے کا حکم دیا آپ وہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی رحلت فرما گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بطور امتحان ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھجوائیں آپ نے شام سے قبل سب ادھر ادھر راہ اللہ خرچ کر ڈالیں۔ شام کو وہی صاحب جو انہیں صبح کو ایک ہزار اشرفیاں دے گئے تھے وہ آئے اور کہا مجھ سے غلطی ہو گئی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ اشرفیاں اور صاحب کے لئے بھجوائی تھیں میں نے غلطی سے آپ کو دے دیں وہ واپس کیجئے آپ نے فرمایا تم پر آفرین ہے میرے پاس تو اب ان میں سے ایک پائی بھی نہیں اچھا جب میرا مال آ جائے گا تو میں آپ کو آپ کی اشرفیاں واپس کر دوں گا۔ ابن عباس بھی اس آیت کا حکم عام بتاتے ہیں۔ سدی فرماتے ہیں یہ آیت اہل قبلہ کے بارے میں ہے۔ احنف بن قیس فرماتے ہیں میں مدینے میں آیا دیکھا کہ قریشیوں کی ایک جماعت محفل لگائے بیٹھی ہے میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا کہ ایک صاحب تشریف لائے میلے کچیلے موٹے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے بہت خستہ حالت میں اور آتے ہی کھڑے ہو کر فرمانے لگے روپیہ پیسہ جمع کرنے والے اس سے خبردار رہیں کہ قیامت کے دن جہنم کے انگارے ان کی چھاتی کی بٹنی پر رکھے جائیں گے جو کھوے کی ہڈی کے پار ہو جائیں گے پھر پیچھے کی طرف سے آگے کو سوراخ کرتے اور جلاتے ہوئے نکل جائیں گے سب لوگ سر نیچا کئے بیٹھے رہے کوئی بھی کچھ نہ بولا وہ بھی مڑ کر چل دیئے اور ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے میں ان کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کو آپ کی بات بری لگی آپ نے فرمایا یہ کچھ نہیں جانتے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تین دن گذرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ رکھ لوں تو اور

بات ہے۔ غالباً اسی حدیث کی وجہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب تھا۔ جو آپ نے اوپر پڑھا واللہ اعلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کا حصہ ملا آپ کی لونڈی نے اسی وقت ضروریات فراہم کرنا شروع کیا۔ سامان کی خرید کے بعد سات درہم بچ رہے حکم دیا کہ اس کے فلوس لے لو تو حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے آپ اپنے پاس رہنے دیجئے تاکہ بوقت ضرور کام نکل جائے یا کوئی مہمان آجائے تو کام نہ اٹکے آپ نے فرمایا نہیں مجھ سے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا ہے کہ جو سونا چاندی سربند کر کے رکھی جائے وہ رکھنے والے کے لئے آگ کا انگارا ہے جب تک کہ اسے راہ اللہ نہ دے دے۔

ابن عساکر میں ہے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے فقیر بن کر مل غنی بن کر نہ مل۔ انہوں نے پوچھا یہ کس طرح؟ فرمایا سائل کو رد نہ کر جو ملے اسے چھپا نہ رکھ انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکے گا آپ نے فرمایا یہی ہے ورنہ آگ ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ اہل صفہ میں ایک صاحب کا انتقال ہو گیا وہ دینار یا دو درہم پس انداز کئے ہوئے نکلے آپ نے فرمایا یہ آگ کے دو داغ ہیں تم لوگ اپنے ساتھی کے جنازے کی نماز پڑھ لو اور روایت میں ہے کہ ایک اہل صفہ کے انتقال کے بعد ان کی تہبند کی آنٹی میں سے ایک دینار نکلا آپ نے فرمایا ایک داغ آگ کا پھر دوسرے کا انتقال ہوا ان کے پاس سے دو دینار برآمد ہوئے۔ آپ نے فرمایا یہ دو داغ آگ کے ہیں فرماتے ہیں جو لوگ سرخ وسفید یعنی سونا چاندی چھوڑ کر مرے ایک ایک قیراط کے بدلے، ایک ایک تختی آگ کی بنائی جائے گی اور اس کے قدم سے لے کر ٹھوڑی تک اس کے جسم میں اس آگ سے داغ کئے جائیں گے۔ آپ کا فرمان ہے کہ جس نے دینار سے دینار اور درہم سے درہم ملا کر جمع کر کے رکھ چھوڑا اس کی کھال کشادہ کر کے پیشانی اور پہلو اور کمر پر اس سے داغ دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا یہ ہے جسے تم اپنی جانوں کے لئے خزانہ بناتے رہے اب اس کا بدلہ چکھو اس کا راوی ضعیف کذاب ومتروک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ توبہ، بیروت)

سونے چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ سونے کی نصاب بیس مثقال ہے۔ یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کی دوسو درم یعنی ساڑھے باون تولے یعنی وہ تولہ جس سے یہ رائج روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے سونے چاندی کی زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا لحاظ نہیں۔ مثلاً سات تولے سونے یا کم کا زیور یا برتن بنا ہو کہ اس کی کاریگری کی وجہ سے دوسو درم سے زائد قیمت ہو جائے یا سونا گراں ہو کہ ساڑھے سات تولے سے کم کی قیمت دوسو درم سے بڑھ جائے جیسے آج کل کہ ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت چاندی کی کئی نصابیں ہوں گی۔ غرض یہ کہ وزن میں بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ قیمت جو کچھ بھی ہو۔ یونہی سونے کی زکوٰۃ میں سونے اور چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی تو اس کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ وزن کا اگرچہ اس میں صنعت بہت کچھ ہو جس کی وجہ سے قیمت بڑھ گئی یا فرض کرو کہ دس آنے بھری چاندی بک رہی تھی اور زکوٰۃ میں ایک روپیہ دیا جو سولہ آنے کا قرار دیا جاتا ہے تو زکوٰۃ ادا کرنے میں وہ یہی سمجھا جائے گا کہ سوا گیارہ ماشے چاندی دی۔ یہ چھ آنے بلکہ کچھ اوپر جو اس کی قیمت میں زائد ہیں لغو ہیں۔

یہ جو کہا گیا کہ ادائے زکوٰۃ میں قیمت کا اعتبار نہیں۔ یہ اسی صورت میں ہے کہ اس جنس کی زکوٰۃ اسی جنس سے ادا کی جائے اور

اگر سونے کی زکوٰۃ چاندی سے یا چاندی کی سونے سے ادا کی تو قیمت کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً سونے کی زکوٰۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی جس کی قیمت ایک اشرفی ہے تو ایک اشرفی دینا قرار پائے گا۔ اگرچہ وزن میں اس کی چاندی پندرہ روپے بھر بھی نہ ہو۔

سونا چاندی جب کہ بقدر نصاب ہوں تو ان کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے خواہ وہ ویسے ہی ہوں ان کے سکے جیسے روپے اشرفیاں یا ان کی چیز بنی ہوئی خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لئے زیور مرد کے لئے چاندی کی ایک نگ کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی یا سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن یا استعمال ناجائز ہو جیسے چاندی سونے کے برتن، گھڑی، سرمہ دانی، سلائی کہ ان کا استعمال مرد و عورت سب کے لئے حرام ہے یا مرد کے لئے سونے چاندی کا چھلا یا زیور یا سونے کی انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشے سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی یا انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی غرض جو کچھ ہو زکوٰۃ سب کی واجب ہے مثلاً ساڑھے سات تولہ سونا ہے تو سوا دو ماشہ زکوٰۃ واجب ہے یا ۵۲ تولے ۶ ماشہ چاندی ہے تو ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی۔

سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جس کی قیمت سونے چاندی کی نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے یعنی قیمت کا چالیسواں حصہ اور اگر اسباب کی قیمت تو نصاب کو نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس ان کے علاوہ سونا چاندی بھی ہے تو ان کی قیمت سونے چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کریں اگر مجموعہ نصاب کو پہنچا زکوٰۃ واجب ہے اور اسباب تجارت کی قیمت اس سکے سے لگائیں جس کا رواج وہاں زیادہ ہو جیسے ہندوستان میں روپیہ کا زیادہ چلن ہے اسی سے قیمت لگائی جائے اور اگر کہیں سونے چاندی دونوں کے سکوں کا یکساں چلن ہو تو اختیار ہے جس سے چاہیں قیمت لگائیں مگر جب کہ روپے سے قیمت لگائیں تو نصاب نہیں ہوتی اور اشرفی سے ہو جاتی ہے یا بالعکس تو اسی سے قیمت لگائی جائے جس سے نصاب پوری ہو اور اگر دونوں سے نصاب پوری ہوتی ہے مگر ایک سے نصاب کے علاوہ نصاب کا پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرے سے نہیں تو اس سے قیمت لگائیں جس سے ایک نصاب اور نصاب کا پانچواں حصہ ہو۔

نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے مثلاً دو سو چالیس درم یعنی ۶۳ تولہ چاندی ہو تو زکوٰۃ میں چھ درم واجب یعنی ایک تولہ ۶ ماشہ (۵/۱۷ رتی) یعنی ۵۲ تولہ چھ ماشہ کے بعد ہر دس تولہ چھ ماشہ پر ۳ ماشہ (۵/۱۱ رتی) بڑھائیں اور سونا نو تولہ ہو تو ۲ ماشہ (۵/۵۳) رتی یعنی ۷ تولہ ۶ ماشہ کے بعد ہر ایک تولہ ۶ ماشے پر (۵/۳ ۳ رتی) بڑھائیں اور پانچواں حصہ نہ ہو تو معاف یعنی مثلاً ۹ تولہ سے ایک رتی کم اگر سونا ہے تو زکوٰۃ وہی ۷ تولہ ۶ ماشہ کی واجب ہے یعنی دو ماشہ یونہی چاندی اگر ۶۳ تولہ سے ایک رتی بھی کم ہے تو زکوٰۃ ۵۲ تولہ ۶ ماشہ کی ایک تولہ ۳ ماشے ۶ رتی واجب ہے۔ یونہی پانچویں حصے کے بعد جو زیادتی ہے اگر وہ بھی پانچواں حصہ ہے تو اس کا چالیسواں حصہ واجب ورنہ معاف وعلیٰ ہذا القیاس۔ مال تجارت کا بھی یہی حکم ہے۔ (درمختار)

اگر سونے چاندی میں کھوٹ ہو اور غالب سونا چاندی ہے تو سونا چاندی قرار دیں اور کل پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یونہی اگر کھوٹ سونے چاندی کے برابر ہو تو زکوٰۃ واجب اور اگر کھوٹ غالب ہو تو سونا چاندی نہیں پھر اس کی چند صورتیں ہیں۔ اگر اس میں سونا چاندی اتنی مقدار میں ہو کہ جدا کریں تو نصاب کو پہنچ جائے یا وہ نصاب کو نہیں پہنچتا مگر اس کے پاس اور مال ہے کہ اس سے مل کر

نصاب ہو جائیگی یا ثمن میں چلتا ہے اور اس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہے تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہے اور اگر ان صورتوں میں کوئی نہ ہو تو اس میں اگر تجارت کی نیت ہو تو بشرائط تجارت اسے مال تجارت قرار دیں اور اس کی قیمت نصاب کی قدر ہو خود یا اوروں کے ساتھ مل کر تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ (درمختار)

بَابُ حَقِّ السَّائِلِ

باب: مانگنے والے کا حق

1665 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ أَبِي يَحْيَى، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلسَّائِلِ حَقٌّ، وَإِنْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ.

سیّدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''مانگنے والے کا حق ہے (کہ تم اس کی مدد کرو) خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے''۔

شرح

حکیم بن جبیر اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس پر شعبہ کے ساتھ عبداللہ بن عثمان نے سفیان سے کہا کاش کہ شعبہ کے علاوہ کسی اور نے یہ حدیث روایت کی ہوتی سفیان نے کہا حکیم کو کیا ہے؟ کیا شعبہ ان سے روایت نہیں کرتے انہوں نے کہا ہاں سفیان نے کہا میں نے زبید کو بھی محمد بن عبدالرحمن بن یزید کے حوالے سے یہی بات کہتے ہوئے سنا ہے۔

اس پر ہمارے بعض علماء کا عمل ہے اور یہی ثوری عبداللہ بن مبارک احمد اور اسحاق کا قول ہے کہ اگر کسی کے پاس پچاس درہم ہوں تو اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں لیکن بعض اہل علم حکیم بن جبیر کی حدیث کو حجت تسلیم نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کے ہاں پچاس یا اس سے زیادہ درہم بھی ہوں تو بھی اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہو اور یہ امام شافعی اور دوسری علماء فقہاء کا قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 634)

گداگروں کو زکوٰۃ دینے کا بیان

گداگر تین قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) غنی مالدار: انہیں سوال کرنا حرام اور ان کو دینا بھی حرام، انہیں دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں۔

(۲) وہ فقیر جو تندرست اور کمانے پر قادر ہو: یہ لوگ بقدر حاجت کمانے پر قادر ہونے کے باوجود مفت کی روٹیاں توڑنے اور اس کے لئے بھیک مانگنے کے عادی ہوتے ہیں۔ ایسے پیشہ وروں کو سوال کرنا حرام ہے اور جو کچھ ان کو ملے ان کے حق میں مال خبیث ہے۔

جسے مالک کو لوٹانا یا صدقہ کر دینا واجب ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان کو کسی نے زکوٰۃ دے دی تو ادا ہو جائے گی کیونکہ یہ شرعی فقیر

ہوتے ہیں جبکہ کوئی اور مانع زکوٰۃ نہ ہو۔

(۳) کمانے سے عاجز فقیر: یہ لوگ یا تو کمانے کی قدرت نہیں رکھتے یا پھر حاجت کے بقدر کما نہیں سکتے، انہیں بقدر ضرورت سوال حلال ہے اور جو کچھ ان کو ملے ان کے لئے حلال ہے، انہیں زکوٰۃ دی تو ادا ہو جائے گی۔ (ماخوذ از فتاوٰی رضویہ مُخرّجہ، ج۱۰، ص ۲۵۳)

صحیح سائل کا معیار اور غیر مستحق سائل کے لئے عذاب کی وعید کے متعلق احادیث

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں کی طرف سے حقوق ادا کر رہا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس سلسلہ میں سوال کیا، آپ نے فرمایا: تم ہمارے پاس ٹھہرو حتیٰ کہ ہمارے پاس صدقہ کا مال آجائے، پھر ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم دیں گے، پھر آپ نے فرمایا: تین صورتوں کے سوا اور کسی صورت میں سوال کرنا جائز نہیں ہے: (۱) ایک وہ شخص ہے جس نے کسی کی طرف کسی حق کو ادا کرنے کا ذمہ لیا ہو، اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے، حتیٰ کہ اس کو مطلوبہ مال مل جائے، پھر وہ سوال سے رک جائے (۲) دوسرا وہ شخص جس کے مال پر کوئی آفت آگئی ہو اور اس کا سب مال ضائع ہو گیا ہو، اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے حتیٰ کہ اس کو گزر اوقات کے لئے مل جائے (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص فاقوں میں مبتلا ہو حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین آدمی گواہی دیں کہ فلاں شخص فاقوں میں مبتلا ہے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے (تین آدمیوں کی گواہی استحباب کی شرط ہے اگر وہ واقعی فاقے کر رہا ہے تو اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے) اے قبیصہ ان تین صورتوں کے سوا جو شخص سوال کرتا ہے، وہ حرام کھاتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۴٤، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱٦٤٠، سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۸۰، سنن دارمی رقم الحدیث: 1678، مسند احمد ج ۳ ص 477)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سوال کیا اور اس کے پاس اتنی چیزیں تھیں جو اس کو سوال سے غنی کر سکتی تھیں، وہ صرف آگ کو زیادہ کر رہا ہے، نفیلی نے پوچھا: اس چیز کی کتنی مقدار ہے جو اس کو سوال سے غنی کر دے اور اس مقدار کے ہوتے ہوئے اس کو سوال نہیں کرنا چاہیے؟ فرمایا: اس کے پاس صبح اور شام کا کھانا ہو یا ایک دن اور ایک رات کا کھانا ہو۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 1629، مسند احمد ج ٤، ص 180)

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی (مالک نصاب زکوٰۃ) کے لئے سوال کرنا جائز نہیں اور نہ تندرست آدمی کے لئے، سوال کرنا صرف اس کے لئے جائز ہے جس کو فقر ہلاک کر رہا ہو یا جو قرض کے بوجھ سے گھبرا رہا ہو اور جس نے اپنے مال میں اضافے کے لئے سوال کیا، قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی اور وہ دوزخ کے گرم پتھر کھا رہا ہوگا، پس جو چاہے (اس عذاب کو) کم کرے اور جو چاہے زیادہ کرے۔ (اگر کسی شخص کو علم ہو کہ اس سائل کے لئے سوال کرنا جائز نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو نرمی سے مسترد کر دے اور اگر وہ اس کو دے گا تو وہ گنہ گار ہوگا)۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ٦٥۳)

سائل کو دینے کی ترغیب کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: اے ابن

آدم! تو (لوگوں پر) خرچ کر، میں (تجھ پر) خرچ کروں گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۲ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد چیز کو خرچ کردے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو اس کو روک کر رکھے تو یہ تیرے لئے برا ہے اور اگر تیرے پاس بہ قدر ضرورت مال ہو تو تجھ کو ملامت نہیں کی جائے گی، اور دینے کی ابتداء اپنے اہل وعیال سے کر۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: 1036)

حضرت اُمّ بجیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کسی من میرے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے حتیٰ کہ مجھے حیاء آتی ہے اور میرے پاس اسے دینے کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے اسے دے دو، خواہ وہ بکری کا جلا ہوا پایا ہو۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 1667 سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۶۵ سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۷۴ مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ گوشت ہدیہ کیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت پسند تھا، انہوں نے خادمہ سے کہا، اس کو گھر میں رکھ دو شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تناول فرمائیں خادمہ نے اس کو گھر کے طاق میں رکھ دیا، اس اثناء میں ایک سائل نے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا: صدقہ دو، اللہ تمہارے مال میں برکت دے، گھر والوں نے کہا: اللہ تمہیں برکت دے، وہ سائل چلا گیا، بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے اُمّ سلمہ! تمہارے پاس کچھ کھانے کی چیز ہے؟ اور انہوں نے خادمہ سے کہا، جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ گوشت لا کر دو، وہ گئی تو اس طاق میں گوشت نہیں تھا، ایک پتھر کا ٹکڑا پڑا ہوا تھا، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی وہی گوشت ہے جو اب پتھر کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہے، کیونکہ تم نے سائل کو یہ گوشت نہیں دیا تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۰۰ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ حضرت عثمان کا غلام مجہول ہے)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ باین کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر مساکین جھوٹ نہ بولیں تو ان کو رد کرنے والا فلاح نہ پائے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: 7967 اس حدیث کا ایک راوی جعفر بن الزبیر ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سائل کے لئے حق ہے، خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

شعیب الارنووط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند مجہول ہے کیونکہ اس کی سند میں یعلی بن ابی یحییٰ مجہول ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص 201 طبع قدیم، مسند احمد ج ۳ ص 254، رقم الحدیث: ۱۷۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: 2468، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱۳ مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۶۷۸۴ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۶۶۵ المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۲۸۹۳ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۳ الموطا ج ۲ رقم الحدیث: ۱۹۲۷ دار المعرفۃ، بیروت)

موطا امام مالک میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہے، سائل کو عطا کرو خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو۔

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سائل کو عطا کرنے کی ترغیب ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ جس شخص کے پاس صبح اور شام کا کھانا ہو، اس کا سوال کرنا مکروہ ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی کا اور تندرست شخص کا جو کمانے پر قادر ہو، سوال کرنا جائز نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سائل سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسا سائل ہے کہ بغیر سواری کے اس کے لئے کہیں جانا مشکل ہو اور اس کے پاس ایک دن سے زیادہ کھانے پینے کی چیز نہ ہو اور وہ کمزور اور بیمار ہو، اس وجہ سے محنت مزدوری نہ کرسکتا ہو، اس لئے اس کا سوال کرنا صحیح ہے، علاوہ ازیں اس حدیث کی سند قطعی الثبوت نہیں ہے۔

(الاستذکار ج ۲۷ ص ۴۰۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

نیز حافظ ابن عبد البر اپنی دوسری شرح میں لکھتے ہیں:

جب کسی شخص کے پاس اس کا گھوڑا اس کی ضرورت کے لئے ہو تو وہ اس گھوڑے کی وجہ سے غنی نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اپنی ضروریات کے لئے پیدل نہیں جاسکتا، اور اس گھوڑے کا مالک ہونے کی وجہ سے وہ فقر کی حد سے نہیں نکلتا اور ان اغنیاء کے حکم میں داخل نہیں ہوتا، جن کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے: سائل کو عطا کرو، یہ نہیں فرمایا: اس کو زکوۃ دو یا نفلی صدقہ دو، پس اس کو ہر قسم کے صدقہ سے دینا جائز ہے، نیز اس حدیث میں یہ ترغیب دی ہے کہ سائل جو بھی ہو، اس کو عطا کرنا چاہئے، کیونکہ مسلمان کے حال سے اغلب یہ ہے کہ وہ واقعی ضرورت مند ہے، جب ہی سوال کر رہا ہے، ہاں! اگر دینے والے کو کسی دلیل سے معلوم ہو کہ یہ ضرورت مند یا مقروض نہیں ہے یا یہ صحت مند ہے اور کمانے پر قادر ہے تو پھر اس کو نہیں دینا چاہئے۔ (التمہید ج ۲ ص ۶۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہیں فرماتے تھے، حتیٰ کہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی جب مرنے لگا تو اس کے بیٹے نے آپ سے آپ کی قمیض مانگی تا کہ وہ اس قمیص کو اپنے باپ کا کفن بنادے تو آپ نے اس کو اپنی قمیض عطا کردی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 1269، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۷۷٤، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۹۸)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاشیہ والی ایک چادر بن کر آپ کے پاس لائی، اس عورت نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے تا کہ میں آپ کو پہناؤں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے وہ چادر لے لی اور آپ کو اس وقت اس چادر کی ضرورت بھی تھی، آپ وہ چادر پہن کر ہمارے پاس آئے، ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور کہنے لگا: یارسول اللہ! یہ بہت خوبصورت چادر ہے، آپ مجھے یہ چادر دے دیجئے، حاضرین نے کہا تم نے یہ اچھا نہیں کیا، اس چادر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہن لیا تھا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، پھر بھی تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا سوال نہیں فرماتے، اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے پہننے کے لئے اس چادر کا سوال نہیں کیا تھا بلکہ میں نے اس چادر کا صرف اس لئے سوال کیا تھا کہ یہ میرا کفن ہو جائے، حضرت سہل نے کہا: پھر وہ چادر اس شخص کا کفن ہوگئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۲۷۷)

امام عبدالرحمان بن محمد رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ ھ روایت کرتے ہیں: منہال بن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، اس عورت نے کہا، آپ سے کہنا کہ مجھے کوئی کپڑا پہنا دیجئے آپ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، اس عورت نے کہا، آپ کے پاس واپس جاؤ اور کہو: آپ نے جو قمیض پہنی ہوئی ہے وہی دے دیجئے، اس کا بیٹا آپ کے پاس آیا تو آپ نے اپنی قمیص اتار کر اس کو دے دی۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷ ص 2327 رقم الحدیث: ۱۳۲۳۶، الدر المنثور ج ۵ ص ۲۷۱)

اگر سائل کو دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو نرمی سے جواب دینا چاہئے

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ سائل کو سختی کے ساتھ جواب نہ دیں، اگر آپ کے پاس اس کو دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو اس کو نرمی اور رحمت کے ساتھ لوٹا دیں، ایک تفسیر یہ بھی ہے، جو آپ سے دین کا کوئی مسئلہ معلوم کر رہا ہو، اس کو نہایت نرمی اور آسانی سے مسئلہ بتائیں اور اگر دنیا کی کسی چیز کا سوال کرے تو اگر آپ کے پاس وہ چیز ہو تو دے دیں ورنہ اس کو نرمی کے ساتھ لوٹا دیں، اسی مضمون کی یہ آیت ہے: (بنی اسرائیل: ۲۸) اور اگر آپ کو اپنے رب کی رحمت کی توقع اور جستجو میں ان سے اعراض کرنا پڑے تو ان کو کوئی نرم بات کہہ کر ٹال دیں۔

امام عبدالرحمان بن محمد رازی ابن ابی حاتم متوفی 327 ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا: یعنی اگر آپ کو اللہ کے رزق کا انتظار ہو۔ (تفسیر امام بن ابی حاتم رقم الحدیث: 13251)

حسن بصری نے کہا: آپ اس صورت میں نرمی اور شفقت سے کہیں: عنقریب ان شاء اللہ ہم کو کوئی چیز ملے گی تو ہم تم کو عطا کریں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 13252)

سدی نے "قول میسور" کی تفسیر میں کہا: آپ ان سے کہیں کہ اس وقت ہمارے پاس وہ چیز نہیں ہے، جب وہ چیز ہمارے پاس آئے گی تو ہم عطا کریں گے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 13253)

ابن زید نے "قول میسور" کی تفسیر میں کہا: آپ خوبصورت بات کہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی عطا فرمائے اور تم کو بھی اور اللہ تعالیٰ تم کو اس میں برکت دے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 13254)

مخلوق سے گڑگڑا کر سوال نہ کیا جائے، صرف اللہ سے گڑگڑا کر سوال کیا جائے

علامہ سید محمود آلوسی متوفی 1270 ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اس آیت میں جھڑکنے سے ممانعت اس صورت میں ہے، جب سائل گڑگڑا کر سوال نہ کرے لیکن اگر وہ گڑگڑا کر سوال کرے اور نرمی سے منع کرنے کے باوجود واپس نہ جائے تو پھر اس سائل کو ڈانٹنے اور جھگڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۹٤ دار الفکر، بیروت ۱٤۱۷ ھ)

علامہ آلوسی نے یہ صحیح نہیں لکھا، اللہ تعالیٰ نے مطلقاً سائل کو جھڑکنے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ گڑگڑا کر سوال کرے یا نہ کرے اور منع کرنے سے واپس جائے یا نہ جائے اور ہم کو یہ سوچنا چاہئے کہ اگر ہم نے گنجائش کے باوجود اس سائل کو نہ دیا اور اس کو اپنے دروازہ سے لوٹا دیا تو وہ تو کسی اور دروازہ پر چلا جائے گا لیکن جب ہم اللہ سے سوال کریں گے اور اس کی سزا میں اس نے ہمیں لوٹا دیا تو

ہمارے لئے تو اس کے سوا اور کوئی دروازہ نہیں ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب کوئی سوال کرے تو یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ مستحق ہے یا نہیں، مستحق کو دینا چاہئے اور غیر مستحق کو نہیں دینا چاہئے، میں کہتا ہوں کہ جس کو ہم نے غیر مستحق سمجھ کر مسترد کر دیا وہ کسی اور دروازے پر جا کر گدا کرے گا لیکن جب ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے، اگر اس نے بھی ہمیں اس بناء پر غیر مستحق قرار دے کر رد کر دیا تو ہم اس کے بعد کس دروازہ پر جا کر سوال کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تحسین فرمائی جو لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے:

لا یسئلون الناس الحافاً (البقرہ:۲۷۳) وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

اور اللہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر سوال کرنے کا حکم دیا ہے۔

ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة (الاعراف:۵۵) اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو۔

ہمارا حال یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں تو ہاتھ اٹھا کر بے توجہی سے سرسری طور پر چند کلمات پڑھ کر اٹھ جاتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ عموماً رمضان کے مہینے میں لوگ مسجد میں آ کر نمازیوں کے سامنے اپنے مصائب بیان کر کے گڑگڑا کر سوال کرتے ہیں اور کوشش کر کے آنسو نکالتے ہیں اور روتے ہیں، پس جس کے سامنے گڑگڑانا چاہئے، اس کے سامنے نہیں گڑگڑاتے اور مخلوق کے سامنے روتے ہیں اور گڑگڑاتے ہیں۔

1666 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ شَيْخٍ - قَالَ: رَأَيْتُ سُفْيَانَ عِنْدَهُ - عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهَا، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

❀❀ سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا اپنے والد (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مانند روایت نقل کرتی ہیں۔

1667 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بُجَيْدٍ، عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ بُجَيْدٍ، وَكَانَتْ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ، الْمِسْكِينَ لَيَقُومُ عَلَى بَابِي، فَمَا أَجِدُ لَهُ شَيْئًا أُعْطِيهِ إِيَّاهُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ لَمْ تَجِدِي لَهُ شَيْئًا تُعْطِينَهُ إِيَّاهُ إِلَّا ظِلْفًا مُحْرَقًا، فَادْفَعِيهِ إِلَيْهِ فِي يَدِهِ

❀❀ سیدہ اُمّ بجید رضی اللہ عنہا' جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے' وہ بیان کرتی ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل کرے۔ بعض اوقات

1667- اسنادہ حسن، عبد الرحمن بن بجید مختلف فی صحبتہ، وذکر الحافظ فی "التقریب" "ان لہ رؤیۃ، وقد روی عنہ جمع، وذکرہ ابن حبان فی "الثقات." واخرجہ الترمذی (671)، والنسائی فی "الکبری" (2366) من طریق قتیبۃ بن سعید، بھذا الاسناد، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح. واخرجہ النسائی (2357) من طریق زید بن اسلم عن عبد الرحمن بن بجید، بہ. وھو فی "مسند احمد" (27144-27151)، و"صحیح ابن حبان" (3373).

میرے دروازے پر کوئی غریب کھڑا ہوتا ہے۔ مجھے اسے دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ملتی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اگر تمہیں اس کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ملتا' صرف جلا ہوا پایہ ملتا ہے' تو تم وہ ہی اس کے ہاتھ میں دے دو۔

شرح

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا ہو ''نہیں'' اور حدیث میں نبی ﷺ کی ہدایت بھی ملتی ہے کہ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔ (مسلم کتاب الزکوٰۃ)

سائلوں سے برافروختہ وہ ہوتا ہے جس کو اپنے سرمایہ کے ختم ہو جانے یا کم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ جب آپ کے رب نے آپ کو غنی کر دیا ہے تو یہ خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ پھر آپ کسی سائل کو کیوں جھڑکیں یا سائلوں کی کثرت سے تنگ دل کیوں ہو۔ آپ کو آپ کے رب نے شمار دولتیں اور بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ انہیں سائل کی استعداد کے مطابق بانٹتے رہیں۔ آپ کے در پر آنے والا کوئی سائل خالی نہ جائے۔

سیرت کی کتب ایسے ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہیں جن سے حضور ﷺ کے جود و کرم کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو سائل در اقدس پر حاضر ہوا اس کی جھولی بھر کر اسے واپس کیا گیا اور آج بھی کشور معنی کے اس تاجدار کی سخاوت کی دھوم مچی ہے۔ کوئی آئے، جو چاہے مانگے، اسے خالی واپس نہیں کیا جاتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے: "معلوم میشود کہ کار ہماں بدست ہمت وکرامت اوست ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود میدہد۔ (اشعۃ اللمعات اول ص396)

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بحرین سے نوے ہزار درہم آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک چٹائی بچھا کر ان کا ڈھیر لگا دیا۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد ان کو بانٹنا شروع کیا اور ظہر تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ جب سب درہم بانٹ دیے گئے تو اتفاقاً ایک سائل آ گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ البتہ تم کسی دکاندار کے پاس چلے جاؤ اور تمہیں جس چیز کی ضرورت ہے اس سے لے لو اور اسے کہو کہ وہ میرے نام لکھ دے۔ میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف تو نہیں کیا۔ حضور ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی اور رخ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ایک انصاری بھی اس وقت بارگاہ اقدس ﷺ میں حاضر تھا۔ اس نے عرض کیا انفق ولا تخش من ذی العرش اقلالا۔ اے اللہ کے پیارے رسول! بے دریغ خرچ فرمایا کیجیے اور عرش والے پروردگار سے قلت کا خوف مت کیجیے یہ سن کر حضور ﷺ خوشی سے ہنس پڑے۔ چہرۂ مقدس پھول کی طرح شگفتہ ہو گیا۔ ارشاد فرمایا کہ مرا بہ میں طریق امر فرمودہ اند۔ یعنی میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

بَابُ الصَّدَقَةِ عَلٰى اَهْلِ الذِّمَّةِ

باب: اہل ذمہ کو صدقہ دینا

اہل ذمہ کے حقوق کا بیان

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسی سلسلہ میں اور بھی متعدد معاہدے کئے اور ان معاہدوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قائم رکھا، ان معاہدوں میں اگرچہ باہم اختلاف ہے لیکن سب میں قدر مشترک یہ ہے۔

لايهدم لهم بيعة ولا كنيسة وعلى ان يضربوا النواقيسهم في اى ساعة شاؤا من ليل انهار ألا في اوقات الصلوٰة وعلى ان يخرجوا الصلبان في ايام عيدهم (کتاب الخراج)

ان لوگوں کے گرجے نہ گرائے جائیں گے اور وہ رات دن میں بجز اوقات نماز کے ہر وقت ناقوس بجا سکیں گے اور اپنے تہوار کے دن صلیب نکالیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بہ کثرت معاہدے ہوئے، ان میں سب سے زیادہ مفصل، سب سے زیادہ جامع اور سب سے زیادہ فیاضانہ وہ معاہدہ ہے جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ کیا اس معاہدے کے الفاظ یہ ہیں۔

واشترط عليهم حين دخلها عَلَى أن تترك كنائسهم وبيعهم عَلَى أن لا يحدثوا بناء بيعة ولا كنيسة وَعَلَى أن عليهم إرشاد الضال وبناء القناطر عَلَى الأنهار من أموالهم، وأن يضيفوا من مر بهم من المسلمين ثلاثة أيام وَعَلَى أن لا يشتموا مسلما ولا يضربوه، ولا يرفعوا فِي نادى أهل الاسلام صليبا ولا يخرجوا خنزيرا من منازلهم إِلَى أفنية المسلمين، وأن يوقدوا النيران للغزاة فِي سبيل الله، ولا يدلوا للمسلمين عَلَى عورة، ولا يضربوا نواقيسهم قبل أذان المسلمين ولا فِي أوقات أذانهم ولا يخرجوا الرايات فِي أيام عيدهم، ولا يلبسوا السلاح يوم عيدهم ولا يتخذوه فِي بيوتهم

(الخراج لابی یوسف، باب فصل فی الكنائس والبيع)

جب وہ شام میں داخل ہوئے تو یہ شرط کرلی کہ ان کے گرجوں سے کچھ تعرض نہ کریں گے جبکہ نئے گرجے نہ تعمیر کریں بھولے بھٹکے مسلمانوں کو راستہ دکھائیں اپنے مال سے نہروں پر پل باندھیں، جو مسلمان ان کے پاس سے ہو کر گذریں تین دن تک ان کی مہمانی کریں، کسی مسلمان کو نہ گالی دیں، نہ ماریں، نہ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب اور نہ مسلمانوں کے احاطہ میں سور نکالیں، مجاہدین کے لئے راستوں میں آگ جلائیں مسلمانوں کی جاسوسی نہ کریں، اذان سے پہلے اور اذان کے اوقات میں ناقوس نہ بجائیں، اپنے تہواروں کے دن جھنڈے نہ نکالیں، ہتھیار نہ لگائیں اور اس کو اپنے گھروں میں بھی نہ رکھیں۔

ان لوگوں نے تمام شرطیں منظور کرلیں، صرف یہ درخواست کی کہ سال میں ایک بار بغیر جھنڈیوں کے صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ درخواست منظور کی۔

قاضی ابو یوسف نے لکھا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ نرمی اور یہ فیاضی اس لئے اختیار کی تھی کہ اور لوگوں کو صلح کی ترغیب ہو؛ چنانچہ اس معاہدے کے بعد جب رومیوں سے جنگ ہوئی اور فتح کے بعد اطراف وحوالی کے تمام عیسائیوں نے صلح کر لی توان لوگوں نے ایک شرط یہ پیش کی کہ جو رومی مسلمانوں کی جنگ کے لئے آئے تھے اور اب وہ عیسائیوں کے پناہ گزین ہیں ان کو امن دیا جائے کہ اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کے ساتھ واپس چلے جائیں اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرط بھی منظور کر لی۔ (کتاب الخراج، صفحہ ۸۱)

اب ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ ان معاہدوں کی پابندی کی گئی یا نہیں؟ اور کی گئی تو کیونکر؟ اسلام میں معاہدے کی پابندی فرض ہے اور اس میں کسی مذہب کی تخصیص نہیں بلکہ خود معاہدہ کی اخلاقی عظمت کا یہی اقتضاء ہے اس بنا پر صحابہ کرام نے ذمیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا ان کا پورا کرنا ان کا مذہبی فرض تھا، چنانچہ شام کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھا اس میں یہ الفاظ تھے: "

وامنع المسلمین من ظلمھم والاضرار بھم واکل اموالھم دوف لھم بشرطھم الذی شرطت لھم فی جمیع ما اعطیتھم (کتاب الخراج، صفحہ ۸۰)

مسلمانوں کو ان کے ظلم ونقصان سے روکو اور ان کے مال کھانے سے منع کرو، اور ان کو جو حقوق تم نے جن شرائط پر دیئے ہیں ان کو پورا کرو۔ وفات کے وقت جو وصیت کی اس میں یہ الفاظ فرمائے۔

واوصیہ بذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من ورائھم وان لا یکلفوا فوق طاقتھم

(بخاری کتاب المناقب باقصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان)

اور میں اپنے جانشین کو خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے معاہدے کو پورا کرے اور ان کی حمایت میں لڑے اور ان کو تکلیف مالا یطاق نہ دے۔ ذمیوں کے معاہدے کی پابندی کا جس قدر خیال رکھا جاتا تھا، اس کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار ایک عیسائی رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے رہا تھا حضرت رضی اللہ عنہ غرفہ نے سنا تو اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا، اس نے حضرت عمرو بن العاص کی خدمت میں استغاثہ کیا تو انہوں نے غرفہ کو بلا کر کہا کہ ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہے حضرت غرفہ رضی اللہ عنہ نے کہا نعوذ باللہ کیا ہم نے ان سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں دیں، ہم نے صرف یہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ اپنے گرجوں میں جو چاہیں کہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سچ ہے۔ (اسد الغابہ تذکرہ، حضرت غرفہ بن حارث رضی اللہ عنہ الکندی)

خود ذمیوں کو اس پابندی معاہدہ کا اعتراف تھا، ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ذمیوں کا ایک وفد آیا تو انہوں نے پوچھا کہ غالباً مسلمان تم لوگوں کو ستاتے ہوں گے سب نے ہمزبان ہو کر کہا۔ **ما نعلم الا وفاء وحسن ملکۃ** (طبری، صفحہ ۲۵۶)

ہم پابندی عہد اور شریفانہ اخلاق کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ لیکن صرف اسی قدر کافی نہیں، یہ جو کچھ ہے قول ہے ہم عملاً دکھانا چاہتے ہیں کہ ذمیوں کو جو جو حقوق دیئے گئے ان کو عملاً پورا کیا گیا۔

1668 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ،

عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ اَسْمَائَ، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ رَاغِبَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَیْشٍ وَهِیَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ، فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ، وَهِیَ رَاغِمَةٌ مُشْرِكَةٌ، اَفَاَصِلُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَصِلِیْ اُمَّكِ۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قریش کے ساتھ (صلح حدیبیہ کے زمانہ میں) میری والدہ میرے پاس (مدینہ منورہ میں) آئیں۔ وہ مسلمان نہیں تھیں مشرک تھیں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری والدہ مسلمان نہیں ہیں وہ میرے پاس آئی ہیں وہ مشرک ہیں کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔ تم اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

مشرک رشتہ دار سے صلہ رحمی کرنا اور تحفہ دینا

حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) بتاتے ہیں کہ میرے والد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایک دھاری دار جوڑا دیکھا اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حلّہ آپ خرید لیتے اور پھر جمعہ کے دن پہنا کرتے۔ نیز وفد آنے پر بھی پہنتے تو کتنا اچھا ہوتا. آپ نے فرمایا کہ اے عمر ایسے لباس تو وہ پہنتا ہے جسے آخرت میں کچھ لینا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد کچھ لباس اس قسم کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان میں سے ایک لباس بطور تحفہ حضرت عمر کو دے دیا. وہ کہنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ لباس آپ نے خود مجھے دے دیا جب کہ اس کے بارے میں آپ خود مجھے یہ کچھ بتا چکے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو پہننے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ اس کو بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لو یا کسی اور کو پہنا دو چنانچہ انہوں نے پھر اس لباس کو اپنی ماں کی طرف سے اپنے بھائی کو بھجوا دیا جو مشرک تھا۔

حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ مجھے حکیم بن حزام (رضی اللہ عنہ) نے بتایا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ میں حالت کفر میں صلہ رحمی کرتا، غلام آزاد کرتا تھا اور صدقہ وغیرہ کے کام کرتا رہا ہوں تو کیا آج مجھے ان کا اجر ملے گا؟؟ حکیم (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تمہارا اسلام لے کر آنا انہی کی برکت سے ہے۔

بَابُ مَا لَا یَجُوْزُ مَنْعُهُ

باب: کس چیز کو نہ دینا جائز نہیں ہے

1669 - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِیْ، حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ، عَنْ سَیَّارِ بْنِ مَنْظُوْرٍ، رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ فَزَارَةَ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنِ امْرَاَةٍ یُّقَالُ لَهَا: بُهَیْسَةُ، عَنْ اَبِیْهَا، قَالَتْ: اسْتَاْذَنَ اَبِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ بَیْنَهُ وَبَیْنَ قَمِیْصِهٖ، فَجَعَلَ یُقَبِّلُ وَیَلْتَزِمُ، ثُمَّ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا الشَّیْئُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: الْمَاءُ قَالَ: یَا نَبِیَّ اللّٰهِ، مَا الشَّیْئُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: الْمِلْحُ، قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا الشَّیْئُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُهُ؟ قَالَ: اَنْ تَفْعَلَ الْخَیْرَ خَیْرٌ لَّكَ

بہیسہ نامی خاتون اپنے والد کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں: میرے والد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اندر

آنے کی اجازت مانگی پھر وہ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی قمیص کے درمیان داخل ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کو بوسہ دینے لگے اور آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لپٹانے لگے۔ پھر انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کون سی ایسی چیز ہے' جسے نہ دینا جائز نہیں ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پانی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ایسی کون سی چیز ہے' جسے نہ دینا جائز نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نمک۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کون سی ایسی چیز ہے' جسے نہ دینا جائز نہیں ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: جو بھی بھلائی تم کرو' وہ تمہارے حق میں بہتر ہوگی۔

بَابُ الْمَسْأَلَةِ فِي الْمَسَاجِدِ

باب: مساجد میں مانگنا

مسکین کو کھانا کھلانے کا بیان

1670 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ، حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ مِنْكُمْ أَحَدٌ أَطْعَمَ الْيَوْمَ مِسْكِينًا؟، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا أَنَا بِسَائِلٍ يَسْأَلُ، فَوَجَدْتُ كِسْرَةَ خُبْزٍ فِي يَدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، فَأَخَذْتُهَا مِنْهُ فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهِ

❁❁ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا ہے:

''کیا تمہارے درمیان کوئی ایسی شخصیت ہے' جس نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہو؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں ایک سائل کچھ مانگ رہا تھا۔ مجھے عبدالرحمن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا ملا۔ وہ میں نے اس سے لے کر اس سائل کو دے دیا''۔

گداگری کی مذمت اور سوال نہ کرنے کی فضیلت میں احادیث کا بیان

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن المنذر' امام ابن ابی حاتم' اور امام ابن مردویہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے' جس کو ایک کھجور یا دو کھجور لوٹا دیں' یا ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں' مسکین تو صرف وہ شخص ہے جو سوال کرنے سے باز رہے اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے فاقہ یا اپنے گھر والوں کے فاقہ کے بغیر سوال کیا' قیامت کے دن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا' اور اللہ تعالیٰ اس پر فاقوں کا دروازہ

کھول دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا۔

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بلاضرورت سوال کیا قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراشیں پڑی ہوں گی۔

امام ابن ابی شیبہ' امام مسلم اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے مال بڑھانے کے لیے سوال کیا وہ صرف انگاروں کا سوال کر رہا ہے' کم سوال کرے یا زیادہ۔

امام احمد' امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی مجھے اس بات کی ضمانت دے کر وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی امام نسائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص کثرت مال سے غنی نہیں ہوتا' بلکہ غنی وہ شخص ہے جس کا دل غنی ہو۔

امام طبرانی نے ''معجم اوسط'' میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم حرص کرنے سے بچو' کیونکہ حرص ہی درحقیقت فقر ہے اور اس بات سے بچو کہ تم سے معذرت کی جائے۔

امام ابی شیبہ امام بخاری' امام ابن ماجہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی شخص رسی سے لکڑیوں کا ایک گٹھا باندھ کر اپنی کمر پر لادے اور اس کو فروخت کر کے سوال کرنے سے بچے' وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے' وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

امام احمد' امام ابویعلیٰ' امام ابن حبان' امام طبرانی اور امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت خالد بن عدی الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس اس کے بھائی کی طرف سے کوئی چیز بغیر کسی طمع اور بغیر کسی سوال کے پہنچی ہو وہ اس کو قبول کرلے' یہ اس کو اللہ نے رزق عطا کیا ہے۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۶۲۔۳۰۸ ملتقطاً' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوال کرنا ایک زخم ہے کہ جس کے ذریعے انسان اپنا منہ زخمی کرتا ہے بایں طور کہ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا اپنی عزت وآبرو کو خاک میں ملاتا ہے کہ یہ اپنے منہ کو زخمی کرنے ہی کے مترادف ہے لہٰذا جو شخص اپنی عزت وآبرو باقی رکھنا چاہے کہ وہ سوال سے شرم کرے اور کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا کر اپنی عزت وآبرو کو باقی رکھے اور کوئی شخص اپنی آبرو کو باقی رکھنا ہی نہیں چاہتا تو وہ لوگوں کے ہاتھ پھیلا کر اپنی عزت خاک میں ملا لے یعنی اسے باقی نہ رکھے یہ گویا سوال کرنے والے کے لئے تہدید اور تنبیہ ہے کہ کسی سے سوال نہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر سوال ہی کرنا ہے تو پھر حاکم سے سوال کرے یا ایسی صورت میں سوال کرے کہ اس کے لئے کوئی واقعی ضرورت اور مجبوری ہو۔

(ابوداؤد، نسائی، ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 344)

مطلب یہ ہے کہ اگر تم سوال ہی کرو تو کم سے کم ایسے شخص سے تو کرو جس پر تمہارا حق بھی ہے اور وہ حاکم یا بادشاہ ہے کہ جس کے تصرف میں بیت المال اور خزانہ ہو تم ان سے اپنا حق مانگو، اگر تم مستحق ہوگے وہ تمہیں بیت المال سے دیں گے۔ عطاء سلطانی کو قبول

کرنے کا مسئلہ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ آیا عطاء سلطانی بادشاہ وحاکم کا عطیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ اگر بیت المال اور خزانے میں حرام مال زیادہ ہو تو اس میں سے کچھ مانگنا یا اس سے عطیہ سلطانی قبول کرنا حرام ہے اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو پھر حلال ہے۔ حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی واقعی مجبوری اور ضرورت ہو کہ کسی سے مانگے بغیر چارہ کار نہ ہو مثلاً کسی کا ضامن بن گیا ہو، طوفان وسیلاب کی وجہ سے کھیتی باڑی تباہ ہوگئی ہو یا کسی حادثے ومصیبت کی وجہ سے نوبت فاقوں تک پہنچ گئی تو ایسی صورتوں میں سوال کرنے کی اجازت ہے بلکہ اگر کوئی شخص حالت اضطراری کو پہنچ گیا ہو خواہ وہ اضطراری حالت کپڑے کی طرف سے ہو کہ ستر چھپانے کو کپڑا نہ ہو یا کھانے کی طرف سے ہو کہ شدت بھوک سے جان نکلی جاتی ہو تو پھر ایسی صورت میں کسی سے مانگ کر اپنی اضطراری حالت کو دور کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس شخص کے لئے بھی سوال کرنا واجب ہوتا ہے جو حج کی استطاعت رکھتا تھا مگر حج نہیں کیا یہاں تک کہ مفلس ہو گیا تو اب اسے چاہئے کہ وہ لوگوں سے سفر خرچ مانگ کر حج کے لئے جائے۔

سوال کرنے کی حد جواز کا بیان

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا ہو یا اتنی بدنی طاقت ہو کہ وہ محنت مزدوری کر کے ایک دن کی خوراک حاصل کر سکے اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے اور اگر دینے والے کو یہ علم ہو اور اس کے باوجود وہ اس کو دے تو وہ گنہ گار ہو گا کیونکہ وہ حرام کام میں مدد کر رہا ہے اور اگر وہ شخص طلب علم دین یا جہاد میں مشغول ہو اور وہ کپڑوں کا سوال کرے تو جائز ہے بشرطیکہ اس کو کپڑوں کی ضرورت ہے۔ (درمختار علی حاشش ردالمحتار ج۲ ص ۶۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں:

جس شخص کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے اس کے سوال پر اس کو دینا تو حرام ہے لیکن جو شخص صاحب نصاب نہ ہو اس کو اس کے سوال کے بغیر بہ طور صدقہ اور خیرات کے دینا جائز ہے اور کار ثواب ہے اور جو شخص صاحب نصاب ہو اس کو بہ طور ہدیہ اور ہبہ کے دینا جائز ہے۔ (ردالمحتار ج۲ ص ۶۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

مسجد میں سائل کو دینے کا بیان

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مسجد میں سائل کو دینا مکروہ ہے ہاں! اگر وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے تو پھر قول مختار کے مطابق وہ مکروہ نہیں ہے اسی طرح ''اختیار'' اور ''مواہب الرحمان'' میں مذکور ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں قرآن کی آیت نازل کی: جو لوگ رکوع کی حالت میں زکوۃ دیتے ہیں۔

(درمختار علی حاشش ردالمحتار ج۵ ص ۳۶۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

''اختیار'' میں مذکور ہے کہ اگر سائل نمازیوں کے آگے سے گزرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے تو اس کو دینا مکروہ ہے' کیونکہ یہ لوگوں کو ایذاء دینے پر معاونت ہے' حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اس طرح ایک پیسہ دینے کا کفارہ ستر پیسے بھی نہیں ہو سکتے' علامہ طحطاوی نے کہا ہے کہ یہ کراہت نمازیوں کی گردنیں پھلانگنے کی وجہ سے ہے جس کو ایذاء لازم ہے اور جب وہاں گزرنے کے لیے کشادہ جگہ ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ اس عبارت کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے۔

(ردالمحتار ج۵ ص۲۶۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱٤۰۷ھ)

علامہ ابن بزار کردری احکام مسجد کے بیان میں لکھتے ہیں:

جو مسکین کھانے میں فضول خرچی کرتے ہوں اور گڑگڑا کر مانگتے ہوں ان کو دینے سے بھی اجر ملے گا' لیکن اگر کسی معین شخص کے متعلق معلوم ہو کہ وہ فضول خرچی کرتا ہے اور گڑگڑا کر مانگتا ہے تو پھر اس کو دینے سے اجر نہیں ہوگا۔

(فتاویٰ بزازیہ علی حاشش الہندیہ ج۶ ص ۳۵۸-۳۵۷ 'مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو سائل مسجد میں نمازی کے آگے سے گزرے یا نمازیوں کی گردنیں پھلانگے' یا گڑگڑا کر سوال کرے یا اس کے متعلق دینے والے کو معلوم ہو کہ یہ فضول خرچی کرتا ہے یا اس کو معلوم ہو کہ اس کے پاس ایک دن کی خوراک ہے یا یہ شخص صحت مند ہے اور محنت مزدوری کر کے کما سکتا ہے اس کے سوال پر اس کو دینا جائز نہیں ہے اور اگر یہ موانع اور عوارض نہ پائے جائیں تو اس سائل کو مسجد میں دینا جائز ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمَسْأَلَةِ بِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى

باب: اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر مانگنے کا ناپسندیدہ ہونا

1671 - حَدَّثَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ الْقِلَّوْرِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِسْحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُعَاذٍ التَّمِيمِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُسْاَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ، اِلَّا الْجَنَّةُ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کے واسطے سے صرف جنت مانگی جا سکتی ہے''۔

مانگنے سے متعلق مسائل واحکام کا بیان

قولہ تعالیٰ: (آیت) ''للفقراء۔ اس میں لام (آیت) ''وما تنفقوا من خیر'' کے متعلق ہے۔

1671- اسناده ضعيف، لضعف سليمان- وهو ابن قرم بن معاذ التميمي الضبي.-ابو العباس: هو احمد بن عمرو بن عبيدة القلوري العصفري، وابن المنكدر: هو محمد. واخرجه ابن عدي في "الكامل" /11073، والبيهقي في "سننه" /4199، والخطيب في "الموضح" /3531 من طريق ابى العباس القلوري، بهذا الاسناد. واخرجه الفسوى في "المعرفة والتاريخ" 3/ 362، والبيهقي في "شعب الايمان" (3259)، والخطيب في "الموضح" /3521-353 من طريقين عن يعقوب بن اسحاق، به.

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ محذوف سے کے متعلق ہے اور تقدیر عبارت ہے: الانفاق او الصدقۃ للفقراء، سدی مجاہد وغیر ہمانے کہا ہے: ان فقراء سے مراد فقراء مہاجرین ہیں جو قریش اور دوسرے قبائل سے تعلق رکھتے تھے، پھر یہ آیت ہر اس کو شامل ہے جو مستقبل میں فقراء کی صفت کے تحت داخل ہوگا اور مہاجرین فقراء کو ذکر کے ساتھ خاص اس لئے کیا گیا ہے کیونکہ وہاں ان کے سوا کوئی (فقیر) نہ تھا، اور یہ فقراء اہل صفہ تھے اور تقریباً چار سو افراد تھے، وہ فقر و افلاس کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے نہ ان کے اہل وعیال تھے اور نہ ہی ان کے پاس کوئی مال تھا پس ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک صفہ (سیاہ دار چبوترہ) تعمیر کیا گیا، پس ان کو اہل صفہ کہا گیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے: میں اہل صفہ میں سے تھا جب شام ہوتی تھی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آدمی کو حکم ارشاد فرماتے تھے اور وہ ایک آدمی کو ساتھ لے جاتا تھا، اور اہل صفہ میں جو باقی رہ جاتے وہ دس یا اس سے کم افراد ہوتے تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا شام کا کھانا لے آتے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا تناول کر لیتے اور جب ہم فارغ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ناموافی المسجد مسجد میں جا کر سو جاؤ۔

اور ترمذی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: (یہ آیت) ''ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون''۔ ہم گروہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی، ہم کھجوروں کے مالک تھے، فرمایا: ہر آدمی اپنے درخت سے اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ یا کم کھجوریں لاتا تھا اور کوئی آدمی ایک خوشہ اور دو خوشے لے کر آتا تھا اور انہیں مسجد میں لٹکا دیتا تھا اور اہل صفہ کے لئے کوئی کھانے کی شے نہ ہوتی تھی تو ان میں سے جب کسی کو بھوک ستاتی تھی تو وہ اس خوشے کے پاس آتا، اسے اپنا عصا مارتا، تو اس سے خشک اور پکی کھجوریں گر پڑتی اور وہ کھا لیتا تھا اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اچھی اور عمدہ شے میں رغبت نہ رکھتے تھے اور وہ ایسا خوشہ لے آتے جس میں ردی اور گھٹیا قسم کی کھجوریں ہوتی تھیں اور کوئی ایسا خوشہ لے کر آتا جو ٹوٹا ہوا ہوتا اور وہ اسے مسجد میں لٹکا دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) ''یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ''۔

فرمایا: اگر تم میں سے کسی کو ایسا ہدیہ دیا جائے جیسا اس نے دیا ہے تو وہ اسے نہ لے گا مگر چشم پوشی کرتے ہوئے اور حیاء کرتے ہوئے، فرمایا پس اس کے بعد ہم میں سے ہر آدمی وہی لاتا تھا جو اس کے پاس عمدہ اور اچھی شے ہوتی تھی، فرمایا: یہ حدیث حسن، غریب، صحیح ہے۔

ہمارے علماء نے بیان کیا ہے کہ وہ مسجد میں ضرورت کے تحت رہتے تھے اور ضرورت کے تحت ہی صدقہ وغیرہ کھاتے تھے، پس جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر خوشحالی کے دروازے کھول دیئے وہ اس حالت سے مستغنی ہو گئے اور نکل گئے پھر وہ مالک بن گئے اور حاکم بن گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان فقراء مہاجرین کے وہ احوال بیان کئے جو ان پر واپس مڑنے کو واجب کرتے ہیں اور فرمایا (آیت) ''الذین احصروا فی سبیل اللہ''۔ اور معنی ہے وہ جو روک دیئے گئے، حضرت قتادہ اور ابن نے کہا ہے: احصروا فی سبیل اللہ''۔ کا معنی ہے: جنہوں نے اپنے آپ کو دشمن کے خوف سے اپنے کاروبار میں تصرف کرنے سے روک

لیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (آیت) "لا یستطیعون ضربا فی الارض"۔ وہ زمین میں چلنے پھرنے کی استطاعت نہیں رکھتے کیونکہ تمام شہر مکمل طور پر کفر کے زیر تسلط ہیں اور یہ ابتدائے اسلام میں تھا اور انہیں اکتساب دولت سے باز رکھنے کی علت جہاد تھا اور کفار کا اسلام قبول کرنے سے انکار کرنا کاروبار تجارت میں تصرف کرنے سے مانع تھا، نتیجۃً وہ فقراء ہی باقی رہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (آیت) "لا یستطیعون ضربا فی الارض"۔ کا معنی ہے یعنی کیونکہ انہوں نے جہاد کو لازم پکڑ لیا ہے اور پہلا معنی زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

قولہ تعالیٰ: (آیت) "یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف"۔ یعنی بے شک ان کے سوال کرنے اور مانگنے کو چھوڑنے اور ترک کرنے کے سبب اور ان کے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے سبب ناواقف لوگ انہیں مالدار اور اغنیاء گمان کرتے ہیں، اس میں اس پر دلیل موجود ہے، کہ لفظ فقر کا اطلاق اس پر بھی کرنا جائز ہے جس کا لباس بہت قیمتی ہو اور وہ اسے زکوٰۃ دینے سے مانع نہیں ہوتا، تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو زکوٰۃ دینے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور وہ ان مہاجرین میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کرتے تھے نہ وہ مریض تھے اور نہ ہی اندھے، اور "التعفف" یہ تفعل کے وزن پر ہے اور یہ عف من الشیء سے مبالغہ کا وزن ہے جب کوئی اس شے سے رکا رہے اور اس کی طلب سے احتیاط برتے، اس معنی کے ساتھ حضرت قتادہ وغیرہ نے تفسیر بیان کی ہے اور یحسبھم میں سین کو فتحہ اور کسرہ دونوں دیئے گئے ہیں اور یہ دو لغتیں ہیں۔

ابوعلی نے کہا ہے: فتحہ زیادہ قیاس کے مطابق ہے کیونکہ اس کی ماضی میں عین کلمہ مکسور ہے، پس اس کا باب مضارع میں مفتوح آتا ہے اور کسرہ کے ساتھ پڑھنا اچھا اور حسین ہے، کیونکہ سماع اسی طرح ہے۔ اگرچہ یہ قیاس کے مقابلہ میں شاذ ہے اور "من التعفف" میں من ابتدائے غایت کے لئے ہے اور بعض نے کہا ہے: یہ بیان جنس کے لئے ہے۔

قولہ تعالیٰ: (آیت) "تعرفھم بسیمھم"۔ اس میں ان پر دلیل موجود ہے کہ شکل وصورت سے کسی پر جو آثار ظاہر ہوتے ہیں ان کا اعتبار میں خاصا اثر ہوتا ہے، یہاں تک کہ جب ہم کسی میت کو دارالاسلام میں دیکھیں اور اس پر زنار ہو (مراد وہ دھاگا سا ہے جو ذمی لوگ اپنی کمر میں باندھتے ہیں) اور وہ غیر مختون ہو تو اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جائے گا اور اکثر علماء کے قول کے مطابق اسے دار کے حکم پر آگے کر دیا جائے گا اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے۔

(آیت) "ولتعرفنھم فی لحن القول"۔ (محمد: ۳۰)

ترجمہ: اور آپ ضرور پہچان لیا کریں گے انہیں ان کے انداز گفتگو سے)

پس یہ آیت ایسے آدمی کو صدقہ دینا جائز ہونے پر دلیل ہے جس کے پاس اپنے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے لباس، کپڑے وغیرہ موجود ہوں، اور علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے، اگرچہ اس کے بعد اس مقدار میں انہوں نے اختلاف کیا ہے جو ضرورت مند ہونے کی صورت میں وہ لے سکتا ہے، پس امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی مقدار کا اعتبار کیا ہے جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سال کی خوراک کا اعتبار کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس درہم کا اعتبار کیا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کمانے والے کو زکوٰۃ کا مصرف قرار نہیں دیتے۔

اور السیما (الف مقصورہ کے ساتھ) اس کا معنی علامت، نشانی ہے اور کبھی اسے مد کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: السیماء"۔ اور یہاں اس کے معنی کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے۔

حضرت مجاہد نے کہا ہے: اس سے مراد خشوع اور تواضع ہے، سدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ان کے چہروں پر حاجت اور فاقہ کشی اور تنگدستی کا اثر مراد ہے۔ ابن زید نے کہا ہے: ان کے کپڑوں کا پھٹا پرانا ہونا مراد ہے اور ایک قوم نے کہا ہے اور اسے مکی نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد سجدوں کا اثر ہے، ابن عطیہ نے کہا ہے: یہ قول اچھا ہے اور یہ اس لئے کہ وہ فارغ اور توکل کرنے والے لوگ تھے ان کا زیادہ تر نماز کے سوا کوئی شغل نہ تھا لہٰذا ان پر سجدوں کے نشانات تھے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: وہ سیما جس سے مراد سجدوں کا اثر ہے اس میں تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مشترک ہیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح کے آخر میں ارشاد فرمایا ہے:

(آیت) "سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود"۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: ان (کیین ایمان وعبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔

لہٰذا اس معنی میں تو ان کے اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق نہ رہا، پس کوئی معنی باقی نہ رہا، مگر یہ کہ سیما سے مراد فقر وافلاس اور حاجت مند ہونے کا اثر ہو یا پھر سجدوں کے نشانات دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہوں، وہ رات کے قیام اور دن کے روزوں کی وجہ سے چہروں کی زردی سے پہچانے جاتے تھے۔ واللہ اعلم۔

اور رہا خشوع، تو اس کا محل دل ہے اور اس میں غنی اور فقیر سب مشترک ہوتے ہیں، نتیجتاً جو معنی ہم نے اختیار کیا ہے اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہا، والموفق الالہ۔

قولہ تعالیٰ: (آیت) "لا یسئلون الناس الحافا"۔ الحاف مصدر ہے جو حال کے محل میں واقع ہے، یعنی معنی والحفین، کہا جاتا ہے: الحف، احفی اور الح سوال میں اصرار کرنے کے معنی میں برابر ہیں اور کہا جاتا ہے، ولیس للملحف مثل الرد.

اور الالحاف اللحاف سے مشتق ہے، سوال کرنے اور مانگنے میں وجوہ طلب پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا ہے جیسا کہ اللحاف ڈھانپنے کے معنی کو شامل ہوتا ہے، یعنی یہ سائل عوام الناس سے اپنا سوال کرتا ہے اور اپنے سوال میں خوب اصرار کرتا ہے۔ (گویا وہ ان کے ساتھ لپٹ کر سوال کر رہا ہے) اسی معنی میں ابن احمر کا یہ قول ہے:

فضل یحفھن بقفقفیہ ویلحفھن ھفھافا ثخینا:

شاعر شتر مرغ کا ذکر کر رہا ہے کہ وہ انڈوں کو اپنے پیروں کے نیچے چھپا لیتے ہیں اور وہ ان پر اس طرح پر ڈال لیتا ہے جیسا کہ لحاف اور وہ اپنے سخت ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا باریک ہوتا ہے۔

نسائی اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے (۱) (صحیح بخاری، باب لا یسألون الناس الحافا، حدیث نمبر ۱۷۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک یا دو کھجوریں اور ایک یا دو لقمے دیئے جاتے ہیں بلکہ مسکین تو پاکدامن بننے والا (سوال کے لئے ہاتھ نہ پھیلانے والا) ہے اگر چاہو تو یہ پڑھ لو (آیت) "لا یسئلون

الناس الحافا"۔

مسئلہ نمبر: (۵) علماء نے قول باری تعالیٰ، (آیت) "لا یسئلون الناس الحافا"۔ کے معنی میں دو مختلف قول بیان کئے ہیں: پس ایک گروہ نے کہا ہے جن میں طبری اور زجاج ہیں کہ اس کا معنی ہے: وہ قطعاً سوال نہیں کرتے اور یہ اس بنا پر ہے کہ وہ سوال سے کلی طور پر بچتے اور پاکدامن رہتے ہیں، یہی موقف جمہور مفسرین کا ہے اور پاکدامنی کی صفت ان کے لئے ثابت ہوتی ہے یعنی وہ لوگوں سے سوال نہیں کرتے نہ اصرار کے ساتھ اور نہ بغیر اصرار کے، اور ایک گروہ نے کہا ہے: اس سے مراد الحاف کی نفی ہے یعنی وہ اصرار اور لپٹے بغیر تو سوال کرتے رہتے ہیں اور یہ فہم کے زیادہ قریب اور اس میں جلدی آنے والی شے ہے اور اس میں اس کی بری حالت پر تنبیہ ہے جو لوگوں سے لپٹ کر سوال کرتا ہے۔

ائمہ نے روایت کیا ہے اور الفاظ امام مسلم کے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم سوال میں اصرار نہ کرو قسم بخدا! تم میں سے کوئی بھی مجھ سے کسی شے کا سوال نہیں کرتا تو اس کا سوال اس کے لئے مجھ سے کوئی شے نکال لاتا ہے اور میں اسے ناپسند کرتا ہوں، پس اس کے لئے اس میں برکت رکھ دی جائے گی جو کچھ میں نے اسے عطا کیا۔"

اور موطا میں ہے، حضرت زید بن اسلم نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے بنی اسد کے ایک آدمی سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں اور میرے گھر والے بقیع غرقد میں اترے تو میرے گھر والوں نے مجھے کہا: تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جا اور آپ سے ہمارے لئے کوئی چیز لے آتا کہ ہم اسے کھائیں اور وہ اپنے حاجت اور ضرورت ذکر کرنے لگے پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی کو سوال کرتے ہوئے پایا اور رسول اللہ ﷺ اسے فرما رہے تھے، "لا اجد ما اعطیك" میں کوئی ایسی شے نہیں پاتا جو میں تجھے دوں، وہ آدمی آپ سے پیٹھ پھیر کر لوٹا اس حال میں کہ وہ بڑے غصے میں تھا اور کہہ رہا تھا مجھے اپنی عمر کی قسم بلاشبہ آپ جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک یہ مجھ پر غصے ہو رہا ہے کہ میں نے اسے دینے کے لئے کوئی شے نہیں پائی تم میں سے جس نے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس ایک اوقیہ (چاندی) یا اس کے برابر (سامان) ہو تو تحقیق اس نے بالاصرار اور لپٹ کر سوال کیا"۔

اسدی نے کہا ہے: پس میں نے کہا ہمارے لئے تو دودھ دینے والی ایک اونٹنی اوقیہ سے بہتر ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ایک اوقیہ میں چالیس درہم ہوتے ہیں۔ اس آدمی نے بیان کیا تو میں واپس لوٹ گیا اور میں نے آپ سے کچھ نہ مانگا پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس جو اور کشمش لائے گئے تو آپ ﷺ نے انہیں ہمارے لئے تقسیم فرما دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں غنی فرما دیا۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے اسی طرح اسے مالک نے روایت کیا ہے اور ہشام بن سعد وغیرہ نے ان کی اتباع کی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور علماء کے نزدیک جب صحابہ کا نام نہ لیا جائے تو اس کا حکم کسی دوسرے آدمی کے حکم کی طرح نہیں ہے جب اس کا نام نہ لیا

جائے، کیونکہ تمام صحابہ کرام سے جرح اٹھ چکی ہے اور ان کے لئے عدالت ثابت ہے۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے لئے سوال کرنا مکروہ ہے جس کے پاس ایک اوقیہ چاندی ہو، پس جس نے سوال کیا اس میں کہ اس کے پاس یہ حد ہو اور اتنی مقدار اور تعداد میں چاندی یا وہ شے ہو جو اس کے قائم مقام ہوتی ہے اور وہ اس کے مساوی ہو تو وہ ملحف ہے (یعنی لپٹ کر سوال کرنے والا ہے) اور میں اہل علم میں سے کسی کو نہیں جانتا مگر ہر کوئی اس کے لئے سوال کو مکروہ قرار دیتا ہے جس کے پاس اتنی مقدار میں چاندی ہو یا اس کے مساوی سونا ہو، یہ حکم اس حدیث کے ظاہر کی بنا پر ہے اور جو شے بغیر سوال کے کسی کے پاس آ جائے تو اس کے لئے اسے کھانا جائز ہے اگر وہ زکوۃ میں سے نہ ہو، اور یہ ان (مسائل) میں سے ہے جس میں میں کسی اختلاف سے واقف نہیں اور اگر وہ شے مال زکوۃ میں سے ہو تو اس میں اختلاف ہے اس کا بیان آیۃ الصدقات میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے: سوال کے معانی اور اس کی کراہیت کے بارے میں فقہاء جوابات اور اہل ورع کا مذہب بیان کیا گیا ہے اس میں سے احسن ترین وہ ہے جسے اثرم نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

آپ سے سوال کرنے کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ کب حلال ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب اس کے پاس اتنی شے بھی نہ ہو جس سے وہ اپنی صبح اور شام کا کھانا تیار کر سکے، یہ حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق ہے۔

(ابی داؤد، باب من يعطى من صدقة وحد الغنا، حدیث نمبر: ۱۳۸۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ابو عبداللہ (یہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے) کو کہا گیا اگر وہ سوال کرنے پر مجبور ہو جائے، تو آپ نے فرمایا: جب وہ مجبور ہو جائے تو اس کے لئے مانگنا مباح ہے پھر کہا گیا: اور اگر وہ مانگنے سے باز رہے تو؟ آپ نے فرمایا: یہ اس کے لئے بہت بہتر ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں: کسی کے بارے یہ گمان نہیں رکھتا کہ وہ بھوک سے مر جائے گا! اللہ تعالیٰ اسے اس کا رزق ضرور عطا فرمائے گا۔ (ما اظن احدا یموت من الجوع اللہ یاتیہ برزقہ) پھر آپ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی: **من استعف اعفه الله** (۲) (صحیح بخاری، باب الاستعفاف عن المسئلة حدیث نمبر ۱۳۷۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) (جو پاکدامنی کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اسے پاکدامن کر دے گا (یعنی جو سوال سے رکا رہا اللہ تعالیٰ اسے اس سے محفوظ کر دے گا۔)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے حضور نبی مکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: تعفف'' تو پاکدامن رہ (یعنی کسی سے نہ مانگ) ابوبکر نے بیان کیا ہے: میں نے آپ کو سنا۔ آپ سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا جا رہا تھا جس کے پاس کوئی شے نہیں ہوتی کیا وہ لوگ سے سوال کر سکتا ہے یا مردار کھا سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کیا وہ مردار کھا سکتا ہے جو ایسے آدمی کو پائے جس سے وہ کچھ مانگ سکتا ہو، یہ بہت شفیع اور برا ہے، مزید بیان کیا اور میں نے آپ سے یہ بھی سنا کہ آپ سے سوال کیا گیا کیا آدمی کسی دوسرے کے لئے مانگ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، البتہ وہ تعریض کر سکتا ہے۔ (یعنی اشارۃ توجہ اس کی طرف دلوا سکتا ہے) حضور نبی مکرم ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ ﷺ کے پاس ایک قوم آئی وہ ننگے پاؤں تھے، بدن پر کپڑے نہ تھے دھاری دار چادروں سے ڈھانپے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: **تصدقوا** (اے صحابہ) تم صدقہ ... نہیں فرمایا: **اعطوهم** تم انہیں دو۔ ابو عمر نے بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: **اشفعوا**

توجروا'' تم مدد کرو تم اجر دیئے جاؤ گے (۱) (صحیح بخاری کتاب الزکاۃ حدیث نمبر ۱۳۴۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز) تو اس میں دوسرے کے لئے سوال کا اطلاق ہے۔ واللہ اعلم، اور فرمایا: الا رجل یتصدق علی ھذا'' کیا کوئی آدمی نہیں جو اس پر صدقہ کرسکتا ہو۔؟ ابوبکر نے بیان کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کہا گیا ایک آدمی اس آدمی کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے: بے شک وہ محتاج ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ تعریض ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بے شک سوال تب بنتا ہے کہ وہ کہے: اعطہ تو اسے دے، پھر فرمایا: میرے نزدیک یہ پسندیدہ نہیں ہے کہ آدمی اپنی ذات کے لئے سوال کرے تو پھر کسی دوسرے کے لئے یہ کیسے پسندیدہ ہوسکتا ہے؟ البتہ میرے نزدیک تعریض کرنا پسندیدہ ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: ابوداؤد اور نسائی وغیرہما نے روایت کیا ہے کہ فراسی (بنی فراس بن مالک کا کوئی آدمی) نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا میں سوال کرسکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں اور اگر تو سائل ہے تو پھر ضروری ہے کہ تو صالحین سے مانگ۔'' پس آپ ﷺ نے حاجت و ضرورت کے وقت اہل فضل و صلاح کے سوال کو مباح قرار دیا ہے اور اگر وہ اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کے پاس پیش کرے تو یہ اولیٰ ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: لوگوں سے حاجات کا مطالبہ کرنا یہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے۔ پس تو اپنی حاجت اس کے پاس پیش کر جو ہر قسم کے نفع اور نقصان کا مالک ہے اور چاہیے کہ تیرا بھاگ کر جانا اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ماسوی سے کافی ہوجائے گا اور تو خوشحال اور مسرور زندگی گزارے گا۔

اگر بغیر مانگے کسی کے پاس کوئی شے آجائے تو اس کے لئے جائز ہے وہ اسے قبول کرلے اور اسے رد نہ کرے کیونکہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت عطا بن یسار سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف کچھ عطا (ہدیہ تحفہ) بھیجی تو آپ نے اسے واپس لوٹا دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فرمایا: ''تم نے اسے کیوں لوٹا دیا ہے؟'' تو آپ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ نے ہمیں بتایا نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ کوئی شے نہ لے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ وہ سوال کے بارے میں ہے اور رہی وہ شے جو بغیر مانگے مل جائے تو یقیناً وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا فرمایا ہے۔'' تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ میں کسی سے کسی شے کے بارے میں سوال نہیں کروں گا اور بن مانگے جو شے بھی میرے پاس آئے گی میں اسے لے لوں گا۔

یہ نص ہے مسلم نے اپنی صحیح میں اور نسائی نے اپنی سنن میں (۲) (صحیح بخاری، کتاب الاحکام، حدیث نمبر ۶۶۳۰ ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہیں کہ انہوں نے بیان کیا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ مجھے عطیات عطا فرماتے رہتے تھے تو میں عرض کرتا: آپ اسے عطا فرما دیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا محتاج ہے حتیٰ کہ ایک بار آپ ﷺ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں نے عرض کی: آپ مجھ سے زیادہ محتاج اور حاجت مند کو عطا فرما دیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے لے لو اور اس مال میں سے جو تمہارے پاس آئے

اور تو نہ اس پر جھانکنے والا ہے اور نہ سوال کرنے والا پس اسے اور اس مال کو لے لو اور تم اس میں اپنے نفس کی اتباع و پیروی نہ کرو"۔
نسائی نے غذہ کے قول کے بعد یہ اضافہ نقل کیا ہے۔ "پس تم اسے اپنے پاس جمع کر لو یا اسے صدقہ کر دو"

اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن سعدی مالکی سے حدیث نقل کی ہے (۱) (صحیح بخاری، کتاب الاحکام، حدیث نمبر ۔ ۶۶۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: **اذا اعطیت شیئا من غیر ان تسال فکل و تصدق**"۔ (کہ جب تمہیں کوئی شے بغیر سوال کے دی جائے تو اسے کھاؤ اور صدقہ کرو) یہ روایت تمہارے لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل حدیث کو صحیح بناتی ہے۔

الاثرم نے کہا ہے: میں نے ابو عبداللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ان سے حضور نبی مکرم ﷺ کے اس ارشاد کے بارے میں سوال کیا گیا "جو شے تیرے پاس بغیر سوال اور بغیر اشراف کے آجائے" اس میں اشراف سے آپ نے کون سا ارادہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تو اس پر جھانکتا رہے اور اپنے دل میں یہ کہتا رہے، شاید یہ شے میری طرف بھیج دی جائے، آپ سے کہا گیا: اگرچہ وہ تعرض نہ بھی کرے؟ آپ نے فرمایا: ہاں بلاشبہ وہ (اشراف) دل کے ساتھ ہوتا ہے پھر آپ سے کہا گیا: یہ تو بہت سختی ہے آپ نے فرمایا: اگرچہ یہ شدید ہے لیکن یہ اسی طرح ہے۔ آپ سے کہا گیا: اگر کوئی آدمی مجھے عادی نہ بنائے کہ وہ میری طرف کوئی شے بھیجے مگر یہ کہ اس کا خیال میرے دل میں آئے اور میں کہوں: قریب ہے کہ وہ میری طرف کوئی شے بھیجے، تو آپ نے فرمایا: اشراف ہے، پس اگر وہ تیرے پاس آئے اس کے بغیر کہ تو اس کا تصور کرے اور نہ ہی وہ تیرے دل میں کھٹکے تو یہ وہ شے ہے جس میں اشراف نہیں ہے۔

ابو عمر نے کہا ہے: لغت میں الاشراف سے مراد اس شے کی طرف سر اٹھانا ہے جو اس آدمی کے پاس ہو جس کی حرص ہو اور اس شے میں بھی حرص اور طمع ہو۔ اور یہ کہ وہ انسان کو خوش کرے اور یہ تعرض کرنے لگے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اشراف کی تاویل میں جو کچھ کہا ہے وہ تضییق اور تشدید ہے اور وہ میرے نزدیک بعید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے اس سے درگزر فرمائی ہے جو کچھ ان کے دلوں میں پیدا ہو، نہ زبان اس کے ساتھ بولے اور نہ ہی اعضاء اس کے مطابق عمل کریں، کفر کے سوا گناہوں میں سے دل جن کا اعتقاد رکھے وہ کوئی شے نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ اس کے مطابق عمل کرے اور دل میں کھٹکنے والے خیال اور وہم سے بالاجماع درگزر کر لیا گیا ہے۔ (یعنی ان پر کوئی مواخذہ نہیں جب تک انہیں عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔)

کسی سے کچھ مانگنے میں اصرار کرنا اور اس سے مستغنی ہونے کے باوجود اس سے لپٹ جانا حرام ہے حلال نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کثرت مال کے باوجود لوگوں سے ان کے مالوں کے بارے سوال کیا تو وہ (آگ کے) انگارے مانگ رہا ہے چاہے وہ قلیل طلب کرے یا زیادہ مانگے" اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی مسلسل (بھیک) مانگتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے گا اور اس کے چہرے میں گوشت (☆) (قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ

قیامت کے دن ذلیل وخوار ہوکر آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہ ہوگی اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہی محمول ہے اسے اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے چہرہ میں فقط ہڈیاں ہوں گی گوشت نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب) کا ٹکڑا تک نہ ہوگا۔'' اسے مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری، باب من سال الناس تکثرا، حدیث نمبر ۱۳۸۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

سائل جب محتاج ہوتو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ تین بار تک عذر پیش کرتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے اپنا سوال بار بار کرے اور ایسا نہ کرنا افضل ہے اور اگر وہ آدمی جس سے سوال کیا گیا ہے وہ اس کے بارے جانتا ہو اور وہ اس پر قادر بھی ہو جو شے اس نے مانگی ہے تو اس پر اسے عطا کرنا واجب ہے اور اگر وہ اس کے بارے ناواقف ہو تو وہ اسے اس خوف سے دے دے کہ ہوسکتا ہے وہ اپنے سوال میں سچا ہو اور وہ اسے واپس لوٹانے میں کامیاب نہ ہوگا۔

اور اگر وہ ایسی شے کا محتاج ہو جس کے ساتھ وہ سنت کو قائم کرسکتا ہے مثلاً ایسے کپڑے کے ساتھ آراستہ ہونا جسے وہ عید اور جمعہ (کی نمازوں) میں پہنتا ہو۔ تو ابن عربی نے ذکر کیا ہے: ''میں نے خلیفہ بغداد کی جامع مسجد میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا یہ تمہارا بھائی ہے جو تمہارے ساتھ جمعہ کی نماز میں حاضر ہوتا ہے اور اس کے پاس کپڑے نہیں ہیں جن کے ساتھ یہ جمعہ کی سنت کو قائم کرسکتا ہو۔ پس جب دوسرا جمعہ آیا تو میں نے اس پر دوسرا لباس دیکھا تو مجھے بتایا گیا۔ ابوالطاہر سنی نے اسے یہ لباس پہنایا ہے۔ اور مدح وتعریف حاصل کی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابُ عَطِيَّةِ مَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ

باب: جو شخص اللہ کے نام پر مانگے اسے عطیہ دینا

1672 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيبُوهُ، وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ، فَاِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُونَهُ، فَادْعُوا لَهُ حَتّٰى تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ كَافَاْتُمُوهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو اللہ کے نام کی پناہ مانگے اسے پناہ دو' جو صرف اللہ کے نام پر مانگے اسے کچھ دو اور جو شخص تمہاری دعوت کرے اسے قبول کرو اور جو شخص تمہارے لئے کوئی بھلائی کرے تو تم اسے اس کا بدلہ دو اگر تمہیں اس کا بدلہ دینے کے لئے کچھ نہیں ملتا تو اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ تمہیں محسوس ہو کہ اب تم نے اسے بدلہ دے دیا ہے''۔

شرح

مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جلد فائدہ واطمینان عطا فرمائے گا بایں طور کہ اسے جلد ہی دولت مند و مالدار بنادے گا۔ مگر

خود جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جلد فائدہ واطمینان عطا فرمائے بایں طور کہ اسے جلد ہی دولت مند و مالدار بنادے گا مگر خود

سنن ابوداؤد اور ترمذی میں کہ جہاں سے یہ روایت نقل کی گئی ہے یہ لفظا جل ہے ہے اور صحیح بھی یہی ہے چنانچہ ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کریم کی روشنی میں ارشاد فرمائی گئی ہے کہ۔ آیت (وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا. وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (65۔الطلاق:3۔2) جوکوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کی جگہ پیدا فرما دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے کہ جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔

کن لوگوں کے لیے سوال کرنے کی اجازت ہے

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک ایسے قرضہ کی ضمانت لی جو دیت کی وجہ سے تھا چنانچہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ادائیگی قرض کے لئے کچھ رقم یا مال کا سول کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ دن ٹھہرے رہو، جب ہمارے پاس زکوۃ کا مال آئے گا تو اس میں سے تمہیں دینے کے لئے کہہ دیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبیصہ! صرف تین طرح کے لوگوں کے لئے سوال کرنا جائز ہے ایک تو اس شخص کے لئے جو کسی کے قرض کا ضامن بن گیا ہو بشرطیکہ مانگنے میں مبالغہ نہ کرے بلکہ اتنے ہی مال یا رقم کا سوال کرے کہ اس سے قرضہ کو ادا کر دے اور اس کے بعد پھر نہ مانگے، دوسرے اس شخص کے لئے جو کسی آفت ومصیبت مثلا قحط وسیلاب وغیرہ میں مبتلا ہو جائے اور اس کا تمام مال ہلاک وضائع ہو جائے، چنانچہ اس کو صرف اس قدر مانگنا جائز ہے جس سے اس کی غذا ولباس کی ضرورت پوری ہو جائے یا فرمایا کہ اس قدر مانگے کہ اس کی محتاجگی دور ہو جائے اور اس کی زندگی کے لئے سہارا ہو جائے، تیسرے اس شخص کے لئے جو غنی ہو مگر اس کو کوئی ایسی سخت حاجت پیش آ گئی ہے جسے اہل محلہ بھی جانتے ہوں مثلا گھر کا تمام مال واسباب چوری ہو جائے یا اور کسی مصیب وحادثے سے دوچار ہونے کے وجہ سے ضرورت مند بن جائے اور قوم محلہ وبستی کے تین صاحب عقل وفراست لوگ اس بات کی شہادت دیں کہ واقعی اسے سخت حاجت پیش آ گئی ہے تو اس کے لئے اس قدر مانگنا جائز ہے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ یا فرمایا کہ اس کی وجہ سے اس کی محتاجگی دور ہو جائے اور اس کی زندگی کا سہارا ہو جائے۔ قبیصہ! ان تین کے علاوہ کسی اور کو سوال کرنا حرام ہے اگر کوئی شخص ان تین مجبوریوں کے علاوہ دست سوال دراز کر کے کسی سے کچھ لے کر کھاتا ہے تو وہ حرام کھاتا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 334)

حمالہ" اس مال کو کہتے ہیں جو کسی شخص پر دیت کے طور پر کچھ لوگوں کو دینا ضروری ہو اور کوئی دوسرا شخص اس مال کی عدم ادائیگی کی بناء پر آپس کے لڑائی جھگڑے کو نمٹانے کے لئے درمیان میں پڑ جائے اور وہ مال اپنے ذمہ لے لے اور اس کی وجہ سے قرض دار ہو جائے۔ حدیث کے آخر میں تین صاحب عقل وفراست لوگوں کی شہادت کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ احتیاج وضرورت کے واقعی اور حقیقی ہونے کے لئے بطور مبالغہ ہے نیز اس بات کا احساس پیدا کرنے کے لئے کہ لوگ دست سوال دراز کرنے کو آسان نہ سمجھیں اور اس برے فعل سے بچتے رہیں۔

بَابُ الرَّجُلِ يُخْرِجُ مِنْ مَالِهِ

باب: جوشخص اپنے مال کو (اللہ کی راہ میں) نکال دے

1673 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ بِمِثْلِ بَيْضَةٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَصَبْتُ هَذِهِ مِنْ مَعْدِنٍ، فَخُذْهَا فَهِيَ صَدَقَةٌ، مَا أَمْلِكُ غَيْرَهَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ قِبَلِ رُكْنِهِ الْأَيْمَنِ، فَقَالَ: مِثْلَ ذَلِكَ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ قِبَلِ رُكْنِهِ الْأَيْسَرِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَتَاهُ مِنْ خَلْفِهِ، فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَذَفَهُ بِهَا، فَلَوْ أَصَابَتْهُ لَأَوْجَعَتْهُ، أَوْ لَعَقَرَتْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْتِي أَحَدُكُمْ بِمَا يَمْلِكُ، فَيَقُولُ: هَذِهِ صَدَقَةٌ، ثُمَّ يَقْعُدُ يَسْتَكِفُّ النَّاسَ، خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى.

❀❀ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔اسی دوران ایک شخص سونے کا انڈہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے یہ ایک کان میں سے ملا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے لیجئے یہ صدقہ ہے ویسے میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیرلیا۔ پھر وہ دائیں طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی مانند بات کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس سے منہ پھیرلیا پھر وہ بائیں طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس سے منہ پھیرلیا پھر وہ پیچھے کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سونے کو لیا اور اسے پھینکا' اگر وہ سونا اس شخص کو لگتا تو اسے چوٹ لگتی' بلکہ وہ زخمی بھی ہوسکتا تھا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کوئی شخص اپنا سارا مال لے کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ صدقہ ہے اور پھر خود لوگوں سے مانگنے کے لیے بیٹھ جاتا ہے۔ سب سے بہتر صدقہ وہ ہے' جسے کرنے کے بعد آدمی خود خوشحال رہے"۔

1674 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، زَادَ: خُذْ عَنَّا مَالَكَ لَا حَاجَةَ لَنَا بِهِ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

"تم اپنا مال لے لو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے"۔

1675 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ، سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اَنْ يَطْرَحُوا ثِيَابًا فَطَرَحُوا، فَاَمَرَ لَهُ بِثَوْبَيْنِ، ثُمَّ حَثَّ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَجَاءَ، فَطَرَحَ اَحَدَ الثَّوْبَيْنِ، فَصَاحَ بِهِ، وَقَالَ: خُذْ ثَوْبَكَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا' تو انہوں نے اپنے کپڑے (صدقے کے طور پر) پیش کئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دو کپڑے دینے کا حکم دیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کچھ عرصہ بعد) صدقہ کرنے کی ترغیب دی تو وہ شخص آیا اور ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا پیش کر دیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز میں اسے فرمایا: تم اپنا کپڑا لے لو۔

1676 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ خَيْرَ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى، اَوْ تُصُدِّقَ بِهِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُولُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''سب سے بہترین صدقہ وہ ہے' جسے کرنے کے بعد آدمی خوشحال رہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اور تم اس شخص پر خرچ کرنے سے آغاز کرو جو تمہارے زیر کفالت ہو''۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت

1677 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: جُهْدُ الْمُقِلِّ، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُولُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا صدقہ سب سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تنگ دست شخص کا محنت کر کے صدقہ کرنا اور تم اس پر خرچ سے آغاز کرو جو تمہارے زیر کفالت ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق کے لیے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافی ہے

1678 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، وَهٰذَا حَدِيثُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: اَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا اَنْ نَتَصَدَّقَ، فَوَافَقَ ذٰلِكَ مَالًا عِنْدِي، فَقُلْتُ: الْيَوْمَ اَسْبِقُ اَبَا بَكْرٍ اِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا، فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

1677- اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد، وابو الزبير: هو محمد بن مسلم بن تدرس الاسدي مولاهم. وهو في "مسند احمد" (8703)، و"صحيح ابن حبان" (3346).

وَسَلَّمَ: مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ؟، قُلْتُ: مِثْلَهُ، قَالَ: وَاَتَى اَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ؟ قَالَ: اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ. قُلْتُ: لَا اُسَابِقُكَ اِلٰى شَيْءٍ اَبَدًا

❁❁ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت اتفاق سے میرے پاس مال بھی موجود تھا۔ میں نے سوچا آج اگر میں چاہوں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاسکتا ہوں۔ میں اپنا نصف مال لے کر (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے عرض کی: اس کی مانند (جو میں لے کر آیا ہوں) راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے پاس موجود سارا مال لے آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں نے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا ہے

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) میں نے سوچا اب میں کسی چیز میں ان کے ساتھ مقابلہ نہیں کروں گا (یعنی میں کسی معاملے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت نہیں لے جاسکتا)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ولادتِ باسعادت:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت واقعہ فیل کے تقریباً دوسال چار ماہ بعد ہوئی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال للخطیب التبریزی)

حافظ ابن عساکر، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کرتے ہیں، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لما ولد ابو بکر الصديق اقبل الله تعالىٰ على جنة عدن فقال وعزتى وجلالى لا ادخلك الا من يحب هذا المولود

جب ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ جنت عدن سے مخاطب ہو کر فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اے جنت! تجھ میں صرف ان ہی لوگوں کو داخل کروں گا جو اس نومولود سے محبت رکھیں گے۔ (مختصر تاریخ دمشق، جلد 13، صفحہ 69)

نام مبارک اور نسب شریف:

شرح مواہب زرقانی ج 1، ص 445 میں ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی زمانہ جاہلیت میں عبد رب الکعبہ تھا اور" الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب" میں عبدالکعبہ مذکور ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کرکے عبداللہ تجویز فرمایا: عبد الله بن أبي قحافة أبو بكر الصديق رضى الله عنهما. كان اسمه فى الجاهلية عبد الكعبة فسماه رسول الله صلى الله عليه وسلم عبد الله. هذا قول أهل النسب

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب المؤلف: أبو عمر یوسف بن عبداللہ القرطبی، المتوفی: 463ھ، جلد 1 صفحہ 294)

آپ کے والد ماجد ابوقحافہ کا نام "عثمان" تھا، جن کا تعلق بنوتیم قبیلہ سے تھا اورنسب مبارک اس طرح ہے۔ ابوقحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر القرشی التیمی

آپ کے والدۂ ماجدہ کا نام "ام الخیر سلمی" تھا، ان کا نسب مبارک اس طرح ہے۔ سلمٰی بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ (الکامل فی التاریخ، جلد 2 ص 402)

القاب مبارکہ

آپ "عتیق" اور "صدیق" کے مبارک القاب سے ممتاز ہیں؛ جب کہ آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔

"بکر" کے معنی اولیت، سبقت اور پیش قدمی کے ہیں "ابو" کے معنی والے اور والد کے آتے ہیں، تو "ابوبکر" کے معنی سبقت کرنے، پہل کرنے والے کے ہوئے چنانچہ آپ ہر خیر کے کام میں سبقت فرمایا کرتے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرد حضرات میں سب سے پہلے اسلام قبول فرمایا ہے جب کہ صاحبزادوں میں سب سے پہلے مولی کائنات حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا اور خواتین میں حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا مشرف با اسلام ہوئیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دین اسلام کی اشاعت میں سب سے پہلے اپنا مال خرچ کرنے کی سعادت حاصل کی، اسلام قبول کرنے کے موقع پر آپ کے پاس چالیس ہزار اشرفیاں تھیں آپ نے وہ سب کی سب راہ خدا میں خرچ کرڈالیں۔

عتیق:

آپ کو عتیق کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کی چند وجوہ حسب ذیل ہیں:

پہلی وجہ

آپ کی والدہ ماجدہ کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، جب آپ کی ولادت شریفہ ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ آپ کو بیت اللہ شریف لے گئیں اور دعا کی: "اے اللہ انہیں موت سے آزاد کر کے میری خاطر زندگی عطا فرمادے" دعا قبول ہوئی اور آپ کا لقب مبارک عتیق ہوگیا۔ (مختصر تاریخ دمشق جلد 13 ص 35، شرح مواہب زرقانی، ج 1 ص 445)

دوسری وجہ

جامع ترمذی شریف اور زجاجۃ المصابیح شریف میں اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث پاک مروی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَابَكْرٍ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ عَتِيقًا۔

ترجمہ: اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم من جانب اللہ جہنم کی آگ سے

آزاد (محفوظ) ہیں' اسی دن سے آپ کو عتیق کہا جانے لگا۔

(جامع ترمذی شریف، ابواب المناقب، باب مناقب أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر:3612۔زجاجۃ المصابیح، کتاب المناقب، ج5،ص248)

ونیز اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے دوسری روایت ہے، آپ فرماتی ہیں: ایک دن میں اپنے گھر میں موجود تھی، باہر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، میرے اور صحابہ کے درمیان پردہ حائل تھا، اچانک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا:

من سرہ ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ابی بکر۔

ترجمہ: جو دوزخ سے آزاد شخص کو دیکھنا پسند کرے وہ ابوبکر کی زیارت کرے۔

(تاریخ دمشق، جلد13،ص35، الریاض النضرۃ جلد1،ص78)

تیسری وجہ: آپ کے نسب میں کوئی عیب نہ ہونے اور حسن نسب کی وجہ سے عتیق کہا گیا۔

-وكان يقال له: عتيق واختلف العلماء في المعنى الذي قيل له به عتيق. فقال الليث بن سعد وجماعة معه: إنما قيل له عتيق لجماله وعتاقة وجهه. وقال مصعب الزبيري وطائفة من أهل النسب: إنما سمي أبو بكر عتيقاً لأنه لم يكن في نسبه شيء يعاب به. وقال آخرون: كان له أخوان أحدهما: يسمى عتيقاً مات عتيق قبله، فسمي باسمه.

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب المؤلف: أبو عمر یوسف بن عبد اللہ القرطبی، المتوفی:463ھ، جلد1 صفحہ 294)

چوتھی وجہ:

عتیق معنی قدیم، آپ کیونکہ قدیم الاسلام ہیں اور ابتداء ہی سے خیر اور بھلائی آپ کے لئے مقدر ہوچکی تھی اس لئے عتیق ٹھہرے۔ لقدمه في الخير ولسبقه الى الاسلام (زرقانی، جلد1،ص445)

صدیق

آپ کا سب سے مشہور لقب صدیق ہے،

وسمي الصديق لبداره إلى تصديق رسول الله صلى الله عليه وسلم في كل ما جاء به صلى الله عليه وسلم. وقيل: بل قيل له الصديق لتصديقه له في خبر الاسراء،

آپ نے ہر معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں پہل کی، اس لئے آپ کا لقب صدیق رکھا گیا

اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ لقب "صدیق"

سنن دیلمی میں، اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"

یا أبابکر إن اللہ سماك الصدیق".

ترجمہ: اے ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام "صدیق" رکھا ہے۔

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ یہ لقب اللہ رب العزت نے نازل فرمایا: آپ حلفیہ بیان کرتے ہیں: لانزل اللہ عزوجل اسم ابی بکر من السماء الصدیق۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے لئے صدیق کا لقب آسمان سے نازل فرمایا۔ (مختصر تاریخ دمشق، جلد، 13، ص 52)

واقعہ معراج کی تصدیق

تاریخ الخلفاء میں امام حسن بصری اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وأول ما اشتهر به صبيحة الاسراء

آپ کا یہ لقب شب معراج کے اگلے دن کی صبح سے مشہور ہوا۔ (تاریخ الخلفاء، ص، 11)

مستدرک علی الصحیحین اور تاریخ الخلفاء میں روایت ہے: عن عائشة رضي الله عنها قالت جاء المشركون إلى أبي بكر فقالوا هل لك إلى صاحبك يزعم أنه أسري به الليلة إلى بيت المقدس قال أو قال ذلك؟ قالوا نعم فقال لقد صدق إني لأصدقه بأبعد من ذلك بخبر السماء غدوة وروحة فلذلك سمي الصديق

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ شب معراج کے اگلے دن مشرکین مکہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا، اپنے صاحب کی اب بھی تصدیق کرو گے؟، انہوں نے دعوٰی کیا ہے" راتوں رات بیت المقدس کی سیر کر آتے ہیں" ابوبکر صدیق نے کہا:" بیشک آپ نے سچ فرمایا ہے، میں تو صبح وشام اس سے بھی اہم امور کی تصدیق کرتا ہوں"۔ اس واقعہ سے آپ کا لقب صدیق مشہور ہو گیا (تاریخ الخلفاء، ص، 11)

کنیت، ابوبکر

عرب میں بالعموم کنیت کا رواج تھا، یہ کبھی اولاد کے نام پر ہوتی ہے، جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہے اور کبھی کسی اور مناسبت کے پیش نظر رکھ دی جاتی، جیسے ابوہریرہ، ابوتراب وغیرہ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آسمانی نام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبریل امین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا قریب سے گزر ہوا، حضرت جبریل نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ ابوقحافہ کے صاحبزادے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم آسمان میں رہنے والے بھی انہیں پہچانتے ہو؟ جبریل امین نے عرض کی:

والذی بعثك بالحق لهو فی السماء اشهر منه فی الارض، وان اسمه فی السماء الحلیم

ترجمہ: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق ورسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا! حضرت ابوبکر کا زمین کی نسبت آسمانوں پر زیادہ شہرہ ہے، وہاں ان کا نام حلیم ہے۔ (الریاض النضرۃ، ج 1، ص 82)

تفسیر قرطبی میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت مذکور ہے: حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ [illegible] سارا

مال ومتاع راہ خدا میں خرچ کرنے کے بعد ایک پیوند زدہ عباء پہن کر حاضر بارگاہ ہوئے جس میں گنڈیوں کی جگہ کانٹے لگے ہوئے تھے، اسی لمحہ طائر سدرہ جبریل امین پیغام خداوندی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ صدیق اکبر کو سلام فرماتا ہے، آپ اُن سے دریافت کریں کہ وہ اس فقر کی حالت میں اپنے رب سے راضی ہیں کہ نہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب حضرت صدیق سے فرمایا تو آپ بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے میں اپنے رب سے ناراض کیسے ہوسکتا ہوں؟ بے شک میں اپنے رب سے راضی ہوں، اس کو تین بار دہراتے رہے۔ حضرت جبریل نے عرض کیا: حضور! بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛ میں اُن سے راضی ہو چکا ہوں جس طرح وہ مجھ سے راضی ہے۔ اور اللہ کے حکم سے تمام حاملین عرش بھی وہی لباس پہنے ہوئے ہیں جو آپ کے صدیق نے پہنا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ الحدید، آیت نمبر:10)

حلیہ مبارک:

آپ کا رنگ سفید، رخسار ہلکے ہلکے، چہرہ باریک اور پتلا، پیشانی بلند، منحنی جسم، چادر باندھتے تو نیچے ڈھلک جاتی اور داڑھی کو سرخ سیاہ مدبی لگایا کرتے۔ (الکامل فی التاریخ، ج2، ص420)

قریش کے مشہور قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ نے آپ کے اوصاف حسنہ کا بایں الفاظ اعتراف کیا: إنك لتصل الرحم وتصدق الحديث وتكسب المعدوم وتحمل الكل وتعين على نوائب الدهر وتقري الضيف.

؛اے ابوبکر! بے شک آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہ حق میں مصیبت زدہ افراد کے کام آتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء، 12)

عہد جاہلیت میں بھی آپ معزز ومکرم

امام نووی فرماتے ہیں: وكان من رؤوساء قريش في الجاهلية وأهل مشاورتهم ومحبباً فيهم وأعلم لمعالمهم.

ترجمہ؛ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شمار دور جاہلیت میں قریش کے سرداروں اور اہل مشاورت میں ہوتا تھا، آپ کی شخصیت نہایت محبوب تھی، قریش کے معاملات کو بہتر طور پر سمجھتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص،12)

خواب میں قبولیت اسلام کی بشارت

اعلان نبوت سے پہلے آپ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا، آسمان پر چودھویں کا چمکتا ہو چاند اچانک پھٹ گیا، اس کے ٹکڑے مکہ کے ہر گھر میں بکھر میں گئے پھر یہ ٹکڑے سمٹ کر اکٹھے ہوئے اور یہ چمکتا ہوا چاند آپ کی گود میں آ گیا۔

آپ نے یہ خواب اہل کتاب کے عالم کو سنایا تو اُس نے تعبیر بتائی کہ وہ نبی محتشم جن کا انتظار ہے؛ اس نبی آخرالزماں کے آپ معاون ومددگار رہوں گے۔ تو جب حضور کی بعثت ہوئی تو آپ نے بلاتوقف بغیر کسی پس وپیش کے اسلام قبول کر لیا۔

جیسا کہ سبل الہدی والرشاد میں ہے: أنه رأى رؤيا قبل، وذلك أنه رأى القمر نزل إلى مكة ثم رآه قد تفرق على جميع منازل مكة وبيوتها فدخل في كل بيت شعبة، ثم كان جميعه في حجره. فقصها على

بعض أهل الكتابين فعبرها له بأن النبي صلى الله عليه وسلم- المنتظر قد أظل زمانه، اتبعه وتكون أسعد الناس به. فلما دعاه رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يتوقف. (سبل الہدیٰ والرشاد، ج2، ص303)

مدح صدیق اکبر بزبان حسان بن ثابت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا، سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟ آپ نے فرمایا، کیا تم نے حضرت حسان کے یہ اشعار نہیں سنے:

إذا تذكرت شجواً من أخي ثقةٍ... فاذكر أخاك أبا بكرٍ بما فعلا

خير البرية أتقاها وأعدلها... بعد النبي وأوفاها بما حملا

والثاني التالي المحمود مشهده... وأول الناس ممن صدق الرسل

جب تم اپنے سچے بھائی کے دکھ درد کو یاد کرنے لگو تو اپنے بھائی ابوبکر کے کارناموں کو یاد کر لینا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد تمام مخلوق میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ متقی اور عادل ہیں۔ آپ حقوق و ذمہ داریوں کو نبھانے میں سب سے زیادہ وفادار ہیں، آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار، آپ کے تابع، ہمیشہ ساتھ رہنے والے اور ممدوح و مرجع خلائق ہیں، آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں؛ جنہوں نے سب سے پہلے رسولوں کی تصدیق کی۔ (الاستیعاب، ج1، ص294، زرقانی، ج1، ص445)

آخری مصرع میں آپ کی اسلام میں اولیت کی زبردست شہادت ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اسے بیان کرنے اور آپ کے سماعت فرمانے سے اس کی ثقاہت و اہمیت محتاج بیان نہیں۔ اس کے علاوہ مزید دو اشعار درج ذیل ہیں:

والثاني اثنين في الغار المنيف وقد... طاف العدو به إذ صعدوا الجبلا

وكان حب رسول الله قد علموا... خير البرية لم يعدل به رجلا

اس بلند پہاڑ پر واقع غار میں دو معزز شخصیات میں سے دوسرے آپ ہی تھے؛ جب پہاڑی پر چڑھنے کے بعد دشمن غار کے اردگرد منڈلانے لگے۔

آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں، سب کو معلوم ہے کہ آپ تمام مخلوق میں (انبیاء کے بعد) سب سے بہتر ہیں اور کوئی بھی ان کے برابر نہیں۔ (الاستیعاب، ج1، ص295)

درس نظامی کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے: افضل البشر بعد نبينا صلى الله عليه وسلم ابو بكر الصديق رضي الله عنه (شرح عقائد نسفی، 107)

صدیق اکبر کی منقبت سننا سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ہل قلت في ابي بكر شيئا؟ کیا ابوبکر کے بارے میں بھی کچھ کہا ہے؟ عرض کی ہاں! پھر آپ نے درج بالا اشعار سنائے۔

فسر النبی بذلك فقال احسنت یاحسان
اشعار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کیا اور فرمایا: اے حسان! تم نے خوب کہا۔(الاستیعاب، ج۱،ص295)
کنز العمال میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قل وانا اسمع صدیق کی منقبت کہو میں سننا چاہتا ہوں، حضرت حسان بن ثابت منقبت سنا چکے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم خوش ہو گئے، اور مسکراہٹ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حسان! تم نے سچ کہا ہے واقعی صدیق ایسے ہی ہیں جیسے تم نے بیان کیا۔
فضحك رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی بدت نواجذه وقال: "صدقت یا حسان"! هو کما قلت (کنز العمال، حدیث نمبر:35673)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ "نعت" کی طرح منقبت صدیق اکبر کی سماعت بھی سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور منقبت سنانا سنت صحابہ ہے نیز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی پر اظہار مسرت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔
مصدق اول:
حضرت ابولدردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ان الله بعثنی الیکم فقلتم: کذبت، وقال ابوبکر: صدق
ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سب کی طرف مبعوث فرمایا تو سب نے میری تکذیب کی، جب کہ ابوبکر نے میری تصدیق کی۔ (صحیح بخاری، ج1،ص517، حدیث نمبر:3261)

صدیق اکبر کے لئے تمام ایمانداروں کا ثواب

آپ کے ایمان کی اولیت کا اس حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے جسے خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہ الکریم سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو فرمایا:

یاابابکر ان الله اعطانی ثواب من آمن لی منذ خلق آدم الی ان بعثنی، وان الله اعطاك یا ابابکر ثواب من آمن بی منذ بعثنی الی ان تقوم الساعة
ترجمہ: اے ابوبکر! آدم علیہ السلام سے لے کر میری بعثت تک جو کوئی بھی مجھ پر ایمان لایا ہر ایک کا ثواب اللہ تعالیٰ مجھے پہنچائے گا اور اے ابوبکر! میری بعثت سے تا قیامت تمام ایمان داروں کا ثواب تجھے ملے گا۔

(تاریخ بغداد، ج4،ص252)

حضرت محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ گلزار اولیاء میں رقمطراز ہیں: افضل البشر بعد از انبیاء سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ۔

وصال مبارک

آپ کا وصال مبارک شہر مدینہ منورہ میں مغرب وعشاء کے درمیان 22! جمادی الاخری 13ھ میں ہوا، اُس وقت آپ کی عمر شریف ترسٹھ سال کی تھی۔ حسب الوصیت آپ کے آپ کو کفنا کر دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے جایا گیا، حجرۂ مبارک کے سامنے رکھ کر عرض کیا گیا، یارسول اللہ! یہ ابوبکر حاضر ہیں۔× انہوں نے وصیت کی تھی کہ اگر خود بخود دروازہ مبارک کھلے تو آپ کے پہلوئے مبارک میں دفن کرنا ورنہ بقیع میں لے جانا× ابھی یہ الفاظ پورے نہیں کہنے پائے تھے کہ خود بخود دروازہ کھلا اور سبھوں نے اندر سے یہ آواز سنی کہ: حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔ یہ سن کر حاضرین نے آپ کو حجرۂ مبارک کے اندر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا۔

جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے: أما أبو بكر رضى الله عنه فمن كراماته أنه لما حملت جنازته إلى باب قبر النبي صلى الله عليه وسلم ونودي السلام عليك يا رسول الله هذا أبو بكر بالباب فإذا الباب قد انفتح وإذا بهاتف يهتف من القبر ادخلوا الحبيب إلى الحبيب

(تفسیر کبیر، تفسیر نیسابوری، تفسیر رازی، سورۃ الکھف، آیت نمبر: 9)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احسان کا بیان

آپ بے شمار کمالات کے حامل اور بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کی شان وعظمت میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات نازل فرمائیں۔ آپ کا صحابی ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے، اگر کوئی آپ کے صحابی ہونے کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متقی ہونے کی شہادت دی ہے، جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس امت کے آپ سب سے پہلے متقی ہیں اور قیامت تک پیدا ہونے والے سارے متقیوں کے سردار ہیں۔

آپ کی شان اقدس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ارشادات ہیں۔ ۱۳۱۶ احادیث ایسی ملتی ہیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام لے کر آپ کے فضائل ومناقب کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر مجھ پر اپنی صحبت اور اپنے مال سے احسان کرنے والے حضرت ابوبکر ہیں'' (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم پر کسی کا احسان نہیں، مگر ہم نے اس کا بدلہ دے دیا سوائے ابوبکر کے، کیونکہ ہم پر ان کا اتنا احسان ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہی ان کا بدلہ دے گا اور کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں دیا، جتنا نفع ابوبکر کے مال نے دیا ہے۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا، لیکن تمہارا صاحب تو اللہ کا خلیل ہے''۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تم غار میں ساتھ تھے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہوگے''۔ (ترمذی)

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد کردیا ہے"۔ اس روز سے آپ کا نام "عتیق" پڑ گیا۔ (ترمذی)

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی اور بے شمار ستاروں کو دیکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: "یارسول اللہ! دنیا میں کوئی شخص ایسا ہے، جس کی نیکیاں ستاروں کی تعداد کے برابر ہوں؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں"۔ میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! وہ کون خوش نصیب ہے؟"۔ فرمایا: "عمر بن خطاب"۔ میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! میرے والد کی نیکیوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟"۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "عمر تو صدیق اکبر کی ان گنت نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے"۔ (نزہۃ المجالس)

تفسیر رازی میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی یہ کہتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دی کہ اس پر "لا الہ الا اللہ" نقش کروا کر لائیں۔ آپ نقاش کے پاس پہنچے اور اس سے کہا: "اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" نقش کردو۔ چنانچہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انگوٹھی لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق" نقش تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر سے ان زائد کلمات کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ عرض گزار ہوئے: "یارسول اللہ! مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ ﷺ کا نام علحدہ رہے، مگر آگے جو کلمات درج ہیں اس میں میرا کوئی عمل دخل نہیں"۔ اسی اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور حقیقت احوال سے آگاہ کرتے ہوئے عرض کیا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے حبیب کے نام کو صدیق نے میرے نام سے علحدہ رکھنا پسند نہیں کیا تو مجھے بھی یہ بات پسند نہ آئی کہ صدیق کا نام حبیب کے نام سے علحدہ رکھوں، یہ نام میں نے نقش کیا ہے"۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ۲۲ رجمادی الآخر سنہ ۱۳ھ میں ہوا اور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن ہوئے۔ (بحوالہ واقدی، حاکم)

بَابٌ فِيْ فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ

باب: پانی پلانے کی فضیلت

1679 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، أَنَّ سَعْدًا، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْجَبُ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْمَاءُ

❀❀ سعید بیان کرتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے دریافت کیا: آپ ﷺ کو کون سا صدقہ زیادہ پسند ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پانی۔

پانی سے روکنے کی ممانعت کا بیان

حضرت بہیسہ رضی اللہ عنہا اپنے والد مکرم سے نقل کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ انہوں نے (یعنی ان کے والد نے) عرض کیا کہ یا

رسول اللہ! وہ کونسی چیز ہے جس سے منع کرنا اور اس کے دینے سے انکار کرنا حلال نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" پانی" انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس کو دینے سے انکار کرنا حلال نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمک۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کونسی چیز ہے جس سے منع کرنا حلال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھلائی کرنا جو تمہارے لئے بہتر ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 414)

پانی" کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری زمین میں کنواں و تالاب ہے یا تمہارے گھر میں نل وغیرہ ہے اس سے کوئی شخص پانی لیتا ہے تو اسے پانی لینے روکنا مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تم میں سے کوئی شخص پانی مانگتا ہے اور تمہارے پاس تمہاری ضرورت سے زائد پانی موجود ہے تو اسے دینے سے انکار نہ کرو، اسی طرح نمک دینے سے انکار نہ کرو، کیونکہ لوگوں کو نمک کی بہت زیادہ احتیاج و ضرورت رہتی ہے اور لوگ اسے لیتے دیتے ہی رہتے ہیں۔ پھر یہ کہ نمک جیسی چیز سے انکار کرنا ویسے بھی کوئی معنی نہیں رکھتا؛ کیونکہ یہ انتہائی عام اور سستی چیز ہے جس کی کوئی وقعت وقدر نہیں ہوتی۔ حدیث کا آخری جملہ تمام بھلائیوں اور نیکیوں پر حاوی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے جو کچھ بھی ہو سکے دیتے رہو اور جو نیکی و بھلائی کر سکو کرو، نیکی و بھلائی کے کاموں سے نہ تو اپنے آپ کو باز رکھنا درست ہے اور نہ دوسروں کو نیکی و بھلائی سے روکنا حلال ہے، گویا حدیث میں پہلے چند بھلائیوں کو بطور خاص ذکر کرنے کے بعد یہ جملہ ارشاد فرمانا "تعمیم بعد تخصیص" ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ لایحل مفہوم کے اعتبار سے لاینبغی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اس طرح حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان چیزوں سے منع کرنا اور ان کے دینے سے انکار کرنا مناسب نہیں ہے۔

1680 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَالْحَسَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

1681 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟، قَالَ: الْمَاءُ قَالَ: فَحَفَرَ بِئْرًا، وَقَالَ: هٰذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! سعد کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے تو (ان کی طرف سے کرنے کے لئے) کون سا صدقہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی۔ راوی کہتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور فرمایا: یہ سعد کی والدہ کی طرف سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایصال ثواب کا بیان

اُمت کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایصالِ ثواب نصوص سے ثابت ہے، چنانچہ ایصالِ ثواب کی ایک صورت آپ کے لئے ترقیٔ درجات کی دُعا، اور مقامِ وسیلہ کی درخواست ہے، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔

"اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول، ثم صلوا علیّ فانہ من یصلی علیّ صلوۃ صلی اللہ علیہ

وسلم بها عشرًا. ثم سلوا الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا ینبغی الا لعبد من عباد الله وارجوا ان اکون انا هو. فمن سأل لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة۔" (مشکوٰۃ ص:۶۴)

ترجمہ: "جب تم مؤذن کو سنو تو اس کی اذان کا اسی کی مثل الفاظ سے جواب دو، پھر مجھ پر دُرود پڑھو، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار دُرود پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" کی درخواست کرو، یہ ایک مرتبہ ہے جنت میں، جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے شایانِ شان ہے، اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا، پس جس شخص نے میرے لئے وسیلہ کی درخواست کی، اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔"

اور صحیح بخاری میں ہے:

"من قال حین سمع النداء. اللّٰهم رب هٰذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة اٰت محمدن الوسیلة والفضیلة وابعثه مقامًا محمودن الذی وعدته. حلت له شفاعتی یوم القیامة۔"

(مشکوٰۃ ص:۶۵)

ترجمہ: "جو شخص اذان سن کر یہ دُعا پڑھے: "اے اللہ! جو مالک ہے اس کامل دعوت کا، اور قائم ہونے والی نماز کا، عطا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور کھڑا کر آپ کو مقامِ محمود میں، جس کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے" قیامت کے دن اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلبی کے لئے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخصت کرتے ہوئے فرمایا:

"لا تنسنا یا اخی من دعائک۔ وفی روایة: اشرکنا یا اخی فی دعائک۔"

(ابوداود ج:۱ ص:۲۱۰، ترمذی ج:۲ ص:۱۹۵)

ترجمہ: بھائی جان! ہمیں اپنی دُعا میں نہ بھولنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ: بھائی جان! اپنی دُعا میں ہمیں بھی شریک رکھنا۔"

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح حیاتِ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دُعا مطلوب تھی، اسی طرح وصال شریف کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دُعا مطلوب ہے۔

ایصالِ ثواب ہی کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کی جائے، حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم فرمایا تھا:

"عن حنش قال رأیت علیًّا رضی الله عنه یضحی بکبشین. فقلت له: ما هٰذا؟ فقال: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اوصانی ان اضحی عنه. فانا اضحی عنه۔" (ابوداود، باب الاضحیة عن المیت ج:۲ ص:۲۹)

ترجمہ: "حنش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مینڈھوں کی قربانی کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: یہ کیا؟ فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں، سو میں آپ کی طرف

سے قربانی کرتا ہوں۔"

وفی روایۃ: امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ ابدًا۔"

(مسند احمد ج:۱ ص:۱۰۷)

"وفی روایۃ: فلا ادعہ ابدًا۔" (ایضاً ج:۱ ص:۱۴۹)

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں، سو میں آپ کی طرف سے ہمیشہ قربانی کرتا ہوں۔"

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ میں اس کو کبھی نہیں چھوڑتا۔"

علاوہ ازیں زندوں کی طرف سے مرحومین کو ہدیہ پیش کرنے کی صورت ایصالِ ثواب ہے، اور کسی محبوب و معظم شخصیت کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ اس ہدیہ سے اس کی ناداری کی مکافات ہوگی، کسی بہت بڑے امیر کبیر کو اس کے احباب کی طرف سے ہدیہ پیش کیا جانا عام معمول ہے، اور کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں کہ ہمارے اس حقیر ہدیہ سے اس کے مال و دولت میں اضافہ ہوجائے گا، بلکہ صرف ازدیادِ محبت کے لئے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں گناہگار اُمتیوں کی طرف سے ایصالِ ثواب کے ذریعہ ہدیہ پیش کرنا اس وجہ سے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حقیر ہدایا کی احتیاج ہے، بلکہ یہ ہدیہ پیش کرنے والوں کی طرف سے اظہارِ تعلق و محبت کا ایک ذریعہ ہے، جس سے جانبین کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس کا نفع خود ایصالِ ثواب کرنے والوں کو پہنچتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجاتِ قرب میں بھی اس سے اضافہ ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی نے رد المحتار میں باب الشہید سے قبیل اس مسئلے پر مختصر سا کلام کیا ہے، اتمامِ فائدہ کے لئے اسے نقل کرتا ہوں۔

"ذکر ابن حجر فی الفتاویٰ الفقہیۃ ان الحافظ ابن تیمیۃ زعم منع اھداء ثواب القرائۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لان جنابہ الرفیع لایجرأ علیہ الا بما اذن فیہ وھو الصلوٰۃ علیہ وسوال الوسیلۃ لہ۔

قال: وبالغ السبکی وغیرہ فی الرد علیہ بان مثل ذٰلک لا یحتاج لاذن خاص الا تری ان ابن عمر کان یعتمر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرًا بعدہ موتہ من غیر وصیۃ وحج ابن الموفق وھو فی طبقۃ الجنید عنہ سبعین حجۃ وختم ابن السراج عنہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من عشرۃ الاف ختمۃ وضحی عنہ مثل ذٰلک۔اھ۔

قلت: رأیت نحو ذٰلک بخط مفتی الحنفیۃ الشھاب احمد بن الشلبی شیخ صاحب البحر نقلًا عن شرح الطیبۃ للنویری ومن جملۃ مانقلہ ان ابن عقیل من الحنابلۃ قال: یستحب اھدائھا لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قلت: وقول علمائنا لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ، یدخل فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ احق بذٰلک

حیث انقذنا من الضلالۃ ففی ذلک نوع شکر و اسدأ جمیل لہ و الکامل قابل لزیادۃ الکمال و ما استدل بہ بعض المانعین من انہ تحصیل الحاصل لان جمیع اعمال امتہ فی میزانہ یجاب عنہ بانہ لا مانع من ذلک فان اللہ تعالی اخبرنا بانہ صلی علیہ ثم امرنا بالصلوۃ علیہ بان نقول اللّٰھم صل علی محمد، و اللہ اعلم۔" (شامی ج:۲ص:۲۴۴،طبع مصر)

ترجمہ: ابن حجر (مکی شافعی) نے فتاویٰ فقہیہ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ کا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت کے ثواب کا ہدیہ کرنا ممنوع ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں صرف اسی کی جرأت کی جاسکتی ہے جس کا اذن ہو، اور وہ ہے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا اور آپ کے لئے دُعائے وسیلہ کرنا۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ امام سبکی وغیرہ نے ابنِ تیمیہ پر خوب خوب ردّ کیا ہے کہ ایسی چیز اذنِ خاص کی محتاج نہیں ہوتی، دیکھتے نہیں ہو کہ ابنِ عمر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرے کیا کرتے تھے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس کی وصیت بھی نہیں فرمائی تھی۔ ابن الموفق نے جو جنید کے ہم طبقہ ہیں، آپ کی طرف سے ستر حج کئے، ابن السراج نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دس ہزار ختم کئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اتنی ہی قربانیاں کیں۔

"میں کہتا ہوں کہ میں نے اسی قسم کی بات مفتی حنفیہ شیخ شہاب الدین احمد بن الشلبی، جو صاحب بحرالرائق کے اُستاذ ہیں، کی تحریر میں بھی دیکھی ہے، جو موصوف نے علامہ نیویری کی "شرح الطیبہ" سے نقل کی ہے، اس میں موصوف نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حنابلہ میں سے ابنِ عقیل کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ ثواب مستحب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء کا یہ قول کہ: "آدمی کو چاہئے کہ اپنے عمل کا ثواب دُوسروں کو بخش دے" اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ہمیں گمراہی سے نجات دلائی، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ثواب کا ہدیہ کرنے میں ایک طرح کا تشکر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا اعتراف ہے، اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ہر اعتبار سے کامل ہیں، مگر) کامل زیادتِ کمال کے قابل ہوتا ہے۔ اور بعض مانعین نے جو استدلال کیا ہے کہ یہ تحصیلِ حاصل ہے، کیونکہ اُمت کے تمام عمل خود ہی آپ کے نامۂ عمل میں درج ہوتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ چیز ایصالِ ثواب سے مانع نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اس کے باوجود ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ کے لئے رحمت طلب کرنے کے لئے اللّٰھم صل علیٰ محمد کہا کریں۔

حافظ سیوطیؒ "شرح الصدور" میں لکھتے ہیں کہ: "جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک میّت کو تلاوتِ قرآنِ کریم کا ثواب پہنچتا ہے، لیکن اس مسئلے میں ہمارے امام شافعی کا اختلاف ہے۔

نیز انہوں نے امام قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: "شیخ عزالدین بن عبدالسلام فتویٰ دیا کرتے تھے کہ میّت کو تلاوتِ قرآنِ کریم کا ثواب نہیں پہنچتا، جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے کسی شاگرد کو خواب میں ان کی زیارت ہوئی، اور ان سے دریافت کیا

کہ آپ زندگی میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے، اب تو مشاہدہ ہو گیا ہوگا، اب کیا رائے ہے؟ فرمانے لگے کہ: میں دُنیا میں یہ فتویٰ دیا کرتا تھا، لیکن یہاں آ کر جو اللہ تعالیٰ کے کرم کا مشاہدہ کیا تو اس فتویٰ سے رُجوع کر لیا، میت کو قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب پہنچتا ہے۔

امام محی الدین نووی شافعی "شرح المہذب" (ج:۵ ص:۳۱۱) میں لکھتے ہیں کہ: "قبر کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جس قدر ہو سکے قرآنِ کریم کی تلاوت کرے، اس کے بعد اہلِ قبور کے لئے دُعا کرے، امام شافعی نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر ہمارے اصحاب متفق ہیں۔" فقہائے حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی کتابوں میں بھی ایصالِ ثواب کی تصریحات موجود ہیں، اس لئے میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی تو بلاشبہ دُرست ہے، لیکن اس میں چند اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اوّل: یہ کہ جو لوگ بھی قرآن خوانی میں شریک ہوں، ان کا مطمحِ نظر محض رضائے الٰہی ہو، اہلِ میت کی شرم اور دِکھاوے کی وجہ سے مجبور نہ ہوں، اور شریک نہ ہونے والوں پر کوئی نکیر نہ کی جائے، بلکہ انفرادی تلاوت کو اجتماعی قرآن خوانی پر ترجیح دی جائے کہ اس میں اِخلاص زیادہ ہے۔

دوم: یہ کہ قرآنِ کریم کی تلاوت صحیح کی جائے، غلط سلط نہ پڑھا جائے، ورنہ اس حدیث کا مصداق ہوگا کہ: "بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

سوم: یہ کہ قرآن خوانی کسی معاوضہ پر نہ ہو، ورنہ قرآن پڑھنے والوں ہی کو ثواب نہیں ہوگا، میت کو کیا ثواب پہنچائیں گے؟ ہمارے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قرآن خوانی کے لئے دعوت کرنا اور صلحاء و قراء کو ختم کے لئے یا سورۂ انعام یا سورۂ اِخلاص کی قرأت کے لئے جمع کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ بزازیہ)

زندوں کی عبادت (بدنی و مالی) کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخشنا جائز ہے جا کا ثبوت قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء سے ثابت ہے۔ ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن وحدیث پر ایمان وعمل ہے اور پھر معتزلہ کی طرح ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں انہیں اپنی سوچ پر نظر ثانی اور ان دلائل پر غور کرنا چاہیئے، میں بڑی محنت شاقہ سے کتاب میں حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں انہیں پڑھنا ان پر غور کرنا اور پھر انصاف کرنا آپ کا کام ہے۔ بقول انوار عزمی

کوئی منصف ہو تو انصاف کا چہرہ دیکھے کوئی عادل ہو تو زنجیر ہلائی جائے

اگر آپ تعصب، بغض، حسد اور میں نہ مانوں کی عینک اتار کر آنے والے صفحات پڑھیں گے تو انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔

(راقم الحروف)

والذین جآءوا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ط۔

وہ جو ان کے بعد آئے وہ یوں دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے باایمان گزر چکے ہیں۔"

دنیا سے پردہ کرنے والوں کے حق میں زندوں کی دعا کا یہ کتنا واضح ثبوت ہے اور بھی کئی آیات ہیں مگر اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ حدیث پاک میں آتا ہے: الدعاء مخ العبادۃ۔ "دعا عبادت کا مغز ہے۔"

ایک اور جگہ ہے۔ الدعاء ھوالعبادۃ "دعا عبادت ہے۔"

ثابت ہوا زندوں کی عبادت دنیا سے جانے والوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقد نقل غیر واحد الاجماع علی ان الدعاء ینفع المیت و دلیله من القرآن قوله تعالیٰ والذین جاءوا. (الی الاخر)

"اوراس امر پر بہت سے علماء نے اجماع نقل کیا ہے کہ بے شک دعا میت کو نفع دیتی ہے

اوراس کی دلیل قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ (مذکورہ آیت کریمہ والذین جاءوا) (شرح الصدور، ص 127)

شرح عقائد نسفی میں ہے: وفی دعاء الاحیاء للاموات او صدقتھم عنھم نفع لھم خلافا للمعتزلۃ۔

"زندوں کی دعا اور صدقے سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔"

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات و علیه صیام صام عنه ولیه. (مسلم شریف)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرنے والے کی ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ایک عورت نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی مگر اس کا انتقال ہو گیا کیا میں اس کی طرف سے حج کر کے اس کی نذر پوری کر سکتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قال حجی عنھا. (بخاری) "تم اس کی طرف سے حج کرو۔"

فتاوی عزیزی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان بایصال ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شرینی امر مستحسن و خوب است۔

"ہاں صالحین کی قبروں کی زیارت کرنا اور ان کی قبروں سے تبرک حاصل کرنا اور ایصال ثواب تلاوت قرآن دعائے خیر تقسیم طعام وشیرینی سے ان کی مدد کرنا بہت ہی خوب اور بہتر ہے

اوراس پر علمائے امت کا اجماع ہے۔' اور دیکھئے:

ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازته اربعون رجلالا تشرکون بالله شیئا الا شفعهم الله فیه. (ابوداؤد)

"اگر کسی مسلمان کی نماز جنازہ پر 40 آدمی ایسے کھڑے ہو جائیں جنہوں نے کبھی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو ان کی شفاعت میت کے حق میں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ یعنی بخش دیتا ہے۔"

بخاری، مسلم اور مشکوۃ میں ہے:

"دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک تر شاخ منگواہ کر آدھی ایک قبر پر اور آدھی دوسری قبر پر رکھ دی اور فرمایا جب تک یہ چاخیں ہری رہیں گی قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد آپ نے تکبیر و تسبیح پڑھنی شروع کر دی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تکبیر و تسبیح پڑھنے کے بابت پوچھا تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قال لقد تضایق علی ھذا العبد الصالح قبرہ حتی فرجہ اللہ عنہ (مشکوٰۃ)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس نیک آدمی پر قبر تنگ ہو گئی تھی یہاں تک کہ اب اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر کو فراخ کر دیا ہے۔"

فائدہ!

معلوم ہوا کہ زندوں کی عبادت سے اہل قبور کو فائدہ پہنچتا ہے اور دفن کے بعد قبر کے پاس تسبیح وغیرہ (کلام پاک) پڑھنا جائز ہے۔ میت پر تین دن خاص کر سوگ کیا جاتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا تین دن سوگ کیا ہے۔ اب اٹھنے سے پہلے گھر کے چند افراد مل کر کچھ پڑھو کچھ صدقہ کروادو اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچا کر اٹھو۔ اس کا نام سوئم یا تیجہ ہو گیا۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ملفوظات عزیزی، ص 55 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تیجے کے متعلق فرماتے ہیں۔ "روز سوم کثرت ہجوم مردم آں قدر بود" کہ تیسرے دن لوگوں کے بیرون از حساب است ہشتاد و یک کا ہجوم استقدر تھا کلام بشمار آمد ہو زیادہ ہم شدہ باشد کہ شمار سے باہر ہے۔ وکلمہ را حصر نیست اکیاسی کلام اللہ ختم ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوئے ہوں گے اور کلمہ طیبہ کا تو اندازہ ہی نہیں۔"

حضرت سعید بن منذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر استطاعت ہو تو تین دن میں قرآن ختم کرو۔ (جامع صغیر)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی عرض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن ہر مہینے ختم کرو۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن میں ختم کرو۔ (بخاری جلد اول)

حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب حد زنا لگنے سے سنگسار کر دیا تو بعد از دفن جب دو دن یا تین گزر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے جہاں صحابہ کرام بیٹھے تھے پس سلام کیا آپ نے اور بیٹھ گئے اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ ماعز بن مالک کی بخشش کی دعا کرو تو صحابہ کرام نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی مغفرت کی دعا مانگی۔ (مسلم، جلد دوم) بفضلہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کا یہی معمول ہے۔

ساتواں:

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بے شک مردے سات دن تک اپنی قبروں میں آزمائے جاتے ہیں تو صحابہ کرام

سات روز تک ان کی جانب سے کھانا کھلانا مستحب سمجھتے تھے۔ (شرح الصدور ابونعیم فی الحلیہ) چنانچہ شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا وتصدیق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم تاہفت روز۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ) "اور میت کے مرنے کے بعد سات روز تک صدقہ کرنا چاہیے۔"

دسواں:

فرمایا دس دنوں میں قرآن ختم کرو۔ (بخاری شریف، جلد اول)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ قرآن کتنے دنوں میں پڑھا جائے فرمایا دس دنوں میں۔ (ابوداؤد مترجم جلد اول) لہٰذا قرآن پڑھ کر میت کو بخشنے میں کوئی حرج نہیں!

چہلم:

دن مقرر ہونے کی وجہ سے احباب اکٹھے ہوکر میت کے لئے دعا واستغفار کرتے ہیں۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ عام لوگوں کے لئے تین دن سوگ ہے۔ مگر عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ چالیس روز تک سوگ کرے۔ ہر عورت کے رشتہ دار اور اولاد وغیرہ اس کے غم میں شریک رہتے ہیں آخری دن کچھ پڑھ کر فاتحہ دلا کر اٹھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چالیس کا قرآن سے ثبوت

واذ وعدنا موسٰی اربعین لیلۃ۔ (سورہ بقرہ۔ آیت 50) "اور جب ہم نے وعدہ دیا موسیٰ کو چالیس رات کا"

اقراء القرآن فی اربعین۔ (ترمذی شریف) "قرآن مجید چالیس دنوں میں پڑھا کرو۔"

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ میت کی روح کو چالیس دن تک اپنے گھر اور مقامات سے کاص تعلق رہتا ہے۔ جو بعد میں نہیں رہتا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مؤمن پر چالیس روز تک زمین کے وہ ٹکڑے جن پر وہ خدا تعالیٰ کی عبادت واطاعت کرتا تھا اور آسمان کے وہ دروازے جن سے کہ ان کے عمل چڑھتے تھے اور وہ کہ جن سے ان کی روزی اترتی تھی روتے رہتے ہیں۔ (ثواب العبادات از خطیب پاکستان، بحوالہ شرح الصدور، ص 24) اسی لئے بزرگان دین نے چالیسویں روز بھی ایصال ثواب کیا کہ اب چونکہ وہ خاص تعلق منقطع ہوجائے گا لہٰذا ہماری طرف سے روح کو کوئی ثواب پہنچ جائے تا کہ وہ خوش ہو جائیں اور ان سب کی اصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے تیسرے، دسویں، چالسویں دن اور چھٹے مہینے اور سال کے بعد صدقہ دیا۔ (کذا فی الانوار ساطعہ مغربیا الی مجموعۃ الرویات حاشیہ خزانۃ الرویات)

چہلم کا ایک اور حوالہ

وقیل الی اربعین فان المیت یشوق الی بیتہ۔

"اور فرمایا صدقہ دینا چالیس دن پس میت شوق رکھتی ہے ان دنوں اپنے گھر کا۔

(شرح برزخ فیض الاسلام 5، ص 34، کتاب الوجیز، ص 64)

عرس۔۔۔۔(برسی)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد باری تعالیٰ:

وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا ہ (سورہ مریم: آیت 15)

"اور سلامتی ہو اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن فوت ہوگا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں:

والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا ہ (سورہ مریم: آیت 33)

"اور سلامتی ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن اٹھوں گا، زندہ ہو کر۔"

تفسیر ابن جریر (طبری) دیکھئے: حدیث بیان کی مثنی نے سوید سے کیا خبر دی ابن مبارک نے ابراہیم بن محمد سے انہوں نے سہیل بن ابی صالح نے انہوں نے محمد ابراہیم سے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے شہدائ کی قبروں پر ہر سال پھر فرماتے: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار. اور سیّدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنھم اجمعین بھی اپنے زمانے میں ہر سال قبور شہداء پر جایا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر، جلد 13)

اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ ہر سال شہداء کی قبور پر تشریف لے جاتے اور فرماتے: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور اسی طرح چاروں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اسی پر عمل پیرا رہے۔ (تفسیر کبیر مطبوعہ مصر، جلد 5) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ تشریف لے جاتے ہر شروع سال مین قبور شہداء پر پس فرماتے: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (تفسیر کشاف طبوعہ بیرون لبنان، جلد دوم) تفسیر کشاف کے حوالے کے بعد تو مخالفین کے انکار کی گنجائش نہیں رہنی چاہیئے۔

مخالفین کے ایک بڑے کا ایک حوالہ اور۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شھدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے پھر فرماتے: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار. (البدایہ والنہایہ مطبوعہ مصر، جلد سوم) سرور کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر سال شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جاتے پھر چاروں خلفاء کا اپنے اپنے زمانہ میں اس سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا رہنا عرائس بزرگان دین کے لئے اتنی زبردست دلیل ہے جس کا رد نا ممکن ہے۔ (گیارھویں شریف، صائم چشتی) فاطمہ خزائیہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور آفتاب قبور شہداء پر غروب ہو چکا تھا اور میرے ساتھ میری بہن تھی۔ میں نے اس سے کہا آ ؤ قبر حمزہ رضی اللہ عنہ پر سلام کریں۔ اس نے کہا ہاں پھر ہم ان کی قبر پر ٹھرے۔ ہم نے کہا۔ السلام علیك یا عم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے ایک کلام سنا کہ ہم پر رد کیا گیا (یعنی لوٹایا گیا) وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا کہ ہمارے قریب کوئی آدمی نہ تھا۔ (اخرج البیہقی) (طی الفراسخ الی منازل البرازخ مطبوعہ آگرہ 1306ھ) (سید ذوالفقار احمد وہابی تلمیذ سدیق حسن بھوپالی) دیوبندی حضرات اور اہل حدیث حضرات مذکورہ حوالہ جات پر ضرور غور فرمائیں۔ اور ہمارے ساتھ مل کر دنیا سے کوچ کر جانے والوں کے لئے ایصال ثواب کر کے ان کی مدد کریں۔

ایصال ثواب کے متعلق ضروری وضاحت

ایصال ثواب کے عمل میں دکھاوا اور ریا کاری نہیں کرنی چاہیے۔ اگر ایصال ثواب کا مقصد نمود و نمائش ہے تو اس کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ اور ایسا دکھاوے کا عمل حرام اور گناہ ہے۔ عام طور پر بہت سے لوگ قرض لے کر میت کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اور عام لوگوں کو دعوتیں دیتے ہیں۔ شریعت میں ایسی دعوتوں کی اجازت نہیں۔ میت کے ایصال ثواب کے لئے جو کھانا ہے وہ حسب استطاعت ہو اور اسے مستحق اور غریبوں لوگوں کو کھلایا جائے۔ (صاحبان حیثیت حضرات کو اس کھانے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔) اسی طرح بعض گھروں میں ایصال ثواب کے موقع پر دس بیبیوں کی کہانی، شہزادے کا سر، داستان عجیب اور جناب سیدہ کی کہانی وغیرہ پڑھی جاتی ہیں۔ جن کی کوئی اصل نہیں اسی طرح ایک پمفلٹ: وصیت نامہ" جس میں" شیخ احمد" کا خواب درج ہے۔ اسے بھی علمائے کرام نے خود ساختہ قرار دیا ہے۔ ان چیزوں سے بچیں۔

ایصال ثواب کے اسباب و ذریعے کا بیان

اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ احادیث میں جن طریقوں سے مردوں کو ایصال ثواب پہنچانے کی بات آئی ہے وہ شرعی اور پسندیدہ ہیں۔ احادیث میں ایصال ثواب کی کئی شکلیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایصال ثواب کی کچھ شکلیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

1: صدقہ جاریہ یعنی کہیں کنواں کھدوادیا، مسجد تعمیر کرادی یا رفاہ عام کا کوئی ایسا کام کر دیا جس کی بدولت عوام الناس مدت دراز تک فائدہ اٹھاتے رہیں۔ اسی تعلق سے وقف کا مسئلہ بھی آتا ہے کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی زمین وقف کردی، کوئی عمارت وقف کردی۔ اس سے عامۃ المسلمین فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔

2: علم نافع: یعنی کوئی کتاب ایسی تصنیف و تالیف کردی یا کچھ ایسے علمی کام انجام دیا کہ بعد والے نسلا بعد نسل اس سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے محدثین نے حدیث کی کتابیں تالیف کیں۔ اب اس کا ثواب ان کو اس وقت تک پہنچتا رہے گا جب تک ان کتابوں سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

ائمہ اربعہ اور فقہاء کرام نے مسائل کا استنباط کیا۔ ان کو اس وقت تک ثواب ملتا رہے گا جب تک ان کے مسائل سے لوگ استفادہ کرتے رہیں گے۔

مفسرین اور دیگر دینی علوم پر لکھنے والوں نے جو کچھ لکھا تو جب تک لوگ اس سے استفادہ کرتے رہیں گے لوگوں کو اس سے فائدہ ملتا رہے گا۔ داعیان دین جن کی کوششوں سے لوگوں نے اپنی قدیم گمراہی والا مذہب چھوڑ کر مذہب اسلام اختیار کیا تو ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں کے نیک عمل کا ثواب ان کو بھی ملتا رہے گا۔

مجاہدین نے اپنی جانیں دے کر سرحد اسلام کی جو حفاظت کی تو اسلامی مملکت کے اندر رہنے والے لوگ جو چین و سکون سے ہیں ان کے نیک عمل کا ثواب بھی مجاہدین کو ملتا رہے گا۔

3: نیک اولاد: قرآن و حدیث مین اس قسم کی دعائیں موجود ہیں جس سے خدا سے نیک اولاد کا سوال کیا گیا ہے۔ نیک اولاد

انسان کے لئے سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔اگر کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ وہ دنیا کی ہی جنت ہے۔انسان نیک اولاد اور نیک بیوی کی بدولت دنیا میں ہی جنت کے مزے لوٹتا ہے۔کسی انسان کے مرنے کے بعد اس کی اولاد جو نیک عمل کرتی ہے تو اس کا ثواب بھی اسے ملتا رہے گا۔اس کے علاوہ مزید فائدہ یہ ہے کہ نیک اولاد والدین کو انتقال کے بعد بھی یاد رکھتی ہے اور اس کے لئے دعائے خیر کرتی رہتی ہے۔جس کی بدولت شہر خموشاں میں آباد لوگوں کا مرتبہ بلند ہوتا رہتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ کسی شخص کا مرنے کے بعد درجہ بلند کر دیا جاتا ہے وہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ میرا درجہ اور رتبہ بلند کر دیا گیا اس کی کیا وجہ ہے تو جواب ملتا ہے کہ تمہاری اولاد نے تمہارے لئے دعا اور استغفار کا ہدیہ بھیجا ہے اور یہ اسی کا ثمرہ ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ: أَنَّى هَذَا؟ فَيُقَالُ: بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ (سنن ابن ماجہ سند صحیح)

اس کے علاوہ بھی شرعی ایصال ثواب کی کچھ اور شکلیں ہیں۔جنہیں دیکھتے چلتے ہیں۔

4: صدقہ کرنا۔اگر مرنے والوں کی جانب سے صدقہ کیا جائے تو اس کا ثواب بھی ان کو پہنچتا ہے اور ملتا ہے۔صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اگر انکو مہلت ملی ہوتی تو وہ صدقہ وخیرات کرتیں تو اگر میں ان کی جانب سے صدقہ خیرات کروں تو کیا اس کا ثواب ان کو ملے گا۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ہاں

عن أم المؤمنين عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا (أي ماتت فجأة) وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ (البخاری 1388)

اسی طرح حضرت سعد بن عبادہ کا بھی واقعہ ہے کہ ان کی غیر موجودگی میں ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا انہوں نے اس تعلق سے حضور پاک سے پوچھا کہ اگر میں ان کی جانب سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب ان کو ملے گا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ہاں۔اس پر انہوں نے اسی وقت اپنا باغ جس کا نام مخراف تھا صدقہ کر دیا۔

عن ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عنهما تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا أَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ: (نَعَمْ) قَالَ: فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ (اسم لبستان كان لها) صَدَقَةٌ عَلَيْهَا. (صحیح البخاری)

اسی طرح مسلم، سنن نسائی اور ابن ماجہ میں ہے ایک شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔انہوں نے کچھ مال چھوڑا ہے اور اس مال کے بارے میں کوئی وصیت نہیں کی ہے تو کیا اگر میں ان کی جانب سے صدقہ کروں تو کیا یہ ان کے لئے کفارہ ہوگا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَبِي مَاتَ، وَتَرَكَ

مَالاً وَلَمْ يُوصِ، فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.

تنبیہ: صدقہ جاریہ کی حدیث اُوپر گزر چکی ہے۔اس میں اور اس کے بعد ذکر کردہ حدیث میں فرق یہ ہے کہ صدقہ جاریہ خاص ہے۔یعنی ایسا صدقہ جس کا فیض عام ہو اور تا دیر رہے۔جب کہ ماقبل مین ذکر کردہ دو تین حدیثوں میں صدقہ کی نوعیت عام آئی ہے۔اس میں کوئی وضاحت کسی حدیث میں وارد نہیں ہوئی ہے۔یعنی ہم نے اپنے فوت شدہ کسی قریبی عزیز کی جانب سے کسی مسجد میں کوئی رقم دے،دی،کسی غریب کی مدد کردی،کسی فقیر کو کچھ روپے دے دیے یا کسی مدرسہ کی مالی امداد کردی تو یہ سب اس میں شامل ہیں۔

تنبیہ: مشہور حدیث تو یہی ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال ختم ہوجاتے ہیں ہاں تین عمل کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔طبرانی کی مرفوع حدیث میں تین کی جگہ چار کا ذکر ہے اور اس میں سرحد کی نگرانی کرنے والے کا اضافہ ہے۔بزار کی حضرت انس سے مرفوع روایت میں 7 کا ذکر ہے۔اسی طرح ابن ماجہ،ابن خزیمہ،اور ابن عساکر کی روایت میں مزید کچھ چیزوں کا تذکرہ ہے۔حافظ سیوطی کہتے ہیں کہ تمام روایات سے حاصل شدہ کی تعداد 11 تک پہنچتی ہے اور وہ یہ ہیں۔

1:علم جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچے 2:نیک اور صالح اولاد کی دعا 3:کھجور کا درخت لگادینا جس سے دوسرے مستفید ہوتے رہیں 4:صدقہ جاریہ 5:قرآن پاک جو وراثتاً منتقل ہوتا رہے 6:سرحد کی نگرانی 7:کنواں کھدوانا جس سے ضرورت مندوں کو پانی ملتا رہے 8:نہر جاری کرانا 8:سرائے تعمیر کرانا جس سے مسافروں کو فائدہ ہو 9 ذکر کے لئے کوئی عمارت تعمیر کرادینا 10:قرآن پاک کی تعلیم کے لئے مدرسہ بنادینا 11:مسجد بنادینا

حافظ سیوطی مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں

وَقد تحصل من هَذِه الأَحَادِيث أحد عشر أمرا وَقد نظمتها وَقلت إِذا مَاتَ بن آدم لَيْسَ يجْرِي عَلَيْهِ من فعال غير عشر عُلُوم بثها وَدُعَاء نجل وغرس النّخل وَالصَّدقَات تجْرِي وراثة مصحف ورباط ثغر وحفر الْبِئْر أَو إِجْرَاء نهر وَبَيت للغريب بناه يأوي إِلَيْهِ أَو بِنَاء مَحل ذكر وَتَعْلِيم لقرآن كريم فَخذهَا من أَحَادِيث بحصر (شرح السیوطی علی مسلم 4/228)

ایصال ثواب سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

علماء کرام کے درمیان اس پر اجماع ہے کہ میت کے لئے دعا اور صدقہ کرنا جائز ہے۔اسی بات کو امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک نے اس طور پر تعبیر کیا ہے کہ میت کی جانب سے صدقہ کئے جانے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمَ بْنَ عِيسَى الطَّالْقَانِيَّ قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ: الْحَدِيثُ الَّذِي جَاءَ «إِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ أَنْ تُصَلِّيَ لِأَبَوَيْكَ مَعَ صَلَاتِكَ، وَتَصُومَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ» . قَالَ: فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ، عَمَّنْ هَذَا؟ قَالَ: قُلْتُ لَهُ:

هَذَا مِنْ حَدِيثِ شِهَابِ بْنِ خِرَاشٍ فَقَالَ: ثِقَةٌ. عَمَّنْ قَالَ؟ قُلْتُ: عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ. قَالَ: ثِقَةٌ. عَمَّنْ قَالَ؟ " قُلْتُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ، إِنَّ بَيْنَ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزَ تَنْقَطِعُ فِيهَا أَعْنَاقُ الْمَطِيِّ، وَلَكِنْ لَيْسَ فِي الصَّدَقَةِ اخْتِلَافٌ (مقدمہ صحیح مسلم 16)

اور امام نووی اس بارے میں لکھتے ہیں

فَإِنَّ الصَّدَقَةَ تَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ وَيَنْتَفِعُ بِهَا بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَهَذَا هُوَ الصَّوَابُ وَأَمَّا مَا حَكَاهُ أَقْضَى الْقُضَاةِ أَبُو الْحَسَنِ الْمَاوَرْدِيُّ البصری الفقيه الشَّافِعِيُّ فِي كِتَابِهِ الْحَاوِي عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ الْكَلَامِ مِنْ أَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَلْحَقُهُ بَعْدَ مَوْتِهِ ثَوَابٌ فَهُوَ مَذْهَبٌ بَاطِلٌ قَطْعًا وَخَطَأٌ بَيِّنٌ مُخَالِفٌ لِنُصُوصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ فَلَا الْتِفَاتَ إِلَيْهِ وَلَا تَعْرِيجَ عَلَيْهِ (شرح النووی علی صحیح مسلم ص 90/1)

صدقہ میت کو پہنچتا ہے اور اس سے اس کو فائدہ ہوتا ہے اس بارے میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہی درست بات ہے۔ جو کچھ قاضی ابوالحسن الماوردی بصری نے اپنی کتاب الحاوی میں بعض متکلمین سے نقل کیا ہے کہ میت کو کسی دوسرے ذریعہ سے ثواب حاصل نہیں ہوتا تو وہ قطعی طور پر باطل ہے اور کتاب وسنت واجماع امت کی تصریحات کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ قول ایسا نہیں ہے کہ اس کی جانب کچھ بھی توجہ کی جائے۔

دیگر عبادات کا ایصال ثواب

بعض روایات ایسی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ میت کی جانب سے روزہ بھی رکھا جا سکتا ہے اور حج بھی کیا جا سکتا ہے۔

عن عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ الله عَنهما. قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ. فَقَالَتْ: إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ. وَإِنَّهَا مَاتَتْ. فَقَالَ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ) قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا؟ قَالَ: (صُومِي عَنْهَا). قَالَتْ: إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ. أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: (حُجِّي عَنْهَا).

مسلم فی صحیحہ (1149)

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہیں کہ اسی درمیان ایک عورت آئی اور اس نے پوچھا کہ میں نے اپنی ماں پر ایک باندی صدقہ کیا تھا۔ میری ماں کا انتقال ہو گیا (اور وہ باندی بطور میراث میرے پاس واپس آگئی تو اس باندی کے تعلق سے کیا حکم ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں ثواب مل چکا اور میراث کے طور پر باندی تمہارے پاس واپس آگئی (یعنی تمہاری ملک ہوگئی) اس خاتون نے مزید پوچھا کہ اے اللہ کے رسول میری ماں پر ایک مہینے کے روزے واجب تھے تو کیا میں ان کی جانب سے روزے رکھوں آنحضور نے فرمایا ہاں! پھر اس خاتون نے پوچھا کہ میری والدہ نے حج نہیں کیا تھا تو کیا میں ان کی جانب سے حج کر سکتا ہوں۔ حضور پاک نے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کی

جانب سے حج کرو۔

اسی قبیل کی ایک اور حدیث ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما. قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه و سلم فقال: يا رسول الله إن أمي ماتت، و عليها صوم شهر أفأقضيه عنها؟ قال: (لو كان على أمك دين أكنت قاضيه عنها؟) قال: نعم. قال: فدين الله أحق أن يُقضى (متفق عليه)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری ماں کا انتقال ہوگیا اور اس پر ایک مہینے کا روزہ واجب تھا تو کیا میں ان کی جانب سے قضاء کروں۔ حضور پاک نے فرمایا۔ بھلا بتاؤ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا نہ کرتے؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا تو پھر اللہ کا قرض اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔

علماء کا اختلاف

ائمہ مجتہدین کا عبادت بدنیہ کے سلسلے میں اختلاف ہے کہ آیا میت کی جانب سے اس کو ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ مثلاً میت کی جانب سے نماز پڑھ کر اس کو ثواب بخشا جاسکتا ہے یا نہیں۔ یا میت کی جانب سے روزے رکھے جاسکتے ہیں یا نہیں، یا میت کی جانب سے حج کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔

واضح رہے کہ حج اور صوم کا مسئلہ اس وقت کا ہے جب کہ وہ میت کے ذمہ واجب نہ ہو یا میت نے اس تعلق سے وصیت نہ کی ہو بلکہ محض نفل کے طور پر میت کی جانب سے حج کیا جائے یا روزہ رکھا جائے یا پھر نماز پڑھی جائے۔

مشہور مالکی محدث اور فقیہہ حافظ باجی موطا کی شرح منتقی میں اس سلسلے میں لکھتے ہیں

أَنَّ الْعِبَادَاتِ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ: ضَرْبٌ مِنْهَا مِنْ عِبَادَاتِ الْمَالِ لَا تَعَلُّقَ لَهُ بِالْبَدَنِ كَالزَّكَاةِ فَهَذَا يَصِحُّ فِيهِ النِّيَابَةُ. وَالضَّرْبُ الثَّانِي لَهُ تَعَلُّقٌ بِالْمَالِ وَلَهُ تَعَلُّقٌ بِالْبَدَنِ كَالْحَجِّ وَالْغَزْوِ. وَقَدْ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي صِحَّةِ النِّيَابَةِ فِيهِ وَسَيَأْتِي ذِكْرُهُ فِي كِتَابِ الْحَجِّ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

وَالضَّرْبُ الثَّالِثُ لَهُ اخْتِصَاصٌ بِالْبَدَنِ وَلَا تَعَلُّقَ لَهُ بِالْمَالِ كَالصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ. وَهَذَا لَا يَدْخُلُهُ النِّيَابَةُ بِوَجْهٍ وَبِهِ قَالَ جُمْهُورُ الْفُقَهَاءِ وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيُّ. (المنتقی شرح الموطا 2/63)

عبادات کی تین قسمیں ہیں۔ عبادت کی ایک قسم تو وہ ہے جس کا تعلق مال سے ہے جیسے زکوٰۃ تو اس میں نیابت صحیح ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق مال سے بھی ہے اور بدن سے بھی ہے جیسے حج اور جہاد۔ تو اس میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ عبادت کی تیسری قسم وہ ہے جس کا تعلق صرف بدن سے ہے۔ جیسے روزہ اور نماز۔ اس قسم میں نیابت درست نہیں ہے اور یہی جمہور فقہاء امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔

یہی بات معروف حنفی فقیہہ فخر الدین زیلعی مصنف تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق 2/85 نے بھی لکھی ہے۔

ثُمَّ الْعِبَادَةُ أَنْوَاعٌ مَالِيَّةٌ مَحْضَةٌ كَالزَّكَاةِ وَالْعُشُورِ وَالْكَفَّارَةِ وَبَدَنِيَّةٌ مَحْضَةٌ كَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَالِاعْتِكَافِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْأَذْكَارِ. وَمُرَكَّبَةٌ مِنْهُمَا كَالْحَجِّ فَإِنَّهُ مَالِيٌّ مِنْ حَيْثُ اشْتِرَاطِ الِاسْتِطَاعَةِ وَوُجُوبُ الْأَجْزِيَةِ بِارْتِكَابِ مَحْظُورَاتِهِ وَبَدَنِيٌّ مِنْ حَيْثُ الْوُقُوفُ وَالطَّوَافُ وَالسَّعْيُ

پھر عبادات کی کئی اقسام ہیں۔ کچھ تو صرف مالی ہیں جیسے زکوۃ، عشر اور کفارہ۔ اور کچھ عبادات ایسی ہیں جو صرف بدنی اور جسمانی ہیں جیسے نماز، روزہ، اعتکاف، قرآن پڑھنا، ذکر واذکار۔ اور کچھ عبادات ایسی ہیں جو کہ مالی اور بدنی کی جامع ہیں جیسے حج کہ اس میں استطاعت کے لئے مال کی شرط ہے اسی طرح کچھ کی کوتاہی ہوگئی تو اس کے لئے فدیہ وغیرہ رکھا گیا ہے اور حج بدنی بھی اس لحاظ سے ہے کہ اس میں وقوف عرفہ ہے طواف ہے سعی وغیرہ ہے۔

احناف کا مسلک

اس بارے میں احناف کا مسلک صاف سیدھا یہ ہے کہ وہ عبادات جو مالی ہیں اس میں نیابت کارگر ہوگی یعنی مکلف کی جانب سے کوئی دوسرا کردے تو وہ ادا ہو جائے گا۔

وہ عبادات جو بدنی ہیں اس میں نیابت نہیں ہوگی جیسے کہ روزہ نماز۔ وہ عبادات جو مالی اور بدنی کی جامع ہین اس کے بارے میں یہ ہے کہ اگر مکلف بیمار ہے عاجز ہے اور حج کے فریضہ کے باوجود قدرت نہیں رکھتا ہے تو اس کی جانب سے نیابت کی جاسکتی ہے۔

(النِّيَابَةُ تُجْزِي فِي الْعِبَادَةِ الْمَالِيَّةِ عِنْدَ الْعَجْزِ وَالْقُدْرَةِ) ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ فِيهَا سَدُّ خَلَّةِ الْمُحْتَاجِ. وَذَلِكَ يَحْصُلُ بِفِعْلِ النَّائِبِ كَمَا يَحْصُلُ بِفِعْلِهِ. وَيَحْصُلُ بِهِ تَحَمُّلُ الْمَشَقَّةِ بِإِخْرَاجِ الْمَالِ كَمَا يَحْصُلُ بِفِعْلِ نَفْسِهِ فَيَتَحَقَّقُ مَعْنَى الِابْتِلَاءِ فَيَسْتَوِي فِيهِ الْحَالَتَانِ قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ (وَلَمْ تَجُزْ فِي الْبَدَنِيَّةِ بِحَالٍ) أَيْ لَا تُجْزِي النِّيَابَةُ فِي الْعِبَادَةِ الْبَدَنِيَّةِ بِحَالٍ مِنْ الْأَحْوَالِ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ فِيهَا إتْعَابُ النَّفْسِ الْأَمَّارَةِ بِالسُّوءِ طَلَبًا لِمَرْضَاتِهِ تَعَالَى؛ لِأَنَّهَا انْتَصَبَتْ لِمُعَادَاتِهِ تَعَالَى فَفِي الْوَحْيِ عَادِ نَفْسَك فَإِنَّهَا انْتَصَبَتْ لِمُعَادَاتِي وَذَلِكَ لَا يَحْصُلُ بِفِعْلِ النَّائِبِ أَصْلًا فَلَا تُجْزِي فِيهَا النِّيَابَةُ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ (وَفِي الْمُرَكَّبِ مِنْهُمَا تُجْزِي عِنْدَ الْعَجْزِ فَقَطْ) أَيْ فِي الْمُرَكَّبِ مِنْ الْمَالِ وَالْبَدَنِ تُجْزِي النِّيَابَةُ عِنْدَ الْعَجْزِ لِحُصُولِ الْمَشَقَّةِ بِدَفْعِ الْمَالِ وَلَا تُجْزِي عِنْدَ الْقُدْرَةِ لِعَدَمِ إتْعَابِ النَّفْسِ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ بِالْقَدْرِ الْمُمْكِنِ قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ (وَالشَّرْطُ الْعَجْزُ الدَّائِمُ إلَى وَقْتِ الْمَوْتِ) (تبیین الحقائق 85/2)

یہی بات درمختار علامہ حصکفی نے کہی ہے۔

(الْعِبَادَةُ الْمَالِيَّةُ) كَزَكَاةٍ وَكَفَّارَةٍ (تَقْبَلُ النِّيَابَةَ) عَنْ الْمُكَلَّفِ (مُطْلَقًا) عِنْدَ الْقُدْرَةِ وَالْعَجْزِ وَلَوْ النَّائِبُ ذِمِّيًّا. لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِنِيَّةِ الْمُوَكِّلِ وَلَوْ عِنْدَ دَفْعِ الْوَكِيلِ (وَالْبَدَنِيَّةُ) كَصَلَاةٍ وَصَوْمٍ (لَا)

تَقْبَلُهَا (مُطْلَقًا. وَالْمُرَكَّبَةُ مِنْهُمَا) كَحَجِّ الْفَرْضِ (تَقْبَلُ النِّيَابَةَ عِنْدَ الْعَجْزِ فَقَطْ) لَكِنْ (بِشَرْطِ دَوَامِ الْعَجْزِ إِلَى الْمَوْتِ) لِأَنَّهُ فَرْضُ الْعُمْرِ حَتَّى تَلْزَمَ الْإِعَادَةُ بِزَوَالِ الْعُذْرِ

بات پوری وہی ہے جو اوپر نقل کی گئی صرف اتنا اضافہ ہے کہ اگر کسی مریض نے عجز اور عدم قدرت کی وجہ سے کسی سے حج بدل کرایا لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد اس کو صحت ہوگئی اور جو عذر تھا وہ ختم ہو گیا تو اسے پھر سے حج کرنا پڑے گا۔

امام مالک، امام شافعی اور ظاہریہ کا مسلک

امام مالک اور امام شافعی کا بھی مسلک یہی ہے کہ وہ عبادات جو مالیت سے تعلق رکھتی ہیں اس میں نیابت کارگر ہوگی لیکن وہ عبادات جو بدنی ہیں اس میں نیابت کارگر نہیں ہوگی۔ البتہ حج کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ امام شافعی کے یہاں حج میں نیابت ہوگی اور امام مالک کے یہاں نیابت نہیں ہوگی۔ حنفیہ کا مسلک بھی حج کے سلسلے میں وہی ہے جو امام مالک کا ہے۔ امام احمد بن حنبل کے مسلک کی مجھے تحقیق نہیں ہوسکی۔

ظاہریہ کا کہنا ہے کہ ہر عبادت میں نیابت ہوسکتی ہے۔ چاہے وہ نماز ہو، روزہ ہو حج ہو زکوٰۃ ہو یعنی عبادات کی جتنی بھی قسمیں ہیں سبھی میں مکلف کی جانب سے نیابت ہوسکتی ہے۔ اگر مکلف کے ذمہ کچھ نمازیں قضاء تھیں تو ولی اس کی جانب سے نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ اگر مکلف کے ذمہ کچھ روزے باقی تھے تو ولی روزہ رکھ سکتا ہے۔

تلاوت قرآن سے ایصال ثواب اور فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس بارے میں احناف حنابلہ اور ظاہریہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ درست ہے۔ قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ امام شافعی اور امام مالک کی مشہور روایت یہ ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں۔ اور ان دونوں ائمہ حضرات سے ایک روایت جواز کی بھی ہے۔

مسلک احناف

علامہ حصکفی اس سلسلے لکھتے ہیں

الْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَنْ أَتَى بِعِبَادَةٍ مَا. لَهُ جَعْلُ ثَوَابِهَا لِغَيْرِهِ وَإِنْ نَوَاهَا عِنْدَ الْفِعْلِ لِنَفْسِهِ لِظَاهِرِ الْأَدِلَّةِ. وَأَمَّا قَوْله تَعَالَى ﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلا مَا سَعَى﴾ (النجم:39)- أَيْ إِلَّا إِذَا وَهَبَهُ لَهُ كَمَا حَقَّقَهُ الْكَمَالُ. الدرالمختار 596/2

اصولی بات یہ ہے کہ ہر شخص نے جس قسم کی بھی عبادت کی ہے اس کا ثواب دوسروں کو پہنچا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ اسکی نیت عبادت کی ادائیگی کے وقت ہی کیوں نہ کرلے۔ کیونکہ اس کے دلائل (ایصال ثواب) ظاہر ہیں۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کا ارشاد لیس للانسان الا ما سعی کا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اپنی ہی عبادت نفع دیتی ہے۔ لیکن اگر کوئی ثواب ہبہ کرے تو اس سے یہ آیت خاموش ہے اور احادیث کی وجہ سے اس کا بھی ثواب ملے گا۔

علامہ حصکفی کی عبارت کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں۔

قَوْلُهُ بِعِبَادَةٍ مَا) أَيْ سَوَاءٌ كَانَتْ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا أَوْ صَدَقَةً أَوْ قِرَاءَةً أَوْ ذِكْرًا أَوْ طَوَافًا أَوْ حَجًّا أَوْ عُمْرَةً. أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ مِنْ زِيَارَةِ قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالشُّهَدَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ. وَتَكْفِينِ الْمَوْتَى، وَجَمِيعِ أَنْوَاعِ الْبِرِّ كَمَا فِي الْهِنْدِيَّةِ ط وَقَدَّمْنَا فِي الزَّكَاةِ عَنْ التَّتَارْخَانِيَّةِ عَنْ الْمُحِيطِ الْأَفْضَلُ لِمَنْ يَتَصَدَّقُ نَفْلًا أَنْ يَنْوِيَ لِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ لِأَنَّهَا تَصِلُ إلَيْهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ. اهـ.

مصنف کا قول بعبادة ما سے عام مراد ہے کہ خواہ وہ نماز ہو روزہ ہو، صدقہ ہو، تلاوت ہو ذکر ہو، طواف ہو حج ہو عمرہ یا اس کے علاوہ اور کچھ انبیاء علیہ السلام، شہداء اولیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت اور مردگان کی تکفین اور نیکی کی تمام اقسام ہو (اس کا ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے) جیسا کہ فتاوی فتاوی ہندیہ، کتاب زکوۃ، مطبوعہ، بیروت میں ہے زکوۃ کے بارے میں ہم نے ماقبل میں فتاوی تاتارخانیہ کی عبارت محیط کے حوالہ سے نقل کی تھی کہ جو شخص نفل صدقہ کرتا ہے اسکے لئے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کی جانب سے ایصال ثواب کی نیت کرلے کیونکہ ثواب سبھی کو پہنچ گا اور صدقہ کرنے والے کے اجر میں سے بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

ایک اور حنفی فقیہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَنَّ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ وَيَصِلُ

(الاختیار تعلیل المختار 4/179)

اہل السنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ انسان اپنے کسی بھی عمل کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا ہے اور دوسرے کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔

مسلک شافعیہ

ومعنى (العلم المنتفع به): إما كتب علم وقفها، أو علم غيره. فأما ما سوى ذلك من القرب، كالصلاة والقراءة والذكر.. فلا يلحق الميت ثوابها بفعل الغير لها عنه. (البیان فی مذہب الامام الشافعی 8/317)

عالم نافع کے ضمن میں کتب علم کا وقف اور دوسروں کو علم سکھانا بھی ہے اس کے علاوہ جو کچھ عبادات میں سے نماز، تلاوت ذکر وغیرہ ہے تو اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے۔

شافعی حضرات تلاوت قرآن سے میت کو ایصال ثواب کے منکر ہیں لیکن اسی کے ساتھ قبر پر تلاوت قرآن کے جواز کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں جہاں پر قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے وہاں پر خدا کی رحمت اترتی ہے۔ لہٰذا میت کی قبر پر تلاوت قرآن سے امید ہے کہ خدا کی رحمت میت کو بھی شامل حال ہوگی۔

إلا أنه إذا قرء القرآن عند القبر أو الميت.. فإن ثواب القراءة للقارء ولكن الرحمة تنزل حيث يقرأ القرآن، فيرجى أن تعم الرحمة الميت؛ لأنه كالجالس بينهم. هذا مذهبنا.

(البیان فی مذہب الامام الشافعی 8/317)

ہاں مگر جب کہ قبر یا میت کے پاس قرآن کی تلاوت کی جائے تو ثواب تو صرف قاری کو ہی ملے گا لیکن چونکہ رحمت قرآن پڑھنے کی جگہ پر نازل ہوگی تو امید ہے کہ اس رحمت کے عموم میں میت بھی داخل ہوگا کیونکہ وہ بھی ان کے ساتھ اور شریک کی طرح ہے۔ یہ شافعیہ کا مسلک ہے۔

یہی بات الحاوی الکبیر کے مصنف نے بھی لکھی ہے۔

فصل: أَحَدُهَا: مَا يَجُوزُ أَنْ يُفْعَلَ عَنْهُ بِأَمْرِهِ وَغَيْرِ أَمْرِهِ. وذلك قضاء الديون، وَأَدَاءِ الزَّكَاةِ، وَفِعْلُ مَا وَجَبَ مِنْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، وَالدُّعَاءُ لَهُ، وَالْقِرَاءَةُ عِنْدَ قَبْرِهِ. (الحاوی الکبیر 8/300)

ایک قسم وہ ہے جو میت کی جانب سے اس کے حکم پر اور حکم کے بغیر بھی کیا جاسکتا ہے جیسا کہ قرض کی ادائیگی، زکوٰۃ کی ادائیگی، اور واجب حج وعمرہ کی ادائیگی، میت کے لئے اور اس کی قبر پر تلاوت قرآن۔

لیکن واضح رہے کہ متاخرین فقہائے شافعیہ نے اس بات کو مانا ہے کہ تلاوت قرآن پاک سے ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں۔

وَأَمَّا قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فَالْمَشْهُورُ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ لَا يَصِلُ ثَوَابُهَا إِلَى الْمَيِّتِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ يَصِلُ ثَوَابُهَا إِلَى الْمَيِّتِ (شرح النووی علی مسلم 1/90)

بہر حال قرآن کریم کی تلاوت تو امام شافعی کا مشہور مسلک یہی ہے کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچے گا لیکن ان کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ تلاوت قرآن کریم کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

مالکیہ کا مسلک

وَوَقَعَ خِلَافٌ فِي انْتِفَاعِهِ بِالْقِرَاءَةِ لَهُ وَرَجَّحَ بَعْضٌ انْتِفَاعَهُ بِهَا. فَلَا يَنْبَغِي إِهْمَالُهَا سَوَاءٌ وَقَعَتْ عَلَى قَبْرِهِ أَوْ فِي غَيْرِهِ (الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیروانی 2/291)

اور میت کے تلاوت قرآن سے منتفع ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور بعض فقہاء نے میت کے منتفع ہونے کو ترجیح دی ہے۔ تو اس کو چھوڑنا اور ترک کرنا درست ہے۔ خواہ یہ تلاوت قرآن میت کی قبر پر ہو یا کہیں اور۔

ابْنُ رُشْدٍ فِي نَوَازِلِهِ ضَابِطُهُ: إِنْ قَرَأَ الرَّجُلُ وَوَهَبَ ثَوَابَ قِرَاءَتِهِ لِمَيِّتٍ جَازَ ذَلِكَ وَحَصَلَ لِلْمَيِّتِ أَجْرُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ. (منح الجلیل شرح مختصر الخلیل 1/509)

ابن رشد نوازل میں لکھتے ہیں کہ میت کو ثواب پہنچانے کا طریقہ کار یہ ہے کہ کوئی شخص تلاوت قرآن کرے اور اس کا ثواب میت کو ہدیہ کردے تو یہ جائز ہے اور میت کو اجر حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اسی کتاب مین آگے چل کر لکھا ہے۔

بِالْجُمْلَةِ فَيَنْبَغِي أَنْ لَا يُهْمَلَ أَمْرُ الْمَوْتَى مِنَ الْقِرَاءَةِ فَلَعَلَّ الْوَاقِعَ فِي ذَلِكَ هُوَ الْوُصُولُ لَهُمْ وَلَيْسَ هَذَا حُكْمًا شَرْعِيًّا. وَكَذَا التَّهْلِيلُ يَنْبَغِي أَنْ يُعْمَلَ وَيَعْتَمِدَ عَلَى فَضْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَسَعَةِ رَحْمَتِهِ.

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مردوں کے لئے تلاوت کلام اللہ کو بالکل ترک نہ کیا جائے شاید کہ حقیقت اور واقعیت میں ان کو ثواب پہنچتا ہے اور یہ کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ اسی طرح لا الہ الا اللہ بھی کہنا چاہئے اور اس سلسلے میں اللہ کے فضل اور اس کی وسیع رحمت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

حنابلہ کا مسلک

اس سلسلے میں ابن قدامہ اپنی مشہور عالم تصنیف المغنی میں لکھتے ہیں۔

فَصْلٌ: وَأَيُّ قُرْبَةٍ فَعَلَهَا، وَجَعَلَ ثَوَابَهَا لِلْمَيِّتِ الْمُسْلِمِ، نَفَعَهُ ذَلِكَ، إنْ شَاءَ اللَّهُ.

اور ایک مسلمان کوئی سی بھی عبادت کرے اور اسکا ثواب دوسرے فوت شدہ مسلم کو بخش دے تو اس سے میت کو نفع پہنچے گا اگر اللہ نے چاہا۔

یہی بات مشہور حنبلی فقیہ ابن مفلح نے کہی ہے۔

وَأَيُّ قُرْبَةٍ فَعَلَهَا) مِنْ دُعَاءٍ، وَاسْتِغْفَارٍ، وَصَلَاةٍ، وَصَوْمٍ، وَحَجٍّ، وَقِرَاءَةٍ، وَغَيْرِ ذَلِكَ (وَجَعَلَ ثَوَابَ ذَلِكَ لِلْمَيِّتِ الْمُسْلِمِ، نَفَعَهُ ذَلِكَ). (المبدع فی شرح المقنع 281/2)

اور کوئی بھی نیکی چاہے وہ دعا، استغفار، نماز، روزہ، حج، قرآن کی تلاوت یا اور کچھ کرے اور اس کا ثواب مسلمان فوت شدہ کے نام کرے تو اس کا نفع اس میت کو ہوگا۔

ظاہریہ کا مسلک بھی اس سلسلے میں امام احمد بن حنبل کے مسلک سے مشابہ ہے۔ ان کے اقوال الگ سے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ابن تیمیہ اور ابن قیم

ان حضرات کا شمار اگرچہ فقہائے حنابلہ میں ہی ہوتا ہے اور ہونا چاہئے لیکن چونکہ کچھ لوگوں نے انہیں الگ طرح کی حیثیت دے دی ہے اور بعض لوگوں کے خیال میں یہ لوگ ائمہ اربعہ سے بھی زیادہ اعلم وافقہ ہیں (ابتسامہ) لہٰذا ان کے انبساط خاطر کے لئے ان کے بھی اقوال الگ سے ذکر کردیے جاتے ہیں تاکہ ان کے مقلدین کے پاس اگر گوش نصیحت نیوش ہو تو کان دھریں۔

ابن تیمیہ نے کئی مقامات پر تلاوت کلام اللہ سے ایصال ثواب کے تعلق سے گفتگو کی ہے لیکن بیشتر مقامات پر ان کا طرز عمل صرف علماء کا مسلک بیان کرنے میں رہا ہے۔ چنانچہ ایک سوال کے جواب میں وہ لکھتے ہیں۔

أَمَّا الصِّيَامُ عَنْهُ وَصَلَاةُ التَّطَوُّعِ عَنْهُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ عَنْهُ فَهَذَا فِيهِ قَوْلَانِ لِلْعُلَمَاءِ: أَحَدُهُمَا: يَنْتَفِعُ بِهِ وَهُوَ مَذْهَبُ أَحْمَد وَأَبِي حَنِيفَةَ وَغَيْرِهِمَا. وَبَعْضِ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ وَغَيْرِهِمْ. وَالثَّانِي: لَا تَصِلُ إلَيْهِ وَهُوَ الْمَشْهُورُ فِي مَذْهَبِ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ. (مجموع الفتاوی 315/24)

بہرحال میت کی جانب سے روزہ، نفل نماز اور قران کی تلاوت تو اس سلسلے میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے اور یہ امام احمد امام ابوحنیفہ، دیگر اور بعض شافعیہ اور دیگر کا مسلک ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان اعمال کا

ثواب میت کونہیں پہنچتا ہے اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مشہور مذہب ہے۔

اس مسئلہ میں علماء کے اختلاف پر انہوں نے کئی مقامات پر اپنی تصنیفات میں گفتگو کی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر وہ تلاوت کلام اللہ سے میت کو ایصال ثواب کے مقبول ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لَيْسَ فِي الْآيَةِ وَلَا فِي الْحَدِيثِ أَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَنْتَفِعُ بِدُعَاءِ الْخَلْقِ لَهُ وَبِمَا يُعْمَلُ عَنْهُ مِنَ الْبِرِّ بَلْ أَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ مُتَّفِقُونَ عَلَى انْتِفَاعِ الْمَيِّتِ (مجموع الفتاوی 306/24)

ابن تیمیہ کے کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ قرآن میں ہے کہ انسان کو صرف اس کی کوشش ہی فائدہ پہنچاتی ہے حدیث میں ہے کہ مرنے کے بعد عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے تو کیا انسان کو دیگر اعمال وافعال کا ثواب نہیں پہنچتا۔ اس پر انہوں نے یہ بات لکھی ہے کہ اس میں یا حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ میت کو مخلوق کی دعا سے فائدہ نہیں ہوگا۔ یا اس کی جانب سے جو نیک کام کئے جاتے ہیں اس کا ثواب اس کو نہیں پہنچتا ہے بلکہ ائمہ اسلام اس پر متفق ہے کہ نیک کام سے میت کو فائدہ ہوتا ہے۔

اشارہ سے گزر کر ابن تیمیہ نے اس سلسلے میں تصریح بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

وَالْعُلَمَاءُ لَهُمْ فِي وُصُولِ الْعِبَادَاتِ الْبَدَنِيَّةِ: كَالْقِرَاءَةِ وَالصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ إِلَى الْمَيِّتِ قَوْلَانِ أَصَحُّهُمَا أَنَّهُ يَصِلُ۔ (الفتاوی الکبری لابن تیمیہ 257/4)

میت کو عبادات بدنیہ جیسے تلاوت کلام اللہ، نماز، روزہ کے ثواب میت کو پہنچنے میں دو قول ہیں ان میں سے صحیح ترین قول یہ ہے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

ابن قیم نے بھی اپنے استاد ابن تیمیہ کی ہی طرح ایصال ثواب کے وقوع کو ترجیح دی ہے اور اس سلسلے میں ان کا خیال یہ ہے کہ چونکہ شریعت میں کوئی واضح طور پر ممانعت نہیں آئی ہے اس لئے دیگر اعمال پر قیاس کرتے ہوئے ایصال ثواب جائز ہے۔

قاضی شوکانی:

غیر مقلدین حضرات کے یہاں ایک بڑا نام قاضی شوکانی کا بھی ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب کے بارے میں بھی کچھ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ قاضی شوکانی سے استمداد کے خواہاں رہتے تھے۔ قاضی شوکاں مددے کا نعرہ جذب و بے خودی میں بلند کر دیا کرتے تھے۔

وہ نیل الاوطار میں (بَابُ وُصُولِ ثَوَابِ الْقُرَبِ الْمُهْدَاةِ إِلَى الْمَوْتَى) میں لکھتے ہیں۔

وَقَدْ اُخْتُلِفَ فِي غَيْرِ الصَّدَقَةِ مِنْ أَعْمَالِ الْبِرِّ هَلْ يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ؟ فَذَهَبَتْ الْمُعْتَزِلَةُ إِلَى أَنَّهُ لَا يَصِلُ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَاسْتَدَلُّوا بِعُمُومِ الْآيَةِ وَقَالَ فِي شَرْحِ الْكَنْزِ: إنَّ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ صَلَاةً كَانَ أَوْ صَوْمًا أَوْ حَجًّا أَوْ صَدَقَةً أَوْ قِرَاءَةَ قُرْآنٍ أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ مِنْ جَمِيعِ أَنْوَاعِ الْبِرِّ. وَيَصِلُ ذَلِكَ إِلَى الْمَيِّتِ وَيَنْفَعُهُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ انْتَهَى وَالْمَشْهُورُ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَجَمَاعَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ

أَنَّهُ لَا يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ ثَوَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَذَهَبَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَجَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ إِلَى أَنَّهُ يَصِلُ. كَذَا ذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ فِي الْأَذْكَارِ وَفِي شَرْحِ الْمِنْهَاجِ لِابْنِ النَّحْوِيِّ: لَا يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ عِنْدَنَا ثَوَابُ الْقِرَاءَةِ عَلَى الْمَشْهُورِ. وَالْمُخْتَارُ الْوُصُولُ إِذَا سَأَلَ اللّٰهَ إِيصَالَ ثَوَابِ قِرَاءَتِهِ. وَيَنْبَغِي الْجَزْمُ بِهِ؛ لِأَنَّهُ دُعَاءٌ. فَإِذَا جَازَ الدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ بِمَا لَيْسَ لِلدَّاعِي. فَلَأَنْ يَجُوزَ بِمَا هُوَ لَهُ أَوْلَى۔ (نیل الاوطار 4/113)

صدقہ کے علاوہ دیگر اعمال کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں

معتزلہ کا خیال ہے کہ میت کو کسی قسم کا ثواب نہیں پہنچتا ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے آیت کے عموم سے استدلال کیا ہے (لیس للانسان الا ما سعی) اور کنز کی شرح میں مصنف نے کہا ہے انسان کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو بخش دے چاہے وہ نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا تلاوت قران یا اس کے علاوہ نیکی کے دیگر اقسام وانواع۔ ان تمام کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس کو فائدہ ہوتا ہے اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب کا مشہور مسلک یہ ہے کہ میت کو تلاوت قرآن کا ثواب نہیں پہنچتا ہے۔ جب کہ امام احمد بن حنبل، اور علمائ کی ایک جماعت اور امام شافعی کے اصحاب کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ میت کو تلاوت قرآن کا ثواب پہنچتا ہے۔ نووی نے اذکار میں ایسا ہی ذکر کیا ہے اور منہاج کی شرح میں ابن نحوی نے لکھا ہے کہ مشہور رائے کے مطابق ہمارے نزدیک میت کو تلاوت قرآن کا ثواب نہیں پہنچتا ہے لیکن مختار مسلک یہ ہے کہ تلاوت قرآن کا ثواب پہنچتا ہے جب وہ اللہ سے سوال کرے کہ وہ اس عمل کا ثواب فلانے کو پہنچادے۔ (میت کو ثواب پہنچنے کے سلسلے میں) اعتقاد جازم ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ دعا ہے۔ تو جب میت کے لئے ایسی دعا کی جاسکتی ہے جس میں دعا کرنے والے کا کوئی عمل دخل نہیں ہے تو ایسی دعا کرنا بدرجہ اولیٰ مناسب ہوگا جس میں دعا کرنے والے کے عمل کا دخل ہے۔

خلاصہ کلام:

ان گزارشات بالخصوص مسلک پر تفصیلی کلام کرنے سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جمہور علماء کی رائے اس بارے میں کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب جواز کے قائل ہیں۔ امام شافعی کا ایک قول اور امام مالک عدم جواز کے قائل ہیں لیکن ان کے مسلک سے وابستہ علماء جواز کے قائل ہیں۔ اسی طرح ظاہر یہ بھی جواز کے قائل ہیں۔ ظاہر یہ سے گزر کر اہل حدیث حضرات کے یہاں وقعت رکھنے والے، ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی بھی جواز کے قائل ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ کی جلد اول کے صفحہ نمبر 71 پر فرماتے ہیں کہ نیاز کا وہ کھانا جس کا ثواب حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ، قل شریف اور درود شریف پڑھا جائے تو وہ کھانا برکت والا ہو جاتا ہے اور اس کا تناول کرنا بہت اچھا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایصال ثواب کرنے نہ صرف میت کو ثواب پہنچتا بلکہ اس کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔

گیارہویں شریف صالحین کی نذر میں

1۔ سراج الہند محدث اعظم ہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ گیارہویں کے متعلق فرماتے ہیں: ''حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ کو بادشاہ وغیرہ شہر کے اکابر جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح اور تعریف میں منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے اردگرد مریدین اور حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے، اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی، اس کے بعد طعام شیرینی جو نیاز تیار کی ہوتی، تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہوجاتے''

(ملفوظات عزیزی، فارسی، مطبوعہ میرٹھ، یوپی بھارت ص62)

2: تیرہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ گیارہویں شریف کے متعلق فرماتے ہیں: حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''ماثبت من السنہ'' میں لکھتے ہیں کہ میرے پیرومرشد حضرت شیخ عبدالوہاب متقی مہاجر مکی علیہ الرحمہ 9 ربیع الثانی کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو عرس کرتے تھے، بے شک ہمارے ملک میں آج کل گیارہویں تاریخ مشہور ہے اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد ومشائخ میں متعارف ہے۔

(ماثبت من السنہ از: شاہ عبدالحق محدث دہلوی، عربی، اردو مطبوعہ دہلی ص 167)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی دوسری کتاب ''اخبار الاخیار'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ (المتوفی 997ھ) گیارہ ربیع الثانی کو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے تھے۔

(اخبار الاخیار، از: محدث شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ ص498 (اردو ترجمہ) مطبوعہ کراچی)

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی مکی علیہ الرحمہ، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ، حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ یہ تمام بزرگ دین اسلام کے عالم فاضل تھے اور ان کا شمار صالحین میں ہوتا ہے، ان بزرگوں نے گیارہویں شریف کا ذکر کرکے کسی قسم کا شرک وبدعت کا فتویٰ نہیں دیا۔

تمام دلائل وبراہین سے معلوم ہوا کہ گیارہویں شریف کا انعقاد کرنا سلف وصالحین کا طریقہ ہے جو کہ باعث اجر وثواب ہے۔

1682 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِشْكَابَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ - الَّذِي كَانَ يَنْزِلُ فِي بَنِي دَالَانَ - عَنْ نُبَيْحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلَى عُرْيٍ، كَسَاهُ اللَّهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ أَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلَى جُوعٍ، أَطْعَمَهُ اللَّهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، وَأَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقَى مُسْلِمًا عَلَى ظَمَإٍ، سَقَاهُ اللَّهُ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ

✿✿ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کپڑے پہنائے جبکہ وہ (دوسرا مسلمان) برہنہ ہو (یعنی اس کے پاس مناسب

کپڑے نہ ہوں) تو اللہ تعالیٰ اس (پہنانے والے کو) جنت کا سبز لباس پہنائے گا' اور جو کسی دوسرے مسلمان کو کھانا کھلائے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا' اور جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے' تو اللہ تعالیٰ اسے مہر بند مشروب پلائے گا''۔

1۔قرآن حکیم میں کھانا کھلانے کی فضیلت

1۔کھانا کھلانے کے باب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ○ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ○

''اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اُس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُ جود ایثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں ○ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواست گار ہیں اور نہ شکر گزاری کے (خواہش مند) ہیں ○'' (الدھر،9،8:76)

2۔مناسکِ حج میں سے ایک قربانی کے جانور ذبح کرنا ہے۔ اللہ رب العزت نے ذبیحہ کے گوشت کو خود کھانے اور باقی ضرورت مندوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ○

''پس تم اس میں سے خود (بھی) کھاؤ اور خستہ حال محتاج کو (بھی) کھلاؤ ○'' (الحج،28:22)

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ.

''تو تم خود (بھی) اس میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھے رہنے والوں کو اور سوال کرنے والے (محتاجوں) کو بھی کھلاؤ''

(الحج،36:22)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو کھانے کی دعوت پر بلایا کرتے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ.

''اے ایمان والو! نبیء (مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو، ہاں جب تم بلائے جاؤ تو (اُس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اُٹھ کر) فوراً منتشر ہو جایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔''

(الأحزاب،53:33)

اِن آیاتِ مبارکہ سے واضح ہے کہ کھانے کی دعوت دینا اور اپنے دوست احباب، ضرورت مندوں، محتاجوں اور بے کسوں کو

کھانا کھلانا عین سنتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم خداوندی ہے۔

2۔احادیثِ مبارکہ میں کھانا کھلانے کی ترغیب

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر غرباء ومساکین اور رشتہ داروں اور مستحقین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث مبارکہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

1۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے سوال کیا: بہترین اسلام کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تطعم الطعام وتقرأ السّلام على من عرفت ومن لم تعرف.

''تو کھانا کھلائے یا سلام کرے اُس شخص کو جسے تو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔''

1.بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب إطعام الطعام من الاسلام، 13:1، رقم:12

2.بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب إفشاء السلام، 19:1، رقم:28

3.بخاری، الصحیح، کتاب الاستئذان، باب السلام للمعرفۃ وغیر المعرفۃ، 2302:5، رقم:5882

4.مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب تفاضل الایمان، 65:1، رقم:39

5.ابوداود، السنن، کتاب الأدب، باب فی إفشاء السلام، 350:4، رقم:5194

6.نسائی، السنن، کتاب الایمان، باب أی الاسلام خیر، 107:8، رقم:5000

7.ابن ماجہ، السنن، کتاب الأطعمۃ، باب إطعام الطعام، 1083:2، رقم:3253

2۔حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ تشریف لائے تو اوّل کلام جو میں نے ان سے سنا وہ یہ تھا:

يا أيها الناس! أفشوا السّلام، وأطعموا الطّعام، وصلّوا والنّاس نيام تدخلون الجنّة بسلام.

''اے لوگو! سلام عام کرو اور کھانا کھلاؤ، اور نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

1.ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، 652:4، رقم:2485

2.ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب فی قیام اللیل، 423:1، رقم:1334

3.ابن ماجہ، السنن، کتاب الأطعمۃ، باب إطعام الطعام، 1083:2، رقم:3251

4.أحمد بن حنبل، المسند، 451:5، رقم:23835

5.دارمی، السنن، 405:1، رقم:1460

3۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أعبدوا الرحمن، وأطعموا الطّعام، وأفشوا السّلام، تدخلوا الجنّة بسلام.

''تم رحمان کی عبادت کرو اور کھانا کھلاؤ اور سلام عام کرو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

1.ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الأطعمة، باب ما جاء فی فضل إطعام الطعام، 4:2870، رقم:1855
2.أحمد بن حنبل، المسند، 2:170، رقم:6587
3.دارمی، السنن، 2:148، رقم:2081
4.بزار، البحر الزخار (المسند)، 6:383، رقم:2402
5.بخاری، الأدب المفرد، 1:340، رقم:981

4۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کثرت کے ساتھ کھانا کھلانے کا شکوہ کیا اور اسے اسراف قرار دیا، تو انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا حوالہ دیا:

خيارکم من أطعم الطّعام، وردّ السّلام.

''تم میں سے بہترین وہ ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔''

1.أحمد بن حنبل، المسند، 6:16، رقم:23971، 23974
2.طحاوی، شرح معانی الآثار، 4:166، 167، رقم:7105
3.حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 4:310، رقم:7739
4.بیہقی، شعب الایمان، 6:478، رقم:8973

5۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من أطعم أخاه خبزاً حتی يشبعه، وسقاه ماء حتی يرويه، بعّده الله عن النار سبع خنادق بُعد ما بين خندقين مسيرة خمسمائة سنة.

''جو شخص اپنے کسی بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اُسے (دوزخ کی) آگ سے سات خندق جتنے فاصلے کی دوری پر کر دے گا، اور دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔''

1.حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 4:144، رقم:7172
2.طبرانی، المعجم الأوسط، 6:320، رقم:6518
3.بیہقی، شعب الایمان، 3:218، رقم:3368
4.دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، 3:576، رقم:5807
5.منذری، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف، 2:36، رقم:1403
6.ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، 3:130

اِن تمام اَحادیث سے یہ نتیجہ اَخذ ہوا کہ اپنے بیگانے کی تمیز کے بغیر کسی کو بھی کھانا کھلانا بہترین عمل ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ کھانا کھلانے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور جنت میں ٹھکانہ ملتا ہے۔ لہٰذا اگر عام دنوں میں کسی بھوکے اور محتاج کو کھانا کھلانے کا اتنا زیادہ ثواب ہے تو جس دن بے کسوں کے والی، بے آسروں کے آسرا اور بے سہاروں کے سہارا سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس عالم آب و گِل میں تشریف آوری ہوئی اُس موقع پر لوگوں کو کھانا کھلانا کتنے اَجر کا باعث ہوگا۔

یتیم، مسکین اور قیدی کو کھانا کھلانے کا بیان

ویطمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیماواسیرا۔ (دہر،۸) حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا، وہ کھانا تھوڑا ہونے، اس کی محبت ہونے اور اس کی چاہت ہونے کے باوجود دوسروں کو کھلاتے ہیں دارانی نے کہا، حبہ کی ضمیر سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ فضیل بن عیاض نے کہا، کھانا کھلانے کی محبت رکھتے ہوئے کھانا کھلاتے ہیں ربیع بن خثیم کے پاس جب کوئی سائل آتا تو آپ فرماتے: اے شکر کھلاؤ کیونکہ ربیع شکر پسند کرتے تھے۔ مسکین سے مراد مسکنہ ولا ہے۔ ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی ہے دروازوں پر گردش کرنے والا وہ تجھ سے تیرے مال کا سوال کرتا ہے۔ یتیم سے مراد مسلمانوں کا یتیم ہے۔ منصور نے حضرت حسن بصری سے روایت نقل کی ہے کہ ایک یتیم حضرت ابن عمر کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتا تھا ایک روز آپ نے اپنا کھانا منگوایا یتیم کو طلب کیا تو اسے نہ پایا حضرت ابن عمر جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس وقت وہ یتیم آیا تو کھانا نہ پایا۔ حضرت عمر نے اس کے لیے ستو اور شہد منگوایا اور فرمایا: اے لو اللہ کی قسم تیرے ساتھ کوئی غبن نہیں کیا گیا۔

اسیر سے مراد وہ شخص ہے جسے قید کر دیا جائے۔ ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ اسیر سے مراد مشرک ہے جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہے یہ قتادہ کا بھی قول ہے ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت نقل کی ہے اسیر سے مراد وہ شخص ہے جسے قید کیا گیا ہو سعید بن جبیر اور عطا نے بھی یہی کہا ہے۔ اس سے مراد وہ مسلمان شخص ہے جسے کسی حق کے بدلہ میں قید کیا گیا ہو، سعید بن جبیر نے قتادہ اور حضرت ابن عباس جیسا قول کیا ہے۔

قتادہ نے کہا، اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے بارے میں زیادہ حق دار ہے کہ تو اس کو کھلائے۔ عکرمہ نے کہا، اسی رے مراد غلام ہے ابو حمزہ ثمالی نے کہا، اسیر سے مراد عورت ہے جس پر رسول اللہ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے، استوصوا بالنساء خیرا فانھن عوان عنکم۔ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ وہ تمہاری قید میں ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری نے کہا رسول اللہ نے اس آیت میں تلاوت. فرمایا، مسکین سے مراد فقیر ہے یتیم سے مراد جس کا باپ نہ ہو اور اسیر سے مراد قیدی ہے یہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مسکین کو کھانا کھلانے والی آیت وصدقات والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے قیدی کو کھانا کھلانے والی آیت کو تلوار والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

یہ سعید بن جبیر کا قول ہے دوسرے علماء نے کہا، اس کا حکم ثابت ہے یتیم و مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم نفل کے طور پر تھا قیدی کو کھانا کھلانے کا حکم جان کی حفاظت کی خاطر ہے مگر امام اس کے بارے میں جو پسند کرے۔ ماوردی نے کہا، یہ احتمال موجود ہے کہ اسیر سے مراد ناقص العقل ہے کیونکہ وہ اپنے جنون کی قید میں ہے مشرک کی قید انتقام ہے جو امام کی رائے پر موقوف ہے یہی نیکی اور احسان ہے عطا سے مروی ہے، اسیر اہل قبلہ اور دوسرے لوگوں میں سے بھی ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا یہ گویا قول عام ہے جو تمام اقوال کو جامع ہے اور مشکوک قیدی کو کھانا کھلانا اللہ تعالیٰ کے ہاں عبادت ہے مگر یہ نفلی صدقہ ہے۔

الدھر: ۸ میں فرمایا: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

ایثار کی فضلیت میں احادیث

اس آیت میں فرمایا ہے: وہ اللہ کی محبت میں، اس کا معنی ہے: ہر چند کہ انہیں خود کھانے کی خواہش ہوتی ہے اور کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، پھر بھی وہ اپنے اوپر دوسرے ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کے لیے ایثار کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! کون ساصدقہ سب سے زیادہ عظیم ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور تمہیں خود مال کی ضرورت ہو اور تمہیں فقر کا خطرہ ہو اور خوش حالی کی امید ہو اور صدقہ دینے میں اتنی تاخیر نہ کرو حتیٰ کہ تمہاری روح تمہارے حلقوم تک پہنچ جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۴۱۹، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۳۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون ساصدقہ سب سے زیادہ عظیم ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس وقت صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور تمہیں خود مال کی ضرورت ہو اور تمہیں فقر کا خطرہ ہو اور خوش حالی کی امید ہو اور صدقہ دینے میں اتنی تاخیر نہ کرو حتیٰ کہ تمہاری روح تمہارے حلقوم تک پہنچ جائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱۴۱۹، صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۰۳۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان نے ضرورت کے باوجود کسی برہنہ مؤمن کو کپڑے پہنائے تو اللہ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلمانوں نے اپنی بھوک کے باوجود کسی مسلمان کو کھانا کھلایا، اللہ اس کو جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور جس مسلمان نے پیاس کے باوجود کسی مسلمان کو پانی پلایا، اللہ اس کو جنت کی شراب سے پلائے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱۶۸۲، سنن ترمذی رقم الحدیث:۲۴۴۹، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث:۱۱۱، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۴۳، مسند احمد ج ۱۴۔۱۳ طبع قدیم، مسند احمد ج ۱۷ ص ۱۶۷۔۱۶۶۔ رقم الحدیث:۱۱۱۰۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

الدھر:۸ حضرت علی کے متعلق نازل ہوئی ہے یا ایک انصاری کے متعلق؟

امام ابوالحسن مقاتل بن سلیمان بلخی متوفی ۱۵۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت ابوالدحداح انصاری رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، انہوں نے ایک دن روزہ رکھا، جب افطار کا ارادہ کیا تو ایک سائل نے نداء کی: تمہارے پاس جو طعام ہے: وہ مجھے کھلاؤ، کیونکہ میں نے آج سارے دن سے کچھ نہیں کھایا، حضرت ابوالدحداح یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے کہا: اٹھو! اس کو ایک روٹی اور سالن دے دو، اور اس کو کھانا کھلا دو، تھوڑی دیر بعد ایک یتیم لڑکی نے آ کر صدا دی اور کہا: مجھے کھانا کھلاؤ، میں بہت کمزور ہوں اور میں نے سارے دن سے کچھ نہیں کھایا، حضرت ابوالدحداح نے کہا: اے ام الدحداح! اس کو ایک روٹی اور سالن دو اور اس کو کھانا کھلاؤ، کیونکہ اللہ کی قسم! یہ اس مسکین سے زیادہ مستحق ہے، وہ ابھی اس کو کھلانے میں مشغول تھے کہ دروازہ پر ایک قیدی نے آ کر سوال کیا: تمہارے شہر میں ایک اجنبی مسافر آیا ہے، اس کو کھانا کھلاؤ، پس میں تمہارے ہاں قیدی ہوں اور مجھے بھوک نے بہت ستا رکھا ہے، پس اس ذات کی رضا کے لیے جس نے تمہیں عزت دی ہے اور مجھے

ذلت میں مبتلا کیا ہے تم مجھے کھانا کھلا دو، پھر حضرت ابو الدحداح نے کہا: اے اُمّ الدحداح! اٹھو اور اس مسافر قیدی کو ایک روٹی اور سالن کھلا دو، یہ ان دونوں سائلوں سے زیادہ مستحق ہے، پھر انہوں نے ان کو تین روٹیاں کھلا دیں اور ان کے لیے صرف ایک روٹی رہ گئی، تب اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کی مدح میں یہ آیتیں نازل کیں: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں:) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے اس کے عوض نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش۔ بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور بہت سخت ہے۔ (الدھر: ۱۰-۸)

(تفسیر مقاتل بن سلیمان ج ۳ ص ۴۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو تین دن بھوکا رکھ کر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانا

امام ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی متوفی ۴۲۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کے سبب نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے، مقاتل نے کہا: یہ آیت ایک انصاری کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے ایک دن میں ایک مسکین، ایک یتیم اور ایک قیدی کو کھانا کھلایا، اس کے بعد امام ثعلبی نے اپنی سند کے ساتھ اس انصاری کے قصہ کو بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ہمیں علی بن ابی حمزہ نے بیان کیا ہے، انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک مسکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کھانا کھلائیں، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میرے پاس تمہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے، لیکن میں تلاش کرتا ہوں، پھر وہ شخص ایک انصاری کے پاس گیا، وہ اپنی بیوی کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہا تھا، اس نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تھا، میں نے آپ سے کہا: مجھے کھانا کھلائیں، آپ نے فرمایا: میرے پاس تمہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں، اس انصاری نے اپنی بیوی سے پوچھا: تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھلاؤ اور پلاؤ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یتیم گیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کھانا کھلایئے، آپ نے فرمایا: میرے پاس تمہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں، پھر وہ یتیم اس انصاری کے پاس گیا جس کے پاس مسکین گیا تھا اور اس نے کہا: مجھے کھانا کھلاؤ اس انصاری نے اپنی بیوی سے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھانا کھلاؤ، پس انہوں نے اس کو کھانا کھلایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قیدی گیا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کھانا کھلایئے، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تمہیں کھلانے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں، پھر وہ قیدی اس انصاری کے پاس گیا اور اس سے کہا: مجھے کھانا کھلاؤ، انصاری نے اپنی بیوی سے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھلانا کھلاؤ، ان تینوں کو کھانا کھلانے کے واقعات ایک ہی وقت میں ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے اس انصاری کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (الدھر: ۸) (الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۹۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابو عبداللہ قرطبی نے بھی امام ثعلبی سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۱۱۶-۱۱۵)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ثعلبی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے، ان کے نانا سید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے گئے اور انہوں نے کہا: اے ابوالحسن! کاش تم اپنے بچوں کے لیے نذر مان لیتے اور جو نذر پوری نہ کی جائے اس کی کوئی حقیقت ہے، تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میرے دونوں بیٹے تندرست ہوگئے تو میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے تین دن کے روزے رکھوں گا، حضرت علی خیبر کے یہودی شمعون کے پاس گئے اور اس سے تین صاع (بارہ کلوگرام) جو قرض لیے، اس یہودی نے کہا: کیا خیال ہے اگر تم ان تین صاع جو کے عوض مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سے کچھ اون کے دھاگے بنوا کر دے دو، آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، انہوں نے اس کی موافقت کی، حضرت علی بازار سے جو لے آئے، حضرت فاطمہ نے وہ جو پیسے، آٹا گوندھا اور پانچ روٹیاں پکائیں تاکہ بہ شمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے لیے ایک ایک روٹی ہوجائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، پھر گھر آئے اور اپنے آگے کھانا رکھا، اتنے میں ایک مسکین آکر دروازے پر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: اے اہل بیت محمد! السلام علیکم! میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں، آپ مجھے کھانا کھلائیں، اللہ آپ کو جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے گا، حضرت علی نے فرمایا: اس کو کھانا کھلا دو اور انہوں نے ایک دن اور ایک رات کچھ کھائے بغیر گزارا اور سوا خالص پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا، دوسرے دن پھر حضرت فاطمہ نے ایک صاع (چار کلوگرام) گندم کو پیسا اور آٹا گوندھ کر اس کی روٹیاں پکائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، پھر گھر آئے، ان کے سامنے کھانا رکھا گیا، اتنے میں ایک یتیم دروازے پر آکر کھڑا ہوگیا اور کہا: اے اہل بیت محمد! السلام علیکم! میں مہاجرین کی اولاد سے ایک یتیم ہوں، میرے والدین شہید ہوگئے، آپ مجھے کھانا کھلائیں، اللہ آپ کو جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے گا، پھر حضرت علی نے اس کو کھانا کھلا دیا اور وہ دن بھوکے گزارے، اور پانی کے سوا کسی چیز کو تناول نہیں کیا، تیسرے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے باقی ایک صاع جو کی پیسا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں پکائیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، پھر گھر آئے، ان کے سامنے کھانا رکھا گیا، اتنے میں ایک قیدی آکر دروازے پر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: اے اہل بیت محمد! السلام علیکم! آپ ہمیں گرفتار کرتے ہیں اور کھانا نہیں کھلاتے، آپ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدی ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے گا، انہوں نے اس کو کھانا کھلا دیا، اور تین دن اور تین راتیں انہوں نے کچھ نہیں کھایا، اور سوائے پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا، اور چوتھا دن آیا تو وہ اپنی نذر پوری کر چکے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت حسن کو پکڑا اور بائیں ہاتھ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، بھوک کی شدت سے ان کے جسم بے حد دبلے ہوچکے تھے اور ان کے جسموں پر کپکپی طاری تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت دیکھی تو فرمایا: اے ابوالحسن! یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے، میری بیٹی فاطمہ کے پاس چلو، وہ سب ان کے پاس گئے، وہ اس وقت محراب میں تھیں اور بھوک کی شدت سے ان کا پیٹ ان کی کمر سے چپکا ہوا تھا اور ان کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں تھیں، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: اے اللہ مدد فرما! مجھے کے اہل بیت تو بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں، پھر حضرت جبریل (علیہ السلام) آسمان سے اترے اور کہا: اے محمد!

آپ یہ لیں! اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل بیت کے متعلق خوش خبری دیتا ہے، آپ نے فرمایا: اے جبریل! ہم کیا لیں؟ تو حضرت جبریل نے آپ کو یہ آیات پڑھائیں: وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ الایات

(الدھر: ۱۰-۸)(الکشف والبیان ج ۱۰ ص ۱۰۱-۹۸ ملخصاً، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

حضرت علی کے مذکور ایثار کی روایت کو نقل کرنے والے مفسرین

حسب ذیل مفسرین نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے: علامہ ابوالحسن علی بن الواحدی النیشاپوری المتوفی ۴۶۸ھ: الوسیط ج ۴ ص ۴۰۱-۴۰۰، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔ امام الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ۵۱۶ھ: معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۹۱، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔ علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ: زادالمسیر ج ۸ ص ۴۳۲، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ: الجامع الاحکام القرآن جز ۲۹ ص ۱۱۶-۱۱۵، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔ امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ: تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷۴۶، بیروت، ۱۴۱۵ج۔

مشہور شیعہ مفسر ابوجعفر محمد بن الحسن لاطوسی المتوفی ۴۶۰ھ لکھتے ہیں:

عام اور خاص علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیات حضرت علی (علیہ السلام) اور فاطمہ اور الحسن اور الحسین علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی ہیں کیونکہ انہوں نے مسکین، یتیم اور قیدی کو تین راتیں اپنے افطار پر ترجیح دی اور خود وہ علیہم السلام بھوکے رہے اور کھانے پینے کی کسی چیز سے افطار نہیں کیا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت عمدہ تعریف کی اور ان کے متعلق یہ سورت نازل کی اور ان کے لیے یہ فضلیت کافی ہے کہ قیامت تک ان کی عظمت میں اس سورت کی تلاوت ہوتی رہے گی اور یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ (التبیان ج ۱۰ ص ۲۱۱، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

محققین مفسرین کا حضرت علی کے اس ایثار کی روایت کو مسترد کرنا

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جاہل شخص یہ نہیں جانتا کہ اس قسم کا ایثار کرنا مذموم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ: ۲۱۹)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں، آپ کہیے کہ جو (تمہاری ضرورت سے) زیادہ ہو۔

یعنی جو تمہاری اور تمہارے اہل و عیال کی ضرورت سے زائد ہو اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ یہ حدیث منقول ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد خوش حالی رہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۴۲۶، سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵۴۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد جو کچھ خرچ کرتا ہے، اس میں افضل دینار وہ ہے جس کو وہ اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جس کو اللہ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے

جس کو اللہ کی راہ میں اپنے اصحاب پر خرچ کرتا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۹٤، سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۹٦٦، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۷٦۰، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۹۱۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو اور ایک دینار کو تم اپنے غلام پر خرچ کرتے ہو اور ایک دینار کو تم مسکین پر خرچ کرتے ہو اور ایک دینار کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجر اس کا ہے جس کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۹۱۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان کا کارمختار (سیکرٹری) آیا، آپ نے پوچھا: کیا تم نے غلاموں کو ان کی روزی دے دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: جاؤ ان کو ان کی روزی دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ جس کو روزی دینے کا وہ مالک ہے اس کو روزی نہ دے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۹٦)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (خرچ کرنے میں) سب سے پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرو اور اس پر صدقہ کرو، پھر اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل کو دو، پھر اگر اہل کو دینے سے کچھ بچ جائے تو اپنے رشتہ داروں کو دو، پھر اگر ان کو دینے سے بچ جائے تو تمہارے سامنے اور دائیں بائیں جو لوگ ہیں ان کو دو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۹۷، سنن نسائی رقم الحدیث:۲٥٤٦)

کیا کوئی صاحب عقل یہ گمان کرسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان احادیث اور ان احکام سے ناواقف تھے، حتیٰ کہ انہوں نے اپنے پانچ اور چھ سال کے بچوں کو تین دن اور تین راتیں بھوکا رکھا، حتیٰ کہ وہ بھوک کی شدت سے بے حال ہوگئے ان کی آنکھیں اندر دھنس گئیں اور ان کے پیٹ ان کے کمر سے چپک گئے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا یہ حال دیکھ کر رو پڑے، چلو مان لیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس پر اس سائل کو ترجیح دی تو کیا ان کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ اپنی اہلیہ کو بھی اس ایثار پر برانگیختہ کرتے، چلو مان لیا کہ ان کی اہلیہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے نفس پر اس سائل کو ترجیح دی، تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ جائز تھا کہ وہ اپنے چھوٹ چھوٹے بچوں کو بھی تین دن اور تین راتیں بھوکا رہنے کی ترغیب دیتے، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کب ضروری تھا کہ وہ سائل کو پانچوں روٹیاں دے دیتے، وہ سائل کو ایک روٹی دے دیتے، باقی روٹیاں وہ خود اور ان کے اہل وعیال کھاتے، کوئی احمق اور جاہل ہی ایسا کام کرسکتا ہے، جو دل حق آگاہ ہیں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسے کام کا گمان نہیں کرسکتے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ قید خانوں میں بیٹھے ہوئے ایسی احادیث گھڑتے رہتے ہیں اور جب باہر علماء کے پاس یہ احادیث پہنچتی ہیں تو وہ ان کے مسترد کردیتے ہیں اور ہر چیز کے لیے آفت اور سازش ہوتی ہے اور دین کی آفت اور سازش سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۱۹ ص۱۱۹۔۱۱۸، دارالفکر، بیروت، ۱٤۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس قصہ پر تعصب کیا گیا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے، جیسا کہ حکیم ترمذی اور ابن جوزی نے ذکر کیا ہے، موضوع ہونے کے لفظی اور معنوی دلائل خود اس حدیث میں موجود ہیں، پھر اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہو کیونکہ حضرت علی کی حضرت فاطمہ سے شادی مدینہ میں ہوئی تھی اور وہیں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے حالانکہ النحاس نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور یہی جمہور کا مؤقف ہے، یہ کہنے سے کہ یہ آیت حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی، ان کی شان اور فضلیت کم نہیں ہوتی اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ ابرار میں داخل ہوں بلکہ اور مسلمانوں کی بہ نسبت وہ ابرار میں پہلے داخل ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کے مولیٰ اور محبوب ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا ہیں اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوح اور ریحان (خوشی اور خوش بو) ہیں اور جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور وہ اپنی فضلیت کے ثبوت میں اس من گھڑت روایت سے مستغنی ہیں۔ (روح المعانی ج۲۹ ص ۲۷۱۔ ۲۷۰، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، کلبی نے اس حدیث کو از ابو صالح از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے اور امام ثعلبی نے اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ج ٤ ص ٦٧) اور امام ابن جوزی نے لکھا ہے: یہ حدیث موضوع ہے۔ (کتاب الموضوعات ج۱ ص ۳۹۰) اور حکیم ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کو محققین کے قلوب مسترد کر دیتے ہیں، اس حدیث میں اس طرح ملمع کاری کی گئی ہے اور اس کو ایسا مزین اور پر اثر بنایا گیا ہے کہ جاہل آدمی یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش! وہ بھی ایسا کام کرے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ ایسا کام کرنے والا قابل مذمت ہے۔

(نوادر الاصول ج۱ ص ۱۵۵۔۱۵٤)

الدھر: ۸ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کا تعلق تمام ابرار کے ساتھ ہے

ہر چند کے بعض مفسرین نے اس روایت کو اپنی تفاسیر میں ذکر کیا ہے، لیکن ان میں سے محققین نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ آیت تمام ابرار اور نیک کام کرنے والوں کے لیے عام ہے اور اس آیت کی بشارت میں تمام مؤمنین داخل ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل ہیں۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ لکھتے ہیں:

محققین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو امتحان اور آزمائش کے لیے پیدا فرمایا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس نے سب کو ہدایت دی ہے اور ان کے اعذار اور شبہات کو زائل فرما دیا ہے، پھر مخلوق کی دو قسمیں بن گئیں، ایک گروہ شاکرین کا ہے اور ایک گروہ کافرین کا ہے، پھر کافروں کے لیے عذاب کی وعید کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد شاکرین کے لیے وعدہ کا ذکر فرمایا، پس فرمایا: "إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ" (الدھر: ٥) بے شک نیکو کار مشروب کے جام پئیں گے، یہ جمع کا صیغہ ہے جو تمام شکر گزاروں اور نیکو کاروں کو شامل ہے اور ایسی عام آیت کی ایک شخص کے ساتھ تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ سورت شروع سے اس آیت تک یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس میں تمام اطاعت کرنے والوں اور نیکی کرنے والوں کے حال

کا بیان ہے، پس اگر ہم اس آیت کو کسی ایک شخص کے ساتھ مخصوص کر دیں تو اس سورت کا نظام خراب ہو جائے گا، اور اس کی ترتیب فاسد ہو جائے گی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان آیات میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں، سو فرمایا:

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ (الدھر:۵) نیکوکار مشروب کے جام پئیں گے۔

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا (الدھر:۷) وہ نذر پوری کرتے ہیں اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ (الدھر:۸) وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اس طرح اس کے بعد بشارتوں کی تمام آیات بھی جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں، اور ان آیات کے عموم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دخول کا انکار نہیں ہے اور وہ اطاعت کرنے والوں کے اخروی انعام کی تمام بشارتوں میں داخل ہیں، جیسا کہ ان آیات کے عموم میں دوسے متقی صحابہ اور تابعین اور بعد کے نیک مسلمان داخل ہیں، سو اب اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج۱۰ ص۷۴۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام ابرار (نیکوکاروں) کے متعلق نازل ہوئی ہے، اور ہر اس شخص کے متعلق جس نے کوئی نیک کام کیا ہو یہ آیت تمام مؤمنین کے لیے عام ہے، اور نقاش، ثعلبی، قشیری اور متعدد مفسرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ اور ان کی باندی فضہ کے قصہ میں ایک حدیث ذکر کی ہے، جو صحیح ہے نہ ثابت ہے، جس کو لیث نے از مجاہد از حضرت ابن عباس، الدھر:۷ کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ (جامع الاحکام القرآن جز۲۹ ص۱۱۶، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس آیت میں "ابرار" سے مراد فقط اہل بیت ہوں کیونکہ خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، لہٰذا اس آیت میں دوسرے نیک مسلمان بھی داخل ہیں جو مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلائیں اور یہ قصہ راوی کے ضعیف کی وجہ سے ضعیف ہے، مگر یہ قصہ علماء کے درمیان مشہور ہے اور ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے، حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے کہا: یہ قصہ من گھڑت ہے، اس کو جاہل احمق کے سوا کوئی بیان نہیں کر سکتا، ابن جوزی نے اس کا موضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، نیز اس قصہ کی بناء پر لازم آئے گا کہ یہ سورت مدنی ہو حالانکہ جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جنگ احد کے بعد مدینہ میں ہوا تھا۔ (روح البیان ج۱۰ ص۳۱۸، دار احیاء العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

الدھر:۸ میں "علی حبہ" کی ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں: یعنی اللہ کی محبت میں کھانا کھلانا یا اپنے نفس کی خواہش کے باوجود کھانا کھلایا

اس آیت میں فرمایا ہے: "علی حبہ" اس کی دو تفسیریں ہیں، ایک یہ کہ "حبہ" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، فضیل بن عیاض نے کہا: وہ اللہ سے محبت کی وجہ سے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، الدارنی نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ "حبہ" کی ضمیر طعام کی طرف راجع ہے یعنی اس کے باوجود کہ اس شخص کو طعام کی خواہش ہو اور اسے کھانے کی ضرورت ہو، پھر بھی وہ مسکین، یتیم اور قیدی کی ضرورت کو اپنی محبت اور خواہش پر ترجیح دے اور ایثار کرے، جیسا کہ ان آیات میں ہے:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ

(البقرہ: ۱۷۷)

نیک وہ شخص ہے جو مال سے اپنی محبت کے باوجود وہ مال رشتہ داروں کو، یتیموں کو، مسکینوں کو، مسافروں کو، سوال کرنے والوں اور غلاموں کو ان کے آزاد کرنے کے لیے دے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۲)

تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین فرمائی ہے جو ایثار کرتے ہیں اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، سو فرمایا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: ۹)

اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود بھی شدید خواہش ہو۔

اپنے پر دوسروں کو ترجیح دینے کی آیات اور احادیث کا محمل اور ایثار کا معیار

ان آیات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنے کھانے، کپڑے، دواؤں کے لیے کچھ نہ رکھے اور نہ اپنے ماں باپ اور اہل و اعیال کے لیے کچھ رکھے اور دوسرے ضرورت مندوں میں اپنا مال تقسیم کرتا پھر خواہ وہ خود، اس کے ماں باپ اور اہل و عیال فاقوں سے مرتے رہیں کیونکہ یہ ضروری ہے کہ ایک موضوع پر قرآن مجید اور احادیث کی تمام تصریحات کو سامنے رکھ کر کوئی حکم نکالا جاتا ہے، ان آیات میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرنے کی فضلیت ہے اور ایثار کا بیان ہے، لیکن دوسری آیت میں فرمایا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ: ۲۱۹)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں؟ آپ کہیے کہ جو (تمہاری ضرورت سے) زیادہ ہو۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سب سے پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرو اور اس پر صدقہ کرو، پھر اگر اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل کو دو، پھر اہل کو دینے سے کچھ بچ جائے تو اپنے رشتہ داروں کو دو، پھر اگر ان کو دینے سے بچ جائے تو تمہارے سامنے اور دائیں بائیں جو لوگ ہیں ان کو دو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۹۷ سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۵٤٦)

اس لیے الدھر: ۷ کا محمل یہ ہے کہ اپنی، اپنے ماں باپ کی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات سے جو مال زائد ہو یا جو طعام زائد ہو اور تمہیں اس مال اور طعام کی شدید خواہش بھی ہو تو تم اس میں سے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلاؤ، اس کی مزید وضاحت اس

حدیث ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:۹۲)

تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ'' (آل عمران:۹۲) اور میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے اور یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے، میں اللہ کے پاس اس نیکی کے ذخیرہ ہونے کی توقع کرتا ہوں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس باغ کو جہاں چاہیں خرچ کریں، آپ نے فرمایا: رہنے دو، یہ نفع آور مال ہے، یہ نفع آور مال ہے (دوبارہ فرمایا) تم نے اس کے متعلق جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا اور میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اس کو اپنے قرابت داروں میں تقسیم کر دو، پھر حضرت ابوطلحہ نے اس باغ کو اپنے قرابت داروں میں اور اپنے عم زاد میں تقسیم کر دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:۱٤٦۱، صحیح مسلم رقم الحدیث:۹۹۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۱٦۸۹، سنن ترمذی رقم الحدیث:۳٦۰۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:۱۱۰٦٦

''مسکین'' اور ''یتیم'' کا معنی

اس آیت میں ''مسکین'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: جو خود کمانے پر قادر نہ ہو، ایک قول یہ ہے کہ جس کے پاس بالکل مال نہ ہو وہ مسکین ہے، قرآن مجید میں ہے:

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ۔ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ۔ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ۔ (البلد:۱٤۔۱٦)

یا بھوک والے دن کھانا کھلایا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا کسی خاک پر پڑے ہوئے مسکین کو۔

اور اس آیت میں ''یتیم'' کا لفظ ہے، یتیم اس بچہ کو کہتے جس کا باپ اس کے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو چکا ہو، ہر وہ چیز جو یکتا اور منفرد ہو، اس کو بھی یتیم کہتے ہیں، جو موتی سیپی میں اکیلا ہو اس کو دریتیم کہتے ہیں۔ (المفردات ج ۲ ص ۷۱۵) امام رازی نے کہا: جو اپنی کم عمری کی وجہ سے کمانے کے قابل نہ ہو اور اس کا کمانے والا فوت ہو چکا ہو، اس کو یتیم کہتے ہیں۔

اسیر کے معنی اور مصداق میں مفسرین کے متعدد اقوال اور مسلمان قیدیوں اور مشرک قیدیوں کو کھانا کھلانے اور ان پر صدقہ کرنے کے احکام

اور اس آیت میں ''اسیر'' (قیدی) کا لفظ ہے، اس کے معنی اور مصداق میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری اور قتادہ نے کہا: اسیر مشرکین میں سے ہوتا ہے، روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرک قیدیوں کو بھیجتے تا کہ ان کی حفاظت کی جائے اور ان کے حق کو قائم رکھا جائے کیونکہ اس وقت تک ان کو کھانا کھلانا واجب ہے، حتیٰ کہ امام ان کے متعلق یہ فیصلہ کرے کہ ان کو قتل کیا جائے گا اور ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے گا یا ان کو غلام بنایا جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ قیدی کافر ہو یا مسلمان ہو، کیونکہ جب اس کے کفر کے باوجود اس کو کھانا کھلانا واجب ہے

تو اگر وہ مسلمان ہوگا تو بہ طریق اولیٰ اس کو کھانا کھلانا واجب ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب اس کو قتل کرنا واجب ہوگا تو اس کو کھانا کھلانا کیوں واجب ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک حال میں اس کو قتل کرنے کا وجوب، دوسرے حال میں اس کو کھانا کھلانے کے وجوب کے منافی نہیں ہے اور یہ واجب نہیں ہے کہ جب اس کو ایک وجہ سے سزا دی جائے تو اس کو دوسری وجہ سے بھی سزا دی جائے، یہی وجہ ہے کہ جس شخص پر قصاص لازم ہو اور اس پر قتل سے کم سزا بھی ہو تو اس کو قتل سے کم سزا دینا مستحسن نہیں ہے، پھر یہ سوال ہے کہ قیدی کو کھانا کھلانا کس پر واجب ہے؟ تو ہم کہتے ہیں کہ سربراہ مملکت پر واجب ہے کہ اس کو کھانا کھلائے اور اگر وہ نہ کھلائے تو پھر ہم عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو کھانا کھلائیں۔

(۲) السدی نے کہا: اسیر سے مراد غلام ہے۔

(۳) اسیر سے مراد مقروض ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا مقروض تمہارا قیدی ہے، سو تم اپنے مقروض کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (الکشاف ج ٤ ص ٦٦٩)

(٤) اسیر سے مراد وہ مسلمان ہے جس کو کسی جرم کی وجہ سے قید میں رکھا گیا ہو، یہ مجاہد، عطاء اور سعید بن جبیر کا قول ہے، حضرت ابوسعید خدری نے اس سلسلہ میں ایک حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے۔

(٥) اسیر سے مراد بیوی ہے کیونکہ وہ بھی خاوند کی قید میں ہوتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ وہ تمہاری مددگار ہیں۔ (مشکل الآثار ج ۲ ص ۲۱۲، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۶۳)

قفال نے کہا ہے۔ کہ "اسیر" کا لفظ ان تمام معانی کا متحمل ہے کیونکہ "اسیر" کا معنی ہے: کسی کو تسمہ کے ساتھ باندھنا اور اسیر کو بند کرنے کے لیے تسمہ کے ساتھ باندھا جاتا ہے، پھر اسیر کو قیدی کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا، خواہ اس کو باندھ دیا جائے اور نہ اور اس کا رجوع اس کی طرف ہوگیا، جس کو بند کیا گیا ہو اور قید میں رکھا گیا ہو۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۷٤۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱٤۱۵ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں "اسیر" کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قیدی صرف مشرکین ہوتے تھے۔

امام سعید بن منصور، امام ابن شیبہ اور امام ابن مردویہ نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اس وقت قیدی صرف مشرکین تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰٤۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱٤۱٦ھ)

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اس وقت قیدی مشرکین تھے، پس اللہ کی قسم! تمہارے مسلمان بھائی کا تم پر حق اور اس کی حرمت بہت زیادہ ہے۔

امام ابن المنذر نے اس آیت کی تفسیر میں ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کو قید نہیں کرتے تھے، لیکن یہ آیت ان قیدیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو مشرکین تھے، ان سے فدیہ لینے کے لیے انہیں گرفتار کیا جاتا تھا، سو یہ آیت

ان کے متعلق نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کرنے کا حکم دیتے تھے۔

امام عبد بن حمید نے عکرمہ سے "اسیر" کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ عرب ہند اور دیگر علاقوں سے جن کو گرفتار کریں، تم پر لازم ہے کہ تم ان کو کھلاؤ اور پلاؤ حتیٰ کہ تم ان کو قتل کر دو یا ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دو۔

امام ابو شیبہ نے ابو رزین سے روایت کیا ہے کہ میں شقیق بن سلمہ کے ساتھ تھا، ان کے پاس سے کچھ مشرکین قیدی گزرے انہوں نے مجھے ان پر صدقہ کرنے کا حکم دیا اور پھر اس آیت کو تلاوت کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۴۰۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

امام ابن شیبہ نے سعید بن جبیر اور عطاء سے روات کیا ہے کہ یہ آیت اہل قبل وغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۰۵، الدر المنثور ج ۸ ص ۳۴۳۔۳۴۲، دار احیاء التراث، العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ خواہ کوئی بھی اسیر ہو، کیونکہ حسن بصری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی اسیر لایا جاتا تو آپ اس کو کسی مسلمان کے سپرد کر دیتے اور فرماتے: اس کے ساتھ نیک سلوک کرو، اس کے پاس وہ قیدی دو یا تین دن رہتا تو وہ اس کو اپنے نفس پر ترجیح دیتا، قتادہ نے کہا: ان دونوں قیدی مشرک ہوتا تھا تو تمہارا مسلمان بھائی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کو کھانا کھلاؤ۔

امام ابن عساکر نے مجاہد سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں قدیوں کو گرفتار کیا تو سات مہاجرین نے ان قیدیوں پر خرچ کیا: حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمان، حضرت سعد، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، انصار نے کہا: ہم نے ان مشرکین کو اللہ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے قتل کیا ہے اور تم ان پر خرچ کر کے ان کی مدد کر رہے ہو، تب اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کے متعلق ۱۹ آیات نازل کیں "ان الابرار یشربون" سے لے کہا "عینا فیہا تسمی سلسبیلا" تک اور ان آیات میں یہ دلیل ہے کہ قیدی خواہ مشرک ہوں ان کو کھانا کھلانا مستحسن ہے اور اس میں ثواب کی توقع ہے۔

پہلی حدیث (حضور قیدی کو کسی مسلمان کے حوالے کر دیتے تھے) حافظ ابن حجر نے اس کے متعلق کہا ہے کہ کسی قابل ذکر محدث نے اس کی روایت نہیں کیا اور ابن العراقی نے کہا: میں اس سے واقف نہیں ہوں، اور دوسری حدیث کو امام ابن عساکر کے سوا اور کسی نے روایت نہیں کیا اور مجھے اس کی صحت پر اعتماد نہیں ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ یہ آیات مدینہ ہوں اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔

ہاں عامۃ العلماء کے نزدیک دار الاسلام میں کفار کے ساتھ نیک سلوک کرنا جائز ہے اور ان پر صدقات واجبہ کو صرف نہیں کیا جائے گا، ابن جبیر اور عطاء نے کہا ہے کہ اس اسیر سے مراد وہ ہے جو اہل قبلہ سے ہو، علامہ طیبی نے کہا: اس قول کا محمل یہ ہے کہ جب دار الحرب میں کوئی مسلمان کفار کی قید میں ہو تو اس کو کھانا کھلانا مستحسن ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس اسیر سے مراد وہ مسلمان ہے جو

دار الحرب میں کفار کی قید میں ہو اور اس کو آزاد کرانے کے لیے فدیہ کی ضرورت ہو، اور وہ فدیہ کو طلب کرنے کے لیے نکلے، محی السنۃ نے مجاہد، ابن جبیر اور عطاء سے نقل کیا ہے کہ اس اسیر سے وہ مراد ہے جو اہل قبلہ سے ہو، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان قیدیوں کو کھانا کھلانا مستحسن ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ جو مسلمان مال دار ہو اور اس پر کسی کا قرض ہو جس کو ادا کرنے پر وہ قادر ہو اور وہ عناداً قرض ادا نہ کرتا ہو یا کسی اور نفسیاتی غرض سے اور اس وجہ سے اس کو قید کرلیا گیا ہو تو اس کو کھانا کھلانا مستحسن نہیں ہے، حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: اس اسیر سے مراد غلام ہے کیونکہ وہ بھی مالک کی قید میں ہوتا ہے اور وہ اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرسکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقروض بھی تمہارا قیدی ہے، اس لیے اس آیت میں اسیر سے مراد مقروض بھی ہوسکتا ہے۔ (روح المعانی جز ۲۹ ص ۲۶۸-۲۶۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

الدھر: ۹ میں فرمایا: (ابرار کہتے ہیں:) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے اس کے عوض نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش۔

ابرار کا محتاجوں کے ساتھ نیکی کر کے صلہ اور ستائش سے منع کرنا اور اس کی وجوہ

اس سے پہلی آیات میں ذکر فرمایا تھا کہ ابرار (نیک لوگ) مسکین، یتیم اور قیدی کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ان کے اس حسن سلوک کی دو غرضیں تھیں، ایک اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول، جس کو انہوں نے اپنے اس قول سے ظاہر کیا: ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں اور دوسری قیامت کے دن کا خوف جس کا انہوں نے اس قول سے اظہار کیا: بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور بہت سخت ہے۔ (الدھر: ۱۰)

ہوسکتا ہے کہ ان ابرار نے اپنی زبان سے یہ کہا ہو کہ ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں تا کہ ان کا یہ کہنا اس پر دلیل ہو کہ وہ ان ضرورت مندوں سے اپنے اس احسان کا بدلہ نہیں چاہتے، نہ اپنے متعلق کلمات تحسین سننا چاہتے ہیں، اور انہوں نے اپنی زبان سے اس لیے یہ کہا ہو کہ دوسرے احسان کرنے والے بھی سن لیں کہ کسی کے ساتھ نیکی کر کے نہ اس سے اس نیکی کا معاوضہ طلب کرنا چاہیے نہ اس کی تعریف و توصیف کا منتظر رہنا چاہیے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بات انہوں نے دل میں کہی ہو اور ان کی نیت صلہ اور ستائش کی نہ ہو اور زبان سے انہیں نے کچھ نہ کہا ہو، مجاہد سے روایت ہے کہ انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کے حال کا پتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی۔

انسان جب کسی کے ساتھ نیکی کرتا ہے تو کبھی تو وہ نیکی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اور ان ابرار کی یہ نیکی ایسی ہی تھی اور کبھی یہ نیکی کسی صلہ کی طلب اور ستائش کی چاہت کے لیے ہوتی ہے، اول الذکر نیت محمود ہے اور ثانی الذکر نیت مذموم ہے اور اس کے مذموم ہونے پر دلیل یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

(البقرہ: ۲۶۴)

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور (طعنہ کی) ایذاء سے باطل نہ کرو، مثل اس شخص کے جو اپنا مال لوگوں کو

دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے۔

اس لیے ابرار نے صراحت کے ساتھ کہا: ہم تم سے صلہ چاہتے ہیں نہ ستائش۔

''مولانا! مجھے تو صرف اسلام کے رکن بتائیے'' حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سوال دوہرا دیا۔ ''اسلام کے پانچ رکن ہیں'' ملا صاحب کے چہرے پر ناگواری کا رنگ نمایاں ہوا۔ جیسے وہ جبراً اس سوال کا جواب دے رہے ہوں ''ایک کلمہ، دوسرا نماز، تیسرا روزہ، چوتھا زکوۃ اور پانچواں حج''

''مگر میں نے تو چھٹے رکن کے بارے میں بھی سنا ہے'' حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''چھٹا رکن کوئی نہیں ہے'' یکایک ملا صاحب بھڑک اٹھے۔ ''آپ نے جو کچھ سنا ہے، غلط سنا ہے''

''ایسا ہرگز نہیں ہے۔'' حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے تحمل کے ساتھ فرمایا ''میں نے معتبر اہل علم سے سنا ہے کہ اسلام کا چھٹا رکن روٹی ہے''

یہ سن کر مولانا کھڑے ہوگئے اور نہایت تندو تیز لہجے میں حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے کہا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نصیحت کے بعد ظالم قوم کے پاس نہ بیٹھ (ترجمہ) اسی لئے میں یہاں سے جاتا ہوں''

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ بھی کھڑے ہوگئے۔ اور بڑی محبت سے ملا صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا ''مولانا! اختلاف رائے اپنی جگہ مگر آپ اس طرح ناراض ہوکر تو نہ جائیں''

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر تک ملا صاحب کو منانے کی کوشش کرتے رہے مگر وہ درویشوں کو ان کی جہالت کا طعنہ دے کر برا کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ملا صاحب نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور غیظ وغضب کا مظاہرہ کرتے ہوئے خانقاہ سے چلے گئے۔

ملا صاحب کے چلے جانے کے بعد مریدوں اور خدمت گاروں نے ان کے نازیبا طرز عمل کی شکایت کی تو حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''مہمان کیسا بھی تندخو ہو مگر مہمان ہی ہوتا ہے۔ درویش پر مہمانوں کی تواضع فرض ہوتی ہے۔ سو ہم نے بھی مولانا کی تواضع کی۔ اب یہ الگ بات ہے کہ ملا صاحب نے ہماری تواضع قبول نہیں کی۔ خیر! اللہ ان کا بھلا کرے''

ملا صاحب حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ سے اٹھ کر گئے تو پھر واپس نہیں آئے۔ کئی ماہ بعد انہوں نے حج کے سفر کا ارادہ کیا اور پوری تیاری کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کے لئے ہندوستان سے روانہ ہوئے پھر مکہ معظمہ پہنچ کر حج کی سعادت سے مشرف ہوئے اور سات سال تک وہیں قیام کیا۔

اس کے بعد وطن واپسی کے خیال سے جہاز میں سوار ہوئے۔ موسم صاف اور خوشگوار تھا۔ جہاز بڑی سبک رفتاری کے ساتھ سمندر کی سطح پر چلا جاتا تھا کہ اچانک سخت طوفان آیا اور پورا جہاز تباہ ہوگیا۔ ملا صاحب ایک تختے پر بہتے ہوئے کنارے تک پہنچے۔ پھر پانی سے نکل کر خشکی میں آئے، عجیب ویرانی کا عالم تھا۔ ملا صاحب جہاں اترے تھے وہاں خشک پہاڑوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ نہ درخت تھے، نہ گھاس تھی اور نہ پانی کا کوئی چشمہ تھا۔

ملا صاحب تین دن بھوک اور پیاس کی حالت میں پہاڑ کے ایک غار میں بیٹھے رہے۔ اچھے دنوں کو یاد کر کے روتے رہتے۔

پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔

''میرے پالنے والے! میں کس عذاب میں پھنس گیا ہوں۔ مجھے اس آفت سے نجات دے'

تین دن بعد یکا یک وہاں ایک شخص آیا جس کے سر پر خوان تھا۔ اس نے آواز لگائی۔

''میں روٹی فروخت کرتا ہوں۔ یہاں کوئی ضرورت مند ہے؟''

آدم زاد کی آواز سن کر ملا صاحب کی جان میں جان آئی۔ تین دن کے فاقوں نے ملا صاحب کو بہت کمزور کر دیا تھا پھر بھی انہوں نے اپنے جسم و جان کی تمام طاقتیں سمیٹ کر اس اجنبی شخص کو پکارا'' بھائی! میری طرف آؤ! آج اس دنیا میں مجھ سے زیادہ ضرورت مند انسان کوئی دوسرا نہیں''

روٹیاں فروخت کرنے والا غار میں داخل ہو گیا اور ملا صاحب سے مخاطب ہوا

''آپ کو کتنی روٹیاں درکار ہیں؟''

ملا صاحب نے بڑی حریصانہ نظروں سے اس شخص کی طرف دیکھا اور نہایت عاجزانہ لہجے میں کہنے لگے'' بھائی! میں ہندوستان کا بہت بڑا عالم ہوں۔ میں نے سات حج کئے ہیں مگر اچانک مجھ پر یہ مصیبت نازل ہوگئی کہ میرا جہاز تباہ ہو گیا۔ میں تین دن سے بھوکا اور پیاسا ہوں''

میرے پاس روٹی بھی ہے اور پانی بھی'' اس شخص نے کہا

''مگر میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے'' اپنی مجبوریوں کا احساس کر کے ملا صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''آپ کی مجبوری یہ ہے کہ روٹی خریدنے کے لئے پیسے نہیں...... اور میری مجبوری یہ ہے کہ میں ایک دکاندار ہوں۔ قرض کا کاروبار نہیں کرتا'' اس شخص نے کسی رعایت کے بغیر صاف صاف کہہ دیا۔

ملا صاحب چند لمحوں تک کچھ سوچتے رہے اور پھر اجنبی دکاندار سے بولے'' کیا تم مسلمان ہو؟''

''الحمد للہ! دکاندار نے جواب دیا۔'' میں ایک صحیح العقیدہ مسلمان ہوں''

ملا صاحب نے فوراً بھوکوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت پر وعظ شروع کر دیا۔

دکاندار کچھ دیر تک ملا صاحب کی تقریر سنتا رہا۔ پھر بڑی صاف گوئی سے کہنے لگا'' میں بھوکوں کو کھانا کھلانے کے ثواب سے واقف ہوں مگر فی الحال آپ کو قیمت کے بغیر غذا اور پانی فراہم نہیں کر سکتا'' یہ کہہ کر وہ دکاندار جانے لگا۔

ملا صاحب نے چیخ کر کہا'' تو کیا بے رحم مسلمان ہے کہ ایک بے یار و مددگار انسان کی مجبوریوں کا مذاق اڑا رہا ہے''

یہ سن کر دکاندار پلٹ آیا اور ملا صاحب کے طنز کا جواب دیتے ہوئے کہنے لگا'' اگر میں اسی طرح ضرورت مند لوگوں پر رحم کھاؤں تو چند روز میں میرا کاروبار ختم ہو جائے گا اور پھر میں خود لوگوں سے رحم کی بھیک مانگنے لگوں گا''

ملا صاحب نئے انداز سے اس کی خوشامد کرنے لگے۔

آخر دکاندار سے کہا'' چلیے! میں آپ پر رحم کھاتا ہوں۔ آپ مجھے اپنے ساتوں حجوں کا ثواب بخش دیں۔ میں اس کے بدلے

میں آپ کو پانی اور روٹی دے دوں گا''

ملا صاحب نے سوچا کہ زبانی طور پر کہہ دینے سے ثواب ختم نہیں ہوتا۔ میرے ساتوں حج برقرار رہیں گے اور مجھے بھوک اور پیاس سے نجات بھی مل جائے گی۔ یہ سوچ کر ملا صاحب نے دکاندار سے کہا ''میں نے تجھے اپنے ساتوں حجوں کا ثواب دیا''

دکاندار نے خوان ملا صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ ملا صاحب نے جی بھر کے کھانا کھایا اور سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر جب ہوش و حواس بحال ہوئے تو انہوں نے دکاندار سے پوچھا ''تم کہاں رہتے ہو اور کیا یہاں کوئی آبادی بھی ہے؟''

''میں صرف روٹی فروخت کرتا ہوں' اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا'' یہ کہہ کر دکاندار نے خالی برتن اٹھائے اور غار سے نکل گیا۔

ملا صاحب اس کے تعاقب میں بھاگے تاکہ کسی آبادی تک پہنچ سکیں...... مگر ان کی یہ کوشش رائیگاں گئی۔ دکاندار پہاڑوں کے پیچ وخم میں کہیں غائب ہو گیا۔ ملا صاحب کچھ دیر تک اسے ڈھونڈتے رہے اور پھر اس خیال سے غار سے واپس آ گئے کہ کہیں راستہ نہ بھول جائیں اور اس اجنبی علاقے میں کوئی نئی آفت نازل نہ ہو جائے۔

ملا صاحب ایک امید موہوم پر اجنبی کا انتظار کرنے لگے مگر تین دن تک وہ نہیں آیا۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے ایک بار پھر ملا صاحب کی حالت غیر ہو گئی۔ آخر چوتھے دن وہی دکاندار سر پر خوان رکھے نمودار ہوا۔ ملا صاحب کسی بھکاری کی مانند اس کے سامنے گڑگڑانے لگے۔

''آپ تو آج بھی تہی دست اور تہی دامن ہیں'' دکاندار نے ملا صاحب سے کہا

''میرے روزے باقی ہیں'' ملا صاحب نے رقت آمیز لہجے میں کہا

دکاندار نے انہیں کھانا کھلا دیا اور ملا صاحب کے تمام روزوں کا ثواب لے کر چلا گیا۔

تین دن بعد جب ملا صاحب بھوک اور پیاس کی شدت سے چیخنے لگے تو وہ دکاندار سر پر خوان رکھے غار میں داخل ہوا اور ملا صاحب کی زکوٰۃ کا ثواب لے کر واپس چلا گیا۔

ملا صاحب پھر بھوک اور پیاس کا شکار ہو گئے۔ چوتھے دن وہی شخص اسی انداز سے آیا اور تمام عمر کی نمازوں کے ثواب کے بدلے میں ایک وقت کی روٹی اور پانی دے کر چلا گیا۔

تین دن کے وقفے کے بعد جب پانچویں بار وہ شخص غار میں داخل ہوا تو ملا صاحب اسے دیکھتے ہی چیخ چیخ کر رونے لگے ''میں اپنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تیرے ہاتھوں فروخت کر چکا۔ اب تجھے دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے''

''اب تک آپ نے سارے وعدے زبانی کئے ہیں'' یہ کہہ کر اجنبی شخص نے خوان زمین پر رکھ دیا ''میں کاغذ، قلم اور دوات لے کر آیا ہوں۔ آپ نے جو کچھ بیچا ہے، اس کی تحریری سند مجھے دے دیجئے''

ملا صاحب نے یہ عبارت کاغذ پر درج کر دی ''میں نے ایک وقت کی روٹی اور پانی کے بدلے میں اس شخص کے ہاتھوں اپنے ساتوں حجوں کا ثواب فروخت کیا۔ پھر زندگی بھر کے روزوں کا ثواب فروخت کیا۔ پھر ساری عمر کی زکوٰۃ کا ثواب فروخت کیا اور آخر میں تمام نمازوں کا ثواب فروخت کیا۔ اور آج میں ایک وقت کی روٹی اور پانی کے بدلے میں یہ تحریر لکھ کر دے رہا ہوں'' آخر میں ملا

صاحب نے اپنا نام اور مکمل پتا درج کر دیا۔

جب دستاویز مکمل ہوگئی تو اجنبی شخص نے خوان ملا صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ ملا صاحب کھانے کے دوران یہ سوچ کر مضطرب رہے کہ آج کے بعد اجنبی شخص یہاں نہیں آئے گا۔ پھر چوتھے دن ملنے والی روٹی اور پانی کا آسرا بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ خیال ملا صاحب کے لئے نہایت تکلیف دہ تھا۔ ان کے ذہن میں مختلف خیالات ابھر رہے تھے اور وہ اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لئے کوئی تدبیر سوچ رہے تھے۔

آخر کھانا ختم ہوا تو ملا صاحب نے ہاتھ جوڑ کر اس اجنبی شخص سے کہا ''خدا کے واسطے مجھے بتا دو کہ تم کون ہو اور کہاں رہتے ہو تا کہ میں تمہارے ساتھ وہاں چلوں اور دو وقت کی روٹی کے لئے محنت مزدوری کروں۔ اب میرے پاس فروخت کرنے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا ہے''

دکاندار نے ملا صاحب کا تحریر کردہ کاغذ جیب میں رکھا اور اپنے برتن اٹھا کر جانے لگا۔

ملا صاحب تازہ دم تھے۔ اس لئے انہوں نے سوچا کہ وہ بھاگ کر اجنبی کو پکڑ لیں گے پھر جب وہ دوڑے تو دکاندار بھی بھاگنے لگا۔ کچھ دور جا کر ایک جگہ اجنبی نے ٹھوکر کھائی اور زمین پر گر گیا۔ ملا صاحب پیچھے تھے۔ انہوں نے اس مہلت کو غنیمت جانا اور زیادہ تیز دوڑنے کی کوشش کی مگر اتفاق سے انہوں نے بھی ٹھوکر کھائی اور گر پڑے۔ اجنبی شخص نے برتن سمیٹے اور اس سے پہلے کہ ملا صاحب سنبھلنے کی کوشش کرتے وہ بھاگ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

گرمیوں میں پانی پلانا باعث ثواب ہونے کا بیان

موسم گرما کی آمد آمد ہے، ایسے میں انسان کو پیاس شدت سے لگتی ہے، اس موقع سے بلا لحاظ مذہب وملت کے بہت ساری ہمدرد، بہی خواہ، رفاہی اور عوامی خدمات پر ایقان رکھنے والے، مخلوق خدا کی خدمت کی شوقین وشید امختلف مقامات اور بازاروں، چوراہوں اور گلی نکڑوں پر پانی پلانے کا نظم کرتے ہیں، آبدار خانے قائم کرتے ہیں، اس عمل کے تعلق سے ہمت افزائی کی جانی چاہئے، اور لوگوں کو اس کی ترغیب دی جانی چاہئے، اور یہ عمل نہایت ثواب اور فضیلت کا حامل ہے پھر کیوں کر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ترغیب نہ دیتے؟ اسلام جیسا انسانیت کا بہی خواہ، اور انسانیت کا پاسدار مذہب اس کی تعلیمات سے کیسے پہلو تہی کرتا؟ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اسکی اہمیت وافادیت زور دیا گیا ہے، یہ عمل اس کے بظاہر نہایت معمولی ہونے کے باوجود نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ میں نے شہر حیدرآباد میں دیکھا ہے بعض غیر مسلم تنظیموں کی طرف سے بھی بڑے پیمانے پر موسم گرما میں پانی پلانے کا نظم بڑے تزک واہتمام سے ہوتا ہے۔ ہم تو اس نبی کی امتی ہیں جن کا ایقان یہ ہے کہ اللہ کے راہ میں خرچ کرنا دراصل یہ اللہ کے خزانے میں اپنے لئے بطور ذخیرۂ آخرت کے اکٹھا کرنا ہے۔ شہر کے سلم گلیوں میں گرما کے موسم سے پانی کے لئے لوگ ترس جاتے ہیں، ایسے جب کہ بورویل وغیرہ بھی سوکھ جاتے ہیں، اس طرح کی سلم اور غریبوں سے معمور بستیوں میں بھی پانی کی ٹینکروں کے ذریعے آبرسانی کی خدمت میں شامل ہونا اور اپنے اور اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے پانی کا نظم کرنا یہ مرحومین کے لئے ثواب جاریہ کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔ یہ تو انسان ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں جانوروں تک کے

لئے پانی کے نظم کرنے پر اجر وثواب اور جنت کی بشارتیں سنائی گئیں ہیں۔

پانی پلانا ثواب جاریہ

پانی پلانی کو احادیث نبویہ میں صدقہ جاریہ فرمایا گیا ہے، جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی انسان کو ملتا رہتا ہے، کنویں، بورپل، ٹانکی وغیرہ کی شکل میں غریبوں اور ناداروں کے لئے پانی کا نظم کرنا یہ مرحومین کے ایصال ثواب اور ان کے اجر آخرت اور صدقہ جاریہ ہوسکتا ہے۔

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول: میری والدہ وفات پا گئی ہیں اور ان کی طرف سے کونسا صدقہ افضل رہے گا؟ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانی کا صدقہ، چنانچہ انہوں نے ایک کنواں کھدوا کر وقف کر دیا اور کہا یہ سعد کی والدہ کے ثواب کے لئے ہے" فحفر بئرا وقال: هذه لأم سعد"

(ابوداؤد: باب فی فضل سقی الماء حدیث: ۱۶۸۳)

پانی پلانا بہترین صدقہ ہے

پانی پلانے اور پیاسوں کی سیرابی کا عمل یہ ایک نہایت بہترین صدقہ ہے، جس کی احادیث میں ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " بہترین صدقہ پانی پلانا ہے، کیا تم نے جہنمیوں کے اس قول کو نہیں سنا جب انہوں نے اہل جنت سے مدد چاہی اور ان لوگوں نے کہا: أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ" ہم پر تھوڑا سا پانی بہادو، یا کچھ اس چیز میں سے دو جو تمہیں اللہ نے رزق دیا ہے۔ (مسند ابی یعلی، مسند ابن عباس، حدیث: ۲۳۷۳)

اور ایک روایت میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے سعد! کیا میں تمہیں ایسا ہلکا صدقہ جس میں بوجھ بالکل کم ہو نہ بتاؤں؟ فرمایا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! فرمایا: "سقی الماء"، پانی پلانا، چنانچہ حضرت سعد نے پانی پلایا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۵۲۴۷)

پانی پلانا مغفرت و بخشش کا باعث

پانی پلانے کا عمل نہایت معمولی ہونے کے باوجود، ثواب اور اجر آخرت اور رضائے خداوندی اور خوشنودی رب کا نہایت بڑا ذریعہ، روز آخرت بخشش اور مغفرت کا باعث ہوتا ہے، صرف اسی عمل کی وجہ سے انسان جہنم سے خلاصی حاصل کر کے جنت کا مستحق ہوسکتا ہے، اسی کو حدیث میں یوں فرمایا گیا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی چل رہا تھا، اسی دوران میں اسے پیاس لگی وہ ایک کنویں میں اترا اور اس سے پانی پیا، کنویں سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے کہا کہ اس کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہوگی جیسی مجھے لگی تھی، چنانچہ اس نے اپنا موزہ پانی سے بھرا پھر اس کو منہ سے پکڑا پھر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ نے اس کی نیکی قبول کی، اور اس کو بخش دیا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چوپائے میں بھی ہمارے لئے اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر تر جگر والے یعنی جاندار میں ثواب ہے" فی کل

کبد رطبة أجر ''(بخاری: باب فضل سقی الماء، حدیث: ۲۲۳۴)

دنیا کے پانی کے بدلے جنت کی شراب

دنیا میں پانی پلانے اور انسانوں اور جانوروں وغیرہ کا سیراب اور ان کی تشنگی کا سامان کرنے کا اجر وثواب اس قدر ہے کہ اس پانی پلانے کے عوض اللہ عزوجل روز قیامت اور یوم آخرت اس شخص کو اس پانی کے بدلے جنت کی شراب مرحمت فرمائیں گے چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

حضرت ابوسعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی ننگے کو کپڑا پہنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا ہرا لباس پہنائے گا اور جو مسلمان کسی بھوکے کو کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا، اور جو مسلمان کسی پیاسے کو پانی پلائے تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت کی شراب پلائے گا۔'' وأیما مسلم سقی مسلمان علی ظمأ سقاہ اللہ من الرحیق المختوم '' (ابوداؤد: باب فی فضل سقی الماء، حدیث: ۱۶۸۴)

جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والا عمل

انسانوں کی تشنگی کا سامان کرنا اور ان کو پانی پلانا اور شدت پیاس میں ان کو سیراب کرنا یہ ایسا عمل ہے جس کو جنت سے قربت اور جہنم سے دوری کا باعث بتلایا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا: مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیجئے جو مجھے اللہ عزوجل کی اطاعت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے، فرمایا: کیا تم ان دونوں پر عمل کرو گے؟ تو اس نے کہا: ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصاف کی بات کہو اور زائد کو دوسروں کو مرحمت کر دو، فرمایا: اللہ کی قسم! میں نہ تو انصاف کی بات کر سکتا ہوں اور نہ زائد چیز کسی کو دے سکتا ہوں، فرمایا: کھانا کھلاؤ اور سلام کرو، اس نے کہا: یہ بھی مشکل ہے، فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں، اس نے کہا: ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ایک اونٹنی اور ایک مشکیزہ لو، پھر ان لوگوں کے گھر جاؤ جن کو کبھی کبھی ملتا ہے، انہیں پانی پلاؤ، شاید کہ تمہاری اونٹنی ہلاک ہو اور تمہارے مشکیزہ پھٹ جائے اس سے پہلے تمہارے لئے جنت واجب ہو جائے گی، راوی کہتے ہیں کہ: وہ دیہاتی تکبیر کہتا ہوا چلا، کہتے ہیں: اس کے مشکیزہ سے کے پھٹنے اور اور اس کی اونٹنی کے ہلاک ہونے سے پہلے وہ شہادت کی موت مرا'' فما انخرق سقاءہ ولا هلك بعيره حتى قتل شهيدا ''

(السنن الکبری للبیہقی، باب ما ورد فی سقی الماء، حدیث: ۷۵۹۸)

جانوروں کو سیراب کا بھی ثواب کا باعث

اتنا ہی نہیں انسانی کی تشنگی کا سامان کرنے پر ہی انسان کو ثواب ملتا ہے؛ بلکہ کسی پیاسے اور سسکتے بلتے اور پیاس کی شدت سے تڑپتے ہوئے جانور کے لئے پانی پلانے اور اور اس کی سیرابی کا سامان کرنے پر اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ ایک روایت میں سراقہ بن مالک بن جعشم سے مروی ہے:

حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں حاضر خدمت ہوا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات پوچھنا شروع کر دیئے، حتی کہ میرے پاس سوالات ختم ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ اور یاد

کرلو، ان سوالات میں سے ایک سوال میں نے یہ بھی پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ بھٹکے ہوئے اونٹ جو میرے حوض پر آئیں تو کیا مجھے ان کو پانی پلانے پر اجر وثواب ملے گا؟ جبکہ میں نے وہ پانی اپنے اونٹوں کے لئے بھرا ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ہر تر جگر رکھنے والے میں اجر وثواب ہے۔ ''نعم فی الکبد الحراء أجر''

(مسند احمد، حدیث سراقہ بن جعشم، حدیث: ۱۷۶۲۴)

الغرض یہ کہ پیاسوں کو پانی پلانا، تشنہ لبوں کی سیراب کا سامان کرنا، انسانی کی پانی کی ضروریات کی تکمیل یہ نہایت اجر وثواب اور بلندی درجات کا باعث ہے، نہ صرف انسانوں کو پانی پلانا یہ اجر وثواب آخرت اور رضائے خداوندی اور دخول جنت کا ذریعہ کا ہے؛ بلکہ پیاسے جانوروں کے لئے پانی کا نظم کرنا یہ بھی ثواب اور اجر آخرت کا باعث ہے۔

بَابٌ فِي الْمَنِيحَةِ

باب: دودھ دینے والا جانور عطیے کے طور پر دینا

1683 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى - وَهَذَا حَدِيثُ مُسَدَّدٍ وَهُوَ أَتَمُّ - عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعْلَاهُنَّ مَنِيحَةُ الْعَنْزِ، مَا يَعْمَلُ رَجُلٌ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا، وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الْجَنَّةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فِي حَدِيثِ مُسَدَّدٍ، قَالَ حَسَّانُ: فَعَدَدْنَا مَا دُونَ مَنِيحَةِ الْعَنْزِ مِنْ رَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ، وَإِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَنَحْوِهِ، فَمَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نَبْلُغَ خَمْسَةَ عَشَرَ خَصْلَةً

❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''چالیس خصلتیں ہیں' جن میں سب سے بہترین خصلت دودھ دینے والی بکری کو کسی کو ہدیہ کے طور پر دینا ہے' جو بھی شخص ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور ان کے حوالے سے کئے گئے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے' ان میں سے جو بھی عمل کرلے گا' تو اللہ تعالیٰ اس عمل کی وجہ سے اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:) حسان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ہم نے دودھ کی بکری ہدیہ کرنے سے کم درجے کے (نیک اعمال کو) شمار کرنا شروع کیا جن میں سلام کا جواب دینا، چھینک کا جواب دینا، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا اور اس جیسی دیگر چیزیں شامل ہیں اور ہم پندرہ خصلتیں بھی شمار نہیں کرسکے۔

چالیس خصلتوں کا بیان

حدیث کے آخر میں حسان بن عطیہ کا قول راوی نے نقل کیا ہے کہ ہم نے ان خصلتوں کو شمار کیا تو پندرہ سے زیادہ اہم شمار نہیں

کرسکے، مگر عمدۃ القاری میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ حسان کے شمار نہ کرسکنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی دوسرا بھی ان چالیس خصلتوں کو شمار نہیں کرسکتا اور ابن بطال فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض لوگوں نے ان خصلتوں کو شمار کیا تو وہ لوگ چالیس سے زیادہ تک پہنچ گئے اور اُن میں مندرجہ ذیل شمار کیں۔

۱) کسی کو دودھ پینے کے لئے جانور دینا
۲) قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی کرنا
۳) بھوکے کو کھانا کھلانا
۴) پیاسے کو پانی پلانا
۵) سلام کا جواب دینا
۶) چھینکنے والے کے الحمدللہ پڑھنے پر یرحمک اللہ کہنا
۷) تکلیف دہ چیز کو راستے سے ہٹانا
۸) کاریگر کی مدد کرنا
۹) کم سمجھ والے کا کام کردینا
۱۰) کسی عزیز قریب کو مادہ جانور کا حمل دے دینا جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوا
۱۱) جوتے کا تسمہ کسی کو دے دینا
۱۲) وحشت زدہ آدمی کو مانوس کرنا یعنی اس سے اس طرح سے بات کرنا جس سے اس کی وحشت دور ہو کر انس پیدا ہو جائے
۱۳) بے چینی کو دور کرنا
۱۴) آدمی کا اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں ہونا
۱۵) مسلمان کی پردہ پوشی کرنا
۱۶) کسی کے آنے پر مجلسوں کو وسیع کرلینا
۱۷) مسلمانوں کو خوش کرنا
۱۸) مظلوم کی مدد کرنا
۱۹) ظالم کو ظلم سے روک دینا
۲۰) خیر کی راہ بتا دینا
۲۱) نیکیوں کا حکم دینا
۲۲) برے کام سے روکنا
۲۳) لوگوں کی آپس میں مصالحت کرادینا

۲۴) مسکین کو اچھی بات کہہ کر واپس کرنا (اگر اپنے پاس دینے کو کچھ نہ ہو)

۲۵-۲۶) (مسلمان کا پودے لگانا یا کھیتی اُگانا (اور) اس میں سے پرندوں یا انسان یا جانور کا کھالینا

۲۷) پڑوسی کو ہدیہ دینا

۲۸) مسلمان کے لئے سفارش کرنا

۲۹) مریض کی مزاج پرسی کرنا

۳۰) مسلمان سے مصافحہ کرنا

۳۱) اللہ کے لئے آپس میں محبت کرنا

۳۲) اللہ کے لئے مل بیٹھنا

۳۳) اللہ کے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کرنا

۳۴) اللہ کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرنا

۳۵) جو آدمی عزت دار تھا کسی موقع میں وہ ذلیل ہونے لگا تو اس پر رحم کرنا

۳۶) جو مالدار تنگدست ہوگیا (اس پر رحم کرنا)

۳۷) جو عالم جاہلوں کے درمیان پھنس کر بے آبرو ہونے لگا اس کی آبرو بچانا

۳۸) غیبت کرنے والے کی تردید کرنا

۳۹) مسلمان کو سلام کرنا

۴۰) کسی آدمی کی مدد کرنا تا کہ وہ اپنی سواری پر سامان لاد سکے

نوٹ: ان امور کو ذکر کرنے کے بعد علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شارح کرمانی سے یہ بات بھی کی ہے کہ یہ احتمال ہے کہ ان امور کے علاوہ دوسری چالیس چیزیں مراد ہوں، پھر یہ کہنا کہ یہ سب چیز منیحہ سے کم ہیں اس کا بھی یقین نہیں کیا جا سکتا ممکن ہے کہ بعض منیحہ سے کم ہوں اور بعض اس سے اعلیٰ ہوں۔

بَابُ اَجْرِ الْخَازِنِ

باب: خزانچی کا اجر

1684 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنٰی وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَیْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الْخَازِنَ الْاَمِیْنَ الَّذِیْ یُعْطِیْ مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا، طَیِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ، حَتّٰی یَدْفَعَهٗ اِلَی الَّذِیْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقَیْنِ

⚘⚘ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''بے شک امانتدار خزانچی جو ملنے والے حکم کے مطابق مکمل اور بھرپور ادائیگی اپنی خوشی سے کرتا ہے' یہاں تک کہ وہ اس چیز کو اس کے سپرد کر دیتا ہے' جس کے بارے میں اسے حکم دیا گیا تھا' تو وہ بھی صدقہ کرنے والے دو افراد میں سے ایک شمار ہوگا''۔

بَابُ الْمَرْاَةِ تَتَصَدَّقُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا

باب: عورت کا اپنے شوہر کے گھر میں سے صدقہ کرنا

1685 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ، كَانَ لَهَا اَجْرُ مَا اَنْفَقَتْ، وَلِزَوْجِهَا اَجْرُ مَا اكْتَسَبَ، وَلِخَازِنِهٖ مِثْلُ ذٰلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ

⚘⚘ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''جب کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر میں سے' خرابی پیدا کیے بغیر (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتی ہے' تو اس عورت کو خرچ کرنے کا ثواب ملے گا' اور اس کے شوہر کو کمانے کا ثواب ملے گا۔ خزانچی کی مثال بھی اس کی مانند ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی وجہ سے دوسرے کے اجر میں کمی نہیں ہوگی''۔

بیوی کا شوہر کے مال سے خرچ کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ عاقل بالغ اور آزاد اور تصرفات کرسکتا ہو کو اپنی زندگی میں اپنے ذاتی مال میں تصرف کرنے کا حق ہے اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ چاہے خرید وفروخت کرے یا کرایہ وغیرہ پر دے یا پھر ہبہ اور وقف کرے اور اسی طرح باقی تصرفات بھی اس کے لیے جائز ہیں، اور اہل علم کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

اور اہل علم کے مابین اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ خاوند کو اپنی بیوی کے ذاتی مال میں کوئی اعتراض کرنے کا حق نہیں جبکہ اس کا تصرف کسی عوض میں ہو یعنی خرید وفروخت، اور کرایہ وغیرہ۔

اور جب وہ عورت عقل مند اور تصرف کرنے میں بھی جائز ہو اور پھر وہ عادتا دھوکہ باز بھی نہ ہو اس کے لیے تصرف جائز ہے۔

(مراتب الاجماع لابن حزم (162)، الاجماع فی الفقہ الاسلامی تالیف ابوجیب (2/566))

علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا عورت اپنا سارا مال یا اس میں کچھ حصہ اپنے خاوند کی اجازت کی بغیر ہبہ کرسکتی ہے، ذیل میں ہم مختلف مذاہب بیان کرتے ہیں۔

پہلا قول:

مالکیہ اور حنابلہ کی ایک روایت ہے کہ ثلث سے زیادہ مال کے ہبہ میں خاوند کو روکنے کا حق ہے، اس سے کم میں خاوند کو روکنے کا حق نہیں۔ (شرح الخرشی (7/103) المغنی لابن قدامہ (4/513) نیل الاوطار (6/22)

ان کے دلائل میں قیاس اور منقول دونوں ہی شامل ہیں:

منقول میں سے دلائل کا بیان

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی خیرۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا زیور لے کر آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: عورت کو اپنے مال میں سے خاوند کی اجازت کے بغیر کچھ بھی جائز نہیں، تو کیا تو نے کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے اجازت لی ہے، اس نے کہا جی ہاں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن مالک کے پاس ایک شخص کو بھیجا کہ ان سے پوچھے کہ کیا تو نے خیرہ کو اپنا زیور صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے، تو انہوں نے جواب میں کہا جی ہاں میں نے اجازت دی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قبول کر لیا۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2380) اس حدیث کی سند میں عبداللہ ابن یحییٰ اور اس کا والد دونوں راوی مجہول ہیں۔

2۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں فرمایا: (کسی بھی عورت کا خاوند کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں)

(سنن ابوداؤد کتاب البیوع باب نمبر (84) سنن نسائی الزکاۃ باب (58) مسند احمد (2/179) سنن ابن ماجہ (2/798)

اور ایک روایت میں ہے کہ (جب خاوند بیوی کی عصمت کا مالک بن جائے تو اس کے لیے اپنے مال میں کچھ بھی جائز نہیں) ترمذی کے علاوہ باقی پانچ نے اسے روایت کیا ہے۔

یہ اور اس سے قبل والی حدیث اس کی دلیل ہے کہ بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں تصرف کر سکے، اور اس میں یہ ظاہر ہے کہ عورت کے لیے اپنے مال میں تصرف کرنے لیے خاوند کی اجازت شرط ہے، اس قول کے قائلین نے ثلث سے زیادہ کی شرط دوسری نصوص کی وجہ سے لگائی ہے، جن میں یہ ہے کہ مالک کے لیے صرف ثلث اور اس سے کم میں وصیت کرنے کا حق حاصل ہے اس سے زیادہ کی وصیت نہیں کر سکتا لیکن اگر ورثاء اجازت دیں تو پھر کر سکتا ہے۔

جیسا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ میں میں جو کہ مشہور ہے اس میں ہے کہ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے سارے مال کے صدقہ کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے اجازت نہ دی اور جب دو ثلث کا پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی نہیں ہی کہا اور جب انہوں نے ثلث کے بارہ میں پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثلث ٹھیک ہے اور پھر ثلث بہت ہے۔ صحیح بخاری و مسلم۔

اور قیاس میں ان کی دلیل یہ ہے کہ خاوند کا حق اس کے مال سے بھی متعلق ہے جس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (عورت سے اس کے مال اور اس کی خوبصورتی و جمال اور اس کے دین کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے) اسے ساتوں نے روایت کیا ہے۔ اور عادت ہے کہ بیوی کے مال کی وجہ سے خاوند اس کا مہر بھی زیادہ کرتا ہے اور اس میں دلچسپی لیتا اور اس سے نفع حاصل کرتا

ہے، اور جب اسے تنگی پیش آجائے تو وہ اسے مہلت دے دیتا ہے، تو اس طرح یہ مریض کے مال سے وارثوں کے حقوق کی جگہ ہوا۔ دیکھیں المغنی لابن قدامہ (514/4)

دوسرا قول:

خاوند کو مطلق طور پر بیوی کو تصرف سے روکنے کا حق حاصل ہے۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ لیکن صرف خراب اور ضائع ہونے والی اشیاء میں یہ حق نہیں۔ یہ قول لیث بن سعد کا قول ہے۔ (نیل الاوطار (22/6)

تیسرا قول:

عورت کو اپنے مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا حق نہیں: یہ طاوس رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ (فتح الباری (218/5)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری میں کہتے ہیں: طاوس رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمرو بن شعیب والی مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: عورت کے لیے اپنے مال خاوند کی اجازت کے بغیر عطیہ جائز نہیں۔ ابوداؤد اور نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: باب کی احادیث صحیح ہیں۔

چوتھا قول:

عورت اپنے مال میں مطلقا تصرف کا حق حاصل ہے چاہے وہ عوض کے ساتھ یا بغیر عوض کے، چاہے وہ سارے مال میں یہ کچھ میں۔

یہ قول جمہور علماء کرام کا ہے، جن میں شافعیہ، احناف، حنابلہ کا ایک مذہب، اور ابن منذر شامل ہیں۔ (المغنی لابن قدامہ (4/513) الانصاف (342/5) اور شرح معانی الآثار (354/4) فتح الباری (318/5)، نیل اولاطار (22/6)۔ کتاب وسنت اور نظر کے اعتبار سے سب سے زیادہ عادل اور صحیح قول یہی ہے۔

کتاب اللہ سے دلائل کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: {اور عورتوں کو ان کے مہر پورے کے پورے ادا کرو، اگر تو وہ تمہیں اپنی مرضی اور خوشی سے کچھ معاف کر دیں تو اسے بڑی خوش سے کھاؤ}۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خاوند کے لیے بیوی کے مال سے جس پر وہ راضی ہو مباح قرار دیا ہے۔

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا: {اور اگر تم انہیں چھونے سے قبل ہی طلاق دے دو اور ان کا مہر مقرر کر چکے ہو تو جو تم نے مہر مقرر کیا ہے اس کا نصف ادا کر دو لیکن اگر وہ معاف کر دیں}۔

تو اللہ تعالیٰ نے خاوند کے طلاق دینے کے بعد عورت کو اپنا مال معاف کرنے کی اجازت دی ہے اور اس میں کسی کو بھی دخل نہیں کہ اس سے اجازت طلب کی جائے جو کہ عورت کے اپنے مال میں تصرف کرنے کی دلیل ہے، اور اس پر بھی دلیل ہے کہ اپنے مال میں اسی طرح ہے جس طرح کہ مرد اپنے مال میں تصرف رکھتا ہے۔ (شرح معانی الآثار (352/4)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح فرمایا ہے : { اور یتیموں کو ان کے بالغ ہونے تک سدھارتے اور آزماتے رہو پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو } (النساء (6)

اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر یتیم بچی ہوشیار اور بالغ ہو جائے تو اس کے لیے اپنے مال میں تصرف کرنا جائز ہے۔

اور اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عید کے خطبہ میں وعظ ونصیحت کرنے کے بعد عورتوں نے اپنے زیورات صدقہ کر دیے، تو یہ سب کچھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کا اپنے مال میں تصرف کرنا جائز ہے اور کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

نیل الاوطار میں ہے کہ جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ جب عورت بے وقوف نہ ہو تو اس کے لیے مطلقا اپنے مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز ہے، اور اگر وہ بے وقوف ہو تو پھر جائز نہیں۔

فتح الباری میں کہا ہے کہ جمہور علماء کرام کی اس پر کتاب وسنت میں سے بہت سے دلائل ہیں۔

جمہور علماء کرام نے اس حدیث :

عورت کے لیے اپنے مال میں خاوند کی عصمت میں رہتے ہوئے ہبہ جائز نہیں۔ (سنن ابوداود حدیث نمبر (3079) صحیح الجامع حدیث نمبر (7265) اور بعض روایات کا بیان ہو چکا ہے۔

اس حدیث سے استدلال کا رد کرتے ہوئے جمہور علماء کرام کہتے ہیں : یہ ادب اور حسن معاشرت اور خاوند کے بیوی پر حق اور مقام مرتبہ اور اس کی قوت رائے اور عقل پر محمول ہے کہ خاوند ان اشیاء میں پختہ ہوتا ہے۔

علامہ سندھی نے نسائی کی شرح میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث اکثر علماء کرام کے نزدیک حسن معاشرت اور خاوند کو راضی وخوش کرنے کے معنی پر ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں تو ہم کس طرح ایسا کہیں اور قرآن مجید اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے، قرآن مجید کے بعد سنت اور پھر آثار اور اس کے بعد معقول کا درجہ ہے۔

میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بغیر ہی غلام آزاد کر دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم ہونے پر انہیں کوئی عیب نہیں لگایا، تو یہ اس کے علاوہ دوسری احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ حدیث اگر ثابت ہو تو پھر ادب واحسان اور اختیار پر محمول ہوگی۔

تو اس طرح مسلمان عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے خاوند سے اجازت طلب کرے اور اجازت لینا اس پر واجب تو نہیں بہتر ہے، اسے اس کا اجر بھی ملے گا۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا عورتوں میں سے کونسی عورت بہتر ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وہ عورت اچھی اور بہتر ہے جب اس کی طرف خاوند دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، اور جب اسے کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے، اور وہ اپنے مال اور نفس میں خاوند کی مخالفت نہ کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔

(سنن نسائی حدیث نمبر (3179) صحیح الجامع حدیث نمبر (3292)

1686- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: لَمَّا بَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءُ قَامَتِ امْرَأَةٌ جَلِيلَةٌ كَأَنَّهَا مِنْ نِسَاءِ مُضَرَ. فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّا كَلٌّ عَلَى آبَائِنَا، وَأَبْنَائِنَا-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأُرَى فِيهِ: وَأَزْوَاجِنَا- فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ؟ فَقَالَ: الرَّطْبُ تَأْكُلْنَهُ وَتُهْدِينَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الرَّطْبُ: الْخُبْزُ وَالْبَقْلُ وَالرُّطَبُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ، وَكَذَا رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ يُونُسَ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین سے بیعت لی تو ایک باوقار عورت کھڑی ہوئی۔ اس کا تعلق مضر قبیلے سے تھا۔ اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ہم (خواتین) اپنے باپ دادا اور بیٹوں (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں) اپنے شوہروں کے ذمہ ہوتی ہیں (یعنی ہمارا خرچ ان کے ذمہ ہوتا ہے) تو ان کے اموال میں سے ہمارے لئے کیا حلال ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تر چیز جسے تم کھاتی ہو اور ہدیہ کرتی ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) تر چیز سے مراد روٹی، سبزی اور تازہ کھجور ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ثوری نے یونس کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

خاوند کا مال اس کی اجازت کے بغیر صرف نہ کرنے کی نصیحت

یہ ایک اور امتیازی نصیحت ہے جس کے ساتھ نیک بیوی موصوف ہوتی ہے، یعنی خاوند کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرنا، خواہ صدقہ خیرات میں صرف کرنا ہو یا کسی اور مصرف میں، اپنے خاوند سے اجازت ضرور لینی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر صرف نہ کرے" کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کھانا بھی نہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ تو ہمارا بہترین مال ہے۔" (الترمذی ۶۷۰، ابوداود ۳۵۶۵، احمد ۵/ ۲۶۷)

معلوم ہوا کہ نیک بیوی وہ ہے جو اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہے، اسکی عدم موجودگی میں مال کو برباد نہیں کرتی، بلکہ بحفاظت رکھتی ہے، اسی طرح وہ زیادہ مطالبات اور فرمائشوں سے اپنے شوہر کو پریشان نہیں کرتی۔ جب زوجہ اپنے شوہر کے مال میں سے کوئی چیز اس کی سابقہ اجازت کے ساتھ صدقہ وغیرہ کرتی ہے تو اس صدقہ کا نصف ثواب اس کو اور باقی نصف اس کے شوہر کو ملتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورت جو چیز شوہر کے حکم کے بغیر خرچ کرتی ہے اس کا نصف اجر اس کے شوہر کو ملتا ہے۔" (البخاری ۷/ ۹۰۳، مسلم ۷/ ۱۵)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک عورت کو پہلے سے خاوند کی طرف سے اذن عام حاصل ہے لیکن اس نے اس خاص مقدار میں اپنے شوہر سے صراحۃً اجازت نہیں لی اور اس کو صدقہ کر دیا تو اجر دونوں کو نصف نصف ملے گا، اس سے پتہ چلا کہ اگر عورت صریح اجازت کے بغیر خرچ کرے اور خرچ کرنے کا کوئی عرف بھی نہ ہو تو عورت کو کوئی اجر نہیں ملے گا وہ گناہ گار ہو گی پس اس حدیث کا

بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ حَرَامٍ. يَجْتَمِعَانِ إِلَى حَرَامٍ وَهُوَ الْأَبُ الثَّالِثُ. وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَتِيكِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ. فَعَمْرٌو يَجْمَعُ حَسَّانَ. وَأَبَا طَلْحَةَ. وَأُبَيًّا. قَالَ الْأَنْصَارِيُّ: بَيْنَ أُبَيٍّ وَأَبِي طَلْحَةَ سِتَّةُ آبَاءٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تم اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اس چیز کو خرچ نہیں کرتے جسے تم پسند کرتے ہو''۔

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے پروردگار نے ہم سے ہمارے اموال طلب کیے ہیں' تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں ''اریحاء'' کے مقام پر موجود اپنی اراضی کو اللہ کے نام پر مخصوص کرتا ہوں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) تو انہوں نے وہ زمین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان تقسیم کردی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) محمد بن عبداللہ انصاری کے حوالے سے مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے وہ یہ فرماتے ہیں:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے:

''زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار''

جبکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نسب یہ ہے:

''حسان بن ثابت بن منذر بن حرام''

تو یہ دونوں حضرات (اپنے دادا) حرام بن عمرو پر مل جاتے ہیں جو ان کے دادا ہیں۔

جبکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نسب یہ ہے:

''ابی بن کعب بن قیس بن عتیق بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار''۔

تو عمرو بن مالک بن نجار پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نسب مل جاتا ہے۔

انصاری کہتے ہیں: حضرت ابی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے درمیان چھ باپ دادا ہیں۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

زید نام، ابوطلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں جن کے افراد شہر یثرب میں معزز حیثیت رکھتے تھے، نسب نامہ یہ ہے زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک بن النجار، والدہ کا نام عبادہ ہے اور وہ مالک بن عدی بن زید بن مناۃ کی بیٹی تھیں جو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے جدی رشتے میں تھے قبیلہ عمرو بن مالک مسجد نبوی سے غربی جانب باب الرحمۃ کی طرف سکونت پذیر تھا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں اس قبیلہ کے رئیس تھے۔

قبل از اسلام ابوطلحہ رضی اللہ عنہ عام اہل عرب کی طرح بت پرست تھے اور بڑے اہتمام سے شراب پیتے تھے اور اس کے لئے ان کے ندیموں کی ایک مجلس تھی۔ (بخاری: ۲/۶۶۴)

اسلام

ابھی زمانہ شباب کا آغاز تھا بہ مشکل بیس سال کی عمر ہوگی کہ آفتاب نبوت طلوع ہوا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اُم سلیم رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کو نکاح کا پیغام دیا اور انہوں نے اسلام کی شرط کے ساتھ نکاح کو وابستہ کردیا، جس کا آخری اثر یہ مرتب ہوا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دین حنیف قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے یہ وہ وقت تھا جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام کے پرجوش شیدائی شہر یثرب میں دین اسلام کی تبلیغ کررہے تھے مدینہ کا جو مختصر قافلہ بیعت کے لئے روانہ ہوا تھا اس میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

اس بیعت میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف مزید حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انصار کا نقیب تجویز فرمایا۔

مواخاۃ

بیعت کے چند مہینے کے بعد خود حامل وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا ارادہ فرمایا اور یہاں پر مہاجرین وانصار میں اسلامی برادری قائم کی مہاجرین میں سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصاری کا جس کو بھائی بنایا گیا وہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح قریشی تھے، جن کو ایمان کی پختگی کی بدولت دربار رسالت سے امین الامۃ کا خطاب عطا ہوا تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔

غزوات

غزوہ بدر اسلام کی تاریخ میں پہلا غزوہ ہے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس میں کافی حصہ لیا تھا، بدر کے بعد غزوہ احد واقع ہوا، وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی جانبازی کی خاص یادگار ہے معرکہ اس شدت کا تھا کہ بڑے بڑے بہادروں کے قدم اُکھڑ گئے تھے؛ لیکن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھال آڑ کئے سینہ تانے کھڑے تھے کہ آپ کی طرف جو تیر آئے اس کا آماجگاہ خود بنیں اور نہایت جوش میں یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

نفسی لنفسک الفداء ووجھی لوجھک الوقاء

میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے چہرہ کی سپر ہو۔ (مسند حضرت انس بن مالک، بخاری: ۲۷۹)

اور تیردان میں سے تیر نکال کر ایسا جوڑ کر مارتے کہ مشرکوں کے جسم میں پیوست ہوجاتا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تماشا دیکھنے کے لئے سر اٹھاتے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حفاظت کے لئے سامنے آجاتے اور کہتے "نحری دون نحرک" آپ کے گلے کے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جان نثاری اور سرفروشی سے خوش ہوکر فرماتے فوج میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی آواز سو آدمی سے بہتر ہے۔ (مسند احمد: ۳/۶، بخاری کتاب المغازی)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے احد میں نہایت پامردی سے مشرکین کا مقابلہ کیا وہ بڑے تیرانداز تھے اس دن دو تین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹیں اس وقت ان کے سامنے دو قسم کے خطرے تھے ایک مسلمانوں کی شکست کا خیال دوسرے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا مسئلہ؛ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اس طرح کی کہ جس ہاتھ سے بچاؤ کرتے تھے وہ شل ہو گیا مگر انہوں نے اُف نہ کی۔

غزوۂ خیبر میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اونٹ آنحضرت ﷺ کے اونٹ کے بالکل برابر تھا، اس غزوہ میں بھی وہ اس حیثیت سے نمایاں ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے گدھے کے گوشت کھانے کی ممانعت کرنا چاہی تو منادی کرنے کے لئے ان کو ہی مخصوص فرمایا۔ (مسند احمد: ۳/۱۲۱)

غزوہ حنین: میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے ۲۰، ۲۱ کافروں کو قتل کیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا جو شخص جس آدمی کو مارے اس کے سارے اسباب کا مالک سمجھا جائے گا؛ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیس اکیس آدمیوں کا سامان حصہ میں حاصل کیا تھا آنحضرت ﷺ کے غزوات میں یہ اخیر غزوہ تھا اور ۸ ھ میں واقع ہوا تھا۔

عام حالات

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں تھے، ادھر مسجد نبوی ﷺ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں گفتگو ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کی قبر کون تیار کرے، مدینہ میں بغلی اور مکہ میں صندوقی قبروں کا رواج تھا، لیکن آنحضرت ﷺ بغلی قبر پسند فرماتے تھے، مسلمانوں میں دو شخص قبریں کھودتے تھے، مہاجرین میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور انصار میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ صندوقی اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بغلی بناتے تھے، اس لئے دونوں کے پاس آدمی بھیجا گیا اور یہ رائے قرار پائی کہ جو پیشتر پہنچے اس شرف کو حاصل کرے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کی مرضی بغلی کی تھی بہت سے مسلمان دست بدعا تھے کہ مہاجری کے آنے میں دیر ہو اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جلد آجائیں، یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور اپنے ہاتھ سے بغلی قبر کھودی۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی سکونت ترک کر دی تھی اور شام چلے گئے تھے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان ہی غمزدوں میں داخل تھے؛ لیکن جب زیادہ پریشانی بڑھتی تو آستانہ نبوت کا رخ کرتے اور مہینوں کا سفر طے کر کے رسول اللہ ﷺ کے مزار پر حاضر ہوتے اور تسلی کا سرمایہ حاصل کرتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے شام میں گذارا، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا بیشتر حصہ بھی وہیں بسر ہوا، البتہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب وہ مدینہ میں تشریف فرما تھے، حضرت فاروق اعظم کو ان کی ذات پر جو اعتماد اور ان کی منزلت کا جو خیال تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ جب انہوں نے ۶ آدمیوں کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ آپ لوگوں کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی، آپ انصار کے ۵۰ آدمی لے کر ان لوگوں پر متعین رہیے، اگر چار آدمی ایک طرف ہوں اور دو مخالفت کریں تو دو کی گردن مار دیجئے اور اگر پلہ برابر ہو تو

اس فریق کو قتل کیجئے جس میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نہ ہوں، اور اگر تین دن گذر جائیں اور کوئی فیصلہ نہ ہو تو سب کے سر اڑا دیجئے۔

غرض مسور بن مخرمہ کے گھر میں ان چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ قائم ہوئی اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دروازہ پر حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے، بنو ہاشم شروع سے اس مشورہ کے خلاف تھے، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چاہتے تھے، اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آہستہ سے کہا کہ آپ اپنا معاملہ ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ دیجئے اپنا خود فیصلہ کیجئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کچھ جواب دیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پاس کھڑے یہ باتیں سن رہے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان پر نظر پڑی تو کچھ خیال پیدا ہوا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لم ترع اباالحسن! اے ابوالحسن خوف نہ کیجئے۔

اسی طرح ایک دن جلسہ کے وقت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچے اور دروازہ پر بیٹھ گئے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کچھ نہ کہا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جھلا آدمی تھے ان سے نہ رہا گیا کنکری مار کر بولے، یہ لوگ اس لئے آئے ہیں کہ مدینہ میں مشہور کریں گے کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ میں تھے، کنکری مارنے پر عمرو رضی اللہ عنہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہ بھی برہم ہوئے اور بات بڑھنے لگی، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ خوف ہے کہ آپ لوگ ان جھگڑوں میں الجھ کر اصل مسئلہ کو چھوڑ بیٹھیں! اس ذات کی قسم جس نے عمر کو وفات دی! میں تین دن سے زیادہ کبھی مہلت نہ دوں گا، پھر گھر میں بیٹھ کر تماشا دیکھوں گا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟

اس کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے خانگی حالات میں دو چیزیں بہت نمایاں ہیں نکاح اور اولاد، ان کا نکاح حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک بن نضر، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد، ہجرت نبوی سے قبل اپنی بیوی اُمّ سلیم رضی اللہ عنہ سے ان کے اسلام قبول کرنے پر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے، وہاں انہوں نے انتقال کیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اُمّ سلیم رضی اللہ عنہ کو پیام دیا، انہوں نے کہا کہ میں تمہارا پیام رد نہیں کرتی، لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان، میرا نکاح تمہارے ساتھ جائز نہیں، اگر تم اسلام قبول کر لو تو مجھے نکاح میں عذر نہ ہوگا اور وہی میرا مہر ہوگا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور اسلام مہر قرار پایا، ثابت کہتے ہیں کہ میں نے کسی عورت کا مہر ام سلیم رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں سنا۔

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی کئی اولادیں ہوئیں؛ لیکن سوائے عبداللہ کے کوئی زندہ نہ رہا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا نام ابوعمیر تھا، اس نے بچپن میں ایک لال پالا تھا، اتفاق سے لال مر گیا، اس کو نہایت غم ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو اس کو غمگین پا کر لوگوں سے پوچھا، آج یہ سست کیوں ہے؟ لوگوں نے واقعہ بیان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہنسانے کے لئے فرمایا: یا اباعمیر مافعل النغیر یعنی اے عمیر لال کہاں گیا؟

ایک اور لڑکا تھا جو کچھ دنوں بیمار رہ کر مر گیا، اس کی وفات کا واقعہ نہایت پر اثر ہے، ایک دن اس کی بیماری کے زمانہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے اور اُدھر وہ فوت ہو گیا، اُمّ سلیم رضی اللہ عنہ نے اس کو دفن کر دیا اور گھر والوں سے تاکید کی کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسجد سے آئے تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم ساتھ تھے، پوچھا

لڑکا کیسا ہے؟ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا پہلے سے اچھا ہے! ابوطلحہ رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے باتیں کرتے رہے کہ کھانا آیا، سب نے کھایا، جب صحابہ رضی اللہ عنہم چلے گئے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اندر آئے اور رات کو میاں بیوی نے ایک بستر پر آرام کیا، اخیر رات میں اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے لڑکے کی وفات کا ذکر کیا اور کہا کہ خدا کی امانت تھی، اس نے لے لی اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اناللہ پڑھا اور صبر کیا، یہ واقعہ بخاری اور مسلم میں مؤثر اور مختلف طور پر مذکور ہے۔

اس لڑکے کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھٹی دی، یہ اپنے زمانہ میں تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے تھے، ان ہی سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی نسل چلی ان کے دو بیٹے تھے، اسحاق اور عبداللہ اور اسحاق کے صاحبزادے یحییٰ تھے اور یہ سب اپنے عہد میں مرجع انام اور علم حدیث کے امام تھے۔

حلیہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا رنگ گندم گوں، قد متوسط، سر اور داڑھی سفید خضاب نہیں کرتے تھے، چہرہ نورانی۔

وفات

عمر شریف ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغام اجل آیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے ایک دن سورۂ برأت تلاوت فرمارہے تھے جب اس آیت "اِنْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا" پر پہنچے تو ولولہ جہاد تازہ ہوا، گھر والوں سے کہا کہ خدا نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے، میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، سفر کا انتظام کردو، دو مرتبہ کہا، بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے رکھتے نہایت نحیف اور لاغر ہوگئے تھے گھر والوں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے! عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کل غزوات میں شریک ہو چکے، ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں برابر جہاد کیا، اب بھی جہاد کی حرص باقی ہے، آپ گھر میں بیٹھیے ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ میں جائیں گے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھلا کب رک سکتے تھے، شہادت کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا بولے جو میں کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو، گھر والوں نے چارو ناچار سامان سفر درست کیا اور یہ ستر برس کا بوڑھا مجاہد خدا کا نام لے کر چل پڑا، غزوہ بحری تھا اور اسلامی بیڑہ روانہ ہونے والا تھا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جہاز پر سوار ہوئے اور غزوہ کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آپہنچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کرگئی۔

بحری سفر تھا، زمین کہیں نظر نہ آتی تھی، ہوا کے جھونکے جہاز کو غیر معلوم سمت میں لئے جارہے تھے اس مجاہد فی سبیل اللہ کی لاش غربت کی حالت میں جہاز کے تختہ پر بے گوروکفن پڑی رہی، آخر ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا، اس وقت لوگوں نے لاش کو ایک جزیرہ میں اتر کر دفن کیا، لاش بعینہ صحیح وسالم تھی۔

سنہ وفات میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۳۱ھ اور بعض کے قول کے مطابق ۳۲ھ سال وفات ہے، لیکن اس میں زیادہ صحیح روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے اس کے رو سے ۵۱ھ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا:

فضل وکمال

فضل وکمال میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو خاص رتبہ حاصل ہے، علامہ حافظ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے فضل وکمال کی طرف اس

طرح اشارہ کیا ہے کہ وہ فضلائے صحابہ میں تھے۔

روایت میں نہایت احتیاط کرتے تھے، ان کی احادیث مرویہ میں مسائل یا غزوات کا ذکر ہے، فضائل اعمال کا بیان نہیں باوجودیکہ وہ مدت دراز تک رسول اللہ ﷺ کے شرف صحبت سے ممتاز رہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہے، لیکن روایتوں کی مجموعی تعداد ۹۲ سے زیادہ نہ ہو سکی اس کا اصلی باعث بیان حدیث میں احتیاط تھی۔

حسب ذیل روایات ان کے علمی پایہ کو نمایاں کرتی ہیں:

حدیث شریف میں وارد ہے "لا تدخل الملئكة بيتا فيه صورة" یعنی جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیماری میں عقیدت مندوں کا ایک گروہ عیادت کو آیا تو دیکھا کہ دروازہ پر ایک پردہ پڑا ہے، جس میں تصویر بنی ہوئی ہے، آپس میں گفتگو شروع ہوئی، زید بن خالد بولے کل تو تصویر کی ممانعت پر حدیث بیان کی تھی، عبید اللہ خولانی سے کہا ہاں لیکن یہ بھی تو کہا تھا کہ کپڑے پر جو تصویر ہو وہ اس میں داخل نہیں۔ (حدیث ابوطلحہ، مسند احمد: ۴/ ۲۸)

ایک دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کھانا نوش فرما رہے تھے، دستر خوان پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی تھے کھانا کھا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی مانگا دونوں بزرگوں نے کہا شاید گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کا خیال پیدا ہوا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں اس پر فرمایا کہ تم طیبات کھا کر وضو کی ضرورت سمجھتے ہو؛ حالانکہ خود رسول اللہ ﷺ وضو کی حاجت نہیں سمجھتے تھے۔ (حدیث ابوطلحہ: ۳)

ایک دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نفل کا روزہ رکھا تھا، اتفاق سے اسی دن برف پڑی اور اٹھے اور اولے چن کر کھانے لگے، لوگوں نے کہا روزے میں آپ اولے کھا رہے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ یہ برکت ہے جس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا، میدانِ جنگ میں رجز پڑھتے تھے، یہ شعر انہی کا ہے۔

انا ابو طلحة واسمي زيد وكل يوم في سلاحي صيد

اخلاق

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا اخلاقی جوہر حب رسول ہے، ایسی حالت میں کہ تمام مسلمانؓ جنگ کی شدت سے مجبور ہو کر میدان سے منتشر ہو گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس معدودے چند صحابہ باقی رہ گئے تھے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اپنے کو رسول اللہ ﷺ پر قربان کرنے کے لئے بڑھنا اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کفار کے وار سہنا کہ خال نبوت پر جو تیر آئے ان کو اپنے سینے پر روکنا اور آخر اسی حالت میں اپنا ہاتھ بیکار کر دینا حب رسول کا وہ لازوال نشان ہے جو ابد تک نہیں مٹ سکتا۔

اسی محبت کا اثر تھا کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ سے خاص خصوصیت تھی وہ عموماً تمام معرکوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور ان کا اونٹ رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کے برابر چلتا تھا، غزوہ خیبر سے واپسی کے وقت حضرت

صفیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے اونٹ پر سوار تھیں، مدینہ کے قریب پہنچ کر ناقہ ٹھوکر لے کر گری اور رسول اللہ ﷺ اور صفیہ رضی اللہ عنہ زمین پر آ رہے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سواری سے فوراً کود پڑے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر پوچھا یا رسول اللہ جعلنی اللہ فداک چوٹ تو نہیں آئی؟ حضور نے فرمایا نہیں عورت کی خبر لو، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ منہ پر رومال ڈال کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کو کجاوا درست کر کے اونٹ پر بٹھایا۔

اسی طرح ایک مرتبہ مدینہ میں دشمنوں کا کچھ خوف معلوم ہوا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا جس کا نام مندوب تھا مستعار لیا اور سوار ہو کر جس طرف اندیشہ تھا روانہ ہوئے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے چلے؛ لیکن ابھی پہنچنے نہ پائے تھے کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے راستہ میں ملاقات ہوئی فرمایا وہاں کچھ نہیں اور تمہارا گھوڑا بہت تیز رفتار ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ سے جو محبت تھی اس کا اثر چھوٹی چھوٹی چیز میں بھی ظاہر ہوتا تھا، جب ان کے گھر میں کوئی چیز آتی تو خود رسول اللہ ﷺ کے حضور میں بھیج دیتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک خرگوش پکڑ لائے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ذبح کیا اور ایک ران آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیج دی، آپ نے یہ حقیر لیکن پرخلوص نذر قبول کرلی، (مسند احمد: ۳/۱۷۱، مسند ابن انس رضی اللہ عنہ) اسی طرح اُمّ سلیم نے ایک طبق میں خرمے بھیجے، حضور ﷺ نے قبول فرما کر ازواج مطہرات اور صحابہ میں تقسیم کئے۔ (مسند احمد: ۳/۱۳۵)

رسول اللہ ﷺ بھی اس محبت کی نہایت قدر کرتے تھے؛ چنانچہ جب آپ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے اور منیٰ میں حلق کرایا تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بال تو اور لوگوں میں تقسیم ہو گئے اور بائیں طرف کے کل موئے مبارک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمائے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ گویا دونوں جہاں کا خزانہ ہاتھ آ گیا۔

اسی طرح جب عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا آپ نے کچھ چھوہارے چبا کر اس سے لڑکے کو گھٹی دی لڑکے نے مزے سے اس آب حیواں کی گھٹی لی اور چھوہارے کو مسوڑھے سے دابنے لگا، حضور نے فرمایا دیکھو انصار کو چھوہاروں سے فطری محبت ہے، اس لڑکے کا نام آنحضرت ﷺ نے عبداللہ رکھا رسول اللہ ﷺ کے لعاب مبارک کا یہ اثر تھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تمام نوجوانانِ انصار پر فوقیت رکھتے تھے۔ (مسند احمد: ۲۵۷، مسند انس رضی اللہ عنہ)

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ شراب حرام ہونے سے قبل ایک روز فضیخ جو چھوہارے کی بنتی ہے پی رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ شراب حرام ہوگئی یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اس گھڑے کو توڑ دو، انہوں نے توڑ دیا، (مسند احمد: ۳/۱۸۱) جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۲)

جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب ہے نیکی نہیں پا سکتے۔

تو امرائے انصار نے کیسوں کی مہریں توڑ دیں اور جس کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں آنحضرت ﷺ کے حضور میں پیش

کیں، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور بیر حا کو خدا کی راہ میں وقف کیا۔

بیر حا ان کی نہایت قیمتی جائداد تھی، اس میں ایک کنواں تھا، اس کا پانی نہایت شیریں اور خوشبودار تھا اور آنحضرت ﷺ بہت شوق سے اس کو پیتے تھے یہ اراضی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی بعد میں اس مقام پر قصر بنی عدیلہ بنایا تھا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے اس وقف سے آنحضرت ﷺ نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا: بخ بخ !ذالك مال رابح: ذالک حال رائج اور حکم دیا کہ اپنے اعزہ میں اس کو تقسیم کر دو، چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بنی اعمام اور اقارب میں جس میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے تقسیم کر دیا۔ (مسند احمد: ۳/۱۴۱)

ایک مرتبہ ایک شخص آیا، اس کے قیام کا کوئی سامان نہ تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کو جو اپنے ہاں مہمان رکھے اس پر خدا رحم کرے گا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا میں لئے جاتا ہوں، گھر میں کھانے کو نہ تھا صرف بچوں کے لئے کھانا پکا تھا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیوی سے کہا کہ بچوں کو سلا دو اور مہمان کے پاس بیٹھ کر چراغ گل کر دو۔ اس طور پر وہ کھانا کھالے گا اور ہم بھی فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے، غرض اس طرح اس کو کھلا کر تمام گھر فاقہ سے پڑا رہا، صبح کے وقت آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی شان میں یہ آیت پڑھی جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی: "وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا رات تمہارے کام سے خدا کو بہت تعجب ہوا۔ (مسلم: ۲/۱۹۸)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک خاص وصف خلوص تھا، وہ شہرت پسندی، ریا اور نمود و نمائش سے دور رہتے تھے، بیر حا کو وقف کرتے وقت رسول اللہ ﷺ سے قسم کھا کر کہا کہ یہ بات اگر چھپ سکتی تو کبھی میں ظاہر نہ کرتا۔ (مسند احمد: ۳/۱۱۵، مسند انس)

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ۴۰ سال کی زندگی پائی یہ تمام عمر روزوں میں بسر کی، عید اور بقر عید کے سوا ۳۶۵ دنوں میں کوئی دن ایسا نہ تھا بجز بیماری کے ایام کے جس میں وہ صائم نہ رہے ہوں۔

حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ اور بغلی قبر کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے پر اتفاق رائے ہو گیا، تو اس وقت گھر میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ ہی تھے مثلاً ان کے چچا حضرت عباس، حضرت علی، فضل، قثم، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اور صالح اسی دوران گھر کے دروازے پر کھڑے حضرت اوس بن خولی انصاری خزرجی بدری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکار کر کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ ہمارا حصہ بھی رکھنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اندر آ جاؤ، چنانچہ وہ بھی داخل ہو گئے اور اس موقع پر موجود رہے گو کہ انہوں نے غسل میں شرکت نہیں کی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے سہارا دیا، جبکہ قمیص جسم پر ہی تھی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، فضل اور قثم رضی اللہ عنہ پہلو مبارک بدل رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا ساتھ دے رہے تھے، حضرت اسامہ اور صالح پانی ڈال رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دے رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی چیز ظاہر نہیں ہوئی جو میت کی ظاہر ہوا کرتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیتے

ہوئے کہتے جارہے تھے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ حیا وحیا کتنے پاکیزہ رہے، یاد رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل پانی اور بیری سے دیا گیا تھا غسل سے فراغت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو خشک کیا، پھر وہی کیا جو میت کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی انہیں تین کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا جن میں سے دو سفید تھے اور ایک دھاری دار سرخ یمنی چادر تھی، پھر معلوم ہوا کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ صندوقی قبر بناتے ہیں جیسے اہل مکہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جن کا اصل نام زید بن سہل تھا، اہل مدینہ کے لئے بغلی قبر بناتے ہیں تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو بلایا، ایک کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور دوسرے کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس اور دعاء کی کہ اے اللہ! اپنے پیغمبر کے لئے جو بہتر ہو اسی کو پسند فرمالے، چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جانے والے آدمی کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مل گئے اور وہ انہی کو لے کر آ گیا، اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بغلی قبر تیار کی گئی۔ (مسند احمد۔ جلد دوم۔ حدیث 499)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

نام ونسب

حسان نام، ابوالولید کنیت، شاعر رسول اللہ لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، حسان ابن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج، والدہ کا نام فریعہ بنت خالد بن خنیس بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن کعب بن ساعدہ تھا، قبیلہ خزرج سے تھیں اور سعد بن عبادہ سردار خزرج کی بنت عم ہوتی تھیں، (بخاری: ۲/۵۹۵) حسان نے ایک شعر میں ان کا نام ظاہر کیا ہے۔

امسی الجلا بیب قد غروا وقد کثروا وابن الفریعة امسی بیضة البلد (اصابہ: ۸/۱۲۶)

سلسلۂ اجداد کی چار پشتیں نہایت معمر گذریں، عرب میں کسی خاندان کی چار پشتیں مسلسل اتنی طویل العمر نہیں مل سکتیں، حرام کی عمر جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے پردادا تھے ۱۲۰ سال کی تھی ان کے بیٹے منذر اور ثابت بن منذر اور حسان بن ثابت سب نے یہی عمر پائی۔ (اسد الغابہ: ۱)

اسلام

حضرت حسان رضی اللہ عنہ حالت ضعیفی میں ایمان لائے، ہجرت کے وقت ۶۰ برس کا سن تھا۔

غزوات

دل کے فطرۃ کمزور تھے، اس لئے کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات میں شرکت کی تھی، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قیل لابن عباس قدم حسان اللعین قال فقال ابن عباس ما هو بلعین قد جاهد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه ولسانه (تہذیب التہذیب، باب من اسمہ حابس: ۲/۲۱۷)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ حسان ملعون آیا ہے، فرمایا ملعون کیونکر ہو سکتے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر اپنے نفس اور زبان سے جہاد کیا ہے۔

لیکن عام تذکرے اس کے خلاف ہیں، غزوۂ خندق میں عورتوں کے ساتھ قلعہ میں تھے آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ بنت عبدالمطلب بھی اسی قلعہ میں تھیں، ایک یہودی نے قلعہ کے گرد چکر لگایا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر یہودیوں کو اطلاع ہوگئی تو بڑی مشکل پیش آئے گی، کیونکہ آنحضرت ﷺ جہاد میں مشغول تھے انہوں نے حسان سے کہا اس کو مارو ورنہ یہود سے جا کر خبر کردیگا، انہوں نے جواب دیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سن کر خود خیمہ کی چوب اٹھائی اور مردانہ وار نکل کر مقابلہ کیا اور یہودی کو قتل کر کے حسان سے کہا اب جا کر اس کا سامان اتار لاؤ، بولے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (اسد الغابہ: ۲/۲)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ جان کے بجائے زبان سے جہاد کرتے تھے، چنانچہ غزوہ بنونضیر میں جب آنحضرت ﷺ نے بنو نضیر کے درخت جلائے تو انہوں نے یہ شعر کہا:

فهان على سراة بني لوئ حريق بالبويرة مستطير

بنونضیر اور قریش میں باہم نصرت ومدد کا معاہدہ تھا، اس بنا پر قریش کو غیرت دلاتے ہیں کہ تم بنونضیر کی جس وقت کہ مسلمان ان کے باغ جلا رہے تھے کچھ مدد نہ کر سکے یہ شعر مکہ پہنچا تو ابوسفیان بن حارث نے جواب دیا:

أَدَامَ اللهُ ذَٰلِكَ مِنْ صَنِيعٍ وَحَرَّقَ فِي نَوَاحِيهَا السَّعِيرُ
سَتَعْلَمُ أَيُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ وَتَعْلَمُ أَيُّ أَرْضَيْنَا تَضِيرُ

(بخاری، باب حدیث بنی النضیر، حدیث نمبر: ۳۷۲۸)

یعنی خدا تم کو ہمیشہ اسی کی توفیق دے یہاں تک کہ آس پاس کے شعلوں سے خود مدینہ خاکستر ہو جائے اور ہم دور سے بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھیں۔

۵ھ میں غزوہ مریسیع سے واپسی کے وقت منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا، عبداللہ بن ابی ان سب میں پیش پیش تھا، مسلمانوں میں بھی چند آدمی اس کے فریب میں آگئے، جن میں حسان، مسطح بن اثاثہ، اور حمنہ بنت جحش بھی شامل تھیں، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں آیتیں اتریں تو آنحضرت ﷺ نے اتہام لگانے والوں پر عفیفہ عورتوں پر تہمت لگانے کی قرآن کی مقرر کردہ حد جاری رکھی۔ (خلاصۃ الوفاء: ۲۹)

گو حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں سے تھے، لیکن اس کے باوجود جب ان کے سامنے حسان رضی اللہ عنہ کو کوئی برا کہتا تو منع کرتیں اور فرماتیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے کفار کو جواب دیا کرتے تھے اور آپ کی مدافعت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شعر سنا رہے تھے کہ مسروق بھی آگئے اور کہا آپ ان کو کیوں آنے دیتی ہیں، حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ افک میں جس نے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے، فرمایا یہ اندھے ہو گئے اس

سے زیادہ اور کیا عذاب ہوگا، پھر فرمایا بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشرکین کی ہجو کرتے تھے۔ (اسد الغابہ: ۲/۷)

۹ھ میں بنو تمیم کا وفد آیا، جس میں زبرقان بن بدر نے اپنی قوم کی فضیلت میں چند اشعار پڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان کو حکم دیا کہ تم اٹھ کے اس کا جواب دو، انہوں نے اسی ردیف وقافیہ میں برجستہ جواب دیا:

إن الذوائب من فهر وإخوانهم قد بينوا سنة للناس تتبع

يرضى بها كل من كانت سريرته تقوى الاله وبالأمر الذى شرعوا

قوم إذا حاربوا ضروا عدوهم أو حاولوا النفع فى أشياعهم نفعوا

سجية تلك منهم غير محدثة إن الخلائق فاعلم شرها البدع

لو كان فى الناس سباقون بعدهم فكل سبق لأدنى سبقهم تبع

لا يرقع الناس ما أوهت أكفهم عند الدفاع ولا يوهون ما رقعوا

ولا يضنون عن جار بفضلهم ولا يمسهم فى مطمع ضبع

أعفة ذكرت للناس عفتهم لا يبخلون ولا يرديهم طمع

خذ منهم ما أتوا عفواً إذا عطفوا ولا يكن همك الأمر الذى منعوا

فإن فى حربهم فاترك عداوتهم شراً يخاض إليه الصاب والسلع

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، باب حسیل بن نویرۃ الاشجعی: ۱/۱۰۳)

۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کے کوئی غم نہیں ہوسکتا تھا، چنانچہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کئی پر درد مرثیے لکھے جو ابن سعد نے طبقات میں نقل کیے ہیں، ہم ان کے صرف مطلعوں پر اکتفا کرتے ہیں، پہلے مرثیہ کا مطلع ہے۔

اليت حلفة بر غير ذى دخل منى الية غير افتاد

آگے چل کر لکھتے ہیں:

بالله ما حملت انثى ولا وضعت مثل النبى نبى الرحمة الهاد

امسى نساء عطلن البيوت فما يضرب خلف قفا ستر ياوتاد

دوسرے مرثیے میں جس کا مطلع ہے

مثل الرواهب يلبس المسوح وقد اليقن بالبؤس بعد انعمة البادى

اپنی مصیبت اور رنج وغم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

ما بال عينك لا تنام كانما كحلت ما فيها ما بكحل الارمد

جنبى يقيت الدر بلهفى ليتنى كنت المغيب فى الضريح الملحد

پھر کہتے ہیں۔

اقیم بعدك بالمدینة بینهم بالهف نفسی لیتنی لم اولد

چوتھے مرثیے کا پہلا شعر ہے۔

تب المساكين ان الخير فارقهم مع الرسول تولی عنهم سحرا

(طبقات ابن سعد، جلد ۲، قسم ۲: ۹۰، ۹۱، ۹۲)

آنحضرت ﷺ کے بعد عرصہ تک زندہ رہے۔

وفات

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی ۱۲۰ برس کا سن تھا، بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ۴۰ سے پیشتر انتقال کیا، لیکن یہ صحیح نہیں۔

اہل وعیال

بیوی کا نام سیرین تھا جو ماریہ قبطیہ حرم رسول اللہ کی ہمشیرہ تھیں ان سے عبدالرحمن نامی ایک لڑکا پیدا ہوا، اس بناء پر عبدالرحمن اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔ (اسد الغابہ: ۲/۶)

مکان

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ان کا آبائی مسکن، فارع کا قلعہ تھا؛ لیکن جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بیرحا کو صدقہ کرکے اپنے اعزہ پر تقسیم کردیا اور ان کے حصہ میں بھی ایک باغ آیا تو یہاں سکونت اختیار کرلی یہ مقام بقیع سے قریب تھا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے خرید کرکے یہاں ایک قصر بنوایا تھا جو قصر بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو یہ زمین آنحضرت ﷺ نے اس صلہ میں دی تھی کہ انہوں نے صفوان بن معطل کا وار برداشت کیا تھا، لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اول تو وہ کبھی میدان جنگ میں شریک نہیں ہوئے، دوسرے خود اس روایت کی سند مشتبہ ہے، ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تائید صحیح بخاری سے ہوتی ہے۔

فضل وکمال

آنحضرت ﷺ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، راویوں میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، عروہ بن زبیر، ابوالحسن مولی بنونوفل، خارجہ بن زید بن ثابت یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب اور دیگر حضرات ہیں۔

شاعری

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی سیرت میں شاعری ایک مستقل عنوان ہے، شعر وسخن عرب کا مذاق تھا اور چند قبائل خصوصیت کے

ساتھ شاعروں کے معدن تھے، مثلاً قیس، ربیعہ، تمیم، مضر، یمن، موخرالذکر قبیلہ میں اوس وخزرج کا شمار تھا جن سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا آبائی سلسلہ ملتا ہے۔

ان قبائل میں بھی چند مخصوص خاندان تھے، جن کے ہاں شاعری باوا جداد سے وراثت کے طور پر چلی آتی تھی، حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے، ان کے باپ، دادا، اور وہ خود اور ان کے بیٹے عبدالرحمن اور پوتے سعید بن عبدالرحمن سب شاعر گذرے ہیں۔

ان شاعروں میں کچھ لوگ "اصحاب مذہبات" کے نام سے مشہور ہیں، مذہبات ذہب سے مشتق ہے جس کے معنی سونا ہیں چون کہ بعض شاعروں کے منتخب اشعار سونے کے پانی سے لکھے گئے تھے، اس لئے مذہبہ کہلاتے ہیں بعد میں ہر شاعر کے سب سے بہتر شعر کو مذہبہ کہا جانے لگا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مذہبہ کا مطلع یہ ہے۔

لعمر ابیک الخیر حقا لما نبا علی لسانی فی الخطوب ولا یدی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ شاعری کے لحاظ سے جاہلیت کے بہترین شاعر تھے، اصمعی کہتا ہے شعر حسان فی الجاہلیت من اجود الشعر

ایک مرتبہ کعب بن زہیر نے فخریہ کہا۔

فمن للقوافی شانها من یحوکها اذا ما مضی کعب وفوز جرول

تو مرزو (برادر شماخ شاعر مشہور) نے فوراً ٹوکا کہ۔ (طبقات الشعر و شعراء ابن قتیبہ: ۱۷۰)

فلست کحسان الحسام بن ثابت

آبادی کے لحاظ سے عرب کے باشندے دو حصوں پر منقسم ہیں، اہل وبر (دیہات والے) اور اہل مدر (شہر والے) اہل مدر میں مکہ، مدینہ، طائف کے باشندے شامل تھے باقی تمام ملک قصبات اور دیہات سے بھرا پڑا تھا، شعراء عموماً انہی دیہاتوں کے باشندے تھے لیکن چند شاعر شہروں میں بھی پیدا ہوئے ان سب میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بالاجماع فوقیت حاصل ہے۔

(کتاب الاحد: ۵۶، اسد الغابہ: ۲/۶)

خصوصیات شاعری

شعر کے اگرچہ مختلف اصناف اور قسمیں ہیں؛ لیکن ان میں اصولی حیثیت صرف چار کو حاصل ہے رغبت، رہبت، طرب، غضب، چنانچہ رغبت میں مدح، شکر، رہبت میں معذرت، طلب رافت، طرب میں شوق تغزل اور غضب میں ہجو، عتاب دشنم داخل ہیں، (کتاب العمدہ: ۱/ ۷۷، ۷۸) حضرت حسان کا کلام ان میں سے ہر رنگ میں موجود ہے، اگرچہ ہجو کا رنگ ان سب سے زیادہ تند و تیز ہے خصوصیات شاعری حسب ذیل ہیں:

(۱) جدت استعارات: اگرچہ عربوں کی شاعری تمدن کی پروردہ نہیں تھی؛ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تمدن سے متاثر ضرور تھی، تمدن عرب کی حقیقی صبح صادق قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے طلوع ہوئی، قرآن مجید فصاحت و

بلاغت کا سب سے بڑا معجزہ ہے اس نے بڑے بڑے زبان آوردوں کو اپنے سامنے خاموش کر دیا تھا، اس بنا پر جو شاعر مذہب اسلام میں داخل ہوئے ان میں فصاحت وبلاغت کی ایک نئی روح پیدا ہوئی، حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان میں سے سب سے زیادہ تھے۔

قرآن مجید میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف میں لکھا ہے کہ "سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ" حسان رضی اللہ عنہ اس کو استعارہ بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا ذکر کرتے ہیں:

ضحوا باشمط عنوان السجود به يقطع الليل تسبيحا وقرآن

(کتاب العمدہ: ۱/۱۸۶)

لوگوں نے اس کچے پکے بالوں والے کی قربانی کر دی جس کی پیشانی میں سجدہ کا نشان تھا اور تمام رات تسبیح وقرآن خوانی میں گذارا تھا۔

دیکھو اس شعر میں چہرہ کو "عنوان السجود به" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جو بالکل جدید استعارہ ہے۔

(۲) اشارہ کی لطافت: اشارہ کی ایک قسم تبتیع یا تجاوز ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ شاعر کسی چیز کا ذکر کرنا چاہتا ہے، لیکن پھر اس سے عمداً گریز کرتا ہے اور ایک ایسی صفت بیان کرتا ہے جس میں وہ چیز بھی صاف طور پر جھلکتی نظر آتی ہے۔

عرب میں سینکڑوں قبیلے صحراؤں اور بیابانوں میں اقامت گزین تھے جو ہمیشہ خانہ بدوش پھرا کرتے تھے، جہاں کہیں پانی مل جاتا وہاں قیام کرتے تھے اور جب ختم ہو جاتا تو کسی اور طرف رخ کر دیتے، شاعروں نے اس مضمون کو مختلف طور سے باندھا ہے، لیکن حسان رضی اللہ عنہ نے جس طرز سے ادا کیا ہے، وہ بالکل اچھوتا اور نہایت ہی لطیف ہے:

اولاد جفنة حول قبر ابيهم قبر ابن ماريته الكريم المفضل

جفنہ کی اولاد اپنے باپ ابن ماریہ کی قبر کے گرد رہتی ہے جو نہایت سخی اور فیاض تھا، ممدوح چونکہ عرب کی نسل سے تھا، اس بناء پر اس کی تعریف کے ساتھ ایک ملیح اشارہ کر دیا کہ یہ لوگ خانہ بدوش نہیں؛ بلکہ بادشاہ ہیں اور بے خوف وخطر اپنے باپ کی قبر کے ارد گرد رہتے ہیں، ان کا مقام سکونت نہایت سرسبز وشاداب ہے اس بناء پر ان کو مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۳) کنایہ کی بداعت: عرب شاعر بعض صفات کو کنایہ اور تعریض کی شکل میں پیش کرتا ہے؛ مثلاً اگر کہنا ہو کہ ممدوح نہایت ذی رتبہ اور فیاض ہے تو وہ کہے گا "المجد بين ثوبيه والكرام في بزويه" یعنی یہ اوصاف اس کے کپڑوں کے اندر ہیں، حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس کو بالکل نئے انداز سے ادا کرتے ہیں:

بنى المجد بيتا فاستقرت عمارة علينا فاعى الناس ان تيحولا

مقصود یہ ہے کہ ہم نہایت بلند رتبہ ہیں، اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مجد وبزرگی نے ہمارے ہاں ایک گھر بنایا ہے اور اس کے ستون اس قدر مضبوط گاڑے ہیں کہ لوگ ہٹانا چاہیں تو نہیں ہٹا سکتے اس میں مجد کا ایک گھر بنانا، پھر اس کے ستون اپنے یہاں قائم کرنا اور لوگوں کا ان کو ہٹا نہ سکنا، یہ بالکل جدید انداز بیان ہے۔

(۴) وزن کی خوبی: اس کا مدعا یہ ہے کہ وزن کے لحاظ سے ہلکا ہو، ذیل کے اشعار کس درجہ سبک اور ڈھلے ہوئے نکلے ہیں:

ما هَاجَ حسَّانَ رُسُومُ المُقَامِ وَمَظْعَنُ الحيّ وَمَبْنَى الخِيَامِ
والنُّؤْيُ قد هَدَّمَ أَعْضَادَهُ تَقَادُمُ العَهْدِ بِوَادٍ تِهَامْ
قَدْ أَدْرَكَ الوَاشُونَ ما أَمَّلُوا وَالحبلُ مِنْ شَعْثَاءَ رَثُّ الرِّمَامْ
كَأَنَّ فَاهاً ثَغَبٌ بَارِدٌ في رَصَفٍ تحتَ ظِلَالِ الغَمَامْ

(نقد الشعر، باب الترصیع:۱/۵،شاملۃ ۳۸)

(۵) قافیہ کی خوبی: اس میں الفاظ کی نشست، جملوں کی ترکیب اور کلام کی سلاست و روانی کے ساتھ ساتھ یہ صفت ہوتی ہے کہ بیت اول کے پہلے مصرع کا مقطع قصیدہ کا قافیہ بن سکتا ہے۔

اس میدان کا مرد صرف امرء القیس ہے، تاہم اور شاعروں نے بھی کوشش کی ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا مطلع یہ ہے:

أَلَم تَسْأَلِ الرَّبْعَ الجَدِيدَ التَّكَلُّمَا بِمَدْفَعِ أَشْدَاخٍ فَبُرْقَةِ أَظْلَمَا

(نقد الشعر، باب الغلو والاقتصار:۱/۸،شاملۃ ۳۸)

اس کے بعد کا یہ شعر ہے۔

أَبَى رَسْمُ دَارِ الحَيِّ أَنْ يَتَكَلَّمَا وَهَلْ يَنْطِقُ المَعْرُوفَ مَنْ كَانَ أَبْكَمَا

(نقد الشعر، باب الغلو والاقتصار:۱/۸،شاملۃ ۳۸)

(۶) الفاظ کا حاوی اور جامع ہونا: اس کے یہ معنی ہیں کہ شاعر ایک مفہوم ادا کرتا ہے جس میں وہ تمام چیزیں بیان کر دیتا ہے جس میں اس مفہوم کے پورے طور پر ادا ہونے کو دخل ہے؛ مثلاً یہ شعر:

لم تفتها شمسُ النهارِ بشيءٍ غيرَ أنَّ الشبابَ ليسَ يدومُ

(نقد الشعر، باب الغلو والاقتصار:۱/۲۵،شاملۃ ۳۸)

(۷) قلت مبالغہ: حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی عہد اسلام کی شاعری مبالغہ سے بالکل خالی ہے ظاہر ہے کہ جو شعر مبالغہ سے خالی ہوا وہ بالکل پھیکا اور بے مزہ ہوگا وہ خود کہتے ہیں کہ اسلام جھوٹ سے منع کرتا ہے، اس بنا پر میں نے افراط کو کہ جھوٹ کی ایک قسم ہے بالکل چھوڑ دیا ہے۔ (اسد الغابۃ:۲/۵)

جاہلیت کی شاعری میں بھی مبالغہ کا کم عنصر شامل تھا، نابغہ نے ان کے حسب ذیل شعر میں اسی نقطۂ خیال سے نکتہ چینی کی ہے:

لَنَا الجَفَنَاتُ الغُرُّ يَلْمَعْنَ بِالضُّحَى وَأَسْيَافُنَا يَقْطُرْنَ مِنْ نَجْدَةٍ دَمَا

(نقد الشعر، باب الغلو والاقتصار:۱/۹،شاملۃ ۳۸)

اس کے نزدیک "غر" کے بجائے بیض، "ضحیٰ" کے جگہ دجی اور "یقطرن" کے مقام پر "یجرین" کہنا چاہیے تھا۔

لیکن دراصل یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو شعر میں پیالوں کی سفیدی بیان کرنا مقصود نہیں؛ بلکہ صرف شہرت اور وجاہت کا اظہار مدنظر ہے اور غر سے مشہور چیز کا نام لینا تمام عرب میں عام تھا؛ مثلاً یوم اغر، اور ید غرا وغیرہ۔

اسی طرح "ضحی" کے بجائے "دجی" صحیح نہیں، کیونکہ دن میں وہی چیزیں زیادہ چمکتی ہیں جن کی روشنی نہایت تیز اور شدید ہو اور رات کو ہر چھوٹی اور دھندلی چیز نمایاں ہو جاتی ہے، مثلاً ستارے کہ دن کو بھی موجود رہتے ہیں، لیکن ان کی روشنی آفتاب کی وجہ سے ماندرہتی ہے یا چراغ تاریکی میں درندوں کی آنکھیں تک چمک اٹھتی ہیں اور ایک قسم کی مکھی جس کو عربی میں براع اور فارسی میں کرمچہ کہتے ہیں بالکل آگ کا شعلہ معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح یقطرن کے جگہ یجرین، محاورہ عرب کے خلاف ہے عرب میں جب کسی بہادر اور جانباز کی تعریف کی جاتی ہے تو کہتے ہیں سیفہ یقطر دما، یہ کوئی نہیں کہتا کہ سیفہ دما یجری۔

دفاعی نظمیں

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی اسلامی شاعری کا موضوع مدافعت عن الدین یا ہجو کفار ہے، انہوں نے بہت سے کفار کی ہجو لکھی ہے؛ لیکن اس کے باوجود ان کا کلام فحاشی سے بالکل پاک ہے۔

عربوں کے نزدیک ہجو کی غرض محض اپنے قبیلہ کی مدافعت ہوتی تھی، اس بناء پر وہ اپنے اشعار صحیح واقعات میں نہایت موزوں اور مناسب پیرایہ میں نظم کرتے ہیں؛ چنانچہ زہیر نے تجاہل کے طور پر یہ اشعار لکھے:

وما ادری وسوف اخال ادری اقوم آل حصن أم نساء

مجھے معلوم نہیں اور عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ آل حصن مرد ہیں یا عورت

فان تکن النساء نحنبا تفحق لکل محصنة هداء

اگر عورتیں ہیں تو ان کو ہدیہ کرنا چاہیے

لوگوں کو نہایت گراں گذرا کہ عرب میں سب سے سخت ہجو لکھی گئی تھی۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ہجو سب وشتم پر مشتمل نہ تھی؛ بلکہ مدافعت تھی اور وہ بھی بطریق احسن وبہ پیرائیہ مناسب، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

فکان حسان و کعب یعارضانهم، مثل قولهم فی الوقائع والأیام والمآثر، ویذکرون مثالبهم

(اسد الغابہ، باب حسان بن ثابت: ۱/ ۲۵۵)

یعنی حسان وکعب مشرکین کی رزمیہ اور فخریہ نظموں کا جواب دیتے تھے اور ان کے مثالب کا تذکرہ کرتے تھے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ہجو گوئی اس طرح شروع کی کہ مشرکین میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، عبداللہ بن زبعری، عمرو بن عاص، ضرار بن خطاب، آنحضرت ﷺ کی ہجو کرتے تھے، لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ ان کے جواب میں ہجو لکھیں، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہو تو میں آمادہ ہوں، آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا علی اس کام کے لئے موزوں نہیں، اس کام کو انصار کریں گے جنہوں نے تلوار سے میری مدد کی ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے زبان پکڑ کر کہا میں اس کام کے لئے بخوشی آمادہ ہوں۔

ارشاد ہوا کہ قریش کی ہجو کس طرح کروگے حالانکہ میں بھی انہی میں سے ہوں، عرض کیا:

لأسلنك منهم كما تسل الشعرة من العجين (اسد الغابہ، باب حسان بن ثابت: ۱/۲۵۵)

میں آپ ﷺ کو اس طرح نکالوں گا جیسے آٹے سے بال نکالا جائے۔

فرمایا تو تم نسب ناموں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مدد لینا ان کو قریش کے نسب میں اچھی واقفیت ہے۔

(بخاری: ۲/۹۰۹، واسد الغابہ: ۲/۴)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے اور ان سے دریافت کرتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بتاتے کہ فلاں فلاں عورتوں کو چھوڑ دینا یہ رسول اللہ ﷺ کی دادیاں ہیں، باقی فلاں فلاں عورتوں کا تذکرہ کرنا، ابوسفیان بن حارث کی ہجو میں یہ اشعار لکھے:

وأن سنام المجد من آل هاشم بنو بنت مخزوم ووالدك العبد.

ومن ولدت أبناء زهرة منهم كرام ولم يقرب عجائزك المجد.

ولست كعباس ولا كابن أمه ولكن لئيم لا يقام له زند.

وأن امرأ كانت سمية أمه وسمراء مغموز إذا بلغ الجهد.

وانت هجين نيط في آل هاشم كما نيط خلف الراكب القدح الفرد

(اسد الغابہ، باب حسان بن ثابت: ۱/۲۵۵)

تو بولا کہ ان شعروں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حصہ ضرور ہے، اس میں انہوں نے حضرت عبداللہ ادحاب، زبیر، حضرت حمزہ، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ضرار بن عبدالمطلب کو مستثنیٰ کر کے ابوسفیان کی ماں سمیہ اور اس کے باپ حارث کی ماں سمراء پر طنز کیا ہے۔ (اسد الغابہ: ۲/۵)

اسی ابوسفیان کی ہجو میں کہتے ہیں:

هجوت محمداً فأجبت عنه... وعند الله في ذاك الجزاء

هجوت مطهراً براً حنيفاً... أمين الله شيمته الوفاء

أتهجوه ولست له بكفء... فشركما لخيركما الفداء

فإن أبي ووالدتي وعرضي... لعرض محمد منكم وقاء

(الاستیعاب، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

آنحضرت ﷺ اس مدافعت سے نہایت خوش ہوتے تھے ایک مرتبہ فرمایا:

حسان اجب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم ايده بروح القدس

(تاریخ مدینۃ دمشق، باب ذکر من اسمہ حسان: ۱۲/۳۸۴، شاملۃ ۳۸)

اے حسان میری طرف سے جواب دے، خداوندا روح القدس کے ذریعہ اس کی تائید کی۔

ایک مرتبہ ارشاد ہوا:

اهْجُهُمْ أَوْ قَالَ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ (بخاری، باب ہجاء المشرکین، حدیث نمبر: ۵۶۸۷)

یعنی تم نے مشرکین کی ہجو کو جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔

مشرکین پر ان شعروں کا جو اثر پڑتا تھا، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

إن قوله فيهم أشد من وقع النبل (الاستیعاب، باب حسان بن ثابت الانصاری: ۱/۱۰۱)

حسان کا شعر ان میں تیر ونشتر کا کام کرتا ہے

اب ہم ہجو کے چیدہ اشعار لکھتے ہیں:

أتهجوه ولست له بنِدٍّ فشر كما لخير كما الفداء

(العقد الفرید، باب قولھم فی الھجاء: ۲/۳۱۶، شاملۃ=۳۸)

تو باایں ہمہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفو نہیں ان کی ہجو کرتا ہے پس تم میں کا برا اچھے پر قربان ہے۔

اس شعر کا اخیر مصرعہ اس قدر مقبول ہوا کہ ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہوتا ہے

واشهد ان لك من قريش كال السقب من ولد النعام

میں جانتا ہوں کہ تیری قرابت قریش سے ہے؛ لیکن اس طرح جیسے اونٹ کے بچہ کی شتر مرغ کے بچہ سے ہوتی ہے۔

ابن مفرغ نے انہی کا پہلا مصرع اڑا کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہجو لکھی تھی۔

واشهد ان الك من زيار (طبقات الشعروالشعرا: ۲۱۲)

وأُمُّكَ سَوْدَاءُ مَوْدُونَة كَأَنَّ أَنَامِلَهَا الْحُنْظُبُ

(دیوان حسان بن ثابت، باب أبوك أبوك وأنت ابنہ: ۱/۲۷)

تیری ماں کالی حبشن ہے اور بے انتہا پست قد ہے اور پور گویا حنظب (ایک چھوٹا جانور ہے) ہیں۔

مدح

مدح اچھی لکھتے تھے، آل غسان کی تعریف میں جو اشعار لکھے ہیں ان میں سے بعض ہم اس مقام پر نقل کرتے ہیں:

يسقونَ من وردَ البريضَ عليهم يردى يصفق بالرحيق السلسل

جو ان کے ہاں جاتا ہے وہ اس کو بردی (نہر کا نام ہے) کا پانی صاف شراب میں ملا کر پلاتے ہیں۔

مصعب بن زبیر کی مدح میں ابن قیس نے ایک شعر اسی کے قریب قریب کیا ہے؛ لیکن جو مضمون اس میں ادا ہوا ہے اس میں نہیں ادا ہوا۔ (کتاب العمدہ: ۲/۱۰۴)

اسی طرح یہ شعر

يغشون حتى ماتهر كلابهم لا يسئلون عن السواد المقبل

اس بات میں اختلاف ہے کہ مدح کا سب سے بہتر شعر کون ہے ۳ شاعروں کے تین شعر اس باب میں سب سے بہتر ہیں؛ لیکن ان میں بھی ترجیح کس کو ہے یہ امر نا قابل انفصال ہے، حطیہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعر کو ترجیح دیتا ہے اور لوگ ابو الطحان اور نابغہ کے شعروں کو بہتر بتاتے ہیں (کتاب العمدہ:۲/۱۱۰) عبدالملک بن مروان کہ اہل زبان اور زبان کا حاکم تھا، اس کا فیصلہ یہ ہے کہ

إن أمدح بيت قالته العرب بيت حسان هذا (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، باب حسان بن ثابت الانصاری:۱/۱۰۲)

اگر مضمون کے لحاظ سے دیکھا جائے تو واقعی عجیب جدت ہے، شاہان غسان کے جود وسخا کو اس پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے یہاں مہمانوں کی اتنی کثرت رہتی ہے کہ کتے تک مانوس ہو گئے ہیں اور ان کو دیکھ کر نہیں بھونکتے۔

یہ جاہلیت کے اشعار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جو شعر لکھے ہیں اب ان کو بھی سننا چاہیے:

متى يبد في الداجي البهيم جبينه يلح مثل مصباح الدجى المتوقد

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اندھیری رات میں نظر آتی ہے تو اس کی چمک نہایت روشن چراغ کی طرح ہوتی ہے۔

فمن كان أو من قد يكون كأحمد نظام لحق أو نكال لملحد

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل کہ حق کا نظام اور ملحد کو عذاب جان ہیں، کون پیدا ہوا اور کون آئندہ ہوسکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی تھے جیسا کہ حسان رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ (استیعاب:۱/۱۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں منبر رکھوا دیتے تھے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرتے تھے اور آپ نہایت مسرور ہوتے تھے۔ (استیعاب:۱/۱۲۰)

جب بنوتمیم کا وفد آیا اور حسان رضی اللہ عنہ نے قریش کی مدح میں شعر پڑھے تو سب کے سب بول اٹھے کہ محمد کا خطیب ہمارے خطیب سے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔ (استیعاب:۱/۱۳۱)

افتخار

حصان رزان ما تزن بريبة وتصبح غرثى من لحوم الغوافل

(الاستیعاب، باب حسان بن ثابت الانصاری:۱/۱۰۲)

یہ شعر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح میں ہے ان کو سنایا تو بولیں خیر میں تو ایسی ہوں؛ لیکن تم ایسے نہیں۔

(بخاری:۲/۵۹۷)

حسب ذیل اشعار فخر میں ہیں:

أهدى لهم مدحاً قلب مؤازرة فيما أحب لسان حائك صنع

(دلائل الاعجاز للجرجانی، باب اللفظ والاستعارۃ وشواھد:۱/۱۴۹)

میں ممدوح کی ایسی مدح کرتا ہوں جس میں قلب کی اعانت شامل ہوتی ہے اور جس کو شعر کی درست کرنے والی اور ماہر زبان پسند کرتی ہے۔

اس میں انہوں نے زبان کو صنعت کلام کا ماہر قرار دیا ہے:

إليك أرحنا عازب الشعر بعدما تمهل في روض المعاني العجائب

ممدوح کے پاس وہ شعر بھیجے ہیں جو نہایت بعید المعنی ہیں اور جو معانی کے گلشن میں قیام کر چکے تھے۔

غرائب لاقت في فنائك أنسها من المجد فهي الآن غير غرائب

جو نوادر تھے تمہارے ہاں عزت سے ایسے مانوس ہوئے کہ اب اجنبی نہیں رہے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ میرے اشعار نہایت بلندی معنی رکھتے ہیں اور ان کو اکابر شعراء کے علاوہ دوسرا شخص نہیں باندھ سکتا ہے یہ ممدوح کی قدردانی ہے جو اس کی مدح میں شعر نکلتے ہیں ورنہ وہ گلستان معانی میں مقیم ہوگئے ہیں کیوں کہ کسی کو اپنا اہل نہیں پاتے۔

وقافِيَةٍ مِثْلِ السِّنَانِ رُزِئْتُها تَنَاوَلْتُ من جَوِّ السماءِ نُزُولَهَا

اور ایک قافیہ جو تیر کی طرح ہے کیا خوب ہے آسمان سے اس کو اتار لایا ہوں۔

(الشعر والشعراء، باب النمر بن تولب: ۱/۶۰)

مرثیہ

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے مرثیے لکھے ہیں جن کا ہر ہر شعر یکسر سوز وگداز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرثیے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اخلاقی نظمیں

ایک تجربہ کار شاعر، ایک سن رسیدہ بزرگ اور سب سے بڑھ کر ایک مقدس صحابی ہونے کی حیثیت سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا موضوع شاعری، وعظ و پند اور اعلیٰ اخلاق کی طرف قوم کو رغبت دلاتا ہے؛ چنانچہ ادب کے متعلق فرماتے ہیں:

(دیوان حسان بن ثابت، باب کم للمنازل من شھر: ۱/۱۷۲)

أصونُ عرضي بمالي لا أدنسهُ لا بَارَكَ اللهُ بعدَ العِرْضِ في المالِ

میں اپنی آبرو مال کے ذریعہ سے بچاتا ہوں جس مال سے آبرو نہ حاصل ہو وہ اچھا نہیں۔

أحتالُ للمالِ إن أودى فأجمعهُ ولسْتُ لِلعِرْضِ إن أوْدَى بمُحتالِ

مال اگر نہ رہے تو پھر حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن آبرو بار بار حاصل نہیں ہو سکتی۔

نرم وگرم ہونے کے متعلق کہتے ہیں۔

واني لحلوٌ تعتريني مرارة واني لتراكٌ لما لم أعودِ

(دیوان حسان بن ثابت، باب لعمر ابیک الخیر: ۱/۶۰)

میں شیریں ہوں لیکن مجھے تلخی پیش آجاتی ہے اور میں جس چیز کا عادی نہیں اس کو چھوڑ دیتا ہوں ظلم کا انجام برا ہوتا ہے۔

ودع السؤالَ عن الأمورِ وبحثها فلرُبّ حافِرِ حُفرَةٍ هُوَ يُصرَعُ

ہم کسی بات کو کھود کرید کر نہیں پڑتے کیونکہ گڑھا کھودنے والا بسا اوقات اسی میں پچھاڑا جاتا ہے۔

آدمی کو ہمیشہ ایک سا رہنا چاہیے امیر ہو کر آپے سے باہر اور غریب ہو کر غمگین نہ ہونا چاہیے۔

فلا المالُ ینسینی حیائی وعفتی ولا واقعاتُ الدهرِ یفللنَ مبردی

(دیوان حسان بن ثابت، باب لعمر ابیک الخیر: ۱/ ۶۰)

مال ہوتا ہے تو حیا اور حفاظت کو ہاتھ سے نہیں دیتا اور مصیبت آتی ہے تو آرام میں خلل نہیں ڈالتا ہے۔

اپنی موت کو بلانا۔

ولا تكُ كالشاةِ التي كانَ حتفها بحفرِ ذراعیها، فلم ترضَ محفرا

(دیوان حسان بن ثابت، لعمر ابیک الخیر: ۱/ ۹۲)

تم اس بکری کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنے کھر سے زمین کھود کر موت بلائی تھی۔

بڑے لوگوں کے کینوں اور بغض کی حالت

وَقَومٌ مِنَ البَغْضَاءِ زَوْرٍ، كأنَّما بأجْوافِهِمْ، مما تُجِنُّ لنَا، الجَمْرُ

(دیوان حسان بن ثابت، وقوم من البغضاء: ۱/ ۱۱۸)

بہت سے آدمیوں کے پیٹ میں انگارے بھرے رہتے ہیں۔

تَجِيشُ بما فِيهِ لَنَا الصَّدْرُ مِثْلَ ما تجيشُ بما فيها من اللهبِ القدرُ

ان کے اندر کینے اس طرح جوش مارتے ہیں جس طرح انگارے پر دیگ کا کھانا

تَصُدُّ إذا ما وَاجهتْنِي، خُدودُهُم لدى محفلٍ عني كأنهمُ صعرُ

تم جب محفلوں میں ان کے متکبرانہ چہرے دیکھتے ہو تو ٹھٹھک کر رہ جاتے ہو۔

بات کا پورا کرنا۔

وإني إذا ما قلتُ قولاً فعلتهُ وأعرضُ عما ليسَ قلبي بفاعلِ

میں جب کوئی بات کہتا ہوں تو کر گذرتا ہوں اور جس کام کو دل نہیں چاہتا اس سے اعراض کرتا ہوں۔

ومن مكرهي إن شئتُ أن لا أقولهُ وفجعُ الأمينِ شيمةٌ غيرُ طائلِ

اگر میں نہ کہوں تو کوئی زبردستی کرنے والا نہیں اور دوست کا کسی بات سے روکنا بیکار نہیں ہوتا۔

عذر اور خیانت کی برائی۔

يَا حَارِ مَنْ يَغْدِرْ بِذِمَّةِ جَارِهِ منكمْ، فإنَّ محمداً لمْ يغدرِ

اے پڑوسی! تم میں جو ہمسایہ سے دھوکہ کرتا ہے، سن لے کہ محمد دھوکہ نہیں کرتے

إنْ تغدروا فالغدرُ منكم شيمة والغدرُ ينبتُ في أصولِ السخبرِ

اگر تم دھوکا کرتے ہو تو وہ تمہارا شیوہ ہے دھوکا سنجر کی جڑوں سے نکلتا ہے

وأمانة المرئ حيث لقيته مثلُ الزجاجةِ صدعها لم يجبرِ

مری کی امانت تم جہاں پاؤ، اس شیشے کی طرح ہوگی جس کا شگاف درست نہیں ہوسکتا

بری باتوں سے درگذر

أعْرِضْ عن العَوْراء إنْ أُسْمِعْتَها واقعدْ كأنكَ غافلٌ لا تسمعُ

بری بات سن کر اعراض کیا کرو اس طرح کہ تم نے اس کو سنا ہی نہیں۔

ذلت کی زندگی بسر کرنا۔

كرهوا الموتَ فاستبيحَ حماهمْ وأقاموا فِعْلَ اللئيمِ الذليلِ

انہوں نے موت کو ناپسند کیا اس بنا پر ان کی آبروریزی ہوئی

أمنَ الموتِ ترهبونَ؛ فإنّ الموت موتَ الهزالِ غيرُ جميلِ

اگر تم موت سے بھاگتے ہو تو کمزوری کی موت اچھی نہیں ہوتی۔

متفرق چیدہ کلام

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متفرق چیدہ اشعار حسب ذیل ہیں:

قومٌ إذا حاربوا ضروا عدوهمْ أوْ حاوَلُوا النّفْعَ في أشياعِهِمْ نَفعوا

سجية تلكَ منهمْ غيرُ محدثة إنّ الخلائِقَ، فاعلَمْ، شرُّها البِدَعُ

علم معانی میں بدیع کی ایک قسم نہایت لطیف ہے جو بالکل وجدانی ہے وہ یہ کہ کلام کے تمام اجزا متحد اور ایک دوسرے میں داخل ہوں، ہر لفظ کا ربط نہایت شدید ہو، یہاں تک کہ پورا جملہ موتی کی ایک لڑی معلوم ہو، مذکورہ بالا شعر اسی صفت کا ہے اور اس میں تقسیم نے اور بھی لطف زیادہ کردیا ہے۔ (دلائل الاعجاز: ۷۴)

وَإنّ سَنَامَ المَجْدِ مِن آلِ هاشِمٍ بَنُو بنتِ مخزومٍ، وَوَالدُكَ العَبْدُ

مقصود یہ ہے کہ جس کی ہجو کی ہے اس کو غلام ثابت کریں اور یہ بیان کرے کہ اس کا غلام ہونا سب پر روشن ہے اس کو "العبد" کے الف لام نے ظاہر کردیا ہے اگر والدک عبد کہتے تو صرف خبر معلوم ہوتی، غلامی کا آشکارا ہونا سمجھ میں نہ آسکتا۔

(دلائل الاعجاز: ۱۴۰)

اھری حدیث الندمان فی فلق الصبح ومرت المغرر الغرر

یہ شعر اس درجہ موثر ہے کہ بعض اہل مدینہ کا بیان ہے کہ میں جب پڑھتا ہوں، جذبات شجاعت برانگیختہ ہوجاتے ہیں۔ (اصابہ: ۷۸/۳)

دیوان

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار عرصہ تک لوگوں کی زبانوں اور سینوں میں محفوظ رہے؛ لیکن بعد میں زینت دہ سفینہ بھی ہوگئے، ابوسعید سکری نے ان کو جمع کر کے ان کی تشریح کی اصابہ میں اس کے حوالے جا بجا موجود ہیں، (اصابہ: ۲/۷۸) بعد میں کسی دوسرے شخص نے اس کی شرح لکھی، ان کا دیوان ہندوستان اور تونس میں طبع ہوا، ۱۹۱۰ء میں انگلستان کے مشہور ادارے گپ میموریل سیرز، نے لندن، برلن، پیرس اور سینٹ پٹرسبرگ کے متعدد قلمی نسخوں و نیز مطبوعہ نسخوں سے مقابلہ کر کے بڑے اہتمام سے اس کو چھاپا۔

لیکن بایں ہمہ اس کی صحت کے متعلق قطعی رائے نہیں دی جا سکتی، احادیث، لغت اور ادب کی کتابوں میں جو اشعار منقول ہیں وہ بے شبہ صحیح ہیں، باقی اشعار کے متعلق اطمینان مشکل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیوان میں پہلا شعر

الناس فی صورة الشبه اکفاء ابوهم آدم والام حواء

ہے لیکن عبدالقاہر جرجانی کہ ادب کے امام اور علم معانی وبیان کے موجد تھے اسرار البلاغة میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار محمد بن ربیع موصلی کے ہیں۔ (کتاب ذکور: ۲۰۳)

دیوان حسان رضی اللہ عنہ کو بھی اسی پر قیاس کیجئے، صاحب استیعاب لکھتے ہیں۔

قال الأصمعي حسان بن ثابت أحد فحول الشعراء فقال له أبو حاتم تأتي له أشعر لينة فقال الأصمعي تنسب إليه أشياء لا تصح عنه (الاستیعاب، باب حسان بن ثابت الانصاری: ۱/۱۰۲)

اصمعی نے کہا کہ حسان نہایت زبردست شاعر تھے، ابوحاتم بولے بعض اشعار تو بہت کمزور کہتے تھے، اصمعی نے کہا کہ بہت سے شعر ان کے نہیں؛ بلکہ لوگوں نے ان سے منسوب کر دیئے۔

اصمعی دوسری صدی ہجری میں تھا اور تیسری صدی میں انتقال کیا، جب تیسری صدی میں اس قدر آمیزش ہوگئی تھی تو ۱۳ صدیاں گذرنے پر خدا جانے کتنے انقلاب ہوئے ہوں گے۔

اخلاق وعادات

ان کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ دربار نبوی کے شاعر تھے اور آنحضرت ﷺ کی جانب سے کفار کی مدافعت میں اشعار کہتے تھے اور آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ خدایا روح القدس سے ان کی مدد کر، اس بنا پر بارگاہ رسالت میں ان کو خاص تقرب حاصل تھا۔

طبیعت کی کمزوری کے باوجود اخلاقی جرأت موجود تھی، ایک مرتبہ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تو جواب دیا کہ میں تم سے بہتر شخص کے سامنے پڑھا کرتا تھا۔ (بخاری: ۱/۴۰۹، مسند: ۵/۲۲۲)

جاہلیت میں شراب پیتے تھے؛ لیکن جب سے مسلمان ہوئے قطعی پرہیز کیا، ایک مرتبہ ان کے قبیلہ کے چند نوجوان مے نوشی

میں معروف تھے، حسان رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو بہت لعنت ملامت کی جواب ملا یہ سب آپ ہی کا فیض ہے آپ کا شعر ہے۔

ونشر بها فتتر كنا ملوكا واسدا ما ينهنها اللقاء

ہم اسی کے بموجب پیتے ہیں، فرمایا یہ جاہلیت کا شعر ہے، خدا کی قسم جب سے مسلمان ہوا شراب منہ نہیں لگائی۔

(استیعاب:۱/۱۲۹)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات

ابی نام، ابوالمنذر وابوالطفیل کنیت، سید القراء، سید الانصار اور سید المسلمین القاب ہیں، قبیلہ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے تھے۔ جو بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا (حدیلہ معاویہ کی ماں کا نام تھا جو جشم بن خزرج کی اولاد میں تھی سلسلہ نسب یہ ہے:

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار، (مسند احمد:۵/۱۱۳) والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نذر کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں اس بنا پر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ پھوپھی زاد بھائی تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی دو کنیتیں تھیں، ابوالمنذر اور ابوالطفیل، پہلی کنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی اور دوسری حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی۔

حضرت ابی کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کی زبانی اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے مے نوشی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ندیموں کا جو حلقہ قائم کیا تھا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس کے ایک ضروری رکن تھے۔

اسلام

مدینہ میں یہود کا کافی مذہبی اقتدار تھا، غالباً وہ اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے، اسی مذہبی واقفیت نے ان کو اسلام کی آواز کی طرف متوجہ کیا ہوگا؛ چنانچہ مدینہ کے جن انصار نے دوسری دفعہ جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عقبہ میں بیعت کی تھی ان میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہی ان کے اسلام کی تاریخ ہے۔

مواخات

ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں برادری ومواخات قائم ہوئی تھی، اس میں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے جو عشرہ مبشرہ میں تھے ان کی مواخاۃ ہوئی۔

غزوات اور عام حالات

حضرت ابی رضی اللہ عنہ عہد نبوت کے غزوات میں بدر سے لے کر طائف تک کے تمام معرکوں میں شریک رہے، غزوۂ احد

میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا تھا، نبی کریم ﷺ نے ایک طبیب بھیجا جس نے رگ کاٹ دی، پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا، (مسند جابر بن عبداللہ: ۳/ ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۱۵) حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عہد رسالت سے لے کر خلافت عثمانی تک اہم مذہبی اور ملکی خدمات انجام دیں، ۹ھ میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے تحصیل صدقات کے لئے عرب کے صوبہ جات میں عمال روانہ فرمائے، تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ بھی خاندان ہائے بلی، عذرہ اور بنی سعد میں عامل صدقہ مقرر ہو کر گئے اور نہایت تدین کے ساتھ یہ خدمت انجام دی، ایک دفعہ ایک گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے حسب معمول تمام جانور سامنے لا کر کھڑے کر دیے کہ ان میں سے جو کو چاہیں انتخاب کر لیں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اونٹ سے ایک دو برس کے بچہ کو چھانٹا، صدقہ دینے والے نے کہا اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے قابل ہے اگر آپ کو لینا ہے تو یہ اونٹنی حاضر ہے، موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ کبھی نہ ہوگا، رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے خلاف میں نہیں کر سکتا، اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو، مدینہ یہاں سے کچھ دور نہیں، آنحضرت ﷺ جو ارشاد فرمائیں اس کی تعمیل کرنا، وہ اس پر راضی ہو گیا اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس اونٹنی کو لے کر مدینہ آیا اور نبی کریم ﷺ کے سامنے تمام قصہ دہرایا، آپ نے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو اونٹنی دے دو قبول کر لی جائے گی اور خدا تم کو اس کا اجر دیگا، اس نے منظور کیا اور اونٹنی آپ کے حوالے کر کے اپنے مکان واپس آیا۔ (مسند احمد: ۵/ ۱۴۲)

۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے، ان کے عہد میں قرآن مجید کی ترتیب وتدوین کا اہم کام شروع ہوا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی تھی حضرت ابی رضی اللہ عنہ اس کے سرگروہ تھے وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے، یہ جماعت چونکہ ارباب علم پر مشتمل تھی، اس لئے کسی کسی آیت پر مذاکرہ ومباحثہ بھی رہتا تھا، چنانچہ سورہ براۃ کی یہ آیت: "ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ" (التوبۃ: ۱۲۷) لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے اخیر میں نازل ہوئی تھی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اس کے بعد دو آئتیں مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے اور پڑھائی تھیں، سب سے آخیر آیت: "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ" (التوبۃ: ۱۲۸) ہے۔ (مسند احمد: ۵/ ۱۳۴)

خلافت فاروقی میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں بالاستقلال مقیم رہے، زیادہ تر درس وتدریس سے کام رہتا تھا، جب مجالس شوریٰ منعقد ہوتیں یا کوئی مہم آپڑتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے استصواب فرماتے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پورے عہد حکومت میں مسند افتاء پر متمکن رہے اور اس کے سوا حکومت کا کوئی منصب ان کو نہیں ملا، ایک مرتبہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ مجھے کسی جگہ کا عامل کیوں نہیں مقرر فرماتے، بولے کہ میں آپ کے دین کو دنیا میں ملوث نہیں دیکھنا چاہتا۔ (کنز العمال: ۲/ ۱۹۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے زمانہ خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے منتخب فرمایا۔ (بخاری کتاب الصلوۃ التراویح)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن مجید میں لب ولہجہ کا اختلاف تمام ملک میں عام ہو چکا تھا، اس بنا پر آپ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا اور خود اصحاب قرأت کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قرأت سنی، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سب کے لہجہ (تلفظ) میں اختلاف نظر آیا، یہ دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں۔

قریش اور انصار میں ۱۲ شخص تھے، جن کو قرائن پر پورا عبور تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو یہ اہم کام تفویض فرمایا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اس مجلس کا رئیس مقرر کیا، وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور زید لکھتے تھے، آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے ہیں، وہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق ہیں۔ (کنزالعمال:۱/ ۲۸۲، ۲۸۳)

وفات

۳۹ھ میں عمر طبعی کو پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن وفات پائی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ میں دفن کئے گئے۔

آل واولاد

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اولاد کی صحیح تعداد اگرچہ نامعلوم ہے، لیکن جن کے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں، طفیل، محمد بن عبداللہ، ربیع، اُمّ عمر، ان میں سے اول الذکر دو بزرگ عہد رسالت میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی زوجہ کا نام اُمّ الطفیل ہے وہ صحابیہ ہیں اور روایات حدیث کی فہرست میں ان کا نام داخل ہے۔

حلیہ

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا حلیہ یہ تھا، قد میانہ، رنگ گورا مائل بہ سرخی، بدن دبلا۔

اخلاق عادات

مزاج میں تکلف تھا، مکان میں گدوں پر نشست رکھتے تھے، غالباً دیوار میں آئینہ لگایا تھا اور کنگھی کرتے تھے، اسی طرف بیٹھتے تھے، ایام پیری میں جب سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے، کنیز سر کے بن بناتی تھی۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھائی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو پوچھا، تم نے یہ کس سے سیکھی، اس نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا نام لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ساتھ لے کر ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور استفسار کیا، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ایسا ہی سیکھا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزید تحقیق کے لئے پھر پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے تم نے سیکھا ہے، جواب دیا جی ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کو پھر دہرایا، تیسری مرتبہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا، بولے واللہ یہ آیت خدا نے جبریل پر نازل کی تھی اور جبریل نے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی، اس میں خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے گھر سے تکبیر کہتے ہوئے نکل گئے۔ (کنزالعمال:۱/ ۲۸۷)

اسی طرح ایک مرتبہ ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے وہ آیت پڑھوائی، انہوں نے پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ناک کی طرف انگلی سے اشارہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دوسری طرح پڑھا اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی ناک کی طرف اشارہ کیا حضرت نے کہا اب ہم آپ کی متابعت کرتے ہیں۔
(کنزل العمال: ۱/ ۲۸۵)

حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ، شامیوں کی ایک بڑی جماعت کو تعلیم قرآن کے لئے مدینہ لائے، ان لوگوں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھا، ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی آیت پڑھی انہوں نے ٹوکا، اس نے کہا مجھ کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھایا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ایک آدمی کر دیا کہ ابی کو بلا لاؤ، اس وقت حضرت ابی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے، آدمی نے پہنچ کر کہا، آپ کو امیر المومنین بلاتے ہیں، انہوں نے پوچھا کیا کام ہے، انہوں نے واقعہ بیان کیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ دونوں پر بگڑے اور کہا تم لوگ باز نہیں آتے اور غصہ میں اسی طرح دامن چڑھائے ہاتھ میں چارہ لئے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، انہوں نے ان سے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے آیت پڑھوائی، دونوں کی قرأت میں اختلاف تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زید کی تائید کی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ برہم ہوئے اور کہا خدا کی قسم عمر رضی اللہ عنہ! تم خوب جانتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر ہوتا تھا اور تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے، اب آج میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا جاتا ہے، واللہ اگر تم کہو تو میں گھر میں بیٹھ رہوں نہ کسی سے بولوں اور نہ درس قرآن دوں یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں، جب خدا نے آپ کو علم دیا ہے تو آپ شوق سے پڑھایئے۔ (کنزالعمال: ۱/ ۲۸۵)

طبعاً نہایت آزاد اور خوددار تھے، ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ کے کسی کوچہ میں ایک آیت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے پیچھے سے آواز آئی، ابن عباس رضی اللہ عنہما کھڑے رہو، مڑ کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، فرمایا کہ میرے غلام کو لیتے جاؤ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ فلاں آیت انہوں نے اس طرح پڑھی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے مکان پہنچے تھے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور اجازت لے کر سب اندر پہنچے حضرت ابی رضی اللہ عنہ بال بنوا رہے تھے، دیوار کی طرف رخ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گدے پر بٹھایا گیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی پشت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھی، وہ اسی حالت میں بیٹھے رہے اور ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا، مرحبا یا امیر المومنین میری ملاقات کے لئے تشریف لانا ہوا یا کوئی اور غرض ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کام سے آیا ہوں اور ایک آیت پڑھ کر کہا یہ تو بہت سخت ہے (یعنی تلفظ میں) حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے قرآن اس سے سیکھا جس نے جبریل سے سیکھا تھا، وہ تو نہایت نرم اور تر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ تو احسان جتانا چاہتے ہیں مگر مجھے جواب سے تشفی نہیں ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں دونوں میں ایک باغ کی بابت جھگڑا ہو گیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ

رونے لگے اور کہا آپ کے عہد میں یہ باتیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں میری یہ نیت نہ تھی آپ کا جس مسلمان سے جی چاہے فیصلہ کرا لیجئے، میں راضی ہوں، انہوں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نام لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، گو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ اسلام تھے، تاہم ایک فریق کے حیثیت سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اجلاس میں حاضر ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ابی رضی اللہ عنہ کے دعویٰ سے انکار تھا، انہوں نے ان سے کہا آپ بھولتے ہیں، سوچ کر یاد کیجئے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا کہ مجھے کچھ یاد نہیں آتا تو خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ کی صورت بیان کی، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کے پاس ثبوت کیا ہے، انہوں نے کہا کچھ نہیں، بولے تو آپ امیر المومنین سے قسم نہ لیجئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو مجھے اس میں تامل نہیں۔ (کنز العمال: ۳/ ۱۸۴، ۱۸۱)

طبیعت غیور پائی تھی ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا فلاں آدمی اپنے باپ کی عورت (سوتیلی ماں) سے ہمبستر ہوتا ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ موجود تھے بولے کہ میں تو ایسے شخص کی گردن مار دیتا، آنحضرت ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا ابی رضی اللہ عنہ کس قدر غیرت مند ہیں، لیکن میں ان سے زیادہ غیور ہوں اور خدا مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔

بڑے مہمان نواز تھے، لیکن تکلف نہ تھا، ایک بار براء بن مالک رضی اللہ عنہ ملاقات کو آئے، پوچھا کیا کھاؤ گے؟ انہوں نے کہا ستو اور چھوہارے، اندر جا کر ستو لے آئے اور شکم سیر ہو کر کھلایا، براء بن مالک رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے پاس گئے اور اس واقعہ کا ذکر آپ سے کیا آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو بڑی عمدہ بات ہے۔

علم وفضل

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حیات سعید کا ایک ایک لمحہ علم کے لئے وقف تھا، عین اس وقت جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار سے تجارت اور زراعت کا بازار گرم رہتا تھا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں نبوت کے علمی جواہر سے اپنے علوم وفنون کی دوکان سجاتے تھے، انصار میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا، اور قرآن کے سمجھنے اور حفظ وقرأت میں مہاجرین وانصار دونوں میں ان کی فوقیت مسلم تھی، یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ ان سے قرآن مجید پڑھوا کر سنتے تھے۔

علوم اسلامیہ کے علاوہ کتب قدیمہ سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے، تورات انجیل کے عالم تھے، آنحضرت ﷺ کے متعلق ان کتابوں میں جو بشارتیں مذکور ہیں وہ ان کو خاص طور پر معلوم تھیں، اس علمی جلالت شان کی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کی تعظیم اور ان کا لحاظ کرتے تھے اور خود ان کے گھر پر جا کر مسائل پوچھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو اسلام کی تاریخ میں حبر کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی درسگاہ میں حاضری کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا فضل وکمال صرف خرمن نبوت کا خوشہ چین تھا، انہوں نے حامل رضی اللہ عنہ وحی سے اس قدر سیکھ لیا تھا کہ پھر کسی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی، صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص ایسا نہ تھا، جو

آنحضرت ﷺ کے بعد کب علم سے بے نیاز رہا ہو، صرف ابی رضی اللہ عنہ ابن کعب کی شخصیت تھی جو اس سے مستثنیٰ تھی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اگرچہ مختلف علوم کے جامع تھے؛ لیکن وہ خاص فن جن میں ان کو امامت اوراجتہاد کا منصب حاصل تھا، قرآن، تفسیر، شان نزول، ناسخ ومنسوخ، حدیث وفقہ تھے اورہم انہی علوم میں اپنی بساط کے مطابق ان کے کمالات دکھائیں گے۔

قرآن مجید

سب سے پہلے ہمیں قرآن مجید کا ذکر کرنا ہے اور یہ دکھانا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ اس کو کس نظر سے دیکھتے تھے، حضرت ابی مجتہد تھے، وہ قرآن مجید پر مجتہدانہ انداز سے غور کرتے تھے، ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں کون سی نہایت معظم آیت ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا آیۃ الکرسی، آنحضرت ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا! ابی تمہیں یہ علم مسرور کرے۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ قرآن کی آیتوں میں کیسا غور وخوض کرتے تھے، اب خود ان کی زبان سے قرآن کی حقیقت سنو، ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے، فرمایا: قرآن کو دلیل راہ بناؤ، اس کے فیصلوں اور حکموں پر راضی رہو، رسول اللہ ﷺ نے یہی چیز تمہارے لئے چھوڑی ہے اس میں تمہارا اور تمہارے قبل والوں کا اور جو کچھ زمانہ بعد میں ہوگا سب حال درج ہے:

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اس رائے میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:

(۱) قرآن مجید اسلام کا مکمل قانون ہے۔

(۲) مسلمانوں کا بہترین دستور العمل ہے۔

(۳) اس کے قصص وحکایات نتیجہ خیز ہیں جو عمل اور عبرت کے لئے ہیں، گرمی محفل کے لئے نہیں۔

(۴) اس میں تمام قوموں کا نہایت کافی تذکرہ ہے۔

غور کرو! جو شخص ان حیثیتوں سے قرآن کریم کو دیکھتا ہوگا، اس کی وسعت معلومات اور دقت نظر میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے ابتدا ہی سے قرآن مجید کے ساتھ غیر معمولی شغف ظاہر کیا تھا؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ورود فرما ہوئے تو سب سے پہلے جس نے وحی لکھنے کا شرف حاصل کیا وہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ تھے۔

قرآن مجید حفظ کرنے کا خیال بھی اسی زمانہ سے پیدا ہوا، جس قدر آیتیں نازل ہوئیں وہ حفظ کر لیتے تھے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پورا قرآن یاد کرلیا، صحابہ رضی اللہ عنہم میں پانچ بزرگ تھے، جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے عہد مقدس میں پورا قرآن یاد کیا تھا لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ ان سب میں ممتاز تھے، خود آنحضرت ﷺ اس باب میں ان کی مدح کرتے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے سن کر یاد کرلیا تھا، آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شوق کو دیکھ کران کی تعلیم کی طرف توجہ مبذول فرماتے تھے، نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کوسوال کرنے سے مانع ہوتا تھا، لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ بے جھجک جو چاہتے تھے، سوال کرتے تھے، ان کے شوق کو دیکھ کر بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ابتدا فرماتے تھے اور بغیر پوچھے بتاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی سورۃ بتاتا ہوں جس کی نظیر نہ تورات وانجیل میں ہے اور نہ قرآن میں یہ کہہ کر باتوں میں مصروف ہو گئے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میرا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیں گے، اس لئے جب آپ گھر جانے کے لئے اٹھے تو میں بھی ساتھ ہولیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر باتیں شروع کر دیں اور گھر کے دروازہ تک اسی طرح چلے آئے، میں نے عرض کیا وہ سورۃ بتادیجئے، آپ نے سنادی، (مسند احمد: ۵ / ۱۱۴) ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نماز میں شروع سے شریک نہ تھے بیچ میں شریک ہوئے تھے، نماز ختم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے، پھر پوچھا، ابی بن رضی اللہ عنہ کعب ہیں؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نماز ختم کر چکے تھے، بولے کہ آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی کیا منسوخ ہو گئی، یا آپ پڑھنا بھول گئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں میں پڑھنا بھول گیا" اس کے بعد فرمایا میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہوگا۔

ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ جب کوئی مسئلہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی سمجھ میں نہ آتا تو وہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح خاموش نہیں رہتے تھے؛ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیر تک مذاکرہ جاری رکھتے اور جب سمجھ میں آجاتا تب اٹھتے، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آیت پڑھی؛ چونکہ وہ قبیلہ ہذیل سے تھے، ان کی قرأت علیحدہ تھی، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سنا تو کہا آپ نے یہ آیت کس سے پڑھی؟ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح پڑھی ہے، انہوں نے کہا مجھ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیالات فاسدہ کا غلبہ ہوا اور عجیب عجیب باتیں ذہن میں آئیں میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا میرے اور ان کے درمیان قرأت میں اختلاف ہو گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ آیت پڑھوائی اور فرمایا تم ٹھیک پڑھتے ہو، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پڑھوائی اور فرمایا تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو، پھر میں نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ٹھیک ٹھاک پڑھتے ہیں یہ کیونکر؟ اس قدر کدوکاوش پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ پسینہ پسینہ ہو گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو ان کے سینہ پر دست مبارک رکھ کر فرمایا الٰہی ابی کا شک دور کر! دستِ مبارک کی تاثیر، تسلی بن کر قلب میں اتر گئی اور ان کو کامل تشفی ہو گئی۔

حضرت ابی کا خاص فن قرأت ہے اس فن میں ان کو اتنا کمال تھا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی تھی صحابہ میں چند بزرگ تھے جن کے کمالات کی حامل وحی نے تعیین کردی تھی ان میں حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا" واقرأهم ابی بن کعب "یعنی صحابہ میں سب سے بڑے قاری ابی رضی اللہ عنہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کی یاد کو کئی مرتبہ تازہ کیا ایک مرتبہ مسجد نبوی کے منبر پر کہا کہ سب سے بڑے قاری ابی ہیں، شام کے مشہور سفر میں مقام جابیہ کے خطبہ میں فرمایا: "من اراد القرآن فلیات ابیا" یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ ابی کے پاس آئے۔ (مسند احمد: ۵/ ۱۲۳)

فن قرأت میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو جو دخل تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ خود حامل نبوت ان سے قرآن کا دورہ فرمایا کرتے تھے؛ چنانچہ جس سال آپ نے وفات پائی حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے جبریلؑ نے کہا تھا کہ ابی کو قرآن سنا دیجئے۔

جو سورۃ نازل ہوتی اس کو آنحضرت ﷺ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو سناتے اور یاد کراتے تھے؛ "سورہ لم یکن" نازل ہوئی تو فرمایا کہ خدا نے تم کو قرآن سنانے کا حکم مجھے کیا ہے، انہوں نے عرض کیا خدا نے میرا نام لیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرط مسرت میں بے اختیار رو پڑے۔

عبدالرحمن بن ابی ابزی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے، ان کو استاد کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو پوچھا! یا ابالمنذر (حضرت ابی کی کنیت) اس وقت آپ کو خاص مسرت ہوئی ہوگی، فرمایا کیوں نہیں، خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ" (یونس: ۵۸)

اسی قرأت دانی کا نتیجہ تھا کہ ایک قرأت خاص طور پر ان کی جانب منسوب ہوئی جس کا نام قرات ابی بن کعب تھا، اہل دمشق اسی قرأت میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرأت کو ان کے رتبہ کے لحاظ سے عالمگیر ہونا چاہیے تھا؛ لیکن اس وقت تک زیادہ رواج نہ پاسکی، اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ بہت سی آیتیں جو منسوخ ہو چکی تھیں اس میں موجود تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بار بار کہا کہ ابی رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ قرآن کے جاننے والے ہیں، لیکن ہم کو بعض مواقع پر ان سے اختلاف کرنا پڑا ہے، ان کو اصرار ہے کہ انہوں نے جو کچھ سیکھا رسول اللہ ﷺ سے سیکھا ہے، یہ سچ ہے لیکن جب بہت سی آیتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور ان کو اس کا علم نہیں ہوا تو پھر ہم ان کی قرأت پر کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔ (مسند: ۵/ ۱۳)

لیکن بعد میں اس کی اصلاح ہوگئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جب قرآن مجید کو جمع کیا گیا تو اس میں منسوخ شدہ آیتوں کا خاص خیال رکھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ان کی قرأت نے قبول عام کی سند حاصل کرلی اور تمام ممالک اسلامیہ جن کی وسعت مغرب سے مشرق تک تھی حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرأت پر مجتمع ہوگئے۔

حضرت ابی نے انتقال کے بعد اس فن میں اپنے دو جانشین چھوڑے جو اپنے عہد میں مرجع انام تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

قراء سبعہ میں سے نافع بن عبدالرحمن، ابورویم مدنی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے اور عبداللہ بن کثیر مکی، حضرت عبداللہ بن عباس کے واسطہ سے حضرت ابی بن کعب کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔

درس وتدریس

حضرت ابی بن رضی اللہ عنہ کعب کا مدرسۂ قرأت اس وقت ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا، عرب وعجم، روم وشام اور دیگر صوبہ جات اسلامیہ سے طلبہ مدینہ منورہ کا رخ کرتے اور ان کی درس گاہ قرأت سے فیض یاب ہوتے تھے۔

طلبہ کے علاوہ بعض اکابر صحابہ دور دراز مقامات سے شائقین کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لاتے اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے استفادہ کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ انصاری شام میں تعلیم قرآن کے لئے بھیجے گئے تھے وہ اس درجہ کے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جن ۵ بزرگوں نے پورا قرآن حفظ کیا تھا ان میں ایک وہ بھی تھے؛ لیکن بایں ہمہ وہ حضرت ابی کی قرأت سے مستغنی نہ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مقدس میں شامیوں کا ایک مجمع ساتھ لے کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے، خود قرآن پڑھا اور دوسرے لوگوں کو بھی پڑھوایا۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ اگرچہ تلامذۃ کی تعلیم سے خاص دلچسپی لیتے تھے، لیکن مزاج تیز تھا اس لئے بہت جلد ان کا حلم وتحمل غیظ وغضب میں بدل جاتا تھا، اس لئے تلامذہ خاص کوئی سوال کرتے تو خوف لگا رہتا کہ کہیں غصہ میں جھنجھلا نہ اٹھیں، زرین حبیش جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید تھے اور جن کو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے تلمذ کا بھی شرف حاصل تھا، کوئی بات پوچھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہ پڑتی تھی ایک دن ایک سوال کیا تو پہلے اس طرح عرض کیا کہ مجھ پر نظر عنایت فرمایئے میں آپ سے علم سیکھنا چاہتا ہوں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں شاید یہ ارادہ ہوگا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت پوچھنے سے باقی نہ رہ جائے۔

اسی وجہ سے ان کی مجلس لایعنی سوالات سے پاک ہوتی تھی، وہ قبل از وقت باتوں کا جواب نہیں دیتے تھے؛ بلکہ ناراض ہوتے تھے، مسروق نے ایک دن ایک سوال کیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسا بھی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں فرمایا ابھی ٹھہریے جب ایسا واقعہ پیش آئے گا تو آپ کے لئے اجتہاد کی تکلیف کی جائے گی۔

لیکن معقول سوالات سے خوش ہوتے تھے اور جواب مرحمت فرماتے تھے، زیاد انصاری نے پوچھا، آنحضرت ﷺ کی تمام بیویاں قضا کر جاتیں تو آپ نکاح کر سکتے تھے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کر سکتے تھے، زیاد نے کہا پھر اس آیت کے کیا معنی لا یحل لك النساء من بعد حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے لئے عورتوں کی ایک قسم حلال تھی۔

(مسند احمد: ۵/ ۱۳۲)

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی زندگی بڑی پر تکلف اور باوقار تھی، اس کا اثر ان کے حلقۂ درس میں نظر آتا تھا، گھر اور مجلس دونوں جگہوں میں ان کی نشست گدے پر ہوتی تھی اور تلامذہ عام صف میں بیٹھتے تھے۔

نشست وبرخاست میں تلامذہ ان کی تعظیم کے لئے سر وقد کھڑے ہوتے تھے اس زمانہ میں یہ دستور بالکل نیا تھا، ایک مرتبہ سلیم بن حنظلہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے آئے جب وہ اُٹھے تو شاگردوں کا پورا مجمع پیچھے پیچھے ساتھ ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کو یہ روش ناپسند ہوئی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ آپ کے لئے فتنہ اور ان لوگوں کے لئے ذلت ہے۔

تلامذہ سے تحائف وہدایا قبول کر لیتے تھے اور اس میں کچھ مضائقہ نہ جانتے تھے، آنحضرت ﷺ کے عہد مقدس میں انہوں نے طفیل بن عمرو دوسی کو قرآن پڑھایا تھا، انہوں نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ اس کو لگا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے، انہوں نے کہا ایک شاگرد کا ہدیہ ہے، آپ نے فرمایا اس کو واپس کر دو اور آیندہ ایسے ہدیہ سے پرہیز کرنا۔

اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا، اس میں بھی یہی صورت پیش آئی، اس لئے بعد میں ان باتوں سے اجتناب کلی کر لیا تھا؛ چنانچہ ملک شام کے لوگ جب آپ سے قرآن مجید پڑھنے مدینہ آئے تو مدینہ کے کاتبوں سے اس کو لکھواتے بھی تھے اور کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کر لیتے تھے، لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن ان سے دریافت کیا، ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کے ہاں کھانا نہیں کھاتا۔

قرات پڑھاتے وقت حروف مخارج سے ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے باشندوں کے ساتھ تو چنداں دشواری پیش نہ آتی تھی؛ لیکن اعراب اور بدوؤں یا دیگر ملکوں کے باشندوں کو جن سے حروف صاف صاف ادا نہ ہو سکتے تھے ان کا پڑھانا نہایت مشکل کام تھا، لیکن حضرت ابی رضی اللہ عنہ اس مشکل کو بھی آسان کر لیتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ ایک ایرانی کو قرآن پڑھاتے تھے جب اس کو یہ آیت پڑھائی "اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ. طَعَامُ الْاَثِيْمِ" تو اس سے "اَثیم" نکلتا نہ تھا، وہ یتیم کہتا تھا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نہایت پریشان تھے، آنحضرت ﷺ وہاں سے گذرے اور ان کی حیرانی دیکھ کر خود ان کے شریک ہو گئے اور ایرانی میں فرمایا کہو "طعام الظالم" اس نے اس کو صاف طور سے ادا کر دیا، آپ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کی زبان درست کرو اور اس سے حرف نکلواؤ، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔

مصحف اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت ابی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے جس قدر قرآت پڑھتے تھے گھر پر اس کو قلمبند کرتے جاتے تھے، یہی قرآن ہے جو فن تاریخ قرأت میں "مصحف ابی رضی اللہ عنہ" کے نام سے مشہور ہے، یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد تک موجود تھا، اس مصحف کی شہرت دور تک تھی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے کے پاس جن کا نام محمد تھا اور مدینہ ہی میں رہتے تھے، عراق سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم لوگ مصحف کی زیارت کو آئے ہیں انہوں نے کہا وہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لے لیا تھا۔

تفسیر

حضرت ابی رضی اللہ عنہ مفسرین صحابہ میں ہیں اور ان سے اس فن میں ایک بڑا نسخہ روایت کیا گیا ہے، جس کے راوی امام ابوجعفر رازی ہیں، تین واسطوں سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ تک یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہے۔

فن تفسیر میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے اگر چہ متعدد شاگرد تھے، جن کی روایتیں عموماً تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں؛ لیکن اس کا بڑا حصہ ابوالعالیہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے ابوالعالیہ کے تلمیذ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ تھے جن پر امام رازی کے سلسلہ روایات کا اختتام ہوتا ہے۔

اس تفسیر کی روایتیں ابن جریر اور ابی حاتم نے کثرت سے نقل کی ہیں، حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی بعض روایتوں کو درج کیا ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے اس فن میں دو قسم کی روایتیں ہیں، پہلی قسم میں وہ سوالات داخل ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات عنایت فرمائے تھے دوسری قسم میں وہ تفسیریں ہیں جو خود حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا پہلا حصہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے، ظن وقیاس کے رتبہ سے بلند ہو کر یقین کے درجہ تک پہنچتا ہے کیونکہ حاملِ وحی سے زیادہ قرآن کا مطلب کون سمجھ سکتا ہے۔

دوسرا حصہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی رائے کا مجموعہ ہے اس میں مختلف حیثیتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں، بعض آیتوں میں تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول مدنظر ہے، بعض میں خیالات عصریہ کی جھلک ہے کسی میں اسرائیلیات کا رنگ ہے اور کہیں کہیں ان سب سے الگ ہو کر مجتہدانہ روش اختیار کی ہے اور یہی ان کا علم تفسیر میں سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

شانِ نزول

حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے شان نزول کے متعدد روایتیں ہیں جو تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں۔

حدیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو بزرگ علم حدیث کے ماہر خیال کئے جاتے تھے ان میں ایک حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب بھی تھے، محدث ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

مکان احدہ بن سمع الکثیر یعنی حضرت ابی رضی اللہ عنہ ان بزرگوں میں ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے صحابہ جو اپنے مجالس درس میں مسند روایت پر متمکن تھے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے حلقہ تعلیم میں شاگردی کا زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔

چنانچہ ان کے حلقہ میں تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابوایوب انصاری، عبادہ بن صامت، ابوہریرہ، ابوموسیٰ اشعری، انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، سہل بن سعد، سلیمان بن صرور رضی اللہ عنہ کہ تمام صحابہ میں انتخاب تھے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے علم حدیث میں استفادہ کرتے تھے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے اوقات درس اگر چہ متعین تھے؛ تاہم ان وقتوں کے علاوہ بھی باب فیض مسدود نہ ہوتا تھا، چنانچہ جب مسجد نبوی میں نماز کو تشریف لاتے اور اس وقت بھی کسی کو تعلیم کی حاجت ہوتی تو اس کی تشفی فرماتے تھے۔

قیس بن عباد مدینہ میں صحابہ کے دیدار سے مشرف ہونے آئے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے

بڑھ کر کسی کو نہ پایا، نماز کا وقت تھا لوگ جمع تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے تھے، کسی چیز کے تعلیم دینے کی ضرورت تھی، نماز ختم ہوئی تو محدث جلیل اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لوگوں تک پہنچائی، ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے، قیس پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اس شان عظمت کا بڑا اثر پڑا۔ (مسند احمد: ۵/ ۱۴۰)

روایت حدیث میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے باوجود اس کے وہ حاملِ نبوت کے مقرب بارگاہ تھے اور زندگی کا بیشتر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں صرف کیا تھا بااین ہمہ روایت حدیث میں یہ شدت تھی کہ روایات کی مجموعی تعداد ۱۶۴ سے متجاوز نہیں ہے۔

فقہ

صحابہ میں کئی بزرگ تھے جو اجتہاد کا منصب رکھتے تھے اور استنباط مسائل کرتے تھے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا بھی ان میں شمار ہوتا تھا اور وہ حامل قرآن کی مقدس زندگی ہی میں مسند افتاء پر جلوہ افروز ہو چکے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی اہل الرائے اور اہل فقہ میں شامل رہے اور لوگ انہی سے استفادہ کیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی یہ منصب عظیم ان کو حاصل رہا۔

آفاق عالم سے فتوے آتے تھے جن کے مستفتیوں میں صحابہ کا نام بھی داخل ہوتا تھا، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، وہ نماز میں تکبیر کہنے اور سورہ پڑھنے کے بعد ذرا توقف کرتے تھے، لوگوں نے ان پر اعتراض کیا، انہوں نے حضرت ابی کے پاس استفتاء لکھ کر بھیجا کہ مجھ پر حقیقت مجہول ہوگئی ہے، اس کے متعلق تحریر فرمایئے واقعیت کیا ہے؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شرع شریف کے مطابق ہے اور معترضین غلطی پر ہیں۔

(کنز العمال: ۴۷/ ۲۵۱)

استنباط مسائل کا یہ طریقہ تھا کہ پیشتر قرآن مجید میں غور وخوض کرتے تھے پھر احادیث کی تلاش ہوتی تھی اور جب ان دونوں میں کوئی صورت نہ ملتی تو قیاس کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر مر گیا میں حاملہ تھی، اب وضع حمل ہوا ہے؛ لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میعاد معین تک رکی رہو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فتویٰ پوچھنے کا حال اور ان کا جواب ان کے گوش گذار کیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جاؤ اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ ابی کہتے ہیں کہ عورت حلال ہوگئی، اگر وہ مجھے پوچھیں تو یہیں بیٹھا ہوں آکر بلا لینا، عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آگئی انہوں نے کہا بلا لاؤ، حضرت ابی آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے کہا، انہوں نے جواب دیا قرآن سے اور یہ آیت پڑھی "وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" اس کے بعد کہا کہ جو حاملہ بیوہ ہوگئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو ان سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کر دیجئے میں اس کو مسجد میں شامل کروں گا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ نہ ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تو ہبہ کر دیجئے انہوں نے اس سے بھی انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو آپ خود مسجد کو وسیع کر دیں اور اپنا مکان اس میں داخل کر دیں، وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی بات آپ کو ماننا ہوگی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایک بات بھی نہ مانوں گا، آخر دونوں شخصوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا بلا رضامندی آپ کو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کے متعلق قرآن مجید کی رو سے حکم نکالا ہے یا حدیث سے؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا حدیث سے وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی، حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے؛ لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی غیرت اس کو کب گوارا کر سکتی تھی، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اس کو مسجد میں شامل کرتا ہوں۔

سوید بن غفلہ، زید بن صوحان اور سلیمان بن ربیعہ کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے تھے، مقام عذیب میں ایک کوڑا پڑا ہوا تھا، سوید نے اٹھا لیا، ان لوگوں نے کہا اسے پھینک دو شاید کسی مسلمان کا ہو، انہوں نے کہا میں ہرگز نہ پھینکوں گا پڑا رہے گا تو بھیڑیے کی غذا بنے گا اس سے تو بہتر ہے کہ میں اسے کام میں لاؤں، اس کے کچھ دنوں بعد سوید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں مدینہ طیبہ پڑتا تھا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس قسم کا واقعہ مجھ کو بھی پیش آ چکا ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ۱۰۰ دینار (۵۰۰) روپے پائے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتے رہو سال گزرنے کے بعد فرمایا کہ روپے کی تعداد، تھیلی کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال تک اور انتظار دیکھنا اگر کوئی اس نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالہ کرنا ورنہ وہ تمہارا ہو چکا۔ (کنز العمال: ۴/ ۲۶۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تمتع سے لوگوں کو روک دیں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو اس کا کوئی اختیار نہیں، پھر ارادہ کیا کہ حیرہ کے حلے پہننے سے منع کر دیں؛ کیونکہ اس کے رنگ میں پیشاب کی آمیزش ہوتی تھی، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے بھی آپ مجاز نہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا ہے اور ہم لوگوں نے بھی پہنا ہے، (مسند احمد: ۵/ ۱۴۳) یہ فتویٰ عموم بلوی کی بنا پر تھا، طرز استنباط معلوم کرنے کے بعد فقہ ابی کے چند مسائل بھی پڑھ لینا چاہیے۔

کتاب الصلوٰۃ

حضرت ابی رضی اللہ عنہ قرأت خلف الامام کے قائل تھے؛ مگر اس کی یہ صورت تھی کہ ظہر اور عصر کی فرض نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے، عبداللہ بن ابی ہذیل نے پوچھا کہ آپ قرأت کرتے ہیں فرمایا ہاں۔ (کنز العمال: ۲۵۴)

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا یہ استدلال قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی بنا پر تھا قرآن میں ہے "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ

فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ "یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو اور یہ ظاہر ہے کہ قرأت سری میں جو ظہر و عصر میں ہوتی ہے قرآن کو کس طرح سنا جا سکتا ہے، اس لئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ قرأت سری میں مقتدی قرأت کرے اور جہری میں خاموش کھڑا رہے۔

ایک شخص مسجد میں کسی گم شدہ چیز پر شور کر رہا تھا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو غصہ ہوئے، اس نے کہا میں فحش نہیں بکتا، انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہے، مگر مسجد کے ادب کے یہ بات منافی ہے۔ (کنز العمال: ۴/ ۲۶۰)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے اور سورہ برأت تلاوت فرمائی تھی، یہ سورۃ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھی، اثنائے خطبہ میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے اشارہ سے پوچھا کہ یہ سورۃ کب نازل ہوئی میں نے تو اب تک نہیں سنی تھی، حضرت ابی نے اشارہ سے کہا خاموش رہو، نماز کے بعد جب اپنے اپنے گھر جانے کے لئے اٹھے تو دونوں بزرگوں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج تمہاری نماز بیکار ہوگئی اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے، یہ سن کر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور بیان کیا کہ ابی رضی اللہ عنہ ایسا کہتے ہیں، آپ نے فرمایا ابی سچ کہتے ہیں۔ (کنز العمال: ۲۵۵، مسند احمد: ۵/ ۱۴۳)

کتاب الحد

حضرت ابی رضی اللہ عنہ زنا کی سزا کے متعلق کہا کرتے تھے کہ تین قسم کے لوگوں کے لئے تین قسم کے حکم ہیں کچھ لوگ سزائے تازیانہ اور سنگساری دونوں کے مستحق ہیں کچھ فقط سنگساری کے اور کچھ صرف تازیانہ کے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی والے بوڑھے کو زنا کرنے کی صورت میں تازیانہ اور رجم دونوں، بیوی والے جوان کو محض رجم اور بے بیوی والے جوان کو فقط کوڑے لگائے جائیں۔

شبیب کے متعلق حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ قرآن مجید کی رو سے اس کو کوڑے مارے جائیں اور سنت کے لحاظ سے سنگسار کیا جائے، (کنز العمال: ۳/ ۹۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس خیال کے موید تھے۔

باب الاشربہ

نبیذ چھوہاروں کا شربت کی حلت پر عموماً علمائے اسلام متفق ہیں؛ لیکن ابی رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق ایک خاص اثر مروی ہے، ایک شخص نے نبیذ نوشی کے متعلق استفسار کیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا نبیذ میں کیا رکھا ہے، پانی پیو، ستو پیو، دودھ پیو، سائل نے کہا شاید آپ نبیذ نوشی کے موافق نہیں، انہوں نے کہا شراب نوشی کی کیسے موافقت کر سکتا ہوں۔ (کنز العمال: ۳/ ۹۱)

ان مسائل کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ فقہائے صحابہ میں اجتہاد و مسائل اور استنباط احکام کی حیثیت سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا رتبہ بھی نہایت بلند تھا۔

لکھنا جانتے تھے

حضرت ابی رضی اللہ عنہ لکھنا بھی جانتے تھے اور یہ اس زمانہ میں نعمت غیر مترقبہ تھی؛ چنانچہ وحی کی اکثر آیتیں وہی لکھتے

تھے، مدینہ منورہ میں جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو وحی لکھنے کا سب سے پہلے انہی کو شرف حاصل ہوا۔

اس زمانہ تک کتاب یا قرآن کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہ تھا، سب سے اول حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اس کی ابتدا کی بعد میں اور بزرگوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

حب رسول ﷺ

بدعات سے اجتناب، جرأت اظہار حق، یہ اوصاف حضرت ابی رضی اللہ عنہ میں خاص طور پر موجود تھے، عبادت الٰہی کا ذوق شوق ایک مرتبہ اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ تمام علائق ظاہری سے قطع تعلق کر کے زاویہ روحانیت میں معتکف ہو گئے تھے۔

رات کی ہولناک تاریکی میں جب کہ تمام کائنات بستر راحت پر مستِ نشہ خواب ہوتی تھی، وہ اپنے گھر کے ایک گوشہ میں معبود برحق کی عظمت وجلال کے تصور سے سرتاپا عجز ونیاز ہوتے تھے، زبان پر کلام الٰہی رواں ہوتا تھا اور آنکھوں کی اشک باری ان کے کشتِ عبادت کو سیراب کرتی تھی۔

قرآن مجید تین راتوں میں ختم کرتے تھے، رات کے ایک حصہ میں درود وسلام کا ورد کرتے تھے۔

محبت رسول ﷺ کا یہ عالم تھا کہ استن حنانہ کو اپنے گھر میں بطور تبرک رکھ لیا تھا اور جب تک دیمک نے چاٹ کر اس کو راکھ نہ کر دیا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اس کو مکان سے علیحدہ نہ کیا۔ (بخاری: ۲/ ۶۲۴)

بدعات سے اس قدر اجتناب تھا کہ جو باتیں رسول اللہ ﷺ کے مقدس عہد میں نہ ہوئی تھیں، ان کا ارتکاب نہایت قبیح سمجھتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے خلافت کے زمانہ میں مسجد نبوی میں آئے تراویح کا وقت تھا لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کو باجماعت کر دیں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو امام بناتا ہوں آپ تراویح پڑھایا کریں، حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا جو بات پہلے نہیں کی ہے اس کو کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ (کنز العمال: ۴/ ۲۸۴)

ان کا قلب مزکا صغائر کی خفیف سی گرد کا بھی متحمل نہ تھا، رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ہم لوگ بیمار ہوتے ہیں یا اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں، اس میں کچھ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ موجود تھے پوچھا چھوٹی تکلیفیں بھی گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہیں؟ حضور نے فرمایا ایک کانٹا تک کفارہ ہے، حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا جوش ایمان اب اندازہ سے باہر تھا عذاب وثواب کا تصور آتش زیر پا بنا چکا تھا، خدا کی قہاریت وجباریت کی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی، اسی بے اختیار کے عالم میں زبان سے نکلا! کاش مجھے ہمیشہ تپ چڑھی رہتی، لیکن حج، عمرہ، جہاد اور نماز باجماعت ادا کرنے کے قابل رہتا، دعا قلب صمیم سے نکلی تھی، حریم اجابت تک پہنچی، حرارت کی ایک خفیف مقدار رگ وپے میں سرایت کر گئی؛ چنانچہ جب جسد اطہر پر ہاتھ رکھا جاتا تھا حرارت معلوم ہوتی تھی۔

رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا بیان

مسئلہ نمبر: (۱) ائمہ کرام نے روایت بیان کی ہے اور یہ الفاظ نسائی کے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیت) ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون''۔ تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارا رب ہمارے مالوں کے بارے میں ہم سے سوال کر رہا ہے پس یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو گواہ بناتا ہوں اس پر کہ میں نے اپنی زمین اللہ تعالیٰ کے لئے دین دے دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اسے اپنے قرابتداروں حسان ابن ثابت اور ابی بن کعب رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تقسیم کر دے''۔

(صحیح بخاری، باب الزکاۃ علی الاقارب، حدیث نمبر ۱۳۶۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور المؤطا میں ہے ''ان کے اموال میں سے ان کے نزدیک پسندیدہ مال بیرحاء تھا اور وہ مسجد کے سامنے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے جاتے تھے اور اس کا میٹھا اور طیب پانی نوش فرماتے تھے۔'' پھر آگے وہی حدیث ذکر کی، تو اس آیت میں خطاب کے ظاہر اور اس کے عموم کو عمل میں لانے پر دلیل موجود ہے، کیونکہ جب آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے کوئی معنی مذکور کلام سے نہیں سمجھے، کیا آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے نہیں کہ جب انہوں نے (آیت) ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا''۔ الآیہ سنی تو انہوں نے توقف کی ضرورت محسوس نہیں کی یہاں تک کہ دوسری آیت کے ذریعہ اس کا بیان اور وضاحت آجائے تو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے خرچ کریں یا کوئی سنت سامنے آجائے تو اس کی وضاحت کرنے والی ہو کیونکہ وہ تو بہت سی اشیاء کو پسند کرتے ہیں۔

اور اسی طرح حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی کیا کہ آپ نے اپنے پسندیدہ گھوڑے کا قصد کیا اسے سبل کہا جاتا تھا اور کہا: اے اللہ! یقیناً تو جانتا ہے کہ میرے نزدیک میرے اس گھوڑے سے زیادہ پسندیدہ مال کوئی نہیں ہے، پس آپ اسے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور عرض کی: یہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہے (اسے قبول فرمایئے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''اسے قبضے میں لے لو'' تو گویا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے اپنے دل میں کچھ (وہم سا) پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ قد قبلھا منك بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسے تجھ سے قبول فرمالیا ہے۔ اسے اسد بن موسیٰ نے ذکر کیا ہے۔ (تفسیر طبری، جلد ۵، صفحہ ۵۷۷)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام نافع کو آزاد کیا اور اس میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے انہیں ہزار دینار عطا کئے، صفیہ بنت ابی عبید نے کہا ہے: میں ان کے بارے گمان کرتی ہوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل کی (آیت) ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون''۔

اور شبل نے ابو نجیح سے اور انہوں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو طرف لکھا کہ وہ مدائن کسریٰ کی فتح کے دن جلولاء کے قیدیوں سے ان کے لئے ایک لونڈی خریدیں، تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا تو اس نے

آپ کو بہت خوش کیا، تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (آیت) ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون''۔
چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے آزاد کر دیا، اور حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ان تک یہ خبر پہنچی ہے کہ ربیع بن خیثم کی اُمّ ولد نے بیان کیا ہے کہ جب ان کے پاس کوئی سائل آتا تو وہ مجھے فرماتے اے فلانہ، سائل کو شکر دے دو، کیونکہ ربیع شکر بہت پسند کرتا تھا، سفیان نے کہا ہے: وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی (یہی) تاویل کرتے ہیں: (آیت) ''لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون''۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ شکر کی بوریاں خریدتے تھے اور انہیں صدقہ کر دیتے تھے تو آپ سے عرض کی گئی: آپ اس کی قیمت کیوں نہیں صدقہ کر دیتے؟ تو آپ نے فرمایا: کیونکہ شکر میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی زیادہ پسندیدہ اور محبوب شے (اللہ تعالیٰ راہ میں) خرچ کر دوں۔

اور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یقیناً تم اسے ہرگز نہیں پا سکو گے جسے تم پسند کرتے ہو مگر اسے چھوڑ کر جس کی خواہش اور چاہت تم رکھتے ہو اور تم اس کا ادراک نہیں کر سکتے جس کی تم آرزو رکھتے ہو مگر اس پر صبر کرتے ہوئے جسے تم ناپسند کرتے ہو۔

مسئلہ نمبر: (۲) البر'' کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا ہے: اس سے مراد جنت ہے، یہ حضرت مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عطا، حضرت مجاہد، عمرو، بن میمون اور سدی رضوان اللہ علیہم اجمعین، ورحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے، اور تقدیر کلام یہ ہوگی: ''لن تنالوا ثواب البر حتی تنفقوا مما تحبون''۔ (تم نیکی کا ثواب ہرگز نہیں پا سکتے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرو جنہیں تم پسند کرتے ہو۔) اور النوال بمعنی عطا ہے، یہ تیرے اس قول سے ہے تولتہ تنویلا یعنی میں نے اسے عطا کیا، اور نالنی من فلان معروف ینالنی، یعنی وہ مجھ تک پہنچ گیا، سو معنی یہ ہوگا: تم ہرگز جنت تک نہ پہنچ سکو گے اور نہ تم اسے پاس سکو گے یہاں تک کہ تم خرچ کر دو (راہ خدا میں) ان چیزوں میں سے جنہیں تم عزیز رکھتے ہو۔

اور بعض نے کہا ہے: البر سے مراد عمل صالح (نیکی) ہے، اور صحیح حدیث میں ہے: ''تم پر سچ بولنا لازم ہے کیونکہ سچائی عمل صالح کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور عمل صالح جنت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب حدیث نمبر ۵۶۲۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) سورۃ البقرہ میں یہ گزر چکا ہے۔

عطیہ العوفی نے کہا ہے: البر'' سے مراد طاعت ہے، حضرت عطار حمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے: تم ہرگز دین اور تقویٰ کا شرف و مرتبہ نہ پا سکو گے یہاں تک کہ تم صدقہ کرو در آنحالیکہ تم صحت مند اور حریص ہو، تم زندگی کی آرزو رکھتے ہو اور فقر و افلاس سے ڈرتے ہو، اور حسن سے منقول ہے کہ (آیت) ''حتی تنفقوا'' سے مراد فرض زکوۃ ہے، مجاہد اور کلبی نے کہا ہے: یہ آیت منسوخ ہے اسے آیت زکوۃ نے منسوخ کیا ہے، اور بعض نے کہا ہے: اس کا معنی ہے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے خیر اور نیکی راہ میں مثلاً صدقہ یا علاوہ ازیں دیگر طاعات وغیرہ اور یہ جامع معنی ہے، اور نسائی نے صعصعہ بن معاویہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے کہا: میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے کہا کوئی حدیث بیان فرمائے تو انہوں نے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان آدمی اپنے ہر مال سے جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں

خرچ کرتا ہے تو جنت کے تمام دربان اس کا استقبال کریں گے اور ان میں سے ہر کوئی اسے اس کی طرف بلائے گا جو اس کے پاس ہے، میں نے پوچھا: وہ کیسے ہوسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر تو وہ (مال) اونٹ ہیں تو پھر دو اونٹ (صدقہ کرے) اگر وہ گائیں ہیں تو پھر وہ دو گائیں (صدقہ کرے) اور ابوبکر الوراق نے کہا ہے: (اللہ تعالیٰ نے) اس آیت کے ساتھ مکارم اخلاق پر ان کی راہنمائی کی ہے، یعنی تم ہرگز اپنے ساتھ میری نیکی کو نہیں پاسکو گے مگر اس طرح کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی کرو اور اپنے اموال اور جاہ وحشمت میں سے ان پر خرچ کرو، پس جب تم اس طرح کرو گے تو پھر میری نیکی، احسان اور میرا لطف ومہربانی تمہیں آپہنچے گی۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ اس ارشاد کی مثل ہے: (آیت) ''ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا وما تنفقوا من شیء فان الله به علیم''۔ یعنی جب وہ جانتا ہے تو اس پر جزا عطا فرمائے گا۔

(تفسیر احکام القرآن، آل عمران، بیروت)

1690 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ فَأَعْتَقْتُهَا، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: آجَرَكِ اللهُ، أَمَا إِنَّكِ لَوْ كُنْتِ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ

⊛⊛ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میری ایک کنیز تھی میں نے اسے آزاد کردیا۔ نبی اکرم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا' البتہ اگر تم یہ اپنے ماموں کو دے دیتیں' تو تمہیں اس کا زیادہ اجر ملتا۔

ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کا نام تبدیل کر کے میمونہ رکھا۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم در ذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۸۳)

آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ہند بنت عوف ہے جن کے ایسے داماد تھے جو کسی اور کو میسر نہیں، ایک داماد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، دوسرے داماد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کیونکہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، ہند بنت عوف کی پہلے شوہر عمیس خثعمی رضی اللہ عنہ سے دو صاحبزادیاں تھیں، ایک اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی دوسری بہن حضرت زینب بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم در ذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۸۴)

نکاح مع سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ماہ ذیقعدہ ۷ھ میں عمرۃ القضاء میں ہوا۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۸۴)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے انہیں نکاح کا پیام ملا وہ اونٹ پر سوار تھیں، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اونٹ اور جو اس پر ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے۔ (التفسیر القرطبی، الجزء الرابع عشر، الاحزاب: ۵۰، ج ۷، ص ۱۵۴)

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح، زفاف اور وصال ایک ہی مقام پر واقع ہوا جسے سرف کہتے ہیں اور یہ مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۸۴)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے چھہتر حدیثیں مروی ہیں۔ سات متفق علیہ باقی دیگر کتابوں میں ہیں۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۸۴)

وصال

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا وصال مشہور تر قول کے مطابق ۵۱ھ میں ہوا اور باقوال مختلف ۶۱ھ یا ۶۳ھ یا ۶۶ھ بھی بتایا گیا ہے۔ بقول بعض حضرات میمونہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۳۸ھ میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ اور آپ رضی اللہ عنہا آخری زوجہ مطہرہ ہیں ان کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے نکاح نہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھائی اور دیگر بھانجوں نے انکو قبر میں اتارا۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم درذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۸۴)

رشتہ داروں پر مال خرچ کرنے کا ثواب

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا اور ان کے نان ونفقہ (یعنی روٹی کپڑے وغیرہ کے خرچ) کا انتظام کرنا باعث اجر وثواب ہے بشرطیکہ نیت یہ ہو کہ ان کا نفقہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ پر فرض کیا ہے لہٰذا میں اس کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں، اسی طرح اولاد کے لئے حلال مال چھوڑ جانا بھی گناہ نہیں بلکہ اگر مال موجود ہو تو حاجت مند اولاد کے لئے چھوڑنا ضروری ہے تاکہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں۔ قریبی رشتہ داروں پر نفلی صَدَقات خرچ کرنا بہت بڑی سعادت وباعث مغفرت ہے۔

(1) رشتہ دار پر کئے جانیوالے صَدَقے کا ثواب دوگنا کر دیا جاتا ہے۔ (معجم کبیر، ۸/۲۰۶، حدیث: ۷۸۳۴)

(2) مسکین پر خرچ کرنے میں ایک صَدَقہ جبکہ رشتہ دار پر خرچ کرنے میں دو صدقے ہیں، صَدَقہ اور صلہ رحمی۔

(ابن خزیمہ، ۴/۷۷، حدیث: ۲۳۸۵)

(3) جو ثواب کی نیت سے اپنے اہلِ خانہ پر خرچ کرے تو یہ بھی صَدَقہ ہے۔

(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین، الخ، ص ۵۰۲، حدیث: ۱۰۰۲)

(4) بندے کے میزان میں سب سے پہلے اہل وعیال پر خرچ کئے گئے مال کو رکھا جائے گا۔

(معجم الاوسط، ۴/۳۲۸، حدیث: ۶۱۳۵)

(5) سب سے افضل دینار وہ ہے جسے بندہ اپنے گھر والوں پر خرچ کرے، راہِ خدا میں اپنے جانور پر خرچ کرے اور اللہ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ (مسلم کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال..... الخ ص ۴۹۹، حدیث: ۹۹۴)

1691 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، عِنْدِي دِينَارٌ، فَقَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِكَ، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى وَلَدِكَ، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى زَوْجَتِكَ - أَوْ قَالَ: زَوْجِكَ -، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى خَادِمِكَ، قَالَ: عِنْدِي آخَرُ، قَالَ: أَنْتَ أَبْصَرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس صرف ایک دینار ہے (مجھے اس کا کیا کرنا چاہئے؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے اپنی ذات پر خرچ کرو۔ اس نے عرض کی: اگر میرے پاس ایک اور ہو؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ اس نے کہا: اگر میرے پاس ایک اور ہو؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے اپنی بیوی پر خرچ کرو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اپنے جوڑے پر (یعنی اپنی بیوی پر) خرچ کرو۔ اس نے عرض کی: میرے پاس ایک اور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے اپنے خادم پر خرچ کرو۔ اس نے عرض کی: اگر میرے پاس ایک اور ہو؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تمہیں زیادہ پتہ ہوگا۔

بیوی کے نان ونفقہ کے معنی ومفہوم کا بیان

نفقات نفقہ کی جمع ہے اور نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو خرچ کی جائے جب کہ شرعی اصطلاح میں طعام لباس اور سکنی مکان کو نفقہ کہتے ہیں چونکہ نفقہ کی کئی نوعیتیں اور قسمیں ہوتی ہیں جیسے بیوی کا نفقہ اولاد کا نفقہ والدین کا نفقہ اور عزیز واقارب کا نفقہ وغیرہ اس لئے نفقہ کی ان انواع کے اعتبار سے عنوان میں نفقات یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے نیز یہاں نفقہ سے اس کا عام مفہوم مراد ہے خواہ واجب ہو یا غیر واجب ہو۔

لونڈی غلام کے حقوق کا مطلب ہے ان کو کھلانا پہنانا اور ان پر ایسے کاموں کا بوجھ نہ ڈالنا جو ان کی طاقت وہمت سے باہر ہوں۔

بیوی کے نفقہ کے احکام ومسائل کا بیان

مرد پر اپنی بیوی کا نفقہ یعنی کھانے پینے کا خرچ لباس اور مکان دینا واجب ہے چاہے مرد عمر میں اپنی بیوی سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافرہ ہو خواہ بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ ہو جس سے جماع نہ کیا جا سکتا ہو لیکن نفقہ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس بیوی نے اپنے آپ کو شوہر کے گھر میں شوہر کے سپرد کر دیا ہو اگر سپرد نہ کیا ہو تو اس کی وجہ یا تو اس کا کوئی حق ہو کہ جس کو ادا کرنے سے انکار کرتا ہو یا خود شوہر سپرد کرنے کا مطالبہ نہ کرتا ہو۔

بہتر یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنا ہم پیالہ وہم نوالہ بنائے دونوں ایک ساتھ رہیں اور حیثیت کے مطابق جو کچھ میسر ہو اس میں

دونوں گزارہ کریں اور جیسا کہ شریف گھرانوں کا قاعدہ ہے شوہر باہر کسب معاش کرے اور بیوی گھر کے انتظامات کی ذمہ دار بنے شوہر جو کچھ کمائے اسکے مطابق جنس وسامان گھر میں مہیا کرے اور بیوی اپنی سلیقہ شعاری کے ذریعہ اس جنس وسامان کو پورے گھر اور متعلقین کی ضرورتوں میں صرف کرے اور اگر کسی وجہ سے شوہر و بیوی کا اس طرح ہم پیالہ و ہم نوالہ رہنا ممکن نہ ہو اور بیوی قاضی و حاکم کے یہاں یہ درخواست کرے کہ میرے لئے شوہر پر نفقہ مقرر کر دیا جائے تو حاکم و قاضی کی طرف سے بیوی کے لئے ماہانہ نفقہ کھانے پینے کا خرچ مقرر کر دیا جائے گا۔

اور وہ مقرر مقدار اس کے سپرد کر دیا جائے گا اسی طرح ایک سال میں دو مرتبہ کپڑا دینا مقرر کیا جائے گا اور وہ مقرر کپڑا ہر ششماہی پر اس کے حوالہ کر دیا جائے گا اگر قاضی و حاکم نے عورت کے لئے ماہانہ نفقہ مقرر کر دیا تو شوہر اس کو ماہانہ ادا کرے گا اور اگر شوہر نے ماھانہ نہ دیا اور عورت نے روزانہ طلب کیا تو شام کے وقت عورت کو مطالبہ کرنے کا اختیار ہوگا۔

نفقہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں اس مقدار کا لحاظ رکھا جائے گا جو بیوی کے لئے کافی ہو اور بغیر کسی اسراف و تنگی کے اپنا گزارہ کر سکے۔ رہی معیار کی بات تو اس میں میاں بیوی دونوں کی حالت وحیثیت کا اعتبار ہوگا اگر وہ دونوں مالی طور پر اچھی حالت وحیثیت کے مالک ہیں تو اچھی ہی حیثیت کا نفقہ بھی واجب ہوگا اور اگر وہ دونوں تنگ دست و مفلس ہوں تو نفقہ بھی اسی کے اعتبار سے واجب ہوگا اور اگر یہ صورت ہو کہ میاں تو خوش حال ہو اور بیوی تنگدست ہو یا میاں تنگدست ہو اور بیوی خوشحال ہو تو پھر درمیانی درجہ کا نفقہ واجب ہوگا یعنی وہ نفقہ دیا جائے گا جو خوشحالی کے درجہ سے کم ہو اور تنگدستی کے درجہ سے زیادہ ہو اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ بہر صورت شوہر ہی کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا وہ جس حالت وحیثیت کا ہوگا اسی کے مطابق نفقہ مقرر کیا جائے گا خواہ بیوی کسی بھی حیثیت وحالت کی مالک ہو۔

اگر شوہر و بیوی کے درمیان خوشحالی و تنگدستی کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے یعنی شوہر تو کہے کہ میں تنگدست ہوں اس لئے تنگدستی کا نفقہ دوں گا اور بیوی کہے کہ نہیں تم خوشحال ہو اس لیے میں خوشحالی کا نفقہ لوں گی اور پھر یہ معاملہ حاکم و قاضی کی عدالت میں پہنچے اور بیوی اپنے دعویٰ کے گواہ پیش کر دے تو ان گواہوں کا اعتبار کر کے بیوی کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا جائے گا اور اگر بیوی نے گواہ پیش نہ کئے تو پھر شوہر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

اگر بیوی کے ساتھ کوئی خادم یا خادمہ بھی ہے اور شوہر خوشحال ہے تو عورت کے نفقہ کے ساتھ اس خادم یا خادمہ کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہوگا اور اگر شوہر تنگ دست ہو تو اس خادم یا خادمہ کا نفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوگا۔

اگر حاکم و قاضی نے شوہر کی تنگدستی کی وجہ سے اس کی بیوی کے لئے تنگدستی کا نفقہ مقرر کر دیا اور پھر شوہر خوش حال ہو گیا اور بیوی نے خوش حالی کے نفقہ کا دعویٰ کر دیا تو اس کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا جائے گا اور اگر شوہر کی خوش حالی کی وجہ سے بیوی کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا گیا تھا اور پھر شوہر تنگدست ہو گیا تو اب تنگدستی کا نفقہ مقرر کر دیا جائیگا۔

جو عورت شوہر کی وفات کی عدت میں ہو اس کو نفقہ نہیں ملتا خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو اسی طرح جو بیوی نافرمان ہو جائے یعنی شوہر کی اجازت کے بغیر اور بلا کسی وجہ کے شوہر کے گھر سے چلی جائے تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا۔ نیز جو بیوی کسی

دین یعنی قرض وغیرہ کی عدم ادائیگی کی جہ سے قید خانہ میں ڈال دی گئی ہو یا اپنے میکہ میں ایسی بیمار ہو کہ شادی کے بعد شوہر کے گھر نہ بھیجی گئی ہو، یا اس کو کوئی غاصب لے کر بھاگ گیا ہو یا وہ اتنی کم عمر ہو کہ اسکے ساتھ جماع نہ کیا جاسکتا ہو اور یا بغیر شوہر کے حج کو چلی گئی ہو تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا ہاں جو بیوی شوہر کے ساتھ حج کو جائے گی اس کا حضر کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا سفر کا خرچ اور سواری کا کرایہ واجب نہیں ہوگا۔

اگر بیوی اپنے میکہ میں بیمار ہوئی اور نکاح کے بعد ہی شوہر کے گھر بھیجی گئی تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا البتہ جو بیوی اپنے شوہر کے گھر آ کر بیمار ہوئی ہے اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا۔

شوہر کو چاہئے کہ بیوی کے رہنے کا ٹھکانہ ومکان شرعی مقاصد کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق خود مقرر ومہیا کرے اور وہ مکان ایسا ہونا چاہئے جو خود اس کے اہل وعیال اور اس بیوی کے اہل وعیال سے خالی ہو اور اگر خود بیوی ان اہل وعیال کے ساتھ رہنا چاہے تو پھر اس طرح کا مکان بنا دینا واجب نہیں رہے گا۔

اگر شوہر کے گھر میں کئی کمرے ہوں اور ان میں سے ایک کمرہ کہ جس میں کواڑ اور تالہ کنجی وغیرہ ہو خالی کر کے بیوی کو دیدے تو یہ کافی ہے بیوی کو دوسرے کمرے کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

اگر شوہر چاہے کہ گھر میں بیوی کے پاس اس کے عزیز واقارب کو اگر چہ دوسرے شوہر سے اس بیوی کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو) آنے سے منع کردے تو اس کو اس کا حق ہے ہاں اگر بیوی کے وہ عزیز واقارب اس کے محرم ہوں تو ان کو بیوی کا سامنا کرنے یا اس سے بات چیت کرنے سے روکنے کا حق اس کو نہیں ہے اسی طرح شوہر کو یہ بھی حق نہیں ہے کہ وہ مہینہ میں ایک بار بیوی کو اپنے والدین کے پاس جانے یا والدین کو اس کے پاس آنے سے روکے یعنی ہفتہ میں ایک بار سے زائد آنے جانے سے روک سکتا ہے) اور والدین کے علاوہ دوسرے ذی رحم محرم رشتہ داروں کے پاس سال بھر میں ایک مرتبہ بیوی کے جانے یا بیوی کے پاس ان کے آنے پر پابندی عائد کرنے کا حق نہیں ہے یعنی سال بھر میں ایک بار سے زائد ان کے آنے پر پابندی عائد کرسکتا ہے۔

جو عورت طلاق کی عدت میں ہو وہ شوہر سے نفقہ اور رہنے کے لئے مکان پانے کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن ہو یا مغلظہ ہو اور خواہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو، اسی طرح جو عورت ایسی تفریق جدائی کی عدت میں ہو جو کسی معصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی شرعی حق کی وجہ سے واقع ہوئی ہو تو اس کا نفقہ وسکنی بھی شوہر کے ذمہ ہوگا، مثلاً کوئی اُمّ ولد یا مدبرہ کسی کے نکاح میں تھی اور پھر خیار عتق کی بناء پر اس نے شوہر سے جدائی اختیار کر لی یا کسی نابالغہ کا نکاح اس کے ولی نے کسی شخص سے کر دیا تھا اور پھر اس نے بالغ ہونے کے بعد خیار بلوغ کی بناء پر اس شوہر سے جدائی اختیار کر لی تو ان صورتوں میں بھی عورت نفقہ اور سکنی پانے کی مستحق ہوگی اور اگر عورت کسی ایسی تفریق (جدائی) کی عدت میں ہو جو کسی معصیت کی بناء پر واقع ہوئی ہو اور اسکا نفقہ وسکنی شوہر کے ذمہ نہیں ہوگا، مثلاً عورت نعوذ باللہ مرتد ہوگئی یا اس نے شوہر کے بیٹے سے کوئی ایسا برا فعل کرالیا جس سے شوہر پر حرام ہوگئی جیسے اس سے ہم بستری کر لی یا اس کو شہوت سے چھولیا یا اس کا بوسہ لیا اور اس کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہوگئی اور وہ عدت میں بیٹھ گئی تو ان صورتوں میں وہ شوہر سے کھانے پینے کا خرچ اور رہنے کے لئے مکان پانے کی مستحق نہیں ہوگی۔

اگر کسی عورت کو تین طلاقیں دی گئیں اور وہ عدت میں بیٹھ گئی نیز نفقہ وسکنی کی حقدار رہی لیکن پھر زمانہ عدت میں نعوذ باللہ مرتد ہوگئی تو اس کے نفقہ وسکنی کا حق ساقط ہو جائیگا اور اگر عورت نے اپنے زمانہ عدت میں شوہر کے لڑکے یا شوہر کے باپ سے ناجائز تعلق قائم کر لیا یا شہوت سے بوس وکنار کرالیا تو نفقہ وسکنی کی مستحق رہے گی بشرطیکہ وہ عدت طلاق رجعی کی نہ ہو بلکہ طلاق بائن مغلظہ کی ہو۔

اولاد کے نان ونفقہ کا بیان

پوری پوری مدت دودھ پلانے کی دو سال ہے۔اس کے بعد دودھ پلانے کا کوئی اعتبار نہیں۔اس سے دودھ بھائی پنا ثابت نہیں ہوتا اور نہ حرمت ہوتی ہے۔اکثر ائمہ کرام کا یہی مذہب ہے۔ترمذی میں باب ہے کہ رضاعت جو حرمت ثابت کرتی ہے وہ وہی ہے جو دو سال پہلے کی ہو۔پھر حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہی رضاعت حرام کرتی ہے جو آنتوں کو پر کردے اور دودھ چھوٹنے سے پہلے ہو۔یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم صحابہ وغیرہ کا اسی پر عمل ہے کہ دو سال سے پہلے کی رضاعت تو معتبر ہے،اس کے بعد کی نہیں۔اس حدیث کے راوی شرط بخاری ومسلم پر ہیں۔حدیث میں فی الثدی کا جو لفظ ہے اس کے معنی بھی محل رضاعت کے یعنی دو سال سے پہلے کے ہیں،یہی لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی فرمایا تھا جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تھا کہ وہ دودھ پلائی کی مدت میں انتقال کر گئے ہیں اور انہیں دودھ پلانے والی جنت میں مقرر ہے۔حضرت ابراہیم کی عمر اس وقت ایک سال اور دس مہینے کی تھی۔دارقطنی میں بھی ایک حدیث دو سال کی مدت کے بعد کی رضاعت کے معتبر نہ ہونے کی ہے۔

ابن عباس بھی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی چیز نہیں۔ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ دودھ چھوٹ جانے کے بعد رضاعت نہیں اور بلوغت کے بعد یتیمی کا حکم نہیں۔خود قرآن کریم میں اور جگہ ہے آیت (وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ)(31۔لقمان:14) دودھ چھٹنے کی مدت دو سال میں ہے۔اور جگہ ہے آیت (وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا) (46۔الاحقاف:15) یعنی حمل اور دودھ (دونوں کی مدت) تین ماہ ہیں۔یہ قول کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے اور پینے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی،ان تمام حضرات کا ہے۔

حضرت علی،حضرت ابن عباس،حضرت ابن مسعود،حضرت جابر،حضرت ابوہریرہ،حضرت ابن عمر،حضرت اُمّ سلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین،حضرت سعید بن المسیب،حضرت عطاء اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔امام شافعی،امام احمد،امام اسحق،امام ثوری،امام ابویوسف،امام محمد،امام مالک رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔گو ایک روایت میں امام مالک سے دو سال دو ماہ بھی مروی ہیں اور ایک روایت میں دو سال تین ماہ بھی مروی ہیں۔

امام ابوحنیفہ ڈھائی سال کی مدت بتلاتے ہیں۔زفر کہتے ہیں جب تک دودھ نہیں چھٹا تو تین سالوں تک کی مدت ہے،امام اوزاعی سے بھی یہ روایت ہے۔اگر کسی بچہ کا دو سال سے پہلے دودھ چھڑوالیا جائے پھر اس کے بعد کسی عورت کا دودھ وہ پئے تو بھی حرمت ثابت نہ ہوگی اس لئے کہ اب قائم مقام خوراک کے ہوگیا۔امام اوزاعی سے ایک روایت ہی بھی ہے کہ حضرت عمر،حضرت

علی سے مروی ہے کہ دودھ چھڑوا لینے کے بعد رضاعت نہیں۔ اس قول کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں یعنی یا تو یہ کہ دو سال کے بعد یا یہ کہ جب بھی اس سے پہلے دودھ چھٹ گیا۔

اس کے بعد جیسے امام مالک کا فرمان ہے۔ ہاں صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ اس کے بعد کی، بلکہ بڑے آدمی کی رضاعت کو حرمت میں مؤثر جانتی ہیں۔ عطاء اور لیث کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عائشہ جس شخص کا کسی کے گھر زیادہ آنا جانا چاہتیں تو وہاں حکم دیتیں کہ وہ عورتیں اسے اپنا دودھ پلائیں اور اس حدیث سے دلیل پکڑتی تھیں کہ حضرت سالم کو جو حضرت ابو حذیفہ کے مولیٰ تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ وہ ان کی بیوی صاحبہ کا دودھ پی لیں، حالانکہ وہ بڑی عمر کے تھے اور اس رضاعت کی وجہ سے پھر وہ برابر آتے جاتے رہتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات اس کا انکار کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ یہ واقعہ خاص ان ہی کے لئے تھا ہر شخص کے لئے یہ حکم نہیں، یہی مذہب جمہور کا ہے یعنی چاروں اماموں، ساتوں فقیہوں، کل کے کل بڑے صحابہ کرام اور تمام امہات المومنین کا سوائے حضرت عائشہ کے اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری ومسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں، رضاعت اس وقت ہے جب دودھ بھوک مٹا سکتا ہو، باقی رضاعت کا پورا مسئلہ آیت (وامهاتكم اللاتی ارضعنكم) کی تفسیر میں آئے گا انشاء اللہ، پھر فرمان ہے کہ بچوں کی ماں کا نان نفقہ بچوں کے والد پر ہے۔ اپنے اپنے شہروں کی عادت اور دستور کے مطابق ادا کریں، نہ تو زیادہ ہو نہ کم بلکہ حسب طاقت و وسعت درمیانی خرچ دے دیا کرو جیسے فرمایا آیت (وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ، (النساء:23) یعنی کشادگی والے اپنی کشادگی کے مطابق اور تنگی والے اپنی طاقت کے مطابق دیں، اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، عنقریب اللہ تعالیٰ سختی کے بعد آسانی کر دے گا۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کے ساتھ بچہ بھی ہے تو اس کی دودھ پلائی کے زمانہ تک کا خرچ اس مرد پر واجب ہے۔

پھر ارشاد باری ہے کہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلانے سے انکار کر کے اس کے والد کو تنگی میں نہ ڈال دے بلکہ بچے کو دودھ پلاتی رہے اس لئے کہ یہی اس کی گزران کا سبب ہے۔ دودھ سے جب بچہ بے نیاز ہو جائے تو بیشک بچہ کو دے دے لیکن پھر بھی نقصان رسانی کا ارادہ نہ ہو۔ اسی طرح خاوند اس سے جبراً بچے کو الگ نہ کرے جس سے غریب دکھ میں پڑے۔ وارث کو بھی یہی چاہئے کہ بچے کی والدہ کو خرچ سے تنگ نہ کرے، اس کے حقوق کی نگہداشت کرے اور اسے ضرر نہ پہنچائے۔ حنفیہ اور حنبلیہ میں سے جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ رشتہ داروں میں سے بعض کا نفقہ بعض پر واجب ہے انہوں نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب اور جمہور سلف صالحین سے یہی مروی ہے۔ سمرہ والی مرفوع حدیث سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے جس میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی محرم رشتہ دار کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ دو سال کے بعد دودھ پلانا عموماً بچہ کو نقصان دیتا ہے، یا تو جسمانی یا دماغی۔ حضرت علقمہ نے ایک عورت کو دو سال سے بڑے بچے کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھ کر منع فرمایا۔

پھر فرمایا گیا ہے اگر یہ رضامندی اور مشورہ سے دو سال کے اندر اندر جب کبھی دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہاں ایک کی چاہت دوسرے کی رضامندی کے بغیر ناکافی ہوگی اور یہ بچے کے بچاؤ کی اور اس کی نگرانی کی ترکیب ہے۔ خیال فرمایئے کہ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر رحیم وکریم ہے کہ چھوٹے بچوں کے والدین کو ان کاموں سے روک دیا جس میں بچے کی بربادی کا خوف تھا، اور وہ حکم دیا جس سے ایک طرف بچے کا بچاؤ ہے دوسری جانب ماں باپ کی اصلاح ہے۔ سورۃ طلاق میں فرمایا آیت فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ. (الطلاق:6) اگر عورتیں بچے کو دودھ پلایا کریں تو تم ان کی اجرت بھی دیا کرو اور آپس میں عمدگی کے ساتھ معاملہ رکھو۔ یہ اور بات ہے کہ تنگی کے وقت کسی اور سے دودھ پلوادو، چنانچہ یہاں بھی فرمایا اگر والدہ اور والد متفق ہو کر کسی عذر کی بنا پر کسی اور سے دودھ شروع کرائیں اور پہلے کی اجازت کامل طور پر والد والدہ کو دے دے تو بھی دونوں پر کوئی گناہ نہیں، اب دوسری کسی دایہ سے اجرت چکا کر دودھ پلوادیں۔ لوگو اللہ تعالیٰ سے ہر امر میں ڈرتے رہا کرو اور یاد رکھو کہ تمہارے اقوال وافعال کو وہ بخوبی جانتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، بیروت)

بیوی اور اولاد کا بقدر ضرورت نفقہ خاوند پر واجب ہے

اُم المؤمنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہندہ بنت عتبہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا شوہر ابوسفیان بہت بخیل اور حریص ہے وہ مجھ کو اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے البتہ اگر میں اس کے مال میں سے خود کچھ نکال لوں اس طرح اس کو خبر نہ ہو تو ہماری ضروریات پوری ہو جاتی ہیں تو کیا یہ جائز ہے کہ میں شوہر کو خبر کئے بغیر اس کے مال میں سے اپنی اور اولاد کی ضروریات کے بقدر کچھ نکال لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اور اپنی اولاد کی ضروریات کے بقدر کہ جو شریعت کے مطابق ہو یعنی اوسط درجہ کا خرچ اس کے مال میں سے لے لیا کرو۔ (بخاری ومسلم)

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفقہ بقدر ضرورت واجب ہے۔ چنانچہ تمام علماء کا اس پر اجماع واتفاق ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں (۱) مرد پر اس کی بیوی اور نابالغ اولاد (جس کی ذاتی ملکیت میں مال نہ ہو) کا نفقہ واجب ہے (۲) نفقہ ضرورت وحاجت کے بقدر واجب ہوتا ہے (۳) فتویٰ دیتے وقت یا کوئی شرعی حق نافذ کرتے وقت اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے (۴) کسی شخص کے بارے میں ایسی کوئی بات بیان کرنا کہ جس کو اگر وہ سنے تو ناگواری محسوس کرے جائز ہے بشرطیکہ یہ بیان کرنا کہ کوئی مسئلہ پوچھنے یا فتویٰ لینے کی غرض سے ہو (۵) اگر کسی شخص پر کسی دوسرے شخص کا کوئی مالی مطالبہ ہو اور وہ اس کی ادائیگی نہ کرتا ہو تو مطالبہ والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اس شخص کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے اپنے مطالب کے بقدر لے لے (۶) بیوی بھی اپنے شوہر کے مال کے ذریعہ اپنی اولاد پر خرچ کرنے اور ان کی کفالت کرنے کی ذمہ دار ہے (۷) بیوی کو اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے خواہ شوہر نے اس کی صریحاً اجازت دے دی ہو یا بیوی کو اس کی رضامندی کا علم ہو (۸) قاضی اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ کسی معاملہ میں مناسب سمجھے تو محض اپنے علم اور اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم جاری کر دے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ سے گواہ طلب نہیں کئے بلکہ اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم دے دیا۔ (شرح مسلم، نووی)

وجوب نفقہ میں فقہی مذاہب کا بیان

حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں۔ بچوں کی ماں کا نان نفقہ بچوں کے والد پر ہے۔ اپنے اپنے شہروں کی عادت اور دستور کے

مطابق ادا کریں، نہ تو زیادہ ہو نہ کم بلکہ حسب طاقت ووسعت درمیانی خرچ دے دیا کرو جیسے فرمایا آیت (لینفق ذوسعة من سعته) یعنی کشادگی والے اپنی کشادگی کے مطابق اور تنگی والے اپنی طاقت کے مطابق دیں، اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، عنقریب اللہ تعالیٰ سختی کے بعد آسانی کردے گا۔

ضحاک فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کے ساتھ بچہ بھی ہے تو اس کی دودھ پلائی کے زمانہ تک کا خرچ اس مرد پر واجب ہے۔ پھر ارشاد باری ہے کہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلانے سے انکار کرکے اس کے والد کو تنگی میں نہ ڈال دے بلکہ بچے کو دودھ پلاتی رہے اس لئے کہ یہی اس کی گزارن کا سبب ہے۔ دودھ سے جب بچہ بے نیاز ہو جائے تو بیشک بچہ کو دے دے لیکن پھر بھی نقصان رسانی کا ارادہ نہ ہو۔ اسی طرح خاوند اس سے جبراً بچے کو الگ نہ کرے جس سے غریب دُکھ میں پڑے۔ وارث کو بھی یہی چاہئے کہ بچے کی والدہ کو خرچ سے تنگ نہ کرے، اس کے حقوق کی نگہداشت کرے اور اسے ضرر نہ پہنچائے۔

حنفیہ اور حنبلیہ میں سے جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ رشتہ داروں میں سے بعض کا نفقہ بعض پر واجب ہے انہوں نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب اور جمہور سلف صالحین سے یہی مروی ہے۔ سمرہ والی مرفوع حدیث سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے جس میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی محرم رشتہ دار کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ دو سال کے بعد دودھ پلانا عموماً بچہ کو نقصان دیتا ہے، یا تو جسمانی یا دماغی۔ حضرت علقمہ نے ایک عورت کو دو سال سے بڑے بچے کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھ کر منع فرمایا۔ پھر فرمایا گیا ہے اگر یہ رضامندی اور مشورہ سے دو سال کے اندر اندر جب بھی دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہاں ایک کی چاہت دوسرے کی رضامندی کے بغیر ناکافی ہوگی اور یہ بچے کے بچاؤ کی اور اس کی نگرانی کی ترکیب ہے۔ خیال فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر رحیم وکریم ہے کہ چھوٹے بچوں کے والدین کو ان کاموں سے روک دیا جس میں بچے کی بربادی کا خوف تھا، اور وہ حکم دیا جس سے ایک طرف بچے کا بچاؤ ہے دوسری جانب ماں باپ کی اصلاح ہے۔

سورۃ طلاق میں فرمایا آیت (فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن) الخ، اگر عورتیں بچے کو دودھ پلایا کریں تو تم ان کی اجرت بھی دیا کرو اور آپس میں عمدگی کے ساتھ معاملہ رکھو۔ یہ اور بات ہے کہ تنگی کے وقت کسی اور سے دودھ پلوا دو، چنانچہ یہاں بھی فرمایا اگر والدہ اور والد متفق ہو کر کسی عذر کی بنا پر کسی اور سے دودھ شروع کرائیں اور پہلے کی اجازت کامل طور پر والد والدہ کو دے دے تو بھی دونوں پر کوئی گناہ نہیں، اب دوسری کسی دایہ سے اُجرت چکا کر دودھ پلوا دیں۔ لوگو اللہ تعالیٰ سے ہر امر میں ڈرتے رہا کرو اور یاد رکھو کہ تمہارے اقوال وافعال کو وہ بخوبی جانتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، ۲۳۳)

مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس نے فرمایا میرے شوہر نے رسول اللہ کے زمانے میں مجھے تین طلاقیں دیں تو آپ نے فرمایا تیرے لیے نہ تو گھر ہے اور نہ نفقہ۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے جب ابراہیم سے اس حدیث کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ

حضرت عمر نے فرمایا ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے جس کے متعلق ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اسے یاد بھی ہے یا بھول گئی ہے حضرت عمر تین طلاق والی کو گھر اور کپڑا دیتے تھے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1189)

حضرت شعبی سے روایت ہے کہ میں فاطمہ بنت قیس کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے معاملے میں کیا فیصلہ فرمایا تھا؟ کہا کہ میرے خاوند نے مجھے لفظ 'بتہ' کے ساتھ طلاق دی تھی تو میں نے ان سے نان نفقہ اور گھر کے لیے جھگڑا کیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر اور نان نفقہ نہ دیا۔ داؤد کی حدیث میں یہ بھی ہے پھر مجھے حکم دیا کہ ام مکتوم کے گھر عدت کے دن گزار دوں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے بصری، عطاء بن ابی رباح، احمد اور اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے کہ جب شوہر کے پاس رجوع کا اختیار باقی نہ رہے تو رہائش اور نان نفقہ بھی اس کے ذمہ نہیں رہتا لیکن بعض علماء صحابہ جن میں عمر بن خطاب، اور عبداللہ بن مسعود بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ تین طلاق کے بعد بھی عدت پوری ہونے تک گھر اور نان نفقہ مہیا کرنا شوہر کے ذمہ ہے، سفیان اور اہل کوفہ کا یہ قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ شوہر کے ذمے صرف رہائش کا بندوبست رہ جاتا ہے نان نفقہ کی ذمہ داری نہیں۔ مالک لیث بن سعد اور شافعی کا بھی یہی قول ہے امام شافعی اپنے قول کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا (لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ) امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو اس لئے گھر نہیں دلوایا کہ وہ اپنے شوہر سے سخت کلامی کرتی تھیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس کے واقعہ پر مشتمل حدیث کی رو سے ایسی عورت کے لیے نفقہ بھی نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1190)

نفقہ ولد کا باپ پر ہونے میں اہل علم کا اجماع

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابن منذ کہتے ہیں: ہمیں اہل علم میں سے جتنے بھی یاد ہیں ان سب کا اس پر اجماع ہے کہ ان بچوں کا خرچہ جن کے پاس مال نہیں والد کے ذمہ ہے، اور اس لیے بھی کہ اولاد انسان کا ایک حصہ ہے اور والد کے جگر کا ٹکڑا ہے۔

لہٰذا جس طرح اس کا اپنے آپ اور گھر والوں پر خرچہ کرنا واجب ہے اسی طرح اپنے بعض یعنی اولاد اور اپنی اصل یعنی ماں باپ پر خرچ کرنا بھی واجب ہے۔ (المغنی (8 ، 171)

بچوں پر خرچہ کرنے میں کتاب وسنت اور اجماع دلیل اور اصل ہے۔

کتاب اللہ کے دلائل: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اگر تمہارے کہنے سے وہی دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے دو) (الطلاق (6)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رضاعت کی اجرت والد کے ذمہ واجب کی ہے۔

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو دستور کے مطابق ہے) (البقرۃ (233)

سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھند رضی اللہ عنہا کو فرمایا: (جتنا تمہیں اور تمہارے اولاد کو اچھے طریقے سے کفایت کرے وہ لے لیا کرو) (صحیح بخاری حدیث نمبر (5364) صحیح مسلم حدیث نمبر (1714)

اور اجماع کی دلیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ علماء کرام کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ چھوٹے بڑے بچوں کا خرچہ اس وقت تک والد کے ذمہ ہے جب تک وہ مستغنی نہیں ہو جاتے۔

علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ والد پر اس بیٹے کا کوخرچہ لازم نہیں جس کے پاس مال ہو اور وہ مستغنی ہو اگر چہ وہ عمر میں چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس پر بھی متفق ہیں کہ بیٹا جب بالغ ہو جائے اور کمانے پر قادر ہو تو والد پر اس کا خرچہ لازم نہیں۔ علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر بیٹا فقیر اور بالغ ہو لیکن کمانے کی قدرت نہ رکھے تو اکثر علماء کرام کا خیال ہے کہ والد کے ذمہ اس کا خرچہ نہیں اس لیے کہ وہ کماء کرنے کی قدرت وطاقت رکھتا ہے۔

اور کچھ علماء کرام کا کہنا ہے کہ بیٹا اگر فقیر اور بالغ ہو چاہے وہ کمانے کی قدرت وطاقت رکھے والد پر اسکا خرچہ واجب ہے۔ اس میں وہ دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمان لیتے ہیں: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھند رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: اپنے اور اپنے بچوں کی کفایت جتنا مال لے لیا کرو)۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں بالغ اور صحیح کو مستثنیٰ نہیں کیا، اور اس لیے کہ وہ بیٹا فقیر ہے جس کی بنا پر وہ خرچہ کا مستحق ہے کہ غنی والد اس پر خرچہ کرے جیسا کہ اگر بیٹا اندھا ہو یا مستقل مریض ہو۔ ابن تیمیہ سے پوچھا گیا: والد غنی اور مالدار اور اس کا بیٹا تنگ دست ہو تو کیا غنی والد اپنے تنگ دست بیٹے پر خرچ کرے گا؟ ابن تیمیہ کا جواب تھا: جی ہاں اگر بیٹا فقیر ہو اور کمائی کرنے سے عاجز اور والد مالدار ہو تو بیٹے پر بہتر اور اچھے طریقے سے خرچہ کرنا لازم ہے۔ اھ یہ مختصر لکھا گیا ہے

علماء کرام کا اس پر بھی اختلاف ہے کہ اگر بیٹی بالغ ہو جائے تو کیا والد کے ذمہ اس کا خرچہ ہے کہ نہیں؟ اکثر علماء کرام کہ کہنا ہے کہ شادی تک اس پر خرچہ لازم ہے، اور یہی قول اقرب الی الصواب ہے اس لیے کہ وہ کمائی کرنے سے عاجز ہے، واللہ اعلم۔

علماء کرام کے کلام کا مجمل طور پر مفہوم یہی ہے، آپ کچھ نصوص اور ان کے دلائل جن سے علماء کرام نے استدلال کیا ہے مندرجہ ذیل کتب میں دیکھ سکتے ہیں (علماء شافعیہ: کتاب الام (8 / 340) علماء مالکیہ: المدونۃ (2 / 263) اور تبیین المسالک شرح تدریب المسالک (3 / 244)۔ علماء حنفیہ: المبسوط (5 / 223)۔ علماء حنابلہ: المغنی ابن قدامۃ (8 / 171)

زیر کفالت لوگوں کا خیال نہ رکھنے کے سبب گناہگار ہونے کا بیان

1692 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبِ بْنِ جَابِرٍ الْخَيْوَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوتُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کا خیال نہ رکھے جو اس کے زیر کفالت ہوں''۔

کفالت و پرورش کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اس کے رب نے اس کو اچھی طرح قبول فرمالیا اور اس کو عمدہ پرورش کے ساتھ پروان چڑھایا۔ (آل عمران:۳۷)

امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو عبادت گاہ کی خدمت کے لئے وقف کئے جانے کو قبول فرمالیا۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱٦٢ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱٤۰۹ھ)

حضرت مریم کی عمدہ پرورش کے متعلق امام رازی نے نقل کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت مریم کی نشو ونما اتنی ہوتی تھی جتنی عام بچوں کی ایک سال میں ہوتی ہے اور دین داری میں بھی ان کی تربیت بہت اچھی تھی وہ بہت زیادہ نیک کام کرتی تھیں۔ پاکباز رہتی تھیں اور عبادت کرتی تھی۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ٤۳۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا۔

حضرت زکریا (علیہ السلام) کی سوانح

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ ھ لکھتے ہیں: زکریا بن حنا اور زکریا بن دان بھی کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے زکریا بن ادن بن مسلم بن صدوف۔ ان کا نسب حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام تک پہنچتا ہے یہ حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کے والد ہیں۔ یہ بنی اسرائیل سے ہیں۔ بثینہ نام کی دمشق کی ایک بستی میں اپنے بیٹے حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کو ڈھونڈنے گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ جس وقت ان کے بیٹے یحییٰ کو قتل کیا گیا تو یہ دمشق میں تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت زکریا نجار (بڑھئی) تھے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کے والد زکریا بن دان ان انبیاء علیہم السلام کے بیٹوں میں سے تھے جو بیت المقدس میں وحی لکھتے تھے اور عمران بن ماثان حضرت مریم کے والد تھے اور بنو اسرائیل کے بادشاہوں کے بیٹوں میں سے تھے اور حضرت سلیمان کی اولاد تھے۔ (الکامل لابن اثیر ج ۱ ص ۲۹۸ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۵۱ ایضا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بنو اسرائیل کے انبیاء کے بیٹوں سے یا ان کی نسل اور ان کی جنس سے کسی نہ کسی کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے دیگر کاموں اور ذمہ داریوں سے الگ کر کے وقف کر دیا جاتا تھا اور حضرت زکریا نے حضرت مریم بنت عمران کی بہن سے شادی کی تھی اور وہ حضرت یحییٰ کی ماں تھیں اور حضرت مریم بنت عمران آل داؤد سے تھیں جو یہودا ابن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کے نواسے تھے۔

مکحول نے کہا حضرت زکریا اور عمران نے دو بہنوں سے شادی کی تھی حضرت یحییٰ کی ماں حضرت زکریا کے نکاح میں تھیں اور حضرت مریم کی ماں عمران کے نکاح میں تھیں۔ وہ جب اولاد سے مایوس ہوگئیں تو ان کے ہاں مریم پیدا ہوئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت زکریا نے رات کو اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی اور کہا اے ہمارے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی ہے اور میرا سر سفید ہوگیا ہے، اے میرے رب تو نے اس سے پہلے میری دعا کو

کبھی مسترد نہیں کیا اس لئے اس لئے میری اس دعا کو بھی مسترد نہ کرنا' اور مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے خوف ہے (کہ کہیں وہ میرے بعد دین میں فتنہ نہ پیدا کریں) اور میری بیوی بانجھ ہے' تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب اس کو (اپنا) پسندیدہ بنا۔ (مریم: ۶۔۳)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: حضرت زکریا اور ان کی بیوی دونوں بوڑھے ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی سو جس وقت وہ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے جس جگہ قربانی کو ذبح کیا جاتا ہے تو ایک سفید پوش شخص آئے یہ حضرت جبرئیل تھے انہوں نے کہا: اے زکریا! اللہ آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلے کوئی اس کا ہم نام نہیں بنایا۔ (مریم: ۷)

پھر وہ (یحی) اللہ کی طرف سے ایک کلمہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ (آل عمران: ۳۹) یعنی حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہوں گے' پھر فرمایا کہ یحییٰ سید اور حضور ہوں گے یعنی حلم ہوں گے اور عورتوں سے اجتناب کرنے والے ہوں گے۔

یزید بن ابی منصور بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے تو دیکھا وہاں عبادت گزاروں نے موٹے کپڑے اور اونی ٹوپیاں پہنی ہوئی ہیں' اور مجتہدین نے اپنے آپ کو بیت المقدس کے کونوں میں زنجیروں سے باندھ رکھا ہے جب انہوں نے کہا اے یحییٰ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو حضرت یحییٰ نے کہا میں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ وہ اپنے ماں باپ کے پاس گئے اور کہا کہ ان کے بھی اونی کپڑے بنا دیں انہوں نے بنا دیئے اور وہ بیت المقدس کی طرف چلے گئے وہ دن کو اس کی خدمت کرتے اور رات کو عبادت کرتے' حتیٰ کہ پندرہ برس گزر گئے پھر ان پر خوف کا غلبہ ہوا اور وہ جنگلوں اور غاروں کی طرف نکل گئے، حضرت یحییٰ کے ماں باپ ان کی طلب میں نکلے تو ان کو بحیرہ اردن کے پاس غاروں میں دیکھا وہ ایک کھاڑی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پیر پانی میں ڈوبے ہوئے تھے' قریب تھا کہ وہ پیاس سے ہلاک ہو جاتے اور وہ یہ کہہ رہے تھے اللہ! تیری عزت کی قسم میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک کہ مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ تیرے نزدیک میرا مقام کیا ہے۔ ان کے ماں باپ کے پاس جو کی روٹی اور پانی تھا انہوں نے ان سے کھانے اور پینے کے لئے کہا انہوں نے قسم کا کفارہ دیا اور ماں باپ کا کہا مان لیا اور ماں باپ ان کو بیت المقدس واپس لے آئے۔ حضرت یحییٰ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ شجر و حجر بھی ان کے ساتھ رونے لگتے' ان کے رونے کی وجہ سے حضرت زکریا بھی روتے حتیٰ کہ بے ہوش ہو جاتے۔ حضرت یحییٰ اسی طرح روتے رہے حتیٰ کہ آنسوؤں نے ان کے رخساروں کو جلا دیا اور ان کی داڑھیں نظر آنے لگیں جن پر ان کی والدہ نے روئی کا نمدہ رکھا۔ وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زکریا بھاگے اور ایک کھوکھلے درخت میں داخل ہو گئے اس درخت پر آرا رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے، جب ان کی پشت پر آرا چلنے لگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اے زکریا! تم رونا بند کر دو ورنہ میں تمام روئے زمین کو اس کے رہنے والوں سمیت پلٹ دوں گا۔ پھر حضرت زکریا خاموش ہو گئے اور ان کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شب معراج آسمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زکریا سے ملاقات ہوئی' آپ نے ان کو سلام کر کے فرمایا: اے ابویحییٰ مجھے اپنے قتل کئے جانے کی کیفیت کی خبر دیجئے اور آپ کو بنو اسرائیل نے کیوں قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا اے محمد! میں آپ کو بتاتا ہوں' یحییٰ اپنے زمانے کے سب سے نیک آدمی تھے اور سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے سیدا وحصورا! اور ان کو عورتوں کی ضرورت نہیں تھی بنو اسرائیل کے ایک بادشاہ کی عورت ان پر فریفتہ ہوگئی' وہ بدکار تھی' اس نے ان کو بلوایا۔ اللہ نے ان کو محفوظ رکھا۔ یحییٰ نے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ان کی ہر سال عید ہوتی تھی اور بادشاہ عادت یہ تھی کہ وہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا تھا اور نہ جھوٹ بولتا تھا' بادشاہ عید کے دن باہر نکلا اس کی عورت نے اس کو رخصت کیا' بادشاہ کو اس پر تعجب ہوا کیوں کہ اس سے پہلے وہ اس کو رخصت نہیں کرتی تھی بادشاہ نے کہا سوال کرو! تم نے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا ہے میں نے تم کو وہ چیز عطا کی ہے اس نے کہا میں یحییٰ بن زکریا کا خون چاہتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا کچھ اور مانگ لو۔ اس نے کہا مجھے یہی چاہئے۔ بادشاہ نے کہا وہ تمہیں مل جائے گا۔ اس عورت نے یحییٰ کے پاس ایک سپاہی بھیجا وہ اس وقت محراب میں نماز پڑھ رہے تھے اور میں ان کی ایک جانب نماز پڑھ رہا تھا۔ ان کو ذبح کر دیا گیا اور ان کا سر اور خون ایک طشت میں رکھ کر اس عورت کو پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ' اس کے گھر والوں اور تمام درباریوں کو زمین میں دھنسا دیا۔ جب صبح ہوئی تو بنو اسرائیل نے کہا زکریا کا خدا زکریا کی وجہ سے غضب میں آ گیا۔ آؤ ہم اپنے بادشاہ کی وجہ سے غضب میں آئیں اور زکریا کو قتل کر دیں' وہ مجھے قتل کرنے کے لئے ڈھونڈنے نکلے میں ان سے بھاگا۔ ابلیس ان کی قیادت کر رہا تھا اور میری طرف رہنمائی کر رہا تھا۔ جب مجھے یہ خطرہ ہوا کہ میں ان کو باز نہیں رکھ سکوں گا تو میں نے اپنے آپ کو ایک درخت پر پیش کیا درخت نے آواز دی میری طرف آؤ۔ میری طرف آؤ۔ وہ درخت شق ہو گیا' اور میں اس میں داخل ہو گیا' میں جب درخت میں داخل ہوا تو میری چادر کا ایک پلو باہر رہ گیا تھا اور درخت جڑ گیا تھا ابلیس نے اس چادر کے پلو کو پکڑ لیا اور کہا کیا تم دیکھتے نہیں وہ اس درخت میں داخل ہو گیا ہے اور یہ اس کی چادر کا پلو ہے! وہ اپنے جادو کے زور سے اس درخت میں داخل ہو گیا ہے انہوں نے کہا ہم اس درخت کو جلا دیتے ہیں' اس نے کہا اس کو آری سے کاٹ کر دو ٹکڑے کر دو تو مجھے آری کے ساتھ کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے زکریا! کیا آپ نے کوئی درد اور تکلیف محسوس کی۔ حضرت زکریا نے کہا نہیں وہ تکلیف اس درخت نے محسوس کی اللہ تعالیٰ نے میری روح اس درخت میں منتقل کر دی تھی۔

وہب بن منبہ سے ایک روایت یہ ہے کہ جس نبی کے لئے درخت شق ہوا تھا اور وہ اس میں داخل ہوئے تھے وہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے پہلے اشعیاء نام کے نبی تھے اور حضرت زکریا نے طبعی موت پائی تھی۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۹ ص ۵۱۔ ۵۰ مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

حضرت زکریا کا حضرت مریم کی کفالت کرنا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو ان کی ماں نے ان کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور ان کو کاہن بن عمران کے بیٹے کے پاس لے گئیں جو اس زمانہ میں بیت المقدس کے

دربان تھے اور ان سے کہا اس نذر میں مانی ہوئی لڑکی کو سنبھالو یہ میری بیٹی ہے میں اس کو اپنے گھر نہیں لے جاؤں گی۔ انہوں نے کہا یہ ہمارے امام کی بیٹی ہے اور عمران ان کو نمازیں پڑھاتے تھے اور ان کی قربانیوں کے منتظم تھے حضرت زکریا نے کہا یہ لڑکی مجھے دے دو کیونکہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ باقی لوگوں نے کہا ہم اس فیصلہ پر خوش نہیں ہیں یہ ہمارے ہمارے امام کی بیٹی ہے پھر انہوں نے حضرت مریم کی پرورش کے لیے قلموں کے ساتھ قرعہ اندازی کی۔ یہ وہ قلم تھے جن کے ساتھ وہ تورات لکھتے تھے، حضرت زکریا کے نام کا قرعہ نکل آیا اور انہوں نے حضرت مریم کی کفالت کی۔ سدی کی روایت میں ہے کہ وہ لوگ دریا اردن میں گئے اور جن قلموں سے تورات لکھتے تھے وہ دریا میں ڈال دیئے کہ جس کا قلم پانی میں اس طرح کھڑا رہا جس طرح زمین میں نیزہ گاڑ دیتے ہیں۔ تب انہوں نے حضرت مریم کو لے لیا اور ان کی کفالت کی۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱٦٤۔ ١٦٣ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ١٤٠٩ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ جب بھی زکریا اس کے پاس اس کی عبادت کے حجرے میں داخل ہوتے تو اس کے پاس تازہ رزق (موجود) پاتے انہوں نے کہا: اے مریم! یہ رزق کہاں سے آیا؟ مریم نے کہا یہ (رزق) اللہ کے پاس سے آیا ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ (آل عمران: ۳۷)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس سردیوں میں گرمیوں کے اور گرمیوں میں سردیوں کے پھل دیکھتے تھے مجاہد نے بیان کیا ہے وہ ان کے پاس بے موسمی انگور دیکھتے تھے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ١٦٥ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ١٤٠٩ھ)

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت مریم کی ماں کے فوت ہونے کے بعد حضرت زکریا نے حضرت مریم کو ان کی خالہ حضرت یحییٰ کی ماں کی تحویل میں دے دیا۔ حتیٰ کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ گئیں تو ان کی ماں کی نذر کے مطابق ان کو عبادت گاہ میں پہنچا دیا۔ وہ وہاں پلتی بڑھتی رہیں۔ پھر بنو اسرائیل تنگی اور قحط سالی کا شکار ہوگئے اور حضرت زکریا کو ان کی پرورش کرنے میں ضعف لاحق ہوا انہوں نے بنو اسرائیل سے کہا تم کو معلوم ہے کہ اب میں اس کی پرورش سے عاجز ہو رہا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ جن مصائب کا شکار ہیں وہ ہمیں بھی درپیش ہیں وہ ایک دوسرے پر یہ ذمہ داری ڈالنے لگے اور ان کے لیے پرورش کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ انہوں نے پھر قرعہ اندازی کی اور اس دفعہ جریج نام کے ایک شخص کا قرعہ نکلا حضرت مریم نے جب جریج کے چہرہ پر پریشانی کے آثار دیکھے تو فرمایا۔ اے جریج اللہ سے حسن ظن رکھو وہ ہم دونوں کو رزق عطا فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نے کی برکت سے جریج کو غیر معمولی رزق عطا فرمانے لگا حضرت زکریا نے جب رزق کی یہ فراوانی دیکھی تو پوچھا اے مریم! یہ رزق کہاں سے آیا حضرت مریم نے کہا اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے اور محراب کا معنی ہے مجلس میں سب سے مشرف مقام۔ جائے صدارت اور محفل میں مقدم جگہ۔ (جامع البیان ج ۳ ص ١٦٦ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ١٤٠٩ھ)

1693 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَيَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ، وَهٰذَا حَدِيثُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُّبْسَطَ عَلَيْهِ فِيْ رِزْقِهٖ، وَيُنْسَاَ فِيْ اَثَرِهٖ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا رزق زیادہ ہو اور اس کی عمر طویل ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے''۔

1694 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ: اَنَا الرَّحْمٰنُ وَهِيَ الرَّحِمُ، شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنَ اسْمِي، مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ.

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں رحمان ہوں اور یہ رحم (یعنی رشتے داری کا تعلق) ہے۔ میں نے اس لفظ کو اپنے اسم سے مشتق کیا ہے' جو شخص اسے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا' اور جو شخص اسے کاٹے گا میں اس کے ٹکڑے کردوں گا''۔

1695 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ، اَنَّ الرَّدَّادَ اللَّيْثِيَّ اَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

راوی حدیث حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ عام فیل کے ۱۰ سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے۔ زمانۂ جاہلیت میں عبدالکعبہ (یا عبدعمرو) کے نام سے جانے جاتے تھے۔ ان کے دادا کا نام عبدعوف تھا، عبدالحارث بن زہرہ پردادا تھے اور ان کے والد کا نام کلاب بن مرّہ تھا (مزی، ذہبی اور ابن عبدالبر نے عبد کو پردادا اور حارث کو ان کا والد بتایا ہے)۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام شفا بنت عوف بن عبدالحارث تھا۔ یہ ان کے والد کی چچازاد تھیں۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے نانا عوف بن عبدالحارث ان کے والد عوف بن عبدعوف کے چچا تھے۔ (ایک روایت کے مطابق صفیہ بنت عبدمناف ان کی والدہ تھیں)۔ چھٹی پشت کلاب پر عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ددھیال سے مل جاتا ہے، اس طرح وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہوئے۔ ایک رشتے سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا قبیلہ زہرہ بن کلاب کی نسبت سے بنوزہرہ کہلاتا تھا۔ بنوزہرہ قریش کے خاندانوں میں زیادہ ممتاز نہ تھے۔ مناصب حرم میں سے کوئی منصب ان کے پاس نہ تھا۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے والد عوف تاجر تھے۔ ایک بار عبدالرحمان رضی اللہ عنہ، ان کے والد عوف، عثمان رضی اللہ عنہ، ان کے والد عفان اور فاکہ بن مغیرہ (خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے چچا) تجارت کی غرض سے یمن گئے۔ راستے میں اہل بنوجذیمہ نے عوف اور فاکہ کو قتل کر دیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ، عفان اور عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بچ گئے۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے قاتل خالد بن ہشام کو وہیں ختم کر دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہوئے تو عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی عمر ۳۰ برس کے لگ بھگ تھی۔ اپنی فطری پاکیزہ روی کی وجہ سے شراب جاہلیت ہی میں چھوڑ چکے تھے۔ پہلے مرد مومن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشرف بہ اسلام

ہونے کے دو ہی دن بعد عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انھوں نے فوراً لبیک کہا۔ اسلام کی طرف سبقت کرنے میں ان کا ۸واں نمبر تھا۔ ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دارارقم میں منتقل ہو کر تبلیغ دین کا کام شروع نہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مشرکانہ نام تبدیل کر کے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ تجویز فرمایا۔ ان کے بھائیوں میں سے عبداللہ، اسود اور حمنن کے نام معلوم ہیں۔ عبداللہ اور اسود فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔

مشرکین مکہ نے دین حق کی طرف لپکنے والوں کو ایذائیں پہنچانا شروع کیں تو ۵ نبوی (۶۱۵ء) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا، تم حبشہ کی سرزمین کو نکل جاؤ، وہاں ایسا بادشاہ ہے جس کی حکومت میں ظلم نہیں ہوتا۔ ماہ رجب میں ۱۵ افراد پر مشتمل پہلا قافلہ تعمیل ارشاد میں حبشہ کو روانہ ہوا۔ تب عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں، وہ بھی اپنے بال بچوں کو مکہ میں چھوڑ کر ہجرت کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ شوال ۵ نبوی میں ان مہاجرین اسلام نے مکہ واپسی کا قصد کیا۔ انھیں خبر ملی تھی کہ تمام اہل مکہ ایمان لے آئے ہیں۔ مکہ پہنچنے سے پہلے ہی ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ اطلاع غلط تھی تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راہ نمائی حاصل کرنے کے لیے مکہ بھیجا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ آنے سے منع فرما دیا کیونکہ قریش کی ایذا رسانیاں جاری تھیں چنانچہ یہ پھر حبشہ لوٹ گئے۔ اب کچھ اور مہاجرین بھی ان کے ساتھ شامل تھے۔ یہ لوگ حبشہ میں کئی سال مقیم رہے، ان میں سے کچھ مسلمانوں کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد براہ راست دار ہجرت ہی آئے۔ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو مکہ لوٹے اور پھر مدینہ کو ہجرت کی۔ گمان غالب ہے کہ وہ ۱۳ نبوی میں مدینہ جانے والے تیسرے قافلے میں شامل تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین میں مواخات قائم فرمائی تو بنوخزرج کی شاخ بنوحارث سے تعلق رکھنے والے سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع کو ان کا انصاری بھائی قرار دیا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، بھائی! میں مدینہ میں سب سے زیادہ مال دار آدمی ہوں۔ میرے ۲ باغ اور ۲ بیویاں ہیں۔ جو باغ تمہیں اچھا لگتا ہے، تمہارے لیے چھوڑ دیتا ہوں اور جو بیوی تم کو پسند آتی ہے، میں اسے طلاق دے کر تمھیں سونپ دیتا ہوں۔ ابن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اللہ تمہارے اہل و عیال اور مال و دولت میں خوب برکت دے۔ مجھے بتا دو، یہاں قریبی بازار کون سا ہے؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، بازار قینقاع۔ صبح سویرے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے بازار کا رخ کیا۔ کچھ سامان تجارت پاس تھا جسے فروخت کر کے انھوں نے معقول منافع کمایا اور شام کو گھی اور پنیر لے کر گھر لوٹے۔ اسی طرح تجارت کرتے کچھ دیر گزری تھی کہ ان کا شمار مدینہ کے متمول افراد میں ہونے لگا، اس قدر غلہ اور سامان تجارت ہو گیا کہ اسے ڈھونے کے لیے کئی سو اونٹوں کی ضرورت پڑتی۔ اپنی اس وقت کی خوش بختی کا بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا، میں کوئی پتھر بھی اٹھاتا تو توقع ہوتی کہ اس کے نیچے سے سونا چاندی ملے گا۔ مدینہ آنے کے بعد انھوں نے امیہ بن خلف سے تجارتی معاہدہ بھی کیا۔ ایک دن خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو ان کے کپڑوں پر زعفران کا داغ لگا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، خیر تو ہے؟ یا رسول اللہ میں نے شادی کر لی ہے، انھوں نے بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، بیوی کو مہر میں کیا دیا ہے؟ کھجور کی ایک گٹھلی کے ہم وزن سونا، عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ولیمہ ضرور کرنا، چاہے ایک بکری ہی ذبح کر لینا۔ ابن ابی لیلیٰ کی روایت ہے، عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے ۳۰ ہزار درہم مہر دے کر

ایک انصاری عورت (غالباً سہلہ رضی اللہ عنہ بنت عاصم) سے شادی کی۔

پھر وہ وقت آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مہاجرین اہل ایمان کے لیے گھروں کا نقشہ ترتیب فرمایا۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنوزہرہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے پچھلی جانب جگہ مختص فرمائی۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے حصہ میں کھجوروں کا ایک جھنڈ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ وعدہ بھی فرمایا، اللہ نے چاہا تو شام مسلمانوں کے ہاتھ آئے گا تم سلیل نامی جگہ لے لینا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے دلیر اور جری تھے۔ بدر، احد اور خندق کی جنگوں اور تمام غزوات میں وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ بدر کے دن سائب بن ابورفاعہ اور ایک روایت کے مطابق عمیر بن عثمان ان کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے۔ ابوجہل کو انجام تک پہنچانے والے دو پُرعزم انصاری لڑکوں معاذ رضی اللہ عنہ بن عفرا اور معاذ رضی اللہ عنہ بن عمرو کی راہنمائی بھی انھوں نے ہی کی۔ اسی یوم فرقان کو عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے پرانے حلیف امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے علی نے ہتھیار ڈال دیے تاکہ جنگی قیدی بن کر قتل ہونے سے بچ جائیں۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ انھیں حفاظت سے لے جا رہے تھے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ وہ پکارے، او اللہ کے انصار! یہ رئیس الکفار امیہ جا رہا ہے۔ وہ اپنے پرانے آقا سے صرف نظر کیسے کر سکتے تھے، یہی امیہ تھا جو انھیں مکہ کی گرم ریت پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھ دیا کرتا تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ کی پکار پر لپکنے والے انصاری مسلمانوں نے امیہ اور اس کے بیٹے علی کو تلواروں کی زد میں لے لیا اور آناً فاناً دونوں کو جہنم واصل کر دیا۔ امیہ کو بچانے کی کوشش میں ایک زخم عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر بھی لگا۔ جنگ احد میں عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے خوب ثابت قدمی دکھائی اور شدید زخمی ہوئے۔ ان کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے اور جسم پر بیس سے زیادہ زخم آئے۔ پاؤں اور ٹانگوں پر اتنی چوٹیں لگیں کہ لنگ آ گیا۔ اس روز انھوں نے کلاب بن طلحہ کو قتل کیا۔ اسی غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث رضی اللہ عنہ بن صمہ سے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انھوں نے بتایا، میں نے انھیں جبل احد کی پتھریلی زمین کی طرف جاتے دیکھا جب کہ مشرکوں کا ایک جتھا ان پر حملہ آور تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سن رکھو! فرشتے اس کے ساتھ لڑ رہے ہوں گے۔ حارث رضی اللہ عنہ لپک کر گئے تو دیکھا، ۷ مشرکوں کی لاشیں ان کے آگے پڑی ہیں۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے بتایا، ارطاۃ بن عبد شرحبیل اور ان دو کافروں کو تو میں نے مارا ہے۔ باقی کیسے مرے؟ مجھے پتا نہیں چل سکا۔ شعبان ٦ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو ۷۰۰ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لشکر کا قائد بنا کر دومۃ الجندل بھیجا جہاں بنوکلب حکمران تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی پگڑی کھولی اور انھیں سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا۔ عمامے کا شملہ (لڑ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے درمیان لٹکا دیا۔ یہ ان کی امارت (command) کی نشانی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا، عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں علم دے دو اور یہ کہہ کر رخصت فرمایا، ''اللہ کا نام لے کر سفر کرو۔'' یہ جیش دومۃ الجندل پہنچا اور وہاں کے اہلیان کو دین حق کی دعوت دی۔ کچھ پس و پیش کے بعد ان کا نصرانی سردار اصبغ ایمان لے آیا تو عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع بھیجی۔ انھوں نے بنوکلب میں شادی

کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے رئیس اصبغ کی بیٹی تماضر سے نکاح کرنے کی اجازت دی۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے ولیمہ منعقد کیا اور مدینہ آ گئے۔ یہ خاتون ابوسلمہ فقیہ کی والدہ ہوئیں۔ ۶ھ ہی میں غزوۂ بنی مصطلق ہوا جس میں کافروں کا اہم نامی شہ سوار عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔ صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو اشاعت اسلام کے لیے بنوجذیمہ بھیجا۔

غزوۂ تبوک (رجب ۹ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس وقع پر آپ ﷺ نے فرمایا، نبی کی وفات نہیں ہوتی جب تک وہ اپنی امت کے کسی نیک آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھ لیتا۔ اس واقعہ کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا تھا، کیا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی کی اقتدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی ہے؟ انھوں نے تصدیق کرتے ہوئے بتایا، "ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (تبوک کے) سفر میں شریک تھے۔ (آپ ﷺ کو وضو کرانے کے لیے پانی کا انتظام رکھنا میری ذمہ داری تھی)۔ سحر کے وقت آپ ﷺ نے میری اونٹنی کی گردن (یا پیٹھ) تھپکی تو مجھے معلوم ہو گیا، آپ ﷺ کو حاجت ہے۔ میں آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا، ہم لوگوں کے جائے قیام سے دور نکل آئے تو آپ ﷺ اپنی سواری سے اتر کر میری نگاہوں سے دور چلے گئے۔ کافی دیر کے بعد لوٹے تو پانی طلب فرمایا۔ میں اپنے کجاوے سے لٹکا ہوا مشکیزہ لے آیا اور آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ آپ ﷺ نے شامی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں اس لیے جبے کے اندر سے ہاتھ نکال کر منہ اور بازوؤں پر اچھی طرح پانی بہایا پھر پیشانی، عمامے اور موزوں پر مسح فرمایا۔ ہم اونٹنیوں پر سوار ہو کر واپس آئے تو دیکھا کہ لوگوں نے عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز شروع کر رکھی ہے۔ میں عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع دینے کے لیے آگے بڑھا تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ ہم نے اسی جماعت میں شامل ہو کر ایک رکعت پڑھی اور رہنے والی رکعت سلام پھرنے کے بعد ادا کی"۔ اہل ایمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے نماز شروع کر دینے پر بہت گھبرائے اور خوب تسبیحیں کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے سلام پھیر کر انھیں تسلی دی، تم نے اچھا اور درست کیا کہ نماز وقت پر ادا کر لی۔

فتح مکہ کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مضافات مکہ میں کئی سرایا بھیجے جن کا مقصد جنگ کے بجائے اسلام کی دعوت دینا تھا۔ ایک سریہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی قیادت میں زیریں تہامہ گیا۔ وہاں آباد بنوجذیمہ نے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر ہتھیار ڈال کر صلح کر لی۔ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے پھر بھی ان کی مشکیں کس کر کچھ لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو ہاتھ اٹھا کر فرمایا، اللہ! میں تم سے خالد رضی اللہ عنہ کے عمل سے بری ہونے کی دعا کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر بنوجذیمہ کو دیتیں بھی دلائیں۔ اس موقع پر عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو ملامت کی کہ تم نے اپنے چچا فاکہ کے قتل کا بدلہ لے کر جاہلیت کا کام کیا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو برا بھلا کہا تو ان کا جھگڑا بڑھ گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو فرمایا، "میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا انفاق کر دے تو بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ جتنا یا اس سے آدھا مقام بھی حاصل نہیں کر سکتا"۔

اصحاب رضی اللہ عنہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ السابقون الاولون (سورۂ توبہ:۱۰۰) میں شامل ہونے کے ساتھ وہ ان ۱۰ جلیل القدر صحابہ، عشرۂ مبشرہ میں سے تھے جنھیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی (ترمذی:۳۷۵۷، مسند احمد:۱۶۲۹، ۱۶۷۵)۔ وہ اہل بدر میں سے تھے جن کے بارے میں ارشاد نبوی ہے، ''اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو جانچ لیا اور فرمایا، تم جو عمل چاہے کرو، میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔ (بخاری:۳۰۰۷، مسلم ۶۳۵۱)۔ ابن عوف رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے، اس میں شرکت کرنے والوں سے اللہ کا راضی ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ (سورۂ فتح:۱۸) ان کی خوش بختی کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری حیات مبارکہ میں ان سے راضی رہے۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حواری کہا جاتا تھا (مستدرک حاکم:۵۳۵۱)۔ ہر پیغمبر کا مخلص ساتھی حواری کا نام پاتا، پیغمبر اسلام نے زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کو بھی اپنا حواری قرار دیا تھا۔ (بخاری:۷۲۶۱، مسلم:۶۱۳۹)

شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عہد ہائے خلافت میں بھی ان کا رول اہم رہا۔ نو منتخب ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو رخصت کرنے نکلے تو پیدل تھے۔ ان کی سواری کی مہار عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ قتال ردہ کے بعد امن ہونے کی خوش خبری عبدالرحمان رضی اللہ عنہ ہی نے سنائی تھی۔ ۱۱ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حج کو نہ جا سکے۔ ایک قول کے مطابق انھوں نے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امیر حج مقرر کیا۔ خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ نے انتقال سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا تو عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے خصوصی مشورہ کیا۔

عبدالرحمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شوریٰ کے مستقل اور سرگرم رکن تھے۔ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ کہنا یا ان سے پوچھنا چاہتے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ سے رابطہ کرتے۔ ۱۳ھ، اپنی خلافت کے پہلے سال عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ ۱۴ھ میں عراق پر فوج کشی کا فیصلہ ہوا تو عبدالرحمان رضی اللہ عنہ میمنہ کے سربراہ بنائے گئے۔ اس موقع لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لشکر کی قیادت کرنے کا مشورہ دیا تو عبدالرحمان رضی اللہ عنہ تھے جنھوں نے اس رائے کی سختی سے مخالفت کی۔ انھوں نے کہا، خدانخواستہ، اگر آپ میدان جنگ میں کام آگئے یا آپ کے لشکر کو شکست ہوگئی تو اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تب عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ سپہ سالار مقرر کرنے کا مسئلہ پیدا ہوا تو بھی عبدالرحمان رضی اللہ عنہ ہی نے حل کیا۔ انھوں نے کہا، میں نے پالیا! عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کون؟ بولے، سعد رضی اللہ عنہ بن مالک (سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص)۔ جنگ یرموک میں اس کے برعکس انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بننے کی تجویز دی لیکن دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نہ مانے۔ ۱۵ھ میں بیت المقدس فتح ہوا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں جابیہ کے مقام پر ایک معاہدہ لکھا گیا، عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے اس پر گواہ کی حیثیت سے دستخط ثبت کیے۔ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ کا ایک اہم واقعہ ۱۸ھ میں شام وفلسطین کے علاقے عمواس میں پھوٹنے والی طاعون کی وبا تھی، تب عمر رضی اللہ عنہ شام کے سفر پر روانہ ہوکر سرغ تک پہنچے تھے کہ وبا کی اطلاع مل گئی۔ انھوں نے سفر موقوف کر کے وہیں سے مدینہ لوٹنے کا ارادہ کیا لیکن ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح نے مخالفت کی اور کہا، کیا تقدیر الٰہی سے بھاگ کر جا رہے ہیں؟ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا گیا تاہم

عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی رائے فیصلہ کن ہوئی۔ انھوں نے کہا، اس بارے میں میرے پاس علم ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا، "جب کسی شہر میں کوئی وبا پھیل جائے اور تم وہاں نہ ہو تو وہاں نہ جاؤ۔ اور اگر وبا اس جگہ پھوٹے جہاں تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔ جنگ نہاوند (فتح الفتوح) میں عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا، امیر المومنین رضی اللہ عنہ محاذ جنگ پر نہ جائیں پھر جب اس جنگ کا بے شمار مال غنیمت مدینہ آیا تو مسجد نبوی میں رکھا گیا اور عبدالرحمان رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے رات کو پہرا دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی خوبیوں کی بنا پر انھیں العدل الرضی (عادل اور پسندیدہ) کے خطاب سے نوازا۔ ایک موقع پر جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سختی اور ان کے درہ چلانے سے لوگ خوف زدہ ہو گئے تو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس موضوع پر ان سے بات کرنے کے لیے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ ہی کا انتخاب کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو عام طور پر سفر سے منع کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری سال ۲۳ھ میں انھوں نے ان کو حج پر جانے کی دعوت دی۔ وہ محمل نشین ہوئیں تو حضرت عثان رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار ہو کر ان کے آگے آگے چلے، وہ کسی کو ان کے پاس آنے نہ دیتے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی حفاظت کے لیے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ راستے میں جب پڑاؤ ڈلتا، دونوں اصحاب رضی اللہ عنہم انھیں اترائی میں اتارتے، خود کنارے پر رہتے اور لوگوں کو ان کے پاس جانے سے روکتے۔

بدھ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ کے ایرانی غلام ابولولؤ فیروز نے حملہ کر کے انھیں شدید زخمی کر دیا۔ تب انھوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو مصلی پر کھڑا کیا۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے سورۂ عصر اور سورۂ کوثر کی تلاوت کر کے مختصر نماز پڑھائی۔ بعض روایات کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بعد خلافت کی ذمہ داری عبدالرحمان رضی اللہ عنہ پر ڈالنا چاہتے تھے۔ وہ راضی نہ ہوئے تو انھوں نے تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لیے عشرۂ مبشرہ میں سے ۶ اصحاب رضی اللہ عنہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کمیٹی بنا دی اور ابن عوف رضی اللہ عنہ کو اس میں شامل رکھا۔ انھوں نے اہل ایمان کو نصیحت کی، اگر خلافت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو ان کی بات ماننا۔ کئی صحابہ رضی اللہ عنہ انھیں خلیفہ دیکھنا چاہتے تھے لیکن انھوں نے معذرت کر لی اور حضرت عثان رضی اللہ عنہ کے انتخاب میں کلیدی کردار ادا کیا۔ سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص نے انھیں خلیفہ بننے کا مشورہ دیا تو انھوں نے کہا، عمر رضی اللہ عنہ کے بعد جو بھی اس ذمہ داری کو اٹھائے گا، لوگ اسے ملامت ہی کریں گے۔ آخر کار عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے نئے خلیفہ کا چناؤ کرنے والی شوریٰ کے ارکان سے کہا، کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمھارا خلیفہ چنوں اور خود اس منصب سے الگ رہوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، (آپ جو انتخاب کریں گے) میں سب سے پہلے مانوں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے، "عبدالرحمان! تم آسمان والوں میں امانت دار شمار ہو گے اور اہل زمین میں بھی تمھاری امانت مسلم ہے۔"

اپنی خلافت کے پہلے سال ۲۴ھ میں حضرت عثان رضی اللہ عنہ نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے حج پر نہ جا سکے تو عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا۔ عہد عثانی رضی اللہ عنہ میں وہ مدینہ میں مقیم رہے اور حضرت عثان رضی اللہ عنہ کی شوریٰ میں شامل ہو کر خلافت کے

استحکام کی کوشش کرتے رہے۔ ۳۱ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک بار پھر نکسیر پھوٹی، ان کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو اپنے غلام حمران بن ابان کو بلا کر وصیت لکھوائی کہ میرے بعد عبدالرحمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو دعا کی، اللہ! مجھے عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے اٹھا لے۔ ۶ ماہ ہی گزرے تھے کہ وہ چل بسے۔

عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ میں حب دنیا کا شائبہ نہ تھا حالانکہ عام تجربہ ہے، زیادہ مال دار لوگ اللہ سے دور اور انسانی ہم دردی سے عاری ہوتے ہیں۔ پیغمبر آخرالزماں کا پیارا اور قریبی ساتھی ایسا ہو بھی نہ سکتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں دنیا کی محبت ذرا بھی رہنے نہ دی تھی۔ ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''کل شب مجھے خواب دکھائی دیا، میں جنت میں داخل ہو رہا ہوں۔ اپنے آگے ایک آہٹ سنائی دی تو پوچھا، جبریلؑ! یہ کون ہیں؟ جواب ملا، بلال۔ رضی اللہ عنہ پھر میں چلتا گیا تو دیکھا کہ بیشتر اہل جنت غریب مہاجرین اور مسلمان لڑکے بالے ہیں۔ مجھے عورتیں اور مال دار مرد بہت کم نظر آئے۔ بتایا گیا کہ امیر لوگ دروازے پر رک کے حساب دے رہے ہیں اور عورتوں کو زر و ریشم کے شغف نے مشغول کر رکھا تھا۔۔۔ میری امت ایک ایک شخص کر کے میرے سامنے پیش کی گئی۔ مجھے خیال آیا، بہت دیر ہو گئی، عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نہیں آئے۔ وہ ایاس رضی اللہ عنہ کے بعد پہنچے اور کہا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔۔۔ مجھے گمان ہونے لگا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔ پھر بتایا، زیادہ مال دار ہونے کی وجہ سے میری چھان پھٹک ہو رہی تھی۔'' ایک دوسری روایت میں ہے، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''میرے پاس جبریلؑ آئے اور کہا، ابن عوف رضی اللہ عنہ سے کہہ دیں، مہمان کی خاطر داری کرے، غریب مسکین کو کھانا کھلائے اور مانگنے والے حاجت مند کی مدد کرے۔ عطا کی ابتدا اس شخص سے کرے جس کے نان نفقہ کا وہ ذمہ دار ہے۔ اگر اس نے ایسا کر لیا تو اس کے مال کا تزکیہ ہو جائے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تمثیلوں اور نصیحتوں کا نتیجہ تھا کہ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی فطری سخاوت خوب پروان چڑھی۔ انھوں نے اپنا مال اسلام اور اہل اسلام کے لیے وقف کیے رکھا۔

غزوۂ تبوک (۹ھ) کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام انفاق کی اپیل کی تو عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے پاس کل ۸ ہزار دینار تھے۔ انھوں نے نصف، ۴ ہزار راہ خدا میں دے دیے تو منافقین نے مذاق اڑا کر کہا، عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بڑا ریاکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کے اخلاص کی خود شہادت دی اور ان سے ٹھٹھا کرنے والوں تیرہ باطنوں کے لیے کرب ناک عذاب کی وعید نازل کی۔ عہد نبوی رضی اللہ عنہ ہی میں ایک موقع پر عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے ۴۰ ہزار دینار، دوسری بار پھر ۴۰ ہزار پھر دیے۔ انھوں نے مجاہدین اسلام کی سواری کے لیے ۵۰۰ گھوڑے اور ان کی خوراک و رسد کے لیے ۵۰۰ اونٹوں کا غلہ بھی فراہم کیا۔ ایک بار انھوں نے ایک ہی دن میں ۳۰ غلام آزاد کیے۔ عہد رسالت کے بعد کا واقعہ ہے، عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلے اور بیش قیمت سامان سے لدا ہوا ۷۰۰ اونٹوں پر مشتمل قافلہ آیا تو مدینہ میں غل مچ گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں تشریف فرما تھیں، انھوں نے پوچھا، یہ غوغا کیسا ہے؟ تو بتایا گیا، عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا قافلہ ہر قسم کا ساز و سامان لے کر شام سے مدینہ میں وارد ہوا ہے۔ تب انھوں نے بتایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنا

خواب بیان) فرماتے ہوئے سنا ہے، ''میں نے دیکھا کہ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ جنت میں گھسٹ کر جا رہا ہے۔'' عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو کہا، میں کوشش کروں گا کہ چل کر جاؤں۔ یہ کہہ کر اونٹ، ان پر لدا ہوا غلہ، کجاوے اور پالان سب اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیے۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے بھتیجے طلحہ بن عبداللہ (طلحۃ الندی) فرماتے ہیں، مدینہ کے سبھی باشندوں کا بوجھ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔ ۳/۱ کو وہ قرض دیتے، ۳/۱ کا قرض چکاتے اور ۳/۱ اہل مدینہ سے صلۂ رحمی کرتے۔ کسر نفسی اتنی تھی کہ اس کے باوجود اپنے آپ کو بخیل سمجھتے۔ ابوہیاج کہتے ہیں، میں نے دیکھا کہ ایک لمبا آدمی کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دعا کر رہا تھا۔ اللہ! مجھے اپنے نفس کے بخل سے بچاؤ۔ پوچھا تو معلوم ہوا، یہ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ عام انفاق کے ساتھ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی ضروریات کا خاص خیال رکھتے تھے۔ ام المومنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا، ''میرے بعد یہ سچا اور نیک انسان، عبدالرحمان رضی اللہ عنہ تمہارے ساتھ شفقت سے پیش آئے گا۔ اے اللہ! عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو جنت کے چشمہ سلسبیل سے سیراب کر''۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے ۴ھ میں ہونے والے غزوۂ بنونضیر سے مال غنیمت کے طور پر ملنے والے مال مویشی مدینہ کی بستی کیدمہ میں محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ یہ سب ۴۰ ہزار دینار میں بیچ کر انھوں نے رقم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں بانٹ دی۔ اسی طرح انھوں نے اپنی کچھ اراضی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ۴۰ ہزار دینار ہی میں بیچی اور حاصل ہونے والی قیمت اپنے قبیلے بنوزہرہ کے غربا، دوسرے حاجت مندوں اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں تقسیم کر دی۔ ان کے بھانجے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حصہ لے کر ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے پوچھا، یہ کس نے بھیجا ہے؟ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا نام معلوم ہونے پر کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، میرے بعد اہل صبر ہی تم پر شفقت کریں گے۔ اللہ ابن عوف کو بہشت کے چشمہ سلسبیل سے سیراب کرے۔

عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ محض دنیاوی دولت ہی نہ رکھتے تھے۔ وہ دین متین کے فلسفہ وحکمت اور اس کی فقہ ودانش کے علم سے بھی مالا مال تھے۔ عہد رسالت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے عہد ہائے خلافت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کردہ ارشادات کی روشنی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں انھی کے رائے اور مشورہ سے میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ حل کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں فقہ کا جو حصہ مرتب ہوا، عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی آرا اس میں شامل تھیں۔ خلیفۂ دوم رضی اللہ عنہ کا مجوسیوں سے جزیہ لینے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا تو انھوں نے ان پر جزیہ عائد کیا۔ اسی زمانہ میں یہ سوال بھی اٹھا کہ آتش پرستوں سے کیا معاملہ کیا جائے؟ تب عبدالرحمان رضی اللہ عنہ ہی نے راہ نمائی کی۔ انھوں نے کہا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اہل کتاب کی روش اختیار فرما کر انھیں ذمی قرار دیا تھا۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ لڑکے! کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ کے بارے میں سنا ہے، کسی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے شک ہو جائے (کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں) تو کیا کرے؟ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عبدالرحمان

بن عوف رضی اللہ عنہ آگئے۔ انھوں نے بتایا، میں نے اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن رکھا ہے۔ ''نماز پڑھتے ہوئے اگر کسی کو رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے، ایک پڑھی ہے یا دو تو ایک شمار کرے۔ دو یا تین کا شک ہو تو سمجھ لے، دو پڑھی ہیں اور اگر تین یا چار کا تردّد ہو تو تین کا یقین کر لے۔ کم رکعتوں کا پایا جانا تو یقینی ہے اس لیے زیادہ کو وہم سمجھ لیا جائے۔ بھولنے والا نمازی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سہو کے دو اضافی سجدے کرے''۔ ایک شخص نے حالت احرام میں ہرن کا شکار کر لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فتویٰ لینے آیا۔ انھوں نے پاس کھڑے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ سے مشورہ کر کے ایک بکری ذبح کرنے کو کہا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک اور وصف خشیت الٰہی اور کسر نفسی تھی۔ ایک افطاری پر کھانے کے لیے بیٹھے تو کہا، ''(جنگ احد میں) مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر شہید ہوئے جو مجھ سے بہتر تھے۔ ان کو ایک ہی چادر کا کفن دیا گیا، سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے، پاؤں ڈھانکتے تو سر باہر ہو جاتا۔ (اسی غزوہ میں) حمزہ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی جو مجھ سے اچھے تھے۔ اب ہمیں دنیا میں بہت کچھ مل گیا ہے کہ خدشہ ہوتا ہے، ہماری نیکیوں کا صلہ یہیں چکا دیا گیا ہے۔ پھر رونے لگے اور روتے روتے کھانا چھوڑ دیا''۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ میں کوئی رنجش ہوئی۔ اس دوران میں طلحہ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے تو عبدالرحمان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے پہنچ گئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، بھائی! بخدا تو مجھ سے بہت بہتر ہے، اگر تو بیمار ہوتا تو میں بیمار پرسی کو نہ آتا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۲ھ (۶۵۲ء) میں ہوئی جب ان کی عمر ۷۵ برس تھی۔ وہ ۶ ماہ سے بیمار تھے، اس دوران میں ایک بار ان پر غشی بھی طاری ہوئی۔ جنازے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے شرکت کی۔ نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (ایک روایت کے مطابق زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام) نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ مدینے کا باغ حش، اس کی نواحی بستی کیدمہ جہاں بنونضیر سے ملنے والا مال غنیمت پڑا تھا اور مکے کا آبائی مکان ازرقی عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی جائیداد تھا۔ سلیل نام کی اراضی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز کی تھی۔ انھوں نے اپنے ترکے میں ۱ ہزار اونٹ، ۳ ہزار بکریاں اور سو گھوڑے چھوڑے، یہ سب نقیع کی چراگاہ میں چرتے تھے۔ ۲۰ اونٹ ان کی جرف کی زمینیں سیراب کرتے تھے۔ سونا اتنا تھا کہ اسے کلہاڑی سے کاٹا گیا اور کاٹنے والوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی ۴ بیواؤں میں سے ہر ایک کو ۸۰ ہزار دینار ملے۔ ان کے بیٹے ابراہیم کا بیان ہے، ایک بیوہ تماضر بنت اصبغ کو ۱ لاکھ ملے۔ ۵۰ ہزار دینار ان کی وصیت کے مطابق مسافروں کو دیے گئے۔ جنگ بدر میں حصہ لینے والے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے لیے انھوں نے ۴۰۰ دینار کی وصیت کی تھی۔ ان کی تعداد ۱۰۰ تھی، سب نے حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہ رقم وصول کی۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لیے ایک باغ کی وصیت کی جو ۴ لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔ اپنے غلاموں میں سے بیشتر کو انھوں نے آزاد کر دیا تھا۔

روایت حدیث میں بھی عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک حصہ ہے۔ ان کی ۲ روایتیں متفق علیہ اور مفردات بخاری

۵ ہیں۔ باقی کتب حدیث میں ۶۵ حدیثیں ان سے مروی ہوئی ہیں۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے احادیث روایت کیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں: ان کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ، حمید، ابوسلمہ، عمر (ذہبی: عمرو) اور مصعب، ان کے بھانجے مسور رضی اللہ عنہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے پوتے مسور بن ابراہیم رضی اللہ عنہ۔ دیگر راویوں کے نام یہ ہیں: انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم اور ان کے بیٹے محمد، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، مالک بن اوس، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، عبداللہ بن عبداللہ بن حارث، عبداللہ بن قارظ، غیلان بن شرحبیل، قبیصہ بن ذؤیب، قیس بن ابی حازم، رداد لیثی، نوفل بن ایاس اور بجالہ بن عبدہ۔

ہجرت کے بعد حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ مکہ آئے تو اپنے زمانہ جاہلیت والے گھر میں رہنا پسند نہ کیا۔

یہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا اعجاز تھا کہ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی بیٹیوں سے ان کی شادیاں ہوئیں۔ زمانہ جاہلیت میں عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی اُمّ کلثوم سے ان کا عقد ہوا۔ اس سے ان کا بیٹا سالم (بڑا) متولد ہوا جو اسلام کی آمد سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ شیبہ بنت ربیعہ کی بیٹی سے بھی ان کی شادی ہوئی جس سے ان کی بیٹی اُمّ قاسم پیدا ہوئی۔ عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی تیسری شادی ہوئی۔ اس اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کا مشورہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دیا تھا۔ اس سے ان کے چار بیٹوں محمد، ابراہیم، حُمید، اسماعیل اور دو بیٹیوں حمیدہ اور امۃ الرحمان (بڑی) نے جنم لیا۔ اسی محمد سے وہ ابومحمد کنیت کرتے تھے۔ عقبہ اور عتبہ دونوں کی بیٹیوں کا نام اُمّ کلثوم تھا۔ اس لیے ان کی اولاد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن عبدالبر نے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی ازواج میں بنت شیبہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ ایک نکاح انصار کے قبیلہ قضاعہ سے تعلق رکھنے والی خاتون سہلہ بنت عاصم سے ہوا، اس سے معن، عمر، زید اور امۃ الرحمان (چھوٹی) پیدا ہوئے۔ بنوشیبان کی بحریہ بنت ہانی سے بھی ان کا عقد ہوا۔ ان سے عروہ کی پیدائش ہوئی۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا ایک بیاہ سہلہ بنت سہیل سے ہوا، ان سے سالم (چھوٹا) پیدا ہوا۔ ایک بیٹا ابوبکر تھا جسے ان کی زوجہ اُمّ حکیم بنت قارظ نے جنم دیا۔ قبیلۂ اوس کے ایک اور انصاری ابوالحسیس کی بیٹی سے (نام مذکور نہیں) عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔ اس سے عبداللہ (بڑا) کی ولادت ہوئی۔ دومۃ الجندل کے حکمران قبیلہ بنوکلب کے سردار اصبغ کی بیٹی تماضر سے عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی شادی کسی قریشی کی کلبی عورت سے پہلی شادی تھی۔ اس سے ابوسلمہ (عبداللہ اصغر) کی پیدائش ہوئی۔ ایک اور بیوی اسما بنت سلامہ سے ان کا بیٹا عبدالرحمان جو انہی کے نام سے موسوم ہے متولد ہوا۔ یمن کے قبیلہ بہرا سے قید ہو کر عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آنے والی لونڈی اُمّ حریث سے ان کے تین بچے مصعب، آمنہ اور مریم پیدا ہوئے۔ بہرا (بہز) ہی سے آنے والی باندی زینت بنت صباح سے اُمّ یحیٰی نے جنم لیا۔ ان کی ایک بیوی مجد بنت یزید سے سہیل کی ولادت ہوئی۔ جنگ مدائن میں جو ایرانی سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کے ہاتھ قید ہو کر آئے، ان میں ایرانی بادشاہ کسریٰ (خسرو) کی بیٹی غزال بھی تھی۔ یہ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی اور عثمان کو جنم دیا۔ ایک بیٹی جویریہ بادیہ بنت غیلان سے پیدا ہوئی۔ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی کل اولاد کا شمار: ۲۰ لڑکے اور ۸ لڑکیاں کیا گیا ہے۔

جہاں بے شمار اصحاب رضی اللہ عنہم رسول ﷺ مہندی یا خضاب سے اپنے بالوں کو رنگتے تھے، عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اپنا بڑھاپا ہرگز نہ چھپاتے۔ان کا سر اور ڈاڑھی سفید ہی نظر آتے۔ وہ دراز قد، خوب رو، سرخ و سپید رنگ اور صاف جلد والے تھے، آنکھیں بڑی، پلکیں گھنی اور ناک بلند تھی، ہتھیلیاں بڑی اور انگلیاں موٹی تھیں۔ان کی گردن لمبی، شانے چوڑے اور کمر میں کچھ جھکاؤ تھا۔عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کے نچلی والے دانت نمایاں نظر آتے تھے، کئی بار ان دانتوں سے ان کے ہونٹ زخمی ہوئے۔ انھیں بائیں ہاتھ سے کام کرنے کی عادت تھی۔مال دار ہونے کے باوجود ان کا رہن سہن سادہ تھا، اپنے غلاموں کے بیچ کھڑے ہوتے تو پہچاننا مشکل ہوتا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی جلد نازک تھی، انھیں کھجلی رہتی، چھالے نکل آتے یا جوئیں پڑ جاتیں اس لیے ریشمی لباس پہنتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے اس بات کی اجازت لے رکھی تھی۔میدان جنگ میں ریشمی لباس پہننے کی اجازت ہر مسلمان کو پہلے ہی تھی۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، ایک سفر میں عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کو پھنسیاں نکل آئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ریشمی قمیص پہننے کی رخصت دے دی۔ایک دفعہ جوئیں پڑیں تو بھی یہی معاملہ ہوا۔یہ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے معمول کے مطابق ریشمی قمیص پہن کر اپنے بیٹے ابوسلمہ کے ساتھ باہر نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا۔عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا آپ کو علم نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے ریشم حلال قرار دیا تھا۔عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ ﷺ نے ریشم پہننے کی اجازت اس لیے مرحمت فرمائی تھی کیونکہ تمھیں جوؤں کی شکایت تھی۔یہ تکلیف زائل ہوئی تو اجازت بھی ختم ہوگئی۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کو جوئیں پڑیں تو انھیں بھی ریشمی لباس کی اجازت ملی تھی۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویہ (ابن ہشام)، الطبقات الکبری (ابن سعد)، المنتظم فی تواریخ الامم والملوک (ابن جوزی)، البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (مزی)، سیر اعلام النبلاء (ذہبی)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، الاصابہ فی تمییز الصحابہ (ابن حجر)، فتح الباری (ابن حجر)، صور من حیاۃ الصحابہ (عبدالرحمان رافت پاشا)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ

1696 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ

⊛⊛ محمد بن جبیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انھیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے۔

''رشتے داری کے حقوق کو پامال کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔

1697 - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَالْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو، وَفِطْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو - قَالَ: سُفْيَانُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ سُلَيْمَانُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

1696- اسنادہ صحیح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدی، وسفیان: هو ابن عیینة، والزهری: هو محمد بن مسلم. واخرجه البخاری (5984)، ومسلم (2556)، والترمذی (2021) من طرق عن الزهری، به. وهو فی "مسند احمد" (16732)، و"صحیح ابن حبان" (454).

وَرَفَعَهُ فِطْرٌ، وَالْحَسَنُ - قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلٰكِنْ هُوَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہوتا جو بدلے میں اچھائی کرتا ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہوتا ہے' جب اس کے' رشتے داری کے' حقوق کو پامال کیا جائے' تو وہ پھر بھی صلہ رحمی کرے''۔

صلہ رحمی کے معنی ومفہوم کا بیان

شیخ عبدالحق لکھتے ہیں ''لغت میں صلہ کا معنیٰ ہے ملانا اور جوڑنا اور مراد اس جگہ میں ان قریبی رشتہ داروں سے انعام واحسان کرنا ہے جو ماں باپ کی طرف سے قریبی رشتہ دار ہوں۔ (اشعۃ اللمعات)

''صلہ'' کے لغوی معنیٰ ملانا اور پیوند لگانے کے ہیں، لیکن عام اصطلاح میں اس کے معنیٰ ہیں اپنے اعزاء واقارب کے ساتھ احسان اور اچھے سلوک کا معاملہ کرنا اور ان کو عطاء اور بخشش اور اپنی مالی واخلاقی مدد واعانت کے ذریعہ فائدہ وراحت پہنچانا۔ ''رحمی'' کا لغوی معنیٰ مہربانی اور شفقت کے ہیں لیکن عام اصطلاح میں اس کے معنیٰ مہربانی اور شفقت کا معاملہ کرنا۔

صلہ رحمی کی برکتیں

اور صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں: ''صلہ رحم کے معنی رشتہ کا جوڑنا ہے یعنی رشتہ والون کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنا۔ ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحمی واجب ہے اور قطع رحمی حرام جن رشتہ والوں کے ساتھ صلہ واجب ہے وہ کون ہیں بعض علماء نے فرمایا وہ ذورحم محرم ہیں اور بعض نے فرمایا اس سے مراد ذورحم ہیں محرم ہوں یا نہ ہوں اور ظاہر یہی قول دوم ہے۔ احادیث میں مطلقا رشتہ داروں کے ساتھ صلہ کرنے کا حکم آتا ہے۔ قرآن مجید میں مطلقاً ذوالقربیٰ فرمایا گیا۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ رشتہ میں چونکہ مختلف درجات ہیں اس لئے صلہ رحمی کے درجات میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ والدین کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے ان کے بعد ذو رحم محرم کا۔ ان کے بعد بقیہ رشتہ داروں کا علی قدر مراتبھم۔ (درمختار، بہار شریعت)

صلہ رحمی کی صورتیں: صلہ رحمی کی مختلف صورتیں ہیں۔ ان کو ہدیہ وتحفہ دینا اور اگر ان کو کسی بات میں تمہاری اعانت درکار ہو تو اس کام میں ان کی مدد کرنا۔ انہیں سلام کرنا۔ ان کی ملاقات کو جانا۔ ان کے پاس بیٹھنا اٹھنا۔ ان سے بات چیت کرنا ان کے ساتھ لطف ومہربانی سے پیش آنا۔ (درمختار، بہار شریعت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے وہ انساب سیکھو جن کے سبب سے تم صلہ رحمی کرو گے۔ کیونکہ صلہ رحمی گھر والوں میں محبت کا سبب ہے مال میں کثرت کا ذریعہ ہے عمر میں زیادتی کا باعث ہے۔'' (رواہ الترمذی)

اس حدیث کے ماتحت شیخ عبدالحق لکھتے ہیں: ''اپنے انساب میں سے اس قدر سیکھو کہ ان کی وجہ سے تم اپنے رشتوں کو ملاؤ گے۔ یعنی اپنے آبا واجداد اور امہات اور ان کی اولادیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کو پہچانو اور ان کے نام یاد رکھو تا کہ تم ان کے

ذریعے سے اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کر سکو کیونکہ ان ناموں کا جاننا ضروری اور نفع بخش ہے۔" (اشعۃ اللمعات جلد 4)

صلہ رحمی کی اہمیت اور قرآن وحدیث کا بیان

قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور اچھا برتاؤ شرعاً بہت پسندیدہ عمل ہے۔ اس کی تاکید شدید میں متعدد آیات واحادیث موجود ہیں ہم یہاں چند آیات واحادیث تبرکاً نقل کرتے ہیں۔

آیات کریمہ: پہلی آیت کریمہ: ترجمہ "بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔" (پارہ 14 رکوع 19)

مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ "یہاں رشتہ داروں میں سارے دور ونزدیک کے رشتہ دار داخل ہیں اور دینے میں ہر قسم کا حق ادا کرنا شامل ہے۔ خواہ مالی ہو یا بدنی یا ایمانی۔ رشتہ داروں کی مال سے بدن سے خدمت کرو۔ انہیں ایمان اور نیک اعمال سے رغبت دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کا حق غیروں سے زیادہ ہے۔" (نور العرفان صفحہ 441)

اور علامہ علاء الدین خازن اس آیت کے ماتحت فرماتے ہیں؛ "یعنی وہ حکم کرتا ہے صلہ رحمی کا اور رحم سے مراد قریب اور دور کے سب رشتہ دار ہیں۔ پس مستحب ہے کہ وہ اپنے فالتو خداداد مال سے ان پر احسان کرے اور اگر ان کی مالی مدد نہ کر سکتا ہو تو ان کے لئے اچھی دعا کرے اور ان سے محبت رکھے۔" (خازن جلد 4)

اور مفسر صاوی فرماتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے قریبی رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کا کیونکہ دوسرے کی بہ نسبت قریبی رشتہ دار پر صدقہ کی زیادہ تاکید ہے کیونکہ اس پر صدقہ صدقہ اور صلۂ رحمی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بلا شبہ ثواب کی رو سے سب سے زیادہ جلدی قبول ہونے والی عبادت صلہ رحمی ہے۔" (تفسیر صاوی جلد 2)

دوسری آیت کریمہ: اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے۔" (پارہ 15 رکوع 3) یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کی اولاد یعنی بھائی بہن اور ان کے قرابت داروں یعنی اپنے عزیزوں کی بھی خدمت کرو۔ (نور العرفان)

اور یہاں مفسر خازن فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے والدین سے صلہ رحمی کا حکم دینے کے بعد رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیا۔ یعنی رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کے حق سے چند باتیں یہ ہیں ان سے نیکی کرنا محبت رکھنا، ان کی زیارت کرنا، اچھا برتاؤ کرنا۔ خوشی اور غمی کے موقع پر ان سے باہمی الفت کا مظاہرہ کرنا۔ ایک دوسرے کی مدد کرنا وغیرہ اور کہا گیا ہے کہ اگر محتاج ہوں اور یہ خوشحال ہے تو ان کا خرچہ اس پر لازم ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر ان کا خرچ لازم نہیں ہے صرف والد کا خرچ اولاد پر اور اولاد کا خرچ والد پر لازم ہوتا ہے۔ (خازن جلد 4)

اور مفسر صاوی لکھتے ہیں۔ ان سے قطع تعلقی نہ کی جائے اور نہ ان سے دشمنی رکھی جائے تو یہ واجب ہے جس طرح اصول و فروع کا خرچہ واجب ہے۔ (تفسیر صاوی جلد 2)

تیسری آیت کریمہ: اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "تو رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو، یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اور انہیں کا کام بنا۔" (پارہ 21 رکوع 7)

یہ آیت کریمہ تمام قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دے رہی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر رشتہ دار کا حق ہے۔اس میں سسرال اور نسبی تمام قرابت دار شامل ہیں۔(نورالعرفان صفحہ 251)

مفسر صاوی فرماتے ہیں:''یہ آیت نفلی صدقہ کے بارہ میں ہے نہ کہ واجب زکوٰۃ کے بارہ میں کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے اور زکوٰۃ کا حکم مدینہ منورہ میں سن دو ہجری میں نازل ہوا تھا۔''(صاوی جلد3)

ماں باپ کے ساتھ ان کی زندگی میں احسان یہ ہے کہ ان کا ادب کرے۔ان کی جانی مالی خدمت کرے ان کے جائز حکموں کو مانے۔ان کی خدمت کے لئے نوافل ترک کرسکتا ہے فرائض وواجبات نہیں چھوڑ سکتا۔اگر ماں باپ کسی گناہ وکفر میں مبتلا ہوں تو ان کو اچھی تدبیر سے روکے۔والدین کے مرنے کے بعد ان سے بھلائی یہ ہے کہ ان کی وصیتیں پوری کرے۔ان کے دوستوں کا احترام کرے۔فاتحہ تلاوت قرآن اور دیگر صدقات کا ثواب بخشتا رہے اور ان کے اچھے مراسم کو جاری رکھے۔کم از کم ہفتہ میں ایک مرتبہ ان کی قبر کی زیارت کرے۔اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ اور رشتہ داروں کی خدمت بڑی ضروری ہے کہ رب نے اپنی عبادت کے ساتھ ان کی اطاعت کا ذکر فرمایا ہے۔(نورالعرفان)

پانچویں آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:''اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال رشتہ داروں کو دے۔''(پارہ2رکوع6)

یعنی اپنے قرابت داروں کو اور انہیں باقی مصارف صدقہ پر مقدم فرمایا گیا کیونکہ وہ صدقہ کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں۔سلمان بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مسکین پر صدقہ ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ دو صدقے ہیں یعنی صدقہ اور صلہ رحمی اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا اور شیخین نے روایت بیان کی ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی آزاد کی اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت نہیں لی۔پھر جب ان کی باری کا دن ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے سنا ہے کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کردی ہے۔فرمایا کیا تو نے یہ کام کرلیا ہے۔عرض کیا ہاں فرمایا اگر تو اپنے ننھیال والوں کو یہ لونڈی دے دیتی تو تیرے لئے زیادہ اجر تھا۔''(خازن جلد1)

چھٹی آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔یعنی رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرو۔''(پارہ4رکوع12) رشتے قطع نہ کرو۔حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو رزق کی کشائش اور عمر میں برکت چاہے وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔(نورالعرفان)

تفسیر خازن میں ہے۔اس آیت میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ رشتہ داری کا حق بہت بڑا ہوتا ہے اور رشتہ داری قطع کرنا ممنوع ہے۔اور اس معنی پر وہ حدیثیں بھی دلالت کرتی ہیں جو اس بارہ میں آئی ہیں مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔رشتہ داری عرش سے لٹکی ہوئی ہے وہ کہتی ہے کہ جو مجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گی اور جو مجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گی۔(بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو یہ بات اچھی لگے کہ اس کی روزی کشادہ کی جائے اور اس کی عمر لمبی کی جائے تو اسے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنا چاہیے۔(بخاری ومسلم)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے وسیلہ سے مانگے اسے وہ عطا کرتا ہے اور جو رشتہ داروں سے حسن سلوک کے ذریعہ سے مانگے وہ اسے عطا کرتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رشتہ داری عرش سے لگی ہوئی ہے پھر جب اس کے پاس رشتہ داری پالنے والا آئے گا تو وہ اس کی وجہ سے خوش وخرم ہوگی اور اس سے کلام کرے گی اور رشتہ داری کاٹنے والا اس کے پاس آئے گا تو وہ اس سے پردہ کرلے گی۔ (تفسیر خازن جلد 1)

ساتویں آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ اور رشتہ داروں سے بھلائی کرو۔'' (پارہ 5 رکوع 3)

تفسیر خازن میں ہے اور جاننا چاہیے کہ والدین سے اچھا سلوک کرنا اس طرح ہے کہ ان کی خدمت کی جائے۔ ان کے سامنے آواز بلند نہ کی جائے۔ ان کی مراد کے حصول میں کوشش کی جائے اور قدرت کے اندازہ پر ان پر مال خرچ کیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری نیکی واحسان کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا تیری ماں۔ پھر عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا پھر تیری ماں۔ اور دوسری روایت میں ہے فرمایا تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرا باپ پھر تیرا زیادہ قریبی رشتہ دار پھر تیرا اقریبی رشتہ دار۔ (بخاری ومسلم)

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ کون؟ فرمایا ''جو اپنے والدین کو بڑھاپے میں پائے یا ان میں سے ایک کو پھر جنت میں داخل نہ ہو جائے۔'' (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ جو شخص چاہے کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں زیادتی کی جائے اسے اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ (تفسیر خازن)

آٹھویں آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی نہ دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (پارہ 18 رکوع 9)

یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جبکہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ مسطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے۔ کیونکہ یہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بہتان میں شریک ہو گئے تھے۔ حضرت مسطح فقیر مہاجر اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کے عزیز تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے وظیفہ پر گزارہ کرتے تھے۔ مگر وہ اُمّ المؤمنین کو تہمت لگانے میں شریک ہو گئے اور انہیں سزا یعنی اسی کوڑے لگائے گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا گیا کہ اے ابوبکر تم تم ہی ہو اور وہ وہ ہی ہیں۔ تم مسطح کا وظیفہ بند نہ کرو تم تو انہیں اللہ کے لئے دیتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑا گناہ بھی مسلمان کو اسلام سے خارج نہیں کرتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے خطا کار بھائی سے بھی بھلائی کرنی چاہیے۔ جب یہ آیت حضور اکرم ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سنائی تو آپ نے عرض کیا کہ ہاں ضرور ضرور میں بخشش چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت مسطح کا وظیفہ جاری کر دیا اور

اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ (نور العرفان صفحہ 561)

نویں آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ (پارہ 26، رکوع 7)

تفسیر خازن میں ہے۔ حضرت قتادہ نے فرمایا اس قوم کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے۔ جو کتاب اللہ کی وارث بنی تو کیا وہ (نفاق کی وجہ سے) حرام خون نہ بہائے گی اور رشتہ داری قطع نہ کرے گی اور اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بلاشبہ رحم یعنی بندوں کی رشتہ داری اللہ کے نام رحمن سے مشتق ہے۔" سو اللہ تعالیٰ نے اسے فرما رکھا ہے کہ جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا۔ (بخاری۔ مسلم)

اور دوسری روایت میں فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا یہاں تک کہ جب وہاں سے فارغ ہوا تو رشتہ داری اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑ لیا۔ اللہ نے دریافت کیا کیوں؟ اس نے عرض کیا یہ مقام اس کا ہے جو رشتہ داری کاٹنے سے پناہ پکڑنے والا ہے۔ فرمایا ہاں کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھے ملائے گا اسے میں ملاؤں گا۔ جو تجھے کاٹے گا اسے میں کاٹوں گا۔ کہاں ہاں فرمایا۔ پس تیرے لئے یہ بات ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر چاہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھو:

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسوا في الارض و تقطعوا ارحامكم۔" (تفسیر خازن جلد ششم صفحہ 181)

احادیث مبارکہ: صلہ رحمی کی فضیلت اور قطع رحمی کی مذمت میں بعض احادیث مبارکہ مندرجہ بالا آیات کریمہ کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔ چند اور روایتیں تبرکاً نقل کی جاتی ہیں:

پہلی حدیث پاک: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے رشتہ دار ہیں میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں تو وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ میں ان سے نیکی برتتا ہوں تو وہ برائی سے پیش آتے ہیں۔ میں ان سے نرمی اختیار کرتا ہوں تو وہ نادانی کی حرکتیں میرے ساتھ کرتے ہیں فرمایا: اگر بات وہی ہے جو تو نے کہی تو پھر تو ان کے منہ میں راکھ ڈالتا ہے۔ پھر فرمایا: جب تک تو اسی روش پر رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے خلاف تیری مدد کرنے والا موجود رہے گا۔ رواہ مسلم

دوسری حدیث پاک: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تقدیر کو نہیں ٹالتی مگر دعا اور عمر کو نہیں بڑھاتا مگر والدین اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا۔ رواہ ابن ماجہ

تیسری حدیث پاک: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس قوم میں رشتہ داری کاٹنے والا شخص ہو اس پر رحمت الٰہی نازل نہیں ہوتی۔ (رواہ البیہقی فی الشعب)

چوتھی حدیث پاک: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی گناہ نہیں جو

اس بات کا زیادہ حق دار ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے صاحب کو دنیا میں سزا دے اور آخرت کی سزا اس کے لئے باقی رکھے بغاوت اور رشتہ داری کاٹنے کی نسبت سے۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

پانچویں حدیث پاک: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے وہ نسب سیکھو جن کی وجہ سے تم رشتہ داری پالو گے کیونکہ رشتہ داری پالنا خاندان میں محبت مال میں کثرت اور عمر میں زیادتی ہے۔

(رواہ الترمذی)

چھٹی حدیث پاک: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کیا میرے لئے توبہ ہے؟ فرمایا: کیا تیری ماں ہے۔؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا: کیا تیری کوئی خالہ ہے؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا اس سے نیکی کر۔ (رواہ الترمذی)

ساتویں حدیث پاک: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ بندہ کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک مرتا ہے اس حال میں کہ وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے۔ پھر وہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف جلد 2)

آٹھویں حدیث پاک: حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھوٹے بھائیوں پر بڑے بھائیوں کا حق وہ ہے جو والد کا حق اپنی اولاد پر ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ جلد 2)

نویں حدیث پاک: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلے کی برابری کا لحاظ رکھے بلکہ وہ ہے جس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔ (رواہ البخاری مشکوٰۃ شریف)

مندرجہ بالا نو آیات کریمہ اور نو احادیث مبارک کو پڑھیں سمجھیں اور رشتہ داری پالنے کے اجر وثواب اور رشتہ داری کاٹنے کے وبال کو جانیں اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین

منہ زور رشتہ داروں کے مقابلہ کی اجازت ہے: اگر کوئی رشتہ دار منہ زور ہو جائے اور دوسروں کے حقوق پر ناجائز ڈاکے ڈالنا شروع کر دے۔ اور بار بار نرمی برتے جانے کی وجہ سے وہ منہ زوری پر اور دلیر ہوتا چلا جائے تو ایسے رشتہ دار سے بائیکاٹ کرنا بلکہ اسے ظلم سے باز رکھنے کے لئے عملی جدوجہد کرنا عین حکم شرع شریف ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: اور وہ لوگ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے تو بدلہ لیتے ہیں۔ (پارہ 25، رکوع 5)

حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''پچھلی آیتوں میں معافی کا ذکر تھا۔ اس میں بدلہ لینے کا۔ معلوم ہوا کہ معافی اعلیٰ ہے اور بدلہ لینا بھی اچھا کیونکہ کافر حربی اور ظالم سے بدلہ لینا امن کے قیام کا ذریعہ ہے۔''

(نور العرفان)

صلہ رحمی کی اہمیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا (یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام

مخلوقات کو ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان صورتوں کے ساتھ اپنے علم ازلی میں مقدر کر دیا جن پر وہ پیدا ہوں گی) جب اس سے فارغ ہوا تو رحم یعنی رشتہ ناتا کھڑا ہوا پروردگار کی کمر تھام لی، پروردگار نے فرمایا: ''کہہ! کیا چاہتا ہے؟'' رحم نے عرض کیا کہ یہ کاٹے جانے کے خوف سے تیری پناہ کے طلبگار کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ (یعنی کہ میں تیرے روبرو کھڑا ہوں اور تیرے دامن عزت وعظمت کی طرف دستِ سوال دراز کیے ہوں تجھ سے اس امر کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ کو کاٹ دے اور میرے دامن عزت وعظمت کی طرف دستِ سوال دراز کیے ہو تجھ سے اس امر کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی مجھ کاٹ دے اور میرے دامن کو جوڑنے کی بجائے اس کو تار تار کر دے۔) پروردگار نے فرمایا: ''کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو شخص (رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کے ذریعہ) تجھ کو قائم و برقرار رکھے، اس کو میں بھی (اپنے احسان وانعام اور اجر و بخشش کے ذریعہ) قائم و برقرار رکھوں اور جو شخص (رشتہ داری اور تعلق کے حقوق کی پامالی کے ذریعہ) تجھ کو منقطع کر دے میں بھی (اپنے احسان وانعام کا تعلق) اس سے منقطع کرلوں؟'' رحم نے عرض کیا کہ پروردگار! بیشک میں اس پر راضی ہوں۔ پروردگار نے فرمایا: ''اچھا تو یہ وعدہ تیرے لئے ثابت و برقرار ہے۔'' (بخاری ومسلم)

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (بخاری ومسلم)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشادگرامی کی یہ مراد بیان کی ہے کہ جو شخص یہ جاننے کے باوجود کہ قطع رحم کرنا یعنی ناتے داری کا حق ادا نہ کرنا حرام ہے، نہ صرف یہ کہ بغیر کسی سبب وعذر کے قطع رحم کرے اور بغیر کسی شبہ ووجہ کے قطع رحم کرنے کو حلال بھی جانے تو جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا یا یہ مراد ہے کہ قطع رحم کرنے والا نجات یافتہ اور اولین لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ناتا توڑنے والا رحمت خداوندی کا مستحق نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رحم یعنی ناتا، عرش سے لٹکا ہوا ہے اور (بطریق دعا یا خبر دینے کے طور پر) کہتا ہے کہ جو شخص مجھ کو جوڑے گا اس کو اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑے گا اور جو شخص مجھ کو توڑیگا اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت سے) جدا کر دے گا۔'' (بخاری ومسلم)

''عرش سے لٹکا ہوا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ عرشِ رحمن کا پایہ پکڑے ہوئے اپنے توڑے جانے سے بارگاہ کبریا کی پناہ کا طلب گار ہے اور اس نے اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے جو کچھ سنا ہے اس کے مطابق خبردار کر رہا ہے کہ اگر مجھ کو جوڑو گے یعنی ناتے داری کے میرے حقوق کو ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ منسلک کریگا اور اگر تم مجھ کو توڑو گے یعنی میرے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دور کر دے گا یا اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ناتا، یہ جو کچھ کہتا ہے وہ دعا کے طور پر ہے یعنی وہ عرش الٰہی کا پایہ تھامے ہوئے دعا کر رہا ہے کہ الٰہی، جو شخص مجھ کو جوڑے اس کو تو اپنی رحمت کے ساتھ جوڑ دے اور جو شخص مجھ کو منقطع کرے اس کو تو اپنی رحمت سے منقطع کر دے۔

رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ بزرگ و برتر ارشاد فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں (یعنی صفت رحمت کے ساتھ متصف ہوں) میں نے رحم یعنی رشتے ناتے کو پیدا کیا ہے اور میں نے اس کے نام کا لفظ اپنے نام یعنی رحمٰن کے لفظ سے نکالا ہے۔ لہٰذا جو شخص رحم کو جوڑیگا یعنی رشتہ ناتے کے حقوق ادا کریگا تو میں بھی اس کو (اپنی رحمت کے ساتھ) جوڑونگا اور جو شخص رحم کو توڑیگا یعنی رشتہ ناتے کے حقوق ادا نہیں کرے گا میں بھی اس کو (اپنی رحمت خاص سے) جدا کردوں گا۔'' (ابوداود)

''میں اللہ ہوں'' یعنی میں واجب الوجود ہوں کہ میری ذات پاک اپنے وجود اور اپنے حکم وفیصلہ کے نفاذ میں کسی کی محتاج نہیں ہے یہ جملہ دراصل آگے ارشاد ہونے والے کلام کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے بطور تمہید کے ہے اور اس تمہید میں پہلے اسم خاص کا ذکر کیا اور پھر اپنی صفت رحمٰن کو ذکر کیا جس کا لفظی مادہ اشتقاق وہی ہے جو رحم کا ہے۔

قطع رحمی وہ گناہ ہے جس کی وجہ سے دنیا میں عذاب ہوتا ہے

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی گناہ اس بات کے زیادہ لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ارتکاب کرنے والے کو دنیا میں بھی اس کی سزا دیدے اور (مرتکب) کو آخرت میں بھی دینے کے لئے (اس سزا کو) اٹھائے رکھے، ہاں دو گناہ بیشک اس بات کے لائق ہیں۔ ایک تو امام وقت سے خلاف بغاوت کرنا اور دوسرے ناتا توڑنا۔'' (ترمذی، ابوداود)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے ملک کے امیر عادل اور اسلامی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اور ناتا توڑنا یعنی اپنے اعزا و اقرباء کے ساتھ بدسلوکی اور ان کے حقوق کی ادائیگی سے اعراض کرنا بڑا سخت گناہ اور نہایت سنگین بات ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ ان دونوں گناہوں کے مرتکب کو محض آخرت ہی میں عذاب نہیں دیا جائیگا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینے میں جلدی کرے گا بایں طور کہ ان کو دینا میں بھی اپنے ان گناہوں کی سزا بھگتنی پڑے گی، گویا ایسے لوگ نہ دنیا میں چین پا سکتے ہیں اور نہ آخرت میں۔ یہاں بھی سزا پائیں گے خواہ اس کی صورت کچھ ہی ہو اور وہاں بھی عذاب میں مبتلاء کئے جائیں گے۔ کیونکہ یہ دونوں گناہ اس طرح کے ہیں کہ اس کے اثرات صرف دینی زندگی کو نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ دنیا میں بھی برے نتائج مرتب کرتے ہیں چنانچہ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت برپا کرنے اور امیر عادل کی بغاوت کرنے سے (جب کہ امیر شریعت کے مطابق قوانین جاری کرتا ہے) سارے ملک کا نظم ونسق درہم برہم ہوجاتا ہے پوری قوم سخت افراتفری اور مختلف مصائب وآلام میں مبتلاء ہوجاتی ہے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ قومی اور ملکی توانائی ناگہانی انتشار واضحلال کا شکار ہوجاتی ہے جس سے دشمن کو غالب آجانے کا موقع ملتا ہے۔

(۲) ناتا توڑنے سے آپس میں نفرت وعداوت پیدا ہوجاتی ہے اور دلوں میں کدورت کوراہ مل جاتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اعزاء اور اقرباء جو باہم محبت ومؤانست کے ذریعہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوکر ایک پرسکون اور راحت بخش ماحول پیدا کرسکتے ہیں اور آپس کے میل جول کے سبب بڑی سے بڑی مصیبت اور سخت حالات کو انگیز کرنے کی طاقت پیدا کرسکتے

ہیں وہ باہمی لڑائی جھگڑے اور افتراق وانتشار کی وجہ سے سخت جسمانی وروحانی اذیتناکیوں اور پریشانیوں میں مبتلاء ہوجاتے ہیں۔
لہٰذا ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو دنیا میں زیادہ ڈھیل نہیں دی جاتی بلکہ خدا کی طرف سے ان کی سزا کا فیصلہ جلد ہوجاتا ہے
تاکہ وہ پہلے تو دنیا میں اپنے کیے کی سزا بھگت کر دوسروں کے لئے نشان عبرت بنیں اور پھر آخرت میں بھی عذاب میں مبتلاء ہوں۔
یہ بات واضح ہے کہ دنیا میں بھی سزا پانا اور آخرت میں بھی عذاب کا مستحق ہونا محض ان گناہوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے،
ہوسکتا ہے کہ کچھ اور گناہ بھی انہی طرح کے ہوں مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں گناہ ان میں بدتر اور زیادہ ہیبت ناک ہیں۔
دعا: اللہ تعالیٰ مجھے اور سب مسلمانوں کو صلہ رحمی جیسی نعمت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور قطع تعلق جیسی
بری عادت سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

صلہ رحمی کی فضیلت اور اہمیت کا بیان

سب سے پہلے احادیث کی روشنی میں صلہ رحمی کے بارے میں جانیں گے۔ کہ کس طرح سے ہم اپنے اندر صلہ رحمی کو پیدا کر
کے جنت میں اجاسکتے ہیں۔ جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی
کرے۔ مہمان کی عزت کرے۔ جو بات منہ سے نکالے اچھی نکالے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری۔ مسلم)

تین شخص ایک دفعہ سفر کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راستے میں اتفاق سے بارش شروع ہوگئی اور تینوں پناہ لینے کی غرض
سے ایک غار میں گھس گئے ابھی یہ تینوں غار میں گھسے ہی تھے کہ ایک پتھر آیا اور غار کا منہ بند ہوگیا۔ اب تینوں نے آپس میں ایک
دوسرے سے کہا کہ ہم کو صرف صداقت اور سچائی ہی اس مصیبت سے نجات دلاسکتی ہے۔ اس لئے ہم کو چاہیئے کہ ہر شخص اللہ کو دعا
کرے اور دعا میں ایسے عمل کا ذکر کرے جس کو صحیح اور سچا مانتا ہو۔ چنانچہ ان تینوں میں سے ایک شخص نے دعا کی کہ اے اللہ! تجھے
معلوم ہے کہ میرے یہاں ایک شخص نے چند چاولوں کے بدلے میں مزدوری کی تھی۔ جب مزدوری کے بعد میں نے چاول اسے
دیئے تو وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اسکے چاولوں سے کاشت شروع کردی۔ اور تھوڑے عرصے میں انہی چاولوں کی کاشت
سے اتنا روپیہ حاصل ہوگیا کہ میں نے اس سے ایک قیمتی بیل خرید لیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ مزدور پھر اپنی مزدوری لینے آیا میں نے
اسے کہا یہ بیل لے جاؤ، تو اس نے کہا کہ میرے تو چند سیر چاول تھے۔ میں نے جواب دیا کہ ان چاولوں کی کاشت ہی سے خرید گیا
ہے۔ یہ سن کر وہ مزدور بیل لے کر چلا گیا۔ الٰہی اگر یہ عمل میں تیرے خوف اور خشیت الٰہی کی وجہ سے کیا تھا۔ تو ہم پر سے اس پتھر کی
بلا کو ٹال دے۔ اس دعا کے بعد پھر تھوڑا سا ایک طرف سرک گیا۔ دوسرے شخص نے کہا کہ الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں اپنے بوڑے ماں
باپ کو ہر رات اپنی بکریوں کا دودھ پلایا کرتا تھا۔ ایک دن مجھے کچھ تاخیر ہوگئی اور میرے ماں باپ میرا انتظار کرتے ہوئے سو
گئے۔ جب میں آیا تو میں نے ادب کی وجہ سے ان کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ میرے بچے بھوک کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ مگر
میں اپنے والدین کی بیداری کا انتظار کرتا رہا۔ نہ تو میں نے اپنے بچوں کو دودھ پلایا اور نہ ہی اپنے ماں باپ کو جگایا۔ یہاں تک کہ صبح
ہوگئی۔ اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیرے خوف اور صلہ رحمی کی وجہ سے تھا۔ تو ہم پر سے پتھر کی بلا کو ٹال دے۔ اس دعا کے بعد پتھر کا
ایک حصہ مزید کھسک گیا۔ اور ان کو آسمان نظر آنے لگا۔ تیسرے شخص نے کہا: الٰہی تو جانتا ہے کہ میں اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا۔ میں

نے اس کو کئی بار برے ارادے سے بلایا، لیکن وہ انکار کرتی رہی یہاں تک کہ میں نے اس کو سو دینار کا لالچ دے کر اسے قائل کر لیا۔ جب میں اس پر پوری طرح قادر ہو گیا۔ اور میں نے چاہا کہ میں اپنی نفسانی خواہش پورا کروں۔ تو اس نے بے ساختہ مجھے کہا کہ اللہ کے خوف سے ڈر اور ناجائز طریقے سے ایک باکرہ لڑکی کی مہر کو نہ توڑ۔ اس لڑکی کے ان فقروں کو سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ اور سو دینار جو اس کو دیئے تھے۔ وہ بھی چھوڑ دیئے۔ الٰہی! اگر میرا یہ عمل تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے تھا۔ تو اس پتھر کو ہٹا دے۔ اس دعا کے بعد یہ پتھر غار کے آگے سے بالکل ہٹ گیا اور یہ لوگ باہر نکل آئے۔ (بخاری)

٭ صلہ رحمی کا مطلب ہے کہ گود پیٹ کے رشتوں کو قطع نہ کرے۔ اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں برکت ہو، اسکی عمر زیادہ ہو، تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کو اپنائے۔ (بخاری)

لوگو! اپنا حسب نامہ اور اپنے رشتہ داروں کے نام یاد رکھو تا کہ ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے میں آسانی ہو۔ صلہ رحمی سے باہمی محبت زیادہ ہوتی ہے۔ مال بڑھتا ہے۔ (ترمزی)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر بڑھے۔ رزق میں کشادگی ہو، اور بری موت سے محفوظ رہے، اس کو چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور اپنے اندر صلہ رحمی پیدا کرے (احمد)

ایک اعرابی نے اللہ کے نبی ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر اونٹنی کو روک لیا۔ اور عرض کیا مجھے ایسا عمل بتائیں کہ جو مجھے جنت سے نزدیک اور دوزخ سے دور کر دے تو آپ ﷺ نے جواب دیا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اللہ ہی کی عبادت کرو، نماز پڑھو، زکوۃ ادا کرو اور دوسروں کے ساتھ صلہ رحمی کیا کر۔ بس اونٹ کی نکیل چھوڑ دے۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک اور حدیث اس اعرابی کے متعلق ملتی ہے۔

جب یہ اعرابی جس کو اللہ کے نبی ﷺ نے عبادت، نماز، اور صلہ رحمی کا حکم دیا تھا جب وہ نکیل چھوڑ کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جو میں نے اس کو بتایا ہے اگر اس پر اس نے عمل کیا تو جنت میں جائے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک اور حسن خلق ایسی چیزیں ہیں۔ جن سے عمریں زیادہ ہوتی ہیں اور گھر آباد رہتے ہیں۔ (احمد)

(بچہ دانی) عرش الٰہی سے لٹکا ہوا عرض کرتا ہے۔ جس نے مجھ کو ملایا اس کو اللہ ملائے گا اور جس نے مجھے قطع کیا اس کو اللہ قطع کرے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

اگر کوئی رشتہ دار تجھ سے قطع تعلقی کرے تو تو اس سے میل جول پیدا کرنے کی کوشش کر یہی اصلی صلہ رحمی ہے۔ صلہ رحمی یہ نہیں کہ قطع تعلقی کرنے والے کے ساتھ تو بھی روٹھ کر بیٹھ جائے۔ (بخاری)

ایک صحابی نے اللہ کے نبی ﷺ سے پوچھا، یا رسول ﷺ! بہترین عمل کون سا ہے۔ جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا وقت پر نماز پڑھنا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے بعد؟ فرمایا۔ ماں باپ سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کے ساتھ ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ اس نے عرض کیا، اللہ کے نبی ﷺ اس کے بعد کون سا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک شخص نے اللہ کے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی اطاعت میں بہشت ہے۔ اور ان کی نافرمانی میں دوزخ ہے۔ (ابن ماجہ)

ایک صحابی نے اللہ کے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں۔ مجھے مشورہ دیں۔ فرمایا! کیا تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں اللہ کے رسول ﷺ ماں تو ہے، فرمایا! اس کے پاس رہ جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔ (نسائی)

ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ نیک سلوک اور اچھے برتاؤ میں کس کو مقدم کرنا چاہئے۔ فرمایا! ماں کو۔ سائل نے پھر پوچھا کس کو؟ دوبارہ اللہ کے نبی ﷺ نے جواب دیا کہ ماں کو، تین مرتبہ ماں کا ذکر کیا۔ چوتھی مرتبہ اس شخص نے دوبارہ پوچھا کہ اب کس کو مقدام کرنا چاہئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باپ کو۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا باپ ہیں؟ اس نے عرض کی حضور ﷺ ماں باپ زندہ ہیں۔ فرمایا ان کے ساتھ نیکی کر۔ اگر تو نے ان کے ساتھ نیکی کی، پوری خدمت کی تو تجھ کو جہاد کے ساتھ ساتھ حج اور عمرے کا بھی ثواب ملے گا۔ (طبرانی)

ایک حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص کسی دوسرے انسان پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری۔ مسلم)

ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت کو صلہ رحمی بہت پسند ہے۔

اس لئے آج ہمیں چاہئے کہ ہم سب اپنے اندر صلہ رحمی کو پیدا کر کے اللہ کو راضی کر کے جنت میں اپنے داخلے کو ممکن بنائیں۔ اگر چہ یہ بات درست ہے کہ جنت میں جانا آسان نہیں۔ اس کے لئے بہت سی صعوبتوں، تکلیفوں، اور دکھ درد کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے اندر صلہ رحمی کی راہ ہموار کریں اور ایک دوسرے کی باتوں کو انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ درگزر کرنا سیکھ لیں تو انشاء اللہ ہمارا ٹھکانہ جنت میں ممکن ہو جائے گا۔

صلہ رحمی کس طرح ہو سکتی ہے؟

صلہ رحمی کی بہت سی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ گاہے بگاہے رشتہ داروں سے ملاقات کی جائے۔ اگر فاصلہ زیادہ اور وقت کا مسئلہ ہو تو اس کے لیے مواقع خاص کئے جا سکتے ہیں مثلاً ہر سال عید کسی ایک جگہ یا مرکزی گھر میں اکٹھے منائی جائے۔ ان کے گھروں میں آیا جایا جائے۔ ان سے حال احوال پوچھتے رہیں۔ اب تو ٹیلی فون کی سہولت ہر جگہ میسر ہے، اس کے ذریعے رابطے میں رہا جائے۔ خاندان کے بڑوں کی عزت و توقیر کی جائے۔ چھوٹی موٹی باتوں کو خواہ مخواہ ایشو یا اپنی انا کا مسئلہ نہ بنا لیا جائے۔ چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔ خاندان کے غریب افراد پر صدقہ کیا جائے۔ روپے پیسے کے علاوہ پُرخلوص مشورے اور بہتر معاملات کی طرف رہنمائی کے ذریعے بھی ان کی معاونت ہو سکتی ہے۔ اُمرا کے ساتھ نرمی اور احترام کا معاملہ کیا جائے۔ اگر کوئی رشتہ دار گھر میں ملنے کے لیے آ جائے تو اس کا اچھی طرح استقبال کیا جائے۔ جس حد تک ممکن ہو، ان کی خدمت کر کے خوشی محسوس کی جائے۔ خوشی اور غمی کے مواقع پر ان کے ساتھ شامل ہوا جائے، اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنی خوشی غمی کی محفلوں کو فرسودہ روایات سے پاک

کردیں۔ تصنع اور نمود و نمائش کی بجائے سادگی سے کام لیا جائے تا کہ ایک دوسرے کے پروگراموں میں شمولیت اختیار کرتے ہوئے کوئی بوجھ محسوس نہ ہو۔

قطع رحمی کے گناہ ہونے کا بیان

جس طرح صلہ رحمی میں بڑا ثواب ہے۔ اسی طرح قطع رحمی میں بھی بڑا گناہ ہے۔ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا:

"لا یدخل الجنة قاطع رحم" (بخاری)

"قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ سلم کے پاس آ کر ذکر کیا؛ اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے جڑتا ہوں اور وہ مجھ سے کٹتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہوں۔ مگر وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں اور وہ میرے ساتھ نادانی کرتے ہیں جبکہ میں ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ: بات اگر ایسی ہے جو تم کہہ رہے ہو تو گویا تم ان کے منہ میں راکھ ہی ڈالتے ہو۔ اور جب تک تم اسی برتاؤ پر قائم رہو گے تو ان کے خلاف اللہ کی طرف سے تمہارے لیے معاون ہوگا۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: گویا تم ان کو گرم راکھ کھلاتے ہو، قاطع رحم کو جو سزا اور تکلیف ملے گی گویا اس کی تشبیہ ہے گرم راکھ پھانکنے والے کو ہونے والی تکلیف و درد سے۔ اسی طرح قطع رحمی لعنت اور عقاب و سزا کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۲۲ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ) (محمد: 22 23)

"اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی اللہ نے چھین لی ہے۔"

اور فرمایا:

(وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ) (الرعد: 25)

"اور جو اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے انہیں توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کے لیے لعنتیں ہیں اور ان کے لیے برا گھر ہے۔"

واضح ہو کہ سب سے بڑی قطع رحمی والدین سے متعلق قطع رحمی ہے، پھر اس کے بعد رشتہ داروں الاقرب فالاقرب۔ اور اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ألا أنبئكم بأكبر الكبائر ثلاث مرات قلنا: بلى يا رسول الله! قال: الاشراک بالله وعقوق الوالدين"

"تین بار آپ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو اکبرالکبائر (کبیرہ گناہوں) کے بارے میں نہیں بتاؤں؟ ہم صحابہ نے عرض کیا، ہاں کیوں نہیں؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا: "اللہ کی ذات میں دوسرے کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔"

یہ کتنا بڑا جرم ہے کہ اس کا گناہ اس قدر سخت ہے کہ اشراک باللہ کے بعد ہی وہ مذکور ہے۔

اسی طرح آخرت سے قبل دنیا میں بھی اس کی جلد سزا ملتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: قطع رحمی اور ظلم سے بڑھ کر کوئی بھی گناہ ایسا نہیں کہ اللہ اس کے مرتکب کو دنیا ہی میں جلد سزا دے۔ باوجودیکہ آخرت میں بھی وہ اس کے لیے تیار رہے۔

رشتہ داروں کے فرق مراتب کا بیان

برادران اسلام! رشتہ داروں کے کئی درجے ہیں:

پہلا درجہ: استقامت اور دین وتقویٰ والوں کے ساتھ صلہ رحمی کا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی الاقرب فالاقرب کے طریقے کے مطابق کی جائے، خواہ وہ عام رشتہ دار ہوں یا خاص۔

دوسرا درجہ: فاسق اور فاجر لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کا ہے۔

ان کی دو قسمیں ہیں:

علانیہ طور پہ اپنی بدعت اور فسق وفجور کا ارتکاب کرنے اور اس کی دعوت دینے والوں سے پورے طور پہ قطع تعلق کیا جائے گا۔ اور یہ اللہ عزوجل سے قربت کے لیے ہوگا۔ نیز اس سلسلے میں کوئی ڈھیل نہیں ہوگی۔ ہاں اگر ان کے ساتھ مدارات کسی برائی کو دور کرنے یا کوئی اور دینی فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہو تو ٹھیک ہے اور حسب ضرورت ایسا کرنا مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِلَّآ أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾ (آل عمران:28)

"الا یہ کہ تم ان سے کوئی بچاؤ چاہو۔"

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ اسے اجازت دے دو: (بئس أخو العشيرة) "یہ قبیلے کا برا آدمی ہے۔" لیکن جب وہ اندر آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نرمی سے گفتگو کی۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ اس کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کہہ چکے ہیں پھر بھی آپ نے اس سے نرم گفتگو کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ: سب سے برا شخص وہ ہے جس سے لوگوں نے اس کی فحش کلامی سے بچنے کے لیے علیحدگی اختیار کر لی ہو یا اسے چھوڑ دیا ہو۔ (بخاری:6054)

اور جو اپنی بدعت اور فسق وفجور کو چھپانے والا ہوگا اس کے ساتھ مستور الحال مسلمان کی طرح برتاؤ ہوگا، الا یہ کہ کسی کی حقیقت

معلوم ہو جائے۔ یہاں تک کہ اگر ان کے ساتھ حسن معاملہ وسلوک کرنے میں کسی برائی کا خاتمہ یا کوئی فائدہ حاصل کرنا مقصود ہے تو اس کے ساتھ معاملہ ہوگا۔

تیسرا درجہ: کفار اور منافقین کا ہے:

ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔

محارب جو مسلمانوں سے برسرپیکار رہتا ہے، ایسے شخص سے قطع تعلقی کی جائے گی۔ الا یہ کہ مدارات اور اس کے شر سے بچنا مقصود ہو۔

غیر محارب، اس کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن معاملہ کا برتاؤ کیا جائے گا۔

غیر محارب کافر و فاجر رشتہ داروں کے صلہ رحمی کے طریقے یہ ہیں:

ان کے لیے وعظ و نصیحت میں محنت کرنا، ان کو اسلام کی دعوت دینا اور مختلف طریقوں سے ان کو اسلام کی طرف بلانا۔

ان کے حق میں غائبانہ ہدایت کی دعاء کرنا، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعا فرمایا کرتے تھے۔"

اللھم إهد قومي فإنهم لا يعلمون"

"اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیوں کہ وہ نادان ہے۔" "اللھم إهد دوسا" "اے اللہ! قبیلۂ دوس کو ہدایت دے۔"

ان کے ساتھ بھلائی صلہ رحمی کرنا، اور ان سے ربط و تعلق پیدا کرنا۔ بشرطیکہ وہ محارب اور دشمنی کرنے والے نہ ہوں۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرو۔ اور ملاقات، ھدیے اور تحفے تحائف کے ذریعہ اپنے رشتہ داروں سے جڑو، نرمی خوش روئی، عزت واکرام اور احترام کے ساتھ ان سے ملو اور ہر اس طریقہ سے رشتہ داروں کے ساتھ جڑو جو لوگوں میں متعارف ہے۔ دنیا اور آخرت میں کامیاب رہو گے۔ اور قطع تعلق سے بچو، کیوں کہ یہ دنیا و آخرت میں مصیبت اور نقصان کا سبب ہے۔

بَابٌ فِي الشُّحِّ

باب: کنجوسی کا بیان

1698 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالشُّحِّ، أَمَرَهُمْ بِالْبُخْلِ فَبَخِلُوا، وَأَمَرَهُمْ بِالْقَطِيعَةِ فَقَطَعُوا، وَأَمَرَهُمْ بِالْفُجُورِ فَفَجَرُوا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''حرص سے بچو کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ حرص کی وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوئے۔ اس حرص نے انہیں کنجوسی

کرنے کی ترغیب دی۔ انہوں نے کنجوسی کی۔ اس حرص نے انہیں رشتے داری کے حقوق کو پامال کرنے کی ترغیب دی تو انہوں نے رشتے داری کے حقوق کو پامال کیا۔ اس حرص نے انہیں گناہ کرنے کی ہدایت دی تو وہ گناہ کرنے لگے''۔

حرص کے معنی ومفہوم کا بیان

حرص کے معنی ہیں لالچ کرنا یا آرزو وارادے کو دراز وسیع کرنا" حرص" کا تعلق نیک آرزوؤں اور اچھے ارادوں سے بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ آیت (ان تحرص علیٰ ھداھم) اور لفظ حرص کا اطلاق نفسانی خواہشات کے زیادتی اور دنیاوی چیزوں کے لالچ پر بھی ہوتا ہے جو ایک بری چیز ہے، چنانچہ قاموس میں لکھا ہے کہ بدترین حرص یہ ہے کہ تم اپنا حصہ بھی حاصل کرلو اور غیر کے حصے کی بھی طمع رکھو۔ حاصل یہ کہ نیک امور جیسے حصول علم، اللہ کے دین کی سربلندی اور اچھے اعمال، اس میں حریص ہونا یعنی آرزوؤں اور ارادوں کو دراز وسیع کرنا، متفقہ طور پر علماء کے نزدیک بہت اچھی بات ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ طوبی لمن طال عمرہ وحسن عملہ۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے آخر میں اس آرزو اور ارادہ کا اظہار فرمایا تھا کہ اگر میں اگلے سال تک جیتا رہا تو (محرم کی) نویں تاریخ کو بھی روزہ ضرور رکھوں گا اس کے برخلاف جس آرزو و ارادے کی درازی کا تعلق دنیاوی خواہشات نفس جیسے مال ودولت جمع کرنے اور جاہ ومنصب کی طلب سے ہو تو وہ بہت بری بات ہے۔ جہاں تک عنوان کے پہلے لفظ امل" کا تعلق ہے تو اس سے مراد دنیاوی امور (یعنی خوش حال زندگی اور محض دنیاوی بہبودی وترقی وغیرہ) کی امیدوں، تمناؤں اور خیالی منصوبوں کی درازی ووسعت میں اس حد تک مبتلا ہو جاتا ہے کہ موت کے لئے مستعد رہنے اور توشہ آخرت تیار کرنے سے غافل ہو جائے۔ اور یہ شان صرف انہی لوگوں کی ہوسکتی ہے جو دین وآخرت سے غافل، اللہ فراموش اور دنیاوی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھنے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آیت (ذرھم یأکلوا ویتمتعوا ویلھھم الامل)، یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے کہ (وہ خوب) کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے (یعنی دنیا بھر کی آرزوئیں اور تمنائیں) ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں۔

بڑھاپے کی حرص کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" انسان (خود تو بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس میں دو چیزیں جوان اور قوی ہو جاتی ہیں، ایک تو مال جمع کرنے کی حرص اور اس کو خرچ نہ کرنے کی عادت اور دوسرے درازی عمر کی آرزو۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1195)

یہ حقیقت ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی بوڑھا ہو جائے، اس کے مزاج واطوار اور اس کی جبلت پر مذکورہ بالا دونوں خصلتوں کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوتی بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ ان دونوں چیزوں کا زور بھی بڑھتا رہتا ہے اور بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نفس اگر علم وعمل اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ محفوظ وپاکیزہ نہ ہو جائے تو وہ اپنی خواہشات اور اپنے جذبات کی گرفت میں رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ خواہشات وجذبات کی تکمیل، مال اور عمر کے بغیر نہیں ہوسکتی، دوسرے یہ کہ انسان جب بڑھاپے کی منزل میں پہنچ جاتا

ہے تو اس میں ان نفسانی خواہشات وجذبات کا وجود تو جوں کا توں قائم رہتا ہے لیکن وہ قوت عقلیہ کو (قوت شہوانیہ) کے محرکات کو دفع نہیں کر سکتی! اسی اعتبار سے ان دونوں چیزوں کو "جوان اور قوی" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

کنجوسی اور حرص کی مذمت کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس امت کی پہلی نیکی، یقین کرنا اور زہد اختیار کرنا ہے اور اس امت کا پہلا فساد، بخل اور دنیا میں باقی رہنے کی آرزو کو دراز کرنا ہے۔

(بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1206)

"یقین" سے مراد ہے اس بات پر کامل اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ رازق ہے اور رزق پہنچانے کا متکفل وضامن ہے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت: (وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا) یعنی روئے زمین پر ایسا کوئی چلنے والا جاندار نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ "زہد اختیار کرنے" کا مطلب دنیا کی محبت میں گرفتار ہونے سے بچنا اور دنیا کی نعمتوں و لذتوں سے بے اعتنائی ولا پرواہی برتنا ہے۔ حاصل یہ کہ دین وآخرت کی بھلائی وکامیابی کا مدار تقوی پر ہے جو زہد ویقین سے حاصل ہوتا ہے اور دین وآخرت کی خرابی کی جڑ طمع ولالچ ہے جو بخل اور درازی عمر کی آرزو سے پیدا ہوتا ہے۔

چنانچہ جب حق تعالیٰ کی رزاقیت پر کامل اعتقاد ویقین ہوتا ہے تو بخل کا مادہ فساد نہیں پھیلاتا کیونکہ بخل کا سبب وہ بے یقینی ہوتی ہے جو رزق پہنچنے کے تئیں انسان اپنے اوپر طاری کر لیتا ہے یعنی اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ میرے پاس جو مال وزر ہے اگر میں نے اس کو انفاق وایثار کی صورت میں خرچ کر دیا تو پھر کل کہاں سے کھاؤں گا۔ اسی طرح جب زہد کی راہ اختیار کی جاتی ہے تو دنیا میں باقی رہنے کی تمنا اور آرزوؤں کی درازی ختم ہو جاتی ہے اس لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ اس امت کا پہلا فساد بخل اور آرزو ہے۔ کیونکہ یہ دونوں خصلتیں رزاقیت حق پر یقین اور زہد کی ضد ہیں۔

یقین" کی تعریف: اس موقع پر یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ "یقین" کا اصل مفہوم کیا ہے؟ چنانچہ حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "حبل المتین فی تحصیل الیقین" میں لکھا ہے کہ "اعتقاد کا جزم کی حد تک پہنچ جانا اور دلیل وبرہان کے ذریعہ اتنا مضبوط ومستند ہو جانا کہ حق کو ثابت کر دے" حکماء ومتکلمین کی اصطلاح میں "یقین" کہلاتا ہے، لیکن صوفیہ کی اصطلاح میں اس مفہوم پر "یقین" کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ تصدیق دل پر اس حد تک غالب نہ ہو جائے کہ دل پر اس کے تصرف وحکمرانی کا سکہ چلنے لگے۔ یا اس دل کو صرف انہی چیزوں کی طرف مائل کرنے لگے جو شریعت کے مطابق ہوں اور ان چیزوں سے باز رہے جو شرعی احکام کے خلاف ہوں۔ مثلاً موت کا اعتقاد ہر شخص رکھتا ہے اور وہ اعتقاد نہ صرف جزم کی حد تک ہوتا ہے بلکہ دلیل وبرہان کے ذریعہ اتنا مضبوط ومستند ہوتا ہے کہ وہ موت کو ایک اٹل حقیقت بھی ثابت کرتا ہے تو حکماء متکلمین کے نزدیک اس اعتقاد پر یقین کا اطلاق کیا جا سکتا ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک وہ اعتقاد حقیقی معنی میں "یقین" نہیں کہلا سکتا اور اس اعتقاد کا حامل "صاحب یقین" شمار نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ اس کے دل پر موت کی یاد غالب نہ ہو اور موت کا احساس اس حد تک اس پر متصرف وحکمران نہ ہو کہ وہ طاعات کی مشغولیت اور گناہ کے ترک کے ذریعہ ہر وقت موت کے لئے تیار رہے۔ واضح رہے کہ

چار امور ایسے ہیں جو یقین کا محل ہیں۔ یوں تو وہ تمام چیزیں یقین کی متقاضی ہیں جن کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے لیکن ان تمام چیزوں کی اصل اور بنیاد ہونے کی حیثیت سے وہ چار امور اس درجہ کے ہیں کہ ان پر ہر سالک کو یقین رکھنا بنیادی طور پر ضروری ہے۔ ایک تو توحید، یعنی یہ پختہ اعتقاد رکھنا کہ جو کچھ بھی واقع ہوتا ہے حق تعالیٰ ہی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے دوسرے توکل، یعنی اس بات پر کامل یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ رزق پہنچانے کے متکفل وضامن ہے، تیسرے جزاء سزا کا اعتقاد، یعنی یہ یقین رکھنا کہ ہر عمل کی جزاء وسزا مقرر ہے تمام اعمال پر ثواب عذاب کا مرتب ہونا لازمی امر ہے اور چوتھے یہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے تمام احوال کیفیات اور تمام حرکات وسکنات سے پوری طرح باخبر اور مطلع ہے پس توحید کے تئیں یقین کا فائدہ یہ ہوگا کہ مخلوقات کی طرف رغبت والتفات نہیں رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق پہنچنے کے تئیں یقین رکھنے کا فائدہ ہوگا کہ یا تو حصول رزق کی طلب وکوشش میں میانہ روی اختیار کرے گا، یا اگر افلاس وناداری کی صورت میں غذائی ضروریات پوری نہ ہوں گی تو کسی تاسف اور بددلی میں مبتلا نہیں ہوگا، اعمال کے جزاء وسزا کے تئیں یقین رکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ طاعات وعبادات کی مشغولیت اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے حصول میں زیادہ سے زیادہ سعی وکوشش کرے گا اور گناہ ومعصیت کی زندگی سے اجتناب کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے کے تئیں یقین رکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کی طرح زیادہ سے زیادہ متوجہ رہے گا۔ یہ حضرت شیخ عبدالوہاب کے کلام کا خلاصہ تھا۔ اب آخر میں یہ بتادینا ضروری ہے کہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رزاقیت، رزق پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے رزق دینے کا جو وعدہ کیا ہے اس پر کامل توکل اعتماد رکھنا، تمام روحانی وباطنی اعلیٰ مراتب میں سے ایک بہت بڑا مرتبہ ہے نیز سالک راہ حق کو یہ مرتبہ اختیار کئے بغیر کوئی چارہ نہیں اور تمام عبادات وطاعات میں قلبی فروغ واطمینان کا انحصار اس مرتبہ پر ہے۔

امام زمانہ، قطب وقت، حضرت الشیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ نے بڑی عارفانہ بات کہی ہے کہ دو ہی چیزیں ایسی ہیں جو عام طور پر بندہ اور اللہ کے درمیان پردہ کی طرح حائل ہو جاتی ہیں یعنی ان دونوں چیزوں کی وجہ سے بندہ معرفت حق حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے ایک تو رزق کا فکر اور دوسرے مخلوق کا خوف اور ان دونوں میں سے بھی زیادہ سخت پردہ رزق کا فکر ہے۔ امام اصمعی رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دیہاتی کے سامنے سورت والذاریات کی تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچا آیت (وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ) (51۔ الذاریات:22) تو اس دیہاتی نے (جو بڑے غور کے ساتھ میری تلاوت سن رہا تھا) ایک دم کہا کہ بس کیجئے۔ اور پھر وہ اپنی اونٹنی کی طرف متوجہ ہوا، اس نے اس اونٹنی کو نحر کیا اور اس کا گوشت کاٹ بنا کر ان تمام لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا جو اس کے آس پاس موجود تھے، اس کے بعد اس نے اپنی تلوار اور کمان اٹھائی اور ان کو بھی توڑ کر پھینک دیا اور پھر بغیر کچھ کہے سنے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

کافی عرصہ کے بعد میں ایک دن بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک اس دیہاتی سے ملاقات ہوگئی جو خود بھی طواف کر رہا تھا میں اس کو دیکھ کر حیران رہ گیا، اس کا بدن بالکل سوکھ گیا تھا اور رنگ زرد ہو گیا تھا، اس نے مجھ کو دیکھ کر سلام کیا اور کہنے لگا کہ وہی سورت پھر پڑھیے جو آپ نے اس دن پڑھی تھی چنانچہ میں نے وہ سورت پڑھنی شروع کی اور جب اسی آیت یعنی (وَفِي السَّمَاءِ

رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ)(51۔الذاریات:22) پر پہنچا تو اس نے ایک چیخ ماری اور کہا آیت (قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا)(7۔الاعراف:44)، اس کے بعد اس نے کہا کہ کچھ اور؟ (یعنی اب آگے کی آیت پڑھیے) میں نے آگے کی آیت پڑھی (فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ)(51۔الذاریات:23) اس نے آیت سن کر پھر ایک چیخ ماری اور کہنے لگا، یا اللہ پاک ہے تیری ذات، وہ کون بدبخت ہے جس نے اللہ کو اتنا غصہ دلایا کہ اس کو قسم کھانی پڑی؟ اس شخص کی بدبختی کا کیا ٹھکانا ہے کہ پروردگار نے جو کچھ فرمایا اور جو وعدہ کیا اس پر اس نے یقین نہیں کیا یہاں تک کہ پروردگار کو قسم کھا کر اس بات کا یقین دلانا پڑا؟ اس دیہاتی نے تین مرتبہ یہی جملے ادا کئے اور اس کے ساتھ ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

دنیا وآخرت میں کنجوسی کا نقصان

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے متعلق احادیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں ہم مختصراً چند حدیثیں نقل کرتے ہیں، پہلی حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''ہر صبح دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما (اس پر دوسرا فرشتہ آمین کہتا ہے) اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! خرچ نہ کرنے والے کا مال تلف فرما'' (پہلا فرشتہ اس پر آمین کہتا ہے، پھر دونوں فرشتے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں) (مشکوٰۃ ۱۸۶۰)

معلوم ہوا کہ جو راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے اس کو دنیا میں بھی اس کا عوض ملتا ہے اور جو جمع رکھتا ہے اس کا مال دیر سویر تلف ہو جاتا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ: ''جو شخص بھی سونا یا چاندی (یا نقد) رکھتا ہے، اگر وہ اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا تو جب قیامت کا دن آئے گا اس کے لیے اس سونے چاندی سے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی پھر ان سے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا جب بھی وہ ٹھنڈی پڑیں گی دوبارہ تپائی جائیں گی، یہی عذاب اس کو قیامت کے پورے دن میں ہوتا رہے گا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہے، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا پھر وہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف جائے گا۔

(مشکوٰۃ حدیث ۱۷۷۳)

اور اس سزا کا تذکرہ سورہ توبہ آیت ۳۴، و ۳۵ میں بھی آیا ہے، تیسری حدیث: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی حدیث میں سونے چاندی کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا وبال بیان فرمایا تو دریافت کیا گیا کہ اگر کسی کے پاس اونٹ، گائیں، بھینسیں اور بھیڑ بکریاں ہوں اور ان کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو تو کیا سزا ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سزا بھی ویسی ہی بیان فرمائی جیسی سونے چاندی کی بیان فرمائی تھی، مثلاً مویشی کے مالک کو ہموار میدان میں منہ کے بل لٹایا جائے گا اور اونٹ حاضر کیے جائیں گے جو گنتی میں پورے ہوں گے، موٹاپے میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی اور ان میں سے بچہ تک غائب نہ ہوگا، وہ اپنے مالک پر چلیں گے اور اس کو کاٹیں گے، اسی طرح بھیڑ بکری، بھینس وغیرہ کو سمجھ لیا جائے۔ چوتھی حدیث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: انتہائی درجہ کی بخیلی سے بچو، غایت حرص ہی نے تم سے پہلے والوں کو تباہ کیا ہے، اس نے ان کو ابھارا اور انہوں نے اپنوں ہی کا خون بہایا اور ناجائز چیزوں کو حلال کر لیا۔ (مشکوٰۃ حدیث ۱۸۶۵)

پانچویں حدیث: ارشاد فرمایا: خیرات خطا کو بجھاتی ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے، یعنی دنیا وآخرت میں وہ خطا کے ضرر

سے محفوظ رہتا ہے۔ (مشکوٰۃ حدیث معاذ نمبر ۲۹)

چھٹی حدیث: ارشاد فرمایا: جو شخص حلال کمائی سے کھجور کے بقدر بھی خیرات کرے اور اللہ تعالیٰ حلال ہی کو قبول فرماتے ہیں تو اللہ اس خیرات کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتے ہیں، اور اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، پھر اس کو خیرات کرنے والے کے لیے پالتے ہیں، جس طرح لوگ بچھڑے کو پالتے ہیں حتیٰ کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ حدیث ۱۸۸۸)

ساتویں حدیث: ارشاد ہے: سخی اللہ سے نزدیک، جنت سے نزدیک، لوگوں سے نزدیک، جہنم سے دور ہے، اور بخیل اللہ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور، جہنم سے نزدیک ہے، اور جاہل سخی یقیناً اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا ہے عابد بخیل سے۔ (مشکوٰۃ حدیث ۱۸۶۹)

آٹھویں حدیث: ارشاد فرمایا: مکار، بخیل اور احسان جتلانے والے جنت میں نہیں جائیں گے۔ (مشکوٰۃ حدیث ۱۸۷۳)

نویں حدیث: ارشاد فرمایا: خود غرضی اور ایمان کسی بندے کے دل میں کبھی اکھٹا نہیں ہوتے۔ (نسائی ۱۳/۶) کیونکہ یہ دونوں متضاد کیفیات ہیں اور ضدین کا اجتماع ناممکن ہے۔

دسویں حدیث: ارشاد فرمایا: خیرات پروردگار کے غصہ کو ٹھنڈا کرتی ہے اور بری موت کو ہٹاتی ہے، یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ عافیت سے رکھتے ہیں اور خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ حدیث ۱۹۰۸) تلک عشرۃ کاملۃ

سانپ اور تختیوں کی سزا میں فرق

حجۃ اللہ البالغہ میں ان دونوں سزاؤں کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: قرآن کریم اور مذکورہ روایات میں اموال یعنی سونا چاندی کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، ایک مال کا سانپ بن کر گلے کا ہار بننا، دوسری: اس مال کی تختیاں بنا کر اس سے مالدار کے خاص اعضا کو داغنا، یہ مختلف سزائیں، دو الگ الگ صورتوں میں دی جائیں گی، سانپ کا ہار اس صورت میں پہنایا جائے گا جب کہ آدمی پر اجمالی طور پر مال کی محبت غالب آئی ہوگی یعنی وہ زندگی بھر مال کی دہائی دیتا رہا ہوگا، اس صورت میں مال کی وہ محبت شیٔ واحد (سانپ) کی صورت میں ہوگی، اور مال کی محبت جس نے اس کے نفس کو گھیر رکھا تھا ہار پہنانے کی صورت میں نمودار ہوگی اور آخرت میں نفس کا ان اموال سے اذیت پانا نہایت زہریلے سانپ کے ڈسنے کی صورت میں جلوہ گر ہوگا۔ اور تختیوں کی سزا اس صورت میں دی جائے گی جب کہ متعین دراہم و دنانیر کی محبت اس پر غالب آئی ہوگی، مال کو جمع کر کے رکھا ہوگا، بار بار اس کو دیکھتا ہوگا، روپیوں کی گڈیاں گنتا ہوگا اور خوش ہوتا ہوگا، اور ہمہ وقت دل و دماغ مال کی صورتوں سے بھرے رہتے ہوں گے، اس صورت میں وہ مال تختیوں کی صورت میں کامل و مکمل اور تکلیف دہ ہو کر نمودار ہوگا یعنی اس کی دولت کا ایک پیسہ بھی غائب نہ ہوگا اور اس کی گرم دہکتی تختیاں بنا کر اس کے اعضا کو داغا جائے گا۔ (رحمۃ اللہ الواسعہ ۳۸/۴) (پناہ بخدا)

زکوٰۃ معینہ مقدار میں ادا کی جائے گی

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ مالداروں کے مال میں اللہ تعالیٰ نے غریبوں محتاجوں اور سائلین کے لیے ایک معین حق رکھا ہے جو

مالدار کے ذمہ دینا ضروری ہے، اور یہ اس کے مال میں فقراء و مساکین کا حق ہے مالدار کا کوئی احسان نہیں ہے کہ وہ ان کو دے رہا ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ ان کی صوابدید کے اوپر چھوڑ دیا گیا ہے کہ جتنا سمجھ میں آئے دیدیا جائے اور جب جس کا جی چاہے اس میں کمی بیشی کر دے، اللہ تعالیٰ نے اس معین حق کی مقدار بھی بتلانے کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا اور آپ نے اس کا اس قدر اہتمام فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صرف زبانی بتلادینے پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس کے متعلق مفصل فرمان لکھوا کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور عمرو بن حزم کو سپرد فرمائے، جس سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ زکوۃ کے نصاب اور اور ہر نصاب میں سے مقدار زکوۃ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے واسطہ سے متعین کر کے بتلادیئے ہیں اس میں کسی زمانہ اور کسی ملک میں کسی کو کمی بیشی یا تغیر و تبدل کا کوئی حق نہیں ہے، اس لیے جان لینا چاہیے کہ جو صاحب نصاب ہے وہ مال کی پوری زکوۃ حساب لگا کر ادا کرے اور اس میں کسی طرح کی کوئی کمی بیشی نہ کرے ورنہ تو دنیا و آخرت کے عذاب کے لیے تیار رہے، اور ایک مومن کبھی بھی گوارہ نہیں کر سکتا کہ وہ اللہ کے عذاب سے مقابلہ کرنے کی سوچے اور ایسے کام کرے جس سے اس کے اوپر اللہ کا عذاب نازل ہو، اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

سیاہ رات اور کٹی ہوئی کھیتی

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہاں ان کافروں کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے مثال بیان ہو رہی ہے کہ جس طرح یہ باغ والے تھے کہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کی اور اللہ کے عذابوں میں اپنے آپ کو ڈل دیا، یہی حالت ان کافروں کی ہے کہ اللہ کی نعمت یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبر کی ناشکری یعنی انکار نے انہیں بھی اللہ کی ناراضگی کا مستحق کر دیا ہے، تو فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بھی آزمالیا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جس باغ میں طرح طرح کے پھل میوے وغیرہ تھے، ان لوگوں نے آپس میں قسمیں کھائیں کہ صبح سے پہلے ہی پہلے رات کے وقت پھل اتار لیں گے تاکہ فقیروں مسکینوں اور سائلوں کو پتہ نہ چلے جو وہ آ کھڑے ہوں اور ہمیں ان کو بھی دینا پڑے بلکہ کل پھل اور میوے خود ہی لے آئیں گے، اپنی اس تدبیر کی کامیابی پر انہیں غرور تھا اور اس خوشی میں پھولے ہوئے تھے یہاں تک کہ اللہ کو بھی بھول گئے انشاء اللہ تک کسی کی زبان سے نہ نکلا اس لئے ان کی یہ قسم پوری نہ ہوئی، رات ہی رات میں ان کے پہنچنے سے پہلے آسمانی آفت نے سارے باغ کو جلا کر خاکستر کر دیا ایسا ہو گیا جیسے سیاہ رات اور کٹی ہوئی کھیتی، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو گناہوں سے بچو گناہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے تیار کر دی گئی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو آیتوں کی تلاوت کی کہ یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہ کے اپنے باغ کے پھل اور اس کی پیداوار سے بے نصیب ہو گئے۔ (ابن ابی حاتم)

صبح کے وقت یہ آپس میں ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ اگر پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو اب دیر نہ لگاؤ سویرے ہی چل پڑو، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ باغ انگور کا تھا، اب یہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے تاکہ کوئی سن نہ لے اور غریب غرباء کو پتہ نہ لگ جائے، چونکہ ان کی سرگوشیاں اس اللہ سے تو پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں جو دلی ارادوں سے بھی پوری طرح واقف رہتا ہے وہ بیان فرماتا ہے کہ ان کی وہ خفیہ باتیں یہ تھیں کہ دیکھو ہوشیار رہو کوئی مسکین بھنک پا کر کہیں آج آنہ جائے

ہرگز کسی فقیر کو باغ میں گھسنے ہی نہ دینا اب قوت وشدت کے ساتھ پختہ ارادے اور غریبوں پر غصے کے ساتھ اپنے باغ کو چلے، سدی فرماتے ہیں حردان کی بستی کا نام تھا لیکن یہ کچھ زیادہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ یہ جانتے تھے کہ اب ہم پھلوں پر قابض ہیں ابھی اتار کر سب لے آئیں گے، لیکن جب وہاں پہنچے تو ہکا بکا رہ گئے۔ کہ لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ میووں سے لدے ہوئے درخت اور پکے ہوئے پھل سب غارت اور برباد ہو چکے ہیں سارے باغ میں آندھی پھر گئی ہے اور کل باغ میووں سمیت جل کر کوئلہ ہو گیا ہے، کوئی پھل نصف دام کا بھی نہیں رہا، ساری تر و تازگی پژمردگی سے بدل گئی ہے، باغ سارا کا سارا جل کر راکھ ہو گیا ہے درختوں کے کالے کالے ڈراؤنے ٹنڈ کھڑے ہوئے ہیں، پہلے تو سمجھے کہ ہم راہ بھول گئے کسی اور باغ میں چلے آئے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا طریقہ کار غلط تھا جس کا یہ نتیجہ ہے پھر بغور دیکھنے سے جب یقین ہو گیا کہ باغ تو یہ ہمارا ہی ہے تب سمجھ گئے اور کہنے لگے ہے تو یہی لیکن ہم بدقسمت ہیں، ہمارے نصیب میں ہی اس کا پھل اور فائدہ نہیں، ان سب میں جو عدل وانصاف والا اور بھلائی اور بہتری والا تھا وہ بول پڑا کہ دیکھو میں تو پہلے ہی تم سے کہتا تھا کہ تم انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے۔

سدی فرماتے ہیں ان کے زمانہ میں سبحان اللہ کہنا بھی انشاء اللہ کہنے کے قائم مقام تھا، امام ابن جریر فرماتے ہیں اس کے معنی ہی انشاء اللہ کہنے کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے بہتر شخص نے ان سے کہا کہ دیکھو میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم کیوں اللہ کی پاکیزگی اور اس کی حمد وثناء نہیں کرتے؟ یہ سن کر اب وہ کہنے لگ ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اب اطاعت بجالائے جبکہ عذاب پہنچ چکا اب اپنی تقصیر کو مانا جب سزا دے دی گئی، اب تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے بہت ہی برا کیا کہ مسکینوں کا حق مارنا چاہا اور اللہ کی فرمانبرداری سے رک گئے، پھر سب نے کہا کہ کوئی شک نہیں ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی اسی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا، پھر کہتے ہیں شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے یعنی دنیا میں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخرت کے خیال سے انہوں نے یہ کہا ہو واللہ اعلم بعض سلف کا قول ہے کہ یہ واقعہ اہل یمن کا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یہ لوگ فروان کے رہنے والے تھے جو صنعاء سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اہل حبشہ تھے۔ مذہباً اہل کتاب تھے یہ باغ انہیں ان کے باپ کے ورثے میں ملا تھا اس کا یہ دستور تھا کہ باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ نکال کر اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی نفع اللہ کے نام صدقہ کر دیتا تھا اس کے انتقال کے بعد ان بچوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ ہمارا باپ تو بیوقوف تھا جو اتنی بڑی رقم ہر سال ادھر ادھر دے دیتا تھا ہم ان فقیروں کو اگر نہ دیں اور اپنا مال با قاعدہ سنبھالیں تو بہت جلد دولت مند بن جائیں یہ ارادہ انہوں نے پختہ کر لیا تو ان پر وہ عذاب آیا جس نے اصل مال بھی تباہ کر دیا اور بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔

پھر فرماتا ہے جو شخص بھی اللہ کے حکموں کے خلاف کرے اور اللہ کی نعمتوں میں بخل کرے اور مسکینوں محتاجوں کا حق ادا نہ کرے اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے اس پر اسی طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں اور یہ تو دنیوی عذاب ہیں آخرت کے عذاب تو ابھی باقی ہیں جو سخت تر اور بدتر ہیں، بیہقی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے رات کے وقت کھیتی کاٹنے اور باغ کے پھل اتارنے سے منع فرمادیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قلم، ۱۷، بیروت)

باغ والوں کا ابتلا اور ان کا قصہ

مسئلہ نمبر ۱؛ انا بلونھم مراد اہل مکہ ہیں۔ ابتلاء سے مراد آزمانا ہے۔ اس کا معنی ہے ہم نے انہیں مال عطا کئے تا کہ وہ شکر بجا لائیں نہ کہ وہ تکبر کریں۔ جب انہوں نے تکبر کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کی تو ہم نے بھوک اور قحط کے ساتھ آزمایا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جن کی خبر ان کے ہاں معروف و مشہور تھی۔ وہ باغ یمن کے علاقہ میں صنعاء سے چند فرسخ دور تھا۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: وہ دو فرسخ دور تھا وہ باغ ایک ایسے آدمی کا تھا جو اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا کرتا تھا جب وہ فوت ہو گیا تو باغ بیٹوں کی ملکیت میں آ گیا انہوں نے لوگوں کو اس کے مال سے روک دیا اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے میں بخل سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس باغ کو ایسے طریقہ سے ہلاک کر دیا جس کو دور کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ کلبی نے کہا، ان کے اور صنعاء کے درمیان دو فرسخ کا فاصلہ تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں ڈالا کہ ان کے باغ کو جلا دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ باغ ضوران میں تھا اور ضوران، صنعاء سے دو فرسخ کے مقام پر تھا۔ اس باغ والے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے سے تھوڑا عرصہ بعد ہوئے وہ سب بخیل تھے وہ مساکین سے بچنے کے لئے رات کے وقت کھجوروں سے پھل اتارتے تھے۔ انہوں نے فصل کاٹنے کا ارادہ کیا اور کہا: آج تم پر کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے وہ صبح صبح اس کی طرف گئے تو وہ باغ اپنی جڑوں سے اکھیڑا جا چکا تھا تو وہ رات کی طرح ہو چکا تھا۔ یہ سب یھ کہا جاتا ہے کہ دن کو بھی صریم کہتے ہیں۔ اگر رات مراد لی جائے تو اس جگہ کے سیاہ ہونے کی وجہ سے اسے صریم کیا گیا گویا انہوں نے اس کی جگہ کو سیاہ کیچڑ کوئلہ پایا اگر صریم سے مراد دن ہو تو اس کے درختوں اور کھیتیوں کے ختم ہونے اور زمین کے اندر سے صاف ہونے کی وجہ سے اسے صریم کہا گیا۔ طائف سے مراد حضرت جبریل امین ہیں انہوں نے اس باغ کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: اس باغ کو بیت اللہ شریف کے گرد چکر لگایا اور پھر اسے وہاں رکھ دیا جہاں آج کل طائف شہر ہے۔ اسی وجہ سے اس شہر کو طائف کہتے ہیں۔ حجاز کے علاقہ میں کوئی ایسا شہر نہیں جہاں درخت، انگور اور پانی ہو۔ بکری نے معجم میں کہا: طائف کو یہ نام اس لئے دیا گیا کیونکہ صدف کا ایک آدمی جسے دمون کہا جاتا اس نے ایک دیوار بنائی اور کہا: میں نے تمہارے شہر کے اردگرد ایک طائف بنائی ہے اس وجہ سے اس شہر کا نام طائف پڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

کھیتی کاٹنے کا وقت اور اس وقت کیا کرنا چاہئے

مسئلہ نمبر ۲ بعض علماء نے کہا: جو آدمی اپنی کھیتی کاٹے یا پھل کاٹے تو جو آدمی وہاں حاضر ہو اس کے ساتھ غم گساری کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: واتوا حقه يوم حصاده (الانعام:۱۴۱) کا یہی مقصود ہے، یہ زکوۃ کے علاوہ ہے جس طرح سورۃ الانعام میں گزر چکا ہے۔ بعض نے کہا: کاٹنے والوں نے جسے چھوڑ دیا ہے مالک پر لازم ہے کہ اسے چھوڑ دے کیونکہ بعض لوگ اس سے اپنی روزی تلاش کرتے ہیں۔ روایت بیان کی گئی ہے کہ رات کے وقت فصل کاٹنے سے منع کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کیونکہ اس طریقہ سے مساکین کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم ہے وہ منقطع ہو جاتا ہے جس نے یہ کہا اس نے سورۃ ن والقلم کی اس آیت کی یہ تاویل کی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رات کے وقت اس لئے کاٹنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ سانپوں اور دوسرے حشرات الارض کا

خوف ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں، پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ دوسرا احسن ہے۔ ہم نے کہا ہے، پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ سزا انہیں اسی لئے ملی جو انہوں نے مساکین کو محروم رکھنے کا ارادہ کیا تھا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ اسباط نے سدی سے روایت کی ہے کہ ایک قوم یمن میں آباد تھی ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا جب ان کے پھل پک جاتے تو مساکین اس کے پاس آجاتے وہ باغ میں داخل ہونے سے انہیں منع نہ کرتا، اس سے کھانے سے منع نہ کرتا اور زادراہ لینے سے منع نہ کرتا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹوں نے ایک دوسرے سے کہا، ہم اپنے اموال مساکین کو کیوں دیں۔ آؤ۔ ہم رات کے وقت اس میں داخل ہوں اور مساکین کو علم ہونے سے پہلے ہی کاٹ لیں۔ انہوں نے انشاء اللہ بھی نہ کہا۔ ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے راز داری سے بات کرو آج تم پر کوئی مسکین داخل نہ ہو اسی وجہ سے فرمایا: اذاق سموا الیصر منھا مصبحین۔ انہوں نے .... کہ مساکین کے گھروں سے نکلنے سے پہلے ہم صبح صبح اسے کاٹ لیں اور انہوں نے انشاء اللہ نے کہا۔ حضرت ابن عباس نے کہا: وہ باغ صنعاء سے دو فرسخ کے مقام پر تھا اسے ایک صالح آدمی نے لگایا تھا اس کے تین بیٹے تھے وہ تمام پھل مساکین کے لئے ہوتا جو درانتی پس رہ جاتا اور انگور میں سے اس نے نہ کاٹا ہوتا جب اسے چادر پر ڈالا جاتا تو جو پھل اس چادر سے گزر جاتا وہ بھی مساکین کے لئے ہوتا جب وہ اپنی کھیتی کاٹتے تو جو چیز درانتی سے رہ جاتی وہ مساکین کے لئے ہوتی جب وہ اس فصل کو صاف کرتے تو جو چیز ادھر ادھر بکھر جاتی وہ بھی مساکین کے لئے ہوتی ان کا باپ اس میں سے صدقہ کرتا ان کے باپ کی زندگی میں یتامی، بیوائیں اور مساکین اس سے وقت گزارتے جب ان کا باپ فوت ہو گیا تو بیٹوں نے وہ کچھ لیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ذکر کیا۔ انہوں نے کہا، مال کم ہو گیا ہے اور اہل وعیال زیادہ ہو گئے ہیں، انہوں نے باہم قسم اٹھائی کہ لوگوں کے نکلنے سے پہلے وہ باغ کی طرف جائیں گے پھر اسے کاٹیں گے اور مساکین کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: اذا قسموا الیصر منھا کا یہی معنی ہے انہوں نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنی کھجوروں کا پھل اس وقت کاٹیں گے جب ابھی رات کی کچھ تاریکی ہو گی تا کہ مساکین بیدار نہ ہو ہوں۔ صرمہ کا معنی کاٹنا ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: صرم العذق من النخل اس نے کھجور کا خوشہ کاٹا۔ اصرم النخل کھجور کے کاٹنے کا وقت آگیا جس طرح ارکب المھر اور احصد الزرع یعنی بچھیرے پر سواری کرنے کا وقت آگیا اور کھیتی کاٹنے کا وقت آگیا۔

ولایستثنون۔ انہوں نے انشاء اللہ نے کہا، فتنادوا مصبحین وہ ایک دوسرے کو ندا کرتے ہیں: ان اغدوا علی حرشکم ان کنتم صرمین۔ کھیتی کو کاٹنے کا عزم رکھتے ہو۔ قتادہ نے کہا: اگر تم کھیتی کاٹنے والے ہو۔ کلبی نے کہا: ان کے باغ میں جو کھیتی اور کھجوریں ہیں انہیں کاٹنے والے ہو۔ مجاہد نے کہا، ان کی کھیتی انگور کی تھی۔ انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا (۱) ابو صالح نے کہا، ان کی استثناء ان کا یہ قول تھا، سبحان اللہ ربنا ایک قول یہ کیا گیا ہے: لایستثنون کا معنی ہے وہ مساکین کا حق نہیں نکالتے، یہ علماء کا قول ہے وہ اپنے باغ میں رات کے وقت آئے انہوں نے باغ کو سیاہ پایا تیرے رب کی جانب سے ان پر ایک مصیبت آئی جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ قلم، ۱۷، بیروت)

صدقہ کرنے کا بیان

1699 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، حَدَّثَتْنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا لِي شَيْءٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ بَيْتَهُ، أَفَأُعْطِي مِنْهُ؟ قَالَ: أَعْطِي، وَلَا تُوكِي، فَيُوكَى عَلَيْكِ

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس صرف وہ مال ہوتا ہے' جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ گھر میں مجھے دیتے ہیں' تو کیا میں ان میں سے کوئی چیز (اللہ کی راہ میں) دے دیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دے دیا کرو اور تم باندھ کر نہ رکھا کرو' ورنہ تم پر بندش کر دی جائے گی"۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (بنت ابی بکر)

نام ونسب:۔

اسماء نام، ذات النطاقین لقب، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، ماں کا نام قتلہ بنت عبدالعزی تھا، ہجرت سے 27 سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔

نکاح:۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔

اسلام:۔

اپنے شوہر کی طرح انہوں نے بھی قبول اسلام میں سبقت کی، ابن اسحاق کے قول کے مطابق ان کا ایمان لانے والوں میں اٹھارہواں نمبر تھا۔

عام حالات:۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رفیق صحبت تھے، آپ دوپہر کو ان کے گھر تشریف لائے اور ہجرت کا خیال ظاہر فرمایا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے سفر کا سامان کیا، دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا، نطاق جسکو عورتیں کمر میں لپیٹتی ہیں پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا، یہ وہ شرف تھا جسکی بنا پر آج تک ان کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری ج1 ص555،553)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت کل روپیہ ساتھ لے گئے تھے۔ ابوقحافہ کو ان کے والد تھے، معلوم ہوا، بولے کہ انہوں نے جانی و مالی دونوں قسم کی تکلیف دی، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا، وہ کثیر دولت چھوڑ گئے ہیں، یہ کہکر اٹھیں اور جس جگہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مال رہتا تھا بہت سے پتھر رکھ دیئے اور ان پر کپڑا ڈال دیا، اور ابوقحافہ کو لے گئیں اور کہا ٹٹول لیجئے، دیکھیئے یہ رکھا ہے۔ ابوقحافہ نابینا تھے اس لیے مان گئے اور کہا کھانے کے لیے بہت ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے

کہ میں نے صرف ابوقحافہ کی تسکین کے لیے ایسا کیا تھا۔ ورنہ وہاں ایک حبہ بھی نہ تھا۔ (مسند ابن حنبل ج6 ص350)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر مستورات کو بلوایا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی آئیں۔ (اصابہ ج4 ص229، طبقات ج1ق1 ص 161 تہذیب ج5 ص214) قبا میں قیام کیا، یہاں عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے، ان کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے عبداللہ کو گود میں لیا، گھٹی دی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ (صحیح بخاری ج1 ص555) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جوان ہوئے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کے پاس رہنے لگیں کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی تھی۔ (فتح الباری ج6 ص 163 واسد الغابہ ج5 ص392)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے گھٹی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن پیا تھا اس بنا پر جب سن شعور کو پہنچے تو فضائل اخلاق کے مجسم پیکر تھے، ادھر سلطنت بنوامیہ کا فرمانروا (یزید) سرتاپا فسق و فجور تھا۔ حضرت عبداللہ نے اسکی بیعت سے انکار کیا، مکہ میں پناہ گزیں ہوئے اور وہیں سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی، چونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وجلالت کا ہر شخص معترف تھا اس لیے تمام دنیائے اسلام نے اس صدا پر لبیک کہی۔ اور ملک کا بڑا حصہ ان کے علم کے نیچے آ گیا، لیکن جب عبدالملک بن مروان تخت نشین ہوا، تو اس نے اپنی حکمت عملی سے بعض صوبوں پر قبضہ کرلیا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مقابلہ کی تیاریاں کیں، شامی لشکر نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کیا تو ابن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، وہ بیمار تھیں پوچھا، کیا حال ہے؟ بولیں "بیمار ہوں" کہا "آدمی کو موت کے بعد آرام ملتا ہے۔" حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا "شائد تمکو میرے مرنے کی تمنا ہے، لیکن میں ابھی مرنا پسند نہیں کرتی، میری آرزو یہ ہے کہ تم لڑ کر قتل ہو، اور میں صبر کروں، یا تم کامیاب ہو اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔" ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہنس کر چلے گئے، شہادت کا وقت آیا تو دوبارہ ماں کی خدمت میں آئے، وہ مسجد میں بیٹھی تھیں، صلح کے متعلق مشورہ کیا، بولیں "بیٹا! قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح بہتر نہیں۔ کیونکہ عزت کے ساتھ تلوار مارنا ذلت کے ساتھ کوڑا مارنے سے بہتر ہے۔" حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس پر عمل کیا اور لڑ کر مردانہ وار شہادت حاصل کی، حجاج نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا، تین دن گزرنے پر حضرت اسماء کنیز کو ساتھ لے کر اپنے بیٹے کی لاش پر آئیں، لاش الٹی لٹکی تھی دل تھام کر اس منظر کو دیکھا اور نہایت استقلال سے کہا "کیا اس سوا کے گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہیں آیا۔" (اسد الغابہ ج3 ص 163 واستیعاب ج1 ص366) حجاج کو چھیڑ منظور تھی، آدمی بھیجا کہ ان کو جا کر لائے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے انکار کیا، اس نے پھر آدمی بھیجا کہ "ابھی خیریت ہے ورنہ آئندہ جو آدمی بھیجا جائے گا وہ بال پکڑ کر گھسیٹ لائے گا۔" حضرت اسماء رضی اللہ عنہا صرف خدا کی شان جباری کی معترف تھیں، جوابدیا میں نہیں جاسکتی حجاج نے مجبوراً خود جوتا پہنا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا اور حسب ذیل گفتگو ہوئی، حجاج نے کہا، "کہیئے میں نے دشمن خدا (ابن زبیر رضی اللہ عنہما) کے ساتھ کیا سلوک کیا" حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بولیں "تو نے ان کی دنیا بگاڑ دی اور انہوں نے تیری عاقبت خراب کی! میں نے سنا ہے کہ تو ان کو طنزاً ذات النطاقین کا بیٹا کہتا ہے، خدا کی قسم ذات النطاقین میں ہوں۔ میں نے نطاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کھانا باندھا تا اور دوسرے کو کمر میں لپیٹتی تھی لیکن یہ یاد رہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف

میں ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا، چنانچہ کذاب کو دیکھ چکی ہوں اور ظالم تو ہے۔" حجاج نے یہ حدیث سنی تو چپکا اٹھ کھڑا ہوا۔ (صحیح مسلم ج2 ص375)

چند دنوں کے بعد عبدالملک کا حکم پہنچا تو حجاج نے لاش اترا کر یہود کے قبرستان میں پھینکوادی، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے لاش اٹھوا کر گھر منگوایا اور غسل دلوا کر جنازہ کی نماز پڑھی حضرت زبن زبیر رضی اللہ عنہما کا جوڑ جوڑ الگ تھا، نہلانے کے لیے کوئی عضو اٹھایا جاتا تو ہاتھ کے ساتھ چلا آتا لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ کیفیت دیکھ کر صبر کیا کہ خدا کی رحمت انہی پارہ پارہ ٹکڑوں پر نازل ہوتی ہے۔

وفات:۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دعا کرتی تھیں کہ جب تک میں عبداللہ کی لاش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے۔ (استیعاب ج1 ص366) چنانچہ ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے داعی اجل کو لبیک کہا، یہ جمادی الاولیٰ سن 73 ہجری کا واقعہ ہے اس وقت ان کی عمر سو سال کی تھی۔

اولاد:۔

حسب ذیل اولاد ہوئی، عبداللہ، منذر، عروہ، مہاجر، خدیجۃ الکبریٰ، اُمّ الحسن، عائشہ رضی اللہ عنہا،

(طبری ج3 ص2461 اور الریاض النضرہ ص279، 280)

حلیہ:۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا باایں ہمہ کہ سو برس کی تھیں لیکن ایک دانت بھی نہیں گرا تھا اور ہوش وحواس بالکل درست تھے۔ (اصابہ ج8 ص8) دراز قد اور لحیم شحیم تھیں، اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی، (مستدرج6 ص348 واسد الغابہ ج5 ص394)

فضل وکمال:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے چھپن احادیث روایت کی ہیں جو صحیحین اور سنن میں موجود ہیں، راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں،

عبداللہ رضی اللہ عنہ، عروہ، (پسران) عباد بن عبداللہ، عبداللہ بن عروہ (نبیرگان) فاطمہ بنت المنذر، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، عبادہ بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن کیسان (غلام) ابن عباس رضی اللہ عنہ، صفیہ بنت شیبہ، ابن ابی ملیکہ، وہب بن کیسان، ابوبکر وعامر (پسران ابن زبیر رضی اللہ عنہ) مطلب بن حنطب، محمد بن منکدر، مسلم معری، ابونوفل ابن ابوعقرب،

اخلاق:۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بالطبع نیکی کی طرف مائل تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسوف کی نماز پڑھا رہے تھے، نماز کو بہت طول دیا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا ان کے پاس دو عورتیں کھڑی تھیں۔ جن میں

ایک فربہ اور دوسری لاغر تھی یہ دیکھ کر انہوں نے اپنے دل کو تسلی دی کہ مجھے ان سے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا چاہیے، (مسند ج6 ص349)
لیکن چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوئی تھی، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو غش آ گیا، اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی۔ (صحیح بخاری ج1 ص146) ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ ان کے سر میں درد ہوتا تو سر پکڑ کر کہتیں (یہ میرا گناہ ہے اور جو گناہ خدا معاف کرتا رہتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں)۔

حق گوئی ان کا خاص شعار تھا اسکی متعدد مثالیں اوپر گزر چکی ہیں، حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جبار کے سامنے وہ جس صاف گوئی سے کام لیتی تھیں، وہ بجائے خود اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ ایکدن وہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنی کنیز کے ساتھ آئیں اور دریافت کیا کہ "امیر کہاں ہے" معلوم ہوا تو حجاج کے قریب گئیں، اس نے دیکھتے ہی کہا تمھارے بیٹے نے خدا کے گھر میں الحاد پھیلایا تھا، اس لیے خدا نے اس کو بڑا اور دردناک عذاب دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے برجستہ جواب دیا تو جھوٹا ہے، وہ ملحد نہ تھا بلکہ صائم، پارسا اور شب بیدار تھا، (مسند ج6 ص351)

نہایت صابر تھیں، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت ایک قیامت تھی جوان کے لیے قیامت کبری بن گئی تھی لیکن اس میں انہوں نے جس عزم، جس استقلال، جس صبر اور جس تحمل سے کام لیا تھا اسکی تاریخ میں بہت کم نظیریں مل سکتی ہیں۔

حد درجہ خوددار تھیں، حجاج بن یوسف جیسے امیر کی نخوت بھی ان کی خودداری کی چٹان سے ٹکرا کر چور چور ہو جاتی تھی۔

نہایت متواضع اور خاکسار تھیں، محنت و مشقت میں ان کو بالکل عار نہ تھا، چنانچہ جب ان کا نکاح ہوا، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ نہ تھا، صرف ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا۔ وہ گھوڑے کو دانہ دیتیں، پانی بھرتیں اور ڈول سیتی تھیں، روٹی پکانی نہیں آتی تھی، اس لیے آٹا گوندھ کر رکھتی اور انصار کی بعض عورتیں پکا دیتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جو زمین عنایت فرمائی تھی وہاں جا کر وہ چھوہاروں کی گٹھلیاں چنتی اور تین فرلانگ سے سر پر لاد کر لاتی تھیں ایکدن اسی حالت میں آ رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا کہ سوار ہو جائیں، لیکن ان کو شرم معلوم ہوئی اور اونٹ پر نہ بیٹھیں گھر آ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے سارا قصہ بیان کیا، سبحان اللہ سر پر بوجھ لادنے سے شرم نہیں آئی؟ کچھ زمانہ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک غلام دیا جو گھوڑے کی تربیت اور پرداخت کرتا تھا، اسی وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی مصیبت کم ہوئی، کہتی تھیں "فکانما اعتقنی" یعنی گویا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے مجھ کو آزاد کر دیا۔

(صحیح بخاری ج2 ص756)

غربت کی وجہ سے جو کچھ خرچ کرتیں ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ پھر خدا بھی ناپ کر دیگا۔ اس وقت سے یہ عادت چھوڑ دی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آمدنی وافر ہوگئی اور پھر کبھی تنگدست نہیں ہوئیں۔

(مسند ج6 ص356)

حد درجہ فیاض تھیں، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھکر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات کے وقت ترکہ میں ایک جنگل چھوڑا تھا جو ان کے حصہ میں آیا تھا، لیکن انہوں نے اس کو لاکھ درہم

پر فروخت کر کے کل رقم عزیزوں پر تقسیم کردی (صحیح بخاری هبه الواحد للجماعت) بیمار پڑتیں تو اپنے تمام غلام آزاد کر دیتی تھیں، (خلاصہ تہذیب ص488) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا مزاج تیز تھا اس لیے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں بلا اجازت ان کے مال سے فقراء کو خیرات دے سکتی ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی۔

(مسندج6ص353)

ایک مرتبہ ان کی ماں مدینہ میں آئیں اور ان سے روپیہ مانگا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ مشرک ہیں کیا ایسی حالت میں ان کی مدد کر سکتی ہوں! ارشاد ہوا" ہاں (اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

(صحیح بخاری ج2ص884)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کئی حج کیئے، پہلا حج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ (صحیح مسلم ج1ص479) اس میں جو کچھ دیکھا تھا، (صحیح بخاری ج1ص237) ان کو بالکل یاد تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب حج کے لیئے آئیں اور مزدلفہ میں ٹھہریں تو رات کو نماز پڑھی، پھر اپنے غلام سے پوچھا" چاند چھپ گیا" اس نے کہا نہیں، جب چاند ڈوب گیا بولیں کہ اب رمی کے لیے چلو، رمی کے بعد واپس آئیں اور صبح کی نماز پڑھی، اس نے کہا آپ نے بڑی عجلت کی، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ نشینوں کو اس کی اجازت دی ہے، (صحیح بخاری ج1ص237) جب کبھی حجون سے گزرتیں کہتیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہاں ٹھہرے تھے، اس وقت ہمارے پاس بہت کم سامان تھا، ہم نے اور عائشہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے عمرہ کیا تھا اور طواف کر کے حلال ہوئے تھے، (ایضا)

نہایت بہادر تھیں، اخلاقی جرات کے چند واقعات اوپر گزر چکے ہیں، سعید بن عاص کے زمانہ حکومت میں جب اسلام میں فتنہ پیدا ہوا، اور بدامنی شروع ہوگئی تو انہوں نے ایک خنجر رکھا تھا، لوگوں نے پوچھا اسکا کیا فائدہ، تو بولیں اگر کوئی چور آئے گا تو اس سے اسکا پیٹ چاک کرونگی۔ (ذیل طبری ج13ص2461)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے تقدس کا عام چرچا تھا۔ لوگ ان س یدعا کراتے تھے، جب کوئی عورت بخار میں مبتلا ہوتی او ردعا کے لیے آتی تو اسکے سینہ پر پانی چھڑکتیں اور کہتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (صحیح بخاری ج2ص852) (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ بخار آتش جہنم کی گرمی ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (ایضا باب الحمی من فیح جہنم) گھر کا کوئی آدمی بیمار ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ (جس کو عائشہ نے وفات کے وقت ان کے سپرد کیا تھا) دھوتی اور اسکا پانی پلاتی تھیں، اس سے بیمار کو شفا ہو جاتی تھی۔

(مسندج6ص348)

صدقہ کرنے کا جذبہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو مجھے یہ گوارا نہ ہوتا کہ تین راتیں گزر جاتیں اور وہ تمام سونا یا اس کا کچھ حصہ علاوہ بقدر ادائے قرض کے میرے پاس موجود

رہتا۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلددوم: حدیث نمبر 357)

مطلب یہ ہے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو میرے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ بات یہ ہوتی کہ میں تمام سونا تین رات کے اندر اندر ہی لوگوں میں تقسیم کر دیتا، اس میں سے اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا ہاں اتنا سونا ضرور بچالیتا جس سے میں اپنا قرض ادا کر سکتا کیونکہ قرض ادا کرنا صدقہ سے مقدم ہے۔ اس ارشاد گرامی سے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی سخاوت فیاضی کا وصف سامنے آتا ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ اپنے مال وزر کی خیرات نکالتے ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اپنی آسائش وراحت کے ذرائع مہیا کرتے ہیں۔ مثلاً عالیشان بلڈنگیں بناتے ہیں کوٹھیاں تعمیر کرتے ہیں یا اسی قسم کی دوسرا آسائش زندگی کے لئے بے تحاشا مال خرچ کرتے ہیں مگر ان کے اوپر دوسرے لوگوں کے حقوق ہوتے ہیں وہ ان کے حقوق کی ادائیگی تو کیا کرتے ان کی طرف ان کا دھیان بھی کبھی نہیں جاتا تو یہ کوئی اچھی اور پسندیدہ بات نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر انتہائی غلط ہے۔

شریعت واخلاق ہی نہیں بلکہ محض عقل ودانش اور انسانی ہمدردی کے نقطہ نظر سے بھی کیا یہ بات گوارا کی جاسکتی ہے کہ ایک شخص تو دولت وحرص وہوس کا پتلا بن کر اپنی تجوریاں بھرے بیٹھا ہوا بے مصرف مال وزر کے انبار لگائے ہوئے ہو اور سونے چاندی کے خزانے جمع کئے مگر ایک دوسرا شخص اس کے آنکھوں کے سامنے نان جویں کے لئے بھی محتاج ہو اور اس کی تجوری کا منہ نہ کھلے، ایک غریب بھوک وافلاس کے مارے دم توڑ رہا ہو مگر اس کے اندر اتنی بھی ہمدردی نہ ہو کہ اس غریب کو کھانا کھلا کر اس کی زندگی کے چراغ کو بجھنے سے بچائے؟ جی ہاں! آج کے اس دور میں بھی جب کہ سوشلزم، مساوات اور انسانی بھائی چارگی و ہمدردی کے نعرے ہمہ وقت فضا میں گونجتے رہتے ہیں کون نہیں دیکھتا کہ مال وزر کے بندے اپنی ادنی سی خواہش کے لئے تجوریوں کے منہ کھول دیتے ہیں اپنی دنیاوی آسائش وراحت کی خاطر مال وزر کے تختے بچھا دیتے ہیں مگر جب بھوک و پیاس سے بلکتا کوئی انہیں جیسا ان کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے تو ان کی جبین پر بل پڑ جاتے ہیں اور ان کے منہ سے نفرت وحقارت کے الفاظ ابلنے لگتے ہیں وہ شقی القلب یہ نہیں سوچتے کہ اگر معاملہ برعکس ہوتا تو ان کے جذبات واحساسات کیا ہوتے؟ لہذا جنگ زرگری کے موجودہ دور میں مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری انسانی برادری کے لئے یہ ارشاد گرامی ایک دعوت عمل اور مینارہ نور ہے۔

1700 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا ذَكَرَتْ عِدَّةً مِنْ مَسَاكِينَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ غَيْرُهُ أَوْ عِدَّةً مِنْ صَدَقَةٍ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطِي وَلَا

تُحْصِي فَيُحْصَى عَلَيْكِ

1700- اسنادہ صحیح، مسدد: ھو ابن مسرھد الاسدی، اسماعیل: ھو ابن ابراھیم ابن مقسم المعروف بابن علیۃ، وایوب: ھو السختیانی، واخرجه النسائی فی "الکبری" (2341) من طریق ابی امامۃ سھل بن حنیف، عن عائشۃ. وھو فی "مسند احمد" (24773). وھو کذلک فی "مسند احمد" (24418)، و"صحیح ابن حبان" (3365) من طریق عروۃ بن الزبیر، عن عائشۃ.

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے متعدد مساکین کا ذکر کیا۔
ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے صدقہ کی مختلف چیزوں کا ذکر کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم شمار کیے بغیر دیا کرو ورنہ تمہیں شمار کر کے دیا جائے گا"۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہیے کہ تم ماں باپ رشتہ داروں یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر جو اچھی چیز بھی خرچ کرو گے تو وہ ان کا حق ہے۔ (البقرہ:۲۱۵)

راہ خدا میں مال خرچ کرنے کے مصارف کا بیان

اس سورت میں جن چیزوں کو زیادہ اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے جیسا کہ شروع میں فرمایا تھا: (آیت) "**ومما رزقنهم ينفقون**"۔ (البقرہ:۳) پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم بار بار دہرایا اور حج سے متعلق جن آیات کا ابھی ذکر ہوا ہے ان میں بھی صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے نیز اس کے بعد آنے والی آیات میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور جہاد کا عظیم ستون بھی اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرنا ہے اس لیے اس آیت میں صدقہ اور خیرات کا ذکر فرمایا ہے نیز اس سے پہلی آیت میں بتایا تھا کہ مصائب پر صبر کرنا دخول جنت کا سبب ہے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اور اس خرچ کرنا اور اس خرچ کی وجہ سے مالی نقصان پر صبر کرنا بھی دخول جنت کا سبب ہے۔ بہ ظاہر اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں کیا چیز خرچ کریں؟ لیکن سوال کے لائق یہ چیز نہیں تھی کہ وہ کیا خرچ کریں بلکہ سوال اس چیز کا کرنا چاہیے تھا کہ وہ مال کو کس طرح خرچ کریں اس لیے اللہ تعالیٰ نے جواب میں صدقہ کے مادہ کی بجائے پہلے صدقہ کے مصرف کا بیان فرمایا کہ تمہارے صدقات کے مستحق تمہارے والدین رشتہ دار یتیم مسکین اور مسافر ہیں اس آیت میں صدقہ کی مقدار کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ یہ آیت زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی تھی اور جب زکوٰۃ فرض ہوئی تو یہ بیان کر دیا گیا کہ کس قدر مال پر کتنا وقت گزرنے کے بعد کتنی مقدار میں زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے اور اس کے کیا کیا مصارف ہیں امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں سدی نے کہا: یہ آیت زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ ابن جریج نے کہا: یہ آیت نفلی صدقات سے متعلق ہے اور زکوٰۃ اس کے علاوہ ہے ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

حافظ سیوطی ذکر کرتے ہیں:

امام ابن منذر نے امام ابن حبان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرو بن جموح نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اپنے مال میں سے کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ النجفی ایران)

صدقہ کا مصرف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا مادہ بیان فرمایا: تم جو "خیر" بھی خرچ کرو اور خیر حلال اور طیب چیز ہوتی ہے حلال سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز فی نفسہ حلال ہو جیسے بکری نہ کہ کتا اور خنزیر اور طیب سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز حلال ذرائع سے حاصل ہوئی ہو یعنی وہ چوری یا ڈاکہ سے حاصل شدہ بکری نہ ہو اگر وہ چوری یا ڈاکہ سے حاصل شدہ بکری ہے تو وہ فی نفسہ

حلال تو ہے لیکن طیب نہیں ہے اس لیے اللہ کی راہ میں خیر کو خرچ کرو جو حلال اور طیب ہو اور تم اللہ کی راہ میں جس خیر کو بھی خرچ کرو گے اللہ کو اس کا علم ہے۔

حکم صدقہ کے مصارف کا بیان

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (ثواب کے واسطے) کیا چیز خرچ کیا کریں (اور کس موقع پر صرف کیا کریں) آپ فرما دیجئے کہ جو مال تم کو صرف کرنا ہو سو (اس کی تعیین تو تمہاری ہمت پر ہے مگر ہاں موقع ہم بتلائے دیتے ہیں کہ) ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافر کا اور جو نسا نیک کام کرو گے (خواہ راہ خدا میں خرچ کرنا ہو یا اور کچھ ہو) سو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے (وہ اس پر ثواب دیں گے)

اس سے پہلی آیتوں میں مجموعی حیثیت سے یہ مضمون بہت تاکید کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ کفر ونفاق کو چھوڑو اور اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ حکم الہیٰ کے مقابل میں کسی کی بات مت سنو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جان اور مال خرچ کیا کرو اور ہر طرح کی شدت اور تکلیف پر تحمل کرو اب یہاں سے اسی اطاعت وفرمانبرداری اور اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے کے متعلق کچھ جزئیات کی تفصیل بیان ہوتی ہے جو کہ مال اور جان اور دیگر معاملات مثل نکاح وطلاق وغیرہ کے متعلق ہیں اور اوپر سے جو سلسلہ احکام ابواب البر کا جاری ہے اس میں داخل ہیں اور ان جزئیات کا بیان بھی ایک خاص نوعیت رکھتا ہے کہ اکثر ان میں سے وہ ہیں جن کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ان کے استفتاء اور سوالات کا جواب براہ راست عرش رحمٰن سے بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیا گیا اس کو اگر یوں سمجھا جائے کہ حق تعالیٰ نے خود فتویٰ دیا تو یہ بھی صحیح ہے اور قرآن کریم کی آیت: قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ (۴:۱۲۷) میں صراحۃ حق تعالیٰ نے فتویٰ دینے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، اس لئے اس نسبت میں کوئی استبعاد بھی نہیں۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ فتاویٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جو آپ کو بذریعہ وحی تلقین کیے گئے ہیں بہر حال اس رکوع میں جو احکام شرعیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند سوالات کے جواب میں بیان ہوئے ہیں وہ ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں پورے قرآن میں اس طرح سوال وجواب کے انداز سے خاص احکام تقریباً سترہ جگہ میں آئے ہیں جن میں سے سات تو اسی جگہ سورۃ بقرہ میں ہیں ایک سورۃ مائدہ میں ایک سورۃ انفال میں، یہ نو سوالات تو صحابہ کرام کی طرف سے ہیں سورۃ اعراف میں دو اور سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ کہف، سورۃ طٰہٰ، سورۃ نازعات میں ایک ایک، یہ کل چھ سوال کفار کی طرف سے ہیں جن کا جواب قرآن میں جواب کے عنوان سے دیا گیا ہے۔

مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی جماعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے بہتر نہیں دیکھی کہ دین کے ساتھ انتہائی شغف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی محبت وتعلق کے باوجود انہوں نے سوالات بہت کم کئے کل تیرہ مسائل میں سوال کیا ہے جن کا جواب قرآن میں دیا گیا ہے کیونکہ یہ حضرات بے ضرورت سوال نہ کرتے تھے۔
(قرطبی)

متذکرہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا استفتاء یعنی سوال ان الفاظ سے نقل فرمایا گیا ہے
يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ یعنی لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں یہی سوال اس رکوع میں تین آیتوں کے بعد پھر انہی
الفاظ کے ساتھ دہرایا گیا وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ لیکن اس ایک ہی سوال کا جواب آیت متذکرہ میں کچھ اور دیا گیا ہے اور
تین آیتوں کے بعد آنے والے سوال کا جواب اور ہے۔

اس لئے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک ہی سوال کے دو مختلف جواب کس حکمت پر مبنی ہیں یہ حکمت ان حالات وواقعات
میں غور کرنے سے واضح ہوجاتی ہے جن میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں مثلاً آیت متذکرہ کا شان نزول یہ ہے کہ عمرو بن جموح نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ ما ننفق من اموالنا واين نضعها (اخرجہ ابن المنذر مظہری) یعنی ہم اپنے
اموال میں سے کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں اور ابن جریر کی روایت کے موافق یہ سوال تنہا عمرو ابن جموح کا نہیں تھا بلکہ عام
مسلمانوں کا سوال تھا اس سوال کے دو جزو ہیں ایک یہ کہ مال میں سے کیا اور کتنا خرچ کریں دوسرے یہ کہ اس کا مصرف کیا ہو کن
لوگوں کو دیں۔

اور دوسری آیت جو دو آیتوں کے بعد اسی سوال پر مشتمل ہے اس کا شان نزول بروایت ابن ابی حاتم یہ ہے کہ جب قرآن میں
مسلمانوں کو اس کا حکم دیا گیا کہ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں تو چند صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ انفاق فی سبیل اللہ کا جو حکم ہمیں ملا ہے ہم اس کی وضاحت چاہتے ہیں کہ کیا مال اور کونسی چیز اللہ کی راہ میں
خرچ کیا کریں اس سوال میں صرف ایک ہی جزء ہے یعنی کیا خرچ کریں اور کہاں خرچ کریں کا سوال تھا اور دوسرے میں صرف کیا
خرچ کریں کا سوال ہے اور پہلے سوال کے جواب میں جو کچھ قرآن میں ارشاد فرمایا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کے دوسرے
جزء کو یعنی کہاں خرچ کریں زیادہ اہمیت دے کر اس کا جواب تو صریح طور پر دیا گیا اور پہلے جزء یعنی کیا خرچ کریں کا جواب ضمنی طور
پر دے دینا کافی سمجھا گیا اب الفاظ قرآنی میں دونوں اجزاء پر نظر فرمائیں، پہلے جز یعنی کہاں خرچ کریں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے،
قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ یعنی جو کچھ بھی تم کو اللہ کے
لئے خرچ کرنا ہو اس کے مستحق ماں باپ اور رشتہ دار اور بے باپ کے بچے اور مساکین اور مسافر ہیں۔

اور دوسرے جزء یعنی کیا خرچ کریں کا جواب ضمنی طور پر ان الفاظ سے دیا گیا وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ
یعنی تم جو کچھ بھلائی کرو گے اللہ تعالیٰ کو اس کی خوب خبر ہے، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر کوئی تحدید اور
پابندی نہیں کہ مال کی اتنی ہی مقدار صرف کرو بلکہ جو کچھ بھی اپنی استطاعت کے موافق خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا اجر
وثواب پاؤ گے۔

الغرض پہلی آیت میں شاید سوال کرنے والوں کے پیش نظر زیادہ اہمیت اسی سوال کی ہو کہ ہم جو مال خرچ کریں اس کا مصرف
کیا ہو کہاں خرچ کریں، اسی لئے اس کے جواب میں اہمیت کے ساتھ مصارف بیان فرمائے گئے، اور کیا خرچ کریں اس سوال کا
جواب ضمنی طور پر دے دینا کافی سمجھا گیا، اور بعد والی آیت میں سوال صرف اتنا ہی تھا کہ ہم کیا چیز اور کیا مال خرچ کریں اس لئے

اس کا جواب ارشاد ہوا قُلِ الْعَفْوَ یعنی آپ فرمادیں کہ جو کچھ بچے اپنی ضرورت سے وہ خرچ کیا کریں ان دونوں آیتوں سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کے متعلق چند ہدایات و مسائل معلوم ہوئے۔

اول یہ کہ دونوں آیتیں زکوٰۃ فرض کے متعلق نہیں کیونکہ زکوٰۃ فرض کے لئے تو نصاب مال بھی مقرر ہے اور اس میں جتنی مقدار خرچ کرنا فرض ہے وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پوری طرح متعین و مقرر فرمادی گئی ہے ان دونوں آیتوں میں نہ کسی نصاب مال کی قید ہے نہ خرچ کرنے کی مقدار بتلائی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں آیتیں صدقات نافلہ کے متعلق ہیں اس سے یہ شبہ بھی رفع ہوگیا کہ پہلی آیت میں خرچ کا مصرف والدین کو بھی قرار دیا گیا ہے حالانکہ ماں باپ کو زکوٰۃ دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق جائز نہیں کیونکہ ان آیتوں کا تعلق فریضہ زکوٰۃ سے ہے ہی نہیں۔

دوسری ہدایت اس آیت سے یہ حاصل ہوئی کہ ماں باپ اور دوسرے اعزاء واقرباء کو جو کچھ بطور ہدیہ دیا یا کھلایا جاتا ہے اگر اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے کی نیت ہو تو وہ بھی موجب اجر وثواب اور انفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

تیسری ہدایت یہ حاصل ہوئی کہ نفلی صدقات میں اس کی رعایت ضروری ہے کہ جو مال اپنی ضروریات سے زائد ہو وہی خرچ کیا جائے اپنے اہل وعیال کو تنگی میں ڈال کر اور ان کے حقوق کو تلف کر کے خرچ کرنا ثواب نہیں اسی طرح جس کے ذمہ کسی کا قرض ہے قرض خواہ کو ادا نہ کرے اور نفلی صدقات وخیرات میں اڑائے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نہیں پھر ضرورت سے زائد مال کے خرچ کرنے کا جو ارشاد اس آیت میں ہے اس کو حضرت ابوذر غفاری اور بعض دوسرے حضرات نے حکم وجوبی قرار دیا کہ اپنی ضروریات سے زائد جو کچھ ہے سب کا صدقہ کردینا واجب ہے مگر جمہور صحابہ کرام وتابعین اور ائمہ دین اس پر ہیں کہ ارشاد قرآنی کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہو وہ ضروریات سے زائد ہونا چاہئے یہ نہیں کہ ضرورت سے زائد جو کچھ ہو اس کو صدقہ کردینا ضروری یا واجب ہے صحابہ کرام کے تعامل سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

کِتَابُ اللُّقَطَةِ

کتاب: گری پڑی ملنے والی چیز کے بارے میں روایات

لقطہ کے معنی ومفہوم کا بیان

سید محمد مرتضیٰ زبیدی مصری متوفی 1205 ھ نے لفظ لقطہ کے معنی لکھتے ہیں۔لفظ لقطۃ کا مصدر لقط ہے جس کے معنی چن لینا، زمین پر سے اٹھالینا، سینا، رفو کرنا، انتخاب کرنا، چونچ سے اٹھانا ہے۔اسی سے لفظ ملاقطۃ اور التقاط ہیں۔جن کے معانی برابر ہونا ہیں۔اور ملتقط اور التقاط کے معنی ادھر ادھر سے جمع کرنا چننا ہیں۔آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔جن کی تشریحات اپنے اپنے مقامات پر ہوں گی۔

لقطہ لام کے پیش اور قاف کے زیر کے ساتھ یعنی لقطہ بھی منقول ہے اور قاف کے جزم کے ساتھ یعنی لقطہ بھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔محدثین کے ہاں قاف کے زبر کے ساتھ یعنی لقطہ مشہور ہے۔

لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو راستہ میں گری ہوئی مل جائے اور اس شخص کو بھی لقطہ کہتے ہیں جو گری پڑی چیز کو اٹھانے والا ہو اور اگر راستے میں کوئی بچہ پڑا ہوا مل جائے تو اسے لقیط کہتے ہیں۔(تاج العروس ج ۵ ص ۲۱۶،مطبوعہ خیریہ مصر)

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔لفظ لقطہ لام کے ضمہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اس کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے مگر محدثین اور لغت والوں کے ہاں فتحہ کے ساتھ ہی مشہور ہے۔عرب کی زبانوں سے ایسا ہی سنا گیا ہے۔لغت میں لقطہ کسی گری پڑی چیز کو کہتے ہیں۔اور شریعت میں ایسی چیز جو پڑی ہوئی پائے جائے اور وہ کسی بھی آدمی کے حق ضائع سے متعلق ہو اور پانے والا اس کے مالک کو نہ پائے۔اور لفظ التقاط میں امانت اور روایت کے معانی بھی مشتمل ہیں۔اس لیے کہ ملتقط امین ہے اس مال کا جو اس نے پایا ہے اور شرعا وہ اس مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے جس طرح بچے کے مال کی ذمہ داری ہوتی ہے۔اور اس میں اکتساب کے معانی بھی ہیں کہ پہچنوانے کے بعد اگر اس کا مالک نہ ملے تو اس چیز میں اس کا حق ملکیت ثابت ہوجاتا ہے۔(التعریف،از امام قسطلانی)

لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کہیں (مثلاً راستہ وغیرہ میں) گری پڑی پائی جائے اور اس کے مالک کا کوئی علم نہ ہو۔اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی گری پڑی چیز پائی جائے تو اسے (یعنی لقطہ کو) اٹھالینا مستحب ہے جبکہ اپنے نفس پر یہ اعتماد ہو کہ اس چیز کی تشہیر کرا کر اسے اس کے مالک کے حوالے کردیا جائے گا اگر اپنے نفس پر یہ اعتماد نہ ہو تو پھر اسے وہیں چھوڑ دینا ہی بہتر ہے لیکن اگر یہ خوف ہو کہ اس چیز کو یوں ہی پڑا رہنے دیا گیا تو یہ ضائع ہوجائے گی تو اس صورت میں اسے اٹھالینا واجب ہوگا اگر دیکھنے والا اسے نہ اٹھائے گا اور وہ چیز ضائع ہوجائے گی تو وہ گنہگار ہوگا یہ لقطہ کا اصولی حکم ہے اب اس کے چند تفصیلی مسائل ملاحظہ کیجئے۔

لقطہ کے شرعی ماخذ کا بیان

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ (توبہ،۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ ورسول کا حکم مانیں یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

منافقوں کی بدخصلتیں بیان فرما کر مسلمانوں کی نیک صفتیں بیان فرما رہا ہے کہ یہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ایک دوسرے کا دست دبازو بنے رہتے ہیں صحیح حدیث میں ہے کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے آپ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھا بھی دیا۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ مومن اپنی دوستی اور سلوک میں مثل ایک جسم کی مانند ہیں کہ ایک حصے کو بھی اگر تکلیف ہو تو تمام جسم بیماری اور بیداری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ پاک نفس لوگوں اوروں کی تربیت سے بھی غافل نہیں رہتے۔

سب کو بھلائیاں دکھاتے ہیں اچھی باتیں بتاتے ہیں برے کاموں سے بری باتوں سے امکان بھر روکتے ہیں۔ حکم الٰہی بھی یہی ہے۔ فرماتا ہے تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو بھلائیوں کا حکم کرے برائیوں سے منع کرے۔ یہ نمازی ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی زکوۃ بھی دیتے ہیں تا کہ ایک طرف اللہ کی عبادت ہو دوسری جانب مخلوق کی دلجوئی ہو۔ اللہ رسول کی اطاعت ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے جو حکم ملا بجالائے جس سے روکا رک گئے۔ یہی لوگ ہیں جو رحم الٰہی کے مستحق ہیں۔ یہی صفتیں ہیں جن سے اللہ کی رحمت ان کی طرف لپکتی ہے۔ اللہ عزیز ہے وہ اپنے فرماں برداروں کی خود بھی عزت کرتا ہے اور انہیں ذی عزت بنا دیتا ہے۔ دراصل عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور اس نے اپنے رسولوں اور اپنے ایماندار غلاموں کو بھی عزت دے رکھی ہے اس کی حکمت ہے کہ ان میں یہ صفتیں رکھیں اور منافقوں میں وہ خصلتیں رکھیں، اس کی حکمت کی تہہ کو کون پہنچ سکتا ہے؟ جو چاہے کرے وہ برکتوں اور بلندیوں والا ہے۔

لقطہ کے امانت ہونے کا بیان

لقطہ اس شخص کے پاس بطور امانت رہتا ہے جس نے اسے اٹھایا ہے جبکہ وہ اس پر کسی کو گواہ کرلے کہ میں اس چیز کو حفاظت سے رکھنے یا اس کے مالک کے پاس پہنچا دینے کے لئے اٹھاتا ہوں اس صورت میں وہ لقطہ اٹھانے والے کے پاس سے ضائع ہو جائے تو اس پر تاوان واجب نہیں ہوگا اور اگر اٹھانے والے نے کسی کو اس پر گواہ بنایا اور وہ لقطہ اس کے پاس سے تلف ہو گیا تو اس پر تاوان واجب ہوگا جبکہ لقطہ کا مالک یہ انکار کردے کہ اس نے وہ چیز مجھے دینے کے لئے نہیں اٹھائی تھی۔

لقطہ کی تشہیری مدت کا بیان

لقطہ جہاں سے اٹھایا جائے اس جگہ بھی اور ان مقامات پر بھی کہ جہاں لوگوں کا اجتماع رہتا ہے اس کی تشہیر کی جائے (یعنی

اٹھانے والا کہتا ہے) کہ یہ چیز کس کی ہے؟ اور یہ تشہیر اس وقت تک کی جانی چاہئے کہ جب تک کہ اٹھانے والے کو یقین نہ ہو جائے کہ اب اتنے دنوں کے بعد اس کا مالک مطالبہ نہیں کرے گا لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے نزدیک مدت تشہیر ایک سال ہے یعنی ان کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ لقطہ کی ایک سال تک تشہیر کی جانی چاہئے اور جو چیز زیادہ دن تک نہ ٹھہر سکتی ہو اس کی تشہیر صرف اسی وقت تک کی جائے کہ اس کے خراب ہو جانے کا خوف نہ ہو۔

مدت تشہیر کے دوران اگر اس کا مالک آ جائے تو اسے وہ چیز دے دی جائے ورنہ مدت تشہیر گزر جانے کے بعد اس چیز کو خیرات کر دیا جائے اب اگر خیرات کرنے کے بعد مالک آئے تو چاہے وہ اس خیرات کو برقرار رکھے اور اس کے ثواب کا حق دار ہو جائے اور چاہے اس اٹھانے والے سے تاوان لے یا اس شخص سے اپنی چیز واپس لے لے جس کو وہ بطور خیرات دی گئی ہے اور اگر وہ چیز اس کے پاس موجود نہ ہو تو اس سے تاوان لے لے جیسا کہ بطور لقطہ ملے ہوئے جانور کا حکم ہے۔

جانوروں میں بھی لقطہ ہونا جائز ہے یعنی اگر کسی کو کوئی گم شدہ جانور کسی شخص کو مل جائے تو اسے پکڑ لینا اور اس کی تشہیر کر کے اس کے مالک تک پہنچا دینا جائز ہے۔ اس بارے میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر مدت تشہیر کے دوران اس جانور کے کھلانے پلانے پر کچھ خرچ ہوا ہے تو وہ احسان شمار ہوگا یعنی اس کا مطالبہ مالک سے نہیں کیا جائے گا جبکہ وہ خرچ حاکم کی اجازت کے بغیر کیا گیا ہو۔ اور اگر جانور پکڑنے والے نے اس شرط کے ساتھ کہ اس جانور پر جو کچھ خرچ ہوگا جانور کے مالک سے لے لوں گا۔ حاکم کی اجازت سے اس جانور پر کچھ خرچ کیا تو اس کی ادائیگی مالک پر بطور قرض واجب ہوگی کہ جب وہ مالک اپنا جانور حاصل کرے تو اس کے جانور کو پکڑنے والے نے اس پر کچھ خرچ کیا ہے وہ سب ادا کر دے اس صورت میں لقطہ رکھنے والے کو یہ حق حاصل ہوگا کہ جب تک مالک اسے سارے اخراجات ادا نہ کرے وہ لقطہ کو اپنے پاس روکے رکھے۔

اس سلسلہ میں حاکم وقاضی کے لئے بھی یہ ہدایت ہے کہ بطور لقطہ ملنے والی چیز اگر ایسی ہے جس سے منفعت حاصل ہو سکتی ہو جس طرح بھاگا ہوا غلام تو اس سے محنت ومزدوری کرائی جائے اور وہ جو کچھ کمائے اسی سے اس کے اخراجات پورے کئے جائیں اور اگر لقطہ کسی ایسی چیز کی صورت میں ہو جس سے کوئی منفعت حاصل نہیں ہو سکتی اور اس کو رکھنے میں کچھ خرچ کرنا پڑتا ہو جس طرح جانور تو قاضی اس کے اخراجات پورے کرنے کی اجازت دیدے اور یہ طے کر دے کہ اس پر جو خرچ ہوگا وہ مالک سے وصول کر لیا جائے گا۔ جبکہ اس میں مالک کے لئے بہتری ہو اور اگر قاضی یہ دیکھے کہ اس صورت میں مالک کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا تو پھر اس چیز کو فروخت کرا دے اور اس کی قیمت کو رکھ چھوڑے تا کہ جب مالک آ جائے تو اسے دیدی جائے۔

اگر کسی شخص کے پاس کوئی لقطہ ہو اور وہ اس کی علامات بتا کر اپنی ملکیت کا دعوی کرے تو وہ لقطہ اسے دیدینا جائز ہے اس صورت میں گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہوگا ہاں اگر وہ علامات نہ بتا سکے تو پھر گواہوں کے بغیر وہ لقطہ اسے نہیں دینا چاہئے اگر لقطہ پانے والا کوئی مفلس ہے تو مدت تشہیر ختم ہو جانے کے بعد وہ خود اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور اگر وہ خود مالدار ہے تو پھر اسے خیرات کر دے۔ اس بارہ میں اسے یہ اجازت ہوگی کہ اگر وہ چاہے تو اپنے اصول یعنی ماں باپ اور اپنے فروع یعنی بیٹا بیٹی اور بیوی کو بطور خیرات وہ لقطہ دیدے جبکہ یہ لوگ مفلس وضرورت مند ہوں۔ بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ لینا اس شخص کے لئے مستحب ہے جو

اس کو پکڑنے کی طاقت رکھتا ہو اسی طرح اس غلام کو بھی اپنے پاس رکھ لینا مستحب ہے جو راستہ بھول جانے کی سبب سے بھٹک رہا ہو۔ اگر کسی کا کوئی غلام بھاگ جائے اور تین دن کی مسافت یا اس سے زیادہ دور سے کوئی شخص اسے پکڑ کر ان کے مالک کے پاس پہنچا دے تو وہ لانے والا اس بات کا مستحق ہوگا کہ غلام کے مالک سے اپنی مزدوری کے طور پر چالیس درہم وصول کرے گا اگرچہ وہ غلام چالیس درہم سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ لانے والے نے اس بات پر کسی کو گواہ بنالیا ہو کہ میں اس غلام کو اس لئے پکڑ تا ہوں تا کہ اسے اس کے مالک کے پاس پہنچا دوں۔ اور اگر کوئی شخص بھاگے ہوئے غلام کو اس کے مالک کے پاس تین دن کی مسافت سے کم دوری سے لایا ہو تو اسی حساب سے اجرت دی جائے گی۔ مثلاً ڈیڑھ دن کی مسافت کی دوری سے لایا ہے تو اسے بیس درہم دیئے جائیں گے اور اگر وہ غلام اس شخص سے بھی چھوٹ کر بھاگ گیا جو اسے پکڑ کر لایا تھا تو اس پر کوئی تاوان واجب نہیں ہوگا۔ جبکہ اس نے کسی کو گواہ بنالیا ہو اور اگر گواہ نہ بنایا ہوگا تو اس صورت میں نہ صرف یہ کہ اسے کوئی اجرت نہیں ملے گی بلکہ اس پر تاوان بھی واجب نہیں ہوگا۔

بَابُ التَّعْرِيفِ بِاللُّقَطَةِ

باب: گری پڑی ملنے والی چیز کا اعلان کرنا

1701 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ صُوحَانَ، وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ فَوَجَدْتُ سَوْطًا، فَقَالَا: لِي اطْرَحْهُ، فَقُلْتُ: لَا، وَلَكِنْ إِنْ وَجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ، فَحَجَجْتُ، فَمَرَرْتُ عَلَى الْمَدِينَةِ فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، فَقَالَ: وَجَدْتُ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: لَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا فَقَالَ: احْفَظْ عَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا، وَقَالَ: وَلَا أَدْرِي أَثَلَاثًا قَالَ: عَرِّفْهَا أَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً

❁❁ سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا مجھے ایک چابک ملا (میں نے وہ اٹھالیا) تو ان دونوں حضرات نے مجھے کہا اسے رکھ دو۔ میں نے کہا: جی نہیں اگر مجھے اس کا مالک مل گیا (تو یہ میں اسے دے دوں گا) ورنہ میں خود اس سے نفع حاصل کروں گا۔ راوی کہتے ہیں: پھر میں حج کرنے کے لئے گیا میں مدینہ منورہ آیا میری ملاقات وہاں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے ان سے یہ سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ مجھے ایک تھیلی ملی جس میں ایک سو دینار تھے۔ میں اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کرو۔ میں ایک سال اس کا اعلان کرتا رہا پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم (مزید) ایک سال اس کا اعلان کرو۔ میں پھر ایک سال اس کا اعلان کرتا رہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (مزید) ایک سال اس کا اعلان کرو۔ میں مزید ایک سال اس کا اعلان کرتا رہا' پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: میں نے ایسا کوئی شخص نہیں پایا جو اس کی شناخت رکھتا ہو تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم (اس میں موجود رقم) کی گنتی کرلو اور اس تھیلی کی (شکل وصورت) اور اس کے منہ پر باندھی جانی والی رسی (کی نشانی) کو یاد رکھنا۔ اگر اس کا مالک آگیا (اور اس نے اس کی نشانیاں بتادیں) تو ٹھیک ہے ورنہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

راوی بیان کرتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ ایک سال تک اعلان کرنے کا ذکر ایک مرتبہ ہے یا تین مرتبہ ہے۔

1702 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، بِمَعْنَاهُ قَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا وَقَالَ: ثَلَاثَ مِرَارٍ. قَالَ: فَلَا أَدْرِي، قَالَ لَهُ: ذَلِكَ فِي سَنَةٍ، أَوْ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ.

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے جس میں الفاظ ہیں۔

''ایک سال تک اس کا اعلان کرو''۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی:

راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سال کے بعد یہ بات ارشاد فرمائی یا تین سال کے بعد یہ فرمائی (کہ تم خود اسے خرچ کرلو)

لقطہ کی قیمت اور تشہیری مدت کا بیان

اور جب لقطہ کی قیمت دس دراہم سے تھوڑی ہو تو اٹھانے والا چند ایام تک اس کا اعلان کرائے اور جب وہ دس دراہم یا اس سے بھی زائد مالیت کا ہو تو سال بھر اس کا اعلان کرائے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ کے قول ''ایاما'' کا معنی یہ ہے کہ اٹھانے والا امام کی رائے کے مطابق اعلان کرائے۔ اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ مبسوط میں ایک سے اس کا اندازہ کیا ہے جبکہ قلیل وکثیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص گری پڑی چیز اٹھائے اس کو چاہیے کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرائے۔ یہ ارشاد گرامی بغیر کسی تفصیل کے بیان ہوا ہے۔

دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ ایک سال کا اندازہ ایسے لقطہ کے بارے میں جو سو دینار ایک ہزار دراہم کے برابر تھا اور دس دراہم اور اس سے بھی زائد دراہم ہزار کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ چوری کی حالت میں حد سرقہ انہیں سے متعلق ہے۔ اور اسی سے عورت کی شرمگاہ کو حلال کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی سبب سے دس دراہم یا اس سے زائد وجوب زکوٰۃ کے حق میں ہزار دراہم کے حکم میں نہیں ہیں۔ پس ہم نے بطور احتیاط ایک سال تک کی پہچان کرانے کو واجب قرار دیا ہے۔ جبکہ دس دراہم سے تھوڑا ہونے کی صورت میں وہ کسی طرح ہزار دراہم کے حکم میں نہ ہوگا پس اس کو ہم نے رائے عامہ کے حوالے کر دیا ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق ان مقادیر میں سے کسی بھی مقدار کا کوئی اعتبار لازمی وضروری نہیں ہے۔ پس اس کو اٹھانے والے کی رائے کے حوالے کر دیا جائے گا کہ وہ اتنے دنوں تک اس کی پہچان کرائے کہ جب اس کا غالب گمان ہو جائے کہ اب لقطہ والا اس کو تلاش نہیں کرے گا اس کے بعد لقطہ اٹھانے والا اس کو صدقہ کرے۔

اور جب لقطہ کوئی مضبوط چیز نہ ہو تو اٹھانے والا اس کا اعلان کرائے اور جب اس کو خطرہ ہو یہ خراب ہو جائے گی تو وہ اس کو صدقہ کر دے۔

اور لقطہ کی تشہیر اسی جگہ کرانا مناسب ہے جہاں سے اس نے اس کو اٹھایا ہے اور اسی طرح لوگوں کے اجتماع کی جگہ بھی اس کی تشہیر کرائے کیونکہ اس طرح مالک کو لقطہ مل جانے کا زیادہ چانس ہے۔

اور جب لقطہ کوئی ایسی معمولی چیز کا ہے جس کے بارے میں اس کو معلوم ہوا کہ مالک اس کو تلاش ہی نہ کرے گا جس طرح کھجور کی گٹھلی ہے اور انار کے چھلکے ہیں تو یہ القائے اباحت (اباحت کی طرف منتقل ہونے کا سبب) کا سبب ہوگا یہاں تک کہ بغیر کسی اعلان کے اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ البتہ لقطہ اپنی مالک کی ملکیت پر قائم رہے گا کیونکہ مجہول بندے کی طرف سے ملکیت کا پایا جانا درست نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین)

لقطہ کی تشہیری مدت میں مذاہب اربعہ

مدت تشہیر کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔ حضرت امام شافعی حضرت امام مالک حضرت امام احمد اور حنفیہ میں سے حضرت امام محمد تو حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے لئے ایک سال کی مدت متعین ہے یعنی لقطہ کی ایک سال تک تشہیر کرانی چاہیے، لیکن صحیح تر روایت کے مطابق حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ مدت متعین کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ حدیث میں ایک سال کا ذکر باعتبار غالب کے بر سبیل اتفاق ہے۔ لیکن پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں ایک سال کی مدت اگر اتفاقی طور پر ذکر کی گئی ہے۔ اور متعین طور پر مذکور نہیں ہے تو پھر تشہیر کی کیا مدت متعین کی جائے؟ اس کی وضاحت ہدایہ نے امام ابوحنیفہ کی ایک روایت کے مطابق یوں کی ہے کہ اگر لقطہ دس درہم سے کم قیمت کا ہو تو اس کی تشہیر چند دن تک کرنا کافی ہے اگر دس درہم کی مالیت کا ہو تو ایک مہینہ تک تشہیر کی جائے اور وہ سو درہم کی مالیت کا ہو پھر ایک سال تک تشہیر کی جائے۔

لقطہ مدت میں بعض علماء کا مؤقف

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ مالیت کی مذکورہ بالا مقدار کی جو مختلف مدتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے لازم کوئی بھی نہیں ہے۔ بلکہ یہ لقطہ اٹھانے والے کی رائے پر موقوف ہے کہ وہ لقطہ کیا اس وقت کی تشہیر کرے جب تک کہ اسے یہ غالب گمان نہ ہو جائے کہ اب کوئی نہیں آئیگا اور اس مدت کے بعد اس لقطہ کو طلب نہیں کرے گا۔ ان علماء کی دلیل مسلم کی وہ روایت ہے کہ جس میں لفظ سنۃ ایک سال کی قید کے بغیر صرف عرفہا اس کی تشہیر کی جائے) منقول ہے۔

لقطہ اگر کسی چیز کی صورت میں ہو جو زیادہ دنوں تک نہ ٹھہر سکتی ہو اور موسمی حالات کے تغیر و تبدل سے متاثر ہوتی ہو جس طرح کھانے کی کوئی چیز یا پھل وغیرہ تو اس کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس تشہیر اسی وقت تک کی جائے جب تک کہ وہ خراب نہ ہو اور اگر لقطہ کوئی بہت ہی حقیر و کمتر چیز ہو جس طرح گٹھلی اور انار کا چھلکا وغیرہ تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی تشہیر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اسے بغیر تشہیر و اعلان استعمال کر لینے کی اجازت ہے مگر اس کے مالک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو اپنی اس چیز کا مطالبہ کرے۔

لقطہ کی پہچان کرانے کا بیان

حضرت زید بن خالد کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں پوچھا (کہ اگر کوئی گری پڑی چیز پائی جائے تو کیا کیا جائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے تو اس کا ظرف پہچان لو یعنی اگر وہ چیز کسی کپڑے یا چمڑے کے تھیلے وغیرہ میں ہے تو اسے شناخت میں رکھو) اور اس کا سر بند بھی پہچانے رہو پھر ایک سال تک اس کی تشہیر کرو ایک سال کی مدت میں اگر اس کا مالک آجائے تو وہ چیز اس کے حوالہ کر دو اور اگر وہ نہ آئے تو پھر اسے اپنے استعمال میں لے آؤ۔ پھر اس شخص نے گمشدہ بکری کے بارے میں پوچھا کہ اگر کسی کی گم شدہ بکری کوئی شخص پکڑ لائے تو اس کا کیا کرے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے اور یا بھیڑیے کی ہے اس کے بعد اس شخص نے پوچھا کہ گمشدہ انٹ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس سے کیا مطلب ہے (یعنی اسے نہ پکڑو کیونکہ وہ ضائع ہونیوالی چیز نہیں ہے اس لئے اس کو پکڑ کر لانے کی ضرورت نہیں) اس کی مشک اور اس کے موزے اس کے ساتھ ہیں کہ وہ جب تک اپنے مالک کے پاس نہ پہنچے پانی تک جا سکتا ہے اور درخت کے پتے کھا سکتا ہے۔ (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جب اس شخص نے لقطہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کی تشہیر کرو اور اس کا سر بند اور ظرف تھیلا وغیرہ پہچانے رکھو (اس مدت تشہیر میں اگر اس کا مالک نہ آئے) تو پھر اسے اپنے استعمال میں لے آؤ اور اگر اس کے بعد اس کا مالک آجائے تو اس کی وہ چیز جبکہ تمہارے پاس جوں کی توں موجود ہو) دیدو اور نہ اس کی قیمت ادا کر دو۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 251)

لقطہ کی واپسی پر شہادت میں مذاہب اربعہ

ابن مالک کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کا ظرف اور سر بند پہچان لینے کا حکم اس لئے دیا تاکہ جو شخص اس چیز کی ملکیت کا دعوی کرے اس پہچان کی سبب سے اس کا سچا یا جھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ لیکن اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ اگر کوئی شخص لقطہ اٹھانے والے کے پاس آئے اور اپنا ظرف اور اس کا سر بند پہچان کر اس لقطہ کے مالک ہونے کا دعوی کرے تو وہ لقطہ اسے دے دینا واجب ہے یا نہیں؟

چنانچہ امام مالک اور امام احمد تو یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں وہ لقطہ اسے کسی گواہی کے بغیر ہی دے دینا واجب ہے کیونکہ ظرف اور اس کے سر بند کی پہچان رکھنے کا یہی مقصد ہے۔

لیکن امام شافعی اور حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لقطہ کا ظرف اور اس کا سر بند پہچان لے اور اس لقطہ کا وزن یا عدد بتادے نیز لقطہ اٹھانے والے کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ یہ شخص سچا ہے تب وہ لقطہ اس شخص کو دے دینا جائز تو ہے لیکن وہ شخص گواہوں کے بغیر لقطہ اٹھانے والے کو دینے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں کہا جائے گا کہ ظرف اور سر بند کی پہچان رکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کی سبب سے وہ لقطہ اٹھانے والے کے مال میں اس طرح خلط ملط نہیں ہو جائے گا کہ جب لقطہ کا مالک آئے تو وہ اپنے مال واسباب اور اس لقطہ کے درمیان امتیاز نہ کر سکے۔

ثم عرفہا (پھراس کی تشہیر کرو) کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ وہ لقطہ پایا گیا ہے نہ صرف وہاں بلکہ بازاروں اور مسجدوں میں اور فلاں کے پاس پہنچ کر اس چیز کی تفصیل وعلامات بیان کر کے لے جائے۔

لقطہ اٹھانے والے کے مالک بننے میں فقہی مذاہب

(فان جاء صاحبہا والا فشانک بہا) کا مطلب یہ ہے کہ لقطہ کی تشہیر کے بعد اگر اس کا مالک آجائے تو اسے وہ لقطہ دیدیا جائے اگر اس مالک کے ساتھ گواہ بھی ہوں جو اس کے دعوی کی ملکیت کی گواہی دیں تو لقطہ اٹھانے والے پر یہ واجب ہوگا کہ وہ اسے لقطہ دیدے اور اگر گواہ نہ ہوں گے تو پھر دے دینا واجب نہیں جائز ہوگا جیسا کہ اوپر اس کی وضاحت کی گئی۔ اور اگر مدت تشہیر گزر جانے کے بعد اس لقطہ کا مالک نہ آئے تو پھر لقطہ اٹھانے والا اس لقطہ کو اپنے استعمال میں لے آئے۔ اس سے گویا یہ معلوم ہوا کہ لقطہ اٹھانے والا اصل مالک کے نہ آنے کی صورت میں اس لقطہ کا خود مالک بن جاتا ہے خواہ وہ مالدار ہو یا مفلس ہو۔

چنانچہ اکثر صحابہ اور حضرت امام شافعی کا یہی مسلک ہے لیکن بعض صحابہ کا قول یہ ہے کہ اگر لقطہ اٹھانے والا خود مالدار ہو تو وہ اس لقطہ کا مالک نہیں بنتا بلکہ اسے چاہئے کہ وہ اس لقطہ کو فقراء ومساکین کو بطور صدقہ دیدے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس سفیان ثوری ابن المبارک اور حنفیہ کا یہی قول ہے نیز اس بارے میں یہ بھی حکم ہے کہ اگر صدقہ کر دینے کے بعد مالک آئے تو اسے یہ اختیار ہوگا کہ چاہے تو وہ اس صدقہ کو برقرار رکھے اور اس کے ثواب کا حصہ دار بن جائے اور چاہے تو لقطہ اٹھانے والے یا اس مفلس سے کہ جس کو وہ لقطہ بطور صدقہ دے دیا گیا تھا تاوان لے لے جبکہ وہ چیز ہلاک وضائع ہوگئی ہو۔ لیکن ان دونوں میں سے جو بھی تاوان دے گا وہ دوسرے سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا یعنی اگر لقطہ اٹھانے والے نے تاوان دیا تو اسے مفلس سے کوئی مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہوگا اور اگر مفلس سے تاوان لیا تو وہ لقطہ اٹھانے والے سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا ہاں اگر وہ لقطہ ہلاک وضائع نہ ہوا ہو بلکہ جوں کا توں موجود ہو تو وہی لے لے گویا اسکا مطلب یہ ہوا کہ مالک کو تاوان لینے کا حق اسی صورت میں پہنچے گا جب کہ وہ لقطہ ہلاک وضائع ہو گیا ہو اور اگر وہ ہلاک وضائع نہ ہوا ہو تو پھر وہی لینا ہوگا۔ شرح وقایہ کے بعض حواشی میں نہایہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ تشہیر کے بعد لقطہ کو صدقہ کر دینا جائز ہے لیکن اسے رکھ چھوڑنا عزیمت ہے۔

اونٹ کی مشک" سے مراد اس کا پیٹ ہے یعنی انٹ کا پیٹ مشک کی طرح ہوتا ہے جس میں اتنی رطوبت رہتی ہے جو اس کو بہت دنوں تک بغیر پانی کے رکھ سکتی ہے چنانچہ انٹ کئی روز تک پیاس کو برداشت کر لیتا ہے جب کہ دوسرے جانوروں میں یہ چیز نہیں ہوتی۔ اس بارے میں مشہور ہے کہ انٹ پندرہ روز تک اپنی پیاس برداشت کر لیتا ہے۔

لقطہ کے قیمتی ہونے میں معیار ضمان کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد حضرت شعیب) سے اور شعیب اپنے دادا یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درختوں پر لٹکے ہوئے پھلوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی ضرورت مند کچھ پھل توڑ کر کھالے مگر اپنی جھولی میں بھر کر نہ لے جائے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اور جو شخص کھائے بھی اور جھولی بھر کر لے بھی جائے تو اس پر دوگنا تاوان ہے اور سزا ہے اور جو شخص ان پھلوں میں سے کچھ چرائے جو کھلیان میں رکھے جا

چکے ہوں اور وہ چرائی ہوئی مقدار ایک سیر ڈھال کی قیمت کے بقدر ہو تو اس کے لئے ہاتھ کاٹنے کی سزا ہے۔ راوی نے گمشدہ اونٹ اور بکری کے بارے میں اس سوال وجواب کا ذکر کیا جو دوسرے راویوں نے بیان کیا ہے اور جو پہلے گزر چکا ہے اس کے بعد راوی کہتے ہیں کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لقطہ کسی ایسے راستے پر پایا جائے جس پر آمدورفت رہتی ہو اور گاؤں وآبادی کے قریب ہو تو اس کے بارے میں ایک سال تک تشہیر واعلان کرو اور پھر جب مالک آجائے تو وہ لقطہ اس کے سپرد کر دو اور اگر مالک نہ آئے تو وہ لقطہ تمہارا ہے کہ تم اسے اپنے کام میں لا سکتے ہو) اور وہ لقطہ جو ویرانہ قدیم میں پایا جائے اس کا اور زمین سے برآمد ہونیوالے دفینے کا حکم یہ ہے کہ اس کا پانچواں حصہ راہ خدا میں دے دیا جائے (نسائی) اور ابوداؤد نے اس روایت کو عمرو بن شعیب سے (وسدل عن اللقطة) تک نقل کیا ہے۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 254)

ضرورت مند سے مراد یا تو مطلقاً فقیر ومفلس ہے کہ اگرچہ وہ حالت اضطرار میں ہو اور یا اس سے مراد مضطر یعنی وہ شخص مراد ہے جو بھوک کی سبب سے مرا جا رہا ہو۔ گویا اس کا حاصل یہ ہے کہ ضرورت مند درخت سے بقدر ضرورت پھل توڑ کر کھالے مگر اپنی جھولی میں بھر کر نہ لے جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

ابن مالک کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص گنہگار تو نہیں ہوتا۔ لیکن اس پر تاوان یعنی اتنے پھل کی قیمت دینا واجب ہوتا ہے یا پھر یہ کہ اس حکم کا تعلق اسلام کے ابتدائی زمانہ سے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ اور اس پر دوگنا تاوان ہے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص پھل توڑ کر کھائے بھی اور اپنی جھولی میں بھر کر لے بھی جائے تو اس سے اس پھل کی دوگنی قیمت وصول کی جائے گی۔

لیکن ابن مالک فرماتے ہیں کہ حکم بطریق تنبیہ ہے ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ اس پھل کی دوگنی قیمت دینا واجب نہیں ہوتا بلکہ صرف اصل قیمت لی جاسکتی ہے۔ اگرچہ حضرت امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ حکم اسلام کے ابتدائی زمانے کا ہے پھر منسوخ ہو گیا ہے "اور سزا ہے" میں "سزا" سے مراد "تقذیر" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا ہاں بطور تعزیر کوئی سزا دی جاسکتی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اس زمانہ میں باغات محفوظ اور گھرے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ جو کھلیان میں رکھے ہوئے اناج وپھل اگر اتنی مقدار میں چرائے جو ایک سیر کی قیمت کے بقدر ہو تو شرعی قانون کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس وقت ایک سیر کی قیمت تین یا چار درہم ہوتی تھی۔

چنانچہ حضرت امام شافعی کے نزدیک چوری کے مال کی وہ مقدار کہ جس پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جاتی ہے چار درہم یا اس سے زیادہ مالیت کی ہے۔ لیکن حنفیہ کے مسلک میں ابتدائی دس درہم ہے چنانچہ شمنی نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں سیر کی قیمت دس درہم ہوتی تھی۔

اور جو لقطہ کسی ایسے راستے پر پایا جائے جو آبادی کے قریب ہونے کی سبب سے گزرگاہ عام وخاص ہو تو اس کی تشہیر واعلان واجب ہے کیونکہ اس بات کا غالب گمان ہو سکتا ہے کہ وہ کسی مسلمان کا ہو اور جو لقطہ کسی ویرانہ قدیم یعنی کسی ایسے ویران گاؤں یا قدیم وغیر آباد زمین پر پایا جائے جہاں مسلمانوں کی عمارات نہ ہوں اور نہ وہ کسی مسلمان کی ملکیت میں ہوں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس

میں سے پانچواں حصہ نکال کر اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کر دیا جائے اور بقیہ اپنے استعمال میں لے آیا جائے خواہ وہ لقطہ سونے چاندی کی صورت میں ہو یا ان کے علاوہ کسی اور سامان وزیورات کی شکل میں ہو اسی طرح کسی ویران قدیم سے اگر کوئی دفینہ وغیرہ برآمد ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جو چیز ہے بے اطلاع مالک بیچی جائے وہ بیع اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے قبل از اجازت اگر سو بھی یکے بعد دیگرے ہوں، سب اسی کی اجازت پر موقوف رہیں گی اور قبل اجازت اس میں کوئی اس کا مالک نہ ہوگا نہ اس کا تصرف جائز ہو، نہ اس کی قربانی ہو سکے، لقطہ کا حکم تشہیر ہے اس کے بعد فقیر پر تصدق نہ کہ بلا تشہیر بیع، ہاں بعد اطلاع جس بیع کو وہ نافذ کردے نافذ ہو جائیگی جبکہ بائع ومشتری وبیع قائم ہوں۔ (فتاوی رضویہ، ج ۱۷، ص ۲۰۷، لاہور)

1703 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ: فِي التَّعْرِيفِ قَالَ: عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً وَقَالَ: اعْرِفْ عَدَدَهَا وَوِعَاءَهَا، وَوِكَاءَهَا زَادَ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ عَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ يَقُولُ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ إِلَّا حَمَّادٌ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، يَعْنِي فَعَرَفَ عَدَدَهَا

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اعلان کرنے کے بارے میں اس راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین سالوں کے بعد یہ فرمایا''۔

اس راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''تم اس کی تعداد، اس کی تھیلی اور تھیلی کے منہ پر باندھی جانے والی ڈوری کو شناخت یاد رکھنا''۔

اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''اگر اس کا مالک آجاتا ہے اور اس رقم کی تعداد اور اس کی تھیلی کی شناخت بتادیتا ہے' تو تم اسے اس کے سپرد کردو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ کلمات اس روایت میں صرف حماد نے نقل کیے ہیں ''کہ اگر وہ ان کی تعداد بتادیتا ہے''۔

گم شدہ اونٹ کو پکڑنے کی ممانعت کا بیان

1704 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا، وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، وَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَأْتِيَهَا رَبُّهَا.

❀❀ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیز کے بارے میں دریافت کیا:

جو کہیں گری ہوئی ملتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ایک سال تک اس کا اعلان کرو پھر اس کی تھیلی اور اس کے منہ پر باندھی جانے والی ڈوری کی شناخت یاد رکھو پھر تم اس رقم کو اپنے استعمال میں لے آؤ اگر اس کا مالک آجائے' تو تم یہ اسے ادا کر دینا۔ اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! گمشدہ بکری کے بارے میں (آپ ﷺ کا کیا حکم ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے حاصل کرلو یا وہ تمہیں ملے گی یا تمہارے کسی اور بھائی کو ملے گی یا بھیڑیا لے جائے گا۔ اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! گمشدہ اونٹ (کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے) اس بات پر نبی اکرم ﷺ کو غصہ آگیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اس سے کیا واسطہ؟ اس کے پاؤں اس کے پاس ہیں۔ اس کا پیٹ اس کے پاس ہے۔ اس کا مالک خود ہی اس تک پہنچ جائے گا۔

1705 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ سِقَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ وَلَمْ يَقُلْ: خُذْهَا فِي ضَالَّةِ الشَّاءِ وَقَالَ فِي اللُّقَطَةِ: عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنُكَ بِهَا وَلَمْ يَذْكُرْ اسْتَنْفِقْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ رَبِيعَةَ مِثْلَهُ لَمْ يَقُولُوا خُذْهَا

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' جس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''اس کا پیٹ اس کے ساتھ ہے وہ خود پانی تک پہنچ جائے گا' اور درختوں کے پتے کھالے گا''۔

اس روایت میں گمشدہ بکری کے بارے میں یہ الفاظ نہیں ہیں ''تم اسے حاصل کرلو''۔

البتہ گمشدہ چیز کے بارے میں یہ الفاظ ہیں: ''تم ایک سال تک اس کا اعلان کرو اگر اس کا مالک آجاتا ہے' تو ٹھیک ہے ورنہ تم خود اسے استعمال کرو''۔

اس میں یہ ذکر نہیں ہے ''تم اسے خرچ کرو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے' جس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ ''تم اسے حاصل کرلو''۔

اگر ناجائز کمائی ہو اور اسے حقدار تک واپس نہ کیا جا سکتا ہو

اگر ناجائز کمائی ہو اور اسے حقدار تک واپس نہ کیا جا سکتا ہو تو اسے صدقہ کر دینا چاہیے۔ (الفروق واشباہ)

اس کا ثبوت یہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لقطہ حلال نہیں ہے جس شخص نے کسی چیز کو اٹھایا وہ اس کا اعلان کرے، اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو واپس کر دے اور اگر نہ آئے تو اس چیز کو صدقہ

1705- اسناده صحيح. ابن السرح: هو احمد بن عمرو الاموى، وابن وهب: هو عبد الله. وهو عند مالك فى "الموطا" 7572/، ومن طريقه اخرجه البخارى (2372) و (2429) و (2430)، ومسلم (1722)، والنسائى فى "الكبرى" (5783)، ورواية النسائى مختصرة بقطعة التعريف باللقطة. وهو فى "صحيح ابن حبان" (4889) و (4898).

کرے، پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو (صدقہ کرنے) کے اجر اور اس چیز کے (تاوان لینے میں) اختیار دے۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۸، بیروت)

اس حدیث میں آیا ہے کہ لقطہ حلال نہیں لہٰذا اسے اس کے مالک تک پہنچایا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر اسے صدقہ کر دیا جائے ۔اگرچہ لقطہ میں یہ صراحت نہیں کہ اسے اٹھانا حرام ہے لیکن اس قاعدہ کے ثبوت میں ہم استدلال یہ کر رہے ہیں کہ بعد از اٹھانے کے کیا اسے تصرف میں لایا جاسکتا ہے تو اس میں علمائے احناف کا اتفاق ہے کہ نہیں اسے بعد از عدم الحاق مالک صدقہ کر دیا جائے۔اس کے لئے اسکا کھانا حلال نہیں۔لہٰذا جب لقطہ جس کا ابتدائی سبب بھی ناجائز نہیں اسے حقدار تک نہ پہنچانے پر صدقہ کا حکم ہے تو پھر حرام کمائی والے میں بدرجہ اولیٰ صدقہ کر دینا چاہئے جو اس قاعدے کا تقاضہ ہے۔

1706 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً، فَاِنْ جَاءَ بَاغِيهَا فَاَدِّهَا اِلَيْهِ، وَاِلَّا فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا، وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ كُلْهَا فَاِنْ جَاءَ بَاغِيهَا فَاَدِّهَا اِلَيْهِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گمشدہ چیز ملنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو اگر وہ شخص آجاتا ہے تو وہ تم اسے ادا کر دو ورنہ تم اس تھیلی اور اس کے منہ پر باندھی جانے والی ڈوری کی شناخت یاد رکھنا اور پھر اسے خود استعمال کر لو۔ اگر (کبھی) اسے تلاش کرنے والا شخص آگیا تو تم (اس کے برابر) ادائیگی اسے کر دینا۔

1707 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِيْهِ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، اَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ رَبِيعَةَ، قَالَ: وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: تُعَرِّفُهَا حَوْلًا، فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا دَفَعْتَهَا اِلَيْهِ، وَاِلَّا عَرَفْتَ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اَفِضْهَا فِيْ مَالِكَ، فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ.

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا' اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گمشدہ چیز ملنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک سال تک اس کا اعلان کرو اگر اس کا مالک آجاتا ہے تو وہ تم اس کے حوالے کر دو ورنہ تم اس کی تھیلی اور اس کے منہ پر باندھی جانے والی ڈوری کی شناخت یاد رکھنا اور پھر اسے اپنے مال میں شامل کر لینا (یعنی خود اسے خرچ کر لینا) اگر اس کا مالک آجائے تو وہ تم اس کے حوالے کر دینا۔

1708 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، وَرَبِيعَةَ، بِاِسْنَادِ

قُتَيْبَةَ وَمَعْنَاهُ وَزَادَ فِيهِ فَإِنْ جَاءَ بَاغِيهَا فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَعَدَدَهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ، وقَالَ حَمَّادٌ: أَيْضًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ الَّتِي زَادَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، فِي حَدِيثِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَرَبِيعَةَ، إِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا فَادْفَعْهَا إِلَيْهِ لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا وَحَدِيثُ عُقْبَةَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْضًا قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً وَحَدِيثُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اگر اسے تلاش کرنے والا شخص آگیا اور اس نے اس تھیلی اور اس کے اندر موجود رقم کی گنتی کے بارے میں بتادیا' تو تم وہ اس کے حوالے کردینا''۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عمرو بن شعیب کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی اضافی الفاظ حماد بن سلمہ نے اپنی روایت میں نقل کئے ہیں' جو مختلف راویوں کے حوالے سے منقول ہیں' وہ یہ الفاظ ہیں:

''اگر اس کا مالک آگیا اور اس نے اس تھیلی اور اس کے منہ پر باندھی جانے والی ڈوری کی شناخت بتادی تو تم یہ اس کے حوالے کردینا''۔

اس میں یہ الفاظ منقول نہیں ہیں ''اس نے اس تھیلی اور اس کے منہ پر باندھی جانے والی ڈوری کو شناخت کرلیا''۔

عقبہ نامی راوی نے اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

''تم ایک سال تک اس کا اعلان کرنا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: ''تم ایک سال تک اس کا اعلان کرو''۔

1709 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي الطَّحَّانَ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ الْمَعْنَى، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ أَوْ ذَوِي عَدْلٍ، وَلَا يَكْتُمْ وَلَا يُغَيِّبْ فَإِنْ وَجَدَ صَاحِبَهَا فَلْيَرُدَّهَا عَلَيْهِ، وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جس شخص کو کوئی چیز کہیں گری ہوئی ملتی ہے' تو اسے چاہئے کہ وہ ایک یا دو عادل لوگوں کو گواہ بنالے وہ کوئی چیز چھپائے نہیں اور کوئی چیز غائب نہ کرے اگر چیز کا مالک آجاتا ہے' تو وہ چیز اس کو واپس کردے ورنہ یہ اللہ کا مال ہے' وہ جسے چاہتا ہے اسے وہ عطا کردیتا ہے''۔

حصول لقطہ کے لیے گواہی کا بیان

امام ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جب کوئی بندہ حاکم کے پاس گیا اور اس نے لقطہ کا دعویٰ کردیا تو جب تک وہ گواہ پیش نہ کرے اس وقت تک اسے لقطہ نہیں دیا جائے گا ہاں جب وہ کوئی علامت بیان کردے تو اٹھانے والے کے لئے اس کا لقطہ دینا حلال ہے لیکن فیصلے کے طور پر اٹھانے والے کو اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ اس کو مجبور کیا جائے گا۔ اور علامت یہ ہے کہ وہ دراہم کا وزن، ان کی تعداد، اس بندھن اور اس کا برتن بیان کرے۔ ان ائمہ فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اٹھانے والا قبضہ سے متعلق مالک سے جھگڑا کرنے والا ہے مگر ملکیت کے بارے میں جھگڑا کرنے والا نہیں ہے پس اس میں لقطہ کا وصف بیان کرنا شرط ہوگا کیونکہ اس میں ایک طرح جھگڑا موجود ہے جبکہ گواہ پیش کرنا شرط نہ ہوگا کیونکہ ایک طرح سے جھگڑا نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ملکیت کی طرح قبضہ میں حق حاصل کرنا مقصد ہے پس اس کو ملکیت پر قیاس کرتے ہوئے بغیر کسی دلیل کے یعنی گواہ پیش کیے بغیر وہ اس کا حقدار نہ ہوگا البتہ علامت بیان کرنے کی حالت میں اٹھانے والے کے لئے لقطہ دینا حلال ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اس کا مالک آجائے تو وہ لقطہ کی تھیلی اور اس کی تعداد بیان کردے تو اٹھانے والا لقطہ مالک کے حوالے کردے۔ یہ حکم اباحت کے طور پر ہے جبکہ حدیث مشہور پر عمل کرتے ہوئے اور وہ حدیث مشہور یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدعی پر گواہ پیش کرنا ضروری ہے اور اٹھانے والا جب مالک کو دینے لگے تو بہ طور ضامن ایک کفیل سے پکڑے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اٹھانے والا اپنی ذات کے لئے کفیل طلب کرنے والا ہے۔ بہ خلاف امام اعظم کے کیونکہ ان کے نزدیک غائب وارث کا کفیل لینا صحیح نہیں ہے۔ (ہدایہ، کتاب لقطہ، لاہور)

1710 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ؟ فَقَالَ: مَنْ أَصَابَ بِفِيهِ مِنْ ذِي حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوبَةُ، وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ وَذَكَرَ فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ كَمَا ذَكَرَهُ غَيْرُهُ، قَالَ: وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ:

1710- اسناده حسن. الليث: هو ابن سعد، وابن عجلان: هو محمد. واخرجه الترمذي (1289)، والنسائي (7404) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الاسناد. ورواية الترمذي مختصرة بذكر ما يصيبه ذو الحاجة، وقال: حديث حسن. واخرجه النسائي (7405) من طريق عمرو بن الحارث وهشام بن سعد عن عمرو ابن شعيب، به

مَا كَانَ مِنْهَا فِي طَرِيْقِ الْمِيتَاءِ اَوِ الْقَرْيَةِ الْجَامِعَةِ فَعَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ طَالِبُهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ، وَاِنْ لَمْ يَأْتِ فَهِيَ لَكَ، وَمَا كَانَ فِي الْخَرَابِ يَعْنِي فَفِيهَا وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (درخت پر) لٹکے ہوئے پھل کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ضرورت مند ہونے کی وجہ سے منہ میں ڈال کر اسے کھالیتا ہے' لیکن اپنے کپڑے میں کچھ نہیں باندھتا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن جو شخص وہاں سے کوئی چیز اٹھا کر لے کر جاتا ہے' تو اسے اس کا دوگنا جرمانہ ہوگا' اور سزا بھی دی جائے گی' جو شخص گودام میں آجانے کے بعد اس پھل کو چراتا ہے' تو اگر وہ ڈھال کی قیمت جتنا ہو' تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

اس کے بعد راوی نے گمشدہ ملنے والی بکری اور اونٹ کے بارے میں اسی طرح ذکر کیا' جس طرح دوسرے راویوں نے ذکر کیا ہے۔ راوی کہتا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گمشدہ ملنے والی چیز کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چیز تمہیں کسی عام گزرگاہ اور کسی بڑی آبادی میں ملتی ہے' تو ایک سال تک اس کا اعلان کرو اگر اس کا طلب گار آجاتا ہے' تو وہ اس کے سپرد کر دو اور اگر کوئی نہیں آتا تو وہ تمہاری ملکیت ہوگی اور جو چیز کسی ویران جگہ پر ملتی ہے' تو اس میں اور دفینہ ملنے پر پانچویں حصے کی ادائیگی لازم ہوگی۔

1711 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، بِإِسْنَادِهِ بِهٰذَا، قَالَ فِي ضَالَّةِ الشَّاءِ: قَالَ: فَاجْمَعْهَا.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں گمشدہ ملنے والی بکری کے بارے میں یہ الفاظ ہیں: ''تم اسے جمع کرلو (یعنی اپنی بکریوں میں شامل کرلو)''

ہر جگہ پکڑے جانے والے جانوروں کے لقطہ ہونے میں فقہی مذاہب

اونٹ کے موزے، سے مراد اس کے مضبوط وقوی تلوے ہیں کہ وہ راہ چلنے اور پانی گھاس تک پہنچنے اور درندوں سے اپنے آپ کو بچانے کی خوب طاقت رکھتا ہے۔ گویا اس ارشاد گرامی میں مشک اور موزے کے ذریعہ انٹ کو اس مسافر سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنے ساتھ سامان سفر رکھتا ہے جس کی موجودگی میں اسے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس معاملہ میں ہر جانور انٹ کے حکم میں ہے جو اپنے نگہبان یعنی چرواہے کی عدم موجودگی میں بھیڑیئے وغیرہ کے چنگل میں پھنس کر ضائع وہلاک نہیں ہوتا جس طرح گھوڑا گائے اور گدھا وغیرہ ہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک نے اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ جنگل میں انٹ اور گائے وغیرہ بطور لقطہ نہیں پکڑے جاسکتے کیونکہ وہاں ان کے ضائع ہوجانے کا کوئی خدشہ نہیں ہوتا۔ البتہ دیہات اور شہروں میں اگر یہ جانور ملیں تو انہیں بطور لقطہ نہیں پکڑے جاسکتے کیونکہ وہاں ان کے ضائع ہوجانے کا کوئی خدشہ نہیں ہوتا البتہ دیہات اور شہروں میں اگر یہ جانور ملیں تو انہیں بطور لقطہ پکڑنا جائز ہے۔

حنفیہ کے ہاں تمام جانوروں کا التقاط اور تعریف یعنی انہیں بطور لقطہ پکڑنا اور اسکی تشہیر کرنا) لوگوں کے مال کی حفاظت کے پیش نظر ہر جگہ مستحب ہے خواہ جنگل ہو یا آبادی حضرت زید کی اس روایت کے بارے میں حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں مذکورہ حکم کہ اونٹ کو پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے اس زمانہ میں تھا جب کہ امانتدار اور خیر وبھلائی کے حامل لوگوں ہی غلبہ تھا جس کی سبب سے اگر کسی کا جانور کوئی نہ پکڑتا تھا تو کسی خائن کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچتا تھا لیکن اب اس زمانہ میں یہ بات مفقود ہے اور امانت ودیانت کے حامل لوگ بہت ہی کم ہیں اس لئے مخلوق خدا کے مال کی حفاظت کا تقاضا یہی ہے کہ جو جانور جہاں مل جائے اسے بطور لقطہ پکڑ لایا جائے اور اس مالک تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

لقطہ میں بکری پکڑنے کا بیان

اگر کوئی بکری بطور لقطہ تم نے پکڑی اور پھر تم نے اس کی تشہیر کی جس کے نتیجہ میں اس کا مالک آ گیا تو وہ تم سے لے لے گا لیکن اگر تشہیر کے بعد مالک نہ آیا تو پھر وہ بکری تمہاری ہو جائے گی تم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو اسی طرح (ولاخیک الا) الخ یا تمہارے بھائی کی ہے الخ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے وہ بکری پکڑی لی اور اس کا مالک آ گیا تو وہ اسے لے لے گا اور اگر تم نے نہ پکڑی اور مالک کے ہاتھ لگ گئی تب بھی وہ لے لے گا یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے وہ بکری نہ پکڑی تو تمہارے بجائے کوئی اور تمہارا مسلمان بھائی اسے پکڑ لے گا اور اگر ان میں سے کوئی بھی صورت نہ ہوئی تو پھر بھیڑیا اس بکری کو پکڑ لے گا گویا اس ارشاد کا مقصد اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ اگر کوئی بکری بطور لقطہ ملے تو اسے پکڑ لینا اور مالک کے نہ آنے کی صورت میں اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے تاکہ وہ بکری یوں ہی ضائع نہ ہو اور بھیڑیا وغیرہ اسے نہ کھالے۔ یہی حکم ہر اس جانور کے بارے میں ہے جو اپنے نگہبان یعنی چرانے والے کی عدم موجودگی میں بھیڑیئے کی گرفت میں جانے سے محفوظ نہ رہ سکتا ہو۔

لقطہ کے تین احوال کا فقہی بیان

جب مالک کی کوئی چیز گم ہو جائے تو وہ تین حالات سے خالی نہیں ہو سکتی۔

پہلی حالت: وہ چیز لوگوں کی تسبب کے قابل اور اہم نہ ہو، مثلاً چھڑی، روٹی، جانور ہانکنے والی چھڑی، پھل وغیرہ، لہٰذا یہ اشیاء اٹھا کر استعمال کی جا سکتی ہیں اور ان کے اعلان کی کوئی ضرورت نہیں۔

جیسا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی بیان ہے جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی، رسی، اور کوڑا اٹھانے کی اجازت دی ہے (سنن ابوداود)

دوسری حالت: وہ چیز چھوٹے درندوں سے اپنے آپ کو بچا سکتی ہو، یا تو اپنی ضخامت کی سبب سے مثلاً اونٹ، گائے، گھوڑا، خچر، یا وہ اڑ کر اپنی حفاظت کر سکتی ہو، مثلاً اڑنے والے پرندے، یا تیز رفتاری کے سبب مثلاً ھرن، یا پھر اپنی کچلیوں سے اپنا دفاع کر سکتی ہو، مثلاً چیتا وغیرہ۔ تو اس قسم کے جانوروں کو پکڑنا حرام ہے اور اعلان کے باوجود اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گمشدہ اونٹ کے بارہ میں فرمایا تھا: (آپ کو اس کا کیا اس کے پاس تو پینے کے لیے بھی ہے اور چلنے کی طاقت بھی، پانی پیئے اور درختوں کے پتے کھائے گا حتی کہ اس کا مالک اسے حاصل کر لے) (صحیح بخاری صحیح مسلم)

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے بھی گمشدہ چیز اٹھائی وہ غلطی پر ہے۔ یعنی اس نے صحیح نہیں کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس حدیث میں یہ حکم دیا ہے کہ اسے پکڑا نہ جائے بلکہ وہ خود ہی کھاتا پیتا رہے گا حتی کہ اس کا مالک اسے تلاش کر لے۔

اور اس قسم میں بڑی بڑی اشیاء بھی ملحق کی جاسکتی ہیں مثلا: بڑی دیگ، اور ضخیم لکڑیاں اور لوہا، اور وہ اشیاء جو خود ہی محفوظ رہتی ہوں اور ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں اور نہ ہی وہ خود اپنی جگہ سے منتقل ہوسکتی ہیں ان کا اٹھانا بھی حرام ہے بلکہ باولی حرام ہے۔

تیسری حالت: گمشدہ اشیاء مال و دولت ہو: مثلا پیسے، سامان، اور وہ جو چھوٹے درندوں سے اپنی حفاظت نہ کر سکے، مثلا بکری، گائے وغیرہ کا بچھڑا وغیرہ، تو اس میں حکم یہ ہے کہ اگر پانے والے کو اپنے آپ پر بھروسہ ہے تو اس کے لیے اٹھانا جائز ہے۔

لقطہ کی اقسام کا فقہی بیان

پہلی قسم: کھانے والے جانور، مثلا مرغی، بکری، بکری اور گائے کا بچہ وغیرہ، تو اسے اٹھانے والے پر تین امور میں سے کوئی کرنا ضروری ہے۔

پہلا: اسے کھالے اور اس حالت میں وہ اس کی قیمت ادا کرے گا۔

دوسرا: اس کے اوصاف وغیرہ یاد رکھے اور اسے بیچ کر اور اس کی قیمت مالک کے لیے محفوظ کر لے۔

تیسرا: اس کی حفاظت کرے اور اپنے مال سے اس پر خرچ کرے لیکن وہ اس کی ملکیت نہیں بنے گی وہ اس نفقہ سمیت مالک کے آنے پر اسے واپس کی جائے گی۔

اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بکری کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اسے پکڑ لو، اس لیے کہ یا تو وہ آپ کے لیے ہے یا پھر آپ کے بھائی کی یا پھر بھیڑیا کھا جائے گا) (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بکری کمزور ہے وہ ہلاک ہو جائے گی یا تو اسے آپ پکڑ لیں یا پھر کوئی اور پکڑ لے وگرنہ اسے بھیڑیا کھا جائے گا۔

ابن قیم اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں: (اس حدیث میں بکری کے پکڑنے کا جواز پایا جاتا ہے، اگر بکری کا مالک نہ آئے تو وہ پکڑنے والے کی ملکیت ہونے کی بنا پر اسے اختیار ہے کہ وہ اسے فی الحال کھالے اور قیمت ادا کر دے، یا پھر اسے بیچ کر اس کی قیمت محفوظ کر لے، یا اسے اپنے پاس رکھے اور اپنے مال میں سے اسے چارہ کھلائے، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کھانے سے پہلے مالک آجائے تو بکری لے جاسکتا ہے)۔

دوسری قسم: جس کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو: مثلا تربوز، اور دوسرے پھل وغیرہ تو اس میں اٹھانے والے کو مالک کے لیے بہتر کام کرنا چاہیے کہ اسے کھالے اور مالک کو قیمت ادا کر دے، یا پھر اسے بیچ دے اور مالک کے آنے تک اس کی قیمت محفوظ رکھے۔

تیسری قسم: اوپر والی قسموں کے علاوہ باقی سارا مال: مثلا نقدی، اور برتن وغیرہ، اس میں ضروری ہے کہ وہ اس کی حفاظت کرے اور یہ اس پاس امانت رہے گی اور اسے لوگوں کے جمع ہونے والی جگہوں پر اس کا اعلان کرنا ہوگا۔ - کوئی بھی گری ہوئی چیز

اس وقت تک اٹھا سکتا ہے جب اسے اپنے آپ پر بھروسہ ہو کہ وہ اس کا اعلان کرے گا۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس کا تھیلی اور رسی کی پہچان کرلو اور اس کا ایک برس تک اعلان کرتے رہو اگر مالک نہ آئے تو اسے خرچ کرلو لیکن وہ آپ کے پاس امانت ہے اگر اس کا مالک کسی دن تیرے پاس آ جائے تو اسے واپس کردو)۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: (اسے پکڑلو اس لیے کہ یا تو وہ آپ کے لیے ہے یا پھر آپ کے بھائی کے لیے اور یا پھر بھیڑیے کے لیے) اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گمشدہ اونٹ کے بارہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: (آپ کو اس سے کیا؟! اس کے پاس پینے کے لیے بھی ہے اور چلنے کے لیے بھی وہ پانی پر جائے گا اور درختوں کے پتے کھاتا پھرے گا حتی کہ اس کا مالک اسے حاصل کرلے) (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان (اس کی تھیلی اور تسمہ کی پہچان کرلو) کا معنی یہ ہے کہ: وہ رسی یا تسمہ جس سے رقم اور پیسے کی تھیلی کو باندھا جاتا ہے، اور عفاص اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں مال و رقم ہوتی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (پھر ایک برس تک اس کا اعلان کرتے رہو) یعنی لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں بازاروں اور مساجد کے دروازوں کے باہر اور دوسری جمع ہونے والی جگہوں وغیرہ میں اس کا اعلان کرتے رہو۔

(ایک برس) یعنی پورے ایک سال تک، چیز ملنے کے پہلے ہفتہ میں روزانہ اعلان کرے، اس لیے کہ پہلے ہفتے میں مالک کے ڈھونڈتے ہوئے آنے کی زیادہ امید ہے، پھر اس ہفتہ کے بعد وہ لوگوں کی عادت کے مطابق اعلان کرتا رہے۔

(اور اگر یہ طریقہ گزشتہ ادوار میں موجود رہا ہے تو اب اسے آج کے دور کے مطابق اعلان کرنا چاہیے اہم یہ ہے کہ مقصد حاصل ہو جائے کہ حتی الامکان اس کے مالک تک پہنچا جاسکے)

حدیث گمشدہ چیز کے اعلان کے وجوب پر دلالت کرتی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (اس کی تھیلی اور تسمہ پہچان لو) میں اس کی صفات اور نشانیوں کی پہچان کرنے کے وجوب کی دلیل پائی جاتی ہے، تاکہ جب اس کا مالک آئے اور اس کے مطابق نشانی بتائے تو اسے یہ مال واپس کیا جاسکے، اور اگر اس کی بتائی ہوئی نشانی صحیح نہ ہو تو وہ مال اسے دینا جائز نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (اگر اس کے مالک کو نہ پائے تو اسے استعمال کرلو) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ چیز اٹھانے والا ایک برس تک اعلان کرنے کے بعد اس کا مالک بنے گا، لیکن وہ اس کی نشانیوں کی پہچان سے قبل اس میں کسی قسم کا تصرف نہیں کرسکتا: یعنی اسے اس کی تھیلی، باندھنے والی رسی، مال کی مقدار، اس کی جنس اور کس طرح کا ہے وغیرہ کی پہچان کرلینی چاہیے، اگر ایک برس کے بعد اس کا مالک آئے اور اس کے مطابق نشانی بتائے تو اسے ادا کردے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

(اگر اس کا مالک کسی بھی روز آجائے تو اسے وہ مال ادا کردو)

لقطہ سے لازم ہونے والے احکام کا بیان

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے لقطہ یا گمشدہ چیز کے بارہ میں چند ایک امور لازم آتے ہیں۔

پہلا: اگر کوئی گری ہوئی چیز پائے تو اس وقت تک نہ اٹھائے جب تک کہ اسے اپنے آپ پر بھروسہ اور اس کے اعلان کرنے

کی قوت نہ ہوتا کہ اس کے مالک تک وہ چیز پہنچ جائے، اور جس کو اپنے آپ پر بھروسہ ہی نہیں اس کے لیے اسے اٹھانا جائز نہیں، اگر اس کے باوجود وہ اٹھالے تو وہ غاصب جیسا ہی ہے اس لیے کہ اس نے کسی دوسرے کا مال ناجائز اٹھایا ہے اور پھر اس میں دوسرے کے مال کا ضیاع بھی ہے۔

دوسرا: اٹھانے سے قبل اس کی تھیلی اور تسمہ اور مال کی جنس اور مقدار وغیرہ کی معرفت و پہچان ضروری ہے، تھیلی سے مراد وہ کپڑا یا بٹوہ ہے جس میں رقم رکھی گئی ہو، اور (وکائها) سے مراد وہ رسی یا ڈوری ہے جس سے اس تھیلی کو باندھا گیا اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پہچان کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کا متقاضی ہے۔

تیسرا: ایک برس تک مکمل اس کا اعلان کرنا ضروری ہے پہلے ہفتہ میں روزانہ اور اس کے بعد عادت کے مطابق اعلان ہوگا، اور اعلان میں یہ کہے کہ: جس کسی کی بھی کوئی چیز گم ہوئی ہو یا اس طرح کے کوئی اور الفاظ، اور یہ اعلان لوگوں کے جمع ہونے والی جگہوں مثلاً بازار، اور نمازوں کے اوقات میں مساجد کے دروازوں پر اعلان کرے۔

گمشدہ چیز کا اعلان مساجد میں نہیں کیا جائے گا کیونکہ مساجد اس لیے نہیں بنائی گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے منع فرمایا ہے: (جو بھی کسی کو مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرتا ہوا سنے وہ اسے یہ کہے، اللہ تعالیٰ اس چیز کو تیرے پاس واپس نہ لائے)

چوتھا: جب اس کا مالک تلاش کرتا ہوا آئے اور اس کے مطابق صفات اور نشانیاں بتائے تو اسے وہ چیز بغیر کسی قسم اور دلیل کے واپس کرنی واجب ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا ہے۔

اور پھر وہ صفات و نشانیاں قسم اور دلیل کے قائم مقام ہیں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس کی صفات کا بتانا دلیل اور قسم سے بھی سچی اور اظہر ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ اصل چیز کا نفع چاہے وہ متصل ہو یا وہ منفصل واپس کرنا پڑے گا۔

لیکن اگر مالک اس کی صفات اور نشانی نہ بتا سکے تو وہ چیز اسے واپس نہیں کرنی چاہیے، اس لیے کہ وہ اس پاس امانت ہے جس کو مالک کے علاوہ کسی اور کو دینا جائز نہیں۔

پانچواں: ایک برس تک اعلان کے بعد بھی اگر مالک نہ آئے تو وہ چیز اٹھانے والے کی ملکیت ہوگی لیکن اس میں تصرف سے قبل اس کی صفات اور نشانیوں کی پہچان ضروری ہے تا کہ اگر کبھی اس کا مالک لینے آئے تو اس کی بتائی ہوئی نشانیوں کی پہچان کرنے کے بعد اگر وہ چیز موجود ہو تو واپس کی جائے وگرنہ اس کا بدل یا قیمت ادا کر دی جائے اس لیے کہ مالک کے آنے سے اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔

1712 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، بِهَذَا بِإِسْنَادِهِ قَالَ فِي ضَالَّةِ الْغَنَمِ: لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ، خُذْهَا قَطُّ. وَكَذَا قَالَ فِيهِ أَيُّوبُ، وَيَعْقُوبُ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: فَخُذْهَا.

❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں گمشدہ بکری کے بارے میں یہ الفاظ ہیں: ”وہ یا تمہیں ملے گی یا تمہارے بھائی کو ملے گی یا کسی بھیڑیے کو ملے گی تو تم اسے حاصل کرلو“۔

اسی طرح دیگر راویوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:
"تم اسے حاصل کرلو"۔

1713 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا، قَالَ فِي ضَالَّةِ الشَّاءِ: فَاجْمَعْهَا حَتَّى يَأْتِيَهَا بَاغِيهَا

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جس میں گمشدہ بکری کے بارے میں یہ الفاظ ہیں:
"تم اسے (اپنی بکریوں میں) شامل کرلو۔ یہاں تک کہ اسے تلاش کرنے والا شخص آجائے تو وہ اس کے حوالے کردینا"۔

لقطہ کے بعض احکام کا بیان

کوئی ایسی چیز پائی جو بے قیمت ہے جیسے کھجور کی گٹھلی انار کا چھلکا ایسی اشیاء میں اعلان کی حاجت نہیں کیونکہ معلوم ہوتا ہے اسے چھوڑ دینا اباحت ہے کہ جو چاہے لے لے اور اپنے کام میں لائے اور یہ چھوڑنا تملیک نہیں کہ مجہول کی طرف سے تملیک صحیح نہیں۔ لہٰذا وہ اب بھی مالک کی ملک میں باقی ہے۔ (ردالمحتار) اور بعض فقہا یہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ وہ متفرق ہوں اور اگر اکٹھی ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ مالک نے کام کے لئے جمع کر رکھی ہیں لہٰذا محفوظ رکھے خرچ نہ کرے۔ (بحرالرائق)

لقطہ کی نسبت اگر معلوم ہے کہ یہ ذمی کی چیز ہے تو اسے بیت المال میں جمع کردے۔ خود اپنے تصرف میں نہ لائے نہ مساکین کو دے۔ اگر مالک کے پتہ چلنے کی امید ہے اور ملتقط کے مرنے کا وقت قریب آ گیا تو وصیت کر جانا یعنی یہ ظاہر کردینا کہ یہ لقطہ ہے واجب ہے۔ ملتقط کو لقطہ کی کوئی اجرت نہیں ملے گی اگرچہ کتنی ہی دور سے اٹھا لایا ہو اور لقطہ اگر جانور ہو اور اس کے کھلانے میں کچھ خرچ کیا ہو تو اس کا معاوضہ بھی نہیں پائے گا ہاں اگر قاضی کی اجازت سے ہو اور اس نے کہہ دیا ہو کہ اس پر خرچ کر جو کچھ خرچ ہوگا مالک سے وصول کرلینا' تو اب مصارف لے سکتا ہے۔ (بحرالرائق)

جو کچھ حاکم کی اجازت سے خرچ کیا ہے اسے وصول کرنے کے لئے لقطہ کو مالک سے روک سکتا ہے۔ مصارف دینے کے بعد وہ لے سکتا ہے اور نہ دے تو قاضی لقطہ کو بیچ کر مصارف ادا کردے اور جو بچے مالک کو دے دے۔ لقطہ پر خرچ کرنے کی قاضی سے اجازت طلب کی تو قاضی گواہ طلب کرے گا۔ اگر گواہوں سے لقطہ ہونا ثابت ہوگیا تو مصارف کی اجازت دے گا ورنہ نہیں اور اگر ملتقط کہتا ہے میرے پاس گواہ نہیں ہیں تو قاضی یہ حکم دے گا کہ اگر تو سچا ہے اس پر خرچ کر مالک آئے گا تو وصول کرلینا اور اگر تو غاصب ہے تو کچھ نہ ملے گا۔ لقطہ اگر ایسی چیز سے ہو جس سے منفعت حاصل ہوسکتی ہے مثلاً بیل' گدھا' گھوڑا کہ ان کو کرایہ پر دے کر اجرت حاصل کرسکتا ہے تو حاکم کی اجازت سے کرایہ پر دے سکتا ہے اور جو اجرت حاصل ہو اسی میں سے اسے خوراک بھی دی جائے اور اگر ایسی چیز لقطہ ہو جس سے آمدنی نہ ہو اور سردست مالک کا پتہ نہیں چلتا اور اس پر خرچ کرنے میں مالک کا نقصان ہے کہ کچھ دنوں میں اپنی قیمت کی قدر کھا جائے گا تو قاضی اس کو بیچ کر اس کی قیمت محفوظ رکھے کہ اسی میں مالک کا نفع ہے اور قاضی نے بیع کی یا قاضی کے حکم سے ملتقط نے تو یہ بیع نافذ ہے' مالک اس بیع کو رد نہیں کرسکتا۔ (بحر در مختار' کتاب زکوٰۃ' مطبوعہ بیروت)

لقطہ ایسی چیز تھی جس کے رکھنے میں مالک کا نقصان تھا۔ اسے خود ملتقط نے بغیر اجازت قاضی بیچ ڈالا تو یہ بیع نافذ نہ ہوگی بلکہ اجازت

مالک پر موقوف رہے گی۔ اگر مالک آیا اور چیز مشتری کے پاس موجود ہے تو اسے اختیار ہے بیع کو جائز کرے یا باطل کردے اور چیز اس سے لے لے اور اگر مالک اس وقت آیا کہ مشتری کے پاس وہ چیز نہ رہی تو اسے اختیار ہے کہ مشتری سے اس کی قیمت تاوان لے یا بائع سے تاوان لے اگر بائع سے تاوان لے گا تو بیع نافذ ہو جائے گی اور زر ثمن بائع کا ہوگا مگر زر ثمن جتنا قیمت سے زائد ہوا سے صدقہ کردے۔
(فتح القدیر)

لقطہ کا مدعی پیدا ہو گیا اور وہ نشان اور پتہ بتاتا ہے جو لقطہ میں موجود ہے یا خود ملتقط اس کی تصدیق کرتا ہے تو دے دینا جائز ہے اور قاضی نے حکم کر دیا تو دینا لازم اور بغیر حکم قاضی دے دیا تو اس کا کفیل یعنی ضامن لے سکتا ہے۔ (درمختار، کتاب زکوۃ، مطبوعہ بیروت) اور علامت بتانے کی صورت میں اگر دینے سے انکار کرے تو مدعی کو گواہ سے ثابت کرنا ہوگا کہ یہ اسی کی ملک ہے۔ (ہدایہ)

مدعی نے علامت بیان کی یا ملتقط نے اس کی تصدیق کی اور لقطہ دے دیا اس کے بعد دوسرا مدعی پیدا ہو گیا اور یہ گواہوں سے اپنی ملک ثابت کرتا ہے تو اگر چیز موجود ہے اسے دلا دی جائے اور تلف ہو چکی ہے تو تاوان لے سکتا ہے اور یہ اختیار ہے کہ ملتقط سے تاوان لے یا مدعی اول سے۔ (ردالمحتار)

راستہ پر بھیڑ مری ہوئی پڑی تھی اس نے اس کی اون کاٹ لی تو اسے اپنے کام میں لا سکتا ہے اور مالک آکر اس کا مطالبہ کرے تو لے سکتا ہے اور اگر اس کی کھال نکال کر پکالی اور مالک لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ مگر پکانے کی وجہ سے جو کچھ قیمت میں اضافہ ہوا ہے دینا پڑے گا۔ خربوزہ اور تربوز کی پالیز کو لوگوں نے لوٹ لیا اگر اس وقت لوٹی جب مالک کی طرف سے اجازت ہوگئی کہ جس کا جی چاہے لے جائے جیسا کہ عام طور پر جب فصل ختم ہو جایا کرتی ہے تھوڑے سے خراب پھل باقی رہ جاتے ہیں مالک اجازت دے دیا کرتے ہیں تو لوٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ نکاح میں چھوہارے لٹائے جاتے ہیں۔ ایک کے دامن میں گرے تھے اور دوسرے نے اٹھا لئے اس کی دو صورتیں ہیں جس کے دامن میں گرے تھے اگر اس نے اسی غرض سے دامن پھیلائے تھے تو دوسرے کو لینا جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔
(فتاویٰ ہندیہ، کتاب زکوۃ، مطبوعہ، بیروت)

شادیوں میں روپے پیسے لٹانے کے لئے جس کو دیئے وہ خود لٹائے دوسرے کو لٹانے کے لئے نہیں دے سکتا اور کچھ بچا کر اپنے لئے رکھ لے یا گرا ہوا خود اٹھالے یہ جائز نہیں۔ اور شکر، چھوہارے لٹانے کو دیئے تو بچا کر کچھ رکھ سکتا ہے اور دوسرے کو بھی لٹانے کے لئے دے سکتا ہے اور دوسرے نے لٹائے تو اب وہ بھی لوٹ سکتا ہے۔ کھیت کٹ جانے کے بعد کچھ بالیاں گری پڑی رہ جاتی ہیں اگر کاشتکار نے چھوڑ دی ہیں کہ جس کا جی چاہے اٹھالے جائے تو لے جانے میں حرج نہیں۔ مگر مالک کی ملک اب بھی باقی ہے اور چاہے تو لے سکتا ہے مگر جمع کرنے کے بعد اس سے لے لینا دنائت ہے اور اگر کاشتکار نے چند خاص لوگوں سے کہہ دیا کہ جو چاہے لے جائے تو اب جمع کرنے والوں کا ہو گیا۔
(بحر الرائق تبیین وغیرہما)

اگر یتیموں کا کھیت ہے اور بالیاں اتنی زائد ہیں کہ اجرت پر چنوائی جائیں تو معقول مقدار میں بچیں گی تو چھوڑنا جائز نہیں اور اتنی ہیں کہ چنوائی جائیں تو اتنی ہی مزدوری بھی دینی پڑے گی یا مزدوری دینے کے بعد قدرے قلیل بچیں گی تو چھوڑ دینا جائز ہے۔ اخروٹ وغیرہ کے متعدد دانے ملے یوں کہ پہلے ایک ملا پھر دوسرا پھر اور ایک وعلیٰ ہذا القیاس اتنے ملے کہ اب ان کی قیمت ہوگئی تو احوط یہ ہے کہ بہر صورت ان کی حفاظت کرے اور مالک کو تلاش کرے۔ اور سیب، امرود پانی میں پڑے ہوئے ملیں تو لینا جائز ہے اگرچہ زیادہ ہوں ورنہ پانی میں خراب ہو جائیں گے۔ بارش میں اس لئے برتن رکھ دیئے کہ ان میں پانی جمع ہو تو دوسرے کو بغیر اجازت ان برتنوں کا پانی لینا جائز نہیں اور اگر اس

لیے نہیں رکھے ہیں تو جائز ہے۔ یونہی اگر سکھانے کے لیے جال پھیلایا اس میں کوئی جانور پھنس گیا تو جس نے پکڑا اس کا ہے اور جانور پکڑنے کے لیے جال تانا تو جانور جال والے کا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب زکوٰۃ، مطبوعہ، بیروت)

1714 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ، حَدَّثَهُ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ، وَجَدَ دِيْنَارًا فَاَتٰى بِهٖ فَاطِمَةَ فَسَاَلَتْ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: هُوَ رِزْقُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. فَاَكَلَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَكَلَ عَلِيٌّ، وَفَاطِمَةُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَتَتْهُ امْرَاَةٌ تَنْشُدُ الدِّيْنَارَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ اَدِّ الدِّيْنَارَ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو ایک دینار ملا وہ اسے لے کر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ رزق ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے کھایا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسے کھایا۔

1715 - حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ، عَنْ بِلَالِ بْنِ يَحْيَى الْعَبْسِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّهُ الْتَقَطَ دِيْنَارًا فَاشْتَرٰى بِهٖ دَقِيْقًا، فَعَرَفَهُ صَاحِبُ الدَّقِيْقِ فَرَدَّ عَلَيْهِ الدِّيْنَارَ فَاَخَذَهُ عَلِيٌّ وَقَطَعَ مِنْهُ قِيْرَاطَيْنِ فَاشْتَرٰى بِهٖ لَحْمًا

⊛⊛ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں ایک دینار ملا۔ انہوں نے اس کے ذریعے آٹا خریدا۔ آٹا بیچنے والے نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا (شاید یہ ان کے عہد خلافت کی بات ہے) اس نے انہیں دینار واپس کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ لیا اور اس میں سے دو قیراط الگ کیے اور اس کا گوشت خرید لیا۔

1716 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيْسِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ يَعْقُوْبَ الزَّمْعِيُّ، عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ دَخَلَ عَلٰى فَاطِمَةَ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ يَبْكِيَانِ فَقَالَ: مَا يُبْكِيْهِمَا، قَالَتْ: الْجُوْعُ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَوَجَدَ دِيْنَارًا بِالسُّوْقِ فَجَاءَ اِلٰى فَاطِمَةَ فَاَخْبَرَهَا فَقَالَتْ: اذْهَبْ اِلٰى فُلَانٍ الْيَهُوْدِيِّ فَخُذْ لَنَا دَقِيْقًا، فَجَاءَ الْيَهُوْدِيَّ فَاشْتَرٰى بِهٖ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ: اَنْتَ خَتَنُ هٰذَا الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَخُذْ دِيْنَارَكَ وَلَكَ الدَّقِيْقُ، فَخَرَجَ عَلِيٌّ حَتّٰى جَاءَ بِهٖ فَاطِمَةَ فَاَخْبَرَهَا، فَقَالَتْ: اذْهَبْ اِلٰى فُلَانٍ الْجَزَّارِ فَخُذْ لَنَا بِدِرْهَمٍ لَحْمًا، فَذَهَبَ فَرَهَنَ الدِّيْنَارَ بِدِرْهَمِ لَحْمٍ فَجَاءَ بِهٖ فَعَجَنَتْ وَنَصَبَتْ وَخَبَزَتْ، وَاَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيْهَا فَجَاءَهُمْ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَذْكُرُ لَكَ فَاِنْ رَاَيْتَهُ لَنَا حَلَالًا اَكَلْنَاهُ، وَاَكَلْتَ مَعَنَا مِنْ شَاْنِهٖ كَذَا، وَكَذَا، فَقَالَ: كُلُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ، فَاَكَلُوْا فَبَيْنَمَا هُمْ مَكَانَهُمْ، اِذَا غُلَامٌ يَنْشُدُ اللّٰهَ وَالْاِسْلَامَ الدِّيْنَارَ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدُعِيَ لَهُ، فَسَاَلَهُ، فَقَالَ: سَقَطَ مِنِّيْ فِي السُّوْقِ، فَقَالَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ اذْهَبْ إِلَى الْجَزَّارِ، فَقُلْ لَهُ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَكَ، أَرْسِلْ إِلَيَّ بِالدِّينَارِ، وَدِرْهَمُكَ عَلَيَّ فَأَرْسَلَ بِهِ فَدَفَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس (گھر) آئے' تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ (جو اس وقت بچے تھے) رو رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ دونوں کیوں رو رہے ہیں' تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: بھوک کی وجہ سے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ انہیں بازار میں ایک دینار ملا وہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں اس بارے میں بتایا۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپ رضی اللہ عنہ فلاں یہودی کے پاس جائیں اور اس سے ہمارے لئے آٹا خرید لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس یہودی کے پاس آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس دینار کے عوض آٹا خرید لیا۔ یہودی نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ ان صاحب کے داماد ہیں جو یہ کہتے ہیں: وہ اللہ کے رسول ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں' تو یہودی نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ یہ دینار لے لیں۔ آٹا ویسے ہی آپ رضی اللہ عنہ کا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے اور آٹا لے کر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں اس کے بارے میں بتایا تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ فلاں قصائی کے پاس جائیں اور اس سے ہمارے لئے گوشت خرید لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے۔ انہوں نے ایک درہم کے گوشت کے عوض میں وہ دینار گروی رکھوا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گوشت لے کر آئے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آٹا گوندھا، اسے تیار کیا، روٹی پکائی اور اپنے والد (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی بلوا لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چیز ذکر کرنے لگی ہوں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہمارے لئے حلال سمجھیں گے تو ہم اسے کھالیں گے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے کھا لیجئے گا۔ اسی' اس طرح کا معاملہ پیش آیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ ان لوگوں نے کھالیا۔ اس دوران ایک لڑکا آیا جو اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر اس دینار کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اس لڑکے کو بلوایا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا' تو اس نے کہا: مجھ سے بازار میں وہ دینار گر گیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! تم اس قصائی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے یہ کہا ہے کہ وہ دینار تم مجھے دے دو اور اس درہم کی ادائیگی میرے ذمہ (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ) ہوگی' تو اس قصائی نے وہ دینار بھجوا دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دینار اس لڑکے کو دے دیا۔

شرح

فرض کیجئے ایک شخص نے کسی جگہ اپنے جوتے اتار کر رکھے، ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے بھی اپنے جوتے اتار کر وہیں رکھ دیئے۔ اب پہلا شخص جب وہاں سے چلا تو اپنے جوتے پہننے کی بجائے اس دوسرے شخص کے جوتے پہن لئے اور چلا گیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں وہ دوسرا شخص کیا کرے کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ پہلے شخص کے جوتے لے لے؟ اس بارے میں مختار مسئلہ یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے بشرطیکہ اس پہلے شخص کے جوتے کی مانند ہوں یا اس کے جوتے سے بہتر ہوں ہاں اگر وہ جوتے اس کے جوتے سے خراب ہوں تو پھر ان کو استعمال کرنا بلاشبہ جائز ہوگا۔

جو شخص کسی دوسرے کی گری پڑی چیز پاتا ہے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ چیز اتنی کمتر ہوتی ہے کہ جس کے

بارے میں پانے والا یہ جانتا ہے کا اس کا مالک اس کا مطالبہ نہیں کرے گا جیسے ادھر ادھر پڑی ہوئی گٹھلیاں وغیرہ یا متفرق جگہوں پر پڑے ہوئے انار کے چھلکے وغیرہ ایسی چیز کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اٹھانے والا اس کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے باوجودیکہ وہ اس کی ملکیت میں نہیں آتی اور اسے مالک کو لینے کا حق پہنچتا ہے لیکن شیخ السلام کا قول یہ ہے کہ ایسی چیز لینے والے کی ملکیت میں آجاتی ہے۔گری پڑی ملنے والی چیز کی دوسری قسم ایسا مال ہے جس کے بارے میں پانیوالا جانتا ہے کہ اس کا مالک اس کا مطالبہ کرے گا جیسے سونا چاندی وغیرہ اور دیگر تمام اشیاء ایسی چیز کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر اس قسم کی کوئی چیز گری پڑی نظر آئے تو اسے اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا جائے اور اس کی تشہیر کرائی جائے یہاں تک کہ وہ چیز اس کے مالک کے پاس پہنچادی جائے۔

اگر کوئی شخص ایک روٹی یا ایک روٹی کے بقدر کھانے کی کوئی چیز اور یا اس سے کم پائے تو اسے فراخی کی حالت میں بھی کھالینا جائز ہے۔

اگر کسی چکی میں گیہوں پسوایا جائے اور اس کے آٹے میں وہ آٹا مل جائے جو عام طور پر چکی میں باقی رہ جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح اگر کسی کی جھاڑو میں سے کوئی تنکا دانتوں میں خلال کرنے کے لئے لیا جائے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سرائے میں مسافروں کے جو جانور لید وغیرہ کرتے ہیں وہ ان جانوروں کے مالک کے چلے جانے کے بعد اس شخص کی ملکیت ہوجاتے ہیں جو انہیں پہلے اٹھائے سرائے کے مالک یا منتظم کی ملکیت میں نہیں آتے۔

1717 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، اَنَّهُ حَدَّثَهُ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: رَخَّصَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَصَا وَالسَّوْطِ وَالْحَبْلِ وَاَشْبَاهِهِ يَلْتَقِطُهُ الرَّجُلُ يَنْتَفِعُ بِهِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ النُّعْمَانُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ اَبِي سَلَمَةَ، بِاِسْنَادِهِ، وَرَوَاهُ شَبَابَةُ، عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانُوا لَمْ يَذْكُرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی، رسی، چابک اور اس طرح کی چیزیں اٹھا لینے کے بارے میں ہمیں رخصت دی ہے۔تا کہ آدمی ان کے ذریعے نفع حاصل کرے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم دیگر راویوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

شرح

جب کوئی شخص لقطہ اٹھائے تو وہ اس وقت کسی کو اس بات پر گواہ بنالے کہ مجھے یہ چیز بطور لقطہ ملی ہے تا کہ کوئی دوسرا شخص مثلا مالک نہ تو اس پر چوری وغیرہ کی تہمت لگا سکے اور نہ کمی بیشی کا دعوی کر سکے گواہ بنالینے میں ایک مصلحت و فائدہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں اس کا نفس حرص وطمع میں مبتلا نہیں ہوگا کیونکہ بغیر گواہ کے یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ نفس بدنیتی میں مبتلا ہوجائے اور یہ سوچ

کر کہ جب کوئی گواہ نہیں ہے تو یہ چیز مالک کو دینے کی بجائے خود کیوں نہ رکھ لوں جب کہ گواہ بنالینے سے نہ صرف یہ کہ طمع نہیں ہوتی بلکہ وہ لقطہ مالک کے حوالہ کرنا یوں بھی ضروری ہو جاتا ہے پھر اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اٹھانے والے کی ناگہانی موت کے بعد اس کے ورثاء اس لقطہ کو اپنی میراث اور ترکہ میں داخل نہیں کر سکتے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ گواہ بنالینے کا یہ حکم بطریق استحباب ہے جب کہ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم بطریق وجوب ہے۔ اس حدیث میں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کا دیا ہوا مال ہے جب کہ اوپر کی حدیث میں اسے اللہ کا دیا ہوا رزق ہے کہا گیا ہے لہٰذا ان دونوں سے مراد حلال ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مالک کے نہ آنے کی صورت میں وہ لقطہ ایک ایسا حلال مال ہے جس سے وہ شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جسے اللہ نے غیب سے دیا ہے۔ ہاں اگر بعد میں مالک آجائے تو پھر اس کا بدل دینا ہوگا جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

1718 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَحْسَبُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ضَالَّةُ الْإِبِلِ الْمَكْتُومَةُ غَرَامَتُهَا وَمِثْلُهَا مَعَهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''گمشدہ ملنے والے اونٹ کو پکڑنے والا اگر اس کو چھپالیتا ہے' تو اس پر تاوان کی ادائیگی لازم ہوگی اور اس کے ہمراہ اس کی مانند (مزید) جرمانے کی ادائیگی لازم ہوگی''۔

شرح

جب چھوٹا بچہ یا پھر کم عقل اور مجنون کوئی گمشدہ چیز اٹھالے تو اس کی جگہ اس کا ولی اس کا اعلان کرے گا اور ضروری ہے کہ وہ ان سے وہ چیز لے لے اس لیے کہ وہ دونوں امانت اور حفاظت کے اہل نہیں ہیں، اور اگر ولی وہ چیز بچے اور مجنون کے پاس ہی رہنے دے اور وہ چیز ضائع ہو جائے تو اس پر ضمان ہوگی اور اسے ادا کرنی ہوگی۔

اور اگر ولی اس کا اعلان کرتا ہے اور مدت گزرنے کے بعد بھی مالک نہیں آتا تو وہ چیز ان دونوں کی ہے۔۔۔ جیسا کہ بڑے اور عقل مند کا حق ہے اسی طرح ان دونوں کو حاصل ہوگی۔

1719 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُقَطَةِ الْحَاجِّ. قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: يَعْنِي فِي لُقَطَةِ

1718- اسناده ضعيف: عمرو بن مسلم - وهو الجَنَدِيّ - ضعفه احمد وقال مرة: ليس بذاك، وقال ابن معين في رواية الدوري: ليس بالقوي، وقال النسائي: ليس بالقوي، وقال المنذري: لم يجزم عكرمة - وهو ابن خالد المخزومي - بسماعه من ابي هريرة، فهو مرسل. عبد الرزاق: هو الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد الازدي. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (18599)، ومن طريقه اخرجه البيهقي 191.6/ واخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار" 1463/ من طريق محمد بن ثور، عن معمر، به. واخرجه عبد الرزاق في "مصنفه" (17300) عن ابن جريج اخبرني عمرو بن مسلم، عن طاوس وعكرمة مرسلاً.

الْحَاجِّ يَتْرُكُهَا حَتَّى يَجِدَهَا صَاحِبُهَا. قَالَ ابْنُ مَوْهَبٍ. عَنْ عَمْرٍو

عبدالرحمن بن عثمان تیمی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حاجیوں کی گمشدہ چیز اٹھانے سے منع کیا ہے۔

ابن وہب کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ حاجیوں کی ملنے والی چیز کو یوں ہی رہنے دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کا مالک خود ہی اسے پالے گا۔

ابن موہب نامی راوی کہتے ہیں: یہ روایت عمرو سے منقول ہے۔

حل وحرم کے لقطہ کا بیان

حل وحرم کا لقطہ برابر ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حرم کے لقطہ کی تشہیر واجب ہے حتیٰ کہ اس کا مالک آجائے کیونکہ حرم کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حرم کا لقطہ اسی شخص کے لئے حلال ہے جو اس کا اعلان کرائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اس کے برتن اور بندھن کو محفوظ رکھو اس کے بعد سال بھر اس کا اعلان کراؤ۔ یہ ارشاد گرامی بغیر کسی تفصیل کے روایت کیا گیا ہے کیونکہ یہ بھی لقطہ ہے اور اعلان کرانے کی مدت کے بعد اس کو صدقہ کرنا یہ ایک طرح مالک کی طرف سے ملکیت کی بقاء ہے یعنی اٹھانے والا بھی ایک طرح کا مالک ہوجائے گا۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اعلان کرانے کے لئے حرم کا لقطہ اٹھانا حلال ہے اور حرم کی تخصیص اس سبب سے ہے کہ وہ واضح ہوجائے کیونکہ وہاں پر بھی لقطہ کی تشہیر ساقط نہیں ہوتی اسی دلیل کے سبب کہ حرم عام طور پر مسافروں کی جگہ ہے۔

حل وحرم کے لقطہ میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت عبدالرحمن بن عثمان تیمی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کی گری پڑی چیز اٹھانے سے منع کیا ہے

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 253)

گویا حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حرم مکہ کی حدود میں پائے جانے والے لقطہ کا تشہیر واعلان کے بعد بھی مالک ہونا جائز نہیں ہے بلکہ اٹھانے والے کے لئے واجب ہے کہ وہ اسے اپنے پاس اس وقت تک جوں کا توں رہنے دے جب تک کہ اس کا مالک لینے نہ آئے خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے چنانچہ امام شافعی کا یہی مسلک ہے لیکن حنفیہ کے مسلک میں زمین حل اور زمین حرم کا لقطہ برابر ہے مکہ کے لقطہ میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا مکہ کا لقطہ ہی اٹھانا منع ہے۔ بعض نے کہا اٹھانا تو جائز ہے لیکن ایک سال کے بعد بھی پانے والے کی ملک نہیں بنتا، اور جمہور مالکیہ اور بعض شافعیہ کا قول یہ ہے کہ مکہ کا لقطہ بھی اور ملکوں کے لقطہ کی طرح ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مکہ کا لقطہ بھی اٹھانا جائز ہے۔ اور یہ باب لا کر انہوں نے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا جس میں یہ ہے کہ حاجیوں کی پڑی ہوئی چیز اٹھانا منع ہے۔

گمشدہ چیز کو حاصل کرنے والے کی گمراہی کا بیان

1720 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ. أَخْبَرَنَا خَالِدٌ. عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ. عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ. قَالَ: كُنْتُ مَعَ جَرِيرٍ بِالْبَوَازِيجِ فَجَاءَ الرَّاعِي بِالْبَقَرِ وَفِيهَا بَقَرَةٌ لَيْسَتْ مِنْهَا فَقَالَ لَهُ جَرِيرٌ: مَا

هٰذِهٖ؟ قَالَ: لَحِقَتْ بِالْبَقَرِ لَا نَدْرِیْ لِمَنْ هِیَ، فَقَالَ جَرِیْرٌ: أَخْرِجُوْهَا. فَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَأْوِی الضَّالَّةَ إِلَّا ضَالٌّ

❁❁ منذر بن جریر بیان کرتے ہیں: میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بوازیر کے مقام پر موجود تھا چرواہا ان کی گائے لے کر آیا تو ان میں سے ایک ایسی گائے تھی جو ان کی گائے نہیں تھی، تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ دریافت کیا: یہ کہاں سے آئی؟ تو اس نے کہا: یہ گائے کے ساتھ شامل ہو گئی ہے ہمیں نہیں معلوم یہ کس کی ہے، تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: اسے نکال دو کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''گمشدہ چیز صرف کوئی گمراہ شخص ہی حاصل کرسکتا ہے''۔

شرح

اہل مکہ کے لقطہ کا کس طرح اعلان کیا جائے اور طاؤس، ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ مکہ میں گری ہوئی چیز وہی اٹھائے، جو اس کو مشتہر کرے اور خالد نے بواسطہ عکرمہ، ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ وہاں (مکہ) کی گری ہوئی چیز کا اٹھانا، اسی کے لئے جائز ہے، جو مشتہر کرے اور احمد بن سعد نے بیان کیا کہ ہم سے روح نے بواسطہ زکریا، عمرو بن دینار عکرمہ، ابن عباس حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہاں کا درخت نہ کاٹا جائے اور نہ وہاں کا شکار بھگایا جائے اور نہ وہاں کی گری ہوئی چیز کا مشتہر کرنے والے کے سوا کسی کے لئے اٹھانا حلال ہے، اور نہ وہاں کی گھاس کاٹی جائے، تو عباس نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر اذخر کی اجازت دے دیجئے، تو آپ نے فرمایا اچھا اذخر کاٹ سکتے ہیں۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث، 2329)

كِتَابُ الْمَنَاسِكِ

کتاب: مناسک (حج) کے بارے میں روایات

حج کے لغوی وشرعی معنی کا بیان

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں۔لغوی رُو سے حج کا معنی قصد کرنا، زیارت کا ارادہ کرنا ہے۔اصطلاحِ شریعت میں مخصوص اوقات میں خاص طریقوں سے ضروری عبادات اور مناسک کی بجا آوری کے لئے بیت اللہ کا قصد کرنا، کعبۃ اللہ کا طواف کرنا اور میدان عرفات میں ٹھہرنا حج کہلاتا ہے۔

لغت کے اعتبار سے حج کے معنی ہیں کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا اور اصطلاح شریعت میں کعبہ مکرمہ کا طواف اور مقام عرفات میں قیام انہیں خاص طریقوں سے جو شارع نے بتائے ہیں اور اسی خاص زمانے میں جو شریعت سے منقول ہے، حج کہلاتا ہے۔حج دین کے ان پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک عظیم القدر ستون ہے جن پر اسلام کے عقائد واعمال کی پوری عمارت کھڑی ہوئی ہے حج کا ضروری ہونا (جس کو اصطلاح فقہ میں فرض کہا جاتا ہے) قرآن مجید سے اسی طرح صراحت کے ساتھ ثابت ہے جس طرح زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں۔

حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے، جس کے لفظی معنی ہیں قصد کرنا، کسی جگہ ارادے سے جانا جبکہ اصطلاح شریعت میں اس سے مراد مقررہ دنوں میں مخصوص عبادات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنا ہے۔(ابن منظور افریقی، لسان العرب، 52 :3)

حج کے مقررہ دنوں کے علاوہ بھی کسی وقت مخصوص عبادات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنے کو عمرہ کہتے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں عمرہ سے مراد شرائطِ مخصوصہ اور افعالِ خاصہ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا ہے۔

(الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، 1:1121)

حج کی وجہ تسمیہ کا بیان

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر قرطبی میں کہتے ہیں۔عرب کے ہاں حج معلوم ومشہور تھا، اور جب اسلام آیا تو انہیں اس سے ہی مخاطب کیا جسے وہ جانتے تھے اور جس کی انہیں معرفت تھی اسے ان پر لازم بھی کیا۔

(تفسیر القرطبی (2/ 92) احکام القرآن لابن العربی، ج ا، ص ۲۸۶)

ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔حج کے اصل معنی ارادے کے ہیں، کسی چیز کا ارادہ کیا جائے تو کہا جاتا ہے

"حججت الشئی" ۔شریعت کی اصطلاح میں بیت اللہ شریف کی از راہِ تعظیم مخصوص اعمال کے ساتھ زیارت کا ارادہ کرنے کا نام حج ہے۔

حج "ح" کے زبر اور "ح" کے زیر دونوں طرح یہ لفظ نقل کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں بھی دونوں طریقوں پر قرأت جائز ہے۔(عمدۃ القاری، ج ۱۴، ص ۱۷۲، بیروت)

بیت اللہ شریف کی تعمیر کا بیان

یہ وہ مقدس و بابرکت خطہ زمین ہے جسے بیت اللہ ہونے کا شرف عظیم حاصل ہوا، جس کی عظمت و رفعت میں کوئی ثانی نہیں اس کے چشمہ فیض سے پورا عالم انسانیت مستفیض ہو رہا ہے یہی بابرکت جگہ ہے جو پوری کائنات ارضی کا منبع و سرچشمہ ہے اسی سے ساری زمین کو پھیلایا گیا ہے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل اسے وجود بخشا گیا سیّدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے پانی پیدا کیا پانی کو ہوا پر ٹھہرایا پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ہوا بھیجی جس سے پانی میں ہلچل پیدا ہوگئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بیت اللہ والی جگہ قبہ نما ایک ٹیلہ پیدا کر دیا جہاں دو ہزار سال بعد بیت اللہ شریف تعمیر کیا گیا۔'' (عبدالرزاق، مصنف، 90:5)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلا ٹکڑا جسے اللہ رب العزت نے زمین سے پیدا کیا وہ بیت اللہ کی جگہ ہے پھر اسی سے زمین کو پھیلایا گیا ہے۔
(محمد طاہر الکردی المکی، التاریخ القویم، 7:3)

حضرت آدم رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ملائکہ نے کعبہ شریف تعمیر کیا اور وہ اس کا حج بھی کرتے تھے۔
(قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری، 508:1)

حضرت ابوذر سے مروی ہے کہ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! سب سے پہلے کون سی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا؟ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ۔

یعنی بیت اللہ شریف کو اس قدامت کا شرف حاصل ہے سائل نے پھر استفسار کیا کہ بیت اللہ کے بعد کون سی مسجد وجود میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی

دوسرا درجہ بیت المقدس کو حاصل ہے دریافت کیا گیا کہ دونوں کے درمیان کتنے عرصے کا فاصلہ ہے تو ارشاد فرمایا: چالیس برس کا۔ (بخاری، الصحیح، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ووہبنا لداود، 1260:3، رقم: 3243,2، قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری، 508:1)

تاریخی تناظر میں دیکھیں تو یہ بات قرین فہم معلوم ہوتی ہے کہ وہ خطۂ زمین جسے خانہ خدا کی تعمیر کے لئے منتخب کیا گیا کوئی بے آباد و ویران مقام نہ تھا بلکہ مدت سے یہ انسانوں کی بستی بن چکا تھا چونکہ اس مقدس مقام کو آنے والی نسلوں کے لئے تہذیب و ثقافت اور علم و عرفان کا گہوارہ بننا تھا۔ اب تک کعبۃ اللہ کی تعمیر گیارہ مرتبہ ہو چکی ہے۔

1 ملائکہ سے تعمیر

سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر اللہ تعالیٰ کے حکم پر فرشتوں نے کی، حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ (امام زین العابدین ؒ) سے ایک آدمی نے پوچھا: بیت اللہ کا طواف کب سے ہو رہا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو زمین پر اپنا خلیفہ بنانے کے بارے میں اطلاع دی تو انہوں نے عرض کیا ہم آپ کی تسبیح و تقدیس کرنے والے ہیں اور آپ ہمارے ایسے بشر کو خلیفہ بنا رہے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے فرشتوں کو اپنی عرض پر نہایت ہی شرمندگی ہوئی، انہوں نے حالت زاری اور تضرع میں عرش الٰہی کا تین دفعہ طواف کیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی رحمت کرتے ہوئے عرش کے نیچے "بیت المعمور" بنا کر فرمایا تم اس کا طواف کیا کرو، اس کا ہر روز ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں ایک دفعہ طواف کرنے والے دوبارہ نہیں آتے، اس کے بعد فرشتوں سے فرمایا اب تم زمین پر جاؤ۔

اِبْنُوْا لِیْ بَیْتًا فِی الْاَرْضِ بِمِثَالِہٖ وَقَدْرِہٖ.

"اسی کی مثل و مقدار کے مطابق زمین پر میرا گھر بناؤ"

جب گھر بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے زمین پر رہنے والی مخلوق کو حکم دیا:

اَنْ یَّطُوْفُوْا بِھٰذَا الْبَیْتِ کَمَا یَطُوْفُ اَھْلُ السَّمَآءِ بِالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ (ازرقی، اخبار مکہ، 34:1)

"اس گھر کا تم بھی اسی طرح طواف کرو جیسے آسمان والے بیت المعمور کا کرتے ہیں۔"

سیّدنا آدم رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل فرشتوں نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا زمین پر رہنے والے ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کے طواف اور حج کرنے کا حکم دیا تھا۔ (ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، 263:5)

2 سیّدنا آدم رضی اللہ عنہ سے تعمیر

سیّدنا آدم اور حضرت حوا علیہما السلام جب زمین پر آئے تو حضرت آدم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا مولا میں اس لذت و سرور سے محروم ہو گیا ہوں جو فرشتوں کے ساتھ بیت المعمور کے طواف میں آیا کرتا تھا کاش ہمیں پھر وہاں لوٹا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: اے آدم!

اِبْنِ لِیْ بَیْتًا بِحِذَاءِ بَیْتِی الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَتَعَبَّدُ فِیْہِ اَنْتَ وَوَلَدُکَ کَمَا تَتَعَبَّدُ مَلَائِکَتِیْ حَوْلَ عَرْشِیْ. (الصالحی، سبل الہدی والرشاد، 147:1)

"تم اس آسمانی گھر (بیت المعمور) کے مقابل زمین پر میرا گھر بناؤ اور اس میں تم اور تمہاری اولاد اسی طرح عبادت کرو جیسے ملائکہ میرے عرش کے ارد گرد کرتے ہیں۔"

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

فَطُفْ بِہٖ وَاذْکُرْنِیْ حَوْلَہٗ کَمَا رَاَیْتَ الْمَلَائِکَۃَ تَصْنَعُ حَوْلَ عَرْشِیْ.

"اس کا طواف کرو اور اس کے ارد گرد میرا ذکر کرو جیسا کہ تم نے ملائکہ کو میرے عرش کے ارد گرد کرتے دیکھا ہوا ہے۔"

سیدنا آدم رضی اللہ عنہ حضرت جبرائیل امین کی رہنمائی میں مکہ معظمہ پہنچے وہاں جبرائیل رضی اللہ عنہ نے پر مار کر کعبہ کی بنیادیں ظاہر کیں جو انتہائی گہری تھیں پھر فرشتے، پانچ مختلف پہاڑوں سے بڑی بڑی چٹانیں لائے جن میں سے ایک چٹان تیس آدمی مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے حضرت آدم رضی اللہ عنہ نے ان پتھروں سے بیت اللہ شریف تعمیر کیا۔

(محمد طاہر الکردی المکی، التاریخ القوم، 12:3، صالحی، سبل الہدی والرشاد، 147:1)

3 حضرت شیث رضی اللہ عنہ سے بیت اللہ کی تعمیر

امام ازرقی وہب بن منبہ سے روایت کرتے ہیں کہ یاقوت کا وہ خیمہ جو سیدنا حضرت آدم رضی اللہ عنہ کے لئے جنت سے اتارا گیا تھا آپ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا تب انہی بنیادوں پر آپ کی اولاد نے مٹی اور پتھروں سے کعبۃ اللہ تعمیر کیا اور وہ عمارت طوفان نوح تک قائم رہی۔

حضرت آدم رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے پہلے تعمیر کعبہ کی سعادت حضرت شیث رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔

(محمد طاہر الکردی المکی، التاریخ القوم، 32:3، صالحی، سبل الہدی والرشاد، 148:1)

4 حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے بیت اللہ کی تعمیر

سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فلسطین سے مکہ معظمہ میں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے رہے جب تیسری بار بیت اللہ کی تعمیر کے سلسلہ میں تشریف لائے تو حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ جن کی عمر اس وقت بیس سال تھی چاہِ زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھے تیر بنا رہے تھے طویل عرصے کی جدائی کے بعد والد گرامی کے چہرہ اقدس کی زیارت سے خوشی کی لہر دوڑ گئی انتہائی تعظیم و تکریم سے خوش آمدید کہا ابتدائی گفت و شنید کے بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند ارجمند کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''بے شک تیرے رب نے مجھے اس کا گھر (بیت اللہ) کی تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے عرض کیا (ابا جان) آپ اللہ کے حکم کی اطاعت میں جلدی کریں ارشاد فرمایا رب کائنات نے اس عظیم کام میں تجھے میری مدد کرنے کا حکم دیا ہے عرض کیا میں حاضر ہوں آپ کر گزریے۔'' (محمد طاہر الکردی المکی، التاریخ القوم، 40:3)

اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں مقرب بندے اس امرِ عظیم کی تکمیل کے لئے کمر بستہ ہو گئے ایک عزم اور ولولہ کے ساتھ تعمیر کعبہ کا ارادہ کیا اس عزم اور ولولے میں احساسِ بندگی اور عاجزی کا عنصر غالب تھا مگر ابھی تک یہ حقیقت منکشف نہ ہوئی تھی کہ بیت اللہ شریف کا حدود اربعہ کیا ہے دیواروں کی لمبائی و چوڑائی کتنی ہے کیونکہ طویل مدت اور سیلاب نے اس کے قدیم نشانات کو ختم کر دیا تھا۔

سو قدرتِ خداوندی سے ان مکرم بندوں کی رہنمائی کے لئے اچانک ایک بدلی نمودار ہوئی جس سے یہ صدا آ رہی تھی کہ جس قدر طول و عرض اس بدلی کے سایہ کا ہے اسی قدر جگہ میں آپ بیت اللہ کی دیوار کھڑی کریں اس میں کمی بیشی نہ ہونے پائے۔

(محمد طاہر الکردی المکی، التاریخ القوم، 42:3)

بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت جبرائیل امین نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے لئے بنیادوں کی نشاندہی کی تھی اور یہ

بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مجسم ہوا آئی جس کا نام ''ریح الخجوج'' تھا اس نے بیت اللہ کی جگہ کے گرد طواف کر کے اس کی حدود کو واضح کیا تھا اس وقت یہ جگہ ایک ابھرے ہوئے سرخ ٹیلے کی طرح تھی۔(ازرقی، اخبار مکہ، 60:1)

غرضیکہ باپ اور بیٹے نے کعبہ کی نشان زدہ بنیادوں کی کھدائی شروع کردی کچھ دیر بعد قدیم بنائے آدم رضی اللہ عنہ بھی ظاہر ہو گئیں جس پر انہوں نے تعمیر کرنا تھی کام کا آغاز ہوا چشم فلک نے دیکھا کہ حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ ایک مزدور کے بھیس میں پتھر لانے کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں جبکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ایک معمار کی حیثیت سے اپنے مقدس ہاتھوں سے دیوار چن رہے ہیں مٹی، گارا یا چونے کی مدد کے بغیر ہی پتھر جوڑے چلے جارہے ہیں اور وہ پتھر اس قدر بڑے اور وزنی ہیں کہ تیس آدمی مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے اس تعمیر میں کام آنے والے پتھر پانچ مختلف پہاڑوں، طور سینا، طور زیتا، کوہ لبنان، کوہ جودی اور کوہ حرا سے فرشتے لے کر آئے تھے بنیادوں میں کوہ حرا کے پتھر استعمال ہوئے جب دیواروں کی بلندی کچھ زیادہ ہو گئی اور پتھر لگانے میں دشواری محسوس ہونے لگی تو سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کوئی ایسا پتھر تلاش کرو جس پر کھڑے ہو کر بآسانی تعمیر مکمل کی جاسکے سیدنا حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کی نظر انتخاب جس پتھر پر پڑی وہ یادگار پتھر تھا جسے قرآن حکیم میں ''مقام ابراہیم'' کے مبارک اعزاز سے نوازا گیا ہے اس پتھر نے اپنے مزاج کی سنگینی اور سختی کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کے نقش پا کا اس قدر گہرا اثر قبول کیا کہ زمانے کے حوادث بھی اسے نہ مٹا سکے جس کا نظارہ آج بھی مسلمانانِ عالم بچشم نم خود کر رہے ہیں۔(ازرقی، اخبار مکہ، 62:1)

اس عظیم الشان تعمیر کے دوران حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ انتہائی عاجزی وانکساری اور شکر گزاری اور احسان مندی کے جذبات سے سرشار ہو کر اپنے فریضے میں مگن رہے اور یہ دعا مانگتے رہے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ (البقرة،127:2)

''اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمالے، بے شک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔''

5 قبیلہ جرہم سے تعمیر

شیخ ازرقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی تعمیر کردہ عمارت کعبہ منہدم ہو گئی تو قبیلہ جرہم نے کعبہ کی تعمیر انہی بنیادوں پر کردی مسعودی نے مروج الذہب میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص کی سربراہی میں یہ تعمیر مکمل ہوئی اس کا نام حارث بن اعضاض الاصغر تھا۔(الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام:48)

6 عمالقہ سے تعمیر

چھٹی تعمیر قوم عمالقہ نے کی، اس کے برعکس بھی مروی ہے کہ پانچویں تعمیر عمالقہ نے اور چھٹی جرہم نے کی، امام ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ اور ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم کی تعمیر کردہ عمارت منہدم ہو گئی۔

فَبَنَتْهُ الْعَمَالِقَةُ. ثُمَّ انْهَدَمَ فَبَنَتْهُ جُرْهُمُ . (صالحی، سبل الہدی والرشاد، 163:1)

''تو اسے عمالقہ نے بنایا (یہ تعمیر) پھر منہدم ہوئی تو قبیلہ جرہم نے تعمیر کیا۔''

7 حضرت قصی بن کلاب سے تعمیر

قاضی مکہ زبیر بن بکار اپنی کتاب ''نسب قریش'' میں لکھتے ہیں جب قصی بن کلاب کعبہ کے متولی بنے تو انہوں نے اس کی ایسی تعمیر کروائی:

لَمْ يَبْنِهِ أَحَدٌ مِّمَّنْ بَنَاهَا قَبْلَهُ مِثْلَهُ. (علامہ قطب الدین، اعلام العلماء: 47)

''کہ اس سے پہلے ایسی تعمیر کسی نے نہیں کروائی۔''

قریش میں قصی پہلا آدمی تھا جسے کعبۃ اللہ تعمیر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے تھا اور آپ سے تقریباً 130 سال پہلے اس کی حکومت قائم ہوئی تھی۔ (محمد طاہر الکردی المکی، التاریخ القوم، 3:129)

8 قریش سے تعمیر

قریش نے جب محسوس کیا کہ عمارتِ کعبہ سیلاب کی وجہ سے کمزور ہو چکی ہے تو انہوں نے اس کی نئی تعمیر کے فیصلہ کا اعلان کیا اور اس موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کے ماموں جناب ابو وھب جو بڑے حقیقت شناس اور دور اندیش انسان تھے اپنی قوم سے مخاطب ہوئے:

''اے گروہِ قریش! وعدہ کرو کہ کعبہ کی تعمیر پر تم بالکل پاکیزہ حلال اور صاف کمائی ہی خرچ کرو گے اور غارت گری اور بدکاری کا ایک پیسہ بھی اس پر نہیں لگاؤ گے۔'' (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 2:301)

تمام قبائل نے وعدہ کیا اور کعبہ معظمہ کے ایک ایک حصے کی تعمیر اپنے ذمہ لے لی تعمیر کعبہ بہت بڑی سعادت تھی سب لوگ مزدوروں کی طرح لگ گئے چھوٹے بڑے کا امتیاز مٹ گیا ہر کوئی اپنے حصے کا کام کرنے میں مصروف رہا یہ وہ بابرکت عمل تھا جس میں خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حصہ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر لا لا کر دیتے رہے یہاں تک کہ اس باہمی تعاون اور اتحاد و یگانگت کی فضا میں تعمیر کعبہ مکمل ہوئی۔

9 حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے تعمیر

خلفاء راشدین کے دور میں مسجد حرام میں توسیع تو ہوئی مگر بیت اللہ تعمیرِ قریش کے مطابق ہی رہا تریسٹھ ہجری میں یزید حکمران تھا، اس نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی جانب بیعت سے انکار کرنے والوں سے جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر جرار بھیجا چونکہ اہالیان مکہ اور مدینہ سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر چکے تھے اس لئے انہوں نے یزید کی بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا نتیجتاً فریقین کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ شب و روز لشکر والوں نے منجنیق سے پتھر پھینکے جس کی وجہ سے کعبہ کی بعض دیواریں گر گئیں اور اس کی چھت و غلاف جل گئے۔ (علامہ قطب الدین، اعلام العلماء، 69)

ادھر سے یزید کی موت کی خبر آنے پر لشکر واپس ہو گیا، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے تمام کعبہ کی تعمیر نئے سرے سے کروائی چونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذہن میں تھا اس لئے انہوں نے اسے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قائم کی ہوئی بنیادوں کو ہی پیش نظر رکھا یعنی حطیم کو کعبہ کی عمارت میں شامل کر دیا، دروازہ زمین پر رکھا اور مشرق و مغرب کی جانب دو دروازے بنا

دیے حضرت یزید بن رومان سے منقول ہے کہ اس موقعہ پر وہ موجود تھا۔

فَأَدْخَلَ فِيهِ مِنَ الْحَجَرِ، وَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ.

(صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، 1:165)

''تو حطیم کو پھر شامل کر دیا گیا اور میں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی رکھی ہوئی بنیاد کے پتھروں کو دیکھا وہ اونٹ کی کہان کی طرح تھے۔''

اس عظیم الشان کام کی بحسن وخوبی تکمیل پر سیّدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے بارگاہ الوہیت میں اظہار تشکر کے لیے تنعیم سے چل کر لوگوں کی ایک بہت بڑی جمعیت کے ساتھ عمرہ ادا کیا اور اس سعادت عظیم کے حصول پر بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجالائے۔

10 حجاج بن یوسف سے تعمیر

سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر کردہ عمارت تقریباً دس سال تک قائم رہی جب آپ رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو 74ھ میں حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کو کعبہ کی اس تعمیر کے بارے میں لکھا اور کہا اس تعمیر کو اہل مکہ پسند نہیں کرتے تو اس نے یہ آرڈر جاری کیا:

''ابن زبیر نے جو لمبائی میں اضافہ کیا اسے قائم رکھا جائے اور جو حطیم والا حصہ شامل کیا ہے اسے خارج کر دیا جائے اور جو دوسرا غربی دروازہ بنایا اسے بھی بند کر دیا جائے لہٰذا حجاج بن یوسف نے دوبارہ اسے قریش کی تعمیر کے مطابق ہی کر دیا۔''

سنت ابراہیمی اور خواہش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مطابقت تعمیر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو حاصل تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بے بہرہ اور بے خبر تھا۔

ایک مرتبہ ایک وفد کے ساتھ حارث بن عبداللہ خلیفہ کے پاس آئے دوران گفتگو خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کہا: میرا خیال ہے کہ تعمیر کعبہ کے بارے میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کوئی ایسی حدیث اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی ہو گی جس کی روشنی میں سابقہ تعمیر گرائی تھی حارث بن عبداللہ نے کہا ہاں ہاں ضرور سنی ہو گی یہ حدیث تو میں نے بھی ام المومنین سے سنی ہے۔

خلیفہ نے سوال کیا تم نے کیا سنا تھا۔ انہوں نے کہا: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: عائشہ! تیری قوم نے بیت اللہ کو تنگ کر دیا ہے اگر تیری قوم کا زمانہ شرک قریب نہ ہوتا تو میں نئے سرے سے تعمیر کر کے اس کی کمی کو پورا کر دیتا۔

عائشہ میرے ساتھ چل میں تجھے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی اصل بنیادیں دکھاتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حطیم میں سے سات ہاتھ اندر کا حصہ بیت اللہ میں شامل تھا اور اس جگہ ابراہیمی بنیادیں تھیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس کے دو دروازے ایک مشرق میں اندر جانے کے لئے اور ایک مغرب میں باہر جانے کے لئے بنا دوں۔

عائشہ تمہیں معلوم ہے تیری قوم نے اتنا اونچا دروازہ کیوں رکھا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ ورسولہ اعلم، آپ نے ارشاد فرمایا: محض اپنی بڑائی، تکبر اور نخوت کی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا ہے تاکہ وہ جسے چاہیں کعبہ شریف میں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں اس سعادت سے محروم رکھیں۔

جس آدمی کے اندر داخل ہونے پر وہ خوش نہ ہوں اسے دھکا دے کر نیچے گرا دیتے اور جس کا داخلہ ان کی خواہش کے مطابق ہوتا اس کی دستگیری کرتے۔

خلیفہ نے کہا: حارث کیا تم نے یہ حدیث خود سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی؟ حارث نے اثبات میں جواب دیا تو خلیفہ عبدالملک بن مروان کچھ دیر اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائے سوچتا رہا اور کہا کاش! میں بیت اللہ کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا اس کے گرانے اور تبدیل کرنے کا فرمان جاری نہ کرتا۔ (مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب نقض الکعبۃ وبنائہا، 972:2، رقم:1333)

11 سلطان مراد خان عثمانی سے تعمیر

اس تعمیر کے 966 سال بعد سیلاب سے کعبہ شریف منہدم ہوا تو 1040ھ میں سلطان مراد خان عثمانی نے اسے تعمیر کیا اس کے بعد علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں: ''(سلطان مراد کی تعمیر کردہ) یہی عمارت ہمارے زمانے تک قائم چلی آ رہی ہے۔''

(محمد طاہر الکردی المکی، تاریخ القویم، 301:3)

اس کے بعد کعبہ کی تعمیر نہیں ہوئی البتہ اس میں اصلاحات اور مرمت کا کام ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔

حج کی اہمیت وفضیلت کا بیان

(۱)۔ حج اسلامی ارکان میں سے پانچواں رکن ہے۔ (۲)۔ حج ان گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو پیشتر ہوئے ہیں۔ (مسلم) (۳)۔ حج کمزوروں اور عورتوں کا جہاد ہے۔ (ابن ماجہ) (۴)۔ حج محتاجی کو ایسا دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو (ترمذی)۔ (۵) حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (ترمذی) (۶)۔ حاجی کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جس کے لیے حاجی استغفار کرے اس کی بھی (طبرانی) (۷)۔ حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کرے گا۔ (بزار) (۸)۔ حاجی اللہ کے وفد ہیں، اللہ نے انہیں بلایا یہ حاضر ہوئے انہوں نے سوال کیا اللہ نے انہیں دیا۔ (بزار) (۹)۔ حاجی کے لیے دنیا میں عافیت ہے اور آخرت میں مغفرت۔ (طبرانی) (۱۰)۔ جو حج کے لیے نکلا اور مرگیا قیامت تک اس کے لیے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا، اس کی پیشی نہیں ہوگی اور بلا حساب جنت میں جائے گا (دارقطنی)

(۱۱)۔ جس نے حج کیا یا عمرہ وہ اللہ کی ضمان میں ہے، اگر مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور گھر کو واپس کردے تو اجر وغنیمت کے ساتھ واپس کریگا۔ (طبرانی)

(۱۲)۔ مختلف قوموں، مختلف نسلوں، مختلف زبانوں، مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص میں رابطۂ دین کو مضبوط کرنے اور ساری کائنات کے مسلمانوں کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لیے حج اعلیٰ ترین ذریعہ بھی ہے۔ احکامِ اسلام کا منشا بھی یہی ہے کہ افرادِ مختلفہ کو ملتِ واحدہ بنا کر کلمہ توحید پر جمع کر دیا جائے۔

(۱۳)۔ حج میں سب کے لیے وہ سادہ بغیر سلا لباس جو ابوالبشر سیّد آدم علیہ السلام کا تھا تجویز کیا گیا ہے تاکہ ایک ہی رسول، ایک ہی قرآن، ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت، ایک ہی لباس، ایک ہی ہیت اور ایک ہی سطح پر نظر آئیں اور چشم ظاہر بین کو بھی اتحادِ معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلافِ ظاہری محسوس نہ ہو سکے۔

(۱۴)۔ حج سے مقصود شوکت کا اظہار بھی ہے اور مسلمانوں کو بحری، بری اور اب فضائی سفروں سے جو فوائد سمندروں، میدانوں اور فضاؤں سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں۔

(۱۵)۔ بادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں کے انعقاد سے۔ کانفرنس کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے اجتماع سے

(۱۶) اور ایوانِ تجارت کا جو مقصود عالمگیر نمائشوں کے قیام سے ہوتا ہے وہ سب حج کے اندر ملحوظ ہیں۔

(۱۷)۔ آثارِ قدیمہ اور طبقات الارض کے ماہرین کو تاریخ عالم کے محققین کو، جغرافیہ عالم کے ماہرین کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوتی ہے وہ سب امور حج سے پورے ہو جاتے ہیں۔

(۱۸)۔ حج کے مقامات عموماً پیغمبرانہ شان اور ربانی نشان کی جلوہ گاہ ہیں جہاں پہنچ کر اور جنہیں دیکھ کر ان مقدس روایات کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں اور خدائی رحمت و برکت کے وہ واقعات یاد آ جاتے ہیں۔ جو ان سے وابستہ ہیں الغرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شریعت کا صحیفہ لے کر آئے اس کی سب سے بری خصوصیت یہی ہے کہ وہ دین و دنیا کی جامع ہے اور اس کا ایک ایک حرف مصلحتوں اور حکمتوں کے دفتروں سے معمور ہے اور اس کے احکام و عبادات کے دنیاوی و اخروی فوائد و اغراض خود بخود چشم حق بین کے سامنے آ جاتے ہیں اور تا قیامت آتے رہیں گے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جس نے خدا کے لیے حج کیا اور اس میں ہوسِ نفسانی اور گناہ کی باتوں سے بچا تو وہ ایسا ہو کر لوٹا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا۔

یعنی حاجی ایک نئی زندگی ایک نئی حیات اور ایک نیا دور شروع کرتا ہے جس میں دین و دنیا دونوں کی بھلائیاں اور کامیابیاں شامل ہوتی ہیں، تو حج اسلام کا صرف مذہبی رکن ہی نہیں بلکہ وہ اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی یعنی قومی و ملی زندگی کے ہر رخ اور ہر پہلو پر حاوی اور مسلمانوں کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بڑا بلند منارہ ہے۔

حج کے اخلاقی فوائد کیا ہیں؟

عام مسلمان جو دور دراز مسافتوں کو طے کر کے اور ہر قسم کی مصیبتوں کو جھیل کر دریا، پہاڑ، جنگل، آبادی اور صحرا کو عبور کر کے یہاں جمع ہوتے، ایک دوسرے سے ملتے، ایک دوسرے کے درد و غم سے واقف اور حالات سے آشنا ہوتے ہیں جس سے ان میں باہمی اتحاد اور تعاون کی روح پیدا ہوتی ہے اور سب مل کر باہم ایک قوم ایک نسل اور ایک خاندان کے افراد نظر آتے ہیں۔

حج کے لیے یہ ضروری ہے کہ احرام باندھنے سے لے کر احرام اتارنے تک ہر حاجی نیکی و پاکبازی اور امن و سلامتی کی پوری تصویر ہو، وہ لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد نہ کرے، کسی کو تکلیف نہ دے یہاں تک کہ بدن یا کپڑوں کی جوں یہاں تک کہ کسی چیونٹی تک کو نہ مارے شکار تک اس کے لیے جائز نہیں کیونکہ وہ اس وقت ہمہ تن صلح و آشتی اور مجسم امن و امان ہوتا ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے "فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج"
یعنی حالتِ احرام میں نہ عورتوں کے سامنے شہوانی تذکرہ ہو، نہ کوئی گناہ، نہ کسی سے جھگڑا۔
کیا صریح حکم ہے کہ زمانہ حج میں حالتِ احرام میں اشارۃً یا کنایۃً بھی شہوانی خیالات زبان پر نہ لائے جائیں پھر حالتِ احرام میں جب متعدد جائز مشغلے مثلاً شکار کرنا جائز ہوجاتے ہیں تو بڑی چھوٹی قسم کی معصیت ونافرمانی کی گنجائش ظاہر ہے کہاں نکل سکتی ہے، یونہی اس زمانہ میں مار پیٹ، ہاتھا پائی الگ رہی زبانی حجت وتکرار جو اکثر ایسے موقعوں پر ہوجایا کرتی ہے سب احرام کی حالت میں ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ خادم کو ڈانٹنا تک جائز نہیں۔
اور عبادت میں طہارت وپاکیزگی کا اسلام کا قائم کیا ہوا یہ وہ معیار ہے جو آپ اپنا جواب ہے اور جس نے اپنوں ہی کو نہیں بیگانوں کو بھی متاثر کیا ہے۔

حج کی اصطلاحات کا بیان

۱۔ احرام: وہ بغیر سلا لباس جس کے بغیر آدمی میقات سے نہیں گزر سکتا یعنی ایک چادر نئی یا دھلی اوڑھنے کے لیے اور ایسا ہی ایک تہ بند کمر پر لپیٹنے کے لیے، یہ کپڑے سفید اور نئے بہتر ہیں یہ گویا رب العالمین جل جلالہ کی بارگاہ میں حاضری کی ایک وردی ہے، صاف ستھری، سادہ، تکلف اور زیبائش سے خالی۔
۲۔ میقات: وہ جگہ کہ مکہ معظمہ کو جانے والے کو احرام کے بغیر وہاں سے آگے بڑھنا جائز نہیں اگرچہ تجارت وغیرہ کسی اور غرض سے جاتا ہو۔
۳۔ تلبیہ: یعنی لبیک کہنا، لبیک یہ ہے: لبيك اللهم لبيك ○ لبيك لا شريك لك لبيك ○ ان الحمد والنعمة لك ○ والملك ○ لا شريك لك ○
۴۔ احرام کے ایک مرتبہ زبان سے لبیک کہنا ضروری ہے اور نیت شرط۔
۵۔ حرم کعبہ: مکہ معظمہ کے گرداگرد کئی کوس کا جنگل ہے ہر طرف حدیں بنی ہوئی ہیں ان حدود کے اندر وہاں کے وحشی جانوروں حتیٰ کہ جنگلی کبوتروں کو تکلیف وایذا، دنیا بلکہ تر گھاس اکھیڑنا تک حرام ہے۔ تمام مکہ مکرمہ، منیٰ، مزدلفہ یہ سب حدود حرم میں ہیں البتہ عرفات داخلِ حرم نہیں۔
۶۔ حل: حدودِ حرم کے بعد جو زمین میقات تک ہے اسے حل کہتے ہیں۔
۷۔ طواف: مسجد الحرام میں خانہ کعبہ کے اردگرد بطریق خاص چکر لگانے کا نام طواف ہے۔
۸۔ مطاف: مسجد الحرام ایک گول وسیع احاطہ ہے جس کے کنارے کنارے بکثرت دالان اور آنے جانے کے راستے ہیں۔ بیچ میں خانہ کعبہ کے اردگرد ایک دائرہ ہے یہی مطاف ہے یعنی طواف کرنے کی جگہ۔
۹۔ رکن: خانہ کعبہ کا گوشہ جہاں اس کی دو دیواریں ملتی ہیں جسے زاویہ کہتے ہے۔ کعبہ معظمہ کے چار رکن ہیں۔
(۱) رکنِ اسود: جنوب ومشرق کے گوشہ میں، اسی میں زمین سے اونچا سنگِ اسود نصب ہے۔ (۲) رکنِ عراقی: شمال ومشرق

کے گوشہ میں، دروازۂ کعبہ انہیں دو رکنوں کے بیچ کی شرقی دیوار میں زمین سے بہت بلند ہے۔ (۳) رکنِ شامی: شمال و مغرب کے گوشہ میں، سنگِ اسود کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں تو بیت المقدس سامنے پڑے گا۔ (۴) رکنِ یمانی: مغرب اور جنوب کے گوشہ میں۔

۱۰۔ ملتزم: مشرقی دیوار کا وہ ٹکڑا جو رکنِ اسود سے دروازۂ کعبہ تک ہے۔ طواف کے بعد مقامِ ابراہیم پر نماز و دعا سے فارغ ہو کر حاجی یہاں آتے اور اس سے لپٹتے اور اپنا سینہ و پیٹ اور رخسار اس پر رکھتے اور ہاتھ اونچے کر کے دیوار پر پھیلاتے ہیں۔

۱۱۔ میزابِ رحمت: سونے کا پرنالہ کہ رکنِ عراقی شامی کی بیچ کی شمالی دیوار پر کی چھت پر نصب ہے۔

۱۲۔ حطیم: اسی شمالی دیوار کی طرف زمین کا ایک حصہ جس کے گرداگرد ایک قوسی رکمان کے انداز کی چھوٹی سی دیوار دی گئی ہے اور دونوں طرف آمد و رفت کا دروازہ ہے۔

۱۳۔ مُستَجار: رکن یمانی اور رکنِ اسود کے بیچ میں غربی دیوار کا وہ ٹکڑا جو ملتزم کے مقابل ہے۔

۱۴۔ مستجاب: رکن یمانی اور رکن اسود کے بیچ میں جنوبی دیوار یہاں ستر ہزار فرشتے دُعا پر آمین کہنے کے لیے مقرر ہیں اس لیے اس کا نام مستجاب رکھا گیا ہے۔

۱۵۔ اضطباع: شروع طواف سے پہلے چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر اس طرح ڈال دینا کہ داہنا مونڈھا کھلا رہے۔

۱۶۔ رمل: طواف کے پہلے تین پھیروں میں جلد جلد چھوٹے قدم رکھنا اور شانے ہلانا جیسے کہ قوی و بہادر لوگ چلتے ہیں نہ کودنا نہ دوڑنا۔

۱۷۔ استلام: دونوں ہتھیلیاں اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر حجرِ اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے کا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینا۔

۱۸۔ حجرِ اسود: یہ کالے رنگ کا ایک پتھر ہے حدیث میں ہے کہ حجرِ اسود جب جنت سے نازل ہوا دودھ سے زیادہ سفید تھا بنی آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا (ترمذی) خانہ کعبہ کے طواف کے شروع اور ختم کرنے کے لیے وہ ایک نشان کا کام دیتا ہے۔

۱۹۔ مقامِ ابراہیم: دروازۂ کعبہ کے سامنے ایک قبہ میں وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ بنایا تھا ان کے قدمِ پاک کا اس پر نشان ہو گیا جو اب تک موجود ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آیاتِ بینات میں شمار فرمایا۔

۲۰۔ قبہ زمزم شریف: یہ قبہ مقامِ ابراہیم سے جنوب کو مسجد شریف ہی میں واقع ہے اور اس قبہ کے اندر زمزم کا چشمہ ہے۔

۲۱۔ باب الصفاء: مسجد شریف کے جنوبی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس سے نکل کر سامنے کوہ صفا ہے۔

۲۲۔ صفا: کعبہ معظمہ سے جنوب کو ہے یہاں زمانہ قدیم میں ایک پہاڑی تھی کہ زمین میں چھپ گئی ہے اب وہاں قبلہ رخ ایک دالان سا بنا ہے اور چڑھنے کی سیڑھیاں۔

۲۳۔مروہ: دوسری پہاڑی صفا سے جانب شرق تھی یہاں بھی اب قبلہ رخ دالان سا بنا ہے اور سیڑھیاں صفا سے مروہ تک جو فاصلہ ہے اب یہاں بازار ہے صفا سے چلتے ہوئے داہنے ہاتھ کو دکانیں اور بائیں ہاتھ کو احاطۂ مسجد حرام ہے۔

۲۴۔میلینِ اخضرین: اس فاصلہ کے وسط میں جو صفا سے مروہ تک ہے۔ دیوارِ حرم شریف ہیں دو سبز میل نصب ہیں جیسے میل کے شروع میں پتھر لگا ہوتا ہے۔ اب تو وہاں سبز رنگ کے ٹیوب بجلی کے ہمیشہ شب و روز روشن رہتے ہیں۔

۲۵۔مَسعیٰ: وہ فاصلہ کہ ان دونوں نشانوں کے درمیان ہے اس فاصلہ کو دوڑ کر طے کیا جاتا ہے مگر نہ حد سے زائد دوڑتے نہ کسی کو ایذائے دیتے۔

۲۶۔سعی: صفا سے مروہ اور پھر مروہ سے صفا کی طرف جانا آنا اور میلینِ اخضرین کے درمیان دوڑنا سعی ہے۔

۲۷۔حلق: سارا سر منڈانا اور یہ افضل ہے۔ تقصیر: بال کتروان کہ اس کی اجازت ہے۔

۲۸۔موقف: عرفات میں وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر ذکر و دعا کا حکم ہے۔

۲۹۔بطنِ عرفہ: عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے مسجد نمرہ کے مغرب کی طرف یعنی کعبہ معظمہ کی طرف، یہاں جائز نہیں یہاں قیام یا وقوف کیا تو حج ادا نہ ہوگا۔

۳۰۔مسجدِ نمرہ: میدانِ عرفات کے بالکل کنارہ پر ایک عظیم مسجد ہے اس کی مغربی دیوار اگر گرے تو بطن میں گرے گی۔

۳۱۔جبلِ رحمت: عرفات کا ایک پہاڑ زمین سے تقریباً ۳۰۰ فٹ اونچا اور سطح سمندر سے ۳۰۰۰ فٹ اونچا ہے اسے موقفِ اعظم بھی کہتے ہیں اسی کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف ہے جہاں سیاہ پتھروں کا فرش ہے۔

۳۲۔مُزدلفہ: عرفات اور منیٰ کے درمیان ایک کشادہ میدان ہے عرفات سے تقریباً تین میل دور یہاں سے منیٰ کا فاصلہ بھی تقریباً اتنا ہی ہے کہتے ہیں کہ عرفات میں قبولِ توبہ کے بعد حضرت آدم اور اماں حوا علیہما السلام مزدلفہ ہی میں ملے تھے۔

۳۳۔مازمین: عرفات اور مزدلفہ کے پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ اسی راستے تشریف لائے تھے۔

۳۴۔مشعرِ حرام: اس خاص مقام کا نام ہے جو مزدلفہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے اور خود سارے مزدلفہ کو بھی مشعرِ حرام کہتے ہیں۔ مزدلفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کی جگہ گنبد بنا دیا گیا تھا آج کل یہاں ایک مسجد بھی ہے جسے مسجد مشعر الحرام کہا جاتا ہے مشعر حرام کو قزح بھی کہتے ہیں۔

۳۵۔وادیِ محسّر: یہ وہی مقام ہے جہاں اصحابِ فیل کے ہاتھی تھک کر رہ گئے اور مکہ معظمہ کی طرف آگے نہ بڑھ سکے اور سب ہلاک ہو گئے۔

۳۶۔منیٰ: ایک وسیع اور کشادہ میدان جو پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے مزدلفہ سے یہاں آ کر رمی جمار، قربانی وغیرہ افعال ادا کیے جاتے ہیں۔

۳۷۔مسجدِ خیف: منیٰ کی مشہور اور بڑی مسجد کا نام ہے خیف وادی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس مسجد میں (70) ستر نبی آرام

فرمارہے ہیں مسجدِ خیف پر ہشت پہلو قبہ ہے اس قبہ کی جگہ سے متعلق کہا جاتا ہے کہ بہت سے پیغمبروں نے نمازیں یہاں ادا فرمائی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ بھی یہاں نصب کیا گیا تھا۔

۳۸۔رمی: منیٰ میں واقع تین جمروں پر کنکریاں مارنے کو کہتے ہیں۔

۳۹۔جمار: منیٰ کے میدان میں پتھر کے تین ستون کھڑے ہیں ان ہی کا نام جمار ہے ان میں سے پہلے کا نام جمرۂ اولیٰ، دوسرے کا نام جمرۂ وسطیٰ اور تیسرے کا نام جمرۂ عقبیٰ ہے یہ مکہ معظمہ سے منیٰ آتے ہوئے پہلا منارہ ہے۔

۴۰۔وقوف عرفہ: نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنا اور اللہ کے حضور زاری اور خالص نیت سے ذکر ولبیک ودعا ودرود استغفار اور کلمہ توحید میں مشغول رہنا اور نماز ظہر وعصر ادا کرنا اور نماز سے فراغت کے بعد بالخصوص غروب آفتاب تک دعا میں اپنا وقت گزارنا۔ (فقہی کتب وشروحات)

حج کی فرضیت کی تاریخ

فرضیت حج کی سعادت عظمیٰ ہمارے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ مختص ہے گو کہنے کو تو حج کا رواج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہے مگر اس وقت اس کی فرضیت کا حکم نہ تھا۔ چنانچہ صحیح مسلک یہی ہے کہ حج صرف امت محمدیہ پر فرض ہوا ہے۔

حج کب فرض ہوا؟ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں، کچھ حضرات کہتے ہیں سن ۵ ھجری میں فرض ہوا، اکثر علماء سن ۶ ھجری میں فرضیت کے قائل ہیں لیکن زیادہ صحیح قول ان علماء کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حج سن ۹ ھ کے آخر میں فرض ہوا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا آیت (وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا)۔ یعنی اللہ کی خوشنودی کے لئے لوگوں پر کعبہ کا حج (ضروری) ہے اور یہ اس شخص پر جو وہاں تک جا سکے۔

چونکہ یہ حکم سال کے آخر میں نازل ہوا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو فعال حج کی تعلیم میں مشغولیت اور آئندہ سال کے لئے سفر حج کے اسباب کی تیاری میں مصروفیت کی وجہ سے خود حج کے لئے تشریف نہیں لے جا سکے، بلکہ اس سال یعنی سن ۹ ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کا امیر مقرر فرما کر مکہ بھیج دیا تاکہ وہ لوگوں کو حج کرا دیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سال آئندہ یعنی سن ۱۰ ھ میں اس حکم الٰہی کی تعمیل میں حج کے لئے تشریف لے گئے یہ عجیب اتفاق ہے کہ فرضیت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پہلا حج کیا جو آخری حج بھی ثابت ہوا۔ چنانچہ یہی حج حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے اسی حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ عالم تاب اور وجود پر نور نے اس دنیا سے پردہ کیا۔

حج کی فرضیت کی حکمتوں کا بیان

انسان فائدے کا حریص ہے، فائدہ دیکھ کر مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے، حج کی خوبیاں وفضائل تو بہت زیادہ ہیں، یہاں بعض کو بطور تذکرہ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ حج کا داعیہ اور شوق پیدا ہو۔

صحیحین میں ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اور (دوران حج) نہ اپنی اہلیہ سے ہم بستری کرے اور نہ فسق میں مبتلا ہو

تو وہ اس طرح (بے گناہ ہو کر) لوٹتا ہے جیسے (اس دن بے گناہ تھا) جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔شراح حدیث نے رفث سے اگرچہ جماع مراد لیا ہے،لیکن معنی عام مراد لینے سے دیگر معانی جیسے تعریض بالجماع،فحش گوئی وغیرہ بھی اس میں شامل ہو جائیں گے،امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حج اور عمرہ ساتھ کرو، دونوں فقر ومحتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں،جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہی ہے۔

طبرانی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حج اور عمرہ کے لیے جانے والے خدا کے خصوصی مہمان ہیں، وہ خدا سے دعا کریں تو خدا قبول فرماتا ہے اور مغفرت طلب کریں تو بخش دیتا ہے ا

حضرت عبداللہ بن جراد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فریضہ حج ادا کرو، اس لیے کہ حج گناہوں کو ایسے دھو دیتا ہے، جیسے پانی میل کو دھو دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے کی مغفرت کی جاتی ہے اور جس کے لیے حاجی مغفرت کی دعا کرے اس کی بھی مغفرت کی جاتی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ! مغفرت فرما حاجی کی اور جس کے لیے وہ مغفرت طلب کرے۔

حج کے مہینوں کے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عطاء طاؤس، مجاہد، زہری، ربیع اور امام مالک کے نزدیک شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ پورے کے پورے حج کے مہینے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ابن سیرین، حسن، شعبی، نخعی، قتادہ، مکحول، سدی، امام ابوحنیفہ اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن حج کے مہینے ہیں۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ ھ)

اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے۔(زاد المسیر ج ۱ ص ۲۰۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص ان مہینوں میں (حج کر کے) حج کو لازم کر لے۔(البقرہ: ۱۹۷)

فرضیت حج کے سبب میں ائمہ مذاہب کے اقوال کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے، عطاء طاؤس اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے کہا: حج کی نیت سے تلبیہ پڑھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر قربانی کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈال کر اس کو روانہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے، یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر اشعار کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تلبیہ کے بغیر بھی حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

امام احمد بن حنبل نے یہ تصریح کی ہے کہ حج کی نیت سے صرف احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے خواہ تلبیہ نہ پڑھا جائے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

بَابُ فَرْضِ الْحَجِّ

باب: حج کا فرض ہونا

1721 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سِنَانٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الْحَجُّ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَوْ مَرَّةً وَاحِدَةً قَالَ: بَلْ مَرَّةً وَاحِدَةً، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ أَبُو سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ، كَذَا قَالَ: عَبْدُ الْجَلِيلِ بْنُ حُمَيْدٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ عُقَيْلٌ، عَنْ سِنَانٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ یارسول اللہ! کیا ہر سال حج کرنا لازمی ہے یا صرف ایک مرتبہ؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف ایک مرتبہ البتہ اگر کوئی شخص مزید کرے تو یہ نفل (شمار) ہوگا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راوی ابوسنان دؤلی ہیں' جلیل بن حمید نے اسی طرح بیان کیا ہے' اور سلیمان بن کثیر نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے انہوں نے زہری کے حوالے سے روایت نقل کی ہے' اور راوی کا نام سنان نقل کیا ہے۔

1722 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنِ ابْنٍ لِأَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِأَزْوَاجِهِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: هَذِهِ ثُمَّ ظُهُورَ الْحُصُرِ

❁❁ حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج کو یہ کہتے سنا۔

''یہ (حج تم نے کرلیا ہے) پھر تم پر گھروں میں رہنا لازم ہے''۔

فرضیت حج میں افراد کی بہ جائے جمع کی طرف عدول کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مصنف نے حج کی فرضیت میں آزاد و بالغین وغیرہ کے صیغے بیان فرمائے ہیں۔

مصنف کی غرض افراد سے جمع کی طرف جانے میں یہ ہے کہ حج لوگوں سے جدا نہیں ہوتا مگر جبکہ وہ اس کو ادا کر لیں۔
(عنایہ شرح الہدایہ، ۳، ص ۳۸۷، بیروت)

حج کے فرض ہونے کی شرائط کی وضاحت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زاد راہ اور سواری۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

سوال کون سی چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ کا مطلب یہ ہے کہ حج واجب ہونے کی شرط کیا ہے؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیز تو زادراہ بتایا جس کی مراد یہ ہے کہ اتنا مال و زر جو سفر حج میں جانے اور آنے کے اخراجات اور تا واپسی اہل وعیال کی ضروریات کے لئے کافی ہو اور دوسری چیز سواری بتائی جس پر سوار ہو کر بیت اللہ تک پہنچا جا سکے اگرچہ حج کے واجب ہونے کی شرطیں اور بھی ہیں مگر یہاں بطور خاص ان ہی دونوں چیزوں کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اصل میں یہی دو شرائط ایسی ہیں جو حج کے لئے بنیادی اور ضروری اسباب کا درجہ رکھتے ہیں۔

یہ حدیث حضرت امام مالک کے مسلک کی تردید کرتی ہے ان کے ہاں اس شخص پر بھی حج واجب ہوتا ہے جو پیادہ چلنے پر قادر ہو اور تجارت یا محنت مزدوری کے ذریعہ سفر حج کے اخراجات کے بقدر روپے پیسے حاصل کر سکتا ہو۔

حج ان شرائط کے پائے جانے کے بعد فرض ہوتا ہے۔(۱) مسلمان ہونا، کافر پر حج فرض نہیں ہے (۲) آزاد ہونا، لونڈی غلام پر حج فرض نہیں ہے۔(۳) عاقل ہونا، مجنون، مست اور بے ہوش پر حج فرض نہیں۔(۴) بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں۔(۵) صحت مند وتندرست ہونا، بیمار، اندھے، لنگڑے، اپاہج پر حج فرض نہیں (۶) قادر ہونا یعنی اس قدر مال کا مالک ہونا جو ضرورت اصلیہ اور قرض سے زائد ہو اور اس کے زادراہ اور سواری کے کرایہ وخرچ کے لئے کافی ہو جائے نیز جن لوگوں کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے لئے بھی اس میں سے اس قدر چھوڑ جائے جو اس کی واپسی تک ان لوگوں کو کفایت کر سکے۔

(۷) راستے میں امن ہونا، اس بارے میں اکثر کا اعتبار ہے یعنی اگر اکثر لوگ امن وامان سے پہنچ جاتے ہوں تو حج فرض ہوگا، مثلاً اگر اکثر لوگ راستے میں ڈاکہ زنی ڈغیرہ سے لٹ جاتے ہوں یا کوئی ایسا دریا اور سمندر حائل ہو جس میں بکثرت جہاز ڈوب جاتے ہوں اور اکثر ہلاک ہو جاتے ہوں یا راستے میں اور کسی قسم کا خوف ہو تو ایسی حالت میں حج فرض نہیں ہوگا، ہاں اگر یہ حادثات کبھی کبھی اتفاقی طور پر ہو جاتے ہیں تو پھر حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی (۸) عورت کے لئے ہمراہی میں شوہر یا کسی اور محرم کا موجود ہونا جب کہ اس کے یہاں سے مکہ کی دوری بقدر مسافت سفر یعنی تین دن کی ہو۔ اگر شوہر یا محرم ہمراہی میں نہ ہوں۔ تو پھر عورت کے لئے سفر حج اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور محرم کا عاقل بالغ ہونا اور مجوسی وفاسق نہ ہونا بھی شرط ہے۔ محرم کا نفقہ اس عورت پر ہوگا جو اپنے اپنے ساتھ حج میں لے جائے گی۔ نیز جس عورت پر حج فرض ہو وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی محرم کے ساتھ حج کے لئے جا سکتی ہے۔

اگر کوئی نابالغ لڑکا یا غلام احرام باندھنے کے بعد بالغ ہو جائے یا آزاد ہو جائے اور پھر وہ حج پورا کرے تو اس صورت میں

فرض ادا نہیں ہوگا ہاں اگر لڑ کا فرض حج کے لئے ازسر نو احرام باندھے گا تو صحیح ہو جائے گا۔ لیکن غلام کا احرام فرض حج کے لئے اس صورت میں بھی درست نہیں ہوگا۔

قرآن کے مطابق فرضیت حج کا بیان

(۱) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔ (البقرہ) اور تم اللہ کے لئے حج و عمرہ مکمل کرو۔

(۲) وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران، ۹۷) اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ (کنز الایمان)

اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ استطاعت شرط ہے حدیث شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر زاد و راحلہ سے فرمائی زاد یعنی توشہ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہئے کہ جا کر واپس آنے تک کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل و عیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہئے راہ کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرض قطعی کا منکر کافر ہے۔

(۳) وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (الحج، ۲۷)

اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

(۴) فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ (البقرہ، ۱۵۸)

تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے۔ اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

(۵) وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ رَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ (التوبہ، ۳)

اور منادی پکار دینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن۔ کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول تو اگر تم توبہ کرو۔ تو تمہارا بھلا ہے اور اگر منہ پھیرو۔ تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے۔ اور کافروں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۔ (کنز الایمان)

ان آیات میں حج کا بیان ہے اور ان میں جو آیت کا استدلال صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے وہ اور دیگر کئی آیات سے حج کی فرضیت ثابت ہے۔ لہٰذا اس کے ثبوت قطعیت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس لئے حج فرض ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

احادیث کے مطابق فرضیت حج کا بیان

(۱) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ آیت قرآنی لانے کے بعد وہ حدیث لائے جس میں صاف صاف ''ان فریضۃ اللہ علی

عبادہ فی الحج ادرکت ابی الخ" کے الفاظ موجود ہیں۔ اگر چہ یہ ایک قبیلہ خثعم کی مسلمان عورت کے الفاظ ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ اس لحاظ سے یہ حدیث تقریری ہوگئی اور اس سے فرضیت حج کا واضح لفظوں میں ثبوت ہوا۔

(۲) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ملک زاداً وراحلة تبلغه الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یهودیاً او نصرانیا۔

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔

(۳) مسلم شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے وعظ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس تم حج کرو۔

(۴) صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور نماز پڑھنا، اور زکوٰۃ دینا، اور بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔

(۵) امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص کو خرچ اخراجات سواری وغیرہ سفر بیت اللہ کے لیے روپیہ میسر ہو (اور وہ تندرست بھی ہو) پھر اس نے حج نہ کیا تو اس کو اختیار ہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (ترمذی شریف باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج)

یہ بڑی سے بڑی وعید ہے جو ایک سچے مرد مسلمان کے لیے ہوسکتی ہے۔ پس جو لوگ باوجود استطاعت کے مکہ شریف کا رخ نہیں کرتے بلکہ یورپ اور دیگر ممالک کی سیر و سیاحت میں ہزار ہا روپیہ برباد کردیتے ہیں مگر حج کے نام سے ان کی روح خشک ہوجاتی ہے، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان و اسلام کی خیر مانگنی چاہیے۔ اسی طرح جو لوگ دن رات دنیاوی دھندوں میں منہمک رہتے ہیں اور اس پاک سفر کے لیے ان کو فرصت نہیں ہوتی ان کا بھی دین ایمان سخت خطرے میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس شخص پر حج فرض ہوجائے اس کو اس کی ادائیگی میں حتیٰ الامکان جلدی کرنی چاہیے۔ اور لیت و لعل میں وقت نہ ٹالنا چاہیے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ممالک محروسہ میں مندرجہ ذیل پیغام شائع کرایا تھا۔ لقد هممت ان ابعث رجالا الی هذه الامصار فینظروا کل من کان له جدة ولا یحج فیضربوا علیهم الجزیة ماهم بمسلمین ماهم بمسلمین (نیل الاوطار ج 4 ص 165) میری دلی خواہش ہے کہ میں کچھ آدمیوں کو شہروں اور دیہاتوں میں تفتیش کے لیے روانہ کروں جو ان لوگوں کی فہرست تیار کریں جو استطاعت کے باوجود اجتماع حج میں شرکت نہیں کرتے، ان پر کفار کی طرح جزیہ مقرر کردیں۔ کیونکہ ان کا دعویٰ اسلام فضول و بیکار ہے وہ مسلمان نہیں ہیں۔

وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس سے زیادہ بدنصیبی کیا ہوگی کہ بیت اللہ شریف جیسا بزرگ اور مقدس مقام اس دنیا میں موجود ہو اور

وہاں تک جانے کی ہر طرح سے آدمی طاقت بھی رکھتا ہو اور پھر کوئی مسلمان اس کی زیارت کو نہ جائے جس کی زیارت کے لیے بابا آدم علیہ السلام سینکڑوں مرتبہ پیدل سفر کر کے گئے۔

(٦) اخرج ابن خزیمة و ابو الشیخ فی العظمة و الدیلمی عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ادم اتی هذا البیت الف اتیة لم یر کب قط فیهن من الهند علی رجلیه۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا ملک ہند سے ایک ہزار مرتبہ پیدل چل کر حج کیا۔ ان حجوں میں آپ کبھی سواری پر سوار ہو کر نہیں گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کافروں کے مظالم سے تنگ آ کر مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو رخصتی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو چوما اور آپ وسط مسجد میں کھڑے ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے اور آبدیدہ ہو کر آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تو اللہ کے نزدیک تمام جہان سے پیارا اور بہتر گھر ہے اور یہ شہر بھی اللہ کے نزدیک احب البلاد ہے۔ اگر کفار قریش مجھ کو ہجرت پر مجبور نہ کرتے تو میں تیری جدائی ہرگز اختیار نہ کرتا۔ (ترمذی)

(٧) جب آپ مکہ شریف سے باہر نکلے تو پھر آپ نے اپنی سواری کا منہ مکہ شریف کی طرف کر کے فرمایا: واللہ انک لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ ولو لا اخرجت منک ما خرجت (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

قسم اللہ کی! اے شہر مکہ تو اللہ کے نزدیک بہترین شہر ہے، تیری زمین اللہ کو تمام روئے زمین سے پیاری ہے۔ اگر میں یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو کبھی یہاں سے نہ نکلتا۔

(٨) امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من حج هذا البیت فلم یرفث ولم یفسق رجع کما ولدته امه (ابن ماجہ ص 213)

جس نے پورے آداب و شرائط کے ساتھ بیت اللہ شریف کا حج کیا۔ نہ جماع کے قریب گیا اور نہ کوئی بے ہودہ حرکت کی وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر لوٹتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن پاک صاف تھا۔

(٩) حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوتا ہے۔ اس شخص کی سواری جتنے قدم چلتی ہے ہر قدم کے عوض اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے۔ اس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہے۔ اور ایک درجہ جنت میں اس کے لیے بلند کرتا ہے۔ جب وہ شخص بیت اللہ شریف میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں طواف بیت اللہ اور صفا و مروہ کی سعی کرتا ہے پھر بال منڈواتا یا کترواتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔ (ترغیب وترہیب ص 224)

(١٠) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ جو شخص مکہ معظمہ سے حج کے واسطے نکلا اور پیدل عرفات گیا پھر واپس بھی وہاں سے پیدل ہی آیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے کروڑوں نیکیاں ملتی ہیں۔

(١١) امام بیہقی نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج و عمرہ ساتھ ساتھ ادا کرو۔

اس پاک عمل سے فقر کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کو میل سے پاک کر دیتی ہے۔

(۱۲) حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس مسلمان پر حج فرض ہو جائے اس کو ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔ اور فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے۔ نہ معلوم کل کیا پیش آئے اے زفرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش۔ میدان عرفات میں جب حاجی صاحبان اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دین و دنیا کی بھلائی کے لیے دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر فرشتوں میں ان کی تعریف فرماتا ہے۔ (مسند احمد)

ابو یعلیٰ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو حاجی راستے میں انتقال کر جائے اس کے لیے قیامت تک ہر سال حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

تفاسیر قرآنی کے مطابق فرضیت حج کا بیان

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (الحج، ۲۷)

اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے۔ وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

(۱) صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جو اس کی حرمت و فضیلت پر دلالت کرتی ہیں ان نشانیوں میں سے بعض یہ ہیں کہ پرندے کعبہ شریف کے اوپر نہیں بیٹھتے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ پرواز کرتے ہوئے آتے ہیں تو ادھر اُدھر ہٹ جاتے ہیں اور جو پرند بیمار ہو جاتے ہیں وہ اپنا علاج یہی کرتے ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہو کر گزر جائیں اسی سے انہیں شفا ہوتی ہے اور وحوش ایک دوسرے کو حرم میں ایذا نہیں دیتے حتی کہ کتے اس سرزمین میں ہرن پر نہیں دوڑتے اور وہاں شکار نہیں کرتے اور لوگوں کے دل کعبہ معظمہ کی طرف کھچتے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

اور ہر شب جمعہ کو ارواح اَولیاء اس کے گرد حاضر ہوتی ہیں اور جو کوئی اس کی بے حرمتی کا قصد کرتا ہے برباد ہو جاتا ہے انہیں آیات میں سے مقام ابراہیم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن کا آیت میں بیان فرمایا گیا۔ (مدارک وخازن واحمدی)

(۲) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کی طرف تمام انسانوں کو بلا۔ مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کی کہ باری تعالیٰ میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟ جواب ملا کہ آپ کے ذمہ صرف پکارنا ہے آواز پہنچانا میرے ذمہ ہے۔ آپ نے مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر ابو قبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا کی کہ لوگو! تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو۔ پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی۔ یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی۔ ہر پتھر درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا با آواز لبیک پکارا۔ بہت سے سلف سے یہ منقول ہے، پھر فرمایا پیدل لوگ بھی آئیں گے اور سواریوں پر سوار بھی آئیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، حج ۲۷)

اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لئے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے پھر سواروں کا۔ توان کی طرف توجہ زیادہ ہوئی اوران کی ہمت کی قدردانی کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں میری یہ تمنا رہ گئی کہ کاش کہ میں پیدل حج کرتا۔ اس لئے کہ فرمان الٰہی میں پیدل والوں کا ذکر ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کمال قدرت وقوت کے پاپیادہ حج نہیں کیا توسواری پر حج کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اقتدا ہے پھر فرمایا دور دراز سے حج کے لئے آئیں گے خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا بھی یہی تھی کہ آیت (فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم) لوگوں کے دلوں کو اے اللہ توان کی طرف متوجہ کردے۔ آج دیکھ لو وہ کونسا مسلمان ہے جس کا دل کعبے کی زیارت کا مشتاق نہ ہو؟ اور جس کے دل میں طواف کی تمنائیں تڑپ نہ رہی ہوں۔

اجماع امت سے فرضیت حج کا بیان

ملک العلماء علامہ کاسانی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف بدائع الصنائع میں حج کی فرضیت پر اجماع کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

"وأما الاجماع: فلأن الأمۃ أجمعت علی فرضیتہ" یعنی تمام امت نے حج کی فرضیت پر اجماع کیا ہے۔

ائمہ مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت حج کا بیان

علامہ علی بن سلطان ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حج کی فرضیت قرآن وسنت اوراجماع سے محکم ہے۔ قرآن میں اس کی دلیل یہ ہے کہ لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے جو اس کی اس راہ کی طاقت رکھتا ہو' اس آیت میں کلمہ 'علی' جو ایجاب کے لئے آیا ہے۔ لہٰذا حج فرض ہے۔

جبکہ احادیث میں اس کی فرضیت میں کثیر احادیث موجود ہیں۔ جس طرح یہ حدیث ہے۔ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات پر کہ اللہ کو ایک مانا جائے، نماز کے اہتمام پر، زکوٰۃ کی ادائیگی پر، رمضان کے روزوں پر اور حج پر۔ ایک آدمی نے پوچھا: حج اور رمضان کے روزے؟ انھوں نے کہا: نہیں، رمضان کے روزے اور حج۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔" (صحیح مسلم، رقم، ۱۶)

(شرح الوقایہ، ج ۱، ص ۴۵۰، بیروت)

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حج کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ قرآن سے اس طرح ثابت ہے کہ "لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے" حدیث کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں حج کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح کثیر احادیث ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔

(المغنی، ج ۳، ص ۱۶۳، بیروت)

علامہ شرف الدین نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ حج ارکان اسلام میں سے رکن ہے اور اس کے فرائض میں سے فرض

ہے۔اوراس آیت ''وَلِلہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا'' میں واؤ ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتی کیونکہ انہوں نے اس سے حج کے رکن ہونے کا استدلال کیا ہے۔اور احادیث سے جواستدلال ہے اس کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ حج فرض ہے۔

(المجموع، ج ۴، ص ۷، بیروت)

علامہ شہاب الدین قرافی مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: ''وَلِلہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا'' اس آیت میں حکم کا وصفیت کے طریقے پر بیان ہونا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔لہٰذا حج فرض ہے۔اور باقی دلائل اسی طرح ہیں جس طرح پہلے فقہاء مذاہب ثلاثہ کے ہیں۔(ذخیرہ، ج ۳، ص ۱۶۷، بیروت)

عمر میں ایک مرتبہ فرضیت حج کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا تم حج کرو یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم ہر سال حج کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی بات کہی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا ہوں تو یقیناً حج ہر سال کے لئے فرض ہو جاتا اور تم ہر سال حج کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میں تمہیں چھوڑوں تم مجھے چھوڑ دو (یعنی جو کچھ میں نہ کہا کروں مجھ سے مت پوچھا کرو) کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ وہ اسی سبب سے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے انبیاء سے پوچھتے اور ان سے اختلاف کرتے تھے (جیسا کہ بنی اسرائیل کے بارے میں منقول ہے) لہٰذا جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اس میں سے جو کچھ تم کرنے کی طاقت رکھتے ہو کرو اور جب میں تمہیں کسی بات سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔ (مسلم، ترمذی، حاکم، ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے جب حج کی فرضیت کا فرمان نازل فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امت کے اوپر نافذ کرنے کے لئے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ حج کریں چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے حج کی فرضیت بیان فرما رہے تھے اور انہیں حج کرنے کا حکم دے رہے تھے تو ایک صحابی جن کا نام اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ تھا پوچھ بیٹھے کہ حج ہر سال کیا جائے گا؟ وہ یہ سمجھے کہ جس طرح دیگر عبادتیں یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ بار بار ادا کی جاتی ہیں اسی طرح یہ حج بھی مکرر ہی ہوگا اسی لئے انہوں نے یہ سوال کیا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ناگوار ہوئی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو تنبیہا سکوت اختیار فرمایا اور کوئی جواب نہیں دیا۔جب انہوں نے کئی بار پوچھا تو آخرکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اگر میں اس سوال کے جواب میں ہاں کہہ دیتا تو یقیناً ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا کیونکہ میں یہ جواب اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب دیتا بغیر اس کے حکم سے میری زبان سے کوئی تشریعی بات نہیں نکلتی، اور اگر ہر سال حج فرض ہو جاتا تو تم میں اتنی طاقت نہ ہوتی کہ ہر سال اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہوتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا کہ کسی بھی دینی حکم کو مجھ پر چھوڑ دو، جب میں کسی فعل کا حکم دوں تو مجھ سے یہ نہ پوچھوں کہ یہ فعل کتنا ہے اور کیسا۔ہے جب تک میں خود یہ بیان نہ کروں کہ یہ فعل کتنا کیا جائے اور کس طرح کیا جائے۔ میں جس طرح

کہوں تم اسی طرح ادا کرو۔ اگر کسی فعل کے بارے میں بلا قید و تعین اعداد کے مطلق حکم کروں تو اس حکم کی اسی طرح بجا آوری کرو اور اگر یہ بیان کروں کہ اس فعل کو اتنی بار اور اس طرح کرو تو اسے اتنی ہی بار اور اسی طرح کرو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ میں دنیا میں اسی لئے آیا ہوں کہ تم تک اسلام کے احکام پوری وضاحت کے ساتھ پہنچا دوں اور شریعت کو بیان کردوں جو بات جس طرح ہوتی ہے اسے اسی طرح بیان کر دیتا ہوں۔ تمہارے سوال کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام کی بجا آوری کے سلسلے میں تائید و مبالغہ کے طور پر فرمایا کہ فاتوا منہ مااستطعتم (اس میں سے جو کچھ تم کرنے کی طاقت رکھتے ہو کرو) یعنی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے کی تم جتنی بھی طاقت رکھتے ہو اس کے مطابق عمل کر دیا پھر یہ کہ اس جملے کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع حرج پر اشارہ فرمایا کہ مثلاً نماز کے بعض شرائط وارکان ادائیگی سے تم اگر عاجز ہو تو جس قدر ہو سکے اسی قدر کرو، جو تم سے نہ ہو سکے اسے چھوڑ دو جیسے اگر تم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکو تو بیٹھ کر نماز پڑھو، اگر بیٹھ کر پڑھنے سے بھی عاجز ہو تو لیٹے ہی لیٹے پڑھو مگر پڑھو ضرور، اسی پر دوسرے احکام و اعمال کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

حج کی فوری یا تاخیر سے ادائیگی میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ جلدی کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص حج کرنے پر قادر ہو اور حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ جلدی کرے اور اس فرض کو ادا کرنے کے لئے ملے ہوئے موقع کو غنیمت جانے کیونکہ تاخیر کرنے کی صورت میں نہ معلوم کتنی رکاوٹیں پیدا ہو جائیں اور مآل کار اس نعمت عظمیٰ سے محرومی رہے۔

اس بارے میں کہ حج علی الفور واجب ہے یا علی التراخی؟ حنفیہ کے ہاں سب سے صحیح قول یہ ہے کہ جب حج واجب ہو یعنی شرائط حج پائے جائیں اور حج کا وقت آجائے نیز قافلہ مل جائے (بشرطیکہ قافلے کی ضرورت ہو جیسا کہ پہلے زمانے میں بغیر قافلہ کے سفر کرنا تقریباً ناممکن ہوتا تھا) تو اسی سال حج کرے دوسرے سال تک تاخیر نہ کرے، اگر کوئی شخص بلا عذر کئی سال تاخیر کرتا رہے گا تو وہ فاسق کہلائے گا اور شرعی نقطہ نظر سے اس کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ یعنی وہ شریعت کی نظر میں ناقابل اعتبار قرار پائے گا یہاں تک کہ اس عرصے میں اگر اسباب حج (کہ جن کی وجہ سے اس پر حج واجب ہوا تھا) جاتا رہے گا تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا بلکہ باقی رہے گا (جس کی وجہ سے حج نہ کر سکنے کی صورت میں گنہگار ہوگا) حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہا اللہ کا یہی مسلک ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کے ہاں واجب علی التراخی ہے یعنی آخر عمر تک حج میں تاخیر جائز ہے جیسا کہ نماز میں آخر وقت تک تاخیر جائز ہے، حضرت امام محمد رحمۃ اللہ کا بھی یہی قول ہے لیکن اس سلسلے میں دونوں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تاخیر اسی وقت جائز ہو گی جب کہ حج کے فوت ہو جانے کا گمان نہ ہو، اگر یہ گمان ہو کہ تاخیر کرنے میں حج فوت ہو جائے گا (یعنی کبھی حج نہیں کر سکے گا) تو

پھر تاخیر نہ کرے، اس صورت میں اگر کوئی شخص حج فرض ہونے کے باوجود بغیر حج کے مرے گا تو تمام ہی علماء کے نزدیک گنہگار مرے گا چنانچہ حج نہ کرنے کا اس سے مواخذہ ہوگا۔

حنفی علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے شرائط حج پائے جانے کے بعد حج میں تاخیر کی اور اس عرصے میں اس کا مال وزر تلف ہوگیا تو وہ قرض لے کر حج کرے اگرچہ اس قرض کی ادائیگی پر وہ قادر نہ ہو اور اس بات کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قرض کی عدم ادائیگی پر مواخذہ نہیں کرے گا بشرطیکہ اس کی نیت یہ ہو کہ میرے پاس جب بھی مال آ جائے گا میں یہ قرض ضرور ادا کروں گا۔

(شرح الوقایہ فی مسائل الہدایہ، ج ۲، ص ۲۰، بیروت)

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جو شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو اور حج کے فرض ہونے کی تمام شروط متوفر ہوں تو اس پر فوراً حج فرض ہو جاتا ہے اس لیے اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنی جائز نہیں۔

"جس پر حج واجب ہو چکا ہو اور وہ اس کے لیے حج کرنا ممکن بھی ہو تو اس پر حج کی فوری ادائیگی واجب ہوگی، اور اس کے لیے حج کی ادائیگی میں تاخیر کرنی جائز نہیں، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا قول یہی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھے، اور جو کوئی کفر کرے۔ تو اللہ تعالیٰ (اس سے) اور سارے جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔ (آل عمران 97)

امر فوراً پر دلالت کرتا ہے، اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے: جو حج کرنا چاہتا ہے وہ جلدی کرے " مسند احمد، ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے، اور مسند احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ۔ ہوسکتا ہے مریض بیمار ہو جائے، اور سواری گم ہو جائے اور کوئی ضرورت پیش آ جائے "اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

امر فوراً پر دلالت کرتا ہے کا معنی یہ ہے کہ: مکلف پر واجب ہے کہ اسے جس کام کا حکم دیا جا رہا ہے جیسے ہی اس کا کرنا ممکن ہو اسے فوری طور پر سرانجام دے، اور اس میں بغیر کسی عذر کے تاخیر کرنی جائز نہیں ہے۔ (المغنی، کتاب الحج)

حج میں زادراہ خود لے جانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یمن والے جب حج کرنے آئے تو زادراہ ساتھ نہیں لائے تھے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو توکل کرنے والے ہیں اور پھر جب وہ مکہ میں آتے تو لوگوں سے مانگتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی (وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى)(2 ۔البقرۃ:197) اور جب حج کو جانے لگو تو زادراہ ضرور ساتھ لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات اور خوبی زادراہ میں گداگری سے بچنا ہے۔ (بخاری)

ان لوگوں نے توکل کو زادراہ کا درجہ دے دیا تھا اور یہ سمجھتے تھے کہ حج کے ضروری اخراجات کی فراہمی سے قطع نظر توکل بہترین چیز ہے لیکن حقیقت میں نہ تو وہ توکل تھا اور نہ یہ کوئی اچھی بات تھی کہ حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچ کر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے جائیں جو انسانی شرف وعظمت کے خلاف ہے اس لئے فرمایا گیا ہے کہ سب سے بڑی بات اور خوبی یہ ہے کہ زادراہ اپنے ساتھ رکھو اور

گداگری سے بچو۔

اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ حج کے ضروری اخراجات ساتھ رکھے بغیر اس شخص کے لیے جانا درست نہیں ہے جس کے نفس میں توکل کی قوت نہ ہو اور اس کو غالب گمان ہو کہ میں شکایت و بے صبری اور گداگری میں مبتلا ہو کر خود بھی پوری طمانیت اور سکون کے ساتھ افعال حج ادا نہ کرسکوں گا اور دوسروں کو بھی پریشانی میں مبتلا کروں گا۔

آیت اور حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اتناد وسائل اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے چنانچہ کاملین کے نزدیک یہ افضل ہے کہ ہاں اگر کوئی بغیر اسباب کے صرف توکل ہی کو اختیار کرے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اپنے عزم و ارادہ پر مستحکم و مضبوط رہ کر صبر کر سکے اور ایسا کوئی بھی کام نہ کرے جو حقیقی توکل کے منافی ہو۔

حج کی تاکید اور تارک کے لیے وعید کا بیان

حج فرض ہو جانے کے بعد بلا عذر اس میں تاخیر نہ کی جائے، جلد از جلد ادائیگی کی کوشش کرے، حج کے بارے میں احادیث میں بہت تاکید اور باوجود قدرت و استطاعت کے نہ کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن کے کتاب المناسک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ جلدی کرے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن کے ابواب الحج، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص زادراہ اور سواری کا مالک ہو کہ وہ اسے بیت اللہ تک پہنچا دے تو اس کے یہودی، یا نصرانی مرجانے میں (اور بغیر حج کیے مرجانے میں) کوئی فرق نہیں اور یہ (وعید) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لیے لوگوں پر کعبہ کا حج ضروری ہے، جو وہاں تک جا سکتا ہو۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوۃ کی شرح مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ استطاعت کے باوجود فرضیت کا منکر ہونے کی وجہ سے حج نہیں کیا تو یہود و نصاری کے ساتھ کفر میں مشابہت ہوگی اور اگر کاہلی و سستی کی وجہ سے بغیر عذر کے حج نہیں کیا تو مشابہت گناہ میں ہوگی۔

حدیث بالا کا مضمون ایک اور حدیث میں بھی وارد ہوا ہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو حج کرنے سے کوئی کھلی ہوئی ضرورت، یا کوئی ظالم بادشاہ، یا کوئی معذور کر دینے والا مرض نہ روکے اور وہ بغیر حج کیے مرجائے تو اسے اختیار ہے، چاہے یہودی مرے، چاہے نصرانی مرے۔

یہود و نصاری کے ساتھ تشبیہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ تارک حج کو یہودی اور نصرانی کے ساتھ مشابہ قرار دینے میں نکتہ یہ ہے کہ یہود و نصاری نماز تو پڑھتے تھے لیکن حج نہیں کرتے تھے۔

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَحُجُّ بِغَيْرِ مَحْرَمٍ

باب: عورت کا محرم کے بغیر حج کرنا

1723 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ لَيْلَةٍ، إِلَّا وَمَعَهَا رَجُلٌ ذُو حُرْمَةٍ مِنْهَا.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کسی مسلمان عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ ایک رات کا سفر کرے' البتہ سفر میں اس کے ساتھ اس کا محرم یا کوئی عزیز ہو (تو حکم مختلف ہے)''۔

1724 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَالنُّفَيْلِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ الْحَسَنُ: فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِيهِ، ثُمَّ اتَّفَقُوا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ، تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ يَوْمًا وَلَيْلَةً، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَذْكُرِ الْقَعْنَبِيُّ، وَالنُّفَيْلِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، رَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ مَالِكٍ، كَمَا قَالَ الْقَعْنَبِيُّ.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ ایک دن یا رات کا سفر کسی (محرم) کے بغیر کرے''۔

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔ نفیلی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں ایک

1723- اسناده صحيح. ابو سعيد: هو كيسان المقبرى. واخرجه احمد فى "مسنده" (8489) و (10401)، ومسلم (1339)، وابن حبان (2728) من طريق عن الليث بن سعد، بهذا الاسناد. واخرجه البخارى (1088) عن آدم بن ابى اياس، واحمد فى "مسنده" (7414)، ومسلم (1339) من طريق يحيى بن سعيد القطان، واحمد (9741) عن وكيع بن الجراح، وابن حبان (2726) من طريق عثمان بن عمر العبدى، اربعتهم عن ابن ابى ذئب، عن سعيد المقبرى، به. لكن قال آدم فى روايته: "مسيرة يوم وليلة" كلفظ مالك الآتى عند المصنف بعده. وقال يحيى بن سعيد: "مسيرة يوم"، وقال وكيع: "مسيرة يوم تام"، وقال عثمان بن عمر: "يوما واحداً." واخرجه ابن ماجه (2899) من طريق شبابة ابن سوار، عن ابن ابى ذئب، عن سعيد المقبرى، عن ابى هريرة. دون ذكر ابى سعيد المقبرى ولفظه: "مسيرة يوم واحد"، وسياتى كلام ابن عبد البر فى الحديث الآتى بعده فى شان ذكر ابى سعيد المقبرى فى هذا الاسناد. واخرجه احمد (9448) من طريق يحيى بن ابى كثير، عن سعيد المقبرى، عن ابيه، عن ابى هريرة، وقال فيه: "يوما فما فوقه." واخرجه مسلم (1339) (422)، وابن حبان فى "صحيحه" (2721) من طريق بشر بن مفضل، واحمد فى "مسنده" (8564) من طريق حماد بن سلمة، كلاهما عن سهيل بن ابى صالح، عن ابيه، عن ابى هريرة، وقال فيه: "مسيرة ثلاثة ايام."

حدیث بیان کی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نفیلی اور قعنبی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے کہ راوی نے اپنے والد سے یہ روایت نقل کی ہے۔ یہی روایت ابن وہب اور عثمان بن عمر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے، جس طرح قعنبی نے نقل کی ہے۔

1725 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَذَكَرَ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: بَرِيدًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: "ایک برید"۔

1726 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، وَهَنَّادٌ، اَنَّ اَبَا مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعًا، حَدَّثَاهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا، اِلَّا وَمَعَهَا اَبُوهَا اَوْ اَخُوهَا اَوْ زَوْجُهَا اَوِ ابْنُهَا اَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر کرے، البتہ اس کے ساتھ اس کا باپ، اس کا بھائی، اس کا بیٹا، اس کا شوہر یا کوئی اور محرم ہو (تو جائز ہے)"۔

1727 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ ثَلَاثًا اِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"عورت تین دن کا سفر نہ کرے البتہ اس کے ساتھ محرم ہو (تو جائز ہے)"۔

1728 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا اَبُو اَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يُرْدِفُ مَوْلَاةً لَهُ يُقَالُ لَهَا صَفِيَّةُ تُسَافِرُ مَعَهُ اِلَى مَكَّةَ

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے پیچھے ایک کنیز کو بٹھا لیتے تھے، جس کا نام صفیہ تھا اور وہ کنیز ان کے ساتھ مکہ تک سفر کرتی تھی۔

عورت کے لئے محرم کے بغیر حج پر جانے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے

(یعنی اجنبی مرد و عورت کسی جگہ تنہا جمع نہ ہوں) اور کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فلاں غزوہ میں میرا نام لکھا جا چکا ہے (یعنی فلاں جہاد جو درپیش ہے اور وہاں جو لشکر جانے والا ہے اس میں میرا نام بھی لکھا جا چکا ہے کہ میں بھی لشکر کے ہمراہ جاؤں) اور حالانکہ میری بیوی نے سفر حج کا ارادہ کرلیا ہے؟ تو کیا کروں؟ آیا جہاد کو جاؤں اور بیوی کو اکیلا حج کے لئے جانے دوں یا بیوی کے ساتھ جاؤں اور جہاد میں نہ جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (کیونکہ جہاد میں جانے والے تو بہت ہیں لیکن تمہاری بیوی کے ساتھ جانے والا تمہارے علاوہ اور کوئی محرم نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

اجنبی عورت و مرد کے لئے حرام ہے کہ وہ تنہائی میں یک جا ہوں۔ اسی طرح عورت کو بقدر مسافت سفر (یعنی ۴۸ میل یا ۷۸ کلومیٹر) یا اس سے زائد مسافت میں خاوند یا محرم کے بغیر سفر کرنا حرام ہے حتیٰ کہ سفر حج میں بھی عورت کے لئے اس کے خاوند یا کسی محرم کا ساتھ ہونا وجوب حج کے لئے شرط ہے یعنی عورت پر حج اسی وقت فرض ہوتا ہے جب کہ اس کے ساتھ خاوند یا محرم ہو۔

جمہور علماء کا اتفاق یہ ہے کہ عورت پر حج کے وجوب کے لئے اصل قاعدہ یہ ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی محرم ہو۔ یہ عورت کی عزت افزائی کے لئے ہے تا کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص رہے جو اس کی نگہداشت، تحفظ، اور خدمت کی ذمہ داری انجام دے سکے

عورت کے لئے شرط محرم میں فقہ شافعی و حنفی کا اختلاف

علامہ نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ عورت کا محرم کے بغیر حج پر جانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے ایک شخص کے ساتھ بہت ساری عورتیں ہوں وہ ان سب کا محرم ہو تو یہ جائز ہے۔ اور اگر اس عورت کے ساتھ بہت ساری ثقہ عورتیں ہوں تو اس کے بارے میں دو روایات ہیں۔ جس کو امام بغوی اور دیگر ائمہ نے روایت کیا ہے۔ کہ سفر حج کے لئے جائز ہے۔ جبکہ دوسری روایت جس میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے نص بیان کی گئی ہے اس میں یہ ہے بہ اتفاق یہ سفر جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے استدلال کا تقاضہ یہی ہے۔ (مجموع، ج ۷، ص ۵۶، بیروت)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ جب کوئی اجنبی شخص اجنبی عورت سے تیسرے کے بغیر خلوت کرے تو علماء کرام اس کی حرمت پر متفق ہیں، اور اسی طرح اگر اس کے ساتھ چھوٹی عمر کا بچہ ہو جس سے شرم نہ آتی ہو تو حرام خلوت زائل نہیں ہوتی۔

اور شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ کہ جس شخص سے خلوت زائل ہو سکتی ہے اسے بڑی عمر کا ہونا ضروری ہے لہٰذا بچہ کی موجودگی کافی نہیں ہوگی، اور بعض عورتیں جو یہ گمان کرتی ہیں کہ جب ان کے ساتھ کوئی بچہ ہو تو خلوت زائل ہو جاتی ہے ان کا یہ گمان غلط ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ۱۰/۵۲)

علامہ محمد امین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ یہ دونوں اس بنا پر ہیں کہ خاوند یا محرم کا ہونا نفس وجوب کے لیے شرط ہے یا وجوب ادا کے لیے، فتح میں جو مختار ہے وہ یہ ہے کہ صحت اور راہ پر امن ہو تو وجوب ادا کے لیے شرط ہے، اگر مرض یا راستہ کا خوف مانع ہے تو حج کے بارے میں وصیت لازم ہوگی یا خاوند اور محرم نہیں تو محرم کی عدم موجودگی میں نکاح کرنا ضروری ہوگا، اور پہلے قول پر

ان میں سے کوئی چیز بھی واجب نہیں جیسا کہ بحر اور نہر میں ہے، بدائع نے اول کو صحیح بتایا اور نہایہ نے قاضی خاں کی اتباع میں دوسرے کو ترجیح دی ہے، اور فتح میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ردالمحتار، ج ۲ ص، ۱۵۸، مجتبائے دہلی)

اگر کسی عورت کا محرم نہ ہوتو اس کے بارے فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے شیخین کی یہ روایت بھی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے، اور کوئی عورت ہرگز محرم کے بغیر سفر نہ کرے "پس ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے فلاں غزوہ میں شرکت کا ارادہ کیا ہے، اور میری بیوی حج کے لئے نکلی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

لیکن علماء کے درمیان اُس عورت کے سلسلہ میں اختلاف ہوا ہے جس کا شوہر نہ ہو اور اُس کا کوئی محرم اُس کے ساتھ نکلنے کے لئے آمادہ نہ ہو۔ ایک جماعت کی یہ رائے نقل کی گئی ہے کہ وہ عورت حج نہیں کرے گی، احناف کا یہی فتوٰی ہے، مالک، شافعی اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے وہ پُرامن والی رفاقت کے ساتھ سفر کرے گی جیسا کہ شیخ جیطالی وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

امام بخاری اور مسلم رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کوئی شخص بھی کسی عورت سے محرم کے بغیر خلوت نہ کرے، اور محرم کے بغیر کوئی عورت بھی سفر نہ کرے، تو ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا اے اللہ تعالٰی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی حج کے لیے جارہی ہے اور میں نے فلاں غزوہ میں اپنا نام لکھوا رکھا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ جا کر حج کرو)۔

امام حسن، امام نخعی، امام احمد، اسحاق، ابن منذر، اور دیگر فقہاء کا بھی یہی قول ہے، اور مندرجہ بالا آیت اور عورت کو بغیر محرم اور خاوند سے سفر کی نہی والی احادیث کے عموم کی بنا پر صحیح قول بھی یہی ہے۔

اور امام شافعی، امام مالک، اوزاعی رحمہم اللہ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور ہر ایک نے ایک شرط رکھی ہے۔

شرط محرم میں فقہ حنفی کی ترجیح میں دلائل کا بیان

امام بخاری اور مسلم رحمہا اللہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : **لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوهَا أَوْ أَخُوهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ ابْنُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا"**

اللہ تعالٰی اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے باپ یا اپنے بھائی یا اپنے شوہر یا اپنے بیٹے یا کسی محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ سفر کرے۔

انہوں نے یہ بھی روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ غزوے میں شریک ہے اور اسکی بیوی حج کے لئے چلی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا: "حج مع امرأتک"، اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

ان دونوں اور دیگر نصوص کی روشنی میں عورت کے لئے حج فرض ہونے کی محرم کی شرط کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک شوہر یا محرم کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا کی شرط نہیں بلکہ اسکی حفاظت شرط ہے۔اور آپکے ساتھیوں نے کہا کہ شوہر یا محرم یا قابل اعتماد عورتوں کے ساتھ ہونے سے تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔اور بعض کا خیال ہے کہ اگر عورت بھی ساتھ ہو تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔اور کبھی اتنا امن اور حفاظت ہوتی ہے کہ کسی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ خود قافلے کے ساتھ اکیلی ہی محفوظ ہوتی ہے۔

اور مالکیوں کے نزدیک اگر امن یقینی ہو تو عموماً سفر کے لئے محرم کی شرط نہیں،اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے نزدیک عورت پر حج فرض ہونے کے لئے شوہر اور محرم کا ہونا شرط ہے۔اور انہی سے ایک روایت میں ہے کہ فریضہ حج کے لئے یہ شرط نہیں۔

ابن حزم نے اپنی کتاب المحلی میں اس کو ترجیح دی کہ سفر حج میں شوہر اور محرم کی موجودگی واجب نہیں ہے۔اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی اسے نہ ملے تو وہ حج کرلے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اور جنہوں نے شوہر اور محرم کی موجودگی کی شرط رکھی وہ صرف عورت کو ان کے بغیر سفر کرنے کی وجہ سے گناہ اور حرج کو ختم کرنے کے لئے ہے۔ لیکن اگر وہ ان کے بغیر حج کے لئے گئی تو اگر (حج) کے ارکان اور شروط پوری ہوں تو اسکا حج صحیح ہے اور اس سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور محرم کے ساتھ اسے لوٹانا ضروری نہیں ہے اگر چہ شرط لگانے والوں کے نزدیک وہ شوہر یا محرم یا ان دونوں کے قائم مقام کے بغیر نکلنے کی وجہ سے گناہگار ہے۔

سفر میں عورت کے لئے شوہر یا محرم کی موجودگی کی شرط میں حکمت یہ ہے کہ اسے دوران سفر تحفظ فراہم ہو۔اور ان امور کے پورا کرنے میں اسے مدد حاصل ہو جن میں اختلاط یا تھکن کی وجہ سے اسے ضرورت ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اب وسائل سفر میں ترقی،وطن سے دوری کی مدت میں کمی،آرام آشائش کی فراہمی اور امن امان قائم ہونے کی وجہ سے اس زمانے میں ماضی کے مقابلے میں شعائر حج آسانی سے ادا کئے جاتے ہیں.اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کے اکیلے سفر سے متعلق،خاص حدیث مبارکہ سمجھنے میں ان تمام چیزوں کا اثر ہونا چاہئے۔

صحیح بخاری میں عدی بن حاتم کی صحیح حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیان فرمایا" :

یستتب الأمن حتی ترتحل الظعینة من الحیرة وتطوف بالکعبة لا تخاف إلا اللہ "۔

"کہ اس طرح امن قائم کرے یہاں تک کہ عورت پالکی میں سفر کرے،وہ خانہ کعبہ کا طواف کرے۔اور اللہ تعالی کے سوا کسی سے نہ ڈرے"۔

ائمہ اربعہ کے فقہی دلائل کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ فقہ حنفی نے عورت کے لئے یہ شرط اس کی ناموس کی خاطر سخت کی ہے۔ اور یقیناً اس میں نرمی کی اجازت نہیں ہے۔کیونکہ اسی وجہ سے عورت نماز باجماعت کی بجائے گھر میں،جمعہ وعیدین کا عدم وجوب،جہاد کی عدم فرضیت،اشاعت وتبلیغ کے ذرائع مسدود ومحدود وغیرہ بہت سے احکام ہیں جس طرح نماز جنازہ کا واجب نہ ہونا ہے۔لہٰذا ان تمام احکام کے موافقت ومطابقت فقہ حنفی کے دلائل زیادہ رکھنے والے ہیں۔اسی لئے ہم نے اس کی ترجیح کو بیان کیا ہے۔

بَابُ لَا صَرُورَةَ فِي الْإِسْلَامِ

باب: اسلام میں صرورة نہیں ہے

1729 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ الْأَحْمَرَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَرُورَةَ فِي الْإِسْلَامِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''اسلام میں صرورت (یعنی کسی عذر کے بغیر حج کو ترک کرنے) کی گنجائش نہیں ہے۔

بَابُ التَّزَوُّدِ فِي الْحَجِّ

1730 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ يَعْنِي أَبَا مَسْعُودٍ الرَّازِيَّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَخْرَمِيُّ، وَهٰذَا لَفْظُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ وَرْقَاءَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانُوا يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ، قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ أَوْ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يَحُجُّونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ وَيَقُولُونَ: نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ (وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى) (البقرة: 197) الْآيَةَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پہلے لوگ حج پر جاتے تھے' لیکن زادسفر ساتھ لے کر نہیں جاتے تھے۔ ابومسعود نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اہل یمن (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) یمن سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ حج پر جاتے تھے مگر زادسفر ساتھ نہ رکھتے تھے: وہ یہ کہتے تھے ہم توکل کرنے والے لوگ ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''تم زادسفر ساتھ رکھو' بے شک سب سے بہتر زادسفر پرہیزگاری ہے''۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْحَجِّ

باب: حج کے دوران تجارت کرنا

1731 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ) (البقرة: 198) أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ قَالَ: كَانُوا لَا يَتَّجِرُونَ بِمِنًى فَأُمِرُوا بِالتِّجَارَةِ إِذَا أَفَاضُوا مِنْ عَرَفَاتٍ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

''تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اگر تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرتے ہو''۔

پھر انہوں نے فرمایا: پہلے لوگ منیٰ میں تجارت نہیں کرتے تھے' تو انہیں عرفات سے واپسی پر تجارت کرنے کا حکم دیا گیا ہے (یعنی اجازت دی گئی ہے)۔

1732 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مِهْرَانَ اَبِيْ صَفْوَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص حج کرنا چاہتا ہو' تو اسے جلدی کر لینا چاہئے (یعنی بلاضرورت اسے مؤخر نہیں کرنا چاہئے)''۔

دوران حج تجارت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم**

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جناح اس کا مطلب ہے: گناہ۔ یہ لیس کا اسم ہے ان تبتغوا۔ لیس کی خبر کی حیثیت سے محل نصب میں ہے یعنی فی ان تبتغوا۔ خلیل اور کسائی کے قول پر محل جر میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حج کو رفث، فسق، جدال سے پاک رکھنے کا حکم دیا تو تجارت کی رخصت دی۔ یعنی اللہ کا فضل تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ ابتغاء الفضل (فضل کا تلاش کرنا) قرآن میں تجارت کے معنی میں وارد ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله** (الجمعہ:10) اس کی صحت پر دلیل بخاری کی حدیث ہے جو انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے، فرمایا: عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت میں بازار تھے پس لوگ حج کے موسم میں تجارت کرنا گناہ سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: **لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج**۔

جب یہ اس آیت میں ثابت ہے، تجارت کا قصد شرک نہیں ہوگا اور مکلف اخلاص سے نہیں نکلے گا جو اخلاص اس پر فرض تھا۔ فقراء کا قول اس کے خلاف ہے۔ حج بغیر تجارت کے افضل ہے تا کہ عبادت دنیا کی آلائشوں سے پاک رہے اور دل عبادت کے علاوہ کسی چیز سے متعلق نہ ہو۔ دارقطنی نے اپنی سنن میں ابوامامہ التیمی سے روایت کیا ہے، فرمایا: میں نے حضرت ابن عمر سے کہا: میں اس راستہ میں کرایہ پر جانور دیتا ہوں اور لوگ کہتے ہیں تیرا حج نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر نے کہا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے اس کی مثل سوال کیا جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی: **لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم**۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیرا حج ہے''۔

بَابُ الْكَرِيِّ

باب: کرائے پر جانور دینا

1733 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُمَامَةَ التَّيْمِيُّ، قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا أُكَرِّي فِي هٰذَا الْوَجْهِ وَكَانَ نَاسٌ يَقُولُونَ لِي إِنَّهُ لَيْسَ لَكَ حَجٌّ فَلَقِيتُ ابْنَ عُمَرَ فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، إِنِّي رَجُلٌ أُكَرِّي فِي هٰذَا الْوَجْهِ وَإِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ لِي: إِنَّهُ لَيْسَ لَكَ حَجٌّ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَلَيْسَ تُحْرِمُ وَتُلَبِّي وَتَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَتُفِيضُ مِنْ عَرَفَاتٍ وَتَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَإِنَّ لَكَ حَجًّا، جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ مِثْلِ مَا سَأَلْتَنِي عَنْهُ، فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ) (البقرة: 198) فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَرَأَ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةَ وَقَالَ: لَكَ حَجٌّ

ابوامامہ تیمی بیان کرتے ہیں: میں کرائے پر سواریاں لے کر چلتا تھا۔ کچھ لوگوں نے مجھ سے کہا: تمہارا حج نہیں ہوا۔ میری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ میں نے ان سے کہا: اے ابوعبدالرحمن! میں سواریاں کرائے پر لے کر جاتا ہوں لوگ مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ تمہارا حج نہیں ہوا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا تم نے احرام نہیں باندھا، تلبیہ نہیں پڑھا، بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، عرفات سے واپس نہیں آئے، جمرات کو کنکریاں نہیں ماریں؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں (میں نے یہ سب کچھ کیا ہے) تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہارا حج ہو گیا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی سوال کیا جو تم نے مجھ سے کیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوگئی۔

"تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرتے ہو"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلوایا۔ اس کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تمہارا حج ہو گیا"۔

1734 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّاسَ فِي أَوَّلِ الْحَجِّ كَانُوا يَتَبَايَعُونَ بِمِنًى وَعَرَفَةَ وَسُوقِ ذِي الْمَجَازِ وَمَوَاسِمِ الْحَجِّ فَخَافُوا الْبَيْعَ وَهُمْ حُرُمٌ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ) (البقرة: 198) أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ. قَالَ: فَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ، أَنَّهُ كَانَ يَقْرَؤُهَا فِي الْمُصْحَفِ.

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پہلے لوگ حج سے پہلے منیٰ اور عرفات اور ذوالمجاز میں اور حج کے موقع پر خرید وفروخت کیا کرتے تھے پھر انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ وہ احرام کی حالت میں خرید وفروخت کر رہے ہیں (کہیں یہ غلط نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم حج کے موقع پر اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرتے ہو''۔

راوی بیان کرتے ہیں: عبید بن عمیر نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ وہ اپنے مصحف میں یہ الفاظ پڑھتے ہیں ''حج کے موقع پر''۔

1735 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ، اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، كَلَامًا مَعْنَاهُ اَنَّهُ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّاسَ فِي اَوَّلِ مَا كَانَ الْحَجُّ كَانُوا يَبِيعُوْنَ. فَذَكَرَ مَعْنَاهُ اِلٰى قَوْلِهِ مَوَاسِمِ الْحَجِّ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''پہلے لوگ حج کے موقع پر خرید وفروخت کیا کرتے تھے''۔

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے جو ''حج کے موقع'' پر کے الفاظ تک ہے۔

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء

مسجد حرام، صفا اور مروہ کی پہاڑیاں، منیٰ مزدلفہ، عرفات اور موضع جمرات مکہ مکرمہ کی سرزمین کے حصہ، تمام فقہاء کے نزدیک وقف عام ہیں اور مکہ کے رہنے والے اور باہر سے مکہ مکرمہ آنے والے سب وہاں عبادت اور مناسب حج ادا کرسکتے ہیں اور یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہے یہاں پر کوئی کسی مسلمان کو عبادت کرنے اور ٹھہرنے سے منع نہیں کرسکتا اور نہ مکہ کے ان حصوں کو فروخت کرنا یا کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص 178، روح المعانی جز 17 ص 206-207)

سرزمین مکہ کے ان حصوں کے علاوہ باقی سرزمین مکہ میں اختلاف ہے کہ آیا ان کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ مکہ کی زمین کو اور اس کے مکانات کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص 177 تفسیر کبیر ج ۸ ص 217 فتح الباری ج ۴ ص 245) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے، اس کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۲ ص 31-32)

اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی سرزمین کے جو حصے مناسب کے حج کے لئے وقف ہیں، ان کے علاوہ مکہ کی باقی زمینوں اور مکانوں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ البتہ حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس سے زائرین حرم اور حجاج کو زحمت اور تکلیف ہوگی۔ (درمختار ورد المحتار ج ۹ ص 476-480)

امام مالک اور ان کے موافقین یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے اور کسی جگہ کو فروخت کرنا اور اس کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے اس میں فرمایا ہے: والمسجد الحرام الذی جعلنه للناس سواء العاکف فیه والباد (الحج: ۲۵) وہ اس آیت میں المسجد الحرام سے مراد ارض حرم لیتے ہیں یعنی سرزمین مکہ، اور العاکف کا معنی کرتے ہیں مکہ میں رہنے والا، الباد کا معنی کرتے ہیں مسافر۔ ان کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ تمام سرزمین مکہ

میں مکہ میں رہنے والوں اور مسافروں کا برابر کا حق ہے اور مکہ کی زمین اور اس سے بنے ہوئے مکانوں کا کوئی مالک نہیں ہے، ہر جگہ اور ہر مکان میں ہر شخص رہ سکتا ہے۔

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی متوفی 668ھ اپنے مسلک کی وضاحت میں لکھتے ہیں: مساوات مکہ کی حویلیوں اور مکانوں میں رہنے والوں میں ہے اوران مکانوں میں رہنے والا مسافر سے زیادہ حق دار نہیں ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے اور یہ مجاہد اور امام مالک کا قول ہے اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص مکہ میں آئے وہ جس مکان میں چاہے ٹھہر جائے اور مکان والے پر اس کو ٹھہرانا لازم ہے، وہ چاہے یا نہ چاہے اور سفیان ثوری وغیرہ نے کہ ہے کہ ابتدائی دور میں مکہ کے مکانوں کے دروازے نہیں بنائے جاتے تھے تا کہ جب کوئی مسافر جہاں چاہے ٹھہر جائے) حتیٰ کہ جب چوریاں بہت ہونے لگیں تو ایک شخص نے اپنے مکان کا دروازہ بنالیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور کہا تم بیت اللہ کا حج کرنے والے پر دروازہ بند کرتے ہو؟ اس نے کہا میں نے اپنے سامان کو چوری سے محفوظ رکھنے کا ارادہ کیا ہے پھر حضرت عمر نے اس کو چھوڑ دی، پھر لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بنانے شروع کر دیئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ وہ حج کے ایام میں مکہ کے گھروں کے دروازوں کو توڑنے کا حکم دیتے تھے تا کہ مکہ آنے والے مسافر جس گھر میں چاہیں، آ کر ٹھہر جائیں اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ گھر مسجد کی طرح نہیں ہیں اور گھر والوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے گھروں میں آنے والوں کو منع کریں۔

اس کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں صحیح وہی ہے جو امام مالک کا قول ہے اور اس کی تائید میں احادیث ہیں: علقمہ بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فوت ہو گئے اور اس وقت تک مکہ کی زمین کو وقف کہا جاتا تھا، جس کو ضرورت ہو وہ اس میں خود رہے اور جو مستغنی ہے، وہ کسی اور کو ٹھہرائے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث:30003) یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں ارسال اور انقطاع ہے) اور علقمہ بن نضلہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے عہد میں مکہ کے گھر وقف کئے جاتے تھے، ان کو فروخت نہیں کیا جاتا تھا۔ جس کو ضرورت ہوتی وہ ان گھروں میں خود رہتا اور جس کو ضرورت نہ ہوتی، وہ کسی اور کو ٹھہرا لیتا۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث:3002) یہ حدیث بھی حسب سابق ہے) اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ حرم ہے، اس کی حویلیوں کو فروخت کرنا حرام ہے اور ان کو کرائے پر دینا حرام ہے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث:2995 یہ حدیث بھی ضعیف ہے)

(الجامع لاحکام القرآن جز12 ص31۔32 مطبوعہ دار الفکر بیروت،1415ھ)

امام مالک اور ان کے موافقین نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے المسجد الحرام کا معنی پوری سر زمین حرم کیا ہے اور یہ مجاز ہے اور بغیر قرینہ صارفہ کے مجاز کو اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے العاکف کا معنی مکہ میں رہنے والا کیا ہے حالانکہ العاکف کا شرعی معنی المعتکف ہے اور جن احادیث سے علامہ قرطبی نے استدلال کیا ہے، ہم نے ان

کاضعف قوسین میں ذکر کر دیا ہے۔

جواحادیث علامہ قرطبی نے ذکر کی ہیں، ان کے علاوہ بھی کچھ احادیث ہیں جن سے امام مالک کے موقف پر استدلال کیا جاتا ہے، وہ یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے، اس کی حویلیاں فروخت کی جائیں نہ اس کے مکان کرائے پر دیئے جائیں۔ (المستدرک ج ۲ ص 53 طبع قدیم، دارالباز مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی متوفی 448ھ فرماتے ہیں اس کی سند میں ایک راوی، ''اسماعیل'' ضعیف ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۲ ص 53)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھاتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: 2997، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، 1417ھ)

اس حدیث کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی زیاد ہے۔ حافظ عسقلانی متوفی 852ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں ابن معین نے کہا یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم نے کہا یہ قوی اور متین نہیں ہے اور اس کی احادیث لکھنے کے لائق نہیں ہیں۔ آجری نے کہا اس کی احادیث منکر ہیں۔ امام نسائی نے کہا یہ قوی اور ثقہ نہیں ہے۔ حاکم ابو احمد نے کہا یہ قوی نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص 14 مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، 1346ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو فقہاء مکہ کی زمین کو فروخت کرنے اور اسکے مکانوں کو کرائے پر دینے کو حرام کہتے ہیں، ان کا قرآن مجید سے استدلال صحیح نہیں ہے اور جن احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے ان سب کی سندیں ضعیف ہیں۔

مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور احادیث و آثار سے استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق**: (الحج: 40) یہ وہ لوگ ہیں جن کو ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا۔

امام ابن جریر نے کہا۔ کفار قریش نے مومنین کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ (جامع البیان جز 17 ص 229 مطبوعہ دارالفکر بیروت، 1415ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 13966، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ، 1417ھ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی ہے، ہمیں ہمارے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا تھا۔ الحدیث (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 13967)

مکہ کے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنا ناحق اسی وقت ہوگا جب ان کا ان کے گھروں پر حق ہو اور وہ گھر وقف عام نہ ہوں اور مسلمانوں کا ان گھروں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہو۔

اس آیت کے بعد اس موقف پر یہ حدیث بہت قوی دلیل ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا یارسول اللہ! آپ مکہ کے کون سے گھر میں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لئے حویلیاں اور مکانات چھوڑے ہیں؟ عقیل ابوطالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوطالب کے وارث نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ (اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا) اور عقیل اور طالب کافر تھے سو حضرت عمر بن الخطاب یہ کہتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 1588، صحیح مسلم رقم الحدیث: 1351، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2010، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2942، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: 4255)

عقیل ابوطالب کے مکان کے وارث ہو گئے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ابوطالب اور عقیل دونوں مکہ میں اپنے مکانوں کے مالک تھے اور ان کے مکان وقف عام نہیں تھے اور ان کا ان مکانوں کو فروخت کرنا اور ان میں تصرف کرنا صحیح تھا۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مکہ میں مکانات تھے۔ حضرت ابوبکر، حضرت زبیر، حضرت حکیم بن حزام، حضرت ابوسفیان اور باقی اہل مکہ کے مکانات تھے۔ بعض نے اپنے مکانوں کو فروخت کر دیا اور بعض نے اپنے مکانوں کو اپنی ملک میں رہنے دیا۔ حضرت حکیم بن حزام نے دارالندوہ کو فروخت کر دیا تو حضرت ابن الزبیر نے کہا آپ نے قریش کی عزت کو بیچ دیا تو حضرت حکیم بن حزام نے کہا: اے بھتیجے عزت تو صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے اور حضرت معاویہ نے دو مکان خریدے۔ حضرت عمر نے حضرت صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں ایک قید خانہ خریدا اور ہمیشہ سے اہل مکہ اپنے مکانوں میں مالکانہ تصرف کرتے رہے ہیں اور خرید و فروخت کرتے رہے ہیں اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے مکانوں کی ان کی طرف نسبت کو برقرار رکھا۔ آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے، اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اس کو امان ہے، اور ان کے مکانوں اور ان کی حویلیوں کو برقرار رکھا اور کسی شخص کو اسکے گھر سے منتقل نہیں کیا گیا اور نہ کوئی ایسی حدیث پائی گئی جو ان کے مکانوں سے ان کی ملکیت زائل ہونے پر دلالت کرے، اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کا بھی یہی معمول رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قید خانے بنانے کے لئے مکان کی سخت ضرورت تھی مگر انہوں نے خریدنے کے سوا اس کو نہیں لیا اور اس کے خلاف جو احادیث مروی ہیں وہ ضعیف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان کی املاک اور حویلیوں پر برقرار رکھا اور آپ نے ان کے مکانوں کو ان کے لئے اس طرح چھوڑ دیا جس طرح ہوازن کے لئے ان کی عورتوں اور بیٹوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عقیل نے کہا ہے کہ مکہ کی زمینوں کا یہ اختلاف افعال حج کی ادائیگی کے مقامات کے علاوہ میں ہے لیکن زمین کے جن حصوں میں افعال حج کی ادائیگی کی جاتی ہے جیسے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی جگہ اور شیطان کو کنکریاں مارنے کی جگہیں، ان جگہوں کا حکم مساجد کا حکم ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص 178 مطبوعہ دارالفکر بیروت، 1405ھ)

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی التوفی 1088ھ لکھتے ہیں: مکہ کے مکانوں اور اس کی زمین کو فروخت کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل میں مذکور ہے کہ مکہ کے مکانوں کو فروخت کرنے

اوران کوکرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے کہ ان کا کرائے پر دینا مکروہ ہے اور التاتارخانیہ کی آخری فصل الوہبانیہ کے باب اجارہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا میں حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کوکرائے پر دینا مکروہ قرار دیتا ہوں اور آپ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حجاج ایام حج میں مکہ والوں کے گھروں میں رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **سواء العاکف فیه والباد** (الحج:25) مسجد حرام میں مقیم اور مسافر برابر ہیں، اور ایام حج کے لاوہ کرایا لینے کی رخصت دی ہے، اس سے فرق اور تطبیق کا علم ہوگیا۔ حضرت عمر ایام حج میں فرماتے تھے اے مکہ والو! اپنے گھروں میں دروازے نہ بناؤ تا کہ آنے والے ہاں چاہیں، ٹھہر سکیں پھر یہ آیت پڑھتے تھے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252 اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں: غایۃ البیان میں مذکور ہے امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کوکرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور غیر ایام حج میں اس کی اجازت دیتے تھے، امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کوکرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ مکہ والوں کو چاہئے کہ اگر ان کے مکانوں میں زائد جگہ ہوتو وہ مسافروں کو اپنے مکانوں میں ٹھہرائیں ورنہ نہیں اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرائے پر دینے کی کراہت میں ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے۔

علامہ حصکفی نے کہا ہے کہ اسی سے فرق اور تطبیق کا علم ہوگیا۔ اس کی شرح یہ ہے کہ ایام حج میں مکانوں کوکرائے پر دینا مکروہ ہے اور زیلعی کی نوازل میں جو اس کو مکروہ کہا ہے اس کا یہی معنی ہے اور مختارات النوازل میں جو کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں وہ ایام حج کے علاوہ دنوں پر محمول ہے اور امام اعظم کا بھی یہ فتویٰ ہے۔

(الدرالمختار وردالمختار ج۹ ص479، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، 1419ھ)

ہمارے فقہاء کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام حج میں مکانوں کوکرائے پر دینے کی کراہت تنزیہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ان کے پاس زائد جگہ ہوتو آنے والے کو ٹھہرائیں ورنہ نہیں اور اسلام کے عام اصول سے یہ بات معلوم اور مقرر ہے کہ کوئی شخص مالک مکان کی مرضی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید نے مسجد حرام میں مقیم اور مسافروں کا حق برابر قرار دیا ہے۔ ارض حرم میں یہ حق برابر نہیں فرمایا اور اگر بالفرض ارض حرم بھی مراد ہوتو بھی حرم کے مکانوں میں تو مقیم اور مسافر کا حق برابر نہیں فرمایا۔ ارض حرم میں مسافر جہاں چاہیں خیمہ ڈال کر رہیں، بی کے مکان میں اس کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر رہنے کا انہیں کیا حق ہے؟ اور ائمہ احناف نے ایام حج میں مکانوں کوکرائے پر دینے کو مکروہ کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اخلاق اور مروت کے خلاف ہے کہ مسافروں، مہمانوں اور زائرین حرم سے ان کے ٹھہرنے کا کرایہ طلب کیا جائے، یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ شرعاً مکروہ یا حرام ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ حج، لاہور)

بَابٌ فِي الصَّبِيِّ يَحُجُّ

باب: بچے کا حج کرنا

1736 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّوْحَاءِ فَلَقِيَ رَكْبًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، قَالَ: مَنِ الْقَوْمُ؟، فَقَالُوا: الْمُسْلِمُونَ، فَقَالُوا: فَمَنْ أَنْتُمْ؟، قَالُوا: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَزِعَتِ امْرَأَةٌ فَأَخَذَتْ بِعَضُدِ صَبِيٍّ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ مِحَفَّتِهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ لِهَذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَكِ أَجْرٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روحاء کے مقام پر موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ سواروں سے ملاقات ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کیا اور دریافت کیا: آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: ہم مسلمان ہیں۔ ان لوگوں نے دریافت کیا: آپ لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ اللہ کے رسول ہیں۔ تو ایک عورت نے تیزی سے اپنے بچے کا بازو پکڑا اور اسے اپنے ہودج میں سے باہر نکال کر دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا اس کا حج ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔

نابالغ ومجنون کے انعقاد حج کا بیان

نابالغ نے حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفہ سے پیشتر بالغ ہو گیا تو اگر اسی پہلے احرام پر رہ گیا حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا اور اگر سرے سے احرام باندھ کر وقوف عرفہ کیا تو حجۃ الاسلام ہوا۔

مجنون تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے جنون جاتا رہا اور نیا احرام باندھ کر حج کیا تو یہ حج حجۃ الاسلام ہو گیا ورنہ نہیں۔ بوہرا بھی مجنون کے حکم میں ہے۔

حج کرنے کے بعد مجنون ہوا پھر اچھا ہوا تو اس جنون کا حج پر کوئی اثر نہیں یعنی اب اسے دوبارہ حج کرنے کی ضرورت نہیں، اگر احرام کے وقت اچھا تھا پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں افعال ادا کیے پھر برسوں کے بعد ہوش میں آیا تو حج فرض ادا ہو گیا۔

(مسلک)(عالمگیری، کتاب المناسک، ج ا، ص ۲۱۷)

بچے کے حج کا ثواب والدین کے لئے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک صحابیہ اپنے بچے کو

1736- اسناده صحيح. واخرجه مسلم (1336)، والنسائي في "الكبرى" (3614) من طريق عن سفيان ابن عيينة بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1336)، والنسائي (3613) من طريق سفيان الثوري، والنسائي (2649) من طريق مالك بن انس، كلاهما عن ابراهيم بن عقبة، به. واخرجه مسلم (1336)، والنسائي (3611) و (3612) من طريق سفيان الثوري، عن محمد بن عقبة، عن كريب، به. وهو في "مسند احمد" (1898)، و "صحيح ابن حبان" (144).

لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس بچہ کا بھی حج ادا ہوا گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں اس کا بھی حج ادا ہوا گا اور اس کا اجر وثواب تمہارے لئے بھی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ. قَالُوا الْمُسْلِمُونَ. فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ. فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا فَقَالَتْ أَلِهَذَا حَجٌّ قَالَ: نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ.

(صحیح مسلم شریف، باب صِحَّةِ حَجِّ الصَّبِيِّ وَأَجْرِ مَنْ حَجَّ بِهِ. حدیث نمبر: 3317)

نابالغ لڑکا اگر حج کرے تو وہ نفل ہوگا بلوغ کے بعد اگر اس پر حج فرض ہو جائے تو دوبارہ حج کرنا اس پر ضروری ہوگا۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّ الصَّبِيَّ إِذَا حَجَّ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ فَعَلَيْهِ الْحَجُّ إِذَا أَدْرَكَ لَا تُجْزِئُ عَنْهُ تِلْكَ الْحَجَّةُ عَنْ حَجَّةِ الْإِسْلَامِ۔ (جامع ترمذی شریف)

نابالغ لڑکا اگر سمجھدار ہو عقل وتمیز رکھتا ہو تو وہ خود احرام باندھے اور پاکی وطہارت کا لحاظ رکھے اور ان تمام امور کو پیش نظر رکھے جو حالت احرام میں لازم وضروری ہیں اور مناسک حج سے از خود جو ادا کرسکتا ہو وہ ادا کرے اور جو ادا نہیں کرسکتا اس کو ولی ادا کردے۔

بچہ اس قدر چھوٹا ہو جو کچھ بوجھ نہیں رکھتا اور عقل وتمیز سے عاری ہو تو اس کی طرف سے اس کا ولی احرام باندھے اور اس کی طرف سے مناسک ادا کرے طواف وسعی کے موقع پر اس کو گود میں لے کر طواف وسعی کرلے تو ہر دو کا طواف وسعی ہو جائے گی اسی طرح سے دیگر مناسک جیسے وقوف عرفہ وغیرہ میں اس کی طرف سے بھی نیت کرلے حتیٰ المقدور اس کو ممنوعات احرام سے بچانے کی کوشش کرے اگر کوئی قصور وجنایت اس سے سرزد ہو تو اس پر یا اس کے ولی پر کوئی جزا واجب نہیں ہوگی۔

اگر وہ بچی بالغ نہیں ہوئی تھی تو بعض اہل علم نے یہ اختیار کیا ہے کہ: نہ تو آپ پر اور نہ ہی اس پر کچھ لازم آتا ہے، اور وہ بچے کے احرام کو پورا کرنے کی عدم تکمیل کی طرف گئے ہیں، وہ اس لئے کہ بچہ اہل التزام میں سے نہیں اور اس لئے بھی کہ وہ سب لوگوں کے لئے نرمی اور شفقت کا باعث ہے، جبکہ یہ ہوسکتا ہے کہ بچے کا ولی یہ خیال کرتا ہو کہ اس کا احرام باندھنا آسان سا کام ہے لیکن بعد میں اسے یہ علم ہو کہ معاملہ تو اس کے خلاف ہے۔ احناف، اور ابن حزم کا قول یہی ہے۔

مراہق اور غلام کے حج سے متعلق اختلاف کا بیان

علماء کا مراہق اور غلام کے بارے میں اختلاف ہے یہ جو حج کا احرام باندھتے ہیں پھر مراہق بالغ ہو جاتا ہے۔ غلام آزاد ہو جاتا ہے اور یہ وقوف عرفہ سے پہلے ہوتا ہے۔ امام مالک نے فرمایا: ان دونوں کو احرام کھولنے کی اجازت نہیں اور نہ کسی اور کو یہ اجازت ہے۔ امام مالک نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے دلیل پکڑی ہے واتموا الحج والعمرة للہ اور جس نے احرام کو کھولا اس کا حج اور عمرہ مکمل نہ ہوا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا جب بچہ وقوف عرفات سے پہلے بالغ ہو جائے تو وہ احرام کو نئے سرے سے باندھے۔ اگر اس نے حج کو جاری رکھا تو یہ فرض حج کی طرف سے جائز نہ ہوگا اور انہوں نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ جب اس کا حج جائز نہ

تھا اور نہ اس کو فرض لازم تھا۔ جب اس نے حج کا احرام باندھا تھا پھر اس کو حج لازم ہو گیا جب وہ بالغ ہوا تو اس کے لئے اس فرض کو چھوڑنا محال ہو گیا جو اس پر متعین ہو چکا ہے، نوافل کا ادا کرنا اور فرض کو چھوڑنا محال ہے، جس طرح کوئی شخص نوافل میں داخل ہوا پھر فرضوں کی جماعت کھڑی ہو گئی اور اسے فرض کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ نوافل کو توڑ دے اور فرض میں داخل ہو۔ امام شافعی نے فرمایا: جب احرام باندھے پھر وقوف عرفات سے پہلے بالغ ہو جائے تو وہ اسی احرام کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا تو اس کا یہ حج فرض ادا ہو جائے گا اور اسی طرح غلام کا حکم ہے۔ فرمایا: اگر مزدلفہ میں آزاد ہوا۔

اور بچہ مزدلفہ میں بالغ ہوا تو وہ دونوں آزادی اور بلوغ کے بعد عرفہ کی طرف لوٹ آئیں پھر وہ طلوع فجر سے پہلے عرفہ کے وقوف کو پالیں تو ان کا فرض ادا ہو جائے گا اور ان پر بکری لازم نہ ہوگی اور اگر وہ احتیاطاً بکری وغیرہ دے دیں تو میرے نزدیک پسندیدہ ہے۔ یہ میرے نزدیک واضح نہیں ہے، اور احرام کی تجدید کو ساقط کرنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حجت پکڑی ہے کیونکہ جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب سے یمن سے حج کا احرام باندھ کر آئے تھے تم نے کیسا احرام باندھا ہے؟ حضرت علی نے کہا: میں نے کہا: لبیک باھلال کاھلال نبیک۔ اے اللہ! میں نے تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام جیسا احرام باندھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حج کا احرام باندھا ہے اور میں ہدی (بکری یا اونٹ) ساتھ لایا ہوں۔ امام شافعی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات کا انکار نہ کیا اور انہیں حج مفرد یا حج قران کی نئی نیت کرنے کا حکم فرمایا۔ امام مالک نے اس نصرانی کے بارے میں فرمایا جو عرفہ کی شام کو اسلام قبول کرتا ہے پھر وہ حج کا احرام باندھتا ہے تو اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح غلام آزاد ہو جائے، بچہ بالغ ہو جائے جبکہ وہ احرام باندھے ہوئے نہ ہوں اور ان میں سے کسی پر بکری لازم نہ ہوگی۔۔۔ بکری اس پر لازم ہوتی ہے جو حج کا ارادہ کرے اور میقات سے احرام نہ باندھے۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: غلام پر بکری لازم ہے وہ اس آزاد کی مانند ہے جو میقات سے تجاوز کر گیا۔ بخلاف بچے اور نصرانی کے ان پر دخول مکہ کے لئے احرام لازم نہ تھا کیونکہ ان پر فرض ساقط تھا جب کافر مسلمان ہوا، بچہ بالغ ہو تو ان کا حکم مکی کے حکم کی طرح ہے۔ میقات کو ترک کرنے کی وجہ سے ان پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابٌ فِي الْمَوَاقِيتِ

باب: حج کے میقات

میقات حج کا بیان

اور مواقیت وہ جگہیں ہیں جہاں سے انسان احرام کے بغیر آگے نہیں جا سکتا ہے۔ وہ پانچ ہیں۔ اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ ہے اور اہل عراق کے لئے ذات عرق ہے اور اہل شام کے لئے جحفہ ہے اور اہل نجد کے لئے قرن ہے۔ اور اہل یمن کے لئے یلملم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لئے اسی طرح مقرر فرمائے ہیں۔ اور میقات کو مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ احرام میں تاخیر سے بچنا ہے۔ ان مواقیت سے احرام کو مقدم کرنا جائز ہے۔

آفاقی آدمی جب مکہ میں داخل ہونے کے ارادے کے لئے میقات پر پہنچے تو ہمارے نزدیک اس پر احرام باندھنا واجب ہے خواہ وہ حج کا ارادہ کرے یا عمرے کا ارادہ کرے یا کچھ بھی ارادہ نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص میقات سے آگے نہ بڑھے حتیٰ کہ احرام باندھ لے۔(ابن ابیہ شیبہ، طبرانی) کیونکہ احرام کا وجوب اس بقعہ مبارکہ کے ادب کے لئے ہے۔ اس لئے اس میں حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کے سوا سب (احرام باندھنے میں) برابر ہیں۔

میقات حرم حدود کا تعین ہے

حدود حرم میں رہنے والے افراد حرمی کہلاتے ہیں- حدود حرم میں رہنے والے شخص کا میقات، حج کے لئے حرم ہے اور عمرہ کے لئے حل یعنی حدود حرم کے باہر کا حصہ مثلا: مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا، جعرانہ وغیرہ

حدود حرم کے باہر کا وہ حصہ جو میقات تک پھیلا ہوا ہے اسے حل کہتے ہیں، میقات اور حل کے درمیان میں رہنے والے افراد کو حلی کہتے ہیں مثلا ساکنان جدہ وغیرہ، ان کی میقات حل ہے، اگر وہ حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ آئیں تو وہ اپنے مقام ہی سے احرام باندھ لیں

میقات سے باہر رہنے والے افراد جو حج وعمرہ کا قصد کر کے آئیں ان کو آفاقی کہتے ہیں-

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اقطاع عالم سے حج وعمرہ کے لئے آنے والوں کے مواقیت مقرر فرمائے ہیں، کہ وہ ان مقامات نے سے احرام باندھ کر آئیں -صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے*:

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ وَقَّتَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ، وَ لأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ، وَ لأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ، وَ لأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ-

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اہل مدینہ منورہ کے لئے ذوالحلیفہ میقات مقرر فرمائی اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم مقرر فرمایا -

(صحیح بخاری شریف، باب مهل أهل الشام، حدیث نمبر:1526) اور صحیح مسلم شریف میں حدیث مبارک ہے:

وَمُهَلُّ أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ-اہل عراق کے لئے میقات ذات عرق ہے-(صحیح مسلم شریف، باب مواقیت الحج والعمرۃ، حدیث نمبر:2867) کعبۃ اللہ شریف کے چاروں جانب مندرجہ ذیل مواقیت ہیں-

"(1) ذوالحلیفہ "مدینہ طیبہ سے آنے والوں کے لئے میقات ہے-(۲) " جحفہ "مصر اور شام سے آنے والوں کے لئے میقات ہے -(۳) قرن "نجد سے آنے والوں کے لئے میقات ہے-(۴) " یلملم" یمن، تہامہ، ہندوستان، پاکستان اور اس کے محاذات سے آنے والوں کے لئے میقات ہے-(۵) " ذات عرق "عراق وغیرہ سے آنے والوں کے لئے میقات ہے-

اہل نجد کے لیے قرن میقات ہونے کا بیان

1737 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ

ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ وَبَلَغَنِيْ اَنَّهُ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لیے جحفہ اہل نجد کے لئے قرن کو میقات مقرر کیا ہے اور مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے لئے یلملم کو میقات مقرر کیا ہے۔

حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنے میں انعقاد حج پر مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وہ عمرے کے ساتھ محرم ہوگا۔ یہ ان کا نیا قول ہے اور حضرت عطاء، طاؤس، اور مجاہد کا قول بھی یہی ہے۔ جبکہ ان قدیم قول ہمارے یعنی احناف کے ساتھ ہے۔ اور یہ قول حضرت ابراہیم نخعی، حسن بصری، ابن شبرمہ، اور حکم کا ہے۔ اور حضرت امام مالک وامام احمد نے اسی طرح کہا ہے جبکہ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ حج منعقد نہ ہوگا۔ اور حضرت جابر و حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما کا قول بھی یہی ہے۔

عدم انعقاد والے فقہاء کے نزدیک احرام رکن ہے لہٰذا تمام ارکانوں کی طرف اس کی تقدیم بھی جائز نہ ہوگی۔ جبکہ ہمارے نزدیک یہ شرط ہے اور اس کی تقدیم جائز ہے لہٰذا یہ طہارت والے مسئلہ کے مشابہ ہو گیا۔ کیونکہ نماز سے وضو کی تقدیم جائز ہے۔ البتہ احرام باندھنے سے اس پر احرام والی اشیاء حرام ہو جائیں گی۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۲۱۹، حقانیہ ملتان)

اہل یمن کے لیے یلملم میقات ہونے کا بیان

1738 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَا: وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، وَقَالَ: اَحَدُهُمَا وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَقَالَ اَحَدُهُمَا: اَلَمْلَمَ، قَالَ: فَهُنَّ لَهُمْ، وَلِمَنْ اَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ قَالَ ابْنُ طَاوُسٍ: مِنْ حَيْثُ اَنْشَاَ قَالَ: وَكَذٰلِكَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ایک روایت کے مطابق طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہے"۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اہل یمن کے لئے یلملم کو میقات مقرر کیا ہے' جبکہ ایک راوی نے لفظ "الملم" نقل کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:)

"یہ ان لوگوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو اس کے دوسری طرف سے آتے ہیں جو یہاں کے رہنے والے نہیں ہیں اور وہ حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن جو لوگ اس سے اندر کی طرف (یعنی خانہ کعبہ کی طرف) رہتے

ہیں"۔

یہاں طاؤس کے صاحبزادے نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"وہ جہاں سے چلے گا وہیں سے احرام باندھے گا"۔

(راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) یہاں تک کہ مکہ میں رہنے والا مکہ سے احرام باندھے گا۔

اہل عراق کے لیے ذات عرق کے میقات ہونے کا بیان

1739 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ بَهْرَامَ الْمَدَائِنِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ، عَنْ أَفْلَحَ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ ذَاتَ عِرْقٍ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اہل عراق کے لئے ذات عرق کو میقات مقرر کیا ہے۔

اہل مشرق کے لیے عقیق کے میقات ہونے کا بیان

1740 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: وَقَّتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَشْرِقِ الْعَقِيقَ .

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اہل مشرق کے لئے "عقیق" کو میقات مقرر کیا ہے۔

1741 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يُحَنَّسَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْأَخْنَسِيِّ، عَنْ جَدَّتِهِ حُكَيْمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَا تَأَخَّرَ - أَوْ - وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ - شَكَّ عَبْدُ اللَّهِ أَيَّتُهُمَا - قَالَ:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَرْحَمُ اللَّهُ وَكِيعًا أَحْرَمَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ يَعْنِي إِلَى مَكَّةَ

❁❁ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو شخص مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کے لئے حج یا عمرہ کا احرام باندھتا ہے (یا تلبیہ پڑھتا ہے) تو اس شخص کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے"۔

عبداللہ نامی راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں: "اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اللہ تعالیٰ وکیع پر رحم کرے انہوں نے بیت المقدس سے احرام باندھا تھا (یعنی مکہ تک آنے کے لئے وہاں سے احرام باندھا تھا)۔

1742 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ. حَدَّثَنَا عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ السَّهْمِيُّ. حَدَّثَنِي زُرَارَةُ بْنُ كُرَيْمٍ. أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ عَمْرٍو السَّهْمِيَّ. حَدَّثَهُ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِمِنًى أَوْ بِعَرَفَاتٍ وَقَدْ أَطَافَ بِهِ النَّاسُ قَالَ: فَتَجِيءُ الْأَعْرَابُ فَإِذَا رَأَوْا وَجْهَهُ قَالُوا: هَذَا وَجْهٌ مُبَارَكٌ قَالَ: وَوَقَّتَ ذَاتَ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ

❀❀ حضرت حارث بن عمرو سہمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منیٰ میں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) عرفات میں موجود تھے۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرا ہوا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: دیہاتی آتے تھے۔ جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھتے تھے' تو کہتے تھے: یہ ایک برکت والا چہرہ ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کے لئے ذات عرق کو میقات مقرر کیا۔

میقات سے پہلے احرام باندھنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

ام المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص حج یا عمرہ کے لئے مسجد اقصیٰ (ہی سے احرام باندھ کر چلے) تو اس کے وہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے ہوں گے اور جو بعد میں کرے گا یا فرمایا کہ اس شخص کے لئے ابتداء ہی میں جنت واجب ہو جائے گی (یعنی وہ شروع ہی میں جنت میں داخل ہوگا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

جب کوئی شخص بیت المقدس سے مکہ کے لئے چلتا ہے تو وہ راستہ میں مدینہ منورہ سے گزرتا ہے، اس طرح وہ شخص اپنے راستہ میں تینوں افضل ترین مقامات سے مشرف ہوتا ہے بایں طور کہ اس راستہ کے سفر کی ابتداء بیت المقدس سے ہوتی ہے درمیان میں مدینہ منورہ آتا ہے اور آخر میں مکہ مکرمہ پہنچتا ہے لہٰذا اس شخص کی خوش بختی کا اندازہ لگایئے جو اپنے سفر حج کی ابتداء بیت المقدس سے کرے کہ اول تو خود سفر مقدس و باعظمت پھر سفر کی ابتداء بیت المقدس سے درمیان میں مدینہ منورہ اور سفر کی انتہاء حرم محترم پر اس سبب سے مذکورہ بالا شخص یہ عظیم ثواب پاتا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ احرام باندھنے کی جگہ حرم محترم سے جتنی دور ہوگی ثواب بھی اتنا زیادہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم کے نزدیک مواقیت سے احرام کی تقدیم یعنی احرام باندھنے کی جگہوں سے پہلے ہی احرام باندھ لینا یا اپنے گھر ہی سے احرام باندھ کر چلنا افضل ہے۔

حضرت امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ ممنوعات احرام سے بچ سکے، ورنہ اگر یہ جانے کہ اس صورت میں ممنوعات احرام سے اجتناب ممکن نہیں ہوگا تو پھر میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہوگا۔

اسی طرح حج کے مہینوں میں (یعنی شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن) سے پہلے احرام باندھنے کے بارے میں حنفیہ کے ہاں جواز کا قول بھی ہے اور مکروہ کہا گیا ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بھی کراہت ہی کے قائل ہیں۔حضرت امام شافعی کا ایک قول اگرچہ یہ بھی ہے کہ حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھنے والوں کا احرام درست نہیں ہوگا لیکن ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حج کے مہینوں سے پہلے احرام باندھے گا تو اس کا وہ احرام حج کی بجائے عمرہ کا ہو جائے گا۔

میقات سے پہلے احرام باندھنے کی اجازت شرعی کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیداء وہ جگہ ہے (مسجد ذی الحلیفہ سے آگے مکہ کی طرف) جس کے بارے میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلط بات کرتے ہو (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداء سے احرام باندھا حالانکہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذی الحلیفہ کے نزدیک (احرام باندھ کر) لبیک پکارنا شروع کیا۔اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ اَھَلَّ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ۔رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ

حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیت المقدس سے احرام باندھا۔اسے شافعی نے روایت کیا ہے۔

بَابُ الْحَائِضِ تُهِلُّ بِالْحَجِّ

باب: حیض والی عورت کا حج کا احرام باندھنا

1743 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: نُفِسَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَیْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ بِالشَّجَرَةِ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَکْرٍ اَنْ تَغْتَسِلَ فَتُهِلَّ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: شجرہ کے مقام پر سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنم دیا۔تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی (کہ وہ اس خاتون کو یہ حکم دیں) کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لے۔

1744 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِیْسٰی، وَاِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ، عَنْ خُصَیْفٍ، عَنْ عِکْرِمَةَ، وَمُجَاهِدٍ، وَعَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ اِذَا اَتَتَا عَلَی الْوَقْتِ تَغْتَسِلَانِ، وَتُحْرِمَانِ وَتَقْضِیَانِ الْمَنَاسِکَ کُلَّهَا غَیْرَ الطَّوَافِ بِالْبَیْتِ. قَالَ اَبُوْ مَعْمَرٍ، فِیْ حَدِیْثِهٖ حَتّٰی تَطْهُرَ وَلَمْ یَذْکُرِ ابْنُ عِیْسٰی، عِکْرِمَةَ وَمُجَاهِدًا. قَالَ: عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَلَمْ یَقُلِ ابْنُ عِیْسٰی، کُلَّهَا قَالَ: الْمَنَاسِکَ اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَیْتِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''حیض اور نفاس والی عورتیں جب میقات کے مقام پر پہنچیں گی' تو غسل کر کے احرام باندھ لیں گی وہ حج کے تمام مناسک ادا کریں گی صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گی''۔

ابو معمر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''جب تک وہ پاک نہیں ہو جاتیں اس وقت تک طواف نہیں کریں گی''۔

ابن عیسیٰ نامی راوی نے عکرامہ اور مجاہد کا ذکر نہیں کیا۔انہوں نے یہ کہا ہے: یہ روایت عطاء کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

ابن عیسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے ''وہ سب'' انہوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''مناسک ادا کریں گی' البتہ بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گی''۔

شرح

اگر عورت وقوف اور طواف زیارت کے بعد حائض ہوئی تو وہ مکہ سے چلی جائے اور طواف صدور کی وجہ سے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حائض عورتوں کو طواف صدر ترک کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

اور جس بندے نے مکہ کو جائے سکونت بنالیا اس پر طواف صدر نہیں ہے کیونکہ طواف صدر اس پر ہے جو کے سے اپنے وطن کو واپس جائے۔ہاں البتہ جب اس نے پہلے نفر کے وقت آجانے کے بعد مکے کو گھر بنایا۔اسی روایت کے مطابق جو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت کی گئی ہے اور بعض نے اس کو حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت کیا ہے۔اس لئے طواف صدور اس پر واجب ہو گیا ہے کیونکہ جب اس کا وقت آجائے۔لہٰذا اس کے بعد وہ اقامت کی نیت ساقط نہ ہوگا۔

(ہدایہ، کتاب حج، لاہور)

حائض کے طواف وسعی نہ کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو ہم لبیک کہتے وقت صرف حج کا ذکر کرتے تھے بعض حضرات نے یہ معنی لکھے ہیں کہ ہم صرف حج کا قصد کرتے تھے یعنی مقصود اصلی حج تھا عمرہ نہیں تھا، لہٰذا عمرہ کا ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمرہ نیت میں بھی نہیں تھا۔پھر جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میرے ایام شروع ہو گئے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں اس خیال سے رو رہی تھی کہ حیض کی وجہ سے میں حج نہ کر پاؤں گی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کیفیت دیکھ کر فرمایا کہ شاید تمہارے ایام شروع ہو گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو ایک ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے مقرر فرما دیا ہے اس کی وجہ سے رونے اور مضطرب ہونے کی کیا ضرورت ہے تم بھی وہی افعال کرو جو حاجی کرتے ہیں۔ہاں جب تک پاک نہ ہو جاؤ (یعنی ایام ختم نہ ہو جائیں اور اس کے بعد نہا نہ لو۔اس وقت تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا اور نہ سعی کرنا کیونکہ سعی طواف کے بعد ہی صحیح ہوتی ہے۔

(بخاری ومسلم)

سرف ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے تقریباً چھ میل اور مقام تنعیم سے جانب شمال تین یا چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اس جگہ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی اسی جگہ ہوا، شب زفاف بھی یہیں گزری اور انتقال بھی یہیں ہوا۔

اس حدیث کے پیش نظر ایک خلجان پیدا ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ لا نذکر الا لحج (ہم صرف حج کا ذکر کرتے تھے) خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی اس روایت کے بالکل متضاد ہیں جو گزشتہ باب میں (دو) گزر چکی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بارے میں یہ بتایا تھا کہ ولم اھلل الا بعمرۃ (یعنی میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا) لہٰذا اس ظاہر تضاد کو دفع کرنے کے لئے یہ تاویل کی جائے گی کہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ لا نذکر الا الحج کی مراد یہ ہے کہ اس سفر سے ہمارا اصل مقصد حج تھا اور چونکہ حج کی تین قسمیں ہیں یعنی افراد، تمتع اور قران، اس لئے ہم میں سے بعض تو مفرد تھے اور بعض متمتع اور بعض قارن۔ میں نے تمتع کا قصد کیا تھا، چنانچہ میں نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے ہی میرے ایام شروع ہو گئے جس کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ عرفہ کا دن اور وقوف عرفات کا وقت آ گیا اور اس طرح عمرہ کا وقت گزر کر ایام حج شروع ہو گئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں عمرہ کا احرام تو کھول دوں اور حج کا احرام باندھ لوں اور پھر طواف اور سعی کے علاوہ دیگر افعال حج کروں۔

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور ان میں سے کسی کے پاس قربانی نہ تھی سوائے نبی ﷺ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے اور ان کے ہمراہ قربانی تھی پس انہوں نے کہا کہ میں نے بھی اسی چیز کا احرام باندھا ہے جس کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے اصحاب کو یہ حکم دیا: اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں اور طواف کر کے بال کترا دیں اور احرام سے باہر ہو جائیں سوائے اس شخص کے کہ جس کے ہمراہ قربانی ہو۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم منیٰ کیوں کر جائیں؟ حالانکہ ہمارے عضو مخصوص سے منی ٹپک رہی ہوگی۔ یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کاش! اگر میں پہلے سے اس بات کو جان لیتا جس کو میں نے اب جانا ہے تو میں اپنے ہمراہ قربانی نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی ہوتی تو میں احرام سے باہر ہو جاتا۔ (بخاری)

دوا کے ذریعہ سے حیض روک کر طواف زیارت؟

عورت کو اگر یہ خطرہ ہے کہ طواف زیارت یا طواف عمرہ کے زمانہ میں حیض آ جائے گا اور ایام حیض گزر جانے تک انتظار کرنا بھی بہت مشکل ہے تو ایسی صورت میں پہلے سے مانع حیض دوا استعمال کر کے حیض روک لیتی ہے اور اسی حالت میں طواف زیارت یا طواف عمرہ کر لیتی ہے تو صحیح اور درست ہو جائے گا؛ اس پر کوئی جرمانہ بھی نہ ہوگا؛ بشرطیکہ اس مدت میں کسی قسم کا خون کا دھبہ وغیرہ نہ آیا ہو؛ مگر شدید ضرورت کے بغیر اس طرح کی دوا استعمال نہ کرے، اس لیے کہ اس سے عورت کی صحت پر نقصان دہ اثر پڑتا ہے۔ (انوار مناسک)

دورانِ حیض دوا کے ذریعہ حیض روک لیا؟

اگر دورانِ حیض دوا کے ذریعہ سے حیض رُوک لیا ہے اور طواف زیارت سے فارغ ہونے کے بعد اگر عادت کے ایام میں دوبارہ حیض آ گیا ہے تو یہ سمجھا جائیگا کہ اس نے حالتِ حیض میں طواف کیا ہے؛ لہٰذا جرمانہ میں اُونٹ یا گائے کی قربانی لازم ہوجائے گی؛ البتہ اگر پاک ہونے کے بعد اعادہ کرلے گی تو جرمانہ ساقط ہوجائے گا اور مناسک ملاعلی قاری میں ہے کہ اس طرح کرنا ایک قسم کی معصیت بھی ہے، اس لیے اعادہ کے ساتھ توبہ کرنا بھی لازم ہوجائے گا اور اگر اعادہ نہیں کیا تو بدنہ کے کفارہ کے ساتھ ساتھ توبہ بھی لازم ہوگی اور اگر دوا کے ذریعہ سے حیض اس طرح رُک گیا کہ طواف کے بعد عادت کا زمانہ ختم ہونے تک حیض آیا ہی نہیں تو ایسی صورت میں طواف بلا کراہت صحیح ہوجائے گا اور کوئی جرمانہ بھی لازم نہ ہوگا۔ (انوارِ مناسک، ۳۸۷)

بَابُ الطِّيبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ

باب: احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانا

1745 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ، قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ، وَلِإِحْلَالِهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ ﷞ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے آپ ﷺ کو خوشبو لگائی تھی۔اسی طرح آپ ﷺ کے بیت اللہ کا طواف کرتے وقت احرام کھولنے سے پہلے (خوشبو لگائی تھی)

1746 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الْمِسْكِ، فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ ﷞ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کی مانگ میں کستوری کی چمک کا منظر گویا آج بھی میری نگاہ میں ہے آپ ﷺ اس وقت حالت احرام میں تھے۔

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا بیان

اور اگر اس کے ہاں مہیا ہوتو خوشبو لگائے۔اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کے لئے خوشبو لگانا مکروہ ہے کیونکہ اس کی ذات احرام کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔کیونکہ وہ شخص احرام کے بعد بھی اس خوشبو سے فائدہ حاصل کرنے والا ہے۔اس قول مشہور کی دلیل حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے۔آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بدن مبارک کو خوشبو لگاتی تھی اور یہ آپ ﷺ کے احرام باندھنے سے پہلے لگایا کرتی تھی۔(بخاری ومسلم) اور جس سے روکا گیا ہے وہ احرام کے بعد خوشبو لگانا ہے۔البتہ بقیہ اس کے تابع ہونے کی

طرح ہیں۔ کیونکہ بدن تو ملا ہوا ہوتا ہے بہ خلاف کپڑے کے کہ وہ ملا ہوا نہیں ہوتا۔ (ہدایہ، کتاب حج، لاہور)

احرام میں خوشبو لگانے سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے لیے احرام باندھنے سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے نکلنے کے لیے طواف کعبہ سے پہلے خوشبو لگاتی تھی اور ایسی خوشبو لگتی تھی جس میں مشک ہوتا تھا گویا میں اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھے ہوئے ہیں یعنی وہ چمک گویا میری آنکھوں تلے پھرتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب احرام کا ارادہ کرتے تو احرام باندھنے سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی اور وہ خوشبو ایسی ہوتی جس میں مشک بھی ہوتا تھا۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر خوشبو احرام سے پہلے لگائی جائے اور اس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ خوشبو کا احرام کے بعد استعمال کرنا ممنوعات احرام سے ہے نہ کہ احرام سے پہلے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے کہ احرام کے بعد خوشبو استعمال کرنا ممنوع ہے احرام سے پہلے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کے ہاں احرام سے پہلے بھی ایسی خوشبو لگانا مکروہ ہے جس کا اثر احرام باندھنے کے بعد بھی باقی رہے۔ ولحلہ قبل ان یطوف بالبیت (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے نکلنے کے لئے الخ) کا مفہوم سمجھنے سے پہلے یہ تفصیل جان لینی چاہے کہ بقرعید کے روز (یعنی دسویں ذی الحجہ کو) حاجی مزدلفہ سے منیٰ میں آتے ہیں اور وہاں رمی جمرہ عقبہ (جمرہ عقبہ پر کنکر مارنے) کے بعد احرام سے نکل آتے ہیں یعنی وہ تمام باتیں جو حالت احرام میں منع تھیں اب جائز ہو جاتی ہیں البتہ رفث (جماع کرنا یا عورت کے سامنے جماع کا ذکر اور شہوت انگیز باتیں کرنا) جائز نہیں ہوتا یہاں تک کہ جب مکہ واپس آتے ہیں اور طواف افاضہ کر لیتے ہیں تو رفث بھی جائز ہو جاتا ہے۔ لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس جملہ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب احرام سے نکل آتے یعنی مزدلفہ سے منیٰ آ کر رمی جمرہ عقبہ سے فارغ ہو جاتے لیکن ابھی تک مکہ آ کر طواف افاضہ نہ کر چکے ہوتے تو میں اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی۔

بَابُ التَّلْبِيدِ

باب: بالوں کو جمانا

1747 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا

✿✿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بالوں کی تلبید کیے ہوئے تلبیہ پڑھتے

ہوئے سنا ہے۔

1748 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّدَ رَأْسَهُ بِالْعَسَلِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عسل کے ذریعے اپنے بالوں کو چپکایا تھا۔

فقہاء کے نزدیک تلبیہ وتلبید کی شرعی حیثیت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلبیہ اس طرح ب آواز بلند کہتے سنا اور اس وقت آپ تلبید کیے ہوئے تھے۔ **لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک**۔ یعنی حاضر ہوں میں تیری خدمت میں اے اللہ! حاضر ہوں تیری خدمت میں، میں تیری خدمت میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں میں تیری خدمت میں بے شک تمام تعریف اور ساری نعمت تیرے ہی لئے ہے اور بادشاہت بھی تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات سے زیادہ نہیں کہتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

تلبید کرنا یہ کہ محرم (احرام باندھنے والا) اپنے سر کے بالوں میں گوند یا خطمی یا مہندی یا اور کوئی چیز لگا لیتا ہے تا کہ بال آپس میں یکجا رہیں اور چپک جائیں ان میں گرد وغبار نہ بیٹھے اور جوؤں سے محفوظ رہیں۔ تلبیہ یعنی لبیک کہنے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک احرام کے صحیح ہونے کے لئے تلبیہ شرط ہے، حضرت امام مالک کہتے ہیں کہ تلبیہ واجب ہے لہٰذا تلبیہ ترک کرنے کی وجہ سے دم (جانور ذبح کرنا) لازم آتا ہے۔

حضرت امام شافعی کے ہاں تلبیہ سنت ہے اس کو ترک کرنے کی صورت میں دم لازم نہیں ہوتا۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ میں اکثر اتنے ہی الفاظ کہتے تھے کیونکہ اور روایتوں میں تلبیہ کے الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ بھی منقول ہیں چنانچہ اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ تلبیہ کے جو الفاظ یہاں حدیث میں نقل کئے گئے ہیں، ان میں کمی کرنا تو مکروہ ہے زیادتی مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

حدیث سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ تلبیہ ب آواز بلند ہونا چاہئے چنانچہ تمام علماء کے نزدیک بلند آواز سے لبیک کہنا مستحب ہے۔ (المغنی، ۳، ص ۲۴۵، بیروت)

تلبیہ کہنے کے وقت میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے پاؤں رکاب میں ڈالے اور اونٹنی آپ صلی

1748- اسناده ضعيف. محمد بن اسحاق لم يصرح بالسماع. ومع ذلك فقد جوّد اسناده الحافظ ابن كثير في "البداية والنهاية!" عبد الاعلى: هو ابن عبد الاعلى القرشي، ونافع: هو مولى ابن عمر. واخرجه الحاكم/4501، والبيهقي/365 من طريق عبيد الله بن عمر، بهذا الاسناد ولم يذكر الحاكم العسل.

اللہ علیہ وسلم کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب تلبیہ کیا (یعنی ب آواز بلند لبیک کہی)۔ (بخاری ومسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر رخت سفر باندھا اور ظہر کی نماز مدینہ میں پڑھ کر روانہ ہوئے۔ عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی جو اہل مدینہ کے لئے میقات ہے رات وہیں گزاری اور پھر صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اور اونٹ کے کھڑے ہو جانے کے بعد لبیک کہی جب ایک دوسری روایت میں یہ منقول ہے کہ احرام کے لیے بہ نیت نفل دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد لبیک کہی نیز ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداء پہنچ کر جو ایک بلند جگہ کا نام ہے لبیک کہی اس طرح لبیک کہنے کے وقت کے سلسلہ میں تین طرح کی روایتیں منقول ہیں۔

حضرت امام شافعی نے تو پہلی روایت پر کہ جو یہاں نقل کی گئی ہے عمل کرتے ہوئے کہا کہ اونٹ پر (یا جو بھی سواری ہو اس پر) بیٹھ کر لبیک کہی جائے،۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے۔ لہٰذا ان تینوں ائمہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھنے کے بعد احرام کی نیت کی جائے اور پھر وہیں مصلی پر بیٹھے ہی ہوئے لبیک کہے تو یہ جائز ہے لیکن نماز کے بعد ہی لبیک کہنا افضل ہے۔

اب ان تینوں روایتوں کے تضاد کو اس تطبیق کے ساتھ دور کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر مصلی پر بیٹھے ہوئے لبیک کہی پھر جب اونٹنی پر بیٹھے تو اس وقت بھی لبیک کہی اور اس کے بعد جب مقام بیداء پر پہنچے تو وہاں بھی لبیک کہی چنانچہ علماء نے اسی لیے لکھا ہے کہ حالت وقت اور جگہ کے تغیرات کے وقت لبیک کا تکرار مستحب ہے۔

بہر کیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تین مرتبہ لبیک کہی اور جس راوی نے جہاں لبیک کہتے سنا وہ یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں سے لبیک کہنی شروع کی ہے اس لئے ہر ایک راوی نے اپنے سننے کے مطابق ذکر کر دیا۔ اس تطبیق و توجیہ کی بنیاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت ہے جسے شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات میں شرح کتاب خرقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

احرام کے سبب لزوم تلبیہ میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ (پس جس نے لازم کر لیا ان میں حج) یعنی جس نے اپنے ذمہ ان مہینوں میں حج کو واجب کر لیا یعنی حج کا احرام باندھا اس میں اختلاف ہے کہ احرام کیا ہے۔ امام مالک اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ واحمد تو یہ فرماتے ہیں کہ احرام نام قلب سے نیت کرنے کا ہے جیسا کہ روزہ کی نیت ہوتی ہے اور تلبیہ اس میں شرط نہیں لیکن امام مالک فرماتے ہیں کہ احرام کے وقت تلبیہ واجب ہے اگر چھوڑ دیا تو ایک قربانی واجب ہے اور امام احمد و شافعی سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے لیکن مشہور مذہب ان دونوں کا یہ ہے کہ تلبیہ سنت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احرام نیت کے ساتھ تلبیہ ہونے کو کہتے ہیں جیسے نماز میں

تکبیر ہے اور ایک روایت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ نماز پر اس کو قیاس کرنا باعتبار روزہ کے زیادہ مناسب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ حج کا فرض اہلال ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تلبیہ فرض ہے اور ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود کا قول بھی مثل ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کے روایت کیا ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اہل مدینہ ذی الحلیفہ سے اہلال کریں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو اس کو چاہئے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے۔ تو دیکھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلال کا حکم فرمایا اور اہلال کے معنی تلبیہ کو پکار کر کہنا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو جو تلبیہ کے وجوب کے قائل نہیں یہ احادیث ان پر حجت ہیں اور احرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلال سے تعبیر فرمایا اور پہلے معلوم ہو چکا کہ اہلال پکار کر تلبیہ کہنا ہے تو معلوم ہو گیا کہ احرام کی حقیقت تلبیہ ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس نے اونٹ کے قلادہ ڈالا اور اس کو لے کر حج کے ارادہ سے چلا تو وہ محرم ہو گیا اگرچہ اس نے تلبیہ نہ کہا ہو تو اس صورت میں امام صاحب نے فعل کو قول کا نائب قرار دیا کیونکہ ذکر جس طرح قول سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح فعل سے بھی اس کا وجود ہوتا ہے دیکھو جو شخص اذان سن کر نماز کے لیے فوراً چلا تو یہ چلنا ہی جواب اذان کی جگہ ہو جائے گا کیونکہ پکارنے والے کی اجابت فعل سے کرنا زیادہ بہتر ہے اور تلبیہ کے معنی ہی خود حاضری اور طاعت کے لیے مستعد ہونے کے ہیں واللہ اعلم۔ صاحب ہدایہ نے اس مسئلہ کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جس نے اونٹ کے قلادہ ڈالا وہ محرم ہو گیا لیکن یہ حدیث مجہول ہے ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اس حدیث کو ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف کیا ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابٌ فِي الْهَدْيِ

باب: قربانی کا جانور

ہدی کے معنی ومفہوم کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: من الهدی، الهدی اور الهدی دونوں لغتیں ہیں جو بیت اللہ کی طرف بھیجا جاتا ہے خواہ اونٹ ہو یا جانور، عرب کہتے ہیں: کم هدی بنی فلاں، بنو فلاں کے کتنے اونٹ ہیں۔ ابوبکر نے کہا: اس کو ہدی اس لئے کہا گیا ہے کہ کیونکہ ان میں بعض بیت اللہ کی طرف بھیجی جاتی ہیں۔ پس جو حکم بعض کو لاحق ہوتا ہے اس کے ساتھ تمام کا نام رکھ دیا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فان اتین بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنت من العذاب (النساء: 25) اس سے مراد یہ ہے کہ لونڈی زنا کریں تو ان میں سے لونڈی پر جب وہ زنا کرے تو آزاد کنواری عورت کی سزا کا نصف ہے جب آزاد کنواری عورت زنا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے المحصنات کا لفظ ذکر فرمایا۔ مراد کنوری عورتیں ہیں کیونکہ احصان ان میں سے اکثر میں ہوتا ہے۔ پس انہیں ایسے امر کے ساتھ ذکر کیا گیا جو ان میں سے بعض میں پایا جاتا ہے آزاد عورتوں میں سے محصنہ اسے کہا جاتا ہے جو خاوند والی ہو اس پر رجم واجب ہوتا

ہے جب وہ بدکاری کرے اور رجم نصف نہیں ہوتا کہ وہ لونڈی پر نصف ہو۔ پس اس سے ظاہر ہوا کہ المحصنات سے مراد یہاں کنواری عورتیں ہیں نہ کہ خاوند والیاں ۔فراء نے کہا: اہل حجاز اور اسد ہدی کو تخفیف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔فرمایا: تمیم اور سفلی قیس شد کے ساتھ پڑھتے ہیں۔شاعر نے کہا:

حلف برب مكة و المصلى و اعناق الهدى مقلدات

میں نے مکہ،مصلی اور ہار پہنائی ہدیوں کے گردنوں کے مالک کی قسم اٹھائی۔

فرمایا: الھدی کا واحد ھدیہ اور الھدی کی جمع میں احداء بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: و لا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: و لا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله یہ خطاب تمام امت کو ہے خواہ محصر ہو یا محصر نہ ہو۔علماء میں بعض یہ محصرین کے لئے خاص کرتے ہیں یعنی احرام نہ کھولیں حتیٰ کہ ہدی کو نحر کر دیا جائے۔محل وہ جگہ ہے جس میں ذبح حلال ہوتی ہے۔امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک دشمن کی وجہ سے روکے گئے شخص کے لئے محل احصاع کی جگہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اس میں ہے کہ حدیبیہ کے زمانہ میں آپ جہاں محصور ہوئے وہاں ہی احرام کھول دیا اور ہدی کو نحر کیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: و الهدى معكوفا ان يبلغ محله (الفتح:25) بعض علماء نے معکوفا کا معنی محبوسا فرمایا جب بیت اللہ تک پہنچنے سے روکی گئی ہو۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک احصار میں ہدی کا محل حرم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثم محلها الى البيت العتيق۔ (الحج) اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کا مخاطب وہ امن والا شخص ہے جو بیت اللہ تک پہنچ پاتا ہے۔رہا (روکا گیا) وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے خارج ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے حدیبیہ میں اپنی ہدی نحر کی تھیں اور حدیبیہ سے نہیں ہے۔

اور دوسری دلیل احناف کی حضرت ناجیہ بن جندب کی حدیث ہے،اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: حضور! آپ میرے ساتھ ہدی بھیجیں میں اسے حرم میں نحر کروں گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تو اسے کیسے لے جائے گا؟ اس نے کہا: میں اسے وادیوں سے لے جاؤں گا مشرک اس پر قادر نہیں ہوں گے میں اسے لے جاؤں گا حتیٰ کہ میں اسے حرم میں نحر کروں گا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے جہاں احرام کھولے وہاں ہی نحر کر دے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیبیہ کے مقام پر فعل کی اقتدا کرتے ہوئے۔یہ صحیح ہے اس کو ائمہ نے روایت کیا ہے، نیز ہدی،مہدی (بھیجنے والے) کے تابع ہے۔جب بھیجنے والا اپنے احصار کی جگہ احرام کھول دے گا تو ہدی بھی اس کے ساتھ نحر کر دی جائے گی۔(تفسیر قرطبی،سورہ بقرہ،بیروت)

قربانی کے وجوب وسنت ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان

قربانی دین اسلام کا ایک شعار اور علامت ہے، جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل میں مذکور ہے کہ: جب کسی علاقے کے باشندے قربانی کرنا چھوڑ دیں تو اس بنا پر ان سے لڑائی جائے گی کیونکہ یہ دین اسلام کا ایک شعار اور علامت ہے۔

علماء کرام اس کے حکم کے بارہ میں دو قسموں میں تقسیم ہوتے ہیں: علماء کرام کا ایک گروہ تو اسے واجب قرار دیتا ہے ان میں

امام اوزاعی، للیث، امام ابوحنیفہ، اور امام احمد کی ایک روایت شامل ہیں، اور ابن تیمیہ نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کا بھی ایک قول یا ظاہر مذہب یہی ہے۔

اس قول کے قائلین کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (پس تو اپنے رب کے لیے نماز ادا کر اور قربانی کر) سورۃ الکوثر اور یہ فعل امر ہے اور امر وجوب کا متقاضی ہے۔

2۔ صحیحین وغیرہ میں جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جس نے بھی نماز عید کی ادائیگی سے قبل قربانی کر لی اسے چاہیے کہ وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور جس نے ذبح نہیں کی وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرے (صحیح مسلم حدیث نمبر (3621)

3۔ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جو استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے نزدیک نہ آئے) مسند احمد، سنن ابن ماجہ، امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح کہا ہے اور فتح الباری میں ہے کہ اس کے رجال ثقات ہیں۔

علماء کرام کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، امام شافعی کا مسلک یہی ہے، اور امام مالک، اور امام احمد سے مشہور ہے، لیکن اس قول کے بہت سے قائلین کا کہنا ہے کہ طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کیلیے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اس قول کے قائلین کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ سنن ابوداؤد کی مندرجہ ذیل حدیث: جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدالاضحیٰ کی نماز ادا کی اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو دو مینڈھے لائے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذبح کرتے ہوئے کہا: بسم اللہ واللہ اکبر، اے اللہ یہ میری جانب سے اور میری امت میں سے قربانی نہ کرنیوالے کی جانب سے ہے۔ (سنن ابوداؤد بشرح محمد شمس الحق عظیم آبادی (7/486)

2۔ امام بخاری کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت کی روایت کردہ حدیث: (تم میں سے جو بھی قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کٹوائے)۔

قربانی کا گوشت خود کھانے میں فقہی مذاہب کا بیان

قربانی کرنے والے کے لیے سب سے پہلے خود کھانا مستحب ہے جب اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہو تو وہ پہلے خود کھائے کیونکہ حدیث میں ہے: (ہر شخص اپنی قربانی میں سے کھائے) یہ حدیث صحیح ہے، (صحیح الجامع حدیث نمبر (5349)

اور اہل علم کا قول ہے کہ نماز عید اور خطبہ کے بعد کھانا چاہیے، ان میں علی، ابن عباس رضی اللہ عنہم، امام مالک، امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں، اس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے: بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر میں کھانے کے بغیر نہیں نکلتے تھے اور اور عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرنے سے قبل نہیں کھاتے تھے۔ (مشکوۃ المصابیح (1/452)

قربانی ذبح کرنے میں افضل تو یہ ہے کہ قربانی کرنے خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، لیکن اگر وہ نہیں کرسکتا وہ اس کے لیے کسی دوسرے سے ذبح کرنا بھی مستحب ہے۔

ابن مسعود اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مستحب ہے، ایک تہائی کھانے کے لیے، اور ایک تہائی تحفہ اور ھدیہ دینے کے لیے، اور ایک تہائی صدقہ کرنے کے لیے۔

اور جیسا کہ علماء کرام اس پر متفق ہیں نہ تو قربانی کا گوشت بیچنا جائز ہے اور نہ ہی اس کی چربی، اور کھال وغیرہ، اور صحیح حدیث میں ہے کہ جس نے اپنی قربانی کی کھال بیچ ڈالی اس کی قربانی ہی نہیں۔ اسے صحیح الجامع میں حسن قرار دیا گیا ہے۔

(صحیح الجامع حدیث نمبر (6118)

اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قصائی کو بھی اس میں سے بطور اجرت کچھ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانی کے جانوروں کی نگرانی کروں اور ان کے گوشت، کھالوں اور جھول کو صدقہ کردوں اور ذبح کرنے والے قصائی کو اس میں سے کچھ بھی نہ دوں، اور وہ کہتے ہیں ہم اسے اپنی جانب سے دیتے تھے۔ (متفق علیہ)

قربانی کے اونٹوں کا بیان

1749 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ الْمَعْنَى، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي نَجِيحٍ: حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْدَى عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي هَدَايَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلًا كَانَ لِأَبِي جَهْلٍ، فِي رَأْسِهِ بُرَةُ فِضَّةٍ. قَالَ ابْنُ مِنْهَالٍ، بُرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ، زَادَ النُّفَيْلِيُّ يَغِيظُ بِذَلِكَ الْمُشْرِكِينَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حدیبیہ کے سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جو جانور بھجوائے تھے ان میں ابوجہل کا ایک اونٹ بھی تھا' جس کے سر پر چاندی کا چھلا موجود تھا۔

ابن منہال نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "سونے کا چھلا" نفیلی نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا اس لئے کیا تھا) تاکہ اس کی وجہ سے مشرکین جل بھن جائیں۔

افضل قربانی کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان

جن جانوروں کی قربانی کا ذکر نص میں ملتا ہے ان میں اونٹ، گائے، بھیڑ بکری شامل ہیں، اور علماء کرام کا کہنا ہے کہ سب سے افضل قربانی اونٹ کی ہے، اس کے بعد گائے، اور اس کے بعد بکری کی، اور اس کے بعد اونٹ یا گائے کی قربانی میں حصہ ڈالنا، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے بارہ میں مندرجہ ذیل فرمان ہے: (جو کوئی اول وقت میں جائے گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی کی۔

حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہی کہا ہے، تو اس طرح بکرا و دنبہ، مینڈھے کی قربانی اونٹ

یا گائے میں حصہ ڈالنے سے افضل ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مینڈھے کی قربانی افضل ہے اور اس کے بعد گائے اور اس کے بعد اونٹ کی قربانی افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل کام ہی کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی خیر خواہی کرتے ہوئے اولی اختیار کرتے تھے اور امت کو مشقت میں ڈالنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ گائے اور اونٹ کے سات حصے ہوتے ہیں لہذا مندرجہ ذیل حدیث کی بنا پر اس میں سات اشخاص شریک ہو سکتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم نے حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات آدمیوں کی جانب سے اونٹ اور سات ہی کی جانب سے گائے ذبح کی تھی۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات افراد شریک ہو جائیں۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: تو گائے سات اشخاص کی جانب سے ذبح کی جاتی تھی اور ہم اس میں شریک ہوتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضحیہ)

گائے اونٹ کی قربانی کی فضیلت میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قربانی میں سب سے افضل اونٹ اور پھر گائے اور پھر بکرا اور پھر اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنا ہے، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہی ہے، کیونکہ جمعہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جو شخص نماز جمعہ کے لیے پہلے وقت گیا گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی کی، اور جو شخص دوسرے وقت میں گیا گویا کہ اس نے گائے کی قربانی کی، اور جو شخص تیسرے وقت گیا گویا کہ اس نے سینگوں والا مینڈھا قربان کیا، اور جو شخص چوتھے وقت گیا گویا کہ اس نے مرغی قربان کی، اور جو شخص پانچویں وقت گیا گویا کہ اس نے انڈے کی قربانی کی۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (881) صحیح مسلم حدیث نمبر (850) وقت سے مراد گھڑی ہے۔

اور اس لیے بھی کہ جانور ذبح کرنے میں اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اس لیے ھدی کی طرح سب افضل اونٹ کی قربانی ہوگی۔

اور اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنے سے بکرے کی قربانی کرنا اس لیے افضل ہے کہ قربانی کرنے کا مقصد خون بہانا ہے، اور ایک بکرے کا ایک شخص کی جانب سے خون بہانا سات افراد کی جانب سے ایک خون بہانے سے افضل ہے، اور پھر مینڈھا قربانی کرنا بکرے سے افضل ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی مینڈھا ذبح کیا ہے اور اس کا گوشت بھی اچھا ہوتا ہے۔

(المغنی ابن قدامہ (13/366)

مینڈھے یا گائے کی قربانی کی فضیلت میں مذاہب اربعہ؟

قربانی میں افضل اونٹ ہے، اور پھر گائے، اور پھر بکرا اور پھر اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنا افضل ہے؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے متعلق فرمان ہے: "جو شخص پہلی گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے اونٹ قربان کیا

وجہ دلالت یہ ہے کہ: اونٹ گائے، اور بکری اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے قربان کرنے میں تفاضل یعنی فرق پایا جاتا ہے، اور بلاشک وشبہ قربانی سب سے بہتر چیز ہے جس سے اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے، اور اس لیے بھی کہ اونٹ کی قیمت بھی زیادہ ہے اور گوشت اور نفع بھی زیادہ ہے آئمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ کا قول یہی ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ: بھیڑ میں سے جذعہ افضل ہے اور پھر گائے، پھر اونٹ افضل ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے تھے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہی کام کرتے ہیں جو سب سے افضل اور بہتر ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: بعض اوقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر نرمی اور شفقت کرتے ہوئے غیر اولی اور افضل چیز اختیار کرتے ہیں؛ کیونکہ امت نے ان کی پیروی و اطاعت کرنا ہوتی ہے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مشقت کرنا پسند نہیں فرماتے، اور اونٹ کی گائے پر فضیلت بیان بھی فرمائی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بَابٌ فِيْ هَدْيِ الْبَقَرِ

باب: گائے کی قربانی کرنا

1750 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَقَرَةً وَاحِدَةً

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے ذبح کی تھی۔

1751 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَبَحَ عَمَّنِ اعْتَمَرَ مِنْ نِسَائِهِ بَقَرَةً بَيْنَهُنَّ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ان ازواج کی طرف سے گائے ذبح کی تھی جن ازواج نے عمرہ کیا تھا۔

بدنہ کا اطلاق اونٹ یا پر ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

علماء کا اختلاف ہے کہ والبدن کا اطلاق اونٹ کے علاوہ گائے پر ہوتا ہے یا نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عطا اور شافعی نے کہا: گائے پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کا اطلاق گائے پر ہوتا ہے۔ اختلاف کا فائدہ اس وقت مرتب ہوتا ہے جب کوئی شخص بدنہ کی نذر مانے اور پھر وہ اونٹ نہ پائے اور اونٹ پر قادر نہ ہو اور گائے پر قادر ہو تو کیا گائے اس نذر میں جائز ہوگی یا نہیں؟ امام شافعی اور عطا کے مذہب پر جائز نہ ہوگی اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر جائز ہوگی۔ صحیح

مذہب امام شافعی اور عطا کا ہے کیونکہ صحیح حدیث ''جمعہ کے دن کے بارے میں جو پہلی گھڑی میں مسجد کی طرف گیا گویا اس نے بدنہ (اونٹ) کی قربانی کی جو دوسری گھڑی میں پہنچا اس نے گویا گائے کی قربانی کی'' (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے اور اونٹ میں تفریق فرمائی۔ یہ دلیل ہے کہ گائے کو بدنہ نہیں کہا جاتا اور اسی طرح فاذا وجبت جنوبہا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ وصف اونٹ کے ساتھ خاص ہے۔ گائے، بکری کی طرح پہلو کے بل لٹائی جاتی ہے اور ذبح کی جاتی ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ ہماری دلیل کہ بدنہ، بدانۃ سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے موٹاپا۔ تو موٹاپا دونوں میں پایا جاتا ہے، نیز گائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خون بہانے کے اعتبار سے اونٹ کی طرح ہی ہے قربانی گائے کی ہو تو اس میں سات حصص جائز ہیں جیسے اونٹ میں سات حصص جائز ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ کی حجت ہے۔ امام شافعی نے اس پر ان کی موافقت کی ہے یہ ہمارے مذہب میں نہیں ہے۔ ابن شجرہ نے حکایت کیا ہے۔ بکری کو بھی بدنہ کہا جاتا ہے۔ یہ شاذ قول ہے۔ البدن سے مراد اونٹ ہیں جو کعبہ کی طرف بھیجے جاتے ہیں اور الھدی کا لفظ عام ہے اس کا اطلاق اونٹ، گائے اور بکری پر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: من شعائر اللہ یہ نص ہے کہ یہ شعائر کا بعض ہیں۔ لکم فیہا خیر اس سے مراد وہ منافع ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ درست عموم ہے یعنی دنیا و آخرت کی خیر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فاذکروا اسم اللہ علیہا صوآف۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نحر کرو۔ صوآف جن کے پاؤں باندھے گئے ہوں اونٹ کھڑا ہوا نحر کیا جاتا ہے جبکہ اس کا ایک پاؤں باندھا گیا ہوتا ہے۔ اس وصف کی اصل گھوڑے میں ہے۔ کہا جاتا ہے: صفن الفرس فھو صافن جب گھوڑا تین پاؤں پر کھڑا ہو چوتھے پاؤں کا سم صرف لگائے ہوئے ہو۔ ل اونٹ کو جب وہ نحر کرنے کا ارادہ کرتے تو اس کا ایک پاؤں باندھ دیتے اور تین پاؤں پر کھڑا ہوتا۔ حسن، اعرج، مجاہد، زید بن اسلم اور حضرت ابو موسیٰ اشعری نے صوافی پڑھا ہے۔ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے وہ اس کے ساتھ ان کو نحر کرتے وقت کسی کو شریک نہیں کرتے۔ حسن سے صواف فاء کے کسرہ اور تنوین کے ساتھ مخففہ مروی ہے (1)۔ یہ پہلے لفظ کے معنی میں ہے لیکن بغیر قیاس کے تخفیفاً یاء حذف کی گئی ہے اور صواف جمہور کی قرات ہے۔ فاء کے فتحہ اور شد کے ساتھ یہ صف یصف سے مشتق ہے اس کا واحد صافۃ ہے اور صوافی کا واحد صافیۃ ہے۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور ابوجعفر، محمد بن علی نے صوافن نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ صافنۃ کی جمع ہے اس کا واحد صافن نہیں ہے کیونکہ فاعل کی جمع فواعل کے وزن پر نہیں، آتی سوائے مخصوص الفاظ کے جن پر قیاس نہیں کیا جاتا۔ وہ یہ الفاظ ہیں: فارس جمع فوارس، ھالك جمع ھوالك، خالف جمع خوالف۔ الصافنۃ وہ اونٹ جس کا ایک پاؤں باندھ کر اوپر کیا گیا ہوتا ہے تا کہ حرکت نہ کرے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الصفنت الجیاد۔ (ص)

عمرو بن کلثوم نے کہا: ترکنا الخیل عاکفۃ علیہ مقلدۃ اعنتہا صفونا

اور مروی ہے: تظل جیادہ نوحا علیہ مقلدۃ اعنتہا صفونا

اور ایک شاعر نے کہا: الف الصفون فما یزال کانہ مما یقوم علی الثلاث کسیرا

ابوعمروجرمی نے کہا: الصافن اگلے پاؤں میں ایک رگ ہے جب گھوڑے کو مارا جاتا ہے تو وہ پاؤں اٹھالیتا ہے۔
اعشی نے کہا: وکل کمیت کجذع السحوق یرمن الفناء اذا ما صفن
ابن وہب نے کہا: ابن ابی ذئب نے مجھے بتایا کہ ابن شہاب سے انہوں نے الصواف کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: تو اس کو باندھے پھر اس کا وصف بیان کرے۔ حضرت مالک بن انس نے مجھے اسی کی مثل بتایا۔ علماء اس کے استحباب کے قائل ہیں مگر امام ابوحنیفہ اور ثوری ان کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنا بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ عطا نے شاذ قول کہا ہے، اس نے مخالفت کی ہے اور بٹھا کر نحر کرنے کو مستحب کہا ہے۔ صحیح قول جمہور کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فاذا وجبت جنبوبھا اس کا معنی ہے نحر ہونے کے بعد جب وہ گر جائیں۔ اسی سے ہے: وجبت الشمس سورج غروب ہوا۔ صحیح مسلم میں زیادہ بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے وہ اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اس کو کھڑا کرو ایک پاؤں باندھو یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ابوداؤد نے ابوزبیر سے انہوں نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور مجھے عبدالرحمن بن سابط نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اونٹوں کو اس طرح نحر کرتے تھے کہ ان کا بایاں پاؤں باندھا ہوتا تھا اور تین پاؤں پر کھڑے ہوتے تھے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حج، بیروت)

بَابٌ فِي الْإِشْعَارِ

باب: (قربانی کے جانور پر) نشان لگانا

1752 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ دَعَا بِبَدَنَةٍ فَأَشْعَرَهَا مِنْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْأَيْمَنِ، ثُمَّ سَلَتَ عَنْهَا الدَّمَ وَقَلَّدَهَا بِنَعْلَيْنِ، ثُمَّ أُتِيَ بِرَاحِلَتِهِ فَلَمَّا قَعَدَ عَلَيْهَا وَاسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ.

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے اونٹ کو منگوایا اور اس کی کوہان کے دائیں طرف نشان لگا کر اس کا خون وہیں لگا دیا اور اس کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈال دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری لائی گئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھ گئے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر میدان میں کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا تلبیہ پڑھنا شروع کیا۔

فقہاء احناف کے نزدیک اشعار کرنے کا بیان

علامہ سرخسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اشعار کرنا مکروہ ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اشعار کرنا اچھا عمل ہے۔ لیکن جب وہ اشعار کو چھوڑ دیتا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔
اشعار کی تعریف یہ ہے کہ نشتر یا تیز دھار دار چیز سے اونٹ کے کوہان کو دونوں اطراف میں سے کسی ایک جانب سے کھال کو

اتنا کاٹا جائے کہ اس کا خون نکل آئے اور پھر اس خون کو اس کی کوہان کے ساتھ مل دیا جائے۔ اسے اشعار کہتے ہیں۔ اسی ہدی کی نشانی قائم ہوتی ہے۔ کیونکہ اشعار کا معنی اعلام ہے۔

ابن ابی یعلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ کوہان کی بائیں جانب سے کاٹا جائے گا کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ہاتھوں سے اونٹوں کا اشعار کیا اور ان کو کوہان کی بائیں طرف سے کاٹ دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح کا اشعار روایت کیا گیا ہے۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک اشعار مکروہ نہیں ہے کیونکہ جب کثیر احادیث سے اشعار ثابت ہے۔ حضرت امام اعظم نے صرف اپنے دور کے لوگوں کو اس وجہ سے منع کیا تھا کہ لوگ گہرا چھرا گھونپ دیتے تھے جس کی وجہ سے اونٹ کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا تھا۔ کیونکہ انہیں اشعار کا صحیح طریقہ ہی نہیں آتا تھا۔ البتہ جو لوگ اشعار کرنا جانتے ہیں ان کے لئے اونٹ کی کھال وغیرہ کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔ (مبسوط ج ۴، ص ۱۴۰، بیروت)

1753 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، بِهٰذَا الْحَدِيْثِ بِمَعْنٰى اَبِي الْوَلِيدِ، قَالَ: ثُمَّ سَلَتَ الدَّمَ بِيَدِهِ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ هَمَّامٌ، قَالَ: سَلَتَ الدَّمَ عَنْهَا بِاُصْبُعِهِ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا مِنْ سُنَنِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ الَّذِي تَفَرَّدُوا بِهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے اس کے خون کو (اس کی کوہان پر) لگایا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ہمام نے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''آپ ﷺ نے اپنی انگلی کے ذریعے اس کے خون کو لگایا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اہل بصرہ کی ان روایات میں سے ایک ہے جسے نقل کرنے میں وہ منفرد ہیں۔

1754 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، اَنَّهُمَا قَالَا: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَهُ وَاَحْرَمَ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان بیان کرتے ہیں: حدیبیہ کے سال نبی اکرم ﷺ روانہ ہوئے۔ جب آپ ﷺ ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنی قربانی کے جانور کو ہار پہنایا اس کا اشعار کیا اور احرام باندھا' پھر تلبیہ پڑھنا شروع کیا۔

1755 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، وَالْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْدٰى غَنَمًا مُقَلَّدَةً

۞۞ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لئے بکریاں بھیجیں جن کے گلے میں ہار تھے۔

تقلید کی تعریف واحکام کا بیان

اور تقلید کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بدنہ کی گردن پر اپنے نعل کا ٹکڑا یا لوٹے کا دستہ یا درخت کی ٹہنی باندھ دے۔ اگر اس نے بدنہ کو قلادہ پہنایا اور اس کو بھیج دیا لیکن خود نہ گیا تو وہ محرم نہ ہوگا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی کے قلادہ کو گرہ باندھتی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدی کو بھیج دیا اور خود بغیر احرام کے اپنے اہل میں ٹھہرے۔ اس کے بعد اگر وہ خود بھی متوجہ ہوا تو محرم نہ ہوگا حتیٰ کہ ہدی کے جانور کو جا ملے۔ اس لئے کہ جب وہ روانہ ہوا تو اس وقت اس کے سامنے ہدی نہ تھی جس کو وہ لے جائے لہٰذا یہاں اس کے پاس سوائے نیت کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور خالی نیت سے تو محرم نہیں ہوتا۔ پھر جب اس نے ہدی پائی اور اس کو وہ لے گیا یا صرف ہدی پائی تو اس صورت میں اس کی نیت ایسے عمل کے ساتھ ملنے والی ہے جو احرام کے خصائص میں سے ہے۔ پس وہ محرم ہوگیا۔ جس طرح اگر کسی نے شروع میں ہدی کو چلایا۔

جب اس نے بدنہ متعہ کہا تو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہی محرم ہو جائے گا۔ یعنی جب اس نے احرام کی نیت کی ہو۔ اور یہ استحسان ہے اور اس میں قیاس کی وہی دلیل ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی ہدی کو شریعت نے مناسک حج میں ایک قربانی بنا کر وضع کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ ہدی مکہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور قربانیاں حج وعمرہ جمع کرنے میں بطور شکر واجب ہیں۔ اور ہدی تمتع کے سوا بھی جنایت کے طور پر بھی واجب ہوتی ہے۔ اگرچہ اس میں تکرار نہیں۔ اسی لئے تمتع کی ہدی میں توجہ پر اکتفاء کیا ہے اور تمتع کے سوا میں ہدی فعل کی حقیقت پر موقوف ہے۔ (ہدایہ، کتاب حج، لاہور)

اشعار وتقلید کے مستحسن ہونے میں ائمہ وفقہاء کا اجماع

اس فقہی مسئلہ کی طرف آیئے، جمہور ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اشعار یعنی جانور کو اس طرح زخمی کرنا سنت ہے لیکن جسم یعنی بکری، دنبہ اور بھیڑ میں اشعار کو ترک کر دینا چاہئے کیونکہ یہ جانور بہت کمزور ہوتے ہیں ان جانوروں کے لئے صرف تقلید یعنی گلے میں ہار ڈال دینا کافی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تقلید تو مستحب ہے لیکن اشعار مطلقاً مکروہ ہے خواہ بکری وچھترہ ہو یا اونٹ وغیرہ علماء حضرت امام اعظم کی اس بات کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ حضرت امام اعظم مطلق طور پر اشعار کی کراہت کے قائل نہیں تھے بلکہ انہوں نے صرف اپنے زمانے کے لئے اشعار کو مکروہ قرار دیا تھا کیونکہ اس وقت لوگ اس مقصد کے لئے ہدی کو بہت زیادہ زخمی کر دیتے تھے جس سے زخم کے سرایت کر جانے کا خوف ہوتا تھا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ کی مسجد میں پڑھی جب کہ باب صلوٰۃ السفر کی پہلی حدیث میں جو بخاری ومسلم نے روایت کی ہے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز تو مدینہ ہی میں پڑھ لی تھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی۔ لہٰذا ان دونوں روایتوں کے تضاد کو یوں دور کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز تو مدینہ ہی میں پڑھی تھی مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چونکہ مدینہ میں ظہر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہیں پڑھی ہوگی اس لئے جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذوالحلیفہ میں نماز پڑھتے دیکھا تو یہ گمان کیا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ظہر کی نماز پڑھ رہے ہیں اسی لئے انہوں نے یہاں یہ بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لئے لبیک کہی) سے یہ نہ سمجھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعۃً صرف حج ہی کے لئے لبیک کہی بلکہ یہ مفہوم مراد لیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کے لئے لبیک کہی کیونکہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت نے اس بات کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ کے لئے لبیک کہتے سنا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر راوی نے یا تو عمرہ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اصل چونکہ حج ہی ہے اس لئے صرف اسی کے ذکر پر اکتفاء کیا یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دونوں کے لئے لبیک کہی تو راوی نے صرف حج کو سنا عمرہ کا ذکر نہیں سنا۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بکریوں کو بطور ہدی خانہ کعبہ کو بھیجا اور ان کے گلے میں ہار ڈالا۔ (بخاری ومسلم)

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بکریوں میں اشعار یعنی ان کو زخمی کرنا مشروع نہیں ہے البتہ ان میں تقلید یعنی ان کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے لیکن اس بارے میں حضرت امام مالک کا اختلافی قول ہے۔

بَابُ تَبْدِيلِ الْهَدْيِ

باب: قربانی کے جانور کو تبدیل کرنا

1756 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو عَبْدِ الرَّحِيمِ خَالِدُ بْنُ أَبِي يَزِيدَ، خَالُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، رَوَى عَنْهُ حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ جَهْمِ بْنِ الْجَارُودِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَهْدَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نَجِيبًا فَأُعْطِيَ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِينَارٍ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَهْدَيْتُ نَجِيبًا فَأُعْطِيتُ بِهَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِينَارٍ، أَفَأَبِيعُهَا وَأَشْتَرِي بِثَمَنِهَا بُدْنًا، قَالَ: لَا انْحَرْهَا إِيَّاهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا لِأَنَّهُ كَانَ أَشْعَرَهَا

سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قربانی کے لئے بختی اونٹ بھیجا تھا۔ جس کے لئے انہیں تین سو دینار کی پیشکش کی گئی تھی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے ایک بختی اونٹ قربانی کے لئے بھیجا ہے جس کے لئے مجھے تین سو دینار کی پیشکش کی گئی ہے۔ کیا میں اسے فروخت کر کے قربانی کے لئے مزید جانور خریدوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں تم اسے ہی ذبح کرو۔

(امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس کا اشعار کر چکے تھے۔

بَابُ مَنْ بَعَثَ بِهَدْيِهِ وَأَقَامَ

باب: جو شخص قربانی کے جانور (مکہ) بھجوا دے اور خود (اپنے شہر میں) مقیم رہے

1757 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي، ثُمَّ أَشْعَرَهَا، وَقَلَّدَهَا، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلًّا۔

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے لئے ہار تیار کئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اشعار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہار پہنائے پھر انہیں بیت اللہ کی طرف روانہ کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مدینہ منورہ میں مقیم رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسی کوئی چیز حرام قرار نہیں دی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال تھی (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت احرام کی پابندیاں عائد نہیں ہوئیں)

1758 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ، حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ، ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے قربانی کے جانور بھجوائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے لئے ہار میں نے خود تیار کئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کسی چیز سے اجتناب نہیں کیا' جس سے احرام والا شخص اجتناب کرتا ہے۔

1759 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ، زَعَمَ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا جَمِيعًا وَلَمْ يَحْفَظْ حَدِيثَ هٰذَا مِنْ حَدِيثِ هٰذَا، وَلَا حَدِيثَ هٰذَا مِنْ حَدِيثِ هٰذَا، قَالَا: قَالَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَدْيِ فَأَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا بِيَدِي، مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدَنَا، ثُمَّ أَصْبَحَ فِينَا حَلَالًا يَأْتِي مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے وہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور بھجوائے۔ میں نے ان کے لئے ہار تیار کئے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں اسی طرح حالت احرام کے بغیر رہے' جس طرح پہلے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دوران اپنی اہلیہ کے ساتھ وظیفۂ زوجیت ادا کرتے تھے' جس طرح کوئی شخص ادا کرتا ہے۔

بَابٌ فِي رُكُوبِ الْبُدْنِ

باب: قربانی کے جانور پر سوار ہونا

1760 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً، فَقَالَ: ارْكَبْهَا، قَالَ: إِنَّهَا بَدَنَةٌ، فَقَالَ: ارْكَبْهَا وَيْلَكَ - فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کے جانور کو ہانک کر لے جارہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے عرض کی: یہ قربانی کا جانور ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ۔ دوسری یا تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لکم فیھا منافع** یعنی تمہارے لیے اونٹوں میں منافع ہیں سوار ہونا، دودھ حاصل کرنا، نسل بڑھانا، اون حاصل کرنا وغیرہ جب ان کا مالک ان کو بطور ہدی نہ بھیجے۔ جب وہ انہیں بطور ہدی بھیجے تو اس کے لیے مدت متعین ہے؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: جب اونٹ بطور ہدی بھی ہو جائیں تو ضرورت کے وقت ان پر سوار ہونا اور اس کے بچے سے جو دودھ بچے اس کے لیے منافع ہیں۔

صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اونٹ لے جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: "اس پر سوار ہوجا" اس نے عرض کی: حضور! یہ بدنہ ہے۔ فرمایا: "سوار ہوجا" اس نے پھر کہا: حضور! یہ بدنہ ہے۔ فرمایا: "سوار ہوجا تیرے لیے ہلاکت ہو" یہ دوسری یا تیسری مرتبہ فرمایا:

(3) حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے اور ہدی پر سوار ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جب تمہیں ضرورت ہو تو معروف طریقہ پر اس سوار ہو حتیٰ کہ تم دوسری سواری پالو" الاجل المسمی سے مراد اس قول کی بنا پر ان کو نحر کرنا ہے۔ یہ عطاء بن ابی رباح کا قول ہے۔

قربانی کے جانور پر سوار ہونے میں فقہاء کے اقوال کا بیان

بعض علماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "تو اس پر سوار ہوجا" کی وجہ سے بدنہ کی سواری کے وجوب کی طرف گئے اور جنہوں نے اس ارشاد کے ظاہر کو لیا ہے ان میں امام مالک بغیر مجبوری کے اس پر سواری نہیں کرتے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے کیونکہ وہ مقید ہے اور مقید، مطلق پر غالب ہوتا ہے۔ اسی طرح امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے بھی کہا ہے، اور پھر جب ضرورت کی وجہ سے سوار ہوگا تو ضرورت پوری ہونے پر اتر جائے گا؛ یہ اسماعیل قاضی کا قول ہے۔ یہی وہ بات ہے جس پر امام مالک کا مذہب دلالت کرتا ہے۔ یہ اس کے برعکس ہے جو ابن قاسم نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اترنا لازم نہیں اور ان کی دلیل نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی سواری کو مباح قرار دینا ہے۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: اذا لجئت الیہا حتی تجد ظھرا۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے قول کی حجت پر دلالت کرتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح جو اسماعیل قاضی نے امام مالک کا مذہب بیان کیا ہے اس کی صحت پر دال ہے اور صراحتہ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو فرمایا: "تو سوار ہو" امام ابو حنیفہ اور امام شافعی نے فرمایا: مباح سوار ہونا بھی اس کی کمی ونقصان کا باعث ہو تو اس پر اس کی قیمت ہے اور اسے صدقہ کرے۔

1761 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ، إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا

❁❁ ابوزبیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے قربانی کے جانور پر سوار ہونے کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے۔

"مجبوری کے عالم میں تم اس پر سوار ہو سکتے ہو یہاں تک کہ جب تمہیں سواری مل جائے (تو تم اس پر سوار نہ ہو)"

ھدی پر سوار ہونے کے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

الحج: ۳۳ میں فرمایا: تمہارے لئے ان مویشیوں میں مدت معین تک فوائد ہیں پھر ان کو ذبح کرنے کا مقام قدیم گھر کی طرف ہے۔

ان مویشیوں کے فوائد سے مراد ہے اونٹوں پر سوار ہونا، اونٹنیوں کا دودھ پینا، ان کی نسل بڑھانا اور ان کے اون اور بالوں کو کام میں لانا بہ شرطیکہ ان مویشیوں کے مالک نے ان کو ھدی (قربانی جانور) نہ قرار دیا ہو۔ حج یا عمرہ کرنے الاجس جانور کو اپنے ساتھ اس نیت سے لے جائے کہ اس کو حرم میں ذبح کیا جائے گا تو اس کو ھدی کہتے ہیں۔ جب کسی جانور کو ھدی کے لئے نامزد کر دیا جائے تو پھر بغیر کسی مجبوری کے اس جانور سے کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں ہے مثلاً اونٹ کو ھدی بنا کر ساتھ لیا اور خود پیدل چل رہا ہے، سواری کے لئے کوئی اور جانور نہیں اور پیدل چلنا اس پر دشوار ہو تو مجبور اور ضرورت کی وجہ سے اس ھدی پر اس کا سوار ہونا جائز ہے۔

حضرت ابن عباس اور مجاہد نے فرمایا اونٹ یا اونٹنی کو بدنہ اور ھدی قرار دینے کے بعد اس کا دودھ پینے، اس پر سوار ہونے اور دیگر فوائد ختم ہو جاتے ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: 19,19019-19,20-12922,21)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص بدنہ کو کھینچ کر لے جا رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا، اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا یہ بدنہ (قربانی کا اونٹ) ہے آپ نے دو یا تین بار فرمایا تم پر افسوس ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث 1689 صحیح مسلم رقم الحدیث: 1322 سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 1760، سنن نسائی رقم الحدیث: 2799)

امام مالک، امام احمد اور غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے بھی بدنہ اور ھدی پر سوار ہو سکتا ہے بہ شرطیکہ اس کو ضرر نہ ہو، اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ بغیر ضرورت کے ھدی پر سوار نہ ہو ان کی دلیل حسب

ذیل حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ھدی پر سوار ہونے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: تم مجبوری کی حالت میں اس پر سوار ہو سکتے ہو حتیٰ کہ تمہیں کوئی اور سواری مل جائے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:1324 سنن ابوداؤد رقم الحدیث:1761 سنن النسائی رقم الحدیث:2802)

بَابٌ فِي الْهَدْيِ إِذَا عَطِبَ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ

باب: قربانی کا جانور جب اپنی منزل پر پہنچنے سے پہلے تھک جائے

1762 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ نَاجِيَةَ الْأَسْلَمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهُ بِهَدْيٍ فَقَالَ: إِنْ عَطِبَ مِنْهَا شَيْءٌ فَانْحَرْهُ، ثُمَّ اصْبُغْ نَعْلَهُ فِي دَمِهِ، ثُمَّ خَلِّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ

❁❁ حضرت ناجیہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہمراہ قربانی کا جانور بھجوایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر ان میں سے کوئی تھک جائے (اور ہلاک ہونے کے قریب ہو) تو تم اسے قربان کر دینا پھر اس کے جوتے، اس کے خون میں لت پت کر کے اسے لوگوں کے لئے چھوڑ دینا''۔

1763 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، وَهَذَا حَدِيثُ مُسَدَّدٍ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ مُوسَى بْنِ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُلَانًا الْأَسْلَمِيَّ، وَبَعَثَ مَعَهُ بِثَمَانِ عَشْرَةَ بَدَنَةً، فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ أُزْحِفَ عَلَيَّ مِنْهَا شَيْءٌ قَالَ: تَنْحَرُهَا، ثُمَّ تَصْبُغُ نَعْلَهَا فِي دَمِهَا، ثُمَّ اضْرِبْهَا عَلَى صَفْحَتِهَا، وَلَا تَأْكُلْ مِنْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِكَ - أَوْ قَالَ - مِنْ أَهْلِ رُفْقَتِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ قَوْلُهُ وَلَا تَأْكُلْ مِنْهَا أَنْتَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ رُفْقَتِكَ وَقَالَ: فِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ، ثُمَّ اجْعَلْهُ عَلَى صَفْحَتِهَا مَكَانَ اضْرِبْهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ: إِذَا أَقَمْتَ الْإِسْنَادَ وَالْمَعْنَى كَفَاكَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں اسلمی کو بھجوایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ قربانی کے اٹھارہ جانور بھجوائے۔ اس شخص نے عرض کی: اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے؟ اگر ان میں سے کوئی آگے جانے کے قابل نہ رہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو تم اسے قربان کر دینا اور اس کے جوتوں کو اس کے خون میں لت پت کر کے اس کی کوہان پر نشان لگا دینا' البتہ تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی شخص اس کا گوشت نہ کھائے''۔ (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کے ان الفاظ کو نقل کرنے میں یہ راوی منفرد ہے۔ "تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی بھی اسے نہ کھائے"۔

عبدالوارث کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: "تم اسے (یعنی اس کے جوتے کو) اس کے پہلو پر لگانا"۔

ایک روایت الفاظ کچھ مختلف ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوسلمہ کہتے ہیں: جب سند اور مفہوم درست ہوں تو تمہارے لئے یہ کافی ہے۔

قربانی کے دن کی فضیلت کا بیان

1764 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، وَيَعْلَى ابْنَا عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَحَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ فَنَحَرَ ثَلَاثِينَ بِيَدِهِ، وَأَمَرَنِي فَنَحَرْتُ سَائِرَهَا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قربانی کے جانور قربان کئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس اونٹ اپنے دست مبارک کے ذریعے قربان کئے اور باقی کے بارے میں مجھے ہدایت کی تو میں نے انہیں قربان کر دیا۔

1765 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، وَهَذَا لَفْظُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ لُحَيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرْطٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمُ النَّحْرِ، ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ. قَالَ عِيسَى، قَالَ ثَوْرٌ: وَهُوَ الْيَوْمُ الثَّانِي، وَقَالَ: وَقُرِّبَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ أَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيَّتِهِنَّ يَبْدَأُ، فَلَمَّا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا، قَالَ: فَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ خَفِيَّةٍ لَمْ أَفْهَمْهَا، فَقُلْتُ: مَا قَالَ؟ قَالَ: مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا دن قربانی کا دن ہے اور اس سے اگلا دن ہے"۔

عیسیٰ نامی راوی کہتے ہیں: ثور نے یہ بات بیان کی ہے۔ اس سے مراد (قربانی سے) اگلا دن ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قربانی کی پانچ یا چھ اونٹنیاں پیش کی گئیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے آنے کی کوشش کرنے لگیں۔ جب وہ سب پہلو کے بل گر پڑیں (یعنی قربان ہوگئیں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پست آواز میں کچھ ارشاد فرمایا: جو مجھے سمجھ نہیں آیا۔ میں نے دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاہے ان کا گوشت کاٹ کر لے جائے۔

1766 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَزْدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ غُرْفَةَ بْنَ

الْحَارِثِ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُتِيَ بِالْبُدْنِ فَقَالَ: ادْعُوا لِي أَبَا حَسَنٍ فَدُعِيَ لَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. فَقَالَ لَهُ: خُذْ بِأَسْفَلِ الْحَرْبَةِ وَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَعْلَاهَا. ثُمَّ طَعَنَا بِهَا فِي الْبُدْنِ فَلَمَّا فَرَغَ رَكِبَ بَغْلَتَهُ وَأَرْدَفَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

⊛⊛ حضرت عرفہ بن حارث کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر میں نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا۔ آپ ﷺ کے پاس قربانی کے جانور لائے گئے' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوالحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا گیا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم نیزے کو نیچے کی طرف سے پکڑو۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اسے اوپر کی طرف سے پکڑا پھر ان دونوں حضرات نے ان اونٹوں کو اس کے ذریعے نحر کیا۔ جب آپ ﷺ اس سے فارغ ہوئے' تو اپنے خچر پر سوار ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے خون اور ان کے گوشت اللہ کے پاس ہرگز نہیں پہنچتے لیکن تمہارا تقویٰ اس کے پاس پہنچتا ہے، اسی طرح اس نے ان مویشیوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اللہ کی ہدایات کے مطابق اس کی بڑائی بیان کرو اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دیجیے۔ بے شک اللہ ایمان والوں کی مدافعت کرتا ہے، بے شک اللہ کسی خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔ (الحج 37-38)

آیت مذکورہ کا شان نزول

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی المتوفی 597ھ لکھتے ہیں: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین جب کسی جانور کو ذبح کرتے تھے تو اس کا خون کعبہ کی دیواروں پر چھڑکتے تھے، ان کو دیکھ کر مسلمانوں نے بھی اس طرح کرنے کا ارادہ کیا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کو ابوصالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ مفسرین نے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس قربانی کے جانوروں کا خون اور گوشت نہیں پہنچایا جاتا، اس کے پاس صرف تقویٰ پہنچایا جاتا ہے اور جس عمل سے صرف اللہ کی رضا کا ارادہ کیا جائے اور اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اگر اللہ کا تقویٰ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کسی جانور کے خون اور گوشت کو قبول نہیں فرماتا اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جب کسی عمل کی نیت صحیح نہ ہو تو اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(زادالمسیر ج ۵ ص 434 مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، 1407ھ)

قربانی کی دعا ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد مانگی جائے نہ کہ ذبح کرنے کی حالت میں

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا چاہئے اور اس کی تکبیر پڑھنا چاہیے۔

حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عیدالاضحیٰ کے موقع پر حاضر ہوا آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کرلیا وہ دوبارہ ذبح کرے اور جس نے ابھی تک ذبح نہیں کیا وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: 1960)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاضحیٰ کو دو سینگوں والے سرمئی رنگ کے خصی مینڈھے ذبح کئے جب آپ نے ان کا منہ قبلہ کی طرف کر کے ان کو لٹا دیا تو یہ دعا پڑھی:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض علی ملة ابراهيم حنيفا وما انا من المشركين ان صلاتی و نسكی و محيای و مماتی الله رب العلمين لاشريك له و بذالك امرت و انا من المسلمين اللهم منك ولك عن محمد و امته بسم الله والله اكبر۔ میں اپنا رخ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ میں ابراہیم کی ملت پر ہوں دراں حالیکہ میں باطل مذاہب سے اعراض کرنے والا ہوں اور میں مشرکین سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العلمین کے لئے ہے۔ (اے اللہ!) تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! یہ قربانی تیری توفیق سے اور تیرے لئے ہے محمد اور اس کی امت کی طرف سے اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد آپ نے ان کو ذبح کر دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:2795 سنن الترمذی رقم الحدیث:1521 سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:1321)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ذبح کرنے سے پہلے اپنی اور امت کی طرف سے قربانی کے مقبول ہونے کی دعا کی۔

عروۃ بن الزبیر حضرت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا جس کی ٹانگیں سیاہ ہوں اور اس کا پچھلا حصہ سیاہ ہو اور اس کی آنکھیں سیاہ ہوں، آپ کے پاس وہ مینڈھا قربانی کے لئے لایا گیا پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا چھری لاؤ پھر فرمایا اس کو پتھر سے تیز کرو۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پس میں نے ایسا کیا پھر آپ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا پھر اس کو ذبح کیا پھر یہ دعا کی:

باسم الله اللهم تقبل من محمد وال محمد ومن امة محمد۔ اللہ کے نام سے، اے اللہ اس قربانی کو محمد اور آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:1967، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:2792)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ذبح کرنے کے بعد اپنے اور اہل بیت اور امت کی طرف سے قربانی کے قبول ہونے کی دعا کی۔

علامہ ابوعبداللہ مالکی قرطبی نے لکھا ہے کہ ذبح کرنے والے کا یہ کہنا اللهم تقبل منی جائز ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ان کے خلاف وہ حدیث حجت ہے جو صحیح مسلم میں ہے، آپ نے فرمایا بسم الله اللهم تقبل من محمد وال محمد و من امة محمد۔ (الجامع لاحکام القرآن جز۶ ص63 مطبوعہ دارالفکر بیروت، 1415ھ)

اسی طرح علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی 676ھ نے صحیح مسلم کی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ذبح کرنے والا، ذبح کرنے کے حال میں بسم اللہ اللہ اکبر کے ساتھ کہے: اللهم تقبل منی اے اللہ میری طرف سے

قبول فرما اور یہ ہمارے اور حسن کے نزدیک مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اس کو مکروہ کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ بدعت ہے۔(شرح مسلم للنواوی ج۹ ص5394 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ،1417ھ)

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے صحیح نہیں لکھا۔ کوئی مسلمان بھی اللہ سے دعا کرنے کو مکروہ نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ امام اعظم ابوحنیفہ اللہ سے دعا کرنے کو مکروہ کہیں اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مینڈھے کو ذبح کیا اور اس کے بعد اپنے اور اہل بیت اور امت کے لئے دعا کی، اور امام ابوحنیفہ نے ذبح کرتے وقت دعا سے اس لئے منع کیا ہے کہ جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح نہ ہو جائے جب وہ ذبح کرتے وقت یہ دعا کرے گا اے اللہ! اس کو میری طرف سے میرے گھر والوں کی طرف سے اور تمام امت کی طرف سے قبول فرما تو ذبیحہ پر اللہ کے ساتھ غیر اللہ کا نام بھی بولا جائے گا۔ البتہ اگر چھری پھیرنے سے پہلے دعا کرے یا چھری پھیرنے کے بعد دعا کرے تو پھر یہ جائز ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ حج، لاہور)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: بسم اللہ پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ ذکر خالص ہو اور اس میں دعا کی آمیزش نہ ہو (الی قولہ) اور اگر اس نے اللہ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کو ملا کر ذکر کیا مثلاً بسم الله اللهم تقبل من فلان تو یہ مکروہ ہے۔ (الی قولہ) اور اگر اس نے فصل کر لیا۔ مثلاً ذبح کرنے سے پہلے دعا کر لی یا ذبح کرنے کے بعد دعا کر لی تو اب صحیح ہے کیونکہ اب ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ غیر اللہ کے نام کا اتصال نہیں ہوا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج۹ ص364,362 دار احیاء التراث العربی بیروت، 1417ھ)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر اس نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے اور اپنا یا کسی اور کا نام لینے میں صورۃً یا معنیً فصل کر لیا تو یہ جائز ہے۔ مثلاً اس نے جانور کو لٹایا پھر بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھ کر جانور ذبح کیا پھر دعا کی یا پہلے دعا کی پھر بسم اللہ پڑھ کر جانور کو ذبح کیا تو یہ جائز ہے اور حدیث میں ہے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر مینڈھا ذبح کیا پھر دعا کی۔

(رد المحتار ج۹ ص363۔364 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، 1417ھ)

بَابُ كَيْفَ تُنْحَرُ الْبُدْنُ

باب: اونٹوں کو کس طرح نحر کیا جائے گا

1767 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَابِطٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ كَانُوا يَنْحَرُونَ الْبَدَنَةَ مَعْقُولَةَ الْيُسْرَى قَائِمَةً عَلَى مَا بَقِيَ مِنْ قَوَائِمِهَا

1767- صحیح لغیرہ، وهذا اسناد يرويه ابن جريج، عن ابی الزبير، عن جابر موصولاً، الا ان ابن جريج وابا الزبير موصوفان بالتدليس وقد عنعنا. وروايةابن جريج عن عبدالرحمن بن سابط مرسلة. واخرجه البيهقي في "سننه" /2375 من طريق ابی داود، بهذا الاسناد.

حضرت عبدالرحمن بن سابط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اپنے قربانی کے اونٹوں کو یوں نحر کرتے تھے کہ ان کا بایاں پاؤں باندھا ہوا ہوتا تھا اور وہ باقی پاؤں پر کھڑا ہوتا تھا۔

1768 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، اَخْبَرَنَا يُونُسُ، اَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ جُبَيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ بِمِنًى فَمَرَّ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَنْحَرُ بَدَنَتَهُ وَهِيَ بَارِكَةٌ. فَقَالَ: ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ منیٰ میں موجود تھا وہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے قربانی کے اونٹ کو ایسی حالت میں نحر کرنے لگا تھا کہ وہ جانور بیٹھا ہوا تھا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اسے کھڑا کر کے باندھ کر (قربان کرنا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

البدن کا معنی

الحج:36 میں فرمایا: اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے۔

قربانی کے اونٹ کے لئے اس آیت میں البدن کا لفظ ہے۔ بدن کا معنی ہے جسم لیکن جثہ کے اعتبار سے جسم کو بدن کہا جاتا ہے اور رنگ کے اعتبار سے جسم کو جسد کہا جاتا ہے۔ جس عورت کا بدن بھاری ہو اس کو بادن اور بدین کہتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ نے فرمایا رکوع اور سجود میں مجھ پر سبقت نہ کرو کیونکہ میں اگر تم سے پہلے رکوع کروں تو تم مجھے پالو گے اور اسی طرح جب میں سر اٹھاؤں فانی قد بدنت کیونکہ اب میرا جسم بھاری ہو گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:619، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:963) اور قرآن مجید میں ہے: والبدن جعلنها لکم من شعائر الله. (الحج:36) اس آیت میں البدن بدنہ کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے وہ اونٹ جن کو قربانی کے لئے روانہ کیا جائے۔ (المفردات ج۱ ص50، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، 1418ھ)

آیا البدن میں گائے شامل ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ البدن کا اطلاق اونٹوں کے علاوہ گایوں پر بھی کیا جاتا ہے یا نہیں۔ حضرت ابن مسعود عطا اور امام شافعی کے نزدیک اس کا اطلاق گایوں پر نہیں کیا جاتا اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا اطلاق گایوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ کسی شخص نے بدنہ کی نذر مانی اور اس کو اونٹ نہیں ملے تو اب وہ اونٹوں کی جگہ گایوں کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک وہ گایوں کی قربانی نہیں کر سکتا، اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ اونٹوں کی جگہ گایوں کی قربانی کر سکتا ہے اور اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔ حدیث سے امام شافعی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پہلی ساعت میں جمعہ کی نماز کے لئے گیا اس نے گویا بدنہ کو صدقہ کیا اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا بقرۃ (گائے) کو صدقہ کیا۔ الحدیث (صحیح البخاری رقم الحدیث:881، صحیح مسلم رقم الحدیث:850)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدنہ اور بقرۃ کو الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدنہ صرف اونٹ کو کہتے ہیں اور اس کا اطلاق گائے پر نہیں ہوتا۔

نیز اس آیت میں ہے فاذا وجبت جنوبھا یعنی جب نحر کرتے وقت اونٹوں کو کھڑا کر کے ان کے سینہ کے بالائی حصہ پر نیزہ مارا جائے اور وہ اس کی ضرب سے پہلو کے بل گر کر ٹھنڈے ہو جائیں اور یہ وصف اونٹوں کا ہے، ان ہی کو کھڑا کر کے نحر کیا جاتا ہے، گایوں کا یہ وصف نہیں ہے کیونکہ ان کو زمین پر گرا کر ذبح کیا جاتا ہے نحر نہیں کیا جاتا، اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ اونٹوں کو بدنہ ان کی ضخامت کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور ضخامت اونٹوں اور گایوں دونوں میں پائی جاتی ہے۔ نیز خون بہا کر اللہ کا تقرب حاصل کرنے میں گائیں، اونٹوں کی مثل ہیں حتیٰ کہ گایوں اور اونٹوں دونوں میں قربانی کے سات حصے کئے جاسکتے ہیں اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گائے کی قربانی سات کی طرف سے ہو سکتی ہے اور اونٹ کی قربانی سات کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:2808)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ کی قربانی دی اور سات آدمیوں کی طرف سے گائے کی قربانی دی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:2809)

بدن اور ھدی میں یہ فرق ہے کہ بدن صرف اونٹوں کو کہتے ہیں جن کو قربانی کے لئے کعبہ کی طرف روانہ کیا جاتا ہے اور ھدی عام ہے، اونٹ، گائے اور بکری میں سے جس کو بھی قربانی کے لئے کعبہ کی طرف روانہ کیا جائے، وہ ھدی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1415ھ)

قربانی کھالوں کو تقسیم کرنے کا بیان

1769 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ يَعْنِي ابْنَ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَقْسِمَ جُلُودَهَا وَجِلَالَهَا، وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا شَيْئًا، وَقَالَ: نَحْنُ نُعْطِيهِ مِنْ عِنْدِنَا

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے اونٹوں کی قربانی کروں اور میں ان کے اوپر ڈالے جانے والے کپڑے اور ان کی کھالیں تقسیم کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ان میں سے کوئی بھی چیز قصاب کو (معاوضے کے طور پر) نہ دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم یہ (معاوضہ) اپنی طرف سے ادا کریں گے۔

قربانی کی کھالوں کو اجرت میں دینے کی ممانعت کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت فرمائی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کی خبر گیری کروں، ان کے گوشت کو خیرات کر دوں اور ان کی کھالیں اور جھولیں بھی صدقہ کر دوں، اور یہ کہ قصائی کو ان میں سے کوئی چیز (بطور مزدوری) نہ دوں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (مزدوری) ہم اپنے پاس سے دیں گے۔ (بخاری ومسلم)

اونٹوں سے مراد وہ اونٹ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں بطور ہدی مکہ مکرمہ لے گئے تھے اور جن کی تعداد سو تھی، اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ہدی کے جانور کی کھال، جھول اور مہار وغیرہ بھی خیرات کر دینی چاہئے، ان چیزوں کو قصائی کو مزدوری میں نہ دینا چاہئے ہاں اگر قصائی کو احساناً دیا جائے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

چاہے تو کھال ہی کسی کو صدقہ وخیرات کر دی جائے اور اگر اس کو فروخت کر کے جو قیمت ملے وہ صدقہ کر دی جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

ہدی کا دودھ نہ نکالنا چاہئے بلکہ اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا جائے تا کہ اس کا دودھ اترنا موقوف ہو جائے اور اگر دودھ نہ نکالنے سے جانور کو تکلیف ہو تو پھر دودھ نکال لیا جائے اور اسے خیرات کر دیا جائے۔

قربانی اللہ کی رضا کی لیے دی جاتی ہے اس لیے اس کی کھال اور گوشت وغیرہ بطور اجرت قصاب کو دینا منع ہے۔ اسی طرح کھال کو فروخت کر کے اس کے پیسے خود استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں کھال کا مشکیزہ وغیرہ بنا کر اس کو اپنے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

امام حاکم علیہ الرحمہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے قربانی کی کھال فروخت کی اس کی کوئی قربانی نہیں۔ (حاکم، المستدرک، ج ۲، ص ۳۸۹)

اس روایت کے مطابق کھال کو فروخت کر کے اپنے استعمال میں لانے کی ممانعت ہے۔ اسی طرح قصاب کی اس سے اجرت بھی جائز نہیں۔ سو قربانی کی کھال کو فروخت کرنا سخت ناپسند کیا گیا۔

آج کل بعض لوگ قربانی پر کثیر رقم خرچ کرتے ہیں مگر قصاب یا کسی شخص کو اجرت کے طور پر اس کی کھال یا گوشت دیتے ہیں یہ بالکل غلط ہے۔ سو قصاب کو اجرت اپنے پاس سے ادا کرنی چاہیے اور کھال یا اس کی قیمت کو مساکین وفقراء یا فلاحی کاموں میں خرچ کرنا چاہیے۔

قربانی کی کھالوں کو صدقہ کرنے میں فقہی احکام کا بیان

جہاں تک قربانی کے گوشت کا تعلق ہے، اس کا ذکر تو خود قرآن ہی میں موجود ہے کہ اس کو کھاؤ، کھلاؤ اور غریبوں کو دو:

فَكُلُوا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ. (الحج ۲۸:۲۲) پھر اس میں سے خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ فقیر کو بھی کھلاؤ۔"

اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ یہ نکتہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ اس میں فقیر کو دینے کا ذکر 'اٰتُوْا' یا 'تَصَدَّقُوْا' کے الفاظ کے ساتھ نہیں آیا ہے، بلکہ 'اَطْعِمُوْا' کے لفظ کے ساتھ آیا ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض کر لیا جائے کہ 'ایتاء' اور 'تصدق' کے الفاظ تملیک شخصی کے مفہوم کے لیے آتے ہیں، جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے تو کیا اطعام' کا لفظ بھی تملیک شخصی کے مفہوم کا حامل ہے؟ اگر ایک شخص اپنا قربانی کا گوشت پکا کر بہت سے غریبوں کو بلا کر ایک دعوت عام کی صورت میں کھلا دے تو کیا یہ اطعام نہ ہوگا؟ حالانکہ "فتح القدیر" کی تصریح کے مطابق اس صورت میں تملیک نہیں پائی گئی جس کو صدقات وزکوٰۃ کی شرط لازم قرار دیا گیا ہے۔

قربانی کی کھالوں کو ذاتی تصرف میں لانے والوں کا مؤقف وجواب

جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے، احادیث اور فقہا کی تصریحات سے ثابت ہے کہ بعینہ وہی حکم قربانی کی کھالوں کا بھی ہے، یعنی ایک شخص اپنی قربانی کی کھال خود اپنے کسی ذاتی مصرف میں بھی لاسکتا ہے، کسی کو ہبہ بھی کرسکتا ہے اور کسی محتاج اور غریب کو صدقہ بھی کرسکتا ہے۔ پس یہ بات ناجائز ہے کہ خسیسوں اور لئیموں کی طرح اس کو سرمایہ بنانے کی کوشش کرے۔

حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فقال انی کنت امرتکم ان لا تاکلوا لحوم الاضاحی فوق ثلاثة ایام لیسعکم. وانی احله لکم فکلوا ما شئتم ولا تبیعوا لحوم الهدی والاضاحی وکلوا وتصدقوا واستمتعوا بجلودها ولا تبیعوها .

(نیل الاوطار ۵/ ۱۳۷)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا کہ میں نے تم کو یہ حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھ چھوڑا کرو، یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ تم سب کے لیے کافی ہوسکے۔ اب میں اس کو تمھارے لیے جائز کرتا ہوں۔ پس تم اس کو جس طرح چاہو برتو، البتہ نذر یا قربانی کا گوشت بیچو نہیں۔ کھاؤ، خیرات کرو اور ان کی کھالوں سے فائدہ اٹھاؤ، البتہ ان کو بیچو نہیں۔"

اس حدیث سے واضح ہے کہ قربانی کے گوشت اور اس کی کھال کے مصرف میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص چاہتا ہے تو اس کو اپنے کسی ذاتی مصرف میں بھی لاسکتا ہے، لیکن اس کو سرمایہ بنانے کا ذریعہ نہ بنائے، بلکہ اس کو صدقہ کردے۔

فقہا کی تصریحات بھی اس کے متعلق یہی ہیں۔

امام شوکانی مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں: اور اس حدیث سے بیچے بغیر ان کھالوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نکلتی ہے۔ محمد بن حسن سے مروی ہے کہ اس کھال کے بدلہ میں آدمی گھر کے لیے چھلنی یا اس طرح کی گھریلو چیزوں میں سے کوئی چیز حاصل کرسکتا ہے، البتہ کھانے پینے کی کوئی چیز اس کے بدلہ میں نہ حاصل کرے۔ امام ثوری کہتے ہیں کہ اس کو بیچے نہیں، گھر کے لیے ڈول یا مشکیزہ بنالے۔"

حنفی فقہا کی تصریحات اس بارے میں یہ ہیں:

ولما جاز الاکل منها دل علی جواز الانتفاع بجلودها من غیر جهة البیع ولذالک قال اصحابنا یجوز الانتفاع بجلد الاضحیة وروی ذالک عن عمر وابن عباس وعائشة وقال الشعبی کان مسروق یتخذ مسک اضحیته مصلی ویصلی علیه. (احکام القرآن، ابوبکر جصاص ۳/ ۲۹۳)

"جب قربانی کا گوشت کھانا جائز ہوا تو یہ بات اس کی دلیل ہے کہ اس کی کھالوں سے آدمی فائدہ بھی اٹھاسکتا ہے، بشرطیکہ اس سے سرمایہ بنانے کی کوشش نہ کرے۔ اسی وجہ سے ہمارے علما کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کی کھال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ یہی بات حضرت عمر، حضرت ابن عباس، اور حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ مسروق اپنی قربانی کی کھال کی جائے نماز بنالیا کرتے اور اس پر نماز پڑھا کرتے۔"

غور فرمائیے کہ زکوٰۃ وصدقات کی تمام معروف اقسام میں سے ہے کوئی قسم ایسی جس میں آدمی کے لیے یہ سارے تصرفات جائز ہوں کہ وہ اس سے خود بھی فائدہ اٹھا سکے اور بلا امتیاز امیر وغریب، سید وغیر سید، کسی دوسرے کو بھی دے سکے اور اس کو صدقہ بھی کر سکے؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو آخر یہ بات کس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ وہ ساری شرطیں جو صدقات واجبہ کے لیے مقرر ہیں، وہ اس پر بھی لا کر چسپاں کر دی جائیں؟ ہم نے تھوڑی دیر کے لیے فرض کیا کہ تملیک ادائیگی زکوٰۃ کے لیے رکن کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن کیا قربانی کی کھال زکوٰۃ اور صدقہ ہے کہ اس پر سارے احکام صدقہ اور زکوٰۃ کے عائد کیے جائیں؟

میں نے تو مذکورہ بالا احادیث واقوال کی روشنی میں جو کچھ سمجھا ہے، وہ یہ ہے کہ قربانی کے گوشت اور اس کی کھالوں کا معاملہ صدقات وزکوٰۃ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے کے بجائے مکارم اخلاق، فیاضی اور احسان وتبرع سے تعلق رکھتا ہے، آدمی ان کو کھائے، کھلائے، خود برتے اور دوسروں کو ہدیے، تحفے اور صدقے کے طور پر دے۔ بس ان کو سینت کر رکھنے یا بیچ کر سرمایہ بنانے کی فکر نہ کرے۔ غربا اور محتاجوں کو اس میں سے پوری فیاضی کے ساتھ دے، بلکہ فضیلت یہی ہے کہ اگر خود ضرورت محسوس نہیں کرتا تو سب کچھ صدقہ کر دے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے:

عن علی ابن ابی طالب قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان اتصدق بلحومہا وجلودہا واجلتہا. (سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۴۱۴۵)

"حضرت علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ آپ کے قربانی کے اونٹوں کی قربانی کراؤں اور ان کے گوشت، ان کی کھالیں، یہاں تک کہ ان کے جھول سب صدقہ کر دوں۔"

قربانی کی کھالوں کے بارے میں حتمی حکم کا بیان

قربانی کھالوں کے بارے میں حدیث صدقہ ہی اس حکم کے لئے اصل ثابت ہوئی اور اسی حدیث کے پیش نظر ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اونٹوں کو نحر کرنے کا طریقہ

اس آیت میں فرمایا: پس تم ان کو قطار میں کھڑا کر کے (ان کو نحر کرنے کے وقت) اللہ کا نام لو۔ (الحج)

ابن ابی ذئب کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے الصواف (صف میں کھڑے ہوئے) کا معنی دریافت کیا۔ انہوں نے کہا پہلے تم اونٹوں کو باندھو پھر ان کو صف بہ صف کھڑا کرو، اور امام مالک نے بھی اسی طرح کہا اور باقی فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے سوا امام ابوحنیفہ کے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اونٹوں کو بٹھا کر اور کھڑا کر کے ہر طرح نحر کرنا جائز ہے (لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا۔) جمہور کی دلیل یہ آیت ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے جب اونٹ پہلو کے بل گر جائیں اور گرنا اسی وقت ہوگا جب پہلے اونٹ کھڑے ہوئے ہوں۔

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ایک شخص کے پاس گئے، وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا۔ حضرت ابن عمر نے کہا

اس اونٹ کو کھڑا کر دو اور یہ بندھا ہوا ہو پھر نحر کرو یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:1713، صحیح مسلم رقم الحدیث:1320، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:1368)

ابوالزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمن بن سابط رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اونٹ کو اس حال میں نحر کرتے تھے کہ اس کا الٹا پیر بندھا ہوا ہوتا تھا اور وہ اپنے باقی پیروں پر کھڑا ہوا ہوتا تھا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:1767)

امام مالک نے کہا اگر انسان کمزور ہو یا اس کو خطرہ ہو کہ اونٹ بھاگ جائے گا تو اس کو باندھ کر نحر کرنے میں کوئی حرج نہیں اور مختار یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے بغیر باندھے نحر کیا جائے اگر خطرہ ہو تو اونٹ کو باندھ دیا جائے اور کھڑا کرنے کے لئے اس کی کونچیں نہ اٹھائی جائیں۔ الا یہ کہ اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اس پر قوت نہیں پائے گا اور اس کی کونچیں اٹھا کر کھڑا کرنے سے افضل یہ ہے کہ اس کو بٹھا کر نحر کیا جائے۔ حضرت ابن عمر جب جوان تھے تو اس کے سینہ میں نیزہ مار کر اس کے کوہان سے نکال دیتے تھے اور جب ان کی عمر زیادہ ہوگئی تو وہ اونٹ کو بٹھا کر نحر کرتے تھے۔ ایک آدمی ان کے ساتھ نیزہ پکڑے ہوئے ہوتا تھا اور دوسرا آدمی اس کی نکیل پکڑے ہوئے ہوتا تھا اور گائے اور بکری کو لٹا کر ذبح کیا جاتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص 59-60 مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1415ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: اونٹوں کی گردن کے نچلے حصے میں نحر کرنا مستحب ہے اور ان کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: شتر مرغ، زرافہ، انٹ اور ہر لمبی گردن والے جانور کو ذبح کیا جائے گا۔ المضمرات میں مذکور ہے کہ سنت یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے اور گائے اور بکری کو لٹا کر ذبح کیا جائے۔

(الدرالمختار ورد المحتار ج ۹ ص 362، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1419ھ)

بَابٌ فِي وَقْتِ الْإِحْرَامِ

باب: احرام باندھنے کا وقت

1770 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُصَيْفُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَزَرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ: يَا أَبَا الْعَبَّاسِ، عَجِبْتُ لِاخْتِلَافِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِهْلَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَوْجَبَ. فَقَالَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ النَّاسِ بِذَلِكَ إِنَّهَا إِنَّمَا كَانَتْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةٌ وَاحِدَةٌ، فَمِنْ هُنَاكَ اخْتَلَفُوا، خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَلَمَّا صَلَّى فِي مَسْجِدِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْهِ أَوْجَبَ فِي مَجْلِسِهِ، فَأَهَلَّ بِالْحَجِّ حِينَ فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ، فَسَمِعَ ذَلِكَ مِنْهُ أَقْوَامٌ فَحَفِظْتُهُ عَنْهُ، ثُمَّ رَكِبَ فَلَمَّا اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ أَهَلَّ،

وَاَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْهُ اَقْوَامٌ، وَذٰلِكَ اَنَّ النَّاسَ اِنَّمَا كَانُوْا يَاْتُوْنَ اَرْسَالًا. فَسَمِعُوْهُ حِيْنَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ يُهِلُّ. فَقَالُوْا: اِنَّمَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ. ثُمَّ مَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا عَلَا عَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ. وَاَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْهُ اَقْوَامٌ. فَقَالُوْا: اِنَّمَا اَهَلَّ حِيْنَ عَلَا عَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ اَوْجَبَ فِيْ مُصَلَّاهُ. وَاَهَلَّ حِيْنَ اسْتَقَلَّتْ بِهِ نَاقَتُهُ. وَاَهَلَّ حِيْنَ عَلَا عَلٰى شَرَفِ الْبَيْدَاءِ. قَالَ سَعِيْدٌ: فَمَنْ اَخَذَ بِقَوْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَهَلَّ فِيْ مُصَلَّاهُ اِذَا فَرَغَ مِنْ رَكْعَتَيْهِ

⊛⊛ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابوعباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کے بارے میں اختلاف پر مجھے حیرت ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس وقت احرام باندھا تھا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اس بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ حج کیا تھا اسی وجہ سے ان لوگوں کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے کے لئے روانہ ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی محفل میں (حج کو) اپنے اوپر واجب کر لیا۔ (یعنی حج کرنے کی نیت کر لی یا اس کا تلبیہ پڑھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت سے فارغ ہونے کے بعد حج کا تلبیہ پڑھا جب لوگوں نے اسے سنا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سن کر اسے یاد کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تلبیہ پڑھنا شروع کیا کچھ لوگوں نے اس صورتحال کو پایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ مختلف گروہوں کی شکل میں (وقفے وقفے سے) آ رہے تھے۔ تو جن لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کھڑی ہوئی تھی انہوں نے یہ کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تلبیہ پڑھنا شروع کیا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کھڑی ہوئی تھی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام بیداء کے بلندی پر پہنچے تو اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ پڑھا۔ کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی صورت حال میں پایا تو انہوں نے یہ بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تلبیہ پڑھنا شروع کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان بیداء کے بلند حصے پر چڑھے تھے۔

سعید نامی راوی کہتے ہیں: اللہ کی قسم! انہوں نے اپنی جائے نماز پر ہی حج کی نیت کر لی تھی اور اس وقت تلبیہ پڑھا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کھڑی ہوئی تھی اور اس وقت تلبیہ پڑھا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیداء کی بلندی پر پہنچے تھے۔

سعید نامی راوی کہتے ہیں: جو شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر فتویٰ دیتا ہے تو وہ اپنی جائے نماز پر ہی دو رکعت سے فارغ ہونے کے بعد تلبیہ پڑھنا شروع کر دے گا۔

احرام باندھتے وقت غسل یا وضو کی فضیلت کا بیان

اور جب وہ احرام باندھنے کا قصد کرے تو وہ غسل کرے یا وضو کرے البتہ غسل کرنا افضل ہے۔ کیونکہ روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے لئے کیا ہے۔ (ترمذی، طبرانی، دارقطنی) لیکن یہ پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ

حائض کو حکم دیا جائے گا چاہے اس سے فرض واقع نہ ہو۔ لہٰذا وضو اس غسل کے قائم مقام ہو جائے گا جس طرح جمعہ میں ہوتا ہے۔ لیکن غسل کرنا افضل ہے کیونکہ صحیح معنوں میں پاکیزگی کا مفہوم غسل میں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اختیار کیا ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک غسل احرام کے استحباب کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام طبرانی نے اپنی معجم میں اور امام دارقطنی نے اپنی سنن میں حدیث نقل فرمائی ہے اور ان دونوں روایات میں یہ لفظ ہے کہ احرام کے لئے غسل کیا جائے گا۔ اور مسئلہ میں تمام احادیث قولی ہیں فعلی کوئی حدیث نہیں ہے لہٰذا ان احادیث کی مطابقت صاحب ہدایہ والی روایت کے ساتھ نہیں ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث کے مطابق ہے اور اس میں یہ ہے کہ غسل صفائی کو زیادہ کرتا ہے۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ غسل واجب نہیں ہے جبکہ داؤد ظاہری نے اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک واجب ہے۔

امام حسن بصری علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر وہ یہ غسل بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے وہ کرے۔ اور بعض اہل مدینہ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس کے ترک پر دم واجب ہے۔ جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ یہ غسل احرام کے لئے مستحب ہے۔

(البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳۵، حقانیہ ملتان)

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسلمہ، مالک، زید بن اسلم، ابراہیم بن عبداللہ بن حسنین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (محرم کے سر دھونے کے متعلق) مقام ابواء میں عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ کے درمیان اختلاف ہوا ابن عباس کا کہنا تھا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور مسور کہتے ہیں کہ محرم سر نہیں دھو سکتا پس مسئلہ دریافت کرنے کے لیے عبداللہ نے عبداللہ بن حسنین کو حضرت ایوب انصاری کے پاس بھیجا عبداللہ بن حسنین نے ابوایوب انصاری کو کنوئیں پر لگی ہوئی دو لکڑیوں کے بیچ میں ایک کپڑے کی آڑ میں غسل کرتے ہوئے پایا عبداللہ بن حسنین کہتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا میں عبداللہ بن حسنین ہیں مجھے عبداللہ بن عباس نے آپ سے یہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں اپنا سر کس طرح دھوتے تھے؟ (یہ سن کر) ابوایوب نے کپڑے پر ہاتھ رکھا اور سر اٹھایا یہاں تک کہ مجھے ان کا سر نظر آنے لگا پھر انہوں نے اسی شخص سے جوان پر پانی ڈال رہا تھا کہا تو پانی ڈال پس اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا اور انہوں نے اپنے سر کو ہاتھوں سے ملا اور ہاتھ آگے سے پیچھے کی طرف اور پیچھے سے آگے کی طرف لائے پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حج کا احرام باندھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا۔

(جامع الترمذی، أبواب الحج، باب ماجاء فی الاغتسال عند الاحرام، الحدیث ۸۳۱)

احرام میں استعمال ہونے والے کپڑوں کا بیان

اور وہ دو نئے کپڑے یا دھلے ہوئے پہنے، (۱) ازار (۲) چادر۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے احرام کے وقت ازار پہنا اور ایک چادر اوڑھی۔ (بخاری) کیونکہ احرام والے کو سلے ہوئے کپڑوں سے منع کیا گیا ہے۔ ستر کو چھپانا اور گرمی و سردی سے بچنا ضروری

ہے اور اس کا حصول اسی تعین سے ہوگا۔ البتہ نئے کپڑے پہننا افضل ہے کیونکہ پاکیزگی کے زیادہ قریب یہی ہے۔

احرام باندھنے کا مستحب طریقہ

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ احرام کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ غسل کرے، بدن سے میل اتارے، ناخن ترشوائے، خط بنوائے، موئے بغل و زیر ناف دُور کرے، سر مُنڈانے کی عادت ہو تو منڈائے ورنہ کنگھی کرے، تیل ڈالے، بدن میں خوشبو لگائے، پھر جامہ احرام پہن کر دو رکعت نماز بہ نیت سنت احرام پڑھے۔ پھر وہیں قبلہ رو بیٹھا دل و زبان سے نیت کرے۔ بآواز تین بار لبیک کہے۔ آسانی وقبول کی دعا مانگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، ج۱۰)

کندھے سے چادر باندھنے پر محرم کے فدیے میں فقہی مذاہب کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ محرم چادر اپنے کندھے سے نہ باندھے اور اگر اس نے اس طرح کیا ہے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اور علامہ قرطبی علیہ الرحمہ نے کہا ہے امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر فدیہ واجب ہے۔ ابونصر عراقی نے کہا ہے مکروہ ہے لیکن اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اسی طرح ابوثور، ابن منذر نے کہا ہے۔

علامہ نووی شافعی نے کہا ہے کہ ان کا قول شاذ ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محرم کو دیکھا جس نے کپڑا باندھا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو رسی کو اتار۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیے کا حکم نہیں دیا۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ج۵، ص۷۳، حقانیہ ملتان)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احرام کے لیے سلا ہوا لباس اتارا اور غسل کیا۔ (ترمذی، دارمی)

لباس اتارنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلے ہوئے کپڑے اپنے بدن سے اتار دیئے اور تہمد باندھ کر چادر اوڑھ لی جو احرام کے کپڑے ہیں چنانچہ احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا مثلاً کرتا، پائجامہ، ٹوپی عبا، قبا اور موزہ وغیرہ پہننا منع ہے۔ جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا احرام کے لئے غسل کرنا مسنون و افضل ہے، اگر غسل نہ ہو سکے تو پھر وضو پر اکتفا بھی جائز ہے حیض ونفاس والی عورت اور نابالغ بچوں کے لئے بھی غسل مسنون ہے۔

احرام کی وجہ تسمیہ

احرام کے معنی ہیں حرام کر دینا چونکہ حج کرنے والے پر کئی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں لہٰذا اس اظہار کے واسطے کہ اس وقت یہ چیزیں حرام ہوگئی ہیں ایک لباس جو صرف ایک چادر اور تہبند ہوتا ہے۔ بہ نیت حج یا عمرہ باندھا جاتا ہے جس کو احرام کہتے ہیں۔
حج اور عمرے کے لیے احرام باندھنا ضروری ہے۔ مرد کے لیے احرام کا لباس دو چادریں ہیں، وہ احرام کی حالت میں شلوار، قمیص نہیں پہن سکتا۔ اسی طرح اس کا سر بھی ننگا رہنا ضروری ہے۔ تاہم وہ ہر طرح کی جوتی اور موزے پہن سکتا ہے، اور

موزوں کو ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لے گا، جیسا کہ صحیح بخاری، حدیث: 1542 میں ہے۔ عورت کے احرام کے لیے مذکورہ چیزوں کی پابندی نہیں ہے وہ اپنے عام لباس ہی میں احرام باندھے گی، اس کے لیے سر کا اور ٹخنوں کا ننگا رکھنا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ عام حالات کی طرح اس حالت میں بھی سر اور ٹخنے اور جسم کے سارے حصوں کو ڈھک کر رکھے گی۔ البتہ احرام کی حالت میں اسے چہرے پر نقاب ڈالنے سے اور ہاتھوں میں دستانے پہننے سے منع کیا گیا ہے لیکن یہ حالت اس وقت ہوگی جب مردوں کا سامنا نہ ہو۔ اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب ہمارا سامنا مردوں سے ہوتا تو ہم اپنے چہروں کو چھپالیتیں۔

(سنن ابی داؤد، المناسک)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا بیان

اور اگر اس کے ہاں مہیا ہو تو خوشبو لگائے۔ اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کے لئے خوشبو لگانا مکروہ ہے کیونکہ اس کی ذات احرام کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ وہ شخص احرام کے بعد بھی اس خوشبو سے فائدہ حاصل کرنے والا ہے۔ اس قول مشہور کی دلیل حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کو خوشبو لگاتی تھی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے لگایا کرتی تھی۔ (بخاری و مسلم) اور جس سے روکا گیا ہے وہ احرام کے بعد خوشبو لگانا ہے۔ البتہ بقیہ اس کے تابع ہونے کی طرح ہیں۔ کیونکہ بدن تو ملا ہوا ہوتا ہے بہ خلاف کپڑے کے کہ وہ ملا ہوا نہیں ہوتا۔

احرام میں خوشبو لگانے سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے لیے احرام باندھنے سے پہلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے نکلنے کے لیے طواف کعبہ سے پہلے خوشبو لگاتی تھی اور ایسی خوشبو لگتی تھی جس میں مشک ہوتا تھا گویا میں اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھے ہوئے ہیں یعنی وہ چمک گویا میری آنکھوں تلے پھرتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب احرام کا ارادہ کرتے تو احرام باندھنے سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی اور وہ خوشبو ایسی ہوتی جس میں مشک بھی ہوتا تھا۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر خوشبو احرام سے پہلے لگائی جائے اور اس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ خوشبو کا احرام کے بعد استعمال کرنا ممنوعات احرام سے ہے نہ کہ احرام سے پہلے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی یہی ہے کہ احرام کے بعد خوشبو استعمال کرنا ممنوع ہے احرام سے پہلے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کے ہاں احرام سے پہلے بھی ایسی خوشبو لگانا مکروہ ہے جس کا اثر احرام باندھنے کے بعد بھی باقی رہے۔ ولحلہ قبل ان یطوف بالبیت (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے نکلنے کے لئے الخ) کا مفہوم سمجھنے سے

پہلے یہ تفصیل جان لینی چاہیے کہ بقرعید کے روز (یعنی دسویں ذی الحجہ کو) حاجی مزدلفہ سے منیٰ میں آتے ہیں اور وہاں رمی جمرہ عقبہ (جمرہ عقبہ پر کنکر مارنے) کے بعد احرام سے نکل آتے ہیں یعنی وہ تمام باتیں جو حالت احرام میں منع تھیں اب جائز ہو جاتی ہیں البتہ رفث (جماع کرنا یا عورت کے سامنے جماع کا ذکر اور شہوت انگیز باتیں کرنا) جائز نہیں ہوتا یہاں تک کہ جب مکہ واپس آتے ہیں اور طواف افاضہ کر لیتے ہیں تو رفث بھی جائز ہو جاتا ہے۔ لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس جملہ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب احرام سے نکل آتے یعنی مزدلفہ سے منیٰ آ کر رمی جمرہ عقبہ سے فارغ ہو جاتے لیکن ابھی تک مکہ آ کر طواف افاضہ نہ کر چکے ہوتے تو میں اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی۔

احرام کی دو رکعات کا بیان

اور دو رکعات پڑھے کیونکہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں حالت احرام میں دو رکعات نماز پڑھی۔ (مسلم) صاحب قدوری نے فرمایا ہے کہ وہ شخص یہ کہے اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو میرے لئے آسان فرما دے اور میری طرف اس کو قبول فرما۔ کیونکہ حج کی ادائیگی مختلف زمانوں میں اور مختلف جگہوں میں ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ عام طور پر مشقت سے خالی نہیں ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس میں آسانی کے لئے دعا مانگنی چاہیے۔ جبکہ نماز میں اس طرح کی دعا کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا وقت آسان ہے اور عام طور پر اس کی آدائیگی آسان ہے۔ اور صاحب قدوری نے کہا ہے پھر وہ اپنی نماز کے بعد تلبیہ کہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد تلبیہ کہا۔ (ترمذی، نسائی) اور اگر وہ اپنی سواری کو صحیح کرنے کے بعد تلبیہ کہے تب بھی درست ہے۔ لیکن فضیلت پہلے طریقے کو ہے اسی حدیث کے پیش نظر جو ہم روایت کر چکے ہیں۔

احرام کے لئے دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (احرام باندھتے وقت) ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر جب ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر کھڑی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو (یعنی لبیک کے مشہور کلمات کو جو پہلے گزر چکے ہیں) بآواز بلند کہتے اور (پھر) یہ کلمات (مزید) کہتے **لبیک اللھم لبیک لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک لبیک والرغباء الیک والعمل**۔ حاضر ہوں تیری خدمت میں اے اللہ! میں تیری خدمت میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیری خدمت میں اور نیک بختی حاصل کرتا ہوں تیری خدمت میں اور بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے حاضر ہوں تیری خدمت میں اور رغبت وتوجہ تیری طرف ہے اور عمل تیرے ہی لئے ہے۔ اس روایت کو بخاری ومسلم نے نقل کیا ہے لیکن الفاظ مسلم کے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ پہنچتے تو وہاں پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز بہ نیت نفل پڑھتے جو احرام کے لئے مسنون ہے اور ان دونوں رکعتوں میں آیت (قل یا ایھا الکافرون) اور (قل ھو اللہ احد) کی قرأت کرتے پھر نیت کرتے اس کے بعد لبیک کہتے اور پھر جب آپ مسجد ذوالحلیفہ کے پاس اونٹنی پر سوار ہوتے اور اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے

کرکھڑی ہوتی تو اس وقت بھی پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کلمات کے ذریعہ تلبیہ کرتے جو مشہور ہیں اور پھر لبیک کے مزید وہ کلمات کہتے جو حدیث میں نقل کئے گئے ہیں۔

1771 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَيْدَاؤُكُمْ هَذِهِ الَّتِي تُكَذِّبُونَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا مَا أَهَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بیداء کا مقام وہ جگہ ہے جس کے بارے میں تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غلط بات منسوب کرتے ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے پاس ہی تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی مراد ذوالحلیفہ کی مسجد تھی۔

1772 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ، قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا، قَالَ: مَا هُنَّ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ، قَالَ: رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ، وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ، وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا، وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا، وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ

عبید بن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابوعبدالرحمن! میں نے آپ کو چار کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے آپ کے ساتھیوں میں سے اور کسی کو یہ کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: اے ابن جریج وہ کون سے کام ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ صرف دو یمانی ارکان کا استلام کرتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ سبتی جوتے پہنتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ زرد رنگ استعمال کرتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں موجود ہوں تو لوگ پہلی کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی تلبیہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں لیکن آپ ترویہ کے دن تلبیہ پڑھنا شروع کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جہاں تک (خانہ کعبہ کے) ارکان کا تعلق ہے تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دو یمانی ارکان کا استلام کرتے دیکھا ہے جہاں تک سبتی جوتوں کا تعلق ہے تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتے بھی پہنے دیکھا ہے

1772- اسناده صحيح. وهو عند مالك في "الموطا" 1/ 333، ومن طريقه اخرجه البخاري (166) و (5851)، ومسلم (1187)، والنسائي في "الكبرى" (117) و (3726) و (3917). ورواية بعضهم مختصرة. واخرجه مقطعاً ابن ماجه (3626)، والنسائي في "الكبرى" (117) و (3726) و (3917) من طرق عن سعيد بن ابي سعيد المقبري به.

جن میں بال نہیں ہوتے آپ ﷺ انہیں پہن کرہی وضو کرلیتے تھے اور میں ایسی بات پسند کرتا ہوں کہ میں ایسے جوتے پہنوں۔ جہاں تک زرد رنگ کا تعلق ہے تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو زرد رنگ استعمال کرتے ہوئے دیکھا ہے تو مجھے پسند ہے کہ میں اس رنگ کو استعمال کروں۔ جہاں تک تلبیہ پڑھنے کا تعلق ہے تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت تلبیہ پڑھنا شروع کیا تھا جب آپ ﷺ کی سواری کھڑی ہوگئی تھی۔

1773 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ، فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز کی چار رکعت ادا کیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت ادا کیں پھر آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں رات بسر کی یہاں تک کہ صبح ہوگئی پھر آپ ﷺ کی سواری کھڑی ہوئی اور بالکل تیار ہوگئی تو آپ ﷺ نے تلبیہ پڑھنا شروع کیا۔

جب تلبیہ پڑھا تو محرم ہوگیا

جب وہ تلبیہ کہے اور احرام باندھ لے تو وہ نیت کرے کیونکہ نیت کے بغیر عبادت کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ لیکن صاحب قدوری نے نیت کا ذکر نہیں کیا کیونکہ نیت کی جانب اس کا یہ قول "اللَّهُمَّ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ" بطور اشارہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور وہ صرف نیت سے احرام باندھنے والا نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ تلبیہ نہ پڑھ لے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ احرام ان کے نزدیک ایک عقد کا نام ہے لہٰذا اس کی ادا پر ذکر کرنا ضروری ہے۔ جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ ہے۔ اور ایسے ذکر سے ابتداء کرنے والا ہوگا جس سے تعظیم کا قصد ہو۔ سوائے تلبیہ کے خواہ وہ تلبیہ فارسی میں یا عربی میں ہو۔ ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے۔ صاحبین کی دلیل کے مطابق نماز اور حج میں فرق یہ ہے کہ حج کا باب نماز کے باب سے بہت زیادہ وسعت والا ہے لہٰذا غیر ذکر ذکر کے قائم مقام ہوگیا۔ جس طرح بدنہ کے گلے میں قلادہ ڈالنا ہے پس اسی طرح ہی تلبیہ اور وہ عربی کے سوا ہے۔ (ہدایہ، کتاب حج، لاہور)

تلبیہ کی ابتداء کرنے کے معنی ومفہوم کا بیان

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت سیّدنا عبید بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمن! میں نے تمہیں چار ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جو تمہارے ساتھیوں میں سے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ اے جریج کے بیٹے! وہ کونسے کام ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اوّل یہ کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم کعبہ کے کونوں میں سے (طواف کے وقت) ہاتھ نہیں لگاتے ہو مگر دو کونوں کو جو یمن کی طرف ہیں۔ دوسرے یہ کہ تم سبتی جوتے پہنتے ہو۔ تیسرے یہ کہ (زعفران وورس وغیرہ سے داڑھی) رنگتے ہو۔ چوتھے یہ کہ جب تم مکہ میں ہوتے تھے، تو لوگوں نے چاند دیکھتے ہی لبیک پکارنا شروع کردی تھی مگر آپ نے آٹھ ذی الحجہ کو پکاری۔ پس سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ (سنو!)

ارکان تو میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو چھوتے ہوں سوا ان کے جو یمن کی طرف ہیں اور سبتی جوتے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ بھی ایسے جوتے پہنتے تھے جس میں بال نہ ہوں اور اسی میں وضو کرتے تھے (یعنی وضو کر کے گیلے پیر میں اس کو پہن لیتے تھے) پس میں بھی اس کو دوست رکھتا ہوں کہ میں بھی اسی کو پہنوں۔ رہی زردی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اس سے رنگتے تھے (یعنی بالوں کو یا کپڑوں کو) تو میں بھی پسند کرتا ہوں کہ اس سے رنگوں اور لبیک، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے لبیک پکارا ہو مگر جب اونٹنی آپ ﷺ کو سوار کر کے اٹھی (یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس)۔ (صحیح مسلم کتاب الحج، قدیمی کتب خانہ کراچی)

تلبیہ کی ابتداء کے بارے میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے پاؤں رکاب میں ڈالے اور اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب تلبیہ کیا (یعنی بہ آواز بلند لبیک کہی)

(بخاری ومسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر رخت سفر باندھا اور ظہر کی نماز مدینہ میں پڑھ کر روانہ ہوئے۔ عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی جو اہل مدینہ کے لئے میقات ہے رات وہیں گزاری اور پھر صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اور اونٹ کے کھڑے ہو جانے کے بعد لبیک کہی جب ایک دوسری روایت میں یہ منقول ہے کہ احرام کے لیے بہ نیت نفل دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد لبیک کہی نیز ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداء پہنچ کر جو ایک بلند جگہ کا نام ہے لبیک کہی اس طرح لبیک کہنے کے وقت کے سلسلہ میں تین طرح کی روایتیں منقول ہیں۔

چنانچہ حضرت امام شافعی نے تو پہلی روایت پر کہ جو یہاں نقل کی گئی ہے عمل کرتے ہوئے کہا کہ اونٹ پر (یا جو بھی سواری ہو اس پر) بیٹھ کر لبیک کہی جائے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد نے دوسری روایت کو اختیار کیا ہے۔ لہٰذا ان تینوں ائمہ کے ہاں مستحب یہ ہے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھنے کے بعد احرام کی نیت کی جائے اور پھر وہیں مصلی پر بیٹھے ہی ہوئے لبیک کہے تو یہ جائز ہے لیکن نماز کے بعد ہی لبیک کہنا افضل ہے۔

اب ان تینوں روایتوں کے تضاد کو اس تطبیق کے ساتھ دور کیجیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر مصلی پر بیٹھے ہوئے لبیک کہی پھر جب اونٹنی پر بیٹھے تو اس وقت بھی لبیک کہی اور اس کے بعد جب مقام بیداء پر پہنچے تو وہاں بھی لبیک کہی چنانچہ علماء نے اسی لیے لکھا ہے کہ حالت وقت اور جگہ کے تغیرات کے وقت لبیک کی تکرار مستحب ہے۔

بہر کیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تین مرتبہ لبیک کہی اور جس راوی نے جہاں لبیک کہتے سنا وہ یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں سے لبیک کہنی شروع کی ہے اس لئے ہر ایک راوی نے اپنے سننے کے مطابق ذکر کر دیا۔ اس تطبیق و توجیہ کی بنیاد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت ہے جسے شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات میں شرح کتاب خرقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

حلالی کے تلبیہ پڑھنے میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن، امام نخعی، عطاء بن سائب، حضرت امام شافعی، حضرت ابوثور، ابن منذر اور اصحاب رائے نے کہا ہے کہ حلالی شخص کے لئے تلبیہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ (المغنی، ج ۳، ص ۲۵۶، بیروت)

ولا بأس أن يلبي الحلال وبه قال الحسن و النخعي و عطاء بن السائب و الشافعي و أبو ثور و ابن المنذر وأصحاب الرأي و كرهه مالك۔ (المغنی)

بیداء کے ٹیلے سے تلبیہ شروع کرنے کا بیان

1774 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا اَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَلَمَّا عَلَا عَلَى جَبَلِ الْبَيْدَاءِ اَهَلَّ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے جب وہ بیداء کے ریتلے ٹیلے کی بلندی پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ پڑھنا شروع کیا۔

1775 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ يَعْنِي ابْنَ جَرِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ، قَالَتْ: قَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِي وَقَّاصٍ: كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ طَرِيقَ الْفُرْعِ اَهَلَّ اِذَا اسْتَقَلَّتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ، وَاِذَا اَخَذَ طَرِيقَ اُحُدٍ اَهَلَّ اِذَا اَشْرَفَ عَلَى جَبَلِ الْبَيْدَاءِ

❁❁ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب "فرع" والے راستے کو اختیار کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تلبیہ پڑھنا شروع کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سیدھی کھڑی ہوگئی' اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "احد" کے راستے کو اختیار کیا تو اس وقت تلبیہ پڑھنا شروع کیا' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیداء کے ٹیلے کی بلندی پر پہنچے۔

علاقہ فرع کا بیان

حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمن (تابعی) بہت سے صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارث مزنی کو نواح فرع میں قبل کی کانیں بطور جاگیر عطا فرمادیں تھیں چنانچہ ان کانوں میں سے اب تک صرف زکوۃ لی جاتی ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 309)

قبلیہ قبل کی طرف منسوب ہے جو نواح فرع میں ایک جگہ کا نام ہے اور فرع مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک علاقہ ہے قبل میں جو کانیں تھیں انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی تھیں تا کہ وہ ان کانوں میں سے جو کچھ برآمد کریں اس سے اپنی گزر بسر کا کام چلائیں۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کانوں میں سے زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ لیا جاتا ہے گویا کہ خمس نہیں لیا جاتا جیسا کہ کانوں کے متعلق حکم ہے، چنانچہ حضرت امام مالک اور ایک قول کے مطابق حضرت امام شافعی کا مسلک یہی ہے کہ کانوں میں بھی چالیسواں حصہ واجب نہیں ہوتا حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

حضرت امام شافعی کا ایک تیسرا قول یہ بھی ہے کہ اگر کان سے برآمد ہونے والی چیز بڑی محنت اور مشقت کے نتیجے میں حاصل ہوتو چالیسواں حصہ واجب ہوگا ورنہ بصورت دیگر خمس ہی واجب ہوگا۔ بہر حال حدیث چونکہ حنفیہ کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حدیث کے مفہوم سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ان کانوں میں سے خمس کے بجائے چالیسواں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کے مطابق لیا جاتا ہو بلکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت کے حکام کے اپنے ذاتی اجتہاد سے ان کانوں میں سے بجائے خمس کے چالیسواں حصہ نکالنا ضروری قرار دیا ہوگا اور ظاہر ہے کہ ہمارے مسلک کی بنیاد کتاب اللہ، سنت صحیحہ اور قیاس پر ہے ملا علی قاری نے مرقات میں اس بات کو بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے اہل علم اس کتاب سے مراجعت کر سکتے ہیں۔

بَابُ الْاِشْتِرَاطِ فِي الْحَجِّ

باب: حج میں شرط عائد کرنا

1776 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ اُرِيْدُ الْحَجَّ اَشْتَرِطُ. قَالَ: نَعَمْ. قَالَتْ: فَكَيْفَ اَقُوْلُ؟. قَالَ: قُوْلِيْ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، وَمَحِلِّيْ مِنَ الْاَرْضِ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ

۞۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں' تو کیا میں شرط عائد کرلوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں۔ انہوں نے عرض کی: میں کیا پڑھوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم یہ پڑھو۔

''میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں اور میں اس جگہ پر احرام کھول دوں گی جہاں' تو مجھے روک دے گا''۔

بَابٌ فِيْ اِفْرَادِ الْحَجِّ

باب: حج افراد کرنا

حج افراد یا تمتع میں سے ہر ایک کی فضیلت میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمتع جائز ہے جیسا کہ تفصل آگے آئے گی اور حج افراد جائز ہے اور حج قرآن بھی جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صورتوں کو پسند فرمایا اور کسی صحابی کے حج کی کون سی صورت کا احرام باندھا تھا اور حج کی

ان صورتوں میں افضل صورت کیا ہے؟ کیونکہ اس کے متعلق وارد احادیث مختلف ہیں، بعض علماء نے فرمایا: جن میں سے امام مالک بھی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا تھا اور حج افراد، حج قرآن سے افضل ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے حج اور عمرہ کا احرام باندھنا ہے وہ ایسا کرے اور جو صرف حج کا احرام باندھنا چاہے وہ حج کا احرام باندھنا چاہے وہ حج کا احرام باندھ لے اور جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمر کا احرام باندھ لے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور آپ کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی احرام باندھا، اور بعض لوگوں نے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھا، بعض نے صرف عمرہ کا احرام باندھا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

اس حدیث کو ایک جماعت نے ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلہ سے روایت کیا ہے۔ بعض نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حج کا احرام باندھا ہے۔ یہ اختلاف کے مقام پر نص ہے یہ ان علماء کی حجت ہے جنہوں نے حج افراد کا قول کیا اور اس کو افضل فرمایا، امام محمد بن حسن نے امام مالک سے روایت کیا ہے، فرمایا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف احادیث مروی ہوں اور ہمیں خبر پہنچے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ان میں سے ایک حدیث پر عمل کیا اور دوسری کو ترک کیا تو اس میں دلالت ہے کہ حق وہ ہے جس پر ان دونوں نے عمل کیا۔ اور ابو ثور نے افراد کو پسند کیا اور اسے حج تمتع اور حج قرآن پر فضیلت دی۔

یہ امام شافعی کا مشہور قول ہے اور دوسرے علماء نے حج تمتع افضل ہے یہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا مذہب ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔

دار قطنی نے کہا: امام شافعی نے کہا: میں نے افراد کو پسند کیا۔ تمتع بھی اچھا ہے ہم اسے ناپسند نہیں کرتے اور جنہوں نے حج تمتع کو فضیلت دی انہوں نے مسلم کی حضرت عمران بن حصین سے مروی حدیث سے حجت پکڑی ہے۔ انہوں نے فرمایا: تمتع کی آیت کتاب اللہ میں نازل ہوئی (یعنی حج تمتع کے بارے میں آیت) ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا پھر کوئی آیت نازل نہ ہوئی جس نے متعۃ الحج کی آیت کو منسوخ کر دیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر ایک شخص نے اپنی رائے سے کہا جو کہا۔ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ہمیں قتیبہ بن سعید نے بتایا انہوں نے مالک بن انس سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے محمد بن عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سعید بن ابی وقاص، ضحاک بن قیس سے معاویہ بن ابی سفیان کے حج کرنے کے سال سنا ان دونوں نے حج تمتع کا ذکر کیا۔ ضحاک بن قیس نے کہا: حج تمتع نہیں کرے گا مگر وہ جو اللہ کے حکم سے جاہل ہوگا۔ سعد نے کہا: اے میرے بھتیجے! تو نے میری بات کی۔ ضحاک نے کہا: حضرت عمر بن حطاب اس سے منع کرتے ہیں۔

حضرت سعد نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج تمتع کیا تھا، یہ حدیث صحیح

ہے۔ ابن اسحاق نے زہری اور انہوں نے سالم سے روایت کیا ہے، فرمایا: میں حضرت ابن عمر کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شامی شخص آپ کے پاس آیا اس نے حج تمتع کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابن عمر نے کہا: خوبصورت عمل ہے۔ اس شخص نے کہا: تمہارا باپ اس سے منع کرتا ہے۔ حضرت ابن عمر نے کہا: تجھ پر افسوس میرا باپ اس سے اگر منع کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا اور اس کا حکم بھی فرمایا تھا۔ میں اپنے باپ کے قول پر عمل کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کروں؟ تو مجھ سے اٹھ جا۔ اس روایت کو دار قطنی نے نقل کیا ہے۔ یہ حدیث ابو عیسیٰ ترمذی نے صالح بن کیسان عن شہاب عن سالم کے سلسلہ سے نقل کی ہے۔ لیث عن طاؤس ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کی ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عثمان نے حج تمتع کیا تھا سب سے پہلے حج تمتع سے حضرت معاویہ نے منع کیا تھا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ابو عمر نے کہا: لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان سے مشہور ہے کہ وہ دونوں حج تمتع سے منع کرتے تھے اگرچہ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ وہ تمتع جس سے حضرت عمر نے منع کیا تھا اور جس پر مارا تھا وہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا ہے۔ رہا پہلے عمرہ کرنا اور پھر حج کرنا اس سے حضرت عمر منع نہیں کرتے تھے اور جنہوں نے حضرت عمر کے حج تمتع سے منع کرنے کو صحیح کہا ہے ان کا خیال ہے کہ آپ حج تمتع سے اس لئے منع فرماتے تھے تا کہ بیت اللہ میں لوگ سال میں دو یا زیادہ مرتبہ آئیں تا کہ موسم حج کے علاوہ بھی زائرین کی اس میں کثرت رہے۔ آپ نے اہل حرم پر رفق و مہربانی داخل کرنے کا ارادہ کیا تھا تا کہ حضرت ابراہیم کی دعا ثابت ہو جائے فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم۔ (ابراہیم:37)

دوسرے کئی علماء نے فرمایا: حضرت عمر نے حج تمتع سے اس منع فرمایا تھا کیونکہ آپ نے دیکھا کہ لوگ آسانی اور رخصت کی وجہ سے حج تمتع کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ پس آپ کو حج افراد اور حج قرآن کے ضیاع کا اندیشہ ہوا جبکہ وہ دونوں حج کی وجہ سے حج تمتع کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ پس آپ کو حج افراد اور حج قرآن کے ضیاع کا اندیشہ ہوا جبکہ دو دونوں حج بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں۔ امام احمد نے حج تمتع کے اختیار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے حجت پکڑی ہے "اگر مجھے اپنے معاملہ کا پہلے علم ہوتا جس کا مجھے بعد میں علم ہوا تو میں ہدی ساتھ نہ لے آتا اور حج کے احرام کو عمرہ بنا دیتا۔ اس حدیث کو ائمہ نے نقل کیا ہے۔ دوسرے علماء نے کہا: حج قرآن افضل ہے، ان میں امام ابوحنیفہ اور ثوری ہیں۔ یہی قول مزنی کا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کیونکہ اس میں انسان دو فرض اکٹھے ادا کرنے والا ہوتا ہے۔

یہ اسحاق کا قول ہے، اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج قرآن کرنے والے تھے۔ یہ حضرت علی بن ابی طالب کا قول بھی ہے اور حضرت علی نے حج قرآن کو پسند کیا ہے اور اس کو فضیلت دی ہے۔ انہوں نے اس روایت سے حجت پکڑی ہے جو بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرمایا: میں نے وادی عقیق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا "اس رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور حج و عمرہ کرو۔" ترمذی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: لبیک بعمرۃ وحجۃ۔ یعنی آپ نے عمرہ اور حج کی

نیت سے تلبیہ کہا۔امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔ابوعمر نے کہا: ان شاءاللہ حج افراد افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج مفرد کرنے والے تھے۔اسی وجہ سے ہم نے کہا: حج افراد افضل ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج افراد کے متعلق ہوتا ہے۔ابوجعفر نحاس نے کہا: حج افراد کرنے والے کو متمتع سے زیادہ تھکاوٹ ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے احرام پر باقی رہتا ہے۔اس لئے اس میں ثواب زیادہ ہے اور احادیث کے اتفاق کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج تمتع اور قرآن کا حکم دیا تو یہ کہنا جائز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع اور قران کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **نادی فرعون فی قومہ** (زخرف:51)

حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: ہم نے رجم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم فرمایا تھا

میں کہتا ہوں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں ظاہر حج قرآن ہے آپ قرآن کرنے والے تھے اس کی وجہ حضرت عمر اور حضرت انس کی مذکورہ احادیث ہیں اور صحیح مسلم میں بکر سے انہوں نے حضرت انس سے روایت کیا ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ کا اکٹھا تلبیہ کہتے ہوئے سنا۔بکر نے کہا میں نے انہیں حضرت ابن عمر کا قول بیان کیا۔حضرت انس نے کہا: تم ہمیں شمار نہیں کرتے مگر بچے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا اور صحابہ کرام نے حج کا احرام باندھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام نہ کھولا اور ان صحابہ نے بھی احرام نہ کھولا جنہوں نے ہدی ساتھ لائی تھی اور باقی لوگوں نے احرام کھول دیا تھا۔بعض اہل علم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج قران کرنے والے تھے۔۔جب آپ قران کرنے والے تھے تو آپ نے حج اور عمرہ کیا تھا۔اس طرح احادیث متفق ہوگئیں۔نحاس نے کہا: سب سے بہتر وہ ہے جو کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔جس نے آپ کو دیکھا اس نے کہا: آپ نے عمرہ کیا پھر حج کا احرام باندھا، بعض نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے افراد کیا پھر کہا: لبیک بحجۃ وعمرۃ جس نے آپ سے یہ سنا اس نے کہا: آپ نے قران کیا۔پس احادیث متفق ہوگئیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ آپ نے فرمایا ہو میں نے حج مفرد کیا اور تمتع نہیں کیا اور آپ سے یہ صحیح مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے حج قران کیا۔جیسا کہ نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھ سے پوچھا تو نے کیسا احرام باندھا؟ میں نے عرض کی: میں نے آپ کے احرام جیسا باندھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہدی ساتھ لایا ہوں اور حج قران کا احرام باندھا ہے۔حضرت علی نے فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: اگر مجھے اپنے معاملہ کا پہلے علم ہوتا جس کا مجھے بعد میں علم ہوا تو میں بھی ایسا کرتا جیسا تم نے کیا ہے لیکن میں ہدی ساتھ لایا ہوں اور میں نے حج قران کا احرام باندھا ہے۔حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے، فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کیا ہے کہ انہوں نے اپنے عمرہ کا احرام کھول دیا ہے اور آپ نے احرام نہیں کھولا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے سر پر گوند لگائی ہوئی ہے اور میں ہدی ساتھ لایا ہوں میں احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ میں قربانی کرلوں گا۔یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج قران

کرنے والے تھے، اگر آپ حج تمتع یا حج مفرد کرنے والے ہوتے تو آپ ہدی کے نحر کی وجہ سے نہ رکتے۔

میں کہتا ہوں: نحاس نے جو یہ کہا ہے کہ کسی سے یہ مروی نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میں نے حج افراد کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت گزر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حج کا احرام باندھتا ہوں اور مسلم کی حضرت ابن عمر سے روایت ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کیا پھر حج کا احرام باندھا تو میں حج کا احرام باندھتا ہوں کے ارشاد میں حج مفرد پر دلیل باقی نہ رہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میں نے حج قران کیا باقی رہا اور حضرت انس جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لبیک بحجۃ وعمرۃ معا کہتے ہوئے سنا۔ یہ جملہ حق قران پر نص صریح ہے کسی تاویل کا احتمال نہیں رکھتا۔ دراقطنی نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ اس کے بعد آپ دوبارہ حج کرنے والے نہیں۔

حج مفرد، تمتع اور قران میں سے ہر ایک کے بالا جماع جائز ہونے کا بیان

جب حج مفرد، تمتع اور قران کے بارے قول گزر چکا ہے کہ یہ سب بالا جماع جائز ہیں اور حج تمتع کی علماء کے نزدیک چار صورتیں ہیں: ایک صورت ایسی ہے جس پر اجماع ہے اور تین صورتیں مختلف فیہا ہیں۔ رہی وہ صورت جو مجتمع علیہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی۔

یعنی انسان حج کے مہینوں میں میں عمرہ احرام باندھے۔ اس کا بیان آگے آئے گا اور وہ شخص آفاق ہو، مکہ مکرمہ میں آیا ہو، عمرہ سے فارغ ہو گیا ہو پھر مکہ میں اسی حج شروع کرنے تک بغیر احرام کے رہا ہو، اپنے گھر کی طرف واپس نہ گیا ہو یا باہر سے آنے والوں کے میقات کی طرف جانے سے پہلے اسی کیفیت میں رہا ہو۔ جب وہ اس طرح کرے گا تو وہ متمتع ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ واجب کیا ہے جو متمتع پر واجب کیا ہے اور یہ میسر ہدی ہے۔ وہ اس ہدی کو ذبح کرے گا اور منیٰ یا مکہ کے مساکین کو کھلائے گا۔ اگر ہدی نہ پائے تو تین روزے رکھے گا اور سات روزے اپنے شہر واپس آ کر رکھے گا۔ جیسا کہ آگے آئے گا اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس پر دسویں کا روزہ نہیں ہے اور ایام تشریق کے روزوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس حج تمتع پر علماء متقدمین ومتاخرین کا اجماع ہے۔ اس کی آٹھ شروط ہیں: (1) حج وعمرہ کا جمع کرنا (2) ایک سفر میں ہونا (3) ایک سال میں ہونا (4) حج کے مہینوں میں ہونا (5) عمرہ کا پہلے کرنا (6) دونوں کو یہ ملانا بلکہ عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھنا (7) عمرہ اور حج ایک شخص کی طرف سے ہونا (8) اہل مکہ کے علاوہ سے ہونا۔ ان شروط میں غور کر جو ہم نے تمتع کے حکم میں بیان کی ہیں تو ان کو پالے گا۔

دوسری وجہ حج قران ہے وہ یہ ہے کہ ایک احرام میں حج اور عمرہ کو جمع کرنا، وہ دونوں کا اکٹھا احرام حج کے مہینے میں باندھے یا کسی اور مہینے میں باندھے اور وہ کہے: لبیک بحجۃ وعمرۃ معا (میں نے حج وعمرہ کا اکٹھا احرام باندھا) جب مکہ شریف میں آئے تو حج و عمرہ کے لئے ایک طواف کرے اور ایک سعی کرے۔ یہ امام مالک، امام شافعی، ان کے اصحاب، اسحاق اور ابو ثور کی رائے ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عطا بن ابی رباح، حسن، مجاہد اور طاؤس کا مذہب ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لئے نکلے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔۔۔ الحدیث

اس حدیث میں ہے جنہوں نے حج و عمرہ کو جمع کیا تھا، انہوں نے ایک طواف کیا تھا۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ سے جانے کے دن فرمایا جبکہ حضرت عائشہ نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا کیونکہ آپ کو حیض آ گیا تھا: تیرا طواف تیرے حج اور عمرہ کی طرف سے ہوگا۔ ایک روایت میں: تیرا صفا و مروہ کا طواف تیرے حج اور عمرہ کی طرف سے ہوگا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے یا مکہ پہنچ کر دو طواف اور دو سعی کرے۔ یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب م ثوری، اوزاعی، حسن بن صالح اور ابن ابی لیلیٰ کا نظریہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث سے حجت پکڑی ہے کہ انہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور دونوں کے لئے دو طواف اور دو سعی کیں پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ دارقطنی نے اپنی سنن میں یہ احادیث روایت کی ہیں اور تمام کو ضعیف قرار دیا ہے اور حج قران کو تمتع کے باب سے بتایا ہے کیونکہ قارن ایک مرتبہ عمرہ اور ایک حج کے سفر کی مشقت کو ترک کرنے کے ساتھ متمتع ہوتا ہے اور دونوں سے اکٹھا متمتع ہوتا ہے اور ہر ایک کے لئے میقات سے علیحدہ احرام نہیں باندھتا اور حج کو عمرہ کے ساتھ ملاتا ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت داخل ہے: **فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی**۔ یہ تمتع کی ایک صورت ہے اس کے جواز میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں اور اہل مدینہ حج اور عمرہ جمع کرنے کی اجازت صرف اس صورت میں دیتے ہیں جبکہ حاجی ہدی ساتھ لایا ہو۔ اور ان کے نزدیک اس صورت میں اونٹ دینا ہوگا اس سے کم نہیں۔ قران کے تمتع ہونے پر دلیل حضرت ابن عمر کا قول ہے۔ قران کو انہوں نے اہل آفاق کے لئے بنایا ہے اور پھر یہ آیت پڑھی۔ **ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام**

پس جو مسجد حرام والوں سے ہو اور وہ حج تمتع یا حج قران کرے تو اس پر قران اور تمتع کا دم (بکری) نہیں ہے۔ امام مالک نے فرمایا: میں نے نہیں سنا کہ کسی مکی نے حج قران کیا ہو اگر وہ کرے گا تو اس پر نہ ہدی ہے اور نہ روزہ ہے اور امام مالک کے قول پر جمہور فقہاء کا نظریہ ہے۔ عبدالملک بن ماجشون نے کہا: جب مکی حج، عمرہ کے ساتھ کرے گا تو اس پر قران کا دم (بکری) ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے خون اور روزہ کو تمتع میں ساقط کیا ہے۔

تیسری وجہ تمتع کی یہ ہے جس پر حضرت عمر نے دھمکی دی تھی۔ آپ نے فرمایا: دو متعے ایسے ہیں جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھے اور میں ان سے منع کرتا ہوں اور ان پر سزا دیتا ہوں۔ ایک عورتوں کا متعہ اور دوسرا متعۃ الحج۔ اس کے جواز میں علماء کا ابھی تک جھگڑا ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ آدمی حج کا احرام باندھے حتیٰ کہ جب مکہ میں داخل ہو تو حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کر دے۔ پھر احرام کھول دے پھر بغیر احرام کے ٹھہرا رہے حتیٰ کہ آٹھویں کے دن حج کا احرام باندھے۔ یہ وہ وجہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آثار وارد ہیں۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں صحابہ کرام کو حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہیں ہے اور وہ ہدی ساتھ نہیں لایا ہے اور وہ حج کا احرام باندھ چکا تھا تو وہ اسے عمرہ کا احرام باندھے اور ان آثار کی تصحیح پر بھی علماء کا اجماع ہے۔ ان میں سے کسی اثر کو نہیں چھوڑا ہے لیکن اس کے متعلق قول اور علل کی وجہ سے عمل میں

اختلاف ہے۔ جمہور علماء نے اس پر عمل ترک کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ خاص تھا اور اسی حج کے متعلق تھا۔

حضرت ابوذر نے کہا: حج میں تمتع ہمارے لئے خاص تھا۔ یہ مسلم نے نقل کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ حضرت ابوذر نے کہا: دو متعے صرف ہمارے ساتھ خاص تھے۔ عورتوں کے ساتھ متعہ اور متعۃ الحج۔ خصوصیت کی علت اور اس میں فائدہ وہ ہے جو حضرت ابن عباس نے بیان فرمایا ہے لوگ یہ نظریہ رکھتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین پر بہت بڑا گناہ ہے اور وہ خود محرم کو صفر بنا دیتے تھے اور وہ کہتے تھے جب اونٹ کا زخم ٹھیک ہو جائے گا، اثر مٹ جائے گا اور صفر کا مہینہ گزر جائے گا تو عمرہ کرنے والے کے لئے عمرہ حلال ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب چار ذی الحجہ کو حج کو احرام باندھے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کو عمرہ بنانے کا حکم دیا۔ یہ حکم صحابہ کو بڑا عظیم لگا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ احرام کھولنا کیسا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر پابندی سے حلال ہو گئے ہو۔ یہ حدیث مسلم نے نقل فرمائی ہے۔ مسند صحیح ابو حاتم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو ذی الحجہ میں اس لئے عمرہ کرایا تھا کہ اہل شرک کے نظریہ کا قلع قمع ہو جائے۔ قبیلہ قریش اور جو ان کے دین کے پیروکار تھے وہ کہتے تھے: جب اونٹ سے اثر ختم ہو جائے گا اور اس کا زخم ٹھیک ہو جائے گا اور صفر کا مہینہ گزر جائے گا تو عمرہ کرنے والے کے لئے عمرہ حلال ہو جائے گا، وہ عمرہ کرنا حرام سمجھتے تھے حتیٰ کہ ذوالحجہ گزر جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نظریہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے عمرہ کرایا تھا۔ اس میں دلیل ہے کہ رسول اللہ نے حج کو عمرہ میں اس لئے تبدیل کیا تھا تاکہ آپ انہیں دکھائیں کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ خاص تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو حج اور عمرہ مکمل کرنے کا حکم مطلق دیا جو بھی ان میں داخل ہوا اور ظاہر کتاب اللہ کی مخالفت کرنا ثابت نہیں مگر ناسخ کتاب یا سنت مبینہ کی طرف رجوع ضروری ہے جس میں کوئی اشکال نہ ہو۔ اور ان علماء نے حضرت ابوذر کے قول اور حضرت حارث بن بلال کی حدیث سے حجت پکڑی ہے۔ حارث اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں، انہوں نے فرمایا: ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! حج کا فسخ کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے یا تمام لوگوں کے لئے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ خاص ہے۔ اور فقہاء حجاز، عراق اور شام کا یہ نظریہ ہے مگر ایک چیز حضرت ابن عباس، حسن اور سدی سے مروی ہے اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد نے فرمایا: میں ان صحیح متواتر آثار کو جو حج کو عمرہ میں فسخ کرنے کے متعلق وارد ہیں حضرت حارث بن بلال عن ابیہ کی حدیث سے اور حضرت ابوذر کے قول سے رد نہیں کرتا۔ امام احمد نے فرمایا: جو حضرت ابوذر نے کہا ہے اس پر اجماع نہیں ہے اگر اجماع ہوتا تو حجت ہوتا۔ فرمایا: حضرت ابن عباس نے حضرت ابوذر کی مخالفت کی ہے اور اس کو خصوصیت نہیں بنایا ہے۔

امام احمد نے حضرت جابر کی صحیح حدیث سے حجت پکڑی ہے جو حج کے بارے میں ہے۔ اس میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنے معاملہ کا پہلے علم ہوتا جس کا مجھے بعد میں علم ہوا تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا اور اسے عمرہ بناتا۔ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ! یہ ہمارے اس سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا اور فرمایا: عمرہ حج میں داخل ہوا۔ یہ دو مرتبہ فرمایا: نہیں بلکہ یہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ یہ مسلم کے لفظ ہیں اور امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف ہے کیونکہ انہوں نے یہ باب باندھا ہے، جس نے حج کا تلبیہ کہا اور اس کا نام لیا۔ پھر حضرت جابر کی حدیث ذکر کی، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے اور ہم نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام بنانے کا حکم دیا۔

بعض علماء نے فرمایا: احرام کھولنے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تھا وہ دوسری وجہ سے تھا۔ مجاہد نے وہ وجہ ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے پہلے حج کو فرض نہیں کیا تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلقاً احرام باندھنے اور نئے حکم کا انتظار کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے مطلق احرام باندھا تھا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام تھا اور اس پر دلیل یہ ارشاد ہے اگر مجھے اپنے معاملہ کا پہلے علم ہوتا جس کا مجھے بعد میں علم ہوا تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا اور اس احرام کو عمرہ کا احرام بنا دیتا۔ گویا آپ حکم کے منتظر ہو کر نکلے تھے اور صحابہ کو بھی اسی کا حکم دیا تھا۔ اس پر دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: "میرے پاس میرے رب کی طرف سے آنے والا اس مبارک وادی میں آیا اور کہا: تم کہو میں حج کو عمرہ میں بدلتا ہوں"۔ متعہ کی چوتھی وجہ محصر اور جس کو بیت اللہ سے روکا گیا ہو اس کا متعہ ہے۔ یعقوب بن شیبہ نے ذکر کیا ہے، فرمایا: ہمیں ابوسلمہ تبوذکی نے بتایا انہوں نے کہا ہمیں وہب نے بتایا انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سوید نے بتایا فرمایا: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو یہ خطبہ دیتے ہوئے سنا: اے لوگو! اللہ کی قسم! حج تمتع اس طرح نہیں ہے جس طرح تم کرتے ہو تمتع یہ ہے کہ ایک شخص حج کے ارادہ سے نکلے پھر دشمن یا کوئی عذر اسے روک لے حتیٰ کہ ایام حج گزر جائیں پھر وہ بیت اللہ کے پاس آئے طواف کرے صفا و مروہ کی سعی کرے پھر آئندہ سال تک حلال ہونے کے ساتھ متمتع ہو، پھر حج کرے اور ہدی دے۔ محصر کا حکم اور اس کے متعلق علماء کی آراء واضح طور پر گزر چکی ہیں۔ والحمد للہ۔ اور ان (حضرت عبداللہ بن زبیر) کے مذہب سے یہ تھا کہ محصر احرام نہ کھولے بلکہ وہ اپنے احرام پر باقی رہے حتیٰ کہ دسویں کے دن اس کی طرف سے ہدی ذبح کی جائے پھر وہ حلق کرائے اور اپنے احرام پر باقی رہے حتیٰ کہ وہ مکہ میں آئے پھر عمرہ کے عمل سے اپنے حج سے حلال ہو۔ اور حضرت ابن زبیر نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے عموم کے خلاف ہے۔: فان احصرتم فما استیسر من الھدی۔ اس کے بعد فرمایا: واتموا الحج والعمرۃ للہ (اللہ کے لئے حج اور عمرہ مکمل کرو) احصار کے حکم میں حج اور عمرہ کے درمیان کوئی فرق بیان نہیں کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ جب حدیبیہ میں روکے گئے تو صحابہ نے احرام کھولا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احرام کھولا اور صحابہ کرام کو احرام کھولنے کا حکم دیا۔

علماء کا اختلاف ہے کہ متمتع کو متمتع کیوں کہا جاتا ہے۔ ابن قاسم نے کہا: کیونکہ وہ ہر اس چیز سے متمتع ہوتا ہے جس کا کرنا محرم کے لئے عمرہ سے حلال ہونے کے وقت سے حج شروع کرنے کے وقت تک جائز نہیں ہوتا۔ دوسرے علماء نے کہا: اس کو متمتع کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دو سفروں میں سے ایک کے ساقط کرنے کے ساتھ متمتع ہوا کیونکہ عمرہ کا حق ہے کہ تو اس کے لئے سفر کا قصد کرے اور حج کے لئے بھی اسی طرح حق ہے جب ایک کے ساقط کرنے کے ساتھ متمتع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ہدی کو لازم کیا جیسے قارن پر لازم

کیا جس نے ایک سفر میں حج اور عمرہ کو جمع کیا۔ پہلی وجہ اعم ہے کیونکہ وہ ہر اس چیز سے متمتع ہوتا ہے جو حلال کے لئے کرنا جائز ہوتا ہے اور اس سے اپنے شہر سے حج کرنے کے لئے سفر ساقط ہوتا ہے جو حلالی کے لئے کرنا جائز ہوتا ہے اور اس سے اپنے شہر سے حج کرنے کے لئے سفر ساقط ہوا اور میقات سے حج کا احرام باندھنا بھی ساقط ہوا۔ اس وجہ سے حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود نے حج تمتع کو ناپسند کیا۔ ان دونوں حضرات نے یا ان میں سے ایک نے فرمایا: تم میں سے کوئی منیٰ میں آئے گا جبکہ اس کے ذکر سے منی کے قطرے گر رہے ہوں گے جبکہ حج تمتع پر مسلمان کا اجماع ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا: حضرت عمر نے اس کو ناپسند کیا کیونکہ ہو پسند کرتے تھے کہ بیت اللہ کی سال میں دو مرتبہ زیارت کی جائے۔ ایک دفعہ حج کے لئے ایک دفعہ عمرہ کے لئے۔ حضرت عمر حج مفرد کو افضل سمجھتے تھے اور وہ حج مفرد کا حکم دیتے تھے، اس کی طرف ان کا میلان تھا اور استحباب کے طور پر حج تمتع اور قران سے منع کرتے تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے کہا: اپنے حج اور اپنے عمرہ کو علیحدہ علیحدہ کرو۔ یہی تمہارے لئے حج کا اتمام ہے۔ حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ کا احرام باندھنا، عمرہ کا اتمام ہے۔

حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا بیان

جو شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کرے پھر اپنے شہر کو واپس آجائے اور پھر اسی سال حج کرے، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ وہ متمتع نہیں ہے اس پر نہ ہدی ہے اور نہ روزہ ہے۔ حسن بصری نے کہا: وہ متمتع ہے اگر چہ وہ گھر کی طرف لوٹ بھی آئے خواہ اس نے حج کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ انہوں نے فرمایا: کیونکہ کہا جاتا ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ متعہ ہے۔ یہ ہشیم نے یونس سے انہوں نے حسن سے روایت کیا ہے۔ یونس نے حسن سے روایت کیا ہے کہ اس پر ہدی نہیں ہے، پہلا قول صحیح ہے اسی طرح ابوعمر نے ذکر کیا ہے، اس نے حج کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اس کو ابن منذر نے ذکر نہیں کیا۔ ابن منذر نے کہا: ان کی حجت کتاب اللہ کا ظاہر ہے ارشاد ہے: **فمن تمتع بالعمرة الی الحج**۔ اس آیت میں کوئی استثناء نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے والا ہو یا نہ ہو۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یا اپنے رسول کی زبان پر بیان کر دیتا۔ سعید بن مسیب سے حسن کے قول کی طرح مروی ہے۔ ابوعمر نے کہا: حسن سے اس مسئلہ میں ایسا قول مروی ہے جس کی متابعت نہیں کی گئی اور اہل علم میں سے کسی کا یہ نظریہ نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا: جس نے دسویں ذی الحجہ کے دن کے بعد عمرہ کیا وہ متعہ ہے۔ طاؤس سے دو قول مروی ہیں، دونوں زیادہ شاذ قول ہیں۔ اس سے بھی جو ہم نے حسن سے ذکر کیا ہے، ایک یہ ہے کہ جس نے حج کے مہینوں کے علاوہ کسی مہینہ میں عمرہ کیا پھر وہ ٹھہرا رہا حتیٰ کہ حج کا وقت داخل ہو گیا، پھر اس نے اسی سال حج کیا تو وہ متمتع ہے۔ یہ طاؤس کے علاوہ کسی عالم نے نہیں کہا ہے اور فقہاء امصار میں سے کسی کا یہ نظریہ نہیں۔ یہ اس لئے کہ حج کے مہینے عمرہ کی نسبت حج کا زیادہ حق رکھتے ہیں کیونکہ عمرہ پورے سال میں سنت ہے اور حج کے لئے معلوم مہینے ہیں۔ جب کسی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا تو اس نے ایسے وقت میں عمرہ کیا جس میں حج اولیٰ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر متمتع اور قران کرنے والے کے لئے حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کی رخصت دی ہے اور اس کے لئے جو عمرہ کو علیحدہ کرے۔ یہ اس کی طرف سے رحمت ہے اور اس میں میسر ہدی کو اس میں مقرر کیا ہے۔ دوسری وجہ وہ ہے جو کسی نے بیان کی ہے جو کسی شہر سے حج تمتع کرے اس پر ہدی ہے۔ یہ ظاہر

قرآن کے مطابق نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ذلك لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام۔ تمتع علماء کے نزدیک ان شرائط کے ساتھ جائز ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

علماء کا اجماع ہے کہ ایک ایسا شخص جو اہل مکہ سے نہ ہو اگر وہ حج کے مہینوں میں مکہ میں ٹھہرانے کے ارادہ سے عمرہ کرتے ہوئے آئے پھر اسی سال حج کرے تو وہ متمتع ہے۔ اس پر وہی کچھ ہے جو متمتع پر ہے اور کی کے بارے میں اجماع ہے کہ وہ میقات کے پیچھے سے عمرہ کا احرام باندھتے ہوئے آئے پھر مکہ سے حج شروع کرے جبکہ اس کے گھر والے مکہ میں ہوں اور وہ مکہ کے علاوہ کسی جگہ نہ ٹھہرے تو اس پر بکری نہیں ہے۔ اسی طرح کا حکم ہے جب وہ مکہ کے علاوہ کسی جگہ ٹھہرے یا مکہ میں ٹھہرے جبکہ مکہ میں اس کے اہل ہوں اور مکہ کے علاوہ کسی شہر میں بھی اس کے اہل ہوں۔ علماء کا اجماع ہے کہ اگر وہ مکہ سے اپنے اہل کے ساتھ منتقل ہو گیا پھر وہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرتے ہوئے آیا پھر مکہ میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اسی سال حج کیا تو وہ متمتع ہے۔

متمتع کے طواف میں مذاہب اربعہ کا بیان

امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب، ثوری اور ابوثور کا اتفاق ہے۔ متمتع عمرہ کے لئے بیت اللہ کا طواف کرے گا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے گا تو اس پر اس کے بعد حج کے لئے دوسرا طواف اور دوسری صفا و مروہ کے درمیان سعی ہوگی۔ عطا اور طاؤس سے مروی ہے کہ ایک سعی کافی ہے۔ پہلا قول مشہور ہے وہی جمہور کا نظریہ ہے اور قارن کے طواف کے متعلق اختلاف گزر چکا ہے۔

اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو حج کے مہینوں کے علاوہ کسی مہینہ میں عمرہ شروع کرے پھر حج کے مہینوں میں عمرہ کا عمل کرے۔ امام مالک نے فرمایا: اس کا عمرہ اس مہینہ میں ہوا جس میں وہ حلال ہوا تھا اگر وہ حج کے مہینوں کے علاوہ کسی مہینہ میں اس سے حلال ہونا چاہتا ہے تو وہ متمتع نہیں ہے۔ اگر وہ حج کے مہینوں میں عمرہ سے حلال ہوا ہے تو وہ متمتع ہے اگر اسی سال حج کرے۔ امام شافعی نے فرمایا: جب عمرہ کے لئے حرمت والے مہینوں میں بیت اللہ کا طواف کرے تو وہ متمتع ہے اگر اسی سال حج کرے کیونکہ عمرہ بیت اللہ کے طواف کے ساتھ مکمل ہوتا ہے اور اس کے کمال کی طرف دیکھا جاتا ہے یہ حسن بصری، حکم بن عیینہ، ابن شبرمہ اور سفیان ثوری کا قول ہے اور قتادہ، احمد اور اسحق نے کہا: عمرہ اس مہینہ کے لئے ہے جس میں اس نے احرام باندھا۔ یہی معنی حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔ طاؤس نے کہا: اس کا عمرہ اس مہینہ کے لئے ہے جس میں وہ حرم میں داخل ہوا۔ اصحاب رائے کا قول ہے: اگر اس نے رمضان میں تین چکر لگائے اور چار چکر شوال میں لگائے پھر اسی سال حج کیا تو وہ متمتع ہے۔ اگر رمضان میں چار چکر لگائے اور شوال میں تین چکر لگائے تو وہ متمتع نہیں ہوگا۔ ابوثور نے کہا: جب حج کے مہینوں کے علاوہ کسی مہینہ میں عمرہ میں داخل ہو تو برابر ہے اس نے رمضان میں طواف کیا ہو یا شوال میں طواف کیا ہو وہ اس عمرہ کی وجہ سے متمتع نہیں ہوگا۔

یہ امام احمد اور اسحاق کا قول ہے۔ اس کا عمرہ اس مہینہ کے لئے ہے جس میں اس نے احرام باندھا۔

قارن شمار ہونے میں اہل علم کے اجماع کا بیان

اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا اس پر حج کو داخل کر دیا جب تک کہ بیت اللہ کا طواف

ابھی شروع نہیں کیا تھا تو وہ قارن شمار ہوگا۔ اس پر وہ لازم ہوگا جو اس قارن پر لازم ہوتا ہے جو حج اور عمرہ کی اکٹھی نیت کرتا ہے۔ اور عمرہ کا طواف شروع کرنے کے بعد عمرہ پر حج کو داخل کرنے میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے فرمایا: اس پر یہ لازم ہے اور جب تک عمرہ کا طواف مکمل نہ کیا ہو وہ قارن شمار ہوگا۔ اس کی مثل امام ابوحنیفہ سے مروی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ سے مشہور یہ ہے کہ اس کے لئے یہ جائز نہیں مگر طواف میں شروع ہونے سے پہلے نیت کرلے۔ بعض علماء نے فرمایا: اس کے لئے جائز ہے کہ وہ عمرہ پر حج کو داخل کرے جب تک طواف کی دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں۔ یہ تمام امام مالک اور ان کے اصحاب کے قول ہیں۔ جب عمرہ کرنے والے نے عمرہ کے طواف کا ایک چکر لگالیا ہو پھر اس نے حج کا احرام باندھا ہو تو وہ قارن ہوگا اور اس سے باقی عمرہ ساقط ہو جائے گا اور قران کا دم اس پر لازم ہوگا اسی طرح جس نے حج کا احرام باندھا اپنے عمرہ کے طواف کے نصف میں یا اس سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے تو اس کا یہی حکم ہے۔ بعض نے فرمایا: جب تک صفا و مروہ کے درمیاں سعی مکمل نہ کی ہو اس کے لئے حج کو عمرہ پر داخل کرنا جائز ہے۔ ابوعمر نے کہا: یہ تمام اقوال اہل علم کے نزدیک شاذ ہیں۔ اشہب نے کہا: جب عمرہ کے طواف کا ایک چکر لگالیا ہو تو اس پر حج کا احرام لازم نہیں اور وہ قارن نہ ہوگا۔ وہ اپنے عمرہ کو جاری رکھے حتیٰ کہ اسے مکمل کرے پھر حج کا احرام باندھے۔ یہ امام شافعی اور عطا کا قول ہے اور یہی ابوثور کا قول ہے۔

حج کو عمرہ میں داخل کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حج کو عمرہ میں داخل کرنے میں اختلاف ہے۔ امام مالک، ابوثور اور اسحاق نے کہا: عمرہ حج پر داخل نہ ہوگا اور جس نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملایا تو عمرہ کسی چیز کے ساتھ نہیں۔ یہ امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول ہے اور مصر میں ان سے یہی مشہور ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ وہ قارن ہو جائے گا اور اس پر وہی ہوگا جو قارن پر ہوتا ہے جب تک کہ اس نے حج کے طواف کا ایک چکر بھی نہ لگایا ہو۔ اگر طواف کرلیا ہو تو اس پر لازم ہوگا کیونکہ اس نے حج میں عمل کیا۔ ابن منذر نے کہا: اس مسئلہ میں امام مالک کے قول کے مطابق کہتا ہوں۔

متمتع کے لیے دوسری ہدی سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

امام مالک نے فرمایا: جس نے عمرہ کے لئے ہدی دی دراں حالیکہ وہ متمتع ہے تو اس کے لئے یہ کافی نہیں اور اس پر متعہ کے لئے دوسری ہدی ہے کیونکہ وہ متمتع ہو جائے گا جب عمرہ سے حلال ہونے کے بعد حج شروع کرے گا اس وقت اس پر ہدی واجب ہوگی۔ امام ابوحنیفہ، ابوثور اور اسحاق نے کہا: وہ ہدی کو نحر نہ کرے مگر دسویں کے دن۔ امام احمد نے فرمایا: اگر متمتع دس دنوں سے پہلے آئے تو طواف کرے، سعی کرے اور اپنی ہدی کو نحر کردے اور دس دنوں میں آئے تو دسویں کے دن نحر کرے۔ یہ عطا کا قول ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: جب طواف اور سعی کرلے تو وہ عمرہ کا احرام کھول دے خواہ ہدی لایا ہو یا نہ لایا ہو۔

فوت ہونے والے متمتع سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

امام مالک اور امام شافعی کا اس متمتع کے بارے میں اختلاف ہے جو مر جائے۔ امام شافعی نے فرمایا: جب حج کا احرام باندھ لیا تھا تو اس پر متعہ کا دم (بکری) ہے جبکہ وہ اس کو پانے والا ہو۔ زعفرانی نے امام شافعی سے یہ حکایت کیا ہے۔ ابن وہب نے امام

مالک سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس متمتع کے بارے پوچھا گیا جو حج کا احرام باندھنے کے بعد عرفہ یا اس کے علاوہ کسی جگہ فوت ہوجاتا ہے، کیا اس پر ہدی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: جو جمرہ عقبہ پر رمی جمار کرنے سے پہلے مرجائے تو اس پر ہدی نہیں ہے اور جس نے رمی جمار کرلیا تھا پھر مرگیا تو اس پر ہدی ہے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کل مال سے ہدی دی جائے گی یا تہائی مال سے۔ امام مالک نے فرمایا: کل مال سے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام فی الحج و سبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام واتقوا اللّٰه واعلموا ان اللّٰه شدید العقاب۔**

روزوں سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فمن لم یجد یعنی جو ہدی نہ پائے مال نہ ہونے کی وجہ سے یا حیوان نہ ہونے کی وجہ سے تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات روزے اپنے شہر میں واپس آکر رکھے اور حج کے تین روزے اس طرح رکھے کہ آخری روزہ نویں ذی الحجہ کا ہو۔ یہ طاؤس کا قول ہے۔ شعبی، عطا، مجاہد، حسن بصری، نخعی، سعید بن جبیر، علقمہ، عمرو بن دینار اور اصحاب رائے سے مروی ہے۔ ابن منذر نے اس کو حکایت کیا ہے۔ ابوثور نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے، وہ اپنے عمرہ کے احرام میں روزے رکھے کیونکہ وہ تمتع کا ایک احرام ہے۔ پس اس میں ان دنوں کا روزہ جائز ہے جس طرح حج کے احرام میں جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے کہ وہ آٹھویں کے دن سے پہلے ایک دن روزہ رکھے پھر آٹھویں اور عرفہ کے دن کا روزہ رکھے۔ حضرت ابن عباس اور حضرت مالک بن انس نے کہا: اس کے لئے ہے کہ وہ روزہ رکھے جب سے اس نے حج کا احرام باندھا ہے دسویں کے دن تک کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حج میں تین روزے رکھے۔ جب عمرہ میں روزہ رکھے تو وہ اپنے وقت سے پہلے ادا کرنے والا ہوگا تو وہ جائز نہیں۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل نے کہا: حج کا احرام باندھنے اور نویں ذی الحجہ کے درمیان روزے رکھے۔ یہ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ یہ امام مالک سے مروی ہے، مؤطا میں ان کے قول کا یہی مقتضا ہے تا کہ وہ عرفہ کے دن افطار کرنے والا ہو۔ اس میں سنت کی اتباع ہے اور عبادت پر زیادہ قوت دینے والا ہے۔ امام احمد سے مروی ہے، جائز ہے کہ وہ احرام باندھنے سے پہلے تین روزے رکھے۔ ثوری اور اوزاعی نے کہا: ذی الحجہ کے دس دنوں کے آغاز سے روزے رکھے۔ یہ عطا کا قول ہے۔ عروہ نے کہا: ایام منیٰ میں مکہ میں وہ روزے رکھے۔ یہ الفاظ حج تمتع کا احرام باندھنے کے وقت سے عرفہ کے دن تک روزہ کی صحت کی تقاضا کرتے ہیں۔ یہ آغاز کا وقت ہے کیونکہ یہ ادائیگی کا وقت ہے اور اس کے بعد ایام منیٰ قضا کا وقت ہے۔

جیسا کہ امام شافعی کے اصحاب کا قول ہے اور دسویں کے دن سے پہلے روزے رکھنا ذمہ سے بری ہونا ہے اور اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ مذہب یہ ہے کہ ادا کے طور پر ہیں اگر چہ ایام منیٰ سے پہلے روزے رکھنا افضل ہے جس طرح نماز کا وقت ہے اس میں ادائیگی کی وسعت ہے اگر چہ پہلا وقت آخری وقت سے افضل ہے۔ یہ صحیح ہے اور یہ ادا ہے قضا نہیں ہے کیونکہ ایام فی الحج کے کلمات یہ احتمال رکھتے ہیں کہ اس سے مراد حج کی جگہ ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایام حج مراد ہوں۔ اگر ایام حج مراد ہوں تو یہ قول صحیح ہے کیونکہ آخری

دن ایام حج کا دسویں کا دن ہے اور یہ احتمال ہے کہ آخری دن رمی جمار کے دن ہوں کیونکہ رمی جمار کرنا خالص حج کے عمل سے ہے اگرچہ اس کے ارکان سے نہیں ہے۔ اگر حج کی جگہ مراد ہو تو وہ ایام منیٰ میں جب تک مکہ میں ہے روزے رکھ لے جیسا کہ عروہ نے کہا ہے۔ یہ بہت قوی ہے۔ بعض علماء نے کہا: وہ روزوں کو ایام تشریق تک مؤخر کرے، کیونکہ اس پر روزہ واجب نہیں ہے مگر یہ کہ دسویں کے دن ہدی نہ پائے۔

ایام تشریق میں روزوں کے عدم جواز کے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

اگر کہا جائے کہ اہل مدینہ کی ایک جماعت اور امام شافعی کا جدید قول یہ ہے کہ امام شافعی کے اکثر اصحاب کا یہ نظریہ ہے کہ ایام تشریق کا روزہ جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام منیٰ کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر نہی ثابت ہو تو یہ عام ہوگا، اس سے متمتع خاص ہوگا اس روایت سے جو بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان دنوں میں روزہ رکھتی تھیں۔ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرمایا: ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی رخصت نہیں ہے مگر اس شخص کے لئے جو ہدی نہ پائے۔ دارقطنی نے کہا: اس کی سند صحیح ہے۔ اس کو حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تین طرف سے مرفوع روایت کیا ہے اور تینوں طرف کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ان دنوں میں روزہ رکھنے کی رخصت دی گئی ہے کیونکہ حج کے ایام میں سے باقی صرف یہی مقدار رہ گئی ہے۔ اسی وجہ سے روزے کا وجوب متحقق ہوجاتا ہے، ہدی کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ ابن منذر نے کہا: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرمایا: جب روزہ فوت ہوجاتا ہے تو ایام تشریق کے بعد روزہ رکھے گا۔ یہ حسن اور عطا کا قول ہے۔ ابن منذر نے کہا: اسی طرح ہم کہتے ہیں، ایک طائفہ نے کہا: جب دس دنوں میں روزہ نہ رکھے تو پھر ہدی کے سوا کوئی چیز یاد نہیں۔ یہ حضرت ابن عباس، حضرت سعید بن جبیر، طاؤس اور مجاہد سے مروی ہے۔ امام ابوعمر نے امام ابوحنیفہ سے اور آپ کے اصحاب سے روایت کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

لوٹنے کے بعد سات روزوں سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

اور سات جب تم لوٹو) یعنی سات روزے رکھو جب لوٹو یعنی جس وقت اعمال حج سے فارغ ہوجاؤ۔ رجعتم کی یہ تفسیر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام مالک اور ایک قول امام شافعی کا یہ ہے کہ جب مکہ سے اپنے وطن کو لوٹنے کے ارادہ سے چلو۔ مشہور مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے اور ایک روایت امام احمد سے بھی یہی ہے کہ جب تم اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹو یعنی اپنے وطنوں میں جا پہنچو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوٹنا تو یہی ہے کہ اپنے گھر واپس آجائے اس سے پہلے یہ روزے جائز نہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مکہ سے بقصد وطن نکلا تو اس پر رجوع کا لفظ صادق آگیا اس لیے اس کو وطن پہنچنے سے پہلے ہی یہ روزے رکھنے جائز ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رجوع کے معنی حج سے فارغ ہونا ہیں دیکھتے نہیں کہ جس نے بعد حج کے مکہ میں رہنا اختیار کرلیا یا اس کا کوئی وطن نہ ہو اس کے لیے سب کے نزدیک مکہ میں روزے رکھنا جائز ہیں پس اسی طرح جس کا وطن مکہ کے سوا اور کوئی ہو اس کو بھی حج سے فراغت کے بعد یہ روزے رکھنا جائز ہیں ورنہ حقیقت اور مجاز کا جمع ہونا لازم آجائے گا اور یہ باطل ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

1777 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْرَدَ الْحَجَّ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمروں کا بیان

قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ عمرہ کیا، صرف وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا ہے اس کے علاوہ باقی سب عمرے ذی القعدہ میں تھے۔

ایک عمرہ تو حدیبیہ سے، یا حدیبیہ کے زمانے میں ذی القعدہ کے مہینہ میں، اور ایک عمرہ آئندہ برس ذی القعدہ میں، اور ایک عمرہ جعرانہ سے یہ بھی ذی القعدہ میں تھا جب کہ آپ نے مال غنیمت بھی تقسیم فرمایا۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر الحج (1654) صحیح مسلم حدیث نمبر (الحج 1253)

حافظ ابن قیم کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ھجرت کے بعد چار عمرے کیے جو سب کے سب ذی القعدہ کے مہینہ میں تھے۔

پہلا:

عمرہ حدیبیہ: یہ سب سے پہلا عمرہ ہے جو کہ چھ ھجری میں کیا تو مشرکین مکہ میں انہیں روک دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے اونٹ وہیں ذبح کر دیے اور خود اور صحابہ کرام نے اپنے سر منڈوا کر اپنے احرام سے حلال ہو گیے اور اس سال مدینہ واپس تشریف لے آے۔

دوسرا:

عمرہ قضاء: حدیبیہ کے بعد والے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور وہاں تین دن قیام فرمایا اور عمرہ مکمل کرنے کے بعد وہاں سے واپس تشریف لائے۔

تیسرا:

وہ عمرہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ کیا تھا۔

چوتھا:

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی جانب نکلے اور مکہ واپسی پر جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ داخل ہو۔

حافظ ابن قیم کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے چار سے زائد نہیں ہیں۔ دیکھیں: زاد المعاد (2/90-93)۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

علماء کرام کا کہنا ہے کہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمرے ذی القعدہ کی فضیلت اور دور جاھلیت کی مخالفت کی بنا پر اس مہینہ میں کیا، اس لیے کہ اہل جاہلیت کا یہ خیال تھا کہ ذی القعدہ میں عمرہ کرنا بہت بڑے فجور کا کام ہے جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا

ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کئی بار اس لیے کیا تا کہ لوگوں کے لیے اچھی طرح بیان ہو جائے کہ اس مہینہ میں عمرہ کرنا جائز ہے، اور جو کچھ اہل جاہلیت کرتے تھے وہ باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ دیکھیں شرح مسلم (8/235)۔

1778 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِينَ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ فَلَمَّا كَانَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَالَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ فَلْيُهِلَّ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ. قَالَ مُوسَى: فِي حَدِيثِ وُهَيْبٍ، فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ، وَقَالَ: فِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ. وَأَمَّا أَنَا فَأُهِلُّ بِالْحَجِّ فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ. ثُمَّ اتَّفَقُوا فَكُنْتُ فِيمَنْ. أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي. فَقَالَ: مَا يُبْكِيكِ؟. قُلْتُ: وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ خَرَجْتُ الْعَامَ. قَالَ: ارْفِضِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي. قَالَ مُوسَى: وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَقَالَ سُلَيْمَانُ: وَاصْنَعِي مَا يَصْنَعُ الْمُسْلِمُونَ فِي حَجِّهِمْ فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الصَّدَرِ أَمَرَ يَعْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَذَهَبَ بِهَا إِلَى التَّنْعِيمِ زَادَ مُوسَى فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ فَقَضَى اللَّهُ عُمْرَتَهَا وَحَجَّهَا. قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدْيٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ مُوسَى فِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْبَطْحَاءِ طَهُرَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ذوالحج کا چاند نظر آنے والا تھا جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ پہنچے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج کا تلبیہ پڑھنا چاہتا ہو وہ حج کا تلبیہ پڑھ لے اور جو صرف عمرہ کا تلبیہ پڑھنا چاہتا ہو وہ عمرہ کا تلبیہ پڑھ لے۔

موسیٰ نامی راوی نے وہیب کی نقل کردہ روایت کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

''اگر میں نے قربانی کا جانور ساتھ نہ لیا ہوتا تو میں بھی عمرہ کا تلبیہ پڑھتا۔''

حماد بن سلمہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''جہاں تک میرا تعلق ہے' تو میں' تو حج کا تلبیہ پڑھ رہا ہوں کیونکہ میرے ساتھ قربانی کا جانور ہے''۔

اس کے بعد تمام راوی اس بات کو نقل کرنے میں متفق ہیں (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں): میں ان لوگوں میں شامل تھی جنہوں نے عمرہ کا تلبیہ پڑھا تھا۔ راستے میں کسی جگہ مجھے حیض آ گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے' تو میں رو رہی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم کیوں رو رہی ہو؟ تو میں نے عرض کی: مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس سال حج نہیں کر سکوں گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمرے کو رہنے دو۔ اپنے سر (کے بال) کھول دو اور ان میں کنگھی کر لو۔

موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''تم حج کا تلبیہ پڑھنا شروع کر دو''۔
سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: تم وہ کام کرو جو مسلمان حج میں کرتے ہیں۔
(سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:) جب واپسی کی رات آئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن (بن ابوبکر رضی اللہ عنہما) کو حکم دیا وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر تنعیم گئے۔
موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: وہاں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا جو ان کے سابقہ عمرہ کی جگہ تھا۔ انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے ان کا عمرہ اور حج مکمل کروا دیئے۔
ہشام نامی راوی کہتے ہیں: انہیں کسی قسم کی ہدی (قربانی) نہیں کرنا پڑی۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) موسیٰ نامی راوی نے حماد بن سلمہ کی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں:
''جب بطحاء کی رات آئی تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہو گئیں''۔

شرح

بطحاء" اور" ابطح" اس کشادہ نالہ کو کہتے ہیں جس سے پانی گزرتا ہے اور جس میں ریب اور سنگریزے جمع ہو جاتے ہیں۔ مکہ کے سنگریزوں کو سونا بنانے سے مراد یہ تھی کہ مکہ کے اطراف میں جو نالے اور پانی کے نکاس کے راستے ہیں ان سب کو سونے سے بھر دیا جائے یا یہ کہ ان نالوں میں جو سنگریزے ہیں ان کو سونے میں تبدیل کر دیا جائے اور یہ دوسری مراد زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے کہ (اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو اللہ تعالیٰ) مکہ کے پہاڑوں کو سونے میں تبدیل کر دے۔ حدیث کے آخری جملوں کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے دنیاوی وسعت وفراخی اور خوشحالی کی پیش کش کے باوجود میں نے دنیا کے مال وزر کو ٹھکرا دیا اور فقر کو اختیار کر لیا کہ اگر ایک روز شکم سیر رہوں تو دوسرے روز بھوکا رہو اور اس طرح صبر اور شکر دونوں کی فضیلت پاؤں۔
اس ارشاد گرامی کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا امت کو تعلیم وتلقین فرمائی کہ اگرچہ دولتمندی بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن اس کی آفات بھی بہت ہیں اور انسان دولتمندی کی حالت میں زیادہ گمراہ ہوتا ہے لہٰذا فقر وقناعت کو اختیار کرنا زیادہ موزوں ہے اس لئے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ غنا یعنی دولتمندی کے مقابلہ میں فقر افضل ہے۔

1779 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ، وَاَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ، فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ، فَلَمْ يُحِلُّوا حَتّٰى كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ.

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہم

میں سے کچھ لوگوں نے عمرہ کا تلبیہ پڑھا۔ کچھ نے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھا اور کچھ نے صرف حج کا تلبیہ پڑھا۔ نبی اکرم ﷺ نے صرف حج کا تلبیہ پڑھا تھا۔ جس شخص نے حج کا تلبیہ پڑھا تھا یا جس نے حج اور عمرہ کو اکٹھا کر لیا تھا۔ اس نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک قربانی کا دن نہیں آ گیا۔

1780 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ زَادَ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَحَلَّ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''جو شخص عمرہ کا تلبیہ پڑھ رہا تھا اس نے احرام کھول دیا''۔

1781 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ، ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ، وَدَعِي الْعُمْرَةَ، قَالَتْ: فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ، فَقَالَ: هَذِهِ مَكَانُ عُمْرَتِكِ قَالَتْ: فَطَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوا، ثُمَّ طَافُوا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوا مِنْ مِنًى لِحَجِّهِمْ، وَأَمَّا الَّذِينَ كَانُوا جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوا طَوَافًا وَاحِدًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَمَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرُوا طَوَافَ الَّذِينَ أَهَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَطَوَافَ الَّذِينَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے ہم نے عمرہ کا تلبیہ پڑھنا شروع کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور موجود ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کا بھی تلبیہ پڑھے پھر وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا' جب تک وہ ان دونوں سے فارغ نہیں ہو جاتا۔ (سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:) میں مکہ آئی تو مجھے حیض آ چکا تھا۔ میں نے بیت اللہ کا طواف بھی نہیں کیا اور صفا و مروہ کی سعی بھی نہیں کی۔ میں نے اس بات کی شکایت نبی اکرم ﷺ سے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بال کھول کر کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ چھوڑ دو۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم نے حج مکمل کر لیا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے عبدالرحمن کے ہمراہ تنعیم بھیجا میں نے پھر وہاں سے عمرہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے عمرہ کی جگہ ہو گیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جن لوگوں نے عمرہ کا تلبیہ پڑھا تھا ان لوگوں نے بیت اللہ کا طواف کرنے اور صفا و مروہ کی

سعی کرنے کے بعد احرام کھول دیا پھر انہوں نے منیٰ سے واپس آنے پر اپنے حج کے لئے دوسری مرتبہ طواف کیا لیکن جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کر لیا تھا انہوں نے صرف ایک بار طواف کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابراہیم بن سعد اور معمر نے ابن شہاب کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے انہوں نے اس طواف کا ذکر نہیں کیا جو ان لوگوں نے کیا تھا جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' اور اس طواف کا ذکر بھی نہیں کیا تھا جو ان لوگوں نے کیا تھا جنہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کر لیا تھا۔

احرام باندھنے کا مستحب طریقہ

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ احرام کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ غسل کرے، بدن سے مَیل اتارے، ناخن ترشوائے، خط بنوائے، موئے بغل وزیر ناف دُور کرے، سر مُنڈانے کی عادت ہو تو منڈائے ورنہ کنگھی کرے، تیل ڈالے، بدن میں خوشبو لگائے، پھر جامہ احرام پہن کر دو رکعت نماز بہ نیت سنت احرام پڑھے۔ پھر وہیں قبلہ رو بیٹھا دل و زبان سے نیت کرے۔ ب آواز تین بار لبیک کہے۔ آسانی و قبول کی دعا مانگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، ج١٠)

1782 - حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِي، فَقَالَ: مَا يُبْكِيكِ يَا عَائِشَةُ؟، فَقُلْتُ: حِضْتُ لَيْتَنِي لَمْ اَكُنْ حَجَجْتُ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّمَا ذٰلِكَ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ. فَقَالَ: انْسُكِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ اَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ. فَلَمَّا دَخَلْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ اَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً. اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ. قَالَتْ: وَذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ يَوْمَ النَّحْرِ. فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْبَطْحَاءِ وَطَهُرَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَتَرْجِعُ صَوَاحِبِي بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَاَرْجِعُ اَنَا بِالْحَجِّ. فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِي بَكْرٍ، فَذَهَبَ بِهَا اِلَى التَّنْعِيمِ فَلَبَّتْ بِالْعُمْرَةِ

❀❀ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نے حج کا تلبیہ پڑھنا شروع کیا یہاں تک جب ہم سرف کے مقام پر پہنچے تو مجھے حیض آگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہنچے' تو میں رو رہی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کی: مجھے حیض آگیا ہے۔ کاش میں نے حج (کی نیت یا سفر) نہ کیا ہوتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ وہ چیز ہے' جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کا مقدر کر دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تمام مناسک ادا کرو' البتہ تم بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ جب ہم مکہ میں داخل ہوئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اسے عمرہ بنانا چاہے وہ اسے عمرہ بنا لے البتہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو (اسے اس کی اجازت نہیں ہے)"۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قربانی کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی دی۔ جب بطحاء کی رات آئی اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت تک پاک ہو چکی تھیں' تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا دیگر خواتین حج اور عمرہ کر کے واپس جائیں گی اور میں صرف حج کر کے جاؤں گی؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر تنعیم گئے' تو وہاں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا تلبیہ پڑھا (یعنی وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کیا)

1783 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرٰى اِلَّا اَنَّهُ الْحَجُّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ اَنْ يُّحِلَّ، فَاَحَلَّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ

❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہمارا مقصد صرف حج کرنا تھا۔ ہم لوگ آئے اور جب ہم نے بیت اللہ کا طواف کر لیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے وہ احرام کھول دے تو ہر اس شخص نے احرام کھول دیا جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا۔

1784 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ، لَمَا سُقْتُ الْهَدْيَ، قَالَ مُحَمَّدٌ: اَحْسَبُهُ قَالَ: وَلَحَلَلْتُ مَعَ الَّذِيْنَ اَحَلُّوا مِنَ الْعُمْرَةِ، قَالَ: اَرَادَ اَنْ يَّكُوْنَ اَمْرُ النَّاسِ وَاحِدًا

❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے بعد میں جس چیز کا خیال آیا اگر اس کا خیال پہلے آجاتا' تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا۔

محمد نامی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: میں بھی ان لوگوں کی طرح احرام کھول دیتا' جنہوں نے عمرہ کے بعد احرام کھول دیا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی: تمام لوگوں کی صورتحال ایک ہو جاتی۔

1785 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اَقْبَلْنَا مُهِلِّيْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، وَاَقْبَلَتْ عَائِشَةُ مُهِلَّةً بِعُمْرَةٍ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ بِسَرِفَ عَرَكَتْ حَتّٰى اِذَا قَدِمْنَا طُفْنَا بِالْكَعْبَةِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

1783 - اسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد الضبي، ومنصور: هو ابن المعتمر السلمي، وابراهيم: هو ابن يزيد النخعي، والاسود: هو ابن يزيد النخعي. واخرجه البخاري (1561) و (1762)، ومسلم (1211) وبالر (1328)، والنسائي في "الكبرى" (3771) و (3684) من طريق منصور بن المعتمر، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1211) من طريق الاعمش، عن ابراهيم، به ولم يسق لفظه. وهو في "مسند احمد" (24906).

وَسَلَّمَ اَنْ يُحِلَّ مِنَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ، قَالَ: فَقُلْنَا: حِلُّ مَاذَا؟ فَقَالَ الْحِلُّ كُلُّهُ فَوَاقَعْنَا النِّسَاءَ، وَتَطَيَّبْنَا بِالطِّيبِ، وَلَبِسْنَا ثِيَابَنَا، وَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ اِلَّا اَرْبَعُ لَيَالٍ، ثُمَّ اَهْلَلْنَا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ، ثُمَّ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ فَوَجَدَهَا تَبْكِي فَقَالَ: مَا شَاْنُكِ؟ قَالَتْ: شَاْنِي اَنِّي قَدْ حِضْتُ، وَقَدْ حَلَّ النَّاسُ وَلَمْ اُحْلِلْ، وَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَالنَّاسُ يَذْهَبُوْنَ اِلَى الْحَجِّ الْاٰنَ، فَقَالَ: اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ فَاغْتَسِلِي، ثُمَّ اَهِلِّي بِالْحَجِّ فَفَعَلَتْ، وَوَقَفَتِ الْمَوَاقِفَ حَتّٰى اِذَا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ قَالَ: قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ جَمِيعًا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّي اَجِدُ فِي نَفْسِي اَنِّي لَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ حِيْنَ حَجَجْتُ قَالَ: فَاذْهَبْ بِهَا يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ وَذٰلِكَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ.

۞۞ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حج کے موقع پر ہم لوگ حج افراد کی نیت کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے' جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ سرف کے مقام پر پہنچیں' تو انہیں حیض آ گیا۔ جب ہم (مکہ) آئے' تو ہم نے خانہ کعبہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے وہ احرام کھول دے۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے دریافت کیا: کس حد تک؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکمل طور پر (احرام کے احکام ختم کر دو) راوی کہتے ہیں: ہم نے اپنی بیویوں کے ساتھ صحبت کی، خوشبو لگائی، سلے ہوئے کپڑے پہنے حالانکہ اس وقت ہمارے اور عرفات کے درمیان صرف چار دن باقی رہ گئے تھے' پھر ہم نے ترویہ کے دن احرام باندھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، تو انہیں روتے ہوئے پایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا مسئلہ یہ ہے مجھے حیض آ گیا ہے۔ لوگوں نے احرام کھول دیا ہے مگر میں نے احرام نہیں کھولا۔ میں بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی اور اب لوگ حج کی طرف روانہ ہونے لگے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (حیض) ایسی چیز ہے' جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کا مقدر کر دی ہے۔ تم (اسے) دھو کر پھر حج کا احرام باندھ لو۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا' یہاں تک کہ جب تمام مناسک سے وہ فارغ ہو گئیں' تو وہ پاک ہو گئیں۔ انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کی سعی کی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تم نے اپنے حج اور عمرہ کی پابندیوں کو ختم کر دیا ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ذہن میں الجھن ہے۔ جب میں نے حج کیا تھا تو اس وقت بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالرحمن! اسے ساتھ لے جاؤ اور اسے تنعیم سے عمرہ کروا دو۔ (راوی کہتے ہیں:) یہ حصبہ (میں قیام) کی رات کا واقعہ ہے۔

حالت حیض میں طواف و نماز کی ممانعت کا بیان

1786 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ، اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ بِبَعْضِ هٰذِهِ الْقِصَّةِ

قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ. ثُمَّ حُجِّيْ وَاصْنَعِيْ مَايَصْنَعُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوفِيْ بِالْبَيْتِ وَلَا تُصَلِّيْ

❀❀ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ اس کے بعد راوی نے اس واقعے کا کچھ حصہ بیان کیا ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ''تم حج کا احرام باندھ لو اور حج کرو اور پھر وہ تمام کام کرو جو حاجی کرتے ہیں' البتہ تم بیت اللہ کا طواف نہ کرنا اور نماز نہ پڑھنا''۔

1787 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ، حَدَّثَنِي الْاَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِيْ مَنْ، سَمِعَ عَطَاءَ بْنَ اَبِيْ رَبَاحٍ، حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: اَهْلَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ خَالِصًا، لَا يُخَالِطُهُ شَيْءٌ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ لِاَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَطُفْنَا وَسَعَيْنَا ثُمَّ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُحِلَّ، وَقَالَ: لَوْلَا هَدْيِيْ لَحَلَلْتُ. ثُمَّ قَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ مُتْعَتَنَا هٰذِهِ اَلِعَامِنَا هٰذَا اَمْ لِلْاَبَدِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ هِيَ لِلْاَبَدِ. قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ اَبِيْ رَبَاحٍ، يُحَدِّثُ بِهٰذَا فَلَمْ اَحْفَظْهُ حَتّٰى لَقِيتُ ابْنَ جُرَيْجٍ فَاَثْبَتَهُ لِيْ

❀❀ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حج کے احرام کی نیت کی۔ اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں ملائی۔ ذوالحج کے چار دن گزرنے کے بعد ہم مکہ پہنچے۔ ہم نے طواف کیا' سعی کی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں احرام کھولنے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول دیتا۔ پھر حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے یہ سہولت ہمارے لئے صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلکہ یہ ہمیشہ کے لئے ہے۔

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء بن ابی رباح کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے مگر میں اسے یاد نہیں رکھ سکا۔ یہاں تک کہ میری ملاقات ابن جریج سے ہوئی تو انہوں نے مجھے یہ روایت یاد کروائی۔

صفا و مروہ کے درمیان سعی سے متعلق احادیث کا بیان

(۱) امام مالک نے موطا میں امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی داؤد، ابن الانباری نے مصاحف میں، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ عروہ نے (جو ان کے بھانجے تھے) ان سے پوچھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ''ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما'' کے بارے میں بتایئے میرا خیال یہ ہے کہ جو آدمی ان کا طواف نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے تو نے غلط کہا ہے اگر یہ مطلب ہوتا جو تو نے بیان کیا ہے تو عبارت اس طرح ہوتی ''فلا جناح علیہ ان یطوف بھما'' لیکن یہ آیت نازل ہوئی جب انصار اسلام لانے سے پہلے مناۃ بت کے لئے احرام باندھتے تھے جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اور جو اس بت کے لئے احرام باندھتا تھا وہ صفا مروہ کی سعی کرنے سے اجتناب کرتا تھا۔ اس بارے میں ہم

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کہ ہم زمانہ جاہلیت میں صفا و مروہ کی سعی کرنے سے اجتناب کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت ''ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ'' (الآیہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کی سعی کی سنت بنا دیا اب کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ صفا مروہ کی سعی کو چھوڑے۔

(۲) عبد بن حمید، بخاری، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی داؤد فی المصاحف، ابن ابی حاتم، ابن السکن اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے صفا مروہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اس کو جاہلیت کے کام میں سے خیال کرتے تھے لیکن جب اسلام آیا تو ہم اس سے رک گئے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت ''ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ''۔

(۳) امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا فرماتی ہیں یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی زمانہ جاہلیت میں جب وہ لوگ احرام باندھتے تھے تو صفا مروہ کے درمیان طواف کرنا ان کے لئے حلال نہ تھا جب ہم (مدینہ منورہ) آئے تو انہوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت ''ان الصفا والمرۃ من شعائر اللہ''۔

صفا مروہ کے درمیان سعی واجب ہے

(٤) ابن جریر، ابن ابی داؤد، فی المصاحف، ابن ابی حاتم اور حاکم نے (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں شیاطین صفا مروہ کے درمیان ساری رات جمع ہو کر ہجو یہ اشعار پڑھتے تھے صفا مروہ میں بت تھے جن کو وہ خدا سمجھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم صفا مروہ کا طواف نہ کریں کیونکہ یہ ایک ایسا کام تھا جس کو ہم زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت ''فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما'' فرمایا کہ (صفا مروہ کا طواف کرنے میں) اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ اس کے لئے اجر ہے۔

(۵) امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انصار (صحابہ) نے عرض کیا کہ صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت ''ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ''۔

(٦) ابن جریر نے عمرو بن حبیش رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لفظ آیت ''ان الصفا والمروۃ الآیہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو وہ زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔ میں ان کے پاس آیا اور ان سے (اس بارے میں) پوچھا تو انہوں نے فرمایا ان (دونوں پہاڑوں پر) بت رکھے ہوئے تھے۔ (اس لئے) جب وہ لوگ اسلام لائے تو ان دونوں کے درمیان سعی کرنے سے رک گئے یہاں تک کہ (یہ آیت) ''ان الصفا والمروۃ'' نازل ہوئی۔

(۷) ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لوگ صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بتایا کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہے۔ اوران دونوں کے درمیان سعی کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے اب ان دونوں کے درمیان سعی کرنے کی سنت قائم ہوگئی۔

(۸) سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر نے عامر شعبی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ صفا پر ایک بت تھا جس کو اساف کہتے تھے اور مروہ پر ایک بت تھا جس کو نائلہ کہتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں جب بیت اللہ کا طواف کرتے تھے تو صفا مروہ کے درمیان بھی سعی کرتے ہوئے بتوں کو ہاتھ لگاتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم بتوں کی وجہ سے صفا مروہ کی سعی کرتے تھے اوران کے درمیان سعی کرنا شعائر میں نہیں ہے (اس پر) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "ان الصفا والمروۃ" (الآیہ) اور لفظ آیت "الصفا" کو مذکر فرمایا کیونکہ اس پر جو بت تھا وہ مذکر تھا۔ اور مروہ کو مؤنث ذکر فرمایا کیونکہ اس پر جو بت تھا وہ مؤنث تھا۔

(۹) سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انصار نے کہا کہ ان پتھروں (یعنی صفا مروہ) کے درمیان سعی کرنا جاہلیت والوں کے کام میں سے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" فرمایا کہ یہ عمل خیر میں سے ہے جس کے بارے میں، میں نے تم کو بتایا ہے اس پر کوئی حرج نہیں جو ان دونوں (کے درمیان) سعی نہ کرے لفظ آیت "ومن تطوع خیرا فھو خیر لہ" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بطور نفل کے کیا پس یہ سنن میں سے ہے۔ عطاء رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو اس کی جگہ کو ستر کعبہ کے ساتھ بدل دیتے۔

(۱۰) ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں تھامہ کے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" اوران کے درمیان سعی کرنا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی سنت ہے۔

مشرکین صفاء مروہ پر بتوں کو پوجتے تھے

(۱۱) عبد بن حمید، مسلم، ترمذی، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی نے اپنی سنن میں زہری کے طریق سے عروہ رحمہ اللہ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا انصار میں سے کچھ لوگ مناۃ (بت) کے لئے زمانہ جاہلیت میں احرام باندھتے تھے اور مناۃ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بت تھا انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کہ ہم مناۃ کی تعظیم کرتے ہوئے صفا مروہ کی سعی کرتے تھے اب ہم پر سعی میں کوئی حرج ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" عروہ رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ مجھے کچھ پرواہ نہیں اگر میں صفا مروہ کے درمیان سعی نہ کروں (کیونکہ) اللہ نے فرمایا لفظ آیت "فلا جناح علیہ ان یطوف بھما" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لفظ آیت "ان الصفا

والمروۃ من شعائر اللہ‘‘۔ زہری رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات میں نے ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحرث بن ہشام کو بتائی تو انہوں نے کہا یہ علم ہے (اور) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اہل علم لوگوں کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کے بارے میں (حکم) نازل فرمایا اور صفا مروہ کے درمیان طواف کا (حکم) نازل فرمایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا تو ذکر فرمایا ہے اور صفا مروہ کے درمیان سعی نہ کریں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ’’ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ‘‘ (الآیہ) ابوبکر نے فرمایا کہ یہ آیت دونوں فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی ان کے بارے میں بھی جنہوں نے سعی کی اور ان کے بارے میں بھی جنہوں نے سعی نہ کی۔

(۱۲) امام وکیع، عبدالرزاق، عبد بن حمید، مسلم، ابن ماجہ اور ابن جریر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ قسم ہے میری عمر کی اللہ تعالیٰ اس کے حج اور عمرہ کو پورا نہیں فرمائیں گے جو شخص صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ’’ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ‘‘۔

(۱۳) عبد بن حمید اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انصار صفا مروہ کے درمیان سعی کو ناپسند کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت ’’ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ‘‘ پس ان کے درمیان سعی کرنا نفل ہے۔

(۱۴) ابوعبید نے فضائل میں، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابن المنذر اور ابن الانباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ اس آیت لفظ آیت ’’فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما‘‘ کو اس طرح پڑھتے تھے۔

(۱۵) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر نے عطار رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں اس طرح سے ہے۔ لفظ آیت ’’فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما‘‘۔

(۱۶) حماد رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے والد کے مصحف میں (یوں) پایا لفظ آیت ’’فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما‘‘

(۱۷) ابن ابی داؤد نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت ’’فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما‘‘ پڑھتے تھے۔

(۱۸) امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ یوں پڑھتے تھے لفظ آیت ’’فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما‘‘ تشدید کے ساتھ پس جس نے اس کو چھوڑ دیا تو اس پر کوئی حرج نہیں۔

(۱۹) سعید بن منصور اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں مروہ سے پہلے صفا سے شروع کرتا ہوں طواف کرنے سے پہلے نماز پڑھ لیتا ہوں یا نماز سے پہلے طواف کرتا ہوں اور ذبح کرنے

سے پہلے حلق کرتا ہوں یا حلق کرانے کے بعد ذبح کرتا ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ باتیں اللہ کی کتاب میں سے لے لو وہ یاد کرنے کے قابل ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ''ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ'' (اس میں) صفا (کا حکم) ہے مروہ سے پہلے اور فرمایا لفظ آیت ''لا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الھدی محلہ'' یعنی ذبح ہے حلق سے پہلے (کا) فرمایا لفظ آیت ''وطھر بیتی للطایفین والقائمین والرکع السجود (۲۶)'' (الحج آیت ۲۶) اور اس آیت میں نماز سے پہلے طواف ہے۔

(۲۰) امام وکیع نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ (سعی) مروہ سے پہلے صفا سے کیوں شروع کی جاتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ''ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ'' (یعنی مروہ سے پہلے صفا کا ذکر فرمایا)۔

(۲۱) امام مسلم، ترمذی، ابن جریر اور بیہقی نے سنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج میں صفا کے قریب تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا لفظ آیت ''ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ'' میں پس اللہ تعالیٰ نے کلام کو جس سے شروع فرمایا ہے تم بھی اس سے شروع کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی صفا سے شروع فرمائی اور اس پر چڑھ گئے۔

(۲۲) امام شافعی، ابن سعد، احمد، ابن المنذر، ابن قانع اور بیہقی نے حبیبہ بنت ابی بجران رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے دیکھا لوگ آپ کے آگے تھے اور آپ ان کے پیچھے سعی فرما رہے تھے یہاں تک کہ میں نے تیز سعی کی وجہ سے آپ کے گھٹنے دیکھے آپ اپنی چادر مبارک لپیٹے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ سعی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض فرمادی ہے۔

(۲۳) امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (کسی نے) پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض کی ہے پس تم سعی کرو۔

(۲۴) امام وکیع نے ابوفصیل عامر بن واثلہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سعی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلا نے سعی کی تھی۔

(۲۵) امام طبرانی اور بیہقی نے ابوطفیل رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ آپ کی قوم یہ گمان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تھی اور یہ سنت میں سے ہے آپ نے فرمایا انہوں نے سچ کہا جب ابراہیم (علیہ السلام) کو حج کے احکام کا حکم دیا گیا تو سعی کی جگہ کے درمیان شیطان نے ان کے سامنے اور ان کے آگے جانے کی کوشش کی مگر ابراہیم (علیہ السلام) اس سے آگے نکل گئے۔

(۲۶) امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے لوگوں کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا یہ ان کاموں میں سے ہے جس کا تم کو اسماعیل (علیہ السلام) کی والدہ نے وارث بنایا۔

حضرت ہاجرہ واسماعیل (علیہ السلام) برکت

(۲۷) الخطیب نے التلخیص میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابراہیم (علیہ السلام) تشریف لائے ان کے ساتھ ہاجرہ (ان کی بیوی) اور اسماعیل (ان کے بیٹے) بھی تھے ان دونوں (یعنی ہاجرہ اور اسماعیل (علیہ السلام) کو بیت اللہ کے پاس بٹھایا ان کی بیوی نے پوچھا کیا اس کام کا اللہ نے آپ کو حکم فرمایا ہے فرمایا ہاں! (پھر) بچے کو پیاس لگی حضرت ہاجرہ نے ادھر ادھر دیکھا پہاڑوں میں سب سے زیادہ قریب صفا کی پہاڑی تھی اس پر جا کر دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ آئی یہ صفا مروہ کے درمیان پہلی سعی تھی۔ وہ واپس آئیں تو اپنے آگے ایک ہلکی سی آواز سنی اور فرمایا میں نے سن لیا ہے اگر تیرے پاس کوئی مدد ہے تو لے آ اچانک اس کے آگے جبرئیل (علیہ السلام) تھے جو اپنی ایڑھی کو زم زم پر مار رہے تھے تو پانی ابل آیا۔ وہ کوئی چیز لے آئیں تاکہ اس میں پانی کو جمع کریں۔ جبرئیل (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا کیا تو پیاس سے ڈرتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کا شہر ہے تم پیاس سے نہ ڈرو۔

(۲۸) ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی۔ اور شیاطین کو کنکری مارنا اللہ کے ذکر کو قائم کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں ان کی اور کوئی غرض نہیں۔

(۲۹) الازرقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ صفا مروہ میں سعی کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ صفا سے اترے پھر چلتے ہوئے گزرگاہ کے بطن میں پہنچ جائے جب اس جگہ میں آئے تو دوڑے حتی کہ یہاں سے پار ہو جائے پھر (اپنی رفتار پر چلے حتی کہ مروہ پر آجائے)۔

(۳۰) الازرقی نے مسروق کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ صفا کی طرف نکلے پھر صدع (یعنی صفا کی چوڑائی) پر کھڑے ہو کر لبیک پڑھا میں نے ان سے کہا کہ لوگ یہاں ہلال (یعنی تلبیہ کہنے) سے منع کرتے ہیں انہوں نے فرمایا لیکن میں تم کو اس کا حکم کرتا ہوں کیا تو جانتا ہے اہلال کیا ہے؟ یہ وہ دعا ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے رب کے ہاں قبولیت ہے۔ جب آپ (نیچے) وادی میں آئے تو رمل کیا اور (یہ دعا) مانگی "رب اغفر وارحم انك انت الاعز الاکرم" (اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما بے شک تو بہت عزت والا اور بہت اکرام والا ہے۔

(۳۱) طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صدع (مقام) پر کھڑے ہوئے جو صفا میں ہے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ وہ مقام ہے جس پر سورۃ بقرہ نازل ہوئی۔

وما قوله تعالیٰ: ومن تطوع خیرا:

(۳۲) ابن ابی داؤد نے المصاحف میں الاعمش رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں لفظ آیت "ومن تطوع خیرا" ہے۔

(۳۳) سعید بن منصور نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ صفا مروہ پر یہ دعا کرتے تھے تین مرتبہ (یعنی اللہ

اکبر) کہتے تھے اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے:

”لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکفرون“۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود (نہیں) اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہم کسی کی عبادت نہیں کرتے مگر اسی کی اس کے دین کے لئے خالص ہو کر اگرچہ کافر اس کو ناپسند کریں۔

اور بہت سی دعائیں کرتے تھے یہاں تک کہ ہم تھک جاتے اگرچہ ہم جوان لوگ تھے اور ان کی دعا میں سے ایک یہ دعا بھی تھی:۔

”اللھم اجعلنی ممن یحبک ویحب ملائکتک والی رسلک والی عبادک الصالحین اللھم حببنی الیک والی ملائکتک والی رسلک والی عبادک الصالحین“

ترجمہ: اے اللہ مجھے بنادے ان لوگوں میں سے جو تجھ سے اور تیرے فرشتوں سے اور تیرے رسولوں سے محبت کرتے ہیں اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ اور اے اللہ! مجھے اپنا اپنے فرشتوں، رسولوں اور نیک بندوں کا محبوب بنادے۔

”اللھم یسرنی للیسری وجنبنی للعسری واغفرلی فی الاخرۃ والاولی واجعلنی من الائمۃ المتقین ومن ورثۃ جنۃ النعیم واغفرلی یوم الدین اللھم انک قلت (ادعونی استجب لکم) وانک لا تخلف المیعاد“۔

ترجمہ: اے اللہ! آسانی کردے میرے لئے آسانی کو اور بچادے مجھے تنگی سے اور بخش دے مجھ کو دنیا میں اور آخرت میں اور مجھے متقین کے اماموں میں سے بنادے اور جنت النعیم کے ورثا میں سے بنادے اور میری خطاؤں کو قیامت کے دن بخش دے اے اللہ بےشک آپ نے فرمایا ہے مجھ سے دعا کرو اور میں تمہاری دعاؤں کو قبول کرونگا اور بلاشبہ آپ وعدہ خلافی نہیں فرماتے۔

”اللھم اذھدیتنی للاسلام فلا تنزعہ منی ولا تنزعنی منہ حتی توفان علی الاسلام وقد رضیت عنی“

ترجمہ: اے اللہ جب آپ نے مجھ کو السلام کی ہدایت دی اس کو مجھ سے نہ چھین لینا اور مجھے اس سے جدا نہ کرلینا اور مجھ سے راضی ہوجائیے۔

”اللھم لا تقدمنی للعذاب ولا تؤخرنی لسیء الفتن“

ترجمہ: اے اللہ مجھے عذاب کے لئے پیش نہ کرنا اور مجھے برے فتنوں کے لئے پیچھے نہ چھوڑ دینا۔

(۳٤) سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جو شخص تم میں سے حج کے لئے آئے تو اس کو چاہئے کہ بیت اللہ کے طواف سے شروع کرے اور سات چکر لگائے پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھے پھر

صفا پر آئے اور اس پر قبلہ رخ کھڑا ہو جائے پھر سات مرتبہ تکبیریں کہے دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد اور اس کی ثنا بیان کرے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اپنے لئے دعا کرے اور اسی طرح مروہ پر بھی کرے۔

(۳۵) ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سات جگہوں میں ہاتھ بلند کئے جاتے ہیں جب نماز کی طرف کھڑے ہو، بیت اللہ کو دیکھو، صفا مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں، شیاطین کو کنکری مارتے وقت۔

(۳۶) امام شافعی نے الام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھوں کو بلند کیا جائے نماز میں، جب بیت اللہ کو دیکھو، صفا مروہ پر، عرفات میں، مزدلفہ میں اور جمروں کے پاس اور میت پر۔

وأما قوله: فان الله شاكر عليه:

(۳۷) ابن ابی حاتم نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی قدر دان نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ خیر کی کوئی جزا دینے والا نہیں۔ (تفسیر در منثور، سورہ بقرہ، بیروت)

ذوالحج کے چار دن بعد میں آنے والوں کا بیان

1788 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَمَّا طَافُوا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلُوهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ قَدِمُوا فَطَافُوا بِالْبَيْتِ، وَلَمْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ذوالحج کے چار دن گزرنے کے بعد (مکہ) آ گئے جب ان حضرات نے بیت اللہ کا طواف کر لیا اور صفا و مروہ کی سعی کر لی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اسے عمرہ میں تبدیل کر لو البتہ جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور موجود ہو (اس کا حکم مختلف ہے) جب ترویہ کا دن آیا تو ان لوگوں نے حج کا احرام باندھ لیا جب قربانی کا دن آیا تو وہ لوگ آئے انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا لیکن انہوں نے صفا و مروہ کی سعی نہیں کی۔

صفا اور مروہ کی سعی اور فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عروہ دریافت کرتے ہیں کہ اس آیت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طواف نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں آپ نے فرمایا بھتیجے تم صحیح نہیں سمجھے اگر یہ بیان مد نظر ہوتا تو ان لا یطوف بھما ہوتا۔ سنو آیت شریف کا شان نزول یہ ہے کہ مشلل (ایک جگہ کا نام ہے) کے پاس مناۃ بت تھا اسلام سے پہلے انصار اسے پوجتے تھے اور جو اس کے نام لبیک پکار لیتا وہ صفا مروہ کے طواف کرنے میں حرج سمجھتا تھا، اب بعد از اسلام ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صفا مروہ کے طواف کے حرج کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت اتری کہ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اسی کے بعد حضور علیہ السلام نے صفا

مروہ کا طواف کیا اس لئے مسنون ہو گیا اور کسی کو اس کے ترک کرنے کا جواز نہ رہا۔ (بخاری مسلم)

ابوبکر بن عبدالرحمن نے جب یہ روایت سنی تو وہ کہنے لگے کہ بیشک یہ علمی بات ہے میں نے تو اس سے پہلے سنی ہی نہ تھی بعض اہل علم فرمایا کرتے تھے کہ انصار نے کہا تھا کہ ہمیں بیت اللہ کے طواف کا حکم ہے صفا مروہ کے طواف کو جاہلیت کا کام جانتے تھے اور اسلام کی حالت میں اس سے بچتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی،

ابن عباس سے مروی ہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان بہت سے بت تھے اور شیاطین رات بھر اس کے درمیان گھومتے رہتے تھے اسلام کے بعد لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں کے طواف کی بابت تھے اور شیاطین رات بھر اس کے درمیان گھومتے رہتے تھے اسلام کے بعد لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں کے طواف کی بابت مسئلہ دریافت کیا جس پر یہ آیت اتری "اساف" "بت صفا پر تھا اور" نائلہ "مروہ پر، مشرک لوگ انہیں چھوتے اور چومتے تھے اسلام کے بعد لوگ اس سے الگ ہو گئے لیکن یہ آیت اتری جس سے یہاں کا طواف ثابت ہوا، سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ" اساف "اور" نائلہ "دو مرد عورت تھے ان بدکاروں نے کعبہ میں زنا کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھر بنا دیا، قریش نے انہیں کعبہ کے باہر رکھ دیا تا کہ لوگوں کو عبرت ہو لیکن کچھ زمانہ کے بعد ان کی عبادت شروع ہو گئی اور صفا مروہ پر لا کر نصب کر دیے گئے اور ان کا طواف شروع ہو گیا، صحیح مسلم کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ شریف کا طواف کر چکے تو رکن کو چھو کر باب الصفا سے نکلے اور آیت تلاوت فرما رہے تھے پھر فرمایا میں بھی شروع کروں گا اس سے جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم شروع کرو اس سے جس سے اللہ نے شروع کیا یعنی صفا سے چل کر مروہ جاؤ۔ حضرت حبیبہ بنت تجزاۃ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صفا مروہ کا طواف کرتے تھے لوگ آپ کے آگے آگے تھے اور آپ ان کے پیچھے تھے آپ قدرے دوڑ لگا رہے تھے اور اس کی وجہ سے آپ کا تہبند آپ کے ٹخنوں کے درمیان ادھر ادھر ہو رہا تھا اور زبان سے فرماتے جاتے تھے لوگوں دوڑ کر چلو اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی لکھ دی ہے۔ (مسند احمد)

اسی کی ہم معنی ایک روایت اور بھی ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے ان لوگوں کی جو صفا مروہ کی سعی کو حج کا رکن جانتے ہیں جیسے حضرت امام شافعی اور ان کے موافقین کا مذہب ہے، امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے۔

امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے، بعض اسے واجب تو کہتے ہیں لیکن حج کا رکن نہیں کہتے اگر عمداً یا سہواً کوئی شخص اسے چھوڑ دے تو ایک جانور ذبح کرنا پڑے گا۔ امام احمد سے ایک روایت اسی طرح مروی ہے اور ایک اور جماعت بھی یہی کہتی ہے اور ایک قول میں یہ مستحب ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ، ثوری، شعبی، ابن سیرین یہی کہتے ہیں۔ حضرت انس ابن عمر اور ابن عباس سے یہی مروی ہے امام مالک سے عتیبہ کی بھی روایت ہے، ان کی دلیل آیت (فمن تطوع خیرا) ہے، لیکن پہلا قول ہی زیادہ راجح ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا مروہ کا طواف کیا اور فرمایا احکام حج مجھ سے لو، پس آپ نے اپنے اس حج میں جو کچھ کیا وہ واجب ہو گیا اس کا کرنا ضروری ہے، اگر کوئی کام کسی خاص دلیل نے وجوب سے ہٹ جائے تو اور بات ہے۔

سعی کے وجوب اور تقدیم کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اگر وہ طواف زیارت سے پہلے صفا مروہ کی سعی کر چکا ہے تو اب وہ طواف زیارت میں رمل نہیں کرے گا کیونکہ سعی دو بار مشروع نہیں ہے اور اسی طرح رمل بھی بار بار مشروع نہیں ہے۔ اور یہاں پر اصل یہ ہے کہ سعی واجب ہے اور اس کا مقام طواف زیارت کے بعد ہے کیونکہ طواف زیارت حج کا رکن ہے۔ لہٰذا جو اس کے تابع ہوا وہ بھی واجب ہوا۔ جبکہ طواف قدوم میں ایسا نہ ہوگا کیونکہ طواف قدوم سنت ہے لہٰذا اس کے تابع ہونے والا عمل واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ واجب سنت سے بڑا ہوتا ہے لہٰذا واجب کا سنت کی اتباع کرنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ سعی کو مقدم کرنا یعنی طواف قدوم کے ساتھ کر لینا یہ جائز ہے کیونکہ اس میں آسانی ہے۔ اور یہ سہولت کے پیش نظر مباح ہے۔

حج کا احرام باندھ کر عمرہ بنانے کا بیان

1789 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ، عَنْ عَطَاءٍ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّ هُوَ وَاَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ اَحَدٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ هَدْيٌ اِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالَ: اَهْلَلْتُ بِمَا اَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَصْحَابَهُ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً يَطُوفُوا، ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيُحِلُّوا اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوْا: اَنَنْطَلِقُ اِلٰى مِنًى وَذُكُوْرُنَا تَقْطُرُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَوْ اَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَيْتُ، وَلَوْلَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اس دن ان میں سے کسی کے ساتھ بھی قربانی کا جانور نہ تھا صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے' تو ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ انہوں نے عرض کی: میں نے وہی نیت کی ہے' جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اسے عمرہ بنالیں۔ وہ طواف کرنے کے بعد بال چھوٹے کروادیں اور احرام کھول دیں' البتہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو اس کا حکم مختلف ہے۔ اس پر کچھ لوگوں نے کہا۔ کیا ہم ایسی حالت میں منیٰ جائیں گے کہ ہمارے اعضائے تناسل سے منی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے؟ اس کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے بعد میں جس چیز کا خیال آیا اگر پہلے خیال آجاتا' تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا' اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی احرام ختم کر دیتا۔

حنابلہ واہل ظواہر کے نزدیک فسخ حج کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے حالت احرام میں مکہ میں ٹھہرنے کا بیان اس لئے کیا ہے کہ اس طرح محرم بہ حج حلال نہ ہوگا۔ جبکہ اس میں حنابلہ اور اہل ظواہر اور عام اہل حدیث نے اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ حج کا فسخ

مانتے ہیں کہ جب کوئی شخص عمرے کی طرف سے طواف قدوم کرلے۔اور یہ ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ واجب ہے۔

اور بعض حنابلہ نے کہا ہے کہ ہم اللہ کے ہاں حاضر ہیں اور بے شک اگر ہم حج کے ساتھ محرم ہوئے تو پس اس کو عمرے کی طرف فسخ کرنا تا کہ فدیہ ادا کریں اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نکلے تو ہم نے حج کا احرام باندھا پس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو عمرہ بنالو۔ تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم نے حج کا احرام باندھا ہے اس کو عمرہ کس طرح بنائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس میں غور کرو جو میں نے تم حکم دیا ہے۔ تو انہوں نے اسی طرح کیا۔ اور جو اس قول پر لوٹے تو آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے چہرے پر ناراضگی کے آثر دیکھے تو کہا جس نے آپ کو ناراض کیا اس کو اللہ ناراض کرے۔

حج فسخ کرکے عمرہ کرنے کے بیان میں اختلاف

جو کوئی بھی حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے اور تلبیہ کہہ لے اس پر وہ حج اور عمرہ مکمل کرنا واجب ہو جاتا ہے چاہے وہ حج اور عمرہ نفلی ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو)۔

اور جس نے بھی احرام کی نیت کرلی اور بغیر کسی شرعی عذر کے حج یا عمرہ مکمل نہ کیا وہ ایک ممنوعہ کام کا مرتکب ہوا ہے۔

ہے: جب کسی نے احرام کی چادریں پہن لیں لیکن حج یا عمرہ کی نیت نہیں کی اور تلبیہ نہیں کہا اسے اختیار ہے چاہے تو وہ حج یا عمرہ کی نیت کرلے اور اگر چاہے تو اسے منسوخ کردے، اور اگر وہ فریضہ حج یا فرضی عمرہ ادا کر چکا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں، لیکن اگر اس نے حج یا عمرہ کی نیت کرلی اور تلبیہ کہہ لیا ہو تو پھر اسے فسخ کرنے کا حق نہیں رہتا بلکہ اس نے جس چیز کا بھی احرام باندھا ہے اسے شرعی طریقہ پر مکمل کرنا واجب ہوگا۔

کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو)۔ اور اس طرح آپ کے لیے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ:

جب مسلمان شخص نیت کر کے حج یا عمرہ کے احرام میں داخل ہو جائے تو اسے ختم کرنے کا حق نہیں بلکہ جس چیز کو شروع کر چکا ہے اسی مندرجہ بالا آیت کی بنا پر مکمل کرنا واجب ہے، لیکن اگر اس نے احرام باندھتے وقت شرط لگائی ہو اور اسے کوئی مانع پیش آجائے جس کا اسے خدشہ تھا تو پھر وہ احرام سے حلال ہوسکتا ہے۔

کیونکہ جب ضباعۃ بنت زبیر رضی اللہ عنہ نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حج کرنا چاہتی ہوں لیکن بیمار ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

تم حج کا احرام باندھ لو اور یہ شرط رکھو کہ جہاں میں روک دی جاؤں وہیں میرے حلال ہونے کی جگہ ہے۔ اسے امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

تو اس بنا پر آپ نے جو عمرہ ادا کیا ہے وہ اس عمرہ کے بدلے میں ہوگا جس کا احرام آپ نے پہلی بار باندھا تھا۔

اور آپ نے جو کچھ ان ایام میں احرام کے ممنوعہ کام کیے ہیں وہ معاف ہیں کیونکہ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں کہ عمرہ کی نیت کرنے کے بعد اسے فسخ کرنا حرام ہے۔

اس کا یہ عمل صحیح نہیں، کیونکہ جب انسان عمرہ یا حج میں داخل ہو جائے تو اس پر کسی شرعی سبب کے بغیر فسخ کرنا حرام ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور تم اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو، اور اگر تم روک دیے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو فدیہ دو تو اس عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے کیے پر اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے، اور اس کا عمرہ صحیح ہے اگر چہ اس نے عمرہ فسخ کر دیا تھا لیکن عمرہ فسخ نہیں ہوتا، بلکہ یہ حج کے خصائص میں سے ہے، اور حج کے عجیب وغریب خصائص ہیں جو کسی دوسری چیز میں نہیں پائیجاتے، لہٰذا جب حج کو باطل اور ترک کرنے کی نیت کریں تو وہ باطل نہیں ہوتا، لیکن جب آپ دوسری عبادات کو چھوڑنے کی نیت کریں تو وہ باطل ہو جاتی ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی روزے دار شخص روزہ چھوڑنے کی نیت کرتا ہے تو اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی شخص وضوء کے درمیان وضوء باطل کرنے کی نیت کرتا ہے تو اس کا وضوء باطل ہو جائے گا۔

اور اگر کوئی عمرہ ادا کرنے والا شخص عمرہ کی نیت کرنے کے بعد عمرہ باطل کرنے کی نیت کرتا ہےتو وہ باطل نہیں ہوتا، یا پھر کوئی شخص حج شروع کرنے کے بعد حج کو باطل کرنے کی نیت کرے تو اس کا حج باطل نہیں ہوگا۔

اسی لیے علماء کرام کا کہنا ہے کہ: نسک (حج اور عمرہ) چھوڑنے سے نہیں چھوٹتا۔ تو اس بنا پر ہم یہ کہیں گے کہ: اس عورت نے جب احرام کی نیت کر لی تھی تو عمرہ مکمل کرنے تک یہ احرام کی حالت میں ہی تھی، اور اس کا نیت کو فسخ کرنا مؤثر نہیں ہوگا، بلکہ وہ اپنی نیت پر ہی باقی رہے گی۔

اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ: عورت کے بارہ میں ہم یہ کہیں گے: اس کا عمرہ صحیح ہے، اور اسے چاہیے کہ وہ آئندہ احرام کو چھوڑنے والا کام دوبارہ نہ کرے، کیونکہ اگر اس نے احرام کو چھوڑا تو وہ اس سے خلاصی نہیں پا سکے گی۔

اور اس نے جو احرام کے ممنوعہ کام کا ارتکاب کیا ہے مثلا ہم فرض کرتے ہیں کہ اس کے خاوند نے اس سے مجامعت کر لی تو حج یا عمرہ میں جماع کرنا سب سے بڑی ممنوعہ چیز ہے، اور اس عورت کے ذمہ کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ وہ اس سے جاہل تھی، اور جہالت کی بنا پر یا بھول کر یا جس پر جبر کیا گیا ہو اس کا کسی ممنوعہ چیز کا ارتکاب کرنے والے شخص پر کچھ لازم نہیں آتا۔

حج فسخ کر کے عمرہ کرنے کے بارے میں احادیث کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک روایت میں ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے چلے اور ہمیں صرف حج کا خیال تھا (یعنی حج کا احرام باندھا تھا) پھر جب ہم مکہ پہنچے اور کعبہ کا طواف کر چکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس کے ساتھ قربانی نہیں وہ (حج کے) احرام سے باہر ہو جائے پس جن لوگوں کے پاس قربانی نہیں تھی وہ احرام سے باہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس بھی قربانی نہیں تھی لہٰذا وہ احرام سے باہر ہو گئیں۔ اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حائضہ ہو جانے کی وجہ سے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی جب

محصب کی رات آئی تو میں نے کہا یارسول اللہ! لوگ تو عمرہ اور حج دونوں کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تو جب مکہ آئی تھی تو طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تو اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک جا، وہاں سے عمرے کا احرام باندھ لے پھر عمرے سے فارغ ہو کر فلاں جگہ پر ہمیں ملنا۔ اُمّ المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اپنے آپ کو تم سب کا روکنے والا سمجھتی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بانجھ، کیا تم نے قربانی والے دن طواف نہیں کیا؟ صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی ہاں کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کچھ حرج نہیں چلو۔

(حدیث نمبر:791 حدیث نمبر:792)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع کے سال (مکہ کی طرف) چلے تو ہم میں سے بعض لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض لوگوں نے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا اور بعض لوگوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا وہ احرام سے باہر نہیں ہوا، یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا۔

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ (اپنی خلافت میں) تمتع اور قران (حج اور عمرہ کے اکھٹا) کرنے سے منع کرتے تھے چنانچہ جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو حج و عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا اور کہا لبیك بعمرةٍ و حجةٍ (یعنی قران کیا) اور کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کسی کے کہنے سے ترک نہیں کر سکتا۔ حدیث نمبر:793

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (دور جاہلیت میں) لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا تمام دنیا کی برائیوں سے بڑھ کر ہے اور وہ لوگ ماہ محرم کو ماہ صفر قرار دے لیتے تھے اور کہتے تھے کہ جب اونٹ کی پیٹھ کا زخم (جو سفر حج میں اس پر کجاوا باندھنے سے اکثر آ جاتا ہے) اچھا ہو جائے اور نشان بالکل مٹ جائے اور صفر گزر جائے تو اس وقت عمرہ حلال ہے اس شخص کے لیے جو عمرہ کرنا چاہے۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے مکہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس احرام کو (توڑ کر اس کی بجائے) عمرہ (کا احرام) کر لیں پس یہ بات ان لوگوں کو بری معلوم ہوئی اور وہ لوگ کہنے لگے کہ یارسول اللہ! کون سی بات احرام سے باہر ہونے کی کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سب باتیں۔ (حدیث نمبر:794)

ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ یارسول اللہ! لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کر کے احرام سے باہر نہیں ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں نے اپنے سر کے بال جمائے اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا، لہٰذا میں جب تک قربانی نہ کر لوں احرام سے باہر نہیں آ سکتا۔ (حدیث نمبر:795)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے تمتع کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا پس سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے حکم دیا کہ تم اطمینان سے تمتع کرو۔ اس آدمی نے کہا کہ پس میں نے خواب

میں دیکھا کہ گویا کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ حج بھی عمدہ ہے اور عمرہ بھی مقبول ہے۔ پس میں نے یہ خواب سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے (شوق سے کرو)۔ حدیث نمبر:796

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ قربانی لے گئے تھے اور سب صحابہ نے حج مفرد کا احرام باندھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم لوگ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے احرام سے باہر آ جاؤ اور بال کتروا ڈالو پھر احرام سے باہر ہو کر ٹھہرے رہو یہاں تک کہ جب آٹھویں تاریخ ہو تو تم لوگ حج کا احرام باندھ لینا اور یہ احرام جس کے ساتھ تم آئے ہو اس کو تمتع کر دو۔ صحابہ نے عرض کی کہ ہم اس کو تمتع کر دیں حالانکہ ہم حج کا نام لے چکے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ میں تم کو حکم دیتا ہوں وہی کرو اگر میں قربانی نہ لایا ہوتا تو میں بھی ویسا ہی کرتا جس طرح تم کو حکم دیتا ہوں لیکن اب مجھ سے احرام علیحدہ نہیں ہو سکتا جب کہ قربانی اپنی اپنی قربان گاہ پر نہ پہنچ جائے۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر:797 کتاب الحج)

حج فسخ کر کے عمرہ کرنے کی ممانعت کا بیان

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت سلیم بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے حج کی نیت کی اور پھر اس کو فسخ کر کے عمرہ میں بدل دیا تو یہ درست نہ ہوگا بلکہ یہ امر ان لوگوں کے لیے خاص تھا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا حج کا فسخ کرنا ہمارے لیے خاص ہے یا ہمارے بعد کے لوگوں کے لیے بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف تم لوگوں کے لیے خاص ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الحج)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال کی توجیہ

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت سیّدنا ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے طواف میں تین بار رمل کرنا اور چار بار چلنا سنت ہے؟ اس لئے کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ سچے بھی جھوٹے بھی ہیں۔ میں نے پوچھا اس کا کیا مطلب کہ انہوں نے سچ بولا اور جھوٹ کہا؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیت اللہ شریف کا طواف ضعف اور لاغری و کمزوری کے سبب نہیں کر سکتے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تین بار رمل کریں اور چار بار عادت کے موافق چلیں۔ پھر میں نے کہا کہ ہمیں صفا اور مروہ کے درمیان میں سوار ہو کر سعی کرنے کے بارے میں بتائیے کہ کیا یہ سنت ہے؟ کیونکہ آپ کے لوگ اسے سنت کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔ میں نے کہا کہ اس کا کیا مطلب؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لائے تو لوگوں کی بھیڑ ایسی ہوئی کہ کنواری عورتیں تک باہر نکل آئیں اور لوگ کہنے لگے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی خوش خلقی ایسی

تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے لوگ مارے نہ جاتے تھے (یعنی ہٹو بچو، جیسے امرائے دنیا کے واسطے ہوتی ہے، ویسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ ہوتی تھی) پھر جب لوگوں کی بڑی بھیڑ ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے اور پیدل سعی کرنا افضل ہے۔ (صحیح مسلم، ۲۹۵۱)

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ الفاظ کے بظاہر تعارض میں فقہاء نے کہا ہے کہ رمل کے سنت ہونے کا معنی یہ ہے جس طرح کفار کو اس وقت دیکھانا مقصود تھا۔ اب کافروں میں وہ دیکھنے کا خیال نہیں ہے۔ تاہم سنت اپنی جگہ پر موجود ہے جس طرح ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مؤقف بیان کر آئے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر دیا وہ ہمارے سنت بن گیا۔

فقہ حنفی کے مطابق ثبوت احصار کے ذرائع کا بیان

فقہ حنفی کے مطابق احصار کی کئی صورتیں ہیں جو اس چیز کی ادائیگی سے کہ جس کا احرام باندھا ہے یعنی حج یا عمرہ، حقیقۃً یا شرعاً مانع ہو جاتی ہیں، ان صورتوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کسی دشمن کا خوف ہو! دشمن سے مراد عام ہے خواہ کوئی آدمی ہو یا درندہ جانور۔ مثلاً یہ معلوم ہو کہ راستہ میں کوئی دشمن بیٹھا ہے جو حجاج کو ستاتا ہے یا لوٹتا ہے یا مارتا ہے آگے نہیں جانے دیتا، یا ایسے ہی کسی جگہ شیر وغیرہ کی موجودگی کا علم ہو۔

(۲) بیماری! احرام باندھنے کے بعد ایسا بیمار ہو جائے کہ اس کی وجہ سے آگے نہ جا سکتا ہو یا آگے جا تو سکتا ہے مگر مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہو۔

(۳) عورت کا محرم نہ رہے! احرام باندھنے کے بعد عورت کا محرم یا اس کا خاوند مر جائے، یا کہیں چلا جائے یا آگے جانے سے انکار کر دے۔

(۴) خرچ کم ہو جائے! مثلاً احرام باندھنے کے بعد مال واسباب چوری ہو جائے، یا پہلے ہی سے خرچ کم لے کر چلا ہو اور اب آگے کی ضروریات کے لئے روپیہ پیسہ نہ رہے۔

(۵) عورت کے لئے عدت! احرام باندھنے کے بعد عورت کا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے جس کی وجہ سے وہ پابند عدت ہو جائے تو یہ احصار ہو جائے گا۔ ہاں اگر وہ عورت اس وقت مقیم ہے اور اس کے جاء قیام سے مکہ بقدر مسافت سفر نہیں ہے تو احصار نہیں سمجھا جائے گا۔

(۶) راستہ بھول جائے اور کوئی راہ بتانے والا نہ مل سکے

(۷) عورت کو اس کا شوہر منع کر دے! بشرطیکہ اس نے حج کا احرام اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر باندھا ہو، حج فرض کے روکنے اور حج نفل میں اجازت دینے کے بعد روکنے کا اختیار شوہر کو نہیں ہے۔

(۸) لونڈی یا غلام کو اس کا مالک منع کر دے۔

احصار کی یہ تمام صورتیں حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہیں، بقیہ تینوں ائمہ کے ہاں احصار کی صرف ایک ہی صورت یعنی دشمن کا خوف ہے، چنانچہ ان حضرات کے نزدیک دیگر صورتوں میں احصار درست نہیں ہوتا بلکہ احرام کی حالت برقرار رہتی ہے۔

عمرہ کے ذریعے نفع حاصل کرنے کا بیان

1790 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: هٰذِهِ عُمْرَةٌ اسْتَمْتَعْنَا بِهَا فَمَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ هَدْيٌ فَلْيُحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهُ وَقَدْ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا مُنْكَرٌ اِنَّمَا هُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''یہ عمرہ ہے جس کے ذریعے ہم نے نفع حاصل کیا ہے تو جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو تو وہ مکمل طور پر احرام کی پابندیاں ختم کر دے اور عمرہ قیامت تک کے لئے حج میں شامل ہو گیا ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ''منکر'' ہے یہ روایت اصل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اگر تم کو (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے تو جو قربانی تم کو آسانی سے حاصل ہو وہ بھیج دو اور جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک اپنے سروں کو نہ منڈواؤ۔ (البقرۃ:۱۹۶)

یعنی اپنے احرام پر برقرار رہو اور حلال نہ ہو۔

احصار (حج یا عمرہ کے سفر میں پیش آنے والی رکاوٹ) کی تعریف میں مذاہب ائمہ

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر دشمن سفر حج پر نہ جانے دے اور راستہ میں کسی جگہ روک لے تو یہ احصار ہے اب محرم حرم میں قربانی بھیج دے اور جب قربانی ذبح ہو جائے گی تو وہ حلال ہو جائے گا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک راستہ میں دشمن کے روکنے کے علاوہ راستہ میں بیمار ہو جانا اور سفر کے قابل نہ رہنا بھی احصار ہے اور لغت میں احصار اسی کو کہتے ہیں اور احادیث بھی اس کی مؤید ہیں' علماء مذاہب کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

اگر دشمن حج یا عمرہ کے لیے جانے نہ دے تو یہ احصار (روک دینا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر' اور حضرت انس بن مالک کا یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (النکت والعیون ج۱ ص۲۵۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن عربی مالکی لکھتے ہیں:

احصار دشمن کو منع کرنے اور روکنے کے ساتھ خاص ہے' حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور حضرت انس بن مالک کا یہی قول ہے اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے' لیکن اکثر علماء لغت کی رائے یہ ہے کہ ''احصر'' کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی شخص کو مرض عارض ہو اور وہ اس کو کسی جگہ جانے سے روک دے۔ (احکام القرآن ج۱ ص۱۷۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

احصار صرف دشمن کے روکنے سے ہوتا ہے مریض کو محصر نہیں کہتے حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس اور حضرت انس کا یہی

قول ہے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے' لیکن ابن قتیبہ نے یہ کہا ہے کہ جب مرض یا دشمن سفر کرنے سے روک دیں تو یہ احصار ہے۔ (زاد المسیر ج۱ ص۲۰٤' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱٤۰۷ھ)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

کسائی' ابوعبیدہ اور اکثر اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ مرض اور زاد راہ گم ہو جانے کی وجہ سے جو سفر جاری نہ رہ سکے اس کو احصار کہتے ہیں' اور اگر دشمن سفر نہ کرنے دے تو اس کو حصر کہتے ہیں' حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس میں دشمن اور مرض برابر ہیں۔ ایک دم (ھدی کے قربانی کا جانور) بھیج کر محرم حلال ہو جائے گا جب کہ اس جانور کو حرم میں ذبح کر دیا جائے' امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام زفر اور ثوری کا یہی مذہب' علامہ جصاص کہتے ہیں کہ جب لغت سے ثابت ہو گیا کہ احصار کا معنی مرض کا روکنا ہے تو اس آیت کا حقیقی معنی یہی ہے کہ جب کوئی مرض تم کو حج یا عمرہ سے روک دے اور دشمن کا روکنا اس میں حکماً داخل ہے۔ (احکام القرآن ج۱ ص۲٦۸' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱٤۰۰ھ)

امام ابوحنیفہ کے موقف پر ائمہ لغت کی تصریحات

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ائمہ لغت میں سے ابن قتیبہ' ابوعبیدہ اور کسائی نے یہ کہا ہے کہ سفر میں مرض کا لاحق ہونا احصار ہے' اسی سلسلہ میں مشہور امام لغت فراء لکھتے ہیں:

جو شخص سفر میں خوف یا مرض کے لاحق ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ کو پورا نہ کر سکے اس کے لیے عرب احصار کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ (معانی القرآن ج۱ ص۱۱۷' مطبوعہ بیروت)

علامہ حماد جوہری لکھتے ہیں:

ابن السکیت نے کہا: جب کسی شخص کو مرض سفر سے روک دے تو کہتے ہیں "حصرہ المرض"' اخفش نے کہا: جب کسی شخص کو مرض روک دے تو کہتے ہیں: "احصرنی مرضی"۔ (الصحاح ج۲ ص٦۳۲' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱٤۰٤ھ)

امام ابوحنیفہ کے موقف پر احادیث سے استدلال

احادیث میں تصریح ہے کہ جب کوئی شخص مرض لاحق ہونے کی وجہ سے حج یا عمرہ کا سفر جاری نہ رکھ سکے تو اگلے سال اس کی قضاء کرے۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت حجاج بن عمرو انصاری کہتے ہیں کہ جس شخص کی ہڈی ٹوٹ گئی یا ٹانگ ٹوٹ گئی تو وہ حلال ہو گیا اور اس پر اگلے سال حج ہے ایک اور سند سے روایت ہے: یا وہ بیمار ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد ج۱ ص۲۵۷' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱٤۰۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی۔ (امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' جامع ترمذی ص۱۰٦' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام ابن ماجہ۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص۲۲۲' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اور امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (امام ابوبکر احمد بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' المصنف ج٤-۱ ص۱۳۹-۱۳۸' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱٤۰٦ھ)

امام بخاری لکھتے ہیں:

عطاء نے کہا: ہر وہ چیز جو حج کرنے سے روک دے وہ احصار ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۴۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی '۱۳۸۱ھ)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو کوئی عذر حج کرنے سے روک دے یا اس کے سوا اور کوئی چیز مانع ہو تو وہ حلال ہو جائے اور رجوع نہ کرے اور جس وقت وہ محصر ہو تو اگر اس کے پاس قربانی ہو اور وہ اس کو حرم میں بھیجنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہی ذبح کر دے اور اگر وہ اس کو حرم میں بھیجنے کی استطاعت رکھتا ہو تو جب تک وہ قربانی حرم میں ذبح نہیں ہوگی وہ حلال نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۴۴۔۲۴۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی '۱۳۸۱ھ)

اس حدیث میں عذر کے لفظ سے استدلال ہے جو عام ہے اور دشمن کے منع کرنے اور بیمار پڑنے دونوں کو شامل ہے۔

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر آثار صحابہ سے استدلال

امام ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس شخص نے حج کا احرام باندھا' پھر وہ بیمار ہو گیا یا کوئی اور رکاوٹ پیش آگئی تو وہ وہاں ٹھہرا رہے حتی کہ ایام حج گزر جائیں' پھر عمرہ کر کے لوٹ آئے اور اگلے سال حج کرے۔

(المصنف ج ۱۔۴ ص ۱۴۱ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی '۱۴۰۶ھ)

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرہ کرنے گئے جب ہم ذات السقوف میں پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کو (سانپ یا) بچھو نے ڈس لیا' ہم راستہ میں بیٹھ گئے تا کہ اس کا شرعی حکم معلوم کریں' ناگاہ ایک قافلہ میں حضرت ابن مسعود آ پہنچے ہم نے بتایا کہ ہمارا ساتھی ڈسا گیا ہے' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کی طرف سے ایک قربانی حرم میں بھیجو اور ایک دن مقرر کر لو جب وہ ھدی حرم میں ذبح کر دی جائے تو یہ حلال ہو جائے گا۔ (المصنف ج ۱۔۴ ص ۱۴۱ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی '۱۴۰۶ھ)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر اقوال تابعین سے استدلال

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں: جس شخص کو حج یا عمرہ کے سفر میں کوئی رکاوٹ در پیش ہو خواہ مرض ہو یا دشمن وہ احصار ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۴ 'مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت '۱۴۰۹ھ)

عطاء نے کہا: ہر وہ چیز جو سفر سے روک دے وہ احصار ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۴ 'مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت '۱۴۰۹ھ)

قتادہ نے کہا: جب کوئی شخص مرض یا دشمن کی وجہ سے سفر جاری نہ رکھ سکے تو وہ حرم میں ایک قربانی بھیج دے اور جب وہ قربانی ذبح ہو جائے گی تو وہ حلال ہو جائے گا۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۴ 'مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت '۱۴۰۹ھ)

ابراہیم نخعی نے کہا: مرض ہو یا ہڈی ٹوٹ جائے یا دشمن نہ جانے دے' یہ سب احصار ہیں۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۲۴ 'مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت '۱۴۰۹ھ)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی ہمہ گیری اور معقولیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد آثار صحابہ اور اقوال تابعین ائمہ لغت کی تصریحات ان سب سے امام ابوحنیفہ کا مسلک ثابت ہے کہ احصار دشمن کے روکنے اور مرض کے خارج ہونے دونوں کو شامل ہے اور اس میں یسر اور سہولت ہے اسلام ہر مسئلہ کا حکم پیش کرتا ہے ائمہ ثلاثہ کے مؤقف پر یہ اشکال ہوگا کہ جو شخص حج یا عمرہ کے سفر میں کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جس کی وجہ سے وہ اپنا سفر جاری نہ رکھ سکے تو اس کے لیے اسلام میں کیا حل ہے؟ ہر چند کہ اب ہوائی جہاز کے ذریعہ بیشتر حجاج کرام حج اور عمرہ کا سفر کرتے ہیں لیکن پھر بھی بہت سے علاقوں سے لوگ سڑک کے ذریعہ سفر کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٦ ہجری میں اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تھے جب آپ مقام حدیبیہ پر پہنچے تو کفار نے آپ کو مکہ جانے سے روک دیا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر کے دو بیٹے سالم اور عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں حجاج نے حضرت ابن الزبیر پر مکہ میں حملہ کیا ہوا تھا' ان دنوں میں حضرت ابن عمر نے حج کا ارادہ کیا' ان کے بیٹوں نے منع کیا کہ اس سال آپ حج نہ کریں' ہمیں خدشہ ہے کہ آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے گا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان کفار حائل ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کی اونٹنی کو نحر کیا اور اپنا سر مونڈ لیا اور میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ لازم کر لیا ہے' میں ان شاء اللہ روانہ ہوں گا' اگر کوئی رکاوٹ نہ ہوئی تو میں عمرہ کروں گا اور اگر کوئی رکاوٹ پیش آئی تو میں طرح کروں گا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا پھر انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر کچھ دور چل کر کہا: احصار میں عمرہ اور حج دونوں برابر ہیں' میں عمرہ کے ساتھ حج کی نیت کرتا ہوں' پھر یوم نحر کو قربانی کر کے وہ حلال ہو گئے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

ہر چند کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو احصار پیش آیا تھا' وہ دشمن کی وجہ سے تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی وجہ سے رکاوٹ کو بھی یہ حل بیان فرمایا ہے اس لیے دلائل شرعیہ کی قوت' یسر' ہمہ گیری اور معقولیت کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ کے مؤقف کی بہ نسبت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک راجح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو اگر تم کو (حج یا عمرہ سے) روک دیا جائے تو جو قربانی تم کو آسانی سے حاصل ہو وہ بھیج دو' اور جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک اپنے سروں کو نہ منڈواؤ۔ (البقرہ:۱۹۶)

محصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں امام ابوحنیفہ کا مسلک

امام ابوحنیفہ کے جو شخص راستہ میں مرض یا دشمن کی وجہ سے رک جائے وہ کسی اور شخص کے ہاتھ قربانی (اونٹ' گائے یا بکری) یا اس کی قیمت بھی دے اور ایک دن مقرر کر لے کہ فلاں دن اس قربانی کو حرم میں ذبح کیا جائے گا اور اس دن وہ اپنا احرام کھول دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس وقت تک سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے اور قربانی کی جگہ حرم ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جس جگہ کسی شخص کو رک جانا پڑے وہی قربانی کر کے احرام کھول دے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ میں رک

جانا پڑا تھا اور آپ نے حدیبیہ میں ہی قربانی کی اور امام بخاری نے لکھا ہے کہ حدیبیہ حرم سے خارج ہے۔

(صحیح بخاری ج۱ص۲۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس دلیل کے جواب میں فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کا بعض حصہ حرم سے خارج ہے اور بعض حصہ حرم میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے جس حصہ میں رکے تھے وہ حرم میں تھا' اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے ابوعمیس سے روایت کیا ہے کہ عطاء نے کہا ہے کہ حدیبیہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حرم میں تھا۔

(عمدۃ القاری ج۱۰ص۱۴۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جگہ روک دیا گیا تھا آپ نے وہیں قربانی کی تھی وہ جگہ حدیبیہ کی ایک طرف تھی جس کا نام الربی ہے اور یہ اسفل مکہ میں ہے اور وہ حرم ہے' زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ کو حرم میں نحر کیا تھا' واقدی نے کہا: حدیبیہ مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر طرف حرم میں ہے۔ (البحر المحیط ج۲ص۲۵۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے۔ (البقرہ:۱۹۶)

محصر کے لیے قربانی کی جگہ کے تعین میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

محل کے متعلق دو قول ہیں' ایک یہ کہ اس سے مراد حرم ہے' حضرت ابن مسعود' حسن بصری' عطاء' طاؤس' مجاہد' ابن سیرین' ثوری اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جد جگہ محرم کو رکاوٹ پیش آئی وہ اس جگہ قربانی کا جانور ذبح کر کے احرام کھول دے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے۔

(زادالمسیر ج۱ص۲۰۵ مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ماوردی شافعی۔ (علامہ ابوالحسن علی بن حبیب شافعی ماوردی بصری متوفی ۴۵۰ھ النکت والعیون ج۱ص۲۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اور علامہ ابن العربی۔ ۲ (علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ' احکام القرآن ج۱ص۱۷۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ) مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔

قوت دلائل کے اعتبار سے ابوحنیفہ کا مسلک راجح ہے اور یسر اور سہولت کے اعتبار سے ائمہ ثلاثہ کا مسلک راجح ہے کیونکہ بیمار یا دشمن میں گھرے ہوئے آدمی کے لیے اس وقت تک انتظار کرنا جب تک قربانی حرم میں ذبح ہو بہت مشکل اور دشوار ہوگا اس کے برعکس موضع احصار میں قربانی کر کے احرام کھول دینے میں اس کے لیے بہت آسانی ہے جب کہ اس طریقہ کو محصر کی آسانی ہی کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا کچھ

صدقہ دے یا قربانی کرے۔(البقرہ:۱۹۶)

سعی کے بعد احرام کھولنے کا بیان

1791 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا النَّهَّاسُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَهَلَّ الرَّجُلُ بِالْحَجِّ، ثُمَّ قَدِمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ حَلَّ وَهِيَ عُمْرَةٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ عَطَاءٍ، دَخَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ خَالِصًا، فَجَعَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةً

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص حج کا احرام باندھ کر مکہ آجائے اور پھر بیت اللہ کا طواف کرنے اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد احرام کھول دے تو یہ عمرہ (درست شمار) ہوگا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن جریج نے ایک شخص کے حوالے سے عطاء کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب صرف حج کا تلبیہ کرتے ہوئے (مکہ میں) داخل ہوئے تھے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عمرہ بنوا دیا۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

صفا اور مروہ کے درمیان سات بار سعی کرنا واجب ہے یہ سعی صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہوگی' ائمہ ثلاثہ اور امام شافعی کا صحیح مذہب یہ ہے کہ صفا سے مروہ تک ایک طواف ہے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک صفا سے مروہ' پھر مروہ سے صفا تک سعی ایک طواف ہے' یہ غلط ہے۔ امام شافعی کا مذہب جمہور کے مطابق ہے۔

(شرح المہذب ج ۸ ص ۷۲۔۷۱' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

صفا اور مروہ میں سعی کے متعلق امام احمد کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ سعی رکن ہے' اس کے بغیر حج تمام نہیں ہوتا کیونکہ امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس نے صفا اور مروہ میں طواف نہیں کیا اللہ نے اس کا حج تمام نہیں کیا' سعی کرنا حج اور عمرہ دونوں میں رکن ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سعی سنت ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ اس سعی میں کوئی گناہ نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ مباح ہے' لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شعائر اللہ میں داخل کیا ہے اس لیے اس کا مرتبہ سنت سے کم نہیں ہے۔ (المغنی ج ۳ ص ۱۹٤' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱٤۰۵ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: حج میں صفا اور مروہ میں سعی کرنا رکن ہے' دم دینے سے اس کی تلافی نہیں ہوگی' اور محرم اس کے بغیر حلال نہیں ہوگا۔ (روضۃ الطالبین ج ۲ ص ۳۷۲' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱٤۰۵ھ)

علامہ ابوالعباس رملی شافعی نے لکھا ہے کہ صفا اور مروہ کا طواف کرنا عمرہ کا بھی رکن ہے۔

(نہایت المحتاج ج ۳ ص ۳۲۲' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱٤۱٤ھ)

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں: حج اور عمرہ دونوں میں صفا اور مروہ میں سعی کرنا رکن ہے۔

(مواہب الجلیل ج ۳ ص ۸٤ 'مطبوعہ مکتبۃ النجاح 'لیبیا)

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنا (حج اور عمرہ میں) واجب ہے' رکن نہیں ہے' امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ یہ رکن ہے' کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض کردی' پس سعی کرو۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٤٢۱) ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنا گناہ نہیں ہے اور یہ مباح ہونے کو مستلزم ہے اور فرضیت کے منافی ہے' نیز ہم نے رکن سے وجوب کی طرف اس لیے عدول کیا ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور رکنیت دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۲٤۳ 'مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک جس نے خوشی سے کوئی (نفلی) نیکی کی تو بے شک اللہ جزا دینے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ (البقرہ: ۱۵۸)

امام رازی۔ (امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ٦٠٦ ھ تفسیر کبیر ج ۲ ص ٤٠ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ قرطبی۔ (علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی۔ (علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی متوفی ۷٥٤ھ البحر المحیط ج ۲ ص ٦۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱٤۱۲ھ)

اور علامہ ماوردی۔ (علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری المتوفی ٤٥٠ھ النکت والعیون ج ۱ ص ۲۱۳ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت) وغیرہ نے کہا ہے کہ اس نیکی سے مراد نفلی نیکی ہے کیونکہ قرآن اور حدیث کے اطلاقات میں تطوع کا نفل پر اطلاق ہوتا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے فرض کی ادائیگی کے بعد نفلی طور پر حج یا عمرہ کیا' اور علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد عام نیکی ہے خواہ فرض ہو یا نفل۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۲٦ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

لغت میں الصفاء صاف پتھر کو کہتے ہیں۔ مکہ میں یہ ایک معروف پہاڑ ہے اسی طرح مروہ بھی ایک پہاڑی ہے، اسی وجہ سے دونوں کو معرف باللام ذکر کیا۔ الصفا ذکر کیا ہے کیونکہ اس پر حضرت آدم (علیہ السلام) ٹھہرے تھے تو ان کے نام سے اسے موسوم کیا گیا اور حضرت حوا مروہ پر ٹھہری تھیں تو اسے عورت کے اسم سے تعبیر کیا۔ اس وجہ سے اسے مؤنث ذکر کیا۔ شعبی نے کہا: صفا پر ایک بت تھا جس کو اساف کہا جاتا تھا اور مروہ پر ایک بت تھا جس کو نائلہ کہا جاتا تھا، اسی اعتبار سے ان کی تذکیر و تانیث جاری ہوئی۔ مذکر کو مقدم کیا۔ یہ عمدہ ہے کیونکہ احادیث اس معنی پر دلالت کرتی ہیں اور جو لوگ ان میں طواف ناپسند کرتے تھے اس کی وجہ بھی یہی تھی حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں حرج کو اٹھا دیا۔ اہل کتاب کا خیال ہے کہ اساف اور نائلہ نے کعبہ میں زنا کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھروں میں مسخ کر دیا۔ انہیں صفا و مروہ پر رکھا گیا تا کہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں جب عرصہ زیادہ گزر گیا تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت ہونے لگی۔ واللہ اعلم

الصفا (مقصود ہے) یہ صفاۃ کی جمع ہے اس سے مراد صاف پتھر ہے۔ بعض نے فرمایا: الصفا، مفرد اسم ہے اس کی جمع صفی اور اصفاء ہے جیسے ارجاء جمع ہے۔ راجز نے کہا:

كأن متنيه من النفي مواقع الطير على الصفى

بعض علماء نے فرمایا: صفا کی شروط میں سے سفیدی اور صلابت ہے اور یہ صفا یصفر سے مشتق ہے یعنی مٹی سے پاک۔ المرد یہ المرد کا واحد ہے، یہ چھوٹے چھوٹے پتھر جن میں نرمی ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا: یہ سخت پتھر ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مردہ پتھر ہے۔ شاعر نے کہا:

وتولى الارض خفا ذابلا فاذا ما صادف المرو رضع

شاعر نے مرد کو پتھر کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ ابوذ ؤیب نے کہا:

حتى كانى للحوادث مروة بصفا المشقر كل يوم تقرع

شاعر نے یہاں بھی پتھر کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ بعض نے فرمایا: یہ کالے پتھر ہیں۔ بعض نے فرمایا: یہ سفید چمکدار پتھر ہیں جن میں آگ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: من شعائر اللہ یہ عبادت کی جگہوں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ یہ شعیرۃ کی جمع ہے۔ الشعائر وہ جگہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے علامات بنایا۔ جیسے موقف، سعی اور نحر۔ شعار کا مطلب علامت ہے۔ کہا جاتا ہے: اشعر الهدی. لوہے کی نوک سے اونٹ کی کوہان میں علامت بنانا، یہ تیرے قول اشعرت سے ہے میں نے علامت بنائی۔ کمیت نے کہا:

نقتلهم جيلا فجيلا تراهم شعائر قربان بهم يتقرب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فمن حج البیت. حج کا معنی قصد ہے الحج کا معنی قصد کرنا ہے۔ شاعر نے کہا:

فاشهد من... حلولا كثيرة يحجون سب الزبرقان المزعفرا

السب، یہ مشترک لفظ ہے، ابوعبیدہ نے کہا: السب (کسرہ کے ساتھ) بہت زیادہ گالی دینے والا۔ سبک، جو تجھے گالی دے۔ شاعر نے کہا:

لا تسبنني فلست بسبي ان سبي من الرجال الكريم

السب کا معنی دوپٹہ بھی ہے اسی طرح عمامہ بھی اس کا معنی ہے۔ مخبل سعدی نے کہا:

یحجون سب الزبرقان المزعفر اوہ زعفران سے رنگے ہوئے عمامے باندھے ہوئے حج کرتے ہیں۔

لغت ہزیل میں السب، رسی کو بھی کہتے ہیں۔ ابوذ ؤیب نے کہا:

تدلى عليها بين سب وخيطة بجرداء مثل الوكف يكبو غرابها

السبوب، رسیاں۔ روئی کا باریک دھاگہ۔ السبیبۃ اس کی مثل ہے جمع السبوب والسبائب. یہ جوہری کا قول ہے۔ حج الطبيب الشجة. جب طبیب سرچو کے ساتھ زخم کی پیائش کا قصد کرے۔ شاعر نے کہا:

يحج مأمومة في قعرها لجف

وہ دماغ کے زخم کا علاج کرتا ہے جس کی گہرائی خوفناک ہے۔ اللجف، دھنسنے کو کہتے ہیں تلجفت البئر کنویں کا نچلا حصہ دھنس گیا۔ پھر یہ اسم بیت اللہ کی طرف افعال مخصوصہ کے ساتھ قصد کرنے کے لئے خاص ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اواعتمر یعنی زیارت کرنا۔ العمرۃ کا معنی زیارت ہے۔ شاعر نے کہا: لقد سما ابن معمر حین

اعتمر مغزی بعیدا من بعید وضبر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فلا جناح علیہ یعنی اس پر گناہ نہیں ہے۔ اس کی اصل جنوح سے ہے۔ اس کا معنی مائل ہونا ہے اسی سے الجوانح ہے۔ اعضاء کو ان کے ٹیڑھے ہونے کی وجہ سے جوانح کہا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاویل اس آیت کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ ابن عربی نے کہا: اس میں قول کی تحقیق یہ ہے کہ کہنے والے کا قول لا جناح علیك ان تفعل کا مطلب کا مباح کرنا ہے اور لا جناح علیك الا تفعل کا مطلب ہے فعل کے ترک کی اباحت۔ جب عروہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا: فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔ فرمایا: یہ دلیل ہے کہ طواف کا ترک کرنا جائز ہے۔ پھر شریعت کو اس پر پایا کہ طواف چھوڑنے میں رخصت نہیں پھر ان دو متعارض کو جمع کرنا طلب کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ سے کہا: فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔ طواف کے ترک کی دلیل نہیں ہے۔ یہ ترک کی دلیل تب ہوتا اگر عبارت اس طرح ہوتی: فلا جناح علیہ الا یطوف بھما۔

پس یہ لفظ طواف کے ترک کی اباحت کے لئے نہیں آیا، اس میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ طواف کی اباحت کے افادہ کے لئے آیا ہے اس شخص کے لئے جو جاہلیت میں اجتناب کرتے تھے یا جو جاہلیت میں ان کا طواف کرتے تھے ان بتوں کا قصد کرتے ہوئے جو ان پہاڑوں کے اوپر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ طواف ممنوع نہیں ہے جب طواف کرنے والا باطل کا قصد نہ کرے، اگر کہا جائے کہ عطا نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فلا جناح علیہ الا یطوف بھما پڑھا ہے اور یہی حضرت ابن مسعود کی قراءت ہے اور روایت ہے کہ حضرت ابی کے مصحف میں بھی اسی طرح ہے۔ حضرت انس سے اس کی مثل مروی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب اس کے خلاف ہے جو مصحف میں ہے اس لئے ایک قراءت کی وجہ سے اس کو نہیں چھوڑا جا سکتا جو مصحف میں ہے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ قراءت صحیح ہے یا نہیں ہے۔ عطا بغیر سماع کے حضرت ابن عباس سے مرسل روایات نقل کرتے ہیں اور حضرت انس سے جو روایت ہے وہ بھی ثقہ نہیں ہے یا (لا) تاکید کے لئے زائدہ ہوگا۔ جیسا کہ شاعر نے کہا:

وما ألوم البیض الا تسخر لما رأین الشمط القفندرا

اس شعر میں الا تاکید کے لئے زائدہ ہے۔

ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں آئے تو بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور پھر آیت پڑھی: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (البقرہ: 125) پھر مقام کے پیچھے نماز پڑھی پھر حجر اسود کے پاس آئے اسے استلام کیا پھر فرمایا: ہم وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے اللہ تعالیٰ نے آغاز فرمایا آپ نے صفا سے شروع فرمایا اور فرمایا:

صفا اور مروہ شعائر اللہ سے ہیں۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس پر اہل علم کے نزدیک عمل ہے صفا سے آغاز کرے۔ اگر مروہ سے پہلے شروع کیا تو یہ جائز نہ ہوگا پھر صفا سے شروع کرے۔

صفا و مروہ کے درمیان سعی کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا: یہ رکن ہے۔ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض کی ہے۔ اس حدیث کو دارقطنی نے نقل کیا ہے۔ اور کتب بمعنی اوجب ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **كتاب عليكم الصيام** (البقرہ:183) تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہیں۔ ابن ماجہ نے شیبہ کی اُمّ ولد سے روایت کیا ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے دیکھا آپ فرما رہے تھے: "درمیانی وادی کو تیز چل کر طے کیا جائے گا"۔ جو سعی کو چھوڑ دے یا ایک چکر بھول کر جان بوجھ کو چھوڑ دے تو وہ اپنے شہر سے لوٹ آئے یا جہاں سے اسے یاد آئے مکہ کی طرف لوٹ آئے طواف کرے اور سعی کرے کیونکہ سعی ہمیشہ طواف کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ امام مالک کے نزدیک یہ برابر ہے خواہ حج میں ہو یا عمرہ میں ہو۔ اگرچہ عمرہ میں فرض نہیں۔ اگر اس نے حقوق زوجیت ادا کر لئے ہوں تو اس پر امام مالک نے نزدیک تمام مناسک پورے کرنے کے باوجود اس پر عمرہ اور ہدی ہوگی۔

امام شافعی نے فرمایا: اس پر ہدی ہوگی عمرہ کا کوئی معنی نہیں جب وہ لوٹ آئے طواف کرے اور سعی کرے۔ امام ابوحنیفہ نے اور ان کے اصحاب، ثوری اور شعبی نے کہا: سعی واجب نہیں ہے اگر کوئی حاجی سعی چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ اپنے شہر چلا جائے تو اس کا نقصان دم سے پورا کیا جائے گا کیونکہ سعی حج کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ یہ امام مالک کا قول العتبیۃ میں ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت انس بن مالک اور ابن سیرین سے روایت ہے کہ سعی تطوع (نفل) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ومن تطوع خيرا** حمزہ اور کسائی نے یطوع مضارع مجزوم پڑھا ہے اسی طرح **فمن تطوع خيرا فهو خير له** میں پڑھا ہے۔ باقی قراء نے ماضی کا صیغہ تطوع پڑھا ہے۔ تطوع سے مراد وہ نیک عمل ہوتا ہے جو مومن اپنی طرف سے کرتا ہے پس جو نوافل ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قدردانی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کے لئے شکر یہ ہے کہ وہ اسے اپنی اطاعت پر ثابت رکھتا ہے۔ صحیح وہ ہے جو امام شافعی کا نظریہ ہے۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مجھ سے اپنے مناسک (حج) سیکھ لو۔ پس یہ حج کے مجمل کا بیان ہو گیا۔ پس فرض ہونا واجب ہے جس طرح نماز کی رکعات تعداد بیان فرمائی۔ جو اس طرح ہو تو اتفاق نہیں ہوتا کہ سنت ہے یا نفل ہے۔ طلیب نے کہا: حضرت ابن عباس نے ایک قوم کو صفا و مروہ کے درمیان طواف کرتے دیکھا تو فرمایا: یہ تمہیں تمہاری ماں اُمّ اسماعیل نے وراثت میں دیا ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ صحیح بخاری میں ثابت ہے جیسا کہ اس کا بیان سورۃ ابراہیم میں آئے گا۔

عذر کے سبب سوار ہو کر سعی کرنے کا بیان

کسی کے لئے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی سوار ہو کر نی جائز نہیں مگر عذر ہو تو جائز ہے۔ اگر عذر کی بناء پر سوار ہو کر طواف کیا تو اس پر دم ہوگا اور اگر غیر معذور نے سوار ہو کر طواف کیا تو وہ دوبارہ ادا کرے اگر بیت اللہ کے قریب ہو اور اگر

دور جا چکا ہو تو بدی دے۔ یہ ہم نے اس لئے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود طواف کیا اور فرمایا: خذوا عنی مناسکم مجھ سے مناسک حج سیکھ لو۔ اور عذر کی بناء پر ہم نے جائز قرار دیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر کیا تھا اور اپنی کھونٹی سے حجر اسود کو استلام کیا تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: جب انہوں نے اپنی تکلیف کی شکایت کی: لوگوں کے پیچھے طواف کر دراں حالیکہ تو سوار ہو۔

ہمارے اصحاب نے اونٹ پر طواف کرنے اور انسان کی پیٹھ پر طواف کرنے کے درمیان فرق کیا ہے اگر انسان کی پیٹھ پر طواف کرے گا تو جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ اس وقت وہ طواف کرنے والا نہ ہوگا بلکہ اٹھانے والا طواف کرنے والا ہوگا جب اونٹ پر طواف کرے گا تو وہ خود طواف کرنے والا ہوگا۔ ابن خویز منداد نے کہا: یہ اختیار کا تفرقہ ہے۔ رہا کفایت کرنا تو یہ کفایت کر جائے گا۔ جیسے اگر کسی پر غشی طاری ہو اور اسے اٹھا کر طواف کرایا جائے یا اٹھا کر عرفات میں اسے وقوف کرایا گیا تو اس کی طرف سے جائز ہو جائے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

1792 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوْكَرٍ، وَاَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي زِيَادٍ، قَالَ ابْنُ مَنِيعٍ: اَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ اَبِي زِيَادٍ الْمَعْنَى، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ- وَقَالَ ابْنُ شَوْكَرٍ، وَلَمْ يُقَصِّرْ، ثُمَّ اتَّفَقَا وَلَمْ يُحِلَّ مِنْ اَجْلِ الْهَدْيِ، وَاَمَرَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ اَنْ يَطُوفَ وَاَنْ يَسْعَى وَيُقَصِّرَ، ثُمَّ يُحِلَّ زَادَ ابْنُ مَنِيعٍ فِي حَدِيثِهِ اَوْ يَحْلِقَ ثُمَّ يُحِلَّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کی سعی کی۔ یہاں ابن شوکر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال چھوٹے نہیں کروائے' اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کی وجہ سے احرام نہیں کھولا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جو شخص قربانی کا جانور ساتھ نہیں لایا وہ طواف اور سعی کرنے کے بعد بال چھوٹے کروا کے احرام کھول دے۔

ابن منیع نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

''یا وہ سر منڈوا کر احرام کھول دے''۔

سر منڈانے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈایا اور صحابہ میں سے کچھ نے تو اپنے سر منڈائے اور کچھ نے اپنے بال کتروائے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1193)

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے سر منڈائے انہوں نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے جذبے اور حصول فضیلت کو پیش نظر رکھا اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے بال کتروانے پر اکتفاء کیا (انہوں نے گویا جواز پر عمل کیا کہ بال کتروانا بھی جائز ہے)۔

صحیحین وغیرہما میں یہ منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء میں سر منڈانے کی بجائے بال کتروائے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں چیزیں ثابت ہیں لیکن افضل سر منڈانا ہی ہے۔

حضرت یحییٰ بن حصین (تابعی) اپنی دادی محترمہ سے (کہ جن کی کنیت اُمّ الحصین ہے) نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سر منڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ اور بال کتروانے والوں کے لئے آخر میں ایک مرتبہ دعا کرتے سنا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1196)

اس حدیث سے پہلے بخاری ومسلم کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے تو دو مرتبہ دعا کی اور تیسری مرتبہ میں بال کتروانے والوں کو بھی شامل فرمایا: نیز بخاری ومسلم ہی کی ایک اور روایت میں یہ منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی مرتبہ میں بال کتروانے والوں کو شامل فرمایا: جب کہ مسلم کی یہ روایت بتا رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے تو تین مرتبہ دعا کی اور بال کتروانے والوں کے لئے ایک مرتبہ، اب چاہے تو ان کو تو تیسری ہی مرتبہ میں شامل کیا ہو، چاہے چوتھی مرتبہ ان کے لئے علیحدہ سے دعا کی۔ بہرکیف ان تمام روایتوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے علماء لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کئی مجلسوں میں کی ہوگی، چنانچہ کسی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے دو مرتبہ اور تیسری مرتبہ میں بال کتروانے والوں کے لئے دعا کی اور کسی مجلس میں تین مرتبہ سر منڈانے والوں کے لئے اور چوتھی مرتبہ بال کتروانے والوں کے لئے دعا کی ہوگی، یا پھر یہ کہ جس راوی نے جو سنا اور اس پر جو حقیقت ظاہر ہوئی اس نے اسی کو ذکر کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں آنے کے بعد جمرہ عقبہ کے پاس تشریف لائے اور وہاں کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور اپنی ہدی کے جانوروں کو ذبح کیا، اس کے بعد سر مونڈنے والے کو (جس کا نام معمر بن عبداللہ تھا) بلایا اور اپنے سر کا دایاں حصہ اس کے سامنے کیا، چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر (کے اس داہنے حصہ) کو مونڈا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو اپنے وہ مونڈے ہوئے بال دیئے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا بایاں حصہ مونڈنے والے کی طرف کر کے فرمایا کہ اب اسے مونڈو، چنانچہ اس نے مونڈ دیا، یہ بال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو دے دیئے اور فرمایا کہ یہ بال لوگوں میں تقسیم کردو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1197)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سر منڈانے میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا سنت ہے، نیز اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دائیں طرف میں منڈوانے والے کا اعتبار ہے کہ وہ اپنے سر کو دائیں طرف سے منڈوانا شروع کرے، جب کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مونڈنے والے کی دائیں طرف کا اعتبار ہے یعنی مونڈنے والا اپنی دائیں طرف سے سر مونڈنا شروع کرے۔

حج اور عمرے کو ملانے کا بیان

1793 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ، أَخْبَرَنِي أَبُو عِيسَى

الْخُرَاسَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَتٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَشَهِدَ عِنْدَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ يَنْهَى عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صاحب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے اس بات کی گواہی دی کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو بیماری کے دوران جس بیماری میں آپ ﷺ کا وصال ہوا، حج سے پہلے عمرہ کرنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔

1794 - حَدَّثَنَا مُوْسٰى اَبُوْ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْ شَيْخٍ الْهُنَائِيِّ خَيْوَانَ بْنِ خَلْدَةَ، مِمَّنْ قَرَاَ عَلٰى اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ، مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ، اَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ، قَالَ لِاَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كَذَا وَكَذَا، وَعَنْ رُكُوْبِ جُلُوْدِ النُّمُوْرِ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: فَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ نَهٰى اَنْ يُقْرَنَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَقَالُوْا: اَمَّا هٰذَا فَلَا. فَقَالَ: اَمَا اِنَّهَا مَعَهُنَّ وَلٰكِنَّكُمْ نَسِيْتُمْ

خیوان بن خلدہ بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب سے کہا: کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس اس چیز سے اور درندوں کی کھال پر سوار ہونے (یعنی بیٹھنے) سے منع کیا ہے تو ان لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ حج اور عمرے کو ملا دیا جائے۔ ان لوگوں نے کہا: جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے تو ایسا نہیں ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بھی ان چیزوں کے ہمراہ (ممنوع) ہے لیکن آپ لوگ بھول گئے ہیں۔

بَابٌ فِي الْاِقْرَانِ

باب: حج قران

حج تمتع کی تعریف وطریقہ

حج تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کا احرام باندھا جائے (شوال، ذوالقعدہ، اور ذوالحجہ حج کے مہینے ہیں۔ لہٰذا جب حاجی مکہ پہنچے اور عمرہ کا طواف اور سعی کر کے سر منڈا لے یا پھر بال چھوٹے کروا لے تو وہ احرام کھول دے اور جب یوم ترویہ یعنی آٹھ

1794- اسنادہ حسن من اجل ابی شیخ الھنائی حیوان بن خلدة فانه حسن الحدیث. حماد: ھو ابن سلمة البصری، وقتادة: ھو ابن دعامة السدوسی. واخرجه عبد الرزاق فی "مصنفه" (217) و (19927)، واحمد فی "مسنده" (16833) و (16864) و (16909)، وعبد بن حمید فی "المنتخب" (419)، والطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" (3250)، والطبرانی فی "المعجم الکبیر" 82419/ و 827 و 828 من طرق عن قتادة، بھذا الاسناد. وبعضھم یختصرہ. ورواية عبد الرزاق الثانية، واحمد (16864)، والطبرانی 82419/ بلفظ: "نھی عن متعة الحج." واخرجه الطبرانی فی "المعجم الکبیر" 82919/ من طریق بیھس بن فھدان، عن ابی شیخ، به. مختصراً

ذوالحجہ والے دن صرف حج کا احرام باندھے اور حج کے سب اعمال مکمل کرے گا، یعنی حج تمتع کرنے والا عمرہ بھی مکمل کرے گا اور اسی طرح حج بھی۔

حج افراد کی تعریف وطریقہ

حج افراد یہ ہے کہ صرف اکیلے حج کا احرام باندھا جائے اور جب مکہ مکرمہ پہنچے تو طواف قدوم اور حج کی سعی کرلے نہ تو اپنے سر کو منڈائے اور نہ ہی بال چھوٹے کروائے اور نہ ہی احرام کھولے گا بلکہ وہ عید کے دن جمرہ عقبہ کو رمی کرنے تک اپنے اسی احرام میں رہے گا۔ اور اگر وہ حج کی سعی کو طواف حج یعنی طواف افاضہ کے بعد تک مؤخر کرنا چاہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں وہ ایسا کرسکتا ہے۔

حج قران کی تعریف وطریقہ

قران کی لغوی واصطلاحی تعریف: قران کے لغوی معنی: دو چیزوں کو جمع کرنا، قران کے اصطلاحی معنی: میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنا ہمارے یہاں قران تمتع سے افضل ہے، اور تمتع افراد سے افضل ہے۔ قارن کو اس طرح کے الفاظ کہنا مسنون ہے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ" اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں اور دونوں کو میرے لئے آسان فرما۔ اور ان دونوں کو مجھ سے قبول فرما۔ پھر تلبیہ کہے۔

جب قارن مکہ آئے تو عمرہ کے طواف مع سات چکروں سے شروعات کرے صرف پہلے تین چکروں میں رمل کرے، پھر طواف کی دو رکعت نماز پڑھے، پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور میلین اخضرین کے درمیان تیزی سے چلے اور سات چکر پورے کرے، یہ عمرہ کے افعال ہیں، پھر اعمال حج کی شروعات کرے، حج کے لئے طواف قدوم کرے، پھر حج کے اعمال پورے کرے جس طرح اس کی تفصیل گزر چکی۔

حج قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا جائے یا پھر پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور پھر بعد میں عمرہ کا طواف کرنے سے قبل اس پر حج کو بھی داخل کردے (وہ اس طرح کہ وہ اپنے طواف اور سعی کو حج اور عمرہ کی سعی کرنے کی نیت کرے)۔

حج قران اور حج افراد کرنے والے شخص کے اعمال حج ایک جیسے ہی ہیں صرف فرق یہ ہے کہ حج قران کرنے والے پر قربانی ہے اور حج افراد کرنے والے پر قربانی نہیں۔

ان تینوں اقسام میں افضل قسم حج تمتع ہے اور یہی وہ قسم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو جس کا حکم دیا اور اس پر انہیں ابھارا، حتی کہ اگر کوئی انسان حج قران یا حج افراد کا احرام باندھے تو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام بنالے اور عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول کر حلال ہو جائے تا کہ وہ حج تمتع کرسکے اگرچہ وہ طواف قدوم اور سعی کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال جب طواف اور سعی کرلی اور آپ کیساتھ صحابہ کرام بھی تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے ساتھ بھی قربانی نہ تھی اسے حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ کیا احرام میں بدل لے اور بال

چھوٹے کروا کر حلال ہوجائے اور فرمایا: اگر میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا تو میں بھی وہی کام کرتا جس کا تمہیں حکم دے رہا ہوں۔

حج مفرد، قران وتمتع میں سے افضل ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ شرف الدین نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ تمام ائمہ وفقہاء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ حج افراد، تمتع اور قران کرنا جائز ہے۔ لیکن ان میں فضیلت کس کو حاصل ہے اس میں اختلاف ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، سفیان ثور، اسحاق بن رہویہ، مزنی ابن منذر اور ابواسحاق مروزی علیہم الرحمہ کے نزدیک حج قران افضل ہے۔

حضرت امام شافعی، امام مالک اور داؤد بن علی اصفہانی (منکر تقلید) کے نزدیک حج افراد افضل ہے۔ جبکہ حضرت امام احمد بن حنبل کے نزدیک تمتع افضل ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک تمتع اور قران یہ دونوں حج مفرد سے افضل ہیں۔

(شرح مہذب، ج ۷، ص ۱۵۰، بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سواری پر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور اکثر صحابہ دونوں چیزوں یعنی حج وعمرہ کے لئے چلاتے تھے۔ (یعنی ب آواز بلند کہتے تھے) (بخاری)

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قران افضل ہے چنانچہ حنفیہ کا یہی مسلک ہے۔ اس حدیث کو مستدل قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل کرنا کب گوارا کر سکتے تھے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہوگا اس لئے اکثر صحابہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی میں قران کیا۔

مکی کے لئے عدم قران وتمتع میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ علی بن سلطان حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ وہ اہل مکہ خاص ہیں اور امام شافعی نے کہا کہ وہ اہل مکہ خاص تو ہیں اور اس میں وہ بھی ہیں جن کا گھر اتنے فاصلے پر ہو اس پر قصر کرنا جائز نہ ہو۔ تو وہ صرف مفرد کریں اور وہ تمتع قران نہ کریں۔ کیونکہ اہل مکہ کے لئے تمتع وقران نہیں ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی تمتع یا قران کیا تو درست ہوگا۔ اگرچہ ایسا کرنے والا برا ہوگا اور اس پر اس کے بدلے میں دم ہوگا۔ اور اس دم کو حکم اس لئے کہ اس نے اس کا قائم مقام روزہ نہیں رکھا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مکی تمتع اور قران کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔'' (فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ''لہٰذا یہ حکم مکی کو ا   رح شامل ہے جس طرح غیر مکی کو شامل ہے۔

ہمارے نزدیک یہ آیت غیر مکی کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ اس میں تمتع کا اشارہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ہے۔ لہٰذا اس میں ہدی وصوم نہیں ہے جس طرح امام شافعی نے کہ   ہے۔ (شرح الوقایہ، ج ۲، ص ۳۰۰، بیروت)

عمرے اور حج کی ایک ساتھ نیت کرنے کا بیان

1795 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، وَحُمَيْدٌ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُمْ سَمِعُوهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيعًا، يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا، لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ رہے تھے۔

''میں عمرہ اور حج ساتھ کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ میں عمرہ اور حج کرنے کے لیے حاضر ہوں''۔

1796 - حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاتَ بِهَا يَعْنِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتّٰى اَصْبَحَ، ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اِذَا اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ، ثُمَّ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَاَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا اَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوا حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ اَهَلُّوا بِالْحَجِّ، وَنَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا.

قَالَ اَبُوْ دَاؤدَ: الَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ يَعْنِيْ اَنَسًا مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهُ بَدَاَ بِالْحَمْدِ وَالتَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ ثُمَّ اَهَلَّ بِالْحَجِّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں رات بسر کی یعنی ذوالحلیفہ میں۔ یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میدان میں کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد بیان کی۔ اس کی پاکی بیان کی اس کی کبریائی بیان کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا تلبیہ پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لوگوں نے بھی ان دونوں کا تلبیہ پڑھا۔ جب ہم لوگ (مکہ) آئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا یہاں تک کہ انہوں نے احرام ختم کر دیا۔ یہاں تک کہ جب ترویہ کا دن آیا تو انہوں نے حج کا احرام باندھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے ذریعے قربانی کے سات اونٹ کھڑے کر کے نحر کیے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کو نقل کرنے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ منفرد ہیں یعنی یہ بات کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حمد پڑھی پھر تسبیح پڑھی پھر تکبیر پڑھی پھر حج کا تلبیہ پڑھا۔

1797 - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ مَعِينٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ حِيْنَ اَمَّرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْيَمَنِ قَالَ: فَاَصَبْتُ مَعَهُ اَوَاقِيَ فَلَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَجَدْتُ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَدْ لَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا وَقَدْ نَضَحَتِ الْبَيْتَ بِنَضُوحٍ فَقَالَتْ: مَا لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَ اَصْحَابَهُ فَاَحَلُّوا قَالَ: قُلْتُ لَهَا: اِنِّيْ اَهْلَلْتُ بِاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ: كَيْفَ صَنَعْتَ؟، فَقَالَ: قُلْتُ: اَهْلَلْتُ بِاِهْلَالِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: فَإِنِّي قَدْ سُقْتُ الْهَدْيَ وَقَرَنْتُ قَالَ: فَقَالَ لِي: انْحَرْ مِنَ الْبُدْنِ سَبْعًا وَسِتِّينَ أَوْ سِتًّا وَسِتِّينَ، وَأَمْسِكْ لِنَفْسِكَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، أَوْ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، وَأَمْسِكْ لِي مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ مِنْهَا بَضْعَةً

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امیر بنا کر یمن بھیجا تھا۔ راوی کہتے ہیں: مجھے ان کے ہمراہ کچھ اوقیہ (چاندی) ملی۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ بیان کرتے ہیں: میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو (مکہ) میں پایا کہ انہوں نے رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے اور پورے گھر میں خوشبو مہک رہی تھی۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: آپ رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا ہے۔ (یعنی آپ رضی اللہ عنہ کس بات پر حیران ہو رہے ہیں) جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا ہے تو انہوں نے احرام ختم کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ان سے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کے مطابق احرام کی نیت کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: تم نے کیا کیا ہے (یعنی کیا نیت کی ہے؟) میں نے عرض کی: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے مطابق احرام باندھنے کی نیت کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قربانی کا جانور ساتھ لایا ہوں اور میں نے حج قران کرنا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا (یعنی قربانی کے دن فرمایا:) تم 67 اونٹ نحر کر دو اور 33 (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) 34 اونٹ روک کے رکھنا۔ تم میرے لئے ہر اونٹ میں سے کچھ حصہ رکھ لینا۔

1798 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ الصُّبَيُّ بْنُ مَعْبَدٍ: أَهْلَلْتُ بِهِمَا مَعًا. فَقَالَ عُمَرُ: هُدِيتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صبی بن معبد بیان کرتے ہیں: میں نے ان دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

1799 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ الصُّبَيُّ بْنُ مَعْبَدٍ: كُنْتُ رَجُلًا أَعْرَابِيًّا نَصْرَانِيًّا فَأَسْلَمْتُ. فَأَتَيْتُ رَجُلًا مِنْ عَشِيرَتِي يُقَالُ لَهُ هُذَيْمُ بْنُ ثُرْمُلَةَ. فَقُلْتُ لَهُ: يَا هَنَاهُ إِنِّي حَرِيصٌ عَلَى الْجِهَادِ وَإِنِّي وَجَدْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مَكْتُوبَيْنِ عَلَيَّ فَكَيْفَ لِي بِأَنْ أَجْمَعَهُمَا؟. قَالَ: اجْمَعْهُمَا وَاذْبَحْ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَأَهْلَلْتُ بِهِمَا مَعًا. فَلَمَّا أَتَيْتُ الْعُذَيْبَ لَقِيَنِي سَلْمَانُ بْنُ رَبِيعَةَ، وَزَيْدُ بْنُ صُوحَانَ وَأَنَا أُهِلُّ بِهِمَا جَمِيعًا. فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ: مَا هٰذَا بِأَفْقَهَ مِنْ بَعِيرِهِ. قَالَ: فَكَأَنَّمَا أُلْقِيَ عَلَيَّ جَبَلٌ حَتَّى أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ. فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنِّي كُنْتُ رَجُلًا أَعْرَابِيًّا نَصْرَانِيًّا

وَاِنِّي اَسْلَمْتُ، وَاَنَا حَرِيصٌ عَلَى الْجِهَادِ وَاِنِّي وَجَدْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مَكْتُوبَيْنِ عَلَيَّ فَاَتَيْتُ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي فَقَالَ لِي: اجْمَعْهُمَا وَاذْبَحْ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ، وَاِنِّي اَهْلَلْتُ بِهِمَا مَعًا. فَقَالَ لِي عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هُدِيتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صبی بن معبد بیان کرتے ہیں: میں ایک عیسائی دیہاتی تھا میں نے اسلام قبول کرلیا۔ میں اپنے خاندان کے ایک فرد کے پاس آیا جس کا نام ہذیم بن ثرملہ تھا۔ میں نے اس سے کہا: اے نوجوان میں جہاد کرنے کا شدید خواہشمند ہوں اور میں نے یہ صورتحال بھی پائی ہے کہ مجھ پر حج اور عمرہ لازم ہو چکے ہیں' تو میں اب ان دونوں کو کیسے جمع کرلوں۔ تو اس نے کہا: آپ ان دونوں کو ایک ساتھ کرلیں اور جو قربانی میسر ہو' تو سے کر لیجئے گا' تو میں نے ان دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھ لیا جب میں عذیب کے مقام پر پہنچا تو سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ میں اس وقت ان دونوں کا تلبیہ پڑھ رہا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: یہ شخص اپنے اونٹ سے زیادہ سمجھ دار نہیں ہے۔ صبی بن معبد کہتے ہیں: گویا مجھ پر پہاڑ ڈال دیا گیا۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے کہا: اے امیر المومنین! میں ایک ایسا شخص ہوں جو دیہاتی بھی ہے اور پہلے عیسائی تھا۔ میں نے اسلام قبول کرلیا مجھے جہاد کی شدید خواہش تھی' لیکن میں نے یہ پایا کہ مجھ پر حج اور عمرہ لازم ہو چکے ہیں' تو میں اپنے خاندان کے ایک فرد کے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا: تم ان دونوں کو ایک ساتھ کرلو اور جو قربانی میسر ہو اسے ذبح کرلینا تو میں نے ان دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تمہاری تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رہنمائی کی گئی۔

وادی عقیق مبارک وادی ہے

1800 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُوْلُ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: وَهُوَ بِالْعَقِيْقِ وَقَالَ: صَلِّ فِي هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ، وَقَالَ: عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ وَقُلْ عُمْرَةٌ. فِي حَجَّةٍ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ: وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا۔

''گزشتہ رات میرے پاس میرے پروردگار کی طرف سے ایک (فرشتہ) آیا''۔
راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اس وقت وادی عقیق میں موجود تھے۔ (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں)
''فرشتے نے کہا: آپ ﷺ اس مبارک وادی میں نماز ادا کیجئے اور اس فرشتے نے کہا: عمرہ حج میں شامل ہو چکا ہے''۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ امام اوزاعی کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ''آپ ﷺ فرما دیجئے کہ عمرہ حج میں شامل ہو چکا ہے''۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) علی بن مبارک نے یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:
''آپ ﷺ یہ فرما دیجئے عمرہ حج میں شامل ہو چکا ہے''۔

شرح

پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ عربی قواعد کے مطابق لفظ "قول" فعل کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا حدیث کے آخری جملہ قل عمرۃ فی حجۃ کے معنی ہیں" اور اس نماز کو وہ عمرہ شمار کیجئے جو حج کے ساتھ ہوتا ہے" گویا اس جملہ کے ذریعہ وادی عقیق میں ادا کی جانے والی نماز کی فضیلت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ وادی عقیق میں جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب اس عمرہ کے برابر ہے جو حج کے ساتھ کیا جاتا ہے، اسی طرح دوسری روایت کے الفاظ وقل عمرۃ وحجۃ کا مطلب یہ ہے کہ وادی عقیق میں پڑھی جانے والی نماز عمرہ و حج کے برابر ہے۔ مدینہ منورہ کے کچھ اور فضائل علماء نے لکھا ہے کہ حکیم مطلق اللہ جل شانہ نے اس شہر پاک کی خاک پاک اور وہاں کے میوہ جات میں تاثیر شفا ودیعت فرمائی ہے۔

اکثر احادیث میں منقول ہے کہ" مدینہ کے غبار میں ہر قسم کے مرض کی شفا ہے" بعض دوسرے طرق سے منقول احادیث میں ہے کہ" مدینہ کے غبار میں جذام اور برص کی شفا ہے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا تھا کہ وہ بخار کا علاج اس کی خاک پاک سے کریں۔ چنانچہ نہ صرف مدینہ ہی میں اس حکم پر عمل ہوتا رہا ہے بلکہ اس خاک پاک کو بطور دوا لے جانے کے سلسلہ میں بھی کتنے ہی آثار منقول ہیں اور بعض علماء نے تو اس معالجہ کا تجربہ بھی کیا ہے۔

حضرت شیخ مجد الدین فیروز آبادی کا بیان ہے کہ میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے کہ میرا ایک خدمت گار مسلسل ایک سال سے بخار کے مرض میں مبتلا تھا میں نے مدینہ کی وہ تھوڑی سی خاک پاک پانی میں گھول کر اس خدمت گار کو پلا دی اور وہ اسی دن صحت یاب ہو گیا۔ حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ مدینہ کی خاک پاک سے معالجہ کا تجربہ مجھے بھی ہوا ہے وہ اس طرح کہ جن دنوں میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا میرے پاؤں میں ایک سخت مرض پیدا ہو گیا جس کے بارہ میں تمام اطباء کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ اس کا آخری درجہ موت ہے اور اب صحت دشوار ہے۔ میں نے اسی خاک پاک سے اپنا علاج کیا، تھوڑے ہی دنوں میں بہت آسانی سے صحت حاصل ہو گئی۔ اسی قسم کی خاصیتیں وہاں کی کھجور کے بارہ میں بھی منقول ہیں چنانچہ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص سات عجوہ کھجوریں (عجوہ مدینہ کی کھجور کی ایک قسم ہے) نہار منہ کھا لیا کرے تو کوئی زہر اور کوئی سحر اس پر اثر نہیں کرے گا۔ فضائل مدینہ کے

سلسلہ میں یہ بات بھی بطور خاص قابل لحاظ ہے کہ اس مقدس شہر کی عظمت و بزرگی ہی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس شہر کے رہنے والوں کی تعظیم و تکریم کی یہ وصیت کی تھی کہ میری امت کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ میرے ہمسایوں یعنی اہل مدینہ کے احترام کو ہمیشہ پیش ملحوظ رکھیں، ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں، ان سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہ کریں اور اس وقت تک ان کی خطاؤں سے درگزر کریں جب تک کہ وہ کبائر سے اجتناب کریں (یعنی اگر وہ کبائر کے مرتکب ہوں تو پھر رعایت اور درگزر کا کوئی سوال نہیں ہے بلکہ اللہ اور بندوں کے حقوق کے سلسلے میں شریعت کا جو حکم ہو اسے جاری کرے) یاد رکھو، جو شخص ان کے احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا اور جو شخص اہل مدینہ کے احترام و حرمت کو ملحوظ نہیں رکھے گا اسے طینۃ الخبال کا سیال پلایا جائے گا (واضح رہے کہ "طینۃ الخبال" دوزخ کے ایک حوض کا نام ہے جس میں دوزخیوں کی پیپ اور لہو جمع ہوتا ہے) ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ "ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست دعا بلند کئے اور یوں گویا ہوئے" خداوندا! جو شخص میرے اور میرے شہر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کو جلد ہی ہلاک کر دے" نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ" جس شخص نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس نے گویا مجھے ڈرایا" نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ" جس شخص نے اہل مدینہ کو اپنے ظلم کے خوف میں مبتلا کیا اسے (اللہ تعالیٰ خوف میں مبتلا کرے گا اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی" اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ" ایسے شخص کا کوئی بھی عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوگا خواہ فرض ہو یا نفل"۔

حج میں چار چیزیں فرض ہیں۔ (۱) احرام۔ (۲) عرفہ کے دن وقوف عرفات (۳) طواف الزیارت (٤) ان فرائض میں ترتیب کا لحاظ یعنی احرام کو وقوف عرفات پر وقوف عرفات کو طواف الزیارت پر مقدم کرنا۔ واجبات حج یہ ہیں، وقوف مزدلفہ، صفا مروہ کے درمیان سعی، رمی جمار، آفاقی کے لئے طواف قدوم، حلق یا تقصیر، احرام میقات سے باندھنا، غروب آفتاب تک وقوف عرفات، طواف حجر اسود سے شروع کرنا (بعض علماء نے اسے سنت کہا ہے) طواف کی ابتداء دائیں طرف سے کرنا، طواف پیادہ پا کرنا بشرطیکہ کوئی عذر لاحق نہ ہو، طواف باطہارت کرنا، طواف میں ستر ڈھانکنا، سعی کی ابتداء صفا سے کرنا، سعی پا پیادہ کرنا بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو، قارن اور متمتع کو بکری یا اس کی مانند جانور ذبح کرنا، ہر سات شوط یعنی ایک طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، رمی حلق اور قربانی میں ترتیب کا لحاظ رکھنا بایں طور کہ پہلے رمی کی جائے پھر قربانی پھر حلق اور پھر طواف زیارت کی جائے، طواف الزیارۃ ایام نحر میں کرنا، طواف اس طرح کرنا کہ حطیم طواف کے اندر آجائے، سعی طواف کے بعد کرنا، حلق حرم اور ایام نحر میں کرنا، وقوف عرفہ کے بعد ممنوعات احرام مثلاً جماع وغیرہ سے اجتناب، نیز وہ چیزیں بھی واجبات حج میں شامل ہیں، جن کو ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے، ان چیزوں کے علاوہ اور سب حج کے مستحبات اور آداب میں سے ہیں۔ غنی کا حج فقیر کے حج سے افضل ہے، والدین کی فرمانبرداری سے حج فرض تو اولیٰ ہے لیکن حج نفل اولیٰ نہیں ہے۔

بلکہ والدین کی فرمانبرداری ہی حج نفل سے افضل ہے۔ سرائے بنانا حج نفل سے افضل ہے۔ البتہ صدقہ کے بارے میں

اختلافی اقوال ہیں کہ بعض تو صدقہ کو افضل کہتے ہیں۔ اور بعض نے حج نفل کو افضل کہا ہے، تاہم بزازیہ میں ہے کہ حج نفل کی فضیلت ہی کو ترجیح دی گئی ہے، کیونکہ حج میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور جسمانی مشقت بھی ہوتی ہے جب کہ صدقہ میں صرف مال خرچ ہوتا ہے جس حج میں وقوف عرفات جمعہ کے دن ہو وہ حج ستر حجوں پر فضیلت رکھتا ہے اور اس حج میں ہر شخص کی بلا واسطہ مغفرت ہوتی ہے، اس بارہ میں اختلافی اقوال ہیں کہ آیا حج کی وجہ سے کبیرہ گناہ ساقط ہو جاتے ہیں یا نہیں؟

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ساقط ہو جاتے ہیں جس طرح کہ جب کوئی حربی کافر اسلام قبول کرتا ہے تو اس کے سب گناہ ساقط ہو جاتے ہیں لیکن بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ حج کی وجہ سے حقوق اللہ تو معاف ہو جاتے ہیں لیکن حقوق العباد معاف نہیں ہوتے جس طرح کہ جب کوئی ذمی کافر، اسلام قبول کر لیتا ہے تو اس کے ذمہ سے حقوق اللہ تو ساقط ہو جاتے ہیں لیکن حقوق العباد ساقط نہیں ہوتے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ تمام علماء اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ کبیرہ گناہ صرف توبہ ہی سے ساقط ہوتے ہیں، محض حج کی وجہ سے بھی ساقط نہیں ہوتے، نیز کوئی بھی عالم حج کی وجہ سے دین (قرض) کے ساقط ہونے کا بھی قائل نہیں ہے۔ خواہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ ہی سے ہو جیسے نماز و زکوۃ، ہاں ادائیگی قرض یا ادائیگی نماز وغیرہ میں تاخیر کا گناہ ضرور ساقط ہو جاتا ہے لہٰذا جو علماء کبیرہ گناہ کے ساقط ہو جانے کے قائل ہیں ان کی مراد بھی یہی ہے۔ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا مستحب ہے بشرطیکہ خود اس کو یا کسی اور کو اس سے تکلیف نہ پہنچے، خانہ کعبہ کا غلاف اور پردہ بنی شیبہ سے خریدنا جائز نہیں ہے ہاں امام سے یا اس کے نائب سے لینا جائز ہے، خانہ کعبہ کے غلاف و پردہ کو لباس میں استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ جنبی (ناپاک) یا حائضہ ہی کیوں نہ ہو، اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے حرم میں پناہ لے لے تو اس کو بطور قصاص قتل کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ حرم میں رہے، ہاں اگر قاتل نے حرم ہی میں قتل کا ارتکاب کیا ہو تو اس کو بھی حرم میں مار ڈالنا جائز ہے لیکن خانہ کعبہ کے اندر قاتل کو اس صورت میں بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے جب کہ اس نے خانہ کعبہ کے اندر ہی قتل کا ارتکاب کیا ہو۔

آب زمزم سے استنجا کرنا تو مکروہ ہے لیکن نہانا مکروہ نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے افضل ہے لیکن مدینہ منورہ کی زمین کا وہ قطعہ پاک جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں مطلقاً افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت کرنا مستحب ہے بلکہ بعض علماء تو یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کے لئے واجب ہے جسے فراغت میسر ہو! حج فرض کی ادائیگی کی صورت میں حج روضہ اطہر کی زیارت سے پہلے کرنا چاہئے ہاں نفل کی صورت میں اختیار ہے کہ چاہے تو پہلے کیا جائے چاہے پہلے زیارت کی جائے بشرطیکہ مدینہ راستہ میں نہ پڑتا ہو۔ اگر مکہ کا راستہ مدینہ سے ہو کر گزرتا ہو تو پھر پہلے روضہ اطہر کی زیارت کرنا ضروری ہے، روضہ اطہر کی زیارت کے ساتھ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت بھی کرنی چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مسجد نبوی میں ادا کی جانے والی ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد میں ادا کی جانے والی ہزار نمازوں سے بہتر ہے، مسجد حرام کا استثناء اس لئے ہے کہ اس میں ادا کی جانے والی ایک نماز کا ثواب دس لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ہوتا ہے) حج کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ جس خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم

سے حج کی سعادت عظمی کی توفیق بخشے اور وہ حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ پہلے وہ اپنی نیت کو درست کرے کہ اس کے پیش نظر محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور ادائیگی فرض ہو، کوئی دنیاوی غرض یا نام ونمود کا کوئی ہلکا سا تصور بھی نہ ہو ورنہ سب محنت اکارت جائے گی، پھر اپنے ماں باپ سے اجازت لے کر، اعزہ واحباب سے رخصت ہو کر، سب سے معافی تلافی کر کے اپنے وطن سے کم از کم ایسے وقت روانہ ہو کہ مکہ مکرمہ میں ساتویں ذی الحجہ سے پہلے پہنچ جائے اور ساتویں تاریخ کا خطبہ سن سکے، جب میقات پر پہنچے (برصغیر پاک وہند کی میقات یلملم ہے) تو احرام باندھے۔

اگر مفرد ہو تو صرف حج، کا قارن ہو تو حج وعمرہ دونوں کا اور متمتع وہ تو صرف عمرہ کا احرام باندھے، مستحب یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے ہاتھ پاؤں کے ناخن کٹوائے، زیر ناف اور بغل کے بال صاف کرے، حجامت بنوائے، اگر سر منڈانے کی عادت ہو تو سر منڈائے ورنہ بال درست کرائے اور ان میں کنگھی کرے، اگر بیوی ہمراہ ہو تو صحبت کرے، پھر وضو کرے یا نہائے لیکن نہانا افضل ہے اس کے بعد احرام کا لباس پہنے یعنی ایک لنگی باندھے اور ایک چادر اس طرح اوڑھے کہ سر کھلا رہے، یہ دونوں کپڑے نئے ہوں تو افضل ہے ورنہ صاف دھلے ہوئے ہونے چاہئیں، اگر کسی کے پاس دو کپڑے میسر نہ ہوں تو ایک ایسا کپڑا لپیٹ لینا بھی جائز ہے جس سے ستر پوشی ہو جائے پھر خوشبو لگائے، اس کے بعد نیت کرے، اگر قران کا ارادہ ہو تو اس طرح کہے۔ دعا (اللھم انی ارید الحج والعمرۃ فیسر ھمالی وتقبلھما منی)۔ اگر تمتع کا ارادہ ہو تو یوں کہے۔ دعا (اللھم انی ارید العمرۃ فیسر ھالی وتقبلھا منی)۔ اور اگر افراد کا ارادہ رکھتا ہو تو اس طرح کہے دعا (اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی۔ اگر نیت کے مذکورہ بالا الفاظ زبان سے ادا نہ کئے جائیں بلکہ دل ہی میں نیت کر لی جائے تو بھی جائز ہے، نیت کے بعد لبیک کہے حج یا عمرہ کی نیت کے ساتھ لبیک کہتے ہی محرم ہو جائے گا، لبیک کے الفاظ یہ ہیں۔ لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک۔ ان الفاظ میں کمی نہ کی جائے ہاں زیادتی جائز ہے چنانچہ یہ الفاظ بھی منقول ہیں جن کے اضافہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لبیک وسعدیک والخیر بیدیک لبیک والرغباء الیک والعمل لبیک الہ الخلق لبیک۔ بعد ازاں اکثر اوقات آواز بلند لبیک کہتا رہے خصوصاً نماز کے بعد خواہ فرض ہو خواہ نفل نماز، صبح کے وقت، باہم ملاقات کے، بلندی پر چڑھتے یا نشیب میں اترتے وقت، غرضیکہ یہ سفر حج چونکہ نماز کے حکم میں ہے کہ جس طرح نماز میں ہر حالت کی تبدیلی پر تکبیر کہی جاتی ہے۔

اس طرح اس سفر میں ہر حالت کی تبدیلی کے وقت لبیک کہنی چاہئے! احرام باندھ لینے کے بعد ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے جو حالت احرام میں ممنوع ہیں مثلاً سلے ہوئے کپڑے جیسے کرتہ، انگرکھا، پاجامہ، فرغل، جبہ، قبا، بارانی موزہ، دستانہ اور ٹوپی وغیرہ نہ پہنے جائیں، جو کپڑے رنگ دار خوشبو جیسے زعفران وغیرہ میں رنگے ہوئے ہوں وہ بھی استعمال نہ کئے جائیں ہاں دھلنے کے بعد کہ جس سے خوشبو نہ آتی ہو استعمال کرنا جائز ہے، سر اور منہ کسی چیز سے نہ ڈھانکا جائے، جوئیں نہ ماری جائیں، بیوی سے نہ تو صحبت کی جائے اور نہ ان چیزوں کا ارتکاب کیا جائے جو جماع کا باعث بنتی ہیں مثلاً بوسہ لینا، شہوت کے ساتھ عورت کو ہاتھ لگانا یا اس کے سامنے فحش باتیں یا جماع کا ذکر کرنا وغیرہ وغیرہ۔

فسق وفجور سے پرہیز کیا جائے کسی کے ساتھ جنگ وجدل سے گریز کیا جائے، صحرائی وحشی جانوروں کا شکار نہ کیا جائے حتیٰ کہ کوئی محرم نہ تو شکار کی طرف اشارہ کرے اور نہ شکار میں کسی کی اعانت کرے، ہاں دریائی جانوروں مثلاً مچھلی کا شکار درست ہے۔ خوشبو کا استعمال نہ کیا جائے، ناخن نہ کٹوائے جائیں، سر داڑھی بلکہ تمام بدن کے بال نہ کتروائے جائیں نہ منڈوائے جائیں اور نہ اکھاڑے جائیں، سر وداڑھی کے بالوں کو خطمی سے نہ دھویا جائے البتہ محرم نہا سکتا ہے، حمام میں داخل ہو سکتا ہے، گھر اور کجاوہ کے سایہ میں بیٹھ سکتا ہے، ہمیانی (یعنی روپیہ رکھنے والی تھیلی) کمر میں باندھ سکتا ہے اور اپنے دشمن سے دفاعی لڑائی لڑ سکتا ہے۔ احرام کی حالت میں جن جانوروں کو مارنا جائز ہے اور جن کے مارنے کی وجہ سے بطور جزاء نہ دم لازم ہوتا ہے نہ صدقہ وہ یہ ہیں۔ کوا، چیل، سانپ، بچھو، چوہا، چھچھڑی، کچھوا، بھیڑیا، گیدڑ، پتنگا، مکھی، چیونٹی، گرگٹ، بھڑ، مچھر، حملہ آور درندہ اور موذی جانور۔ جب مکہ مکرمہ کے قریب آجائے تو غسل کرے کہ یہ مستحب ہے پھر دن میں کسی وقت باب المعلیٰ سے مکہ میں داخل ہو اور اپنی قیام گاہ پر سامان وغیرہ رکھ کر سب سے پہلے مسجد حرام کی زیارت کرے۔

مستحب یہ ہے کہ مسجد حرام میں لبیک کہتا ہوا اور باب السلام سے داخل ہو اور اس وقت نہایت خشوع وخضوع کی حالت اپنے اوپر طاری کرے اور اس مقدس مقام کی عظمت وجلالت کا تصور دل میں رکھے اور کعبہ کے جمال دلربا پر نظر پڑتے ہی جو کچھ دل چاہے اپنے پروردگار سے طلب کرے پھر تکبیر وتہلیل کرتا ہوا حمد وصلوٰۃ پڑھتا ہوا حجر اسود کے سامنے آئے اور اس کو بوسہ دے اور بوسہ کے وقت اپنے دونوں ہاتھ کو اس طرح اٹھائے جس طرح تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھاتے ہیں، اگر اژدحام کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے تو حجر اسود کو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوم لے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسی لکڑی سے حجر اسود کو چھو کر چومے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پھر دونوں ہتھیلیوں سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے ہتھیلیوں کو چوم لے، حجر اسود کے استلام کے بعد حجر اسود کے پاس ہی سے اپنی داہنی جانب سے طواف قدوم شروع کرے، طواف میں سات شوط (چکر) کرے اور ہر شوط کو حجر اسود ہی پر ختم کرتے اور ہر شوط ختم کرنے کے بعد مذکورہ بالا طریقے سے حجر اسود کا استلام اور تکبیر وتہلیل کرے طواف میں حطیم کو بھی شامل کرے، طواف میں اضطباع کرے اور پہلے تین شوطوں میں رمل کرے نیز ہر شوط میں رکن یمانی کا بھی استلام کرے مگر اس کے استلام میں اس کو چومنا نہیں چاہئے طواف ختم کرنے کے بعد دو رکعت نماز طواف مقام ابراہیم کے قریب پڑھے۔

یہ نماز حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، اگر اژدحام وغیرہ کی وجہ سے اس نماز کو مقام ابراہیم کے قریب پڑھنا ممکن نہ ہو تو پھر مسجد حرام میں جہاں بھی چاہے پڑھ لے، اس نماز کی پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد سورت قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ کی قرأت کرے اور دعا میں جو چاہے اللہ سے مانگے، اس کے بعد چاہ زمزم پر آئے اور زمزم کا پانی پیٹ بھر کر پئے پھر مقام ملتزم میں آئے اور ہاتھ اٹھا کر اپنے مقصد کے لئے دعا مانگے پھر صفا سے مروہ کی طرف اپنی چال کے ساتھ چلے مگر جب وادی بطن پہنچے، تو میلین اخضرین کے درمیان تیز تیز چلے اور پھر جب مروہ پر چڑھے تو وہی کچھ یعنی تکبیر وتہلیل وغیرہ کرے جو صفا پر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح صفا ومروہ کے درمیان سات شوط کرے، ہر شوط کی ابتداء صفا سے ہو اور انتہا مروہ پر اور ہر شوط میں میلین اخضرین

کے درمیان تیز تیز چلے، یہ بات ذہن میں رہے کہ سعی سے پہلے طواف کرنا ضروری ہے اگر کسی نے طواف سے پہلے سعی کر لی تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ طواف کے بعد پھر دوبارہ سعی کرے۔

یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ اس سعی، وقوف عرفات، وقوف مزدلفہ اور رمی جمار کے لئے طہارت (پاکی) شرط نہیں ہے لیکن اولیٰ ضرور ہے جب کہ طواف کے لئے طہارت شرط ہے۔ نیز طواف وسعی کے وقت ٹھہرا ہے اور اس کے دوران نفل طواف جس قدر ہو سکے کرتا ہے، مگر نفل طواف کے درمیان رمل اور اس کے بعد سعی نہ کرے، پھر ساتویں ذی الحجہ کو مسجد حرام میں خطبہ سنے، اس خطبہ میں جو ظہر کی نماز کے بعد ہوتا ہے امام حج کے احکام ومسائل بیان کرتا ہے، پھر اگر احرام کھول چکا ہو تو آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھ کر طلوع آفتاب کے بعد منیٰ روانہ ہو جائے، اگر ظہر کی نماز پڑھ کر منیٰ میں پہنچے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں، رات منیٰ میں گزارے اور عرفہ کے روز یعنی نویں تاریخ کو فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھ کر طلوع آفتاب کے بعد عرفات جائے اگر کوئی آٹھویں تاریخ کو منیٰ میں نہ جائے بلکہ نویں کو عرفات میں پہنچ جائے تو بھی جائز ہے مگر یہ خلاف سنت ہے۔

عرفات میں بطن عرنہ کے علاوہ جس جگہ چاہے اترے لیکن جبل عرفات کے نزدیک اترنا افضل ہے پھر اسی دن زوال آفتاب کے بعد غسل کرے (جو سنت ہے) اور عرفات میں وقوف کرے (جو فرض ہے اور جس کے بغیر حج ہوتا ہی نہیں) امام جو خطبہ دے اسے سنے اور امام کے ساتھ بشرط احرام ظہر وعصر کی نماز ایک وقت میں پڑھے اور جبل رحمت کے پاس کھڑا ہو کر نہایت خشوع وخضوع اور تذلل واخلاص کے ساتھ تکبیر وتہلیل کرے، تسبیح پڑھے، اللہ کی ثنا کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اپنے تمام اعزہ واحباب کے لئے استغفار کرے اور تمام مقاصد دینی ودنیوی کے لئے دعا مانگے، پھر غروب آفتاب کے بعد امام کے ہمراہ مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے اور راستہ میں استغفار، لبیک، حمد وصلوٰۃ اور اذکار میں مشغول رہے مزدلفہ پہنچ کر امام کے ہمراہ مغرب وعشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھے اور رات میں وہیں رہے کیونکہ رات میں وہاں رہنا واجب ہے، نیز اس پوری رات میں نماز، تلاوت قرآن اور ذکر ودعا میں مشغول رہنا مستحب ہے۔

جب صبح ہو جائے تو (یعنی دسویں ذی الحجہ کو) فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھے اور وہاں وقوف کرے، مزدلفہ میں سوائے بطن محسر کے جہاں چاہے وقوف کر سکتا ہے، اس وقوف کی حالت میں نہایت الحاح وزاری کے ساتھ اپنے دینی ودنیاوی مقصد کے لئے خداوند والم سے دعا مانگے، آفتاب نکلنے سے کچھ پہلے وقوف ختم کر لیا جائے، پھر جب روشنی خوب پھیل جائے تو آفتاب سے پہلے منیٰ واپس پہنچ کر جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں مارے اور پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ موقوف کر دے، اس کے بعد قربانی کرے پھر سر منڈوائے یا بال کتروائے، اس کے بعد وہ تمام چیزیں جو حالت احرام میں ممنوع تھیں، سوائے رفث کے، جائز ہو جائیں گی، پھر عید کی نماز منیٰ ہی میں پڑھ کر اسی دن مکہ آ جائے اور طواف زیارت کرے، اس طواف کے بعد سعی نہ کرے ہاں اگر پہلے سعی نہ کر چکا ہو تو وہ پھر اس طواف کے بعد سعی کرے، اس کے بعد رفث بھی جائز ہو جائے گا طواف زیارت سے فارغ ہو کر پھر منیٰ واپس آ جائے اور رات میں وہاں قیام کرے۔

گیارہویں تاریخ کو تینوں جمرات کی رمی کرے بایں طور کہ پہلے تو اس جمرہ پر سات کنکریاں مارے جو مسجد خیف کے قریب ہے اور جس کو جمرۃ اولیٰ کہتے ہیں اس کے بعد اس جمرہ پر جو اس کے قریب ہے اور جس کو جمرۃ وسطیٰ کہتے ہیں سات کنکریاں مارے اور پھر سوار ہو کر یا پیادہ ہی جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری مارتے وقت تکبیر کہتا رہے، اسی طرح بارہویں تاریخ ہی کو منیٰ سے رخصت ہو گیا تو پھر اس پر تیرہویں تاریخ کو واجب نہیں ہوگی۔ گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخوں میں رمی کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہے لیکن تیرہویں تاریخ کو اگر طلوع فجر کے بعد اور زوال آفتاب سے پہلے بھی رمی کرے تو جائز ہے مگر مسنون زوال آفتاب کے بعد ہی ہے جب کہ گیارہویں اور بارہویں تاریخوں میں زوال آفتاب سے پہلے رمی جائز نہیں ہے۔

آخری دن رمی سے فارغ ہو کر مکہ روانہ ہو جائے اور راستہ میں تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اترے، پھر جب مکہ مکرمہ سے وطن کے لئے روانہ ہونے لگے طواف وداع کرے اس طواف میں بھی رمل اور اس کے بعد سعی نہ کرے طواف کے بعد دو رکعت پڑھ کر زمزم کا مبارک پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پیے اور ہر مرتبہ کعبہ مکرمہ کی طرف دیکھ کر حسرت سے آہ سرد بھرے نیز اس مبارک پانی کو منہ، سر اور بدن پر ملے پھر خانہ کعبہ کی طرف آئے۔

اگر ممکن ہو بیت اللہ کے اندر داخل ہو اگر اندر نہ جا سکے تو اس کی مقدس چوکھٹ کو بوسہ دے اور اپنا سینہ اور منہ ملتزم پر رکھ دے اور کعبہ مکرمہ کے پردوں کو پکڑ پکڑ کر دعا کرے اور روئے اور اس وقت بھی تکبیر و تہلیل، حمد و ثنا اور دعاء استغفار میں مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے مقاصد کی تکمیل طلب کرے۔ اس کے بعد پچھلے پیروں یعنی کعبہ مکرمہ کی طرف پشت نہ کر کے مسجد حرام سے باہر نکل آئے حج تمام افعال ختم ہو گئے۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ، کتاب حج، لاہور)

1801 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِعُسْفَانَ، قَالَ لَهُ: سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ الْمُدْلِجِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: اقْضِ لَنَا قَضَاءَ قَوْمٍ كَأَنَّمَا وُلِدُوا الْيَوْمَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَدْخَلَ عَلَيْكُمْ فِي حَجِّكُمْ هَذَا عُمْرَةً، فَإِذَا قَدِمْتُمْ فَمَنْ تَطَوَّفَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَقَدْ حَلَّ إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ

ربیع بن سبرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب ہم عسفان میں تھے' تو حضرت سراقہ بن مالک مدلجی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! آج آپ ﷺ ہمارے درمیان واضح فیصلہ بیان کر دیجئے۔ آپ ﷺ ہمیں یوں سمجھے کہ گویا ہم آج ہی پیدا ہوئے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے عمرے کو اس حج میں شامل کر دیا ہے۔ جب تم (مکہ) آجاؤ اور جو شخص بیت اللہ کا طواف کر لے اور صفا و مروہ کی سعی کر لے وہ احرام کھول دے' البتہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور موجود ہو (اس کا حکم مختلف ہے)

1802 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَحَدَّثَنَا أَبُو

بَكْرِ بْنِ خَلَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى الْمَعْنَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، أَخْبَرَهُ قَالَ: قَصَّرْتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ عَلَى الْمَرْوَةِ أَوْ رَأَيْتُهُ يُقَصِّرُ عَنْهُ عَلَى الْمَرْوَةِ بِمِشْقَصٍ. قَالَ: ابْنُ خَلَّادٍ، إِنَّ مُعَاوِيَةَ لَمْ يَذْكُرْ أَخْبَرَهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ میں نے مروہ (پہاڑی) پر قینچی کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال چھوٹے کیے تھے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مروہ پہاڑی میں قینچی کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال چھوٹے کیے گئے۔

ابن خلاد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی۔

1803 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْمَعْنَى قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، قَالَ لَهُ: أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصِ أَعْرَابِيٍّ عَلَى الْمَرْوَةِ. زَادَ الْحَسَنُ فِي حَدِيثِهِ لِحَجَّتِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ میں نے مروہ پہاڑی پر ایک تیر کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال چھوٹے کیے تھے۔

حسن نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "حج کے موقع پر"۔

1804 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، أَخْبَرَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُسْلِمٍ الْقُرِّيِّ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُمْرَةٍ، وَأَهَلَّ أَصْحَابُهُ بِحَجٍّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا تلبیہ پڑھا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حج کا تلبیہ پڑھا تھا۔

1805 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: تَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ، إِلَى الْحَجِّ فَأَهْدَى وَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَبَدَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ، ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى وَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ مِنْ شَيْءٍ

حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَجَّهُ. وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَهْدٰى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ. ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ. وَلْيُهْدِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ. وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَطَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ اَوَّلَ شَيْءٍ. ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ وَمَشٰى اَرْبَعَةَ اَطْوَافٍ. ثُمَّ رَكَعَ حِيْنَ قَضٰى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ. ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَاَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ اَطْوَافٍ. ثُمَّ لَمْ يُحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضٰى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ. وَاَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ. ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ النَّاسُ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَهْدٰى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فائدہ حاصل کرتے ہوئے عمرے کو حج کے ساتھ ملا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کا جانور ساتھ لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ سے قربانی کا جانور ساتھ لائے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا تلبیہ پڑھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا تلبیہ پڑھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں نے بھی نفع حاصل کرتے ہوئے عمرے کو حج کے ساتھ ملا دیا' تو کچھ لوگ قربانی کا جانور ساتھ لے کر آئے تھے' اور کچھ لوگوں کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: تم میں سے جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہے اس کے لیے وہ چیزیں حرام ہیں جو اس وقت تک حلال نہیں ہوں گی جب تک وہ اپنا حج مکمل نہیں کر لیتا اور تم میں سے جن کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے وہ بیت اللہ کا طواف کرنے اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد بال چھوٹے کروا کے احرام کھول دے۔ پھر وہ حج کے لیے احرام باندھے اور قربانی کا جانور ساتھ لے کر جائے' جسے قربانی کا جانور نہیں ملتا وہ حج کے موقع پر تین روزے رکھے اور جب اپنے گھر واپس چلا جائے' تو سات روزے رکھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کرتے ہوئے سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات میں سے تین چکروں میں تیز رفتاری سے چلے (جو دوڑنے کے قریب تھا) اور چار چکروں میں عام رفتار سے چلے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف مکمل کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھے اور صفا پہاڑی کے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے سات چکر لگائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام ختم نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حج مکمل کر لیا اور قربانی کے دن اپنے قربانی کے جانور کو قربان کر لیا' اور واپس تشریف لا کر بیت اللہ کا طواف کر لیا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس چیز کے لیے حلال ہو گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (احرام کی حالت میں) ممنوع تھیں۔ لوگوں میں سے جس کے پاس قربانی کا جانور تھا' اور وہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا تھا' اس نے بھی ویسا ہی کیا' جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

حج کی سنتوں کا بیان

علامہ ابوالحسن شرنبلالی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔اور حج کی سنتیں یہ ہیں۔(۱) جب وہ احرام کا ارادہ کرے تو غسل کرنا اگرچہ حائض ونفاس والی عورت ہی ہو یا وضو کرلے۔(۲) احرام کے لئے دونئی چادریں پہن لے جن کو ازار اور رداء کہا جاتا ہے۔(۳) خوشبو لگائے۔(۴) دو رکعات نفل پڑھے۔(۵) احرام باندھ لینے کے بعد بلند آواز سے کثرت سے تلبیہ کہے۔یعنی جب وہ نماز پڑھے یا بلندی پر چڑھے یا وادی میں اترے یا سواروں سے ملے اور سحری کے وقت بھی تلبیہ کہے۔

(۶) جب بھی وہ تلبیہ پڑھے تو وہ بار بار پڑھتا رہے۔(۷) درود شریف کی کثرت کرے۔(۸) اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے(۹) نیک لوگوں کی صحبت کا سوال کرے۔(۱۰) جہنم کی آگ سے پناہ مانگے(۱۱) مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرے(۱۲) مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہو اور باب معلیٰ سے جائے۔(۱۳) مکہ شریف میں جب بیت اللہ کے سامنے پہنچے تو اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا ورد کرتا رہے۔(۱۴) بیت اللہ شریف پر جب پہلی نظر پڑے تو جو چاہے وہاں دعا مانگے تو وہ دعا قبول ہوگی۔(۱۵) طواف قدوم کرے اگرچہ حج کے مہینے نہ ہوں۔اضطباع کی حالت میں طواف کرے۔(۱۷) اور رمل کرے سعی کرنے کے بعد جب وہ حج کے مہینے ہوں۔(۱۸) مردوں کے لئے دوسبز میلوں کے درمیان تیز تیز چل کر سعی کرنا سنت ہے۔(۱۹) بقیہ سعی میں آرام کے ساتھ چلے۔(۲۰) مکہ شریف میں رہتے ہوئے کثرت سے طواف کرنا کیونکہ آفاقی کے لئے طواف کرنا یہ نفلی نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(۲۱) مکہ مکرمہ میں سات ذوالحج کو نماز ظہر کے بعد خطبہ دینا سنت ہے۔اور یہ بغیر کسی جلوس کے ایک خطبہ ہوگا جس میں مناسک حج سکھائے جائیں۔(۲۲) آٹھ ذوالحج کو طلوع آفتاب کے بعد مکہ سے منیٰ کی جانب روانہ ہو جائے۔(۲۳) منیٰ میں جا کر رات بسر کرے اور ۹ ذوالحج کو طلوع آفتاب کے بعد وہاں سے میدان عرفات کی جانب چل پڑے۔جہاں پر امام زوال کے بعد نماز ظہر سے پہلے دو خطبے دیں گے۔اور ان کے درمیان بیٹھے۔اور ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کی جائیں گی(۲۴) وہاں پر خشوع وخضوع میں زیادہ کوشش کرے۔اور روتے ہوئے اپنے لئے اور اپنے والدین اور جملہ مسلمان بھائیوں کے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی کی دعا مانگے۔

(۲۵) ۹ ذوالحج کو غروب آفتاب کے بعد سکون کے ساتھ میدان عرفات سے مزدلفہ کی جانب چل پڑے۔(۲۶) مزدلفہ میں جبل قزح کے قریب وادی کے نشیب سے ہٹ کر بلند جگہ پر الگ ہو جائے۔(۲۷) دسویں ذوالحج کی رات وہاں ہی بسر کرے۔

(۲۸) ایام منیٰ کے دوران تمام راتیں وہاں منیٰ میں ہی گزارے۔اور اپنا سامان اپنے پاس رکھے۔اور سامان مکہ کی جانب پہلے منتقل کر دینا مکروہ ہے۔اور رمی جمار کے پاس وقوف کی حالت میں منیٰ اس کی دائیں جانب اور مکہ بائیں جانب ہونا چاہے۔(۲۹) جمرہ عقبہ کو سوار ہو کر کنکریاں مارنا سنت ہے۔(۳۰) جمرہ اولیٰ اور وسطیٰ کو پیدل کنکریاں مارے(۳۱) کنکریاں مارنے کے وقت وہ وادی کے نشیب میں ہو۔(۳۲) پہلے دن طلوع آفتاب کے بعد اور زوال کے درمیان کے وقت میں کنکریاں مارے جبکہ

بقیہ دنوں میں زوال اور غروب آفتاب کے درمیان کے وقت میں کنکریاں مارے۔

اور پہلے دن ہی رمی کرنا مکروہ ہے اور چوتھے دن طلوع آفتاب اور طلوع فجر کے درمیان مکروہ ہے اور راتوں کو رمی کرنا مکروہ ہے۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ راتوں کو رمی کرنا درست ہے کیونکہ وہ دنوں کے تابع ہیں۔ کیونکہ وہ بعد والے دنوں سے ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ اس میں وقوف عرفات درست ہے وہ عید کی رات ہے۔ اور وہ تین راتیں ہیں کیونکہ وہ اپنے ماقبل کے تابع ہیں۔ یا پھر پہلے دن زوال کے بعد غروب آفتاب تک رمی کرنا مباح ہے۔ کیونکہ یہ سارے اوقات رمی کے جواز کے ہیں یا کراہت کے ہیں اور استحباب کے ہیں۔

(۳۳) حج مفرد کرنے والے کے لئے قربانی کرنا سنت ہے۔ (۳۴) حج مفرد والے اور نفلی قربانی کرنے والے اور تمتع و قران والوں کو اپنی قربانی کے گوشت سے کھانا سنت ہے۔ (۳۵) دسویں ذوالحج کا خطبہ بھی سنت ہے۔ اور یہ خطبہ حج کی طرح ہوتا ہے جس میں بقیہ مناسک حج سکھائے جاتے ہیں۔ اور یہ حج کا تیسرا خطبہ ہے۔ (۳۶) اور ذوالحج کی بارہ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے مکہ کی جانب روانہ ہو جائے۔ جب وہ غروب تک ٹھہر چکا ہے اور اس کے بعد روانہ ہوا تو وہ گناہگار ہوگا۔ لیکن اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی۔ اور جب وہ چوتھے دن طلوع فجر تک ٹھہرا ہے تو چوتھے دن کی کنکریاں مارنا لازم ہو جائے گا۔

(۳۷) جب منیٰ سے مکہ کی جانب جائے تو کچھ دیر محصب میں ٹھہرے۔ (۳۸) آب زم زم نوش کرے (۳۹) خوب جی بھر کر پیئے (۴۰) قبلہ کی جانب منہ کر کے نوش کرے (۴۱) کھڑے ہو کر پی لے اور نظر کعبہ پر ہو۔ (۴۲) سر پر بھی ڈالے اور بقیہ جسم پر بھی بہائے اور جب اس نے پی لیا ہے تو دنیا و آخرت کے مقاصد حاصل ہوں گے۔ (۴۳) ملتزم پر سینہ اور چہرہ رکھ کر چمٹ جائے (۴۴) کچھ دیر کے لئے غلاف کعبہ سے لپٹ کر جو چاہے دعا مانگے (۴۵) کعبہ شریف کی دہلیز کو بوسہ دے (۴۶) اس کے بعد ادب و احترام سے کعبہ شریف کے اندر داخل ہو جائے۔ (نورالایضاح، کتاب حج، لاہور)

قربانی کرنے تک احرام کھولنے میں تاخیر کرنے کا بیان

1806 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا شَأْنُ النَّاسِ قَدْ حَلُّوا وَلَمْ تُحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ. فَقَالَ: إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أُحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ الْهَدْيَ

⊛⊛ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے احرام کھول دیا ہے اور آپ ﷺ نے عمرہ کے بعد احرام نہیں کھولا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بالوں کو چپکایا ہوا ہے اپنی قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالے ہوئے ہیں اس لیے میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا' جب تک میں قربانی کے جانور کو قربان نہیں کر لیتا۔

محض محصر کے رکنے کے سبب حلال ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف کا بیان

اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی حج یا عمرہ سے روکا گیا تو آیا محض اس رکنے ہی سے وہ حلال ہو گیا یا حلال ہونے کی نیت کے

ساتھ ذبح کرلینا بھی ضروری ہے یا نیت اور ذبح اور سر منڈانا تینوں لازم ہیں تیسرا قول امام شافعی اور جمہور کا ہے ان کی دلیل یہ ہے
کہ روکے جانے سے حج کے افعال ساقط ہو گئے احرام کے افعال باقی ہیں حلق (سر منڈانا) شرع میں محلل (حلال کرنے والا) قرار
دیا گیا ہے اس لیے بغیر حلق کے حلال نہ ہوگا اور حلق کا بحیثیت محلل ہونے کے حرم کے ساتھ مقید ہونا ثابت نہیں حلق (سر منڈانا) یا
قصر (کتروانا) کے واجب ہونے اور حلق کے اولیٰ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اللہ سر منڈانے والوں پر رحم فرمائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کترنے والوں پر بھی آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے پھر فرمایا منڈانے والوں پر اللہ رحمت فرمائے صحابہ نے پھر عرض کیا کترانے والوں پر بھی تیسری مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ کترانے والوں پر بھی اس حدیث کو طحاوی نے ابن عباس اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر حرم میں روکا گیا تو حلق واجب ہے اور اگر حل میں روکا گیا تو
واجب نہیں کیونکہ حلق کا عبادت ہونا خاص زمانہ یا مکان کے ساتھ مخصوص ہے کافی میں اسی طرح ہے اور ہدایہ میں ہے کہ امام ابو
حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد کے نزدیک حلق واجب نہیں ذبح ہی سے حلال ہو جاتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
حلق لازم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال اس کا حکم فرمایا تھا لیکن اگر حلق نہ کیا تب بھی کچھ حرج نہیں۔ (یعنی دم
وغیرہ اس کے ذمے واجب نہیں) فقط ذبح ہی سے حلال ہو جائے گا۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف حصار سے حلت احرام ہو جاتی ہے ذبح واجب نہیں۔ یہ آیت امام مالک کے
خلاف حجت ہے دلیل امام مالک کی یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن ہم سے رسول اللہ نے فرمایا کہ
ایک ہدی کے اندر سات تک شریک ہو جائیں۔ اس حدیث کو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور شیخین نے جابر رضی اللہ عنہ
سے اس طرح روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ھ میں عمرہ کا احرام باندھا۔ آپ کے ہمراہ ایک ہزار چار سو آدمی تھے۔
اب ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ امر معلوم ہوا کہ ہدی ہر محصر پر واجب نہیں اور صرف نیت سے احرام کھل جاتا ہے ذبح کی
ضرورت نہیں کیونکہ ستر اونٹ پانسو آدمیوں کو بھی کافی نہیں تو اور باقی آدمی بغیر ہدی کے رہ گئے۔

محصر پر قضاء یا عدم قضاء میں مذاہب اربعہ کا بیان

اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص کا حج یا عمرہ کا احرام ہو اور وہ محصر ہو جائے اور ذبح سے حلال ہو جائے تو آیا اس پر قضا
واجب ہے یا نہیں۔ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قضا واجب نہیں اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ
اگر حج سے حلال ہوا ہے تو ایک حج اور ایک عمرہ اور اگر عمرہ سے حلال ہوا ہے تو ایک عمرہ اور اگر قران سے حلال ہوا ہے تو ایک حج اور دو
عمرے بطور قضا کے واجب ہیں۔

علامہ بیضاوی نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے جو صرف ہدی پر اکتفا فرمایا ہے اور آگے اور کچھ قضا وغیرہ کا ذکر نہیں فرمایا یہ دلیل اس
امر کی ہے کہ قضا واجب نہیں۔ ابن جوزی نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ نے ۶ ھ میں عمرہ کا احرام باندھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہمراہ ایک ہزار چار سو آدمی تھے پھر دوسرے سال آپ تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ تھوڑی سی جماعت تھی اگر قضا واجب ہوتی تو ضرور آپ ان کو متنبہ فرماتے اور وہ سب قضا کرنے آتے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے متواتر احادیث سے معلوم کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضا کا ارادہ فرمایا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم بغیر ضرورت کے الگ ہو گئے اگر قضا ان پر لازم ہوتی تو ضرور آپ ان کو ہمراہی کا حکم فرماتے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اگر قضا واجب نہ ہوتی تو اس عمرہ کا نام عمرۃ القضا کیوں رکھا گیا۔

جواب اسکا یہ ہے کہ عمرۃ القضا اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ قضا کے معنے فیصلہ کرنے کے ہیں تو چونکہ قریش سے اس زمانہ میں فیصلہ ہوا تھا اس لئے اس عمرہ کا نام عمرۃ القضا رکھا گیا۔ واقدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ عمرۃ قضا (فیصلہ) نہ تھا صرف یہ شرط ہو گئی تھی کہ اگلے سال مسلمان اسی ماہ میں عمرہ کریں گے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حج یا عمرہ شروع کر لینے کے بعد پورا کرنا بالاتفاق واجب ہے اور دلیل اس کی آیت: واتموا الحج والعمرۃ للہ ہے قضا کے واجب ہونے کے لئے نئی دلیل کی حاجت نہیں اور آیت: فان احصرتم الخصرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ عذر احصار سے تحلل جائز ہے اس پر دال نہیں کہ قضا ساقط ہو گئی اس لیے قضا ساقط نہ ہوگی۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب دو طرح سے ہوسکتا ہے کہ اوّل یہ ہے کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ دوسرے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھوڑے سے آدمی تھے اور نہ اس کو ہم مانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا کا حکم نہیں فرمایا چنانچہ واقدی نے مغازی میں اپنے مشائخ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ جب ۷ ھ میں ذوالقعدہ کا مہینہ آیا تو جناب رسول اللہ نے حکم فرمایا کہ جس عمرہ سے روکے گئے تھے ان کے علاوہ باقی سب آپ کے ہمراہ تھے اور بعض لوگ ایسے بھی آئے جو حدیبیہ میں نہیں آئے تھے اور تمام مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس وقت دو ہزار تھے اور واقدی کی روایت مغازی کے باب میں اگر روایات صحیحہ کی معارض نہ ہو تو مقبول ہے دوسرے یہ کہ امام شافعی کا یہ فرمانا کہ بہت سے آدمی بلا عذر الگ رہ گئے اس کی بنا راوی کے زعم پر ہے اور نفی پر شہادت مقبول نہیں ہوتی (کما ہو مسلم) پس جو الگ رہ گیا تو ممکن ہے اس کو کوئی عذر ہو اور بعد میں اس نے قضا کی ہو۔ نیز ہماری دلیل یہ ہے کہ حجاج بن عمر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جو لنگڑا ہو گیا یا اس کا کوئی عضو ٹوٹ گیا تو وہ حلال ہو گیا اور سال آئندہ اس کے ذمہ حج ہے واللہ اعلم۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو سر کی تو اس پر بدلہ لازم ہے روزے یا خیرات یا قربانی) منکم میں خطاب احرام ولوں کو ہے مریضا سے ایسا مرض مراد ہے کہ جس میں سر منڈانے کی احتیاج ہو۔ او اذیً من راسہ۔۔۔ (یا اس کو تکلیف ہو سر میں) مثلاً کوئی زخم ہو یا جوئیں ہوں اور ان سے سر منڈا لیا تو اس کے ذمہ فدیہ واجب ہے اسی طرح جو شخص کسی عذر سے خوشبو لگائے یا سلا کپڑا پہنے اس کا بھی یہی حکم ہے من صیام سے تین روزے مراد ہیں کیونکہ تین ادنیٰ فرد جمع کا ہے اور ان روزوں کو پے در پے رکھنا ضروری نہیں کیونکہ نص اس بارے میں مطلق ہے او صدقۃ صدقہ بیان نہیں فرمایا کیونکہ یہ مجمل ہے حدیث نے اس کی تعیین کر دی ہے چنانچہ امام بخاری نے کعب

بن عجرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ان کو دیکھا کہ منہ تک جوئیں آرہی ہیں فرمایا اس نے تجھ کو ستا رکھا ہے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ستا رکھا ہے آپ نے ان کو سر منڈانے کا حکم فرمایا اس وقت آپ حدیبیہ میں تشریف رکھتے تھے اور اب تک یہ امر ظاہر نہ ہوا تھا کہ سب یہاں حلال ہوں گے بلکہ مکہ جانے کے ارادہ سے بیٹھے تھے پھر اس وقت اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم نازل فرمایا پس حضور نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ یا تو ایک فرق (۲) (ایک پیمانہ کا نام ہے) غلہ چھ مساکین کو تقسیم کر دیں یا ایک بکری ذبح کریں یا تین روز کے روزے رکھیں۔

فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ (پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو جائے تو جو شخص نفع اٹھانا چاہے عمرہ کو حج سے ملا کر) فاذا امنتم یعنی جب تم احصار سے امن میں ہو مثلاً دشمن کا خوف جاتا رہے یا مریض تھے تندرست ہو گئے اور اب تک اپنے احرام سے حلال نہیں ہوئے یا یہ کہ پہلے ہی سے امن میں تھے۔ فمن تمتع۔ یعنی جو شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر متمتع ہو۔ اس تفسیر سے قرآن کے الفاظ قران اور تمتع دونوں کو شامل ہو جائیں گے بعض مفسرین نے کہا ہے معنی یہ ہیں کہ جو شخص اپنے عمرہ سے حلال ہو کر احرام میں جو چیزیں ممنوع ہو گئیں تھیں ان سے احرام حج تک متمتع ہو اس تفسیر پر قران کا ذکر نہ آئے گا اور نیز اس تقدیر پر بالعمرۃ کی با کے کچھ معنی نہ ہوں گے کیونکہ تمتع ۲ ۔ تو احرام کی ممنوعات سے حاصل ہوا عمرہ سے کہاں حاصل ہوا پس اس لیے پہلی تفسیر لفظاً اور معناً دونوں طرح اولیٰ ہے لفظاً تو اس لیے کہ با کے معنی بن جاتے ہیں اور معناً اس واسطے کہ قارن پر ہدی بالاجماع لازم ہے۔

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (تو جو کچھ میسر ہو قربانی کرے) یعنی ایسے شخص پر تمتع کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے واسطے جیسی ہدی میسر ہو واجب ہے اور ادنیٰ درجہ اس کا بکری ہے یہ تفسیر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ شکر کا دم ہے اسلیے اس کا کھانا خود ہی جائز ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دم جبر ہے اس لئے خود کھانا جائز نہیں ہے کھانے کے جائز ہونے کی دلیل میں بہت سی احادیث وارد ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ہر اونٹ سے ایک ایک ٹکڑا کاٹنے کا حکم فرمایا اور سب ٹکڑوں کو ایک ہنڈیا میں ڈال کر پکایا گیا اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس میں سے گوشت بھی کھایا اور شوربا بھی پیا۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ حضور قارن تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اونٹ کا ایک ٹکڑا کاٹنے کا حکم فرمایا پھر اسے کھایا تو قران کی ہدی سے کھانا آپ کا ثابت ہوا بلکہ کھانے کا استحباب ثابت ہوا ورنہ ہر اونٹ کے ٹکڑے کا حکم نہ فرماتے۔

علامہ ابن جوزی نے فرمایا ہے دوسری دلیل جواز اکل کی عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے کھانے کے مقدار کے ہدی تمتع کے گوشت کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا یہ اور بھی زیادہ صریح ہے کہ کھانا جائز ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو ہدی واجب ہے اس سے خود کھانا حرام ہے دلیل ان کی یہ ہے کہ ناجیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کے پاس جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے اونٹ تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

کیا یارسول اللہ! اللہ اگر کوئی اونٹ ہلاک ہونے لگے تو کیا کروں؟ فرمایا اس کو نحر کردے اور نعل کو اس کے خون میں رنگ کر اسکے پہلوں پر چھاپہ لگادے اور لوگوں کے کھانے کے لیے اس کو چھوڑ دے اس حدیث کو امام مالک اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے واقدی کی روایت میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ تو اور تیرا کوئی رفیق اس میں سے نہ کھائے ایسے ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے سولہ اونٹ ایک شخص کے ہمراہ بھیجے اور اس کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اس میں سے تو اور تیرا کوئی رفیق مت کھانا۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے اور ذویب سے بھی اسی مضمون کی حدیث مروی ہے میں کہتا ہوں کہ ان احادیث کو قران اور تمتع سے کیا تعلق ہے کیونکہ یہ احادیث حج الوداع میں نہیں ہیں بلکہ یا تو حدیبیہ کا قصہ ہے یا اور کوئی اور جناب رسول اللہ نے بعد ہجرت کے سوائے حجۃ الوداع کے اور کوئی حج ہی نہیں کیا پھر یہ ہدایا جو ان احادیث میں مذکور ہیں ہدی تمتع کیسے ہوجائیں گے بلکہ یقیناً ہدی نفل کا ذکر ہے اور ہم خود قائل ہیں کہ نفل ہدی اگر راہ میں ہلاک ہونے لگے اور اس کو ذبح کیا جائے تو اس سے خود کھانا جائز نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہدی تمتع کو یوم نحر یعنی دسویں تاریخ سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ بعد رمی کے ذبح کرنا چاہئے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ پہلے بھی جائز ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جناب رسول اللہ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ ہمارے ساتھ کیوں نہ حلال ہوئے فرمایا میں ہدی روانہ کر چکا ہوں اور سر کو چپکا چکا ہوں اب میں ہدی کے نحر ہونے تک حلال نہ ہوں گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہدی نہ لاتا تو حلال ہوجاتا یہ دونوں حدیثیں اوّل گذر بھی چکی ہیں اگر حدی قران کو یوم نحر سے قبل ذبح کرنا جائز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدی لانے کو حلال نہ ہونے کا عذر بیان فرمانا صحیح نہ ہوتا۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

رمی، ذبح اور حلق کی ترتیب میں وجوب وعدم وجوب کا بیان

رمی ذبح اور حلق میں ترتیب امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور باقی تمام حضرات کے نزدیک سنت لہٰذا تمام حجاج کے لئے ضروری ہے کہ وہ حتی الامکان اس ترتیب کا پورا لحاظ رکھیں بالخصوص ذبح سے پہلے حلق نہ کریں کیونکہ نص قرآنی:

ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الهدی محله

اس کو بالکل ناجائز قرار دیتی ہے اور اس غرض کے لئے حج کے گروپس کو تاکید کی جائے کہ وہ اپنے گروپ کے لوگوں کے لئے قربانی کا انتظام کریں، تا کہ قربانی یقینی طور پر حلق سے پہلے ہو تاہم اگر کسی شخص سے ناواقفیت یا کسی شدید عذر کے تحت مذکورہ بالا ترتیب کی مخالفت (ہو) تو وہ توبہ واستغفار کرے اور صاحب وسعت ہو تو دم بھی دے البتہ جو غریب حاجی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کے لئے صاحبین اور جمہور کے مذہب پر عمل کی گنجائش ہے۔

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈانے والوں کو بخش دے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اور بال کترانے والوں کو بھی آپ

نے فرمایا: اے اللہ حلق کرانے والوں کو بخش دیجئے تین بار یہی فرمایا صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بال کترانے والوں کو بھی۔ آپ نے فرمایا اور بال کترانے والوں کو بھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الحج، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حلق وتقصیر کے نسک ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان

قال العلامة ابن قدامة المقدسی الحنبلی فی کتاب المغنی والحلق والتقصیر نسک فی الحج والعمرة فی ظاهر مذهب أحمد وقول الخرقی وهو قول مالک و أبی حنیفة و الشافعی وعن أحمد أنه لیس بنسک وإنما هو إطلاق من محظور کان محرما علیه بالاحرام فأطلق فیه عند الحل کاللباس والطیب وسائر محظورات الاحرام فعلی هذه روایة لا شیء علی تارکه ویحصل الحل بدونه ووجهها أن النبی صلی الله علیه و سلم أمر بالحل من العمرة قبله ف (روی أبو موسی قال: قدمت علی رسول الله صلی الله علیه و سلم فقال لی: بم أهللت ؟ قلت: لبیک باهلال کإهلال رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: أحسنت فأمرنی فطفت بالبیت بین الصفا والمروة ثم قال لی: أحل) متفق علیه (المغنی، ۳،ص ۴۶۵، بیروت)

شرح سنن ابوداؤد جلد ثالث کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! شرح سنن ابوداؤد کی تیسری جلد مکمل ہوچکی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے میرے اس کام کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے اور میرے صغیرہ وکبیرہ، سہوا، عمدا ہر قسم کے گناہوں کو معاف کردے اور مجھے دنیا وآخرت میں ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

جامعہ انوار مدینہ لاہور

سلیس اُردو ترجمہ اور موضوعاتی فہرستوں سے مزین

امام طبرانی کی مرویات کا ایسا مجموعہ جس میں امام طبرانی کے ہر شیخ کی ایک منفرد روایت درج ہے۔

مکمل 15 جلدیں

معجم کبیر طبرانی

امام سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی

ابو القاسم الطبرانی (المتوفی ۳۶۰ ھ)

الشیخ الحافظ ابی الفضل محمد شفیق الرحمن القادری الرضوی

شبیر برادرز®
۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
shabbirbrother786@gmail.com

شرح حدائق بخشش

فی

مدح خیر الخلائق

مکمل 2 جلدیں

کلام

امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز

مطالب و تشریح

صوفی محمد عبد الستار طاہر مسعودی

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور
فون: 042-37240084

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کیئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

شرح ابوداؤد شریف

— تصنیف —

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

— ترجمہ وتخریج —

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

— شارح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

4

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شرح ابوداؤد شریف

مترجم	————	ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
شارح	————	علامہ محمد لیاقت علی رضوی
باہتمام	————	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	————	ستمبر 2016ء
سرورق	————	اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور
طباعت	————	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	————	روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تا کہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

جمیع حقوق الطبع محفوظ للناشر

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

فہرست مضامین

مقدمہ رضویہ

الحمد لله الَّذِی أوضح وُجوہ معالم الدّین وأفصح وَجوہ الشّک بکشف النقاب عَن وَجه الیَقِین بالعلماء المستنبطین الراسخین والفضلاء المحقِقین الشامخین الَّذین نزہوا کَلَام سید المرسلین ممیزین عَن زیف المخلطین المدلسین وَرفعوا مناره بنصب العلائم وأسندوا عمده بأقوی الدعائم حَتّی صَار مَرفُوعا بِالبِنَاء العالی المشید وبالأحکام الموثق المدمج المؤکّد مسلسلا بسلسة الحفظ والاسناد غیر منقطع وَلَا واہ إِلَی یَوْم التناد وَلَا مَوْقُوف علی غیره من المبانی وَلَا معضل مَا فِیهِ من المعَانِی (وَالصَّلَاة) علی من بعث بِالدّینِ الصَّحِیح الحسن وَالحق الصریح السّنَن الخالی عَن العِلَل القادحة والسالم من الطعْن فِی أدلته الراجحة محمَّد المستأثر بالخصال الحمیدة والمجتبی المختَص بالخلال السعیدة وعَلی آله وَصَحبه الکِرَام مؤیدی الدّین ومظهری الإِسْلَام وعَلی التَّابِعین بِالخَیر وَالإِحْسَان وعَلی عُلَمَاء الأمة فِی کل زمَان مَا تغرد قمری علی الوزد والبان وناح عندلیب علی نور الأقحوان (وَبعد) فَإِن عانی رَحمَة ربه الغنی محمَّد لیاقت علی الرضوی الحنفی عَامله ربه ووالدیه بلطفِهِ الخفی یَقُول أَن السّنة إِحْدَی الحجَج القاطعة وأوضح المحجة الساطعة وَبهَا ثبوت أَکثر الأَحْکَام وَعَلَیهَا مدَار العلماء الأَعْلَام وَکَیفَ لَا وَهِی القَوْل وَالفِعْل من سید الأَنَام فِی بَیَان الحَلَال وَالحرَام الَّذین عَلَیهِمَا مَبْنِیَ الإِسْلَام فصرف الاعمار فِی اسْتِخْرَاج کنوزہا من أبم الأُمُور وتوجیه الأفکار فِی استکشاف رموزہا من تعمیر العمور لَهَا منقبة تجلت عَن الحسن والبہا ومرتبة جلت بالبهجة والسنا وَهِی أنوار الهِدَایَة ومطالعها ووسائل الدِّرَایَة وذرائعها وَهِی من مختارات العُلُوم عینها وَمن منتقدات نقود المعارف فضہا وعینها ولو لاہا لما بَان الخطأ عَن الصَّوَاب وَلَا تمیز الشَّرَاب من السراب وَلَقَد تصدت طَائِفَة من السّلف الکِرَام ممن کساہم الله تَعَالَی جلابیب الفَهم والأفہام ومکنہم من انتقاد الأَلْفَاظ الفصیحة المؤسسة علی المعَانِی الصَّحِیحَة وأقدرہم علی الحفظ بالحفاظ من المتون والألفاظ إِلَی جمع سنَن من سنَن سید المرسلین بادیة إِلَی طرائق شرائع الدّین وَتَدْوِین مَا تفرق مِنْهَا فِی أقطار بِلَاد المسلمین بتفرق الصَّحَابَة وَالتَّابِعِین الحاملین والفقهاء مذاہب الاربعة۔

علم حدیث باعتبار روایت (علم حدیث)

ہر علم وفن کے لئے بطور مبادی آٹھ امور ذکر کئے جاتے ہیں جن کے ذریعہ طالب فن کو من وجہ بصیرت حاصل ہوجاتی ہے اور اس علم کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔ان کو اصطلاح فن میں رؤس ثمانیہ کہتے ہیں۔ان کا اجمالی خاکہ یوں ہے۔

۱۔تعریف ۲۔موضوع ۳۔غرض وغایت ۴۔وجہ تسمیہ ۵۔مؤلف ۶۔اجناس ۷۔مرتبہ ومقام ۸۔تقسیم وثبوت

لیکن ہم مسلمانوں کے لئے ایک نواں امر جاننا بھی ضروری ہے اور وہ ہے اس کا شرعی حکم۔اس اجمال کی قدرے تفصیل ملاحظہ کریں۔واضح رہے کہ یہ تفصیلات قسم اول کی بیان کی جائیں گی اور اس کے بعد دوسری قسم کا بیان ہوگا۔

تعریف

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور تقریرات کا نام ہے۔تقریر کا مطلب یہ ہے کہ حضور کا کسی کام کو ہوتے دیکھنا، یا کسی چیز کی خبر آپ تک پہنچنا جبکہ اس کا متعلق مسلمان ہے پھر اس کام پر سکوت فرمانا بھی حدیث کے تحت داخل ہے۔

ہاں جو چیزیں احوال سے متعلق ہیں تو ان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ اختیاری ہیں تو افعال میں داخل۔اور غیر اختیاری ہیں جیسے حلیۂ مبارکہ، واقعات ولادت وغیرھا تو اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا۔اہل فقہ کے نزدیک یہ ہی تعریف مشہور ہے اور ان کے فن سے یہ ہی متعلق ہے۔

ہاں علماء حدیث نے مطلق احوال کو بھی حدیث میں شمار کیا کہ یہ ان کے فن کے موافق ہے۔لہٰذا سیرت مبارکہ کے تمام پہلو اس میں داخل ہیں۔

صحابہ وتابعین کے اقوال وافعال کو بھی تبعاً حدیث میں شمار کیا جاتا ہے بلکہ صحابہ کرام کی تقریرات بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔

موضوع

موضوع کے ذریعہ فن ممتاز ہوتا ہے اور فن کی عظمت وشرافت باعتبار موضوع ہوتی ہے۔لہٰذا یہاں علم حدیث کا موضوع حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے اس حیثیت سے کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

غرض وغایت

جب کسی علم کا ثمرہ ونتیجہ معلوم ہوجاتا ہے تو انسان اسی اعتبار سے اس علم کی طرف رغبت کرتا ہے یا اس سے اعراض۔

علم حدیث کے حصول سے مقصد چند ہیں:

۱۔ان فضائل وخصائل کا حصول جو حاملین حدیث کے لئے حضور نے ارشاد فرمائے۔

۲۔قرآن عظیم کے مجمل احکام کی توضیح وتبیین۔

۳۔کلام محبوب ہے لہٰذا اس کلام سے حلاوت ولذت کا حصول۔

۴۔ حضور اور صحابہ کرام کی اتباع اور پیروی۔

ان سب کا مرجع ومآل واحد ہے اور وہ یہ ہے کہ سعادت دارین حاصل کرنا۔

وجہ تسمیہ

باعتبار لغت حدیث قدیم کا مقابل ہے۔ نیز اس کا استعمال ہر خبر کے لئے ہوتا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ کیونکہ اس کا ظہور تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں فرمایا:

عرف شرع میں حدیث اس کو کہتے ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔ گویا یہ قرآن کریم کے مقابل ہے کہ وہ کلام اللہ ہے اور قدیم۔ اور یہ کلام رسول ہے اور حادث یا حدیث۔

مؤلف

یہ دو طرح ہوتے ہیں۔ مؤلف فن، مؤلف کتاب۔

چونکہ یہاں کسی خاص کتاب کا تعارف مقصود نہیں بلکہ مطلق علم حدیث کو ذکر کرنا ہے لہٰذا مؤلف فن یعنی جن حضرات نے اس فن کو ایجاد کیا ان کی تفصیل بیان کرنا۔ اس کی تفصیل بعنوان حفاظت حدیث گزر چکی کہ صحابہ کرام نے اس علم کی حفاظت اپنے عمل و کردار سے کی اور روایت کر کے علم حدیث دوسروں تک پہنچایا۔

اجناس

علوم کی تفصیل مختلف اجناس، حیثیات اور اعتبارات سے کی جاتی ہے۔

مثلاً علم کی تقسیم کبھی باعتبار نقل وعقل ہوتی ہے کہ یہ علم عقلی ہے یا نقلی۔ لہٰذا کہا جائے گا کہ علم قرآن وحدیث نقلی ہیں اور منطق و فلسفہ عقلی۔

کبھی باعتبار اصل وآلہ ہوتی ہے۔ یعنی یہ علم اصل ہے یا آلی۔ لہٰذا کہا جاتا ہے کہ علم حدیث اصلی ہے اور نحو وصرف علوم آلی۔

اور کبھی شرعی وغیر شرعی اعتبار سے، جیسے علم حدیث شرعی علوم سے ہے اور علم سحر غیر شرعی۔

لہٰذا خلاصہ کلام یہ نکلا کہ علم حدیث کی جنس نقلی اصلی شرعی ہے۔

مرتبہ ومقام

مرتبہ علم حدیث کے دو اعتبار ہیں۔ ۱۔ باعتبار فضیلت۔ ۲۔ باعتبار تعلیم باعتبار فضیلت تو یہ دوسرے مقام پر ہے۔ اول مرتبہ علم قرآن کا ہے۔

اور باعتبار تعلیم درس نظامی میں اس کا مرتبہ آخری ہے کہ سب سے آخر میں اسی علم کو پڑھایا جاتا ہے۔

تقسیم وتبویب

جس طرح کتابوں میں تقسیم وتبویب ہوتی ہے اسی طرح علم کی بھی تقسیم وتبویب ہوتی ہے۔ لہٰذا حدیث کے آٹھ ابواب ہے۔

۱۔عقائد۔ ۲۔احکام۔ ۳۔تفسیر۔ ۴۔تاریخ۔ ۵۔رقاق۔ ۶۔آداب۔ ۷۔مناقب۔ ۸۔فتن۔

یعنی ہر حدیث کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان آٹھوں ابواب میں سے کسی ایک میں داخل ہو۔ جو کتاب ان آٹھوں ابواب پر مشتمل ہوگی اس کو جامع کہا جائے گا۔

حکم شرعی

علم حدیث کا حکم شرعی یہ ہے کہ جس مقام پر صرف ایک مسلمان ہو اس کے لئے علم حدیث کا پڑھنا واجب عین اور ایک جماعت آباد ہو تو واجب کفایہ ہے۔ یہ ہی حکم علم فقہ سے متعلق ہے کہ احادیث کی تفصیل تبیین فقہ پر ہی موقوف ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور علم حدیث

نام ونسب: نام، نعمان۔ کنیت، ابوحنیفہ۔ والد کا نام، ثابت۔ القاب، امام اعظم، امام الائمہ سراج الامہ، رئیس الفقہاء والمجتہدین، سید الاولیاء والمحدثین۔ آپ کے دادا اہل کابل سے تھے۔ سلسلہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

نعمان بن ثابت بن مرزبان زوطی بن ثابت بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیرواں۔

شرح تحفہ نصائح کے بیان کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک پہنچتا ہے اور یہاں آکر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نسب مل جاتا ہے۔

خطیب بغدادی نے سیّدنا حضرت امام اعظم کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد سے نقل کیا ہے کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن مرزبان از اولاد فرس احرار ہوں۔ اللہ کی قسم! ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی۔ میرے دادا حضرت ابوحنیفہ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، انکے والد حضرت ثابت چھوٹی عمر میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر کئے گئے، آپ نے ان کے اور انکی اولاد کے لئے برکت کی دعا کی۔ اور ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کی دعا ہمارے حق میں قبول کرلی گئی ہے۔(۱)

اس روایت سے ثابت کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ دوسری روایت جو حضرت امام ابویوسف سے ہے اس میں ۷۷ھ ہے۔ علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو دلائل وقرائن سے ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ ۸۷ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے اور وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث سے ملاقات ہوئی اور حدیث سنی۔ اسی ۷۰ھ کو ابن حبان نے بھی صحیح بتایا ہے۔

معتمد قول یہ ہی ہے کہ آپ فارسی النسل ہیں اور غلامی کا دھبہ آپ کے آباء میں کسی پر نہیں لگا، مورخوں نے غیر عرب پر موالی کا استعمال کیا ہے بلکہ عرب میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ پردیسی یا کمزور فرد کسی بااثر شخص یا قبیلہ کی حمایت وپناہ حاصل کرلیتا تھا۔ لہٰذا جبکہ حضرت امام اعظم کے جد امجد جب عراق آئے تو آپ نے بھی ایسا ہی کیا۔

امام طحاوی شرح مشکل الآثار میں راوی کہ حضرت عبداللہ بن یزید کہتے ہیں، میں امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا: میں ایسا شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس پر اسلام کے ذریعہ احسان فرمایا، یعنی نومسلم۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا: یوں نہ کہو، بلکہ ان قبائل میں سے کسی سے تعلق پیدا کرلو پھر تمہاری نسبت بھی ان کی طرف

ہوگی، میں خود بھی ایسا ہی تھا۔(۲)

مولی صرف غلام ہی کو نہیں کہا جاتا، بلکہ ولاء اسلام، ولاء حلف، اور ولاء لزوم کو بھی ولاء کہتے ہیں اور ان تعلق والوں کو بھی موالی کہا جاتا ہے۔ امام بخاری ولاء اسلام کی وجہ سے جعفی ہیں۔ امام مالک ولاء حلف کی وجہ سے تیمی۔ اور مقسم کو ولاء لزوم یعنی حضرت ابن عباس کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہنے کی وجہ سے مولی ابن عباس کہا جاتا ہے۔(۳)

کنیت کی وضاحت: آپ کی کنیت ابوحنیفہ کے سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ چونکہ اہل عرب دوات کو حنیفہ کہتے ہیں اور کوفہ کی جامع مسجد میں وقف کی چار سو دواتیں طلبہ کے لئے ہمیشہ وقف رہتی تھیں۔ امام اعظم کا حلقۂ درس وسیع تھا اور آپ کے ہر شاگرد کے پاس علیحدہ دوات رہتی تھی، لہٰذا آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا۔

۲۔ صاحب ملت حنیفہ، یعنی ادیان باطلہ سے اعراض کر کے حق کی طرف پورے طور پر مائل رہنے والا۔

۳۔ ماء مستعمل کو آپ نے طہارت میں استعمال کرنے کے لئے جائز قرار نہیں دیا تو آپ کے متبعین نے ٹوٹیوں کا استعمال شروع کیا، چونکہ ٹوٹی کو حنیفہ کہتے ہیں لہٰذا آپ کا نام ابوحنیفہ پڑ گیا۔(۴)

وجہ تسمیہ۔ وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نعمان لغت عرب میں خون کو کہتے ہیں جس پر مدار حیات ہے۔ نیک فالی کے طور پر یہ نام رکھا گیا۔ آپ نے شریعت اسلامیہ کے وہ اصول مرتب کئے جو مقبول خلائق ہوئے اور شریعت مطہرہ کی ہمہ گیری کا ذریعہ بنے۔ یہاں تک کہ امام شافعی قدس سرہ نے بھی آپ کی علمی شوکت وفقہی جلالت شان کو دیکھ کر فرمایا۔

الناس فی الفقه عیال ابی حنیفة۔

فقہ میں سب لوگ ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

نعمان گل لالہ کی ایک قسم کا نام بھی ہے۔ اسکا رنگ سرخ ہوتا ہے اور خوشبو نہایت روح پرور ہوتی ہے، چنانچہ آپ کے اجتہاد اور استنباط سے بھی فقہ اسلامی اطراف عالم میں مہک اٹھی۔

بشارت عظمی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے، اسی مجلس میں سورۂ جمعہ نازل ہوئی، جب آپ نے اس سورۃ کی آیت: آخرین منهم لما یلحقوا بهم۔ پڑھی تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا، یا رسول اللہ! یہ دوسرے حضرات کون ہیں جو ابھی ہم سے نہیں ملے؟ حضور یہ سن کر خاموش رہے، جب بار بار پوچھا گیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر دست اقدس رکھ کر ارشاد فرمایا:

لوکان الایمان عند الثریا لناله رجل من هؤلاء۔(۵)

اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے لوگ اس کو ضرور تلاش کرلیں گے۔

یہ حدیث متعدد سندوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جسکا مفہوم ومعنی ایک ہے۔

علامہ ابن حجر مکی نے حافظ امام سیوطی کے بعض شاگردوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے استاد امام سیوطی یقین کے ساتھ کہتے تھے۔

اس حدیث کے اولین مصداق صرف امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔ کیونکہ امام اعظم کے زمانے میں اہل فارس سے کوئی بھی آپ کے علم وفضل تک نہ پہنچ سکا۔ (۶) الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ کے بموجب نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی اس امر کا اعتراف کرنا پڑا۔ لکھتے ہیں

ہم امام دراں داخل ست۔ (۷)

امام اعظم بھی اس حدیث کے مصداق ہیں۔

امام بخاری کی روایت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت سلمان فارسی کے لئے یہ بشارت نہ تھی کہ آیت میں، لما یلحقوبہم، کے بارے میں سوال تھا اور جواب میں آئندہ لوگوں کی نشاندھی کی جارہی ہے، لہٰذا وہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث تو حضرت سلمان فارسی کے لئے تھی اور احناف نے امام اعظم پر چسپاں کردی۔ قارئین غور کریں کہ یہ دیانت سے کتنی بعید بات ہے۔

تعلیم کے مراحل: آپ نے ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد تجارت کا میدان اختیار کرلیا تھا۔ آپ ریشم کے کپڑے کی تجارت کرتے تھے، حفص بن عبدالرحمن بھی آپ کے شریک تجارت تھے۔ آپ کی تجارت عامیانہ اصول سے بالاتر تھی۔ آپ ایک مثالی تاجر کا رول ادا فرماتے، بلکہ یوں کہا جائے کہ تجارت کی شکل میں لوگوں پر جودوکرم کا فیض جاری کرنا آپ کا مشغلہ تھا۔

ایک دن تجارت کے سلسلہ میں بازار جارہے تھے، راستے میں امام شعبی سے ملاقات ہوئی، یہ وہ عظیم تابعی ہیں جنہوں نے پانچسو صحابہ کرام کا زمانہ پایا، فرمایا: کہاں جاتے ہو؟ عرض کی بازار، چونکہ آپ نے امام اعظم کے چہرہ پر ذہانت وسعادت کے آثار نمایاں دیکھ کر بلایا تھا، فرمایا: علماء کی مجلس میں نہیں بیٹھتے ہو، عرض کیا نہیں۔ فرمایا: غفلت نہ کرو تم علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو۔ کیونکہ میں تمہارے چہرے میں علم وفضل کی درخشندگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ (۸)

امام اعظم فرماتے ہیں:

امام شعبی کی ملاقات اور ان کے اس فرمان نے میرے دل پر اثر کیا اور بازار کا جانا میں نے چھوڑ دیا۔ پہلے علم کلام کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں کمال حاصل کرنے کے بعد گمراہ فرقوں مثلاً جہمیہ قدریہ سے بحث ومباحثہ کیا اور مناظرہ شروع کیا۔ پھر خیال آیا کہ صحابہ کرام سے زیادہ دین کو جاننے والا کون ہوسکتا ہے، اس کے باوجود ان حضرات نے اس طریق کو نہ اپنا کر شرعی اور فقہی مسائل سے زیادہ شغف رکھا، لہٰذا مجھے بھی اسی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

کوفہ آپ کے عہد پاک میں فقہائے عراق کا گہوارہ تھا جس طرح اس کے برخلاف بصرہ مختلف فرقوں اور اصول اعتقاد میں بحث ومجادلہ کرنے والوں کا گڑھ تھا۔ کوفہ کا یہ علمی ماحول بذات خود بڑا اثر آفریں تھا۔ خود فرماتے ہیں: میں علم وفقہ کی کان کوفہ میں سکونت پذیر تھا اور اہل کوفہ کا جلیس وہم نشیں رہا۔ پھر فقہاء کوفہ میں ایک فقیہ کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔ (۹)

ان فقیہ سے مراد حضرت حماد بن ابی سلیمان ہیں جو اس وقت جامع کوفہ میں مسند درس وتدریس پر متمکن تھے اور یہ درسگاہ باقاعدہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد پاک سے چلی آرہی تھی۔

اس مبارک شہر میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو بیعت رضوان کے شرکاء تھے آکر آباد

ہو گئے۔ جس برج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اس کی ضوفشانیاں کہاں تک ہوں گی اس کا اندازہ ہر ذی فہم کر سکتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوفہ کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا۔ ہر ہر گھر دار الحدیث اور دار العلوم بن گیا تھا۔ حضرت امام اعظم جس عہد میں پیدا ہوئے اس وقت کوفہ میں حدیث وفقہ کے وہ ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ آفتاب و مہتاب تھا۔ کوفہ کی یہ خصوصیت صحاح ستہ کے مصنفین کے عہد تک بھی باقی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کو اتنی بار کوفہ جانا پڑا کہ وہ اسے شمار نہیں کر سکے، اور صحاح ستہ کے اکثر شیوخ کوفہ کے ہیں۔

اس وقت کوفہ میں مندرجہ ذیل مشاہر ائمہ موجود تھے۔

حضرت ابراہیم نخعی فقیہ عراق، امام عامر شعبی، سلمہ بن کہیل، ابواسحاق سبیعی، سماک بن حرب، محارب بن دثار، عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ہشام بن عروہ بن زبیر، سلیمان بن مہران اعمش، حماد بن ابی سلیمان فقیہ عراق۔

سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کوفہ ہی میں تھے۔ کوفہ کو مرکز علم وفضل بنانے میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام نے جو کیا وہ تو کیا ہی اصل فیض حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا ہے۔ حضرت ابن مسعود کو حضرت فاروق اعظم نے کوفہ کا قاضی اور وہاں کے بیت المال کا منتظم بنایا تھا، اسی عہد میں انہوں نے کوفہ میں علم وفضل کا دریا بہایا۔

اسرار الانوار میں ہے:

کوفہ میں ابن مسعود کی مجلس میں بیک وقت چار ہزار افراد حاضر ہوتے۔ ایک بار حضرت علی کوفہ تشریف لائے اور حضرت ابن مسعود ان کے استقبال کے لئے آئے تو سارا میدان آپ کے تلامذہ سے بھر گیا۔ انہیں دیکھ کر حضرت علی نے خوش ہو کر فرمایا ابن مسعود! تم نے کوفہ کو علم وفقہ سے بھر دیا، تمہاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا۔

پھر اس شہر کو باب مدینۃ العلم حضرت علی نے اپنے روحانی وعرفانی فیض سے ایسا سینچا کہ تیرہ سو سال گذرنے کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ خواہ علم حدیث ہو یا علم فقہ۔ اگر کوفہ کے راویوں کو ساقط الاعتبار کر دیا جائے تو پھر صحاح ستہ صحاح ستہ نہ رہ جائیں گی۔

امام شعبی نے فرمایا؛ صحابہ میں چھ قاضی تھے، ان میں تین مدینے میں تھے۔ عمر، ابی بن کعب، زید۔ اور تین کوفے میں علی، ابن مسعود، ابوموسیٰ اشعری۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام مسروق نے کہا: میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ان میں چھ کو منبع علم پایا۔ عمر، علی، ابن مسعود، زید، ابودرداء، ابی بن کعب، اس کے بعد دیکھا تو ان چھ حضرات کا علم ان دو میں مجتمع پایا۔ علی اور ابن مسعود۔ ان دونوں کا علم مدینے سے بادل بن کر اٹھا اور کوفے کی وادیوں پر برسا۔ ان آفتاب و ماہتاب نے کوفے کے ذرے ذرے کو چمکایا۔

حضرت عمر نے اس شہر کو راس الاسلام، راس العرب، جمجمۃ العرب، رمح اللہ اور کنز الایمان کہا۔

حضرت سلمان فارسی نے قبۃ الاسلام کا لقب دیا۔

حضرت علی نے کنز الایمان، حجۃ الاسلام، رحمہ اللہ، سیف اللہ فرمایا۔(۱۰)

امام اعظم نے امام حماد کی حلقہ تلامذہ میں شرکت اس وقت کی جب آپ کی عمر بیس سال سے متجاوز ہوگئی تھی اور آپ اٹھارہ سال تک ان کی خدمت میں فقہ حاصل کرتے رہے، درمیان میں آپ نے دوسرے بلاد کا سفر بھی فرمایا، حج بیت اللہ کے لئے حرم شریف میں بھی حاضری کا موقع ملا۔ اس طرح آپ ہر جگہ علم کی تلاش میں رہے اور تقریباً چار ہزار مشائخ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا اور پھر اپنے استاذ حضرت حماد کی مسند درس پر جلوس فرمایا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ امام حماد کا وصال ۱۲۰ھ میں ہوا، لہٰذا ان کے وصال کے وقت امام اعظم کی عمر چالیس سال تھی، گویا جسم وعقل میں کامل ہونے کے بعد آپ نے چالیس سال کی عمر میں مسند درس کو رونق بخشی۔ آپ کو پہلے بھی اس چیز کا خیال آیا تھا کہ میں اپنی درسگاہ علیحدہ قائم کرلوں مگر تکمیل کی نوبت نہ آئی۔ آپ کے شاگرد امام زفر فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنے استاذ حضرت حماد سے وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں دس سال آپ کی صحبت میں رہا، پھر میرا جی حصول اقتدار کے لئے للچایا تو میں نے الگ اپنا حلقہ جمانے کا ارادہ کرلیا۔ ایک روز میں پچھلے پہر نکلا اور چاہا کہ آج یہ کام کر ہی لوں، مسجد میں قدم رکھا اور شیخ حماد کو دیکھا تو ان سے علیحدگی پسند نہ آئی اور ان کے پاس ہی آ کر بیٹھ گیا۔ اسی رات حضرت حماد کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں ان کا کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے، بڑا مال چھوڑا اور حماد کے سوا کوئی دوسرا وارث نہیں ہے، آپنے اپنی جگہ مجھے بٹھایا، جیسے ہی وہ تشریف لے گئے کہ میرے پاس چند ایسے مسائل آئے جو میں نے آج تک ان سے نہ سنے تھے، میں جواب دیتا جاتا اور اپنے جوابات لکھتا جاتا تھا۔ جب حضرت حماد واپس تشریف لائے تو میں نے وہ مسائل پیش کئے، یہ تقریباً ساٹھ مسائل تھے۔ چالیس سے تو آپ نے اتفاق کیا لیکن بیس میں میرے خلاف جواب دیئے۔ میں نے اسی دن یہ تہیہ کرلیا کہ تاحین حیات ان کا ساتھ نہ چھوڑونگا، لہٰذا میں اسی عہد پر قائم رہا اور تازندگی ان کے دامن سے وابستہ رہا۔

غرضکہ آپ چالیس سال کی عمر میں کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے استاذ کی مسند پر متمکن ہوئے اور اپنے تلامذہ کو پیش آمدہ فتاویٰ وجوابات کا درس دینا شروع کیا۔ آپ نے بڑی سلجھی ہوئی گفتگو اور عقل سلیم کی مدد سے اشباہ وامثال پر قیاس کا آغاز کیا اور اس فقہی مسلک کی داغ بیل ڈالی جس سے آگے چل کر حنفی مذہب کی بنیاد پڑی۔

آپ نے دراسات علمی کے ذریعہ ان اصحاب کرام کے فتاویٰ تک رسائی حاصل کی جو اجتہاد واستنباط، ذہانت وفطانت اور جودت رائے میں اپنی مثال آپ تھے۔

ایک دن آپ منصور کے دربار میں تشریف لے گئے، وہاں عیسیٰ بن موسیٰ بھی موجود تھا۔ اس نے منصور سے کہا: یہ اس عہد کے سب سے بڑے عالم دین ہیں، منصور نے امام اعظم کو مخاطب کر کے کہا: نعمان! آپ نے علم کہاں سے سیکھا، فرمایا: حضرت ابن عمر کے تلامذہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر سے۔ نیز شاگردان علی سے انہوں نے حضرت علی سے۔ اسی طرح تلامذہ ابن مسعود سے۔ بولا: آپ نے بڑا قابل اعتماد علم حاصل کیا۔(۱۱)

شرف تابعیت: امام اعظم قدس سرہ کو متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے شرف ملاقات بھی حاصل تھا، آپ کے

تمام انصاف پسند تذکرہ نگار اور مناقب نویس اس بات پر متفق ہیں اور یہ وہ خصوصیت ہے جو ائمہ اربعہ میں کسی کو حاصل نہیں۔ بلکہ بعض نے تو صحابہ کرام سے روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا۔ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، اس وقت کوفہ میں صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا وصال ۸۸ھ کے بعد ہوا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس وقت بصرہ میں موجود تھے اور ۹۵ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے ان کو دیکھا ہے۔ ان حضرات کے سوا دوسرے بلاد میں دیگر صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ جیسے

☆ حضرت واثلہ بن اسقع شام میں۔ وصال ۸۵ھ

☆ حضرت سہل بن سعد مدینہ میں۔ وصال ۸۸ھ

☆ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ مکہ میں۔ وصال ۱۱۰ھ

یہ تمام صحابہ کرام میں آخری ہیں جن کا وصال دوسری صدی میں ہوا۔ اور امام اعظم نے ۹۳ھ میں ان کو حج بیت اللہ کے موقع پر دیکھا۔

امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے خود امام اعظم کو فرماتے سنا کہ میں ۹۳ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گیا، اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔ میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ ان پر لوگوں کا ہجوم تھا، میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ بوڑھے شخص کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابی ہیں اور ان کا نام عبداللہ بن حارث بن جز ہے، پھر میں نے دریافت کیا کہ ان کے پاس کیا ہے؟ میرے والد نے کہا: ان کے پاس وہ حدیثیں ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔ میں نے کہا: مجھے بھی ان کے پاس لے چلئے تا کہ میں بھی حدیث شریف سن لوں، چنانچہ وہ مجھ سے آگے بڑھے اور لوگوں کو چیرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا اور میں نے ان سے سنا کہ آپ کہہ رہے تھے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : من تفقه فی دین اللّٰہ کفاہ اللّٰہ وھمه ورزقه من حیث لایحسبه۔ (۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دین کی سمجھ حاصل کر لی اس کی فکروں کا علاج اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اس کو اس طرح پر روزی دیتا ہے کہ کسی کو شان و گمان بھی نہیں ہوتا۔

علامہ کوثری کی صراحت کے مطابق پہلا حج ۸۷ھ میں سترہ سال کی عمر میں کیا، اور دوسرا '۹۶' ھ میں ۲۶ سال کی عمر میں۔ اور متعدد صحابہ کرام سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ درمختار میں بیس اور خلاصہ اکمال میں چھبیس صحابہ کرام سے ملاقات ہونا بیان کی گئی ہے۔

بہر حال اتنی بات محقق ہے کہ صحابہ کرام سے ملاقات ہوئی اور آپ بلاشبہ تابعی ہیں اور اس شرف میں اپنے معاصرین واقران

مثلاً امام سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام مالک، اور امام لیث بن سعد پر آپ کو فضیلت حاصل ہے۔ (۱۳)

لہٰذا آپ کی تابعیت کا ثبوت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ بلکہ آپ کی تابعیت کے ساتھ یہ امر بھی محقق ہے کہ آپ نے صحابہ کرام سے احادیث کا سماع کیا اور روایت کیا ہے۔ تو یہ وصف بھی بلاشبہ آپ کی عظیم خصوصیت ہے۔ بعض محدثین ومورخین نے اس سلسلہ میں اختلاف بھی کیا ہے لیکن منصف مزاج لوگ خاموش نہیں رہے، لہٰذا احناف کی طرح شوافع نے بھی اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔

علامہ عینی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی صحابی رسول کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

هو احد من رأه ابو حنيفة من الصحابة وروى عنه ولا يلتفت الى قول المنكر المتعصب وكان عمر ابي حنيفة حينئذ سبع سنين وهو سن التمييز هذا على الصحيح ان مولد ابي حنيفة سنة ثمانين وعلى قول من قال سنة سبعين يكون عمره حينئذ سبع عشرة سنة ويستبعد جدا ان يكون صحابي مقيما ببلدة وفي اهلها من لا رأه واصحابه اخبر بحاله وهم ثقاة في انفسهم۔ (۱۴)

عبداللہ بن ابی اوفی ان صحابہ سے ہیں جن کی امام ابوحنیفہ نے زیارت کی اور ان سے روایت کی قطع نظر کرتے ہوئے منکر متعصب کے قول سے امام اعظم کی عمر اس وقت سات سال کی تھی کیونکہ صحیح یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور بعض اقوال کی بنا پر اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ بہر حال سات سال عمر بھی فہم وشعور کا سن ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک صحابی کسی شہر میں رہتے ہوں اور شہر کے رہنے والوں میں ایسا شخص ہو جس نے اس صحابی کو نہ دیکھا ہو۔ اس بحث میں امام اعظم کی تلامذہ کی بات ہی معتبر ہے کیونکہ وہ ان کے احوال سے زیادہ واقف ہیں اور ثقہ بھی ہیں۔

ملا علی قاری امام کردری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

قال الكردري جماعة من المحدثين انكر واملاقاته مع الصحابة واصحابه اثبتوه بالاسانيد الصحاح الحسان وهم اعرف باحواله منهم والمثبت العدل اولى من النافي۔ (۱۵)

امام کردری فرماتے ہیں کہ محدثین کی ایک جماعت نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے ملاقات کا انکار کیا ہے اور ان کے شاگردوں نے اس بات کو صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت کیا اور ثبوت روایت نفی سے بہتر ہے۔

مشہور محدث شیخ محمد طاہر ہندی نے کرمانی کے حوالہ سے لکھا ہے:

واصحابه يقولون انه لقى جماعة من الصحابة وروى عنهم۔ (۱۶)

امام اعظم کے شاگرد کہتے ہیں کہ آپ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے اور ان سے سماع حدیث بھی کیا ہے۔

امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری شافعی نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے مرویات میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس میں روایات مع سند بیان فرمائیں۔ نیز ان کو حسن وقوی بتایا۔ امام سیوطی نے ان روایات کو تبییض الصحیفہ میں نقل کیا ہے جن کی تفصیل یوں ہے۔

عن ابی یوسف عن ابی حنیفة سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : طلب العلم فریضة علی کل مسلم۔ (۱۷)

امام سیوطی نے فرمایا یہ حدیث پچاس طرق سے مجھے معلوم ہے اور صحیح ہے۔

حضرت امام ابو یوسف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اورانہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

عن ابی یوسف عن ابی حنیفة سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : الدال علی الخیر کفاعلہ۔ (۱۸)

اس معنی کی حدیث مسلم شریف میں بھی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اورانہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کے مثل ہے۔

عن ابی یوسف عن ابی حنیفة سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول :ان اللّٰہ یحب اغاثة اللّٰہ فان۔ (۱۹) ضیاء مقدسی نے مختارہ میں اس کو صحیح کہا۔

حضرت امام ابو یوسف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اورانہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: بیشک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دست گیری کو پسند فرماتا ہے۔

عن یحی بن قاسم عن ابی حنیفة سمعت عبداللہ بن ابی اوفی یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : من بنی للہ مسجدا و لو کمفحص قطاة بنی اللہ لہ بیتا فی الجنة۔ (۲۰)

امام سیوطی فرماتے ہیں، اس حدیث کا متن صحیح بلکہ متواتر ہے۔

حضرت یحییٰ بن قاسم حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس نے اللہ کی رضا کے لئے سنگ خوار کے گڑھے کے برابر بھی مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

عن اسماعیل بن عیاش عن ابی حنیفة عن واثلة بن اسقع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال :دع ما یریبک الی ما لا یریبک۔ (۲۱)

امام ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی۔

حضرت اسماعیل بن عیاش حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شک وشبہ کی چیزوں کو چھوڑ کر ان چیزوں کو اختیار کرو

جوشکوک وشبہات سے بالاتر ہیں۔

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں یہ بات ثابت ومحقق ہے کہ امام اعظم صحابہ کرام کی رویت وروایت دونوں سے مشرف ہوئے۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ امام اعظم کے بعض سوانح نگار اپنی صاف گوئی اور غیر جانب داری کا ثبوت دیتے ہوئے وہ باتیں بھی لکھ گئے ہیں جن سے تعصب کا اظہار ہوتا ہے۔ان کے پیچھے حقائق تو کیا ہوتے دیانت سے بھی کام نہیں لیا گیا۔اس سلسلہ میں علامہ غلام رسول سعیدی کی تصنیف تذکرۃ المحدثین سے ایک طویل اقتباس ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

شبلی نعمانی نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے روایت کے انکار پر کچھ عقلی وجوہات بھی پیش کئے ہیں لکھتے ہیں۔

میرے نزدیک اس کی ایک اور وجہ ہے۔ محدثین میں باہم اختلاف ہے کہ حدیث سیکھنے کے لئے کم از کم کتنی عمر شرط ہے؟ اس امر میں ارباب کوفہ سب سے زیادہ احتیاط کرتے تھے یعنی بیس برس سے کم عمر کا شخص حدیث کی درسگاہ میں شامل نہیں ہوسکتا تھا، ان کے نزدیک چونکہ حدیثیں بالمعنی روایت کی گئی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ طالب علم پوری عمر کو پہنچ چکا ہو ورنہ مطالب کو سمجھنے اور اس کے ادا کرنے میں غلطی کا احتمال ہے، غالباً یہی قید تھی جس نے امام ابوحنیفہ کو ایسے بڑے شرف سے محروم رکھا۔"

اس سلسلہ میں اولاً تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اہل کوفہ کا یہ قاعدہ کہ سماع حدیث کے لئے کم از کم بیس سال عمر درکار ہے، کونسی یقینی روایت سے ثابت ہے؟ امام صاحب کی مرویات صحابہ کے لئے جب یقینی اور صحیح روایت کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اہل کوفہ کے اس قاعدہ کو بغیر کسی یقینی اور صحیح روایت کے کیسے مان لیا گیا،

ثانیاً: یہ قاعدہ خود خلاف حدیث ہے کیونکہ صحیح بخاری میں امام بخاری نے متی یصح سماع الصغیر کا باب قائم کیا ہے اس کے تحت ذکر فرمایا ہے کہ محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال کی عمر میں سنی ہوئی حدیث کو روایت کیا ہے، اس کے علاوہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت چھ اور سات سال تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر حضور کے وصال کے وقت تیرہ سال تھی، اور یہ حضرات آپ کے وصال سے کئی سال پہلے کی سنی ہوئی احادیث کی روایت کرتے تھے۔ پس روایت حدیث کے لئے بیس سال عمر کی قید لگانا طریقہ صحابہ کے مخالف ہے اور کوفہ کے ارباب علم وفضل اور دیانت دار حضرات کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے اتنی جلدی صحابہ کی روش کو چھوڑ دیا ہوگا۔

ثالثاً: بر تقدیر تسلیم گزارش یہ ہے کہ اہل کوفہ نے یہ قاعدہ کب وضع کیا، اس بات کی کہیں وضاحت نہیں ملتی۔ اغلب اور قرین قیاس یہی ہے کہ جب علم حدیث کی تحصیل کا چرچا عام ہوگیا اور کثرت سے درس گاہیں قائم ہوگئیں اور وسیع پیمانے پر آثار وسنن کی اشاعت ہونے لگی، اس وقت اہل کوفہ نے اس قید کی ضرورت کو محسوس کیا ہوگا تاکہ ہر کہ ومہ حدیث کی روایت کرنا شروع نہ کردے، یہ کسی طرح بھی باور نہیں کیا جاسکتا کہ عہد صحابہ میں ہی کوفہ کے اندر باقاعدہ درس گاہیں بن گئیں اور ان میں داخلہ کے لئے قوانین اور عمر کا تعین بھی ہوگیا تھا۔

رابعاً: اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ۸۰ھ ہی میں کوفہ کے اندر باقاعدہ درسگاہیں قائم ہوگئی تھیں اور ان کے ضوابط اور قوانین بھی وضع کئے جاچکے تھے تو ان درس گاہوں کے اساتذہ سے سماع حدیث کے لئے بیس برس کی قید فرض کی جاسکتی ہے مگر یہ حضرت انس

اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی وغیرہ ان درس گاہوں میں اساتذہ تو مقرر تھے نہیں کہ ان سے سماع حدیث بھی بیس سال کی عمر میں کیا جاتا۔

خامسا: بیس برس کی قید اگر ہوتی بھی تو کوفہ کی درس گاہوں کے لئے اگر کوفہ کا کوئی رہنے والا بصرہ جا کر سماع حدیث کرے تو یہ قید اس پر کیسے اثر انداز ہوگی؟ حضرت انس بصرہ میں رہتے تھے اور امام اعظم ان کی زندگی میں بارہا بصرہ گئے اور ان کی آپس میں ملاقات بھی ثابت ہے تو کیوں نہ امام صاحب نے ان سے روایت حدیث کی ہوگی۔

سادسا: اگر بیس سال عمر کی قید کو بالعموم بھی فرض کرلیا جائے تو بھی یہ کسی طور قرین قیاس نہیں ہے کہ حضرات صحابہ کرام جن کا وجود مسعود نوادر روزگار اور مغتنمات عصر میں سے تھا ان سے از راہ تبرک وتشرف احادیث کے سماع کے لئے بھی کوئی شخص اس انتظار میں بیٹھا رہے گا کہ میری عمر بیس سال کو پہنچ لے تو میں ان سے جا کر ملاقات اور سماع حدیث کروں۔ حضرت انس کے وصال کے وقت امام اعظم کی عمر پندرہ برس تھی اور امام کردری فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زندگی میں امام اعظم بیس سے زائد مرتبہ بصرہ تشریف لے گئے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام اعظم پندرہ برس تک کی عمر میں بصرہ جاتے رہے ہوں اور حضرت انس سے مل کر اور ان سے سماع حدیث کر کے نہ آئے ہوں، راوی اور مروی عنہ میں معاصرت بھی ثابت ہو جائے تو امام مسلم کے نزدیک روایت مقبول ہوتی ہے۔ یہاں معاصرت کے بجائے ملاقات کے بیس سے زیادہ قرائن موجود ہیں پھر بھی قبول کرنے میں تامل کیا جارہا ہے۔

الحمدللہ العزیز! کہ ہم نے اصول روایت اور قرائن عقلیہ کی روشنی میں اس امر کو آفتاب سے زیادہ روشن کردیا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام سے روایت حدیث کا شرف حاصل تھا اور اس سلسلے میں جتنے اعتراضاف کئے جاتے ہیں ان پر سیر حاصل گفتگو کرلی ہے۔ اس کے باوجود بھی ہم نے جو کچھ لکھا وہ ہماری تحقیق ہے ہم اسے منوانے کے لئے ہرگز اصرار نہیں کرتے۔ (۲۲)

اساتذہ: گزشتہ تفصیلات میں آپ متفرق طور پر پڑھ چکے کہ امام اعظم نے کثیر شیوخ واساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا، ان میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں۔

عطاء بن ابی رباح، حماد بن ابی سلیمان، سلیمان بن مہران اعمش، امام عامر شعبی، عکرمہ مولی ابن عباس، ابن شہاب زہری، نافع مولی بن عمر، یحییٰ بن سعید انصاری، عدی بن ثابت انصاری، ابوسفیان بصری، ہشام بن عروہ، سعید بن مسروق، علقمہ بن مرثد، حکم بن عیینہ، ابواسحاق بن سبیعی، سلمہ بن کہیل، ابوجعفر محمد بن علی، عاصم بن ابی النجود، علی بن اقمر، عطیہ بن سعید عوفی، عبدالکریم ابوامیہ، زیاد بن علاقہ۔ سلیمان مولی ام المومنین میمونہ، سالم بن عبداللہ،

چونکہ احادیث فقہ کی بنیاد ہیں اور کتاب اللہ کے معانی ومطالب کے فہم کی بھی اساس ہیں لہٰذا امام اعظم نے حدیث کی تحصیل میں بھی انتھک کوشش فرمائی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث کا درس شباب پر تھا۔ تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا درس زور وشور سے جاری تھا

اورکوفہ تو اس خصوص میں ممتاز تھا۔کوفہ کا یہ وصف خصوصی امام بخاری کے زمانہ میں بھی اس عروج پر تھا کہ خود امام بخاری فرماتے ہیں، میں کوفہ اتنی بار حصول حدیث کے لئے گیا کہ شمار نہیں کرسکتا۔

امام اعظم نے حصول حدیث کا آغاز بھی کوفہ ہی سے کیا۔کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو۔ابوالحاسن شافعی نے فرمایا: ترانوے وہ مشائخ ہیں جو کوفے میں قیام فرماتے تھے یا کوفے تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی۔ان میں اکثر تابعی تھے۔بعض مشائخ کی تفصیل یہ ہے۔

امام عامر شعبی: انہوں نے پانچسو صحابہ کرام کا زمانہ پایا،خود فرماتے تھے کہ بیس سال ہوئے میرے کان میں کوئی حدیث ایسی نہ پڑی جس کا علم مجھے پہلے سے نہ ہو۔امام اعظم نے ان سے اخذ حدیث فرمائی۔

امام شعبہ: انہیں دو ہزار حدیثیں یاد تھیں،سفیان ثوری نے انہیں امیر المومنین فی الحدیث کہا،امام شافعی نے فرمایا: شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث اتنی عام نہ ہوتی۔امام شعبہ کو امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا،فرماتے تھے،جس طرح مجھے یہ یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی طرح یقین سے کہتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ ہمنشیں ہیں۔

امام اعمش: مشہور تابعی ہیں شعبہ وسفیان ثوری کے استاذ ہیں،حضرت انس اور عبداللہ بن ابی اوفی سے ملاقات ہے۔امام اعظم آپ سے حدیث پڑھتے تھے اسی دوران انہوں نے آپ سے مناسک حج لکھوائے۔واقعہ یوں ہے کہ امام اعمش سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کئے۔انہوں نے امام اعظم سے پوچھا۔آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت امام اعظم نے ان سب کے حکم بیان فرمائے۔امام اعمش نے پوچھا کہاں سے یہ کہتے ہو۔فرمایا۔آپ ہی کی بیان کردہ احادیث سے اور ان احادیث کو مع سندوں کے بیان کردیا۔امام اعمش نے فرمایا۔بس بس،میں نے آپ سے جتنی حدیثیں سودن میں بیان کیں آپ نے وہ سب ایک دن میں سناڈالیں۔میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ان احادیث میں یہ عمل کرتے ہیں۔

یامعشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة وانت ايها الرجل اخذت بكلا الطرفين۔

اے گروہ فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار اور آپ نے دونوں کو حاصل کرلیا۔

امام حماد: امام اعظم کے عظیم استاذ حدیث وفقہ ہیں اور حضرت انس سے حدیث سنی تھی بڑے بڑے ائمہ تابعین سے ان کو شرف تلمذ حاصل تھا۔

سلمہ بن کہیل: تابعی جلیل ہیں،بہت سے صحابہ کرام سے روایت کی۔کثیر الروایت اور صحیح الروایت تھے۔

ابواسحاق سبیعی۔علی بن مدینی نے کہا ان کے شیوخ حدیث کی تعداد تین سو ہے۔ان میں اڑتیس صحابہ کرام ہیں۔عبداللہ بن عباس،عبداللہ بن عمر،عبداللہ بن زبیر،نعمان بن بشیر،زید بن ارقم سرفہرست ہیں۔

کوفہ کے علاوہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں آپ نے ایک زمانہ تک علم حدیث حاصل فرمایا: چونکہ آپ نے پچپن حج کئے اس لئے ہر سال حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا وتعظیما میں حاضری کا موقع ملتا تھا اور آپ اس موقع پر دنیائے اسلام سے آنے والے مشائخ سے اکتساب علم کرتے۔

مکہ معظمہ میں حضرت عطاء بن ابی رباح سرتاج محدثین تھے، دوسرے صحابہ کرام کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم مجتہد وفقیہ تھے۔ حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ عطاء کے ہوتے ہوئے میرے پاس کیوں آتے ہیں۔ ایام حج میں اعلان عام ہوجاتا کہ عطاء کے علاوہ کوئی فتویٰ نہ دے۔ اساطین محدثین امام اوزاعی، امام زہری، امام عمرو بن دینار ان کے شاگرد تھے۔ امام اعظم نے اپنی خداداد ذہانت وفطانت سے آپ کی بارگاہ میں وہ مقبولیت حاصل کرلی تھی آپ کو قریب سے قریب تر بٹھاتے۔ تقریباً بیس سال خدمت میں حج بیت اللہ کے موقع پر حاضر ہوتے رہے۔

حضرت عکرمہ کا قیام بھی مکہ مکرمہ میں تھا، یہ جلیل القدر صحابہ کے تلمیذ ہیں۔ حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، ابوقتادہ، ابن عمر اور ابن عباس کے تلمیذ خاص ہیں۔ ستر مشاہیر ائمہ تابعین ان کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ امام اعظم نے ان سے بھی حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

مدینہ طیبہ میں سلیمان مولی ام المومنین میمونہ اور سالم بن عبداللہ سے احادیث سنیں۔

انکے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی اکتساب علم کیا۔

بصرہ کے تمام مشاہیر سے اخذ علم فرمایا، یہ شہر حضرت انس بن مالک کی وجہ سے مرکز حدیث بن گیا تھا۔ امام اعظم کی آمدورفت یہاں کثرت سے تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات بصرہ میں بھی ہوئی اور آپ جب کوفہ تشریف لائے اس وقت بھی۔

غرضکہ امام اعظم کو حصول حدیث میں وہ شرف حاصل ہے جو دیگر ائمہ کو نہیں، آپ کے مشائخ میں صحابہ کرام سے لیکر کبار تابعین اور مشاہیر محدثین تک ایک عظیم جماعت داخل ہے اور آپ کے مشائخ کی تعداد چار ہزار تک بیان کی گئی ہے۔

تلامذہ: آپ سے علم حدیث وفقہ حاصل کرنے والے بے شمار ہیں، چند مشاہیر کے اسماء اس طرح ہیں۔

امام ابویوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام حماد بن ابی حنیفہ، امام مالک، امام عبداللہ بن مبارک، امام زفر بن ہذیل، امام داؤد طائی، فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم، بشر بن الحارث حافی، ابوسعید یحیٰ بن زکریا کوفی ہمدانی، علی بن مسہر کوفی، حفص بن غیاث، حسن بن زناد، مسعر بن کدام، نوح بن دراج نخعی، ابراہیم بن طہران، اسحاق بن یوسف ازرق، اسد بن عمر وقاضی، عبدالرزاق، ابونعیم، حمزہ بن حبیب الزیات، ابویحیٰ حمانی، عیسیٰ بن یونس، یزید بن زریع، وکیع بن جراح، ہشیم، حکام بن یعلی رازی، خارجہ بن مصعب، عبدالحمید بن ابی داؤد، مصعب بن مقدام، یحیٰ بن یمان، لیث بن سعد، ابوعصمہ بن مریم، ابوعبدالرحمن مقری، ابوعاصم وغیرہم۔

تصانیف۔ امام اعظم نے کلام وعقائد، فقہ واصول اور آداب واخلاق پر کتابیں تصنیف فرما کر اس میدان میں اولیت حاصل کی ہے۔

امام اعظم کے سلسلہ میں ہر دور میں کچھ لوگ غلط فہمی کا شکار رہے ہیں اور آج بھی یہ مرض بعض لوگوں میں موجود ہے۔ فقہ حنفی کو بالعموم حدیث سے تہی دامن اور قیاس ورائے پر اسکی بنا سمجھی جاتی ہے جو سراسر خلاف واقع ہے۔ اس حقیقت کو تفصیل سے جاننے

کے لئے بڑے بڑے علماء فن کے رشحات قلم ملاحظہ کریں جن میں امام یوسف بن عبدالھادی حنبلی، امام سیوطی شافعی، امام ابن حجر کی شافعی، امام محمد صالحی شافعی وغیرہم جیسے اکابر نے اسی طرح کی پھیلائی گئی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے کتابیں تصنیف فرمائیں۔ علم حدیث میں امام اعظم کو بعض ایسی خصوصیات حاصل ہیں جن میں کوئی دوسرا محدث شریک نہیں۔

امام اعظم کی مرویات کے مجموعے چار قسم کے شمار کئے گئے ہیں جیسا کہ شیخ محمد امین نے وضاحت سے ''مسانید الامام ابی حنیفہ'' میں لکھا ہے۔

کتاب الآثار۔ مسند امام ابوحنیفہ۔ اربعینات۔ وحدانیات۔

متقدمین میں تصنیف وتالیف کا طریقہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے لائق وقابل فخر تلامذہ کو املا کراتے، یا خود تلامذہ درس میں خاص چیزیں ضبط تحریر میں لے آتے، اسکے بعد راوی کی حیثیت سے ان تمام معلومات کو جمع کر کے روایت کرتے اور شیخ کی طرف منسوب فرماتے تھے۔

کتاب الآثار۔ امام اعظم نے علم حدیث وآثار پر مشتمل کتاب الآثار، یونہی تصنیف فرمائی، آپ نے اپنے مقرر کردہ اصول وشرائط کے مطابق چالیس ہزار احادیث کے ذخیرہ سے اس مجموعہ کا انتخاب کر کے املا کرایا۔ قدرے تفصیل گذر چکی ہے۔ کتاب میں مرفوع، موقوف، اور مقطوع سب طرح کی احادیث ہیں۔ کتاب الآثار کے راوی آپ کے متعدد تلامذہ ہیں جن کی طرف منسوب ہوکر علیحدہ علیحدہ نام سے معروف ہیں اور مرویات کی تعداد میں بھی حذف واضافہ ہے۔

عام طور سے چند نسخے مشہور ہیں:

۱۔ کتاب الآثار بروایت امام ابویوسف۔

۲۔ کتاب الآثار بروایت امام محمد۔

۳۔ کتاب الآثار بروایت امام حماد بن امام اعظم۔

۴۔ کتاب الآثار بروایت حفص بن غیاث۔

۵۔ کتاب الآثار بروایت امام زفر (یہ سنن زفر کے نام سے بھی معروف ہوئی)

۶۔ کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیاد

ان میں بھی زیادہ شہرت امام محمد کے نسخہ کو حاصل ہوئی۔

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

روی الآثار عن نبل ثقات۔ غزار العلم مشیخۃ حصیفۃ۔

امام اعظم نے الآثار، کو ثقہ اور معزز لوگوں سے روایت کیا ہے جو وسیع العلم اور عمدہ مشائخ تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفردا انما ھو کتاب الآثار التی رواہ محمد بن الحسن۔

اوراس وقت امام اعظم کی احادیث میں سے کتاب الآثار موجود ہے جسے امام محمد بن حسن نے روایت کیا ہے۔اس میں مرفوع احادیث ۱۲۲ ہیں۔

امام ابویوسف کانسخہ زیادہ روایات پر مشتمل ہے،امام عبدالقادر حنفی نے امام ابو یوسف کے صاحبزادے یوسف کے ترجمہ میں لکھا ہے:روی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃ وھو مجلد ضخم۔

یوسف بن ابو یوسف نے اپنے والد کے واسطہ سے امام اعظم ابوحنیفہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے جوایک ضخیم جلد ہے، اس میں ایک ہزار ستر (۱۰۷۰) احادیث ہیں۔

مسند امام ابوحنیفہ

یہ کتاب امام اعظم کی طرف منسوب ہے،اسکی حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جن شیوخ سے احادیث کو روایت کیا ہے بعد میں محدثین نے ہر ہر شیخ کی مرویات کو علیحدہ کر کے مسانید کو مرتب کیا۔دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے تدوین فقہ اور درس کے وقت تلامذہ کو مسائل شرعیہ بیان فرماتے ہوئے جو دلائل بصورت روایت بیان فرمائے تھے ان روایات کو آپ کے تلامذہ یا بعد کے محدثین نے جمع کر کے مسند کا نام دیدیا۔ان مسانید اور مجموعوں کی تعداد حسب ذیل ہے۔

۱۔مسند الامام مرتب امام حماد بن ابی حنیفہ
۲۔ مسند الامام مرتب امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری
۳۔ مسند الامام مرتب امام محمد بن حسن الشیبانی
۴۔ مسند الامام مرتب امام حسن بن زیاد لؤلوی
۵۔ مسند الامام مرتب حافظ ابو محمد عبداللہ بن یعقوب الحارث البخاری
۶۔ مسند الامام مرتب حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد
۷۔ مسند الامام مرتب حافظ ابوالحسین محمد بن مظہر بن موسیٰ
۸۔ مسند الامام مرتب حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی
۹۔ مسند الامام مرتب الشیخ الثقۃ ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاری
۱۰۔مسند الامام مرتب حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی
۱۱۔مسند الامام مرتب حافظ عمر بن حسن الاشنانی
۱۲۔مسند الامام مرتب حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی
۱۳۔مسند الامام مرتب حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی
۱۴۔مسند الامام مرتب حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد السعدی
۱۵۔ مسند الامام مرتب حافظ عبداللہ بن مخلد بن حفص البغدادی

۱۶۔ مسند الامام مرتب حافظ ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی

۱۷۔ مسند الامام مرتب حافظ ابوحفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین

۱۸۔ مسند الامام مرتب حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی

۱۹۔ مسند الامام مرتب حافظ شیخ الحرمین عیسیٰ المغربی المالکی

۲۰۔ مسند الامام مرتب حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر القیسرانی

۲۱۔ مسند الامام مرتب حافظ ابوالعباس احمد الہمدانی المعروف بابن عقدہ

۲۲۔ مسند الامام مرتب حافظ ابوبکر محمد بن ابراہیم الاصفہانی المعروف بابن المقری

۲۳۔ مسند الامام مرتب حافظ ابواسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری الحنفی

۲۴۔ مسند الامام مرتب حافظ ابوالحسن عمر بن حسن الاشنانی

۲۵۔ مسند الامام مرتب حافظ ابوالقاسم علی بن حسن المعروف بابن عساکر الدمشقی۔

ان علاوہ کچھ مسانید وہ بھی ہیں جن کو مندرجہ بالا مسانید میں سے کسی میں مدغم کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ابن عقدہ کی مسند میں ان چار حضرات کی مسانید کا تذکرہ ہے اور یہ ایک ہزار سے زیادہ احادیث پر مشتمل ہے۔

۱۔ حمزہ بن حبیب التیمی الکوفی

۲۔ محمد بن مسروق الکندی الکوفی

۳۔ اسماعیل بن حماد بن امام ابوحنیفہ

۴۔ حسین بن علی

پھر یہ کہ جامع مسانید امام اعظم جس کو علامہ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی نے ابواب فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا تھا اس میں کتاب الآثار کے نسخے بھی شامل ہیں اگر ان کو علیحدہ شمار کیا جائے تو پھر اس عنوان سند کے تحت آنے والی مسانید کی تعداد اکتیس ہوگی جبکہ جامع المسانید میں صرف پندرہ مسانید ہیں اور ان کی بھی تلخیص کی گئی ہے مکرر اسناد کو حذف کر دیا ہے یہ مجموعہ چالیس ابواب پر مشتمل ہے اور کل روایات کی تعداد ۱۷۱۰ ہے۔

مرفوع روایات ۹۱۶

غیر مرفوع ۷۹۴

پانچ یا چھ واسطوں والی روایات بہت کم اور نادر ہیں، عام روایات کا تعلق رباعیات، ثلاثیات، ثنائیات اور وحدانیات سے ہے۔

علامہ خوارزمی نے اس مجموعہ مسند کے لکھنے کی وجہ یوں بیان کی ہے، کہ میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے سنا کہ حضرت امام اعظم کی روایت حدیث کم تھی۔ ایک جاہل نے تو یہانتک کہا کہ امام شافعی کی مسند بھی ہے اور امام احمد کی مسند بھی ہے، اور امام

مالک نے تو خود موطا لکھی۔ لیکن امام ابوحنیفہ کا کچھ بھی نہیں۔

یہ سن کر میری حمیت دینی نے مجھکو مجبور کیا کہ میں آپ کی ۱۵ مسانید و آثار سے ایک مسند مرتب کروں، لہٰذا ابواب فقہیہ پر میں نے اس کو مرتب کر کے پیش کیا ہے۔ (۲۳)

کتاب الآثار، جامع المسانید اور دیگر مسانید کی تعداد کے اجمالی تعارف کے بعد یہ بات اب حیز خفا میں نہیں رہ جاتی کہ امام اعظم کی محفوظ مرویات کتنی ہوں گی، امام مالک اور امام شافعی کی مرویات سے اگر زیادہ تسلیم نہیں کی جاسکیں تو کم بھی نہیں ہیں، بلکہ مجموعی تعداد کے غالب ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

امام اعظم کی مسانید کی کثرت سے کوئی اس مغالطہ کا شکار نہ ہو کہ پھر اس میں رطب و یابس سب طرح کی روایات ہوں گی۔ ہم نے عرض کیا کہ اول تو مرویات میں امام اعظم قدس سرہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے بہت کم ہوتے ہیں۔ اور جو واسطے مذکور ہوتے ہیں ان کی حیثیت وعلوشان کا اندازہ اس سے کیجئے کہ:

امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبری میں فرماتے ہیں۔

وقد من اللّٰہ علی بمطالعۃ مسانید الامام ابی حنیفۃ الثلاثۃ فرأیتہ لایروی حدیثا الاعن اخیار التابعین العدول الثقات الذین ھم من خیرالقرون بشھادۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کالاسود وعلقمۃ وعطاء وعکرمۃ ومجاھد ومکحول والحسن البصری واضرابھم رضی اللّٰہ عنھم اجمعین۔ بینہ وبین رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیھم کذاب ولا منھم بکذب۔ (۲۴)

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا کہ میں نے امام اعظم کی مسانید ثلاثہ کو مطالعہ کیا۔ میں نے ان میں دیکھا کہ امام اعظم ثقہ اور صادق تابعین کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے جن کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون ہونے کی شہادت دی، جیسے اسود، علقمہ عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور حسن بصری وغیرہم۔ لہٰذا امام اعظم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تمام راوی عدول، ثقہ اور مشہور اخیار میں سے ہیں جن کی طرف کذب کی نسبت بھی نہیں کی جاسکتی اور نہ وہ کذاب ہیں۔

اربعنات: امام اعظم کی مرویات سے متعلق بعض حضرات نے اربعین بھی تحریر فرمائی ہیں

مثلاً:

الاربعین من روایات نعمان سید المجتھدین۔ (مولانا محمد ادریس نگرامی)

الاربعین۔ (شیخ حسن محمد بن شاہ محمد ہندی)

وحدانیات: امام اعظم کی وہ روایات جن میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ایک وسطہ ہو ان روایات کو بھی ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس سلسلہ میں

بعض تفصیلات حسب ذیل ہیں:

۱۔جزء ماروا ہ ابو حنیفۃ عن الصحابۃ۔
جامع ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد شافعی۔
امام سیوطی نے اس رسالہ کو تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ میں شامل کر دیا ہے، چند احادیث قارئین ملاحظہ فرما چکے۔

۲۔الاختصار والترجیح للمذھب الصحیح۔
امام ابن جوزی کے پوتے یوسف نے اس کتاب میں بعض روایات نقل فرمائی ہیں۔
دوسرے ائمہ نے بھی اس سلسلہ میں روایات جمع کی ہیں۔مثلا:

۱۔ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی
۲۔ابوبکر عبدالرحمن بن محمد سرخسی
۳۔ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ نہفقی

ان تینوں حضرات کے اجزاء وحدانیات کو ابو عبداللہ محمد دمشقی حنفی المعروف بابن طولون م ۹۵۳، نے اپنی سند سے کتاب فہرست الاوسط میں روایت کیا۔
نیز علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی سند سے المعجم المفہرس میں علامہ خوارزمی نے جامع المسانید کے مقدمہ میں ابوعبداللہ صیمری نے فضائل ابی حنیفہ واخبارہ میں روایت کیا ہے۔
البتہ بعض حضرات نے ان وحدانیات پر تنقید بھی کی ہے، تو اسکے لئے ملاعلی قاری، امام عینی اور امام سیوطی کی تصریحات ملاحظہ کیجئے، ان تمام حضرات نے حقیقت واضح کر دی ہے۔
امام اعظم کی فن حدیث میں عظمت وجلالت شان ان تمام تفصیلات سے ظاہر وباہر ہے لیکن بعض لوگوں کو اب بھی یہ شبہ ہے کہ جب اتنے عظیم محدث تھے تو روایات اب بھی اس حیثیت کی نہیں، محدث اعظم واکبر ہونے کا تقاضہ تو یہ تھا کہ لاکھوں احادیث آپ کو یاد ہونا چاہیئے تھیں جیسا کہ دوسرے محدثین کے بارے میں منقول ہے۔تو اس سلسلہ میں علامہ غلام رسول سعیدی کی محققانہ بحث ملاحظہ کریں جس سے حقیقت واضح ہو جائے گی۔لکھتے ہیں:
چونکہ بعض اہل اہوایہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔اس لئے ہم ذرا تفصیل سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ امام اعظم کے پاس احادیث کا وافر ذخیرہ تھا۔حضرت ملاعلی قاری امام محمد بن سماعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔
ان الامام ذکر فی تصانیفہ بضع وسبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث۔
امام ابوحنیفہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔
اور صدر الائمہ امام موفق بن احمد تحریر فرماتے ہیں: وانتخب ابوحنیفۃ الاثار من اربعین الف حدیث۔

امام ابوحنیفہ نے کتاب الاثار کا انتخاب چالیس ہزار حدیثوں سے کیا ہے۔ان حوالوں سے امام اعظم کا جو علم حدیث میں تبحر ظاہر ہو رہا ہے وہ محتاج بیاں نہیں ہے۔

ممکن ہے کوئی شخص کہہ دے کہ ستر ہزار احادیث کو بیان کرنا اور کتاب الآثار کا چالیس ہزار حدیثوں سے انتخاب کرنا چنداں کمال کی بات نہیں ہے۔امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ یاد تھیں اور انہوں نے صحیح بخاری کا انتخاب چھ لاکھ حدیثوں سے کیا تھا پس فن حدیث میں امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم کا مقام بہت کم معلوم ہوتا ہے۔اس کے جواب میں گزارش ہے کہ احادیث کی کثرت اور قلت درحقیقت طرق اور اسانید کی قلت اور کثرت سے عبارت ہے۔ایک متن حدیث اگر سو مختلف طرق اور سندوں سے روایت کیا جائے تو محدثین کی اصطلاح میں ان کو سو احادیث قرار دیا جائے گا حالانکہ ان تمام حدیثوں کا متن واحد ہوگا۔منکرین حدیث انکار حدیث کے سلسلے میں یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ تمام کتب حدیث کی روایات کو اگر جمع کیا جائے تو یہ تعداد کروڑوں کے لگ بھگ ہوگی اور حضور کی پوری رسالت کی زندگی کی شب و روز پر ان کو تقسیم کیا جائے تو احادیث حضور کی حیات مبارکہ سے بڑھ جائیں گی۔پس اس صورت میں احادیث کی صحت کیونکر قابل تسلیم ہوگی۔ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ روایات کی یہ کثرت دراصل اسانید کی کثرت ہے ورنہ نفس احادیث کی تعداد چار ہزار چار سو سے زیادہ نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ امیر یمانی لکھتے ہیں :ان جملة الاحادیث المسندة عن النبی صلی الله علیه وسلم یعنی الصحیحة بلا تکرار اربعة الاف واربع مائة۔

بلاشبہ وہ تمام مسند احادیث صحیحہ جو بلا تکرار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ان کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت ۸۰ھ ہے اور امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ان کے درمیان ایک سو چودہ سال کا طویل عرصہ ہے اور ظاہر ہے اس عرصہ میں بکثرت احادیث شائع ہو چکی تھیں اور ایک ایک حدیث کو سیکڑوں بلکہ ہزاروں اشخاص نے روایت کرنا شروع کر دیا تھا۔امام اعظم کے زمانہ میں راویوں کا اتنا شیوع اور عموم تھا نہیں، اس لئے امام اعظم اور امام بخاری کے درمیان جو روایت کی تعداد کا فرق ہے وہ دراصل اسانید کی تعداد کا فرق ہے، نفس روایت نہیں ہے ورنہ اگر نفس احادیث کا لحاظ کیا جائے تو امام اعظم کی مرویات امام بخاری سے کہیں زیادہ ہیں۔

اس زمانہ میں احادیث نبویہ جس قدر اسانید کے ساتھ مل سکتی تھیں امام اعظم نے ان تمام طرق و اسانید کے ساتھ ان احادیث کو حاصل کر لیا تھا اور حدیث و اثر کسی صحیح سند کے ساتھ موجود نہ تھے مگر امام اعظم کا علم انہیں شامل تھا۔وہ اپنے زمانے کے تمام محدثین پر ادراک حدیث میں فائق اور غالب تھے۔چنانچہ امام اعظم کے معاصر اور مشہور محدث امام مسعر بن کدام فرماتے ہیں:

طلبت مع ابی حنیفة الحدیث فغلبت واخذ نا فی الزهد فبرع علینا وطلبنا معه الفقه فجاء منه ما ترون۔

میں نے امام ابوحنیفہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی لیکن وہ ہم سب پر غالب رہے اور زہد میں مشغول ہوئے تو وہ اس میں سب سے بڑھ کر تھے اور فقہ میں ان کا مقام تو تم جانتے ہی ہو۔

نیز محدث بشر بن موسیٰ اپنے استاد امام عبدالرحمن مقری سے روایت کرتے ہیں:

وکان اذا حدث عن ابی حنیفة قال حدثنا شاھنشاہ۔

امام مقری جب امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے تو کہتے کہ ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی۔

ان حوالوں سے ظاہر ہوگیا کہ امام اعظم اپنے معاصرین محدثین کے درمیان فن حدیث میں تمام پر فائق اور غالب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ان کی نگاہ سے اوجھل نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کے تلامذہ انہیں حدیث میں حاکم اور شہنشاہ تسلیم کرتے تھے۔ اصطلاح حدیث میں حاکم اس شخص کو کہتے ہیں جو حضور کی تمام مرویات پر متناً وسنداً دسترس رکھتا ہو، مراتب محدثین میں یہ سب سے اونچا مرتبہ ہے اور امام اعظم اس منصب پر یقیناً فائز تھے۔ کیونکہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے بھی ناواقف ہو وہ حیات انسانی کے تمام شعبوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایات کے مطابق جامع دستور نہیں بنا سکتا۔

امام اعظم کے محدثانہ مقام پر ایک شبہ کا ازالہ: گزشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاتکرار احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار چار سو ہے اور امام حسن بن زیاد کے بیان کے مطابق امام اعظم نے جو احادیث بلاتکرار بیان فرمائی ہیں ان کی تعداد چار ہزار ہے۔ پس امام اعظم کے بارے میں حاکمیت اور حدیث میں ہمہ دانی کا دعوی کیسے صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چار ہزار احادیث کے بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی چار سو حدیثوں کا امام اعظم کو علم بھی نہ ہو کیونکہ حسن بن زیاد کی حکایت میں بیان کی نفی ہے علم کی نہیں۔

خیال رہے امام اعظم نے فقہی تصنیفات میں ان احادیث کا بیان کیا ہے جن سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے عمل کا ایک راستہ متعین فرمایا ہے جنہیں عرف عام میں سنن سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن حدیث کا مفہوم سنت سے عام ہے کیونکہ احادیث کے مفہوم میں وہ روایات بھی شامل ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ، آپ کی قلبی واردات، خصوصیات، گزشتہ امتوں کے قصص اور مستقبل کی پیش گوئیاں موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی احادیث سنت کے قبیل سے نہیں ہیں اور نہ ہی یہ احکام ومسائل کے لئے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پس امام اعظم نے جن چار ہزار احادیث کو مسائل کے تحت بیان فرمایا ہے وہ از قبیل سنن ہیں اور جن چار سو احادیث کو امام اعظم نے بیان نہیں فرمایا وہ ان روایات پر محمول ہیں۔

جو احکام سے متعلق نہیں ہیں لیکن یہاں بیان کی نفی ہے علم کی نہیں۔

فن حدیث میں امام اعظم کا فیضان: امام اعظم علم حدیث میں جس عظیم مہارت کے حامل اور جلیل القدر مرتبہ پر فائز تھے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تشنگان علم حدیث کا انبوہ کثیر

آپ کے حلقۂ درس میں سماع حدیث کے لئے حاضر ہوتا۔

حافظ ابن عبدالبر امام وکیع کے ترجمے میں لکھتے ہیں: وکان یحفظ حدیثه کله وکان قد سمع من ابی حنیفة

کثیرا۔

وکیع بن جراح کو امام اعظم کی سب حدیثیں یاد تھیں اور انہوں نے امام اعظم سے احادیث کا بہت زیادہ سماع کیا تھا۔

امام مکی بن ابراہیم، امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے استاذ تھے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں بائیس ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیم کی سند سے روایت کی ہیں۔

امام صدر الائمہ موفق بن احمد مکی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولزم اباحنیفۃ رحمہ اللہ وسمع منہ الحدیث۔

انہوں نے اپنے اوپر سماع حدیث کے لئے ابوحنیفہ کے درس کو لازم کرلیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ ثلاثیات درج کرنے کا جو شرف حاصل ہوا ہے وہ دراصل امام اعظم کے تلامذہ کا صدقہ ہے اور یہ صرف ایک مکی بن ابراہیم کی بات نہیں ہے۔امام بخاری کی اسانید میں اکثر شیوخ حنفی ہیں ان حوالوں سے یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ امام اعظم علم حدیث میں مرجع خلائق تھے، ائمہ فن نے آپ سے حدیث کا سماع کیا اور جن شیوخ کے وجود سے صحاح ستہ کی عمارت قائم ہے ان میں سے اکثر حضرات آپ کے علم حدیث میں بالواسطہ یا بلا واسطہ شاگرد ہیں۔

فقیہ عصر شارح بخاری علیہ رحمۃ الباری تقلیل روایت کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ جس شان کے محدث تھے اس کے لحاظ سے روایت کم ہے۔مگر یہ ایسا الزام ہے کہ امام بخاری جیسے محدث پر بھی عائد ہے۔انہیں چھ لاکھ احادیث یاد تھیں جن میں ایک لاکھ صحیح یاد تھیں۔مگر بخاری میں کتنی احادیث ہیں۔غور کیجئے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صرف ڈھائی ہزار سے کچھ زیادہ ہیں۔کیا یہ تقلیل روایت نہیں ہے؟۔

پھر محدثین کی کوشش صرف احادیث جمع کرنا اور پھیلانا تھا۔مگر حضرت امام اعظم کا منصب ان سب سے بہت بلند اور بہت اہم اور بہت مشکل تھا۔وہ امت مسلمہ کی آسانی کے لئے قرآن وحدیث واقوال صحابہ سے منقح مسائل اعتقادیہ وعملیہ کا استنباط اور ان کو جمع کرنا تھا۔مسائل کا استنباط کتنا مشکل ہے۔اس میں مصروفیت اور پھر عوام وخواص کو ان کے حوادث پر احکام بتانے کی مشغولیت نے اتنا موقع نہ دیا کہ وہ اپنی شان کے لائق بکثرت روایت کرتے۔

ایک وجہ قلت روایت کی یہ بھی ہے کہ آپ نے روایت حدیث کے لئے نہایت سخت اصول وضع کئے تھے، اور استدلال واستنباط مسائل میں مزید احتیاط سے کام لیتے، نتیجہ کے طور پر روایت کم فرمائی۔

چند اصول یہ ہیں:

۱۔سماعت سے لیکر روایت تک حدیث راوی کے ذہن میں محفوظ رہے۔

۲۔ صحابہ وفقہاء تابعین کے سوا کسی کی روایت بالمعنی مقبول نہیں۔

۳۔صحابہ سے ایک جماعت اتقیاء نے روایت کیا ہو۔

۴۔عمومی احکام میں وہ روایت چند صحابہ سے آئی ہو۔
۵۔اسلام کے کسی مسلم اصول کے مخالف نہ ہو۔
۶۔قرآن پر زیادت یا تخصیص کرنے والی خبر واحد غیر مقبول ہے۔
۷۔صراحت قرآن کے مخالف خبر واحد بھی غیر مقبول ہے۔
۸۔سنت مشہورہ کے خلاف خبر واحد بھی غیر مقبول ہے۔
۹۔ راوی کا عمل روایت کے خلاف ہو جب بھی غیر مقبول۔
۱۰۔ایک واقعہ کے دو راوی ہوں، ایک کی طرف سے امر زائد منقول ہو اور دوسرا نفی بلا دلیل کرے تو یہ نفی مقبول نہیں۔
۱۱۔حدیث میں حکم عام کے مقابل حدیث میں حکم خاص مقبول نہیں۔
۱۲۔صحابہ کی ایک جماعت کے عمل کے خلاف خبر واحد قولی یا عملی مقبول نہیں۔
۱۳۔کسی واقعہ کے مشاہدہ کے بارے میں متعارض روایات میں قریب سے مشاہدہ کرنے والے کی روایت مقبول ہوگی۔
۱۴۔قلت وسائط اور کثرت تفقہ کے اعتبار سے راویوں کی متعارض روایات میں کثرت تفقہ کو ترجیح ہوگی۔
۱۵۔حدود وکفارات میں خبر واحد غیر مقبول۔
۱۶۔جس حدیث میں بعض اسلاف پر طعن ہو وہ بھی مقبول نہیں۔

واضح رہے کہ احادیث کو محفوظ کرنا پہلی منزل ہے، پھر ان کو روایت کرنا اور اشاعت دوسرا درجہ۔اور آخری منزل ان احادیث سے مسائل اعتقادیہ وعملیہ کا استنباط ہے۔اس منزل میں آکر غایت احتیاط کی ضرورت پڑتی ہے۔امام اعظم نے کتنی روایات محفوظ کی تھیں آپ پڑھ چکے کہ اس وقت کی تمام مرویات آپ کے پیش نظر تھیں۔پھر ان سب کو روایت نہ کرنے کی وجہ استنباط واستخراج مسائل میں مشغولی تھی جیسا کہ گذر گیا۔

اب آخری منزل جو خاص احتیاط کی تھی اس کے سبب تمام روایات صحائف میں ثبت نہ ہو سکیں کہ ان کی ضرورت ہی نہیں تھی۔جو معمول بہا تھیں ان کو املا کرایا اور انہیں سے تدوین فقہ میں کام لیا۔

فقہ حنفی میں بظاہر جو تقلیل روایت نظر آتی ہے اس کی ایک وجہ اور بھی ہے، وہ یہ کہ امام اعظم نے جو مسائل شرعیہ بیان فرمائے ان کو لوگ ہر جگہ محض امام اعظم کا قول سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔بلکہ کثیر مقامات پر ایسا ہے کہ احادیث بصورت مسائل ذکر کی گئی ہیں۔امام اعظم نے احادیث وآثار کو حسب موقع بصورت افتاء ومسائل نقل فرمایا ہے جس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کہنے والے کا خود اپنا قول ہے حالانکہ وہ کسی روایت سے حاصل شدہ حکم ہوتا ہے حتی کہ بعض اوقات بعینہ روایت کے الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے۔

امام اعظم کا یہ طریقہ خود اپنا نہیں تھا بلکہ ان بعض اکابر صحابہ کا تھا جو روایت حدیث میں غایت احتیاط سے کام لیتے تھے، وہ ہر جگہ صریح طور پر حضور کی طرف نسبت کرنے سے احتراز کرتے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی صراحۃً نسبت

کرنے میں ان کی نظر حضور کے اس فرمان کی طرف رہتی تھی کہ من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار۔

جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا۔

لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے شعوری یا غیر شعوری طور پر انتساب میں کوتاہی ہو جائے اور ہم اس وعید شدید کے سزاوار ٹھہریں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اس سلسلہ میں سرفہرست رہے ہیں جن کے واقعات آپ نے ابتداء مضمون میں ملاحظہ فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کی شام بلاناغہ حضرت ابن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن میں نے کبھی آپ کی زبان سے یہ الفاظ نہیں سنے کہ حضور نے یہ فرمایا۔

ایک شام ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہتے ہیں! یہ الفاظ کہتے ہی وہ جھک گئے میں نے ان کی طرف دیکھا تو کھڑے تھے، ان کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے، آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا اور گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں۔ یہ آپ کی غایت احتیاط کا مظاہرہ تھا۔

اس وجہ سے آپ کے تلامذہ میں بھی یہ طریقہ رائج رہا کہ اکثر احادیث بصورت مسائل بیان فرماتے اور وقت ضرورت ہی حضور کی طرف نسبت کرتے تھے، کوفہ میں مقیم محدثین وفقہاء بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ آپ پڑھ چکے، امام اعظم کا سلسلہ سند حدیث وفقہ بھی آپ تک پہنچتا ہے لہٰذا جو احتیاط پہلے سے چلی آرہی تھی اس کو امام اعظم نے بھی اپنایا ہے اور بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ امام ابوحنیفہ احادیث سے کم اور اپنی رائے سے زیادہ کام لیتے اور فتویٰ دیتے ہیں۔

کلمات الثنا: امام اعظم کی جلالت شان اور علمی وعملی کمالات کو آپ کے معاصرین واقران۔ محدثین وفقہاء، مشائخ وصوفیاء، تلامذہ واساتذہ سب نے تسلیم کیا اور بیک زبان بے شمار حضرات نے آپ کی برتری وفضیلت کا اعتراف کیا ہے۔ حدیث وفقہ دونوں میں آپ کی علوشان کی گواہی دینے میں بڑے بڑوں نے بھی کبھی کوئی جھجک محسوس نہیں کی، چند حضرات کے تاثرات ملاحظہ کیجئے۔

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

ان کی مجلس میں بڑوں کو چھوٹا دیکھا، ان کی مجلس میں اپنے آپ کو جتنا کم رتبہ دیکھا کسی کی مجلس میں نہ دیکھا، اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ میں افراط سے کام لے رہا ہوں تو میں ابوحنیفہ پر کسی کو مقدم نہیں کرتا۔

نیز فرمایا:

امام اعظم کی نسبت تم لوگ کیسے کہتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے، ابوحنیفہ کی رائے مت کہو حدیث کی تفسیر کہو۔ اگر ابوحنیفہ تابعین کے زمانہ میں ہوتے تو تابعین بھی ان کے محتاج ہوتے۔ آپ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے وہی کہتے تھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، احادیث ناسخ ومنسوخ کے بہت ماہر تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے امام اعظم اور سفیان ثوری کے ذریعہ میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں میں سے ہوتا۔ میں نے ان میں دیکھا کہ ہر دن شرافت اور خیر کا اضافہ ہوتا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: ابوحنیفہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں، میری آنکھوں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔

مکی بن ابراہیم استاذ امام بخاری فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اپنے زمانے کے اعلم علماء تھے۔

امام مالک سے امام شافعی نے متعدد محدثین کا حال پوچھا، اخیر میں امام ابوحنیفہ کو دریافت کیا تو فرمایا: سبحان اللہ! وہ عجیب ہستی کے مالک تھے، میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔

سعید بن عروبہ نے کہا: ہم نے جو متفرق طور پر مختلف مقامات سے حاصل کیا وہ سب آپ میں مجتمع تھا۔

خلف بن ایوب نے کہا: اللہ عزوجل کی طرف سے علم حضور کو ملا، اور حضور نے صحابہ کو، صحابہ نے تابعین کو اور تابعین سے امام اعظم اور آپ کے اصحاب کو، حق یہی ہے خواہ اس پر کوئی راضی ہو یا ناراض۔

اسرائیل بن یونس نے کہا: اس زمانے میں لوگ جن جن چیزوں کے محتاج ہیں امام ابوحنیفہ ان سب کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے پوتے حضرت قاسم فرماتے: امام ابوحنیفہ کی مجلس سے زیادہ فیض رساں اور کوئی مجلس نہیں۔

حفص بن غیاث نے کہا: امام ابوحنیفہ جیسا ان احادیث کا عالم میں نے نہ دیکھا جو احکام میں صحیح اور مفید ہوں۔

مسعر بن کدام کہتے تھے: مجھے صرف دو آدمیوں پر رشک آتا ہے، ابوحنیفہ پر ان کی فقہ کی وجہ سے، اور حسن بن صالح پر ان کے زہد کی وجہ سے۔

ابوعلقمہ نے کہا: میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی حدیثوں کو امام ابوحنیفہ پر پیش کیا تو انہوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کیا، اب مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں کیوں نہیں سنادیں۔

امام ابویوسف فرماتے: میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر حدیث کے معانی اور فقہی نکات جاننے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ جس مسئلہ میں غور وخوض کرتا تو امام اعظم کا نظریہ اخروی نجات سے زیادہ قریب تھا۔ میں آپ کے لئے اپنے والد سے پہلے دعا مانگتا ہوں۔

ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں: امام سفیان امام اعظم کے لئے کھڑے ہوتے تو میں نے تعظیم کی وجہ پوچھی۔ فرمایا: وہ علم میں ذی مرتبہ شخص ہیں، اگر میں ان کے علم کے لئے نہ اٹھتا تو ان کے سن وسال کی وجہ سے اٹھتا، اگر اس وجہ سے نہیں تو ان کی فقہ کی وجہ سے اٹھتا، اور اس کے لئے بھی نہیں تو تقویٰ کی وجہ سے اٹھتا۔

امام شافعی فرماتے: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں، امام ابوحنیفہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ میں موافقت حق عطا کی گئی۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: جب لوگ امام اعظم کے مرتبہ کو نہ پاسکے تو حسد کرنے لگے۔

امام شعبہ نے وصال امام اعظم پر فرمایا: اہل کوفہ سے علم کے نور کی روشنی بجھ گئی، اب اہل کوفہ ان کا مثل نہ دیکھ سکیں گے۔

داؤد طائی نے کہا: ہر وہ علم جو امام ابوحنیفہ کے علم سے نہیں وہ اس علم والے کے لئے آفت ہے۔

ابن جریج نے وصال امام اعظم پر فرمایا: کیسا عظیم علم ہاتھ چلا گیا۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ متقی، پرہیز گار، زاہد، عالم، زبان کے سچے اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ تھے، میں نے ان کے معاصرین پائے سب کو یہ ہی کہتے سنا: ابوحنیفہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

فضیل بن عیاض نے فرمایا: ابوحنیفہ ایک فقیہ شخص تھے اور فقہ میں معروف، انکی رات عبادت میں گذرتی، بات کم کرتے، ہاں جب مسئلہ حلال وحرام کا آتا تو حق بیان فرماتے، صحیح حدیث ہوتی تو اس کی پیروی کرتے خواہ صحابہ وتابعین سے ہو ورنہ قیاس کرتے اور اچھا قیاس کرتے۔

ابن شبرمہ نے کہا: عورتیں عاجز ہوگئیں کہ نعمان کا مثل جنیں۔ عبدالرزاق بن ہمام کہتے ہیں: ابوحنیفہ سے زیادہ علم والا کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

امام زفر نے فرمایا: امام ابوحنیفہ جب تکلم فرماتے تو ہم یہ سمجھتے کہ فرشتہ ان کو تلقین کر رہا ہے۔ علی بن ہاشم نے کہا: ابوحنیفہ علم کا خزانہ تھے، جو مسائل بڑوں پر مشکل ہوتے آپ پر آسان ہوتے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے مالک پر وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ابوحنیفہ پر وہ امام تھے۔

یحییٰ بن سعید قطان نے کہا: امام ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر کسی کی رائے نہیں،

خارجہ بن مصعب نے کہا: فقہاء میں ابوحنیفہ مثل چکی کے پاٹ کے محور ہیں، یا ایک ماہر صراف کے مانند ہیں جو سونے کو پرکھتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہ کی رکاب پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے: قسم بخدا! میں نے فقہ میں تم سے اچھا بولنے والا اصبر کرنے والا اور تم سے بڑھکر حاضر جواب نہیں دیکھا، بیشک تمہارے دور میں جس نے فقہ میں لب کشائی کی تم اس کے بلا قیل وقال آقا ہو۔ جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ حسد کی بنا پر کرتے ہیں۔

ابو مطیع نے بیان کیا کہ میں ایک دن کوفہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ، امام جعفر صادق اور دوسرے علماء آئے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے کہا: ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ آپ دین میں کثرت سے قیاس کرتے ہیں۔ اسکی وجہ سے ہم کو آپ کی عاقبت کا اندیشہ ہے، کیونکہ ابتداء جس نے قیاس کیا ہے وہ ابلیس ہے۔ امام ابوحنیفہ نے ان حضرات سے بحث کی اور یہ بحث صبح سے زوال تک جاری رہی اور وہ دن جمعہ کا تھا۔

حضرت امام نے اپنا مذہب بیان کیا کہ اولاً کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنت پر، اور پھر حضرات صحابہ کے فیصلوں پر، اور جس پر ان حضرات کا اتفاق ہوتا ہے اسکو مقدم رکھتا ہوں اور اسکے بعد قیاس کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرات علماء کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت امام کے سر اور گھٹنوں کو بوسہ دیا اور کہا: آپ علماء کے سردار ہیں اور ہم نے جو کچھ برائیاں کی ہیں اپنی لاعلمی کی

وجہ سے کی ہیں۔آپ اس کو معاف کردیں۔آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ سب کی مغفرت فرمائے۔آمین۔

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: میں امام اوزاعی سے ملنے ملک شام آیا اور بیروت میں ان سے ملا۔انہوں نے مجھ سے کہا: اے خراسانی! یہ بدعتی کون ہے جو کوفہ میں نکلا ہے اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہے، میں اپنی قیام گاہ پر آیا اور امام ابوحنیفہ کی کتابوں میں مصروف ہوا، چند مسائل اخذ کر کے پہنچا، میرے ہاتھ میں تحریر دیکھ کر پوچھا کیا ہے، میں نے پیش کیا، تحریر پڑھ کر بولے، یہ نعمان بن ثابت کون ہیں؟ میں نے کہا: ایک شیخ ہیں جن سے عراق میں میری ملاقات ہوئی۔فرمایا: یہ مشائخ میں زیادہ دانشمند ہیں۔ان سے علم میں اضافہ کرو، میں نے ان سے کہا: یہی وہ ابوحنیفہ ہی جن سے آپ نے مجھے روکا تھا۔

امام اعظم سے اس کے بعد مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی، مسائل میں گفتگو ہوئی، جب ان سے میری بلاقات دوبارہ ہوئی تو امام اوزاعی فرماتے تھے، اب مجھے ان کے کثرت علم وعقلمندی پر رشک ہوتا ہے۔میں ان کے متعلق کھلی غلطی پر تھا، میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

مدینہ منورہ میں حضرت امام باقر سے ملاقات ہوئی، ایک صاحب نے تعارف کرایا، فرمایا: اچھا آپ وہی ہیں جو قیاس کر کے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہیں۔عرض کیا: معاذ اللہ، کون رد کرسکتا ہے۔حضور اگر اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔اجازت کے بعد عرض کیا:

حضور مرد ضعیف ہے یا عورت؟ ارشاد فرمایا: عورت۔عرض کیا: وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟

فرمایا: مرد کا۔

عرض کیا:

میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم دیتا۔

پھر عرض کیا:

نماز افضل ہے یا روزہ؟

فرمایا: نماز۔

عرض کیا:

قیاس یہ چاہتا ہے کہ حائضہ پر نماز کی قضا بدرجۂ اولی ہونی چاہیے، اگر قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضا کرے۔

پھر عرض کیا:

منی کی ناپاکی شدید تر ہے یا پیشاب کی؟

فرمایا: پیشاب کی۔

عرض کیا:

قیاس کرتا تو پیشاب کے بعد غسل کا حکم بدرجۂ اولی دیتا۔

اس پر امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھکر پیشانی چوم لی۔اس کے بعد ایک مدت تک حضرت امام باقر کی خدمت میں رہ کر فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔

امام جعفر صادق نے فرمایا: یہ ابوحنیفہ ہیں اور اپنے شہر کے سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

یہ ائمہ وقت اور اساطین ملت تو امام اعظم کے علم وفن اور فضل وکمال پر کھلے دل سے شہادت پیش کرتے ہیں اور آج کے کچھ نام نہاد مجتہدین وقت نہایت بے غیرتی کا ثبوت دیتے ہوئے کہتے پھرتے اور کتابوں میں لکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کا حشر عابدین میں تو ہوسکتا ہے لیکن علماء وائمہ میں نہیں ہوگا۔نعوذ باللہ من ذلک۔

محیر العقول فتاوی

امام وکیع بیان کرتے ہیں کہ ایک ولیمہ کی دعوت میں امام ابوحنیفہ،امام سفیان ثوری،امام مسعر بن کدام،مالک بن مغول،جعفر بن زیاد،احمد اور حسن بن صالح کا اجتماع ہوا۔کوفہ کے اشراف اور موالی کا اجتماع تھا۔صاحب خانہ نے اپنے دو بیٹوں کی شادی ایک شخص کی دو بیٹیوں سے کی تھی۔یہ شخص گھبرایا ہوا آیا اور اس نے کہا۔ہم ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگئے ہیں اور اس نے بیان کیا گھر میں غلطی سے ایک کی بیوی دوسرے کے پاس پہنچادی گئی اور دونوں نے اپنے بھائی کی بیوی سے شب باشی کرلی ہے۔

سفیان ثوری نے کہا کوئی بات نہیں۔

اور آپ نے کہا میرے نزدیک دونوں افراد پر شب باشی کرنے کی وجہ سے مہر واجب ہے اور ہر عورت اپنے زوج کے پاس چلی جائے(یعنی جس سے اس کا نکاح ہوا ہے)لوگوں نے سفیان کی بات سنی اور پسند کی امام ابوحنیفہ خاموش بیٹھے رہے۔مسعر بن کدام نے ان سے کہا تم کیا کہتے ہو۔سفیان ثوری نے کہا وہ اس بات کے علاوہ کیا کہیں گے۔ابوحنیفہ نے کہا۔دونوں لڑکوں کو بلاؤ، چنانچہ وہ دونوں آئے۔حضرت امام نے ان میں سے ہر ایک سے دریافت کیا ''تم کو وہ عورت پسند ہے جس کے ساتھ تم نے شب باشی کی ہے۔'' ان دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔آپ نے ہر ایک سے کہا اس عورت کا نام کیا ہے جو تمہارے بھائی کے پاس گئی ہے۔دونوں نے لڑکی کا اور اس کے باپ کا نام بتایا۔

آپ نے ان سے کہا۔اب تم اس کو طلاق دو۔چنانچہ دونوں نے طلاق دی اور آپ نے خطبہ پڑھ کر ہر ایک کا نکاح اس عورت سے کردیا جو اس کے پاس رہی ہے۔اور آپ نے دونوں لڑکوں کے والد سے کہا۔دعوت ولیمہ کی تجدید کرو۔

ابوحنیفہ کا فتوی بن کر سب متحیر ہوئے اور مسعر نے اٹھ کر ابوحنیفہ کا منہ چوما اور کہا تم لوگ مجھ کو ابوحنیفہ کی محبت پر ملامت کرتے ہو۔

جواب امام سفیان کا بھی درست تھا لیکن کیا ضروری تھا کہ دونوں شوہروں کی غیرت اس بات کو گوارہ کرلیتی کہ جس سے دوسرے نے شب باشی کی ہے کہ وہ اب اس پہلے کے ساتھ رہے۔

امام وکیع ہی بیان کرتے ہیں: ہم امام ابوحنیفہ کے پاس تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میرے بھائی کی وفات ہوئی

ہے اس نے چھ سو دینار چھوڑے اور اب مجھ کو ورثہ میں ایک دینار ملا ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ میراث کی تقسیم کس نے کی ہے۔ اس نے کہا داؤد طائی نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا انہوں نے ٹھیک کی ہے۔ کیا تمہارے بھائی نے دولڑکیاں چھوڑی ہیں؟ عورت نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے پوچھا اور ماں چھوڑی ہے؟ عورت نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے پوچھا اور بیوی چھوڑی ہے؟ عورت نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے پوچھا اور ایک بہن اور بارہ بھائی چھوڑے ہیں؟ عورت نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے کہا لڑکیوں کا دوتہائی حصہ ہے یعنی چار سو دینار اور چھٹا حصہ ماں کا ہے یعنی ایک سو دینار اور آٹھواں حصہ بیوی کا ہے یعنی پچھتر دینار۔ باقی رہے پچیس دینار۔ اس سے بارہ بھائیوں کے چوبیس دینار یعنی ہر بھائی کو دو دینار اور تم بہن ہو تمہارا ایک دینار ہوا۔

امام ابو یوسف بیان فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ سے کسی شخص نے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ اپنی بیوی سے بات نہیں کروں گا جب تک وہ مجھ سے بات نہ کرلے، اور میری بیوی نے قسم کھائی کہ جو مال میرا ہے وہ سب صدقہ ہوگا اگر وہ مجھ سے بات کرلے جب تک کہ میں اس سے بات نہ کرلوں۔ ابوحنیفہ نے اس شخص سے کہا۔ کیا تم نے یہ مسئلہ کسی سے پوچھا ہے؟ اس شخص نے کہا۔ میں نے سفیان ثوری سے یہ مسئلہ پوچھا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ تم دونوں میں سے جو بھی دوسرے سے بات کرے گا وہ حانث ہوجائے گا۔ ابوحنیفہ نے اس شخص سے کہا: جاؤ اپنی بیوی سے بات کرو، تم دونوں حانث نہ ہوگے۔ وہ شخص ابوحنیفہ کی بات سن کر سفیان ثوری کے پاس گیا۔ اس شخص کی سفیان ثوری سے کچھ رشتہ داری بھی تھی، اس نے ابوحنیفہ کا جواب سفیان ثوری سے بیان کیا، وہ جھنجھلا کر ابوحنیفہ کے پاس آئے اور انہوں نے ابوحنیفہ سے غصہ میں کہا۔ کیا تم حرام کراؤ گے۔ آپ نے کہا کیا بات ہے، اے ابوعبداللہ۔ اور پھر آپ نے سوال کرنے والے سے کہا کہ اپنا سوال ابوعبداللہ کے سامنے دہراؤ۔ چنانچہ اس نے اپنا سوال دہرایا اور ابوحنیفہ نے اپنا فتویٰ دہرایا۔ سفیان نے کہا۔ تم نے یہ بات کہاں سے کہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خاوند کے قسم کھانے کے بعد اس کی بیوی نے خاوند سے بات کی لہٰذا خاوند کی قسم پوری ہوگئی اب وہ جا کر بیوی سے بات کرلے تا کہ اس کی قسم پوری ہوجائے اور دونوں میں سے کوئی بھی حانث نہیں ہے۔

یہ سن کر سفیان ثوری نے کہا: انه ليكشف لك من العلم عن شئ كلنا عنه غافل. حقیقت امر یہ ہے کہ تم پر علم کے وہ دقائق واضح ہوتے ہیں کہ ہم سب اس سے غافل ہیں۔

امام لیث بن سعد کہتے تھے: کہ میں ابوحنیفہ کا ذکر سنا کرتا تھا اور میری تمنا اور خواہش تھی کہ ان کو دیکھوں۔ اتفاق سے میں مکہ میں تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگ ٹوٹے پڑتے ہیں اور ایک شخص ان کو یا ابا حنیفہ کہہ کر صدا کررہا تھا۔ لہٰذا میں نے دیکھا کہ یہ شخص ابوحنیفہ ہیں۔ آواز دینے والے نے ان سے کہا میں دولتمند ہوں میرا ایک بیٹا ہے۔ میں اس کی شادی کرتا ہوں، روپیہ خرچ کرتا ہوں، وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے، میں اس کی شادی پر کافی روپیہ خرچ کرتا ہوں اور یہ سب ضائع ہوتا ہے، کیا میرے واسطے کوئی حیلہ ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا تم اپنے بیٹے کو اس بازار لے جاؤ جہاں لونڈی غلام فروخت ہوتے ہیں۔ وہاں اس کی پسند کی لونڈی خرید لو، وہ تمہاری ملکیت میں رہے، اس کا نکاح اپنے بیٹے سے کردو، اگر وہ طلاق دے گا باندی تمہاری رہے گی۔

یہ کہہ کر لیث بن سعد نے کہا: فواللہ ما اعجبنی سرعۃ جوابہ۔ اللہ کی قسم ہے آپ کے جواب پر مجھ کو اتنا تعجب نہ ہوا جتنا کہ ان کے جواب دینے کی سرعت سے ہوا۔ یعنی پوچھنے کی دیر تھی کہ جواب تیار تھا۔

امام ابو یوسف بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک شخص سے اس کی بیوی کا جھگڑا ہوا۔ شوہر یہ قسم کھا بیٹھا کہ جب تک تو نہیں بولے گی میں بھی نہیں بولوں گا بیوی کیوں پیچھے رہتی۔ اس نے بھی برابر کی قسم کھائی جب تک تو نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اب دونوں پریشان۔ شوہر حضرت سفیان ثوری کے پاس گیا کہ اس کا حل کیا ہے، فرمایا کہ بیوی سے بات کرو وہ تم سے کرے اور قسم کا کفارہ دیدو۔ شوہر حضرت امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ تم اس سے بار کرو اور وہ تم سے بات کرے، کفارہ کی ضرورت نہیں۔ جب سفیان ثوری کو یہ معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے۔ امام اعظم کے پاس جا کر یہاں تک کہہ دیا کہ تم لوگوں کو غلط مسئلہ بتاتے ہو۔ امام صاحب نے اسے بلوایا اور اس سے دوبارہ پورا واقعہ بیان کرنے کو کہا۔ جب وہ بیان کر چکا تو امام صاحب نے حضرت سفیان ثوری سے کہا۔ جب شوہر کے قسم کے بعد عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے وہ جملہ کہا تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء ہوگئی۔ اب قسم کہاں رہی۔ اس پر حضرت سفیان ثوری نے کہا۔ واقعی عین موقع پر آپ کی فہم وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں ہم لوگوں کا خیال نہیں جاتا۔

امام اعظم پر مظالم اور وصال: بنو امیہ کے آخری حکمراں مروان الحمار نے یزید بن عمرو بن ہبیرہ کو عراق کا والی بنادیا تھا، عراق میں جب بنو مروان کے خلاف فتنہ اٹھا تو ابن ہبیرہ نے علماء کو جمع کر کے مختلف کاموں پر متعین کیا۔ ابن ابی لیلی، ابن شبرمہ اور داؤد بن ابی ہند بھی اس میں شامل تھے۔

امام اعظم کے پاس قاصد بھیج کر آپ کو بلوایا اور ابن ہبیرہ نے آپ پر عہدۂ قضا پیش کرتے ہوئے یہاں تک کہا کہ یہ حکومت کی مہر ہے، آپ کے حکم کے بغیر سلطنت میں کوئی کام نہیں ہوگا، بیت المال پر سارا اختیار آپ کا رہے گا۔ لہٰذا آپ یہ عہد قبول کریں، آپ نے انکار کیا۔ ابن ھبیرہ نے قسم کھائی کہ یہ عہدہ آپ کو قبول کرنا ہوگا ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔ آپ نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز قبول نہیں کرونگا۔ یہ سن کر بولا آپ میرے مقابلہ میں قسم کھاتے ہیں۔ لہٰذا آپ کے سر پر کوڑوں کی بوچھار شروع کردی گئی۔ بیس کوڑے مارے گئے اور دس دن تک کوڑے لگوائے جاتے رہے۔ امام اعظم نے فرمایا: اے ابن ھبیرہ! یاد رکھو کل بروز قیامت خدا کو منہ دکھانا ہے۔ تم کو کل اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہوگا اور میرے مقابلہ میں تمہیں نہایت ذلیل کیا جائے گا، یہ سن کر ابن ھبیرہ نے کوڑے تو رکوادیے لیکن قید خانہ میں بھیج دیا۔

رات کو خواب میں ابن ھبیرہ نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں۔ اے ابن ھبیرہ! میری امت کے لوگوں کو بغیر کسی جرم کے سزائیں دیتا اور ستاتا ہے، خدا سے ڈر اور انجام کی فکر کر۔

یہ خواب دیکھ کر نہایت بے چین ہوا اور صبح اٹھکر آپ کو قید خانے سے رہا کردیا۔ اس طرح آپ کی قسم پوری ہوگئی۔ یہ پہلی ابتلاء وآزمائش تھی۔ بعد کے واقعات شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ کریں۔

خلافت بنوامیہ کے خاتمہ کے بعد سفاح پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کے

لئے وہ وہ مظالم کئے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں۔ منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ سلاطین عباسیہ کی پیشانی کا بہت بڑا ابدنما داغ ہیں۔ اسی خونخوار نے حضرت محمد بن ابراہیم دیباج کو دیوار میں زندہ چنوادیا۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد۔ ان مظلوموں میں سے حضرت محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں خروج کیا۔ ابتداء ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ تھے۔ بعد میں بہت بڑی فوج تیار کر لی۔ حضرت امام مالک نے بھی ان کی حمایت کا فتوی دیدیا۔ نفس ذکیہ بہت شجاع فن جنگ کے ماہر قوی طاقتور تھے۔ مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیاز کہ جب منصور سے مقابلہ ہوا تو ۱۴۵ھ میں داد مردانگی دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے خلافت کا دعوی کیا۔ ہر طرف سے ان کی حمایت ہوئی۔ خاص کوفے میں لگ بھگ لاکھ آدمی ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ بڑے بڑے ائمہ علماء فقہاء نے ان کا ساتھ دیا۔ حتی کہ حضرت امام اعظم نے بھی ان کی حمایت کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے جس کا ان کو مرتے دم تک افسوس رہا۔ مگر مالی امداد کی۔ لیکن نوشۂ تقدیر کون بدلے۔ ابراہیم کو بھی منصور کے مقابلے میں شکست ہوئی اور ابراہیم بھی شہید ہو گئے۔

ابراہیم سے فارغ ہوکر منصور نے ان لوگوں کی طرف توجہ کی جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا تھا۔ ۱۴۶ھ میں بغداد کو دارالسلطنت بنانے کے بعد منصور نے حضرت امام اعظم کو بغداد بلوایا۔ منصور انہیں شہید کرنا چاہتا تھا۔ مگر جواز قتل کے لئے بہانہ کی تلاش تھی۔ اسے معلوم تھا کہ حضرت امام میری حکومت کے کسی عہدے کو قبول نہ کریں گے۔ اس نے حضرت امام کی خدمت میں عہدہ قضا پیش کیا۔ امام صاحب نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ میں اس کے لائق نہیں۔ منصور نے جھنجھلا کر کہا تم جھوٹے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تو ثابت کہ میں عہدۂ قضا کے لائق نہیں۔ جھوٹا ہوں تو بھی عہدۂ قضا کے لائق نہیں، اس لئے کہ جھوٹے کو قاضی بنانا جائز نہیں۔ اس پر بھی نہ مانا اور قسم کھا کر کہا تم کو قبول کرنا پڑے گا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز نہیں قبول کروں گا۔ ربیع نے غصے سے کہا ابوحنیفہ تم امیر المومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا۔ ہاں یہ اس لئے کہ امیر المومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ اس پر منصور نے جز بز ہو کر حضرت امام کو قید خانے میں بھیج دیا۔ اس مدت میں منصور حضرت امام کو بلا کر اکثر علمی نداکرات کرتا رہتا تھا منصور نے حضرت امام کو قید تو کر دیا مگر وہ ان کی طرف سے مطمئن ہرگز نہ تھا۔ بغداد چونکہ دارالسلطنت تھا۔ اس لئے تمام دنیائے اسلام کے علماء، فقہاء، امراء، تجار، عوام، خواص بغداد آتے تھے۔ حضرت امام کا غلغلہ پوری دنیا میں گھر گھر پہنچ چکا تھا۔ قید نے ان کی عظمت اور اثر کو بجائے کم کرنے اور زیادہ بڑھا دیا۔ جیل خانے ہی میں لوگ جاتے اور ان سے فیض حاصل کرتے۔ حضرت امام محمد اخیر وقت تک قید خانے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ منصور نے جب دیکھا کہ یوں کام نہیں بنا تو خفیہ زہر دلوادیا۔ جب حضرت امام کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو خالق بے نیاز کی بارگاہ میں سجدہ کیا

سجدے ہی کی حالت میں روح پرواز کر گئی جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

تجہیز و تدفین۔ وصال کی خبر بجلی کی طرح پورے بغداد میں پھیل گئی۔ جو سنتا بھاگا ہوا چلا آتا۔ قاضی بغداد عمارہ بن حسن نے

غسل دیا۔ غسل دیتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے واللہ! تم سب سے بڑے فقیہ، سب سے بڑے عابد، سب سے بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں جمع تھیں۔ تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا ہے کہ وہ تمہارے مرتبے کو پہنچ سکیں۔ غسل سے فارغ ہوتے ہوتے جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ پہلی بار نماز جنازہ میں پچاس ہزار کا مجمع شریک تھا۔ اس پر بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ چھ بار نماز جنازہ ہوئی۔ اخیر میں حضرت امام کے صاحبزادے، حضرت حماد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی۔

حضرت امام نے وصیت کی تھی کہ انہیں خیزران کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اس لئے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی۔ اسی کے مطابق اس کے مشرقی حصے میں مدفون ہوئے۔ دفن کے بعد بھی بیس دن تک لوگ حضرت امام کی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ ایسے قبول عام کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

اس وقت وہ ائمہ محدثین وفقہاء موجود تھے جن میں بعض حضرات امام کے استاذ بھی تھے، سب کو حضرت امام کے وصال کا بے انداز غم ہوا۔ مکہ معظمہ میں ابن جریج تھے۔ انہوں نے وصال کی خبر سن کر، اناللہ پڑھا اور کہا۔ بہت بڑا عالم چلا گیا۔ بصرہ کے امام اور خود حضرت امام کے استاذ امام شعبہ نے بہت افسوس کیا اور فرمایا کوفہ میں اندھیرا ہو گیا۔ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک وصال کی خبر سن کر بغداد حاضر ہوئے۔ جب امام کے مزار پر پہنچے۔ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ ابوحنیفہ! اللہ عزوجل تم پر رحمت برسائے۔ ابراہیم گئے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ حماد نے وصال کیا تو تمہیں اپنا جانشین چھوڑا۔ تم گئے تو پوری دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔

حضرت امام کا مزار پرانوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام وخواص ہے۔

حضرت امام شافعی نے فرمایا:

میں حضرت امام ابوحنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آتی ہے ان کے مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اعلم انه لم یزل العلماء وذوالحاجات یزورون قبره ویتوسلون عنده فی قضاء حوائجهم ویرون نجح ذلک منهم الامام الشافعی رحمة الله علیه انتهی۔

یعنی جان لے کہ علماء واصحاب حاجات امام صاحب کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور قضاء حاجات کے لئے آپ کو وسیلہ پکڑتے رہے اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے ہیں۔ ان علماء میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

سلطان الپ ارسلاں سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں مزار پاک پر ایک عالیشان قبہ بنوایا اور اسکے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا۔ یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا۔ نہایت شاندار لاجواب عمارت بنوائی۔ اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علماء وعمائد کو مدعو کیا۔ یہ مدرسہ ''مشہد ابوحنیفہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ مدت تک قائم رہا۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا، جس میں قیام کرنے والوں کو علاوہ اور سہولتوں کے کھانا بھی ملتا تھا۔ بغداد کا مشہور دار العلوم نظامیہ اس کے بعد قائم ہوا۔ حضرت امام کا وصال نوے سال

کی عمر میں شعبان کی دوسری تاریخ کو ۱۵۰ھ میں ہوا۔

امام المسلمین ابوحنیفہ

از: حضرت امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ

لقد زان البلاد و من علیہا ★ امام المسلمین ابو حنیفہ

باحکام و آثار و فقہ ★ کآیات الزبور علی صحیفہ

فما فی المشرقین لہ نظیر ★ ولا فی المغربین ولا بکوفہ

یبیت مشمرا اسہر اللیالی ★ و صام نہارہ للہ خیفہ

☆ امام المسلمین ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے شہروں اور شہریوں کو زینت بخشی،

☆ احکام قرآن، آثار حدیث اور فقہ سے، جیسے صحیفہ میں زبور کی آیات نے۔

☆ کوفہ بلکہ مشرق و مغرب میں ان کی نظیر نہیں ملتی، یعنی روئے زمین میں ان جیسا کوئی نہیں۔

☆ آپ عبادت کے لئے مستعد ہو کر بیداری میں راتیں بسر کرتے اور خوف خدا کی وجہ سے دن کو روزہ رکھتے،۔

☆ انہوں نے اپنی زبان ہر بہتان طرازی سے محفوظ رکھی، اور ان کے اعضا ہر گناہ سے پاک رہے۔

☆ آپ لہو و لعب اور حرام کاموں سے بچے رہے، رضائے الٰہی کا حصول آپ کا وظیفہ تھا۔

☆ امام اعظم کے نکتہ چیں بے وقوف، مخالف حق اور کمزور دلائل والے ہیں۔

☆ ایسے فقیہ کو کسی بھی وجہ سے تکلیف دینا کیونکر جائز ہے، جس کے علمی فیوض تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

☆ حالانکہ صحیح روایت میں لطیف حکمتوں کے ضمن میں امام شافعی نے فرمایا: کہ

☆ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی فقہ کے محتاج ہیں۔

☆ ریت کے ذرّوں کے برابر اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو امام ابوحنیفہ کے قول کو مردود قرار دے۔

ماخذ و مراجع

۱۔ تاریخ بغداد للخطیب۔ ۱۲/۳۲۶۲۔ مشکل الآثار للطحاوی۔ ۳،۲/۵۴۔ مقدمہ ابن صلاح، ۴۔ سوانح امام اعظم ابو حنیفہ۔ مولانا ابو الحسن زید فاروقی۔ ۵،۱۰۔ الجامع الصحیح للبخاری۔ تفسیر سورۃ الجمعۃ ۲/ ۶،۷۲۷۔ تذکرۃ المحدثین۔ مولانا غلام رسول سعیدی ۷،۳۸۔ اتحاف النبلاء ۸،۲۲۳۔ مناقب امام اعظم ۹،۱/۵۹۔ تاریخ بغداد للخطیب ۱۳/ ۱۰،۲۲۲۔ نزہۃ القاری۔ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی ۱۱،۱/۱۱۔ تاریخ بغداد للخطیب ۱۲،۳/۳۳۴۔ کتاب بیان العلم ۱/ ۱۳،۴۵۔ الخیرات الحسان لابن حجر مکی ۱۴،۲۲۔ عمدۃ القاری شرح البخاری للعینی ۱۵،۱/۷۹۸۔ شرح مسند الامام للقاری ۱۶،۲۸۵۔ المغنی للعراقی ۱۷،۸۰۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ ۱۸،۲۳ـ۱۹،۲۴ـ۲۰،۲۴ـ۲۱،۲۶ـ۲۲،۲۵۔ تذکرۃ المحدثین۔ مولانا غلام رسول سعیدی ۷۲ تا ۲۳،۷۸۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ ۲۴،۳۴۸۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ ۱/۶۸

حضرت امام حماد بن امام اعظم رضی اللہ عنہ بلند پایہ فقیہ، تقویٰ و پرہیز گاری، فضل و کمال، علم و دانش اور جود سخا میں اپنے والد ماجد کا عکس جمیل تھے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی تعلیم و تربیت نہایت اہتمام سے فرمائی، مشہور ہے کہ الحمد کے ختم پر آپ کے معلم کو ایک ہزار درہم عنایت فرمائے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد حضرت امام حماد رضی اللہ عنہ نے حدیث و فقہ کی تحصیل والد ماجد سے کی، اور اس میں کمال مہارت پیدا کی۔ جب امام اعظم نے اپنے اس لائق اور ہونہار لخت جگر کو علوم و فنون میں کامل پایا تو مسند افتاء پر متمکن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ نے نہ صرف فتویٰ نویسی کے اہم فریضہ کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا بلکہ تدوین کتب فقہ میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا، اور حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام زفر، حضرت امام حسن بن زیاد وغیرہ ارشد تلامذہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے طبقہ میں شمار ہوئے۔

آپ نہایت متقی و متورع انسان تھے، جب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا تو گھر میں لوگوں کی بہت سی امانتیں ایسی بھی تھیں جن کے مالک مفقود الخبر تھے، آپ نے وہ تمام مال و اسباب امانتوں کی صورت میں قاضی وقت کے سامنے پیش کر دیا۔ قاضی صاحب نے بہت اصرار کیا کہ ابھی اپنے پاس رہنے دیجئے، آپ امین مشہور ہیں اور بہتر طریقے سے اس کی حفاظت کر سکتے ہیں، مگر آپ نے قاضی سے اعتذار کرتے ہوئے تمام مال و اسباب کی فہرست پیش کر دی اور ساتھ ہی فوری عمل درآمد کے لئے کہہ دیا تاکہ ان کے والد ماجد بری الذمہ ہوں، کہتے ہیں کہ جب تک وہ امانتیں قاضی نے کسی اور کے اہتمام میں نہیں دیں، آپ نظر نہیں آئے۔

حضرت امام حماد نے اپنی عمر تعلیم و تعلم میں صرف فرمائی، آپ سے آپ کے بیٹے اسماعیل نے تفقہ کیا جن سے عمرو بن ذر، مالک بن مغول، ابن ابی ذئب، اور قاسم بن معین وغیرہ جلیل القدر فقہا و محدثین فیض یاب ہوئے۔ حضرت امام اسماعیل بن حماد بن امام اعظم پہلے بغداد بعدہ بصرہ اور پھر رقہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ احکام قضا، وقائع و نوازل میں ماہر باہر اور عارف بصیر تھے۔ محمد بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے آج تک کوئی قاضی اسماعیل بن حماد سے اعلم نہیں ہوا۔ آپ بہ عہد خلیفہ مامون الرشید

۲۱۲ھ میں جوانی کے عالم میں فوت ہوئے، اسی فرزند ارجمند کے نام سے حضرت امام حماد نے ابو اسماعیل کنیت پائی۔ حضرت امام حماد حضرت قاسم بن معین کی وفات کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ماہ ذی القعدہ ۱۷۶ھ میں انتقال فرمایا۔ قطب دنیا ۱۷۶ھ آپ کی تاریخ وفات ہے، آپ نے عمر، اسماعیل ابو حبان و عثمان چار صاحبزادے چھوڑے جو علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے۔ تصانیف میں مسند الامام الاعظم آپ کی یادگار ہے۔ (۱)

امام ابویوسف

نام ونسب: نام، یعقوب۔ کنیت، ابویوسف۔ اور لقب قاضی القضاۃ ہے۔ ولادت ۱۱۳ھ/۷۳۱ء علوم ومعارف کے شہر کوفہ میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے فقہ کو پسند کیا، پہلے حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی کی شاگردی اختیار کی، پھر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس میں آئے اور مستقل طور پر انہیں سے وابستہ ہوگئے۔

والدین نہایت غریب تھے جو آپ کی تعلیم کو جاری نہیں رکھنا چاہتے تھے، جب حضرت امام اعظم کو حالات کا علم ہوا تو انہوں نے نہ صرف آپ کے تعلیمی مصارف بلکہ تمام گھر والوں کے اخراجات کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ حضرت امام ابویوسف فرمایا کرتے تھے، مجھے امام اعظم سے اپنی ضروریات بیان کرنے کی کبھی حاجت نہیں ہوئی۔ وقتاً فوقتاً خود ہی اتنا روپیہ بھیجتے رہتے تھے کہ میں فکر معاش سے بالکل آزاد ہوگیا۔

قوت حافظہ اور علم وفضل: آپ ذہانت کے بحر ذخار تھے، آپ کی ذہانت وفطانت بڑے بڑے فضلائے روزگار کے دلوں میں گھر کر گئی تھی۔

ملاجیون صاحب نورالانوار فرماتے ہیں: امام ابویوسف کو بیس ہزار موضوع احادیث یاد تھیں، پھر صحیح احادیث کے بارے میں تجھے کیا گمان ہے۔

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: آپ محدثین کے پاس حاضر ہوتے تو ایک ایک جلسہ میں پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ حدیثیں سن کر یاد کر لیتے تھے۔

امام یحییٰ ابن معین، امام احمد بن حنبل، اور شیخ علی بن المدینی فرماتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگردوں میں آپ کا ہم سر نہ تھا۔

طلیحہ ابن محمد کہتے ہیں: وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑی فقیہ تھے، کوئی ان سے بڑھ کر نہ تھا۔

داؤد بن رشید کا قول ہے: امام ابوحنیفہ نے صرف یہ ہی ایک شاگرد پیدا کیا ہوتا تو ان کے فخر کے لئے کافی تھا۔

امام ابویوسف کو نہ صرف نقد حدیث پر عبور حاصل تھا بلکہ تفسیر، مغازی، تاریخ عرب، نعت، ادب، اور علم کلام وغیرہ علوم وفنون میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ یہ ہی وہ فطری ذہانت تھی جس نے چند سال میں آپ کو سارے ہم عصروں میں ممتاز کردیا تھا اور علماء وقت آپ کے تبحر علمی اور جلالت فقہی کے قائل تھے۔ خود امام اعظم آپ کی بڑے قدر ومنزلت فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ جس نے علم حاصل کیا وہ ابویوسف ہیں۔

قاضی القضاۃ: ۱۶۶ھ/۷۸۳ء میں آپ جب بغداد تشریف لائے تو خلیفہ محمد المہدی بن منصور نے آپ کو بصرہ کا قاضی مقرر کردیا۔

ہادی بن مہدی بن منصور کے زمانہ میں بھی آپ اسی عہدہ پر فائز رہے۔ جب ہارون الرشید نے ۱۹۳ھ/۸۰۸ء میں عنان

حکومت سنبھالی تو اس نے آپ کو تمام سلطنت عباسیہ کا قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر کردیا۔
موجودہ زمانے کے تصور کے مطابق یہ عہدہ محض عدالت عالیہ کے حاکم اعلیٰ کا نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ وزیر قانون کے فرائض بھی اس میں شامل تھے۔ اور سلطنت کے تمام داخلی وخارجی معاملات میں قانونی رہنمائی کرنا بھی آپ کا کام تھا۔ مملکت اسلامیہ میں یہ پہلا موقع تھا کہ یہ منصب قائم ہوا۔ اس سے پہلے کوئی شخص خلافت راشدہ، اموی یا عباسی سلطنتوں میں اس عہدہ پر فائز نہ ہوا۔ بلکہ زمانہ مابعد میں بھی بجز قاضی داؤد کے اور کسی کو یہ عہدہ تفویض نہ ہوا۔

عبادت وریاضت: آپ عہدہ قضا اور علمی مشاغل کے باوجود عبادت وریاضت میں بھی بلند مقام رکھتے تھے، آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں امام اعظم کی خدمت میں انتیس سال رہا اور میری صبح کی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی۔

بشیر بن ولید کا بیان ہے کہ: امام ابویوسف کے زہد وورع اور عبادت وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ زمانہ قضاء ووزارت میں بھی دوسو رکعتیں نوافل ادا کرتے۔

تلامذہ: آپ کے شاگردوں میں محمد بن حسن شیبانی، شفیق بن ابراہیم بلخی، امام احمد بن حنبل، بشر بن الولید کندی، محمد بن سماعہ، معلی بن منصور، بشر بن غیاث، علی بن جعدہ، یحییٰ بن معین، احمد بن منیع، وغیرہ محدثین کبار وفقہائے کرام آفتاب وماہتاب کی طرح درخشاں وتاباں نظر آتے ہیں۔

وصال: ۵ ربیع الاول ۱۸۷ھ جمعرات کے روز ظہر کے وقت بغداد شریف میں علم وعرفان کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ مزار شریف احاطہ حضرت امام موسیٰ کاظم کے شمالی گوشہ میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ (۲)

امام زفر

نام ونسب: نام، زفر۔ اور والد کا نام ہذیل ہے، عربی النسل ہیں۔ کوفہ آپ کا وطن تھا۔ والد ماجد اصفہان کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۰ھ میں بمقام کوفہ ہوئی۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کے بعد حدیث کی تحصیل میں مشغول ہوئے، پھر طبیعت کا میلان فقہ کی طرف ہوا اور فقہ کی عظیم درسگاہ جامع کوفہ میں امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور آخر عمر تک یہی مشغلہ رہا۔

فقہ میں صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کے ہم پلہ قرار دیئے گئے ہیں اور امام اعظم کے ان دس اصحاب میں ہیں جنہوں نے فقہ کی تدوین میں امام اعظم کی معاونت کی۔

آپ امام اعظم کے محبوب ترین تلامذہ میں تھے۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ کا نکاح امام اعظم نے پڑھایا۔ آپ پر امام اعظم کو بہت اعتماد تھا۔

حسن بن زیاد کہتے ہیں: امام زفر مجلس امام اعظم ابوحنیفہ میں سب سے آگے بیٹھتے تھے۔

امام زفر اور امام داؤد طائی ایک ساتھ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حدیث وفقہ کا درس لیتے، دونوں میں بھائی چارہ تھا، پھر امام داؤد طائی علمی مشغلہ سے تصوف کی راہ پر گامزن ہوگئے جبکہ امام زفر علم وعبادت دونوں کے جامع بنے۔

زہد وریاضت: حدیث وفقہ میں امامت کا درجہ رکھنے کے ساتھ ساتھ زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں بھی بے مثال تھے، زہد وورع ہی کے پیش نظر آپ نے عہدہ قضا کو قبول نہ کیا جبکہ دومرتبہ آپ کو اس کام کے لئے مجبور کیا گیا، آپ نے انکار کیا اور وطن چھوڑ کر روپوش ہوگئے۔ حکومت وقت نے انتقاماً آپ کا گھر جلا دیا، چنانچہ آپ کو اپنا مکان دومرتبہ تعمیر کرنا پڑا۔

وصال: آپ اصل کوفہ کے باشندے تھے، مگر بھائی کی میراث کے سلسلہ میں بصرہ چلے گئے، اہل بصرہ نے بصد اصرار یہاں ہی اقامت کا مشورہ دیا اور آپ ان کی درخواست پر یہیں مقیم ہوگئے۔

آپ نے ۱۷۸ھ خلیفہ محمد المھدی کے عہد میں یہیں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔ (۳)

امام عبداللہ بن مبارک

نام ونسب: نام، عبداللہ۔ والد کا نام مبارک۔ کنیت، ابوعبدالرحمن ہے۔ حنظلی تمیمی ہیں، آپ کے والد ترکی النسل تھے، اور قبیلہ بنو حنظلہ جو اہل ہمدان سے تعلق رکھتا تھا اس کے آزاد کردہ غلام، آپ کی والدہ خوارزمیہ تھیں۔

والد محترم نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور اس میدان میں خوب شہرت حاصل کی۔

ولادت وتعلیم: آپ کی ولادت ۱۱۸ھ مرو میں ہوئی، والدین نے اپنے اس ہونہار فرزند کی بڑے اہتمام سے تعلیم وتربیت کی۔

سب سے پہلے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور فقہ میں عبور حاصل کیا۔ اس کے بعد طلب علم حدیث میں دور دراز مقامات کی سیر کی اور بے شمار ائمہ حدیث سے اکتساب علم کیا۔ آپ کے ذوق علمی میں یہ واقعہ مشہور ہے۔

ایک مرتبہ والد ماجد نے آپ کو پچاس ہزار درہم تجارت کے لئے دیئے تو تمام رقم طلب حدیث میں خرچ کر کے واپس آئے، والد ماجد نے درہموں کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جس قدر حدیث کے دفتر لکھے تھے والد کے حضور پیش کر دیئے اور عرض کیا: میں نے ایسی تجارت کی ہے جس سے ہم دونوں کو دونوں جہان کا نفع حاصل ہوگا۔ والد ماجد بہت خوش ہوئے، تیس ہزار درہم اور عنایت کر کے فرمایا: جاؤ علم حدیث اور فقہ کی طلب میں خرچ کر کے اپنی تجارت کامل کرلو۔

علم وفضل: ایک مرتبہ بزرگوں کی ایک جماعت کسی مقام پر اکٹھی ہوئی، کسی نے کہا: آؤ حضرت عبداللہ بن مبارک کے کمالات شمار کریں، انہوں نے جواب دیا: بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

علم فقہ، حدیث، ادب نحو، میں ید طولی رکھتے تھے۔ زہد وشجاعت میں لاجواب تھے، نعت گو شاعر اور ادیب تھے۔ شب بیداری، عبادت، حج، جہاد، اور شہسواری میں اپنی نظیر آپ تھے۔ لایعنی باتوں سے اپنا وقت ضائع نہیں کرتے تھے، نہایت منصف مزاج اور رحم دل تھے۔

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں: میں کتنی ہی کوشش کروں کہ سال بھر میں ایک دن حضرت عبداللہ بن مبارک کی طرح گزاروں تو نہیں گزار سکتا۔

شعیب بن حرب کہتے ہیں: ایک سال یا تین دن بھی پورے سال میں حضرت عبداللہ کی طرح نہیں گزار سکتا۔

نیز فرماتے ہیں:

ابن مبارک جس سے بھی ملے اس سے افضل ہی ثابت ہوئے۔

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام کو بلاشبہ فضل صحابیت حاصل تھا ورنہ دوسرے خصائل میں آپ کا مقام نہایت بلند ہے۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں: مشرق میں ان جیسا پھر کوئی نظر نہ آیا۔

امام ابن معین فرماتے ہیں: آپ احادیث صحاح کے حافظ تھے، بیس ہزار یا اکیس ہزار حدیث کی کتابوں سے آپ احادیث روایت فرماتے ہیں۔

اسماعیل بن عیاش کہتے ہیں:

ابن مبارک جیسا روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں، اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر خوبی کے جامع تھے، فقراء پر جب خرچ فرماتے تو ایک سال میں ایک لاکھ درہم تک خرچ کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حج کے لئے تشریف لئے جا رہے تھے، قافلہ والوں کا ایک پرند مر گیا، ایک بستی کے کوڑا خانہ میں لوگوں نے اسے پھینک دیا پھر قافلہ تو آگے بڑھ گیا۔ آپ کچھ دیر سے چلے، دیکھا کہ ایک لڑکی اس مردار پرند کو اٹھا کر لے گئی اور تیز قدم چل کر ایک مکان میں داخل ہوگئی۔ آپ اس کے گھر کی طرف تشریف لے گئے، حال معلوم ہوا اور مردار پرند کو لانے کا سبب پوچھا، اس لڑکی نے کہا: میں اور میرا بھائی یہاں رہتے ہیں، ہمارے پاس کچھ نہیں فقط ستر پوشی کے لئے یہ تہبند ہے، اور اب ہماری خوراک صرف یہ ہی رہ گئی ہے کہ ان گھوروں سے جو چیز بھی مل جائے۔ ہمارے لئے ان حالات میں یہ مردار بقدر ضرورت حلال ہے، ہمارے والد مالدار تھے، ان پر ظلم ہوا اور قتل کر دیئے گئے اور سارا مال ظالم لے گئے۔

امام ابن مبارک یہ سن کر نہایت متاثر ہوئے، اپنے خازن سے فرمایا: فی الحال زادراہ میں کیا باقی رہا ہے، اس نے عرض کیا: ایک ہزار دینار۔ آپ نے فرمایا: بیس دینار لے لو کہ اپنے وطن مرو تک پہنچنے کے لئے کافی ہیں اور باقی ۹۸۰ دینار اس مظلومہ کو دو۔ اس سال ہمیں حج کے مقابلہ میں یہ اعانت و امداد بہتر ہے اور وہیں سے واپس وطن تشریف لے آئے۔

جب حج کا موسم آتا تو اپنے ساتھیوں سے کہتے: تم میں امسال کون حج کو جانا چاہتا ہے، جو ارادہ رکھتا ہو وہ اپنا زادراہ میرے پاس لاکر جمع کرلے تاکہ میں راستہ میں اس پر خرچ کرتا چلوں، لہٰذا سب سے دراہم و دنانیر کی تھیلیاں جمع کرتے، ہر تھیلی پر اس کا نام لکھتے اور ایک صندوق میں رکھتے جاتے۔

پھر سب کو ساتھ لیکر نکلتے اور ان کے زادراہ کی نسبت زیادہ خرچ کرتے ہوئے ان کو ساتھ لے جاتے، جب حج بیت اللہ سے فارغ ہوتے تو پوچھتے: تمہارے گھر والوں نے کچھ یہاں کے تحائف کی فرمائش کی ہے، جس کو جیسی خواہش ہوتی ان کو مکی اور یمنی تحائف دلواتے، پھر مدینہ منورہ حاضری دیتے اور وہاں بھی ایسا ہی کرتے۔

جب تمام حجاج کرام واپس ہوتے توان کوان کے گھر واپس فرماتے اور خود اپنے گھر پہنچ کر سب کی دعوت کرتے، جب دعوت سے فارغ ہوتے تو وہ صندوق منگاتے اور سب کوان کی تھیلیاں واپس فرماتے، یہ لوگ گھروں کواس حال میں واپس ہوتے کہ سب کی زبانوں پر ہدیہ تشکر ہوتااور ہمیشہ آپ کے مدح خواں رہتے۔

آپ کی نوازشات کا یہ عالم ہوتا، طرح طرح کے لذیذ کھانے اور حلوے ساتھ رہتے لیکن خود تیز دھوپ اور شدید گرمی میں روزہ دار ہوتے اور لوگوں کو کھلاتے پلاتے ساتھ لے جاتے تھے۔ خلوص نیت پر بہت زور دیتے تھے، آپ کے محامد ومحاسن سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

۱۸۱ھ میں آپ جہاد کے لئے روانہ ہوئے، فتح وکامرانی کے بعد واپس آرہے تھے کہ قصبہ سوس میں آکر علیل ہوگئے اور چند ایام کی علالت کے بعد وصال ہوگیا۔ دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں ''ہیت'' میں مدفون ہوئے، آپ کا مزار مرجع انام ہے۔

اساتذہ: آپ کے اساتذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، ان میں سے چند مشاہیر یہ ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ، سلیمان تیمی، حمید الطویل، یحییٰ بن سعید انصاری، سعد بن سعید انصاری، ابراہیم بن علیہ، خالد بن دینار، عاصم الاحول، ابن عون، عیسیٰ بن طہمان، ہشام بن عروہ، سلیمان اعمش، سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج، اوزاعی، ابن جریج، امام مالک، لیث بن سعد، حیوہ بن شریح، خالد بن سعید اموی، سعید بن عروبہ، سعید بن ابی ایوب، عمرو بن میمون، معمر بن راشد، وغیرہم۔

تلامذہ: سفیان ثوری، معمر بن راشد، ابواسحاق فزاری، جعفر بن سلیمان ضبعی،، بقیہ بن ولید، داؤد بن عبدالرحمن عطار، سفیان بن عیینہ، ابوالاحوص، فضیل بن عیاض، معتمر بن سلیمان، ولید بن مسلم، ابوبکر بن عیاش، مسلم بن ابراہیم، ابواسامہ، نعیم بن حماد، ابن مہدی، قطان، اسحاق بن راہویہ، یحییٰ بن معین، ابراہیم بن اسحاق طالقانی، احمد بن محمد مردویہ، اسماعیل بن ابان وراق، بشر بن محمد سختیانی، حبان بن موسیٰ، حکم بن موسیٰ، سعید بن سلیمان، سلمہ بن سلیمان مروزی۔ (۴)

امام محمد

نام ونسب۔ نام محمد۔ کنیت، ابوعبداللہ۔ والد کا نام، حسن ہے اور سلسلہ نسب یوں ہے۔ ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی۔ شیبانی آپ کے قبیلہ کی طرف منسوب ہے۔ بعض محققین کے نزدیک یہ نسبت ولائی ہے کہ آپ کے والد بنوشیبان کے غلام تھے۔ آپ کے والد کا اصل مسکن جزیرہ شام تھا، دمشق کے قریب حرسا کے رہنے والے تھے، بعد میں ترک وطن کر کے شہر واسطہ آگئے تھے۔

ولادت وتعلیم: آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں بمقام شہر واسطہ (عراق) میں ہوئی پھر آپ کے والد نے کوفہ کو اپنا مسکن بنایا اور آپ کی تعلیم وتربیت کا آغاز یہاں ہی ہوا۔

چودہ سال کی عمر میں امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے مجلس میں آکر امام اعظم کے بارے میں سوال کیا، امام ابویوسف نے آپ کی رہنمائی کی آپ نے امام اعظم سے دریافت کیا کہ ایک نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کر سوجائے اور اسی رات فجر سے پہلے

وہ بالغ ہوجائے تو وہ نماز دہرائے گا یا نہیں، امام اعظم نے فرمایا دہرائے گا۔امام محمد نے اسی وقت اٹھ کر ایک گوشہ میں نماز پڑھی۔امام اعظم نے یہ دیکھ کر بے ساختہ فرمایا انشاء اللہ یہ لڑکا رجل رشید ثابت ہوگا۔اس واقعہ کے بعد امام محمد گاہے گاہے امام اعظم کی مجلس میں حاضر ہوتے رہے،کم سن تھے اور بے حد خوبصورت، جب باقاعدہ تلمذ کی درخواست کی تو امام اعظم نے فرمایا پہلے قرآن حفظ کرو پھر آنا۔سات دن بعد پھر حاضر ہوگئے،امام اعظم نے فرمایا: میں نے کہا تھا کہ قرآن مجید حفظ کر کے پھر آنا عرض کیا: میں نے قرآن کریم حفظ کرلیا ہے۔امام اعظم نے ان کے والد سے کہا اس کے سر کے بال منڈوادو لیکن بال منڈوانے کے بعد ان کا حسن اور دمکنے لگا۔ابونواس نے

اس موقع پر یہ اشعار کہے:

حلقوا راسه لیکسوه قبحا★غیرة منهم علیه وشحا

کان فی وجهه صباح ولیل★نزعوا لیله وابقوه صبحا

لوگوں نے ان کا سر مونڈ دیا تاکہ ان کی خوبصورتی کم ہو،ان کے چہرہ میں صبح بھی تھی اور رات بھی، رات کو انہوں نے ہٹادیا صبح تو پھر بھی باقی رہی۔

آپ مسلسل چار سال خدمت میں رہے، پھر امام ابویوسف سے تکمیل کی۔انکے علاوہ مسعر بن کدام، اوزاعی، سفیان ثوری اور امام مالک وغیرہ سے علم حدیث میں خوب استفادہ کیا اور کمال حاصل کیا۔

خود فرماتے تھے: مجھے آبائی ترکہ سے تیس ہزار درہم یا دینار ملے تھے جن میں سے آدھے میں نے لغت وشعر کی تحصیل میں خرچ کرڈالے اور نصف فقہ وحدیث کے لئے۔

اساتذہ۔آپ نے طلب علم میں کوفہ کے علاوہ مدینہ، مکہ، بصرہ، واسطہ شام، خراسان اور یمامہ وغیرہ کے سیکڑوں مشائخ سے علم حاصل کیا، چند مشاہیر کے نام یہ ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام زفر، سفیان ثوری، مسعر بن کدام، مالک بن مغول، حسن بن عمارہ، امام مالک، ابراہیم، ضحاک بن عثمان، سفیان بن عیینہ، طلحہ بن عمرو، شعبہ بن الحجاج، ابوالعوام، امام اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، زمعہ بن صالح،

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی تعداد نہایت وسیع ہے۔چند یہ ہیں۔

ابوحفص کبیر احمد بن حفص عجلی استاذ امام بخاری۔موسیٰ بن نصیر رازی، ہشام بن عبیداللہ رازی، ابوسلیمان جوزجانی، ابوعبید القاسم بن سلام، محمد بن سماعہ، معلیٰ بن منصور، محمد بن مقاتل رازی، شیخ ابن جریر، یحییٰ بن معین، ابوزکریا، یحییٰ بن صالح، حاظی حمصی، یہ امام بخاری کے شیوخ شام سے ہیں۔عیسیٰ بن ابان، شداد بن حکیم، امام شافعی جن کو آپ نے اپنا تمام علمی سرمایہ سونپ دیا تھا جو ایک اونٹ کا بوجھ تھا۔

ابوعبید کہتے ہیں: میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد نے ان کو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس روپے دے

چکے تھے۔

ابن سماعہ کا بیان ہے: امام محمد نے امام شافعی کے لئے کئی بار اپنے اصحاب سے ایک ایک لاکھ روپے جمع کر کے دیئے۔

امام مزنی فرماتے تھے: امام شافعی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ میں عراق میں قرضہ کی وجہ سے محبوس ہو گیا، امام محمد کو معلوم ہوا تو مجھے چھڑا لیا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ امام شافعی امام محمد کی نہایت تعظیم وتوقیر کرتے اور واضح الفاظ میں احسانات کا اظہار کرتے تھے، فرماتے۔ فقہ کے بارے میں مجھ پر زیادہ احسان محمد بن حسن کا ہے۔

حافظ سمعانی نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی۔ سفیان بن عیینہ کے ذریعہ حدیث میں اور امام محمد کے ذریعہ فقہ میں۔

علامہ کردری نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا کہ: علم اور اسباب دنیوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں جس قدر امام محمد کا ہے۔

آپ کے دوسرے عظیم شاگرد اسد بن الفرات ہیں، خصوصی اوقات میں آپ نے ان کی تعلیم وتربیت کی۔ ساری ساری رات ان کو تنہا لیکر بیٹھتے، پڑھاتے اور مالی امداد بھی کرتے تھے، جب پڑھ لکھ کر فاضل ہو گئے تو امام محمد کی روایت سے امام اعظم کے مسائل، اور ابن قاسم کی روایت سے امام مالک کے مسائل پر مشتمل ۶۰ کتابوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام اسدیہ رکھا۔ علماء مصر نے اس مجموعہ کی نقل لینا چاہی اور قاضی مصر کے ذریعہ سفارش کی، آپ نے اس کی اجازت دیدی اور چمڑے کے تین سو ٹکڑوں پر اس کی نقل کرائی گئی جو ابن القاسم کے پاس رہی۔ بعد کے مدونہ نسخوں کی اصل بھی یہ ہی اسدیہ ہے۔

امام محمد کے پاس مال کی اتنی فراوانی تھی کہ تین سو منیم مال کی نگرانی کے لئے مقرر تھے۔ لیکن آپنے اپنا تمام مال ومتاع محتاج طلبہ پر خرچ کر دیا یہاں تک کہ آپ کے پاس لباس بھی معمولی رہ گیا تھا۔

معمولات زندگی: آپ راتوں کو نہیں سوتے تھے، کتابوں کے ڈھیر لگے رہتے۔ جب ایک فن کی کتابوں سے طبیعت گھبراتی تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع کر دیتے تھے، جب راتوں کو جاگتے اور کوئی مسئلہ حل ہو جاتا تو فرماتے، بھلا شاہزادوں کو یہ لذت کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے آپ کے یہاں قیام کیا، اور صبح تک نماز پڑھتا رہا، لیکن امام محمد رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح ہونے پر یونہی نماز میں شریک ہو گئے۔ مجھے یہ بات کھٹکی تو میں نے عرض کیا، آپ نے فرمایا: کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں سو گیا تھا نہیں میں نے کتاب اللہ سے تقریبا ایک ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے۔ تو آپ نے رات بھر اپنے لئے کام کیا اور میں نے پوری امت کے لئے۔

محمد بن مسلمہ کا بیان ہے، کہ آپ نے عموماً رات کے تین حصے کر دیئے تھے، ایک سونے کے لئے، ایک درس کے لئے اور ایک عبادت کے لئے۔ کسی نے آپ سے کہا: آپ سوتے کیوں نہیں ہیں۔ فرمایا: میں کس طرح سو جاؤں جبکہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں۔

فضل وکمال۔امام شافعی فرماتے ہیں: اگر میں کہنا چاہوں کہ قرآن مجید محمد بن حسن کی لغت پر اترا ہے تو میں یہ بات امام محمد کی فصاحت کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں۔نیز یہود ونصاری امام محمد کی کتابوں کا مطالعہ کرلیں تو ایمان لے آئیں۔فرماتے ہیں: میں نے جس شخص سے بھی کوئی مسئلہ پوچھا تو اس کی تیوری پر بل آگئے مگر امام محمد سے جب بھی کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے وہ مسئلہ سمجھایا۔

امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا۔یہ مسائل دقیقہ آپ نے کہاں سے سیکھے تو فرمایا: امام محمد کی کتابوں سے۔ابن اکثم نے یحیٰی بن صالح سے کہا،تم امام مالک اور امام محمد دونوں کی خدمت میں رہے ہو، بتاؤ ان دونوں میں کون زیادہ فقیہ تھا،تو آپ نے بلا تردد جواب دیا،امام محمد۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں۔میں نے محمد بن حسن سے زیادہ کوئی صاحب عقل نہیں دیکھا۔جرأت واستقلال۔امام محمد بے حد غیور اور مستقل مزاج تھے،اقتدار وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کرتے اور اظہار حق کے راستے میں کوئی چیز ان کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی تھی۔ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید کی آمد پر سب لوگ کھڑے ہوگئے محمد بن حسن بیٹھے رہے۔کچھ دیر بعد خلیفہ کے نقیب نے محمد بن حسن کو بلایا ان کے شاگرد اور احباب سب پریشان ہوگئے کہ نہ جانے شاہی عتاب سے کس طرح خلاصی ہوگی۔جب آپ خلیفہ کے سامنے پہنچے تو اس نے پوچھا کہ فلاں موقع پر تم کھڑے کیوں نہیں ہوئے،فرمایا کہ جس طبقہ میں خلیفہ نے مجھے قائم کیا ہے میں نے اس سے نکلنا پسند نہیں کیا۔آپ کی تعظیم کے لئے قیام کرکے اہل علم کے طبقہ سے نکل کر اہل خدمت کے طبقہ میں داخل ہونا مجھے مناسب نہیں تھا۔پھر کہا: آپ کے ابن عم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ آدمی اس کی تعظیم کے لئے کھڑے رہیں وہ اپنا مقام جہنم میں بنائے۔حضور کی مراد اس سے گروہ علماء ہے پس جو لوگ حق خدمت اور اعزاز شاہی کے خیال سے کھڑے رہے انہوں نے دشمن کے لئے ہیبت کا سامان مہیا کیا اور جو بیٹھے رہے انہوں نے سنت اور شریعت پر عمل کیا جو آپ ہی کے خاندان سے لی گئی ہے اور جس پر عمل کرنا آپ کی عزت اور کرامت ہے۔ہارون رشید نے سن کر کہا سچ کہتے ہو۔

عہدہ قضاء: امام ابو یوسف کو فقہ حنفی کی ترویج اور اشاعت کا بے حد شوق تھا وہ چاہتے تھے کہ ملک کا آئین فقہ حنفی کے مطابق ہو۔اس لئے انہوں نے ہارون رشید کی درخواست پر قاضی القضاہ (چیف جسٹس) کا عہدہ قبول کرلیا تھا،کچھ عرصہ بعد ہارون رشید نے شام کے علاقہ کے لئے امام محمد کا بحیثیت قاضی تقرر کیا،امام محمد کو علم ہوا تو وہ امام ابو یوسف کے پاس گئے اور اعتذار کیا اور درخواست کی کہ مجھے اس آزمائش سے بچایئے،امام ابو یوسف نے مسلک حنفی کی اشاعت کے پیش نظر ان سے اتفاق نہیں کیا۔وہ ان کو یحیٰی برمکی کے پاس لے گئے یحیٰی نے ان کو ہارون رشید کے پاس بھیج دیا۔اس طرح مجبور ہوکر ان کو عہدہ قضاء قبول کرنا پڑا۔

حق گوئی وبے باکی۔امام محمد اپنے احباب اور ارکان دولت کے اصرار کی بناء پر عہدہ قضاء پر متمکن ہوئے۔جتنا عرصہ قاضی رہے بے لاگ فیصلے کرتے رہے لیکن قدرت کو ان کی آزمائش مقصود تھی۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ یحیٰی بن عبداللہ نامی ایک شخص کو خلیفہ

پہلے امان دے چکا تھا۔ بعد میں کسی وجہ سے خلیفہ اس پر غضب ناک ہوا اور اس کو قتل کرنا چاہا۔ اپنے اس مذموم فعل پر خلیفہ قضاۃ کی تائید چاہتا تھا تا کہ اس کے فعل کو شرعی جواز کا تحفظ حاصل ہو جائے۔ خلیفہ نے تمام قاضیوں کو دربار میں طلب کیا سب نے خلیفہ کے حسب منشاء نقض امان کی اجازت دیدی لیکن امام محمد نے اس سے اختلاف کیا اور برملا فرمایا: یحییٰ کو جو امان دی جا چکی ہے وہ صحیح ہے اور اس امان کو توڑنے اور یحییٰ کے خون کی اباحت پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے لہٰذا اس کو قتل کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ انکی حق گوئی سے مزاج شاہی برہم ہو گیا لیکن جن کی نظر میں منشاالوہیت ہوتا ہے وہ کسی اور مزاج کی پرواہ نہیں کرتے، جو دلوں میں اس قہار حقیقی کا خوف رکھتے ہیں وہ مخلوق کی ناراضگی کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے۔ امام محمد اپنے اس فیصلہ کے ردعمل کو قبول کرنے کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ اس اظہار حق کی پاداش میں نہ صرف یہ کہ آپ کو عہدۂ قضاء سے ہٹایا گیا اور افتاء سے روکا گیا بلکہ کچھ عرصہ کے لئے آپ کو قید میں بھی محبوس کیا گیا۔

عہدۂ قضاء پر بحالی: امام محمد کے عہدہ قضاء سے سبکدوش ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہارون رشید کی بیوی ام جعفر کو کسی جائیداد کے وقف کرنے کا خیال آیا اس نے امام محمد سے وقف نامہ تحریر کرنے کی درخواست کی آپ نے فرمایا مجھے افتاء سے روک دیا گیا ہے اس لئے معذور ہوں۔ امام جعفر نے اس سلسلہ میں ہارون رشید سے گفتگو کی جس کے بعد اس نے نہ صرف آپ کو افتاء کی اجازت دی بلکہ انتہائی اعزاز واکرام کے ساتھ آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کر دیا۔

تصانیف۔ امام محمد کی تمام زندگی علمی مشاغل میں گذری۔ ائمہ حنفیہ میں انہوں نے سب سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں، مولانا عبدالحی لکھنوی اور مولانا فقیر محمد جہلمی نے لکھا ہے کہ انہوں نے نوسو ننانوے کتابیں لکھی ہیں اور اگر ان کی عمر وفا کرتی تو وہ ہزار کا عدد پورا کر دیتے۔ بعض محققین کا یہ بھی خیال ہے کسی موضوع پر جو کتاب لکھی جاتی ہے اس میں متعدد مسائل کو مختلف عنوانات پر تقسیم کر دیا جاتا ہے، جیسے کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم وغیرہ پس جن لوگوں نے ۹۹۹ کا عدد لکھا ہے وہ ان کی تصانیف کے تمام عنوانوں کے مجموعہ کے اعتبار سے لکھا ہے، بہر حال ان کی تصانیف کی جو تفصیل دستیاب ہو سکی وہ اس طرح ہے۔

مؤطا امام محمد

حدیث میں یہ امام محمد کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے زیادہ تر امام مالک سے سنی ہوئی روایات کو جمع کیا ہے۔ بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مؤطا کے سولہ نسخے ذکر کئے ہیں لیکن آج دنیا میں صرف دو نسخے مشہور ہیں۔ ایک امام محمد کی روایت کا مجموعہ جس کو مؤطا امام محمد کہتے ہیں اور دوسرا یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کا نسخہ جو مؤطا امام مالک کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن مؤطا امام محمد، مؤطا امام مالک سے چند وجوہ پر فوقیت رکھتی ہے۔

اولاً یہ کہ امام محمد یحییٰ بن یحییٰ سے علم حدیث میں زیادہ بصیرت اور فقہ میں ان سے بڑھ کر مہارت رکھتے تھے۔

ثانیاً: مؤطا کی روایت میں یحییٰ بن یحییٰ سے متعدد جگہ غلطیاں واقع ہوئیں۔ چنانچہ خود مالکی محدث شیخ محمد عبدالباقی زرقانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ قلیل الحدیث لہ اوھام، انکو اکثر وہم لاحق ہوتے تھے اور حدیث میں وہ بہت کم معرفت رکھتے تھے۔ اور امام محمد کے بارے میں ذہبی جیسے شخص کو بھی اعتراف کرنا پڑا، وکان من بحور العلم والفقہ قویا فی ماروی عن مالک امام محمد علم

کے سمندر تھے اور امام مالک سے روایت کرنے میں وہ بہت قوی تھے۔

ثالثا: یحییٰ بن یحییٰ کو امام مالک سے پوری مؤطا کے سماع کا موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ جس سال وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی سال امام مالک کا وصال ہوگیا۔ اسی وجہ سے وہ موطا امام مالک میں احادیث ''عن مالک'' کے صیغہ سے روایت کرتے ہیں۔ برخلاف امام محمد کے کہ وہ تین سال سے زیادہ عرصہ امام مالک کی خدمت میں رہے اور موطا کی تمام روایات کا انہوں نے امام مالک سے براہ راست سماع کیا ہے، اسی وجہ سے وہ ''اخبرنا مالک'' کے صیغہ کے ساتھ موطا میں احادیث روایت کرتے ہیں۔ اس کتاب میں امام محمد ترجمۃ الباب کے بعد سب سے پہلے امام مالک کی روایت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اگر مسلک حنفی اس روایت کے مطابق ہو تو اس کے بعد ''بہ ناخذ'' فرماتے ہیں اور اگر اس روایت کا ظاہر مسلک حنفی کے خلاف ہو تو اس کی توجیہ ذکر کر کے مسلک حنفی کی تائید میں احادیث اور آثار وارد کرتے ہیں اور بسا اوقات دوسرے ائمہ فتویٰ کے اقوال بھی ذکر کرتے ہیں۔ چونکہ اس کتاب میں امام محمد نے امام مالک کے علاوہ دوسرے مشائخ کی روایات بھی ذکر کی ہیں۔ اسی لئے یہ کتاب امام مالک کی طرف منسوب ہونے کے بجائے امام محمد کی طرف منسوب ہوگئی۔ موطا امام محمد میں کل ایک ہزار ایک سو اسی احادیث ہیں جن میں ایک ہزار پانچ احادیث امام مالک سے مروی ہیں اور ایک سو پچھتر دوسرے شیوخ سے۔ سترہ امام ابوحنیفہ سے اور چار امام ابو یوسف سے مروی ہیں۔ اس کتاب کی بعض احادیث کے طرق اور اسانید پر اگرچہ جرح کی گئی ہے لیکن ان کی تائید اور تقویت دوسری اسانید سے ہو جاتی ہے۔

کتاب الآثار

حدیث میں یہ امام محمد کی دوسری تصنیف ہے۔ اس کتاب میں امام محمد نے احادیث سے زیادہ آثار کو جمع کیا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے ان کی یہ تصنیف کتاب الآثار کے نام مشہور ہوگئی۔ اس کتاب میں ایک سو چھ احادیث اور سات سو اٹھارہ آثار ہیں۔ ان کے علاوہ اس میں انہوں نے امام اعظم کے اقوال کا بھی ذکر کیا ہے۔

کتاب الحج۔ اس کتاب میں بھی امام محمد نے احادیث کو جمع کیا ہے۔ امام مالک اور بعض دوسرے علماء مدینہ سے امام محمد کو فقہی اختلاف تھا۔ انہوں نے اپنے موقف کو احادیث اور آثار کی روشنی میں ثابت کرنے کے لئے اس کتاب کو تالیف کیا۔ اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے مدینہ منورہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

حدیث میں بھی اگرچہ امام محمد نے چند کتابیں تالیف فرمائی ہیں لیکن ان کا اصل موضوع فقہ ہے، اور اس سلسلے میں انہوں نے اہم خدمات انجام دی ہیں۔ امام محمد کی فقہی تصنیفات کی دو قسمیں کی جاتی ہیں۔ ایک ظاہر الروایۃ اور دوسری نوادر۔ ظاہر الروایۃ امام محمد کی ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن کے بارے میں تواتر سے ثابت ہے کہ امام محمد کی تصانیف میں۔ یہ چھ کتابیں ہیں۔ مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر اور سیر کبیر۔ اور نوادر امام محمد کی ان تصانیف کو کہا جاتا ہے جن کا امام محمد کی طرف منسوب ہونا تواتر سے ثابت نہیں۔

مبسوط۔ علم فقہ میں امام محمد کی سب سے ضخیم تصنیف ہے، یہ کتاب چھ جلدوں میں تین ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں دس ہزار سے زیادہ مسائل مذکور ہیں۔ اس کتاب کے متعدد نسخے ہیں، مشہور نسخہ وہ ہے جو

ابوسلیمان جوزجانی سے مروی ہے۔ امام شافعی نے اس کو حفظ کرلیا تھا۔ ایک غیر مسلم اہل کتاب اس کو پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا کہ جب محمد اصغر کی کتاب ایسی ہے تو محمد اکبر کی کتاب کی کیا شان ہوگی۔ (کشف الظنون ج ۲ ص ۱۰۸۱) مصر اور استنبول کے کتب خانوں میں اس کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں۔

الجامع الکبیر: فقہ کے موضوع پر یہ امام محمد کی دوسری کتاب ہے، اس میں مسائل فقہیہ کو دلائل نقلیہ سے ثابت کیا ہے۔ نیز اس کتاب کی عربی بھی بے حد بلیغ ہے۔ جس طرح یہ کتاب فقہی طور پر حجت تسلیم کی جاتی ہے اسی طرح اس کی عربیت بھی زبان و بیان کے اعتبار سے حجت مانی جاتی ہے۔ اس کتاب کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں حاجی خلیفہ نے پچاس سے زیادہ اس کی شروح کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے متعدد راوی ہیں۔ اور اس کے قلمی نسخے استنبول کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

الجامع الصغیر۔ فقہ میں امام محمد کی یہ تیسری تصنیف ہے اس کتاب میں ۱۵۳۶ مسائل ہیں جن میں سے دو کے سوا باقی تمام مسائل کی بنیاد احادیث اور آثار پر رکھی ہے باقی دو مسئلوں کو قیاس سے ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کی وجہ تالیف یہ ہے کہ امام ابو یوسف نے امام محمد سے فرمائش کی کہ وہ امام اعظم کے ان مسائل کو جمع کریں جو امام محمد نے امام ابو یوسف کی وساطت سے سماع کیے ہیں۔ جب یہ کتاب امام محمد نے لکھ کر امام ابو یوسف پر پیش کی تو وہ بے حد خوش ہوئے اور باوجود اپنی جلالت علمی کے سفر و حضر میں ہر جگہ اس کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اس کتاب کے مسائل کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم میں وہ مسائل ہیں جن کا ذکر امام محمد کی دوسری کتب میں نہیں ہے۔ دوسری قسم میں وہ مسائل ہیں جن کا ذکر دوسری کتب میں ہے لیکن یہ تصریح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے یا نہیں، یہاں پر اس بات کی تصریح کردی ہے۔ تیسری قسم میں وہ مسائل ہیں جن کا محض اعادہ کیا ہے مگر وہ بھی تغییر عبارت کی وجہ سے افادہ سے خالی نہیں۔ عہدۂ قضاء کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ اس کی تیس سے زیادہ شروح لکھی گئی ہیں (کشف الظنون ج ۱ ص ۵۶۱) متاخرین میں سے ایک شرح مولانا عبدالحی لکھنوی نے لکھی ہے اور اس کے شروع میں مبسوط مقدمہ ''النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر'' کے نام سے تحریر کیا ہے جس میں اس کتاب کی تمام خصوصیات اور اس کی شروح کا ذکر کیا ہے۔

السیر الصغیر۔ علم فقہ میں امام محمد کی یہ چوتھی تصنیف ہے۔ امام اعظم نے اپنے تلامذہ کو سیر و مغازی کے باب میں جو کچھ املا کرایا یہ اس کا مجموعہ ہے۔

السیر الکبیر۔ فقہ کے موضوع پر یہ امام محمد کی پانچویں تصنیف ہے۔ امام اوزاعی نے سیر صغیر کا تعاقب کیا اور اس کے جواب میں امام محمد نے سیر کبیر کو تالیف کیا، سیر و مغازی کے موضوع پر یہ ایک انتہائی مفید کتاب شمار کی جاتی ہے۔ اس کتاب میں جہاد و قتال اور امن و صلح کے مواقع اور طرق بیان کئے ہیں۔ غیر مسلم اقوام سے مسلمانوں کے تعلقات ان کے حقوق و فرائض اور تجارتی اور عام معاملات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اسلام کے بین الاقوامی نقطۂ نظر کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

یہ کتاب امام محمد کی انتہائی اہم اور ادق کتاب شمار جاتی ہے، قوت استدلال اور دقت بیان کے اعتبار سے یہ کتاب ان کی دیگر تمام کتب میں ممتاز ہے۔ ہارون الرشید کو اس کتاب سے اس درجہ دلچسپی تھی کہ اس نے اپنے دونوں لڑکوں امین اور مامون کو اس کا

املاء کرایا۔اس کتاب کی متعدد شروح لکھی جاچکی ہیں جن میں سب سے زیادہ شہرت امام سرخسی کی شرح کو حاصل ہوئی،یہ شرح مع متن کے حیدرآباد دکن سے چھپ چکی ہے۔

زیادات۔ظاہرالروایۃ میں امام محمد کی یہ چھٹی تصنیف ہے جوکہ سیر صغیر سیر کبیر کے تتمہ کے حکم میں ہے۔کیونکہ سیر اور مواضع کہ جو مسائل ان دو کتابوں میں رہ گئے تھے ان کا اس کتاب میں ذکر کردیا گیا ہے۔اس کے قلمی نسخے استنبول کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔

فقہ سے متعلق امام محمد کی ان چھ کتابوں کو ظاہرہ الروایہ کہا جاتا ہے۔امام محمد بن محمد حاکم شہید متوفی ۳۳۴ھ نے مبسوط جامع صغیر اور جامع کبیر سے مکرر مسائل اور مطول عبارات کو حذف کرکے ایک مختصر متن تیار کیا اور اس کا نام ''الکافی فی فروع الحنفیہ'' رکھا۔ایک مرتبہ انہیں خواب میں امام محمد کی زیارت ہوئی فرمایا تم نے میری کتابوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟انہوں نے کہا:میں نے فقہاء کو مسائل اور کسل مند پایا اس لئے مطول اور مکرر امور کو حذف کردیا۔امام محمد نے جلال میں آکر فرمایا جس طرح تم نے میری کتابوں میں کاٹ چھانٹ کی ہے اللہ تعالیٰ تمہاری بھی ایسی ہی کانٹ چھانٹ کریگا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا مرو کے لشکر نے آپ کو قتل کردیا پھر آپ کے جسم کے دو ٹکڑے کرکے درخت پر لٹکا دیا۔حدائق حنفیہ ص ۱۷۰ امام حاکم شہید کی الکافی کی متعدد علماء نے شروح لکھیں لیکن سب سے زیادہ شہرت شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ کی شرح مبسوط کو حاصل ہوئی۔یہ کتاب تیس اجزاء پر مشتمل ہے اور مصنف نے اس شرح کو قید خانے میں بغیر کسی مطالعہ کے فی البدیہہ املا کرایا ہے۔فقہ حنفی میں یہ کتاب اصول کا درجہ رکھتی ہے اور ہدایہ وغیرہ میں جب مطلقاً مبسوط کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد یہی مبسوط سرخسی ہوتی ہے۔

دیگر کتب۔ظاہر الروایۃ کے علاوہ امام محمد نے فقہ کے موضوع پر متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کا احصاء مشکل ہے۔چند کتابوں کا ذکر ہم ہدایۃ العارفین کے حوالے سے کررہے ہیں۔(۱) الاحتجاج علی مالک (۲) الاکتساب فی الرزق المستطاب (۳) الجرجانیات (۴) الرقیات فی المسائل (۵) عقائد الشیبانیہ (۶) کتاب الاصل فی الفروع (۷) کتاب الاکراہ (۸) کتاب الحیل (۹) کتاب السجلات (۱۰) کتاب الشروط (۱۱) کتاب الکسب (۱۲) کتاب النوادر (۱۳) الکیسانیات (۱۴) مناسک الحج (۱۵) انوار الصیام (۱۶) الہارونیات اور بہت سی کتابیں۔

سانحہ وصال۔امام محمد نے اٹھاون سال عمر گزاری اور عمر کا بیشتر حصہ فقہی تحقیقات اور مسائل کے استنباط اور اجتہاد میں گزارا۔جب دوبارہ عہدۂ قضا پر بحال ہوئے اور قاضی القضاۃ مقرر ہوئے تو ان کو ایک مرتبہ ہارون الرشید اپنے ساتھ سفر پر لے گیا،وہاں رے کے اندر نبویہ نامی ایک بستی میں آپ کا وصال ہوگیا۔اسی سفر میں ہارون رشید کے ساتھ نحو کے مشہور امام کسائی بھی تھے جو آپ کے خالہ زاد بھائی ہوتے تھے اور اتفاق سے اسی دن یا دو دن بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ہارون رشید کو ان دونوں ائمہ فن کے وصال کا بے حد ملال ہوا اور اس نے افسوس سے کہا آج میں نے فقہ اور نحو دونوں کو ''رے'' میں دفن کردیا۔

روایت ہے کہ بعد وصال کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ آپ کا نزع کے وقت کیا حال تھا۔آپ نے فرمایا میں اس وقت مکاتب کے مسائل میں سے ایک مسئلہ پر غور کررہا تھا مجھ کو روح نکلنے کی کچھ خبر نہیں ہوئی۔

خطیب بغدادی نے امام محمد کے تذکرہ کے اخیر میں محمویہ نامی ایک بہت بڑے بزرگ جن کا شمار ابدال میں کیا جاتا ہے، سے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے محمد بن حسن کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا اے ابوعبداللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ کہا اللہ نے مجھ سے فرمایا اگر تمہیں عذاب دینے کا ارادہ ہوتا تو میں تمہیں یہ علم نہ عطا کرتا، میں نے پوچھا اور ابویوسف کا کیا حال ہے فرمایا مجھ سے بلند درجہ میں ہیں۔ پوچھا اور ابوحنیفہ؟ کہا وہ ہم سے بہت زیادہ بلند درجوں پر فائز ہیں۔ (۵)

امام داؤد طائی

نام ونسب: نام، داؤد۔ کنیت، ابوسفیان۔ والد کا نام نصیر ہے۔ طائی کوفی ہیں اور فقیہ زاہد کے لقب سے مشہور ہیں۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کے بعد سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کی درسگاہ میں داخل ہوئے اور بیس سال تک اکتساب علم میں مشغول رہے۔ ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔

عبادت وریاضت: حدیث وفقہ حاصل کرنے کے بعد تارک الدنیا ہو گئے تھے، اہل تصوف میں سید السادات اور بے مثل صوفی مانے گئے ہیں۔ حضرت حبیب بن سلیم راعی سے بیعت ہوئے، پوری زندگی نہایت سادگی کے ساتھ بے سروسامانی کے عالم میں گزاری،

زہد وقناعت کا یہ عالم تھا کہ وراثت میں بیس دینار ملے تھے جن کو بیس سال میں خرچ کیا۔

عطا بن مسلم کہتے ہیں:

ہم جب آپ کے مکان پر آپ سے ملاقات کے لئے گئے تو ان کے یہاں بچھانے کے لئے ایک چٹائی، تکیہ کے لئے ایک اینٹ، ایک تھیلا جس میں خشک روٹی کے چند ٹکڑے اور وضو کے لئے ایک لوٹا تھا۔

اساتذہ: امام اعظم ابوحنیفہ، عبدالملک بن عمیر، اسماعیل بن خالد، حمید الطویل، سعد بن سعید انصاری، ابن ابی لیلی، امام اعمش۔

تلامذہ: عبداللہ بن ادریس، سفیان بن عیینہ، ابن علیہ، مصعب بن مقدام، اسحاق بن منصور سلولی، امام وکیع، ابونعیم، وغیرہم۔

وصال: ایک دن ایک صالح شخص نے خواب دیکھا کہ آپ دوڑ رہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا: ابھی ابھی قید خانہ سے چھٹکارا پا کر آ رہا ہوں، وہ صالح شخص بیدار ہوا تو اسے پتہ چلا کہ حضرت امام داؤد طائی وصال فرما چکے ہیں۔

ابونعیم نے آپ کا سنہ وصال ۱۶۰ ہجری بیان کیا ہے۔ لیکن ابن نمیر نے کہا کہ آپ کا وصال ۱۶۵ ھ میں ہوا۔ زیب عالم (۱۶۵) مادۂ تاریخ سے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ (۶)

فضیل بن عیاض

نام ونسب: نام، فضیل۔ والد کا نام، عیاض۔ کنیت ابوعلی ہے۔ تیمی یربوعی خراسانی ہیں۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کے بعد کچھ عرصہ یونہی گزرا اور پھر جوانی کے عالم میں امام اعظم ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم پائی۔ دیگر محدثین سے علم حدیث حاصل کیا اور مسند حدیث بند کر کے مکہ مکرمہ چلے

گئے اور بیت اللہ شریف کی مجاورت اختیار فرمائی۔

واقعہ توبہ: فضل بن موسیٰ آپ کی نوجوانی کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ ابیورد اور سرخس کے درمیان راستہ میں ڈاکہ زنی کرتے تھے، جس سے لوگوں میں نہایت خوف وہراس کا ماحول پیدا ہوگیا تھا۔ کسی لڑکی پر اسی دوران عاشق ہوگئے، رات کو دیوار پر چڑھ کر اس کے گھر میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ کسی طرف سے تلاوت قرآن کی آواز آئی، اتفاق سے اس وقت کوئی شخص اس آیت کی تلاوت کررہا تھا۔

الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔

کیا ابھی ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خشیت ربانی اور ذکر الٰہی سے معمور ہوں۔ یہ آیت سنتے ہی اتر آئے اور بارگاہ خداوند قدوس میں عرض کیا: یارب! قدآن۔ اے رب! اب وہ وقت آگیا۔ رات ایک ویرانہ میں گزاردی، وہاں آپنے ایک قافلہ کے لوگوں کی گفتگو سنی، کوئی کہہ رہا تھا، ابھی یہاں سے کوچ کرنا چاہیے، دوسرا بولا: نہیں صبح تک یہیں ٹھہرو، اس علاقہ میں فضیل ڈاکو پھرتا ہے۔

خود واقعہ بیان کرکے فرماتے تھے، میں نے دل میں کہا لوگ مجھ سے اتنے خوف زدہ ہیں اور میں راتوں کو معاصی میں مبتلا رہتا ہوں۔ فوراً تائب ہوا اور واپس آیا۔

اس کے بعد شب بیداری، گریہ وزاری آپ کا محبوب مشغلہ بن گیا۔ بدن پر دو کپڑوں کے علاوہ سامان دنیا نہیں رکھتے تھے، آپ کے فضائل ومناقب سے یہ بھی ہے کہ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔ ثقہ صدوق صالح اور حجت تھے، محدثین آپ کی جلالت شان پر متفق ہیں۔

اساتذہ: امام اعظم ابوحنیفہ، امام اعمش، منصور، عبیداللہ بن عمر، ہشام بن حسان، یحییٰ بن سعید انصاری، محمد بن اسحاق، لیث بن ابی سلیم، امام جعفر بن محمد صادق، اسماعیل بن خالد، سفیان بن عیینہ، بیان بن بشر، وغیرہم۔

تلامذہ: امام سفیان ثوری، یہ استاذ بھی ہیں۔ سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید قطان، عبدالرزاق، حسین بن علی الجعفی، وغیرہم۔

فضائل: عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

آپ لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار تھے۔ میرے نزدیک آپ سے زیادہ فضیلت والا اب روے زمین پر کوئی دوسرا نہیں۔

عبیداللہ بن عمر قواریری نے کہا: جن مشائخ کو میں نے دیکھا آپ کو سب سے افضل پایا۔

خلیفہ ہارون رشید کہتے ہیں: امام مالک سے زیاد خشیت الٰہی والا، اور فضیل بن عیاض سے زیادہ تقویٰ والا میں نے علماء میں نہیں دیکھا۔

وصال: ۱۸۷ھ میں آپ نے مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا، امام عادل (۱۸۷) مادۂ تاریخ ہے۔ (۷)

ابراہیم بن ادہم

نام ونسب: نام، ابراہیم۔ والد کا نام، ادہم۔ اور دادا کا نام منصور ہے۔

تعلم وتربیت: ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ساتھ ہی دوسرے محدثین وفقہاء کی خدمت میں بھی حاضر رہے اور پھر مسند درس وتدریس کو زینت بخشی۔

شیخ المشائخ حضرت داتا گنج بخش ہجویری فرماتے ہیں: آپ اپنے زمانہ کے یگانہ عارف باللہ اور سید اقران گزرے ہیں، آپ کی بیعت حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے تھی۔

آخر عمر میں درس وتدریس سے کنارہ کش ہوکر ہمہ تن عبادت میں مصروف ہو گئے تھے۔ آپ کے دست حق پرست پر ہزاروں غیر مسلم زمرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور سینکڑوں گناہگار مسلمان آپ کے ہاتھ پر تائب ہوکر مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے۔ آپ نہایت صابروشاکر اور متقی وسخی تھے۔

وصال: آپ مجاہدین اسلام کے ساتھ لشکر میں شامل ہوکر جہاد کے لئے بلاد روم میں تشریف لے گئے اور یہاں ہی ۱۶۲ھ میں وصال فرمایا۔

اساتذہ: امام اعظم ابوحنیفہ، یحییٰ بن سعید انصاری، سعید بن مرزبان، مقاتل بن حبان، وغیرہم۔

تلامذہ: امام سفیان ثوری، ابراہیم بن بشار، بقیہ بن ولید، شفیق بلخی، اوزاعی، وغیرہ۔ محدثین آپ کو ثقہ ومامون کہتے ہیں۔ (۸)

بشر بن الحارث

نام ونسب: نام، بشر۔ کنیت ابونصر، والد کا نام، حارث۔ اور دادا کا نام عبدالرحمن بن عطا بن ہلال مروزی ہے۔ زاہد وعارف باللہ تھے اور حافی لقب سے مشہور ہوئے۔

تعلیم وتربیت: اصل وطن آپ کا مرو ہے، ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ کیا، پھر دوسرے محدثین وفقہاء سے اکتساب علم کرنے کے بعد زہد وتصوف کی طرف مائل ہوئے، مجاہدات وریاضات میں بلند شان کے حامل تھے۔ اعمال واخلاص میں حظ تام رکھتے تھے۔

حضرت فضیل بن عیاض کے خاص صحبت یافتہ تھے، اپنے ماموں علی بن خشرم سے مرید تھے، اور علم اصول وفروع میں یکتا وبے مثال تھے۔ علوم وفنون کی تحصیل کے بعد مستقل بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

اساتذہ: امام اعظم ابوحنیفہ، حماد بن زید، ابراہیم بن سعد، فضیل بن عیاض امام مالک، ابوبکر بن عیاش، عبدالرحمن بن مہدی وغیرہم،

تلامذہ: امام احمد بن حنبل، ابراہیم حربی، ابراہیم بن ہانی، محمد بن حاتم، ابوخیثمہ وغیرہم۔

وصال: ۲۲۷ھ کو بغداد میں وصال ہوا۔ (۹)

شفیق بلخی

نام ونسب: نام، شفیق۔کنیت، ابوعلی، والد کا نام، ابراہیم ہے۔ازدی بلخی ہیں۔

اساتذہ: امام اعظم ابوحنیفہ کی بارگاہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی اور امام ابویوسف وامام زفر کی صحبت حاصل رہی۔ حضرت اسرائیل بن یونس اور عباد بن کثیر سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔ان کے علاوہ خود آپ نے اپنے اساتذہ کی تعداد (۱۷۰۰) بتائی ہے۔

تلامذہ: حضرت حاتم اصم، محمد بن ابان بلخی اور ابن مردویہ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں زہد وریاضت: آپ نے جس وقت توکل وقناعت کے میدان میں قدم رکھا تو آپ کے پاس تین سو گاؤں کی زمینداری تھی، لہٰذا سب فقراء میں تقسیم کردیئے حتی کی بوقت وصال کفن کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔ایک مدت تک حضرت ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں رہے اور طریقت کا علم حاصل کیا۔

وصال: ختلان، ترکستان جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور ۱۹۴ میں یہاں شہادت پائی۔نجم اہل دنیا ۱۹۴، آپ کی تاریخ وفات ہے۔(۱۰)

اسد بن عمرو

نام ونسب: نام، اسد۔اور والد کا نام۔عمرو ہے آپ امام اعظم ابوحنیفہ کے ان چالیس تلامذہ میں سے ہیں جو کتب وقواعد فقہ کی تدوین میں مشغول رہے، امام ابویوسف، امام محمد امام زفر اور امام داؤد طائی وغیرہم کی طرح اکابر میں شمار ہوتے ہیں۔تیس سال تک امام اعظم کے لئے کتابت کی خدمت انجام دیتے رہے۔

عہدہ قضا: امام ابویوسف کے وصال کے بعد ہارون الرشید نے بغداد اور واسط کا قاضی مقرر کیا اور اپنی بیٹی کے ساتھ آپ کا نکاح کردیا۔

کچھ مدت کے بعد آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، آنکھوں سے معذور ہوجانے کی وجہ سے عہدہ قضا چھوڑ دیا تھا۔

تلامذہ: امام احمد بن حنبل، محمد بن بکار، اور احمد بن منیع آپ کے مشہور تلامذہ میں ہیں۔ ۱۹۰ھ یا ۱۸۸ھ میں وصال ہوا۔(۱۱)

وکیع بن الجراح

نام ونسب: نام، وکیع۔کنیت، ابوسفیان۔والد کا نام، جراح بن ملیح ہے۔کوفی اور حافظ حدیث ہیں۔تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم کی بارگاہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ مقام حاصل کیا۔دوسرے محدثین وفقہاء سے بھی اکتساب علم کیا، آپ کے شیوخ واساتذہ کی فہرست نہایت طویل ہے۔

چند مشاہیر یہ ہیں:

اساتذہ: آپ کے والد جراح بن ملیح، اسماعیل بن ابی خالد، عکرمہ بن عمار، ہشام بن عروہ، سلیمان بن اعمش، جریر بن حازم،

عبداللہ بن سعید بن ابی ہند، معروف بن خربوذ، ابن عون، عیسیٰ بن طہمان، مصعب بن سلیم، مسعر بن حبیب، بدر بن عثمان، ابن جریج، امام اوزاعی، امام مالک، اسامہ بن زید لیثی، سفیان ثوری، شعبہ، ابن ابی لیلی، حماد بن سلمہ، وغیرہم۔

تلامذہ: تلامذہ کی تعداد بھی بہت ہے، چند یہ ہیں:

امام شافعی، امام احمد بن حنبل، ابن ابی شیبہ، ابوخیثمہ حمیدی، قعنبی، علی بن خشرم، مسدد، محمد بن سلام، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، محمد بن صباح دولابی، وغیرہم۔

علم وفضل: محدثین آپ کی جلالت علمی پر متفق ہیں، امام احمد بن حنبل کا ایک مرتبہ امام دوری سے کسی حدیث پر مذکراہ ہو رہا تھا، امام احمد نے پوچھا؟ آپ یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہیں، بولے: شبابہ سے، فرمایا: میں یہ حدیث اس امام عالی شان سے روایت کرتا ہوں کہ آپ کی آنکھوں نے ان کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔ یعنی امام وکیع سے۔ آپ اپنے دور میں امام المسلمین تھے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں: میں نے وکیع سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔

نوح بن حبیب کہتے ہیں: میں نے ثوری، معمر اور امام مالک کو دیکھا ہے لیکن امام وکیع کی طرح میں نے کسی کو نہ پایا۔

یحییٰ بن اکثم نے کہا: میں نے امام وکیع کو سفر وحضر میں دیکھا، آپ ہمیشہ روزہ دار رہتے اور رات میں پورا قرآن پڑھ لیتے۔

وصال: آپ نے ۷۰ سال کی عمر پا کر ۱۹۷ھ میں وصال فرمایا۔ کعبۂ اہل دین مادہ تاریخ وصال ہے۔(۱۲)

یحییٰ بن سعید قطان

نام ونسب: نام، یحیی۔ کنیت، ابوسعید۔ والد کا نام، سعید بن فروخ ہے۔ تیمی بصری ہیں اور قطان سے مشہور ہیں۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی، اور تدوین فقہ کی مجلس میں رکن رکین کی حیثیت کے حامل ہے، نقد رجال حدیث میں خوب نام کمایا اور مشہور نقادان رجال کے استاد ہوئے۔

آپ کے درس حدیث کا وقت عصر سے مغرب تک تھا، نماز عصر کے بعد منارہ مسجد سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے اور سامنے امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین، اور عمرو بن خالد جیسے ائمہ فن کھڑے ہو کر درس حدیث لیتے، مغرب تک نہ وہ کسی سے بیٹھنے کو کہتے اور نہ کسی کی جرأت ہوتی۔

فن رجال میں سب سے پہلے انہوں نے لکھا، پھر ان کے تلامذہ نے، اور پھر ان کے تلامذہ امام بخاری وامام مسلم وغیرہ نے قلم اٹھایا۔

ائمہ حدیث کا قول ہے کہ جس کو یحییٰ قطان چھوڑ دیں گے اس کو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔ اس فضل وکمال کے باوجود ہمیشہ امام اعظم کی شاگردی پر فخر فرماتے۔

امام احمد فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید قطان کا مثل نہیں دیکھا۔

علی بن مدینی فرماتے ہیں: فن رجال میں یحییٰ قطان جیسا میں نے کوئی نہ دیکھا،

بندار کہتے ہیں: میں بیس سال تک آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا، میں نے کبھی آپ کو گناہ کرتے نہیں دیکھا۔

کثیر محدثین آپ کی مدح وستائش میں رطب اللسان ہیں اور آپ کو ثقہ، ثبت حجت، اور مامون کہتے ہیں۔

اساتذہ: امام اعظم ابوحنیفہ، سلیمان تیمی، حمید الطویل، اسماعیل بن ابی خالد، عبید اللہ بن عمرو، ہشام بن عروہ، بہز بن حکیم، امام مالک، امام اوزاعی، امام شعبہ، امام سفیان ثوری، عثمان بن غیاث، فضیل بن غزوان، قرہ بن خالد، وغیرہم۔

وصال: اٹھتر (۷۸) برس کی عمر پاکر ۱۹۸ھ میں وصال ہوا۔ (۱۳)

حفص بن غیاث

نام ونسب: نام، حفص۔ کنیت، ابوعمر۔ والد کا نام غیاث بن طلق بن معاوہ بن مالک بن حارث بن ثعلب ہے۔ نخعی کوفی ہیں۔

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے، ممتاز فضلاء اصحاب میں شمار ہوتے ہیں اور تسوید فقہ حنفی میں نمایاں رول ادا کیا۔ امام اعظم سے مسانید امام میں بکثرت احادیث روایت کرتے ہیں۔

امام اعظم نے جن اصحاب کو وجہ سرور اور دافع غم فرمایا تھا یہ بھی انہیں میں سے ایک ہیں۔ محدثین آپ کو ثقہ مانتے ہیں، زہد و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ جس دن آپ کا وصال ہوا تو آپ کی ملکیت میں ایک درہم بھی نہ تھا۔ آپ کوفہ اور بغداد کے قاضی رہے۔

وصال: آپ کی ولادت ۱۱۷ھ میں ہوئی اور ۱۹۴ھ میں وصال ہوا۔

اساتذہ: آپ کے دادا طلق بن معاویہ، امام اعظم ابوحنیفہ، اسماعیل بن ابی خالد، ابو مالک اشجعی، سلیمان تیمی، عاصم احول، یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ، امام اعمش، امام ثوری، امام جعفر صادق، ابن جریج، وغیرہم۔

تلامذہ: امام احمد بن حنبل، اسحاق، ابن ابی شیبہ، یحییٰ بن معین، ابونعیم، علی بن مدینی، یحییٰ قطان، وغیرہم۔ (۱۴)

امام مالک بن انس

نام ونسب: نام، مالک۔ کنیت، ابوعبداللہ۔ لقب امام دار الہجرۃ۔ والد کا نام، انس ہے اور سلسلہ نسب یوں ہے۔ مالک بن انس بن مالک بن انس ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن خثیل الاصبحی۔

امام مالک کے پردادا ابو عامر انس بن عمرو جلیل القدر صحابی تھے، غزوۂ بدر کے سوا تمام مشاہد میں شریک رہے۔ بزرگوں کا وطن یمن تھا۔ سب سے پہلے آپ کے پردادا ابو عامر ہی نے مدینۃ النبی میں سکونت اختیار کی، چونکہ یمن کے شاہی خاندان حمیر کی شاخ اصبح سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے مورث اعلیٰ حارث اس خاندان کے شیخ تھے، اس لئے ان کا لقب ذواصبح تھا، اسی وجہ سے امام مالک اصبحی کہلاتے ہیں۔

ولادت وتعلیم۔ ۹۳ھ میں ولادت ہوئی، خلاف معمول شکم مادر میں تین سال رہے۔ بعض نے دو سال بیان کیا ہے۔ جائے مولد مدینۃ الرسول ہے۔

آپ نے جب آنکھ کھولی تو مدینہ منورہ میں ابن شہاب زہری یحییٰ بن سعید انصاری، زید بن اسلم، ربیعہ اور ابوالزناد وغیرہم تابعین اور تبع تابعین کا آفتاب علم وفضل نصف النہار پر چمک رہا تھا۔

آپ نے قرآن مجید کی قرأت وسند مدینہ منورہ کے امام القراء نافع بن عبدالرحمن متوفی ۱۶۹ھ سے حاصل کی۔ دیگر علوم کی خواہش کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے، زمانہ طالب علمی میں آپ کے پاس سرمایہ کچھ نہ تھا، مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے بھی کتب وغیرہ خریدی تھیں۔ اسکے بعد دولت کا دروازہ کھل گیا، حافظہ نہایت اعلی درجہ کا تھا، فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کرلیا اس کو پھر کبھی نہیں بھولا۔

اساتذہ۔ آپ کے اساتذہ میں زیادہ تر مدینہ کے بزرگان دین شامل ہیں، امام زرقانی فرماتے ہیں، آپ نے نوسو سے زیادہ مشائخ سے علم حاصل کیا۔ چند حضرات کے اسماء یہ ہیں۔

زید بن اسلم، نافع مولی ابن عمر، صالح بن کیسان، عبداللہ بن دینار، یحیٰی بن سعید، ہشام بن عروہ، ایوب السختیانی، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم، جعفر صادق بن محمد باقر، حمید بن قیس مکی، سہل بن ابی صالح، ابوالزبیر مکی۔ ابوالزناد، ابوحازم، عامر بن عبداللہ بن العوام وغیرہم

تلامذہ۔ تلامذہ میں ان کے مشائخ معاصرین وغیرہم سب شامل ہیں، اس لئے کہ آپ نے مستقل مسکن مدینہ منورہ کو بنالیا تھا، لہذا اطراف واکناف سے لوگ یہاں آتے اور آپ سے اکتساب فیض کرتے، مستفیدین کی فہرست طویل ہے چند یہ ہیں۔

ابن شہاب زہری، یحیٰی بن سعید انصاری، اور یزید بن عبداللہ بن الھاد، یہ مشائخ میں بھی ہیں۔ معاصرین میں سے امام اوزاعی، امام ثوری، ورقاء بن عمر، شعبہ بن الحجاج، ابن جریج، ابراہیم بن طہمان، لیث بن سعد، اور ابن عیینہ وغیرہم۔

یحیٰی بن سعید القطان، ابواسحاق فزاری، عبدالرحمن بن مہدی، حسین بن ولید نیشاپوری امام شافعی، امام ابن مبارک، ابن وہب، ابن قاسم، خالد بن مخلد، سعید بن منصور، یحیٰی بن ایوب مصری، قتیبہ بن سعید، ابومصعب زہری، امام محمد۔

علم وفضل۔ آپ کے علم وفضل کی شہادت معاصرین وتلامذہ وغیرہم نے دی ہے۔

ابومصعب زہری فرماتے تھے: امام مالک ثقہ، مامون، ثبت، عالم، فقیہ، حجت وورع ہیں

یحیٰی بن معین اور یحیٰی بن سعید القطان نے فرمایا: آپ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے۔

روئے زمین پر امام مالک سے بڑھ کر حدیث نبوی کا کوئی امانت دار نہیں۔ سفیان ثوری امام حدیث ہیں امام سنت نہیں، اور اوزاعی امام سنت ہیں امام حدیث نہیں، اور امام مالک دونوں کے جامع۔

امام اعظم فرماتے ہیں:

میں نے امام مالک سے زیادہ جلد اور صحیح جواب دینے والا اور اچھی پرکھ والا نہیں دیکھا۔

امام شافعی فرماتے ہیں: تابعین کے بعد امام مالک مخلوق خدا کی حجت تھے، اور علم تین آدمیوں میں دائر ہے۔

مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، لیث بن سعد۔

امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ اگر کسی کی حدیث زبانی یاد کرنا چاہے تو کس کی کرے، فرمایا: مالک بن انس کی۔

امام بخاری نے اصح الاسانید کے سلسلہ میں فرمایا: مالک عن نافع عن ابن عمر۔
بشارت عظمیٰ۔ امت مسلمہ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت آپ کی ذات گرامی تھی۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون عالما اعلم من عالم المدینۃ۔
قریب ہے کہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے اور عالم مدینہ سے بڑھکر کوئی عالم نہ پائیں گے۔
امام عبدالرزاق اور امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا: اس حدیث کے مصداق امام مالک ہیں۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی شخصیت عشق رسالت سے معمور تھی، مدینہ کے ذرہ ذرہ سے انہیں پیار تھا، اس مقدس شہر کی سرزمین پر کبھی کسی سواری پر نہ بیٹھے اس خیال سے کہ کبھی اس جگہ حضور پیادہ چلے ہوں۔

درس حدیث کا نہایت اہتمام فرماتے، غسل کر کے عمدہ اور صاف لباس زیب تن کرتے پھر خوشبو لگا کر مسند درس پر بیٹھ جاتے اور اسی طرح بیٹھے رہتے تھے، ایک دفعہ دوران درس بچھو انہیں پیہم ڈنگ لگا تار ہا مگر اس پیکر عشق ومحبت کے جسم میں کوئی اضطراب نہیں آیا، پورے انہماک واستغراق کے ساتھ اپنے محبوب کی دلکش روایات اور دلنشیں احادیث بیان کرتے رہے۔ جب تک درس جاری رہتا انگیٹھی میں عود اور لوبان ڈالا جاتا رہتا۔

ابتلاء۔ امام مالک کا مسلک تھا کہ طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی۔ انکے زمانہ کے حاکم نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا اور ان کو زدوکوب کیا، اونٹ پر سوار کر کے شہر میں گشت بھی کرایا لیکن آپ اس حال میں بھی بلند آواز سے یہی کہتے جاتے تھے:

جو شخص مجھے جانتا ہے جانتا ہے اور جو نہیں جانتا ہے وہ جان لے کہ میں مالک بن انس اصحی ہوں، اور میرا مسلک یہ ہے کہ طلاق مکرہ واقع نہیں ہوتی۔ جعفر بن سلیمان تک جب یہ خبر پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ اونٹ سے اتار لیا جائے۔

بعض نے قصہ یوں بیان کیا ہے کہ جعفر بن سلیمان والی مدینہ سے کسی نے شکایت کردی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے، اس پر اس کو غصہ آیا اور آپ کو بلوا کر کوڑے لگوائے، آپ کو کھینچا گیا اور دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں سے اتروادیا۔ ان چیزوں سے آپ کی عزت ووقعت اور شہرت زیادہ ہی ہوئی۔

حلم وبردباری۔ خلیفہ منصور جب حج کے لئے حرمین حاضر ہوا تو اس نے جعفر سے امام مالک کا قصاص لینا چاہا تھا مگر آپ نے روک دیا اور فرمایا:

واللہ! جب مجھ پر کوڑا پڑتا تھا میں اس کو اسی وقت حلال اور جائز کردیتا تھا کہ اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہے۔

وصال۔ یحیٰی بن یحیٰی مصمودی بیان کرتے ہیں کہ جب امام مالک کا مرض وصال طویل ہوا اور وقت آخر آپہنچا تو مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں سے علماء وفضلاء آپ کے مکان میں جمع ہوگئے تاکہ امام مالک کی آخری ملاقات سے فیض یاب ہوں۔ میں بار بار

امام کے پاس جاتا اور سلام عرض کرتا تھا۔ کہ اس آخری وقت میں امام کی نظر مجھ پر پڑ جائے اور وہ نظر میری سعادت اخروی کا سبب بن جائے۔ میں اسی کیفیت میں تھا کہ امام نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے ہم کو کبھی ہنسایا اور کبھی رلایا، اسکے حکم سے زندہ رہے اور اسی کے حکم سے جان دیتے ہیں۔ اسکے بعد فرمایا: موت آگئی، خدائے تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔

حاضرین نے عرض کیا: اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے؟ فرمایا: میں اس وقت اولیاء اللہ کی مجلس کی وجہ سے بہت خوش ہوں، کیونکہ میں اہل علم کو اولیاء اللہ شمار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد علماء سے زیادہ کوئی شخص پسند نہیں۔ نیز میں اس لئے بھی خوش ہوں کہ میری تمام زندگی علم کی تحصیل اور اس کی تعلیم میں گذری ہے۔ اور میں اس سلسلہ میں اپنی تمام مساعی کو مستجاب اور مشکور گمان کرتا ہوں۔ اس لئے کہ تمام فرائض اور سنن اور ان کے ثواب کی تفصیلات ہم کو زبان رسالت سے معلوم ہوئیں۔ مثلاً حج کا اتنا ثواب ہے اور زکوۃ کا اتنا، اور ان تمام معلومات کو سوا حدیث کے طالب علم کے اور کوئی شخص نہیں جان سکتا۔ اور یہ ہی علم اصل میں نبوت کی میراث ہے۔

یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کہتے ہیں: اس کے بعد امام مالک نے حضرت ربیعہ کی روایت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے اب تک یہ روایت نہیں بیان کی ہے۔

حضرت ربیعہ فرماتے ہیں کہ قسم بخدا! کسی شخص کو نماز کے مسائل بتلانا روئے زمین کی تمام دولت صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور کسی شخص کی دینی الجھن دور کر دینا سو حج کرنے سے افضل ہے۔ اور ابن شہاب زہری کی روایات سے بتلایا کہ کسی شخص کو دینی مشورہ دینا سو غزوات میں جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ اس گفتگو کے بعد امام مالک نے کوئی بات نہیں کی اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

۱۱ر یا ۱۴ر ربیع الاول ۱۷۹ھ کو آپ نے مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اولاد امجاد میں تین صاحبزادے یحییٰ، محمد، اور احمد چھوڑے، کسی نے آپ کی سنہ ولادت اور سنہ وصال کو یوں نظم کیا ہے۔

فخر الائمة مالك. نعم الامام السالك مولده نجم هدى. وفاته فاز مالك

۱۷۹۹۳

مؤطا امام مالک

آپ نے متعدد کتب تصنیف فرمائیں لیکن مؤطا آپ کی مشہورترین کتاب جو کتب خانہ اسلام کی فقہی ترتیب پر دوسری کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس کی تالیف وترتیب مدینہ طیبہ ہی میں ہوئی، کیونکہ آپ کا قیام ہمیشہ مدینہ منورہ ہی میں رہا، آپ نے حج بھی صرف ایک مرتبہ ہی کیا باقی پوری حیات مبارکہ مدینہ پاک ہی میں گذاردی۔

امام شافعی نے اس کتاب کو دیکھ کر فرمایا تھا: کہ کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر اس سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔

امام ابوزرعہ رازی فن جرح وتعدیل کے امام فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہیں تو وہ حانث

نہیں ہوگا۔

امام مالک نے ایک لاکھ احادیث میں سے مؤطا کا انتخاب کیا، پہلے اس میں دس ہزار احادیث جمع کی تھیں، پھر مسلسل غور کرتے رہے یہاں تک کہ اس میں چھ سو احادیث باقی رہ گئیں۔ بعدہ مراسیل وموقوف اور اقوال تابعین کا اضافہ ہے۔ یعنی کل روایات کی تعداد ایک ہزار سات سو بیس ہے۔

لفظ موطا ''توطیہ'' کا اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں، روندا ہوا، تیار کیا ہوا، نرم وسہل بنایا ہوا۔ یہاں یہ سب معانی بطور استعارہ مراد لئے ہیں۔

امام مالک خود فرماتے ہیں: میں نے اس کتاب کو لکھ کر فقہاء مدینہ میں ستر حضرات کے سامنے پیش کیا تو ان سب نے مجھ سے اتفاق کیا یعنی انظار دقیقہ سے روندا، لہٰذا میں نے اس کا نام مؤطا رکھا۔ دوسرے ائمہ نے وجہ تسمیہ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ امام مالک نے اس کتاب کو مرتب کر کے لوگوں کے لئے سہل اور آسان بنا دیا ہے اس لئے اس کو مؤطا امام مالک کہتے ہیں۔

مؤطا امام مالک کے تیس سے زیادہ نسخے ہیں، بستان المحدثین میں سولہ کا ذکر بالتفصیل ہے۔ لیکن اس وقت امت کے ہاتھوں میں دو نسخے موجود ہیں۔ ایک یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کا جو مؤطا امام مالک سے مشہور ہے۔ اور دوسرا امام محمد بن حسن کا جو مؤطا امام محمد سے شہرت یافتہ اور عام طور پر داخل نصاب ہے۔ (۱۵)

امام شافعی

نام ونسب: نام، محمد۔ کنیت، ابوعبداللہ۔ والد کا نام، ادریس ہے، سلسلہ نسب یوں ہے، ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت ہاشم پر آپ کا سلسلہ نسب ملتا ہے لہٰذا آپ قرشی ہیں اور یوں ائمہ اربعہ میں آپ کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

آپ کے دادا 'العباس' کے دادا شافع تھے جو صغار صحابہ سے ہیں اور ان کے والد حضرت سائب غزوۂ بدر کے موقع پر اسلام لائے اور یہ حضور کے چچا زاد بھائی تھے۔

ولادت وتعلیم۔ غزہ کے مقام پر ۱۵۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، کہتے ہیں خاص اس دن جس دن امام اعظم کا وصال ہوا۔ آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ محض ہیں حضرت حسن مثنّٰی کی پوتی اور سیّدنا امام حسن کی پرپوتی تھیں۔۔

آپ کے والد کا انتقال دو سال کی عمر ہی میں ہوگیا تھا۔ لہٰذا والدہ ماجدہ آپ کو صغر سنی میں ہی وہاں سے مکہ لے آئیں اور آپ نے وہیں پرورش پائی۔ سن تمیز سے ہی علوم وفنون کی طرف توجہ شروع کر دی تھی، ابتداءً شعر، لغت اور تاریخ عرب کی طرف توجہ تھی، اسکے بعد تجوید قرأت اور حدیث وفقہ کی تحصیل شروع کی۔

بارہ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے مؤطا کو حفظ کر لیا تھا اور اس کے بعد امام مالک کی خدمت میں پہنچے اور ان پر مؤطا کی قرأت کی۔ آپ علوم دینیہ کی طرف اپنے رجحان کا واقعہ خود اس طرح بیان فرماتے تھے۔ علم فقہ کی طرف توجہ۔ ایک دن میں ذوق وشوق

سے لبید کے اشعار پڑھ رہا تھا کہ ناگاہ نصیحت آمیز غیبی آواز آئی، اشعار میں پڑ کر کیوں وقت ضائع کرتے ہو، جاؤ جا کر فقہ کا علم حاصل کرو۔ فرماتے ہیں: میرے دل پر اس بات کا بڑا اثر ہوا اور میں نے مکہ جا کر سفیان بن عیینہ کی درسگاہ میں حاضری دی تھی، انکے بعد مسلم بن خالد زنجی اور پھر مدینہ طیبہ حضرت امام مالک کی خدمت میں پہنچا۔

اساتذہ۔ امام شافعی کا زمانہ حدیث وفقہ کے ائمہ کا نادر المثال دور ہے۔ لہٰذا آپ نے اس زمانہ کے جلیل القدر محدثین وفقہاء سے اکتساب علم کیا، بعض کے اسماء یہ ہیں۔

امام سفیان بن عیینہ، امام مالک، مسلم بن خالد زنجی، ابراہیم بن سعد۔ اسماعیل بن جعفر، محمد بن خالد جندی، ہشام بن یوسف صنعانی، امام محمد وغیرہم۔

آپ کے اساتذہ میں جن کا رنگ آپ پر غالب نظر آتا ہے وہ آخر الذکر امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کے شاگرد رشید امام محمد بن حسن شیبانی ہیں۔ کیونکہ امام شافعی کی والدہ سے آپ نے نکاح کرلیا تھا اور اپنا تمام مال اور کتابیں امام شافعی کے حوالہ کردی تھیں۔ امام محمد کی تصانیف کے مطالعہ سے ہی آپ میں فقاہت کا ملکہ پیدا ہوا۔ اسی فیضان سے متاثر ہوکر امام شافعی نے فرمایا: جو شخص فقہ میں نام کمانا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے استفادہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے استنباط مسائل اور استخراج احکام کی راہیں ان لوگوں پر کشادہ کردی ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

قسم بخدا! مجھے فقاہت ہرگز نصیب نہ ہوتی اگر میں امام محمد کی کتب کا مطالعہ نہ کرتا۔ جس شخص کا فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے وہ امام محمد بن حسن شیبانی ہیں۔

تلامذہ: حدیث وفقہ میں آپ کے تلامذہ کی فہرست کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ چند حضرات یہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل، امام حمیدی، سلیمان بن داؤد ہاشمی، ابراہیم بن منذر حزامی، ابراہیم بن خالد، ابوثور ابراہیم بن خالد، ربیع بن سلیمان جنیدی، حسن بن محمد بن صباح زعفرانی۔

مبارک خواب

امام شافعی فرماتے ہیں: میں نے خواب میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو دیکھا کہ آپ نے مجھے سلام کیا اور مصافحہ فرما کر ایک انگشتری میرے ہاتھ میں پہنائی۔ میرے عم محترم نے اس کی تعبیر یوں بیان فرمائی کہ مصافحہ کرنے کا مطلب ہے کہ تم عذاب سے مامون رہوگے اور انگوٹھی پہنانے کی تعبیر یہ ہے کہ جہاں تک مولیٰ علی کے نام کی شہرت ہے وہاں تک تمہارا نام بھی مشہور ہوگا۔

بشارت عظمیٰ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔

اللھم اھد قریشا، فان عالمھا یملأ طباق الارض علما۔ الحدیث۔

الٰہی قریش کو سیدھی راہ پر چلا، ان میں ایک عالم ایسا ہوگا جو طبقات زمین کو علم وعرفان سے بھر دیگا۔ حافظ ابونعیم عبدالملک بن

محمد کہتے ہیں: اس حدیث کے مصداق حضرت امام شافعی ہیں۔

علم وفضل۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

امام شافعی دوسری صدی کے مجدد ہیں جس طرح خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز پہلی صدی کے۔

نیز فرماتے ہیں:

تیس سال سے میری کوئی رات ایسی نہیں گذری جس رات میں امام شافعی کے لئے میں نے دعا نہ کی۔

حسن بن محمد زعفرانی کہتے ہیں: جس طرح علماء یہود میں حضرت عبداللہ بن سلام منفرد تھے اسی طرح علماء اسلام میں امام شافعی منفرد ہیں۔

شمائل وخصائل۔ امام شافعی طبعا فیاض تھے، اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے، بے حد غیور اور خود دار تھے، اہل جاہ وحشم اور ارباب ثروت واقتدار سے کبھی کسی چیز کی طمع اور توقع نہ رکھتے، اسکے ساتھ بے حد خلیق اور بامروت تھے۔ اگر کوئی شخص کبھی محبت اور عقیدت سے کوئی نذرانہ پیش کرتا تو اسکو رد نہیں کرتے، تاہم فیاضی طبع کی بنیاد پر اس کو پاس رکھتے بھی نہیں تھے، بارہا ایسا ہوا کہ آپ خلیفہ ہارون رشید کی دعوت پر دربار میں گئے، اس نے اشرفیوں کی تھیلیاں نذرانہ کیں اور آپ واپسی میں دونوں ہاتھوں سے ان اشرفیوں کو تقسیم کرتے ہوئے چلے گئے، یہاں تک کہ جب گھر پہنچے تو آپ کے پاس اس نذرانے میں سے ایک درہم بھی نہیں تھا۔

امام حمیدی فرماتے ہیں:

امام شافعی جب صنعاء سے مکہ مکرمہ آئے تو آپ کے پاس دس ہزار دینار تھے۔ آپ نے ایک جگہ خیمہ نصب کرکے قیام فرمایا۔ لوگوں کو پتہ چلا تو مختلف اطراف سے بے شمار لوگ ملاقات کے لئے حاضر ہوئے جن میں بہت سے لوگ ضرورت مند بھی تھے، جب آپ لوگوں کی ملاقات سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس ایک دینار بھی باقی نہیں تھا۔

مزنی کہتے ہیں:

میں نے امام شافعی سے بڑھکر کوئی فیاض شخص نہیں دیکھا، ایک شب میں ان کے ساتھ مسجد سے ان کے گھر تک آیا، میں کسی فقہی مسئلہ میں ان سے گفتگو کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک غلام آیا اور کہنے لگا: میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ تھیلی نذر کی ہے، آپ نے تھیلی رکھ لی، تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور اس نے کہا: میری بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور ہمارے پاس کچھ نہیں، آپ نے وہ تھیلی اٹھا کر اسے دیدی۔

زہد وتقوی۔ علمی وجاہت اور فقہی متانت کے ساتھ عبادت وریاضت اور زہد وتقوی میں بھی امتیاز حاصل تھا۔ بعض واقعات خرق عادت اور کرامت معلوم ہوتے ہیں۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں:

امام شافعی رمضان کے نوافل میں ساٹھ مرتبہ قرآن عظیم پڑھتے تھے، عام ایام میں وہ رات کے تین حصہ کرتے، پہلے حصہ

میں تصنیف وتالیف، دوسرے میں نوافل اور تیسرے میں آرام فرماتے۔

ابراہیم بن محمد کا قول ہے:

میں نے امام شافعی سے عمدہ کسی شخص کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ آپ کی نماز مسلم بن خالد کی نماز کے مشابہ تھی، اوران کی مسلم بن جریج کی نماز کے مماثل، اوران کی عطاء بن ابی رباح، اوران کی عبداللہ بن زبیر، اوران کی ابوبکر صدیق، اوران کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مماثل تھی۔

خوف الٰہی اور خشیت ربانی سے لرزہ براندام ہوجاتے تھے۔

تصنیف وتالیف۔ امام شافعی کی زندگی کا اکثر حصہ درس وتدریس، علمی مباحث، مسائل کے استنباط اورافتاء وغیرہ میں گذرا، اسکے باوجود آپ نے مختلف موضوعات پر تصنیف وتالیف کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

عبدالرحمن بن مہدی نے امام شافعی سے عرض کیا کہ میرے لئے کوئی ایسی کتاب تصنیف فرمادیں جس میں قرآن عظیم کے معانی معتبرہ، احادیث اوران کے ساتھ اجماع اور ناسخ ومنسوخ کا بھی بیان ہو۔ آپ نے عنفوان شباب میں کتاب الرسالہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو مذکورہ بالا تمام مقاصد پر مشتمل تھی۔

فن حدیث میں امام شافعی کی روایات کو کتاب الام اور کتاب المبسوط میں ان کے تلامذہ نے جمع کیا ہے، لیکن جو کتاب امام شافعی کی روایات کی جامع ہے وہ مسند شافعی ہے۔

یہ کتاب ان احادیث مرفوعہ کا مجموعہ ہے جنہیں امام شافعی خود اپنے تلامذہ کے سامنے بیان کرتے تھے۔ امام شافعی کی بعض روایات کا ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے ربیع بن سلیمان مرادی سے سماع کر کے ان کو کتاب الام اور مبسوط کے ضمن میں جمع کر دیا تھا۔ ابوالعباس اصم نے ان تمام روایات کو ایک جگہ جمع کر کے مجموعہ کا نام مسند شافعی رکھ دیا ہے۔

وصال:۔ مزنی کہتے ہیں جب امام شافعی کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں ان کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے عرض کیا: کیا حال ہے؟ فرمایا: دنیا سے کوچ اور احباب سے جدائی کا وقت ہے، موت کا پیالہ پیش ہوا چاہتا ہے اور نتیجہ اعمال نکلنے والا ہے، عنقریب اللہ رب العزت کے دربار میں حاضری ہوگی، کون جانے کہ میری روح کدھر لے جائی جائے گی۔

آپ اس وقت وجد کی حالت میں یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته ★ بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرے گناہ بہت بڑے ہیں لیکن میں تیری رحمت کی طرف نظر کرتا ہوں تو وہ میرے گناہوں کی نسبت کہیں زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

آپ کا وصال ۳۰؍رجب ۲۰۴ھ شب جمعہ بعد نماز مغرب ہوا اور مزار مبارک مصر کے شہر قرافہ میں ہے۔(۱۶)

امام احمد بن حنبل

نام ونسب: نام، احمد۔ کنیت، ابوعبداللہ۔ والد کا نام، محمد ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ الذہلی الشیبانی ثم المروزی ثم البغدادی۔

ولادت وتعلیم: آپ کے والد محمد بن حنبل مرو سے بغداد آکر اقامت پذیر ہوئے اور آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول ۱۶۴ھ بغداد میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد سب سے پہلے امام ابویوسف کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے لیکن بعد میں علم حدیث کی طرف توجہ کی اور پندرہ سال کی عمر میں احادیث کا سماع کرنے کے لئے ۱۷۹ھ میں بغداد کے مشہور شیخ ہشیم کی خدمت میں حاضری دی۔ اسی سال امام عبداللہ بن مبارک بغداد میں تشریف لائے، امام احمد کو ان کا علم ہوا تو ان کی مجلس میں پہنچے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ طرطوس جاچکے ہیں۔ اس کے بعد وہ بغداد واپس نہیں آئے اور دو سال بعد ان کا وہیں وصال ہوگیا۔

امام ہشیم کی وفات کے بعد آپ نے بغداد کے علاوہ دوسرے شہروں کا رخ کیا، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ کوفہ، بصرہ شام، یمن اور جزیرہ کے مشائخ وقت سے سماع حدیث کیا۔

اساتذہ: آپ نے علم حدیث مندرجہ ذیل مشاہیر وقت سے حاصل کیا۔ بشر بن مفضل، اسماعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہ، جریر بن عبدالحمید، یحییٰ بن سعید القطان، ابوداؤد طیالسی، عبداللہ بن نمیر، عبدالرزاق علی بن عیاش حمصی، امام شافعی، معتمر بن سلیمان، ہشیم، ابراہیم بن سعد، عبادہ بن عباد اور یحییٰ بن زائدہ وغیرہم۔

تلامذہ: آپ کا زمانہ درس وتدریس نہایت ابتلاء وآزمائش کا دور ہے مگر جبر واستبداد کی زنجیریں میدان تدریس میں آپ کا راستہ نہ روک سکیں، آپ کے تلامذہ اور مستفدین کی فہرست نہایت طویل ہے چند اسماء یہ ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، اسود بن عامر، شاذان، ابن مہدی۔ ساتھ ہی آپ کے اساتذہ نے بھی آپ سے سماع حدیث کیا ہے، ان میں امام شافعی، ابوالولید، عبدالرزاق، وکیع، یحییٰ بن آدم، یزید بن ہارون نہایت مشہور ہیں۔

نیز اکابر محدثین میں قتیبہ بن سعید، داؤد بن عمرو، اور خلف بن ہشام نے بھی آپ سے سماع کیا ہے۔ اور معاصرین میں یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، حسین بن منصور، زیاد بن ایوب، ابوقدامی سرخسی، محمد بن رافع، محمد بن یحییٰ اور احمد بن ابی حواری بھی آپ کے تلامذہ سے ہیں۔

باقی تلامذہ میں اپ کے دونوں صاحبزادے عبداللہ اور صالح اور ان کے علاوہ ابوبکر اثرم، حرب کرمانی، بقی بن مخلد، حنبل بن اسحاق اور شاہین وغیرہم کثیر محدثین شمار ہوتے ہیں۔

ابتلاوآزمائش: ۲۱۲ھ ائمہ مسلمین اور مقتدایان قوم کے لئے انتہائی صبر آزما سال تھا، اسی سال عباسی خلفاء میں سے ایک خلیفہ مامون رشید نے خلق قرآن کے مکروہ عقیدہ کا اظہار کیا اور علماء معتزلہ کی معاونت سے اس عقیدہ کو پھیلاتا رہا۔ ۲۱۷ھ میں اس نے بغداد میں اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم معتزلی کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے، انا جعلناہ قرانا عربیا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ

نے قرآن کو مجعول قرار دیا اور جو مجعول ہو وہ مخلوق ہے۔ لہٰذا جو شخص قدم قرآن کا عقیدہ رکھتا ہے اس کا عقیدہ قرآن مجید کی نص صریح کا انکار ہے۔ تم بغداد کے تمام علماء اور مقتدر لوگوں کو جمع کرو اور ان پر یہ عقیدہ پیش کرو جو مان لے اس کو امان دو اور جو نہ مانے اس کے جوابات لکھ کر مجھے بھیج دو۔ بہت سے سرکردہ لوگ اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور کتنے ہی لوگوں نے جان بچانے کی خاطر خلق قرآن کا عقیدہ قبول کر لیا۔ امام احمد بن حنبل سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہتا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ قاضی اسحاق بن ابراہیم نے یہ جواب مامون رشید کو لکھ کر بھیجا، مامون رشید نے جواب لکھا، جو شخص عقیدہ خلق قرآن سے موافقت نہ کرے اس کو درس اور افتاء سے روک دو۔

کچھ عرصہ بعد مامون رشید نے قاضی بغداد کو لکھا جو لوگ عقیدہ خلق قرآن سے موافقت نہ کریں ان کو قید کر کے فوج کے حوالے کر دو۔ اگر خلق قرآن کا اقرار کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ اس دھمکی سے مرعوب ہو کر احمد بن حنبل، محمد بن نوح اور قواریری کے سوا بغداد کے تمام علماء نے خلق قرآن کا اقرار کر لیا۔ قاضی کے حکم سے امام احمد وغیرہ کو قید کر کے مامون کی طرف بھجوا دیا گیا لیکن اس سے پہلے کہ مامون ان مردان خدا پر تلوار اٹھاتا، سیف قضا نے خود اس کا کام تمام کر دیا۔

امام احمد کے شاگرد احمد بن غسان کہتے ہیں کہ خلیفہ کے حکم پر مجھے اور امام احمد بن حنبل کو گرفتار کر کے اس کے پاس لے جایا جا رہا تھا، راستہ میں امام احمد بن حنبل کو یہ خبر پہنچی کہ اگر احمد بن حنبل نے خلق قرآن کا قول نہ کیا تو وہ ان کو اور ان کے شاگرد کو مار مار کر ہلاک کر دے گا۔ اس وقت امام احمد نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا۔ اے اللہ آج اس فاجر کو یہاں تک جرأت ہو گئی ہے کہ یہ تیرے اولیاء کو للکارتا ہے۔ اگر تیرا قرآن غیر مخلوق ہے تو تو ہم سے اس مشقت کو دور فرما۔ ابھی رات کا ایک تہائی حصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ سپاہی دوڑتے ہوئے آئے اور کہا: اے ابوعبداللہ تم واقعی سچے ہو اور قرآن غیر مخلوق ہے۔ قسم بخدا خلیفہ ہلاک ہو گیا۔

۲۱۸ھ میں مامون رشید ہلاک ہوا اور اس کا بھائی معتصم باللہ بن ہارون رشید تخت حکومت پر قابض ہوا۔ مامون کی طرح معتصم بھی اعتزال کا حامی تھا۔ اس نے حکومت سنبھالنے کے بعد عقیدہ اعتزال کی ترویج کی۔ پہلے مختلف حیلوں سے امام احمد کو اعتزال کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ بالآخر ۲۲۰ھ میں اس نے امام احمد بن حنبل کو دربار خلافت میں طلب کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب امام احمد کی عمر ۵۶ سال کی ہو چکی تھی۔ شباب رخصت ہو چکا تھا اور ان کا جسم بڑھاپے کی سرحد میں داخل اور نحیف و نزار تھا لیکن اعصاب فولاد کی طرح مضبوط اور قوت ارادی چٹان سے کہیں زیادہ راسخ تھی۔

خلیفہ کے سامنے ایک طویل مناظرہ ہوا۔ امام احمد کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ قرآن کلام اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر یہ حادث ہو تو اللہ تعالیٰ کی ذات محل حوادث بن جائے گی اور یہ محال ہے۔ خلیفہ سے امام احمد کی اس دلیل کا کوئی جواب نہ بن سکا۔ بالآخر معتزلی قاضی اور اس کے حواری معتزل علماء نے کہا کہ ہم فتویٰ دیتے ہیں کہ اس شخص کا خون آپ پر مباح ہے۔ آپ اس کو قتل کر دیں۔ خلیفہ نے جلاد کو بلایا اور اس سے کہا کہ احمد بن حنبل کے جسم پر کوڑے مارو۔ ایک جلاد جب کوڑے مارتے مارتے شل ہو جاتا تو دوسرا جلاد آ جاتا اس طرح بار بار جلاد بدلتے رہے اور امام احمد بن حنبل صبر و استقامت سے کوڑے کھاتے رہے۔

اس فتنہ میں چار علماء ثابت قدم رہے اور آپ سب کے سردار ہیں۔ دوسرے محمد بن نوح بن میمون کہ ان کا انتقال راستہ ہی

میں ہو گیا تھا۔ تیسرے نعیم بن حماد خزاعی، ان کا انتقال قید خانہ میں ہوا۔ ابو یعقوب بویطی، انکا وصال بھی قید خانہ میں ہوا، چوتھے احمد بن نصر خزاعی۔

امام احمد بن حنبل کو جب کوڑے مارے جا رہے تھے تو اسی اثنا میں ضرب شدید کی وجہ سے آپ کا ازار بند ٹوٹ گیا، قریب تھا کہ بے ستری ہو جاتی، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، یا غیاث المستغیثین، یا الہ العالمین، تو خوب جانتا ہے اگر میں حق پر ہوں تو میری پردہ پوشی فرما۔

فوراً آپ کا پاجامہ اپنی جگہ رک گیا۔ دار الخلافت سے اسحاق بن ابراہیم معتزلی کے مکان پر لائے گئے تو آپ روزہ دار تھے۔ کمزوری بہت تھی، لہٰذا کھانے کے لئے ستو وغیرہ لائے گئے لیکن آپ نے روزہ مکمل فرمایا۔

ظہر کی نماز وہیں ادا فرمائی، قاضی ابن سماعہ نے کہا آپ نے نماز خون آلود جسم و کپڑوں میں پڑھ لی؟ فرمایا: حضرت عمر نے بھی اسی حالت میں نماز پڑھی تھی۔ یہ سن کر قاضی صاحب خاموش ہو گئے۔

فضل و کمال: آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، اور ابتلاء و امتحان میں استقامت پر ان کے زمانہ کے اکابر، معاصرین اور متقدین نے بے پناہ خراج تحسین پیش کیا ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: میں نے دوسو ماہرین علم سے استفادہ کیا لیکن ان میں امام احمد کے مثل کوئی نہ تھا۔ وہ کبھی عام دنیاوی کلام نہیں کرتے، جب گفتگو کرتے تو موضوع سخن کوئی علمی مسئلہ ہوتا۔

حافظ ابوزرعہ کہتے ہیں: امام احمد علم و فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ قتیبہ بن سعید کہتے ہیں: اگر امام احمد بن حنبل کا زمانہ امام مالک، سفیان ثوری اور اوزاعی کا زمانہ ہوتا علم و فضل میں ان پر مقدم ہوتے۔ اور امام احمد نہ ہوتے تو دنیا سے تقویٰ اٹھ جاتا۔ اسحاق بن راھویہ کہتے تھے، اگر اسلام کی خاطر امام احمد کی قربانیاں نہ ہوتیں تو آج ہمارے سینوں میں اسلام نہ ہوتا۔

ابو عبد اللہ بجستانی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، پوچھا حضور ہم اس زمانہ میں کس کی اقتداء کریں، فرمایا: احمد بن حنبل کی امام مزنی کہتے ہیں، آپ کی ذات خلفائے راشدین کے اسوۂ حسنہ کا نمونہ تھی

ہلال بن معافی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس امت پر چار عظیم شخصیتوں کے ذریعہ احسان فرمایا: امام شافعی، ابو عبید، یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل۔

آپ کے استاذ یحییٰ بن سعید قطان فرماتے تھے۔ بغداد میں جو لوگ آئے سب میں مجھے احمد بن حنبل زیادہ محبوب ہیں۔

زہد و تقوی: آپ کے زہد و تقویٰ کی متعدد مثالیں گذریں، شان استغناء کا یہ عالم تھا کہ آپ کے استاذ امام عبد الرزاق نے کچھ رقم آپ کی ناداری کے زمانہ میں بھیجی تو آپ کے غیور ضمیر نے لینا گوارا نہ کی اور خود محنت و مشقت کر کے اپنی ضرورت پوری فرمائی۔

حسن بن عبد العزیز کو ایک لاکھ دینار وراثت سے ملے، اس نے ان میں سے تین ہزار دینار آپ کی خدمت میں پیش کئے

اور عرض کیا کہ یہ مال حلال ہے آپ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے عیال پر خرچ کریں، لیکن آپ نے یہ کہکر دینار واپس فرمادیئے کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔

علمی اور نظری مصروفیات کے باوجود آپ عبادت میں قدم راسخ رکھتے تھے، آپ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ آپ دن اور رات میں تین سو نوافل پڑھا کرتے تھے۔ آپ نوافل میں قرآن پڑھتے اور سات راتوں میں ایک قرآن مجید ختم فرماتے۔ آپ کو کبھی تلاش کیا جاتا تو آپ یا تو مسجد میں ملتے، یا نماز جنازہ میں، یا کسی مریض کے یہاں عیادت میں۔

محبت رسول سے قلب وسینہ معمور تھا، آپ کے صاحبزادے عبداللہ بیان کرتے ہیں، کہ آپ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک تھا، اس مقدس بال کو ہونٹوں پر رکھ کر چومتے اور کبھی آنکھوں سے لگاتے، جب کبھی بیمار ہوتے اس کو پانی میں ڈال کر اس کا غسالہ پیتے جس سے شفا حاصل ہوتی۔

آپ مستجاب الدعوات تھے، لوگ کثرت سے دعا کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ خوبصورتی سے ٹال بھی دیتے تھے۔

علی بن حرارہ کا بیان ہے کہ میں اپنی اپاہج ماں کے لئے دعا کرانے حاضر ہوا، فرمایا، ہم خود دعا کے محتاج ہیں ان سے کہنا ہمارے لئے دعا کیا کریں، میں گھر واپس آیا تو دیکھا والدہ گھر میں ٹھیک ٹھاک چل پھر رہی ہیں۔

وصال: آپ ابتلاء وآزمائش کے بعد اکیس سال تک زندہ رہے، خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے، کوڑوں کی تکلیف آخر عمر تک محسوس کرتے تھے، لیکن عبادت وریاضت میں مستقیم اور درس وتدریس میں ہمہ تن مصروف رہے۔

۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ بروز جمعہ آپ نے وصال فرمایا: یہ معتصم کے بیٹے واثق باللہ کا زمانہ تھا۔ محمد بن طاہر نے اپنے دربان کے ہاتھ کفن کے لئے مختلف چیزیں بھیجیں اور کہا: یہ خلیفہ کی طرف سے سمجھو کہ اگر وہ خود یہاں ہوتا تو یہ چیزیں بھیجتا۔

صاحبزادگان نے کہا: آپ کی حیات ظاہری میں خلیفہ نے آپ کی ناپسندیدہ چیزوں سے آپ کو معذور رکھا تھا لہٰذا ہم کبھی یہ کفن نہیں لیں گے اور آپ کو ان کپڑوں میں کفن دیا گیا جو آپ کی باندی نے بن کر تیار کیا تھا۔ آپ کے غسل میں دار الخلافہ کے تقریباً سو خاندان بنو ہاشم کے شہزادگان تھے اور سب آپ کی پیشانی کو چومتے تھے۔

بیشمار لوگ نماز جنازہ میں حاضر ہوئے۔ کئی مرتبہ نماز جنازہ ہوئی، لوگوں کی بھیڑ میں خلیفہ کا نائب بھی عام لوگوں کی طرح حاضر رہا۔ اسکے حکم سے تعداد کا اندازہ کیا گیا تو دس لاکھ سے بیس لاکھ تک کی روایتیں منقول ہیں۔ اس کثرت ازدحام اور مقبولیت امام سے متاثر ہو کر بیس ہزار یہود ونصاری اور مجوس نے اسلام قبول کیا۔

عبدالوہاب وراق کہتے ہیں۔

جاہلیت اور اسلام میں کبھی کسی کے جنازہ پر اتنے لوگ جمع نہیں ہوئے جتنے آپ کے جنازہ میں تھے۔

امام احمد بن حنبل نے جس طرح خدمت دین انجام دی اور امتحان میں صبر واستقامت سے کام لیا اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بیحد انعام واکرام سے نوازا، حشیش بن ورد کہتے ہیں کہ میں خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے

پوچھا، حضور احمد بن حنبل کا کیا حال ہے؟ فرمایا عنقریب حضرت موسیٰ تشریف لاتے ہیں ان سے پوچھنا۔ جب حضرت موسیٰ تشریف لائے تو میں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! احمد بن حنبل کا کیا حال ہے؟ فرمایا انہیں عیش و راحت اور تنگی و تکلیف میں کیا گیا لیکن ہر حال میں ان کو صدیق پایا گیا پس ان کو صدیقین کے ساتھ لاحق کر دیا گیا۔

مروزی کہتے ہیں: میں نے وصال کے بعد امام احمد بن حنبل کو خواب میں دیکھا انہوں نے سبز رنگ کے دو حلے پہنے ہوئے تھے اور پیروں میں چمکتے ہوئے سونے کی دو نعلین تھیں۔ جن کے تسمے سبز زمرد کے تھے اور سر پر جواہر سے مرصع ایک تاج تھا اور وہ بڑے ناز سے چل رہے تھے میں نے پوچھا اے ابوعبداللہ یہ کیسی چال ہے؟ فرمایا یہ جنت کے خدام کی چال ہے پھر میں نے پوچھا اے اللہ کے حبیب! یہ آپ کے سر پر تاج کیسا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھے اپنی جنت میں داخل کر لیا میرے سر پر تاج رکھا اور اپنا دیدار مجھ پر مباح کر دیا اور فرمایا

اے احمد یہ تیرے کلام اللہ کو غیر مخلوق کہنے کا صلہ ہے۔

تصانیف: آپ نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں، ان میں مسند احمد نہایت مشہور ہے۔ آپ نے اس کو بیاض کی صورت میں جمع فرمایا تھا اور اس کی باقاعدہ ترتیب کی مہلت آپ کو نہ ملی۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اور اس مسند کے راوی حضرت ابوبکر قطیعی نے اس میں کچھ اضافے کئے اور پھر اس کی ترتیب حضرت عبداللہ نے انجام دی۔

امام احمد بن حنبل نے اس مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث سے منتخب فرمایا تھا، اب اس میں ستائیس ہزار ایک سو احادیث ہیں جن کو آٹھ سو صحابہ کرام سے روایت کیا گیا ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

امام سیوطی نے فرمایا: مسند احمد کی ہر حدیث مقبول ہے۔

اب یہ مسند الفتح الربانی کے نام سے ۱۲ مجلدات میں ترتیب فقہی پر بھی مرتب ہوگئی ہے جس کو اقسام کے تحت شیخ احمد بن عبدالرحمن ساعاتی نے پیش کیا ہے جو بطور حاشیہ فوائد علمیہ پر بھی مشتمل ہے۔ (۱۷)

امام بخاری

نام ونسب: نام، محمد۔ کنیت، ابوعبداللہ۔ والد کا نام۔ اسماعیل لقب، امیر المومنین فی الحدیث اور امام بخاری ہے، سلسلۂ نسب یوں ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی۔ آپ کے جد امجد مغیرہ بن بروزبہ جعفی مجوسی تھے۔ حاکم بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے، اسی نسبت سے جعفی کہلاتے، امام بخاری کو بھی جعفی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

ولادت وتعلیم: ولادت ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں ماوراء النھر کے مشہور شہر بخارا میں ہوئی۔ ایام طفولیت میں والد کا انتقال ہو گیا، والدہ ماجدہ نے پرورش کی۔ آپ بچپن ہی میں نابینا ہو گئے تھے۔ اطباء و معالجین کی کوششوں کے باوجود آپ کی بینائی واپس نہ آسکی۔

آپ کی والدہ ماجدہ نہایت عابدہ زاہدہ تھیں، اور روکر رات کو دعائیں کرتیں آخر کار آپ کے نالہائے شب کا ثمرہ ظاہر ہوا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے اور فرمایا، بشارت ہو کہ تمہارے فرزند کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بینائی عطا کی۔ صبح کو بیدار ہوئے تو بینا تھے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے بخارا کے درس حدیث میں داخلہ لیا، انتہائی لگن اور محنت سے جلد ہی اپنے ساتھیوں میں امتیازی مقام حاصل کرلیا اور اساتذہ کی توجہ کا مرکز بن گئے۔

حج وزیارت: اٹھارہ سال کی عمر میں برادر اکبر احمد بن اسماعیل اور والدہ ماجدہ کے ساتھ سفر حرمین کے لئے روانہ ہوئے۔ حج وزیارت سے فارغ ہوکر آپ وہیں ٹھر گئے اور حصول علم حدیث شب وروز کا مشغلہ تھا۔ اسی دوران آپ نے قضایا الصحابۃ والتابعین کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

اسی زمانہ میں اس کے بعد چاندنی راتوں میں روضۂ انور کے مواجہہ اقدس میں بیٹھ کر تاریخ کبیر تصنیف کی۔ آپ کی اس تصنیف کی متعدد نقلیں وہاں کے حضرات نے لیں، یہ زمانہ آپ کی نوجوانی کا تھا۔

قوت حافظہ۔ امام بخاری کو اللہ رب العزت نے عظیم قوت حافظہ سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کے ساتھی حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں: آپ ہمارے ساتھ بچپن میں حدیث کی سماعت کے لئے مشائخ بصرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، سب لوگ احادیث سن کر لکھتے لیکن آپ صرف سماعت کرتے۔ سولہ دن کے بعد ہم نے ان سے کہا: آپ بلا وجہ وقت ضائع کررہے ہیں کہ سب طلبہ کے برخلاف آپ سماعت پر تکیہ کرلیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا آپ سب لوگ اپنے نوشتے لاؤ اور مجھ سے سن کر مقابلہ کرو۔

ہم نے ایسا کیا، سن کر ہماری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ ۱۶؍ ایام میں حاصل شدہ پندرہ ہزار احادیث آپ نے فرفر سنادیں، گویا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب روایات آپ نے ہی ہمیں املا کرائی تھیں۔

تعلیم کے لئے اسفار۔ امام بخاری کے اساتذہ کی تعداد کثیر ہے، آپ نے شہر درشہر اور قریہ قریہ سفر کر کے ائمہ کرام سے احادیث سماعت کیں۔ خود فرماتے ہیں۔

میں نے طلب علم میں مصر وشام کا دومرتبہ دورہ کیا۔ چار مرتبہ بصرہ گیا، چھ سال حجاز مقدس میں رہا، اور کوفہ وبغداد کا شمار نہیں کہ کتنی مرتبہ سفر کیا۔

علم وفضل۔ آپ کو اللہ رب العزت نے قوت حافظہ کے ساتھ جودت ذہن اور نکتہ رس فکر سے بھی نوازا تھا۔ معاصرین نے بارہا آپ کا امتحان لیا لیکن ہر مرتبہ آپ کامیاب وفائز المرام رہے۔ روایتوں کے طرق پر آپ کو خصوصی طور سے ملکہ تھا۔

بغداد شریف میں سواحادیث کی سندوں میں الٹ پھیر کی گئی لیکن آپ نے مجمع عام میں ان کی تصحیح کر کے سب سے خراج تحسین حاصل کیا۔ سمرقند میں بھی چارسو محدثین نے آپ کو آزمانا چاہا لیکن آپ نے تمام سندوں کے برمحل جواب عنایت فرمائے۔

علل حدیث کو فنون حدیث میں نہایت اہمیت حاصل ہے اور بہت مشکل فن سمجھا جاتا ہے حتی کہ عبدالرحمن مہدی کا کہنا ہے کہ یہ علم بغیر الہام حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن آپ کو اس پر ایسا عبور حاصل تھا کہ شاید وباید۔

حافظ احمد بن حمدون کہتے ہیں، امام ذہلی نے اسماء وعلل کے بارے میں جب ایک موقع پر سوالات کئے اور آپ نے جواب دینا شروع کئے تو ایسا محسوس ہورہا تھا کہ آپ کے منہ سے جواب نہیں بلکہ کمان سے تیر نکل رہا ہو۔

شمائل وخصائل۔ امام بخاری کے والد نہایت دولت مند اور امیر کبیر شخص تھے، وراثت میں کافی مال ملا تھا لیکن کبھی آپ نے خود تجارت نہیں کی بلکہ ہمیشہ بیع مضاربت پر رقم دیتے تھے۔

اس مال ومتاع اور تمول کے باوجود آپ نے ہمیشہ سادہ زندگی گذاری اور کفایت شعاری وجفاکشی اختیار کی اور علمی انہماک ہی پوری حیات آپ کا مشغلہ رہا۔ سخاوت وفیاضی آپ کا عام شیوہ تھا۔ عیش وعشرت سے ہمیشہ کوسوں دور رہے۔ عبادت وریاضت اور شب بیداری کرتے اور کثرت سے نوافل پڑھتے۔

فقہی مسلک۔ امام بخاری کی تصانیف میں اس بات کی صراحت تو نہیں کہ آپ کا فقہی مسلک کیا تھا، البتہ امام تاج الدین سبکی، امام قسطلانی اور آخر میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے آپ کو ائمہ شافعیہ میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ بات گویا طے شدہ ہے کہ آپ محض مقلد نہیں تھے بلکہ مجتہد فی المسائل تھے۔ آپ کی مثال شوافع میں ایسی ہی ہے جیسے امام ابوجعفر طحاوی کی احناف میں۔

امام بخاری کی مدح وثناء تلامذہ، معاصرین حتی کہ اساتذہ نے بھی کی ہے جو آپ کے علم وفضل کا بین ثبوت ہیں۔ آپ نے پوری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تلاش میں گذاری، اگرچہ آپ کو کسی جگہ سکون سے بیٹھنے اور کام کرنے کا موقع نہیں ملا، لیکن پھر بھی آپ نے تقریباً دو درجن کتابیں تصنیف فرمائیں، ان میں صحیح بخاری کو شہرت دوام حاصل ہے اور آج جس کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

وصال: یکم شوال ۲۵۶ھ کو باسٹھ سال کی عمر شریف میں آپ کا وصال سمرقند کے قریب خرتنگ نامی بستی میں ہوا۔ آپ کی قبر انور سے ایک زمانہ تک مشک کی خوشبو آتی تھی اور دور دراز سے لوگ آکر بطور تبرک لے جاتے تھے۔

صحیح بخاری

امام بخاری نے اس کتاب کا نام ''الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ'' رکھا تھا، اور اب یہ بخاری شریف کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

صحیح بخاری کا اصل موضوع احادیث مرفوعہ مسندہ ہیں اور انہیں احادیث کی صحت کا آپ نے التزام کیا ہے۔ انکے علاوہ جو تعلیقات، متابعات، شواہد، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور ائمہ فتاویٰ کے احکام ذکر کئے ہیں وہ سب بالتبع ہیں اور اس ضمن میں جو احادیث ذکر کی ہیں وہ امام بخاری کے موضوع سے خارج ہیں اور نہ ہی ان کی صحت کا التزام کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث وارد کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ ان کے شیخ سے لیکر صحابی تک تمام راوی ثقہ اور متصل ہوں۔

صحیح بخاری کی تعداد مرویات میں علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابن صلاح کی تحقیق یہ ہے کہ کل تعداد (۷۲۷۵) ہے، اور حذف مکررات کے بعد یہ تعداد (۴۰۰۰) ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق کل تعداد (۹۰۸۲) ہے اور حذف مکررات کے بعد احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تیئس (۲۶۲۳) رہ جاتی ہے۔(۱۸)

امام مسلم

نام نسب: نام، مسلم۔کنیت، ابوالحسین۔لقب عساکر الملۃ والدین۔اور والد کا نام الحجاج بن مسلم ہے۔سلسلہ نسب یوں ہے، مسلم بن الحجاج بن مسلم بن درد بن کرشاد القشیری۔آپ کا سلسلہ نسب عرب کے مشہور قبیلہ بنو قشیر سے ملتا ہے اسی لئے آپ کو قشیری کہا جاتا ہے۔

ولادت و تعلیم۔خراسان کے مشہور اور عظیم شہر نیشاپور میں آپ کی ولادت ہوئی، سنہ ولادت ۲۰۲ھ یا ۲۰۶ھ ہے۔نیشاپور اس زمانہ کا بقول علامہ حموی معدن الفضلاء و منبع العلماء تھا۔وہاں سے اتنے علماء وائمہ نکلے جن کا شمار نہیں۔

امام سبکی نے فرمایا: یہ شہر س قدر بڑے اور عظیم شہروں میں تھا کہ بغداد کے بعد اس کی نظیر نہ تھی۔مؤرخین نے اس کو ام البلاد کہا ہے۔

ابتدائی تعلیم نیشاپور میں حاصل کی، اس وقت وہاں امام ذہلی اور اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن موجود تھے۔آپ نے احادیث کی سماعت چودہ سال کی عمر شریف سے شروع کردی تھی۔علم حدیث حاصل کرنے کے لئے آپ نے دور دراز کا سفر کیا اور مختلف مقامات کی خاک چھانی۔عراق، حجاز، شام اور مصر وغیرہ مقامات کا متعدد مرتبہ دورہ کیا۔بغداد معلی کئی بار گئے یہاں تک کہ آپ نے ایک زمانہ میں درس بھی دیا تھا۔

شمائل وخصائل: آپ سرخ وسفید رنگ، بلند قامت اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے، سر پر عمامہ باندھتے تھے۔علم دین کو کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا، کپڑوں کی تجارت کر کے ضروریات پوری فرماتے۔آپ کے خصائل میں سے ہے کہ عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی، نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کے ساتھ درشت کلامی کی۔

اساتذہ۔آپ کے اساتذہ کا شمار مشکل ہے چند حضرات یہ ہیں۔محمد بن یحییٰ ذہلی، اسحاق بن راہویہ، محمد بن مہران، ابوغسان، امام احمد بن حنبل، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی، احمد بن یونس یربوعی، سعید بن منصور، ابومصعب، حرملہ بن یحییٰ، ہیثم بن خارجہ، شیبان بن فروخ، امام بخاری۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کا حصر واستیعاب بھی نہیں کیا جاسکتا۔چند مشاہیر کے اسماء اس طرح ہیں امام ترمذی، امام ابوحاتم رازی، ابن خزیمہ، ابوعوانہ، ابوعمرو مستملی، عبداللہ بن الشرقی۔علی بن اسماعیل الصفار،

علم وفضل۔آپ فن حدیث میں عظیم صلاحیتوں کے مالک تھے، حدیث صحیح وسقیم کی پہچان میں وہ اپنے زمانہ کے اکثر محدثین پر فوقیت رکھتے تھے حتی کہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی فضیلت حاصل تھی، کیونکہ امام بخاری نے اہل شام کی اکثر روایات بطریق مناولہ حاصل کی ہیں جس کے سبب کبھی غلطی واقع ہوجاتی ہے اور نام وکنیت کے تعدد سے آپ ایک راوی کو دو سمجھ لیتے ہیں۔امام مسلم نے براہ راست سماع کیا ہے جس کی وجہ سے آپ مغالطہ نہیں کھاتے۔

امام مسلم کی خدمات، انکے کمالات اور قوت حافظہ کی وجہ سے لوگ اس قدر گرویدہ تھے کہ اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن کہتے ہیں۔ خدا جانتا ہے کہ یہ شخص کتنا عظیم انسان ہوگا۔

امام ابوزرعہ اور امام ابوحاتم رازی اپنے ہمعصر مشائخ پر آپ کو فضیلت دیتے تھے۔

ابن اخرم نے کہا:

نیشاپور نے تین محدث پیدا کئے۔ محمد بن یحییٰ، ابراہیم بن ابی طالب، امام مسلم۔

ابوبکر جارودی کہتے تھے: امام مسلم علم کے محافظ تھے۔ مسلمہ بن قاسم نے کہا وہ جلیل القدر امام تھے۔

بندار نے کہا: دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں۔ ابوزرعہ، محمد بن اسماعیل بخاری، دارمی اور مسلم بن حجاج۔

آپ کے ایک استاذ محمد بن عبدالوہاب فراد کہتے تھے۔ مسلم علم کا خزانہ ہیں میں نے ان میں خیر کے سوا کچھ نہیں پایا۔

وصال۔ آپ کے وصال کا واقعہ بھی نہایت عجیب بیان کیا جاتا ہے کہ کسی مجلس میں آپ سے ایک حدیث کے بارے میں سوال ہوا، اتفاق سے وہ حدیث یاد نہ آئی، گھر آکر اس حدیث کو کتابوں میں تلاش کرنا شروع کیا، قریب ہی کھجوروں کا ایک ٹوکرا بھی رکھا تھا، حدیث کی تلاش کے دوران ایک ایک کھجور اٹھا کر کھاتے رہے اور اس انہماک میں مقدار کی طرف توجہ نہ ہو سکی اور پورا ٹوکرا خالی ہوگیا، جب حدیث مل گئی تو مڑ کر دیکھا تو کھجوریں زیادہ کھالینے کا احساس ہوا، اس کی وجہ سے آپ بیمار ہوگئے اور ۲۴/رجب ۲۶۱ھ بروز اتوار وصال ہوگیا۔

صحیح مسلم

آپ کی تصانیف کی تعداد بیس سے متجاوز ہے لیکن صحیح مسلم کو عظیم شہرت اور قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہے۔ حتی کہ متقدمین میں بعض مغاربہ اور محققین نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر بھی فوقیت دی ہے۔

امام بخاری کا مقصد احادیث صحیحہ مرفوعہ کی تخریج اور فقہ وسیرت نیز تفسیر وغیرہ کا استنباط تھا اس لئے انہوں نے موقوف معلق، صحابہ وتابعین کے فتاویٰ بھی نقل کئے جس کے نتیجہ میں احادیث کے متون وطرق کے ٹکڑے کتاب میں بکھر گئے۔ اور امام مسلم کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کو منتخب کرنا ہے، وہ استنباط وغیرہ سے تعرض نہیں کرتے بلکہ ہر حدیث کے مختلف طرق کو حسن ترتیب سے یکجا بیان کرتے ہیں جس سے متون کے اختلاف اور مختلف اسانید سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اس لئے احادیث منقطعہ وغیرہ کی تعداد نادر ہے۔

آپ نے اپنے شیوخ سے براہ راست سماعت کی ہوئی تین لاکھ احادیث سے صحیح مسلم کا انتخاب کیا ہے، اور مختلف حیثیات سے احادیث کی تعداد چار ہزار، آٹھ ہزار اور بارہ ہزار شمار کی گئی ہے۔ کتاب کی ترتیب میں ابواب کا لحاظ تو آپ نے رکھا تھا لیکن تراجم ابواب قائم نہیں فرمائے، آپ کے بعد دیگر محدثین نے یہ کام انجام دیا۔ (۱۹)

امام ابوداؤد

نام ونسب: نام، سلیمان۔ کنیت، ابوداؤد۔ والد کا نام، اشعث، اور سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی۔

کہتے ہیں آپ کے جدامجد عمران نے جنگ صفین میں حضرت علی کا ساتھ دیا تھا اور اس میں شہادت پائی۔

ولادت وتعلیم۔ آپ کی ولادت ۲۰۲ھ میں ملک سجستان (اسبستان) میں ہوئی جو سندھ اور ہرات کے درمیان ہندوستان کے پڑوس میں قندھار سے متصل واقع ہے۔

آپ نے جس زمانہ میں ہوش سنبھالا اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا، آپ نے بلاد اسلامیہ کا عموماً دورہ کیا اور بالخصوص مصر، شام، حجاز، عراق اور خراسان کے سفر اختیار کئے اور اس دور کے مشاہیر اساتذہ وشیوخ سے علم حدیث حاصل کیا اور متعدد بار بغداد کا سفر فرمایا، پھر آخر میں بغداد ہی کو آپ نے وطن بنالیا۔ لیکن ۲۷۱ھ میں بعض وجوہ کی بنا پر بغداد کو خیر باد کہہ کر بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔

اساتذہ: جن اساتذہ وشیوخ سے آپ نے علم حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی ان کا استقصاء مشکل ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے آپ کے تین سو شیوخ کی تعداد تحریر کی ہے، ان میں بلند پایہ محدثین وفقہاء شمار کئے جاتے ہیں، جیسے امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، قتیبہ، ابوالولید طیالسی، یحیٰی بن معین، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ وغیرہم۔

تلامذہ: آپ کے حلقہ درس میں شریک ہونے والے بیشمار ہیں، بعض اوقات ہزاروں کا جم غفیر بھی ہوتا تھا، امام احمد بن حنبل اگرچہ آپ کے استاذ حدیث ہیں لیکن آپ سے روایت بھی کی ہے۔

آپ کے تلامذہ میں چار حضرات جماعت محدثین کے پیشوا اور سردار ہوئے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے ابوبکر بن ابی داؤد۔ ابوعلی محمد بن احمد بن عمر لؤلوی۔ ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد اعرابی۔ ابوبکر محمد بن عبدالرزاق بن داسہ۔

علم وفضل۔ حافظ محمد بن اسحاق صنعانی اور ابراہیم حربی فرماتے تھے۔ امام ابوداؤد کے لئے اللہ تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا تھا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا۔

محمد بن لیث کہتے ہیں:

امام ابوداؤد دنیا میں علم حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے۔

موسیٰ بن ہارون نے کہا: میں نے ان سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔

امام حاکم نے فرمایا: علم حدیث میں آپ کی امامت مسلم چیز ہے۔

اصحاب صحاح ستہ کی بہ نسبت آپ پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ علامہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے صرف آپ کو طبقات فقہاء میں شمار کیا ہے، وجہ بھی معقول ہے کہ احادیث فقہیہ کے حصر واستیعاب کے سلسلہ میں ابوداؤد کو جو بات حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح

ستہ کو حاصل نہیں۔ علامہ یافعی نے آپ کو حدیث وفقہ دونوں کا امام کہا ہے۔

حفظ حدیث اور اتقان وروایت کے ساتھ آپ زھد وعبادت میں بھی یکتائے روزگار تھے، یقین وتوکل میں مثالی کردار ادا فرماتے، اس لئے آپ کی مجلس میں ہر طرح کے لوگ حاضری دیتے، طلبہ وعلماء، شاہان وقت وامراء اور محدثین وصوفیاء سب نے آپ کی بارگاہ میں نیاز مندانہ حاضری دی ہے۔

ایک مرتبہ مشہور عارف باللہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ کو نہایت خوشی ہوئی اور خوش آمدید کہتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت سہل نے کہا: اے امام! ذرا اپنی وہ مبارک زبان دکھائیں جس سے آپ احادیث رسول بیان کرتے ہیں تاکہ میں اس مقدس زبان کو بوسہ دوں۔ آپ نے زبان منہ سے باہر نکالی تو انتہائی عقیدت سے آپ نے اس کو چوم لیا۔

وصال۔ ۱۶ / شوال ۲۷۵ھ بروز جمعہ وصال فرمایا اور بصرہ میں امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

سنن ابی داؤد

آپ کی پوری زندگی طلب حدیث اور مختلف بلاد کے سفر میں گذری لیکن اس کے باوجود آپ نے تقریباً بیس کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ان سب میں سنن ابی داؤد کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی جو آپ کے نام کو قیامت تک، زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ تمام طبقات فقہاء میں مسلکی اختلاف کے باوجود یہ کتاب مقبول رہی ہے۔

حسن بن محمد بن ابراہیم کہتے ہیں: ایک بار میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار پرانوار کیا، حضور فرمارہے تھے، جو شخص سنن کا علم حاصل کرنا چاہے وہ سنن ابی داؤد کا علم حاصل کرے۔ حضور کے اس فرمان سے ظاہر ہوا کہ یہ کتاب بارگاہ رسالت میں مقبول ہے۔

پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کرکے آپ نے یہ کتاب تصنیف فرمائی جو اپنی نظیر آپ ہے، امام غزالی فرماتے ہیں:

علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کے لئے کافی ہے۔

آپ نے یہ کتاب اپنے شیخ امام احمد بن حنبل کی حیات ہی میں لکھی اور مکمل کرکے پیش کی تو انہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا اور دعائیں دیں، اس سے معلوم ہوا کہ آپ اس کتاب کی تصنیف سے جوانی ہی میں فارغ ہوچکے تھے۔

خصائص سنن۔ امام ابوداؤد نے اپنی اس کتاب میں جمع وترتیب کے لحاظ سے جن اسالیب کو اختیار کیا وہ بہت خوبیوں اور نکات پر مشتمل ہیں۔ آپ نے اہل مکہ کے نام جو مکتوب رسالہ مکیہ کے نام سے ارسال کیا تھا اس میں بہت سے شرائط ونکات کی طرف رہنمائی کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

آپ لوگوں نے مجھ سے احادیث سنن کے بارے میں سوال کیا ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ اس میں درج شدہ کیا میرے نزدیک صحیح ترین احادیث ہیں۔ تو سن لیجئے

یہ تمام احادیث ایسی ہی ہیں۔ البتہ وہ احادیث جو دو صحیح طریقوں سے مروی ہوں اور ایک کا راوی اسناد میں مقدم ہو کہ اس کی

سند عالی اور واسطے کم ہوں اور دوسرے کا راوی حفظ میں بڑھا ہوا ہو ایسی صورت میں اول الذکر طریقہ کولکھ دیتا ہوں۔ حالانکہ ایسی احادیث کی تعداد بمشکل دس ہوگی۔

باقی مراسیل کا جہاں تک تعلق ہے تو پہلے زمانہ میں امام مالک، سفیان ثوری اور امام اوزاعی وغیرہ ان سے استدلال کرتے تھے، یہانتک کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا زمانہ آیا اور انہوں نے یہ کلام کرنا شروع کیا، اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی رضا نصیب فرمائے۔

میرا مسلک یہ ہے کہ جب کوئی مسند روایت مرسل روایت کے خلاف موجود نہ ہو یا مسند روایت نہ پائی جائے تو ایسی صورت میں مرسل روایت سے استدلال درست ہے اگر چہ وہ متصل کی طرح قوی نہیں ہوتی۔ میں نے اپنی سنن میں متروک راوی کی روایت نہیں لی ہے، اور اگر کوئی منکر حدیث آئی ہے تو میں نے اس کو بیان کردیا ہے۔ اس میں کوئی اور علت ہو تو اس کو بھی بیان کردیا ہے۔ جس حدیث کے بعد میں نے کچھ نہیں لکھا وہ صالح للعمل ہوتی ہے۔ میں نے اس کتاب میں اکثر احادیث مشہور جمع کی ہیں۔

میں نے کتاب سنن میں صرف احکام ہی کو تصنیف کیا ہے، زھد اور فضائل اعمال سے متعلق احادیث نہیں بیان کی ہیں۔ لہٰذا یہ چار ہزار آٹھ سو احادیث (۴۸۰۰) ہیں۔ یہ اس کتاب کا اجمالی تعارف جو خود مصنف علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا تفصیل کے لئے مطولات کا مطالعہ کریں۔ (۲۰)

امام ترمذی

نام ونسب۔ نام محمد۔ کنیت، ابوعیسیٰ۔ والد کا نام عیسیٰ۔ اور سلسلہ نسب یوں ہے، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن الضحاک بن السکن سلمی ترمذی۔

ولادت وتعلیم۔ بلخ کے شہر ترمذ میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر دریائے جیحون کے قریب واقع تھا۔ قبیلہ بنوسلیم سے تعلق رکھتے تھے اس لئے نسب میں سلمی کہلاتے ہیں۔

حصول علم کی خاطر آپ نے خراسان، عراق اور حجاز کے متعدد شہروں کا سفر کیا اور اپنے وقت کے جلیل القدر محدثین وفقہاء سے اکتساب علم کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ علم حدیث کا شہرہ عام ہو چکا تھا۔

اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں مندرجہ ذیل حضرات شمار ہوئے ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم، قتیبہ بن سعید، ابومصعب، ابراہیم بن عبداللہ ھروی، اسماعیل بن موسیٰ اسدی، محمد بن بشار، زیاد بن ایوب، سعید بن عبدالرحمن، فضل بن سہل، وغیرہم۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، چند یہ ہیں۔

ھیثم بن کلیب شاشی، داؤد بن نصر بن سہل بزدوی، عبد بن محمد بن محمود نسفی، محمد بن نمیر، وغیرہم۔ نیز آپ کے جلیل القدر اساتذہ امام بخاری اور امام مسلم نے بھی آپ سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ آپ نے ایسی دو احادیث کی طرف اپنی جامع میں اشارہ فرمایا۔ ایک ابواب التفسیر سورۃ الحشر میں اور دوسری ابواب المناقب فضیلت علی میں۔ یہ دونوں احادیث امام بخاری نے آپ سے سنی ہیں۔

نیز امام مسلم نے، رویت ہلال، کے باب میں آپ کی روایت سے بیان کی ہے۔ علم وفضل۔ اللہ رب العزت نے آپ کو نادر

الابل قوت حافظہ سے نوازا تھا، آپ نے ایک واقعہ یوں بیان فرمایا:

میں نے ایک استاذ سے ان کی مرویات کے دو جز نقل کئے تھے، ایک مرتبہ مکہ کے سفر میں وہ میرے ہمراہ تھے۔ مجھے اب تک دوبارہ ان اجزاء کی جانچ پڑتال کا موقع نہیں ملا تھا میں نے شیخ سے درخواست کی کہ آپ ان کا حادیث کی قرأت کریں میں سن کر مقابلہ کرتا جاؤں، شیخ نے منظور کرلیا اور فرمایا: اجزاء نکال لو، میں پڑھتا ہوں اور تم مقابلہ کرتے جانا۔ آپ نے وہ اجزاء تلاش کئے مگر ساتھ نہ تھے، بہت فکر مند ہوئے لیکن میں نے سماعت کی غرض سے سادہ کاغذ ہاتھ میں لے لئے اور فرضی طور پر سننے میں مشغول ہوگیا۔ اتفاق سے ان اوراق پر شیخ کی نظر پڑگئی تو ناراض ہوکر بولے۔ تم کو شرم نہیں آتی مجھ سے مذاق کرتے ہو، پھر میں نے سارا ماجرا سنا کر عذر پیش کیا، اور عرض کیا آپ کی سنائی ہوئی تمام احادیث مجھے محفوظ ہیں۔

شیخ نے کہا: سناؤ، میں نے وہ تمام احادیث من وعن سنادیں، شیخ نے دوبارہ امتحان لینے کی غرض سے چالیس احادیث اور پڑھیں میں نے ان سب کو بھی اسی ترتیب سے سنادیا، اس پر شیخ نے نہایت تحسین وآفریں فرمائی اور فرمایا۔ مارأیت مثلک۔ میں نے تمہاری مثل آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔

خوف خدا: امام ترمذی زہد وورع اور خوف خدا میں ضرب المثل تھے، خشیت الٰہی کے غلبہ سے اتنا روتے تھے کہ آخر میں آپ کی بینائی بھی جاتی رہی تھی۔

۱۳ ؍ رجب ۲۷۹ھ مقام ترمذ میں شب دوشنبہ آپ کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ستر سال کی عمر پائی۔ سنہ وفات اور مدت عمر اس شعر سے ظاہر ہے۔

الترمذی محمد ذو زین ☆ عطر وفاتہ عمرہ فی عین ۲۷۹ ۷۰

تصانیف۔ آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔ جامع ترمذی، کتاب العلل، کتاب التاریخ، کتاب الزھد، کتاب الاسماء والکنی، کتاب، الشمائل النبویہ۔

جامع ترمذی

آپ کی تصانیف میں خاص شہرت جامع ترمذی کو حاصل ہے، اور یہ اپنی جودت ترتیب اور افادیت وجامعیت کے اعتبار سے صحیحین کے بعد شمار کی جاتی ہے۔

اس کے نام میں اختلاف ہے، بعض حضرات اس کو سنن ترمذی کے نام سے موسوم کرتے ہیں، لیکن مشہور جامع ترمذی ہے کہ اس کی جامعیت کے پیش نظر اس کو اصطلاحا جامع کہنا بالکل درست ہے۔

خصائص۔ جامع ترمذی میں آپ نے مندرجہ ذیل اسلوب اختیار فرمائے ہیں۔

۱۔ حدیث ذکر کرکے ائمہ مذاہب کے اقوال اور ان کا اختلاف بیان کرتے ہیں۔

۲۔ یہ التزام رہا ہے کہ وہ حدیث بیان کی جائے جو کسی امام کا مذہب ہے۔

۳۔ جب حدیث چند صحابہ سے مروی ہو تو مشہور راوی سے روایت کرتے ہیں اور باقی کو وفی الباب عن فلان الخ، سے بیان

کرتے ہیں۔

۴۔راوی کی روایت کے بعد 'وفی الباب الخ' میں بھی ان کا نام لیں تو ان سے اسی معنی کی دوسری روایت مراد ہوتی ہے۔

۵۔ حدیث میں اضطراب ہو تو متن یا سند کے اضطراب کو بیان کردیتے ہیں۔

۶۔حدیث منقطع کے انقطاع اور بعض اوقات وجہ انقطاع کی صراحت کرتے ہیں۔

۷۔ حدیث غیر محفوظ اور شاذ کی صراحت کرتے ہیں اور کبھی وجہ شذوذ بھی بیان کرتے ہیں۔

۸۔حدیث منکر کی صراحت اور بعض مقامات پر وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔

۹۔حدیث صحیح اگر دوسری سند سے مدرج ہو تو اس کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔

۱۰۔حدیث مرفوع اگر درحقیقت موقوف ہو تو اسکی صراحت بھی کرتے ہیں۔

ان کے علاوہ دیگر اسلوب بھی اختیار کئے ہیں جن کو تفصیل سے علامہ غلام رسول سعیدی نے مقدمہ ترمذی مترجم میں بیان کیا ہے۔ جامع ترمذی کی جملہ احادیث کی تعداد (۳۹۵۶) بتائی جاتی ہے اور توابع وشواہد کو جدا کر کے احادیث مقصودہ کی تعداد (۱۳۸۵) رہ جاتی ہے۔(۲۱)

امام نسائی

نام ونسب: نام، احمد۔کنیت، ابوعبدالرحمن۔والد کا نام، شعیب ہے اور سلسلہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی۔

ولادت وتعلیم۔آپ کی ولادت ۲۱۵ھ میں خراسان کے ایک مشہور شہر نساء میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے اساتذہ سے حاصل کی، اس کے بعد ۱۵ رسال کی عمر ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبہ بن سعید بلخی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں ایک سال دو ماہ رہکر علم حدیث حاصل کیا۔اس کے بعد دور دراز شہروں میں جا کر علم حدیث کا اکتساب کیا۔اس سلسلہ میں خراسان، عراق، حجاز، شام اور مصر خاص طور پر قابل ذکر ہیں، آپ نے آخر میں مستقل سکونت مصر میں اختیار کرلی تھی۔

اساتذہ: اساتذہ کی فہرست طویل ہے، چند یہ ہیں: قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، ھشام بن عمار، محمد بن نصر مروزی، محمود بن غیلان، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری وغیرہم

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، بعض کے اسماء یہ ہیں۔ ابوجعفر طحاوی، ابو القاسم طبرانی، ابوجعفر عقیلی، حافظ ابوعلی نیشاپوری، حافظ ابوالقاسم اندلسی، ابوبکر بن حداد فقیہ وغیرہم

شمائل وخصائل۔امام نسائی نہایت وجیہ اور خوبصورت شخص تھے، لحیم شحیم اور خوب تندرست دسترخوان انواع واقسام کے لذیذ کھانوں سے بھرا رہتا۔کھانے کے بعد نبیذ استعمال فرماتے، ساتھ ہی خوش وضع اور خوش لباس تھے، آپ کی چار بیویاں تھیں اور ان کے علاوہ کنیزیں بھی ساتھ رہتی تھیں۔

عبادت: ان تمام ظاہری اسباب عیش وآرام کے باوجود آپ نہایت عبادت گذار اور شب بیدار تھے۔صوم داؤدی پر ہمیشہ

عامل رہے، طبیعت میں حددرجہ استغناء تھا اس لئے حکام وقت کی مجلسوں سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے۔

آپ عقائد میں راسخ اور متصلب تھے، جس زمانہ میں معتزلہ کے عقیدہ خلق قرآن کا چرچا تھا ان دنوں محمد بن اعین نے ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارک سے کہا: فلاں شخص کہتا ہے کہ جو شخص آیت کریمہ:

انی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدونی۔

کو مخلوق مانے وہ کافر ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: یہ حق ہے، امام نسائی نے جب یہ روایت سنی تو فرمایا: میرا بھی یہی مذھب ہے۔ حق گوئی وشہادت۔ امام نسائی اخیر عمر میں حاسدین کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر فلسطین کے ایک مقام رملہ آگئے، یہاں بنوامیہ کی طویل حکومت کے سبب خارجیت وناصبیت کا زور تھا، عوام حضرت علی سے بدگمان تھے، بلکہ دمشق میں اس وقت اکثریت ان ہی لوگوں کی تھی۔ آپ نے یہ فضا دیکھی تو اصلاح عقائد کی غرض سے حضرت علی کے مناقب پر مشتمل کتاب الخصائص تصنیف فرمائی۔

تصنیف سے فارغ ہوکر آپ نے دمشق کی جامع مسجد میں لوگوں کے سامنے اس کو پڑھکر سنادیا، چونکہ یہ کتاب وہاں کے لوگوں کے نظریات کے خلاف تھی اس لئے اس کو سن کر وہاں کے لوگ مشتعل ہوگئے۔ مجمع سے کسی شخص نے کہا: ہمیں آپ کوئی ایسی روایت سنائیں جس سے حضرت امیر معاویہ کی حضرت علی پر برتری ظاہر ہو۔

آپ نے جواب میں فرمایا: حضرت معاویہ کا معاملہ برابر سرابر ہوجائے تو کیا یہ تمہارے خوش ہونے کے لئے کافی نہیں ہے، یا مطلب یہ تھا کہ کیا امیر معاویہ کے لئے حضرت علی کے مساوی ہونا کافی نہیں ہے جو تم برتری کا سوال کررہے ہو، یہ سننا تھا کہ وہ لوگ آگ بگولہ ہوگئے اور تمام آداب کو بالائے طاق رکھ کر انہوں نے آپ کو زدوکوب کرنا شروع کیا، بعض اشقیاء نے آپ کے جسم نازک پر بھی لاٹھیاں ماریں جس کی وجہ سے آپ بہت نڈھال ہوگئے۔ اسی حالت میں آپ کو مکان پر لائے، آپ نے فرمایا: مجھے مکہ مکرمہ لے چلو تاکہ میرا انتقال مکہ مکرمہ میں ہو۔ اسی حادثہ سے آپ کا وصال ۱۳ رصفر المظفر ۳۰۳ھ ۸۸ سال کی عمر میں ہوا۔ صفا مروہ کے درمیان دفن ہوئے۔

تصانیف: امام نسائی نے کثرت مشاغل کے باوجود متعدد کتابیں تصنیف کیں جن کے اسماء اس طرح ہیں۔

السنن الکبری، المجتبی، خصائص علی، مسند علی، مسند مالک، مسند منصور، فضائل الصحابہ، کتاب التمیز، کتاب المدلسین، کتاب الضعفاء کتاب الاخوۃ، کتاب الجرح والتعدیل، مشیخۃ النسائی، اسماء الرواۃ، مناسک حج،

سنن نسائی

ان سب میں آپ کی سنن نسائی کو کامل شہرت حاصل ہوئی جو صحاح ستہ کی اہم کتاب ہے۔ السنن الکبری تصنیف کرنے کے بعد امیر رملہ (فلسطین) کے سامنے اس کتاب کو پیش کیا، امیر نے پوچھا کیا آپ کی اس کتاب میں تمام احادیث صحیح ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، اس میں صحیح اور حسن دونوں قسم کی احادیث ہیں، اس پر امیر نے عرض کیا: آپ میرے لئے ان احادیث کو منتخب

فرمادیں جو تمام ترصحیح ہوں، لہٰذا امیر کی فرمائش پر آپ نے سنن کبری سے احادیث صحیحہ کا انتخاب فرمایا اور اسکا نام المجتبیٰ رکھا۔
اسی کو سنن صغری بھی کہتے ہیں، عرف عام میں سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے۔ محدثین جب مطلقا رواہ النسائی کہیں تو یہ ہی کتاب مراد ہوتی ہے اور کتب ستہ میں اسی کا اعتبار ہے۔
آپ کی اس کتاب کی خوبی یہ بھی ہے کہ اکثر کتب صحاح کے اسالیب کی جامع ہے، یعنی امام بخاری کے طرز پر ایک حدیث کو متعدد ابواب میں لاکر مختلف مسائل کا اثبات کیا ہے۔ امام مسلم کے طریقہ پر ایک حدیث کے تمام طرق کو اختلاف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام ابوداؤد کے انداز پر صرف احکام فقہیہ سے متعلق احادیث کی تدوین کی ہے۔ اور امام ترمذی کی طرح احادیث کے ذیل میں ان پر فنی نقطۂ نگاہ سے گفتگو کی ہے جن کا کچھ تذکرہ آپ نے جامع ترمذی کے تحت ملاحظہ فرمایا۔ (۲۲)

امام ابن ماجہ

نام ونسب: محمد۔ کنیت، ابوعبداللہ۔ عرف، ابن ماجہ۔ اور والد کا نام یزید ہے، سلسلہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ الربعی القزوینی۔ ماجہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام تھا، علامہ زبیدی نے تاج العروس میں اس کو بعض علماء کا قول بتایا ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ماجہ آپ کے والد یزید کا لقب ہے اور یہ ہی اکثر علماء اور قزوین کے مورخین کا مختار ہے۔ غالباً یہ ماہچہ کا معرب ہے۔
ولادت وتعلیم۔ قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے، یہ ہی آپ کا مولد ومسکن ہے، آپ کی ولادت ۲۰۹ھ میں ہوئی۔ بچپن کا زمانہ علوم وفنون کے لئے باغ وبہار کا زمانہ تھا، اس وقت بنوعباس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔ مامون رشید اس دور میں سریر آرائے سلطنت تھا۔
عام دستور کے مطابق آپ نے ابتدائی تعلیم کی تکمیل کی، اسکے بعد محدثین کی درسگاہوں کی طرف رخ کیا تا کہ علم حدیث حاصل کریں۔ قزوین میں اس وقت جلیل القدر محدثین موجود تھے۔ مثلا

ابوالحسن علی بن محمد طنافسی متوفی ۲۳۳
ابومجر عمرو بن رافع بجلی متوفی ۲۳۷
ابوسلیمان اسماعیل بن توبہ قزوینی متوفی ۲۴۷
ابوموسیٰ ہارون بن موسیٰ بن حبان تمیمی متوفی ۲۴۸
ابوبکر محمد بن ابی خالد یزید قزوینی طبری وغیرھم

آپ نے پہلے ان حضرات سے حدیث کا بڑا ذخیرہ حاصل کیا اور پھر تکمیل فن کے لئے خراسان، عراق، حجاز، مصر اور شام کے متعدد شہروں کا سفر کیا۔ بالخصوص مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، بصرہ اور بغداد کے محدثین وفقہاء سے اکتساب علم کیا۔ ان کے علاوہ طہران، اصفہان، رہواز، رملہ، بلخ، بیت المقدس، حران، دمشق فلسطین، عسقلان، مرو اور نیشاپور کا نام بھی خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔
اساتذہ۔ آپ کے اساتذہ کی فہرست نہایت طویل ہے، مندرجہ بالا کے علاوہ چند اسماء یہ ہیں۔

محمد بن عبداللہ بن نمیر، ابراہیم بن المنذرالحزامی، عبداللہ بن معاویہ ھشام بن عمار، ابوبکر بن ابی شیبہ محمد بن یحییٰ نیشاپوری، احمد بن ثابت الجحدری، ابوبکر بن خلاد باہلی، محمد بن بشار، علی بن منذر۔ وغیرہم

تلامذہ: آپ کے تلامذہ میں بعض کے اسماء اس طرح ہیں:

علی بن سعید عسکری، احمد بن ابراہیم قزوینی، ابوالطیب احمد بن روح شعرانی، اسحاق بن محمد قزوینی، ابراہیم بن دینار الجرشی الصدانی، حسین بن علی بن برانیاد، سلیمان بن یزید قزوینی،

حکیم مدنی اصبہانی، وغیرہم

علم وفضل۔ امام ابن ماجہ کی امامت فن، فضل وکمال، جلالت شان، وسعت نظر اور حفظ حدیث وثقاہت کے تمام علماء معترف ہیں۔ ابو یعلی خلیلی لکھتے ہیں: ابن ماجہ بڑے ثقہ، متفق علیہ، قابل احتجاج ہیں، آپ کو حدیث اور حفظ حدیث میں پوری معرفت حاصل ہے۔

علامہ ابن جوزی کہتے ہیں۔ آپ نے بہت سے شیوخ سے سماع حدیث کیا، اور سنن، تاریخ اور تفسیر کے آپ عارف تھے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: بیشک آپ حافظ حدیث، صدوق اور وافر العلم تھے۔

مورخ ابن خلکان نے لکھا: آپ حدیث کے امام اور حدیث کے جمیع متعلقات سے واقف تھے۔

وصال: ۲۲ر رمضان المبارک ۲۷۳ھ بروز پیر آپ کا وصال ہوا، چونسٹھ سال کی عمر پائی۔ آپ کے بھائی ابوبکر نے نماز جنازہ پڑھائی، دسرے دن تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے تین تصانیف اپنی یادگار چھوڑی تھیں جن میں دو ناپید ہیں، تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ التفسیر، حافظ ابن کثیر نے اس کو تفسیر حافل کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ضخیم تالیف تھی۔ اس میں آپ نے تفسیر کے لئے جس قدر احادیث اور صحابہ وتابعین کے اقوال مل سکتے تھے سب کو یکجا کر دیا ہے۔ امام سیوطی نے طبقہ ثالثہ کی تفسیروں میں شمار کیا ہے۔

۲۔ التاریخ: ابن خلکان نے اس کو تاریخ ملیح، اور ابن کثیر نے تاریخ کامل کا عنوان دیا ہے۔ یہ صحابہ سے لیکر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے جس میں بلاد اسلامیہ اور رویان حدیث کے حالات ہیں۔

سنن ابن ماجہ

امام ابن ماجہ کی یہ مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق تصنیف ہے، حافظ ذہبی نے اس کتاب کی بابت خود آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: میں نے جب کتاب لکھ کر امام حافظ ابوزرعہ کی خدمت میں پیش کی تو وہ اس کو دیکھ کر بے ساختہ پکارا اٹھے۔

یہ کتاب اگر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو اس دور کی اکثر جوامع ومصنفات بیکار اور معطل ہوکر رہ جائیں گی۔ چنانچہ حافظ ابو زرعہ کا یہ قول حرف بحرف پورا پورا اور سنن ابن ماجہ کے فروغ کے سامنے متعدد جوامع اور مصنفات کے چراغ ماند پڑ گئے۔

سنن ابن ماجہ کو جس چیز نے عوام وخواص میں پذیرائی اور قبولیت عطا کی وہ اس کا شاندار اسلوب اور روایت کا حسن انتخاب

ہے۔ ابواب کی فقہی رعایت سے ترتیب اور مسائل کے واضح استنباط اور تراجم ابواب کی احادیث سے بغیر کسی پیچیدگی اور الجھن کے مطابقت نے اس کے حسن کو نکھارا ہے۔ چند خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ اس کتاب کی اکثر روایات وہ ہیں جو کتب خمسہ میں نہیں۔

۲۔ کوئی حدیث مکرر نہیں لائی گئی ہے۔

۳۔ اختصار وجامعیت میں اپنی مثال آپ ہے۔

۴۔ مسائل واحکام سے متعلق احادیث ہی زیادہ تر لائی گئی ہیں۔

پانچویں صدی کے آخر تک صحاح کی بنیادی کتب میں صرف پانچ کتابوں کا شمار ہوتا تھا

بعد میں حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی متوفی ۵۰۷ھ نے اپنی کتاب شروط الائمۃ الستۃ، میں ابن ماجہ کی شروط سے بھی بحث کی اور اس کو بھی بنیادی کتابوں کے ساتھ لاحق کر کے صحاح کی اصل چھ کتابوں کو قرار دیا۔

اسی دور میں محدث زرین بن معاویہ مالکی متوفی ۵۵۲ھ نے اپنی کتاب التجرید للصحاح والسنن، میں کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی جگہ مؤطا امام مالک کو لاحق کر دیا۔ اسکے بعد سے یہ اختلاف رہا کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب مؤطا ہے یا ابن ماجہ۔ عام مغاربہ مؤطا کو ترجیح دیتے تھے اور مشارقہ سنن ابن ماجہ کو۔ لیکن متاخرین نے ابن ماجہ کے حق میں اتفاق کرلیا اور اب غالب اکثریت اسی طرف ہے کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ ہے۔

علامہ ابوالحسن سندھی مقدمہ شرح ابن ماجہ میں لکھتے ہیں۔ وغالب المتاخرین علی انہ سادس الستۃ۔ (۲۳)

امام طحاوی

نام ونسب: نام، احمد۔ کنیت، ابوجعفر۔ والد کا نام، محمد ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن جواب ازدی حجری طحاوی مصری حنفی۔

ازد یمن کا ایک طویل الذیل قبیلہ ہے اور حجر اس کی ایک شاخ ہے۔ حجر نام کے تین قبائل تھے۔ حجر بن وحید۔ حجر ذی اعین۔ حجر ازد۔ اور ازد نام کے بھی دو قبیلے تھے، ازد حجر۔ ازد شنوءہ۔ لہٰذا امتیاز کے لئے آپ کے نام کے ساتھ دونوں ذکر کر کے ازدی حجری کہا جاتا ہے۔ آپ کے آباء واجداد فتح اسلام کے بعد مصر میں فروکش ہو گئے تھے لہٰذا آپ مصری کہلائے۔

ولادت وتعلیم۔ طحا نام کی بستی مصر میں وادی نیل کے کنارے آباد تھی، آپ کی ولادت ۲۲۹ھ میں اسی بستی میں ہوئی۔ اس لئے آپ کو طحاوی کہا جاتا ہے۔

آپ طلب علم کے لئے مصر آئے اور یہاں اپنے ماموں ابو ابراہیم اسماعیل بن یحیی مزنی سے تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، مزنی امام شافعی کے اجل تلامذہ اور اصحاب میں تھے ابتداء میں آپ امام شافعی کے مسلک پر رہے پھر فقہ حنفی کے متبع ہو گئے تھے۔ اسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن اپنے ماموں سے پڑھ رہے تھے کہ آپ کے سبق میں یہ مسئلہ آیا کہ اگر کوئی حاملہ عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو برخلاف مذہب امام ابوحنیفہ کے امام شافعی کے نزدیک عورت کا پیٹ چیر کر بچہ

نکالنا جائز نہیں۔ آپ اس مسئلہ کے پڑھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اس شخص کی ہرگز پیروی نہیں کرتا جو مجھ جیسے آدمی کی ہلاکت کی کچھ پرواہ نہ کرے۔ کیونکہ آپ اپنی والدہ کے پیٹ ہی میں تھے کہ آپ کی والدہ فوت ہوگئی تھیں اور آپ پیٹ چیر کر نکالے گئے تھے۔ یہ حال دیکھ کر آپ کے ماموں نے آپ سے کہا خدا کی قسم تو ہرگز فقیہ نہیں ہوگا۔ پس جب آپ خدا کے فضل سے فقہ وحدیث میں امام بے عدیل اور فاضل بے مثل ہوئے تو اکثر کہا کرتے تھے کہ میرے ماموں پر خدا کی رحمت نازل ہو اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنے مذہب شافعی کے بموجب ضرور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔

امام طحاوی نے اپنے ماموں مزنی کی درسگاہ کے بعد مصر کے شہرۂ آفاق استاذ ابوجعفر احمد بن ابی عمران موسیٰ بن عیسیٰ سے فقہ حنفی کی تحصیل شروع کی، فقہ حنفی پر ان کو کامل دستگاہ حاصل تھی اور صرف دو واسطوں سے ان کا سلسلہ امام اعظم سے مل جاتا ہے۔ اس طرح امام طحاوی کی سند فقہ اس طرح ہے:

عن احمد بن ابی عمران عن محمد بن سماعۃ عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ۔

اساتذہ۔ مصر کے بعد آپ نے ملک شام، بیت المقدس، غزہ اور عسقلان کے مشائخ سے سماعت کی، دمشق میں ابوحازم عبدالحمید قاضی دمشق سے ملاقات کی اور ان سے فقہ حاصل کی۔ اس کے بعد مصر واپس تشریف لائے اور جس قدر مشائخ حدیث آپ کی حیات میں مصر آئے ان سب سے امام طحاوی نے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ چند اساتذہ کے نام یہ ہیں۔

سلیمان بن شعیب کیسانی، ابوموسیٰ یونس بن عبدالاعلیٰ، ہارون بن سعید رملی، ابراہیم بن ابی داؤد برلسی، احمد بن قاسم کوفی، احمد بن داؤد سدوسی، احمد بن سہل رازی، جعفر ابن سلمی، حسن بن عبدالاعلیٰ صنعانی، صالح بن شعیب بصری، محمد بن جعفر فریابی، ہارون بن محمد عسقلانی، یحییٰ بن عثمان سہمی۔

تلامذہ: آپ کی علمی شہرت دور دراز علاقوں میں پھیل گئی تھی، حدیث وفقہ کی جامعیت نے آپ کو طلبہ کا مرجع بنا دیا تھا، لہٰذا دور دراز سے تشنگان علم آتے اور سیراب ہو کر جاتے۔ بے شمار لوگوں نے پڑھا اور صاحب کمال ہو گئے چند نام یہ ہیں۔

ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی صاحب معاجیم ثلاثہ۔ ابوعثمان احمد بن ابراہیم، احمد بن عبدالوارث زجاج، احمد بن محمد دامغانی، ابومحمد حسن بن قاسم، عبدالرحمن بن اسحق جوہری۔

علمی مقام۔ آپ حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ واجتہاد میں بہت بلند مقام پر فائز تھے، آپ کا شمار اعاظم مجتہدین میں ہوتا ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے آپ کو طبقہ ثالثہ کے محدثین میں شمار کیا ہے فرماتے ہیں:

اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو۔ جیسے ابوبکر خصاف، ابوجعفر طحاوی، ابوالحسن کرخی، شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، فخر الدین قاضی خاں وغیرہم۔

یہ لوگ امام اعظم سے اصول وفروع میں مخالفت نہیں کرتے البتہ حسب اصول وقواعد ان مسائل کا استنباط کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی نص نہ ہو۔

حق گوئی۔ امام طحاوی حق گو، نڈر اور بے باک شخصیت کے مالک تھے، بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اور نتائج کی پرواہ کئے بغیر کلمۂ

حق کہتے اور اس پر قائم رہتے، آپ قاضی ابوعبید کے نائب تھے لیکن ان کو ہمیشہ صحیح روش کی تلقین کرتے رہتے تھے، ایک مرتبہ قاضی صاحب سے فرمایا: وہ اپنے کارندوں کا محاسبہ کیا کریں۔ قاضی صاحب نے جواب دیا: اسماعیل بن اسحاق اپنے کارندوں کا حساب نہیں لیتے تھے، امام طحاوی نے فرمایا: قاضی بکار اپنے کارندوں کا محاسبہ کیا کرتے تھے۔ قاضی صاحب نے پھر اسماعیل کی مثال دی، امام طحاوی نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کارندوں کا محاسبہ کیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں البتیۃ کا قصہ سنایا۔

جب کارندوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ غضبناک ہوگئے اور انہوں نے قاضی کو امام طحاوی کے خلاف بھڑکانا شروع کیا یہاں تک کہ قاضی امام طحاوی کے مخالف ہوگئے۔ اسی اثناء میں قاضی معزول کردیئے گئے۔ جب امام طحاوی نے معزولی کا پروانہ پڑھا تو کچھ لوگ کہنے لگے، آپ کو مبارک ہو، آپ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور کہنے لگے، قاضی صاحب بہرحال ایک صاحب علم آدمی تھے، اب میں کس کے ساتھ علمی گفتگو کیا کرونگا۔

فضل وکمال۔ امام طحاوی کے فضل وکمال، ثقاہت ودیانت کا اعتراف ہر دور کے محدثین مؤرخین نے کیا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں:

امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت علم حدیث میں ید طولی اور حدیث کے ناسخ ومنسوخ کی مہارت پر اجماع ہوچکا ہے۔

ابوسعید بن یونس تاریخ علماء مصر میں لکھتے ہیں: آپ صاحب ثقاہت اور صاحب فقہ تھے، آپکے بعد کوئی آپ جیسا نہیں ہوا۔

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

طحاوی حنفی المذہب ہونے کے باوجود تمام فقہی مذاہب پر نظر رکھتے تھے۔

ابن جوزی فرماتے ہیں: آپ ثقہ، ثبت اور فہیم تھے۔

امام ذہبی نے فرمایا: آپ فقیہ، محدث، حافظ، زبردست امام اور ثقہ تھے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں: آپ امام، علامہ، حافظ، صاحب تصانیف، ثقہ ثبت، فقیہ ہیں، آپ کے بعد آپ جیسا کوئی دوسرا نہ ہوا۔

جب عبدالرحمن بن اسحاق معمر جوہری مصر کے عہدۂ قضا پر متمکن ہوئے تو وہ آپ کے ادب واحترام کا پورا پورا خیال رکھتے تھے، سواری پر ہمیشہ ان کے بعد سوار ہوتے۔ جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے۔ امام طحاوی مجھ سے گیارہ برس بڑے ہیں، اور وہ مجھ سے اگر گیارہ گھنٹے بھی بڑے ہوتے تو پھر بھی ان کا احترام لازم تھا۔

کیونکہ عہدۂ قضا کوئی ایسی بڑی چیز نہیں جس کی وجہ سے میں امام طحاوی جیسی شخصیت کے مقابلہ میں فخر کرسکوں۔

وصال۔ بانوے سال کی عظیم عمر اور پرشکوہ زندگی گذارنے کے بعد آپ نے یکم ذی قعدہ ۳۲۱ھ میں وصال فرمایا، قبر شریف قرافہ میں ہے جو مصر کے اماکن متبرکہ میں سے ہے۔ شارع شافعیہ سے دائیں جانب شارع طحاویہ کے سامنے ایک گنبد کے نیچے یہ آفتاب علم محوخواب ہے۔

مزار پر تاریخ وصال کندہ ہے اور ایک خاص عظمت برستی ہے۔

تصانیف۔ آپ کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں، بعض کتابوں میں تقریباً تیس کی فہرست ملتی ہے،

ان میں مشکل الآثار اور شرح معانی الآثار نہایت مشہور کتابیں ہیں۔

شرح معانی الآثار کے بارے میں علامہ اتقانی نے فخر سے کہا تھا، جو شخص طحاوی کی علمی مہارت کا اندازہ کرنا چاہتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ شرح معانی الآثار کا مطالعہ کرے، مسلک حنفی تو الگ رہا کسی مذہب سے بھی اس کتاب کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔

اس کتاب سے امام طحاوی کا مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ان کے سامنے اصل مقصد احناف کی تائید اور یہ ثابت کرنا تھا کہ امام اعظم کا موقف کسی جگہ بھی احادیث کے خلاف نہیں۔ اور جو روایات بظاہر امام اعظم کے مسلک کے خلاف ہیں وہ یا مؤول ہیں یا منسوخ۔

اس تصنیف میں امام طحاوی متعدد جگہ پر احادیث پر فنی حیثیت سے کلام کرتے ہیں اور مخالفین کی پیش کردہ روایات پر فن رجال کے لحاظ سے جرح کرتے ہیں اس کے علاوہ عقلی لحاظ سے بھی مخالفین کے نقطۂ نظر کی تضعیف کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب روایت اور درایت کی جامع ہے اور جن خوبیوں اور محاسن پر یہ کتاب مشتمل ہے صحاح ستہ کی تمام کتب ان سے خالی ہیں۔

سبب تالیف

امام ابو جعفر طحاوی اس کتاب کی تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، مجھ سے بعض اہل علم حضرات نے فرمائش کی کہ میں ایسی کتاب تصنیف کروں جس میں احکام سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو جمع کروں جو بظاہر متعارض ہیں اور چونکہ ملحدین اور مخالفین اسلام اس ظاہری تعارض کی وجہ سے اسلام پر طعن کرتے ہیں اس لئے ان متعارض روایات میں تطبیق دینے کے لئے علماء اسلام کی ان تاویلات کا ذکر بھی کروں جو کتاب وسنت، اجماع اور اقاویل صحابہ سے موید ہیں اور جو روایات منسوخ ہو چکی ہیں ان کے نسخ پر دلائل پیش کروں تاکہ احادیث نبویہ کے درمیان تعارض نہ رہے اور طعن مخالفین سے یہ روایات بے غبار ہو جائیں۔

اسلوب۔ تمام امہات کتب حدیث میں امام طحاوی کا طرز سب سے منفرد اور دلچسپ ہے وہ ایک باب کے تحت پہلے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث وارد کرتے ہیں پھر ذکر کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ اس کے بعد ذکر کرتے ہیں کہ احناف کثرہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں اور ان کی دلیل ایک اور حدیث ہے جو اس حدیث کے مخالف ہے پھر اس حدیث کے متعدد طرق ذکر کرتے ہیں اخیر میں مذہب احناف کو تقویت دیتے ہیں۔ دونوں حدیثوں کا الگ الگ محل بیان کر کے تعارض دور کرتے ہیں اور کبھی پہلی حدیث کی سند کا ضعف ثابت کر کے دوسری حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض اوقات پہلی حدیث کا منسوخ ہونا واضح کر دیتے ہیں۔ نیز انہوں نے ہر باب میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ احناف کی تائید کرنے کے لئے آخر میں ایک عقلی دلیل پیش کی جائے۔ اور اگر مسلک احناف پر کوئی اشکال وارد ہوتا ہو تو اس کو بھی دور کرتے ہیں۔ (۲۴)

شیخ علی متقی

نام ونسب: نام علی۔ لقب، متقی۔ والد کا نام، عبدالملک۔ لقب، حسام الدین ہے۔ سلسلہ نسب علی بن عبدالملک بن قاضی خاں شاذلی مدینی چشتی۔

آپ کے والد عبدالملک حسام الدین بن قاضی خاں متقی قادری شاذلی مدینی چشتی ہیں آباء واجداد جونپور سے آکر برھان پور میں مقیم ہوئے، آپ کی ولادت ۸۸۵ھ میں اسی شہر میں ہوئی، پاکیزہ ماحول میں تعلیم وتربیت پائی، آٹھ سال کی عمر میں شیخ بہاء الدین صوفی برھان پوری جوشاہ باجن چشتی سے مشہور تھے مرید ہوئے، والد کا انتقال اس کے بعد ہی آپ کی صغرسنی میں ہوگیا۔ نوجوانی میں بمقام مندو ایک بادشاہ کی ملازمت بھی کرلی تھی جواس وقت مالوہ کی قدیم حکومت کا صدر مقام تھا۔لیکن سعادت ازلی نے اور عنایت الٰہی نے اس سے دل برداشتہ کردیا ملازمت ترک کرکے ملتان کا رخ کیا اور وہاں شیخ حسام الدین متقی ملتانی کی خدمت میں حاضری دی۔

دوسال کی مدت میں تفسیر بیضاوی اور عین العلم کا آپ سے درس بھی لیا۔اسکے بعد تقویٰ وتوکل کو زادراہ بنا کر حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاوتعظیما کا سفر اختیار فرمایا۔

مکہ معظمہ پہنچ کر شیخ ابوالحسن شافعی بکری کی خدمت میں حاضر ہوکر مزید علم شریعت وطریقت پایا،سلسلہ عالیہ قادریہ شاذلیہ مدینیہ میں مجاز ہوئے اور پھر شیخ محمد بن محمد بن محمد سخاوی کی خدمت میں رہکر سلسلہ عالیہ قادریہ کا خرقہ حاصل کیا۔دیگر مشائخ طریقت سے بھی اجازت وخلافت سے نوازے گئے اور حدیث کی سند شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی سے حاصل کی اور مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کرلی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اسی دوران آپ نے کنزالعمال نامی کتاب مدون ومرتب فرمائی جوآپ کا عظیم علمی ودینی شاہکار ہے۔نیز آپ نے احادیث مکررہ کو چھانٹ کر منتخب کنزالعمال بھی تحریر فرمائی۔

ان کتابوں کو دیکھ کر آپ کے شیخ ابوالحسن بکری شافعی نے فرمایا تھا، امام سیوطی نے جمع الجوامع لکھ کر تمام لوگوں پر احسان کیا تھا لیکن شیخ علی متقی نے کنزالعمال کی تدوین فرماکر خود ان پر احسان کیا ہے۔

آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے۔پوری عمر زھد وتوکل میں بسر فرمائی۔اس کے بعد ھندوستان میں محمود شاہ صغیر گجراتی کے دور میں دومرتبہ تشریف لائے ،شاہ صغیر آپ کا مرید بھی ہوگیا تھا۔

آپ کا وصال ۲؍ رجمادی الآخرہ ۹۷۵ھ صبح صادق کے وقت مکہ معظمہ میں ہوا، مکہ معظمہ میں تدفین کی گئی۔شیخ عبدالوہاب متقی آپ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔(۲۵)

ماخذ ومراجع

۱۔انوار امام اعظم۔ مصنفه مولانا محمد منشا تابش قصوری ۲۔۳۔۴۔تهذیب التهذیب لابن حجر۔البدایه والنهایه لابن کثیر۔ انوار امام اعظم ۵۔ تذکرة المحدثین۔ مصنفه مولانا غلام رسول صاحب سعیدی۔ احوال المصنفین ۶۔ انوار امام اعظم ۷۔تهذیب التهذیب۔ انوار امام اعظم ۸۔۹۔۱۰۔ انوار امام اعظم ۱۱۔ انوار امام اعظم ۱۲۔ تهذیب التهذیب۔انوار امام اعظم ۱۳۔۱۴۔۱۵۔البدایة والنهایه۔تذکرة المحدثین ۱۶۔۱۷۔۱۸۔۱۹۔۲۰۔۲۱۔۲۲۔ ۲۳۔۲۴۔۲۵۔ کنزالعمال للمتقی۔شیخ محدث دہلوی۔

كِتَابُ الْمَنَاسِكِ

کتاب: مناسک (حج) کے بارے میں روایات

حج کے معنی ومفہوم کا بیان

لغوی رُو سے حج کا معنی قصد کرنا، زیارت کا ارادہ کرنا ہے۔ اصطلاحِ شریعت میں مخصوص اوقات میں خاص طریقوں سے ضروری عبادات اور مناسک کی بجا آوری کے لئے بیت اللہ کا قصد کرنا، کعبۃ اللہ کا طواف کرنا اور میدانِ عرفات میں ٹھہرنا حج کہلاتا ہے۔

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے آخری رکن ہے، اور انسان کی خدا پرستی کا قدیم ترین طریقہ ہے۔ حج کے لغوی معنی قصد وارادہ کے ہیں لیکن اصطلاح شریعت میں خانہ کعبہ کا طواف اور مکہ مکرمہ کے مختلف مقامات مقدسہ میں حاضر ہو کر کچھ مخصوص مناسک) آداب و اعمال (بجالانے کا نام حج ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے) سورۃ البقرۃ (اس لیے ہر صاحب استطاعت مسلمان مرد وعورت پر ساری عمر میں کم از کم ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے لہٰذا حج کیا کرو۔ احادیث میں حج کے بڑے فضائل و برکات منقول ہیں۔ حج کرنے سے گناہ یکسر معاف ہو جاتے ہیں اور حاجی کے نامہ اعمال میں ہر قدم پر سات سو نیکیاں درج ہوتی ہیں۔

حج کے بعض تاریخی احوال کا بیان

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کسی آدمی نے پوچھا: بیت اللہ کا طواف کب سے ہو رہا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو زمین پر اپنا خلیفہ بنانے کے بارے میں اطلاع دی تو انہوں نے عرض کیا: ہم آپ کی تسبیح وتقدیس کرنے والے ہیں اور آپ ایسے بشر کو خلیفہ بنا رہے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ فرشتوں کو اپنی عرض پر نہایت ہی شرمندگی ہوئی، انہوں نے حالت زاری اور تضرع میں عرش الٰہی کا تین دفعہ طواف کیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی رحمت کرتے ہوئے عرش کے نیچے بیت المعمور بنا کر فرمایا: تم اس کا طواف کیا کرو۔ ہر روز ستر ہزار فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور ایک دفعہ طواف کرنے والے دوبارہ نہیں آتے۔ اس کے بعد فرشتوں سے فرمایا:

أَبْنُوْا لِيْ بَيْتًا فِي الْأَرْضِ بِمِثَالِهٖ وَقَدْرِهٖ.

''اس کی مثل ومقدار کے مطابق زمین پر میرا گھر بناؤ۔''

جب گھر بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے زمین پر رہنے والی مخلوق کو حکم دیا:

أَنْ يَطُوفُوا بِهٰذَا الْبَيْتِ كَمَا يَطُوفُ أَهْلُ السَّمَاءِ بِالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ (ازرقی، اخبار مکۃ، 1:34)

''تم اس گھر کا اسی طرح طواف کرو جیسے آسمان والے بیت المعمور کا کرتے ہیں۔''

پھر جب سیّدنا آدم اور حضرت حوا علیہما السلام زمین پر آئے تو حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: مولا میں اس لذت وسرور سے محروم ہو گیا ہوں جو فرشتوں کے ساتھ بیت المعمور کے طواف میں آیا کرتا تھا۔ کاش! ہمیں پھر وہاں لوٹا دیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: اے آدم!

اِبْنِ لِي بَيْتًا بِحِذَاءِ بَيْتِي الَّذِي فِي السَّمَاءِ، تَتَعَبَّدُ فِيهِ أَنْتَ وَوَلَدُكَ كَمَا تَتَعَبَّدُ مَلَائِكَتِي حَوْلَ عَرْشِي

(الصالحی، سبل الہدی والرشاد، 1:147)

''تم اسی آسمانی گھر (بیت المعمور) کے مقابل زمین پر میرا گھر بناؤ اور اس میں تم اور تمہاری اولاد اسی طرح عبادت کرو جیسے ملائکہ میرے عرش کے اردگرد کرتے ہیں۔''

پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور آیا۔ تو آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے حکم الٰہی کے مطابق قدیم بنیادوں پر ہی دوبارہ تعمیر کی۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝ (آل عمران، 3:96)

''بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے بنایا گیا، وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لیے (مرکزِ) ہدایت ہے ۝''

جب تعمیر مکمل ہوئی تو حکم ہوا کہ تمام جہاں والوں کو اللہ کے گھر میں آنے کی دعوت دیں۔ اس دعوت کا ذکر قرآن حکیم میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ (الحج، 22:27)

''اور تم لوگوں میں حج کا بلند آواز سے اعلان کرو وہ تمہارے پاس پیدل اور تمام دبلے اونٹوں پر (سوار) حاضر ہو جائیں گے جو دور دراز کے راستوں سے آتے ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبرانہ دعوت کے نتیجہ میں حرم کعبہ کی تعمیر کے بعد پہلے حج کا آغاز ہوا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کی رہنمائی میں سیّدنا اسماعیل علیہ السلام اور قبیلہ جرہم کے جو لوگ وہاں موجود تھے ان سب کی معیت میں ارکان حج ادا کیے۔ سب سے پہلے آپ نے کعبۃ اللہ کا طواف کیا۔ پھر صفا، مروہ کے درمیان سعی کی۔ بعد از اں منیٰ تشریف لے گئے، وہاں تین جگہ شیطان نظر آیا تو آپ نے تکبیر کے ساتھ اسے سات، سات کنکریاں ماریں۔ آپ چلتے چلتے میدان عرفات پہنچ گئے، رات وہاں قیام کیا اور صبح وہاں سے منیٰ تشریف لے گئے اور جن تین مقامات پر شیطان دکھائی دیا تھا، وہاں رمی کی۔ منیٰ قیام کیا، پھر مناسک حج سے فراغت کے بعد آپ اپنے وطن ملک شام تشریف لے گئے۔

تاریخی تناظر میں حج کے پس منظر کا جائزہ لیں تو آج ہمیں حج کی وہ ارتقائی شکل نظر آتی ہے جو فتح مکہ کے ایک سال بعد 9 ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت و سربراہی میں ادا کیا گیا تھا۔ 9 ہجری کا حج دو طریقوں سے ادا کیا گیا۔ کفار و مشرکین جو اس موقع پر موجود تھے، انہوں نے قدیم آبائی طریقے سے حج کی رسوم ادا کیں، جبکہ مسلمانوں نے اللہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعین کردہ حدود کے اندر رہ کر مناسکِ حج ادا کیے۔ اس طرح سب سے پہلی مقدس عمارت جو روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے تعمیر کی گئی اور انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا مرکز اولیں قرار پائی، قرآن حکیم کی نص قطعی کے مطابق کعبۃ اللہ ہے جس کی تعمیر اوّل حضرت آدم علیہ السلام نے کی۔ بعد ازاں جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے حکم الٰہی کے مطابق قدیم بنیادوں پر ہی اس کی دوبارہ تعمیر کی۔

زمین پر ورودِ آدم علیہ السلام کے بعد سرزمین مکہ کو بنی نوع انسان کی ہدایت کا نہ صرف پہلا مرکز ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ بلکہ اس مقام کو عالمگیر دعوت و تبلیغ اسلام کے مرکز اور نقطۂ آغاز کے طور پر منتخب کر لیا گیا اور جس دینِ حنیف کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سرزمینِ کعبہ میں رکھی، خاتم الانبیاء حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد اس کی تکمیل ہوگئی۔ گویا وہ بیج جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ (مکہ کی بے آب و گیاہ وادی) میں بویا تھا، صدیوں بعد نمو پا کر ایک شجر سایہ دار کی صورت سارے عالم پر سایہ فگن ہوگیا۔

سلسلہ حج کا باقاعدہ آغاز بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تین ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا اور یہ کسی نہ کسی شکل میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تک جاری رہا اور تا قیامت جاری رہے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد بیت اللہ شریف کی پہلی تعمیر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کی۔ اکثر مناسک یعنی ارکان حج اور دیگر شرائط سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہیں۔ پھر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض ترامیم کے ساتھ حج کا طریقہ کار مقرر فرما دیا۔

حج کے مناسک و ارکان اور فرائض و سنن کی بجا آوری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو مرکزی اور کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے درج ذیل اسباب ہیں:

پہلا سبب: موجودہ تاریخ جو کم و بیش ساڑھے چار ہزار سال پرانی ہے، کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دورِ نبوت سے ہوا۔ اس سے قبل کا دور واقعات کا محفوظ ریکارڈ نہ ہونے کی بنا پر قبل از تاریخ دور کہلاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کے اَدوار کے بارے میں ہماری معلومات کا ذریعہ کتب سماویہ اور صحائف الٰہیہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ تاہم یہ بات مدنظر رہے کہ قدیم واقعات کی معلومات کا ذریعہ مقدس آسمانی کتابیں۔ انجیل اور توریت ہیں۔ جو کہ اب تحریف و اضافہ کے باعث صحیح اور ثقہ نہیں رہیں۔ ان میں اتنے تضادات ہیں کہ کسی واقعہ کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں ان سے استفادہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ بنا بریں اب ہمارے پاس قدیم واقعات کی صحت جانچنے کا ماخذ و ذریعہ صرف قرآن حکیم اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ ہیں۔ چونکہ بعثتِ ابراہیمی علیہ السلام سے قبل ادوار کے واقعات مؤرخین اور تاریخ دانوں

کی نظر سے اوجھل ہیں اور ان کی توجہ کا مرکز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد کی تاریخ ہے۔ اس لیے یہ کہنا برحق ہے کہ موجودہ تاریخ عالم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت مسلمہ طور پر مرکزی و بنیادی حیثیت کی حامل ہے اور اس سے پہلے کا دور تاریخی اعتبار سے پردۂ اخفا میں ہے۔

دوسرا سبب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مرکزی حیثیت کا دوسرا اہم سبب آپ کا جدالانبیاء ہونا ہے۔ تاریخ ادیان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام تھے جن سے حضرت یعقوب علیہ السلام متولد ہوئے۔ ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام تھے، جن کا قصہ قرآن حکیم میں خاص طور پر مذکور ہے۔ ان سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام سلسلہ انبیاء کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا، جس کے معنی ہیں 'اللہ کا بندہ'۔ اس بنا پر آپ کی نسل بنی اسرائیل کے نام سے موسوم ہوئی۔ بنی اسرائیل میں سے پے در پے بہت بڑی تعداد میں انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، جن کی نسل سے خاتم الانبیاء حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو نبوت سے سرفراز نہیں کیا گیا۔

تیسرا سبب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مرکزی حیثیت کا تیسرا بنیادی سبب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد ہونے کا شرف واعزاز ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے فخریہ انداز سے ان کا ذکر 'ابی ابراہیم' کہہ کر فرمایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کو ابراہیمی دعاؤں اور بشارتوں کا حاصل قرار دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دعاؤں میں بارگاہِ ایزدی میں التجا کرتے نظر آتے ہیں کہ یا الٰہی! میری نسل میں ایسے افراد پیدا فرما جو تیری عبادت واطاعت اور بندگی میں شب و روز محو و منہمک رہیں اور آخر میں اپنے ہونہار اور سعادت مند نوجوان بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد و تعاون سے کعبۃ اللہ کی دیواریں تعمیر کرتے وقت یہ دعا ان کے لبوں پر مچل پڑی کہ یا الٰہی! میرے اس بیٹے کی پشت سے وہ نبی آخر الزماں مبعوث فرما جس کا وجودِ مسعود باعثِ تکوین کائنات ہو اور جس کے سر پر رحمۃ اللعالمین کا تاج ابدالآباد تک رکھا جائے۔

چوتھا سبب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مرکزی حیثیت کا چوتھا بنیادی سبب یہ ہے کہ آپ کو منصب نبوت کی تکمیل کی خاطر پے در پے آزمائشوں اور امتحانوں سے گزارا گیا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ منصب جس قدر عظیم ہوگا اتنی ہی بڑی آزمائش وابتلا کے سلسلے سے اس شخصیت کو دو چار کیا جائے گا۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ہونے کا بے نظیر و بے مثال شرف نصیب ہوا، انہیں پیغمبرانہ بصیرت اور اہلیت وقیادت ہونے کا جوہر بے مثال بھی عطا ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کا مابہ الامتیاز یہ بھی ہے کہ انہوں نے تن تنہا شرک والحاد کی باطل قوتوں کو للکارا اور وہ اس بناء پر اس دو قومی نظریے کے پہلے نقیب ٹھہرے جو پانچ ہزار سال بعد تخلیق پاکستان کا بنیادی اور اساسی نقطہ قرار پایا۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آج سے چار ہزار سال قبل اپنی فقید المثال عزیمت اور مقصد کے عشق کی لگن سے باطل کے مقابلے میں حکومت الٰہیہ کی تشکیل کا علم اٹھایا اور وہ الحادی طاقتوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ میں بلاخوف وخطر کود پڑے۔ بقول اقبال:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

یہی نظریہ پیغمبر اسلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ جدوجہد کی اساس بنا جس پر آگے چل کر قصرِ اسلام کی عظیم الشان تعمیر عمل میں آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے صحرانشینوں نے عالم استعمار کے عزائم خاک میں ملا دیئے اور دنیا میں پہلی مرتبہ حکومت الہیہ قائم ہوئی۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو تمام نوع انسانی کے لئے مکمل نمونہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب، 33:21)

''فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔''

یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن حکیم نے صرف دو شخصیات کا ذکر کیا ہے جو اپنے سیرت و کردار کی بناء پر تمام بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ ہیں۔ ان میں پہلی شخصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور دوسری حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ یہ دونوں ہستیاں آفتابِ رشد و ہدایت ہیں۔ ان کے اسوہ حسنہ سے روشنی لینے کے لئے شرق تا غرب تمام عالم تاابد محتاج رہے گا۔

شعائر شعار کی جمع ہے، جو نشانی یا علامت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں ایسے تمام ارکان جو خواہ عبادات، اوامر و نواہی یا مقدس مقامات سے متعلق ہوں یا جن پر عمل کرنے سے اسلام کی ہیئت اجتماعیہ تشکیل پائے شعائر کے ذیل میں آتے ہیں۔ چونکہ ان سب کا تعلق تاریخی اعتبار سے بعض مخصوص شخصیات و واقعات سے ہے جن کی نسبت براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، اس لئے ایسی تمام علامات کو شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیوں سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (البقرۃ، 2:158)

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، چنانچہ جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے (درمیان) چکر لگائے، اور جو شخص اپنی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو یقیناً اللہ (بڑا) قدر شناس (بڑا) خبر دار ہے ''

حج کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس کے تمام مناسک اللہ کی تعظیم اور محبوبانِ الٰہی کی یاد میں عشق و محبت کے والہانہ پن سے عبارت ہیں۔ مثلاً جب بندہ بطور حاجی اللہ کے گھر میں داخل ہو کر ابھی سجدہ ریز نہیں ہوتا، رکوع و قیام اور نماز میں داخل نہیں ہوتا، بس غلاف کعبہ کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں کے پیمانے اشکوں سے لبریز ہو جاتے ہیں اور پلکوں سے برسات ٹپکنے لگتی ہے اور پھر حدود حرم میں داخل ہونے سے قبل اپنے قیمتی کپڑوں کو اتار کر سادہ اَن سلی چادریں زیب تن کر لیتا ہے اور پیکر عجز و انکسار بن کر ننگے سر اور ننگے

پاؤں بیت اللہ کے صحن میں آ جاتا ہے اور ایک طرح کی بے خودی سے دیوانہ وار دوڑنے لگتا ہے اور حرم کعبہ کے گرد سات چکر مکمل کرتا ہے۔ جسے عرف عام میں طواف کہا جاتا ہے۔ پھر وہ ایک گوشے میں نصب ایک پتھر دیکھتا ہے، جس کی طرف وہ دیوانہ وار لپکتا ہے، بڑی محنت و جانفشانی سے اس کے قریب پہنچتا ہے اور بے اختیار اسے چومنے لگتا ہے۔ وہ اس کی عقلی دلیل نہیں جانتا، اسے بس اتنا پتہ ہے کہ یہ حجرِ اسود ہے جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسے دیئے تھے اور اسی نسبت سے اسے بوسہ دینا اپنے لئے بڑی سعادت خیال کرتا ہے۔

طواف سے فارغ ہو کر وہ ایک مقام پر جہاں سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ثبت ہیں رک جاتا ہے اور وہاں اس ارشادِ خداوندی کی تعمیل میں سجدہ ریز ہو جاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى (البقرة، 2:125)

''اور (حکم دیا کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقامِ نماز بنالو۔''

پھر وہ بیت اللہ سے کچھ فاصلے پر صفا و مروہ دو پہاڑ دیکھتا ہے، جن کی طرف اس کے قدم بے اختیار اٹھ جاتے ہیں اور وہ دوڑ کر کبھی اس پہاڑ پر چڑھتا ہے، کبھی اس پہاڑ پر۔ ان دو پہاڑوں کی نسبت اللہ کی پیاری بندی حضرت حاجرہ علیہا السلام اور ان کے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہے، جن کی بنا پر انہیں شعائر اللہ قرار دے دیا گیا۔

اللہ کا بندہ احرام باندھے ہوئے ننگے سر جب صفا و مروہ کی سعی مکمل کر لیتا ہے تو اس کی حجامت بڑھی ہوئی ہوتی ہے، وہ بال جن کو اپنی زیب و زینت سمجھ کر سنوار کر رکھتا ہے، انہیں استرے سے منڈوا ڈالتا ہے۔ ناخن بڑھے ہوئے ہوں تو انہیں کٹواتا ہے، پھر منیٰ کی طرف روانہ ہو جاتا ہے، خیمے گاڑتا ہے اور عرفات میں شام تک قیام کرتا ہے۔ عرفات میں نماز ظہر کا وقت آتا ہے تو وہ جو عمر بھر قانون خداوندی:

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا (النساء، 4:103)

''بے شک نماز مومنوں پر مقررہ وقت کے حساب سے فرض ہے۔''

کی تعمیل میں ہمیشہ نماز اپنے وقت پر پڑھنے کا عادی تھا، ظہر کی نماز کے ساتھ عصر کو ملا کر پڑھتا ہے۔ ایسا کیوں؟ صرف اس لئے کہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میدانِ عرفات میں ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا تھا۔ اب اس کی پیروی ہر خاص و عام کے لئے واجب قرار پائی۔ پھر مغرب کا وقت آ جاتا ہے، وہ تمام حالات میں غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب ادا کرنے کا پابند ہے لیکن یہاں آ کر قانونِ شریعت سے وہ پابندی معطل ہو گئی۔ وہ نماز کا وقت دیکھتا ہے، لیکن اس کی ادائیگی سے اس لئے گریز کرتا ہے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت نماز ادا نہیں کی تھا، وہ اس نماز کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مزدلفہ جا کر عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھتا ہے۔

مزدلفہ پہنچ کر سفر سے تھکا ہوا انسان سوچتا ہے کہ رات گزرنے کے بعد کچھ سستاؤں اور آرام کر لوں، لیکن حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے ہے کہ مزدلفہ چھوڑ کر خیمہ یہاں (منیٰ میں) گاڑ لے اور پتھر کے ستونوں کو شیطان سمجھ کر انہیں کنکریاں مارے۔

عقل لاکھ کہے کہ شیطان کہاں یہ تو پتھر ہیں انہیں کنکریاں کیوں ماری جائیں؟ لیکن وہ محبت کے آگے سر تسلیم خم کر کے تین دن تک انہیں کنکریاں مارنے جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس فعل کو اللہ کے ایک مقرب بندے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے نسبت ہے، جنہوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا اتنی پسند آگئی کہ اب اس کی یاد کو قیامت تک دہرانے کا حکم دے دیا گیا۔

پھر اللہ کا بندہ منیٰ پہنچ کر قربانی کرتا ہے اور قربانی کے بعد شہر مکہ لوٹ آتا ہے۔ کبھی یہ صحراؤں میں پھرتا ہے، کبھی جنگلوں میں ڈیرے لگاتا ہے اور کبھی شہر میں آتا ہے۔ شعائر اللہ کی یہ تعظیم و تکریم، دیوانہ وار طواف اور بھاگ دوڑ یہ سب باتیں ادب اور تقاضائے محبت ہیں۔ ان کی کوئی عقلی دلیل ممکن نہیں۔ بس یہ سب محبوبانِ الٰہی کی یادیں ہیں، جنہیں جاری و ساری کرنے کا اہتمام شرعاً عبادت کا درجہ اختیار کر گیا ہے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ اور کسی بھی فرض و نفلی عبادت سے حکم الٰہی کی تکمیل تو ہو جاتی ہے، لیکن عشق و محبت کی وہ آگ جو بندۂ مومن کے سینے میں محبوب حقیقی کے ہجر و فراق کی وجہ سے بھڑکتی رہتی ہے، ختم نہیں ہوتی، سو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ذوقِ محبت کے فروغ اور ان کی تسکین کا سامان بہم پہنچانے کے لیے اپنے انبیاء کرام اور برگزیدہ و مقبول بندوں کی زندگی کے ان واقعات کو چن چن کر بنی نوع انسان کے سامنے رکھا ہے، جو عشق و محبت، ایثار و قربانی اور وفا کے باب میں سب کے لئے ابدی معیار کا درجہ اختیار کر گئے ہیں۔ ان کو اپنی نشانیاں قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:

ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج،22:32)

''یہی (حکم) ہے اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے (یعنی ان جانداروں، یادگاروں، مقامات، احکام اور مناسک وغیرہ کی تعظیم جو اللہ یا اللہ والوں کے ساتھ کسی اچھی نسبت یا تعلق کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں) تو یہ (تعظیم) دلوں کے تقویٰ میں سے ہے (یہ تعظیم وہی لوگ بجالاتے ہیں جن کے دلوں کو تقویٰ نصیب ہو گیا ہو)o''

حج میں شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کرنے کے حکم میں حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعے حجاج کے دلوں میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم اور ان کا ادب اللہ کی نظر میں اس قدر محبوب ہے کہ اسے دلوں کے تقویٰ سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ ویسے تو پہاڑ، پتھر اور قربانی کے جانوروں کی حیثیت عام چیزوں جیسی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندوں سے نسبت ہونے کی بناء پر ان کی تعظیم و ادب اتنی بڑی عبادت بن گیا جو دلوں کے تقویٰ کا موجب ہے۔

جی ہاں! قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ ہیں۔ یوں تو دنیا میں ہر جگہ اللہ کے نام پر صدقہ و خیرات کے لئے جانور ذبح کئے جاتے ہیں، لیکن ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نسبت ہونے کی بنا پر مقام منیٰ پر قربانی کے لئے ذبح کئے جانے والے جانوروں کی حیثیت منفرد اور جداگانہ ہو گئی ہے۔ انہیں اس خاص نسبت کے باعث شعائر اللہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ (الحج،22:36)

''اور قربانی کے بڑے جانوروں (یعنی اونٹ اور گائے وغیرہ) کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے۔''

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدہ سلسلۂ حج کا آغاز بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ہزار سال قبل ہوا اور یہ کسی نہ کسی شکل میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تک جاری رہا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقرر کردہ حج کے طریقوں میں تحریف اور تبدیلی کی جانے لگی۔ ان کی ہیئت پے در پے تبدیلیوں کے عمل سے مسخ ہوتی چلی گئی اور بالآخر ایسی بے بنیاد رسموں کی صورت اختیار کر گئی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کی روح سے قطعاً مختلف تھی۔ قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر ان تحریفات کا ذکر کیا ہے۔

منجملہ رسوم میں ایک رسم جسے زمانہ جاہلیت کے عربوں نے اپنے ہاں بطور خاص رواج دے رکھا تھا، احرام باندھنے سے متعلق تھی۔ اہل عرب جب حج کے ارادے سے احرام باندھ لیتے تو وہ اپنے گھر میں نہ صرف اصل دروازوں سے داخل ہونا حرام قرار دیتے بلکہ عقبی دیوار پھلانگ کر یا پچھواڑے میں کسی کھڑکی یا روشن دان کے راستے سے گھر کے اندر داخل ہوتے اور اپنے اس فعل کو مناسک حج کا حصہ اور عبادت تصور کرتے۔ قران حکیم نے اس مضحکہ خیز اور بلا جواز رسم کے بارے میں واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ اس میں کسی قسم کی نیکی کا کوئی تصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ (البقرة، 2: 189)

''اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم (حالتِ احرام میں) گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ بلکہ نیکی تو (ایسی الٹی رسموں کی بجائے) پرہیز گاری اختیار کرنا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے فرمان کی رُو سے نیکی تو اللہ کے ہاں تقویٰ کا نام ہے اور گھر کی عقبی دیواروں کو پھاند کر اندر داخل ہونا محض توہمات کے ذیل میں آتا ہے، جو نیکی کے کسی تصور سے ہرگز تعلق نہیں رکھتا۔ قرآن حکیم نے اس طرح نیکی کا اصل الاصول بیان فرما کر ان بیہودہ اور لغو رسوم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔

عربوں کے دورِ جاہلیت کی ایک اور رسم حج اور عمرہ سے متعلق تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کی ادائیگی یکجا نہیں ہو سکتی۔ اس غلط عقیدے کی بنا پر انہوں نے حج اور عمرہ کے لئے الگ الگ مہینے مقرر کر رکھے تھے، جس کے لئے وہ جدا جدا سفر اختیار کرتے اس سے دور دراز کی مسافت طے کر کے آنے والے لوگوں کو دشواری کا سامنا کرنا پڑتا۔ اسلام کی آمد کے بعد اس خود ساختہ رسم کو منسوخ کر دیا گیا اور ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کرنے کی ہر ایک کو اجازت مل گئی۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا (البقرة، 2: 158)

''چنانچہ جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے (درمیان) چکر لگائے۔''

اسی طرح ایک غلط نظریہ اور تصور زمانہ جاہلیت میں عربوں کے ہاں جڑ پکڑ چکا تھا، جس کی رو سے انہوں نے اپنے اوپر حج کے سفر کے دوران زادِ راہ ہمراہ لے جانا حرام قرار دیا تھا۔ وہ حج کے لئے سفر پر نکلتے تو اپنے ساتھ کھانے پینے اور دوسری ضروریات کا سامان لے جانا اپنے نام نہاد تقویٰ کے منافی سمجھتے تھے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بے بنیاد اور لغو تصور کا راز کھول دیا، ارشاد فرمایا:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يَاُولِي الْاَلْبَابِ O (البقرة، 2:197)

''حج کے چند مہینے معیّن ہیں (یعنی شوّال، ذوالقعدہ اور عشرۂ ذوالحجہ) تو جو شخص ان (مہینوں) میں نیت کر کے (اپنے اوپر) حج لازم کرلے تو حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے اور نہ کوئی (اور) گناہ اور نہ ہی کسی سے جھگڑا کرے، اور تم جو بھلائی بھی کرو اللہ اسے خوب جانتا ہے، اور (آخرت کے) سفر کا سامان کرلو، بے شک سب سے بہتر زادِراہ تقویٰ ہے اور اے عقل والو! میرا تقویٰ اختیار کروO''

یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی علیم وخبیر ذات کریم زندگی کے ہر گوشے میں نوعِ انسانی کے تمام مسائل کی تہہ پر نظر رکھتی ہے اور اسے ہرگز ہرگز گوارا نہیں کہ غلط سوچ اور نادانی کی بناء پر انسان نے معاشرتی سطح پر جو ناروا پابندیاں یکطرفہ طور پر عائد کر رکھی ہیں یا غلط رسوم اپنا لی ہیں، انہیں جاری رکھا جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حج کے سفر پر نکلنے والوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنا زادِراہ اور خورد ونوش کا سامان ساتھ لے کر نکلا کریں۔ پھر فرمایا کہ بہترین زادِراہ تو تمہارا تقویٰ ہے اور باقی دنیاوی سامان تو سب عارضی ہے۔

دورِ جاہلیت میں عرب طوافِ کعبہ کرتے وقت برہنہ ہو کر تالیاں بجاتے اور سیٹیاں بجاتے، جنہیں وہ عبادت تصور کرتے۔ قرآن حکیم نے ان کے اس ناپسندیدہ فعل کو یوں بیان فرمایا:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً (الانفال، 8:35)

''اور بیت اللہ (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس ان کی (نام نہاد) نماز سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔''

اسلام دینِ فطرت ہونے کے باعث عمل کے اعتبار سے آسان ہے تاکہ انسانوں کو ان تمام ناروا پابندیوں اور رسم ورواج کی زنجیروں سے رہائی دلا دے جو اہلِ عرب نے ایک طویل عرصے سے حج کے ضمن میں عائد کر رکھی تھیں۔ اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خصوصی توجہ کا حامل ہے: كُلُّ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِيَّ.

(مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 2:889، رقم:1218)

''زمانہ جاہلیت کی تمام رسوم میرے قدموں کے نیچے روند دی گئی ہیں۔''

بَابُ الرَّجُلِ يُهِلُّ بِالْحَجِّ ثُمَّ يَجْعَلُهَا عُمْرَةً

باب: جو شخص حج کا تلبیہ پڑھے اور پھر اسے عمرے میں تبدیل کر دے

1807 حَدَّثَنَا هَنَّادٌ يَعْنِي ابْنَ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ اَبِي زَائِدَةَ، اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ الْاَسْوَدِ، اَنَّ اَبَا ذَرٍّ، كَانَ يَقُوْلُ فِيْمَنْ حَجَّ، ثُمَّ فَسَخَهَا بِعُمْرَةٍ: لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ اِلَّا لِلرَّكْبِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سلیم بن اسود بیان کرتے ہیں: جو شخص حج (کا تلبیہ پڑھے) اور پھر اسے عمرہ کے ذریعے فسخ کر دے اس کے بارے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ اجازت صرف ان سواروں کے لیے تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حجۃ الوداع کے موقع پر) آئے تھے۔

1808 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَسْخُ الْحَجِّ لَنَا خَاصَّةً أَوْ لِمَنْ بَعْدَنَا؟ قَالَ: بَلْ لَكُمْ خَاصَّةً

حارث بن بلال اپنے والد (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! حج کو فسخ کرنے کا حکم صرف ہمارے لیے ہے یا ہمارے بعد والوں کے لیے بھی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! بلکہ تمہارے لئے مخصوص ہے۔

حنابلہ واہل ظواہر کے نزدیک فسخ حج کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔صاحب ہدایہ نے حالت احرام میں مکہ میں ٹھہرنے کا بیان اس لئے کیا ہے کہ اس طرح محرم یہ حج حلال نہ ہوگا۔جبکہ اس میں حنابلہ اور اہل ظواہر اور عام اہل حدیث نے اختلاف کیا ہے۔کیونکہ یہ لوگ حج کا فسخ مانتے ہیں کہ جب کوئی شخص عمرے کی طرف سے طواف قدوم کرلے۔اور یہ ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ واجب ہے۔

اور بعض حنابلہ نے کہا ہے کہ ہم اللہ کے ہاں حاضر ہیں اور بے شک اگر ہم حج کے ساتھ محرم ہوئے تو پس اس کو عمرے کی طرف فسخ کرنا تا کہ فدیہ ادا کریں اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نکلے تو ہم نے حج کا احرام باندھا پس جب ہم مکہ میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ تم اس کو عمرہ بنالو۔تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے حج کا احرام باندھا ہے اس کو عمرہ کس طرح بنائیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں غور کرو جو میں نے تم حکم دیا ہے۔تو انہوں نے اسی طرح کیا۔اور جو اس قول پر لوٹے تو آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دیکھے تو کہا جس نے آپ کو ناراض کیا اس کو اللہ ناراض کرے۔

حج فسخ کر کے عمرہ کرنے کے بیان میں اختلاف

جو کوئی بھی حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے اور تلبیہ کہہ لے اس پر وہ حج اور عمرہ مکمل کرنا واجب ہو جاتا ہے چاہے وہ حج اور عمرہ نفلی ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو)۔

اور جس نے بھی احرام کی نیت کر لی اور بغیر کسی شرعی عذر کے حج یا عمرہ مکمل نہ کیا وہ ایک ممنوعہ کام کا مرتکب ہوا ہے۔

ہے: جب کسی نے احرام کی چادریں پہن لیں لیکن حج یا عمرہ کی نیت نہیں کی اور تلبیہ نہیں کہا اسے اختیار ہے چاہے تو وہ حج یا

عمرہ کی نیت کر لے اور اگر چاہے تو اسے منسوخ کر دے، اور اگر وہ فریضہ حج یا فرضی عمرہ ادا کر چکا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں، لیکن اگر اس نے حج یا عمرہ کی نیت کر لی اور تلبیہ کہہ لیا ہو تو پھر اسے فسخ کرنے کا حق نہیں رہتا بلکہ اس نے جس چیز کا بھی احرام باندھا ہے اسے شرعی طریقہ پر مکمل کرنا واجب ہوگا۔

کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو)۔ اور اس طرح آپ کے لیے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ:

جب مسلمان شخص نیت کر کے حج یا عمرہ کے احرام میں داخل ہو جائے تو اسے ختم کرنے کا حق نہیں بلکہ جس چیز کو شروع کر چکا ہے اسے مندرجہ بالا آیت کی بنا پر مکمل کرنا واجب ہے، لیکن اگر اس نے احرام باندھتے وقت شرط لگائی ہو اور اسے کوئی مانع پیش آ جائے جس کا اسے خدشہ تھا تو پھر وہ احرام سے حلال ہو سکتا ہے۔

کیونکہ جب ضباعۃ بنت زبیر رضی اللہ عنہ نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اے اللہ تعالیٰ کیر سول صلی اللہ علیہ وسلم میں حج کرنا چاہتی ہوں لیکن بیمار ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

تم حج کا احرام باندھ لو اور یہ شرط رکھو کہ جہاں میں روک دی جاؤں وہیں میرے حلال ہونے کی جگہ ہے۔ اسے امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

تو اس بنا پر آپ نے جو عمرہ ادا کیا ہے وہ اس عمرہ کے بدلے میں ہوگا جس کا احرام آپ نے پہلی بار باندھا تھا۔

اور آپ نے جو کچھ ان ایام میں احرام کے ممنوعہ کام کیے ہیں وہ معاف ہیں کیونکہ ظاہر یہ ہوتا ہیکہ آپ کو یہ علم نہیں کہ عمرہ کی نیت کرنے کے بعد اسے فسخ کرنا حرام ہے۔

اس کا یہ عمل صحیح نہیں، کیونکہ جب انسان عمرہ یا حج میں داخل ہو جائے تو اس پر کسی شرعی سبب کے بغیر فسخ کرنا حرام ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور تم اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو، اور اگر تم روک دیے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو فدیہ دو

تو اس عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے کیے پر اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے، اور اس کا عمرہ صحیح ہے اگر چہ اس نے عمرہ فسخ کر دیا تھا لیکن عمرہ فسخ نہیں ہوتا، بلکہ یہ حج کے خصائص میں سے ہے، اور حج کے عجیب وغریب خصائص ہیں جو کسی دوسری چیز میں نہیں پائے جاتے، لھذا جب حج کو باطل اور ترک کرنے کی نیت کریں تو وہ باطل نہیں ہوتا، لیکن جب آپ دوسری عبادات کو چھوڑنے کی نیت کریں تو وہ باطل ہو جاتی ہیں۔

لھذا اگر کوئی روزے دار شخص روزہ چھوڑنے کی نیت کرتا ہے تو اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی شخص وضوء کے درمیان وضوء باطل کرنے کی نیت کرتا ہے تو اس کا وضوء باطل ہو جائے گا۔

اور اگر کوئی عمرہ ادا کرنے والا شخص عمرہ کی نیت کرنے کے بعد عمرہ باطل کرنے کی نیت کرتا ہے تو وہ باطل نہیں ہوتا، یا پھر کوئی شخص حج شروع کرنے کے بعد حج کو باطل کرنے کی نیت کر لے تو اس کا حج باطل نہیں ہوگا۔

اسی لیے علماء کرام کا کہنا ہے کہ: نسک (حج اور عمرہ) چھوڑنے سے نہیں چھوٹتا۔ تو اس بنا پر ہم یہ کہیں گے کہ: اس عورت

نے جب احرام کی نیت کرلی تھی تو عمرہ مکمل کرنے تک یہ احرام کی حالت میں ہی تھی، اور اس کا نیت کو فسخ کرنا مؤثر نہیں ہوگا، بلکہ وہ اپنی نیت پر ہی باقی رہے گی۔

اور جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ: عورت کے بارہ میں ہم یہ کہیں گے :اس کا عمرہ صحیح ہے، اور اسے چاہیے کہ وہ آئندہ احرام کو چھوڑنے والا کام دوبارہ نہ کرے، کیونکہ اگر اس نے احرام کو چھوڑا تو وہ اس سے خلاصی نہیں پا سکے گی۔

اور اس نے جو احرام کے ممنوعہ کام کا ارتکاب کیا ہے مثلا ہم فرض کرتے ہیں کہ اس کے خاوند نے اس سے مجامعت کرلی تو حج یا عمرہ میں جماع کرنا سب سے بڑی ممنوعہ چیز ہے، اور اس عورت کے ذمہ کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ وہ اس سے جاہل تھی، اور جہالت کی بنا پر یا بھول کر یا جس پر جبر کیا گیا ہو اس کا کسی ممنوعہ چیز کا ارتکاب کرنے والے شخص پر کچھ لازم نہیں آتا۔

حج فسخ کر کے عمرہ کرنے کے بارے میں احادیث کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک روایت میں ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے چلے اور ہمیں صرف حج کا خیال تھا (یعنی حج کا احرام باندھا تھا) پھر جب ہم مکہ پہنچے اور کعبہ کا طواف کر چکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس کے ساتھ قربانی نہیں وہ (حج کے) احرام سے باہر ہو جائے پس جن لوگوں کے پاس قربانی نہیں تھی وہ احرام سے باہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس بھی قربانی نہیں تھی لہٰذا وہ احرام سے باہر ہو گئیں۔ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حائضہ ہو جانے کی وجہ سے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی جب محصب کی رات آئی تو میں نے کہا: یارسول اللہ !لوگ تو عمرہ اور حج دونوں کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تو جب مکہ آئی تھی تو طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تو اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک جا، وہاں سے عمرے کا احرام باندھ لے پھر عمرے سے فارغ ہو کر فلاں جگہ پر ہمیں ملنا۔ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اپنے آپ کو تم سب کا روکنے والا سمجھتی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : بانجھ، کیا تم نے قربانی والے دن طواف نہیں کیا؟ صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی ہاں کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کچھ حرج نہیں چلو۔(حدیث نمبر 791 : حدیث نمبر 792 :

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع کے سال (مکہ کی طرف) چلے تو ہم میں سے بعض لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض لوگوں نے عمرہ اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا اور بعض لوگوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا وہ احرام سے باہر نہیں ہوا، یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (اپنی خلافت میں) تمتع اور قران (حج اور عمرہ کے اکٹھا) کرنے سے منع کرتے تھے چنانچہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو حج وعمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھا اور کہا لبیك بعمرۃ و حجۃ (یعنی قران کیا) اور کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کسی کے کہنے سے ترک نہیں کرسکتا۔حدیث نمبر 793 :

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (دور جاہلیت میں) لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا تمام دنیا کی برائیوں سے بڑھ کر ہے اور وہ لوگ ماہ محرم کو ماہ صفر قرار دے لیتے تھے اور کہتے تھے کہ جب اونٹ کی پیٹھ کا زخم (جو سفر حج میں اس پر کجاوا باندھنے سے اکثر آ جاتا ہے) اچھا ہو جائے اور نشان بالکل مٹ جائے اور صفر گزر جائے تو اس وقت عمرہ حلال ہے اس شخص کے لیے جو عمرہ کرنا چاہے۔ پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے مکہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس احرام کو (توڑ کر اس کی بجائے) عمرہ (کا احرام) کر لیں پس یہ بات ان لوگوں کو بری معلوم ہوئی اور وہ لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! کون سی بات احرام سے باہر ہونے کی کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب باتیں۔ (حدیث نمبر 794 :)

ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کر کے احرام سے باہر نہیں ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بال جمائے اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا، لہٰذا میں جب تک قربانی نہ کرلوں احرام سے باہر نہیں آ سکتا۔ (حدیث نمبر 795 :)

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے تمتع کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ لوگوں نے مجھے اس سے منع کیا پس سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے حکم دیا کہ تم اطمینان سے تمتع کرو۔ اس آدمی نے کہا کہ پس میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ حج بھی عمدہ ہے اور عمرہ بھی مقبول ہے۔ پس میں نے یہ خواب سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے (شوق سے کرو)۔ حدیث نمبر 796 :

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ قربانی لے گئے تھے اور سب صحابہ نے حج مفرد کا احرام باندھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم لوگ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے احرام سے باہر آ جاؤ اور بال کتروا ڈالو پھر احرام سے باہر ہو کر ٹھہرے رہو یہاں تک کہ جب آٹھویں تاریخ ہو تو تم لوگ حج کا احرام باندھ لینا اور یہ احرام جس کے ساتھ تم آئے ہو اس کو تمتع کر دو۔ صحابہ نے عرض کی کہ ہم اس کو تمتع کر دیں حالانکہ ہم حج کا نام لے چکے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ میں تم کو حکم دیتا ہوں وہی کرو اگر میں قربانی نہ لایا ہوتا تو میں بھی ویسا ہی کرتا جس طرح تم کو حکم دیتا ہوں لیکن اب مجھ سے احرام علیحدہ نہیں ہو سکتا جب کہ قربانی اپنی اپنی قربان گاہ پر نہ پہنچ جائے۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر 797 : کتاب الحج)

حج فسخ کر کے عمرہ کرنے کی ممانعت کا بیان

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت سلیم بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے حج کی نیت کی اور پھر اس کو فسخ کر کے عمرہ میں بدل دیا تو یہ درست نہ ہوگا بلکہ یہ امر ان لوگوں کے لیے خاص تھا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا حج کا فسخ کرنا ہمارے لیے خاص ہے یا ہمارے بعد کے لوگوں کے لیے بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف تم لوگوں کے لیے خاص ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب حج)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال کی توجیہ

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے طواف میں تین بار رمل کرنا اور چار بار چلنا سنت ہے؟ اس لئے کہ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ سچے بھی جھوٹے بھی ہیں۔ میں نے پوچھا اس کا کیا مطلب کہ انہوں نے سچ بولا اور جھوٹ کہا؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے تو مشرکوں نے کہا، کہ محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب بیت اللہ شریف کا طواف ضعف اور لاغری وکمزوری کے سبب نہیں کر سکتے اور وہ آپ ﷺ سے حسد رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تین بار رمل کریں اور چار بار عادت کے موافق چلیں۔ پھر میں نے کہا کہ ہمیں صفا اور مروہ کے درمیان میں سوار ہو کر سعی کرنے کے بارے میں بتائیے کہ کیا یہ سنت ہے؟ کیونکہ آپ کے لوگ اسے سنت کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔ میں نے کہا کہ اس کا کیا مطلب؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے تو لوگوں کی بھیڑ ایسی ہوئی کہ کنواری عورتیں تک باہر نکل آئیں اور لوگ کہنے لگے کہ یہ محمد ﷺ ہیں یہ محمد ﷺ ہیں اور رسول اللہ ﷺ (کی خوش خلقی ایسی تھی کہ آپ ﷺ) کے آگے لوگ مارے نہ جاتے تھے (یعنی ہٹو بچو، جیسے امرائے دنیا کے واسطے ہوتی ہے، ویسی آپ ﷺ کے لئے نہ ہوتی تھی) پھر جب لوگوں کی بڑی بھیڑ ہوئی تو آپ ﷺ سوار ہو گئے اور پیدل سعی کرنا افضل ہے۔ (صحیح مسلم، ۲۹۵۱)

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ الفاظ کے بظاہر تعارض میں فقہاء نے کہا ہے کہ رمل کے سنت ہونے کا معنی یہ ہے جس طرح کفار کو اس وقت دیکھانا مقصود تھا۔ اب کافروں میں وہ دیکھنے کا خیال نہیں ہے۔ تاہم سنت اپنی جگہ پر موجود ہے جس طرح ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مؤقف بیان کر آئے ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ نے عمل کر دیا وہ ہمارے سنت بن گیا۔

بَابُ الرَّجُلِ يَحُجُّ عَنْ غَيْرِهِ

باب: آدمی کا دوسرے کی طرف سے حج کرنا

1809 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمٍ تَسْتَفْتِيهِ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ. فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ

أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَثْبُتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھے۔ایک خاتون جو خثعم قبیلے سے تعلق رکھتی تھی وہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کی طرف دیکھنا شروع کر دیا اور اس خاتون نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا' تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دوسری طرف پھیر دیا۔اس عورت نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کے حوالے سے جو چیز فرض کی ہے وہ میرے بوڑھے عمر رسیدہ والد پر بھی فرض ہو گئی ہے' جو سواری پر بیٹھنے کے بھی قابل نہیں ہیں' تو کیا میں اپنے والد کی طرف سے حج کرلوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔(راوی کہتے ہیں:) یہ حجۃ الوداع کے موقع کی بات ہے۔

1810 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، بِمَعْنَاهُ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، قَالَ: حَفْصٌ فِي حَدِيثِهِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ وَلَا الْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ، قَالَ: احْجُجْ عَنْ أَبِيكَ وَاعْتَمِرْ

❀❀ حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے والد ایک بوڑھے عمر رسیدہ شخص ہیں جو حج اور عمرہ کرنے کی اور سواری پر بیٹھنے کی استطاعت نہیں رکھتے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے والد کی طرف سے حج بھی کر لو اور عمرہ بھی کرلو۔

1811 حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَ إِسْحَاقُ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَزْرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ، قَالَ: مَنْ شُبْرُمَةُ؟ قَالَ: أَخٌ لِي أَوْ قَرِيبٌ لِي قَالَ: حَجَجْتَ عَنْ نَفْسِكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا' میں شبرمہ کی طرف سے حج کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔آپ ﷺ نے دریافت کیا: شبرمہ کون ہے؟ اس شخص نے عرض کی: وہ میرا بھائی ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) میرا قریبی عزیز ہے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے حج کر لیا ہے؟ تو اس نے عرض کی: یارسول

1810- اسنادہ صحیح، ابو رزین: هو لقيط بن صبرة، ويقال: لقيط بن عامر. واخرجه ابن ماجه (2906)، والترمذی (947)، والنسائی فی "الکبری" (3603) من طريق وکيع بن الجراح، والنسائی (3587) من طريق خالد بن الحارث، کلاهما عن شعبة، بهذا الاسناد. وقال الترمذی: حديث حسن صحيح. وهو فی "مسند احمد" (16184)، و"صحيح ابن حبان" (3991).

اللہ! جی نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اپنی طرف سے حج کرو بعد میں شبرمہ کی طرف سے حج کر لینا۔

اہل سنت وجماعت کے نزدیک ایصال ثواب کا بیان

اہل سنت وجماعت کے نزدیک اس باب میں قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل میں اختیار رکھتا ہے کہ وہ دوسرے کو ثواب پہنچائے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا اس کے علاوہ ہو۔ کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے دو مینڈھوں کی قربانی کی کہ ان سیاہی میں کچھ سفیدی ملی ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک اپنی طرف سے جبکہ دوسرا اپنی امت کے ان افراد کی طرف سے تھا جنہوں نے اللہ وحدانیت کا اقرار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بکریوں میں ایک بکری کی قربانی اپنی امت کی طرف سے کی۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

دوسروں کی طرف سے حج کرنے میں احادیث کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے کہا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ (حجۃ الوداع میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے اتنے میں خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت فضل کو دیکھنے لگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فضل کا منہ دوسری طرف پھیرنے لگے اس عورت نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اللہ نے جو اپنے بندوں پر حج فرض کیا تو ایسے وقت کہ میرا باپ نہایت بوڑھا ہے۔ اور وہ اونٹنی پر جم نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ قصہ حج وداع کا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۵۱۴)

اگر کسی صاحب پر حج فرض تھا حج کی ادائیگی سے پہلے اُن کا انتقال ہو جائے اور اُنہوں نے حج کے متعلق وصیت نہیں کی تو ایسے صاحب کی جانب سے اگر ان کے ورثہ میں سے کوئی ان کی جانب سے حج کریں تو اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حج کو فرض حج کے قائم مقام کر دے اور مرحوم کی جانب سے حج کی فرضیت ساقط ہو جائے ہاں ورثہ کے علاوہ غیر وارث کوئی شخص حج کرے تو نفل حج ہوگا فریضہ کی ادائیگی نہ ہوگی۔

اگر آپ کے والد پر حج فرض تھا جیسا کہ آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے کہ سفر حج کی تیاری ہو چکی تھی ان کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی وصیت نہیں کی تھی ایسی صورت میں ورثہ میں کوئی حج بدل کر لیں تو ان کی جانب سے ان شاء اللہ تعالیٰ فرض حج ادا ہو جائے گا والد یا والدہ کی جانب سے حج کرنا اولاد کے لئے بڑی سعادت وخوش بختی عظیم فضیلت وثواب کا باعث ہے۔

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج عن ابیه او امه فقد قضی عنه حجته و کان له فضل عشر حجج۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے والد یا والدہ کی جانب سے حج کیا یقیناً اس نے ان کی جانب حج ادا کر لیا اور اسے دس حج کی ادائیگی کی فضیلت حاصل ہے۔

(سنن الدارقطنی کتاب الحج حدیث نمبر: 2641)

امام طبرانی کی معجم اوسط میں روایت ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم من حج عن والدیه او قضی عنهما مغرما بعثه الله یوم القیامة مع الابرار۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی جانب سے حج کیا یا ان کی جانب سے قرض ادا کیا اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن نیکوکاروں کے ساتھ مبعوث فرمائے گا۔

(معجم اوسط طبرانی حدیث نمبر:7800) ردالمحتار کتاب الحج باب الحج عن الغیر میں ہے

الذی تحصل لنا من مجموع ما قررناه ان من اهل بحجة عن شخصین، فإن امراه بالحج وقع حجه عن نفسه البتة، وإن عین احدهما بعد ذلک .وله بعد الفراغ جعل ثوابه لهما او لاحدهما، وإن لم یامراه فکذلک إلا إذا کان وارثا و کان علی المیت حج الفرض ولم یوص به فیقع عن المیت عن حجة الاسلام للامر دلالة وللنص، بخلاف ما إذا اوصی به لان غرضه ثواب الانفاق من ماله، فلا یصح تبرع الوارث عنه

امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے تو حج کر۔ کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرضہ تو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

دارقطنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" : جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کی طرف سے تاوان ادا کرے، روزِ قیامت ابرار کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ (دارقطنی، ۲۵۸۵)

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا" : جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو اُن کا حج پورا کر دیا جائے گا اور اُس کے لیے دس حج کا ثواب ہے۔ (دارقطنی، ۲۵۸۳)

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" : جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کریگا تو مقبول ہوگا اور اُن کی رُوحیں خوش ہوں گی اور یہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک نیکوکار لکھا جائے گا۔ (دارقطنی، ۲۵۸۷)

ابو حفص کبیر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا، کہ ہم اپنے مُردوں کی طرف سے صدقہ کرتے اور اُن کی طرف سے حج کرتے اور ان کے لیے دُعا کرتے ہیں، آیا یہ اُن کو پہنچتا ہے؟ فرمایا: "ہاں بیشک ان کو پہنچتا ہے اور بے شک وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تمھارے پاس طبق میں کوئی چیز ہدیہ کی جائے تو تم خوش ہوتے ہو۔ (مسلک متقسط)

صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ ایک عورت نے عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے باپ پر حج فرض ہے اور وہ بہت بوڑھے ہیں کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے کیا میں اُن کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: "ہاں۔ (مسلک متقسط)

ابوداود و ترمذی و نسائی ابی رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرے باپ، بہت بوڑھے ہیں حج و عمرہ نہیں کر سکتے اور ہودج پر بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ فرمایا" : اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ کرو۔

دوسروں کی طرف سے حج کرنے میں فقہاء اربعہ کا مذہب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حج کے دوران) ایک شخص کو سنا کہ وہ شبرمہ کی طرف سے لبیک کہہ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ میرا بھائی ہے یا کہا کہ میرا قریبی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم اپنی طرف سے حج کر چکے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پہلے تم اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔ (شافعی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ جو شخص پہلے اپنا فرض حج نہ کر چکا ہو اس کو دوسرے کی طرف سے حج کرنا درست نہیں ہے، چنانچہ یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے۔

حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ دوسرے کی طرف سے حج کرنا درست ہے چاہے خود اپنا فریضہ حج ادا نہ کر پایا ہو۔ لیکن ان حضرات کے نزدیک بھی اولیٰ یہی ہے کہ پہلے اپنا حج کرے اس کے بعد دوسرے کی طرف سے حج کرے چنانچہ ان کے مسلک کے مطابق اس حدیث میں پہلے اپنا حج کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ استحباب کے طور پر ہے وجوب کے طور پر نہیں ہے۔ ویسے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا یہ کہ منسوخ ہے اس لئے انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ہے۔

" امام محی الدین نووی شافعی "شرح المہذب" (ج:۵ ص:۳۱۱) میں لکھتے ہیں کہ: "قبر کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جس قدر ہو سکے قرآنِ کریم کی تلاوت کرے، اس کے بعد اہلِ قبور کے لئے دُعا کرے، امام شافعی نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر ہمارے اصحاب متفق ہیں۔" فقہائے حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی کتابوں میں بھی ایصالِ ثواب کی تصریحات موجود ہیں، اس لئے میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی تو بلاشبہ دُرست ہے۔ (شرح المہذب" (ج:۵ ص:۳۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کی برکت سے مرنے کے بعد نفع پہنچانا

حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت انس نے فرمایا: یہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال مبارک ہے۔ پس تم اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ وہ کہتے ہی میں نے وہ بال ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور انہیں اس حال میں دفنایا گیا کہ وہ بال ان کی زبان کے نیچے تھا۔ (کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ)

پس ثابت ہوا کہ اپنے اعمال کے ساتھ ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات بھی مرنے کے بعد نفع کا باعث ہوتے ہیں۔

رسول ﷺ کی پہنی ہوئی چادر سے مرنے کے بعد نفع حاصل کرنا

ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے سہل بن سعد ساعدی سے کہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی اور ایک بنی ہوئی حاشیہ دار چادر آپ ﷺ کے لئے تحفہ لائی۔ تم جانتے ہو چادر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا شملہ، سہل نے کہاہاں شملہ۔ خیر وہ کہنے لگی یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے اور میں اس لئے لائی ہوں کہ آپ ﷺ اس کو پہنیں۔ آنحضرت ﷺ کو چادر کی اس وقت احتیاج تھی۔ آپ ﷺ نے لے لی۔ باہر نکلے تو اسی کی تہ بند باندھے ہوئے ایک شخص (عبدالرحمن بن عوف) کہنے لگے کیا عمدہ چادر ہے۔ یہ مجھ کو عنایت کیجئے۔ لوگوں نے عبدالرحمن سے کہا تم نے اچھا نہیں کیا۔ تم جانتے ہو کہ آنحضرت ﷺ کو چادر کی ضرورت تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو پہن لیا پھر تم نے کیسے مانگی؟ تم یہ بھی جانتے ہو کہ آپ ﷺ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ عبدالرحمن نے کہا خدا کی قسم! میں نے پہننے کے لئے نہیں مانگی بلکہ میں (نے اس لئے مانگی کہ) اس کو اپنا کفن کروں گا۔ سہل نے کہا پھر وہ ان کے کفن میں شریک ہوئی۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز)

اسی طرح کی ایک حدیث یہ بھی ہے کہ جب شیرِ خدا مولا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسول ﷺ نے ان کی تجہیز و تکفین کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا۔ غسل کے بعد جب انہیں قمیص پہنانے کا موقع آیا تو رسول ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک عورتوں کو عطا فرمایا اور حکم دیا کہ یہ کرتہ پہنا کر اوپر کفن لپیٹ دیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی 2:24 2. الاستیعاب ابن عبدالبر 4:282 3. اسد الغابہ 7:213 4. الاصابہ فی تمیز الصحابہ 4:380)

حضور ﷺ کے پسینہ مبارک سے مرنے کے بعد نفع اٹھانا

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کیا ہم سے محمد بن عبداللہ انصاری نے کہا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے ثمامہ سے انہوں نے انس سے، کہ ام سلیم (ان کی والدہ) آنحضرت ﷺ کے لئے ایک چمڑا اچھاتیں۔ آپ ﷺ اسی چمڑے پر ان کے پاس دن کو سو رہتے۔ جب آپ ﷺ سو جاتے تو ام سلیم کیا کرتیں، آپ ﷺ کے بدن کا پسینہ اور بالوں کو لیکر ایک شیشی میں ڈالتیں اور خوشبو میں ملا لیتیں (برکت کے لئے)۔ آپ ﷺ سوتے رہتے، ثمامہ کہتے ہیں جب حضرت انس مرنے لگے تو انہوں نے وصیت کی اُن کے کفن پر وہی خوشبو لگائی جائے، آخر وہی خوشبو اُن کے کفن پر لگائی گئی۔ (صحیح بخاری، کتاب الاستئذان)

صحابی کا حضور ﷺ کے عصا مبارک کو قبر میں حصولِ برکت کے لیے ساتھ رکھ کر دفن ہونا

عبداللہ بن انیس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جب میں نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: کامیاب ہونے والا چہرہ۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اس (خالد بن سفیان) کو قتل کر دیا ہے۔ تو اس پر رسول ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ پھر رسول ﷺ میرے ساتھ کھڑے ہوئے اور اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اور مجھے عصا عطا کیا اور فرمایا: اے عبداللہ! اسے اپنے پاس رکھ۔ تو جب میں یہ عصا لیکر لوگوں کے سامنے نکلا تو انہوں نے کہا کہ یہ عصا کیا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یہ مجھے رسول ﷺ نے عطا کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اسے اپنے پاس رکھوں۔ تو لوگوں نے مجھے کہا: کہا تم اسے رسول ﷺ کو واپس نہیں کرو گے، تم اس کے متعلق رسول ﷺ سے

پوچھو؟ تو عبداللہ بن انیس کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ عصا مبارک آپ نے مجھے کس لیے عطا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز یہ تیرے اور میرے درمیان ایک نشانی ہوگی کہ جس دن بہت کم لوگ کسی کے ساتھ تعاون کرنے والے ہوں گے۔ عبداللہ نے اس عصا کو اپنی تلوار کے ساتھ باندھ لیا اور وہ ہمیشہ ان کے پاس رہتا یہاں تک کہ ان کا وصال ہوگیا۔ انہوں نے عصا کے متعلق وصیت کی تھی کہ اس کو میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ تو جب ان کا انتقال ہوا تو ہم نے ان کو اکھٹے دفن کر دیا۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 3)

انس بن مالک سے ایک اور روایت ہے کہ ان کے پاس رسول ﷺ کی ایک چھوٹی سی چھڑی تھی، جب وہ فوت ہوئے تو وہ چھڑی ان کے ساتھ ان کی قمیص اور پہلو کے درمیان دفن کی گئی۔ (البدایہ والنہایہ)

پس ثابت ہوا کہ اپنے اعمال کے ساتھ ساتھ رسول ﷺ کی تبرکات بھی مرنے کے بعد فائدہ دیتے رہتے ہیں۔

المختصر، یہ تمام احادیث ثابت کرتی ہیں کہ مرنے والوں کو نیک اعمال کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اور اُن کے درجات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہ اعمال چاہے استغفار کی صورت میں ہوں، یا پھر مالی صدقہ یا روزہ اور حج جیسی عبادات، ان تمام چیزوں کی شریعت میں عام اجازت ہے۔

ابن تیمیہ:

قران خوانی اور صدقہ وغیرہما اعمال صالحہ میں سے (اہلِ قبور کو) مالی عبادات کا ثواب پہنچنے میں علماء اہل سنت والجماعت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے جیسے صدقہ اور عتق (غلام کو آزاد کرنا) جس طرح کہ دعا واستغفار (کا ثواب) بھی فوت شدہ کو پہنچتا ہے اور اس نماز یعنی نماز جنازہ کا (ثواب بھی) اور قبر کے نزدیک دعا کرنے کا ثواب بھی (میت کو پہنچتا ہے) اور اختلاف کیا ہے علماء نے اعمال بدنیہ کے پہنچنے میں جیسے روزہ، نماز اور قران خوانی۔ اور حق یہ ہے کہ سب اعمال (کا ثواب مالی ہو یا بدنی) میت کو پہنچتا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص فوت ہوا اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے اور یہ بھی رسول سے ثابت ہے کہ ایک عورت جس کی ماں فوت ہوگئی تھی اور اس پر روزہ تھا رسول ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھے اور رسول ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت عمر بن عاص کو فرمایا اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا اور تو اس کی طرف سے صدقہ کرتا یا روزہ رکھتا یا اس کی طرف سے غلام آزاد کرتا تو اسے ان اعمال سے نفع ہوتا اور یہ مذہب امام احمد اور امام ابوحنیفہ کا اور امام مالک اور امام شافعی کے اصحاب کے ایک گروہ کا ہے (اور آیت قران وان لیس الانسان الا ما سعی) سے جو بعض دلیل پکڑتے ہیں عدم وصولِ ثواب پر تو جواباً ان سے کہا جائے گا کہ تحقیق یہ بات سنتِ متواترہ سے ثابت ہے کہ میت پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اس کے لیے دعا کی جاتی ہے اور اس کے لیے مغفرت طلب کی جاتی ہے اور یہ سب کچھ اُس کی غیر سعی ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ، جلد ۲۴، صفحہ ۲۹۷)

ابن قیم الجوزیہ لکھتے ہیں:

تحقیق نبی اکرم ﷺ نے بتایا کہ مردے کو روزے کا بھی ثواب ملتا ہے حالانکہ روزہ محض ترک ہے (کھانا پینا اور جماع

وغیرہ) اور نیت ہے جس کا تعلق دل سے ہے جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں اور اعضاء کا عمل نہیں ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ قرات کا بھی ثواب بطریق اولی میت کو پہنچتا ہے جو کہ زبان کا عمل ہے جیسے کان سنتے اور آنکھیں دیکھتی ہیں یعنی روزہ محض نیت ہے اور کھانے پینے اور صحبت سے بچنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مردے کو روزے کا ثواب پہنچا دیا تو قرات کا جو عمل اور نیت دونوں ہے بلکہ اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی بدرجہ اولی پہنچا دے گا گویا کہ روزے کے ثواب پہنچنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمام اعمال کا ثواب پہنچتا ہے اور عبادت کی دو قسمیں ہیں مالی اور بدنی۔ اور بیشک شارع علیہ السلام نے صدقہ کا ثواب بتا کر اشارہ کیا کہ تمام مالی عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے اور روزے کے ثواب سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ تمام بدنی عبادتوں کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے اور حج کا ثواب بتا کر اشارہ کیا کہ تمام بدنی و مالی عبادتوں کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ پس تینوں اقسام بدنی۔ مالی اور ملی جلی کا ثواب نص اور اعتبار سے ثابت ہے۔ (کتاب الروح صفحہ ۳۰۸)

ابن قیم الجوزیہ مزید فرماتے ہیں:

اور اس پر اجماع امت ہے کہ اگر میت کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے تو وہ ادا ہو جاتا ہے اگرچہ اجنبی کی طرف سے ادا کیا جائے یا اس کے ترکہ کے علاوہ میں سے اور بے شک اس پر حدیث ابوقتادہ دلالت کرتی ہے جیسے وہ ایک میت کی طرف سے دو دیناروں کے ضامن بن گئے تھے [نوٹ: پس اس سے ثابت ہوا کہ مالی صدقہ دینے کے لیے نیابت یا ولی کی بحث اہلحدیث کا قیاسی مذہب ہے]۔ پس جب انہوں نے ان کو ادا کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب مرنے والا سکون سے ہے۔ اور اس پر بھی اجماع امت ہے کہ جب کسی زندہ شخص کا مردے پر حق ہو پس وہ اس سے اسے بری کر دے تو معاف کرنا بھی اسے نفع دے گا اور وہ اس سے بری ہو جائے گا جس طرح زندہ کو معاف کرنے سے حق ساقط ہو جاتا ہے۔ پھر نص و اجماع سے زندہ شخص کو معاف کرنے سے حق ساقط ہو جاتا ہے جبکہ اس کی ادائیگی کا امکان بھی باقی ہے تو مردے کی طرف سے بدرجہ اولی معافی سے حق ساقط ہو جائے گا کیونکہ وہ ادا کرنے پر قادر نہیں اور جب مردوں کو زندوں کی معافی کا فائدہ پہنچتا ہے تو ان کے تحفوں اور ہدیوں کا بھی فائدہ پہنچنا چاہیے کیونکہ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ عمل کا ثواب ہدیہ دینے والے کا حق ہے۔ جب اس نے یہ ثواب میت کے لیے ہبہ کر دیا تو اس کی طرف سے منتقل ہو گیا جس طرح میت پر حقوق میں سے کوئی حق ہو قرضہ وغیرہ جو کہ محض زندہ کا حق ہے۔ پس جب اس نے اس کو اس سے بری کر دیا تو یہ بری کرنا اسے پہنچ جاتا ہے اور اس کا حق ساقط ہو جاتا ہے تو یہ دونوں ہی زندہ کا حق ہیں پس کون سی نص قیاس یا شرعی قانون ہے کہ ایک کا پہنچنا واجب کرے اور دوسرے کا پہنچنا ممنوع قرار دے؟

(کتاب الروح صفحہ ۳۰۶)

امام نووی (شارح صحیح مسلم)

اور اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر پر قرآن پڑھنے کو مستحب جانا ہے اس لیے کہ جب کھجور کی شاخ کی تسبیح سے تخفیفِ عذاب کی امید ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بدرجہ اولی امید ہوئی واللہ اعلم اور بے شک امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ بریدہ بن حصیب اسلمی صحابی نے وصیت کی کہ اُن کی قبر پر دو کھجور کی شاخیں رکھی جائیں۔ حضرت بریدہ نے نبی اکرم ﷺ کے فعل سے

برکت حاصل کی۔ (مسلم مع شرح نووی، جلد ا، صفحہ ۱۴۱)

پس معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہی راجح ہے کہ تخفیفِ عذاب ان شاخوں کی تسبیح کی وجہ سے ہے۔

اور یہی صحابہ نے سمجھا اور اسی پر عمل کی اور وصیت بھی فرماتے رہے کہ ہماری قبر پر سبز شاخیں رکھنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ درختوں وغیرہ کی تسبیح سے قبر کے عذاب میں تخفیف واقع ہوتی ہے۔ تو اگر وہاں تلاوت قران پاک یا ذکر وغیرہ کیا جائے تو بدرجہ اولیٰ فائدہ مند ہوگا۔

امام قرطبی:

ہمارے بعض علماء نے میت کو ثواب پہنچنے پر حدیثِ عسیب سے استدلال کیا ہے اور وہ یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیں گی قبر والوں سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

خطابی کہتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک یہ اس بات پر محمول ہے کہ جب تک اشیاء اپنی اصل حالت پر رہتی ہیں سبز یا تر رہتی ہیں تو خدا کی تسبیح کرتی ہیں۔ خطابی کے علاوہ بھی دیگر علماء کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ درختوں وغیرہ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے تو مومن اگر قبر کے پاس قران پڑھے گا تو کیا حال ہوگا۔ کہا اور یہ حدیث قبروں کے پاس درخت لگانے کی بھی اصل ہے۔

بَابُ كَيْفَ التَّلْبِيَةُ

باب: تلبیہ کیسے پڑھا جائے

1812 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ. قَالَ: وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَزِيْدُ فِيْ تَلْبِيَتِهِ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ، وَالرَّغْبَاءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کے یہ الفاظ تھے۔

''میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں، بے شک حمد اور نعمت تیرے لیے مخصوص ہے اور بادشاہی بھی، تیرا کوئی شریک نہیں ہے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تلبیہ میں ان الفاظ کا اضافہ کرتے تھے۔

''میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں سعادت مندی تجھ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے اور بھلائی تیرے دست قدرت میں ہے، رغبتیں (امیدیں) اور عمل تیری طرف جاتا ہے''۔

1813 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، حَدَّثَنَا اَبِيْ، عَنْ جَابِرٍ

بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ. قَالَ: اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ التَّلْبِيَةَ مِثْلَ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: وَالنَّاسُ يَزِيْدُوْنَ ذَا الْمَعَارِجِ وَنَحْوَهُ مِنَ الْكَلَامِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ فَلَا يَقُوْلُ لَهُمْ شَيْئًا

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ پڑھا اس کے بعد وہ تلبیہ کے وہی الفاظ نقل کرتے ہیں: جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نقل کردہ روایت میں ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں۔

''لوگ اس میں لفظ ذا المعارج یا ان جیسے دیگر کلمات کا اضافہ کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ نہیں فرمایا''۔

1814 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ خَلَّادِ بْنِ السَّائِبِ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَنِيْ اَنْ آمُرَ اَصْحَابِيْ وَمَنْ مَعِيَ اَنْ يَرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالْاِهْلَالِ اَوْ قَالَ: بِالتَّلْبِيَةِ يُرِيْدُ اَحَدَهُمَا

❁❁ خلاد بن سائب انصاری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: میں اپنے اصحاب اور اپنے ساتھ افراد کو یہ حکم دوں کہ وہ بلند آواز میں تلبیہ پڑھیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تلبیہ پڑھیں (راوی کہتے ہیں:) ان دونوں میں سے کوئی ایک مراد ہے۔

مختلف احوال میں تلبیہ پڑھنے میں متفرق نظریہ

تلبیہ ہر فریضہ اور نافلہ نمازوں کے بعد پڑھو! حتیٰ کہ جب تمہاری سواری چل پڑے، یا جب کسی بلند جگہ سے عبور کرو، یا کسی وادی سے تمہارا گزر ہو، یا کسی سوار کو دیکھو، یا نیند سے بیدار ہو اور سحر کے وقت اٹھ کر بھی پڑھو اور جتنا زیادہ ہو سکے اسے پڑھو، بلکہ بلند آواز سے پڑھو اور جان لو کہ کلام کے شروع میں جو چار تلبیات گزری ہیں ان کا پڑھنا لازم اور ضروری ہے، چونکہ وہ فرض ہیں اور یہی توحید بھی ہے، انبیاء علیہ السلام نے بھی انہی کے ذریعے لبیک کہی ہے اور وہ تلبیہ جس میں ذی المعارج کے ذریعے لبیک ہے اسے زیادہ پڑھو، کیونکہ حضرت نبی اکرم اسے زیادہ پڑھتے تھے اور سب سے پہلا شخص جنہوں نے لبیک کہی ہے، لہٰذا ہر خبیث چیز کو محو کر دیتا ہے اور ہر خبیث و سرکش شیطان کو دھتکار دیتا ہے جیسے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: یہاں خبائث کو محو کر دیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ قارون اور اس کے خزانے زمین میں دھنس گئے تھے۔

اور چونکہ حج خالص توحید ہے اور اس میں کسی قسم کا شرک نہیں ہے بلکہ جو بت بھی ہو اور جیسا بھی صنم ہو اسے حج میں دھتکارا جاتا ہے لہٰذا اسی سے مسجد حرام میں باب بنی شیبہ سے داخل ہونے کے استحباب کا راز بھی معلوم ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھوں پر چڑھ کر، کعبہ کے اوپر نصب شدہ ہبل نامی بت کو نیچے گرایا تو اسے باب بنی شیبہ کے پاس ہی زمین میں گاڑ دیا گیا، تو اس کے بعد سے باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخل ہونا سنت بن گیا۔

تلبیے والا ذکر بلند آواز کے ساتھ کرنے کا بیان

اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: افضل حج آواز کو بلند کرنا اور خون بہانا ہے لہٰذا حج کا مطلب تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرنی ہے۔اور اسی طرح حج کا معنی خون بہانا (قربانی) ہے۔

تلبیہ میں آواز بلند کرنے کا حکم

حضرت خلاد بن سائب اپنے والد مکرم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔میرے پاس جبرائیل آئے اور مجھے یہ امر کیا کہ میں اپنے صحابہ کو اس بات کا حکم دوں کہ وہ اہلال یا تلبیہ میں اپنی آوازیں بلند کریں۔

(مالک،ترمذی،ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ،دارمی)

ب آواز بلند لبیک کہنا مردوں کے لئے مستحب ہے لیکن آواز کو اتنا بلند نہ کرنا چاہئے جس سے تکلیف پہنچے،عورتیں اتنی آہستہ آواز سے لبیک کہیں کہ وہ خود ہی سن سکیں دوسروں تک ان کی آواز نہ پہنچے۔

عورت کی آواز بلند ہونے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ، میں لکھتے ہیں۔

قال بعض أهل العلم : إنما كره التسبيح للنساء وأبيح لهن التصفيق من أجل أن صوت المرأة رخيم فى أكثر النساء وربما شغلت بصوتها الرجال المصلين معها.

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ : عورتوں کے لیے"سبحان اللہ" کی کراہت اور تالی کی اجازت اس لیے ہے کہ اکثر عورتوں کی آواز اور گفتگو میں نرمی ہوتی ہے،ہوسکتا ہے کہ ایسی آواز سن کر مرد اسی میں مشغول ہوجائیں۔("التمهيد")

تو شارع نے جب صرف"سبحان اللہ" جیسے مختصر کلام سے ہی عورتوں کو روکا ہے تو کیسے"اذاں" جیسے طویل کلام کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

نماز میں کوئی معاملہ بن جائے تو مرد حضرات کے لیے شریعت نے"سبحان اللہ" کہنا مباح کیا ہے،لیکن عورت کو"سبحان اللہ" کہنے کی اجازت نہیں دی تا کہ اس کی آواز مرد نہ سنیں، بلکہ اسے دونوں ہاتھوں کے ساتھ ہلکی سی تالی بجانے کا حکم دیا ہے،اور اسی طرح تلبیہ کہنے اور اذان اور سلام کے جواب میں بھی آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا ہے۔اور اسی موقف کی تائید میں فقہاء اربعہ کے اقوال ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

احناف کی فقہی کتاب"فتح القدیر" کی شرح میں کمال الدین السیواسی کہتے ہیں۔

النوازل میں صراحت کی ہے کہ عورت کی آواز ستر ہے،اس بنا پر میرے نزدیک کسی عورت کا نابینا آدمی کی بجائے عورت سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنا زیادہ بہتر ہے۔وہ کہتے ہیں: کیونکہ عورت کی آواز ستر ہے،اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ": مرد سبحان اللہ کہیں،اور عورتیں تالی بجائیں" اس لیے اچھا نہیں کہ عورت کی آواز مرد سنے۔(شرح فتح القدیر(260/1)

فقہ مالکیہ کی کتاب "شرح مختصر خلیل "میں درج ہے۔

"اور الناصر نے بیان کیا ہے کہ : عورت کی آواز سننے سے اگر لذت حاصل ہونے کا خدشہ ہوتو اسے اس حیثیت میں بلند کرنا جائز نہیں، نہ تو جنازہ میں، اور نہ ہی شادی بیاہ کے موقع پر، چاہے وہ نوجوان ہو یا نہ، لیکن بوڑھی عورتوں کی آواز سننا حرام نہیں : (شرح مختصر خلیل للخرشی(1،276)

اور کتاب الام میں امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

"عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم ہے، اس لیے عورت کی آواز کوئی شخص بھی نہ سنے تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ پردہ کا باعث ہے، اور نہ ہی عورت تلبیہ میں اپنی آواز بلند کرے، بلکہ صرف اپنے آپ کو ہی سنائے "(کتاب الام((2، 156)

اور فقہ شافعی کی کتاب "روضۃ الطالبین "میں درج ہے۔ اگر عورت کا دروازہ کوئی مرد کھٹکھٹائے تو عورت کو چاہیے کہ وہ نرم اور سریلی آواز میں جواب نہ دے، بلکہ اپنی آواز میں سختی پیدا کرے۔(روضۃ الطالبین(7، 21)

اور فقہ حنبلی کی کتاب "الانصاف "میں لکھا ہے: صالح کی روایت میں ہے کہ امام احمد کا قول ہے: بڑی عمر کی عورت کو سلام کیا جائے گا، لیکن نوجوان لڑکی نہ بولے۔ قاضی کہتے ہیں: یہ اس لیے کہ کہیں اس کی آواز سے فتنہ میں پڑ جائے، اور مذہب اسے مطلق کہا ہے، دونوں روایتوں کی بنا پر لذت سے آواز سننا حرام ہے، چاہے قرآت کی ہو۔ قاضی کہتے ہیں: عورت کی آواز سننے سے منع کیا جائے گا۔ (الانصاف(8 ج،31ص)

بَابُ مَتٰى يَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ

باب: تلبیہ پڑھنا کب ختم کیا جائے

1815 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبّٰى حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پڑھتے رہے۔

1816 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: غَدَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مِنًى اِلٰى عَرَفَاتٍ مِنَّا الْمُلَبِّي وَمِنَّا الْمُكَبِّرُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم لوگ منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہوئے، تو ہم میں سے کچھ لوگ تلبیہ پڑھ رہے تھے اور کچھ تکبیر کہہ رہے تھے۔

بَابُ مَتٰی یَقْطَعُ الْمُعْتَمِرُ التَّلْبِیَةَ

باب: عمرہ کرنے والا تلبیہ پڑھنا کب ختم کرے گا

1817 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يُلَبِّي الْمُعْتَمِرُ حَتّٰى يَسْتَلِمَ الْحَجَرَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ وَهَمَّامٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عمرہ کرنے والا اس وقت تک تلبیہ پڑھے گا' جب تک وہ حجر اسود کا استلام نہیں کر لیتا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عبدالملک بن ابوسلیمان اور ہمام کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے موقوف روایت کے طور پر نقل کی ہے۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يُؤَدِّبُ غُلَامَهُ

باب: محرم کا اپنے غلام کو ادب سکھانا (یا سزا دینا)

1818 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حُجَّاجًا حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْعَرْجِ نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَزَلْنَا فَجَلَسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِلٰى جَنْبِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَجَلَسْتُ إِلٰى جَنْبِ أَبِي وَكَانَتْ زِمَالَةُ أَبِي بَكْرٍ وَزِمَالَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً مَعَ غُلَامٍ لِأَبِي بَكْرٍ فَجَلَسَ أَبُو بَكْرٍ يَنْتَظِرُ أَنْ يَطْلُعَ عَلَيْهِ فَطَلَعَ وَلَيْسَ مَعَهُ بَعِيرُهُ قَالَ: أَيْنَ بَعِيرُكَ؟ قَالَ: أَضْلَلْتُهُ الْبَارِحَةَ. قَالَ: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَعِيرٌ وَاحِدٌ تُضِلُّهُ قَالَ: فَطَفِقَ يَضْرِبُهُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ وَيَقُولُ: انْظُرُوا إِلٰى هٰذَا الْمُحْرِمِ مَا يَصْنَعُ قَالَ ابْنُ أَبِي رِزْمَةَ فَمَا يَزِيدُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَنْ يَقُولَ: انْظُرُوا إِلٰى هٰذَا الْمُحْرِمِ مَا يَصْنَعُ وَيَتَبَسَّمُ

⊛⊛ یحییٰ بن عباس اپنے والد کے حوالے سے سیّدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کرنے کے لیے روانہ ہوئے' یہاں تک کہ جب ہم عرج کے مقام پر پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا۔ ہم نے بھی پڑاؤ کیا۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھ گئیں میں اپنے والد کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کے ساتھ ایک اونٹنی پر تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے اس بات کا انتظار کر

رہے تھے کہ وہ آجائے۔ جب وہ آیا تو اس کے ساتھ اس کا اونٹ نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تمہارا اونٹ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: وہ گزشتہ رات مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: صرف ایک ہی اونٹ تھا اسے بھی تم نے گم کر دیا ہے؟ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے پیٹنا شروع کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے یہ فرما رہے تھے: اس محرم کو دیکھو یہ کیا کر رہا ہے۔

ابن ابورزمہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:
''اس محرم کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُحْرِمُ فِي ثِيَابِهِ

باب: آدمی کا (عام سلے ہوئے) کپڑوں میں احرام باندھنا

1819 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً، أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ أَثَرُ خَلُوقٍ أَوْ قَالَ: صُفْرَةٍ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي؟ فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيَ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ، قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ؟، قَالَ: اغْسِلْ عَنْكَ أَثَرَ الْخَلُوقِ أَوْ قَالَ: أَثَرَ الصُّفْرَةِ، وَاخْلَعِ الْجُبَّةَ عَنْكَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا صَنَعْتَ فِي حَجَّتِكَ.

❁❁ صفوان بن یعلیٰ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جعرانہ میں موجود تھے اس شخص (کے لباس پر) خلوق (مخصوص قسم کی خوشبو) یا زرد (رنگ کی خوشبو) کا نشان تھا۔ اس نے جبہ (یعنی سلے ہوئے کپڑے) پہنے ہوئے تھے۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں کہ میں عمرہ کیسے کروں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرہ کے بارے میں دریافت کرنے والا شخص کہاں ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خوشبو کے نشان کو اپنے اوپر سے دھو دو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) زردی کے نشان کو (دھو دو) اور جبہ اتار دو اور اپنے عمرے میں ویسا ہی کرو جو تم حج میں کرتے ہو (یعنی حج کی طرح کا احرام باندھو)

1820 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، وَهُشَيْمٌ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ فِيهِ: فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْلَعْ جُبَّتَكَ فَخَلَعَهَا مِنْ رَأْسِهِ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

❁❁ حضرت صفوان بن یعلیٰ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا جبہ اتار دو''۔ تو اس نے اپنے سر کی

طرف سے اسے اتار دیا۔ اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

1821 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ الرَّمْلِيُّ، قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ يَعْلَى ابْنِ مُنْيَةَ، عَنْ أَبِيهِ، بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ فِيهِ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْزِعَهَا نَزْعًا، وَيَغْتَسِلَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

❁❁ یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جبہ اتارنے کا حکم دیا اور اسے دومرتبہ یا تین مرتبہ (اس جبے کو) دھونے کا حکم دیا''۔

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

1822 حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ، يُحَدِّثُ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَقَدْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَهُوَ مُصَفِّرٌ لِحْيَتَهُ وَرَأْسَهُ. وَسَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ

❁❁ صفوان بن یعلی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص جعرانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے احرام باندھا ہوا تھا' اور جبہ پہنا ہوا تھا اس نے اپنی داڑھی اور سر پر زرد رنگ (کی خوشبو) لگائی ہوئی تھی۔ اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

سلوا کپڑا کسی قسم کا ہو اس کے پہننے میں ممانعت کا بیان

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں ": حدیث میں جو بیان کیا گیا ہے درج ذیل اشیاء بھی اس کے معنی میں آئینگی مثلا قمیص اور سلوار اور پاجامہ اور ٹوپی وغیرہ بھی سلے ہوئے لباس میں شامل ہوں گی، اس لیے سب اہل علم کے ہاں احرام کی حالت میں یہ اشیاء پہننا جائز نہیں ہوں گی. دیکھیں: التمہید 15/104

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: قاضی عیاض رحمہ اللہ کا کہنا ہے: مسلمان اس پر متفق اور جمع ہیں کہ اس حدث میں احرام کی حالت میں محرم شخص کے لیے جن اشیاء کی ممانعت کا ذکر ہے اس میں قمیص اور پاجامہ سے ہر سلے ہوئے لباس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اور پگڑی اور برانڈی کہہ کر سر چھپانے والی ہر سلی ہوئی چیز اور موزے کہہ کر ہر ستر چھپانے والی چیز شمار کی گئی ہے "انتہی

اور ابن دقیق العید نے دوسرا اجماع اہل قیاس کے ساتھ مخصوص کیا ہے، جو کہ واضح ہے. سلے ہوئے لباس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز جو کسی جسم کے مخصوص حصہ کے لیے بنایا گیا ہو، چاہے بدن کے کسی ایک حصہ کے لیے ہو "انتہی دیکھیں: فتح الباری (3 / 402)
لنگوٹ کے جواز کے قائلین حضرات نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بار برداری کا کام کرنے والوں کو لنگوٹ پہننے کی اجازت دی تھی. اور اس سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی لنگوٹ پہنا کرتے تھے. عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں بیان کرتے کہ: باب ہے احرام کے وقت خوشبو لگانے اور احرام باندھنے کا ارادہ کرتے وقت کیا پہنے ... عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہودج کو اٹھانے والوں کے لیے لنگوٹ

پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں"۔(صحیح بخاری، 558 ، 2)
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔
"عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر سعید بن منصور نے عبدالرحمن بن قاسم عن ابیہ کے طریق سے عائشہ رضی اللہ عنہا تک موصول بیان کیا ہے کہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کیا تو ان کے ساتھ ان کے دو غلام بھی تھے، جب وہ ان کا کجاوہ اٹھاتے تو ان کا کچھ ستر کھل جاتا، اس لیے عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں لنگوٹ پہننے کا حکم دیا، تو وہ احرام کی حالت میں لنگوٹ پہنا کرتے تھے۔
اس میں ابن تین کے قول " : اس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارادہ عورتیں ہیں " کا رد پایا جاتا ہے، کیونکہ عورتیں تو سلا ہوا لباس زیب تن کرتی ہیں، لیکن مرد حالت احرام میں ایسا نہیں کر سکتے، لگتا ہے کہ یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے ہے جو انہوں نے اختیار کی تھی، وگرنہ اکثر فقہاء اور علماء تو حالت احرام میں لنگوٹ اور سلوار و پاجامہ پہننے کی ممانعت میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔
(فتح الباری(3/397).)
عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا اثر: ابن ابی شیبہ نے حبیب بن ابو ثابت سے بیان کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو میدان عرفات میں لنگوٹ پہنے ہوئے دیکھا۔(مصنف ابن ابی شیبۃ (6 /.(34)
یہ بھی ضرورت پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ اخبار المدینۃ (3 / 1100) میں ابن ابی شیبہ کی روایت ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ایام میں زخمی ہوئے تھے جس کی بنا پر ان کا پیشاب پر کنٹرول نہیں تھا کیونکہ اس اثر میں "فلا یستمسک بولی "کے الفاظ ہیں کہ میرا پیشاب نہیں رکتا تھا۔
اور النہایۃ غریب الاثر (2 / 126) میں درج ہے: عبد خیر کی حدیث میں ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے انڈر ویئر پہنا ہوا تھا، اور انہوں نے فرمایا: مجھے مثانہ تکلیف ہے" الدقرارۃ انڈر ویئر یا پھر لنگوٹ کو کہا جاتا ہے جس سے صرف شرمگاہ چھپائی جاتی ہو۔
اور الممثون: مثانہ کی بیماری کے شکار شخص کو کہا جاتا ہے۔ اور لسان العرب میں درج ہے:
"عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے لنگوٹ پہن کر نماز ادا کی اور فرمایا: مجھے مثانہ کی تکلیف ہے۔(لسان العرب (13 /.(71)
اگر بالفرض یہ آثار ثابت نہ بھی ہوں تو بھی دلالت کرتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل ضرور ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ محرم شخص کو لنگوٹ پہننے سے روکا جائے گا، اور عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت کو ضرورت پر محمول کیا جائے گا، اور اس میں لنگوٹ پہننے سے فدیہ دینے کی نفی نہیں پائی جاتی، اور اسی طرح عمار رضی اللہ عنہ کے اثر کو بھی مثانہ کی تکلیف کی بنا پر لنگوٹ پہننے کو ضرورت پر محمول کیا جائے گا۔
عبداللہ بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اور انہیں میں نے فدیہ کے بارے میں دریافت کیا تو وہ کہنے لگے ": یہ خاص کے لیے نازل ہوا تھا لیکن تمہارے لیے یہ عام ہے، مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا کہ میرے چہرے پر جوئیں گر رہی تھیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے خیال میں تمہیں بہت زیادہ

تکلیف ہو رہی ہے کیا تیرے پاس بکری ہے تو میں نے عرض کیا: نہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تین روزے رکھو یا پھر چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر مسکین کو نصف صاع دو" (صحیح بخاری حدیث نمبر (1721) صحیح مسلم حدیث نمبر (1201).

بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ

باب: احرام والا شخص کون سے لباس پہن سکتا ہے

1823 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَتْرُكُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ. فَقَالَ: لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا زَعْفَرَانٌ وَلَا الْخُفَّيْنِ، إِلَّا لِمَنْ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ، فَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا احرام والا شخص کون سے کپڑے نہیں پہن سکے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ قمیص نہیں پہنے گا، ٹوپی نہیں پہنے گا، شلوار نہیں پہنے گا، عمامہ نہیں پہنے گا، ایسا کوئی کپڑا نہیں پہنے گا' جس پر ورس یا زعفران لگا ہو۔ موزے نہیں پہنے گا' البتہ جس شخص کو جوتے نہیں ملتے اس کا حکم مختلف ہے' جس شخص کو جوتے نہیں ملتے وہ موزے پہن لے گا' اور ان کو اتنا کاٹ لے گا کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

1824 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1825 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ وَزَادَ وَلَا تَنْتَقِبُ الْمَرْأَةُ الْحَرَامُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَلَى مَا قَالَ اللَّيْثُ. وَرَوَاهُ مُوسَى بْنُ طَارِقٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ عُمَرَ. وَكَذَلِكَ رَوَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَمَالِكٌ، وَأَيُّوبُ مَوْقُوفًا. وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَدِينِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُحْرِمَةُ لَا تَنْتَقِبُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَدِينِيُّ: شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَيْسَ لَهُ كَبِيرُ حَدِيثٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں: تاہم اس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''احرام والی عورت نقاب نہیں کرے گی اور دستانے نہیں پہنے گی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت حاتم بن اسمٰعیل اور یحییٰ بن ایوب نے موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے نافع کے حوالے سے نقل کی ہے جیسا کہ لیث نے روایت کی ہے' جبکہ موسیٰ بن طارق نے یہ روایت موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف روایت کے طور پر نقل کی ہے۔

عبیداللہ بن عمر، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ایوب نے بھی اسے موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

ابراہیم بن سعید مدنی نے نافع کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

''احرام والی عورت نقاب بھی نہیں پہنے گی اور دستانے بھی نہیں پہنے گی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابراہیم بن سعید مدنی نامی راوی اہل مدینہ کے بزرگوں میں سے ایک ہیں البتہ یہ علم حدیث میں زیادہ ماہر نہیں ہیں۔

1826 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَدِينِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُحْرِمَةُ لَا تَنْتَقِبُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''احرام والی عورت نقاب نہیں پہنے گی اور دستانے نہیں پہنے گی''۔

1827 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: فَإِنَّ نَافِعًا مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، حَدَّثَنِي، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى النِّسَاءَ فِي إِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَّازَيْنِ وَالنِّقَابِ، وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ، وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذَلِكَ مَا أَحَبَّتْ مِنْ أَلْوَانِ الثِّيَابِ مُعَصْفَرًا أَوْ خَزًّا أَوْ حُلِيًّا أَوْ سَرَاوِيلَ أَوْ قَمِيصًا أَوْ خُفًّا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، إِلَى قَوْلِهِ وَمَا مَسَّ الْوَرْسُ وَالزَّعْفَرَانُ مِنَ الثِّيَابِ وَلَمْ يَذْكُرَا مَا بَعْدَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو (احرام کے دوران دستانے پہننے اور نقاب کرنے سے منع کر دیا اور ایسا لباس پہننے سے منع کیا) جس پر ورس یا زعفران لگا ہو' البتہ ان کے علاوہ وہ جس بھی رنگ کے چاہیں کپڑے پہن سکتی ہیں خواہ وہ زرد رنگ کے ہوں' یا ریشم کے ہوں' یا زیور ہوں' یا شلوار ہو یا قمیص ہو یا موزہ ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن اسحٰق کے حوالے سے نافع سے عبدہ اور محمد بن سلمہ نے محمد بن اسحٰق سے نقل کی ہے' جو ان الفاظ تک ہے۔

''وہ کپڑا جس پر ورس یا زعفران لگا ہو'' راوی نے اس کے بعد کا حصہ نقل نہیں کیا۔

1828 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ وَجَدَ الْقُرَّ، فَقَالَ: أَلْقِ عَلَيَّ ثَوْبًا يَا نَافِعُ، فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَقَالَ: تُلْقِي عَلَيَّ هَذَا وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَهُ الْمُحْرِمُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے ایک دفعہ انہیں سردی محسوس ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اے نافع! میرے اوپر کوئی کپڑا ڈال دو۔ میں نے ان پر برنس ڈال دی تو انہوں نے فرمایا: تم مجھ پر یہ ڈال رہے ہو جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام والے شخص کو اسے پہننے سے منع کیا ہے۔

1829 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: السَّرَاوِيلُ لِمَنْ لَا يَجِدُ الْإِزَارَ، وَالْخُفُّ لِمَنْ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثُ أَهْلِ مَكَّةَ وَمَرْجِعُهُ إِلَى الْبَصْرَةِ إِلَى جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَالَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ مِنْهُ ذِكْرُ السَّرَاوِيلِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْقَطْعَ فِي الْخُفِّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

''شلوار پہننے کی اجازت اس شخص کو ہے جسے تہبند نہیں ملتا اور موزے پہننے کی اجازت اس کو ہے جسے جوتے نہیں ملتے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اہل مکہ کی نقل کردہ روایت ہے لیکن اس کا محور اہل بصرہ ہیں اس کی سند جابر بن زید تک جاتی ہے اور ان سے اس روایت میں شلوار کا ذکر کرنے میں (اس سند کے راوی) منفرد ہیں۔ اس راوی نے موزے کو کاٹ دینے کا بھی ذکر نہیں کیا۔

1830 حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْجُنَيْدِ الدَّامِغَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ سُوَيْدٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهَا، قَالَتْ: كُنَّا نَخْرُجُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ فَنُضَمِّدُ جِبَاهَنَا بِالسُّكِّ الْمُطَيَّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ، فَإِذَا عَرِقَتْ إِحْدَانَا سَالَ عَلَى وَجْهِهَا فَيَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَنْهَاهَا

1830- حديث صحيح، وهذا اسناد قوي، الحسين بن الجنيد الدامغاني لا باس به. لكنه قد توبع ابو اسامة: هو حماد بن اسامة. واخرجه اسحاق بن راهويه في "مسنده" (1772) و (1797)، والبيهقي 5/48 من طريق ابي اسامة، بهذا الاسناد. واخرجه اسحاق (1021) و (1022)، واحمد في "مسنده" (24502) و (25062)، وابو يعلى (4886) من طرق عن عمر بن سويد الثقفي، به. وزاد اسحاق في الموضع الاول فقال: والضماد: هو السك. واخرجه بنحوه الطبراني في "الاوسط" (1433) من طريق محمد بن سوقة، عن عائشة بنت طلحة، به.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے' تو ہم نے احرام باندھنے کے وقت خوشبو ملی ہوئی ایک مرکب چیز کا اپنی پیشانی پر لیپ کرلیا۔ جب ہم میں سے کسی کو پسینہ آتا تو وہ (مرکب) اس کے چہرے پر بہہ جاتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ملاحظہ کیا مگر اس سے منع نہیں کیا۔

1831 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، قَالَ: ذَكَرْتُ لِابْنِ شِهَابٍ، فَقَالَ: حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ يَعْنِيْ يَقْطَعُ الْخُفَّيْنِ لِلْمَرْاَةِ الْمُحْرِمَةِ ثُمَّ حَدَّثَتْهُ صَفِيَّةُ بِنْتُ اَبِيْ عُبَيْدٍ، اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ رَخَّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُفَّيْنِ فَتَرَكَ ذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یوں کیا کرتے تھے یعنی احرام والی عورت کے موزے کاٹ دیا کرتے تھے۔ پھر سیدہ صفیہ بنت ابوعبید رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ بات بتائی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بیان کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو موزے پہننے کی اجازت دی تھی۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو (یعنی موزے کاٹنے کے عمل کو) ترک کردیا۔

محرم کے ممنوع لباس میں فقہی مذاہب اربعہ کی تصریحات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ محرم کپڑوں میں سے کیا چیزیں پہن سکتا ہے اور کیا چیزیں نہیں پہن سکتا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو قمیص و کرتہ پہنو، نہ عمامہ باندھو، نہ پاجامہ پہنو، نہ برنس اوڑھو اور نہ موزے پہنو، ہاں جس شخص کے پاس جوتے نہ ہوں وہ موزے پہن سکتا ہے مگر اس طرح کہ موزہ دونوں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے، نیز کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس پر زعفران یا ورس لگی ہو۔ (بخاری ومسلم)

بخاری نے ایک روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ محرم عورت نقاب نہ ڈالے اور اور نہ دستانے پہنے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام پہننے والے کو ورس (رنگ کی ایک قسم) اور زعفران میں رنگی ہوئی چادریں استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے- اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں تہہ بند چادر اور جوتوں میں احرام باندھنا چاہئے اگر جوتے نہ ہوں تو موزے پہن لو لیکن انہیں ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ لو- اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

قمیص و کرتہ اور پاجامہ پہننے سے مراد ان کو اس طرح پہننا ہے جس طرح کہ عام طور پر یہ چیزیں پہنی جاتی ہیں جیسے قمیص و کرتہ گلے میں ڈال کر پہنتے ہیں یا پاجامہ ٹانگوں میں ڈال کر پہنا جاتا ہے، چنانچہ احرام کی حالت میں ان چیزوں کو اس طرح پہننا ممنوع ہے- ہاں اگر کوئی محرم ان چیزوں کو مروج طریقہ پر پہننے کی بجائے بدن پر چادر کی طرح ڈالے تو یہ ممنوع نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس نے قمیص و کرتہ پہنا ہے یا پاجامہ پہنا ہے۔

برنس اس لمبی ٹوپی کو کہتے ہیں جو عرب میں اوڑھی جاتی تھی اور برنس وہ لباس بھی ہوتا ہے جس کا کچھ حصہ ٹوپی کی جگہ کام دیتا ہے جیسے برساتی وغیرہ۔ چنانچہ نہ برنس اوڑھو، سے مراد یہ ہے کہ ایسی کوئی چیز نہ اوڑھو جو سر کو ڈھانپ لے خواہ وہ ٹوپی ہو یا برساتی اور

خواہ کوئی اور چیز۔ ہاں جو چیز ایسی ہو جس پر عرف عام میں پہننے یا اوڑھنے کا اطلاق نہ ہوتا ہو مثلاً سر پر کونڈا یا گھڑا وغیرہ رکھ لینا یا سر پر گٹھر اٹھالینا تو اس صورت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

وہ موزہ دونوں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے میں یہاں ٹخنے سے مراد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک وہ ہڈی ہے جو پیر کی پشت پر بیچ میں ہوتی ہے جب کہ حضرت امام شافعی کے ہاں وہی متعارف ٹخنہ مراد ہے جس کو وضو میں دھونا فرض ہے۔

اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جس شخص کے پاس جوتے نہ ہوں اور وہ موزے پہن لے تو آیا اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

چنانچہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی تو یہ کہتے ہیں کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر فدیہ واجب ہوتا ہے۔ جس طرح یہ مسئلہ ہے کہ اگر احرام کی حالت میں کسی کو سر منڈانے کی احتیاج وضرورت لاحق ہو جائے تو وہ سر منڈا لے اور فدیہ ادا کرے۔

ورس ایک قسم کی گھاس کا نام ہے جو زرد رنگت کی اور زعفران کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس گھاس سے رنگائی کا کام لیا جاتا ہے۔ زعفران اور اس کے رنگ آلود کپڑوں کو پہننے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ ان میں خوشبو ہوتی ہے۔

محرم عورت نقاب نہ ڈالے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے منہ کو برقع اور نقاب سے نہ ڈھانکے ہاں اگر وہ پردہ کی خاطر کسی ایسی چیز سے اپنے منہ کو چھپائے جو منہ سے الگ رہے تو جائز ہے، اسی طرح حنفیہ کے ہاں مرد کو بھی عورت کی طرح احرام کی حالت میں منہ ڈھانکنا حرام ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک بھی ایک روایت کے مطابق یہی ہے جب کہ امام شافعی کا مسلک اس کے برخلاف ہے۔

ہودج میں بیٹھنا ممنوع ہے بشرطیکہ سر ہودج میں لگتا ہو، اگر سر ہودج میں نہ لگتا ہو تو پھر اس میں بیٹھنا ممنوع نہیں ہے، اسی طرح اگر کعبہ کا پردہ یا خیمہ سر میں لگتا ہو تو ان کے نیچے کھڑا ہونا ممنوع ہے اور اگر سر میں نہ لگتا ہو تو ممنوع نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر محرم کو جوتے میسر نہ ہوں تو وہ موزے پہن سکتا ہے اور جس محرم کے پاس تہہ بند نہ ہو تو وہ پائجامہ پہن سکتا ہے۔ (بخاری مسلم)

موزوں کے استعمال کے بارے میں تو گزشتہ حدیث میں بتایا جا چکا ہے کہ جوتے میسر نہ ہوں تو محرم موزے پہن سکتا ہے۔ اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک اس پر کوئی فدیہ واجب نہیں ہوگا۔ لیکن حضرت امام اعظم کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اگر تہہ بند نہ ہو تو پائجامہ کو پھاڑ کر اسے تہ بند کی صورت میں باندھ لیا جائے اور اگر کوئی شخص اسے پھاڑ کر استعمال نہ کرے بلکہ پائجامہ ہی پہن لے تو اس پر دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب ہوگا۔

زعفران دورس پہننے پر وجوب فدیے میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جعرانہ میں (کہ جو مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ایک مقام ہے اور جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ اچانک ایک شخص جو دیہاتی تھا آیا اس نے کرتہ پہنا ہوا تھا، نیز وہ شخص خلوق میں رنگا بسا تھا (خلوق ایک خوشبو کا نام ہے جو زعفران وغیرہ سے تیار ہوتی تھی) اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! میں نے عمرہ کا احرام اس حالت میں باندھا تھا کہ یہ کرتہ میرے بسم پر تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اوپر جو خوشبو لگی ہوئی ہے اسے تو تین مرتبہ دھوڈالو اور کرتہ کو اتار دو اور پھر اپنے عمرہ کے احرام میں وہی کرو جو تم اپنے حج کے احرام میں کرتے ہو۔ (بخاری و مسلم)

زعفران کا استعمال چونکہ مردوں کے لئے حرام ہے اور خلوق زعفران ہی سے تیار ہوتی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ اسے دھوڈالے نیز تین مرتبہ دھونے کا حکم صرف اس لئے دیا تاکہ وہ خوب اچھی طرح چھوٹ جائے ورنہ اصل مقصد تو یہ تھا کہ خلوق کو بالکل صاف کردو خواہ وہ کسی طرح اور کتنی ہی مرتبہ میں صاف ہو۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں حج کے احرام کی حالت میں ممنوع ہیں وہی عمرہ کے احرام کی حالت میں بھی ممنوع ہیں اس لئے تم عمرہ کے احرام کی حالت میں ان تمام چیزوں سے پرہیز کرو جن سے حج کے احرام کی حالت میں پرہیز کیا جاتا ہے۔

احرام کی حالت میں بغیر خوشبو سرمہ لگانا جائز ہے بشرطیکہ اس سے زیب وزینت مقصود نہ ہو۔ اگر کوئی شخص زیب وزینت کے بغیر خوشبو کا بھی سرمہ لگائے تو مکروہ ہوگا۔

اس موقع پر ایک خاص بات یہ جان لینی چاہئے کہ جو چیزیں احرام کی حالت میں حرام ہو جاتی ہیں ان کا ارتکاب اگر قصداً ہو گا تو متفقہ طور پر تمام علماء کے نزدیک اس کی وجہ سے مرتکب پر فدیہ لازم ہوگا۔ ہاں بھول چوک سے ارتکاب کرنے والے پر فدیہ واجب نہیں ہوگا جیسا کہ حضرت امام شافعی، ثوری، احمد، اور اسحق رحمہم اللہ کا قول ہے البتہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک کے نزدیک اس صورت میں بھی فدیہ واجب ہوگا۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يَحْمِلُ السِّلَاحَ

باب: احرام والے شخص کا ہتھیار اٹھانا

1832 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ، يَقُولُ: لَمَّا صَالَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الْحُدَيْبِيَةِ صَالَحَهُمْ عَلَى أَنْ لَا يَدْخُلُوهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ فَسَأَلْتُهُ مَا جُلُبَّانُ السِّلَاحِ قَالَ: الْقِرَابُ بِمَا فِيهِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والوں کے ساتھ صلح کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کے ساتھ اس شرط پر صلح کی تھی کہ جب وہ لوگ مکہ میں داخل ہوں گے تو ان کے ہتھیار میان میں ہوں گے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے استاد سے دریافت کیا: جلبان السلاح کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ چمڑے کا بنا ہوا تھیلا جس میں ہتھیار رکھا جاتا ہے۔

حالت احرام میں مباح امور کا بیان

کُرتا، چغہ لپیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور منہ نہ چھپے، ان چیزوں یا پاجامہ کا تہبند باندھنا، ہمیانی یا پٹی باندھنا، بے میل چھڑائے حمام کرنا، کسی چیز کے سائے میں بیٹھنا، چھتری لگانا، انگوٹھی پہننا، بے خوشبو کا سرمہ لگانا، فصد بغیر بال مونڈے، پچھنے لینا، آنکھ میں جو بال نکلے اسے جدا کرنا، سر یا بدن اس طرح کھجانا کہ بال نہ ٹوٹے، جوں نہ گرے، احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی اس کا لگا رہنا، پالتو جانور اونٹ، گائے، بکری، مرغی کا ذبح کرنا، پکانا، کھانا، اس کا دودھ دوہنا، انڈے توڑنا، بھوننا، کھانا، کھانے کے لیے مچھلی کا شکار کرنا، کسی دریائی جانور کا مارنا دوا یا غذا کے لیے نہ ہو، نری تفریح منظور ہو جس طرح لوگوں میں رائج ہے تو شکار دریا ہو یا جنگل خود ہی حرام ہے، اور احرام میں سخت تر حرام، منہ اور سر کا سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا، سر یا گال کے نیچے تکیہ رکھنا، سر یا ناک پر اپنا یا دوسرے کا ہاتھ رکھنا، کان کپڑے سے چھپانا، ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا، سر پر سینی اور بوری اٹھانا، جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبو دیں یا بے پکائے جس میں خوشبو ڈالی اور وہ بو نہیں دیتی اس کا کھانا پینا، گھی یا چربی یا کڑوا تیل یا ناریل یا بادام یا کدو یا کاہو کا تیل کہ بسایا نہ ہو بدن یا بالوں میں لگانا، خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جبکہ ان کی خوشبو جاتی رہی ہو مگر کسم کیسر کا رنگ مرد کو ویسے ہی حرام ہے، دین کے لیے لڑنا جھگڑنا بلکہ حسب حاجت فرض وواجب ہے، جوتا پہننا جو پاؤں کے جوڑ کو نہ چھپائے، بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر تعویز گلے میں ڈالنا، آئینہ دیکھنا، ایسی خوشبو کا چھونا جس میں فی الحال مہک نہیں جیسے اگر لوبان، صندل یا اس کا آنچل میں باندھنا، نکاح کرنا۔

بَابٌ فِي الْمُحْرِمَةِ تُغَطِّي وَجْهَهَا

باب: احرام والی عورت کا اپنے چہرے کو ڈھانپنا

1833 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ، فَإِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ إِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا فَإِذَا جَاوَزُونَا كَشَفْنَاهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ بیان کرتی ہیں: سوار ہمارے پاس سے گزرتے تو اس وقت ہم (خواتین) نبی اکرم ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں۔ جب وہ سوار ہمارے قریب پہنچتے تو ہم اپنی چادر کو چہرے پر لٹکا لیتی تھیں جب وہ آگے گزر جاتے تو ہم چہرے سے کپڑا ہٹا دیتی تھیں۔

سر اور چہرے کو ڈھانپنے کی ممانعت کا بیان

اور احرام والا اپنے چہرہ اور سر نہ ڈھانپے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مرد کے لئے چہرہ ڈھانپنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مرد کا احرام اس کے سر میں ہے اور عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ تم اس کا چہرہ نہ ڈھانپو اور نہ اس کا سر ڈھانپو۔ کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔ یہ ارشاد آپ ﷺ نے فوت ہونے والے محرم کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ باوجود فتنے کے عورت اپنے چہرے کو نہیں ڈھانپے گی۔ تو مرد بدرجہ اولیٰ چہرے کو نہیں ڈھانپے گا۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایت کا فائدہ سر ڈھانپنے میں فرق کرنے کے لئے ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

حالت احرام میں پردے کی تخفیف میں مذاہب اربعہ کا بیان

شریعت نے عورت کے لئے پردہ ہر حال میں لازم کیا ہے البتہ اس کے لئے احرام میں پردے میں تخفیف کردی ہے کہ عورت چہرے پر نقاب وغیرہ نہ ڈالے بلکہ چہرہ کھلا رکھے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر عن النبی ا قال: المحرمة لاتنتقب ولاتلبس القفازین۔ (بخاری)

البتہ کسی نامحرم کے سامنے آنے پردہ اپنے چہرے کو چھپالے تاکہ اس جگہ بدنگاہی اور بے پردگی نہ ہو۔ چنانچہ صحابیات کا بھی یہی عمل رہا حضرت عائشہ کی روایت ہے:

کان الرکبان یمرون بنا ونحن محرمات مع رسول اللہ ا فاذا جاوذوا بنا سدلت إحدانا جلبابها فاذا جاوزونا کشفناه۔ (ابوداود،۱۵۶۱)

چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ عورت اپنے سر پر اس طرح کپڑا ڈال سکتی ہے کہ وہ کپڑا چہرے کو نہ لگے اور پردہ بھی ہوجائے۔ چنانچہ کتاب المبسوط میں ہے:

قال (ولا بأس بأن تسدل الخمار علی وجهها من فوق رأسها علی وجه لایصیب وجهها) وقد بینا ذلک عن عائشة رضی اللہ عنها لأن تغطیة الوجه إنما یحصل بما یماس وجهها دون ما لا یماسه ویکره لها أن تلبس البرقع لأن ذلک یماس وجهها۔ (کتاب المبسوط للسرخسی،ج۶،۱۶۱،دار الکتب العلمیہ)

ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

(وتغطی رأسها) أی لا وجهها الا أنها إن غطة وجهها بشیء متجاف جاز وفی النهایة: ان سدل الشیء علی وجهها واجب علیها ودلت المسئلة علی ان المرأة منهیة عن اظهار وجهها للأجانب بلاضرورة وکذا فی المحیط: وفی الفتح قالوا: والمستحب أن تسدل علی وجهها شیئا وتجافییه۔
(کتاب المناسک ملا علی قاری)

الفقه الحنفی وأدلته میں ہے:

وفی روایة له ولا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازین وقوله ا : لایلبس خبر بمعنی النهی وعند وجود الاجانب فالارخاء واجب علیها وعند عدمه یجب علی الاجانب غض البصر فقول الحنفیة اعمال الحدیث من جهة وصرف الفتنة من جهة أخریٰ
(الفقہ الحنفی وادلتہ، ط: دار الکلم الطیب)

نیز یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ حکم صرف احناف کے ہاں ہی نہیں بلکہ چاروں ائمہ کا یہی مذہب ہے۔
علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں۔
اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے کہ وہ اس سے اپنے سر کو ڈھانپے اور اپنی بالوں کو چھپائے اوداوپر کی جانب اپنے چہرے پر سدل ثوب کرے اور سر پر آہستہ کپڑا ڈالے تا کہ اپنے آپ کو لوگوں کی نگاہوں سے بچائے۔ جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیا کرتی تھیں۔ (بدایة المجتهد، ج ۳، ص ۲۷۸، دار الکتب العلمیة)

الفقه المالکی المیسر میں ہے:
واباح المالکیة لها ستر وجهها عند الفتنة بلاغرز للساتر بأبرة ونحوها وبلاربط له براسها بل المطلوب سدله علی راسها ووجهها او تجعله کاللثام وتلق طرفیه علی راسها بلاغرز ولاربط۔
(الفقہ المالکی المیسر للزحیلی، ۱، ۲۹۵، دار الکلم الطیب)

فقہ شافعی کی کتاب ''الحاوی الکبیر'' میں ہے۔
ان حرم المرأة فی وجهها فلاتغطیه کما کان حرم الرجل فی رأسه فلایغطیه لروایة موسیٰ ابن عقبة عن نافع عن ابن عمر: ان رسول الله ا نهیٰ ان تنتقب المرأة وهی محرمة وتلبس القفازین۔ (الحاوی الکبیر للماوردی، ۳، ۶، دار الکتب العلمیة)

فقہ حنبلی کی کتاب ''المیسر للزحیلی'' میں ہے:
ومن المحظورات فی الاحرام: تعمد تغطیة الوجه من الأنثیٰ لکن تسدل علی وجهها لحاجة لقوله ا : لاتنتقب المرأة المحرمة ولاتلبس القفازین قال الشرح: فیحرم تغطیة لانعلم فیه خلافاولایضر لمس السدل وجهها.خلافاً للقاضی ابی یعلی قال فی الاقناع: ان غطته لغیر حاجة فدت وعلی ہذا احرام المرأة فی وجهها فتحرم تغطیته بحو برقع ونقاب وتسدل لحاجة کمرور رجال بها الخ۔ (الفقه الحنبلی المیسر، ۵، ۲۷، دار القلم دمشق)

فقہاء کرام کے مذکورہ بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے چہرے پر نقاب ڈالنا بغیر کسی حائل کے ممنوع ہے بلکہ اسے چاہئے کہ اجانب کی غیر موجودگی میں چہرے کو کھلا رکھے اور ان کی موجودگی میں چہرے سے کپڑے سے کسی حائل اور فاصلہ رکھنے والی چیز یا نقاب (جیسے ہیٹ والے مروجہ نقاب یا اس جیسی کوئی اور چیز) سے ڈھانپ لے تا کہ بدنگاہی اور بے پردگی نہ ہو۔ ہاں اگر کپڑا ہوا

کی وجہ سے بار بار چہرے پر پڑ جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ہی کوئی دم وغیرہ لازم آئے گا۔

واحرام المرأة فی وجهها واجاز الشافعية والحنفية ذلک بوجود حاجز عن الوجه فقالوا: للمرأة ان تسدل علی وجهها ثوبا متجافيا عنه بخشبة ونحوها سواء فعلته لحاجة من حر او برد او خوف فتنة ونحوها او لغير حاجة فأن وقعت الخشبة فاصاب الثوب وجهها بغير اختيارها ورفعته فی الحال فلا فدية۔

بَابٌ فِی الْمُحْرِمِ یُظَلَّلُ

باب: احرام والے شخص کا سائے میں آنا

1834 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحِیْمِ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ اُنَیْسَةَ، عَنْ یَحْیٰی بْنِ حُصَیْنٍ، عَنْ اُمِّ الْحُصَیْنِ، حَدَّثَتْهُ قَالَتْ: حَجَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَاَیْتُ اُسَامَةَ وَبِلَالًا وَاَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ لِیَسْتُرَهُ مِنَ الْحَرِّ حَتّٰی رَمٰی جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ

سیدہ اُمّ حصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کیا۔ میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان میں سے کسی ایک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار کو پکڑا ہوا تھا' اور دوسرے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرمی سے بچانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کپڑا تانا ہوا تھا۔ ایسا اس وقت تک ہوتا رہا جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی رمی نہیں کر لی۔

حالت احرام میں سر پر سایہ کرنے کا مسئلہ

حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان میں سے ایک (یعنی حضرت اسامہ) اپنا کپڑا اٹھائے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر) سورج کی گرمی کی تپش سے سایہ کئے ہوئے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔ (مسلم)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر کپڑے سے اس طرح سایہ کر رکھا تھا کہ وہ کپڑا اونچا ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے لگتا نہیں تھا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ سایہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سر پر چھتری کی مانند ایک چیز اٹھائے ہوئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے سر پر کسی چیز سے سایہ کرلے بشرطیکہ سایہ کرنے والی چیز اس کے سر کو نہ لگے، چنانچہ اکثر علماء کا یہی قول ہے لیکن حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد نے اسے مکروہ کہا ہے۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يَحْتَجِمُ

باب: احرام والے شخص کا پچھنے لگانا

1835 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، وَطَاؤُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے تھے۔

1836 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِيْ رَاْسِهِ مِنْ دَاءٍ كَانَ بِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری لاحق ہونے پر احرام کے دوران اپنے سر پر پچھنے لگوائے تھے۔

1837 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمِ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ، قَالَ ابْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ: اَرْسَلَهُ يَعْنِيْ عَنْ قَتَادَةَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف لاحق ہونے پر پاؤں کے اوپر والے حصے پر احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد کو یہ کہتے سنا ہے: ابن ابوعروبہ نے اس روایت کو مرسل روایت کے طور پر نقل کیا ہے یعنی یہ روایت قتادہ سے منقول ہے۔

پچھنے والی جگہ کا حلق کیا تو وجوب دم کا بیان

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر اس نے پچھنے والی جگہ کا حلق کروایا تو اس پر دم واجب ہے۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ اس پر صدقہ واجب ہے۔ کیونکہ اس نے صرف پچھنے لگوانے کی وجہ سے حلق کروایا ہے۔ اور پچھنا لگوانا ممنوعات میں سے نہیں ہے۔ اور اسی طرح اس میں بھی نہ ہوگا جو اس کا وسیلہ ہے۔ البتہ اس میں کچھ آلودگی دور کرنے کے لئے مونڈنا ہے لہذا صدقہ واجب ہوگا۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حلق کروانا مقصود ہے لہذا اس کو وسیلہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ یہ خود حلق ہے۔ اور ایک کامل عضو سے آلودگی کو دور پایا جارہا ہے لہذا دم واجب ہے۔

حالت احرام میں پچھنے لگوانے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ جو بحسینہ کے بیٹے ہیں، کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے راستے میں

لحی جمل کے مقام پر بحالت احرام اپنے سر کے بیچوں بیچ سینگی کھنچوائی۔ (بخاری ومسلم)

مالک، حضرت عبداللہ کے باپ کا نام ہے اور بحسینہ ان کی ماں کا نام ہے گویا ابن بحسینہ، حضرت عبداللہ کی دوسری صفت ہے اسی لئے، عبداللہ بن مالک ابن بحسینہ، میں مالک کو تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ابن بحسینہ، میں الف لکھا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سر کے بیچوں بیچ پچھنے لگوائے تو سر مبارک کے بال کچھ نہ کچھ ضرور ٹوٹے ہوں گے لہٰذا یہ حدیث ضرورت پر محمول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عذر و ضرورت کی بناء پر سر میں پچھنے لگوائے تھے، چنانچہ اگر محرم کسی ایسی جگہ پچھنے لگوائے جہاں بال ہوں تو اس پر فدیہ واجب نہیں ہوتا۔

اگر کوئی محرم سر کے بال چوتھائی حصہ سے کم منڈوائے یا پچھنے وغیرہ کی وجہ سے اس کے سر کے چوتھائی حصہ سے کم بال ٹوٹ جائیں تو اس پر صدقہ واجب ہوگا یعنی وہ بطور جزاء یا تو کسی بھوکے کے پیٹ بھر کھانا کھلا دے یا اسے نصف صاع گیہوں دے دے۔ اگر کوئی محرم بلا عذر چوتھائی سر سے زیادہ منڈوا دے یا بلا عذر پچھنے لگوالے اور اس کی وجہ سے چوتھائی سر سے زیادہ بال ٹوٹ جائیں تو اس پر دم واجب ہوگا یعنی وہ بطور جزاء ایک بکری یا اس کی مانند کوئی جانور ذبح کرے اور اگر کوئی کسی عذر کی بناء پر چوتھائی سر سے زیادہ منڈوائے یا کسی عذر کی وجہ سے پچھنے لگوائے اور اس کی وجہ سے چوتھائی سر سے زائد بال ٹوٹ جائیں تو اسے تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار ہوگا کہ چاہے تو وہ ایک بکری ذبح کرے، چاہے نصف صاع فی مسکین کے حساب سے چھ مسکینوں کو تین صاع گیہوں دے اور چاہے تین روزے رکھے خواہ تین روزے مسلسل رکھ لے یا متفرق طور پر۔

اگر کوئی محرم پچھنے لگوانے کی وجہ سے محاجم یعنی پچھنوں کی جگہ سے بال منڈوائے تو اس صورت میں امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک تو اس پر دم واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک صدقہ۔

پچھنوں کی جگہ سے گردن کے دونوں کنارے اور گدی مراد ہے، اس لئے اگر کوئی پوری گردن منڈوائے گا تو پھر متفقہ طور پر سب کے نزدیک اس پر دم واجب ہوگا اور اگر پوری سے کم منڈوائے گا تو صدقہ واجب ہوتا ہے! خود بخود بال ٹوٹنے سے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں اپنے پیر کی پشت پر پچھنے لگوائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درد تھا۔ (ابوداؤد، نسائی)

پیر کی پشت پر چونکہ بال نہیں ہوتے اور وہاں پچھنے لگوانے سے بال ٹوٹنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے اس حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے اور پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عذر یعنی درد کی وجہ سے یہ پچھنے لگوائے تھے۔

حالق ومحلوق پر وجوب دم کا بیان

اور ایک احرام والے نے دوسرے محرم کے سر کا حلق کیا خواہ اس کے حکم سے کرے یا بغیر حکم کے کرے تو حالق پر صدقہ واجب ہے اور محلوق پر دم واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے اگر بغیر حکم کے اس نے حلق کیا اس طرح کہ وہ سویا ہوا تھا تو محلوق پر دم واجب نہیں

ہے۔ اس میں امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ حالت اکراہ ہے لہٰذا مجبوری کی وجہ سے مواخذہ کا حکم خارج ہو جائے گا۔ جبکہ نیند مجبوری سے بھی بڑھ کر ہے۔

ہمارے نزدیک نیند اور مجبوری سے گناہ دور ہو جاتا ہے حکم دور نہیں ہوتا کیونکہ اس کا سبب ثابت ہے۔ اور وہ سبب خوبصورتی وراحت حاصل کرنا ہے۔ لہٰذا یقینی طور پر دم واجب ہوگا۔ بہ خلاف حالت اضطراری کے کیونکہ وہاں آسمانی مجبوری ہے اور یہاں بندوں کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد محلوق حالق سے رجوع نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس پر دم اس راحت کی وجہ سے واجب ہے جو اس کو حاصل ہے۔ لہٰذا محلوق عقر کے حق میں مغرور کی طرح ہو گیا اور اسی طرح اگر حالق حلال ہو تو محلوق کے حق میں حکم مختلف نہ ہوگا البتہ حالق کے لئے ہمارے نزدیک ان دونوں صورتوں میں اس پر صدقہ واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حالق پر کچھ واجب نہ ہوگا اسی اختلاف کی بنیاد پر جب کسی محرم نے غیر محرم کے سر کا حلق کر دیا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کے بال مونڈنے میں راحت کے فائدے کا معنی ثابت نہیں ہوتا جبکہ موجب فدیہ یہی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ انسان کے جسم سے جو چیز بھی اگتی ہے اس کو دور کرنا ممنوعات احرام میں سے ہے۔ کیونکہ جسم سے اگنے والی چیز امن کی مستحق ہے جس طرح حرم کی گھاس ہے لہٰذا اپنے بالوں اور دوسروں کے بالوں میں فرق نہ ہوگا۔ البتہ مکمل جنایت اپنے بالوں میں ہے۔

حالق ومحلوق کے فدیے میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اگر کسی حلال نے حلق کیا یا محرم نے حلق کیا اور محلوق نے حکم نہ دیا تھا یا وہ سویا ہوا تھا یا وہ مجبور تھا یا اس پر غشی طاری تھی۔ تو دونوں اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے حالق پر فدیہ ہے۔

حضرت امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ کیونکہ تقصیر اسی کی طرف سے ہوئی ہے اور محلوق کی طرف سے کوئی تقصیر نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا دوسرا مذہب ہے وہ فرماتے ہیں کہ محلوق پر فدیہ ہے۔ اور علامہ مزنی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر محلوق نے حکم دیا تھا تو محلوق پر فدیہ ہے۔ اور حالق پر کچھ واجب نہیں ہے۔ یہ ان کا ایک قول ہے۔

حضرت امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ کیونکہ حالق کے فعل کی اضافت اس کی طرف ہو خواہ وہ محرم ہو یا غیر محرم ہو۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: مجبوری کی وجہ سے مواخذہ خارج ہو جاتا ہے۔ اور مجبوری نیند کے فعل سے بھی بڑی ہے۔

ہمارے نزدیک مجبوری سے حکم معصیت آخرت میں نہ ہوگا جبکہ دنیا میں فعل کا صدور ہو جاتا ہے۔ اور دنیاوی حکم اس پر صادر کیا جائے گا۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۲۴۰، حقانیہ ملتان)

اور اگر مُحرِم نے دوسرے مُحرِم کا سر مونڈا اس پر بھی صدقہ ہے، خواہ اُس نے اُسے حکم دیا ہو یا نہیں، خوشی سے مونڈا یا ہو یا مجبور ہو کر اور غیر مُحرِم کا مونڈا تو کچھ خیرات کر دے۔

اور جب کسی غیر مُحرِم نے مُحرِم کا سر مونڈا اُس کے حکم سے یا بلاحکم تو مُحرِم پر کفارہ ہے اور مونڈنے والے پر صدقہ اور وہ مُحرِم اس مونڈنے والے سے اپنے کفارہ کا تاوان نہیں لے سکتا اور اگر مُحرِم نے غیر کی مونچھیں لیں یا ناخن تراشے تو مساکین کو کچھ صدقہ کھلا دے۔ (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الحج)

جب محرم نے غیر محرم کی مونچھیں مونڈ دیں تو حکم صدقہ

اگر کسی محرم نے غیر محرم کی مونچھ یا ناخن کاٹے تو کھانے میں سے جو چاہے صدقہ دے۔ اس کی دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی راحت سے خالی نہیں ہے کیونکہ غیر سے میل کچیل کو دور کرنے والا ہے جس سے خود تکلیف محسوس کرنے والا ہے اگرچہ اپنی میل کچیل سے کم تکلیف محسوس کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس پر طعام ضروری ہے۔

اگر محرم نے اپنے دونوں ہاتھوں اور اپنے دونوں پاؤں کے ناخن تراش لیے تو اس پر دم واجب ہے اسلئے کہ یہ احرام کے ممنوعات میں سے ہے۔ اور یہ بھی دلیل یہ ہے کہ اپنے میل کچیل کو دور کرنا ہے اور بدن سے اگنے والی چیز کو زائل کرنا ہے۔ لہٰذا جب محرم نے تمام ناخنوں کو تراش لیا تو یہ کامل راحت بن گئی اس لئے اس پر قربانی واجب ہوگئی اور ایک دم پر زیادتی نہیں کی جائے گی البتہ شرط یہ ہے کہ تمام ناخنوں کا کاٹنا ایک ہی مجلس واقع ہو۔ کیونکہ جرم ایک ہی قسم کا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس طرح حکم ہے خواہ مجلس مختلف ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس مسئلہ کی بناء مداخلت پر ہے لہٰذا یہ افطار کے کفارے کے مشابہ ہوگیا۔ لیکن جب کفارہ درمیان میں واقع ہو کیونکہ وہ پہلا جرم کفارہ دینے کی وجہ سے دور ہو چکا ہے۔

شیخین کے نزدیک اس پر چار قربانیاں واجب ہیں۔ اگر اس نے ہر مجلس میں ایک پاؤں یا ایک ہاتھ کے ناخن تراش لیے کیونکہ کفارے میں عبادت کا معنی (ثواب) غالب ہے لہٰذا مداخلت اتحاد مجلس کے ساتھ مقید ہوگی۔ جس آیات سجدہ میں ہوتا ہے۔

مونچھ یا ناخن کاٹنے پر وجوب صدقہ میں مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت عطاء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مونچھ کا کاٹ لینا یا ناخن کاٹنا یہ محرم کے ممنوعات میں سے ہے۔ کیونکہ یہ ایک ہی چیز ہے اس میں مذاہب اربعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک دم واجب ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۲۴۳، حقانیہ ملتان)

اس مسئلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں اتحاد مجلس اور اختلاف مجلس کا اعتبار کیا گیا ہے۔ لہٰذا اتحاد مجلس کی قید کے ساتھ اس کو مقید کیا گیا ہے۔

ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دَم ہے اور اگر کسی ہاتھ یا پاؤں کے پورے پانچ نہ

کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ، یہاں تک کہ اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقے دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دَم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر لے یا دَم دے اور اگر ایک ہاتھ یا پاؤں کے پانچوں ایک جلسہ میں اور دوسرے کے پانچوں دوسرے جلسہ میں کترے تو دو دَم لازم ہیں اور چاروں ہاتھ پاؤں کے چار جلسوں میں تو چار دَم۔ اور اگر کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ بڑھنے کے قابل نہ رہا، اس کا بقیہ اُس نے کاٹ لیا تو کچھ نہیں۔

ایک ہی جلسہ میں ایک ہاتھ کے پانچوں ناخن تراشے اور چہارم سر مونڈا یا اور کسی عضو پر خوشبو لگائی تو ہر ایک پر ایک ایک دَم یعنی تین دَم واجب ہیں۔ مُحرِم نے دوسرے کے ناخن تراشے تو وہی حکم ہے جو دوسرے کے بال مونڈنے کا ہے۔ (مسلک)

بَابُ يَكْتَحِلُ الْمُحْرِمُ

باب: احرام والے شخص کا سرمہ لگانا

1838 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: اشْتَكٰى عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْمَرٍ، عَيْنَيْهِ فَاَرْسَلَ اِلٰى اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، قَالَ سُفْيَانُ: وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَوْسِمِ مَا يَصْنَعُ بِهِمَا؟ قَالَ: اضْمِدْهُمَا بِالصَّبِرِ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ ذٰلِكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

❁❁ نبیہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عمر بن عبیداللہ کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی تو انہوں نے عبان بن عثمان کو پیغام بھیجا۔ سفیان نامی راوی نے یہ وضاحت کی ہے کہ وہ امیر الحج تھے۔ (پیغام یہ تھا) کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ تو ابان نے کہا: تم ان پر ایلوا کا لیپ کرلو کیونکہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

1839 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ عُلَيَّةَ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ، بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ الْمُحْرِمِ يَغْتَسِلُ

باب: احرام والے شخص کا غسل کرنا

1840 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، اخْتَلَفَا بِالْاَبْوَاءِ فَقَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهُ وَقَالَ الْمِسْوَرُ: لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهُ فَاَرْسَلَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ، اِلٰى اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ، فَوَجَدَهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ، قَالَ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، قَالَ: مَنْ هٰذَا قُلْتُ: اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ، اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ اَسْاَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ؟ قَالَ: فَوَضَعَ اَبُوْ اَيُّوْبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتّٰى بَدَا لِيْ رَأْسُهُ. ثُمَّ قَالَ: لِاِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اصْبُبْ. قَالَ: فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ. ثُمَّ حَرَّكَ اَبُوْ اَيُّوْبَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ. ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَاَيْتُهُ يَفْعَلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن حنین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ابواء کے مقام پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے درمیان بحث ہوگئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا تھا احرام والا شخص اپنے سر کو دھو سکتا ہے' جبکہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان تھا کہ احرام والا شخص اپنے سر کو دھو نہیں سکتا۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں (یعنی راوی کو) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ راوی نے انہیں کنوئیں کی چرخی کی دو لکڑیوں کے پاس بیٹھ کر غسل کرتے ہوئے پایا۔ انہوں نے کپڑے کے ذریعے پردہ کیا ہوا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے انہیں سلام کیا' تو انہوں نے دریافت کیا: کون ہے؟ تو میں نے کہا: میں عبداللہ بن حنین ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ہے' تاکہ میں آپ رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت کروں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احرام کے دوران اپنے سر کو کیسے دھوتے تھے؟ راوی کہتے ہیں: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھ کر اسے کچھ نیچے کیا' یہاں تک کہ ان کا سر نظر آنے لگا۔ پھر جو شخص ان پر پانی انڈیل رہا تھا انہوں نے اس سے کہا: تم پانی انڈیلو۔ اس نے ان کے سر پر پانی انڈیلا تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سر میں حرکت دی۔ انہیں آگے سے پیچھے لے کر گئے اور پیچھے سے آگے لے کر آئے اور پھر یہ بات بیان کی: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

فقہ مالکی کے مطابق محرم کے غسل کرنے کی کراہت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ محرم (غسل کے لیے) حمام میں جا سکتا ہے۔ ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم بدن کو کھجانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

ابن منذر نے کہا محرم کو غسل جنابت بالاجماع درست ہے لیکن غسل صفائی اور پاکیزگی میں اختلاف ہے امام مالک نے اس کو مکروہ جانا ہے کہ محرم اپنا سر پانی میں ڈبائے اور موطا میں نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احرام کی حالت میں اپنا سر نہیں دھوتے تھے، لیکن جب احتلام ہوتا تو دھوتے۔

فقہ حنفی کے مطابق محرم کے غسل کی اباحت کا بیان

حضرت ابراہیم بن عبداللہ بن حنین نے، انہیں ان کے والد نے کہ عبداللہ بن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کا مقام ابواء میں (ایک مسئلہ پر) اختلاف ہوا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے ابوایوب رضی اللہ عنہ کے یہاں (مسئلہ پوچھنے کے لیے) بھیجا، میں جب ان کی خدمت میں پہنچا تو وہ کنوئیں کی دو لکڑیوں کے بیچ غسل کر رہے تھے، ایک کپڑے سے انہوں نے پردہ کر رکھا تھا میں نے پہنچ کر سلام کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کون ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں عبداللہ بن حنین ہوں، آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھیجا ہے یہ دریافت کرنے کے لیے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سر مبارک کس طرح دھوتے تھے۔ یہ سن کر انہوں نے کپڑے پر (جس سے پردہ تھا) ہاتھ رکھ کر اسے نیچے کیا۔ اب آپ کا سر دکھائی دے رہا تھا، جو شخص ان کے بدن پر پانی ڈال رہا تھا، اس سے انہوں نے پانی ڈالنے کے لیے کہا۔ اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انہوں نے اپنے سر کو دونوں ہاتھ سے ہلایا اور دونوں ہاتھ آگے لے گئے اور پھر پیچھے لائے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (احرام کی حالت میں) اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب العمرہ)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں و فی الحدیث من الفوائد مناظرة الصحابة فی الاحکام و رجوعھم الی النصوص و قبولھم لخبر الواحد ولو کان تابعیا و ان قول بعضھم لیس بحجة علی بعض الخیعنی۔

اس حدیث کے فوائد میں سے صحابہ کرام کا باہمی طور پر مسائل احکام سے متعلق مناظرہ کرنا، پھر نص کی طرف رجوع کرنا اور ان کا خبر واحد کو قبول کرلینا بھی ہے اگر چہ وہ تابعی ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس حدیث کے فوائد میں سے ہے کہ ان کے بعض کا کوئی محض قول بعض کے لیے حجت نہیں گردانا جاتا تھا۔

حالت احرام مکروہ امور کا بیان

بدن کا میل چھڑانا، بال یا بدن کھلی یا صابون وغیرہ بے خوشبو کی چیز سے دھونا، کنگھی کرنا، اس طرح کھجانا کہ بال ٹوٹے یا جوں گرے، انگرکھا، کرتا یا چغہ پہننے کی طرح کندھوں پر ڈالنا، خوشبوں کی دھونی دیا ہوا کپڑا کہ ابھی خوشبو دے رہا ہوں پہننا، اوڑھنا، قصداً خوشبو سونگھنا اگر چہ خوشبودار پھل یا پتہ ہو جیسے لیموں، نارنگی، پودینہ، عطر دانہ، سر یا منہ پر پٹی باندھنا، غلاف کعبہ مکہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف شریف سر یا منہ سے لگے، ناک وغیرہ منہ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپائے، یا کوئی ایسی چیز کھانا پینا جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ ہو پکائی گئی ہو نہ زائل ہوگئی ہو، بے سلا کپڑا رفو کیا یا پیوند لگا ہوا پہننا، تکیہ پر منہ رکھ کر اوندھا لیٹنا، مہکتی خوشبو ہاتھ سے چھونا جبکہ ہاتھ میں نہ لگ جائے ورنہ حرام ہے، بازو یا گلے پر تعویز باندھا اگر چہ بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر، بلاعذر بدن عہ پر پٹی باندھنا، سنگھار کرنا، چادر اوڑھ کر اس کے آنچلوں میں گرہ دے لینا، تہبند باندھ کر کمر بند سے کسنا،

اگر کسی نے سر پر یا ایڑی پر پٹی باندھی اگر چہ ایک دن یا رات ہو تو اس پر صدقہ ہوگا، اور اگر سر کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ پر پٹی باندھی خواہ کسی تکلیف کی وجہ سے تھی یا بلاوجہ، تو کوئی شیء لازم نہ ہوگی، ہاں بلاوجہ باندھنا مکروہ ہوگا۔

(فتح القدیر، باب الاحرام، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

بَابُ الْمُحْرِمِ يَتَزَوَّجُ

باب: احرام والے شخص کا شادی کرنا

1841 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ، أَخِي بَنِي عَبْدِ الدَّارِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ، أَرْسَلَ إِلَى أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ يَسْأَلُهُ وَأَبَانُ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْحَاجِّ وَهُمَا مُحْرِمَانِ

1841- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، ونافع: هو مولى ابن عمر. وهو عند مالك في "الموطا" 1/349-3481، ومن طريقه اخرجه مسلم (1409)، وابن ماجه (1966)، والنسائي في "الكبرى" (3811) و (3812) و (5390)

اِنِّیْ اَرَدْتُ اَنْ اُنْكِحَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ، ابْنَةَ شَيْبَةَ بْنِ جُبَيْرٍ فَاَرَدْتُ اَنْ تَحْضُرَ ذٰلِكَ فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ اَبَانُ، وَقَالَ: اِنِّیْ سَمِعْتُ اَبِیْ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ.

⊛⊛ عمر بن عبیداللہ نے ابان بن عثمان کو پیغام بھیجا اوران سے یہ دریافت کیا۔ ابان ان دنوں امیرالحج تھے۔ یہ دونوں احرام کی حالت میں تھے (انہوں نے یہ کہا) میں یہ چاہتا ہوں کہ طلحہ بن عمر کی شادی شیبہ بن جبیر کی صاحبزادی سے کرادوں تو میری یہ خواہش ہے کہ آپ اس میں شریک ہوں تو ابان نے اس پر انکار کرتے ہوئے کہا: میں نے اپنے والد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے سنا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''محرم نکاح نہیں کرے گا (اور کسی دوسرے کا) نکاح نہیں کروائے گا''۔

1842 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ مَطَرٍ، وَيَعْلَى بْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ مِثْلَهُ زَادَ وَلَا يَخْطُبُ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''وہ شادی کا پیغام بھی نہیں دے گا''۔

1843 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ ابْنِ اَخِیْ مَيْمُوْنَةَ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ، قَالَتْ: تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ حَلَالَانِ بِسَرِفَ

⊛⊛ سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرف کے مقام پر مجھ سے شادی کی ہم لوگ اس وقت احرام کے بغیر تھے۔

1844 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حالت احرام میں تھے۔

1845 حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ، عَنْ رَجُلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: وَهِمَ ابْنُ عَبَّاسٍ، فِیْ تَزْوِيْجِ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

⊛⊛ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالت احرام کے بارے میں ہونے کے بارے کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو وہم ہوا ہے۔

حج یا عمرہ کے دوران محرم کے نکاح سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ حالت احرام میں نکاح جائز نہیں ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا استدلال حضرت عثمان بن عفان کی درج ذیل حدیث سے ہے

"محرم نہ خود اپنا نکاح کرے اور نہ اس کا نکاح کیا جائے""

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تھا تو وہ حالت احرام میں نہیں تھے اور جب ان کی رخصتی ہوئی تب بھی وہ حالت احرام میں نہیں تھے،

امام ابوحنیفہ کا مسلک یہی ہے کہ حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے، ان کی دلیل ابن عباس کی یہ حدیث ہے

"ان النبی ﷺ تزوج میمونة وھو محرم "" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے حالت احرام میں نکاح کیا" اب یہاں فریقین کے دلائل میں تعارض ہو گیا، فریق اول نے حضرت میمونہ کی حدیث کو راجح قرار دیا، جو خود صاحب واقعہ ہیں، اور یہ تمام واقعہ ان کے ساتھ پیش آیا تو جس کے ساتھ واقعہ پیش آیا وہ زیادہ مستحق ہے کہ اس کی روایت کو قبول کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۳:۸۸، کتاب النکاح)

دوسری دلیل ابورافع کی حدیث ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ کے مابین سفیر تھے، سفیر کی روایت اس بات کا زیادہ استحقاق رکھتی ہے کہ اسے قبول کیا جائے، کیونکہ وہ دوسرے افراد کی نسبت اس واقعہ کو بہتر جانتا ہے"۔

(قواعد اصولیہ میں فقہاء کا اختلاف: ص: ۱۰۴)

بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ

باب: احرام والا شخص کون سے جانوروں کو مار سکتا ہے

1846 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ، فَقَالَ: خَمْسٌ لَا جُنَاحَ فِي قَتْلِهِنَّ عَلَى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ: الْعَقْرَبُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْغُرَابُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ

❀❀ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: محرم کون سے جانوروں کو قتل کر سکتا ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ کو قتل کرنے میں اس شخص کو کوئی گناہ نہیں ہوگا' جو انہیں مار دیتا ہے۔ خواہ وہ حل میں ہو یا حرم میں ہو۔ بچھو، کوا، چوہا، چیل اور باؤلا کتا۔

1847 حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَمْسٌ قَتْلُهُنَّ حَلَالٌ فِي الْحَرَمِ: الْحَيَّةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْحِدَأَةُ، وَالْفَأْرَةُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''پانچ (جانور) ایسے ہیں کہ انہیں حرم میں قتل کرنا حلال ہے۔ سانپ، بچھو، چیل، چوہا اور باؤلا کتا''۔

1848 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِي زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي نُعْمٍ الْبَجَلِيُّ، عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَمَّا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ؟ قَالَ: الْحَيَّةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْفُوَيْسِقَةُ، وَيَرْمِي الْغُرَابَ وَلَا يَقْتُلُهُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ، وَالْحِدَاَةُ، وَالسَّبُعُ الْعَادِي

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: محرم کون سے (جانوروں کو) مار سکتا ہے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سانپ، بچھو، چوہا، البتہ کوے کو وہ پتھر مارے گا' اسے قتل نہیں کرے گا۔ باؤلا کتا، چیل اور حملہ آور درندہ۔

بَابُ لَحْمِ الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ

باب: احرام والے شخص کے لیے شکار کے گوشت کا حکم

1849 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ اَبِيْهِ، وَكَانَ الْحَارِثُ، خَلِيْفَةَ عُثْمَانَ عَلَى الطَّائِفِ فَصَنَعَ لِعُثْمَانَ طَعَامًا فِيْهِ مِنَ الْحَجَلِ وَالْيَعَاقِيْبِ وَلَحْمِ الْوَحْشِ، قَالَ: فَبَعَثَ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ فَجَاءَهُ الرَّسُوْلُ وَهُوَ يَخْبِطُ لِاَبَاعِرَ لَهُ فَجَاءَهُ وَهُوَ يَنْفُضُ الْخَبَطَ عَنْ يَدِهِ، فَقَالُوْا لَهُ: كُلْ، فَقَالَ: اَطْعِمُوْهُ قَوْمًا حَلَالًا؛ فَاَنَا حُرُمٌ فَقَالَ: عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْشُدُ اللّٰهَ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ اَشْجَعَ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْدٰى اِلَيْهِ رَجُلٌ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَاَبٰى اَنْ يَاْكُلَهُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ

اسحاق بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے (اپنے دادا کے بارے میں) نقل کرتے ہیں: جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے طائف کے گورنر تھے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا' جس میں چکور، جنگلی چڑیوں اور نیل گائے کا گوشت تیار کیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی بلوایا جب قاصد ان کے پاس آیا تو وہ اپنے اونٹوں کے لیے پتے جھاڑ رہے تھے وہ اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لائے۔ میزبان نے ان سے کہا: کھایئے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کھانا ان لوگوں کو کھلاؤ جو حالت احرام میں نہیں ہیں ہم لوگ تو حالت احرام میں ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہاں پر اشجع قبیلے کا جو بھی فرد موجود ہے میں اسے اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے

1848- اسنادہ ضعیف، لضعف یزید بن ابی زیاد - وھو القرشی الھاشمی مولاھم الکوفی - وفیہ لفظۃ منکرۃ وھی قولہ: "ویرمی الغراب ولا یقتلہ" ولھذا قال الذھبی فی "السیر" 1316/: ھذا خبر منکر. قلنا: وقد سلف حدیث ابن عمر برقم (1846) باسناد صحیح. وفیہ: ان المحرم یقتل الغراب. واخرجہ الترمذی (854) من طریق احمد بن منیع، عن ھشیم بن بشیر، بھذا الاسناد. وشمل الغراب فیما یقتلہ المحرم ایضاً.

نیل گائے کا گوشت تحفے کے طور پر پیش کیا' آپ ﷺ اس وقت حالت احرام میں تھے تو آپ ﷺ نے اسے کھانے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں نے عرض کی: جی ہاں۔

حالت احرام میں شکار کی ممانعت کا بیان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ۔ (المائدہ،۱)

غیر محلی الصید (لیکن) شکار کو حلال مت سمجھنا۔ صید مصدر بھی ہوسکتا ہے (شکار کرنا) اور اسم مفعول بھی (شکار کیا ہوا ہے) لفظ غَیْرَ حال ہے یعنی انعام جیسے چوپائے تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں لیکن تمہارے لئے یہ حلت ایسی حالت میں ہے کہ بحالت احرام تم شکار کو حلال نہ سمجھو چونکہ حلت انعام کو اس شرط سے مشروط کرنا کہ حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھا جائے ایک بے ربطی سی بات تھی اسلئے صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ غیر محلی الصید سے مراد ہے شکار سے باز رہنا گویا یوں فرمایا کہ جب شکار کی ممانعت کی حالت ہو تو اس وقت (بھی) تمہارے لئے بعض چوپائے حلال کر دیئے گئے ہیں تا کہ تمہارے لئے کچھ دشوار نہ ہو۔

یہ تفسیر قابل اعتراض ہے کیونکہ چوپایوں کی حلت حالت احرام کے ساتھ مقید نہیں جبکہ شکار کرنا حرام ہوتا ہے بلکہ چوپایوں کی حلت ہر حال میں ہے۔ احرامی حالت ہو یا نہ ہو اس لئے یہ تقیید اس وقت درست ہوگی جب بہیمۃ سے مراد عام بہائم ہوں جنگلی ہوں یا شہری۔ یہ مراد اول تفسیر کی ہوگی اور تیسری صورت پر بہیمہ سے مراد خصوصیت کے ساتھ جنگلی چوپائے ہوں گے اس وقت شکار کی حلت' عدم احرام کے ساتھ مشروط ہوگی۔ مطلب اس طرح ہوگا کہ بہیمۃ الانعام جنگلی ہوں یا شہری۔ سوائے میتہ اور دوسرے ممنوعات کے تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں مگر تم احرام کی حالت میں شکار کی حلت کا اعتقاد نہ رکھو۔ یہ بھی جائز ہے کہ محلی سے مراد حق تعالیٰ کی ذات ہو اور جمع کا صیغہ تعظیماً استعمال کیا گیا ہو یعنی ہم نے تمہارے لئے بہیمۃ الانعام کو حلال کیا۔ مگر احرام کی حالت میں ہم نے شکار حلال نہیں کیا۔

وانتم حرم اس حال میں کہ تم احرام باندھے ہو۔

ان اللہ یحکم ما یرید کوئی شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے چاہے وہ کسی چیز کو حلال بنا دے چاہے حرام اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ ابن جریر نے عکرمہ اور سدی وغیرہ کی روایت سے لکھا ہے کہ حکم بن ہند بکری کچھ اونٹ غلہ سے لدے ہوئے لے کر مدینہ میں آیا اور غلہ فروخت کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور مسلمان ہو گیا جب واپسی میں پشت پھیر کر جانے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اقدس نے اس کی طرف دیکھا اور ان لوگوں سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے فرمایا یہ شخص میرے سامنے کافر چہرہ لے کر آیا اور دغا باز پشت پھیر کر واپس چل دیا۔ چنانچہ حکم یمامہ پہنچ کر مرتد ہو گیا (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی) پھر اونٹوں پر کچھ لاد کر ماہ ذی قعدہ میں مکہ کو جانے کے ارادہ سے نکلا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ خبر سنی تو مہاجرین وانصار کے کچھ آدمیوں نے اس کے قافلہ کو لوٹنے کے ارادہ سے جانے کا ارادہ کر لیا اس پر آئندہ آیت نازل ہوئی۔

بغوی نے لکھا کہ آئندہ آیت کا نزول حطم کے متعلق ہوا تھا جس کا نام شریح بن صجیعہ بکری تھا یہ مدینہ میں آیا اور اپنے سواروں

کو پیچھے چھوڑ کر تنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ لوگوں کو کس بات کی طرف بلاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دعوت دیتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار کی۔ نماز پابندی کے ساتھ ادا کرنے اور زکوۃ دینے کی کہنے لگا بہتر ہے مگر میرے ساتھ کچھ سردار اور بھی ہیں' جن (کی رائے) کے بغیر میں کسی کام کو طے نہیں کر سکتا۔ امید ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا اور ان کو ساتھ لے کر آؤں گا۔ شریح کے آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرما چکے تھے کہ تمہارے پاس قبیلۂ ربیعہ کا ایک شخص آئے گا جو شیطان کی زبان سے کلام کرے گا۔ غرض شریح حضور کے پاس سے نکل کر چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر منہ لے کر آیا تھا اور عہد شکن پشت کے ساتھ چلا گیا۔ شریح مدینہ سے نکل کر (جنگل میں) مدینہ والوں کے اونٹوں کی طرف سے گزرا اور گلہ کو ہنکا کر لے گیا لوگوں نے اس کا پیچھا کیا مگر گرفتار نہ کر سکے پھر جب دوسرا سال ہوا تو یہ بنی بکر کے حاجیوں کے ساتھ حج کرنے کے لئے یمامہ سے روانہ ہوا' اس وقت اس کے ساتھ بڑا تجارتی مال بھی تھا اور اونٹوں کی گردنوں میں اس نے قلادہ بھی ڈال رکھا تھا۔ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کی خدمت میں عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ حطم حج کے لئے نکلا ہے آپ ہم کو اجازت دے دیجئے ہم اس سے نمٹ لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تو قربانی کے جانوروں کے گلے میں قلادے ڈال رکھے ہیں۔ مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ حرکت تو ہم جاہلیت کے زمانہ میں کیا کرتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

واحدی نے بیان کیا ہے کہ حطم یمامہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کی خدمت میں مدینہ میں آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہیں کی جب حطم مدینہ سے نکلا تو اثناء راہ میں مدینہ والوں کے اونٹوں کو ہنکاتا لے گیا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضاء عمرہ کے لئے مدینہ سے نکلے تو آپ نے یمامہ کے حاجیوں کے لبیک پڑھنے کی آواز سنی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا یہ حطم اور اس کے ساتھی ہیں۔ حطم نے جو اونٹ لوٹے تھے ان کی گردنوں میں قلادے پہنائے تھے اور کعبہ کو قربانی کے لئے بھیجے تھے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر مظہری، سورہ مائدہ، لاہور)

1850 حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: يَا زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ، هَلْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُهْدِيَ إِلَيْهِ عَضُدُ صَيْدٍ فَلَمْ يَقْبَلْهُ، وَقَالَ: إِنَّا حُرُمٌ، قَالَ: نَعَمْ

❁❁ عطاء' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا: اے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کیا آپ یہ بات جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکار کا ایک عضو تحفے کے طور پر پیش کیا گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور ارشاد فرمایا: ہم احرام (باندھے ہوئے) ہیں۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں۔

1851 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ الْقَارِيَّ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: صَيْدُ الْبَرِّ لَكُمْ حَلَالٌ، مَا لَمْ تَصِيدُوهُ أَوْ يُصَدْ لَكُمْ

قَالَ اَبُو دَاؤدَ: اِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْظَرُ بِمَا اَخَذَ بِهِ اَصْحَابُهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''تمہارے لیے خشکی کا شکار حلال ہے' جب تم خود اسے شکار نہ کرو یا اسے تمہارے لیے شکار نہ کیا گیا ہو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے منقول دو روایات ایک دوسرے کی متضاد ہوں' تو پھر اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کس کو اختیار کیا ہے۔

حالت احرام ممانعت شکار میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ محرم شکار نہ کرے نہ اس کی طرف دلالت کرے۔نہ کسی حلال یا حرام کی طرف دلالت کرے۔اور محرم کے لئے شکار کی ممانعت کا حکم تمام ائمہ کے اجماع سے ہے کیونکہ اس کی ممانعت کے بارے نص وارد ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم حالت احرام میں شکار نہ کرو۔اور اسی طرح یہ نص ہے کہ تم پر حرم میں خشکی کا شکار حرام ہے لہذا جب تک احرام میں ہو اس نص میں اس کی طرف صیادت و دلالت کی ممانعت موجود ہے۔اسی طرح حدیث ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے استدلال بھی اسی طرح ہے۔(المغنی، ج ۳،ص ۲۷۵، بیروت)

امام ابن جریر کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے کہ مراد طعام سے وہ آبی جانور ہیں جو پانی میں ہی مرجائیں،فرماتے ہیں اس بارے میں ایک روایت مروی ہے گو بعض نے اسے موقوف روایت کہا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے آپ نے آیت (احل لکم صید البحر و طعامه متاعا لکم) پڑھ کر فرمایا اس کا طعام وہ ہے جسے وہ پھینک دے اور وہ مرا ہوا ہو۔بعض لوگوں نے اسے بقول ابوہریرہ موقوف روایت کیا ہے، پھر فرماتا ہے یہ منفعت ہے تمہارے لئے اور راہ رو مسافروں کے لئے، یعنی جو سمندر کے کنارے رہتے ہوں اور جو وہاں وارد ہوئے ہوں، پس کنارے رہنے والے تو تازہ شکار خود کھیلتے ہیں پانی جسے دھکے دے کر باہر پھینک دے اور مرجائے اسے کھالیتے ہیں اور نمکین ہو کر دور دراز والوں کو سوکھا ہوا پہنچتا ہے۔

الغرض جمہور علماء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ پانی کا جانور خواہ مردہ ہی ہو حلال ہے اس کی دلیل علاوہ اس آیت کے امام مالک کی روایت کردہ وہ حدیث بھی ہے کہ حضور نے سمندر کے کنارے پر ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا جس کا سردار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا، یہ لوگ کوئی تین سو تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں میں بھی ان میں سے تھا ہم ابھی راستے میں ہی تھے جو ہمارے توشے تھے ختم ہو گئے، امیر لشکر کو جب یہ علم ہوا تو حکم دیا کہ جو کچھ جس کسی کے پاس ہو میرے پاس لاؤ چنانچہ سب جمع کر لیا اب حصہ رسدی کے طور پر ایک مقررہ مقدار ہر ایک کو بانٹ دیتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ہمیں ہر دن ایک ایک کھجور ملنے لگی آخر میں یہ بھی ختم ہوگئی۔اب سمندر

1851- صحیح لغیره، وهذا اسناد حسن ان صح سماع المطلب- وهو ابن عبد الله ابن حنطب المخزومي- من جابر بن عبد الله، وقد اختلف فيه على عمرو- وهو ابن ابي عمرو المدني- كما بيناه في "المسند." وعمرو بن ابي عمرو صدوق حسن الحديث. واخرجه الترمذي (862)، والنسائي في "الكبرى" (3796) من طريق قتيبة بن سعيد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (14894)، و"صحيح ابن حبان" (3971). وفي الباب عن ابي قتادة عند احمد (22526) واسناده صحيح. وآخر من حديث رجل من بهز عند احمد (15744)

کے کنارے پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ کنارے پر ایک بڑی مچھلی ایک ٹیلے کی طرح پڑی ہوئی ہے، سارے لشکر نے اٹھارہ راتوں تک اسے کھایا، وہ اتنی بڑی تھی کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں تو اس کے نیچے سے ایک شتر سوار نکل گیا اور اس کا سر اس پسلی کی ہڈی تک نہ پہنچا، یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ اس کا نام عنبر تھا ایک روایت میں ہے کہ یہ مردہ ملی تھی اور صحابہ نے آپس میں کہا تھا کہ ہم رسول اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس وقت سخت دقت اور تکلیف میں ہیں اسے کھالو ہم تین سو آدمی ایک مہینے تک وہیں رہے اور اسی کو کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم موٹے تازے اور تیار ہو گئے اس کی آنکھ کے سوراخ میں سے ہم چربی ہاتھوں میں بھر بھر کر نکالتے تھے تیرہ شخص اس کی آنکھ کی گہرائی میں بیٹھ گئے تھے، اس کی پسلی کی ہڈی کے درمیان سے سانڈنی سوار گزر جاتا تھا، ہم نے اس کے گوشت اور چربی سے مٹکے بھر لئے جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے روزی تھی جو اللہ جل مجدہ نے تمہیں دی کیا اس کا گوشت اب بھی تمہارے پاس ہے؟ اگر ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ، ہمارے پاس تو تھا ہی ہم نے حضور کی خدمت میں پیش کیا اور خود آپ نے بھی کھایا،

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ میں خود پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے اس وجہ سے بعض محدثین کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہ دو واقع ہوں اور بعض کہتے ہیں واقعہ تو ایک ہی ہے، شروع میں اللہ کے نبی بھی ان کے ساتھ تھے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر کے سفر کو جاتے ہیں ہمارے ساتھ پانی بہت کم ہوتا ہے اگر اسی سے وضو کرتے ہیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہمیں سمندر کے پانی سے وضو کر لینے کی اجازت ہے؟ حضور نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے، امام شافعی امام احمد اور سنن اربعہ والوں نے اسے روایت کیا ہے۔

امام بخاری امام ترمذی امام ابن خزیمہ امام ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحابہ کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت کیا ہے، ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج یا عمرے میں تھے اتفاق سے ٹڈیوں کا دل کا دل آ پہنچا ہم نے انہیں مارنا اور پکڑنا شروع کیا لیکن پھر خیال آیا کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہیں انہیں کیا کریں گے؟ چنانچہ ہم نے جا کر حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دریائی جانوروں کے شکار میں کوئی حرج نہیں۔

ابن ماجہ میں ہے کہ جب ٹڈیاں نکل آتیں اور نقصان پہنچاتیں تو رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ ان سب کو خواہ چھوٹی ہوں خواہ بڑی ہلاک کر ان کے انڈے تباہ کر ان کا سلسلہ کاٹ دے اور ہماری معاش سے ان کے منہ بند کر دے یا اللہ ہمیں روزیاں دے یقیناً تو دعاؤں کا سننے والا ہے، حضرت خالد نے کہا: یا رسول اللہ آپ ان کے سلسلہ کے کٹ جانے کی دعا کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ایک قسم کی مخلوق ہے آپ نے فرمایا ان کی پیدائش کی اصل مچھلی سے ہے، حضرت زیاد کا قول ہے کہ جس نے انہیں مچھلی سے ظاہر ہوتے دیکھا تھا خود اسی نے مجھ سے بیان کیا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حرم میں ٹڈی کے شکار سے بھی منع کیا ہے جن فقہا کرام کا یہ مذہب ہے کہ سمندر میں جو کچھ ہے سب حلال ہے ان کا استدلال اسی آیت سے ہے وہ کسی آبی جانور کو حرام نہیں کہتے حضرت ابوبکر صدیق کا وہ قول بیان ہو

چکا ہے کہ طعام سے مراد پانی میں رہنے والی ہر ایک چیز ہے، بعض حضرات نے صرف مینڈک کو اس حکم سے الگ کر لیا ہے اور مینڈک کے سوا پانی کے تمام جانوروں کو وہ مباح کہتے ہیں کیونکہ مسند وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے مارنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی آواز اللہ کی تسبیح ہے، بعض اور کہتے ہیں سمندر کے شکار سے مچھلی کھائی جائے گی اور مینڈک نہیں کھایا جائے گا اور باقی کی چیزوں میں اختلاف ہے کچھ تو کہتے ہیں کہ باقی سب حلال ہے اور کچھ کہتے ہیں باقی سب نہ کھایا جائے، ایک جماعت کا خیال ہے کہ خشکی کے جو جانور حلال ہیں ان جیسے جو جانور پانی کے ہوں وہ بھی حلال ہیں اور خشکی کے جو جانور حرام ہیں ان کی مشابہت کے جو جانور تری کے ہوں وہ بھی حرام۔

یہ سب وجوہ مذہب شافعی میں ہیں حنفی مذہب یہ ہے کہ سمندر میں مر جائے اس کا کھانا حلال نہیں جیسے کہ خشکی میں از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں کیونکہ قرآن نے اپنی موت آپ مرے ہوئے جانور کو آیت (حرمت علیکم المیتة) میں حرام کر دیا ہے اور یہ عام ہے، ابن مردویہ میں حدیث ہے کہ جو تم شکار کر لو اور وہ زندہ ہو پھر مر جائے تو اسے کھا لو اور جسے پانی آپ ہی پھینک دے اور وہ مرا ہوا الٹا پڑا ہوا ہو اسے نہ کھاؤ، لیکن یہ حدیث سند کی رو سے منکر ہے صحیح نہیں، مالکیوں شافعیوں اور حنبلیوں کی دلیل ایک تو ہی عنبر والی حدیث ہے جو پہلے گزر چکی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال کئے گئے ہیں دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور دو خون کلیجی اور تلی، یہ حدیث مسند احمد ابن ماجہ دار قطنی اور بیہقی میں بھی ہے اور اس کے سواہد بھی ہیں اور یہی روایت موقوفاً بھی مروی ہے، واللہ اعلم،

پھر فرماتا ہے کہ تم پر احرام کی حالت میں شکار کھیلنا حرام ہے، پس اگر کسی احرام والے نے شکار کر لیا اور اگر قصداً کیا ہے تو اسے کفارہ بھی دینا پڑے گا اور گنہگار بھی ہوگا اور اگر خطا اور غلطی سے شکار کر لیا ہے تو اسے کفارہ دینا پڑے گا اور اس کا کھانا اس پر حرام ہے خواہ وہ احرام والے ہوں یا نہ ہوں۔ عطا قاسم سالم ابو یوسف محمد بن حسن وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں، پھر اگر اسے کھا لیا تو عطا وغیرہ کا قول ہے کہ اس پر دو کفارے لازم ہیں۔

لیکن امام مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ کھانے میں کوئی کفارہ نہیں، جمہور بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں، ابو عمر نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح زانی کے کئی زنا پر حد ایک ہی ہوتی ہے،

حضرت ابوحنیفہ کا قول ہے کہ شکار کر کے کھانے والے کو اس کی قیمت بھی دینی پڑے گی، ابو ثور کہتے ہیں کہ محرم نے جب کوئی شکار مارا تو اس پر جزا ہے، ہاں اس شکار کا کھانا اس کے لئے حلال ہے لیکن میں اسے اچھا نہیں سمجھتا، کیونکہ فرمان رسول ہے کہ خشکی کے شکار کو کھانا تمہارے لئے حلال ہے جب تک کہ تم آپ شکار نہ کرو اور جب تک کہ خاص تمہارے لئے شکار نہ کیا جائے، اس حدیث کا تفصیلی بیان آگے آ رہا ہے، ان کا یہ قول غریب ہے، ہاں شکاری کے سوا اور لوگ بھی اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، بعض تو منع کرتے ہیں جیسے پہلے گزر چکا اور بعض جائز بتاتے ہیں ان کی دلدل وہی حدیث ہے جو اوپر ابو ثور کے قول کے بیان میں گزری، واللہ اعلم، اگر کسی ایسے شخص نے شکار کیا جو احرام باندھے ہوئے نہیں پھر اس نے کسی احرام والے کو وہ جانور ہدیئے میں دیا تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ مطلقاً حلال ہے خواہ اسی کی نیت سے شکار کیا ہو خواہ اس کے لئے شکار نہ کیا ہو،

حضرت عمر حضرت ابوہریرہ حضرت زبیر حضرت کعب احبار حضرت مجاہد، حضرت عطا، حضرت سعید بن جبیر اور کوفیوں کا یہی خیال ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ غیر محرم کے شکار کو محرم کھا سکتا ہے؟ تو آپ نے جواز کا فتویٰ دیا، جب حضرت عمر کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا اگر تو اس کے خلاف فتویٰ دیتا تو میں تیری سزا کرتا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی محرم کو اس کا کھانا درست نہیں، ان کی دلیل اس آیت کے کا عموم ہے حضرت ابن عباس اور ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے اور بھی صحابہ تابعین اور ائمہ دین اس طرف گئے ہیں۔

تیسری جماعت نے اس کی تفصیل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی غیر محرم نے کسی محرم کے ارادے سے شکار کیا ہے تو اس محرم کو اس کا کھانا جائز نہیں، ورنہ جائز ہے ان کی دلیل حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوا کے میدان میں یا ودان کے میدان میں ایک گورخر شکار کردہ بطور ہدیئے کے دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا جس سے صحابی رنجیدہ ہوئے، آثار رنج ان کے چہرے پر دیکھ کر رحمۃ للعالمین نے فرمایا اور کچھ خیال نہ کرو ہم نے بوجہ احرام میں ہونے کے ہی اسے واپس کیا ہے، یہ حدیث بخاری ومسلم میں موجود ہے، تو یہ لوٹانا آپ کا اسی وجہ سے تھا کہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ اس نے یہ شکار خاص میرے لئے ہی کیا ہے اور جب شکار محرم کے لئے ہی نہ ہو تو پھر اسے قبول کرنے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابوقتادہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے بھی جبکہ وہ احرام کی حالت میں نہ تھے ایک گورخر شکار کیا صحابہ جو احرام میں تھے انہوں نے اس کے کھانے میں توقف کیا اور حضور سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اسے اشارہ کیا تھا؟ یا اسے کوئی مدد دی تھی؟ سب نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا پھر کھالو اور خود آپ نے بھی کھایا یہ واقعہ بھی بخاری ومسلم میں موجود ہے،

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگلی شکار کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اس حالت میں بھی کہ تم احرام میں ہو جب تک کہ خود تم نے شکار نہ کیا ہو اور جب تک کہ خود تمہارے لئے شکار نہ کیا گیا ہو، ابوداؤد ترمذی نسائی میں بھی یہ حدیث موجود ہے،

امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی مطلب کا جابر سے سننا ثابت نہیں، ربیعہ فرماتے ہی کہ عرج میں جناب خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ احرام کی حالت میں تھے جاڑوں کے دن تھے ایک چادر سے آپ منہ ڈھکے ہوئے تھے کہ آپ کے سامنے شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم کھالو انہوں نے کہا اور آپ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا مجھ میں تم میں فرق ہے یہ شکار میرے ہی لئے کیا گیا ہے اس لئے میں نہیں کھاؤں گا تمہارے لئے نہیں گیا اس لئے تم کھا سکتے ہو۔ (ابن کثیر، مائدہ، ۹۶)

1852 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ التَّيْمِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرِمِينَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَأَى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ. قَالَ: فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاوِلُوهُ سَوْطَهُ فَأَبَوْا فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا

فَأَخَذَهُ. ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَأَبَى بَعْضُهُمْ فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ: إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (سفر کر رہے تھے) مکہ کے راستے میں کسی جگہ پر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ' کچھ پیچھے رہ گئے۔ ان کے ساتھیوں نے احرام باندھا ہوا تھا' اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک نیل گائے کو دیکھا تو ایک گھوڑے پر سوار ہوئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے یہ کہا: وہ ان کو ان کا کوڑا پکڑا دیں' تو ان کے ساتھیوں نے یہ بات تسلیم نہیں کی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے نیزہ مانگا' تو ان کے ساتھیوں نے یہ بات بھی تسلیم نہیں کی۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے خود ہی اسے پکڑ لیا اور نیل گائے پر حملہ کر کے اسے مار دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے اس کا گوشت کھا لیا اور بعض نے اسے کھانے سے انکار کر دیا جب یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے' اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ خوراک ہے' جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلائی ہے۔

بَابٌ فِي الْجَرَادِ لِلْمُحْرِمِ

باب: احرام والے شخص کے لیے ٹڈی کا شکار کرنا

1853 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ جَابَانَ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْجَرَادُ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ٹڈی سمندر کا شکار ہے''۔

1854 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ أَبِي الْمُهَزِّمِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَصَبْنَا صِرْمًا مِنْ جَرَادٍ فَكَانَ رَجُلٌ مِنَّا يَضْرِبُ بِسَوْطِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقِيلَ لَهُ: هٰذَا لَا يَصْلُحُ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ. سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُوْلُ: أَبُو الْمُهَزِّمِ ضَعِيفٌ وَالْحَدِيثَانِ جَمِيعًا وَهْمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں ایک ٹڈی دل ملا تو ہم میں سے ایک شخص جو کہ احرام کی حالت میں تھا وہ اپنے کوڑے کے ذریعے اسے مارنے لگا۔ اسے کہا گیا: درست نہیں ہے' اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سمندر کا شکار ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابومہزم نامی راوی ضعیف ہے اور ان دونوں روایات میں وہم پایا جاتا ہے۔

1855 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ جَابَانَ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ

كَعْبٍ، قَالَ: الْجَرَادُ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ

❁❁ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ٹڈی سمندر کا شکار ہے۔

بَابٌ فِي الْفِدْيَةِ

باب: (شکار کا) فدیہ دینا

1856 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ الطَّحَّانِ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَالَ: قَدْ آذَاكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْلِقْ، ثُمَّ اذْبَحْ شَاةً نُسُكًا، أَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ أَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِينَ

❁❁ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں تنگ کر رہی ہیں؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنا سر منڈوا دو اور ایک بکری قربان کر دو یا تین روزے رکھ لو یا کھجوروں کے تین صاع چھ مسکینوں کو کھلا دو۔

1857 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: إِنْ شِئْتَ فَانْسُكْ نَسِيكَةً، وَإِنْ شِئْتَ فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَطْعِمْ ثَلَاثَةَ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ لِسِتَّةِ مَسَاكِينَ

❁❁ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اگر تم چاہو تو قربانی دے دو یا تین روزے رکھ لو یا کھجوروں کے تین صاع چھ مسکینوں کو کھلا دو''۔

1858 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ الْمُثَنَّى، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ فَقَالَ: أَمَعَكَ دَمٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، أَوْ تَصَدَّقْ بِثَلَاثَةِ آصُعٍ مِنْ تَمْرٍ عَلَى سِتَّةِ مَسَاكِينَ بَيْنَ كُلِّ مِسْكِينَيْنِ صَاعٌ

❁❁ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اس کے بعد راوی نے سارا واقعہ بیان کیا ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس قربانی کے جانور ہیں؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تین روزے رکھ لو' یا کھجوروں کے تین صاع چھ مسکینوں کو کھلا دو۔ ایک صاع دو مسکینوں کو دیا جائے (یعنی نصف صاع ایک مسکین کو دیا جائے)

1859 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ رَجُلًا، مِنَ الْأَنْصَارِ أَخْبَرَهُ، عَنْ

كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، وَكَانَ قَدْ أَصَابَهُ فِي رَأْسِهِ أَذًى فَحَلَقَ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُهْدِيَ هَدْيًا بَقَرَةً

❁❁ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ان کے سر میں جوئیں پڑ گئیں' تو انہوں نے اپنا سر منڈوالیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ ایک گائے قربان کریں۔

1860 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي أَبَانُ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: أَصَابَتْنِي هَوَامُّ فِي رَأْسِي وَأَنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، حَتّٰى تَخَوَّفْتُ عَلٰى بَصَرِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى فِيَّ (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ) (البقرة: 196) الْآيَةَ. فَدَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: احْلِقْ رَأْسَكَ، وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ فَرَقًا مِنْ زَبِيبٍ أَوْ انْسُكْ شَاةً. فَحَلَقْتُ رَأْسِي، ثُمَّ نَسَكْتُ.

❁❁ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حدیبیہ کے سال میرے سر پر جوئیں پڑ گئیں میں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا مجھے اپنی بینائی رخصت ہونے کا اندیشہ ہو گیا' تو اللہ تعالیٰ نے میرے بارے میں یہ آیت نازل کی:

''تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سر میں کوئی تکلیف ہو (یعنی سر میں جوئیں پڑ جائیں)''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور فرمایا: تم اپنا سر منڈوا کر تین روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کشمش کا ایک ''فرق'' کھلا دو یا ایک بکری قربان کر دو تو میں نے اپنا سر منڈوایا اور قربانی کر دی''۔

1861 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ مَالِكٍ الْجَزَرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ زَادَ أَيَّ ذٰلِكَ فَعَلْتَ أَجْزَأَ عَنْكَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''تم اس میں سے جو بھی کرو گے تو تمہارے لیے کفایت کر جائے گا''۔

1860- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن اسحاق - وهو ابن يسار المطلبي مولاهم - وقد صرح بسماعه فانتفت شبهة تدليسه. لكن ذكر الزبيب فيه وهم، والمحفوظ فيه ذكر التمر، كما في الروايات السالفة. واخرجه البخاري (1815) و (1817) و (1818) و (4159) و (4191) و (6708)، ومسلم (1201)، والترمذي (2973) و (3213) من طرق عن مجاهد بن جبر، ومسلم (1201)، والترمذي (3214) من طريق عبد الله بن معقل، كلاهما عن عبد الرحمن بن ابي ليلى، به. واخرجه الترمذي (3212) من طريق مغيرة، عن مجاهد، عن كعب بن عجرة، به. فلم يذكر في اسناده عبد الرحمن بن ابي ليلى، والصواب ذكره كما في رواية الباقين. وهو في "مسند احمد" (18108) و (18121). وانظر ما سلف برقم (1856).

دم کو واجب کرنے والے اسباب کا بیان

جن امور کے کرنے سے دَم واجب ہوتا ہے؟ دَم سے مراد پوری بکری، بھیڑ یا اونٹ، گائے وغیرہ کے ساتویں حصے کی قربانی ہے، جن باتوں کی جزا میں دَم آتا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

حالتِ احرام میں پورے عضو یا اس سے زیادہ کو خوشبو لگانا۔

خوشبودار تیل لگانے کا وہی حکم ہے جو خوشبو کا ہے، اسی طرح تیل اور زیتون کا تیل خوشبو کے حکم میں ہے۔ اگرچہ ان میں خوشبو نہ ہو البتہ ان کے کھانے، ناک میں چڑھانے اور زخم پر لگانے سے صدقہ واجب نہیں۔

خالص خوشبو جیسے مشک، زعفران، لونگ، الائچی، دارچینی اتنی کھائی کہ منہ کے اکثر حصے میں لگ گئی۔

خوشبو پکائے بغیر کھانے میں ڈالی گئی اور اس کے اجزاء کھانے میں غالب ہوں۔

سر پر مہندی کا پتلا خضاب کیا کہ بال نہ چھپے تو ایک دَم اگر گاڑھا خضاب کیا اور پورا دن یا پوری رات لگائے رکھی تو مرد پر دو دَم اور عورت پر بہرصورت ایک دم۔

داڑھی میں مہندی لگانا

پوری ہتھیلی یا تلوے میں مہندی لگانا

حالتِ احرام میں سلا کپڑا پورا دن یا پوری رات پہنا تو دَم واجب ہے، لگاتار کئی دن رہا تو بھی ایک دَم ہی واجب ہے۔ اسی طرح پورے چار پہر موزے پہننا

سر یا داڑھی کے چوتھائی بال یا زیادہ کسی بھی طریقے سے دور کئے تو دَم واجب ہے۔

پوری گردن اور پوری ایک بغل کے بال صاف کرنا یہی حکم زیرناف کا ہے۔

ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترنا یا بیس ناخنوں کو ایک ساتھ تراشنا

طواف زیارت سے پہلے کسی مرد یا عورت سے شہوت کے ساتھ بوس و کنار کرنے اور بدن مس کرنے میں دَم واجب ہے۔

وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہو گیا، اسے حج کی طرح پورا کر کے دَم دے اور آئندہ سال میں اس کی قضا کرے۔

وقوف عرفہ اور حلق کے بعد جماع کرنا

عمرہ میں چار پھیروں سے قبل جماع کیا، عمرہ جاتا رہا، دَم دے اور عمرہ کی قضا کرے اور چار پھیروں کے بعد کیا تو دَم دے عمرہ صحیح ہے۔

عمرہ کرنے والے نے طواف وسعی کے بعد حلق سے پہلے جماع کیا تو دَم واجب ہے۔

حج قران کرنے والے نے عمرہ کے طواف سے پہلے جماع کیا تو حج وعمرہ دونوں فاسد ہو گئے، مگر دونوں کے تمام افعال سرانجام دے اور دو دَم دے اور آئندہ سال حج وعمرہ کرے۔ اگر عمرہ کا طواف کر چکا ہے اور وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو عمرہ

فاسد نہ ہوا۔ حج فاسد ہو گیا، دو دَم دے اور آئندہ حج کی قضا دے۔ اگر وقوف عرفہ کے بعد کیا تو نہ حج فاسد ہوا نہ عمرہ، ایک بدنہ اور ایک دَم دے اور ان کے علاوہ قران کی قربانی دے۔

حدود حرم میں احرام کے بغیر داخل ہونا، لیکن میقات واپس جا کر احرام باندھ لیا تو دَم ساقط ہو جائے گا۔

پورا یا زیادہ تر طوافِ زیارت بے وضو کیا تو دَم واجب ہوگا، طواف دہرانے سے دَم ساقط ہو جائے گا۔

پورا یا زیادہ تر طوافِ عمرہ حیض ونفاس کی حالت میں یا بے وضو کرنا۔

طوافِ قدوم یا وِداع کا اکثر حصہ چھوڑ دیا یا طوافِ وِداع بالکل چھوڑ دیا تو دَم واجب ہوگا، البتہ حائضہ سے یہ طواف ساقط ہو جاتا ہے اور طوافِ قدوم بالکل چھوڑ دینا مکروہ ہے، مگر دَم واجب نہیں۔

پوری سعی یا اکثر چکروں کو بلا عذر چھوڑنے یا سواری پر کرنے سے دَم واجب ہوگا، پیدل اعادہ کرنے سے دَم ساقط ہو جائے گا۔

غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے نکل جانا، لیکن غروب سے پہلے واپس آ کر غروب کے بعد نکلا تو دَم ساقط ہو گیا۔

دسویں کی صبح مزدلفہ میں بلا عذر وقوف نہ کرنا۔

کسی دن بھی کنکریاں نہ مارنا یا ایک دن کی پوری یا اکثر کنکریاں چھوڑ دینا۔

حدودِ حرم سے باہر حلق کرنا یا رمی سے پہلے کرنا یا قارن و متمتع نے قربانی سے پہلے حلق کیا یا ان دونوں نے رمی سے پہلے قربانی کی۔

سر منڈانے میں اس قدر تاخیر کرنا کہ قربانی کے دن گزر گئے۔

طوافِ زیارت میں تاخیر کرنا۔

بَابُ الْإِحْصَارِ

باب: محصور ہو جانا

1862 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ، حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ بْنَ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيَّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كُسِرَ اَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ. قَالَ عِكْرِمَةُ: سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَاَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَا: صَدَقَ.

❁❁ حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص (کی ہڈی) ٹوٹ جائے اور وہ لنگڑا ہو جائے اور پھر احرام کھول دے تو اس کے لیے اگلے سال حج پر جانا لازم ہوگا''۔

عکرمہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا' تو ان دونوں نے فرمایا: انہوں نے (حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ) نے صحیح بیان کیا ہے۔

1863 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، وَسَلَمَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ أَوْ مَرِضَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، قَالَ: سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ: أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ

❁❁ حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''جس کی (ہڈی) ٹوٹ جائے یا وہ لنگڑا ہو جائے یا وہ بیمار ہو جائے''۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

سلمہ بن شبیب نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: معمر نے ہمیں اطلاع دی۔

1864 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَاضِرٍ الْحِمْيَرِيَّ، يُحَدِّثُ أَبِي مَيْمُونَ بْنَ مِهْرَانَ، قَالَ: خَرَجْتُ مُعْتَمِرًا عَامَ حَاصَرَ أَهْلُ الشَّامِ ابْنَ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ وَبَعَثَ مَعِي رِجَالٌ مِنْ قَوْمِي بِهَدْيٍ فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى أَهْلِ الشَّامِ مَنَعُونَا أَنْ نَدْخُلَ الْحَرَمَ فَنَحَرْتُ الْهَدْيَ مَكَانِي، ثُمَّ أَحْلَلْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ خَرَجْتُ لِأَقْضِيَ عُمْرَتِي فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: أَبْدِلِ الْهَدْيَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُبْدِلُوا الْهَدْيَ الَّذِي نَحَرُوا عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ

❁❁ عمرو بن میمون کہتے ہیں: میں نے ابوحاضر حمیری کو اپنے والد میمون بن مہران سے یہ کہتے سنا: جس سال اہل شام نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا محاصرہ کیا تھا اس سال میں عمرہ کرنے کے لیے گیا۔ میری قوم کے کچھ افراد نے میرے ساتھ قربانی کے جانور بھجوا دیئے جب ہم اہل شام تک پہنچے' تو انہوں نے ہمیں حرم میں داخل ہونے سے روک دیا۔ میں نے قربانی کے جانور کو اسی جگہ قربان کیا پھر میں نے احرام کھول دیا اور واپس آ گیا۔ اگلے سال میں اپنے عمرے کی قضا کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: تم قربانی کی جگہ دوسری قربانی بھی کرو کیونکہ حدیبیہ کے سال ان لوگوں نے جو قربانیاں کی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۂ قضا کے موقع پر اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان قربانیوں کی جگہ دوسری قربانیاں کریں۔

بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ

باب: مکہ میں داخل ہونا

1865 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ

إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ بَاتَ بِذِي طَوًى حَتَّى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ. ثُمَّ يَدْخُلَ مَكَّةَ نَهَارًا وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَعَلَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب وہ مکہ تشریف لاتے تھے' تو وہ وادی ذی طویٰ میں رات بسر کرتے تھے' جب صبح ہوتی' تو وہ غسل کرتے تھے اور دن کے وقت مکہ میں داخل ہوتے تھے وہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات ذکر کرتے تھے: نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔

1866 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْبَرْمَكِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَابْنُ حَنْبَلٍ، عَنْ يَحْيٰى، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، جَمِيعًا، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا قَالَا: عَنْ يَحْيٰى، إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءَ مِنْ ثَنِيَّةِ الْبَطْحَاءِ وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى. زَادَ الْبَرْمَكِيُّ يَعْنِي ثَنِيَّتَيْ مَكَّةَ وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَتَمُّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ بالائی گھاٹی کی طرف سے مکہ میں داخل ہوتے تھے' جب کہ ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ کدیٰ کی طرف سے بطحاء کی گھاٹی کی طرف سے مکہ میں داخل ہوتے تھے اور آپ ﷺ زیریں گھاٹی کی طرف سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔

برمکی کہتے ہیں: یہ دونوں مکہ کی دو گھاٹیاں ہیں۔ مسدد نامی راوی کی روایت زیادہ مکمل ہے۔

1867 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ، وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ شجرہ کے راستے سے (مدینہ منورہ سے باہر) تشریف لے جاتے اور معرس کے راستے سے (مدینہ منورہ میں) تشریف لاتے تھے۔

1868 حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءَ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ، وَدَخَلَ فِي الْعُمْرَةِ مِنْ كُدًى. قَالَ: وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا جَمِيعًا وَكَانَ أَكْثَرُ مَا كَانَ يَدْخُلُ مِنْ كُدًى وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلٰى مَنْزِلِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ مکہ کے بالائی علاقے میں موجود کداء کی طرف سے (مکہ میں) داخل ہوئے' جبکہ عمرہ کے موقع پر آپ ﷺ کدیٰ کی طرف سے (مکہ میں) داخل ہوئے۔

عروہ نامی راوی ان دونوں راستوں سے داخل ہو جایا کرتے تھے' تاہم وہ زیادہ تر کدیٰ کے راستے سے داخل ہوتے تھے کیونکہ یہ ان کی رہائش کے زیادہ قریب تھا۔

1869 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا

❀❀ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوتے تھے' تو اس کے بالائی حصے سے داخل ہوتے تھے اور زیریں حصے سے تشریف لے جاتے تھے۔

بَابٌ فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا رَأَى الْبَيْتَ

باب: بیت اللہ کو دیکھ کر ہاتھ بلند کرنا

1870 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا قَزَعَةَ، يُحَدِّثُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ الْمَكِّيِّ، قَالَ: سُئِلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الرَّجُلِ يَرَى الْبَيْتَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، فَقَالَ: مَا كُنْتُ أَرَى أَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا إِلَّا الْيَهُودَ وَقَدْ حَجَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ يَفْعَلُهُ

❀❀ مہاجر مکی بیان کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو بیت اللہ کو دیکھ کر دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے' تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ صرف یہودی ہی یہ حرکت کر سکتے ہیں۔ ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کیا لیکن نبی اکرم ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

1871 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ يَعْنِي يَوْمَ الْفَتْحِ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے' تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کی (راوی کہتے ہیں:) یعنی فتح مکہ کے دن (ایسا ہوا)

1872 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ، وَهَاشِمٌ يَعْنِي ابْنَ الْقَاسِمِ قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَكَّةَ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ أَتَى الصَّفَا فَعَلَاهُ حَيْثُ يَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَذْكُرُ اللهَ مَا شَاءَ أَنْ يَذْكُرَهُ وَيَدْعُوهُ، قَالَ: وَالْأَنْصَارُ تَحْتَهُ، قَالَ هَاشِمٌ: فَدَعَا وَحَمِدَ اللهَ وَدَعَا بِمَا شَاءَ أَنْ يَدْعُوَ

1869- اسناده صحيح. ابن المثنى: هو محمد العنزى. واخرجه البخارى (1577)، ومسلم (1258)، والترمذى (869)، والنسائى فى "الكبرى" (4227) من طريق محمد بن المثنى، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (24121). وانظر ما سلف برقم (1865)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مکہ تشریف لائے آپ ﷺ حجر اسود کے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے اسے بوسہ دیا اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر آپ ﷺ صفا کی طرف آئے آپ ﷺ اس پر چڑھ گئے اور اس مقام پر پہنچے جہاں سے آپ ﷺ کو بیت اللہ نظر آرہا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے اور جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا آپ ﷺ دعا کرتے رہے۔ انصار آپ ﷺ کے قریب موجود تھے۔

ہاشم نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ ﷺ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ آپ ﷺ نے دعا کی۔

بَابٌ فِيْ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ

باب: حجر اسود کو بوسہ دینا

1873 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ فَقَبَّلَهُ، فَقَالَ: إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ حجر اسود کے پاس تشریف لائے اسے بوسہ دیا اور بولے: میں یہ جانتا ہوں تم ایک پتھر ہو۔ تم کوئی نفع یا نقصان نہیں دے سکتے اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تمہیں بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہیں بوسہ نہ دیتا۔

حجر اسود

حجر اسود عربی زبان کے دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ حجر عربی میں پتھر کو کہتے ہیں اور اسود سیاہ اور کالے رنگ کے لیے بولا جاتا ہے۔ حجر اسود وہ سیاہ پتھر ہے جو کعبہ کے جنوب مشرقی دیوار میں نصب ہے۔ اس وقت یہ تین بڑے اور مختلف شکلوں کے کئی چھوٹے ٹکڑوں پر مشتمل ہے۔ یہ ٹکڑے اندازاً ڈھائی فٹ قطر کے دائرے میں جڑے ہوئے ہیں جن کے گرد چاندی کا گول چکر بنا ہوا ہے۔ جو مسلمان حج یا عمرہ کرنے جاتے ہیں ان کے لیے لازم ہے کہ طواف کرتے ہوئے ہر بار حجر اسود کو بوسہ دیں۔ اگر ہجوم زیادہ ہو تو ہاتھ کے اشارے سے بھی بوسہ دیا جا سکتا ہے۔

اسلامی روایات کے مطابق جب حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ تو حضرت جبرائیل نے یہ پتھر جنت سے لا کر دیا جسے حضرت ابراہیم نے اپنے ہاتھوں سے دیوار کعبہ میں نصب کیا۔ 606ء میں جب رسول اللہ کی عمر 35 سال تھی، سیلاب نے کعبے کی عمارت کو سخت نقصان پہنچایا اور قریش نے اس کی دوبارہ تعمیر کی لیکن جب حجر اسود رکھنے کا مسئلہ آیا تو قبائل میں جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلے کی یہ خواہش تھی کہ یہ سعادت اسے ہی نصیب ہو۔ رسول اللہ نے اس جھگڑے کو طے کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھا اور تمام سرداران قبائل سے کہا کہ وہ چادر کے کونے پکڑ کر اٹھائیں۔ چنانچہ

سب نے مل کر چادر کو اٹھایا اور جب چادر اس مقام پر پہنچی جہاں اس کو رکھا جانا تھا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کو دیوار کعبہ میں نصب کر دیا۔ سب سے پہلے عبداللہ بن زبیر نے حجر اسود پر چاندی چڑھوائی۔ 1268ء میں سلطان عبدالحمید نے حجر اسود کو سونے میں مڑھ دیا۔ 1281ء میں سلطان عبدالعزیز نے اسے چاندی سے مڑھوایا۔

حادثات

تاریخ میں کم از کم چھ واقعات ملتے ہیں جب حجر اسود کو چوری کیا گیا یا اس کو توڑنے کی کوشش کی گئی۔ ہوسکتا اس کے حوادث کی تعداد اس بھی زیادہ ہو۔ اسلامی روایات کے مطابق جب حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ تو حضرت جبرائیل نے یہ پتھر جنت سے لاکر دیا جسے حضرت ابراہیم نے اپنے ہاتھوں سے دیوار کعبہ میں نصب کیا۔

1۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے قبیلہ بنی جرہم کے متعلق ملتا ہے کہ ان لوگوں نے حجر اسود کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی تھی۔ تاریخ میں ہے کہ جب بنو بکر بن عبد مناہ نے قبلہ "جرہم" کو مکّہ سے نکلنے پر مجبور کیا تو انہوں نے مکّہ سے بے دخل ہوتے ہوئے کعبہ میں رکھے دو سونے کے بنے ہرنوں کے ساتھ "حجر اسود" کو کعبہ کی دیوار سے نکال کر زم زم کے کنویں میں دفن کر دیا اور مجبوراً "یمن کی جانب کوچ کر گئے، اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھیے کہ یہ پتھر زیادہ عرصے زم زم کے کنویں میں نہیں رہا جس وقت بنو جرہم کے لوگ حجر اسود کو زم زم کے کنویں میں چھپا رہے تھے ایک عورت نے انھیں ایسا کرتے دیکھ لیا تھا اس عورت کی نشان دہی پر حجر اسود کو زم زم کے کنویں سے بازیاب کرا لیا گیا۔

2۔ ابو طاہر نامی شخص کی قیادت میں "قراماتین" نے 317 ہجری میں مکّہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا اور مسجد الحرام جیسے مقدس مقام پر تقریباً "سات سو انسانوں کو قتل کیا اور زم زم کے کنویں کو اور مسجد الحرام کے احاطے کو انسانی لاشوں اور خون سے بھر دیا اس کے بعد اسنے مکّہ کے لوگوں کی قیمتی اشیا کو اور کعبہ مشرفہ میں رکھے جواہرات کو غصب کر لیا اسنے کعبہ کے غلاف کو چیر پھاڑ کر کے اپنے پیروکاروں میں تقسیم کر دیا کعبہ مشرفہ کے دروازے اور اس کے سنہری پرنالے کو اکھاڑ ڈالا اور پھر بات یہیں ختم نہیں ہوئی اور 7 ذوالحجہ 317 ہجری کو ابو طاہر نے حجر اسود کو کعبہ مشرفہ کی دیوار سے الگ کر دیا اور اس کی جگہ کو خالی چھوڑ دیا اور اس کو موجودہ دور میں جو علاقہ "بحرین" کہلاتا ہے وہاں منتقل کر دیا یہ حجر اسود کا ایک نہایت تکلیف دہ دور تھا تقریباً 22 سال حجر اسود کعبہ شریف کی دیوار سے جدا رہا اس دور میں کعبہ مشرفہ کا طواف کرنے والے صرف اس کی خالی جگہ کو چومتے یا اس کا استلام کرتے تھے پھر اللہ سبحان وتعالیٰ کی مشیت دیکھیے کہ 22 سال بعد 10 ذوالحجہ 339 ہجری کو "سنبر بن حسن" جس کا تعلق بھی قراماتین قبیلے سے ہی تھا، اس نے حجر اسود کو آزاد کرایا اور واپس حجر اسود کے اصل مقام پر پیوست کروا دیا اس وقت ایک مسلہ یہ ضرور در پیش آیا کہ کیا واقعی یہ اصل حجر اسود ہی ہے یا نہیں تو اس وقت مسلمانوں کے ایک دانشور نے کہا وہ اس کو ٹیسٹ کر کے بتا دیگا کہ یہی اصل حجر اسود ہے یا نہیں کیوں کہ اس نے اس کے بارے میں احادیث کا مطالعہ کر رکھا ہے۔ اس نے حجر اسود پر آگ لگائی تو حجر اسود کو آگ نہیں لگی اور نہ ہی وہ گرم ہوا پھر اسنے اس کو پانی میں ڈبویا تو یہ پتھر ہونے کے باوجود اپنی خصلت کے برخلاف پانی میں ڈوبا نہیں بلکہ سطح آب پر ہی تیرتا رہا اس سے ظاہر ہوگیا کہ یہ اصل جنت کا پتھر ہی ہے کیوں کہ جنت کا پتھر کا آگ سے اور غرق یابی سے بھلا کیا تعلق ہوسکتا ہے

3 سن 363 ہجری میں ایک رومی شخص نے اپنے کلہاڑے سے حجر اسود پر کاری ضرب لگائی جس سے اس پر چٹخنے کا ایک واضح نشان پڑ گیا اس نے دوسری شدید ضرب لگانے کے لیے جیسے ہی اپنے کلہاڑے کو اٹھایا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کی مدد آن پہنچی اور قریب ہی موجود ایک یمنی شخص نے جو اس کی یہ گھناونی کاروائی دیکھ رہا تھا، چشم زدن میں اس نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کی حجر اسود پر دوسری ضرب لگانے کی خواہش دل ہی میں رہ گئی

4 سن 413 ہجری میں فاطمید نے اپنے 6 پیروکاروں کو مکہ بھیجا جس میں سے ایک "الحاکم العبیدی" تھا جو ایک مضبوط جسم کا مالک سنہرے بالوں والا طویل قد و قامت والا انسان تھا وہ اپنے ساتھ ایک تلوار اور ایک لوہے کی سلاخ لایا تھا اپنے ساتھیوں کے اکسانے پر اسنے دیوانگی کے عالم میں تابڑتوڑ تین ضربیں "حجر اسود" پر لگا ڈالیں جس سے اس کی کرچیاں اڑ گئیں وہ ہزیانی کیفیت م

4 سن 413 ہجری میں فاطمید نے اپنے 6 پیروکاروں کو مکہ بھیجا جس میں سے ایک "الحاکم العبیدی" تھا جو ایک مضبوط جسم کا مالک سنہرے بالوں والا طویل قد و قامت والا انسان تھا وہ اپنے ساتھ ایک تلوار اور ایک لوہے کی سلاخ لایا تھا اپنے ساتھیوں کے اکسانے پر اسنے دیوانگی کے عالم میں تابڑتوڑ تین ضربیں "حجر اسود" پر لگا ڈالیں جس سے اس کی کرچیاں اڑ گئیں وہ ہزیانی کیفیت میں اول فول بکتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ (معاذ اللہ) جب تک وہ اسے پورا نہ اکھاڑ پھینکے گا جب تک سکوں سے نہ بیٹھے گا بس اس موقع پر ایک مرتبہ پھر اللہ سبحان وتعالیٰ کی مدد آن پہنچی اور گھڑسواروں کے ایک دستے نے ان سب افراد کو گھیر لیا اور ان سب کو پکڑ کر قتل کر دیا گیا اور بعد میں ان کی لاشوں کو بھی جلا دیا گیا۔

5 اسی طرح کا ایک واقعہ سن 990 ہجری میں بھی ہوا جب ایک غیر عرب باشندہ اپنے ہتھیار کے ساتھ مطاف میں آیا اور اسنے حجر اسود کو ایک ضرب لگادی اس وقت کا ایک شہزادہ "شہزادہ نصیر" مطاف میں موجود تھا جس نے اسے فوری طور سے موت کے گھاٹ اتار دیا

6 سن 1351 ہجری کے محرم کے مہینے میں میں ایک افغانی باشندہ مطاف میں آیا اور اسنے حجرہ اسود کا ایک ٹکڑا توڑ کر باہر نکال دیا اور کعبہ کے غلاف کا ایک ٹکڑا چوری کر ڈالا۔ اس نے کعبہ کی سیڑھیوں کو بھی نقصان پہنچایا کعبہ مشرفہ کے گرد کھڑے محافظوں نے اسے پکڑ لیا اور پھر اسے مناسب کارروائی کے بعد موت کی سزا دے دی گئی اس کے بعد 28 ربیع الاول سن 1351 ہجری کو شاہ عبد العزیز نے اس پتھر کو دوبارہ کعبہ مشرفہ کی دیوار میں نصب کیا جو اس فاطر العقل افغانی نے نکال باہر کیا تھا حجر اسود اس وقت ایک مکمل پتھر کی صورت میں نہیں ہے جیسا کہ یہ جنت سے اتارا گیا تھا بلکہ حوادث زمانہ نے اس متبرک پتھر کو جس کو بوسہ دینے کے لیے اہل ایمان کے دل ہر وقت بے چین رہتے ہیں آٹھ ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا ہے۔

606ء میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 35 سال تھی، سیلاب نے کعبے کی عمارت کو سخت نقصان پہنچایا اور قریش نے اس کی دوبارہ تعمیر کی لیکن جب حجر اسود رکھنے کا مسئلہ آیا تو قبائل میں جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلے کی یہ خواہش تھی کہ یہ سعادت اسے ہی نصیب ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کو طے کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھا اور تمام سرداران قبائل

سے کہا کہ وہ چادر کے کونے پکڑ کر اٹھائیں۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا اور جب چادر اس مقام پر پہنچی جہاں اس کو رکھا جاتا تھا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کو دیوار کعبہ میں نصب کر دیا۔ سب پہلے عبداللہ بن زبیر نے حجر اسود پر چاندی چڑھوائی۔ 1268ء میں سلطان عبدالحمید نے حجر اسود کو سونے میں مڑھوایا۔ 1281ء میں سلطان عبدالعزیز نے اسے چاندی سے مڑھوایا۔

696ء میں جب حضرت عبداللہ بن زبیر خانہ کعبہ میں پناہ گزین ہوئے تو حجاج بن یوسف کی فوج نے کعبے پر منجنیقوں سے پتھر برسائے اور پھر آگ لگا دی۔ جس سے حجر اسود کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ عباسی خلیفہ الراضی باللہ کے عہد میں ایک قرامطی سردار ابو طاہر حجر اسود اٹھا کر لے گیا اور کافی عرصے بعد اس واپس کیا۔

حجرِ اسود کو نصب کرنے کا تنازعہ اور آپ کا حاکم مقرر ہونا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کا پینتیسواں سال تھا کہ قریش نے نئے سرے سے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ وجہ یہ تھی کہ کعبہ صرف قد سے کچھ اونچی چہار دیوار کی شکل میں تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانے ہی سے اس کی بلندی ۹ ہاتھ تھی اور اس پر چھت نہ تھی۔ اس کیفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ چوروں نے اس کے اندر رکھا ہوا خزانہ چرا لیا۔۔۔ اس کے علاوہ اس کی تعمیر پر ایک طویل زمانہ گزر چکا تھا۔ عمارت خستگی کا شکار ہو چکی تھی اور دیواریں پھٹ گئی تھیں۔ ادھر اسی سال ایک زوردار سیلاب آیا۔ جس کے بہاؤ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف تھا۔ اس کے نتیجے میں خانہ کعبہ کسی بھی لمحے ڈھ سکتا تھا، اس لیے قریش مجبور ہو گئے کہ اس کا مرتبہ و مقام برقرار رکھنے کے لیے اسے ازسرِ نو تعمیر کریں۔

اس مرحلے پر قریش نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال رقم ہی استعمال کریں گے۔ اس میں رنڈی کی اُجرت، سود کی دولت اور کسی کا ناحق لیا ہوا مال استعمال نہیں ہونے دیں گے۔

نئی تعمیر کے لیے پرانی عمارت کو ڈھانا ضروری تھا لیکن کسی کو ڈھانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بالآخر ولید بن مغیرہ مخزومی نے ابتداء کی اور کدال لے کر یہ کہا کہ اے اللہ! ہم خیر ہی کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد دونوں کے اطراف کو کچھ ڈھا دیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی آفت نہیں ٹوٹی تو باقی لوگوں نے بھی دوسرے دن ڈھانا شروع کیا اور جب قواعد ابراہیم تک ڈھا چکے تو تعمیر کا آغاز کیا۔

تعمیر کے لیے الگ الگ ہر قبیلے کا حصہ مقرر تھا اور ہر قبیلے نے علیحدہ علیحدہ پتھر کے ڈھیر لگا رکھے تھے، تعمیر شروع ہوئی۔ باقوم نامی ایک رومی معمار نگراں تھا۔ جب عمارت حجر اسود تک بلند ہو چکی تو یہ جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کا شرف و امتیاز کسے حاصل ہو، یہ جھگڑا چار پانچ روز تک جاری رہا اور رفتہ رفتہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ معلوم ہوتا تھا سرزمینِ حرم میں سخت خون خرابہ ہو جائے گا، لیکن ابو اُمیہ مخزومی نے یہ کہہ کر فیصلے کی ایک صورت پیدا کر دی کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو شخص پہلے داخل ہو اسے اپنے جھگڑے کا حکم مان لیں۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔

اللہ کی مشیت کہ اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ کو دیکھا تو چیخ پڑے کہ ھذا الأمین رضیناہ ھذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ امین ہیں۔ ہم ان راضی ہیں یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ اس مجلس میں داخل ہوئے تو سب نے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے حق میں چاہیں فیصلہ کر دیں، ہم آپ کے فیصلہ پر رضا مند ہیں۔

ذرا سوچیے اور غور کریں کہ جس عزت اور شرف کو ہر قبیلہ حاصل کرنا چاہتا تھا اور خون سے بھرے ہوئے پیالے میں انگلیاں ڈال ڈال کر اُس زمانے کی رسم کے موافق مرنے مارنے پر شدید وغلیظ قسمیں کھا چکے تھے اُس عزت وشرف کے معاملہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرنے میں سب مطمئن ہیں۔

آپ نے معاملہ سے آگاہ ہو کر اُسی وقت ذرا اسی دیر میں جھگڑے کو ختم کر دیا اور تمام بوڑھے اور تجربہ کار سردارانِ قریش آپ کی ذہانت، قوتِ فیصلہ اور منصف مزاجی کو دیکھ حیران رہ گئے اور سب نے بالاتفاق احسنت ومرحبا کی صدائیں بلند کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فیصلہ کیا کہ ایک چادر بچھائی اُس پر حجرِ اسود اپنے ہاتھ سے رکھ دیا پھر ہر ایک قبیلہ کے سردار سے کہا کہ چادر کے کنارے کو پکڑ لو؛ چنانچہ تمام سردارانِ قریش نے مل کر اُس چادر کے کنارے چاروں طرف سے پکڑ کر پتھر کو اٹھایا، جب پتھر اس مقام پر پہنچ گیا جہاں اس کو نصب کرنا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر سے اُٹھا کر وہاں نصب کر دیا کسی کو کوئی شکایت باقی نہ رہی اور سب آپس میں رضامند رہے۔

اس واقعہ میں عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس، اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ، ابو حذیفہ بن مغیرہ بن عمر بن مخزوم، اور قیس بن عدی السہمی چار شخص بہت پیش پیش تھے اور کسی طرح دوسرے کے حق میں معاملہ کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے اس فیصلہ سے یہ چاروں بہت خوش اور مسرور تھے، اگر ملک عرب میں یہ جنگ چھڑ جاتی تو یقیناً یہ تمام اُن لڑائیوں سے زیادہ ہیبت ناک اور تباہ کن جنگ ثابت ہوتی جو اب تک زمانہ جاہلیت میں ہو چکی تھیں، جس زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حجر اسود والے جھگڑے کا فیصلہ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ (ابن ہشام ۱/ ۱۹۲ تا ۱۹۷، تاریخ طبری ۲/ ۲۸۹، اور اس کے بعد صحیح بخاری باب فضل مکۃ وبنیانہا۔ ۱/ ۲۱۵، تحکیم کی یہ خبر مسند ابی داؤد طیالسی میں بھی ہے۔ نیز دیکھئے: تاریخ خضری ۱/ ۶۴، ۶۵۔)

احادیث میں ذکر

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

بلاشبہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نور اور روشنی کو ختم کر دیا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس روشنی کو ختم نہ کرتا تو مشرق ومغرب کا درمیانی خصہ روشن ہو جاتا۔ (سنن ترمذی حدیث نمبر (804)۔ 1 ۔ حجر اسود اللہ تعالیٰ نے زمین پر جنت سے اتارا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حجر اسود جنت سے نازل ہوا)۔
سنن ترمذی حدیث نمبر (877) سنن نسائی حدیث نمبر (2935) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

2 ۔ حجر اسود دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا جسے اولاد آدم کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ہے: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان

کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(حجر اسود جنت سے آیا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا اور اسے بنو آدم کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ہے)۔

سنن ترمذی حدیث نمبر (877) مسند احمد حدیث نمبر (2792) اور ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ (4/219) میں اسے صحیح قرار دیا ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری (3/462) میں اس کی تقویت بیان کی ہے۔

مرقاۃ میں کہتے ہیں کہ: یعنی بنی آدم کے چھونے کی بنا پر ان کے گناہوں کے سبب سے سیاہ ہو گیا، اور ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا جائے، جبکہ اس میں نہ تو عقل اور نہ ہی نقل مانع ہے۔ دیکھیں تحفۃ الاحوذی (3/525)۔

ب۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے:

اوپر گزری ہوئی حدیث پر بعض ملحدین نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشرکوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کیسے کر دیا اور مؤحدین کی اطاعات نے اسے سفید کیوں نہیں کیا؟

جواب میں وہ کہا جاتا ہے جو ابن قتیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے:

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس طرح ہو جاتا، اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ اور عادت بنائی ہے کہ سیاہ رنگا ہو جاتا ہے اور اس کے عکس نہیں ہو سکتا۔

ج۔ اور محب الطبری کا کہنا ہے کہ:

سیاہ رنگ میں اہل بصیرت کے لیے عبرت ہے وہ اس طرح کہ اگر گناہ سخت قسم کے پتھر پر اثر انداز ہو کر اسے سیاہ کر سکتے ہیں تو دل پر ان کی اثر ہونا زیادہ سخت اور شدید ہو گا۔ فتح الباری (3/463)۔

3۔ حجر اسود روز قیامت ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کا حق کے ساتھ استلام کیا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا:

اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اسے قیامت کو لائے گا تو اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے اور زبان ہو گی جس سے بولے اور ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کا حقیقی استلام کیا۔

سنن ترمذی حدیث نمبر (961) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2944) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (3/462) میں اس کی تقویت بیان کی ہے۔

4۔ حجر اسود کا استلام یا بوسہ یا اس کی طرف اشارہ کرنا:

یہ ایسا کام ہے جو طواف کے ابتدا میں ہی کیا جاتا ہے چاہے وہ طواف حج میں ہو یا عمرہ میں یا پھر نفلی طواف کیا جا رہا ہو۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حجر اسود کا استلام کیا اور پھر اس کے دائیں جانب چل پڑے اور تین چکروں میں رمل کیا اور باقی چار میں آرام سے چلے۔ صحیح مسلم حدیث نمبر (1218)۔

حجر اسود کا استلام یہ ہے کہ اسے ہاتھ سے چھوا جاۓ۔

5۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا بوسہ لیا اور امت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اسے چومتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجر اسود کے پاس تشریف لاۓ اور اسے بوسہ دے کر کہنے لگے: مجھے یہ علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو نفع دے سکتا اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتا ہے، اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوۓ نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے نہ چومتا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (1250) صحیح مسلم حدیث نمبر (1720)۔

6۔ اگر اس کا بوسہ نہ لیا جاسکے تو اپنے ہاتھ یا کسی اور چیز سے استلام کر کے اسے چوما جاسکتا ہے۔

ا۔ نافع رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حجر اسود کا استلام کیا اور پھر اپنے ہاتھ کو چوما، اور فرمانے لگے میں نے جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے ہوۓ دیکھا ہے میں نے اسے نہیں چھوڑا۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر (1268)

ب۔ ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور حجر اسود کا چھڑی کے ساتھ استلام کر کے چھڑی کو چومتے تھے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر (1275)

7۔ اگر استلام سے بھی عاجز ہو تو اشارہ کرے اور اللہ اکبر کہے:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر طواف کیا تو جب بھی حجر اسود کے پاس آتے تو اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (4987)

8۔ حجر اسود کو چھونا گناہوں کا کفارہ ہے:

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔ (سنن ترمذی حدیث نمبر (959) امام ترمذی نے اسے حسن اور امام حاکم نے (1 / 664) صحیح قرار دیا اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

حجر اسود کے بوسے و استلام کا بیان

پھر وہ حج اسود سے شروع کرے تو اس کا بوسہ لے اور تکبیر و تہلیل پڑھے۔ کیونکہ روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہوۓ۔ (ابن ابی شیبہ) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے ابتداء کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوۓ اور ''اللہ اکبر'' اور لا الہ الا اللہ'' پڑھا۔ (مسلم)

صاحب قدوری نے کہا ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرے گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سات مقامات پر ہاتھوں کو بلند کیا تھا۔ اور ان میں سے ایک استلام حجر ہے۔ جبکہ وہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچاۓ بغیر ممکن ہو۔ کیونکہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں مبارک ہونٹ اس پر رکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمر! تو طاقتور آدمی ہے کمزوروں کو تکلیف پہنچاۓ گا۔ لہٰذا حجر اسود کے پاس لوگوں میں گھس نہ جانا۔ لیکن جب کشادگی پاۓ تو حجر اسود کا استلام کر لینا۔ ورنہ حجر اسود کے سامنے ہوتے ہوۓ تکبیر و تہلیل پڑھ لینا۔ کیونکہ استلام سنت ہے جبکہ

مسلمان کو تکلیف پہنچانے سے بچنا واجب ہے۔

حجر اسود کے بوسے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جب حج یا عمرہ کے لئے) مکہ تشریف لائے تو حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دیا پھر (طواف کے لئے) داہنے ہاتھ کی طرف چلے، چنانچہ تین مرتبہ تو بازو ہلا کر اور جلدی جلدی چلے (جس طرح پہلوان چلتے ہیں) اور چار مرتبہ اپنی معمولی رفتار سے چلے۔ (مسلم)

حضرت زبیر ابن عربی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کو بوسہ دینے کے سلسلہ میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہاتھ لگاتے اور چومتے تھے۔ (بخاری)

استلام رکن یمانی کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کے صرف دو رکن کا استلام کرتے دیکھا ہے جو یمن کی سمت ہیں۔ (بخاری مسلم)

کعبہ مقدسہ کے چار رکن یعنی چار کونے ہیں، ایک رکن تو وہ ہے جس میں حجر اسود نصب ہے، دوسرا اس کے سامنے ہے اور حقیقت میں یمانی اسی رکن کا نام ہے، مگر اس طرف کے دونوں ہی رکن کو تغلیبا رکن یمانی ہی کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ دو رکن اور ہیں جن میں سے ایک تو رکن عراقی ہے اور دوسرا رکن شامی مگر ان دونوں کو رکن شامی ہی کہتے ہیں۔

جن میں رکن حجر اسود ہے اس کو دوہری فضیلت حاصل ہے، ایک فضیلت تو اسے اس لئے حاصل ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے، اور دوسری فضیلت یوں حاصل ہے کہ اس میں حجر اسود ہے، جب کہ رکن یمانی کو صرف یہی ایک فضیلت حاصل ہے کہ اسے حضرت ابراہیم نے بنایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ان دونوں رکن کو رکن شامی و عراقی پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ اسی لئے استلام انہیں دونوں رکن کے ساتھ مختص ہے۔

استلام کے معنی ہیں لمس کرنا یعنی چھونا یہ چھونا خواہ ہاتھ وغیرہ کے ذریعہ ہو یا بوسہ کے ساتھ اور یا دونوں کے ساتھ لہٰذا جب یہ لفظ رکن اسود کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس سے حجر اسود کو چومنا مقصود ہے اور جب رکن یمانی کی نسبت استعمال ہوتا ہے تو اس سے رکن یمانی کو صرف چھونا مراد ہوتا ہے۔

چونکہ رکن اسود، رکن یمانی سے افضل ہے اس لئے اس کو بوسہ دیتے ہیں یا ہاتھ وغیرہ لگا کر یا کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کر کے چومتے ہیں، اور رکن یمانی کو صرف چوما جاتا ہے اس کو بوسہ نہیں دیا جاتا، بقیہ دونوں رکن یعنی شامی اور عراقی کو نہ بوسہ دیتے ہیں اور نہ ہاتھ لگاتے ہیں، چنانچہ مسئلہ یہی ہے کہ حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی اور پتھر وغیرہ کو نہ چومنا چاہئے اور نہ ہاتھ لگانا چاہئے۔

حجر اسود کے بوسے سے متعلق شعائر اللہ کی تعظیم کا بیان

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دے کر کہا:

میں خوب جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

(اور ایک روایت میں ہے کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ کام ہے جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا ہے پس ہم نہیں چاہتے کہ اسے ترک کردیں۔ (البخاری، 1520 :، 1528، ومسلم 1270 :، وأبوداود 1873 :، والنسائی 2938 :، وابن ماجہ :2943، ومالک فی الموطأ 818 :، وأحمد بن حنبل 99 :، والبزار فی المسند، 1391 :، وابن حبان:.2711)

صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم ہمیشہ ہر کام اتباع رسول میں کیا کرتے تھے۔ اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا "(اے پتھر!) اگر تجھے حضور نے نہ چوما ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا "اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ بیشک وہ پتھر جنت سے آیا تھا۔ حرم کعبہ میں نصب تھا اور بہت فضیلت رکھتا تھا لیکن سیّدنا فاروق اعظم اُس پتھر کو اس کی فضیلت کی وجہ سے نہیں بلکہ حضور اکرم کے لب مبارک لگ جانے کی وجہ سے چوم رہے تھے۔ شاعر نے شاید اسی کیفیت کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا۔

مجھے کیا خبر تھی رکوع کی، مجھے ہوش کب تھی سجود کی تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی؛ جو میں جھک رہا تھا نماز میں

قرآن کو ادب سے چومنے پر علماء مصر کا فتویٰ

قرآن کریم کو چومنا، تکریم اور احترام ہے یہ اللہ رب العزت کی نشانیوں کی تعظیم ہے۔ قرآن کریم کو چومنے سے منع کرنے کا کوئی حکم نہیں آیا چنانچہ یہ مباح ہے۔ اگر چومنے سے مقصود تعظیم و تکریم ہو تو یہ سنت ہے۔

شریعت میں جنہیں چومنے یا جن کو بوسہ دینے کا ذکر آیا ہے ان میں حجر اسود کو بوسہ دینا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چوما اور یہ سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیوں چوما؟ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایسا شخصیتوں اور سرداروں کے ہاتھ چومنے سے مشابہت کے طور پر کیا گیا اور حجر اسود جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ زمین پر اللہ رب العزت کا عہد ہے جس کے ذریعہ اُس کے بندے اُس سے مصافحہ کرتے ہیں چنانچہ اُسے چومنا اللہ رب العزت کی عظمت اور اس کے جلال کو تسلیم کرنا ہے یا اُس کی اطاعت کا اور اُس کے (احکام) کی پابندی کرنے کا اُس کے ساتھ عہد ہے جیسا کہ لوگوں کے درمیان خرید فروخت، تعلق و دوستی اور باہمی معاہدہ کے لئے ہوتا ہے۔ یا اسے چومنا کعبہ شریف کے احجار کے بقیہ حصوں کی تعظیم و تکریم ہے۔ جس کی تعمیر ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایسے بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں جن میں انہوں نے عزت و تکریم اور احترام کے طور پر ایک دوسرے کو چوما اور بوسہ دیا ہے۔

انہیں واقعات میں سے یہ ہیں۔

۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔نے (حضرت) جعفر بن ابی طالب کی حبشہ سے واپسی پر اُن کا خیر مقدم کیا انہیں گلے لگایا اور اُن کی دونوں آنکھوں کے درمیانی حصہ کو چوما۔

۲۔(حضرت) زید بن حارثہ جب (اُم المومنین) حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔اُٹھ کر کپڑا کھینچتے ہوئے اُن کی طرف تشریف لے گئے۔آپ ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔نے انہیں گلے لگایا اور انہیں بوسہ دیا۔

۳۔جب غازی (مجاہدین) مؤتہ سے واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو بوسہ دیا۔

۴۔جب اللہ رب العزت نے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کی توبہ قبول فرمائی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو بوسہ دیا۔

۵۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس کے وفد کو اپنے دست مبارک بلکہ قدم مبارک کا بوسہ لینے کی اجازت دی۔

۶۔(حضرت) اسید بن حضیر کو بوسہ لینے کی اجازت دی جب کہ انہوں نے لکڑی کی ضرب کا قصاص لینے کے لئے جسم مبارک کو کھولنے کا مطالبہ کیا۔اور یہ بوسہ لینا برکت کے طور پر تھا۔

۷۔دو یہودی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نو کھلی ہوئی نشانیوں کے بارے یں دریافت کیا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو یہ ۹ نشانیاں بتادیں تو اُن دونوں نے پیارے آقا تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور قدمین شریفین کو بوسہ دیا اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۸۔جب (حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ملک شام تشریف لائے تو (حضرت) ابوعبیدہ نے اُن کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ایک روایت میں آیا ہے کہ (حضرت) اباعبیدہ نے آپ کے ہاتھوں کو چومنے کا یا بوسہ دینے کا ارادہ کیا تو (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے ہاتھ کھینچ لیئے۔سو (حضرت) ابوعبیدہ نے آپ (رضی اللہ عنہ) کے قدموں کا بوسہ لیا۔

۹۔(حضرت) زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) نے علماء کرام کے احترام کے طور پر (حضرت) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھوں کا اُس وقت بوسہ لیا جب کہ وہ سواری پر سوار ہو رہے تھے۔

چنانچہ (حضرت) زید (رضی اللہ عنہ) نے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے طور پر اُن کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔

۱۰۔جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ (حضرت) سلمہ بن الاکواع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پر بیعت کی ہے تو انہوں نے (حضرت) سلمہ بن الاکوع کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔

قرآن شریف کو چومنا یا اُس کا بوسہ لینا انہیں سابقہ مفہوم کے ضمن میں آتا ہے۔اور وہ ہے عزت وتکریم، تعظیم وتوقیر، اجلال و احترام، اطاعت وتقویٰ کا عہد اور یہ شعائر اللہ کی عظیم میں سے ہے۔سورہ حج کی آیت نمبر ۳۲ میں اللہ کا ارشاد ہے کہ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

اور جو کوئی اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بے شک یہ دلوں کی پرہیزگاری سے۔اور یہ اللہ رب العزت کی نعمت کے شکر میں سے ہے۔سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر ۷ میں ہے :

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔

اور اُس وقت تمہارے پروردگار نے تم کو خبردار کیا کہ اگر تم میری شکر گزاری کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

اللہ رب العزت کی نعمتیں بے شمار ہیں جنہیں گننا ممکن نہیں۔ان نعمتوں پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا ہم پر واجب ہے۔شکر گزاری سے اِن میں اضافہ ہوتا ہے۔یا کم سے کم اللہ انہیں محفوظ رکھتا ہے اور ان میں برکت دیتا ہے۔کفرانِ نعمت سے یہ ضائع ہونے اور ان سے لطف واندوز ہونے سے انسان محروم ہو جاتا ہے۔قرآن کریم کو چومنے اور اُس کا بوسہ لینے سے منع کرنے کا کوئی حکم وارد نہیں ہوا چنانچہ یہ مباح ہے اور اگر اس سے قرآن کریم کی تعظیم وتوقیر مقصود ہو تو یہ مباح ہے۔

(ڈاکٹر یاسر عبد العظیم،فتاویٰ دار الفتاء المصریہ الموضوع (۶۳)،المفتی:فضیلۃ الشیخ مطبوعہ،صفر مئی ۱۹۹۷ء)

آثار وتبرکات کی شرعی حیثیت کا بیان

قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق آثار وتبرکات کا ادب اور ان کی تعظیم کرنا ضروری ہے۔ان کے ادب کے سبب اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید جبکہ ان کی بے ادبی کرنے سے ایمان خارج ہونے کا خدشہ ہے۔جبکہ بعض دفعہ ان کی بے ادبی کے سبب انسان مسلمان نہیں رہتا۔

قرآن کے مطابق آثار وتبرکات کی تعظیم کا حکم

(۱) بیشک سب میں پہلا گھر کہ لوگوں کے لئے مقرر فرمایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر۔(البقرہ،۹۷)

امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہم ہے یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرت الٰہیہ ومعجزہ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کر دی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا پھر اسے حق سبحنہ نے مدتہا مدت باقی رکھا تو یہ اقسام اقسام کے عجیب وغریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے۔(مفاتیح الغیب،ج ۸،ص ۱۵۵،عامریہ مصر)

(۲) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔(البقرہ۔۲۴۸)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی

طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

صدرالا فاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک زراندود صندوق تھا جس کا طول تین ہاتھ کا اور عرض دو ہاتھ کا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں ان کے مساکن و مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضور کی دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک یاقوت سرخ میں تھی کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور گرد آپ کے آپ کے اصحاب حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا یہ صندوق وراثتاً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی، چنانچہ اس تابوت میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کی عصا اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا آیا جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بدعملی بہت بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث ہے تو انہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اور اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لئے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا بنی اسرائیل یہ دیکھ کر اس کی بادشاہی کے مقر ہوئے اور بے درنگ جہاد کے لئے آمادہ ہو گئے کیونکہ تابوت پا کر انہیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار جوان منتخب کئے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے۔ (جلالین و جمل و خازن و مدارک وغیرہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز و احترام لازم ہے ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی اور حاجتیں روا ہوتی ہیں اور تبرکات کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے فائدہ تابوت میں انبیاء کی جو تصویریں تھیں وہ کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں اللہ کی طرف سے آئی تھیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، البقرہ ۲۴۸)

تابوت سکینہ اور جنگ طالوت و جالوت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ نبی علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ طالوت کی بادشاہت کی پہلی علامت برکت یہ ہے کہ کھویا ہوا تابوت سکینہ انہیں پھر مل جائے گا، جس میں وقار و عزت دلجمعی اور جلالت رافت و رحمت ہے جس میں اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں تم بخوبی جانتے ہو، بعض کا قول ہے کہ سکینہ ایک سونے کا طشت تھا جس میں انبیاء کے دل دھوئے جاتے تھے جو حضرت موسیٰ کو ملا تھا اور جس

میں آپ نے توراۃ کی تختیاں رکھی تھیں، کسی نے کہا ہے اس کا منہ بھی تھا جیسے انسان کا منہ ہوتا ہے اور روح بھی تھی، ہاتھ بھی تھا، دوسر تھے، دو پر تھے اور دم بھی تھی، وہب کہتے ہیں مردہ بلی کا سر تھا جب وہ تابوت میں بولتا تو انہیں نصرت کا یقین ہو جاتا اور لڑائی فتح ہو جاتی، یہ قول بھی ہے کہ یہ ایک روح تھی اللہ کی طرف سے جب کبھی بنی اسرائیل میں کوئی اختلاف پڑتا یا کسی بات کی اطلاع نہ ہوتی تو وہ کہہ دیا کرتی تھی۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے ورثے کے باقی حصے سے مراد لکڑی اور توراۃ کی تختیاں اون اور کچھ ان کے کپڑے اور جوتی ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمان وزمین کے درمیان اس تابوت کو اٹھائے ہوئے سب لوگوں کے سامنے لائے اور حضرت طالوت بادشاہ کے سامنے لا رکھا، اس تابوت کو ان کے ہاں دیکھ کر انہیں نبی کی نبوت اور طالوت کی بادشاہت کا یقین ہو گیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ گائے کے اوپر لایا گیا، بعض کہتے ہیں کہ کفار نے جب یہودیوں پر غلبہ پایا تو تابوت سکینہ کو ان سے چھین لیا اور اریحا میں لے گئے اور اپنے بڑے بت کے نیچے رکھ دیا جب اللہ کو اسے واپس بنی اسرائیل تک پہنچانا تھا، تب وہ کفار صبح کو جب بت خانے میں گئے تو دیکھا بت نیچے ہے اور تابوت اوپر ہے،

انہوں نے پھر بت کو اوپر کر دیا لیکن دوسری صبح دیکھا کہ پھر وہی معاملہ ہے انہوں نے پھر بت کو اوپر کر دیا، صبح جو گئے تو دیکھا بت ایک طرف ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے، تو یقین ہو گیا کہ یہ قدرت کے کرشمے ہیں چنانچہ انہوں نے تابوت کو یہاں سے لے جا کر کسی اور چھوٹی سی بستی میں رکھ دیا، وہاں ایک وبائی بیماری پھیلی، آخر بنی اسرائیل کی ایک عورت نے جو وہاں قید تھی، اس نے کہا کہ اسے واپس بنی اسرائیل پہنچا دو تو تمہیں اس سے نجات ملے گی، ان لوگوں نے دو گائیوں پر تابوت کو رکھ کر بنی اسرائیل کے شہر کی طرف بھیج دیا، شہر کے قریب پہنچ کر گائیں تو رسیاں تڑوا کر بھاگ گئیں اور تابوت وہیں رہا جسے بنی اسرائیل لے آئے، بعض کہتے ہیں دونو جوان اسے پہنچا گئے واللہ اعلم، (لیکن الفاظ قرآن میں یہ موجود ہیں کہ اسے فرشتے اٹھا لائیں گے (مترجم) یہ بھی کہا گیا کہ ہے کہ فلسطین کی بستیوں میں سے ایک بستی میں تھا جس کا نام ازدوہ تھا۔ پھر فرماتا ہے میری نبوت کی دلیل اور طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ بھی ہے کہ تابوت فرشتے پہنچا جائیں گے، اگر تمہیں اللہ عزوجل اور قیامت پر ایمان ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ، ۲۴۸)

احادیث کے مطابق آثار وتبرکات کی تعظیم کا حکم

(۱) امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ سب بال انھیں عطا فرما دئے پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو دئے کہ انھیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔

(صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۲۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعل مقدس ہے۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے انھوں نے ایک اُونی جبہ کسروانی ساخت نکالا، اس کی پلیٹ ریشمیں تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ ہے ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھودھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا چاہتے ہیں۔ (صحیح مسلم، ج۲، ص۱۹۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴) حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب سے ہے۔ میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا۔
(صحیح بخاری، ج۲، ص۸۷۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اہل سنت و جماعت کی دیگر عمومی تصانیف میں کثیر دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمہ سے ہوجائے وہ چیز برکت والی ہے اور اس کی تعظیم کی جائے گی۔

منکرین آثار و تبرکات کے دھوکے وفریب

مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں کہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ حضرت سیدہ کا وصال ہو گیا اپنے اسی جھوٹے اعتقاد کے مطابق وہ حضرت سیدہ کو مظلومہ اور شہیدہ بھی کہہ رہا تھا یہ حقیقت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تبرا ہے صرف اسی ایک موقعہ پر نہیں بلکہ میں نے بارہا ایرانی رافضیوں کے منہ سے یہ تبرا سنا ہے۔

یہ ہے بخدی حکومت کی حق پرستی کہ رافضی علانیہ مسلسل تبرا بکیں تو ان سے کوئی پرشش نہیں لیکن اگر کوئی سُنی وارفتہ شوق ہو کر جالیوں کو بوسہ دیدے یا منبر اقدس کو بوسہ دیدے تو اسے جھڑکتے بھی ہیں دھکے بھی دیتے ہیں اور مار بھی دیتے ہیں۔ میں نے حرمین طیبین جا کر یہ محسوس کیا کہ وہاں م آثر و مزارات کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کے سوا اور کوئی چیز جرم نہیں۔ داڑھی منڈاؤ، فلم دیکھو، گھروں میں ٹیلی ویژن لگاؤ، اس پر عریاں فحش مخرب اخلاق سین دیکھو، گانے سنو تصویریں کھنچواؤ، تصویریں بیچو، خریدو کوئی چیز جرم نہیں۔ میں نے معلمین کے آفسوں میں دیکھا کہ ٹیلی ویژن لگے ہوئے ہیں دن رات فلمیں چلتی رہتی ہیں۔ بازاروں میں علانیہ مصر کی مشہور مغنیہ ام کلثوم اور دنیا کے مشہور گانے والے گانے والیوں کے پاکستانی فلمی گانوں کے کیسٹ بکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ میں مجدی حکومت کے طرفداروں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ سب چیزیں جائز ہیں؟ قرآن مجید کی جو بے حرمتی میں نے وہاں آنکھوں سے دیکھی وہ کسی چیز کی نہیں دیکھی۔ حجاج بہترین سے بہترین قرآن مجید خرید کر دونوں حرم میں رکھدیتے ہیں جب ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو بعد عشاء کوڑا پھینکنے والے ٹرکوں میں دروازوں کے باہر پڑے ہوئے طرح بھرتے ہیں جیسے کوڑا بھرا جاتا ہے، قرآن مجید کی جلدوں کو بوروں میں کس کر گھسیٹ کر لے جاتے ہیں اور اٹھا کر ٹرک میں پھینک دیتے ہیں پھر انھیں قرآن مجید پر ٹرک میں بیٹھتے ہیں اور لے جا کر کہیں پھینک آتے ہیں۔

حجاج میں بھی ایسے ایسے گنواروں کو دیکھا کہ قرآن مجید کا تکیہ لگائے ہوئے سو رہے ہیں مگر کسی مجدی سپاہی یا مطوئی کو توفیق نہیں ہوئی کہ ان گنواروں کو ٹوکتا۔ حجاج بیٹھے تلاوت کر رہے ہیں اور گنوار قرآن کی طرف پاؤں کر کے سو رہے ہیں۔ مگر انھیں کوئی تنبیہ

کرنے والا نہیں۔ میں نے کئی حاجیوں کو اس پر ٹوکا کچھ تو مان گئے کچھ جھگڑے پر آمادہ ہو گئے، غرض کہ نجدی حکومت میں یہ سب ناگوار باتیں ہوتی ہیں مگر نجدیوں کے وظیفہ خوار اس پر چوں تک نہیں کرتے، ہم آثر و مزارات کے ہاتھ لگانے و بوسہ دینے پر نجدیوں کے بیجا تشدد کا خطبہ البتہ رات دن پڑھتے رہتے ہیں۔ بہر حال ایرانیوں کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں حتیٰ کہ انہیں تبرا بکنے کی بھی اجازت ہے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے جالیوں میں دیکھنا شروع کیا کہ حظیرۂ اقدس جالیوں سے کتنے فاصلے پر ہے اور اس کی ساخت کیسی ہے کہ مجھے نجدی سپاہی نے شرک شرک حرام حرام کہہ کے دھکا دیدیا حالانکہ میں نے جالیوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اپنے اسلاف کی ہدایت کے مطابق اپنے ہاتھوں کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتا کہ ان مقدس جالیوں کو مس کریں۔ مجھے بہت ہی غصہ آیا، میں نے اس بدبخت سے کہا انتظر الی داخل الشباک شرک حرام تو اس درندے نے دونوں ہاتھوں سے میرے مونڈھوں کو پوری طاقت سے پکڑا اور اتنے زور سے دھکا دیا کہ اگر وہاں زرین کھڑے نہ ہوتے تو میں گر پڑتا۔ جی میں تو آیا کہ اس ظالم سے دو دو ہاتھ کرلوں اگرچہ جانتا تھا کہ میرا کیا حال ہوگا مگر سرکار اپنے چشمان مبارک سے دیکھ تو لیتے کہ کفار قریش کے جانشین ان کے غلاموں کے ساتھ ان کے دربار عالی جاہ میں ان کے روبرو کتنا ستم ڈھاتے ہیں اور پھر میں جھوم جھوم کر یہ عرض کرتا۔

بحرم عشق تو ام می کشند غوغائیت　تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

بوسہ لینے کے عمل میں عدم مفہوم شرک کا بیان

اہل عقل جہلاء کی اس دیدہ دلیری اور منافقت پر حیران ہیں کہ کیا کسی نبی علیہ السلام یا کسی ولی اللہ کے مزار کو بوسہ دینے سے شرک مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے؟ کیا جو مزارات انبیاء و اولیاء کو بوسہ دینا شرک سمجھتے ہیں تو وہ اس عمل میں اللہ کے ساتھ شریک ہونا کس طرح ثابت کرتے ہیں۔ کیا وہ قیامت تک اپنا یہ دعویٰ ثابت کر سکتے ہیں کہ بوسہ دینا شرک ہے؟۔ اگر وہ یہ عمل شرک کہتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا جسم ثابت کریں گے پھر وہ وصال ثابت کریں گے پھر اس کی قبر ثابت کریں گے اور پھر جاکیں شرک ثابت ہوگا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ جسم، وصال، قبر اور بوسہ کے اہل ہونے سے پاک ہے۔ اس کی شان تو "لیس کمثلہ شیء" اس کی مثل تو کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ اصل میں یہ لوگ منافق ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمہ سے بغض وعداوت رکھتے ہیں۔ اور ان کا دعویٰ قرآن وسنت کا اسی طرح جنونی دعویٰ جس طرح زمانہ خلافت راشدہ میں خوارج کا دعویٰ تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو انبیاء کرام و اولیاء کرام کے دشمنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

اگر حجر اسود کو صرف چھونا ممکن ہو تو بھی اسے چھولے

اور اگر حجر اسود کو اس طرح کی چیز سے مس کرنا ممکن ہو جو اس کے ہاتھ میں ہو جس طرح عرجون وغیرہ ہے۔ تو وہ پھر اسے بوسہ دے تو بھی ویسا ہی کرے۔ کیونکہ روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی سواری پر طواف کیا اور اپنی چھڑی سے ارکان کا استلام کیا۔ اور ان میں سے کوئی صورت بھی ممکن نہ ہو تو پھر وہ استقبال کرے اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کہے اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے۔

حجر اسود کی اہمیت و فضلیت میں احادیث کا بیان

(۱) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: بلاشبہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نور اور روشنی کو ختم کر دیا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس روشنی کو ختم نہ کرتا تو مشرق و مغرب کا درمیانی حصہ روشن ہو جاتا۔ (سنن ترمذی حدیث نمبر (804)

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حجر اسود جنت سے نازل ہوا)۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (877) سنن نسائی حدیث نمبر (2935) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حجر اسود جنت سے آیا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا اور اسے بنو آدم کے گناہوں نے سیاہ کر دیا ہے)۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (877) مسند احمد حدیث نمبر (2792) اور ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ (4 / 219) میں اسے صحیح قرار دیا ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری (3 / 462) میں اس کی تقویت بیان کی ہے۔

صاحب مرقات لکھتے ہیں کہ بنی آدم کے چھونے کی بناء پر ان کے گناہوں کے سبب سے سیاہ ہو گیا، اور ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حقیقت پر محمول کیا جائے، جبکہ اس میں نہ تو عقل اور نہ ہی نقل مانع ہے۔ (تحفۃ الاحوذی (3 / 525)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے: اوپر گزری ہوئی حدیث پر بعض ملحدین نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشرکوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کیسے کر دیا اور مؤحدین کی اطاعات نے اسے سفید کیوں نہیں کیا؟ جواب میں وہ کہا جاتا ہے جو ابن قتیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس طرح ہو جاتا، اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ سیاہ رنگا ہو جاتا ہے اور اس کے عکس نہیں ہو سکتا۔

علامہ محب الطبری کا کہنا ہے کہ سیاہ رنگ میں اہل بصیرت کے لیے عبرت ہے وہ اس طرح کہ اگر گناہ سخت قسم کے پتھر پر اثر انداز ہو کر اسے سیاہ کر سکتے ہیں تو دل پر ان کا اثر ہونا زیادہ سخت اور شدید ہوگا۔ فتح الباری (3 / 463)

(۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا: اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اسے قیامت کو لائے گا تو اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے اور زبان ہوگی جس سے بولے اور ہر اس شخص کی گواہی دے گا جس نے اس کا حقیقی استلام کیا۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (961) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2944) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (3 / 462) میں اس کی تقویت بیان کی ہے۔ یہ ایسا کام ہے جو طواف کے ابتدا میں ہی کیا جاتا ہے چاہے وہ طواف حج میں ہو یا عمرہ میں یا پھر نفلی طواف کیا جا رہا ہو۔

(۵) جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حجر اسود کا استلام کیا اور پھر اس کے دائیں جانب چل پڑے اور تین چکروں میں رمل کیا اور باقی چار میں آرام سے چلے۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر(1218)

(٦) حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اسے بوسہ دے کر کہنے لگے: مجھے یہ علم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو نفع دے سکتا اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتا ہے، اگر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے نہ چومتا۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (1250) صحیح مسلم حدیث نمبر (1720)

(٧) ا- نافع رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجر اسود کا استلام کیا اور پھر اپنے ہاتھ کو چوما، اور فرمانے لگے میں نے جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کرتے ہوئے دیکھا ہے میں نے اسے نہیں چھوڑا۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر (1268)

(٨) ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور حجر اسود کا چھڑی کے ساتھ استلام کر کے چھڑی کو چومتے تھے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر (1275)

(٩) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر طواف کیا تو جب بھی حجر اسود کے پاس آتے تو اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (4987)

(١٠) ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔ سنن ترمذی حدیث نمبر (959) امام ترمذی نے اسے حسن اور امام حاکم نے (1 / 664) صحیح قرار دیا اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

بَابُ اسْتِلَامِ الْأَرْكَانِ

باب: ارکان کا استلام کرنا

1874 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کے صرف دو یمانی ارکان کا مسح کرتے دیکھا ہے۔

رکن یمانی کی فضیلت کا بیان

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ ابن ہشام، عطاء بن ابی رباح سے رکن یمانی کے بارے میں پوچھا جبکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو فرمانے لگے مجھ سے ابوہریرہ نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکن یمانی پر

1874- اسناده صحيح. ابو الوليد: هو هشام بن عبد الملك الطيالسي، والليث: هو ابن سعد، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري، وسالم: هو ابن عبد الله بن عمر. واخرجه البخاري (1609)، ومسلم (1267)، والنسائي في "الكبرى" (3915) من طريق الليث بن سعد، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (2946)، والنسائي (3919) من طريق يونس بن يزيد، عن ابن شهاب، به. وهو في "مسند احمد" (6017)، و"صحيح ابن حبان" (3827).

ستر فرشتے مقرر ہیں جو بھی یہاں "اللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ! پڑھے تو فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جب عطاء حجر اسود پر پہنچے تو ابن ہشام نے کہا اے ابو محمد آپ کو اس رکن اسود کے بارے میں کیا معلوم ہوا؟ عطا نے فرمایا کہ ابو ہریرہ نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو حجر اسود کو چھوئے گویا وہ اللہ کا ہاتھ چھو رہا ہے۔ تو ابن ہشام نے عرض کیا اے ابو محمد طواف کے متعلق بھی فرمائیے۔ عطاء فرمانے لگے کہ ابو ہریرہ نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے اور اس دوران کوئی گفتگو نہ کرے صرف "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ! پڑھتا رہے اس کی دس خطائیں مٹا دی جائیں گی اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس طواف کی بدولت اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے اور جس نے طواف کیا اور طواف کرتے ہوئے باتیں بھی کیں تو وہ اپنے دونوں پاؤں کے ساتھ رحمت میں گھسا جیسے پانی میں آدمی کے پاؤں ڈوب جاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ)

استلام حجر اسود اور طواف کی فضیلت کا بیان

حضرت عبید بن عمیر تابعی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں رکن یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کو ہاتھ لگانے میں لوگوں پر جس طرح سبقت حاصل کرتے تھے اس طرح میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی صحابی کو ان دونوں رکن میں سے کسی پر سبقت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کروں تو مجھے مت روکو، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان دونوں رکن کو ہاتھ لگانا گناہوں کے لئے کفارہ ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرے اور اس کی محافظت کرے (یعنی طواف کے واجبات وسنن اور آداب بجالائے تو اس کا ثواب غلام آزاد کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔ نیز میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ (طواف کرتے وقت) جب بھی کوئی قدم رکھتا ہے اور پھر اسے اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قدم رکھنے کے عوض تو اس کا گناہ ختم کرتا ہے اور قدم اٹھانے کے عوض اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے (یعنی طواف کرنے والے کا جب قدم رکھا جاتا ہے تو اس سے گناہ دور کر دیا جاتا ہے اور جب قدم اٹھتا ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس طرح پورے طواف میں اس کے گناہ ختم ہوتے رہتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے)۔ (ترمذی)

سبقت حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حجر اسود اور رکن یمانی کے استلام کے لئے لوگوں کے ہجوم کو چیر پھاڑ کر آگے بڑھتے اور ان دونوں رکن کو ہاتھ لگاتے، لیکن ان کی یہ سبقت اس طرح ہوتی تھی کہ لوگوں کو کوئی ایذاء نہیں پہنچتی تھی، چنانچہ اگر کوئی شخص استلام کے لئے لوگوں کو دھکیلتا، گراتا ان دونوں رکن تک پہنچے اور لوگ اس کی وجہ سے ایذاء محسوس کریں تو وہ گنہگار ہوگا، لہٰذا ہجوم کی سورت میں ہاتھ کے ذریعہ دور سے اشارہ کر لینے ہی پر اکتفا کر لینا چاہئے۔

سات مرتبہ طواف کرے میں تین احتمال ہیں ایک تو یہ کہ سات شوط کرے یعنی خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے اور یہ معلوم ہی ہے کہ سات شوط (چکر) کا ایک طواف ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ سات طواف کرے اور تیسرے یہ کہ سات روز تک طواف

کرے۔

رکن یمانی کے استلام کا فقہی مفہوم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رکن یمانی پر دو فرشتے ہیں جو وہاں سے گذرنے والے کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور حجر اسود پر تو بے شمار فرشتے ہوتے ہیں۔ (ارزقی، ج ۲،ص ۳۶۱، باب فضل حجر اسود)

رکن یمانی کا استلام مستحبات طواف میں سے ہے۔ بغیر بوسہ دینے اور پیشانی لگانے کے رکن یمانی کا استلام کرنا (یعنی ہاتھ سے مس کرنا) ہر جگہ میں ایسا کرنا مستحب ہے۔ اور استلام سے مراد یہاں یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے یا صرف دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے رکن یمانی کو مس کرے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے مس نہ کرے اس کو بوسہ بھی نہ دے اور نہ اس پر سجدہ کرے یہ ظاہر الروایۃ ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور جب ہجوم کی وجہ سے اس کو مس کرنے سے عاجز نہ ہو تو اشارہ سے اس کا استلام کرنا اس کا قائم مقام نہیں ہے۔ ہجوم نہ ہونے کی صورت میں اور جبکہ وہ مس کرنے سے عاجز نہ ہو اشارہ سے استلام کرنا بدرجہ اولٰی غیر معتبر ہے پس بعض جاہل و متکبر لوگ جو ایسا کرتے ہیں ان کے فعل سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔

رکن یمانی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرنا (مکروہ ہے) لیکن امام محمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کسی اور جگہ استلام کرنا مکروہ ہے، پس دوسرے رکن یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کا استلام اور ان کی طرف اشارہ کرنا مشروع نہیں ہے بلکہ باتفاق ائمہ اربعہ دونوں امر بدعت مکروہہ ہیں اور یہ کراہت تنزیہی ہے۔ اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رکن حجر اسود اور رکن یمانی کی طرف اشارہ بھی عجز و ہجوم کے بغیر غیر معتبر ہے یعنی عجز و ہجوم کے وقت حجر اسود کی طرف اشارہ سے استلام کرنا بالاتفاق جائز بلکہ سنت ہے اور رکن یمانی کی طرف امام محمد کی روایت کے مطابق جائز ہے۔ (عمدۃ الفقہ، ج ۶،ص ۱۸۶) (شرح الوقایہ)

رکن یمانی میں فقہاء احناف کے اختلاف کا بیان

علامہ علی بن سلطان حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لفظ ''یمانی'' یا کی تخفیف ے ساتھ ہے کیونکہ اس کی نسبت یمن کی طرف ہے اور ایک یائے نسبت کا الف سے بدل دیا۔ کیونکہ اگر اس کو مشدد پڑھا جائے تو اس مبدل منہ اور بدل کے درمیان جمع کرنا لازم آئے گا۔

علامہ کرمانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مستحسن یہ ہے کہ رکن یمانی کا بوسہ نہ لیا جائے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: کہ میں ان دو رکنوں کے استلام کو نہیں چھوڑا ہے اور وہ رکن یمانی اور حجر اسود ہے۔ کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا استلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس میں اسی طرح کرنا سنت ہے جس طرح حجر اسود میں سنت ہے۔ اسی طرح شارح بخاری نے ذکر کیا ہے۔ جبکہ صاحب مواہب نے کہا ہے ظاہر الروایت کے مطابق امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مستحسن ہے اور صاحبین نے نزدیک سنت ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رکن یمانی کا بوسہ لیا کرتے تھے۔ اور اس پر اپنا ہاتھ مبارک رکھتے۔ اس امام دارقطنی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب رکن یمانی کا استلام کیا تو بوسہ لیا۔ اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔

مذاہب اربعہ کے نزدیک رکن عراقی اور شامی کا استلام نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ امام ترمذی کے سوا ایک جماعت نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ میں سوائے رکن یمانین کے مس کرتے نہیں دیکھا اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے صرف حجر اور رکن یمانی کا استلام کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن یمانین کے سوا استلام کرتے نہیں دیکھا۔ جبکہ رکن عراقی و شامی یہ حقیقت میں رکن نہیں ہیں۔ اور وہ دونوں بیت اللہ کے درمیان میں ہیں۔ کیونکہ بطور اتفاق حطیم کا بعض بیت اللہ سے ہے۔ (شرح الوقایہ، ۲، ص ۲۷۵، بیروت)

1875 حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ أُخْبِرَ بِقَوْلِ، عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، إِنَّ الْحِجْرَ بَعْضُهُ مِنَ الْبَيْتِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَظُنُّ عَائِشَةَ إِنْ كَانَتْ سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَظُنُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَتْرُكِ اسْتِلَامَهُمَا إِلَّا أَنَّهُمَا لَيْسَا عَلَى قَوَاعِدِ الْبَيْتِ وَلَا طَافَ النَّاسُ وَرَاءَ الْحِجْرِ إِلَّا لِذَلِكَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہیں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے بارے میں بتایا گیا کہ حطیم کا کچھ حصہ ’بیت اللہ کا حصہ ہے‘ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی اکرم ﷺ سے سنی ہوگی اور اگر ایسا ہے‘ تو میرا گمان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسی وجہ سے ان دو ارکان کا استلام ترک کیا ہوگا کیونکہ وہ بیت اللہ کی بنیادوں پر نہیں ہے اور لوگ اسی وجہ سے حطیم سے باہر رہ کر طواف کرتے ہیں۔

1876 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَعُ أَنْ يَسْتَلِمَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ وَالْحَجَرَ فِي كُلِّ طَوْفَةٍ. قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ طواف کے کسی چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کے استلام کو ترک نہیں کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

حطیم کے باہر سے طواف کرنے کا بیان

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حطیم کے متعلق دریافت کیا فرمایا یہ بیت

اللہ کا حصہ ہے میں نے عرض کیا پھر لوگوں نے اسے بیت اللہ میں داخل کیوں نہ کیا فرمایا ان کے پاس (حلال مال میں سے) خرچہ نہ تھا میں نے عرض کیا کہ پھر بیت اللہ کا دروازہ اتنا اونچا کیوں رکھا کہ سیڑھی کے بغیر چڑھا نہیں جاسکتا۔ فرمایا یہ بھی تمہاری قوم نے اسی لئے کیا تا کہ جسے چاہیں اندر جانے دیں اور چاہیں اندر جانے سے روک دیں اور اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر قریب نہ ہوتا (یعنی نومسلم نہ ہوتی) اور یہ ڈر نہ ہوتا کہ ان کے دل دور نہ ہو جائیں تو میں اس بات پر غور کرتا کہ کیا میں تبدیلی لاؤں اس میں پھر میں جو کمی ہے وہ پوری کروں اور اس کا دروازہ زمین پر کر دیتا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الحج)

حجر کے باہر سے طواف شروع کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اور اگر اس نے صرف حجر کے طواف کو لوٹایا تو بھی کافی ہے۔ کیونکہ وہ چھوڑے ہوئے کو مکمل کرے۔ اور حجر کا طواف یہ ہے۔ کہ وہ حجر کے باہر سے دائیں طرف سے ابتداء کرے حتیٰ کہ آخر تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد حجر میں کشادگی سے داخل ہو کر دوسری جانب نکلے۔ ایسے ہی سات مرتبہ کرے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دیوار کے ساتھ حطیم کے گرد خاص طواف کرے۔ کیونکہ دیوار حطیم میں داخل نہیں ہے۔

فقہاء شوافع میں سے علامہ نووی نے شرح مہذب میں اسی طرح لکھا ہے۔ اور فقہاء حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہ حنبلی نے مغنی میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اس کا طواف دیوار کے باہر سے ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا۔ جبکہ فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح کیا ہے لیکن آپ ﷺ کا عمل اس کی رکنیت پر دلالت کرنے والا نہیں ہے۔

(البنائیہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۲۶۴، حقانیہ ملتان)

بَابُ الطَّوَافِ الْوَاجِبِ

باب: واجب طواف

1877 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا تھا اور آپ ﷺ نے اپنی چھڑی کے ذریعے استلام کیا تھا۔

1878 حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي ثَوْرٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: لَمَّا اطْمَاَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ طَافَ عَلٰى بَعِيرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ

بِمِحْجَنٍ فِي يَدِهِ، قَالَتْ: وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ

❀❀ صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فتح مکہ کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان کی کیفیت حاصل ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہوکر طواف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں موجود چھڑی کے ذریعے حجر اسود کا استلام کیا۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہی تھی۔

1879 حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ مَعْرُوفٍ يَعْنِي ابْنَ خَرَّبُوذَ الْمَكِّيَّ، حَدَّثَنَا أَبُو الطُّفَيْلِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَلَى رَاحِلَتِهِ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنِهِ، ثُمَّ يُقَبِّلُهُ. زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَطَافَ سَبْعًا عَلَى رَاحِلَتِهِ

❀❀ حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوکر بیت اللہ کا طواف کررہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چھڑی کے ذریعے حجر اسود کا استلام کرتے تھے اور پھر اس چھڑی کو بوسہ دے دیتے تھے۔

محمد بن رافع نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا و مروہ کی طرف تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر ان کے سات چکر لگائے۔

1880 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوهُ فَإِنَّ النَّاسَ غَشُوهُ

❀❀ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی سواری پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کا طواف کیا تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (لوگوں سے نمایاں رہیں) تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا۔

1881 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ وَهُوَ يَشْتَكِي فَطَافَ عَلَى رَاحِلَتِهِ كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهِ أَنَاخَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا۔ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے قریب آتے تو اپنی چھڑی کے ذریعے اس کا استلام کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کرلیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور دو رکعت نماز ادا کی۔

1882 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: شَكَوْتُ

اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِّیْ اَشْتَکِیْ فَقَالَ: طُوْفِیْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاکِبَةٌ. قَالَتْ: فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَئِذٍ یُصَلِّیْ اِلٰی جَنْبِ الْبَیْتِ وَهُوَ یَقْرَاُ بِالطُّوْرِ وَکِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ

سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں سے پیچھے سوار ہو کر طواف کرلو۔ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے طواف شروع کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خانہ کعبہ کے ایک پہلو میں نماز پڑھا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔

طواف قدوم کے فقہی احکام کا بیان

صاحب قدوری نے کہا ہے کہ یہی طواف قدوم کا طواف ہے۔ اور اس کو تحیہ کا طواف بھی کہتے ہیں اور وہ سنت ہے واجب نہیں ہے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ واجب ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بیت اللہ میں آئے اسے چاہیے کہ وہ طواف کرے۔ (مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد)

جبکہ ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ نے طواف کا مطلقاً حکم دیا ہے اور جو امر مطلق ہو وہ تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا ہے۔ جبکہ طواف زیارت بہ اجماع متعین ہو چکا ہے۔ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کی پیش کردہ حدیث میں جس طواف کا ذکر ہے وہ اس کا نام طواف تحیہ ہے۔ اور اس کا تحیہ ہونا مستحب ہونے کی دلیل ہے۔ اور مکہ والوں پر طواف قدوم نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے حق میں قدوم معدوم ہے۔ (ہدایہ، کتاب الحج، لاہور)

طواف قدوم کے سنت وواجب ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک طواف قدوم جس کو طواف تحیہ بھی کہتے ہیں سنت ہے واجب نہیں ہے۔ اور حضرت امام شافعی وامام احمد علیہما الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ واجب ہے۔ اور اسی طرح حضرت ابوثور علیہ الرحمہ نے کہا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بیت اللہ میں آئے اس کو چاہیے کہ وہ طواف کرے۔ اور مطلق امر وجوب کے لئے آتا ہے لہٰذا جب طواف واجب ہوا تو ان کے نزدیک اس کے ترک کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔ اور حلیہ امام مالک علیہ الرحمہ کا قول بیان کیا گیا ہے کہ جس نے جلدی میں اس کو ترک کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اور جب نے ارادے سے ترک کیا اس پر دم واجب ہے اور یہ حدیث بہت غریب ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان: "وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ" اور جب امر مطلق ذکر کیا جائے تو وہ تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا۔ لہٰذا اس سے مراد ایک طواف ہوگا۔ لہٰذا طواف کا حکم متعین ہو گیا۔

علامہ ترازی نے کہا ہے کہ استدلال ضعیف ہے۔ کیونکہ جو نے کہا کہ میں نے تسلیم کرلیا کہ امر مطلق تکرار کا تقاضہ نہیں کرتا اور اس سے طواف زیارت مراد ہے۔ یعنی اللہ کے فرمان "" سے طواف زیارت مراد ہے۔ لیکن اس دلیل کو ہم تسلیم نہیں کرتے کیونکہ وہ

طواف سنت نہیں ہے بلکہ وہ تو دوسری دلیل سے واجب ہے۔اور دلیل کی وجہ سے ہم کہتے ہیں طواف صدر واجب ہے۔
اس کے جواب کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے اور دلیل حدیث ہے۔جس میں اس طواف کا نام طواف تحیہ رکھا گیا ہے اور اس سے مراد استحباب ہے۔کیونکہ لغت میں تحیہ عزت کے لئے بولا جاتا ہے۔جس کی ابتداء برکت کے طور پر ہوتی ہے۔لہذا اس کی دلالت وجوب پر نہ ہوگی۔(البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۸۱، حقانیہ ملتان)

طواف قدوم کرنے کا سنت طریقہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کے قریب اپنی سواری بٹھائی اور مسجد میں داخل ہوئے بیت اللہ میں آتے ہیں حجر اسود کو بوسہ دیا اور دائیں طرف چلتے ہوئے کعبے کے گرد سات چکر لگائے اور طواف مکمل فرمایا پہلے تین چکر میں رمل کیا یعنی آہستہ آہستہ دوڑے اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلے ہر چکر میں رکن یمانی کو ہاتھ سے چھوتے اور حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے لیکن شمال کی طرف دوارکان (بیت اللہ کے دونوں کونوں) کو ہاتھ نہ لگایا ہر چکر میں رکن یمانی اور حجر اسود کے درواں یہ دعا پڑھتے تھی

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورۃ البقرۃ 201)

"اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں ہر طرح کی بھلائیاں عنایت فرما اور آخرت میں بھی تمام تر خیرات وحسنات سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ" پھر آپ نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی، ان میں ایک فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ۔سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ سورۃ الاخلاص تلاوت فرمائی۔مقام ابراہیم کی طرف آتے ہوئے آپ بلند آواز سے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمارہے تھے: وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى (سورۃ البقرۃ 125)

طواف کے مختلف تحقیقی مفاہیم کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو چاہئے کہ اس کے قدیم (آزاد) گھر کا طواف کریں۔

حقیقت طواف اس قدر ہے۔نیت وغایت کا اختلاف حقیقت کی تغییر نہیں کرتا کہ نیت وغایت رکن شے نہیں۔آخر نہ دیکھا کہ ائمہ کرام نے نیت کو شرط نماز قرار دیا نہ کہ رکن نماز، اور غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے۔غرض پھیرے کرنا جہاں اور جس طرح اور جس نیت اور جس غرض سے ہو طواف ہی ہے۔پھر فعل اختیاری کو تصور بروجہ تا و تصدیق بفائدۃ تا سے چارہ نہیں مگر فعل کبھی غایت اصلیہ تک آپ مؤدی ہوتا ہے کبھی دوسرے فعل مؤدی الی الغایۃ کا وسیلہ اول کو مقصود لذاتہ کہتے ہیں جیسے نماز اور دوم کو وسیلہ ومقصود لغیرہ جیسے وضو، طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں مثلاً گلگشت یعنی تفریح نفس وشم وروائح طیبہ وچستی بدن وتنسم ہوا کے لئے چمن کی روشوں میں ٹہلنا پھرنا خواہ وہ خطوط مستقیم پر ہو یا مثلاً کسی حوض کے گرد مستدیر یہاں طواف مقصود لذاتہ ہے یا مثلاً کسی شیء کی تقسیم کو حلقہ یا صفوں پہ دورہ کرنا یہاں مقصود لغیرہ ہے۔پھر طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے غیر کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے امثلہ مذکورہ بلکہ توہین بلکہ تعذیب کے لئے جیسے ڈرل کہ یہاں آمد وشد کہ طواف ہے مقصود لذاتہ ہے اور نار سے

حمیم، حمیم سے نار کی طرف کفار کے پھیرے کہ یہ طواف مقصود لغیرہ ہے اور دونوں تعذیب کے لئے ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج)

حج قران ومفرد کے طواف قدوم میں رمل کرنے میں فقہ شافعی وحنبلی کا بیان

اضطباع اور رمل صرف حج قران اور حج مفرد کرنے والے کے لئے طواف قدوم اور عمرہ کے طواف میں مشروع ہے اس کے علاوہ کسی طواف میں رمل اور اضطباع مشروع نہیں ہے۔

اس لئے طواف افاضہ میں نہ تو رمل ہے اور نہ ہی اضطباع چاہے آپ نے احرام کی حالت میں طواف کیا ہو یا بغیر احرام کے۔

ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم نے طواف افاضہ کے سات چکروں میں رمل نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۲۰۰۱)

دایاں کندھا ننگا رکھنے کو اضطباع کہتے ہیں۔ اور رمل یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے تیز تیز چلا جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب المجموع میں لکھتے ہیں: اضطباع رمل کے ساتھ لازم ہے، تو جہاں ہم نے رمل کو مستحب قرار دیا ہے اسی طرح اضطباع بھی ہے، اور جہاں اسے مستحب نہیں کہا وہاں اضطباع بھی لازم نہیں ہے، اور جہاں اختلاف پایا جاتا ہے وہ رمل اور اضطباع دونوں میں پایا جاتا ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (المجموع للنووی ۸/۴۳)

اور ایک جگہ پر امام نووی کہتے ہیں: لیکن رمل اور اضطباع ایک چیز میں مختلف ہے، وہ یہ کہ اضطباع طواف کے ساتوں چکروں میں مسنون ہے، لیکن رمل صرف پہلے تین چکروں میں ہی مسنون ہے اور آخری چار چکروں میں عام حالت میں چلا جائے گا۔ (المجموع للنووی ۸/۲۰)

اور ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طواف قدوم اور عمرہ کے طواف میں رمل اور اضطباع کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ: جو ہم نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ رمل اور اضطباع کرنا مسنون نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی میں اضطباع اور رمل کیا ہے۔ (المغنی ابن قدامہ المقدسی ۵/۲۲۱)

مسلمانوں کے رمل کو مشرکین کا مشاہدہ کرنا

حضور ﷺ نے قصویٰ پر سوار ہو کر کعبہ کا طواف شروع کیا، اپنی چادر داہنی بغل سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لی جسے اصطلاح میں "اضطباع" کہتے ہیں، سواری ہی پر سے اپنی لکڑی سے حجر اسود کا استلام (بوسہ) فرمایا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہ عمرہ قضاء کے لئے مکہ آئے تو قریش نے کہا کہ تم لوگوں کے پاس ایک ایسی قوم آ رہی ہے جنھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، مشرکین حجر اسود کے قریب بیٹھ گئے، حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا وہ تین پھیروں میں (یعنی طواف کے) رمل کریں (یعنی دونوں شانے اور بازو ہلاتے ہوئے آہستہ آہستہ دوڑیں) تاکہ مشرکین ان کی قوت دیکھ لیں اور یہ کہ دونوں رکنوں (رکن یمانی و رکن حجر اسود) کے درمیان چلیں، آپ ﷺ کو صرف مسلمانوں کی شفقت میں اس امر سے باز رکھا کہ آپ ﷺ انھیں تمام پھیروں میں رمل کا حکم دیں، جب انھوں نے رمل کیا تو قریش نے کہا کہ وہ کمزور نہیں ہوئے (ابن سعد)، جب آپ ﷺ طواف سے فارغ ہوئے

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کاش کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم کو مصلی بنا لیتے ، اسی وقت وحی نازل ہوئی ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے ثواب اور امن کی جگہ بنائی تم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ، ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کا طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو" (سورہ بقرہ)

نزول وحی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کے لئے تشریف لے گئے، ارکان عمرہ سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروہ پر اونٹ ذبح فرمائے اور سرِ مبارک منڈوایا، عمرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز بیت اللہ شریف میں تشریف لائے، کعبہ میں بدستور بت موجود تھے، بایں ہمہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت ظہر کی نماز ادا کی، یہی کعبہ ہے جس میں انھیں سات برس تک عبادت کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

طواف کے بعد دو رکعت نماز میں پڑھنے میں احادیث

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مطلب فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب سات چکروں سے فارغ ہوئے تو حجر اسود کے قریب آئے اور مطاف کے کنارے دو رکعتیں ادا کیں اس وقت آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی آڑ نہ تھی۔ امام ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ بغیر سترہ کے نماز ادا کرنا مکہ کی خصوصیت ہے۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے پھر دو رکعتیں ادا کیں (وکیع کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم کے پاس دوگانہ ادا کیا) پھر صنعاء کی طرف نکلے۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم میں آئے۔ حضرت عمر نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ ہمارے والد ابراہیم کا مقام ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى) (کہ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ) حدیث کے راوی ولید کہتے ہیں میں نے اپنے استاذ مالک سے کہا کہ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى !(خاء کے کسرہ کے ساتھ) پڑھا تھا۔ فرمایا جی ہاں۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب حج یا عمرہ میں آنے کے بعد پہلی مرتبہ طواف کرتے تو پہلے تین پھیروں میں دوڑ کر چلتے اور باقی چار پھیروں میں معمولی چال سے چلتے اس کے بعد دو رکعت نماز ادا فرماتے۔

(سنن ابوداؤد)

بَابُ الِاضْطِبَاعِ فِي الطَّوَافِ

باب: طواف کے دوران ''اضطباع'' کے طور پر کپڑا لپیٹنا

1883 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ يَعْلَى، عَنْ يَعْلَى، قَالَ: طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَبِعًا بِبُرْدٍ أَخْضَرَ

❁❁ حضرت یعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز چادروں کو اضطباع کے طور پر لپیٹ کر (یعنی دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال کر) طواف کیا تھا۔

1884 حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ اعْتَمَرُوا مِنَ الْجِعْرَانَةِ فَرَمَلُوا بِالْبَيْتِ وَجَعَلُوا أَرْدِيَتَهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ قَدْ قَذَفُوهَا عَلَى عَوَاتِقِهِمُ الْيُسْرَى

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے جعرانہ سے عمرہ (کا احرام باندھا) ان حضرات نے بیت اللہ (کا طواف کرتے ہوئے) رمل کیا۔ انہوں نے اپنی چادریں بغل کے نیچے سے گزار کر بائیں کندھوں پر ڈالی ہوئی تھیں۔

شرح

اضطباع پورے طواف میں سنت ہے جب کہ رمل یعنی تیز اور اکڑ کر چلنا طواف کے پہلے دو تین پھیروں میں ہوتا ہے اتنی بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اضطباع صرف طواف کے وقت ہی مستحب ہے، طواف کے علاوہ اوقات میں مستحب نہیں ہے، نیز بعض لوگ جو ابتداء احرام ہی سے اضطباع اختیار کر لیتے ہیں اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ نماز کی حالت میں یہ مکروہ ہے۔

بَابٌ فِي الرَّمَلِ

باب: رمل کرنا

1885 حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الْغَنَوِيُّ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَمَلَ بِالْبَيْتِ وَأَنَّ ذَلِكَ سُنَّةٌ، قَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا، قُلْتُ: وَمَا صَدَقُوا، وَمَا كَذَبُوا، قَالَ: صَدَقُوا، قَدْ رَمَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَبُوا، لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّ قُرَيْشًا قَالَتْ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ دَعُوا مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ حَتَّى يَمُوتُوا مَوْتَ النَّغَفِ فَلَمَّا صَالَحُوهُ عَلَى أَنْ يَجِيئُوا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ، فَيُقِيمُوا بِمَكَّةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَقَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُشْرِكُونَ مِنْ قِبَلِ قُعَيْقِعَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: ارْمُلُوا بِالْبَيْتِ ثَلَاثًا، وَلَيْسَ بِسُنَّةٍ، قُلْتُ: يَزْعُمُ قَوْمُكَ

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلٰى بَعِيرِهِ وَأَنَّ ذٰلِكَ سُنَّةٌ. فَقَالَ: صَدَقُوا وَكَذَبُوا. قُلْتُ: مَا صَدَقُوا وَمَا كَذَبُوا؟ قَالَ: صَدَقُوا قَدْ طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلٰى بَعِيرِهِ، وَكَذَبُوا لَيْسَ بِسُنَّةٍ، كَانَ النَّاسُ لَا يُدْفَعُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُصْرَفُوْنَ عَنْهُ، فَطَافَ عَلٰى بَعِيرٍ لِيَسْمَعُوا كَلَامَهُ وَلِيَرَوْا مَكَانَهُ وَلَا تَنَالُهُ أَيْدِيهِمْ

❀❀ حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ کی قوم کے لوگ یہ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے رمل کیا تھا' اور یہ سنت ہے' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے کچھ بات صحیح بیان کی ہے اور کچھ غلط بیان کی ہے۔ میں نے دریافت کیا: انہوں نے کون سی بات صحیح بیان کی ہے اور کون سی غلط بیان کی ہے' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے یہ بات صحیح بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل کیا تھا' اور انہوں نے یہ بات غلط بیان کی ہے کہ یہ سنت ہے۔ حدیبیہ کے زمانے میں قریش نے یہ کہا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دو (یعنی انہیں آنے دو) یہ لوگ خود ہی مرجائیں گے جس طرح اونٹ (بیماری کا شکار ہوکر) مرجاتا ہے۔ جب ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ صحابۂ کرام اگلے سال (عمرہ کرنے کے لیے) آئیں گے' اور مکہ میں تین دن قیام کریں گے تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اگلے سال) عمرہ کرنے تشریف لائے' تو مشرکین قعیقعان (نامی پہاڑ) کی طرف سے دیکھ رہے تھے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تین چکروں میں بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے رمل کرو (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:) یہ سنت نہیں ہے۔

میں نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کی قوم نے کہا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کا طواف سواری پر بیٹھ کر کیا تھا' اور یہ سنت ہے' تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے کچھ بات صحیح بیان کی ہے اور کچھ غلط بیان کی ہے۔ میں نے دریافت کیا: انہوں نے کون سی بات صحیح بیان کی ہے اور کون سی غلط بیان کی ہے؟ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے یہ بات صحیح بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر بیٹھ کر صفا و مروہ کا طواف کیا تھا' اور انہوں نے یہ بات غلط بیان کی ہے (کہ یہ سنت ہے) یہ سنت نہیں ہے۔ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں ہٹ رہے تھے اور نہ ہی انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے کیا جارہا تھا اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہوکر طواف کیا تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنتے رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے رہیں حالانکہ ان کے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچ پارہے تھے۔

1886 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ حَدَّثَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَقَدْ وَهَنَتْهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ قَوْمٌ قَدْ وَهَنَتْهُمُ الْحُمَّى وَلَقُوا مِنْهَا شَرًّا فَأَطْلَعَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَا قَالُوهُ. فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ، وَأَنْ يَمْشُوا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ

1886- اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدي، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه البخاري (1602) و (4256)، ومسلم (1266)، والنسائي في "الكبرى" (3928) من طرق عن حماد بن زيد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (2639).

فَلَمَّا رَاَوْہُمْ رَمَلُوْا قَالُوْا: ھٰؤُلَاءِ الَّذِینَ ذَکَرْتُمْ اَنَّ الْحُمّٰی قَدْ وَہَنَتْھُمْ ھٰؤُلَاءِ اَجْلَدُ مِنَّا . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلَمْ یَاْمُرْہُمْ اَنْ یَرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ کُلَّھَا اِلَّا اِبْقَاءً عَلَیْھِمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے۔ صحابہ کرام یثرب کے بخار کی وجہ سے کمزور تھے۔ مشرکین نے کہا: تمہارے پاس ایسے لوگ آرہے ہیں' جنہیں بخار نے کمزور کر دیا ہے اور انہیں بخار کی طرف سے بری صورت حال کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی اس بات کی اطلاع دے دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہ حکم دیا کہ وہ تین چکروں میں رمل کریں اور (رمل کرتے ہوئے) دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلیں۔ جب وہ مشرکین کے سامنے آئیں' تو پھر رمل شروع کر دیں' تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں' جن کا تم نے ذکر کیا تھا کہ بخار نے انہیں کمزور کر دیا ہے؟ یہ تو ہم سے زیادہ طاقتور ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر شفقت کرتے ہوئے انہیں تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم نہیں دیا۔

1887 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا ھِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِیْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، یَقُوْلُ: فِیمَ الرَّمَلَانُ الْیَوْمَ وَالْکَشْفُ عَنِ الْمَنَاکِبِ وَقَدْ اَطَّاَ اللّٰہُ الْاِسْلَامَ، وَنَفَی الْکُفْرَ وَاَھْلَهٗ مَعَ ذٰلِکَ لَا نَدَعُ شَیْئًا کُنَّا نَفْعَلُهٗ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اب رمل کرنے کی اور کندھے سے کپڑا ہٹانے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مضبوط کر دیا ہے اور کفر اور اہل کفر کو یہاں سے جلاوطن کر دیا ہے' لیکن ہم ایسی کوئی چیز ترک نہیں کریں گے جو ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کرتے رہے ہیں۔

1888 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ، حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ زِیَادٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْیُ الْجِمَارِ لِاِقَامَةِ ذِکْرِ اللّٰہِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیت اللہ کا طواف کرنا، صفا و مروہ کی سعی کرنا اور جمرات کو کنکریاں مارنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مقرر کیے گئے ہیں''۔

1889 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَیْمَانَ الْاَنْبَارِیُّ، حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ سُلَیْمٍ، عَنِ ابْنِ خُثَیْمٍ، عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اضْطَبَعَ فَاسْتَلَمَ وَکَبَّرَ، ثُمَّ رَمَلَ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَکَانُوْا، اِذَا بَلَغُوا الرُّکْنَ الْیَمَانِیَ وَتَغَیَّبُوْا مِنْ قُرَیْشٍ مَشَوْا، ثُمَّ یَطْلُعُوْنَ عَلَیْھِمْ یَرْمُلُوْنَ،

تَقُوْلُ قُرَيْشٌ: كَاَنَّهُمُ الْغِزْلَانُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَكَانَتْ سُنَّةً

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اضطباع کے طور پر کپڑا لپیٹ کر (یعنی دائیں بغل سے چادر نکال کر بائیں کندھے میں ڈال کر) طواف کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استلام کیا۔ تکبیر کہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چکروں میں رمل کیا۔ جب صحابہ کرام رکن یمانی پہنچے اور قریش کی نظروں سے اوجھل ہو گئے' تو وہ عام رفتار سے چلنے لگے پھر جب وہ ان کے سامنے آئے' تو پھر رمل کرنے لگے تو قریش کہنے لگے: یہ تو ہرنوں کی طرح ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' تو یہ سنت ہے۔

1890 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهُ اعْتَمَرُوا مِنَ الْجِعْرَانَةِ فَرَمَلُوْا بِالْبَيْتِ ثَلَاثًا، وَمَشَوْا اَرْبَعًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ''جعرانہ'' سے عمرہ کیا تھا۔ ان حضرات نے تین چکروں میں رمل کیا تھا' اور چار چکروں میں عام رفتار سے چلے تھے۔

1891 حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ اَخْضَرَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ، رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ، وَذَكَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حجر اسود سے لے کر حجر اسود تک رمل کیا تھا' اور یہ بات ذکر کی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

اضطباع اور رمل کرنے کا بیان

اضطباع اور رمل صرف حج قران اور حج مفرد کرنے والے کے لیے طواف قدوم اور عمرہ کے طواف میں مشروع ہے اس کے علاوہ کسی طواف میں رمل اور اضطباع مشروع نہیں ہے۔

اس لیے طواف افاضہ میں نہ تو رمل ہے اور نہ ہی اضطباع چاہے آپ نے احرام کی حالت میں طواف کیا ہو یا بغیر احرام کے۔

ابوداود رحمہ اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف افاضہ کے سات چکروں میں رمل نہیں کیا۔ سنن ابوداود حدیث نمبر (2001) دایاں کندھا ننگا رکھنے کو اضطباع کہتے ہیں۔ اور رمل یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے تیز تیز چلا جائے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "المجموع" میں لکھتے ہیں۔

1891- اسناده صحيح. ابو كامل: هو فضيل بن حسين الجحدري. واخرجه مسلم (1262) من طريق ابي كامل، بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه مسلم (1262)، وابن ماجه (2950)، والنسائي في "الكبرى" (3924) من طرق عن عبيد الله بن عمر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (5760).

اضطباع رمل کے ساتھ لازم ہے، تو جہاں ہم نے رمل کو مستحب قرار دیا ہے اسی طرح اضطباع بھی ہے، اور جہاں اسے مستحب نہیں کہا وہاں اضطباع بھی لازم نہیں ہے، اور جہاں اختلاف پایا جاتا ہے وہ رمل اور اضطباع دونوں میں پایا جاتا ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (المجموع للنووی (8/43)

اور ایک جگہ پر امام نووی کہتے ہیں: لیکن رمل اور اضطباع ایک چیز میں مختلف ہے، وہ یہ کہ اضطباع طواف کے ساتوں چکروں میں مسنون ہے، لیکن رمل صرف پہلے تین چکروں میں ہی مسنون ہے اور آخری چار چکروں میں عام حالت میں چلا جائے گا۔
(المجموع للنووی (8/20)

اور ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طواف قدوم اور عمرہ کے طواف میں رمل اور اضطباع کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ رمل اور اضطباع کرنا مسنون نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی میں اضطباع اور رمل کیا ہے۔ (المغنی ابن قدامہ المقدسی (5/221)

بَابُ الدُّعَاءِ فِي الطَّوَافِ

باب: طواف کے دوران دعا مانگنا

1892 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (طواف کرتے ہوئے) دو رکنوں کے درمیان یہ (دعا کرتے ہوئے) سنا۔

"اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھنا"۔

1893 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ فَإِنَّهُ يَسْعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ، وَيَمْشِي أَرْبَعًا ثُمَّ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ کے موقع پر (مکہ) تشریف لانے کے بعد سب سے پہلا جو طواف کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تین چکروں میں تیز رفتاری سے چلتے تھے اور چار چکروں میں عام رفتار سے چلتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے تھے۔

بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الْعَصْرِ

باب: عصر کے بعد طواف کرنا

1894 حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَالْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ وَهٰذَا لَفْظُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَاهَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا يَطُوفُ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَيُصَلِّي أَيَّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ. قَالَ الْفَضْلُ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان تک یہ روایت پہنچی ہے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔
"تم لوگ کسی بھی شخص دن یا رات کے کسی حصے میں اس گھر کا طواف کرنے اور نماز ادا کرنے سے نہ روکنا"۔
فضل نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"اے بنو عبد مناف! تم کسی کو نہ روکنا"۔

بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ

باب: حج قران کرنے والے کا طواف

1895 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُولُ: لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا طَوَافَهُ الْأَوَّلَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے صفا و مروہ کی سعی صرف ایک مرتبہ کی تھی جو پہلے طواف میں کی تھی۔

1896 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ كَانُوا مَعَهُ لَمْ يَطُوفُوا حَتّٰى رَمَوُا الْجَمْرَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے اس وقت تک طواف نہیں کیا جب تک انہوں نے جمرہ کو کنکریاں نہیں مار لیں۔

1897 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، أَخْبَرَنِي الشَّافِعِيُّ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا: طَوَافُكِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ يَكْفِيكِ لِحَجَّتِكِ وَعُمْرَتِكِ. قَالَ الشَّافِعِيُّ: كَانَ سُفْيَانُ رُبَّمَا، قَالَ: عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَرُبَّمَا، قَالَ: عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''تمہارا بیت اللہ کا طواف کرنا اور صفا و مروہ کی سعی کرنا تمہارے حج اور عمرے (دونوں کے لیے) کافی ہے''۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: سفیان اس کی سند یوں بیان کرتے ہیں: یہ عطاء کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے جبکہ بعض اوقات یوں بیان کرتے ہیں: عطاء نے یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

بَابُ الْمُلْتَزَمِ

باب: ملتزم کا بیان

1898 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَفْوَانَ، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قُلْتُ: لَاَلْبَسَنَّ ثِيَابِيْ وَكَانَتْ دَارِيْ عَلَى الطَّرِيْقِ، فَلَاَنْظُرَنَّ كَيْفَ يَصْنَعُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ خَرَجَ مِنَ الْكَعْبَةِ هُوَ وَاَصْحَابُهُ وَقَدِ اسْتَلَمُوا الْبَيْتَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الْحَطِيْمِ وَقَدْ وَضَعُوْا خُدُوْدَهُمْ عَلَى الْبَيْتِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْطَهُمْ

حضرت عبدالرحمن بن صفوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرلیا تو میں نے سوچا میں (باہر جانے کے) کپڑے پہن کر اس بات کا ضرور جائزہ لوں گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے ہیں۔ میں روانہ ہوا میرا گھر راستے میں تھا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی خانہ کعبہ سے باہر نکلے۔ ان حضرات نے خانہ کعبہ کے دروازے سے لے کر حطیم تک کے حصے کا استلام کیا۔ ان حضرات نے اپنے رخسار خانہ کعبہ کے ساتھ لگائے ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تھے۔

1899 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰى بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: طُفْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ فَلَمَّا جِئْنَا دُبُرَ الْكَعْبَةِ قُلْتُ: اَلَا تَتَعَوَّذُ؟ قَالَ: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، ثُمَّ مَضٰى حَتّٰى اسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَاَقَامَ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ، فَوَضَعَ صَدْرَهُ وَوَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَكَفَّيْهِ هٰكَذَا وَبَسَطَهُمَا بَسْطًا، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ

عمرو بن شعیب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا جب ہم خانہ کعبہ کے پچھلے حصے کی طرف آئے تو میں نے دریافت کیا: آپ پناہ نہیں مانگیں گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں' پھر آپ چلتے رہے اور حجر اسود کا استلام کیا وہ حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان رک گئے۔ انہوں نے اپنا سینہ، اپنا چہرہ، اپنی کلائیاں اور اپنے دونوں ہاتھ اس طرح پھیلا کر خانہ کعبہ کے ساتھ لگائے اور پھر یہ بیان کیا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس

1899- اسناده ضعيف، لضعف المثنى بن الصبّاح. مسدّد: هو ابن مسرهد الاسدى، وعيسى بن يونس: هو السبيعى. واخرجه ابن ماجه (2962) من طريق عبدالرزاق، عن المثنى بن الصبّاح، بهذا الاسناد.

طرح کرتے دیکھا ہے۔

1900 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا السَّائِبُ بْنُ عُمَرَ الْمَخْزُومِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُودُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَيُقِيمُهُ عِنْدَ الشُّقَّةِ الثَّالِثَةِ مِمَّا يَلِي الرُّكْنَ الَّذِي يَلِي الْحَجَرَ مِمَّا يَلِي الْبَابَ، فَيَقُولُ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: أُنْبِئْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي هَاهُنَا؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ. فَيَقُومُ فَيُصَلِّي

❀❀ محمد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے (نابینا ہو جانے کے بعد) انہیں ساتھ لے کر چلتے تھے اور انہیں تیسرے کونے کے قریب کھڑا کر دیتے تھے جو اس رکن کے بعد ہے' جو حجر اسود کے ساتھ خانہ کعبہ کے دروازے کے قریب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات بتائی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں نماز ادا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو وہ وہاں کھڑے ہوئے اور انہوں نے نماز ادا کی۔

بَابُ أَمْرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

باب: صفا و مروہ کا معاملہ

1901 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالَى (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ) (البقرة: 158) فَمَا أَرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا. قَالَتْ عَائِشَةُ: كَلَّا لَوْ كَانَ كَمَا تَقُولُ: كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ، وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى (إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ) (البقرة: 158)

❀❀ ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ ان دنوں میری عمر کم تھی (میں نے یہ کہا) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

''بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں''۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ان کا طواف نہیں کرتا تو اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر صورت حال وہی ہوتی جو تم کہہ رہے ہو' تو پھر آیت یہ ہونی چاہیے تھی کہ ''اس شخص پر کوئی گناہ نہیں ہوگا' جو ان دونوں کا طواف نہیں کرتا'' (پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت کی) یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو منات (نامی بت) کے لیے احرام باندھتے تھے اور منات نامی یہ بت ''قدید'' کے مدمقابل تھا وہ لوگ اس میں گناہ محسوس کرتے تھے کہ صفا و مروہ کی سعی کریں۔ جب اسلام آیا اور ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں''۔

1902 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ. فَقِيلَ لِعَبْدِ اللّٰهِ اَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ قَالَ: لَا.

❁❁ حضرت عبداللہ بن ابو اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرہ کیا' تو بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت ادا کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں سے بچا رہے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے کر گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں۔

1903 حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، اَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى بِهٰذَا الْحَدِيثِ زَادَ ثُمَّ اَتَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فَسَعٰى بَيْنَهُمَا سَبْعًا ثُمَّ حَلَقَ رَاْسَهُ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفا و مروہ کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سات مرتبہ سعی کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر منڈوالیا''۔

1904 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ جُمْهَانَ، اَنَّ رَجُلًا، قَالَ: لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنِّيْ اَرَاكَ تَمْشِيْ وَالنَّاسُ يَسْعَوْنَ قَالَ: اِنْ اَمْشِ فَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ وَاِنْ اَسْعَ فَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْعٰى وَاَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ

❁❁ کثیر بن جمہان بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صفا و مروہ کے درمیان یہ کہا۔ اے ابوعبدالرحمن! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ عام رفتار سے چل رہے ہیں جبکہ لوگ یہاں سے دوڑتے ہوئے گزر رہے ہیں' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر میں عام رفتار سے چلتا ہوں' تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام رفتار سے چلتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور اگر میں دوڑتا ہوں' تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوڑتے ہوئے بھی دیکھا ہے' لیکن اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں (اس لیے اب

1904- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن في المتابعات. كثير بن جمهان مقبول وقد توبع. واخرجه ابن ماجه (2988) من طريق الجراح بن مليح، والترمذي (880) من طريق محمد بن فضيل، والنسائي في "الكبرى" (3957) من طريق سفيان الثوري، ثلاثتهم، عن عطاء بن السائب، بهذا الاسناد. قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح

نہیں دوڑسکتا)

بَابُ صِفَةِ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم ﷺ کے حج کا تذکرہ

1905 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيَّانِ، وَرُبَّمَا زَادَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضِ الْكَلِمَةَ وَالشَّيْءَ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهِ، سَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى رَأْسِي فَنَزَعَ زِرِّي الْأَعْلَى، ثُمَّ نَزَعَ زِرِّي الْأَسْفَلَ، ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ، وَأَهْلًا يَا ابْنَ أَخِي سَلْ عَمَّا شِئْتَ فَسَأَلْتُهُ وَهُوَ أَعْمَى وَجَاءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ، فَقَامَ فِي نِسَاجَةٍ مُلْتَحِفًا بِهَا يَعْنِي ثَوْبًا مُلَفَّقًا كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلَى مَنْكِبِهِ رَجَعَ طَرَفَاهَا إِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا، فَصَلَّى بِنَا وَرِدَاؤُهُ إِلَى جَنْبِهِ عَلَى الْمِشْجَبِ، فَقُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ حَجَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: بِيَدِهِ فَعَقَدَ تِسْعًا، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ تِسْعَ سِنِينَ لَمْ يَحُجَّ، ثُمَّ أُذِّنَ فِي النَّاسِ فِي الْعَاشِرَةِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ، فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ بَشَرٌ كَثِيرٌ كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ أَنْ يَأْتَمَّ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعْمَلَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى أَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ، فَوَلَدَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَصْنَعُ؟ فَقَالَ: اغْتَسِلِي وَاسْتَذْفِرِي بِثَوْبٍ وَأَحْرِمِي، فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ عَلَى الْبَيْدَاءِ، قَالَ: جَابِرٌ نَظَرْتُ إِلَى مَدِّ بَصَرِي مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ مِنْ رَاكِبٍ وَمَاشٍ وَعَنْ يَمِينِهِ مِثْلُ ذَلِكَ وَعَنْ يَسَارِهِ مِثْلُ ذَلِكَ وَمِنْ خَلْفِهِ مِثْلُ ذَلِكَ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ، وَهُوَ يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ فَمَا عَمِلَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ، عَمِلْنَا بِهِ فَأَهَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّوْحِيدِ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهٰذَا الَّذِي يُهِلُّونَ بِهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِنْهُ، وَلَزِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلْبِيَتَهُ، قَالَ جَابِرٌ: لَسْنَا نَنْوِي إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ، حَتَّى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَرَمَلَ ثَلَاثًا، وَمَشَى أَرْبَعًا، ثُمَّ تَقَدَّمَ إِلَى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ فَقَرَأَ ﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرة: 125) فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ

الْبَيْتِ. قَالَ: فَكَانَ اَبِيْ يَقُوْلُ قَالَ: ابْنُ نُفَيْلٍ، وَعُثْمَانُ وَلَا اَعْلَمُهُ ذَكَرَهُ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ سُلَيْمَانُ: وَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا. قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الْبَيْتِ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ. ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الصَّفَا. فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَاَ (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ) (البقرة: 158)

نَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهِ فَبَدَاَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَاَى الْبَيْتَ فَكَبَّرَ اللّٰهَ وَوَحَّدَهُ وَقَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ. يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ اَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ. وَقَالَ: مِثْلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. ثُمَّ نَزَلَ اِلَى الْمَرْوَةِ حَتّٰى اِذَا انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ رَمَلَ فِيْ بَطْنِ الْوَادِي. حَتّٰى اِذَا صَعِدَ مَشٰى حَتّٰى اَتَى الْمَرْوَةَ. فَصَنَعَ عَلَى الْمَرْوَةِ مِثْلَ مَا صَنَعَ عَلَى الصَّفَا. حَتّٰى اِذَا كَانَ آخِرُ الطَّوَافِ عَلَى الْمَرْوَةِ. قَالَ: اِنِّيْ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسُقِ الْهَدْيَ وَلَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً. فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُحْلِلْ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوا اِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ جُعْشُمٍ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلِعَامِنَا هٰذَا اَمْ لِلْاَبَدِ؟ فَشَبَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهُ فِي الْاُخْرٰى. ثُمَّ قَالَ: دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ هٰكَذَا مَرَّتَيْنِ لَا بَلْ لِاَبَدِ اَبَدٍ. لَا بَلْ لِاَبَدِ اَبَدٍ قَالَ: وَقَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. مِنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِمَّنْ حَلَّ. وَلَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا وَاكْتَحَلَتْ فَاَنْكَرَ عَلِيٌّ ذٰلِكَ عَلَيْهَا. وَقَالَ: مَنْ اَمَرَكِ بِهٰذَا. فَقَالَتْ: اَبِي. فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ: بِالْعِرَاقِ ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَرِّشًا عَلٰى فَاطِمَةَ فِي الْاَمْرِ الَّذِيْ صَنَعَتْهُ مُسْتَفْتِيًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِيْ ذَكَرَتْ عَنْهُ فَاَخْبَرْتُهُ. اَنِّيْ اَنْكَرْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ: اِنَّ اَبِيْ اَمَرَنِيْ بِهٰذَا. فَقَالَ: صَدَقَتْ. صَدَقَتْ مَاذَا. قُلْتَ حِيْنَ فَرَضْتَ الْحَجَّ قَالَ: قُلْتُ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُهِلُّ بِمَا اَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَاِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلُّ قَالَ: وَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِيْ قَدِمَ بِهِ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ وَالَّذِيْ اَتٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ مِائَةً فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ. وَقَصَّرُوا اِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ. قَالَ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَوَجَّهُوْا اِلٰى مِنًى اَهَلُّوْا بِالْحَجِّ. فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِمِنًى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالصُّبْحَ. ثُمَّ مَكَثَ قَلِيْلًا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَاَمَرَ بِقُبَّةٍ لَهُ مِنْ شَعْرٍ فَضُرِبَتْ بِنَمِرَةٍ. فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ. اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ. كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. فَاَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةٍ، فَنَزَلَ بِهَا حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهُ فَرَكِبَ حَتَّى أَتَى بَطْنَ الْوَادِي فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ، وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُهُ دِمَاؤُنَا: دَمُ. قَالَ عُثْمَانُ: دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ وَقَالَ سُلَيْمَانُ: دَمُ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وقَالَ: بَعْضُ هَؤُلَاءِ كَانَ مُسْتَرْضَعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُهُ رِبَانَا: رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ، اتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللَّهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ، وَإِنَّ لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ، أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَإِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ: كِتَابَ اللَّهِ وَأَنْتُمْ مَسْئُولُونَ عَنِّي، فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ، وَأَدَّيْتَ، وَنَصَحْتَ، ثُمَّ قَالَ: بِأُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُبُهَا إِلَى النَّاسِ: اللَّهُمَّ اشْهَدْ، اللَّهُمَّ اشْهَدْ، اللَّهُمَّ اشْهَدْ، ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ، وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا حِينَ غَابَ الْقُرْصُ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ خَلْفَهُ، فَدَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ الزِّمَامَ حَتَّى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُصِيبُ مَوْرِكَ رَحْلِهِ، وَهُوَ يَقُولُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى السَّكِينَةَ أَيُّهَا النَّاسُ، السَّكِينَةَ أَيُّهَا النَّاسُ كُلَّمَا أَتَى حَبْلًا مِنَ الْحِبَالِ أَرْخَى لَهَا قَلِيلًا حَتَّى تَصْعَدَ، حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَجَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ، قَالَ عُثْمَانُ: وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ اتَّفَقُوا ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ، قَالَ سُلَيْمَانُ: بِنِدَاءٍ وَإِقَامَةٍ، ثُمَّ اتَّفَقُوا، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَرَقِيَ عَلَيْهِ، قَالَ عُثْمَانُ وَسُلَيْمَانُ: فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ، زَادَ عُثْمَانُ وَوَحَّدَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا، ثُمَّ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ وَكَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ أَبْيَضَ وَسِيمًا، فَلَمَّا دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ الظُّعُنُ يَجْرِينَ، فَطَفِقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهِنَّ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِ الْفَضْلِ، وَصَرَفَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، وَحَوَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ، وَصَرَفَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ يَنْظُرُ حَتَّى أَتَى مُحَسِّرًا،

فَحَرَّكَ قَلِيلًا، ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى الَّذِي يُخْرِجُكَ إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى، حَتَّى أَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ فَرَمَى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، ثُمَّ انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ بِيَدِهِ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ، وَأَمَرَ عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ يَقُولُ: مَا بَقِيَ، وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا قَالَ سُلَيْمَانُ: ثُمَّ رَكِبَ، ثُمَّ أَفَاضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْبَيْتِ فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ، ثُمَّ أَتَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُمْ يَسْقُونَ عَلَى زَمْزَمَ فَقَالَ: انْزِعُوا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَلَوْلَا أَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلَى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ، فَنَاوَلُوهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ہم ان کے پاس گئے' تو انہوں نے تمام حاضرین کا تعارف پوچھا جب میری باری آئی تو میں نے کہا: میں امام زین العابدین کا بیٹا محمد ہوں' تو انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سر کی طرف بڑھایا (وہ نابینا ہو چکے تھے) انہوں نے میرا اوپر والا بٹن کھولا پھر نیچے والا بٹن کھولا پھر اپنی ہتھیلی میرے سینے پر رکھی۔ میں ان دنوں نوجوان شخص تھا (اور وہ عمر رسیدہ آدمی تھے) انہوں نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! خوش آمدید۔ تم جو چاہو پوچھو۔ میں نے ان سے سوالات کئے وہ اس وقت نابینا ہو چکے تھے' جب نماز کا وقت ہو گیا' تو وہ اپنے چھوٹے سے کپڑے کو لپیٹ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ ایک ایسا کپڑا تھا' جسے دوہرا کر کے سیا گیا تھا۔ وہ جب بھی اپنے کندھے پر اسے رکھتے تو اس کا کنارہ نیچے گر جاتا کیونکہ وہ کپڑا چھوٹا تھا۔ انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی حالانکہ اس وقت ان کی بڑی چادر پاس کھونٹی پر موجود تھی۔ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) میں نے کہا: آپ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں بتایئے' تو انہوں نے اپنے ہاتھ کے ذریعے 9 کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو برس تک (مدینہ منورہ میں) مقیم رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران حج نہیں کیا۔ پھر دسویں سال لوگوں میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے جانے والے ہیں' تو مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ آ گئے وہ سب اس بات کے خواہشمند تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی مانند عمل کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے ان کے ساتھ ہم بھی روانہ ہوئے جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے' تو سیّدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابوبکر کو جنم دیا۔ اس خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھجوایا کہ اب میں کیا کروں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم غسل کر کے کپڑے کا لنگوٹ باندھ لو اور احرام باندھ لو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ میدان میں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑی ہوئی تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جہاں تک میری نظر جاتی تھی میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیدل اور سوار لوگ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بھی اتنے ہی لوگ تھے۔ بائیں طرف بھی اتنے ہی لوگ تھے۔ پیچھے بھی اتنے ہی لوگ تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوتا تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تفسیر کا علم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے جو عمل کیا

ہم نے بھی وہی عمل کیا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے وحدانیت کا اعتراف کرتے ہوئے یہ تلبیہ پڑھا۔

"میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں۔ بے شک حمد اور نعمت تیرے لیے مخصوص ہیں اور بادشاہی بھی۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے"۔

لوگوں نے بھی ان کلمات کے ذریعے تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان میں سے کسی کی تردید نہیں کی۔ نبی اکرم ﷺ مسلسل یہ تلبیہ پڑھتے رہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم صرف حج کرنے کے لیے گئے تھے۔ عمرے کا ہمارے ذہن میں نہیں تھا جب ہم بیت اللہ تک آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا (اور طواف شروع کیا) آپ ﷺ نے تین چکروں میں رمل کیا اور چار چکروں میں عام رفتار سے چلے پھر آپ ﷺ مقام ابراہیم کی طرف تشریف لائے اور یہ آیت پڑھی:

"تم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو"۔

نبی اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور خانہ کعبہ کے درمیان کیا۔

یہاں راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور خانہ کعبہ کے درمیان کیا۔

یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان دو رکعت میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص کی تلاوت کی پھر آپ ﷺ بیت اللہ کی طرف واپس تشریف لائے آپ ﷺ نے حجر اسود کا استلام کیا پھر آپ ﷺ دروازے سے باہر آ کر صفا تشریف لے گئے جب آپ ﷺ صفا کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

"بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں"۔

ہم اس سے آغاز کریں گے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے پہلے کیا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے صفا سے آغاز کیا۔ آپ ﷺ اس پر چڑھے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ (اس مقام پر پہنچے) کہ آپ ﷺ کو بیت اللہ نظر آنے لگا' تو آپ ﷺ نے اللہ کی وحدانیت اور اس کی کبریائی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ پڑھا۔

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے۔ حمد اسی کے لیے مخصوص ہے۔ وہ زندگی دیتا ہے وہ موت دیتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی ایک معبود ہے اس نے اپنے وعدے کو پورا کیا اپنے بندے کی مدد کی اور (دشمن کے) لشکروں کو تنہا اس نے پسپا کر دیا"۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے وہاں دعا مانگی اور یہ کلمات تین مرتبہ پڑھے پھر آپ ﷺ اتر کر مروہ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کے قدم نشیبی علاقے پر پہنچے تو آپ ﷺ دوڑنے لگے۔ جب آپ ﷺ اوپر کی طرف چڑھنے لگے تو عام رفتار سے چلنے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ مروہ پر آ گئے۔ آپ ﷺ نے مروہ پر بھی وہی عمل کیا جو آپ ﷺ نے صفا پر کیا تھا۔ یہاں تک کہ مروہ کے آخری چکر پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مجھے بعد میں جس چیز کا خیال آیا۔ اگر پہلے آجاتا' تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لے کر آتا اور میں اسے عمرہ بنالیتا تم میں سے جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے' تو وہ احرام کھول دے اور اسے عمرہ بنالے"۔ تو سب لوگوں نے احرام کھول دیئے اور بال چھوٹے کروالیے۔ نبی اکرم ﷺ اور جن لوگوں کے ساتھ قربانی کا جانور تھا ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ حکم ہمارے اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر کے فرمایا: عمرہ حج میں تبدیل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دو مرتبہ ایسا کیا اور پھر فرمایا: نہیں! بلکہ ہمیشہ' ہمیشہ کے لیے ہے۔ نہیں بلکہ ہمیشہ' ہمیشہ کے لیے ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے نبی اکرم ﷺ کے قربانی کے جانور ساتھ لے کر آئے۔ انہوں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پایا کہ وہ احرام کھول چکی تھیں اور انہوں نے رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سرمہ لگایا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کیا اور دریافت کیا: تمہیں اس کا حکم کس نے دیا ہے۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے والد نے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق میں یہ بیان کرتے تھے: میں فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ نبی اکرم ﷺ سے اس چیز کے بارے میں دریافت کروں جو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کیا ہے اور جس کا ذکر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے کیا ہے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس حوالے سے بتایا کہ میں نے اس حوالے سے ان پر اعتراض کیا' تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے والد نے مجھے اس طرح کرنے کا حکم دیا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے ٹھیک کہا ہے اس نے ٹھیک کہا ہے۔ جب تم نے حج کی نیت کی تھی' تو تم نے کیا کہا تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں نے کہا تھا: اے اللہ! میں نے وہی احرام باندھا ہے' جو نبی اکرم ﷺ نے احرام باندھا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ تو قربانی کے جانور ہیں' تو تم احرام نہ کھولو۔

راوی بیان کرتے ہیں: قربانی کے جانوروں کا ایک گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لے کر آئے تھے اور وہ جانور جو نبی اکرم ﷺ مدینہ سے لے کر آئے تھے وہ مل کر ایک سو ہوتے تھے۔ تمام لوگوں نے احرام کھول دیئے اور بال چھوٹے کروالیے صرف نبی اکرم ﷺ نے اور جن کے ساتھ قربانی کے جانور تھے انہوں نے احرام نہیں کھولے۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب تلبیہ کا دن آیا اور لوگ منیٰ کی طرف روانہ ہونے لگے تو انہوں نے حج کا احرام باندھ لیا۔ نبی اکرم ﷺ سوار ہوئے۔ آپ ﷺ نے منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا کی۔ پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر ٹھہرے اور پھر جب سورج نکل آیا تو آپ ﷺ کے حکم کے تحت آپ ﷺ کے لیے بالوں سے بنا ہوا خیمہ نمرہ میں لگا دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ روانہ ہوئے۔ قریش کو اس بارے میں کوئی شک نہیں تھا کہ نبی اکرم ﷺ مزدلفہ میں مشعر الحرام کے قریب ہی وقوف کریں گے جس طرح قریش زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے' جبکہ نبی اکرم ﷺ اس سے آگے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ عرفات آگئے۔ وہاں آپ ﷺ نے پایا کہ نمرہ میں آپ ﷺ کے لیے خیمہ لگا دیا گیا ہے' تو آپ ﷺ نے وہاں پڑاؤ کیا۔ یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا' تو آپ ﷺ کے حکم کے تحت آپ ﷺ کی اونٹنی قصواء پر پالان رکھ دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ اس پر سوار ہو کر وادی کے نشیبی حصے میں آئے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے

ہوئے ارشاد فرمایا:

"بے شک تمہاری جان اور تمہارے مال ایک دوسرے کے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں، جس طرح یہ دن اس مہینے میں اور اس شہر میں قابل احترام ہے۔ خبردار زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھنے والا ہر معاملہ میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہے۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں۔ میں سب سے پہلے اپنے خاندان (کے خون) کو معاف کرتا ہوں"۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جو ربیعہ کے صاحبزادے کا خون ہے، جبکہ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے۔

بعض راویوں نے یہاں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وہ صاحبزادے بنو سعد میں دودھ پیتے بچے تھے اور ہذیل کے لوگوں نے انہیں قتل کر دیا تھا، (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) اور زمانہ جاہلیت کا تمام سود کالعدم ہیں سب سے پہلے میں اپنے (خاندان کے) سود کو کالعدم قرار دیتا ہوں جو عباس بن عبدالمطلب نے وصول کرنا تھا وہ مکمل طور پر کالعدم ہے اور عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کیونکہ تم نے اللہ کی امانت کے تحت انہیں حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعے ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بچھونے پر ایسے کسی شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کرتی ہیں، تو تم ان کی پٹائی کرو لیکن وہ زیادہ شدید نہ ہو اور عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کو خوراک اور لباس مناسب طور پر فراہم کرو۔ میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ کی کتاب ہے۔ تم لوگوں سے میرے بارے میں دریافت کیا جائے گا، تو تم کیا کہو گے؟ لوگوں نے عرض کی: ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تبلیغ کر دی (رسالت کے پیغام) کو ادا کر دیا۔ خیر خواہی کر لی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھا کر پھر اسے لوگوں کی طرف کر کے یہ ارشاد فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا، اے اللہ تو گواہ ہو جا، اے اللہ تو گواہ ہو جا۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر انہوں نے اقامت کہی تو نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر انہوں نے اقامت کہی تو نبی اکرم ﷺ نے عصر کی نماز ادا کی آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان کوئی (نفل) نماز ادا نہیں کی۔ پھر آپ ﷺ قصواء پر سوار ہو کر وقوف کی جگہ پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی اونٹنی قصواء کا پیٹ پتھروں کی طرف تھا جبکہ جبل مشاۃ آپ ﷺ کے سامنے کی طرف تھا۔ آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کر لیا اور سورج غروب ہونے تک وقوف کیے رہے۔ جب اس کی تھوڑی سی زردی رخصت ہو گئی اور اس کی ٹکیہ غائب ہو گئی تو آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھایا اور روانہ ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے قصواء کی لگام کو کھینچا ہوا تھا یہاں تک کہ اس اونٹنی کا سر پالان کی لکڑی تک پہنچ رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ اپنے دائیں دست مبارک کے ذریعے (اشارہ کرتے ہوئے) یہ فرما رہے تھے: اے لوگو! آرام سے چلو، اے لوگو! آرام سے چلو۔ جب بھی آپ ﷺ کسی پہاڑی کے پاس تشریف لاتے تھے، تو اس کی لگام کو ڈھیلا کر دیتے تھے تا کہ وہ اس پر چڑھ جائے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ مزدلفہ تشریف لے آئے۔ وہاں آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ہمراہ ادا کیں۔

یہاں سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان کوئی نفل نماز ادا نہیں کی۔ پھر تمام راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں۔

''پھر نبی اکرم ﷺ لیٹ گئے' یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوگئی تو آپ ﷺ نے فجر کی نماز صبح صادق ہونے کے فوراً بعد ادا کرلی''۔

یہاں سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ایک اذان اور ایک اقامت کے ہمراہ ادا کی۔ پھر تمام راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں' پھر آپ ﷺ قصواء پر سوار ہوکر مشعر حرام آئے اور اس پر چڑھ گئے۔

عثمان اور سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا۔ اس کی حمد بیان کی اور اس کی کبریائی کا اعتراف کیا۔ لا الہ الا اللہ پڑھا۔

عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: اس کی وحدانیت کا اعتراف کیا۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ مسلسل وقوف کئے رہے' یہاں تک کہ اچھی طرح روشنی ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے حضرت فضل بن عباس کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ وہ ایک وجیہہ شخص تھے' جب نبی اکرم ﷺ روانہ ہوئے' تو آپ ﷺ کا گزر کچھ خواتین کے پاس سے ہوا جو جارہی تھیں' تو حضرت فضل رضی اللہ عنہ نے ان خواتین کی طرف دیکھنا شروع کردیا' تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت فضل رضی اللہ عنہ کے چہرے پر رکھا' اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دوسری طرف موڑ دیا۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ بھی دوسری طرف دیکھنے لگے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ محسر پہنچے' تو آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو ذرا سی حرکت دی (یعنی ذرا تیز چلایا) پھر آپ ﷺ درمیانی راستے سے چلتے ہوئے آئے جو بڑے جمرہ تک لے کر جاتا ہے' یہاں تک کہ آپ ﷺ اس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے پاس ہے آپ ﷺ نے اسے سات کنکریاں ماریں اور ہر کنکری کے ہمراہ تکبیر کہی۔ آپ ﷺ نے اتنی چھوٹی کنکری ماری جو چٹکی میں آسکتی تھی آپ ﷺ نے وادی کے نشیبی حصے سے کنکریاں ماریں' پھر نبی اکرم ﷺ وادی کے نشیبی حصے سے قربان گاہ کی طرف تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے تریسٹھ اونٹ نحر کئے پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے باقی رہ جانے والے اونٹوں کو نحر کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی قربانی میں انہیں اپنا حصہ دار بنایا تھا پھر نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت ہر قربانی کے جانور کے جسم کا ایک حصہ لے کر اسے ہنڈیا میں ڈال کر اسے پکایا گیا' تو ان دونوں حضرات نے اس کا گوشت کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔

سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ سوار ہوئے اور بیت اللہ کی طرف واپس تشریف لائے آپ ﷺ نے مکہ میں ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ ﷺ بنو عبدالمطلب کے پاس تشریف لائے' جو لوگوں کو آب زم زم پلا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب (زم زم کے کنویں) سے پانی نکالتے رہو۔ اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ نکالتا۔ انہوں نے ایک ڈول نکال کر نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھایا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے پی لیا۔

1906 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، ح وحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، الْمَعْنٰى وَاحِدٌ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ بِاَذَانٍ وَاحِدٍ بِعَرَفَةَ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَاِقَامَتَيْنِ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِجَمْعٍ بِاَذَانٍ وَاحِدٍ، وَاِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيْثُ اَسْنَدَهُ حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ فِي الْحَدِيْثِ الطَّوِيْلِ، وَوَافَقَ حَاتِمَ بْنَ اِسْمَاعِيْلَ عَلٰى اِسْنَادِهِ، مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَابِرٍ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ بِاَذَانٍ وَاِقَامَةٍ

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں ایک اذان کے ہمراہ ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان کوئی نفل نماز ادا نہیں کی اور دو اقامتوں کے ساتھ (یہ نمازیں ادا کی تھیں) جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان کوئی نفل نماز ادا نہ کی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حاتم بن اسماعیل نے اس روایت کو ایک طویل حدیث میں مرفوع حدیث کے طور پر نقل کیا ہے اور اس کی سند میں محمد بن علی جعفی نامی راوی نے حاتم بن اسماعیل کی موافقت کی ہے۔ انہوں نے یہ روایت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کے والد (امام باقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے' تاہم انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ادا کی تھیں''۔

1907 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، حَدَّثَنَا اَبِي، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ نَحَرْتُ هَاهُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ وَوَقَفَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ: قَدْ وَقَفْتُ هَاهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَوَقَفَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَقَالَ: قَدْ وَقَفْتُ هَاهُنَا وَمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ.

امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام باقر صادق رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں یہاں قربانی کروں گا ویسے منیٰ سارے کا سارا قربانی کی جگہ ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں نے یہاں وقوف کیا ہے' لیکن پورا عرفات وقوف کی جگہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں جب وقوف کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہاں وقوف کیا ہے ویسے پورا مزدلفہ وقوف کی

1907- اسناده صحيح. يحيى بن سعيد: هو القطان. واخرجه مفرقا النسائي في "الكبرى" (3994) و (4037) و (4119) من طريق يعقوب بن ابراهيم، عن يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (3012) من طريق محمد بن المنكدر، و (3048) من طريق عطاء بن ابي رباح، كلاهما عن جابر، به. وهو في "مسند احمد" (14440).

جگہ ہے۔

1908 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، بِإِسْنَادِهِ زَادَ فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔
''تم لوگ اپنے پڑاؤ کی جگہ پر قربانی کرلو''۔

1909 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَابِرٍ، فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ وَأَدْرَجَ فِي الْحَدِيثِ عِنْدَ قَوْلِهِ (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى) (البقرة: 125)، قَالَ: فَقَرَأَ فِيهِمَا بِالتَّوْحِيدِ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقَالَ فِيهِ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْكُوفَةِ، قَالَ أَبِي: هَذَا الْحَرْفُ لَمْ يَذْكُرْهُ جَابِرٌ: فَذَهَبْتُ مُحَرِّشًا، وَذَكَرَ قِصَّةَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو نقل کرتے ہیں: روایت کے یہ الفاظ ''تم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو''۔ یہاں انہوں نے راوی کے یہ الفاظ نقل کر دیئے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو رکعت میں وحدانیت سے متعلق سورتوں کی اور سورہ کافرون کی تلاوت کی' اور اس روایت میں انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں یہ بات بیان کی۔

(اس روایت میں یہ بھی ہے) امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میرے والد (امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ بات بیان کی کہ یہ الفاظ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نقل نہیں کئے ''میں غصے کے عالم میں گیا پھر راوی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے متعلق پورا واقعہ ذکر کیا''۔

مناسک حج کے مکمل وجامع طریقے کا بیان

شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن اشہر حج کہلاتے ہیں، صحیح بخاری شریف، میں روایت ہے:

وقال ابن عمر رضی الله عنهما أشهر الحج شوال وذو القعدة وعشر من ذی الحجة۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حج کے مہینے شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس ہیں۔

(صحیح بخاری شریف، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالیٰ الحج اشہر معلومات)

حج کے اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں: (1) حج قران۔ (2) حج تمتع۔ (3) حج افراد۔

(1) حج قران اس حج کو کہتے ہیں جس میں میقات سے حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج کی نیت کو ایک ہی احرام میں جمع کیا جائے۔

حج قران میں عمرہ کرنے کے بعد بال نہیں نکالے جاتے بلکہ اسی طرح احرام کی حالت میں رہتے ہیں اور جب حج کے دن شروع ہوتے ہیں تو اسی احرام سے حج ادا کرتے ہیں۔

(2) حج تمتع اس حج کو کہتے ہیں جس میں میقات سے اشہر حج میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور مناسک عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کھل جاتا ہے پھر جب حج کے دن شروع ہوتے ہیں اس وقت دوبارہ حج کا احرام باندھ کر حج ادا کیا جاتا ہے۔
اکثر افراد حج تمتع ہی کیا کرتے ہیں۔

3) حج افراد اس حج کو کہتے ہیں جس میں صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے۔

مناسک عمرہ

احرام کی شرعی تعریف:

احرام کے معنی حرام کرنے کے ہیں، جب محرم عمرہ یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھ لیتا ہے تو چند جائز وحلال چیزیں احرام کے سبب اس پر حرام ہو جاتی ہیں اس لئے اس کو احرام کہتے ہیں۔

احرام کی عرفی تعریف:

عرف میں احرام ان دو چادروں کو کہتے ہیں جن کو عمرہ یا حج کرنے والا استعمال کرتا ہے، غسل سے فارغ ہونے کے بعد دو چادریں ایک بطور تہبند استعمال کریں اور دوسری بطور چادر اوڑھیں۔ احرام کی چادریں اگر نئی ہوں تو افضل و بہتر ہے ورنہ استعمال شدہ چادروں کو بھی دھونے کے بعد استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مرد وعورت کے لئے احرام کا فرق:

خواتین کے لئے احرام میں کوئی خاص لباس متعین نہیں بلکہ ان کے لئے روزمرہ کا لباس کافی ہے بشرطیکہ وہ ساتر ہو اور حیا د حجاب کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو، عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

مرد حضرات کو سر اور چہرہ دونوں ڈھانکنا منع ہے اور خواتین کو صرف چہرہ ڈھانکنا منع ہے، خواتین غیر محرم سے پردہ کرنے کی غرض سے اس طرح کا نقاب استعمال کر سکتی ہیں کہ جس میں کپڑا چہرے سے مس نہ ہوتا ہو۔ جب احرام باندھنے کا ارادہ کریں تو جسم سے زائد بال دور کریں اور اچھی طرح سے غسل کریں، خواتین اگرچہ کہ وہ ناپاکی کی حالت میں ہوں غسل کرلیں۔ پھر سر ڈھانک کر غیر مکروہ وقت میں دو (2) رکعت نفل اس طور پر ادا کریں کہ پہلی رکعت میں "سورۃ الکافرون" اور دوسری رکعت میں "سورۃ الاخلاص" پڑھیں، نماز سے فارغ ہو کر مرد سر سے چادر ہٹائے، (پھر مرد وعورت کے لئے حکم یہ ہے کہ) قبلہ رخ ہو کر عمرہ کی نیت کرلیں، نیت دل کے ارادہ کا نام ہے تاہم زبان سے الفاظ ادا کرنا مستحب ہے۔

عمرہ کی نیت:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡعُمۡرَةَ فَیَسِّرۡهَا لِیۡ وَتَقَبَّلۡهَا مِنِّیۡ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں عمرہ کی نیت کرتا ہوں، تو اسے میرے لئے آسان فرمادے اور اسے قبول فرما۔

عمرہ کی نیت کے ساتھ ہی ایک مرتبہ تلبیہ پڑھنا واجب ہے اور تین مرتبہ پڑھنا مستحب ہے۔ مرد حضرات بلند آواز سے پڑھیں اور مستورات آہستہ پڑھیں۔ تلبیہ آواز سے کہنا شرط ہے، دل میں کہنا کافی نہیں۔

تلبیہ یہ ہے:

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیکَ لَکَ لَبَّیْکَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیکَ لَکَ۔

تلبیہ پڑھنے کے بعد ذکر و تسبیح، درود و سلام کا اہتمام کریں، اور تضرع وزاری کے ساتھ دعائیں کریں، جس زبان میں دعاء یاد ہو کریں۔

احرام میں داخل ہونے کے بعد چند چیزیں محرم پر حرام ہو جاتی ہیں، ان سے احتراز کریں۔

ممنوعات احرام:

بنیادی طور پر احرام کی حالت میں چھ (6) چیزیں ممنوع ہیں، جن میں سے چار (4) مرد وعورت دونوں سے متعلق ہیں اور دو (2) مرد حضرات سے متعلق ہیں۔

1) صحبت کرنا یا اس کے اسباب ودواعی اختیار کرنا یا اس سے متعلق گفتگو کرنا۔

2) خشکی کے جانوروں کا شکار خود کرنا یا شکار کی جانب رہنمائی کرنا۔

3) بال کاٹنا یا ناخن تراشنا۔

4) خوشبو استعمال کرنا۔

یہ چار ممنوعات مرد وعورت دونوں کے لئے ہیں

اور یہ دو

5) سلا ہوا لباس پہننا۔

6) سر اور چہرے کو ڈھانکنا۔

صرف مرد حضرات کے لئے ممنوع ہیں۔

اگر کسی سے بحالت احرام ان چھ ممنوعات میں سے کوئی ممنوع عمل سرزد ہو جائے تو اس پر حسب ترتیب کفارہ وصدقہ لازم آتا ہے۔

پہلی صورت یعنی بیوی سے مباشرت کرنے یا شہوت سے بوس وکنار کرنے کی صورت میں دم واجب ہے، خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

شکار کرنے کی صورت میں دو عادل مسلمان اس شکار کی جو قیمت مقرر کریں اسے صدقہ کرنا، واجب ہے۔

سر کے علاوہ بدن کے کچھ مخصوص حصوں سے یا تمام بدن سے ایک ہی مجلس میں بال نکالنے پر ایک دم واجب ہوگا، اگر مختلف

مجالس میں علیحدہ علیحدہ مختلف مقامات کے بال نکالیں تو علیحدہ علیحدہ دم واجب ہوگا۔
سر، داڑھی، گردن، بغل اور زیر ناف کے بال نکالے جائیں تو دم واجب ہوگا۔ باقی دیگر اعضاء کے بال نکالنے پر صدقہ واجب ہوگا۔
اگر حالت احرام میں ہاتھ پیر کے تمام ناخن تراش لے یا کسی ایک ہاتھ یا ایک پیر کے پانچ ناخن تراشے تو اس پر دم واجب ہے، اگر پانچ سے کم ناخن تراشے تو ہر ناخن پر آدھا صاع یعنی تقریباً سوا کلو گیہوں یا اس کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔
اور اگر ناخن اس طرح ٹوٹ جائے کہ اب اس کی مزید نشو نما نہیں ہوگی تو اس کو توڑ کر علیحدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(عالمگیری، ج1، ص244)

اگر خوشبو بدن کے کسی ایک حصہ پر لگائے یا مختلف اعضاء پر اس طرح لگائے کہ اسے جمع کرنے سے ایک بڑے عضو کے بقدر ہو تو ایسی صورت میں دم واجب ہے، اگر اس سے کم ہو تو صدقۂ فطر واجب ہوگا۔
احرام کی حالت میں مرد حضرات کے لئے ایسا جوتا یا چپل پہننا درست نہیں جس سے قدم کی درمیانی ابھری ہوئی ہڈی چھپ جائے، البتہ خواتین کے لئے اور موزے، جوتے پہننا منع نہیں ہے۔

دیگر ممنوعات:

1) فسق و فجور کرنا، لڑنا، جھگڑنا، ساتھیوں اور خادموں پر غصہ ہونا، کسی کو ستانا، تکلیف دینا، یا کوئی بھی برا عمل کرنا۔
2) ایسا لباس پہننا جو زعفران یا کسی خوشبودار چیز میں رنگ دیا گیا ہو، اگر خوشبو جا چکی ہو تو ممنوع نہیں۔
3) دارچینی الائچی لونگ سونٹھ یا کوئی اور خوشبودار چیز تناول کرنا، ایسی کھانا یا پینا جس میں خوشبو ملائی گئی اور خوشبو غالب ہو۔
4) بال یا بدن کو مہندی لگانا اور تیل لگانا۔
5) بدن کو اس طرح کھجانا کہ اس کی وجہ سے بال ٹوٹ جائے یا جوں مر جائے۔
6) ہاتھ یا بدن کی کسی حصہ سے یا لباس سے جوں مارنا یا دور کرنا، جوں کو مارنے کی غرض سے دھوپ میں ڈالنا، جوں مارنے کے لئے کسی سے کہنا۔
7) حدود حرم کے درخت یا گھاس کاٹنا، ہاں اذخر گھاس کاٹنا ممنوع نہیں۔

مکروہات احرام:

جو چیزیں حالت احرام میں مکروہ ہیں اور ان پر جزا نہیں لازم آتی وہ یہ ہیں۔
1) بدن سے میل دور کرنا۔
2) بالوں کو کھولنا۔
3) سر کے بالوں میں یا داڑھی میں کنگھی کرنا۔
4) سر داڑھی یا باقی جسم کو اس طرح کھجانا کہ بال ٹوٹنے یا جوں کے مرنے کا ڈر ہو۔

5) چادر گردن پر باندھنا۔

6) سر یا منہ غلاف کعبہ سے اس طرح چھپانا کہ غلاف سر یا منہ پر لگ جائے۔

7) چادر یا تہبند کے ایک کنارے کو دوسرے کنارہ سے ملا کر باندھنا یا دونوں کناروں کو کانٹے یا سوئی وغیرہ کے ذریعہ جوڑنا۔

8) سیاہ، زرد، نیلا کپڑا پہننا خوشبو سونگھنا یا ہاتھ لگانا بشرطیکہ خوشبو کا جرم (جسامت) ہاتھ کو نہ لگے، بیل بوٹے پھول اور میوہ جات سے خوشبو سونگھنا۔

9) سر اور منہ کے سوا کسی اور عضو پر بلا عذر پٹی باندھنا اسی طرح ناک یا ٹھوڑی کو کپڑے سے ڈھانکنا، ہاتھ سے ڈھانکنا مکروہ نہیں۔

10) ایسی کھائی جانے والی یا نوش کی جانے والی کچی چیز کا کھانا یا پینا جس میں خوشبو مغلوب ہوتا ہم خوشبو آ رہی ہو۔

11) تکیہ پر پیشانی رکھ کر اوندھا سونا۔

12) پان میں لونگ الائچی اور خوشبودار تمبا کو ڈال کر کھانا۔ وغیرہ

تلبیہ اور درود شریف کا کثرت سے اہتمام کریں۔ جب مسجد حرام شریف میں داخل ہوں تو مکمل عاجزی وانکساری کے ساتھ پیکر تواضع بن کر باادب، یہ دعاء پڑھتے ہوئے داخل ہوں:

"بِسْمِ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ .اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَ اَدْخِلْنِيْ فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ وَ اَنْ تَرْحَمَنِيْ وَ تُقِيْلَ عَثَرَاتِيْ وَ تَغْفِرَ ذُنُوْبِيْ وَ تَضَعَ عَنِّيْ وِزْرِيْ۔"

اور پہلے سیدھا پیر داخل کریں۔ چونکہ آمد و رفت کا سلسلہ رہتا لہٰذا کسی جانب کونے کی طرف ہوں اور آگے بڑھیں تا کہ اطمینان سے دعا کر سکیں اور آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

پھر جب خانہ کعبہ پر نظر پڑنے، توقف کریں اور دعائیں کریں کیونکہ یہ خصوصی طور پر دعاؤں کی قبولیت کا موقع ہے۔

البحر الرائق میں ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ دعاء تعلیم فرمائی کہ رؤیت بیت اللہ کے وقت دعاء کرے کہ اے اللہ مجھے مستجاب الدعوات بنادے۔ اس ایک دعاء کے مقبول ہونے سے تمام دعائیں مقبول ہو جائیں گی۔

وَقَدْ ذَكَرَ فِي الْمَنَاقِبِ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ أَوْصَى رَجُلًا يُرِيدُ السَّفَرَ إِلَى مَكَّةَ بِأَنْ يَدْعُوَ اللَّهَ عِنْدَ مُشَاهَدَةِ الْبَيْتِ بِاسْتِجَابَةِ دُعَائِهِ فَإِنْ أُسْتُجِيبَتْ هَذِهِ الدَّعْوَةُ صَارَ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ۔

بہتر ہے کہ اس دعاء کے ساتھ یہ بھی کہیں: پروردگار مجھے جائز اور نیک دعاؤں کی توفیق عطا فرما!

اگر کوئی وقتیہ نماز کا وقت ہو تو پہلے نماز ادا کر لیں، ورنہ اضطباع کر کے مطاف میں آئیں۔

اضطباع کے معنی یہ ہیں

چادر کے ایک سرے کو داہنی بغل کے نیچے سے نکالے کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔ اور رمل کا مطلب یہ ہے کہ دونوں شانوں کو

جنبش دیتے ہوئے سینہ ابھار کر قریب قریب قدم رکھ کر چلنا جیسے پہلوان دنگل میں چلتے ہیں۔
رمل صرف ابتدائی تین چکروں میں مسنون ہے، جس طواف کے بعد سعی ہے اسی طواف میں رمل واضطباع ہے، خواتین کے لئے نہ رمل ہے اور نہ اضطباع۔
یہ دعا پڑھتے ہوئے حجر اسود کی طرف بڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَ اَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا وَتَكْرِيمًا وَبِرًّا وَمَهَابَةً. وَزِدْ مِنْ شَرَفِهٖ وَكَرَمِهٖ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوْ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا وَتَكْرِيمًا وَبِرًّا۔

احرام کی نیت کے وقت سے جو لبیک پڑھتے آرہے تھے اب طواف کے آغاز سے ہی اسے موقوف کردیں۔ پھر اپنا سیدھا مونڈھا حجر اسود کے بائیں کونے کے بالمقابل ہو اور تمام حجر اسود داہنی جانب ہو۔
بعد ازاں طواف کی نیت کریں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُرِيْدُ طَوَافَ بَيْتِكَ الْحَرَامِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ فَيَسِّرْهُ لِىْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّىْ۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری رضا وخوشنودی کے لئے تیرے حرمت وتقدس والے گھر کے طواف کی نیت کرتا! کرتی ہوں، تو اسے میرے لئے آسان فرما اور اسے اپنے دربار میں قبول فرما۔

پھر حجر اسود کے روبرو آکر "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى سَيِّدِنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم" کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں۔ اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر بیچ میں بوسہ دیں مستحب یہ ہے کہ منہ اور پیشانی دونوں کو رکھیں اور تین بار بوسہ دیں۔

حجر اسود چومتے وقت کی دعاء

اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اگر ہجوم اتنا کثیر ہو کہ بوسہ دینا ممکن نہیں تو اس پر ہاتھ لگا کر چومے، اگر اس کا بھی موقع نہ ہو تو لاٹھی وغیرہ لگا کر چومے اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو صرف

اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَالصَّلٰوةُ عَلٰى نَبِيِّهِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کہتے ہوئے دونوں ہاتھ اس کی جانب اٹھائیں اور اس یقین کے ساتھ ہاتھوں کو چومیں کہ گویا دونوں ہاتھوں سے اس کو چھولیا ہے اس طرح چومیں کہ آواز نہ آئے۔

پھر اضطباع کئے ہوئے رمل کے ساتھ داہنی جانب چلیں۔ دوران طواف جو دعاء یاد ہو کرتے رہیں، اور اسی طرح واپس جب حجر اسود کے پاس آئینگے تو طواف کی ایک چکر مکمل ہوگی، اسی طرح سات چکر لگائیں اور ہر چکر میں حجر اسود کا استلام کریں۔

جب طواف مکمل ہوجائے تو پھر مقام ابراہیم کی طرف یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے چلیں:

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى۔

ترجمہ: اور تم مقام ابراہیم کے پاس نماز کی جگہ بناؤ۔

مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کریں پہلی رکعت میں سورہ کافرون، اور دوسری رکعت میں، سورہ اخلاص پڑھیں۔ یہ دو رکعتیں حنفی مذہب میں واجب ہیں۔ اگر مقام ابراہیم کے پاس ہجوم ہو تو پھر اس سے قریب جس مقام پر سہولت ہو مسجد شریف میں ادا کرلیں۔ اور اگر مکروہ وقت ہو تو یہ دوگانہ نماز، مکروہ وقت ختم ہونے کے بعد ادا کریں۔

اس کے بعد مُلتزَم کے پاس آئیں، دونوں ہاتھوں کو دراز کر کے اپنا سینہ پیٹ اور داہنا رخسار دیوار کعبہ سے چمٹادیں، اور دعائیں کرتے رہیں۔

نوٹ: "ملتزم" کعبۃ اللہ شریف کے دروازے اور حجر اسود کے درمیانی حصہ کو کہتے ہیں۔

بعد ازاں قبلہ رو کھڑے ہوکر خوب آب زمزم پئیں، یہ وقت بھی قبولیت دعاء کا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے گا وہ مقصد پورا ہوگا۔ اس وقت یہ دعاء پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ رِزْقًا وَاسِعًا وَّ عَمَلاً صَالِحاً وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ۔

جب سعی کے لئے صفا کو جارہے ہوں تو اس سے قبل حجر اسود کا استلام کریں، اس طرح یہ حجر اسود کا نواں (9) استلام ہوگا۔ یہ نواں استلام صرف اُس طواف کے بعد ہے جس کے بعد سعی کی جارہی ہو۔

مسجد شریف سے نکلتے وقت دعاء پڑھتے ہوئے اپنا بایاں قدم آگے بڑھائیں

اس کے بعد باب صفا سے صفا کی طرف یہ پڑھتے ہوئے جائیں:

اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ اَن يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ۔

اور صفا پر چڑھ کر کعبۃ اللہ کی طرف رخ کریں، دونوں ہاتھ کاندھوں تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں اور یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَوْلَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَلْهَمَنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، وَ صَدَقَ وَعْدَهُ، وَ نَصَرَ عَبْدَهُ، وَ اَعَزَّ جُنْدَهُ، وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ، مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَ قَوْلُكَ الْحَقُّ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ وَاِنِّيْ اَسْاَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَه

مِنِّی حَتّٰی تَوَفَّانِیْ وَ اَنَا مُسْلِمٌ. سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ اَتْبَاعِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِمَشَائِخِیْ وَ لِلْمُسْلِمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ وَ السَّلَامُ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

ونیز جو دعائیں یاد ہوں وہ پڑھتے رہیں کیونکہ یہ بھی دعا کے مقبول ہونے کا مقام ہے۔

پھر صفا سے مروہ کی جانب درمیانی رفتار سے چلیں

صفا سے اترتے وقت یہ دعاء پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اسْتَعْمِلْنِیْ بِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِہٖ، وَأَعِذْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِکَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ (فتح القدیر)

اور میلین اخضرین (جس کے درمیان سبز لائٹس نصب ہیں) کے دوران مرد حضرات تیز گام چلیں، خواتین میلین اخضرین کے درمیان بھی اپنے معمول کے مطابق ہی چلیں۔

میلین اخضرین کے دوران پڑھی جانے والی دعاء

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاعْفُ وَتَکَرَّمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ، إِنَّکَ تَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ. إِنَّکَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَکْرَمُ۔

اس طرح صفا سے مروہ پر ایک چکر مکمل ہوگا اور پھر مروہ سے صفا جانے پر دو چکر ہوں گے۔

مروہ پہنچ کر کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کیا سی طرح دعاء کریں جس طرح صفا پر کی تھی، اور پھر مروہ سے صفا کی جانب آئیں اسی طرح سات چکر مکمل کریں اور میلین اخضرین کے دوران تیز گام چلیں، ساتواں چکر مروہ پر مکمل ہوگی۔

حج تمتع ہو توسعی سے فارغ ہو کر حلق کروالیں، ایام حج تک حلال رہیں۔ کل سر کے بال حلق کروانا بہتر ہے اور بال کتروانے کی صورت میں تمام سر کے بال انگلی کی ایک پور سے زائد مقدار میں کتروانا مسنون ہے، اور سر کے چوتھائی بال کتروانے کی صورت میں واجب تو ادا ہو جاتا ہے تاہم یہ کراہت سے خالی نہیں۔ اور خواتین اپنے تمام سر کے بالوں یا چوتھائی سر کے بالوں سے لمبائی میں انگلی کی ایک پور کے برابر بال کاٹ دیں۔ حلق یا قصر کے ساتھ عمرہ مکمل ہوتا ہے۔

نوٹ 1: خواتین بال کاٹتے وقت اس طرح اپنا سر کھلا نہ رکھیں کہ ان پر غیر کی نظر پڑے۔

نوٹ 2: حلق یا قصر حدود حرم میں کروانا واجب ہے، اگر بیرون حرم حلق یا قصر کروائیں تو دم واجب ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کھولتے وقت حلق کروانے والے حضرات کو خصوصی دعاؤں سے سرفراز فرمایا صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے:

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ

الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَارَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ: اللّٰهُمَّ ارْحَمْ الْمُحَلِّقِينَ. قَالُوا: وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ حلق کروانے والوں پر رحم فرما! حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور بال کم کروانے والے؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ! حلق کروانے والوں پر رحم فرما! صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور بال کم کروانے والے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم فرمائے۔ (صحیح بخاری شریف باب الحلق والتقصر عند الاحلال حدیث نمبر 1612)

حج قران ہو تو اسی احرام میں رہیں کیونکہ انہیں اسی احرام میں حج کرنا ہے۔

حج کے ایام کا بیان

حج کے پانچ (5) دن ہیں:

پانچ یا دن یہ چھ دن! 10 کنگریاں یا 91 کنگریاں؟ 8/9/10/11/ اور 12/ ذی الحجہ۔

حج کے فرائض کا بیان

فرائض حج تین (3) ہیں: 1) احرام۔ 2) وقوف عرفات۔ 3) طواف زیارت۔

1) احرام: اس سے مراد دل سے حج کی نیت کرنا اور زبان سے تلبیہ (لبیک) کہنا ہے۔

2) وقوف عرفات: اس کا وقت 9! ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد سے 10! ذی الحجہ کی صبح صادق کے درمیان ہے، اس دوران میدان عرفات میں کچھ دیر کے لئے کیوں نہ ہو ٹھیرنا حج کا رکن اعظم ہے۔

زوال کے بعد علی الفور وقوف کا آغاز کرنا مسنون ہے، وقوف عرفات میں نیت شرط نہیں اور ٹھہرنا ضروری نہیں، طاقت ہو تو ٹھہرنا افضل ہے، بصورت دیگر بیٹھ کر یا حسب سہولت دعاؤں میں مصروف رہیں۔

3) طواف زیارت: 10! ذی الحجہ کی صبح سے 12! ذی الحجہ کے دن، سورج غروب ہونے سے پہلے تک کسی بھی وقت بیت اللہ شریف کا طواف کرنا۔

نوٹ: ان فرائض حج کو ترتیب وار ادا کرنا ضروری ہے اور ہر رکن کو اس کے مخصوص مکان اور مخصوص وقت میں ادا کرنا بھی لازم ہے اگر ان تینوں ارکان میں سے کوئی رکن چھوٹ جائے تو حج ادا نہیں ہوگا اور نہ قربانی وغیرہ سے اس کی تلافی کی جاسکتی ہے۔

واجبات حج کا بیان

واجبات حج چھ (6) ہیں:

(1) وقوف مزدلفہ: دس (10) ذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب سے پہلے تک مزدلفہ میں وقوف کرنا۔ (2) صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ (3) رمی جمار: جمرات کو کنکریاں مارنا۔ (4) حج قران اور حج تمتع کرنے والوں کے لئے قربانی

کرنا۔(5) حلق:سر کے بال منڈانا یا قصر:بال کتروانا۔(6) آفاقی (میقات سے باہر رہنے والے) کے لئے مکہ مکرمہ سے واپسی کے موقع پر طواف وداع کرنا۔

نوٹ:ان واجبات میں سے اگر کوئی واجب چھوٹ جائے تو خواہ قصداً یا سہواً ترک کیا ہو ایک دم یعنی ایک بکرا قربانی کرنا واجب ہے۔

حج کا پہلا دن

حج کا پہلا دن (یوم الترویہ)

آٹھ (8) ذی الحجہ کو نماز فجر مکہ مکرمہ میں پڑھکر طلوع آفتاب کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہوں۔

منیٰ میں قیام:

منیٰ مکہ مکرمہ سے تقریباً: پانچ (5) کیلومیٹر کے فاصلہ پر دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔

منیٰ کی روانگی کے لئے موجودہ دور میں معلم کی جانب سے گاڑی کا نظم ہوتا ہے، حجاج کرام کو ان کی قیامگاہ (ہوٹل) سے گاڑیوں کے ذریعہ منیٰ پہنچایا جاتا ہے، اکثر گاڑیاں سات (7) ذی الحجہ کی رات ہی منیٰ روانہ ہوجاتی ہیں اس لئے بہتر ہے کہ نماز عشاء کے بعد احرام باندھ لیں۔ کیونکہ (7) ذی الحجہ کی رات منیٰ روانہ ہونے میں شرعا کوئی مضائقہ نہیں۔

منیٰ جاتے وقت راستہ بھر تلبیہ درود شریف اور دعاؤں میں مصروف رہیں، 9! ذی الحجہ کی فجر جملہ پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا اور وہیں رات گزارنا سنت ہے۔

مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد سے منیٰ کی روانگی سے پہلے تک اگر پندرہ دن نہ ہوئے ہوں تو حج کی تمام چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کریں۔ منیٰ میں واقع مسجد خیف کے قریب ٹھہرنا مستحب ہے ورنہ حسب سہولت جہاں موقع ہو ٹھہر سکتے ہیں، حکومت کی جانب سے منیٰ میں حجاج کرام کے لئے خیمے لگائے جاتے ہیں، جس پر معلم کا نمبر ہوتا ہے، وہاں بھی قیام کیا جاسکتا ہے، منیٰ میں حسب سہولت رات بھر تلبیہ استغفار اور دعائیں کرتے رہیں اور درود شریف کثرت سے پڑھیں۔ منیٰ میں اگر کسی وجہ سے خیمہ حدود منیٰ کے باہر ہو تو حدود منیٰ میں داخل ہو کر کسی مناسب مقام پر قیام کریں۔

حج کا دوسرا دن نو (9) ذی الحجہ (یوم عرفہ) آج حج کا اہم ترین دن ہے جس میں حج کا عظیم رکن "وقوف عرفہ" ادا کیا جاتا ہے۔

9! ذی الحجہ کو منیٰ میں نماز فجر پڑھ لیں، نماز کے بعد تکبیر تشریق کہیں۔

تکبیر تشریق یہ ہے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

9! ذی الحجہ کی فجر سے 13! ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد تین بار تکبیر تشریق کہنا افضل ہے۔

اس کے بعد تلبیہ (لبیک) ذکر اور درود شریف میں مشغول رہیں۔ سورج طلوع ہونے کے بعد جب کچھ دھوپ نکل آئے تو منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہوں۔

وقوف عرفہ

9 ذی الحجہ کی زوال کے بعد سے 10 ذی الحجہ کی صبح صادق کے درمیان ایک لمحہ کے لئے بھی عرفات میں وقوف ہوجائے تو رُکنِ حج ادا ہوجاتا ہے۔لیکن زوال سے غروب آفتاب تک عرفات میں وقوف کرنا واجب ہے،عرفات میں بطنِ عرنہ کے علاوہ جہاں چاہیں ٹھہر سکتے ہیں،البتہ جبلِ رحمت کے پاس وقوف کرنا افضل ہے۔

تلبیہ واذکار دعا واستغفار اور چہارم کلمہ توحید پڑھنے میں مشغول رہیں، زوال سے پہلے کھانے اور دیگر ضروریات سے فارغ ہوکر غسل کریں جو کہ مسنون ہے ورنہ وضو کرلینا کافی ہے،مسجد نمرہ میں امام کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہوں تو ظہر وعصر کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے،مسجد نمرہ کے علاوہ عرفات میں اپنے مقام پر نماز ادا کررہے ہوں تو ظہر کے وقت ظہر اور عصر کے وقت عصر پڑھیں۔

نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک تضرع وزاری کے ساتھ درود شریف ذکر ودعاء کرتے ہوئے وقوف کریں۔

سورج غروب ہونے کے بعد عرفات سے مزدلفہ کے لئے روانہ ہوجائیں اور راستہ تمام تلبیہ تکبیر درود شریف اور دعاؤں کا اہتمام کرتے رہیں۔

مزدلفہ کے میدان میں آخری حد پر واقع مشعر حرام نامی پہاڑ کے نزدیک ٹھہرنا افضل ہے،وادی محسر میں نہ ٹھہریں اور نہ اس میں سے گذریں۔مزدلفہ پہنچ کر غسل کرنا مسنون ہے ورنہ وضو کافی ہے اگر مغرب کی نماز کا وقت باقی ہو تب بھی مغرب ہرگز نہ پڑھیں، جب عشاء کا وقت شروع ہوجائے تب مغرب اور عشاء دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ ادا کی نیت سے پڑھیں، مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو عشاء کے وقت جمع کرکے پڑھنا واجب ہے، جماعت کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے،مغرب کی فرض کے ساتھ سنت نہ پڑھیں بلکہ عشاء کی فرض پڑھیں اس کے بعد پہلے مغرب کی سنت پھر عشاء کی سنت و وتر پڑھیں مزدلفہ میں رات گذارنا سنت مؤکدہ ہے،نمازوں کی ادائیگی کے بعد تلبیہ تکبیر درود شریف اور تضرع وزاری کے ساتھ دعاؤں میں مشغول رہیں۔

نوٹ: نماز مغرب عرفات میں یا مزدلفہ کے راستہ میں پڑھنا درست نہیں۔

مزدلفہ میں صبح صادق سے اجالا ہونے کے درمیان وقوف کرنا واجب ہے خواہ تھوڑی دیر ہی کیوں نہ ہو،طلوع آفتاب تک وقوف کرنا سنت ہے،اور فجر کی نماز اول وقت ادا کرنا مستحب ہے۔

منیٰ میں تین دن رمی جمار کرنے کے لئے ستر (70) کنکریاں جو کھجور کی گٹھلی سے بڑی نہ ہوں اور چنے کے دانے سے چھوٹی نہ ہوں، چن کر ساتھ رکھ لیں۔

حج کا تیسرا دن 10 ذی الحجہ

10 ذی الحجہ کی صبح، جب طلوع آفتاب کا یقین ہوجائے تو مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوجائیں اور راستہ میں بدستور ذکر ودعا، استغفار وتلبیہ جاری رکھیں اور درود شریف کی کثرت کریں۔

10 ذی الحجہ کا دن حجاج کرام کے لئے نہایت مصروف دن ہے،لہٰذا حاجیوں کے لئے نماز عید نہیں رکھی گئی ہے، منیٰ پہنچتے ہی

پہلا عمل رمی کرنا ہے صرف جمرۂ عقبہ (بڑے شیطان) کی رمی کریں، احرام باندھنے کے بعد سے لبیک پڑھنے کا جو سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے، اب جمرۂ عقبہ پر پہلی کنکری مارنے سے پہلے ہی اُسے روک دیں۔

آج رمی کرنے کا مسنون و مستحب وقت طلوع آفتاب سے زوال تک ہے، مباح وقت زوال سے غروب تک ہے، اور غروب سے صبح صادق تک مکروہ وقت ہے۔ یعنی زوال سے پہلے رمی کرنا مستحب ہے، زوال کے بعد سے غروب تک کرنا' جائز ہے، اور غروب کے بعد سے صبح صادق تک کرنا' مکروہ ہے۔

دوسرا کام قربانی ہے:

حج افراد کرنے والوں پر حج کی قربانی واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

حج قران اور حج تمتع کرنے والے افراد پر قربانی کرنا' واجب ہے۔

تیسرا کام حلق یا قصر:

قصر (بال کتروانے) کے بالمقابل حلق (سر منڈانا) افضل ہے، اس کا وقت 10!11!12!۔ ذی الحجہ ہے لیکن دسویں ذی الحجہ کو کروانا افضل ہے۔ حجامت کے وقت قبلہ رو بیٹھنا اور دائیں جانب سے شروع کرنا سنت ہے، حلق کروانے کے بعد احرام کھول دیں۔ نوٹ: رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب ضروری ہے، اگر پہلے حلق کروا کر بعد میں قربانی کی جائے تو دم واجب ہوگا۔

رمی قربانی اور حلق کے بعد طواف زیارت کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہو جائیں اور طواف زیارت اپنے معمول کے لباس میں کریں، اگر پہلے سعی نہ کی ہو تو اس طواف کے بعد سعی کرلیں اس طواف میں رمل بھی کریں اور اگر سعی پہلے کر چکے تھے تو پھر اس طواف میں رمل نہ کریں، طواف زیارت کا وقت 10!ذی الحجہ کی صبح صادق سے 12!ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک ہے، لیکن 10!ذی الحجہ کو طواف کرنا افضل ہے۔ حرم شریف سے واپس ہو کر رات منیٰ میں گذاریں کیونکہ رات منیٰ میں گذارنا مسنون ہے۔

حج کا چوتھا دن 11!ذی الحجہ

11!ذی الحجہ کے دن تینوں جمرات کی رمی واجب ہے، پہلے سات کنکریاں چھوٹے شیطان کو ماریں، رمی کے بعد کچھ آگے بڑھ جائیں اور قبلہ رو ہاتھ اٹھا دعاء کریں، حضور قلبی کے ساتھ حمد و صلوٰۃ اور استغفار و دعاء میں اگر موقع ہو تو (کم سے کم بیس قرآنی آیتیں پڑھنے کے وقت تک، ورنہ حسب سہولت) مشغول رہیں اس کے بعد درمیانی شیطان کو سات کنکریاں ماریں اور تحمید تہلیل تکبیر درود شریف اور دعاء میں اتنی ہی دیر مشغول رہیں، پھر جمرۂ عقبہ (بڑے شیطان) کی رمی کریں اس کے بعد رمی کرنا نہیں ہے اس لئے رمی کے بعد نہ ٹھہریں اور نہ دعاء کریں بلکہ آگے بڑھ جائیں۔

رمی کا وقت مسنون زوال سے غروب تک ہے اور غروب تا صبح صادق بلا عذر کریں تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ اور کوئی عذر کی وجہ رات میں ہی کریں تو مکروہ نہیں ہے۔

10!ذی الحجہ کو اگر طواف نہیں کیا گیا تھا تو گیارہ کو طواف کے لئے مکہ مکرمہ چلے جائیں اور طواف کر کے، منیٰ واپس ہو جائیں اور رات منیٰ میں ہی گذاریں۔

حج کا پانچواں دن 12 ذی الحجہ

12 ذی الحجہ کے دن گیارھویں کی طرح زوال کے بعد اسی ترتیب سے تینوں جمرات کی رمی کریں، جمرہ اولی کو سات کنکریاں اور جمرۂ وسطی کو سات اور پھر جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں ماریں، اسکے بعد غروب آفتاب سے پہلے مکہ معظمہ چلے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں تاہم مسنون یہ ہے کہ 13 تاریخ کو رمی کر کے جائیں اور آفتاب غروب ہوجائے تو پھر 13 کی رمی کئے بغیر جانا مکروہ ہے، اور 13 ذی الحجہ کی صبح منیٰ میں ہوجائے تو پھر تیرہویں کی رمی کرنا واجب ہے، رمی کئے بغیر جانا جائز نہیں، اس صورت میں تیرہویں کے دن بھی اسی ترتیب اور اسی طریقہ سے تینوں جمرات کی رمی کریں، (جمرہ اولی پر سات کنکریاں اور جمرۂ وسطی پر سات اور پھر جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں ماریں) اس رمی کا وقت صبح سے مغرب تک ہے البتہ زوال کے بعد وقت مسنون ہے۔

طواف وداع

طواف وداع آفاقی (میقات کے باہر سے آنے والے) کے لئے واجب ہے، افضل یہ ہے کہ بوقت واپسی طواف وداع کی نیت کے ساتھ طواف کیا جائے اس طواف میں نہ اضطباع ہے اور نہ رمل، اسی طرح اس کے بعد سعی کرنا بھی نہیں، طواف کے بعد حسب قاعدہ دوگانہ ادا کریں، ملتزم سے چمٹ کر خوب دعا کریں، بابِ کعبہ پر غلاف کعبہ کو پکڑ کر تضرع وزاری کے ساتھ دعا کریں مقام ابراہیم اور زمزم کے پاس آکر درود شریف کی کثرت کریں، پھر جو چاہیں دارین کی سعادت کے لئے گڑگڑا کر دعائیں کریں۔

طواف وداع کے موقع پر بیت اللہ شریف سے جدائی پر دل میں رنج وغم، حزن وملال کی کیفیت پیدا کریں، اشک آور آنکھوں سے خانۂ کعبہ کی طرف نہایت حسرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے دوبارہ حاضری کی تمنا کے ساتھ تعظیماً اُلٹے پیر چل کر حرم شریف سے باہر نکلیں۔

روضۂ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ قبولیت حج کی سند اور شفاعت کی ضمانت ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من زار قبری وجبت لہ شفاعتی جس نے میرے روضہ پاک پر حاضری دی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ من حج ولم یزرنی فقد جفانی جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی یقیناً اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق مناسک حج وعمرہ ادا کرنے اور آداب زیارت مقدسہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ

باب: عرفہ میں وقوف کرنا

1910 حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِينَهَا يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوا يُسَمَّوْنَ الْحُمُسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُونَ بِعَرَفَةَ

قَالَتْ: فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتِيَ عَرَفَاتٍ فَيَقِفَ بِهَا، ثُمَّ يُفِيضُ مِنْهَا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ) (البقرة: ۱۹۹)

⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قریش اور ان کے پیروکار لوگ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے وہ خود کو حمس (نمایاں مذہبی حیثیت کے مالک) قرار دیتے تھے اور باقی تمام عرب عرفات میں وقوف کرتے تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب اسلام آیا تو اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات تشریف لائیں وہاں پر وقوف کریں اور وہاں سے روانہ ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے:

"پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں"۔

عرفہ کا وقوف

خیال کرو جب شرع کو یہ وقت دعا کے لئے فارغ کرنے کا اس قدر اہتمام ہے کہ عصر کو ظہر کی ساتھ ملا کر پڑھنے کا حکم دیا تو اس وقت اور کام میں مشغولی کس قدر بیہودہ ہے بعض احمقوں کو دیکھا ہے کہ امام تو نماز میں ہے یا نماز پڑھ کر موقف کو گیا اور وہ کھانے' پینے' حقے' چائے اڑانے میں ہیں خبردار ایسا نہ کرو۔ امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہی فوراً موقف۔ (یعنی وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر ذکر و دعا کا حکم ہے اس جگہ کو روانہ ہو جاؤ اور ممکن ہو تو اونٹ پر کہ سنت بھی ہے اور ہجوم میں دبنے کچلنے سے محافظت بھی، بعض مطوف اس مجمع میں جانے سے منع کرتے اور طرح طرح ڈراتے ہیں ان کی نہ سنو کہ وہ خاص نزول رحمت عام کی جگہ ہے ہاں عورتیں اور کمزور مرد یہیں سے کھڑے ہوئے دعا میں شامل ہوں۔ کہ بطن عرنہ کے سوا یہ سارا میدان موقف ہے اور یہ لوگ بھی یہی تصور کریں کہ ہم اس مجمع میں حاضر ہیں اپنی ڈیڑھ اینٹ الگ نہ سمجھیں اس مجمع میں یقیناً بکثرت اولیاء بلکہ الیاس و خضر علیہما السلام دو نبی موجود ہیں یہ تصور کریں کہ انوار و برکات جو اس مجمع میں ان پر اتر رہے ہیں ان کا صدقہ ہم بھکاریوں کو بھی پہنچتا ہے۔ یوں الگ ہو کر بھی شامل رہیں گے اور جس سے ہو سکے تو وہاں کی حاضری چھوڑنے کی چیز نہیں۔ افضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبل رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کا فرش ہے رو بقبلہ امام کے پیچھے کھڑا ہو جبکہ ان فضائل کے حصول میں دقت یا کسی کو اذیت نہ ہو ورنہ جہاں اور جس طرح ہو سکے وقوف کرے امام کی دہنی جانب اور بائیں رو برو سے افضل ہے یہ وقوف ہی حج کی جان اور اس کا بڑا رکن ہے وقوف کے لئے کھڑا رہنا افضل ہے شرط یا واجب نہیں۔ بیٹھا رہا جب بھی وقوف ہو گیا وقوف میں نیت اور رو بقبلہ ہونا افضل ہے۔ (فتاوی عالمگیری، مناسک حج، بیروت)

وقوف عرفہ کی سنتوں کا بیان

وقوف میں یہ امور سنت ہیں۔ غسل' دونوں خطبوں کی حاضری' دونوں نمازیں ملا کر پڑھنا' بے روزہ ہونا' باوضو ہونا' نمازوں کے بعد فوراً وقوف کرنا۔ بعض جاہل یہ کرتے ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں کھڑے ہو کر رومال ہلاتے رہتے ہیں اس سے بچو اور ان کی طرف بھی برا خیال نہ کرو یہ وقت اوروں کے عیب دیکھنے کا نہیں اپنے عیبوں پر شرمساری اور گریہ وزاری کا ہے۔

وقوف عرفہ کے آداب کا بیان

اب وہ کہ یہاں ہیں اور وہ کہ ڈیروں میں ہیں سب ہمہ تن صدق دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جائیں میدان قیامت میں حساب اعمال کے لئے اس کے حضور حاضری کا تصور کریں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے ڈرتے امید کرتے آنکھیں بند کئے گردن جھکائے دست دعا آسمان کی طرف سر سے اونچا پھیلائے تکبیر وتہلیل وتسبیح ولبیک وحمد وذکر ودعاء وتوبہ استغفار میں ڈوب جائے کوشش کرے کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت وسعادت ہے ورنہ رونے کا سا منہ بنائے کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی۔ اثناء دعا وذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرے آج کے دن دعائیں بہت منقول ہیں اور دعائے جامع کہ اوپر گزری کافی ہے چند بار اسے کہہ لو اور سب سے بہتر یہ کہ سارا وقت درود وذکر وتلاوت قرآن میں گزارو کہ بوعدہ حدیث دعا والوں سے زیادہ پاؤ گے نبی ﷺ کا دامن پکڑو۔ غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے توسل کرو اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کر کے بید کی طرح لرزو اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اسی کے پاس پناہ ہے اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے اس کے در کے سوا کہیں ٹھکانہ نہیں لہٰذا ان شفیعوں کا دامن پکڑے اس کے عذاب سے اسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کے غضب کی یاد سے جی کانپا جاتا ہے اور کبھی اس کی رحمت عام کی امید سے مرجھایا دل نہال ہو جاتا ہے۔ یونہی تضرع وزاری میں رہو یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا ایک لطیف جز آ جائے اس سے پہلے کوچ منع ہے بعض جلد باز دن ہی سے چل دیتے ہیں ان کا ساتھ نہ دو غروب تک ٹھہرنے کی ضرورت نہ ہوتی تو عصر کو ظہر سے ملا کر کیوں پڑھنے کا حکم ہوتا اور کیا معلوم کہ رحمت الٰہی کس وقت توجہ فرمائے اگر تمہارے چل دینے کے بعد اتری معاذ اللہ کیسا خسارہ ہے اور اگر غروب سے پہلے حدود عرفات سے نکل گئے جب تو پورا جرم ہے بعض مطوف یہاں یوں ڈراتے ہیں کہ رات میں خطرہ ہے یہ دو ایک کے لئے ٹھیک ہے اور جب سارا قافلہ ٹھہرے گا تو ان شاء اللہ کچھ اندیشہ نہیں۔ اس مقام پر پڑھنے کے لئے بعض دعائیں لکھی جاتی ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ تین بار پھر کلمہ توحید اس کے بعد:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ بِالْھُدٰی وَ نَقِّنِیْ وَاعْصِمْنِیْ بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ وَ الْاُوْلٰی

تین بار۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَالَّذِیْ نَقُوْلُ وَخَیْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ وَاِلَیْکَ مَاٰبِیْ وَ لَکَ رَبِّ تُرَاثِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَۃِ الصَّدُوْرِ وَ شِتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَجِیْئُ بِہِ الرِّیْحُ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِیْئُ بِہِ الرِّیْحُ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا بِالْھُدٰی وَزَیِّنَا بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْلَنَا فِی الْاٰخِرَۃِ وَالْاُوْلٰی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ رِزْقًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَمَرْتَ بِالدُّعَآئِ وَ قَضَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ بِالْاِجَابَۃِ وَ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَلَا تَنْکُثُ عَھْدَکَ اَللّٰھُمَّ مَا اَحْبَبْتَ مِنْ خَیْرٍ فَحَبِّبْہُ اِلَیْنَا وَ یَسِّرْہُ لَنَا وَ مَا کَرِھْتَ مِنْ شَرٍّ فَکَرِّھْہُ اِلَیْنَا وَ جَنِّبْنَاہُ وَلَا تَنْزِعْ مِنَّا الْاِسْلَامَ بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَرٰی مَکَانِیْ

تَسْمَعُ کَلَامِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ اَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِہٖ اَسْئَالُکَ مَسْئَالَۃَ الْمِسْکِیْنِ وَاَبْتَھِلُ اِلَیْکَ اِبْتِھَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْکَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الْمُضْطَرِّ دُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَکَ رَقَبَتُہٗ وَ فَاضَتْ لَکَ عَیْنَاہُ وَنَحِلَ لَکَ جَسَدُہٗ وَرَغِمَ اَنْفُہٗ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ رَبِّیْ شَقِیًّا وَّ کُنْ بِیْ رَؤُفًا رَّحِیْمًا یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَخَیْرَ الْمُعْطِیْنَ۔

اور بیہقی کی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے اوپر مذکور ہو چکی اس میں جو دعائیں ہیں انہیں بھی پڑھیں یعنی:

لَآ اِلٰہَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سو بار ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ'' سو بار

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّعَلَیْنَا مَعَھُمْ سو بار

ابن ابی شیبہ وغیرہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اور انبیاء کی دعا عرفہ کے دن یہ ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا

اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَّسَاوِسِ الصَّدْرِ وَتَشْتِیْتِ الْاَمْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی اللَّیْلِ وَشَرِّ مَا یَلِجُ فِی النَّھَارِ وَ شَرِّ مَا تَھُبُّ بِہِ الرِّیْحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ الدَّھْرِ۔

اس مقام پر پڑھنے کی بہت دعائیں کتابوں میں مذکور ہیں مگر اتنی ہی میں کفایت ہے اور درود شریف و تلاوت قرآن مجید سب دعاؤں سے زیادہ مفید، ایک ادب واجب الحفظ اس روز کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر بھروسا کر کے یقین کرے کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اب کوشش کروں کہ آئندہ گناہ نہ ہوں اور جو داغ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔

وقوف کے مکروہات کا بیان

یہاں یہ باتیں مکروہ ہیں۔ غروب آفتاب سے پہلے وقوف چھوڑ کر روانگی جبکہ غروب تک حدود عرفات سے باہر نہ ہو جائے ورنہ حرام ہے۔ نماز عصر وظہر ملانے کے بعد موقف کو جانے میں دیر اس وقت سے غروب تک کھانے پینے یا توجہ بخدا کے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا' کوئی دنیوی بات کرنا' غروب پر یقین ہو جانے کے بعد روانگی میں دیر کرنا مغرب یا عشاء عرفات میں پڑھنا۔

وقوف کے مسائل واحکام کا بیان

وقوف کا وقت نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی طلوع فجر تک ہے اس وقت کے علاوہ کسی اور وقت وقوف کیا

توحج نہ ملا مگر ایک صورت میں وہ یہ کہ ذی الحجہ کا ہلال دکھائی نہ دیا ذی قعد کے تیس دن پورے کر کے ذی الحجہ کا مہینہ شروع کیا اور اس حساب سے آج نویں ہے بعد کو ثابت ہوا کہ انتیس کا چاند ہوا تو اس حساب سے دسویں ہوگی اور وقوف دسویں تاریخ کو ہوا مگر ضرورۃً یہ جائز مانا جائے گا اور اگر دھوکا ہوا کہ آٹھویں کو نویں سمجھ کر وقوف کیا پھر معلوم ہوا تو یہ وقوف صحیح نہ ہوا۔

(عالمگیری، جوہرہ، منسک)

اگر گواہوں نے رات کے وقت گواہی دی کہ نویں تاریخ آج تھی اور یہ دسویں رات ہے تو اگر اس رات میں سب لوگوں یا اکثر کے ساتھ امام وقوف کر سکتا ہے تو وقوف لازم ہے وقوف نہ کریں تو حج فوت ہو جائے گا اور اگر اتنا وقت باقی نہ ہو کہ اکثر لوگوں کے ساتھ امام وقوف کرے اگر چہ خود امام اور جو تھوڑے لوگ جلدی کر کے جائیں تو صبح سے پیشتر وہاں پہنچ جائیں گے مگر جو لوگ پیدل ہیں اور جن کے ساتھ بال بچے ہیں اور جن کے پاس اسباب زیادہ ہے ان کو وقوف نہ ملے گا تو اس شہادت کے موافق عمل نہ کرے بلکہ دوسرے دن بعد زوال تمام حجاج کے ساتھ وقوف کرے۔ (منسک)

جن لوگوں نے ذی الحجہ کے چاند کی گواہی دی اور ان کی گواہی قبول نہ ہوئی وہ لوگ اگر امام سے ایک دن پہلے وقوف کریں گے تو ان کا حج نہ ہوگا بلکہ ان پر بھی ضروری ہے کہ اسی دن وقوف کریں جس دن امام وقوف کرے اگر چہ ان کے حساب سے اب دسویں تاریخ ہے۔

تھوڑی دیر ٹھہرنے سے بھی وقوف ہو جاتا ہے خواہ اسے معلوم ہو کہ یہ عرفات ہے یا معلوم نہ ہو باوضو ہو یا بے وضو جنب ہو یا حیض و نفاس والی عورت، سوتا ہو یا بیدار ہو، ہوش میں ہو یا جنون و بے ہوشی میں، یہاں تک کہ عرفات سے ہو کر جو گزر گیا اسے حج مل گیا یعنی اب حج اس کا فاسد نہ ہوگا جبکہ یہ سب احرام سے ہوں۔ بے ہوشی میں احرام کی صورت یہ ہے کہ پہلے ہوش میں تھا اور اسی وقت احرام باندھا دیا اگر چہ اس احرام باندھنے سے پہلے بے ہوش ہو گیا اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے یا کسی اور نے اس کی طرف سے احرام باندھ لیا تھا اور اگر احرام باندھنے والے نے خود اپنی طرف سے بھی احرام باندھا ہو کہ اس کا احرام اس کے احرام کے منافی نہیں تو اس صورت میں بھی وہ محرم ہو گیا دوسرے کے احرام باندھنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے کپڑے اتار کر تہبند باندھ دے بلکہ یہ کہ اس کی طرف سے نیت کرنے اور لبیک کہے۔ جس کا حج فوت ہو گیا یعنی اسے وقوف نہ ملا تو اب حج کے باقی افعال ساقط ہو گئے اور اس کا احرام عمرہ کی طرف منتقل ہو گیا لہٰذا عمرہ کر کے احرام کھول ڈالے اور آئندہ سال قضا کرے۔

(عالمگیری، درمختار، بحر، تبیین)

آفتاب ڈوبنے سے پہلے اژدھام کے خوف سے حدود عرفات سے باہر ہو گیا اس پر دم واجب ہے پھر اگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے واپس آیا اور ٹھہرا رہا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تو دم معاف ہو گیا اور اگر ڈوبنے کے بعد واپس آیا تو ساقط نہ ہوا اور اگر سواری پر تھا اور جانور اسے لے کر بھاگ گیا جب بھی دم واجب ہے یونہی اگر اس کا اونٹ بھاگ گیا یہ اس کے پیچھے چل دیا۔ محرم نے نماز عشاء نہیں پڑھی ہے اور وقت صرف اتنا باقی ہے کہ چار رکعت پڑھے مگر پڑھتا ہے تو وقوف عرفہ جاتا رہے گا تو نماز چھوڑے اور عرفات کو جائے۔ (جوہرہ) اور بہتر یہ کہ چلتے میں پڑھ لے بعد کو اعادہ کرے۔ (منسک، الفتاوی عالمگیری، مناسک حج، بیروت)

بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى مِنًى

باب: منیٰ کی طرف روانہ ہونا

1911 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا الْاَحْوَصُ بْنُ جَوَّابٍ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ وَالْفَجْرَ يَوْمَ عَرَفَةَ بِمِنًى

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترویہ کے دن ظہر کی نماز اور عرفہ کے دن فجر کی نماز منیٰ میں ادا کی تھی۔

1912 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْاَزْرَقُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، قَالَ: سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قُلْتُ: اَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ، فَقَالَ: بِمِنًى قُلْتُ: فَاَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ؟، قَالَ: بِالْاَبْطَحِ، ثُمَّ قَالَ: افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ اُمَرَاؤُكَ

⊛⊛ عبدالعزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ میں نے کہا: آپ مجھے اس چیز کے بارے میں بتایئے جو آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یاد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترویہ کے دن ظہر کی نماز کہاں ادا کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: منیٰ میں۔ میں نے دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کے وقت عصر کی نماز کہاں ادا کی تھی' تو انہوں نے کہا: ابطح میں۔ پھر انہوں نے فرمایا: تم لوگ اسی طرح کرو جس طرح تمہارے حکمران کرتے ہیں۔

بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى عَرَفَةَ

باب: عرفہ کی طرف روانہ ہونا

1913 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا اَبِي، عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: غَدَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مِنًى حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ صَبِيحَةَ يَوْمِ عَرَفَةَ حَتّٰى اَتٰى عَرَفَةَ فَنَزَلَ بِنَمِرَةَ، وَهِيَ مَنْزِلُ الْاِمَامِ الَّذِي يَنْزِلُ بِهِ بِعَرَفَةَ حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ صَلَاةِ الظُّهْرِ رَاحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهَجِّرًا فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ رَاحَ

1911-حديث صحيح، وهذا اسناد قوى. الاحوص بن جَوَّاب صدوق لا باس به، وقد توبع. سليمان الاعمش: هو سليمان بن مهران الاسدى مولاهم، والحكم: هو ابن عتيبة الكندى مولاهم، ومقسم: هو ابن بجرة الهاشمي مولاهم. واخرجه الترمذى (895) من طريق عبد الله بن الاجلح، عن الاعمش، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (3004)، والترمذى (894) من طريق عطاء بن ابى رباح، عن ابن عباس: ان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - صلى بمنى يوم التروية الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ثم غدا الى عرفة. وقال الترمذى: هذا حديث حسن غريب.

فَوَقَفَ عَلَى الْمَوْقِفِ مِنْ عَرَفَةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے دن کی صبح فجر کی نماز ادا کر لینے کے بعد منیٰ سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی نمرہ میں پڑاؤ کیا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں (ہمارے دور میں) حکمران پڑاؤ کرتا ہے یہاں تک کہ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت وہاں سے روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ میں وقوف کی جگہ پر وقوف کیا۔

بَابُ الرَّوَاحِ إِلَى عَرَفَةَ

باب: عرفہ کی طرف جانا

1914 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا أَنْ قَتَلَ الْحَجَّاجُ ابْنَ الزُّبَيْرِ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ أَيَّةُ سَاعَةٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُوحُ فِي هَذَا الْيَوْمِ قَالَ: إِذَا كَانَ ذَلِكَ رُحْنَا فَلَمَّا أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ أَنْ يَرُوحَ، قَالُوا: لَمْ تَزِغِ الشَّمْسُ، قَالَ: أَزَاغَتْ، قَالُوا: لَمْ تَزِغْ أَوْ زَاغَتْ، قَالَ: فَلَمَّا قَالُوا: قَدْ زَاغَتْ ارْتَحَلَ

سعید بن حسان بیان کرتے ہیں: جب حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا' تو اس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پیغام بھجوایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آج کے دن کس وقت روانہ ہوتے تھے' تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب وہ وقت ہوگا' تو ہم روانہ ہو جائیں گے۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا' تو لوگوں نے کہا: ابھی تو سورج ڈھلا نہیں ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: کیا وہ ڈھل گیا ہے' تو لوگوں نے کہا: جی نہیں! ابھی وہ نہیں ڈھلا ہے۔ جب لوگوں نے بتایا: وہ ڈھل گیا ہے' تو وہ روانہ ہو گئے۔

بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِعَرَفَةَ

باب: عرفہ میں منبر پر خطبہ دینا

1915 حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَنِي ضَمْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَمِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ بِعَرَفَةَ

زید بن اسلم' بنو ضمرہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے ان کے والد یا ان کے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ عرفہ میں منبر پر موجود تھے۔

1916 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُبَيْطٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنَ الْحَيِّ، عَنْ

اَبِيْهِ نُبَيْطٍ، اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ عَلٰى بَعِيْرٍ اَحْمَرَ يَخْطُبُ

❁❁ حضرت نبیط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سرخ اونٹ پر عرفہ میں وقوف کے دوران خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔

1917 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ قَالَ: هَنَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ اَبِيْ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنِيْ خَالِدُ بْنُ الْعَدَّاءِ بْنِ هَوْذَةَ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ عَرَفَةَ عَلٰى بَعِيْرٍ قَائِمٌ فِي الرِّكَابَيْنِ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ وَكِيْعٍ كَمَا قَالَ: هَنَّادٌ.

❁❁ حضرت خالد بن عداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دو رکابوں میں پاؤں رکھے ہوئے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

1918 حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيْدِ اَبُوْ عَمْرٍو، عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بِمَعْنَاهُ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ مَوْضِعِ الْوُقُوْفِ بِعَرَفَةَ

باب: عرفہ میں وقوف کا مقام

1919 حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ دِيْنَارٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ شَيْبَانَ، قَالَ: اَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْاَنْصَارِيُّ وَنَحْنُ بِعَرَفَةَ فِيْ مَكَانٍ يُبَاعِدُهُ عَمْرٌو عَنِ الْاِمَامِ فَقَالَ: اَمَا اِنِّيْ رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكُمْ يَقُوْلُ لَكُمْ: قِفُوْا عَلٰى مَشَاعِرِكُمْ، فَاِنَّكُمْ عَلٰى اِرْثٍ مِنْ اِرْثِ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ

❁❁ حضرت یزید بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابن مربع انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے ہم اس وقت عرفہ میں ایسی جگہ پر موجود تھے جو امام کے وقوف کی جگہ سے دور تھی۔ حضرت ابن مربع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں جو تمہاری طرف آیا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم مخصوص مقامات پر وقوف کرو، تم اپنے جد امجد

1916- صحيح لغيره، وهذا اسناد قد اضطرب فيه سلمة بن نبيط فرواه مرة كما عند المصنف هنا، ورواه مرة اخرى عن ابيه مباشرة باسقاط الرجل المبهم، وانظر تمام الكلام على اسناده فيما علقناه على "مسند احمد" (18721). واخرجه ابن ماجه (1286)، والنسائي في "الكبرى" (3985) و (3986) من طرق عن سلمة بن نبيط، عن ابيه، به. باسقاط الرجل المبهم، ورواية ابن ماجه دون قوله: احمر. وهو في "مسند احمد" (18721).

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر عمل پیرا ہو۔

بَابُ الدَّفْعَةِ مِنْ عَرَفَةَ

باب: عرفہ سے واپس آنا

1920 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ الْمَعْنَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَفَاضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ وَرَدِيفُهُ أُسَامَةُ، وَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِإِيجَافِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ قَالَ: فَمَا رَأَيْتُهَا رَافِعَةً يَدَيْهَا عَادِيَةً حَتَّى أَتَى جَمْعًا، زَادَ وَهْبٌ ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ الْعَبَّاسِ، وَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِإِيجَافِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ قَالَ: فَمَا رَأَيْتُهَا رَافِعَةً يَدَيْهَا حَتَّى أَتَى مِنًى

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام سے چل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! آرام سے چلو کیونکہ گھوڑوں اور اونٹوں کو تیز چلانا نیکی نہیں ہے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے کسی سواری کو نہیں دیکھا کہ وہ تیز رفتاری سے چل رہی ہو یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ تشریف لے آئے یہاں وہب نامی راوی نے زائد الفاظ نقل کیے ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! گھوڑوں اور اونٹوں کو تیز چلانا نیکی نہیں ہے تم لوگ آرام سے چلو۔

راوی کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے کسی سواری کو نہیں دیکھا کہ وہ تیز چل رہی ہو۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لے آئے۔

1921 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ زُهَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُقْبَةَ، أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، أَنَّهُ سَأَلَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي كَيْفَ فَعَلْتُمْ أَوْ صَنَعْتُمْ عَشِيَّةَ رَدِفْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: جِئْنَا الشِّعْبَ الَّذِي يُنِيخُ النَّاسُ فِيهِ لِلْمُعَرَّسِ فَأَنَاخَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهُ، ثُمَّ

1920- اسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد بن مسروق الثوري، وعَبيدة: هو ابن حميد بن صهيب الكوفي، وسليمان الاعمش: هو ابن مهران، والحكم: هو ابن عتيبة الكندي مولاهم، ومِقسم: هو ابن بجرة الهاشمي. واخرجه بنحوه البخاري (1671) من طريق سعيد بن جبير، ومسلم (1282)، والنسائي في "الكبرى" (4050) من طريق ابي معبد، والنسائي (4000) و (4001) من طريق عطاء بن ابي رباح، ثلاثتهم عن ابن عباس. ورواية مسلم عن ابن عباس عن اخيه الفضل بن عباس، والنسائي عن ابن عباس عن اسامة بن زيد. وهو في "مسند احمد" (2427).

بَالَ، وَمَا قَالَ: زُهَيْرٌ أَهْرَاقَ الْمَاءَ، ثُمَّ دَعَا بِالْوَضُوءِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيْسَ بِالْبَالِغِ جِدًّا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، الصَّلَاةُ، قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ قَالَ: فَرَكِبَ حَتّٰى قَدِمْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ النَّاسُ فِي مَنَازِلِهِمْ وَلَمْ يَحِلُّوا، حَتّٰى أَقَامَ الْعِشَاءَ، وَصَلّٰى، ثُمَّ حَلَّ النَّاسُ، زَادَ مُحَمَّدٌ فِي حَدِيثِهِ قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ فَعَلْتُمْ حِينَ أَصْبَحْتُمْ؟ قَالَ: رَدِفَهُ الْفَضْلُ وَانْطَلَقْتُ أَنَا فِي سُبَّاقِ قُرَيْشٍ عَلٰى رِجْلَيَّ.

کریب بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ یہ بتایئے کہ شام کے وقت جب آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے' تو آپ لوگوں نے کیا: کیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا: ہم اس گھاٹی میں آئے جہاں لوگ اپنی سواریاں بٹھاتے ہیں اس جگہ کو معرس کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا۔ یہاں راوی نے یہ الفاظ استعمال نہیں کیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی بہایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا پانی منگوایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا' جس میں مبالغہ نہیں تھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کریں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز آگے جا کر ہو گی۔ راوی کہتے ہیں: پھر ہم سوار ہوئے' یہاں تک کہ ہم مزدلفہ آگئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز ادا کی۔ پھر لوگوں نے اپنی سواریوں کو پڑاؤ کی جگہ پر بٹھا دیا۔ ابھی انہوں نے پالان نہیں کھولے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کی پھر لوگوں نے پالان اتارے۔

محمد نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: کریب بیان کرتے ہیں: پھر اگلے دن صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا۔ تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور میں قریش کے ان افراد کے ساتھ پیدل روانہ ہو گیا جو پہلے چلے گئے تھے۔

1922 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: ثُمَّ أَرْدَفَ أُسَامَةَ فَجَعَلَ يُعْنِقُ عَلٰى نَاقَتِهِ وَالنَّاسُ يَضْرِبُونَ الْإِبِلَ يَمِينًا، وَشِمَالًا، لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِمْ وَيَقُولُ: السَّكِينَةَ أَيُّهَا النَّاسُ وَدَفَعَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی درمیانی رفتار سے چلتی رہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں لوگ اونٹوں کو تیز چلانے کی کوشش کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف رخ کیے بغیر ارشاد فرمایا: اے لوگو! آرام سے چلو جب سورج غروب ہو گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔

1923 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَأَنَا جَالِسٌ، كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِينَ دَفَعَ؟، قَالَ:

1923- اسنادہ صحیح۔ القعنبی: ھو عبد اللہ بن مسلمۃ۔ وھو عند مالک فی "الموطا" 1/ 392، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (1666)، والنسائی فی "الکبری" (4043)۔ واخرجہ البخاری (2999) و (4413)، ومسلم (1286)، وابن ماجہ (3017)، والنسائی فی "الکبری" (4005) من طرق عن ھشام بن عروۃ، بہ۔ وھو فی "مسند احمد" (21760).

كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. قَالَ هِشَامٌ: النَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ

ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا میں اس وقت وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے' تو کس رفتار سے چلے تھے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی رفتار سے چلے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رش کم پاتے تھے' تو رفتار ذرا تیز کر دیتے تھے۔

ہشام نامی راوی کہتے ہیں: لفظ ''نص'' اس رفتار کے لیے استعمال ہوتا ہے' جو لفظ ''عنق'' والی رفتار سے زیادہ ہو۔

1924 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا وَقَعَتِ الشَّمْسُ دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر موجود تھا جب سورج غروب ہو گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (عرفات سے) روانہ ہو گئے۔

1925 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: دَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ، نَزَلَ فَبَالَ فَتَوَضَّأَ، وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ، قُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةُ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّاهَا، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا لیکن اس میں مبالغہ نہیں کیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز آگے ہوگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور مزدلفہ تشریف لے آئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے ہوئے مبالغہ کے ساتھ وضو کیا۔ پھر نماز قائم کی گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز ادا کی پھر ہر شخص نے اپنے پڑاؤ کی جگہ پر اپنے اونٹ کو بٹھا لیا۔ پھر عشاء کی نماز کے لیے اقامت کہی گئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہ نماز ادا کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان (کوئی نفل) نماز ادا نہیں کی۔

لوگ میدان عرفات میں امام کے پاس کھڑے ہوں

لوگوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ امام کے قریب کھڑے ہوں اس لئے امام دعا کرے گا اور انہیں احکام سکھائے گا۔ لہٰذا لوگ توجہ کے ساتھ ان کی سماعت کریں اور یاد کریں۔ اور ان کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں تا کہ وہ قبلہ رخ ہو جائے۔ اور یہ فضیلت کے لئے بیان ہے۔ کیونکہ عرفات سارے کا سارا وقوف ہے اسی دلیل کی وجہ سے جسے ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ عرفات میں (مقام) وادی نمرہ میں اترتے تھے جب حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا تو ابن عمر سے پوچھنے بھیجا کہ نبی کریم ﷺ آج کے دن کون سے وقت پر نکلے تھے؟ ابن عمر نے کہا جب یہ وقت آئے گا تو ہم خود چلیں گے۔ حجاج نے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ دیکھتا رہے کہ ابن عمر کب نکلتے ہیں۔ جب حضرت ابن عمر نے کوچ کا ارادہ کیا تو پوچھا کیا سورج ڈھل گیا؟ لوگوں نے کہا ابھی نہیں ڈھلا وہ بیٹھ گئے پھر پوچھا کیا سورج ڈھل گیا کیا سورج ڈھل گیا؟ لوگوں نے کہا نہیں ڈھلا۔ (یہ سن کر) وہ بیٹھ گئے پھر پوچھا سورج ڈھل گیا؟ لوگوں نے کہا ہاں ! یہ سنا تو وہ چل پڑے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے اور یہ موقف ہے بلکہ عرفہ تمام کا تمام موقف ہے۔

یزید بن شیبان سے ایک روایت ہے کہ ہم عرفات میں ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے لیکن ہم اس کو دور سمجھتے تھے۔ ٹھہرنے کی جگہ سے اتنے میں مربع کے بیٹے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے۔ میں نبی کریم ﷺ کا پیغام لایا ہوں تمہاری طرف تم لوگ اپنے اپنے مقاموں میں رہو۔ آج تم وارث ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے۔ (سنن ابن ماجہ)

امام کو کس طرح وقوف کرنا چاہیے؟

وقوف عرفہ سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ اور دعاؤں میں بڑی محنت کرے۔ البتہ غسل کرنا سنت ہے جبکہ واجب نہیں ہے۔ اور اگر اس نے صرف وضو کیا تو تب بھی جائز ہے۔ جس طرح جمعہ، عیدین اور احرام کے وقت کا غسل ہے۔ اور خوب محنت سے دعا کرنے کا حکم اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح وقوف کیا جس میں اپنی امت کے لئے دعا فرمائی۔ پس وہ دعا خون اور مظالم کے سوا میں قبول ہوتی ہے۔

شرح

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے پہلے قول کے مطابق غسل کو مستحب کہا ہے اور اس کے بعد سنت کہا ہے۔ کیونکہ انہوں نے امام قدوری کے کلام کی شرح کی ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ غسل مستحب ہے لہٰذا مصنف نے اسی طرح نقل کر دیا ہے اور پھر کہا کہ سنت ہے کیونکہ ہر سنت مستحب ہوتی ہے لیکن ہر مستحب سنت نہیں ہوتا۔ اور عدم وجوب کی قید سے یہ بیان کر دیا ہے کہ یہاں سنت سے مراد سنت مؤکدہ نہیں ہے۔ کیونکہ سنت مؤکدہ قوت میں واجب کی طرح ہوتی ہے۔ اور میں نے شارحین میں کسی کو بھی یہ نکتہ بیان کرتے نہیں دیکھا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۵، ص ۱۰۹، حقانیہ ملتان)

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عباس بن مرداس سلمی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے دعائے مغفرت کی تیسرے پہر کو تو آپ کو جواب ملا کہ میں نے بخش دیا تیری امت کو مگر جوان میں ظالم ہو اس سے تو میں مظلوم کا بدلہ ضرور لوں گا۔ آپ نے فرمایا اے مالک! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے اور ظالم کو بخش کر اس کو راضی کر دے لیکن اس شام کو اس کا جواب نہیں ملا جب مزدلفہ میں صبح ہوئی تو آپ نے پھر دعا فرمائی۔ اللہ عزوجل نے آپ کی درخواست قبول کی تو

آپ مسکرائے یا آپ نے تبسم فرمایا تو ابوبکر وعمر نے عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ اس وقت کبھی نہیں ہنستے تھے تو آج کیوں ہنسے؟ اللہ عزوجل آپ کو ہنستا ہی رکھے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے دشمن ابلیس نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی اور میری امت کو بخش دیا تو اس نے مٹی اٹھائی اور اپنے سر پر ڈالنے لگا اور پکارنے لگا ہائے خرابی ! ہائے تباہی تو مجھے ہنسی آ گئی۔ جب میں نے اس کا تڑپنا دیکھا۔ (سنن ابن ماجہ)

دوران وقوف تلبیہ کہنے کا حکم

اور وہ کچھ کچھ دیر کے بعد تلبیہ پڑھتا رہے۔ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا: عرفہ میں وقوف کرتے ہی تلبیہ ختم کردے۔ کیونکہ زبان سے جواب دینا ارکان میں مصروف ہونے پر مقدم ہے۔

ہماری دلیل یہ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک تلبیہ کہا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے جمرہ عقبہ تشریف لائے۔ (بخاری مسلم) اور تلبیہ حج میں اسی طرح ہے جس طرح نماز میں تکبیر ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اس کو احرام کے آخری حصے تک پڑھتا رہے گا۔

غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کی طرف جانے کا حکم

اور جب سورج غروب ہو گیا تو امام واپس آئے اور لوگ بھی وقار کے ساتھ اس کے ساتھ ہوں۔ حتیٰ کہ مزدلفہ میں آجائیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ غروب کے بعد روانہ ہوئے تھے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مشرکین کے ساتھ مخالفت کا اظہار ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر راستے میں آرام کے ساتھ چلتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، ابن ابی شیبہ)

اگر اس کو بھیڑ کا خوف ہو اور وہ امام سے پہلے چل دیا اور عرفہ کی حدود سے باہر نہیں گیا تو جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ عرفہ سے گیا نہیں ہے۔ اور فضیلت یہ ہے کہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے تاکہ وہ وقت سے پہلے ادائیگی شروع کرنے والا نہ ہو۔ اور اگر حاجی سورج غروب ہونے اور امام کے روانہ ہونے کے بعد بھیڑ کی وجہ سے کچھ دیر ٹھہر گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ روایت ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے امام کے روانہ ہونے کے بعد پانی طلب کیا۔ اس کے بعد روزہ افطار کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہوئیں۔

عرفات سے لوٹنے اور مزدلفہ میں نماز کا بیان

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ قریش اور وہ لوگ جو قریش کے دین پر تھے، مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور اپنے کو حُمس کہتے تھے (ابوالہیثم نے کہا ہے کہ یہ نام قریش کا ہے اور ان کی اولاد کا اور کنانہ اور جدیلہ قیس کا اس لئے کہ وہ اپنے دین میں حمس رکھتے تھے یعنی تشدد اور سختی کرتے تھے) اور باقی عرب کے لوگ عرفہ میں وقوف کرتے تھے۔ پھر جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا کہ عرفات میں آئیں اور وہاں وقوف فرمائیں اور وہیں سے لوٹیں۔ اور یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ وہیں سے لوٹو جہاں سے سب لوگ لوٹتے ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج)

حضرت سیّدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا ایک اونٹ کھو گیا، میں عرفہ کے دن اس کی تلاش میں نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ عرفات میں کھڑے ہیں تو میں نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ تو حمس کے لوگ ہیں یہ یہاں تک کیسے آ گئے؟ (یعنی قریش تو مزدلفہ سے آگے نہیں آتے تھے) اور قریش حمس میں شمار کئے جاتے تھے (جو لوگ مزدلفہ سے باہر نہ جاتے تھے)۔

مسلم، کریب سے روایت ہے کہ انہوں نے سیّدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب تم عرفہ کی شام رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھے تو تم نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس گھاٹی تک آئے جہاں لوگ نمازِ مغرب کے لئے اونٹوں کو بٹھاتے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا اترے اور پیشاب کیا۔ اور پانی بہانے کا ذکر سیّدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا۔ پھر وضو کا پانی مانگا اور ہلکا سا وضو کیا، پورا نہیں (یعنی ایک ایک بار اعضاء دھوئے) اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز تمہارے آگے ہے۔ پھر آپ ﷺ سوار ہوئے یہاں تک کہ ہم مزدلفہ آئے اور مغرب کی نماز کی تکبیر ہوئی اور لوگوں نے اونٹ بٹھائے اور کھولے نہیں یہاں تک کہ عشاء کی تکبیر ہوئی اور آپ ﷺ نے نمازِ عشاء پڑھائی پھر اونٹ کھول دیئے۔ میں نے کہا کہ پھر تم نے صبح کو کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ پھر سیّدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ پیچھے سوار ہوئے اور میں قریش کے پہلے چلنے والوں کے ساتھ پیدل چلا۔ (صحیح مسلم)

عرفات سے واپسی تیز چلنے کا بیان

ہشام بن عروہ سے خبر دی، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا (میں بھی وہیں موجود تھا) کہ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس ہونے کی چال کیا تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں اٹھا کر چلتے تھے ذرا تیز، لیکن جب جگہ پاتے (ہجوم نہ ہوتا) تو تیز چلتے تھے، ہشام نے کہا کہ عنق تیز چلنا اور نص عنق سے زیادہ تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ فجوہ کے معنی کشادہ جگہ، اس کی جمع فجوات اور فجاء ہے جیسے زکوۃ مفرد زکاء اس کی جمع اور سورۃ ص میں مناص کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنی بھاگنا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم ۱۶۶۶)

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ۔۔۔اس سے نص مشتق نہیں جو حدیث میں مذکور ہے، یہ تو ایک ادنی بھی جس کی عربیت سے ذرا سی استعداد ہو سمجھ سکتا ہے کہ مناص کو نص سے کیا علاقہ، نص مضاعف ہے اور مناص معتل ہے۔ اب یہ خیال کرنا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مناص کو نص سے مشتق سمجھا ہے اس لیے یہاں اس کے معنی بیان کر دیئے جسے عینی نے نقل کیا ہے یہ بالکل کم نہی ہے، اصل یہ ہے کہ اکثر نسخوں میں یہ عبارت ہی نہیں ہے اور جن نسخوں میں موجود ہے ان کی توجیہ یوں ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کو کم استعدادی سے یہ وہم ہوا ہوگا کہ مناص اور نص کا مادہ ایک ہی ہے امام بخاری نے مناص کی تفسیر کر کے اس وہم کا رد کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عرفہ کے دن (میدان عرفات سے) وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سخت شور (اونٹ ہانکنے کا) اور اونٹوں کی مار دھاڑ کی آواز سنی تو آپ نے ان

کی طرف اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ لوگو! آہستگی و وقار اپنے اوپر لازم کرلو، (اونٹوں کو) تیز دوڑانا کوئی نیکی نہیں ہے۔امام بخاری فرماتے ہیں کہ(سورة بقرہ میں) اوضعوا کے معنی : ریشہ دوانیاں کریں، خلالکم کا معنی تمہارے بیچ میں، اسی سے (سورہ کہف) میں آیا ہے فجرنا خلالهایعنی ان کے بیچ میں۔(صحیح بخاری، رقم،۱۶۷۱)

چونکہ حدیث میں ایضاع کا لفظ آیا ہے تو امام بخاری نے اپنی عادت کے موافق قرآن کی اس آیت کی تفسیر کردی جس میں ولا اوضعوا خلالکم آیا ہے۔اور اس کے ساتھ ہی خلالکم کے بھی معنی بیان کردیئے پھر سورة کہف میں بھی خلالکم کا لفظ آیا تھا اس کی بھی تفسیر کردی۔

بَابُ الصَّلَاةِ بِجَمْعٍ

باب: مزدلفہ میں نماز ادا کرنا

حدود مزدلفہ علماء وفقہاء کے اقوال کی روشنی میں

حدود مزدلفہ کے بیان میں علماء وفقہا کے بہت سارے اقوال ہیں، جو اس مقصود پر دلالت کرتے ہیں، اس بحث میں چند علماء و فقہاء کے اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) امام مفسر ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ کا قول: امام طبری نے فرمایا: جہاں تک مشعر کا معاملہ ہے وہ تمام جگہ ہے جو مزدلفہ کے دونوں پہاڑوں کے مابین واقع ہے، عرفہ کے تنگ راستہ سے شروع ہوکر وادی محسر تک۔البتہ عرفہ کا تنگ راستہ مشعر کا حصہ نہیں ہے۔ماٴزمین عرفہ کا معنی ومراد اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے۔

(۲) امام فقیہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ کا قول: امام ابن قدامہ المقدسی نے فرمایا: مزدلفہ کے تین نام ہیں: مزدلفہ، مشعر اور جمع۔اس کی حد عرفہ کے تنگ راستہ سے لیکر قرن محسر تک ہے اس کے دائیں بائیں جو گھاٹیاں ہیں ان میں سے کسی جگہ پر حاجی وقوف کرلے اس کے لئے کافی ہوگا۔اس کا وقوف درست ہوگا۔البتہ یاد رہے وادی محسر مزدلفہ کا حصہ نہیں ہے۔(المغنی)۔

چنانچہ عرفہ کے تنگ رستہ سے وادی مسر تک طول وعرض تمام گھاٹیاں نشیب وفراز مقامات اور پہاڑیاں سبھی مزدلفہ ہیں جہاں مزدلفہ کا وقوف درست ہے۔

اور امام ابو محمد ابن قدامہ المقدسی کی رائے میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جس کا استثناء کیا جائے سوائے بطن وادی محسر کے۔اور محسر انتہائی چھوٹی اور حد درجہ تنگ وادی ہے۔

اگر عرفہ سے حدود مزدلفہ تک پھیلی ہوئی وہ مسافت جو آج یوں ہی رکھ چھوڑی گئی ہے مزدلفہ کا حصہ نہیں ہے تو حد درجہ تنگ وادی محسر کے مقابلہ میں اس پر متنبہ کرنا زیادہ بہتر تھا۔

(۳) امام محی الدین یحییٰ بن اشرف النووی الشافعی رحمہ اللہ کا قول: امام نووی نے فرمایا: معلوم ہونا چاہئے کہ پورا مزدلفہ حرم

ہے امام ازرقی نے تاریخ مکہ میں، امام مندنیجی اور ماوردی صاحب الحاوی نے اپنی کتاب الأحکام السلطانیہ اور ہمارے شوافع میں ان دونوں کے علاوہ دیگر ائمہ نے فرمایا:

مزدلفہ کی حد وادی محسر اور عرفہ کے تنگ راستے کے مابین ہے اور دونوں حد۔ یعنی مازمی عرفہ اور بطن محسر مزدلفہ میں شامل و داخل نہیں ہے۔ آمنے سامنے آگے پیچھے کی ساری گھاٹیاں اور مذکورہ حد میں داخل تمام پہاڑیاں مزدلفہ میں داخل شمار ہوں گی۔ ہاں وادی محسر ایک ایسی جگہ ہے جو منیٰ اور مزدلفہ کے مابین حد فاصل ہے وہ دونوں میں سے کسی کا حصہ نہیں ہے۔ (المجموع شرح المہذب)

امام نووی کا یہ قول مزدلفہ پورا حرم ہے قابل غور وتدبر ہے ہیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ حرم عرفات کے بعد فوراً شروع ہو جاتا ہے۔ ان کا یہ قول بھی قابل تامل ہے کہ انہوں نے تمام شعاب (گھاٹیوں) اور اس سے متصل پہاڑیوں کو مزدلفہ کا حصہ بتایا ہے اور سوائے وادی محسر کے کسی بھی جگہ کا استثناء نہیں کیا، محسر نہ تو مشعر ہے نہ مزدلفہ کا حصہ ہے اور نہ منیٰ کا۔

(۴) ابن تیمیہ نے فرمایا: پورے مزدلفہ کو مشعر حرام کہا جاتا ہے اور وہ مأزمان عرفہ سے بطن محسر تک دراز ہے، ہر دو مشعر کے درمیان ایک ایسی حد ہے جو دونوں ہی مشعر کا حصہ نہیں ہے، عرفہ اور مزدلفہ کے مابین بطن عرنہ اور مزدلفہ اور منیٰ کے بطن محسر حد فاصل ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: عرفه كلها موقف وارفعوا عن بطن عرنه و مزدلفة كلها موقف وارفعوا عن بطن محسر، ومنى كلها منحر و فجاج مكة كلها طريق (مجموع الفتاوى)

اور اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے، اس نص میں ابن تیمیہ نے مزدلفہ مشعر حرام کی حد کو جیسا پہلے بھی اوروں سے منقول ہو چکا ہے۔ عرفہ کے تنگ راستے سے لے کر وادی محسر تک بیان کیا ہے۔ اور شیخ الاسلام نے تشریح کرتے مأزمان عرفہ کے معنی ومراد کو بیان کیا اور یہ بھی ذکر کیا ہے وہ کہاں ہے؟ اور کہاں شروع ہوتا ہے؟

آپ نے وضاحت کر کے بتلایا کہ مشعر عرفہ اور مشعر مزدلفہ کے درمیان ایک فاصل ہے جو نہ اس کا حصہ ہے نہ اس کا۔ وہ حد فاصل کیا ہے؟ ابن تیمیہ نے واضح طور پر فرمایا: کہ وہ صرف بطن عرنہ کی وادی ہے نہ کہ کوئی چیز آپ نے اس پر دلالت کرنے والی حدیث سے استدلال کیا یہ امر آپ کے کلام سے بالکل واضح ہے اور اس رائے کے بالکل موافق ہے جس کو پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ والحمدللہ۔

(۵) حافظ امام ابن قیم الجوزیہ کا قول: آپ نے فرمایا: وادی محسر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان ایک قدرتی حد فاصل ہے جو اس میں شامل ہے نہ اس میں۔ اور وادی عرنہ عرفہ اور مشعر حرام کے درمیان ایک قدرتی حد فاصل ہے۔ اس طور پر ہر دو مشعر کے درمیان ایک ایسا قدرتی حد فاصل جو دونوں کا حصہ نہیں ہے۔ منیٰ: حرم کا حصہ ہے اور مشعر بھی، وادی محسر حرم کا خطہ ہے اور یہ مشعر نہیں ہے۔ اور مزدلفہ حرم بھی ہے اور مشعر بھی۔ وادی عرنہ: نہ ہی مشعر ہے اور نہ حرم بلکہ حصہ حِل ہے، عرفہ حِل ہے اور یہ مشعر ہے (زاد المعاد)

حافظ ابن القیم کے کلام میں بڑی وضاحت اور صراحت ہے اس میں پانچ جگہوں کا بیان ہے۔

(۱) عرفہ: یہ وہ مشعر ہے جہاں پر حجاج نویں ذوالحجہ کو وقوف کرتے ہیں یہ ارض حرم نہیں ہے بلکہ حِل ہے۔ (۲) عرنہ: یہ عرفہ کے مغرب ٹھیک اس کے سامنے اسی سے ملی ہوئی تنگ وادی ہے یہ مشعر نہیں ہے، وہاں پر وقوف جائز نہیں ہے، نبی ﷺ کا فرمان

وارفعوا عن بطن عرنہ وقوف عرفہ کے وقت عرنہ کی وادی سے دور رہو۔ (مقدم تخرج الحدیث) یہ عرنہ حل ہے۔ (۳) مزدلفہ: یہ مشعر بھی ہے اور حرم بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام (البقرۃ) اس کو عرفات سے صرف وادی عرنہ الگ کرتی ہے۔ (۴) وادی محسر: یہ حرم ہے لیکن مشعر بالکل نہیں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وارفعوا عن بطن محسر (تقدم تخریجہ) (۵) منیٰ: یہ حرم ہے اور مشعر بھی اور اسے مزدلفہ سے صرف وادی محسر جدا کرتی ہے۔

صحابہ تابعین علماء اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول آثار واقوال کی روشنی میں یہ امر یوں بخوبی واضح ہو جاتا ہے جس میں کسی چوں وچرا کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

درحقیقت مشعر حرام مزدلفہ خوب کشادہ ہے اور وہ بلاشبہ مشرق میں وادی عرنہ سے شروع ہوتا ہے اور یہ وادی وہ طبعی وقدرتی حد ہے جو مزدلفہ کو عرفات سے جدا کرتی ہے اور اسی طرح مزدلفہ مغرب کی جانب وادی محسر تک دراز ہے اور یہ وادی قدرتی حد ہے جو اسے منیٰ سے جدا کرتی ہے۔ الحمدللہ یہ کافی بڑی مسافت ہے اور بڑا رقبہ ہے جس میں اللہ کی جانب سے حجاج کے لئے کافی کشادگی ہے۔

مزدلفہ سے روانگی کا وقت طلوع شمس سے پہلے ہے

حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایام جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے) لوگ عرفات سے اس وقت واپس ہوتے جب آفتاب غروب ہونے سے پہلے مردوں کے چہروں پر پگڑیوں کی طرح نظر آتا (یعنی عرفات سے غروب آفتاب سے پہلے چلتے) اور مزدلفہ سے طلوع آفتاب کے بعد اس وقت روانہ ہوتے جب آفتاب مردوں کے چہروں پر پگڑیوں کی طرح نظر آتا، مگر ہم عرفات سے اس وقت تک نہیں چلیں گے جب تک کہ آفتاب غروب نہ ہو جائے اور مزدلفہ سے ہم سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہوں گے کیونکہ ہمارا طریقہ بت پرستوں اور مشرکین سے مختلف ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

مطلب یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں لوگ عرفات سے ایسے وقت چلتے تھے جب آفتاب آدھا تو غروب ہو چکا ہوتا اور اس کا آدھا حصہ باہر ہوتا آفتاب کی اسی صورت کو پگڑی سے مشابہت دی گئی ہے کہ آفتاب کا آدھا گروہ پگڑی کی شکل کا ہوتا ہے، اسی طرح مزدلفہ سے ایسے وقت روانہ ہوتے جب آفتاب کا آدھا حصہ طلوع ہو چکا ہوتا اور آدھا حصہ اندر رہتا۔

صاحب مشکوٰۃ کو اس کی تحقیق نہیں ہو سکی تھی کہ یہ روایت کس نے نقل کی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ کے اصل نسخہ میں لفظ رواہ کے بعد جگہ چھوٹی ہوئی ہے البتہ ایک دوسرے صحیح نسخہ کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان وقال خطبنا وساقہ نحوہ. ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو اور خدا سے بخشش مانگو بیشک خدا بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ "ثم" یہاں پر خبر کا خبر پر عطف ڈالنے کے لئے ہے تاکہ ترتیب ہو جائے، گویا کہ عرفات میں

ٹھہرنے والے کو حکم ملا کہ وہ یہاں سے مزدلفہ جائے تا کہ مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکے، اور یہ بھی فرما دیا کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے، جیسے کہ عام لوگ یہاں ٹھہرتے تھے البتہ قریشیوں نے فخر و تکبر اور نشان امتیاز کے طور پر یہ ٹھہرا لیا تھا کہ وہ حد حرم سے باہر نہیں جاتے تھے، اور حرم کی آخری حد پر ٹھہر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ والے ہیں اسی کے شہر کے رئیس ہیں اور اس کے گھر کے مجاور ہیں، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ قریش اور ان کے ہم خیال لوگ مزدلفہ میں ہی رک جایا کرتے تھے اور اپنا نام حمس رکھتے تھے باقی کل عرب عرفات میں جا کر ٹھہرتے تھے اور وہیں سے لوٹتے تھے اسی لئے اسلام نے حکم دیا کہ جہاں سے عام لوگ لوٹتے ہیں تم وہی سے لوٹا کرو،

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت مجاہد، حضرت عطاء، حضرت قتادہ، حضرت سدی رضی اللہ عنہم وغیرہ یہی فرماتے ہیں، امام ابن جریر بھی اسی تفسیر کو پسند کرتے ہیں اور اسی پر اجماع بتاتے ہیں، مسند احمد میں ہے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا اونٹ عرفات میں گم ہو گیا میں اسے ڈھونڈنے کے لئے نکلا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں ٹھہرے ہوئے دیکھا کہنے لگا یہ کیا بات ہے کہ یہ حمس ہیں اور پھر یہاں حرم کے باہر آ کر ٹھہرے ہیں،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ افاضہ سے مراد یہاں مزدلفہ سے رمی جمار کے لئے منیٰ کو جانا ہے، واللہ اعلم، اور الناس سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں، بعض کہتے ہیں مراد امام ہے، ابن جریر فرماتے ہیں اگر اس کے خلاف اجماع کی حجت نہ ہوتی تو یہی قول راجح رہتا۔ پھر استغفار کا ارشاد ہوتا ہے جو عموماً عبادات کے بعد فرمایا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

1926 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيعًا.

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کیں۔

دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنے کا حکم

نماز کی وقت پر ادائیگی سے متعلق آیات قرآنیہ اور متواتر احادیث کی روشنی میں مفسرین، محدثین، فقہاء و علماء کرام کا اتفاق ہے کہ فرض نماز کو اس کے متعین اور مقرر وقت پر پڑھنا فرض ہے اور بلا عذر شرعی مقرر وقت سے مقدم و موخر کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

1926- اسناده صحيح. ابن شهاب: هو محمد بن مسلم بن عبيد الله القرشي الزهري. وهو عند مالك في "الموطا" 1/400، ومن طريقه اخرجه مسلم باثر (1217)، والنسائي في "المجتبى" (607). واخرجه البخاري (1092) من طريق يونس بن يزيد، عن ابن شهاب، به. واخرجه ابن ماجه (3021) من طريق عبيد الله، عن سالم، عن ابيه: ان النبي - صلى الله عليه وسلم - صلى المغرب بالمزدلفة فلما انخنا قال: "الصلاة بالقامة." واخرجه البخاري (1668) من طريق نافع، ومسلم (1288) والنسائي (4017) من طريق عبيد الله بن عبد الله بن عمر، والنسائي في "الكبرى" (1591) من طريق عبد الرحمن بن يزيد، ثلاثتهم عن عبد الله بن عمر. وهو في "مسند احمد" (5287)، و"صحيح ابن حبان" (3859).

نماز کو وقت پر پڑھنے سے متعلق چند آیات

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَاباً مَّوْقُوْتاً (سورۃ النساء ۱۰۳)
بے شک نماز اہلِ ایمان پر مقررہ وقتوں میں فرض ہے۔ حَافِظُوا عَلَی الصَّلَوَاتِ (سورۃ البقرۃ ۲۳۸)
نمازوں کی حفاظت کرو۔
علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وقت پر نمازوں کو ادا کرنے کی حفاظت کا حکم فرماتے ہیں۔
وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ (سورۃ المعارج ۳۴)
اور وہ لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔
ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ لوگ نماز کے اوقات، ارکان، واجبات اور مستحبات کی حفاظت کرتے ہیں۔
فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (سورۃ الماعون ۴و۵)
سو ان نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز میں کاہلی کرتے ہیں۔ مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ وقت پر نماز کی ادائیگی نہ کرنا اس آیت کی وعید میں داخل ہے۔

قرآن کریم (سورۃ النساء آیت ۱۰۲) میں نمازِ خوف کی کیفیت اور اس کے اصول وآداب بیان کیے گئے ہیں۔ متعدد احادیث میں نمازِ خوف کی کیفیت بیان کی گئی ہے، جن سے واضح ہوتا ہے کہ میدانِ جنگ میں اور عین جنگ کے وقت صرف نماز کی کیفیت میں تخفیف کی گنجائش ہے؛ لیکن وقت کو نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ بلکہ امکانی حد تک وقت کی پابندی ضروری ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر کفار سے جنگ ہو رہی ہو اور اس وقت ذرا سی کاہلی بھی شکست کا سبب بن سکتی ہے تو اس موقع پر بھی دو نمازوں کو جمع کر کے یعنی ایک کا وقت ختم ہونے کے بعد یا دوسرے کا وقت داخل ہونے سے قبل پڑھنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ نماز کو وقت پر ادا کیا جائے گا، ورنہ وقت کے نکلنے کے بعد اس کی قضا کرنی ہوگی، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے موقع پر وقت پر ادائیگی نہ کرنے پر نماز کی قضا کی تھی۔

نماز کو وقت پر پڑھنے سے متعلق چند احادیث نبویہ

نماز کے اوقات سے متعلق متعدد احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا۔ انھوں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں باپ کی خدمت کرنا۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام کی امامت والی حدیث متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ ۲ روز حضرت جبرئیل علیہ السلام نے امامت فرما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھائی۔ پہلے دن ہر نماز اول وقت میں پڑھائی اور دوسرے دن

آخروقت میں پڑھائی، پھر فرمایا کہ ہرنماز کا وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔ (ابوداود، ترمذی)

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز کو وقت پر ادا فرماتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احزاب میں ایک روز شدت جنگ کی وجہ سے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز عصر فوت ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کے بعد اس کی قضا پڑھی اور کفار کے خلاف سخت الفاظ میں بددعا فرمائی کہ ان لوگوں نے ہمیں نماز عصر سے مشغول رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ (صحیح بخاری باب غزوہ الخندق، صحیح مسلم)

غور فرمائیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے سفر میں جب کہ آپ کو لہولہان کردیا گیا تھا، فرشتہ نے آپ کے سامنے حاضر ہوکر ان کو کچلنے کی پیش کش بھی کی مگر رحمۃ للعالمین نے ان کے لیے ہدایت کی ہی دعا فرمائی؛ مگر غزوۂ احزاب میں کفار کی مزاحمت کی وجہ سے نماز کے قضا ہوجانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ ان کے خلاف سخت سے سخت الفاظ میں بددعا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو جمع کرکے پڑھا اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔ (ترمذی باب ماجاء فی الجمع بین الصلاتین)

اس حدیث کے ایک راوی کو امام ترمذی نے ضعیف کہا ہے؛ تاہم قرآن وحدیث کے دیگر نصوص سے اس حدیث کے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ نیز امام حاکم نے ان کو قوی تسلیم کیا ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ نماز میں کوتاہی یہ ہے کہ ایک نماز کو دوسرے نماز کے وقت تک مؤخر کردیا جائے۔ (صحیح مسلم باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ)

جمع بین الصلاتین

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ہرنماز کو اس کے وقت پر ہی ادا کرنا چاہیے۔ یہی شریعت اسلامیہ میں مطلوب ہے، پوری زندگی اسی پر عمل کرنا چاہیے اور اسی کی دعوت دوسروں کو دینی چاہیے؛ لیکن اگر کوئی شخص سفر یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو اکٹھا کرنا چاہے تو اس سلسلہ میں فقہاء وعلماء کرام کا اختلاف ہے۔ فقہاء وعلماء کرام کی ایک جماعت نے سفر یا موسلا دھار بارش کی وجہ سے ظہر وعصر میں جمع تقدیم وجمع تاخیر اسی طرح مغرب وعشاء میں جمع تقدیم وجمع تاخیر کی اجازت دی ہے؛ لیکن فقہاء وعلماء کرام کی دوسری جماعت نے احادیث نبویہ کی روشنی میں حقیقی جمع کی اجازت نہیں دی ہے۔ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور تابعی وفقیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ ہندوپاک کے علماء کا بھی یہی موقف ہے۔ فقہاء وعلماء کی یہ جماعت، اُن احادیث کو جن میں جمع بین الصلاتین کا ذکر آیا ہے، ظاہری جمع پر محمول کرتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کی نماز آخری وقت میں اور عصر کی نماز اوّل وقت میں ادا کی جائے، مثلاً ظہر کا وقت ایک بجے سے چار بجے تک ہے اور عصر کا وقت چار بجے سے غروب آفتاب تک تو ظہر کو چار بجے سے کچھ قبل اور عصر کو چار بجے پڑھا جائے۔ اس صورت میں ہرنماز اپنے اپنے وقت کے اندر ادا ہوگی؛ لیکن صورت وعمل کے لحاظ سے دونوں نمازیں اکٹھی ادا ہوں گی، اسی طرح مغرب کی نماز آخری وقت میں اور عشاء کی نماز اوّل وقت میں پڑھی جائے، اس

کو جمع ظاہری یا جمع صوری یا جمع عملی کہا جاتا ہے۔ اس طرح تمام احادیث پر عمل بھی ہو جائے گا اور قرآن وحدیث کا اصل مطلوب ومقصود (یعنی نماز کی وقت پر ادائیگی) بھی ادا ہو جائے گا۔ مؤخر الذکر قول چند اسباب کی وجہ سے زیادہ راجح ہے۔

(۱) نماز کے اوقات کی تحدید قطعی فرض ہے جو قرآن کریم کی بعض آیات ومتعدد متواتر احادیث سے ثابت ہے اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے۔ جمع بین الصلاتین دو نمازوں کو اکٹھی پڑھنے سے متعلق احادیث اخبار آحاد ہیں۔ قرآنی آیات اور متواتر احادیث کا اگر بظاہر تعارض خبر آحاد سے ہو تو خبر آحاد میں تاویل کرنی چاہیے، لہٰذا ان اخبار آحاد کو جمعِ ظاہری (یعنی نماز ظہر کو آخر وقت میں اور نماز عصر کو اوّل وقت میں ادا کیا جائے) پر محمول کیا جانا چاہیے؛ تاکہ کسی طرح کا تعارض بھی نہ رہے اور تمام احادیث پر عمل بھی ہو جائے۔

(۲) بعض احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں حقیقی جمع بین الصلاتین صرف دو بار حج کے موقع پر کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وقت پر نماز پڑھتے تھے)؛ مگر (حجۃ الوداع میں) مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں اکٹھے پڑھا (یعنی عشاء کے وقت میں مغرب وعشاء اکٹھی پڑھیں)۔ (صحیح بخاری، کتاب الحج، من یصلی الفجر بجمع ۔۔۔ صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نماز وقت پر پڑھتے تھے؛ لیکن (حجۃ الوداع میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں جمع کر کے پڑھا اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھا۔ (نسائی)

حجاج کرام کے لیے عرفات (مسجد نمرہ) میں ظہر وعصر کی حقیقی جمع اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی حقیقی جمع متواتر احادیث سے ثابت ہے اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے؛ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کبھی بھی حقیقی جمع کی صورت میں دو نمازوں کو اکٹھا کر کے نہیں پڑھا، جیسا کہ احادیث بالا میں مذکور ہے۔

(۳) بعض احادیث کے الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے سے متعلق احادیث کا تعلق جمع ظاہری سے ہے، مثلاً:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کرتے تھے، مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کرتے تھے۔ (مسند امام احمد، طحاوی، مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (ایک سفر میں) غروبِ شفق سے قبل سواری سے اترے، مغرب کی نماز پڑھی پھر انتظار کیا، غروب شفق کے بعد عشاء کی نماز ادا کی پھر فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب (سفر میں) جلدی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح عمل فرماتے جیسے میں نے کیا ہے۔ (ابوداؤد، باب الجمع بین الصلاتین ۔ دار قطنی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک کے سفر میں نکلے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر کو اس طرح جمع کرتے، ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو اول وقت میں پڑھتے۔ (طبرانی اوسط)

حضرت ابوعثمان نہدی فرماتے ہیں کہ وہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ سے مکہ مکرمہ سفر حج پر جا رہے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ظہر وعصر کو اس طرح جمع کرتے کہ ظہر کو مؤخر کرتے اور عصر کو مقدم کرتے پھر دونوں کو اکٹھا ادا کرتے، مغرب کو مؤخر کرتے اور عشاء کو مقدم کرتے، پھر دونوں کو اکٹھا ادا کرتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ باب من قال یجمع المسافر بین الصلاتین)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر وعصر کو ملا کر پڑھا؛ حالانکہ یہ کسی خطرہ یا سفر کی حالت نہ تھی۔ حضرت ابوالزبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت سعید نے جواب دیا کہ میں نے بھی یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھی تھی تو انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا کہ لوگ تنگی میں مبتلا نہ ہوں۔ (صحیح مسلم، الجمع بین الصلاتین فی الحضر)

اس حدیث میں جمع بین الصلاتین سے مراد ظاہری جمع ہے یعنی ظہر کو اس کے آخر وقت میں اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا۔ محدثین کرام حتی کہ علامہ شوکانی نے بھی اس حدیث سے جمع صوری ہی مراد لیا ہے۔

ان تمام احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوا ہے کہ ظاہری جمع جائز ہے؛ لیکن حقیقی جمع صرف دو جگہوں پر ہے۔

(۴) حدیث کے پورے ذخیرہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے صرف اُنھیں دو نمازوں کے جمع کرنے کا ثبوت ملتا ہے جن کے اوقات آپس میں ملتے ہیں اور درمیان میں مکروہ وقت بھی نہیں ہے، جن کی وجہ سے ظاہری جمع پر عمل ہو سکتا ہے اور وہ صرف ظہر وعصر یا مغرب وعشاء کی نمازیں ہیں۔ باقی جن نمازوں کے اوقات باہم متصل نہیں ہیں، جیسے فجر وظہر یا اوقات تو متصل ہیں؛ لیکن درمیان میں مکروہ وقت ہے، جیسے عصر ومغرب یا عشاء وفجر کہ نصف شب کے بعد عشاء کا مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اگر حقیقی جمع جائز ہوتی تو پھر ظہر وعصر یا مغرب وعشاء کے ساتھ ہی خاص نہ ہوتی؛ بلکہ عشاء وفجر یا فجر وظہر میں حقیقی جمع جائز ہوتی، اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، معلوم ہوا کہ جن احادیث میں سفر وغیرہ کی وجہ سے دو نمازوں کے اکٹھے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے مراد ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے اوّل وقت میں ادا کرنا ہے۔

(۵) بعض احادیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ سفر یا خوف یا بارش کے عذر کے بغیر بھی دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا۔ اگر دو نمازوں کی حقیقی جمع جائز ہوتی تو ان احادیث کی وجہ سے بغیر کسی عذر کے بھی دو نمازوں کو حقیقی جمع کر کے پڑھنا جائز ہوتا؛ حالانکہ اہل السنۃ والجماعۃ میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ اس طرح کی احادیث سے مراد ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے اوّل وقت میں ادا کرنا ہے۔ غزوہ تبوک کے طویل سفر میں یہی صورتِ عمل تھی کہ سفر بہت طویل تھا، موسم سخت گرم تھا، طہارت ووضو کے لیے پانی کی قلت تھی، اسلامی فوج کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی اتنے بڑے لشکر کا ان مذکورہ حالات میں بار بار اترنا اور سوار ہونا انتہائی مشکل تھا؛ اس لیے ظاہری جمع پر عمل کیا گیا یعنی ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے اوّل وقت میں ادا کیا گیا۔

غرضے کہ نماز کو وقت پر ہی ادا کرنا چاہیے سوائے ۹ ذی الحجہ کو مسجد نمرہ (عرفات) میں ظہر وعصر کی ادائیگی ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی ادائیگی عشاء کے وقت میں؛ لیکن اگر کوئی عذر شرعی ہے، مثلاً سفر میں ہیں اور بار بار رکنا دشواری کا سبب ہے تو

دونمازیں ظاہری جمع کر کے ادا کر لی جائیں یعنی ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے اوّل وقت میں ادا کرلیا جائے۔

1927 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ: بِاِقَامَةٍ اِقَامَةٍ جَمَعَ بَيْنَهُمَا. قَالَ اَحْمَدُ. قَالَ وَكِيعٌ صَلَّى كُلَّ صَلَاةٍ بِاِقَامَةٍ.

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: آپ ﷺ نے الگ' الگ اقامت کے ذریعے ایک ساتھ دونوں نمازوں کو ادا کیا تھا۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہر نماز الگ اقامت کے ہمراہ ادا کی تھی۔

1928 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، ح، وحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الْمَعْنَى، اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِاِسْنَادِ ابْنِ حَنْبَلٍ، عَنْ حَمَّادٍ، وَمَعْنَاهُ قَالَ: بِاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَلَمْ يُنَادِ فِي الْاُولَى، وَلَمْ يُسَبِّحْ عَلَى اِثْرِ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا. قَالَ مَخْلَدٌ: لَمْ يُنَادِ فِيْ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ہر نماز کے لیے الگ اقامت کہی تھی۔

اور پہلی نماز میں اذان نہیں دی تھی اور ان میں کسی نماز کے بعد کوئی نفل نماز ادا نہیں کی تھی۔

مخلد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ ﷺ نے ان میں سے کسی بھی نماز کے لیے اذان نہیں دلوائی۔

1929 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا، وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ لَهٗ: مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ مَا هٰذِهِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: صَلَّيْتُهُمَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ، بِاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ.

❁❁ عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں مغرب کی نماز میں تین اور عشاء کی نماز میں دو رکعت ادا کیں' تو مالک بن حارث نے ان سے کہا: یہ کون سی نماز ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے اس جگہ پر ایک اقامت کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں یہ دونوں نمازیں (اس طرح) ادا کی ہیں۔

1930 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيْكٍ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَا: صَلَّيْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ، بِالْمُزْدَلِفَةِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ، فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ كَثِيْرٍ

❁❁ سعید بن جبیر اور عبداللہ بن مالک بیان کرتے ہیں: ہم نے مزدلفہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اقامت کے ساتھ ادا کیں۔ اس کے بعد راوی نے ابن کثیر کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

1931 حَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: اَفَضْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمَّا بَلَغْنَا جَمْعًا صَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِاِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ ثَلَاثًا، وَاثْنَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ لَنَا ابْنُ عُمَرَ: هٰكَذَا صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ

❀❀ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ روانہ ہوئے ہم مزدلفہ پہنچے تو انہوں نے ایک اقامت کے ساتھ ہمیں مغرب اور عشاء کی نمازوں میں پہلے تین رکعت اور پھر دو رکعت پڑھائیں جب انہوں نے نماز مکمل کرلی۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ہم سے فرمایا: اس جگہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح نماز پڑھائی تھی۔

1932 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، قَالَ: رَاَيْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، اَقَامَ بِجَمْعٍ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا، ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ صَنَعَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ مِثْلَ هٰذَا، وَقَالَ: شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ

❀❀ سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر کو دیکھا کہ انہوں نے مزدلفہ میں اقامت کہلوا کر مغرب کی نماز میں تین رکعت ادا کیں اور عشاء کی دو رکعت ادا کیں پھر انہوں نے یہ بات بتائی میں اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ موجود تھا۔ انہوں نے اس جگہ پر اس طرح کیا تھا پھر یہ بات بیان کی تھی میں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر اس طرح کیا تھا۔

1933 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ، حَدَّثَنَا اَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: اَقْبَلْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ مِنْ عَرَفَاتٍ اِلَى الْمُزْدَلِفَةِ فَلَمْ يَكُنْ يَفْتُرُ، مِنَ التَّكْبِيْرِ وَالتَّهْلِيْلِ، حَتّٰى اَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ، اَوْ اَمَرَ اِنْسَانًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ فَصَلّٰى بِنَا الْمَغْرِبَ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْنَا. فَقَالَ: الصَّلَاةُ فَصَلّٰى بِنَا الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ. قَالَ: وَاَخْبَرَنِيْ عِلَاجُ بْنُ عَمْرٍو بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: فَقِيْلَ لِابْنِ عُمَرَ فِيْ ذٰلِكَ. فَقَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا

❀❀ اشعث بن سلیم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ عرفات سے مزدلفہ آیا وہ اس دوران اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ مسلسل کہتے رہے یہاں تک کہ ہم مزدلفہ پہنچ گئے پھر اذان اور اقامت کہی گئی یا پھر کسی کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان یا اقامت کہے پھر انہوں نے مغرب کی نماز میں ہمیں تین رکعت پڑھائیں پھر وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور بولے: ابھی ایک اور نماز ادا کرنی ہے انہوں نے عشاء کی نماز میں دو رکعت پڑھائیں پھر انہوں نے رات کا کھانا منگوایا۔

1932- اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدي، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، وشعبة: هو ابن الحجاج الازدي. واخرجه مسلم (1288)، والنسائي في "الكبرى" (4012) و (4014) من طريقين عن شعبة، بهذا الاسناد. وقرن بسلمة الحكم بن عتيبة. واخرجه مسلم (1288)، والنسائي (4013) من طريق سفيان الثوري، عن سلمة ابن كهيل، به. وهو في "صحيح ابن حبان" (3859).

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: جب اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اس طرح نماز ادا کی ہے۔

1934 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، اَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ بْنَ زِيَادٍ، وَاَبَا عَوَانَةَ، وَاَبَا مُعَاوِيَةَ، حَدَّثُوهُمْ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ عِمَارَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً اِلَّا لِوَقْتِهَا اِلَّا بِجَمْعٍ، فَاِنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ، وَصَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ مِنَ الْغَدِ قَبْلَ وَقْتِهَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کوئی نماز اس کے وقت کے علاوہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا البتہ مزدلفہ کا معاملہ مختلف ہے۔ مزدلفہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کی تھیں، اور اگلے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز اس کے عام وقت سے پہلے ادا کی تھی۔

عرفات کی دو نمازوں میں ایک تکبیر و دو اقامتوں میں مذاہب اربعہ

جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں ظہر وعصر کی نماز ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ پڑھی تھی چنانچہ حضرت امام شافعی حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے ہاں مزدلفہ میں یہ دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک ہی تکبیر کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں کیونکہ اس موقع پر عشاء کی نماز چونکہ اپنے وقت میں پڑھی جاتی ہے اس لئے زیادتی اعلام کے لئے علیحدہ سے تکبیر کی ضرورت نہیں برخلاف عرفات میں عصر کی نماز کے کہ وہاں عصر کی نماز چونکہ اپنے وقت میں نہیں ہوتی بلکہ ظہر کے وقت ہوتی ہے اس لئے وہاں زیادتی اعلام کے لیے علیحدہ تکبیر کی ضرورت ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی روایت منقول ہے اور ترمذی نے بھی اس کی تحسین و تصحیح کی ہے۔ عرفات ومزدلفہ کے علاوہ نمازوں کو جمع کرنے رد میں فقہ حنفی کے دلائل:

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ سیّدنا حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ امیر المؤمنین امام العادلین ناطق بالحق والصواب عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے۔ کہ کوئی شخص ایک وقت میں دو نمازیں نہ جمع کرنے پائے اور ان میں ارشاد فرمایا: ایک وقت میں دو نمازیں ملانا گناہ کبیرہ ہے۔

(المؤطا لمحمد، الجمع بین الصلوتین)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الحمدللہ، امام عادل فارق الحق والباطل نے حق واضح فرمایا۔ اور ان کے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آنے نے گویا مسئلہ درجہ اجماع تک مترقی کیا۔ اقول: یہ حدیث بھی ہمارے اصول پر حسن جید حجت ہے۔ علاء بن الحارث تابعی صدوق فقیہ رجال صحیح مسلم وسنن اربعہ سے ہیں۔ نیز علاء کا مختلط ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس اختلاط سے بعد لی

گئی ہے۔کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء بن سائب ہے اور عطاء بن سائب کا مختلط ہونا سب کو معلوم ہے۔مگر ابن ہمام نے کہا مجھے امید ہے کہ حماد بن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلاء ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔پھر اس کی دلیل بیان کی کہ اگر ابہام پایا بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں۔

اور امام مکحول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم واربعہ سے ہیں۔

نیز مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔رہا امام محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا،تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک مقبول ہے۔جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے۔خصوصا جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو۔

اور اس سے قطع نظر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ متعدد اسنادوں سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ خامی دور ہوگئی ہے۔فتح المغیث میں مقلوب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشائخ بخاری میں احمد بن عدی سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشائخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے ابن عدی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دیگر علماء نے بھی اور ابن عدی کے اساتذہ کا مبہم ہونا مضر نہیں کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہے۔

حضرت ابوقتادہ عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا شقہ فرمان سنا کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں۔دو نمازیں جمع کرنا۔جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنا۔اور کسی کا مال لوٹ لینا۔ (کنز العمال للمتقی)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے۔اس کے سب رجال اسماعیل بن ابراہیم ابن علیہ سے آخر تک ائمہ ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں۔وللہ الحمد

لطیفہ:حدیث مؤطا کے جواب میں تو ملاجی کو وہی ان کا عذر معمولی عارض ہوا کہ منع کرنا عمر کا حالت اقامت میں بلا عذر تھا۔

اقول :اگر ہر جگہ ایسی ہی تخصیص تراش لینے کا دروازہ کھلے تو تمام احکام شرعیہ سے بے قیدوں کو سہل چھٹی ملے۔جہاں چاہیں کہدیں یہ حکم خاص فلاں لوگوں کے لئے ہے۔حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا۔

اول :انکار جمع اس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں۔اس جواب کی حکایت خود اس کے رد میں کفایت ہے۔اس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزدلفہ کی جمع۔کہ مابعد الا ہمارے نزدیک مسکوت عنہ ہے۔ان کا رجع تو اس کا صریح منطوق ومدلول مطابقی ومنصوص عبارۃ النص ہے

اقول :اولاً۔اس کی نسبت اگر بعض اجلہ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا۔ملا مدعی اجتہاد و حرمت تقلید ابوحنیفہ وشافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم رد کرنے کے لئے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متاخر مقلد کی تقلید جامد کرتے۔شاید رد احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز وصحیح ہوگا۔اب نہ اس میں شائبہ نصرانیت ہے نہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا

من دون اللہ کی آفت۔ کبر مقتاعند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔

ثانیا: بفرض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نامسلم کہ حنفیہ اس کے قائل نہیں۔ صرف عبارات شارع غیر متعلقہ بعقوبات میں اس کی نفی کرتے ہیں۔ کلام صحابہ و من بعدھم من العلماء میں مفہوم مخالف بے خلاف مرعی و معتبر۔ کمانص علیہ فی تحریر الاصول والنھر الفائق والدر المختار وغیرھا من الاسفار، قد ذکر نا نصوصھا، فی رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیہ۔

دوم : ایک رامپوری ملا سے نقل کیا کہ ابن مسعود سے مسند ابی یعلی میں روایت یہ بھی ہے کہ کان صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلوتین فی السفر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں جمع کرتے تھے۔ تو موجود ہے کہ حدیث صحیحین کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلی کو حالت سیر پر عمل کریں۔ یہ مذہب امام مالک کی طرف عود کر جائے گا۔

اقول : اولاً۔ ملاجی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے ہو کہ شاہ صاحب نے مسند ابی یعلی کو طبقہ ثالثہ میں جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح، حسن، غریب، معروف، منکر، شاذ، مقلوب موجود ہیں ٹھہرایا ہے۔ پھر خود ہی اس طبقے کی کتاب کو کہا کہ اس کتاب کی حدیث بدوں تصحیح کسی محدث کے یا پیش کرنے سند کے کیونکر تسلیم کی جاوے۔ یہ کتاب اس طبقے کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور سقیم مختلط ہیں۔ یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لئے ایک رامپوری ملا کی تقلید سے حلال بتاؤ۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم

ثانیا: ملاجی، کسی ذی علم سے التجا کرو تو وہ تمہیں صریح و مجمل اور متعین ومحتمل کا فرق سکھائے۔ حدیث صحیحین انکار جمع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابی یعلی حقیقی جمع کا اصلاً پتہ نہیں دیتی۔ بلکہ احادیث جمع صوری میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتا رہی ہیں۔ تمہاری ذی ہوشی کہ نص ومحتمل کو لاکر اختلاف محامل سے راہ توفیق ڈھونڈتے ہو۔

لطیفہ اقول : ملاجی کا اضطراب قابل تماشہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہیں راوی جمع ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ بتاتے ہیں۔ کہیں نافی سمجھ کر چودہ۔ صدر کلام میں جہاں راویان جمع گنائے صاف صاف کہا ابن مسعود فی احدی الروایتین، اب رامپوری ملا کی تقلید سے وہ احدی وایتین بھی گئی۔ ابن مسعود خاصے مثبتان جمع ٹھہر گئے۔

سوم : جسے ملاجی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں۔ ان دو کو عربی میں بولے تھے۔ یہاں چمک چمک کر اردو میں چہک رہے ہیں کہ۔

اگر کہو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹیگا کہ جمع بین الظھر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعود سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی مفہوم ہوتی ہے۔ پس جو تم جواب رکھتے ہو اسی کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی۔ کیونکہ چودہ صحابی سو بن مسعود کے اس کے ناقل ہیں۔ تو اسی واسطے ابن مسعود نے اس کا استثناء نہ کیا۔ اور اب محتمل نفی کا جمع بلا عذر ہو گی۔ اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمقائسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقاتسہ

ہے۔ علی ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے۔

معیار الحق مصنفہ میاں نذیر حسین ملاجی اس جواب کو ملاجی گل سرسبز بنا کر سب سے اول ذکر کیا۔ ان دو کی تو امام نووی و سلام اللہ رامپوری کی طرف نسبت کی۔ مگر اسے بہت پسند کر کے بلا نقل و نسبت اپنے نامہ اعمال میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور اور فتح الباری وغیرہ میں ماثور تھا۔ شہرت جمع عرفات سے جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وغیرہ علماء اعلام حنفیہ کرام نے افادہ فرمایا۔ اس کا نفیس و جلیل مطلب ملاجی کی فہم تنگ میں اصلا نہ دھنسا۔ اجتہاد کے نشہ میں ادعائے باطل شہرت جمع سفر کا آوازہ کسا، اب فقیر غفرلہ القدیر سے تحقیق حق سنئے۔

اولا: فاقول وبحول ربی اصول۔ ملاجی جواب علماء کا یہ مطلب سمجھئے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں۔ مگر ذکر دو کیں۔ مغرب و صبح مزدلفہ، اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر نہ فرمایا: جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش سمجھی کہ یونہی جمع سفر بھی بوجہ شہرت ترک کی۔ اس ادعائے باطل کا لفافہ تو بحمد اللہ اوپر کھل چکا کہ شہرت درکنار نفس ثبوت کے لالے پڑے ہیں۔ حضرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ ہی دس سے دست بردار ہوئے۔ چار باقی ماندہ میں دو کی روایتیں نری بے علاقہ اتر گئیں۔ رہے دو، وہاں بعونہ تعالیٰ وہ قاہر جواب پائے کہ جی ہی جانتا ہوگا۔

اگر بالفرض دو سے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن صحابہ میں شہرت ہے۔ مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف انہیں دو نمازوں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت۔ انہیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ انہیں دو کو صلاتین کہہ کر یہاں ارشاد فرمایا۔ اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام لیا۔ صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا۔ ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع۔

قال عزوجل۔ وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر۔ اور تمہارے لئے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔

خود انہیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا ارشاد دیکھئے۔ کہ پوچھا گیا۔ کیا عبداللہ رضی اللہ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے۔

فرمایا: **لا الا بجمع،** نہ مگر مزدلفہ میں، **کما قدمنا عن سنن النسائی،** یہاں بھی کہہ دیجیو کہ جمع سفر کو شہرۃ چھوڑ دیا ہے۔ اور سنئے، امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

العمل علی ہذا عند اہل العلم ان لا یجمع بین الصلاتین الا فی السفر او بعرفۃ۔

اہل علم کے یہاں عمل اسی پر ہے کہ بغیر سفر اور یوم عرفہ دو نمازیں جمع نہ کریں۔ امام ترمذی نے صرف نماز عرفہ کا استثناء کیا نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا۔ تو ہے یہ کہ دونوں جمعین متلازم ہیں اور ایک کا ذکر دوسری کا یقیناً مذکر۔ خصوصاً نماز عرفہ کہ اظہر و اشہر۔ تو مزدلفہ کا ذکر دونوں کا ذکر ہے، غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ ہے نہ فجر نحر۔ وہ مسئلہ جداگانہ کا افادہ ہے۔ کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں، اور بلا شبہ اجماع امت ہے کہ فجر حقیقۃً وقت سے پہلے نہ تھی، نہ ہرگز کہیں بھی اس کا جواز اور خود اسی حدیث ابو مسعود کے الفاظ مسلم کے یہاں بروایت جریر عن الاعمش، **قال قبل وقتہا بغلس** اس پر شاہد،

اگر رات میں پڑھی جاتی تو ذکر غلس کے کیا معنی تھے۔ صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ گیا۔ پھر ہم مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازیں جمع کیں ایک ہی اذان واقامت سے۔ درمیان میں رات کا کھانا کھایا۔ پھر طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز پڑھی۔

حضرت عبدالرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج ادا فرمایا پھر ہم مزدلفہ آئے جب عشا کی اذان کا وقت ہو چکا تھا یا قریب تھا۔ ایک شخص کو اذان واقامت کا حکم دیا اور نماز مغرب ادا کی اور بعد کی دو رکعتیں بھی۔ پھر شام کا کھانا منگا کر تناول فرمایا: پھر عشا کی دو رکعتیں پڑھیں جب صبح صادق ہوئی تو فرمایا : حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز فجر کے علاوہ اس دن اور اس مقام کے سوا کبھی نماز فجر اتنے اول وقت میں نہیں پڑھتے تھے۔

(الجامع للبخاری المناسک، الجامع الصحیح للبخاری، المناسک)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی اجماع موافق ومخالف ہے کہ عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ حقیقۃً غیر وقت میں پڑھیں۔ تو فجر نحر ومغرب مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے۔ ہاں عصر عرفہ ومغرب مزدلفہ متحد الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انہیں کے ساتھ خاص۔ اور جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں۔ نہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ممکن۔ خصوصاً ملا جی کے نزدیک تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو ظاہر پر حمل واجب۔

اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر متبادر وہی معنی ہیں جو ان عصر ومغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع۔ تو واجب ہوا کہ جملہ صلی الفجر ان صلوتین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور صلوتین سے وہی عصر ومغرب مراد۔ تو ان میں اصلاً ہر گز کسی کا ذکر متروک نہیں۔ ہاں تفصیل میں پتے کے لئے ایک ہی کا نام لیا بوجہ کمال اشتہار۔ دوسری کا ذکر مطوی کیا۔

بحمد اللہ یہ معنی ہیں جواب علماء کے جس سے ملا جی کی فہم بے مس اور ناحق آنچہ انساں می کند کی ہوس۔ ملا جی !اب اس برابری کے بڑے بول کی خبریں کہئے کہ جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا سمجھئے۔ خدا کی شان۔

ع، او گماں بردہ کہ من کردم چو او　　　فرق را کے بیند آں استیزہ جو

فائدہ: یہ معنی نفیس فیض فتاح علیم جل مجدہ سے قلب فقیر پر القا ہوئے۔ پھر ارکان اربعہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ میں آئی دیکھا تو بعینہ یہی معنی افادہ فرمائے ہیں۔ والحمد للہ

ثانیاً: اقول وباللہ التوفیق۔ اگر نظر تتبع کو جولاں دیجئے تو بعونہ تعالیٰ واضح ہو کہ یہ جواب علماء محض تنزلی تھا۔ ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمع عرفات بھی ذکر فرما چکے۔ یہ حدیث سنن نسائی کتاب المناسک باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفہ میں یوں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر مزدلفہ اور عرفات میں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ملاجی! اب کہئے: مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا؟ ملاجی! ابھی آپکی نازک چھاتی پر دل کی پہاڑی آتی ہے۔ سخت جانی کے آسرے پر سانس باقی ہو تو سر بچایئے کہ عنقریب مکہ کا پہاڑ ابوقبیس آتا ہے۔ ملاجی! دعوی اجتہاد پر ادھار کھائے پھرتے ہو اور علم حدیث کی ہوا نہ لگی احادیث مرویہ بالمعنی صحیحین وغرہما صحاح وسنن، مسانید ومعاجیم، جوامع واجزاء وغیرہا میں دیکھئے صدہا مثالیں اس کی پایئے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں۔ کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح، کوئی کسی طرح۔ جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے۔

والہذا امام الشان ابوحاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے۔

یہاں بھی مخرج اعمش بن عمارۃ عن عبدالرحمن عن عبداللہ ہے۔ اعمش کے بعد حدیث منتشر ہوئی۔ ان سے حفص بن غیاث، ابومعاویۃ، ابوعوانۃ، عبدالواحد بن زیاد، جریر سفین، داؤد، شعبہ وغیرہم اجلہ نے روایت کی۔

یہ روایتیں الفاظ واطوار، بسط واختصار، اور ذکر واقتصار میں طرق شتی پر آئیں۔ کسی میں مغرب وفجر کا ذکر ہے۔ ظہر عرفہ مذکور نہیں۔ کروایۃ الصحیحین، کسی میں ظہر عرفہ ومغرب کا بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں۔ کروایۃ النسائی۔ کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر فجر وصیغہ ما رأیت وغیرہ کچھ مسطور نہیں کحدیث النسائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا۔

(فتاویٰ رضویہ)

1935 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: فَلَمَّا أَصْبَحَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَقَفَ عَلَى قُزَحَ فَقَالَ: هَذَا قُزَحُ وَهُوَ الْمَوْقِفُ، وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَنَحَرْتُ هَاهُنَا، وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ، فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ

❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اگلے دن صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قزح پہاڑ پر ٹھہرے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ قزح (پہاڑ) ہے یہ وقوف کی جگہ ہے ویسے مزدلفہ سارا وقوف کی جگہ ہے۔ میں نے یہاں قربانی کرنی ہے اور منیٰ سارا قربان گاہ ہے تو تم لوگ اپنی رہائشی جگہ پر ہی قربانی کرلو۔

1936 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَقَفْتُ هَاهُنَا بِعَرَفَةَ وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَوَقَفْتُ هَاهُنَا بِجَمْعٍ وَجَمْعٌ

1935- صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن. عبد الرحمن بن عياش - وهو عبد الرحمن ابن الحارث بن عبد الله بن عياش - مختلف فيه وهو حسن الحديث. سفيان: هو ابن سعيد بن مسروق الثوري. واخرجه ابن ماجه (3010) من طريق يحيى بن آدم، بهذا الاسناد. واخرجه مطولاً الترمذي (900) من طريق ابي احمد الزبيري، عن سفيان الثوري، به. وهو في "مسند احمد" (1348).

كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَنَحَرْتُ هَاهُنَا، وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں نے یہاں عرفہ میں وقوف کیا ہے عرفہ سارا کا سارا وقوف کی جگہ ہے میں نے یہاں مزدلفہ میں وقوف کیا ہے اور مزدلفہ سارا کا سارا وقوف کی جگہ ہے میں نے یہاں قربانی کی ہے منیٰ سارا قربانی کی جگہ ہے' تو تم لوگ اپنے پڑاؤ کی جگہ پر قربانی کرلو"۔

1937 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ، وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ، وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ طَرِيْقٌ وَمَنْحَرٌ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عرفہ سارا وقوف کی جگہ ہے منیٰ سارا قربان گاہ ہے اور مزدلفہ سارا وقوف کی جگہ ہے' مکہ کا ہر راستہ گزرگاہ اور قربانی کی جگہ ہے"۔

1938 حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيْرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يُفِيضُونَ حَتّٰى يَرَوُا الشَّمْسَ عَلٰى ثَبِيرٍ، فَخَالَفَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ

❁❁ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کے لوگ اس وقت تک روانہ نہیں ہوتے تھے' جب تک سورج کو "ثبیر" (پہاڑ) پر نہیں دیکھ لیتے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے برخلاف کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہو گئے۔

بَابُ التَّعْجِيلِ مِنْ جَمْعٍ

باب: مزدلفہ سے جلدی روانہ ہوجانا

1939 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ يَزِيْدَ، اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُوْلُ اَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِيْ ضَعَفَةِ اَهْلِهٖ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں ان لوگوں میں شامل تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ میں سے کمزور افراد تھے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات پہلے روانہ کردیا تھا۔

وقوف مزدلفہ کے وجوب میں فقہی اختلاف کا بیان

علامہ علی بن سلطان ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مزدلفہ کا وقوف واجب ہے۔ کیونکہ نبی کریم

ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے یہ وقوف مزدلفہ کیا تو اس کا حج مکمل ہو گیا ہے اس حدیث کو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور امام طحاوی علیہ الرحمہ عروہ بن مضرس سے روایت کیا ہے اور اس کے ساتھ حج کی تکمیل کو معلق کیا ہے۔ لہٰذا اس سے وجوب ثابت ہوگا رکنیت ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ خبر واحد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل و کمزوروں کو رات کو روانہ کر دیا۔ لہٰذا اگر وقوف مزدلفہ رکن ہوتا تو اہل وضعفاء وغیرہ کو رات کو ہی روانہ نہ کیا جاتا۔ لہٰذا اس سے لیث بن سعد کا قول بھی دور ہو گیا کیونکہ وہ کہتے ہیں رکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ '' اس میں مامور بہ اللہ کا ذکر ہے۔ لہٰذا بہ اجماع وقوف مزدلفہ رکن نہ ہوا۔ کیونکہ اس کے ترک پر کچھ واجب نہیں ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے وقوف سنت ہے۔ اور مزدلفہ میں رات گزارنے کے بارے امام شافعی کے دو اقوال ہیں۔ ایک وجوب کا ہے اور ایک سنت کا ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور علامہ عینی نے ''شرح تحفۃ الملوک'' میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک وقوف مزدلفہ رکن ہونے کا قول جس کی اتباع صاحب ہدایہ نے کی ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ صراحت کے ساتھ وہم ہے۔ (شرح الوقایہ، ج ۲، ص ۳۰، بیروت)

مزدلفہ کے راستے میں نماز پڑھنے سے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جس نے مغرب راستے میں پڑھی تو وہ کافی نہیں ہے۔ اور طلوع فجر سے پہلے تک اس پر اعادہ واجب ہے۔ امام زفر اور حسن بن زیاد علیہما الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہی نماز کافی ہوگی البتہ اس نے مخالفت سنت کی وجہ سے برا کیا ہے۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ البتہ یہ اختلاف فقہاء احناف کے نزدیک مابین طرفین و امام ابو یوسف علیہ الرحمہ ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۱۱۹، حقانیہ ملتان)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شارح کلام مبین بھی ہیں اور شارع قوانین بھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تشریعی اختیار سے نویں ذی الحجہ کو وقوف عرفہ کے بعد نماز مغرب مزدلفہ میں پہنچ کر عشاء کے وقت میں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ اکٹھی ادا فرمائی ہے اس لئے نماز مغرب کا وقت حجاج کے حق میں سورج غروب ہونے کے بعد شروع نہیں ہوتا بلکہ مزدلفہ میں نماز عشاء کا وقت داخل ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے، اب حکم شریعت یہی کہ حجاج کرام مزدلفہ پہنچ کر عشاء کا وقت شروع ہونے کے بعد مغرب و عشاء ایک اذان، ایک اقامت کے ساتھ ادا کی نیت سے پڑھیں، تاہم ازدحام یا کسی عذر کی بناء پر اگر یہ اندیشہ ہو کہ مزدلفہ پہنچنے تک عشاء کا وقت فوت ہو جائے گا اور صبح صادق نمودار ہو جائے گی تو راستہ میں یا جہاں کہیں ہوں مغرب و عشاء ادا کر لی جائے،

فقہائے کرام نے صراحت کی ہے کہ جب مغرب وعشاء کو جمع کرنے کا وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز اصل وقت میں ادا کرنی ضروری ہے۔

جیسا کہ مناسک ملاعلی قاری مع حاشیۂ ارشاد الساری باب احکام المزدلفۃ ص میں ہے: (ولا یصلی) ای احداهما (خارج المزدلفة) ای مطلقا (الا اذا خاف طلوع الفجر فیصلی) ای فیه کما فی نسخه (حیث هو) ای لضرورة ادراك وقت اصل الصلوٰة وفوت وقت الواجب للجمع ولو كان فی الطريق اوبعرفات اومنی ونحوها۔

اگر عشاء کا وقت ختم ہونے سے پہلے مزدلفہ پہنچ جائیں تو ضروری ہے کہ مغرب وعشاء پھر سے دہرالی جائے۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری ج، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج، ہے: ولو صلى المغرب بعد غروب الشمس قبل ان یاتی المزدلفة فعلیه ان یعیدها اذا اتی بمزدلفة فی قول ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالیٰ وكذلك لو صلى العشاء فی الطريق بعد دخول وقتها۔

حجاج کرام اس بات کا لازمی طور پر اہتمام کریں کہ جلد از جلد وقوف واجب کے لئے مزدلفہ پہنچیں، وقوف مزدلفہ صبح صادق سے طلوع آفتاب سے پہلے تک ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہو واجب ہے اگر اس کو ترک کردیا جائے تو دم دینا لازم ہے، جو حاجی صاحبان وقوف عرفہ کے بعد راہ بھٹکنے کی وجہ یا ٹریفک کی مجبوری کے باعث طلوع آفتاب سے پہلے تک مزدلفہ نہ پہنچ سکیں ان پر ترک واجب کے سبب دم دینا لازم ہے۔

1940 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ أُغَيْلِمَةَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَلَى حُمُرَاتٍ فَجَعَلَ يَلْطَخُ أَفْخَاذَنَا، وَيَقُولُ: أُبَيْنِيَّ لَا تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اللَّطْخُ: الضَّرْبُ اللَّيِّنُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات ہمیں یعنی عبدالمطلب کے بچوں کو گدھوں پر سوار کرکے پہلے بھجوادیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے زانوؤں پر آہستہ سے مار کر فرمایا: اے میرے بچو! تم جمرہ کو اس وقت تک کنکریاں نہ مارنا جب تک سورج نکل نہیں آتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) لفظ ''لطخ'' والے سے مراد نرمی سے مارنا ہے۔

1941 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ، حَدَّثَنَا حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَدِّمُ ضُعَفَاءَ أَهْلِهِ بِغَلَسٍ، وَيَأْمُرُهُمْ يَعْنِي لَا يَرْمُونَ الْجَمْرَةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے کمزور اہل خانہ کو اندھیرے میں پہلے روانہ کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں یہ ہدایت کی تھی یعنی یہ کہ وہ اس وقت تک جمرہ کو کنکریاں نہ ماریں جب تک سورج نکل نہیں آتا۔

1942 حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَيْكٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: اَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُمِّ سَلَمَةَ لَيْلَةَ النَّحْرِ فَرَمَتِ الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ، ثُمَّ مَضَتْ فَاَفَاضَتْ، وَكَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْيَوْمَ، الَّذِيْ يَكُوْنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِيْ عِنْدَهَا

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قربانی کی رات نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھجوا دیا انہوں نے فجر سے پہلے جمرہ کو کنکریاں ماریں' پھر وہ چلی گئیں اور انہوں نے طواف افاضہ کر لیا اور یہ ان کی باری کا مخصوص دن تھا۔ یعنی وہ دن تھا جب نبی اکرم ﷺ نے ان کے ہاں رہنا تھا۔

1943 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ، اَخْبَرَنِيْ مُخْبِرٌ، عَنْ اَسْمَاءَ، اَنَّهَا رَمَتِ الْجَمْرَةَ، قُلْتُ: اِنَّا رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ بِلَيْلٍ، قَالَتْ: اِنَّا كُنَّا نَصْنَعُ هٰذَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ مخبر' سیّدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے بارے میں نقل کرتے ہیں: انہوں نے جمرہ کو کنکریاں ماریں' تو میں نے کہا: ہم نے جمرہ کو رات کے وقت کنکریاں ماری ہیں (یعنی صبح صادق ہونے سے پہلے ماری ہیں) تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم (خواتین) ایسا ہی کرتی تھیں۔

1944 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ، وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّرْمُوْا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ، وَاَوْضَعَ فِيْ وَادِيْ مُحَسِّرٍ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ روانہ ہوئے' تو آرام سے چل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ چٹکی میں آ جانے والی کنکریاں ماریں۔ وادی محسر سے گزرتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی رفتار کو تیز کر لیا۔

بَابُ يَوْمِ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ

باب: حج اکبر کا دن

1945 حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ الْغَازِ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ،

1944- حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف لابهام الراوي عن اسماء، لكن روى الحديث من طريق آخر صحيح ذكرناه عند الحديث السالف قبله. وهو في "صحيح البخاري" (1679)، و "صحيح مسلم" (1291) من طريق عبد الله ابن كيسان عن اسماء، وبنحوه عند النسائي (4027) من طريق مولى لاسماء، عنها، وهو في "المسند" (26941).

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَفَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ. فَقَالَ: اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوْا: يَوْمُ النَّحْرِ. قَالَ: هٰذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا تھا۔ اس حج کے موقع پر قربانی کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کی: یہ قربانی کا دن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔

1946 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ فَارِسٍ، اَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ فِيْمَنْ يُؤَذِّنُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى اَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ، وَيَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ، يَوْمُ النَّحْرِ وَالْحَجُّ الْاَكْبَرُ الْحَجُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ان لوگوں میں بھجوایا جنہوں نے قربانی کے دن یہ اعلان کرنا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا' اور کوئی برہنہ شخص بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکے گا' اور حج اکبر کا دن قربانی کا دن ہے اور حج اکبر سے مراد حج ہے۔

حج اکبر کے مصداق کے متعلق احادیث کا بیان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سب لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان ہے کہ حج اکبر کے دن اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی، پس اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرتے ہو تو تم یقین رکھو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو عذاب کی خوش خبری دے دیجئے۔ (التوبہ:۳۔۱)

حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں، امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ: حسن اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جس سال حضرت ابوبرک رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا اس میں مسلمان اور مشرکین جمع تھے اور اسی دن یہود اور نصاریٰ کی عید بھی تھی اس لیے اس کو حج اکبر فرمایا۔

حارث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور معمر زہری سے روایت کرتے ہیں کہ یوم النحر (قربانی کا دن) حج اکبر ہے۔ ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے حج اکبر اور حج اصغر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا: حج اکبر یوم النحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

عطا نے کہا حج اکبر یوم عرفہ ہے۔ ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے حج اکبر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا وہ یوم عرفہ ہے۔ میں نے پوچھا یہ آپ کی رائے ہے یا سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی؟ انہوں نے کہا سب کی، پھر میں نے حضرت عبداللہ بن شداد سے سوال کیا تو انہوں نے کہا حج اکبر یوم النحر ہے اور حج اصغر عمرہ

ہے۔(تفسیر امام عبدالرزاق ج۱ص۲٤۱، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱٤۱۱ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حج ادا کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر (۱۰ ذوالحجہ) کو جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷٤۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۹٤۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۱٦٦، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۰۰۵، الطبقات الکبریٰ ج۲ ص۱٤۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، المستدرک ج۲ ص۲۳۱)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے عبداللہ بن ابی اوفٰی اور سعید بن جبیر سے، عبداللہ بن شداد سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے، عامر سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حج اکبر یوم النحر ہے۔ (المصنف ج۳ ص۳٦۰، رقم الحدیث: ۱۵۱۱۱-۱۵۱۰۲)

حج اکبر کے مصداق کے متعلق مذاہب فقہاء کا بیان

حافظ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المالکی المتوفی ٦۵٦ھ لکھتے ہیں: امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حمید بن عبدالرحمن کہتے تھے کہ یوم النحر، یوم الحج الاکبر ہے۔ (البخاری: ۳٦۹، مسلم: ۱۳٤۷، سنن ابوداؤد: ۱۹٤٦، سنن النسائی: ۲۳٤، مسند احمد ج۲ ص۲۹۹) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حج اکبر کا دن یوم النحر ہے، جیسا کہ حمید نے کہا ہے، اور یہ سعید بن جبیر اور امام مالک کا قول ہے، اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے اور یہی حضرت عمر کا قول ہے، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، مجاہد نے کہا حج اکبر قران ہے اور حج اصغر افراد ہے، اور شعبی نے کہا حج اکبر، حج ہے اور حج اصغر عمرہ ہے، اور پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج اکبر کا اعلان کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اکبر یوم النحر ہے۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۱۹٤۵) (المفہم ج۳ ص۱٦۰-٤۵۹، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱٤۱۷ھ)

حج اکبر کے مختلف اقوال میں تطبیق کا بیان

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱٤ھ لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ یوم حج اکبر کے متعلق چار قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ یوم نحر ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ حج اکبر طواف زیارت کا دن ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ حج کے تمام ایام یوم حج اکبر ہیں، اور درحقیقت ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اکبر اور اصغر امر اضافی ہیں، لہٰذا جمعہ کے دن کا حج دوسرے ایام کی بہ نسبت اکبر ہے اور حج قران حج افراد سے اکبر ہے اور مطلقاً حج، عمرے سے اکبر ہے اور جمیع ایام حج بھی اکبر ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نورانی مقام کے اعتبار سے مختلف ہے، اسی طرح ایام میں یوم عرفہ، حج اکبر کی تحصیل کا دن ہے جو مطلقاً حج ہے، اور یوم نحر حج اکبر کے افعال کے مکمل ہونے اور ان سے حلال ہونے کا دن ہے۔

(الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط ص٤۸۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱٤۱۷ھ)

جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کے حج اکبر ہونے کی تحقیق

احادیث اور آثار صحابہ میں مختلف ایام پر حج اکبر کا اطلاق آیا ہے اور کسی دن کے حج اکبر ہونے پر اتفاق نہیں ہے، اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو وہ حج اکبر ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں ہر چند کہ کوئی صریح حدیث نہیں ہے تاہم

بکثرت دلائل شرعیہ سے اس دن کا حج اکبر ہونا ثابت ہے، اس لیے اس کو حج اکبر کہنا صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال کے حج کا ثواب ز تر حج سے زیادہ ہوتا ہے۔

ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ ھ نے جب یوم عرفہ جمع کے دن ہو تو اس کے حج اکبر ہونے کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں: جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس پر حج اکبر کا اطلاق کرنا بہت مشہور ہے اور زبان زد خلائق ہے، اور خلق خدا کی زبانیں، حق کا قلم ہوتی ہیں اور (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) جس چیز کو مسلمان حسن (اچھا اور نیک) سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی حسن ہے اور جس چیز کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔ (مسند احمد ج۱ ص ۳۷، شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۳۶۰۰، مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام احمد، امام بزار اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج۱ ص ۱۷۸-۱۷۷، ج ۸ ص ۲۵۲، حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے، المستدرک، ج ۳ ص ۷۹-۷۸، تاریخ بغداد ج ٤ ص ١٦٥، کشف الخفاء ج ۲ ص ۲٦۳) اس رسالہ میں ہمارا مقصود اس مسئلہ کی تحقیق کرنا ہے۔ امام رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الایام، یوم عرفہ ہے اور جب یہ جمعہ کے دن ہو تو یہ بغیر جمعہ کے ستر حج سے افضل ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ٤، ص ٧٤، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر)

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ بعض محدثین نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگر بالفرض یہ واقع میں ضعیف ہو بھی تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے اور بعض جاہلوں کا یہ کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے، باطل اور مردود ہے (علامہ مناوی اور حافظ ابن قیم نے اس حدیث کو باطل کہا ہے) کیونکہ رزین بن معاویہ عبدری کبراء نے اس کو صحاح ستہ کی تجرید میں بیان کیا ہے، اس لیے یہ سند اگر صحیح نہیں ہے تو ضعیف سے کسی حال میں کم نہیں ہے اور اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن عبادات کا ثواب ستر یا سو گناہ بڑھ جاتا ہے۔

اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں بیان کیا ہے کہ جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے، علامہ ابو طالب مکی نے اس حدیث کو قوت القلوب میں بیان کیا ہے۔ ابن جماعہ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند کر کے بیان کیا ہے، اور علامہ سیوطی نے اس کو ابن جماعہ سے نقل کر کے مقرر رکھا ہے اور یہ چیز قواعد میں سے ہے کہ جب کسی حدیث کے متعدد طرق ہوں تو وہ قوی ہو جاتی ہے اور اس پر دلیل ہوتی ہے کہ اس حدیث کو اصل ہے۔ (الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط ص ٤٨٢، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

جمعہ کے دن مغفرت اور نیکیوں میں اضافہ کے متعلق احادیث: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فضائل جمعہ میں چند احادیث ذکر کی ہیں جن کو ہم تخریج کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والیوم الموعود وشاھد ومشھود (البروج: ۳-۲)

ترجمہ: وعدہ کیے ہوئے دن کی قسم اور حاضر ہونے والے کی اور حاضر کیے ہوئے کی قسم۔

اس کی تفسیر اس حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم

موعود قیامت کا دن ہے، اور یوم مشہود یوم عرفہ ہے اور شاہد یوم الجمعہ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج کسی ایسے دن پر طلوع ہوا، نہ غروب ہوا جو جمعہ کے دن سے افضل ہو، اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اس میں جس خیر کی بھی دعا کرے اللہ اس کو قبول فرماتا ہے اور جس چیز سے بھی پناہ طلب کرے اس کو اس سے پناہ میں رکھتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۳۰۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸، سنن کبریٰ ج ٤ ص ۱۷۰، شرح السنہ للبغوی ج ۷ ص ۲۲٦، کامل ابن عدی ج ۲ ص ٤۷٦، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، المستدرک ج ۲ ص ۵۱۹، المشکوٰۃ رقم الحدیث: ۱۳٦۲، شعب الایمان ج ۳ ص ۸۸، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۰٦۵)۔

ملا علی قاری اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ ظاہر دلیل ہے کہ تنہا جمعہ یوم عرفہ سے افضل ہے، پس ثابت ہوا کہ جمعہ سید الایام ہے جیسا کہ زبان زد خلائق ہے۔ (الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط ص ٤۸۳) میں کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں بھی احادیث وارد ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کا دن سید الایام ہے، اس میں حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا گیا، اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۵۵۰۷، شعب الایمان ج ۳ ص ۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱٤۱۰ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان سید الشہور (مہینوں کا سردار) ہے اور جمعہ سید الایام ہے۔ (المعجم الکبیر ج ۹ ص ٤۰۵، رقم الحدیث: ۹۰۰۰، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱٤۰، کنز العمال ج ۷ رقم الحدیث: ۲۱۰٦۷، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۵۵۰۸) اس کے بعد ملا علی قاری نے جمعہ کے دن مغفرت کے متعلق یہ احادیث ذکر کی ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جمعہ کے دن ہر مسلمان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (المعجم الاوسط، ج ۵ ص ٤۱۲، رقم الحدیث: ٤۸۱٤، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳٤۰٤، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۰۵۳، اس کا ایک راوی محمد بن بحر الجہنی بہت ضعیف ہے)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن اور اس کی رات کے چوبیس گھنٹوں کی ہر ساعت میں چھ سو گنہ گار دوزخ کی آگ سے آزاد ہوتے ہیں، ان میں سے ہر گنہ گار پر دوزخ واجب ہوتی ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ ج ٦ ص ۲۰۱-۲۰۲ رقم الحدیث: ۳٤۸٤، اس کی سند میں عبد الواحد بصری ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱٦۵، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۸۵۲، کنز العمال ج ۷، ص ۷۱۹، رقم الحدیث: ۲۱۰۸۰)

امام محمد بن سعد نے طبقات کبریٰ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یوم عرفہ کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کی وجہ سے فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندے بکھرے ہوئے غبار آلود بالوں کے ساتھ میری رحمت کی طلب میں آئے ہیں، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کے نیکوں کو بخش دیا اور ان کے نیکوں کو ان کے بروں کے لیے شفاعت کرنے والا بنا دیا اور جمعہ کے دن بھی اسی طرح فرماتا ہے (مجھ کو طبقات یا کسی اور کتاب میں یہ حدیث نہیں ملی)۔

ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد ملا علی قاری فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جمعہ اور عرفہ کا اجتماع زیادہ مغفرت کا موجب ہے، اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے، وہ جاہل ہے اور منقول اور معقول پر مطلع نہیں ہے۔ اس کے بعد،

ملا علی قاری جمعہ کے دن اجر میں زیادتی کے متعلق احادیث بیان کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ
کے دن نیکیوں کو دگنا کر دیا جاتا ہے۔
(المعجم الاوسط ج ۸ ص ۴۳۵، رقم الحدیث: ۷۸۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ رقم الحدیث: ۵۵۱۲، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۱۰۵۷)

ملا علی قاری فرماتے ہیں: بعض احادیث میں ستر گنا اضافہ کا بھی ذکر ہے اور امام احمد بن زنجویہ نے فضائل اعمال میں مسیب
بن رافع سے روایت کیا ہے کہ اس کو باقی ایام کی بہ نسبت دس گنا زائد اجر دیا جائے گا، میں کہتا ہوں کہ یہ ستر گنا اضافہ بلکہ سو گنا اضافہ
کو بھی شامل ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو شامل ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر گنا زائد
ہوتا ہے۔ (الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط ص ۴۸۴)

میں کہتا ہوں کہ جمعہ کے دن اجر و ثواب میں زیادتی کے متعلق یہ حدیث بہت واضح ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی عیدوں میں جمعہ کی عید سے بڑھ کر کوئی عید نہیں ہے، جمعہ کے
دن ایک رکعت نماز پڑھنا باقی دنوں میں ہزار رکعات سے افضل ہے اور جمعہ کے دن ایک تسبیح پڑھنا باقی دنوں میں ہزار تسبیحات
پڑھنے سے افضل ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب ج ۳ ص ۳۸۳، رقم الحدیث: ۵۱۶۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ)

جس جمعہ کو یوم عرفہ ہو اس دن حج اکبر ہونے پر ایک حدیث سے استدلال: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن حج کیا وہ
جمعہ کا دن تھا۔ علامہ حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں: الیوم اکملت لکم دینکم۔ (المائدۃ:۳) یہ آیت جمعہ کے
دن یوم عرفہ کو عصر کے بعد حجۃ الوداع میں نازل ہوئی۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں اپنی اونٹنی عضباء پر تشریف
فرما تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک یہودی کے سامنے یہ آیت پڑھی: الیوم اکملت
لکم دینکم۔ (المائدۃ:۳) اس یہودی نے کہا اگر ہم میں یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما نے فرمایا: یہ آیت یہ عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے، جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۵۵، صحیح البخاری رقم
الحدیث: ۴۵، ۴۴۰۷، ۴۶۰۶، ۷۲۶۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۰۱۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۰۰۲، ۵۰۲۷، سنن کبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: ۱۱۱۳۷، سنن
کبریٰ للبیہقی، ج ۵ ص ۱۱۸، صحیح ابن حبان، ج ۱ ص ۱۸۵)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن حج کیا اور جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اسی دن حج کرنا حج اکبر ہے۔ امام ابن
ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں: شہاب بن عباد العصری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر نے فرمایا یوم عرفہ حج
اکبر ہے میں نے اس بات کا سعید بن مسیب سے ذکر کیا، انہوں نے کہا مجھ سے عون بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن سیرین
سے حج اکبر کے متعلق سوال کیا تھا، انہوں نے کہا جس دن حج اس دن کے موافق ہو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل ملل
نے حج کیا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶۰، رقم الحدیث: ۱۵۱۰۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۶ھ)۔ اور اس حدیث سے محدث
رزین کی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس حج کا ثواب ستر حج سے افضل ہے۔

جمعہ کے حج کے متعلق مفسرین کے اقوال کا بیان

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے حج اکبر کے متعلق ایک یہ قول ذکر کیا ہے: ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے حج اکبر کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا جو حج اس دن کے موافق ہو جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام دیہاتیوں نے حج کیا تھا۔ (وہ حج اکبر ہے)۔ (جامع البیان، جز ۱۰ ص ۹۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۰ھ)

امام ابن شیبہ کی روایت میں اہل ملل کے الفاظ ہیں اور امام ابن جریر کی روایت میں اہل وبر (دیہاتیوں) کے الفاظ ہیں اور امام ابن جریر کی روایت ہی صحیح ہے کیونکہ تمام اہل ملل نے سال حج کیا تھا جس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا اور جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا اس سال صرف مسلمانوں نے حج کیا تھا جن میں اہل وبر بھی تھے۔ بہر حال اس روایت کا ذکر حسب ذیل علماء نے کیا ہے: امام بغوی شافعی، متوفی ۵۱۶ ھ۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ بیروت)

علامہ قرطبی مالکی، متوفی ۶۶۸ ھ (الجامع الاحکام القرآن جز ۸، ص ۱۱) علامہ ابوالحیان اندلسی، متوفی ۷۵۴ ھ۔ (البحر المحیط ج ۵ ص ۳۶۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت) حافظ ابن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ ھ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۳، مطبوعہ ارلاندلس بیروت) حافظ جلال الدین شافعی، متوفی ۹۱۱ ھ۔ (الدر المنثور ج ٤ ص ۱۲۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت) نواب صدیق حسن خان بھوپالی (غیر مقلد)، متوفی ۱۳۰٤ ھ۔ (فتح البیان ج ۵ ص ۲۳۳، مطبوعہ المکتبہ العصریہ بیروت، ۱۴۱۰ھ)

علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ ھ لکھتے ہیں: جو حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موافق ہو اس کو حج اکبر کہا گیا ہے اور یہ دن جمعہ کا دن تھا۔ (لباب التاویل ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ مکتبہ دارالکتب العربیہ پشاور)۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ ھ لکھتے ہیں: حدیث میں وارد ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر حج کے برابر ہے اور یہی حج اکبر ہے۔ (روح البیان، ج ۳ ص ۳۸۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی متوفی ۱۳۶۷ ھ لکھتے ہیں: اور ایک قول یہ ہے کہ اس حج کو حج اکبر اس لیے کہا گیا کہ اس سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا تھا اور چونکہ یہ جمعہ کو واقع ہوا تھا اس لیے مسلمان اس حج کو جو روز جمعہ ہو حج وداع کا مذکر (یاددلانے والا) جان کر حج اکبر کہتے ہیں۔

(خزائن العرفان ص ۳۰۱، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ ھ لکھتے ہیں: اس سے اشارتاً معلوم ہوا کہ اگر حج جمعہ کا ہو تو حج اکبر ہے کیونکہ جمعہ کے ایک حج کا ثواب ستر حج کے برابر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع جمعہ ہی کو ہوا تھا۔

(نور العرفان ص ۲۹۷، مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات)

جمعہ کے حج کے متعلق فقہاء کے اقوال کا بیان

علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷٤۳ ھ لکھتے ہیں: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام ایام میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی بہ نسبت ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں ذکر کیا ہے اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں ذکر کیا ہے۔ جب یوم عرفہ یوم

جمعہ کو ہوتو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(تبیین الحقائق ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ایضاً حاشیۃ الشلبی ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ ملتان)

علامہ زین الدین بن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ ھ لکھتے ہیں: اور ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی نسبت ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن کے حج کی باقی دنوں پر فضیلت ہے؟ انہوں نے کہا جمعہ کے حج کو باقی دنوں کے حج پر پانچ وجہ سے فضیلت ہے: پہلی اور دوسری وجہ تو مذکور الصدر حدیثوں سے واضح ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح جگہ کی فضیلت سے بھی عمل کی فضیلت ہوتی ہے اور جمعہ کے دن ہفتہ کے باقی دنوں سے افضل ہے (بلکہ سید الایام ہے) پس واجب ہوا کہ جمعہ کے دن کا عمل باقی دنوں کے عمل سے افضل ہو، اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس میں مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے جو سوال بھی کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرماتا ہے اور یہ فضیلت باقی دنوں میں نہیں ہے اور پانچویں فضیلت یہ ہے کہ جمعہ کے حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے موافقت ہے کیونکہ حجۃ الوداع جمعہ کے دن تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سب سے افضل عمل اختیار کیا جاتا تھا۔ بعض طلبہ نے میرے والد سے سوال کیا کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ تمام اہل موقف کی مغفرت فرما دیتا ہے، پھر اس میں جمعہ کے دن کی کیا خصوصیت ہے جیسا کہ مذکور الصدر حدیث میں ہے تو میرے والد نے جواب دیا کہ ہوسکتا ہے کہ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ بلا واسطہ مغفرت فرمائے اور باقی ایام کے حج میں بعض لوگوں کے واسطہ سے مغفرت فرمائے۔ شیخ نور الدین الزیاری الشافعی کے حاشیہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

(منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۳۴۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ ھ لکھتے ہیں: تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ باقی دنوں کی بہ نسبت ستر حج سے افضل ہے، اس حدیث کو معراج الدرایہ نے اپنے اس قول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح مروی ہے کہ تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ ستر حج سے افضل ہے۔ یہ حدیث تجرید الصحاح میں علامۃ الموطا کے ساتھ مذکور ہے (الموطا کے موجودہ مطبوعہ نسخوں میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے اگر اس حدیث کی کوئی اصل ہے تو ہوسکتا ہے ستر سے مراد ستر درجے ہوں یا مبالغہ مراد ہو اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۷۱)...... (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص ۴۴۰، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ ھ)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ ھ لکھتے ہیں: جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو ستر حج کا ثواب ہے اور (میدان عرفات میں) ہر فرد کے لیے بلا واسطہ مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ ھ)

اس کے حاشیہ پر علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ ھ لکھتے ہیں: الشرنبلالیہ نے زیلعی سے نقل کیا ہے کہ تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس دن حج کرنا باقی دنوں کے ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں روایت کیا ہے۔

علامہ مناوی نے بعض حفاظ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۱۷۳، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ) البتہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے کہ بعض سلف نے کہا ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوتو تمام اہل عرفہ کی مغفرت کردی جاتی ہے اور یہ دن دُنیا کے تمام دنوں سے افضل ہے، اسی دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا جو حجۃ الوداع تھا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقوف فرمارہے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی: **الیوم اکملت لکم دینکم**۔ (المائدۃ: ۳) اہل کتاب نے کہا اگر ہم میں یہ آیت نازل ہوتی تو ہم عید مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے: یوم عرفہ اور یوم جمعہ۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں وقوف فرمارہے تھے۔ (علامہ شامی نے معراج کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۷۸)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں: علامہ سندی نے المنسک الکبیر میں لکھا ہے کہ تمام اہل موقف کی مطلقاً مغفرت کردی جاتی ہے پھر جمعہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ جمعہ کے دن بلاواسطہ مغفرت کی جاتی ہے اور باقی ایام میں بعض لوگوں کی بعض کے واسطے سے مغفرت کی جاتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دوسرے دنوں میں صرف حجاج کی مغفرت کی جاتی ہے اور جب عرفہ جمعہ کے دن ہوتو حجاج اور غیر حجاج سب کی مغفرت کی جاتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ میدان عرفات میں بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا حج قبول نہیں ہوتا تو سب کی مغفرت کیسے ہوگی ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی مغفرت تو ہوجائے گی لیکن ان کو حج مبرور کا ثواب نہیں ملے گا اور مغفرت حج کے مقبول ہونے کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ ان احادیث میں تمام اہل موقف کی مغفرت کا ذکر ہے، اس لیے اس قید کا اعتبار کرنا واجب ہے۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۲۰۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید احمد الطحطاوی الحنفی المتوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوتو اس دن حج کرنا دوسرے ایام کی بہ نسبت ستر حج سے افضل ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۰۹، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۵ھ)۔

امام محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں: بعض اسلاف نے یہ کہا ہے کہ جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہوتو تمام میدان عرفات والوں کی مغفرت کردی جاتی ہے اور یہ دن دُنیا کے تمام دنوں سے افضل ہے اور اسی دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تھا۔ (احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ دار الخیر بیروت، ۱۴۱۳ھ)

اس کی شرح میں علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں: رزین بن معاویہ العبدری نے تجرید الصحاح میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے اور جس دن عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ ستر حج سے افضل ہے۔ اس حدیث پر موطا کی علامت ہے لیکن یہ حدیث یحییٰ بن یحییٰ کی موطا میں نہیں ہے، شاید یہ کسی اور موطا میں ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۲۷۴، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: اور بے شک یہ کہا گیا ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوتو تمام اہل موقف (میدان عرفات کے تمام لوگوں) کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

(شرح المہذب ج ۸ ص ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الایضاح فی مناسک الحج والعمرۃ ص ۲۸۶، مطبوعہ المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

مناسک نووی کی یہی وہ عبارت ہے جس کا اکثر علماء نے حوالہ دیا ہے اور اس عبارت سے استدلال کیا ہے۔ علامہ عبدالفتاح مکی مناسک الحج والعمرۃ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے، اگر اس میں وقف جمعہ کے دن ہو تو وہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت ستر دنوں سے افضل ہے۔

(الافصاح علی مسائل الایضاح، ص ۲۸۷، مطبوعہ المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن حجر الہیتمی المکی الافعی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں: جمعہ کے دن کے فضائل میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تمام دنوں میں افضل یوم عرفہ ہے، اگر وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ غیر جمعہ کے ستر حج سے افضل ہے۔

(حاشیہ ابن حجر الہیتمی علی شرح الایضاح فی مناسک الحج للامام النووی ص ۳۲۸، مطبوعہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ، ۱۴۱۹ھ)

حج اکبر سے متعلق بعض جدت پسند لوگوں کی آراء

عام طور پر مشہور ہے کہ جس حج کا "یوم عرفہ" جمعہ کے دن پڑے، وہ حج "حج اکبر" کہلاتا ہے۔ اور اس ایک "حج اکبر" کا ثواب ستر عام حج سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حج میں شرکت کے بہت بڑی سعادت وخوش نصیبی تصور کیا جاتا ہے۔ ماہ ذوالحجہ کے ہلال کی رویت کے اعلان کے مطابق اگر یوم عرفہ بروز جمعہ پڑتا ہے تو سعودی عرب میں مقیم تارکین وطن کی اکثریت اس میں شرکت کے لیے کوشاں و بے قرار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بیرون ملک سے تشریف لانے والے حجاج کی تعداد میں بھی خاصہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

وہ روایت جس میں "حج اکبر" کی مزعومہ فضیلت کا ذکر ہے، ان شاء اللہ آگے پیش کی جائے گی۔ فی الحال اس بات کی تعین کرنا مقصود ہے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حج اکبر کس چیز کو کہا گیا ہے؟ کس حج کا اجر مقام افضل وارفع بتایا گیا ہے؟ نیز وہ حج جس کا "یوم عرفہ" ہفتہ کے عام دنوں میں پڑے اور وہ حج جس کا "یوم عرفہ" جمعہ کے دن پڑے۔ ان کے فضائل میں کیا اور کس درجہ فرق ہے؟

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً ہر مشہور مجموعہ (مثلاً صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ، صحیح مسلم رحمۃ اللہ علیہ، جامع ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، سنن ابوداود رحمۃ اللہ علیہ، اور مسند احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) میں "حج اکبر" کا ذکر موجود ہے۔ لیکن جہاں جہاں بھی اس کا ذکر وارد ہوا ہے، وہاں اس سے مراد "یوم نحر" ہے نہ کہ وہ جو عام طور پر مشہور اور زیر مطالعہ مضمون میں ہمارا ہدف تنقید ہے۔ چنانچہ صحیح احادیث میں صریح طور پر مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم الحج الأکبر یوم النحر یعنی: حج اکبر کا دن یوم نحر ہے:

اب یہ سوال درپیش ہے کہ حدیث میں کس حج کا اجر ومقام افضل وارفع بتایا گیا ہے تو اس سلسلے میں اکثر کتب احادیث ہماری جس طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ "حج مبرور" کا اجر اور مقام ومرتبہ سب سے افضل وبرتر ہے۔ مشہور شارحین حدیث میں سے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ، کی شرح میں بیان کرتے ہیں:

"ابن خالویہ کا قول ہے کہ "حج مبرور" سے مراد "حج مقبول" ہے۔ یعنی وہ حج جس میں اثم کی قبیل سے کسی چیز کی ملاوٹ نہ ہو۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رائے کو ترجیح دی ہے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں اسی کے ہم معنی اقوال نقل کئے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ وہ حج جس کے تمام احکام موقع ومحل کے اعتبار سے بروقت اور احسن واکمل طریقہ پر ادا کئے جائیں، وہی حج مبرور ہے۔

"حج مبرور" کے متعلق صحیح احادیث میں مروی ہے:

"الحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة"

یعنی حج مبرور کا اجر جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے" اس حدیث کی تخریج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (3) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ (4) اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (5) نے اپنی اپنی صحیح میں، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع (6) میں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، (7) اور دارمی رحمۃ اللہ علیہ، (8) نے اپنی اپنی سنن میں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موطا (19) میں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (10) اور طیالسی (11) نے اپنی اپنی مسند میں، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم (12) میں، عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے الضعفاء الکبیر (13) میں، ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے الحلیۃ الاولیاء (14) بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح السنہ (15) میں اور طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر (16) میں کی ہے۔ خطیب طبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ المصابیح (17) میں، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الخفاء (18) میں اس کو وارد کیا ہے۔

بعض دوسری روایات میں "حج مبرور" کو افضل الاعمال میں ایمان باللہ ورسولہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے بعد تیسرا درجہ دیا گیا ہے۔ (21) پس معلوم ہوا کہ وہ "حج مبرور" ومقبول جس کا اجر سراپا جنت ہو اور ایمان وجہاد کے بعد جسے افضل الاعمال قرار دیا گیا ہو۔ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا حج کیونکر ممکن ہے۔ اب اس سلسلہ کا تیسرا اور آخری معاملہ پیش نظر ہے یعنی وہ حج جس کا یوم عرفہ ہفتہ کے عام دنوں میں پڑے اور وہ حج جس کا یوم عرفہ جمعہ کے دن پڑے، ان کے فضائل وخصائص میں کیا اور کس درجہ فرق ہے؟ اس فرق کو جاننے کے لئے پہلے یوم جمعہ کی فضیلت کا جاننا ضروری ہے۔

یہ طے شدہ امر ہے کہ ہفتہ کے تمام دنوں میں جمعہ کا دن نہایت افضل اور خیر وبرکت والا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اکثر کتب احادیث میں وارد ہے:

"افضل الايام عند الله يوم الجمعة"

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے" اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الایمان" میں عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایات کیا ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع الصغیر" میں اور علامہ اسماعیل عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "کشف الخفاء" (22) میں اس کو وارد کیا ہے۔ علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ "فیض القدیر" میں فرماتے ہیں کہ "یہ حسن الاسناد ہے" یوم الجمعہ کی فضیلت میں وارد ہونے والی بعض دوسری احادیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

أفضل الأيام عند الله يوم الجمعة (24)

سيد الأيام عند الله يوم الجمعة (25)

وان من افضل ایامکم یو الجمعة (26)

خیر یوم طلعت فیه الشمس یوم عرفة وافق یوم الجمعة (27)

ماتطلع الشمس بیوم ولا تغرب بافضل واعظم من یوم الجمعة (28) اور

"الیوم الموعود یوم القیامة والمشهود یوم عرفة والشاهد یوم الجمعة" وما طلعت الشمس ولا غربت یوم افضل منه فیه ساعة" وغیرہ

مندرجہ بالا احادیث سے یوم الجمعۃ کی فضیلت تو ثابت ہوگئی لیکن اب یہ طے کرنا ہے کہ یوم الجمعہ اور یوم عرفہ میں کون سا دن زیادہ افضل ہے۔ بعض لوگ یوم الجمعہ کی فضیلت میں وارد ہونے والی مذکورہ بالا احادیث کو دلیل بناتے ہوئے یوم عرفہ پر یوم الجمعہ کو فوقیت دیتے ہیں لیکن حافظ ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم رحمۃ اللہ علیہ الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ (م752ھ) نے اس سلسلہ میں نہایت عمدہ بات فرمائی ہے:

"سچ بات یہ ہے کہ یوم الجمعہ ہفتہ کے تمام دنوں میں افضل ہے اور یوم عرفہ و یوم النحر سال کے ایام میں افضل ہیں" (29)

پس اگر سال کا سب سے افضل دن (یوم عرفہ) اور ہفتہ کا سب سے افضل دن (یوم الجمعہ) ایک ہی دن جمع ہو جائیں تو اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ وہ یوم عرفہ ہر دو افضل ایام کے فضائل باہم اکٹھا ہو جانے کے باعث دوسرے غیر جمعہ والے یوم عرفہ کی نسبت بدرجہا افضل و بابرکت ہو جاتا ہے۔

ابن القیم نے یوم الجمعہ کے یوم عرفہ ہونے سے جو اضافی فضائل و مزایا ایک ہی دن میں جمع ہو جاتے ہیں، اس کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"1۔ دو افضل دنوں کا باہم اجتماع

2۔ یوم الجمعہ وہ دن ہے جس میں محقق طور پر مقبولیت و اجابت کی ایک گھڑی (30) ضرور ہوتی ہے، اور اکثر اقوال کے مطابق مقبولیت کی وہ مبارک ساعت عصر اور مغرب کے درمیان (31) ہوتی ہے۔ دعاء کی مقبولیت کے اس وقفہ کے دوران اہل موقف (حجاج) چونکہ وادی عرفہ میں مصروف دعاء و تضرع ہوتے ہیں لہٰذا ان کے لئے اس گھڑی کو پانا عین ممکن ہوتا ہے۔

3۔ اس دن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف عرفہ کے دن کے ساتھ موافقت و مماثلت ہونا۔

4۔ یوم الجمعہ کو تمام کرہ ارض پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق مساجد میں خطبہ اور نماز جمعہ کے لیے جمع ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے ضیوف الرحمان وادی عرفہ میں یوم عرفہ کو جمع ہوتے ہیں۔ یوم عرفہ، جمعہ کے دن ہونے سے مساجد اور موقف عرفہ میں مسلمانان عالم کا ایک ہی دن اور ایک ہی ساتھ دعاء و تضرع میں مشغول ہونا جس طرح وجود میں آتا ہے، اس اجتماعیت کی مثال اس دن کے علاوہ اور کبھی نظر نہیں آتی۔

5۔ یوم جمعہ تمام مسلمانوں کے عید اور خوشی کا دن ہوتا ہے اسی طرح یوم عرفہ اہل عرفہ کے لئے عید کا دن ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل عرفہ کے لیے یوم عرفہ کو روزہ رکھنا مکروہ بتایا گیا ہے۔

"یوم عرفہ اہل عرفہ کے لئے عید کا دن ہے پس ان کے لئے اس دن کا روزہ رکھنا غیر مستحب ہے۔اس کی دلیل سنن میں وارد وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

یوم عرفة ویوم النحر وأیام التشریق عیدنا أهل الاسلام وهی أیام أكل وشرب(32)

"یعنی" بے شک یوم عرفہ، یوم النحر اور ایام تشریق ہم اہل اسلام (حجاج) کی عید اور کھانے پینے کے دن ہیں"

بہر حال یہ تو بیشتر احادیث صحیحہ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عرفہ کو حالت صوم سے نہ تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین کے شکوک دور کرنے کے لئے دودھ کو طلب فرمایا اور اونٹ کے اوپر اسے نوش فرمایا تھا(33) مقصود یہ کہ اگر یوم الجمعہ اور یوم عرفہ دونوں ایک ہی دن جمع ہوں تو اس سے دو عیدیں باہم جمع ہو جاتی ہیں۔

6۔یوم الجمعہ اور یوم عرفہ کا باہم اجتماع اس تاریخی دن سے موافقت رکھتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لئے اپنے دین کو مکمل فرمایا اور ان پر اپنی نعمتوں کا اتمام فرمایا تھا۔چنانچہ صحیح بخاری میں طارق بن شہاب کی حدیث میں مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی شخص کو آیت:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ... ٣﴾...المائدة

کے شان نزول سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ آیت یوم عرفہ کو جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی۔(35)

7۔جمعہ کا دن یوم الجمع الاکبر اور موقف الاعظم یعنی روز قیامت سے بھی موافقت رکھتا ہے۔کیونکہ قیامت بروز جمعہ برپا ہوگی جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔(36) اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جمعہ کے دن مبدا ومعاد اور جنت وجہنم کا ذکر کرنا مشروع فرمایا ہے، پس یہ دن اس امت کے لئے اس یوم الجمعہ کی یاد تازہ کرتا ہے جب یوم الجمع الاکبر اور موقف اعظم ہوگا۔اسی طرح دنیا کے اس عظیم موقف یعنی عرفہ سے بھی اللہ تعالیٰ کے اس موقف اعظم کی تذکیر و یاددہانی ہوتی ہے۔اگر دونوں تذکیر و یاددھانی کے دن ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو روز قیامت کی یاد دوگنا بڑھ جاتی ہے۔

8۔جمعہ کے دن تمام مسلمان اطاعت الٰہی اور اس کی رضا جوئی میں مصروف رہتے ہیں حتیٰ کہ اکثر فاسق وفاجر بھی یوم الجمعہ کی عظمت وشرف کا احترام کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے بھی اس دن کو تمام دنوں میں مبارک وبافضیلت منتخب فرمایا ہے چنانچہ اگر یہ وقوف عرفہ کے دن سے موافقت کرے تو اس کی شان اور اس کے فضائل کو بلاشبہ بڑھا دیتا ہے۔

9۔یہ دن جنت کے "یوم مزید" سے بھی موافقت رکھتا ہے جب کہ تمام جنتی وادی فسیح میں جمع ہو کر اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کا بچشم خود نظارہ کریں گے۔پس اگر جمعہ کا دن یوم عرفہ سے موافقت کرے تو یہ اس کے لئے مزید اختصاص اور فضل کی بات ہے۔

10۔عرفہ کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اہل موقف کی مغفرت پر فرشتوں کو گواہ بنا کر فرماتا ہے:

ما اراد هؤلاء؟ أشهدكم أني قد غفرت لهم

اگر اس عرفہ کے دن جمعہ بھی جمع ہو جائے تو اہل عرفہ کو دو طرح کا قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے: اول: قبولیت کی گھڑی میں

تقرب اجابت، دوم: اہل عرفہ کے لئے خصوصی قربت (37)

اس بحث کے اختتام پر علامہ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: "ان تمام وجوہ کی بناء پر میں یوم عرفہ کو دوسرے دنوں کی بہ نسبت یوم الجمعہ کے ساتھ جمع ہونے کو افضل قرار دیتا ہوں" (38)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "فتح الباری" میں یوم الجمعہ کے فضائل بیان کرنے کے بعد ان تمام احادیث سے یوم عرفہ کو یوم الجمعہ ہونے کے باعث اضافی فضائل، امتیاز اور مزایا کا اثبات ان الفاظ میں فرمایا ہے:

"وعلي كل منهما فثبتت المزية بذلك والله اعلم "(39)

اب وہ حدیث پیش خدمت ہے جسے مزعومہ "حج اکبر" کی فضیلت کے طور پر عموماً بیان کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی اس حدیث پر کبار علماء و محدثین کی نقد و جرح بھی حاضر ہے تاکہ اس کا مقام و مرتبہ بیک نظر معلوم ہو جائے۔ حدیث اس طرح ہے:

أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة وهو أفضل من سبعين حجة في غير جمعة

"دنوں میں سب سے افضل عرفہ کا دن ہے، اگر (یوم عرفہ) یوم الجمعہ کی موافقت کرے تو وہ جمعہ کے علاوہ پڑے د الے ستر حج سے (زیادہ) افضل ہے۔"

علامہ حافظ جمال الدین ابی محمد عبداللہ بن یوسف (الزیلعی الحنفی) (م762ھ) فرماتے ہیں:

"اس حدیث کو رزین بن معاویہ نے "تجرید الصحاح" میں روایت کیا ہے" (40)

لیکن حق یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک زیر بحث حدیث قطعی طور پر "باطل" اور "بے بنیاد" ہے چنانچہ محدث شہیر علامہ عبدالرحمان مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (م1353ھ) "حج اکبر" کے اس غلط تصور پر متنبہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"عوام میں یہ بات شہرت پا گئی ہے کہ اگر یوم عرفہ بروز جمعہ پڑے تو وہ حج، حج اکبر" ہوتا ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ رزین نے طلحہ بن عبید اللہ بن کرز (کریز) سے مرسلاً اس کی روایت کی ہے:

أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة وهو أفضل من سبعين حجة في غير جمعة

ایسا "جمع الفوائد" میں درج ہے۔

یہ حدیث مرسل ہے، لیکن میں اس کی اسناد سے واقف نہیں ہوں" (41)

علامہ حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) نے اس روایت کو تھوڑے مختلف الفاظ کے ساتھ اس طرح نقل فرمایا ہے:

خير يوم طلعت فيه الشمس يوم عرفة وافق يوم الجمعة وهو أفضل من سبعين حجة في غيرها(42)

اس روایت کے متعلق وہ فرماتے ہیں: رزین نے اسے اپنی "جامع" میں مرفوعاً ذکر کیا ہے" پھر آگے چل کر اس حدیث کے احوال سے اپنی لاعلمی کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

لا أعرف حاله لأنه لم يذكر صحابيه ولا من خرّجه بل أدرجه في حديث الموطأ هذا. وليست هذه الزيادة في شيء من الموطآت.(43)

علامہ ابوالحسنات عبدالحئی بن عبدالحلیم حنفی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1304ھ) علامہ شیخ نورالدین علی بن محمد بن سلطان الحنفی المعروف بالملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ (م 1014ھ) سے نقل فرماتے ہیں کہ:

" آں رحمۃ اللہ نے حدیث: أفضل الأیام یوم عرفۃ......الخ (رواہ رزین) کے متعلق بیان کیا کہ بعض محدثین نے اس حدیث کی اسناد کے ضعیف ہونے کو جو ذکر کیا ہے تو اس تضعیف سے علی تقدیر صحت مقصود پر کوئی زد نہیں پڑتی، کیونکہ ضعیف حدیث بھی فضائل اعمال میں معتبر ہوتی ہے" (44)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی رائے سے اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے۔ اگرچہ ان حضرات کا "علی تقدیر صحت" لکھنا اور ضعیف احادیث کا فضائل اعمال میں معتبر بنانا قابل گرفت امور ہیں لیکن پھر بھی اس عبارت سے کم ازکم یہ ثابت تو ہوتا ہے کہ" محدثین نے اس اس حدیث کی اسناد کے ضعیف ہونے کا ذکر کیا ہے"

اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ الجوزیہ نے یوم عرفہ کا دوسرے ایام کی بہ نسبت جمعہ کو ہونا دس وجوہ کی بنا پر افضل قرار دیا ہے۔ لیکن ان تمام مزایا و فضائل بیان کرنے کے بعد آں رحمۃ اللہ انتہائی فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں:

" اور جہاں تک عوام میں مشہور اس بات سے مستفاض ہوتا ہے کہ یہ یوم عرفہ (بروز جمعہ) بہتر (72) حج کے مساوی ہے تو یہ (قطعاً) باطل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اور نہ ہی صحابہ و تابعین میں سے کسی سے (اس کی کوئی اصل ہے) واللہ اعلم (45)

علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کہ" اس کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں روایت کیا ہے" پر تنقید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" معلوم ہونا چاہیے کہ رزین کی اس کتاب میں اصول ستہ یعنی صحیحین موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سنن ابوداود رحمۃ اللہ علیہ، سنن نسائی رحمۃ اللہ علیہ، اور جامع الترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب" جامع الاصول من احادیث الرسول" کے انداز پر احادیث منتخب کر کے جمع کی گئی ہیں مگر ان دونوں کتابوں میں فرق یہ ہے کہ رزی کی کتاب" التجرید" میں ایسی احادیث کثیر تعداد میں موجود ہیں جن کی ان اصول ستہ میں سے کوئی اصل نہیں ہے اور نہ ہی حدیث کی دوسری کسی معروف کتب میں سے، بلکہ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے تو" زادالمعاد" میں اس کے بطلان کی صراحت بھی فرمائی ہے (پھر علامہ موصوف کا مذکورہ بالا قول نقل فرمایا ہے) علامہ منادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی" فیض القدیر" میں ان کی توقیر فرمائی ہے" (47)

پس ثابت ہوا کہ" حج اکبر" کا جو مفہوم عام طور پر شہرت پایا گیا ہے وہ احادیث صحیحہ ثابتہ کے قطعی خلاف ہے نیز اس کی فضیلت میں بیان کی جانے والی روایت کے ضعیف، بے بنیاد، غیر اصل بلکہ" باطل" ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

1۔صحیح بخاری مع فتح الباری ج6 ص279،صحیح مسلم کتاب الحج حدیث 435،سن ابو داود مع عون المعبود ج2 ص139،جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج2 ص122۔وغیرہ2۔فتح الباری لابن حجر ج3س382،تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج2ص 78،تعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی وغیرہ۔3۔صحیح بخاری مع فتح البخاری ج3 ص597۔4۔صحیح مسلم کتاب الحج حدیث 437۔5۔صحیح ابن حبان حدیث 967۔6۔جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج2 ص 78۔7۔سنن نسائی مع تعلیقات السلفیہ ج2ص 1،2۔8۔سنن الدارمی کتاب الاطعمہ باب۔7۔9۔موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کتاب الحج حدیث 65۔10۔مسند احمد ج1 ص378،ج2 ص 246،258،وغیرہ۔11۔مسند الطیالسی حدیث 1423،2425۔12۔معجم الطبرانی ج3 ص76۔13۔ضعفاء الکبیر العقیلی ج1ص141،وج4ص411۔14۔الحلیۃ الاولیاء لابو نعم ج4ص110۔15۔شرح السنۃ للبغوی ج2 ص112۔16۔تفسیر الطبری ج4،3956۔17۔مشکوٰۃ المصابیح مع تنقیح الرواۃ ج2 ص110۔18۔کشف الخفاء للعجلونی ج1 ص420۔19۔ارواء الغلیل للالبانی حدیث 769۔20۔سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج3 ص197۔21۔صحیح بخاری مع فتح الباری ج3 ص381۔22۔کشف الخفاء للعجلونی ج1 ص177۔23۔صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ للبانی ج1ص247،وسلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج4ص4۔24۔معجم الکبیر للطبرانی بحوالہ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للہیشیمی ج2ص165وج8ص198وقال:ولکن اسنادھا ضعیفان۔25۔معجم الکبیر للطبرانی بحوالہ مجمع الزوائد للہیشیمی ج2 ص164 وقال؛وفیہ ابراہیم بن یزید الجوذی وھو ضعیف۔26۔سنن ابو داود مع عون المعبود ج1 ص405۔27۔فتح الباری ج8ص 271۔صحیح مسلم کتاب الجمعہ حدیث 17،18،سنن ابوداود مع عون المعبود ج1ص 404،جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج1ص 354،355،سنن نسائی مع تعلیقات سلفیہ ج1س162،168،سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب 64، مسند احمد ج2ص272،ج4ص8 مسند الطیالسی حدیث 233۔وغیرہ۔28۔مسنداحمد ج2 ص457 باسناد صحیح علی شرط مسلم،صحیح بمسلم ج3 ص6،مستدرک علی الصحیحین للحاکم ج2ص544 وقال:صحیح علی شرط مسلم وقد اخرجاہ،مجمع الزوائد للہیشیمی ج2ص64 اوقال رجالہ رجال الصحیح۔29۔زاد لمعاد لابن قیم ج1ص 20۔30۔صحیح البخاری مع فتح الباری ج2 ص415،ج9 ص436، ج11 ص199،صحیح مسلم کتاب الجمعہ حدیث 3،14،سنن ابو داود مع عون المعبود ج1 ص405۔وغیرہ۔31۔مسند احمد ج5ص453،جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج1ص 354،355،سن ابوداود مع عون المعبود ج1 ص406 فتح الباری ج2 ص 416۔وغیرہ32۔سنن نسائی مع تعلیقات السلفیہ ج2 ص3833۔صحیح بخاری مع فتح الباری ج3 ص510،512،ج4ص236۔صحیح مسلم کتاب الصیام حدیث 110،112،سنن ابوداود عون المعبود ج2ص 301 وغیرہ۔34۔سورۃ المائدہ۔آیت۔3۔35۔صحیح بخاری مع فتح الباری ج8ص270،ج13ص245۔36۔صحیح مسلم کتاب الجمعہ حدیث 18،سنن ابوداود مع عون المعبود ج1 ص04،جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج1 ص354،سنن نسائی مع تعلیقات السلفیہ ج1 ص168وغیرہ37۔زاد المعاد فی ہدی خیر العباد لابن القیم ج1 ص20،23(مختصرا)۔38۔زاد المعاد لابن قیم ج1 ص23۔39۔فتح الباری لابن حجر ج8 ص271۔40۔حاشیہ ابن عابدین ج2 ص348۔41۔تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی للمبارکفوری ج2 ص122۔42۔فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر ج8 ص271۔43۔ایضاً44۔الا جوبتہ الفاضلہ للشیخ عبدالحنی الکھنوی ص37وکذافی مقدمۃ صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ ج1 ص54۔45۔زاد المعاد فی ہدی خیر العباد لابن قیم ج1 ص23۔46۔فیض القدیر ج2ص28۔47۔سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ ج1 ص245۔

حج اکبر کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔پس بعض نے کہا ہے:اس سے مراد یوم عرفہ(نویں ذی الحجہ کا دن) ہے یہ حضرت عمر،حضرت عثمان،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم،حضرت طاؤس اور حضرت مجاہد سے مروی ہے۔اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا موقف ہے اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔اور حضرت علی،حضرت ابن عباس،حضرت ابن مسعود،حضرت ابن ابی اوفی اور حضرت بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حج اکبر یوم نحر(دسویں ذی الحجہ کا دن) ہے۔اور اسے ہی علامہ طبری

نے پسند فرمایا ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورۃ توبہ ۳، بیروت)

بَابُ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ

باب: حرمت والے مہینے

1947 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فِي حَجَّتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقِعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ.

❁❁ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''بے شک زمانہ اس دن سے مسلسل ایک ہی طرح سے گزر رہا ہے' جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا تھا۔ سال 12 مہینوں کا ہوتا ہے جن میں سے 4 حرمت کے مہینے ہیں۔ ان میں سے تین مہینے آگے پیچھے آتے ہیں ذیقعد، ذوالحج اور محرم اور (چوتھا مہینہ) مضر کے رجب کا مہینہ ہے' جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے''۔

حرمت والے مہینوں کی وجہ تسمیہ

شیخ علم الدین سخاوی نے اپنی کتاب المشہور فی اسماء الایام والمشہور میں لکھا ہے۔

محرم کے مہینے کو محرم اس کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس نام کی وجہ سے اس کی حرمت کی تاکید ہے اس لئے کہ عرب جاہلیت میں اسے بدل ڈالتے تھے کبھی حلال کر ڈالتے کبھی حرام کر ڈالتے۔ اس کی جمع محرمات حارم محاریم۔

صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عموماً ان کے گھر خالی رہتے تھے کیونکہ یہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے۔ جب مکان خالی ہو جائے تو عرب کہتے ہیں صفر المکان اس کی جمع اصفار ہے جیسے جمل کی جمع اجمال ہے۔

ربیع الاول کے نام کا سبب یہ ہے کہ اس مہینہ میں ان کی اقامت ہو جاتی ہے ارتباع کہتے ہیں اقامت کو اس کی جمع اربعا ہے جیسے نصیب کی جمع انصبا اور جمع اس کی اربعہ ہے جیسے رغیف کی جمع ارغفہ ہے۔

ربیع الآخر کے مہینے کا نام رکھنا بھی اسی وجہ سے ہے۔ گویا یہ اقامت کا دوسرا مہینہ ہے۔ جمادی الاولی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں پانی جمع جاتا تھا ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے یعنی ٹھیک ہر موسم پر ہی ہر مہینہ آتا تھا لیکن یہ بات کچھ جچتی نہیں اسلئے کہ جب ان مہینوں کا حساب چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالت ہر ماہ میں ہر سال یکساں نہیں رہے گی ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مہینہ کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینہ کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو۔ چنانچہ ایک شاعر نے یہی کہا ہے کہ جمادی کی سخت اندھیری راتیں جن میں کتا بھی بمشکل ایک آدھ مرتبہ ہی بھونک لیتا ہے اس کی جمع جمادیات ہے۔ جیسے

حباری حباریات۔ یہ مذکر مونث دونوں طرح مستعمل ہے۔

جمادی الاول اور جمادی الاخر بھی کہا جاتا ہے۔ جمادی الاخری کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے گویا یہ پانی کے جم جانے کا دوسرا مہینہ ہے۔

رجب یہ ماخوذ ہے ترجیب سے، ترجیب کہتے ہیں تعظیم کو چونکہ یہ مہینہ عظمت وعزت والا ہے اس لئے اسے رجب کہتے ہیں اس کی جمع ارجاب رجاب اور رجبات ہے۔

شعبان کا نام شعبان اس لئے ہے کہ اس میں عرب لوگ لوٹ مار کے لئے ادھر ادھر متفرق ہوجاتے تھے۔ شعب کے معنی ہیں جدا جدا ہونا پس اس مہینے کا بھی یہی نام رکھ دیا گیا اس کی جمع شعابین شعبانات آتی ہے۔

رمضان کو رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹنیوں کے پاؤں بوجہ شدت گرما کے جلنے لگتے ہیں رمضت الفصال اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنیوں کے بچے سخت پیاسے ہوں اس کی جمع رمضانات اور رماضین اور رامضہ آتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے یہ محض غلط اور نا قابل التفات قول ہے۔ میں کہتا ہوں اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔

شوال ماخوذ ہے شالت الابل سے یہ مہینہ اونٹوں کے مستیوں کا مہینہ تھا یہ دم اٹھا دیا کرتے تھے اس لئے اس مہینہ کا یہی نام ہوگیا اس کی جمع شواویل شوادل شوالات آتی ہے۔

ذوالقعدہ یا ذوالقعدہ کا نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں عرب لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے نہ لڑائی کے لئے نکلتے نہ کسی اور سفر کے لئے۔ اس کی جمع ذوات القعدہ ہے۔

ذوالحجہ کو ذوالحجہ بھی کہہ سکتے ہیں چونکہ اسی ماہ میں حج ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ نام مقرر ہوگیا ہے۔ اس کی جمع ذوات الحجہ آتی ہے۔ یہ تو ان مہینوں کے ناموں کی وجہ تسمیہ تھی۔ اب ہفتے کے سات دنوں کے نام اور ان ناموں کی جمع سنئے۔

اتوار کے دن کو یوم الاحد کہتے ہیں اس کی جمع احاد احاد اور وحود آتی ہے۔ پیر کے دن کو اثنین کہتے ہیں اس کی جمع اثانین آتی ہے۔ منگل کو ثلاثا کہتے ہیں یہ مذکر بھی بولا جاتا ہے اور مونث بھی اس کی جمع ثلاثات اور اثالث آتی ہے۔

بدھ کے دن کو اربعاء کہتے ہیں جمع اربعاوات اور ارابیع آتی ہے۔ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں جمع اخمسہ اخامس آتی ہے۔ جمعہ کو جمعہ اور جمعہ کہتے ہیں اس کی جمع جمع اور جماعات آتی ہے۔ سنیچر یعنی ہفتے کے دن کو سبت کہتے ہیں سبت کے معنی ہیں قطع کے چونکہ ہفتے کی دنوں کی گنتی یہیں پر ختم ہوجاتی ہے اس لئے اسے سبت کہتے ہیں۔

قدیم عربوں میں ہفتے کے دن کے نام یہ تھے اول، رھون، جبار، دبار، مونث، عروبہ، شبار۔ قدیم خالص عربوں کے اشعار کے عربوں میں دنوں کے نام پائے جاتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان بارہ ماہ میں چار حرمت والے ہیں۔ جاہلیت کے عرب بھی انہیں حرمت والے مانتے تھے لیکن بسل نامی ایک گروہ اپنے تشدد کی بنا پر آٹھ مہینوں کو حرمت والا خیال کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں رجب کو قبیلہ مضر کی طرف اضافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس مہینے کو وہ رجب مہینہ شمار کرتے تھے دراصل

وہی رجب کا مہینہ عند اللہ بھی تھا۔ جو جمادی الاخر اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ قبیلہ ربیعہ کے نزدیک رجب شعبان اور شوال کے درمیان کے مہینے کا یعنی رمضان کا نام تھا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول دیا کہ حرمت والا رجب مضر کا ہے نہ کہ ربیعہ کا۔ ان چار ذی حرمت مہینوں میں سے تین پے درپے اس مصلحت سے ہیں کہ حاجی ذوالقعدہ کے مہینے میں نکلے تو اس وقت لڑائیاں مار پیٹ جنگ وجدال قتل وقتال بند ہو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں پھر ذی الحجہ میں احکام حج کی ادائیگی امن وامان عمدگی اور شان سے ہو جائے پھر وہ ماہ محرم کی حرمت میں واپس گھر پہنچ جائے درمیانہ سال میں رجب کو حرمت والا بنانے کی غرض یہ ہے کہ زائرین اپنے طواف بیت اللہ کے شوق کو عمرے کی صورت میں ادا کرلیں گو دور دراز علاقوں والے ہوں وہ بھی مہینہ بھر میں آمد ورفت کریں یہی اللہ کا سیدھا اور سچا دین ہے۔ پس اللہ کے فرمان کے مطابق تم ان پاک مہینوں کی حرمت کرو۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو۔

اس لئے کہا اس میں گناہوں کی برائی اور بڑھ جاتی ہے جیسے کہ حرم شریف کا گناہ اور جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے۔ فرمان ربانی ہے کہ جو حرم میں الحاد کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب دیں گے اسی طرح سے ان محترم مہینوں میں کیا ہوا گناہ اور دنوں میں کئے ہوئے گناہوں سے بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت امام شافعی اور علماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ان مہینوں کے قتل کی دیت بھی سخت ہے اسی طرح حرم کے اندر قتل کی اور ذی محرم رشتے دار کے قتل کی بھی دیت سخت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فیھن سے مراد سال بھر کے کل مہینے ہیں۔ پس ان کل مہینوں میں گناہوں سے بچو خصوصا ان چار مہینوں میں کہ یہ حرمت والے ہیں ان کی بڑی عزت ہے ان میں گناہ سزا کے اعتبار سے اور نیکیاں اجر وثواب کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ان حرمت والے مہینوں کی سزا اور بوجھ بڑھ جاتا ہے گو ظلم ہر حال میں بری چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس امر کو چاہے بڑھا دے دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بھی پسند فرمالیا فرشتوں میں انسانوں میں اپنے رسول چن لئے اسی طرح کلام میں سے اپنے ذکر کو پسند فرمالیا اور زمین میں سے مسجدوں کو پسند فرمالیا اور مہینوں میں سے رمضان شریف کو اور ان چاروں مہینوں کو پسند فرمالیا اور دنوں میں سے جمعہ کے دن اور راتوں میں لیلۃ القدر کو پس تمہیں ان چیزوں کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہئے جنہیں اللہ نے عظمت دی ہے۔

امور کی تعظیم عقل منداور فہیم لوگوں کے نزدیک اتنی ضروری ہے جتنی ان کی تعظیم اللہ تعالیٰ سبحانہ نے بتائی ہے۔ ان کی حرمت کا ادب نہ کرنا حرام ہے ان میں جو کام حرام ہیں انہیں حلال نہ کرلو جو حلال ہیں انہیں حرام نہ بنالو جیسے کہ اہل شرک کرتے تھے یہ ان کے کفر میں زیادتی کی بات تھی۔ پھر فرمایا کہ تم سب کے سب کافروں سے جہاد کرتے رہو جیسے کہ وہ سب کے سب تم میں سے برسر جنگ ہیں۔ حرمت والے ان چار مہینوں میں جنگ کی ابتداء کرنا منسوخ یا محکم ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں پہلا تو یہ کہ یہ منسوخ ہے یہ قول زیادہ مشہور ہے اس آیت کے الفاظ پر غور کیجئے کہ پہلے تو فرمان ہوا کہ ان مہینوں میں ظلم نہ کرو پھر مشرکوں سے جنگ کرنے کا ذکر فرمایا۔ ظاہری الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے حرمت کے مہینے بھی اس میں آگئے اگر یہ مہینے اس سے الگ ہوتے تو ان کے گذر جانے کی قید ساتھ ہی بیان ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ ماہ ذوالقعدہ میں کیا تھا جو

حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جیسے کہ بخاری ومسلم میں ہے کہ آپ ہوازن قبیلے کی طرف ماہ شوال میں چلے جب ان کو ہزیمت ہوئی اوران میں سے بچے ہوئے افراد بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوئے تو آپ وہاں گئے اور چالیس دن تک محاصرہ رکھا پھر بغیر فتح کئے ہوئے وہاں سے واپس لوٹ آئے۔

پس ثابت ہے کہ آپ نے حرمت والے مہینے میں محاصرہ کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ابتداء کرنا حرام ہے اوران مہینوں کی حرمت کا حکم منسوخ نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ شعائر الٰہیہ کو اور حرمت والے مہینوں کو حلال نہ کیا کرو اور فرمان ہے حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے ہیں اور حرمتیں قصاص ہیں پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ان سے ویسی ہی زیادتی کا بدلہ لو اور فرمان ہے

(فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ التوبہ:5)

حرمت والے مہینوں کے گذر جانے کے بعد مشرکوں سے جہاد کرو۔ یہ پہلے بیان گذر چکا ہے کہ یہ ہر سال میں چار مہینے ہیں۔ نہ کہ تیسرے مہینے جو کہ دو قولوں میں سے ایک قول ہے۔ پھر فرمایا کہ تم سب مسلمان ان سے اسی طرح لڑو جیسے کہ وہ تم سے سب کے سب لڑتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اپنے پہلے سے جداگانہ ہو اور ہوسکتا ہے کہ یہ حکم بالکل نیا اور الگ ہو مسلمانوں کو رغبت دلانے اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے تو فرماتا ہے کہ جیسے تم سے جنگ کرنے کے لئے وہ مڈبھیڑ آپس میں مل کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑتے ہیں تم بھی اپنے سب کلمہ گو اشخاص کو لے کر ان سے مقابلہ کرو یہ بھی ممکن ہے کہ اس جملے میں مسلمانوں کو حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی رخصت دی ہو جبکہ حملہ ان کی طرف سے ہو۔ جیسے

(اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۱۹۴۔)2-البقرۃ:194) میں ہے اور جیسے) وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۱۹۱۔)2-البقرۃ:191)

میں بیان ہے کہ ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو جب تک کہ وہاں لڑائی نہ کریں ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔ یہی جواب حرمت والے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے محاصرے کا ہے کہ دراصل ہوازن اور ثقیف کے ساتھ جنگ کا یہ لڑائی تتمہ تھی انہوں نے ہی جنگ کی ابتداء کی تھی ادھر ادھر سے آپ کے مخالفین کو جمع کر کے لڑائی کی دعوت دی تھی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پیش قدمی کی یہ پیش قدمی بھی حرمت والے مہینے میں نہ تھی یہاں شکست کھا کر یہ لوگ طائف میں جا چھپے اور وہاں قلعہ بند ہو گئے آپ اس مرکز کو خالی کرانے کے لئے۔

اور آگے بڑھے انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا یا مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا ادھر محاصرہ جاری رہا منجنیق

وغیرہ سے چالیس دن تک ان کو گھیرے رہے الغرض اس جنگ کی ابتداء حرمت والے مہینے میں نہیں ہوئی تھی لیکن جنگ نے طول کھینچا حرمت والا مہینہ بھی آ گیا جب چند دن گذر گئے آپ نے محاصرہ ہٹا لیا پس جنگ کا جاری رکھنا اور چیز ہے اور جنگ کی ابتداء اور چیز ہے اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۃ توبہ، بیروت)

1948 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَيَّاضٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا اَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ اَبِي بَكْرَةَ، عَنْ اَبِي بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: اَبُو دَاوُدَ سَمَّاهُ ابْنُ عَوْنٍ، فَقَالَ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرَةَ، عَنْ اَبِي بَكْرَةَ، فِي هٰذَا الْحَدِيثِ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن عون نامی راوی نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کا نام عبدالرحمن ذکر کیا ہے جس کے حوالے سے یہ روایت حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

حج کے مقرر مہینوں سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

جس طرح نماز اور روزہ کا وقت مقرر ہے اسی طرح حج کے مہینے بھی مقرر ہیں اکثر اور تابعین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ حج کے مہینے شروع شوال سے ذوالحجہ کی دسویں کی صبح صادق تک ہیں یہاں تک کہ مقام عرفات میں داخل ہونے سے پہلے اگر کسی کو صبح صادق ہو جائے گی تو اس کا اس سال کا حج فوت ہو جائے گا۔ مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ آخر ذوالحجہ تک حج کے مہینوں کی مدت ہے۔ مگر اس سے ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ذوالحجہ کی دسویں کے بعد بھی حج ہو سکتا ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ ناجائز ہے اور اس ناجائز ہونے کی مدت آخر ذوالحجہ تک ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار عمرے جو ذیقعدہ میں ہوئے ہیں ان کو وہ مخصوصات نبی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں سنت یہی ہے کہ حج کا احرام بغیر حج کے مہینوں کے جائز نہیں ہے۔ ١۔ اور یہ ایک اصول حدیث کی مسلم بات ہے کہ صحابی جس روایت کو طریقہ مسنونہ بیان کریں وہ روایت مرفوع حدیث کا حکم رکھتی ہے۔ لیکن بعض علماء نے برس روز تک احرام حج کو جائز رکھا ہے مگر بالاتفاق اولیٰ سب کے نزدیک یہی ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں ہی ہونا چاہیے۔ احرام باندھنے کے بعد مباشرت اور خلاف شریعت باتوں سے بموجب حکم اس آیت کے جو شخص بچے گا اسی کا حج مقبول ہونے کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے ٢۔ کچھ لوگ بغیر خرچ کے حج کو چلے جاتے تھے اور پھر لوگوں سے سوال کر کے ان کو تنگ کرتے تھے۔ ان کی تنبیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ آئندہ ایسا کرنے سے پرہیز کرو اور اللہ سے ڈرو' اے عقل مندو فرمایا'' اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ سے ڈرنا عقل مندوں کا کام ہے جو خدا سے نڈر ہو کر کچھ کام کرتے ہیں ان کی عقل میں فتور ہے۔ احرام یہ ہے کہ حج یا عمرہ کے شروع کرنے کی نیت کرے اور زبان سے لبیک کہے احرام کے بعد مباشرت' سر کا ڈھانکنا، خوشبو کا ملنا، ناخن کتروانا، شکار کھیلنا، آپس کا لڑائی جھگڑا، بال منڈانے یا کترانے، مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا، عورت کو منہ پر کپڑا ڈالنا یہ سب باتیں منع ہیں۔

عربی دان حضرات نے کہا ہے کہ مطلب اگلے جملہ کا یہ ہے کہ حج حج ہے ان مہینوں کا جو معلوم اور مقرر ہیں، پس حج کے مہینوں

میں احرام باندھنا دوسرے مہینوں کے احرام سے زیادہ کامل ہے، گو اور ماہ کا احرام بھی صحیح ہے۔

امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد، امام اسحٰق، امام ابراہیم نخعی، امام ثوری، امام لیث، اللہ تعالیٰ ان پر سب رحمتیں نازل فرمائے فرماتے ہیں کہ سال بھر میں جس مہینہ میں چاہے حج کا احرام باندھ سکتا ہے ان بزرگوں کی دلیل آیت (یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ) (البقرۃ:189) ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کو نسک کہا گیا ہے اور عمرے کا احرام حج کے مہینوں میں ہی باندھنا صحیح ہوگا بلکہ اگر اور ماہ میں حج کا احرام باندھا تو غیر صحیح ہے لیکن اس سے عمرہ بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں امام صاحب کے دو قول ہیں حضرت ابن عباس حضرت جابر، حضرت عطا مجاہد رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں کے سوا باندھنا غیر صحیح ہے اور اس پر دلیل آیت (اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ (البقرۃ:197) ہے عربی دان حضرات کی ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ آیت کے ان الفاظ سے مطلب یہ ہے کہ حج کا وقت خاص خاص مقرر کردہ مہینے میں تو ثابت ہوا کہ ان مہینوں سے پہلے حج کا جو احرام باندھے گا وہ صحیح نہ ہوگا جس طرح نماز کے وقت سے پہلے کوئی نماز پڑھ لے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مسلم بن خالد نے خبر دی انہوں نے ابن جریج سے سنا اور انہیں عمرو بن عطاء نے کہا ان سے عکرمہ نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ کسی شخص کو لائق نہیں کہ حج کے مہینوں کے سوا بھی حج کا احرام باندھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آیت (اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ (البقرۃ:197) اس روایت کی اور بھی بہت سی سندیں ہیں ایک سند میں ہے کہ سنت یہی ہے، صحیح ابن خزیمہ میں بھی یہ روایت منقول ہے، اصول کی کتابوں میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ صحابی کا فرمان حکم میں مرفوع حدیث کے مساوی ہوتا ہے پس یہ حکم رسول ہو گیا اور صحابی بھی یہاں وہ صحابی ہیں جو مفسر قرآن اور ترجمان القرآن ہیں، علاوہ ازیں ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حج کا احرام باندھنا کسی کو سوا حج کے مہینوں کے لائق نہیں، اس کی اسناد بھی اچھی ہیں، لیکن شافعی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا جائے تو آپ نے فرمایا نہیں، یہ موقوف حدیث ہی زیادہ ثابت اور زیادہ صحیح ہے اور صحابی کے اس فتویٰ کی تقویت حضرت عبداللہ بن عباس کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ سنت یوں ہے۔

اشہر معلومات سے مراد حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں شوال ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے ہیں (بخاری) یہ روایت ابن جریر میں بھی ہے، مستدرک حکم میں بھی ہے اور امام حاکم اسے صحیح بتلاتے ہیں، حضرت عمر، حضرت عطا، حضرت مجاہد، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت شعبی، حضرت حسن، حضرت ابن سیرین، حضرت مکحول، حضرت قتادہ، حضرت ضحاک بن مزاحم، حضرت ربیع بن انس، حضرت مقاتل بن حیان رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں، حضرت امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، ابو یوسف اور ابوثور رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں اشہر کا لفظ جمع ہے تو اس کا اطلاق دو پورے مہینوں اور تیسرے کے بعض حصے پر بھی ہو سکتا ہے، جیسے عربی میں کہا جاتا ہے کہ میں نے اس سال یا آج کے دن اسے دیکھا ہے پس حقیقت میں سارا سال اور پورا دن

تو دیکھنا نہیں رہتا بلکہ دیکھنے کا وقت تھوڑا ہی ہوتا ہے مگر اغلباً (تقریباً) ایسا بول دیا کرتے ہیں اسی طرح یہاں بھی اغلباً تیسرے مہینہ کا ذکر ہے قرآن میں بھی ہے آیت ﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (البقرة:203) حالانکہ وہ جلدی ڈیڑھ دن کی ہوتی ہے مگر گنتی میں دو دن کہے گئے، امام مالک، امام شافعی کا ایک پہلا قول یہ بھی ہے کہ شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کا پورا مہینہ ہے، ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے، ابن شہاب، عطاء، جابر بن عبداللہ سے بھی یہی مروی ہے طاؤس، مجاہد، عروہ ربیع اور قتادہ سے بھی یہی مروی ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے لیکن وہ موضوع ہے، کیونکہ اس کا راوی حسین بن مخارق ہے جس پر احادیث کو وضع کرنے کی تہمت ہے، بلکہ اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔

امام مالک کے اس قول کو مان لینے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذوالحجہ کے مہینے میں عمرہ کرنا صحیح نہ ہوگا یہ مطلب نہیں کہ دس ذی الحجہ کے بعد بھی حج ہوسکتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ درست نہیں، امام ابن جریر بھی ان اقوال کا یہی مطلب بیان کرتے ہیں کہ حج کا زمانہ تو منیٰ کے دن گزرتے ہی جاتا رہا، محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ میرے علم میں تو کوئی اہل علم ایسا نہیں جو حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ کرنے کو ان مہینوں کے اندر عمرہ کرنے سے افضل ماننے شک کرتا ہو، قاسم بن محمد سے ابن عون نے حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے مسئلہ کو پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ اسے لوگ پورا عمرہ نہیں مانتے، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حج کے مہینوں کے علاوہ عمرہ کرنا پسند فرماتے تھے بلکہ ان مہینوں میں عمرہ کرنے کو منع کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ میں چار عمرے ادا فرمائے ہیں اور ذوالقعدہ بھی حج کا مہینہ ہے پس حج کے مہینوں میں عمرہ ادا فرماتے ہیں اور ذوالقعدہ بھی حج کا مہینہ ہے پس حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ٹھہرا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص ان مہینوں میں حج مقرر کرے یعنی حج کا احرام باندھ لے اس سے ثابت ہوا کہ حج کا احرام باندھنا اور اسے پورا کرنا لازم ہے، فرض سے مراد یہاں واجب و لازم کر لینا ہے، ابن عباس فرماتے ہیں حج اور عمرے کا احرام باندھنے والے سے مراد ہے۔ عطاء فرماتے ہیں فرض سے مراد احرام ہے، ابراہیم اور ضحاک کا بھی یہی قول ہے، ابن عباس فرماتے ہیں احرام باندھ لینے اور لبیک پکار لینے کے بعد کہیں ٹھہر ارہنا ٹھیک نہیں اور بزرگوں کا بھی یہی قول ہے۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ بقرہ، بیروت)

بَابُ مَنْ لَمْ يُدْرِكْ عَرَفَةَ

باب: جو شخص عرفہ کو نہیں پاتا

1949 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ الدِّيلِيِّ، قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِعَرَفَةَ فَجَاءَ نَاسٌ اَوْ نَفَرٌ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ فَاَمَرُوا رَجُلًا فَنَادٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ الْحَجُّ؟. فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

1949- اسناده صحيح. محمد بن كثير: هو العبدي، وسفيان: هو ابن سعيد الثوري. واخرجه ابن ماجه (3015) و (3015م)، والترمذي (954) و (905)، والنسائي في "الكبرى" (3997) و (3998) و (4036) من طرق عن سفيان الثوري، والنسائي (4166) من طريق شعبة، كلاهما عن بكير بن عطاء، به. وهو في "مسند احمد" (18774)، و"صحيح ابن حبان" (3892).

وَسَلَّمَ رَجُلًا فَنَادَى الْحَجُّ، الْحَجُّ، يَوْمُ عَرَفَةَ، مَنْ جَاءَ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ فَتَمَّ حَجُّهُ أَيَّامُ مِنًى ثَلَاثَةٌ، فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ، فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ أَرْدَفَ رَجُلًا خَلْفَهُ فَجَعَلَ يُنَادِي بِذَلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مِهْرَانُ، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: الْحَجُّ، الْحَجُّ مَرَّتَيْنِ وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ: الْحَجُّ مَرَّةً

❀❀ حضرت عبدالرحمن بن یعمر دیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عرفہ میں موجود تھے۔ کچھ لوگ جو نجد سے تعلق رکھتے تھے وہ آئے انہوں نے ایک شخص کو ہدایت کی تو اس نے بلند آواز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے دریافت کیا: حج کیسے ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا اس نے بلند آواز میں کہا حج عرفہ کے دن میں ہوتا ہے' جو شخص مزدلفہ کی رات سے صبح کی نماز سے پہلے یہاں آجائے اس کا حج مکمل ہوجاتا ہے اس میں منیٰ میں تین دن کا قیام ہوتا ہے' جو شخص دو دن کے بعد پہلے چلا جائے' تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا' جو (تیسرے دن کے لیے) ٹھہرا رہے اس کو بھی کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے پیچھے بٹھایا اور وہ یہ اعلان کرتا رہا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت اس طرح ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: حج یہ ہے حج یہ ہے۔ یعنی یہ لفظ دو بار استعمال ہوا ہے۔ یحییٰ بن سعید نے سفیان کے حوالے سے لفظ حج ایک مرتبہ روایت کیا ہے۔

1950 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَامِرٌ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ مُضَرِّسٍ الطَّائِيُّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَوْقِفِ يَعْنِي بِجَمْعٍ قُلْتُ: جِئْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ جَبَلِ طَيِّئٍ أَكْلَلْتُ مَطِيَّتِي وَأَتْعَبْتُ نَفْسِي وَاللَّهِ مَا تَرَكْتُ مِنْ حَبْلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ فَهَلْ لِي مِنْ حَجٍّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَدْرَكَ مَعَنَا هَذِهِ الصَّلَاةَ، وَأَتَى عَرَفَاتَ، قَبْلَ ذَلِكَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ، وَقَضَى تَفَثَهُ

❀❀ حضرت عروہ بن مضرس طائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں مزدلفہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں طے کے دو پہاڑوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میں نے اپنی سواری کو تھکا دیا ہے اور میں نے اپنے آپ کو بھی مشقت کا شکار کیا ہے اللہ کی قسم! میں نے ہر ٹیلے پر وقوف کیا۔ تو کیا میرا حج ہوگیا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہمارے ساتھ اس نماز کو پالیا اور وہ اس سے پہلے رات یا دن میں عرفات آچکا ہو اس کا حج ہوگیا اور اس نے اپنے میل کچیل (کا وقت) پورا کرلیا۔

عرفات کو عرفات کہنے وجہ اور وقوف عرفات کا بیان

عرفہ ایک مخصوص جگہ کا نام ہے اور یہ زمان کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے بایں طور کہ نویں ذی الحجہ کو عرفہ کا دن کہتے ہیں۔

لیکن عرفات جمع کے لفظ کے ساتھ صرف اس مخصوص جگہ ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ جمع اطراف و جوانب کے اعتبار سے ہے۔

عرفات مکہ مکرمہ سے تقریباً ساڑھے پندرہ میل (پچیس کلومیٹر) کے فاصلہ پر واقع ہے یہ ایک وسیع وادی یا میدان ہے جو اپنے تین طرف سے پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے، درمیان میں اس کے شمالی جانب جبل الرحمۃ ہے۔

عرفات کی وجہ تسمیہ کے متعلق بہت اقوال ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت حوا جب جنت سے اتر کر اس دنیا میں آئے تو وہ دونوں سب سے پہلے اسی جگہ ملے۔ اس تعارف کی مناسبت سے اس کا نام عرفہ پڑ گیا ہے اور یہ جگہ عرفات کہلائی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت جرائیل علیہ السلام جب اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو افعال حج کی تعلیم دے رہے تھے تو وہ اس دوران ان سے پوچھتے کہ عرفت (یعنی جو تعلیم میں نے دی ہے) تم نے اسے جان لیا؟ حضرت ابراہیم جواب میں کہتے عرفت (ہاں میں جان لیا) اور آخر کار دونوں کے سوال و جواب میں اس کلمہ کا استعمال اس جگہ کی وجہ تسمیہ بن گیا۔ ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

وقوف عرفات یعنی نویں ذی الحجہ کو ہر حاجی کا میدان عرفات میں پہنچنا اس کی ادائیگی حج کے سلسلہ میں ایک سب سے بڑا رکن ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا، چنانچہ حج کے دو رکنوں یعنی طواف الافاضہ اور وقوف عرفات میں وقوف عرفات چونکہ حج کا سب سے بڑا رکن ہے اس لئے اگر یہ ترک ہو گیا تو حج ہی نہیں ہوگا۔

مقام عرفہ یا عرفات، مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں جبل رحمت کے دامن میں واقع ہے۔ جہاں وقوف عرفات جیسا حج کا بنیادی رکن ادا کیا جاتا ہے۔ یہ میدان مکے سے تقریباً 16 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

عرفات سال کے 354 دن غیر آباد رہتا ہے اور صرف ایک دن کے 8 سے 10 گھنٹوں کے لیے (9 ذی الحج) ایک عظیم الشان شہر بنتا ہے۔ یہ 9 ذی الحج کی صبح آباد ہوتا ہے اور غروب آفتاب کے ساتھ ہی اس کی تمام آبادی رخصت ہو جاتی ہے اور حجاج ایک رات کیلیے مزدلفہ میں قیام کرتے ہیں۔ دور جاہلیت میں قریش نے حرم سے متعلق دیگر بدعات کے علاوہ مناسک حج سے وقوف عرفات کو بھی خارج کر دیا تھا۔ قبل از اسلام دیگر لوگ تو عرفات تک جاتے تھے لیکن قریش مزدلفہ سے آگے نہ بڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں اس لیے حرم کی حدود سے باہر نہیں نکلیں گے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع)) کے موقع پر ارشاد خداوندی کے تحت عام لوگوں کے ساتھ خود بھی عرفات تک گئے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عرفات کو پالینے والے کا حج ہو گیا

حضرت امام مالک رحمہ اللہ، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے کہ دسویں کی فجر سے پہلے جو شخص عرفات میں پہنچ جائے، اس نے حج پالیا، حضرت امام احمد، فرماتے ہیں کہ ٹھہرنے کا وقت عرفہ کے دن کے شروع سے ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں نماز کے لئے نکلے تو ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے پوچھا کہ یارسول اللہ! میں طی کی پہاڑیوں سے آرہا ہوں اپنی سواری کو میں نے تھکا دیا اور اپنے نفس پر بڑی مشقت اٹھائی واللہ ہر ہر پہاڑ پر ٹھہرتا آیا ہوں کیا میرا حج ہو گیا؟ آپ نے فرمایا جو شخص ہمارے یہاں کی اس نماز میں پہنچ جائے اور ہمارے ساتھ چلتے وقت تک

ٹھہرا رہے اور اس سے پہلے وہ عرفات میں بھی ٹھہر چکا ہو خواہ رات کو خواہ دن کو اس کا حج پورا ہو گیا اور وہ فریضہ سے فارغ ہو گیا۔ (مسند احمد وسنن) امام ترمذی اسے صحیح کہتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے آپ کو حج کرایا جب عرفات میں پہنچے تو پوچھا کہ (عرفت) کیا تم نے پہچان لیا؟

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے جواب دیا (عرفت) میں نے جان لیا کیونکہ اس سے پہلے یہاں آ چکے تھے اس لئے اس جگہ کا نام ہی عرفہ ہو گیا، حضرت عطاء، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ابومجلز سے بھی یہی مروی ہے واللہ اعلم۔

"مشعر الحرام" "مشعر الاقصی" اور" الال " بھی ہے، اور اس پہاڑ کو بھی عرفات کہتے ہیں جس کے درمیان جبل الرحمۃ ہے، ابو طالب کے ایک مشہور قصیدے میں بھی ایک شعر ان معنوں کا ہے، اہل جاہلیت بھی عرفات میں ٹھہرتے تھے جب پہاڑ کی دھوپ چوٹیوں پر ایسی باقی رہ جاتی جیسے آدمی کے سر پر عمامہ ہوتا ہے تو وہ وہاں سے چل پڑتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے اس وقت چلے جب سورج بالکل غروب ہو گیا، پھر مزدلفہ میں پہنچ کر یہاں پڑاؤ کیا اور سویرے اندھیرے ہی اندھیرے بالکل اول وقت میں رات کے اندھیرے اور صبح کی روشنی کے ملے جلے وقت میں آپ نے یہیں نماز صبح ادا کی اور جب روشنی واضح ہو گئی تو صبح کی نماز کے آخری وقت میں آپ نے وہاں سے کوچ کیا۔

حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عرفات میں خطبہ سنایا اور حسب عادت حمد وثنا کے بعد اما بعد کہہ کر فرمایا کہ حج اکبر آج ہی کا دن ہے دیکھو مشرک اور بت پرست تو یہاں سے جب دھوپ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس طرح ہوتی تھی جس طرح لوگوں کے سروں پر عمامہ ہوتا ہے تو سورج غروب ہونے سے پیشتر ہی لوٹ جاتے تھے لیکن ہم سورج غروب ہونے کے بعد یہاں سے واپس ہوں گے وہ مشعر الحرام سے سورج نکلنے کے بعد چلتے تھے جبکہ اتنی وہ پہاڑوں کی چوٹیون پر دھوپ اس طرح نمایاں ہو جاتی جس طرح لوگوں کے سروں پر عمامے ہوتے ہیں لیکن ہم سورج نکلنے سے پہلے ہی چل دیں گے ہمارا طریقہ مشرکین کے طریقے کے خلاف ہے (ابن مردویہ ومستدرک حاکم) امام حاکم نے اسے شرط شیخین پر اور بالکل صحیح بتلایا ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ان لوگوں کا قول ٹھیک نہیں جو فرماتے ہیں کہ حضرت مسور نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے لیکن آپ سے کچھ سنا نہیں، حضرت معرور بن سوید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عرفات سے لوٹتے ہوئے دیکھا گویا اب تک بھی وہ منظر میرے سامنے ہے، آپ کے سر کے اگلے حصے پر بال نہ تھے اپنے اونٹ پر تھے اور فرما رہے تھے ہم واضح روشنی میں لوٹے صحیح مسلم کی حضرت جابر والی ایک مطول حدیث جس میں حجۃ الوداع کا پورا بیان ہے اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے غروب ہونے تک عرفات میں ٹھہرے جب سورج چھپ گیا اور قدرے زردی ظاہر ہونے لگی تو آپ نے اپنے پیچھے اپنی سواری پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو سوار کیا اور اونٹنی کی نکیل تان لی یہاں تک کہ اس کا سر پالان کے قریب پہنچ گیا اور دائیں ہاتھ سے لوگوں کو اشارہ فرماتے جاتے تھے کہ لوگو آہستہ آہستہ چلو نرمی اطمینان وسکون اور دلجمعی کے ساتھ چلو جب کوئی پہاڑی آئی تو نکیل قدرے ڈھیلی کرتے تا کہ جانور بہ

آسانی اوپر چڑھ جائے، مزدلفہ میں آکر آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی اذان ایک ہی کہلوائی اور دونوں نمازوں کی تکبیریں الگ الگ کہلوائیں مغرب کے فرضوں اور عشا کے فرضوں کے درمیان سنت نوافل کچھ نہیں پڑھے پھر لیٹ گئے، صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد نماز فجر ادا کی جس میں اذان واقامت ہوئی پھر قصوی نامی اونٹنی پر سوار ہوکر مشعر الحرام میں آئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر دعا میں مشغول ہوگئے اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور اللہ کی توحید بیان کرنے لگے یہاں تک کہ خوب سویرا ہوگیا، سورج نکلنے سے پہلے ہی پہلے آپ یہاں سے روانہ ہوگئے،

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب یہاں سے چلے تو کیسی چال چلتے تھے فرمایا اور درمیانہ دھیمی چال سواری چلا رہے تھے ہاں جب راستہ میں کشادگی دیکھتے تو ذرا تیز کر لیتے۔ (بخاری ومسلم)

پھر فرمایا عرفات سے لوٹتے ہوئے مشعر الحرام میں اللہ کا ذکر کرو یعنی یہاں دونوں نمازیں جمع کرلیں، عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مشعر الحرام کے بارے میں دریافت فرماتے ہیں تو آپ خاموش رہتے ہیں جب قافلہ مزدلفہ میں جاکر اترتا ہے تو فرماتے ہیں سائل کہاں ہے یہ مشعر الحرام، آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ مزدلفہ تمام کا تمام مشعر الحرام ہے، پہاڑ بھی اور اس کے آس پاس کی کل جگہ، آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قزح پر بھیڑ بھاڑ کر رہے ہیں تو فرمایا یہ لوگ کیوں بھیڑ بھاڑ کر رہے ہیں؟ یہاں کی سب جگہ مشعر الحرام ہے، اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی فرمایا ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان کی کل جگہ مشعر الحرام ہے،

حضرت عطاء سے سوال ہوتا ہے کہ مزدلفہ کہاں ہے آپ فرماتے ہیں جب عرفات سے چلے اور میدان عرفات کے دونوں کنارے چھوڑے پھر مزدلفہ شروع ہوگیا وادی محسر تک جہاں چاہو ٹھہرو لیکن میں تو قزح سے ادھر ہی ٹھہرنا پسند کرتا ہوں تاکہ راستے سے یکسوئی ہوجائے، مشاعر کہتے ہیں ظاہری نشانوں کو مزدلفہ کو مشعر الحرام اس لئے کہتے ہیں کہ وہ حرم میں داخل ہے، سلف صالحین کی ایک جماعت کا اور بعض اصحاب شافعی کا مثلاً قفال اور ابن خزیمہ کا خیال ہے کہ یہاں کا ٹھہرنا حج کا رکن ہے بغیر یہاں ٹھہرے حج صحیح نہیں ہوتا کیونکہ ایک حدیث حضرت عروہ بن مضرس سے اس معنی کی مروی ہے، بعض کہتے ہیں یہ ٹھہرنا واجب ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول یہ بھی ہے اگر کوئی یہاں نہ ٹھہرا تو قربانی دینی پڑے گی، امام صاحب کا دوسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے اگر نہ بھی ٹھہرا تو کچھ حرج نہیں، پس یہ تین قول ہوئے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ عرفات کا سارا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے، عرفات سے بھی اٹھو اور مزدلفہ کی کل حد بھی ٹھہرنے کی جگہ ہے ہاں وادی محسر نہیں۔

بَابُ النُّزُولِ بِمِنًى

باب: منیٰ میں پڑاؤ کرنا

1951 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ الْاَعْرَجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِمِنًى وَنَزَّلَهُمْ مَنَازِلَهُمْ فَقَالَ: لِيَنْزِلِ الْمُهَاجِرُوْنَ هَاهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى مَيْمَنَةِ الْقِبْلَةِ وَالْاَنْصَارُ هَاهُنَا وَاَشَارَ اِلٰى مَيْسَرَةِ الْقِبْلَةِ ثُمَّ لِيَنْزِلِ النَّاسُ حَوْلَهُمْ

❁❁ عبدالرحمن بن معاذ ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے منیٰ میں لوگوں کو خطبہ دیا آپ ﷺ نے ان کی پڑاؤ کی جگہیں مقرر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: مہاجرین یہاں پڑاؤ کریں آپ ﷺ نے قبلہ کی دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اور انصار یہاں پڑاؤ کریں۔ آپ ﷺ نے قبلہ کی بائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اور باقی لوگ ان کے اردگرد پڑاؤ کریں۔

بَابُ اَيِّ يَوْمٍ يَخْطُبُ بِمِنًى

باب: منیٰ میں کون سے دن خطبہ دیا جائے

1952 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيحٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ رَجُلَيْنِ، مِنْ بَنِيْ بَكْرٍ، قَالَا: رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بَيْنَ اَوْسَطِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، وَنَحْنُ عِنْدَ رَاحِلَتِهِ وَهِيَ خُطْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ خَطَبَ بِمِنًى

❁❁ ابن ابونجیح اپنے والد کے حوالے سے بنوبکر سے تعلق رکھنے والے دو افراد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کو ایام تشریق کے درمیانے دن میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ کی سواری کے پاس ہم موجود تھے۔ یہ آپ ﷺ کا وہ خطبہ تھا جو آپ ﷺ نے منیٰ میں ارشاد فرمایا تھا۔

1953 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا رَبِيعَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُصَيْنٍ، حَدَّثَتْنِيْ جَدَّتِيْ سَرَّاءُ بِنْتُ نَبْهَانَ، وَكَانَتْ رَبَّةَ بَيْتٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَتْ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الرُّءُوْسِ، فَقَالَ: اَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟، قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ، قَالَ: اَلَيْسَ اَوْسَطَ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ؟

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ قَالَ: عَمُّ اَبِيْ حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ، اِنَّهُ خَطَبَ اَوْسَطَ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ

❁❁ سیّدہ سراء بنت نبہان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: یہ خاتون زمانہ جاہلیت میں ایک گھر کی نگران تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں: روس والے دن نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے دریافت کیا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا یہ ایام تشریق کا درمیانی دن نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوحرہ رقاشی کے چچا نے بھی اسی طرح روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایام تشریق کے

درمیانی دن میں خطبہ دیا تھا۔

بَابُ مَنْ قَالَ: خَطَبَ يَوْمَ النَّحْرِ

باب: جو اس بات کا قائل ہے کہ قربانی کے دن خطبہ دیا جائے

1954 حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنِي الْهِرْمَاسُ بْنُ زِيَادٍ الْبَاهِلِيُّ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ عَلَى نَاقَتِهِ الْعَضْبَاءِ يَوْمَ الْأَضْحَى بِمِنًى

❁❁ حضرت ہرماس بن زیاد باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عید الاضحیٰ کے دن منیٰ میں اپنی اونٹنی عضباء پر سوار ہو کر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔

1955 حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيَّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الْكَلَاعِيُّ، سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ خُطْبَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى يَوْمَ النَّحْرِ

❁❁ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کے دن منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے سنا۔

بَابُ أَيِّ وَقْتٍ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ

باب: قربانی کے دن کون سے وقت میں خطبہ دیا جائے

1956 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ الْمُزَنِيِّ، حَدَّثَنِي رَافِعُ بْنُ عَمْرٍو الْمُزَنِيُّ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ بِمِنًى حِينَ ارْتَفَعَ الضُّحَى عَلَى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ، وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يُعَبِّرُ عَنْهُ وَالنَّاسُ بَيْنَ قَاعِدٍ وَقَائِمٍ

❁❁ حضرت رافع بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منیٰ میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اس وقت جب دن چڑھ چکا تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات آگے پہنچا رہے تھے' اور کچھ لوگ کھڑے ہوئے تھے اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

بَابُ مَا يَذْكُرُ الْإِمَامُ فِي خُطْبَتِهِ بِمِنًى

باب: منیٰ میں امام اپنے خطبے کے دوران کس چیز کا ذکر کرے

1957 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُعَاذٍ التَّيْمِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ

بِمِنًى فَفُتِحَتْ أَسْمَاعُنَا. حَتّٰى كُنَّا نَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ: وَنَحْنُ فِيْ مَنَازِلِنَا فَطَفِقَ يُعَلِّمُهُمْ مَنَاسِكَهُمْ حَتّٰى بَلَغَ الْجِمَارَ فَوَضَعَ أُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: بِحَصَى الْخَذْفِ ثُمَّ أَمَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَنَزَلُوْا فِيْ مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ، وَأَمَرَ الْأَنْصَارَ فَنَزَلُوْا مِنْ وَرَاءِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ نَزَلَ النَّاسُ بَعْدَ ذٰلِكَ

❀❀ حضرت عبدالرحمن بن معاذ تیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا ہم اس وقت منیٰ میں موجود تھے' تو ہماری سماعت کو کشادہ کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ ہم وہ سن رہے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے' حالانکہ ہم اپنی پڑاؤ کی جگہ پر موجود تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دینا شروع کی یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمرات کے تذکرے تک پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلیاں (کانوں میں) رکھیں اور فرمایا: چٹکی میں آنے والی کنکریاں مارنا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو حکم دیا' تو انہوں نے مسجد کے آگے کی طرف پڑاؤ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حکم دیا' تو انہوں نے مسجد کے پیچھے کی طرف پڑاؤ کیا۔ پھر اس کے بعد لوگوں نے (آس پاس کی جگہوں پر) پڑاؤ کیا۔

بَابُ يَبِيتُ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى

باب: منیٰ کی مخصوص راتیں مکہ میں بسر کرنا

1958 حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِيْ حَرِيزٌ أَوْ أَبُوْ حَرِيزٍ الشَّكُّ مِنْ يَحْيٰى، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ فَرُّوخٍ يَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ، قَالَ: إِنَّا نَتَبَايَعُ بِأَمْوَالِ النَّاسِ فَيَأْتِيْ أَحَدُنَا مَكَّةَ فَيَبِيتُ عَلَى الْمَالِ، فَقَالَ: أَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَاتَ بِمِنًى وَظَلَّ

❀❀ حریز بیان کرتے ہیں: انہوں نے عبدالرحمن بن فروخ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کرتے ہوئے سنا کہ ہم لوگوں کے اموال کی خرید و فروخت کرتے ہیں' جب کوئی شخص مکہ آتا ہے' تو اپنے مال کے ساتھ رات وہاں بسر کر سکتا ہے' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں رات بسر کی تھی' اور دن بھی۔

1959 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ منیٰ کی راتیں مکہ میں بسر کریں کیونکہ انہوں نے پانی پلانا ہوتا ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔

1958- اسناده ضعيف، لجهالة حريز او ابي حريز. يحيى: هو ابن سعيد القطان، و ابن جريج: هو عبد الملك بن عبد العزيز. و اخرجه البيهقي /1535 من طريق ابي داود.

بَابُ الصَّلَاةِ بِمِنًى

باب: منیٰ میں نماز ادا کرنا

1960 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، اَنَّ اَبَا مُعَاوِيَةَ، وَحَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ، حَدَّثَاهُ وَحَدِيْثُ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ اَتَمُّ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، قَالَ: صَلّٰى عُثْمَانُ بِمِنًى اَرْبَعًا، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ اَبِيْ بَكْرٍ رَكْعَتَيْنِ، وَمَعَ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ، زَادَ، عَنْ حَفْصٍ، وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِنْ اِمَارَتِهِ، ثُمَّ اَتَمَّهَا زَادَ مِنْ هٰهُنَا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ، ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ فَلَوَدِدْتُ اَنْ لِيْ مِنْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ مُتَقَبَّلَتَيْنِ. قَالَ: الْاَعْمَشُ، فَحَدَّثَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ، عَنْ اَشْيَاخِهِ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ صَلّٰى اَرْبَعًا، قَالَ: فَقِيْلَ لَهُ: عِبْتَ عَلٰى عُثْمَانَ ثُمَّ صَلَّيْتَ اَرْبَعًا، قَالَ: اَلْخِلَافُ شَرٌّ.

❁❁ عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے (اپنے عہد خلافت میں) منیٰ میں چار رکعت نماز ادا کی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے (یہاں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں دو رکعت ادا کی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں دو رکعت ادا کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں دو رکعت ادا کی ہیں۔

یہاں حفص نامی راوی نے یہ زائد الفاظ نقل کیے ہیں: اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت کے ابتدائی سالوں میں ان کی اقتداء میں (دو رکعت ادا کی ہیں) پھر وہ مکمل نماز ادا کرنے لگے' یہاں سے راوی نے ابومعاویہ کے حوالے سے یہ زائد الفاظ نقل کیے ہیں: پھر راستے مختلف ہو گئے' مجھے یہ بات پسند ہے کہ ان چار رکعت کی بجائے' میری دو ایسی رکعت ہوں جو قبول ہوں۔

اعمش کہتے ہیں: معاویہ بن قرہ نے اپنے مشائخ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود جب چار رکعت ادا کی تھیں' تو ان سے دریافت کیا گیا۔ آپ نے تو اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تنقید کی تھی۔ اب آپ نے بھی چار رکعت ادا کی ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: (حاکم وقت) سے اختلاف کرنا خرابی ہے۔

1961 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، اَنَّ عُثْمَانَ اِنَّمَا صَلّٰى بِمِنًى اَرْبَعًا لِاَنَّهُ اَجْمَعَ عَلَى الْاِقَامَةِ بَعْدَ الْحَجِّ.

❁❁ زہری کہتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے ادا کی تھیں' کیونکہ انہوں نے حج کے بعد (مکہ میں) مقیم رہنے کا پختہ ارادہ کیا تھا۔

1962 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: اِنَّ

1960- اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدي، وابو معاوية: هو محمد ابن خازم الضرير، والاعمش: هو سليمان بن مهران الاسدي، وابراهيم: هو ابن يزيد النخعي. واخرجه البخاري (1084) و (1657)، ومسلم (695)، والنسائي في "الكبرى" (1919) و (1920) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. وبعضهم يختصره، وجميعهم دون حديث معاوية بن قرة. وهو في "مسند احمد" (3593).

عُثْمَانَ، صَلّٰی اَرْبَعًا لِاَنَّهٗ اتَّخَذَهَا وَطَنًا.

ابراہیم بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چار رکعت اس لیے ادا کی تھیں کیونکہ انہوں نے اسے (مکہ کو) وطن بنالیا تھا۔

1963 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: لَمَّا اتَّخَذَ عُثْمَانُ الْاَمْوَالَ بِالطَّائِفِ وَاَرَادَ اَنْ يُّقِيْمَ بِهَا صَلّٰی اَرْبَعًا. قَالَ: ثُمَّ اَخَذَ بِهِ الْاَئِمَّةُ بَعْدَهٗ.

زہری بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے طائف میں جائیداد خرید لی اور انہوں نے یہاں مقیم رہنے کا پختہ ارادہ کرلیا تو وہ چار رکعت ادا کرنے لگے۔

راوی کہتے ہیں: اس کے بعد حکمرانوں نے اسی طرز عمل کو اختیار کرلیا۔

1964 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، اَتَمَّ الصَّلَاةَ بِمِنًى مِنْ اَجْلِ الْاَعْرَابِ لِاَنَّهُمْ كَثُرُوا عَامَئِذٍ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ اَرْبَعًا لِيُعَلِّمَهُمْ اَنَّ الصَّلَاةَ اَرْبَعٌ

زہری بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مکمل نماز دیہاتیوں کی وجہ سے ادا کی تھی کیونکہ وہ اس سال بہت زیادہ تعداد میں آئے تھے۔ تو انہوں نے لوگوں کو چار رکعت اس لیے پڑھائی تھیں تاکہ انہیں یہ تعلیم دیں کہ نماز میں چار رکعت ہوتی ہیں۔

بَابُ الْقَصْرِ لِاَهْلِ مَكَّةَ

باب: اہل مکہ کا نماز قصر کرنا

1965 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِيْ حَارِثَةُ بْنُ وَهْبٍ الْخُزَاعِيُّ، وَكَانَتْ اُمُّهٗ تَحْتَ عُمَرَ فَوَلَدَتْ لَهٗ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى وَالنَّاسُ اَكْثَرُ مَا كَانُوْا، فَصَلّٰی بِنَا رَكْعَتَيْنِ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: حَارِثَةُ بْنُ خُزَاعَةَ: وَدَارُهُمْ بِمَكَّةَ

حارثہ بن وہب خزاعی جن کی والدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے عبید اللہ بن عمر کو جنم دیا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں منیٰ میں نماز ادا کی لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت پڑھائیں یہ حجۃ الوداع کے موقع کی بات ہے۔

1965- اسناده صحيح. النُّفيليّ: هو عبد الله بن محمد بن علي بن نُفيل، وزهير: هو ابن معاوية الجعفي، وابو اسحاق، هو عمرو بن عبد الله السَّبيعي. واخرجه البخاري (1083) و (1656)، ومسلم (696)، والترمذي (897)، والنسائي في "الكبرى" (1916) و (1917) من طرق عن ابي اسحاق. قال الترمذي: حديث حسن صحيح.

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعلق خزاعہ قبیلے سے ہے اور ان کی رہائش گاہ مکہ میں تھی۔

بَابٌ فِیْ رَمْیِ الْجِمَارِ

باب: جمرات کو کنکریاں مارنا

1966 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ، اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ، عَنْ اُمِّهِ، قَالَتْ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، وَهُوَ رَاكِبٌ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ وَرَجُلٌ مِنْ خَلْفِهِ يَسْتُرُهُ، فَسَاَلْتُ عَنِ الرَّجُلِ، فَقَالُوْا: الْفَضْلُ بْنُ الْعَبَّاسِ، وَازْدَحَمَ النَّاسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، لَا يَقْتُلْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَاِذَا رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ فَارْمُوْا بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ

❁❁ سلیمان بن عمرو اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وادی کے نشیبی حصے سے جمرہ کو کنکریاں مارتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سوار تھے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہہ رہے تھے۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے موجود تھا' اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آڑ میں لیے ہوئے تھا۔ میں نے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا' تو لوگوں نے بتایا: یہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں کیونکہ لوگوں کا ہجوم زیادہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو' جب تم جمرہ کو کنکریاں مارو' تو اتنی کنکریاں مارنا جو چٹکی میں آتی ہوں۔

1967 حَدَّثَنَا اَبُوْ ثَوْرٍ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ، وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ زِيَادٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ، عَنْ اُمِّهِ، قَالَتْ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ رَاكِبًا وَرَاَيْتُ بَيْنَ اَصَابِعِهِ حَجَرًا فَرَمٰى، وَرَمَى النَّاسُ.

❁❁ سلیمان بن عمرو اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرہ عقبہ کے قریب پہاڑی پر دیکھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں میں کنکریاں دیکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ماریں اور لوگوں نے بھی کنکریاں ماریں۔

1968 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ زِيَادٍ، بِاِسْنَادِهِ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ زَادَ، وَلَمْ يَقُمْ عِنْدَهَا

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جمرہ کے پاس رکے نہیں''۔

1969 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّهُ كَانَ يَاْتِي الْجِمَارَ فِي الْاَيَّامِ الثَّلَاثَةِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ مَاشِيًا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا، وَيُخْبِرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قربانی کے دن تینوں دنوں میں جاتے ہوئے بھی اور واپس آتے ہوئے بھی پیدل جمرات تک آتے تھے اور یہ بات بتاتے تھے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے۔

1970 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَوْمَ النَّحْرِ يَقُوْلُ: لِتَاْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ، فَاِنِّيْ لَا اَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا اَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِيْ هٰذِهٖ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کے دن اپنی سواری پر سوار رہتے ہوئے کنکریاں مارتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم حج کے اعمال سیکھ لو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ میں اس حج کے بعد حج کر بھی سکوں گا یا نہیں۔

1971 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ، اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمِيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، فَاَمَّا بَعْدَ ذٰلِكَ فَبَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن چاشت کے وقت اپنی سواری پر بیٹھ کر کنکریاں ماریں البتہ بعد کے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج ڈھلنے کے بعد کنکریاں ماریں۔

1972 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ وَبَرَةَ، قَالَ: سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، مَتٰى اَرْمِي الْجِمَارَ، قَالَ: اِذَا رَمٰى اِمَامُكَ فَارْمِ، فَاَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْاَلَةَ، فَقَالَ: كُنَّا نَتَحَيَّنُ زَوَالَ الشَّمْسِ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا

وبرہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: میں جمرات کو کنکریاں کب ماروں؟ انہوں نے فرمایا: جب تمہارا امام (حاکم وقت) کنکریاں مارے تو تم بھی کنکریاں مارو۔ میں نے ان سے دوبارہ یہی سوال کیا' تو انہوں نے فرمایا: ہم اس کے لیے زوال کے وقت کا انتظار کیا کرتے تھے۔ جب سورج ڈھل جایا کرتا تھا تو ہم کنکریاں مارا کرتے تھے۔

1973 حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْمَعْنٰى قَالَا: حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ يَوْمِهٖ حِيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى مِنًى، فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ اَيَّامِ

1973- اسناده حسن. ابو خالد الاحمر - وهو سليمان بن حيان الازدي - قوي الحديث، ثم هو متابع، ومحمد بن اسحاق حسن الحديث، وقد صرح بالسماع عند ابن حبان (3868) فانتفت شبهة تدليسه. علي بن بحر: هو القطان، وعبد الله بن سعيد: هو الكندي الاشج. واخرجه احمد في "مسنده" (24592)، وابن الجارود في "المنتقى" (492)، وابو يعلى في "مسنده" (4744)، وابن خزيمة في "صحيحه" (2956) و (2971)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (3514)، وفي "شرح معاني الآثار" /2202، والدارقطني في "سننه" (2680)، والبيهقي في "دلائل النبوة" /4435

التَّشْرِيقِ يَرْمِي الْجَمْرَةَ، إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ، وَيَقِفُ عِنْدَ الْأُولَى، وَالثَّانِيَةِ فَيُطِيلُ الْقِيَامَ، وَيَتَضَرَّعُ، وَيَرْمِي الثَّالِثَةَ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا

❀❀ سیّدہ عائشہ صدیقہ ﷞ بیان کرتی ہیں: آخری دن نبی اکرم ﷺ روانہ ہوئے جب آپ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کر لی۔ پھر آپ ﷺ منیٰ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ایام تشریق کی راتیں وہاں بسر کیں۔ آپ ﷺ نے جمرہ کو اس وقت کنکریاں ماریں جب سورج ڈھل چکا تھا۔ آپ ﷺ نے ہر جمرہ کو سات کنکریاں ماریں۔ آپ ﷺ ہر کنکری کے ہمراہ تکبیر کہتے رہے۔ آپ ﷺ پہلے اور دوسرے جمرہ کے قریب ٹھہرے' آپ ﷺ نے طویل قیام کیا' اور گریہ وزاری کی' جبکہ تیسرے جمرہ کو کنکریاں مارنے کے بعد آپ ﷺ اس کے پاس نہیں ٹھہرے۔

1974 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: لَمَّا انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى، جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ، وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ، وَرَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، وَقَالَ: هٰكَذَا رَمَى الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ

❀❀ عبدالرحمن بن یزید' حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ کے بارے میں نقل کرتے ہیں: وہ جمرہ کبریٰ کے پاس آئے' تو انہوں نے بیت اللہ کو اپنے بائیں طرف رکھا۔ منیٰ کو اپنے دائیں طرف رکھا اور جمرہ کو سات کنکریاں ماریں۔ انہوں نے فرمایا: اس طرح کنکریاں اس ہستی نے ماری تھیں جن پر سورۃ البقرہ نازل ہوئی تھی۔

1975 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِرِعَاءِ الْإِبِلِ فِي الْبَيْتُوتَةِ يَرْمُونَ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ يَرْمُونَ الْغَدَ، وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ بِيَوْمَيْنِ وَيَرْمُونَ، يَوْمَ النَّفْرِ

❀❀ ابوبداح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اونٹوں کے چرواہوں کو رات بسر کرنے کی اجازت دی تھی' یوں کہ وہ قربانی کے دن رمی کریں گے اگلے دن اور اس سے اگلے دن کی' دودنوں کی رمی ایک ساتھ کرلیں گے' اور پھر روانگی کے دن رمی کریں گے۔

1976 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، وَمُحَمَّدُ ابْنَيْ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ أَبِي الْبَدَّاحِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلرِّعَاءِ أَنْ يَرْمُوا يَوْمًا، وَيَدَعُوا

1976-اسناده صحيح. مسدّد: هو ابن مسرهد الاسدى، وسفيان: هو ابن عيينة، وعبدالله ومحمد: هما ابن ابى بكر بن محمد الانصارى، وابو البداح بن عدى: هو ابو البداح بن عاصم بن عدى، نسب الى جدّه هنا. واخرجه ابن ماجه (3036)، والترمذى (975)، والنسائى فى "الكبرى" (4060) من طرق عن سفيان، عن عبدالله وحده، عن ابيه، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (23774)، و"صحيح ابن حبان" (3888).

يَوْمًا

ابوبداح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے چرواہوں کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ ایک دن رمی کریں اور ایک دن ترک کردیں۔

1977 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ، يَقُوْلُ: سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ: عَنْ شَيْئٍ مِنْ اَمْرِ الْجِمَارِ، قَالَ: مَا اَدْرِيْ اَرَمَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتٍّ اَوْ بِسَبْعٍ

ابومجلز نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جمرہ کی رمی کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: مجھے نہیں معلوم کہ نبی اکرم ﷺ نے چھ کنکریاں ماری تھیں' یا سات کنکریاں ماری تھیں۔

1978 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا رَمَى اَحَدُكُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَقَدْ حَلَّ لَهُ كُلُّ شَيْئٍ اِلَّا النِّسَاءَ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفُ الْحَجَّاجُ لَمْ يَرَ الزُّهْرِيَّ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارے تو وہ ہر چیز کے لیے حلال ہوجاتا ہے' البتہ عورتوں (یعنی بیوی) کا معاملہ مختلف ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ضعیف ہے' کیونکہ حجاج نامی راوی نے نہ تو زہری کو دیکھا ہے اور نہ ہی ان سے کسی حدیث کا سماع کیا ہے۔

رمی جمرات کا مفہوم

جمار دراصل سنگریزوں اور کنکریوں کو کہتے ہیں اور جمار حج ان سنگریزوں اور کنکریوں کا نام ہے جو مناروں پر مارے جاتے ہیں اور جن مناروں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں انہیں جمار کی مناسبت سے جمرات کہتے ہیں۔

جمرات یعنی وہ منارے جن پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں تین ہیں۔(۱) جمرہ اولیٰ۔(۲) جمرہ وسطیٰ۔(۳) مرہ عقبہ۔ یہ تینوں جمرات منیٰ میں واقع ہیں اور بقرعید کے روز یعنی دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں، پھر گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں کو تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا واجب ہے۔

رمی جمار کرنے کے وقت میں مذاہب فقہاء کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن کو چاشت کے وقت (یعنی زوال سے پہلے) منارے پر کنکریاں پھینکیں اور بعد کے دنوں میں دوپہر ڈھلنے کے بعد کنکریاں پھینکیں۔(بخاری ومسلم)

ضحی دن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب سے پہلے تک ہوتا ہے، بعد کے دنوں سے مراد ایام تشریق یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخیں ہیں۔ ان دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال آفتاب کے بعد رمی کی۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دوسرے دن یعنی گیارہویں تاریخ کو رمی جمار کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہوتا ہے اسی طرح تیسرے دن یعنی بارہویں تاریخ کو بھی رمی کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اب اس کے بعد اگر کوئی شخص مکہ جانا چاہے تو وہ تیرہویں تاریخ کو طلوع فجر سے پہلے جا سکتا ہے اور اگر طلوع فجر کے بعد مکہ جانا چاہے گا تو پھر اس پر اس دن کی رمی جمار واجب ہو جائے گی اب اس کے لئے رمی جمار کئے بغیر مکہ جانا درست نہیں ہوگا ہاں اس دن یعنی تیرہویں تاریخ کو زوال آفتاب سے پہلے بھی رمی جمار جائز ہو جائے گی۔

اس موقع پر ایک یہ مسئلہ بھی جان لیجئے کہ اگر کوئی شخص کنکریاں مناروں پر پھینکے نہیں بلکہ ان پر ڈال دے تو یہ کافی ہو جائے گا مگر یہ چیز غیر پسندیدہ ہوگی بخلاف مناروں پر کنکریاں رکھ دینے کے کہ یہ اس طرح کافی بھی نہیں ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو پہلے سے روانہ کر دیا اور ان سے فرمایا کہ رمی جمرہ عقبہ آفتاب طلوع ہونے کے بعد ہی کرنا، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہی ہے کہ رمی جمرہ عقبہ کا وقت دسویں ذی الحجہ کو سورج نکلنے کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن بعض روایت میں یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے بس اتنا ہی فرمایا تھا کہ جاؤ اور رمی جمرہ عقبہ کرو، اس روایت میں طلوع آفتاب کی قید نہیں ہے، چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد نے اسی روایت پر عمل کیا کہ ان کے ہاں رمی جمرہ عقبہ کا وقت نصف شب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔

رمی جمار کے واسطے کنکریاں مزدلفہ یا راستہ سے لے لی جائیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو (مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، بیان کیا کہ جب عرفہ کی شام کو (عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے) اور مزدلفہ کی صبح کو (مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے) لوگوں نے سواریوں کو تیزی سے ہانکنا اور مارنا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اطمینان و آہستگی کے ساتھ چلنا تمہارے لئے ضروری ہے اور اس وقت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی کو روکے ہوئے بڑھا رہے تھے، یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی محسر میں جو منیٰ (کے قریب مزدلفہ کے آخری حصہ) میں ہے پہنچے تو فرمایا کہ تمہیں (اس میدان سے) خذف کی کنکریاں اٹھا لینی چاہئیں جو جمرہ (یعنی مناروں) پر ماری جائیں گی۔ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمی جمرہ تک برابر لبیک کہتے رہے تھے (یعنی جمرہ عقبہ پر پہلی کنکری ماری تو لبیک کہنا موقوف کر دیا)۔ (مسلم)

عرفہ کے دن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب میدان عرفات سے مزدلفہ کو چلے تو اس وقت حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

خذف اصل میں تو چھوٹی کنکری یا کھجور کی گٹھلی دونوں شہادت کی انگلیوں میں رکھ کر پھینکنے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں خذف کی مانند کنکریوں سے مراد یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں جو چنے کے برابر ہوتی ہیں یہاں سے اٹھالو جو رمی جمار کے کام آئیں گی۔

اس بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ رمی جمار کے واسطے کنکریاں مزدلفہ سے روانگی کے وقت وہیں سے یا راستہ میں سے اور یا جہاں سے جی چاہے لے لی جائیں ہاں جمرہ کے پاس سے وہ کنکریاں نہ لی جائیں جو جمرہ پر ماری جا چکی ہیں کیونکہ یہ مکروہ ہے ویسے اگر کوئی شخص جمرہ کے پاس ہی سے پہلے پھینکی گئی کنکریاں اٹھا کر مارے تو یہ جائز تو ہو جائے گا مگر خلاف اولیٰ ہوگا۔ چنانچہ شمنی نے شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ ان کنکریوں سے رمی کافی ہو جائے گی مگر ایسا کرنا برا ہے۔

اس بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں کہ کنکریاں کتنی اٹھائی جائیں؟ آیا صرف اسی دن رمی جمرہ عقبہ کے لئے سات کنکریاں اٹھائی جائیں یا ستر کنکریاں اٹھائی جائیں جن میں سات تو اسی دن رمی جمرہ عقبہ کے کام آئیں اور تریسٹھ بعد کے تینوں دنوں میں تینوں جمرات پر پھینکی جائیں گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (منیٰ کے لئے) مزدلفہ سے چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار میں سکون و وقار تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو بھی سکون و اطمینان کے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ ہاں میدان محسر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو تیز رفتاری کے ساتھ گزارا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ خذف کی کنکریوں جیسی (یعنی چنے کی برابر) سات کنکریوں سے رمی کریں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) یہ بھی فرمایا کہ شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہیں دیکھوں گا۔ (صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ) میں نے یہ حدیث بخاری و مسلم میں تو پائی نہیں۔ ہاں ترمذی میں یہ حدیث کچھ تقدیم و تاخیر کے ساتھ مذکور ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہ سال میری دنیاوی زندگی کا آخری سال ہے، آئندہ سال میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، اس لئے تم لوگ مجھ سے دین کے احکام اور حج کے مسائل سیکھ لو۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے کہ اسی حج کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے احکام پورے طور پر لوگوں تک پہنچا دیئے اور اپنے صحابہ کو رخصت و وداع کیا، پھر اگلے سال یعنی بارہ ہجری کے ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

رمی جمار کے وقت تکبیر کہنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ (رمی کے لئے) جمرہ کبریٰ (یعنی جمرہ عقبہ) پر پہنچے تو (اس طرح کھڑے ہوئے کہ) انہوں نے خانہ کعبہ کو اپنی بائیں طرف کیا اور منیٰ کو دائیں طرف اور پھر انہوں نے سات کنکریاں (اس طرح) پھینکیں کہ ہر کنکری پھینکتے ہوئے تکبیر کہتے تھے، پھر انہوں نے فرمایا کہ اسی طرح اس ذات گرامی (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھینکی ہیں جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ عقبہ پر اس طرح کھڑے ہوئے کہ خانہ کعبہ تو ان کی بائیں سمت میں تھا اور منیٰ دائیں سمت لیکن دوسرے جمرات پر اس طرح کھڑا ہونا مستحب ہے کہ منہ قبلہ کی طرف ہو۔

رمی جمرہ میں سات کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اور ہر کنکری پھینکتے ہوئے تکبیر کہی جاتی ہے چنانچہ بیہقی کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر کنکری کے ساتھ اس طرح تکبیر کہتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر دعا (اللھم اجعلہ حجا مبرورا وذنبا مغفورا وعملا مشکورا)۔

یوں تو پورا قرآن ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے لیکن اس موقع پر خاص طور پر سورہ بقرہ کا ذکر اس مناسبت سے کیا گیا ہے کہ اس سورت میں حج کے احکام وافعال مذکور ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مناروں پر کنکریاں مارنا اور صفا اور مروہ کے درمیان پھرنا ذکر اللہ کے قیام کے لئے ہے۔ (ترمذی، دارمی) امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ظاہری طور پر یہ فعل ایسے ہیں کہ ان کا عبادت ہونا معلوم نہیں ہوتا اس لئے فرمایا کہ یہ دونوں فعل اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم کرنے کے لئے مقرر ہوئے ہیں، چنانچہ یہ معلوم ہی ہے کہ ہر کنکری مارتے وقت تکبیر سنت اور سعی کے دوران وہ دعائیں پڑھنا بھی سنت ہے جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

رمی کی کنکریوں میں کمی یا زیادتی کرنے کا بیان

رمی جمار حج کے واجبات سے ہے، جن جمرات کی رمی کی جاتی ہے ان میں سے ہر ایک کی رمی کے وقت سات کا عدد پورا کرنا رمی کا رکن ہے، تاہم چار یا اس سے زیادہ کنکریاں مارنے سے بھی یہ رکن ادا ہو جاتا ہے، تین یا اس سے کم کنکریاں ماری جائیں تو رمی کا رکن ادا نہیں ہوتا، اسی لئے اگر کسی حاجی صاحب نے تین یا اس سے کم کنکریاں ماری ہوں تو ان پر دم واجب ہوگا جس طرح مطلقاً رمی نہ کرنے والے پر واجب ہوتا ہے، اگر وہ دوبارہ سات کنکریاں مارلیں تو دم واجب نہ ہوگا، اس طرح چار یا اس سے زائد کنکریاں ماری جائیں تو رمی کا رکن ادا ہو جائے گا اور دم واجب نہ ہوگا، تاہم جتنی کنکریاں کم ہوں گی ہر ایک کے بدلہ صدقہ واجب ہوگا۔

صدقہ کی مقدار گیہوں دینے کی صورت میں آدھا صاع یعنی سوا کلو اور جو یا کھجور دینا چاہیں تو ایک صاع یعنی ڈھائی کلو ہے، ایک صاع 2، کلو 212، گرام کے برابر ہوتا ہے اور آدھا صاع ایک کلو 104، گرام کے معادل ہوتا ہے، بطور احتیاط آدھے صاع کے لئے سوا کلو اور ایک صاع کے لئے ڈھائی کلو صدقہ کرنا چاہیے۔ شالی ہند کے علماء کے پاس آدھا صاع ایک کلو 590، گرام اور ایک صاع تین کلو، 180، گرام ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کو اس امر میں شک ہو کہ اس نے چھ کنکریاں ماری ہیں یا سات، اور شک دور کرنے کے لئے اس نے ایک اور کنکری ماری جبکہ وہ سات کنکریاں مار چکا تھا تو کوئی حرج نہیں بالارادہ سات سے زائد کنکریاں مارنا مکروہ تنزیہی ہے۔

جیسا کہ مناسک ملا علی قاری مع حاشیہ ارشاد الساری، فصل فی احکام الرمی وشرائطہ وواجباتہ، ص 275، میں ہے: (التاسع اتمام العدد او اتیان اکثرہ) وفیہ ان ھذا رکن الرمی لا شرطہ (فلو نقص الاقل منھا) ای من السبعۃ بان رمی اربعۃ وترک ثلاثۃ او اقل (لزمہ جزاؤہ) ای کما سیاتی (مع الصحۃ) ای مع صحۃ رمیہ لحصول رکنہ (ولو ترک

الاکثر) ای بان رمی ثلاثۃ او اقل (فکانہ لم یرم) ای حیث انہ یجب علیہ دم کما لو ترک الکل

نیز اس کے ص 277، میں ہے : (ولو رمی اکثر من سبعۃ یکرہ) ای اذا رماہ عن قصد واما اذا شک فی السابع ورماہ وتبین انہ ثامن فانہ لایضرہ ھذا۔ صدقہ کے متعلق ص 436، میں ہے : (فالمراد نصف صاع من بر او صاع من غیرہ) کالتمر والشعیر۔

بَابُ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ

باب: سر منڈوانا اور بال چھوٹے کروانا

1979 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ: اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللَّهِ، وَالْمُقَصِّرِيْنَ؟ قَالَ: وَالْمُقَصِّرِيْنَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر۔ تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے (بھی دعا کیجئے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے (دعا کیجئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! بال چھوٹے کروانے والوں پر بھی (رحم کر)۔

1980 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَاْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنا سر منڈوالیا تھا۔

1981 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِيْنَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ رَجَعَ اِلَى مَنْزِلِهِ بِمِنًى فَدَعَا بِذِبْحٍ، فَذُبِحَ، ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَّاقِ، فَاَخَذَ بِشِقِّ رَاْسِهِ الْاَيْمَنِ فَحَلَقَهُ فَجَعَلَ يَقْسِمُ بَيْنَ مَنْ يَلِيهِ الشَّعْرَةَ وَالشَّعْرَتَيْنِ، ثُمَّ اَخَذَ بِشِقِّ رَاْسِهِ الْاَيْسَرِ فَحَلَقَهُ، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا اَبُو طَلْحَةَ فَدَفَعَهُ اِلَى اَبِي طَلْحَةَ.

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں اپنے پڑاؤ کی جگہ پر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کو طلب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ذبح کیا

1979- اسنادہ صحیح. القعنبی: ھو عبداللہ بن مسلمۃ، ونافع: ھو مولی ابن عمر. وھو عند مالک فی "الموطا" 3951/، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (1727)، ومسلم (1301). واخرجہ مسلم (1301)، وابن ماجہ (3044)، والترمذی (930)، والنسائی فی "الکبری" (4099) و (4101) من طریقین عن نافع، بہ. وھو فی "مسند احمد" (4657) و (5507)، و "صحیح ابن حبان" (3880).

اور پھر آپ ﷺ نے حجام کو بلوایا۔ اس نے آپ ﷺ کے سر کے دائیں حصے کو مونڈ دیا۔ تو آپ ﷺ نے اپنے آس پاس موجود افراد کو ایک ایک دو دو بال تقسیم کرنے شروع کیے۔ پھر اس نے آپ ﷺ کے سر کے بائیں حصے کو مونڈ دیا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہاں ابوطلحہ ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے وہ بال حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دے دیے۔

1982 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ هِشَامٍ اَبُوْ نُعَيْمٍ الْحَلَبِيُّ، وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، الْمَعْنٰى قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، بِاِسْنَادِهِ بِهٰذَا قَالَ فِيْهِ: قَالَ لِلْحَالِقِ: ابْدَأْ بِشِقِّيَ الْاَيْمَنِ فَاحْلِقْهُ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: دائیں طرف سے آغاز کرو اور اسے مونڈ دو۔

1983 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، اَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسْاَلُ يَوْمَ مِنًى فَيَقُوْلُ: لَا حَرَجَ فَسَاَلَهُ رَجُلٌ. فَقَالَ: اِنِّيْ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ. قَالَ: اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ قَالَ: اِنِّيْ اَمْسَيْتُ وَلَمْ اَرْمِ. قَالَ: ارْمِ وَلَا حَرَجَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: منیٰ میں نبی اکرم ﷺ سے سوال کیے جاتے تو آپ ﷺ یہی فرماتے: کوئی حرج نہیں ہے ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر مونڈ لیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اب سر مونڈ لو کوئی حرج نہیں ہے ایک شخص نے کہا: شام ہو گئی لیکن میں نے رمی نہیں کی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اب رمی کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

عورتوں کے لیے صرف بال کاٹنے کا بیان

1984 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: بَلَغَنِيْ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ، قَالَتْ: اَخْبَرَتْنِيْ اُمُّ عُثْمَانَ بِنْتُ اَبِيْ سُفْيَانَ، اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ، اِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيْرُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''سر منڈوانے کا حکم عورتوں کے لیے نہیں ہے ان کے لیے صرف بال (تھوڑے سے) کاٹنے کا حکم ہے''۔

1985 حَدَّثَنَا اَبُوْ يَعْقُوْبَ الْبَغْدَادِيُّ، ثِقَةٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: اَخْبَرَتْنِيْ اُمُّ عُثْمَانَ بِنْتُ اَبِيْ سُفْيَانَ، اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ الْحَلْقُ، اِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيْرُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''عورتوں کے لیے سر منڈوانے کا حکم نہیں ہے خواتین کے لیے بال کترنے کا حکم ہے''۔

ذبح، حلق اور قصر کروانے کا بیان

اس کے بعد اگر حج کرنے والا چاہے تو وہ ذبح کرے اور پھر وہ حلق کرائے یا قصر کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج کے دن ہمارا پہلا کام قربانی کرنا ہے کہ ہم رمی کریں پھر قربانی کریں پھر حلق کریں۔ اور اسی وجہ سے حلق کروانا احرام سے نکلنے کے اسباب میں سے ہے۔ اور اسی طرح قربانی کرنا بھی ہے کیونکہ جو بندہ ادائے احرام سے روکا گیا تھا وہ قربانی کرنے سے حلال ہو گیا ہے۔ لہٰذا رمی کو ان دونوں پر مقدم کیا جائے گا۔ اور حق کروانا احرام کے ممنوعات میں سے ہے۔ لہٰذا حلق کو قربانی پر مقدم کیا گیا ہے۔ اور یہاں (مصنف کی عبارت میں) قربانی کو چاہنے کے ساتھ اس لئے معلق کیا گیا ہے۔ کیونکہ قربانی جو اکیلا حاجی کرتا ہے وہ نفلی ہے جبکہ کلام مفرد حج کے بارے میں ہے۔

رمی، ذبح اور حلق کی ترتیب میں وجوب وعدم وجوب کا بیان

رمی ذبح اور حلق میں ترتیب امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور باقی تمام حضرات کے نزدیک سنت لہٰذا تمام حجاج کے لئے ضروری ہے کہ وہ حتی الامکان اس ترتیب کا پورا لحاظ رکھیں بالخصوص ذبح سے پہلے حلق نہ کریں کیونکہ نص قرآنی:

ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الهدی محله

اس کو بالکل ناجائز قرار دیتی ہے اور اس غرض کے لئے حج کے گروپس کو تاکید کی جائے کہ وہ اپنے گروپ کے لوگوں کے لئے قربانی کا انتظام کریں، تاکہ قربانی یقینی طور پر حلق سے پہلے ہو تاہم اگر کسی شخص سے ناواقفیت یا کسی شدید عذر کے تحت مذکورہ بالا ترتیب کی مخالفت (ہو) تو وہ توبہ واستغفار کرے اور صاحب وسعت ہو تو دم بھی دے البتہ جو غریب حاجی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کے لئے صاحبین اور جمہور کے مذہب پر عمل کی گنجائش ہے۔

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! سر منڈانے والوں کو بخش دے۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور بال کترانے والوں کو بھی آپ نے فرمایا اے اللہ حلق کرانے والوں کو بخش دیجئے تین بار یہی فرمایا صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بال کترانے والوں کو بھی۔ آپ نے فرمایا اور بال کترانے والوں کو بھی۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الحج)

حلق وتقصیر کے نسک ہونے میں مذاہب اربعہ

والحلق والتقصير نسک فی الحج والعمرة فی ظاهر مذهب أحمد وقول الخرقی وهو قول مالک و أبی حنيفة و الشافعی وعن أحمد أنه ليس بنسک وإنما هو إطلاق من محظور کان محرما عليه بالاحرام فأطلق فيه عند الحل کاللباس والطيب وسائر محظورات الاحرام فعلی هذه رواية لا شیء علی تارکه ويحصل الحل بدونه ووجهها أن النبی صلی الله عليه و سلم أمر بالحل من العمرة

قبلہ ف (روی أبو موسیٰ قال : قدمت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم فقال لی : بم أہللت ؟ قلت : لبیک باہلال کاہلال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال : أحسنت فأمرنی فطفت بالبیت بین الصفا والمروۃ ثم قال لی : أحل) متفق علیہ (المغنی، ج۳، ص ۴۶۵، بیروت)

حلق کروانے کی فضیلت کا بیان

اور حلق افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے حلق کروانے والوں پر رحم فرمایا۔ اس حدیث میں ان پر رحم ظاہر ہے۔ کیونکہ حلق کروانا میل کچیل نکالنا ہے اور مقصود بھی یہی ہے۔ اور بال کتروانے میں کچھ کمی ہے لہذا یہ غسل بمع وضو کے مشابہ ہو گیا۔ سر کے مسح پر قیاس کرتے ہوئے سر منڈانے میں چوتھائی حصہ پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے مکمل سر منڈوانا افضل ہے۔ اور کتروانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سروں سے ایک انگلی کی مقدار کے برابر تراشے۔

سر منڈانے کی فضیلت کے بیان میں احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈایا اور صحابہ میں سے کچھ نے تو اپنے سر منڈائے اور کچھ نے اپنے بال کتروائے۔ (بخاری ومسلم)

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے سر منڈائے انہوں نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے جذبے اور حصول افضلیت کو پیش نظر رکھا اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے بال کتروانے پر اکتفاء کیا (انہوں نے گویا جواز پر عمل کیا کہ بال کتروانا بھی جائز ہے)۔ صحیحین وغیرہم میں یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء میں سر منڈانے کی بجائے بال کتروائے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں چیزیں ثابت ہیں لیکن افضل سر منڈانا ہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال مروہ کے قریب تیر کی پیکان سے کترے۔ (بخاری ومسلم)

مشقص کے معنی ہیں تیر کی پیکان لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ مشقص بڑی قینچی کو کہتے ہیں اور یہ معنی زیادہ مناسب اور زیادہ صحیح ہیں۔

احادیث سے چونکہ یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں سر کے بال کتروائے نہیں بلکہ منڈوائے تھے اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس بیان کا تعلق حج سے نہیں بلکہ عمرے سے ہے، چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ عند المروۃ (مروہ کے قریب) بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال حج میں کترتے تو مروہ کے قریب نہ کہتے بلکہ یہ کہتے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال منیٰ میں کترے۔

سر منڈانے والوں کے لئے نبی کریم ﷺ کی دعائے رحمت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا۔ اے اللہ! سر منڈانے والوں

پر رحم فرما! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بال کتروانے والوں کے لئے دعاء رحمت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ صحابہ نے جب پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بال کتروانے والوں کے لئے بھی دعاء رحمت کیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے اللہ) اور بال کتروانے والوں پر بھی رحم فرما۔ (بخاری ومسلم)

اس بات سے سر منڈانے کی افضلیت ثابت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے تو کئی بار دعاء رحمت کی اور بال کتروانے والوں کے لئے کئی بار کے بعد ایک ہی مرتبہ دعاء رحمت کی۔

حضرت یحییٰ بن حصین (تابعی) اپنی دادی محترمہ سے (کہ جن کی کنیت ام الحصین ہے) نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سر منڈانے والوں کے لئے تین مرتبہ اور بال کتروانے والوں کے لئے آخر میں ایک مرتبہ دعا کرتے سنا۔ (مسلم)

اس حدیث سے پہلے بخاری ومسلم کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے تو دو مرتبہ دعا کی اور تیسری مرتبہ میں بال کتروانے والوں کو بھی شامل فرمایا، نیز بخاری ومسلم ہی کی ایک اور روایت میں یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی مرتبہ میں بال کتروانے والوں کو شامل فرمایا، جب کہ مسلم کی یہ روایت بتا رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے تو تین مرتبہ دعا کی اور بال کتروانے والوں کے لئے ایک مرتبہ، اب چاہے تو ان کو تو تیسری ہی مرتبہ میں شامل کیا ہو، چاہے چوتھی مرتبہ ان کے لئے علیحدہ سے دعا کی۔

بہرکیف ان تمام روایتوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے علماء لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کئی مجلسوں میں کی ہوگی، چنانچہ کسی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لئے دو مرتبہ اور تیسری مرتبہ میں بال کتروانے والوں کے لئے دعا کی اور کسی مجلس میں تین مرتبہ سر منڈانے والوں کے لئے اور چوتھی مرتبہ بال کتروانے والوں کے لئے دعا کی ہوگی، یا پھر یہ کہ جس راوی نے جو سنا اور اس پر جو حقیقت ظاہر ہوئی اس نے اسی کو ذکر کیا۔

سر منڈانے میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں آنے کے بعد جمرہ عقبہ کے پاس تشریف لائے اور وہاں کنکریاں ماریں پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے اور اپنی ہدی کے جانوروں کو ذبح کیا، اس کے بعد سر مونڈنے والے کو (جس کا نام معمر بن عبداللہ تھا) بلایا اور اپنے سر کا دایاں حصہ اس کے سامنے کیا، چنانچہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر (کے اس داہنے حصہ) کو مونڈا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو اپنے وہ مونڈے ہوئے بال دیئے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا بایاں حصہ مونڈنے والے کی طرف کر کے فرمایا کہ اب اسے مونڈو، چنانچہ اس نے مونڈ دیا، یہ بال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو دے دیئے اور فرمایا کہ یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سر منڈانے میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا سنت ہے، نیز اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ

دائیں طرف میں منڈوانے والے کا اعتبار ہے کہ وہ اپنے سر کو دائیں طرف سے منڈوانا شروع کرے، جب کہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مونڈنے والے کی دائیں طرف کا اعتبار ہے یعنی مونڈنے والا اپنی دائیں طرف سے سر مونڈنا شروع کرے۔

سوائے عورت کے تمام ممنوعات کی حلت کا بیان

اور اس کے لئے سوائے عورت کے ہر چیز حلال ہو گئی۔ جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے سوائے خوشبو کے کیونکہ وہ جماع کی طرف بلانے والی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے سوائے عورت کے ہر چیز حلال ہوئی اور یہی دلیل قیاس پر مقدم ہے۔ اور ہمارے نزدیک فرج کے سوا میں جماع حلال نہیں ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے کیونکہ یہ عورتوں کے ساتھ شہوت کو پورا کرنا ہے لہٰذا اس کو پورے حلال ہونے تک مؤخر کیا جائے گا۔ (ہدایہ، کتاب الحج، لاہور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی رمی جمرہ عقبہ سے فارغ ہو جاتا ہے اور سر منڈوا لیتا ہے یا بال کتروا لیتا ہے تو اس کے لئے عورت کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے یعنی بیوی کے ساتھ جماع ان چیزوں کے بعد بھی حلال نہیں ہوتا، بلکہ یہ طواف زیارت سے فراغت کے بعد ہی حلال ہوتا ہے اس روایت کو صاحب مصابیح نے شرح السنہ میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد ضعیف ہے۔ اور احمد و نسائی نے اس روایت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمی جمرہ عقبہ کر لی تو سر منڈوانے یا بال کتروانے کے بعد اس کے لئے عورت کے علاوہ ہر چیز حلال ہو جاتی ہے۔

دسویں ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد منیٰ ہی میں ہدی ذبح کی جاتی ہے اس کے بعد سر منڈا کر یا بال کتروا کر احرام کھول دیا جاتا ہے اس طرح رفث (عورت سے جماع وغیرہ) کے علاوہ ہر وہ چیز جو احرام کی حالت میں ممنوع تھی، جائز ہو جاتی ہے۔

بَابُ الْعُمْرَةِ

باب: عمرہ کرنا

1986 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ، وَيَحْيٰى بْنُ زَكَرِيَّا، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا تھا۔

1986- اسناده صحيح. ابن جريج - وهو عبد الملك بن عبد العزيز - صرح بالاخبار عند البخاري. يحيى بن زكريا: هو ابن ابى زائدة الهمداني. واخرجه البخاري (1774) من طريق عبد الله بن المبارك، عن ابن جريج، به. وهو في "مسند احمد" (5069). واخرج احمد 6475)

عمرہ کی شرعی حیثیت کا بیان

اور عمرہ سنت ہے جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ فرض ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمرہ فرض ہے۔ جس طرح حج فرض ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حج فرض ہے جبکہ عمرہ تطوع (نفل) ہے۔ لہٰذا عمرے کو کسی وقت کے مقید نہیں کیا گیا۔ اور وہ غیر کی نیت سے بھی ادا ہو جاتا ہے جس طرح فائت الحج میں ہے اور یہ نفل کی علامت ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ روایت کی تاویل یہ ہے کہ عمرہ اعمال کے ساتھ اسی طرح مقرر ہے جس طرح حج مقرر ہے۔ لہٰذا تعارض آثار کے ساتھ فرضیت ثابت نہ ہوگی۔ اور فرمایا: عمرہ صرف طواف وسعی ہے اور اسے ہم نے باب التمتع میں ذکر کر دیا ہے اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو اقرع بن حابس کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہر سال (حج کرنا فرض ہوا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ میں اس حج کے (ہر سال فرض ہونے کے سوال) کے بارے میں ہاں کہہ دیتا تو یقینا (ہر سال حج کرنا) واجب (یعنی فرض) ہو جاتا تو نہ تم اس حکم پر عمل کر پاتے اور نہ تم اس کی استطاعت ہی رکھتے، حج پوری زندگی میں بشرط قدرت ایک ہی مرتبہ فرض ہے ہاں جو شخص ایک بار سے زیادہ کرے وہ نفل ہوگا (جس پر اسے بہت زیادہ ثواب ملے گا)۔ (احمد، نسائی، دارمی)

عمرہ واجب نہیں ہے بلکہ عمر بھر میں ایک مرتبہ سنت مؤکدہ ہے عمرہ کے لئے کسی خاص زمانہ کی شرط نہیں ہے، جیسا کہ حج کے لئے ہے بلکہ جس وقت چاہے کر سکتا ہے اسی طرح ایک سال میں کئی مرتبہ بھی عمرہ کیا جا سکتا ہے، البتہ غیر قارن کو ایام حج میں عمرہ کرنا مکروہ ہے ایام حج کا اطلاق یوم عرفہ یوم نحر اور ایام تشریق پر ہوتا ہے۔ عمرہ کا رکن طواف ہے اور اس میں دو چیزیں واجب ہیں ایک تو صفا و مروہ کے درمیان سعی اور دوسرے سر منڈوانے یا بال کتروانا۔ جو شرائط اور سنن وآداب حج کے ہیں وہی عمرہ کے بھی ہیں۔

عمرے وجوب یا عدم وجوب میں فقہی مذاہب کا بیان

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جس بندے پر حج فرض ہے دونوں میں روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ اس پر عمرہ بھی واجب ہے۔ اور یہ ایک روایت حضرت عمر، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، سعید بن مسیب، طاؤس، ثوری، اسحاق، مجاہد، حسن، ابن سیرین، شعبی رضی اللہ عنہم اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ عمرہ واجب نہیں ہے۔ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے حضرت امام مالک، ابو ثور اور اصحاب رائے نے اسی طرح کہا ہے۔ اور یہ حدیث پیش کی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ عمرہ کرنا افضل ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ نے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔اس کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔کیونکہ عمرہ غیر موقت نسک ہے لہٰذا یہ واجب نہیں ہے۔کیونکہ یہ سال میں کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے نزدیک (فقہاء مالکیہ) عمرہ واجب ہے کیونکہ دلیل یہ ہے''' یہاں عمرے کا عطف حج پر ڈالا گیا ہے۔اور امر وجوب کا تقاضہ کرتا ہے اور معطوف علیہ اور معطوف حکم میں برابری کا تقاضہ کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عمرہ قرینہ کتاب اللہ میں قرینہ حج میں سے ہے۔حضرت رزین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرے والد گرامی بوڑھے ہیں جو حج اور عمرے کی طاقت نہیں رکھتے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے حج اور عمرہ کرو۔(ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔بہر حال امام ترمذی کی بیان کردہ حدیث کے بارے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے اور اس قسم کی حدیث سے عمرے کا نفل ثابت نہیں ہوتا۔علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس کی اسانید صحیح نہیں ہے۔

(المغنی، ج ۳، ص ۱۶۸، بیروت)

عمرے کے عدم وجوب میں فقہ حنفی کے دلائل کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تو ہمارے پاس ایک اونٹ تھا مگر ابومعقل نے اس کو راہ خدا میں دے دیا تھا ہم بیمار ہوئے اور ابومعقل اسی بیماری میں فوت ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج سے فارغ ہو کر آئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ام معقل تم ہمارے ساتھ حج کے لیے کیوں نہ گئیں میں نے عرض کیا میں نے تیاری کر لی تھی لیکن ابومعقل انتقال کر گئے نیز ہمارے صرف ایک اونٹ تھا جس پر ہم حج کرتے مگر ابومعقل نے (مرتے وقت) وصیت کر دی کہ اس اونٹ کو راہ خدا میں دے دیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تو اسی اونٹ پر حج کے لیے کیوں نہ نکلی کیونکہ حج بھی تو فی سبیل اللہ ہے خیر اب تو ہمارے ساتھ تیرا حج جاتا رہا پس تو رمضان میں عمرہ کر لے کیونکہ رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب میں) حج کے برابر ہے ام معقل کہا کرتی تھیں کہ حج پھر حج ہے اور عمرہ عمرہ ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ فرمایا تھا (کہ رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے) پتہ نہیں یہ حکم میرے لیے ہی خاص تھا یا عام تھا۔(سنن ابوداؤد)

تخصیص اوقات سے فضیلت عمرہ سے عدم وجوب کا بیان

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔حضرت طلحہ بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔

حضرت عبداللہ بن اوفی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب عمرہ کیا ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔آپ ﷺ نے طواف کیا تو ہم نے آپ کے ساتھ ہی طواف کیا آپ نے نماز ادا کی تو ہم نے آپ کے ساتھ ہی نماز ادا کی اور ہم (آڑ بن کر)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ سے پوشیدہ رکھتے تھے کہ کوئی آپ کو ایذاء نہ پہنچا سکے۔

حضرت وہب بن خنبش فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ حضرت ہرم بن خنبش بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

حضرت ابو معقل سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ذی قعدہ میں عمرہ کیا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الحج)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر عمرہ فرض یا واجب ہوتا تو اس کی فضیلت تخصیص رمضان کے ساتھ حج کی طرح ثواب میں نہ ہوتی۔ ان احادیث سے تخصیص اوقات کی بناء پر اس کے ثواب کو حج کی طرح دیا جانا خود امر کی دلیل ہے کہ عمرہ فرض نہیں ہے اور اس کی فرضیت نہ تو علی الاطلاق ہے اور نہ ہی حج کی طرح فرضیت ہے۔ لہٰذا ہم فقہ حنفی کی پاسبانی کرتے ہیں یہ ضرور کہیں گے۔ دیگر فقہی مذاہب سے فقہ حنفی دلائل قوی ہیں اور شریعت اسلامیہ کے فقہی مسائل میں زیادہ قریب الی الشرع ترجمانی کرنے والے مسائل اسی فقہی مذہب میں ہے۔

(۱) عدم توقیت عدم فرضیت کی دلیل

فقہاء احناف کی یہ دلیل نہایت قوی ہے کہ اگر عمرے کا شریعت میں حکم وجوبی ہوتا تو اس میں توقیت کی شرط ضرور ہوتی جبکہ عمرہ تمام سال میں جائز ہے۔ اور اس کے لئے توقیت کا نہ پایا جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حرم شریف میں فرض ہونے والے حج اور اس عمرے میں ضرور افتراق ہے۔ اور یہی افتراق ہی اس کے عدم وجوب کی دلیل ہے۔

(۲) تعارض آثار سقوط فرضیت کی دلیل

ہم فقہاء احناف کی یہ دلیل بھی قرائن فقہیہ کے سب سے زیادہ قریب ہے کہ دیگر مذاہب نے جس قدر عمرے کی فرضیت یا وجوب میں آثار ذکر کیے ہیں ان میں کثیر تعارض ہے جو عمرے کی فضیلت کو بیان کرنے والا ہے اس کے وجوب کو ثابت کرنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا عمرہ فرض نہیں ہے بلکہ عمرہ سنت ہے۔

(۳) اہل مکہ پر عدم وجوب عدم فرضیت کی دلیل

وليس على أہل مكة عمرة نص عليه أحمد وقال :كان ابن عباس يرى العمرة واجبة ويقول :يا أهل مكة ليس عليكم عمرة إنما عمرتكم طوافكم بالبيت بهذا قال عطاء وطاوس :قال عطاء :ليس أحد من خلق الله إلا عليه حج وعمرة واجبان لا بد منهما لمن استطاع إليهما سبيلا إلا أہل مكة فإن عليهم حجة وليس عليهم عمرة من أجل طوافهم بالبيت ووجه ذلك أن ركن العمرة ومعظمها الطواف بالبيت وہم يفعلونه فاجزأ عنهم وحمل القاضي كلام أحمد على أنه لا عمرة عليهم مع الحجة لأنه يتقدم منهم فعلها في غير وقت

الحج والأمر على ما قلناه۔ (المغنی، ج ۳، ص ۱۶۸، بیروت)

عمرہ فرض نہیں لہٰذا وہ قرض بھی نہیں

جو علت میت کی طرف سے حج کے جائز ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے وہ علت عمرہ میں نہیں پائی جاتی لہٰذا فوت شدہ کی طرف سے عمرہ کو فوت شدہ کی طرف سے حج پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق یا قیاس باطل یا غلط ہے! البتہ حج بدل کی طرح عمرہ بدل کیا جاسکتا ہے اس پر نص موجود ہے۔

اس پر حج فرض ہوگیا ہو لیکن وہ زندگی بھر حج نہ کرسکے تو اس کے اولیاء اس کے ترکہ میں سے جس طرح باقی قرض ادا کریں گے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا قرض حج بھی ادا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی صورت کو قرض سے تشبیہ دی ہے۔

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً اقْضُوا اللَّهَ فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ (صحیح بخاری کتاب الحج باب الحج والنذور عن المیت)

عمرہ متعدد بار کرنے میں شوافع وحنابلہ کے دلائل کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ عمرہ کے تکرار میں کوئی حرج نہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے پر ابھارا اور ان دونوں عمروں کے مابین وقت کی کوئی تحدید نہیں کی۔

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں کہتے ہیں: سال میں کئی ایک بار عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، علی ابن عمر، ابن عباس، انس، اور عائشہ رضی اللہ عنہم اور عکرمہ، امام شافعی، سے یہ روایت کیا گیا ہے، اس لئے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ایک ماہ میں دوبار عمرہ کیا اور اس لئے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ کے مابین گناہوں کا کفارہ ہے۔ (متفق علیہ)

فقہاء شوافع حنابلہ کے اس مؤقف پر یہ نقض وارد ہوتا ہے کہ اگر عمرہ فرض یا واجب نہیں ہے تو پھر اس کے تعدد کی اباحت کی دلیل کیا ہے۔ اور اگر وہ حج پر قیاس کریں تو پھر حج وعمرے کا فرق کیا رہ جائے گا۔ لہٰذا عمرہ وہ عبادت ہوئی جس کے وقت میں کوئی تعین نہ ہوا۔ تعداد میں کوئی تعین نہ ہوا۔ وجوب میں کس طرح تعین کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا فقہاء احناف کے مطابق یہ سنت ہی ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کا بیان

حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ عمرہ کیا، صرف وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا ہے اس کے علاوہ باقی سب عمرے ذی القعدہ میں تھے۔

ایک عمرہ تو حدیبیہ سے، یا حدیبیہ کے زمانے میں ذی القعدہ کے مہینہ میں، اور ایک عمرہ آئندہ برس ذی القعدہ میں، اور ایک عمرہ جعرانہ سے یہ بھی ذی القعدہ میں تھا جب کہ آپ نے مال غنیمت بھی تقسیم فرمایا۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر الحج (1654) صحیح مسلم حدیث نمبر (الحج 1253)

حافظ ابن قیم کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد چار عمرے کیے جو سب کے سب ذی القعدہ کے مہینہ میں تھے۔ پہلا: عمرہ حدیبیہ: یہ سب سے پہلا عمرہ ہے جو کہ چھ ہجری میں کیا تو مشرکین مکہ میں انہیں روک دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے اونٹ وہیں ذبح کر دیے اور خود اور صحابہ کرام نے اپنے سر منڈوا کر اپنے احرام سے حلال ہو گئے اور اس سال مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ دوسرا: عمرہ قضاء: حدیبیہ کے بعد والے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور وہاں تین دن قیام فرمایا اور عمرہ مکمل کرنے کے بعد وہاں سے واپس تشریف لائے۔ تیسرا: وہ عمرہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ کیا تھا۔ چوتھا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی جانب نکلے اور مکہ واپسی پر جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ داخل ہوئے۔۔ حافظ ابن قیم کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے چار سے زائد نہیں ہیں۔ (زاد المعاد (2/90-93)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں: علماء کرام کا کہنا ہے کہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمرے ذی القعدہ کی فضیلت اور دور جاہلیت کی مخالفت کی بنا پر اس مہینہ میں کیئے، اس لیے کہ اہل جاہلیت کا یہ خیال تھا کہ ذی القعدہ میں عمرہ کرنا بہت بڑے فجور کا کام ہے جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کء بار اس لیے کیا تا کہ لوگوں کے لیے اچھی طرح بیان ہو جائے کہ اس مہینہ میں عمرہ کرنا جائز ہے، اور جو کچھ اہل جاہلیت کرتے تھے وہ باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(شرح مسلم (8/235)

1987 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: وَاللَّهِ مَا أَعْمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ فِي ذِي الْحِجَّةِ إِلَّا لِيَقْطَعَ بِذَلِكَ أَمْرَ أَهْلِ الشِّرْكِ، فَإِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنْ قُرَيْشٍ وَمَنْ دَانَ دِينَهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ: إِذَا عَفَا الْوَبَرْ وَبَرَأَ الدَّبَرْ وَدَخَلَ صَفَرْ فَقَدْ، حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ فَكَانُوا يُحَرِّمُونَ الْعُمْرَةَ حَتَّى يَنْسَلِخَ ذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ ﷝ کو ذی الحج کے مہینے میں صرف اس لیے عمرہ کروایا تھا۔ تا کہ آپ ﷺ مشرکین کی اس رسم کو ختم کر دیں کیونکہ قریش اور ان کے دین پر عمل پیرا لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ جب اونٹوں کے بال بڑھ جائیں ان کے زخم ٹھیک ہو جائیں اور صفر کا مہینہ شروع ہو جائے' تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ کرنا حلال ہوتا ہے یہ لوگ ذی الحج اور محرم گزر جانے سے پہلے عمرہ کرنے کو حرام قرار دیتے تھے۔

1988 حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَنِي رَسُولُ مَرْوَانَ، الَّذِي أُرْسِلَ إِلَى أُمِّ مَعْقِلٍ، قَالَتْ: كَانَ أَبُو مَعْقِلٍ حَاجًّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمَ، قَالَتْ أُمُّ مَعْقِلٍ: قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ عَلَيَّ حَجَّةً فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ حَتَّى دَخَلَا عَلَيْهِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ عَلَيَّ حَجَّةً وَإِنَّ لِأَبِي مَعْقِلٍ بَكْرًا، قَالَ أَبُو مَعْقِلٍ: صَدَقَتْ،

جَعَلْتُهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَعْطِهَا فَلْتَحُجَّ عَلَيْهِ. فَاِنَّهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَعْطَاهَا الْبَكْرَ. فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ امْرَاَةٌ قَدْ كَبِرْتُ وَسَقِمْتُ فَهَلْ مِنْ عَمَلٍ يُجْزِئُ عَنِّيْ مِنْ حَجَّتِيْ. قَالَ: عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تُجْزِئُ حَجَّةً

ابوبکر بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: مجھے مروان کے اس قاصد نے بتایا جس نے اسے سیّدہ اُمّ معقل رضی اللہ عنہا کے ہاں بھیجا تھا۔ سیّدہ اُمّ معقل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابومعقل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کرنے کے لیے روانہ ہوئے جب وہ آئے' تو سیّدہ اُمّ معقل رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ یہ بات جانتے ہیں کہ مجھ پر بھی حج لازم تھا پھر یہ دونوں روانہ ہوئے' یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھ پر بھی حج لازم تھا' اور حضرت ابومعقل رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جوان اونٹ ہے' تو حضرت ابومعقل رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ٹھیک کہہ رہی ہے میں نے اسے اللہ کی کے لیے مخصوص کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تم اسے دے دو تاکہ یہ اس پر حج کرلے' کیونکہ یہ (حج بھی) اللہ کی راہ میں ہے' تو حضرت ابومعقل رضی اللہ عنہ نے وہ اونٹ اسے دے دیا۔ اس خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں جو بوڑھی اور بیمار ہو چکی ہے' تو کیا کوئی ایسا عمل ہے جو میرے لیے حج کی جگہ کفایت کر جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا حج سے کفایت کر جاتا ہے۔

1989 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ عِيْسَى بْنِ مَعْقِلِ بْنِ اُمِّ مَعْقِلٍ الْاَسَدِيِّ اَسَدِ خُزَيْمَةَ، حَدَّثَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ جَدَّتِهِ اُمِّ مَعْقِلٍ، قَالَتْ: لَمَّا حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ وَكَانَ لَنَا جَمَلٌ، فَجَعَلَهُ اَبُوْ مَعْقِلٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَاَصَابَنَا مَرَضٌ وَهَلَكَ اَبُوْ مَعْقِلٍ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ حَجِّهِ جِئْتُهُ، فَقَالَ: يَا اُمَّ مَعْقِلٍ مَا مَنَعَكِ اَنْ تَخْرُجِيْ مَعَنَا؟. قَالَتْ: لَقَدْ تَهَيَّاْنَا فَهَلَكَ اَبُوْ مَعْقِلٍ وَكَانَ لَنَا جَمَلٌ هُوَ الَّذِيْ نَحُجُّ عَلَيْهِ فَاَوْصَى بِهِ اَبُوْ مَعْقِلٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَالَ: فَهَلَّا خَرَجْتِ عَلَيْهِ، فَاِنَّ الْحَجَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. فَاَمَّا اِذْ فَاتَتْكِ هٰذِهِ الْحَجَّةُ مَعَنَا فَاعْتَمِرِيْ فِيْ رَمَضَانَ فَاِنَّهَا كَحَجَّةٍ فَكَانَتْ تَقُوْلُ: الْحَجُّ حَجَّةٌ، وَالْعُمْرَةُ عُمْرَةٌ، وَقَدْ قَالَ: هٰذَا لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَدْرِيْ اَلِيْ خَاصَّةً

سیّدہ اُمّ معقل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کرنے کا ارادہ کیا' تو ہمارے پاس صرف ایک اونٹ تھا' جسے حضرت ابومعقل رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے وقف کیا تھا۔ پھر انہیں بیماری لاحق ہوئی جس کے نتیجے میں حضرت ابومعقل رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کر کے تشریف لائے' تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُمّ معقل تم ہمارے ساتھ (حج کے لیے) کیوں نہیں گئی تو اس خاتون نے عرض کی: ہم تیاری کر چکے تھے' لیکن حضرت ابومعقل رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ہمارے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا' جس پر ہم نے حج کے لیے جانا تھا۔ حضرت ابومعقل رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے یہ وصیت کر دی یہ اللہ کی راہ کے لیے ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: تم اس اونٹ پر سوار ہو کر کیوں روانہ نہیں ہوئی' کیونکہ حج بھی اللہ کی راہ میں ہوتا ہے' جب تمہارا ہمارے ساتھ یہ حج رہ گیا' تو اب تم رمضان میں عمرہ کر لینا' کیونکہ یہ حج کی مانند ہوتا ہے۔

وہ خاتون یہ کہا کرتی تھیں حج' حج ہوتا ہے۔ عمرہ' عمرہ ہوتا ہے' لیکن نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ بات ارشاد فرمائی کہ مجھے نہیں معلوم کہ کیا یہ بطور خاص میرے لیے ہے؟

1990 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَامِرٍ الْاَحْوَلِ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجَّ فَقَالَتْ: امْرَاَةٌ لِزَوْجِهَا اَحِجَّنِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَمَلِكَ. فَقَالَ: مَا عِنْدِيْ مَا اُحِجُّكِ عَلَيْهِ. قَالَتْ: اَحِجَّنِيْ عَلٰى جَمَلِكَ فُلَانٍ، قَالَ: ذَاكَ حَبِيسٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ امْرَاَتِيْ تَقْرَاُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللّٰهِ، وَاِنَّهَا سَاَلَتْنِي الْحَجَّ مَعَكَ. قَالَتْ: اَحِجَّنِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: مَا عِنْدِيْ مَا اُحِجُّكِ عَلَيْهِ. فَقَالَتْ اَحِجَّنِيْ عَلٰى جَمَلِكَ فُلَانٍ. فَقُلْتُ: ذَاكَ حَبِيسٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. فَقَالَ: اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَحْجَجْتَهَا عَلَيْهِ كَانَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَاِنَّهَا اَمَرَتْنِيْ اَنْ اَسْاَلَكَ مَا يَعْدِلُ حَجَّةً مَعَكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَقْرِئْهَا السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللّٰهِ وَبَرَكَاتِهٖ، وَاَخْبِرْهَا اَنَّهَا تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِيْ يَعْنِيْ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حج کے لیے جانے کا ارادہ کیا' تو ایک خاتون نے اپنے شوہر سے کہا: تم اپنے اونٹ پر مجھے بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج پر لے جاؤ تو اس نے کہا: میرے پاس ایسا کوئی جانور نہیں ہے' جس پر سوار کروا کر میں تمہیں حج کرواؤں۔ تو اس عورت نے کہا: تم اپنے فلاں اونٹ پر مجھے حج کرادو۔ تو اس شخص نے کہا: وہ تو اللہ کی راہ کے لیے وقف ہے۔ وہ شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: میری بیوی نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا ہے اور اس نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں اسے آپ ﷺ کے ساتھ حج کرواؤں اس نے مجھے یہ کہا ہے کہ تم مجھے اللہ کے رسول کے ساتھ حج کراؤ۔ میں نے کہا: میرے پاس ایسا کوئی جانور نہیں ہے' جس پر میں تمہیں سوار کروا کر لے کر جاؤں' تو اس نے کہا: تم مجھے اپنے فلاں اونٹ پر حج کے لیے لے جاؤ۔ میں نے کہا: وہ تو اللہ کی راہ کے لیے وقف ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس عورت کو اس اونٹ پر حج کروا دیتے ہو' تو یہ بھی اللہ کی راہ میں شمار ہوگا۔

اس شخص نے عرض کی: اس عورت نے مجھے یہ کہا تھا کہ میں آپ ﷺ سے یہ سوال کروں کہ کون سی چیز آپ ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہو سکتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس عورت کو میری طرف سے سلام کہنا اور اسے یہ بتانا: یہ چیز میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے' نبی اکرم ﷺ کی مراد رمضان میں عمرہ کرنا تھی۔

1991 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ عُمْرَتَيْنِ عُمْرَةً فِيْ ذِي الْقِعْدَةِ، وَعُمْرَةً

فِيْ شَوَّالٍ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دو عمرے کیے تھے۔ ایک عمرہ ذی القعدہ میں کیا تھا اور ایک عمرہ شوال میں کیا تھا۔

1992 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَرَّتَيْنِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ ابْنُ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ اعْتَمَرَ ثَلَاثًا سِوَى الَّتِي قَرَنَهَا بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ

❁❁ مجاہد بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا نبی اکرم ﷺ نے کتنے عمرے کیے؟ انہوں نے جواب دیا: دو۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ بات جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس عمرے کے علاوہ تین عمرے کیے تھے جو عمرہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے ساتھ کیا تھا۔

1993 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، وَقُتَيْبَةُ، قَالَا: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عُمَرٍ: عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَالثَّانِيَةَ حِيْنَ تَوَاطَئُوا عَلٰى عُمْرَةٍ مِنْ قَابِلٍ، وَالثَّالِثَةَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ، وَالرَّابِعَةَ الَّتِي قَرَنَ مَعَ حَجَّتِهِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے چار عمرے کیے تھے۔ عمرہ حدیبیہ، دوسرا وہ عمرہ جو اگلے سال آپ ﷺ نے کیا، تیسرا وہ عمرہ جو جعرانہ سے کیا۔ چوتھا وہ جو آپ ﷺ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

1994 حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَهُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ اَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ اِلَّا الَّتِي مَعَ حَجَّتِهِ.

1991- رجاله ثقات، وقد اختلف في وصله وارساله، فقد رواه مالك في "موطئه"/3421 عن هشام بن عروة، عن ابيه مرسلاً، ورجح ابن عبد البر في "التمهيد"/28922 المرسل، وكذلك ابن القيم في "زاد المعاد"/1252، فانه رجح المرسل، وقال: وهو غلط ايضاً، اما من هشام، واما من عروة، اصابه فيه ما اصاب ابن عمر، وقد رواه ابو داود مرفوعاً عن عائشة، وهو غلط ايضاً لا يصح رفعه. قال: ويدل على بطلانه عن عائشة: ان عائشة وابن عباس وانس بن مالك، قالوا: لم يعتمر رسول الله - صلّى الله عليه وسلم - الا في ذي القعدة. وهذا هو الصواب. فان عمرة الحديبية وعمرة القضية كانتا في ذي القعدة، وعمرة القران انما كانت في ذي القعدة، وعمرة الجعرانة ايضاً كانت في اول ذي القعدة، وانما وقع الاشتباه انه خرج من مكة في شوال للقاء العدو، وفرغ من عدوه، وقسم الغنائم، ودخل مكة معتمراً من الجعرانة، ودخل مكة ليلاً معتمراً من الجعرانة، وخرج منها ليلاً، فخفيت عمرته هذه على كثير من الناس، وكذلك قال مُحرِّش الكعبي. والله اعلم. وقال الذهبي في "مهذب السنن الكبرى" للبيهقي/1624: هذا منكر

1993- اسناده صحيح. النُفيليُّ: عبد الله بن محمد بن علي بن نُفيل، وقتيبة: هو ابنُ سعيد، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه ابن ماجه (3003)، والترمذي (828) من طريق داود بن عبد الرحمن ابن داود العطار، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن غريب. واخرجه الترمذي (829) من طريق سفيان بن عيينة، عن عمرو بن دينار، عن عكرمة. مرسلاً. وهو في "مسند احمد" (2211)، و"صحيح ابن حبان" (3946).

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: اَتْقَنْتُ مِنْ هَاهُنَا مِنْ هُدْبَةَ وَسَمِعْتُهُ مِنْ اَبِي الْوَلِيدِ، وَلَمْ اَضْبِطْهُ عُمْرَةً زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ اَوْ مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةَ الْقَضَاءِ فِيْ ذِي الْقِعْدَةِ، وَعُمْرَةً مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِيْ ذِي الْقِعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے تھے۔ وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی القعد کے مہینے میں کیے تھے۔ سوائے اس کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ کیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کے یہ الفاظ: میں نے ہدبہ سے سن کر یاد رکھے اور میں نے یہ ابوولید سے سنے تھے لیکن مجھے یہ الفاظ پوری طرح سے یاد نہیں رہے کہ کیا الفاظ ہیں وہ عمرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے زمانے میں کیا تھا یا یہ الفاظ ہیں: وہ عمرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے کیا تھا' اور وہ عمرہ قضاء جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی القعد کے مہینے میں کیا تھا' اور ایک عمرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے کیا تھا۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی القعدہ کے مہینے میں حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تھا' اور ایک عمرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا۔

حج وعمرے کی فضیلت میں احادیث کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پھر عرض کیا گیا کہ اس کے بعد کونسا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر عرض کیا گیا کہ اس کے بعد کونسا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج مقبول۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فریضۂ حج ادا کرنے میں جلدی کرو کیونکہ کسی کو نہیں معلوم کہ اسے کیا عذر پیش آ جائے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہے (یعنی جس پر حج فرض ہو گیا ہے) اس کو جلدی کرنی چاہئے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو کسی ضروری حاجت یا ظالم بادشاہ یا مرض شدید نے حج سے نہیں روکا، اور اس نے حج نہیں کیا اور مر گیا تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔ (الدارمی) (یعنی یہ شخص یہود ونصاریٰ کے مشابہ ہے)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ کچھ آدمیوں کو شہر بھیج کر تحقیق کراؤں کہ جن لوگوں کو حج کی طاقت ہے اور انھوں نے حج نہیں کیا، تا کہ ان پر جزیہ مقرر کر دیا جائے۔ ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں۔

1994- اسناده صحيح. همام: هو ابن يحيى العوذي، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وابو الوليد الطيالسي: هو هشام بن عبد الملك. واخرجه البخاري (1780) و (4148) ومختصراً (3066)، ومسلم (1253) من طريق هدبة بن خالد، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (1778) و (1779)، ومسلم (1253)، والترمذي (827) من طرق عن همام بن يحيى، به. وهو في "مسند احمد" (12372)، و"صحيح ابن حبان" (3764).

(سعید نے اپنی سنن میں روایت کیا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ جس نے قدرت کے باوجود حج نہیں کیا، اس کے لئے برابر ہے کہ وہ یہودی ہوکر مرے یا عیسائی ہوکر۔ (سعید نے اپنی سنن میں روایت کیا) غور فرمائیں کہ کس قدر سخت وعیدیں ہیں ان لوگوں کے لئے جن پر حج فرض ہوگیا ہے، لیکن دنیاوی اغراض یا سستی کی وجہ سے بلاشرعی مجبوری کے حج ادا نہیں کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے محض اللہ کی خوشنودی کے لئے حج کیا اور اس دوران کوئی بیہودہ بات یا گناہ نہیں کیا تو وہ (پاک ہوکر) ایسا لوٹتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے روز (پاک تھا)۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو دونوں عمروں کے درمیان سرزد ہوں۔ اور حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: پے در پے حج اور عمرے کیا کرو۔ بے شک یہ دونوں (حج اور عمرہ) فقر یعنی Mina غریبی اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے۔ (ابن ماجہ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمیں معلوم ہے کہ جہاد سب سے افضل عمل ہے، کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں (عورتوں کے لئے) عمدہ ترین جہاد حج مبرور ہے۔ (بخاری)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا عورتوں پر بھی جہاد (فرض) ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں خوں ریزی نہیں ہے اور وہ حج مبرور ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اپنا دایاں ہاتھ آگے کیجئے تاکہ میں آپ ﷺ سے بیعت کروں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا، تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا، عمرو کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! شرط رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کیا شرط رکھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا (گزشتہ) گناہوں کی مغفرت کی۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام (میں داخل ہونا) گزشتہ تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے۔ ہجرت گزشتہ تمام گناہوں کو مٹادیتی ہے۔ اور حج گزشتہ تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو وہ قبول فرمائے، اگر وہ اس سے مغفرت طلب کریں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی حج کرنے والے سے تمہاری ملاقات ہو تو اُس کے اپنے گھر میں پہنچنے سے پہلے اس کو سلام کرو اور مصافحہ کرو اور اس سے اپنی مغفرت کی دعا کے لئے کہو

کیونکہ وہ اس حال میں ہے کہ اس کے گناہوں کی مغفرت ہو چکی ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو حاجی سوار ہو کر حج کرتا ہے اس کی سواری کے ہر قدم پر ستر hajj-pedal نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو حج پیدل کرتا ہے اس کے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں میں سے لکھی جاتی ہیں۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حرم کی نیکیاں کتنی ہوتی ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ (بزاز، کبیر، اوسط)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج میں خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کی طرح ہے یعنی حج میں خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرے عمرے کا ثواب تیرے خرچ کے بقدر ہے یعنی جتنا زیادہ اس پر خرچ کیا جائے گا اتنا ہی ثواب ہوگا۔ (الحاکم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ حج کی نیکی کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: حج کی نیکی لوگوں کو کھانا کھلانا اور نرم گفتگو کرنا ہے۔ (رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط وابن خزیمۃ فی صحیحہ)۔ مسند احمد اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: حج کی نیکی، کھانا کھلانا اور لوگوں کو کثرت سے سلام کرنا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حاجی لبیک کہتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے دائیں اور بائیں جانب جو پتھر، درخت اور ڈھیلے وغیرہ ہوتے ہیں وہ بھی لبیک کہتے ہیں اور اسی طرح زمین کی انتہا تک یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے (یعنی ہر چیز ساتھ میں لبیک کہتی ہے)۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ کی ایک سو بیس (۱۲۰) رحمتیں روزانہ اس گھر (خانہ کعبہ) پر نازل ہوتی ہیں جن میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر، چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس خانہ کعبہ کو دیکھنے والوں پر۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دو رکعت ادا کیں گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا۔ (ابن ماجہ)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حجر اسود اور مقام ابراہیم قیمتی پتھروں میں سے دو پتھر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں پتھروں کی روشنی ختم کر دی ہے، اگر اللہ تعالیٰ حجر اسود کو ایسا نہ کرتا تو یہ دونوں پتھر مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز کو روشن کر دیتے۔ (ابن خزیمہ)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حجر اسود جنت سے اترا ہوا پتھر ہے جو کہ دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن لوگوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حجر اسود کو اللہ جل شانہ قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جن سے وہ بولے گا اور گواہی دے گا اُس شخص کے حق میں جس نے اُس کا حق کے ساتھ بوسہ لیا ہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ان دونوں پتھروں (حجر اسود اور رکن یمانی) کو چھونا گناہوں کو مٹاتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں، جو شخص وہاں جاکر یہ دعا پڑھے: (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ) تو وہ سب فرشتے آمین کہتے ہیں۔ (یعنی یا اللہ! اس شخص کی دعا قبول فرما) (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں کعبہ شریف میں داخل ہوکر نماز پڑھنا چاہتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر حطیم میں لے گئے اور فرمایا: جب تم بیت اللہ (کعبہ) کے اندر نماز پڑھنا چاہو تو یہاں (حطیم میں) کھڑے ہوکر نماز پڑھ لو۔ یہ بھی بیت اللہ شریف کا حصہ ہے۔ تیری قوم نے بیت اللہ (کعبہ) کی تعمیر کے وقت (حلال کمائی میسر نہ ہونے کی وجہ سے) اسے (چھت کے بغیر) تھوڑا سا تعمیر کرا دیا تھا۔ (نسائی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے وہی فائدہ اس سے حاصل ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر سب سے بہتر پانی زمزم ہے جو بھوکے کے لئے کھانا اور بیمار کے لئے شفا ہے۔ (طبرانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زمزم کا پانی (مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ) لے جایا کرتی تھیں اور فرماتیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی لے جایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عرفہ کے دن کے علاوہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کثرت سے بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں، اس دن اللہ تعالیٰ (اپنے بندوں کے) بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے اُن (حاجیوں) کی وجہ سے فخر کرتے ہیں اور فرشتوں سے Arafah پوچھتے ہیں (ذرا بتاؤ تو) یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ (مسلم)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: غزوۂ بدر کا دن تو مستثنیٰ ہے اس کو چھوڑ کر کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں جس میں شیطان بہت ذلیل ہو رہا ہو، بہت راندہ پھر رہا ہو، بہت حقیر ہو رہا ہو، بہت زیادہ غصہ میں پھر رہا ہو، یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ وہ عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا کثرت سے نازل ہونا اور بندوں کے بڑے بڑے

گناہوں کا معاف ہونا دیکھتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج کو جائے اور راستہ میں انتقال کر جائے، اس کے لئے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور جو شخص عمرہ کے لئے جائے اور راستہ میں انتقال کر جائے، تو اس کو قیامت تک عمرہ کا ثواب ملتا رہے گا۔ اور جو شخص جہاد کے لئے نکلے اور راستہ میں انتقال کر جائے، تو اس کے لئے قیامت تک جہاد کا ثواب لکھا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

بَابُ الْمُهِلَّةِ بِالْعُمْرَةِ تَحِيضُ فَيُدْرِكُهَا الْحَجُّ فَتَنْقُضُ عُمْرَتَهَا وَتُهِلُّ بِالْحَجِّ هَلْ تَقْضِي عُمْرَتَهَا؟

باب: عمرہ کا احرام باندھنے والی عورت کو اگر حیض آجائے اور حج کا وقت بھی آجائے' تو وہ اپنے عمرے کو ختم کر دے گی اور حج کا احرام باندھ لے گی' تو کیا وہ عمرے کی قضاء کرے گی

1995 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَکَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْهَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَرْدِفْ اُخْتَکَ عَائِشَةَ فَاَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ فَاِذَا هَبَطْتَ بِهَا مِنَ الْاَكَمَةِ فَلْتُحْرِمْ فَاِنَّهَا عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ

❁❁ سیدہ حفصہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عبدالرحمن! اپنی بہن عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھالو اور اسے تنعیم سے عمرہ کروا دو۔ جب تم ٹیلے سے نیچے اترو تو عائشہ کو احرام باندھ لینا چاہئے اس طرح یہ عمرہ مقبول ہوگا۔

1996 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُزَاحِمِ بْنِ اَبِيْ مُزَاحِمٍ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ مُزَاحِمٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَسِيدٍ، عَنْ مُحَرِّشٍ الْكَعْبِيِّ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجِعْرَانَةَ فَجَاءَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَرَكَعَ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ اَحْرَمَ، ثُمَّ اسْتَوٰى عَلٰى رَاحِلَتِهِ فَاسْتَقْبَلَ بَطْنَ سَرِفَ حَتّٰى لَقِيَ طَرِيْقَ الْمَدِيْنَةِ فَاَصْبَحَ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ

❁❁ حضرت محرش کعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے۔ پھر جتنا اللہ کو منظور تھا اتنی نماز ادا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا اپنی سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرف کے نشیبی حصے کا رخ کیا' یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے راستے پر آئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں یوں صبح کی جیسے رات یہیں گزاری تھی۔

بَابُ الْمَقَامِ فِي الْعُمْرَةِ

باب: عمرہ میں مقیم رہنے کا حکم

1997 حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، وَعَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَامَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ ثَلَاثًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عمرہ قضاء کے موقع پر نبی اکرم ﷺ (مکہ میں) تین دن ٹھہرے تھے۔

بَابُ الْإِفَاضَةِ فِي الْحَجِّ

باب: حج میں طواف افاضہ کرنا

1998 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى يَعْنِي رَاجِعًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن طواف افاضہ کیا پھر آپ ﷺ نے ظہر کی نماز منیٰ میں ادا کی یعنی واپس آکر ادا کی۔

شرح

حج میں یہ طواف فرض ہے۔ اور یہی اس میں رکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ'' اس میں اسی طواف کا ذکر ہے۔ اور اس کا نام طواف افاضہ بھی رکھا گیا ہے اور یوم نحر کا یہی طواف ہے۔ اور اس طواف کو ان دنوں سے مؤخر کرنا مکروہ ہے اسی دلیل کی بنیاد پر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ یہ طواف انہی دنوں کے ساتھ موقت ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر اس نے اس کو مؤخر کیا تو اس پر دم لازم ہے۔ (ہدایہ، کتاب الحج لاہور)

1999 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَنْ أُمِّهِ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، يُحَدِّثَانِهِ جَمِيعًا ذَاكَ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَتْ لَيْلَتِي الَّتِي يَصِيرُ إِلَيَّ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَاءَ يَوْمِ النَّحْرِ فَصَارَ إِلَيَّ وَدَخَلَ عَلَيَّ وَهْبُ بْنُ زَمْعَةَ وَمَعَهُ رَجُلٌ مِنْ آلِ أَبِي أُمَيَّةَ مُتَقَمِّصَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَهْبٍ: هَلْ أَفَضْتَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ؟ قَالَ: لَا وَاللَّهِ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْزِعْ عَنْكَ الْقَمِيصَ قَالَ: فَنَزَعَهُ مِنْ رَأْسِهِ وَنَزَعَ صَاحِبُهُ قَمِيصَهُ مِنْ رَأْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: وَلِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: إِنَّ هَذَا يَوْمٌ رُخِّصَ لَكُمْ إِذَا أَنْتُمْ رَمَيْتُمُ الْجَمْرَةَ أَنْ تَحِلُّوا يَعْنِي مِنْ كُلِّ مَا حُرِمْتُمْ مِنْهُ إِلَّا النِّسَاءَ، فَإِذَا أَمْسَيْتُمْ قَبْلَ أَنْ تَطُوفُوا

هٰذَا الْبَيْتَ صِرْتُمْ حُرُمًا كَهَيْئَتِكُمْ قَبْلَ اَنْ تَرْمُوا الْجَمْرَةَ حَتّٰى تَطُوفُوا بِهِ

سیّدہ زینت بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: جب میری باری کی رات تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت میرے پاس تشریف لائے۔ یہ قربانی کے دن کی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس موجود تھے کہ وہب بن زمعہ میرے ہاں آئے۔ ان کے ساتھ ابوامیہ کی آل سے تعلق رکھنے والا ایک شخص بھی تھا۔ ان دونوں نے قمیصیں پہنی ہوئی تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہب سے دریافت کیا: اے ابوعبداللہ! کیا تم نے طواف افاضہ کرلیا ہے؟ تو اس نے عرض کی: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! جی نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم یہ قمیص اتاردو۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے اپنے سر کی طرف سے اسے اتار دیا۔ ان کے ساتھی نے بھی اپنے سر کی طرف سے قمیص کو اتار دیا۔ پھر انہوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! یہ کیوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس دن کے بارے میں تمہیں یہ اجازت دی گئی ہے کہ جب تم جمرہ کی رمی کرچکے ہو' تو تم احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہو' البتہ خواتین کا معاملہ مختلف ہے اور جب تم اس گھر کا طواف کرنے سے پہلے شام کردیتے ہو' تو تم پھر دوبارہ پہلے کی طرح احرام کی حالت میں آجاتے ہو' جو جمرہ کو کنکریاں مارنے سے پہلے تھی' یہ اس وقت تک رہے گا' جب تک تم طواف نہیں کرلیتے۔

2000 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَّرَ طَوَافَ يَوْمِ النَّحْرِ اِلَى اللَّيْلِ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن کے طواف کو رات تک مؤخر کیا تھا۔

طواف کا طریقہ اور دعائیں

(۱) جب حجر اسود کے قریب پہنچے تو یہ دعا پڑھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(۲) شروع طواف سے پہلے مرد اضطباع کرلے یعنی چادر کو دہنی بغل کے نیچے سے نکالے کہ دہنا مونڈھا کھلا رہے اور دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال دے۔

(۳) اب کعبہ کی طرف منہ کر کے حجر اسود کی دہنی طرف رکن یمانی کی جانب سنگ اسود کے قریب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے دہنے ہاتھ کو رہے پھر طواف کی نیت کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ طَوَافَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ

(۴) اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کئے اپنی دہنی جانب چلو جب سنگ اسود کے مقابل ہو۔ (اور یہ بات ادنیٰ حرکت میں حاصل ہو جائے گی) کانوں تک ہاتھ اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف رہیں اور کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ط

اور نیت کے وقت ہاتھ نہ اٹھاؤ جیسے بعض مطوف کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔(۵) میسر ہو سکے تو حجر اسود پر دونوں ہتھلیاں اوران کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز نہ پیدا ہو تین بار ایسا ہی کرو یہ نصیب ہو تو کمال سعادت ہے یقیناً تمہارے محبوب و مولیٰ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا اور روئے اقدس اس پر رکھا ہے خوش نصیبی کہ تمہارا منہ وہاں تک پہنچے اور ہجوم کے سبب نہ ہو سکے تو نہ اوروں کو ایذا دو نہ آپ دبو کچلو بلکہ اس کے عوض ہاتھ سے چھو کر اسے چوم لو اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے اسے چھو کر چوم لو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے انہیں بوسہ دے لو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ رکھنے کی جگہ پر نگاہیں پڑ رہی ہیں یہی کیا کم ہے اور حجر اسود کو بوسہ دینے یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے یا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔
استلام کے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَطَھِّرْلِیْ قَلْبِیْ وَاشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ

حدیث میں ہے روز قیامت یہ پتھر اٹھایا جائے گا اس کی آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا زبان ہو گی جس سے کلام کرے گا جس نے حق کے ساتھ اس کا بوسہ دیا اور استلام کیا اس کے لئے گواہی دے گا:

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًام بِکَ وَتَصْدِیْقًام بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً م بِعَھْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِّسُنَّةِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَکَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ۔

کہتے ہوئے دروازہ کعبہ کی طرف بڑھو جب حجر مبارک کے سامنے سے گزر جاؤ سیدھے ہو لو۔ خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ پر لے کر یوں چلو کہ کسی کو ایذا نہ دو۔(۷) پہلے تین پھیروں میں مرد رمل کرتا چلے یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتا شانے ہلاتا جیسے قوی و بہادر لوگ چلتے ہیں نہ کودنا نہ دوڑنا جہاں زیادہ ہجوم ہو جائے اور رمل میں اپنی یا دوسرے کی ایذا ہو تو اتنی دیر رمل ترک کرے مگر رمل کی خاطر رکے نہیں بلکہ طواف میں مشغول رہے پھر جب موقع مل جائے تو جتنی دیر تک کے لئے ملے رمل کے ساتھ طواف کرے۔ (۸) طواف میں جس قدر خانہ کعبہ سے نزدیک ہو بہتر ہے مگر نہ اتنا کہ پشتہ دیوار پر جسم لگے یا کپڑا اور نزدیکی میں کثرت ہجوم کے سبب رمل نہ ہو سکے تو دوری بہتر ہے۔(۹) جب ملتزم کے سامنے آئے یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا الْبَیْتُ بَیْتُکَ وَالْحَرَمُ حَرَمُکَ وَالْاَمْنُ اَمْنُکَ وَھٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِبِکَ مِنَ النَّارِ فَاَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ اَللّٰھُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاخْلُفْ عَلٰی کُلِّ غَائِبَةٍ بِخَیْرٍ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط

اور جب رکن یمانی کے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّکِّ وَالشِّرْکِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ۔

اور جب میزاب رحمت کے سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلا ظِلُّکَ وَلاَ بَاقِیَ اِلاَّ وَجْھُکَ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرْبَۃً ھَنِیْئَۃً لاَ اَظْمَاُ بَعْدَھَا اَبَدًا ط

اور جب رکن شامی کے سامنے آئے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّتِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَالِمَ مَا فِی الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِیْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔

جب رکن یمانی کے پاس آؤ تو اسے دونوں ہاتھ یا دہنے ہاتھ سے تبرکاً چھوؤ نہ صرف بائیں سے اور چاہو تو اسے بوسہ بھی دو اور نہ ہو سکے تو یہاں لکڑی سے چھونا یا اشارہ کر کے ہاتھ چومنا نہیں اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ط

اور رکن شامی یا عراقی کو چھونا یا بوسہ دینا کچھ نہیں۔

جب اس سے بڑھو تو یہ مستحاب ہے جہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہیں گے۔ وہی دعا جامع پڑھو:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (۲:۲۰)

یا اپنے اور سب احباب و مسلمین اور اس حقیر ذلیل کی نیت سے صرف درود شریف پڑھے کہ یہ کافی ووافی ہے۔ دعائیں یاد نہ ہوں تو وہ اختیار کرے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سچے وعدہ سے تمام دعاؤں سے بہتر و افضل ہے۔ یعنی یہاں اور تمام مواقع میں اپنے لئے دعا کے بدلے حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنا دے گا اور تیرے گناہ معاف فرما دے گا۔

طواف میں دعا یا درود شریف پڑھنے کے لئے رکو نہیں بلکہ چلتے میں پڑھو۔

دعا اور درود چلا چلا کر نہ پڑھو جیسے مطوف پڑھا کرتے ہیں بلکہ آہستہ پڑھو اس قدر کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

اب جو چاروں طرف گھوم کر حجر اسود کے پاس پہنچا یہ ایک پھیرا ہوا اور اس وقت بھی حجر اسود کو بوسہ دے یا وہی طریقے برتے بلکہ ہر پھیرے کے ختم پر یہ کرے۔ یونہی سات پھیرے کرے مگر باقی پھیروں میں نیت کرنا نہیں کہ نیت کرنا تو شروع میں ہو چکی اور رمل صرف اگلے تین پھیروں میں ہے باقی چار میں آہستہ بغیر شانہ ہلائے معمولی چال چلے۔

جب ساتوں پھیرے پورے ہو جائیں تو آخر میں پھر حجر اسود کو بوسہ دے یا وہی طریقے ہاتھ یا لکڑی کے برتے۔ اس طواف کو طواف قدوم کہتے ہیں یعنی حاضری دربار کا مجرا۔ یہ باہر والوں کے لئے مسنون ہے۔ یعنی ان کے لئے جو میقات کے باہر سے آئے ہیں مکہ والوں یا میقات کے اندر کے رہنے والوں کے لئے یہ طواف نہیں ہاں اگر مکہ والا میقات سے باہر گیا تو اسے بھی طواف قدوم مسنون ہے۔ (بہار شریعت، کتاب الحج، لاہور)

2001 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ. اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ. حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ. عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْمُلْ فِي السَّبْعِ الَّذِي اَفَاضَ فِيْهِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے طواف افاضہ کے دوران رمل نہیں کیا تھا۔

طواف کی تین اقسام کا بیان

طواف کی تین قسمیں ہیں طواف قدوم، طواف زیارت اور اس کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں اور طواف وداع اس کو طواف صدر بھی کہتے ہیں، جو حج کرنے والا مسافر ہو اس کے لئے طواف قدوم سنت ہے اور طواف زیارت ہر حج کرنے والے پر فرض ہے اور طواف وداع، حج کرنے والے مسافر پر واجب ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ طواف قدوم کے متعلق لکھتے ہیں:

اور بیت اللہ کا طواف قدوم کرے اور یہ باہر سے آ کر حج کرنے والے کے لئے سنت ہے کیونکہ وہ بیت اللہ میں قدم رکھنے والا ہے، اس طواف کی ابتداء طواف کرنے سے پہلے کعبہ کے دروازہ کے قریب اپنی دائیں جانب سے کرے اس طرح بیت اللہ اس کی بائیں جانب ہو جائے گا۔ طواف شروع کرنے سے پہلے اپنے احرام کی چادر اپنی دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے اور حطیم کے پیچھے سے طواف کرے اور سات بار کعبہ کے گرد چکر لگائے اور پہلے تین چکروں میں رمل کرے یعنی تیز تیز چلے اور ہر چکر میں طواف حجر اسود سے شروع کر کے حجر اسود پر ختم کرے اور جب بھی حجر اسود کے سامنے سے گزرے تو تعظیم کرے اگر ممکن ہو تو اس کو بوسہ دے یا چھوئے یا اس کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر اس طرح اشارہ کرے گویا اس کو پکڑ رہا ہے اور رکن یمانی کی بھی تعظیم کرے اور یہ مستحب ہے لیکن بوسہ دینے کے بغیر امام محمد نے کہا یہ سنت ہے اور رکن یمانی کو بھی بوسہ دے اور دلائل اس کے سنت ہونے اور اس کو بوسہ دینے کی تائید کرتے ہیں۔ (علامہ شامی نے کہا میں مذکور ہے کہ رکن یمانی کو بوسہ نہ دے اور امام محمد کی طرف جو قول منسوب ہے، وہ ضعیف ہے) اور حجر اسود اور رکن یمانی کے ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھے۔

(الدر المختار مع رد المختار ج ۳ ص 448-454 مختصراً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1420ھ)

طواف زیارت یہ ہے کہ ایام نحر (دس، گیارہ، بارہ ذوالحج) میں سے کسی دن کعبہ کے گرد سات چکر لگائے اور اس میں رمل نہ کرے اور نہ اس کے بعد سعی کرے اگر اس سے پہلے سعی کر چکا ہے ورنہ رمل بھی کرے اور سعی بھی کرے۔ اس کا افضل وقت دس ذوالحج کو نماز فجر کے بعد ہے اور اس کا وقت آخر عمر تک رہتا ہے۔ (علامہ شامی نے کہا ہے اگر اس نے بغیر عذر کے ۱۲ ذوالحج کے بعد طواف زیارت کیا تو وہ گناہ گار ہوگا) طواف زیارت سے قبل جب اس نے حلق کرا لیا (سر منڈا لیا یا بال کٹوا لئے) تو اس کی بیوی اس پر حلال ہو جائے گی اور ایام نحر کے بعد اگر طواف زیارت کیا تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور اس پر دم واجب ہوگا (ایک بکری ذبح کرنا ہوگی) اور یہ بہ قدر امکان ہے اگر عورت کو حیض آیا ہوا ہو یا کوئی اور عذر ہو تو طواف زیارت کو بغیر کراہت اور وجوب دم کے مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ (الدر المختار مع رد المختار ج ۳ ص 476-478 ملخصاً بیروت)

جب حج کرنے والا مکہ مکرمہ سے سفر کرنے کا ارادہ کرے تو پھر کعبہ کا الوداعی طواف کرے، اس کو طواف وداع اور طواف صدر کہتے ہیں۔ اس میں کعبہ کے گرد سات بار چکر لگائے نہ رمل کرے اور نہ سعی کرے۔ یہ اہل مکہ کے علاوہ ہر حج کرنے والے پر واجب ہے اور اہل مکہ کے لئے مستحب ہے۔ (الدر المختار مع رد المختار ج ۳ ص 482-483 مختصراً بیروت)

بَابُ الْوَدَاعِ

باب: طواف رخصت

2002 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُونَ فِي كُلِّ وَجْهٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پہلے لوگ کسی بھی طرف سے واپس چلے جاتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی شخص اس وقت تک ہرگز روانہ نہ ہو۔ جب تک وہ سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف نہ کر لے۔

طواف کے بعض مسائل واحکام کا بیان

طواف میں نیت فرض ہے بغیر نیت طواف نہیں مگر یہ شرط نہیں کسی معین طواف کی نیت کرے بلکہ ہر طواف' مطلق نیت طواف سے ادا ہو جاتا ہے بلکہ جس طواف کو کسی وقت میں معین کر دیا گیا ہے اگر اس وقت کسی دوسرے طواف کی نیت سے کیا تو یہ یہ دوسرا نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو معین ہے مثلاً عمرہ کا احرام باندھ کر باہر سے آیا اور طواف کیا تو یہ عمرہ کا طواف ہے اگر چہ نیت میں یہ نہ ہو۔ یونہی حج کا احرام باندھ کر باہر والا آیا اور طواف کیا تو طواف قدوم ہے یا قِران کا احرام باندھ کر آیا اور دو طواف کیے تو پہلا عمرہ کا ہے۔ دوسرا طواف قدوم یا دسویں تاریخ کو طواف کیا تو طواف زیارت ہے اگر چہ ان سب میں نیت کسی اور کی ہو۔

(منسک، فتاوی ہندیہ، کتاب المناسک، بیروت)

یہ طریقہ طواف کا جو مذکورہ ہوا اگر کسی نے اس کے خلاف طواف کیا مثلاً بائیں طرف سے شروع کیا کہ کعبہ معظمہ طواف کرنے میں سیدھے ہاتھ کو رہا یا کعبہ معظمہ کو منہ یا پیٹھ کر کے آڑا آڑا طواف کیا یا حجر اسود سے شروع نہ کیا تو جب تک مکہ معظمہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کیا اور وہاں سے چلا آیا تو دم واجب ہے یونہی حطیم کے اندر سے طواف کرنا ناجائز ہے لہٰذا اس کا بھی اعادہ کرے چاہیے تو یہ کہ پورے ہی طواف کا اعادہ کرے اور اگر صرف حطیم کا سات بار طواف کر لیا کہ رکن عراقی سے رکن شامی تک حطیم کے باہر گیا اور وا پس آیا یونہی سات بار کر لیا تو بھی کافی ہے۔ اور اس صورت میں افضل یہ ہے کہ حطیم کے باہر واپس آئے اور اندر سے واپس ہوا جب بھی جائز ہے۔ (درّ مختار، ردالمحتار، منسک، بحر، تبیین، منسک، فتاوی ہندیہ، کتاب المناسک، بیروت)

طواف سات پھیروں پر ختم ہو گیا اب اگر آٹھواں پھیرا جان بوجھ کر قصداً شروع کر دیا تو یہ ایک جدید طواف شروع ہوا اسے بھی اب سات پھیرے کر کے ختم کرے۔ یونہی اگر محض وہم و وسوسہ کی بنا پر آٹھواں پھیرا شروع کیا کہ شاید ابھی چھ ہی ہوئے ہیں

2002- اسناده صحيح. نصر بن علي: هو ابن ضهبان الازدي، وسفيان: هو ابن عيينة، وسليمان الاحول: هو ابن ابي مسلم المكي، وطاوس: هو ابن كيسان. واخرجه مسلم (1327)، وابن ماجه (3070)، والنسائي في "الكبرى" (4170) من طرق عن سفيان، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (1755)، ومسلم (1328)، والنسائي في "الكبرى" (4185)

جب بھی اسے سات پھیرے کر کے ختم کرے۔ ہاں اگر اس آٹھویں کو ساتواں گمان کیا بعد میں معلوم ہوا کہ سات ہو چکے ہیں تو اسی پر ختم کر دے سات پورے کرنے کی ضرورت نہیں۔ طواف کے پھیروں میں شک واقع ہوا کہ کتنے ہوئے تو اگر طواف فرض یا واجب ہے تو اب سے سات پھیرے کرے اور اگر کسی ایک عادل شخص نے بتادیا کہ اتنے پھیرے ہوئے تو اس کے قول پر عمل کر لینا بہتر ہے اور دو عادل نے بتایا تو ان کے کہے پر ضرور عمل کرے اور اگر طواف فرض یا واجب نہیں ہے تو گمان غالب پر عمل کرے۔ طواف کعبہ معظمہ مسجد الحرام شریف کے اندر ہوگا اگر مسجد کے باہر سے طواف کیا نہ ہوا۔

جو ایسا بیمار ہے کہ خود طواف نہیں کر سکتا اور سو رہا ہے اس کے ہمراہیوں نے طواف کرایا اگر سونے سے پہلے حکم دیا تھا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔ مریض نے اپنے ساتھیوں سے کہا مزدور لا کر مجھے طواف کرا دو پھر سو گیا اگر فوراً مزدور لا کر طواف کرا دیا تو ہو گیا اور اگر دوسرے کام میں لگ گئے دیر میں مزدور لائے اور سوتے میں طواف کرایا تو نہ ہوا مگر مزدوری بہر حال لازم ہے۔ مریض کو طواف کرایا اور اپنے طواف کی بھی نیت ہے تو دونوں کے طواف ہو گئے۔ اگر چہ دونوں کے دو قسم کے طواف ہوں۔

(منسک، فتاویٰ ہندیہ، کتاب المناسک، بیروت)

طواف کرتے کرتے نماز جنازہ یا نماز فرض یا نیا وضو کرنے کے لئے چلا گیا تو واپس آ کر اسی پہلے طواف پر بنا کرے یعنی جتنے پھیرے رہ گئے ہوں انہیں کر لے طواف پورا ہو جائے گا سرے سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں اور سرے سے کیا جب بھی حرج نہیں اور اس صورت میں اس پہلے کو پورا کرنا ضروری نہیں اور بنا کی صورت میں جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے شروع کرے حجر اسود سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب اس وقت ہے جبکہ پہلے چار پھیرے سے کم کئے تھے اور اگر چار پھیرے یا زیادہ کئے تھے تو بنا ہی کرے۔

طواف کر رہا تھا کہ جماعت قائم ہوئی اور جانتا ہے کہ پھیرا پورا کرے گا تو رکعت جاتی رہے گی یا جنازہ آ گیا ہے انتظار نہ ہوگا تو وہیں سے چھوڑ کر نماز میں شریک ہو جائے اور بلا ضرورت چلا جانا مکروہ ہے مگر طواف باطل نہ ہوگا یعنی آ کر پورا کر لے۔ معذور طواف کر رہا ہے چار پھیروں کے بعد وقت نماز جاتا رہا تو اب اسے حکم ہے کہ وضو کر کے طواف کرے کیونکہ وقت نماز خارج ہونے سے معذور کا وضو جاتا رہتا ہے اور بغیر وضو طواف حرام اب وضو کرنے کے بعد جو باقی ہے پورا کرے اور چار پھیروں سے پہلے وقت ختم ہو گیا جب بھی وضو کر کے باقی کو پورا کرے اور اس صورت میں افضل یہ ہے کہ سرے سے کرے۔ (منسک) رَمل صرف پہلے تین پھیروں میں سنت ہے ساتوں میں کرنا مکروہ لہٰذا اگر پہلے میں نہ کیا تو صرف دوسرے اور تیسرے میں کرے اور پہلے تین میں نہ کیا تو باقی چار میں نہ کرے اگر بھیڑ کی وجہ سے رمل کا موقع نہ ملے تو رمل کی خاطر نہ رکے بلا رمل طواف کر لے اور جہاں جہاں موقع ہاتھ آئے اتنی دور رمل کر لے اور اگر ابھی شروع نہیں کیا ہے اور جانتا ہے کہ بھیڑ کی وجہ سے رمل نہ کر سکے گا اور یہ بھی معلوم ہے کہ ٹھہرنے سے موقع مل جائے گا تو انتظار کرے۔ (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری، بحر، تبیین)

رمل اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی ہو لہٰذا اگر طواف قدوم کے بعد کی سعی طواف زیارت تک موخر کرے تو طواف قدوم میں رمل نہیں۔ (عالمگیری، ردالمحتار، بحر) طواف کے ساتوں پھیروں میں اِضطباع سنت ہے اور طواف کے بعد اضطباع نہ کرے

یہاں تک کہ طواف کے بعد کی نماز میں اگر اضطباع کیا تو مکروہ ہے اور اضطباع صرف اسی طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہو اور اگر طواف کے بعد سعی نہ ہو تو اضطباع بھی نہیں (منسک، بحر، تبیین) میں نے بعض مطوف کو دیکھا کہ حجاج کو وقت احرام سے ہدایت کرتے ہیں کہ اضطباع کئے رہیں۔ یہاں تک کہ نماز احرام میں اضطباع کئے ہوئے تھے حالانکہ نماز میں مونڈھا کھلا رہنا مکروہ ہے۔

طواف کی حالت میں خصوصیت کے ساتھ ایسی باتوں سے پرہیز رکھے۔ جنہیں شرع مطہر پسند نہیں کرتی مرد اور عورتوں کی طرف بری نگاہ نہ کرے کسی میں اگر کچھ عیب ہو یا وہ خراب حالت میں ہو تو نظر حقارت سے اسے نہ دیکھے بلکہ اسے بھی نظر حقارت سے نہ دیکھے جو اپنی نادانی کے سبب ارکان ٹھیک ادا نہیں کرتا بلکہ ایسے کو نہایت نرمی کے ساتھ سمجھا دے۔

(منسک، فتاوی ہندیہ، کتاب المناسک، بیروت)

بَابُ الْحَائِضِ تَخْرُجُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ

باب: حیض والی عورت طواف افاضہ کے بعد روانہ ہوگی

2003 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَقِيلَ: اِنَّهَا قَدْ حَاضَتْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَلَّهَا حَابِسَتُنَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اِنَّهَا قَدْ اَفَاضَتْ، فَقَالَ: فَلَا اِذًا

❀❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا۔ تو عرض کی گئی: انہیں حیض آ گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شاید اس کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑے گا۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

2004 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، اَخْبَرَنَا اَبُو عَوَانَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ، قَالَ: اَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَسَاَلْتُهُ عَنِ الْمَرْاَةِ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ تَحِيضُ، قَالَ: لِيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ قَالَ: فَقَالَ الْحَارِثُ: كَذَلِكَ اَفْتَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: اَرِبْتَ عَنْ يَدَيْكَ سَاَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ

2003- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، ومالك: هو ابن انس. وهو عند مالك في "الموطا" 413.1/ واخرجه البخاري (4401)، ومسلم باثر (1328)، وابن ماجه (3072) من طريق ابن شهاب الزهري، عن ابي سلمة وعروة، عن عائشة، به. واخرجه البخاري (328)، ومسلم باثر (1328)، والنسائي في "الكبرى" (4181) من طريق عمرة بنت عبد الرحمن، والبخاري (1561) و (1762) و (1771) و (1772) و (5329) و (6157)، ومسلم (1211) باثر (1328)، وابن ماجه (3073) من طريق الاسود بن يزيد، والبخاري (1733)، ومسلم باثر (1328) من طريق ابي سلمة بن عبد الرحمن، والبخاري (1757)، ومسلم باثر (1328)، والترمذي (963) من طريق القاسم بن محمد، اربعتهم عن عائشة، به. وهو في "مسند احمد" (24101) و (25662)، و "صحيح ابن حبان" (3902) و (3903) و (3904).

سَأَلْتَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لِكَيْ مَا أُخَالِفَ

حضرت حارث بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے ایسی عورت کے بارے میں دریافت کیا: جو قربانی کے دن بیت اللہ کا طواف کر لیتی ہے اور پھر اسے حیض آجاتا ہے' تو انہوں نے فرمایا: اس عورت کو سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف کرنا چاہئے۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسی طرح فتویٰ دیا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے ہاتھ برباد ہو جائیں تم نے مجھ سے ایسی چیز کے بارے میں دریافت کیا' جس کے بارے میں تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر چکے ہو' تاکہ میں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم) کے برخلاف فیصلہ دوں۔

بَابُ طَوَافِ الْوَدَاعِ

باب: طواف رخصت

2005 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَفْلَحَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَحْرَمْتُ مِنَ التَّنْعِيمِ بِعُمْرَةٍ فَدَخَلْتُ فَقَضَيْتُ عُمْرَتِي وَانْتَظَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ حَتَّى فَرَغْتُ، وَأَمَرَ النَّاسَ بِالرَّحِيلِ. قَالَتْ: وَأَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فَطَافَ بِهِ ثُمَّ خَرَجَ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے تنعیم سے عمرے کا احرام باندھا میں (حرم میں) داخل ہوئی۔ میں نے اپنا عمرہ ادا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادی ابطح میں میرا انتظار کر رہے تھے' جب میں فارغ ہوگئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کا حکم دیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا طواف کیا اور روانہ ہوگئے۔

2006 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي الْحَنَفِيَّ، حَدَّثَنَا أَفْلَحُ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجْتُ مَعَهُ تَعْنِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّفْرِ الْآخِرِ فَنَزَلَ الْمُحَصَّبَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ بَشَّارٍ قِصَّةَ بَعْثِهَا إِلَى التَّنْعِيمِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ. قَالَتْ: ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ فَأَذَّنَ فِي أَصْحَابِهِ بِالرَّحِيلِ فَارْتَحَلَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَطَافَ بِهِ حِينَ خَرَجَ، ثُمَّ انْصَرَفَ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں ان کے ساتھ روانہ ہوئی۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ' جو آخری روانگی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی محصب میں پڑاؤ کیا۔

2005- اسنادہ صحیح. خالد: ھو ابن عبد اللہ المزنی مولاھم الطحان, و افلح: ھو ابن حمید الانصاری, و القاسم: ھو ابن محمد التیمی. و قد ثبت احرام عائشة من التنعیم لقضاء العمرة بعد الحج من غیر طریق افلح کما سلف عند المصنف بالارقام (1778) و (1781) و (1782). واما طوافه -صلی اللہ علیہ وسلم- بعد ذلک طواف الوداع فسیاتی بعدہ.

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن بشار نامی راوی نے اپنی روایت میں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم بھجوانے کا ذکر نہیں کیا۔
سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں صبح صادق کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو روانگی کا حکم دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس سے صبح کی نماز سے پہلے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلنے کے وقت اس کا طواف کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

2007 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ طَارِقٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ أُمِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَازَ مَكَانًا مِنْ دَارِ يَعْلَى نَسِيَهُ عُبَيْدُ اللَّهِ اسْتَقْبَلَ الْبَيْتَ فَدَعَا

❀❀ عبدالرحمن بن طارق اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دار یعلیٰ میں موجود جگہ کے آگے سے گزرے یہاں عبیداللہ نامی راوی اس جگہ کو بھول گئے ہیں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے دعا مانگی:

بَابُ التَّحْصِيبِ

باب: وادی محصب میں پڑاؤ کرنا

2008 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنَّمَا نَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَصَّبَ لِيَكُونَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ، وَلَيْسَ بِسُنَّةٍ فَمَنْ شَاءَ نَزَلَهُ، وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَنْزِلْهُ

❀❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی محصب میں اس لیے پڑاؤ کیا تھا کیونکہ وہاں سے نکلنا آسان ہے۔ یہ سنت نہیں ہے' جو شخص چاہے وہ وہاں پڑاؤ کر لے اور جو شخص چاہے وہ وہاں پڑاؤ نہ کرے۔

مقام محصب میں ٹھہرنے کا بیان

اور جب وہ مکہ روانہ ہو تو محصب میں اترے اور وہی ابطح ہے اور یہ ایک جگہ کا نام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے تھے اور محصب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اترنا بطور ارادہ تھا۔ اور صحیح روایت یہی ہے۔ لہٰذا محصب میں اترنا سنت ہو گیا اور اس دلیل کی بنیاد پر جو روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ہم کل کے دن خیف میں اتریں گے خیف بنو کنانہ میں ہے جہاں مشرکین نے اپنے شرک پر قسمیں اٹھائیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مشرکوں نے بنو ہاشم کو چھوڑنے میں بڑی کوشش کی تھی تو ہم نے سمجھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں محصب میں اترے۔ تا کہ مشرکین دیکھائیں کہ اللہ تعالیٰ کی

2007- اسناده ضعيف لجهالة حال عبد الرحمن بن طارق. وقد اضطرب في اسناده هذا، فقد رواه مرة عن ابيه، وقال مرة: عن عمه. قال البخاري في "التاريخ الكبير" 2985/: ولا يصح، وقال مرة اخرى: عن امه، كما عند المصنف هنا، وهو الاشبه فيما ذكره الحافظ في ترجمة طارق بن علقمة من "الاصابة." هشام بن يوسف: هو الصنعاني، وابن جريج: هو عبد الملك بن عبد العزيز. واخرجه النسائي في "الكبرى" (3865) من طريق ابي عاصم النبيل، عن ابن جريج، بهذا الاسناد.

قدرت لطیفہ آپ کے ساتھ ہے لہٰذا طواف میں رمل کی طرح یہ سنت ہو گیا۔ (ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

مقام محصب میں اترنے کے سنت ہونے کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابطح میں اترنا یعنی ٹھہرنا سنت نہیں ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو وہاں صرف اس لئے اترے تھے کہ مکہ سے چلنے میں آسانی ہو جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس ہوئے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تیرہویں ذی الحجہ کو منیٰ سے لوٹے تو ابطح یعنی محصب میں صرف اس غرض سے ٹھہر گئے تھے تا کہ وہاں اپنا سامان وغیرہ چھوڑ کر مکہ جائیں اور وہاں طواف الوداع کریں اور جب مکہ سے مدینہ واپس ہوں تو اس وقت سامان وغیرہ ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے آسانی ہو۔ اس بارہ میں جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے تو اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ تحصب یعنی محصب میں ٹھہرنا سنت ہے اور افعال حج کا ایک تتمہ ہے۔ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے، ان کے نزدیک قیام محصب کے مسنون ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا تھا کہ کل ہم انشاء اللہ خیف بنی کنانہ یعنی محصب میں ٹھہریں گے، اور اس کا سبب یہ تھا کہ خیف بنی کنانہ ہی وہ جگہ ہے جہاں مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں باہم یہ عہد و پیمان کیا تھا اور یہ قسم کھائی تھی کہ ہم بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب یعنی ان دونوں خاندانوں کے لوگوں سے میل جول، نکاح بیاہ، خرید و فروخت اور ان میں اٹھنا بیٹھنا اس وقت تک چھوڑے رہیں گے جب تک یہ لوگ محمد کو ہمارے سپرد نہ کر دیں گے گویا اس مقام پر انہوں نے ان خاندانوں سے مکمل مقاطعہ اور بائیکاٹ کا اعلان کر کے شعائر کفر کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی قوت کو غالب فرمایا اور کفر و شرک کا پھیلاؤ دور ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقوع پر منیٰ سے مکہ کو واپس ہوتے ہوئے یہ چاہا کہ اس جگہ یعنی خیف بنی کنانہ (محصب) میں ٹھہر کر شعائر اسلام کو ظاہر کریں جہاں کچھ ہی سال پیشتر کفار نے شعائر کفر کو ظاہر کیا تھا اور اس طرح وہاں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کیا جو اس نے اسلام کو غلبہ اور عظمت دے کر عطا فرمائی تھیں۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت عمر فاروق کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یوم النفر کی رات میں ابطح میں ٹھہرنا منجملہ سنت ہے، نیز یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو اس رات میں ابطح میں ٹھہرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

فقہ حنفی کی مشہور ترین کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابطح میں اس مقصد سے قیام فرماتے تھے کہ مشرکین کو اللہ تعالیٰ کی قدرت دکھائیں کہ کل جس جگہ انہوں نے مکمل مقاطعہ کا عہد و پیمان کر کے اپنی برتری کا اظہار کیا تھا آج وہی جگہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کے زیر تسلط ہے، چنانچہ اس جگہ رات میں قیام سنت ہے۔ اس کے برخلاف، بعض حضرات کہتے ہیں کہ محصب میں قیام سنت نہیں ہے کہ کیونکہ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام محض اتفاقی طور پر ہو گیا تھا جس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان سفر کے نگران تھے اپنی رائے سے اور اتفاقی طور پر وہاں رک گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ نصب کر دیا، اس بارے میں نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم نہیں تھا۔

قیام محصب کو سنت نہ کہنے والوں میں حضرت ابن عباس کے علاوہ حضرت عائشہ بھی ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا۔ بہرکیف اس بارہ میں بہتر بات یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محصب میں ٹھہرنا منقول ہے چاہے وہ ٹھہرنا اتفاقی طور پر ہی کیوں نہ رہا ہو تو اچھا یہی ہے کہ وہاں قیام کرلیا جائے جیسا کہ دیگر صحابہ اور خلفاء راشدین بھی اس پر عمل کرتے تھے اور اگر کوئی شخص وہاں نہ ٹھہرے تو اس میں کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ محصب میں اترنا کوئی عبادت نہیں ہے وہ تو صرف ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یونہی) ٹھہرا کرتے تھے۔ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے (مقام) ذی طویٰ میں جو کہ مکہ کے ساتھ متصل ہے اور مکہ سے مدینہ لوٹتے وقت اس کنکریلے میدان (بطحاء) میں ٹھہرنا جو ذوالحلیفہ میں ہی حدیث نمبر 862۔

محصب میں ٹھہرنا کوئی حج کا رکن نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آرام کے لیے اس خیال سے کہ مدینہ کی روانگی وہاں سے آسان ہوگی ٹھہر گئے تھے، چنانچہ عصرین ومغربین آپ نے وہیں ادا کیں، اس پر بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہرے تو یہ ٹھہرنا مستحب ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں ٹھہرا کرتے تھے۔

2009 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الْمَعْنٰى. ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالُوْا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ: لَمْ يَاْمُرْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُنْزِلَهُ وَلٰكِنْ ضَرَبْتُ قُبَّتَهُ، فَنَزَلَهُ. قَالَ مُسَدَّدٌ: وَكَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عُثْمَانُ: يَعْنِيْ فِي الْاَبْطَحِ

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت نہیں کی تھی کہ میں یہاں پڑاؤ کا انتظام کروں لیکن میں نے یہاں خیمہ لگالیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پڑاؤ کیا۔

مسدد کہتے ہیں: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے نگران تھے۔ عثمان نامی راوی کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خیمہ وادی ابطح میں لگایا تھا۔

2010 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا؟ فِيْ حَجَّتِهِ، قَالَ. هَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مَنْزِلًا. ثُمَّ قَالَ: نَحْنُ نَازِلُوْنَ بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ حَيْثُ قَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِي الْمُحَصَّبَ، وَذٰلِكَ اَنَّ بَنِيْ كِنَانَةَ حَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ اَنْ لَا يُنَاكِحُوْهُمْ، وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ، وَلَا يُؤْوُوْهُمْ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَالْخَيْفُ: الْوَادِيْ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں پڑاؤ کریں گے؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقع کی بات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی رہنے کی جگہ چھوڑی ہے؟ پھر

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم خیف بنو کنانہ میں پڑاؤ کریں گے جہاں قریش نے کفر پر ثابت قدم رہنے کا معاہدہ کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی مراد وادی محصب تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنو کنانہ نے قریش کے ساتھ بنو ہاشم کے خلاف یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ شادی و بیاہ نہیں کریں گے۔ انہیں پناہ نہیں دیں گے اور ان کے ساتھ خرید و فروخت نہیں کریں گے۔

زہری کہتے ہیں: لفظ خیف سے مراد وادی ہے۔

2011 حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمْرٍو يَعْنِي الْاَوْزَاعِيَّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: حِيْنَ اَرَادَ اَنْ يَّنْفِرَ مِنْ مِنًى نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ اَوَّلَهُ وَلَا ذَكَرَ الْخَيْفُ الْوَادِي

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب منیٰ سے روانگی کا ارادہ کیا' تو ارشاد فرمایا: کل ہم پڑاؤ کریں گے۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے' تاہم انہوں نے اس کا ابتدائی حصہ ذکر نہیں کیا اور یہ بات بھی ذکر نہیں کی ہے لفظ خیف سے مراد وادی ہے۔

2012 حَدَّثَنَا مُوْسٰى اَبُوْ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَاَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَهْجَعُ هَجْعَةً بِالْبَطْحَاءِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ وَيَزْعُمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ وادی ابطح میں تھوڑی سی دیر سوتے تھے' پھر مکہ میں داخل ہوتے تھے اور یہ بات بیان کرتے تھے نبی اکرم ﷺ نے اسی طرح کیا تھا۔

2013 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَاَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْبَطْحَاءِ، ثُمَّ هَجَعَ بِهَا هَجْعَةً، ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں بطحاء میں ادا کیں اور تھوڑی دیر کے لیے سو گئے اور پھر آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہی کیا کرتے تھے۔

بَابٌ فِيْمَنْ قَدَّمَ شَيْئًا قَبْلَ شَيْءٍ فِيْ حَجِّهِ

باب: جو شخص حج میں کوئی عمل کسی دوسرے سے پہلے کر دے (اس کا حکم)

2014 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَنَّهُ قَالَ: وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى يَسْاَلُوْنَهُ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ وَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَمْ اَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ، قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ: فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ اَوْ اُخِّرَ اِلَّا، قَالَ: اصْنَعْ وَلَا حَرَجَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں ٹھہر گئے تا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کریں۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے پتہ نہیں تھا۔ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اب قربانی کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک شخص آیا اس نے کہا: یارسول اللہ! مجھے پتہ نہیں تھا میں نے رمی کرنے سے پہلے ہی قربانی کر لی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اب رمی کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن جس بھی کام کے پہلے یا بعد میں کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا: تم اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

2015 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَكَانَ النَّاسُ يَاْتُوْنَهُ، فَمَنْ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، سَعَيْتُ قَبْلَ اَنْ اَطُوْفَ اَوْ قَدَّمْتُ شَيْئًا اَوْ اَخَّرْتُ شَيْئًا فَكَانَ يَقُوْلُ: لَا حَرَجَ لَا حَرَجَ، اِلَّا عَلٰى رَجُلٍ اقْتَرَضَ عِرْضَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ ظَالِمٌ، فَذٰلِكَ الَّذِيْ حَرِجَ وَهَلَكَ

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کے لیے روانہ ہوا لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے کوئی شخص یہ کہتا: یارسول اللہ! میں نے طواف کرنے سے پہلے سعی کر لی ہے یا میں نے فلاں چیز کو پہلے کر لیا ہے یا مؤخر کر دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے: کوئی حرج نہیں ہے کوئی حرج نہیں ہے البتہ کوئی شخص اگر کسی مسلمان کی عزت کو نقصان پہنچائے اور وہ ظلم کے طور پر ایسا کرے تو ایسا شخص گناہ کا مرتکب ہوگا اور ہلاکت کا شکار ہوگا۔

افعال حج میں تقدیم وتاخیر کی وجہ سے وجوب دم میں مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر جب منیٰ میں ٹھہرے تا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل دریافت کریں تو ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ ناواقفیت کی وجہ سے میں نے ذبح کرنے سے پہلے اپنا سر منڈا لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ذبح کر لو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر ایک اور شخص نے آ کر عرض کیا کہ میں نے ناواقفیت کی بناء پر کنکریاں مارنے سے پہلے جانور ذبح کر لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب کنکریاں مار لو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس فعل کی بھی تقدیم یا تاخیر کے بارے میں سوال کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ اب کر لو۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(بخاری ومسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب کنکریاں مارلو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں نے خانہ کعبہ کا فرض طواف کنکریاں مارنے سے پہلے کرلیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب کنکریاں مارلو، اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس روایت میں ان افعال حج کی تقدیم وتاخیر کے سلسلے میں فرمایا گیا ہے اور سائلین کے جواب دیئے گئے ہیں جو قربانی کے دن یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو کئے جاتے ہیں، چنانچہ اس دن چار چیزیں ہوتی ہیں جن کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے منیٰ میں پہنچ کر جمرہ عقبہ پر جو ایک مینار ہے سات کنکریاں ماری جائیں، پھر جانور کہ جن کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے ذبح کئے جائیں اس کے بعد سر منڈایا جائے یا بال کتروائے جائیں اور پھر مکہ جا کر خانہ کعبہ کا طواف کیا جائے، اس ترتیب کے ساتھ ان افعال کی ادائیگی اکثر علماء کے نزدیک مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں سنت ہے

چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بھی انہیں میں شامل ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک اگر ان افعال کی ادائیگی میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو بطور جزاء (اس کے بدلہ میں) دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب نہیں ہوتا۔ علماء کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا ترتیب واجب ہے۔

حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک بھی اس جماعت کے ساتھ ہیں۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ ارشاد گرامی اس میں کوئی حرج نہیں ہے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ یہ تقدیم وتاخیر چونکہ ناواقفیت یا نسیان کی وجہ سے ہوئی ہے اس لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے لیکن جزاء کے طور پر دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب ہوگا۔ لہٰذا ان حضرات کے مسلک کے مطابق ان چاروں چیزوں میں سے کوئی چیز اگر مقدم یا مؤخر ہوگئی تو بطور جزاء ایک بکری یا اس کے مانند کوئی جانور ذبح کرنا ضروری ہوگا۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسی ہی ایک حدیث روایت کی ہے جب کہ خود انہوں نے مذکورہ افعال کی تقدیم وتاخیر کے سلسلہ میں دم واجب کیا ہے اگر وہ حدیث کے وہ معنی نہ سمجھتے جو حضرت امام اعظم اور ان کے ہمنوا علماء نے سمجھے ہیں تو وہ خود دم واجب کیوں کرتے؟

یوم نحر میں افعال اربعہ کی ترتیب کے وجوب میں مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یوم نحر میں چار چیزیں کا عمل کیا جاتا ہے جن کی ترتیب کے وجوب وعدم وجوب میں اختلاف ہے۔ اور وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ (۱) رمی (۲) نحر (۳) حلق (۴) طواف۔

حضرت امام مالک وامام شافعی علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ ترتیب واجب ہے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ترتیب مستحب ہے۔ اور اگر اس نے حلق نحر سے مقدم کیا تو جائز ہے۔ اور ان کے اس ایک قول کے مطابق اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔

اور ان کے ایک قول کے مطابق اگر اس نے رمی کو مقدم کیا تو اس پر دم واجب ہے۔ اور امام مالک علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح

روایت ہے۔ جبکہ امام احمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ان تمام میں سے کسی ایک بھی بطور جہالت یا بھول کر مقدم کرنے کی صورت میں کچھ واجب نہیں ہے۔ اور اگر اس نے بطور ارادہ مقدم کیا تو وجوب دم میں دو روایات ہیں۔

حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک تقدیم وتاخیر کی صورت دم دے گا خواہ وہ جہالت کی بناء پر ہو یا بھول کر ہو۔ حضرت امام مالک، امام زفر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

بَابٌ فِي مَكَّةَ

باب: مکہ میں (بعض مخصوص احکام)

2016 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ، عَنْ بَعْضِ أَهْلِهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِمَّا يَلِي بَابَ بَنِي سَهْمٍ وَالنَّاسُ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ. قَالَ سُفْيَانُ: لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ سُتْرَةٌ. قَالَ سُفْيَانُ: كَانَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا عَنْهُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا كَثِيرٌ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: فَسَأَلْتُهُ. فَقَالَ: لَيْسَ مِنْ أَبِي سَمِعْتُهُ وَلَكِنْ مِنْ بَعْضِ أَهْلِي عَنْ جَدِّي

❁❁ کثیر بن کثیر اپنے اہل خانہ کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو بنو سہم کی طرف والے دروازے کے قریب نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا لوگ نبی اکرم ﷺ کے آگے سے گزر رہے تھے حالانکہ نبی اکرم ﷺ کے اور خانہ کعبہ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔

سفیان نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ اور خانہ کعبہ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں کثیر نامی راوی کے یہ الفاظ ہیں: یہ روایت میں نے اپنے والد سے نہیں سنی ہے بلکہ اپنے خاندان کے ایک فرد کے حوالے سے اپنے دادا سے سنی ہے۔

شرح

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی مکہ آتے، تو ذی طوی میں رات گزارتے اور جب صبح ہوتی تو غسل کرتے اور نماز پڑھتے پھر دن کو مکہ میں داخل ہوتے اور جب مکہ سے واپس ہوتے تو اس وقت بھی ذی طوی سے گزرتے اور صبح تک وہیں رات بسر کرتے، نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1106)

2016- اسناده ضعيف لابهام الواسطة بين كثير بن كثير وجدّه. واخرجه ابن ماجه (2958) من طريق ابى اسامة، والنسائى فى "الكبرى" (836) من طريق عيسى بن يونس، و (3939) من طريق يحيى بن سعيد القطان، ثلاثتهم عن ابن جريج، عن كثير بن كثير، عن ابيه، عن جده. فعين الواسطة، والصحيح ان كثيرا لم يسمعه من ابيه، وانما سمعه من بعض اهله، كما نص هو على ذلك فى رواية المصنف وغيره، وهو الذى صوبه الدارقطنى فى "العلل" /5 ورقة 10. وهو فى "مسند احمد" (27241)، و "صحيح ابن حبان" (2363).

ذی طوی ایک جگہ کا نام ہے جو حدود حرم میں مقام تنعیم کی طرف واقع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تو استراحت کے لئے رات ذی طوی گزارتے پھر صبح غسل فرماتے اور نماز پڑھ کر اس شہر مقدس میں داخل ہوتے۔ نماز سے بظاہر نماز نفل مراد ہے جو وہاں جانے کے لئے پڑھتے تھے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے واپس ہوتے تو اس وقت بھی ذی طوی میں قیام فرماتے تا کہ رفقاء وہاں جمع ہو جائیں اور سب لوگوں کا سامان وغیرہ اکٹھا ہو جائے۔ حضرت ابن ملک فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مکہ میں دن کے وقت داخل ہونا مستحب ہے تا کہ شہر میں داخل ہوتے ہی بیت اللہ شریف نظر آئے اور دعا کی جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع کے موقع پر) جب مکہ تشریف لائے تو شہر میں اس کے بلند حصہ کی طرف سے داخل ہوئے اور (واپسی کے وقت) نشیبی حصے کی طرف سے نکلے۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1107)

مکہ کے جس طرف ذی طوی ہے وہی شہر کا بلند حصہ ہے، جنت المعلی یعنی مکہ کا مشہور قبرستان بھی اسی جانب ہے۔ شہر کی دوسری جانب نشیبی حصہ ہے۔

مکہ مکرمہ کی قدیم تاریخ

کعبۃ المشرفہ پوری دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ ہے اور یہ گھر مکہ مکرمہ جیسی عظیم الشان سرزمین میں واقع ہے، اس لئے مسلمانوں کا سرزمین مقدس سے دلی و جذباتی لگاؤ ہے، اسلام کی تاریخ یہیں سے شروع ہوتی ہے، اور توحید کی دعوت کا آغاز یہیں سے ہوا، دین کے لئے جس جذبہ قربانی وخود سپردگی کی ضرورت ہے اس کی جھلک اسی جگہ کے واقعات میں پوشیدہ ہے، دینی حیثیت کے ساتھ ساتھ اقتصادی، معاشرتی، ادبی، تاریخی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے لئے مکہ مکرمہ ممتاز حیثیت رکھتا ہے، اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر کو مبعوث فرما کر اور ان پر قرآن کریم نازل فرما کر نیز ان کی دعوت کو عالمی اور دائمی دعوت کا امتیاز عطا فرما کر اس سرزمین اور اس کی تاریخ کو ایسی معنویت عطا فرمادی ہے جس کا بیان الفاظ کے ذریعہ ممکن نہیں، بتوفیق اللہ اس مقدس سرزمین کا مختصر خاکہ پیش خدمت ہے

لفظ مکہ ایک تعارف

لفظ مکہ یا مَک یا مَلَکّ سے مشتق ہے اور مَک دھکیلنے اور جذب کرنے کو کہا جاتا ہے اس لئے کہ لوگ اس مقدس شہر میں چلنے اور طواف کرنے میں ایک دوسرے کو دھکیلتے ہیں اور یہ ارض مقدس گناہ گار انسانوں کے گناہ کو جذب کر لیتا ہے

(تاریخ العروس 6/462، شفاء الغرام 1/54 وغیرہ)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شہر کرہ ارض کے وسط میں واقع ہے اور دنیا بھر کے دریاؤں اور چشموں کے پانی کا منبع بھی ہے، اس طرح تمام روئے زمین مکہ مکرمہ کے پانی سے سیراب اور فیض یاب ہو رہی ہے۔ (لسان العرب 6/360)

مکہ مکرمہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

قرآن مجید میں اس سرزمینِ پاک کو مکہ، بکہ، ام القریٰ، وادی غیر ذی ذرع جیسے ذی شان ناموں سے یاد گیا گیا ہے، مکہ اور بکہ حقیقت میں ایک ہی لفظ ہے لیکن بکہ کی باء میم بدل کر مکہ بن گیا ہے، جس طرح لفظ لازم اصل میں لازب تھا مگر باء میم کے ساتھ تبدیل ہوگئی اور لازم استعمال ہونے لگا۔ (تفسیر کبیر 3/301، تفسیر قرطبی 4/138، تفسیر البغوی 1/385)

امام لیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مکہ کو مکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ہر ظالم و جابر جب وہ ملحدانہ فعل کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ (تاریخ مکہ دکرمہ و بیت الحرام لدکتور وصی اللہ عباس ص:40)

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مکہ کو مکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ راستہ میں چلتے ہوئے بھیڑ کی وجہ سے ایک دوسرے کو دھکیلتے اور چیر پھاڑ کر نکلتے ہیں کان الناس یبلك بعضھم بعضا فی الطریق بھیڑ کی وجہ سے ایک دوسرے کو دھکیلتے اور چیر پھاڑ کر نکلتے ہیں۔ (تاج العروس 6/436)

ولادت مکہ مکرمہ

پانی کی سطح پر ابھرنے والا وہ مقدس مقام جسے زمین کی پیدائش سے تقریباً دو ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے وجود بخشا وہ مکہ مکرمہ ہی کی زمین تھی، پھر اس کے نیچے سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے زمین بچھادی۔ (تاریخ کعبہ: ص34)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے پانی کے چار ستونوں پر کھڑا کر کے مکہ مکرمہ بنایا گیا جن کی بنیادیں ساتویں زمین تک گہری تھیں پھر زمین اس کے نیچے سے پھیلادی گئی۔

(مصنف عبدالرزاق 5/92، تفسیر طبری 1/547)

عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے پیدائش سے ایک ہزار سال قبل پیدا فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، پھر عرش کے نیچے زمین کو بچھادیا گیا۔ (تفسیر طبری 4/13)

مجاہد یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کعبہ کو بنایا پھر اس کے نیچے زمین کو بچھادیا گیا۔ (تفسیر طبری 4/13)

تفسیر کبیر میں ایک روایت آئی ہے کہ مکہ مکرمہ روئے زمین کے اوسط میں واقع ہے اور یہ زمین کی ناف ہے اس لئے اسے ام القریٰ بھی کہا جاتا ہے اور یہ بیت المعمور کا سایہ ہے۔ (معجم البلدان 7/256، تفسیر کبیر 3/9)

یہ تمام اقوال اس بات کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ مکہ مکرمہ کی سرزمین دنیا کی تمام زمین سے پیدائش کے اعتبار سے قدیم ہے

مکہ اور بکہ کے درمیان فرق

علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بکہ صرف بیت اللہ شریف ہے اور اس کے ماسوا پورا شہر مکہ ہے اور بکہ ہی وہ مقام ہے جہاں طواف کیا جاسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ طواف صرف حرم کے اندر ہی جائز ہے باہر نہیں کیونکہ باہر کا حصہ مکہ میں شمار ہوتا ہے یہی قول امام مالک، امام ابراہیم نخعی، امام عطیہ اور امام مقاتل کا ہے۔ (معجم البلدان 8/134، ابن کثیر 1/383، تفسیر طبری 4/6)

امام ابی جعفر فرماتے ہیں کہ ایک عورت طواف کرتے ہوئے ایک نمازی کے سامنے سے گزر گئی اس آدمی نے اس عورت کو دھکا دیا تو وہ عورت رونے لگی اس لئے بکہ طواف کرنے کی جگہ کو کہا جاتا ہے۔(تفسیر طبری 8/4)

قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہاں لوگ مخلوط مرد وعورت ایک دوسرے کے آمنے سامنے نماز پڑھتے ہیں جب کہ دوسری جگہ ایسا کرنا درست نہیں، اس لئے اس کو بکہ کہا جاتا ہے۔(تفسیر طبری 8/4)

ان تمام اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ بکہ طواف کرنے کی جگہ کو کہا جاتا ہے اور مکہ پورے حدود حرم کو کہا جاتا ہے۔

مکہ مکرمہ کے حدود اربعہ کا بیان

محمد بن حوقل التوفی 367ھ نے 331ھ میں لکھا تھا کہ مکہ مکرمہ کی حد شمالا وجنوبا طول معلا سے مسفلہ تک 3/میل اور اجیاد کے نیچے سے قعیقان کی پشت تک عرض 2/میل ہے۔(صورت الارض ص28)

امام المؤرخین علامہ تقی الدین فاسی رحمہ اللہ التوفی 833ھ میں حدود اربعہ اس طرح بیان فرمایا تھا: باب معلاء سے باب ماجن تک 4472 ذراع اور باب معلاء سے شبیکہ تک 4492 ذراع (شفاء الغرام ج2/69 تقی الدین فاسی التوفی 832ھ)

مولانا عبدالسلام ندوی نے 1342ھ میں حدود کی تفصیلات اس طرح بیان فرمائی تھی: مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کا شمالی سلسلہ مغربی جانب میں جبل فلج، جبل قعیقعان، جبل ہندی، جبل لعلع، اور جبل کداء پر مشتمل ہے یہ تمام پہاڑی سلسلہ شہر کے بالائی حصہ میں واقع ہے، جنوبی حصہ کی مغربی جانب جبل ابی حدیدہ اور جبل کداء جو جنوب کی طرف مڑ جاتا ہے، واقع ہیں، پھر جبل ابی قبیس جو ان دونوں کے مشرق جانب ہے، سے گھیرا ہے اس کے بعد جبل خندمہ ہے ان تمام پہاڑوں کی چوٹیوں اور ہموار جگہوں میں بنے ہوئے چھوٹے بڑے مکانات کی مجموعی تعداد تقریبا سات ہزار ہے جن میں کم وبیش دو لاکھ نفوس ایام حج میں قیام پذیر ہوتے ہیں۔
(تاریخ حرمین شریفین لندی، ص:27)

علامہ محمد لبیب البتونی نے 1329ھ میں حسب ذیل حدود بیان فرمائی ہیں: شمالا وجنوبا 3 کلومیٹر لمبا اور شرقا وغربا جبل ابی قبیس سے جبل قعیقعان تک 1/1-2 کلومیٹر چوڑا ہے۔(الرحلہ الحجازیہ ص:160 لمحمد لبیب بتونی مصری رحمہ اللہ)

دخول وخروج مکہ مکرمہ کے راستے:

اس شہر میں داخل اور خارج ہونے کے لئے قدیم زمانے میں صرف تین راستے تھے، یہ راستے بقول علامہ ازرقی رحمہ اللہ درج ذیل ہیں۔

1-طریق کداء: یہ سڑک عراق اور عرفات کی طرف جاتا ہے۔

2-طریق یمن: یہ راستہ یمن کی سمت جاتا ہے۔

3-طریق جدہ: یہ سڑک مدینہ منورہ، جدہ، شام، مصر وغیرہ کی طرف جاتی ہے۔(اخبار مکہ ص:30)

علامہ تقی الدین فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس دور میں دروازے وغیرہ تو قطعا ختم ہو چکے ہیں بلکہ ان سے کہیں دور دور تک آبادی پھیل گئی ہے اور اب تین کے بجائے چار راستے بن گئے ہیں۔

1۔مشرق میں دوسڑکیں، ایک باب الشرائع اور دوسرا طریقہ منیٰ 2۔شمال میں تین سڑکیں، باب اللصوص، باب ربع، اذاخر 3۔مغرب میں چار سڑکیں باب جدہ، ربع ابی لہب، ربع الکحل اور درب الہنداویہ 4۔جنوب میں تین سڑکیں ہیں طریق المجز، ربع کدی، طریق مسفلہ (تاریخ القدیم 2/69)

مکہ مکرمہ کی ابتدائی آبادی

اس لق و دق صحرا کو گل گلزار اور چمن زار د بنانے والا پہلا شخص اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ علیہا السلام ہیں، جنہیں ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی سے اس بے آب و گیاہ ریگستان اور سنگلاخ و ناہموار ٹیلہ میں تھوڑا سا پانی اور مشکیزہ بھر کر پانی دیکر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر آئے تھے اس سے قبل یہ ایک ہولناک اور وحشت انگیز بیابان ٹیلہ تھا اسی چیز کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ کہ اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ شریف میں ہے جو تمام دنیا کے لئے بابرکت و ہدایت والا ہے۔(سورۃ آل عمران، 96 جونا گڑھی)

اس آیت سے پتہ چلا کہ سب سے پہلے اسماعیل علیہ السلام نے اس شہر مقدس کو آباد کیا تھا البتہ اطراف و اکناف میں قبیلہ جرہم آباد تھا جو بعد میں سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کے ازدواجی سلسلے میں منسلک گیا۔(ماخوذ تاریخ مکہ مکرمہ لمحمد عبد المعبود ص:71)

مکہ مکرمہ میں سیلابوں کی ایک جھلک

اس شہر خوباں میں نہ تو کوئی دریا ہے اور نہ ہی ندی نالہ، مگر اس کے باوجود نہ صرف شہر بلکہ اللہ کے مقدس گھر کو بھی متعدد بار سیلاب سے ناقابل تلافی نقصان پہنچتا رہا چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں ایک تباہ کن سیلاب آیا تھا جس سے کعبہ شریف منہدم ہو گیا تھا، اسی وجہ سے قبیلۂ جرہم کو نئے سرے سے کعبہ شریف تعمیر کرنا پڑا، ظہور اسلام کے بعد پہلا تباہ کن سیلاب 17 ھجری میں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں آیا تھا، جوام نہشلکے نام سے مشہور ہوا۔(تاریخ القویم 2/201)

اس کے بعد آخر میں 22 / جنوری 1969ء میں مطابق 1389 کو بدھ کے دن صبح کے وقت موسلا دھار بارش ہوئی اور حرم شریف جل تھل ہو گیا اور مطاف میں قرآن مجید کی الماریاں کشتی کی طرح پانی پر تیر رہی تھیں، بنابریں شہر مکہ اور کعبۃ اللہ بیسیوں مرتبہ سیلاب کی تباہ کاریوں کا نشانہ بنا۔(اعلام الاعلام ص:76، شفا الغرام بعنوان سیلا مکہ تقی الدین فاسی المتوفی 832ہجری)

بَابُ تَحْرِيمِ حَرَمِ مَكَّةَ

باب: مکہ کا حرم قرار دیا جانا

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے احکام کا بیان

جب حرم مکہ کے متصل پہنچے سر جھکائے، آنکھیں شرم گناہ سے نیچی کئے، خشوع و خضوع سے داخل ہو اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک و دعا کی کثرت رکھے اور بہتر یہ کہ دن میں نہا کر داخل ہو حیض و نفاس والی عورت کو بھی نہانا مستحب ہے۔

مکہ معظمہ کے گرداگرد کئی کوس تک حرم کا جنگل ہے ہر طرف اس کی حدیں بنی ہوئی ہیں ان حدوں کے اندر تر گھاس اکھیڑنا خود

رو پڑ کاٹنا وہاں کے وحشی جانوروں کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے اس کے سایہ میں ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لئے اسے اٹھائے اور اگر وحشی جانور بیرون حرم کا اس کے ہاتھ میں تھا اُسے لئے ہوئے حرم میں داخل ہوا اب وہ جانور حرم کا ہو گیا فرض ہے کہ فوراً چھوڑ دے۔

مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہیں ہر مکان میں رہتے ہیں خبردار ہرگز ہرگز نہ اڑائے نہ ڈرائے نہ کوئی ایذا پہنچائے بعض ادھر ادھر کے لوگ جو مکہ میں بسے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے ان کی ریس نہ کرے مگر برا انہیں بھی نہ کہے کہ جب وہاں کے جانور کا ادب ہے تو مسلمان انسان کا کیا کہنا یہ باتیں جو حرم کے متعلق بیان کی گئیں احرام کے ساتھ خاص نہیں احرام ہو یا نہ ہو بہر حال یہ باتیں حرام ہیں۔ جب مکہ معظمہ نظر پڑے ٹھہر کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا

اور درود شریف کی کثرت کرے اور افضل یہ ہے کہ نہا کر داخل ہو اور مدفونین جنۃ المعلّٰی کے لئے فاتحہ پڑھے اور مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَالْبَلَدُ بَلَدُکَ جِئْتُکَ ھَارِبًا مِّنْکَ اِلَیْکَ لِاُؤَدِّیَ فَرَآئِضَکَ وَاَطْلُبَ رَحْمَتَکَ وَاَلْتَمِسَ رِضْوَانَکَ اَسْئَالُکَ مَسْاَلَۃَ الْمُضْطَرِّیْنَ اِلَیْکَ وَالْخَآئِفِیْنَ عُقُوْبَتَکَ اَسْئَالُکَ اَنْ تُقْبِلَنِیَ الْیَوْمَ بِعَفْوِکَ وَتُدْخِلَنِیْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَ تَتَجَاوَزَ عَنِّیْ بِمَغْفِرَتِکَ وَ تُعِیْنَنِیْ عَلٰی اَدَآءِ فَرَائِضِکَ اَللّٰھُمَّ نَجِّنِیْ مِنْ عَذَابِکَ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْھَا وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

جب مدعٰی میں پہنچے یہ وہ جگہ ہے جہاں سے کعبہ معظمہ نظر آتا تھا جبکہ درمیان میں عمارتیں حائل نہ تھیں۔ یہ عظیم اجابت وقبول کا وقت ہے یہاں ٹھہرے اور صدق دل سے اپنے اور تمام عزیزوں، دوستوں، مسلمانوں کے لئے مغفرت و عافیت مانگے اور جنت بلا حساب کی دعا کرے اور درود شریف کی کثرت اس موقع پر نہایت اہم ہے۔ اس مقام پر تین بار ''اللہ اکبر'' اور تین مرتبہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہے اور یہ پڑھے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَالَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط

اور یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًام بِکَ وَتَصْدِیْقًام بِکِتَابِکَ وَوَفَآءً م بِعَھْدِکَ وَاِتِّبَاعًا لِّسُنَّۃِ نَبِیِّکَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَّ تَشْرِیْفًا وَّمَھَابَۃً وَّزِدْ مِنْ تَعْظِیْمِہٖ وَتَشْرِیْفِہٖ مَنْ حَجَّہٗ وَاعْتَمَرَ تَعْظِیْمًا وَّتَشْرِیْفًا وَّمَھَابَۃً

اور یہ دعائے جامع کم از کم تین بار اس جگہ پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَیْتُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ اَسْئَالُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلِعُبَیْدِکَ اَمْجَدُ عَلِیْ اَللّٰھُمَّ انْصُرْہُ نَصْرًا عَزِیْزًا اٰمِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک سب سے پہلا گھر جو (اللہ کی عبادت کے واسطے) لوگوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے۔ (آل عمران: ۹٦)

کعبہ کے اول بیت ہونے کے سلسلہ میں روایات اور راجح روایت کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا زمین پر کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام میں نے کہا پھر کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ میں نے پوچھا ان کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا چالیس سال۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ٤۷۷)

اس حدیث کو امام مسلم (ج۱ ص ۱۹۹) امام نسائی (سنن نسائی ج۱ ص ۱۱۲) امام ابن ماجہ (سنن ابن ماجہ ص ۵۵) امام احمد (مسند احمد ج ۵ ص ۱٦۷، ۱٦٦) اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ٤۳۱، مطبوعہ ملتان)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ کعبہ کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے بنایا اور مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے بنایا اور ان کے درمیان چالیس سال نہیں بلکہ ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے‘ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دونوں مسجدوں کے ابتداء بنانے اور ان کی بنیادیں رکھنے کا ذکر ہے‘ اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ابتداء کعبہ کو بنایا تھا اور نہ حضرت سلیمان نے ابتداء مسجد اقصیٰ کو بنایا تھا‘ کیونکہ پہلے حضرت آدم نے کعبہ کو بنایا تھا‘ پھر ان کی اولاد زمین میں پھیل گئی تو ہو سکتا ہے کہ اس کے چالیس سال بعد ان کی اولاد میں سے کسی نے مسجد اقصیٰ کو بنایا ہو‘ اور اس کے بعد حضرت ابراہیم نے انہی بنیادوں پر کعبہ کو اٹھایا ہو‘ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے‘ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے ان مسجدوں کو ابتداء بنایا بلکہ انہوں نے ان کی بنیادوں پر کعبہ اور مسجد اقصیٰ کی عمارت کی تجدید کی علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مسجد اقصیٰ کو بعض اولیاء اللہ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام سے پہلے بنایا تھا پھر انہوں نے اس کی عمارت میں زیادتی اور توسیع کی‘ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے مسجد اقصیٰ کو حضرت آدم (علیہ السلام) نے بنایا تھا‘ ایک قول ہے کہ فرشتوں نے بنایا تھا‘ ایک قول ہے کہ سام بن نوح (علیہ السلام) نے بنایا تھا‘ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنایا تھا‘ جن کا یہ قول ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے مسجد اقصیٰ کو بنایا تھا ان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ہشام نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے جب کعبہ کو بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ وہاں پر ایک مسجد بنائیں اور اس میں عبادت کریں‘ اور حضرت آدم (علیہ السلام) کا بیت اللہ کو بنانا بہت مشہور ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طوفان نوح کے زمانہ میں بیت اللہ کو اٹھا لیا گیا حتیٰ کہ اللہ

تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے اس کو مہیا کیا' اور امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کے ساتھ ہی بیت کو بنایا تھا اور جب حضرت آدم (علیہ السلام) کو زمین پر اتارا گیا تو ان کو فرشتوں کی آوازیں اور ان کی تسبیحات سنائی نہیں دیتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: ''اے آدم! میں نے ایک بیت کو زمین پر اتارا ہے اس کے گرد بھی اسی طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے' آپ اس بیت کی طرف چلے جائیں۔'' حضرت آدم کو ہند میں اتارا گیا تھا پھر وہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور بیت اللہ پہنچے اور اس کا طواف کیا اور ایک قول یہ ہے کہ جب انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی تو انہیں بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے وہاں ایک مسجد بنائی اور وہاں نماز پڑھی تا کہ آپ کی بعض اولاد کے لیے وہ قبلہ ہو جائے۔

(فتح الباری ج ٦ ص ٤٠٩۔٤٠٨ 'مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور ١٤٠١ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری روایت کرتے ہیں:

ابن عرعرہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا لوگوں کے لیے زمین پر سب سے پہلے جو گھر بنایا گیا وہ مکہ میں تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں' پھر نوح (علیہ السلام) کی قوم کہاں رہتی تھی؟ اور ہود (علیہ السلام) کی قوم کہاں رہتی تھی؟ لیکن جو گھر لوگوں کے لیے برکت کے لیے سب سے پہلے بنایا گیا وہ مکہ میں تھا۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے عبادت کے لیے نہیں بنایا گیا' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی رہائش کے لیے تو پہلے بہت سے مکان بنائے گئے تھے لیکن لوگوں کی عبادت کے لیے جو سب سے پہلے گھر بنایا گیا وہ مکہ میں کعبہ تھا اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام ابن جریر نے اس کے بعد ذکر کیا ہے:

مطر سے روایت ہے کہ بیت اللہ سے پہلے بھی گھر تھے لیکن یہ پہلا گھر تھا جس کو عبادت کے لیے بنایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بنانے سے دو ہزار سال پہلے بیت اللہ کو بنایا اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) کے ساتھ بیت اللہ کو زمین پر اتارا گیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ایک بیت کو نیچے اتار رہا ہوں' اس کے گرد اس طرح طواف کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے' پھر اس کے گرد حضرت آدم نے طواف کیا اور آپ کے بعد مومنین نے طواف کیا پھر جب طوفان نوح کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بیت کو اوپر اٹھا لیا اور اس کو زمین والوں کے عذاب سے محفوظ رکھا' پھر بیت اللہ آسمان میں معمور رہا' اس کے بعد جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کعبہ کے آثار تلاش کر رہے تھے تو انہوں نے اس کو پہلے کی پرانی بنیادوں پر تعمیر کیا۔ (جامع البیان ج ٤ ص ٧۔٦ 'مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ١٤٠٩ھ)

امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ زمین پر لوگوں کے رہنے کے لیے پہلے اور بھی گھر بنے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر سب سے پہلے زمین پر بنایا گیا وہ مکہ مکرمہ میں کعبہ تھا'

امام بخاری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ہشام سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں بھی یہی ہے کہ آدم (علیہ السلام) نے کعبہ بنایا اور اس کے چالیس سال بعد انہوں نے ہی بیت المقدس کو بنایا' اور ہمارے نزدیک یہی راجح ہے' باقی جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے زمین پر کعبہ بنایا' یا کعبہ کو حضرت آدم کے ساتھ زمین پر اتارا یہ روایات ہمارے نزدیک مرجوح ہیں ہم نے ان روایات کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے کعبہ کو بنانے کے سلسلہ میں تمام کلیدی روایات کا استیعاب ہو جائے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت آدم نے کعبہ کو بنایا' اور انہوں نے امام ابن ہشام کی کتاب التیجان سے بھی نقل کیا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے پہلے مکہ میں بیت اللہ کو بنایا پھر اس کے بعد بیت المقدس کو بنایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۲' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ ھ)

تعمیر کعبہ کی تاریخ کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کعبہ کو بنایا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اپنی چادر اپنی گردن کے نیچے رکھ لیں (تاکہ آپ کی گردن میں پتھر نہ چبھیں) آپ زمین پر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں' آپ نے فرمایا میری چادر مجھے دو' پھر آپ کی چادر آپ پر باندھ دی۔

یہ حدیث درایۃً صحیح نہیں ہے کیونکہ جس وقت قریش نے کعبہ کی تعمیر کی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پینتیس سال تھی اور اس وقت حضرت عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر اتارنے کے لیے نہیں کہہ سکتے تھے!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم زمانہ جاہلیت سے نئی نئی نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا' اور اس میں اس حصہ (حطیم) کو داخل کر دیتا جو اس سے خارج کر دیا گیا ہے اور اس کو زمین سے ملا دیتا' اور اس میں دو دروازے بنا تا ایک شرقی دروازہ' ایک غربی دروازہ' اور اس کو میں اساس ابراہیم کے مطابق کر دیتا' یہی وہ حدیث تھی جس نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو کعبہ کے منہدم کرنے پر برانگیختہ کیا' یزید بن رومان کہتے ہیں میں اس وقت دیکھ رہا تھا کہ جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو منہدم کیا اور اس کو دوبارہ بنایا اور اس میں حطیم کو داخل کر لیا اور میں نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی رکھی ہوئی بنیاد کے پتھر دیکھے جو اونٹ کے کوہان کے برابر تھے' جریر کہتے کہ میں نے اندازہ کیا اس بنیاد سے حطیم تک چھ ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۶ - ۲۱۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ ھ)

کعبہ کی تعمیر اور اس کی تجدید اور اصلاح کئی مرتبہ کی گئی ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) پہلی بار کعبہ کو حضرت آدم (علیہ السلام) نے تعمیر فرمایا' علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جبرائیل (علیہ السلام) کو حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام کے پاس بھیجا اور ان سے فرمایا کہ میرے لیے ایک بیت بناؤ' جبرائیل (علیہ السلام) نے ان کے لیے نشان ڈالے' حضرت آدم زمین کھودتے تھے اور حضرت حوا مٹی نکالتی تھیں' انہوں نے اس قدر گہری بنیاد کھودی کہ زمین کے نیچے سے پانی نکل آیا' پھر یہ ندا کی گئی کہ اے آدم یہ کافی ہے' جب حضرت آدم (علیہ السلام) نے یہ بیت بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اس کے گرد طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا بیت ہے' پھر صدیاں گزرتی گئیں حتیٰ کہ حضرت نوح (علیہ السلام) نے اس کا حج کیا۔

(۲) کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ جب حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم گمراہ ہوگئی اور انہوں نے کعبہ کو منہدم کردیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تم ان کی ہلاکت کا انتظار کرو حتیٰ کہ تنور جوش مارنے لگے۔ ازرقی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کعبہ کو بنایا تو بلندی میں اس کا طول نو ہاتھ تھا' زمین میں اس کا طول تیس ہاتھ اور عرض بائیس ہاتھ تھا' اور اس پر چھت نہیں تھی اور جب قریش نے اس کو بنایا تو بلند میں اس کا طول اٹھارہ ہاتھ رکھا' اور زمین میں اس کے طول کو چھ ہاتھ اور ایک بالشت کم کردیا اور حطیم کو چھوڑ دیا' اور جب حضرت ابن الزبیر نے اس کو بنایا تو بلندی میں اس کا طول بیس ہاتھ رکھا اور جب حجاج نے اس کو منہدم کرکے بنایا تو اس میں تغیر نہیں کیا اور یہ اب تک اسی طرح بنا ہوا ہے۔

(۳) جرہم کے ایام میں کعبہ کو ایک یا دو مرتبہ بنایا گیا کیونکہ سیلاب سے کعبہ کی ایک دیوار منہدم ہوگئی تھی' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو بنایا نہیں گیا تھا صرف اس کی مرمت کی گئی تھی' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کعبہ بنایا اور کافی زمانہ گزر گیا تو یہ بوسیدہ ہوکر منہدم ہوگیا پھر اس کو جرہم نے بنایا اور کافی زمانہ کے بعد یہ پھر منہدم ہوگیا تو اس کو قریش نے بنایا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوان تھے امام حاکم نے اس حدیث کی اصل کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور قریش کے درمیان دو ہزار سات سو پچھتر سال کا عرصہ ہے)

(٤) امام محمد بن اسحاق نے السیرۃ میں بیان کیا ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پینتیس سال کی تھی تو قریش کعبہ کو بنانے کے لیے جمع ہوئے وہ اس کی چھت بھی ڈالنا چاہتے تھے اور اس کو منہدم کرنے سے خوف کھاتے تھے' پھر قریش کے تمام قبائل جمع ہوئے اور انہوں نے پتھر جمع کیے اور اس کی بنیاد میں ہر قبیلہ نے پتھر ڈالے حتیٰ کہ حجر اسود کو نصب کرنے کی جگہ آگئی اور اس کو نصب کرنے میں اختلاف ہوا ہر قبیلہ والا اس کو نصب کرنا چاہتا تھا' حتیٰ کہ قریش کے سب سے بوڑھے شخص ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمران بن مخزوم نے یہ فیصلہ کیا کہ کل جو شخص اس مسجد کے دروازہ میں سب سے پہلے داخل ہوگا وہی تمہارے درمیان اس کا فیصلہ کرے گا اور اس دن سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے لوگوں نے کہا یہ امین ہیں ہم ان پر راضی ہیں یہ محمد ہیں۔ جب آپ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ایک چادر لاؤ' پھر آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اس چادر میں رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا ہر قبیلہ والا اس چادر کو پکڑ کر اوپر اٹھائے جب انہوں نے اس چادر کو حجر اسود کو نصب کرنے کی جگہ تک اوپر اٹھا لیا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو نصب کردیا۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱۷،۲۱٦ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳٤۸ھ)

(۵) اس کے بعد ۶۴ ھ یا ۶۵ ھ ہجری میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو منہدم کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق بناء ابراہیم پر کعبہ کو بنادیا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کر دیا۔

(۶) پھر تہتر (۷۳ ھ) میں عبدالملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی بناء کو منہدم کر دیا اور دوبارہ قریش کی بناء پر کعبہ کو بنادیا اور آج تک کعبہ اسی بناء قریش پر قائم ہے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر اور قاضی عیاض وغیرہ نے لکھا ہے کہ رشید یا مہدی یا منصور نے دوبارہ کعبہ کو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر کے مطابق بنانے کا ارادہ کیا اور اس سلسلہ میں امام مالک سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا مجھے ڈر ہے کہیں کعبہ کی تعمیر بادشاہوں کا کھیل نہ بن جائے' تو پھر اس نے بنانے کا ارادہ ترک کر دیا' فاکہی نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن الزبیر کعبہ کو بنانے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو اس وقت منع فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے بعد کوئی اور امیر آئے گا تو پھر اس میں تغیر کرے گا اس کو اسی طرح رہنے دو۔ (فتح الباری ج ۳ ص مطبوعہ ۴۴۸ ھ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ ھ)

علامہ سیوطی نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ کعبہ کو دس بار بنایا گیا' پہلی بار فرشتوں نے بنایا' دوسری بار حضرت آدم (علیہ السلام) نے' تیسری بار ان کی اولاد نے' چوتھی بار حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے' پانچویں بار عمالقہ نے' چھٹی بار جرہم نے' ساتویں بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد قصی بن کلاب نے' اٹھویں بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش نے' نویں بار حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اور دسویں بار حجاج بن یوسف نے' لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ صحیح قول وہی ہے جس کو ہم نے اس سے پہلے تفصیل سے مدلل اور باحوالہ بیان کیا ہے۔

کعبہ کے فضائل کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اس شہر کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے' اس کے کانٹوں کو (بھی) نہیں کاٹا جائے گا' نہ اس کے جانوروں کو بھگایا جائے گا اور نہ اعلان کرنے والے کے علاوہ کوئی شخص اس کی گری ہوئی چیز اٹھائے گا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۶' مطبوعہ کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت میں ہے نہ اس کی گھاس کاٹی جائے گی نہ اس کے درخت کاٹے جائیں گے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ ھ)

ہر چند کہ اس حدیث میں مکہ مکرمہ کی فضیلت ہے لیکن مکہ مکرمہ کی یہ فضیلت کعبہ کی وجہ سے ہے اور کعبہ ہی کی وجہ سے مکہ کو حرم بنایا گیا ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور سوائے

نیکی کے اور کوئی بات نہ کی تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر لوگ ایک سال تک اس بیت کی زیارت نہ کریں تو وہ بارش سے محروم ہو جائیں گے۔

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ کعب سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی فضیلت کے متعلق احادیث بیان کیں' شام کے ایک آدمی نے ان سے کہا: اے ابوعباس! آپ بیت المقدس کا بہت ذکر کرتے ہیں اور بیت اللہ کا اتنا ذکر نہیں کرتے؟ کعب نے ان سے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں کعب کی جان ہے! اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر اس بیت سے افضل کوئی بیت پیدا نہیں کیا' اس بیت کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں' اور وہ ان سے کلام کرتا ہے' اور اس کا ایک دل ہے جس سے وہ تعقل کرتا ہے یہ سن کر ابوحفص نام کے ایک شخص نے کہا کیا پتھر کلام کرتا ہے' کعب نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! کعبہ نے اپنے رب سے یہ شکایت کی کہ میری زیارت کرنے والے اور میری طرف آنے والے کم ہو گئے' اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف یہ وحی کی کہ میں تمہاری طرف ایک نئی تورات نازل کروں گا' اور ایسے بندے بھیجوں گا جو رات کو جاگ کر سجدے کریں گے' اور تمہارے فراق میں روئیں گے اور تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے' اور جس نے تمہارے گرد سات طواف کیے اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور جو اس بیت کے گرد سر منڈائے گا قیامت کے دن اس کو ہر بال کے بدلہ میں ایک نور حاصل ہو گا۔ (المصنف ج ٥ ص ١٤۔١٣ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ١٣٩٠ھ)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر روز کعبہ کے گرد ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ ساٹھ رحمتیں کعبہ کا طواف کرنے والوں کے لیے' چالیس اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور بیس رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں کے لیے۔ (المعجم الکبیر ج ١١ ص ١٠٣' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام (کعبہ) کے۔ (صحیح بخاری ج ١ ص ١٥٩ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ١٣٨١ھ)

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازوں کے برابر ہے' اور جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ١٠٢' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی ج ١ ص ٤٥٣' مطبوعہ بیروت)

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

عام محدثین یہ کہتے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے سو گنا افضل ہے اور باقی مساجد سے ایک لاکھ گنا افضل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنا باقی مساجد سے ایک ہزار گنا افضل ہے۔

(الاستذکار ج ۷ ص ۲۲۶ 'مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت '۱۴۱۳ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف تین مساجد کی طرف سفر کیا جائے گا' مسجد حرام' مسجد رسول اور مسجد اقصیٰ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی '۱۳۸۱ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے سامنے طور پر جا کر نماز پڑھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی سفر کرنے والے کے لیے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہے ماسوا مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے' الحدیث (مسند احمد ج ۳ ص ۶۴ 'مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت '۱۳۹۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی نے لکھا کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور حافظ بدرالدین عینی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین مسجدوں کے علاوہ مطلقاً سفر کرنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ کسی اور مسجد کی خصوصیت کی وجہ سے اس میں نماز پڑھنے کے قصد سے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے' اس لیے روزگار' علم دین کے حصول اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

لہٰذا ان لوگوں کا قول باطل ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف اور دیگر صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنے سے منع کیا ہے' نیز لکھا ہے کہ ابن تیمیہ سے جو مسائل منقول ہیں یہ ان میں سب سے قبیح مسئلہ ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۶ 'مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور '۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طلب علم' تجارت' نیک لوگوں اور متبرک مقامات کی زیارت کے لیے سفر کرنا ممنوع نہیں ہے' نیز لکھا ہے کہ قاضی ابن کج نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے نذر مانی تو اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۴ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر '۱۳۴۸ھ)

ملا علی قاری حنفی نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہنے کی وجہ سے شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر کی گئی ہے اور یہ تکفیر صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کو حرام کہنا بھی کفر ہے تو جس چیز کے مستحب ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے اس کو حرام کہنا بطریق اولیٰ کفر ہوگا۔ (شرح الشفاء ج ۳ ص ۱۶۱۔۱۶۰ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نیکی کرتا ہوا بیت اللہ میں داخل ہو وہ اپنے گناہوں سے بخشا ہوا بیت اللہ سے نکلے گا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیت اللہ میں داخل ہوا وہ بخشا ہوا نکلے گا۔

علامہ عز الدین بن جماعہ الکنانی متوفی ۷۶۷ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوسعید جندی فضائل مکہ میں اور امام واحدی اپنی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بیت اللہ کے گرد سات طواف کیے اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی اور زمزم کا پانی پیا اس کے گناہ جتنے بھی ہوں معاف کر دیئے جائیں گے۔

امام ازرقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص بیت اللہ میں طواف کے ارادہ سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کا استقبال کرتی ہے اور جب وہ بیت اللہ میں داخل ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے ہر قدم کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ پانچ سو نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے پانچ سو گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے پانچ سو درجات بلند کر دیتا ہے اور جب وہ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو وہ گناہوں سے اسی طرح پاک ہو جاتا جیسے اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور اس کے لیے اولاد اسماعیل سے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اور حجر اسود کے قریب ایک فرشتہ اس کا استقبال کر کے کہتا ہے تم اپنے پچھلے عملوں سے فارغ ہو گئے اب از سر نو عمل شروع کرو اور اس کو اس کے خاندان کے ستر نفوس کے حق میں شفاعت۔۔۔۔۔۔

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیت اللہ کے سات طواف کیے اور اس نے ان کلمات کے سوا اور کوئی کلام نہیں کیا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ" اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور جس نے یہ کلمات پڑھتے ہوئے طواف کیا وہ اللہ کی رحمت میں ڈوبا ہوا طواف کرے گا۔

امام فاکہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ستر ہزار فرشتوں نے کعبہ کا احاطہ کیا ہوا ہے وہ طواف کرنے والوں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

قاضی عیاض نے شفاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور قیامت کے دن اس کا امن والوں میں حشر کیا جائے گا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بیت اللہ کے گرد پچاس طواف کیے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

اس حدیث سے مراد پچاس مرتبہ سات طواف کرنا ہے کیونکہ صرف ایک طواف کے ساتھ عبادت نہیں کی جاتی امام

عبدالرزاق اور امام فاکہی نے یہ روایت کیا ہے کہ جس نے پچاس مرتبہ سات طواف کیے تو وہ اس دن کی طرح ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ وہ پچاس مرتبہ سات طواف ایک ہی وقت میں کرے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے صحیفہ اعمال میں پچاس بار سات طواف کرنے کا عمل ہونا چاہیے۔

امام سعید بن منصور نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور پچاس مرتبہ سات طواف کیے وہ اس طرح پاک ہو کر لوٹے گا جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

امام سعید بن منصور نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں آیا اور وہ اسی بیت کا ارادہ کر کے آیا تھا پھر اس نے طواف کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک آسمان پر اس کے سب سے معزز فرشتے وہ ہیں جو اس کے عرش کے گرد طواف کرتے ہیں اور زمین پر اس کے نزدیک سب سے معزز وہ انسان ہیں جو اس کے بیت کے گرد طواف کرتے ہیں۔ (ہدایۃ السالک الی المذاہب الاربعۃ ج۱ ص ۵۵ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

نیز علامہ عزالدین بن جماعۃ الکنانی لکھتے ہیں:

بیت اللہ کی آیات میں سے یہ ہیں کہ دلوں میں اس کی ہیبت واقع ہوتی ہے اس کے پاس دل جھک جاتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں پرندے اس کے اوپر نہیں اڑتے اور اس پر بیٹھتے نہیں ہیں البتہ اگر کوئی پرندہ بیمار ہو تو طلب شفاء کے لیے اس کے اوپر بیٹھ جاتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں منیٰ پر تعجب ہوتا ہے یہ بہت تنگ جگہ ہے لیکن جب لوگ یہاں آتے ہیں تو یہ وسیع ہو جاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منیٰ رحم کی طرح ہے جب عورت کو حمل ہوتا ہے تو اللہ سبحانہ اس کو وسیع کر دیتا ہے۔ (ہدایۃ السالک الی المذاہب الاربعۃ ج۱ ص ۳۹۔۳۷ مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

مکہ مکرمہ کو بکہ اور مکہ کہنے کی مناسبت کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے "لوگوں کے لیے سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا وہ بکہ میں ہے" بکہ اور مکہ ایک شہر کے دو نام ہیں اور چونکہ باء اور میم دونوں قریب المخرج ہیں اس لیے بکہ اور مکہ دونوں کہنا صحیح ہیں مکہ مکرمہ کو بکہ کہنے کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) بک کا معنی ہے ایک دوسرے کو دھکا دینا اور مکہ میں بہت رش اور ازدحام ہوتا ہے اس لیے لوگ ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہیں۔

(۲) چونکہ مکہ مکرمہ بڑے جابر حکمرانوں کی گردنیں جھکا دیتا ہے اس لیے اس کو بکہ کہتے ہیں۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ بکاء سے بنا ہو اور چونکہ یہاں آ کر لوگ یاد خدا میں اور خوف خدا سے بہت روتے ہیں، اس لیے اس کو بکہ کہتے ہیں اور مکہ کہنے کی یہ وجوہ ہیں۔

(۱) تمک الذنوب کا معنی ہے گناہوں کو زائل کرنا چونکہ اس شہر میں عبادت کرنے اور حج اور عمرہ کرنے سے گناہ زائل

ہوجاتے ہیں اس لیے اس کو مکہ کہتے ہیں۔
(۲) تمک العظم کا معنی ہے ہڈی کے اندر جو کچھ ہو اس کو کھینچ لینا' اور یہ شہر دوسرے شہروں کے لوگوں کو اپنے اندر کھینچ لیتا ہے اس لیے اس کو مکہ کہتے ہیں۔
(۳) اس شہر میں پانی کم ہے گویا اس کا پانی کھینچ لیا گیا اس لیے اس کو مکہ کہتے ہیں:
بعض علماء نے کہا کہ مکہ پورے شہر کا نام ہے اور بکہ خاص مسجد حرام کا نام ہے کیونکہ بک کا معنی ازدحام ہے اور ازدحام اور ایک دوسرے کو دھکا دینا مسجد حرام میں طواف کے وقت ہوتا ہے' اور بعض علماء نے اس کے برعکس کہا کیونکہ قرآن مجید میں ہے سب سے پہلا گھر جو بنایا گیا وہ بکہ میں ہے اس سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ یہاں بکہ شہر کو فرمایا ہے۔

بیت اللہ کے اسماء کا بیان

بیت اللہ کے اسماء حسب ذیل ہیں:
(۱) بیت اللہ کا مشہور نام کعبہ ہے قرآن مجید میں ہے:
(آیت) ''جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس''۔ (المائدہ:۹۷)
ترجمہ اللہ نے معزز بیت کعبہ کو لوگوں کے قیام کا سبب بنایا:
کعبہ کا معنی شرف اور بلندی ہے' اور بیت اللہ بھی مشرف اور بلند ہے اس لیے اس کو کعبہ کہتے ہیں:
(۲) بیت اللہ البیت العتیق بھی کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:
(آیت) ''ولیطوفوا بالبیت العتیق''۔ (الحج:۲۹)
ترجمہ: اور وہ البیت العتیق کا طواف کریں۔
اس بیت کو عتیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے قدیم بیت ہے' اور عتیق کا معنی قدیم ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک آسمان اور زمین سے پہلے اس بیت کو بنایا گیا' عتیق کا دوسرا معنی ہے آزاد' اور بعض روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس بیت کو طوفان نوح میں غرق ہونے سے آزاد رکھا' اور طوفان کے وقت اس کو اوپر اٹھا لیا گیا' عتیق کا معنی قوی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بیت کو اتنا قوی بنایا ہے کہ جو شخص اس کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو خود تباہ کر دیا جاتا ہے اور جو شخص اس بیت کی زیارت کے قصد سے آئے اللہ اس کو جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔
(۳) بیت اللہ کو مسجد الحرام بھی کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:
(آیت) ''سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام''۔ (بنی اسرائیل:۱)
ترجمہ: سبحان ہے وہ جو اپنے (مکرم) بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے لے گیا۔
بیت اللہ کو مسجد حرام اس لیے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کی حرمت کی وجہ سے اس شہر میں قتال کو حرام کر دیا ہے اور یہ دائمی حرمت ہے' نیز اس شہر میں شکار کو حرام کر دیا ہے' اس شہر کے درختوں کو اور اس کی گھاس کاٹنے کو حرام کر دیا ہے' اس شہر کے

جانوروں کو ستانا اور پریشان کرنا حرام ہے۔ اس میں حدود کو جاری کرنا حرام ہے اور اس شہر کے یہ تمام احکام اس مسجد کی حرمت کی وجہ سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: برکت والا اور تمام جہان والوں کی ہدایت کا سبب ہے۔ (آل عمران: ۹۶)

کعبہ کی برکت اور ہدایت کا معنی

برکت کا ایک معنی ہے کسی چیز کا بڑھنا اور زائد ہونا' اس لحاظ سے کعبہ اس لیے برکت والا ہے کہ کعبہ میں ایک نماز کا اجر دوسری مساجد کی نسبت ایک لاکھ درجہ زیادہ ہے' جیسا کہ پہلے سنن ابن ماجہ اور الاستذکار کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں' اور کعبہ میں حج کرنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے'

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں جماع کیا نہ جماع کے متعلق کوئی بات کی اور نہ کوئی کبیرہ گناہ کیا وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) لوٹے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(صحیح بخاری ج۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے۔

(صحیح مسلم ج۱ ص ۴۳۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حج مبرور کی صحیح اور زیادہ مشہور تعریف یہ ہے کہ اس حج کے دوران کوئی گناہ نہ کیا ہو' ایک قول یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد انسان پہلے سے زیادہ نیک ہو جائے اور دوبارہ گناہوں کو نہ کرے' دوسرا قول یہ ہے کہ جو حج ریاکاری کے لیے نہ کیا جائے' تیسرا قول یہ ہے کہ جس حج کے بعد انسان گناہ نہ کرے۔

علامہ سید امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے جس نے حج کیا اور جماع یا اس سے متعلق باتیں نہیں کیں اور نہ کوئی کبیرہ گناہ کیا وہ اس طرح ہو جائے گا جس طرح اس دن تھا جس دن اپنی ماں کے بطن پیدا ہوا تھا' اس سے مراد ہے کہ حج کے احرام سے لے کر حج مکمل ہونے تک۔ (ردالمحتار ج۲ ص ۱۶۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

برکت کا دوسرا معنی دوام اور بقاء ہے' اور چونکہ روائے زمین پر ہر وقت کسی نہ کسی جگہ نماز کا وقت ہوتا ہے اس لیے ہر وقت کعبہ کی طرف توجہ کر کے عبادت کی جاتی ہے اور خود کعبہ میں بھی ہر وقت نماز پڑھی جاتی ہے اس لیے کعبہ کی طرف منہ کر کے اور خود کعبہ میں دائما عبادت کی جاتی ہے۔

کعبہ تمام ''العلمین'' کے لیے ہدایت ہے اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) کعبہ تمام روئے زمین کے نماز پڑھنے والوں کے لیے قبلہ ہے اور وہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اس لیے کعبہ تمام جہان والوں کے لیے سمت قبلہ کی ہدایت ہے۔

(۲) کعبہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے اور کعبہ میں جو عجائب اور غرائب ہیں وہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور آپ کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں اس اعتبار سے کعبہ تمام جہان والوں کے لیے ہدایت ہے۔

(۳) کعبہ تمام جہان والوں کو جنت کی ہدایت دیتا ہے جو خلوص نیت سے کعبہ کی زیارت کرے' کعبہ کا طواف کرے اور اس میں نمازیں پڑھے کعبہ ان کو جنت کی ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس میں واضح نشانیاں ہیں' مقام ابراہیم ہے۔

کعبہ اور مقام ابراہیم کی نشانیاں

ان نشانیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) اس بیت کے بیت اللہ ہونے کی واضح نشانی یہ ہے کہ یہ بیت غیر آباد بیابان میں بنایا گیا جس کے اطراف میں پھلوں کھیتوں کا نام ونشان بھی نہیں تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس رہنے والوں کے لیے رزق پہنچانے کا بہترین انتظام کر دیا' حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اس شہر والوں کے لیے پھلوں کے حصول کی دعا کی تھی' سو تمام دنیا کے پھل یہاں لائے جاتے ہیں اور یہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی استجابت دعا کا ثمر ہے۔

(۲) اس بیت میں اس بات کی واضح نشانیاں موجود ہیں کہ یہی وہ بیت ہے جو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا بنایا ہوا تھا اسی مقام کو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ہجرت کے بعد اپنی رہائش کے لیے منتخب فرمایا' اسی کے پاس صفا اور مروہ کی وہ پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ بے قراری سے دوڑ رہی تھیں' یہیں پر زمزم نام کا وہ کنواں ہے جو حضرت جبرائیل کے پر مارنے سے جاری ہوا تھا' حضرت ہاجرہ نے اس بہتے ہوئے چشمہ کو روکنے کے لیے زمزم کہا تھا اسی نام سے یہ کنواں آج تک موسوم ہے' اسی کے پاس منیٰ ہے جہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے لے گئے تھے' یہیں پر وہ جمرات ہیں جہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے شیطان کو کنکریاں ماری تھیں۔

(۳) اسی بیت کے شہر کے لیے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا کی تھی۔

(آیت) ''واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا البلد امنا''۔ (ابراہیم:۳۵)

ترجمہ: اور جب ابراہیم نے دعا کی اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے۔

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے بعد پونے تین ہزار سال تک جاہلیت کے سبب تمام ملک عرب بدامنی کا شکار رہا اور اس شورش زدہ ملک میں صرف کعبہ کی سرزمین ہی ایسا حصہ تھی جس میں ہمیشہ امن رہا' بلکہ اسی کعبہ کی بدولت باقی ملک عرب میں بھی چار ماہ کے لیے امن ہو جاتا تھا۔

(٤) یہ کعبہ کی ہی فیض آفرینی ہے کہ حدود حرم میں وہ جانور بھی امن سے رہتے ہیں جن کا دوسری جگہوں پر شکار کر لیا جاتا ہے' بلکہ سرزمین کعبہ میں لگنے والے درخت کٹنے سے محفوظ رہتے ہیں اور حدود حرم میں مجرموں پر حد نہیں لگائی جاتی۔

(٥) جب سے بیت اللہ قائم ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کی سرزمین کو مخالفین کے حملوں سے محفوظ رکھا سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

بعثت سے پہلے ابرہہ نے ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کے ذریعہ ہاتھیوں کی اس فوج کو تباہ و برباد کر دیا۔

(۶) مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس میں ٹخنوں تک حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے قدموں کے نشان ثبت ہیں اور یہود ونصاریٰ کی عداوت اور بغض کے باوجود اس پتھر کا پونے تین ہزار سال سے محفوظ چلا آنا زبردست نشانی ہے۔

(۷) یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کعبہ کی تعمیر کی تھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حضرت ہاجرہ سے اپنا سر دھلوایا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے حج کا اعلان کیا تھا۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ آل عمران، لاہور)

ان اول بیت وضع للناس سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لیے قائم کیا گیا یعنی اللہ نے لوگوں کے لیے قبلہ بنایا بعض کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ لوگوں کے حج کرنے کے لیے سب سے پہلا مکان جو اللہ نے قائم کیا۔ حسن اور کلبی نے کہا کہ اوّل ترین مسجد اور عبادت خانہ مراد ہے؟ جو اللہ کی عبادت کے لیے مقرر کیا گیا (گویا بیت سے مراد ہے مسجد) جیسا کہ دوسری آیت میں آیا ہے: فِي بُيُوْتٍ اَذِنَ اللهُ اَنْ تُرْفَعَ۔ اس جگہ بھی بیوت سے مراد ہے مسجدیں۔

للذی ببکۃ یقیناً وہی مکان ہے جو مکہ میں ہے بکہ اور مکہ دونوں ہم معنی ہیں اہل عرب میم کو باء سے بدل لیتے ہیں جیسے نمیط و نبیط لازم ولازب۔ راتب وراتم۔ بعض علماء نے کہا مکہ شہر کا نام ہے اور بکہ صرف وہ جگہ جہاں کعبہ ہے یا مقام طواف۔ بکّہ کا معنی ہے اژدحام مکہ میں (ایام حج میں) لوگوں کا اژدحام ہوتا ہے اس لیے اس کو بکہ کہتے ہیں۔

عبداللہ بن زبیر نے فرمایا: مکہ بڑے بڑے جابروں کی گردنیں توڑ دیتا ہے جس جابر نے اصحاب فیل کی طرح کعبہ (کو ڈھانے) کا ارادہ کیا اللہ نے اس کی گردن توڑ دی۔ مکہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ (مکّ کا معنی ہے پانی کی قلت) مکہ میں پانی کم ہے۔

آیت میں اوّلیت بیت سے کیا مراد ہے اس کے متعلق علماء کے اقوال مختلف ہیں حضرت عبداللہ بن عمر، مجاہد، قتادہ اور سدی نے فرمایا: آسمان وزمین کی پیدائش کے زمانہ میں پانی کی سطح سے سب سے اوّل کعبہ کا مقام نمودار ہوا شروع میں یہ سفید جھاگ تھے (جو منجمد ہو گئے تھے) زمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے اس کی تخلیق ہوئی تھی پھر اسی کے نیچے سے زمین پھیلائی گئی۔ حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدین) نے فرمایا: کہ اللہ نے عرش کے نیچے ایک مکان بنایا جس کا نام بیت المعمور ہے اور (آسمان کے) فرشتوں کو اس کے طواف کرنے کے حکم دیا پھر زمین پر رہنے والے فرشتوں کو حکم دیا کہ بیت المعمور کی طرح زمین پر ایک مکان بنائیں فرشتوں نے حسب الحکم کعبہ کی تعمیر کی اور اس کا نام صراح رکھا پھر اللہ نے زمین والوں کو حکم دیا کہ جس طرح آسمان والے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اسی طرح زمین والے صراح کا طواف کریں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے فرشتوں نے کعبہ کی عمارت بنائی تھی اور اس کا حج کیا کرتے تھے آدم نے حج کیا تو فرشتوں نے کہا آپ کا حج مبرور ہے ہم نے آپ سے دو ہزار سال پہلے اس کا حج کیا تھا۔

ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے اس قول کی نسبت کی گئی ہے کہ حضرت آدم نے سب سے اوّل زمین پر کعبہ کی عمارت بنائی تھی یہ روایت ازرقی نے تاریخ مکہ میں نقل کی ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوذر کی روایت آئی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ زمین پر کونسی مسجد سب سے پہلے قائم کی گئی؟ فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے عرض کیا پھر کونسی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ میں نے عرض کیا دونوں میں کتنا فصل تھا؟ فرمایا: چالیس سال پھر جہاں بھی تم کو نماز کا وقت آ جائے پڑھ لو اس میں فضیلت ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ کعبہ کی عمارت سب سے اوّل حضرت آدم نے بنائی تھی اور طوفان نوح کے وقت اس کو اٹھا لیا گیا تھا۔ بعض نے کہا کہ طوفان سے مٹ گئی تھی پھر حضرت ابراہیم نے اس کی تعمیر کی۔ پھر مٹ گئی تو قبیلہ جرہم نے بنائی پھر عمالقہ نے بنائی پھر قریش نے تعمیر کی۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی کا بیان ہے کہ طوفان کے زمانہ میں کعبہ کی عمارت اٹھالی گئی تھی۔ پھر حضرت ابراہیم نے اس کو بنانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے اس کی جگہ آپ کو بتادی اس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ نے حجوج نام کی ہوا بھیجی ہوا نے کعبہ کے گرداگرد کی مٹی اڑا کر بنیاد نمودار کر دی اور آپ نے قدیم بنیاد پر تعمیر کی۔ حجوج ایک جانور ہوتا ہے جس کے دو باز پرندوں کی طرح اور صورت سانپ کی طرح ہوتی ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کعبہ کی اوّلیت زمانہ کے لحاظ سے مراد نہیں ہے بلکہ فضیلت کے اعتبار سے ہے یعنی کعبہ افضل ترین عمارت ہے اس قول کی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف کی گئی ہے ضحاک نے کہا کعبہ سب سے اوّل مکان ہے جس کو برکت عطا کی گئی کیونکہ اللہ نے اس کے بعد فرمایا۔

مبارکا یعنی کعبہ برکت والا ہے اور اس کا اجر وثواب بہت ہے بعض عبادتیں تو کعبہ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں (کسی دوسری جگہ نہیں ہوسکتیں) جیسے حج، حج کی قربانی کا جانور بھیجنا، عمرا اور بعض عبادتیں اس جگہ ادا کرنے کا ثواب اتنا زائد ہے کہ کسی اور جگہ اس کی برابر نہیں جیسے نماز، روزہ اور اعتکاف، اسی لیے امام ابو یوسف نے فرمایا: کہ جس نے مسجد حرام میں دو رکعت نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو اور دوسری جگہ پڑھ لے تو کافی نہ ہوگا کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اپنے گھر کے اندر آدمی کی نماز ایک نماز کے برابر ہے اور محلہ کی مسجد میں ایک نماز پچیس نماز کے برابر ہے اور جامع مسجد میں پانچسو نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور میری مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ) طحاوی نے حضرت عطاء بن زبیر کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں میں ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز (میری) اس مسجد میں سو نمازوں سے بہتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے حضرت عمر بن خطاب کی روایت سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے مگر غیر مرفوع (یعنی رسول اللہ کا ارشاد ہونا ظاہر نہیں کیا) اور حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے یہ حدیث مرفوع آئی ہے۔ ابن جوزی نے حضرت جابر کی روایت سے ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو مرفوع ذکر کیا ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز سو ہزار

نمازوں سے افضل ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نمازوں کی یہ ترتیبی فضیلت صرف فرض نمازوں کے متعلق ہے نوافل میں یہ فضیلت نہیں ہے کیونکہ حضرت زید بن ثابت کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: فرض کے علاوہ باقی نمازیں آدمی کی اپنے گھر میں افضل ہیں۔ (صحیح بخاری و مسلم)

میں کہتا ہوں اعتکاف کا حکم فرض نمازوں کی طرح ہے کیونکہ بصورت اعتکاف آدمی مسجد کے اندر رہ کر فرض نمازوں کا انتظار کرتا رہتا ہے گویا وہ نماز میں مشغول رہتا ہے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل مکہ میں حضرت عبداللہ بن عدی بن الحمراء کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ مکہ کے بازار میں حزورہ مقام پر کھڑے فرمارہے تھے کہ خدا کی قسم تو بلاشبہ اللہ کی زمین میں سب سے اچھی اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اگر مجھے تیرے اندر سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا۔ یہی حدیث ابن جوزی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی مرفوعاً بیان کی ہے۔

وھدی للعالمین اور باعث ہدایت سب لوگوں کے لیے کیونکہ کعبہ سب کے لیے قبلہ ہے۔ اس میں ایسی عجیب نشانیاں موجود ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی طرف رہنمائی کررہی ہیں۔

2017 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ، وَاِنَّمَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ، ثُمَّ هِيَ حَرَامٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ. فَقَالَ عَبَّاسٌ: اَوْ قَالَ: قَالَ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهُ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِلَّا الْاِذْخِرَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَزَادَنَا فِيْهِ ابْنُ الْمُصَفّٰى، عَنِ الْوَلِيْدِ فَقَامَ اَبُوْ شَاهٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اكْتُبُوْا لِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبُوْا لِاَبِيْ شَاهٍ. قُلْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ مَا قَوْلُهُ: اكْتُبُوْا لِاَبِيْ شَاهٍ؟ قَالَ: هٰذِهِ الْخُطْبَةُ الَّتِيْ سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے مکہ کو فتح کردیا' تو نبی اکرم ﷺ

2017- اسناده صحيح. الاوزاعي: هو عبد الرحمٰن بن عمرو، وابن المصفى: هو محمد بن المصفى الحمصي. واخرجه البخاري (2434)، ومسلم (1355) (447) من طرق عن الوليد بن مسلم، والنسائي في "الكبرٰى" (5824) من طريق اسماعيل بن سماعة، كلاهما عن الاوزاعي، بهذا الاسناد. وزادوا فيها الزيادة التي اشار المصنف الى ان محمد بن المصفى قد زادها. واخرجه البخاري (112) و (6880)، ومسلم (1355) من طريقين عن يحيى بن ابي كثير، به. وزاد الزيادة التي اشار اليها المصنف. وهو في "مسند احمد" (7242)، و "صحيح ابن حبان" (3715)

لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ میں ہاتھیوں کو داخل ہونے نہیں دیا' لیکن اس شہر پر اپنے رسول اور اہل ایمان کو تسلط عطا کیا اور اسے میرے لیے بھی دن کے ایک مخصوص حصے کے لیے حلال قرار دیا گیا۔ پھر اس کی حرمت قیامت کے دن تک برقرار رہے گی یہاں کے درخت کو کاٹا نہیں جائے گا' یہاں کے شکار کو بھگایا نہیں جائے گا' یہاں کی گری ہوئی ملنے والی چیز کو اٹھایا نہیں جائے گا' البتہ اعلان کرنے کے لیے اٹھایا جا سکتا ہے' تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اذخر (نامی گھاس) کی اجازت دیجئے وہ ہمارے قبرستان اور گھروں میں استعمال ہوتی ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اذخر کا حکم مختلف ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک راوی نے اس روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: یمن سے تعلق رکھنے والے حضرت ابوشاہ رضی اللہ عنہ نامی ایک صاحب کھڑے ہوئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ احکام آپ ﷺ میرے لیے تحریر کروا دیں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوشاہ کے لیے تحریر کردو۔

راوی کہتے ہیں: میں نے امام اوزاعی سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے کیا مراد ہے؟ ابوشاہ کے لیے تحریر کر دو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد وہ خطبہ ہے' جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنا تھا۔

2018 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاؤُسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس واقعے میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: ''اس کی گھاس کو کاٹا نہیں جائے گا''۔

2019 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ اُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا نَبْنِيْ لَكَ بِمِنًى بَيْتًا اَوْ بِنَاءً يُظِلُّكَ مِنَ الشَّمْسِ؟، فَقَالَ: لَا، اِنَّمَا هُوَ مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ اِلَيْهِ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہم آپ ﷺ کے لیے منیٰ میں کوئی گھر یا عمارت نہ بنادیں جس کے ذریعے آپ ﷺ دھوپ سے بچتے رہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! یہ ٹھہرنے کی جگہ ہے' جو شخص پہلے یہاں پہنچ جائے گا (وہ اپنی سواری کو بٹھا کر ٹھہر جائے گا)

2020 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ ثَوْبَانَ، اَخْبَرَنِيْ

2018- اسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد الضبي، ومنصور: هو ابن المعتمر السُّلمي، ومجاهد بن جبر المخزومي مولاهم، وطاؤس: هو ابن كيسان اليماني. واخرجه البخاري (1834) و (3189)، ومسلم (1353)، والنسائي في "الكبرى" (3843) و (3844) من طريقين عن منصور، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (1349) و (1833) و (2090) و (2433)، والنسائي في "الكبرى" (3861) من طريق عكرمة، عن ابن عباس، به. وهو في "مسند احمد" (2279) و (2353)، و "صحيح ابن حبان" (3720).

عِمَارَةُ بْنُ ثَوْبَانَ، حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ بَاذَانَ، قَالَ: اَتَيْتُ يَعْلَى بْنَ اُمَيَّةَ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِحْتِكَارُ الطَّعَامِ فِي الْحَرَمِ اِلْحَادٌ فِيْهِ

❁❁ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''حرم میں غلے کا ذخیرہ کرنا بے دینی ہے''۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

معیشت کے عمل کو صاف وشفاف رکھنے اور اجارہ داریوں سے حفاظت کے پیش نظر اسلام نے ذخیرہ اندوزی کو اس کی تمام انواع واقسام کے ساتھ ممنوع قرار دیا ہے، اور اسلامی حکومت کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اس ملعون عمل کو روکنے کے لیے دخل اندازی کرے۔

جو تاجر ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کرے اور پھر مارکیٹ میں اپنا مال اپنی مرضی کی قیمت پر فروخت کرے، اسے خطا کار اور ملعون قرار دیا گیا ہے، ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''مَنِ احْتَكَرَ يُرِيْدُ اَنْ يَتَعَالٰى بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ خَاطِئٌ''

ترجمہ: ''جس نے ذخیرہ اندوزی اس ارادہ سے کی کہ وہ اس طرح مسلمانوں پر اس چیز کی قیمت چڑھائے وہ خطا کار ہے''۔

دوسری روایت میں ہے:

''اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ''

ترجمہ: ''تاجر کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا لعنتی ہے''۔

اسلام کے قانونِ تجارت نے ذخیرہ اندوزی کی تمام ممکنہ صورتوں کو بھی مردود قرار دیا ہے، دورِ حاضر میں سرمایہ دار بسا اوقات کسی جنس کو مکمل طور پر مارکیٹ سے خرید تے ہیں، یا پھر وہ جنس صرف ان کے کارخانے اور مل میں بنتی ہے، اسے ذخیرہ کر لیتے ہیں، پھر بعد ازاں اپنی مرضی سے رسد وطلب میں عدمِ توازن قائم کر کے من مانی قیمتیں وصول کرتے ہیں۔

کشف الغمہ میں منقول ھے: آنحضرت (ص) نے اپنی ایک بیوی سے فرمایا: کیا میں نے تم کو منع نھیں کیا تھا کہ کل کے لئے کچھ ذخیرہ نہ کرنا کیونکہ خدا ھر آنے والے کل کا رزق، عطا کرنے والا ھے۔

بَابٌ فِيْ نَبِيْذِ السِّقَايَةِ

باب: حاجیوں کو نبیذ پلانا

2021 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا بَالُ اَهْلِ هٰذَا الْبَيْتِ يَسْقُوْنَ النَّبِيْذَ، وَبَنُوْ عَمِّهِمْ يَسْقُوْنَ اللَّبَنَ وَالْعَسَلَ وَالسَّوِيْقَ اَبُخْلٌ بِهِمْ اَمْ حَاجَةٌ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا بِنَا مِنْ بُخْلٍ وَلَا بِنَا مِنْ حَاجَةٍ، وَلٰكِنْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَخَلْفَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ، فَأُتِيَ بِنَبِيذٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَدَفَعَ فَضْلَهُ إِلٰى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ، كَذٰلِكَ فَافْعَلُوا فَنَحْنُ هٰكَذَا لَا نُرِيدُ أَنْ نُغَيِّرَ مَا قَالَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بکر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: اس گھر کے خادموں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ لوگوں کو نبیذ پلاتے ہیں' جبکہ ان کے چچا زاد دودھ، شہد اور ستو پلاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ کنجوس ہیں' یا محتاج ہیں' تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: نہ تو کنجوس ہیں نہ ہی محتاج ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کے لیے کوئی چیز طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نبیذ پیش کی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے پیا اور باقی مشروب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ انہوں نے بھی اس میں سے پی لیا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے عمدہ کیا ہے اچھا کیا ہے اس طرح کیا کرو۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرما دیا ہے ہم اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے۔

بَابُ الْإِقَامَةِ بِمَكَّةَ

باب: مکہ میں مقیم ہونا

2022 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، يَسْأَلُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، هَلْ سَمِعْتَ فِي الْإِقَامَةِ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِلْمُهَاجِرِينَ: إِقَامَةٌ بَعْدَ الصَّدَرِ ثَلَاثًا

عبدالرحمن بن حمید بیان کرتے ہیں: انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کو سائب بن یزید سے سوال کرتے سنا۔ کیا آپ نے مکہ میں اقامت اختیار کرنے کے بارے میں کوئی روایت سنی ہے' تو انہوں نے جواب دیا: حضرت ابن حضرمی رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی ہے: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مہاجرین سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"طواف صدر کرنے کے بعد تین دن تک (مکہ میں) ٹھہر سکتے ہیں"۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

باب: خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنا

2023 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ، وَبِلَالٌ، فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ

فَمَكَثَ فِيهَا، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ. فَسَأَلْتُ بِلَالًا، حِينَ خَرَجَ مَاذَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ، وَعَمُودَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ، وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَاءَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ، ثُمَّ صَلَّى.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، حضرت عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان حضرات نے دروازہ بند کر دیا۔ یہ حضرات کچھ دیر اس کے اندر رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بعد میں میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: جب وہ باہر آ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اندر) کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ستون کو اپنے بائیں طرف کیا' اور دو ستونوں کو اپنے دائیں طرف کیا' اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے کی طرف کیا (راوی کہتے ہیں:) ان دنوں خانہ کعبہ میں چھ ستون ہوتے تھے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔

2024 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الْأَذْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكٍ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ لَمْ يَذْكُرِ السَّوَارِيَ قَالَ: ثُمَّ صَلَّى وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ ثَلَاثَةُ أَذْرُعٍ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں ستونوں کا ذکر نہیں ہے' اور یہ الفاظ ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی' جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قبلہ (کی دیوار) کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

2025 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ الْقَعْنَبِيِّ، قَالَ: وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں' جس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعت ادا کی تھیں؟

2026 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَفْوَانَ، قَالَ: قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: كَيْفَ صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ؟ قَالَ: صَلَّى رَكْعَتَيْنِ

2023- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، ومالك: هو ابن انس، ونافع: هو مولى ابن عمر. وهو عند مالك في "الموطا" 1/398، ومن طريقه اخرجه البخاري (505)، ومسلم (1329). واخرجه البخاري (504) و (4400)، وابن ماجه (3063)، والنسائي في "الكبرى" (3875) و (3877) من طرق عن نافع، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (397) و (1167) من طريق مجاهد بن جبر، والبخاري (1598)، ومسلم (1329)، والنسائي في "الكبرى" (773) من طريق سالم، والترمذي (889) من طريق عمرو بن دينار، والنسائي في "الكبرى" (3876) من طريق ابن ابي مليكة، اربعتهم عن ابن عمر، به. وبعضهم يختصره. وجاء في رواية مجاهد وابن ابي مليكة تعيين عدد الركعات التي صلاها رسول الله- صلى الله عليه وسلم- بانها ركعتان. وهو في "مسند احمد" (4464)، و"صحيح ابن حبان" (3204).

2024- اسناده صحيح. واخرجه النسائي في "الكبرى" (827). واخرجه البخاري (506) و (1599) من طريق موسى بن عقبة، عن نافع، به. وهو في "مسند احمد" (5927)، و"صحيح ابن حبان" (3206). وانظر ما قبله وما بعده.

❁❁ عبدالرحمن بن صفوان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کی تھیں۔

2027 حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ اَبِي الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَبَى اَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْاٰلِهَةُ، فَاَمَرَ بِهَا فَاُخْرِجَتْ، قَالَ: فَاُخْرِجَ صُوْرَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَفِيْ اَيْدِيْهِمَا الْاَزْلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهِ، لَقَدْ عَلِمُوْا مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ. قَالَ: ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِيْ نَوَاحِيْهِ وَفِيْ زَوَايَاهُ، ثُمَّ خَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانے سے انکار کر دیا' کیونکہ اس کے اندر بت رکھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت انہیں باہر نکال دیا گیا۔ ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصویریں بھی تھیں اور ان کے ہاتھ میں پانسے کے تیر تھے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت کرے (جنہوں نے یہ تصویریں بنائی ہیں) اللہ کی قسم! وہ یہ بات جانتے تھے کہ ان حضرات نے کبھی پانسہ نہیں کھیلا ہے۔

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اطراف اور کناروں پر تکبیر کہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر نماز ادا نہیں کی۔

فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان

امام بخاری ومسلم اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (فتح مکہ کے روز) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، اسامہ ابن زید، عثمان ابن طلحہ حجبی اور بلال ابن رباح رضی اللہ عنہم خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور حضرت بلال یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اندر سے دروازہ بند کر لیا (تاکہ لوگ ہجوم نہ کریں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر تک اندر (دعا وغیرہ میں مشغول رہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جب کہ وہ یا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) خانہ کعبہ سے باہر آئے تو پوچھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (خانہ کعبہ کے اندر) کیا کر رہے تھے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی ایک ستون آپ کے بائیں طرف تھا، دو داہنی طرف تھے تین پیچھے تھے ان دنوں خانہ کعبہ میں چھ ستون تھے (اور اب تین ستون ہیں)۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی مگر اس سے پہلے اس مضمون کی حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ جو حدیث گزری ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی تھی۔ لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اسی طرح ہو گی کہ یہ کہا جائے گا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ یہ حضرات خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا گیا تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا مانگتے ہوئے دیکھ کر حضرت اسامہ بھی کسی دوسرے کونہ میں جا کر دعا میں مشغول ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کونہ میں کھڑے تھے وہاں سے حضرت اسامہ تو دور تھے مگر حضرت بلال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھے اس لیے حضرت بلال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور چونکہ حضرت اسامہ اول تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فاصلہ پر تھے دوسرے وہ خود بھی نماز میں مشغول تھے، پھر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نماز بھی جلد ہی پڑھ لی تھی۔ اس لیے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔

پھر اس کے علاوہ یہ بھی منقول ہے کہ بیت اللہ کی دیواروں سے تصویریں مٹانے کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو پانی لانے کے لیے باہر بھیج دیا تھا اس لیے ہوسکتا ہے کہ جس وقت وہ باہر گئے ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عرصے میں نماز پڑھ لی ہو۔ بہر حال حضرت اسامہ اور حضرت بلال دونوں نے اپنے علم و مشاہدہ کے مطابق خبر دی ہے اور بہر صورت ادائیگی نماز کو ثابت کرنا ہی مختار ہے اس کی نفی نہیں۔

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، انھوں نے (کعبہ کا) دروازہ کھول دیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بلال اور اسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ اندر گئے، اس کے بعد دروازہ بند کر لیا گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تھوڑی دیر رہے، اس کے بعد سب لوگ نکلے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں کعبہ کی طرف جلدی سے بھاگا اور بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے۔ میں نے کہا کس مقام میں؟ انھوں نے کہا دونوں ستونوں کے درمیان۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مجھ سے یہ بات رہ گئی کہ ان سے پوچھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر نماز پڑھی۔ (بخاری، رقم: ۲۹٦)

کعبہ میں ہر وقت نماز پڑھنے کا بیان

البتہ اس بارے میں علماء کا یہاں اختلاف ہے کہ خانہ کعبہ میں رات و دن کے کسی بھی حصہ میں خواہ اوقات مکروہہ کیوں نہ ہوں نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر خانہ کعبہ میں ہر وقت کوئی بھی نماز خواہ وہ طواف کی دو رکعتیں ہوں یا دوسری نماز ہو پڑھی جاسکتی ہے۔

حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ خانہ کعبہ میں صرف طواف کی دو رکعتیں کسی وقت بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک خانہ کعبہ کے اندر اوقات مکروہ میں کوئی بھی نماز جائز نہیں ہے اوقات کی حرمت اور کراہت کے سلسلے میں مکہ کا حکم بھی دیگر شہروں کی طرح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اوقات کی حرمت و کراہت کا حکم اور ان میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے سلسلے میں جو احادیث منقول ہیں وہ سب عام ہیں ان میں کسی جگہ اور کسی شہر کی کوئی تخصیص نہیں ہے کہ فلاں جگہ تو ان اوقات میں نماز پڑھنی جائز ہے اور فلاں جگہ ناجائز ہے۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی مراد یہ ہے کہ خانہ کعبہ میں جس وقت چاہے نماز پڑھی جاسکتی البتہ اوقات مکروہ میں وہاں بھی نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ اس تاویل سے تمام احادیث میں موافقت اور مطابقت بھی ہو جاتی ہے جو ایک ضروری چیز ہے۔

کعبہ میں نماز پڑھنے سے متعلق فقہی اختلاف کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن جب وہ کعبہ کی کسی دیوار کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھے۔ لہٰذا سیدنا امام اعظم، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا صحیح ہے۔ چاہے وہ فرض نماز ہو یا وہ نفل نماز ہو۔ جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک کعبہ میں صرف نفل نماز صحیح ہے۔ جبکہ فرض وواجب اور فجر کی سنتیں پڑھنا صحیح نہیں۔ اور اسی طرح طواف کی دو رکعتیں بھی صحیح نہیں۔

بعض غیر مقلدین کا مؤقف یہ ہے کہ کعبہ میں کوئی فرض ونفل صحیح نہیں۔ جبکہ جمہور کے نزدیک حضرت بلال رضی اللہ عنہ والی روایت دلیل ہے کہ جب اس میں نفل پڑھنا صحیح ہے تو فرض پڑھنا بھی صحیح ہوگا۔ کیونکہ حالت سواری میں فرض ونفل کے جائز ہونے یا نہ ہونے میں فرق ہے۔ لیکن جب نماز زمین پر پڑھی جائے تو اس کے فرض ونفل میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔

(شرح صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۴۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْحِجْرِ

باب: حطیم میں نماز ادا کرنا

2028 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَدْخُلَ الْبَيْتَ فَأُصَلِّيَ فِيهِ فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَأَدْخَلَنِي فِي الْحِجْرِ فَقَالَ: صَلِّيْ فِي الْحِجْرِ إِذَا أَرَدْتِ دُخُولَ الْبَيْتِ، فَإِنَّمَا هُوَ قَطْعَةٌ مِنَ الْبَيْتِ، فَإِنَّ قَوْمَكِ اقْتَصَرُوا حِينَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ فَأَخْرَجُوهُ مِنَ الْبَيْتِ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میری یہ خواہش ہے کہ میں خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو کر نماز ادا کروں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حطیم میں داخل کیا اور فرمایا: جب بھی تمہاری خانہ کعبہ کے اندر جانے کی خواہش ہو، تو تم حطیم میں نماز ادا کر لو کیونکہ یہ خانہ کعبہ کا ایک حصہ ہے۔ تمہاری قوم کے لوگوں نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ تو اس حصے کو بیت اللہ سے باہر نکال دیا تھا (یعنی بیت اللہ میں شامل نہیں کیا تھا)

2028- حديث صحيح دون قوله: "صلي في الحجر اذا اردت دخول البيت" فانما هو قطعة من البيت" فحسن لغيره، وهذا اسناد محتمل للتحسين، ام علقمة بن ابي علقمة - وهي مرجانة المدنية - تفرد بالرواية عنها ابنها، ولم يؤثر توثيقها عن غير ابن حبان، وقد ذكرها الذهبي في المجهولات من "الميزان"، وقال الحافظ في "التقريب": مقبولة. وبقية رجاله ثقات. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة. واخرجه الترمذي (891)، والنسائي في "الكبرى" (3881) من طريق عبد العزيز، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. واخرجه بنحوه البخاري (1583) و (3368) و (4484)، ومسلم (1333) من طريق عبد الله بن عمر، والبخاري (1584) و (7243)، وابن ماجه (2955) من طريق الاسود بن يزيد، والبخاري (1585) و (1586)، ومسلم (1333) من طريق عروة، والنسائي في "الكبرى" (3880) و (9190) من طريق صفية بنت شيبة، اربعتهم عن عائشة. واقتصر جميعهم دون صفية على قطعة اخراج الحجر من البيت، واما صفية فاقتصرت في روايتها على ان الحجر من البيت. وهو في "مسند احمد" (24616)، و"صحيح ابن حبان" (3815) و (3816).

حطیم کعبہ کے باہر سے طواف شروع کرے

اور وہ اپنے طواف کو حطیم کے باہر کرے۔اور حطیم اس جگہ کا نام ہے جس میں میزاب رحمت واقع ہے۔اور اس کا نام حطیم اس وجہ سے ہے کہ حطم (کا معنی توڑنا ہوتا ہے) یہ بیت اللہ سے توڑا گیا ہے۔اور اس کا نام حجر بھی رکھا گیا ہے۔کیونکہ یہ بیت اللہ مجور یعنی روک دیا گیا ہے۔حالانکہ یہ بیت اللہ کا حصہ ہے۔اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں آپ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ حطیم بیت (بیت اللہ) سے ہے۔لہٰذا اسی وجہ سے طواف حطیم سے باہر کیا جائے گا۔حتیٰ کہ طواف کرنے والا اگر اس جگہ وسیع جگہ داخل ہوا جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان ہے جو جائز نہیں۔اگر نمازی نے حطیم کو قبلہ بنایا تو اس کی نماز جائز نہیں۔کیونکہ بیت اللہ کے قبلہ ہونے کی فرضیت نص سے ثابت ہے۔لہٰذا بطور احتیاط اس سے ادائیگی نہ ہوگی۔جس کا ثبوت ہی خبر واحد ہے اور طواف میں احتیاط یہ ہے کہ وہ حطیم سے باہر ہونا چاہیے۔(ہدایہ اولین، کتاب الحج، لاہور)

طواف کو حطیم کے باہر سے شروع کرے

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حطیم کے متعلق دریافت کیا فرمایا یہ بیت اللہ کا حصہ ہے میں نے عرض کیا پھر لوگوں نے اسے بیت اللہ میں داخل کیوں نہ کیا فرمایا ان کے پاس (حلال مال میں سے) خرچ نہ تھا میں نے عرض کیا کہ پھر بیت اللہ کا دروازہ اتنا اونچا کیوں رکھا کہ سیڑھی کے بغیر چڑھا نہیں جا سکتا۔فرمایا یہ بھی تمہاری قوم نے اسی لئے کیا تا کہ جسے چاہیں اندر جانے دیں اور چاہیں اندر جانے سے روک دیں اور اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر قریب نہ ہوتا (یعنی نومسلم نہ ہوتی) اور یہ ڈر نہ ہوتا کہ ان کے دل دور نہ ہو جائیں تو میں اس بات پر غور کرتا کہ کیا میں تبدیلی لاؤں اس میں پھر میں جو کمی ہے وہ پوری کروں اور اس کا دروازہ زمین پر کر دیتا۔(سنن ابن ماجہ، حج، قدیمی کتب خانہ کراچی)

طواف کرنے کے طریقے کا بیان

جب طواف شروع کریں تو حجرہ اسود سے ذرا پہلے احرام کی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالے، اسے اجتبا کہتے ہے طواف کی نیت کریں، لبیک کہنا بند کر دے اور حجرہ اسود کے سامنے اس طرح کھڑے ہو کے رخ کعبہ کی طرف ہو پھر جیسے نماز میں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہے اس طرح ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے پھر دونوں ہاتھوں کو سینے تک اٹھائیں اور حجرہ اسود کی طرف پھیلا دیں اور ہتھیلیوں کو بوسہ دیں اور داہنی طرف سے بیت اللہ کا طواف شروع کریں، طواف کا ایک چکر پورا کر کے جب حجرہ اسود پرائے تو پھر بوسہ دیں اس طرح سات چکر پورا کریں تو سات چکر اور آٹھ بوسے ہوں گے اسے استلام کہتے ہے، طواف کے دوران جو دعا یاد ہو وہ پڑھے اور تیسرا کلمہ پڑھے کچھ یاد نہ ہو تو اپنی زبان میں جو اللہ سے دعائے کریں، اس کے بعد دو رکعت نماز واجب طواف کی پڑھلیں، مقام ابراہیم کے پیچھے، اگر مشکل ہو تو کہی بھی پڑھ سکتے ہے، ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھلے اگر مکروہ وقت ہو تو ایک دو طواف کر کے نماز ساتھ میں پڑھ سکتے ہیں. پھر آب زم زم خوب پیئے۔

طواف یہ ہے جس میں سات چکر مکمل کیے جائیں اور حجر اسود سے شروع ہو اور حجر اسود پر ہی ختم کیا جائے، کیونکہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی طواف کیا اور فرمایا " : مجھ سے اپنے اعمال لے لو۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: طواف کی شرط ہے کہ سات چکر لگائے جائیں اور ہر چکر حجر اسود سے شروع ہو کر حجر اسود پر ہی ختم ہو، اور اگر ایک قدم بھی باقی رہے تو اس کا طواف شمار نہیں ہوگا، چاہے وہ مکہ میں رہے یا مکہ سے نکل کر اپنے وطن چلا جائے، اور اسے دم وغیرہ بھی پورا نہیں کر سکتا ۔ (المجموع للنووی (8 / . (21)

بَابٌ فِي دُخُولِ الْكَعْبَةِ

باب: خانہ کعبہ کے اندر جانا

2029 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا وَهُوَ مَسْرُورٌ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ وَهُوَ كَئِيبٌ، فَقَالَ: إِنِّي دَخَلْتُ الْكَعْبَةَ وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي، مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا دَخَلْتُهَا إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَكُونَ قَدْ شَقَقْتُ عَلَى أُمَّتِي

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں سے تشریف لے گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے' تو بہت رنجیدہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں خانہ کعبہ کے اندر چلا گیا بعد میں مجھے جس بات کا خیال آیا اگر اس کا خیال پہلے آجاتا' تو میں اس کے اندر نہ جاتا۔ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ میں نے اس کے حوالے سے اپنی امت کو مشقت کا شکار کیا ہے۔

2030 حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ الْحَجَبِيِّ، حَدَّثَنِي خَالِي، عَنْ أُمِّي صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ الْأَسْلَمِيَّةَ، تَقُولُ: قُلْتُ لِعُثْمَانَ: مَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دَعَاكَ؟ قَالَ: قَالَ: إِنِّي نَسِيتُ أَنْ آمُرَكَ أَنْ تُخَمِّرَ الْقَرْنَيْنِ فَإِنَّهُ لَيْسَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي الْبَيْتِ شَيْءٌ يَشْغَلُ الْمُصَلِّيَ. قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: خَالِي مُسَافِعُ بْنُ شَيْبَةَ

❁❁ صفیہ بنت شیبہ بیان کرتی ہیں: میں نے اسلمیہ نامی خاتون کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' وہ کہتی ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ کو بلایا تو کیا فرمایا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تھا) میں یہ بھول گیا تھا کہ میں تمہیں یہ حکم دوں تم دو سینگوں کو ڈھانپ دو' کیونکہ بیت اللہ کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جو نمازی کی توجہ کو منتشر کر دے۔

2029- اسناده ضعيف؛ لضعف اسماعيل بن عبد الملك. مسدّد: هو ابن مسرهد الاسدي، وابن ابي مليكة: هو عبد الله بن عبيد الله. واخرجه ابن ماجه (3064)، والترمذي (888) من طريق وكيع بن الجراح، عن اسماعيل بن عبد الملك، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح او هو في "مسند احمد" (25056). واخرجه احمد (25197) من طريق جابر الجعفي،

ابن سرح نامی راوی کہتے ہیں: راوی کے یہ الفاظ میرے ماموں سے مراد مسافع بن شیبہ ہیں۔

بَابٌ فِيْ مَالِ الْكَعْبَةِ

باب: خانہ کعبہ کے مال کا حکم

2031 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيُّ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ شَيْبَةَ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ. قَالَ: قَعَدَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ مَقْعَدِكَ الَّذِيْ أَنْتَ فِيْهِ، فَقَالَ: لَا أَخْرُجُ حَتّٰى أَقْسِمَ مَالَ الْكَعْبَةِ قَالَ: قُلْتُ: مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، قَالَ: بَلٰى، لَأَفْعَلَنَّ قَالَ: قُلْتُ: مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، قَالَ: لِمَ؟، قُلْتُ: لِأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَأٰى مَكَانَهُ وَأَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُمَا أَحْوَجُ مِنْكَ إِلَى الْمَالِ فَلَمْ يُخْرِجَاهُ فَقَامَ فَخَرَجَ

❁❁ شیبہ بن عثمان بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس جگہ بیٹھے تھے جہاں تم اس وقت بیٹھے ہوئے ہو انہوں نے فرمایا: میں یہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا' جب تک خانہ کعبہ کے مال کو (لوگوں میں) تقسیم نہیں کر دیتا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے انہوں نے کہا: میں ایسا ضرور کروں گا۔ میں نے کہا: آپ ایسا نہیں کر سکتے' انہوں نے دریافت کیا: وہ کیوں؟ میں نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس چیز کو دیکھا تھا' اور وہ اس مال کے آپ سے زیادہ ضرورت مند تھے' لیکن ان دونوں حضرات نے اسے حرکت نہیں دی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھے اور تشریف لے گئے۔

2032 حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيٰى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ إِنْسَانٍ الطَّائِفِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: لَمَّا أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ لِيَّةَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا عِنْدَ السِّدْرَةِ وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَرَفِ الْقَرْنِ الْأَسْوَدِ حَذْوَهَا، فَاسْتَقْبَلَ نَخِبًا بِبَصَرِهِ، وَقَالَ: مَرَّةً وَادِيَهُ، وَوَقَفَ حَتّٰى اتَّقَفَ النَّاسُ كُلُّهُمْ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ صَيْدَ وَجٍّ وَعِضَاهَهُ حَرَامٌ مُحَرَّمٌ لِلّٰهِ وَذٰلِكَ قَبْلَ نُزُوْلِهِ الطَّائِفَ وَحِصَارِهِ لِثَقِيْفٍ

❁❁ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لیہ سے واپس آئے اور سدرہ کے قریب پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ کنارے کے پاس ٹھہر گئے۔ یعنی وہ پہاڑ جو اس (بیری کے درخت) کے مدمقابل تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی

2032- اسناده ضعيف، محمد بن عبد الله بن انسان سئل عنه ابو حاتم الرازی فقال: ليس بالقوی، وفی حديثه نظر، وذكره البخاری فی "تاريخه" 1/140 وذكر له هذا الحديث، وقال: لم يتابع عليه، وذكر اباه 5/455 واشار الی هذا الحديث وقال: لم يصح حديثه. واخرجه الحميدی فی "مسنده" (63)، واحمد فی "مسنده" (1416)، والعقيلی فی "الضعفاء" 4/93، والشاشی فی "مسنده" (48)، والدارقطنی فی "العلل" 4/239، والبيهقی فی "الكبرى" 5/200 من طريق عبد الله بن الحارث، بهذا الاسناد.

کی طرف رخ کیا۔ ایک مرتبہ راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس کی وادی کی طرف رخ کیا اور آپ ﷺ ٹھہر گئے' یہاں تک کہ سب لوگ ٹھہر گئے' پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک ''وج'' (نامی جگہ) کا شکار اور وہاں کے درخت حرام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نام پر قابل احترام قرار دیے گئے ہیں۔

یہ نبی اکرم ﷺ کے طائف کے قریب پڑاؤ کرنے اور آپ ﷺ کے ثقیف قبیلے کا محاصرہ کرنے سے پہلے کی بات ہے۔

شرح

بنو ثقیف

عرب کا مشہور قبیلہ جو بہت جنگجو تھا اور طائف اور اس کے گرد نواح میں آباد تھا۔ اخر تک کفر کا ساتھ دیتا رہا۔ فتح مکہ کے بعد اس نے بنو ہوازن کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ جس میں ایک دفعہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اس جنگ میں اس کے ایک فرقے نے جو بنو مالک کہلاتا تھا۔ بڑی پامردی کا ثبوت دیا۔ لیکن جب شکست ہوئی تو بھاگ کر طائف چلا گیا۔ اور قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اس پر محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ چند روز بعد 9 ھ 631ء میں ان کا سردار مالک بن عوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر مشرف با اسلام ہوا۔ اس کے ساتھ ہی عروہ بن مسعود نے بھی اسلام قبول کر لیا اور پھر سارا قبیلہ اسلام لے آیا۔ اموی دور میں بصرے کا مشہور عامل حجاج بن یوسف اسی قبیلے سے تھا۔

بَابٌ فِي إِتْيَانِ الْمَدِينَةِ

باب: مدینہ منورہ آنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدنی جلوس

دو عالم کے مالک و مختار، مکی مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جب غار ثور سے تشریف لائے تھے تو اس وقت آپ کے ساتھ صرف تین افراد تھے، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آپ کے غلام حضرت سیدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور راستے کی راہنمائی کرنے والا عبداللہ بن اریقط لیثی۔ لیکن حضرت سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہا اور ان کے قبیلے کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کا ایک جم غفیر تھا جو مدنی جلوس کی شکل اختیار کر گیا۔ حضرت سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اس جلوس کی مدنی قیادت کے لیے بارگاہ رسالت میں یوں عرض کیا: ''یا رسول اللہ! مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔'' نیز انہوں نے اپنا عمامہ شریف سر سے اتارا، اپنے نیزے پر باندھ کر اسے جھنڈا بنا دیا اور اس جھنڈے کو لہراتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلنے لگے۔ اور یوں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاہانہ مدنی جلوس مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۶۲)

آمدِ مصطفےٰ ﷺ مرحبا۔ مرحبا

حضرت سیّدنا عبدالرحمن بن عویمر بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری قوم کے کئی لوگوں نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے یہی روایت کیا ہے کہ "جب ہم نے سنا کہ نبی مکرم، نورِ مجسم ﷺ مکۂ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینۂ منورہ پہنچ رہے ہیں تو ہم آپ کی آمد کی امید پر روزانہ نماز فجر کے بعد شہر مدینہ سے باہر مقامِ حرۃ میں آکر آپ کے انتظار میں بیٹھ جاتے، خدا کی قسم! جب دھوپ سے بچنے اور سر چھپانے کو کوئی جگہ نہ رہتی تو ہم گھروں میں آجاتے، اُن دِنوں گرمی بھی زوروں پر تھی۔

نکل کر شہر سے خلقت قبا تک چل کے آئی تھی — تمنا رنگ حسرت بن کے آنکھوں میں سمائی تھی
ہوا کرتی تھیں فرش راہ اٹھ کر بار بار آنکھیں — ہمہ تن انتظار آنکھیں، ہمہ تن انتظار آنکھیں

جس دن سرکار ﷺ نے پہنچنا تھا، ہم حسب معمول کڑکتی دوپہر تک انتظار میں بیٹھے رہے، اور اس کے بعد جب ہم گھروں میں چلے گئے تو آپ ﷺ تشریف لے آئے سب سے پہلے آپ کو ایک یہودی نے دیکھا جو ہمیں روزانہ آپ ﷺ کے انتظار میں بیٹھے دیکھا کرتا تھا، وہ بلند آواز سے پکارنے لگا: "اے بنو قیلہ (اوس وخزرج)! تمہارا مقصد آپہنچا۔"

اٹھا غل لیجئے ذروں کے گھر میں آفتاب آیا — زمین وآسماں کا نور جس کے ہم رکاب آیا
اکھٹے ہوگئے ہر سمت سے طالب زیارت کے — شعاعوں کی طرح سے گرد خورشید رسالت کے

حضرت سیّدنا عبدالرحمن بن عویمر بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لیے دوڑے آئے، آپ ﷺ اس وقت حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے، ہم میں سے اکثر لوگوں نے آپ ﷺ کی پہلے زیارت نہیں کی تھی، لیکن شوق محبت میں لوگ اُمڈتے چلے آرہے تھے اور کسی کو یہ معلوم نہ تھا درخت کے نیچے بیٹھی دونوں ہستیوں میں سے خادم کون ہے اور آقا کون؟ یہاں تک کہ جب سرکار ﷺ کے اوپر سے سایہ ختم ہوا تو اسی وقت حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنی چادر سے آپ کو سایہ کرنے لگے، تب ہمیں صحیح پتا چلا کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کون سے ہیں اور جناب رسالت مآب ﷺ کی شخصیت کون سی ہے۔

(الریاض النضرۃ، ج۱، ص۱۲۰)

مدینہ منورہ کے نام

1۔مدینہ منورہ

اللہ تعالیٰ کا قول: "اگر ہم اب لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔

2۔طابہ

حضرت جابر بن سمرۃ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا" کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کا نام طابہ رکھا ہے"۔[یہ مسلم کی روایت ہے]

3۔طیبہ

زید بن ثابت سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:" کہ مدینہ پاک ہے یہ گناہوں کو اس طرح پاک کرتی ہے جس طرح آگ چاندی کی گندگی کو صاف کرتا ہے۔"[یہ حدیث متفق علیہ ہے]

مدینہ منورہ کی فضیلت

1۔حضرت سعد بن ابی قاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:" مدینہ منورہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانتے کوئی بھی شخص مدینہ منورہ سے اعراض کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص اس میں داخل کر دے گا، جو بھی شخص اس کی سختیوں پر صبر کرے تو قیامت کے دن میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔"[یہ مسلم کی روایت ہے]

2۔حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے" کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے ایسی بستی کی طرف ہجرت کا حکم ملا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہے اور لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے جو کہ لوگوں کو صاف کرتی "یعنی شر پسند لوگوں کو جدا کرتی ہے" جیسے کہ لوہار کی پھونکنی لوہے کو گندگی سے صاف کرتی ہے۔"[یہ حدیث متفق علیہ ہے]

مدینہ منورہ کی خصوصیات

1۔مدینہ منورہ پر امن حرم ہے دو پہاڑ عیر اور ثور کے درمیان واقع ہے جس کے درخت نہیں کاٹے جاتے اور نہ ہی اس میں شکار کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:" مدینہ عیر پہاڑ سے لیکر ثور پہاڑ تک حرم ہے جس شخص نے مدینہ میں بدعت یا گناہ کے کام کیے یا گناہ کرنے والے کو ٹھکانہ دیا اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے نہ نفلی عمل قبول کریں گے نہ ہی فرض عمل۔"[یہ حدیث متفق علیہ ہے]

اور آپ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا، عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا" کہ میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں نے اسکے لیے اسکے مد اور صاع میں برکت کی دعا کی ہے "یعنی ہر چیز میں برکت کی دعا کی ہے"۔جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا کی تھی۔" یہ بخاری کی حدیث ہے۔

مکہ کے حرم ہونے اور مدینہ کے حرم ہونے میں فرق۔یہ ہے کہ مکہ کا حرم ہونا نص اور اجماع کے ساتھ ثابت ہے۔اور صحیح یہ ہے کہ مدینہ بھی حرم ہے۔

مدینہ منورہ کی فضیلت و برکات کا بیان

مدینہ منورہ کائنات ارض وسماوات کا وہ نگینہ ہے، جہاں ہر لحہ آسمان سے رحمت کی رم جھم برستی رہتی ہے، ساکنانِ مدینہ سائبانِ کرم میں رہتے ہیں اہل مدینہ کو مدینہ کا شہری ہونے کے باعث بے پناہ فضیلت حاصل ہے۔یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے

شب وروز کا ہر لمحہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادرِ رحمت کے سائے میں گزرتا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا حصار انہیں اپنے دامنِ عطاء وبخشش میں چھپالیتا ہے۔ اہل مدینہ کو بتقاضائے بشریت اگر کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور حرف شکوہ زبان پر نہیں آنے دیتے تو ایسے اہل مدینہ کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مدینہ منورہ کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑے گا قیامت کے روز میں اس شخص کے حق میں گواہی دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا۔''

(مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ والصبر علی لاوائہا، 1004:2، رقم:1377)

اہل مدینہ سے برائی کرنا تو در کنار برائی کا ارادہ کرنے والے کو بھی جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس شہر والوں (یعنی اہل مدینہ) کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے (دوزخ میں) اس طرح پگھلائے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔''

(مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب من أراد أہل المدینۃ بسوء أذابہ اللہ، 1007:2، رقم:1386)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر دلنواز مدینہ منورہ کے رہنے والوں کا ادب واحترام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت و تعلق کی وجہ سے لازم ہے جو ایسا نہیں کرے گا وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان سمٹ کر مدینہ طیبہ میں اس طرح داخل ہو جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں داخل ہوتا ہے۔

(ابن ماجہ، السنن، کتاب المناسک، باب فضل المدینۃ، 524:3، رقم:3111)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں سے مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ ایسا کرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا میں اللہ کے سامنے اس کی شہادت دوں گا۔

(ابن ماجہ، السنن، کتاب المناسک، باب فضل المدینۃ، 524:3، رقم:3112)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قیام فرمانے کے بعد سب سے پہلا کام جو فرمایا وہ اس مقدس مسجد نبوی کی تعمیر ہے۔ زمین کا یہ قطعہ جہاں اب یہ مسجد موجود ہے دو یتیم بچوں حضرت سہل اور حضرت سہیل کی ملکیت تھا۔ یہ دونوں بچے سیّدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت تھے۔ اس جگہ کھجوریں خشک کی جاتی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں سے فرمایا یہ زمین مسجد کی تعمیر کے لئے ہمیں فروخت کر دو۔ بچوں نے بصد ادب و نیاز عرض کی: آقا یہ اراضی ہماری طرف سے بطور نذرانہ قبول فرمائیے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس پیش کش کو بلا معاوضہ قبول نہ فرمایا۔ بالآخر قیمت ادا کر کے یہ زمین خرید لی گئی جس کے لئے دس ہزار دینار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کیے۔

ربیع الاول یکم ہجری بمطابق اکتوبر 622ء مسجد نبوی کا سنگ بنیاد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے رکھا۔ مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی تو اس تعمیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر کام کیا خود اینٹیں اٹھا

اٹھا کر لاتے اور اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ بھی فرماتے:

اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْآخِرَةِ. فَارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ.

(بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ إلی المدینۃ، 3:1422-1423، رقم:3694)

اے اللہ! آخرت کا بدلہ ہی بہتر ہے تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

یہ مسجد انتہائی سادگی سے تعمیر کی گئی۔ تعمیر میں کچی اینٹیں، کھجور کی شاخیں اور تنے استعمال کیے گئے۔ جب کبھی بارش ہوتی تو چھت ٹپکنے لگتی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم اسی گیلی زمین پر اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو جاتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال تک اس مسجد میں نمازیں ادا فرمائیں۔ یہ مسجد اسلام کا مرکز قرار پائی۔

مسجد نبوی کی فضیلت متعدد احادیث مبارکہ میں بیان فرمائی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ. إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

(بخاری، الصحیح، کتاب التطوع، باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، 1:398، رقم:21133 مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب فضل الصلاۃ بمسجد مکۃ والمدینۃ، 2:1012، رقم:1394)

''میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِيْنَ أَلْفِ صَلَاةٍ.

(ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی الصلاۃ فی المسجد الجامع، 2:191، رقم:1413)

''جس نے میری مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز پڑھی اسے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِنِّي آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ مَسْجِدِي آخِرُ الْمَسَاجِدِ.

(مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب فضل الصلاۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ، 2:1012، رقم:1394)

''بیشک میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد۔''

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِي خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ. (دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، 1:45، رقم:112)

''میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد انبیاء کرام کی مساجد کی خاتم ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي أَرْبَعِيْنَ صَلٰوةً. لَا يَفُوْتُهُ صَلٰوةٌ كُتِبَتْ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ. وَنَجَاةٌ مِنَ الْعَذَابِ وَبَرِيءَ مِنَ النِّفَاقِ. (احمد بن حنبل، المسند، 3:12590 سمہودی، وفاء الوفا، 1:77)

''جس نے مسجد نبوی میں چالیس نمازیں متواتر ادا کیں اس کے لئے جہنم، عذاب اور نفاق سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔''

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر سن 7 ہجری کے بعد مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر فرمائی اور اسے مزید کشادہ کیا۔ اس کے بعد مسجد نبوی کی توسیع کی تواریخ درج ذیل ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے عہد میں، 17 ہجری۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے عہد میں، 29۔30 ہجری۔ ولید بن عبدالملک کے عہد میں، 88۔91 ہجری۔ مہدی العباسی کے عہد میں، 161۔165 ہجری۔ سلطان اشرف قائتبائی کے عہد میں، 888 ہجری۔ سلطان عبدالمجید عثمانی کے عہد میں، 1265۔1277 ہجری۔ الملک سعود کے عہد میں، 1372 ہجری۔ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودہ توسیع خادم الحرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے عہد (1405۔1412ھ) میں مکمل ہوئی۔

مسجد کا موجودہ توسیع شدہ رقبہ 98 ہزار 500 مربع میٹر ہے۔ اس کے علاوہ چھت پر بھی نماز پڑھنے کے لئے 67 ہزار مربع میٹر کی جگہ موجود ہے۔

اس وقت مسجد میں عام دنوں میں 6 لاکھ 50 ہزار نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں البتہ حج کے زمانے میں اور رمضان المبارک کے دنوں میں یہ تعداد 10 لاکھ تک بھی ہو سکتی ہے۔

جنوبی سمت چھوڑ کر مسجد نبوی کے تین اطراف میں پرشکوہ، دیدہ زیب دروازے موجود ہیں۔ چند تاریخی دروازے جن سے متعارف ہونا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔ مشرقی جانب باب جبریل ں، باب النساء اور باب البقیع، باب جنازہ، مغربی جانب باب السلام، باب ابوبکر ص، باب الرحمۃ اور باب سعود، شمالی جانب باب عثمان ص، باب مجیدی اور باب عمر رضی اللہ عنہ۔

مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت درود شریف کا ورد جاری رکھیں اور یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ. اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ. اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اَلْیَوْمَ مِنْ اَوْجَهِ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَیْکَ وَاَقْرَبِ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْکَ وَاَنْجَحِ مَنْ دَعَاکَ وَابْتَغٰی مَرْضَاتِکَ.

''اے اللہ! ہمارے آقا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر درود بھیج اور برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ! آج کے دن مجھے اپنی طرف متوجہ ہونے والوں میں سب سے زیادہ قریب بنالے اور زیادہ نواز ان میں سے جنہوں نے تجھ سے دعا کی اور اپنی مرادیں مانگیں۔''

بیت اللہ شریف کی زیارت اور حج کے مقدس فریضہ کی بجا آوری کے بعد عشاق اپنے اگلے سفر یعنی مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں، اور اس دربار کی حاضری کے لئے مچلتے جذبات، دھڑکتے دلوں اور برستی آنکھوں کے ساتھ کشاں کشاں اپنے آقا و مولا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بصد ادب و احترام حاضر ہوتے ہیں۔ یہی عشاق کے دلوں کا حج

ہوتا ہے۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو

بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی فضیلت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں درج ذیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِي، وَجَبَتْ لَه شَفَاعَتِيْ. (دارقطنی، السنن، 2:447، رقم:2669)

''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے خلوصِ نیت سے مدینہ منورہ حاضر ہو کر میری زیارت کا شرف حاصل کیا میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔''

(بیہقی، شعب الایمان، 3:490، رقم:4157)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے میری قبر (یا راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا، اور کوئی دو حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت ایمان والوں کے ساتھ اٹھائے گا۔'' (طیالسی، المسند، 12:13، رقم:65)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔'' (دارقطنی، السنن، 447، رقم:2667)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کے آداب یہ ہیں:

جب شہرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخلہ کا وقت آئے تو زائر مدینہ غسل اور وضو کرے، اچھی سے اچھی پوشاک پہنے، نوافل ادا کرے، توبہ کی تجدید کرے اور پیدل چلتا ہوا اندر داخل ہو کر تصویرِ عجز بن جائے کہ وہ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے اپنے شہرہ آفاق 'القصیدۃ النونیۃ' میں زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب بیان کیے ہیں، وہ کہتے ہیں:

☆ جب ہم مسجد نبوی میں حاضر ہوں تو سب سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کریں۔

☆ پھر باطناً و ظاہراً انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ حضوری کی تمام تر کیفیتوں میں ڈوب کر قبر انور کے پاس کھڑے ہوں۔

☆ یہ احساس دل میں جاگزیں رہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں سماعت بھی فرماتے ہیں اور کلام بھی فرماتے ہیں، پس وہاں کھڑے ہونے والوں کا سر ادباً و تعظیماً جھکا رہے۔

☆ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں کھڑے ہوں کہ رعبِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے پاؤں تھر تھر کانپ رہے ہوں

اور آنکھیں بارگاہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں گریہ مسلسل کا نذرانہ پیش کرتی رہیں اور وہ طویل زمانوں کی مسافت طے کر کے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کھو جائیں۔

☆ پھر مسلمان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں وقار وادب کے ساتھ ہدیہ سلام پیش کرتے ہوئے آئے جیسا کہ صاحبانِ ایمان وصاحبان علم کا شیوہ ہے۔

☆ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے قریب آواز بھی بلند نہ کرے، خبردار! اور نہ ہی سجدہ ریز ہو۔ ☆ یہی زیارت افضل اعمال میں سے ہے اور روزِ حشر اسے میزانِ حسنات میں رکھا جائے گا۔ (ابن قیم، القصیدۃ النونیۃ: 181)

اس کے بعد زائر یہ دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ قَدْ سَمِعْنَا قَوْلَکَ وَأَطَعْنَا أَمْرَکَ وَقَصَدْنَا نَبِیَّکَ مُسْتَشْفِعِیْنَ به إِلَیْکَ مِنْ ذُنُوْبِنَا. اَللّٰھُمَّ! فَتُبْ عَلَیْنَا وَاسْعِدْنَا بِزِیَارِته وَادْخِلْنَا فِي شَفَاعَتِه. وَقَدْ جِئْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللهِ ظَالِمِیْنَ أَنْفُسَنَا مُسْتَغْفِرِیْنَ لِذُنُوْبِنَا. وَقَدْ سَمَّاکَ اللهُ تَعَالٰی بِالرَّءُ وْفِ الرَّحِیْمِ. فَاشْفَعْ لِمَنْ جَاءَ کَ ظَالِمًا لِنَفْسِه مُعْتَرِفًا بِذَنْبِه تَائِبًا إِلٰی رَبِّه.

"اے اللہ ہم نے تیرا فرمان سنا اور تیرے احکام کی تعمیل میں تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں، جو تیری بارگاہ میں ہمارے گناہوں کی شفاعت کریں گے، اے اللہ ہم پر رحم و کرم فرما اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی برکت سے ہمیں خوش بخت بنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمیں نصیب فرما۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! ہم آپ کی بارگاہ میں اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو 'رؤف ورحیم' بنایا ہے۔ پس وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کر کے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنا گناہوں کا اقرار کر کے اس سے معافی مانگتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اس کی شفاعت فرمایئے۔"

اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے، اپنے ماں باپ، شیخ، اساتذہ، اولاد، اعزا و اقرباء، دوستوں اور سب مسلمانوں کے لئے شفاعت مانگیں، اور بار بار عرض کریں:

اَسْئَلُ الشَّفَاعَةَ یَا رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیک و آلک وسلم.

پھر اگر کسی نے بارگاہ رسالت مآب میں سلام عرض کرنے کے لئے کہا ہو تو شرعاً اس کی طرف سے سلام پہنچانا لازم ہے اور یوں عرض کرے: السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن فلاں بن/ بنت فلاں (نام وولدیت)

مدینہ منورہ فضائل کے آئینہ میں

اللہ تعالیٰ نے اس کائناتِ رنگ وبو میں بعض انسان کو دوسرے بعض سے افضل وبرتر بنایا ہے؛ چناں چہ انبیاء علیہم السلام کو دوسرے تمام انسانوں پر فضیلت بخشی اور پھر انسانوں میں سے علماء، صلحاء، اتقیاء، عابدین اور زاہدین کو بقیہ تمام لوگوں پر پھر بقیہ لوگوں میں سے عام مومنین کو کفار و مشرکین پر؛ لیکن فضیلت وبرتری ایک ایسی چیز ہے جس کا دائرہ صرف انسان تک محدود نہیں ہے؛

بلکہ نوعِ انسان سے متجاوز ہو کر حیوانات، نباتات امکنہ ومقامات تک پہنچتا ہے؛ چناں چہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مقامات وامکنہ میں سے بھی بعض مخصوص ومقدس مقامات کو دوسرے بعض پر فوقیت بخشی ہے، ان ہی مخصوص ومقدس مقامات میں سے دارِ ہجرتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے؛ کیوں کہ اس مقدس سرزمین کے ساتھ بہت سے امتیازات جڑے ہوئے ہیں اور یہ مبارک زمین بہت سے فضائل ومناقب کی حامل ہے، یہ وہ سرزمین ہے جس کی طرف (کفارِ مکہ اور اہلِ طائف کے ایمان سے مایوس ہو کر) خاتم الرسل آقائے دو جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور اپنی زندگی کے آخری دس سال یہیں گذارے، یہی وہ سرزمین ہے جس کی طرف اپنی جان اور اسلام کی حفاظت کی خاطر کفارِ مکہ کے ظلم وستم سے پریشان وتنگ آکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہجرت کی اور امن واطمینان کے ساتھ زندگی گذاری یہی وہ سرزمین ہے، جہاں سے اسلام دنیا میں پھیلا اور قوت وشوکت حاصل ہوئی، یہی وہ سرزمین ہے جہاں کے باشندوں نے قدم قدم پر اللہ کے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا حتی کہ اپنی جانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے سے گریز نہیں کیا، اسی وجہ سے اللہ کی طرف سے ان کو انصار کا لقب ملا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا ان کی تعریف کی؛ چناں چہ قرآن کریم میں ہے: وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الحشر:۹) ترجمہ: اور یہ مالِ فیٔ ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ کے) گھروں میں ٹھکانہ بنایا اور ایمان لائے، وہ محبت کرتے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے ان کی طرف ہجرت کی اور اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے ہیں، اس مالِ غنیمت سے جو ان کو دیا جائے اور وہ (ان کو) خود پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ ان کو فاقہ کرنا پڑے اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

قرآن کریم نے اس آیت میں انصار کے چند اوصافِ حمیدہ بیان کیے ہیں:

(۱) ان کے دلوں میں مہاجرین کی محبت ہے۔

(۲) اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کو ان کے فقر وغربت کی وجہ سے مالِ غنیمت میں سے کچھ زیادہ دے دیں تو وہ تنگ دل اور پریشان نہیں ہوتے۔

(۳) کھانے پینے، رہنے سہنے کی چیزوں میں یہ لوگ مہاجرین کو خود پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ ان کو فاقہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بخل اور مال ودولت کی حرص نہیں ہوتی تو وہ لوگ کامیاب وکامران ہوتے ہیں، اس سے صحابہ کرام کے کامیاب وبامراد ہونے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے؛ اس لیے کہ صحابہ کرام کے دل بھی بخل اور مال ودولت کی حرص سے محفوظ ہیں، اسی طرح غزوۂ بدر کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے أشیروا علی أیہا الناس کہہ کر انصار کی رائے معلوم کی تو انصار کے سردار سعد بن معاذ نے جواب دیا تھا کہ اے اللہ کے رسول ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے، اگر آپ ہم کو دریا میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم دریا میں کودنے سے بھی دریغ نہیں

کریں گے۔

الغرض قرآن واحادیث اور کتب تواریخ میں انصار کے بے شمار فضائل ومناقب بیان کیے گئے ہیں، جو خود ایک مستقل موضوع ہے، جس کے لیے سیکڑوں صفحات کی ضرورت ہے، یہاں احقر نے ضمناً ان کے چند فضائل کا اس لیے تذکرہ کردیا ہے کہ مکان ومکین کی فضیلت ایک دوسرے کو مستلزم ہے، اب احادیث کی روشنی میں مدینہ منورہ کے فضائل ملاحظہ فرمائیں۔

مدینہ منورہ کے لیے برکت کی دعاء

مدینہ منورہ کی سرزمین، اس کے پھل، پیمانے اور مد کے لیے برکت کی دعاء فرمائی ہے؛ چناں چہ مسلم شریف کی حدیث ہے: ابوہریرہ سے روایت ہے کہ لوگ باغ کا سب سے پہلا پھل دیکھتے تو اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لیتے اور یہ دعاء فرماتے کہ اے اللہ ہمارے پھل میں برکت عطا فرما، ہمارے شہر میں برکت فرما، ہمارے صاع میں برکت فرما اور ہمارے مد میں برکت فرما، اے اللہ بیشک ابراہیم تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور بیشک انھوں نے تجھ سے مکہ کے لیے دعاء کی اور میں بھی مدینہ کے لیے اس طرح کی دعاء کرتا ہوں، جیسا کہ ابراہیم نے مکہ کے لیے دعاء کی اور ایک گنا زیادہ وہ حدیث درج ذیل ہے:

وعنه (أبي هريرة رضي الله عنه) قال كان الناس إذا رأوا أول الثمرة جاء وا به إلى النبي صلى الله عليه وسلم فإذا أخذه قال اللهم بارک لنا في ثمرنا وبارک لنا في مدينتنا وبارک لنا في صاعنا وبارک لنا في مدنا. اللهم إن إبراهيم عبدک وخليلک ونبيک وإني عبدک ونبيک وإنه دعاک لمكة وأنا أدعوک للمدينة بمثل ما دعاک لمكة ومثله معه.

(مسلم ۱/۴۴۲ باب فضل المدینۃ، مؤطا مالک کتاب جامع الدعا باب فضل المدینۃ ۳۵۸)

آب وہوا کی درستگی اور وبائی مرض کے لیے دعاء

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ کے قیام کے زمانہ میں حضرت ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما بخار میں مبتلا ہوگئے یہ ایک سخت قسم کا بخار تھا جو وباء کی شکل میں اہل مدینہ کو آتا تھا اور جس کو آتا تھا کمزور کردیا کرتا تھا، جس سے صحابہ کرام کے مدینہ منورہ سے بددل ہونے کا بھی اندیشہ تھا، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی: اے اللہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت پیدا فرمادیجیے جیسا کہ ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت ہے یا اس سے بھی زیادہ، مدینہ کی آب وہوا کو درست کردیجیے اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کردیجیے۔ (جحفہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی تھی جہاں کے باشندے یہودی تھے) اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعاء قبول فرمائی اور بخار کو ان لوگوں کی طرف منتقل کردیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے اس کے متعلق ایک خواب بھی نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک کالی عورت دیکھی جس کے سر کے بال پراگندہ تھے، مدینہ سے نکلی اور مہیعہ میں جاکر اتر گئی تو میں نے اس کی تعبیر لی کہ مدینہ کی وباء مہیعہ کی طرف منتقل کردی گئی (مہیعہ جحفہ کا ہی نام تھا) جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

(الف) عن عائشة رضی الله عنها قالت لما قدم المدینة وعک أبو بکر وبلال فجئت رسول الله صلی الله علیه وسلم فأخبرته فقال: اللهم حبب إلینا المدینة کحبنا مکة أو أشد وصححها وبارک لنا في صاعها ومدها وانقل حماها فاجعلها بالجحفة.
(بخاری ۲۵۳ باب بلاعنوان اختصارا، مؤطأ مالک ۳۶۰ باب ماجاء فی وباء المدینة مختصر من حدیث طویل)

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ابوبکر اور بلال بخار میں مبتلا ہوگئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء فرمائی: اے اللہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت پیدا فرما جیسا کہ ہمارے دلوں میں مکہ کی محبت ہے یا اس سے بھی زیادہ، اس کی آب وہوا کو درست کردیجیے اور ہمارے لیے برکت پیدا فرما اس کے صاع میں اور اس کے مد میں اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کردیجیے۔

(ب) عن عبد الله بن عمرو في رؤیا النبي صلی الله علیه وسلم فیالمدینة رأیت امرأة سوداء ثائرة الرأس خرجت من المدینة حتی نزلت مهیعة فتأولتها أن وباء المدینة نقل إلی مهیعة وهي الجحفة (مختصر صحیح البخاری باب من کذب فی حلمه ۴/ ۲۶۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے بارے میں مدینہ کے قیام کے زمانہ میں: میں نے ایک کالی عورت کو خواب میں دیکھا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے جو مدینہ سے نکلی اور مہیعہ میں اتر گئی میں نے اس کی تعبیر لی کہ مدینہ کی وباء مہیعہ یعنی جحفہ کی طرف منتقل کردی گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ سے محبت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ بہت عزیز اور محبوب تھا؛ چناں چہ حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے آتے اور مدینہ کی دیواروں پر نظر پڑتی تو اپنی اونٹنی تیز کردیتے اور اگر اونٹنی کے علاوہ کوئی دوسری سواری ہوتی تو اس کو تیز کردیتے، انھیں سے ایک دوسری حدیث میں منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے اُحد پہاڑ کے بارے میں فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، جیسا کہ احادیث ذیل میں اس کی تصریح ہے:

عن أنس رضی الله عنه أن النبي صلی الله علیه وسلم کان إذا قدم من سفر فنظر إلی جدرات المدینة أوضع راحلته وإن کان علی دابة حرکها من حبها (بخاری ۱/ ۲۵۳ باب بلاعنوان)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز کردیتے اور اگر دوسری سواری پر ہوتے اس کو تیز کردیتے اور یہ سب مدینہ سے محبت کی وجہ سے تھا۔

وعنه أن النبي صلی الله علیه وسلم أن النبي صلی الله علیه وسلم طلع له أحد فقال هذا جبل یحبنا ونحبه (مؤطأ مالک، کتاب الجامع، باب ماجاء فی أمر المدینة ۳۶۱)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب احد پہاڑ دکھائی دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں "هذا جبل يحبنا ونحبه" کی شرح میں محدثین کی دو رائیں ہیں:

(۱) یہ حدیث مجاز پر محمول ہے اور پہاڑ کے محبت کرنے کا مطلب ہے کہ اس پہاڑ کے قریب رہنے والے لوگ یعنی اہل مدینہ جو صاحب ایمان وتوحید ہیں ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔

(۲) یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بعض دفعہ جمادات میں بھی علم ودانائی، محبت وعداوت پیدا فرمادیتے ہیں، جیسا کہ وہ ستون جس پر ٹیک لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے جب منبر تیار ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دینے لگے اور ستون پر ٹیک لگا کر خطبہ دینا ترک فرمادیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کے غم میں رونے لگا۔

الغرض خواہ یہ حدیث ظاہر پر محمول ہو یا مجاز پر دونوں صورتوں میں مدینہ کی حرمت وعظمت کی طرف مشیر ہے، اگر ظاہر پر محمول ہو تو اس لیے کہ اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا مدینہ کے پہاڑ احد سے محبت کرنا اور پہاڑ کا آپ اور آپ کے صحابہ سے محبت کرنا ثابت ہوتا ہے اور مجاز پر محمول ہو تو؛ اس لیے کہ اس حدیث سے اہل مدینہ کا آپ اور آپ کے صحابہ کرام سے محبت کرنا ثابت ہوتا ہے اور آپ اور آپ کے صحابہ کرام کا اہل مدینہ سے، گویا اہل مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے نزدیک محبوب ہیں تو اہل مدینہ کی فضیلت ثابت ہوئی اور مکین کی فضیلت مکان کی فضیلت کو مستلزم ہوتی ہے، لہٰذا مدینہ کی فضیلت ثابت ہوئی۔

مدینہ منورہ کی حرمت وعظمت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو مکرم ومحترم قرار دیا ہے؛ حتی کہ بعض احادیث میں اس کے خاردار درختوں کے کاٹنے اور شکار کرنے سے منع کیا ہے، اور بعض احادیث میں فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی کسی کو حرم نبوی میں شکار کرتا ہوا دیکھے تو اس کا سامان چھین لے؛ چناں چہ اسی حدیث کے پیش نظر ایک صحابی سعد بن ابی وقاص نے ایک غلام کو حرم نبوی میں شکار کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے کپڑے چھین لیے اس غلام کے مالکان آئے اور کپڑے مانگے تو سعد بن ابی وقاص نے کپڑے نہیں دیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنایا من أخذ أحدا يصيد فيه فليسلبه، وہ احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) عن علي رضى الله عنه قال ما كتبنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا القرآن وما في هذه الصحيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة حرام ما بين عير إلى ثور فمن أحدث فيها حدثا أو آوى محدثا فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل منه صرف ولا عدل (بخاری ۱/۲۵۱، ۲۵۲ باب حرم المدینۃ۔ ابوداود ۱/۲۷۸ باب تحریم المدینۃ

ترجمہ: حضرت علی سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے قرآن اور جو کچھ اس صحیفے میں کچھ نہیں لکھا، انھوں نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، مدینہ محترم ومکرم ہے عیر اور ثور (مدینہ کی دو پہاڑیاں) کے

درمیان سو جو شخص اس میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کی کوئی فرض اور نفل نماز قبول نہیں ہوگی۔

(ب) عن سعد قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إني أحرم ما بین لابتي المدینة أن یقطع عضاها أو یقتل صیدها (مصنف ابن ابی شیبہ باب مساحۃ حرم المدینۃ ۷/۲۹۵)

ترجمہ: حضرت سعدؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میں حرام قرار دیتا ہوں اس علاقے کو جو مدینہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان ہے، یعنی اس بات کو کہ اس کے خاردار درختوں کو کاٹا جائے یا اس کے شکار کو قتل کیا جائے۔

(ج) عن سلیمان بن أبي عبد اللّٰہ قال رأیت سعد بن أبي وقاص أخذ رجلا یصید في حرم المدینة الذي حرم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فسلبه ثیابه فجاء موالیه فکلموه فیه فقال إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حرم هذا الحرم وقال من أخذ أحدا یصید فیه فلیسلبه فلا أرد علیکم طعمة أطعمنیها رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ولکن إن شئتم دفعتُ إلیکم ثمنه (أبوداود باب تحریم المدینۃ ۱/۲۷۸)

ترجمہ: حضرت سلیمان بن ابوعبد اللہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: میں نے سعد بن ابی وقاص کو دیکھا کہ انھوں نے ایک آدمی کو پکڑا جو حرم مدینہ میں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے شکار کر رہا تھا تو انھوں نے اس کے کپڑے چھین لیے تو اس کے مالکان آئے اور اس کو چھوڑنے کے بارے میں گفتگو کی تو سعد نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مدینہ کو محترم قرار دیا ہے اور فرمایا کہ جو کسی کو حرم مدینہ میں شکار کرتا ہوا پکڑے تو چاہیے کہ وہ اس کا سامان چھین لے؛ لہٰذا میں تمہیں وہ رزق نہیں لوٹاؤں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عنایت کیا ہے؛ البتہ اگر تم چاہو تو میں اس کی قیمت لوٹا دوں۔

نوٹ: احادیث مذکورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم نبوی کو حرام قرار دیا ہے جس طرح کہ حرم مکی کو حرام قرار دیا ہے؛ لیکن ان احادیث میں حرام سے حرام شرعی مراد نہیں ہے؛ بلکہ حرام بمعنی معظم و محترم ہے؛ اس لیے فقہاء احناف کے یہاں حرم نبوی کی خاردار گھاس اور اس کے شکار کو قتل کرنا شرعی اعتبار سے حرام نہیں ہے؛ البتہ مکروہ ہے، جب کہ حرم مکی کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، اس سے حرام شرعی مراد ہے؛ لہٰذا حرم مکی کی گھاس کو کاٹنا اور اس میں شکار کرنا شرعا حرام ہوگا؛ لیکن خواہ احادیث مذکورہ میں حرام بمعنی معظم و محترم ہو یا حرام بمعنی شرعی ہو دونوں صورتوں میں حرم نبوی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

کما في حاشیة المشکاة: قال التوربشتي قوله صلی اللّٰہ عیله وسلم حرمت المدینة أراد بذلک التحریم التعظیم دون ما عداه من الأحکام المتعلقة بالحرم قال الطیبي: المشهور من مذهب مالک والشافعي أنه لا ضمان في صید المدینة وقطع شجرها بل ذلک حرام بلا ضمان فقال بعض العلماء یجب الجزاء کحرم مکة وقال بعضهم لا یحرم أیضا وهو مذهبنا أنه یکره۔

حاشیہ مشکوۃ میں ہے: علامہ توربشتی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان "حرمت المدینۃ" اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

مراد تعظیم ہے نہ کہ وہ دوسرے احکام جو حرم مکی سے متعلق ہیں صلی اللہ علیہ وسلم علامہ طیبی نے کہا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی رحمہا اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مدینہ کے شکار اور اس کے درختوں کو کاٹنے میں کوئی ضمان نہیں ہے؛ بلکہ وہ حرام ہے بغیر ضمان کے لازم ہوئے، بعض علماء نے کہا کہ جزاء (بدلہ) واجب ہے، حرم مکی کی طرح اور بعض نے کہا کہ حرام نہیں ہے اور یہ ہی ہمارا مذاہب ہے کہ (درختوں کو کاٹنا اور شکار کرنا) حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مقدس بستی کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا؛ چناں چہ حدیث شریف میں ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرت بقرية تأكل القرى يقولون يثرب وهي المدينة

(بخاری باب فضل المدینۃ وانہا تنفی الناس ۱/ ۲۵۲۔ مسلم باب المدینۃ تنفی خبثہا وتسمی طابۃ وطیبۃ ۱/ ۴۴۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے ایسی بستی کی طرف (ہجرت کا) حکم دیا گیا جو دوسری بستیوں کو کھا جائے گی اور وہ مدینہ ہے۔

مدینہ منورہ اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب

مدینہ منورہ میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک حج اور عمرہ کے برابر ہے، جیسا کہ حضرت عمر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا دراں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی عقیق میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اس مبارک وادی (مدینہ منورہ میں نماز پڑھو اس میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک حج اور عمرہ کے برابر ہے، وہ حدیث مندرجہ ذیل ہے:

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال عمر ابن الخطاب رضي الله عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو بوادي العقيق يقول أتاني الليلة آت من ربي فقال صل في هذا الوادي المبارك وقل عمرة في حجة وفي رواية قل عمرة وحجة (بخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم العقیق ۲/ ۱۳۵)

علاوہ ازیں اسی مقدس زمین میں مسجد نبوی واقع ہے، جس میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے اور بعض روایات میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے، وہ حدیث درج ذیل ہے:

''صلاة في مسجدي هذا تعدل ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام''

(مسلم ۱/ ۴۴۷، (صحیح ابن خزیمہ ط ۳ باب اختیار صلاۃ المرءۃ فی مخدعہا ۲/ ۸۱۵)

ترجمہ: میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں کے برابر ہے جو اس کے علاوہ دوسری جگہوں میں پڑھی جائیں سوائے مسجد حرام کے۔ (شامی ۲/ ۴۲۲)

علامہ شامی نے یہ حدیث افضل المساجد (سب سے افضل مسجد) کی بحث میں ذکر کی ہے؛ چنانچہ کہا ہے کہ سب سے افضل مسجد حرام ہے اس کے بعد مسجد نبوی ہے جیسا کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے اس لیے کہ اس میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب ہزار نمازوں کے برابر بتایا گیا ہے؛ مگر مسجد حرام مستثنیٰ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب اس سے زیادہ ہے۔

روضۂ مبارک کی زیارت کا ثواب

اس مبارک سرزمین میں روضۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری زیارت کے لیے سفر کیا اور سفر سے اس کا مقصد میری زیارت ہی تھا تو وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا، اور ایک دوسری حدیث میں ہے جس شخص نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی تو وہ ایسا ہے جیسا کہ زندگی میں اس نے میری زیارت کی؛ چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے:

عن رجل من آل الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من زارني متعمدا كان في جواري يوم القيامة (شعب الایمان باب فضل الحج والعمرۃ ۶/ ۴۸، المعجم الأوسط باب من اسمہ جعفر ۳/ ۳۵۱)

ترجمہ: خطاب کی اولاد میں سے ایک شخص سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بقصد وارادہ میری زیارت کی تو وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا۔

عن ابن عمر مرفوعا من حج فزار قبري بعد موتي كمن زارني في حياتي

(شعب الایمان باب فضل الحج والعمرۃ ۶/ ۴۸)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے مرفوعا روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حج کیا اور مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ ایسا ہے جیسا کہ میری زندگی میں اس نے میری زیارت کی۔

مدینہ کی پریشانیوں پر صبر کی فضیلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے بارے میں فرمایا ہے جس شخص نے مدینہ کی مشکلوں، اس کی پریشانیوں اور مشقتوں (گرمی، بخار وغیرہ) کو برداشت کیا تو میں اس کے لیے گواہ ہوں گا اور قیامت کے دن اس کا سفارشی ہوں گا، جیسا کہ مشکوۃ شریف میں ہے:

عن رجل من آل الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال .... من سكن المدينة وصبر على بلائها كنت له شهيدا و مشفعا يوم القيامة (مسلم شریف باب الترغیب فی سکن المدینۃ والصبر ۲/ ۱۰۴)

ترجمہ: آل خطاب میں سے ایک شخص سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مدینہ میں رہائش اختیار کرے اور اس کی مشقتوں پر صبر کرے تو میں اس کے لیے گواہ ہوں گا اور قیامت کے دن اس کا سفارشی ہوں گا۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا کوئی فرد

مدینہ کی سختی اور پریشانی پر صبر نہیں کرے گا مگر یہ کہ قیامت کے دن میں اس کے لیے سفارشی ہوں گا۔ (مسلم شریف ۱/۴۴۴)

اسی طرح ایک اور حدیث میں یہ مضمون مذکور ہے: جو شخص مدینہ کی پریشانیوں اور اس کی مشقتوں کو برداشت کرے گا میں قیامت کے دن اس کے لیے سفارشی یا گواہ ہوں گا (نسائی ۴/۲۵۹) یعنی اگر وہ شخص گنہگار ہے تو سفارشی ہوں گا اور اگر گناہوں سے محفوظ ہوگا تو میں گواہ ہوں گا کہ اس نے مدینہ کی مشقتوں کو برداشت کیا، اس کی پریشانیوں کو جھیلا ہے؛ لہٰذا اس کے اجر وثواب میں اضافہ کیا جائے گا۔

بدکرداروں سے مدینہ منورہ کا تحفظ

مدینہ کے فضائل ومناقب میں یہ بھی ایک قابل تذکرہ فضیلت ہے کہ مدینہ میں فاسق، فاجر اور حدود اللہ سے تجاوز کرنے والوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے؛ چنانچہ مدینہ منورہ وقتاً فوقتاً اس طرح کے لوگوں کو باہر پھینکتا رہتا ہے، اس طرح کا ایک واقعہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی رونما ہوا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی نے مدینہ میں آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اتفاق سے اس دیہاتی کو بخار آگیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمد میری بیعت توڑ دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا پھر دوبارہ آیا اور کہا کہ اے محمد میری بیعت توڑ دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا پھر سہ بارہ آیا اور یہی جملہ دہرایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انکار کیا اس کے بعد وہ دیہاتی مدینہ سے چلا گیا تو اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مدینہ کی مثال بھٹی کی طرح ہے کہ جس طرح بھٹی میں لوہا رکھا جائے تو میل کچیل دور ہوجاتا ہے اور آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہوجاتا ہے، اسی طرح مدینہ بھی بدکار، بدعقیدہ، فاسق، فاجر، کافر، منافق لوگوں کو وقتاً فوقتاً باہر پھینکتا رہتا ہے اور صالح، متقی، عابد، زاہد اور خدا سے لو لگانے والوں کو پناہ دیتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا، یہاں تک کہ قرب قیامت میں مسیح دجال کا ظہور ہوگا جو دنیا کے چپے چپے کو چھان مارے گا، کوئی ایسی جگہ نہیں ہوگی جہاں اس کے منحوس اور ناپاک قدم نہ پہنچے ہوں گے؛ لیکن یہ ملعون مدینہ کی سرزمین میں قدم نہیں رکھ سکے گا؛ کیوں کہ مدینہ کے ہر راستے پر اللہ کی طرف سے فرشتے مقرر ہوں گے جو حفاظت کے لیے صف بستہ کھڑے ہوں گے؛ اس لیے مدینہ کے قریب سنگلاخ زمین میں اترے گا اس وقت مدینہ منورہ تین مرتبہ لرزے گا اور مدینہ میں جتنے کفار ومشرکین، فساق وفجار ہوں گے سب کو باہر پھینک دے گا جو سب دجال کے پاس آکر جمع ہوجائیں گے جیسا کہ احادیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

(الف) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تقوم الساعة حتى تنفي المدينة شرارها كما ينفي الكير خبث الحديد

(مسلم ۱/۴۴۴ باب صيانة المدينة من دخول الطاعون والدجال اليها)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے قیامت قائم نہیں ہوگی تا آنکہ مدینہ بدکار لوگوں کو دور کردے جس طرح بھٹی فولاد (لوہے) کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے۔

(ب) وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم على أنقاب المدينة ملائكة لا يدخلها

الطاعون ولا الدجال (بخاری ۱/ ۲۵۲ باب لایدخل الدجال المدینۃ، مسلم ۱/ ۴۴۴ باب صیانۃ المدینۃ من دخول الطاعون والدجال)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے ہی روایت ہے انھوں نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں؛ اس لیے طاعون اور دجال اس میں داخل نہیں ہو سکتے۔

وعن أنس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس من بلد إلا سیطأہ الدجال إلا مکۃ والمدینۃ لیس نقب من أنقابھا إلا علیہ الملائکۃ صافیین یحرسونھا فینزل السبخۃ فترتجف المدینۃ بأھلھا ثلث رجفات فیخرج إلیہ کل کافر ومنافق

(بخاری ۱/ ۲۵۳ باب لایدخل الدجال المدینۃ)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے انھوں نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کوئی شہر نہیں ہوگا جہاں دجال کے قدم نہ پہنچے ہوں گے سوائے مکہ اور مدینہ کے؛ اس لیے کہ مدینہ کے ہر راستے پر فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے جو اس کی حفاظت کریں گے تو وہ مدینہ کے قریب سنگلاخ زمین میں اترے گا اور مدینہ اپنے باشندوں کے ساتھ تین مرتبہ لرزے گا تو سب کافر ومنافق نکل کر اس کی طرف چلے جائیں گے۔

مدینہ منورہ میں انتقال کی فضیلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کو مدینہ منورہ میں انتقال کرنے کی ترغیب دی ہے؛ چنانچہ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے بس میں ہو کہ وہ مدینہ میں انتقال کرے اس کو چاہیے کہ مدینہ ہی میں انتقال کرے اس لیے کہ جو شخص مدینہ میں انتقال کرے تو میں اس کے لیے سفارشی ہوں گا۔

یحییٰ بن سعید کی حدیث میں ایک واقعہ مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا تھا، اس کی قبر کھودی جارہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک آدمی نے قبر میں جھانک کر دیکھا اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "مومن کی خوابگاہ کیا ہی بری ہے" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تو نے کیا ہی بری بات کہی اس شخص نے کہا کہ میرا مقصد مدینہ کی برائی کرنا نہیں ہے؛ بلکہ میرا مقصد ہے کہ اللہ کے راستے میں شہید ہونا اس سے زیادہ بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ مدینہ میں انتقال کر جانا اس سے زیادہ بہتر ہے اور ارشاد فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی مقام نہیں ہے جہاں پر مرنا مجھے مدینہ کے مقابلے زیادہ محبوب ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث کا مضمون ہے۔

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عیلہ وسلم من استطاع أن یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فإني أشفع لمن یموت بھا۔ (سنن ابن ماجۃ ۱/ ۲۲۸ باب فضل المدینۃ ۴/ ۲۹۲، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حسین اسد باب فضل مدینہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳/ ۳۵۸)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے بس میں ہو کہ مدینہ

میں انتقال کرے تو چاہیے کہ وہ مدینہ ہی میں انتقال کرے؛ اس لیے کہ میں اس شخص کا سفارشی ہوں گا جو مدینہ میں انتقال کرے۔

عن يحي بن سعيد أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان جالسا وقبر يحفر بالمدينة فاطلع رجل في القبر فقال: بئس مضجع المؤمن. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بئسما ماقلت. قال الرجل لم أرد هذا وإنما أردت القتل في سبيل الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا مثل القتل في سبيل الله ما على الأرض بقعة أحب إليّ أن يكون قبري بها منها ثلث مرات

(موطأ مالک، الأعظمی باب الشهداء فی سبیل الله، ترمذی شاکر ۵/ ۱۹۷، باب فضل المدینۃ)

ترجمہ: یحیٰ بن سعید سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور مدینہ میں ایک قبر کھودی جارہی تھی اچانک ایک آدمی نے جھانک کر دیکھا تو اس کی زبان سے نکلا "مومن کی خوابگاہ کیا ہی بری ہے" اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے بری بات کہی تو اس نے کہا کہ میرا یہ مقصد نہیں ہے بلکہ میرا مقصد ہے جہاد میں شہید ہونا اس سے بڑھ کر ہے تو آپ نے فرمایا کہ (مدینہ میں انتقال کر جانا) جہاد فی سبیل اللہ کی طرح نہیں ہے (بلکہ اس سے بڑھ کر ہے) روئے زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں مرنا مدینہ کے مقابلے مجھے زیادہ محبوب ہو، یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

قرب قیامت مدینہ کی تادیر بقاء

اس مقدس سرزمین کی ایک اہم خصوصیت وفضیلت یہ ہے کہ جب قیامت کا وقوع ہوگا تو مدینہ کی بستی سب سے آخر میں فناء ہوگی، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

عن أبي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آخر قرية من قرى الاسلام خرابًا المدينة هذا حديث حسن غريب (سنن ترمذی ت شاکر باب ماجاء فی فضل المدینۃ ۵/ ۸۲۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اسلام کی بستیوں میں سب سے آخر میں فناء ہونے والی بستی مدینہ ہے۔

قرب قیامت اہل ایمان کا مدینہ میں اجتماع

قیامت کے قریب تمام اہل ایمان دنیا کے گوشے گوشے سے سمٹ کر مدینہ آجائیں گے، جیسا کہ بخاری کی یہ حدیث شاہد وعادل ہے۔

عن أبي هريرة رضى الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الايمان ليأزر إلى المدينة كما تأزر الحية إلى جحرها (بخاری، باب الایمان یأرز إلی المدینۃ ۱/ ۲۵۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (اہل) ایمان سمٹ کر اس طرح مدینہ آجائیں گے جس طرح سے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

عجوہ کھجور کی فضیلت کا بیان

عجوہ کھجور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین کھجوروں میں تھی، یہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً کی عمدہ ترین، انتہائی لذیذ، مفید سے مفید تر، قیمتاً بہت ہی عالی اور اعلیٰ قسم کی کھجور ہے۔

حدیث میں اس کے متعلق آیا ہے کہ یہ جنت کی کھجور ہے، اس میں دوران سر سے، قلب مرض سے شفا کا ہونا وارد ہے، صحیح حدیث میں آیا ہے کہ: "نہار منہ اس کے سات عدد کھانے میں زہر اور سحر سے حفاظت ہوگی۔"

علماء نے لکھا ہے کہ اس کھجور کا درخت آپ انے اپنے دست بابرکت سے لگایا، اس مضمون میں اسی بابرکت کھجور کے متعلق چند باتیں جمع کی گئیں ہیں، حق تعالیٰ اس حقیر کاوش کو مفید ونافع بنائے اور راقم کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔

عجوہ کھجور کی تاثیر سحر وزہر سے حفاظت

"عن سعد قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: من تصبح بسبع تمرات عجوۃ لم یضرہ ذلک الیوم سم ولاسحر"۔ (۱)

"حضرت سعد بن ابی وقاص ے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص صبح کے وقت کوئی اور چیز کھانے سے پہلے سات عجوہ کھجوریں کھائے گا، اس کو اس دن کوئی زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچائے گا"۔

عجوۃ مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے ایک قسم ہے، جو صیحانی (۳) سے بڑی اور مائل بہ سیاہی ہوتی ہے، یہ قسم مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سب سے عمدہ اور اعلیٰ ہے۔

"زہر" سے مراد وہی زہر ہے جو مشہور ہے (یعنی وہ چیز جس کے کھانے سے آدمی مرجاتا ہے) یا سانپ، بچھو اور ان جیسے دوسرے زہریلے جانوروں کا زہر بھی مراد ہوسکتا ہے۔

مذکورہ خاصیت (یعنی دافع سحر وزہر ہونا) اس کھجور میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیدا کی گئی ہے، جیسا کہ قدرت نے از قسم نباتات دوسری چیزوں (جڑی بوٹیوں وغیرہ) میں مختلف اقسام کی خاصیتیں رکھی ہیں، یہ بات آنحضرت اکو بذریعہ وحی معلوم ہوئی ہوگی کہ (عجوہ) کھجور میں یہ خاصیت ہے، یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اس کھجور میں یہ خاصیت ہے (۴) عجوہ کا درخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے لگایا۔

علامہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ عجوہ صیمانی سے بڑی ہے، اس کا درخت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اطہر سے لگایا تھا:

"ضرب من التمر اکبر من الصیمانی وھو مما غرسہ المصطفیا بیدہ فی المدینۃ" (۵)

سات کے عدد میں حکمت

جہاں تک سات کے عدد کی تخصیص کا سوال ہے تو اس کی وجہ شارع کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں، بلکہ اس کا علم توقیفی ہے یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت پر موقوف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہی کا عدد فرمایا اور سننے والوں نے اسی کو نقل کیا' نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تخصیص کی وجہ بیان فرمائی اور نہ سننے والوں نے دریافت کیا' جیسا کہ رکعات وغیرہ کے اعداد کا مسئلہ ہے۔(٦)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ سات ہی کا عدد بہتر اور مناسب ہے' اس کی حکمت اور حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں(٧)

امام نووی فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھجور کی تمام اقسام میں سے عجوہ کو خصوصیت دینا اور پھر سات کے عدد کے ساتھ مخصوص فرمانا یہ امور اسرار سے ہیں جن کی حکمت ہم تو نہیں سمجھ سکتے' لیکن جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے' اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور یہی اعتقاد رکھنا چاہئے کہ عجوہ ہی کو برتری وفضیلت ہے اور اس میں بھی ضرور کوئی حکمت ہے۔(٨)

سات کے عدد میں عجیب نقطہ

بعض اہل علم نے نماز میں سات فرائض کی حکمت یہ لکھی ہے کہ انسان کا جسم سات چیزوں سے بنا ہے ا: مغز یعنی بھیجا' ٢: رگیں' ٣: گوشت' ٤: پٹھے' ٥: ہڈیاں' ٦: خون' ٧: جلد یعنی کھال' یہ سب سات ہوئے' ان ساتوں اجزاء کے شکریہ میں سات فرض رکھے گئے' ہر ایک چیز کا شکریہ ایک فرض۔(٩)

کیا بعید ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کھجور کھانے کی تاثیر یہ بیان فرمائی کہ انسان کا جسم سات اشیاء سے بنا ہے' ہر شئی کے بدلہ میں ایک کھجور۔

سات عدد کے متعلق علامہ ابن قیم کی تحریر

حافظ ابن قیم جوزی سات کے عدد کی حکمت بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں: "رہ گئی سات عدد کی بات تو اس کو حساب اور شریعت دونوں میں خاص مقام حاصل ہے' خدا تعالیٰ نے سات آسمان بنائے' سات زمین پیدا کیں' ہفتے کے سات دن مقرر فرمائے' انسان کی اپنی تخلیق سات مرحلوں میں ہوئی' خدا تعالیٰ نے اپنے گھر کا طواف اپنے بندوں کے ذمہ سات چکروں سے شروع کیا' سعی بین الصفا والمروۃ کے چکر بھی سات مرتبہ شروع کئے' عیدین کی تکبیریں سات ہیں' سات برس کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دلانے کا حکم ہوا' حدیث میں ہے:

"مروهم بالصلاة وهم سبع سنين"۔

یعنی اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں سات مشکیزہ پانی سے غسل کرانے کے لئے فرمایا: خدا نے قوم عاد پر طوفان سات رات تک جاری رکھا۔

رسول اللہ نے دعا فرمائی کہ: خدائے پاک! میری مدد فرما ایسے سات سے جیسے سات حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے۔ خدا کی طرف سے صدقہ کا ثواب جو صدقہ دینے والوں کو ملے گا سات بالیوں سے (جو ایک دانہ سے اگتی ہیں جن میں سو سو

دانے ہوں) تشبیہ دی' اور وہ خواب جو حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا اس میں سات بالیاں ہی نظر آئی تھیں اور جن سالوں میں کاشت نہایت عمدہ ہوئی' وہ سات سال تھے اور صدقہ کا اجر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زائد۔ سات کے ضرب کے ساتھ ملے گا۔

اس سے اندازہ ہوا کہ سات کے عدد میں ایسی خاصیت ہے جو دوسرے عدد کو حاصل نہیں' اس میں عدد کی ساری خصوصیات مجتمع ہیں' اور اطباء کو سات کے عدد سے خاص ربط ہے۔ خصوصیت سے ایام بحران میں بقراط کا مقولہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز سات اجزاء پر مشتمل ہے۔ ستارے سات' ایام سات' بچہ کی طفولیت کی عمر سات' پھر صبی چودہ سال' پھر مراہق' پھر جوان' پھر کہولت' پھر شیخ پھر ہرم اور خدائے پاک ہی کو اس عدد کے مقرر کرنے کی حکمت معلوم ہے' اس کا وہی مطلب ہے جو ہم نے سمجھایا، اس کے علاوہ کوئی معنی ہے اور اس عدد کا نفع خاص اسی چھوہارے کے سلسلے میں جو اس ارض مقدس کا ہو اور اس علاقے کا جو جادو اور زہر سے دفاع کرتا ہے' اس کے اثرات اس کے کھانے کے بعد زوک دیئے جاتے ہیں' کھجور کے اس خواص کو اگر بقراط و جالینوس وغیرہ اطباء بیان کرتے تو اطباء کی جماعت آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیتی اور اس پر اس طرح یقین کرتی جیسے نکلتے آفتاب پر یقین رکھتی ہے' حالانکہ یہ اطباء خواہ کسی درجہ کے عاقل ہوں وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ ان کی رسا عقل اور اٹکل یا گمان ہوتا ہے۔ ہمارا پیغمبر جس کی ہر بات یقینی اور قطعی اور کھلی دلیل وحی الٰہی ہو' اس کا قبول و تسلیم کرنا تو بہر حال ان اطباء سے زیادہ حسن قبولیت کا مستحق ہے' نہ کہ اعتراض کا مقام ہے اور زہر کی دافع دوائیں کبھی بالکیفیت اثر انداز ہوتی ہیں' بعض بالخاصیہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ (۱۰)

عجوہ میں شفاء ہے

"عن عائشة ان رسول اللّٰہ اقال ان فی العجوة شفاء وانها تریاق اول البکرة"۔ (۱۱)

"حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" عالیہ کی عجوہ کھجوروں میں شفاء ہے اور وہ زہر وغیرہ کے لئے تریاق کی خاصیت رکھتی ہیں' جب کہ اس کو دن کے ابتدائی حصہ میں (یعنی نہار منہ کھایا جائے)۔"

مدینہ منورہ کے اطراف قبا کی جانب جو علاقہ بلندی پر واقع ہے، وہ عالیہ یا عوالی کہلاتا ہے، اسی مناسبت سے ان اطراف میں جتنے گاؤں اور دیہات ہیں' ان سب کو عالیہ یا عوالی کہتے ہیں' اسی سمت میں نجد کا علاقہ ہے' اور اس کے مقابل سمت میں جو علاقہ ہے' وہ نشیبی ہے' اور اس کو سافلہ کہا جاتا ہے، اس سمت میں "تہامہ" کا علاقہ ہے' اس زمانہ میں عالیہ یا عوالی کا سب سے نزدیک والا گاؤں مدینہ سے تین یا چار میل اور سب سے دور والا گاؤں سات یا آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع تھا

"عالیہ کی عجوہ میں شفا ہے" کا مطلب یا تو یہ ہے کہ دوسری جگہوں کی عجوہ کھجوروں کی بہ نسبت عالیہ کی عجوہ کھجوروں میں زیادہ شفا ہے' یا اس سے حدیث سابق کے مطلق مفہوم کی تقیید مراد ہے یعنی پچھلی حدیث میں مطلق عجوہ کھجور کی جو تاثیر و خاصیت بیان کی گئی ہے' اس کو اس حدیث کے ذریعہ واضح فرمادیا گیا ہے کہ مذکورہ تاثیر و خاصیت عالیہ کی عجوہ کھجوروں میں ہوتی ہے۔

تریاق "ت" کے پیش اور زبر دونوں کے ساتھ آتا ہے' وہ مشہور دوا ہے جو دافع زہر وغیرہ ہوتی ہے۔ (۱۲)

عجوہ میں دوران سر سے شفا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ عجوہ کھجوروں کو دورانِ سر (جو بہت مشہور مرض ہے) کے لئے استعمال کرنے کا حکم فرمایا کرتی تھیں (۱۳)

عجوہ کی یہ خصوصیت دائمی ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ عجوہ کی یہ خصوصیات صرف زمانہ مبارک نبویہ کے ساتھ ہی مقید نہیں بلکہ عمومی اور دائمی ہیں (۱۴)

قلب کے مرض کی شفا عجوہ کے ذریعہ

''عن سعد قال مرضت مرضاً اتانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی فوضع یدہ بین ثدیی حتی وجدت بردھا فی فؤادی وقال انک رجل مفئود ائت الحارث بن کلدۃ اخا ثقیف فانہ رجل یتطبب فلیاخذ سبع تمرات من عجوۃ المدینۃ فلیجأھن بنواھن ثم لیلدک بھن''۔ (۱۵)

''حضرت سعد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شدید بیمار ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میری چھاتیوں کے درمیان رکھا اور اتنی دیر تک رکھا کہ میں نے اپنے قلب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی خنکی (ٹھنڈک) محسوس کی' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو قلب کی شکایت ہے' جاؤ حارث بن کلدہ کے پاس جا کر اپنا علاج کراؤ جو بنو ثقیف کا بھائی ہے اور وہ طبیب ہے' پس اسے چاہئے کہ مدینہ طیبہ کی سات کھجوریں لے کر اور انہیں ان کی گٹھلیوں سمیت پی لے اور ان کا مالیدہ سا بنا کر تمہارے منہ میں ڈالے''۔

عجوہ میں جنون سے شفا ہے

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العجوۃ من الجنۃ وھی شفاء من الجنۃ''۔ (۱۶)

''آپ نے فرمایا: عجوہ جنت سے ہے اور اس میں جنون سے شفا ہے''۔

عجوہ جنت کی کھجور ہے

''عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ العجوۃ من الجنۃ وما فیھا شفاء من السم والکماۃ من المن وماء ھا شفاء للعین''۔ (۱۷)

''حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: عجوہ جنت کی کھجور ہے اور اس میں زہر سے شفاء ہے اور کمأۃ (کھنبی) (۱۸) من (کی ایک قسم) اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے''۔

''عجوہ جنت کی کھجور ہے'' کا مطلب یا تو یہ ہے کہ عجوہ کی اصل جنت سے آئی ہے' یا یہ کہ جنت میں جو کھجور ہوگی وہ عجوہ ہے اور یا یہ کہ عجوہ ایسی سودمند اور راحت بخش کھجور ہے گویا وہ جنت کا میوہ ہے' زیادہ صحیح مطلب پہلا ہی ہے۔

عجوہ جنت کا میوہ ہے

ایک روایت میں ہے کہ "العجوۃ من فاکھۃ الجنۃ" یعنی عجوہ جنت کا میوہ ہے ان روایات میں عجوہ کی برکت اور اس کی منفعت میں مبالغہ مقصود ہے کہ عجوہ جنت کا میوہ ہے اور جنت کا کھانا تعب و تکلیف کو دور کرتا ہے۔(۲۰)

علامہ ابن قیم جوزی اسی حدیث کو نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس عجوہ سے مراد مدینہ منورہ کی عجوہ کھجوریں ہیں جو وہاں کی کھجور کی ایک عمدہ قسم ہے حجازی کھجوروں میں سب سے عمدہ اور مفید ترین کھجور ہے یہ کھجور کی اعلیٰ قسم ہے انتہائی لذیذ اور مزیدار ہوتی ہے جسم اور قوت کے لئے موزوں ہے تمام کھجوروں سے زیادہ رس دار لذیذ اور عمدہ ہوتی ہے۔(۲۱)

زمین پر تین چیزیں جنت کی ہیں

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں ہے:

"لیس من الجنۃ فی الارض شئی الا ثلاثۃ اشیاء: غرس العجوۃ والحجر واواق تنزل فی الفرات کل یوم برکۃ من الجنۃ"۔(۲۲)

"زمین پر جنت کی چیزوں میں سے تین چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں: ۱عجوہ کھجور کا پودا (درخت) ۲: حجر اسود ۳: اور وہ برکت کی مقدار کثیر جو روزانہ جنت سے دریائے فرات پر اترتی ہے"۔

عجوہ جنت کا میوہ ہے اس کے متعلق مختلف روایتیں ہیں ایک روایت میں "العجوۃ من فاکھۃ الجنۃ" (۲۳) عجوہ جنت کا میوہ ہے ایک روایت میں ہے: "العجوۃ والصخرۃ والشجرۃ من الجنۃ اور (بیت المقدس کا) پتھر (چٹان) (۲۴) اور (بیعت رضوان والا) درخت جنت سے ہیں۔

علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"یہ عجوہ شکل و صورت و نام میں جنت کے عجوہ کے مشابہ ہے لذت اور مزہ میں مشابہ نہیں اس لئے کہ جنت کا کھانا دنیوی طعام کے مشابہ نہیں۔"(۲۵)

عجوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھی

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما کان احب التمر الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم العجوۃ"۔(۲۶)

"حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ تمر کی تمام قسموں میں محبوب ترین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عجوہ تھی"۔

حوالہ جات

-۱ بخاری 'کتاب الطب باب الدواء بالعجوۃ للسحر' -۲ مرقاۃ ج:۸'ص:-۱۴۲۳ کھجوروں کے اقسام میں سے صیحانی بھی ہے' کہا جاتا ہے کہ ایک باغ میں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو اس کھجور کے ایک درخت نے آپ کی رسالت و نبوت کی گواہی دی' اس کا پھل صیحانی کہلاتا ہے (تاریخ المدینۃ المنورۃ ص:۷۸)-۴ مظاہر حق جدید ج:۴' ص:۹۵ -۵ فیض القدیر ج:۴' ص:۴۹۵ تحت رقم الحدیث

۲-۵۲۷۸ مظاہر حق ج:۴' ص:۹۵ -۷ فتح الباری ج:۱۰' ص:۱۹۷ -۸ مسلم 'کتاب الاشربة' باب فضل تمر المدینة -۹ معراج المؤمنین ص:۲۲ -۱۰ طب نبوی ص:۱۹۹ (اردو) -۱۱ مسلم 'کتاب الاشربة' باب فضل تمر المدینة -۱۲ مظاہر حق' ج:۴' ص:۹۲' مرقاة' ج:۸' ص:۱۷۵ -۱۳ جذب القلوب ص:۲۹ بحوالہ تاریخ المدینة المنورة ص:۷۷ -۱۴ فتح الباری ج:۱۰' ص:۱۹۷ -۱۵ ترجمان السنة ج:۴' ص:۱۳۵ ابوداؤد کتاب الطب باب فی تمر العجوة -۱۶ ابن ماجة 'ابواب الطب' باب الکمأة والعجوة -۱۷ مشکوٰة 'کتاب الاطعمة' فصل ثانی کی آخری حدیث' ترمذی 'کتاب الطب' باب ماجاء فی الکمأة والعجوة -۱۸ مظاہر حق ج:۴' ص:۱۱۶ -۱۹ مرقاة ج:۸' ص:۱۹۲ -۲۰ طب نبوی (اردو) ص:۱۲۵ -۲۱ کنز العمال ج:۱۲' ص:۲۱۲ رقم الحدیث ۳۴۷۳۶' فیض القدیر ج:۵' ص:۲۸۵ رقم الحدیث -۲۲ ۷۶۹۸ فیض القدیر ج:۴' ص:۲۹۵ رقم الحدیث ۵۲۷۸ -۲۳ ایضا رقم الحدیث -۲۴ ۵۲۷۹ بعض حضرات نے صخرہ کا ترجمہ کھجور سے کیا ہے یعنی عجوہ اور صخرہ دونوں جنت کی کھجوروں میں سے ہیں (تاریخ مدینة المنورة ص:۷۷) -۲۵ فیض القدیر ج:۴' ص:۲۹۵ -۲۶ فیض القدیر ج:۵' ص:۱۰۵ رقم الحدیث ۲۵۰۲

2033 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هٰذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''صرف تین مساجد کی طرف سفر کیا جاسکتا ہے' مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ''۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰی۔

''مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے سوا کسی (اور مسجد) کی طرف (زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔''

1. بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، 398:1، رقم: 1132

2. مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب لا تشد الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد، 1014:2، رقم: 1397

3. نسائی، السنن، کتاب المساجد، باب ما تشد الرحال إلیه من المساجد، 29:2، 30، رقم: 700

2۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

2033- اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدى، وسفيان: هو ابن عيينة، والزهرى: هو محمد بن مسلم. واخرجه البخارى (1189)، ومسلم (1397)، وابن ماجه (1409)، والنسائى فى "الكبرى" (781) من طريقين عن الزهرى، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1397) من طريق سلمان الاغر، عن ابى هريرة: ان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال: "انما يسافر الى ثلاثة مساجد: مسجد الكعبة، ومسجدى، ومسجد ايلياء." وهو فى "مسند احمد" (7249) و"صحيح ابن حبان" (1619).

لَا تُعْمَلُ الْمَطِيُّ إِلَّا إِلَي ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

''(زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) تین مساجد کے سوا کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے: مسجدِ حرام، میری مسجد اور مسجد بیت المقدس۔''

بعض کتب میں مسجد بیت المقدس کی جگہ مسجد ایلیاء کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

1. نسائی، السنن، کتاب الجمعة، باب ذکر الساعة التی یستجاب فیہا الدعاء یوم الجمعة، 3:79، رقم:1430

2. نسائی، السنن الکبریٰ، 1:540، رقم:1754

3. مالک، الموطأ، 1:109، رقم:241

3. طبرانی نے ''المعجم الاوسط (6:51، 52، رقم:5106)'' میں یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَي ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْخَيْفِ، وَمَسْجِدِ الْحَرَامِ، مَسْجِدِي هٰذَا.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مسجدوں یعنی مسجدِ خیف، مسجدِ حرام اور میری اِس مسجد کے سوا کسی (اور مسجد) کی طرف (زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔''

طبرانی کہتے ہیں کہ کلثوم بن جبر سے یہ حدیث حماد بن سلمہ کے سوا کسی نے روایت نہیں کی اور اِس حدیث کے سوا کسی اور حدیثِ شَدِّ الرِّحال میں مسجدِ خیف کا ذکر بھی نہیں ہے۔

4. حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَي ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَي، وَمَسْجِدِيْ.

''تین مسجدوں یعنی مسجدِ خیف، مسجدِ حرام اور میری مسجد کے سوا کسی (اور مسجد) کی طرف (زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔''

1. بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب مسجد بیت المقدس، 1:400، رقم:1139

2. مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلی حج وغیرہ، 2:976، رقم:1338

3. ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی أی المساجد أفضل، 1:358، رقم:326

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا اِرشادات کو بنیاد بنا کر بعض لوگ انبیاء و صالحین کے قبور کی زیارت حتیٰ کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اَطہر کی بہ غرضِ زیارت حاضری کو بھی ناجائز اور (معاذ اللہ) شرک گردانتے ہیں۔ جبکہ اکابر علمائے ربانیین اور محدّثین و مفسرینِ کرام نے اِس اِستدلال کو غلط اور کج فہمی قرار دیا ہے۔ اُنہوں نے اپنی معتبر کتب میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس حدیث کا صحیح مطلب بیان کیا ہے۔ اِس کی روشنی میں دین کا معمولی سا فہم رکھنے والا شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو لوگ اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے اَنبیاء و صالحین کے مزارات کی زیارت کے سفر سے منع کرتے ہیں اور اِسے

سفرِ معصیت و گناہ کہتے ہیں وہ بلاشبہ صریح غلطی پر ہیں اور اُن کا اِستدلال کسی بھی طرح لائقِ التفات نہیں۔

مذکورہ احادیث کی تشریح و توضیح کا بیان

1۔ان احادیثِ مبارکہ میں اِستثناء کے حوالے سے دو اَقوال ہیں:

ایک یہ کہ اِستثناء مطلق یعنی عمومیت پر مبنی ہو۔جس سے ہر قسم کا سفر ناجائز قرار پائے گا اور یہ بات خلافِ عقل و خلافِ شرع ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اِستثناء مقید ہو یعنی محض مساجد سے مختص ہو، جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے سوائے اِن تین مساجد کے کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے اور یہی قول صحیح ہے۔

2.حدیثِ مبارکہ میں لَا تُشَدُّ الرِّحال کے فوراً بعد الا الی ثلاثۃ مساجد مذکور ہے۔اہلِ لغت کے معروف اُسلوب کے مطابق جس جملہ میں مستثنیٰ (جسے اِستثناء حاصل ہو) اور مستثنیٰ منہ (جس سے اِستثناء کیا گیا ہو) دونوں پائے جاتے ہوں تو نحوی قاعدہ یہ ہے کہ مستثنیٰ حرفِ اِستثناء کے بعد اور مستثنیٰ منہ حرفِ اِستثناء سے پہلے ہوگا اور وُجوداً یا تقدیراً مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ دونوں کا پایا جانا ضروری ہوگا۔

مذکورہ حدیث میں 'اِلَّا' حرفِ اِستثناء ہے، 'ثلاثۃ مساجد' مستثنیٰ ہے۔قاعدہ کی رُو سے 'اِلَّا' کے بعد ثلاثۃ مساجد تو مذکور ہے لیکن مستثنیٰ منہ مذکور نہیں، جو 'اِلَّا' سے پہلے پایا جانا تھا لہٰذا جہاں ایسی صورت ہو کہ مستثنیٰ مذکور ہو مگر مستثنیٰ منہ کا لفظی ذکر نہ ہو تو وہاں مستثنیٰ منہ مقدر مانا جائے گا۔اِس صورت میں مقدر مستثنیٰ منہ کے تعین کے تین اِحتمالات ہو سکتے ہیں:

پہلا اِحتمال...اگر مستثنیٰ منہ 'قبر' کو مانا جائے

اِس حدیث سے سفرِ زیارت کی ممانعت کا اِستدلال کرنے والوں کے مسلک کے مطابق اگر مستثنیٰ منہ لفظ 'قبر' کو فرض کریں تو حدیث کی عبارت تقدیری اِس طرح ہوگی: لَا تُشَدُّ الرِّحال الی قبر الا الی ثلاثۃ مساجد ''سوائے تین مساجد کے کسی قبر کی طرف رَختِ سفر نہ باندھا جائے۔'' یہاں لفظ 'قبر' ایسی بے بنیاد تعبیر ہے جو نہ سیاقِ کلام کے مطابق ہے اور نہ ہی اُسلوبِ بیان و زباں کے لائق. عربی زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا شخص بھی یہ غیر معتبر اور غیر معقول اُسلوب قبول نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ اِس کی نسبت اَفصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے لہٰذا ضابطہ کے خلاف لفظ 'قبر' کو مستثنیٰ منہ بنانا ہرگز درست نہیں۔

دوسرا اِحتمال...اگر مستثنیٰ منہ 'مکان' کو مانا جائے

اگر 'مکان' کو مستثنیٰ منہ فرض کیا جائے تو حدیث کی عبارت تقدیری یوں ہوگی:

لَا تُشَدُّ الرِّحال الی مکان الا الی ثلاثۃ مساجد (سوائے تین مساجد کے کسی اور مقام کی طرف رَختِ سفر نہ باندھا جائے)۔اِس کا مطلب یہ ہوگا کہ تعلیم، تجارت اور کسی بھی کارِ خیر کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے، حالانکہ اِن اُمورِ خیر کے لئے سفر کی ممانعت باطل اور غیر معقول ہے۔مطلق سفر کی کہیں بھی ممانعت نہیں اور نہ ہی ایسا کوئی مفہوم حدیث مذکور کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔یہ مفہوم نہ صرف غیر شرعی ہوگا بلکہ بے شمار احکام اسلامی اور مصالح دینی سے متصادم ہوگا۔سو یہ صورت تقدیری بھی قبول نہیں کی جا سکتی، اگر

لئے کہ
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تجارت کے لئے سفر کیا اور متعدد اسفار کے ذریعے غزوات میں شرکت فرمائی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے ہمیشہ محوِ سفر رہے اور اُنہوں نے دور دراز علاقوں تک دین پہنچایا۔
ائمہ و بزرگانِ دین تحصیلِ علم اور بیعت و ارادت کے لئے سفر کرتے رہے۔ آج بھی لوگ حصولِ علم، تجارت اور دیگر اُمور کی بجا آوری کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کرتے ہیں۔
درج ذیل مقاصد کے لئے آج بھی سفر کیا جاتا ہے:
دعوت و تبلیغِ دین کے لیے۔ جہاد میں شرکت کے لئے۔ والدین، اساتذہ اور بزرگوں کی زیارت کے لئے۔ اعزاء و اَقارب اور اَحباب سے ملاقات کے لئے۔ کانفرنسز، سیمینارز اور دیگر خصوصی پروگراموں میں شرکت کے لئے۔ شادی وغمی میں شرکت کے لئے۔ کاروباری مقاصد کے لئے۔ سیر و تفریح کے لئے۔ علاج معالجہ کے لئے۔
اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتنے ہی سفر ہیں جو ہم روزانہ کرتے ہیں۔ اگر ہر سفر ممنوع قرار دیا جائے تو زندگی کا نظام معطل ہو کر رہ جائے گا، جو کہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔ تیسرا اِحتمال... اگر مستثنیٰ منہ بھی 'مسجد' ہی کو مانا جائے
یہ اِستثناء مفرغ ہے۔ اس میں مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا جنسِ واحد سے ہونا ضروری ہوتا ہے، جیسا کہ کلامِ عرب میں ہے:
ماجاءني الا زيد (میرے پاس سوائے زید کے کوئی نہیں آیا)۔
اِس کا مطلب یہ ہے کہ میرے پاس سوائے زید کے کوئی شخص یا انسان نہیں آیا۔ اگر پرندہ یا کوئی جانور آیا ہو تو کلام غلط نہ ہوگا کیونکہ مستثنیٰ منہ پرندہ یا جانور نہیں بلکہ انسان ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زید بھی انسان ہے، اس لئے ایک ہی جنس سے ہونے کی وجہ سے مفہوم واضح اور درست ہو جائے گا لہٰذا درست بات یہی ہے کہ اِس حدیث میں بھی عربی کے اُسلوب اور قاعدہ کی رُو سے تقدیرِ لفظ 'مسجد' ہی ہو، یعنی جسے مستثنیٰ ٹھہرایا جا رہا ہے مستثنیٰ منہ بھی وہی جنس ہو۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر جواز کے لئے اِستثناء مساجد کا کیا جا رہا ہے تو ممانعت بھی بقیہ مساجد ہی کی طرف منسوب ہوگی، نہ کہ دیگر اُمور اور مقاصد کی طرف۔ پس اب حدیث کی تقدیرِ عبارت یوں ہوگی:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلٰى مسجد إِلَّا إِلٰى ثلاثة مساجد.
''سوائے تین مساجد کے کسی اور مسجد کی طرف (ثواب کی زیادتی کی نیت سے) رختِ سفر نہ باندھا جائے۔''
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاد کا واضح مطلب یہ ہے کہ مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت چونکہ زیادہ ہے اور باقی مساجد نماز پڑھنے کی فضیلت اور ثواب میں برابر ہیں اس لئے ان تینوں مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد میں ثواب کی زیادتی کی نیت سے سفر کی زحمت برداشت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس جگہ زیادتی ثواب پر کوئی شرعی دلیل مذکور نہیں۔

2. مذکورہ احادیث پر ائمہ حدیث کی تحقیقات

متذکرہ بالا احادیث کا صحیح مطلب اجل ائمہ حدیث نے بیان کیا ہے اور اس پر اپنی تحقیق کی ہے۔

1. قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک مدینہ طیبہ مخلص مؤمنین کا مرجع رہا ہے اور تا قیامت رہے گا۔ اس حوالے سے قاضی عیاض (544ھ) نے اس حدیثِ مبارکہ کی بڑی ایمان افروز تشریح کی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان مدینہ کی طرف لوٹے گا۔ امام نووی اور دیگر شارحین حدیث نے ان کا قول نقل کیا ہے۔ شرح نووی میں ہے:

قال القاضي : وقوله صلي الله عليه وآله وسلم : وهو يأرز إلي المدينة، معناه : أن الايمان أولاً وآخراً هذه الصفة، لأنه في أول الاسلام كان كل من خلص إيمانه وصحّ إسلامه أتي المدينة، إمّا مهاجراً مستوطناً، وإما متشوقاً إلي رؤية رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم، ومتعلماً منه، ومتقربا. ثم بعده هكذا في زمن الخلفاء كذلک، ولأخذ سيرة العدل منهم والاقتداء بجمهور الصحابة رضوان الله عليهم فيها. ثم من بعدهم من العلماء الذين كانوا سرج الوقت وأئمة الهديٰ، لأخذ السنن المنتشرة بها عنهم. فكان كل ثابت الايمان منشرح الصدر به يرحل إليها. ثم بعد ذلک في كل وقت إلي زماننا لزيارة قبر النبي صلي الله عليه وآله وسلم والتبرک بمشاهده، وآثاره، وآثار أصحابه الكرام. فلا يأتيها إلا مؤمن. هذا كلام القاضي. والله أعلم بالصواب.

”قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ ایمان مدینہ طیبہ کی طرف لوٹے گا، کا معنی ہے کہ ایمان کی ابتداء میں یہ صفت تھی اور آخر زمانہ میں بھی یہی صفت رہے گی کیونکہ ابتدائے اسلام میں ہر وہ شخص جس کا ایمان خالص ہوتا اور اسلام صحیح ہوتا، وہ مدینہ طیبہ آتا یا تو مہاجر بن کر مدینہ طیبہ کو اپنا وطن بناتا اور یا دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کے حصول کے لیے۔ بعد ازاں خلفاء راشدین کے دور میں بھی اہلِ ایمان کا یہی معمول رہا تا کہ وہ ان سے عدل کا درس لیں اور جمہور صحابہ کا اقتداء بھی یہیں پر ہوتا تھا۔ پھر دور خلافت کے بعد وہ علماء جو اپنے وقت کے چراغ اور ہدایت کے امام تھے ان سے بکھری ہوئی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اخذ کرنے کے لئے اہلِ ایمان آتے رہے۔ پس ہر مومن جو ایمان پر ثابت قدم تھا اور جسے شرح صدر نصیب تھا وہ مدینہ طیبہ کی طرف سفر کرتا۔ پھر ان علماء کے دور کے بعد آج تک ہر دور میں لوگ قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہد آثار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کے لئے آتے رہے، پس مدینہ طیبہ وہی شخص آتا ہے جو سچا مومن ہوتا ہے۔“

(نووی، شرح النووی، 177:2)

2. امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

شارحِ صحیح مسلم امام نووی (م 676ھ) نے بھی اس حدیث کی تفصیلی شرح لکھی ہے۔ لاتُشَدُّ الرِّحال کا درست معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فيه بيان عظيم فضيلة هذه المساجد الثلاثة ومزيتها علي غيرها لكونها مساجد الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم، ولفضل الصلاة فيها.

''اس حدیثِ مبارکہ میں ان تین مساجد کی فضیلت اور دنیا کی دیگر مساجد پر درجہ میں ان کی برتری کا بیان ہے کیونکہ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مساجد ہیں اور اس وجہ سے کہ ان میں نماز پڑھنے کا ثواب اور فضیلت زیادہ ہے۔'' نووی، شرح صحیح مسلم، 106:9

انہوں نے مزید لکھا ہے کہ بعض علماء نے ان مساجد کے علاوہ قبورِ صالحین پر جانے میں الگ الگ آراء کا اظہار کیا ہے:

والصحيح عند أصحابنا، وهو الذي اختاره إمام الحرمين والمحققون أنه لا يحرم ولا يكره. قالوا: والمراد، أن الفضيلة التامة إنما هي في شدّ الرحال إلي هذه الثلاثة خاصة. والله أعلم.

''ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) کے نزدیک صحیح مؤقف یہ ہے جسے امام الحرمین (ابو المعالی عبد الملک الجوینی) اور دیگر محققین ائمہ نے اختیار کیا وہ یہ کہ زیارتِ قبور حرام ہے نہ مکروہ، انہوں نے کہا اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ثواب کے لیے سفر اختیار کرنے میں مکمل فضیلت ان تین مساجد کے ساتھ خاص ہے۔'' نووی، شرح صحیح مسلم، 106:9

ایک اور جگہ انہوں نے لکھا ہے:

وفي هذا الحديث فضيلة هذه المساجد الثلاثة وفضيلة شدّ الرحال إليها لأن معناه عند جمهور العلماء لا فضيلة في شدّ الرحال إلي مسجد غيرها.

''اس حدیث میں ان مساجد کی فضیلت اور اس کی طرف سفر کی فضیلت کا بیان ہے اسی لیے جمہور ائمہ کے نزدیک ان مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف رختِ سفر باندھنے میں کوئی فضیلت نہیں۔'' نووی، شرح صحیح مسلم، 168:9

3۔ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حافظ ابن حجر [illegible] رحمۃ اللہ علیہ نے امام سبکی (756ھ) رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

وقال السبكي الكبير: ليس في الأرض بقعة لها فضل لذاتها حتي تشدّ الرحال إليها غير البلاد الثلاثة، ومرادي بالفضل: ما شهد الشرع باعتباره ورتّب عليه حكمًا شرعيا وأمّا غيرها من البلاد فلا تشد إليها لذاتها بل لزيارة، أو جهاد، أو علم، أو نحو ذلک من المندوبات، أو المباحات. قال: وقد التبس ذلک علي بعضهم، فزعم أن شد الرحال إلي الزيارة لمن في غير الثلاثة داخل في المنع وهو خطأ لأن الاستثناء إنما يكون من جنس المستثني منه فمعني

الحديث لا تشدّ الرحال إلي مسجد من المساجد أو إلي مكان من الأمكنة لأجل ذلك المكان إلا إلي الثلاثة المذكورة وشدّ الرحال إلي زيارة، أو طلب علم. ليس إلي المكان. بل إلي من في ذلك المكان. والله أعلم.

''عالم اجل علامہ کبیر سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: روئے زمین پر کوئی ایسا خطہ نہیں جسے ایسی ذاتی فضیلت حاصل ہو جس کی وجہ سے اس کی طرف سفر کیا جائے، سوائے ان تین جگہوں کے۔ فضیلت و شرف سے میری مراد وہ فضیلت ہے جیسے شریعت نے مقرر کیا ہے اور جس پر شرعی حکم مرتب ہوتا ہے اور جہاں تک ان تین جگہوں کے علاوہ دیگر مقامات کی بات ہے تو ان کے لیے فضیلت کے باعث سفر نہیں کیا جائے گا، بلکہ سفر کی وجہ ملاقات یا جہاد یا حصولِ علم یا اس طرح دیگر مستحب و مباح امور کا سرانجام دیا جانا ہوگا۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بعض لوگوں کو اس حدیثِ مبارکہ سے مغالطہ ہوا پس انہوں نے سمجھا کہ شاید ان تین مقامات کے علاوہ کہیں اور سفر کے لئے جانا حکمِ ممانعت میں داخل ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ قاعدہ کی رو سے استثناء یا تو جنس مستثنیٰ منہ سے ہوتا ہے پس اس صورت میں حدیثِ مبارکہ کا معنی ہوگا مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے یا مقامات میں سے کسی مقام کی طرف ذاتی فضیلت کی وجہ سے سفر نہ کیا جائے سوائے مذکورہ تین مقامات کے۔ پس زیارت و ملاقات یا طلبِ علم کے لیے کسی جگہ کا سفر اس جگہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس جگہ میں رہنے والے کی وجہ سے ہوتا ہے۔'' (عسقلانی، فتح الباری، 66:3)

4۔ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حافظ ابنِ حجر عسقلانی (م852ھ) فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اس حدیث پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

أن المراد حكم المساجد فقط. وأنه لا تشدّ الرحال إلي مسجد من المساجد فيه غير هذه الثلاثة وأما قصد غير المساجد لزيارة صالح أو قريب أو صاحب أو طلب علم أو تجارة أو نزهة فلا يدخل في النهي. ويؤيده ماروي أحمد من طريق شهر بن حوشب قال سمعت أبا سعيد وذكرت عنده الصلاة في الطور فقال: قال رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم لا ينبغي للمصلي أن يشد رحاله إلي مسجد تبتغي فيه الصلاة غير المسجد الحرام والمسجد الأقصي و مسجدي.

''لا تشد الرحال سے فقط مساجد مراد ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز (کا زیادہ ثواب حاصل کرنے) کے لیے ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف رختِ سفر نہ باندھا جائے اور جہاں تک کسی صالح بزرگ یا عزیز رشتہ دار یا دوست کی زیارت و ملاقات کا تعلق ہے یا حصولِ علم، تجارت اور تفریح کے لیے سفر اختیار کرنا یہ حکمِ نہی میں داخل نہیں۔ اس بات کی تائید مسند احمد بن حنبل میں شہر بن حوشب کے طریق پر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ ہے انہوں نے کہا میں نے حضرت ابو سعید خدری سے سنا جبکہ میں نے ان کے سامنے کوہِ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے بیان کیا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نمازی کو زیادہ حصولِ ثواب کی نیت سے کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا نہ چاہیے سوائے مسجد حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد (مسجد نبوی) کے۔'' عسقلانی، فتح الباری، 65:3

بعض لوگ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول کو ممانعتِ سفرِ زیارت پر بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری کے لئے زیارت کے لفظ کو ناپسند کیا۔ ائمہ حدیث فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حد درجہ ادب و احترام کرتے تھے، محبت اور تعظیم وتوقیرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا درجہ دیگر ائمہ کرام سے بڑھ کر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نسبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و مافیہا سے بڑھ کر عزیز تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں قربِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں موت کی آرزو تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ساری زندگی فرض حج کے علاوہ کبھی مدینہ طیبہ سے باہر سفر نہ کیا، اس اندیشہ کے تحت کہ کہیں مسکنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دورِ حیاتِ مستعار چھن نہ جائے جبکہ مدینہ طیبہ کے ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کبھی بھی شہرِ مدینہ میں سواری نہیں کرتے تھے۔ علامہ ابنِ ہمام حنفی لکھتے ہیں:

كان مالك رحمه الله و رضي عنه لا يركب في طرق المدينة، وكان يقول : أستحي من الله تعالي أن أطأ تربة فيها رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم.

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے راستوں پر سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے اور (اس کی وجہ یہ بیان) فرماتے تھے مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس مقدس مٹی پر سوار ہو کر چلوں جس کے اندر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر ہے۔'' (ابن ہمام، شرح فتح القدیر، 3:180)

پس آپ جیسے صاحب محبت امام سے اس بات کی توقع بعید ہے کہ انہوں نے زیارت کو ناپسند فرمایا ہو۔ دراصل ان کے نزدیک دربِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری پر لفظِ زیارت کا اطلاق خلاف ادب ہے۔ کیونکہ عام قبروں کے لیے لفظِ زیارت استعمال ہوتا ہے جس میں مسلمان مُردوں کو فائدہ ہوتا ہے اور اس میں زائر کو اختیار رہتا ہے چاہے زیارت کرے چاہے نہ کرے جبکہ مالکیہ کے نزدیک دربِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری واجب ہے۔ اس لیے وہ اس کو عام زیارت کی طرح امرِ مباح نہیں گردانتے۔ لہٰذا امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں ممانعتِ زیارت کا شائبہ نہیں کیونکہ ان کا عقیدہ و عمل ہمارے سامنے ہے اور وہی قابلِ ترجیح ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں:

ما نقل عن مالك : أنه كره أن يقول زرت قبر النبي صلي الله عليه وآله وسلم. وقد أجاب عنه المحققون من أصحابه : بأنه كره اللفظ أدباً. لا أصل الزيارة. فإنها من أفضل الأعمال. وأجل القربات الموصلة إلي ذي الجلال. وأن مشروعيتها محل إجماع بلانزاع. والله الهادي إلي الصواب.

''یہ جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی۔ اس قول کا جواب امام مالک کے مقلدین محقق ائمہ کرام نے یہ دیا ہے کہ وہ ادباً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لیے لفظِ ''زیارت'' کا اطلاق ناپسند فرماتے تھے نہ کہ سرے سے زیارت کا انکار کرتے تھے۔

کیونکہ زیارتِ روضۂ اطہر ان افضل اعمال اور بلند درجہ عبادات میں سے ہے جن کے ذریعہ رب ذوالجلال تک رسائی ہوتی ہے جبکہ زیارتِ روضۂ اقدس کی مشروعیت اجماع سے ثابت ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات کی طرف ہدایت فرمانے والا ہے۔'' عسقلانی، فتح الباری، 66:3

وہ مزید لکھتے ہیں:

قال بعض المحققين: قوله. إلا إلي ثلاثة مساجد. المستثني منه محذوف. فأما أن يقدر عاماً. فيصير. لا تشد الرحال إلي مكان في أي أمر كان إلا إلي الثلاثة. أو أخص. من ذلك لا سبيل إلي الأول. لإفضائه إلي سد باب السفر. للتجارة وصلة الرحم. وطلب العلم. وغيرها. فتعين الثاني. والأولي أن يقدر ماهو أكثر مناسبة. وهو: لا تشد الرحال إلي مسجد للصّلاة فيه إلا إلي الثلاثة. فيبطل بذلك قول من منع شدّ الرحال إلي زيارة القبر الشريف وغيره من قبور الصّالحين. والله أعلم.

''بعض محققین نے جو یہ کہا: اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ میں 'مستثنیٰ منہ' محذوف ہے۔ پس یہاں یا تو مقدر عام مانیں گے اس صورت میں عبارت یوں ہوگی ''لاتشد الرحال الی مکان فی ای امر کان الا الی ثلاثۃ'' کسی بھی مقصد کے لیے ان تین مساجد کے علاوہ کہیں اور سفر کے لیے رختِ سفر نہ باندھا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہاں 'مستثنیٰ منہ' مقدر خاص مانیں گے۔ پہلی صورت تو ہو ہی نہیں سکتی اس لیے کہ اس سے تجارت، صلہ رحمی اور طلبِ علم وغیرہ کے لیے تمام اسفار کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس لازماً دوسری صورت کا تعین کرنا پڑے گا اور بہتر یہ ہے کہ اس 'مستثنیٰ منہ' کو مقدر مانا جائے جس کی 'مستثنیٰ' کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مناسبت ہو اور وہ اس طرح ہے کہ ''لا تشد الرحال الی مسجد للصلاۃ فیہ الا الی الثلاثہ'' (یعنی کسی بھی مسجد کی طرف نماز پڑھنے کی غرض سے رختِ سفر نہ باندھا جائے سوائے ان تینوں کے) اور اس سے اس شخص کا قول باطل ہو گیا جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور اور اس کے علاوہ صالحین کی قبور کی طرف سفر کرنے سے منع کرتا ہے۔'' عسقلانی، فتح الباری، 66:3

5. علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ بدر الدین عینی (م 855ھ) نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھا ہے:

فإن قيل فعلي هذا يلزم أن لا يجوز السفر إلي مكان غير المستثني، حتي لا يجوز السفر لزيارة إبراهيم الخليل صلوات الله تعالي وسلامه عليه ونحوه. لأن المستثني منه في المفرغ لا بد أن يقدر أعم العام. وأجيب بأن المراد بأعم العام ما يناسب المستثني نوعًا ووصفًا. كما إذا قلت: ما رأيت إلا زيدًا. كان تقديره: ما رأيت رجلًا أو أحدًا إلا زيدًا. لا: ما رأيت شيئًا أو حيوانًا إلا زيدًا. فههنا تقديره: لا تشدّ إلي مسجد إلّا إلي ثلاثة.

''اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس حدیثِ مبارکہ سے یہ لازم آ رہا ہے کہ مستثنیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ کی طرف سفر جائز ہی نہیں حتی

کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے مقابر کی طرف کیونکہ مستثنیٰ منہ مفرغ کے لیے لازم ہے کہ اس کا مقدر عام ہو۔ میری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عام سے مراد وہ عام ہے جو از روئے نوع اور صفت مستثنیٰ کے مناسب ہے جیسے مَارَأیتُ اِلَّا زیدًا کی تقدیر عبارت یوں ہوگی مَارَایتُ رَجلًا اَو احدًا اِلَّا زیدًا یہ عبارت نہیں ہوگی کہ مَارَایتُ شَیئًا او حیوانًا الا زیدًا پس اس حدیث مبارکہ میں تقدیر عبارت یوں ہوگی لَا تشد الرحال الی مسجد الا الی ثلاثۃ۔"

عینی، عمدۃ القاری، 7:253

وہ مزید لکھتے ہیں:

وأوّل بعضهم معني الحديث علي وجه آخر، وهو أن لا يرحلَ في الاعتكاف إلا إلي هذه الثلاثة، فقد ذهب بعض السلف إلي أن الاعتكاف لا يصحّ إلا فيها، دون سائر المساجد، وقال شيخنا زين الدين من أحسن محامل هذا الحديث: أن المراد منه حكم المساجد فقط، وأنه لا يشد الرحل إلي مسجد من المساجد غير هذه الثلاثة. فأمّا قصد غير المساجد من الرحلة في طلب العلم، وفي التجارة، والتنزة، وزيارة الصالحين، والمشاهد، وزيارة الاخوان، ونحو ذلک فليس داخلاً في النهي. وقد ورد ذلک مصرحاً به في بعض طرق الحديث.

"بعض علماء نے اس حدیث کی تاویل ایک اور طریقے سے کی ہے وہ اس طرح کہ کوئی شخص اعتکاف کے لیے مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف بطور نذر سفر نہ کرے۔ بعض سلف کا قول ہے اعتکاف کی نذر مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور مسجد میں جائز نہیں۔ ہمارے شیخ حضرت زین الدین فرماتے ہیں اس حدیث کا صحیح ترین مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد صرف مساجد کا حکم ہے یعنی ان مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی دوسری مسجد کی طرف (زیادہ ثواب کی نیت سے) سفر نہ کیا جائے اور جہاں تک ان مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ حصولِ علم، تجارت، سیر وسیاحت صالحین اور مقابر کی زیارت اور دوستوں کی ملاقات کی نیت سے سفر کرنا اور اس طرح کے دوسرے اسفار اس نہی میں داخل نہیں اور بعض روایتوں میں تو یہ چیز صراحت کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔" عینی، عمدۃ القاری، 7: 254

علامہ عینی نے مزید لکھا ہے:

فإن قلت: ما الجمع بين قوله في الحديث الصحيح لا تشدّ الرحال إلا إلي ثلاثة مساجد و بين كونه كان يأتي مسجد قباء راكباً؟ قلت: قباء ليس مما تشدّ إليه الرِّحال فلا يتناوله الحديث المذكور.

"اگر کوئی اعتراض کرے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی، تشد الرحال الا الی ثلاثہ مساجد کہ رختِ سفر نہ باندھا جائے سوائے ان تین مساجد کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ قباء سواری پر تشریف لے جاتے تھے" دونوں میں تطبیق کیسی ہوگی تو اس کے جواب میں، مَیں کہتا ہوں کہ مسجد قبا ان مساجد میں سے نہیں جن کی

طرف سفر کیا جاتا ہے پس یہ حدیث مذکور میں شامل ہی نہیں۔'' (عینی، عمدۃ القاری، 7: 260)

6. امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام سیوطی (متوفی 911ھ) لکھتے ہیں:

والصحيح عند إمام الحرمين وغيره من الشافعية: أنه لا يحرم. وأجابوا عن الحديث بأجوبة، منها: أن المراد أن الفضيلة التامة في شد الرحال إلي هذه المساجد بخلاف غيره فإنه جائز. ومنها أن المراد أنه لا تشد الرحال إلي مسجد من المساجد للصلاة فيه غير هذه. وأما قصد زيارة قبر صالح و نحوها فلا يدخل تحت النهي، ويؤيده ما في مسند أحمد قال رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم: لا ينبغي للمصلي أن يشد رحاله إلي مسجد غير المسجد الحرام والمسجد الأقصي، ومسجدي. انتهي.

''شوافع میں سے امام الحرمین (ابو المعالی عبد الملک الجوینی النیشاپوری) وغیرہ کے نزدیک صحیح مؤقف یہ ہے کہ قبورِ صالحین کی طرف سفر کرنا حرام نہیں اور ان ائمہ نے اس حدیث کے کئی جواب دیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں فضیلت سے مراد ان مساجد ثلاثہ کی طرف شدِ رحال کی فضیلت تامہ ہے جبکہ کسی دوسری جگہ کی طرف محض سفر جائز ہے، دوسرا جواب یہ کہ اس سے مراد ہے ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف زیادہ حصولِ ثواب کی خاطر، نماز پڑھنے کے لیے سفر نہ کیا جائے۔ لیکن کسی بزرگ صالح کی قبر اور اس طرح دیگر کام کے لیے اسفار نہی میں داخل نہیں، اس کی تائید مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسجد میں (زیادہ حصولِ ثواب کی خاطر) نماز ادا کرنے کی غرض سے سواری تیار نہ کی جائے سوائے مسجدِ حرام مسجدِ اقصی اور میری اس مسجد کے۔'' (سیوطی، شرح سنن ابن ماجہ، 1: 102)

7. ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اس حدیث کی مزید وضاحت میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (1014ھ) فرماتے ہیں:

الرّحال، جمع رحلة، وهو كور البعير. والمراد نفي فضيلة شدّها وربطها إلا ثلاثة مساجد، قيل: نفي معناه نهي. أي لا تشدّ الرّحال إلي غيرها، لأن ما سوي الثلاثة متساو في الرتبة غير متفاوت في الفضيلة، وكان الترحّل إليه ضائعاً عيشاً وفي شرح مسلم للنووي، قال أبو محمد: يحرم شدّ الرّحال إلي غير الثلاثة وهو غلط. وفي الاحياء ذهب بعض العلماء إلي الاستدلال به علي المنع من الرحلة لزيارة المشاهد، وقبور العلماء، والصالحين وما تبين إلي أن الأمر كذلك بل الزيارة مأمور بها بخبر: كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها. والحديث إنما ورد نهياً عن الشدّ بغير المساجد لتماثلها بل لا بلد إلا وفيها مسجد. فلا معني للرحلة إلي مسجد آخر. وأما المشاهد فلا تساوي بل بركة زيارتها علي قدر درجاتهم عند الله. ثم ليت شعري هل يمنع ذلك

القائل شدّ الرحال لقبور الأنبياء كإبراهيم وموسیٰ ويحيیٰ والمنع من ذلک في غاية الاحالة. وإذا جوّز ذلک لقبور الأنبياء والأولياء في معناهم فلا يبعد أن يكون ذلک من أغراض الرحلة كما أن زيارة العلماء في الحياة من المقاصد.

''اس حدیث مبارکہ میں رحال، رحلۃ کی جمع ہے جس کا معنی اونٹ پر سامان باندھنا ہے، اوراس سے مراد مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ دوسری مساجد کی طرف سفر کی فضیلت کی نفی ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہاں نفی بمعنی نہی ہے یعنی (زیادہ حصول ثواب کے لیے) ان مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر اختیار نہ کیا جائے کیونکہ ان مساجد کے علاوہ تمام مساجد درجۂ ثواب میں برابر ہیں۔ باعتبار فضیلت کسی میں کوئی کمی بیشی نہیں، اس لئے ان کی طرف (زیادہ ثواب کے لیے نماز کی غرض سے) سفر بے فائدہ ہے۔ شرح مسلم نووی میں لکھا ہے کہ ابو محمد جوینی نے جو یہ کہا کہ ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف سفر حرام ہے یہ غلط ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مشاہد اور علماء صلحاء کے مقابر کی زیارت سے منع کیا ہے لیکن میں اس حدیث کا مفہوم یہ سمجھا ہوں کہ اس میں مقابر ومشاہد کی زیارت کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''میں تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تمہیں اس کی اجازت ہے، اور حدیث شد رحال میں دیگر مساجد کی طرف زیادہ ثواب کے حصول کے لئے سفر کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد ثواب میں برابر ہیں، بلکہ دنیا میں کوئی آبادی ایسی نہیں جہاں مسجد نہ ہو لہٰذا کوئی شخص دوسری مسجد کی طرف محض ادائیگی نماز کے لئے کیوں جائے گا۔ تاہم زیادہ ثواب کے لئے کسی اور مسجد کی طرف سفر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مشاہد اور مقابر درجہ میں برابر نہیں بلکہ ان کی زیارت کی فضیلت و برکت ان کے اندر مدفون حضرات کے ان درجات پر موقوف ہے جو بارگاہِ الٰہی میں انہیں حاصل ہیں۔ افسوس کہ بعض لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف شد رحال سے بھی منع کرتے ہیں۔ قبور کی طرف سفر سے روکنا بڑے تعجب کی بات ہے اور جب اولیاء علماء اور صلحاء کرام کے مقابر کی طرف سفر کرنا جائز ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ سفر کے اغراض میں یہ (بھی علماء کرام کے مقابر) شامل ہوں جیسا کہ علماء کرام کی زیارت ان کی زندگی میں باعثِ ثواب ہے۔'' علی القاری، مرقاۃ المفاتیح، 2:190

8۔ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1052ھ) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَال کی تشریح میں لکھتے ہیں:

وگفت بندۂ مسکین کاتبِ حروف عبدالحق بن سیف الدین عفا اللہ عنہ انا کہ مقصودِ بیان اہتمامِ شانِ این سہ بقعہ وسفر کردن بجانب آنہاست کہ متبرک مقامات است یعنی اگر سفر کنند بایں سہ مسجد کنند و بغیر آن گرانی مشقت کشیدن نمی کنند نہ آنکہ سفر بجز این موضع درست نباشد مصرع۔ دل اگر بار کشد باز بکاری باری

''بندۂ مسکین راقمِ حروف عبدالحق بن سیف الدین عفا اللہ عنہ کہتا ہے، ہوسکتا ہے کہ حدیثِ مبارکہ میں ارشادِ نبوی سے تحریر ان تین مقاماتِ مقدسہ کی شان کی عظمت اور ان کی جانب سفر کرنا ہو کیونکہ یہ تین مقامات سب سے بڑھ کر بابرکت ہیں یعنی اگر مطلوب ہو تو ان تین مساجد کی طرف سفر کرنا چاہیے اور لوگ ان مقامات کے علاوہ کسی اور مقام کی طرف سفر کی مشقت برداشت نہ کرتے۔ حدیثِ مبارکہ کا یہ مطلب نہیں کہ ان تین مقامات کے علاوہ کسی اور طرف سفر کرنا جائز ہی نہیں مصرع۔
دل اگر بوجھ اٹھانا چاہے تو کسی صحیح مقصد و کام کے لئے اٹھانا چاہیے۔'' (عبدالحق، اشعۃ اللمعات، 1:324)

9۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام زرقانی (م 1122ھ) نے مؤطاء کی شرح میں لکھا ہے:

استثناء مفرغ أي إلي موضع للصلاة فيه إلا هذه الثلاثة. وليس المراد أنه لا يسافر أصلاً إلا لها.

''اس حدیث میں استثناء مفرغ ہے یعنی کسی بھی جگہ ادائیگی نماز کے لیے سوائے ان تین مساجد کے رختِ سفر نہ باندھا جائے حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل سفر ہی نہ کیا جائے سوائے ان تین مقامات کے۔'' (زرقانی، شرح الموطا، 1:320)

اجل ائمہ و شارحینِ حدیث کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ حدیث کا لاتشد الرحال صرف ثواب کی نیت سے دیگر مساجد کی طرف سفر کرنے کو مستلزم ہے۔ رہا دیگر مقاصد کے لیے سفر تو وہ جائز ہے کیونکہ اگر ممانعتِ سفر کے قائلین کا قول مان لیا جائے کہ ان تین مساجد کے علاوہ دنیا میں کسی بھی جگہ حتی کہ اولیاء کرام کے مزارات اور دیگر نیک مقاصد کے لیے سفر حرام ہے تو اس صورت میں انسانی زندگی اجیرن ہو جائے گی اور انسان عضوِ معطل بن کر رہ جائے گا وہ اپنی آبادی سے باہر کبھی بھی نہ جا سکے گا نہ حصولِ علم، نہ تجارت، نہ عیادت و ملاقات اور نہ اشاعتِ دین کے لیے حتی کہ ان تین مساجد کی فضیلت عامہ کے تعین کے بغیر کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنا بھی اس قول کے مطابق ممنوع ٹھہر جائے گا۔ حالانکہ محسن انسانیت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سفر فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اشاعت دین کے لئے دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچے۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصولِ علم کے لئے دور دراز مقامات تک سفر کی ترغیب دی تو معلوم ہوا کہ حدیث کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ دنیا میں کہیں بھی سفر نہ کیا جائے بلکہ اس حدیث کا صحیح معنی و مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں جتنی مسجدیں ہیں ان میں سے صرف یہ تین مساجد ایسی ہیں کہ جنہیں فضیلت تامہ حاصل ہے۔ ان میں نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت اور ثواب ہے مثلاً

مسجد الحرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔

مسجدِ نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

مسجدِ اقصیٰ میں ایک نماز کا ثواب پچیس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

دنیا کی دیگر مساجد کو یہ فضیلت حاصل نہیں تو حدیثِ مبارکہ کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک شخص کو اپنے محلہ اور آبادی کی مسجد میں وہی ثواب ملے گا جو دنیا کی دیگر مساجد میں ملتا ہے تو اس تصور کے ساتھ کہ شاید فلاں مسجد میں اس مسجد سے زیادہ ثواب ملے گا

سفر کرنا بے فائدہ ہے۔ اگر ادائیگی نماز کا زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ارادہ ہو تو پھر حدیث میں مذکورہ مقامات کی طرف ہی سفر کرے اور جہاں تک مطلقاً سفر کی بات ہے تو گزشتہ صفحات میں ائمہ حدیث اور فقہاء کے صحیح اقوال اور تشریحات سے ثابت ہوا کہ جائز ہے عام سفر کی کہیں بھی ممانعت اور حرمت نہیں۔

3۔ دیگر احادیثِ مبارکہ سے صحیح مؤقف کی تائید

درج بالا مؤقف کی تصریح و تائید خود ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے:

1. لَا يَنْبَغِي لِلْمَطِيِّ أَنْ تَشَدَّ رِحَالُهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَنْبَغِي فِيهِ الصَّلَاةُ، غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، وَ مَسْجِدِي هَذَا.

”کسی مسجد میں (زیادہ ثواب کے حصول کے لئے) نماز ادا کرنے کی غرض سے سفر کے لئے سواری تیار نہ کی جائے، سوائے مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری اِس مسجد کے۔“

1. احمد بن حنبل، المسند، 3:34، 64.

2. ابو یعلی، المسند، 2:489، رقم:1326

3. طحاوی، مشکل الآثار، 1:243

4۔ امام ہیثمی نے ”مجمع الزوائد (4:3)“ میں اِس حدیث کے نفسِ مضمون کو حسن قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ ’الصحیح‘ میں اِسی طرح ہے۔

اِس حدیث میں مستثنیٰ منہ صریحاً مذکور ہے جو کہ ’مسجد‘ ہے لہٰذا شرح الحدیث بالحدیث کے بعد اب کوئی جواز باقی نہیں رہتا کہ کوئی شخص خواہ مخواہ اپنی طرف سے کسی ایسے لفظ کو مستثنیٰ منہ قرار دے جو نہ تو عربی لغت کے اُسلوب کے مطابق درست ہے اور نہ فصاحت و بلاغتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق ہے، بلکہ خود توضیحِ نبوت کے بھی خلاف ہے۔

ثانیاً حدیثِ مذکور میں واضح الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ نماز ادا کرنے کی غرض سے سفر نہ کیا جائے، جس کا مطلب لامحالہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ کسی اور مقصد کے لئے سفر کیا جا سکتا ہے۔

2۔ اِس کی مزید وضاحت اِس حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہو جاتی ہے:

لَا تُشَدُّ رِحَالُ الْمَطِيِّ إِلَى مَسْجِدٍ يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ : مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ، وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ.

”اللہ کا ذکر کرنے کی نیت سے کسی مسجد کی طرف رختِ سفر نہ باندھا جائے، سوائے اِن تین مساجد کے: مسجدِ حرام، مسجدِ مدینہ اور بیت المقدس۔“ (ابو یعلی، المسند، 2:489، رقم:1326)

اِس حدیثِ مبارکہ میں واضح الفاظ میں تین مسجدوں کے علاوہ اس نیت سے کسی اور مسجد کی طرف اس نیت کے تحت سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے کہ اُس میں اللہ کا ذکر کر کے زیادہ ثواب حاصل کیا جائے۔

3۔ اِس کی تصریح و تائید اِس حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا يُسَافَرُ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ : مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ إِيْلِيَاءَ.

''(زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے) صرف اِن تین مساجد کی طرف سفر کیا جائے: مسجدِ کعبہ، میری مسجد اور مسجدِ ایلیاء (بیت المقدس)۔''

1. مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب لاتشد الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد، 2:1015، رقم:1397

2. بیہقی، السنن الکبریٰ، 5:244، رقم:10044

3. ایضاً، دلائل النبوة، 2:545

اس حدیثِ مبارکہ میں اُسلوبِ اِستثناء بیان نہیں کیا گیا بلکہ اُسلوبِ حصر اِختیار کیا گیا ہے۔ پچھلی احادیث میں چونکہ اُسلوب استثناء تھا اِس لئے یہ اَمر زیرِ بحث تھا کہ مستثنیٰ منہ کیا ہے، جبکہ اِس حدیثِ مبارکہ میں اِستثناء کا اُسلوب ہی نہیں۔ لہٰذا یہ بیانِ حصر ہماری پوری بحث کی تصدیق کرتا ہے کیونکہ اِس میں حصر صرف مساجد کا ہے اور باقی مساجد کی طرف سفر کرنے سے منع نہیں فرمایا گیا۔

4. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طریقِ حصر پر مشتمل ایک اور حدیث اِن الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

إنما تُضْرَبُ أَكْبَادُ الْمَطِيِّ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ : اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هَذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰي.

''صرف تین مساجد کی طرف سفر کے لئے سواری تیار کی جائے: مسجدِ حرام، میری یہ مسجد اور مسجدِ اقصیٰ۔''

1. طبرانی، المعجم الکبیر، 2:276، 277، رقم:2159

2. ابو یعلی، المسند، 11:435، رقم:6558

3. طبرانی، المعجم الأوسط، 3:378، رقم:2811

طبرانی کی بیان کردہ روایت کی اِسناد صحیح ہے اور ابو یعلی کی بیان کردہ روایت کے رِجال ثقہ ہیں۔

اِن احادیثِ مبارکہ سے صراحت ہوگئی کہ تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد، مقام، شہر یا جگہ کی طرف اجر و ثواب کی نیت کے بغیر سفر کرنا ہرگز ممنوع نہیں اور نہ ہی شَدُّ الرِّحال والی حدیث کا موضوع ہے۔

اِن مساجد میں ادا کی جانے والی نمازوں پر ملنے والے غیر معمولی اَجر و ثواب کے حوالے سے بھی متعدد احادیث وارد ہیں۔

5۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ. وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ.

''میری مسجد میں ایک نماز ادا کرنا دوسری مساجد میں ایک ہزار نمازیں (ادا کرنے) سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے، اور

مسجد حرام میں (ادا کی ہوئی) ایک نماز (دوسری مساجد میں ادا کردہ) ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے۔"

(ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ماجاء في الصلاة في المسجد الحرام والمسجد النبوي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 2:186، رقم: 1406)

یہ حدیث صحیح ہے، اس کی اِسناد صحیح اور رجال ثقہ ہیں۔

6. حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاةُ الرَّجُلِ... فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ صَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ صَلَاةٍ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ.

"جو شخص مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد میں نماز پڑھے اُسے پچاس ہزار نمازوں کا اور جو مسجد حرام میں نماز پڑھے اسے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔"

(1. ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ماجاء في الصلاة في المسجد الحرام ومسجد النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 2:190، 191، رقم: 1413)
2. طبرانی، المعجم الأوسط، 7:7، رقم: 7004

اس فصل کو خلاصۃً دو اہم نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

1۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجِ بالا تائیدی ارشاداتِ عالیہ سے ثابت ہوا کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَال والی احادیث کا مطلب تضاعفِ ثواب ہے یعنی زیادہ ثواب کے حصول کی نیت سے سفر کرنا صرف اِن ہی تین مساجد کی طرف جائز ہے جبکہ اِس غرض سے اُن کے علاوہ روئے زمین کی کسی اور مسجد کی طرف اس نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔

2. اس حدیثِ مبارکہ کا صحیح معنی ومفہوم اُن اجل ائمہِ حدیث نے بیان کیا ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج واشاعت کے لیے وقف کیے رکھی اور تحصیلِ حدیث میں اتنی محنت کی کہ درجۂ حفاظ میں شامل ہوگئے۔ ایسے تمام ائمہ کرام کی رائے مفہومِ حدیث کی وضاحت میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کی مستند رائے کی موجودگی میں کسی اور کی ذاتی اور غیر مناسب رائے کی طرف التفات کی ہرگز ضرورت نہیں رہتی۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ لَا تُشَدُّ الرِّحَال میں صرف اسی سفر کی ممانعت ہے جو اِن تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز کے زیادہ ثواب کی نیت سے ہو، اگر کوئی شخص کسی اور جائز نیت سے یا فقط زیارت کے لئے کسی متبرک مقام یا ہستی کی زیارت کو جائے تو وہ ہرگز اس حدیث میں شامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قبرِ انور کی طرف زیارت کی خصوصی توجہ دلائی نیز اولیاء وصالحین کی قبور پر جا کر امت کے لئے اپنی سنت مقرر فرمادی۔

شارحِ صحیح بخاری، صاحب فتح الباری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث پاک کا "زیارت مقدسہ کے ارادہ سے سفر کرنا جائز نہیں" مراد لینے کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔

حدیث پاک سے زیارت مقدسہ ناجائز ہونے کا معنی لینا درست نہیں کیونکہ ایسی صورت میں تجارت، صلہ رحمی، طلب علم اور دوسرے اغراض کے لئے 'سفر کرنا' جائز نہ ہوگا، بہتر معنی یہی ہیں کہ کسی مسجد کا سفر اس میں نماز ادا کرنے کی نیت سے 'کرنا' جائز نہیں

سوائے تین مساجد کے، اس سے ان لوگوں کا کہنا غلط قرار پاتا ہے جو روضۂ اطہر کی زیارت مقدسہ اور صالحین کے مزارات کی زیارت کو ممنوع کہتے ہیں۔ شارحین حدیث اور ائمہ امت نے صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث پاک کا یہ مفہوم بیان نہیں کیا کہ زیارت مقدسہ کے ارادہ سے سفر کرنا' جائز نہیں بلکہ زیارت مقدسہ کی ترغیب والی احادیث شریفہ کی وجہ اسے بلا اختلاف محبوب و پسندیدہ قرار دیا۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: فانہا من افضل الاعمال و اجل القربات الموصلۃ الی ذی الجلال وان مشروعیتہا محل اجماع بلا نزاع واللہ الہادی الی الصواب۔ ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت مقدسہ نہایت فضیلت والا عمل اور قرب الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ زیارت مقدسہ بالاتفاق جائز ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (فتح الباری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ)

فضائلِ مسجدِ اقصیٰ کا بیان

آہ مسجد اقصیٰ! تو آج کس حال میں ہے؟ تجھے اپنوں کی لا پرواہی نے کیسا لاچار بنا دیا ہے؟ تیرے چاہنے والوں کی کمزوری اور تیرے دشمنوں کی مکاری نے تجھے کیسی تکلیف اور غم میں ڈال رکھا ہے؟ تیرے مبارک در و دیوار جہاں فرشتے بھی اپنے پر آہستہ مارتے تھے مگر اب بد بخت یہودیوں کے اسلحے کی ٹھوکریں تجھے کتنا رنج دیتی ہوں گی؟ تیری وہ سجدہ گاہیں جہاں کبھی مقدس ترین ہستیاں، نبوت کے پیکر پیغمبرانِ الٰہی سجدہ ریز ہوتے تھے اب وہاں مجرم یہودیوں کے ناپاک بوٹوں کی دھمک سنائی دیتی ہے۔ جہاں کبھی تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید کے زمزمے گونجتے تھے مگر اب دھتکاری ہوئی یہودی قوم کے منحوس فوجیوں کے غلیظ اور بدبودار نعرے وہاں تعفن پھیلاتے ہیں تو تجھے ان سے کتنی گھن آتی ہوگی؟

ہاں! ان دلخراش حالات سے مسلمانوں کے سینے زخمی ہیں، اہل دل اس پر تڑپتے ہیں، تجھ سے محبت رکھنے والے یہ حالت دیکھ کر روتے اور آہیں بھرتے ہیں، کوئی تجھ پر قربان ہونا چاہتا ہے مگر رکاوٹوں کے اتنے پہاڑ ہیں کہ اس کی ہمت جواب دے جاتی ہے، کوئی تجھے ستانے والے یہودیوں پر آگ بن کر برسنا چاہتا ہے مگر وہ تجھ سے بہت دور بیٹھ کر تیرے غم میں تیرا شریک ہو کر بے چین رہتا ہے..... تو سعادتوں کا مرکز مگر آج تجھے شقاوت کے مارے یہودیوں نے گھیر رکھا ہے، تو برکتوں کا گھر مگر آج تجھے غضب کی ماری قوم نے اجاڑ رکھا ہے..... لیکن یاد رکھنا! بہت جلد تیرے چاہنے والے، تیری عزت اور تقدس کو پہچاننے والے تجھے ان ظالموں سے [illegible] آزاد کروائیں گے، عن قریب پھر وہ اذان آئیں گے حسب تکبیر کے پاکیزہ نعرے تجھ میں گونجیں گے، عن قریب سعادت مند لوگ کی [illegible] نیاز تیری زمین کے بوسے لے گی..... بہت جلد..... ان شاء اللہ

[illegible] مسجد اقصیٰ [illegible] بہت بلند اور اونچی شان رکھتی [illegible] بے بہا برکتیں اور سعادتیں رکھ دی گئی ہیں، اہل ایمان کے دلوں میں اس مسجد کی بڑی وقعت اور محبت رچی بسی ہوئی ہے، قرآن و سنت میں [illegible] کی فضیلت پر کئی دلائل اور ارشادات موجود ہیں جنہوں پڑھ کر ایک مخلص مومن کے دل میں اس مسجد کی خاص عقیدت اور محبت دل میں اتر جاتی ہے۔ آیئے آج کی مجلس میں اسی عظیم البرکت مسجد کے کچھ فضائل پڑھتے ہیں جو قرآن و سنت میں ہمیں بتلائے گئے ہیں۔

(۱) تین اہم مساجد میں سے ایک

اس مسجد کی ایک فضیلت اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ مسجد اُن تین مساجد میں شامل ہے جن کی طرف سفر کرنے کی بطور خاص اجازت دی گئی ہے اور اس کی طرف سفر کرنے کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، و مسجد الرسول ﷺ، و مسجد الاقصیٰ" (بخاری:۱۱۸۹)

ترجمہ: "تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کیا جائے (اور وہ تین مساجد یہ ہیں): مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ"

یعنی: اگر کوئی انسان عبادت اور تقرب الی اللہ کی نیت سے کسی مسجد کی طرف سفر کر کے جانا چاہتا ہے تو باقی مساجد ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں اس لیے ان مساجد میں کسی کو کسی پر ترجیح حاصل نہیں لیکن یہ تین مساجد اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، اس لیے ان کی طرف سفر کرنا جائز ہے۔

(۲) یہ مسلمانوں کا قبلہ اول تھا

جب تک مسلمانوں کے لیے کعبہ شریف کا قبلہ مقرر نہیں کیا گیا تھا اُس وقت تک مسلمانوں کے لیے قبلہ یہی "مسجد اقصیٰ" تھی، اس طرح یہ مسلمانوں کا پہلا قبلہ تھی، اس بنیاد پر اس کی جو فضیلت اور مسلمانوں کے دل میں اس کا جو مقام ہونا چاہیے وہ بالکل واضح ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے تقریباً سولہ یا سترہ مہینوں تک نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں پھر ہمارا قبلہ کعبہ کو مقرر کر دیا گیا (بخاری:۴۴۹۲)

(۳) زمین پر قائم ہونے والی دوسری مسجد

مسجد اقصیٰ کی فضیلت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس زمین پر بیت اللہ کے بعد جو مسجد قائم ہوئی وہ یہی مسجد اقصیٰ ہے۔

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: مسجد حرام...... میں نے پھر پوچھا: اس کے بعد؟ (یعنی مسجد حرام کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد اقصیٰ"...... (بخاری:۳۳۶۶)

(۴) مبارک سرزمین سے نسبت

مسجد اقصیٰ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ یہ مسجد جس سرزمین پر واقع ہے اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو مبارک قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله (الاسراء:۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی ہے۔

بعض اہل علم فرماتے ہیں: اگر اس مسجد کے لیے اس قرآنی فضیلت کے علاوہ اور کوئی فضیلت نہ ہوتی تب بھی یہی ایک فضیلت اس کی عظمت و بزرگی اور شان کے لیے کافی تھی۔

''جس ملک میں 'مسجدِ اقصیٰ' واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری اور باطنی برکات رکھی ہیں، مادّی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میووں کی اِفراط اور رُوحانی اِعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے انبیاء و رُسل (علیہم السلام) کا مسکن و مدفن اوران کے فیوض وانوار کا سرچشمہ رہا ہے۔

شاید نبی کریم ﷺ کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اِشارہ ہوگا کہ جو کمالات انبیائے بنی اسرائل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے، آپ کی ذات مقدسہ میں وہ سب جمع کر دیئے گئے، جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں، اُن پر اب بنی اِسماعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے، ''کعبہ'' اور ''بیت المقدس'' دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے۔'' (تفسیر عثمانی)

(۵) سرزمین محشر

مسجد اقصیٰ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ جس سرزمین پر واقع ہے وہ سرزمین حشر ونشر کی جگہ ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں بیت المقدس کے بارے میں بتلایئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ سرزمین حشر ونشر کی جگہ ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۴۰۷)

(۶) معراج رسول ﷺ کی ایک منزل

مسجد اقصیٰ کی ایک یہ فضیلت بھی قابل ذکر ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ﷺ کو عظیم اعزاز معراج کی صورت میں عطاء فرمایا، جو ایک عظیم معجزہ بھی ہے، تو سفر میں ایک اہم منزل وہ پڑاؤ تھا جو آپ نے مسجد اقصیٰ میں فرمایا، پھر یہی وہ جگہ ہے جہاں سے آپ کو آسمان کی بلندیوں کی طرف لے جایا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''میرے پاس براق لایا گیا، یہ ایک سفید رنگت کی لمبی سواری تھی، گدھے سے کچھ بڑی اور خچر سے کچھ چھوٹی، اس کا ایک قدم انتہائے نظر کی مسافت پر پڑتا تھا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: میں اُس پر سوار ہوا، یہاں تک کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا، وہاں پہنچ کر اس سواری کو اس حلقے سے باندھ دیا جس حلقے سے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام (اپنی سواریاں) باندھتے ہیں، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اس میں دو رکعات اداء کیں، پھر باہر نکل آیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام دودھ اور شراب کا ایک الگ الگ برتن میرے پاس لائے، میں نے ان میں سے دودھ والا برتن لے لیا، اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے فطرت (کے عین مطابق چیز کو) پسند فرمایا ہے۔ اس کے بعد وہ ہمیں آسمان کی طرف لے کر چل پڑے'' (مسلم:162)

(۷) نماز میں کئی گنا اضافہ

اس مسجد کی ایک اہم فضیلت یہ بھی ہے کہ اسلام کے اہم ترین رکن نماز کا اجر و ثواب اس مسجد میں کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مسجد کا مقام و مرتبہ دیگر مساجد کے مقابلے میں ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ آیا رسول اللہ ﷺ کی مسجد (یعنی مسجد نبوی) کی فضیلت زیادہ ہے یا بیت المقدس والی مسجد (یعنی مسجد اقصیٰ) کی؟ چنانچہ یہ باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری مسجد میں پڑھی جانے والی ایک نماز اُس مسجد (مسجد اقصیٰ) کی چار نمازوں سے افضل ہے۔ اور وہ نماز کی جگہ تو بہت ہی خوب ہے! عن قریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کو اگر گھوڑے کی ایک لگام کے برابر بھی کوئی ایسی جگہ مل جائے کہ جس سے وہ مسجد اقصیٰ کی زیارت کر سکیں تو ان کے نزدیک یہ زیارت پوری دنیا سے بہتر ہوگی''۔ (حاکم: 509/4)

اللہ اکبر! یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے اور پیشین گوئیوں میں سے ہے، اس میں آپ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ ایک وہ وقت آئے گا جب مسلمانوں کے دلوں میں اس مسجد کی قدر و قیمت بہت بڑھ جائے گی اور اس مسجد کے بارے میں دشمنان اسلام کی عداوتیں بہت بڑھ جائیں گی، ان کی عداوتوں کی وجہ سے مسلمان اس مسجد کے لیے ترسیں گے حتیٰ کہ انسان یہ سوچے گا کہ کاش اگر مجھے گھوڑے کی لگام جتنی کوئی ایسی جگہ بھی مل جاتی جہاں سے میں مسجد اقصیٰ کی دیکھ لیتا تو وہ اس خوشی کو دنیا بھر کی خوشیوں سے بہتر سمجھے گا!!

(۸) تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اجتماع گاہ

ایک طویل حدیث میں، جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے راویت کیا ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی مسجد میں سب انبیاء علیہم السلام کی ایک نماز میں امامت کرائی، حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں: ''فحانت الصلاۃ فاممتہم''...... (صحیح مسلم: حدیث نمبر (172) نماز کا وقت آیا تو میں نے ان کی امامت کرائی۔

(۹) دجال سے محفوظ جگہ

مسجد اقصیٰ ایک ایسی پاکیزہ سرزمین میں واقع ہے، جہاں ''کانا دجال'' بھی داخل نہیں ہو سکے گا، جیسا کہ حدیث میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''وہ دجال ساری زمین گھومے گا مگر حرم اور بیت المقدس میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

(مسند احمد۔ حدیث نمبر: 19665)

ایک طرف اس عظیم مسجد اور اس علاقے کے یہ فضائل اور مراتب ہیں، جس کا حق یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری اور افضل امت کا اعزاز پانے والی امت اس مسجد کی قدر کرتی، اس مسجد کو دینی شعائر سے آباد رکھتی اور ہر قسم کے کفر اور کفریہ تسلط سے پاک رکھتی لیکن...... آہ!!! آج اسی ارضِ مقدس کے مسلمان سخت آزمائشوں کا شکار ہیں، انہیں وہاں قسما قسم کے تکلیف دہ حالات کا سامنا ہے، یہودی ظالم انہیں بلڈوزروں سے روندرہے ہیں، بچوں کو قتل کر رہے ہیں، عورتوں کو جیلوں میں بند کرتے ہیں، بوڑھوں کی

تذلیل کرتے ہیں، نوجوانوں کو گولیوں سے اُڑا دیتے ہیں، اُن کے گھروں کو مسمار کر دیتے ہیں، مسجد اقصی کی حرمت پامال کی جاتی ہے، یہ سب حالات ہم مسلمانوں سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم ان کے غم اوران کے درد کو محسوس کریں، ہم ان کے لیے دعاء کو اپنے معمولات کا حصہ بنالیں اور جہاد کا پختہ عزم کریں، جہادی قافلے میں شامل ہو جائیں، تا کہ ان کفار کی جارحیت کا منہ موڑا جائے۔

اے اللہ! مسجد اقصیٰ کو ظالموں، سرکشوں اور غاصبوں کے ناپاک ہاتھوں سے پاک فرما، فسلطینی مسلمانوں کے ضعف اور کمزوری کو ختم فرما، انہیں قوت عطاء فرما، ان کے دشمنوں کی تدبیروں کو ناکام فرما، کافروں کی جنگ کو واپس انہی پر پلٹ دے۔ اے اللہ! بلاشبہ آپ ہی سب سے بہتر انتقام لینے والے اور مجرموں کو سزا دینے والے ہیں۔

بَابٌ فِي تَحْرِيمِ الْمَدِينَةِ

باب: مدینہ منورہ کا حرم ہونا

2034 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا كَتَبْنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْقُرْآنَ وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَدِينَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ، وَمَنْ وَالَى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے صرف قرآن کو تحریر کیا' یا اس صحیفے میں جو احکام ہیں وہ تحریر کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مدینہ منورہ عائر سے لے کر ثور تک کے درمیان کا حصہ قابل احترام ہے' جو شخص یہاں بدعت پیدا کرتا ہے یا کسی بدعتی کو پناہ دیتا ہے' تو اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام مخلوق کی لعنت ہوگی ایسے شخص کا کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہیں ہوگا' اور مسلمانوں کی دی ہوئی پناہ ایک جیسی حیثیت رکھتی ہے' جسے پورا کرنے کی ان کا سب سے کم تر فرد کوشش کرے گا' اور جو شخص کسی مسلمان کی دی گئی پناہ کی خلاف ورزی کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہوگی۔ اس کا کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہیں ہوگا' جو شخص اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اپنی ولاء کی نسبت کسی اور کی طرف کرے اس پر اللہ تعالیٰ' تمام فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہوگی۔ ایسے شخص کا کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہیں ہوگا"۔

2035 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي حَسَّانَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا

يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمَنْ أَشَادَ بِهَا، وَلَا يَصْلُحُ لِرَجُلٍ أَنْ يَحْمِلَ فِيهَا السِّلَاحَ لِقِتَالٍ، وَلَا يَصْلُحُ أَنْ يُقْطَعَ مِنْهَا شَجَرَةٌ إِلَّا أَنْ يَعْلِفَ رَجُلٌ بَعِيرَهُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں:

''یہاں (یعنی مدینہ منورہ) کے گھاس کو کاٹا نہیں جائے گا' یہاں کے شکار کو بھگایا نہیں جائے گا' اور یہاں گری ہوئی ملنے والی چیز کو اٹھایا نہیں جائے گا' البتہ جو شخص اس کا اعلان کرنا چاہتا ہو وہ (اس کو اٹھا سکتا ہے) کسی بھی شخص کے لیے اس شہر میں لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھانا منع ہے اور کسی بھی شخص کے لیے یہ روا نہیں ہے وہ یہاں کے درخت کو کاٹے' البتہ آدمی اپنے اونٹ کو چارہ کھلانا چاہتا ہو (تو وہ کھلا سکتا ہے)''

2036 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ الْحُبَابِ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كِنَانَةَ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: حَمَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ نَاحِيَةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ بَرِيدًا بَرِيدًا: لَا يُخْبَطُ شَجَرُهُ، وَلَا يُعْضَدُ، إِلَّا مَا يُسَاقُ بِهِ الْجَمَلُ

حضرت عدی بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی ہر طرف کے ایک ایک برید کے علاقے کو محفوظ علاقہ قرار دے دیا تھا کہ وہاں کے درخت کو کاٹا نہیں جائے گا وہاں کے پتے کو توڑا نہیں جائے گا' البتہ اونٹ کو چارہ کھلایا جا سکتا ہے۔

2037 حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ، حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، أَخَذَ رَجُلًا يَصِيدُ فِي حَرَمِ الْمَدِينَةِ الَّذِي حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَبَهُ ثِيَابَهُ، فَجَاءَ مَوَالِيهِ فَكَلَّمُوهُ فِيهِ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَرَّمَ هَذَا الْحَرَمَ، وَقَالَ: مَنْ أَخَذَ أَحَدًا يَصِيدُ فِيهِ فَلْيَسْلُبْهُ ثِيَابَهُ فَلَا أَرُدُّ عَلَيْكُمْ طُعْمَةً أَطْعَمَنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنْ إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُ إِلَيْكُمْ ثَمَنَهُ

سلیمان بن ابوعبداللہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک ایسے شخص کو پکڑا ہوا تھا' جو مدینہ منورہ کے حرم میں شکار کر رہا تھا۔ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم قرار دیا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے کپڑے اس سے چھین لیے اس کے مالک آئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں بات چیت کی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے

2035- صحيح لغيره، رجاله ثقات غير ابي حسان - وهو مسلم بن عبد الله الاعرج - صدوق، وروايته عن علي مرسلة، ومع ذلك فقد حسّن سنده الحافظ في "الفتح" 12/ 261 وهو في "مسند احمد" (959) و (991). ويشهد له حديث عدي بن زيد الاتي بعده. وحديث سعد بن ابي وقاص عند مسلم (1363). وانظر ما سياتي برقم (2037) و (2038).

2036- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف. سليمان بن كنانة مجهول الحال. واخرجه الطبراني في "الكبير" 17/ (272) من طريق زيد بن الحباب بهذا الاسناد.

فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے اسے حرم قرار دیا ہے' یہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص یہاں کسی کو شکار کرتا پائے' تو وہ اس کے کپڑے ضبط کر لے''۔
تو میں تم کو وہ چیز واپس نہیں کروں گا' جو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت مجھے ملی ہے' البتہ اگر تم چاہو' تو میں تم کو اس کی قیمت دے دیتا ہوں۔

2038 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنْ مَوْلًى لِسَعْدٍ، أَنَّ سَعْدًا، وَجَدَ عَبِيدًا مِنْ عَبِيدِ الْمَدِينَةِ يَقْطَعُونَ مِنْ شَجَرِ الْمَدِينَةِ فَأَخَذَ مَتَاعَهُمْ، وَقَالَ: يَعْنِي لِمَوَالِيهِمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى أَنْ يُقْطَعَ مِنْ شَجَرِ الْمَدِينَةِ شَيْءٌ، وَقَالَ: مَنْ قَطَعَ مِنْهُ شَيْئًا فَلِمَنْ أَخَذَهُ سَلَبُهُ

صالح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں کسی کے غلام کو مدینہ منورہ کے درخت کو کاٹتے ہوئے پایا۔ آپ نے اس کا سامان چھین لیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے آقاؤں سے یہ کہا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو مدینہ منورہ کے درخت کو کاٹنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:
''جو شخص یہاں کی کسی چیز کو کاٹے تو جو شخص اسے پکڑے گا اس (کاٹنے والے) کا سامان کو ملے گا۔

2039 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْجُهَنِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُخْبَطُ وَلَا يُعْضَدُ حِمَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنْ يُهَشُّ هَشًّا رَفِيقًا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''اللہ کے رسول کی مقرر کردہ چراگاہ کے درخت کو کاٹا نہیں جائے گا' اور پتوں کو توڑا نہیں جائے گا' البتہ معمولی سے پتے جھاڑے جاسکتے ہیں''۔

2040 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنِ ابْنِ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبَاءَ مَاشِيًا وَرَاكِبًا. زَادَ

2038- حديث صحيح، وهذا اسناد رجاله ثقات رجال الشيخين غير صالح مولى التوامة- وهو ابن نبهان- وقد وقع في روايته هذه اضطراب في تسمية الراوي عن سعد فقال في هذه الرواية: مولى لسعد، وفي رواية: عن بعض ولد سعد كما هو عند الطيالسي في "مسنده" (218)، والشاشي (139)، والبيهقي 199.5/5 والمحفوظ ان الذي رواه عن سعد بعض ولده، فقد رواه اسماعيل بن محمد بن سعد، عن عامر بن سعد كما سياتي عند احمد ومسلم. واخرجه بنحوه مسلم (1364) من طريق عامر بن سعد، عن سعد بن ابي وقاص، به. وهو في "مسند احمد" (1443).

2040- اسناده صحيح. مسدّد: هو ابن مسرهد الاسدي، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، وابن نمير: هو عبد الله الخارفي، وعبيد الله: هو ابن عمر، ونافع: هو مولى ابن عمر. واخرجه البخاري (1191) و (1194)، ومسلم (1399) من طرق عن نافع، به. وفي رواية البخاري (1191):

ابْنُ نُمَيْرٍ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

⭘⭘ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی) پیدل (کبھی) سوار ہو کر قبا تشریف لاتے تھے۔

ابن نمیر نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں دو رکعت ادا کرتے تھے۔

روضہء اطہر کی زیارت کے احکام و آداب:

جو کوئی حج کرنے جائے اس کو چاہئے کہ اگر حج فرض ہو تو پہلے اپنے حج سے فارغ ہو جائے پھر روضہ اطہر کی زیارت کے لئے مدینہ جائے اور اگر حج نفل ہو تو اختیار ہے کہ چاہے تو پہلے زیارت کرے اور اس کے بعد حج کرے چاہے پہلے حج کر لے بعد میں زیارت کرے بشرطیکہ حج کے لئے مکہ جانے والا راستہ مدینہ کی طرف سے نہ ہو۔ جب زیارت کے لئے چلے تو یہ نیت کرے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد انور کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہوں۔ راستہ میں جتنی مسجدیں ملیں سب میں نماز پڑھے، راستہ میں درود پڑھتا رہے، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اس شہر مقدس کی عظمت کو دل میں جاگزیں کرے، جب مدینہ منورہ بالکل سامنے آ جائے تو بہ خیال ادب اور بہ مقتضائے شوق اپنی سواری سے اتر پڑے اور اگر ممکن ہو تو وہاں سے مسجد شریف تک پاپیادہ جائے۔ حدود شہر میں داخل ہونے سے پہلے اگر ممکن ہو تو غسل کر لے ورنہ وضو کر کے عمدہ اور خاص طور پر سفید کپڑے پہن لے اور خوشبو لگائے، شہر کے اندر پہنچ کر سب سے پہلے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جائے، مسجد نبوی میں داخلہ سے پہلے غسل کر لے تو بہتر ہے ورنہ وضو کرے اور خوشبو لگائے، مسجد نبوی پہنچ کر تحیۃ المسجد اور نماز شکر پڑھے، اس کے بعد اس تصور و یقین کے ساتھ بصد ادب و احترام قبر اقدس کی زیارت کی طرف متوجہ ہو کہ میں اس باعظمت درگارہ میں حاضر ہو رہا ہوں جس کے سامنے تمام دنیا کے پر جلال بادشاہوں کی بھی کوئی وقعت نہیں، پھر مرقد اطہر کے پاس آ کر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ نماز کی طرح داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر اس طرح کھڑا ہو کہ حضرت سید بشر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ ہو اور قبلہ کی طرف پیٹھ اور اس بات کا یقین کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری حاضری سے واقف ہیں، میرے سلام کا جواب دیتے ہیں اور میری دعا پر آمین کہتے ہیں اور پھر انتہائی شوق و ذوق کے ساتھ معتدل آواز میں سلام و صلوٰۃ پیش کرے اور عرض و معروض کرے، جب اپنی عرض و نیاز سے فارغ ہو جائے تو اپنے اعزاء و احباب میں سے جس نے عرض سلام کی درخواست کی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی طرف سے اس طرح سلام عرض کر دے کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں بن فلاں نے آپ کو سلام عرض کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے پروردگار سے شفاعت کریں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سر مبارک کے سامنے کھڑا ہو اور ان کی خدمت میں سلام عرض کرے، اس کے بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے سامنے پہلے کی طرح دست بستہ کھڑا ہو اور بہت ذوق و شوق کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرے اور جو جو خواہش رکھتا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں حق تعالیٰ سے مانگے، وہاں سے ہٹ کر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ستون کے پاس جس قدر ممکن ہو نوافل پڑھے اور توبہ و استغفار کرے اس کے بعد آثار نبویہ کی زیارت کرے جو معلمین بتا دیتے ہیں، اور جنت البقیع جائے وہاں صحابہ کرام اور اہل بیعت کے مزارات مقدسہ کی زیارت کرے پھر شہدائے احد

خصوصاً سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرے اور ان تمام مشاہد ومزارات پر فاتحہ پڑھے اور شنبہ کے دن یا جس دن ممکن ہو مسجد قبا کی زیارت کرے اور دو رکعت نماز بہ نیت تحیۃ المسجد پڑھے۔

مدینہ منورہ اور روضہ اطہر کی زیارت کے آداب یہ ہیں کہ جتنے دنوں مدینہ منورہ میں قیام ہو سکے اس کو غنیمت سمجھے حتی الامکان اپنا اکثر وقت مسجد شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف کرے وہاں اعتکاف کرے اور ہر قسم کی عبادت یعنی نماز، روزہ تلاوت، درود اور صدقہ وخیرات سے اپنے اوقات کو آباد رکھے، جب تک مسجد میں رہے حجرہ شریف کی طرف نہایت شوق کی نگاہوں سے نظر کرتا رہے اور اگر مسجد سے باہر ہو تو بنظر احترام وتعظیم اور انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ قبہ شریف کو دیکھتا رہے کیونکہ روضہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالنا استحباباً حکم نظر کرنے کعبہ شریف کا ہے نیز شہر سے باہر قبہ شریف پر نظر کرنے سے اہل شوق کو جو نورانیت اور سرور وذوق حاصل ہوتا ہے اس کا ادراک اسی حالت پر موقوف ہے جس کو الفاظ کے ذریعہ ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ ع ذوق ایں می نشناسی واللہ تانہ چشی۔

مسجد نبوی میں جس قدر بھی شب بیداری کی سعادت حاصل ہو سکے خواہ ایک ہی شب کے لئے ہو اسے ہاتھ سے نہ جانے دے کیونکہ شب قدر ومنزلت کے اعتبار سے شب قدر سے کم نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اس لئے اس ایک رات کو اپنی تمام عمر کا ماحصل اور خلاصہ سمجھ کر عبادت میں کاٹ دے بہتر یہی ہے کہ اس رات میں اور کوئی عبادت نہ کرے بلکہ صرف درود شریف پڑھتا رہے، اور اگر نیند آنے لگے تو حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال کا سرور آمیز تصور کر کے نیند کو دفع کرے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کمال کا تصور اس کے دل ودماغ کو کیف حضوری کا سرور بخشے گا تو کہاں نیند رہے گی اور کہاں غفلت قرار چیست صبوری کدام وخواب کجا۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب تک رہے اپنے دل، اپنی زبان اور تمام اعضاء کو برے کلمات وخیالات اور ہر خلاف اولی فعل سے محفوظ رکھے اور محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری کے تصور کے سوا اور کسی طرف متوجہ نہ ہو اگر کوئی اس کی مشغولیت میں مخل ہو تو اس سے کنارہ کشی اختیار کرے ہاں کسی سے نہایت ضروری گفتگو کرنی ہو تو مختصر کلام کر کے اسی جناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو جائے، مسجد شریف کے آداب کے بطور خاص خیال رکھے تھوک وغیرہ وہاں نہ گرنے پائے مسجد میں آنے سے قبل روضہ اطہر اور منبر کے درمیان اپنا مصلے پہلے سے نہ بچھوائے رکھے بلکہ اس اگر اس مقدس مقام پر ادائیگی نماز کی فضیلت کے حصول کا شوق ہو تو سب سے پہلے مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرے اور وہاں بیٹھ جائے اس مقدس مسجد میں جو نزول قرآن وجبرائیل کی جگہ ہے قرآن پاک ختم کرنے میں کوتاہی نہ کرے کم از کم ایک قرآن مجید کا ختم اس مسجد پاک میں ضرور کرے اگر ممکن ہو تو ایسی کتابیں پڑھے یا سنے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات وخصائل اور فضائل ہوں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور عبادت کا شوق فزوں ہو۔

قبر شریف کے سامنے سے جتنی مرتبہ بھی گزرنا ہو وہاں تمام آداب زیارت کو ملحوظ رکھ کر کھڑا ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں سلام وصلوٰۃ پیش کرے، مدینہ منورہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنے والوں اور خدمت گاروں کی محبت وتعظیم کو ہمہ وقت ملحوظ رکھے چاہے ان میں کوئی بات خلاف شریعت وسنت ہی کیوں نہ دیکھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کا شرف ہی ان کی سب سے بڑی فضیلت ہے جو کسی گناہ و بدعت کی وجہ سے ختم نہیں ہوتا اور انہیں حسن خاتمہ ومغفرت کی سعادت سے محروم نہیں ہونے دیتا۔

دیارمقدس سے وطن کو واپسی

جب مدینہ منورہ میں قیام کی مدت ختم ہو جائے اور اس مقام مقدس سے جدا ہو کر وطن کو روانہ ہونے کا ارادہ ہو جائے تو مصلی نبوی یا اس کے قریب نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کی زیارت کرے اور اللہ تعالیٰ سے نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے اعزاء واحباب کے لئے کونین کی سعادتوں کے حصول کی دعا مانگے نیز دیار مقدس میں اپنی تمام عبادات کی قبولیت اور اپنے اہل وعیال کے پاس امن و سلامتی کے ساتھ پہنچنے کی درخواست کرے اور یہ دعا پڑھے (اللھم انا نسئلک فی سفرنا ہذا البر والتقویٰ ومن العمل ما تحب وترضی اللھم لا تجعل ہذا آخر العہد بنبیک ومسجدہ وحرمہ ویسر لی العود الیہ والعکوف لدیہ وارزقنی العفو والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ وردنا الی اھلنا سالمین غانمین آمنین۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ مقبولیت دعا اور حصول مقصد کی علامت یہ ہے کہ اس وقت بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں اور دل دیار محبوب کی جدائی کی حسرت ویاس سے معمور ہو بلکہ درحقیقت تمام اوقات دعا میں گریہ وزاری حصول رزق کا باعث اور امیدواری رحمت کی علامت ہے ایں دلم باغست وچشم ابروش ابر گرید باغ خندوشاد وخوش!۔

اس وقت اگر خدانخواستہ کسی شخص پر حالت گریہ وزاری طاری نہ ہو تو وہ بہ تکلف اپنے اوپر یہ حالت طاری کرے اور ان باتوں کا تصور کرے جو ذوق اور گریہ ورقت کی حالت پیدا کریں کیونکہ اس وقت حالت گریہ ہی بہرصورت قبولیت کی علامت ہے، اور پھر وہاں کی جدائی سے بہ چشم نم اور بہ حسرت ویاس رخصت ہو اور رخصت ہوتے وقت پچھلے پیروں نہ لوٹے کیونکہ یہ صرف خانہ کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے اور وقت وداع جس قدر ہو سکے صدقہ وخیرات کرے اور ان تمام آداب کو ملحوظ رکھے جو سفر سے واپسی کے وقت کے سلسلہ میں منقول ہیں اور پھر جب اپنے شہر کے قریب پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھے۔ (اللھم انی اسئلک خیرہا وخیر اھلہا وخیر ما فیہا واعوذ بک من شرہا وشر اھلہا وشر ما فیہا اللھم اجعل لنا بہا قرارا ورزقا حسنا)۔ اور جب شہر میں پہنچ جائے تو یہ دعا پڑھے۔ (لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ واعز جندہ فلاشیء بعدہ)۔ اور چاہئے کہ اپنے شہر و مکان تک پہنچنے سے پہلے اپنے اعزہ کو خبر کر دے کہ میں فلاں دن فلاں وقت پہنچ رہا ہوں بغیر اطلاع کے ایک دم نہ پہنچ جائے نیز اپنے شہر میں پہنچنے کا بہترین وقت چاشت ہے یا شام۔ رات کے وقت نہ پہنچے پھر جب اپنے مکان پہنچ جائے۔ تو مکان کے اندر جانے سے پہلے اگر وقت مکروہ نہ ہو تو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے دعا مانگے اور بخیر وعافیت وطن واپس پہنچ جانے پر باری تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور یہ کہے الحمد للہ الذی بنعمتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

علماء نے لکھا ہے کہ حکیم مطلق اللہ جل شانہ نے اس شہر پاک کی خاک پاک اور وہاں کے میوہ جات میں تاثیر شفاء ودیعت فرمائی ہے۔ اکثر احادیث میں منقول ہے کہ " مدینہ کے غبار میں ہر قسم کے مرض کی شفا ہے" بعض دوسرے طرق سے منقول احادیث میں ہے کہ" مدینہ کے غبار میں جذام اور برص کی شفا ہے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا تھا کہ وہ بخار کا علاج اس کی خاک پاک سے کریں۔ چنانچہ نہ صرف مدینہ ہی میں اس حکم پر عمل ہوتا رہا ہے بلکہ اس خاک پاک کو بطور دوا لے جانے کے سلسلہ میں بھی کتنے ہی آثار منقول ہیں اور بعض علماء نے تو اس معالجہ کا تجربہ بھی کیا ہے، حضرت شیخ مجدالدین فیروز آبادی کا بیان ہے کہ میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے کہ میرا ایک خدمت گار مسلسل ایک سال سے بخار کے مرض میں مبتلا تھا میں نے مدینہ کی وہ تھوڑی سی خاک پاک پانی میں گھول کر اس خدمت گار کو پلا دی اور وہ اسی دن صحت یاب ہو گیا۔

حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ مدینہ کی خاک پاک سے معالجہ کا تجربہ مجھے بھی ہوا ہے وہ اس طرح کہ جن دنوں میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا میرے پاؤں میں ایک سخت مرض پیدا ہو گیا جس کے بارہ میں تمام اطباء کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ اس کا آخری درجہ موت ہے اور اب صحت دشوار ہے۔ میں نے اسی خاک پاک سے اپنا علاج کیا، تھوڑے ہی دنوں میں، بہت آسانی سے صحت حاصل ہو گئی۔ اسی قسم کی خاصیتیں وہاں کی کھجور کے بارہ میں بھی منقول ہیں چنانچہ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص سات عجوہ کھجوریں (عجوہ مدینہ کی کھجور کی ایک قسم ہے) نہار منہ کھالیا کرے تو کوئی زہر اور کوئی سحر اس پر اثر نہیں کرے گا۔

فضائل مدینہ کے سلسلہ میں یہ بات بھی بطور خاص قابل لحاظ ہے کہ اس مقدس شہر کی عظمت و بزرگی ہی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس شہر کے رہنے والوں کی تعظیم و تکریم کی یہ وصیت کی تھی کہ میری امت کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ میرے ہمسایوں یعنی اہل مدینہ کے احترام کو ہمیشہ پیش ملحوظ رکھیں، ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں، ان سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہ کریں اور اس وقت تک ان کی خطاؤں سے درگزر کریں جب تک کہ وہ کبائر سے اجتناب کریں (یعنی اگر وہ کبائر کے مرتکب ہوں تو پھر رعایت اور درگزر کا کوئی سوال نہیں ہے بلکہ اللہ اور بندوں کے حقوق کے سلسلے میں شریعت کا جو حکم ہو اسے جاری کرے) یاد رکھو، جو شخص ان کے احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا اور جو شخص اہل مدینہ کے احترام و حرمت کو ملحوظ نہیں رکھے گا اسے طینۃ الخبال کا سیال پلایا جائے گا (واضح رہے کہ "طینۃ الخبال" دوزخ کے ایک حوض کا نام ہے جس میں دوزخیوں کی پیپ اور لہو جمع ہوتا ہے)

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ

باب: قبروں کی زیارت کرنا

زیارت کے لغوی معنی و مفہوم کا بیان

عربی لغت میں ہر لفظ کا مادہ کم از کم سہ حرفی ہوتا ہے جس سے باقی الفاظ مشتق اور اخذ ہوتے ہیں۔ عربی لغت کے اعتبار سے زیارت کا معنی دیکھیں تو یہ لفظ زَارَ، یَزُوْرُ، زَوْرًا سے بنا ہے۔ جس کے اندر ملنے، دیکھنے، نمایاں ہونے، رغبت اور جھکاؤ کے معانی

پائے جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی کی ملاقات کے لئے جائے تو اس میں اس شخص یا مقام کی طرف رغبت، رجحان اور جھکاؤ بھی پایا جاتا ہے اور بوقت ملاقات رؤیت بھی ہوتی ہے اس لئے اس عمل کو زیارت بھی کہا جاتا ہے۔

ائمہ لغت نے زَور کے درج ذیل معانی بیان کئے ہیں زَارَ یزُوْرُ زَوْرًا کا معنی ہے ، اس نے فلاں شخص سے ملاقات کی یا فلاں کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔(زبیدی، تاج العروس، 477 , 6)

زیارت کا معنی ہے کسی سے ملنے کے لئے آنا۔ یہ لفظ زَور سے نکلا ہے جس کا معنی ہے سینہ کی ہڈیوں کی ملنے کی جگہ۔ یا میلان، رجحان اور رغبت۔(بطرس بستانی، محیط المحیط 384)

محیط المحیط (ص 384) میں زیارت کا معنی یوں بھی لکھا ہے ،لفظ زیارۃ مصدر بھی ہے اور اسم بھی۔ جس کا معنی کسی جگہ اہالیان سے ملنے کے لئے جانا جیسے دوست احباب کی ملاقات یا دوسرا معنی کسی جگہ موجود آثار سے حصول برکت کے لئے جانا جیسے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لئے جانا۔

لغت کی معروف کتاب المصباح المنیر میں لکھا ہے ،عرفِ عام میں زیارت سے مراد کسی شخص کے ادب واحترام اور اس سے محبت کی بناء پر اس کی ملاقات کے لئے جانا۔(فیومی، المصباح المنیر فی غریب شرح الکبیر للرافعی، 1,260)

اسی سے مَزَار ہے۔ جس کا معنی ہے وہ جگہ جس کی زیارت کی جائے۔ ابنِ منظور افریقی لکھتے ہیں ،مزار سے مراد زیارت کرنے کا مقام ہے۔(ابن منظور افریقی، لسان العرب، 333 , 4)

اسی سے زَائر بھی ہے جس کا معنی ہے ، زیارت کے لئے جانے والا شخص یا ملاقاتی۔

زیارت کے شرعی معنی ومفہوم کا بیان

قرآن وحدیث کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ذواتِ عالیہ اور مقاماتِ مطہرہ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی نعمت ورحمت سے نوازا ہے اور اِن کو دیگر مخلوق پر ترجیح دی ہے۔ ان بابرکت ذوات اور اماکنِ مقدسہ پر حاضری کے لئے جانا مشروع، مسنون، مندوب اور مستحب عمل ہے ،عرفِ عام میں اسی کو زیارت کہا جاتا ہے۔

زیارت کی اَقسام کا بیان

دینِ اسلام میں زیارت کا اس قدر جامع تصور ہے کہ ہر واجب الاحترام شخصیت، متبرک چیز اور مقام کو صرف اور صرف دیکھنا ہی عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

النظر إلى الوالد عبادة، والنظر إلى الكعبة عبادة، والنظر فى المصحف عبادة، والنظر إلى أخيك حبا له فى الله عبادة.

والد کی طرف دیکھنا عبادت ہے، کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، قرآن حکیم کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اپنے بھائی کی طرف رضائے الٰہی کے لئے محبت کی نگاہ سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔(بیہقی، شعب الایمان، 187,7، رقم 8760)

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی طرف دیکھنے کو عبادت فرمایا یہ دراصل زیارت کی مختلف اقسام ہیں۔ ذیل میں ہم اس حدیث سمیت دیگر نصوص کی روشنی میں زیارت کی اقسام کا ذکر کر رہے ہیں جن میں سرِ فہرست زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فضیلت کا بیان

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بحالتِ ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا افضل ترین عمل تھا۔ ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والے خوش نصیب لوگوں کو ہی مرتبہ صحابیت پر فائز ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ یہ اتنا عظیم شرف اور امتیاز ہے جس پر قیامت تک کوئی اور شخص فائز نہیں ہوسکتا بے شک وہ پوری زندگی عبادت و ریاضت میں کیوں نہ صرف کردے۔

ایسے خوش نصیب شخص کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی) یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا (یعنی تابعی)۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحبه، 694,5، رقم 3858)

اسی طرح بعد از وصال زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت پر بھی اُمتِ مسلمہ کا اِجماع ہے۔ بعض ائمہ احناف اور مالکیہ کے علاوہ دیگر اہلِ سنت و جماعت کے مکاتب و مذاہب بھی اسے بعض حالات میں واجب قرار دیتے ہیں۔

قرآن مجید سے زیارت کے متعلق حکم کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو یہ آپ کے پاس آجاتے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانیوالا پاتے۔ (النساء:٦٤)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو سرزنش کی ہے جو دعوی یہ کرتے تھے کہ وہ رسول اللہ پر نازل والی کتاب پر ایمان لائے ہیں اپنے مقدمہ کا فیصلہ یہودی عالم کے پاس لے جاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کیلئے جب انہیں بلایا جاتا تو وہ منہ موڑ کر کترا کر نکل جاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے ہر رسول کو اس لیے بھیجا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے' مجاہد نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اسی کو نصیب ہوتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ازل میں یہ نعمت مقدر کردی ہے۔

پھر فرمایا جب ان منافقوں نے کعب بن اشرف کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرہی لیا تھا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ آپ کے پاس آکر معذرت کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی چاہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لیے استغفار کرتے تو وہ ضرور اللہ کو بہت بخشنے والا اور مہربان پاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے کا جواز

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گنہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کے پاس آ کر استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لیے اللہ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے، مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے ان میں الشیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آ کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے۔ (آیت) ''ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤك''۔ الآیہ، اور میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں' پھر اس نے دو شعر پڑھے:

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے۔

میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے۔

پھر وہ اعرابی چلا گیا' عتبی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۳۲۹۔۳۲۸' الجامع لاحکام القرآن ج۵ ص۲۶۵' البحر المحیط ج۳ ص۶۹۴' مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج۱ ص۳۹۹)

چند لفظوں میں ایک طویل بحث کو سمو کر رکھ دیا۔ اللہ کی اطاعت ہر مومن پر فرض ہے۔ اور اللہ کی اطاعت یہ بھی ہے کہ اس کا یہ حکم بھی مانا جائے کہ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اطاعت کرو۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انکار کرتا ہے اس نے گویا اللہ کے حکم سے سرتابی کی۔ تو رسول کی نافرمانی کر کے اس نے صرف رسول کی ہی نافرمانی نہیں کی بلکہ اللہ کی بھی نافرمانی کی ہے جس کا یہ حکم اس نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ میرے رسول کی اطاعت کرو۔ وہ فرقہ جو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو غیر ضروری بلکہ امت کے لئے مضر اور نقصان دہ سمجھتا ہے وہ اس آیت کو کیوں نہیں پڑھتا اور اگر پڑھتا ہے تو اسے کیوں واجب الاتباع یقین نہیں کرتا۔

اے رحمت مجسم! اگر یہ دنیا بھر کے قصور کر کے اور اپنی جانوں پر طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد بھی نادم و تائب ہو کر تیرے حضور میں حاضر ہوں تو ان پر اپنا درِ کرم باز رکھ۔ جب ان کی شفاعت و بخشش و رستگاری کے لئے تیرا ہاتھ میری بارگاہ جود و عطا میں اٹھے گا تو خواہ وہ کتنے گنہگار روسیاہ اور بدکار کیوں نہ ہوں تیرے رب کی رحمت ان کو مایوس نہیں کرے گی بلکہ ان کی توبہ قبول کر لی جائے اور ان بیگانوں کو اپنا بنا لیا جائے گا۔ حضور اکرم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ تا ابد ہے۔ اہل دل اور اہل نظر ہر لحہ اور ہر آن اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور (فرط رنج و غم سے) مزار پر انوار پر گر پڑا اور خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا۔ اور عرض کرنے لگا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا، جو آپ نے اپنے رب سے سیکھا وہ ہم نے آپ سے سیکھا اور اسی میں یہ آیت بھی تھی ولو انہم اذ ظلموا الخ میں نے اپنی جان پر بڑے بڑے ستم کیے ہیں۔ اب تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سراپا شفقت ورحمت! میری مغفرت کے لیے دعا فرمایئے۔ فنودی من القبر انہ قد غفر لک (القرطبی) تو مرقد منور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔

یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دعاء مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے، اس کے بعد مفتی صاحب نے بھی عتبی کی مذکورالصدر حکایت بیان کی ہے۔

(معارف القرآن ج ۲ ص ۴۶۰، ۴۵۹ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیما وحدیثا اس کو نقل کیا ہے اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ مواہب میں بہ سند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے

(آیت) ''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما''۔ اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے۔ اور اس محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں، پس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب ص ۲۰۴)

اور نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں: ''کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں (آب حیات ص ۴۰) اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔

(اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰)

ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے، بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۲۸)

اور خیر القرون میں یہ کاروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(تسکین الصدور ص ۳۶۶-۳۶۵ ملخصا مطبوعہ ادارہ نصرت العلوم گوجرانوالہ)

گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا جواز کا بیان

قرآن مجید کی اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے لیے سفر کرنا مستحسن اور مستحب ہے' شیخ ابن تیمیہ نے اس سفر کو سفر معصیت اور سفر حرام کہا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس سفر میں قصر کرنا جائز نہیں ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں (سفر نہ کیا جائے) مسجد حرام' مسجد الرسول' اور مسجد اقصیٰ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۱۸۹' صحیح مسلم الحج ۵۱۱: (۱۳۹۷) ۳۳۲۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۳۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۰' سنن نسائی رقم الحدیث: ۷۰۰' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۴۰۹' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۹۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴' ۲۳۸' ۲۷۲' السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: جامع الاصول ج ۹ رقم الحدیث: ۶۸۹۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ نے اس حدیث کے جواب میں فرمایا ہے: اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ مطلقاً سفر سے منع نہیں فرمایا بلکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کے لیے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۵' مطبوعہ لاہور)

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے' امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے کسی سواری کا کجاوہ نہ کسا جائے سوائے مسجد حرام' مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۶۴' طبع قدیم دار الفکر' مسند احمد ج ۱ رقم الحدیث: ۱۱۵۰۲' طبع دار الحدیث قاہرہ' ۱۴۱۶ ھ)

شیخ عبدالرحمان مبارک پوری متوفی ۱۳۵۲ ھ نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث شہر بن حوشب سے مروی ہے اور وہ کثیر الاوہام ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۷۱' طبع ملتان)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے التقریب میں لکھا ہے کہ شہر بن حوشب' بہت صادق ہے اور یہ بہت ارسال کرتا ہے اور اس کے بہت وہم ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۴۲۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی شہر بن حوشب کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:

امام احمد نے اس کے متعلق کہا اس کی حدیث کتنی حسین ہے اور اس کی توثیق کی' اور کہا کہ عبدالحمید بن بھرام کی وہ احادیث صحت کے قریب ہیں جو شہر بن حوشب سے مروی ہیں' دارمی نے کہا احمد شہر بن حوشب کی تعریف کرتے تھے امام ترمذی نے کہا امام بخاری نے فرمایا شہر حسن الحدیث ہے اور اس کا امر قوی ہے' ابن معین نے کہا یہ ثقہ ہے' ان کے علاوہ اور بہت ناقدین فن نے شہر کی توثیق کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۳۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ جمال الدین مزی متوفی ۷۴۲ ھ' اور علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ ھ نے بھی شہر بن حوشب کی تعدیل میں یہ اور

بہت ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۸ ص ۴۰۹ 'میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۹۰' طبع بیروت)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے خصوصیت سے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' (فتح الباری ج ۳ ص ۶۶) اور شیخ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے بھی اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' کیونکہ امام احمد اور امام ابن معین نے شہر بن حوشب کی توثیق کی ہے۔ (مسند احمد ج ۱۰ ص ۲۰۱ 'طبع قاہرہ)

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں مستثنیٰ منہ مسجد کو نہ مانا جائے' بلکہ عام مانا جائے اور یہ معنی کیا جائے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی جگہ کا بھی سفر کا قصد نہ کیا جائے تو پھر نیک لوگوں کی زیارت' رشتہ داروں سے ملنے' دوستوں سے ملنے' علوم مروجہ کو حاصل کرنے' تلاش معاش' حصول ملازمت' سیر و تفریح' سیاحت اور سفارت کے لیے سفر کرنا بھی ناجائز' حرام اور سفر معصیت ہوگا۔

شیخ مبارک پوری نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے رہا تجارت یا طلب علم یا کسی اور غرض صحیح کے لیے سفر کرنا تو ان کا جواز دوسرے دلائل سے ثابت ہے (اس لیے یہ ممانعت عموم پر محمول ہے) (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۷۱ 'مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

میں کہتا ہوں کہ ہم نے جو سفر کی انواع ذکر کی ہیں وہ سب غرض صحیح پر مبنی ہیں اور ان کے جواز پر کون سے دلائل ہیں جو صحاح ستہ کی اس حدیث کی ممانعت کے عموم کے مقابلہ میں راجح ہوں؟ خصوصاً نیک لوگوں' رشتہ داروں' دوستوں کی زیارت اور ان سے ملاقات کے لیے سفر کرنے' اسی طرح سائنسی علوم کے حصول' تلاش معاش' حصول ملازمت اور سیر و تفریح کے لئے سفر کرنے کے جواز پر اور بھی بہت دلائل ہیں اور ممانعت کی اس حدیث کی ممانعت پر راجح یا اس کے لیے ناسخ ہوں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنیکے جواز پر اور بھی بہت دلائل ہیں اور مانعت کی اس حدیث کی ہم نے ان مذکور توجیہات کے علاوہ اور بھی کئی توجیہات ذکر کی ہیں اس کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۷۶۴-۷۶۳ ملاحظہ فرمائیں' شیخ ابن تیمیہ نے جو اس سفر کو حرام کہا ہے' حافظ ابن حجر نے فرمایا یہ ان کا انتہائی مکروہ قول ہے۔

اور ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں۔ ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے' کیونکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے' اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا۔ (شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴ 'مطبوعہ بیروت)

احادیث کے مطابق زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل کا بیان

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے اَز رہِ شان وفضیلت کہیں اپنے روضۂ اَقدس، کہیں اپنے مسکن مبارک اور کہیں اپنے منبرِ اَقدس کی زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اس شان وفضیلت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُمت میں اِن مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کا شوق اور رغبت پیدا ہو۔ ذیل میں قبرِ انور کی فضیلت بزبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ کریں۔

روضۂ اَطہر کی فضیلت کا بیان

.1 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي.

میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اور (روزِ قیامت) میرا منبر میرے حوضِ (کوثر) پر ہوگا۔

(بخاری، الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب فضل ما بین القبر والمنبر، 399,1، رقم 11382، مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب ما بین القبر والمنبر، 1011,2، رقم 1391)

2۔ابو صالح ذکوان سمان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔

مِنْبَرِي هَذَا عَلَى تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ، وَمَا بَيْنَ حُجْرَتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.

میرا یہ منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر (کوثر کے کنارے) پر (نصب) ہوگا اور میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (أحمد بن حنبل، المسند، 534,2)

.3 محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو روضۂ اَطہر کے پاس روتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے ، یہی وہ جگہ ہے جہاں (محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں) آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں نے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.

میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان، 491,3، رقم 4163)

4۔اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَوَائِمُ مِنْبَرِي رَوَاتِبُ فِي الْجَنَّةِ.

میرے اس منبر کے پائے جنت میں پیوست ہیں۔

(نسائی، السنن الکبریٰ، 257,1، رقم 7752، أحمد بن حنبل، المسند، 2893,6، عبد الرزاق، المصنف، 182,3، رقم 5242)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اِمام بخاری اور اِمام مسلم جیسے اَجل ائمہِ حدیث نے اپنی کتب میں روضۂ اَطہر اور منبر مبارک کی درمیانی جگہ کی فضیلت سے متعلق اَحادیث بیان کرتے ہوئے اُس کا عنوان اِس طرح قائم کیا ہے۔ اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الصحیح (399,1) میں کتاب التطوع کے باب نمبر 18 کا عنوان فضل ما بین القبر والمنبر رکھا ہے۔

اِمام مسلم نے الصحیح (1010,2) میں کتاب الحج کے باب نمبر 92 کا عنوان ما بین القبر والمنبر روضة من ریاض الجنة رکھا ہے۔

اِن اَحادیثِ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبرِ انور کی نشاندہی کرتے ہوئے خود فرما دیا کہ میری قبرِ انور میری اَزواجِ مطہرات کے گھروں میں ہے، لہٰذا ما بین بیتی کے الفاظ میں معناً قبرِ انور مراد ہے، جبکہ قبرِ انور کا ذکر لفظاً (ما بین قبری)

بھی آیا ہے، اور اُن کی زیارت کے لئے جانا ایسا ہے جیسے کوئی شخص جنت میں جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک زیارتِ قبر انور کی نیت سے سفر کرنا اُمتِ مسلمہ کا پسندیدہ اور محبوب عمل رہا ہے۔ ایسا محبوب عمل جس کی ادائیگی تو کجا اس کی محض یاد بھی موجب برکت وسعادت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زیارتِ روضۂ اطہر کی ترغیب

خود سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ گرامی میں روضۂ اقدس کی زیارت کی ترغیب دی اور زائر کے لئے شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے۔

1. حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روضۂ اطہر کی زیارت کے حوالے سے اِرشاد فرمایا، جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي، وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي.

جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(دار قطنی، السنن، 2,2782، حکیم ترمذی، نوادر الاصول، 2,673، بیہقی، شعب الایمان، 3,490، رقم 4159، 4160)

4۔ ذہبی نے میزان الاعتدال (6 , 567) میں کہا ہے کہ اسے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابنِ خزیمہ نے مختصر المختصر میں نقل کیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں حلّت لہ شفاعتی کے الفاظ بھی ہیں۔ امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ شواہد الحق فی الاستغاثہ بسید الخلق (ص 77 ,) میں لکھتے ہیں کہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی چند اسناد بیان کرنے اور جرح وتعدیل کے بعد فرماتے ہیں۔ مذکورہ حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے۔ جن احادیث میں زیارتِ قبرِ انور کی ترغیب دی گئی ہے ان کی تعداد دس سے بھی زیادہ ہے، اِن احادیث سے مذکورہ حدیث کو تقویت ملتی ہے اور اِسے حسن سے صحیح کا درجہ مل جاتا ہے۔ (شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام 3 ,11)

عبدالحق اشبیلی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ امام سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا (ص 71,) میں اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ محمود سعید ممدوح رفع المنارہ (ص 318,) میں اس حدیث پر بڑی مفصل تحقیق کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور قواعدِ حدیث بھی اِسی رائے پر دلالت کرتے ہیں۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے زائر پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت متحقق اور لازم ہوگئی یعنی اللہ تعالیٰ سے زائر کی معافی ودرگزر کی سفارش کرنا لازم ہوگیا۔

2۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَنْ زَارَنِي بِالْمَدِيْنَةِ مُحْتَسِبًا كُنْتُ لَهُ شَهِيْدًا وَشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جس شخص نے خلوصِ نیت سے مدینہ منورہ حاضر ہوکر میری زیارت کا شرف حاصل کیا، میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

(بیہقی، شعب الایمان، 3,490، رقم 41572، سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الانام، 283، مقریزی، إمتاع الأسماع، 14,614، عسقلانی نے تلخیص الحبیر (2,267) میں اسے مرفوع کہا ہے۔)

3. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ جَاءَ نِي زَائِرًا لَا يَعْمَلُهُ حَاجَةٌ إِلَّا زِيَارَتِي، كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُوْنَ لَهُ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

جو بغیر کسی حاجت کے صرف میری زیارت کے لیے آیا اُس کا مجھ پر حق ہے کہ میں روزِ قیامت اُس کی شفاعت کروں۔

(طبرانی، المعجم الکبیر، 12,225، رقم 131492، طبرانی، المعجم الأوسط، 5,275، 276، رقم 45433، ہیثمی، مجمع الزوائد، 4,2، 4۔ ذہبی نے میزان الاعتدال (6,415) میں اسے مرفوع کہا ہے۔)

ابن السکن نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب السنن الصحاح ماثورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں اس کتاب میں نقل کردہ روایات کو بالاجماع ائمہ حدیث کے نزدیک صحیح قرار دیا ہے۔ اِس حدیثِ مبارکہ کو انہوں نے کتاب الحج میں باب ثواب من زار قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نقل کیا ہے۔

4. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي، أَوْ قَالَ مَنْ زَارَنِي كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا أَوْ شَهِيْدًا، وَمَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللهُ مِنَ الْآمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

جس نے میری قبر (یا راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا اور جو کوئی دو حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اُسے روزِ قیامت ایمان والوں کے ساتھ اٹھائے گا۔

(طیالسی، المسند، 12،13، رقم 652، دارقطنی، السنن، 2,2783، بیہقی، السنن الکبریٰ، 5,245، رقم 10053)

5. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے،

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ وَفَاتِي، فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي۔

جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(دارقطنی، السنن، 2,2782، طبرانی، المعجم الکبیر، 12,310، رقم 134973، طبرانی، المعجم الأوسط، 4,223، رقم 3400، 4۔ خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ المصابیح (2,128، کتاب المناسک، رقم 2756) میں اُسے مرفوع حدیث قرار دیا ہے۔)

جو لوگ اپنے باطل عقیدے کی بناء پر حدیث لاتشد الرحال سے غلط استدلال کرتے ہوئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کی نیت سے جانے کے ساتھ ساتھ انبیاء وصالحین کے مزارات کی زیارت سے منع کرتے ہیں اور اسے (معاذ اللہ) سفر معصیت وگناہ اور شرک قرار دیتے ہیں وہ بلاشبہ صریح غلطی پر ہیں۔ صحیح عقیدہ وہی ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی حاضری بلند درجہ باعث ثواب اعمال میں سے ہے۔ نیز قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک اہلِ اسلام کا یہ معمول ہے کہ وہ ذوق وشوق سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لئے جاتے ہیں اور اسے دنیا وما فیہا سے بڑھ کر عظیم سعادت وخوش بختی

رکھتے ہیں۔

اِستطاعت کے باوجود زیارت نہ کرنے پر وعید

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے۔

مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي.

جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری (قبرِ انور کی) زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ جفا کی۔

(سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیر الانام، 212، ابن حجر مکی، الجوہر المنظم، 28، 3، نبہانی، شواہد الحق فی الاستغاثة بسید الخلق، 82)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بڑا واضح ہے۔ اِس میں اُمتِ مسلمہ کے لئے کڑی تنبیہ بھی ہے کہ جس مسلمان نے حج کی سعادت حاصل کی مگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری نہ دی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جفا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم سے محروم ہوا جبکہ زائرِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا منفرد اعزاز نصیب ہوگا۔ اس حوالے سے اِمام سبکی شفاء السقام فی زیارة خیر الانام (ص 11) میں لکھتے ہیں۔

روضۂ اقدس کی زیارت کرنے والے عشاق کو وہ شفاعت نصیب ہوگی جو دوسروں کے حصہ میں نہیں آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زائرینِ قبرِ انور ایک خاص شفاعت کے مستحق قرار دیئے جائیں گے اور اُنہیں بالخصوص یہ منفرد اعزاز حاصل ہوگا۔ اس سے یہ مراد بھی لی جاسکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کی برکت کے باعث شفاعت کے حقدار ٹھہرنے والے عمومی افراد میں زائر کا شامل ہونا واجب ہوجاتا ہے۔ بشارت کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زائر حالتِ اِیمان پر اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگا۔ یہاں اس اَمر کی وضاحت ضروری ہے کہ فرشتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مقرب بندے بھی شفاعت کرنے کا اعزاز رکھتے ہیں، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کے شرف سے مشرف ہونے والوں کا اعزاز یہ ہے کہ خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی شفاعت فرمائیں گے۔

حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرام کے معمول زیارت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان

یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوّل تا آخر محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کرتے تھے اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ نہ انہیں اپنی جان کی پروا تھی، نہ مال و اولاد کی۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز جانتے تھے۔ ان کی اسی طاقت نے انہیں ہر طوفان سے ٹکرانے اور ہر مشکل سے سرخرو ہونے کا ہنر سکھایا۔ انہوں نے جس والہانہ عشق و محبت کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ آج تک اس کی نظیر پیش کرسکی اور نہ قیامت تک اس بے مثال محبت کے مظاہر دیکھنے ممکن ہوں گے۔ اُن کی محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ہی اپنی بھوک پیاس کو بجھالیتے تھے اور حالتِ نماز میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکتے رہتے تھے۔

کتبِ احادیث و سیر میں متعدد واقعات کا ذکر ہے جو انفرادی و اجتماعی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیش آئے۔ یہ واقعات اِس اَمر کی غمازی کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے زندگی کی حرارت

پاتے تھے۔ انہیں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ ان مشتاقانِ دید کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا دھڑکتی رہتی تھی کہ ان کا محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو اور وہ صبح وشام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اپنے قلوب و اذہان کو راحت وسکون بہم پہنچاتے رہیں۔ ذیل میں اسی لازوال محبت کے چند مستند واقعات کا ذکر کیا جائے گا۔

صحابہ کی نماز اور زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین منظر

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرضِ وصال میں جب تین دن تک حجرہ مبارک سے باہر تشریف نہ لائے تو وہ نگاہیں جو روزانہ زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا کرتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس گئیں۔ جان نثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا انتظار تھے کہ کب ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ بالآخر وہ مبارک ومسعود لمحہ ایک دن حالتِ نماز میں انہیں نصیب ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایامِ وصال میں جب نماز کی امامت کے فرائض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے۔ پیر کے روز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں حسبِ معمول باجماعت نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرے افاقہ محسوس کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک سے مسجدِ نبوی میں جھانک کر گویا اپنے غلاموں کو صدیق کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر اظہارِ اطمینان فرما رہے تھے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر کھڑے ہمیں دیکھنا شروع فرمایا۔ (ہم نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو یوں لگا) جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور کھلا ہوا قرآن ہو، پھر مسکرائے۔

(بخاری، الصحیح، کتاب الاذان، باب أہل العلم والفضل أحق بالامامۃ، 1،240، رقم 648،2.مسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب استخلاف الامام إذا عرض لہ عذر من مرض وسفر، 1،315، رقم 419،3.ابن ماجہ، السنن، کتاب الجنائز، باب فی ذکر مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، 1،519، رقم 1624،4.احمد بن حنبل، المسند، 3،163)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم لوگ نماز چھوڑ بیٹھتے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں شامل ہو جائیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لانے والے ہیں۔

(بخاری، الصحیح، کتاب الاذان، باب أہل العلم والفضل أحق بالامامۃ، 1،240، رقم 648،2.بیہقی، السنن الکبریٰ، 3،75، رقم 4825،3.عبدالرزاق، المصنف، 5،433)

ان پر کیف لمحات کی منظر کشی یوں روایت میں کی گئی ہے۔ جب (پردہ ہٹا اور) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔

(بخاری، الصحیح، کتاب الاذان، باب أہل العلم والفضل أحق بالامامۃ، 1،241، رقم 6492.مسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب استخلاف الامام إذا عرض لہ عذر من مرض وسفر، 1،315، رقم 419،3.ابن خزیمہ، الصحیح، 2،372، رقم 1488)

زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کا مداوا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت صحابہ کرام کے لئے اتنی بڑی قوت اور سعادت تھی کہ یہ بھوکوں کی بھوک رفع کرنے کا ذریعہ بھی بنتی تھی۔ چہرۂ اقدس کے دیدار کے بعد قلب ونظر میں اترنے والے کیف کے سامنے بھوک و پیاس کے احساس کی کیا حیثیت تھی؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت کاشانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کبھی اس وقت باہر تشریف نہ لاتے تھے اور نہ ہی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتا۔

دراصل ہوا یوں تھا کہ سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بھوک سے مغلوب باہر تشریف لے آئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفیقِ سفر اور یارِ غار سے پوچھا اے ابوبکر! تم اس وقت کیسے آئے ہو؟ اس وفا شعار پیکرِ عجز و نیاز نے ازراہِ مروّت عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف آپ کی ملاقات، چہرۂ انور کی زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ہی سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی اسی راستے پر چلتے ہوئے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوگئے۔ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اے عمر! تمہیں کون سی ضرورت اس وقت یہاں لائی؟ شمعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے نے حسبِ معمول لگی لپٹی کے بغیر عرض کی، یارسول اللہ! بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الزہد، باب فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، 4،583، رقم 23692، ترمذی، الشمائل المحمدیۃ، 1،312، رقم 3،373، حاکم، المستدرک، 4،145، رقم 7178)

شمائلِ ترمذی کے حاشیہ پر مذکورہ حدیث کے حوالے سے یہ عبارت درج ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس لئے تشریف لائے تھے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت سے اپنی بھوک مٹانا چاہتے تھے، جس طرح مصر والے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے اپنی بھوک کو مٹالیا کرتے تھے اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی راز مضمر تھا۔ مگر مزاج شناسِ نبوت نے اپنا مدعا نہایت ہی لطیف انداز میں بیان کیا اور یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نورِ نبوت کی وجہ سے ان کا مدعا بھی آشکار ہو چکا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیوں طالبِ ملاقات ہیں اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نورِ ولایت کی وجہ سے واضح ہو چکا تھا کہ اس گھڑی آقائے مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار انہیں ضرور نصیب ہوگا۔

(شمائل الترمذی، 27، حاشیہ 3)

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں جاں نثاروں کی حالت سے باخبر ہونے پر اپنی زیارت کے طفیل ان کی بھوک ختم فرمادی۔ یہ واقعہ باہمی محبت میں اخلاص اور معراج کا منفرد انداز لیے ہوئے ہے۔

ٹکٹکی باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

کائنات کا سارا حسن و جمال نبیءِ آخر الزماں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں سمٹ آیا تھا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت سے مشرف ہونے والا ہر شخص جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح کھو جاتا کہ کسی کو آنکھ جھپکنے کا یارا بھی نہ ہوتا اور نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ جاتیں۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کے چہرۂ انور) کو (اس طرح ٹکٹکی باندھ کر) دیکھتا رہتا کہ وہ اپنی آنکھ تک نہ جھپکتا۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس جاں نثار صحابی کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا، اس (طرح دیکھنے) کا سبب کیا ہے؟ اس عاشقِ رسول صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ (قاضی عیاض، الشفاء، 5662,2، قسطلانی، المواہب اللدنیۃ، 94,2)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جاں نثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خود سپردگی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال میں اس طرح کھو جاتے کہ دنیا کی ہر شے سے بے نیاز ہو جاتے۔

سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خواہشِ زیارت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح چہرۂ نبوت کے دیدارِ فرحت آثار سے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا کرتے تھے اور ان کے نزدیک پسند و دلبستگی کا کیا معیار تھا؟ اس کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار سے متعلق درج ذیل روایت سے بخوبی ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں، خوشبو، نیک خاتون اور نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے بھی تین ہی چیزیں پسند ہیں، آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اقدس کو تکتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ صلی اللہ علیک وسلم کے قدموں پر نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ صلی اللہ علیک وسلم کے عقد میں آنا۔ (ابن حجر، منبہات، 21-22، 5.)

شیخین رضی اللہ عنہما کا منفرد اعزاز کا بیان

صدیقِ با وفا رضی اللہ عنہ کو سفرِ ہجرت میں رفاقتِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز حاصل ہوا، جبکہ سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہونے کے شرفِ لازوال سے مشرف ہوئے۔ ان جلیل القدر شخصیات کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت میں کئی دیگر حوالوں سے بھی خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مہاجر اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہوتے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان میں ہوتے تو کوئی صحابی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ کرتا، البتہ ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو مسلسل دیکھتے رہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو دیکھتے، یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مسکراتے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔

(ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب فی مناقب أبی بکر وعمر کلیھما، 612,5، رقم 36682، أحمد بن حنبل، المسند، 3،150,3، طیالسی، المسند، 1، 275، رقم 2064,6، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کیفیت اضطراب)

یوں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی آرزو اور تمنا ہر صحابی رسول کے دل میں اس طرح بسی ہوئی تھی کہ اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکون کی دولت نصیب ہوتی اور معرفتِ الٰہی کے دریچے ان پر روشن ہوجاتے۔ اُن کے دل کی دھڑکن میں زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اس درجہ سما گئی تھی کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار میسر نہ آتا تو وہ بے قرار ہوجاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت گزرتی تھی اس کے بارے میں وہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض گزاری کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں (تو تمام غم بھول جاتا ہوں اور) دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں، پس مجھے تمام اشیاء (کائنات کی تخلیق) کے بارے میں آگاہ فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق پانی سے کی ہے۔ (احمد بن حنبل، المسند، 2،323,2، حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 176,4، رقم 7278)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر کوئی فنا فی الرسول کے مقام پر فائز تھا اُن کا جینا مرنا، عبادت ریاضت، جہاد تبلیغ سب کچھ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب تھا۔ اس لئے وہ اپنے آقا و مولا سے ایک لمحہ کی جدائی گوارا نہ کرتے تھے اور ہر لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں مست و بے خود رہتے۔

بعد از وصال صحابہ کرام کے معمول زیارت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان

گزشتہ دلائل میں مذکور واقعات سے ثابت ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صبح و شام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دیدار سے اپنے مضطرب قلوب و اذہان کو راحت و سکون بہم پہنچاتے رہے اُن کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا رہتی تھی کہ اُن کا محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی اُن سے جدا نہ ہو پس جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیاتِ محبت کا والہانہ اظہار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ میں ہوا، اسی طرح بعد از وصال بھی وہ دیوانہ وار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری دیتے اور اس حاضری میں بھی ان کی کیفیات دیدنی ہوتیں۔ یعنی ادبِ بارگاہِ رسالت کے ساتھ ساتھ محبت اور عشق کی تمام تر بے قراریاں، جذب وشوق اور کیفیتِ فراق اور غمِ ہجر کی لذتیں ان کے ایمان کو جلا بخشتی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کے حوالہ سے صحابہ کرام کے ان ہی کیفیاتِ شوق پر مبنی معمولات درج ذیل ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول

حضرت کعب الاحبار کے قبولِ اسلام کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کیا آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے میرے ساتھ مدینہ منورہ چلیں گے؟ تو انہوں نے کہا، جی! امیر المؤمنین۔ پھر جب حضرت کعب الاحبار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو سب سے پہلے بارگاہِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دی اور سلام عرض کیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مدفن مبارک پر کھڑے ہو کر اُن کی خدمت میں

سلام عرض کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (واقدی، فتوح الشام، 1، 244، 2. ہیتمی، الجوہر المنظم، 27، 28۔)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معمول

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معمول تھا کہ آپ اکثر روضہ مبارک پر حاضر ہوا کرتی تھیں۔ وہ فرماتی ہیں, میں اس مکان میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد گرامی مدفون ہیں جب داخل ہوتی تو یہ خیال کر کے اپنی چادر (جسے بطور برقع اوڑھتی وہ) اتار دیتی کہ یہ میرے شوہر نامدار اور والدِ گرامی ہی تو ہیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ دفن کر دیا گیا تو اللہ کی قسم میں عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے بغیر کپڑا لپیٹے کبھی داخل نہ ہوئی۔

(أحمد بن حنبل، المسند، 6، 202، 2. حاکم، المستدرک، 3، 61، رقم 4402، 3. مقریزی، إمتاع الأسماع، 14، 607)

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روضۂ اقدس پر حاضری کا ہمیشہ معمول تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہلِ مدینہ کو قحط سالی کے خاتمے کے لئے قبرِ انور پر حاضر ہو کر توسل کرنے کی تلقین فرمائی۔ امام دارمی صحیح اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں, ایک مرتبہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اپنی دِگرگوں حالت کی) شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا , حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کے پاس جاؤ اور اس سے ایک روشندان آسمان کی طرف کھولو تا کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایسا کرنے کی دیر تھی کہ اتنی زوردار بارش ہوئی جس کی وجہ سے خوب سبزہ اُگ آیا اور اُونٹ اتنے موٹے ہو گئے کہ (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔ پس اُس سال کا نام ہی عام الفتق (سبزہ و کشادگی کا سال) رکھ دیا گیا۔

(دارمی، السنن، 1، 56، رقم 92، 2. ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفیٰ، 817، 818، رقم 1534، 3. سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام، 128)

ثابت ہوا کہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہلِ مدینہ کو رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کو وسیلہ بنانے کی ہدایت فرمائی، جس سے اُن پر طاری شدید قحط ختم ہو گیا، اور موسلا دھار بارش نے ہر طرف بہار کا سماں پیدا کر دیا۔ جہاں انسانوں کو غذا ملی وہاں جانوروں کو چارا ملا، اِس بارش نے اہلِ مدینہ کو اتنا پر بہار اور خوشحال بنا دیا کہ انہوں نے اس پورے سال کو عام الفتق (سبزہ اور کشادگی کا سال) کے نام سے یاد کیا۔

بعض لوگوں نے اس روایت پر اعتراضات کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی سند کمزور ہے لہٰذا یہ روایت بطورِ دلیل پیش نہیں کی جاسکتی لیکن مستند علماء نے اِسے قبول کیا ہے اور بہت سی ایسی اسناد سے استشہاد کیا ہے جو اس جیسی ہیں یا اس سے کم مضبوط ہیں۔ لہٰذا اس روایت کو بطورِ دلیل لیا جائے گا کیونکہ امام نسائی کا مسلک یہ ہے کہ جب تک تمام محدثین ایک راوی کی حدیث کے ترک پر متفق نہ ہوں، اس کی حدیث ترک نہ کی جائے۔ (عسقلانی، شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح أہل الأثر)

ایک اور اعتراض اس روایت پر یہ کیا جاتا ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی صرف صحابیہ تک پہنچتی ہے، اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے۔ اس لئے اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک اس کی اسناد صحیح بھی ہوں تو یہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ ذاتی رائے پر مبنی ہے اور بعض اوقات صحابہ کی ذاتی رائے صحیح ہوتی ہے اور بعض اوقات اس میں صحت کا

معیار کمزور بھی ہوتا ہے، لہٰذا ہم اس پر عمل کرنے کے پابند نہیں۔

اس بے بنیاد اعتراض کا سادہ لفظوں میں جواب یہ ہے کہ نہ صرف اس روایت کی اسناد صحیح اور مستند ہیں بلکہ کسی بھی صحابی نے نہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تجویز کردہ عمل پر اعتراض کیا اور نہ ہی ایسا کوئی اعتراض مروی ہے جس طرح حضرت مالک دار رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں اس آدمی پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا جو قبرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر بارش کے لیے دعا کرتا ہے۔ یہ روایتیں صحابہ کا اجماع ظاہر کرتی ہیں اور ایسا اجماع بہر طور مقبول ہوتا ہے۔ کوئی شخص اس عمل کو ناجائز یا بدعت نہیں کہہ سکتا کہ جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سکوت نے جائز یا مستحب قرار دیا ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کے لزوم کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں، ہمارے لیے ان کی رائے ہمارے بارے میں ہماری اپنی رائے سے بہتر ہے۔ (ابن قیم، أعلام الموقعین عن رب العالمین، 186،2)

ابنِ تیمیہ نے اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی میں روضۂ اقدس کی چھت میں اس طرح کا کوئی سوراخ موجود نہیں تھا۔ یہ اعتراض کمزور ہے کیونکہ امام دارمی اور ان کے بعد آنے والے ائمہ و علماء اس طرح کی تفصیل متاخرین سے زیادہ بہتر جانتے تھے۔ مثال کے طور پر مدنی محدّث و مؤرخ امام علی بن احمد سمہودی نے علامہ ابنِ تیمیہ کے اعتراض کا رڈ اور امام دارمی کی تصدیق کرتے ہوئے وفاء الوفاء (560،2) میں لکھا ہے۔

زین المراغی نے کہا، جان لیجئے کہ مدینہ کے لوگوں کی آج کے دن تک یہ سنت ہے کہ وہ قحط کے زمانہ میں روضۂ رسول کے گنبد کی تہہ میں قبلہ رُخ ایک کھڑکی کھولتے اگرچہ قبر مبارک اور آسمان کے درمیان چھت حائل رہتی۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے دور میں بھی مقصورہ شریف، جس نے روضہ مبارک کو گھیر رکھا ہے، کا باب المواجہ یعنی چہرۂ اقدس کی جانب کھلنے والا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور لوگ وہاں (دعا کے لیے) جمع ہوتے ہیں۔ (سمہودی، وفاء الوفاء، 560،2)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کے پاس جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسّل سے دعا کرنے کا معمول عثمانی ترکوں کے زمانے یعنی بیسویں صدی کے اوائل دور تک رائج رہا، وہ یوں کہ جب قحط ہوتا اور بارش نہ ہوتی تو اہلِ مدینہ کسی کم عمر سید زادہ کو وضو کروا کر اوپر چڑھاتے اور وہ بچہ اس رسی کو کھینچتا جو قبرِ انور کے اوپر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے مطابق سوراخ کے ڈھکنے کو بند کرنے کے لئے لٹکائی ہوئی تھی۔ اس طرح جب قبرِ انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ نہ رہتا تو بارانِ رحمت کا نزول ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب بھی سفر سے واپس لوٹتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے اور عرض کرتے۔

السّلام علیك یا رسول الله! السّلام علیك یا أبا بکر! السّلام علیك یا أبتاه!

اے اللہ کے (پیارے) رسول! آپ پر سلامتی ہو، اے ابوبکر! آپ پر سلامتی ہو، اے ابا جان! آپ پر سلامتی ہو۔

(عبدالرزاق، المصنف، 576,3، رقم 6724,2. ابن أبي شيبة، المصنف، 28,3، رقم 11793,3. بيهقي، السنن الكبرى، 245,5، رقم 10051)

قاضی عیاض نے الشفاء (671,2) میں جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سو (100) سے زائد مرتبہ قبرِ انور پر حاضری دیتے ہوئے دیکھا، اور مقریزی نے بھی إمتاع الاسماع (14, 618) میں یہی نقل کیا ہے۔ ابن الحاج مالکی نے المدخل (261,1) میں اِس کی تائید کی ہے۔ علاوہ ازیں ابنِ حجر مکی نے الجوہر المنظم (ص 28) اور زرقانی نے شرح المواہب اللدنیۃ (198,12) میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب سفر سے واپس لوٹتے تو مسجدِ (نبوی) میں داخل ہوتے اور یوں سلام عرض کرتے۔

السّلام عليك يا رسول الله! السّلام على أبي بكر! السّلام على أبي.

اے اللہ کے (پیارے) رسول! آپ پر سلام ہو، ابوبکر پر سلام ہو (اور) میرے والد پر بھی سلام ہو۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر دو رکعات نماز ادا فرماتے۔

(ابن إسحاق أزدي، فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، 91.90، رقم 97 - 982. ابن حجر عسقلانی نے المطالب العالیۃ (371,1، رقم 1250) میں عمر بن محمد کی اپنے والد سے نقل کردہ روایت بیان کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہیں۔)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا معمول

حضرت ابو اُمامہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آتے دیکھا، انہوں نے (وہاں آکر) توقف کیا، اپنے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ شاید میں نے گمان کیا کہ وہ نماز ادا کرنے لگے ہیں۔ پھر انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کیا، اور واپس چلے آئے۔

(بیہقی، شعب الایمان، 491,3، رقم 4164,2. قاضی عیاض، الشفاء، 671,2,3. مقریزی، إمتاع الأسماع، 618,14)

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقط بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام عرض کرنے کا شرف حاصل کرنے کے لئے بھی مسجدِ نبوی میں آتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا معمول

امام محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو روضہٴ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب روتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے، یہی وہ جگہ ہے جہاں (فراقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) میں آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ، میری قبر اور منبر کے درمیان والی جگہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان، 491,3، رقم 4163,2. احمد بن حنبل، المسند، 389,3,3. ابویعلی، المسند، 190,2، رقم 1778)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں زیارت کا حکم

عاشقِ مصطفیٰ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد یہ خیال کر کے شہرِ

دلبر مدینہ منورہ سے شام چلے گئے کہ جب یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ رہے تو پھر اس شہر میں کیا رہنا! حضرت ابودرداء رضی
اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال
رضی اللہ عنہ کے خواب میں آئے اور فرمایا۔ اے بلال! یہ فرقت کیوں ہے؟ اے بلال! کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم ہم سے
ملاقات کرو؟

اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اشک بار ہو گئے۔ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو حکم سمجھا اور مدینے کی
طرف رختِ سفر باندھا، اُفتاں وخیزاں روضۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی اور بے چین ہو کر غمِ فراق میں رونے اور اپنے
چہرے کو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ملنے لگے۔

(سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام، 2:39۔ ابن حجر مکی، الجوہر المنظم، 3:27۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، 1:358، 4۔ ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، 7:137، 5۔ شوکانی، نیل الأوطار، 5:180)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت داؤد بن صالح سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مروان بن الحکم روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہے۔ مروان نے اسے کہا، کیا
تو جانتا ہے کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ جب مروان اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے
جواب دیا ہاں (میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں)، میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر
کے پاس نہیں آیا۔

(أحمد بن حنبل، المسند، 5:422، 2۔ حاکم، المستدرک، 4:560، رقم 8571، 3۔ طبرانی، المعجم الکبیر، 4:158، رقم 3999) امام احمد بن حنبل کی
بیان کردہ روایت کی اِسناد صحیح ہیں۔ امام حاکم نے اسے شیخین (بخاری ومسلم) کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی نے بھی اسے
صحیح قرار دیا ہے۔)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا بارگاہِ نبوت میں سلام

یزید بن ابی سعید المقبری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ جب میں نے
انہیں الوداع کہا تو انہوں نے فرمایا مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے، پھر فرمایا جب آپ مدینہ منورہ حاضر ہوں تو حضور نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک پر حاضری دے کر میری طرف سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) سلام (کا تحفہ و
نذرانہ) پیش کر دیجئے گا۔

(بیہقی، شعب الایمان، 3:492، رقم 4166-41672۔ قاضی عیاض، الشفاء، 2:670، 3۔ مقریزی، إمتاع الأسماع، 14:618، 4۔ ابن
حاج، المدخل، 1:261، 5۔ قسطلانی، المواہب اللدنیۃ، 4:573)

ایک دوسری روایت میں ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ ایک قاصد کو شام سے بارگاہِ نبوی صلی

اللہ علیہ وسلم میں اپنی طرف سے درود وسلام کا ہدیہ پیش کرنے کے لیے بھیجا کرتے تھے۔

(بیہقی، شعب الایمان، 3,491، 492، رقم 4166، 2، ابن حاج، المدخل، 1، 261)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک صحابیہ آئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں گھائل تھی۔ اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنے کی درخواست کی۔ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے وقت وہ عورت اِتنا روئی کہ اُس نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ (قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 4,581، 2، زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، 12,196)

درج بالا علمی تحقیق سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں اور بعد از وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضری دیا کرتے تھے۔ اُن کا حاضری دینے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ آقا علیہ السلام کی حیات اور بعد از وصال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضات و برکات سے مستفید ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جمیع امتِ مسلمہ کا بھی یہ معمول رہا ہے کہ وہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضری دینے کو اپنے لئے باعثِ سعادت و خوش بختی سمجھتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا بیان

2041 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، عَنْ أَبِي صَخْرٍ حُمَيْدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے' تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے' یہاں تک کہ میں اسے سلام کا جواب دیتا ہوں''۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں جو مقالات کاظمی میں اس طرح درج ہے۔

محترم حضرات!

ہم سب اس ارضِ مقدس پر حاضر ہیں۔ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو دیارِ حبیب، دیارِ رحمت اور دربارِ نبوت میں پناہ گزیں

2041- اسنادہ حسن. ابو صخر حمید بن زیاد - وھو الخراط - حسن الحدیث. وقد صححہ النووی فی "الاذکار"، وجوّد اسنادہ الحافظ العراقی فی "تخریج احادیث الاحیاء" (965). المقرء: ھو عبد اللہ بن یزید المکی، وحیوۃ: ھو ابن شریح. واخرجہ اسحاق بن راھویہ فی "مسندہ" (526)، واحمد فی "مسندہ" (10815)، والبیھقی فی "السنن الکبری" /2455، وفی "الدعوات الکبیر" (158)، وفی "شعب الایمان" (1581)، وفی "حیاۃ الانبیاء بعد وفاتھم" (15)، والقاضی عیاض فی "الشفا" /782-79 من طریق ابی عبد الرحمن عبد اللہ بن یزید المقرء، بھذا الاسناد.

ہیں۔اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ اس پناہ کو ہمیشہ قائم رکھے اور انہیں کبھی بھی دیارِ نبوت سے جدا نہ کرے۔ہم تو اس قابل نہیں کہ دیارِ حبیب میں زیادہ عرصہ ٹھہر سکیں لیکن سرکار کا کرم ہے، ہم جیسے نابکاروں کو بھی یاد فرمالیا۔میں جب بھی ارضِ مقدس پر آتا ہوں تو یہ سمجھتا ہوں

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

میرے لئے یہاں کے آداب بجالانا میرے ممکنات سے نہیں۔اس لئے میں سرکار کی بارگاہ میں عرض کر دیتا ہوں کہ سرکار ایمان کے ساتھ رخصتی عطا فرمادیں۔پھر ایمان کے ساتھ بلالیں پھر ایمان کے ساتھ بھیج دیں۔میں مدینے میں پھر آؤں پھر جاؤں پھر آؤں پھر جاؤں تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے۔

میں اس بارگاہ اقدس میں لب کشائی کی طاقت نہیں پاتا۔لیکن اہلِ مدینہ کا اصرار اور میرا انکار ممکن نہیں کیونکہ میں اہلِ مدینہ کی ناراضگی کسی حال میں بھی برداشت نہیں کر سکتا۔محترم حضرات! میں سراپا خطا اور قصور ہوں۔بہر حال میں آپ حضرات سے دست بستہ اس مدینے والے آقا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ میری کوئی بات ناپسند ہو تو اللہ کے لئے مجھے معاف کر دینا۔آپ کی ناراضگی ناقابلِ برداشت ہے۔اس لئے کہ آپ دیارِ حبیب کے رہائشی ہیں۔

احسانِ الٰہی

عزیزانِ محترم! میں آپ کے سامنے قرآن مجید سے ایک آیت پڑھتا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ''

''بیشک اللہ نے بڑا احسان کیا ایمان والوں پر جب اس نے ان میں عظمت والا رسول بھیجا ان ہی میں سے۔''

اور اس کا احسان یہ ہے کہ ''يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ'' جو تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں ''وَيُزَكِّيْهِمْ'' اور انہیں پاک کرتا ہے ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

''وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ'' اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

لیکن میرے محبوب نے ان کو ضلالت وگمراہی سے نکال کر ہدایت عطا فرمائی ظلمت سے نور میں اور کفر سے ایمان میں لائے۔ باطل سے نکال کر راہِ حق عطا فرما کر خدا کے قرب میں پہنچا دیا۔اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اپنے بندوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا، جنہیں گنا بھی نہیں جا سکتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (پ ۱۴، النحل آیت ۱۸)

''اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں گن نہ سکو گے۔''

''وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً''

''اور اپنی ظاہری وباطنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اتنی نعمتیں عطا فرمائی کہ جن کو ہم گن نہیں سکتے لیکن کسی نعمت پر احسان نہیں جتایا۔صرف ایک نعمت پر احسان جتایا۔کیا؟

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا"
قابلِ غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور نعمتوں کی بنیاد پر احسان نہیں جتایا اور ہمیں بھی ایسا کرنے سے منع فرمایا
لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى
"نہ ضائع کرو اپنی خیراتیں احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر۔"

احسان کے لوازمات

ہمیں تو احسان جتانے سے روک دیا اور خود احسان جتا رہا ہے۔ اس احسانِ عظیم میں تین باتیں قابلِ توجہ ہیں
☆ احسان میں ایک احسان جتانے والا ہوتا ہے۔
☆ دوسرا وہ جس پر احسان ہو۔
☆ تیسری وہ چیز جس کی بنیاد پر احسان جتایا جاتا ہے۔

ان تینوں باتوں میں سے ایک بات نہ ہو تو احسان جتانے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اب احسان جتانے والا کون ہے؟ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ" اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ احسان جتانے والا ہے اور احسان کن پر ہے؟ "عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" مومنین پر احسان ہوا ہے۔ کس نعمت کی بنیاد پر احسان ہوا؟ "إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا" وہ نعمت عظمیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ اور وہ نعمت ہے کیوں؟ اس لئے کہ وہ نعمت عظمیٰ باقی ہے۔ اگر وہ نعمت باقی نہ ہو تو پھر احسان کیسا؟ اگر آپ کسی کو کوئی نعمت دیں اور پھر خود اس سے واپس لے لیں تو کیا آپ کو کوئی احسان جتانے کا حق رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ یعنی آپ نے مجھے ایک چھوٹا سا رومال دیا اور پھر صبح آ گئے اور واپس لے گئے۔ آپ پھر تشریف لا کر یہ کہیں کہ بھائی میرا آپ پر بڑا احسان ہے کہ تمہیں رومال دیا تھا؟ تو ہم کہیں گے بھائی آپ نے احسان تو ضرور کیا تھا مگر آپ نے تو وہ رومال واپس لے لیا اب احسان کس چیز کا ہے۔ احسان کی بنیاد تو ختم ہو گئی تو احسان بھی نہ رہا۔ نعمت واپس کرنے کے بعد تو احسان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور وہ نعمت کیا ہے؟ ابھی میں نے بتایا، "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا" وہ نعمت رسول کی ذات پاک ہے۔ اب اگر اللہ جل مجدہٗ نے رسول ہم سے واپس لے لیا تو پھر اللہ تعالیٰ احسان کس چیز کا جتا رہا ہے؟

شبہ اور اس کا ازالہ

اگر آپ یہ کہیں کہ یہ احسان تو صرف انہی لوگوں پر ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ جب تک رسول ان میں زندہ رہے ان لوگوں پر احسان تھا۔ تو جو لوگ بعد کو پیدا ہوئے ان پر تو کوئی احسان نہیں؟ اگر کوئی کہتا ہے کہ ہم پر کوئی احسان نہیں تو میں کہوں گا کہ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" اللہ تعالیٰ نے یہ احسان صرف اولین اور آخرین پر نہیں اور نہ صرف موجودین پر بلکہ احسان تو تمام مومنین پر فرمایا۔ اب یہ بتاؤ کہ تم مومن ہو یا نہیں۔ اگر تم کہو کہ ہم مومن ہی نہیں تو تم پر واقعی کوئی احسان نہیں۔ تو اس میں ہمارا کیا قصور......؟ تم اپنے آپ کو خود ہی مومنین سے الگ کر لو تو تمہاری مرضی......! ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ مومنین جمع ہے اور اس پر الف لام داخل ہے۔ تو جب "جمع پر الف لام" داخل ہو تو پھر وہ جمعیت کے معنے میں نہیں رہتی تو وہ استغراق کے معنی میں ہوتی

ہے۔ جمعیت باطل ہو جاتی ہے۔ جمعیت کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمع کا اطلاق تین فرد سے کم پر نہیں ہوتا۔ لیکن استغراق میں ایک سے لے کر لامتناہی ہوتے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ایک مومن سے لے کر لامتناہی مومنین تک ہے۔ یعنی قیامت تک جتنے مومن پیدا ہوں گے، خدا کا یہ احسان ہر ایک مومن پر رہے گا۔ یہ نہیں کہ یہ احسان فقط اہلِ عصر (صحابہ) پر ہو بلکہ یہ احسان سارے مومنین پر ہے اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" (النساء، ۱۰۳)

"بے شک نماز ایمان والوں پر وقت مقرر کیا ہوا فریضہ ہے۔"

یعنی نماز مومنین پر "کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" ہے۔ جب وقت آئے نماز فرض اور یہ نماز کن پر فرض ہے۔ "عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" مومنین پر۔ اور یہاں بھی یہ حکم مومنین پر ہے۔ اب یا تو یہ کہو کہ ہم تو اس زمانہ میں نہیں تھے۔ اس لئے ہم پر نماز فرض نہیں ہے۔ اگر تم پر احسان نہیں ہے تو تم پر نماز بھی فرض نہیں ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ نماز ہم پر فرض ہے تو احسان تم پر پہلے ہے۔ وہاں بھی "عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" ہے اور یہاں بھی "عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" ہے۔ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" اور "اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا"۔ اگر نماز سب پر فرض ہے تو احسان بھی سب پر ہے۔ یعنی قیامت تک آنے والے ہر مومن پر احسان ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ احسان تب ہوگا، جب نعمت موجود ہو۔ اگر خدا نے رسول کو واپس لے لیا تو احسان کس بات کا؟ تو پتہ چلا کہ قیامت تک وہ نعمت باقی رہے گی تاکہ یہ احسان برقرار رہے اور اس لئے قرآن نے کہا

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ (الحجرات۔ پ ۲۶، آیت ۷)

"اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول (موجود) ہیں۔"

اب جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کا رسول ہم میں موجود نہیں ہے۔ یعنی حضور زندہ نہیں...... تو میں کہوں گا کہ حضور نعمت ہیں۔ اور حضور موجود ہیں۔ اور موجود تبھی ہو سکتے ہیں، جب آپ زندہ ہوں۔ بغیر زندہ آپ موجود ہو ہی نہیں سکتے۔ رسالت تو ایک عمل ہے اور رسالت کے معنی پیغامبری کے ہیں کہ اللہ کا پیغام اللہ کی مخلوق تک پہنچانا۔ اور یہ پیغام پہنچانا ایک عمل ہے۔ تو آپ ہی بتائیں کہ مردہ عمل کیسے کرے گا؟ مردہ عمل ہرگز نہیں کر سکتا...... پھر اب اگر آپ یہ کہیں کہ اس وقت پیغام لانے کا مسئلہ تھا تو جب حضور کی وفات ہو گئی تو پیغام لانے کا مسئلہ ہی ختم ہو گیا۔ اب اگر آپ کی یہ بات مان لیں تو پھر رسالت کا خانہ ہی خالی ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ جب رسول ہی نہ رہا تو عملِ رسالت کیسے جاری رہا؟ تو گویا عملِ رسالت بھی نہ رہا تو پھر ہم جو کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ کیا معنی؟ معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ عملِ رسالت جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہر نماز میں "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ" کہتے ہیں۔

رسالت رسول کے بغیر ممکن نہیں

عزیزانِ محترم!

میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جب نعمت موجود نہ ہو تو احسان نہیں ہوتا۔ اور رسول زندہ نہ ہو تو عملِ رسالت جاری نہیں رہتا...... آقائے

مدنی تاجدارِ حرم ﷺ کی ذات پاک پر تو خدا نے احسان جتایا کہ میں نے محبوب کی نعمت تم کو دی ہے۔ اگر نعمت نہ ہو تو احسان ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ نعمت سے صحتِ احسان ہے یعنی احسان ہے۔ اگر احسان ہے تو پھر رسول بھی ہیں۔ اب یہ کہنا کہ رسالت تو موجود ہے مگر رسول نہیں ہیں۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہوئی کہ کوئی صفت موصوف کے بغیر ہو جائے۔ صفت تو عرض ہوتی ہے اور موصوف قائم بالذات ہوتا ہے۔ یعنی صفت موصوف کے ساتھ ہوتی ہے۔ صفت کا وجود موصوف کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کہیں آپ نے چراغ کے بغیر روشنی نہیں دیکھی ہوگی اور نہ کبھی آپ نے یہ دیکھا ہوگا کہ روشنی ہو اور چاند نہ ہو۔ سورج نہ ہو اور سورج کی روشنی ہو؟ رسالت ہو اور رسول نہ ہو؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر سورج کی روشنی ہے تو وہ سورج کے وجود کی دلیل ہے۔ یوں سمجھو کہ روشنی رسالت ہے اور رسول سورج ہے۔ تو لہٰذا تمہیں کبھی یہ شبہ ہوا کہ سورج کی روشنی تو موجود ہے۔ ذرا دروازہ کھول کر دیکھ لیں کہ سورج ہے کہ نہیں ہے؟ اور تمہیں کبھی بھی یہ خیال نہیں آیا ہوگا۔ جب تمہیں یہ خیال نہیں آیا تو رسالت کی موجودگی میں رسول کے نہ ہونے کا خیال کیسے آ گیا؟ تو پتہ چلا، جس طرح سورج کے بغیر روشنی نہیں ہو سکتی، اسی طرح رسول کے بغیر بھی رسالت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے رسول ہم میں موجود ہیں اور اللہ کے حبیب آج بھی رسول ہیں۔ کیونکہ جس طرح چاند، سورج اور چراغ کے بغیر روشنی ممکن نہیں اسی طرح رسول اور نبی کے بغیر بھی رسالت اور نبوت ممکن نہیں۔

ختم نبوت زندہ باد

اب ختمِ نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانا تب ہی جائز ہوگا جب خاتم الانبیاء کو زندہ مانو گے۔ حضور کو نعوذ باللہ مردہ مان کر ختمِ نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانا بے معنے ہے۔ یہ نعرہ تو ہمارا ہے کیونکہ ہم خاتم الانبیاء کو زندہ مانتے ہیں۔ اس بات کو تو عقل بھی نہیں مانتی کہ رسول نہیں ہیں اور رسالت ہے نبی نہیں ہیں اور نبوت ہے؟ تو لہٰذا ماننا پڑے گا خاتم الانبیاء زندہ ہیں تو نبوت زندہ ہے۔ یقیناً رسول زندہ ہیں تو رسالت ہے۔ اگر رسول زندہ نہ ہوں اور نعمت رسول نہ ہو تو احسان کس نعمت کی بنیاد پر جتایا گیا۔ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ"

عزیزانِ گرامی! یہ بات بھی آپ کو بتا دوں کہ حضور تاجدارِ مدنی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

''اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے محبوب!) مگر سارے جہانوں کے لئے رحمت''

حضور تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں اور تمام عالمین کے رسول ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث ہے۔

قال رسول الله ﷺ ارسلت الی الخلق کافۃ

''میں اس ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

اور قرآن نے کہا

''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

''اور (اے محبوب!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر (قیامت تک) تمام لوگوں کے لئے اس حال میں کہ آپ خوشخبری سنانے

والے اور ڈرانے والے ہیں۔''

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

''بڑی برکت والا ہے وہ جس نے فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے (مقدس) بندے پر اتاری تا کہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔''

وہ تو عالمین کے لئے نذیر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف نذارت اور وصف انذار، وصف رسالت اور وصف نبوت سارے عالموں میں چل رہا ہے اور کوئی عمل چل ہی نہیں سکتا جب تک عمل کرنے والا زندہ نہ ہو۔ عمل خود دلیلِ حیات ہے اور بے عملی موت۔ جیسے نبض کا چلنا، دل کا حرکت کرنا، یہ عمل ہیں، اگر نبض کا چلنا بند ہو جائے اور دل کا حرکت کرنا رک جائے تو پھر موت ہے۔ عمل سے تو حیات کا پتہ چلتا ہے اور میرے آقا کا عملِ رسالت ختم ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا آپ مردہ ہو ہی نہیں سکتے۔

زبردست شبہ

آپ کہیں گے کہ قرآن کہتا ہے

''اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ''

''بے شک آپ پر موت آنی ہے اور یقیناً انہیں بھی مرنا ہے۔''

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ فرماتا ہے

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ''ہر جان تو موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔''

ایک مرتبہ خود سرکار نے فرمایا، ''انی مقبوض'' میں تو قبض کیا جانے والا ہوں۔ (۲) اور پھر حضرت ابو بکر کا وہ خطبہ جو سرکار کی وفات شریفہ کے موقعہ پر پڑھا گیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار کھینچ لی کہ جس نے کہا کہ سرکار نے وفات پائی، اس کی گردن اڑا دوں گا۔ سرکار کی وفاتِ شریفہ کے موقع پر حضرت عمر کے ہوش وحواس بالکل باختہ ہو گئے تھے۔ اگر یہ بات ہوئی تو پھر لوگ حضور کی وفات کے اعتقاد کو تسلیم نہیں کریں گے اور سرکار کی وفات کو مانیں گے ہی نہیں۔ پھر دین میں ایک بہت بڑا فتنہ پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ''حی لا یموت'' تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

شانِ ابو بکر صدیق

اس طرح لوگ دین سے دور ہو جائیں گے۔ ہر ایک کا علم اس کے لائق ہوا کرتا ہے۔ حضرت عمر کا علم بے شک ان کے ظرف کے لائق تھا ان میں کوئی کمی نہیں تھی اور ان کا کوئی قصور نہ تھا مگر حضرت عمر فاروق سے زیادہ شان حضرت ابو بکر صدیق کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مقام پر اپنے آپ کو سنبھالا اور مسجد نبوی میں یہ خطبہ جو بخاری اور مسلم اور تمام کتب احادیث میں ہے، پڑھا۔ میں بخاری شریف سے خطبہ پڑھتا ہوں۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبے میں فرمایا

من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات و من کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حی لا یموت (۳)

''تم میں سے اگر کوئی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہو تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

موت واقع ہو چکی اور اگر تم میں سے کوئی خدا کی عبادت کرتا ہو تو وہ سن لے ان اللہ حی لا یموت۔ بے شک خدا تو حی لا یموت ہے۔
اس کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا حال آہستہ آہستہ تدریجاً تدریجاً حضرت ابوبکر کے مقام پر اتر آیا۔

محترم حضرات!

یہ ساری باتیں میں نے وضاحت کر کے اس لئے کہی ہیں کہ اس پرفتن دور میں کہیں آپ کو کوئی پریشان نہ کرے اور آپ کو اس کا جواب نہ آئے تو میں ان سب اعتراضات کا جواب دیتا جاؤں۔

محترم حضرات!

اب کوئی ان ساری باتوں کو سامنے رکھ کر یہ کہہ دے کہ رسول اللہ زندہ موجود ہیں تو یہ آیات اور احادیث کہاں جائیں گی۔ اس سے قبل کہ میں آپ کو اس کا جواب دوں تو اپنا عقیدہ بیان کر دوں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم کامل حیات کے ساتھ زندہ موجود ہیں بلکہ آپ کا جسد پاک ایک آن کے لئے بھی حیات سے محروم نہیں ہوا۔ کیونکہ جس وقت جسد پاک حیات سے محروم ہو جائے، اسی وقت عملِ رسالت منقطع ہو جائے اور رسالت کا خانہ خالی ہو جائے۔ آپ تو رسول رب العالمین، نذیر ان لعالمین اور رحمت للعالمین ہیں۔ آپ تو رسول الی الخلق کافۃً کی شان رکھنے والے ہیں۔ اگر ایک آن کے لئے بھی حیات منقطع ہو جائے تو دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ ایک آن کے لئے بھی سرکار کی ذات پاک حیات سے خالی نہیں ہوئی۔ ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہئے اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے۔ آپ پھر یہی کہیں گے کہ ان آیات اور احادیث کا کیا مطلب ہوگا؟ تو میں آپ کو بات سمجھا دوں۔ اگر آپ نے میری یہ بات سمجھ لی تو میری نجات ہو گئی۔

حضور کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔

عزیزانِ گرامی!

قرآن حق ہے۔ آمنا وصدقنا اور حدیث حق ہے۔ اور حدیث حق کیوں نہ ہو؟ وہ حضور کی بات ہی کب ہوتی ہے۔ قرآن نے کہا،

"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" "اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے"
یعنی وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں۔

"اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" (پ ۲۷، س النجم، آیت ۳۔۴)
"نہیں ہوتا ان کا فرمانا مگر وحی جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" کے تحت فرماتے ہیں۔ کیف ینطق عن الھوٰی۔ مالیس الھوٰی۔ جو خواہشِ نفس سے پاک ہیں وہ خواہش نفس سے کیسے بولیں گے؟ اس لئے ان کا بولنا ان کا بولنا ہی نہیں۔ ان کا فرمانا رب کا فرمانا ہے۔ تو اسی لئے میں کہتا ہوں کہ سارے جہان کا نظام غلط ہو سکتا ہے، مگر خدا کی قسم! مصطفی کی زبان غلط نہیں ہو سکتی۔ نظام شمسی اور قمری کا غلط ہونا ممکن ہے۔ نظام ارضی اور سماوی کا غلط ہونا ممکن ہے۔ مگر زبانِ رسالت کا غلط ہونا ممکن ہی نہیں۔

اگر ہم سے کوئی پوچھے کیا وقت ہے دن ہے یا رات تو ہم وقت کے لئے گھڑی دیکھیں گے۔

دن رات کے لئے آسمان پر نظر دوڑائیں گے کہ دن ہے یا رات۔ کیونکہ واقع جو ہوگا وہی کہیں گے۔ اگر واقعہ یہ ہے کہ دن ہے تو دن کہیں گے۔ اگر واقع میں رات ہے تو رات کہیں گے۔ گویا ہم واقعہ کے دیکھنے کے محتاج ہیں۔ کہ جیسے واقعہ ہوگا ویسے ہی ہم کہیں گے۔ مگر خدا کی قسم! واقعہ مصطفی کا محتاج ہے۔ جیسا فرمائیں ویسا ہی واقعہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

عزیزانِ محترم! میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ حضور تاجدار مدنی جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بالکل حق ہے اور اس پر میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سناتا ہوں۔ یہ حدیث ابوداؤد جلد ثانی کتاب العلم ص ۱۵۷۔ ۱۵۸ پر موجود ہے۔ فرماتے ہیں حضور کی ہر مجلس میں ہر حدیث لکھ لیا کرتا تھا کہ بعض لوگوں نے کہا

ہو بشر یتکلم فی الغضب والرضاء

''وہ بشر ہیں کبھی راضی ہو کر بات کرتے ہیں، کبھی غصے میں بات کرتے ہیں۔''

کبھی بھول کر بات کر جاتے ہیں۔ ہر بات تو لکھنے کے قابل نہیں ہوتی۔ تم ہر بات کیوں لکھ لیا کرتے ہو؟ اب حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فوراً حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، ''میرے آقا! میں تو آپ کی ہر ادا اور ہر حدیث لکھ لیتا ہوں لیکن میرے آقا! قریش کے کچھ لوگوں نے مجھے یہ کہا کہ ''ھو بشر یتکلم فی الغضب والرضاء'' حضور کی ہر بات نہ لکھا کرو۔ سرکار! آپ فرمائیں، میں آپ کی ہر بات لکھوں یا نہ لکھوں۔'' سرکار نے فرمایا، ''اکتب یا عبد اللہ'' اے عبداللہ میری ہر بات لکھ لیا کر۔ اس لئے کہ ''فو الذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق'' اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس دہن (پاک) سے سوائے حق کے کچھ نکلتا ہی نہیں۔''

اللہ اکبر! تو میرے آقا نے فرمایا، ''انی مقبوض'' میں قبض کیا جانے والا ہوں۔ دراصل یہاں جو لفظ ''انی مقبوض'' ہے یہاں اس کے معنی ہیں کہ میری روح ضرور قبض ہوگی۔ میرا اور ساری دنیا کا اس پر ایمان ہے کہ حضور تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے۔ عبد وہ ہے جس کی روح قبض ہو اور معبود وہ ہے جس پر کبھی یہ وقت نہ آئے۔ حی لا یموت کا یہی مفہوم ہے۔ ممکن اور واجب، اللہ اور عبد، رسول اور خدا کا فرق یہی ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنی الوہیت کی تعلیم نہیں دی بلکہ فرمایا

اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ''تمہارا معبود ایک معبود ہے۔''

اللہ ایک ہے۔ میں اللہ نہیں ہوں۔ میں رسول اللہ ہوں۔ رسول اور اللہ کا یہی فرق ہے کہ خدا پر کبھی قانون موت کی شکل میں بھی طاری نہ ہونے پائے۔ اگر رسول پر بھی اسی طریقے سے قانون طاری نہ ہو تو رسول تو رسول نہ رہے وہ خدا ہو گئے۔ آپ تو پھر ممکن نہ رہے واجب ہو گئے۔ آپ عبد نہ رہے، معبود ہو گئے۔ مگر آپ ایسے عبد مقدس ہیں

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر ... او سراپا انتظار ایں منتظر (اقبال)

سرکار کی عبدیت کہاں اور ہماری عبدیت کہاں۔ ہم بھی عبد ہیں لیکن ہم کیسے عبد ہیں کہ کوئی نماز میں کہے السلام علیکم اور ہم نے

کہا، والسلام علیکم تو دونوں کی نماز گئی اور مصطفی بھی عبد ہیں۔ جب تک نماز میں مصطفی سے نہ بولیں تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ جب ریاض الجنۃ اور اصحاب صفہ کے چبوترے پر نماز پڑھتا ہوں تو سامنے مصطفی ہوتے ہیں تو ''السلام علیک ایہا النبی'' پڑھتے ہوئے بڑا مزہ آتا ہے۔ سرکار کی عبدیت پر ہمارا ایمان ہے۔ سرکار کی عبدیت وہ عبدیت نہیں جیسی ہماری تمہاری عبدیت ہے۔ حضور تو وہ عبد ہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (پ۹:الانفال:۲۴)

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر (فوراً) حاضر ہو جاؤ، جب تمہیں رسول ﷺ اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کردے گی۔''

یعنی فوراً میرے رسول کے بلانے پر دوڑتے چلے آؤ۔ خواہ تم نماز کی حالت میں کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ایک صحابی سعید بن معلٰی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ سرکار نے بلایا اور دیر ہوگئی۔ انہیں مسئلہ معلوم نہیں تھا۔ نماز پوری کر کے آئے۔ سرکار نے فرمایا، ''تونے دیر کیوں کی؟'' عرض کیا، ''حضور! نماز پڑھ رہا تھا۔'' آقا نے فرمایا، ''تونے یہ آیت نہیں پڑھی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (پ۹:الانفال:۲۴)

اب اگر رسول تم سے بولیں اور تم ان سے بولو تب بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔ ہم بھی عبد ہیں اور رسول بھی عبد ہیں۔ لیکن معبود اور عبد میں فرق ہونا چاہئے اور وہ یہی کہ خدا حی لایموت ہے۔

حیات وموت کی اقسام

موت کی دو قسمیں اور حیات کی بھی۔ ایک موت حقیقی اور دوسری موت عادی۔ اسی طرح ایک حیات حقیقی اور دوسری حیات عادی۔ اب میں اگر اس کی تفصیل میں جاؤں تو بڑا وقت گزر جائے گا۔ نہایت اجمال کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ ایک موت تو عادی ہے۔ موت عادی کیا ہے؟ جسم سے روح کا قبض ہونا۔ یہ موت عادی ہے۔ یعنی عادتاً موت اس طرح آتی ہے کہ جسم سے روح قبض ہو جائے۔ لیکن موت عادی کے لئے حیات حقیقی کا نہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ موت عادی ہو جائے مگر حیات حقیقی موجود ہو۔ اب جو قرآن میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" اے پیارے حبیب! بے شک آپ پر قبض روح کا وقت آئے گا۔ اور "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" کہ ہر ایک کی روح قبض ہوگی۔ اور سرکار نے یہ بھی فرمایا ''انی مقبوض'' کہ میری روح مبارک ضرور قبض ہوگی۔ اور "من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات" معاذ اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرنے والو! حضور پر قانون موت طاری ہو گیا۔ یعنی حضور پر قبض روح کا حال طاری ہو گیا۔ تو قبض روح کے ہم بھی قائل ہیں۔ کیونکہ یہ فرق تو عبد و معبود کا ہے۔ لیکن قبض روح میں کیا ہوتا ہے؟ یعنی روح بدن سے باہر آجاتی ہے۔ جب روح بدن سے باہر آتی ہے تو کیا زندگی بدن کے اندر رہتی ہے یا نہیں ہوتی۔

بے شک زندگی بدن کے اندر رہتی ہے۔ کیونکہ حیات کو پیدا کرنا روح کا کام نہیں ہے۔ بلکہ حیات کو پیدا کرنا اللہ کا کام ہے۔ اللہ نے تو ایک عادت بنادی کہ بدن کے اندر روح ہو تو انسان زندہ ہے ورنہ مردہ۔ یہ تو محض ایک عادی بات ہے۔ اگر اللہ چاہے تو

بدن میں روح کے ہوتے ہوئے بھی مردہ کردے اور اللہ چاہے تو روح نکال کر بھی بدن کو زندہ رکھے۔ اس لئے میں حیران ہوں کہ اور باتوں میں کسی شے کو ثابت کرنا ہو تو "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر" ہو جائے یعنی خدا ہر چیز پر قادر ہے لیکن خدا اس بات پر قادر نہیں کہ قبض روح کے مابعد اپنے حبیب کے جسم اقدس کو زندہ رکھ سکے۔ روح تو خالق نہیں، خالق تو خدا ہے۔ روح بدن میں ہو یا نہ ہو، خدا جب چاہے حیات پیدا کرسکتا ہے۔ اس کی مثالیں بخاری اور مسلم میں موجود ہیں۔

مسعود ربیع اور ربعی بن حراش کا واقعہ

مسعود بن حراش، ربیع بن حراش اور ربعی بن حراش تینوں بھائی جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے والے تابعی ہیں، ان میں سے مسعود بن حراش نے قسم کھائی کہ جب تک مجھے یہ پتہ نہ چلے کہ میں جنت میں جاؤں گا یا دوزخ میں، تو میں نہیں ہنسوں گا۔ مجھے دنیا میں ہنس کر کیا کرنا ہے کیونکہ ہنسی تو خوشی کے لئے ہوتی ہے۔ خوشی تو جب ہوگی، جب معلوم ہو کہ میں جنتی ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ہنسنا چھوڑ دیا اور ربیع بن حراش نے قسم کھائی کہ ہم نہیں بولیں گے جب تک ہمیں یہ علم نہ ہو جائے کہ ہم جنتی ہیں یا دوزخی۔ چنانچہ انہوں نے بولنا چھوڑ دیا اور ہر قسم کا کلام ترک کر دیا۔ صرف سلام کہتے جو شرعاً ضروری اور واجب ہے۔ اب تینوں بھائیوں کو اپنے اپنے وقت پر موت آگئی۔ مسعود بن حراش نے مرنے کے بعد ہنسنا شروع کر دیا۔ غسال غسل دیتا رہا، کفن پہناتا رہا۔ اپنا کام کرتا رہا اور مسعود بن حراش بھی ہنستے ہی رہے۔ اسی طرح ربیع بن حراش اور ربعی بن حراش کی روح جب قبض ہوئی تو غسال نے غسل دینے کے لئے سریر پر لٹایا تو انہوں نے بولنا شروع کر دیا۔ غسال غسل دیتا رہا اور یہ بولتے رہے۔ اپنے رب کا انعام واکرام بیان کرتے رہے اور اپنے گھر والوں کو خوشخبریاں دیتے رہے۔ (مسلم شریف ج اول)

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں، یہ ہنسنا، بولنا اور اپنے رب کے انعام واکرام بیان کرنا عمل ہیں کہ نہیں ہیں؟ عمل ہیں اور ہر عمل دلیلِ حیات ہوتا ہے۔ روح قبض ہو چکی ہے یعنی بدن میں روح نہیں ہے۔ لیکن حیات آچکی ہے۔ اگر مصطفی کے غلاموں کے بدن میں بغیر روح کے حیات ہو سکتی ہے تو مصطفی کے بدن میں کیسے حیات نہیں ہو سکتی؟ ضرور ہو سکتی ہے۔ اسی کو حیاتِ حقیقی کہتے ہیں۔ روح کا قبض ہونا موت عادی ہے۔ انک میت کے یہی معنی ہیں۔ اے میرے حبیب! عادتاً آپ پر بھی موت آئے گی اور تیری روح قبض ہوگی مگر یہ نہیں فرمایا کہ تیرا بدن حیات سے خالی ہو جائے گا۔

ابوجہل اور کنکریاں

عزیزانِ گرامی! دو باتیں اور یاد آگئیں۔ لوگ مولانا روم کی باتوں کو نہیں مانتے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ مثنوی، مولوی، معنوی...... ہست قرآن در زبان پہلوی

ابوجہل نے اپنے ہاتھ میں کنکریاں بند کر کے سرکار کی بارگاہ میں پیش کیا اور کہا،

اگر رسولی چیست، در دستم نہاں
چوں خبر داری راز آسماں

امام بیہقی نے بھی اس واقعہ کو دلائل نبوت میں لکھا تو سرکار نے فرمایا، میں بتاؤں تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ یا تیرے ہاتھ میں جو چیز ہے وہ بتائے کہ میں کیا ہوں۔ اس نے کہا، یہ تو اور زیادہ تعجب کی بات ہے۔ سرکار نے فرمایا، تیرے ہاتھ میں گیارہ پتھر کے

ٹکڑے (کنکریاں) ہیں۔

اور ان پتھر کے ٹکڑوں سے سن لے کہ میں کیا ہوں؟ تو سب کے سب ٹکڑوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اب پتھر کے ٹکڑے کلمہ پڑھ رہے تھے۔ ان کے اندر کوئی روح نہیں تھی، مگر حیات تھی۔ پتھر کے اندر روح کے بغیر حیات ہوسکتی ہے۔ کیا نعوذ باللہ مصطفی کا جسم پاک پتھر سے بھی گیا گزرا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ پتھر تو کہیں ہوں گے۔ پتہ نہیں کہاں گئے۔ لیکن وہ ستون حنانہ (استن حنانہ) کھجور کا ستون تو ابھی تک موجود ہے۔ اے مدینے والو! استن حنانہ دیکھتے ہو کہ نہیں۔ میں ابھی زیارت کر کے آیا ہوں اور کل صبح بھی انشاء اللہ زیارت کروں گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ وہ کیا ہے؟

استن حنانہ در ہجر رسول   نال میزبچوں ارباب عقول

استن حنانہ آپ کے فراق میں صاحب عقل کی طرح فریاد کرتا تھا۔ مثنوی کی بات تو قرآن وحدیث کا عطر ہے اور یہ حدیث بخاری شریف میں کئی سندوں میں موجود ہے کہ ایک خشک کھجور کی لکڑی کا ستون گاڑھ دیا گیا اور سرکار اس پر ٹیک لگا کر خطبہ فرماتے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کیا، "حضور! میرا ایک غلام نجار ہے۔ آپ اجازت فرمائیں تو منبر بنوادوں۔" آپ نے فرمایا، "تمہاری مرضی۔" چنانچہ اس نے منبر بنوا کر پیش کر دیا۔ سرکار منبر پر جلوہ گر ہو گئے۔ استن حنانہ الگ رہ گیا۔ تو حدیث میں آتا ہے۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ "وہ استن حنانہ اونٹنی کی سی غمناک آواز سے ٹکٹکی باندھ کر اتنا روئی کہ قریب تھا کہ ہمارے جگر پھٹ جاتے۔" (۴)

محترم حضرات! قابل توجہ بات ہے کہ استن حنانہ کا یہ رونا کیا تھا؟ اس میں روح انسانی تو درکنار، روح حیوانی اور نباتاتی بھی نہ تھی۔ یہ محض خشک لکڑی تھی مگر روئی، رونا عمل ہے اور یہ عمل حیات کی دلیل ہے۔ معلوم ہوا حیات حقیقی اس خشک کھجور کی لکڑی (استن حنانہ) میں تھی۔ شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ روح کے بغیر بھی بدن میں حیات پیدا کر دے۔

اے حبیب! تیری اگلی شان پچھلی سے بہتر ہے۔

محترم عزیزو! سرکار کی روح ایک آن کے لئے قبض ضرور ہوئی تا کہ عبد اور معبود کا فرق ہو جائے۔ لیکن روح دوبارہ جسم اقدس میں لوٹا دی گئی کیونکہ اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں خواہ زمین وآسمان ہوں یا عرش وکرسی۔ اگر وہ روح اقدس کم جگہ پر ہوتی تو اصل مقام سے نیچے آجاتی لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (پ۳۰ ع والضحیٰ، آیت ۴)

"اور بے شک (ہر) پچھلی (گھڑی) آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے۔"

یعنی تیری ہر اگلی شان پچھلی سے بہتر ہے۔ تو پتہ چلا کہ جب روح مبارک کے قبض ہونے "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" اور "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" کا قانون پورا ہو گیا۔ تو روحِ اقدس مصطفی ﷺ کے جسمِ اقدس میں واپس جلوہ گر ہو گئی۔ کیوں؟ اس لئے کہ کوئی مقام جسمِ اقدس سے بہتر تو درکنار، برابر نہیں ہوسکتا۔ اس لئے میں صاف صاف کہتا ہوں کہ میرے آقا کی روح پاک آج بھی حضور کے جسم اقدس میں جلوہ گر ہے۔

زید بن خارجہ کا واقعہ

محترم حضرات! اب مجھے زید بن خارجہ کا واقعہ یاد آ گیا۔ سنیئے اور خوب جھومئے۔ زید بن خارجہ تابعی تھے۔ جن کا انتقال حضرت عثمان غنی کی خلافت کے چوتھے سال ہوا۔ آپ کا جنازہ پڑا ہے کہ اچانک بولنے کی آواز آئی۔ لوگوں نے ادھر ادھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ زید بن خارجہ بول رہے ہیں۔ وہ کیا بول رہے تھے؟ وہ فرما رہے تھے،

''احمد فی الکتاب الاول''

''ارے احمد کا کیا کہنا، وہ تو کتاب اول میں احمد مصطفی ہیں اور ابوبکر صدیق کا کیا کہنا وہ تو کتابِ اول میں ابوبکر صدیق ہیں اور عمر کا کیا کہنا وہ تو کتاب اول میں عمر فاروق ہیں۔''

اس کے بعد فرماتے ہیں

''چار برس گزر چکے ہیں اور دو برس باقی ہیں۔ تمہیں پتہ چل جائے گا۔''(۵)

لوگ اس بات کو نہ سمجھ سکے کیونکہ اس کا تعلق آنے والے واقعہ سے تھا۔ چنانچہ چار برس گزر چکے تھے اور دو برس بعد یہ ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سرکار کی سنت کی یاد تازہ کرنے کے لئے بئر عریض میں پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے۔ حضرت مسیب رضی اللہ عنہ جو حضور کے زمانہ اقدس سے حضرت عثمان غنی کے زمانہ تک انگوٹھی بردار رہے۔ انگوٹھی حضرت عثمان غنی کو دیتے یا لیتے وقت کنوئیں میں گر گئی۔ تو پھر کیا ہوا؟ فتنوں کے دروازے ایسے کھل گئے کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت انہی فتنوں کا نتیجہ ہوئی۔ دراصل وہ انگوٹھی آقائے مدنی تاجدارِ حرم ﷺ کی تھی۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر کے پاس آئی۔ حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر فاروق کے پاس۔ فاروقِ اعظم سے عثمان غنی کے پاس۔ تو پتہ چلا کہ سارا نظام اس انگوٹھی کا صدقہ تھا۔ کیونکہ انگوٹھی حضرت محمد ﷺ کی انگلی سے مس ہوئی تھی۔ جب وہ کنوئیں میں گر گئی تو خلاء پیدا ہو گیا۔ جب خلاء پیدا ہوا تو فتنوں کے دروازے کھل گئے۔ خلافت کے آخری چھ سال عثمان غنی کے نہایت پریشانی میں گزرے۔ حتیٰ کہ شہید کر دیئے گئے۔

اب دیکھئے! زید بن خارجہ بولے اور علم کی بات بتائی۔ جو دنیا والوں کو معلوم نہ تھی۔ کسی کو بھی پتہ نہ تھا کہ دو سال بعد کیا ہونے والا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مصطفی کریم کو غیب کا علم نہیں۔ آپ کے غلام مرنے کے بعد غیب کی خبر دے رہے ہیں۔ زید بن خارجہ کلام بھی فرما رہے ہیں اور غیب کی خبر بھی دے رہے ہیں۔ مرنے کے بعد کلام فرمانا حقیقت حیات کی دلیل ہے۔ تو جن کے غلاموں کے مرنے کے بعد حیات کا یہ عالم ہے کہ مرنے کے بعد غیب کی خبر دے رہے ہیں، ان کے آقا کی حیات کا کیا عالم ہوگا؟

حضرت قثم بن عباس والی حدیث

عزیزانِ گرامی! اب خود آقا مدنی تاجدارِ حرم ﷺ کی اپنی بات سنیئے۔ اس حدیث کو شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں لکھا ہے۔ آقا کا انتقال ہو گیا۔ قثم بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آقا ﷺ کو قبر انور میں رکھا گیا تو سب سے آخر میں حضور ﷺ کی زیارت میں نے کی۔ تو میں نے کیا دیکھا کہ لب مبارک ہل رہے ہیں، جیسے کوئی بول رہا ہو۔ میرا جی چاہا اور میں بے قرار ہوا کہ سنوں حضور کیا فرما رہے ہیں؟ تو میں نے اپنے کان حضور ﷺ کے منہ کے قریب کر

دیئے۔ حضور کے بعض الفاظ یہ تھے،

''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ'' (مدارج النبوۃ ج ثانی ص ۴۰۸)

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ روح قبض ہو چکی اور آپ ''اِنَّکَ مَیِّتٌ'' کا مصداق ہو چکے اور پھر آپ کلام فرما رہے ہیں۔ آپ کا یہ کلام فرمانا کیا ہے؟ یہی کلام فرمانا حیات حقیقی کی دلیل ہے۔ تو معلوم ہوا کہ میرے آقا کا جسم پاک ایک آن کے لئے بھی حیات سے محروم نہیں ہوا۔ اس وقت بھی میرے آقا کا جسم پاک زندہ تھا۔ یہی زندگی تو یہی عمل رسالت ہے۔ عمل رسالت ایک آن کے لئے بھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ موت سے مراد قبض روح ہے اور قبض روح پر ہمارا ایمان ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قبض روح مبارک کے ساتھ حضور کا بدن مبارک حیات سے خالی ہوا یا نہیں۔ تم کہو خالی ہوا اور بغیر روح کے حیات نہیں ہوسکتی۔ تو پھر بڑے افسوس کا مقام ہے کہ تم نے خالق روح کو مانا خدا کو نہیں۔

خرق عادت

عزیزانِ محترم! بعض امور عادیہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ بعض اوقات ان خرق عادات کو ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے تاکہ خدا کی سنت پر دلیل قائم ہوجائے۔ تو عادت تو یہ ہے کہ روح نکل جانے کے بعد کوئی نہیں بولتا۔ لیکن خرق عادت یہ ہے کہ اس سے پتہ چل جائے کہ روح کے بغیر بھی خدا حیات پیدا کرسکتا ہے۔ روح حیات کا مرکز قلب ہے، جس کو لوگ ہارٹ (Heart) کہتے ہیں۔ قلب کی حرکت بند ہوجائے تو کہتے ہیں کہ ہارٹ فیل (Heart Fall) ہوگیا۔ تو گویا روح نکل گئی۔

محترم حضرات! عمل جراحت ان اسباب عادیہ کے ماتحت ہوتے ہیں جو اللہ نے پیدا کئے ہیں اور ڈاکٹروں کو بڑے بڑے انتظامات کے ساتھ مخصوص آلات استعمال کرنے پڑے ہیں اور پھر ہر ڈاکٹر بھی قلب کا آپریشن نہیں کرسکتا۔ آپ نے کبھی بھی نہیں دیکھا ہوگا کہ کسی ڈاکٹر نے کسی چلتے ہوئے انسان کو لٹا کر اس کا قلب نکال لیا ہو اور پھر وہ انسان زندہ رہ گیا ہو۔ کیونکہ مرکز حیات قلب ہے۔ حرکت قلب بند ہوگئی تو روح بھی چلی گئی اور پھر آپ کو پتہ ہے حضور کا سائنسی زمانہ نہ تھا۔ کوئی مرہم پٹی اور جراحی آلات نہ تھے۔ مگر حضور کے قلب انور کو چار دفعہ باہر نکالا گیا اور قلب پاک کا شگاف بھی کیا گیا اور آبِ زم زم کو شرف اور فضیلت بخشنے کے لئے قلب انور سے نسبت دی گئی یعنی قلب انور کو دھویا گیا۔ نہ کہ نعوذ باللہ قلب میں خرابی تھی کہ دور کی گئی۔ اور قلب انور باہر کیوں نکالا گیا؟ اس لئے تاکہ پتہ چل جائے کہ قلب مبارک باہر ہے یعنی روح حیات باہر ہے اور روح حیات کے بغیر آپ زندہ ہیں۔ یہ شق صدر حیات بعد الموت کی دلیل ہوگئی کہ میرے محبوب کا جسم اقدس قبض روح کے بعد ایسے ہی زندہ رہے گا جیسے شق صدر کے بعد اور معراج کی رات کو بھی شق صدر ہوا اور قلب باہر نکالا گیا تو روح بھی باہر چلی گئی۔ کیونکہ مرکز حیات قلب انور ہے۔ مگر کیا ہوا؟ کہ آپ پر کوئی موت طاری نہ ہوئی اور جسم پاک زندہ رہا۔ اور یہ دلیل تھی کہ قلب پاک اور روح مقدس باہر ہے مگر جسم پاک زندہ ہے۔ جب جسم پاک زندہ ہے تو ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ'' خدا کا احسان بھی ٹھیک بیٹھ سکتا ہے کہ نعمت موجود ہے اور نعمت مصطفیٰ کی ذات ہے۔ لہٰذا سرکار زندہ ہیں (زور دے کر بار بار فرمایا کہ سرکار زندہ ہیں) اور ''وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ'' خوب یقین کرلو کہ تم میں خدا کے رسول موجود ہیں (یہاں بھی زور دے کر فرمایا کہ سرکار موجود ہیں)

واجب وممکن، عبد ومعبود، خدا اور رسول کا فرق واضح کرنے کے لئے "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" فرمایا گیا۔ یہاں "اِنَّکَ وَاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" نہیں فرمایا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کے لئے موت اور تھی اور دوسروں کے لئے الگ معنون کا لفظ فرمایا۔ اس لئے کہ ان کی موت اور تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "اِنَّکَ مَیِّتٌ" کا الگ لفظ فرمایا ورنہ سب کی موت ایک جیسی ہو جاتی۔ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ویسی ہے جیسے آپ خود ہیں۔ میں تو یہ جانتا ہوں

"موت نیند کی بہن ہے اور حضور کی نیند کیسی تھی کہ سوتے میں جاگتے تھے۔"

بخاری شریف کی حدیث ہے (۶) کہ حضور سو گئے۔ حضرت عائشہ نے سرکار کے سونے کی آواز سنی اور جاگے وضو نہیں فرمایا نماز کی نیت باندھ لی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، میرے آقا! آپ تو سو گئے تھے۔ سرکار نے فرمایا "تنام عینی ولا ینام قلبی" "میرا آنکھ سوتی ہے، قلب نہیں سوتا۔"

جیسے جس کی نیند ہوتی ہے ویسے ہی ان کی موت ہوتی ہے۔ جیسے آپ کے سونے میں بیداری تھی ویسے آپ کی موت میں بھی حیات تھی۔ لہٰذا آپ قبض روح کے بعد بھی حیات ہیں اور زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے کیونکہ دلیل یہ ہے کہ خدا کا یہ احسان موجود ہے، احسان نعمت پر ہوتا ہے۔ خدا کے اس احسان کو قرآن سے کوئی نہیں نکال سکتا۔ یہ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ" کا احسان قیامت تک رہے گا۔ لہٰذا سمجھ لو کہ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ (اور تم یقین کرو کہ یقیناً تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)

حدیث یہ بھی وارد ہے کہ "کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے لیکن اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو واپس کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔"

اس حدیث سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی روح مقدس بعض اوقات آپ سے جدا ہو جاتی ہے۔ ان دونوں باتوں میں کس طرح مطابقت ہوگی؟

یہ ایک بہترین سوال ہے۔ جس میں غور وخوض کی ضرورت ہے۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر انور میں زندہ ہونا اور اسی طرح باقی کل انبیاء علیہم السلام کا زندہ ہونا ایک ایسا امر ہے جو علم قطعی کے ساتھ ہمیں معلوم ہے۔ اس لئے کہ اس پر ہمارے نزدیک قطعی دلیلیں قائم ہو چکی ہیں اور اس بارے میں روایتیں متواتر ہو چکی ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کے ان کی قبروں میں زندہ ہونے پر ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے۔

حیات انبیاء علیہم السلام پر دلالت کرنے والی حدیثوں میں سے بعض احادیث حسب ذیل ہیں۔

(۱) صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ مَرَّ بِمُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ

ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر اس حال میں گزرے کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

(۲) ابونعیم نے "حلیہ" میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ بِقَبْرِ مُوْسٰی وَھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْہِ

(ترجمہ) تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔"

(۳) ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے کتاب حیاۃ الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ

(ترجمہ) انبیاء کرام علیہم السلام اپنی نورانی قبروں میں زندہ ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں۔"

حلیہ میں ابونعیم نے یوسف بن عطیہ سے روایت کی انہوں نے ثابت بنانی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ وہ حُمید طویل سے فرما رہے تھے۔

"آپ کو کوئی ایسی حدیث بھی ملی ہے، جس میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسرے کا نماز پڑھنا بھی مذکور ہو۔"

حُمید نے کہا نہیں! یعنی قبر میں نماز پڑھنے کی حدیث صرف انبیاء علیہم السلام کے متعلق وارد ہوئی ہے۔

(۴) ابوداؤد اور بیہقی نے اوس بن اوس ثقفی سے روایت کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کا دِن سب دِنوں سے افضل ہے۔ لہٰذا اس دِن بہت کثرت کے ساتھ تم مجھ پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ! وصال کے بعد جب آپ بوسیدہ ہو جائیں گے تو اس وقت ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا؟"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔"

(۵) امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور اصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا بُلِّغْتُہٗ

(ترجمہ) جس نے مجھ پر درود بھیجا، میری قبر کے نزدیک میں اُسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود بھیجا دور سے، وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔"

(۶) امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی مَلَکًا اَعْطَاہُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ مَا مِنْ اَحَدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلاَّ بَلَّغَنِیْہَا

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی اسماع (یعنی سب کی آوازیں سننے کی طاقت) عطا فرمائی ہے اور وہ میری قبرِ انور پر مقرر ہے۔ تو کوئی درود بھیجنے والا کسی وقت، کہیں سے مجھ پر درود نہیں بھیجتا، مگر وہ فرشتہ اس کا درود مجھے پہنچا دیتا ہے۔"

(۷) امام بیہقی نے "حیاۃ الانبیاء" میں اور امام اصبہانی نے "ترغیب" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مِائَةً فِی الْجُمُعَةِ قَضَی اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ حَاجَةٍ سَبْعِیْنَ مِنْ حَوَائِجِ الْاٰخِرَةِ وَثَلٰثِیْنَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا ثُمَّ وَکَّلَ اللّٰهُ بِهٖ مَلَکًا یُدْخِلُهٗ عَلَیَّ فِیْ قَبْرِیْ کَمَا یُدْخَلُ عَلَیْکُمُ الْهَدَایَا اِنَّ عِلْمِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَعِلْمِیْ فِی الْحَیَاةِ

(ترجمہ) جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات جس نے ایک سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کی ایک سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی پھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے جو اس تحفہ درود کو میری قبرِ انور میں میرے سامنے اس طرح پیش کرتا ہے، جیسے تمہارے سامنے تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔ بے شک میرا علم میری وفات کے بعد بھی ایسا ہی رہے گا جیسا کہ حیات دنیا میں ہے۔

بیہقی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں

یُخْبِرُنِیْ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ بِاسْمِهٖ وَنَسَبِهٖ فَاُثْبِتُهٗ عِنْدِیْ فِیْ صَحِیْفَةٍ بَیْضَاءَ

(ترجمہ) وہ فرشتہ مجھے خبر دیتا ہے ان سب لوگوں کی، جو مجھ پر درود بھیجتے ہیں ان کے ناموں کے ساتھ اور ان کے نسبوں کے ساتھ تو میں سب کچھ سپید کتابچہ میں لکھ لیتا ہوں۔"

(۸) امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَا یُتْرَکُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً وَلٰکِنَّهُمْ یُصَلُّوْنَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی حَتّٰی یُنْفَخَ فِی الْقُبُوْرِ

(ترجمہ) بے شک انبیاء علیہم السلام چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں نہیں چھوڑے جاتے اور لیکن وہ اللہ سبحانہ کی بارگاہِ اقدس میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ صور پھونکا جائے۔ (یعنی قیامت تک)

اور روایت کی سفیان ثوری نے "الجامع" میں انہوں نے کہا کہ ہمارے شیخ نے ہمیں فرمایا کہ حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اپنی قبر میں چالیس راتوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھالیا جاتا ہے۔

امام بیہقی نے فرمایا کہ موت کے بعد انبیاء علیہم السلام کے زندہ ہونے کے متعلق بہت سے شواہد ہیں یہ کہہ کر انہوں نے واقعۂ معراج میں انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کا ذکر کیا اور حضور کا انبیاء کے ساتھ کلام کرنا اور

انبیاء کا حضور سے کلام کرنا بیان کیا۔

(۹) امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

وَقَدْ رَأَيْتُنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوْسٰى قَائِمٌ يُصَلِّيْ فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَأَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَإِذَا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ وَإِذَا اِبْرَاهِيْمُ قَائِمٌ يُصَلِّيْ وَاَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَأَمَمْتُهُمْ

(ترجمہ) بے شک میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں دیکھا۔ ناگہاں موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور میں نے اچانک دیکھا کہ وہ دبلے پتلے گھنگریالے بالوں والے ہیں۔ گویا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے آدمیوں میں سے ہیں اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام بھی کھڑے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام بھی کھڑے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ تمہارے صاحب (یعنی خود حضور کی ذات مقدسہ) بہت زیادہ مشابہ ہیں۔ پھر نماز کا وقت آگیا تو میں نے ان کی امامت کی۔

(۱۰) امام بیہقی نے روایت کی

اَنَّ النَّاسَ يُصْعَقُوْنَ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (نفخہ اولیٰ کے وقت) تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جو ہوش میں آؤں گا۔

امام بیہقی اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حدیث کا مضمون اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے، جب یہ تسلیم کرلیا جائے کہ بعد الوفات انبیاء علیہم السلام کی رُوحیں ان کی طرف لوٹا دی گئی ہوں اور شہداء کی طرح یقینی طور پر زندہ ہوں تا کہ نفخ صور کے وقت ان پر بے ہوشی طاری ہونا ممکن ہو اور دنیا میں زندہ رہنے والے لوگوں کی طرح وہ بھی بے ہوش ہو جائیں۔ اس بے ہوشی کو کسی اعتبار سے بھی ہم موت قرار نہیں دے سکتے۔ صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ وقتی طور پر ان کے احساس اور شعور پر مدہوشی کا ایک حجاب آجائے گا۔

بیہقی کا بیان ختم ہوا۔

(۱۱) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيَنْزِلَنَّ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰى قَبْرِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَاُجِيْبَنَّهٗ

(ترجمہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے قسم ہے اس ذات پاک کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ عیسیٰ بن مریم ضرور (آسمان سے) نازل ہوں گے۔ اس کے بعد اگر وہ میری قبر پر آکر "یا محمد" کہہ کر پکاریں تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔"

(۱۲) ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں سعید بن مسیب سے روایت کی کہ میں نے واقعہ حرہ کے موقع پر دیکھا۔ جب کہ مسجد نبوی

میں میرے سوا کوئی دوسرا نہ تھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے اذان کی آواز آتی تھی۔

(۱۳) اسی طرح ابن سعد نے سعید بن مسیب سے روایت کی کہ ایامِ حرہ میں جب لوگ قتل ہو رہے تھے تو وہ مسجد نبوی کے اندر تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا تو میں قبر مبارک سے اذان کی آواز سنتا تھا۔

(۱۴) امام دارمی نے اپنی مسند میں فرمایا کہ مروان بن محمد نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ جن ایام میں حرہ کا واقعہ پیش آیا ان دنوں مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی نہ تکبیر کہی گئی۔ ان ایام میں سعید بن مسیب مسجد نبوی میں مقیم رہے۔ قبرِ انور سے جب ایک آواز آتی تو انہیں نماز کا وقت معلوم ہو جاتا۔

ان روایات واحادیث سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو شہداء کرام کے حق میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔

(ترجمہ) اور نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں مُردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام تو شہداء کے مقابلہ میں زندہ ہونے کے زیادہ مستحق ہیں اس لئے کہ وہ شہداء کی نسبت بہت زیادہ بزرگی اور عظمت والے ہیں۔ ہر نبی میں شہادت اور نبوت دونوں صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ان کا آیت کے عموم میں پایا جانا ظاہر ہے۔ (مقالات کاظمی، حصہ دوم)

صلوٰۃ وسلام کی فضیلت کا بیان

درود شریف کے فضائل لامحدود ہیں، اس کی قدر وانتہا کو پہنچنا ہماری حدِ طاقت سے باہر ہے مگر اس فضلِ عظیم کو تصور میں لاؤ کہ بھیجنے والا خداوندِ جلیل ہے اور جس پر بھیجا جا رہا ہے وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے رسول بے مثیل ہیں، درود شریف پڑھنے کے بارے میں احادیث بکثرت وارد ہیں، تبرکاً بعض ذکر کی جاتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

۱۔ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ عزوجل اس پر دس بار درود نازل فرمائے۔ (مسلم)

۲۔ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ عزوجل اس پر دس درودیں نازل فرمائے گا، اس کی دس خطائیں محو فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا۔ (نسائی)

۳۔ قیامت کے دن مجھ سے سب سے قریب وہ ہوگا جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا ہے۔ (ترمذی)

۴۔ جو مجھ پر درود بھیجتا ہے، جب تک وہ درود خوانی میں مصروف رہتا ہے خدا کے فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اب اسے اختیار ہے کہ وہ اس میں کمی کرے یا زیادتی۔ (ابن ماجہ)

۵۔ جس شخص نے لکھ کر مجھ پر درود بھیجا تو جب تک اس کتاب میں میرا اسم شریف باقی رہے گا خدا کے فرشتے اس پر درود بھیجتے

میں مشغول رہیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ فرشتے اس کی مغفرت ونجات کی دعا کرتے رہیں گے اور جس پر فرشتے درود بھیجیں گے وہ جنتی ہوگا۔ (دلائل الخیرات وشفاء شریف)

۶۔ حوضِ کوثر میرے حضور کچھ لوگ آئیں گے جنہیں میں اس لیے پہچان لوں گا کہ وہ دنیا میں مجھ پر بکثرت درود بھیجتے تھے۔ (شفاء شریف)

۷۔ قیامت کی سختیوں اور شدتوں سے سب سے پہلے وہ شخص نجات پائے گا جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے۔ (اصفہانی)

۸۔ جو شخص مجھ پر جمعہ کے روز سو مرتبہ درود شریف بھیجے اس کے اسی برس کے گناہ معاف فرمادیئے جائیں گے۔ (یعنی صغیرہ گناہ)۔ (جامع صغیر)

۹۔ مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو اس لیے کہ وہ تمہارے لیے زکوٰۃ یعنی فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے۔ (ابو یعلی)

۱۰۔ جسے کوئی مشکل پیش آئے اسے چاہیے کہ مجھ پر درود کی کثرت کرے، درود کے وسیلے سے اس کی مشکلیں حل ہوجائیں گی، غم دور ہوجائیں گے، مصیبتیں ٹل جائیں گی، اس کے رزق میں ترقی ہوگی اور اس کی حاجتیں پوری ہوجائیں گی۔ (دلائل الخیرات)

۱۱۔ جو شخص مجھ پر دس بار صبح اور دس بار شام کو درود بھیجے، روزِ قیامت میری شفاعت اسے پالے گی۔ (طبرانی)

الغرض درود شریف مغفرت وبخشش کا ذریعہ اور سعادتِ دارین کا وسلیہ جلیلہ ہے جو وقت اس میں صرف ہوتا ہے دین ودنیا کی برکتیں لاتا ہے اور جو دم اس سے غفلت میں گزرتا ہے اس دولتِ ابد مدت میں تیرے لیے کمی ہوتی ہے، ہاں فقیر دامن پھیلا اور اپنی جھولی اس دولتِ عظمٰی سے بھرلے، یہ مفت کی نعمت ہے اسے ہاتھ سے نہ جانے دے، اس میں بخل، حرمان و بے نصیبی کی علامت ہے، حدیث میں ہے کہ پورا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود شریف نہ بھیجے۔ (ترمذی)

صلی اللّٰہ علی النبی الامی وآلہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ، صلوٰۃ وسلاما علیک یا رسول اللّٰہ۔

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

کتاب کنز العباد وصلوٰۃ مسعودی وکتاب السعادۃ وجامع الرموز شرح مختصر وقایہ ورد المحتار علی الدر المختار وفتاویٰ صوفیہ میں تصریح ہے کہ جب موذن پہلی مرتبہ اشہد ان محمدً رسول اللہ کہے تو سننے والے کو صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے اور جب دوسری مرتبہ کہے تو قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ﷺ کہنا مستحب ہے۔ اس عبارت پر حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری (متوفی 1315ھ) تبصرہ کرتے ہوئے ارقام کرتے ہیں۔

اب غور کرو کہ یہ حکم کتب معتبرہ فقہ درود کی ساتھ اور بغیر درود کے بھی اذان کے وقت یا رسول اللہ کہنا مستحب۔

(رسالہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ص 27، مطبوعہ دار الاسلام لاہور)

شرح شفاء فی حقوق المصطفیٰ میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سست اور بے حس ہوگیا تھا تو ان کو کسی نے کہا کہ محبوب (یعنی جس سے آپ کو سب سے زیادہ محبت ہو) کو یاد کرا تب آپ نے اونچی آواز سے پکارا۔ یا محمداہ

علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں گویا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فن استعانت میں اپنی محبت کے اظہار کا قصد کیا۔ دیکھئے شرح الشفاء، ملاعلی قاری، اس سے وہ لوگ درس عبرت حاصل کریں جو اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین کے دور میں نہ تھا۔ ابھی بھی ایسے بہت سے امور پائے جاتے ہیں جو قرون ثلثہ میں نہ تھے تو ان کا کیا کیا جائے جیسے کسی صحابی کے دور میں موٹرسائیکل، کار، بس، جہاز وغیرہ تھے تو مخالفین کو چاہئے کہ ان چیزوں کو ترک کرے۔ اس لئے کہ یہ قرون ثلثہ میں نہ تھی اور گھوڑوں اونٹوں پر سفر کیا جائے۔ لاؤڈ اسپیکر پر اذان ونماز پڑھنا پڑھانا کانفرنس وغیرہ کرنا یہ سب معاملات ترک کردیئے جائیں کہ قرون ثلثہ میں نہ تھے، بریانی قورمے، کولڈرنگ بوتلیں اور دیگر اشیاء بھی ترک کردی جائیں کہ قرون ثلثہ میں نہ تھی۔

اور قرون ثلثہ میں آپ جیسے ناواقف بھی نہ تھے تو آپ کا کیا کیا جائے اور قرون ثلثہ میں بجلی، گیس، موبائل، ٹیلی فون، بلندوبالا عمارتیں بھی نہ تھیں۔ ان کو بھی ترک کردیا جائے اور اگر ان تمام تر اشیاء کا استعمال ترک نہیں کرسکتے تو پھر یہ پاگلوں جیسا اعتراض کیوں؟ **قل ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین**

حرمت ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جائز بتانے والے کو کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ خود حدیث پاک میں ہیں۔ یہ اصول مقرر فرمایا مشکوٰۃ شریف ص 367 میں ابن ماجہ وترمذی سے نقل کیا۔

الحلال ما حل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ

حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال بیان فرمایا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جن کاموں سے سکوت فرمایا۔ یہ ان کاموں سے ہیں جن پر موخذہ نہیں ہے یعنی مباح ہیں۔ لہٰذا جو لوگ صلوٰۃ وسلام کو ناجائز کہتے ہیں انہیں قرآن وحدیث اور فقہ سے دلیل لانا چاہئے۔ ہم سے دلیل مطالبہ غلط ہے۔

قل ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین

درمختار میں موجود ہے۔ **ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل**

یعنی اذان واقامت کے درمیان ہر نماز کے لئے تثویب ہے۔ (درمختار علی حاشیۃ الشامی جلد 1، ص 86، ومکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بدر سیمائے عالم علامہ شہاب الدین احمد خفاجی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المنقول انھم کانو یقولون فی تحیۃ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

ترجمہ: منقول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی پاک ﷺ سے ملاقات کے وقت الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے الفاظ سے سلام وتحیت پیش کرتے تھے۔ (نسیم الریاض جلد 3، ص 454، دارالفکر بیروت)

صالحین وبزرگان دین کی قبور کی زیارت کا بیان

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض وبرکات میں سے کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء اور صالحین کو بھی

میسر آیا۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان کی زیارت کے لئے بھی اُن کے مساکن اور مزارات پر حاضری دی جائے۔ زیرِ نظر باب میں اولیاء وصالحین کی زیارت پر احادیثِ مبارکہ اور سلف صالحین کے احوال واقوال کی روشنی میں بیان ہوگا۔

1۔ قبورِ صالحین کی زیارت کا نبوی معمول

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس شہداء اور صالحین کی قبور پر تشریف لے جا کر دعا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا بھی یہ معمول رہا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اولیاء کی قبور پر جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت ہے۔ ائمہ حدیث وتفسیر مثلاً امام عبدالرزاق، امام طبری، امام سیوطی اور امام ابن کثیر وغیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء کی قبور پر تشریف لے جاتے تھے۔

امام عبدالرزاق (م 211ھ) نے بیان کیا ہے:

عن محمد بن إبراهيم قَالَ كَانَ النَّبِي صلي الله عليه وآله وسلم يَأْتِي قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ رَأْسِ الْحَوْلِ فَيَقُوْلُ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَي الدَّارِ. قَالَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلُوْنَ ذَلِكَ.

''حضرت محمد بن ابراہیم التیمی سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سال کے آغاز میں شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے تھے اور فرماتے: تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے صلہ میں آخرت کا گھر کیا خوب ہے۔ روای نے کہا: حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔'' (عبدالرزاق، المصنف، 573:3، 2۔ عینی، عمدة القاری، 70:8)

امام طبری (م 310ھ) نے اسی روایت کو اپنی تفسیر ''جامع البیان فی تفسیر القرآن (13 :142)'' میں، امام سیوطی (م 911ھ) نے اپنی تفسیر (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (641:4)'' میں اور امام ابن کثیر (م 774ھ) نے ''تفسیر القرآن العظیم (512:2)'' میں بیان کیا ہے۔

2۔ شیخین کے عمل سے زیارتِ صالحین کا ثبوت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: چلو حضرت ام ایمن کی زیارت کر کے آئیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔''

(مسلم، الصحیح، فضائل الصحابة، باب من فضائل أم أیمن، 1907:4، رقم: 2454، 2۔ ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ، 523:1، رقم: 1635، 3۔ ابو یعلی، المسند، 71:1، رقم: 69)

مذکورہ حدیث کی شرح میں امام نووی (م 676ھ) لکھتے ہیں:

فيه زيارة الصالحين وفضلها وزيارة الصالح لمن هو دونه، وزيارة الانسان لمن كان صديقه لزوره، ولأهل ود صديقه. وزيارة جماعة من الرجال للمرأة الصالحة وسماع كلامها، واستصحاب

العالم والكبير صاحباً له في الزّيارة والعيادة ونحوهما. والبكاء حزناً علي فراق الصّالحين والأصحاب وإن كانوا قد انتقلوا إلي أفضل مما كانوا عليه. والله أعلم.

''اس حدیثِ مبارکہ میں صالحین کی زیارت اور اس کی فضیلت کا بیان ہے۔ اسی طرح کسی صالح شخص کا (مقام و مرتبہ کے لحاظ سے) اپنے سے کم درجہ شخص کی ملاقات کے لیے جانا، کسی انسان کا اپنے دوست احباب کی زیارت کرنا، مردوں کا باجماعت کسی نیک اور صالح خاتون کی ملاقات اور اس کی گفتگو سننا، اسی طرح کسی عالم اور بزرگ کا اپنے دوست کو زیارت و ملاقات اور عیادت وغیرہ کے لئے اپنے ساتھ لے جانا، صالحین اور دوست و احباب کی مفارقت پر غمگین ہونا اور رونا اگرچہ وہ اونچے درجے کی طرف منتقل ہو گئے ہوں (بھی اس حدیثِ مبارکہ سے) ثابت ہے۔'' (نووی، شرح النووی علی صحیح مسلم، 16:9،10)

3۔ فرامینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیارتِ صالحین کی فضیلت و ترغیب

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ عالیہ میں اولیاء، صالحین اور کامل مومنین کی زیارت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ جن میں سے چند فرامینِ مبارکہ درج کیے جاتے ہیں۔

(1) متعلقین کو اپنی ملاقات و زیارت کے لئے بلانا جائز ہے

امام بخاری اور دیگر ائمہِ حدیث و تفسیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک حدیثِ مبارکہ بیان کی ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: ''جتنی بار تم ہماری زیارت کو آتے ہو؟ تم اس سے زیادہ میرے پاس کیوں نہیں آتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (اور جبرئیل میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ) ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر (زمین پر) نہیں اتر سکتے اور جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے (سب) اسی کا ہے۔'' (مریم، 19:64)

1. بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب وما نتنزل إلا بأمر ربک، 4:1760، رقم: 4454، 2. ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ مریم، 5:316، رقم: 3158، 3. أحمد بن حنبل، المسند، 1:231، رقم: 2043، 4. نسائی، السنن الکبریٰ، 6:394، رقم: 11319، 5. طبرانی، المعجم الکبیر، 12:33، رقم: 12385

اس محبت کے جذبات سے لبریز حدیثِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی زیارت کے لئے بار بار آنے کی خواہش کی تاکہ محبوبِ حقیقی کے پیغام کو دیکھ دیکھ کر دیدۂ و دل کو قرار حاصل ہوتا رہے۔ اس سے ائمہ نے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ کسی صالح شخص کا اپنے نیک صالح دوستوں کو اپنی ملاقات و زیارت کے لئے بلانا بھی جائز و ثابت ہے۔

امام نووی نے اپنی کتاب المجموع میں مذکورہ حدیث سے استنباط کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یہ بات مستحب ہے کہ کوئی شخص اپنے صالح دوست سے اس بات کا تقاضا کرے کہ وہ جتنی بار اس کی زیارت و ملاقات کے لئے آتا ہے اس سے زیادہ مرتبہ آئے اور یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ثابت ہے۔'' (نووی، المجموع، 4:518)

(2) اللہ تعالیٰ کی خاطر باہم زیارت کرنے والوں کا پہلا انعام

1۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میری محبت واجب ہوگئی: میری خاطر آپس میں محبت کرنے والوں، میری خاطر مجلسیں قائم کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں اور میری خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے۔''

(مالک، الموطأ، 2: 953، رقم: 171، 2. ابن حبان، الصحیح، 2: 335، رقم: 575، 3. حاکم، المستدرک، 4: 186، رقم: 7314)

اس حدیث کو امام مالک نے اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے نیز امام حاکم نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

2۔ حضرت ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد دمشق میں داخل ہوا تو اچانک میں نے ایک خوبصورت چمکتے ہوئے دانتوں والا نوجوان دیکھا جس کے ساتھ کچھ لوگ تھے (ایک روایت میں ہے: اس نوجوان کے ساتھ بیس صحابہ اور ایک روایت میں تیس صحابہ تھے) جب وہ کسی چیز میں اختلاف کرتے تو اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کے اقوال سے مدد لیتے۔ میں نے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا: ''یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں، جب اگلا دن ہوا تو میں جلدی سے مسجد پہنچا وہاں میں نے اس نوجوان کو خود سے پہلے وہاں پہنچا ہوا اور نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ کہتے ہیں: میں نے ان کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے۔ پھر میں ان کے پاس ان کے سامنے سے آیا۔ میں نے انہیں سلام کیا، اور پھر عرض کیا: خدا کی قسم! میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: کیا واقعی اللہ تعالیٰ کے لیے؟ میں نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے۔ انہوں نے پھر پوچھا: اللہ تعالیٰ کے لیے؟ میں نے کہا: ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے۔ انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑا (اور ایک روایت میں ہے میری چادر کے دونوں کنارے پکڑے) اور مجھے اپنی طرف کھینچ کر فرمایا: تمہیں خوشخبری ہو، میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری خاطر محبت کرنے والوں، میری خاطر آپس میں بیٹھنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہے۔''

(مالک، الموطأ، 2: 953، رقم: 1711، 2. أحمد بن حنبل، المسند، 5: 233، رقم: 22083، 3. ابن حبان، الصحیح، 2: 335، رقم: 575)

(3) اللہ تعالیٰ کی خاطر باہم زیارت کرنے والوں کا دوسرا انعام

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کے اندر کئی قیام گاہیں ایسی ہیں جن کی بیرونی زیب و زینت اندر سے اور اندرونی خوبصورتی باہر سے دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار فرمائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، اُسی کی خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور اسی کی خوشنودی کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔''

(طبرانی، المعجم الأوسط، 3: 193، رقم: 3903، 2. منذری، الترغیب والترہیب، 3: 248، رقم: 3896، 3. ہیثمی، مجمع الزوائد، 10: 278)

(4) زیارتِ صالحین رضائے الٰہی کا سبب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص اپنے مسلمان بھائی سے

ملنے کسی دوسرے گاؤں چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ اس کے انتظار میں بٹھا دیا۔ جب وہ اس کے پاس سے گزرا تو فرشتہ نے پوچھا، تیرا ارادہ کہاں جانے کا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے۔ فرشتہ نے پوچھا، کیا تم نے اس پر کوئی احسان کیا تھا جس کا بدلہ حاصل کرنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ مجھے اس سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت ہے۔ تب اس فرشتہ نے کہا: میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت کرتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔"

(مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة، باب فی فضل الحب فی اللہ، 4:1988، رقم:2567.2، أحمد بن حنبل، المسند، 2:408، رقم:9280.3، ابن حبان، الصحیح، 2:331، رقم:572)

امام نووی (م 676ھ) لکھتے ہیں: **وفيه فضيلة زيارة الصالحين والأصحاب.** "اس حدیثِ مبارکہ میں زیارتِ صالحین اور دوست احباب کی ملاقات کی فضیلت کا بیان ہے۔" (نووی، شرح النووی علی صحیح مسلم، 16:124)

4۔ زیارتِ صالحین کے فیوض و برکات سے متعلق ائمہ کے اقوال

1۔ ائمہ احناف میں سے علامہ عبدالرحمٰن عمادی حنفی نے زیارتِ صالحین کو مقبول بارگاہ عمل قرار دیا ہے، لکھتے ہیں: "بے شک صالحین کی زیارت بلند درجہ باعث ثواب عمل ہے۔ یہ ان آزمودہ اعمال میں سے ہے جن کے ذریعہ برکات کی بارش ہوتی ہے۔ ہمیں (ان کی برکات کے) عطیات کو حاصل کرنے کا حکم ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی قیام گاہیں قبولیتِ دُعا کے لئے مجرب جگہیں تصور کی جاتی ہیں۔" (عمادی، الروضۃ الریا فیمن دفن بداریا، 1:55)

یاد رہے کہ علامہ عمادی نے مذکورہ کتاب دمشق کی ایک بستی "داریا" میں مدفون صالحین کے بارے میں لکھی ہے اور بیان کیا ہے کہ کن کن مقبولِ بارگاہ ہستیوں کے یہاں مزارات ہیں۔ اسی بستی "داریا" کی نسبت سے علماء اپنے ناموں کے ساتھ دارانی لکھتے ہیں۔

2۔ علامہ ابن الحاج الفاسی المالکی (م 737ھ) نے اپنی مشہور تصنیف "المدخل" میں زیارتِ قبور کے احکام حُسنِ ترتیب کے ساتھ تفصیل سے لکھے ہیں۔ زیارتِ اولیاء و صالحین کے حوالے سے انہوں نے لکھا ہے:

"متعلم کے لئے ضروری ہے کہ ان اولیاء و صالحین کی زیارت سے اپنے آپ کو علیحدہ نہ کرے جن کی زیارت سے مُردہ دل اس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح زمین موسلا دھار بارش سے زندہ ہوتی ہے۔ ان کی زیارت سے پتھر دل نرم و کشادہ ہوتے ہیں۔ ان کی زیارت کی برکت سے مشکل اُمور آسان ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ جو کریم اور منان ہے اس کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں۔ وہ ان کے ارادوں کو رد نہیں فرماتا اور ان کے ہم مجلس، ان کی پہچان رکھنے والوں اور ان سے محبت کرنے والوں کو ناکام و نامراد نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بابِ رحمت ہیں جو اس کے بندوں کے لئے کھلا رہتا ہے۔ پس جو بندۂ خدا ایسی صفات سے متصف ہو اس کی زیارت اور اس کی برکت سے مستفیض ہونے کے لئے جلدی کرنی چاہیے کیونکہ ان میں بعض ہستیوں کی زیارت کرنے والے کو ایسا فہم، برکت اور حافظہ نصیب ہوتا ہے کہ بیان کرنے سے باہر ہے۔ اسی معنی کی بدولت آپ بہت سے

ایسے لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کو علم وحال میں کثیر برکت ملی۔ اس نعمت کی قدر کرنے والا خود کو اس عظیم خیر و برکت سے علیحدہ نہیں کرتا لیکن شرط یہ ہے کہ جس کی زیارت کی جائے وہ ان تمام اُمور میں سنت کا محافظ اور تابع شریعت ہو۔'' (ابن الحاج، المدخل، 139:2)

3۔ علامہ ابن الحاج نے امام ابو عبداللہ بن نعمان کی کتاب ''سفينة النجاء لاهل الالتجاء'' جس میں انہوں نے شیخ ابی النجار کی کرامات کا بیان کیا ہے، کے حوالے سے لکھا ہے:

''حصولِ برکت کے لیے قبورِ صالحین کی زیارت مستحب عمل ہے کیونکہ صالحین کی برکات جس طرح ان کی زندگی میں فیض رساں ہوتی ہے اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی جاری رہتی ہے اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا ائمۂ دین اور علماء محققین کا معمول رہا ہے۔'' (ابن الحاج، المدخل، 255:2)

4۔ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن الحاج نے لکھا ہے: ''جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو اسے چاہیے کہ وہ صالحین کی قبروں اور ان کے مقابر پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین مسجدوں کے سوا کسی طرف جانے کے لئے سامانِ سفر نہ باندھا جائے: مسجدِ حرام، میری مسجد اور مسجدِ اقصیٰ، امام غزالی نے احیاء العلوم کے آدابِ سفر میں بیان کیا ہے کہ عبادات کے لیے سفر کیا جائے مثلاً جہاد اور حج کے لیے اور اس کے بعد فرمایا کہ اس میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تمام علماء اور اولیاء اللہ کی قبروں کے لیے سفر کرنا بھی اس عملِ خیر میں شامل ہے اور ہر وہ شخص جس کی زیارت اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کی زندگی میں سفر کرنا جائز ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا بھی جائز ہے حدیث مبارکہ کہ ''ان تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لیے سامان سفر نہ باندھا جائے'' میں اس مقصد کے لیے سفر کی ممانعت نہیں، کیونکہ یہ حکم زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے مساجد کی طرف سفر کرنے سے متعلق ہے ان تینوں مساجد کے علاوہ دیگر تمام مسجدیں ثواب میں برابر ہیں۔ ورنہ (اگر ہر سفر کو ناجائز قرار دیا جائے) تو انبیاء علیہم السلام اولیاء اللہ اور علماء کی زیارت میں اصلاً کوئی فضیلت باقی نہیں رہے گی اگرچہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے مقام و مرتبہ میں ان کے درجات کے مطابق بہت بڑا فرق ہے۔'' (ابن الحاج، المدخل، 2:255، 256)

5۔ مقاماتِ مقدسہ کی زیارات کے لئے سفر عملِ مشروع ہے

علامہ ابن الحاج ہی نے انبیاء علیہم السلام کی قبورِ مقدسہ کی زیارت کا بھی طریقہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جہاں تک انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کی عظیم بارگاہوں میں حاضری کا تعلق ہے تو ان عظیم مقامات مقدسہ کے آداب یہ ہیں کہ زائر مسافت بعیدہ سے ان کی زیارت کا ارادہ کر کے چلے۔ جب ان کے مزار پر پہنچے تو انتہائی عاجزی و انکساری، فقر و فاقہ اور نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ آئے۔ حضورِ قلب کے ساتھ حاضر ہو اور سر کی آنکھ سے ان کا مشاہدہ نہ کرے بلکہ دل کی آنکھ سے انہیں دیکھے کیونکہ ان کے مبارک اجسام بوسیدہ ہوتے ہیں نہ متغیر۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کرے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ پھر اُن (انبیاء علیہم السلام) پر صلوات بھیجے پھر ان کی تمام اصحاب اور قیامت تک ان کے تمام تابعین کے لیے رضوان اور رحمت کی دعا کرے، پھر اپنی حاجات کی تکمیل اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے پھر ان سے

شفاعت طلب کرے اور اپنی حاجات ان پر پیش کرے اور ان کی برکت سے دعا کی قبولیت پر یقین رکھے۔ اس باب میں اپنا حسنِ ظن قوی رکھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام (رحمتِ) باری تعالیٰ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں اور یہ ہمیشہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ وہ اپنے نبیوں کے ہاتھوں سے اور ان کے واسطے اور سبب سے اپنے بندوں کی حاجات کو پورا فرماتا ہے۔ جو شخص انبیاء علیہم السلام کے مزاراتِ مقدسہ تک نہ پہنچ سکے وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے اور اپنی حاجات اور اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لیے ان سے شفاعت کی درخواست کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازے گا کیونکہ وہ صاحبِ کرم بزرگ ہستیاں ہیں اور جو شخص کریموں سے سوال کرتا ہے یا ان کی پناہ میں آتا ہے یا ان کا ارادہ کرتا ہے یا ان کا وسیلہ پیش کرتا ہے وہ اس کی درخواست کو مسترد نہیں کرتے۔'' (ابن الحاج، المدخل، 2:258)

قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک جمہور امتِ مسلمہ کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ صالحین کی زیارت کو جاتے ہیں اور اگر وہ وصال فرما گئے ہوں تو پھر ان کے مزارات پر فیوضات و برکات کے حصول کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آج تک کسی نے اس عملِ صالح کو ناجائز و حرام قرار نہیں دیا کیونکہ یہ عمل اصلاً مشروع ہے نسبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اکابر ائمہ و بزرگانِ دین کا معمول ہے۔ ائمہ حدیث نے بھی اس کی فضیلت کو بیان کیا ہے۔

6۔ متبرک مقامات کی زیارت ائمہِ دین کا پسندیدہ معمول

ائمہ و مؤرخین اور اہلِ سیر نے علماء کے پسندیدہ اور صالح معمولات کے بیان کو اپنی کتب کی زینت بنایا ہے۔ جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اسلاف، صالحین کی زیارت کو ہمیشہ سے ایک پسندیدہ اور مقبول بارگاہ عمل سمجھتے رہے۔ ورنہ کس طرح وہ اپنے گوناگوں علمی تدریسی مشاغل میں سے بطورِ خاص سفر کے لئے وقت نکال سکتے۔ چند ایک معمولات درج ذیل ہیں۔

(1) حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت

امام شمس الدین سخاوی (متوفی 902ھ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وجعل علي قبره قبة فهو يزار ويتبرک به.

''اُن کی قبر مبارک پر قبہ بنایا گیا، اس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔''

(شمس الدین سخاوی، التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة، 1:307)

(2) امام شافعی رضی اللہ عنہ کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری کا معمول

خطیب بغدادی (463ھ) اور بہت سے ائمہ کی تحقیق کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد میں ہوتے تو حصولِ برکت کی غرض سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی، امام ابوحنیفہ (متوفی 150ھ) کے مزار کی برکات کے بارے میں خود اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں امام ابوحنیفہ کی ذات سے برکت حاصل کرتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر پر زیارت کے لیے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی ضرورت اور مشکل پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر پر آتا ہوں اور اس کے پاس (کھڑے ہوکر) حاجت برآری کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ پس میں وہاں سے نہیں ہٹتا یہاں تک کہ (قبر کی برکت کے سبب) میری حاجت پوری ہو چکی ہوتی ہے۔''

1. خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 1:2,123. ابن حجر ہیتمی، الخیرات الحسان فی مناقب الامام الأعظم: 3,94. ابن عابدین شامی، رد المحتار علی الدر المختار، 1:4,41. زاہد الکوثری، مقالات الکوثری: 381

غور کیا جائے تو یہ بڑا ہی ایمان افروز واقعہ ہے ایک تو اس میں جلیل القدر امام کی دوسرے امام کی قبر پر حاضری اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کا ثبوت ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ایسے متبرک مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔ لہٰذا یہاں دعا کی قبولیت بھی جلدی ہو جاتی ہے۔

(3) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل کا زیارتِ صالحین کے لئے شام کا سفر

اکابر کا معمول تھا کہ وہ زیارات کے لئے جایا کرتے تھے خواہ کتنی مسافت طے کر کے آنا پڑے۔ علامہ ابنِ مفلح نے اپنی کتاب ''المقصد الارشد (1:193)'' میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ محمد بن یوسف الفریابی کی زیارت کے لئے سفر کر کے ملک شام گئے تھے۔

(4) امام ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ کا امام علی رضی اللہ عنہ رضا کے مزار پر حاضری کا معمول

مشہور محدّث امام ابنِ حبان (م 354ھ) حضرت امام علی رضا بن موسیٰ علیہ السلام کے مزار مبارک کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں نے اُن کے مزار کی کئی مرتبہ زیارت کی ہے، شہر طوس قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی اور حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر، اللہ تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا کی تو وہ دعا ضرور قبول ہوئی، اور مشکل دور ہوگئی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بارہا آزمایا تو اسی طرح پایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور نبی اکرم اور آپ کے اہلِ بیت صلی اللہ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کی محبت پر موت نصیب فرمائے۔'' (ابن ابی حاتم رازی، کتاب الثقات، 8:457، رقم: 14411)

(5) ابوالفرج ہندبائی کا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل کے مزار پر حاضری کا معمول

امام ابوالقاسم ابن ہبۃ اللہ (م 571ھ) نے لکھا ہے: ''ابوالفراج ہندبائی نے بیان کیا ہے: میں اکثر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کیا کرتا تھا پس ایک عرصہ تک میں نے زیارت کرنا چھوڑ دیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے: تو نے امام السنۃ (امام احمد بن حنبل) کی قبر کی زیارت کو کیوں ترک کیا؟'' (ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، 5:333)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک مستحسن عمل تھا جب انہوں نے چھوڑ دیا تو انہیں بذریعہ خواب ترغیب دی گئی کہ اس کو ترک نہ کیا

جائے۔

(6) عوام الناس کی سید المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری

امام ذہبی (748ھ) نے امیر المؤمنین فی الحدیث اور سید المحدثین امام محمد بن اسماعیل بخاری (256ھ) کی قبر مبارک سے تبرک کا ایک واقعہ درج کیا ہے، لکھتے ہیں:

ابوالفتح نصر بن حسن السکتی سمرقندی نے بیان کیا کہ ایک بار سمرقند میں کچھ سالوں سے بارش نہ ہوئی تو لوگوں کو تشویش لاحق ہوئی پس انہوں نے کئی بار نمازِ استسقاء ادا کی لیکن بارش نہ ہوئی۔ اسی اثناء اُن کے پاس ایک صالح شخص جو ''صلاح'' کے نام سے معروف تھا، سمرقند کے قاضی کے پاس گیا اور اس سے کہا: میں آپ سے اپنی ایک رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ قاضی نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: ''میری رائے ہے کہ آپ کو اور آپ کے ساتھ تمام لوگوں کو امام محمد بن اسماعیل بخاری کی قبر مبارک پر حاضری دینی چاہیے، ان کی قبر خرتنک میں واقع ہے، ہمیں قبر کے پاس جا کر بارش طلب کرنی چاہیے عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش سے سیراب کر دے۔ قاضی نے کہا: آپ کی رائے بہت اچھی ہے۔ پس قاضی اور اس کے ساتھ تمام لوگ وہاں جانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے سو قاضی نے لوگوں کو ساتھ مل کر بارش طلب کی اور لوگ قبر کے پاس رونے لگے اور اللہ کے حضور صاحبِ قبر کی سفارش کرنے لگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی وقت (اپنے صالح بندہ کی برکت کے سبب) کثیر وافر پانی کے ساتھ بادلوں کو بھیج دیا، تمام لوگ تقریباً سات دن تک خرتنک میں رکے رہے، اُن میں سے کسی ایک میں بھی کثیر بارش کی وجہ سے سمرقند پہنچنے کی ہمت نہ تھی حالانکہ خرتنک اور سمرقند کے درمیان تین میل کا فاصلہ تھا۔'' (ذہبی، سیر أعلام النبلاء، 12:469)

(7) حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے مشائخ کی حاضری

خطیب بغدادی نے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے بارے میں لکھا ہے کہ بڑے بڑے مشائخ ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے وہ لکھتے ہیں: ''اسماعیل بن احمد الحیری نے ابوعبدالرحمٰن السلمی سے بیان کیا ہے، انہوں نے کہا: حضرت فتح موصلی اکابر مشائخِ موصل میں سے تھے، وہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے بغداد حاضر ہوئے تھے۔''

(خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 12:381)

(8) مزارِ صالحین کی زیارت کے لئے بذریعہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب

امام ابنِ عساکر نے زیارتِ صالحین کی ترغیب پر ایک ایمان افروز واقعہ ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: ''میرے والد گرامی ابو محمد الحسن بن ہبۃ اللہ نے مجھے اپنا واقعہ بیان کیا کہ وہ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبرِ مبارک کی زیارت کے لئے گئے تو وہاں انہوں نے قبر کے پاس ایک عجمی عورت کو روتے ہوئے پایا۔ وہاں موجود بعض لوگوں نے کہا کہ جو اچھی طرح فارسی جانتا ہو وہ اس خاتون سے پوچھے کہ اس کے رونے کا سبب کیا ہے؟ جب اس سے پوچھا گیا تو اس عورت نے دریافت کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کے پہلوں میں یہ دوسری قبر کس کی ہے؟ میں نے کہا: یہ قبر ابوبکر شہرزوری کی ہے اور دوسری ان کے والد ابو اسحاق کی ہے۔ ایک بالکل سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے ہے اور دوسری اس کے پیچھے۔ اس عورت نے کہا: میں نے حضرت بلال رضی اللہ

عنہ کی قبر کی زیارت کی، پھر میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چلی گئی اور (جب) قبر انور کے پاس گئی تو میں نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: تُو نے بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت تو کی مگر اس کے قریب موجود دوسری قبر کی زیارت نہ کی؟ لہٰذا اب میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکوے کا ازالہ کرنے کے لئے) مدینہ منورہ سے اس قبر کی زیارت کے لئے آئی ہوں۔'' (ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 226:54)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی زیارت اللہ رب العزت کے حبیب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ اور بابرکت عمل ہے اور جو عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ اور محبوب ہو وہ رب العالمین کی بارگاہ میں محبوب ہوتا ہے۔ قبورِ صالحین کی زیارت کا عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اس قدر پسندیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائرہ کو اِن کی زیارت ترک پر تنبیہ فرمائی۔

(9) حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ بن محمد بن بشار کے مزار پر حاضری

علامہ محمد بن ابو یعلی حنبلی (متوفی 521ھ) ''طبقات الحنابلۃ (63:2)'' میں صوفی زاہد علی بن محمد بن بشار کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ جب اُن کا وصال ہوا تو

دفن بالعقبة قريباً من النجمي، وقبره الآن ظاهر يتبرك الناس بزيارته.

''انہیں نجمی کے قریب گھاٹی میں دفن کیا گیا، اب اُن کی قبر مشہور و معروف ہے، لوگ اس کی زیارت سے برکت حاصل کرتے ہیں۔''

(10) امام ابوالحسن علی بن احمد شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے اکابر کی حاضری

امام ذہبی (م 748ھ) نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوالحسن علی بن احمد الشافعی کے حوالے سے لکھا ہے:

المحدث أحد الأئمة الزهاد قطع أوقاته في العبادة والعلم والكتابة والدرس والطلب حتي مكن الله منزلته في القلوب وأحبه الخاص والعام حتي كان يقصده الكبار للزيارة والتبرك.

''وہ محدث ان پرہیزگار ائمہ میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنی زندگی عبادت، حدیثِ علم، کتاب، درس و تدریس اور طلب علم میں صرف کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان کا مقام و مرتبہ بلند کر دیا اور عوام اور خواص نے ان سے محبت کی حتیٰ کہ اکابر ائمہ ان کی زیارت اور ان سے حصولِ تبرک کے لئے دور دراز سے سفر کر کے آتے۔'' (ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، 1361:4)

ہم نے چند ایک واقعات کا ذکر بطور نمونہ کر دیا ہے، اگر ہم کتب تواریخ اور اسماء الرجال کا عمیق نظر سے مطالعہ کریں تو بیسیوں ایسے واقعات ہیں جن میں ائمہ دین کا معمول بتایا گیا ہے کہ وہ اکابر صالحین کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ اکابر ائمہ اور اسلاف نے کبھی بھی اس عمل کو خلافِ شریعت قرار نہیں دیا۔

شرط یہ ہے کہ جس ہستی کی زیارت کی جائے وہ صالح ہو اور اس زیارت سے زائر کا مقصد بھی حصولِ رضائے الٰہی ہو۔ گزشتہ صفحات میں احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ محض رضائے الٰہی کی خاطر ملاقات و زیارت اور باہم محبت و الفت کرنا باعثِ اَجر و ثواب

ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اُمت کے اس عمل کو ناجائز قرار دے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ خود قرآن و سنت کی تعلیمات سے آگاہ نہیں۔

زیارتِ قبور پر مذاہب اَربعہ کا مؤقف

شرعاً قبور کی زیارت کرنا باعثِ اجر و ثواب اور تذکیرِ آخرت کا ذریعہ ہے۔ ائمہِ حدیث و تفسیر نے شرح و بسط کے ساتھ اس کی مشروعیت کو بیان کیا ہے۔ مذہب اربعہ کے ائمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں کو خواہ مرد ہو یا عورت زیارتِ قبور کی اجازت ہے۔

(1) زیارتِ قبور پر احناف کا موقف

ائمہِ احناف میں سے علامہ بدرالدین عینی (شارح صحیح بخاری) کے زیارتِ قبور کے حوالے سے چند اقتباسات ملاحظہ کریں:

''ابنِ حبیب نے کہا ہے کہ زیارتِ قبور کرنے، ان کے پاس بیٹھنے اور قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے ان پر سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔ امام مالک سے زیارتِ قبور کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: بے شک اس عمل سے پہلے منع کیا گیا تھا پھر اس کی اجازت ہوگئی اگر کوئی انسان یہ عمل کرے اور خیر کے سوا کچھ نہ کہے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔'' (عینی، عمدۃ القاری، 70:8)

وفي التوضيح أيضاً: والأمة مجمعة علي زيارة قبر نبيّنا صلي الله عليه وآله وسلم، وأبي بكر، وعمر رضي الله عنهما. وكان ابن عمر إذا قدم من سفر أتي قبره المكرم، فقال: السّلام عليك يا رسول الله! السّلام عليك يا أبا بكر! السّلام عليك يا أبتاه.

''توضیح میں یہ بھی ہے کہ تمام امت کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبرِ انور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کرنے پر اتفاق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب وہ شہر سے واپس لوٹتے تو سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور پر حاضر ہوتے اور کہتے یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو، اے ابوبکر! آپ پر سلام ہو، اے اباجان! (حضرت عمر) آپ پر سلام ہو۔'' (عینی، عمدۃ القاری، 70:8)

''زیارتِ قبور سے منع کرنے کا معنی یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کا بتوں کی عبادت اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے زمانہ سے قریب ہونے کی وجہ سے یہ ممانعت تھی، لیکن جب اسلام مستحکم ہوا اور لوگوں کے دلوں میں راسخ اور مضبوط ہوگیا اور قبروں کی عبادت اور ان کے لئے نماز کا خوف ختم ہوگیا تو پھر زیارتِ قبور کی ممانعت منسوخ ہوگئی کیونکہ دراصل زیارتِ قبور آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔'' (عینی، عمدۃ القاری، 70:8)

''حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ائمہ و اسلاف اس عمل کو پسند کرتے تھے کہ میت کی قبر سے سات دنوں تک جدا نہ ہوا جائے (یعنی کم از کم سات دنوں تک وہاں فاتحہ و قرآن خوانی کا معمول جاری رکھا جائے) کیونکہ سات دنوں تک میت کی قبر میں آزمائش ہوتی ہے اور ان کا حساب ہوتا ہے۔'' (عینی، عمدۃ القاری، 70:8)

متاخرین میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزی میں نہ صرف یہ کہ زیارت قبور کو جائز قرار دیا ہے بلکہ زیارتِ قبور کے آداب اور اہلِ قبور سے استمداد کا طریقہ کار بھی بتایا ہے۔اس حوالے سے ان کی عبارت ملاحظہ کریں:

جو شخص بھی کسی عام مومن کی قبر پر چلا جائے تو قبلہ کی طرف پشت کر کے چہرہ میت کے سینے کی طرف کرے۔ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے اور جب قبرستان میں داخل ہو تو یہ الفاظ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ. (اے امؤمنین ومسلمین سے تعلق رکھنے والے لوگو! تم پر سلامتی ہو۔اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری بخشش ومغفرت فرمائے۔ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔) اگر وہ قبر اولیاء وصلحاء میں سے کسی بزرگ کی ہو تو اپنا چہرہ اس بزرگ کے سینہ کی طرف کرے اور بیٹھ جائے اور 21 مرتبہ چار ضربوں کے ساتھ ان اسماء مبارکہ کا ورد کرے سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَآئِكَةِ وَالرُّوْحِ اور سورہ القدر تین بار پڑھے۔اس بزرگ ہستی کے سامنے اپنے قلب کو وساوس وخطرات سے پاک کرے تو اس زیارت کرنے والے کے دل میں اس بزرگ ہستی کی روحانی برکات پہنچ جائیں گی۔'' (شاہ عبدالعزیز، فتاوی عزیزی، 1:176)

اس سے متصل ایک اور سوال ان سے دریافت کیا گیا کہ صاحبِ مزار کا کامل ہونے کا پتہ کس طرح چلے گا اور اگر صاحبِ مزار کامل ہو تو اس سے استمداد کا طریقہ بتائیں، تو انہوں نے وہ بھی بتایا۔ذیل میں سوال جواب ملاحظہ کریں۔

بعض صاحبانِ مزار کا کامل ہونا مشہور ہوتا ہے اور ان کا با کمال ہونا تسلسل کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ایسے با کمال صاحب مزار ہستیوں سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ قبر کے سرہانے انگلی رکھ کر سورہ بقرہ کی تلاوت آغاز سے مفلحون تک کرے۔پھر قبر یا پائنتی کی طرف آئے اور سورۂ بقرہ میں سے آمن الرسول سے لے کر آخر تک مکمل پڑھے، اور اپنی زبان سے یوں کہے: اے حضرت میں اپنی فلاں حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہوں آپ بھی بارگاہِ الٰہی میں اپنی دعا اور شفاعت سے میری امداد فرمائیں۔'' پھر اپنا رخ بطرف قبلہ کرے اور اپنا مطلوب خود بارگاہِ الٰہی سے طلب کرے۔اور وہ صاحبِ مزار جن کے بارے میں کامل ہونا معلوم نہ ہو اور عوام میں ان کا کامل ہونا بھی معروف اور تواتر کے ساتھ نہ ہو تو ایسے لوگوں کا مقام ومرتبہ اس طریقہ کے ساتھ معلوم کیا جاسکتا ہے۔سورہ فاتحہ اور درود شریف پڑھ کر ''سبوح'' کا ذکر کرے اپنا دل اس صاحب مزار شخص کے سینہ کے سامنے کرے اگر راحت وسکون پائے تو جان لے کہ یہ صاحبِ مزار کامل شخصیت کا مالک ہے۔لیکن (پھر بھی) استمداد معروف صاحب کمال بزرگوں سے ہی کیا جائے۔'' (شاہ عبدالعزیز، فتاوی عزیز، 1:177)

(2) زیارتِ قبور پر شوافع کا موقف

علامہ محمد شربینی خطیب شافعی لکھتے ہیں: ''جس قبرستان میں مسلمان مدفون ہوں اس کی زیارت کرنا مردوں کے لئے بالاجماع مستحب ہے۔پہلے زیارتِ قبور کی ممانعت تھی بعد ازاں یہ ممانعت اس حدیث مبارکہ سے منسوخ ہوگئی جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب اس کی زیارت کیا کرو'' اور عورتوں کے لیے زیارت مکروہ ہے

کیونکہ وہاں ان سے رونا دھونا اور آوازوں کو بلند کرنا متوقع ہوتا ہے البتہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا ان کے لئے مندوب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت سب سے بڑی قربت ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اس حکمِ زیارت میں دیگر انبیاء علیہم السلام اور صالحین اور شہداء عظام کی زیارات کو بھی شامل کرلیا جائے۔'' (شربینی، الاقناع، 208:1)

امام نووی شافعی لکھتے ہیں: ''مردوں کے لئے قبروں کی زیارت مستحب عمل ہے اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ اس میں دو مؤقف ہیں، ایک مؤقف جس میں جمہور علماء ہیں کہ عورتوں کے لئے مکروہ ہے اور دوسرا مؤقف جو رویانی کے نزدیک صحیح ترین ہے وہ یہ کہ جب فتنہ سے تحفظ ہو تو مکروہ نہیں۔'' (نووی، روضۃ الطالبین، 139:2)

(3) مالکیہ کا مؤقف

مالکیہ بھی مطلق زیارت کو مندوب و مستحسن گردانتے ہیں۔

علامہ دردیر شرح الکبیر میں لکھتے ہیں: ''زیارتِ قبور جائز بلکہ مندوب ہے اس چیز کا تعین کیے بغیر کہ کب اور کس وقت زیارت کے لیے جایا جائے اور قبروں کے پاس کتنی دیر ٹھہرا جائے۔'' (دردیر، الشرح الکبیر، 422:1)

(4) حنابلہ کا مؤقف

فقہ حنبلی کے مشہور امام ابنِ قدامہ مقدسی نے زیارتِ قبر پر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ الکافی میں وہ لکھتے ہیں: ''مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا پس اب تم زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہے۔'' (ابن قدامۃ، الکافی فی فقہ احمد بن حنبل، 274:1)

کتاب المغنی میں وہ لکھتے ہیں: ''ہم نہیں جانتے کہ اہلِ علم کا مردوں کی زیارت قبور میں کوئی اختلاف ہو۔ علی بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے زیارتِ قبور کا مسئلہ پوچھا کہ آپ کے نزدیک زیارت کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا؟ انہوں نے فرمایا: قبروں کی زیارت کرنا بہتر ہے اور یہ بات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں موت کی یاد دلاتی ہے۔'' اسے امام مسلم نے روایت کیا اور امام ترمذی نے فانھا تذکر الآخرۃ کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔'' (ابن قدامۃ، المغنی، 223:2)

عورتوں کے مسئلہ زیارتِ قبور کو انہوں نے یوں بیان کیا ہے: ''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کے حوالے سے دو مختلف روایتیں مروی ہیں ان میں سے ایک کراہت کے بارے میں ہے کہ حضرت ام عطیہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبروں کی زیارت سے منع فرمایا لیکن ہم پر سختی نہیں کی جاتی تھی۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔'' (ابن قدامۃ، المغنی، 226:2)

''دوسری روایت یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو یہ ممانعت ختم ہونے اور منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے پس اس عموم میں مرد و زن دونوں شامل ہو گئے۔'' (ابن قدامۃ، المغنی، 2)

عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا حکم

جس طرح مردوں کو تذکیرِ آخرت کے لئے زیارتِ قبور کا حکم ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی بعض شرائط کے ساتھ زیارتِ قبور جائز ہے۔ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا جواز احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کے احوال سے بھی ثابت ہے۔ تاہم بعض ائمہ دین نے عورتوں کو مزارات پر جانے سے منع فرمایا ہے ہم ان دونوں پہلوؤں پر باری باری تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

(1) عورتوں کی زیارتِ قبور کے جواز پر احادیث اور آثار

1. حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس زار و قطار رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔ اس عورت نے (شدتِ غم اور عدمِ تعارف کی وجہ سے) کہا: آپ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ آپ کو مجھ جیسی مصیبت نہیں پہنچی ہے۔ وہ خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی نہ تھی۔ کسی نے اسے بتایا کہ یہ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ عورت (اپنی اس بات کی معذرت کرنے کے لئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس پر حاضر ہوئی۔ اس نے خدمت میں حاضری کی اجازت لینے کے لئے دربان نہیں پایا (تو باہر سے کھڑے ہو کر) عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ اس کی اس معذرت طلبی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدمے کے موقع پر صبر ہی بہتر ہے۔''

(بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، 1:431، رقم:1223، 2. بیہقی، السنن الکبری، 10:101، رقم:20043، 3. أحمد بن حنبل، المسند، 3:143، رقم:12480)

اس حدیثِ مبارکہ سے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو قبر پر آنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ رونے سے منع فرمایا۔ اگر عورتوں کو مطلقاً زیارتِ قبور کی ممانعت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو قبور پر آنے سے منع فرما دیتے۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی (متوفی 852ھ) نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھا ہے:

واختلف في النّساء، فقيل: دخلن في عموم الاذن، وهو قول الأكثر، و محله ما إذا أمنت الفتنة. ويؤيّد الجواز حديث الباب، وموضع الدلالة منه أنه صلي الله عليه وآله وسلم لم ينكر علي المرأة قعودها عند القبر وتقريره حجة.

''عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عورتیں بھی عمومِ اجازت میں شامل تھا۔ یہ جمہور ائمہ کا قول ہے اور اس کا اطلاق تب ہے جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ اس کی تائید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ باب کے عنوان (باب زیارۃ القبور) سے ہو رہی ہے۔ اور استدلال اس طرح ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو قبر کے پاس بیٹھنے سے منع نہ فرمایا اور یہ شرعی اُصول ہے کہ کسی عمل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی بھی جواز کی دلیل

ہے۔" (عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، 148:3)

2۔ حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں:

أن عائشة أقبلت ذات يوم من المقابر. فقلت لها: يا أم المؤمنين من أين أقبلت؟ قالت. من قبر أخي عبد الرحمن بن أبي بكر. فقلت لها: أليس كان رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم نهي عن زيارة القبور؟ قالت: نعم. كان نهي ثم أمر بزيارتها.

"ایک دن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے واپس تشریف لا رہی تھیں میں نے اُن سے عرض کیا: ام المؤمنین! آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا: اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر سے، میں نے عرض کیا: کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور سے منع نہیں فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! پہلے منع فرمایا تھا لیکن بعد میں رخصت دے دی تھی۔"

(حاکم، المستدرک، 532:1، رقم: 1392، 2۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، 78:4، رقم: 4999، 3۔ عبدالرزاق، المصنف، 570:3، رقم: 6711)

3۔ امام جعفر الصادق اپنے والد گرامی امام محمد الباقر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

كانت فاطمة بنت رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم تزور قبر حمزة كل جمعة.

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتی تھیں۔" (عبدالرزاق، المصنف، 572:3، رقم: 6713)

(2) عورتوں کی زیارتِ قبور کے جواز و عدم جواز پر ائمہ کی آراء

بعض ائمہ کرام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان مبارک سے عورتوں کی زیارتِ قبور پر مطلقاً عدمِ جواز ثابت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلي الله عليه وآله وسلم لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ. قَالَ وَفِي الباب: عن ابن عباس، وحسان بن ثابت. قال أبو عيسي: هذا حديثٌ حسنٌ صحيح. وقد رأي بعض أهل العلم. أن هذا كان قبل أن يرخص النبيّ صلي الله عليه وآله وسلم في زيارة القبور. فلما رخص دخل في رخصته الرّجال والنّساء. وقال بعضهم: إنما كره زيارة القبور للنّساء. لقلة صبرهن، وكثرة جزعهن.

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کثرت سے) قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔ اس باب میں حضرت ابنِ عباس اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما سے بھی روایات مذکور ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ حکم اس وقت تھا جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ قبور کی اجازت نہیں دی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرما دی تو یہ اجازت مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں عورتوں کی زیارتِ قبور کی

ممانعت اس وجہ سے ہے کہ ان میں صبر کم اور رونا دھونا زیادہ ہوتا ہے۔''

(ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی کراھیۃ زیارۃ القبور النساء، 3:371، رقم:1056)

شارحِ بخاری حافظ ابنِ حجر عسقلانی (م 852ھ) نے شرح صحیح بخاری میں حدیثِ ترمذی کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ:

قال القرطبي هذا اللّعن إنما هو للمكثرات من الزيارة لما تقتضيه الصفة من المبالغة. ولعل السبب ما يفضي إليه ذلک من تضييع حق الزوج، والتبرج، وما ينشأ منهن من الصّياح ونحو ذلک. فقد يقال: إذا أمن جميع ذلک فلا مانع من الاذن، لأن تذكر الموت يحتاج إليه الرّجال والنّساء.

''قرطبی نے کہا یہ لعنت کثرت سے زیارت کرنے والیوں کے لئے ہے جیسا کہ صفت مبالغہ کا تقاضا ہے (یعنی زَوَّارات مبالغہ کا صیغہ ہے جس میں کثرت سے زیارت کرنے کا معنی پایا جاتا ہے) اور شاید اس کی وجہ سے یہ ہو کہ (بار بار) اس طرح کرنے سے شوہر کے حق کا ضیاع، زینت کا اظہار اور بوقتِ زیارت چیخ و پکار اور اس طرح دیگر ناپسندیدہ اُمور کا ارتکاب ہوجاتا ہے۔ پس اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ جب اس تمام ناپسندیدہ اُمور سے اجتناب ہوجائے تو پھر رخصت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مرد اور عورتیں دونوں موت کی یاد کی محتاج ہیں۔'' (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 3:149)

اسی بات کو شارحِ ترمذی علامہ عبدالرحمان مبارکپوری (م 1353ھ) نے تحفۃ الاحوذی (4:136) میں نقل کیا ہے۔

تمام شارحینِ حدیث اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ حصولِ عبرت اور تذکیرِ آخرت کے لئے زیارتِ قبور میں عموم ہے یعنی جس طرح ممانعت عام تھی اسی طرح جب رخصت ملی تو وہ بھی عام ہے۔ البتہ عورتیں چونکہ بے صبر ہوتی ہیں اگر اپنے کسی قریبی عزیز کی قبر پر جا کر اس طرح نوحہ کریں جس سے شریعت نے منع کیا ہے یا قبرستان میں ان کا جانا باعثِ فتنہ اور بے پردگی و بے حیائی کا باعث ہو، محرم ساتھ نہ ہو یا ایسا اجتماع ہو جہاں اختلاطِ مرد وزن ہو تو اس صورت میں عورتوں کا زیارتِ قبور کے لئے جانا بلاشبہ ممنوع ہے۔ اور اگر محرم کے ساتھ باپردہ قبرستان جائے اور وہاں جا کر دعا کرے، تذکیرِ آخرت سامنے ہو تو پھر رخصت ہے۔ جمہور احناف کے نزدیک رخصتِ زیارت مرد وزن دونوں کے لئے ہے۔

1. علامہ ابنِ نجیم حنفی (926۔970ھ) لکھتے ہیں:

وقيل تحرم علي النساء، والأصح أن الرخصة ثابتة لهما.

''یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیارتِ قبر عورتوں کے لئے حرام ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ زیارتِ قبور کی اجازت مرد وزن دونوں کے لئے یکساں ہے۔'' (ابن نجیم، البحر الرائق، 2:210)

2۔ علامہ ابنِ عابدین شامی حنفی نے لکھا ہے:

أمّا علي الاصحّ من مذهبنا وهو قول الكرخي وغيره، من أن الرخصة في زيارة القبور ثابتة للرّجال والنّساء جميعًا، فلا إشكال.

''احناف کے نزدیک صحیح قول امام کرخی وغیرہ کا ہے وہ یہ کہ زیارتِ قبور کی اجازت مرد و زن دونوں کے لئے ثابت ہے جس میں کوئی اشکال نہیں۔'' (ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، 626:2)

3۔ علامہ شرنبلالی (م 1069ھ) لکھتے ہیں: نُدِبَ زِيَارَتُهَا لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ عَلَى الْأَصَحِّ.

''صحیح روایت کے مطابق زیارتِ قبور مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں طور پر مندوب ہے۔''

(شرنبلالی، نور الایضاح فصل فی زیارۃ القبور)

4۔ علامہ طحطاوی (م 1231ھ) مراقی الفلاح کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفي السراج : وأمّا النّساء إذا أردن زيارة القبور إن كان ذلک لتجديد الحزن، والبكاء، والندب كما جرت به عادتهن فلا تجوز لهن الزيارة، وعليه يحمل الحديث الصحيح ''لعن الله زائرات القبور''. وإن كان للاعتبار، والتّرحم، والتّبرّک بزيارة قبور الصّالحين من غير ما يخالف الشّرع فلا بأس به، إذا كنّ عجائز. وكره ذلک للشّابات، كحضورهن في المساجد للجماعات. وحاصله أن محل الرخص لهن إذا كانت الزيارة علي وجه ليس فيه فتنة. والأصحّ أن الرّخصة ثابتة للرّجال والنّساء لأن السّيدة فاطمة رضي الله عنها كانت تزور قبر حمزة كل جمعة وكانت عائشة رضي الله عنها تزور قبر أخيها عبد الرحمن بمكة. كذا ذكره البدر العيني في شرح البخاري.

''سراج میں لکھا ہے: عورتیں جب زیارتِ قبور کا ارادہ کریں تو اس سے ان کا مقصد اگر آہ و بکا کرنا ہو جیسا کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے تو اس صورت میں ان کے لئے زیارت کے لئے جانا جائز نہیں اور ایسی صورت پر اس صحیح حدیث مبارکہ کہ اللہ تعالیٰ زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرماتا ہے، کا اطلاق ہوگا اور اگر زیارت سے اُن کا مقصد عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور قبورِ صالحین سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طلب اور حصولِ برکت ہو جس سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو تو اس صورت میں زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ خواتین بوڑھی ہوں، نوجوان عورتوں کا (بے پردہ) زیارت کے لئے جانا مکروہ ہے جیسا کہ ان کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز کے لئے آنا مکروہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کی رخصت تب ہے جب اس طریقے سے زیارتِ قبور کو جائیں کہ جس میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور صحیح بات یہ ہے کہ زیارتِ قبور کی رخصت مرد و زن دونوں کے لئے ثابت ہے کیونکہ (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی) سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی مکہ میں زیارت کرتی تھیں۔ یہی بات علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح بخاری (عمدۃ القاری) میں لکھی ہے۔''

(طحطاوی، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: 340-341)

(3) عورتوں کی زیارتِ قبور میں احتیاط کے پہلو

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ عورتوں کا زیارتِ قبور کے لیے جانا اگر آخرت کی یاددہانی، حصولِ عبرت، نصیحت اور زہد کے لیے ہو تو جائز ہے لیکن اگر ان کا جانا فتنہ اور بے حیائی کا باعث ہو اور شرعی حدود و قیود کا ارتفاع ہو تو پھر ممنوع ہے۔ ان وجوہات ہی کے باعث ہمارے بہت سے اکابر جن میں امام الھند اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں، نے عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کو جانا حرام قرار دیا ہے۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور شارحینِ حدیث و ائمہ فقہ کی آراء کی روشنی میں جمہور کا موقف یہی ہے کہ عورتوں کا زیارتِ قبور کے لئے جانا بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے مثلاً:

اس زیارت کا مقصد تذکیرِ موت و آخرت ہو۔

اس زیارت کا مقصد اپنے عزیز رشتہ دار اور عام مومنین مردوں کو دعا و فاتحہ سے فائدہ پہنچانا ہو۔

مقابر اور درباروں پر عورتوں کے لیے باپردہ الگ سے زیارت کرنے کا اہتمام ہو۔ اختلاطِ مرد و زن نہ ہو۔

فتنہ اور بے حیائی سے تحفظ ہو۔

عورتیں وہاں جا کر جزع و فزع کر کے غم تازہ نہ کریں۔

کثرت سے زیارت کرنے والی نہ ہوں یعنی اسے روزانہ کا معمول نہ بنالیں۔ جبکہ درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری مرد و زن سب کے لیے باعثِ اجر ہے۔ اس پر جمہور ائمہ کا اتفاق ہے۔

اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کی قبور کی زیارت بھی مندوب ہے۔

2042 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَافِعٍ، اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا، وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا، وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم لوگ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' اور تم میری قبر کو عید گاہ (یعنی میلہ کی جگہ) نہ بنا دینا اور تم مجھ پر درود بھیجو کیونکہ

2042- صحیح لغیرہ، وھذا اسناد حسن. عبد اللہ بن نافع - وھو الصائغ المخزومی - صدوق حسن الحدیث. وقد صحح اسنادہ الحافظ فی "الفتح" 6/ 488 ابن ابی ذئب: ھو محمد بن عبد الرحمٰن العامری، وسعید المقبری: ھو ابن ابی سعید. واخرجہ احمد فی "مسندہ" (8804)، والطبرانی فی "الاوسط" (8030) من طریق عبد اللہ بن نافع، بھذا الاسناد. واخرج احمد فی "مسندہ" (7358) من طریق ابی صالح، عن ابی ھریرۃ، رفعہ: "اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا، لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مساجد." واسنادہ قوی. واخرجہ احمد ایضاً فی "مسندہ" (7821)، ومسلم (780)، والترمذی (3093)، والنسائی فی "الکبری" (7961) من حدیث ابی صالح، عن ابی ھریرۃ، رفعہ: "لا تجعلوا بیوتکم مقابر" واسنادہ صحیح. وفی الباب عن علی عند البزار (509)، وابی یعلی (469)، واسماعیل القاضی فی "فضل الصلاۃ علی النبی" (20)، وسندہ ضعیف.

تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو"۔

قبرستان کی وقف زمین سے متعلق بعض فقہی احکام کا بیان

علامہ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ قبروں کے لئے زمین وقف کی' تو وقف صحیح ہے اور اصح یہ ہے کہ وقف کرنے سے ہی واقف کی مِلک سے خارج ہوگئی اگرچہ نہ ابھی مردہ دفن کیا ہو اور نہ اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کو قبضہ دلایا ہو۔ زمین قبرستان کے لئے وقف کی اور اس میں بڑے بڑے درخت ہیں تو درخت وقف میں داخل نہیں واقف یا اس کے ورثاء کی مِلک ہے۔ یونہی اس زمین میں عمارت ہے تو یہ بھی وقف میں داخل نہیں۔ گاؤں والوں نے قبرستان کے لئے زمین وقف کی اور مردے بھی اس میں دفن کئے پھر اسی گاؤں کے کسی شخص نے اس زمین میں اس لئے مکان بنایا کہ تختے وغیرہ قبرستان کی ضروریات اس میں رکھے جائیں گے۔

اور وہاں حفاظت کے لئے کسی کو مقرر کر دیا اگر یہ سب کام تنہا اسی نے دوسروں کے بغیر مرضی کئے یا بعض دوسرے بھی راضی تھے تو اگر قبرستان میں وسعت ہے تو کوئی حرج نہیں یعنی جب کہ یہ مکان قبروں پر نہ بنایا ہو اور مکان بننے کے بعد اگر اس زمین کی مردہ دفن کرنے کے لئے ضرورت پڑگئی تو عمارت اٹھوادی جائے۔ وقفی قبرستان میں جس طرح غریب لوگ اپنے مردے دفن کر سکتے ہیں' مالدار بھی دفن کر سکتے ہیں اس میں فقراء کی تخصیص نہیں۔ کفار کا قبرستان ہے اسے مسلمان اپنا قبرستان بنانا چاہتے ہیں اگر ان کے نشانات مٹ چکے ہیں ہڈیاں بھی گل گئی ہیں تو حرج نہیں اور اگر ہڈیاں باقی ہیں تو کھود کر پھینک دیں اور اب اسے قبرستان بنا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا ناجائز ہے اور اب بھی وہ قبرستان ہی ہے۔ قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں۔ (فتاوی عالمگیری، کتاب الوقف، بیروت)

اور جب قبرستان میں کسی نے اپنے لئے قبر کھودوا رکھی ہے اگر قبرستان میں جگہ موجود ہے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا نہ چاہئے اور اگر جگہ موجود نہ ہو تو دوسرے لوگ اپنا مردہ دفن کر سکتے ہیں۔ بعض لوگ مسجد میں جگہ گھیرنے کے لئے پہلے سے رومال رکھ دیتے ہیں یا مصلّٰی بچھا دیتے ہیں اگر مسجد میں جگہ ہو تو دوسرے کو رومال یا جانماز ہٹا کر بیٹھنا نہ چاہئے اور جگہ نہ ہو تو بیٹھ سکتا ہے۔

(فتاوی قاضی خاں)

اور جب زمین مملوک میں بغیر اجازت مالک کسی نے مردہ دفن کر دیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ مردہ نکلوادے یا زمین برابر کر کے کھیتی کرے۔ قبرستان میں کسی نے درخت لگائے تو یہی شخص ان درختوں کا مالک ہے اور درخت خودرو ہیں یا معلوم نہیں کس نے لگائے تو قبرستان کے قرار پائیں گے یعنی قاضی کے حکم سے بیچ کر اسی قبرستان کی درستی میں صرف کیا جائے۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الوقف، بیروت)

2043 حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيٰى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ الْمَدَنِيُّ، اَخْبَرَنِيْ دَاوٗدُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ رَبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ الْهُدَيْرِ، قَالَ: مَا سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا قَطُّ غَيْرَ حَدِيْثٍ وَاحِدٍ، قَالَ: قُلْتُ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ، حَتّٰى اِذَا اَشْرَفْنَا عَلٰى حَرَّةِ

وَاقِمٍ فَلَمَّا تَدَلَّيْنَا مِنْهَا، وَإِذَا قُبُوْرٌ بِمَحْنِيَةٍ قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَقُبُوْرُ اِخْوَانِنَا هٰذِهٖ؟ قَالَ: قُبُوْرُ اَصْحَابِنَا فَلَمَّا جِئْنَا قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ، قَالَ: هٰذِهٖ قُبُوْرُ اِخْوَانِنَا

ربیعہ بن ہدیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کبھی کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا صرف ایک حدیث سنی ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: وہ کون سی ہے؟ تو انہوں نے بتایا: (حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے) ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے ہم شہداء کی قبروں کی طرف جانا چاہتے تھے' یہاں تک کہ جب ہم حرہ کی پتھریلی سرزمین پر چڑھے پھر وہاں سے نیچے اترے وہاں ایک طرف قبریں تھیں۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہمارے اصحاب کی قبریں ہیں جب ہم شہداء کی قبروں کے پاس آئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں۔

2044 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلّٰى بِهَا. فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں موجود کھلے میدان میں اپنی سواری کو بٹھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز ادا کی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

2045 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: لَا يَنْبَغِي لِاَحَدٍ اَنْ يُجَاوِزَ الْمُعَرَّسِ اِذَا قَفَلَ رَاجِعًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى يُصَلِّيَ فِيْهَا مَا بَدَا لَهٗ. لِاَنَّهٗ بَلَغَنِي اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَّسَ بِهٖ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَاقَ الْمَدَنِيَّ، قَالَ: الْمُعَرَّسُ: عَلٰى سِتَّةِ اَمْيَالٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: کسی بھی شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ کی طرف واپس آنے لگے تو معرس سے آگے گزر جائے۔ اسے پہلے وہاں نماز ادا کرنی چاہئے۔ جتنی نمازیں اسے مناسب لگیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں رات کے آخری حصے میں پڑاؤ کیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے محمد بن اسحاق مدنی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے معرس نامی جگہ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلے سے ہے۔

2044- اسنادہ صحیح. القعنبیؒ: ھو عبد اللہ بن مسلمۃ، و نافع: ھو مولی ابن عمر. وھو عند مالک فی "الموطا" 4051/1، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (1532)، ومسلم باثر (1345)، والنسائی فی "الکبری" (3627) و (4231).

2045- اسنادہ صحیح. القعنبیؒ: ھو عبد اللہ بن مسلمۃ، و نافع: ھو مولی ابن عمر. وھو عند مالک فی "الموطا" 4051/1، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (1532)، ومسلم باثر (1345)، والنسائی فی "الکبری" (3627) و (4231). واخرجہ البخاری (484) مطولاً و (1533) و (1799) و (1767)، ومسلم باثر (1345) من طریق نافع، بہ. ولم یرد فی بعض المواضع ذکر الصلاۃ. وھو فی "مسند احمد" (4819).

کِتَابُ النِّکَاحِ

کتاب: نکاح کے بارے میں روایات

نکاح کے معنی ومفہوم کا بیان

لفظ نکاح باب نکح ینکح (منع، ضرب) سے مصدر ہے اس کے معنی "جماع کرنا اور شادی کرنا" مستعمل ہے۔ اِستَنکَحَ (استفعال) "شادی کرنا"۔ انکَحَ (افعال) "شادی کرانا"۔ تَنَاکَحَ (تفاعل) "ایک دوسرے سے شادی کرنا"۔ عربی اور اردو زبان میں نکاح کا لفظ رائج ہے جبکہ اردو میں نکاح کے مترادف الفاظ شادی، بیاہ بھی رائج ہیں۔

(تاریخ ہندوستان، ابوریحان البیرونی، صفحہ نمبر ۲۰۳)

نکاح کے لغوی معنی: جماع کے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَنْکِحُوا مَا نَکَحَ آبَاؤُکُمْ یہاں نکاح سے مراد جماع ہے۔ (روح المعانی، النساء: ۲۳، ۳/۴۸۸)

نکاح کے اصطلاحی معنی: علمائے فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس خاص معاہدہ کو کہتے ہیں جو عورت و مرد کے درمیان ہوتا ہے، جس سے دونوں میں زوجیت کا تعلق قائم ہوتا ہے۔ (التعریفات: ۱/۸۱)

نکاح کے لغوی معنی

نکاح کے لغوی معنی کے بارے میں علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں: "لغت کے رو سے اس کے معنی "وطی" (یعنی مباشرت یا جماع) اور باہم ملنے کے ہیں۔ چنانچہ درخت کی شاخیں جب ایک دوسرے سے مل جائیں اور وہ باہم پیوست ہو جائیں تو کہا جاتا ہے "تناکحت الاشجار" (یعنی درختوں کا ہجوم ہو گیا یا درخت گڈمڈ ہو گئے) اور اس کا اطلاق مجاز (مرسل) کے عقد (نکاح) پر ہوتا ہے کیونکہ یہ سبب ہے مباشرت کا۔"

القاموس الفقهي لغةً و اصطلاحاً میں لغوی معنی اس طرح درج ہیں:

"لغت کی رو سے نکاح سے مراد اشیاء کو جمع کرنا ہے۔ ایک شے کے دوسری میں پیوست ہونے یا جذب ہو جانے پر نکاح کا لفظ بولا جاتا ہے۔" (القاموس المحیط صفحہ نمبر ۲۲۳ بیروت، لبنان: الموسسۃ العربیہ)

تعریف نکاح میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمٰن جزیری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ فقہاء احناف میں بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ایک شخص کو کسی کی ذات سے حصول

نفع کا مالک بنا دینا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے وہ خاص شخص صرف مخصوص عضو سے نفع حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔
بعض فقہاء احناف نے یہ لکھا ہے کہ کسی شخص کو ملکہ متعہ کا مالک بنا دینا نکاح ہے۔ جبکہ بعض نے کہا ہے کہ نکاح صرف عضو خاص نہیں بلکہ جسم کے تمام اعضاء سے نفع حاصل کرنے کے لئے ہے۔
فقہاء شوافع میں بعض نے نکاح کی تعریف یوں کی ہے کہ نکاح ایک معاملہ ہے جس میں نکاح یا تزویج یا اس کے ہم معنی لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس سے مباشرت کی ملکیت حاصل ہو اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص لذت معلومہ سے نفع حاصل کرے۔
فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ نکاح ایک محض جنسی لذت کے لئے ایک معاملہ ہے جو حصول لذت سے پہلے گواہوں کی موجودگی میں کیا جاتا ہے۔ اور اس کام کی قیمت واجب الادا نہیں ہوتی۔
فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ نکاح منفعت استمتاع کے لئے ایک معاملہ ہے جس میں انکاح یا تزویج کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور استمتاع سے مراد فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ مرد کا خود نفع حاصل کرنا ہے۔ (مذاہب اربعہ، ج ۴، ص ۴، اوقاف پنجاب)

نکاح کے شرعی معنی:

نکاح کے شرعی معنی کے بارے میں عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:
"دوسرے معنی اصولی ہیں جسے شرعی معنی بھی کہتے ہیں۔ اس بارے میں علماء کے تین مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ نکاح کے معنی بالکل لغوی معنی کے طرح "مباشرت" کے اور مجازی عقدِ نکاح کے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ معنی لغوی سابقہ کے برعکس نکاح کے حقیقی معنی "عقد" کے ہیں اور مجازی معنی "وطی" کے ہیں۔ اس کا ثبوت قرآن اور حدیث میں لفظ زیادہ تر عقد کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ لفظ نکاح عقد اور وطی دونوں معنوں میں مشترک ہے۔ دراصل اقوال ثلاثہ میں سے یہ قول سب زیادہ قوی ہے۔" (کتاب الفقہ، عبدالرحمٰن الجزیری، مترجم منظور احسن عباسی، جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۱)

نکاح کے فقہی معنی

نکاح کے تیسرے معنی فقہی ہیں جس کی تعبیر فقہاء نے مختلف عبارتوں سے کی ہے لیکن مفہوم سب کا ایک ہے اور یہ ہے کہ عقدِ نکاح شارع نے اس لیے رکھا ہے کہ اس سے خاوند اپنی بیوی کے تمام جسم سے محظوظ ہو سکے۔
علامہ الجزیری نے کتاب الفقہ میں حنفی، مالکی، شافعی فقہاء سے نکاح کی جو تعریفیں منقول ہیں ان کو بیان کیا ہے۔ احناف کے نزدیک: نکاح ایک معاملہ ہے جو اس ارداہ سے کیا جائے کہ ایک شخص ملک متعہ کا مالک ہو جائے۔
شوافع کے نزدیک: نکاح ایک معاملہ ہے جس میں نکاح یا تزویج یا اس کے ہم معنی لفظ استعمال کیا جاتا ہے تاکہ اس سے باشرت کی ملکیت حاصل ہو اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص لذت معلومہ سے تمتع کا مالک ہو جائے۔
مالکیہ کے نزدیک: نکاح محض جنسی لذت (یا عورت سے مباشرت) کے لیے ایک معاملہ ہے جو حصول لذت سے پہلے اہوں کی موجودگی میں کیا جاتا ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن الجزیری، مترجم منظور احسن عباسی، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱، ۲)

نکاح کی تعریف

مولانا مجاہد الاسلام نکاح کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "نکاح مرد و عورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہوجاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہوجاتے ہیں۔" (القاموس لغۃ واصطلاحا صفحہ نمبر ۳۶۰)

فقہ کے دو حصے ہیں ایک عبادات دوسرا معاملات، عبادات: اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مکلف (انسان) کے ان افعال واعمال سے بحث کی جاتی ہے جو شریعت کی طرف سے عبد و معبود کے درمیان تعلق پیدا کرنے کے لیے دیے گئے ہوں جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

معاملات: اس حصہ کو کہتے ہیں جس میں مکلف (انسان) کے ان افعال واعمال سے بحث کی جاتی ہے جو شریعت کی طرف سے بندوں کے آپسی تعلق پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہوں جیسے خرید وفروخت وغیرہ۔

ان دونوں کے علاوہ بعض امور ایسے ہیں جن میں مذکورہ دونوں پہلو ہیں یعنی ان میں عبادات کی بھی شان موجود ہے اور معاملات کی بھی، جیسے نکاح اس حیثیت سے کہ سرور انبیاء ﷺ کی سنت ہے اور اس کی ترغیب قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہے اور اس کے ادا کرنے سے ثواب ملتا ہے جو عبد اور معبود کے تعلق کا نتیجہ ہے اس حیثیت سے یہ عبادات میں داخل ہے اور اس حیثیت سے کہ اس فعل کی وجہ سے دو بندوں یعنی میاں بیوی؛ بلکہ دو خاندانوں میں آپسی تعلق پیدا ہوجاتا ہے اس لحاظ سے وہ معاملات میں داخل ہے۔

لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبادات کے بعد اور معاملات سے پہلے ایسے دو پہلو والے افعال کا ذکر کیا جائے اور چونکہ ان تمام افعال میں نکاح کے مصالح اور فوائد دینی ودنیوی بہت زیادہ ہیں اس لیے اس کا ذکر سب سے پہلے کیا جارہا ہے۔

كِتَابُ النِّكَاحِ ذَكَرَهُ عَقِبَ الْعِبَادَاتِ الْأَرْبَعِ أَرْكَانِ الدِّينِ ؛ لِأَنَّهُ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهَا كَالْبَسِيطِ إِلَى الْمُرَكَّبِ ؛ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ مِنْ وَجْهٍ مُعَامَلَةٌ مِنْ وَجْهٍ (ردالمحتار کتاب النکاح: ۹/۷۹)

حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اس آخری دین تک کوئی شریعت نکاح سے خالی نہیں رہی یعنی مرد و عورت کا ایک خاص معاہدہ آپسی جوڑ کے لیے ہر شریعت میں ہوتا تھا اور بغیر اس خاص معاہدہ کے مرد و عورت کا آپسی تعلق کسی شریعت نے جائز نہیں رکھا، البتہ اس معاہدہ کی صورتیں شریعتوں میں مختلف رہیں اور اس کے شرائط وغیرہ میں تبدیلی ہوتی رہی۔ حوالہ

اعلم أن أصول فن تدبير المنازل مسلمة عند طوائف العرب والعجم لهم اختلاف في أشباحها وصورها. (حجۃ اللہ البالغۃ، باب تدبیر المنزل: ۱/ ۶۸۰)

نکاح کے فوائد

نکاح کے فوائد ومصالح دینی ودنیوی بہت زیادہ اور عظیم الشان ہیں جن کا کچھ اندازہ صرف اس امر پر غور کرنے سے ہوسکتا ہے کہ تمام آسمانی شریعتیں اس کی خوبی پر متفق ہیں، گویا یہ بھی اصول ملت میں ایک اصل ہے، علماء نے بہت سے مصالح بیان کیے

ہیں اور ہر عقل مند اپنی سمجھ کے مطابق جدید فوائد نکال سکتا ہے، یہاں کچھ فوائد بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کو ایک متعین وقت تک تمام حیوانات اور خاص کر بنی آدم کو باقی رکھنا مقصود ہے اور اس کے لیے توالد و تناسل کا جاری ہونا ضروری ہے اور توالد و تناسل کا سبب تمام حیوانات میں نر و مادہ کے اجتماع خاص کو قرار دیا گیا اور سب میں ایک قوت شہوانیہ رکھی گئی، اب شرافتِ انسانی کے لحاظ سے اس امر میں بھی دیگر حیوانات سے امتیاز ضروری تھا جیسا کہ کھانے، پینے وغیرہ میں امتیاز ہے اس لیے یہ حکم ہوا کہ آپسی رضامندی سے کچھ شرائط و اصول کے ساتھ یہ معاہدہ طے ہو۔

(۲) نکاح میں توالد و تناسل عمدہ طریقہ پر ہوتا ہے، برخلاف بدکاری کے، اس لیے کہ اس (نکاح) میں ایک طرح کی خاص محبت ہوتی ہے اور دونوں مل کر بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے امید کی جاتی ہے کہ بچوں کی اعلیٰ تربیت ہو جائے۔ حوالہ

سَبَبِ شَرْعِيَّتِهِ تَعَلُّقُ الْبَقَاءِ الْمُقَدَّرِ فِي الْعِلْمِ الْأَزَلِيِّ عَلَى الْوَجْهِ الْأَكْمَلِ. وَإِلَّا فَيُمْكِنُ بَقَاءُ النَّوْعِ بِالْوَطْءِ عَلَى غَيْرِ الْوَجْهِ الْمَشْرُوعِ لَكِنَّهُ مُسْتَلْزِمٌ لِلتَّظَالُمِ وَالسَّفْكِ وَضَيَاعِ الْأَنْسَابِ. بِخِلَافِهِ عَلَى الْوَجْهِ الْمَشْرُوعِ۔ (فتح القدیر، کتاب النکاح: ۶/ ۲۶۵، بحر الرائق، کتاب النکاح: ۷/ ۵۴)

(۳) سلسلۂ نسب باقی رہتا ہے اسی وجہ سے ایک مرد کسی کا باپ، کسی کا بیٹا، کسی کا دادا، کسی کا پوتا، کسی کا ماموں، کسی کا چچا یا کسی کا بھائی اور کسی کا بہنوئی ہوتا ہے اور اس تعلق کے ذریعہ ایک عورت کسی کی ماں، کسی کی دادی، کسی کی نانی، کسی کی پھوپھی، کسی کی چاچی، کسی کی بیٹی اور کسی کی بہن بنتی ہے۔

(۴) نکاح کے ذریعہ ایک اجنبی اپنا اور ایک بے گانہ یگانہ بن جاتا ہے ان ہی تعلقات کا نام خاندانی نظام ہے، ان ہی تعلقات سے آدمی مہر و محبت، الفت و مودت، لحاظ و پاس، ادب و تمیز، شرم و حیا، ہمدردی و غم گساری عفت و پاکیزگی سیکھتا ہے۔

نکاح کے ارکان

نکاح کے دو رکن ہیں (۱) ایجاب (۲) قبول، مجلس نکاح میں جس کی طرف سے پہلے نکاح کی پیش کش ہوگی وہ ایجاب ہے اور دوسرے کی جانب سے اس کو قبول کر لینا قبول کہلاتا ہے۔

مسئلہ: ایجاب و قبول عاقدین (لڑکا، لڑکی) خود بھی کر سکتے ہیں یا عاقدین کے ولی وغیرہ بھی کر سکتے ہیں۔

وَأَمَّا رُكْنُ النِّكَاحِ فَهُوَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ (بدائع الصنائع ۵/ ۳۱۴)

نکاح کے شرائط

(۱) ایک ہی مجلس میں ایجاب و قبول کا ہونا۔

(۲) ایجاب و قبول میں مطابقت ہونا مثلاً لڑکی یا اس کا ولی وغیرہ دس ہزار روپے مہر پر نکاح کا ایجاب کرے اور مرد یا اس کا وکیل وغیرہ پانچ ہزار پر نکاح قبول کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

(۳) ایجاب وقبول کرنے والے ایک دوسرے کی بات (ایجاب وقبول) کوسنیں۔

(۴) طرفین مجلس میں موجود ہوں اور بولنے پر قادر ہوں تو ایجاب وقبول کو زبان سے ادا کرے (فون وغیرہ کے ذریعہ نکاح کی بہترین صورت یہ ہے کہ جو نکاح کرنا چاہے وہ کسی کو وکیل بنادے اور وکیل مجلس عقد میں ایجاب کرے اور دوسرا فریق اس کو قبول کرے) اسی طرح خط کے ذریعہ کسی نے نکاح کا ایجاب کیا تو خط ملنے پر صرف قبول ہے کہنا کافی نہ ہوگا بلکہ وہ ایجاب بھی گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنایا جائے اس کے بعد قبول کیا جائے اور لڑکی اگر باکرہ ہو تو اس کی خاموشی اور مسکراہٹ یارونا رضامندی سمجھی جائے گی اگر ثیبہ (عقد والی) ہے تو زبان سے رضامندی کا اظہار کرنا ہوگا اور سنت یہ ہے کہ ولی نکاح سے پہلے ہی لڑکی سے اجازت لے لے۔

(۵) مجلس عقد میں ایجاب وقبول کے وقت دو گواہوں کا ہونا اور وہ گواہان عاقل، بالغ اور آزاد ہو، ایجاب وقبول کو سنیں اور سمجھیں، دونوں مرد ہوں تو بہتر ہے، ایک مرد دو عورتیں بھی کافی ہوں گی۔ (بدائع الصنائع ۵/۳۲۵)

نکاح کا حکم

نکاح پانچ طرح کا حکم رکھتا ہے۔ (۱) فرض، (۲) واجب، (۳) سنت، (۴) مکروہ، (۵) حرام۔

(۱) جب آدمی پر شہوت اتنی غالب ہوجائے کہ اسے گمان غالب ہو کہ وہ شادی نہیں کرے گا تو زنا میں مبتلا ہوجائے گا اور مہر ادا کرنے اور بیوی کے حقوق ادا کرنے پر قدرت ہو نیز اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی پوری امید ہو تو نکاح کرنا فرض ہے۔

(۲) جب آدمی پر شہوت اتنی غالب نہ ہو کہ بدکاری میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہو؛ بلکہ اس میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو، مہر اور نفقہ پر بھی قادر ہو اور ظلم کا خوف نہ ہو تو اس پر نکاح واجب ہے۔

(۳) جب آدمی پر شہوت غالب نہ ہو، عام حالت ہو اور بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرسکتا ہو تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

(۴) اگر اسے یہ خوف ہو کہ نکاح کے بعد اپنی بیوی کے حقوق ادا نہ کرسکے گا اور اس کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرسکے گا تو نکاح کرنا مکروہ ہے۔

(۵) اگر اسے ظن غالب یا یقین ہو کہ نکاح کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کریگا اور اس کے ساتھ ظلم وزیادتی ہوگی تو اس کے لیے نکاح کرنا حرام ہے۔ حوالہ

وَهُوَ فِي حَالَةِ التَّوَقَانِ وَاجِبٌ، لِأَنَّ التَّحَرُّزَ عَنِ الزِّنَا وَاجِبٌ وَهُوَ لَا يَتِمُّ إِلَّا بِالنِّكَاحِ. وَمَا لَا يَتِمُّ الْوَاجِبُ إِلَّا بِهِ فَهُوَ وَاجِبٌ. وَفِي حَالَةِ الِاعْتِدَالِ مُسْتَحَبٌّ. وَفِي حَالَةِ خَوْفِ الْجَوْرِ مَكْرُوهٌ۔

(العنایۃ، کتاب النکاح: ۴/ ۲۱۴)

أَمَّا فِي حَالِ التَّوَقَانِ قَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ وَاجِبٌ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ يَغْلِبُ عَلَى الظَّنِّ أَوْ يَخَافُ الْوُقُوعَ فِي الْحَرَامِ. وَفِي النِّهَايَةِ: إِنْ كَانَ لَهُ خَوْفُ الْوُقُوعِ فِي الزِّنَا بِحَيْثُ لَا يَتَمَكَّنُ مِنَ التَّحَرُّزِ إِلَّا بِهِ كَانَ فَرْضًا

(فتح القدیر کتاب النکاح: ۶/ ۲۶۵)

عورت میں یہ امور دیکھیں

(۱) باکرہ ہو، (۲) دیندار ہو، (۳) حسب (فضل وکمال، عزت ووقار) اور نسب (خاندان)، (۴) حسن و جمال، (۵) نیک مزاجی، خوش خلقی میں لڑکے سے زیادہ ہو، (۶) مال و دولت، زور وقوت، قد وقامت اور عمر میں لڑکے سے کم ہو ورنہ صحیح طور پر اطاعت نہ کریگی۔

نکاح کی شرعی حیثیت کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عنین (نامرد) ہو اور مہر ونفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح سُنّتِ مؤکدہ ہے کہ نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنا یا اتباعِ سُنّت وتعمیلِ حکم یا اولاد حاصل ہونا مقصود ہے تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضائے شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔

شہوت کا غلبہ ہے کہ نکاح نہ کرے تو معاذ اللہ اندیشہ زنا ہے اور مہر ونفقہ کی قدرت رکھتا ہو تو نکاح واجب۔ یونہی جبکہ اجنبی عورت کی طرف نگاہ اُٹھنے سے روک نہیں سکتا یا معاذ اللہ ہاتھ سے کام لینا پڑے گا۔ تو نکاح واجب ہے۔ یہ یقین ہو کہ نکاح نہ کرنے میں زنا واقع ہو جائے گا تو فرض ہے کہ نکاح کرے۔ اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کریگا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو مکروہ ہے اور ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام مگر نکاح بہر حال ہو جائے گا۔ نکاح اور اُس کے حقوق ادا کرنے میں اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا، نوافل میں مشغولی سے بہتر ہے۔ (درمختار، کتاب النکاح)

نکاح کی فقہی حیثیت کا بیان

1- حنفی مسلک کے مطابق نکاح کرنا اس صورت میں فرض ہوتا ہے جب کہ جنسی ہیجان اس درجہ غالب ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اور بیوی کے مہر پر اور اس کے نفقہ پر قدرت حاصل نہ ہو اور یہ خوف نہ ہو کہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بجائے اس کے ساتھ ظلم و زیادتی کا برتاؤ ہو گا۔

2- نکاح کرنا اس صورت میں واجب ہو جاتا ہے جب کہ جنسی ہیجان کا غلبہ ہو مگر اس درجہ کا غلبہ نہ ہو کہ زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو، نیز مہر ونفقہ کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو اور بیوی پر ظلم کرنے کا خوف نہ ہو۔ اگر کسی شخص پر جنسی ہیجان کا غلبہ تو ہو مگر وہ مہر اور بیوی کے اخراجات کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر وہ نکاح نہ کرے تو اس پر گناہ نہیں ہو گا جب کہ مہر اور نفقہ پر قادر شخص جنسی ہیجان کی صورت میں نکاح نہ کرنے سے گناہ گار ہوتا ہے۔

3- اعتدال کی حالت میں نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے اعتدال کی حالت سے مراد یہ ہے کہ جنسی ہیجان کا غلبہ تو نہ ہو لیکن بیوی کے ساتھ مباشرت ومجامعت کی قدرت رکھتا ہو اور مہر ونفقہ کی ادائیگی پر بھی قادر ہو۔ لہٰذا اس صورت میں نکاح نہ کرنیوالا گنہگار ہوتا ہے جب کہ زنا سے بچنے اور افزائش نسل کی نیت کے ساتھ نکاح کرنیوالا اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے۔

4- نکاح کرنا اس صورت میں مکروہ ہے جب کہ بیوی پر ظلم کرنے کا خوف ہو یعنی اگر کسی شخص کو اس بات کا خوف ہو کہ میرا مزاج چونکہ بہت برا اور سخت ہے اس لئے میں بیوی پر ظلم و زیادتی کروں گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا مکروہ ہے

5- نکاح کرنا اس صورت میں حرام ہے جبکہ بیوی پر ظلم کرنے کا یقین ہو یعنی اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ میں اپنے مزاج کی سختی وتندی کی وجہ سے بیوی کے ساتھ اچھا سلوک قطعاً نہیں کر سکتا بلکہ اس پر میری طرف سے ظلم ہونا بالکل یقینی چیز ہے تو ایسی صورت میں نکاح کرنا اس کے لئے حرام ہوگا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شریعت نے نکاح کے بارے میں مختلف حالات کی رعایت رکھی ہے بعض صورتوں میں تو نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے بعض میں واجب اور بعض میں سنت مؤکدہ ہوتا ہے جب کہ بعض صورتوں میں نکاح کرنا مکروہ بھی ہوتا ہے اور بعض میں تو حرام ہو جاتا ہے لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اسی صورت کے مطابق عمل کرے جو اس کی حالت کے مطابق ہو۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں : وہ شخص جو شادی کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور بغیر شادی کے رہنے سے اسے اپنے نفس اور دین میں ضرر ونقصان کا اندیشہ ہو اور اس نقصان سے شادی کے بغیر بچنا ممکن نہ ہو تو ایسے شخص پر شادی کے وجوب میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے۔

اور مرداوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الانصاف" میں کہا ہے کہ : جسے حرام کام میں پڑنے کا خدشہ ہو اس کے حق میں نکاح کرنا واجب ہے اس میں ایک ہی قول ہے کوئی دوسرا قول نہیں، اور یہاں پر عنت سے مراد زنا ہے اور صحیح بھی یہی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زنا سے ہلاکت میں پڑنے کو العنت کہتے ہیں۔

دوم : اس سے مراد ہے کہ اسے اپنے آپ کو محظور غلط کام میں پڑنے کا خدشہ ہو، جب اسے یہ علم ہو یا اس کا گمان ہو کہ وہ اس میں پڑ جائے گا۔ (الانصاف، کتاب النکاح، احکام النکاح)

نکاح کی ضرورت واہمیت

اسلام میں نکاح کی بڑی اہمیت ہے۔ اسلام نے نکاح کے تعلق سے جو فکرِ اعتدال اور نظریہ توازن پیش کیا ہے وہ نہایت جامع اور بے نظیر ہے۔ اسلام کی نظر میں نکاح محض انسانی خواہشات کی تکمیل اور فطری جذبات کی تسکین کا نام نہیں ہے۔ انسان کی جس طرح بہت ساری فطری ضروریات ہیں بس اسی طرح نکاح بھی انسان کی ایک اہم فطری ضرورت ہے۔ اس لیے اسلام میں انسان کو اپنی اس فطری ضرورت کو جائز اور مہذب طریقے کے ساتھ پورا کرنے کی اجازت ہے اور اسلام نے نکاح کو انسانی بقاء وتحفظ کے لیے ضروری بتایا ہے اسلام نے تو نکاح کو احساسِ بندگی اور شعورِ زندگی کے لیے عبادت سے تعبیر فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

-النکاح من سنّتی- نکاح کرنا میری سنت ہے۔ (ترمذی، بحوالہ اسلامی معاشرہ)

آنحضرت ﷺ نے نکاح کو آدھا ایمان بھی قرار دیا ہے

''اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ اِسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ''

جو کوئی نکاح کرتا ہے تو وہ آدھا ایمان مکمل کر لیتا ہے اور باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

نکاح انبیاء کرام کی بھی سنت ہے۔ ارشاد ربانی ہے

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّۃً﴾ الرعد ۳۸

(اے محمد ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے یقیناً رسول بھیجے اور انہیں بیویوں اور اولاد سے بھی نوازا

اس ارشاد ربانی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام بھی صاحب اہل وعیال رہے ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ اس طرح ہے حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رسولوں کی چار سنتیں ہیں: (۱) شرم وحیاء کا خیال (۲) مسواک کا اہتمام (۳) عطر کا استعمال (۴) نکاح کا التزام۔

نکاح کی اہمیت ان احادیث سے بھی واضح ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نکاح نگاہ کو نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے (یعنی نظر کو بھٹکنے سے اور جذبات کو بے لگام ہونے سے بچاتا ہے) اور جو نکاح کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اسے چاہئے کہ شہوت کا زور توڑنے کے لیے وقتاً فوقتاً روزے رکھے۔"

(بخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم)

اسی طرح ایک مرتبہ جب بعض صحابہ کرام نے عبادت وریاضت میں یکسوئی ودلچسپی کے پیش نظر آنحضرت ﷺ سے اپنی قوت شہوت کو ختم کردینے کی خواہش ظاہر کی تو آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور شادی نہ کرنے کو زندگی سے فرار اختیار کرنا قرار دیا۔ اس لیے کہ اسلام زندگی سے فرار کی راہ کو بالکل ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰہِ وَاَتْقَاکُمْ لَہٗ وَلٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّیْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ''

بخدا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس کی ناراضگی سے بچنے والا ہوں (لیکن میرا حال) یہ ہے کہ میں کبھی نفل روزے رکھتا ہوں اور کبھی بغیر روزوں کے رہتا ہوں راتوں میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں (یہ میرا طریقہ ہے) اور جو میرے طریقے سے منہ موڑے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

(بخاری، بحوالہ اسلامی معاشرہ)

انسان کسی قدر آرام طلب واقع ہوا ہے اور فطری طور پر راحت وسکون کا محتاج ہے اور اسی طرح فطری جذبات اور انسانی خواہشات کو پورا کرنے کا مزاج رکھتا ہے۔ راحت ومسرت، سکون واطمینان اس کی فطرت میں داخل ہیں۔ انسان کو اپنے مقصد تخلیق میں کامیاب ہونے عبادت میں یکسوئی ودلچسپی پیدا کرنے بندوں کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرنے اور اپنے متضاد جبلی اوصاف کو صحیح رخ پر لانے کے لیے نکاح انسان کے حق میں نہایت مؤثر ذریعہ اور کارآمد طریقہ ہے۔ اللہ نے نکاح میں انسان کے لیے بہت سے دینی ودنیاوی فائدے رکھے ہیں۔ مثلاً معاشرتی فائدے، خاندانی فائدے، اخلاقی فائدے س، ماجی

فائدے، نفسیاتی فائدے غرضیکہ فائدوں اور خوبیوں کا دوسرا نام نکاح ہے۔

انسان کو نکاح کے ذریعہ صرف جنسی سکون ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ قلبی سکون ذہنی اطمینان غرض کہ ہر طرح کا سکون میسر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا﴾ اعراف ۱۸۹

وہی اللہ ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنا دیا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔

اس آیت سے عورت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ عورت مرد کے حق میں ایک انمول تحفہ ہے اور مرد کے لئے باعث سکون و اطمینان ہے لہٰذا جو مرد عورت کی قدر کرتا ہے وہ کامیاب اور پرسکون زندگی گزارتا ہے۔ اگر انسان نکاح سے جو انسانی فطری ضرورت ہے منہ موڑنے کی کوشش کرتا ہے تو انسان کو خطرناک نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نکاح کے بغیر سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں چند استثنائی صورتوں اور چند مذہبی لوگوں کے افکار کے علاوہ دنیا میں ہمیشہ تمام انسان ہر زمانے میں شادی کو اہم ضرورت تسلیم کرتے آئے ہیں تاریخ کی روشنی میں شادی سے مستثنیٰ کبھی کوئی قوم مذہب اور ملت نہیں رہے ہیں۔ ہر مذہب وملت میں مقررہ مراسم اور رواجات کے بغیر تعلقات مرد وعورت برے اور اخلاق سے گرے ہوئے سمجھے گئے ہیں اگر چہ ہر مذہب وملت میں شادی کے طور طریقے رسم ورواج الگ الگ رہے ہیں بحر حال شادی کی اہمیت پر سب متفق ہیں۔

(اسلام میں نکاح کی اہمیت، از: سید کمال اللہ بختیار، لکچر رشعبۂ عربی دی نیو کالج چینائی)

دور جاہلیت اور دیگر مذاہب میں نکاح

اسلام سے قبل نکاح کی صورت حال

قبل از اسلام عرب میں نکاح کے مختلف طریقے رائج تھے۔ جن میں سے بعض کو تو نکاح کہنا ہی درست نہیں کیونکہ وہ سراسر زنا سے مشابہ تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی ایک روایت سے عرب کے دور جاہیت میں رائج نکاح کے طریقوں کا پتا چلتا ہے جو ان کی تہذیب کا حصہ تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح ہوتے تھے۔ ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں، ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیر پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کر لیتا۔ دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی تو کہتا تو فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے منہ کالا کرا لے اس مدت میں شوہر اس سے جدا رہتا اور اسے چھوتا بھی نہیں۔ پھر جب اس غیر مرد سے اس کا حمل ظاہر ہو جاتا جس سے وہ عارضی طور پر صحبت کرتی رہتی، تو حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اس کا شوہر اگر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا۔ ایسا اس لئے کرتے تھے تا کہ ان کا لڑکا شریف اور عمدہ پیدا ہو۔ یہ نکاح "استبضاع" کہلاتا تھا۔ تیسری قسم نکاح کی یہ تھی کہ چند آدمی جو تعداد میں دس سے کم ہوتے کسی ایک عورت کے پاس آنا جانا رکھتے اور اس سے صحبت کرتے۔ پھر جب

وہ عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو وضع حمل پر چند دن گزرنے کے بعد وہ عورت اپنے ان تمام مردوں کو بلاتی۔ اس موقع پر ان میں سے کوئی شخص ان کار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ سب اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ ان سے کہتی کہ جو تمہارا معاملہ تھا وہ تمہیں معلوم ہے اور اب میں نے یہ بچہ جنا ہے۔ پھر وہ کہتی کہ اے فلاں! یہ بچہ تمہارا ہے۔ وہ جس کا چاہتی نام لے دیتی اور وہ لڑکا اسی کا سمجھا جاتا، وہ شخص اس سے انکار کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ چوتھا نکاح اس طور پر تھا کہ بہت سے لوگ کسی عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو روکتی نہیں تھی۔ یہ کسبیاں ہوتی تھیں۔ اس طرح کی عورتیں اپنے دروازوں پر جھنڈے لگائے رہتی تھیں جو نشانی سمجھے جاتے تھے۔ جو بھی چاہتا ان کے پاس جاتا۔ اس طرح کی عورت جب حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو اس کے پاس آنے جانے والے جمع ہوتے اور کسی قیافہ جاننے والے کو بلاتے اور بچہ کا ناک نقشہ جس سے ملتا جلتا ہوتا اس عورت کے اس لڑکے کو اسی کے ساتھ منسوب کر دیتے اور وہ بچہ اسی کا بیٹا کہا جاتا، اس سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔ پھر جب حضرت محمد ﷺ حق کے ساتھ رسول ہو کر تشریف لائے آپ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا صرف اس نکاح کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔ (فتح الباری شرح البخاری بتصرف، کتاب نکاح، بیروت)

مندرجہ بالا اقسامِ نکاح کے علاوہ بھی کئی اور اقسام کے نکاح بھی تھے ان سب کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ عام نکاح:

یہ نکاح اصولی طور پر آج بھی رواج میں ہے کہ ایک آدمی کی طرف سے دوسرے آدمی کو اس کی بیٹی یا اس کی زیر دست ولایت لڑکی کے لیے نکاح کا پیغام دیا جاتا۔ پھر وہ مناسب مہر مقرر کر کے اس لڑکی کا نکاح اس آدمی سے کر دیتا۔

۲۔ زواج البعولة

یہ نکاح عرب میں بہت عام تھا۔ اس میں یہ تھا کہ مرد ایک یا بہت سی عورتوں کا مالک ہوتا۔ بعولت (خاوند ہونا) سے مراد مرد کا "عورتیں جمع کرنا" ہوتا تھا۔ اس میں عورت کی حیثیت عام مال ومتاع جیسی ہوتی۔

۳۔ زواج البدل

بدلے کی شادی، اس سے مراد دو بیویوں کا آپس میں تبادلہ تھا۔ یعنی دو مرد اپنی اپنی بیویوں کو ایک دوسرے سے بدل لیتے اور اس کا نہ عورت کو علم ہوتا، نہ اس کے قبول کرنے، مہر یا ایجاب کی ضرورت ہوتی۔ بس دوسرے کی بیوی پسند آنے پر ایک مختصر سی مجلس میں یہ سب کچھ طے پا جاتا۔

۴۔ نکاح متعہ

یہ نکاح بغیر خطبہ، تقریب اور گواہوں کے ہوتا۔ عورت اور مرد آپس میں کسی ایک مدت مقررہ تک ایک خاص مہر پر متفق ہو جاتے اور مدت مقررہ پوری ہوتے ہی نکاح خود بخود ختم ہو جاتا تھا طلاق کی ضرورت بھی نہیں پڑتی تھی اور اس نکاح کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد ماں کی طرف منسوب ہوتی اسے باپ کا نام نہیں دیا جاتا تھا۔

۵۔ نکاح الخدن

دوستی کی شادی، اس میں مرد کسی عورت کو اپنے گھر بغیر نکاح، خطبہ اور مہر کے رکھ لیتا اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا اور بعد ازاں یہ تعلق باہمی رضامندی سے ختم ہو جاتا کسی قسم کی طلاق کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر اولاد پیدا ہو جاتی تو وہ ماں کی طرف منسوب ہوتی۔ یہ طریقہ آج کل مغربی معاشرے میں بھی رائج ہے۔

۶۔ نکاح الضغینہ

جنگ کے بعد مال اور قیدی ہاتھ لگتے اور جاہلیت میں فاتح کے لیے مفتوح کی عورتیں، مال وغیرہ سب مباح تھا یہ عورتیں فاتح کی ملکیت ہو جاتیں اور وہ چاہتا تو انہیں بیچ دیتا چاہتا تو یونہی چھوڑ دیتا اور چاہتا تو ان سے مباشرت کرتا یا کسی دوسرے شخص کو تحفہ میں دے دیتا۔ یوں ایک آزاد عورت غلام بن کر بک جاتی۔ اس نکاح میں کسی خطبہ، مہر یا ایجاب وقبول کی ضرورت نہ تھی۔

۷۔ نکاح شغار

وٹے سٹے کی شادی۔ یہ وہ نکاح تھا کہ ایک شخص اپنی زیر سرپرستی رہنے والی لڑکی کا نکاح کسی شخص سے اس شرط پر کر دیتا کہ وہ اپنی کسی بیٹی، بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کرائے گا۔ اس میں مہر بھی مقرر کرنا ضروری نہ تھا اسلام نے اس کی بھی ممانعت فرمادی۔

۸۔ نکاح الاستبضاع

فائدہ اٹھانے کے لیے عورت مہیا کرنے کا نکاح۔ مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کسی دوسرے خوبصورت مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے بھیج دیتا اور خود اس سے الگ رہتا تا کہ اس کی نسل خوبصورت پیدا ہو اور جب اس کو حمل ظاہر ہو جاتا تو وہ عورت پھر اپنے شوہر کے پاس آجاتی۔

۹۔ نکاح الرہط

اجتماعی نکاح۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تقریباً دس آدمی ایک ہی عورت کے لیے جمع ہوتے اور ہر ایک اس سے مباشرت کرتا اور جب اس کے ہاں اولاد ہوتی تو وہ ان سب کو بلواتی اور وہ بغیر کسی پس وپیش کے آجاتے پھر وہ جسے چاہتی (پسند کرتی یا اچھا سمجھتی) اسے کہتی کہ یہ بچہ تیرا ہے اور اس شخص کو اس سے انکار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔

۱۰۔ نکاح البغایا

فاحشہ عورتوں سے تعلق، یہ بھی نکاح رہط سے ملتا جلتا ہے مگر اس میں دو فرق تھے، ایک تو یہ کہ اس میں دس سے زیادہ افراد بھی ہو سکتے تھے جبکہ نکاح رہط میں دس سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان مردوں سے بچہ منسوب کرنا عورت کا نہیں بلکہ مرد کا کام ہوتا تھا۔

مذکورہ طریقہ ہائے زواج سے ثابت اور واضح ہوتا ہے کہ عورت کی زمانہ جاہلیت میں حیثیت مال ومتاع کی طرح تھی اسے

خرید اور بیچا جاتا تھا۔ (اسلام میں خواتین کے حقوق، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، صفحہ نمبر ۱۶۔۱۸، منہاج القرآن پبلیکشنز) (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب النکاح، 9:182.2,185، بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب من قال: لا نکاح إلا بولی 5:1970، رقم: 4834)

قدیم تہذیبوں میں شادی بیاہ کا تصور

نکاح انسانی تہذیب وتمدن میں سب سے مقدم اور اہم مسئلہ ہے۔ انسانی معاشرہ میں اس کی اہمیت تعارف کی محتاج نہیں۔ مرد عورت کا رشتہ حضرت آدم اور حضرت حوا کے ملاپ سے شروع ہوا اور ہر زمانے میں مختلف طریقوں سے رائج رہا۔ ذیل میں قدیم معاشروں اور تہذیبوں میں شادی بیاہ کے تصورات کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے۔

یونانی تہذیب:

زمانہ قدیم میں جس قوم کی تہذیب سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ یونان کی تہذیب ہے۔ یہاں شادی کا ایک نظام رائج تھا، لیکن اس قوم کے ابتدائی دور میں اخلاقی، قانونی اور معاشرتی لحاظ سے عورت کی حیثیت گری ہوئی تھی۔ بقول ڈاکٹر خالد علوی:

"اخلاقی بنیادوں پر عورت کی حیثیت بے بس غلام کی سی تھی اور مرد کو اس معاشرے میں ہر اعتبار سے فوقیت حاصل تھی بلکہ بداخلاقی کی اس فضا میں عورت صرف ہوس کا نشانہ تھی۔ عورت کو تمام مصائب کا سبب قرار دیا گیا تھا۔" ۱۸؎

یونانی معاشرہ میں شادی کا طریقہ رائج تھا، مگر اس کے قوانین بہت دقیانوس تھے۔ بقول محمد جعفر خان:

"لیکن یونان میں نکاح پر کوئی قدغن یا پابندی نہ تھی جو شخص جس سے چاہتا نکاح کر لیتا حتیٰ کہ دختر اور ہمشیرہ تک سے نکاح جائز اور بعض موقعوں پر ثواب سمجھا جاتا تھا۔" ۱۹؎

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"یونان میں نکاح کے بغیر عورت اور مرد کا تعلق بالکل ٹھیک اور معقول سمجھا جاتا تھا تاہم کچھ طبقہ ایسا بھی موجود تھا جو مذہبی نکتہ نگاہ ملحوظ رکھتے ہوئے ازدواجی تعلق کے لیے نکاح ہی کو موزوں خیال کرتا تھا۔" ۲۰؎

رومی تہذیب:

یونان کے بعد جس قوم کو دنیا میں عروج نصیب ہوا وہ اہل روم تھے۔ یہاں بھی عورت پستی کا شکار تھی اور بیوی کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ بقول مولانا جلال الدین عمری:

"غلاموں کی طرح عورت کا مقصد بھی خدمت اور چاکری سمجھا جاتا تھا۔ مرد اس غرض سے شادی کرتا تھا کہ وہ بیوی سے فائدہ اٹھا سکے۔ وہ کسی عہدہ کی اہل نہیں سمجھی جاتی تھی حتیٰ کہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی تک کا اعتبار نہیں تھا۔ رومی سلطنت میں اس کو قانونی طور پر کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ عورت کا مرتبہ رومی قانون نے ایک عرصہ دراز تک نہایت پست رکھا۔ افسرِ خاندان جو باپ ہوتا یا شوہر اس کو اپنے بیوی بچوں پر پورا اختیار حاصل تھا اور وہ عورت کو جب چاہے گھر سے نکال سکتا تھا۔ جہیز یا دلہن کے والد کو نذرانہ دینے کی رسم کچھ بھی نہ تھی اور باپ کو اس قدر اختیار حاصل تھا کہ جہاں چاہے اپنی لڑکی کو بیاہ دے، بلکہ بعض دفعہ تو وہ کی کرائی شادی

توڑ سکتا تھا۔ زمانہ مابعد یعنی دور تاریخ میں یہ حق باپ کی طرف سے شوہر کی طرف منتقل ہو گیا اور اب اس کے اختیارات یہاں تک وسیع ہو گئے کہ وہ چاہے تو بیوی کو قتل کر سکتا تھا۔" ۲۱۔

رفتہ رفتہ رومی سلطنت میں نکاح وطلاق کے قوانین میں تغیر رونما ہوتا رہا اور نکاح محض ایک قانونی معاہدہ بن کر رہ گیا اور طلاق کی آسانیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ بات بات پر ازدواج کا رشتہ توڑا جانے لگا۔ مشہور رومی مدبر "سینکا" رومیوں کی کثرت طلاق پر ماتم کرتے ہوئے کہتا ہے:

"اب روم میں طلاق کوئی بڑی شرم کے قابل چیز نہیں رہی۔ عورتیں اپنی عمر کا حساب اپنے شوہروں کی تعداد سے لگاتی ہیں۔"

ایرانی تہذیب:

ایران کا شمار دنیا کے مشہور اور قدیم ملکوں میں ہوتا ہے۔ ان کی تہذیب ایشیا کے ہر ملک میں قابل تقلید اور ان کے اخلاق ایشیائی اقوام کے لیے قابل اقتدار سمجھے جاتے تھے۔ لیکن ظہور اسلام کے وقت ان کی حالت اس قدر خراب تھی کی زرتشت کو خدائی صفات دینے کے ساتھ ساتھ ان کا خاندانی نظام بہت خراب ہو چکا تھا اور ان میں زنا کا رواج عام تھا۔ بقول مولانا اکبر شاہ:

"زنا کا رواج اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ مزدک ناہنجار نے سر دربار کسرائے ایران کی بانوئے سلطنت کو بے عصمت کرنے کی فرمائش کی اور فرمانروائے ایران نے اس کی اس نامعقول وحیا سوز جرأت کی مخالفت ضروری نہ سمجھی۔" ۲۲۔

ایران میں تعداد ازواج کا انوکھا قانون تھا۔ آمدنی کے حساب سے ہر شخص کو بیویاں رکھنے کی اجازت تھی۔ پیر کرم علی شاہ ایران میں تعدد ازواج کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"خاندان کی بنیاد تعدد ازواج پر تھی۔ ایک شخص کو متعدد بیویوں سے نکاح کرنے کی اجازت تھی۔ ہر شخص اپنی آمدنی کے مطابق بیویوں کی تعداد مقرر کر سکتا تھا۔" ۲۳۔

ایران میں ایک اور عجیب وغریب رسم تھی کہ ایک شخص اپنی بیوی دوسرے شخص کو دے دیتا تا کہ وہ اس کو اپنے روزگار کے کام میں استعمال کرے۔ بقول پیر کرم علی شاہ:

"پروفیسر آرتھر لکھتے ہیں شوہر مجاز تھا کہ اپنی بیوی یا بیویوں میں سے ایک کو خواہ وہ بیاہتا بیوی ہی کیوں نہ ہو، کسی دوسرے شخص کو جو انقلاب روزگار سے محتاج ہو گیا ہو اس غرض کے لیے دے دے کہ وہ اس سے کسب معاش کے کام میں مدد لے۔ اس عورت کی رضامندی کا حاصل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ اس عارضی ازدواج سے جو اولاد ہوتی تھی وہ پہلے شوہر کی سمجھی جاتی تھی۔ یہ مفاہمت ایک قانونی اقرار نامے کے ذریعے ہوتی تھی۔ اس قسم کا معاہدہ انسانی ہمدردی کے ذیل میں شامل کیا جاتا تھا یعنی یہ کہ ایک شخص نے اپنے ایک محتاج ہم مذہب کی مدد کی۔" ۲۴۔

مصر کی تہذیب:

مصر کی قدامت کا تصور اور مصری تمدن کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لیے اہرام مصر اور ابوالہول کے مجسمے اور موجودہ زمانہ میں

تہہ خانوں سے برآمد ہونے والی اشیاء سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ مصر پر ایرانیوں، یونانیوں اور رومیوں نے بار بار حملے کیے اور بہت دنوں تک قابض ومتصرف رہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ ان حملہ آوروں کی تہذیب وتمدن نے بھی مصر پر اپنا اثر ڈالا ہوگا۔ مصر میں بھی باقی معاشروں کی طرح زنا کی کثرت دیکھنے کو ملتی ہے۔ بقول اکبر شاہ:

"زنا کاری اور غارتگری کے لیے ترغیب دہ اصول وقواعد بنا لیے گئے تھے۔ قتل انسان معمولی تفریح گاہوں کے لیے سامانِ تفریح سمجھا جاتا تھا۔ عورتوں کو خودکشی کی ترغیب دی جاتی تھی۔ غرض کہ مصر کی تاریکی بھی کسی ملک کی تاریکی سے کم نہ تھی اور تہذیب و شائستگی کے علامات مصریوں کے اعمال واخلاق سے بکلی معدوم تھے اور جہالت وتاریکی جس قدر چاہو موجود تھی۔" ۲۵۔

مصری بادشاہوں کے لیے محرمات سے نکاح کرنے پر کوئی قدغن نہیں تھی۔ بادشاہ اپنی بہن یا بیٹی سے بھی بیاہ کر لیتا تھا۔ پیر کرم علی شاہ لکھتے ہیں۔

"عہد قدیم میں مصری بادشاہ اپنی بہن سے شادی کر لیا کرتا اور بسا اوقات اپنی بیٹی کو اپنی بیوی بنا لیا کرتا تھا اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ شاہی خاندان کے خون کی بیرونی عناصر کے خون کی آلودگی سے پاک رکھنا چاہتے ہیں۔ بادشاہوں کی یہ عادت ان کے شاہی محلات تک محدود نہ تھی بلکہ ان کی رعایا میں بھی اس قبیح فعل کو قبول عام حاصل ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ دوسری صدی عیسوی میں ارسینوئی کے دوتہائی باشندے اس طریقہ کار پر عمل پیرا تھے۔" ۲۶۔

ہندو تہذیب:

یونانی، رومی اور ایرانی تہذیبوں کی طرح ہندوستانی تہذیب بھی شادی بیاہ کے معاملے میں افراط وتفریط کا شکار تھی۔ ایک طرف ذات پات کا نظام رائج تھا کہ صرف اپنی ذات کی لڑکی سے شادی کرنے کی پابندی تھی تو دوسری طرف عورت کو داسی یعنی بتوں کے عقد میں دے دیا جاتا تھا۔ عورت ہمیشہ مرد کے تابع بن کر ہی زندگی گزار سکتی تھی۔ ہندوؤں کے مشہور قانون دان منو مہارج لکھتے ہیں:

"عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے اور جوانی میں شوہر کے اختیار میں اور بیوہ ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں۔ خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے۔" ۲۷۔

بیاہ کی مختلف اقسام رائج تھیں جن میں سے بعض صورتیں ایسی تھیں جن کو بیاہ کہنے کے بجائے "زنا بالجبر" کہنا زیادہ صحیح ہے۔ بیاہ کی یہ اقسام ہندوؤں کی تمام کتابوں میں موجود ہیں۔ انعام الرحمٰن سحری اپنی کتاب میں ہندوؤں کے بیاہ کی اقسام کی پیچیدگیوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ہندو مذہب میں شادیوں کی اتنی اقسام ہیں کہ غیر ہندو طالبعلم کے لیے ان کا یاد رکھنا، ان میں تفریق کرنا خاصا مشکل کام ہے۔ ان کی اولاد کے مسائل تو شاید ان کے اپنے عالموں کی سمجھ میں بھی نہیں آتے ہوں گے۔ ذرا ذہن میں لائیے کہ چار ذاتوں کے مردوں کی چار ذاتوں کی عورتوں سے شادی اگر ریاضی کے چلیپائی کے اصول کے مطابق ہی کی جائے تو ہر ایک سے ہونے والی اولاد کی درجہ بندی مختلف ہوگی۔ پھر بیوہ، گھر سے بھاگنے والی عورت، بغیر مہر کے لائی جانے والی عورت، بکنے والی عورت، لڑکے پیدا

کرنے والی عورت، بے اولاد عورت، جڑواں پیدا کرنے والی عورت، گویا ہر قسم کی عورت الگ قسم کی شادی میں رہے گی۔ ۲۸

عورت ہمیشہ اپنے شوہر کے تابع رہ کر زندگی گزارتی۔ شوہر اس پر جس طرح مرضی چاہے ظلم کرتا رہے مگر وہ اس کی پوجا اور خدمت گزار بن کی ہی رہ سکتی ہے۔ شوہر کے مرجانے کے بعد اس عورت کے پاس دو اختیار تھے، یا تو شوہر کے ساتھ زندہ جل جائے جسے ستی کی رسم کا نام دیا گیا ہے یا پھر وہ جانوروں سے بھی بدتر زندگی اختیار کرلے اور پھر اس کو زندگی بھر بیوہ بن کر زندہ رہنا ہے اور یہ کسی سے شادی نہیں کرسکتی۔ اس کے علاوہ بھی ہندوؤں میں بہت سے غیر انسانی قانون رائج تھے مثلاً عورت کی مندر کے بت سے شادی کردینا، نیوگ کے ذریعے اولاد حاصل کرنے کا ناجائز طریقہ اور محرمات شادی کرنے کا قانون بھی ہندوؤں میں موجود تھا۔

عراق (جنوبی نصف میپوٹیما):

قدیم عراقی تہذیب میں عورتیں مردوں کی محکوم اور کنیزیں تھیں۔ حسب ضرورت ایک مرد سے دوسرے مرد کو منتقل ہوجاتیں یا تین سال تک گروی رکھی جاسکتی تھیں، گویا کہ یہ جسم فروشی کی ایک شکل تھی۔ عورتیں دیوتاؤں سے منسوب کی جاتیں جن کو دیوداسیاں کہا جاتا۔ شوہر کو بیوی پر ظلم کا اختیار حاصل تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ اس تہذیب میں بھی پردہ موجود تھا، پردہ کے ذریعہ لوگ جان لیتے تھے کہ کون سی عورت مرد کی حفاظت میں ہے اور کون سی عورت نمائش کے لیے کھلونا۔

چینی تہذیب:

قدیم مصر اور سمریہ کی تہذیب کے بعد اس کا آغاز ہوا۔ یہ تہذیب دریائے 'سی کیانگ' اور 'ہوانگ ہو' کے کناروں پر پروان چڑھی۔ اس تہذیب میں عورتوں کو منحوس سمجھا جاتا تھا، یہاں تک کہ بعض اوقات لڑکیاں اس خیال سے کہ ان کی بدقسمتی یا نحوست کا اثر والدین پر نہ پڑے اپنے آپ کو ختم کردیتیں۔ لڑکیوں کی پیدائش کو نحوست سمجھا جاتا اور ایسی عورتیں منحوس تصور کی جاتیں جن کے پاس نرینہ اولاد نہ ہوتی۔ غریب لوگ چھوٹی بچیوں کو جنگل وغیرہ میں چھوڑ آتے۔ لڑکیوں کو تعلیم سے دور رکھا جاتا۔ جسم فروشی کے اڈے قائم تھے۔ ۲۹

یہودیت اور عیسائیت میں شادی بیاہ کا تصور

یہودیت میں شادی بیاہ کی تعلیمات:

یہودیت ایک آسمانی مذہب ہے اور اس کے پیروکاروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات وتعلیمات سے نوازا گیا، لیکن ان کے پیروکاروں نے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور ان میں تحریفات کرڈالیں۔

یہودیت کے ازدواجی نظام پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں عورت کا مقام نہایت پست ہے اور اس کی وجہ خود ساختہ نظریہ ہے کہ حضرت حوا نے حضرت آدم کو ممنوعہ پھل کھانے پر اکسایا اور اس وجہ سے وہ جنت سے نکالے گئے۔ اس کی وجہ

سے عورت کو مردی غلامی، حیض جیسی ناپاکی اور حمل کے درد کی سزا ملی۔ کتاب مقدس میں ہے:

"میں تیرے دردِ حمل کو بڑھاؤں گا۔ تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔" ۳۰۔

"تمدنِ عرب" میں یہودی معاشرہ میں عورت کی حیثیت ان سخت الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

"گھوڑا اچھا ہو یا برا اسے مہمیز کی ضرورت ہے اور عورت اچھی ہو یا بری اسے مار کی ضرورت ہے۔" ۳۱۔

نکاح کے قانون کی طرح طلاق کا قانون بھی یہودی روایات میں عورت کی مظلومیت کی داستان سناتا ہے۔ یہودی مرد جب چاہے چھوٹی سے لغزش پر طلاق دے دیتے اور ان کو یہ حق مذہب نے دیا تھا۔ اگر عورت کا شوہر مر جاتا تو اسے دوسری شادی کا حق تو تھا، مگر صرف اپنے شوہر کے بھائی سے۔ اس کے علاوہ کسی اور سے شادی نہیں کر سکتی تھی اور اسے اس شادی پر مجبور کیا جاتا تھا۔ یہودیت مین تعدد ازدواج کی اجازت بھی تھی، لیکن اس کی کوئی حد مقرر نہیں تھی۔ ایک مرد جتنی چاہتا شادیاں کر سکتا تھا۔ ۳۲۔

عیسائیت میں شادی بیاہ کی تعلیمات:

عیسائی معاشرہ میں بھی ازدواجی زندگی کا تصور بہت تاریک ہے اور عورت کی حیثیت مرد سے کم تر ہے۔ عیسائیت کی تعلیمات ازدواجی زندگی کے متعلق پوری رہنمائی نہیں کرتیں، بلکہ مزید معاشرتی، مذہبی اور اخلاقی اُلجھنوں میں گرفتار کر دیتی ہیں۔ بقول سید سلمان ندوی:

"اسلام سے پہلے جو اخلاقی مذاہب تھے ان سب میں مرد اور عورت کے ازدواجی تعلقات کو اخلاقی و روحانی ترقی کی راہ میں حائل سمجھا جاتا تھا۔ عیسائی مذہب میں رہبانیت اور ازدواجی زندگی سے گریز کو ہی روحانی ترقی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔" ۳۳۔

عیسائیت میں عمومی طور پر شادی بیاہ سے اجتناب کا تصور ملتا ہے اور ازدواج سے پرہیز کو تقویٰ اور بلند اخلاق کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی ہو کہ حضرت عیسیٰ عزوجل تعالیٰ کی خود کی شادی نہیں ہوئی۔ اس کے علاوہ یورپ میں ازدواجی تعلق کے نجس ہونے کا خیال بہت سے طریقوں سے مسیحوں کے دل و دماغ میں بیٹھایا جاتا ہے۔ اس بارے میں سید مودودی فرماتے ہیں:

"جس روز چرچ کا کوئی تہوار ہو اس سے پہلے کی رات میاں بیوی نے یکجا گزاری ہو وہ تہوار میں شریک نہیں ہو سکتے۔ گویا انہوں نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے جس سے آلودہ ہونے کے بعد وہ کسی مقدس مذہبی کام میں حصہ لینے کے قابل نہیں رہے۔" ۳۴۔

چرچ کے نظریات عورتوں کے بارے میں بہت توہین آمیز رہے ہیں:

مشہور عیسائی مصنفین آگسٹائین (Augustine) اور ٹرٹلین (Tertulline)۔

آگسٹائین: اللہ نے عورت کیوں پیدا کی؟ اس نے عورت کو مرد کے جوڑ کی حیثیت سے پیدا نہیں کیا کیوں کہ ایک ساتھی کی حیثیت سے تو یہ کردار ایک مرد بھی نبھا سکتا ہے، نہ اس کو مرد کی مددگار کی حیثیت سے پیدا کیا کیونکہ ایک مرد اس سے اچھا مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس انسانی معاشرہ میں عورت مرد کے کس کام آ سکتی ہے سوائے بچے جننے کے۔

ژتلیین: عورت شیطان کی باپ ہے، وہ شجرِ ممنوعہ کو ظاہر کرنے والی ہے۔ پہلے پہل قانون الٰہی سے انحراف کس نے کیا؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ "عورت" اس پر شیطان کا بس بھی نہیں چلتا، یہ اسے اپنے بس میں کر لیتی ہے، اسے بے بس کر دیتی ہے۔ انہی خیالات اور تصورات نے عیسائیت میں رہبانیت اور تجرد کو فروغ دیا۔

انسانی اور بالخصوص عورتوں کے حقوق کا دعویٰ کرنے والے یورپ میں تیرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں جادوگری کے خلاف تحریک چلی جس میں جادوگری کے الزام میں ۹ لاکھ عورتوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ ۳۵ ۔

۱۸ ۔ اسلام کا معاشرتی نظام، ڈاکٹر خالد علوی، صفحہ نمبر ۹۳، ۱۹ ۔ ازدواجی زندگی کے لیے اہم قانونی تجاویز، مولانا جعفر خان ندوی، صفحہ نمبر ۷، ۲۰ ۔ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس، جلد ہشتم، صفحہ نمبر ۴۴۴، ۲۱ ۔ عورت اسلامی معاشرہ میں، سید جلال الدین عمری، صفحہ نمبر ۲۱، ۲۲ ۔ تاریخ اسلام، مولانا اکبر شاہ، جلد اول و دوئم، صفحہ نمبر ۲۸، ۲۳ ۔ ضیاء النبی ﷺ، پیر کرم علی شاہ، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۷۹۔۸۰، ۲۴ ۔ ایران بعہد ساسانیاں، صفحہ نمبر ۴۳۶۔۴۳۷ بحوالہ: ضیاء النبی ﷺ، پیر کرم علی شاہ، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۸۲۔ ۲۵ ۔ تاریخ اسلام، مولانا اکبر شاہ، جلد اوّل و دوئم، صفحہ نمبر ۷۰۔ ۲۶ ۔ ضیاء النبی ﷺ، پیر کرم علی شاہ، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۱۶۱۔ ۲۷ ۔ منوسمرتی، منو، باب ۵، ۱۵۵ تا ۱۵۷۔ ۲۸ ۔ شادی ایک مطالعہ، انعام الرحمٰن سحری، صفحہ نمبر ۲۹ ۲۶۳ ۔ الطاہر شمارہ نمبر 43 ڈاکٹر غلام یاسین طاہری ۳۰ ۔ پیدائش، باب ۱۷: ۳، صفحہ نمبر ۷۔ ۳۱ ۔ تمدن عرب، صفحہ نمبر ۳۳۲ ۳۳ ۔ مذاہب عالم میں شادی بیاہ کی تعلیمات، حافظ میں زاہد، صفحہ نمبر ۴۳۳ ۔ ۱۰ ۔ سیرت النبی ﷺ، سید سلیمان ندوی، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۴۳۸ ۲۴ ۔ الطاہر شمارہ نمبر 43 ڈاکٹر غلام یاسین طاہری

نکاح سے گریز کی راہیں اور ان کے نتائج

موجودہ مغربی طرزِ معاشرت:

اٹھارویں صدی کے آخر میں یورپ میں صنعتی انقلاب برپا ہوتو بڑی تیز رفتاری سے کارخانے اور فیکٹریاں بننی شروع ہوگئیں۔ ان فیکٹریوں او کارخانوں میں کام کرنے کے لئے جب مردوں کی تعداد کم پڑ گئی تو مزید ہاتھ مہیا کرنے کے لئے سرمایہ دار نے عورت کو چادر اور چاردیواری سے نکال کر صنعتی ترقی کے لئے استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا جس کے لئے "مساوات مرد و زن"، "آزادیٔ نسوں" اور "حقوق نسواں" خوبصورت نعرے اور فلسفے تراشے گئے۔ ناقص العقل عورت مساوات مرد و زن کے دلفریب جال کو ہی اپنی بلند درجات خیال کرتے ہوئے مردوں کے دوش بدوش میدان معیشت میں کود پڑی جس کا اصل فائدہ تو سرمایہ دار ہی کو ہوا لیکن اس کا ضمنی فائدہ یہ بھی ہوا کہ پہلے جہاں صرف ایک مرد کی کمائی سے گھر کے چار یا پانچ افراد کو محض وسائل زندگی مہیا ہوتے تھے وہاں اس گھر کے دو یا تین افراد برسر روزگار ہونے سے وسائل زندگی کی دوڑ کا آغاز ہوگیا اور یوں مردوں، عورتوں کا فیکٹریوں اور کارخانوں میں شب و روز مشینوں کی طرح کام کرنا ہی مقصد حیات ٹھہرا۔

دفاتر، فیکٹریوں اور کارخانوں میں عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کا دائرہ صرف وہیں تک محدود رہنا ممکن ہی نہ تھا۔ آہستہ آہستہ یہ دائرہ ہوٹلوں، ریسٹورانوں، کلبوں، ناچ گھروں، مارکیٹوں، بازاروں سے لے کر سیاست کے اکھاڑوں، سیر گاہوں، تفریح کے پارکوں اور کھیل کے میدانوں تک وسیع ہوگیا۔ پوری سوسائٹی میں مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اختلاط نے شرم و حیا کی اقدار کو ایک ایک کر کے پامال کر دیا۔ مردوں کے دوش بدوش چلنے والی عورت میں آرائش حسن، نمائش جسم، جلوہ نمائی، پرکشش، دلربا

اور جاذب نظر آنے کا جذبہ فزوں سے فزوں تر ہونا بالکل فطری بات تھی جس کے لئے باریک، تنگ، بھڑکیلے، نیم عریاں لباس پہننا، نیز بناؤ سنگھار کرنا مردوں کے ساتھ نیم عریاں حالت میں سوئمنگ کرنا، عریاں تصویریں اتروانا، کلبوں، سٹیج ڈراموں، ناچ گھروں اور فلموں میں عریاں کردار ادا کرنا پوری سوسائٹی کا جزو حیات بن گیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مغرب میں "آزادی نسواں" اور "حقوق نسواں" کے نام پر عورتوں کو سر بازار عریاں ہونا اور بن بیاہی ماں بننا، کوئی عیب کی بات نہیں رہی۔ گزشتہ دنوں ایک امریکی سکول میں دو خاتون اساتذہ نے اناٹومی کی آٹھویں جماعت میں برہنہ ہو کر پڑھانے کا انوکھا طریقہ استعمال کیا۔ دونوں خواتین اساتذہ کا استدال یہ تھا کہ اس خشک مضمون میں اس طرح طلباء و طالبات کی دلچسپی برقرار رکھی جاسکتی ہے۔

اٹلی میں مسولینی کی پوتی نے اسمبلی کی ممبرشپ کے لئے برہنہ ہو کر حاضرین سے خطاب کیا اور ووٹ مانگے۔

دنیا میں حقوق انسانی کے سب سے بڑے علمبردار اور امریکہ کی ریاست انڈیانا میں نیکڈ سٹی کے نام سے ایک شہر آباد ہے جس کے باشندوں کے جسم پر زمین و آسمان نے لباس نام کی کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی، وہاں ہر سال پوری دنیا کی مادرزاد برہنہ ہونے کی شوقین عورتوں کے "ویمن نیو ورلڈ" مقابلے ہوتے ہیں۔

۱۹۹۶ء میں فرانس کے صدر شیراک کی بیٹی کلاڈ کے ہاں شادی کے بغیر بچی کی پیدائش ہوئی تو کلاڈ نے بچے کے والد کا نام بتانے سے انکار کر دیا لیکن باپ کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی۔

امریکہ کے صدر بل کلنٹن کے جنسی اسکینڈلز اب تک لوگوں کے ذہن میں ہیں۔ امریکہ کے بشپ اعظم اور دنیائے عیسائیت کے عظیم مبلغ "جمی سواگرٹ" نے امریکی ٹیلی ویژن میں بیوی کی موجودگی میں اپنے جنسی گناہوں کا اعتراف کیا۔ ۴۷ے

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مغربی طرز معاشرت میں بدکاری اور فحاشی کے سامنے اخلاقی اور مذہبی اقدار بالکل غیر موثر ہو چکی ہیں۔ عام آدمی تو کیا بڑی سے بڑی مذہبی شخصیت کا بھی اس طرز معاشرت میں پارسا رہنا ممکن نہیں رہا۔

امریکی محکمہ صحت کے اعداد و شمار:

امریکہ محکمہ صحت کی طرف سے جاری کردہ مختلف مغربی ممالک کی بن بیاہی ماؤں کا چارٹ درج ذیل ہے جس میں مختلف ممالک کی شرح فیصد بتائی گئی جو منہ بولتا ثبوت ہے کہ وہاں پر نکاح کا تصور نہ ہونے کے برابر ہے۔

مغربی طرز معاشرت میں مساوات مرد و زن کا نعرہ سننے میں بڑا دلکش محسوس ہوتا ہے لیکن کیا مغرب میں واقعی خواتین کو عملاً مردوں کے برابر حقوق حاصل ہیں یا محض ایک فریب ہے۔ ذیل میں اس کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے۔

مساوات مرد و زن کی مغربی حقیقت:

روزنامہ آگ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۲ء کے شمارہ کے مطابق

برلن: جرمنی میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو اجرت کم ملتی ہے۔ یہ فرق فی گھنٹہ اجرت پر کام کرنے والوں تک محدود نہیں بلکہ کسی بھی کمپنی میں انتظامی عہدوں پر فائز مردوں کو بھی خواتین کے مقابلے میں تیس فیصد زیادہ اجرت ملتی ہے۔ یہ انکشاف ایک

جائزے میں کیا گیا ہے۔ اعداد وشمار کے وفاقی دفتر کے مطابق انتظامی یا ایگزیکٹو عہدوں پر فائز مرد اوسطاً ۹۵۰ ۳ یورو فی گھنٹہ کماتے ہیں جبکہ انہی عہدوں پر کام کرنے والی خواتین کی اجرت ۶۴ ۷ ۲ یورو فی گھنٹہ ہوتی ہے۔

خواتین اور مردوں کے درمیان کام کے فی گھنٹہ معاوضے کا یہ فرق تیس فیصد ہے۔ ۲۰۱۰ء میں آمدنی کے حوالے سے تیار کیے جانے والے ٹیبل کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ صرف انتظامی عہدوں پر ہی نہیں بلکہ تکنیکی شعبے میں بھی مردوں اور خواتین کی اجرتوں میں فرق تیس فیصد ہی ہے۔ اس کے علاوہ تدریس کے شعبے میں ۲۸ فیصد جبکہ دستی کاریگری کے شعبے میں یہ فرق ۲۵ فیصد ہے۔

اسی طرح امریکہ کی سپریم کورٹ میں آج تک کوئی خاتون جج نہیں بن سکی۔ فیڈرل اپیلٹ کورٹ کے ۹۷ ججوں میں سے صرف ایک خاتون جج ہے امریکہ بار ایسوسی ایشن میں آج تک کوئی خاتون صدر نہیں بن سکی۔ امریکہ میں جس کام کے لئے مرد کو اوسطاً پانچ ڈالر ملتے ہیں، عورت کو اسی کام کے تین ڈالر ملتے ہیں۔

۱۹۷۸ میں ہوسٹن امریکہ میں تحریک آزادی نسواں کی کانفرنس میں خواتین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایک ہی طرح کے کام کے لئے مردوں اور عورتوں کو برابر معاوضہ ملنا چاہیے۔

جاپان میں ڈیڑھ کروڑ عورتیں مختلف جگہوں پر کام کرتی ہیں، جن میں سے زیادہ تر خواتین مرد افسروں کے ساتھ معاون کے طور پر کام کرتی ہیں۔

کیا یہ بات قابل غور نہیں کہ مساوات مرد وزن کا نعرہ لگانے والے ممالک نے اپنی افواج میں کمانڈر انچیف کے عہدے پر کسی عورت کو آج تک کیوں تعین نہیں کیا یا کم از کم جرنیل کی درجہ پر ہی عورتوں کو مردوں کے مساوی عہدے کیوں نہیں دیئے؟

مغرب اور آزادئ نسواں:

مغرب میں عورت ملکی قوانین کی اسی طرح پابند ہے جس طرح مرد پابند ہیں۔ عورت کو مغرب میں اتنی آزادی بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ ڈیوٹی کے اوقات میں اپنی مرضی کا لباس ہی پہن سکے۔ (ناروے، سویڈن اور ڈنمارک) کی ائیر لائنز کی ہوسٹس نے ایک مرتبہ شدید سردی کی وجہ سے منی سکرٹ کی بجائے گرم پاجامے استعمال کرنے کی اجازت چاہی تو انتظامیہ نے خواتین کی یہ درخواست مسترد کر دی۔

مغربی عورت کو جن باتوں کی آزادی حاصل ہے وہ صرف یہ سر بازار مادر زاد برہنہ ہونا چاہے تو ہو سکتی ہے، اپنی عریاں تصویریں اخبار اور جرائد میں شائع کروانا چاہے تو کروا سکتی ہے۔ ساری زندگی اولاد پیدا نہ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، بوائے فرینڈ جتنی مرتبہ بدلنا چاہے بدل سکتی ہے۔ گویا مغرب میں عورت کو ہر اس کام کی آزادی ہے جس سے مردوں کے جنسی جذبات کو تسکین حاصل ہو سکے۔

مغرب کے اِس آزاد جنسی طرز معاشرت نے اہل مغرب کو کیا کیا تحفے عنایت کئے ہیں، ان تحائف میں خاندانی نظام کی بربادی، امراض خبیثہ کی کثرت، شرح پیدائش میں کمی اور خودکشی کے رجحان میں اضافہ سرفہرست ہیں۔

خاندانی نظام کی بربادی:

یورپ کے صنعتی انقلاب نے عورت کو معاشی استقلال تو عطا کر دیا لیکن خاندانی نظام پر اس کے اثرات بڑے دور رس مرتب ہوئے۔ عورت جب مرد کی کفالت اور مالی اعانت سے بے نیاز ہوگئی تو پھر قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوا کہ جو عورت خود کمائے وہ مرد کی خدمت کیوں کرے؟ گھر کی ذمہ داریاں کیوں سنبھالے؟ برطانیہ کی نیشنل ویمنز کونسل کی ایک خاتون رکن کا کہنا ہے کہ "یہ خیال مضبوط ہوتا جارہا ہے کہ شادی کر کے شوہر کی خدمت کے جھمیلے میں کیوں پڑا جائے بس زندگی کے مزے اڑا لئے جائیں بہت سی خواتین یہ فیصلہ کر چکی ہیں کہ ان کی بقا کے لئے مردوں کے سہارے کی ضرورت نہیں۔"

امریکہ میں تحریک نسواں کی علمبردار شیلا کرون کہتی ہیں "عورت کے لئے شادی کے معنی غلامی ہیں اس لئے تحریک نسواں کو شادی کی روایت پر حملہ کرنا چاہیے۔ شادی کی روایت کو ختم کئے بغیر عورت کو آزادی نصیب نہیں ہوسکتی۔" تحریک نسواں کی عورتوں کا کہنا ہے کہ "عورت کا مرد کو چاہنا اور اس کی ضرورت محسوس کرنا عورت کے لئے باعث تحقیر ہے۔ عورتوں کا بچوں اور گھر بار کی دیکھ بھال کرنا، ان کو کمتر بنا دیتا ہے۔"

امریکہ میں مقیم ایک پاکستانی امریکی معاشرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "نئی نسل میں نکاح کا رواج نہیں رہا اس کے بغیر ہی لڑکی لڑکا یا مرد عورت اکٹھے رہتے ہیں، بچے بھی پیدا کرتے ہیں اور ہر چار سال بعد اپنا شریک زندگی بھی تبدیل کر لیتے ہیں، جس طرح لباس تبدیل کیا جاتا ہے۔ بوڑھے والدین سوشل سکیورٹی یعنی بڑھاپے کی پنشن پر گزر بسر کرتے مر جائیں تو عام طور پر بے مروت اولاد دفنانے بھی نہیں آتی۔"

امراض خبیثہ کی کثرت:

زنا، بدکاری اور ہم جنس پرستی کی کثرت کے نتیجہ میں امراض خبیثہ (سوزاک، آتشک اور ایڈز وغیرہ) کی کثرت نے پورے امریکہ اور مغرب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ڈنمارک میں ہونے والی میڈیکل کانفرنس میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ دنیا میں ہر سال سولہ کروڑ تیس لاکھ افراد سوزاک اور آتشک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں عورتوں کی اموات کی دوسری وجہ آتشک اور سوزاک ہے۔

۱۹۷۵ء میں برطانیہ کے ہسپتالوں میں جنسی امراض کی تعداد ۴ لاکھ ۳۰ ہزار نوٹ کی گئی جن میں سے ایک لاکھ ۶۰ ہزار عورتیں اور ۲ لاکھ ۷۰ ہزار مرد تھے۔

شرح پیدائش میں کمی:

مغرب میں آزادی شہوت رانی کے کلچر نے عالمی سطح پر مغربی ممالک کی آبادی پر کس قدر منفی اثرات مرتب کئے ہیں، اس کا اندازہ اس خبر سے لگایا جاسکتا ہے "برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کے میتھوڈسٹ فرقہ سے بڑھ گئی ہے۔ برطانوی اخبار ڈیلی ایکسپریس کے مطابق اس کی وجہ مسلمانوں کا مستحکم خاندانی نظام ہے جبکہ انگریز لوگ گرل فرینڈ بنا کر جوانی گزار دیتے ہیں۔

مانع حمل ادویات استعمال کرتے ہیں، شادی کرتے ہیں لیکن بیشتر شادیاں طلاق پر منتج ہوتی ہیں۔ یوں ان کی تعداد مسلمانوں سے کم ہورہی ہے۔"

شرح پیدائش میں کمی کے باعث تمام یورپی ممالک جس اضطراب اور تشویش سے دوچار ہیں اس کا اندازہ اس خبر سے لگایا جا سکتا ہے کہ رومانیہ کی حکومت نے قانون جاری کیا ہے کہ ۵ سے کم بچوں والی عورتیں اور جن کی عمر ۴۵ سال سے کم ہو، اسقاط حمل نہیں کرا سکیں گی نیز جن جوڑوں کے ہاں کوئی بچہ نہیں ہے ان پر ٹیکس بڑھا دیا جائے گا نیز زیادہ بچوں والے گھرانوں کو زیادہ مراعات دی جائیں گی۔

کاش مسلمان اس حقیقت کو جان سکیں کہ امریکہ اور یورپی ممالک کی طرف سے انہیں خاندانی منصوبہ بندی کے لئے بے دریغ دی جانے والی مدد کا اصل مقصد مسلم ممالک کی بھلائی یا خیر خواہی نہیں بلکہ اس کا اصل ہدف مسلم ممالک کی اسی عذاب یعنی شرح پیدائش کی کمی میں مبتلا کرنا ہے جس میں وہ خود مبتلا ہیں۔ مسلمانوں کے دین اور دنیا کی بھلائی رسول اکرم ﷺ کا اسی ارشاد مبارک میں مضمر ہے "زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو، قیامت کے روز میں دوسرے انبیاء کرام کے مقابلے میں تمہاری وجہ سے اپنی امت کی کثرت چاہتا ہوں۔" (احمد، طبرانی)

خودکشی کے رجحان میں اضافہ:

تسخیر کائنات کے جنون میں مبتلا لیکن رب کائنات کی باغی اقوام کو رب العالمین نے زندگی کی سب سے بڑی دولت "سکون" سے محروم کر رکھا ہے۔ عیش پرست، شراب اور زنا میں غرق، حسب نسب سے محروم اقوام مغرب کی نئی نسلیں جرائم پیشہ، مایوس اور ڈپریشن کا شکار ہو کر خودکشی میں اپنی نجات تلاش کر رہی ہیں۔

بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت امریکہ میں ۲۰ لاکھ نوجوان ایسے ہیں جو اپنے جسم زخمی کر کے سکون حاصل کرتے ہیں ان میں سے ۹۹ فیصد لڑکیاں ہیں۔ ماہرین کے مطابق نوجوان کی یہ عادت شدید مایوسی اور ڈپریشن کے باعث ہے۔

یہ ہے وہ طرز معاشرت اور اس کے ثمرات جس کی ظاہری چمک دمک سے مرعوب ہمارے ارباب حل وعقد اور دانشور طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ اس طرز معاشرت کو اختیار کر کے خاتون مشرق کی مشکلات اور مسائل حل کئے جا سکتے ہیں اور معاشرے میں اسے باعزت اور باوقار مقام دلایا جا سکتا ہے۔

(شادی کا انسائیکلوپیڈیا، فیاض احمد فیاض، صفحہ نمبر ۱۲۳، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ لاہور، دسمبر ۲۰۰۹ء)

نکاح کے انسانی زندگی پر اثرات

اسلام اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے مزاج اور فطرت کے عین مطابق بنایا ہے۔ اس میں افراط ہے نہ تفریط، انسان کے اندر موجود حیوانی اور انسانی جذبات دونوں سے اسلام اس طرح بحث کرتا ہے کہ انسان، انسان ہی رہے، حیوان نہ بننے پائے۔ اسلام طرز معاشرت کو سمجھنے کے ہم نکاح کے مختلف فوائد وثمرات کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ انس ومحبت کا ذریعہ:

اس پر آشوب زندگی میں ہر انسان کو ایک گھر اور راحت وآرام کے ساتھ انس ومحبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ ایسے ساتھی کا خواہشمند ہوتا ہے جو اس کے رازوں کا محافظ، اس کا خیر خواہ، حامی ومددگار ہو۔ تا کہ اس سے انس ومحبت حاصل کرے اور اس کی مخلصانہ مدد اور حمایت سے فائدہ اٹھا سکے۔ نیز وہ ایسے انسان کا محتاج بھی ہے جسے وہ اپنا شریک زندگی بنا سکے۔ صحت مندی اور بیماری، عزت وذلت، خوشی اور غمی، فقیری وامیری، آسائش وتنگ دستی اور ہر حالت میں اس کے لئے وفادار، مہربان اور خیر خواہ ہو، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے شریک حیات سے بہتر کون ہوسکتا ہے اور کون سی جگہ گھر سے زیادہ مناسب ہوسکتی ہے؟

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارا جوڑا تمہیں میں سے پیدا کیا ہے تا کہ تمہیں اس سے سکون حاصل ہو اور پھر تمہارے درمیان محبت اور رحمت قرار دی ہے کہ اس میں صاحبان فکر کے لئے بہت ساری نشانیاں پائی جاتی ہیں۔"

۲۔ پاکدامنی کا وسیلہ اور گناہوں سے بچنے کا سبب:

انسان کو فطرتاً جنسی عمل کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اس خواہش کی تسکین کا محتاج ہوتا ہے لہٰذا گمراہی میں پڑ جاتا ہے۔ اس بنا پر جنسی خواہش کو پورا کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے شادی بہترین اور سالم ترین ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص خدا سے پاک وپاکیزہ ملاقات کرنا چاہتا ہے وہ شادی کر لے۔"

حضرت امام جعفر صادق نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جس شخص نے شادی کر لی اس نے اپنے آدھے دین کو محفوظ کر لیا۔"

حضرت امام موسیٰ کاظم عزوجل تعالی نے اپنے والد اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جو شخص جوانی کے شروع میں ہی شادی کر لے تو شیطان یہ فریاد کرتا ہے، ہائے افسوس اس جوان نے اپنے دو تہائی دین کو محفوظ کر لیا ہے۔ پس اس کے لئے ضروری ہے باقی ایک تہائی دین کو تقویٰ کے ذریعہ محفوظ رکھے۔"

۳۔ جسمانی اور نفسیاتی تندرستی کا ذریعہ:

جنسی عمل اور اس کی انجام دہی ایک فطری ضرورت ہے کہ جس سے جسم اور اعصاب، صحت منداور تندرست رہتے ہیں۔ لہٰذا اس کو کنٹرول کئے رہنے یا بالکل ختم کر دینے سے انسان کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اور وہ معتدل حالت سے خارج ہو جاتا ہے اور ممکن ہے کہ متعدد نفسیاتی بیماریوں جیسے: مسلسل غمزدہ رہنا، ناامیدی، اضطراب، ڈر، بدظنی، بے کاری، بے اعتمادی اور غصہ کی اصل بنیاد جنسی خواہش کو نابود کرنا ہی ہو۔ اسی بناء پر صحیح عمر میں شادی کرنا اور شرعی طریقہ سے جنسی خواہش کو پورا کرنا بھی انسانی اعصاب اور جسم کی صحت وتندرستی کا ایک ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کی شادی ایک دوسرے سے کر دو تا کہ خدا ان کے اخلاق کو نیک بنا دے ان کے رزق میں وسعت دے دے اور ان کی مروت میں اضافہ کر دے۔"

۴۔اجتماعی ماحول کو سالم بنانے میں مددگار:

اگر انسان آغاز جوانی میں ہی شادی کر لے اور گھریلو زندگی سے وابستہ ہو کر اسی میں مشغول رہے تو وہ بے راہ روی اور اخلاقی برائیوں سے دور رہے گا۔جس کے نتیجہ میں زنا بالجبر،لڑکیوں اور عورتوں کا غائب ہو جانا،لواط،استمناء،یہاں تک کہ نشہ،قتل اور چوری جیسے جرائم میں بھی کمی ہو جائے گی۔وقت پر شادی کرنا ماحول اور معاشرہ کی سلامتی اور امنیت کے لئے بہت ہی موثر ہے،اسی وجہ سے اسلام نے بچوں کے سرپرستوں اور مربیوں کو یہ تاکید کی ہے کہ جن جوانوں کی شادی نہیں ہوئی ہے ان کی شادی کا انتظام کریں۔

جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے:

"اور اپنے غیر شادی شدہ آزاد افراد اور اپنے غلاموں اور کنیزوں میں سے باصلاحیت افراد کے نکاح کا انتظام کرو کہ اگر وہ فقیر بھی ہوں گے تو خدا اپنے فضل و کرم سے انہیں مالدار بنادے گا۔خدا بڑی وسعت والا اور صاحب علم ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بیٹے کے تین حق باپ کے ذمہ ہیں:اس کا اچھا نام رکھے،اس کو لکھنا پڑھنا سکھائے اور جب سن بلوغ تک پہنچ جائے تو اس کے لئے شادی کے وسائل فراہم کرے۔"

۵۔انسانی نسل کو آگے بڑھانے کا سبب:

اسلام کی نظر میں تولید نسل اور آبادی بڑھانا ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور اسے شادی کے اہم مقاصد میں قرار دیا گیا۔

امام محمد باقر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:"کیا حرج ہے کہ اگر کوئی مومن شادی کرے تو شاید اللہ اسے ایسا فرزند عطا کردے کہ جو زمین کو لا الہ الا اللہ کے بوجھ سے سنگین بنادے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"شادی کرو تاکہ تمہاری تعداد زیادہ ہو جائے،کیونکہ میں قیامت کے دن سب امتوں کے مقابلہ میں تم پر فخر و مباہات کروں گا،یہاں تک کہ ان بچوں کے ذریعہ بھی جو ساقط ہو چکے ہیں۔"

۶۔حصول لذت:

شادی کا ایک فائدہ لذت حاصل کرنا اور جنسی خواہش کو شرعی طریقہ سے پورا کرنا ہے۔جنسی لذت دنیا کی لذتوں کے درمیان ایک اہم لذت ہے اور اسلام کی نگاہ میں نہ صرف یہ کہ یہ مذموم نہیں بلکہ یہ ایک شرعی کام ہے اور اگر قصد قربت کے ساتھ انجام پائے تو اس کا ثواب بھی ہے بلکہ بعض اوقات تو یہ عمل واجب بھی ہو جاتا ہے۔

نکاح کے فوائد و آفات کا بیان

نکاح کا جہاں سب سے بڑا عمومی فائدہ نسل انسانی کا بقاء اور باہم توالد و تناسل کا جاری رہنا ہے وہیں اسمیں کچھ مخصوص فائدے اور بھی ہیں جن کو پانچ نمبروں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

1۔نکاح کر لینے سے ہیجان کم ہو جاتا ہے یہ جنسی ہیجان انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک ہلاکت خیز مرحلہ ہوتا ہے جو اپنے

سکون کی خاطر مذہب واخلاق ہی کی نہیں شرافت وانسانیت کی بھی ساری پابندیاں توڑ ڈالنے سے گریز نہیں کرتا مگر جب اسے جائز ذرائع سے سکون مل جاتا ہے تو پھر یہ پابند اعتدال ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جائز ذریعہ صرف نکاح ہی ہوسکتا ہے۔

2- نکاح کرنے سے اپنا گھر بستا ہے خانہ داری کا آرام ملتا ہے گھریلو زندگی میں سکون واطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور گھریلو زندگی کے اس اطمینان وسکون کے ذریعہ حیات انسانی کو فکر وعمل کے ہر موڑ پر سہارا ملتا ہے۔

3- نکاح کے ذریعہ سے کنبہ بڑھتا ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو مضبوط وزبردست محسوس کرتا ہے اور معاشرہ میں اپنے حقوق ومفادات کے تحفظ کے لئے اپنا رعب داب قائم رکھتا ہے۔

4- نکاح کرنے سے نفس مجاہدہ کا عادی ہوتا ہے کیونکہ گھر بار اور اہل وعیال کی خبر گیری ونگہداشت اور ان کی پرورش و پرداخت کے سلسلہ میں جدوجہد کرنا پڑتی ہے اس مسلسل جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بے عملی اور لاپرواہی کی زندگی سے دور رہتا ہے جو اس کے لئے دنیاوی طور پر بھی نفع بخش ہے اور اس کی وجہ سے وہ دینی زندگی یعنی عبادات وطاعات میں بھی چاق و چوبند رہتا ہے۔

5- نکاح ہی کے ذریعہ صالح ونیک بخت اولاد پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی شخص کی زندگی کا سب سے گراں مایہ سرمایہ اس کی صالح اور نیک اولاد ہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ نہ صرف دنیا میں سکون واطمینان اور عزت ونیک نامی کی دولت حاصل کرتا ہے بلکہ اخروی طور پر بھی فلاح وسعادت کا حصہ دار بنتا ہے۔

یہ تو نکاح کے فائدے تھے لیکن کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جو نکاح کی وجہ سے بعض لوگوں کے لیے نقصان وتکلیف کا باعث بن جاتی ہیں اور جنہیں نکاح کی آفات کہا جاتا ہے چنانچہ ان کو بھی چھ نمبروں میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

1- طلب حلال سے عاجز ہونا یعنی نکاح کرنے کی وجہ سے چونکہ گھر بار کی ضروریات لاحق ہوجاتی ہیں اور طرح طرح کے فکر دامن گیر رہتے ہیں اس لئے عام طور پر طلب حلال میں وہ ذوق باقی نہیں رہتا جو ایک مجرد وتنہا زندگی میں رہتا ہے۔

2- حرام امور میں زیادتی ہونا۔ یعنی جب بیوی کے آجانے اور بال بچوں کے ہوجانے کی وجہ سے ضروریات زندگی بڑھ جاتی ہیں تو بسا اوقات اپنی زندگی کا وجود معیار برقرار رکھنے کے لئے حرام امور کے ارتکاب تک سے گریز نہیں کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ ذہن وعمل سے حلال وحرام کی تمیز بھی اٹھ جاتی ہے اور بلا جھجک حرام چیزوں کو اختیار کرلیا جاتا ہے۔

3- عورتوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہونا۔ اسلام نے عورتوں کو جو بلند وبالا حقوق عطا کئے ہیں ان میں بیوی کے ساتھ اچھے سلوک اور حسن معاشرت کا ایک خاص درجہ ہے لیکن ایسے بہت کم لوگ ہیں جو بیوی کے حقوق کا لحاظ کرتے ہوں بلکہ بدقسمتی سے چونکہ بیوی کو زیردست سمجھ لیا جاتا ہے اس لئے عورتوں کے حقوق کی پامالی اور ان کے ساتھ برے سلوک وبرتاؤ بھی ایک ذاتی معاملہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، حالانکہ یہ چیز ایک انسانی اور معاشرتی بداخلاقی ہی نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر بھی بڑے گناہ کی حامل ہے اور اس سے دین ودنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔

4- عورتوں کی بدمزاجی پر صبر نہ کرنا عام طور پر شوہر چونکہ اپنے آپ کو بیوی سے برتر سمجھتا ہے اس لئے اگر بیوی کی طرف سے

ذرا سی بھی بدمزاجی ہوئی تو نا قابل برداشت ہوجاتی ہے اور صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے فوراً چھوٹ جاتا ہے۔

5- عورت کی ذات سے تکلیف اٹھانا بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنی بدمزاجی وبداخلاقی کی وجہ سے اپنے شوہروں کے لئے تکلیف و پریشانی کا ایک مستقل سبب بن جاتی ہیں اس کی وجہ سے گھریلو ماحول غیر خوشگوار اور زندگی غیر مطمئن واضطراب انگیز بن جاتی ہے۔

6- بیوی بچوں کی وجہ سے حقوق اللہ کی ادائیگی سے باز رہنا یعنی ایسے لوگ کم ہی ہوتے ہیں جو اپنی گھریلو زندگی کے استحکام اور بیوی بچوں کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ ساتھ اپنی دینی زندگی کو پوری طرح برقرار رکھتے ہوں جب کہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ بیوی بچوں اور گھربار کے ہنگاموں اور مصروفیتوں میں پڑ کر دینی زندگی مضمحل و بے عمل ہوجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو عبادات وطاعات کا خیال رہتا ہے نہ حقوق اللہ کی ادائیگی پورے طور پر ہو پاتی ہے۔

نکاح کے ان فوائد وآفات کو سامنے رکھ کر اب یہ سمجھئے کہ اگر یہ دونوں مقابل ہوں یعنی فوائد وآفات برابر، برابر ہوں، تو جس چیز سے دین کی باتوں میں زیادتی ہوتی ہو اسے ترجیح دی جائے مثلاً ایک طرف تو نکاح کا یہ فائدہ ہو کہ اس کی وجہ سے جنسی ہیجان کم ہوتا ہے اور دوسری طرف نکاح کرنے سے یہ دینی نقصان سامنے ہو کہ عورت کی بدمزاجی پر صبر نہیں ہوسکے گا تو اس صورت میں نکاح کرنے ہی کو ترجیح دی جائے کیونکہ اگر نکاح نہیں کرے گا تو زنا میں مبتلا ہوجائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ چیز عورت کی بدمزاجی پر صبر نہ کرنے سے کہیں زیادہ دینی نقصان کا باعث ہے۔

نکاح کرنے کا مستحب طریقہ

1 علانیہ ہونا۔ 2 نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا، کوئی سا خطبہ ہو۔ 3 مسجد میں ہونا۔ 4 جمعہ کے دن۔ 5 گواہانِ عادل کے سامنے۔ 6 عورت عمر، حسب، مال، عزت میں مرد سے کم ہو اور 7 چال چلن اور اخلاق وتقویٰ وجمال میں بیش ہو (درمختار) حدیث میں ہے" : جو کسی عورت سے بوجہ اُسکی عزت کے نکاح کرے، اللہ (عزوجل) اس کی ذلت میں زیادتی کریگا اور جو کسی عورت سے اُس کے مال کے سبب نکاح کریگا، اللہ تعالیٰ اُسکی محتاجی بڑھائے گا اور اُس کے حسب کے سبب نکاح کریگا تو اُس کے کمینہ پن میں زیادتی فرمائے گا اور جو اس لیے نکاح کرے کہ اِدھر اُدھر نگاہ نہ اُٹھے اور پاکدامنی حاصل ہو یا صلہ رحم کرے تو اللہ عزوجل اس مرد کے لیے اُس عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لیے مرد میں۔ (رواہ الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کذا فی الفتح)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جس سے نکاح کرنا ہو اُسے کسی معتبر عورت کو بھیج کر دکھوالے اور عادت واطوار وسلیقہ وغیرہ کی خوب جانچ کرلے کہ آئندہ خرابیاں نہ پڑیں۔ کنواری عورت سے اور جس سے اولاد زیادہ ہونے کی اُمید ہو نکاح کرنا بہتر ہے۔ سن رسیدہ اور بدخلق اور زانیہ سے نکاح نہ کرنا بہتر۔

عورت • کو چاہیے کہ مرد دیندار، خوش خلق، مال دار، سخی سے نکاح کرے، فاسق بدکار سے نہیں۔ اور یہ بھی نہ چاہیے کہ کوئی اپنی جوان لڑکی کا بوڑھے سے نکاح کردے۔

یہ مستحباتِ نکاح بیان ہوئے، اگر اس کے خلاف نکاح ہوگا تب بھی ہو جائے گا۔ ایجاب وقبول یعنی مثلاً ایک کہے میں نے اپنے کو تیری زوجیت میں دیا۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا۔ یہ نکاح کے رکن ہیں۔ پہلے جو کہے وہ ایجاب ہے اور اُس کے جواب میں دوسرے کے الفاظ کو قبول کہتے ہیں۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کی طرف سے قبول بلکہ اس کا اُلٹا بھی ہوسکتا ہے۔

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خوہ مرد ہو یا عورت تو چاہئے کہ نکاح کا پیغام دینے سے پہلے ایک دوسرے کے حالات کی اور عادات واطوار کی خوب اچھی طرح جستجو کرلی جائے تا کہ ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی ایسی چیز معلوم ہو جو طبیعت ومزاج کے خلاف ہونیکی وجہ سے زوجین کے درمیان نا چاقی وکشیدگی کا باعث بن جائے۔

یہ مستحب ہے کہ عمر، عزت، حسب اور مال میں بیوی خاوند سے کم ہو اور اخلاق وعادات خوش سلیقگی وآداب حسن وجمال اور تقویٰ میں خاوند سے زیادہ ہو اور مرد کے لئے یہ بھی مسنون ہے کہ وہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس کو نکاح سے پہلے دیکھ لے بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ میں اگر اس کو پیغام دوں گا تو منظور ہو جائے گا۔ (ردمحتار، کتاب النکاح)

مستحب ہے کہ نکاح کا اعلان کیا جائے گا اور نکاح کی مجلس اعلانیہ طور پر منعقد کی جائے جس میں دونوں طرف سے اعزہ واحباب نیز بعض علماء وصلحا بھی شریک ہوں۔ اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ نکاح پڑھانے والا نیک بخت وصالح ہو اور گواہ عادل و پرہیز گار ہوں۔

نکاح کرنے والے کی فضیلت میں احادیث

(۱) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا نکاح میری سنت ہے جو میری سنت پر عمل نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نکاح کیا کرو اس لئے کہ تمہاری کثرت پر میں امتوں کے سامنے فخر کروں گا اور جس میں استطاعت ہو تو وہ نکاح کرلے اور جس میں استطاعت نہ ہو تو وہ روزے رکھے اس لئے کہ روزہ اس کی شہوت کو توڑ دے گا۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۲)

(۲) حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ تمہاری شادی ہوگئی (یا نہیں) میں نے جواب دیا نہیں، تو انہوں نے فرمایا نکاح کرلو کیوں کہ اس امت کا بہترین شخص وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔
(صحیح بخاری ج ۳، رقم ۶۳)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس شخص کے پاس باندی ہو اور اس نے اسے (مسائل ضروریہ کی) اچھی تعلیم دی اور اسے اچھا ادب سکھایا، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرلیا اسے دوہرا ثواب ملے گا، اور جو شخص اہل کتاب میں سے اپنے نبی پر اور مجھ پر ایمان لائے اس کو بھی دوہرا ثواب ملے گا اور جو غلام اپنے مالک اور اپنے خدا کا حق ادا کرے تو اس کا دگنا ثواب ہے، شعبی نے سائل سے کہا جاؤ یہ حدیث مفت میں سفر وغیرہ کی تکلیف اٹھائے بغیر لے جاؤ، پہلے زمانے میں اس سے کمتر مضمون کی حدیث کے لئے مدینہ تک سفر کرتے تھے، ابوبکر کہتے ہیں کہ ابوحصین سے روایت ہے وہ ابوبردہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ لونڈی کو آزاد کردیا اور پھر اسے مہر

بھی دے دیا۔ (صحیح بخاری ج ۳، رقم، ۷۵)

(۴) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا دو محبت کرنے والوں (میں محبت بڑھانے) کے لئے نکاح جیسی کوئی چیز نہ دیکھی گئی۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث، ۳)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا! دنیا نفع اٹھانے (اور استعمال کرنے) کی چیز ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر فضیلت والی کوئی چیز متاع دنیا میں نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث، ۱۱)

(۶) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایک عورت ملی ہے جو خوبصورت بھی ہے اور خاندانی بھی لیکن اس کے اولاد نہیں ہوتی تو کیا میں اس سے شادی کر سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں پھر وہ دوسری مرتبہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر منع فرما دیا پھر وہ تیسری مرتبہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عورت سے نکاح کرو جو شوہر سے محبت کرنے والی ہو اور خوب بچے جننے والی ہو کیونکہ تمھاری کثرت کی بنا پر ہی میں سابقہ امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔ (سنن ابوداؤد، ج ۲، رقم، ۲۸۵)

(۷) حضرت ابوایوب سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں انبیاء کی سنتوں میں سے ہیں، حیاء کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا، اور نکاح کرنا۔ اس باب میں حضرت عثمان، ثوبان، ابن مسعود، عائشہ، عبداللہ بن عمر، جابر، اور عکاف سے بھی روایت ہے حدیث ابی ایوب حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی، حدیث، ۱۰۷۸)

(۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین اشخاص کو دوگنا ثواب ملتا ہے۔ پہلا وہ بندہ جس نے اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا کا حق ادا کیا ہو۔ تو اس کو دوگنا ثواب ملتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جس کے پاس حسین وجمیل باندی تھی۔ پھر اس نے اس کو اچھی طرح ادب سکھایا۔ پھر اس نے اس کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس کو بھی دوگنا ثواب ملتا ہے۔ تیسرا وہ شخص کہ اہل کتاب تھا۔ پھر اس نے قرآن کریم کو بھی کلام الٰہی تسلیم کیا اور اس پر ایمان لے آیا۔ تو ایسے شخص کو بھی دوگنا ثواب ملتا ہے۔

(الجامع للترمذی، باب ما جاء فی فضل عتق الامۃ وتزویجھا۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ، المسند لاحمد بن حنبل، الصحیح لابی عوانۃ، شرح السنۃ للبغوی، المعجم الصغیر للطبرانی، التفسیر لابن کثیر، التفسیر للطبری، التفسیر للقرطبی، الترغیب والترھیب للمنذری، الدر المنثور للسیوطی، کنز العمال للمتقی)

نکاح نہ کرنے والے کی وعید میں احادیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تین آدمی آپ کی عبادت کا حال پوچھنے آئے، جب ان سے بیان کیا گیا تو انہوں نے آپ کی عبادت بہت کم خیال کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کی برابری کس طرح کر سکتے ہیں، آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہو گئے ہیں، ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، تیسرے نے کہا میں نکاح نہیں کروں گا اور عورت سے ہمیشہ الگ رہوں گا، اس کے بعد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم لوگوں نے یوں یوں کہا ہے؟ اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری بہ نسبت بہت زیادہ ڈرنے والا اور خوف کھانے والا ہوں، پھر روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور ساتھ ساتھ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، یاد رکھو جو میری سنت سے روگردانی کرے گا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔

(صحیح بخاری، رقم، ۴۷۶۸۰)

حضرت ابونجیح روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نکاح کی قدرت رکھنے کے باوجود نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن داری: جلد دوم: حدیث نمبر 28 حدیث مرفوع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرد زندگی گزارنے سے منع کیا ہے۔

(سنن داری: جلد دوم: حدیث نمبر 32، حدیث مرفوع)

بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى النِّكَاحِ

باب: نکاح کی ترغیب

2046 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: اِنِّيْ لَاَمْشِيْ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ بِمِنًى اِذْ لَقِيَهُ عُثْمَانُ فَاسْتَخْلَاهُ فَلَمَّا رَاٰى عَبْدُ اللّٰهِ، اَنْ لَيْسَتْ لَهُ حَاجَةٌ قَالَ لِيْ: تَعَالَ يَا عَلْقَمَةُ فَجِئْتُ فَقَالَ لَهُ: عُثْمَانُ اَلَا نُزَوِّجُكَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِجَارِيَةٍ بِكْرٍ لَعَلَّهُ يَرْجِعُ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَاِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَاِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ

علقمہ بیان کرتے ہیں: میں ''منیٰ'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا ان کی ملاقات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی (جو اس وقت خلیفہ وقت تھے) وہ انہیں لے کر ذرا الگ ہو گئے، جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے کوئی خاص کام نہیں ہے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے علقمہ! آگے آ جاؤ، میں آگے ہوا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں یہ کہہ رہے تھے، اے ابوعبدالرحمان کیا ہم کسی لڑکی کے ساتھ آپ کی شادی نہ کروا دیں تاکہ وہ آپ کو گزرے زمانے (یعنی جوانی) کی یاد تازہ کروا دے، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے: آپ یہ کہتے ہیں تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد

2046- اسناده صحيح، جرير: هو ابن عبد الحميد بن قرط الضبي، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابراهيم: هو ابن يزيد النخعي، وعلقمة: هو ابن قيس النخعي. واخرجه البخاري (1905) و (5065)، ومسلم (1400)، وابن ماجه (1845)، والنسائي في "الكبرى" (2560) و (2561) و (5297) و (5298) و (5299) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. وقرن في رواية النسائي (5298) مع علقمة الاسود بن يزيد. واخرجه النسائي (2563) و (5296) من طريق ابي معشر زياد بن كليب، عن ابراهيم النخعي، به. وهو في "مسند احمد" (3592)، و"صحيح ابن حبان" (4026). واخرجه البخاري (5066)، ومسلم (1400)، والترمذي (1105) و (1106). والنسائي في "الكبرى" (2559) و (2562) و (5300) و (5301) من طرق عن الاعمش،

فرماتے ہوئے سنا ہے: ''تم میں سے جو شخص نکاح کر سکتا ہو، اسے شادی کر لینی چاہیے، کیونکہ یہ نگاہ کو زیادہ جھکا کر رکھتی ہے، اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرتی ہے، اور تم میں سے جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا، اسے روزے رکھنے چاہیں، کیونکہ وہ اس کی شہوت کو ختم کر دیں گے۔

شادی کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (2)

''تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔'' اس آیت کریمہ میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ بھی نکاح کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کے سلسلہ میں موجود ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي (3) ''میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ میرے طریقے پر نہیں۔''

ایک اور مقام پر نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ (4) ''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ شادی کر لے اور جس میں طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے۔ روزہ اس کو خصی کر دیتا ہے۔ (شہوت کم کر دیتا ہے)''

بلکہ ایک مقام پر آپ ﷺ نے شادی کو نصف دین کی تکمیل قرار دیا ارشاد ہے: اذا تَزَوَّجَ العَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الباقِي (5) ''جب کوئی بندہ (مسلمان) شادی کرتا ہے تو اس نے اپنے نصف دین کو مکمل کر لیا۔ پس باقی نصف کے بارے میں وہ اللہ سے ڈرے۔'' مندرجہ بالا مذکورہ آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے۔

شریعت اسلامیہ نے ایک طرف نکاح کو جائز قرار دیا تو دوسری طرف زنا سے شدت اور سختی کے ساتھ منع کیا اور عبرت ناک سزا بھی رکھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا (6) ''اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔'' اور زنا کی سزا کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (7) ''بدکار عورت اور بدکار مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو درے مارو اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں ان پر رحم نہ آنا چاہیے اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیے۔

شادی معاشرتی ستون

شادی صرف دو افراد کا ایک سماجی بندھن، شخصی ضرورت، طبعی خواہش اور صرف ایک ذاتی معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ دو خاندانوں میں باہمی الفت وملاپ کا ذریعہ ہے اور معاشرہ انسانی کے بقاء کا ایک بنیادی ستون بھی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک خاص اہمیت وفضیلت کا حامل ہے۔ نکاح کی اہمیت اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شریعت محمدی ﷺ تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری جو نکاح سے خالی رہی ہو۔ چنانچہ ہر شریعت میں مرد وعورت کا اجتماع ایک خاص معاہدہ کے تحت شروع رہا ہے اور بغیر اس معاہدے کے مرد وعورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت و مذہب نے جائز قرار نہیں دیا۔ البتہ اس معاہدہ کی صورتیں مختلف رہی ہیں اور اس کے شرائط واحکام میں تغیر وتبدل ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اسلام نے جو شرائط مقرر کیں، احکام نافذ کیے اور جو قواعد وضوابط وضع کیے ہیں وہ قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں موجود ہیں۔ اسلام نے نکاح میں مرد وعورت کو پسند اور ناپسند کا اختیار دیا ہے مگر اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ پسند ایسی نہ ہو جس پر شریعت کی طرف سے ممانعت ہے۔

یورپ میں جنسی بے راہ روی اسلام میں مرد وعورت کے لئے جنسی لذت کا حصول صرف نکاح میں ہے۔ اس شریفانہ طریقہ کے علاوہ اور کسی صورت کو جائز قرار نہیں دیا گیا۔ مگر اس وقت مغربی ممالک کی صورت حال اس بارے میں بڑی تشویشناک اور لمحہ فکریہ والی ہے۔ یورپ کی جنسی بے راہ روی کے بارے میں ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں: ''ہر معاشرے میں شادی سے پہلے ہر مرد اور عورت کو جنسی لحاظ سے پاک دامن رہنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ لیکن مغربی معاشرہ اور کچھ دیگر غیر ترقی یافتہ معاشرے مرد وعورت کو جنسی اختلاط کی اجازت دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر پولی نیشیا کے سیموئن قبائل میں ہر بالغ مرد اور عورت سے توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ شادی سے پہلے جنس کا تجربہ کر چکے ہیں۔

ان قبائل میں شادی سے پہلے منگیتر کے ساتھ راتیں گزارنا ان کی روایت اور تمدن کا حصہ ہے۔ اسی طرح کینیا کے ماسی قبائل میں جب ایک لڑکا بالغ ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر تربیتی کیمپوں میں چلا جاتا ہے جہاں وہ جنگی ماہرین سے جنگ اور لوٹ مار کرنے کے طریقے سیکھتا ہے۔ اس دوران نزدیکی گھروں میں رہنے والی جوان لڑکیاں ان کی خدمت گزاری کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ جن سے جنسی تعلق قائم کرنا ان جوانوں کا حق ہوتا ہے۔ (8)

اور مغربی تہذیب کے بارے میں مولانا گوہر رحمن لکھتے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے: ''اہل یورپ چونکہ اپنی مذہبی اقدار سے دور جا چکے ہیں اس لئے مغربی تہذیب ایک بالغ شخص کو کھلی چھٹی دینے کی قائل ہے۔ کسی قسم کی کوئی بندش یا قید جو اس مرد وعورت کا فاصلہ کرے اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ہر طرف جسمانی طور پر لطف اندوزی کا سامان مہیا کیا جارہا ہے۔ اخلاقی قدروں کی پامالی اس کا حق آزادی شمار کیا جاتا ہے اور حلال وحرام کی پرواہ کیے بغیر مال کمائے تو یہ اس کا معاشی حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ عورت، مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرے تو یہ اس کا تمدنی حق سمجھا جاتا ہے اور مرد وعورت بے راہ روی پر اُتر آئیں تو یہ ان کا جنسی حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ معاشرے کی اکثریت اپنی کسی لذت اور خواہش کی تکمیل کے لئے ایک ناجائز کام کو جائز کرانا چاہے تو یہ حق جمہوریت کی

رو سے ممکن ہے۔(9)

الغرض یورپ میں ہر بالغ شخص کو کھلی چھوٹ حاصل ہے کہ وہ جس طریقہ سے چاہے اپنی زندگی گزارے اور جنسی تعلقات پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک ہم جنس پرستی بھی جائز ہے خواہ وہ مرد کی مرد کے ساتھ ہو یا عورت کی عورت کے ساتھ ہو۔ بلکہ وہ لوگ تو اس سے بھی آگے بڑھ کر جانوروں کے ساتھ فحش حرکات میں ملوث ہو گئے ہیں۔ مگر اسلام میں نکاح کے علاوہ تمام صورتیں ناجائز اور حرام ہیں۔ شریعت نے جہاں مرد و عورت کو پسند سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے وہاں یہ بھی بتا دیا ہے کہ کن افراد کے ساتھ نکاح کیا جاسکتا ہے۔ مگر یورپ میں آج کل بے راہ روی اپنے عروج پر ہے۔ پسند اور نجی معاملہ کے نام پر غیر فطری عمل اختیار کیے جا رہے ہیں ان کی شرعی حیثیت درج ذیل ہے۔

1۔مرد کی مرد کے ساتھ شادی:

مغربی ممالک میں مرد کی مرد کے ساتھ شادی کا رواج عام ہے۔ مگر چونکہ اس قسم کے تعلق سے مقصود عیش و عشرت ہے، عفت و عصمت و بقائے نسل انسانی و دیگر مقاصد پیش نظر نہیں ہوتے اس لئے شریعت اسلامیہ نے اس قسم کے تعلقات پر کڑی پابندی لگائی ہے۔ قرآنی شہادت کے مطابق مرد کی دوسرے مرد کے ساتھ جنسی تعلق کی ابتداء حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہوئی۔(10)

اور جب وہ اس جرم عظیم سے باز نہ آئی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور زمین کو اُلٹ کر ان پر پھینک دیا گیا۔(11)

اس فعل قبیح کی سزا بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا (12) ''تم میں سے جو دو مرد بدکاری کریں ان کو ایذا دو۔''

اور اسی طرح حدیث میں ہے: مَنْ وَجَدْتُّمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ(13)
''تم جس کو قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔''

2۔عورت کی عورت سے شادی:

عورت کا عورت سے شادی کرنا جیسا کہ یورپ میں اس قسم کے واقعات بھی سامنے آرہے ہیں۔ اسلام میں اس قسم کے تعلقات بھی مذموم و ممنوع ہیں۔ حدیث میں ہے۔

لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْاَةُ اِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْاَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْاَةُ اِلَى الْمَرْاَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ(14)
''کوئی مرد کسی مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کا ستر دیکھے اور نہ ہی کوئی مرد ایک کپڑے میں دوسرے مرد کے ساتھ لیٹے اور نہ ہی کوئی عورت ایک کپڑے میں دوسری عورت کے ساتھ لیٹے۔''

حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۔1176ھ) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اقول: ذلك لان النظر الى العورة يهيج الشهوة. والنساء ربما يتعا شقن فيما بينهن و كذالك الرجال فيما بينهم

ولا حرج فی ترك النظر الی السوءة. وایضا فستر العورة من اصول الارتفاقات لابد منها. (15)''
میں کہتا ہوں یہ ممانعت اس لئے ہے کہ ستر کا دیکھنا شہوت کو برانگیختہ کرتا ہے اور بسا اوقات عورتیں بھی ایک دوسرے پر فریفتہ ہوجاتی ہیں اور اس طرح مرد بھی ایک دوسرے کے عاشق ہوجاتے ہیں اور ستر کی طرف نظر نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نیز ستر کو چھپانا تہذیب کے ان اصولوں میں سے ہے جن کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔'' چنانچہ شریعت اسلامیہ میں مردوں کے مردوں کے ساتھ عورتوں کے عورتوں کے ساتھ اس قسم کے تعلقات سختی سے منع ہیں۔

3۔ مرد کا غیر عورت کے ساتھ تعلقات قائم کرنا:

نکاح کے بغیر مرد کا عورت کے ساتھ جنسی تعلقات کبیرہ گناہ ہیں۔ جس کی سزا شادی شدہ کے لئے رجم (16) اور کنوارے کے لئے سو کوڑے ہیں (17) اور اگر کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ قوم لوط والا عمل کرے تو اس پر بھی بڑی سخت وعید ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَی رَجُلٍ اَتَی رَجُلًا اَوْ امْرَاَةً فِی الدُّبُرِ (18) ''اللہ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت سے غیر فطری عمل کرے یعنی پیچھے سے جماع کرے۔''

محی الدین امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م۔676ھ) لکھتے ہیں: واتفق العلماء الذین یعتد بھم علی تحریم وطء المرأة فی دبرھا حائضا کانت أو طاھرا لأحادیث کثیرة مشھورة. (19) ''بہت سی احادیث مشہورہ کے پیش نظر قابل اعتماد علماء کا اتفاق ہے کہ عورت سے وطی فی الدبر کرنا حرام ہے خواہ وہ حائضہ ہو یا پاک۔''

4۔ جانوروں کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنا:

مغربی ممالک میں ایک قبیح فعل جانوروں کے ساتھ فحش حرکات میں ملوث ہونا ہے۔ مگر اسلام میں اس کی بڑی سخت مذمت اور وعید آئی ہے۔ جانوروں کے ساتھ فعل بد کی سخت سزا تجویز کی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ وَقَعَ عَلَی بَهِیْمَةٍ فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوا الْبَهِیْمَةَ (20) ''جس کو جانور سے بدفعلی کرتے پاؤ اسے قتل کر دو اور جانور بھی ہلاک کر دو۔'' بلکہ ایسے شخص پر لعنت کی گئی ہے۔ حدیث میں ہے: مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتَی بَهِیْمَةً (21) ''چوپائے سے بدفعلی کرنے والا بھی ملعون ہے۔''

الغرض یہ کہ نکاح کے پاکیزہ رشتے کے علاوہ باقی جتنی بھی صورتیں ہیں ان میں حفاظت نسب کی کوئی صورت نہیں۔ جب کہ بعض صورتوں میں نسل انسانی کا خاتمہ ہے اور نکاح سے معاشرتی زندگی میں جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ بھی پس پشت چلے جاتے ہیں اور معاشرے میں بگاڑ و فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑی نقصان دہ بات یہ ہے کہ انسانیت ختم ہوجاتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب خواہشات کی تکمیل کے لئے اخلاقی و مذہبی پابندیوں کی رعایت نہ کی جائے تو پھر معاشرہ میں پھیلنے والی انارکی کا تصور ہی لرزا دینے والا ہے۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ نے ناجائز راستوں پر پابندیاں لگائیں۔ مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ شریعت نے پسند کے نکاح کی اجازت دی ہے۔ مگر ناجائز اور غلط طریقوں سے پسند کو اپنانے سے منع کیا ہے۔

نگاہ حرام اور حکم شریعت کا بیان

کاش کہ لوگ اس عظیم وبا سے واقف ہوتے، غلط نگاہ موجودہ زمانے کا ایک عظیم مرض بن چکا ہے، شہوت، فحش، بے حیائی، عریانیت اور بے ڈھنگے پن کا یہ آغاز ہے، لیکن اس کا اختتام ہلاکت و بربادی اور دردناک عذاب ہے۔ آج عریانیت اور ننگے پن کو ترقی کی علامت سمجھا جا رہا ہے، اسے تہذیب وتمدن کا عنوان بتایا جا رہا ہے، عریانیت اور ننگا پن بازاروں کی زبان بن چکی ہے، تجارت اور لین دین کے معاملات عریانیت اور ننگے پن کی بنیادوں پر قائم کیے جا رہے ہیں، ٹی وی چینلوں اور فحش میگزنس اور لٹریچر نے عریانیت، بے حیائی اور ننگے پن کو جلد نفع حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے، میڈیا کا اس معاملے میں رول سب سے اہم ہے۔ اشتہار بازی، ڈرامہ، ٹاک شو اور دیگر پروگراموں کو کامیاب بنانے کے لئے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا بے دریغ صنفِ نازک کی کشش کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ الغرض عریانیت اور بے حیائی کے نام پر یہ کمائی اور یہ فوری نفع برکت سے سراسر خالی ہوتا ہے بلکہ اسکی کمائی خبیث کمائی ہے جو عفت و پاک دامنی اور اخلاق کی بنیادوں کو مسمار کر کے حاصل کی جا رہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿۳۰﴾ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ

ترجمہ: مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں خدا ان سے خبردار ہے، اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ [سورۃ النور: 30-31].

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: آیت میں عورتوں نیز مردوں کی ستروں کو دیکھنا حرام قرار دیا گیا۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الجواب الکافی میں رقم طراز ہیں: زنا کا آغاز نظروں سے ہوتا ہے، اسی لئے شرمگاہ کی حفاظت سے پہلے نگاہوں کی حفاظت کی تاکید کی گئی، چونکہ تمام واقعات کا آغاز نگاہوں سے ہوتا ہے۔ جس نے اپنی نگاہوں کو آزاد چھوڑ دیا، اس نے اپنے آپ کو ہلاکت کے منہ میں ڈالا، انسان کو پہنچنے والی عام مصیبتوں اور آفات میں سب سے پہلے نظر کے ذریعے ہی مصیبت اور پریشانیاں پہنچتی ہیں، جب انسان نظروں کی لاپرواہی کے سبب مصیبت میں پڑ جاتا ہے تو پھر اسے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، وہ ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ اس پر اسے نہ صبر کرنے کی طاقت ہوتی ہے اور نہ اسے چھوڑنے کی، اور یہ انسان کے لئے سب سے بڑا عذاب ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ [یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے] [سورۃ النور: 30-]. یعنی نگاہوں اور شرمگاہ کی حفاظت نفس کے لئے زیادہ پاکیزہ اور دین کے لئے زیادہ مفید اور مومن کے لئے دنیا و آخرت میں زیادہ کارآمد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غض بصر یعنی نگاہوں کو نیچی رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کا حکم بندوں پر مشقت کے طور پر ہرگز نہیں دیا، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لئے ایک عظیم رحمت ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس باب کو کھول دیتے یعنی بندوں کو اختلاط اور غیر محرم عورتوں سے ملنے جلنے

کی عام اجازت ہوتی تو عزتیں پامال ہوتیں، حسب ونسب کا خیال نہ رہتا اور روئے زمین میں فساد مچ جاتا۔

غیر محرم کو دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے

مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابنِ آدم کا زنا اس کے ذمہ لکھ دیا گیا ہے۔ جسے وہ لامحالہ پالے گا؛ آنکھوں کا زنا (شہوت سے) دیکھنا ہے۔ زبان کا زنا (شہوت کی بات) بولنا ہے۔ کانوں کا زنا (شہوت کی بات) سننا ہے۔ ہاتھوں کا زنا (شہوت سے) تھامنا ہے اور پیروں کا زنا (شہوت کی ناجائز تکمیل کے لیے) چلنا ہے۔ دل خواہش، تمنا اور آرزو کرتا ہے۔ پھر شرم گاہ یا تو سب کو سچا کر دیتی ہے یا جھوٹا بنا دیتی ہے۔

حدیث میں آپ ﷺ نے آنکھ کے زنا سے آغاز فرمایا، اس لئے کہ ہاتھ، پیر، دل، اور شرمگاہ سب کی اصل آنکھ ہے۔ مسلم شریف میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے اچانک پڑنے والی نظر کے بارے میں دریافت کیا، آپ نے فرمایا: "اپنی نظروں کو پھیر دیا کرو" اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔ "آپ ﷺ نے مجھے نگاہوں کے پھیرنے کا حکم دیا" نبی ﷺ نے نگاہوں کو نیچی رکھنے کے عمل کو راستے کے حقوق میں شامل فرمایا، راستے میں بیٹھنے والے ہر مسلمان پر اپنی نگاہوں کو جھکائے رکھنا ضروری ہے، اس لئے کہ یہ راستے کا حق ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچو" صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول، راستے میں ہمارے بیٹھنے سے کیا فرق پڑتا ہے، ہم تو بیٹھے بیٹھے گفت وشنید کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستے کو اس کا حق دو، صحابہ نے پوچھا: راستے کے کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا: نگاہوں کو جھکائے رکھنا، تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب تمہارے پاس سے کوئی (غیر محرم) عورت گذرے تو تم اپنی نگاہوں کو نیچے کر دو، یہاں تک کہ عورت تمہارے پاس سے گذر جائے۔

ربیع ابن خیثم ایک مرتبہ راستے سے گذر رہے تھے، تو ان کے پاس سے چند عورتیں گذریں، آپ نے اپنی نگاہوں کو جھکا دیا، عورتوں نے جب انہیں دیکھا تو سمجھنے لگی کہ وہ نابینا ہے، تو انھوں نے نابینا آدمی کو دیکھ کر اندھے پن سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ وکیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک عید کے دن ہم حضرت ثوری کے ساتھ نکلے، تو ہم نے دن کا آغاز اپنی نظروں کو جھکا کر یعنی نظروں کی غیر محرم عورتوں سے حفاظت کر کے کیا۔

حسان بن ابی سنان عید کے روز نماز عید کے لئے، جب عید پڑھ کر گھر لوٹے تو ان کی اہلیہ نے پوچھا: آپ نے کتنی خوبصورت عورتوں کو دیکھا ہے؟ حسان نے کہا: بخدا، تمہارے پاس سے جانے کے بعد سے میں نے کسی غیر محرم پر نظر نہیں ڈالی، یہاں تک کہ میں صحیح سلامت گھر لوٹ آیا ہوں۔ یہ تھے وہ لوگ جن کے دل حرام سے پاک تھے، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حلاوت ایمانی سے نوازا اور دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے سرفراز فرمایا۔

دنیا میں آج تک رونما ہونے والے تمام فحش وفجور کا اصل سبب نگاہ کا فتنہ ہے۔ یقیناً اللہ رب العزت کان، آنکھ، اور دل کے

بارے میں بندے سے سوال کریں گے،

ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا [سورۃ الاسراء:36] بلکہ یہ آنکھ کل روز قیامت بندے کے خلاف گواہی دیں گی، فرمان الٰہی ہے: {حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [سورۃ فصلت:20] ترجمہ: یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور چمڑے (یعنی دوسرے اعضا) ان کے خلاف ان کے اعمال کی شہادت دیں گے اللہ تعالیٰ نظروں اور دلوں کے تمام بھیدوں کو جاننے والے ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۔ترجمہ: وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں (ان کو بھی)] سورۃ غافر19.]

آیت بالا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: یہ وہ آدمی ہے جو لوگوں کے درمیان میں ہو، اس کے پاس سے عورت گذرتی ہے، تو وہ لوگوں کو یہ دکھاتا ہے کہ اس کی نگاہیں نیچی ہیں اور وہ عورت کو دیکھ نہیں رہا ہے، وہ لوگوں کو اگر غفلت میں دیکھتا ہے تو پھر عورت پر نظریں ڈالنے لگتا ہے، اگر اسے خدشہ ہوتا ہے کہ لوگ اسے سمجھ جائیں گے تو اپنی نظروں کو جھکا دیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کے بھید سے بخوبی واقف ہے کہ وہ آدمی نہ صرف عورت کو دیکھنا چاہتا ہے بلکہ اس کی خواہش تو اس کی ستر بھی دیکھنے کی ہے۔ جنید بغدادی سے پوچھا گیا: نگاہوں کی حفاظت کا کیا علاج ہے؟ فرمایا: یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تمہاری نظر سے تیز ہے۔
انٹرنیٹ، ٹی وی، اور ذرائع ابلاغ نے نظر حرام کے سلسلے میں بہت سارے مسلمانوں کو غفلت میں ڈال دیا ہے، ٹی وی، انٹرنیٹ اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے، گندی فلمیں اور بے حیائی اور عریانیت پر مبنی تصاویر کی اشاعت نے آج نظروں کی حفاظت کے سلسلے میں عظیم خلا پیدا کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں مسلمان گھروں میں بے حیائی، عریانیت اور فحش وفجور کے واقعات دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں، خصوصاً مسلم لڑکیوں میں بے حیائی اور عریانیت کی تباہی تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔

مسلم نوجوان لڑکے اور لڑکیاں، تعلیم کے نام پر عریاں لباس زیب تن کر کے دین و دنیا میں اپنے ہاتھوں سے تباہی و بربادی کو دعوت دے رہے ہیں۔ قدروں کی پامالی اور جرائم کی کثرت میں بدنگاہی کے اثرات گھروں میں ٹی وی چینلوں اور انٹرنیٹ کے نتیجے میں تباہ کن نتائج سامنے آ رہے ہیں، بچے اپنی بہنوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے شکار ہو رہے ہیں، امریکہ کی ایف بی آئی ایجنسی نے امریکی جیلوں میں مقید چوبیس قیدیوں کا انٹرویو لیا، ان تمام قیدیوں کا تعلق بچوں اور بالغوں کے ساتھ جنسی زیادتی یا قتل جیسے جرائم سے تھا، پوچھے جانے پر 81٪ قیدیوں نے اس جرم کی اصل وجہ اباحیت اور فحش مواد کی کثرت بتائی۔ ان ہی قیدیوں میں ایک مشہور نصرانی داعی "جارج پشوپ" تھا، جس نے اپنی گرفتاری اور جیل میں قید ہونے کے بعد یہ جملے کہے تھے: اگر بچپن میں مجھے زنا کاری اور بدکاری کا مواد نہیں دیا جاتا تو میں آج جنسی زیادتی اور دیگر جرائم کا شکار ہرگز نہ ہوتا"۔

اس نے مزید کہا: زنا کاری اور بدکاری کے مواد کا مجھ پر اس قدر اثر ہے کہ اگر اس کا مجھے موقع نہ ملے تو میں بچوں اور عورتوں کو قتل کر دیتا ہوں۔ (Ted Bundy) کی زندہ مثال ہے، جس کو امریکا کے کونے کونے میں قاتل اور سفاح سے جانا جا رہا ہے، ٹیڈ

بنڈی کا تعلق ایک خوشحال گھرانے سے تھا، بلکہ یہ خود قانون کا طالب علم تھا، تاہم اس کی گرفتاری چالیس عورتوں کو قتل کرنے کے بعد عمل میں آئی، یہ ایک ایسا انسان تھا، جو انسانوں کا گوشت کھانا پسند کرتا تھا، اس کے ذبح کیئے ہوئے انسانوں میں دس سالہ ایک بچہ بھی تھا جو اس سفاح کا آخری انسانی شکار بنا تھا۔ اسے تختہ دار پر چڑھانے سے قبل اس نے ایک انٹرویو میں کہا: تم مجھے عنقریب قتل کردو گے، اور دنیا میرے شرور سے محفوظ ہو جائے گی، لیکن دنیا میں میرے جیسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے، جو بدکاری کی شکلوں کے نشہ آور ہیں اور تم اس مسئلہ کے حل کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے ہو۔ اس نے مزید کہا: میں اور میرے جیسے لوگ، وحشی درندے بن کر پیدا نہیں ہوئے، ہم اور تمہاری اولاد اور تمہاری بیویاں محفوظ گھروں میں پرورش پائے، لیکن بدکاری اور زناکاری کے ذرائع نے ہمیں کسی بھی گھر میں ہاتھ ڈالنے اور بچوں کو اچکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس شخص نے پھانسی کی سزا سے چند گھنٹے پہلے کہا تھا: "میں نے جیلوں میں طویل عرصہ گذارا، اور بہت سارے ایسے لوگوں کے ساتھ مجھے رہنے کا موقع ملا، جو میری ہی طرح جرائم کے مرتکب ہیں، لیکن بلا امتیاز یہ سب لوگ زناکاری اور فحش ذرائع سے بری طرح متاثر ہیں اور ان ذرائع کے بغیر انہیں سکون وچین نہیں آتا۔" ٹی وی سیریل اور عریاں اور بے حیائی وفحش سے بھری فلموں کے دیکھنے کے نتیجے میں عریانیت، اختلاط، فساد اور قدروں کی پامالی کے واقعات روز افزوں ہیں۔ بلکہ اس غفلت کے سبب انسان کی غیرت ختم ہو چکی ہیں اور وہ اپنے جیسے ہی انسان کو اپنی ہوس کی خاطر موت کے گھاٹ اتارنے پر تیار ہو جاتا ہے۔

امریکی وزارت عدل کے ایک اعلان کے مطابق:

امریکی ذرائع ابلاغ کی تاریخ میں بدکاری کے ذرائع کے نتیجے میں گھروں سے بغیر کسی خوف وڈر کے بچوں کو اچکنے کی موجودہ روایت کبھی نہیں دیکھی گئی۔ ایک سروے رپورٹ کے مطابق بدکاری کے ذرائع استعمال کرنے والوں میں بارہ سے سترہ برس کے بچوں کی تعداد سب سے زیادہ ہیں۔ اور قابل غور بات یہ ہے کہ یہ تمام سروے کسی مسلمان تنظیم یا ادارے نے نہیں کیئے ہیں بلکہ یہ سروے مغربی محققین نے کیئے ہیں۔ یقیناً اسلامی اقدار، اخلاق اور اسلامی اصول وضوابط کافروں کے اصول وضوابط کے مقابلے میں اعلی وبرتر اور پاک وصاف واقع ہوئے ہیں، کافروں کے پاس زنا کی کوئی سزا نہیں اس لئے کہ ان کے پاس یہ کوئی جرم ہی نہیں ہے۔

آزادی کے نام پر اباحیت پسندی اور بدکاری کی اشاعت کی کوشش

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ [سورة النور: 19]

اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی یعنی (تہمت بدکاری کی خبر) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ہمارے زمانے میں اہل مغرب اپنے بگڑے ہوئے اقدار، خبیث بیماریوں اور مذموم اصولوں کے نتیجے میں یہ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا میں گناہ عام ہو جائیں اور خصوصاً اسلامی ممالک میں بے حیائی اور عریانیت عام ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہیومن رائٹس واچ خلیجی ممالک کی انٹرنیٹ کو محدود رکھنے کی کوششوں پر نالاں ہیں اور وہ چاہتی ہیں کہ خلیجی ممالک حریت پسندی کو رواج دیں۔

فحش اور حرام تصویروں کے مشاہدے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بیماریاں

۱۔ توجہ بٹ جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں یادداشت کمزور ہونے لگتی ہے، اور آدمی سرعت نسیان یعنی جلد بھولنے کا شکار ہو جاتا ہے، ظاہر بات ہے کہ جب انسان اس طرح کی فلموں کا مشاہدہ کریں گا تو اس کی ثمر آور انرجی ضعف کا شکار ہو گی۔

۲۔ اباحیت اور بدکاری پر مبنی فلمیں دیکھنے سے انسان بے خوابی، نیند کی کمی اور عقل و فہم سے بعید فکروں میں الجھنے جیسی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

۳۔ اسی طرح انسان کاہلی، سستی، اجتماعی و خاندانی سرگرمیوں سے دور رہنے اور انفرادی زندگی گزارنے کا عادی ہو جاتا ہے۔

۴۔ اسی طرح اسے ذہنی پریشانی بھی لاحق ہونے لگتی ہے جس کے نتیجے میں مزاج میں سختی، جلد غصہ اور معمولی معمولی بات پر بھڑکنے کا عادی بن جاتا ہے۔

۵۔ ان کے علاوہ فلموں اور گندی چیزوں کے مشاہدے سے انسان بیشمار جسمانی امراض کا بھی شکار ہوتا ہے۔

۶۔ اور اخیر میں انسان افسردگی، اداسی اور غم اندوہ کا شکارہ ہو جاتا ہے، اسے اپنی قیمتی چیزوں کے کھو جانے کے احساس کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

حل اور علاج

۱۔ مومن کو اس بات کا علم ہو کہ بدنگاہی کے نتیجے میں انسانی قلب و دل اور خاندان و معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، نفس منتشر ہو جاتا ہے، ایمان کی حلاوت اور مٹھاس مفقود ہو جاتی ہے، عبادت و خشوع کی لذت ختم ہو جاتی ہے، علم میں بھول پیدا ہوتی ہے، یادداشت کمزور ہونے لگتی ہے اور دل کی سنگینی اور سختی میں اضافہ ہوتا ہے، انسان آخرت سے غافل ہونے لگتا ہے نیز وحشت، ظلم و تاریکی، بے چینی اور پریشانی غالب آنے لگتی ہے اور شیطان کے لئے انسان کے اندر داخل ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ چونکہ دل کا دروازہ آنکھ ہے۔

۲۔ دعاء:

نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ امام ترمذی نے روایت کیا: "اقسم لنا من خشيتك ما يحول بيننا وبين معاصيك". بلکہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ ابوداؤد نے روایت کیا: "اللهم إني أعوذ بك من شر سمعي، ومن شر بصري، ومن شر لساني، ومن شر قلبي". ترجمہ: اے میرے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، میرے کانوں کے شر سے، میری آنکھوں کے شر سے، میری زبان کے شر سے اور میرے دل کے شر سے۔

۳۔شادی:

ارشادنبوی ﷺ ہے: یا معشر الشباب، من استطاع منکم الباءة فلیتزوج، فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیه ترجمہ: اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جوشادی کی استطاعت رکھتا ہو، وہ شادی کرے، کیونکہ یہ آنکھوں اور شرمگاہ کی حفاظت کے لئے زیادہ کارآمد ہے، اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ شہوت کوروکتا ہے۔میری مسلم بہن! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ خاتون مسلم نے فحش اور بدکاری کے کاموں کے سد باب میں اہم کردارادا کیا؛ ہمیں نوجوانوں سے امید ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کا اہتمام کریں گے، ہمیں یہ بھی بھولنا نہیں چاہئے کہ ہم بدنگاہی کے مرض کی بنیادی وجہ کو نظرانداز کردیں، یہ بنیادی وجہ عورت کا بے پردہ، عطر لگا کر، اپنی خوبیوں اور چال ڈھال کو ظاہر کر کے نکلنا ہے، یہی وہ بنیادی چیز ہے جو نوجوان مردوں کو بدنگاہی اور فحش فعل پر آمادہ کرتی ہے۔

امام بخاری نے حضرت اسامہ بن زید کی روایت کو نقل کیا: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ترجمہ: میں نے اپنے بعد مردوں پر عورت سے زیادہ ضرر رساں فتنہ نہیں چھوڑا۔ اور صحیح مسلم کی روایت ہے، حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: »فاتقوا الدنیا واتقوا النساء« ترجمہ: "دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو" میری مسلمان بہن! ہمیں یہ پسند نہیں کہ آپ مردوں کی خواہشات اور جذبات کے بھڑکانے کا ذریعہ بنیں، ہمیں یہ پسند نہیں کہ آپ ان خواتین میں شامل ہوں جن کے بارے میں ارشادنبوی ہے، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا: ترجمہ: اہل جہنم کی دوقسموں کو میں نے دیکھا۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے جن کے ساتھ وہ لوگوں کو ماریں گے، دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، مائل ہونے والیاں اور مائل کرنے والیاں، ان کے سر دبلے پتلے بختی اونٹوں کی کوہان کی مانند ہوں گے، وہ نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو کو پائیں گی۔ باوجودیکہ اس کی خوشبو لمبی مسافت سے محسوس کی جاسکے گی۔(صحیح مسلم:۲۱۲۸)

۴۔نگاہوں کی حفاظت کے نتیجے میں دل شہوت کے جذبات سے پاک رہتا ہے، اور جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بند ہوجاتا ہے، کیونکہ نگاہ شہوت کا ایک دروازہ ہے، جو انسان کو فعل پر آمادہ کرتا ہے۔ نیز نگاہوں کی حفاظت کے نتیجے میں عقل وذہن میں پختگی پیدا ہوتی ہے، چونکہ بدنگاہی خطرناک انجام سے نظروں کو ہٹادیتی ہے اور اس کے نتیجے میں عقل پر زور پڑتا ہے۔ نگاہوں کی حفاظت دل کو شہوت کے نشے اور غفلت کی نیند سے محفوظ رکھتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ} [سورۃ الحجر:72] (اے محمد) تمہاری جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش (ہورہے) تھے۔ نگاہ شراب کا ایک پیالہ ہے، عشق اس کا نشہ ہے، اور عشق کا نشہ شراب کے نشے سے زیادہ نقصان دہ ہے، چونکہ شراب کا نشہ آور ہوش میں آجاتا ہے، لیکن عشق کا نشہ آور بہت کم ہوش میں آتا ہے، ہاں ہوش اس وقت آتا ہے جب موت سامنے ہوتی ہے۔

۵۔ہماری آپ کے لئے یہ خاص نصیحت ہے کہ آپ ایسے مقام سے دور رہئے جہاں حرام دیکھی جانے والی یا سنی جانے والی چیزیں ہیں، آپ ایسے مقام سے الگ ہوکر ہدایت کے راستے کو اختیار کرتے ہوئے حفظ قرآن مجید، علم دین، اہل خیر کی ہم نشینی،

نمازوں کی پابندی اور اہل علم کی محفلوں میں شرکت: جیسے کاموں میں مصروف ہو جائیے۔

۶۔ یاد رکھیے انحرافات اور خرافات کے علاج کے لئے سب سے بہتر اور اولیٰ طریقہ یہ ہے کہ ایمان کی تقویت، دلوں کی اصلاح، نمازوں کی اصلاح، اللہ تعالیٰ سے تعلق کی کوشش، آخرت کے اجر وثواب کی رغبت، مراقبہ، آخرت، جنت اور دوزخ کی باتوں کے تذکرے، اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ترغیب اور علوم دینیہ کے حصول پر بھرپور توجہ دیں۔

حدیث شریف میں اس بات کی دلیل ہے کہ قبر وآخرت کے احوال کا علم شہوتوں اور خواہشات کو ختم کر دیتا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: واللہ لو تعلمون ما أعلم، لضحکتم قلیلا، ولبکیتم کثیرا، وما تلذذتم بالنساء علی الفرش، ولخرجتم إلی الصعدات تجأرون إلی اللہ « ترجمہ: بخدا، اگر تمہیں وہ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں، تو تم بہت کم ہنسو گے، اور بہت زیادہ رونے لگو گے، اور تم بستروں پر عورتوں سے لذت حاصل نہیں کرو گے، اور تم ضرور اللہ کی پناہ کی تلاش میں جنگلات میں نکل جاؤ گے۔

بندۂ مومن سے اللہ تعالیٰ نے عظیم نعمت کا وعدہ فرمایا ہے، حرام اور ممنوعہ امور سے بچنے پر اللہ تعالیٰ آخرت میں بندۂ مومن کو ایسی ایسی حوریں عطا فرمائیں گے، جسے کسی بھی انسان آنکھ نے نہیں دیکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان حوروں کی تعریف میں فرماتا ہے: وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ [سورۃ الصافات:48-49] ترجمہ: اور ان کے پاس عورتیں ہوں گی جو نگاہیں نیچی رکھتی ہوں گی اور آنکھیں بڑی بڑی، گویا وہ محفوظ انڈے ہیں۔ اور ارشاد ہے: كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ [سورۃ الرحمن:58] ترجمہ: گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ یاقوت اور مرجان ایسے دو پتھر ہیں، جو نظر آنے میں بڑے دلکش اور دلربا ہوتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے ان حوروں کا وصف بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان کی نگاہوں نے اپنے شوہروں کے علاوہ کسی دیگر مرد کی خواہش نہیں کی ہوگی، اللہ تعالیٰ نے حور کے حسن وجمال خود گواہی دی ہیں۔

یہ حوریں دنیاوی عورتوں کے مقابلے بے پناہ حسن وجمال والی اور دنیاوی عورتوں میں پائے جانے والے تمام عیوب جیسے حیض وغیرہ سے بالکل پاک وصاف ہوں گی، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ [سورۃ البقرۃ:25] ترجمہ: اور وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ [سورۃ الواقعۃ:22-23]

اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں، جیسے (حفاظت سے) تہہ کئے ہوئے (آب دار) موتی۔ اور آپ ﷺ نے جنت کی عورتوں کے حسن وجمال کے بارے میں ہمیں ترغیب دی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ولکل واحد منهم زوجتان، یری مخ سوقهما من وراء اللحم من الحسن «. ترجمہ: اور ہر بہشتی کے پاس دو بیویاں ایسی نازک اور خوبصورت ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا (مغز) گوشت میں سے دکھلائی دے گا۔ [بخاری، کتاب بدء الخلق] اور اس حسن وجمال کے بارے میں ذرا غور کرو جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ بیان فرماتے ہیں

» ولو أن امرأة من أهل الجنة اطلعت إلى أهل الأرض لأضاءت ما بينهما، ولملأته ريحا، ولنصيفها على رأسها خير من الدنيا وما فيها« [

ترجمہ: اور اگر بہشت کی کوئی عورت (حور) زمین والوں کو جھانکے (ان کی طرف رخ کرے) تو زمین سے آسمان تک روشنی ہو جائے اور خوشبو سے مہک جائے اور حور کی اوڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔[بخاری، کتاب الجھاد والسیر]

ہم میں کا ہر ایک ذمہ دار ہے، انٹرنیٹ سروسیس سے اب کوئی مفر نہیں، اس سروس نے بے شمار نفع بخش اور کار آمد چیزوں کو ہمارے لئے کھول کر رکھ دیا ہے، تاہم یہ ایسی چیز ہے جس کے تئیں ہم پر کئی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، سب سے پہلے ہم خود اس کا بہتر استعمال کرے اور پھر ہم ہمارے ماتحت پرورش پانے والی اولاد اور بچوں کی انٹرنیٹ کے تئیں بہترین راہ نمائی انجام دیں جو انہیں بے دینی، عریانیت، فحش اور حرام امور سے بچنے میں مدومعاون ثابت ہو۔

ہم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔لہٰذا ہر گھر کے ذمہ دار فرد سے ہماری گذارش ہے کہ وہ اپنی اولاد کے بارے میں خیال رکھے، کہ وہ بند کمروں میں انٹرنیٹ پر کتنا وقت گذار رہے ہیں، اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ کیا ہم نے اپنی اولاد سے کبھی دریافت بھی کیا کہ وہ انٹرنیٹ کیفوں، اور چیٹنگ روموں میں گھنٹوں بیٹھ کر کیا کرتے ہیں۔

بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنْ تَزْوِيجِ ذَاتِ الدِّينِ

باب: دیندار عورت سے شادی کرنے کا حکم ہونا

2047 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُنْكَحُ النِّسَاءُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”خواتین کے ساتھ چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے، ان کے مال، ان کے حسب، ان کی خوبصورتی، یا پھر ان کا دین، تو تم دیندار کے ذریعے کامیابی حاصل کرو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

نکاح کے لیے دین داری کو فوقیت دیں

اسلام نے شادی کیسی عورتوں سے کی جانی چاہیے؟ اس کا معیار اور پیمانہ بھی اپنے ماننے والوں کو دیا ہے چناں چہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عورت سے نکاح چار باتوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے (۱) مال و دولت (۲) حسن و جمال (۳) خاندانی حسب و نسب، اور (۴) دین داری، تم دین دار عورت سے نکاح کرو۔

(بخاری ومسلم)

2047- واخرجه البخاري (5090)، ومسلم (1466)، وابن ماجه (1858)، والنسائي في "الكبرى" (5318) من طرق عن يحيى بن سعيد القطان، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (9521)، و"صحيح ابن حبان" (4036).

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم شادی میں صرف عورت کے حسن و جمال کو نہ دیکھو کیوں کہ اس کا حُسن بہت جلد ختم ہو جائے گا، نہ اُس کے مال کو دیکھو اُس کی مال داری اُس کو نافرمان بنا سکتی ہے، بل کہ عورت سے شادی اُس کی دین داری کی وجہ سے کرو، دین دار کالی رنگ کی باندی، بے دین خوب صورت عورت سے بہتر ہے۔ (سنن ابن منصور)

حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ جو حضور علیہ السلام کے غلام تھے) کا نکاح زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا جناب عبد المطلب کی نواسی) سے کیا، اور مقداد (رضی اللہ عنہ) کا نکاح ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب سے کیا، تا کہ لوگ جان لیں کہ سب سے بڑا شرف اسلام ہے۔ حضرت ابراہیم تیمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان کی ایک عورت سے کہا کہ تم کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کسی مسلمان سے شادی کر لو، اگر چہ وہ سُرخ رنگ کا رومی ہو یا سیاہ رنگ کا حبشی۔ (سنن ابن منصور)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے نکاح کرے اللہ تعالیٰ اس کی ذلت اور جو کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی ہی بڑھائے گا اور جو اس کے حسب (خاندانی رعب و دبدبہ) کے سبب نکاح کرے گا تو اس کے کمینہ پن میں زیادتی فرمائے گا، اور جو اس لیے نکاح کرے کہ اِدھر اُدھر نگاہ نہ اُٹھے اور پاک دامنی حاصل ہو یا صلۂ رحم کرے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کے لیے اس عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لیے اُس مرد میں۔ (بہارِ شریعت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمھیں وہ شخص نکاح کا پیغام دے جس کی دین داری اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو (اپنی بیٹی کا) نکاح کر دو، اگر نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ و فساد برپا ہوگا۔

(ترمذی شریف)

افسوس! کہ فی زمانہ ہم دیکھتے ہیں کہ نکاح کرنے میں دولت اور حسن و جمال کے ساتھ ساتھ خاندانی رعب و دبدبہ کو لوگ مقدم رکھتے ہیں اور دین داری کا تو کہیں تصور ہی نہیں رہتا۔ دولت مند لڑکے کی تلاش میں لڑکی کے نکاح میں تاخیر بھی کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ برائیاں جنم لے سکتی ہیں۔ اسی طرح لڑکے کے لیے خوب صورت اور پری تمثال لڑکی کی تلاش میں سرگرداں ہو کر اخلاق و کردار سے عاری لڑکی کو بہو بنا کر عمر بھر کے پچھتاوے کو گلے لگا لیتے ہیں۔ لڑکی اگر دین دار اور با اخلاق ہوگی تو جو اولاد پیدا ہوگی وہ صالح اور نیک ہو کر اپنے ماں باپ اور خاندان کے لیے باعثِ ننگ و عار نہیں بل کہ باعثِ خیر و برکت ہوگی۔

نکاح سے قبل لڑکے اور لڑکی ایک دوسرے کو دیکھ لیں

لڑکے اور لڑکی کا نکاح سے پہلے ایک دوسرے کو دیکھنا از روئے شرع درست ہے۔ تا کہ شادی کے بعد زوجین کے درمیان خوش گوار تعلقات قائم رہیں اور کسی بھی قسم کی الجھن اور تکرار کی نوبت نہ آنے پائے۔ اس سلسلے میں احادیثِ طیبہ ملاحظہ کریں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے ایک عورت سے شادی کی بات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

خبر ہوئی تو دریافت فرمایا کہ تم نے اُس عورت کو دیکھ لیا ہے؟ پھر آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ: تم پہلے اُس کو دیکھ لو کیوں کہ یہ بات زوجین کے درمیان خوش گوار تعلقات کے لیے بہت مفید ہے۔ چناں چہ میں نے اُس عورت کو دیکھا، اُس وقت اُس کے والدین موجود تھے اور وہ پردے کے اندر تھی، میں نے بڑی صفائی سے کہہ دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور مشورہ پر تم کو دیکھنے کے لیے آیا ہوں، والدین تو خاموش رہے لیکن لڑکی نے پردے کا کونا اُٹھا کر کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو مجھے دیکھنے کا حکم دیا ہے تو میں تمہارے سامنے آ رہی ہوں، اگر آپ (ﷺ) نے اس کا حکم نہیں دیا ہے تو میری طرف ہرگز نہ دیکھنا، میں نے اُس کو ایک نظر دیکھا اور اسی سے نکاح کر لیا۔ (کنز العمال)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو شادی کا پیغام دے تو اگر ہو سکے کہ اس کو دیکھنے کی وجہ سے نکاح میں رغبت ہوتی ہے تو وہ ایسا کرے۔ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے بنو سلمہ کی ایک عورت سے شادی کی بات کی تو درخت کی آڑ سے اُس کو دیکھا تو وہ مجھے پسند آئی اور میں نے اُسی سے شادی کر لی۔ (ابوداؤد شریف)

شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کا ایک دوسرے کو دیکھنے کی اجازت صرف اس لیے ہے کہ شادی کے بعد تعلقات میں خلیج نہ پیدا ہو لیکن آج مغربی کلچر اور غیر اسلامی طریقۂ کار میں ڈوب کر لڑکے لڑکی شادی سے پہلے سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں، گھنٹوں موبائل پر بات چیت کرتے ہیں یہ باتیں اسلامی شریعت کے خلاف ہیں ان سے بچنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

مردوں کے لیے پسند کی شادی کی شرعی حیثیت

شریعت اسلامیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کسی بھی ایسی عورت سے شادی کر سکتا ہے جو نہ اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو اور نہ وقتی کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو۔ قرآن مجید میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ ارشاد ربانی ہے: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (22) ''تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔'' بلکہ نکاح سے پہلے مرد کا اس عورت کو دیکھنا جائز ہے جس سے وہ نکاح کر رہا ہے۔

احادیث میں نہایت صراحت کے ساتھ اس کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمُ الْمَرْاَةَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى مَا يَدْعُوْهُ اِلٰى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ قَالَ فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ اَتَخَبَّاُ لَهَا حَتّٰى رَاَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِيْ اِلٰى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا (23) ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اگر ممکن ہو اس کو دیکھ لے اس کے بعد نکاح کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا اور میں نے اس کو چھپ کر دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس میں وہ چیز پائی جو نکاح پر رغبت کا سبب بنی۔ پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا۔'' بلکہ اس مضمون کی اور بھی احادیث ہیں

جن میں نکاح سے قبل عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ (م۔449ھ) لکھتے ہیں: ففی ھذہ الأحادیث اباحۃ النظر الی وجہ المرأۃ لمن أرادنکاحھا. (24) ''پس ان احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

''جمہور کی رائے: جمہور علماء کے نزدیک قبل از نکاح مخطوبہ عورت کو دیکھنا جائز ہے۔ امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ذھب جمھور العلماء الی أنہ لابأس بالنظر الی المرأۃ اذا أراد أن یتزوجھا. (25) جمہور علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جب کسی عورت کے ساتھ شادی کا ارادہ ہو تو اس کی طرف نظر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

محی الدین امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مخطوبہ عورت کی طرف نظر کے جواز والی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: وفیہ استحباب النظر الی وجہ من یرید تزوجھا وھو مذھبنا ومذھب مالک وأبی حنیفۃ وسائر الکوفیین وأحمد وجماھیر العلماء. (26) ''اور اس حدیث میں ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف نظر کرنا اس شخص کے لئے مستحب ہے جو نکاح کا ارادہ رکھتا ہو اور یہی مذہب ہمارا (شوافع کا) ہے اور (امام) مالک رحمۃ اللہ علیہ اور (امام) ابوحنیفہ اور تمام کوفہ (کے اہل علم) اور (امام) احمد رحمۃ اللہ علیہ سمیت جمہور علماء کا ہے۔''

امام عبدالرحمن المقدسی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م۔682ھ) لکھتے ہیں: قال شیخنا لا نعلم بین أھل العلم فی اباحۃ النظر الی المرأۃ لمن أرادنکاحھا خلافا. (27) ''ہمارے مشائخ نے کہا کہ ہم نہیں جانتے اہل علم کے درمیان اختلاف واقع ہو اس عورت کی طرف نظر کے جائز ہونے کے بارے میں جس سے کوئی شخص نکاح کا ارادہ رکھتا ہو۔

''مخطوبہ عورت کے جن اعضاء کو دیکھنا جائز ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مخطوبہ عورت کی طرف قبل از نکاح دیکھنے والی روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں جس کا مفہوم درج ذیل ہے: ''کہ احادیث مذکورہ اس باب میں نص ہیں کہ یہ نظر صرف ان اعضاء کی طرف ہو سکتی ہے جو ستر میں داخل نہیں ہیں مثلاً چہرہ اور ہتھیلیاں۔ اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ اور اس مسئلہ میں جمہور کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت فَخَطَبْتُ جَارِیَۃً فَکُنْتُ أَتَخَبَّأُ ہے اور راوی جو روایت کرتا ہے وہ اس کو زیادہ پہچانتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خاطب لڑکی کے اولیاء سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ لڑکی کو اس کے سامنے لایا جائے۔ اس لیے کہ اس میں اولیاء کی سبکی ہے۔ اور ایسے مباح کام جن میں کسی کی سبکی ہو سکتی ہو وہ جائز نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی عورت کو مطلع کرتے ہوئے دیکھا جائے اس لیے کہ ایسے معاملات میں عورتوں کو حیا آتی ہے اور اس طرح سے اجنبی مرد کی نظر عورت کے دل پر گراں گزرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی جبلت میں غیرت رکھی ہے۔ بہر کیف چپکے اور خفیہ طریقے سے مخطوبہ عورت کو دیکھنا جائز ہے۔ اور اس قسم کی نظر میں چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔ (28)

1۔ القرآن، آل عمران: 214۔ القرآن، النساء: 33۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار ابن کثیر الیمامہ، 1407ھ، ج5، ص41949-

البخاری، الجامع الصحیح، ج5، ص51950۔ المنذری، عبدالعظیم، ابومحمد، الترغیب والترہیب، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1417ھ، ج3، ص629۔ القرآن، الاسراء:732۔ القرآن، النور:82۔ خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ اردو بازار، 2009ء، ص9162۔ گوہر رحمان، مولانا، اسلامی سیاست، مردان، مکتبہ تفہیم القرآن، 2002ئ، ص88 تا 1093۔ القرآن، الاعراف:1180۔ القرآن، الھود:1282۔ القرآن، النساء:1316۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ صیدا، س ن، ج4، ص14158۔ المسلم، بن حجاج، القشیری، الصحیح، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن، ج1، ص15266۔ شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم، حجۃ اللہ البالغہ، بیروت، دارالجیل، 1426ھ، ج2، ص16194۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج5، ص172020۔ القرآن، النور:182۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن، مصر، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، 1395ھ، ج3، ص19461۔ النووی، یحیی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن حجاج، بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1392ھ، ج9، ص20210۔ الترمذی، ج4، ص2156۔ ایضاً، ج4، ص2217۔ القرآن، النساء:233۔ ابوداؤد، ج2، ص24228۔ ابن بطال، ابوالحسن علی بن خلف، شرح صحیح البخاری لابن بطال، ریاض، مکتبۃ الرشد، 1423ھ، ج7، ص25237۔ ایضاً، ج7، ص26236۔ النووی، المنہاج، ج9، ص27210۔ المقدسی، عبدالرحمن، ابوالفرج، الشرح الکبیر علی متن المقنع، دارالکتاب العربی للنشر والتوزیع، ج2، ص

عورتوں کے لیے پسند کی شادی کی شرعی حیثیت

شریعت اسلامیہ نے جس طرح مرد کو پسند کی شادی کا اختیار دیا ویسے ہی عورت کو بھی دیا ہے۔ کہ وہ شادی کے لئے ایسے مرد کا انتخاب کرسکتی ہے جس سے نکاح شرعاً حرام اور ناجائز نہیں ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (32) ''یہاں تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے۔'' اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ (33) ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔''

چنانچہ ان آیات کے پیش نظر فقہاء احناف کی یہ رائے ہے کہ عاقلہ و بالغہ عورت اپنا نکاح خود کرسکتی ہے۔ (34)

اسی طرح احادیث مبارکہ بھی اس مسئلہ کو واضح کرتی ہے کہ عورتوں کی پسند کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کا نکاح کیا جائے اور بالغہ عورت سے بغیر اس کی اجازت کے نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَكَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ (35)''

شوہر دیدہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور نہ کنواری کا بغیر اس کی اجازت کے، صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کنواری کی اجازت کس طرح معلوم ہوسکتی ہے۔؟ فرمایا کہ اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔''

بلکہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ایک عورت کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر ہوا، اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے اس کا نکاح فسخ کر دیا۔ عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهَا (36)''

حضرت خنسا بنت خدام انصاریہ رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ میرے والد نے ایک جگہ میرا نکاح کر دیا اور میں ثیبہ تھی اور مجھے وہ

نکاح منظور نہ تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے میرا نکاح فسخ کر دیا۔"

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک کنواری لڑکی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی اس کے باپ نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے اس کو اختیار دیا۔ (یعنی اگر وہ چاہے تو نکاح کو فسخ کر دے)"(37)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: أَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: يَعْمَدُ أَحَدُكُمْ إِلَى بِنْتِهِ فَيُزَوِّجُهَا الْقَبِيحَ إِنَّهُنَّ يُحِبِبْنَ مَا تُحِبُّونَ(38)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کرتا ہے اور اس کی شادی بدصورت آدمی سے کرا دیتا ہے (ایسا نہ کرو) بے شک وہ عورتیں بھی وہی پسند کرتی ہیں جو تم پسند کرتے ہو۔"

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی کتب حدیث میں موجود ہے: لَا يُكْرِهَنَّ أَحَدُكُمُ ابْنَتَهُ عَلَى الرَّجُلِ الْقَبِيحِ فَإِنَّهُنَّ يُحِبِبْنَ مَا تُحِبُّونَ (39) "تم میں سے کوئی شخص اپنی بیٹی کو بدصورت آدمی کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور نہ کرے پس بے شک وہ عورتیں بھی وہ پسند کرتی ہیں جو تم پسند کرتے ہو۔"

علامہ موسیٰ الحجاوی المقدسی (م۔968ھ) شیخ الاسلام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (م۔597ھ) کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن الجوزی فی کتاب النساء ويستحب لمن أراد أن يزوج ابنته أن ينظرلها شابا مستحسن الصورة ولا يزوجها دميما وهو القبيح۔ (40) "

ابن جوزی نے کتاب النساء میں کہا اس آدمی کے لئے مستحب ہے جو اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کرے کہ وہ اس کے لئے اچھی شکل وصورت والا نوجوان دیکھے اور اس کی شادی بدصورت آدمی سے نہ کرائے۔" معلوم ہوا عورت کے جذبات اور احساسات کی رعایت رکھتے ہوئے اس کی شادی کی جائے۔ نکاح سے قبل مخطوبہ عورت کے لیے خاطب کو دیکھنے کی اجازت: فقہاء نے اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ پیغام نکاح دینے والے مرد کو عورت نکاح سے قبل دیکھ سکتی ہے۔

امام ابو اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (م۔476ھ) لکھتے ہیں:

ويجوز للمرأة اذا أرادت أن تتزوج برجل أن تنظر اليه لانه يعجبها من الرجل ما يعجب الرجل منها۔ (41)

"اور جائز ہے عورت کے لئے جب وہ کسی آدمی سے شادی کا ارادہ کرے کہ دیکھے اس کی طرف، اس لئے کہ پسند آئے گی اس کو مرد میں سے وہ چیز جو پسند آتی ہے مرد کو عورت سے۔" فقہاء احناف و مالکیہ اور حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے کہ نکاح سے قبل عورت پیغام نکاح دینے والے مرد کو دیکھ لے۔(42)

معلوم ہوا نکاح سے پہلے عورت کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ پیغام نکاح دینے والے مرد کو دیکھے تا کہ بعد میں ناپسندیدگی ازدواجی زندگی پر اثر انداز نہ ہو۔

32,210۔ القرآن، البقرہ:33230۔ القرآن، البقرہ:34232۔ العینی، بدرالدین، محمود بن احمد، ابومحمد، البنایہ شرح الھدایہ، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1420ھ، ج5، ص3570۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج6، ص362556۔ ایضاً، ج5، ص371974۔ ابوداؤد، السنن، ج2، صفحہ38232۔ عبدالرزاق بن ھمام، ابوبکر، المصنف، بیروت، المکتب الاسلامی، 1403ھ، ج6، ص39158۔ عمر بن شبہ بن عبیدہ، ابوزید، تاریخ المدینہ لابن شبہ، جدہ، 1399ھ، ج2، ص40769۔ الحجاوی، موسیٰ بن احمد بن موسیٰ، ابوالنجا، الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل، بیروت، دارالمعرفت، ج3، ص41157۔ الشیرازی، ابواسحاق، المھذب فی فقہ الامام الشافعی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، س ن، ج2، ص42424۔ شامی، ابن عابدین، محمد امین، ردالمحتار علی الدر المختار، بیروت، دارالفکر، 1412ھ، ج6، ص370 المغربی، شمس الدین، ابوعبداللہ، محمد بن محمد، مواھب الجلیل لشرح مختصر الخلیل، دار عالم الکتب، 1423ھ، ج5، ص22 ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابومحمد المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل، بیروت، دارالفکر 1405ھ، ج7، ص465

بَابٌ فِيْ تَزْوِيجِ الْأَبْكَارِ

باب: کنواری (لڑکی) سے شادی کرنا

2048 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، اَخْبَرَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَتَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: بِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا فَقُلْتُ: ثَيِّبًا قَالَ: اَفَلَا بِكْرٌ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ

❀❀ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کنواری کے ساتھ؟ یا ثیبہ کے ساتھ؟ میں نے عرض کی: ثیبہ کے ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری کے ساتھ کیوں نہیں کی تم اس کے ساتھ خوش فعلیاں کرتے اور وہ تمہارے ساتھ کرتی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَزْوِيجِ مَنْ لَمْ يَلِدْ مِنَ النِّسَاءِ

باب: جو عورت بچہ پیدا نہیں کرسکتی، اس کے ساتھ شادی کرنے کی ممانعت

2049 قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: كَتَبَ اِلَيَّ حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ اَبِي حَفْصَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى

2048-واخرجه مختصراً ومطولاً البخاری (2097)، ومسلم بالر (1466) من طریق وهب بن کیسان، والبخاری (2309)، ومسلم بالر (1466)، وابن ماجه (1860)، والنسائی فی "الکبری" (5309) و (5317) من طریق عطاء بن ابی رباح، والبخاری (2967) و (5079) و (5245) و (5247)، ومسلم بالر (1466) من طریق الشعبی عامر بن شراحیل، والبخاری (4052) و (5367) و (6387)، ومسلم بالر (1466)، والترمذی (1125)، والنسائی فی "الکبری" (5308) و (8888) من طریق عمرو بن دینار، والبخاری (5080)، ومسلم بالر (1466) من طریق محارب بن دثار السدوسی، ومسلم بالر (1466) من طریق ابی نضرة، ستتهم عن جابر بن عبد الله، به.

2049-حدیث صحیح، وهذا اسناد قوی من اجل الحسین بن واقد، فهو صدوق لا باس به، وهو متابع. واخرجه النسائی فی الکبری" (5629) من طریق الحسین بن حریث، بهذا الاسناد. واخرجه النسائی فی "الکبری" (5320) و (5321) و (5630) من طریق عبد الله ابن عبید بن عمیر، عن ابن عباس، به.

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي لَا تَمْنَعُ يَدَ لَامِسٍ قَالَ: غَرِّبْهَا قَالَ: أَخَافُ أَنْ تَتْبَعَهَا نَفْسِي. قَالَ: فَاسْتَمْتِعْ بِهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو روکتی نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے چھوڑ دو، اس نے عرض کی: مجھے اندیشہ ہے کہ میرا دل اس کے پیچھے جائے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اسی سے نفع حاصل کرو۔

2050 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا مُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ ابْنِ أُخْتِ مَنْصُورِ بْنِ زَاذَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ يَعْنِي ابْنَ زَاذَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ، وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ، أَفَأَتَزَوَّجُهَا، قَالَ: لَا ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ: تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: مجھے ایک عورت (کا رشتہ) مل رہا ہے، جو خاندانی بھی ہے اور خوبصورت بھی، لیکن وہ بچہ پیدا نہیں کر سکتی، کیا میں اس کے ساتھ شادی کر لوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! پھر وہ دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر منع کر دیا، پھر وہ تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسی عورتوں سے شادی کرو، جو محبت کرنے والی ہوں اور اولاد پیدا کرنے کے قابل ہوں، کیونکہ میں دوسری امتوں کے سامنے تمہاری کثرت پر فخر کروں گا"

حصولِ اولاد کا مقصد

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے اولاد کے حصول کو پسندیدہ اور مطلوب قرار دیا ہے اور اولاد کے حصول کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ:

اس سے سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اضافہ ہو۔ اپنے لیے راحتِ جسمانی اور راحتِ روحانی کا حصول ہو۔ مرنے کے بعد اپنے لیے صدقہ جاریہ کا ذریعہ بنے۔ صالح اولاد کے ذریعے نیک اور صالح معاشرے کا قیام وجود میں آئے، وغیرہ وغیرہ۔

چناں چہ! جس ذریعے سے اولاد کا حصول ہوتا ہے، (یعنی: نکاح) اس کے اپنانے کی پرزور ترغیب دی گئی اور اس کے ترک کو سخت ناپسند کیا گیا اور اس کے تارک کی حوصلہ شکنی کی گئی، اس لیے صرف نکاح ہی نہیں، بلکہ اس عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب

2050- اسنادہ قوی. مستلم بن سعید صدوق لا باس بہ. واخرجہ النسائی فی "الکبری" (5323) من طریق یزید بن ہارون، بہذا الاسناد. وہو فی "صحیح ابن حبان" (4065) و (4057). وفی الباب عن انس بن مالک عند احمد فی "مسندہ" (12613)، وابن حبان فی "صحیحہ" (4028)

دی گئی جو زیادہ بچے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی ہو اور اس عورت سے نکاح کرنے کو ناپسند قرار دیا گیا جو اس صلاحیت سے محروم ہو۔

ذریعہ اولاد "نکاح" کا مقصد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کرتی ہیں، جسے امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ:

قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "النكاح من سنتي، فمن لم يعمل بسنتي فليس مني، وتزوجوا، فإني مكاثر بكم الأمم، ومن كان ذا طول فلينكح، وإن لم يجد فعليه بالصيام، فإن الصوم له وِجاء" (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، رقم الحدیث: 1836)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "نکاح میری سنت ہے اور جو میری سنت پر عمل نہیں کرے گا، تو وہ مجھ سے نہیں ہوگا (یعنی میرے طریقے پر قائم نہیں رہے گا) اور تم نکاح کیا کرو، کیوں کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے (قیامت کے دن) دوسری امتوں پر فخر کروں گا اور تم میں سے جو طاقت رکھتا ہو، تو اسے چاہیے کہ نکاح کرے اور جسے طاقت نہ ہو تو وہ (کثرت سے) روزے رکھنے کا اہتمام کرے، کیوں کہ روزہ اس کے لیے وِجاء ہے (یعنی شہوت کو ختم کرنے والا ہے)۔

اس ارشادِ مبارک میں نکاح کا مقصد ذکر کیا گیا ہے، کہ شہوت کے غلبے کی صورت میں جائز طریقے سے اپنی شہوت کو پورا کرنے کا ذریعہ نکاح ہے اور اگر جائز طریقہ نہ ہو یعنی نکاح نہ ہوا ہو تو اس کا علاج کثرت سے روزے رکھنا بتایا گیا ہے۔

البتہ اگر مقصود محض عفت و پاک دامنی کا حصول ہو، دیگر کوئی اور رشتہ بھی نہ مل رہا ہو تو پھر ایسی عورت سے نکاح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ نکاح کے مقاصد میں صرف اولاد کا حصول ہی نہیں ہے، بلکہ شرم گاہوں کی حفاظت بھی ہے۔

شریعت کی نگاہ میں حصولِ اولاد کی اہمیت

اس فرمانِ مبارک سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ شریعت کی نظر میں نہ صرف اولاد کے حصول کی اہمیت بلکہ اس حصول کے ذریعے (یعنی: بچے جننے والی عورت سے نکاح) کی بھی بہت زیادہ اہمیت ہے، اسی لیے اس عورت سے نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا جو مال و دولت کی اور حسن و جمال کی مالک تو ہے لیکن وہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ چناں چہ نکاح کرنے اور اس کے ذریعے اولاد کے حصول کی اہمیت کو اور زیادہ واضح انداز میں سمجھنے کے لیے ایک اور فرمانِ رسول پر نظر ڈالیے:

عن أنس بن مالك قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمر بالباءة، و ينهىٰ عن التبتل نهياً شديداً، ويقول: "تزوجوا الودود الولود، إني مكاثرٌ بكم الأنبياء يوم القيامة"

(مسند احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک، رقم الحدیث: 12613، 13569، 20/63، 21/191، موسسۃ الرسالۃ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو سختی سے نکاح کرنے کا

حکم فرمایا کرتے تھے جو نکاح پر قدرت رکھتا ہو اور ایسے شخص کو بے نکاح رہنے پر سختی کے ساتھ منع کیا کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ایسی عورت سے نکاح کیا کرو جو خوب محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی ہو، ارشاد فرمایا کہ: "بے شک تمہاری کثرت کی وجہ سے میں دوسرے انبیا کی امتوں پر قیامت کے دن فخر کروں گا"۔

مذکورہ صفات کی حکمت

ان دونوں احادیث میں خوب محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی عورت سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا، اس کی حکمت کے بارے میں ملا علی القاری فرماتے ہیں کہ: یہ دونوں قیدیں اس لیے لگائی گئی ہیں کہ: اگر عورت محبت کرنے والی نہ ہوئی، تو خاوند کی اُس عورت میں رغبت نہیں ہوگی اور اگر اُس کے اندر اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہ ہوئی، تو پھر نکاح کا مقصدِ عظیم (زیادہ اولاد کے ذریعے اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا تحیۃ وسلام کا کثیر التعداد ہونا) فوت ہو جائے گا۔

زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی عورت کی پہچان کا طریقہ

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ کس عورت کے اندر زیادہ محبت کرنے کی صلاحیت اور زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہے؟ تو اس بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ یہ دونوں خوبیاں پہچاننے کے لیے اس کے خاندان کی دوسری عورتوں کو دیکھا جائے گا کہ ان کے اندر یہ دونوں وصف کس حد تک پائے جاتے ہیں، اگر ان کے اندر یہ اوصاف نظر آئیں تو پھر اس عورت میں بھی یہ اوصاف ہوں گے، کیوں کہ صفات وطبائع نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں، تو احتمالِ غالب کے مطابق اس عورت میں بھی یہ صفات منتقل ہوئی ہوں گی، بس اتنا اندازہ لگالینا کافی ہے، بعد میں اولاد کا پیدا ہونا یا نہ ہونا تقدیر کا کھیل اور ربِ عزوجل کی طرف سے ایک امتحان ہوگا۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، النوع الثانی، رقم الحدیث: 3091، 247/6، دار الکتب العلمیہ)

اولاد کی کثرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت

آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو اس کی رغبت کس قدر تھی؟ اس کا اندازہ مذکورہ حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ: ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر ان کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

کہ یہ میرا بیٹا انس آپ کا خادم ہے، اس کے لیے آپ اللہ رب العزت سے دعا کیجیے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کے لیے ان الفاظ میں دعا فرمائی: "اَللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ، وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ" کہ یا اللہ! اس کے مال کو اور اس کی اولاد کو زیادہ فرما دیجیے اور جو کچھ آپ نے اس کو عطا فرمایا ہے، اس میں برکت ڈال دیجیے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل انس ابن مالک، رقم الحدیث 2480، المکتبۃ بیت الافکار)

اس دعا کی قبولیت کس شکل میں ہوئی؟ اس بارے میں علامہ سندھی رحمہ اللہ حاشیہ بخاری میں لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کے مال میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ بصرہ شہر میں ان کے دو باغ تھے، جو سال میں

دوبار پھل دیتے تھے اور ان کی اولاد میں اس طرح برکت ہوئی کہ ان کی (زندگی میں ہی ان کی اولاد اور "اولاد کی اولاد" کی) تعداد 120 تک پہنچی اور ان کی عمر میں اس طرح برکت ہوئی کہ 99 سال یا 103 سال یا 107 سال اور ایک قول کے مطابق 110 سال تک زندہ رہے"۔ (حاشیۃ السندی علی صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ، 4/159، دار الفکر، بیروت)

خاندانی منصوبہ بندی کا شرعی حکم

اوپر ذکر کردہ اب تک کی بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ نکاح شریعت کی نظر میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اسی طرح نکاح سے جو مقصود ہے یعنی: اولاد، وہ بھی نہایت اہم ہے، چناں چہ جس طرح اولاد کے حصول پر زور دیا گیا ہے، اسی طرح ہر ایسی حرکت سے منع کیا گیا، جس سے اولاد کے حصول کا سلسلہ منقطع ہو جائے، چاہے وہ صورت عزل (یعنی: بیوی سے ملتے وقت مادہ منویہ باہر خارج کرنے) کی ہو یا نس بندی کی، مانع حمل ادویات کا استعمال ہو یا خاندانی منصوبہ بندی کا پراسس، عورت سے پیدائش اولاد کی صلاحیت کو ختم کرنا ہو یا حمل ٹھہر جانے کے بعد اسقاطِ حمل ہو، ہر صورت کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے۔ عارضی طور پر مانع حمل کے لیے مختلف تدابیر کو اختیار کرنا اگر کسی ضرورت شرعیہ کی وجہ سے ہو تو شریعت کی طرف سے کچھ گنجائش ہے، بصورت دیگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ وہ میری امت میں سے نہیں۔

"ليس منا مَن خصى ولا اختصى، إن خصاء أمتي الصيام".

(کتاب الزہد لابن المبارک، باب التواضع، رقم الحدیث: 845، ص: 336، دار الکتب العلمیہ)

مانع حمل تدابیر اختیار کرنے کا حکم؟

اور جن صورتوں میں شریعت نے عارضی طور پر مانع حمل تدابیر اختیار کرنے کی اجازت دی ہے ان میں بھی اجازت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ عمل تنگ دستی اور افلاس کے خوف سے نہ ہو، ورنہ (مذکورہ بدعقیدگی کے ساتھ) مانع حمل تدابیر اختیار کرنے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، اس بارے میں ایک فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیں:

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه. قال رجل: يا رسول الله، أيّ الذنب أكبر عند الله؟ قال: أن تدعوا الله ندًا وهو خلقك. قال: ثم أيّ؟ قال: أن تقتل ولدك خشية أن يطعم معك. قال: ثم أيّ؟ قال: أن تزاني بحليلة جارك. فأنزل الله عزوجل تصديقها ﴿والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق أثاما﴾ (الفرقان: 68)

(صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم، رقم الحدیث: 6861، 4/265، المکتبۃ السلطانیۃ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کون سا گناہ اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ پھر کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس

ڈر سے قتل کردو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی، اس شخص نے عرض کیا کہ پھر کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "رحمن کے بندے وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے معبود کو شریک نہیں کرتے اور جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے، اسے ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا، اسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا"۔

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ یہ تدابیر اختیار کرنا شرم وعار کی وجہ سے ہوتو اس کا گناہ اپنی بیٹی کو زندہ درگور (یعنی قتل) کرنے کے برابر ہے، حضرت جدامہ بنت وھب رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ:

قالت: حضرتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم في أُناسٍ، ثم سألوه عن العزل؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ذٰلک الوأدُ الخفيُّ"۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب جواز الغیلة، وھی وطء المرضع وکراھة العزل، رقم الحدیث:1442، ص:573، بیت الافکار)

حضرت جدامہ بنت وھب رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ عزل کرنے کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: یہ (عزل) خفیہ طور پر اپنی اولاد کو زندہ درگور کرنا ہے۔

خفیہ طور پر اپنی اولاد کو زندہ درگور کرنے کے بارے میں شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وهي "وإذا الموؤدة سئلت"، الوأد دفن البنت، وهي حية وكانت العرب تفعله خشية الاملاق، وربما فعلوه خوف العار (شرح النووی علی صحیح مسلم:10/17، المطبعة المصریة بالأزھر)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اہلِ عرب اپنی بیٹیوں کو تنگ دستی کے خوف اور شرم وعار کی بنا پر زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے۔

ان کا یہ فعل علی الاعلان ہوتا تھا، اور عزل کی صورت میں یہی فعل خفیۃً ہوتا ہے، لہٰذا جیسے زندہ درگور کرنا اللہ رب العزت کے نزدیک بہت بڑا گناہ اور قتل کرنا ہے، اسی طرح خفیہ طور پر زندہ درگور (یعنی عزل) کرنا بھی ہے۔ اور اگر یہ تدابیر ایسی ہوں جن سے پیدائشِ اولاد کی صلاحیت ہی ختم ہو جائے تو ایسا کرنا بھی شرعاً بالکلیہ ناجائز ہے۔

چناں چہ اس بارے میں علامہ عینی رحمہ اللہ (اس حدیث کی شرح میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی ہونے (یعنی: اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ختم کرنے سے منع فرمایا، ارشاد فرماتے ہیں:

قال العلامة العيني تحت قوله: "نهانا عن ذالک". يعني: عن الاختصاء، وفيه تحريم الاختصاء، لما فيه من تغيير خلق الله تعالىٰ، و لما فيه من قطع النسل و تعذيب الحيوان"

(عمدة القاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: یاأیھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم، 18/ 280، دار الکتب العلمیة)

اس حدیث سے خصی ہونے کی حرمت کا پتہ چلتا ہے اور یہ حرمت اس وجہ سے ہے کہ اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغییر و تبدیلی کرنا ہے اور اس وجہ سے کہ اس فعل میں نسلِ انسانی کو ختم کرنا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس میں کسی جان دار کو عذاب دینا پایا جاتا ہے۔

اور اگر حمل میں جان پڑ چکی ہو (یعنی حمل ٹھہرے ہوئے چار ماہ کا عرصہ گذر چکا ہو) تو اس وقت اسقاطِ حمل کرنا حرام اور قتلِ نفس ہے، چاہے ڈاکٹروں کے کہنے کی وجہ سے اسقاط ہو (بایں صورت کہ بچہ معذور ہوگا، یا نہایت کمزور ہوگا، یا عجیب الخلقت ہوگا وغیرہ وغیرہ) یا ان کے کہے بغیر۔

وفیحاشیة ابن العابدین: "لو أرادت إلقاء الماء بعد وصوله إلی الرحم. قالوا: إن مضت مدة ینفخ فیه الروح لا یباح لها وقبله اختلف المشائخ فیه. والنفخ مقدر بمائة وعشرین یوماً بالحدیث (کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیرہ، 9/537، دار الکتب العربی)

عارضی مانع حمل تدابیر اختیار کرنے کا حکم

کسی ایسے عذر کی وجہ سے جس کا شریعت نے بھی اعتبار کیا ہو، منع حمل کے لیے عارضی طور پر مختلف تدابیر اختیار کرنے کی شرعاً گنجائش ہے، مثلاً: کوئی عورت بہت زیادہ کمزور ہو اور ماہر تجربہ کار مسلمان طبیب کی تشخیص کے مطابق اس عورت کے لیے حمل ٹھہر جانے کی صورت میں ناقابلِ برداشت تکلیف برداشت کرنا پڑے گی، یا پیدا ہونے والے بچے کے نہایت کمزور یا ناقص پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہو، یا اس سے پہلے والا بچہ ابھی بہت چھوٹا ہو، یا (اس بار کے حمل سے) پہلے بچے کی تربیت و پرورش اور دودھ پلانے پر اثر پڑتا ہو تو کسی فاسد عقیدے کے بغیر، بیوی کی اجازت اور رضامندی سے عزل یا عارضی مانع حمل تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں، بصورتِ دیگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ "شرح ردالمحتار" میں فرماتے ہیں:

ویکره أن تسقی لإسقاط حملها، وجاز لعذر حیث لا یُتصوّرُ (الدرالمختار)

وقال تحت قوله: "وجاز لعذر" کالمرضعة إذا ظهربها الحبل، وانقطع لبنها، ولیس لأبي الصبي ما یستأجر به الظئر، ویخاف هلاک الولد. قالوا: یباح لها أن تعالج في استنزال الدم، ما دام الحمل مضغة أو علقة ولم یخلق له عضو. وقدروا تلک المدة بمائة وعشرین یوماً. جاز. لأنه لیس بآدمي، وفیه صیانة الآدمي، خانیة قوله: "حیث لا یتصور" قید لقوله: "وجاز لعذر"، والتصور کما في القنیة أن یظهر له شعر أو أصبع أو رجل أو نحو ذالک

(حاشیۃ ابن عابدین، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی الاستبراء وغیرہ، 9/615، دار عالم الکتاب)

مندرجہ بالا بحث سے پوری طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی نسل کشی کی جتنی بھی صورتیں ہیں، شرعاً ناجائز اور حرام ہیں، سوائے عذر والی چند صورتوں کے، کہ مخصوص شرائط کے ساتھ ان پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ اس کے بالمقابل حصول اولاد کی اہمیت بھی پوری طرح سامنے آچکی ہے۔

اولاد اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت

من جانب اللہ انسان کو جو بھی اولاد حاصل ہو، لڑکا ہو یا لڑکی، وہ اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت اور اللہ کا تحفہ ہے، اللہ

رب العزت قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: یھب لمن یشاء اناثاً ویھب لمن یشاء الذکور (الشوریٰ:50,49)
کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، لڑکیاں ہبہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، لڑکے ہبہ کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولاد چاہے نرینہ (یعنی: لڑکا) ہو یا غیر نرینہ (یعنی: لڑکی) وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہبہ یعنی: تحفہ ہے، تو جب یہ تحفہ ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔

پیدائش اولاد پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اہل خانہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو آپ یہ معلوم نہیں کرتی تھیں کہ لڑکا پیدا ہوا ہے یا لڑکی، بلکہ یہ معلوم کیا کرتی تھیں کہ ٹھیک طریقے سے اور بعافیت پیدا ہو گیا ہے؟ جب آپ کو یہ جواب ملتا کہ جی ہاں! بخیرو عافیت پیدا ہو گیا، تو آپ یہ سن کر فرماتی تھیں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اس اثر کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الادب المفرد" میں ذکر کیا ہے۔

منصوبہ بندی سے متعلق مفتی عبدالقیوم ہزاروی کا فتویٰ

مفتی عبدالقیوم ہزاروی منہاج القرآن لاہور اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔
120 دن کے اندر اسقاط حمل جائز حدیث پاک میں ہے:

ان احدکم یجمع فی بطن امہ اربعین یوما ثم علقۃ مثل ذلک ثم یکون مضغۃ مثل ذلک ثم یبعث اللہ ملکا فیومر باربع برزقہ واجلہ وشقی او سعید"

"تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن گزارتا ہے (نطفہ) پھر اسی قدر علقہ۔ پھر اسی قدر مضغہ پھر اللہ فرشتہ بھیجتا ہے اور چار چیزوں کا حکم ہوتا ہے۔ رزق، عمر، نیک بخت یا بد بخت" (صحیح البخاری 2:976)
فقہائے کرام فرماتے ہیں اگر حاملہ چاہے تو 120 دن سے پہلے اسقاط حمل کر سکتی ہے۔

ھل یباح الاسقاط بعد الحبل یباح مالم یتخلق شئی منہ. ثم فی غیر موضع ولا یکون ذلک الا بعد مائہ وعشرین یوما انھم ارادوا بالتخلیق نفخ الروح

(الدر المختار مع الرد المحتار للشامی 3:176 طبع کراچی، فتح القدیر للابن الہمام 3:274)
کیا حمل ٹھہرنے کے بعد ساقط کرنا جائز ہے؟ (ہاں) جب تک اس کی تخلیق نہ ہو جائے جائز ہے۔ پھر متعدد مقامات پر تصریح ہے کہ تخلیق کا عمل 120 دن یعنی چار ماہ کے بعد ہوتا ہے تخلیق سے مراد روح پھونکنا ہے۔
اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے بچوں کی پیدائش سے بچہ یا زچہ کی صحت پر اور بچوں کی دیکھ بھال پر منفی اثرات پڑیں گے۔ تو اس صورت میں ہر عورت کے لئے ضبط تولید کے مفید اصولوں کو اپنانا نہ صرف جائز بلکہ مناسب تر ہے۔ بچے کی پیدائش پر ماں کو جن تکالیف، کمزوریوں اور دشواریوں سے گزرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ کچھ عورتیں ہی کر سکتی ہیں۔ ہر ماں گویا مر کر دوبارہ زندہ ہوتی ہے۔ پھر پیدا ہونے والے بچے کو دو سال تک دودھ پلانا ماں کی ذمہ داری اور بچے کا حق ہے۔ اور اس میں بے شمار

جسمانی اور روحانی فوائد ہیں۔ ماں کے دودھ کا بدل کوئی ہرگز ہرگز نہیں۔ اب جلد جلد بچے پیدا کرنے سے ایک تو ماں کی جسمانی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ دوسرے بچوں کو ان کا وہ شرعی حق نہیں ملتا جو قرآن نے ان کو دیا ہے۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (البقرہ2:233)

''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں''

اس صورت میں ضبط ولادت کے مفید طریقوں کو اپنانا بالکل جائز نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے عرض کی:

''یا رسول الله کنا نعزل فزعمت الیهود انه الموؤدة الصغریٰ فقال کذبت الیهود ان الله اذا اراد ان یخلقه لم یمنعه''

''یا رسول اللہ ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) عزل کرتے تھے۔ یہود کا خیال ہے کہ یہ چھوٹا زندہ درگور کرنا ہے، اس پر فرمایا، یہودیوں نے جھوٹ بولا، بیشک اللہ جب کسی کو پیدا کرنے کا ارادہ کرلے کو اس کو منع نہیں کرسکتا''۔ (جامع ترمذی، 1:135)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''کنا نعزل والقرآن ینزل''

''قرآن اتر رہا تھا اور ہم عزل کیا کرتے تھے'' (ایضا)

مطلب یہ کہ قرآن نے ہمیں منع نہیں کیا۔ امام ترمذی اس پر تبصرہ فرماتے ہیں۔

''قد رخص قوم من اه العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وآله وسلم وغیرهم فی العزل وقال مالک ابن انس تستامر الحرة فی العزل ولا تستامر الامه'' (جامع ترمذی، 1:135)

''صحابہ کرام اور دیگر بعض اہل علم نے عزل کی اجازت دی۔ مالک بن انس نے فرمایا عزل کے معاملہ میں آزاد عورت سے اجازت لی جائے اور لونڈی سے اجازت کی ضرورت نہیں''

نوٹ: عزل کا مطلب ہے ہم بستری کرتے وقت انزال کا وقت آئے تو مادہ منویہ ٹپکایا جائے۔ ہدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر میں ہے۔

''الصحیح الجواز ففی الصحیحین عن جابر کنا نعزل والقرآن ینزل وفی المسلم عنه کنا نعزل علی عهد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فبلغ ذالک النبی صلی الله علیه وآله وسلم فلم ینهنا'' (فتح القدیر، 3:273 طبع سکھر)

''صحیح یہ ہے کہ عزل جائز ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہورہا ہوتا، انہی سے مسلم میں ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں عزل کیا کرتے تھے، پس یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور آپ نے ہم کو منع نہ فرمایا''

فقہائے کرام فرماتے ہیں۔

''للسيد العزل عن امته بلا خلاف وكذا الزوج الحرة باذنها'' (ردالمحتار شامی 3:176 طبع کراچی)
''اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آقا لونڈی سے عزل کر سکتا ہے۔ یونہی آزاد بیوی سے بھی عزل کر سکتا ہے مگر اس کی اجازت سے''۔

عزل کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہم بستری کے وقت جب انزال کا وقت آئے تو مادہ منویہ کو رحم میں نہ جانے دے اور باہر گرا دے تاکہ حمل نہ ہو۔ اگر ضبط ولادت ناجائز ہوتا تو شارع علیہ السلام کبھی اس کی اجازت نہ دیتے۔ جب سرکار نے اجازت دے دی تو اس کے جواز شک نہ رہا۔ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔

''فی السنن عن ابی سعید الخدری ان رجلا قال یا رسول الله ان لی جاریه وانا اعزل عنها وانا اکره ان تحمل وانا ارید ما یرید الرجال وان الیهود تحدث ان العزل هو الموؤدة الصغری قال کذبت یهود ولو اراد الله ان یخلقه ما استطعت ان تصرفه'' (فتح القدیر 3:273)

سنن میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میری لونڈی ہے میں اس سے عزل کرتا ہوں، خواہش بھی ویسی ہی ہے جیسی دوسروں کی ہوتی ہے۔ یہودی کہتے ہیں عزل چھوٹا زندہ درگور ہے۔ فرمایا یہودی جھوٹ بولتے ہیں، اور اگر اللہ اس کو پیدا کرنا چاہے تو تو اسے پھیر نہیں سکتا''

اسلام اور تہذیب مغرب میں ٹکراؤ

یہ ہے ضبط تولید میں اسلام کا نظریہ کہ آپ واقعی ضروریات مجبوری کے پیش نظر ضبط ولادت کی تدابیر اختیار کر سکتے ہیں۔ مگر مغرب کی بے لگام تہذیب کے پیش نظر شاید یہ امور نہیں۔ وہ اس کو دوسرے زاویئے سے دیکھتے ہیں۔ مثلاً معاشی مسائل۔ معاشرتی ذمہ داریوں سے بچنا اور فحاشی پھیلانا۔ ظاہر ہے کہ یہ سوچ اسلامی شریعت اور مزاج کی عین نقیض ہے۔ وہ کہتے ہیں آبادی بڑھنے سے لوگ بھوکے مریں گے۔ معاشرتی و اقتصادی مسائل پیدا ہوں گے جن پر قابو پانا ناممکن ہوگا۔ جس کی کچھ جھلک آج دیکھی جا سکتی ہے۔ ہم یہ عرض کریں گے کہ معاشی اور معاشرتی مسائل کا حل یہ نہیں کہ آپ آبادی پر کنٹرول کریں گے۔ آخر کچھ نہ کچھ لوگ تو بچیں گے اور جب تک یہ ظالمانہ جاگیرداری و سرمایہ داری نظام کا منحوس سایہ یہاں رہے گا فتنہ و فساد کا بازار گرم رہے گا۔ لوگوں کی غربت کا سبب یہ نہیں کہ آبادی زیادہ ہے اور وسائل رزق کم ہیں۔ ہرگز نہیں۔ آج جو وسائل رزق دنیا کو حاصل ہیں، ان کا عشر عشیر بھی پہلے لوگوں کو حاصل نہ تھے۔ آج کے متوسط آمدنی والے انسان کو زندگی کی آسائشیں حاصل ہیں وہ پہلے زمانے کے امیر کبیر لوگوں کو خواب میں بھی کبھی نہ ملی ہوں گی۔ واقعہ یہ ہے کہ قدرت کے خزانوں میں کمی نہیں۔ وسائل رزق بہت کم ہیں لیکن فرعون و قارون کا جانشین۔ سرمایہ دار۔ جاگیردار اور مٹھی بھر عیاش طبقہ ان وسائل رزق پر سانپ بن کر بیٹھا ہوا ہے۔ خود درجنوں بچے جنتے ہیں اور غریبوں کو ''بچے کم اور خوشحال گھرانہ'' کی گیت سناتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سود، جوا، رشوت اور دوسرے ناجائز طریقوں سے جو قومی دولت انہوں نے لوٹی ہے وہ ان میں سے چھین کر محروم طبقوں میں منصفانہ طور پر تقسیم کی جائے۔ ان کو سادہ زندگی کا خوگر بنایا

جائے۔ اور ان کی فضول خرچیوں سے قومی سرمایہ بچا کر عوام کی پسماندگی دور کرنے پر صرف کیا جائے۔ یہاں تو المیہ یہ کہ وہ زمین جو قدرت نے تمام لوگوں کے لئے پیدا فرمائی، اس پر 10 فیصد جاگیردار قابض ہے۔ 90 فیصد عوام اس کے غلام اور دست نگر ہیں۔ یہ محنت کرنے کو اپنے لئے حرام جانتا ہے۔ دوسروں کی محنت کا استحصال کرتا ہے بقول اقبال مرحوم

بریشم قبا خواجہ از محنت او نصیب تنش دجامہ تار تارے

صنعت، تجارت اور اعلیٰ ملازمتوں پر قابض ہے۔ اور دھڑا دھڑ بچے پیدا کرتا ہے۔ جن کی صحیح تعلیم نہ تربیت۔ جیسے ماحول میں وہ بچے پرورش پاتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ بچے بچپن سے مغرور، متکبر، ظالم، عیاش اور بدمعاش ہوں۔ اور سیاست وحکومت، اقتصاد ومعاش ان کے قبضہ میں ہے۔ ذرائع نشرواشاعت ان کے پاس، خزانہ پولیس اور فوج سب ان کے ہاتھ میں ظلم وجور عیاشیوں اور بددیانتوں کے نت نئے ریکارڈ قائم نہ ہوں تو کیا ہو۔

رہی یہ بات کہ جن روحوں کا آنا مقدر ہو چکا ہے وہ آ کر رہیں گی" سو اس میں شک نہیں کہ جس نے آنا ہے آ کر رہے گا۔ لہٰذا اس کی اتنی شدومد سے مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ آپ اپنی مجبوری کی بناء پر انسدادی تدابیر اختیار کر سکتے ہیں۔ بالکل اسی طرح، جیسے بیمار کا علاج کرتے ہیں بچاؤ کی تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ حالانکہ وقت مقررہ پر جس نے مرنا ہے وہ مر کر رہے گا۔

چار ماہ کے اندر ضبط تولید جائز ہے

رحم مادر میں استقرار حمل جب تک 120 دن یعنی چار ماہ کا نہ ہو جائے، حمل ضائع کرنا جائز ہے۔ جب چار ماہ کا بچہ بطن مادر میں ہو جائے تو اب اسے ضائع کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

ایک اشکال:

حضرت جزامہ بنت وہب رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں "میں کچھ لوگوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ فرما رہے تھے" میں نے غیلہ حاملہ کا بچے کو دودھ پلانا۔

حاملہ یا دودھ پلانے والی سے قربت کرنا) سے منع کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ پھر میں نے رومیوں اور فارسیوں کو غیلہ کرتے دیکھا اور اس سے ان کے بچوں کو ذرا بھر تکلیف نہیں ہوتی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے عزل (جماع کے وقت منی باہر گرانا) کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذالک الواد الخفی واذا المؤدہ سئلت" (مسلم 466:1)

"وہ پوشیدہ زندہ درگور کرنا ہے اور یہی مصداق اس آیت کریمہ کا کہ وہ جب زندہ گاڑھی ہوئی بچی سے پوچھا جائے گا (کہ اسے کس گناہ کے عوض قتل کیا گیا")

امام نووی فرماتے ہیں۔ "قال اصحابنا لا یحرم"

"ہمارے اصحاب (شوافع) نے کہا (عزل) حرام نہیں"۔ "اصحھا لا یحرم"

''صحیح تر یہی ہے کہ عزل حرام نہیں''

پھر عزل کے متعلق دونوں قسم کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے امام نووی فرماتے ہیں۔

ما ورد فی النھی محمول علی کراھہ تنزیہ وما ورد فی الاذان فی ذلک محمول علی انہ لیس بحرام '' (نووی شرح مسلم 464:1)

''ممانعت کی روایات مکروہ تنزیہ پر محمول ہیں اور اجازت کی روایات کا مطلب یہ ہے کہ عزل حرام نہیں''

ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم عزل کرتے تھے یہودیوں کا خیال ہے کہ یہ ''چھوٹا زندہ درگور'' کرنا ہے فرمایا

''کذبت الیھود ان اللہ اذا اراد ان یخلقہ لم یمنعہ '' (ترمذی 135:1)

''یہودیوں نے جھوٹ بولا، جب اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا کرنا چاہے کوئی اسے روک نہیں سکتا''

اس سے معلوم ہوا کہ ''عزل کو زندہ درگور'' کہنا یہودیوں کا وطیرہ تھا۔ اور ماقبل حدیث میں انہی کا قول نقل فرمایا گیا ہے''۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للعینی ج 20 ص 195)

فقہائے کرام:

''یعزل عن الحرۃ باذنھا'' (الدر المختار مع رد المختار 175:3)

''آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے ساتھ عزل کر سکتا ہے''

اسقاط حمل:

''یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشھر '' (شامی 176:3)

''چار مہینے سے پہلے حمل گرانا جائز ہے''

مگر بلا ضرورت حمل گرانا مکروہ ہے اور عورت کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔

علامہ ابن نجیم، البحر الرائق، 200:3، علامہ کاسانی بدائع الصنائع، 334:2، فتاویٰ عالمگیری، 335:1، امام ابن ہمام، ہدایہ مع فتح القدیر 272:3،

''المرءۃ یسعھا ان تعالج لا سقاط الحبل مالم یستبن شئی من خلقہ وذلک مالم یتم لہ مائہ وعشرون یوما''

''عورت حمل گرا سکتی ہے جب تک اس کے اعضاء واضح نہ ہو جائیں اور یہ بات 120 (چار ماہ) دن گذارنے سے پہلے ہوتی ہے''۔ پس چار ماہ جس حمل کے گذر جائیں اسے ضائع کرنا جائز نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

مفتی: عبدالقیوم ہزاروی، منہاج القرآن لاہور (تاریخ اشاعت: 2012-04-14)

بَابٌ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً

باب: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا بیان ''زنا کرنے والا مرد، صرف زنا کرنے والی عورت سے شادی کرے''

2051 حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ مَرْثَدَ بْنَ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ كَانَ يَحْمِلُ الْأَسَارَى بِمَكَّةَ، وَكَانَ بِمَكَّةَ بَغِيٌّ يُقَالُ لَهَا: عَنَاقُ وَكَانَتْ صَدِيقَتَهُ، قَالَ: جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْكِحُ عَنَاقَ؟ قَالَ: فَسَكَتَ عَنِّي، فَنَزَلَتْ: (وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ) (النور: 3) فَدَعَانِي فَقَرَأَهَا عَلَيَّ وَقَالَ: لَا تَنْكِحْهَا

❀❀ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: مرثد بن ابو مرثد غنوی مکہ مکرمہ سے قیدیوں کو سوار کروا کر (مدینہ منورہ) لایا کرتے تھے، مکہ میں ایک فاحشہ عورت تھی، جس کا نام ''عناق'' تھا، وہ ان (مرثد) کی سہیلی تھی، وہ (مرثد) بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ''عناق'' کے ساتھ شادی کرلوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''زنا کرنے والی عورت کے ساتھ، صرف زنا کرنے والا یا مشرک شخص شادی کریں'' نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلوایا اور میرے سامنے یہ آیت تلاوت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ شادی نہ کرنا۔

2052 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو مَعْمَرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ حَبِيبٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْكِحُ الزَّانِي الْمَجْلُودُ إِلَّا مِثْلَهُ. وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنِي حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ

❀❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوڑوں کی سزا پانے والا زانی صرف اپنی جیسی (زانیہ عورت) کے ساتھ شادی کرے گا''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

زانی کے نکاح سے متعلق متقدمین و متاخرین فقہاء کے موقف کا بیان

اَلزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً ۚ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ○ (النور ۳)

مسئلہ نمبر 1۔ اس آیت کے معنی میں علماء تفسیر کے چھ اقوال ہیں: (1) اس آیت کا مقصد زنا کی برائی بیان کرنا اور اس کی خرابی بیان کرنا ہے۔ اور یہ کہ مومنین پر یہ حرام کیا گیا ہے۔ ماقبل سے اس معنی کا اتصال بہت عمدہ ہے۔ لا ینکح سے مراد لا یطاء ہے۔ یعنی وطی نہیں کرتا ہے۔ پس نکاح بمعنی جماع ہوگا۔ مبالغہ کے لیے اور ہر طرف کو لینے کے لیے واقعہ کو دوہرایا پھر مشرک اور مشرکہ کی تقسیم زائد

فرمائی اس حیثیت سے کہ گناہ میں شرک زنا سے اعم ہے معنی یہ ہے کہ زرانی اپنے زنا کے وقت جماع نہیں کرتا اور مشرکہ کی تقسیم زائد

فرمائی اس حیثیت سے کہ گناہ میں شرک زنا سے اعم ہے معنی یہ ہے کہ زانی اپنے زنا کے وقت جماع نہیں کرتا مگر مسلمانوں میں زانیہ سے یا جو مشرکات میں سے بہتر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور آپ کے اصحاب سے مروی ہے کہ اس آیت میں نکاح سے مراد وطی ہے (2)۔ زجاج نے اس کا انکار کیا ہے، فرمایا: کتاب اللہ میں نکاح، تزویج کے معنی میں معروف ہے، اس طرح نہیں ہے جیسا کہ زجاج نے کہا ہے قرآن حکیم میں ہے: حتی تنکح زوجا غیرہ (البقرہ:230) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ "یہاں وطی کے معنی میں ہے" یہ سورۃ البقرہ میں گزر چکا ہے۔ طبری نے سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس اور عکرمہ سے ایسی بات روایت کی ہے۔ جو اسی تاویل کی طرف میلان رکھتی ہے، لیکن وہ مکمل نہیں ہے۔ خطابی نے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حکایت کیا ہے۔ اس کا معنی وطی ہے یعنی زنا نہیں ہوتا مگر زانیہ کے ساتھ یہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ زنا دونوں جہتوں میں ہوتا ہے۔ یہ ایک قول ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ ابو داؤد امام ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت مرثد بن ابی مرثد قیدیوں کو مکہ سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔ مکہ میں ایک بدکارہ عورت تھی جس کا نام عناق تھا وہ مرثد کی دوست تھی، حضرت مرثد نے کہا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں عناق سے نکاح کرلوں؟ فرمایا: کچھ دیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر یہ آیت نازل ہوئی: الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور مجھ پر یہ آیت پڑھی اور فرمایا: "تو اس سے نکاح نہ کر"۔ یہ ابو داؤد کے الفاظ ہیں اور امام ترمذی کی حدیث اکمل ہے۔ خطابی نے کہا: یہ اس عورت کے ساتھ خاص تھا کیونکہ وہ کافرتھی اور زانیہ مسلمہ، اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر 3۔ یہ مسلمانوں میں سے ایک فرد کے ساتھ خاص تھی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی تھی جس کو ام مہزول کہا جاتا تھا۔ وہ بدکار عورتوں میں سے تھی اور اس نے شرط رکھی تھی کہ اس مرد پر خرچ کرے گی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یہ عمرو بن العاص اور مجاہد کا قول ہے۔

مسئلہ نمبر 4۔ یہ آیت اہل صفہ کے بارے میں نازل ہوئی؛ یہ مہاجر لوگ تھے مدینہ طیبہ میں ان کے مکانات اور خاندان نہ تھے وہ مسجد کے صفہ پر رہتے تھے۔ یہ چار سو افراد تھے دن کے وقت رزق تلاش کرتے تھے اور رات کو صفہ پر گزارتے تھے۔ مدینہ میں بدکارہ عورتیں تھی جو اعلانیہ بدکاری کرتی تھیں۔ اور لباس اور خوراک کی ان کے پاس فروانی ہوتی تھی۔ اہل صفہ نے ان سے نکاح کرنے اور ان کے مکانات میں رہنے اور ان کے طعام اور لباس سے کھانے کا ارادہ کیا تو ان کو اس سے بچانے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی؛ یہ ابن ابی صالح کا قول ہے۔

مسئلہ نمبر 5۔ یہ قول زجاج وغیرہ نے حسن سے ذکر کیا ہے، حسن نے فرمایا: الزانی سے مراد وہ ہے جسے حد لگائی گئی ہو اور زانیہ سے مراد بھی وہ ہے جس پر حد لگائی گئی ہو یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے، پس جس زانی کو حد لگائی گئی ہو وہ نکاح نہ کرے مگر اس زانیہ سے جسے حد لگائی گئی ہو؛ ابراہیم نخعی نے اسی طرح کہا ہے۔ اور مصنف ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (1) فرمایا

رسول اللہ ! نے فرمایا:''وہ زانی جس کو حد لگائی گئی ہو وہ نکاح نہ کرے مگر اپنی مثل سے'' روایت ہے کہ ایک زانی جس کو حد لگائی گئی تھی اس نے غیر محدودۃ عورت سے شادی کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان تفریق کردی۔ ابن عربی نے فرمایا: یہ وہ معنی ہے جو نظر کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے جیسا کہ نقلاً بھی ثابت نہیں ہے، ایسے شخص کا نکاح جس کو حد لگائی گئی ہو کیا وہ محدودۃ عورتوں کے نکاح پر موقوف ہونا صحیح ہے؟ یہ کس اثر سے ہوگا اور شریعت کی کس اصل پر قیاس ہوگا؟ میں کہتا ہوں: یہ قول الکیا نے بعض اصحاب شوافع سے حکایت کیا ہے کہ زانی جب غیر زانیہ سے نکاح کرے گا تو ظاہر آیت کی وجہ سے ان کے درمیان تفریق کی جائے گی۔ الکیا نے کہا: اگر وہ ظاہر پر عمل کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ زانی کے لیے مشرکہ سے بھی نکاح کو جائز قرار دے اور زانیۃ کے لے مشرک مرد سے نکاح کرنا بھی جائز قرار دے یہ انتہائی بعید ہے، یہ کلیۃ اسلام سے خروج ہے۔ کبھی یہ علماء کہتے ہیں: یہ آیت خاص مشرک میں مسنوخ ہی زانیۃ کے لیے مشرک مرد سے نکاح کرنا بھی جائز قرار دے یہ انتہائی بعید ہے، یہ کلیۃ اسلام سے خروج ہے۔ کبھی یہ علماء کہتے ہیں: یہ آیت خاص مشرک میں منسوخ ہے، زانیۃ کے حق میں منسوخ نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر 6۔ یہ آیت منسوخ ہے امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے انہوں نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے فرمایا: الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ اس آیت کو بعد والی آیت وانکحوا الایامی منکم نے منسوخ کردیا ہے؛ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے، فرمایا: ایامی المسلمین میں زانیۃ بھی داخل ہے۔ ابو جعفر نحاس نے کہا: یہ قول اکثر علماء کا ہے، اہل فتویٰ فرماتے ہیں: جس نے کسی عورت سے زنا کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے اور دوسرے شخص کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ اس زانیۃ سے نکاح کر لے۔ یہ حضرت ابن عمر، حضرت سالم، حضرت جابر بن زید صلی اللہ علیہ وسلم عطائ، طاؤس، امام مالک بن انس کا قول ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا ہے۔ امم شافعی نے فرمایا: اس میں قول اسی طرح ہے جس طرح سعید بن مسیب نے فرمایا، ان شاء اللہ یہ منسوخ ہے۔ ابن عطیہ نے کہا: اس آیت میں اشراک کا ذکر ان مناحی کو کمزور کرتا ہے۔ ابن عربی نے کہا: میرے نزدیک یہ ہے کہ نکاح سے مراد وطی ہوگا جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے یا نکاح سے مراد عقد نکاح ہوگا اگر اس سے مراد وطی ہوگا تو اس کا معنی ہوگا زنا نہ ہوگا مگر زرانیہ کے ساتھ، یہ عبارت ہے اس سے کہ وطی، مرد اور عورت دونوں جہتوں سے ہوتی ہے، آیت کی تقدیر اس طرح ہوگی زرانیہ کی وطی واقع نہ ہوگی مگر زانی سے یا مشرک سے؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہ معنی صحیح ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر بالغ آدمی بچی سے زنا کرے یا عاقل، مجنونہ سے زنا کرے یا بیدار شخص سوئی ہوئی سے زنا کرے تو مرد کی جہت سے زنا ہوگا پس یہ مرد زانی غیر زانیہ سے نکاح کرے گا۔ پس گذشتہ مسئلہ کی صورت سے یہ خارج ہوگا۔ ہم کہیں گے: یہ ہر جہت سے زنا ہے مگر ایک میں حد ساقط ہے دوسرے میں ثابت ہے۔ اگر نکاح سے مراد عقد نکاح ہو تو اس کا معنی ہوگا زانیہ سے نکاح کرنے والا جس نے زنا کیا اور اس کے ساتھ اس نے دخول کیا جبکہ ابھی تک اس سے اس کا رحم صاف نہیں ہوا، تو وہ زانی کے قائم مقام ہوگا مگر اس پر حد نہ ہوگی کیونکہ اس میں علماء کا اختلاف ہے، مگر جب اس نے اس سے عقد نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول نہیں کیا حتیٰ کہ اس کا رحم صاف ہو جائے تو یہ بالاجماع جائز ہے۔ بعض علماء نے کہا: آیت میں یہ مراد نہیں کہ زانی کبھی نکاح نہ کرے مگر زنا کرنے والی عورت سے کیونکہ اس کا

غیر زانیہ سے نکاح کرنا مقصود ہوتا ہے لیکن معنی یہ ہے کہ جس نے زانیہ سے نکاح کیا وہ زانی ہے گویا فرمایا: زانیہ سے نکاح نہ کرے مگر زانی۔ پس کلام میں قلب ہوا، وہ یہ ہے کہ زانیہ سے نکاح نہ کرے مگر وہ اس کے زنا سے راضی ہو اور وہ اس سے راضی ہوتا ہے جب وہ خود اس سے زنا کرنے والا ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ زانیہ سے نکاح کرنا صحیح ہے جب کسی مرد کی بیوی زنا کرے تو اس کا نکاح فاسد نہ ہوگا جب مرد زنا کرے تو اس کا اپنی بیوی سے نکاح فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ آیت منسوخ ہے، بعض نے کہا: یہ آیت محکم ہے۔

مسئلہ نمبر 3۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عورت سے زنا کیا تو آپ نے دونوں کو سو سو کوڑے لگائے پھر اسی وقت انہوں نے ایک دوسرے سے نکاح کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو ایک سال کے لیے جلاوطن کیا تھا۔ اسی کی مثل حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا آغاز زنا تھا آخر نکاح تھا آخر نکاح تھا، اس کی مثال اس طرح ہے کہ کوئی شخص کسی باغ سے چوری کرے پھر وہ باغ والے کے پاس آئے اور اس سے وہ پھل خرید لے تو اس نے جو چوری کیا تھا وہ حرام تھا اور جو خریدا وہ حلال ہے اسی کو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے اختیار کیا ہے۔ اور ان کا خیال ہے کہ پانی کی کوئی حرمت نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: جب مرد، عورت سے زنا کرے پھر اس کے بعد اس سے نکاح کرلے تو وہ ہمیشہ زنا کرنے والے ہوں گے؛ امام مالک کا مسلک ہے ان کا خیال ہے کہ اس سے نکاح نہ کرے یہاں تک کہ اس کا رحم اس فاسد پانی سے صاف ہو جائے، کیونکہ نکاح کی حرمت ہے اور اس کی حرمت سے یہ ہے کہ زنا کے پانی پر اسے نہ انڈیلا جائے تا کہ حلال، حرام مل نہ جائیں، ذلیل پانی اور عزت والا پانی مل نہ جائیں۔

مسئلہ نمبر 4۔ ابن خویز منداد نے کہا: جو علانیہ زنا یا دوسرے برے کاموں میں معروف ہو پھر وہ کسی معزز گھرانے کی عورت سے نکاح کرے اور وہ انہیں دھوکا دے تو انہیں اختیار ہے چاہیں تو اس کے ساتھ رہیں چاہیں تو اس سے جدائی کرلیں۔ یہ عیوب میں سے کسی عیب کی طرح ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے حجت پکڑی ہے کہ "ایسا زانی جس کو کوڑے لگائے گئے ہوں وہ نکاح نہ کرے مگر اپنی مثل سے" (1)۔ ابن خویز منداد نے کہا: کوڑے لگائے گئے کا ذکر کیا کیونکہ وہ فسق کے ساتھ مشہور ہے یہ وہ ہے جس کے درمیان میں دوسرے کے درمیان تفریق کرنا واجب ہے اور جو فسق میں مشہور نہ ہو تو جدائی نہ کی جائے گی۔

مسئلہ نمبر 5۔ متقدمین کی ایک قوم نے کہا: یہ آیت محکم اور غیر منسوخ ہے۔ ان علماء کے نزدیک جس نے زنا کیا اس کا اور اس کی بیوی کا نکاح فاسد ہو جائے گا۔ جب عورت زنا کرے گی تو اس کا اور اس کے خاوند کا نکاح فاسد ہو جائے گا، ان علماء میں سے بعض نے کہا: زنا سے نکاح فاسد نہ ہوگا لیکن مرد کو حکم دیا جائے گا کہ وہ عورت کو طلاق دے جب اس عورت نے زنا کیا ہو۔ اگر وہ اسے اپنے پاس رکھے گا تو گنہگار رہوگا اور زانیہ کے ساتھ اور زانی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ اگر توبہ ظاہر ہو جائے تو اس وقت نکاح جائز ہے۔

مسئلہ نمبر 6۔ وحرم ذٰلك على المومنين۔ ان بدکاروں کا نکاح مومنین پر حرام کیا گیا ہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے

کہ ان بدکاروں کے نکاح کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر حرام قرار دیا ہے۔ان عورتوں میں سے مشہور عناق تھی۔

مسئلہ نمبر 7۔اللہ تعالیٰ نے زنا کو کتاب اللہ میں حرام کیا ہے۔جب مرد زنا کرے گا تو اس حد ہوگی۔یہ امام مالک، امام شافعی اور ابوثور کا قول ہے۔اصحاب الرائے نے کہا: ''وہ مسلمان شخص جو دارالحرب میں امان کے ساتھ رہ رہا ہو اور وہ وہاں زنا کرے'' پھر دارالسلام میں نکل آئے تو اس پر حد نہ ہوگی۔ابن المنذر نے کہا: دارالحرب اور دارالاسلام برابر ہیں جو بھی زنا کرے گا اس پر حد ہوگی۔(تفسیر قرطبی، سورہ نور، بیروت)

زانیہ کے لئے صرف زانی سے نکاح کی اجازت کی احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ام مھزول نامی ایک عورت سے نکاح کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی وہ عورت زنا کرتی تھی اور اس پر اُجرت لیتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سامنے یہ آیت پڑھی: (النور: ۳)

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۹ قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۴۸۰، ۷۰۹۹، ۷۱۰۰، شیخ احمد محمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کے راویوں کی توثیق بھی کی گئی ہے۔حاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۔۳۴، دارالحدیث قاہرہ، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۸۱۹، حافظ الہیثمی نے کہا امام احمد کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۳، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مرثد بن ابی مرثد ایک ایسا شخص تھا جو مکہ سے قیدیوں کو لا کر انہیں مدینہ پہنچاتا تھا، مکہ میں ایک زانیہ عورت تھی جس کا نام عناق تھا وہ مرثد کی دوست تھی، اس نے مکہ کے کسی قیدی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کو مدینہ پہنچائے گا، اس نے کہا میں مکہ گیا حتیٰ کہ ایک چاندنی رات میں، میں مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے سائے پہنچا پس عناق آ گئی۔میں نے دیوار کے ساتھ کسی شخص کا سایا دیکھا تھا میں جب وہاں پہنچا تو میں نے اس کو پہچان لیا، اس نے کہا مرثد ہے؟ میں نے کہا مرثد ہوں، اس نے کہا خوش آمدید، میرے پاس آؤ، میں اس رات اس کے پاس ٹھہرا۔میں نے اسے کہا: اے عناق! اللہ نے زنا کو حرام کر دیا ہے، اس عورت نے (مکہ کے لوگوں سے) کہا: اے خیمے والو! یہ شخص تمہارے قیدیوں کو چھڑا کر لے جاتا ہے، سو آٹھ آدمیوں نے میرا پیچھا کیا میں الخندمہ (مکہ کا ایک پہاڑ) کی طرف گیا اور کسی غار میں گھس گیا وہ غار کے سر پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے وہاں پیشاب کیا اور ان کا پیشاب میرے سر پر پڑا، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مجھ سے اندھا کر دیا، میں اپنے اس (قیدی) ساتھی کے پاس پلٹا وہ بہت بھاری جسم کا تھا حتیٰ کہ اذکر گھاس کے پاس پہنچا اور میں نے اس کی بیڑیاں کھولیں، پھر میں اس کو اٹھا کر لے گیا اور وہ بھی میری مدد کرتا رہا، حتیٰ کہ میں اسے لے کر مدینہ پہنچ گیا، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں عناق سے نکاح کر لوں؟ میں نے یہ سوال دو مرتبہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور مجھ کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی: زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرک عورت سے نکاح کرے گا، اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی اور مومنوں پر اس (نکاح) کو

حرام کردیا گیا ہے۔(النور:۳)(سنن الترمذی رقم الحدیث:۳۱۷۷،سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۰۵۱،سنن النسائی رقم الحدیث:۳۲۲۸،المستدرک ج۲ص ۱۶۶،سنن کبری للبیہقی ج۷ص۱۵۳)

زانیہ سے مؤمن کے نکاح کی ممانعت کی توجیہات

سورۃ النور:۳،اور مذکور الصدر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان مرد زانیہ عورت سے نکاح نہیں کرسکتا اور کوئی مسلمان عورت زانی مرد سے نکاح نہیں کرسکتی،اس مسئلہ میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

(۱) یہ ممانعت عام نہیں ہے بلکہ ام مھزول اور عناق کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ ابھی احادیث کے حوالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(۲) ابوصالح نے کہا یہ ممانعت اہل الصفہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۳) حسن بصری نے کہا یہ ممانعت ہر زانی اور ہر زانیہ کے لئے عام نہیں ہے بلکہ اس زانی اور زانیہ کے ساتھ مخصوص ہے جس کو حد میں کوڑے لگ چکے ہوں اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس زانی کو کوڑے مارے جاچکے ہوں،وہ صرف اپنی مثل کے ساتھ نکاح کرے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۰۵۲،المستدرک ج۲ص ۱۶۶،مسند احمد ج۲ص۳۲۴،کنز العمال رقم الحدیث:۴۴۲۹۷)

(۴) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اکثر اور غالب زنا کرنے والے اپنی مثل زانیہ سے ہی نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔ کرخی نے کہا ہے کہ فاسق خبیث جو زنا کرتا ہے وہ کسی نیک خاتون سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتا،وہ اپنی مثل فاسقہ یا مشرکہ سے نکاح کرنے کو پسند کرتا ہے،اسی طرح فاسقہ خبیثہ عورت کسی نیک باشرع اور متقی مرد سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتی بلکہ اس سے متنفر ہوتی ہے(جیسا کہ اس دور میں آزاد اور فیشن ایبل الٹرا ماڈرن لڑکیاں کسی نمازی داڑھی رکھنے والے شخص سے نکاح کرنے سے نفرت کرتی ہیں) بلکہ وہ اپنے جیسے فاسق (آزاد فیشن زدہ) مرد سے نکاح کرنے کو پسند کرتی ہیں اور یہ حکم عام،اکثر اور غالب افراد کے اعتبار سے ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نیک کام تو صرف پرہیزگار لوگ کرتے ہیں حالانکہ بعض اوقات فاسق لوگ بھی نیک کام کرلیتے ہیں،اسی طرح اس آیت کا محمل یہ ہے کہ زنا کرنے والا مرد اور زنا کرنے والی عورت صرف اپنے جیسے شخص سے نکاح کرنا پسند کرتے ہیں۔

زانیہ سے مؤمن کے نکاح کی ممانعت کا منسوخ ہونا

(۵) علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۷ھ لکھتے ہیں:(النور:۳۲)

تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح ہوں،ان کا نکاح کردو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا بھی۔

اس آیت میں مطلقاً بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ زنا کار ہوں یا نہ ہوں اور جن سے ان کا نکاح کیا جائے خواہ وہ زنا کار ہوں یا نہ ہوں۔

ابوجعفر النحاس نے کہا یہ اکثر فقہاء اور اہل فتویٰ کا قول ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہو اس کے لئے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کے علاوہ دوسرے شخص کے لئے بھی اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمر، سالم، جابر بن زید، عطا، طاؤس، امام مالک بن انس اور امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی نے کہا سعید بن مسیب کا قول صحیح ہے کہ یہ آیت ان شاء اللہ منسوخ ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرد نے ایک عوز سے زنا کیا اور دونوں کو سو سو کوڑے مارے پھر ان کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کر دیا اور ان کو ایک سال کے لئے شہر بدر کر دیا۔ حضرت عمر، ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا اوّل زنا ہے اور اس کا آخر نکاح ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے باغ سے پھل چوری کرے پھر اس کے مالک سے اس باغ کے پھل خرید لے، اس نے جو چوری کی تھی وہ حرام ہے اور جو مال خریدا ہے وہ حلال ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اسی اثر سے استدلال کیا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج۱۲ ص ۱۵۷۔۱۵۶، ملخصا مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

زانیہ سے نکاح کے متعلق فقہاء کے اقوال کا بیان

قاضی ثناء اللہ لکھتے ہیں۔ امام بغوی کا بیان ہے کہ جب مہاجر مدینہ میں آئے تو ان میں کچھ لوگ بالکل نادار تھے کچھ مال و متاع نہ تھا اور قبیلہ والے موجود نہ تھے مدینہ میں کچھ پیشہ ور عورتیں رہتی تھیں جو خود فروش تھیں اور اس زمانہ میں مدینہ کے اندر سب سے زیادہ مالدار تھیں کچھ نادار مہاجروں نے ان سے نکاح کرنا چاہا تاکہ ان کے بے مایہ لوگوں کے خرچ کی کفالت وہ عورتیں کر لیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت طلب اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ ان پیشہ ور عورتوں سے نکاح کرنا مؤمنوں کے لئے حرام کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ یہ تفصیل و تفسیر عطا بن ابی رباح، مجاہد، قتادہ، زہری اور شعبی نے بیان کی اور عوفی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول آیا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں سعید بن جبیر کی مرسل حدیثوں کے مجموعے سے نقل کیا ہے (یعنی یہ قول مرسل ہے)۔

بغوی نے لکھا ہے کہ عکرمہ نے بیان کیا اس آیت کا نزول مکہ اور مدینہ کی چند عورتوں کے حق میں ہوا۔ جن میں سے نو عورتوں کے جھنڈے پیشہ ور عورتوں کی طرح لگے ہوئے تھے جن سے ان کی شناخت ہو جاتی تھی ان میں سے ایک عورت تھی ام مہزول یہ سائب بن ابی السائب مخزومی کی باندی تھی۔ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ زناکار لوگوں سے نکاح کر لیتے تھے پھر ان کی کمائی کھاتے تھے کچھ مسلمانوں نے بھی ان عورتوں سے اسی طور پر نکاح کرنے کا ارادہ کیا (کہ نکاح کے بعد ان کی کمائی کھائیں گے) چنانچہ ایک مسلمان نے ام مہزول سے نکاح کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اس آیت اور احادیث مندرجۂ بالا کی روشنی میں امام احمد نے فرمایا جب تک زانی اور زانیہ توبہ نہ کرے ان کا نکاح جائز نہیں۔ توبہ کرنے کے بعد ان کو زانی نہیں کہا جائے گا (گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ الحدیث)۔

باقی تینوں اماموں کے نزدیک زانی کا نکاح بھی صحیح ہے اور زانیہ کا نکاح بھی۔(لیکن یہ قول بظاہر مفہوم آیت کے خلاف ہے اس لئے) اس آیت کی تشریح میں تاویل کی گئی ہے بعض نے کہا کہ آیت میں نہی کا صیغہ ہے نفی کی خبر ہے جملہ خبریہ منفیہ ہے (ایک واقعہ اور ایک حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے) زانی فاسق ہوتا ہے اس لئے پاک دامن نیک عورتوں سے نکاح کرنے کی طرف اس کو رغبت نہیں ہوتی اور زانیہ بھی فاسقہ ہوتی ہے اس لئے نیک مردوں کو بھی اس سے نکاح کرنے کا ارادہ نہیں ہوتا اخلاقی مشابہت اور عملی یکسانیت موجب الفت ہوتی ہے اور خلقی اختلاف باعث نفرت ہوتا ہے۔

تقابلی بیان کا تقاضا تھا کہ الزانية لا ينكحها الا زان کی بجائے الزانية لا تنكح الا من زان کہا جاتا لیکن آیت کا منشا چونکہ مردوں کے احوال کا بیان ہے کہ مردوں کو ایسی عورتوں کی رغبت نہیں ہوتی اس لئے اسلوب بیان بدلا گیا۔

وحرم ذلك على المؤمنين. اور یہ فعل مؤمنوں کے لئے حرام کر دیا گیا ہے۔مؤخر الذکر تفسیر کے بموجب اس آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ مؤمن ایسا فعل نہیں کرتے ایسی حرکت سے بچتے رہتے ہیں اس عمل سے اہل ایمان کو پاک رکھا گیا ہے گویا تحریم سے مراد ہے پاک کر دینا۔تنزیہ اور تطہیر کو بطور مبالغہ تحریم فرمایا' امام مالک کے نزدیک زنا کار سے نکاح مکروہ تحریمی ہے۔

بغوی نے لکھا ہے بعض علماء کے نزدیک آیت میں نکاح سے مراد ہے جماع۔آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ زانی زنا نہیں کرتا مگر زانیہ سے یا مشرک سے اور زانیہ زنا نہیں کرتی مگر زانی مشرک سے۔یہ تفسیری قول سعید بن جبیر اور ضحاک بن مزاحم کا ہے اور والبی نے اس قول کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف بھی کی ہے۔

زید بن ہارون نے کہا مراد یہ ہے کہ زانی اگر زانیہ سے جماع کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مشرک (کافر) ہے اور حرام سمجھ کر کرتا ہے تو وہ زانی ہے۔اس تفسیر پر بھی جملہ منفیہ خبریہ ہوگا (انشائیہ منہیہ نہ ہوگا)۔

علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ آیت میں نفی بمعنی نہی ہے بلکہ لا ينكح کی جگہ لا ينكح (بصیغہ نہی) بعض قراتوں میں آیا بھی ہے زانیہ سے حرمت نکاح اپنی جگہ قائم ہے لیکن (ہر شخص کے لئے ممانعت نہیں ہے بلکہ) یہ حرمت ان خاص مہاجروں کے لئے تھی جنہوں نے زنا کار عورتوں سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

لیکن یہ تخصیص مہاجرین میرے نزدیک بعید از صحت ہے کیونکہ کلام کا آغاز ممانعت سے کیا گیا ہے اگر ممانعت صرف مہاجروں کے لئے ہوتی تو کلام اس طرح ہوتا کہ مؤمن نکاح نہ کرے مگر صالحہ مؤمنہ سے۔پھر اقوال صحابہ کی روشنی میں بھی) یہ تخصیص غلط ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ زانیہ سے نکاح کرنے کو حرام قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے جب زانی زانیہ سے نکاح کر لیتا ہے تو ہمیشہ کے لئے دونوں زانی رہتے ہیں۔

حسن نے کہا سزا یافتہ زانی نکاح نہیں کرتا یا نکاح نہ کرے مگر سزا یافتہ زانیہ سے اور سزا یافتہ زانیہ سے نکاح نہیں کرتا یا نکاح نہ کرے مگر سزا یافتہ زانی۔ابوداؤد نے عمرو بن شعیب کی روایت سے بوساطت ابوسعید مقبری از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سزا یافتہ زانی نکاح نہیں کرتا۔(یا نکاح نہ کرے) مگر اپنی ہی جیسی سے۔ان دونوں قولوں کا

حاصل یہ ہے کہ حرمت عام ہے اور آیت منسوخ نہیں ہے۔

سعید بن مسیب اور اہل تفسیر کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اسی آیت کی وجہ سے زانیہ سے نکاح حرام تھا لیکن جب آیت وَ اَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ نازل ہوئی تو اس سے حرمت مذکورہ منسوخ ہوگئی (بے شوہری عورتوں سے نکاح کرانے کی اجازت عام ہوگئی)۔ زانیہ بھی ایامٰی میں داخل ہے اس سے بھی نکاح جائز ہوگیا۔

زانیہ سے نکاح کا جواز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے جو بغوی نے نقل کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیوی کسی چھونے والے (یا طلبگار) کے ہاتھ کو دفع نہیں کرتی۔ فرمایا تو اس کو طلاق دے دے اس شخص نے کہا وہ خوبصورت ہے مجھے اس سے محبت ہے (طلاق کیسے دے دوں) فرمایا تو اسی سے مزے اڑا۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ایسی حالت میں اسے روکے رکھ۔ کذا راوی الطبرانی والبیہقی عن عبیداللہ بن عمر عن عبدالکریم بن مالک عن ابی الزبیر عن جابر۔

ابن ابی جابر نے کہا میں نے اس حدیث کو اپنے باپ سے پوچھا تو انہوں نے کہا حدثنا محمد بن عبد کثیر عن معتمر، عن عبدالکریم حدثنی ابوالزبیر عن مولی لبنی ہاشم۔ ہم سے محمد بن کثیر نے بحوالہ معتمر از روایت عبدالکریم بیان کیا عبدالکریم نے کہا مجھ سے ابوالزبیر نے بنی ہاشم کے کسی آزاد کردہ غلام کی روایت سے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بعد حدیث مذکور راوی نے بیان کی۔

ثوری نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے اور اس حاضر ہونے والے آدمی کا نام ہشام بتایا ہے جو بنی ہشام کا آزاد کردہ تھا ابوداؤد اور نسائی نے عبداللہ بن عبیداللہ بن عمیر کے طریق سے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے اور نسائی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک راوی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تک پہنچایا ہے اور دوسرے راوی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک اس روایت کو نہیں پہنچایا۔ موصول ثابت نہیں اس کا مرسل ہونا صحیح ہے۔ شافعی نے اس کی روایت مرسلاً کی ہے۔ نسائی اور ابوداؤد نے عکرمہ کی روایت سے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک پہنچایا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا اس روایت کی سند بہت صحیح ہے۔ نووی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے ابن جوزی نے باوجودیکہ اس کو صحیح سند کے ساتھ لکھا ہے لیکن موضوعات میں اس کو داخل کیا ہے۔ امام احمد کا قول منقول ہے کہ اس موضوع کی کوئی حدیث نہیں اور ہر روایت بے اصل ہے۔

فائدہ حدیث مذکور میں آیا ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی کی شکایت کرتے ہوئے عرض کیا وہ کسی چھونے والے (یا طلبگار) کے ہاتھ کو دفع نہیں کرتی۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بدکاری کرنا چاہتا ہے اور اس کو چھوتا ہے وہ کسی کے ہاتھ کو نہیں روکتی یہ مطلب نسائی، ابوعبیدہ، ابن الاعرابی، خطابی، فریابی اور نووی نے بیان کیا ہے بغوی اور رافعی نے یہی مطلب سمجھ کر اس سے اپنے مقصد پر استدلال کیا ہے (کہ زانیہ سے نکاح جائز ہے وہ عورت زانیہ تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں اس شخص کو اجازت دے دی کہ اگر تو اس کو طلاق نہیں دے سکتا تو اپنے نکاح میں روکے رکھ) بعض علماء نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی سائل کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی بڑی فضول خرچ ہے جو کوئی اس سے کچھ چیز مانگتا ہے وہ دے دیتی ہے۔ امام

احمد اصمعی اور محمد بن نصر اسی مطلب کی طرف گئے ہیں۔اس مطلب پر حدیث نا قابل استدلال ہے۔زانیہ کے جواز نکاح کا ثبوت اس سے نہیں ہوتا۔

بغوی نے لکھا ہے روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے زنا کے سلسلہ میں ایک مرد اور ایک عورت کو پٹوایا اور ان کو ترغیب دی کہ دونوں میں نکاح ہو جائے لیکن اس مرد نے انکار کر دیا (معلوم ہوا کہ زانیہ سے زانی کا نکاح جائز ہے) طبرانی اور دارقطنی نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور پھر اس سے نکاح کر لینا چاہے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا حرام حلال کو حرام نہیں بنا دیتا۔عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے اپنی اپنی مصنف میں بیان کیا ہے کہ کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اگر کسی نے کسی عورت سے زنا کیا ہو پھر نکاح کر لینا چاہتا ہو تو کیا حکم ہے۔آپ نے فرمایا اس کا آغاز زنا ہے اور انجام نکاح۔(تفسیر مظہری، سورہ نور، لاہور)

وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے

نکاح کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ عورت محرمات میں سے نہ ہو لہٰذا اس باب میں یہی بتایا جائے گا کہ کون کون عورتیں محرمات میں سے ہیں کہ جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ان عورتوں کی تفصیل فقہ حنفی کی مشہور و معتمد کتاب فتاویٰ عالمگیری میں بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کی گئی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی اس تفصیل کو یہاں ذکر کر دیا جائے۔محرمات کی تفصیل جو عورتیں محرمات میں سے ہیں ان کی نو قسمیں ہیں یا یوں کہیے کہ نکاح کے حرام ہونے کے نو سبب ہیں جن کی نمبر وار تفصیل یوں ہے۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

سبب نسب سے متعلق حرمت کا بیان

پہلا سبب: نسبی رشتہ: جو عورتیں نسبی رشتہ کے سبب حرام ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔ماں بیٹی بہن پھوپھی خالہ بھتیجی اور بھانجی۔لہٰذا ان رشتوں سے نکاح کرنا جماع کرنا اور ایسے کام کرنا جو جماع کے محرک اور سبب بن جاتے ہیں جیسے بوسہ لینا وغیرہ یہ سب کام ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ماں سے اپنی ماں بھی مراد ہے اور دادی اور نانی خواہ اوپر کے درجہ کی ہوں جیسے پردادی اور پرنانی وغیرہ) بھی مراد ہیں۔بیٹی کے حکم میں اپنی حقیقی بیٹی اپنے بیٹے کی بیٹی پوتی اپنی بیٹی کی بیٹی یعنی نواسی اور اس طرح نیچے تک سب شامل ہیں۔

اسی طرح بہن خواہ حقیقی ہو خواہ سوتیلی صرف باپ شریک ہو اور خواہ اخیافی صرف ماں شریک ہو سب حرام ہیں۔بھتیجی اور بھانجی سے بھی تین طرح کی بھتیجیاں اور بھانجیاں یعنی حقیقی بھائی بہن کی اولاد، سوتیلے بھائی بہن کی اولاد اور اخیافی بھائی بہن کی اولاد مراد ہیں (اگرچہ نیچے درجہ کی ہوں کہ یہ سب محرمات میں سے ہیں۔پھوپھی بھی تینوں طرح کی مراد ہیں یعنی حقیقی پھوپھی سوتیلی باپ شریک) پھوپھی اور اخیافی صرف ماں شریک پھوپھی اسی طرح پھوپھی کے حکم میں باپ کی پھوپھی اور دادا کی پھوپھی اور دادی کی پھوپھی بھی شامل ہیں کہ یہ سب پھوپھیاں بھی محرمات میں سے ہیں، ہاں پھوپھی کی پھوپھی حرام ہے یا نہیں اس میں تفصیل ہے۔اگر مثلاً زید کی پھوپھی اس کے باپ کی حقیقی بہن ہو یا سوتیلی یعنی صرف باپ شریک بہن ہو تو اس پھوپھی کی پھوپھی زید کے لئے حرام ہوگی اور اگر زید کی پھوپھی اس کے باپ کی اخیافی (یعنی صرف ماں شریک) بہن ہو تو ایسی پھوپھی زید کے لئے حرام نہیں ہوگی۔

خالہ بھی کئی طرح کی مراد ہیں تفصیل یہ ہے کہ: اگر مثلاً سوتیلی خالہ اخیافی خالہ اپنے باپ کی خالہ اور اپنی ماں کی خالہ یہ سب خالائیں حرام ہیں لیکن خالہ کی خالہ کے بارے میں تفصیل ہے اگر مثلاً زید کی خالہ اس کی ماں کی حقیقی بہن ہو یا اخیافی یعنی صرف ماں شریک بہن ہو تو اس خالہ کی خالہ زید کے لئے حرام ہوگی یعنی اس سے زید کا نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر زید کی خالہ اس کی ماں کی سوتیلی یعنی صرف باپ شریک بہن ہو تو ایسی خالہ حرام نہیں ہوگی اس سے زید کا نکاح جائز ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

سبب صہریت سے متعلق حرمت کا بیان

دوسرا سبب سسرالی رشتہ: وہ عورتیں جو بسبب صہریت یعنی سسرالی رشتہ کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں ان کی چار قسمیں ہیں ایک ساس یعنی بیوی کی ماں دو یا ساس یعنی بیوی کی دادی، ننیا ساس یعنی بیوی کی نانی اور اس سے اوپر کے درجہ کی مثلاً بیوی کے باپ اور ماں کی دادی وغیرہ بیوی کی بیٹی اور بیوی کے بیٹوں کی اولاد اور اس سے نیچے کے درجہ کی مثلاً بیوی کی نواسی کی اولاد وغیرہ یہ سب حرام ہیں بشرطیکہ بیوی سے جماع کر لیا ہو خواہ وہ بیوی کی بیٹی اس مرد کی پرورش میں ہو یا نہ ہو اور حنفی علماء نے بیوی کی بیٹیوں کی حرمت کے سلسلہ میں خلوت صحیحہ کو جماع کا قائم مقام قرار نہیں دیا یعنی بیوی کی بیٹیوں کی حرمت ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ مرد نکاح کے بعد بیوی سے جماع بھی کر لے اگر صرف خلوت صحیحہ ہوئی ہو یعنی جماع کرنے کا پورا موقع مل گیا ہو) مگر دونوں نے جماع نہ کیا ہو تو اس صورت میں اس بیوی کی بیٹی (جو دوسرے شوہر کے نطفہ سے ہو) کی حرمت ثابت نہیں ہوگی بہو یعنی بیٹے کی بیوی پوت بہو یعنی پوتے کی بیوی اور نواسی بہو یعنی نواسے کی بیوی اور اسے نیچے کے درجہ کی (یعنی پڑپوتے کی بیوی وغیرہ) اور ان عورتوں کے ساتھ ان کے شوہروں یعنی بیٹے اور پوتے وغیرہ نے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو دونوں صورتوں میں حرام ہیں۔

ہاں لے پالک یعنی منہ بولے بیٹے کی بیوی حرام نہیں ہوتی یعنی مثلاً زید بکر کا منہ بولا بیٹا ہے تو زید کی بیوی بکر کے حق میں محرمات میں سے نہیں ہوگی اگر زید اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا وہ مرجائے تو بکر اس کی مطلقہ یا وہ بیوہ سے اپنا نکاح کرسکتا ہے باپ کی بیوی یعنی سوتیلی ماں اور دادا اور نانا کی بیویاں یعنی سوتیلی دادی اور سوتیلی نانی اور اس سے اوپر کے درجہ کے یہ سب بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہیں نہ ان سے نکاح ہوسکتا ہے اور نہ کسی دوسرے طریقہ سے جماع ہوسکتا ہے۔

سسرالی رشتہ سے حرمت اس صورت میں ثابت ہوتی ہے جب کہ نکاح صحیح ہو فاسد نکاح سے حرمت ثابت نہیں ہوگی چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو زنا کرنیوالے کے لئے اس عورت کی ماں، دادی، نانی اور اس عورت کی بیٹی پوتی نواسی سب حرام ہوجائیں گی اسی طرح اس عورت کے لئے زنا کرنیوالے کے باپ دادا نانا اور اس عورت کے لڑکے پوتے نواسے سب حرام ہو جائیں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اگر کسی شخص نے ایک عورت سے جماع کیا جس کی وجہ سے اس عورت کے پیشاب اور پاخانہ کا مقام ایک ہوگیا تو اس عورت کی ماں جماع کرنیوالے کے لئے حرام نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے عورت کے پیشاب کے مقام ہی میں جماع کیا ہے ہاں اگر جماع کے بعد وہ عورت حاملہ ہوجائے اور یہ معلوم بھی ہوجائے کہ یہ حمل اسی شخص کے نطفہ سے قرار پایا ہے تو اس صورت میں اس کی ماں اس کے لئے حرام ہوجائے گی۔ اور جس طرح یہ حرمت جماع کرنے سے ثابت ہوتی

ہے اسی طرح شہوت کے ساتھ) عورت کو چھونے بوسہ لینے اور شہوت کے ساتھ عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھنے سے ثابت ہوجاتی ہے۔ اور یہ مذکورہ چیزیں یعنی چھونا وغیرہ خواہ نکاح کی صورت میں پیش آئیں یا خواہ ملکیت کی صورت میں اور خواہ فجور کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک یہ تینوں یکساں ہیں۔ (فتاوئ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

نیز حنفی علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس بارے میں شبہ اور غیر شبہ برابر ہیں اور اس سلسلہ میں شہوت کے ساتھ مباشرت (مرد وعورت کا شہوت کے ساتھ ایک دوسرے سے لپٹنا) بھی بوسہ کے حکم میں ہے اسی طرح معانقہ کا بھی یہی حکم ہے ایسے ہی اگر شہوت کے ساتھ دانتوں سے اس کو کاٹا تو بھی یہی حکم ہے یعنی ان تمام صورتوں میں حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔ اگر کسی نے شہوت کے ساتھ مرد کے عضو مخصوص کی طرف دیکھا یا شہوت کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا یا بوسہ لیا تو اس صورت میں اس کے ساتھ حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی اور باقی دوسرے تمام اعضاء کی طرف دیکھنے سے اور ان کو ہاتھ لگانے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہاں اگر یہ دیکھنا یا ہاتھ لگانا شہوت کے ساتھ ہو تو پھر بغیر کسی اختلاف کے حرمت ثابت ہوجائے گی۔

حرمت کے سلسلہ میں عورت کی شرمگاہ کے ظاہری حصہ کو دیکھنے کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اندر کے حصہ کو دیکھنے سے حرمت ثابت ہوا کرتی ہے چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر مرد کسی کھڑی ہوئی عورت کی شرم گاہ کو دیکھ لے تو اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ عورت جب کھڑی ہوئی ہو تو اس کی شرم گاہ کے اندرونی حصہ پر نظر نہیں پڑتی بلکہ شرمگاہ کے اندرونی حصہ پر اس وقت نظر پڑے گی جب وہ پشت سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھی ہو۔ (فتاوئ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اگر کسی مرد نے عورت کی شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو اس طرح دیکھا کہ درمیان میں باریک پردہ یا شیشہ حائل تھا لیکن اندرونی حصہ نظر آرہا تھا تو بھی حرمت ثابت ہوجائے گی۔ ہاں اگر کوئی شخص آئینہ دیکھ رہا تھا اور اس میں کسی عورت کی شرمگاہ نظر آگئی اور پھر مرد نے اس کو شہوت کے ساتھ دیکھا تو اس مرد پر نہ اس عورت کی ماں حرام ہوگی اور نہ بیٹی حرام ہوگی کیونکہ اس نے شرمگاہ کو نہیں دیکھا بلکہ اس کا برعکس دیکھا۔ اگر کوئی عورت پانی کے حوض کے کنارے پر یا پل پر بیٹھی ہو اور کسی مرد نے اس کا عکس پانی میں دیکھا اور پھر اس کے بعد وہ شہوت کے ساتھ پانی ہی میں اس کی شرمگاہ کا عکس دیکھتا رہا تو اس صورت میں بھی حرمت ثابت نہیں ہوگی ہاں اگر عورت پانی میں ہو اور مرد کی نگاہ اس کی شرمگاہ پر پڑ جائے اور پھر اسے شہوت کے ساتھ دیکھے تو حرمت ثابت ہوجائے گی۔ کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھونے سے حرمت ثابت ہونے کے سلسلے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ قصداً چھوئے تب ہی حرمت ثابت ہوگی بلکہ چاہے قصداً چھوئے یا چاہے بھول کر چھوئے چاہے کسی کے زبردستی کرنے سے یا خود غلطی سے چھوئے اور چاہے نیند کی حالت میں چھوئے ہر صورت میں حرمت ثابت ہوجائے گی۔

چنانچہ اگر کسی مرد نے جماع کرنے کے لئے اپنی بیوی کو نیند سے اٹھانا چاہا مگر غلطی سے اس کا ہاتھ لڑکی پر پڑ گیا اور پھر یہ سمجھ کر کہ یہی میری بیوی ہے شہوت کے ساتھ اس کی چٹکی بھر لی اور وہ لڑکی بھی جوان تھی قابل شہوت تھی تو اس صورت میں اس مرد کے لئے اس لڑکی کی ماں یعنی اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی۔ (فتاوئ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اگر کسی مرد نے شہوت کے ساتھ عورت کے ان بالوں کو ہاتھ لگایا جو سر سے ملے ہوئے ہیں تو حرمت ثابت ہوجائے گی اور اگر

لٹکے ہوئے بالوں کو ہاتھ لگایا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی مگر ناطفی نے اس تفصیل کے بغیر مطلقا بالوں کے چھونے کو حرمت کا باعث لکھا ہے اسی طرح اگر مرد نے عورت کے ناخن کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ یہ جو بتایا گیا ہے کہ عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا اور ہاتھ لگانا حرمت کو ثابت کر دیتا ہے تو اس بارے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ عورت کو چھونے اور ہاتھ لگانے سے اسی صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے جب کہ دونوں کے درمیان کپڑا حائل نہ ہو اور اگر کپڑا حائل ہو تو وہ اس قدر باریک ہو کہ چھونے والے کا ہاتھ بدن کی حرارت محسوس نہیں ہوتی تو حرمت ثابت نہیں ہوگی خواہ اس کی وجہ سے مرد کے عضو مخصوص میں ایستادگی ہی کیوں نہ ہو جائے۔

اسی طرح اگر کسی مرد نے عورت کے موزہ کے نیچے کا حصہ چھوا تو حرمت ثابت ہو جائے گی ہاں اگر موزے پر چمڑا چڑھا ہوا ہو جس کی وجہ سے عورت کے پاؤں کی ایڑھی چھونے والے کو محسوس نہ ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ اگر کسی مرد نے عورت کا بوسہ لیا ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان کپڑا حائل ہو تو حرمت ثابت ہو جائے گی بشرطیکہ بوسہ لینے والے کو عورت کے دانتوں کی یا ہونٹوں کی ٹھنڈک محسوس ہو۔ حرمت ثابت ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ چھونے کے بعد دیر تک چھوتا ہی رہے چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے شہوت کے ساتھ اپنی بیوی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن وہ ہاتھ بیوی کی بجائے اپنی لڑکی کی ناک پر پڑھ گیا اور اس کے ساتھ ہی شہوت زیادہ ہوگئی تو اس لڑکی کی ماں یعنی بیوی اس مرد کے لئے حرام ہو جائے گی اگر چہ اس نے اپنا ہاتھ فوراً ہی ہٹا لیا ہو۔ حرمت ثابت ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جس عورت کو ہاتھ لگایا جائے یا بوسہ لیا جائے اور وہ قابل شہوت ہو اور فتویٰ اس پر ہے کہ کم سے کم نو سال کی لڑکی قابل شہوت ہوتی ہے اس سے کم نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

چنانچہ اگر کسی مرد نے کسی ایسی نابالغہ لڑکی سے جماع کیا جو قابل شہوت نہ ہویں تو حرمت ثابت نہیں ہوگی اس کے برخلاف اگر عورت اتنی بوڑھی ہو جائے کہ قابل شہوت نہ رہے تو وہ حرمت ثابت ہونے کا باعث بن جاتی ہے کیونکہ وہ حرمت کے حکم میں داخل ہو چکی تھی اور بڑھاپے کی وجہ سے اس حکم سے باہر نہیں ہوسکتی جب کہ نابالغہ ابھی حرمت کے حکم میں داخل ہی نہیں ہوئی۔ جس طرح حرمت ثابت ہونے کے لئے عورت کا قابل شہوت ہونا شرط ہے اسی طرح مرد کا بھی قابل شہوت ہونا شرط ہے۔ لہٰذا اگر چار سال کے بچہ نے مثلاً اپنے باپ کی بیوی یعنی اپنی سوتیلی ماں سے جماع کر لیا تو اس کی وجہ سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

لیکن اگر جماع کرنیوالا ایسا بچہ ہو جس کے ہم عمر بچے عام طور پر جماع کر سکتے ہوں تو اس کا وہی حکم ہوگا جو بالغ کا ہوتا ہے اور اس بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ ایسے بچہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ جماع کرنے پر قادر ہو عورت کی طرف اس کا میلان ظاہر ہوتا ہو اور عورتیں اس سے شرم کرتی ہوں۔ مذکورہ بالا چیزوں یعنی چھونے اور دیکھنے کے بارے میں شہوت یعنی ہیجان کا ہونا شرط ہے یعنی عورت کو ہاتھ لگانے بوسہ لینے اور شرم گاہ کے اندرونی حصہ کی طرف دیکھتے وقت اگر شہوت ہو تب حرمت ثابت ہوگی لہٰذا اگر یہ دونوں چیزیں بغیر شہوت کے پائی جائیں اور پھر بعد میں شہوت پیدا ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوگی اور شہوت کا معیار مرد کے لئے یہ ہے کہ اس کے عضو مخصوص میں ایستادگی ہو جائے اور اگر ایستادگی پہلے سے تھی تو اس میں زیادتی ہو جائے۔ اس مسئلہ میں یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے لہٰذا اگر کسی مرد کے عضو مخصوص میں ایستادگی تھی ایسی حالت میں اس نے اپنی بیوی کو اپنے پاس بلایا اور پھر اسی

دوران کسی طرح اس کا عضو مخصوص اس کی لڑکی کی دونوں رانوں کے درمیان داخل ہوگیا تو اس صورت میں اگر اس کے عضو مخصوص کی ایستادگی میں زیادتی نہ پیدا ہوگئی ہو تو اس لڑکی کی ماں یعنی اس کی بیوی اس کے لئے حرام نہیں ہوگی۔

اور شہوت کا معیار اس مرد کے لئے ہے جو جوان اور جماع کرنے پر قادر ہو اور اگر مرد بوڑھا ہو تو اس کے حق میں شہوت کا معیار یہ ہے کہ خواہش کے وقت اس کے قلب میں حرکت پیدا ہو جائے اگر پہلے سے حرکت نہیں تھی اور اگر قلب میں پہلے سے حرکت موجود تھی تو اس خواہش میں زیادتی ہو جائے اور عورت کے لئے اس اس مرد کے لئے جس کا عضو مخصوص کٹا ہوا ہو شہوت کا معیار یہ ہے کہ قلب میں خواہش پیدا ہو اور ہاتھ لگانے وغیرہ سے جنسی لذت حاصل ہو۔ اگر خواہش وغیرہ پہلے سے موجود نہ تھی اور اگر یہ پہلے سے موجود تھی تو اس میں زیادتی ہو جائے اور یہ بات ملحوظ رہے کہ مرد و عورت میں سے کسی ایک میں شہوت کا ہونا حرمت ثابت ہونے کے لئے کافی ہو۔ ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے وغیرہ سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اس میں یہ شرط اور ضروری ہے کہ انزال نہ ہو اگر ہاتھ لگانے یا شرمگاہ کی طرف دیکھنے کے وقت انزال ہوگیا تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اب انزال ہونے سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ چھونا وغیرہ جماع لینے کا سبب نہیں بنا۔ اگر کسی مرد نے عورت کی مقعد کی طرف دیکھا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی اسی طرح اگر کسی مرد نے عورت کے پیچھے کی طرف بدفعلی کی تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ ایسے ہی اگر مرد کے ساتھ جماع کے افعال کئے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ حرمت مصاہرت کا اقرار کیا تو اس کا اعتبار کیا جائے گا اور ان دونوں یعنی میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرادی جائے گی اسی طرح اگر مرد نکاح سے قبل زمانہ کی طرف حرمت کی نسبت کرے یعنی اپنی بیوی سے یوں کہے کہ میں نے تم سے نکاح کرنے سے پہلے تمہاری ماں سے جماع کیا تھا تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اور دونوں میں جدائی کرادی جائے گی لیکن اس عورت کا پورا مہر (جو نکاح کے وقت متعین ہوا تھا) واجب ہوگا عقد واجب نہیں ہوگا اور اس اقرار کے لئے مداومت شرط نہیں یعنی صرف ایک مرتبہ اقرار کر لینا کافی ہے بار بار اقرار کرنا ضروری نہیں ہے اسی لئے اگر کوئی شخص اپنے اقرار سے رجوع کرلے یعنی ایک مرتبہ اقرار کرنے کے بعد پھر انکار کردے تو قاضی اس نکاح کو صحیح تسلیم نہیں کرے گا ہاں اگر اس نے واقعۃً غلط اقرار کیا تھا تو عنداللہ وہ عورت اس کی بیوی رہے گی اگرچہ ظاہراً قاضی جدائی کرادے گا۔

اگر کسی شخص نے ایک عورت کے بارے میں یہ کہا کہ میری رضاعی ماں ہے (یعنی اس عورت نے مجھے دودھ پلایا ہے) اور پھر کچھ عرصہ بعد جب اس عورت سے نکاح کرنا چاہے اور یہ کہے کہ میں نے پہلے غلط کہا تھا کہ یہ میری رضاعی ماں ہے تو اس صورت میں اس کے لئے اس عورت سے نکاح کرنا استحساناً جائز ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اگر کسی شخص نے عورت کا بوسہ لیا اور پھر کہنے لگا کہ یہ شہوت کے ساتھ نہیں تھا یا عورت کو چھوا اور یا اس کی شرم گاہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ شہوت کے ساتھ نہیں تھا تو بوسہ لینے کی صورت میں تو فوراً حرمت کا حکم لگا دیا جائے گا جب تک کہ یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس نے واقعی شہوت کے ساتھ بوسہ نہیں لیا تھا اور دوسری دونوں صورتوں میں حرمت کا حکم فوراً لگا دیا جائے گا جب یہ یقین ہو جائے کہ یہ چیز شہوت کے ساتھ سرزد ہوئی ہے تو حرمت کا حکم لگایا جائے گا اور یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ بوسہ عام طور پر شہوت کے ساتھ لیا

جاتا ہے اور بوسہ کی بنیاد ہی شہوت پر ہوتی ہے بخلاف چھونے اور دیکھنے کے کہ یہ دونوں فعل بغیر شہوت کے بھی سرزد ہوتے ہیں مگر یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کہ شرمگاہ کے علاوہ کسی اور عضو کو چھوا ہو اور اگر کسی شخص نے عورت کی شرمگاہ کو چھوا ہو اور پھر کہا کہ یہ شہوت کے ساتھ نہیں تھا تو ایسی صورت میں اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اگر کسی شخص نے عورت کی چھاتی پکڑ لی اور کہا کہ شہوت کے ساتھ نہیں پکڑی تھی تو اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اسی طرح اگر عورت کے ساتھ جانور پر سوار ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ ہاں اگر عورت کی پشت پر سوار ہو کر دریا کو پار کیا اور کہا کہ اس وقت شہوت نہیں تھی تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ ایک شخص نے لوگوں کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا ہے یا اس کا بوسہ لیا ہے اور ان لوگوں نے اس کے اس اقرار کی گواہی دی تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی اسی طرح اگر گواہ یہ کہیں کہ فلاں شخص نے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا تھا یا بوسہ لیا تھا تو ان کی گواہی مانی جائے گی کیونکہ شہوت ایک ایسی چیز ہے جو فی الجملہ معلوم ہو جاتی ہے چنانچہ جن لوگوں کے عضو میں حرکت ہوتی ہے اس کو دیکھ کر اور جن کے عضو میں حرکت نہیں ہوتی ان کے بارے میں دوسری علامتوں سے شہوت کا معلوم ہو جانا ممکن ہوتا ہے۔ قاضی علی سعدی فرماتے ہیں کہ اگر نشہ میں مدہوش کسی شخص نے اپنی لڑکی کو پکڑ کر اپنے بدن سے لپٹایا اور اس کا بوسہ لیا اور پھر جب اس سے جماع کرنے کا ارادہ کیا تو لڑکی نے کہا کہ میں تمہاری لڑکی ہوں، یہ سن کر اس شخص نے لڑکی کو چھوڑ دیا تو اس صورت میں بھی لڑکی کی ماں یعنی اس شخص کی بیوی اس کے لئے حرام ہو جائے گی۔

اگر کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنی ساس کے ساتھ کیا کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے جماع کیا ہے تو اس صورت میں بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی اگرچہ سوال کرنے والے نے مذاق میں سوال کیا ہو اور اس شخص نے بھی ازراہ مذاق ہی جواب دیا ہو پھر اس کے بعد وہ شخص لاکھ کہے کہ میں نے یہ بات غلط کہی تھی اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے کسی ایسی لونڈی کے بارے میں جو اس کی ملکیت میں ہو یہ کہا کہ میں نے اس لونڈی سے جماع کیا ہے تو وہ لونڈی اس کے لڑکے کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اور اگر اس نے کسی ایسی لونڈی کے بارے میں جو اس کی ملکیت نہیں ہے بلکہ کسی اور کی ہے یہ کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا ہے تو اس صورت میں اس کے لڑکے کے لئے یہ جائز ہوگا کہ اپنے باپ کی اس بات کا اعتبار نہ کرے اور اس لونڈی کو اپنی ملکیت میں لے کر اس سے جماع کر لے اور اگر کسی شخص کو اپنے باپ کی میراث میں کوئی لونڈی ملی تو وہ اس سے جماع کر سکتا ہے جب تک کہ یقین کے ساتھ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ باپ نے اس لونڈی کے ساتھ جماع کیا ہے۔

اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر شادی کی کہ وہ باکرہ ہے لیکن شادی کے بعد جب اس سے جماع کرنے کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ باکرہ نہیں ہے پھر اس نے عورت سے پوچھا کہ تمہارا پردہ بکارۃ کس طرح زائل ہوا ہے (یعنی تمہارے ساتھ کسی مرد نے جماع کیا ہے؟) عورت نے جواب دیا کہ تمہارے باپ نے اس صورت میں اگر وہ شخص خاوند اس کی بات کا اعتبار کرے تو نکاح ختم ہو جائے گا۔ اور عورت مہر کی حقدار نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اور اگر وہ شخص اس کی بات کا اعتبار نہ کرے اور کہے کہ تم جھوٹ بولتی ہو تو نکاح باقی رہے گا۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کے لڑکے کے بارے میں کہا کہ اس نے مجھے شہوت کے ساتھ چھوا ہے لہٰذا میں اپنے شوہر کی بیوی نہیں رہی تو عورت کی اس بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ شوہر کے لڑکے کا قول معتبر ہوگا۔ کسی شخص نے اپنے باپ کی بیوی کا شہوت کے ساتھ زبردستی بوسہ لیا یا کسی باپ نے اپنے لڑکے کی بیوی کا شہوت کے ساتھ زبردستی بوسہ لیا اور شوہر نے کہا کہ یہ عمل شہوت کے ساتھ نہیں تھا تو شوہر کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ اسی کی بیوی رہے گی لیکن اگر شوہر نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ بوسہ لینا واقعی شہوت ہی کے ساتھ تھا تو پھر دونوں (میاں بیوی) میں جدائی ہو جائے گی اور شوہر پر مہر واجب ہوگا مگر شوہر وہ رقم جو اس نے مہر میں ادا کی ہے اس شخص سے وصول کرلے گا جس کی وجہ سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے بشرطیکہ اس نے فتنہ پھیلانے کے لئے یہ حرکت کی ہو اور اگر یہ حرکت فتنہ پھیلانے کے مقصد سے نہیں تھی تو پھر کچھ بھی وصول کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

اور اگر اس مسئلہ میں بوسہ لینے کی بجائے باپ نے لڑکے کی بیوی سے یا لڑکے نے باپ کی بیوی سے جماع کر لیا تو اس صورت میں شوہر مہر میں دی ہوئی رقم کسی طرح بھی وصول نہیں کر سکتا کیونکہ جماع کرنیوالے پر حد واجب ہوگی اور ضابطہ یہ ہے کہ شرعی حد کے ساتھ کوئی مالی جرمانہ واجب نہیں ہوتا۔ کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کی باندی کے ساتھ نکاح کیا اور پھر اس کے قبل کہ اس کا خاوند جماع کرتا باندی نے شوہر کے لڑکے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا خاوند نے دعوی کیا کہ میری بیوی نے میرے لڑکے کا بوسہ شہوت کے ساتھ لیا ہے مگر باندی کے آقا نے کہا کہ یہ غلط ہے، اس صورت میں نکاح ختم ہو جائے گا کیونکہ شوہر نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ میری بیوی نے شہوت کے ساتھ بوسہ لیا ہے لیکن شوہر پر پورا مہر واجب نہیں ہوگا بلکہ نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ اس باندی کے مالک نے اس کی بات کو جھٹلایا ہے اس بارے میں لونڈی کا قول معتبر نہیں ہوگا کہ میں نے شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تھا لہٰذا میرا پورا مہر دو۔ اگر کسی عورت نے لڑائی جھگڑے میں اپنے دادا کا عضو مخصوص پکڑ لیا اور کہا کہ میں نے شہوت کے ساتھ نہیں پکڑا تھا تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

حرمت مصاہرت یا حرمت رضاعت کی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے (جس کی وجہ سے جماع کرنا حرام ہو جاتا ہے لہٰذا شوہر کو چاہئے کہ طلاق دیدے اگر وہ طلاق نہ دے تو پھر قاضی دونوں کے درمیان جدائی کرا دے) چنانچہ جدائی سے پہلے اگر شوہر نے جماع کر لیا تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی خواہ اس نے جماع شبہ میں مبتلا ہو کر ہی کیا ہو یا بغیر شبہ کے کیا ہو۔ اگر کسی شخص نے ایک عورت سے حرام کاری کی یا ایسا کوئی بھی فعل کیا جس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے جیسے چھونا وغیرہ اور پھر توبہ کر لی تو یہ شخص اس عورت کی لڑکی کا محرم ہی رہے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اس لئے کہ اس کی لڑکی سے نکاح کرنا اس کے حق میں ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ محرمت، زنا سے ثابت ہو جاتی ہے اور ایسے ہی ان تمام چیزوں سے بھی ثابت ہو جاتی ہے جن سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے جیسے چھونا وغیرہ۔ اگر مثلاً زید نے خالدہ سے نکاح کیا اور زید کے لڑکے نے (جو خالدہ کے پیٹ سے نہیں ہے) خالدہ کی بیٹی سے جو خالدہ کے پہلے شوہر سے ہے) نکاح کر لیا یا خالدہ کی ماں سے نکاح کر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر کسی شخص نے عضو مخصوص پر کپڑا لپیٹ کر اپنی بیوی سے جماع کیا تو دیکھا جائے گا کہ وہ کپڑا باریک تھا اور مرد کے عضو مخصوص کو حرارت محسوس ہونے سے نہیں روکتا تھا تو وہ عورت جماع کے بعد پہلے شوہر کے لئے جس نے اسے طلاق مغلظہ دیدی تھی) حلال ہو جائے گی اور اگر کپڑا ایسا تھا جس کی وجہ سے اس کے عضو مخصوص کو حرارت محسوس نہیں ہو رہی تھی تو وہ عورت اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُعْتِقُ اَمَتَهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا

باب: آدمی کا اپنی کنیز کو آزاد کر کے، اس کے ساتھ شادی کر لینا

2053 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ اَبِي بُرْدَةَ، عَنْ اَبِي مُوسٰى، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَعْتَقَ جَارِيَتَهُ وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ اَجْرَانِ

❀❀ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اپنی کنیز کو آزاد کر کے، اس کے ساتھ شادی کر لے، اسے دگنا اجر ملے گا''

2054 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، اَخْبَرَنَا اَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، وَعَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔

بَابُ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ

باب: رضاعت سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے، جو حرمت نسب سے ثابت ہوتی ہے

2055 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''رضاعت سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے، جو نسب سے ثابت ہوتی ہے''

شرح

(جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاع سے بھی حرام ہوتے ہیں) یہ رضاع کی وجہ سے تحریم کا تقاضا کرتا ہے اور مرد کی طرف رضاع کی نسبت کی وجہ اس طرح ظاہر نہیں ہوتی جس طرح پانی کی نسبت مرد کی طرف اور رضاع کی نسبت عورت کی طرف ظاہر ہوتی ہے ہاں اس میں اصل زہری، ہشام بن عروہ عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سلسلہ سے مروی حدیث ہے کہ افلح

ابی قعیس کا بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رضائی چچا تھا یہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: میں اسے اجازت نہیں دیتی، جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مسئلہ عرض کیا رسول اللہ! نے فرمایا: وہ تیرے پاس آنا چاہیے، کیونکہ وہ تمہارا چچا ہے تربت یمینک، ابوالقعیس اس عورت کا خاوند تھا جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دودھ پلایا تھا، یہ بھی خبر واحد ہے یہ بھی احتمال ہے کہ افلح نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دودھ پیا ہو اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہو: وہ تیرے پاس داخل ہو، کیونکہ وہ تمہارا چچا ہے۔ بہر حال اس میں حتمی قول کرنا مشکل ہے، اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہی لیکن عمل اس پر ہے اور تحریم میں احتیاط بہتر ہے، جبکہ یہ ارشاد بھی موجود ہے۔ (آیت) ''واحل لکم ماوراء ذلکم''۔ (اس کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں) یہ مخالف کے قول کو تقویت دیتا ہے۔

دودھ رضاعت کے تعین میں فقہی مذاہب اربعہ

آئمہ کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ کتنی مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ تعداد معین نہیں دودھ پیتے ہی حرمت ثابت ہوگئی۔

امام مالک یہی فرماتے ہیں، ابن عمر سعید بن مسیب عروہ بن زبیر اور زہری کا قول بھی یہی ہے، دلیل یہ ہے کہ رضاعت یہاں عام ہے بعض کہتے ہیں تین مرتبہ جب پیے تو حرمت ثابت ہوگئی، جیسے کہ صحیح مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ کا چوسنا یا دو مرتبہ کا پی لینا حرام نہیں کرتا یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے،

امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابوعبیدہ، ابوثور بھی یہی فرماتے ہیں، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ام الفضل، حضرت ابن زبیر، سلیمان بن یسار، سعید بن جبیر رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے بعض کہتے ہیں پانچ مرتبہ کے دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اس سے کم نہیں، اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے قرآن میں دس مرتبہ کی دودھ پلائی پر حرمت کا حکم اترا تھا پھر وہ منسوخ ہو کر پانچ رہ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے تک وہ قرآن میں پڑھا جاتا رہا دوسری دلیل سہلہ بنت سہیل کی روایت ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت سالم کو جو حضرت ابو حذیفہ کے مولی تھے پانچ مرتبہ دودھ پلا دیں، حضرت عائشہ اسی حدیث کے مطابق جس عورت کے گھر کسی کا آنا جانا دیکھتیں اسے یہی حکم دیتیں۔

امام شافعی اور ان کے اصحاب کا فرمان بھی یہی ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینا معتبر ہے یہ بھی یاد رہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ رضاعت دودھ چھٹنے سے پہلے یعنی دو سال کے اندر اندر کی عمر میں ہو۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 297)

عبداللہ بن مسلمہ، مالک، عبداللہ بن ابی بکر، بن محمد بن عمرو بن حزم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے قرآن پاک میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور پانچ مرتبہ دودھ پینا حرمت کے لیے ضروری ٹھہرا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ آیت قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ اس رضاعت کا اثر رضائی ماں کے خاوند تک بھی پہنچے گا یا نہیں؟ تو جمہور کا اور آئمہ اربعہ کا فرمان تو یہ ہے کہ پہنچے گا اور بعض سلف کا قول ہے کہ صرف دودھ پلانے والی تک ہی رہے گا اور رضائی باپ تک نہیں پہنچے گا۔

2056 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ لَكَ فِيْ أُخْتِيْ؟ قَالَ: فَأَفْعَلُ مَاذَا؟، قَالَتْ: فَتَنْكِحُهَا، قَالَ: أُخْتَكِ؟، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: أَوَتُحِبِّيْنَ ذٰلِكَ؟، قَالَتْ: لَسْتُ بِمُخْلِيَةٍ بِكَ وَأَحَبُّ مَنْ شَرِكَنِيْ فِيْ خَيْرٍ أُخْتِيْ، قَالَ: فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِيْ، قَالَتْ: فَوَاللّٰهِ لَقَدْ أُخْبِرْتُ أَنَّكَ تَخْطُبُ دُرَّةَ أَوْ ذُرَّةَ شَكَّ زُهَيْرٌ بِنْتَ أَبِيْ سَلَمَةَ، قَالَ: بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ؟، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ لَوْ لَمْ تَكُنْ رَبِيْبَتِيْ فِيْ حِجْرِيْ، مَا حَلَّتْ لِيْ إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ، أَرْضَعَتْنِيْ وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ، فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ

سیدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتی ہیں: سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ کو میری بہن میں دلچسپی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: میں کیا کروں، انہوں نے عرض کی: آپ اس سے شادی کر لیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہاری بہن کے ساتھ؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہیں یہ پسند ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں آپ کی اکلوتی بیوی نہیں ہوں، اس لیے میں یہ چاہتی ہوں، اس بھلائی میں میری بہن بھی میرے ساتھ شریک ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہے، سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کی قسم! مجھے تو یہ پتہ چلا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ کی صاحبزادی درہ (راوی کو شک ہے یا) ذرہ کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی کے ساتھ؟ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر وہ میری سوتیلی بیٹی نہ بھی ہوتی تو بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی کیونکہ وہ میرے رضائی بھائی بھی کی بیٹی ہے کیونکہ مجھے اور اس کے والد کو ثوبیہ نے دودھ پلایا ہے، تاہم تم اپنی بیٹیوں یا بہنوں کے رشتے میرے سامنے پیش نہ کیا کرو۔

رضاعت کے معنی ومفہوم کا بیان

لفظ رضاعت اور اس کے دیگر مشتقات قرآن حکیم میں دس مقامات پر آئے ہیں۔ المعجم الوسیط میں رضاعت کا معنی کچھ یوں بیان ہوا ہے۔ أرضعت الأم: كأن لها ولد ترضعه.

ماں کا بچہ کو دودھ پلانا رضاعت کہلاتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں بچہ کا پیدائش کے بعد پہلے دو سال میں ماں کے سینہ سے دودھ چوسنا رضاعت کہلاتا ہے۔ پیدائش کے بعد بچہ کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زندگی کی حفاظت اور افزائش کے لیے ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی غذا استعمال کرے اس لیے وضعِ حمل کے بعد عورت کے پستانوں میں قدرتی طور پر دودھ جاری ہو جاتا ہے اور بچہ کے لیے اس کے دل میں پیدا ہونے والی محبت وشفقت اُسے بچہ کو دودھ پلانے پر اُکساتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت پر واجب کیا ہے کہ وہ بچہ کو پورے دو سال دودھ پلائے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مدت ہر طرح سے بچہ کی صحت کے لیے ضروری ہے۔

جدید میڈیکل ریسرچ سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ بچہ کے جسمانی ونفسیاتی تقاضوں کے پیش نظر دو سال کی مدت رضاعت ضروری ہے۔ یہ اسلام کی آفاقی اور ابدی تعلیمات کا فیضان ہے کہ اہل اسلام کو زندگی کے وہ رہنما اصول ابتداء ہی میں عطا کر دیے گئے جن کی تائید وتصدیق صدیوں بعد کی سائنسی تحقیقات کر رہی ہیں۔

حرمت رضاعت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "وامھتکم التی ارضعنکم"۔ یہ تحریم میں ان کی طرح ہیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں، عبداللہ نے وامھاتکم الائی بغیر تا کے پڑھا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (آیت) "والی یئسن من المحیض"۔ (الطلاق: ۴) شاعر نے کہا:

من اللاء لم یحججن یبغین حسبة ولکن لیقتلن البری المغفلا:

(آیت) "ارضعنکم"۔ جب عورت بچے کو دودھ پلا دے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس کی ماں بن جاتی ہے اور اس کی بیٹی حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ اس کی ہو جاتی ہے اور اس کی بہن حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ اس کی خالہ بن جاتی ہے اس کی ماں حرام ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس کی نانی بن جاتی ہے اور اس کے خاوند کی بیٹی حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ اس کی بہن بن جاتی ہے اور اس خاوند کی بہن حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کی پھوپھی بن جاتی ہے اور اس خاوند کی ماں حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ اس کی دادی بن جاتی ہے اور اس عورت کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بیٹیاں حرام ہو جاتی ہیں، کیونکہ وہ اس کے بھائیوں اور بہنوں کی بیٹیاں بن جاتی ہیں۔

ابونعیم عبید اللہ بن ہشام الحلبی نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: کیا عورت حج کرے اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ؟ امام مالک نے فرمایا: ہاں ابونعیم نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ایک عورت نے شادی کی اس کے خاوند نے اس کے ساتھ صحبت کی پھر ایک عورت آئی اور اس نے کہا: میں نے ان دونوں (میاں، بیوی) کو دودھ پلایا تھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انہیں جدا کر دیا جائے گا اور جو کچھ عورت نے مرد سے مہر لیا تھا وہ اس کا ہوگا اور جو باقی ہے وہ اس خاوند پر باقی نہ رہے گا۔ پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کہا تھا، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بوڑھی عورت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ نہیں جائے گا کہ فلاں نے اپنی بہن سے نکاح کیا ہے؟

رضاعت سے حرمت تب ثابت ہوتی ہے جبکہ دو سال کے دوران دودھ پلایا جائے، جیسا کہ سورۃ بقرہ میں گزر چکا ہے، ہمارے نزدیک قلیل دودھ پلانے یا زیادہ دودھ پلانے کے درمیان کوئی فرق نہیں جب معدہ تک دودھ پہنچ جائے گا اگر ایک گھونٹ بھی ہوگا تو رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دودھ پلانے میں دو شرائط کا اعتبار کیا ہے ایک شرط پانچ چسکیاں، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے" جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس میں تھا کہ دس معلوم چسکیاں حرام کر دیتی ہیں پھر پانچ چسکیوں کے ساتھ دس والا حکم منسوخ ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا جب کہ یہ قرآن سے پڑھی جاتی تھیں"۔ اس سے استدلال یہ ہے کہ انہوں نے یہ ثابت کیا کہ دس چسکیاں، پانچ کے ساتھ منسوخ ہو گئیں اگر تحریم پانچ سے کم چسکیوں کے ساتھ معلق کریں تو یہ پانچ کے لیے نسخ ہوں گی اور اس میں خبر واحد اور قیاس قبول نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان دونوں کے ساتھ نسخ واقع نہیں ہوتا اور سہلہ کی حدیث میں ہے" تو اسے (سالم) پانچ چسکیاں دودھ پلا دے وہ ان کی وجہ سے حرام ہو جائے گا"۔ دوسری شرط یہ ہے کہ دودھ پلانا دو سال میں ہو، اگر دو سال سے زائد عمر میں دودھ پلایا جائے گا تو حرمت ثابت نہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے (آیت) "حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة"۔ (بقرہ:۲۳۳) تمام اور کمال کے بعد کوئی چیز نہیں ہوتی۔ امام ابوحنیفہ نے اڑھائی سال کا اعتبار کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ماہ زائد کا اعتبار کیا ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جب تک وہ دودھ پیتا ہے اور اس چھڑایا نہیں گیا تو وہ رضاع ہے اگرچہ اس پر تین سال بھی گزر چکے ہوں، اوزاعی نے کہا: جب ایک سال بعد دودھ چھڑا دیا گیا ہو پھر متواتر دودھ چھوڑا ہی رہے تو اس کے بعد رضاع ثابت نہ ہوگا، لیث بن سعد علماء کے درمیان منفرد ہیں۔ وہ کہتے ہیں: کہتے ہیں: بڑے کو دودھ پلانا بھی حرمت کا موجب ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے اس سے رجوع بھی مروی ہے، یہ ابوحصین نے ابوعطیہ سے روایت کیا ہے، فرمایا: ایک شخص مدینہ طیبہ سے اپنی بیوی کے ساتھ آیا اس نے بچہ جنم دیا اور اس کے پستان پھول گئے تھے پس اس کے خاوند نے اسے چوسنا شروع کر دیا اور کلی کرنا شروع کر دیا تو دودھ کا گھونٹ اس کے پیٹ میں چلا گیا اس نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی اور تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور اسے یہ مسئلہ بتا، اس شخص نے ایسا کیا حضرت ابن مسعود اس اعرابی کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا تم اس سفید، سیاہ بالوں والے کو رضیع خیال کرتے ہو! حرمت رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب دودھ گوشت اور ہڈیوں کو بڑھاتا ہے اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مجھ سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا کرو جب کہ تمہارے درمیان یہ بہت بڑا عالم موجود ہے۔ پس "پس تم نہ پوچھا کرو" کے الفاظ دلیل ہیں کہ آپ نے اس سے رجوع کر لیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سالم مولی ابن حذیفہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے حجت پکڑی ہے کہ وہ اس وقت مرد تھا جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہلہ بنت سہیل کو کہا تھا کہ تو اسے دودھ پلا دے، اس حدیث کو موطا وغیرہ میں نقل کیا گیا ہے، ایک طائفہ نے شاذ قول کیا ہے اور دس چسکیاں پینے کا اعتبار کیا ہے انہوں نے "عشر رضعات" جو قرآن میں تھا اس کا اعتبار کیا ہے گویا انہیں ناسخ نہیں پہنچا تھا۔ داؤد نے کہا: حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی مگر تین چسکیاں پینے کے ساتھ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے حجت پکڑی ہے "ایک چسکی اور دو چسکیاں حرمت رضاعت کو ثابت نہیں کرتی ہیں" اس حدیث کو مسلم نے نقل کیا ہے، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

یہی امام احمد، اسحاق، ابوثور اور ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، یہ دلیل الخطاب سے تمسک (دلیل پکڑنا) ہے، اس میں

اختلاف ہے، ان علماء کے علاوہ ائمہ فتویٰ کا یہ نظریہ ہے کہ ایک گھونٹ بھی حرام کر دیتا ہے جب یقین ہو جائے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے انہوں نے کم از کم مقدار جس پر رضاع کے اسم کا اطلاق ہوتا ہے اس سے حجت پکڑی ہے۔ اس کی تائید اہل مدینہ کے عمل سے اور مصاہرت پر قیاس کے ساتھ کی گئی ہے، اس علت کے ساتھ کہ یہ لاحق ہونے والا معنی ابدی تحریم کا تقاضا کرتا ہے، پس اس میں عدد شرط نہیں ہے جس طرح مصاہرت میں عدد شرط نہیں ہے۔ لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ دودھ تھوڑا پینا اور زیادہ پینا، پنگھوڑے میں حرام کر دیتا ہے جو روزہ دار کے روزہ کو افطار کر دیتا ہے، ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لیث اس کے خلاف پر آگاہ نہیں تھے، میں کہتا ہوں: اس باب میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: **لا تحرم المصة ولا المصتان** (ایک اور دو چسکیاں حرام نہیں کرتی ہیں) نص ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، یہ (آیت) ''**امھتکم التی ارضعنکم**'' کی تفسیر کرتا ہے۔ یعنی وہ تمہیں تین چسکیاں پلائیں یا زیادہ مگر یہ ممکن ہے کہ اسے اس پر محمول کیا جائے جب دودھ کا بچے کے پیٹ میں پہنچنا متحقق نہ ہو، کیونکہ دس معلوم چسکیوں اور پانچ معلوم چسکیوں کا ارشاد موجود ہے پس معلوم کے ساتھ وصف ذکر فرمایا تو حرام نہیں کرتیں۔ واللہ اعلم۔

امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ **املاجة ولا ملاجتین**''۔ والی حدیث ثابت نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کبھی تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں، کبھی اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں اس قسم کا اضطراب حدیث کو حجت ہونے سے ساقط کر دیتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ صرف سات چسکیاں پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا کہ وہ سالم کو دس چسکیاں پلا دے، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی مثل مروی ہے ان سے تین چسکیاں پلانا بھی اور پانچ چسکیاں پلانا بھی مروی ہے، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حکایت کیا گیا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نساء ۲۳، بیروت)

رضاعت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

وامھتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعة اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور دودھ شریک بہنیں باجماع علماء رضاعی پھوپھیاں خالائیں بھتیجیاں بھانجیاں بھی حرام ہیں اور نسب کی وجہ سے جس سے نکاح حرام ہے رضاعت کی وجہ سے بھی اس سے نکاح درست نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے: رضاعت سے (بھی) وہی حرام جو نسب سے حرام ہے۔ دوسری روایت میں نسب کی جگہ ولادت کا لفظ آیا ہے۔ (رواہ الشیخان البخاری والسلم) یہ حدیث حضرت عائشہ کی روایت سے مذکور ہے حضرت علی کی روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو اپنے چچا حمزہ کی لڑکی (سے نکاح کرنے) کی خواہش ہے وہ قریش میں حسین ترین عورت ہے فرمایا: کیا تم کو علم نہیں ہے کہ حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں اور اللہ نے جس نسبی رشتہ میں نکاح حرام کیا ہے اسی رضاعی رشتہ میں بھی حرام کیا ہے۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میرا رضاعی چچا آیا اور میرے پاس اندر آنے کی اس نے اجازت طلب کی۔ میں نے اجازت

دینے سے انکار کر دیا تاوقتیکہ رسول اللہ سے دریافت نہ کرلوں اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے میں نے مسئلہ دریافت کیا فرمایا: وہ تیرا چچا ہے اس کو اجازت دیدے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا تھا مرد نے نہیں پلایا فرمایا: بلاشبہ وہ تیرا چچا ہے تیرے پاس اندر آسکتا ہے۔ یہ واقعہ پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف فرما تھے کہ میں نے ایک مرد کی آواز سنی جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخلہ کی اجازت مانگ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے اندر داخلہ کی اجازت کا طلبگار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضائی چچا کے متعلق فرمایا: میرے خیال میں فلاں شخص ہوگا میں نے (یہ سن کر) اپنے رضائی چچا کا نام لے کر کہا: یارسول اللہ! اگر فلاں شخص زندہ ہوتا تو کیا وہ (میرے پاس) اندر آسکتا تھا؟ فرمایا: ہاں جو حرمت ولادت (کے رشتہ) سے ہوتی وہی رضاعت (کے رشتہ) سے ہوتی ہے۔ (رواہ البغوی)

فائدہ* امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک کے نزدیک رضاعت تھوڑی ہو یا بہت (چاہے ایک چسکی ہو) وہی حرمت پیدا کردیتی ہے جو نسب سے ہوتی ہے کیونکہ یہ آیت مطلق ہے نیز حدیث: یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب بھی مطلق ہے (آیت اور حدیث دونوں میں کمی زیادتی کی کوئی قید نہیں ایک روایت میں امام احمد کا قول بھی یہی آیا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: رضاعت سے حرمت صرف اس وقت ہوگی جب بھوک کی حالت میں پانچ مختلف جدا جدا اوقات میں پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر دودھ پیا ہو ایک روایت میں امام احمد کا قول بھی یہی آیا ہے ایک اور روایت میں امام احمد بجائے پانچ مرتبہ کے تین مرتبہ کے قائل ہیں۔ ابوثور، ابن المنذر، داؤد اور ابوعبید کا قول بھی یہی ہے۔ تین مرتبہ کی تعیین کی وجہ حضرت عائشہ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ایک چسکی اور دو چسکیاں حرمت کی موجب نہیں۔ ام فضل کی مرفوع روایت میں چسکی اور دو چسکی کی جگہ ایک بار پینا اور دوبار پینا کا لفظ آیا ہے۔ بعض روایات میں املاجۃ واملاجتان کا لفظ آیا ہے مطلب ایک ہی ہے ۱؎۔

احمد، نسائی، ابن حبان اور ترمذی نے یہ حدیث بحوالہ حضرت عبداللہ بن زبیر بوساطت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کی ہے لیکن طبری نے اس کو مضطرب کہا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ نے حضرت زبیر کی وساطت سے رسول اللہ کا فرمان نقل کیا ہے اور بعض روایات میں عبد اللہ عن عائشہ عن رسول اللہ اور بعض بلا واسطہ عن عبد اللہ عن رسول اللہ آیا ہے ابن حبان نے تینوں اسناد کی وجہ جامع اس طرح بیان کی ہے کہ ممکن ہے حضرت ابن زبیر نے اپنے باپ سے بھی سنا ہو اور حضرت عائشہ سے بھی اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی۔

بخاری نے لکھا ہے کہ یہ حدیث عن ابن الزبیر عن عائشہ صحیح ہے بیچ میں حضرت زبیر کی وساطت صرف محمد بن دینار کے قول میں ہے اور اس میں ضعف ہے اور اختلاف بھی ہے بعض روایات میں حضرت عائشہ کا ذکر نہیں ہے اور سند میں ارسال ہے لیکن مرسل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نسائی نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بیان کی ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں ہے۔

علماء حنابلہ نے اسی حدیث کو اپنے مسلک کی تائید میں پیش کیا ہے کیونکہ حدیث میں صرف ایک یا دوبار دودھ پینے کو غیر محرم

فرمایا ہے لہٰذا تین بار پینے سے حرمت ہو جائے گی۔ جو لوگ کم سے کم پانچ مرتبہ دودھ پینے کو موجب حرمت قرار دیتے ہیں ان کی دلیل حضرت عائشہ کی حدیث ہے ام المؤمنین نے فرمایا: کہ قرآن میں عشر رضعات معلومات نازل ہوا تھا پھر خمس معلومات سے اس کو منسوخ کر دیا گیا اور رسول اللہ کی وفات ہوئی تو قرآن میں اسی کو پڑھا جاتا تھا۔ ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ قرآن میں عشر رضاعت نازل ہوا تھا پھر اس سے پانچ منسوخ کر دیئے گئے اور پانچ رضعات رہ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اس وقت تک امر یونہی تھا (یعنی اسی کو پڑھا جاتا تھا) ہم کہتے ہیں کہ قرآن کی نص متواتر کے مقابلہ میں حدیث آحاد نا قابل وقعت ہے اور تعارض کے وقت احتیاطاً تحریم کو ترجیح دی جائے گی اس کے علاوہ حضرت عائشہ کی حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے صحیح ہے مگر واقع میں متروک ہے ورنہ لازم آئے گا کہ حضور کی وفات تک قرآن میں خمس معلومات کی قراءت کی جاتی تھی ۲؎۔ اس صورت میں روافض کی بات صحیح ماننی پڑے گی کہ رسول اللہ کے بعد قرآن کا بہت حصہ ضائع ہو گیا حالانکہ یہ کلمہ کفر ہے اس سے آیت: وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی توجیہ اس طرح کی جائے کہ رسول اللہ کی وفات ہونے سے مراد ہے ۳؎۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا زمانہ قریب آجاتا تو مطلب اس طرح ہو جائے گا کہ عشر معلومات کا نسخ تو خمس معلومات سے ہو گیا تھا پھر حضور کی وفات سے کچھ تھوڑا پہلے خمس معلومات بھی منسوخ ہو گیا یہی صحیح ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں ایک بار دودھ پینے سے حرمت نہیں ہوتی تو فرمایا پہلے ایسا تھا پھر یہ منسوخ کر دیا گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امر رضاعت آخر اس طرف لوٹ آیا کہ تھوڑی رضاعت ہو یا بہت سب موجب حرمت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قلیل رضاعت بھی موجب حرمت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ حضرت ابن زبیر تو فرماتے ہیں کہ ایک دو بار پینے سے حرمت نہیں ہوتی فرمایا: اللہ کا فیصلہ ابن زبیر کے فیصلے سے بہتر ہے اللہ نے فرمایا ہے: وامهاتكم اللاتی ارضعنكم (یعنی اس آیت میں ایک دو بار پینے کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا) اگر حضرت عائشہ کے قول: تَوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَهِيَ فِيْمَا يُقْرَاُ کا مطلب یہ بیان کیا جائے کہ وفات کے وقت پانچ رضعات کا حکم قراءت میں موجود تھا تو یہ مطلب غلط ہے کیونکہ قراءت کا تعلق الفاظ سے ہوتا ہے حکم سے نہیں ہوتا۔

مدت شیر خوارگی کے بعد دودھ پینا موجب حرمت نہیں کیونکہ اس سے نہ تولید ہوتی ہے نہ نمو۔ مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے والی کو ماں نہیں کہا جاتا داؤد (ظاہری) کے نزدیک ہر زمانہ میں شیر خوارگی سے حرمت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ ابو حذیفہ کی بیوی سہلہ بنت سہیل نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ سالم (جو ابو حذیفہ کے حلیف ہیں) کے آنے سے میں ابو حذیفہ کے چہرہ پر کچھ ناگواری محسوس کرتی ہوں فرمایا: سالم کو تو پانچ بار دودھ پلا دے تو اس کی محرم ہو جائے گی۔ (رواہ الشافعی) مسلم وغیرہ نے اس حدیث میں تعداد کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ باجماع علماء یہ حدیث منسوخ ہے رسول اللہ کا یہ فرمان روایۃً صحیح ہے کہ صرف وہ رضاعت موجب حرمت ہے جو پستان سے ہو اور انتڑیوں کو پھاڑنے والی ہے۔

حضرت ام سلمہ کی روایت سے یہ حدیث ترمذی نے بیان کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے حضرت ابن مسعود کی روایت سے ابو داؤد نے رسول اللہ کی ایک حدیث بیان کی ہے کہ صرف وہی رضاعت موجب حرمت ہے جس سے گوشت پیدا ہو اور ہڈیوں میں نمو

ہو۔ صحیین میں حضرت عائشہ کی روایت آئی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ تشریف لائے اس وقت میرے پاس ایک آدمی موجود تھا فرمایا: عائشہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا میرا رضاعی بھائی ہے۔ فرمایا: عائشہ اپنے بھائیوں کو دیکھ لیا کرد رضاعت (وہی موجب حرمت ہے جو) بھوک سے ہو (یعنی دودھ پینے کے زمانہ میں ہو)۔

موجب حرمت رضاعت کی مدت دو سال ہے امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام احمد، امام مالک، سعید بن مسیب، عروہ اور شعبی کا یہی قول ہے دار قطنی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول نقل کیا ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کی طرف بھی اسی قول کی نسبت کی ہے۔ امام مالک کے تین قول اور بھی مروی ہیں ایک قول میں دو سال ایک ماہ دوسری روایت میں ایک سال دو ماہ آئے ہیں اور تیسری روایت میں کوئی محدود مدت نہیں ہے جب تک بچہ حاجتمند ہو وہی مدت رضاعت ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سال چھ ماہ اور امام زفر کے نزدیک تین سال مدت رضاعت ہے۔

اوّل قول کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ

اس آیت میں پوری مدت رضاعت دو سال بیان کی ہے پوری کے بعد زیادہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ ایک اور آیت میں: وَ فِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ صاف فرمایا ہے ایک تیسری آیت ہے:

وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا

حمل اور فصال کی مدت تیس ماہ ہے اور چونکہ حمل کی مدت (کم سے کم) چھ ماہ ہے اس لیے دودھ پلانے کی مدت دو سال ہی باقی رہتی ہے۔ رسول اللہ کا بھی ارشاد ہے کہ رضاعت (معتبر) نہیں مگر وہی جو دو سال کے اندر ہو۔ دار قطنی نے یہ حدیث حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ صرف ہیثم بن جمیل نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہے۔ مگر ہیثم ثقہ اور حافظ تھا۔ احمد اور عجلی نے بھی اس کو ثقہ کہا ہے ابن عدی نے کہا یہ غلطی کر دیتا تھا سعید بن منصور نے ابن عیینہ کی روایت سے اس کو موقوفاً بیان کیا ہے (مرفوع نہیں کیا)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ آیت حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا میں حمل اور فصل دو چیزوں کی مدت، ۳ ماہ بیان کی ہے لہٰذا دونوں میں سے ہر ایک کی مدت پوری، ۳ ماہ بیان کی ہے لہٰذا دونوں میں سے ہر ایک کی مدت پوری، ۳ ماہ ہونی چاہئے جیسے اگر کسی کا دو آدمیوں پر قرض ہو اور مدت ادا اس کی، ۳ ماہ ہو تو ہر مقروض کے اداءِ قرض کی مدت، ۳ ماہ کامل قرار دی جاتی ہے (ایسا نہیں ہو سکتا کہ ۱۵ ماہ ایک کے لیے اور ۱۵ ماہ دوسرے کے لیے ہو) لیکن مدت حمل کو (باوجودیکہ آیت سے، ۳ ماہ مستنبط ہوتی ہے ہم نے) دو سال قرار دیا ہے کہ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں یہی آیا ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ کے اندر دو سال سے زیادہ نہیں رہتا اگرچہ تکلے کے دمرکہ کے برابر ہو دوسری روایت میں ہے اگرچہ تکلے کے سایہ کے برابر ہو یہ قول اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہے لیکن مدت کی حد بندی صرف رائے سے نہیں ہو سکتی سماع کے بغیر تعیین مدت ممکن نہیں (معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ سے سن کر ہی یہ تحدید مدت کی ہے) رہی مدت فصال تو وہ ظاہر آیت کے مطابق (۳۰

ماہ) ہی رہے گی۔

یہ دلیل چند وجوہ سے غلط ہے: (۱) رسول اللہ نے فرمایا: کہ دوسال کے بعد رضاعت (کا حکم) نہیں آیت میں آیا ہے۔

يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ

یہ دونوں مدت رضاعت کی (۳۰ ماہ سے کم کر کے) دوسال میں تحدید کر رہی ہیں پھر یہ کہنا کہ حضرت عائشہ کے قول نے مدت حمل کی تنقیص کر دی قابل ترجیح نہیں۔ لفظ ثلاثون شھرا میں حقیقت ومجاز کا اجتماع لازم آئے گا حمل کے پیش نظر ۲۴ ماہ (مجازاً) مراد ہوں گے اور مدت رضاعت کے لحاظ سے ۳۰ ماہ (حقیقۃً) لفظ ثلاثین سے ۲۴ مراد لینا پڑے گا حالانکہ اسماء عدد کو بول کر دوسرا عدد مجازاً مراد نہیں لیا جا سکتا۔ اسم عدد کا درجہ وہی ہے جو اسم معین کا اپنے معین شخص کے لیے ہے بکثرت اہل تحقیق نے اس کی صراحت کی ہے۔ امام اعظم کے قول کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ دوسال تک اعضا کا نمو دودھ سے ہوتا رہتا ہے اس کے بعد غذا بدلنے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے مزید اتنی مدت کی ضرورت ہے کہ بچہ تبدیل غذا کا عادی ہو جائے۔

امام مالک نے اس اضافی مدت کی کوئی حد بندی نہیں کی۔ امام زفر نے ایک سال کی تعیین کی ہے تاکہ چاروں فصلیں گذر جائیں اور امام صاحب نے ایک ششماہی مقرر کی کیونکہ یہی حمل کی کم سے کم مدت ہے ہم کہتے ہیں کہ دوسال کے اندر دودھ کے علاوہ کوئی اور غذا دینے کی شریعت میں ممانعت نہیں کی ہے پھر دوسال سے زیادہ مدت مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے دوسال ختم ہونے سے پہلے بھی بچہ دودھ کے ساتھ دوسری غذا کا عادی بن سکتا ہے۔ ابن ہمام اور طحاوی نے صاحبین کے قول کو ہی اختیار کیا ہے۔

(تفسیر مظہری، سورہ نساء، لاہور)

دودھ پلانے کے شرعی احکام سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

اور باہمی رضامندی سے وہ بچوں کو پورے دوسال تک دودھ پلائیں اور بچوں کے باپ پر یہ لازم کیا کہ وہ اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق دودھ پلانے والیوں کو کھانے اور کپڑوں کا خرچ مہیا کریں اور یہ کہ بچوں کی وجہ سے ماں باپ میں سے کوئی فریق دوسرے پر زیادتی نہ کرے مثلاً ماں بچوں کو پالنے اور پرورش کرنے کی وجہ سے باپ کو ضرر پہنچائے اور کھانے اور کپڑوں کا دستور سے زیادہ خرچ طلب کرے یا ماں بچوں کو دودھ پلانا چاہتی ہے اور باپ زبردستی بچوں کو ماں سے چھین لے یا اس کو دودھ پلانے پر مجبور کرے یا اس کے خرچ میں قدر معروف سے کمی کرے۔ اس تفسیر کی بناء پر اس آیت میں وہ مطلقہ عورتیں مراد ہیں جن کی ان کے خاوندوں سے اولاد ہو اور اجنبی دائیوں کی بہ نسبت دودھ پلانے کی وہ زیادہ حق دار ہیں اور بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ اس آیت میں مطلقاً دودھ پلانے والی مائیں مراد ہیں خواہ وہ مطلقہ عورتیں ہوں یا منکوحہ عورتیں ہوں۔

امام مالک کے نزدیک ماں پر دودھ پلانا واجب ہے خواہ وہ منکوحہ ہو یا مطلقہ اور جمہور کے نزدیک ماں پر اس وقت دودھ پلانا واجب ہے جب بچہ کسی اور عورت کا دودھ نہ پیے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دودھ پلانے کی مکمل مدت دوسال پلانا ہے کیونکہ اس مدت میں بچہ کو اپنی نشوونما کے لیے دودھ کی حاجت ہوتی ہے نیز اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کم از کم دودھ پلانے کی کوئی حد نہیں ہے اور ماں باپ باہمی مشورہ سے جتنے عرصہ تک چاہیں دودھ پلائیں اور اس کے بعد دودھ چھڑا دیں۔ اس آیت سے یہ بھی

معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کا خرچ باپ کے ذمہ ہے اور دایہ کی اجرت بھی باپ کے ذمہ ہے۔

اور امام شافعی کے نزدیک بچہ کی ماں کا بھی دودھ پلانے کی اجرت طلب کرنا جائز ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا عدت میں اور بچہ کا خرچ بھی باپ کے ذمہ ہے اور اگر باپ زندہ نہ ہو تو باپ کے وارث کے ذمہ بھی یہی احکام ہیں اس پر لازم ہے کہ وہ دودھ پلانے والی کے کھانے اور کپڑے کا خرچ دے اور دودھ پلانے کی اجرت دے اور دودھ پلانے والی کو ترک نہ کرے۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک یہ آیت محارم کے نفقہ کے وجوب کی اصل ہے ان کے نزدیک ہر ذو رحم محرم پر خرچ واجب ہے مثلاً ماموں اور پھوپھی پر اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بچوں کا خرچ صرف والدین پر واجب ہے بچہ کا خرچ باپ پر واجب ہے باپ فوت ہو گیا ہو تو اس کے ترکہ سے خرچ کرنا واجب ہے اور اگر اس کا مال نہ ہو تو پھر ماں پر واجب ہے قرآن مجید کی اس آیت سے امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی رائے کی تائید ہوتی ہے کیونکہ قرآن مجید نے باپ کے بعد وارث پر بچہ کے خرچ کو واجب کیا ہے۔

دودھ پلانے کی مدت میں ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں: دو سال کی مدت کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ جس عورت کے ہاں چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو جائے وہ دو سال دودھ پلائے تاکہ تیس مہینے پورے ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"(آیت) "وحمله وفصله ثلثون شهرا"۔ (الاحقاف:۱۵) ترجمہ: اور حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور عطاء اور ثوری کا قول یہ ہے کہ ہر بچہ کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔

(النکت والعیون ج۱ص۳۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے لکھا ہے کہ دودھ پلانے کی کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ حد دو سال ہے۔ (احکام القرآن ج۱ص۲۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی ازواج مطہرات امام مالک امام شافعی امام ابویوسف امام محمد شعبی اوزاعی اور ابوثور کا یہی مسلک ہے۔

(المغنی ج۸ص۱۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام زفر کے نزدیک یہ مدت تین سال ہے کیونکہ دو سال کے بعد بچے کو دفعتہً دودھ سے غذا کی طرف لانا مشکل ہے۔ اس لیے بعد کے ایک سال میں دودھ کے ساتھ اس کو غذا کا عادی بنایا جائے اور تین سال کے بعد مکمل دودھ چھڑا دیا جائے۔ امام ابویوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔ (الاحقاف:۱۵) اور کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے تو دودھ چھڑانے کے لیے دو سال باقی بچے امام دارقطنی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طفولیت کی دو سال کی عمر کے بعد دودھ پلانے کا عمل نہیں ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۷۴) اس حدیث کو امام عبد الرزاق اور امام مالک نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہی آیت ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں ذکر کیں (حمل اور دودھ چھڑانا) اور دونوں کی ایک مدت ذکر فرمائی یعنی تیس مہینے لہ ان میں سے ہر ایک کی مدت مکمل تیس ماہ ہوگی لیکن ان میں ایک یعنی حمل کی مدت ایک حدیث سے دو سال متعین ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ نہیں باقی رہتا۔ (سنن دار قطنی ص ۳۲۲ مطبوعہ ملتان سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۴۳ مطبوعہ ملتان)

ان میں سے ایک کی مدت اس حدیث کی بناء پر دو سال رہ گئی تو دوسرے یعنی دودھ چھڑانے کی مدت اپنی اصل پر تیس ماہ رہے گی نیز دو سلا تک بچہ کو دودھ پلانے کے بعد فوراً غذا کی طرف راجع کرنا مشکل ہوگا اس لیے اس کو بقیہ چھ مہینے میں بہ تدریج غذا کا عادی بنایا جائے گا اور اڑھائی سال کے بعد کلی طور پر دودھ چھڑا دیا جائے گا اور سورۂ بقرہ میں جو ارشاد ہے: اور مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں۔ (البقرہ: ۲۳۳) اور حدیث میں ہے: دو سال کے بعد دودھ پلانا نہیں ہے' اس مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں۔ (البقرہ: ۲۳۳) اور حدیث میں ہے: دو سال کے بعد دودھ پلانا نہیں ہے' اس آیت اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ دو سال سے زیادہ بچے کو دودھ پلانے کا استحقاق نہیں ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۳۵۱۔ ۳۵۰ 'مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

ہر چند کہ امام اعظم اور صاحبین دونوں کے قول مفتی بہ ہیں لیکن علامہ حصکفی نے امام اعظم کے قول کو ترجیح دی ہے۔

(درمختار علی ھامش الردج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

بَابٌ فِي لَبَنِ الْفَحْلِ

باب: وہ مرد جو (عورت کا) دودھ اترنے کا سبب بنتا ہے

2057 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ أَفْلَحُ بْنُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَاسْتَتَرْتُ مِنْهُ، قَالَ: تَسْتَتِرِينَ مِنِّي وَأَنَا عَمُّكِ، قَالَتْ: قُلْتُ: مِنْ أَيْنَ؟ قَالَ: أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِي، قَالَتْ: إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: افلح بن ابو قعیس میرے ہاں آئے، تو میں نے پردہ کرلیا انہوں نے کہا: آپ مجھ سے پردہ کررہی ہیں؟ جبکہ میں آپ کا چچا ہوں، میں نے دریافت کیا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: میرے بھائی کی بیوی نے آپ کو دودھ پلایا ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے، مرد نے نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارا چچا ہے، وہ تمہارے ہاں آسکتا ہے۔

شرح

جن علماء نے نر کے دودھ کی نفی کی ہے انہوں نے اس جملہ سے استدلال کیا ہے، یہ سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، ابوسلمہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے یہ علماء فرماتے ہیں: نر کا دودھ مرد کی طرف سے کسی چیز کو حرام نہیں کرتا۔ اور جمہور علماء فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''امھتکم التی ارضعنکم''۔ دلیل ہے کہ نر باپ ہے کیونکہ دودھ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ وہ اپنی اولاد کے سبب دودھ دیتا ہے یہ ضعیف ہے، کیونکہ بچہ مرد اور عورت دونوں کے پانی سے پیدا ہوا ہوتا ہے اور دودھ عورت سے ہوتا ہے مرد سے دودھ نہیں نکلتا اور مرد کی طرف سے وطی ہوتی ہے جو مرد سے پانی کے نزول کا سبب ہے، جب بچہ ماں سے جدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ دودھ پیدا فرماتا ہے کسی اعتبار سے مرد کی طرف مضاف نہیں ہوتا اسی وجہ سے مرد کو دودھ میں کوئی حق نہیں ہے، دودھ عورت کے لیے ہوتا ہے پانی پر قیاس سے اس کو لینا ممکن نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: یحرم من الرضاع مایحرم من النسب''۔ (سنن نسائی، کتاب النکاح باب مایحرم من الرضاع، حدیث نمبر ۳۲۴۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

لبن الفحل سے حرمت متعلق ہوتی ہے

''لبن الفحل'' کے ساتھ حرمت متعلق ہوتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے: کسی عورت نے کسی بچی کو دودھ پلایا ہو تو یہ بچی اس عورت کے شوہر کے لئے حرام ہوگی اور اس مرد کے آباؤ اجداد کے لئے اور بیٹوں کے لئے بھی حرام ہوگی اور وہ شوہر جس کی وجہ سے عورت کے دودھ اترا ہے اس دودھ پیتی بچی کا رضاعی باپ بن جائے گا۔ امام شافعی کے ایک قول کے مطابق لبن الفحل حرام نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے: حرمت بعضیت کے شبہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور دودھ عورت کے جسم کا حصہ ہے مرد کا حصہ نہیں ہے۔ ہماری دلیل وہ روایت ہے جسے ہم روایت کر چکے ہیں۔ نسب میں حرمت دونوں طرف سے ہوتی ہے تو اسی طرح رضاعت میں بھی ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ ارشاد فرمایا تھا: افلح تمہارے ہاں اندر آ سکتا ہے کیونکہ وہ تمہارا رضاعی چچا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: مرد عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہوتا ہے تو حرمت کے معاملے میں احتیاط کے پیش نظر حرمت کو اس کی طرف بھی منسوب کیا جائے گا۔ (ہدایہ، کتاب نکاح، لاہور)

حرمت کے لبن الفحل سے متعلق ہونے میں فقہ شافعی و حنفی کا اختلاف

یہاں مصنف نے یہ بات بیان کی ہے لبن الفحل سے حرمت متعلق ہوتی ہے۔ مصنف نے اس کی وضاحت یہ کی ہے: جس عورت نے بچے کو دودھ پلایا اس دودھ کے اترنے کا سبب جو شخص ہے وہ لبن الفحل ہے۔

آگے مصنف نے یہ مثال بیان کی ہے: اگر کسی عورت نے بچی کو دودھ پلایا تو وہ بچی اس عورت کے شوہر کے لئے اور اس شوہر کے آباؤ اجداد کے لئے اس شوہر کے بیٹوں کو حرام ہو جائے گی اور وہ شوہر جو اس عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہے وہ اس دودھ پینے والی بچی کا باپ شمار ہوگا۔ امام شافعی سے یہ روایت منقول ہے: ان کے نزدیک حرمت کا تعلق لبن الفحل سے نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے اس کی حرمت جزء ہونے کا شبہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور دودھ عورت کا جزء ہے۔ مرد کا جزء نہیں۔ احناف نے اپنے

مؤقف کی تائید میں وہ روایت نقل کی ہے' جو پہلے گزر چکی ہے' اور دوسری دلیل یہ نقل کی ہے: نسب میں بھی حرمت دونوں طرف یعنی میاں بیوی دونوں کی طرف سے ثابت ہوتی ہے' تو رضاعت میں بھی میاں بیوی میں' دونوں طرف سے ثابت ہونی چاہئے۔ احناف نے اپنے مؤقف کی تائید میں اس حدیث کو پیش کیا ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا: تمہارے ہاں گھر آ سکتا ہے' کیونکہ وہ تمہارا رضاعی چچا ہے' یعنی اس سے پردے کی ضرورت نہیں ہے جس طرح سگے چچا سے پردے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے یہ دلیل بیان کی ہے: مرد عورت کے دودھ اترنے کا سبب ہے' اس لئے احتیاط کے پیش نظر حرمت کی نسبت اس کی طرف بھی کی جائے گی۔

بَابٌ فِي رِضَاعَةِ الْكَبِيرِ

باب: بڑی عمر کے شخص کی رضاعت (کا حکم)

2058 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ، قَالَ حَفْصٌ: فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ، وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ، ثُمَّ اتَّفَقَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَالَ: انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے' تو ان کے پاس ایک شخص موجود تھا' (حفص نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:) آپ کو یہ گراں گزرا' آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہوگیا' (اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یہ میرا رضاعی بھائی ہے' نبی اکرم نے ارشاد فرمایا:

''اپنے (رضاعی) بھائیوں کی تحقیق کرلیا کرو' کیونکہ رضاعت بھوک سے ثابت ہوتی ہے''

2059 حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنٍ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: لَا رِضَاعَ إِلَّا مَا شَدَّ الْعَظْمَ وَأَنْبَتَ اللَّحْمَ، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: لَا تَسْأَلُونَا وَهَذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ.

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رضاعت صرف وہ (معتبر) ہوتی ہے' جو ہڈیاں مضبوط کرے اور گوشت کی نشوونما کا باعث ہو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک یہ بڑے عالم (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) تمہارے درمیان موجود

2059- حديث صحيح بشواهده، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي موسى الهلالي، وابيه. واخرجه الدارقطني في "السنن" 1734/4، والبيهقي في "السنن" 4607/7 و461 من طريق سليمان بن المغيرة، بهذا الاسناد. ورواية الدارقطني مرفوع

ہیں،تم مجھ سے سوال نہ کرنا۔

2060 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْهِلَالِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، وَقَالَ: أَنْشَزَ الْعَظْمَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ،حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:''جو ہڈیوں کی نشوونما کرے''

رضاعت کی شرعی مدت کا بیان

مناسب یہ ہے: دودھ پلانے کا عمل رضاعت کی مخصوص مدت کے درمیان ہونا چاہئے'اس کی وجہ ہم بیان کریں گے۔پھر رضاعت کی مخصوص امام ابوحنیفہ کے نزدیک 30 ماہ ہے۔صاحبین یہ فرماتے ہیں: یہ دو سال ہے۔امام شافعی بھی اسی بات کے قائل ہیں۔امام زفر یہ فرماتے ہیں: یہ تین سال ہے'اس کی وجہ یہ ہے: ایک سال ایک حالت سے دوسری حالت تک منتقل ہونے کے لئے مناسب وقت ہے'اور دو سال سے زیادہ مدت کا ہونا ضروری ہے'اس کی وجہ ہم بیان کریں گے' تو اس (ایک سال) کو مقررہ کیا جائے گا۔صاحبین کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:''اس کا حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے''۔حمل کی مدت کم از کم 6 ماہ ہے' تو دودھ چھڑانے کے لئے باقی دو سال رہ جائیں گے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے:''دو سال کے بعد رضاعت نہیں ہوتی''

امام ابوحنیفہ کی دلیل بھی یہی آیت ہے'اس کی صورت یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر کیا ہے اور ان دونوں کے لئے ایک مدت بیان کی ہے' تو یہ مدت مکمل طور پر دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ثابت ہوگی' جیسے دو طرح کے قرض کے لئے ایک مدت بیان کی جائے' تاہم یہاں پر ایک میں کمی کرنے والی دلیل پائی جارہی ہے تو دوسرا اپنے ظاہر کے مطابق برقرار رہے گا۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: غذا تبدیل ہونے کے لئے یہ بات ضروری ہے تاکہ دودھ کے ذریعے نشوونما منقطع ہو جائے اور اس کے لئے اضافی مدت ضروری ہے۔جس میں بچہ دوسری خوراک کی عادت بنالے تو اس کے لئے حمل کی کم از کم مدت کو طے کیا گیا ہے' کیونکہ یہ حالت کو تبدیل کر سکتی ہے' کیونکہ ماں کے پیٹ میں موجود بچے کی غذا اس سے مختلف ہوتی ہے' جو دودھ پیتے بچے کی ہوتی ہے' جس طرح دودھ پیتے بچے کی غذا اس بچے سے مختلف ہوتی ہے جس کا دودھ چھڑوا دیا گیا ہو۔جو حدیث نقل کی گئی ہے وہ اس بات پر محمول ہوگی'اس سے مراد وہ مدت ہے جس کا استحقاق ہے۔نص کو بھی اسی مفہوم پر محمول کیا جائے گا جو کتاب اللہ میں دو سال کی قید کے ساتھ مذکور ہے۔(ہدایہ اولین، کتاب نکاح، لاہور)

مدت رضاعت میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔یہاں اللہ تعالیٰ بچوں والیوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ پوری پوری مدت دودھ پلانے کی دو سال ہے۔اس کے بعد دودھ پلانے کا کوئی اعتبار نہیں۔اس سے دودھ بھائی پنا ثابت نہیں ہوتا اور نہ حرمت ہوتی ہے۔

اکثر ائمہ کرام کا بھی مذہب ہے۔ ترمذی میں باب ہے کہ رضاعت جو حرمت ثابت کرتی ہے وہ وہی ہے جو دو سال پہلے کی ہو۔ پھر حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہی رضاعت حرام کرتی ہے جو آنتوں کو پر کر دے اور دودھ چھوٹنے سے پہلے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور اکثر اہل علم صحابہ وغیرہ کا اسی پر عمل ہے کہ دو سال سے پہلے کی رضاعت تو معتبر ہے، اس کے بعد کی نہیں۔ اس حدیث کے راوی شرط بخاری ومسلم پر ہیں۔ حدیث میں فی الثدی کا جو لفظ ہے اس کے معنی بھی محل رضاعت کے یعنی دو سال سے پہلے کے ہیں، یہی لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی فرمایا تھا جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تھا کہ وہ دودھ پلائی کی مدت میں انتقال کر گئے ہیں اور انہیں دودھ پلانے والی جنت میں مقرر ہے۔ حضرت ابراہیم کی عمر اس وقت ایک سال اور دس مہینے کی تھی۔

دار قطنی میں بھی ایک حدیث دو سال کی مدت کے بعد کی رضاعت کے معتبر نہ ہونے کی ہے۔ ابن عباس بھی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی چیز نہیں۔ ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ دودھ چھوٹ جانے کے بعد رضاعت نہیں اور بلوغت کے بعد یتیمی کا حکم نہیں۔ خود قرآن کریم میں اور جگہ ہے آیت (وفصاله في عامين) الخ، دودھ چھٹنے کی مدت دو سال میں ہے۔ اور جگہ ہے آیت (وحمله وفصاله ثلثون شهرا) یعنی حمل اور دودھ (دونوں کی مدت) تین ماہ ہیں۔ یہ قول کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے اور پینے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، ان تمام حضرات کا ہے۔

حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت اُم سلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت سعید بن المسیب، حضرت عطاء اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔

امام شافعی، امام احمد، امام اسحق، امام ثوری، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ گو ایک روایت میں امام مالک سے دو سال دو ماہ بھی مروی ہیں اور ایک روایت میں دو سال تین ماہ بھی مروی ہیں۔

امام ابوحنیفہ ڈھائی سال کی مدت بتلاتے ہیں۔ زفر کہتے ہیں جب تک دودھ نہیں چھٹا تو تین سالوں تک کی مدت ہے، امام اوزاعی سے بھی یہ روایت ہے۔ اگر کسی بچہ کا دو سال سے پہلے دودھ چھڑوالیا جائے پھر اس کے بعد کسی عورت کا دودھ وہ پئے تو بھی حرمت ثابت نہ ہوگی اس لئے کہ اب قائم مقام خوراک کے ہوگیا۔

امام اوزاعی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی سے مروی ہے کہ دودھ چھڑوا لینے کے بعد رضاعت نہیں۔ اس قول کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں یعنی یا تو یہ کہ دو سال کے بعد یا یہ کہ جب بھی اس سے پہلے دودھ چھٹ گیا۔ اس کے بعد جیسے امام مالک کا فرمان ہے، واللہ اعلم، ہاں صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ اس کے بعد کہ، بلکہ بڑے آدمی کی رضاعت کو حرمت میں مؤثر جانتی ہیں۔

عطاء اور لیث کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عائشہ جس شخص کا کسی کے گھر زیادہ آنا جانا چاہتیں تو وہاں حکم دیتیں کہ وہ عورتیں اسے اپنا دودھ پلائیں اور اس حدیث سے دلیل پکڑتی تھیں کہ حضرت سالم کو جو حضرت ابوحذیفہ کے مولیٰ تھے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ وہ ان کی بیوی صاحبہ کا دودھ پی لیں، حالانکہ وہ بڑی عمر کے تھے اور اس رضاعت کی وجہ سے پھر وہ برابر آتے جاتے رہتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات اس کا انکار کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ یہ واقعہ خاص ان ہی کے لئے تھا ہر شخص کے لئے یہ حکم نہیں۔

یہی مذہب جمہور کا ہے یعنی چاروں اماموں، ساتوں فقیہوں، کل کے کل بڑے صحابہ کرام اور تمام امہات المومنین کا سوائے حضرت عائشہ کے اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں، رضاعت اس وقت ہے جب دودھ بھوک مٹا سکتا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ، ۲۳۳)

حلق میں دودھ ڈالنے ثبوت رضاعت میں فقہی مذاہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ "امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اور ناک کے ذریعہ دودھ پلانا اور پستان کو منہ لگائے بغیر بچے کے حلق میں دودھ ڈال دینا بھی رضاعت کی طرح ہی ہے۔

السعوط: ناک کے ذریعہ خوراک دینا، اور الوجور: حلق میں دودھ ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اور ان دونوں طریقوں سے حرمت ثابت ہونے کی روایت میں اختلاف ہے: دونوں روایتوں میں صحیح ترین یہی ہے کہ اس سے بھی اسی طرح حرمت ثابت ہو جاتی ہے جس طرح رضاعت سے ثابت ہوتی ہے۔

شعبی اور ثوری اور اصحاب الرائے کا یہی قول ہے، اور حلق میں ڈالنے کے متعلق امام مالک بھی یہی کہتے ہیں۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ: اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، ابوبکر نے یہی اختیار کیا ہے، اور داود کا یہی مسلک ہے، اور عطاء خراسانی ناک کے ذریعہ دودھ کی خوراک لینے کے متعلق کہتے ہیں یہ رضاعت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے رضاعت سے حرمت ثابت کی ہے۔

اس کی حرمت کی دلیل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے " : رضاعت وہی ہے جس سے ہڈی پیدا ہو اور گوشت بنے " اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔

اور اس لیے بھی کہ یہ اس طریقہ سے بھی دودھ وہی پہنچتا ہے جہاں رضاعت کے لیے پہنچتا ہے، اور اس طرح خوراک لینے سے بھی گوشت بنتا اور ہڈی بنتی ہے جس طرح پستان سے رضاعت میں پیدا ہوتی ہے، اس لیے اسے حرمت میں بھی برابر ہونی چاہیے۔ (المغنی (139/8)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: " جب دودھ ایک ہی بار برتن میں نکال لیا جائے یا پھر کئی بار نکالا جائے اور پھر اسے پانچ اوقات میں بچے کو پلایا جائے تو یہ پانچ رضاعت ہوں گی، اور اگر ایک ہی وقت میں پلا دیا جائے تو یہ ایک شمار ہوگی، کیونکہ بچے کے پینے کا اعتبار ہوگا، اور اسی سے حرمت ثابت ہوگی، اس لیے اس کا متفرق اور اجتماع کے فرق کا اعتبار کریں۔ الکافی (65/5)

بڑے عمر کے لئے عدم رضاعت میں جمہور فقہاء و علماء کا اجماع

جمہور علماء و فقہاء کے قول کے مطابق بڑے آدمی کو دودھ پلانے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ معتبر رضاعت

دو برس کی عمر تک ہوتی ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " وہی رضاعت حرمت پیدا کرتی ہے جس سے انتڑیاں بھریں اور دودھ چھڑانے کی عمر میں سے قبل ہو۔ (سنن ترمذی حدیث نمبر (1072) اور سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (1936)

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان " :في الثدي " کا معنی رضاعت کی مدت ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں " : یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اکثر اہل علم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اسی پر عمل ہے، کہ رضاعت وہی حرمت ثابت کرتی ہے جو دودھ چھڑانے کی عمر دو برس سے قبل ہو، اور مکمل دو برس کے بعد رضاعت کچھ حرام نہیں کرتی۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں: " رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تو میرے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا: عائشہ یہ کون ہے؟ تو میں نے عرض کیا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اے عائشہ دیکھو کہ تمہارے بھائی کون ہیں، کیونکہ رضاعت بھوک سے ہوتی ہے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (2453) صحیح مسلم حدیث نمبر (1455)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں: " معنی یہ ہے کہ تم ذرا غور کرو کہ ایسا ہوا ہے آیا یہ رضاعت صحیح ہے اور اس میں رضاعت کی شروط پائی جاتی ہیں، کہ یہ رضاعت مدت میں ہو اور اس کی مقدار بھی پوری ہو کیونکہ جس رضاعت سے حکم ثابت ہوتا ہے وہی رضاعت ہے جس میں شرطیں مکمل ہوں۔

المھلب رحمہ اللہ کہتے ہیں: " اس کا معنی یہ ہے کہ: عورتیں دیکھیں کہ اس اخوت یعنی بھائی ہونے کا سبب کیا ہے، کیونکہ رضاعت کی حرمت تو صغر سنی میں ہوتی ہے حتی کہ رضاعت بھوک کو مٹا دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: " رضاعت تو بھوک سے ہوتی ہے " اس میں علت بیان ہوئی ہے کہ جو غور و فکر اور تدبر کا باعث ہے، کیونکہ رضاعت نسب ثابت کرتی ہے اور دودھ پینے والے بچے کو محرم بناتی ہے اور یہ قول: " المجاعة " یعنی جس رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور عورت کے ساتھ خلوت حلال کرتی ہے وہ اس حالت میں ہے کہ جب بچے کی بھوک دودھ سے ختم ہوتی ہو۔

کیونکہ کا معدہ کمزور ہونے کی بنا اس کے لیے صرف دودھ ہی کافی ہوتا ہے، اور اس دودھ سے اس کا جسم نشو و نما پاتا ہے تو اس طرح وہ دودھ پلانے والی عورت کا ایک جزء بن جاتا ہے، اس طرح وہ حرمت میں اس کی اولاد کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔

گویا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: " معتبر رضاعت وہ ہے جو بھوک مٹائے، یا بھوک سے خوراک پوری کرتی ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آثار ملتے ہیں کہ بڑے شخص کی رضاعت مؤثر نہیں ہوتی ان میں درج ذیل روایات شامل ہیں:

1 ابو عطیہ الوادعی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور عرض کی: میرے ساتھ میری بیوی تھی تو اس کا دودھ پستان میں رک گیا میں اسے نکالنے کے لیے منہ سے چوستا اور باہر پھینک دیتا، میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور

اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: وہ تم پر حرام ہوگئی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھے اور ہم بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہنے لگے: آپ نے اسے کیا فتویٰ دیا ہے؟ تو انہوں نے جو فتویٰ دیا تھا وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بتایا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے: کیا آپ اس کو دودھ پینے والا بچہ سمجھتے ہیں؟

بلکہ رضاعت تو وہ ہے جس سے گوشت بنے اور خون پیدا ہو (یعنی جسم نشوونما پائے) تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: جب تمہارے اندر یہ عالم موجود ہیں تو پھر مجھ سے کوئی سوال مت دریافت کیا کرو" اسے عبدالرزاق نے مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر (13895)(7/463) میں روایت کیا ہے۔

اور سنن ابوداود میں ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ مروی ہیں: "رضاعت وہ ہے جو ہڈی مضبوط کرے اور گوشت بنائے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم میں یہ عالم موجود ہوں تو مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر (2059)

2 امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں نافع سے روایت کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "رضاعت وہی ہے جس نے بچپن میں رضاعت کی اور بڑے کی رضاعت نہیں ہے۔ (موطا امام مالک (2/603)

3 موطا میں ہی عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور میں بھی دار القضاء کے پاس ان کے ساتھ تھا، وہ شخص بڑے آدمی کی رضاعت کے متعلق دریافت کرنے لگا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ایک شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی: میری ایک لونڈی ہے اور میں اس سے وطیء کرتا ہوں تو میری بیوی نے اسے دودھ پلا دیا، اور میں جب اس لونڈی کے پاس گیا تو وہ کہنے لگی مجھ سے دور ہی رہو، اللہ کی قسم مجھے اس نے دودھ پلا دیا ہے۔

تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اپنی بیوی کو مارو، اور اپنی لونڈی کے پاس جاؤ، کیونکہ رضاعت تو بچے کی ہوتی ہے" اس کی سند صحیح ہے۔ اسی لیے ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "رضاعت کی بنا پر حرمت میں شرط یہ ہے کہ یہ رضاعت دو برس کی عمر میں ہو، اکثر اہل علم کا قول یہی ہے، اور عمر علی ابن عمر اور ابن مسعود ابن عباس اور ابوہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی ازواج مطہرات سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

شعبی اور ابن شبرمہ اور اوزاعی، شافعی اور اسحاق، ابو یوسف اور محمد اور ابوثور بھی یہی کہتے ہیں، اور امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے، اور امام مالک سے مروی ہے کہ اگر ایک ماہ زائد ہو جائے تو جائز ہے، اور ایک روایت میں دو ماہ کا بھی ذکر ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اڑھائی برس کی عمر میں رضاعت سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: اس کا حمل اور دودھ چھڑانے کی عمر اڑھائی سال ہے۔ یہاں پیٹ کا حمل مراد نہیں؛ کیونکہ یہ دو برس ہوں گے بلکہ حمل فصال مراد ہے۔

اور زفر کہتے ہیں رضاعت کی مدت تین برس ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے میں بڑے شخص کی رضاعت بھی حرمت کا باعث ہے، اور عطاء اور لیث اور داود سے بھی یہی مروی ہے۔ (المغنی ابن قدامہ (8/142)

اس میں ایک اور بھی قول ہے کہ: بڑی عمر میں رضاعت اثر انداز ہوگی، عائشہ حفصہ رضی اللہ عنہما اور علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، طبرانی نے اسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور قاسم بن محمد وعروہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور عطا لیث بن سعد اور ابن حزم کا یہی قول ہے، اور داود ظاہری کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اور مالکی حضرات میں سے ابن المواز اس کی طرف مائل ہیں۔ (فتح الباری (9/148)

سوم: بڑی عمر میں رضاعت مؤثر ہونے کے قائلین نے مسلم شریف کی درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا غلام سالم ان کے ساتھ ان کے گھر میں رہتا تھا، تو سہلہ بنت سہیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ سالم جوان ہو چکا ہے، اور جس طرح مرد سمجھتا ہے سالم بھی وہی کچھ سمجھنے لگا ہے، اور وہ ہمارے پاس آتا جاتا ہے، میرے خیال میں ابو حذیفہ اس کے آنے سے ناراض ہوتے ہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے دودھ پلا دو تم اس پر حرام ہو جاؤ گی، اور ابو حذیفہ کے دل میں جو کچھ ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا، تو اس نے دوبارہ آ کر بتایا کہ اس نے اسے دودھ پلایا تو ابو حذیفہ کے چہرے سے ناراضگی ختم ہو گئی۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر (1453)

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے:" وہ کہنے لگے: اسے تو داڑھی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دودھ پلا دو ابو حذیفہ کی ناراضگی ختم ہو جائے گی" حذیفہ رضی اللہ عنہ نے منہ بولا بیٹا بنانے کی حرمت نازل ہونے سے قبل سالم کو منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا۔ حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ سالم نے دودھ کس طرح پیا اور اسے دودھ کس طرح پلایا گیا، امام نووی رحمہ اللہ مسلم کی شرح میں رقمطراز ہیں:" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:" تم اسے دودھ پلا دو" قاضی کہتے ہیں: لگتا ہے کہ اس نے دودھ نکال کر سالم کو پلایا تھا، اور سالم نے سہلہ کے پستان کو نہیں چھویا اور نہ ہی اس کی جسم کو۔ قاضی کا یہ قول بہتر اور اچھا معلوم ہوتا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضرورت وحاجت کی بنا پر اسے چھونے کی بھی اجازت مل گئی ہو جس طرح بڑی عمر کا ہونے کے باوجود رضاعت کی اجازت ملی۔

حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے اسی حدیث کو لیا اور وہ اسے سالم کے لیے خاص نہیں سمجھتیں، لیکن باقی ازواج مطہرات اس کا انکار کرتی ہیں۔

مسلم شریف میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بیویوں نے اس رضاعت والے شخص کو اپنے پاس آنے سے انکار کر دیا، اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہنے۔ اللہ کی قسم ہمارے خیال میں تو یہ سالم کے لیے خاص رخصت تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالم کو دی تھی، لہٰذا اس رضاعت سے ہمارے پاس کوئی نہیں آ سکتا۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر (1454)

ابوداود رحمہ اللہ نے ام المومنین عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس نے سالم کو اپنا منہ بیٹا بنایا ہوا تھا اور اپنے بھائی کی بیٹی یعنی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے شادی کی اور یہ ایک انصاری عورت کا غلام تھا، جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، دور جاہلیت میں اگر کوئی شخص منہ بولا بیٹا بناتا تو لوگ

اسے اس کی ولدیت دیتے اور اسے اس کی طرف منسوب کر دیتے اور اس کی وراثت کا بھی حقدار ٹھہرتا، حتی کہ اللہ عزوجل نے اس کے متعلق حکم نازل کر دیا:

لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے، پھر اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ (احزاب ۵)

تو انہیں ان کے حقیقی باپوں کی طرف لوٹا دو، اور جس کے باپ کا علم نہیں تو وہ اس کا دینی بھائی اور دوست ہے۔ چنانچہ سھلۃ بن سھیل بن عمرو قریشی عامری جو کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا:

اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ہم سالم کو اپنا بیٹا سمجھتے رہے ہیں، اور وہ میرے اور ابو حذیفہ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا ہے، اور مجھے ایک ہی کپڑے میں دیکھتا ہے، اور اللہ عزوجل نے ان کے متعلق وہ حکم اتارا ہے جو آپ کو بھی علم ہے، لہذا اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: اسے دودھ پلا دو" تو سھلہ نے اسے پانچ رضاعت دودھ پلا دیا اور اس طرح وہ اس کا رضاعی بیٹا بن گیا، اسی بنا پر عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بھانجیوں اور بھتیجیوں کو حکم دیا کرتی تھی کہ جنہیں عائشہ رضی اللہ عنہا دیکھنا چاہتی اور اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دینا چاہتیں تو وہ انہیں دودھ پلا دیں چاہے وہ بڑی عمر کا ہی ہوتا، اسے پانچ رضاعت دودھ پلاتیں اور پھر وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتا تھا، لیکن ام سلمہ اور باقی سب ازواج مطہرات نے اس رضاعت سے اپنے پاس آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا، حتی کہ وہ بچپن میں دودھ پیے تو پھر اجازت دیتی، اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا کرتی تھیں: ہمیں نہیں معلوم ہو سکتا ہے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے صرف سالم کے لیے خصوصی اجازت تھی" سنن ابو داود حدیث نمبر (2061) یہ حدیث صحیح ہے البانی نے صحیح سنن ابو داود میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

سالم کے واقعہ والی حدیث کا جمہور یہ جواب دیتے ہیں کہ: یہ سالم کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ باقی ازواج مطہرات کا قول ہے، یا پھر یہ منسوخ ہے۔

بعض فقہاء نے ان دونوں اقوال کو جمع کرتے ہوئے کہا ہے کہ: بڑی عمر میں رضاعت اثر انداز اور معتبر نہیں ہوتی، لیکن جب اس کی ضرورت و حاجت ہو تو پھر اثر انداز ہوگی۔

الصنعانی "سبل السلام" میں لکھتے ہیں: "سھلہ اور اس کے معارض دوسری حدیث میں سب سے بہتر اور احسن جمع وہی ہے جو ابن تیمیہ کی کلام ہے ان کا کہنا ہے بچپن کی رضاعت ہی معتبر شمار ہوگی لیکن اگر اس کی ضرورت و حاجت ہو مثلا بڑے شخص کو کسی عورت کے پاس آنے کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اور عورت کا اس سے پردہ کرنا مشکل اور مشقت کا باعث ہو جیسا کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کے ساتھ سالم کا مسئلہ تھا، تو اس طرح کے بڑے شخص کو ضرورت و حاجت کی بنا پر دودھ پلایا جائے تو رضاعت مؤثر ہوگی، لیکن اس کے بغیر بچپن میں رضاعت ضروری ہے۔

کیونکہ دونوں حدیثوں کے مابین جمع بہتر ہے، اور ظاہری طور پر خاص ہونے اور نہ ہی منسوخ ہونے کی وجہ سے بغیر کسی

کو نفعت کے اس حدیث پر عمل کرنا بہتر ہے۔ سبل السلام (313/2)

اور ابن قیم بھی اسی ترجیح کی طرف گئے ہیں، وہ کہتے ہیں: "اسے منسوخ کہنے اور کسی معین شخص کے ساتھ مخصوص قرار دینے سے یہ بہتر ہے، اور دونوں اعتبار سے سب احادیث پر عمل کرنے کے زیادہ قریب ہے، اور شرعی قواعد و اصول بھی اس کے شاہد ہیں، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ زاد المعاد (5/ 593)

بَابٌ فِيمَنْ حَرَّمَ بِهِ

باب: جس نے اس کو حرام قرار دیا ہے

2061 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ بْنَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، كَانَ تَبَنَّى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ ابْنَةَ أَخِيهِ هِنْدَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، كَمَا تَبَنَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوُرِّثَ مِيرَاثَهُ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي ذَلِكَ (ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ) (الأحزاب: 5) إِلَى قَوْلِهِ (فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ) (الأحزاب: 5) فَرُدُّوا إِلَى آبَائِهِمْ، فَمَنْ لَمْ يُعْلَمْ لَهُ أَبٌ كَانَ مَوْلًى وَأَخًا فِي الدِّينِ. فَجَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ، ثُمَّ الْعَامِرِيِّ وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِي حُذَيْفَةَ. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا نَرَى سَالِمًا وَلَدًا، وَكَانَ يَأْوِي مَعِي وَمَعَ أَبِي حُذَيْفَةَ، فِي بَيْتٍ وَاحِدٍ، وَيَرَانِي فُضْلًا، وَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِمْ مَا قَدْ عَلِمْتَ فَكَيْفَ تَرَى فِيهِ؟ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْضِعِيهِ فَأَرْضَعَتْهُ خَمْسَ رَضَعَاتٍ فَكَانَ بِمَنْزِلَةِ وَلَدِهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ. فَبِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَأْمُرُ بَنَاتِ أَخَوَاتِهَا وَبَنَاتِ إِخْوَتِهَا أَنْ يُرْضِعْنَ مَنْ أَحَبَّتْ عَائِشَةُ أَنْ يَرَاهَا وَيَدْخُلَ عَلَيْهَا، وَإِنْ كَانَ كَبِيرًا خَمْسَ رَضَعَاتٍ، ثُمَّ يَدْخُلُ عَلَيْهَا وَأَبَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُدْخِلْنَ عَلَيْهِنَّ بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، حَتَّى يَرْضَعَ فِي الْمَهْدِ، وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ وَاللَّهِ مَا نَدْرِي لَعَلَّهَا كَانَتْ رُخْصَةً مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَالِمٍ دُونَ النَّاسِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے "سالم" کو منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا، انہوں نے اس کی شادی اپنی بھتیجی ہند بنت ولید سے کروادی تھی، سالم ایک انصاری عورت کا آزاد کردہ غلام تھا، یہ اسی طرح تھا جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "زید" کو منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا، زمانہ جاہلیت کا رواج یہ تھا، جو شخص کسی کو منہ بولا بیٹا بنا لیتا تھا تو لوگ اسے اسی شخص کے حوالے سے بلاتے تھے، اور اسے ہی وارث قرار دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ حکم نازل کیا:

''انہیں ان کے (حقیقی) باپوں کی نسبت سے بلاؤ''

یہ آیت یہاں تک ہے ''تمہارے دینی بھائی اور آزاد کردہ غلام ہیں''

تو ایسے لوگوں کو ان کے حقیقی باپوں کی نسبت سے بلایا جانے لگا، جس کے حقیقی باپ کا پتہ نہیں تھا اس کو دینی بھائی اور آزاد کردہ غلام کہا جانے لگا۔

سہلہ بنت سہیل، جو ابوحذیفہ کی اہلیہ تھی، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم تو سالم کو اپنا بچہ ہی سمجھتے تھے، وہ میرے اور ابوحذیفہ کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا تھا، وہ مجھے گھریلو حلیے میں دیکھ لیتا تھا، اب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں جو حکم نازل کیا ہے اس سے آپ واقف ہیں، تو اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

(سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا: تم اسے دودھ پلا دو، اس خاتون نے اسے پانچ مرتبہ دودھ پلایا، تو وہ ان کے لیے رضاعی بیٹے کی طرح ہو گیا

(عروہ بیان کرتے ہیں:) اسی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب کسی شخص کے بارے میں یہ چاہتی تھیں کہ وہ ان کی زیارت کر سکے اور ان کے ہاں آ سکے، تو وہ اپنی کسی بھانجی یا بھتیجی کو یہ ہدایت کرتی تھیں کہ وہ اس کو پانچ مرتبہ دودھ پلا دیں، خواہ وہ بڑا لڑکا ہوتا، پھر وہ ان کے ہاں آ سکتا تھا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور نبی اکرم ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات اس بات کو تسلیم نہیں کرتی تھیں کہ اس طرح کی رضاعت کے نتیجے میں کوئی ان کے ہاں آئے، البتہ اگر اس نے جھولے (یعنی شیر خوارگی میں) دودھ پیا ہو، تو (حکم مختلف ہے)

وہ خواتین یہ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! ہم یہ سمجھتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ رخصت ''سالم'' کے لیے دی تھی، دوسرے لوگوں کے لیے نہیں۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں' لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (الاحزاب: ۴۰)

اس کی تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ وہ آپ کے بیٹے نہیں ہیں اور آپ کے چار نسبی بیٹے تھے آپ حضرت قاسم' حضرت ابراہیم' حضرت طیب اور حضرت مطہر کے ولد تھے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۲۱۴۶۵' تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۷۶۹۸)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو کفار اور منافقین نے اعتراض کیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ حضرت زید بن حارثہ آپ کے حقیقی بیٹے نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کی بیوی آپ پر حرام ہو جائیں لیکن آپ تعظیم اور تکریم کے اعتبار سے امت کے باپ ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں'

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرما کر کفار اور منافقین کے اعتراضات کو ساقط کر دیا' اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں جو مرد تھے آپ ان میں سے کسی کے حقیقی والد نہیں ہیں' یہ نہیں ہے کہ آپ کسی کے والد نہیں ہیں' کیونکہ آپ کی چار بیٹیاں تھیں اور آپ ان کے والد تھے اور آپ کے چار بیٹے تھے اور آپ ان کے والد تھے لیکن وہ سب صغر سن میں وفات پا گئے اور ان میں سے کوئی بھی مرد ہونے کی عمر تک نہیں پہنچا' سو آپ مردوں میں سے کسی حقیقی والد نہیں ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں اور یہ چاروں آپ کے نسبی بیٹے تھے مخاطبین کے مردوں میں سے نہ تھے' بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۶۹) لیکن آپ نے ان کو مجازاً اپنے بیٹے فرمایا وہ آپ کے نسبی بیٹے نہ تھے' وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نسبی بیٹے اور آپ کے نواسے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں اور نہ کسی مرد کے حقیقی والد ہیں' نہ رضاعی والد ہیں۔

ہم نے امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بیٹے تھے لیکن مشہور یہ ہے کہ آپ کے دو بیٹے تھے حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم' حضرت قاسم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے انہی کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور حضرت ابراہیم آپ کی کنیز ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم کے علاوہ آپ کی تمام اولاد قبل از اسلام پیدا ہوئی' صرف حضرت ابراہیم واحد ہیں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اسی وجہ سے ان کا لقب طیب اور مطہر ہے۔ (سبل الھدی والرشاد ج ۱۱ ص ۱۶' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ آپ کسی مرد کے شرعی والد ہیں نہ رضاعی اور نہ کسی کو آپ نے شرعاً بیٹا بنایا کیونکہ شرعاً بیٹا اس کو بنایا جاتا ہے جو مجہول النسب ہو اور حضرت زید بن حارثہ مجہول النسب نہیں تھے ان کا نسب معروف تھا وہ حارثہ کے بیٹے تھے غرض آپ کسی اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہ تھے' نسبی نہ رضاعی نہ متبنیٰ کے اعتبار سے۔

(روح المعانی جز ۲۲ ص ۴۵۔۴۴' دارالفکر بیروت' ۱۴۱۷ھ)

بَابُ هَلْ يُحَرِّمُ مَا دُونَ خَمْسِ رَضَعَاتٍ

باب: کیا پانچ مرتبہ سے کم دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟

2062 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ فِيمَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ يُحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ، فَتُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ مِمَّا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہونے کا حکم نازل کیا تھا، پھر اسے منسوخ کر کے پانچ مرتبہ پینے سے حرمت ثابت ہونے کا حکم نازل ہوا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

ہوا، اس وقت یہ آیت قرآن کے اس حصے میں تھی، جسے تلاوت کیا جاتا ہے۔

2063 حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ایک یا دو مرتبہ (دودھ) چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی''

رضاعت کی تھوڑی اور زیادہ مقدار کا حکم یکساں ہے

رضاعت تھوڑی ہو یا زیادہ ہو برابر ہے جب وہ رضاعت کی مدت میں حاصل ہو تو اس کے ذریعے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: حرمت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب پانچ گھونٹ پیے جائیں۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''ایک گھونٹ یا دو گھونٹ یا ایک مرتبہ چوسنے یا دو مرتبہ چوسنے سے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی''۔ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے''۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب کے ذریعے حرمت ثابت ہوتی ہے''۔ اس حدیث میں کوئی فصل (یعنی مقدار کی قید) نہیں ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: حرمت جزء ہونے کے اس شبہہ کے ذریعے ثابت ہوتی ہے جو ہڈیاں بڑھنے اور گوشت کی نشوونما کی نتیجے میں ہوتا ہے لیکن یہ ایک پوشیدہ معاملہ ہے لہٰذا حکم کا تعلق دودھ پلانے کے فعل کے ساتھ ہوگا۔ امام شافعی نے جو روایت نقل کی ہے یا تو وہ کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے قبول نہیں کی جائے گی یا پھر کتاب اللہ کے حکم کے تحت منسوخ شمار ہوگی۔ (ہدایہ، کتاب نکاح، لاہور)

حرمت رضاعت سے متعلق فقہی احکام کا بیان

تیسرا سبب دودھ کا رشتہ: یعنی وہ عورتیں جو رضاعت دودھ پلانے کی وجہ سے حرام ہیں چنانچہ تمام وہ رشتے جو نسبی اور سسرالی ہونے کی وجہ سے حرام ہیں رضاعت کی وجہ سے بھی حرام رہیں گے اگر کسی عورت نے کسی بچہ کو اس کی شیر خوارگی کی عمر میں دودھ پلایا ہے تو ان دونوں میں ماں اور اولاد کا تعلق پیدا ہو جائے گا لہٰذا دودھ پلانیوالی عورت کا شوہر دودھ والے بچہ کا رضائی باپ ہوگا جس کی وجہ سے رضائی ماں اور باپ کے تمام وہ رشتے دار اس بچہ کے لئے حرام ہوں گے جو حقیقی ماں اور باپ کی رشتہ داری کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ شیر خوارگی کی عمر میں مطلقاً دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ زیادہ دودھ پیا ہو خواہ کم پیا ہو اور کم کی آخری حد یہ ہے کہ دودھ کا پیٹ میں مطلقاً پہنچ جانا یقینی کے ساتھ معلوم ہو جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

شیر خوارگی کی عمر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کے مطابق تو تیس مہینہ تک ہے اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور

2063- اخرجه مسلم (1450)، وابن ماجه (1941)، والترمذی (1183)، والنسائی فی "الکبری" (5428) من طرق عن ایوب، بهذا الاسناد

امام محمد رحمہا اللہ کے قول کے مطابق دو برس تک ہے۔ اگر کسی بچہ نے شیر خوارگی کی عمر میں دودھ پینا بند کر دیا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس نے شیر خوارگی ہی کی عمر میں دودھ پیا تو یہ رضاعت کے حکم میں داخل ہوگا کیونکہ دودھ پلانا شیر خوارگی ہی کی مدت میں واقع ہوا ہے۔ شیر خوارگی کی مدت رضاعت گزر جانے کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دودھ پلانے کی اجرت کے استحقاق کے سلسلے میں شیر خوارگی کی مدت دو برس ہی تسلیم کی گئی ہے۔

چنانچہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور اس مطلقہ نے اس کے بچہ کو دو برس کی عمر کے بعد دودھ پلانے کی اجرت کا مطالبہ بچہ کے باپ یعنی اپنے سابق شوہر سے کیا تو اس کا مطالبہ تسلیم نہیں ہوگا اور بچہ کے باپ کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنی مطلقہ کو دو برس کے بعد کے عرصہ کے دودھ پلانے کی اجرت دے ہاں اس کی مطلقہ نے دو برس کے عرصہ میں جو دودھ پلایا ہے اس کی اجرت دینے پر اسے مجبور کیا جائے گا۔ حرمت رضاعت جس طرح رضائی ماں یعنی دودھ پلانے والی کی رشتہ داروں میں ثابت ہوتی ہے اسی طرح رضائی باپ کے رشتہ داروں میں بھی ثابت ہوتی ہے اور رضائی باپ سے مراد دودھ پلانے والی کا وہ خاوند ہے جس کے جماع کی وجہ سے دودھ اترتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

"رضیع، یعنی دودھ پینے والے پر اس کے رضائی ماں باپ اور ان رضائی ماں باپ کے اصول یعنی ان کے باپ دادا وغیرہ) اور ان کے فروع یعنی ان کی اولاد خواہ وہ نسبی ہوں یا رضائی سب حرام ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے دودھ پینے سے پہلے اس کی رضائی ماں کے ہاں جو اولاد ہو چکی ہوگی یا اس کے دودھ پینے کے بعد جو اولاد ہوگی اور وہ اولاد خواہ اس کے رضائی باپ سے ہو خواہ اس کی رضائی ماں کے کسی دوسرے شوہر سے ہو یا اس کی رضائی بہن اور بھائی بہن کی اولاد اس کے بھتیجے، بھتیجی اور بھانجے بھانجی ہوں گے، اسی طرح رضائی باپ کا بھائی اس کا چچا ہوگا رضائی باپ کی بہن اس کی پھوپھی ہوگی رضائی ماں کا بھائی اس کا ماموں ہوگا۔ رضائی ماں کی بہن اس کی خالہ ہوگی اور رضائی ماں کا دادا اور اس کی دادی و نانی رضیع کا دادا اور اس کی دادی و نانی ہوگی۔ جس طرح رضاعت میں نسبی رشتوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اسی طرح رضاعت میں حرمت مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے۔

چنانچہ رضائی باپ کی بیوی اور رضیع دودھ پینے والے پر حرام ہیں اور رضیع کی بیوی اس کے رضائی باپ پر حرام ہے اسی دوسرے رشتوں کو بھی قیاس کیا جاتا ہے لیکن دو صورتیں مستثنیٰ ہیں اول تو یہ کہ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اپنے نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح کر لے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں ہے لیکن رضاعت یعنی دودھ کے رشتہ میں یہ جائز ہے کیونکہ کسی شخص کے نسبی بیٹے کی بہن اگر اس کے نطفہ سے ہے تو وہ اس کی حقیقی بیٹی ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اور اگر اس کے نطفہ سے نہیں ہے تو پھر یہ یعنی اس کی سوتیلی بیٹی ہوگی جب کہ دودھ کے رشتہ میں یہ دونوں باتیں مفقود ہوتی ہیں چنانچہ اگر نسبی رشتہ میں بھی ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی بات نہیں پائی جائے گی تو نکاح درست ہوگا مثلاً کسی ایسی لونڈی کے بچہ پیدا ہوا جو دو آدمیوں کی مشترک مملوکہ ہے اور وہ دونوں شریک اس بچہ پر اپنا اپنا دعویٰ کرتے ہیں یہاں تک کہ اس بچہ کا نسب ان دونوں سے ثابت ہو گیا ہے، ادھر ان دونوں کے ہاں اپنی اپنی عورت سے ایک ایک بیٹی ہے تو اب ان دونوں میں سے ہر ایک کے

لئے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے شریک کی بیٹی سے اپنا نکاح کر لے کیونکہ اس صورت میں دونوں باتوں میں اسے ایک بات بھی نہیں پائی گئی باوجودیکہ ان میں سے جس نے بھی دوسرے کی بیٹی سے نکاح کیا ہے اس نے گویا اپنے نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح کیا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے نسبی بھائی کی ماں سے نکاح کرے اور دودھ کے رشتہ میں یہ جائز ہے کیونکہ نسبی رشتہ میں یا تو یہ صورت ہوگی کہ وہ دونوں اخیافی یعنی سسرالی صرف ماں شریک) بھائی ہوں گے اسی طرح دونوں کی ماں ایک ہی ہوگی یا یہ صورت ہوگی کہ وہ دونوں سوتیلے صرف باپ شریک بھائی ہوں گے اسی طرح بھائی کی ماں اپنے باپ کی بیوی ہوگی جب کہ دودھ کے رشتہ میں یہ دونوں باتیں مفقود ہوتی ہیں۔

دودھ شریک بھائی کی بہن سے یعنی جس نے اس کی ماں کا دودھ پیا ہے اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے جس طرح کہ نسبی رشتہ میں جائز ہے مثلاً زید کا ایک سوتیلا بھائی ہے جس کا نام بکر ہے اور بکر کی ایک اخیافی بہن ہے یعنی دونوں کی ماں تو ایک ہے مگر باپ الگ الگ ہیں تو بکر کی اس اخیافی بہن سے نکاح کرنا زید کے لئے جائز ہوگا جو بکر کا سوتیلا بھائی ہے۔ دودھ شریک بھائی کی ماں یعنی جس نے اس کی ماں کا دودھ پیا ہے اس کی ماں) محرمات میں سے نہیں ہے اسی طرح رضائی چچا رضائی ماموں رضائی پھوپھی اور رضائی خالہ کی ماں بھی محرمات میں سے نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اپنی رضائی پوتی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اسی طرح اپنے رضائی بیٹے کی دادی اور نانی سے بھی نکاح کرنا جائز ہے۔ رضائی بیٹے کی پھوپھی اس کی بہن کی ماں اس کی بھانجی اور اس کی پھوپھی کی بیٹی سے بھی نکاح کرنا جائز ہے، اسی طرح عورت کو اپنی رضائی بہن کے باپ اپنے رضائی بیٹے کے بھائی اپنے رضائی پوتے کے باپ اور اپنے رضائی بیٹے کے دادا اور ماموں سے نکاح کرنا جائز ہے جب کہ نسبی رشتہ میں یہ سب محرمات میں سے ہیں جن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا۔

کسی شخص نے اپنی بیوی کو جس کے دودھ اترا ہوا تھا طلاق دیدی پھر اس مطلقہ نے عدت کے دن گزار کر ایک دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور اس دوسرے خاوند نے اس سے جماع کیا تو اس بارے میں علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب اس دوسرے خاوند کے نطفہ سے اس کے بچہ پیدا ہوگا تو اس عورت کے دودھ کا سبب بھی دوسرا خاوند قرار پائے گا اس کے دودھ سے پہلے خاوند کا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا ہاں اگر دوسرے خاوند سے حاملہ نہیں ہوگی تو اس دودھ کا سبب پہلا ہی خاوند سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر یہ صورت ہو کہ دوسرے شوہر سے حاملہ تو ہوئی مگر ابھی بچہ پیدا نہیں ہوا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب تک اس دوسرے شوہر کا بچہ پیدا نہ ہو جائے دودھ پہلے شوہر ہی کا کہلائے گا۔ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن اس سے کبھی بھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا پھر (بغیر کسی ولادت کے) اس کے دودھ اتر آیا اور وہ دودھ اس نے کسی دوسرے کے بچے کو پلایا تو وہ دودھ اسی عورت کا کہلائے گا اس کے خاوند کا اس دودھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اس صورت میں اس دودھ پینے والے بچہ اور اس شخص کی اس اولاد کے درمیان جو دوسری بیوی سے ہو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا جس کے نتیجہ میں اس کے ہاں ولادت ہوئی اور پھر اس عورت نے کسی دوسری لڑکی کو دودھ پلایا تو اس زنا کرنیوالے اس کے باپ دادا اور اس کی اولاد کو اس دودھ پینے والی لڑکی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا ہاں زنا

کرنیوالے کا چچا اور اس کا ماموں نکاح کرسکتا ہے جس طرح کہ زنا کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہونیوالی لڑکی سے زنا کرنیوالے کا چچا اور ماموں نکاح کرسکتا ہے۔ کسی شخص نے شبہ میں مبتلا ہو کر یعنی کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک عورت سے جماع کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی اور پھر اس نے کسی بچہ کو دودھ پلایا تو یہ بچہ اس جماع کرنیوالے کا رضاعی بیٹا ہوگا اس پر یہ قیاس کیا جانا چاہئے کہ جن صورتوں میں بچہ کا نسب جماع کرنیوالے سے ثابت ہوتا ہے انہی صورتوں میں رشتہ رضاعت بھی اس سے ثابت ہوگا۔

اور جن صورتوں میں بچہ کا نسب جماع کرنے والے سے ثابت نہیں ہوتا اس صورت میں رشتہ رضاعت دودھ پلانیوالی عورت سے ثابت ہوگا۔ کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ عورت نے اپنے بچہ کو دودھ پلایا اور بعد میں دودھ خشک ہوگیا کچھ عرصہ کے بعد دودھ پھر اتر آیا اور اس نے کسی دوسرے لڑکے کو وہ دودھ پلایا تو اس لڑکے کے لئے اس شخص کی اس اولاد سے نکاح کرنا جائز ہوگا جو اس دودھ پلانیوالی عورت کے علاوہ کسی دوسری بیوی کے بطن سے ہو۔ کسی کنواری لڑکی کے دودھ اتر آیا اور اس نے وہ دودھ کسی بچی کو پلایا تو یہ اس بچی کی رضاعی ماں ہوگی اور رضاعت کے تمام احکام دونوں کے حق میں ثابت ہوں گے لہٰذا اگر کسی شخص نے اس کنواری لڑکی سے نکاح کیا اور جماع سے پہلے اسے طلاق دیدی تو اس شخص کے لئے اس دودھ پینے والی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہوگا (کیونکہ اس صورت میں بیوی کی بیٹی کا بھی یہی حکم ہے) اور اگر جماع کے بعد طلاق دی تو اس لڑکی سے نکاح کرنا ناجائز ہوگا۔ اگر کسی ایسی لڑکی کے دودھ اتر آیا جس کی عمر نو برس سے کم تھی اور پھر اس نے وہ دودھ ایک لڑکے کو پلایا تو اس سے دونوں کے درمیان حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

کیونکہ حرمت رضاعت اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے جب کہ دودھ نو برس یا نو برس سے زائد کی عمر میں اترے۔ اسی طرح اگر کسی کنواری لڑکی کی چھاتیوں میں زرد رنگ کا پانی اتر آیا تو اس کے پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ کسی عورت نے ایک بچہ کے منہ میں اپنی چھاتی داخل کردی لیکن بچہ کا اس کی چھاتی سے دودھ چوسنا معلوم نہیں ہوا تو اس صورت میں شک کی وجہ سے حرمت رضاعت کا حکم نافذ نہیں کیا جائے گا البتہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حرمت ثابت ہو جائے۔ کسی عورت کی چھاتی سے زرد رنگ کی بہنے والی پتلی چیز بچہ کے منہ میں پہنچ گئی تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور یہی کہا جائے گا کہ یہ دودھ ہی ہے جس کا رنگ متغیر ہوگیا ہے۔

اگر کسی مرد کی چھاتیوں میں دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچہ کو پلا دیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی اور حرمت ثابت ہونے کے لئے زندہ اور مردہ عورت کے دودھ کا یکساں حکم ہے۔ اور اگر دو بچوں نے کسی ایک چار پائے جانور کا دودھ پیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ رضاعت کا حکم دار الاسلام اور دار الحرب دونوں جگہ یکساں ہے لہٰذا اگر کسی کافر عورت نے دار الحرب میں کسی کافر بچہ کو دودھ پلایا اور پھر وہ دودھ پلانیوالی اس کے قرابت دار اور دودھ پینے والا بچہ مسلمان ہوگئے یا وہ دار الحرب میں اسلام ہی کی حالت میں تھے اور پھر دار الحرب سے دار الاسلام میں آگئے تو پھر رضاعت کے تمام احکام نافذ ہوں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

جس طرح عورت کی چھاتی سے دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح بچہ کے منہ میں دودھ ڈال دینے یا ناک میں نچوڑ دینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے البتہ کان میں

پکانے عضو مخصوص کے سوراخ میں ڈالنے حقنہ کے ذریعہ استعمال کرنے اور مقعد میں اور دماغ اور پیٹ کے زخم میں ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اگر چہ دودھ ان زخموں کے ذریعہ دماغ اور پیٹ میں پہنچ جائے۔ لیکن حضرت امام محمد کے نزدیک حقنہ کے ذریعہ استعمال کرنے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر غذا کی کسی چیز میں دودھ مل گیا اور اسے آگ پر پکا کر کھانا بنالیا گیا جس کی وجہ سے دودھ کی حقیقت بدل گئی تو اس کو کھانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی خواہ دودھ غالب ہو یا مغلوب ہو اور اگر دودھ ملی ہوئی چیز آگ پر پکائی نہیں گئی تو اس صورت میں بھی اس کو کھانے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

بشرطیکہ اس چیز میں دودھ غالب نہ ہو اور اگر وہ دودھ غالب ہوگا تو بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک حرمت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ جب بہنے والی چیز جمی ہوئی چیز میں مخلوط ہو گئی تو بہنے والی چیز اس جمی ہوئی چیز کے تابع ہو گئی اور مشروبات کی قسم سے خارج ہو گئی یعنی پینے کے قابل نہیں رہی اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ جس چیز میں دودھ مخلوط ہو گیا اگر وہ غالب نہ ہو اور اب بھی وہ دودھ بہنے کے قابل ہو تو اس کے پینے سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

اگر عورت کا دودھ (کسی جانور مثلاً) بکری کے دودھ میں مخلوط ہو گیا اور عورت کا دودھ غالب ہے تو اس کے پینے سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر عورت نے اپنے دودھ میں روٹی بھگوئی اور روٹی نے دودھ کو جذب کر لیا یا اپنے دودھ میں ستو گھولا اور پھر وہ روٹی یا ستو کسی بچہ کو کھلا دیا تو اگر اس میں دودھ کا ذائقہ موجود ہو تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ لیکن ذائقہ کی موجودگی کی شرط اسی صورت میں ہے جب کہ اس کو لقمہ لقمہ کر کے کھلایا جائے اور اگر گھونٹ گھونٹ کر کے پلایا گیا تو پھر اگر ذائقہ موجود نہ ہو تب بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔

اگر عورت کا دودھ پانی یا دوا یا جانور کے دودھ میں مخلوط ہو گیا تو اس میں غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر وہ دودھ غالب ہوگا تو اس کو پینے سے حرمت ثابت ہو جائے گی اور اگر پانی وغیرہ غالب ہوگا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی) اس طرح اگر عورت کا دودھ کسی بھی پتیل سیال چیز یا کسی بھی جمی ہوئی چیز میں مخلوط ہو جائے تو غالب کا اعتبار ہوگا اور غالب سے مراد یہ ہے کہ اس کا رنگ بو اور ذائقہ تینوں چیزیں یا ان میں سے کوئی ایک چیز محسوس و معلوم ہو۔ اور اگر دونوں چیزیں یعنی دودھ اور وہ چیز جس میں دودھ مخلوط ہو گیا ہے برابر ہوں تو حرمت کا ثابت ہونا ضروری ہو جائے گا کیونکہ دودھ مغلوب نہیں ہے۔

اگر دو عورتوں کا دودھ باہم مل گیا ہے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک اس عورت سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی جس کا دودھ زیادہ اور غالب ہو لیکن حضرت امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں دونوں عورتوں سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی حضرت امام ابوحنیفہ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے اور یہی قول زیادہ صحیح اور اقرب الی الاحتیاط ہے اور اگر دونوں عورتوں کا دودھ برابر ہو تو متفقہ طور پر یعنی ان تینوں ائمہ کے نزدیک مسئلہ یہی ہے کہ دونوں عورتوں کے ساتھ حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اگر کسی عورت نے اپنے دودھ کا چھاچھ یا دہی یا پنیر اور یا ماوا وغیرہ بنالیا اور اسے کسی بچہ کو کھلا دیا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ اس پر رضاعت یعنی دودھ پینے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بستی و گاؤں کی کسی عورت نے ایک بچی کو دودھ پلایا مگر بعد میں یہ کسی

کو بھی یاد و معلوم نہیں رہا کہ وہ دودھ پلانیوالی عورت کون تھی اور پھر اس بستی کے کسی شخص نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح جائز ہو جائے گا۔ عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بلاضرورت کسی بچی کو اپنا دودھ نہ پلائیں اور اگر کسی بچہ کو اپنا دودھ پلائیں تو یاد رکھیں یا لکھ لیا کریں عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بلاضرورت دوسروں کے بچوں کے منہ میں اپنی چھاتی دے دیتی ہیں اور انہیں دودھ پلا دیتی ہیں اور پھر بعد میں انہیں یاد بھی نہیں رہتا کہ کس بچہ کو میں نے اپنا دودھ پلایا ہے اس کی وجہ سے حرمت رضاعت کے احکام کی صریحاً خلاف ورزی ہوتی ہے لہٰذا اس بارے میں احتیاط ضروری ہے۔

دودھ خواہ پہلے پلایا ہو خواہ بعد میں پلایا گیا ہو حرمت رضاعت بہرصورت ثابت ہو جائے گی پہلے اور بعد میں کوئی فرق نہیں ہو گا لہٰذا اگر کسی شخص نے ایک شیر خوار بچی سے نکاح کر لیا اور پھر بعد میں اس شخص یعنی خاوند کی نسبی یا رضاعی ماں نے یا بہن نے یا لڑکی نے آکر اس کو اپنا دودھ پلا دیا تو یہ بچی اس شخص کے لئے حرام ہو جائے گی اور اس پر نصف مہر واجب ہو گا لیکن اس نصف مہر کے طور پر جو رقم وہ ادا کرے گا اسے وہ مرضعہ یعنی دودھ پلانیوالی سے وصول کرلے گا بشرطیکہ اس دودھ پلانیوالی نے محض شرارت یعنی نکاح ختم کرانے کے لئے اپنا دودھ پلا دیا ہو اور اگر اس نے شرارت کی نیت سے دودھ نہ پلایا ہو بلکہ وہ بچی بھوک سے بلک رہی تھی اور اس عورت نے ہمدردی کے جذبہ سے اسے دودھ پلا دیا تو پھر خاوند اس سے اپنی رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

کسی شخص نے دو شیر خوار بچیوں سے نکاح کیا اس کے بعد ایک اجنبی عورت نے آکر ان دونوں بچیوں کو ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے دودھ پلا دیا تو وہ دونوں بچیاں شوہر کے لئے حرام ہو جائیں گی اور پھر اس کے بعد وہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے جسے وہ پسند کرے نکاح کر سکتا ہے۔ اور اگر اس کے نکاح میں دو کی بجائے تین بچیاں ہوں اور اس عورت نے ان تینوں کو ایک ساتھ دودھ پلایا تو وہ تینوں حرام ہو جائیں گی اس کے بعد وہ ان تینوں میں سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے۔

اور اگر تینوں کو یکے بعد دیگرے پلایا تو پہلی دو تو حرام ہو جائیں گی اور تیسری اس کی بیوی رہے گی اور اگر پہلے تو دو بچیوں کو ایک ساتھ دودھ پلایا اور اس کے بعد تیسری کو پلایا تو بھی یہی حکم ہو گا۔ اور اگر پہلے ایک لڑکی کو پلایا اور بعد میں دو کو ایک ساتھ پلایا تو تینوں حرام ہو جائیں گی اور ان میں سے ہر ایک بچی کا نصف مہر اس پر واجب ہو گا جسے وہ دودھ پلانے والی سے وصول کرے گا بشرطیکہ اس نے شرارت کی نیت سے دودھ پلایا ہو اور اگر اس کے نکاح میں چار بچیاں ہوں اور اس عورت نے ان چاروں بچیوں کو ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے دودھ پلایا ہو تو چاروں حرام ہو جائیں گی اور اگر پہلے ایک کو اور پھر تین کو ایک ساتھ پلایا ہو تو بھی یہی حکم ہو گا اور اگر پہلے تین کو ایک ساتھ اور بعد میں چوتھی کو پلایا تو چوتھی حرام نہیں ہو گی۔

اگر کسی شخص نے ایک بڑی عورت سے اور ایک شیر خوار بچی سے نکاح کیا اور پھر بڑی نے چھوٹی کو اپنا دودھ پلا دیا تو شوہر کے لئے دونوں حرام ہو جائیں گی اب اگر اس شخص نے بڑی سے جماع نہیں کیا تھا تو اس کو کچھ مہر نہیں ملے گا اور چھوٹی کو اس کا آدھا مہر دینا واجب ہو گا جسے وہ بڑی سے وصول کرے گا بشرطیکہ اس نے شرارت کی نیت سے اسے دودھ پلایا ہو اور اگر اس نے دودھ شرارت کی نیت سے نہیں پلایا تو اس سے کچھ وصول نہیں کیا جائے گا۔

اگرچہ اس بڑی کو یہ معلوم ہو کہ یہ چھوٹی بچی میرے شوہر کی بیوی ہے۔ رضاعت دودھ پلانے کا ثبوت دو باتوں میں سے کسی

ایک بات سے ہوجاتا ہے ایک تو اقرار یعنی کوئی عورت خود اقرار کرے کہ میں نے فلاں کو دودھ پلایا ہے اور دوسرے گواہی یعنی گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں عورت نے فلاں بچے کو دودھ پلایا ہے) اور رضاعت کے سلسلہ میں گواہی یا تو دو مردوں کی معتبر ہوتی ہے یا ایک مرد اور دو عورتوں کی بشرطیکہ وہ عادل ہوں۔ (حرمت رضاعت کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان) جو تفریق جدائی ہوتی ہے وہ قاضی کے حکم کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے اور جب دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کسی میاں بیوی کے درمیان رضاعت کے رشتہ کی گواہی دیں اور اس کی بنیاد پر قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرادے تو عرت کو کچھ نہیں ملے گا بشرطیکہ اس کے ساتھ جماع نہ ہوا ہو اور اگر جماع ہو چکا ہوگا تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے جس کی مقدار کم ہوگی وہ مہر خاوند پر واجب ہوگا اور نفقہ وسکنہ یعنی کھانے پینے کا خرچ اور رہنے کے لئے مکان واجب نہیں ہوگا۔ اگر دو عادل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں نے نکاح ہو جانے کے بعد شادی شدہ عورت کے سامنے گواہی دی اور کہا کہ شوہر کے ساتھ تمہارا رشتہ رضاعت ثابت ہوتا ہے) تو اس عورت کے لئے شوہر کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ شہادت صحیح ہے بایں طور کہ جس طرح یہ شہادت اگر قاضی کے سامنے دی جاتی تو رضاعت ثابت ہو جاتی اور وہ دونوں کے درمیان تفریق کرادیتا ہے) اسی طرح جب یہ شہادت عورت کے سامنے آئے گی تو اس کا حکم بھی وہ یہی ہوگا اور اگر رضاعت کی یہ خبر صرف ایک شخص دے اور اس عورت کے دل میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ یہ شخص سچ کہہ رہا ہے تو شوہر سے پرہیز کرنا بہتر ہے لیکن واجب نہیں ہے۔ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے بعد ایک دوسری عورت نے آکر ان دونوں میاں بیوی سے کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہوں گی،

1۔ اگر دونوں میاں بیوی نے اس عورت کا اعتبار کرلیا تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور عورت کو کچھ مہر نہیں ملے گا بشرطیکہ اس کے ساتھ جماع نہ ہوا ہو۔

2۔ اگر دونوں میاں بیوی نے اس عورت کا اعتبار نہ کیا تو نکاح بحالہ باقی رہے گا لیکن اگر وہ عورت جس نے رشتہ رضاعت کی خبر دی ہے) عادل ہے تو پھر احتیاط کا تقاضہ یہی ہوگا کہ خاوند اپنی بیوی کو چھوڑ دے اب اگر اس نے چھوڑ دیا تو بہتر ہے کہ خاوند نصف مہر دیدے اور عورت کے لئے بہتر یہ ہے کہ کچھ نہ لے بشرطیکہ چھوڑنا جماع سے پہلے ہو اور اگر چھوڑنے سے پہلے جماع ہو چکا ہو تو مرد کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اس کا پورا مہر بھی دیدے اور عدت کے ایام پورے ہونے تک نفقہ وسکنہ بھی دے اور عورت کے لئے بہتر یہ ہے کہ مہر مثل و مہر متعین میں سے جس کی مقدار کم ہو وہ لے لے اور نفقہ وسکنہ نہ لے اور اگر خاوند نے بیوی کو نہیں چھوڑا یعنی اس نے طلاق نہیں دی) تو بیوی کو خاوند کے پاس رہنا جائز ہے اسی طرح اگر دو عورتوں نے یا ایک مرد اور ایک عورت نے یا دو غیر عادل مردوں نے یا غیر عادل ایک مرد اور دو عورتوں نے رضاعت کی گواہی دی تو اس کا بھی یہی حکم ہوگا یعنی خاوند کے لئے بہتر یہی ہوگا کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

3۔ اگر خاوند نے اس عورت کا اعتبار کیا اور بیوی نے اعتبار نہیں کیا تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور مہر دینا واجب ہوگا

4۔ اگر بیوی نے اس عورت کا اعتبار کیا مگر خاوند نے اس کا اعتبار نہیں کیا تو نکاح بحالہ باقی رہے گا لیکن بیوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ خاوند سے قسم کھلوائے کہ وہ واقعۃً اس عورت کی بات کو صحیح نہیں سمجھتا) اور اگر خاوند قسم کھانے سے انکار کردے تو دونوں کے

درمیان جدائی کرادی جائے گی۔ایک مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور پھر کہنے لگا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے یا اس کی طرف اسی قسم کے کسی اور رضاعی رشتہ کی نسبت کی اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھے وہم ہو گیا تھا میں نے جو کچھ کہا تھا غلط تھا تو استحساناً ان دونوں کے درمیان تفریق نہیں کرائی جائے گی بشرطیکہ وہ اپنی اس دوسری بات پر قائم رہے کہ میں نے جو کچھ کہا تھا غلط ہے) اور اگر وہ اپنی پہلی بات پر قائم رہے اور یہ کہے کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ صحیح ہے تو اس صورت میں دونوں کے درمیان تفریق کرادی جائے گی پھر اس کے بعد وہ اپنی پہلی بات سے انکار کرے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔اور اگر عورت نے اپنے خاوند کی اس بات کی تصدیق کر دی تو اس کو کچھ مہر نہیں ملے گا بشرطیکہ اس کے ساتھ جماع نہ ہوا ہو) اور اگر اس عورت کے ساتھ جماع ہو چکا ہو اور وہ اپنے خاوند کی اس بات کی تصدیق نہ کرے تو مرد پر اس کا پورا مہر اور نفقہ وسکنہ واجب ہوگا۔

اور اگر مرد نے کسی عورت کے بارے میں اس سے نکاح کرنے سے پہلے یہ کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے یا رضاعی ماں ہے اور پھر بعد میں کہنے لگا مجھے وہم ہو گیا تھا یا مجھ سے چوک ہو گئی تھی (یعنی میں نے پہلے جو کچھ کہا تھا غلط ہے) تو اس شخص کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔

اور اگر اپنی سابقہ بات پر قائم رہا یعنی بعد میں اس نے کہا کہ میں نے جو کچھ پہلے کہا تھا وہ صحیح ہے تو اس صورت میں اس عورت سے اس کو نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا اور اگر وہ اس کے باوجود نکاح کرلے تو ان دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے گی اور اگر وہ اپنے سابقہ اقرار ہی سے مکر جائے (یعنی یہ کہنے لگے کہ میں نے یہ اقرار نہیں کیا تھا کہ یہ میری رضاعی ماں یا بہن ہے) لیکن دو شخص اس بات کی گواہی دیں کہ اس نے اقرار کیا تھا تو پھر اس صورت میں ان کے درمیان جدائی کرادی جائے گی۔اگر کسی عورت نے کسی مرد کے بارے میں اقرار کیا کہ یہ میرا رضاعی باپ رضاعی بھائی یا رضاعی بھتیجا ہے لیکن مرد نے اس کا انکار کیا اور اس کے بعد پھر عورت نے بھی اپنے قول کی تردید کی اور کہا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی تو اس عورت سے نکاح جائز ہو جائے گا۔

اور اسی طرح اگر مرد نے اس عورت سے نکاح کرلیا قبل اس کے کہ وہ عورت اپنے قول کی تردید کرتی تو نکاح صحیح ہوگا۔اگر کسی مرد نے کسی عورت سے جو اس کے نکاح میں ہو اپنے نسبی رشتہ کا اقرار کیا یعنی یوں کہا کہ یہ عورت میری حقیقی ماں ہے یا حقیقی بہن ہے یا حقیقی بیٹی ہے اور اس عورت کا نسب کسی کو معلوم نہیں ہے نیز وہ مرد یہ صلاحیت رکھتا ہے (یعنی اس کے بارے میں یہ گمان ہوسکتا ہے کہ وہ عورت اس کی ماں یا بیٹی ہو تو) اس مرد سے دوبارہ پوچھا جائے گا اب اگر وہ یہ کہے کہ مجھے وہم ہو گیا تھا یا میں چوک گیا تھا، یا میں نے غلط کہا تھا تو استحساناً ان کا نکاح باقی رہے گا اور اگر دوبارہ پوچھے جانے پر اس نے یہ کہا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہی صحیح ہے تو پھر دونوں میں تفریق کرادی جائے گی۔

اور اگر مرد یہ صلاحیت نہیں رکھتا یعنی ان دونوں کی عمر میں اس قدر تفاوت ہے کہ وہ اس بات کا امکان نہیں رکھتا) کہ وہ عورت جس عمر کی ہے اس عمر کی کوئی عورت اس کی حقیقی ماں یا اس کی حقیقی بہن ہو سکے تو نسب ثابت نہیں ہوگا اور ان دونوں کے درمیان جدائی نہیں کرائی جائے گی اور اگر مرد نے اپنی بیوی کے بارے میں کہا کہ یہ میری حقیقی لڑکی ہے اور پھر بعد میں اپنی اس بات کی تردید بھی نہیں کی بلکہ اس پر اصرار کرتا رہا حالانکہ لوگوں کو اس لڑکی کا نسب معلوم ہے (یعنی دنیا جانتی ہے کہ یہ لڑکی اس کی نہیں ہے بلکہ

دوسرے کی ہے) تو ان دونوں کے درمیان جدائی نہیں کرائی جائے گی۔

اور اسی طرح اگر اس نے یہ کہا کہ یہ میری حقیقی ماں ہے حالانکہ لوگوں کو اس کا نسب معلوم ہے (یعنی سب جانتے ہیں کہ یہ اس کی ماں نہیں ہے) تو اس صورت میں بھی دونوں کے درمیان تفریق نہیں کرائی جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

بَابٌ فِي الرَّضْخِ عِنْدَ الْفِصَالِ

باب: دودھ چھڑانے کے وقت (دودھ پلانے والی عورت کو) انعام دینا

2064 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا يُذْهِبُ عَنِّي مَذَمَّةَ الرَّضَاعَةِ؟، قَالَ: الْغُرَّةُ الْعَبْدُ أَوِ الْأَمَةُ. قَالَ النُّفَيْلِيُّ: حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ الْأَسْلَمِيُّ وَهٰذَا لَفْظُهُ

حجاج بن حجاج اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! رضاعت کا حق کیسے ادا کیا جا سکتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک غلام یا کنیز ادا کر کے۔

(نفیلی نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:) حجاج بن حجاج اسلمی، روایت کے یہ الفاظ اسی راوی کے نقل کردہ ہیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُنَّ مِنَ النِّسَاءِ

باب: کن خواتین کو (نکاح میں) جمع کرنا مکروہ ہے؟

2065 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا، وَلَا الْعَمَّةُ عَلَى بِنْتِ أَخِيهَا، وَلَا الْمَرْأَةُ عَلَى خَالَتِهَا، وَلَا الْخَالَةُ عَلَى بِنْتِ أُخْتِهَا، وَلَا تُنْكَحُ الْكُبْرَى عَلَى الصُّغْرَى، وَلَا الصُّغْرَى عَلَى الْكُبْرَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''(کسی) عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی پر، یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر، یا عورت سے اس کی خالہ پر، یا خالہ سے اس کی بھانجی پر، بڑی (بہن) سے چھوٹی پر، یا چھوٹی سے بڑی پر، نکاح نہ کیا جائے''

2065- واخرجه مختصراً مسلم (1408) (35) من طريق قبيصة بن ذؤيب، و (1408)، والنسائي في "الكبرى" (5396) و (5401) من طريق ابي سلمة، ومسلم (1408)، وابن ماجه (1929)، والترمذي (1154)، والنسائي في "الكبرى" (5402) من طريق محمد بن سيرين، ومسلم (1408)، والنسائي في "الكبرى" (5399) و (5400) من طريق عراك بن مالك، والبخاري (5109)، ومسلم (1408)، والنسائي (5397) و (5399) من طريق عبد الرحمن الاعرج، خمستهم عن ابي هريرة. وهو في "مسند احمد" (9500)، و "صحيح ابن حبان" (4117) و (4118).

2066 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَخْبَرَنِيْ قَبِيصَةُ بْنُ ذُؤَيْبٍ، اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَخَالَتِهَا، وَبَيْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ عورت اور اس کی خالہ کو، یا عورت اور اس کی پھوپھی کو (نکاح میں) جمع کیا جائے۔

2067 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا خَطَّابُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَرِهَ اَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ، وَبَيْنَ الْخَالَتَيْنِ وَالْعَمَّتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ پھوپھی اور خالہ کو، یا دو پھوپھیوں یا دو خالاؤں کو (نکاح میں) جمع کیا جائے۔

2068 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى، (وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ) (النساء: 3)، قَالَتْ: يَا ابْنَ اُخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُوْنُ فِيْ حِجْرِ وَلِيِّهَا فَتُشَارِكُهُ فِيْ مَالِهِ، فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا، فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا اَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ اَنْ يُقْسِطَ فِيْ صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ، فَنُهُوا اَنْ يَنْكِحُوهُنَّ اِلَّا اَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ، وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ اَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ، وَاُمِرُوا اَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ فِيهِنَّ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ، قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ، اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ) (النساء: 127) قَالَتْ: وَالَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ اَنَّهُ يُتْلَى عَلَيْهِمْ فِي الْكِتَابِ الْاٰيَةُ الْاُولَى الَّتِي قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ فِيهَا (وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ) (النساء: 3). قَالَتْ عَائِشَةُ: وَقَوْلُ اللّٰهِ

2066-واخرجه البخاری (5110)، ومسلم (1408) (36)، والنسائی فی "الکبری" (5398) من طرق عن یونس، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (9203)، و "صحیح ابن حبان" (4113) و (4115).

2068-اسناده صحیح. ابن وهب: هو عبد الله بن وهب المصری، ویونس: هو ابن یزید الایلی، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهری. واخرجه مختصراً وتاماً البخاری (2494) و (2763) و (4574) و (5064) و (5092) و (5140) و (6965)، ومسلم (3019)، والنسائی فی "الکبری" (5488) و (11024) من طرق عن ابن شهاب، بهذا الاسناد. وزاد البخاری (4574)، ومسلم (3018) (6)، والنسائی فی "الکبری" (11024

عَزَّ وَجَلَّ فِي الْآيَةِ الْأُخْرَةِ (وَتَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ) (النساء: 127) هِيَ رَغْبَةُ اَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيْمَتِهِ الَّتِي تَكُونُ فِي حِجْرِهِ حِيْنَ تَكُونُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ. فَنُهُوا اَنْ يَنْكِحُوا مَا رَغِبُوا فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ، مِنْ اَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ. قَالَ يُونُسُ: وَقَالَ رَبِيْعَةُ: فِي قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى) (النساء: 3) قَالَ: يَقُوْلُ: اتْرُكُوهُنَّ اِنْ خِفْتُمْ فَقَدْ اَحْلَلْتُ لَكُمْ اَرْبَعًا

⊛⊛ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا:

''اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے معاملے میں انصاف نہیں کر سکو گے، تو تم ان عورتوں سے نکاح کر لو، جو تمہیں پسند آئیں''۔

سیدہ عائشہ ؓ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! یہ ایسی یتیم لڑکی کے بارے میں ہے، جو اپنے کسی ولی کی زیر پرورش ہوتی ہے، اور اس ولی کے مال میں حصہ دار بھی ہوتی ہے، اس ولی کو اس لڑکی کا مال اور خوبصورتی پسند آتی ہے تو وہ انصاف کے مطابق اسے مہر دیے بغیر، اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے، یعنی اس لڑکی کو اتنا مہر نہیں دیتا، جتنا اس کی بجائے کوئی اور شخص دیتا، تو لوگوں کو ایسی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا، البتہ اگر وہ ان لڑکیوں کے ساتھ انصاف کریں اور مہر کے حوالے سے انہیں پوری ادائیگی کریں، جو رواج کے مطابق ہو، (تو جائز ہوگا) ورنہ انہیں یہ حکم دیا گیا کہ ان لڑکیوں کے علاوہ انہیں جو عورتیں پسند آتی ہیں، ان کے ساتھ نکاح کر لیں۔

عروہ نقل کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے ایسی لڑکیوں کے بارے میں شرعی حکم دریافت کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی:

''لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں شرعی حکم دریافت کرتے ہیں، تم یہ فرما دو! اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے بارے میں تمہیں یہ حکم دیتا ہے، اور اس چیز کے بارے میں (حکم دیتا ہے) جو کتاب میں تم پر تلاوت کی جاتی ہے، جو ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں ہے، جنہیں تم وہ ادائیگی نہیں کرتے، جو ان کے حق میں مقرر کی گئی ہے، (اور بھی) تم ان سے نکاح کرنے سے اعراض کرتے ہو''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو یہ ذکر کیا ہے ''جو کتاب میں تم پر تلاوت کی جاتی ہیں'' اس سے مراد پہلی آیت ہے، (جس میں) اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لے سکو گے، تو تم ان عورتوں سے نکاح کر لو، جو تمہیں پسند آئیں''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ''تم ان کے ساتھ نکاح کرنے سے اعراض کرتے ہو'' یہ کسی شخص کا اپنی زیر پرورش یتیم لڑکی سے، اس وقت اعراض کرنا ہے، جب اس کا مال بھی کم ہو اور وہ کم خوبصورت ہو۔ تو

لوگوں کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ شادی کرنے سے منع کر دیا گیا، جن کے مال اور خوبصورتی ہیں انہیں دلچسپی ہوتی ہے، البتہ اگر وہ انصاف (کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھیں، تو حکم مختلف ہوگا) اس کی وجہ ان لوگوں کی ان (کم مال والی اور کم خوبصورت یتیم لڑکیوں سے) بے رغبتی ہے۔

یونس نقل کرتے ہیں: ربیعہ، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے''

(ربیعہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے:) اگر تمہیں اندیشہ ہو، تو تم انہیں چھوڑ دو، کیونکہ میں نے تمہارے لیے چار (شادیاں کرنا) حلال قرار دیا ہے۔

2069 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدِّيلِيُّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، حَدَّثَهُ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِي بِهَا، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: لَا، قَالَ: هَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ وَايْمُ اللَّهِ لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيهِ لَا يُخْلَصُ إِلَيْهِ أَبَدًا حَتَّى يُبْلَغَ إِلَى نَفْسِي، إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ عَلَى مِنْبَرِهِ هَذَا، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ، فَقَالَ: إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي، وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا قَالَ: ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ فَأَحْسَنَ، قَالَ: حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا، وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا، وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ مَكَانًا وَاحِدًا أَبَدًا.

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا شہادت کے بعد، جب وہ لوگ یزید بن معاویہ کے پاس سے، مدینہ منورہ آئے، تو حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور بولے: اگر آپ ﷺ کو مجھ سے کوئی کام ہے تو مجھے حکم کریں، میں نے ان سے کہا: جی نہیں! (یعنی کوئی کام نہیں ہے) تو انہوں نے کہا: کیا آپ نبی اکرم ﷺ کی تلوار مجھے دیدیں گے؟ کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں لوگ اسے آپ سے چھین نہ لیں، اللہ کی قسم! اگر آپ نے وہ مجھے دیدی، تو کوئی شخص میری لاش پر سے گزرے بغیر اس تک نہیں پہنچ سکے گا،

(حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بتایا) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (سے شادی کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو شادی کا

2069- اسناده صحيح. ابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري. واخرجه بتمامه ومختصراً البخاري (3110)، ومسلم (2449)، والنسائي في "الكبرى" (8314) و (8469) من طريق يعقوب بن ابراهيم، بهذا الاسناد

پیغام بھیجا، تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس منبر پر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے، یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، میں اس وقت بالغ تھا، (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:)

''فاطمہ مجھ سے ہے (یعنی میری جان کا ٹکڑا ہے) اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں اسے اس کے دین کے بارے میں آزمائش کا شکار نہ کردیا جائے''

پھر نبی اکرم ﷺ نے بنوعبدشمس سے تعلق رکھنے والے اپنے داماد کا ذکر کیا، اور ان کی دامادی کی تعریف کی، آپ ﷺ نے ان کی اچھائی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اس نے میرے ساتھ جب بھی بات کی تو سچ بولا، جو بھی وعدہ کیا اسے پورا کیا، میں کسی حلال چیز کو حرام قرار نہیں دیتا، اور کسی حرام چیز کو حلال قرار نہیں دیتا، لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی صاحبزادی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ (یعنی ایک ہی گھر میں سوکن کے طور پر) کبھی اکٹھی نہیں ہوسکتی ہیں''

2070 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَسَكَتَ عَلِيٌّ عَنْ ذَلِكَ النِّكَاحِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: تو حضرت علی رضی اللہ عنہ شادی کرنے سے باز آ گئے۔

2071 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَعْنَى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ الْقُرَشِيُّ التَّيْمِيُّ، أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنُ، ثُمَّ لَا آذَنُ، ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا ابْنَتِي بَضْعَةٌ مِنِّي يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا. وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ أَحْمَدَ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: بنوہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اس بات کی اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابوطالب سے کردیں، میں انہیں اجازت نہیں دیتا، پھر انہیں اجازت نہیں دیتا، پھر انہیں اجازت نہیں دیتا، البتہ اگر ابن ابی طالب چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی بیٹی سے شادی کرلے، میری بیٹی میری جان کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے پریشان کرتی ہے، وہ مجھے پریشان کرتی ہے، اور جو اسے اذیت دیتی

2070-حدیث صحیح، وهذا اسناد مرسل. ولمعمر في هذا الحديث طريقان، الاول عن الزهري، والثاني عن ايوب، عن ابن ابي مليكة

2071-اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد واخرجه بتمامه ومختصرا البخاري (3714) و (3767) و (5230) و (5278)، ومسلم (2449)، وابن ماجه (1998)، والترمذي (4205)، والنسائي في "الكبرى" (8312) و (8313) و (8465-8467) من طريقين عن عبد الله ابن ابي مليكة، به. وقال الترمذي: حسن صحيح

ہے، وہ مجھے اذیت دیتی ہے۔

روایت کے یہ الفاظ احمد کے نقل کردہ ہیں۔

عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے سے متعلق فقہی احکام کا بیان

فتاویٰ عالم گیری میں ہے۔ جمع کرنا: یعنی وہ عورتیں جو دوسری عورتوں کے ساتھ جمع ہو کر محرمات میں سے ہو جاتی ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اجنبی عورتوں کو جمع کرنا (۲) ذوات الارحام کو جمع کرنا پہلی قسم یعنی اجنبی عورتوں کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے جس قدر نکاحوں کی اجازت دی ہے ان سے زیادہ نکاح کرنا چنانچہ شریعت نے آزاد مرد کو ایک وقت میں چار نکاح تک کی اجازت اور غلام کو ایک وقت میں دو نکاح تک کی اجازت دی ہے لہٰذا کسی آزاد شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک وقت میں چار سے زیادہ عورتوں کو جمع کرے (یعنی چار سے زیادہ عورتوں کو اپنی بیوی بنائے) اور غلام کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک وقت میں دو سے زیادہ عورتوں کو جمع کرے آزاد شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ایک وقت میں جتنی چاہے بغیر نکاح باندیاں رکھے باندیاں رکھنے کی تعداد کی کوئی قید نہیں ہے لیکن غلام کو بغیر نکاح باندی رکھنا جائز نہیں ہے۔

اگرچہ اس کا آقا اجازت دیدے آزاد شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور وہ چار عورتیں خواہ آزاد ہوں خواہ باندیاں ہوں اور آزاد دونوں ملی جلی ہوں۔ اگر کسی شخص نے پانچ عورتوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو پہلی چار کا نکاح جائز اور پانچویں کا باطل ہوگا اور اگر پانچوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو پانچوں کا نکاح باطل ہوگا اسی طرح اگر کسی غلام نے تین عورتوں سے نکاح کیا تو یہی تفصیل ہوگی کہ ان تینوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کرنے کی صورت میں تو پہلی دونوں کا نکاح صحیح ہو جائے گا اور تیسری کا باطل ہوگا اور اگر تینوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو تینوں کا نکاح باطل ہوگا۔ اگر کسی حربی کافر نے پانچ کافرہ عورتوں سے نکاح کیا اور پھر وہ سب یعنی پانچوں بیویاں اور شوہر مسلمان ہو گئے تو اگر یہ پانچوں نکاح یکے بعد دیگرے ہوئے تھے تو پہلی چار بیویاں جائز رہیں گی اور پانچویں بیوی سے جدائی کرادی جائے گی۔

اور اگر پانچوں نکاح ایک ہی عقد میں ہوئے تھے تو پانچوں کا نکاح باطل ہو جائے گا اور ان پانچوں سے شوہر کی جدائی کرادی جائے گی۔ اگر کسی عورت نے ایک عقد میں دو مردوں سے نکاح کیا اور ان میں سے ایک شخص کے نکاح میں پہلے سے چار عورتیں تھیں تو اس کا نکاح اس دوسرے شخص کے ساتھ صحیح ہوگا (جس کے نکاح میں پہلے چار بیویاں نہیں تھیں اور اگر ان دونوں کے نکاح میں پہلے سے چار بیویاں تھیں یا ان میں سے کسی ایک کے بھی نکاح میں چار عورتیں نہیں تھیں تو یہ نکاح کسی کے ساتھ بھی صحیح نہیں ہوگا۔ جمع کرنے کی دوسری قسم یعنی ذوات الارحام کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی دو عورتوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھا جائے گا جو آپس میں ذی رحم اور نسبی رشتہ دار ہوں چنانچہ دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا حرام ہے۔

اسی طرح دو بہنوں کو باندی بنا کر ان سے جماع کرنا بھی حرام ہے یعنی اگر دو بہنیں بطور باندی کسی کی ملکیت میں ہوں تو دونوں سے جماع نہ کیا جائے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے خواہ وہ دونوں نسبی حقیقی بہنیں ہوں یا رضاعی بہنیں ہوں۔

اس بارے میں اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں جو ایک دوسرے کی رشتہ دار ہوں اور ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے

کسی ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو آپس میں ان دونوں کا نکاح درست نہ ہو خواہ وہ رشتہ نسبی حقیقی ہو یا رضاعی ہو تو ایسی دو عورتوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہوتا لہٰذا جس طرح دو حقیقی یا رضاعی بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے اسی طرح لڑکی اور اس کی حقیقی یا رضاعی پھوپھی کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا حرام ہے ایسے ہی کسی لڑکی اور اس کی حقیقی یا رضاعی خالہ یا اسی قسم کی کسی اور رشتہ دار کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہاں کسی عورت اور اس کے پہلے خاوند کی لڑکی کو جو اس عورت کے بطن سے نہیں ہے) بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز ہے کیونکہ اگر اس عورت کو مرد فرض کر لیا جائے تو اس کے شوہر کی اس لڑکی سے اس کو نکاح کرنا جائز ہوگا بخلاف اس کے عکس کے کہ اگر اس لڑکی کو مرد فرض کر لیا جائے تو اس کے لئے اس عورت یعنی باپ کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا) اسی طرح کسی عورت اور اس کی باندی کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز ہے بشرطیکہ پہلے اس باندی سے نکاح کیا ہو۔

اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو نکاح باطل ہوگا اور ان دونوں کو ان کے شوہر سے جدا کرا دیا جائے گا اور پھر یہ جدائی اگر دخول یعنی جماع سے پہلے ہوگی تو ان دونوں کو مہر کے طور پر کچھ نہیں دلوایا جائے گا اور اگر جدائی دخول کے بعد ہوگی تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے جس کی مقدار کم ہوگی وہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو دیا جائے گا۔

اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے مختلف عقد میں یعنی یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو جو نکاح بعد میں ہوگا وہ فاسد ہو جائے گا اور شوہر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس سے علیحدگی اختیار کرے اگر وہ خود سے علیحدگی اختیار نہ کرے اور قاضی کو اس کا علم ہو جائے تو قاضی علیحدگی کرا دے۔ اور پھر یہ علیحدگی اگر دخول جماع سے پہلے واقع ہوگئی تو علیحدگی کے احکام (یعنی مہر وعدت وغیرہ) میں سے کوئی حکم نافذ نہیں ہوگا اور اگر دخول کے بعد علیحدگی واقع ہوگئی تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے جس کی مقدار کم ہوگی وہ مہر مل جائے گا اور اس پر عدت واجب ہوگی۔

اور اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور اس شخص کو اپنی بیوی یعنی پہلی منکوحہ سے اس وقت تک علیحدہ رہنا ہوگا جب تک کہ اس کی بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے اور اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے دو عقدوں میں یعنی یکے بعد دیگرے نکاح کر لیا مگر یہ معلوم نہیں کہ کس بہن سے پہلے اور کس بہن سے بعد میں نکاح کیا تھا تو ایسی صورت میں شوہر کو حکم دیا جائے گا کہ وہ بیان کرے اگر وہ بیان کر دے کہ فلاں بہن سے پہلے اور فلاں بہن سے بعد میں نکاح کیا تھا تو اس بیان کے مطابق عمل کیا جائے (یعنی پہلی کا نکاح باقی اور دوسری کا نکاح باطل قرار دیا جائے اور اگر شوہر بھی بیان نہ کر سکے تو پھر قاضی ان دونوں ہی سے شوہر کی علیحدگی کرا دے، علیحدگی کے بعد ان دونوں کو نصف مہر ملے گا بشرطیکہ دونوں کا مہر برابر ہو اور عقد کے وقت متعین ہوا ہو اور یہ علیحدگی بھی جماع سے پہلے واقع ہوئی ہو اور اگر دونوں کا مہر برابر نہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے مہر کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر عقد کے وقت مہر متعین نہ ہوا تو آدھے مہر کی بجائے ایک جوڑا کپڑا دونوں کو دیا جائے گا۔ اور اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد ہوئی ہو تو ہر ایک کو اس کا مہر پورا ملے گا۔

اور ابو جعفر ہندوانی فرماتے ہیں کہ مسئلہ مذکورہ کا یہ حکم اس وقت ہوگا جب کہ ان دونوں میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے کہ پہلے

مجھ سے نکاح ہوا تھا اور گواہ کی ایک کے بھی پاس نہ ہوں تو دونوں کو نصف مہر دلایا جائے گا لیکن اگر دونوں یہ کہیں کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ ہم میں سے کس کا نکاح پہلے ہوا ہے تو ان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ دونوں کسی ایک بات پر متفق ہو کر صلح نہ کرلیں اور دونوں کے صلح کی صورت یہ ہوگی کہ وہ دونوں قاضی کے پاس جا کر یہ کہیں کہ ہم دونوں کا مہر ہمارے خاوند پر واجب ہے اور ہمارے اس مطالبہ میں کوئی تیسرا دعوی دار شریک نہیں ہے (یعنی ہمارے خاوند پر مہر کی جو رقم واجب ہے اس میں ہم دونوں کے علاوہ اور کسی تیسری عورت کا کوئی حق نہیں ہے) لہٰذا ہم دونوں اس بات پر صلح و اتفاق کرتی ہیں کہ نصف مہر لے لیں اس کے بعد قاضی فیصلہ کر دے گا۔

اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنا نکاح پہلے ہونے پر گواہ پیش کئے تو مرد پر نصف مہر واجب ہوگا جو دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا اس حکم میں تمام علماء کا اتفاق ہے نیز دو بہنوں کے سلسلہ میں جو احکام بیان کئے گئے ہیں وہ ایسی تمام عورتوں میں بھی جاری ہوں گے جن کا جمع کرنا (یعنی جن کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا) حرام ہے اور اگر یہ شخص یعنی جس نے دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کر لیا تھا اور یہ نکاح باطل ہونے کی وجہ سے ان دونوں بہنوں اور اس کے درمیان علیحدگی کرا دی تھی) ان دونوں بہنوں کے علیحدہ ہو جانے کے بعد پھر ان دونوں میں سے کسی ایک سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ علیحدگی جماع سے پہلے ہوئی ہو اور اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد ہوئی تھی تو اس صورت میں دونوں بہنوں کی عدت گزر جانے سے پہلے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اور اگر ایک عدت میں ہے اور دوسری کی عدت پوری ہو گئی ہے تو اس بہن سے نکاح کرنا جائز ہوگا جو عدت میں ہے دوسری سے اس وقت تک نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا جب تک اس بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے جو عدت میں ہے۔ اور اگر علیحدگی سے پہلے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ جماع ہو گیا تھا تو اس بہن سے نکاح کرنا جائز ہوگا جس سے جماع ہو چکا تھا اور اگر اس بہن سے نکاح کرنا چاہے جس سے جماع نہیں ہوا تھا تو) اس سے اس وقت تک نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا جب تک اس بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے جس سے جماع ہوا تھا، ہاں اگر اس بہن کی عدت پوری ہو جائے جس سے جماع ہوا تھا تو پھر ان دونوں میں سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے۔ جس طرح بیک وقت دو بہنوں کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے اسی طرح بیک وقت دو باندی بہنوں سے جنسی لطف حاصل کرنا یعنی مساس و جماع کرنا بھی جائز نہیں ہے (یعنی اگر کسی شخص کی ملکیت میں بیک وقت دو بہنیں بطور باندی ہوں تو وہ ان دونوں سے جنسی تلذذ حاصل نہ کرے بلکہ ان میں سے کسی ایک ہی سے مساس و جماع وغیرہ کرے) کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے جنسی لطف لینے کے بعد دوسری بہن حرام ہو جائے گی۔

اس دوسری بہن سے اسی وقت جنسی لطف حاصل کر سکتا ہے جب کہ پہلی بہن کو اپنے اوپر حرام کر لے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور اس سے جماع کر لیا پھر اس کے بعد اس کی بہن کو خرید لیا تو صرف پہلی ہی سے جماع کر سکتا ہے دوسری سے جماع اس وقت تک حرام ہوگا جب تک کہ پہلی کو اپنے لئے حرام نہ کر لے اور حرام کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یا تو کسی سے اس کا نکاح کر دے یا اپنی ملکیت سے نکال دے یا آزاد کر دے یا کسی کو ہبہ کر دے یا فروخت کر دے یا صدقہ کر دے اور یا

مکاتب بنادے۔

اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ بعض حصہ کو آزاد کرنا کل حصہ کو آزاد کرنے کے مترادف ہے (مثلاً کسی نے اپنی باندی سے کہا کہ میں نے تیرا آدھا حصہ یا تیرا چوتھائی حصہ آزاد کیا تو یہ کل کو آزاد کرنے کے مرادف ہوگا اور اس سے جماع کرنا ناجائز ہوگا) اسی طرح اس کے بعض حصہ کو اپنی ملکیت سے نکالنا کل کو اپنی ملکیت سے نکالنے کے مرادف ہوگا۔ اگر صرف یہ کہہ دیا جائے کہ پہلی مجھ پر حرام ہے تو اس کو کہہ دینے کی وجہ سے دوسری سے جماع کرنا جائز نہیں ہوگا جیسا کہ ایک کے حیض ونفاس اور احرام وروزہ کی وجہ سے دوسری حلال نہیں ہوجاتی یعنی جس طرح اگر ایک بہن حیض وغیرہ کی حالت میں حرام ہوجاتی ہے تو محض اس کی وجہ سے اس کی دوسری بہن حلال نہیں ہوجاتی اسی طرح فقط اتنا کہہ دینا کہ پہلی میرے لئے حرام ہے دوسری کو حلال کردینے کے لئے کافی نہیں ہے) اگر کسی شخص نے ان دونوں بہنوں سے جماع کرلیا جو بطور باندی اس کی ملکیت میں تھیں تو اس کے بعد ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ جماع نہیں کرسکتا تاوقتیکہ مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق دوسری کو اپنے لئے حرام نہ کرلے۔

اگر کسی شخص نے ان دونوں باندی بہنوں میں سے کہ جو بیک وقت اس کی ملکیت میں تھیں کسی ایک کو فروخت کردیا لیکن وہ کسی عیب کی وجہ سے لوٹ کر آگئی یا اس کو ہبہ کردیا تھا لیکن اپنے ہبہ کو ختم کرکے اسے واپس لے لیا یا اس کا نکاح کردیا تھا مگر اس کے شوہر نے اس کو طلاق دیدی اور اس کی عدت بھی پوری ہوگئی تو ان صورتوں میں وہ شخص ان میں سے کسی ایک سے بھی جماع نہ کرے تاوقتیکہ دوسری بہن کو اپنے لئے حرام نہ کرلے۔ کسی شخص نے ایک باندی سے نکاح کرلیا اور اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے اس کی بہن کو خرید لیا تو اس کے لئے خریدی ہوئی باندی سے جنسی لطف حاصل کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ فراش یعنی زوجتی کا استحقاق نفس نکاح سے ثابت ہوجاتا ہے اس لئے اگر وہ خریدی ہوئی باندی سے جماع کرے گا تو یہی کہا جائے گا کہ اس نے فراش یعنی زوجیت کا استحقاق) میں دو بہنوں کو جمع کیا اور یہ حرام ہے۔

اگر ایک شخص نے اپنی باندی سے جماع کرلیا اور اس کے بعد اس کی بہن سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگا اور جب نکاح صحیح ہو گیا تو اب وہ باندی سے جماع نہ کرے گا اگرچہ ابھی تک منکوحہ سے جماع نہ کیا ہو اور اس منکوحہ سے اس وقت تک جماع نہ کرے جب تک کہ اپنی باندی یعنی منکوحہ کی بہن کو مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے اپنے لئے حرام نہ کرلے اور اگر اس نے اپنی باندی کی بہن سے ایسی صورت میں نکاح کیا کہ اس باندی سے جماع نہیں ہوا ہے تو پھر منکوحہ سے جماع کرسکتا ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی باندی سے جماع کے بعد اس کی بہن سے نکاح کیا مگر وہ نکاح کسی وجہ سے فاسد ہوگیا تو محض نکاح سے وہ باندی حرام نہ ہوگی ہاں اگر نکاح کے بعد وہ منکوحہ سے جماع کرلے تو باندی سے جماع کرنا حرام ہوجائے گا۔ اگر دو بہنوں نے کسی شخص سے یہ کہا کہ ہم نے اتنے مہر کے عوض تمہارے ساتھ اپنا نکاح کیا اور یہ الفاظ دونوں کی زبان سے ایک ساتھ ادا ہوئے اور اس شخص نے ان میں سے ایک کا نکاح قبول کرلیا تو یہ نکاح جائز ہوجائے گا اور اگر پہلے خود اس شخص نے ان دونوں بہنوں سے یہ کہا کہ میں نے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ہزار روپیہ کے عوض اپنا نکاح کیا اور ان میں سے ایک نے قبول کرلیا اور دوسری نے انکار کردیا تو دونوں کا نکاح باطل ہوگا۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے اپنا نکاح کروانے کے لئے ایک آدمی کو اپنا وکیل بنایا اور پھر کسی دوسرے آدمی کو بھی اسی کام کے لئے اپنا وکیل بنا دیا اس کے بعد ان دونوں میں سے ہر ایک وکیل نے ایک ایک عورت سے اس شخص کا نکاح ان عورتوں کی اجازت کے بغیر کر دیا اور پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں عورتیں رضائی بہنیں ہیں، نیز ان دونوں وکیلوں کی زبان سے نکاح کے الفاظ ایک ساتھ ادا ہوئے تھے تو اس صورت میں دونوں عورتوں کے نکاح باطل ہوں گے، اسی طرح اگر یہ دونوں نکاح ان عورتوں کی اجازت سے ہوں یا ایک کی اجازت سے اور ایک کی بغیر اجازت تو بھی یہی حکم ہوگا۔ ایک شخص مثلاً زید نے دو بہنوں سے نکاح کیا حالانکہ ان میں سے ایک بہن کسی دوسرے شخص کے نکاح میں تھی یا کسی دوسرے شوہر کے طلاق دینے کی وجہ سے ابھی عدت کے دن گزار رہی تھی تو اس صورت میں زید کا نکاح صرف دوسری بہن کے ساتھ صحیح ہوگا۔

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی یا ایک طلاق بائن یا تین طلاق دی یا نکاح فاسد ہو جانے کی وجہ سے نکاح فسخ ہو گیا یا شبہ ہو کر کسی عورت سے جماع کر لیا غرضیکہ ان میں سے کسی بھی صورت کے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ عورت کہ عدت کے دن گزار رہی ہو تو اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے وہ شخص نکاح نہیں کر سکتا اور جس طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں اسی طرح اس کی کسی بھی ایسی رشتہ والی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں جو اس کے لئے ذوات الارحام میں سے ہو اور دونوں کا بیک وقت کسی ایک کے نکاح میں رہنا حرام ہو (مثلاً اس کے زمانہ عدت میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا جائز نہیں) اور اسی طرح اس کے زمانہ عدت میں اس کے علاوہ مزید چار عورتوں سے نکاح کرنا بھی حلال نہیں۔

اگر کسی شخص نے اپنی باندی کو جو ام ولد یعنی اس کے بچہ کی ماں تھی آزاد کر دیا تو جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے اس کی بہن سے شادی کرنا جائز نہیں ہوگا۔ البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے زمانہ عدت میں اس کے ماسوا چار عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہوگا جب کہ صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کے زمانہ عدت میں اس کی بہن سے بھی نکاح کر سکتا ہے۔ اگر کسی شوہر نے کہا کہ میری مطلقہ بیوی نے بتایا کہ اس کی عدت کے دن پورے ہو گئے ہیں (لہٰذا میں اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہوں) تو اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ طلاق دیئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟

اگر طلاق دیئے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے جس میں عدت پوری ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تو شوہر کا قول معتبر نہیں ہوگا اس طرح اس کی مطلقہ بیوی کا یہ کہنا کہ میری عدت پوری ہو گئی ہے قابل اعتبار نہ ہوگا ہاں اگر وہ کوئی ایسی صورت بیان کرے جس میں عدت پوری ہونے کا احتمال ہو جیسے وہ یہ بیان کرے کہ طلاق کے دوسرے دن میرا حمل جس کے اعضاء پورے تھے ساقط ہو گیا ہے تو اس صورت میں اس کا قول معتبر ہوگا۔ اور طلاق کو اتنا عرصہ گزر چکا ہو کہ اس میں عدت پوری ہونے کا امکان ہو تو اگر عورت اپنے شوہر کے قول کی تصدیق کر دے یا اس مجلس میں موجود نہ ہو تو شوہر کا قول معتبر ہوگا اور اس کے لئے بیک وقت چار دوسری عورتوں سے یا سابقہ بیوی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہوگا بلکہ حنفی علماء تو یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں اگر بیوی شوہر کو جھٹلا دے تو بھی شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

کسی شخص کی بیوی مرتد ہو کر دار الحرب چلی جائے تو شوہر کے لئے اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے اس کی بہن سے نکاح

کرنا جائز ہے جیسا کہ اس کے مرجانے کی صورت میں اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے پھر اگر وہ مرتدہ عورت مسلمان ہو کر دار الحرب سے لوٹے اور اس کا شوہر اس کی بہن سے نکاح کر چکا ہو تو اس کی بہن کا نکاح فاسد نہیں ہوگا اور اگر وہ بہن کے ساتھ نکاح ہونے سے پہلے لوٹے تو حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو اس صورت میں بھی وہ شخص اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص اس صورت میں اس کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا۔

ایسی دو عورتوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے جو ایک دوسرے کی پھوپھی یا ایک دوسرے کی خالہ ہوں اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمرو کی ماں سے اور عمرو نے زید کی ماں سے نکاح کیا اور ان دونوں کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوئیں تو ان میں ہر ایک لڑکی دوسری لڑکی کی پھوپھی ہوگی یا یہ کہ مثلاً زید نے عمرو کی لڑکی سے اور عمرو نے زید کی لڑکی سے نکاح کیا اور ان کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوئیں تو ان میں سے ہر ایک لڑکی کی خالہ ہوگی اور ان دونوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر کسی شخص نے ایسی دو عورتوں سے نکاح کر لیا جن میں سے ایک تو اس شخص کے لئے حرام تھی خواہ اس کی محرم ہونے کی وجہ سے یا شادی شدہ ہونے کی وجہ سے اور یا بت پرست ہونے کی وجہ سے اور دوسری عورت ایسی تھی جس سے اس شخص کو نکاح کرنا جائز تھا تو ایسی صورت میں اس کا اس عورت کے ساتھ نکاح صحیح ہوگا جو اس کے لئے حلال تھی اور اس عورت کے ساتھ نکاح باطل ہوگا جو اس کے لئے حرام تھی اور مقرر کردہ کل مہر اسی عورت کو ملے گا جس کے ساتھ نکاح صحیح ہوا ہے۔

یہ حکم امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کے مطابق ہے اور اگر اس شخص نے نکاح کے بعد اس عورت سے جماع کر لیا جس کے ساتھ نکاح کرنا اس کے لئے حلال نہیں تھا تو اس کو مہر مثل ملے گا خواہ وہ کسی مقدار میں ہو اور مقرر کردہ کل مہر اس عورت کو ملے گا جس کے ساتھ نکاح کرنا حلال تھا۔

پانچواں سبب مملوکہ ہونا:

یعنی وہ باندیاں جن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے جب کہ پہلے سے آزاد عورت نکاح میں ہو اسی طرح آزاد عورت سے اور باندی سے ایک ساتھ نکاح کرنا بھی حرام ہے۔ مدبر یعنی وہ لونڈی جس سے اس کا آقا کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہو جائے گی) اور ام ولد (یعنی وہ باندی جس کے پیٹ سے اس کے آقا کا بچہ پیدا ہو) اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک عقد میں ایک آزاد عورت اور ایک باندی سے نکاح کیا تو آزاد عورت کا نکاح صحیح ہوگا اور باندی کا نکاح باطل ہو جائے گا بشرطیکہ وہ آزاد عورت ایسی ہو جس سے نکاح کرنا اس کے لئے جائز تھا اگر وہ آزاد عورت ایسی ہو جس کے ساتھ نکاح کرنا اس کے لئے جائز نہیں تھا جیسے وہ اس کی پھوپھی یا خالہ تھی تو پھر باندی کا نکاح باطل نہیں ہوگا اور اگر کسی شخص نے پہلے باندی سے نکاح کیا اور پھر آزاد عورت سے نکاح کیا تو دونوں کا نکاح صحیح ہوگا۔ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو جو ایک آزاد عورت ہے طلاق بائن یا تین طلاق دیدیں اور وہ ابھی تک اپنی عدت کے دن گزار رہی تھی کہ اس شخص نے ایک باندی سے نکاح کر لیا تو اس صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا قول تو یہ ہے کہ باندی کا نکاح جائز نہیں ہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ جائز ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق رجعی کی عدت کے دوران کسی باندی سے نکاح کرلے تو اس کے بارے میں متفقہ طور پر یہ مسئلہ ہے کہ اس کا نکاح جائز نہیں

ہوگا۔ اگر کسی شخص نے ایک باندی اور ایک ایسی آزاد عورت کے ساتھ نکاح کیا جو نکاح فاسد یا جماع شبہ کی عدت کے دن گزار رہی تھی تو باندی کا نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے اپنی منکوحہ باندی کی طلاق رجعی کی عدت کے دوران کسی آزاد عورت سے نکاح کیا اور پھر اپنی اس منکوحہ باندی سے رجوع کر لیا (یعنی اپنی دی ہوئی طلاق واپس لے کر پھر اسے بیوی بنالیا) تو یہ جائز ہوگا۔ کسی غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر ایک آزاد عورت سے نکاح کیا اور اس سے جماع بھی کر لیا اور پھر آزاد کی اجازت کے بغیر کسی باندی سے بھی نکاح کر لیا اور اس کے بعد اس کے آقا نے اس کو دونوں سے نکاح کی اجازت دیدی تو اس صورت میں آزاد عورت کا نکاح صحیح اور باندی کا باطل ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کی باندی سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا لیکن اس کے ساتھ جماع نہیں کیا اور پھر کسی آزاد عورت سے بھی نکاح کر لیا اور اس کے بعد باندی کے مالک نے نکاح کی اجازت دیدی تو اس صورت میں بھی باندی کا نکاح صحیح نہیں ہوگا اور اگر کسی شخص نے ایک باندی سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اور پھر اس باندی کی لڑکی سے جو آزاد تھی نکاح کر لیا اور اس کے بعد باندی کے مالک نے باندی کے نکاح کی اجازت دیدی تو لڑکی کا نکاح صحیح ہوگا باندی کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ ایک شخص مثلاً زید کے ایک بالغہ لڑکی اور ایک بالغہ باندی ہے زید نے کسی شخص سے کہا کہ میں نے دونوں کا نکاح اتنے مہر کے عوض تمہارے ساتھ کر دیا اس شخص نے باندی کا نکاح قبول کر لیا تو یہ نکاح باطل ہوگا اور اگر اس کے بعد اس شخص نے آزاد لڑکی کا نکاح قبول کر لیا تو یہ نکاح جائز ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص آزاد عورت سے نکاح کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود کسی باندی سے نکاح کر لے اور وہ باندی خواہ مسلمان ہو یا اہل کتاب یعنی یہودی اور عیسائی) تو نکاح صحیح ہو جائے گا لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ آزاد عورت سے نکاح کرنے استطاعت وقدرت رکھنے کے باوجود باندی سے نکاح کرنا مکروہ ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک ہی عقد میں چار باندیوں اور پانچ آزاد عورتوں سے نکاح کیا تو صرف باندیوں کا نکاح صحیح ہوگا۔ چھٹا سبب تعلق حق غیر: یعنی ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے جن کے ساتھ کسی دوسرے مرد کا حق متعلق ہو۔ چنانچہ جو عورت کسی کے نکاح میں ہو، یا کسی کی عدت میں ہو اور عدت خواہ طلاق کی ہو یا موت کی یا نکاح فاسد کی کہ جس میں جماع ہو گیا تھا اور یا شبہ نکاح کی تو ایسی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی شخص نے انجانے میں دوسرے کی منکوحہ عورت سے نکاح کر لیا اور اس کے ساتھ جماع بھی کر لیا تو اب جب کہ ان میں جدائی ہوگی تو عورت پر عدت واجب ہوگی اور اگر وہ شخص جانتا تھا کہ یہ دوسرے کی بیوی ہے تو جدائی کے بعد اس عورت پر عدت واجب نہیں ہوگی اور اس کے خاوند کے لئے اس سے جماع کرنا ناجائز نہیں ہوگا اور اگر اس کا خاوند اسے طلاق دیدے تو صاحب عدت کے لئے زمانہ عدت میں اس سے نکاح کرنا جائز ہوگا بشرطیکہ عدت کے علاوہ اور کوئی مانع موجود نہ ہو۔ جس عورت کو زنا کا حمل ہو اس سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن جب تک ولادت نہ ہو جائے خاوند کو اس سے جماع کرنا ناجائز ہے اور اسباب جماع یعنی بوسہ اور مساس وغیرہ بھی ناجائز ہیں اور اگر اس حاملہ زنا سے وہ شخص نکاح کرے جس نے اس کے ساتھ زنا کیا تھا تو اس کا نکاح بھی صحیح ہوگا اور وہ وضع حمل سے قبل جماع بھی کر سکتا ہے اور وہ عورت نفقہ کی مستحق ہوگی۔ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا کچھ عرصہ بعد میں عورت کا حمل ساقط ہو گیا جس کے اعضاء ظاہر ہو چکے تھے اب اگر یہ اسقاط حمل نکاح سے چار ماہ یا اسے زائد عرصہ بعد ہوا ہے تو نکاح جائز ہوگا اور اگر چار مہینہ سے کم عرصہ میں یہ اسقاط ہوا ہے تو نکاح جائز نہیں ہوگا اس

لئے کہ حمل کے اعضاء چار مہینہ سے کم میں ظاہر نہیں ہوتے (حاصل یہ کہ اگر اسقاط نکاح سے چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ کے بعد ہوا ہے اور حمل کے اعضاء ظاہر ہیں تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ وہ حمل اسی شخص کا ہے جس نے نکاح کیا ہے اور اگر چار ماہ سے کم عرصہ میں اسقاط ہوا ہے اور حمل کے اعضاء ظاہر ہیں تو پھر یہ احتمال ہوگا کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص کے نکاح میں تھی اور اس کا یہ حمل ہے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں نکاح صحیح نہیں ہوتا اور ایسی حاملہ عورت جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس کا حمل فلاں شخص کے جائز نطفہ سے ہے تو متفقہ طور پر یہ مسئلہ ہے کہ اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا۔ اور امام ابویوسف نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر کوئی ایسی عورت ہو جو حربی کافر سے حاملہ ہوئی ہو اور وہ ہجرت کر کے یا باندی بنا کر دارالاسلام میں لائی گئی ہو تو اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ لیکن جب تک اس کے ہاں ولادت نہ ہو جائے اس سے جماع کرنا جائز نہیں ہوگا۔ امام طحاوی نے اسی قول پر اعتماد کیا ہے لیکن حضرت امام محمد نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا ایک یہ قول نقل کیا ہے کہ اس صورت میں نکاح جائز نہیں ہوتا اسی پر امام کرخی نے اعتماد کیا ہے اور یہی قول زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی ام ولد باندی کا نکاح کسی کے ساتھ کر دیا درآنحالیکہ وہ اپنے آقا سے حاملہ تھی تو یہ نکاح باطل ہوگا ہاں اگر وہ حاملہ نہ ہو تو پھر نکاح صحیح ہوگا۔ ایک شخص نے اپنی باندی سے جماع کیا اور اس کے بعد کسی سے اس کا نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہو جائے گا لیکن آقا کے ل※ یہ مستحب ہوگا کہ وہ اپنے نطفہ کی حفاظت کی خاطر اس باندی سے استبراء کرائے (یعنی ایک حیض آنے کے بعد اس کو خاوند سے جماع کرانے دے اور جب یہ نکاح جائز ہو گیا تو خاوند کے لئے استبراء کا انتظار کئے بغیر) اس سے جماع کرنا بھی جائز ہوگا۔ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابویوسف کا قول ہے اور حضرت امام محمد کا یہ قول ہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ اس کا خاوند اس کے استبراء کے بغیر اس سے جماع کرلے۔ فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرت امام محمد کا قول مبنی بر احتیاط ہے اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں لیکن اس مسئلہ میں ائمہ کا یہ اختلاف قول اس صورت میں ہے کہ جب آقا نے باندی کا نکاح استبراء کرائے بغیر کر دیا ہو اور اگر نکاح سے پہلے استبراء ہو چکا تھا یعنی آقا سے مجامعت کے بعد باندی کو ایک حیض آ گیا تھا تو اس صورت میں سب کا متفقہ قول یہی ہے کہ خاوند کو استبراء کے بغیر اس سے جماع کرنا جائز ہوگا۔ کسی شخص نے ایک عورت کو زنا کراتے دیکھا اور پھر بعد میں خود اس سے نکاح کرلیا تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابویوسف کے نزدیک اس استبراء سے پہلے بھی اس سے جماع کرنا جائز ہوگا لیکن حضرت امام محمد کا اس صورت میں بھی یہی قول ہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ اس کا خاوند اس سے استبراء کے بغیر جماع کرلے۔ اگر کوئی شخص اپنے لڑکے کی باندی سے نکاح کرلے تو حنفیہ کے نزدیک یہ نکاح جائز ہو جائے گا۔ اگر کسی عورت کو قید کر کے دارالحرب سے دارالاسلام لایا گیا اور اس کا شوہر ساتھ نہیں ہے تو اس پر عدت واجب نہ ہوگی اور اس سے کوئی بھی شخص نکاح کر سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام آ جائے تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس پر بھی عدت واجب نہیں ہوگی اور اس سے کوئی بھی شخص نکاح کر سکتا ہے لیکن صاحبین یعنی امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر عدت واجب ہوگی۔ جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے) اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا لیکن اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس سے جماع کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک کہ ایک حیض آ جانے کی وجہ سے استبراء نہ ہو جائے۔ ساتواں سبب اختلاف

مذہب: یعنی وہ عورتیں جن کے مشترک ہونے کی وجہ سے ان سے نکاح کرنا حرام ہے چنانچہ آتش پرست اور بت پرست عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں خواہ وہ آزاد ہوں یا باندی اور بت پرستوں کے حکم میں وہ عورتیں بھی داخل ہیں جو سورج اور ستاروں کی پرستش کرتی ہیں یا اپنی پسندیدہ تصویروں کی پوجا کرتی ہیں یا یونانی حکماء کے نظریہ کے مطابق اللہ کے بے کار معطل ہونے کا عقیدہ رکھتی ہیں یا زندقہ (یعنی دہریت) میں مبتلا ہیں یا فرقہ باطنیہ اور فرقہ اباحیہ سے تعلق رکھتی ہیں فرقہ باطنیہ سے وہ فرقہ مراد ہے جو قرآن کے باطنی معنی کا عقیدہ رکھتا ہے اور فرقہ اباحیہ سے مراد وہ فرقہ ہے جس کے ہاں دنیا کا ہر کام خواہ وہ اچھا ہو یا برا کرنا جائز ہے) اسی طرح ہر اس مذہب کو ماننے والی عورت بھی اسی حکم میں داخل ہے جس کو اختیار کرنا کفر کا باعث ہو اسی طرح اپنی اس باندی سے جو آتش پرست مشرکہ ہو جماع کرنا بھی ناجائز ہے۔ مسلمان کو کتابیہ یعنی یہودی یا عیسائی عورت سے جو دارالحرب میں رہتی ہو اور ذمیہ کافرہ یعنی مسلمانوں کے ملک میں خراج دے کر رہنے والی) عورت سے شادی کرنا جائز ہے خواہ وہ آزاد ہو یا باندی ہو لیکن اولیٰ یہی ہے کہ ان سے بھی شادی نہ کی جائے اور نہ ان کا ذبح کیا ہوا جانور بغیر ضرورت کے کھایا جائے۔ اگر کسی مسلمان نے کسی یہودی یا عیسائی عورت سے شادی کر لی تو اس کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ اپنی بیوی کو اس کے عبادت خانہ (یعنی گرجا گھر وغیرہ (نہ جانے دے اور نہ اسے اپنے گھر میں شراب بنانے دے لیکن مسلمان شوہر کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ اپنی عیسائی یا یہودی بیوی کو حیض و نفاس کے منقطع ہونے اور جنابت لاحق ہونے پر غسل کے لئے مجبور کرے۔ اگر کسی مسلمان نے دارالحرب میں کتابیہ حربیہ سے نکاح کر لیا تو اس کا نکاح جائز ہو جائے گا لیکن مکروہ ہوگا اور پھر اس نکاح کے بعد دونوں میاں بیوی دارالاسلام آجائیں تو دارالحرب میں کیا ہوا نکاح باقی رہے گا۔ ہاں اگر یہ صورت ہو کہ شوہر دارالاسلام آجائے اور بیوی کو وہیں چھوڑ آئے تو تباین دارین (ملک بدل جانے) کی وجہ سے دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔ جو لوگ کسی آسمانی مذہب کے پیروکار ہوں اور ان کے فرقہ کے لے آسمانی کتاب بھی ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام کے صحیفے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور وغیرہ تو وہ لوگ اہل کتاب میں شمار ہوں گے اور ان کی عورتوں سے مسلمانوں کی شادی بھی جائز ہے اور ان کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا بھی حلال ہوگا۔ اگر کسی شخص کے والدین میں سے ایک تو کتابی یعنی یہودی یا عیسائی ہو اور دوسرا آتش پرست ہو تو وہ شخص اہل کتاب میں شمار کیا جائے گا۔ ایک مسلمان نے کسی کتابیہ عورت سے شادی کی اور پھر وہ عورت اپنا مذہب تبدیل کر کے) آتش پرست ہو گئی تو وہ اپنے مسلمان شوہر کے لئے حرام ہو جائے گی اور دونوں کی شادی کالعدم قرار پائیگی اور اگر یہودی عورت سے شادی کی اور پھر وہ عیسائی ہو گئی یا عیسائی عورت سے شادی کی اور شادی کے بعد وہ یہودی ہو گئی تو اس صورت میں نکاح باقی رہے گا۔ اس بارے میں اصول و ضابطہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ تبدیل مذہب کے وقت یہ دیکھا جائے گا کہ خاوند بیوی میں سے جس نے بھی اپنا مذہب چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب قبول کیا ہے وہ کوئی ایسا مذہب تو نہیں ہے کہ اگر وہ دونوں از سر نو شادی کریں تو اس مذہب کی وجہ سے ان کی شادی جائز نہ ہو سکے (مثلاً آتش پرستی ایسا مذہب ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی آتش پرست عورت سے شادی کرنا چاہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا) چنانچہ اگر وہ مذہب ایسا ہوگا جس کے پیروکار اور مسلمان کے درمیان شادی بیاہ سرے سے جائز ہی نہیں ہوتا تو خاوند و بیوی میں سے جو بھی اپنا مذہب چھوڑ کر اس مذہب کو قبول کرے گا شادی کالعدم ہو جائے گی۔ اب رہی یہ بات کہ اگر مسلمان خاوند اور یہودی یا عیسائی بیوی

میں سے کوئی بھی مجوسیت (یعنی آتش پرستی) اختیار کر لے اور اس کی وجہ سے ان دونوں کی شادی فاسد ہو جائے تو اس کے بعد کیا حکم ہوگا؟ تو اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر شادی کے فاسد ہونے کا سبب عورت بنی ہے یعنی بیوی نے مجوسیت اختیار کر لی ہے تو دونوں کے درمیان جدائی ہو جائے گی اور اسے نہ مہر ملے گا اور نہ متعہ بشرطیکہ اس نے جماع سے پہلے اپنا مذہب تبدیل کیا ہو اور اگر اس نے اس وقت مجوسیت کو اختیار کیا جب کہ اس کا شوہر اس سے جماع کر چکا تھا تو پھر اس کو پورا مہر دیا جائے گا اور اگر شادی کے فاسد ہونے کا سبب مرد بنا ہے یعنی خاوند نے اپنا مذہب چھوڑ کر مجوسیت کو اختیار کر لیا ہے اور خاوند و بیوی میں جدائی ہو گئی ہے تو اسے عورت کو مقررہ مہر کا آدھا دینا ہوگا بشرطیکہ یہ صورت حال جماع سے پہلے ہی واقع ہو چکی ہو اور اگر مہر مقرر نہیں تھا تو متعہ ایک جوڑا کپڑا دینا ہوگا اور اگر جماع کے بعد ایسا ہوا تو پھر اس عورت کو پورا مہر دینا واجب ہوگا۔ جو مسلمان مرتد ہو گیا ہو اس کا نکاح نہ تو کسی مرتدہ سے جائز ہوتا ہے نہ کسی کافرہ سے اور نہ کسی مسلمان عورت سے، اسی طرح جو مسلمان عورت مرتدہ ہو جائے اس کا نکاح بھی کسی کے ساتھ جائز نہیں ہوتا۔ کسی مسلمان عورت کی شادی نہ تو مشرک سے جائز ہوتی ہے اور نہ کتابی یعنی یہودی یا عیسائی سے۔ بت پرست وآتش پرست عورت کی شادی ہر مشرک و کافر سے صحیح ہو جاتی ہے مگر مرتد کے ساتھ صحیح نہیں ہوتی۔ ذمی کافروں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے اگرچہ ان کے مذاہب مختلف ہوں۔ مسلمان کے لئے اپنی مسلمان بیوی کی موجودگی میں کتابیہ یعنی یہودی یا عیسائی عورت) سے اور اپنی کتابیہ بیوی کی موجودگی میں مسلمان عورت سے عقد ثانی جائز ہے اور نوبت یعنی شب گزاری کے لئے باری مقرر کرنے کے سلسلے میں دونوں کے حقوق برابر ہوں گے۔ آٹھواں سبب مالک ہونا: یعنی وہ عورتیں جو مالک ہونے کے سبب سے اپنے مملوک غلام کے لئے حرام ہیں۔ چنانچہ کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے غلام سے نکاح کرے اسی طرح اس کو اس غلام کے ساتھ بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے جو اس کے اور کسی دوسرے شخص کے درمیان مشترک ہو۔ اگر نکاح کے بعد خاوند بیوی میں کوئی بھی ایک دوسرے کے کل یا جزء کا مالک ہو جائے تو نکاح باطل ہو جائے گا۔ اگر کسی مرد نے اپنی لونڈی سے نکاح کر لیا یا اس لونڈی سے نکاح کیا جس کا وہ جزوی مالک ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ لیکن اس بارے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ ہمارے زمانہ میں لونڈی غلاموں کی خرید وفروخت کا بالکل رواج نہیں رہا اور نہ آج کے دور میں وہ شرائط وقیود پائی جاتی ہیں جن کی موجودگی میں لونڈی سے جماع جائز ہوتا ہے اسی لئے بعض علماء لکھتے ہیں کہ اگر کہیں لونڈی رکھنے کا کوئی رواج ہو تو اس سے جماع نہ کرنا چاہئے بلکہ) اس لونڈی سے نکاح کر لینا چاہئے تا کہ اگر واقعۃً لونڈی نہ ہو بلکہ آزاد عورت ہو تو نکاح کی وجہ سے اس سے جماع کرنا جائز ہو جائے اگر کسی آزاد مرد نے اپنی بیوی کو جو کسی کی باندی ہو شرط خیار کے ساتھ خرید لیا تو اس صورت میں اس کا نکاح باطل نہیں ہوگا۔ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے۔ نواں سبب طلاق: یعنی وہ عورتیں جو طلاق سے حرام ہو جاتی ہیں چنانچہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو جو آزاد عورت ہو تین طلاق دیدیں تو اس کے بعد اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا ہاں اگر وہ عورت اپنی عدت پوری کر کے) دوسرے کسی مرد سے نکاح کر لے اور دونوں میں مجامعت ہو جائے اور پھر وہ مرد اس کو طلاق دیدے تو عدت گزرنے کے بعد پہلے شوہر کے لئے اس سے نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے اور اگر کسی شخص نے کسی باندی سے نکاح کیا اور پھر اسے دو طلاقیں دیدیں تو اس کے بعد اس سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا اور جس طرح اس سے نکاح کرنا جائز نہیں اسی طرح اس کو باندی بنا

کر اس سے جماع کرنا بھی درست نہیں ہے۔ایک شخص نے کسی کی باندی سے نکاح کیا اور پھر طلاق دیدیں اس کے بعد اس کو خرید کر آزاد کر دیا اب اگر وہ اس سے نکاح کرنا چاہے تو وہ اس صورت میں جائز ہوگا کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور وہ مرد اس کے ساتھ جماع کرے اور پھر اس کو طلاق دیدے اور جب عدت کے دن پورے ہو جائیں تو وہ شخص یعنی پہلا شوہر اس سے نکاح کر لے۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

بَابٌ فِي نِكَاحِ الْمُتْعَةِ

باب: نکاح متعہ (کا حکم)

2072 حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَتَذَاكَرْنَا مُتْعَةَ النِّسَاءِ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يُقَالُ لَهُ رَبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ: أَشْهَدُ عَلَى أَبِي أَنَّهُ حَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

❁❁ ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: ہم عمر بن عبدالعزیز کے پاس موجود تھے، ہم متعہ کے بارے میں بات کر رہے تھے، کہ ایک صاحب جن کا نام ربیع بن سبرہ تھا، انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا: میں اپنے والد کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات بیان کرتا ہوں: انہوں نے یہ بات بیان کی ہے:

''نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اس سے منع کر دیا تھا''

2073 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ مُتْعَةَ النِّسَاءِ

❁❁ ربیع بن سبرہ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے متعہ کو حرام قرار دیا ہے''

نکاح متعہ کے حرام ہونے کا بیان

علماء کا اتفاق ہے کہ جنگ خیبر سے پہلے متعہ حلال تھا پھر جنگ خیبر کے موقع پر متعہ حرام کر دیا گیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے متعہ حلال کر دیا گیا اور اس کے بعد اس کو دائما حرام قرار دیا گیا۔

متعہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حرام قرار نہیں دیا اور نہ ہی آپ کا یہ منصب تھا بلکہ آپ نے متعہ کی حرمت کو واضح کیا

2072-اسناده صحيح. عبد الوارث: هو ابن سعيد، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب. واخرجه بنحوه مسلم (1406) من طرق عن الزهري، بهذا الاسناد. وجاء في روايتهن عند مسلم ان النهي عن المتعة كان يوم الفتح. ولم يرد في بقية الروايات زمن ذلك. واخرجه بنحوه ايضا مسلم (1406)، وابن ماجه (1962)، والنسائي في "الكبرى" (5516-5520) و (5525)

2073-اسناده صحيح. عبد الرزاق: هو الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد. واخرجه بنحوه مسلم (1406)، والنسائي في "الكبرى" (5521) من طريقين عن معمر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (15344).

تو: کسی بھی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وطن میں متعہ کی اجازت دی گئی ہو۔ بلکہ جنگ کے ایام میں سخت گرمی کی وجہ سے اس کو حلال کیا گیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بغیر بیویوں کے ان سخت گرم علاقوں میں رہنا مشکل تھا۔ اس لیے مباح قرار دیا گیا تھا لیکن اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا گیا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے ہم ثنیۃ الوداع پر اترے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغوں کو دیکھا اور عورتوں کو روتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جن سے متعہ کیا گیا تھا اور وہ رو رہی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نکاح، طلاق، عدت، اور میراث نے متعہ کو حرام کر دیا ہے۔ (مسند ابو یعلی، رقم الحدیث: 6594)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کر دیا۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4216 صحیح مسلم، حدیث نمبر: 1407)

قرآن و حدیث میں نکاح متعہ کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ متعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دے دیا۔ لہٰذا اب اگر کوئی یہ کہے کہ متعہ حلال و جائز ہے یہ کلام اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (النساء،4:03)

جو عورتیں تم کو پسند ہیں ان سے نکاح کرو دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے اور اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ ان کے درمیان انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک نکاح کرو یا اپنی کنیزوں پر اکتفا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے قضاء شہوت کی صرف دو جائز صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک سے چار بیویوں تک نکاح کر سکتے ہیں یا پھر اپنی باندیوں سے نفسانی خواہش پوری کر سکتے ہیں اور بس۔ اگر متعہ بھی قضاء شہوت کی جائز شکل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ان دو صورتوں کے ساتھ ذکر فرماتا۔ اس جگہ متعہ کا بیان نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جائز نہیں۔ اوائل اسلام سے لے کر فتح مکہ تک متعہ کی جو شکل معمول اور مباح تھی اس آیت کے ذریعے اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ متعہ میں صرف عیاشی ہے اس میں نہ تو مرد پر عورت کے لیے نان و نفقہ ہوتا ہے اور نہ طلاق نہ عدت اور نہ وہ مرد کی وارث بنے گی، یہ محض صرف عیاشی ہے اور عورت کی حفاظت و عزت صرف نکاح میں ہے۔

نکاح متعہ کے باطل ہونے کا بیان

نکاح متعہ باطل ہے اور جب کسی عورت سے اس طرح کا نکاح یعنی متعہ جائز نہیں ہوگا تو نہ اس سے جماع کرنا حلال ہوگا اور نہ اس پر طلاق واقع ہوگی اور نہ اس پر ایلاء اور ظہار کے احکام نافذ ہوں گے اسی طرح ان کے درمیان وارثت کا کوئی سلسلہ بھی قائم نہیں ہوگا۔ نکاح متعہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی مرد کسی ایسی عورت سے جو موانع (یعنی کسی دوسرے کی زوجیت یا عدت وغیرہ) سے خالی ہو یہ کہے کہ میں مال کی اتنی مقدار مثلاً ایک ہزار روپیہ کے عوض اتنی مدت مثلاً دس روز کے لئے تمتع یعنی فائدہ اٹھاؤں گا یا یوں

کہے کہ تم اتنے روپے کے عوض دس روز یا چند روز تک اپنے نفس سے مجھے متمتع یعنی بہرہ مند کرو اور جس طرح نکاح متعہ ناجائز ہے اسی طرح نکاح مؤقت بھی ناجائز ہے اور نکاح مؤقت میں مدت قلیل ہو یا کثیر متعین ہو یا غیر متعین بہر صورت نکاح ناجائز ہوگا، ہاں اگر دونوں کسی ایسی مدت کا تعین کریں جو اتنی طویل ہو کہ اتنی مدت تک دونوں کا زندہ رہنا ناممکن ہو مثلاً یہ کہیں کہ ہم نے ایک ہزار سال کے لئے نکاح کیا تو اس صورت میں نکاح مؤقت کا حکم جاری نہیں ہوگا بلکہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور وقت کی شرط باطل ہو جائے گی۔

جیسا کہ نکاح کا وقت وقوع قیامت یا خروج دجال یا نزول عیسیٰ تک کی مدت بیان کرنے کی صورت میں نکاح کرنیوالے کا یہ خیال تھا کہ اس کو ایک سال تک اپنے پاس رکھوں گا پھر چھوڑ دوں گا تو اس صورت میں بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔

اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ ایک ماہ بعد طلاق دیدوں گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے نکاح کے وقت عورت سے یہ شرط کی کہ میں دن میں تمہارے ساتھ رہا کروں گا رات میں نہیں تو یہ نکاح بھی صحیح ہو جائے گا۔ اگر مرد و عورت دونوں احرام باندھے ہوئے ہوں تو ان کے لئے احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز ہے اسی طرح اگر کوئی ولی احرام باندھے ہوئے ہو تو احرام کی حالت میں اس عورت کا نکاح کر سکتا ہے جس کا وہ ولی ہے۔

ایک عورت نے (قاضی کی عدالت میں) کسی مرد مثلاً زید کے بارے میں دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے اور ثبوت کے طور پر اس نے دو گواہ بھی پیش کر دیئے، قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ زید اس عورت کا شوہر ہے حالانکہ واقعۃً زید نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا تھا تو اس عورت کے لئے جائز ہوگا کہ وہ زید کے ساتھ رہنے لگے اور زید کے لئے یہ جائز ہوگا کہ اگر وہ عورت اس سے جماع کی خواہش ظاہر کرے تو اس سے جماع کرے۔

یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے اور حضرت امام ابویوسف کا پہلا قول بھی یہی ہے لیکن ان کا دوسرا قول اس کے خلاف ہے اور حضرت امام محمد کے قول کے مطابق ہے امام محمد کا قول یہ ہے کہ اس صورت میں مرد کے لئے اس عورت سے جماع کرنا جائز نہیں ہوگا۔ مسئلہ مذکورہ میں قاضی کا فیصلہ عقد نکاح کے حکم میں ہوگا (یعنی یہ سمجھا جائے گا کہ گویا قاضی نے اس وقت نکاح کر دیا اس لئے عورت کو مرد کے ساتھ رہنے اور امام اعظم کے قول کے مطابق اس کی خواہش پر زید کو اس سے جماع کرنے کی بھی اجازت ہے) لیکن شرط یہ ہے کہ اس وقت عورت میں نکاح کی صلاحیت ہو (یعنی ایسا کوئی مانع موجود نہ ہو جو اس کو زید کی بیوی بننے سے روک دے) چنانچہ اگر یہ صورت ہو کہ قاضی کے فیصلہ کے وقت وہ عورت کسی دوسرے شخص کے نکاح میں ہو یا پہلے شوہر کے طلاق دیدینے کی وجہ سے عدت کے دن گزار رہی ہو یا اس مرد یعنی زید نے اس کو تین طلاق دے رکھی ہوں تو پھر قاضی کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا اور یہ عورت زید کی بیوی نہیں بنے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

اسی طرح اکثر علماء کے نزدیک قاضی کے فیصلہ کے نفاذ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس فیصلہ کے وقت گواہ بھی موجود ہوں اور اگر خود زید کسی عورت کے بارے میں دعویٰ کرے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا تھا اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں گواہ پیش کرے تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو اوپر ذکر کیا گیا ہے اسی طرح اگر کوئی عورت قاضی کی عدالت میں یہ دعویٰ کرے کہ میرے شوہر زید نے مجھے طلاق دیدی تھی اور اس نے جھوٹے گواہ بھی پیش کئے تو قاضی طلاق کا فیصلہ صادر کر دے گا باوجودیکہ وہ عورت جانتی ہے کہ میں نے

جھوٹ بولا ہے لہٰذا قاضی کا یہ فیصلہ طلاق کے حکم میں ہوگا اور اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اس کے بعد وہ عورت عدت کے دن گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور گواہ کے لئے بھی اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہوگا نیز وہ عورت نہ تو پہلے شوہر زید کے لئے حلال ہوگی یعنی اس سے نکاح نہیں کر سکتی اور نہ اس کے لئے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز ہوگا، نیز وہ عورت اپنے پہلے خاوند یعنی زید کے لئے حرام ہو جائے گی لیکن حضرت امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں وہ عورت نہ تو پہلے شوہر زید کے لئے حلال ہوگی یعنی اس سے نکاح نہیں کر سکتی اور نہ اس کے لئے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز ہوگا، حضرت امام محمد کا یہ قول ہے کہ جب تک دوسرا مرد جس سے اس نے نکاح کر لیا ہو) اس سے جماع نہ کرے پہلے شوہر کے لئے حلال رہے گی۔

اگر دوسرا مرد اس سے جماع کر لے گا تو پھر جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے عدت واجب ہونے کی وجہ سے پہلے شوہر کے لئے حرام رہے گی، گویا امام محمد کے نزدیک دوسرے کے ساتھ اس کا نکاح سرے سے جائز ہی نہیں ہوتا۔ ایک شخص مثلاً زید نے کسی عورت مثلاً خالدہ کے بارے میں دعوی کیا کہ اس نے میرے ساتھ نکاح کیا تھا لیکن خالدہ نے اس سے انکار کیا اس کے بعد زید نے خالدہ سے صلح کرنی چاہی اور اس سے کہا کہ اگر تم اقرار کر لو تو میں تمہیں ایک سو روپے دوں گا۔ خالدہ نے اقرار کر لیا تو اب زید پر یہ مال یعنی خالدہ کو ایک سو روپیہ دینا واجب ہوگا۔

اور خالدہ کا یہ اقرار عقدِ نکاح سمجھا جائے گا چنانچہ خالدہ نے یہ اقرار اگر گواہوں کے سامنے کیا ہوگا تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور خالدہ کے لئے زید کے ساتھ رہنا عند اللہ بھی صحیح سمجھا جائے گا (یعنی اس صورت میں وہ دونوں نہ صرف دنیاوی اور قانونی طور پر میاں بیوی سمجھے جائیں گے بلکہ اس کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ بھی نہیں ہوگا) ہاں اگر خالدہ کے اقرار کے وقت گواہ موجود نہ ہوں گے تو نہ نکاح منعقد ہوگا اور نہ خالدہ کے لئے زید کے ساتھ رہنا جائز ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ بتصرف، کتاب نکاح، بیروت)

نکاح متعہ کی حرمت کے دلائل کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے گدھوں کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا ہے گھروں میں رہنے والے گدھوں سے مراد وہ گدھے ہیں جو لوگوں کے پاس رہتے ہیں اور بار برداری وغیرہ کے کام آتے ہیں جنگلی گدھا کہ جس کو گورخر کہتے ہیں حلال ہے اس کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ (بخاری و مسلم مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 363)

کسی متعینہ مدت کے لیے ایک متعینہ رقم کے عوض نکاح کرنے کو متعہ کہتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ یہ کہہ کر نکاح کرے کہ فلاں مدت مثلاً دو سال تک اتنے روپے مثلاً ایک ہزار روپے) کے عوض تم سے فائدہ اٹھاؤں گا نکاح کا یہ خاص طریقہ یعنی متعہ اسلام کے ابتداء زمانہ میں تو جائز تھا مگر بعد میں حرام قرار دیا گیا۔

علماء لکھتے ہیں کہ متعہ کے سلسلے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ متعہ دو مرتبہ تو حلال قرار دیا گیا اور دو مرتبہ حرام ہوا، چنانچہ پہلی مرتبہ تو جنگ خیبر سے پہلے کسی جہاد میں جب صحابہ تجرد کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصی کرانے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں متعہ کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر جنگ خیبر کے دن

جو ۷ھ کا واقعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لئے متعہ کو حرام قرار دیا چنانچہ جواز متعہ کا فسخ ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

اسی سلسلہ میں حضرت ابن عمر نے اپنی روایت میں یہ ذکر کیا ہے کہ جس طرح حالت اضطرار میں بھوکے کو مردار کھانے کی اجازت ہے اسی طرح اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس شخص کے لئے جو بسبب تجرد جنسی ہیجان کی وجہ سے حالت اضطرار کو پہنچ گیا ہو یہ اجازت تھی کہ وہ متعہ کرلے مگر جب بعد میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ حرام قرار دیا گیا تو) پھر صحابہ نے اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ متعہ کے طور پر جو بھی نکاح ہوا اسے باطل قرار دیا جائے۔

اس لئے ہر دور میں تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع واتفاق رہا ہے کہ متعہ حرام ہے کیا صحابہ کیا فقہاء اور کیا محدثین سبھی کے نزدیک اس کا حرام ہونا ایک متفقہ مسلہ ہے صحابہ میں صرف ابن عباس پہلے اضطرار کی حالت میں متعہ کو مباح سمجھتے تھے مگر جب حضرت علی المرتضیٰ نے ان کو سخت تہدید کی اور متعہ کی قطعی وابدی حرمت سے ان کو واقف کیا تو حضرت ابن عباس نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور وہ بھی اس کی حرمت کے قائل ہو گئے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس کا اپنے اباحت کے قول سے رجوع کرنا حدیث وفقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

ہدایہ فقہ حنفی کی ایک مشہور ترین اور اونچے درجہ کی کتاب ہے، اس کے مصنف اپنے علم وفضل اور فقہی بصیرت ونکتہ رسی کے اعتبار سے فقہاء کی جماعت میں سب سے بلند مرتبہ حیثیت کے حامل ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ متعہ کے سلسلہ میں انہوں نے حضرت امام مالک کی طرف قول جواز کی جو نسبت کی ہے وہ ان کی سخت علمی چوک ہے نہ معلوم انہوں نے یہ بات کہاں سے لکھ دی کہ امام مالک متعہ کے جائز ہونے کے قائل تھے۔ امام مالک بھی متعہ کو اسی طرح حرام کہتے ہیں جس طرح تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔ چنانچہ نہ صرف ابن ہمام نے ہدایہ میں مذکورہ امام مالک کی طرف قول جواز کی نسبت کو غلط کہا ہے بلکہ ہدایہ کے بعد فقہ کی جتنی بڑی کتابیں تالیف ہوئیں تقریباً سب ہی میں ہدایہ کی اس غلطی کو بیان کرنا لازم سمجھا گیا ہے۔

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعہ کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 308)

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع واتفاق ہے کہ متعہ حرام ہے، لیکن نہ معلوم شیعہ کیوں اب بھی اسے جائز کہتے ہیں۔ بڑی عجیب بات یہ ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں تو انہی کی صحیح احادیث میں ائمہ سے متعہ کی حرمت منقول ہے مگر شیعوں کا عمل یہ ہے کہ وہ نہ صرف متعہ کے حلال ہونے پر اصرار کرتے ہیں بلکہ اس کے فضائل بھی بیان کرتے ہیں اور پھر مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ شیعہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ متعہ کو دراصل حضرت عمر نے حرام کیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے حضرت عمر کو حرام کرنے کا کیا اختیار تھا ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ انہوں نے جس طرح دوسرے اسلامی احکام کی تبلیغ میں بڑی شدت کے ساتھ حصہ لیا ہے اسی طرح انہوں نے متعہ کی حرمت کے اعلان میں بھی بڑی شد ومد کے ساتھ کوشش کی ہے۔ چنانچہ ان کا آخری اعلان یہ تھا کہ اگر میں نے سنا کہ کسی نے متعہ کیا ہے تو میں اس کو زنا کی سزا دوں گا ان کے اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ اس وقت کی متعہ کی

حرمت سے ناواقف تھے وہ بھی واقف ہو گئے لہٰذا حضرت عمر نے تو صرف اتنا کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی تبلیغ کر دی اب اگر شیعہ یہ کہیں کہ متعہ کو حضرت عمر نے حرام کیا ہے تو اس کی ایک مضحکہ خیز الزام سے زیادہ کوئی اور اہمیت نہیں ہوگی۔

حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس کے تین یوم کے لئے متعہ کی اجازت دی تھی پھر اس سے ہمیشہ کے لئے منع کر دیا۔ (مسلم مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 364)

اوطاس ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ کے قریب طائف جانیوالے راستہ میں واقع ہے اور جس کے گردو پیش قبیلہ ہوازن کی شاخیں آباد تھیں اس کو وادی حنین بھی کہتے ہیں جب رمضان المبارک ۸ ھ میں مکہ فتح ہو گیا اور اسلام کی طاقت نے گویا پورے عرب کے باطل عناصر کو حق کے سامنے سرنگوں کر دیا تو اوطاس میں بسنے والے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں کو بڑی غیرت آئی اور انہوں نے پوری حشر سامانیوں کے ساتھ ایک مرتبہ اسلام کے مقابلہ کی ٹھانی چنانچہ شوال ۸ ھ میں ان قبیلوں کے لوگوں کے ساتھ اوطاس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں وہ جنگ ہوئی جسے غزوہ حنین کہا جاتا ہے اور غزوہ اوطاس اور غزوہ ہوازن کے نام سے بھی اس کو یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو سر بلند کیا اور اسلامی لشکر کو فتح عطاء فرمائی اس غزوہ میں غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو بہت زیادہ مال واسباب ہاتھ لگا چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور تقریباً چالیس ہزار روپیہ کی مالیت کی چاندی پر مسلمانوں نے قبضہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارا مال غنیمت وہیں اوطاس میں مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

بہر حال متعہ کی تحلیل وتحریم دوسری مرتبہ اسی جنگ اوطاس کے موقع پر ہوئی ہے اور یہ جنگ چونکہ فتح مکہ کے فوراً بعد ہوئی ہے اس لئے اس موقع پر متعہ کی ہونیوالی تحلیل وتحریم کی نسبت کو فتح مکہ کے دن کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ گویا اس سے پہلے کی حدیث کی تشریح میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ متعہ کی تحلیل وتحریم دوسری مرتبہ فتح مکہ کے دن ہوئی ہے تو وہاں فتح مکہ کے دن سے مراد فتح مکہ کے سال ہے، لہٰذا اب بات یوں ہوگی کہ دوسری مرتبہ متعہ کی تحلیل وتحریم فتح مکہ کے سال یعنی ۸ ھ میں جنگ اوطاس کے موقع پر ہوئی ہے۔

جواز متعہ کی تنسیخ کا بیان

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک جہاد تھے اور اس وقت ہمارے ساتھ ہماری عورتیں یعنی بیویاں اور لونڈیاں نہیں تھیں چنانچہ جب عورتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم جنسی ہیجان سے پریشان ہوئے تو (ہم نے کہا کہ کیا ہم خصی نہ ہو جائیں تاکہ جنسی ہیجان اور شیطان کے وسوسوں سے ہمیں نجات مل جائے) لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے تو منع فرما دیا البتہ ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دیدی چنانچہ ہم میں سے بعض لوگ کپڑے کے معاوضہ پر ایک معینہ مدت کے لئے عورت سے نکاح (متعہ) کر لیتے تھے۔ اس کے بعد ابن مسعود نے یہ آیت پڑھی (يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ (5۔ المائدہ: 87) (اے ایمان والو! جن پاک چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے ان کو حرام نہ سمجھو)۔ (بخاری ومسلم) مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 370)

یہ حدیث متعہ کی اجازت پر دلالت کرتی ہے چنانچہ ابتداء اسلام میں متعہ کی اجازت تھی مگر بعد میں یہ اجازت منسوخ ہو گئی اور

اب متعہ کرنا حرام ہے جیسا کہ آگے آنیوالی حدیث سے بھی معلوم ہوگا اور پہلے بھی وہ احادیث گزر چکی ہیں جن سے متعہ کی اجازت کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔

حضرت ابن مسعود کا مذکورہ بالا آیت پڑھنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت ابن مسعود بھی حضرت ابن عباس کی طرح متعہ کی مباح ہونے کے قائل تھے، لیکن حضرت ابن عباس کے بارے میں تو یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور وہ بھی متعہ کے حرام ہونے کے قائل ہو گئے تھے جیسا کہ آگے آنیوالی حدیث سے معلوم ہوگا اب رہی حضرت ابن مسعود کی بات تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بھی اس کے بعد اس سے رجوع کر لیا ہو اور وہ بھی متعہ کے حرام ہونے کے قائل ہو گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں جواز متعہ کے منسوخ ہونے کا صریح حکم معلوم ہی نہ ہوا ہو اور اس وجہ سے وہ آخر تک جواز متعہ کے قائل رہے ہوں۔

اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ متعہ کا جواز صرف ابتداء اسلام میں تھا اور اس وقت متعہ کی ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ) جب کوئی مرد کسی شہر میں جاتا اور وہاں لوگوں سے اس کی کوئی شناسائی نہ ہوتی کہ جن کے ہاں وہ اپنے قیام وطعام کا بندوبست کرتا تو وہاں کسی عورت سے اتنی مدت کے لیے نکاح کر لیتا جتنی مدت اس کو ٹھہرنا ہوتا چنانچہ وہ عورت اس کے سامان کی دیکھ بھال کرتی اور اس کا کھانا پکاتی یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی (الا علی ازواجھم او ماملکت ایمانھم) (حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان دونوں یعنی بیوی اور لونڈی کی شرمگاہ کے علاوہ ہر شرمگاہ حرام ہے۔ (ترمذی)

آیت کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی شرمگاہوں کو اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ دوسری عورتوں سے محفوظ رکھتے ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے لیکن جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر قناعت نہیں کرتے یا جو لوگ نکاح کے ذریعہ اپنی شرعی طور پر اپنی جنسی خواہش کی تسکین کا سامان نہیں کرتے بلکہ غیر عورتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں وہ دراصل حلال سے گزر کر حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں جن کے لیے سخت ملامت ہے۔

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ اس ارشاد سے حضرت ابن عباس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ پرہیزگار بندوں کی تعریف بیان کی ہے کہ وہ عورتوں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں البتہ اپنی بیویوں اور اپنی لونڈیوں سے اجتناب نہیں کرتے بلکہ ان کے ذریعہ اپنے جنسی جذبات کو تسکین پہنچاتے ہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ متعہ کی صورت میں جو اس عورت پر تسلط حاصل ہوتا ہے وہ نہ تو بیوی ہوتی ہے اور نہ مملوکہ لونڈی ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ بیوی ہوتی تو اس کے اور اس کے مرد کے درمیان میراث کا سلسلہ ضرور ہوتا اور یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ متعہ کی عورت کے ساتھ میراث کا کوئی سلسلہ قائم نہیں ہوتا چونکہ وہ عورت محض چند روز یعنی ایک متعین مدت کے لیے اجرت پر اپنے نفس کو اس مرد کے حوالہ کرتی ہے۔ اس لئے وہ مملوکہ بھی نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص متعہ کے طور پر کسی عورت سے جنسی تسکین حاصل کرتا ہے تو وہ ان لوگوں کے زمرہ میں نہیں ہے جن کی توصیف مذکورہ آیت بیان کر رہی ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے متعہ کرتا ہے تو وہ عورت اس کی بیوی نہیں بنتی اور

جب وہ بیوی نہیں بنتی تو پھر لامحالہ یہ واجب ہوگا کہ وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہو۔

شیعوں کے بارے میں پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ ان کے نزدیک متعہ جائز ہے چنانچہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے کہ وہ حضرت ابن عباس کے قول پر توعمل کرتے ہوئے متعہ کو جائز کہتے ہیں۔ باوجودیکہ جواز متعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس کا اپنے قول سے رجوع کرنا ثابت ہو چکا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مسلک وعقیدہ کو ترک کرتے ہیں اور ان کے خلاف عمل کرتے ہیں جب کہ صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے کہ جب حضرت علی نے یہ سنا کہ حضرت ابن عباس متعہ کو جائز کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباس ایسا نہ کہو کیونکہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرمت متعہ کے بارے میں احادیث

(۱) حضرت ربیع بن سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی تھے اور تحقیق اللہ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے پس جس کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہو تو اسے آزاد کر دے اور ان سے جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے نہ لے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 929)

(۲) حضرت عبدالملک بن ربیع بن سبرہ الجہنی اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فتح مکہ کے سال مکہ میں داخلہ کے وقت نکاح متعہ کی اجازت دی پھر ہم مکہ سے نکلے ہی نہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمادیا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 931)

(۳) حضرت ابی ربیع بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو فتح مکہ کے سال عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی راوی کہتے ہیں پس میں اور میرا ایک ساتھی بنی سلیم سے نکلے یہاں تک کہ ہم نے بنی عامر کی ایک عورت کو پایا جو کہ نوجوان اور لمبی گردن والی معلوم ہوتی تھی ہم نے اسے نکاح متعہ کا پیغام دیا اور اس کے سامنے ہم نے اپنی اپنی دو چادریں پیش کیں پس اس نے مجھے دیکھنا شروع کیا کیونکہ میں اپنے ساتھی سے زیادہ خوبصورت تھا اور میرے ساتھی کی چادر کو دیکھا جو کہ میری چادر سے زیادہ عمدہ تھی تھوڑی دیر تک اس نے سوچا پھر مجھے میرے ساتھی سے پسند کر لیا پس وہ میرے ساتھ تین دن تک رہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مسلمانوں کو ان کے چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 932)

(۴) حضرت ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 933)

(۵) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں قیام کیا تو فرمایا کہ لوگوں کے دلوں کو اللہ نے اندھا کر دیا ہے جیسا کہ وہ بینائی سے نابینا ہیں کہ وہ متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں اتنے میں ایک آدمی نے انہیں پکارا اور کہا کہ تم کم علم اور نادان ہو میری عمر کی قسم امام المتقین یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ کیا جاتا تھا تو ان سے (ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے) ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا تم اپنے آپ پر تجربہ کرلو اللہ کی قسم اگر آپ نے ایسا عمل کیا تو میں تجھے پتھروں سے سنگسار کردوں گا ابن شہاب نے کہا مجھے خالد بن مہاجر بن سیف اللہ نے خبر دی کہ وہ ایک آدمی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے اس سے آکر متعہ کے بارے میں فتویٰ طلب کیا تو اس نے اسے اس کی اجازت دے دی تو اس سے ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا ٹھہر جا انہوں نے کہا کیا بات ہے حالانکہ امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کیا گیا ابن ابی عمرہ نے فرمایا کہ یہ رخصت ابتدائے اسلام میں مضطر آدمی کے لئے تھی مردار اور خون اور خنزیر کے گوشت کی طرح پھر اللہ نے دین کو مضبوط کردیا اور متعہ سے منع کردیا ابن شہاب نے کہا مجھے ربیع بن سبرہ الجہنی نے خبر دی ہے اس کے باپ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ کیا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ سے منع فرمادیا ابن شہاب نے کہا کہ میں نے ربیع بن سبرہ کی یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز سے بیان کرتے سنا اس حال میں کہ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 936)

(۶) حضرت ربیع بن سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے ممانعت فرمائی اور فرمایا آگاہ رہو یہ آج کے دن سے قیامت کے دن تک حرام ہے اور جس نے کوئی چیز دی ہو تو اسے واپس نہ لے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 937)

(۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے نکاح متعہ کرنے سے گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 938 متفق علیہ 11)

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عورتوں کے متعہ میں نرمی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا ٹھہر جاؤ اے ابن عباس رضی اللہ عنہما کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے غزوہ خیبر کے دن منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت سے بھی۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 941 متفق علیہ 11)

(۹) حسن بن محمد بن علی اور اس کے بھائی عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جنگ میں نکاح متعہ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 105 متفق علیہ 11)

(۱۰) حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تھے متعہ کا (متعینہ مدت کے لیے نکاح) ذکر چل نکلا تو ایک شخص نے کہا جس کا نام ربیع بن سبرہ تھا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کرنے کی ممانعت فرمادی تھی۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 307)

(۱۱) حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے متعہ کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 308)

(۱۲) حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ سے اور پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 118 حدیث متواتر)

(۱۳) عبدالعزیز بن عمر، ربیع بن حضرت سبرہ فرماتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع میں گئے لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے دوری ہمارے لئے سخت گراں ہورہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھران عورتوں سے نکاح کرکے فائدہ اٹھاؤ ہم ان عورتوں کے پاس گئے تو انہوں نے باہمی مدت مقرر کئے گئے نکاح سے انکار کردیا۔ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر باہمی مدت مقرر کرلو تو میں اور میرا ایک چچازاد بھائی نکلے میرے پاس بھی ایک چادر تھی اور اس کے پاس بھی لیکن اس کی چادر میری چادر سے عمدہ تھی البتہ میں اس کی بہ نسبت زیادہ جوان تھا۔ اس عورت نے کہا چادر تو چادر کی طرح ہے سو میں نے اس سے شادی کرلی میں اس رات اس کے پاس ٹھہرا۔ صبح آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکن اور باب کے درمیان کھڑے ہوئے فرمارہے تھے اے لوگو! میں نے تمہیں متعہ کی اجازت دی تھی غور سے سنو اللہ نے قیامت تک کے لئے متعہ حرام فرمادیا اسلئے جس کے پاس کوئی متعہ والی عورت ہو اس کا راستہ چھوڑ دے اور جو تم نے انہیں دیا اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 119)

(۱۴) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب خلیفہ بنے تو لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا! بلاشبہ رسول نے تین مرتبہ ہمیں متعہ کی اجازت دی پھر اسے حرام قرار دیدیا۔ اللہ کی قسم جس کے متعلق معلوم ہوا کہ متعہ کرتا ہے اور وہ محصن ہوا تو میں اس کو سنگسار کروں گا۔ الا یہ کہ میرے پاس چار گواہ لائے جو گواہی بھی دیں کہ اللہ کے رسول نے اسے حرام کرنے کے بعد پھر اسے حلال بتایا۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 120)

(۱۵) حسن اور عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے جب خیبر فتح ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کردیا۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 58)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا

مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ نکاح متعہ باطل ہوتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ روایت منقول ہے کہ وہ اس کو جائز قرار دیتے تھے تو اس کا جواب مصنف نے یہ دیا ہے: ان کا رجوع' یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا رجوع' ان حضرات کے قول کی طرف' یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کی طرف رجوع کرنا مستند طور پر ثابت ہے' لہٰذا جب ان کا بھی رجوع ثابت ہوگیا' تو اب اجماع پختہ ہوجائے گا' اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے نتیجے میں اس کو باطل قرار دیا جائے گا۔

بَابٌ فِي الشِّغَارِ

باب: نکاح شغار (کا حکم)

2074 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ

اللّٰہِ، کِلَاہُمَا، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الشِّغَارِ.
زَادَ مُسَدَّدٌ، فِیْ حَدِیْثِهٖ قُلْتُ لِنَافِعٍ: مَا الشِّغَارُ قَالَ: یَنْکِحُ ابْنَةَ الرَّجُلِ، وَیُنْکِحُهُ ابْنَتَهٗ بِغَیْرِ صَدَاقٍ، وَیَنْکِحُ اُخْتَ الرَّجُلِ، وَیُنْکِحُهٗ اُخْتَهٗ بِغَیْرِ صَدَاقٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "شغار" سے منع کیا ہے

(مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:) میں نے نافع سے دریافت کیا: شغار سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: آدمی مہر کے بغیر کسی کی بیٹی سے شادی کر لے اور اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دے، یا یہ کہ آدمی مہر کے بغیر کسی کی بہن سے شادی کر لے اور اپنی بہن کی شادی اس کے ساتھ کر دے

2075 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَی بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ، حَدَّثَنَا اَبِیْ، عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْاَعْرَجُ، اَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْعَبَّاسِ، اَنْکَحَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَکَمِ ابْنَتَهٗ، وَاَنْکَحَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنَتَهٗ وَکَانَا جَعَلَا صَدَاقًا فَکَتَبَ مُعَاوِیَةُ اِلٰی مَرْوَانَ یَاْمُرُهٗ بِالتَّفْرِیْقِ بَیْنَهُمَا، وَقَالَ فِیْ کِتَابِهٖ: هٰذَا الشِّغَارُ الَّذِیْ نَهٰی عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

عبدالرحمن بن ہرمز بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی بیٹی کی شادی عبدالرحمن بن حکم کے ساتھ کر دی اور خود ان کی بیٹی سے شادی کر لی، ان دونوں نے اس شادی کو ہی ان خواتین کا مہر قرار دیا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو خط لکھ کر اسے یہ حکم دیا کہ وہ ان کے درمیان علیحدگی کروا دے، انہوں نے اپنے خط میں یہ تحریر کیا: یہ شغار ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔

شغار کے معنی ومفہوم کا بیان

یہ عربی لفظ ہے جو شرعاً نکاح باطل کی ایک قسم کے لئے مستعمل ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص اپنی متعلقہ عورت کا دوسرے شخص کو اس شرط پر نکاح دے کہ وہ بھی اسے اپنی متعلقہ کا نکاح دے۔۔۔ خواہ تقرر مہر ہو یا نہ۔

شغار کی لفظی تحقیق: لغت میں اس کے اصلی معنی رفع یعنی اُٹھانے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے، شغر الکلب اِذا رفع رجلھا لیبول (کتے نے پیشاب کے لئے ٹانگ اُٹھائی) اور جب باب مفاعلہ سے ہو تو رفع میں مشارکت ہوگی۔ شغار باب مفاعلہ کا مصدر ہے

2074-ھو عند مالک فی "الموطا" 5352/، ومن طریقه اخرجه البخاری (5112)، ومسلم (1415)، وابن ماجه (1883)، والترمذی (1152)، والنسائی فی "الکبری" (5473). وقال الترمذی: حسن صحیح. واخرجه البخاری (6960)، ومسلم (1415)، والنسائی فی "الکبری" (5470) من طرق عن نافع، به. ولفظ احدی روایات مسلم: "لا شغار فی الاسلام." وھو فی "مسند احمد" (4526)، و"صحیح ابن حبان" (4152).

2075-مرفوعه صحیح لغیره، وھذا اسناد حسن. ابن اسحاق - وھو محمد بن اسحاق المطلبی مولاھم - قد صرح بالتحدیث، فانتفت شبهة تدلیسه. واخرجه احمد فی "مسنده" (16856)، وابو یعلی فی "مسنده" (7370)، وابن حبان فی "صحیحه" (4153)، والطبرانی فی "الکبیر" 19/(803)، والبیهقی فی "الکبری" 7/

جس کی تائید ابی ریحانہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔لفظ یہ ہیں:

أن النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نھی عن المشاغرۃ(أخرجہ أبو الشیخ فی کتاب النکاح)

یعنی حدیث میں شغار اور مشاغرہ دونوں لفظ آئے ہیں جو باب مفاعلہ کی مصدر ہیں۔ امام اللغۃ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ شغار کے معنی میں فرماتے ہیں: کل واحد منھما یشغر عند الجماع

شغار شرعی اسی محاورہ سے ماخوذ ہے۔کہا جاتا ہے کہ وہ شغر البلد إذا خلا (یعنی شہر محافظ سے خالی ہوگیا۔) سے ماخوذ ہے۔

اوراس کا اصل معنی بعد اور خلو ہے اور شغار کو مہر سے خالی ہونے کی وجہ سے شغار کہا جاتا ہے۔لیکن یہ مرجوح ہے کیوں کہ شغار (شرع میں) منقول ہے اور شغار لغوی منقول عنہ۔منقول کی اپنے منقول عنہ سے مناسبت ضروری ہوتی ہے۔

اگر غور کیا جائے تو مناسبت تامہ پہلے محاورہ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔کیونکہ اس صورت میں فریقین میں رفع رجل للجماع میں مشارکت مراد ہوگی جو شغر الکلب لیبول سے :بت مناسب ہے اور لغۃ میں شغر الرجل المرأۃ بھی مستعمل ہے لیکن شغر البلد سے ایسی مناسبت حاصل نہیں کیونکہ نکاح کے مہر سے خالی ہونے کی حیثیت ثانوی ہے۔

نکاح شغار کے مہر میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر تمام اہل علم کا عمل ہے کہ نکاح شغار جائز نہیں شغار اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنی بہن یا بیٹی کو بغیر مہر مقرر کیے کسی کے نکاح میں اس شرط پر دیدے کہ وہ بھی اپنی بہن یا بیٹی اس کے نکاح میں دے۔اس میں مہر مقرر نہیں ہوتا بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اگر اس پر مہر بھی مقرر کر دیا جائے تب بھی یہ حلال نہیں اور یہ نکاح باطل ہو جائے گا۔امام شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہ قول ہے۔عطاء بن ابی رباح سے منقول ہے کہ ان کا نکاح برقرار رکھا جائے اور مہر مثل مقرر کر دیا جائے۔اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی،ج ا،رقم الحدیث،۱۱۲۶)

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع کیا ہے اور شغار یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے آدمی سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کر دے کہ اس دوسرے شخص کو اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرنا ہوگا اور دونوں میں مہر کچھ نہ ہو (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں شغار جائز نہیں ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 362)

شغار دو آدمیوں کے درمیان ایک دوسرے کی بیٹی سے نکاح کرنے کی ایک خاص صورت کا نام ہے جیسے کہ زید بکر سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح زید سے کر دے گا۔اور ان دونوں کے نکاح میں مہر کچھ بھی متعین نہ ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک دوسرے کی بیٹی کا تبادلہ ہی گویا مہر ہو اس طرح کا نکاح زمانہ جاہلیت میں لوگ کیا کرتے تھے مگر اسلام نے اس سے منع کر دیا ہے۔

اس بارے میں فقہی اختلاف یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں تو اس طرح کا نکاح سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتا جبکہ حضرت

امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح سے نکاح کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل دینا لازم ہوگا لیکن عمر یہ ہے کہ اس طرح کے نکاح سے اجتناب کرنا چاہئے۔

فقہ مالکی کے مطابق نکاح شغار کا حکم یہ ہے۔

اور جسے نکاح شغار یعنی وٹہ سٹہ کے نکاح کا نام دیا جاتا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار یعنی وٹہ سٹہ کے نکاح سے منع فرمایا" (صحیح بخاری حدیث نمبر (5112) صحیح مسلم حدیث نمبر (1415)

اور "المدونۃ" میں درج ہے:" یہ بتائیں کہ اگر کسی نے کہا: اپنی بیٹی کی میرے ساتھ ایک سو دینار میں شادی کر دو، اس شرط پر کہ میں اپنی بیٹی کی تیرے ساتھ سو دینار میں شادی کر دونگا؟

تو امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو ناپسند اور مکروہ جانا، اور اسے نکاح شغار یعنی وٹہ سٹہ کا ایک طریقہ خیال کیا۔ اور اس کی دلیل ابو داود وغیرہ کی درج ذیل حدیث بھی ہے جو عبدالرحمن بن ہرمز سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ عباس بن عبداللہ بن عباس سے عبد الرحمن بن حکم نے اپنی بیٹی کی شادی کی، اور انہوں نے عبدالرحمن بن حکم سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی، اور دونوں نے مہر بھی رکھا تو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے مروان بن حکم کو خط لکھا جس میں انہوں نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی اور جدائی کا حکم دیا، اور اپنے خط میں لکھا۔ یہ وہ شغار یعنی وٹہ سٹہ ہے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔
(سنن ابوداود حدیث نمبر (2075، المدونۃ (2/98)

بَابٌ فِي التَّحْلِيلِ

باب: حلالہ کرنا

2076 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنِي اِسْمَاعِيلُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ اِسْمَاعِيلُ: وَاُرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا، (ان دونوں) پر لعنت کی گئی ہے"

2077 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَرَاَيْنَا اَنَّهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

2076- واخرجه ابن ماجه (1935)، والترمذی (1147) من طريقين عن الشعبی، بهذا الاسناد. وقرن الترمذی مع علی جابر بن عبدالله وقال: حديث علی وجابر حديث معلول. واخرجه النسائی فی "الكبری" (9335) من طريق ابن عون، عن الشعبی، عن الحارث مرسلاً. واخرجه ايضاً النسائی فی "الكبری" (9336) من طريق عطاء بن السائب، عن الشعبی قال: لعن ... مرسلاً. وهو فی "مسند احمد" (635) و (980).

❀❀ حارث اعور، ایک صحابی کے حوالے سے یہی نقل کرتے ہیں: (راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے وہ صحابی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حلالہ سے متعلق حکم شرعی کا بیان

حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ (جب تک کہ شوہر ثانی کے نکاح میں نہ آئے) یعنی وہ نکاح صحیح نہ کرلے اور صحیح کی قید ہم نے اس لیے بڑھادی ہے کہ مطلق سے کامل (فرد) مرادلیا جاتا ہے اور نکاح کی نسبت میاں بیوی دونوں کی طرف ہوسکتی ہے کیونکہ وہ ایجاب اور قبول سے منعقد ہوتا ہے اور یہ دونوں سے صادر ہوتا ہے اور اسی آیت کے ظاہری معنی کی وجہ سے سعید بن مسیب اور داؤد فرماتے ہیں کہ دوسرے خاوند کی صحبت کے بغیر پہلے خاوند سے نکاح ہوجانا درست ہے لیکن اس پر اجماع منعقد ہوچکا ہے کہ دوسرے خاوند سے صحبت ہونا (پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح) درست ہونے کی شرط ہے اور اسی وجہ سے بعض (ائمہ) نے کہا ہے کہ آیت میں نکاح سے مراد صحبت ہے کیونکہ لغت میں نکاہ کے معنی صحبت کے ہیں۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ صحبت کرنا تو خاوند کا فعل ہے اور عورت اس کا محل ہے پس عورت کی طرف اس کی نسبت کرنی جائز نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ مجازاً جائز ہے اور یہ آیت مجاز سے خالی نہیں ہے کیونکہ اگر نکاح کے معنی عقد کے ہیں تو زوج کے لفظ میں مجاز ہے گویا باعتبار آئندہ زوج کہہ دیا ہے اور اگر نکاح کے معنی صحبت کے ہیں تو نسبت میں مجاز ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نکاح سے مجازاً یہ مراد ہے کہ وہ صحبت کرسکے اس آیت کی یہ تاویلات بعیدہ کرنے کا باعث حضرت عائشہ صدیقہ کی حدیث ہے فرماتی ہیں کہ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ اتنے میں رفاعہ قرظی کی بیوی آگئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگی کہ رفاعہ نے مجھے مغلظہ طلاق دیدی تھی اور عبدالرحمن بن زبیر نے مجھ سے نکاح کرلیا تھا اور اس کے پاس (یعنی اس کا عضو تناسل) اس پھند نے جیسا ہے اور اپنے کھیس کا پھندنا پکڑ کے دکھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اس کی اس بات سے) مسکرائے اور فرمایا کہ تو پھر رفاعہ کے ہاں جانا چاہتی ہے یہ نہیں ہونے کا جب تک کہ تو اس کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لیں اس حدیث کو (محدثین کی) ایک جماعت نے نقل کیا ہے اور صحیحین کی روایت میں یہ ہے کہ وہ رفاعہ کے نکاح میں تھی پھر رفاعہ نے اسے تین طلاقیں دے دی تھیں موطا میں امام مالک نے مسور بن رفاعہ قرظی سے انہوں نے زبیر بن عبدالرحمن بن زبیر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں رفاعہ بن سموال نے اپنی بیوی تمیمہ بنت وہب کو تین طلاقیں دیدی تھیں پھر تمیمہ سے عبدالرحمن بن زبیر نے نکاح کرلیا تھا لیکن یہ (نامرد ہونے کی وجہ سے) اسے ہاتھ بھی نہ لگا سکے اور اس سے علیحدگی کرلی اس کے بعد پھر رفاعہ نے اس سے نکاح کرنا چاہتا تو حضور نے اسے منع کردیا اور فرمایا جب تک عبدالرحمن کا مزہ نہ چکھ لے تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔

بہت سے محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس طرح نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی تھیں پھر اس نے دوسرے سے نکاح کرلیا اور اس سے خلوت بھی ہوگئی لیکن صحبت ہونے سے پہلے ہی اس نے بھی اسے طلاق دیدی تو اب یہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہے یا نہیں حضرت نے فرمایا نہیں جب

تک کہ یہ دوسرا خاوند اسی طرح اس سے صحبت نہ کرلے کہ جس طرح پہلا خاوند کر چکا ہے۔

ابن منذر نے مقاتل بن حبان سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عائشہ عبدالرحمن بن عتیک کی بیٹی کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ رفاعہ بن وہب بن عتیک کے نکاح میں تھی اور رفاعہ اس کا چچیرا بھائی تھا اسے اس نے بائنہ طلاق دیدی اس کے بعد عبدالرحمن بن زبیر قرظی نے اس سے نکاح کرلیا پھر اس نے بھی طلاق دیدی تب عائشہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے میرے (دوسرے) خاوند نے صحبت کرنے سے پہلے ہی طلاق دیدی ہے کیا اب میں اپنے پہلے خاوند کے پاس چلی جاؤں؟ فرمایا: نہیں جب تک کہ یہ صحبت نہ کرلے اور یہ آیت نازل ہوئی: فان طلقھا فلاتحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ اور اگر وہ صحبت کرنے کے بعد طلاق دے تو فلا جناح علیھما ان یتراجعا (یعنی دونوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ (نکاح کرکے) پھر مل جائیں۔

علامہ بغوی نے ذکر کیا ہے کہ (اس قصہ کے بعد) یہ عائشہ کچھ دنوں تک ٹھہری رہی پھر حضرت کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب میرے (دوسرے) خاوند نے مجھ سے صحبت کرلی ہے حضور نے فرمایا کہ تو اپنے پہلے قول کو جھوٹا کرتی ہے لہٰذا اس دوسرے قول میں ہم ہرگز تیری تصدیق نہ کریں گے پھر یہ خاموش ہو رہی یہاں تک کہ حضور کی وفات ہوگئی پھر یہ حضرت ابوبکر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے (دوسرے) خاوند نے مجھ سے صحبت کرکے مجھے طلاق دیدی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ حضرت کے پاس بھی آئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ تیرے بارے میں فرمایا تھا) اسے سب جانتے ہیں پس تو پہلے خاوند کے پاس نہیں جاسکتی پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بھی وفات ہوگئی تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور اسی طرح ان سے بھی بیان کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو پہلے خاوند کے پاس گئی تو میں تجھ سنگسار کرادوں گا (آیت میں) نکاح کے معنی عقد کے لینے پر اس حدیث سے کتاب (اللہ) پر زیادتی ہوگی اور خبر واحد سے کتاب (اللہ) پر زیادتی امام شافعی وغیرہ کے نزدیک جائز ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر مشکل ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے بعض علماء نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی توجیہ میں کہا ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے لیکن یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث احاد میں سے ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب اس حدیث کی موافقت پر اجماع ہوگیا اور جمہور امت نے اسے قبول کرلیا تو یہ حدیث مشہور حدیث کے حکم میں ہوگئی اس لیے اس سے کتاب (اللہ) پر زیادتی جائز ہے۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَنْ يَتَرَاجَعَآ (پھر اگر یہ (دوسرا خاوند صحبت کرنے کے بعد) اسے طلاق دیدے تو دونوں (یعنی اس عورت اور پہلے خاوند) پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ (نکاح ثانی کرکے) پھر مل جائیں)۔ یَتَرَاجَعَا فعل کا دونوں کی طرف منسوب ہونا نکاح ثانی مراد ہونے پر دلالت کرتا ہے بخلاف اس آیت کے جو پہلے گذر چکی ہے یعنی وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ کیونکہ وہاں فعل کی اسناد فقط خاوندوں ہی کی طرف ہے:

إِنْ ظَنَّآ أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ. (بشرطیکہ دونوں کو (غالب) گمان ہو کہ ہم اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے) اور یہاں ظن کی تفسیر علم کے ساتھ نہیں ہوسکتی کیونکہ غیب کا علم ہو ہی نہیں سکتا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اَن ناصبہ سے توقع کے لیے ہے اور توقع یقین

کے منافی ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دوسرے خاوند سے صحبت ہونا پہلے خاوند کی تینوں طلاقوں کو مٹا دیتا ہے پس اگر وہ عورت پھر پہلے خاوند کے پاس چلی جائے تو وہ بالا جماع پھر تین طلاقوں کا مالک ہوجاتا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ تین طلاقوں سے کم کو بھی مٹا دیتا ہے یا نہیں یعنی اگر پہلے خاوند نے ایک یا دو طلاقیں دیدیں اور اس کی عدت بھی پوری ہوگئی پھر اس نے نکاح صحیح سے دوسرا خاوند کرلیا پھر اس دوسرے خاوند نے بھی صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دیدی اور اس کی عدت پوری ہوجانے کے بعد پھر یہ عورت پہلے خاوند کے پاس چلی گئی تو اب یہ پہلا خاوند تین طلاقوں کا مالک ہوجائے گا یا کہ ایک یا دو طلاقوں کے بعد ان کے بقیہ ہی کا مالک رہے گا؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دوسرے خاوند سے صحبت ہونا تین طلاقوں سے کم کو بھی مٹا دے گا اور پہلا خاوند اب نئے سرے سے پوری تین طلاقوں کا مالک ہوجائے گا۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ وہ تین طلاقوں سے کم کو نہیں مٹائے گا کیونکہ اللہ پاک نے اپنے قول: لا تحل له من بعد حتى تنكح میں دوسرے خاوند کی صحبت کو اس مغلظہ حرمت کی انتہا ٹھہرائی ہے جو تین طلاقوں سے حاصل ہو پس یہ حکم ان تین ہی طلاقوں کے لیے ہوگا اور کوئی شے ثابت ہونے سے پہلے منع نہیں ہوا کرتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے خاوند کے صحبت کرنے سے پہلے منع نہیں ہوا کرتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے خاوند کے صحبت کرنے کے بعد طلاق دینے کو پہلے خاوند کے لیے حلال ہونے کا سبب ٹھہرادیا ہے کیونکہ فرمایا: فلا جناح عليهما ان يتراجعا اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد : لعن الله المحلل والمحلل له نے دوسرے خاوند کو پہلے خاوند کے لیے حلال کرنے والا ٹھہرادیا ہے اور قاعدہ حلال ہونے میں یہ ہے کہ سب ہی حلال ہو لہذا پہلا خاوند تین طلاقوں کا مالک ہوجائے گا اس کے علاوہ جب دوسرے خاوند سے صحبت ہونا حرمت غلیظہ کو مٹا دیتا ہے تو حرمت خفیفہ کو وہ بدرجہ اولیٰ مٹائے گا۔ واللہ اعلم۔

اس میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ پہلے خاوند کے تین طلاقیں دینے کے بعد اگر عورت نے دوسرا خاوند کرلیا اور یہ اس سے شرط کرلی کہ مجھے طلاق دیدینا چنانچہ اس نے صحبت کرنے کے بعد اسے طلاق دیدی اور اس نے اپنی عدت پوری کردی تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح میں صحبت ہوجانے کی وجہ سے یہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہوگئی اور شرطوں سے نکاح باطل نہیں ہوا کرتا اور امام محمد سے مروی ہے کہ نکاح تو (دوسرے خاوند سے) صحیح ہوجائے گا اسی دلیل سے جو ہم نے ابھی بیان کی ہے لیکن پہلے خاوند کے لیے یہ حلال نہ ہوگی کیونکہ اس نے اس امر میں جلدی کی کہ جس کو شرع نے مؤخر کیا تھا پس اسے اس کا مقصود پورا ہونے کی سزا دی جائے گی جیسا کہ مورث کو قتل کردینے میں ہوتا ہے (کہ قاتل کو میراث نہیں ملتی) اور امام احمدؒ امام مالکؒ امام ابو یوسف (تینوں) کا قول یہ ہے کہ دو نکاح ہی صحیح نہ ہوگا اور امام شافعی کے اس بارے میں دو قول ہیں دونوں میں صحیح یہ ہے کہ نکاح ہی درست نہیں ہوا کیونکہ یہ موقت نکاح کے حکم میں ہے اور جب نکاح ہی صحیح نہ ہوا تو پہلے خاوند کے لیے حلال بھی نہ ہوگی اس وجہ سے کہ حلال ہونے کی شرط نہیں پائی گئی اور وہ شرط نکاح صحیح ہے اور (اس نکاح کے) صحیح نہ ہونے پر ان ائمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حجت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ محلل اور محلل لہ پر رسول اللہ نے لعنت فرمائی ہے اس حدیث کو دارمی نے نقل کیا ہے اور

ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ نے اسے حضرت علی، ابن عباس رضی اللہ عنہما، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، ہم کہتے ہیں یہ حدیث تو ہماری دلیل ہے نہ کہ ہمارے مخالف ہے۔

کیونکہ (اس میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے خاوند کو محلل (حلال کر دینے والا) ٹھہرایا ہے پس یہ لفظ حلت کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور اس سے نکاح کا صحیح ہونا لازم آتا ہے ہاں یہ بات جدا رہی کہ یہی دوسرے خاوند کے ایک حرام امر کے مرتکب ہونے پر بھی دلالت کرتا ہے اور اس کے ہم بھی قائل ہیں پس اگر اس عورت سے کسی نے نکاح کر لیا اور یہ شرط نہ کی گئی مگر اس کے دل میں یہ بات تھی کہ اسے طلاق دیدوں گا۔

تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک نکاح صحیح ہو جائے گا امام مالک اور امام احمد کا قول ہے کہ اب بھی صحیح نہ ہوگا اور اس کے مکروہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں امام بغوی کہتے ہیں نافع فرماتے تھے کہ ایک آدمی ابن عمر کے پاس آیا اور بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی تھیں پھر اس کے بھائی نے جا کر بلا اس کے کہے اس عورت سے اس لیے نکاح کر لیا کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے (اب اس بارے میں آپ کا کیا حکم دیتے ہیں؟) فرمایا حلال نہیں ہوگی نکاح عورت کو رکھنے کے لیے ہوتا ہے (نہ کہ طلاق دینے کو) رسول اللہ کے زمانہ میں ہم ایسے آدمی کو زانی شمار کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے محلل اور محلل لہٗ پر لعنت کی ہے۔

بَابٌ فِيْ نِكَاحِ الْعَبْدِ بِغَيْرِ اِذْنِ سَيِّدِهٖ

باب: غلام کا اپنے آقا کی مرضی کے بغیر نکاح کرنا

2078 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، وَهٰذَا لَفْظُ اِسْنَادِهٖ، وَكِلَاهُمَا، عَنْ وَكِيْعٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ، فَهُوَ عَاهِرٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو غلام اپنے آقا کی مرضی کے بغیر نکاح کرتا ہے، وہ زانی (شمار) ہوگا''

2079 حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا نَكَحَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ اِذْنِ مَوْلَاهُ فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيْثُ ضَعِيْفٌ وَهُوَ مَوْقُوْفٌ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرتا ہے، تو اس کا نکاح باطل ہوگا''

2078-اخرجه الترمذی (1137) و (1138) من طريقين عن عبد الله بن محمد، به. وقال في الموضع الاول: حديث حسن، وفي الموضع الثاني: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (14212).

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) یہ حدیث ضعیف ہے، یہ روایت موقوف ہے، یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

آقا کی اجازت کے بغیر غلام یا کنیز کا نکاح درست نہیں

غلام یا کنیز کا نکاح ان کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔امام مالک فرماتے ہیں: غلام کے لئے ایسا کرنا جائز ہے' کیونکہ جب وہ طلاق دینے کا حق رکھتا ہے' تو نکاح کرنے کا بھی حق رکھے گا۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:''جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کرلے وہ زانی ہوگا''۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: ان دونوں (یعنی غلام اور کنیز) کے نکاح کو نافذ قرار دینا ان دونوں کے حق میں عیب ہے' کیونکہ نکاح ان دونوں میں عیب شمار ہوتا ہے' لہٰذا وہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اس کے مالک نہیں ہوسکتے۔(ہدایہ اولین، کتاب العتاق، لاہور)

نکاح کے اختیار میں غلام سے متعلق فقہی احکام

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو وہ زانی ہے۔اس باب میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے حدیث جابر حسن ہے بعض راوی یہ حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل سے اور وہ ابن عمر سے مرفوعا نقل کرتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں، صحیح یہی ہے کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں صحابہ کرام اور تابعین کا اسی پر عمل ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح جائز نہیں۔امام احمد، اسحاق، اور دوسرے حضرات کا بھی یہی قول ہے۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1111)

مطلب یہ ہے کہ مملوک کا نکاح مالک کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہوتا لہٰذا اگر کوئی مملوک اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گا اور اس نکاح کے بعد منکوحہ سے مجامعت کرے گا تو یہ فعل حرام ہوگا اور وہ زنا کار کہلائے گا چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے کہ غلام کا نکاح اس کے آقا کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوتا اور نکاح کے بعد اگر آقا اجازت دے دے تب بھی وہ عقد صحیح نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ آقا کی اجازت کے بغیر نکاح تو ہوجاتا ہے مگر اس کا نافذ ہونا یعنی صحیح ہونا آقا کی اجازت پر موقوف رہتا ہے کہ جب آقا اجازت دے دے گا تو صحیح ہوجائے گا جیسا کہ فضولی کے نکاح کا حکم ہے۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

لونڈی غلام نے اگر خود نکاح کرلیا یا ان کا نکاح کسی اور نے کردیا تو یہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے جائز کردے گا نافذ ہوجائے گا، رد کردے گا باطل ہوجائے گا، پھر اگر وطی بھی ہوچکی اور مولیٰ نے رد کردیا تو جب تک آزاد نہ ہو لونڈی اپنا مہر طلب نہیں کرسکتی، نہ غلام سے مطالبہ ہوسکتا ہے اور اگر وطی نہ ہوئی جب تو مہر واجب ہی نہ ہوا۔یہاں مولیٰ سے مراد وہ ہے جسے اس کے نکاح کی ولایت حاصل ہو، مثلاً مالک نابالغ ہو تو اس کا باپ یا دادا یا قاضی یا وصی اور لونڈی، غلام سے مراد عام ہیں، مدبّر، مکاتب، ماذون، ام ولد یا وہ جس کا کچھ حصہ آزاد ہوچکا سب کو شامل ہے۔(درمختار، کتاب النکاح)

غلام کے حق نکاح وطلاق میں فقہ مالکی کا مؤقف

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، "جس نے اپنے غلام کو شادی کرنے کی اجازت دے دی، تو اب طلاق کا معاملہ غلام کے ہاتھ ہی میں ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو طلاق کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔

(موطاء مالک، کتاب الطلاق، حدیث 1676))

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، "یا رسول اللہ ﷺ میرے آقا نے میری شادی اپنی ایک لونڈی سے کر دی تھی اور اب ہمیں علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا، "اے لوگو! یہ کیا ہو گیا ہے کہ تم میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کی شادی اپنی ایک لونڈی سے کر دی ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ ان میں علیحدگی کروا دے۔ طلاق تو اسی کا حق ہے جو شوہر ہے۔"

(ابن ماجہ، کتاب الطلاق، حدیث 2081)

نکاح وطلاق کے باہمی عدم قیاس کا بیان

یہاں مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: آقا کی اجازت کے بغیر غلام اور کنیز کا نکاح جائز نہیں ہوتا یعنی ا... نافذ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس بارے میں امام مالک کی رائے مختلف ہے، کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں، غلام کا نکاح نافذ ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے: غلام خود طلاق دینے کا مالک ہوتا ہے، تو لازمی طور پر اسے نکاح کا بھی مالک ہونا چاہئے۔ مصنف نے اس کے جواب میں اپنے مؤقف کی تائید میں سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے۔ "جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لے وہ زانی شمار ہوگا"۔ یہ نقلی دلیل نقل کرنے کے بعد مصنف نے اس بات کی عقلی دلیل یہ بیان کی ہے: اگر ان دونوں کے نکاح کو نافذ قرار دیا جائے تو یہ بات ان دونوں، یعنی غلام او کنیز کے حق میں عیب شمار ہو گی، کیونکہ عام طور پر لوگ غلام یا کنیز خریدتے وقت ایسا غلام یا کنیز خریدنا پسند کرتے ہیں جو غیر شادی شدہ ہو۔ امام مالک نے نکاح کے حق کو طلاق دینے کے حق پر قیاس کیا تھا، تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے: طلاق غلام یا کنیز کے حق میں عیب کو زائل کرنے کا نام ہے اور نکاح ان کے حق میں عیب کو ثابت کرنے کا نام ہے اس لیے ان دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 538)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کے بارے میں فرمایا کہ اس کی روٹی کپڑا اس کے آقا کے ذمہ ہے اور یہ کہ اس سے صرف اتنا کام لیا جائے جو اس کی طاقت وہمت کے مطابق ہو۔

اس حدیث میں غلام کے بارے میں دو ہدایتیں ہیں ایک تو یہ کہ غلام کا نفقہ چونکہ اس کے مالک پر واجب ہے اس لئے مالک کو چاہئے کہ وہ اپنے غلام کو اس کی حاجت کے بقدر اور اپنے شہر کے عام دستور کے مطابق اس کو روٹی کپڑا دے یعنی اس کے شہر میں عام طور پر غلام کو جس مقدار میں اور جس معیار کا روٹی اور کپڑا دیا جاتا ہے اسی کے مطابق وہ بھی دے، دوسری ہدایت یہ ہے کہ اپنے غلام کو کوئی ایسا کام کرنے کا حکم نہ دیا جائے جس پر وہ مداومت نہ کر سکتا ہو اور جو اس کی ہمت وطاقت سے باہر ہو یا جس کی وجہ سے اس کے جسم میں کوئی ظاہری نقصان پہنچ سکتا ہو۔

گویا اس ہدایت کے ذریعہ یہ احساس دلایا گیا ہے کہ انسان اپنے غلام کے بارے میں یہ حقیقت ذہن میں رکھے کہ جس طرح مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان کی طاقت وہمت سے زیادہ کی عمل وفعل کا بار نہیں ڈالا ہے اور ان کو انہی احکام کا پابند کیا ہے جو ان کے قوائے فکر وعمل کے مطابق ہیں اسی طرح بندوں کو بھی جو مالک مجازی ہیں یہی چاہئے کہ وہ اپنے مملوک یعنی غلام پر کہ جو انہی کی طرح انسان ہیں ان کی طاقت وہمت سے باہر کسی کام کا بار نہ ڈالیں۔

حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مرفوع منقول ہے کہ غلام کے تئیں مالک کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں (۱) جب غلام نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو جلد بازی کا حکم نہ دے (۲) جب وہ کھانا کھا رہا ہو تو اس کو اپنے کسی کام کے لئے نہ اٹھائے (۳) اس کو اتنا کھانا دے جس سے اس کا پیٹ اچھی طرح بھر جائے۔

مکاتب غلام کے نکاح کا بھی یہی حکم ہے

اور اسی طرح مکاتب غلام کا بھی حکم ہے' کیونکہ کتابت کا معاہدہ کرنے سے صرف اسے کمانے کی آزادی حاصل ہوئی ہے البتہ نکاح کے بارے میں اس پر غلامی کی حیثیت برقرار رہے گی۔ یہی وجہ ہے: مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا' کیونکہ اس نکاح کا مکاتب کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا' البتہ وہ اپنی کنیز کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر سکتا ہے' کیونکہ اس کے ذریعے وہ کچھ کما سکتا ہے۔ اسی طرح مکاتب کنیز کا حکم ہے: وہ اپنی شادی کرنے کا حق نہیں رکھتی' یعنی یہ کہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کسی کے ساتھ کر لے' البتہ وہ اپنی کنیز کی شادی کسی اور کے ساتھ کر سکتی ہے' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ مدبر غلام اور "ام ولد" کنیز کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ ان دونوں میں ملکیت کی حیثیت قائم ہوتی ہے۔

مکاتب کے اذن سے باندی کے نکاح کرنے کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مکاتب اپنی لونڈی کا نکاح اپنے اذن سے کر سکتا ہے اور اپنا یا اپنے غلام کا نہیں کر سکتا اور ماذون غلام، لونڈی کا بھی نہیں کر سکتا۔ مولیٰ کی اجازت سے غلام نے نکاح کیا تو مہر ونفقہ خود غلام پر واجب ہے، مولیٰ پر نہیں اور مر گیا تو مہر ونفقہ دونوں ساقط اور غلام خالص مہر ونفقہ کے سبب بیچ ڈالا جائے گا اور مدبر مکاتب نہ بیچے جائیں بلکہ انھیں حکم دیا جائے کہ کما کر ادا کرتے رہیں۔ ہاں مکاتب اگر بدل کتابت سے عاجز ہو تو اب مکاتب نہ رہے گا اور مہر ونفقہ میں بیچا جائے گا اور غلام کی بیع اُس کا مولیٰ کرے، اگر وہ انکار کرے تو اس کے سامنے قاضی بیع کر دے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن داموں کو فروخت ہو رہا ہے، مولیٰ اپنے پاس سے اتنے دام دیدے اور فروخت نہ ہونے دے۔ (ردمحتار، کتاب النکاح)

مکاتبت کے احکام نکاح وبیع میں اختلاف

اور وہ یہ ہے: مکاتب غلام کا بھی یہی حکم ہوگا۔ مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کا آقا اس کے ساتھ یہ معاہدہ کرے کہ وہ ایک مخصوص رقم آقا کو ادا کرے گا' اور اس کے نتیجے میں آقا اسے آزاد کر دے گا۔ مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: مکاتب غلام سے آقا کی خدمت کی پابندی اس لئے ہٹائی گئی ہے تا کہ وہ آزادی سے کما کر اپنا معاوضہ ادا کر سکے لیکن نکاح کے حق میں اس کے غلام

ہونے کا حکم باقی رہے گا' اور اگر وہ آقا کی اجازت کے بغیر شادی کر لیتا ہے' تو اس کا نکاح نافذ تصور نہیں ہوگا۔ اپنے اس مؤقف کی تائید میں مصنف نے یہ دلیل پیش کی ہے: مکاتب غلام مزدوری کر سکتا ہے' کاروبار کر سکتا ہے' خرید و فروخت کر سکتا ہے' لیکن اگر وہ اپنی کمائی سے آگے کوئی غلام خرید لے تو وہ غلام کی شادی نہیں کر سکتا کیونکہ اس صورت میں اس کا غلام اپنے اور اپنی بیوی کے خرچ پورے کرنے کے لئے اس کا محتاج ہوگا اور یہ مکاتب جب اپنی بیوی کا خرچ برداشت نہیں کر سکتا تو غلام کی بیوی کا خرچ کیسے برداشت کر سکے گا۔

اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے: آپ کے نزدیک مکاتب غلام اپنی کنیز کی شادی کر سکتا ہے یہ اجازت آپ نے کیوں دی ہے؟ مصنف نے اس کا جواب یوں دیا ہے: اس صورت میں آمدن کا حصول ممکن ہوتا ہے' یعنی مہر اور خرچ کے طور پر کنیز کو جو کچھ ادائیگی کی جائے گی وہ مکاتب اسے وصول کر سکتا ہے۔ اور اس ادائیگی کو حاصل کر کے اپنے ذمے کتابت کی رقم ادا کر سکتا ہے۔ اس کی ایک ذیلی شق یہ ہے: مکاتب کنیز خود اپنی شادی نہیں کر سکتی یعنی اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتی جبکہ اپنی کنیز کی شادی کرنے کی وہ مالک ہوتی ہے' اس کی وجہ وہی ہے' جو ہم نے مکاتب غلام کے بارے میں بیان کی ہے۔

یہاں مصنف نے اسی مسئلے کی ایک اور شق یہ بیان کی ہے: مدبر غلام اور ام ولد کنیز کا بھی یہی حکم ہے' اس کی وجہ یہ ہے: ان کے آقا کی ملکیت ان دونوں میں قائم ہوتی ہے۔

بَابٌ فِيْ كَرَاهِيَةِ اَنْ يَّخْطُبَ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ

باب: آدمی کا اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر، نکاح کا پیغام بھیجنا، مکروہ ہونا

2080 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر، پیغام نہ بھیجے''

2081 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَخْطُبْ اَحَدُكُمْ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ، وَلَا يَبِعْ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ، اِلَّا بِاِذْنِهِ

2080- اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة الهلالي، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب. واخرجه البخاري (2140) و (2723)، ومسلم (1413)، وابن ماجه (1867)، والترمذي (1165)، والنسائي في "الكبرى" (5336) و (5337) و (6049) من طرق عن الزهري، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وزاد النسائي (5337): "حتى ينكح او يترك." واخرجه البخاري (5144)، والنسائي في "الكبرى" (5335) من طريق الاعرج عبد الرحمن بن هرمز، ومسلم (1408)، والنسائي (5339)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"کوئی شخص اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر، پیغام نہ بھیجے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے"

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى الْمَرْأَةِ وَهُوَ يُرِيدُ تَزْوِيجَهَا

باب: آدمی کا عورت کو دیکھنا، جبکہ وہ اس کے ساتھ شادی کا ارادہ رکھتا ہو

2082 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ، فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ، قَالَ: فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ أَتَخَبَّأُ لَهَا حَتَّى رَأَيْتُ مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا وَتَزَوُّجِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"جب کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے تو اگر اس کے لیے ممکن ہو، تو اسے اس چیز (یعنی شکل وصورت) کو دیکھ لینا چاہیے، جو اسے اس عورت کے ساتھ شادی کی ترغیب دے"۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) میں نے ایک عورت کو شادی کا پیغام دیا، تو میں نے چھپ کر اس کی وہ چیز (یعنی شکل وصورت) دیکھ لی، جو مجھے اس کے ساتھ شادی کرنے پر راغب کرے، پھر میں نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔

منگیتر کو دیکھنے کی اباحت کا بیان

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیکھ لو۔ یہ تمہاری محبت کو قائم رکھنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ اس باب میں محمد بن مسلمہ، جابر، انس، ابوحمید، ابوہریرہ سے بھی روایت ہے یہ حدیث حسن ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کے مطابق فرمایا کہ جس عورت کو آدمی نکاح کا پیغام بھیجے اس کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کا کوئی ایسا عضو نہ دیکھے جس کو دیکھنا حرام ہو۔ امام احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اخری ان کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے درمیان محبت کے ہمیشہ رہنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث، ۱۰۸۷)

منگیتر کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام شافعی حضرت امام احمد اور اکثر علماء کے نزدیک اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھ لینا جائز

2081-اسنادہ صحیح. عبید اللہ: ھو ابن عمر العمری، ونافع: ھو مولی ابن عمر. واخرجہ البخاری (2139) و (2165) و (5142)، ومسلم (1412)، وبالر (1514)، وابن ماجہ (1868) و (2171)، والترمذی (1338)، والنسائی فی "الکبری" (5334) و (5340) و (6050) و (6051) من طرق عن نافع، بہ. وزاد النسائی فی "الکبری" (5340)

ہے خواہ منسوبہ اس بات کی اجازت دے یا نہ دے۔ حضرت امام مالک کے ہاں اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنا اسی صورت میں جائز ہے جب کہ اس کی اجازت حاصل ہو اس کی اجازت کے بغیر دیکھنا جائز نہیں ہے لیکن ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک کے ہاں منسوبہ کو دیکھنا علی الاطلاق ممنوع ہے۔

اس بارے میں فقہی مسئلہ یہ بھی ہے کہ بہتر اور مناسب یہی ہے کہ مرد اپنی منسوبہ کو دیکھنے کی بجائے کسی تجربہ کار اور معتمد عورت کو بھیج دے تا کہ وہ اس کی منسوبہ کو دیکھ کر مطلوبہ معلومات فراہم کر دے۔

بَابٌ فِي الْوَلِيِّ

باب: ولی کا بیان

2083 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهَا، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَالْمَهْرُ لَهَا بِمَا أَصَابَ مِنْهَا، فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ.

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے، تو اس کا نکاح باطل ہوگا''

یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی،

''اگر وہ مرد اس عورت کے ساتھ صحبت کر لے، تو اس عورت کو مہر ملے گا، کیونکہ اس مرد نے اس عورت سے لطف حاصل کیا ہے، اگر (عورت کے اولیاء) کے درمیان اختلاف ہو جائے، تو حاکم وقت اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہ ہو''

2084 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ جَعْفَرٍ يَعْنِي ابْنَ رَبِيعَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: جَعْفَرٌ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الزُّهْرِيِّ كَتَبَ إِلَيْهِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جعفر نے زہری سے اس کا سماع نہیں کیا بلکہ انہوں نے یہ روایت تحریر کر کے جعفر کو بھیجی تھی۔

2085 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، عَنْ يُونُسَ، وَإِسْرَائِيلَ،

2083-واخرجه ابن ماجه (1879)، والترمذي (1127)، والنسائي في "الكبرى" (5373) من طرق عن ابن جريج، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. واخرجه ابن ماجه (1880) من طريق حجاج بن ارطاة، عن الزهري، به. وهو في "مسند احمد" (24205)، و"صحيح ابن حبان" (4074).

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ.
قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَهُوَ يُوْنُسُ، عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ، وَاِسْرَائِيْلُ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا''۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

2086 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَی بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ، اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ ابْنِ جَحْشٍ فَهَلَكَ عَنْهَا وَكَانَ فِيْمَنْ هَاجَرَ اِلٰی اَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِیُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ عِنْدَهُمْ

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ پہلے ابن جحش کی اہلیہ تھیں ان کا انتقال ہوگیا، (وہ دونوں میاں بیوی) حبشہ ہجرت کرگئے تھے (ان کے شوہر کے انتقال کے بعد) نجاشی نے ان کی شادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کروادی، جبکہ وہ ابھی ان لوگوں کے ہاں (حبشہ میں ہی) تھیں۔

ولی کی اجازت کے بغیر عورت کی شادی کا شرعی حکم:

عصر حاضر میں پسند کی شادی کا رجحان روز بروز بڑھ رہا ہے۔ بہت سے واقعات ایسے آرہے ہیں کہ جن میں مرد وعورت اپنی پسند سے اپنے اولیاء اور بزرگوں کو اعتماد میں لے کر Love Marriage کر رہے ہیں۔ یہ ان کا شرعی حق ہے جس کی شریعت تائید کرتی ہے مگر بہت سارے واقعات ایسے بھی ہیں کہ مرد وعورت نے اپنے اولیاء کو اعتماد میں لیے بغیر گھر سے بھاگ کر پسند کی شادی کرلی اور بعد میں پکڑے جانے پر انہیں بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ جیسا کہ آج کل اخبارات میں اس قسم کی خبریں کثرت سے سامنے آرہی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کوئی لڑکی گھر سے بھاگ کر پسند کی شادی کرتی ہے تو یہ شادی شریعت کی نگاہ میں کیسی ہے۔؟ اس مسئلہ کو اس طرح سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ عاقلہ وبالغہ عورت اپنا نکاح ولی کے بغیر خود کرسکتی ہے یا نہیں۔؟

فقہاء کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں ''حکم النکاح بعبارۃ النساء'' (عورتوں کے ایجاب وقبول سے نکاح کا حکم)
اس مسئلہ میں حنفیہ اور جمہور فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ''عبارت النساء'' سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ جبکہ جمہور فقہاء کے نزدیک ''عبارۃ النساء'' سے نکاح منعقد نہیں ہوتا بلکہ ولی کی ''تعبیر'' ضروری ہے۔ ائمہ کا تفصیلی موقف درج ذیل ہے۔

احناف کا موقف:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظاہر الروایت کے مطابق عاقلہ وبالغہ عورت کا نکاح ولی

2085- اخرجه ابن ماجه (1881)، والترمذی (1126) من طرق عن ابی اسحاق، به. واخرجه الترمذی (1128) من طریق سفیان الثوری، وشعبة، عن ابی اسحاق، به. مرسلاً. وهو فی "مسند احمد" (19518)، و "صحیح ابن حبان" (4077) و (4078) و (4083) و (4090).

کی اجازت کے بغیر منعقد ہو جاتا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک اور روایت ہے کہ ولی کی رضامندی ضروری ہے۔ جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس قسم کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح منعقد ہو جائے گا ورنہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ (م۔593ھ) لکھتے ہیں:

وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم یعقد علیها ولی بکرا کانت او ثیبا عند ابی حنیفة رحمة الله علیه وابی یوسف رحمة الله علیه. فی ظاهر الروایة وعن ابی یوسف رحمة الله علیه انه لاینعقد الا بولی وعند محمد رحمة الله علیه ینعقد موقوفاً۔ (43)

اور عاقلہ و بالغہ عورت کا نکاح اس کی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ولی نے اس پر عقد نہ کیا ہو باکرہ ہو یا ثیبہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظاہر الروایت میں۔ اور امام ابو یوسف سے (غیر ظاہر الروایت میں) مروی ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک موقوف ہو کر منعقد ہوگا۔'' مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاقلہ و بالغہ اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے بھی شیخین کے اس قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

چنانچہ علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ویروی رجوع محمد الی قولهما۔ (44) ''اور روایت کیا گیا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا رجوع شیخین کے قول کی طرف۔''

احناف کے دلائل:

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نکاح کی نسبت براہ راست عورت کی طرف کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے۔ جیسا کہ دو آیتیں پیچھے گزر گئی ہیں۔ پہلی آیت ہے۔ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ اس آیت کے تحت امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (م۔587ھ) لکھتے ہیں۔

انه اضاف النکاح الیها فیقتضی تصور النکاح منها۔ (45) ''بے شک نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہو رہی ہے جو اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ نکاح عورت سے متصور (منعقد) ہو سکتا ہے۔''

اور دوسری آیت ہے: وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انه اضاف النکاح الیهن فیدل علی جواز النکاح بعبارتهن من غیر شرط الولی۔ (46) ''بے شک نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف ہو رہی ہے جو ولی کی شرط کے بغیر عورتوں کے ایجاب وقبول سے نکاح کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔''

اسی طرح قرآن مجید میں ان عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے جن کو نبی کریم ﷺ اپنے نکاح میں لا سکتے ہیں ارشاد ربانی ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا(47) ''اور اس مسلمان عورت کو بھی جو بلا عوض اپنے کو پیغمبر کو دیدے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں۔ (وہ بھی حلال ہے)''

امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فالاية الشريفه نص على انعقاد النكاح بعبارتها۔ (48) ''پس آیت مبارکہ عورتوں کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہونے پر صریح ہے۔''

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (م۔483ھ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلہ کو ذکر کیا ہے جو اس مسئلہ میں حنفیہ کی مضبوط دلیل ہے۔ ان امراءة زوجت ابنتها برضاها فجاء اولياؤها فخاصموها الى على رضى الله عنه فاجاز النكاح وفى هذا دليل على ان المراءة اذا زوجت نفسها اوامرت الى غير الولى ان يزوجها فزوجها جاز النكاح وبه اخذ ابو حنيفة رحمة الله عليه سواء كانت بكرا او ثيبا اذا زوجت نفسها جاز النكاح فى ظاهر الرواية۔ (49)

''ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی اس کی رضامندی سے کردی تو اس کے اولیاء مقدمہ لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب عورت نے اپنی شادی کی یا غیر ولی کو حکم دیا کہ وہ اس کی شادی کرادے اور اس نے شادی کرادی تو نکاح جائز ہوگا۔ اسی کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے لیا ہے۔ عام ازیں اپنا نکاح کرنے والی عورت باکرہ ہو یا ثیبہ جب اس نے خود شادی کرلی تو اس کا نکاح جائز ہوگا ظاہر الروایت کے مطابق۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الثَّيِّبِ اَمْر "(50) ''ثیبہ کے معاملہ میں ولی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔''

امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وهذا اقطع ولاية الولى عنها۔ (51) ''اور یہ حدیث ولی کی ولایت کو عورت سے ختم کررہی ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اَلْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا (52) بے نکاحی عورت اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے۔

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: والايم اسم لامراءة لازوج لها بكراً كانت او ثيباً وهذا هوا لصحيح عند اهل اللغة۔ (53)

اور ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو، خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اور یہی مطلب اہل لغت کے ہاں صحیح ہے''۔ یہ حدیث حنفیہ کے موقف پر بڑی وزنی دلیل ہے۔

عقلی دلیل:

عاقلہ وبالغہ عورت کے اپنی مرضی سے کیے گئے نکاح کے جائز ہونے کی عقلی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے حق میں تصرف کیا ہے اور اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔ اس لیے کہ وہ عقل وشعور سے مالا مال ہے اور غلط وصحیح میں امتیاز کرسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو اپنے

مال میں تصرف کا اختیار ہے وہ جیسے مرضی استعمال کرے اسی طرح زندگی اس نے گزارنی ہے تو اسے شوہر کو پسند کرنے کا بھی اختیار ہوگا۔

علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ووجه الجواز انها تصرفت فی خالص حقها وهی من اهله لكونها عاقلة مميزة ولهذا كان لها التصرف فی المال ولها اختيار الازواج(54)

اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت نے خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے۔ اور وہ تصرف کی اہل بھی ہے اس لیے کہ عاقلہ ممیزہ ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے مال میں تصرف کا اختیار ہے۔ تو اسے شوہروں کو پسند کرنے کا بھی اختیار ہے۔ چنانچہ ان مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر فقہائے احناف کے نزدیک عاقلہ و بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر منعقد ہو جائے گا۔ ولی کی وساطت: حنفیہ نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ عورتوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ ایسے اقدامات خود کرنے کی بجائے اولیاء کی وساطت سے طے کریں تا کہ عورتوں کی طرف بے حیائی منسوب نہ ہو۔ کیونکہ عورتوں میں اللہ تعالیٰ نے شرم و حیاء کا مادہ مردوں سے زیادہ رکھا ہے ان کو مردوں کی محافل اور مجالس میں اس قسم کی گفت و شنید میں حیاء آئے گی اور اگر وہ جرات کر کے ایسا کر لیں تو لوگ ان کو بے حیا کہیں گے۔ جو کہ نسوانیت کے وقار کے خلاف ہے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ مصری لکھتے ہیں: وانما يطالب الولی بالتزويج كيلا تنسب الی الوقاحة ولذا كان المستحب فی حقها تفويض الامر اليه۔ (55)

اور بے شک مطالبہ کیا جاتا ہے ولی سے نکاح کرنے کا تا کہ اس عورت کی طرف بے حیائی کی نسبت نہ ہو۔ اور اسی لیے عورت کے حق میں مستحب ہے کہ اس کا معاملہ ولی کے سپرد کیا جائے۔''

کفو کا لحاظ:

حنفیہ کے ہاں عاقلہ و بالغہ عورت کا اپنی پسند سے کیا ہوا وہی نکاح منعقد ہوگا جو اس نے اپنے ''کفو'' میں کیا ہوگا۔ تا کہ اس کے اولیاء کے لیے باعث ذلت و عار نہ ہو۔ اگر اس نے ''غیر کفو'' میں نکاح کیا تو وہ منعقد نہیں ہوگا۔

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ 743) لکھتے ہیں: وعن أبی حنيفة وأبی يوسف أنه لا يجوز فی غير الكفء لأن كثيرا من الأشياء لا يمكن دفعه بعد الوقوع واختار بعض المتأخرين الفتوىٰ بهذه الرواية لفساد الزمان۔ (56)

''اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز نہ ہوگا۔ اس لئے کہ بہت سے ایسے معاملات ہیں واقع ہو جانے کے بعد جن کا حل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اور بعض متاخرین نے زمانہ کے فساد کی وجہ سے اس روایت پر فتویٰ دیا ہے۔''

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ (م۔ 970ھ) لکھتے ہیں: ان كان الزوج كفؤا نفذ نكاحها والا فلم ينعقد أصلا وفی المعراج معزيا الی قاضی خان وغيره والمختار للفتوىٰ فی زماننا۔ (57)''

اگر عورت کا شوہر اس کے ہم پلہ ہو تو اس کا نکاح نافذ ہو جائے گا ورنہ بالکل نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا اور معراج میں قاضی خان وغیرہ کی طرف سے نسبت کرتے ہوئے ہے۔ ہمارے زمانہ میں فتویٰ کے لئے یہی بات پسندیدہ ہے۔'' البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس غیر کفو میں نکاح سے رضامند ہوں تو پھر وہ نکاح صحیح ہے۔(58)

احناف کے اس موقف کی روشنی میں جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ 1۔ عاقلہ و بالغہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے خود نکاح کرسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اس کے ''کفو'' میں ہو۔ 2۔ غیر کفو میں کیا ہوا نکاح بالکل منعقد ہی نہیں ہوگا۔ 3۔ غیر کفو میں اگر اولیاء اپنی رضامندی سے نکاح کردیں تو وہ درست ہوگا۔ 4۔ عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ خود ایسے اقدام نہ کریں بلکہ اولیاء کو واسطہ بنائیں تا کہ ان کی طرف بے حیائی منسوب نہ ہو۔

جمہور کا موقف:

جمہور فقہاء کے نزدیک اس قسم کا نکاح جو ولی'' کی تعبیر'' کے بغیر ہو درست نہ ہوگا۔ اس لیے کہ نکاح سے مقصود مقاصد نکاح ہوتے ہیں اگر ان کو عورتوں کے حوالے کردیا جائے تو ان میں خلل واقع ہوگا اور وہ پوری طرح حاصل نہ ہوں گے۔ اس لیے کہ عورتوں کی عقل ناقص ہے۔(59) اس مسئلہ میں جمہور کا موقف تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

مالکیہ کا موقف:

علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ الجد (م۔520ھ) لکھتے ہیں: ان النكاح لايصح الا بولى ولا ينكح المراة الا وليها (60) ''ولی کے بغیر نکاح صحیح نہ ہوگا۔ اور عورت نکاح نہ کرے مگر اپنے ولی کے ذریعے۔''

شوافع کا موقف:

امام ابواسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لا يصح النكاح الا بولى فان عقدت المراة لا يصح۔ (61) ولی کے بغیر نکاح صحیح نہ ہوگا۔ پس اگر عورت نے عقد کرلیا تو صحیح نہ ہوگا۔''

امام ابوالحسین یحییٰ بن ابی الخیر العمرانی (م۔558ھ) لکھتے ہیں: قال الشافعي رحمة الله عليه قد دل كتاب الله تعالىٰ وسنة رسوله ﷺ على ان حتما على الاولياء ان يزوجوا الحرائر البوالغ اذا اردن النكاح۔ (62)''
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تحقیق اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ اس بات پر رہنمائی کرتی ہے کہ اولیاء پر لازم ہے وہ بالغہ آزاد عورتوں کی شادی خود کرائیں جب وہ عورتیں نکاح کا ارادہ کریں۔''

حنابلہ کا موقف:

شیخ الاسلام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ (م۔620ھ) لکھتے ہیں: فان عقدته المراة لنفسها، اولغيرها باذن وليها، او بغير اذنه لم يصح۔ (63) پس اگر عورت نے اپنا نکاح خود کرلیا یا کسی اور عورت کا ولی کی اجازت سے یا بغیر اجازت کے نکاح کردیا تو وہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

جمہور فقہاء کے دلائل:

1۔ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (64)"اور نکاح کرادیا کرو تم لوگ ان کے جو تم میں سے بے نکاح ہوں۔

2۔ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا (65)"تم اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں مت دو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔" ان مذکورہ بالا آیات میں اولیاء کو متوجہ کر کے خطاب کیا گیا ہے معلوم ہوا اولیاء کی اجازت کے بغیر عورت کا نکاح درست نہ ہوگا۔ (66)

3۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ (67)"اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔"

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ 450ھ) لکھتے ہیں: قال وهذه ابين آية فى كتاب الله تعالىٰ دلالة على ان ليس للمراءة ان تتزوج بغير ولى. (68)"امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ آیت بڑی وضاحت سے اس مسئلہ پر دلالت کر رہی ہے کہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر ولی کے شادی کرے۔"

علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ مالکی الحفید (م۔ 595ھ) اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وهذا خطاب للاولياء ولو لم يكن لهم حق فى الولاية لما نهو عن العضل. (69)"اور یہ خطاب اولیاء کو ہے۔ اور اگر ان کو حق ولایت حاصل نہ ہوتا تو انہیں عورتوں کو منع کرنے کی نہی نہ ہوتی۔"

علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح منعقد ہو سکتا ہے تو اولیاء کو نکاح سے منع کرنے کا اختیار نہ رہا اس صورت میں قرآن کریم کی نہی کا کوئی مطلب نہ ہوا۔

4۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (70)"مرد، عورتوں پر حاکم ہیں۔"

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ 671ھ) لکھتے ہیں: فقد تعاضد الكتاب والسنه على ان لا نكاح الا بولى. (71)"تحقیق قرآن وسنت اس بات کی موید ہیں کہ ولی کے بغیر نکاح درست نہ ہوگا۔"

5۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ ہے جب حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ (72)"کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں۔

"امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: وفيه عرض الولى ابنته على الرجل، وهذه سنة قائمة. (73)"اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ ولی اپنی بیٹی کو مرد پر پیش کرے (پیغام نکاح دے) اور یہی سنت رائج ہے۔"

اور آگے مزید امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وفى هذه الاية دليل على النكاح الى الولى لاحظ للمراة فيه. (74)"اور یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح کا معاملہ ولی کے سپرد ہے اور عورت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔" 6۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ (75)"ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہ ہوگا۔"

7۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل (76)"جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے۔" اس پوری بحث سے معلوم ہوا جمہور فقہاء کے نزدیک عورت اپنی پسند اور مرضی سے خود نکاح نہیں کرسکتی اور اگر اس نے ایسا کرلیا تو اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔

جمہور فقہاء کے دلائل کے جوابات:

1۔وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ اس آیت میں اولیاء کو نکاح کرانے کا حکم ہے۔احناف کا موقف بھی یہی ہے کہ اولیاء کی وساطت سے امور نکاح طے ہونے چاہئیں، اس میں تو اختلاف نہیں ہے۔اور اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی عاقلہ وبالغہ نے اپنا نکاح خود کرلیا تو وہ منعقد ہوگا یا نہیں۔؟اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔لہٰذا جمہور کا استدلال تام نہ ہوا۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (م۔855ھ) لکھتے ہیں: یہ آیت کریمہ منسوخ ہے اور ناسخ یہ آیت ہے: وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ (78) اور نیز اس میں خطاب عام ہے جو اولیاء کو بھی شامل ہوسکتا ہے اور غیر اولیاء (اولوالامر) کو بھی شامل ہوسکتا ہے تو استدلال تام نہ ہوا۔(79)

3۔وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ اس آیت سے بھی جمہور فقہاء کا استدلال نامکمل ہے۔اس آیت میں واضح خطاب ان شوہروں کو ہو رہا ہے جو اپنی بیویوں کو طلاق کے بعد ان کی مرضی سے نکاح کرنے سے روکتے تھے۔

امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لایتم الاستدلال بہ لان ظاھر الکلام ان الخطاب لازواج الذین یطلقون نساءھم ثم یعضلونھا بعد انقضاء العدۃ تاثما ولحمیۃ الجاھلیۃ لایترکونھن یتزوجھن من شئن من الازواج۔(80)

اس آیت کریمہ سے استدلال تام نہیں ہے۔اس لیے کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں ان خاوندوں کو خطاب ہے جو اپنی عورتوں کو طلاق دے دیتے، پھر عدت گزرنے کے بعد جاہلیت کے تعصب کی وجہ سے انہیں روکے رکھتے تھے وہ انہیں چھوڑتے نہیں تھے کہ وہ اپنی حسب منشاء شوہروں سے شادی کرلیں۔"

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے اس محققانہ کلام سے واضح ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اولیاء کو خطاب نہیں ہے بلکہ ان عورتوں کے سابقہ شوہروں کو ہے جو طلاق دینے کے بعد دوسری جگہ ان عورتوں کی شادی میں رکاوٹ بنتے تھے۔نیز اس آیت وَإِذَا طَلَّقْتُمْ میں کہا جارہا ہے جب تم طلاق دو، شرط میں ان کے پہلے خاوند مراد ہیں تو جزاء فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ میں بھی وہی خاوند مراد ہوں گے۔ اور اس کا قرینہ کے اس آیت میں خاوند ہی مراد ہیں۔آیت کریمہ کے یہ الفاظ وَإِذَا طَلَّقْتُمْ "اور جب تم طلاق دو" طلاق خاوند دیتے ہیں نہ کہ اولیاء اس لیے یہ خطاب سابقہ شوہروں کو ہے۔

4۔الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ اس آیت سے تو صرف اتنا معلوم ہو رہا ہے کہ مردوں کا درجہ عورتوں سے بڑھا ہوا ہے۔امام ابن کثیر (م۔774ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"مرد، عورت کا حاکم اور رئیس ہے۔اور ہر طرح سے

اس کا محافظ و معاون ہے۔ اس لیے کہ مرد، عورتوں سے افضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت ہمیشہ مردوں میں رہی۔ بعینہٖ شرعی طور پر خلیفہ بھی مرد بن سکتا ہے۔ حضورﷺ نے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جو اپنا والی عورت کو بنائے۔ اسی طرح ہر قسم کا منصب قضا بھی مردوں کے لائق ہے۔ اور دوسری وجہ افضلیت کی یہ ہے مرد، عورتوں پر مال خرچ کرتے ہیں جو قرآن وسنت سے ان کے ذمہ ہے مثلاً نان ونفقہ، مہر وغیرہ اور دیگر ضروریات کا پورا کرنا۔ پس مرد فی نفسہ بھی افضل ہے۔ اور باعتبار نفع کے بھی اس کا بڑا درجہ ہے۔ اسی لحاظ سے مرد کو عورت کا سردار بنایا گیا ہے۔"(81)

ابن کثیر کی بیان کردہ تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے مردوں کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ جس کا مقتضی یہ ہے کہ عورتوں کو اپنے معاملات میں مردوں سے رہنمائی لینی چاہیے جس میں شادی وغیرہ کا مسئلہ بھی شامل ہے کہ مردوں کی سرداری اور قیادت میں عورتوں کو قدم بڑھانا چاہیے اس پر سب کا اتفاق ہے۔ جس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان بحث ہے کہ اولیاء کی اجازت کے بغیر عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے یا نہیں، اور اگر کر لیتی ہے تو وہ منعقد ہوگا یا نہیں اس کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ جبکہ وہ آیات جن میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہو رہی ہے ان کا مقتضی یہ ہے کہ اس قسم کا نکاح منعقد ہو جائے گا۔

5۔ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ اس آیت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اولیاء کو پیغام نکاح دینا چاہیے جس کے استحبابی درجہ میں احناف بھی قائل ہیں۔ اور جو اختلافی مسئلہ ہے اس کا اس آیت میں ذکر نہیں ہے۔ کہ اگر عورتیں خود ایسے اقدامات کر لیں تو وہ صحیح ہوں گے یا نہیں۔؟ جبکہ حنفیہ کے پیش کردہ دلائل میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف ہو رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنا نکاح کر سکتی ہیں۔

6۔ لَانِكَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ 7۔ ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں حدیثوں کے متعدد جوابات دیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔

۲۔ ان دونوں حدیثوں کی صحت میں اختلاف ہے اور یہ اس حدیث صحیح کا معارض نہیں بن سکتیں جس کی صحت میں اتفاق ہے اور وہ حدیث صحیح یہ ہے۔ الأَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِیِّهَا(82) بے نکاحی عورت اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے۔

3۔ ایما امراۃ نکحت الخ یہ حدیث باندی، صغیرہ اور مجنونہ کے بارے میں ہے کہ ان کا نکاح ولی کے بغیر منعقد نہ ہوگا۔ یا اس عورت کے بارے میں ہے جو اپنا نکاح "غیر کفو" میں کر لے۔ نیز یہ حدیث جمہور فقہاء کے خلاف حجت ہے۔ اس لیے کہ اگر کسی عورت نے ولی کی اجازت سے نکاح کیا تو اس حدیث کے مطابق وہ صحیح ہے حالانکہ جمہور فقہاء اس کے قائل نہیں ہیں۔ کیوں کہ ان کے نزدیک ولی کی "تعبیر" ضروری ہے۔

4۔ لَانِكَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ یہ حدیث نفی کمال پر محمول ہے کہ اس قسم کا نکاح کامل نہیں ہوگا۔ 5۔ عورت اپنے نفس کی خود ولیہ ہے لہٰذا اگر وہ اپنا نکاح کرتی ہے تو وہ ولی کے بغیر نہ ہوا۔ اس توجیہ کا فائدہ یہ ہوا کہ اس سے ان نکاحوں کی نفی ہو جائے گی جن میں عورتوں کی اپنے اوپر ولایت نہیں مثلاً باندی اور مجنونہ کی اپنے اوپر ولایت نہیں ہے۔ تو ان کے کیے ہوئے نکاح منعقد نہیں ہوں گے۔(83)

احناف اور جمہور فقہاء کے تفصیلی موقف کو جاننے کے بعد دو قسم کی آراء سامنے آئی ہیں۔ 1۔ حنفیہ کے ہاں عاقلہ و بالغہ عورت اپنا نکاح کرنے میں خود مختار ہے۔ اگر اس نے ولی کی اجازت کے بغیر ''کفو'' میں اپنا نکاح کر لیا تو یہ منعقد ہو جائے گا۔ گو بہتر یہی ہے کہ معاملات نکاح اولیاء کی وساطت سے ادا ہوں۔

2۔ جمہور فقہاء کے نزدیک عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی اگر ایسا کیا تو وہ نکاح سرے سے منعقد نہیں ہوگا۔ اب عصری رجحانات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر عاقلہ و بالغہ عورت اپنے ''کفو'' میں شادی کرتی ہے تو فقہائے احناف کے ہاں وہ نکاح درست ہوگا۔ اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس قسم کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ تاہم جو لوگ گھروں سے بھاگ کر اولیاء کی اجازت کے بغیر شادی و بیاہ کرتے ہیں ان کا یہ فعل خلاف سنت اور قابل مذمت ہے اور اس قسم کا نکاح شریعت اسلامیہ میں پسندیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ اولیاء اپنی اولاد کا بہتر اور اچھا ہی سوچتے ہیں۔ جہاں شریعت یہ کہتی ہے کہ مرد و عورت اپنی محبت و پسند سے نکاح کر سکتے ہیں وہاں اس بات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ شادی اور نکاح کا معاملہ اپنے بزرگوں اور اولیاء کے ہاتھوں طے کرایا جائے اور عقد سے متاثر ہونے والے اہم افراد (اولیاء) کی رضامندی کے بغیر نہ کیا جائے۔ تاکہ نکاح کے بنیادی مقاصد پس پشت نہ چلے جائیں اور لڑائی جھگڑوں اور تلخیوں کا طوفان برپا نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نکاح صرف دو افراد کے ملن کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس میں دو خاندانوں کے آپس میں تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ اگر خاندان کے بزرگوں اور بڑوں سے صرف نظر کرتے ہوئے نکاح کیا جائے گا تو اس میں ان کی دعائیں اور دلی تمنائیں شامل نہیں ہوں گی۔ اور بسا اوقات اولیاء اپنے نظر انداز کیے جانے کو اس قدر محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنی شفقتوں اور سرپرستی اولاد کو محروم کر دیتے ہیں۔ جس سے زوجین کو قدم بقدم مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

احناف اور جمہور فقہاء کے اس موقف کو مدنظر رکھتے ہوئے حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تطبیق کی صورت نکالی ہے وہ نہایت اہمیت کی حامل ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے: ''نکاح میں صرف فیصلہ کرنے کا اختیار عورتوں کو دے دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کی عقل ناقص اور سوچ ادھوری ہوتی ہے۔ کئی مرتبہ ان کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان کے لئے کون سا قدم اٹھانا بہتر ہے اور عام طور پر ان خاندانی خصوصیات کا لحاظ بھی نہیں کرتی جو خاندانوں میں اہم ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ کبھی غیر کفو میں نکاح کر لیتی ہیں جو اُن کے خاندان کے لئے باعث شرمندگی بنتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ تمام معاملات اولیاء کے ہاتھوں سرانجام ہوتا کہ ہر قسم کی خرابی اور فساد سے بچا جا سکے اور عام طور پر فطرت کی طرف سے لوگوں میں رائج طریقہ یہی ہے کہ مرد عورتوں کے ذمہ دار ہوں اور ان کے ہاتھ میں ہی معاملات کو کھولنا اور لپیٹنا ہو۔ اُن کے ذمہ مصارف ہوں اور عورتوں کے نکاح میں اولیاء کا ہونا مردوں کی شان بڑھاتا ہے اور عورتوں کا خود نکاح کرنا بے شرمی کی بات ہے جس کا سبب حیاء کی کمی ہے اور اس میں اولیاء کی حق تلفی ہوتی ہے جو ان کی بے قدری کا باعث ہے اور اہم بات یہ ہے کہ نکاح کی تشہیر بھی ضروری ہے تاکہ نکاح اور بدکاری میں فرق ہو جائے اور شہرت کا بہترین طریقہ ہے کہ اولیاء کو نکاح میں شامل کیا جائے۔'' (84)

آخر میں شاہ صاحب نے ایک اور اہم بات کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے: 'اقول: لایجوز ایضاان یحکم

الاولیاء فقط لانھم لایعرفون ماتعرف المراۃ من نفسھا ولان حار العقد وقارہ راجعان الیھا ۔ (85)

”میں کہتا ہوں یہ بھی جائز نہیں کہ صرف اولیاء کو ہی حاکم بنا کر عورتوں کے نکاح کا پورا اختیار دے دیا جائے اس لئے کہ وہ نہیں جانتے اس بات کو جسے عورت اپنی ذات کے بارے میں جانتی ہے اور اس لئے کہ عقد کا گرم و سرد معاملہ عورت کی طرف لوٹنے والا ہے۔“

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے نہایت معتدل ہے کہ شادی و بیاہ کے مسئلہ میں مکمل اختیار نہ صرف اولیاء عورت کو دیا جائے کہ وہ اپنی پسند اور ناپسند کو مدنظر رکھتے ہوئے عورتوں کے جذبات سے کھیلیں اور نہ ہی عورت کو مکمل اختیار حاصل ہو کہ وہ اپنی من مانی اور مرضی کے مطابق شادی کرنے کے لئے اپنے اولیاء سے مشاورت کی بھی ضرورت محسوس نہ کرے بلکہ فریقین کو چاہیے کہ وہ اس نہایت اہم عائلی مسئلہ کو شریعت اسلامیہ کے دیے گئے احکامات کی روشنی میں طے کریں کہ جانبین کے حقوق متاثر نہ ہوں۔ جو کہ یقیناً اُن کے لئے باعث برکت واطمینان ہوگا۔ خلاصہ بحث: اسلام ایک عالمگیر مذہب اور دین فطرت ہے جو انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صاف اور پاکیزہ دیکھنا چاہتا ہے۔ ہر وہ بے راہ روی کا راستہ اور موڑ جو انسان کے لئے نقصان دہ ہے اس سے منع کرتا ہے اور سیدھے راستہ پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔

عورتوں کی طرف رغبت اور قلبی میلان ورجحان لوگوں کی فطرت میں شامل ہے۔ اسلام نے غلط اور آوارگی والے راستوں کے متبادل مرد وعورت کے درمیان تعلق کا ایک جائز طریقہ نکاح کی صورت میں دیا۔ جس کا مقصود اصلی مرد وعورت کا ایک دوسرے سے جنسی آسودگی حاصل کرنا ہے اور اپنے دامن عفت کو بے حیائی اور برائی کے بدنما داغوں سے بچانا ہے جو نہ صرف حفاظت نسب کا سبب ہے بلکہ بقاء نسلِ انسانی کا بھی ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ جنسی تعلقات کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔ اس رشتہ کے قیام کے لئے اسلام مرد وعورت دونوں کو پسند وناپسند کا اختیار دیتا ہے تاکہ شادی کے بعد ناپسندیدگی کی تلخیاں پرسکون زندگی میں انتشار واضطراب کی باعث نہ بنیں اور اولیاء کو اس مسئلہ میں عورتوں پر سختی کرنے سے منع کیا ہے۔ اور مردوں وعورتوں کو بھی یہ تلقین کی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو اعتماد میں لے کر ان کی مشاورت ومعاونت سے فیصلہ کریں اور ان کی وساطت سے قدم اٹھائیں تاکہ ان کی بھی دل آزاری نہ ہو اور معاشرتی زندگی صحیح خطوط پر اپنا سفر جاری رکھ سکے۔

43۔ المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل، ابوالحسن، الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن، ج 1، ص 44191۔ ایضاً، ج 1، ص 45191۔ الکاسانی، علاء الدین، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1406ھ، ج 2، ص 46248۔ ایضاً، ج 2، ص 47248۔ القرآن، الاحزاب: 4850۔ الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج 2، ص 49248۔ السرخسی، محمد بن احمد، شمس الائمہ، المبسوط، بیروت، دارالمعرفت، 1414ھ، ج 5، ص 5010۔ النسائی، احمد بن شعیب، السنن، حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، 1406ھ، ج 6، ص، 5185۔ الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج 2، ص 52248۔ المسلم، الصحیح، ج 2، ص 1037 ابوداؤد، السنن، ج 2، ص 232 الترمذی، السنن، ج 3، ص 408 النسائی، السنن، ج 6، ص 84 مالک بن انس، الامام، الموطا، بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1406ھ، ج 2 ص 524 ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج 3، ص 117 53۔ السرخسی، المبسوط، ج 5، ص 5412۔ المرغینانی، الھدایہ، ج 1، ص 55191۔ ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج 3، ص 56117۔ الزیلعی، فخر الدین، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، قاہر، المطبعۃ الکبری الامیریۃ، 1313ھ، ج 2، ص 57117۔ ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج 3، ص 58118۔ شیخ نظام و جماعۃ من علماء الھند، فتاویٰ عالمگیری، بیروت، دارالفکر، ج 1، ص 59293۔ المرغینانی، الھدایہ، ج 1، ص 60191۔ ابن رشد الجد،

محمد بن احمد، ابوالولید، المقدمات الممہدات، دارالغرب الاسلامی، 1408ھ، ج1، ص61472۔ الشیرازی، المہذب، ج2، ص62426۔ العمرانی، ابوالحسین یحییٰ بن ابن الخیر، البیان فی مذہب الامام الشافعی، جدہ، دارالمنہاج، 1421ھ، ج9، ص63152۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابومحمد، الکافی فی فقہ الامام احمد، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1414ھ، ج3، ص649۔ القرآن، النور:6532۔ القرآن، البقرہ:66221۔ ابن رشد الجد، المقدمات الممہدات، ج1، ص67472۔ القرآن، البقرہ:68221۔ الماوردی، علی بن محمد، ابوالحسن، الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الامام الشافعی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1419ھ، ج9، ص6937۔ ابن رشد الحفید، محمد بن احمد، ابوالولید بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، قاہرہ، دارالحدیث، 1425ھ، ج3، ص7037۔ القرآن، النساء:7134۔ قرطبی، محمد بن احمد، ابوعبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دارالکتب المصریہ، 1384ھ، جلد3، ص7273۔ القرآن، القصص:7327۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج13، ص74271۔ ایضاً، ج13، ص75271۔ النووی، یحییٰ بن شرف، المجموع شرح المہذب، بیروت، دارالفکر، س ن، ج16، ص148 ابن قدامہ، الکافی فی فقہ الامام احمد، ج3، ص9 ابوداؤد، السنن، ج2، ص76229۔ ابن رشد الحفید، بدایۃ المجتہد، ج3، ص37 النووی، المجموع شرح المہذب، ج16، ص148 ابوداؤد، السنن، ج2، ص77229۔ القرآن، المائدہ:795۔ العینی محمود بن احمد، بدرالدین، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ج20، ص80121۔ ایضاً، ج20، ص81121۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابوالفداء، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1409ھ، ج2، ص82256۔ ابن نجیم، البحرالرائق شرح کنزالدقائق، ج3، ص83117۔ ایضاً، ج3، ص84117۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ج2، ص85196۔ ایضاً، ج2، ص196

بَابٌ فِي الْعَضْلِ

باب: (عورتوں کو دوسری شادی سے) منع کرنا

2087 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ، قَالَ: كَانَتْ لِي أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ فَأَتَانِي ابْنُ عَمٍّ لِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ، ثُمَّ طَلَّقَهَا طَلَاقًا لَهُ رَجْعَةٌ، ثُمَّ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَلَمَّا خُطِبَتْ إِلَيَّ أَتَانِي يَخْطُبُهَا، فَقُلْتُ: لَا، وَاللَّهِ لَا أُنْكِحُهَا أَبَدًا، قَالَ: فَفِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرة:232) الْآيَةَ، قَالَ: فَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ

❁❁ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری بہن کے رشتے آئے میرا ایک چچازاد بھی (رشتہ لے کر) آیا تو میں نے اپنی بہن کی شادی اس کے ساتھ کردی، پھر اس نے میری بہن کو ایسی طلاق دی جس میں اسے رجوع کرنے کا حق حاصل تھا، لیکن اس نے رجوع نہیں کیا، اور میری بہن کی عدت گزر گئی، پھر جب اس کے رشتے آنے لگے تو وہ چچازاد، پھر رشتہ لے کر آ گیا، میں نے کہا: جی نہیں! اللہ کی قسم، میں (تمہارے ساتھ) اس کی شادی کبھی نہیں کروں گا۔ حضرت معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تو یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی:

''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور پھر ان کی عدت پوری ہو جائے تو تم (یعنی عورت کے رشتے دار) ان عورتوں کو اس

2087- اخرجه البخاري (4529) و (5130) و (5330) مختصراً و (5331)، والترمذي (3223)، والنسائي في "الكبرى" (10974) و (10975) من طرق عن الحسن البصري، به. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح

سے نہ روکو کہ وہ اپنے سابقہ شوہروں سے شادی کریں"۔
حضرت معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تو میں نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور اپنی بہن کی شادی اس شخص کے ساتھ کر دی۔

شرح

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ (اور جب تم عورتوں کو طلاق دیدو اور وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں (یعنی ان کی عدت پوری ہو جائے) تو تم انہیں نہ روکو) یعنی منع نہ کرو عضل کے معنی منع کرنے کے ہیں اور اصلی معنی اس کے ضیق اور شدت کے ہیں (چنانچہ) الداء العضال عرب میں اس بیماری کو کہتے ہیں جس کا علاج نہ ہو سکے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ دونوں کلاموں کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جگہ بلوغ کے الگ الگ معنی ہیں۔

أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ (اس سے کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کریں) اس کے مخاطب (عورت کے) اولیا (یعنی ورثاء ہیں یہ آیت معقل بن یسار کی بہن جملاء بنت یسار کے بارے میں نازل ہوئی ہے بداح بن عاصم بن عجلان نے اسے طلاق دیدی تھی بخاری۔ ابوداؤد ترمذی وغیرہ نے معقل بن یسار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے اپنی بہن کا نکاح ایک شخص سے کر دیا تھا پھر اس نے اسے طلاق دیدی اور جب اس کی عدت پوری ہوگئی تو وہ پھر پیغام لے کر آئے میں نے اس سے یہ بات کہی کہ پہلے تو میں نے تم سے اس کا نکاح کر دیا تھا تمہارا گھر بسا دیا تھا سب طرح تمہاری آبرو تھی لیکن تم نے اسے طلاق دیدی اور اب پھر پیغام لے کر آئے ہو۔ ایسا نہیں ہو سکتا خدا کی قسم اب وہ تمہارے ہاں ہرگز نہیں جا سکتی اور وہ آدمی کچھ برا نہ تھا اور میری بہن بھی پھر اس کے ہاں جانا چاہتی تھی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن تب میں نے (حضور کی خدمت میں) عرض کیا: یا رسول اللہ! اب میں ضرور کر دوں گا۔

چنانچہ پھر اسی سے نکاح کر دیا ابن جریر نے بہت سے طریقوں سے بحوالہ سدی نقل کیا ہے کہ یہ آیت جابر بن عبد اللہ انصاری کے حق میں نازل ہوئی ان کی ایک چچازاد بہن تھی اس کے خاوند نے اسے طلاق دیدی تھی اور جب اس کی عدت پوری ہوگئی تو پھر اس نے ان کی بہن سے نکاح کرنا چاہا تو جابر رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا پہلا قول زیادہ صحیح اور قوی ہے اور شاید یہ دونوں ہی قصوں میں نازل ہوئی ہو۔ آیت کا سیاق یہ چاہتا ہے کہ یہ خطاب ان مردوں کو ہو جنہیں آیت: واذا طلقتم النساء میں خطاب کیا گیا ہے (یعنی) جو اپنی بیویوں کو ان کی عدت پوری ہونے کے بعد دوسرے خاوندوں سے نکاح کرنے سے ظلماً روکتے تھے اور ہم نے جو بخاری وغیرہ کی روایت شان نزول میں ذکر کی ہے اس کا مقتضا یہ ہے کہ یہ خطاب اولیاء کو ہو کیونکہ وہ روکنا جملا کے بھائی معقل بن یسار کی جناب سے ہوا تھا پس میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ یہ خطاب سب لوگوں کو ہو کیونکہ (یہ قاعدہ ہے کہ) جس وقت کوئی فعل ایک آدمی سے صادر ہوتا ہے تو اس کی نسبت ایک جماعت کی طرف کر دی جایا کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے کہ: لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل [الایۃ] (ایک دوسرے کے مال نہ کھایا کرو) اور فرمایا: ولا تخرجوا انفسکم من دیارکم [الایۃ] (تم خود ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نہ نکالو) اور اس وقت آیت کے سیاق اور شان نزول میں کوئی مزاحمت (اور مخالفت) نہیں ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ جب تم میں کے کچھ مرد عورتوں کو طلاق دیدیں اور وہ اپنی عدت پوری

کرلیں تو اے اولیا پہلے تم ان کو پہلے خاوندوں سے یا ان کے علاوہ اور کسی کے ساتھ نکاح کر لینے سے مت روکو لفظ ازواج کے بہر صورت مجازی معنی مراد ہیں کیونکہ اس موقع پر خاوند کہنا یا تو باعتبار گذشتہ کے ہے (یعنی جو پہلے خاوند تھا اور یا باعتبار آئندہ کے ہے (یعنی جو نکاح کرنے کے بعد خاوند ہو جائیں گے) واللہ اعلم۔ شافعیہ نے اس آیت میں اولیاء کو مخاطب قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ آیت میں دلیل ہے اس امر کی کہ عورت خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ اگر وہ خود ایسا کر سکتی تو پھر ولی کے روکنے کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ شافعیہ نے عورت کی طرف نکاح کی نسبت کرنے کو مجاز پر حمل کیا ہے اور کہا ہے کہ نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف فقط اس سبب سے ہے کہ نکاح ان کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے مگر یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ ولی اس صورت میں بھی روک سکتا ہے کہ جب نکاح عورت کا اختیاری فعل قرار دیا جائے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تمنعوا اماء الله عن مساجد الله (یعنی اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں (میں آنے) سے تم نہ روکا کرو) باوجودیکہ مسجدوں میں آنا عورت کا اختیاری فعل ہے بلکہ روکنا اور برانگیختہ کرنا اختیاری ہی فعل میں ہوتا ہے پس اس مسئلہ میں شافعیہ (کو اگر استدلال کرنا ہی تھا تو ان) کے لیے اس آیت سے استدلال کرنا بہتر تھا کہ: ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمن (کیونکہ اصل اسناد میں حقیقت ہی ہے)۔

کیا آزاد عاقلہ بالغہ عورت بغیر ولی کے اپنا نکاح کر سکتی ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ عورت کو خود اپنی گفتگو کے ساتھ اپنا نکاح کر لیا جائز ہے اور اس کی رضامندی سے اس کے وکیل کے ذریعہ سے بھی نکاح ہو جاتا ہے اگرچہ ولی اس پر رضامند نہ ہوں برابر ہے کہ وہ خاوند اس کا کفو ہو یا نہ ہو ہاں کفو نہ ہونے کی صورت میں ولی اعتراض کر سکتا ہے اور ایک روایت میں ان سے یہ بھی مروی ہے کہ غیر کفو (کی صورت) میں نکاح نہیں ہوتا اور امام محمد کے نزدیک کفو اور غیر کفو دونوں سے نکاح ہو جاتا ہے لیکن ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر عورت شریف زادی اور خوبصورت یا مالدار ہے کہ ایسی عورتوں سے نکاح کرنے کا ہر کوئی خواہاں ہوتا ہے تو اس کا نکاح بغیر ولی کے درست نہ ہوگا اور اگر عورت ایسی نہیں ہے تو اس کا نکاح اس کی رضامندی سے کوئی اجنبی بھی کر سکتا ہے ہاں اس کی گفتگو سے نہیں ہوتا۔ امام شافعی اور امام احمد کا قول یہ ہے کہ بغیر ولی کے نکاح ہوتا ہی نہیں اور یہی ایک روایت امام ابو یوسف سے بھی ہے انہوں نے اسی (مذکورہ) آیت سے استدلال کیا ہے اور اس پر جو اعتراض ہے اس کو تم ابھی سن چکے ہو اور چند حدیثوں سے بھی استدلال کیا ہے منجملہ ان کے ایک حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل ف۔ کاحها باطل فنکاحها باطل فان دخل بها فلها المهر بما استحل من فرجها فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی له (یعنی جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کر لے تو اس کا نکاح باطل ہے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے پس اگر اس سے صحبت ہو جائے تو اس کی شرمگاہ کو حلال سمجھ لینے کی وجہ سے وہ مہر کی مستحق ہوگی اور اگر ان میں کچھ جھگڑا ہو جائے تو جس کا کوئی ولی نہ اس کا ولی سلطان ہے۔)

یہ حدیث اصحاب سنن نے ابن جریج کی سند سے انہوں سلیمان بن موسیٰ سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں حضرت عائشہ سے نقل کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن کہا ہے طحاوی کہتے ہیں ہم سے ابن ابی عمان نے یہ بیان کیا کہ مجھ سے

یحیٰی بن معین بیان کرتے تھے انہوں نے ابن عتبہ سے اور ابن عتبہ نے ابن جریج سے روایت کی ہے ابن جریج کہتے ہیں کہ میں زہری سے ملا اور یہی حدیث میں نے انہیں سنائی تو انہوں نے اس کا (صاف) انکار کر دیا (کہ مجھے معلوم نہیں) ابن جوزی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ زہری نے سلیمان بن موسیٰ کی تعریف کی ہے لہٰذا زہری کا یہ انکار کر دینا ان کے بھول کی وجہ سے ہوا ہے، نیز حضرت عائشہ کی دوسری حدیث ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: لا نکاح الا بولی والسلطان ولیمن لا ولی لہ اس حدیث کو ترمذی۔ ابوداؤد و ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور اس (کی سند) میں حجاج بن ارطاۃ (راوی) ضعیف ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: لا نکاح الا بولی و شاھدی عدل (یعنی ولی اور دو منصف گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا) اس حدیث کو دارقطنی نے نقل کیا ہے اور اس کی سند میں یزید بن سنان اور اس کا باپ راوی ہیں جن کی نسبت دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ اور اس کا باپ دونوں ضعیف ہیں اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے اور امام احمد نے بھی اس کو ضعیف ہی شمار کیا ہے، نیز حضرت عائشہ ہی سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا بد للنکاح من اربعۃ الولی والزوج و شاھدین (یعنی نکاح کے لیے چار آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔

ولی۔ شوہر اور دو گواہ یہ حدیث دارقطنی نے روایت کی ہے اور اس کی سند میں نافع بن میسرا ابوخطیب (راوی) مجہول ہے اور ایک حدیث ابو بردہ کی ہے جو انہوں نے اپنے باپ ابوموسیٰ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نکاح بغیر ولی کے نہیں ہوتا یہ حدیث۔ امام احمد نے نقل کی ہے اور ایک مرفوع حدیث ابن عباس کی ہے کہ نکاح بغیر ولی کے نہیں ہوتا اور جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے یہ حدیث امام احمد نے حجاج بن ارطاۃ کی سند سے روایت کی ہے اور یہ (راوی) ضعیف ہے اور یہی ایک اور سند سے بھی مروی ہے اس (سند) میں عدی بن فضل اور عبداللہ بن عثمان دونوں ضعیف ہیں اور ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورتیں زنا کار ہیں جو اپنا نکاح خود کر لیں نکاح بغیر ولی اور دو گواہوں اور مہر کے نہیں ہوتا۔ مہر تھوڑا ہو یا بہت ہو۔

یہ حدیث ابن جوزی نے روایت کی ہے اور اس (کی سند) میں ایک راوی تھا اس ہے یحیٰی نے کہا ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے اور ابن عدی کہتے ہیں کہ راوی کسی قابل نہیں اور ایک حدیث ابن عمر اور ابن مسعود کی ہے دونوں کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح بغیر ولی اور دو عادل گواہوں کے نہیں ہوتا ابن مسعود کی حدیث میں (ایک راوی) بکیر بن بکار ہے (اس کی بابت) یحیٰی نے کہا ہے کہ یہ راوی کچھ نہیں اور (ایک راوی) عبداللہ بن محرز ہے جسے دارقطنی نے متروک کہا ہے اور ابن عمر کی حدیث میں ثابت بن زہیر (راوی) منکر الحدیث ہے اسی طرح ابوحاتم نے کہا ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کی حدیث قابل حجت نہیں ہوتی اور ایک حدیث ابوہریرہ کی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا کہ نہ عورت کسی عورت کا نکاح کرے اور نہ خود اپنا نکاح کرے کیونکہ وہ زنا کار عورت ہے جو اپنا نکاح آپ کرتی ہے یہ حدیث دارقطنی نے دو طریقوں سے نقل کی ہے ایک طریق میں جمیل بن حسن راوی ہے اور دوسرے میں مسلم بن ابی مسلم ہے۔ یہ دونوں مجہول ہیں اور ایک مرفوع حدیث جابر کی ہے کہ بغیر مرشد ولی اور دو عادل گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا یہ حدیث ابن جوزی نے روایت کی ہے اس (کی سند) میں محمد بن عبیداللہ عزرمی ہے۔ نسائی اور

یحیٰی کہتے ہیں کہ یہ راوی متروک ہے اس کی حدیث لکھنے کے قابل نہیں اور اس میں قطر بن یسیر (بھی) ضعیف ہے۔

اور ایک حدیث معاذ بن جبل کی ہے جو انہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جو عورت بغیر ولی کے اپنا نکاح کر لے تو وہ زنا کار ہے یہ حدیث دارقطنی نے نقل کی ہے اور اس میں ابوعصمہ اسم بن ابی مریم (راوی) ہے جس کی بابت یحیٰی نے کہا ہے کہ یہ راوی کچھ نہیں اور دارقطنی نے کہا ہے کہ یہ متروک ہے۔ حنفیہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ اور ان ینکحن ازواجھن سے استدلال کیا ہے کیونکہ اصل اسناد میں حقیقت ہے یعنی یہ کہ عورت اپنا نکاح خود کر لے اور حضرت ابن عباس کی اس مرفوع حدیث سے بھی: الایم احق بنفسھا من ولیھا والبکر تستاذن فی نفسھا و اذنھا صماتھا (یعنی بیوہ اپنی جان کی اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے اور بن بیاہی کا نکاح کرنے میں اس سے اجازت لینی چاہئے اور اس کی اجازت اس کا خاموش ہو جانا ہے) یہ حدیث مسلم۔ امام مالک۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی نے روایت کی ہے اور اس سے استدلال کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اولیاء کا سوائے نکاح کر دینے کے اور کوئی حق نہیں ہے اور بیوہ عورت اپنے نفس کی اس سے زیادہ حقدار ہے تو پس یہ اپنا نکاح کرنے میں بھی اس سے اولیٰ ہوگی۔ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن کی حدیث سے (بھی) استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک عورت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ میرے باپ نے ایک آدمی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور میں راضی نہیں ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا کہ تمہیں نکاح کا اختیار نہیں اور اس عورت سے فرمایا کہ جا تو جس سے چاہے نکاح کر لے۔ یہ حدیث ابن جوزی نے روایت کی ہے شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل سے حجت نہیں ہو سکتی ہم کہتے ہیں (ہمارے نزدیک مرسل (حدیث) حجت ہے

حضرت عائشہ کی ایک حدیث ہے کہ قتادہ (نامی ایک عورت) ان کے پاس آئی اور کہا کہ میرے باپ نے اس کا حسب (نسب) بڑھانے کے لیے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے اور یہ نکاح مجھے ناپسند ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بیٹھ جا اتنے میں آنحضرت بھی تشریف لے آئے اس عورت نے یہ قصہ پھر حضور سے بیان کیا آپ نے اس کے باپ کے پاس ایک آدمی بھیجا اور اس بارے میں اس عورت ہی کو اختیار دیدیا وہ بولی یا رسول اللہ میں اپنے باپ کے کیے ہوئے نکاح کو ایسے ہی رہنے دیتی ہوں۔ میں نے فقط یہ چاہا تھا کہ سب عورتوں کو یہ بات جتلا دوں کہ باپوں کو اس بارے میں کچھ اختیار نہیں ہے۔ یہ حدیث نسائی نے روایت کی ہے یہاں استدلال کی یہ صورت ہے کہ اس حدیث میں اس عورت کے اس کہنے کو اس بارے میں باپوں کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت رکھنا (یعنی اس کا انکار نہ فرمانا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کے اور حدیث: لا نکاح الا بولیکے معارض ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ جب نصوص آپس میں متعارض ہوں تو ان میں ترجیح کا کوئی طریقہ نکالنا یا کچھ تاویل کر کے دونوں کو جمع کرنا (یعنی دونوں کے معنی بنانا) واجب ہے۔ پس ترجیح کے طریقہ پر تو جو روایت مسلم نے نقل کی ہے وہ سند کی رو سے سب سے زیادہ صحیح اور قوی ہے بخلاف ان حدیثوں کے جو اور محدثین نے نقل کی ہیں کیونکہ وہ ضعف یا اضطراب سے خالی نہیں ہیں اور احادیث کا تعارض دور کرنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: لا نکاح الا بولی کے یہ معنی ہیں کہ وہ نکاح مسنون طریقہ پر نہیں ہوتا یا یہ مطلب ہے کہ نکاح اسی شخص کے ساتھ ہوتا ہے جس کے لیے ولایت ہوتا کہ اس

سے مسلمان عورت کے ساتھ کافر کے نکاح کرنے میں نفی ہو جائے علیٰ ہذا القیاس نکاح فاسدہ میں سے محرم عورت کے ساتھ نکاح کرنے یا پہلے خاوند کی عدت میں نکاح کرنے وغیرہ کی بھی نفی ہو جائے اور حضرت عائشہ کی حدیث کے یہ معنی ہیں کہ عورت غیر کفو سے نکاح کرلے (وہ نکاح نہیں ہوتا) جو لوگ غیر کفو سے عورت کے نکاح کرنے کو بالکل ناجائز کہتے ہیں ان کے قول پر باطل کے معنی حقیقی ہیں اور جو لوگ اسے درست کہتے ہیں اور نکاح فسخ کرنے میں ولی کے حق کو ثابت کرتے ہیں ان کے قول پر باطل حکماً مراد ہے اور نصوص کے اطلاقات میں یہ سب تاویلیں شائع (ذائع) ہیں اور دفع تعارض کے لیے اس کا مرتکب ہونا واجب ہے یا ہم کہیں گے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب عورت اپنا نکاح اپنے ولی کی اجازت سے کرلے تو وہ نکاح جائز ہے امام شافعی کے قاعدہ پر تو اس لیے کہ وہ مفہوم کے قائل ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قاعدہ پر اس لیے کہ یہ بطلان کے حکم میں داخل نہیں ہے اور اصل جواز ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ عورت کا خود نکاح کرلینا (نفس) نکاح میں خرابی نہیں لاتا بلکہ خرابی لانے والا ولی کا حق ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ: الایم احق بنفسها من ولیها "اور ولی کا حق غیر کفو (سے نکاح کرلینے میں دفع عار کے لیے روک پیدا کرتا ہے۔

اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ (جب وہ باہم رضامند ہو جائیں) یعنی پیغام دینے والے مرد اور عورتیں یہ ان ینکحن کے متعلق ہے باہم رضامندی شرط ہونے کی بنا پر تمام فقہا کا اس پر اجماع ہے کہ بالغہ عورت جب بیوہ ہو اس پر زبردستی کرنی جائز نہیں ہے اور بن بیاہی بالغہ میں اختلاف ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ باپ اور دادا کے لیے ایسی لڑکی کا نکاح بغیر اس کی رضامندی کے کردینا جائز ہے صرف باپ کے بارے میں یہی قول امام مالک کا ہے اور یہی ایک مشہور روایت امام احمد سے بھی ہے کیونکہ یہ آیت بیوہ عورتوں کے بارے میں ہے۔ ابن جوزی نے اس روایت کے مفہوم سے حجت کی ہے جو ابن عباس نے مرفوعاً ان لفظوں سے نقل کی ہے کہ: الثیب احق بنفسها من ولیها والبکر یستامرها ابوها فی نفسها۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ استدلال ایسے مفہوم سے ہے جو حدیث یا آیت سے مخالف ہے اور مفہوم ہمارے نزدیک حجت نہیں ہے اس کے علاوہ یہ حدیث اور آیت ہماری حجت ہے نہ کہ ہمارے مقابلہ میں کیونکہ یہ حدیث بکر سے اجازت لینے کے واجب ہونے پر صریح دال ہے اور اجازت لینا زبردستی کرنے کے بالکل منافی ہے اور اس آیت اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ذلکم ازکی لکم واطهر [الآیۃ] اس پر دلالت کرتا ہے کہ (عورتوں کو) روکنے کی حرمت اور رضامندی کی شرط ان خرابیوں کے خلاف ہے جو روکنے اور زبردستی کرنے میں ہوتی ہیں جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے اور یہ خرابیاں بکر اور بیوہ دونوں پر زبردستی کرنے میں برابر ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب اختیار ہونے میں بکر اور بیوہ دونوں برابر ہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: الثیب احق بنفسها من ولیها اور والبکر یستامر میں فرق کرنے کی کیا وجہ ہے اور اسی طرح مسلم کی روایت کے مطابق: الایم احق کے بکر کو ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

ہم کہتے ہیں فرق کی وجہ اس کی اجازت کی کیفیت بیان کرنی ہے کہ اِذْنُهَا صِمَاتُهَا (یعنی باکرہ کا اجازت دینا اس کا خاموش ہو جانا ہے) بخلاف بیوہ عورت کے کہ اس کا خاموش ہو جانا اجازت ہونے میں معتبر نہیں ہے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سے ایک وکیل کردے یا صریح اجازت دے اور اس کے علاوہ باکرہ لڑکیاں اپنا نکاح اکثر خود نہیں کیا کرتیں اور اسی وجہ سے حضور

انور نے عام طور پر فرمادینے کے بعد اس کو خصوصیت کے ساتھ فرمایا کہ لوگ اجازت لینے میں سستی نہ کرنے لگیں ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت سے بھی حجت لی ہے جو حسن سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لیستأمر الابکار فی انفسھن فان ابین اجبرن** (یعنی باکرہ لڑکیوں کے نکاح کرنے میں اس سے اجازت لینی چاہئے اگر وہ انکار کریں تو ان پر زبردستی کی جائے) اور یہ حدیث متن اور سند دونوں اعتبار سے ساقط ہے متن کے اعتبار سے تو اس لیے کہ اجازت لینے اور زبردستی کرنے میں صریح تناقض ہے کیونکہ اس وقت (یعنی جب اس پر زبردستی کر سکتے ہیں تو) اس سے اجازت لینے میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور سند کے اعتبار سے اس لیے کہ اس کی سند میں عبدالکریم (راوی) ہے ابن جوزی نے (اس کی بابت) کہا ہے کہ اس کے متہم ہونے پر سب محدثین کا اجماع ہے اور ہمارے موافق (بھی) بہت سی حدیثیں ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں جو ہم نے ذکر کر دی ہیں منجملہ ان کے ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے کہ ایک باکرہ لڑکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور بیان کیا کہ میرے باپ نے میرا نکاح کر دیا ہے اور وہ مجھے ناپسند ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دے دیا۔ یہ حدیث امام احمد۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ نے متصل سند کے ساتھ اور صحیح راویوں سے نقل کی ہے اور بیہقی کا یہ کہنا کہ یہ مرسل ہے کچھ معتر نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بعض طریقوں سے مرسل ہے اور ہمارے نزدیک مرسل (بھی) حجت ہے اور بعض صحیح طریقوں سے متصل ہے ابن قطان نے کہا ہے کہ ابن عباس کی یہ حدیث صحیح ہے اور یہ عورت خنساء بنت جذام نہیں ہے کہ جس کا نکاح اس کے باپ نے کر دیا تھا اور وہ بیوہ تھی پھر اس کی مرضی نہ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح توڑ دیا، یہ روایت بخاری نے نقل کی ہے ابن ہمام کہتے ہیں مروی ہے کہ خنساء بھی باکرہ تھی نسائی نے اس کی حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ (ذکر) ہے کہ یہ باکرہ تھی لیکن ترجیح بخاری کی روایت کو ہے اور دار قطنی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے ایک باکرہ اور ایک بیوہ کا نکاح توڑ دیا تھا ان دونوں کا نکاح ان کے باپ نے بغیر ان کی رضامندی کے کر دیا تھا دار قطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی باکرہ لڑکی کا نکاح کر دیا تھا وہ اس نکاح سے راضی نہ تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح توڑ دیا اور ایک اور روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں کہ جو عورتیں اپنے باپوں کے نکاح کیے ہوئے کو پسند نہ کرتی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے خاوندوں سے علیحدہ کر لیتے تھے خواہ وہ باکرہ ہوں یا بیوہ۔ دار قطنی نے جابر سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی باکرہ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کر دیا تھا پھر وہ لڑکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی (اور اس نے اپنی ناخوشی ظاہر کی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تفریق کرادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ فتاۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ کہنے لگی کہ میرا باپ اچھا آدمی ہے اس نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے اس لیے کر دیا ہے تاکہ اس کا رذیل پن جاتا رہے۔ یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے بارے میں اسے اختیار دیدیا وہ بولی کہ میں نے اپنے باپ کے کیے ہوئے نکاح کو تو ویسے ہی رکھا ہے لیکن میں نے یہ چاہا تھا کہ سب عورتوں پر یہ بات ظاہر کردوں کہ اس بارے میں باپوں کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ دار قطنی کہتی ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، جابر رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا تینوں کی حدیثیں مرسل ہیں اور ابن بریدہ کا حضرت عائشہ سے سننا ثابت نہیں ہے اور جابر کی حدیث کا امام احمد نے

(بھی) انکار کیا ہے اور دار قطنی کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث عطاء سے مرسل ہے اور اس کے مرفوع (کر کے بیان) کرنے میں شعیب کو وہم ہو گیا ہے ابن جوزی کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ثابت نہیں کیونکہ ابن ابی ذئب نے نافع سے کچھ نہیں سنا بلکہ عمر بن حسین سے سنا ہے اور اسی حدیث کی بابت کسی نے امام احمد سے پوچھا تھا کہ انہوں نے فرمایا تھا۔ یہ باطل ہے ہم کہتے ہیں کہ مرسل حدیث حجت ہیں خاص کر استشہاد اور تقویہ کے لیے اور ابن جوزی کا یہ کہنا کہ یہ حدیثیں اس صورت پر محمول ہیں کہ کوئی باکرہ بالغہ غیر کفو سے نکاح کر لے تو یہ بلا سبب خلاف ظاہر پر حمل کرنا ہے اس کے علاوہ حضرت عائشہ کی حدیث میں اس حمل کے ابطال پر یہ لفظ صریح ہیں کہ میرے باپ نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کر دیا ہے کیونکہ چچا کا بیٹا تو کفو ہوتا ہے اور یہ کہنا کہ یہ بھتیجے ان کی ماں کی طرف سے تھا تو یہ بھی احتمال بعید بلا دلیل ہے واللہ اعلم۔ مسئلہ اس پر سب (فقہاء) کا اتفاق ہے کہ باکرہ صغیرہ کے نکاح کر دینے کا باپ کو اختیار ہے اور بیوہ صغیرہ میں اختلاف ہے امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ بیوہ صغیرہ کا نکاح ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ بالغ ہونے سے پہلے اس کے اجازت دینے کا اعتبار نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اجازت عقل پر موقوف ہے اور بالغ ہونے سے پہلے عقل (کا ہونا) معتبر نہیں ہے لہٰذا اس کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہوتا اور بیوہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہوتا پس اس کا نکاح بھی درست نہ ہوگا اس نتیجہ کا صغریٰ تو اجماع (ہونے) کے بعد بدیہی ہے ہاں کبریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ: الثیب احق بنفسہا اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور ابو ہریرہ کی حدیث کہ بیوہ کا نکاح اس سے اجازت لیے بغیر نہ کیا جائے اسے ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور خنساء کی حدیث کہ میرے باپ نے میرا نکاح کر دیا ہے اور میں رضامند نہیں ہوں اور وہ بیوی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح توڑ دیا اس کو بخاری نے نقل کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ بیوہ کے ولی کو (اس کا) کچھ اختیار نہیں ہے اسے دار قطنی نے نقل کیا ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے دار قطنی نے اس میں نقص بیان کیا ہے اور جواب یہی ہے کہ خنساء بالغہ تھی کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ بیوہ صغیرہ سے اجازت نہ لی جائے اور نہ اس کا اجازت دینا صحیح ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اسے خود نکاح کر لینا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ باپ کے لیے اس کا نکاح کر دینا جائز ہے اگرچہ وہ رضامند نہ ہو کیونکہ باکرہ صغیرہ میں ولایت کا سبب یا تو صغیرہ ہونا ہوتا ہے یا باکرہ ہونا اس کے سوا اور کوئی سبب نہیں ہے اور بالغہ میں بکارۃ معتبر نہیں ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں پس اسی طرح صغیرہ میں بھی اور اب فقط صغیرہ ہی ہونا (سبب) رہا اور وہ اس (مذکورہ صورت) میں بھی ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابٌ إِذَا أَنْكَحَ الْوَلِيَّانِ

باب: جب دو ولی (کسی عورت کا الگ، الگ شخص سے) نکاح کر دیں

2088 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ الْمَعْنَى، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ

2088- اخرجه ابن ماجه (2191) و (2344)، والترمذی (1136)، والنسائی فی "الکبری" (5376) و (5377) و (6234) و (1163) من طرق عن قتادة، بهذا الاسناد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ زَوَّجَهَا وَلِيَّانِ فَهِيَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا. وَأَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ بَيْعًا مِنْ رَجُلَيْنِ فَهُوَ لِلْأَوَّلِ مِنْهُمَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جس عورت کی شادی دو ولی (الگ، الگ افراد سے) کروادیں، تو وہ ان میں سے (اس شخص کی بیوی شمار ہوگی) جس سے پہلے شادی کروائی گئی۔ اور جب کوئی شخص دو آدمیوں کے ساتھ (ایک ہی چیز کا) سودا کرلے، تو وہ (سودا) پہلے والے کے حق میں شمار ہوگا۔''

بَابُ قَوْلِهِ تَعَالٰى (لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ) (النساء: 19)

باب: ارشاد باری تعالیٰ ہے ''تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ، اور تم انہیں نہ روکو''۔

2089 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: الشَّيْبَانِيُّ، وَذَكَرَهُ عَطَاءٌ أَبُو الْحَسَنِ السُّوَائِيُّ، وَلَا أَظُنُّهُ إِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي هٰذِهِ الْآيَةِ (لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ) (النساء: 19) قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا مَاتَ كَانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ مِنْ وَلِيِّ نَفْسِهَا: إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ زَوَّجَهَا أَوْ زَوَّجُوهَا، وَإِنْ شَاءُوا لَمْ يُزَوِّجُوهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي ذٰلِكَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور تم انہیں نہ روکو''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلے جب کوئی شخص فوت ہوجاتا، تو اس کے ولی، اس کی بیوی کے ولی سے زیادہ، اس کی بیوی کے حقدار بن جاتے، اگر ان میں سے کوئی چاہتا، تو اس عورت کے ساتھ شادی کرلیتا اور اگر چاہتا تو اس عورت کی شادی کسی اور سے کروادیتا، اگر چاہتا تو اس عورت کی شادی نہ کرواتا، تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

2090 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ) (النساء: 19) وَذٰلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَرِثُ امْرَأَةَ ذِي قَرَابَتِهِ فَيَعْضُلُهَا حَتّٰى تَمُوتَ أَوْ تَرُدَّ إِلَيْهِ صَدَاقَهَا. فَأَحْكَمَ اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ وَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ.

2089-اسناده صحيح. الشيباني: هو سليمان بن ابي سليمان، وعكرمة هو مولى ابن عباس. واخرجه البخاري (4579) و (6948)، والنسائي في "الكبرى" (11028) من طرق عن اسباط، بهذا الاسناد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تمہارے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور تم انہیں نہ روکو، تاکہ تم اس کا کچھ حصہ لے جاؤ، جو تم نے انہیں دیا ہے، البتہ اگر وہ واضح برائی کی مرتکب ہوں (تو حکم مختلف ہے)''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وضاحت کی:) پہلے یہ رواج تھا کہ جب کوئی شخص اپنی کسی رشتہ دار کی بیوی کا وارث بنتا تھا تو اسے (نکاح کرنے سے) روک دیتا تھا، یہاں تک کہ وہ عورت مرجاتی، یا اپنے مہر کی رقم اسے ادا کر دیتی، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے روک دیا اور اس سے منع کر دیا۔

2091 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ عِيسَى بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، مَوْلَى عُمَرَ، عَنِ الضَّحَّاكِ بِمَعْنَاهُ قَالَ: فَوَعَظَ اللّٰهُ ذٰلِكَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نصیحت کی۔

شرح

﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ (النساء: 19)

اس آیت میں آٹھ مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر: (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''لا یحل لکم ان ترثوا النسآء کرھا''۔ اس کا تعلق پہلے مذکور بیویوں کے ذکر سے ہے، اس سے مقصود ان سے ظلم اور تکلیف کو دور کرنا ہے اور خطاب اولیاء کو ہے ان، یحل کی وجہ سے محل رفع میں ہے، یعنی تمہارے لیے عورتوں کا وارث بننا صحیح نہیں ہے، کرھا مصدر ہے حال واقع ہو رہا ہے۔ اس آیت کے نزول کے سبب میں روایات اور مفسرین کے اقوال مختلف ہیں، بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرمایا: جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کے ورثاء اس کی بیوی کے زیادہ حقدار ہوتے اگر کوئی چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا، اگر وہ چاہتے تو کسی دوسرے سے اس کا نکاح کر دیتے، اگر چاہتے تو اس کا نکاح نہ کرتے وہ اس عورت کے اس کے گھر والوں کی نسبت زیادہ حقدار ہوتے، تو یہ آیت نازل ہوئی، ابوداؤد نے بھی اس کی ہم معنی روایت نقل کی ہے۔ زہری اور ابومجلز نے کہا: عربوں کی عادت سے تھا کہ جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس شخص کا دوسری بیوی سے جو بیٹا ہوتا وہ یا مرنے والے کا عصبہ اس شخص کی بیوی پر اپنا کپڑا ڈالتا تو وہ اس عورت کا اس کی اپنی ذات اور اس کے اولیاء سے زیادہ حق دار بن جاتا۔ اگر وہ چاہتا تو بغیر مہر کے اس سے نکاح کر لیتا اور وہی مہر جو میت نے اس عورت کو دیا ہوتا (اس پر اکتفا کرتا) اگر وہ چاہتا تو کسی دوسرے سے اس کا نکاح کر دیتا اور اس کا مہر خود لے لیتا اور اس عورت کو کچھ نہ دیتا، اگر وہ چاہتا تو اس کو روک لیتا حتیٰ کہ وہ فدیہ دے وہ مال جو اس کو میت کی طرف سے ملا ہے یا وہ عورت مر جائے اور وہ اس کا وارث ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (۱) (اسباب النزول للواحدی، صفحہ ۱۴۰) پس

معنی یہ ہوگا کہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم ان عورتوں کے وارث ہو ان کے خاوندوں کی طرف سے پھر تم ان کے خاوند بن جاؤ۔ بعض علماء نے فرمایا: وارث اگر جلدی کرتا اور اس عورت پر کپڑا ڈال دیتا تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہوتا اگر عورت جلدی کرتی اور اپنے میکے چلی جاتی تو وہ عورت اپنے نفس کی خود حقدار ہوتی، یہ سدی کا قول ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: ایک شخص کے عقد میں بوڑھی عورت ہوتی جب کہ اس کا نفس جوان عورت کی خواہش کرتا تو وہ بوڑھی عورت کے فراق کو اس کے مال کی وجہ سے ناپسند کرتا پس وہ اسے روکے رکھتا اور اس کے قریب بھی نہ جاتا حتی کہ وہ اسے اپنا مال فدیہ دے یا وہ مرجائے اور اس کے مال کا وہ وارث بن جائے، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، خاوند کو حکم دیا گیا کہ وہ اگر بیوی کی صحبت کو پسند نہیں کرتا تو اسے طلاق دے دے اور اس کو ناپسند کرتے ہوئے روکے نہ رکھے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ (آیت) ''لا یحل لکم ان ترثوا النسآء کرھا''۔ اس آیت سے مقصود زمانہ جاہلیت کی رسم کا قلع قمع کرنا ہے یعنی عورتوں کو مال کی طرح نہ بنایا جائے تا کہ مال کی طرح ان میں بھی میراث جاری ہو۔'' کرھا''۔ (کاف کے ضمہ کے ساتھ) حمزہ اور کسائی کی قرات ہے اور فتحہ کے ساتھ باقی قراء کی قرات ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں قتبی نے کہا: الکرہ کاف کے فتحہ کے ساتھ اکراہ کے معنی میں ہے اور کاف کے ضمہ کے ساتھ مشقت کے معنی میں ہے۔ کہا جاتا ہے: لتفعل ذالك طوعا او کرھا''۔ یعنی تجھے یہ کرنا چاہیے خوشی سے یا مجبوری سے، یہ خطاب اولیاء کے لیے ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: یہ خطاب عورتوں کے خاوندوں کے لیے ہے جب وہ انہیں روکے رکھیں اور ان سے برتاؤ بھی اچھا نہ کریں اور یہ ان کی میراث کے لالچ کی خاطر ہو یا وہ اپنے بعض مہر فدیہ دے دیں، یہ قول اصح ہے اور ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اختیار کیا ہے انہوں نے کہا: اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ (آیت) ''الا ان یاتین بفاحشة''۔ جب وہ برائی کا ارتکاب کرے تو والی کے لیے اس کو روکنا جائز نہیں تا کہ اس کا مال لے جائے اس پر امت کا اجماع ہے اور یہ خاوند کے لیے ہے اس کا بیان بعد والے مسئلہ میں آئے گا۔

مسئلہ نمبر: (۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''ولا تعضلوھن''۔ عضل کا معنی سورۃ بقرہ میں گزر چکا ہے اور وہ ہے روکنا (آیت) ''الا ان یاتین بفاحشة مبینة''۔ الفاحشة کے معنی میں لوگوں کا اختلاف ہے، حسن نے کہا: اس سے مراد زنا ہے، جب کنواری زنا کرے تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال جلاوطن کی جائے گی اور اپنے خاوند کو وہ رقم لوٹا دے گی جو بطور مہر لے چکی ہوگی، ابو قلابہ نے کہا:: جب کسی مرد کی بیوی زنا کرے تو کوئی حرج نہیں کہ خاوند اسے تکلیف پہنچائے اور اس پر سختی کرے تا کہ وہ اس سے لیا ہوا مال واپس کردے، سدی نے کہا: جب عورتیں ایسے فعل کا ارتکاب کریں تو ان کے مہر واپس لے لو۔ ابن سیرین اور ابو قلابہ نے کہا: خاوند کے لیے بیوی سے فدیہ لینا جائز نہیں مگر یہ کہ اس کے پیٹ پر کسی غیر مرد کو پائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (آیت) ''الا ان یاتین بفاحشة مبینة''۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک رضی اللہ عنہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: فاحشہ مبینہ سے مراد اس آیت میں بغض اور نافرمانی ہے، ان علماء نے فرمایا: جب عورت نافرمانی ہو تو مرد کے لیے اس کا مال لینا جائز اور حلال ہے۔ یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں اس آیت میں فاحشہ کے متعلق خاوند کے لیے کوئی نص نہیں پاتا، ایک قوم نے کہا: اس سے مراد بدزبانی کرنا اور قول اور فعل سے برا سلوک کرنا ہے۔ یہ نشوز کا معنی ہے۔

بعض اہل علم بطور خلع نافرمان عورت سے مال لینا جائز قرار دیتے ہیں مگر وہ یہ خیال رکھے کہ جو اس نے دیا ہے اس سے تجاوز نہ کرے، اس قول پر عمل کرے۔ (آیت) ''لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن ''۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اہل علم کی ایک جماعت نے کہا: خاوند کے لیے جائز ہے کہ نافرمان بیوی سے سب کچھ لے لے جس کی وہ مالک ہے۔ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: زنا خاوند پر نافرمانی اور اذیت سے زیادہ برداشت کرنا مشکل ہے یہ تمام فاحشہ کے حکم میں ہے مال کا لینا یہ حلال کر دیتا ہے۔ ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ابن سیرین اور ابوقلابہ نے کہا: میرے نزدیک یہ کچھ نہیں ہے، کیونکہ فاحشہ کبھی بدزبانی اور اذیت سے ہوتی ہے، اسی وجہ سے بدزبان کو فاحش اور متفحش کہتے ہیں اس بنا پر اگر وہ اس بیوی کو فاحشہ پر مطلع ہو تو اس کے لیے لعان کرنا ہوگا اور اگر چاہے تو اسے طلاق دے دے، اور رہا اسے تکلیف دینا حتی کہ وہ اسے اپنے مال کا فدیہ دے تو یہ خاوند کے لیے جائز نہیں، میں کسی ایسے عالم کو نہیں جانتا جس نے کہا ہو کہ اسے تکلیف دینا اور اس کے ساتھ برا سلوک کرنا خاوند کے لیے جائز ہے حتی کہ وہ اس سے خلع کر لے جب وہ اسے زنا کرتے ہوئے پائے سوائے ابوقلابہ کے۔ واللہ اعلم۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ''فان خفتم الا یقیما حدود اللہ ''۔ (بقرہ: ۲۲۹) یعنی حسن معاشرت اور خاوند کے حق کا قیام اور بیوی کے حق کے قیام میں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں۔ تو (آیت) ''فلاجناح علیھما فیما افتدت بہ ''۔ (بقرہ: ۲۲۹) بس کوئی حرج نہیں ان پر کہ عورت کو کچھ فدیہ دے کر جان چھڑائے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریا ''۔ پھر اگر وہ بخش دیں تمہیں کچھ اس سے خوش دلی سے تو کھاؤ اسے لذت حاصل کرتے ہوئے خوشگوار سمجھتے ہوئے۔

یہ آیات اس باب میں اصل ہیں، عطا خراسانی نے کہا: جب کسی مرد کی بیوی برائی کا ارتکاب کرے تو وہ اس سے وہ مال لے لے جو اس نے اسے دیا تھا اور اسے باہر نکال دے، پھر یہ حکم حدود کے ساتھ منسوخ ہوگیا۔ چوتھا قول: (آیت ''الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ ''۔ مگر یہ کہ وہ بدکاری کریں تو وہ گھروں میں روکی جائیں گی، یہ نسخ سے پہلے تھا، یہ عطا کے قول کے معنی میں ہے اور یہ ضعیف ہے۔

مسئلہ نمبر: (۳) جب ہم اس قول کو اختیار کریں کہ عضل میں خطاب اولیاء کو ہے تو اس کا فقہ یہ ہے کہ جب ولی میں یہ صحیح ثابت ہو کہ وہ عضل کرنے والا ہے تو قاضی عورت اور مرد کے بارے میں غور کرے گا مگر باپ اپنی بیٹیوں کے بارے میں ایسا کرے تو اس کے لیے یہ حکم نہیں۔ اگر اس عضل میں اصلاح ہو تو پھر اسے نہیں چھیڑا جائے گا، یہ ایک قول ہے۔ اور یہ ایک اور بہت سے نکاح کا پیغام دینے کے اعتبار سے ہے، روکنا صحیح ہو تو اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں دو قول ہیں، وہ تمام اولیاء کی طرح ہے۔ قاضی اس کی بیٹیوں میں سے جس کا نکاح چاہے گا کر دے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر: (۴) یہ بھی جائز ہے، کہ (آیت) ''تعضلوھن ''۔ نہی کی بنا پر مجزوم ہو اور واؤ عاطفہ ہو جملہ کلام پہلے جملہ سے جدا ہو، اور یہ بھی جائز ہے کہ (آیت) ''ان ترثوا ''۔ پر عطف کی بنا پر منصوب ہو اور واؤ مشترکہ ہو، فعل کا فعل پر عطف ہو، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ولا ان تعضلوھن ''۔ پڑھا ہے۔ یہ قرات نصب کے احتمال کو قوت دیتی ہے، اور روکنا ان احکام میں

سے ہے جونص کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر:(۵) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''مبینة''۔ یا کے کسرہ کے ساتھ ہے، یہ نافع اور ابوعمرو کی قرات ہے، باقی قراء نے یا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے با کے کسرہ اور یا کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے، اس صورت میں ابان الشی سے مشتق ہوگا۔ کہا جاتا ہے۔ ابان الامر بنفسه. ابنته وبین وبینت''۔ یہ تمام قرات فصیح لغات ہیں۔

مسئلہ نمبر:(۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''وعاشروهن بالمعروف''۔ یعنی ان سے اچھا سلوک کرو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ حکم فرمایا ہے۔ یہ خطاب تمام لوگوں کو ہے ہر ایک کے لیے حسن معاشرت ضروری ہے خواہ وہ خاوند ہو یا ولی ہو لیکن اغلب طور پر اس امر سے مراد خاوند ہوتے ہیں، یہ اس ارشاد کی مثل ہے۔ (آیت) ''فامساك بمعروف''۔ (بقرہ:۲۲۹) یہ ان کو پورا مہر اور خرچ دینا ہے۔ اس کی غلطی کے بغیر اس کے سامنے منہ نہ بسورے، اچھے انداز میں اس سے گفتگو کرے، نہ بدخلقی سے، نہ سخت کلام کرے اور نہ اپنا میلان دوسری بیوی کی طرف ظاہر کرنے والا ہو، العشرة کا معنی مخالطت اور ممازجت ہے اسی سے طرفہ کا قول ہے:

فلئن شطت نواها مرة لعلی عهد حبيب معتمر:

شاعر نے حبیب کو جمع کے معنی میں استعمال کیا ہے جیسے خلیط اور غریق استعمال ہوتے ہیں، عاشره معاشرة. تعاشر القوم واعتشروا''۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے جب ان سے عقد نکاح کریں بہتر انداز میں آپس میں تعلق باقی رہے۔ اس سے انسان کا نفس پرسکون ہوتا ہے اور زندگی خوشگوار رہتی ہے، یہ خاوند پر واجب ہے قضا اس پر لازم نہ ہوگا۔ بعض علماء نے فرمایا: مرد عورت کے لیے اسی طرح اپنے آپ کو مزین رکھے جس طرح عورت مرد کے لیے اپنے آپ کو مزین رکھتی ہے، یحییٰ بن عبدالرحمن الحنظلی نے کہا: میں محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، وہ میرے پاس آئے تو انہوں نے ایک سرخ چادر اوڑھی ہوئی تھی اور ان کی داڑھی سے خوشبو کے قطرے گر رہے تھے، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ محمد بن حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ چادر مجھ پر میری بیوی نے ڈالی ہے اور اس نے مجھے خوشبو لگائی ہے وہ ہم سے ایسی ہی خواہش کرتی ہیں جیسی ہم ان سے رکھتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اپنی بیوی کی خاطر اپنے آپ کو مزین کرنا پسند کرتا ہوں جس طرح میں پسند کرتا ہوں کہ بیوی میرے لیے مزین ہو۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ اس میں داخل ہے۔ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آیت کے مفہوم کی طرف نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد رہنمائی کرتا ہے۔ فاستمتع بها وفيها عوج (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب المدارة مع النساء حدیث نمبر ۴۷۸۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) یعنی تو اس سے بدسلوکی نہ کر جب کہ اس میں ٹیڑھا پن موجود بھی ہو عورت سے مخالفت شروع ہوتی ہے اور اس کے ذریعے ناچاقی واقع ہوتی ہے اور یہ خلع کا سبب ہے۔

مسئلہ نمبر:(۷) ہمارے علماء نے: (آیت) ''وعاشروهن بالمعروف''۔ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ عورت کے لیے ایک خادمہ کافی نہ ہو تو خاوند پر اس کی کفالت کی مقدار خدمت کرنا ضروری ہے جیسے بادشاہ اور خلیفہ کی بیٹی اگر کسی کی بیوی ہو تو انہیں ایک خادمہ کفایت نہیں کرتی، یہ معاشرۃ بالمعروف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خاوند

پر ایک خادمہ لازم ہے یہ اس کی ذات کی خدمت کے لیے کافی ہے دنیا میں ایک عورت کے لیے ایک خادمہ کافی ہوتی ہے یہ اس جنگجو کی طرح ہے جس کے بہت سے گھوڑے ہوں تو اسے ایک گھوڑے کا حصہ ملتا ہے، کیونکہ قتال ایک گھوڑے پر ہی ممکن ہے، ہمارے علماء نے فرمایا: یہ غلط ہے، کیونکہ بادشاہوں کی بیٹیوں کی بہت سے خادمائیں ہوتی ہیں انہیں ایک خادمہ کفایت نہیں کرتی، کیونکہ وہ کپڑے دھونے، آرام وغیرہ کے خیال کرنے اور دوسرے کاموں کے لیے ایک خادمہ کافی نہیں ہوتی ہے۔ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۸) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''فان کرھتموھن''۔ بدصورت یا بدخلق ہونے کی وجہ سے اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو جب کہ وہ فاحشہ اور نافرمان نہیں ہے۔ یہ سارے احتمال ہو سکتے ہیں، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس عورت سے نیک صالح اولاد عطا فرمادے ان کو رفع عسی کی وجہ سے ہے ان اور فعل مصدر ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ مفہوم صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مومن، مومنہ کو جدا نہ کرے اگر اس سے ایک خلق کو ناپسند کرے گا تو اس کی دوسری عادت سے خوش ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ عورت سے کلی طور پر بغض نہ رکھے جو اسے اس کے فراق پر برانگیختہ کردے۔ یعنی اس کے لیے یہ مناسب نہیں بلکہ اس کی برائی کو اس کی اچھائی کی وجہ سے معاف کردے اور اس کی ناپسندیدہ بات کو اس کی پسندیدہ باتوں کی وجہ سے برداشت کرے۔ مکحول نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتا ہے پس اسے خیر دی جاتی ہے پس وہ اپنے رب پر شکوہ کرتا ہے پھر تھوڑے عرصہ بعد وہ دیکھتا ہے کہ اسے خیر دی گئی ہوتی ہے، ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا فرمایا: مجھے ابوالقاسم بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہوں ابوالقاسم السیوری سے روایت کیا انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرمایا: الشیخ ابومحمد بن ابی زید علم اور دین میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ اس کی بیوی بڑی بدسلوکی کرتی تھی، اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی تھی اور اپنی زبان کے ساتھ اسے اذیت دیتی تھی، شیخ صاحب کو بیوی کے معاملہ میں کہا گیا اور اس پر اتنا صبر کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں ایک ایسا شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بدن کی صحت اپنی معرفت اور غلاموں کی نعمتیں کی ہیں شاید میرے گناہوں کی سزا اس کی صورت میں دی گئی ہو مجھے اندیشہ ہے کہ میں اس کو جدا کروں تو مجھ پر اس سے سخت سزا اور عقوبت نازل ہو۔ ہمارے علماء نے فرمایا: اس میں طلاق کی کراہت کی دلیل ہے اگرچہ مباح ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مباح چیزوں میں سے کسی چیز کو ناپسند نہیں فرماتا سوائے طلاق اور کھانے کے، اللہ تعالیٰ معدہ کو ناپسند فرماتا ہے جب وہ بھر جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نساء ۱۹، بیروت)

جمہور اہل علم بلوغت سے قبل چھوٹی بچی کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں، اس بارے میں بہت سے علمائے کرام نے اجماع بھی نقل کیا ہے، اور اس اجماع کی مخالفت میں صرف ابن شبرمہ اور عثمان البتی رحمہا اللہ کی رائے ہے، جمہور کی دلیل فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ

ترجمہ: تمہاری بیویوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اور تمہیں ان کی عدت کے بارے میں تردد ہے، ان کی عدت تین ماہ ہے اور جنہیں ابھی تک حیض آیا ہی نہیں۔ [الطلاق:4]

یہ آیت اس طرح دلیل بنتی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے یہاں پر حیض آنے سے قبل طلاق پانے والی بچی کی عدت ذکر کی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالغ نہیں ہے، اور اس وقت تک طلاق یا فسخ نکاح نہیں ہوتا جب تک عقد نکاح درست نہ ہو۔

جمہور اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ اگر بیوی بالغ ہو جائے تو اسے [خاوند کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا] کوئی اختیار نہیں دیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے 7 سال کی عمر میں شادی کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بالغ ہونے پر کوئی اختیار نہیں دیا۔

دوم:

یہاں کچھ باتوں کو ذہن نشین رکھنا چاہیے:

1۔ چھوٹی بچی کا بچپن میں نکاح کرنے کا اختیار صرف والد کو ہے، کسی اور کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے، یہی جمہور اہل علم کا موقف ہے، اور یہی درست ہے، لہٰذا دادا کو یہ اختیار دینے والوں کا موقف درست نہیں ہے، اسی طرح ان کا موقف بھی درست نہیں ہے جو والد کے علاوہ دیگر اولیاء کو بچپن میں شادی کرنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار کے بھی قائل ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "والد کے سوا کوئی بھی کسی بچی کا نکاح بچپن میں نہیں کر سکتا چاہے بچی کنواری ہو یا بچپن میں ہی بیوہ ہونے والی کوئی لڑکی، اسی طرح چاہے اس کی اجازت اس میں شامل ہو یا نہ ہو، اسی طرح ان دونوں [کنواری یا بیوہ بچی] میں سے کسی ایک کا نکاح کر دیا جائے اور پھر بالغ ہونے کی صورت میں اختیار دینا بھی غلط ہے، چنانچہ اگر کسی بچی کا نکاح باپ کے علاوہ کسی اور نے کر دیا تو نکاح فسخ ہوگا، ایسے نکاح کی وجہ سے بننے والے میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے، اور نہ ہی طلاق واقع ہوگی، بلکہ اس نکاح کا حکم تمام امور میں فاسد نکاح والا ہوگا، لہٰذا طلاق، وراثت کچھ بھی اس پر لاگو نہیں ہوگا۔

"الأم" (18/5)

بَابٌ فِي الِاسْتِئْمَارِ

باب: (لڑکی سے اسے کی شادی کے بارے میں) مشورہ کرنا

2092 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا الْبِكْرُ إِلَّا بِإِذْنِهَا قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا إِذْنُهَا قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ

2092- اسناده صحيح. ابان: هو ابن يزيد العطّار، ويحيى: هو ابن ابي كثير البصري، وابو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف الزهري. واخرجه البخاري (5136) و (6968) و (6970)، ومسلم (1419)، وابن ماجه (1871)، والترمذي (1133)، والنسائي في "الكبرى" (5357) و (5358) من طرق عن يحيى بن ابي كثير، به. وهو في "مسند احمد" (7404).

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ثیبہ کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے، جب تک اس سے مشورہ نہ کرلیا جائے اور کنواری کی شادی اس کے اذن سے کی جائے، لوگوں نے عرض کی: اس کے اذن سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ وہ خاموش رہے۔

2093 حَدَّثَنَا اَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ الْمَعْنَى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا اَبُو سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تُسْتَاْمَرُ الْيَتِيمَةُ فِي نَفْسِهَا، فَاِنْ سَكَتَتْ فَهُوَ اِذْنُهَا، وَاِنْ اَبَتْ فَلاَ جَوَازَ عَلَيْهَا. وَالْاِخْبَارُ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُو خَالِدٍ سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، وَمُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''یتیم (کنواری) لڑکی سے اس کی ذات کے بارے میں مرضی معلوم کی جائے گی، اگر وہ خاموش رہے تو یہ اس کی اجازت (شمار) ہوگا، اور اگر وہ انکار کردے تو اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا''۔

یزید کی نقل کردہ روایت میں ''اخبار'' مذکور ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوخالد سلیمان بن حیان اور معاذ بن معاذ نے محمد بن عمرو سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

2094 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِاِسْنَادِهِ زَادَ فِيهِ قَالَ: فَاِنْ بَكَتْ اَوْ سَكَتَتْ. زَادَ بَكَتْ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ بَكَتْ بِمَحْفُوظٍ وَهُوَ وَهْمٌ فِي الْحَدِيثِ الْوَهْمُ مِنَ ابْنِ اِدْرِيسَ اَوْ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلَاءِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ اَبُو عَمْرٍو ذَكْوَانُ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحِي اَنْ تَتَكَلَّمَ؟ قَالَ: سُكَاتُهَا اِقْرَارُهَا.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''اگر وہ رو پڑے یا خاموش رہے'' اس میں وہ رو پڑے کے الفاظ زائد ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ''اگر وہ رو پڑے'' کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں، اس روایت میں یہ وہم ہے اور یہ وہم ابن ادریس یا محمد بن علاء نامی راوی کو ہوا ہے۔

2093-اخرجه الترمذي (1135)، والنسائي في "الكبرى" (5360) من طريقين عن محمد بن عمرو، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. وهو في "مسند احمد" (7527)، و "صحيح ابن حبان" (4079) و (4086).

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوعمرو ذکوان نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:
انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کنواری لڑکی بات کرتے ہوئے شرماتی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی خاموشی، اس کا اقرار ہے۔

2095 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ، حَدَّثَنِي الثِّقَةُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آمِرُوا النِّسَاءَ فِيْ بَنَاتِهِنَّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''عورتوں سے، ان کی بیٹیوں (کی شادی) کے بارے میں مشورہ لو''

بَابٌ فِي الْبِكْرِ يُزَوِّجُهَا اَبُوْهَا وَلَا يَسْتَاْمِرُهَا

باب: جب کنواری لڑکی کا باپ، اس کی مرضی معلوم کیے بغیر، اس کی شادی کردے

2096 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

❁❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک کنواری لڑکی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے یہ بات ذکر کی، اس کے والد نے اس کی شادی کردی ہے اور وہ (لڑکی) اس رشتے کو پسند نہیں کرتی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو (شادی ختم کرنے کا) اختیار دیا۔

2097 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ.

قَالَ اَبُوْ دَاؤُدَ: لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ النَّاسُ مُرْسَلًا مَعْرُوْفٌ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، عکرمہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس راوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں کیا۔ لوگوں کا اس روایت کو اس طرح ''مرسل'' کے طور پر نقل کرنا معروف ہے۔

2096-اسناده صحيح. ايوب: هو ابن ابى تميمة السختيانى، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه ابن ماجه (1875)، والنسائى فى "الكبرى" (5366) من طريقين عن الحسين بن محمد، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (1875م)، والنسائى فى "الكبرى" (5368) من طريق زيد بن حبان، عن ايوب، به. وهو فى "مسند احمد" (2469).

بَابٌ فِي الثَّيِّبِ

باب: ثیبہ کا بیان

2098 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَا: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُ فِي نَفْسِهَا، وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا. وَهٰذَا لَفْظُ الْقَعْنَبِيِّ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ثیبہ عورت، اپنی ذات کے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے، کنواری لڑکی سے، اس کی ذات کے بارے میں مرضی معلوم کی جائے گی، اور اس کی خاموشی اس کی اجازت ہوگی''

روایت کے یہ الفاظ قعنبی کے نقل کردہ ہیں۔

2099 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ، بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ يَسْتَاْمِرُهَا اَبُوهَا.

قَالَ اَبُو دَاؤدَ: اَبُوهَا لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''ثیبہ اپنی ذات کے بارے میں، اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے، کنواری سے اس کا باپ مرضی معلوم کرے گا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس میں ''اس کا باپ'' کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔

2100 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ لِلْوَلِيِّ مَعَ الثَّيِّبِ اَمْرٌ، وَالْيَتِيمَةُ تُسْتَاْمَرُ، وَصَمْتُهَا اِقْرَارُهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ثیبہ (کی شادی میں) ولی کا کوئی دخل نہیں ہے، اور کنواری سے اس کی مرضی معلوم کی جائے گی اور اس کی خاموشی، اس کا اقرار (شمار) ہوگی''۔

2101 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ

2098-اسناده صحيح. وهو عند مالك في "الموطا"/2/525-5242، ومن طريقه اخرجه مسلم (1421) وابن ماجه (1870)، والترمذي (1134)، والنسائي في "الكبرى" (5351) و (5352). وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (1888)، و "صحيح ابن حبان" (4084) و (4087).

2099-اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. واخرجه مسلم (1421)، والنسائي في "الكبرى" (5355) من طريق سفيان، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (1897)، و "صحيح ابن حبان" (4088).

الرَّحْمٰنِ، وَمُجَمِّعِ ابْنَيْ يَزِيدَ الْاَنْصَارِيَّيْنِ، عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْاَنْصَارِيَّةِ، اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَجَائَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَرَدَّ نِكَاحَهَا

سیدہ خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ان کے والد نے ان کی شادی کر دی، وہ ثیبہ تھیں، انہیں (یہ رشتہ) پسند نہیں آیا، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (اس حوالے سے) حاضر ہوئیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ (صورتِ حال) ذکر کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کو کالعدم قرار دیا۔

بَابٌ فِي الْاَكْفَاءِ

باب: کفو (کے احکام)

2102 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ اَبَا هِنْدٍ، حَجَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْيَافُوخِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بَنِي بَيَاضَةَ اَنْكِحُوا اَبَا هِنْدٍ وَاَنْكِحُوا اِلَيْهِ وَقَالَ: وَاِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِمَّا تَدَاوُونَ بِهِ خَيْرٌ فَالْحِجَامَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہند رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یافوخ (نامی رگ) پر پچھنے لگائے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بنو بیاضہ! ابوہند کی شادی کروا دو، اور (اپنے قبیلے کی کسی لڑکی کی) اس سے شادی کر دو۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جو بھی دوائیں استعمال کرتے ہو، ان میں سے پچھنے لگوانا سب سے بہتر (علاج) ہے۔

شرح

(1) نکاح کے لئے لڑکا اور لڑکی کی رضامندی کے ساتھ ایجاب وقبول اور دو مسلمان عاقل و بالغ گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔ اگر کورٹ میاریج لڑکی اور لڑکے کی رضامندی کے ساتھ ہو، گواہوں کی موجودگی میں تو جائز اور درست ہے' اگر مہر مقرر نہ کیا جائے تو مہر مثل دینا ضروری ہے۔ (2) نکاح کے لئے لڑکی اور لڑکے کی رضامندی کافی ہے تاہم والدین کی یا سرپرستوں کی رضامندی خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔ (3)' (4) اور (5) نکاح کے گواہوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایجاب وقبول کے الفاظ سنیں' محض نامزدگی اور خانہ پُری سے گواہی کی شرط تکمیل نہیں پاتی' لہٰذا ایسی صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا' مسلمانوں کے نکاح کے وقت وکیل اور قاضی صاحب کی قانونی اور شرعی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسلامی قانون میں نکاح کے لازمی شرائط کو ملحوظ رکھیں۔
مذکورہ سوال صورت میں یہ شرائط پائے گئے ہوں تو نکاح درست ہے ورنہ نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ومنها) الشهادة قال عامة العلماء: إنها شرط جواز النكاح بكذا في البدائع و شرط في الشاهد أربعة

2101-هو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (10299)، و من طريقه اخرجه احمد في "مسنده" (3087)، و النسائي في "الكبرى" (5354) و (5370)، و الدار قطني /2393، و البيهقي /118.7

أمور: الحرية والعقل والبلوغ والاسلام...... (ومنها) سماع الشاہدین کلامہما معا بکذا فی فتح القدیر ......الشاہدین کلامہما معا بکذا فی فتح القدیر......ولو سمعا کلام أحدہما دون الآخر أو سمع أحدہما کلام أحدہما والآخر کلام الآخر لا یجوز النکاح ہکذا فی البدائع ...... ولو قالت إن فلانا کتب إلی یخطبنی فاشہدوا أنی قد زوجت نفسی منہ صح النکاح لأن الشہود سمعوا کلامہما بإیجاب العقد وسمعوا کلام الخاطب بإسماعہا إیاہم ہکذا فی الذخیرۃ ولو کتب الایجاب والقبول لا ینعقد کذا فی فتح القدیر. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الأول فی تفسیرہ شرعا وصفتہ ورکنہ وشرطہ وحکمہ)

(6) لڑکی اگر نکاح پر راضی ہو اور اپنی رضامندی سے یہ اقدام کر رہی ہو تو درست ہے' لیکن اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ والدین کی رضامندی کے بغیر شادی ہو تو رشتۂ نکاح میں پائیداری نہیں رہتی اور والدین اپنی اولاد کے بارے میں اپنی پدرانہ شفقت و مادری محبت کے سبب وہی فیصلہ کرتے ہیں جو اولاد کے لئے بہتر ہو۔ نکاح صرف ضابطہ کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ زندگی کا ایک اہم فیصلہ ہوتا ہے' لہٰذا والدین کے مشورہ و رضامندی کے ساتھ نکاح کرنا خوش آئند اور بہتر ہے۔

(7) نکاح سے پہلے لڑکی' لڑکے کے لئے اجنبی رہتی ہے' لڑکے کے لئے لڑکی کو دیکھنا' چھونا' گناہ اور معصیت ہے۔ اس گناہ سے لڑکا' لڑکی کو توبہ کرنی چاہئے۔ اگر نکاح اپنی تمام شرائط کے ساتھ تکمیل پائے اور لڑکی لڑکے کے نکاح میں آجائے تب بھی لڑکی کے لئے اجنبی افراد کے ساتھ پردہ کا حکم ہے۔ زوجین کے درمیانی تعلقات کسی اور کے سامنے یا سرعام ظاہر ہونا اخلاقی گراوٹ کی حیاء سوز مثال ہے۔ اسلام نے شوہر کو ہدایت دی کہ بیوی کے لئے علیحدہ کمرہ فراہم کرے' کسی اور کے سامنے زوجین کا یہ عمل تقاضۂ حیاء کے خلاف اور پردہ کے شرعی احکام کی سنگین خلاف ورزی ہے۔

(8) جب شوہر نے تین طلاق دے دی ہے تو لڑکی اس کے نکاح سے نکل چکی' شوہر کو رجوع کرنے کا کوئی اختیار نہیں' سوائے اس کے کہ لڑکی عدت گزارنے کے بعد دوسرے لڑکے سے نکاح کرے اور اس اس کے ساتھ ازدواجی تعلق رکھے' اگر کسی وجہ سے دوسرے شوہر نے اُسے طلاق دی تو عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

(9) اور (10) نکاح میں کفاءت کو ملحوظ رکھنا چاہئے' اگر بالغ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو سے نکاح کرلے تو ولی کو نکاح فسخ کروانے کا اختیار ہے۔ اگر بالغ لڑکی نے کفو سے نکاح کیا تو ولی کو نکاح فسخ کروانے کا اختیار حاصل نہ رہے گا۔ کفاءت میں نسب' اسلام' پیشہ' شہر' دیانت اور مال کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ بالغ لڑکی نے کفاءت کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم شریف' سنن ابوداؤد' سنن نسائی' سنن ترمذی' موطا امام مالک اور دیگر حدیث میں حدیث پاک ہے: عن ابن عباس أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الثیب أحق بنفسہا من ولیہا والبکر تستأمر وإذنہا سکوتہا. ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شوہر دیدہ لڑکی ولی سے زیادہ اپنی ذات کی حقدار ہے' اور دوشیزہ سے اجازت طلب کی جائے اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت حدیث نمبر 3542۔ سنن ابوداود، کتاب النکاح، باب فی الثیب حدیث

نمبر 2100۔سنن نسائی، کتاب النکاح، استئذان البکر فی نفسہا حدیث نمبر 321۔سنن ترمذی، ابواب النکاح، باب ما جاء فی استئمار البکر والثیب، حدیث نمبر 1132۔موطا مالک، کتاب النکاح، باب استئذان البکر والأیم فی أنفسہما، حدیث نمبر 1097) اس حدیث پاک سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بالغ لڑکی سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے اور اس کی رضامندی نکاح کے لئے کافی ہے۔ اب رہا وہ حدیث شریف جس سے ولی کی اجازت ضروری معلوم ہوتا ہے یہ حدیث پاک اس صورت کے ساتھ خاص ہے کہ لڑکی نے غیر کفو سے نکاح کرلیا' ایسی صورت میں ولی کو فسخ نکاح کا اختیار رہے گا۔ ان دس سوالات کے جوابات متعلق سوالات کے الفاظ کے پیش نظر دیئے گئے۔ نمبر(10) کے تحت جو وضاحت کی گئی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ جس نکاح کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا کیونکہ نکاح کے لئے یہ شرط ہے کہ عاقدین زبان سے ایجاب وقبول کے الفاظ ادا کریں اور گواہان اسے سنیں۔ جب نکاح کے لئے ایجاب و قبول کے الفاظ ادا کئے بغیر محض کاغذات تیار کئے جائیں اور گواہوں کے سامنے لڑکا لڑکی کے دستخط لئے جائیں تو ایسی صورت میں شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا۔

والمراد بالباطل حقیقته علی قول من لم یصحح ما باشر ته من غیر کفء. أو حکمه علی قول من یصححه أی للولی أن یبطله (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی) ولا ینعقد بالکتابة من الحاضرین فلو کتب تزوجتك فکتبت قبلت؛ لم ینعقد هکذا فی النهر الفائق.

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب النکاح، الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح ومالا ینعقد بہ)۔

کفو کی لغوی تعریف

علامہ ابن منظور الافریقی لکھتے ہیں:

الکفء النظیر والمساوي ومنه الکفاة في النکاح وهو ان یکون الزواج مساویاً للمراة في حسبها ودینها ونسبها و بیتها غیر ذالک.

''کفو کا مطلب نظیر اور برابری ہے۔ اسی سے نکاح میں کفاءت سے مراد ہے۔ وہ یہ ہے کہ خاوند کا حسب، دین، نسب اور گھر وغیرہ میں عورت کے برابر ہونا۔'' (ابن منظور، لسان العرب، 139:1، دار صادر، بیروت)

سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ کفو کا معنی ہے: ''مثلہ ہر چیز کی مثال کو کفو کہتے ہیں''۔

(زبیدی، تاج العروس، 108:1، دار احیاء التراث العربی)

کفو کا اصطلاحی معنیٰ

کفو کا معنی ہے صفات مخصوصہ ممتازہ میں مساوی اور نظیر ہونا، نکاح میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا، لڑکی کے معیار سے کم اور نیچا تو نہیں ہے کیونکہ جو لڑکی صفات مخصوصہ ممتازہ کے اعتبار سے اعلیٰ ہو وہ اس لڑکے کا فراش بننے کو ناپسند کرے گی۔ جو اس سے صفات میں ادنیٰ ہو تو لڑکی کے وارث بھی اس بات کو اپنے لئے باعث عار سمجھتے ہیں۔

کفو میں عموماً چھ چیزوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

اسلام حریت یعنی آزاد ہو غلام نہ ہو نسب مال و دولت تقویٰ اور دینداری صنعت و حرفت یعنی پیشہ

(درالمختار، 437:2)

مسئلہ کفو:

کفو کی حقیقت اتنی ہے کہ لڑکے لڑکی میں ہر ممکن حد تک مناسبت کا لحاظ کیا جائے۔ بے جوڑ اور غیر مناسب رشتوں سے بچا جائے تاکہ دونوں میں ہم آہنگی مطابقت و موافقت ہو۔ الفت ہو، کالے، گورے، سید غیر سید۔ ذات پات کا نظام اسلام میں نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

عن انس بن مالک قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم: الناس کاسنان المشط.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں۔ (الشہاب، المسند، 145:1، رقم: 195، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حجۃ الوداع کے موقع پر آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

یا ایُّھا النّاس ان ربکم واحد و ان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر إلا بالتّقوی ألا ھل بلغت ؟ قالوا بلی یا رسول اللہ قال فلیبلغ الشھد الغائب.

''لوگو! سن لو، تمہارا خدا ایک ہے کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو کالے اور کسی کالے کو سرخ پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں۔ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ سنو! کیا میں نے تمہیں بات پہنچا دی؟ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہاں! فرمایا تو جو آدمی یہاں موجود ہے وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے جو موجود نہیں''۔

(بیہقی، شعب الایمان، 289:4، الرقم: 5137، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ سرخسی ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں۔

وتأویل الحدیث الاخر الندب إلی التواضع وترک طلب الکفۃ لا الالزام وبہ نقول ان عند الرضا یجوز العقد.

''دوسری صورت کا جواب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کرنا اور کفو کی طلب کو ترک کرنا مستحب ہے اور کفو کا اعتبار کرنا لازم نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رضا کے وقت (غیر کفو) میں نکاح کرنا جائز ہے۔'' (سرخسی، المبسوط، 25:5، دار المعرفۃ بیروت)

اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفو کو طلب کرنا لازم نہیں ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کو اختیار کر کے غیر کفو میں نکاح کیا جائے۔

قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ غیر کفو میں نکاح کرنا حرام ہے اور یہ نکاح زنا کے مترادف ہے۔ خواہ ان کے ورثاء و اولیاء کی اجازت

ہی سے کیوں نہ ہو۔لیکن ان بزرگوں نے قرآن مجید کے حکم پر غور نہیں فرمایا کہ قرآن مجید نے ان تمام عورتوں کا ذکر فرمایا جونسب، رضاعت،صہر،جمع فی النکاح اور منکوح غیر ہونے کے اعتبار سے حرام ہیں اس کے بعد فرمایا:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ

''اوران کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں تا کہ تم اپنے اموال کے ذریعے طلب نکاح کرو پاکدامن رہتے ہوئے نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے''۔(النساء،24:4)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کلمہ''ما''عموم کا استعمال فرما کر بتادیا کہ مذکورہ حرام کردہ عورتوں کے علاوہ سب حلال ہیں اس میں کفواور غیر کفو کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

''ان عورتوں سے نکاح کرو جوتمہارے لیے پسندیدہ اور حلال ہوں''۔(النساء،3:4)

مندرجہ بالا آیت میں بھی لفظ''ما''جو کہ عموم کے لئے ہے یعنی محرمات کے علاوہ جو عورتیں تمہیں پسند آئیں خواہ وہ کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہوں باہمی رضامندی سے نکاح کرلو۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ

''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جوتم میں زیادہ پرہیزگار ہو''۔الحجرات:13:49

محدثین ومفسرین نے اس آیت مبارکہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بني بياضة ان يزوجوا ابا هند امراة منهم فقالوا يارسول الله صلى الله عليه وسلم نزوج بناتنا موالينا؟ فانزل الله عزوجل (اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى)

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ ابوالہند کے ساتھ اپنی ایک عورت کی شادی کر دیں۔انہوں نے کہا: کیا ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح غلاموں سے کردیں؟ اس موقعہ پر یہ ایک آیت نازل ہوئی

اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى...''

ابوداؤد،المراسیل،195:1،رقم:230،موسسۃ الرسالۃ،بیروت بیہقی،السنن،136:7،رقم:13558،مکتبۃ دارالبازمکۃ المکرمۃ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن،341:16،دارالشعب القاہرۃ آلوسی،روح المعانی،163:26،داراحیاءالتراث العربی سیوطی،الدرالمنثور،578:7، دارالفکر بیروت شوکانی،فتح القدیر،69:5،دارالفکر بیروت

ابوالہند حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فصد لگانے والا غلام تھا۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد عورت کا نکاح ایک غلام سے کر کے نسب وحسب اور صنعت وحرفت کے سارے بت توڑ دیئے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ

(البقرہ، 221:2)

''اور تم مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں، اور بے شک مسلمان لونڈی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں بھلی ہی لگے اور (مسلمان عورتوں کا) مشرک مردوں سے بھی نکاح نہ کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً بتادیا کہ مسلمان آزاد لڑکیوں کا نکاح غلام مسلمانوں سے کرنا جائز ہے۔ حالانکہ غلام آزاد کا کفو نہیں ہوتا۔

مندرجہ بالا آیات مقدسہ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا بیان ہے۔

احادیث سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

احادیث مبارکہ میں غیر کفو میں نکاح سے متعلق بے شمار ثبوت ہیں۔

دیندار عورت سے شادی کرو:

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سے چار چیزوں کے باعث نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال، اس کے حسب ونسب، اس کے حسن و جمال اور اس کے دین کی وجہ سے تیرے ہاتھ گرد آلودہ ہوں، تو دیندار کو حاصل کر''۔

بخاری، الصحیح، 1958:5، رقم:4802، دار ابن کثیر الیمامۃ بیروت، مسلم، الصحیح، 1086:2، رقم:1466، دار احیاء التراث العربی ابن حبان، الصحیح، 344:9، رقم:4036، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ابی عوانۃ، المسند، 11:3، رقم:4010، دار المعرفۃ بیروت دارقطنی، السنن، 302:3، رقم:212، دار المعرفۃ بیروت

عَنْ اَبِي اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ.

''ابوامامہ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن اللہ کے تقویٰ کے بعد جو اپنے لیے بہتر تلاش کرے وہ نیک بیوی ہے کہ اگر اسے حکم دے تو اطاعت کرے، اس کی جانب دیکھے تو خوش ہو، اگر وہ کسی بات کے کرنے پر قسم کھا لے تو اسے پوری کردے۔ اگر شوہر کہیں چلا جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اپنی جان و مال کی نگہبانی کرے''۔

(ابن ماجہ، السنن، 596:1، رقم:1857، دار الفکر بیروت، طبرانی، المعجم الکبیر، 222:8، رقم:7881، مکتبۃ الزہراء الموصل)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن یحیی بن ابی کثیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء کم من ترضون امانته وخلقه فانکحوہ کائنا من کان فان لا تفعلوا تکن فتنه فی الارض و فساد کبیر . او قال: عریض.

''یحیٰی بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے نکاح کردو خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت زیادہ فساد اور فتنہ پھیلے گا''۔ (عبدالرزاق، المصنف، 152:6، رقم:10325، المکتب الاسلامی بیروت)

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیه وسلم إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَه وَخُلُقَه فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین واخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کردو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ بپا ہوگا۔

ترمذی، السنن، 394:3، رقم:1084، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ابن ماجہ، السنن، 326:1، رقم:1967، دار الفکر بیروت، حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 179:2، رقم:2695، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن الحکم بن عینه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم ارسل بلالا الی اهل بیت من الانصار یخطب الیهم فقالا و عبد حبشی قال بلال لو لا ان النبی صلی اللہ علیه وسلم امرنی ان اتیکم لما اتیتکم فقالوا النبی صلی اللہ علیه وسلم امرک قال نعم قالوا قد ملکت فجاء النبی صلی اللہ علیه وسلم فاخبرہ فادخلت علی النبی صلی اللہ علیه وسلم قطعة من ذب فاعطه ایها فقال سق هذا الی امراتک و اقل لاصحابه اجمعوا الی اخیکم فی ولیمه

''حکم بن عینہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے گھر بھیجا تا کہ وہ اپنے رشتہ کا پیغام دیں۔ اس انصاری کے گھر والوں نے کہا کہ حبشی غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس آنے کے لئے نہ کہا ہوتا تو میں کبھی نہ آتا۔ انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا تم اس رشتہ کے مالک ہو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جا کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کا ٹکڑا آیا۔ آپ نے وہ حضرت بلال کو عطا کیا کہ یہ اپنی بیوی کے پاس لے جانا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دوستوں سے فرمایا تم اپنے بھائی کے ولیمے کی تیاری کرو''۔

مندرجہ بالا حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد عورت کا نکاح ایک حبشی غلام کے ساتھ کر کے ہر قسم کے تفاوت کو ختم کر دیا اور بتا دیا کہ اصل چیز مسلمان ہونا باقی چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

قدیم زمانہ سے آج تک قومی عصبیت ہر قوم میں پائی جاتی ہے۔

قومی عصبیت:

اپنی قوم کی تعلیم وترقی، عزت وعظمت اور خوشحالی وآسودگی کی تدابیر کی جائیں، مگر اس کی بنیاد محنت وجہد پر ہو کسی دوسرے کے وسائل پر قبضہ یا کسی دوسرے کی آزادی سلب کرنے یا اس کے سماجی ومعاشی استحصال پر نہ ہو۔ پہلی صورت مفید اور بہتر ہے جبکہ دوسری صورت ظالمانہ ومفسدانہ ہے۔ اسلام میں شادی کے سلسلہ میں کفو کا لحاظ اسی لئے کیا گیا ہے کہ اخلاق کے ساتھ ساتھ قومی و قبائلی تعلقات کا لحاظ بھی کر لیا جائے تو رشتہ زوجیت ونکاح میں مزید پختگی پیدا ہونے کے امکانات پیدا ہو جائیں گے اور بس۔ یہ تمام تدابیر دراصل ایک ہی مسئلہ کے محکم وپائیدار کرنے کے لئے کی جاتی ہیں کہ رشتہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہو۔ میاں بیوی کے درمیان مثالی ہم آہنگی ہو، پیار ہو، ہمدردی ہو، میل ملاپ ہو، اوران دو کی باہمی محبت کے ذریعے ان کے والدین اور پوری برادری و خاندان تک یہ خوشگوار تعلقات پھیلتے پھولتے چلے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ

''ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو محبت کرنے والوں میں، نکاح کی طرح (پائیدار) تمہیں کوئی اور تعلق نہیں ملے گا''۔ (ابن ماجہ، السنن، 1:593، رقم: 1847، دار الفکر بیروت)

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ اَعْظَمُ النِّكَاحِ بَرَكَةً يَسَرُهُ مُؤْنَةً.

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک بڑی برکت والا وہ نکاح ہے، جس میں آسان تر محنت کرنا پڑے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الايمان فليتق الله فى النصف الباقى

''جب آدمی شادی کرتا ہے تو آدھا ایمان مکمل کر لیتا ہے، اب جو باقی آدھا رہ گیا ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرے''۔

شادی دیکھ کر کرو:

ایک انصاری نے عرض کی، میں فلاں انصاری بی بی سے شادی کرنا چاہتا ہوں آقا علیہ السلام نے فرمایا:

فانظر اليها فان فى اعين الانصار شيئا

''اسے دیکھ لو! بعض، انصار کی آنکھوں میں عیب ہوتا ہے''۔

یہ بھی فرمایا:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمُ الْمَرْاَةَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى مَا يَدْعُوهُ اِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ. قَالَ فَخَطَبْتُ جَارِيَةً فَكُنْتُ اَتَخَبَّا لَهَا حَتَّى رَاَيْتُ

مِنْهَا مَا دَعَانِي إِلَى نِكَاحِهَا فَتَزَوَّجْتُهَا.

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے اگر اس کی ان خوبیوں کو دیکھ سکتا ہو جو اسے نکاح پر مائل کریں، تو ضرور ایسا کرے۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو پیغام دیا اور چھپ کر اسے دیکھ لیا یہاں تک کہ میں نے اس کی وہ خوبی بھی دیکھی جس نے مجھے نکاح کی جانب راغب کیا لہٰذا میں نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا''۔

احمد بن حنبل،، المسند، 3:334، رقم:14626، موسسۃ قرطبۃ مصر ابوداؤد،، السنن، 2:228، رقم:2082، دار الفکر حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 2:179، رقم:2696، دار الکتب العلمیۃ بیروت بیہقی، السنن الکبری، 7:84، رقم:13269، مکتب دار الباز مکۃ المکرمۃ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَرَادَ اَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَاَةً فَقَالَ لَه النَّبِيُّ ﷺ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّه اَحْرَى اَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا فَفَعَلَ فَتَزَوَّجَهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ اس سے شاید اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں محبت پیدا کردے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر اس سے نکاح کرلیا۔ بعد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نے اپنی بیوی کی موافقت اور عمدہ تعلق کا ذکر کیا''

احمد بن حنبل، المسند، 4:249، رقم:18179 نسائی، السنن الکبری، 3:272، رقم:1865، دار الکتب العلمیۃ بیروت ابن ماجہ، السنن، 1:599، رقم:1869، دار الفکر بیروت دارمی، السنن، 2:180، رقم:2172، دار الکتاب العربی بیروت ابو یعلی، المسند، 6:158، رقم:3438، دار المامون للتراث دمشق حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 2:179، رقم: 2679 ابن حبان، الصحیح، 9:351، رقم:4043، موسسۃ الرسالۃ بیروت عبد الرزاق، المصنف، 6:156، رقم: 10335، المکتب الاسلامی بیروت ابن ابی شیبۃ، المصنف، 4:21، رقم:17388، مکتبۃ الرشد الریاض عبد بن حمید، المسند، 1:375، رقم:1254، مکتبۃ موسسۃ القرطبۃ ابی عوانۃ، المسند، 13:18، 4039، دار المعرفۃ بیروت طبرانی، المعجم الکبیر، 20:433، رقم:1052، مکتبۃ الزہراء الموصل دار قطنی، السنن، 3: 253، رقم:32، دار المعرفۃ بیروت ابن جارود، المنتقی، 1:170، رقم:675، موسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت بیہقی، السنن الکبری، 7:84، رقم:13266 مقدسی، الاحادیث المختارۃ، 5:169، رقم:1788، مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ مکۃ المکرمۃ

اسلام نے قوم و قبیلہ کی جاہلانہ حیثیت کو ختم کیا ہے۔ جس کی رو سے بعض قومیں اعلیٰ اور بعض ادنیٰ سمجھی جاتی تھیں اور اب جاہلیت جدیدہ میں بھی سمجھی جاتی ہیں۔ قرآن کریم نے واضح کیا کہ قوم قبیلہ۔ ذات برادری، محض جان پہچان کا ذریعہ ہیں ان کی بناء پر نہ کوئی اعلیٰ ہوتا ہے نہ ادنیٰ۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ

''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو''۔ (الحجرات:49:13)

اسلام کی نظر میں عزت وذلت بڑا اور چھوٹا ہونے کا دارومدار ایمان وکردار پر ہے حسب ونسب پر نہیں۔ دین کی نظر میں گھٹیا کمین وہ شخص نہیں جو ایمان وعمل میں پختہ ہے باکردار ہے۔ صاحب علم وتقویٰ ہے، بہت اعلیٰ ہے۔ بزرگ تر ہے اور اگر ہاشمی، قریشی، مکی مدنی ہے۔ ایمان وعمل صالح سے محروم ہے۔ جتنا چاہے بڑا بنتا پھرے، اللہ کے نزدیک پرکاہ کے برابر عتبہ، شیبہ ولید، ہاشمی وقریشی ہوکر بھی ذلیل تر حقیر تر۔ کمین تر ہیں فریق اول کے رنگ، نسل، زبان ان کی عزت وعظمت کے آڑے آئے اور فریق ثانی کی خاندانی سرافت ونجابت ان کو عزت سے ہمکنار نہ کرسکی اور وہ نیکی سے محروم ہوکر ''شرالدواب'' ہی رہے۔ (بدترین چوپائے)۔

خوب سمجھ لیں کہ ذات، قوم، قبیلہ صرف تعارف یعنی باہمی جان پہچان کا ذریعہ ہے۔ کسی ذات سے ہو جانا نہ تو عزت وعظمت کی سند ہے۔ نہ کسی دوسرے قبیلہ میں جنم لینا ذلت وحقارت کی علامت۔

قرآن وحدیث اور لغت عرب میں لفظ سید، ایک اعزازی لفظ ہے جو مسلم ہو یا غیر مسلم، سردار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ہماری عام بول چال میں جناب، Sir، ہندی میں شری، وغیرہ۔

چنانچہ قرآن کریم حدیث پاک اور لغت عرب، قدیم وجدید میں، یہ لفظ جس طرح اللہ کے نیک بندوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ہوا ہے۔ اسی طرح غیر مسلم زعماء کے لئے بھی استعمال ہوا اور ہوتا ہے۔ ظاہر ہے لفظ سرداری جس طرح مال و دولت وعہدہ دنیا کی خبر دیتا ہے اسی طرح روحانی، ایمانی واخروی سرداری پر بھی دلالت کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ قیامت کے دن مجرم ومنکر عوام، اللہ تعالیٰ کے حضور بطور شکوہ معذرت کہیں گے:

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا

''اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہا مانا تھا تو انہوں نے ہمیں (سیدھی) راہ سے بہکا دیا۔ اے ہمارے رب! انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت کر''۔

(الاحزاب،33:6867)

نکاح میں کفو کی حیثیت:

اسلام نے نکاح کا مقصد محبت والفت بتایا ہے۔

لہٰذا نکاح کرتے وقت چند امور کو پیش نظر رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ جس سے میاں بیوی میں جہاں تک ممکن ہو محبت، یگانگت اور ہمدردی پیدا کردی جائے تو جو رشتہ ازدواج کی پائیداری کا سبب ہو۔ میاں بیوی میں اتحاد واتفاق ہو۔ اور وہ پرسکون زندگی بسر کرسکیں۔ یہ بنیادی بات ہے اسلام نے یہ حق ہر مرد اور عورت کو دیا ہے لہٰذا کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی پر اپنی مرضی مسلط کرے یہاں تک کہ باپ، دادا کو بھی جبر کا اختیار نہیں۔

ولا يجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح.

''کنواری (خواہ بیوہ یا مطلقہ) بالغ لڑکی کا زبردستی نکاح کرنے کا، اس کے ولی کو (بھی) اختیار نہیں۔

ينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وان لم يعقد عليها ولي

''ہر آزاد، عقل مند بالغ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر بھی نکاح کرے تو نکاح ہو جاتا ہے۔

وجه الجواز انها تصرفت في خالص حقها وهي من اهله لكونها عاقلة مميزة ولهذا كان لها التصرف في المال ولها اختيار الازواج... ثم في ظهر الرواية لا فرق بين الكفء و غير الكفء ولكن للولي الاعتراض في غير الكفء.

''جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عورت نے (اپنی پسند کا نکاح کر کے) خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے اور وہ اختیار ہے کیونکہ عقل مند اور برے بھلے میں تمیز کر سکتی ہے، اسی وجہ سے وہ اپنے مال میں تصرف کا حق رکھتی ہے۔ اور اسے شادی کرنے کا اختیار ہے۔۔۔ پھر ظاہر روایت میں یہ ہے کہ نکاح کے جواز میں کوئی فرق نہیں کفو میں ہو یا غیر کفو میں، ہاں غیر کفو میں کرے تو ولی کو اعتراض کا حق پہنچتا ہے''۔ (مرغینانی، الہدایہ، 196:1، المکتبۃ الاسلامیہ)

تنقیح مسئلہ:

عام علماء نے فرمایا لزوم نکاح کے لیئے کفو، شرط ہے کہ اس کے بغیر نکاح لازم نہیں ہوتا امام کرخی رحمہ اللہ امام مالک، سفیان ثوری رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کفاءلزوم نکاح کے لئے شرط نہیں۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَه وَخُلُقَه فَزَوِّجُوه إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین و اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ بپا ہوگا۔

ترمذی، السنن، 394:3، رقم: 1084، داراحیاء التراث العربی، بیروت

ابن ماجہ، السنن، 632:1، رقم: 1967، دار الفکر بیروت

حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 179:2، رقم: 2695، دار الکتب العلمیہ بیروت

اسی طرح ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انصار کے بعض قبائل سے رشتہ مانگا تو انہوں نے انکار کر دیا، اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا، ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ مجھے رشتہ دو۔''

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ليس لعربي على عجمي فضل الا بالتقوى.

''تقویٰ کے سوا کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔''

نیز کفو کا اعتبار ضروری ہوتا تو خون میں ہوتا ادنیٰ مقتول کے قصاص میں اعلیٰ ذات کا قاتل، قتل نہ کیا جاتا تو جب خون میں کفو کا اعتبار نہیں تو نکاح میں کیوں؟ احناف اور دیگر جن ائمہ نے کفو کا اعتبار کیا ہے انہوں نے بھی کبھی کہیں یہ نہیں فرمایا کہ غیر کفو میں نکاح نہیں ہوتا، بلکہ یہ فرمایا کہ بالغ لڑکی غیر کفو میں نکاح کر لے اور باپ یا دادے سے اجازت نہ لے تو ان حضرات کا حق ہے اور وہ

قاضی کے پاس تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اگر نکاح ہی نہ ہوتا تو اعتراض کس کا؟ اور تنسیخ کس کی؟ (بدائع الصنائع، 2:317)

باپ یا دادے کی اجازت سے تو غیر کفو میں نکاح ناجائز ہونے کا کسی نے قول ہی نہیں کیا۔ سب کے نزدیک جائز ہے۔ جیسا کہ ہدایہ کے حوالے سے گذرا۔

وہ اسلام جس نے قبائل و اقوام کو ذریعہ فضیلت کا تعارف بتایا۔ اس کا نام لے کے اتنی غلط بات کرنی، اور اس پر اصرار کرنا، اور مساوات اسلامی کے اصول بتانے پر کوئی ناراض ہو تو اس کی مرضی اللہ و رسول کو ناراض کر کے، ہم کسی کو راضی نہیں کر سکتے۔

قرآن مجید کی روشنی میں:

جن عورتوں سے شرعاً نکاح حرام ہے ان کو قرآن و حدیث میں تفصیل سے ذکر کر دیا گیا ہے: ارشاد ہوا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ز فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ لا وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ج كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ج وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ م بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ط إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

"تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری (وہ) مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں (سب) حرام کر دی گئی ہیں اور (اسی طرح) تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو (بھی حرام ہیں) پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر (ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (بھی تم پر حرام ہیں) جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو سوائے اس کے کہ جو دورِ جہالت میں گزر چکا۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور شوہر والی عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) سوائے ان (جنگی قیدی عورتوں) کے جو تمہاری مِلک میں آ جائیں، (ان احکامِ حرمت کو) اللہ نے تم پر فرض کر دیا ہے، اور ان کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں تا کہ تم اپنے اموال کے ذریعے طلبِ نکاح کرو پاکدامن رہتے ہوئے نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے، پھر ان میں سے جن سے تم نے اس (مال) کے عوض فائدہ اٹھایا ہے انہیں ان کا مقرر شدہ مَہر ادا کر دو، اور تم پر اس مال کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جس پر تم مَہر مقرر کرنے کے بعد باہم رضامند ہو جاؤ، بے شک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے"۔ (النساء، 4:23، 24)

یہ ہے فہرست ان عورتوں کی جن سے نکاح حرام ہے یہ قرآن کریم کی سورہ نساء کی آیت نمبر 23 اور نمبر 24 کا ابتدائی حصہ

ہے۔اس فہرست کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہیں ایک برادری کو دوسری برادری پر حرام ہونا ثابت ہے؟ نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ فقہ میں کہیں بھی منع نہیں ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ ہاشمی، قریشی، علوی اموی، پٹھان وغیرہ قومیں ہیں اور قوم وقبیلہ اللہ تعالیٰ نے محض تعارف یعنی باہمی جان پہچان کے لئے بنائے ہیں۔عزت وعظمت کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔عقیدہ وعمل پر ہے۔قوم وقبیلہ پر نہیں۔قریش ہاشمی مکی عربی ابو جہل وابولہب اوران جیسوں سے ہزار ہادرجہ افضل ہیں حبشہ کے بلال، روم کے صہیب ایران کے سلمان اور کروڑوں ہندی، سندھی، سوڈانی، صومالوی، افغانی وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ کلام:

قرآن وحدیث میں سید کو غیر سید کے ساتھ نکاح منع نہیں کیا گیا۔جو ایسا کوئی دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔اس سے قرآن و حدیث کی صریح نص کا مطالبہ کرو! جیسا ہم نے نصوص نقل کیں۔ان نصوص کے مقابلہ میں کسی کی ذاتی رائے قابل قبول نہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

مفتی: عبدالقیوم ہزاروی، (منہاج القرآن) تاریخ اشاعت: 2014-02-۲۳

بَابٌ فِي تَزْوِيجِ مَنْ لَمْ يُولَدْ

باب: جب دو ولی (کسی عورت کا الگ، الگ) نکاح کروادیں

2103 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ مِقْسَمٍ الثَّقَفِيُّ، مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، حَدَّثَتْنِي سَارَةُ بِنْتُ مِقْسَمٍ، أَنَّهَا سَمِعَتْ مَيْمُونَةَ بِنْتَ كَرْدَمٍ، قَالَتْ: خَرَجْتُ مَعَ أَبِي فِي حَجَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي وَهُوَ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ فَوَقَفَ لَهُ وَاسْتَمَعَ مِنْهُ وَمَعَهُ دِرَّةٌ كَدِرَّةِ الْكُتَّابِ، فَسَمِعْتُ الْأَعْرَابَ وَالنَّاسَ وَهُمْ يَقُولُونَ: الطَّبْطَبِيَّةَ الطَّبْطَبِيَّةَ الطَّبْطَبِيَّةَ، فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي، فَأَخَذَ بِقَدَمِهِ، فَأَقَرَّ لَهُ، وَوَقَفَ عَلَيْهِ، وَاسْتَمَعَ مِنْهُ، فَقَالَ: إِنِّي حَضَرْتُ جَيْشَ عِثْرَانَ، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: جَيْشَ غِثْرَانَ، فَقَالَ طَارِقُ بْنُ الْمُرَقَّعِ: مَنْ يُعْطِينِي رُمْحًا بِثَوَابِهِ؟ قُلْتُ: وَمَا ثَوَابُهُ؟ قَالَ: أُزَوِّجُهُ أَوَّلَ بِنْتٍ تَكُونُ لِي، فَأَعْطَيْتُهُ رُمْحِي، ثُمَّ غِبْتُ عَنْهُ، حَتَّى عَلِمْتُ أَنَّهُ قَدْ وُلِدَ لَهُ جَارِيَةٌ وَبَلَغَتْ، ثُمَّ جِئْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ: أَهْلِي جَهِّزْهُنَّ إِلَيَّ، فَحَلَفَ أَنْ لَا يَفْعَلَ حَتَّى أُصْدِقَهُ صَدَاقًا جَدِيدًا غَيْرَ الَّذِي كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، وَحَلَفْتُ لَا أُصْدِقُ غَيْرَ الَّذِي أَعْطَيْتُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَبِقَرْنِ أَيِّ النِّسَاءِ هِيَ الْيَوْمَ قَالَ: قَدْ رَأَتِ الْقَتِيرَ، قَالَ: أَرَى أَنْ تَتْرُكَهَا قَالَ: فَرَاعَنِي ذَلِكَ، وَنَظَرْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ مِنِّي قَالَ: لَا تَأْثَمُ، وَلَا يَأْثَمُ صَاحِبُكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْقَتِيرُ الشَّيْبُ.

سیدہ میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقعہ پر، میں بھی اپنے والد کے ہمراہ (حج کرنے کے لیے) روانہ ہوئی۔ میں نے اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، میرے والد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گئے، وہ اس وقت اونٹنی پر سوار تھے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہاں ٹھہر گئے اور غور سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سننے لگے، ان کے پاس درہ تھا، جس طرح کا درہ مدرسہ کے استادوں کے پاس ہوتا ہے، میں نے دیہاتیوں اور دوسرے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا: طب، طب، طب (یعنی ٹھپ ٹھپ یعنی درے سے بچ کے رہنا) میرے والد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی زین پر پاؤں پکڑ لیے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خاطر ٹھہر گئے، اور ان کی بات توجہ سے سننے لگے، میرے والد نے بتایا: میں "عثر ان" کے لشکر میں شریک ہوا ہوں، یہاں ابن مثنیٰ نامی راوی نے لفظ "عثر ان" روایت کیا ہے، اس موقعہ پر طارق بن مرقع نے کہا: کون مجھے بدلے کے عوض میں نیزہ دے گا؟ میں نے دریافت کیا: اس کا بدلہ کیا ہوگا؟ اس نے جواب دیا: میں اپنے ہاں پیدا ہونے والی پہلی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کر دوں گا۔ تو میں نے اسے نیزہ دیدیا، پھر میں (کافی عرصہ تک) اس سے نہیں ملا، یہاں تک کہ مجھے چلا کہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تھی اور وہ بالغ ہو چکی ہے، تو میں اس کے پاس آیا، میں نے اس سے کہا: میری ہونے والی بیوی میرے حوالے کرنے کی تیاری کرو، تو اس نے حلف اٹھالیا، کہ وہ ایسا اس وقت تک نہیں کرے گا، جب تک میں اب سے نئے سرے سے مہر ادا نہیں کرتا، جو اس مہر کے علاوہ ہوگا جو میرے اور اس کے درمیان طے ہوا تھا، میں نے بھی حلف اٹھالیا کہ میں جو کچھ ادا کر چکا ہوں، اس کے علاوہ کچھ اور ادا نہیں کروں گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اب اس لڑکی کی عمر کیا ہوگی؟ میرے والد نے کہا: اس کے بالوں میں سفیدی آ گئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے، تم اس عورت کو چھوڑ دو، راوی بیان کرتے ہیں: میں اس بات پر، پریشان ہو گیا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نہ تم گناہ گار ہو اور نہ تمہارا ساتھی گناہگار ہو"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) لفظ "قتیر" کا مطلب "سفید بال" ہے۔

2104 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ، أَنَّ خَالَتَهُ أَخْبَرَتْهُ عَنِ امْرَأَةٍ، قَالَتْ: هِيَ مُصَدَّقَةٌ امْرَأَةُ صِدْقٍ، قَالَتْ: بَيْنَا أَبِي فِي غَزَاةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذْ رَمِضُوا، فَقَالَ رَجُلٌ: مَنْ يُعْطِينِي نَعْلَيْهِ وَأُنْكِحُهُ أَوَّلَ بِنْتٍ تُولَدُ لِي؟ فَخَلَعَ أَبِي نَعْلَيْهِ فَأَلْقَاهُمَا إِلَيْهِ، فَوُلِدَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَبَلَغَتْ، وَذَكَرَ نَحْوَهُ. لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْقَتِيرِ

ابراہیم بن میسرہ، اپنی خالہ کے حوالے سے، ایک خاتون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میرے والد زمانہ جاہلیت میں، ایک جنگ میں شریک ہوئے، جب گرمی بڑھ گئی تو ایک شخص نے کہا: جو شخص مجھے اپنے جوتے دیدے گا، میں اپنے ہاں پیدا ہونے

2104- اسنادہ ضعیف، لجھالۃ خالۃ ابراھیم بن میسرۃ. احمد بن صالح: ھو المصری، وعبد الرزاق: ھو ابن ھمام الصنعانی، وابن جریج: ھو عبد الملک بن عبد العزیز. وھو عند عبد الرزاق فی "مصنفہ" (10418)، ومن طریقہ اخرجہ اسحاق بن راھویہ 5/ (4)، والبیھقی فی "الکبری" 7/145-146.

والی پہلی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کردوں گا، وہ خاتون بیان کرتی ہیں) میرے والد نے اپنے جوتے اتارے اور اس شخص کو دیدیے، پھر اس شخص کے ہاں لڑکی ہوئی، وہ بالغ بھی ہوگئی، (اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، تاہم اس میں اس لڑکی کے بال سفید ہونے کا ذکر نہیں ہے۔)

بَابُ الصَّدَاقِ

باب: مہر کا بیان

2105 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنْ صَدَاقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: ثِنْتَا عَشْرَةَ اُوقِيَّةً وَنَشٌّ، فَقُلْتُ: وَمَا نَشٌّ؟ قَالَتْ: نِصْفُ اُوقِيَّةٍ

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (ادا کیے جانے والے) مہر کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا: بارہ اوقیہ اور ایک نش، میں نے دریافت کیا: ایک نش سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نصف اوقیہ

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عورتوں کو ان کے مہر نحلہ۔ (خوشی سے) ادا کرو۔ (النساء ۴)

نحلہ کا معنی:

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ بیویوں کے ساتھ عدل اور انصاف کرو اور عدل وانصاف میں ان کے حقوق کی ادائیگی بھی ہے اور حقوق کی ادائیگی میں ان کا مہر ادا کرنا بھی ہے اس لئے اس آیت میں فرمایا: اور عورتوں کو ان کے مہر نحلہ (خوشی) سے ادا کرو۔ نحلہ کا معنی شریعت اور فریضہ بھی ہیں اور ہبہ اور عطیہ بھی ہیں۔ پہلی صورت میں اس آیت کا معنی ہے کہ عورتوں کو ان کے مہر از روئے شریعت اور بطور فرض ادا کرو یعنی اللہ تعالیٰ نے مہر کو ادا کرنا تم پر فرض کردیا ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عرب عورتوں سے بغیر مہر کے نکاح کرتے تھے اور دوسری صورت میں اس آیت کا معنی ہے۔ عورتوں کو ان کے مہر ادا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عورتوں کے لئے عطیہ ہے۔ نحل کا معنی کسی کام کو خوشی سے کرنا بھی ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہے کہ عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو اور اس کی ادائیگی میں دل تنگ نہ کرو۔

مہر کا مقرر کرنا صرف مذہب اسلام کی خصوصیت ہے۔

اسلام کے سوا دنیا کے کسی مذہب میں نکاح کے ساتھ مہر کو مقرر نہیں کیا گیا۔ مہر کا فائدہ یہ ہے کہ اگر خاوند عورت کو طلاق دے

2105- اسناده صحيح. عبد العزيز بن محمد: هو الدَّراوردي، ويزيد بن الهاد: هو يزيد بن عبد الله بن اسامة الليثي، ومحمد بن ابراهيم: هو ابن الحارث التيمي، وابو سلمة: هو عبد الله بن عبد الرحمن الزهري. واخرجه مسلم (1426)، وابن ماجه (1886)، والنسائي في "الكبرى" (5487) من طرق عن عبد العزيز بن محمد، بهذا الاسناد

دے تو دوسری جگہ نکاح ہونے تک اس کے پاس کچھ رقم ہو جس سے وہ اپنی کفالت کر سکے یا گزر اوقات کا کوئی اور معاشی ذریعہ مقرر ہونے تک اس کے پاس اتنی رقم ہو جس سے وہ اپنی کفالت کر سکے۔ اسلام نے مردوں کو سخت تاکید کی ہے کہ وہ عورتوں کو ان کا مہر ادا کریں جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب آیات اور احادیث سے واضح کریں گے اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تمام مذاہب میں عورتوں کے حقوق کا محافظ اور ضامن صرف مذہب اسلام ہے۔

مہر ادا کرنے کی تاکید اور مہر ادا نہ کرنے پر وعید

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا: (آیت) "وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی"۔ الآیۂ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک یتیم لڑکی اپنے سرپرست کے زیر پرورش ہوتی تھی۔ وہ اس کے حسن اور اس کے مال کی اس کی طرف راغب ہوتا تھا اور اس جیسی لڑکیوں کے مہر سے کم مہر مقرر کر کے اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا تو ان کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا ماسوا اس کے کہ وہ ان کا پورا پورا مہر مقرر کریں ورنہ وہ ان کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کر لیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) "ویستفتونك فی النساء قل الله یفتیکم فیھن"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا کہ جب یتیم لڑکی مالدار اور حسین ہو اور اس کے ولی (سرپرست) اس کے ساتھ نکاح میں راغب ہوں اور اس کو پورا پورا مہر ادا کریں اور اس کا حق نہ ماریں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۷۶۳)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲٤۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا اور اللہ کو علم ہے کہ اس کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہ تھا۔ اس شخص نے اس عورت کو دھوکا دے کر اس کی فرج کو حلال کر لیا، قیامت کے دن وہ اللہ سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا اور جس شخص نے کسی شخص سے قرض لیا اور اللہ کو علم ہے کہ اس کا ارادہ اس قرض کو واپس کرنے کا نہ تھا۔ بہ خدا اس نے اس شخص کو دھوکا دیا اور باطل کے عوض اس کے مال کو حلال کر لیا وہ قیامت کے دن اللہ سے چور ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔

(مسند احمد ج ٤ ص ۱۳۳۲، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۷۳، اس حدیث کا ایک راوی مجہول ہے باقی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد ج ٤ ص ۲۸٤)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

میمون کردی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے شادی کی خواہ اس کا مہر کم ہو یا زیادہ اور اس کا ارادہ اس مہر کو ادا کرنے کا نہیں تھا۔ اس نے اس عورت کو دھوکا دیا اور اگر اس نے اس عورت کا حق ادا نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اللہ سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا اور جس شخص نے کسی سے قرض لیا اور وہ صاحب مال کی رقم ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اور اس نے اس کو دھوکا دے کر اس مال لیا اور اگر وہ اس

کا قرض ادا کیے بغیر مر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے چور ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔

(المعجم الصغیر رقم الحدیث:۱۱۱' المعجم الاوسط رقم الحدیث:۱۸۷۲)

اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۴، ص ۱۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے مہر کا بیان

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں:

ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنا مہر مقرر کرتے تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ کی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور نش ہوتا تھا فرمایا تم جانتے ہو نش کیا ہے میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا نصف اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تو یہ پانچ سو درہم ہو گئے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر تھا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۴۲۶' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۸۸۶' سنن دارمی رقم الحدیث:۲۱۹۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۱۰۵' سنن النسائی رقم الحدیث:۳۳۴۷' مسند احمد ج ۶ ص ۹۴' جامع الاصول رقم الحدیث:۹۴۸۳)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ پہلے عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں وہ حبشہ کی سرزمین میں فوت ہو گئے پھر نجاشی نے ان کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور ان کا چار ہزار درہم مہر مقرر کیا اور ان کو شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیج دیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۱۰۷)

زہری بیان کرتے ہیں کہ نجاشی نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا چار ہزار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لکھ کر بھیجا تو آپ نے قبول فرمالیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۱۰۸)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے گھر کے سامان کے عوض نکاح کیا جس کی مالیت چالیس درہم تھی۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث:۲۰۹۷)

اس حدیث کی سند میں عطیہ عوفی ایک ضعیف راوی ہے لیکن اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۸۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے گھر کے سامان پر نکاح کیا جس کی مالیت دس درہم تھی۔ (المعجم الکبیر ج ۲۳ ص ۲۴۷' کشف الاستار عن زوائد البزار ۱۴۲۶' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۳۳۷۲' ابوداؤد طیالسی رقم الحدیث:۲۰۲۲' المطالب العالیہ ج ۴ ص ۱۳۴)

اس حدیث کی سند میں حکم بن عطیہ ایک ضعیف راوی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا یہ سچا راوی ہے لیکن اس کے اوہام ہیں اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ (المعجم الاوسط رقم الحدیث:۴۶۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۸۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۳۶۵، جامع ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۱۸، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۹۵۸، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۳۴۲، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۲۴۳، ۲۲۴۲، مسند احمد ج ۳ ص ۹۹، ۱۶۵، ۱۷۰، ۱۸۱، ۲۰۲، ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۸۰، ۲۹۱)

نوٹ: دس درہم ۶۱۸ء۳۰ گرام چاندی اور دو سو درہم ۳۶ء۶۱۲ گرام چاندی کے برابر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے مہر کا بیان

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

ابوالعجفاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنو عورتوں کا مہر مقرر کرنے میں غلو نہ کرو کیونکہ اگر اس دنیا میں کوئی عزت ہوتی یا اللہ کے نزدیک اس میں تقویٰ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق تھے کہ آپ مہر میں غلو کرتے اور میرے علم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ یا اپنی کسی صاحبزادی کا بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر نہیں کیا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بارہ اوقیہ ۴۸۰ درہم کے برابر ہیں۔ (حضرت عائشہ نے ۵۰۰ درہم کا ذکر کیا ہے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول گویا تقریبا ہے۔ نیز حضرت ام حبیبہ کا مہر جو چار ہزار درہم تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کیا تھا بلکہ نجاشی نے مقرر کیا تھا اس لیے ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔) (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۱۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۰۶، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۳۴۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۸۷، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۲۰۰، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۰۳۹۹، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان رقم الحدیث: ۱۲۰۷، المستدرک ج ۲ ص ۱۷۶، جامع الاصول رقم الحدیث: ۴۹۸۲)

امام ابویعلیٰ احمد بن علی موصلی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ! نے مجھے لوہے کی ایک زرہ عطا فرمائی تھی۔ آپ نے اس زرہ کے عوض میرا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا اور فرمایا یہ زرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دو سو میں نے بھیج دی بخدا اس کی قیمت چار سو اور کچھ درہم تھی۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ۴۹۹، مسند احمد ج ۱ ص ۸۰)

(مجاہد کا حضرت علی سے سماع نہیں ہے۔ امام احمد نے جس شخص نے روایت کیا ہے اس کا حضرت علی سے سماع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۸۳)

امام ابوداؤد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زرہ حطیہ دینے کا حکم دیا (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۲۵، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۳۷۵) یہ حدیث صحیح ہے مسانید میں اس زرہ کی قیمت کا ذکر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور آپ کی صاحب زادیوں کے مہر کا تفصیلی نقشہ:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کا مہر: (۴۰۰۰ درہم۔ ۱۴۴۷۲ گرام چاندی۔ ۱۰۵۲ تولہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر:

(٤٠ درہم۔ ٤٧٢، ١٢٢، گرام چاندی۔ ٥.٠، ١٠ تولہ) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مہر: (١٠ درہم۔ ٠٦١٨، ٣، گرام چاندی۔ ٦٢٥ تولہ) دیگر ازواج مطہرات کا مہر: (٥٠٠ درہم۔ ١٥٠٩ گرام چاندی۔ ١٣١،٥ تولہ) سیدہ فاطمہ زہراء کا مہر: (٤٠٠ درہم۔ ٤٧٢، ١٢٢، گرام چاندی۔ ٥.٠، ١٠ تولہ) دیگر صاحبزادیوں کا مہر: (٤٨٠ درہم۔ ٦٤، ١٧٣٦، گرام چاندی۔ ١٢٦ تولہ)

مہر کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

(آیت) ” واحل لکم ما ورآء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فریضه : (النساء : ٢٤)

ترجمہ: تمہارے لئے وہ سب عورتیں حلال کی گئی ہیں جو ان محرمات کے علاوہ ہیں تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو دراں حالیکہ تم ان سے نکاح کرنے والے ہو نہ کہ ان سے زنا کرنے والے' پھر جن عورتوں سے (بذریعہ) نکاح تم فائدہ اٹھا چکے ہو تو ان کا مہر ان کو ادا کردو۔

(آیت) ” واتوا النساء صدقتهن نحله “۔ (النساء:٤)

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔

(آیت) ”قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم “۔ (الاحزاب:٥٠)

ترجمہ: ہم جانتے ہیں ہم نے جو (مہر) مسلمانوں کی بیویوں کے متعلق ان پر فرض کیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس آئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا نظر اوپر اٹھائی پھر نظر نیچے کرلی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر جھکا لیا۔ جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ آپ نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تو وہ بیٹھ گئی' آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی حاجت نہیں ہے تو پھر اس سے میرا نکاح کردیجئے۔ آپ نے اس سے فرمایا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر جاؤ شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے وہ گیا پھر واپس آ گیا اور اس نے کہا بہ خدا لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ملی لیکن میرے صرف یہ تہبند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے تہہ بند کا کیا کرے گی؟ اگر تم اس کو پہنو گے تو اس کے پاس کچھ نہیں ہوگا اور اگر وہ اس کو پہنے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں ہوگا' وہ شخص بیٹھ گیا جب کافی دیر ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس کو بلانے کا حکم دیا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس نے گن کر بتایا کہ اس کو فلاں فلاں سورت یاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم ان سورتوں کو زبانی پڑھتے ہو؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا جاؤ تمہیں جو قرآن یاد ہے اس کے سبب سے میں نے یہ عورت تمہاری ملک میں دے دی۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ٥٠٨٧' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ١٤٢٥' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٢١١١' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ١١١٦' سنن النسائی' رقم الحدیث: ٣٢٠٠' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث:

۱۸۸۹ موطا امام مالک رقم الحدیث: ۱۱۱۸ مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۶ ۳۳۰ سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۲۰۱)

مہر کی مقدار کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

مہر کی مقدار مقرر نہیں ہے نہ کم از کم نہ زیادہ سے زیادہ' بلکہ ہر وہ چیز جس میں مال بننے کی صلاحیت ہو وہ مہر ہو سکتی ہے۔ امام شافعی اور داؤد (ظاہری) کا بھی یہی مسلک ہے۔ سعید بن مسیب نے اپنی بیٹی کا مہر دو درہم رکھا اور اگر اس کا مہر ایک رسی بھی ہوتی تو یہ جائز تھا۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا مہر کی کم از کم مقدار مقرر ہے اور یہ وہ مقدار ہے جس کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے' نیز مہر کے عوض عورت کا ایک عضو حلال ہو جاتا ہے تو اس کی وہ مقدار مقرر کی جائے گی جس کے عوض چور کا ایک عضو کاٹ دیا جاتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے پوچھا: کیا تو اپنے نفس اور مال کے عوض دو جوتیوں پر راضی ہوگئی ہے؟ اس عورت نے کہا ہاں! (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۱۵ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۰۴ یہ حدیث عاصم بن عبیداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے)

امام احمد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک شخص کسی عورت کا مٹھی بھر طعام مہر رکھے تو وہ عورت اس کے لئے حلال ہوگی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰) نیز اثرم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک مٹھی بھر طعام پر نکاح کر لیتے تھے۔ (اس کی سند میں یعقوب بن عطا ایک ضعیف راوی ہے) نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ان (محرمات) کے سوا عورتیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو''۔ (النساء: ۲۴) اور مال عام ہے وہ قلیل اور کثیر دونوں کو شامل ہے' اور چونکہ مہر بدل منفعت ہے اس لئے جس مقدار پر دونوں فریق راضی ہو جائیں وہ جائز ہے جس طرح اجرت ہے' اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ''دس درہم سے کم مہر صحیح نہیں ہے'' وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کو میسرہ بن عبید نے حجاج بن ارطاۃ سے روایت کیا ہے' میسرہ ضعیف ہے اور حجاج مدلس ہے' نیز یہ حدیث حضرت جابر سے روایت کی گئی ہے اور ہم حضرت جابر سے اس کے خلاف حدیث بیان کر چکے ہیں' اور بر تقدیر صحت وہ حدیث کسی معین عورت کے معاملہ پر محمول ہے اور چور کے ہاتھ کاٹنے پر ان کا قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ نکاح میں ایک عضو سے نفع حاصل کرنے کی اباحت ہے اور ہاتھ کاٹنے میں ایک عضو کو ضائع کرنا ہے اس سے نفع حاصل کرنے کی اباحت نہیں ہے نیز یہ سزا اور حد ہے اور اس پر اجماع ہے کہ مہر میں زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) ''اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا''۔ (النساء: ۲۰)

ترجمہ: اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہو اور ان میں سے ایک کو تم بہت مال دے چکے ہو تو اس مال سے کچھ واپس نہ لو۔ (المغنی ج ۷ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

مہر کی مقدار کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی متوفی ۴۵۰ لکھتے ہیں:

مہر کی کم از کم مقدار میں اختلاف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مقرر نہیں ہے اور ہر وہ چیز جو قیمت اور اجرت ہو سکتی ہے وہ مہر ہو سکتی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ' صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے' حتیٰ کہ حضرت عمر نے تین مٹھی انگوروں کو مہر فرمایا (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۴۰) اور تابعین میں سے حسن بصری اور سعید بن مسیب کا یہی مذہب ہے حتیٰ کہ سعید بن مسیب نے اپنی بیٹی کا دو درہم مہر رکھا (سنن سعید بن منصور: ۶۲۰) اور فقہا میں سے ربیعہ' اوزاعی' ثوری' احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔

امام مالک کے نزدیک کم از کم مہر کی مقدار وہ ہے جو چور کے ہاتھ کاٹنے کا نصاب ہے اور وہ چوتھائی دینار یا تین درہم ہیں' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی کم از کم مقدار ایک دینار یا دس درہم ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''تم اپنے مال کے عوض ان کو طلب کرو'' (النساء: ۲۴) اور کم تر چیزوں مثلاً دمڑی اور قیراط پر مال کا اطلاق نہیں کیا جاتا' اور حدیث میں ہے از حجاج بن ارطاۃ از عطا از عمرو بن دینار از جابر بن عبداللہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفو کے سوا عورتوں کا نکاح نہ کرو' اور سوائے ولی کے اور کوئی نکاح نہ کرے اور دس درہم سے کم مہر نہ رکھا جائے (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۱۳۳) اور یہ نص ہے' اور یہ ایک مال ہے جس کے عوض ایک عضو کو مباح کیا جاتا ہے اس لئے اس کو مقرر ہونا چاہئے اور حقوق عقد میں معین چیز مقرر ہوتی ہے جیسے گواہوں کی مقدار مقرر ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) '' وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم ''۔ (البقرہ: ۲۳۷)

ترجمہ: اور اگر تم نے عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کے لئے مہر مقرر کر چکے تھے تو جو مہر مقرر کیا گیا تھا اس کا نصف ادا کرنا واجب ہے۔

اس آیت میں لفظ ''ما'' ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ قلیل اور کثیر دونوں مہر ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ حسب ذیل احادیث دلیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علائق کو ادا کرو' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ علائق کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ چیز جس پر دونوں فریق راضی ہو جائیں۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۹) یہ حدیث منقطع اور ضعیف ہے) اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ ''ما'' (وہ چیز) عام ہے خواہ دونوں فریق قلیل پر راضی ہوں یا کثیر پر۔

امام شافعی نے کتاب الام میں کہا ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو درہموں سے حلال کیا اس نے حلال کر لیا۔ (الام ج ۵ ص ۹۵' سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۸' یہ حدیث بھی بلاغات سے ہے اور منقطع ہے)

ابو ہارون العبدی از ابو سعید خدری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص پر کوئی حرج نہیں ہے جس نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر جب کہ گواہ ہوں اور فریقین راضی ہوں۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۹ اس کی سند میں ہارون العبدی ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاتا)

عامر بن ربیعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے دو جوتیوں کے عوض نکاح کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اپنے نفس اور اپنے مال پر ان دو جوتیوں سے راضی ہوگئی ہو؟ اس نے کہا: ہاں! (امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۱۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۸۸ سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۹ مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۵ اس حدیث کی سند میں عاصم بن عبداللہ ہے وہ ضعیف اور منکر الحدیث ہے)

ابو حازم نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا تھا' تلاش کرو خواہ ایک لوہے کی انگوٹھی ہو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۸۷) اور لوہے کی انگوٹھی قیمتی جواہر میں سے نہیں ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دس درہم سے کم مہر ہو سکتا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ انگوٹھی کس خاص لوہے کی ہو جو دس درہم کی ہو اسی طرح وہ جوتیاں بھی دس درہم کی ہوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کے اسلوب کے مخالف ہے کیونکہ آپ نے فرمایا خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہو اس کا تقاضا ہے کہ وہ کوئی بے قیمت چیز ہو ورنہ آپ اس کے بجائے دس درہم فرماتے تو وہ زیادہ سہل تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی عورت کو دو مٹھی طعام مہر دے تو وہ عورت اس پر حلال ہو جائے گی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۱۱۰ سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۳۸ اس حدیث کی سند میں ابوالزبیر ہے وہ حضرت جابر کی روایت میں تدلیس کرتا تھا اور صالح بن مسلم ہے اس کو ابن معین نے کہا کہ وہ ضعیف ہے)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مٹھی یا دو مٹھی آٹے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نکاح کر لیا کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۲۴۰ اس حدیث کی سند میں یعقوب بن عطا ہے اس کو امام احمد اور یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے)

ان احادیث میں دس درہم سے کم مہر ہونے کی تصریح ہے اور ان کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ (ماسوا امام بخاری کی روایت کے باقی روایات کا ضعف ہم نے بیان کر دیا ہے۔)

اور قیاس سے دلیل یہ ہے کہ یہ ایک منفعت کا عوض ہے اور اس میں کم از کم مقدار معین نہیں ہوتی جس طرح اجارہ (اجرت) میں ہوتا ہے رضی اللہ عنہ نیز خلع بھی اسی چیز کا بدل ہے اور اس میں بھی کم از کم مقدار متعین نہیں ہے' لہٰذا مہر کی کم از کم مقدار ہونا صحیح نہیں ہے۔ البتہ جزیہ میں کم از کم مقدار معین ہے لیکن وہ کسی منفعت کا عوض نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ نے آیت سے جو استدلال کیا ہے اور دس درہم سے کم کو مال نہیں مانا یہ صحیح نہیں ہے اول تو اس آیت کا ظاہری معنی متروک ہے کیونکہ اگر کوئی شخص مہر کا ذکر کئے بغیر نکاح کرے تو یہ نکاح صحیح ہے' ثانیاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے فلاں کا مال دینا ہے پھر کہے میں نے اس کا ایک درہم دینا ہے یا نصف درہم دینا ہے تو اس کا یہ قول صحیح ہے' اس سے معلوم ہوا کہ دس درہم سے کم پر

بھی مال کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

احناف نے حضرت جابر کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کی سند میں مبشر بن عبید ضعیف ہے اور حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے علاوہ ازیں حضرت جابر کی دیگر روایات اس کے معارض ہیں' اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ حدیث کسی خاص عورت کے معاملہ میں ہو جس کا مہر مثل دس درہم ہو۔ فقہاء احناف نے چور کا ہاتھ کاٹنے پر مہر کو قیاس کیا ہے یہ قیاس صحیح نہیں ہے' کیونکہ چوری میں اس عضو سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا بلکہ اس کو کاٹ دیا جاتا ہے' ثانیاً اگر مال کے بدلہ میں اس کا ہاتھ کاٹا جاتا تو پھر چور سے مال واپس نہ لیا جاتا حالانکہ اگر اس سے مال برآمد ہو تو اس سے واپس لیا جاتا ہے اور مالک کو دیا جاتا ہے۔ ثالثاً اس سے معلوم ہوا کہ چور کا ہاتھ کاٹنا اس مال کے عوض نہیں ہے بلکہ اللہ کی حد توڑنے کی سزا ہے۔ رابعاً مہر کے ذریعہ عورت کا صرف ایک عضو مباح نہیں ہوتا بلکہ اس کے سارے بدن سے فائدہ حاصل کرنا مباح ہوتا ہے۔ خامساً یہ کہ چوری میں ہاتھ کاٹنا ایک سزا ہے اس لئے اس کا نصاب مقرر ہونا چاہئے جیسا کہ باقی جنایات میں ہے اس کے برخلاف مہر باہمی رضامندی سے ایک عقد کا عوض ہے اس لئے جب طرح باقی عقود میں کوئی مقدار شرعاً متعین نہیں ہے اس میں بھی نہیں ہوگی۔ اسی طرح ان کا شہادت پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ شہادت عقد کی شرائط میں سے ہے اور مہر عقد کا عوض ہے۔ (الحاوی الکبیر ج ۱۲ ص ۱۶۔۱۱ ملخصاً)

مہر کی مقدار میں فقہاء مالکیہ کا مذہب

امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۶۳ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ دس درہم سے کم مہر جائز نہیں ہے' انہوں نے چور کے ہاتھ کاٹنے کے نصاب پر قیاس کیا ہے' اسی طرح امام مالک نے بھی چور کے ہاتھ کاٹنے کے نصاب پر قیاس کیا ہے جو ان کے نزدیک مقرر ہے مدینہ میں امام مالک سے پہلے کسی کا یہ قول نہیں تھا۔ نیز امام مالک نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

(آیت)'' ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنت المؤمنت فمن ماملکت ایمانکم من فتیتکم المؤمنت''۔ (النساء:۲۵)

ترجمہ: اور تم میں سے جو شخص آزاد کنواری مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمانوں کی مملوکہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرے۔

اور اس آیت میں طاقت سے مراد مالی طاقت ہے اور یہ بات واضح ہے کہ ایک پیسہ' ایک دمڑی یا مٹھی بھر جو ہر شخص کی استطاعت میں ہوتے ہیں تو اگر مہر کی مقدار ایک پیسہ ایک مٹھی جو بھی جائز ہوتی تو پھر ہر شخص کے پاس نکاح کرنے کی مالی طاقت ہوتی اور اس آیت کا کوئی معنی نہ ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک تین درہم سے کم پر مال کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ اس لئے واجب ہے کہ تین درہم سے کم مہر جائز نہ ہو لیکن امام ابن عبدالبر نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آزاد اور باندی کے کم از کم مہر کی مقدار میں مالکیہ کے نزدیک کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر مسلمان آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو تو پھر مسلمان باندی سے نکاح کرلو اور جب کہ باندی کا بھی مہر ان کے نزدیک کم از کم تین درہم ہے تو پھر مالی طاقت اس سے زیادہ

مراد لیتی ہوگی۔ (الاستذکار ج ۱٦ ص ۷۲۔۷۱ 'مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ شمس الدین شیخ محمد عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ لکھتے ہیں:

مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار چوتھائی دینار یا خالص چاندی کے تین درہم ہیں یا جو اس کے مساوی سازوسامان ہے اور زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد نہیں ہے' اور قول مشہور کے مقابلہ میں ابن وہب مالکی سے ایک درہم منقول ہے اور ابن وہب سے یہ بھی منقول ہے کہ کم از کم مہر کی کوئی حد نہیں ہے اور نکاح قلیل اور کثیر دونوں کے ساتھ جائز ہے۔

(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۳۰۲ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مہر کی مقدار میں فقہاء احناف کا مذہب

علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ٤٨٣ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو عورتوں کے نکاح صرف ان کے اولیاء (سرپرست) کریں اور ان کا نکاح صرف ان کے کفو (خاندان) میں کیا جائے اور کوئی مہر دس درہم سے کم نہ رکھا جائے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر نہ رکھا جائے' اور کتاب میں ہے کہ ہمیں حضرت علی' حضرت ابن عمر' حضرت عائشہ' عامر اور ابراہیم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث پہنچی ہے' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک عقد کا بدل ہے اور یہ عقد عاقدین کی طرف مفوض نہیں ہے اس لئے اس کی مقدار شرعاً مقرر ہے جیسے دیت میں ہے اور عورت کے عضو سے استفادہ شرعاً ممنوع ہے جب تک کہ نکاح صحیح نہ ہو اور اس عضو کا عوض واجب نہ ہو خواہ فوراً یا بعد میں' اور یہ مقصود اصل مالیت کے بغیر حاصل نہیں ہوگا اور مال کا لفظ حقیر اور خطیر دونوں کو شامل ہے۔ اور یہ مقصود تب پورا ہوگا جب خطیر رقم کو عوض قرار دیا جائے اور وہ مال مقرر ہو۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے:

(آیت) ''قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم''۔ (الاحزاب: ۵۰)

ترجمہ: ہم جانتے ہیں جو ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں کے متعلق مقرر فرمایا ہے۔

اور عورت کا عضو مخصوص بھی اس کے نفس کے حکم میں ہے اور عمل تزویج نفس کی چسپیدگی کا سبب ہے' اور مال ہی وہ چیز ہے جو نفس میں شرعاً بطور بدل مقرر ہوتا ہے' جیسا کہ دیت ہے' اور ہر وہ مال جس کو شرع نے واجب کیا ہو اس کی مقدار بیان کی جاتی ہے جیسا کہ زکوۃ میں ہے' اور اس آیت میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے اسی طرح چوری کا نصاب بھی بالاتفاق مقرر ہے کیونکہ اس میں بھی ایک عضو کو مباح کیا جاتا ہے اسی طرح مہر کی مقدار بھی شرعاً مقرر ہونی چاہیے۔ امام شافعی نے جو احادیث اور آثار بیان کئے ہیں جن میں دس درہم سے کم چیز کو مہر قرار دیا گیا ہے اس سے مراد مہر معجّل ہے اور باقی مہر شوہر کے ذمہ ثابت تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ تلاش کرو حالانکہ مہر فوراً دینا واجب نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان احادیث میں مہر سے مراد مہر معجّل ہے اور ہمارے نزدیک مہر معجّل کی مقدار شرعاً معین نہیں ہے۔ (المبسوط ج ۵ ص ۸۱ 'مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن ہمام حنفی متوفی ٨٦١ ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! عورتوں کا نکاح صرف ان کے سرپرست کریں اور ان کا نکاح صرف ان کے کفو میں کیا جائے اور کوئی مہر دس درہم سے کم نہ رکھا جائے۔

(سنن دارقطنی ج ٣ ص ٢٤٥' سنن کبری ج ٧ ص ١٣٣)

اور جن احادیث میں دس درہم سے کم مہر کا ذکر ہے وہ تمام احادیث مہر معجل پر محمول ہیں تا کہ احادیث میں تطبیق ہو' کیونکہ عرب کی عادت تھی کہ وہ مہر کا کچھ حصہ دخول سے پہلے دیا کرتے تھے حتیٰ کہ فقہاء تابعین نے یہ کہا ہے کہ جب تک عورت کو کوئی چیز پہلے نہ دے دے اس وقت تک دخول نہ کرے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زہری اور قتادہ سے منقول ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ کچھ دینے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو دخول سے منع فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ دخول کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا حتیٰ کہ وہ ان کو کوئی چیز دے دیں۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس تو کوئی چیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ان کو اپنی زرہ دے دو' تو آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زرہ دے دی پھر ان کے ساتھ دخول کیا۔ (سنن ابوداؤد: ٢١٢٦' ٢١٢٥' اس کی سند جید ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں) یہ سنن ابوداؤد کی عبارت ہے اور اس کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

(سنن نسائی: ٣٣٧٥' اس کی سند صحیح ہے)

اور یہ معلوم ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو درہم چاندی تھا' پسندیدہ امر یہ ہے کہ دخول سے پہلے کچھ دے دیا جائے اور بغیر دیئے بھی دخول جائز ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں ایک عورت کو اس کے خاوند کے کچھ دینے سے پہلے اس کے پاس بھیج دوں۔

(سنن ابوداؤد: ٢١٢٨' سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٥٣' یہ حدیث قوی مرسل ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو دخول سے پہلے کچھ دینا مستحب ہے' واجب نہیں ہے تا کہ عورت کا دل دخول کے وقت خوش ہو اور اس کی تالیف قلب ہو اور جب یہ امر معروف ہے تو دس درہم سے کم مہر کی جو احادیث ہیں وہ مہر معجل پر ہی محمول ہیں تا کہ احادیث میں تطبیق ہو۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو لوہے کی ایک انگوٹھی ڈھونڈنے کا حکم دیا تھا وہ بھی تالیف قلب کے لئے بہ طور مہر معجل تھا اور جب وہ اس سے بھی عاجز رہا تھا تو آپ نے فرمایا اس کو بیس آیتوں کی تعلیم دو یہ تمہاری بیوی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٢١١٢)

اور یہ حدیث اس کا صحیح محمل ہے جس میں آپ نے فرمایا تم کو جو قرآن یاد ہے۔ اس کے سبب سے میں نے تمہارا اس کے ساتھ نکاح کر دیا۔ (صحیح البخاری: ٢٣١٠' صحیح مسلم: ١٤٢٥' سنن ابوداؤد: ٢١١١' سنن ترمذی: ١١١٦' سنن نسائی: ٣٢٠٠' سنن ابن ماجہ: ١٨٨٩)

سو یہ ہماری روایت کردہ حدیث کے منافی نہیں ہے اور اس طریقہ سے احادیث جمع ہو جاتی ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان

احادیث کو جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر کی دس درہم والی روایت کی سند میں مبشر بن عبید اور حجاج بن ارطاۃ دو ضعیف راوی ہیں' تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کا ایک شاہد بھی ہے جو اس کو تقویت پہنچاتا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے اور دس درہم سے کم مہر مقرر نہ کیا جائے۔

(سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲٤۷' ۲٤٦' ۲۰۰' سنن کبری ج ۷ ص ۲٤۱' ۲٤۰)

یہ اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر' عامر اور ابراہیم سے مروی ہے (ہر چند کہ اس اثر کی اسانید میں محمد بن مروان اصغر' جو بیر اور غیاث بن ابراہیم داؤد الایدی ضعیف راوی ہیں لیکن تعدد طرق کی وجہ سے یہ اثر حسن لغیرہ ہے اور حدیث جابر کا موید ہے) شرح طحاوی میں اسی سند کے ساتھ یہ اثر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور چونکہ اس اثر میں نصاب کا عدد معین بیان کیا گیا ہے اس لئے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر بیان کیا جا سکتا ہے اس لئے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ یہ اثر از اودی از شعبی از حضرت علی مروی ہے' اور داؤد کو امام ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے اور حق یہ ہے کہ بہ اعتبار ظاہر کے بکثرت احادیث ہیں جو دس درہم کی تعیین کی نفی کرتی ہیں (یہ تمام وہ احادیث ہیں جن کو ہم نے علامہ ماوردی شافعی کی تحریر میں باحوالہ ذکر کر دیا ہے) لیکن سوائے لوہے کی انگوٹھی والی حدیث کے باقی تمام احادیث ضعیف ہیں۔ (امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے دو جوتیوں والی حدیث روایت کی ہے اس کی سند میں عاصم بن عبیداللہ کو ابن معین نے ضعیف کہا ہے۔ امام ابن حبان نے کہا وہ فاحش الخطاء ہے' امام دار قطنی اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جس مقدار پر فریقین راضی ہو جائیں خواہ وہ پیلو کی شاخ ہو۔ اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمان' سلیمانی ہے امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے' ابن القطان نے کہا اس کا ضعف ظاہر ہے امام دار قطنی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ "گواہ ہونے کے بعد کوئی حرج نہیں خواہ تم نے قلیل مال سے نکاح کیا یا کثیر سے"۔

اس حدیث کی سند میں مرہ ضعیف راوی ہے اور اس کی سند میں حماد بن زید کذاب ہے' اس کے علاوہ اور بھی آثار ہیں جن کے ضعف کو ہم نے علامہ ماوردی کی تحریر میں ذکر کر دیا ہے۔ سعیدی غفرلہ) جس حدیث میں ہے: "جس نے عورت کے مہر میں دو ستو دیئے" اس کی سند میں اسحاق بن جبرائیل ہے۔ میزان الاعتدال میں لکھا ہے یہ غیر معروف ہے اور اودی نے اس کو ضعیف کر دیا اور اس کی سند میں مسلم بن رومان بھی مجہول ہے اور دو جوتیوں والی حدیث کو ہر چند کہ امام ترمذی نے صحیح کہا ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں عاصم بن عبیداللہ ہے' ابن الجوزی نے کہا یہ فاحش الخطا ہے' غرض یہ تمام آثار ضعیف ہیں اور صحیح حدیث صرف صحاح ستہ کی ہے جس میں آپ نے فرمایا: "ڈھونڈ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو" ہمارے نزدیک یہ مہر معجل پر محمول ہے ہر چند کہ یہ خلاف ظاہر ہے لیکن اس کو مہر معجل پر محمول کرنا واجب ہے کیونکہ بعد میں آپ نے فرمایا تم کو جو قرآن یاد ہے۔ اس کے سبب میں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا' اگر اس کو تعلیم پر محمول کیا جائے یا مہر کی بالکلیہ نفی کر دی جائے تو وہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے:

(آیت) "واحل لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم (النساء: ۲٤)

ترجمہ: اور محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں کہ تم ان کو اپنے مال سے طلب کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال کو مہر بنانے کا حکم دیا ہے اس لئے اس حدیث میں مہر معجّل کی تاویل کرنا واجب ہے اور یہ کہ اس عورت کا مہر بطور مال اس شخص کے ذمہ تھا جو اس وقت نہیں دیا گیا تھا اب اگر شوہر کے ذمہ اس کا مہر نہ مانا جائے تو لازم آئے گا کہ خبر واحد نے قرآن مجید کی اس آیت قطعیہ متواترہ کو منسوخ کر دیا' اور اس وقت مہر کا ذکر نہ کرنے سے کوئی حرج نہیں ہوتا کیونکہ جب نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ کیا جائے تو مہر مثل واجب ہو جاتا ہے۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۹' ۳۔۳۰۵ ملخصا مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نوٹ: جو مہر شب زفاف میں دخول (عمل تزویج) سے پہلے یا عند الطلب دیا جائے اس کو مہر معجّل کہتے ہیں اور جس مہر کی ادائیگی کا وقت مقررہ کر لیا جائے یا جو انقطاع نکاح (طلاق یا موت کے بعد) کے وقت دیا جائے اس کو مہر موجل کہتے ہیں۔

2106 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ، فَقَالَ: أَلَا لَا تُغَالُوا بِصُدُقِ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أَصْدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ، وَلَا أُصْدِقَتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِهِ أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً

❁❁ ابو عجفاء سلمی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: خبردار! عورتوں کے زیادہ مہر مقرر نہ کرو، کیونکہ اگر یہ چیز دنیا میں عزت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقویٰ (کی دلیل) ہوتی تو نبی اکرم ﷺ اس کے سب سے زیادہ حقدار تھے، جبکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج میں سے کسی کو بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر نہیں دیا، اور آپ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے کسی کو (بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر) نہیں دیا گیا۔

2107 حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْهَرَهَا عَنْهُ أَرْبَعَةَ آلَافٍ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيلَ ابْنِ حَسَنَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَسَنَةُ هِيَ أُمُّهُ

❁❁ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ پہلے عبید اللہ بن جحش کی اہلیہ تھیں، ان کا حبشہ کی سرزمین پر انتقال ہو گیا، نجاشی

2106-واخرجه الترمذي (1141)، والنسائي في "الكبرى" (5485) من طريق ايوب، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. واخرجه ابن ماجه (1887)، والنسائي في "الكبرى" (5485) من طرق عن محمد بن سيرين، به. وهو في "مسند احمد" (285)، (340)، و "صحيح ابن حبان" (4620).

2107-اسناده صحيح، وقد اختلف فيه على الزهري في وصله وارساله كما هو مبين في تعليقنا على "المسند" (27408). ابن المبارك هو عبد الله المروزي، ومعمر: هو ابن راشد الازدي، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، وعروة: هو ابن الزبير الاسدي. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5486) من طريق ابن المبارك، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (27408).

نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کروادی، اور اپنی طرف سے انہیں چار ہزار (درہم) مہر کے طور پر ادا کیے، اور پھر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھجوا دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حسنہ، (شرحبیل کی) والدہ ہیں۔

2108 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، اَنَّ النَّجَاشِيَّ، زَوَّجَ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ اَبِي سُفْيَانَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَدَاقِ اَرْبَعَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ وَكَتَبَ بِذٰلِكَ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبِلَ

زہری بیان کرتے ہیں: نجاشی نے سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کی شادی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کروادی، جو چار ہزار درہم حق مہر کے ساتھ ہوئی، نجاشی نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس نکاح کو) قبول کرلیا۔

مہر کا ایک اہم شرعی حق ہونا

نکاح سے متعلق ایک اہم مالی ذمہ داری ''مہر'' بھی ہے، مہر عورت کے وجود کا معاوضہ نہیں ہے، بلکہ عصمت انسانی کے احترام کے طور پر مہر ادا کیا جاتا ہے، قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مہر کا ذکر آیا ہے۔

مہر نکاح کے واجبات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''واتوا النساء صدقاتھن نحلة'' [81] ''اور تم بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو'' [82] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے 'نحلہ'' کا ترجمہ 'فریضہ' سے کیا ہے اور ایک معروف عالم لغت نے کہا ہے کہ عربی زبان میں 'نحلہ' 'واجب' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، [83]

اس لئے مہر کا مقرر کرنا اور اس کا ادا کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص مہر نہیں دینے کی شرط پر نکاح کرلے، تب بھی عورت کا خاندانی مہر (مہر مثل) واجب ہوگا۔

اور امام مالک کے یہاں تو ایسی صورت میں نکاح ہی منعقد نہیں ہوگا۔ مہر کی مقدار مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے [84]، اگر کسی شخص نے اس سے بھی کم مہر مقرر کیا، تو اس کا اعتبار نہیں، ایسی صورت میں بھی کم سے کم دس درہم کے بقدر مہر واجب ہوگا [85]، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہونا چاہئے، لا مھر دون عشرۃ دراھم [86]، دس درہم کی مقدار موجودہ اوزان میں تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام ہوگا (۳۰،۶۱۸) ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار چوتھائی دینار سونا یا تین درہم خالص چاندی ہے [87]، چوتھائی دینار کا وزن موجودہ اوزان میں (تقریباً ۴ ماشہ سونا) اور تین درہم کا ۱۱ گرام کے قریب ہوتا ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعض

2108-رجاله ثقات، لكنه مرسل. وقد صح وصله كما في الطريق الذي قبله. واخرجه ابن سعد في "طبقاته" 8/ 99، والحاكم في "المستدرك" 224/من طريق عبد الرحمن بن عبد العزيز، والطبراني في "الكبير" 23/(403)، والحاكم في "المستدرك" 204/من طريق عبد الله بن ابي زياد، كلاهما عن الزهري بنحوه مرسلاً.

احادیث کو ملحوظ رکھا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم ترین مقدار مہر کی کوئی حد نہیں، کم سے کم جو چیز قیمت یا اُجرت بن سکتی ہو، وہ مہر بھی ہوسکتی ہے[88]، لیکن اس پر اتفاق ہے کہ زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں؛ کیوں کہ قرآن مجید میں مہر کے لئے 'قنطار' کا لفظ وارد ہوا ہے[89]، جس کے معنی بہت زیادہ مال کے ہیں، وھو المال الکثیر،[90]

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے بارہ ہزار درہم یا ایک ہزار دینار کو 'قنطار' قرار دیا ہے[91]، جو نہایت خطیر رقم ہوتی ہے۔ چنانچہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعض دفعہ مہر کی اچھی خاصی مقدار بھی متعین کی گئی ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار درہم مقرر ہوا تھا، جو آپ کی طرف سے شاہ حبش نجاشی نے مقرر کیا تھا اور انھوں نے ہی ادا بھی کر دیا تھا[92]، اس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی قابل ذکر ہے، حضرت عمر ؓ نے جب دیکھا کہ لوگ بطور تفاخر کے بہت زیادہ مہر مقرر کرنے لگے ہیں تو چاہا کہ زیادہ سے زیادہ مقدار مہر چار سو درہم متعین کر دی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات خطبہ کے دوران ممبر پر ارشاد فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خطبہ دے کر نیچے اُترے، تو ایک قریشی خاتون نے کہا: آپ نے یہ کیسے کہہ دیا، جب کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ "قنطار" یعنی بے شمار مال (بہ طور مہر) دے دو، تو اسے واپس لینے کی کوشش مت کرو[93]،

حضرت عمر کا مزاج بلا تأمل حق کو قبول کر لینے کا تھا، چنانچہ فوراً فرمایا: اللّٰھم غفراً، کل الناس أفقه من عمر. (بارالہا! مجھے معاف کر دیجئے، ہر شخص عمر سے زیادہ فقیہ ہے) پھر آپ دوبارہ ممبر پر چڑھے اور فرمایا: لوگو! میں نے تمہیں چار سو درہم سے زیادہ مہر رکھنے سے منع کیا تھا، لیکن جو چاہے اس سے زیادہ بھی اپنے مال میں سے دے سکتا ہے۔[94]

جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ ؓ کو فراخی عطا فرمائی اور معاشی حالات بہتر ہوئے تو انھوں نے زیادہ مہر بھی مقرر کئے، خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو ان کا مہر چالیس ہزار درہم مقرر کیا[95]،

غالباً یہ خانوادۂ نبوت کی توقیر و تکریم کے طور پر تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنی صاحب زادیوں کا مہر ایک ہزار دینار رکھتے تھے[96]، بعض میں پندرہ سو دینار کا بھی ذکر آیا ہے[97]، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک خاتون سے بیس ہزار مہر پر نکاح کیا[98]،

روایت میں مطلق بیس ہزار ہے، لیکن غالباً اس سے بیس ہزار درہم مراد ہوں گے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر زیادہ مہر رکھنا محض اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے نہ ہو؛ بلکہ واقعی وہ بیوی کو اتنی رقم دینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے اندر اس کی استطاعت ہو، تو اس میں حرج نہیں۔ لیکن عام حالات میں مہر کی مقدار نہ اتنی کم ہونی چاہئے کہ اس کی کچھ اہمیت ہی باقی نہ رہے اور نہ اتنی زیادہ ہونی چاہئے کہ ادائیگی دشوار ہو جائے اور ادائیگی کی نیت نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا مہر عام طور پر پانچ سو درہم تھا[99]، راجح یہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر بھی پانچ سو درہم ہی تھا[100]، اسی لئے متعدد اہل علم نے لکھا ہے کہ مستحب ہے کہ پانچ سو درہم سے زیادہ مہر نہیں رکھا جائے[101]، پانچ سو درہم کی مقدار موجودہ اوزان میں (۹۰۰ء۱۵۳۰) ہوتی ہے۔

سونے چاندی میں مہر غرض کہ مہر کے مقرر کرنے میں اعتدال ہونا چاہئے، مہر بالکل بے حیثیت بھی نہ ہو اور اتنا زیادہ بھی نہ ہو کہ شوہر کے لئے ادا کرنا ممکن نہ رہے۔

نیز اس میں فقہاء نے خاندانی روایات کو بھی ملحوظ رکھا ہے، یعنی لڑکی کے دادیہالی خاندان میں جو مہر رکھا جاتا ہو، اس کو ملحوظ رکھا جائے، اسی کو فقہ کی اصطلاح میں ''مہر مثل'' کہتے ہیں، مہر مثل سے مراد صرف تعداد نہیں ہے؛ بلکہ اس کی قدر اور قوت خرید بھی ہے، جیسے بیس سال پہلے لڑکی کی پھوپھی کا مہر دس ہزار روپیہ رکھا گیا ہو اور آج اس کا مہر دس ہزار روپیہ رکھ دیا جائے، تو یہ انصاف کی بات نہیں ہوگی، کیوں کہ بیس سال پہلے دس ہزار میں کم سے کم پانچ تولہ سونا خرید کیا جاسکتا تھا اور آج اس سے ایک تولہ سونا بھی نہیں خرید کیا جاسکتا، تو اعتبار صرف دس ہزار کے عدد کا نہیں ہے؛ بلکہ اس کی قوت خرید کا بھی ہے، افسوس کہ آج کل مہر کے معاملہ میں بھی افراط وتفریط ہے، بہت سے علاقوں اور برادریوں میں آج بھی پانچ سو روپیہ مہر مقرر کیا جاتا ہے اور بعض حضرات محض اظہار تفاخر کے طور پر کئی لاکھ روپے مہر مقرر کرتے ہیں اور ادا نہیں کرتے۔ آج کل چوں کہ کرنسی کی قیمت میں استحکام نہیں ہے اور مسلسل اتار کا رجحان ہے، آج سے بیس پچیس سال پہلے پانچ ہزار روپے کی اہمیت تھی، لیکن آج اتنی رقم سے ایک غریب گھرانے کی زندگی بھی نہیں گذر پاتی اور ہندوستان میں نقد مہر ادا کرنے کا رواج نہیں ہے۔

ان حالات میں مناسب طریقہ یہ ہے کہ مہر سونے یا چاندی میں مقرر کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں درہم چاندی کا اور دینار سونے کا ہوا کرتا تھا، کیوں کہ سونے اور چاندی کی قیمت میں ابھی بھی ایک حد تک استحکام ہے، اس لئے یہ عورت کے حق میں انصاف کی بات ہوگی، مثلاً اگر آج پانچ تولہ سونا مہر مقرر کیا جائے، تو اس کی قیمت پچاس ہزار یا اس سے کچھ زیادہ ہے، اگر اگلے بیس سال کے بعد بھی مہر ادا کیا جائے تو عورت کو پانچ تولہ سونا حاصل ہوگا، اس کے برخلاف اگر پچاس ہزار مہر مقرر ہو، تو ممکن ہے بیس سال بعد اس سے دو ہی تولہ سونا خرید کیا جاسکے، ظاہر ہے یہ عورت کے لئے نہایت نامنصفانہ بات ہوگی کہ ایک تو اس کا مہر وقت پر ادا نہیں کیا گیا، دوسرے جو مہر دیا گیا، اس کی بھی اب قیمت نہایت کم ہوگئی۔

مہر شوہر پر ایک قرض یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ مہر بھی دوسرے قرضوں کی طرح ایک قرض ہے، اس لئے صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ مہر نکاح کے وقت ہی ادا کر دیا جائے، صحابہؓ اور بعد کے ادوار میں بھی عام معمول یہی تھا کہ نکاح کے وقت ہی مہر ادا کر دیا جاتا تھا، اور اگر پورا مہر ادا نہیں کر پاتے تب بھی مہر کا کچھ نہ کچھ حصہ نکاح کے وقت دے دیا جاتا، یہ روایت عربی اسلامی معاشرہ میں اتنی قوت کے ساتھ قائم تھی کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت دعویٰ کرے کہ میری اپنی شوہر کے ساتھ خلوت ہوگئی، اس کے باوجود اس نے کوئی مہر ادا نہیں کیا تھا، تو یہ بات قابل قبول نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ ظاہر حال کے خلاف ہے[103]،

لیکن بدقسمتی سے ہندوستان میں نکاح کے وقت مہر ادا کرنے کا رواج ہی نہیں رہا اور اب نوبت یہاں تک آچکی ہے کہ اگر کسی عورت کو اس کا مہر ادا کیا جائے تو وہ خوف کھانے لگتی ہے کہ کہیں شوہر کا ارادہ طلاق دینے کا تو نہیں ہے۔

اگر مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہو؟ اکثر حالات میں تو مہر ادا کرنے کی نیت ہی نہیں ہوتی، محض رسمی طور پر مہر مقرر کر لیا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نکاح کیا اور مہر مقرر کیا، لیکن اس کے دل میں ہو کہ وہ مہر ادا نہیں کرے گا، تو اللہ

تعالیٰ کی یہاں وہ زانی شمار کیا جائے گا...... ولیس فی نفسه أن یؤدیه إلیها إلا کان عند الله زانیا.[104]

ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر نکاح کیا اور اس کے دل میں یہ ہے کہ وہ اسے اس کا مہر نہیں دے گا، تو اس نے دھوکہ بازی کی، اگر اس کا انتقال ہوا اور اس وقت تک اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایک زانی شخص کی حیثیت سے اس کی ملاقات ہوگی۔[105]

بعض لوگ میاں بیوی کے تعلقات خراب ہونے کے وقت عورت کو تنگ کرتے ہیں، تاکہ وہ خود ہی اپنا مہر معاف کرنے پر آمادہ ہو جائے، یہ نہایت ہی ناشائستہ حرکت ہے اور بے غیرتی اور خدا ناترسی کی بات ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گنہگار وہ شخص ہے، جو کسی عورت سے نکاح کرے، اس سے اپنی ضرورت پوری کرلے، پھر اسے طلاق دے دے اور اس کا مہر بھی نہیں دے[106]۔

اس لئے پوری دیانت داری کے ساتھ نکاح کے وقت مہر ادا کرنے کی نیت رکھنی چاہیے؛ کیوں کہ جب آدمی کسی قرض کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی شریک حال ہوتی ہے اور اگر طلاق کی نوبت آجائے، تو مہر سے بچنے کے لئے بہانہ تلاش نہیں کرنا چاہئے؛ بلکہ مہر کے علاوہ بھی بیوی کو بطور حسن سلوک کچھ دے کر رخصت کرنا چاہئے، جس کو ''متاع'' کہتے ہیں اور جس کی خود قرآن مجید میں تلقین کی گئی ہے۔[107]۔

چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر عورت خلع کا مطالبہ کر رہی ہو اور اس مطالبہ میں مرد کی زیادتی کا دخل ہو، یعنی اس کی طرف سے ظلم وحق تلفی پائی جانے کی بنا پر وہ خلع کا مطالبہ کر رہی ہو، تو مرد کے لئے مہر کی واپسی یا اس کے معاف کرنے کا مطالبہ کراہت سے خالی نہیں اور اگر عورت کی غلطی کی وجہ سے خلع کی نوبت آرہی ہے تو مہر کے بقدر واپس لینا یا مہر معاف کرا لینا جائز ہے، تاہم بہتر یہی ہے کہ مہر ادا کر دے اور اس صورت میں بھی مقدار مہر سے زیادہ کا مطالبہ مکروہ ہے۔[108]

ترکہ میں پہلے مہر ادا کیا جائے اگر کسی وجہ سے زندگی میں مہر ادا نہیں کر سکے، تو بعض علاقوں میں موت کے بعد بیوی سے مہر معاف کرا دیا جاتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لاش سامنے رکھی ہوئی ہے اور عورتیں اخلاقی دباؤ ڈالتی ہیں کہ مہر معاف کر دو، اس وقت رنج والم کی فضا ہوتی ہے اور اگر اندر سے معاف کرنے پر آمادگی نہ ہو، تب بھی حیا کے تقاضہ کے تحت وہ زبان سے انکار نہیں کر پاتی، یہ نہایت ہی ناشائستہ اور غیر شرعی طریقہ ہے، شرعی اُصول یہ ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو، تو پہلے قرض داروں کا قرض ادا کیا جائے، پھر ورثہ میں ترکہ کی تقسیم ہو، جیسے دوسرے قرض واجب الاداء ہیں اور ان کے بارے میں بھی پوچھ ہوگی، اسی طرح مہر بھی ایک قرض ہے اور اس کی بھی اللہ کے پاس جواب دہی ہے، اس لئے مہر معاف کرانے کی کوئی وجہ نہیں، ترکہ میں سے پہلے دوسرے قرض داروں کی طرح بیوی کا بھی مہر ادا ہونا چاہئے، اس کے بعد جو بچ جائے وہ تمام ورثہ میں تقسیم ہو۔

حاصل یہ ہے کہ: ۱) مہر بیوی کا نہایت اہم شرعی حق ہے۔ ۲) مہر نہ بہت کم ہونا چاہئے اور نہ اتنا زیادہ کہ اس کا ادا کرنا شوہر کے لئے ممکن نہ ہو۔ ۳) کوشش کرنی چاہئے کہ نکاح کے وقت ہی پورا مہر یا اس کا مناسب حصہ ادا کر دیا جائے۔ ۴) اگر اُدھار مہر مقرر ہو تو سونے چاندی میں مقرر کیا جائے۔ ۵) اگر شوہر انتقال تک مہر ادا نہیں کر پایا ہو، تو اس کے ترکہ میں سے دوسرے قرضوں

کی طرح عورت کا مہر بھی پہلے ادا کر دیا جائے، اس کے بعد ترکہ کی تقسیم ہو۔ ۶) اگر خدانخواستہ علاحدگی کی نوبت آئے، تو مہر ادا کرنے میں بہانہ بازی سے کام نہ لے اور عورت کو خلع پر مجبور نہ کرے۔

تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۷۲، تفسیر آیت مذکورہ [84] بدائع الصنائع: ۲/ ۵۶۱ [85] درمختار: ۴/ ۱۲۹ [86] سنن بیہقی: ۷/ ۳۹۲، حدیث نمبر: ۱۴۳۸۲ [87] الشرح الصغیر: ۲/ ۴۲۹، مواہب الجلیل: ۵/ ۱۸۶ [88] شرح مہذب: ۱۸/ ۷، المغنی: ۱۰/ ۱۰۱ [89] النساء: ۲۰ [90] دیکھیے تفسیر بغوی: ۱/ ۴۹۸ [91] سنن بیہقی: ۷/ ۳۸۱، حدیث نمبر: ۱۴۳۳۰ [92] سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۱۰۸، نیز دیکھیے، سنن بیہقی: ۷/ ۳۸۲، حدیث نمبر: ۱۴۳۳۶ [93] النساء: ۲۰ [94] مجمع الزوائد: ۴/ ۲۲ـ۵۲۱، حدیث نمبر: ۷۵۰۱ [95] سنن بیہقی: ۷/ ۳۸۱، حدیث نمبر: ۱۴۳۳۱ [96] سنن بیہقی: ۷/ ۳۸۱، حدیث نمبر: ۱۴۳۳۶ [97] دیکھیے مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۱۸۰، حدیث نمبر: ۱۰۴۱۹ [98] سنن بیہقی: ۷/ ۳۸۱، حدیث نمبر: ۱۴۳۳۳ [99] مسلم عن ابی سلمہ، حدیث نمبر: ۱۴۲۶ [100] موسوعۃ حیات الصحابیات، ص: ۶۲۴، محمد سعید مبیض [101] دیکھیے: الکافی: ۴/ ۳۲۸، شرح مہذب: ۱۸/ ۹ [102] نئے مسائل اور علماء ہند کے فیصلے، ص: ۸۸ [103] ردالمحتار: ۴/ ۳۰۰ مطلب مسائل الاختلاف فی المہر [104] مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۱۸۵، حدیث نمبر: ۱۰۴۳۳، نیز دیکھیے: سنن بیہقی ۷/ ۳۹۴ [105] مجمع الزوائد: ۴/ ۵۲۳، حدیث نمبر: ۷۵۰۷، بحوالہ طبرانی [106] مستدرک حاکم، عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: ۲/ ۱۹۹، حدیث نمبر: ۲۷۴۳ [107] البقرہ: ۲۲۱ [108] ہندیہ: ۱/ ۴۸۸، الباب الثامن فی الخلع ومافی حکمہ، الفصل الاول فی شرائط الخلع وحکمہ

بَابُ قِلَّةِ الْمَهْرِ

باب: کم مہر مقرر کرنا

2109 حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، وَحُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَعَلَيْهِ رَدْعُ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَهْيَمْ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً. قَالَ: مَا أَصْدَقْتَهَا؟ قَالَ: وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ پر زعفران کا نشان دیکھا، تو دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے شادی کر لی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے اسے کتنا مہر دیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: گٹھلی کے وزن جتنا سونا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ولیمہ کرو، خواہ ایک بکری (ذبح کرکے دعوت کرو)۔

2109- اسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة البصري، وثابت: هو ابن اسلم البناني، وحميد: هو ابن ابي حميد الطويل. واخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (2049) من طريق زهير بن معاوية، و (5148) من طريق عبد العزيز بن صهيب، ومسلم (1427) من طريق قتادة، و (1427) من طريق ابي حمزة، والبخاري (3781) و (3937) و (5072) و (5153) و (5167) و (6082)، ومسلم (1427)، والترمذي (2046)، والنسائي في "الكبرى" (5482) و (5533) و (5535) و (6560) و (10019) من طريق حميد، والبخاري (5155) و (6386)، ومسلم (1427)، وابن ماجه (1907) و (1908)، والترمذي (1119)، والنسائي في "الكبرى" (5533) و (5534) و (10018) من طريق ثابت، ستتهم عن انس بن مالك

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) گٹھلی (کے وزن جتنا سونا) پانچ درہم کا ہوتا ہے، "نش" بیس درہم کا ہوتا ہے، "اوقیہ" چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

2110 حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ جِبْرَائِيلَ الْبَغْدَادِيُّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمِ بْنِ رُومَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْطَى فِي صَدَاقِ امْرَأَةٍ مِلْءَ كَفَّيْهِ سَوِيقًا أَوْ تَمْرًا فَقَدِ اسْتَحَلَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ رُومَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، مَوْقُوفًا. وَرَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ رُومَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَمْتِعُ بِالْقُبْضَةِ، مِنَ الطَّعَامِ عَلَى مَعْنَى الْمُتْعَةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَلَى مَعْنَى أَبِي عَاصِمٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کسی عورت کو مہر میں، دونوں ہاتھ بھر کر ستو یا کھجور دیدے، وہ (اس عورت کو اپنے لیے) حلال کر لیتا ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کے طور پر منقول ہے۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم مٹھی بھر اناج کے عوض میں متعہ کر لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن جریج نے، اپنی سند کے ساتھ یہ روایت، ابوعاصم کی روایت کی مانند نقل کی ہے۔

مہر کی مقدار میں مذاہب اربعہ کا بیان

عاصم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے ان کے والد کے حوالے سے سنا کہ قبیلہ بنوفزارہ کی ایک عورت نے دو جوتیاں مہر مقرر کر کے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم جوتیوں کے بدلے میں اپنی جان و مال دینے پر راضی ہو، اس نے عرض کیا ہاں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی۔ اس باب میں حضرت عمر، ابوہریرہ، سہل بن سعد، ابوسعید، انس، عائشہ، جابر اور ابوحدرد اسلمی سے بھی روایت ہے عامر بن ربیعہ کی حدیث حسن صحیح ہے مہر کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں لہٰذا زوجین جس پر متفق ہو جائیں وہی مہر ہے۔ سفیان، ثوری، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ مہر چار دینار سے کم نہیں۔ بعض (فقہاء احناف) اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہوتا۔ (جامع ترمذی، ج۱، رقم الحدیث ۱۱۱۳)

2110- واخرجه الدارقطني في "سننه" (3595)، والبيهقي في "الكبرى" 2387/، والخطيب البغدادي في "تاريخه" 3646/ 365- من طريق يزيد بن هارون، بهذا الاسناد. واخرجه احمد في "مسنده" (14824)، والدارقطني في "سننه" (3593)، والبيهقي 2387/

نہ تو شریعت نے مہر کے لئے کسی خاص مقدار کو متعین کر کے اسے واجب قرار دیا ہے اور نہ اس کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر کی گئی ہے بلکہ اسے شوہر کی حیثیت و استطاعت پر موقوف رکھا ہے کہ جو شخص جس قدر مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہو اسی قدر مقرر کرے البتہ مہر کی کم سے کم ایک حد ضرور مقرر کی گئی ہے تا کہ کوئی شخص اس سے کم مہر نہ باندھے۔

چنانچہ حنفیہ کے مسلک میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (٦٢ء30 گرام چاندی) ہے اگر کسی شخص نے اتنا مہر باندھا جو دس درہم یعنی (٦٢ء٣٠ گرام چاندی) کی قیمت سے کم ہو تو مہر صحیح نہیں ہوگا۔

حضرت امام مالک کے نزدیک کم سے کم مہر کی آخری حد چوتھائی دینار ہے اور حضرت امام شافعی وحضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ جو بھی چیز ثمن یعنی قیمت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اس کا مہر باندھنا جائز ہے۔

حریت کے مہر ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر مقرر کیا۔ اس باب میں حضرت صفیہ سے بھی روایت ہے حضرت انس کی حدیث حسن صحیح ہے، بعض صحابہ کرام اور دوسرے حضرت کا اس پر عمل ہے امام شافعی، احمد، اور اسحاق، کا یہی قول ہے بعض علماء کے نزدیک آزادی کو مہر مقرر کرنا مکروہ ہے ان کے نزدیک آزادی کے علاوہ مہر مقرر کرنا چاہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، ج١، رقم الحدیث، ١١١٦)

بَابٌ فِي التَّزْوِيجِ عَلَى الْعَمَلِ يُعْمَلُ

باب: کوئی کام کرنے (کو مہر مقرر کر کے) شادی کرنا

2111 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ، فَقَامَتْ قِيَامًا طَوِيلًا، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا إِيَّاهُ؟. فَقَالَ: مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هَذَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِزَارَكَ جَلَسْتَ وَلَا إِزَارَ لَكَ فَالْتَمِسْ شَيْئًا. قَالَ: لَا أَجِدُ شَيْئًا. قَالَ: فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ. فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا.

2111- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، ومالك: هو ابن انس، وابو حازم بن دينار: هو سلمة. وهو عند مالك في "الموطا" 5262/، ومن طريقه اخرجه البخاري (2310) و (5135) و (7417)، والترمذي (1140)، والنسائي في "الكبرى" (5499). وهو عند بعضهم مختصر. واخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (5029) و (5030) و (5087) و (5121) و (5126) و (5132) و (5141) و (5149) (في النكاح: باب التزويج على القرآن وبغير صداق، وقد توسع الحافظ في شرحه هنا) و (5150) و (5871)، ومسلم (1425)، وابن ماجه (1889)، والنسائي في "الكبرى" (5289) و (5500) و (5501) و (8007) من طرق عن ابي حازم، به. وهو في "مسند احمد" (22798) و (22850)، و "صحيح ابن حبان" (4093)

فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَهَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟. قَالَ: نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا لِسُوَرٍ سَمَّاهَا. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں خودکو، آپ کو ہبہ کرتی ہوں (یعنی آپ چاہیں تو میرے ساتھ شادی کرلیں) وہ عورت خاصی دیر کھڑی رہی، ایک صاحب کھڑے ہوئے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ کو اس میں دلچسپی نہیں ہے، تو میری شادی اس کے ساتھ کردیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس اس کو مہر میں دینے کے لیے کچھ ہے؟ اس نے جواب دیا: میرے پاس صرف میرا یہ تہبند ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اپنا تہبند اسے دیدیتے ہو، تو پھر تمہیں تہبند کے بغیر رہنا پڑے گا، تم کوئی اور چیز تلاش کرو۔ اس نے عرض کی: مجھے کوئی اور چیز نہیں ملی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تلاش کرو، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے، اس نے تلاش کیا، لیکن اسے کچھ نہیں ملا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: کیا تمہیں قرآن کا کچھ حصہ (زبانی) آتا ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! فلاں، فلاں سورتیں آتی ہیں، اس نے ان سورتوں کے نام بھی گنوائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

"تمہیں جو قرآن آتا ہے، اس کے عوض، میں تمہاری شادی اس عورت سے کرتا ہوں"۔

مہر کی مقدار میں ادلہ مذاہب اربعہ

حضرت سہل بن سعد کہتے ہیں کہ ایک دن ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنے آپ کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہبہ کردیا یہ کہہ کر وہ عورت دیر تک کھڑی رہی یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہی تھے کہ ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس عورت کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوں تو اس سے میرا نکاح کردیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جسے تم اس عورت کو مہر میں دے سکو؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس تہبند کے علاوہ جسے میں باندھے ہوئے ہوں میرے پاس کوئی اور چیز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ کوئی چیز ڈھونڈ لاؤ! اگرچہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔ جب صحابی نے بہت تلاش کیا اور انہیں کوئی چیز نہیں ملی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں قرآن میں سے کچھ یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن میں سے جو کچھ تمہیں یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کردیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کردیا۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کردیا تم اس کو قرآن کی تعلیم دیا کرو۔

(بخاری ومسلم) مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 405)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں یہ حکم تھا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

ہبہ کر دیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہبہ کو قبول کر لیتے تھے تو وہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حلال ہو جاتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا کچھ مہر واجب نہیں ہوتا تھا۔ یہ اور کسی کے لئے نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جائز تھا اور نہ اب جائز ہے بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا یعنی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے جائز تھا چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے۔

اور اگر کوئی مؤمن عورت اپنے تئیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہبہ کر دے یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے) اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ عورت حلال ہے لیکن اے محمد یہ اجازت صرف آپ ہی کو ہے سب مسلمانوں کو نہیں۔

اس بارے میں فقہی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک بغیر مہر کے لفظ ہبہ کے ذریعہ نکاح کا جواز صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا یہ کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔

جب کہ حنفی مسلک یہ ہے کہ لفظ ہبہ کے ذریعہ نکاح کرنا تو سب کے لئے جائز ہے مگر اس صورت میں مہر کا واجب نہ ہونا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا لہٰذا اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی شخص کے لئے ہبہ کرے اور وہ شخص اس ہبہ کو قبول کر لے تو اس ہبہ کے ذریعہ دونوں کے درمیان نکاح صحیح ہو جائے گا اور اس شخص پر مہر مثل واجب ہوگا اگر چہ وہ عورت مہر کا کوئی ذکر نہ کرے یا مہر کی نفی ہی کیوں نہ کر دے لہٰذا حنفی مسلک کے مطابق مذکورہ بالا آیت کے الفاظ (خَالِصَةً لَّکَ)33-الاحزاب:50) کے معنی ہیں کہ اپنے آپ کو ہبہ کر دینے والی عورت کا مہر واجب ہوئے بغیر حلال ہونا صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

(ولو خاتما من حدید) (اگر چہ لوہے کی انگوٹھی ہو) سے معلوم ہوا کہ از قسم مال کسی بھی چیز کا مہر باندھنا جائز ہے خواہ وہ چیز کتنی ہی کم تر کیوں نہ ہو بشرطیکہ مرد وعورت دونوں اس پر راضی ہوں۔

چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے اس بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک کا جو مسلک ہے وہ ابتدائے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے حنفیہ کی دلیل حضرت جابر کی یہ روایت ہے جس کو دارقطنی نے نقل کیا ہے کہ حدیث (لا تنکحوا النساء الا الاکفاء) الخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا نکاح ان کے کفو ہی سے کیا جائے گا اور عورتوں کا نکاح ان کے ولی کریں اور دس درہم سے کم مہر کا اعتبار نہیں ہے۔

نیز حنفی مسلک کی تائید دارقطنی اور بیہقی ہی میں منقول حضرت علی کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ دس درہم سے کم کا مہر معتبر نہیں۔

حضرت سہل کی اس روایت کو حنفیہ نے مہر معجل پر محمول کیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے مقررہ مہر میں سے کچھ حصہ علی الفور یعنی جماع کرنے سے پہلے دے دیتے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو بھی یہ حکم فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی بھی چیز خواہ وہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو مل جائے تو لے آؤ تا کہ نکاح کے بعد اس عورت کو مہر کے طور پر کچھ نہ کچھ دے سکو۔ اسی بناء پر بعض علماء نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ نکاح کے بعد اپنی بیوی سے اس وقت

تک جماع نہ کیا جائے جب تک اس کے مہر میں سے کچھ نہ کچھ اسے دے دیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت زہری اور حضرت قتادہ کا یہی مسلک تھا ان کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے نکاح کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت فاطمہ کے پاس اس وقت تک جانے سے ممانعت کر دی جب تک کہ وہ حضرت فاطمہ کو ان کے مہر میں سے کچھ نہ دے دیں حضرت علی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس وقت تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فاطمہ کو اپنی زرہ دے دو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اپنی زرہ دے دی اور اس کے بعد ان کے پاس گئے اور یہ معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ کا مہر چار سو مثقال چاندی کا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس مقررہ مہر سے ایک زرہ کی بقدر دینے کا حکم دیا تھا لہٰذا ان حضرات کے نزدیک مقررہ مہر میں سے علی الفور یعنی جماع سے قبل کچھ دے دینا واجب ہے جب کہ حنفیہ کے ہاں یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا، چنانچہ بعض ائمہ نے اسے جائز رکھا ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یعنی تعلیم قرآن کو مہر قرار دے کے نکاح کر لینے کی صورت میں نکاح تو صحیح ہو جاتا ہے مگر خاوند پر مہر مثل واجب ہوتا ہے اور جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو ارشاد گرامی (بما معک) الخ میں حرف با بدل کے لئے نہیں ہے بلکہ سببیت کے اظہار کے لئے ہے یعنی اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن میں سے جو کچھ تمہیں یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا گویا تمہیں قرآن کا یاد ہونا اس عورت کے ساتھ ہوا تھا تو قبولیت اسلام ان کے نکاح کا سبب تھا اسے مہر قرار نہیں دیا گیا تھا۔

تم اس کو قرآن کی تعلیم دیا کرو یہ حکم بطور وجوب نہیں تھا بلکہ بطریق استحباب تھا لہٰذا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا تھا۔

2112 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي أَبِي حَفْصُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ الْحَجَّاجِ الْبَاهِلِيِّ، عَنْ عِسْلٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، نَحْوَ هٰذِهِ الْقِصَّةِ لَمْ يَذْكُرِ الْإِزَارَ وَالْخَاتَمَ. فَقَالَ: مَا تَحْفَظُ مِنَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ أَوِ الَّتِي تَلِيهَا. قَالَ: فَقُمْ فَعَلِّمْهَا عِشْرِينَ آيَةً، وَهِيَ امْرَأَتُكَ.

❀❀ یہی واقعہ ایک اور سند کے ساتھ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، تاہم اس روایت میں راوی نے تہبند اور انگوٹھی کا ذکر نہیں کیا، (اس میں یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہیں کتنا قرآن زبانی یاد ہے؟ اس نے جواب دیا: سورہ بقرہ یا اس کے بعد والی سورت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اٹھو، اور اس عورت کو بیس آیات کی تعلیم دو، یہ تمہاری بیوی ہوئی۔

2113 حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، نَحْوَ خَبَرِ سَهْلٍ، قَالَ: وَكَانَ مَكْحُولٌ يَقُولُ: لَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہی روایت ایک سند کے ہمراہ مکحول سے منقول ہے، مکحول یہ کہا کرتے تھے: نبی اکرم ﷺ کے بعد یہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ تَزَوَّجَ وَلَمْ يُسَمِّ صَدَاقًا حَتَّى مَاتَ

باب: جو شخص مہر مقرر کیے بغیر شادی کر لے، اور پھر (اسے مقرر کرنے سے پہلے) انتقال کر جائے

2114 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، فِي رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَمَاتَ عَنْهَا، وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا الصَّدَاقَ. فَقَالَ: لَهَا الصَّدَاقُ كَامِلًا، وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، وَلَهَا الْمِيرَاثُ. فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِهِ فِي بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ .

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایسے شخص کے بارے میں فرماتے ہیں: جو کسی عورت سے شادی کرنے کے بعد انتقال کر جائے، اس نے اس عورت سے ملاپ بھی نہ کیا ہو اور اس عورت کا حق مہر بھی مقرر نہ کیا ہو، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسی عورت کو مکمل مہر ملے گا اور اس پر عدت گزارنا لازم ہوگا، اور اسے میراث بھی ملے گی۔

اس پر حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو بروع بنت واشق کے بارے میں یہی فیصلہ دیتے ہوئے سنا ہے۔

2115 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، وَابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَسَاقَ عُثْمَانُ، مِثْلَهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

2116 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ خِلَاسٍ، وَأَبِي حَسَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ، أُتِيَ فِي رَجُلٍ بِهَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَاخْتَلَفُوا إِلَيْهِ، شَهْرًا أَوْ قَالَ: مَرَّاتٍ، قَالَ: فَإِنِّي أَقُولُ فِيهَا إِنَّ لَهَا صَدَاقًا كَصَدَاقِ نِسَائِهَا، لَا وَكْسَ، وَلَا شَطَطَ، وَإِنَّ لَهَا الْمِيرَاثَ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ، فَإِنْ يَكُ صَوَابًا، فَمِنَ اللَّهِ وَإِنْ

2114- اسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري، وفراس: هو ابن يحيى الهمداني، والشعبي: هو عامر بن شراحيل، ومسروق: هو ابن الاجدع. واخرجه ابن ماجه (1891)، والنسائي في "الكبرى" (5492) من طريق عبد الرحمن ابن مهدي، بهذا الاسناد. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5495) من طريق عبد الله بن عون، عن معقل ابن سنان الاشجعي، عن ابن مسعود.

2116- اسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وخلاس: هو ابن عمرو الهجري، وابو حسان: هو مسلم بن عبد الله البصري. وهو في "مسند احمد" (4099) و (4100) و (4276).

يَكُنْ خَطَأً فَمِنِّي وَمِنَ الشَّيْطَانِ، وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ بَرِيئَانِ، فَقَامَ نَاسٌ مِنْ أَشْجَعَ فِيهِمُ الْجَرَّاحُ، وَأَبُو سِنَانٍ فَقَالُوا: يَا ابْنَ مَسْعُودٍ نَحْنُ نَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَاهَا فِينَا فِي بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ وَإِنَّ زَوْجَهَا هِلَالُ بْنُ مُرَّةَ الْأَشْجَعِيُّ كَمَا قَضَيْتَ قَالَ: فَفَرِحَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَرَحًا شَدِيدًا حِينَ وَافَقَ قَضَاؤُهُ قَضَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٭٭ عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک شخص کے اس طرح کی صورتحال کا شکار ہونے کے بارے میں بتایا گیا، وہ لوگ ایک ماہ تک (اس کا جواب حاصل کرنے کے لیے) ان کے ہاں آتے جاتے رہے، (راوی کو شک ہے) کئی مرتبہ آتے جاتے رہے، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس بارے میں اپنی رائے دینے لگا ہوں، اس عورت کو اس جیسی دوسری عورتوں کی مانند مہر ملے گا، جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی، اس عورت کو وراثت میں حصہ بھی ملے گا اور اس پر عدت بسر کرنا بھی لازم ہوگا، اگر یہ (جواب) درست ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے، تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے بری ذمہ ہوں گے۔

تو اشجع قبیلے سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ، جن میں حضرت جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اے حضرت عبداللہ بن مسعود! ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے خاندان کی ایک خاتون بروع بنت واشق اور اس کے شوہر ہلال بن مرہ اشجعی کے بارے میں یہی فیصلہ دیا تھا جو آپ نے دیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات پر خوش ہوئے کہ ان کا فیصلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق تھا۔

2117 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. قَالَ مُحَمَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَصْبَغِ الْجَزَرِيُّ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ. عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحِيمِ خَالِدِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ: أَتَرْضَى أَنْ أُزَوِّجَكَ فُلَانَةَ؟. قَالَ: نَعَمْ. وَقَالَ لِلْمَرْأَةِ: أَتَرْضَيْنَ أَنْ أُزَوِّجَكِ فُلَانًا؟، قَالَتْ: نَعَمْ. فَزَوَّجَ أَحَدَهُمَا صَاحِبَهُ فَدَخَلَ بِهَا الرَّجُلُ وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا. وَلَمْ يُعْطِهَا شَيْئًا وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ وَكَانَ مَنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ لَهُ سَهْمٌ بِخَيْبَرَ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّجَنِي فُلَانَةَ. وَلَمْ أَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا، وَلَمْ أُعْطِهَا شَيْئًا، وَإِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَعْطَيْتُهَا مِنْ صَدَاقِهَا سَهْمِي بِخَيْبَرَ. فَأَخَذَتْ سَهْمًا فَبَاعَتْهُ بِمِائَةِ أَلْفٍ.

2117-حديث صحيح، وهذا اسناد قوى. ابو الاصبغ الجزرى عبد العزيز بن يحى صدوق لا باس به. عمر بن الخطاب: هو السجستانى القشيرى. واخرجه البيهقى /2327 من طريق ابى داود، بهذا الاسناد. واخرجه ابن حبان فى "صحيحه" (4072) من طريق هاشم بن القاسم الحرانى، والحاكم فى "المستدرك" /1812-182، والبيهقى /2327 من طريق ابى الاصبغ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: وَزَادَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَحَدِيْثُهٗ اَتَمُّ فِيْ اَوَّلِ الْحَدِيْثِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ النِّكَاحِ اَيْسَرُهٗ، وَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلرَّجُلِ ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: يُخَافُ اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مُلْزَقًا لِاَنَّ الْاَمْرَ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ میں فلاں عورت کے ساتھ تمہاری شادی کردوں؟ اس نے جواب دیا جی ہاں!

نبی اکرم نے عورت سے دریافت کیا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ میں فلاں مرد کے ساتھ تمہاری شادی کردوں؟ اس عورت نے جواب دیا: جی ہاں! تو نبی اکرم نے ان دونوں کی شادی کروادی، اس مرد نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی، لیکن اس کا مہر مقرر نہیں کیا، اور اسے (مہر کے طور پر) کچھ نہیں دیا، وہ مرد صلح حدیبیہ میں شریک ہوا تھا، صلح حدیبیہ میں جو بھی لوگ شریک ہوئے تھے، ان کا خیبر میں بھی حصہ تھا، اس شخص کی موت کا وقت جب قریب آیا، تو اس نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے ساتھ میری شادی کروائی، میں نے اس عورت کا مہر مقرر نہیں کیا، اور اسے کچھ دیا بھی نہیں، میں تم لوگوں کو گواہ بنا کر یہ کہتا ہوں، میں خیبر میں موجود اپنا حصہ اس عورت کو مہر کے طور پر دیتا ہوں، اس عورت نے اپنا حصہ لے کر اسے ایک لاکھ (درہم) کے عوض میں فروخت کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عمر بن خطاب نامی راوی نے روایت کے آغاز میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں، اور اس کی نقل کردہ روایت مکمل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے بہتر نکاح وہ ہے، جو زیادہ آسان ہو (یعنی اس میں مہر کم ہو)"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ حصہ اس حدیث میں شامل کرلیا گیا ہو، کیونکہ بعد کا واقعہ اس سے مختلف ہے۔

بَابٌ فِيْ خُطْبَةِ النِّكَاحِ

باب: نکاح کے خطبہ کا بیان

2118 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فِيْ خُطْبَةِ الْحَاجَةِ فِي النِّكَاحِ وَغَيْرِهٖ. ح. وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ، الْمَعْنَى، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ اِسْرَائِيْلَ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ، وَاَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ:

2118- واخرجه ابن ماجه (1892)، والترمذی (1131)، والنسائی فی "الکبری" (5502) و (10249) و (10250) و (10254) من طرق عن ابی اسحاق،

عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةَ الْحَاجَةِ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِهٖ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا. مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ. وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا (اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا) (النساء:1) (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ) (آل عمران:102) (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا) (الاحزاب:71).. لَمْ يَقُلْ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ. اَنْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ حاجت (یعنی خطبہ نکاح کے یہ کلمات) تعلیم دیے:

''بے شک ہر طرح کی نعمت اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اس سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اپنی ذات کے شر سے اس کی پناہ مانگتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، اور جسے وہ گمراہ رہنے دے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں، کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں،

''اے ایمان والو! اس اللہ سے ڈرو، جس کے وسیلے سے، تم ایک دوسرے سے (مدد) مانگتے ہو، اور رشتہ داری (کے حقوق کا خیال رکھو)، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارا نگران ہے''۔

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے یوں ڈرو، جو اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم مرتے وقت صرف مسلمان ہی ہونا''۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچی بات کہو، وہ تمہارے اعمال ٹھیک کردے گا، اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کردے گا، جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ عظیم کامیابی حاصل کرے گا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) محمد بن سلیمان نے لفظ ''اِنَّ'' نقل نہیں کیا۔

2119 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ. حَدَّثَنَا عِمْرَانُ. عَنْ قَتَادَةَ. عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ. عَنْ اَبِيْ عِيَاضٍ. عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ. اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا تَشَهَّدَ ذَكَرَ نَحْوَهٗ وَقَالَ: بَعْدَ قَوْلِهٖ: وَرَسُوْلُهٗ: اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ. مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ. وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ (نکاح کے خطبہ میں) جب کلمہ شہادت پڑھ لیتے، (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے) جس میں ''اس کے رسول'' کے بعد یہ الفاظ ہیں:

2119- صحيح دون قوله: "ارسله بالحق بشيرا ونذيرا..." الى آخر الحديث، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي عياض. لكن صح من غير طريقه كما سلف قبله. وهو مكرر الحديث السالف برقم (1097).

''جنہیں اس نے قیامت سے پہلے حق کے ہمراہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، وہ ہدایت پا گیا، اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی، وہ صرف اپنا ہی نقصان کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا''۔

2120 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ أَخِي شُعَيْبٍ الرَّازِيِّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ، قَالَ: خَطَبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَامَةَ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَأَنْكَحَنِي مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَشَهَّدَ

اسماعیل بن ابراہیم، بنوسلیم سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی کا یہ بیان کرتے ہیں:

میں نے نبی اکرم ﷺ نے امامہ بنت عبدالمطلب کا رشتہ مانگا تو نبی اکرم ﷺ نے خطبہ نکاح کے بغیر میری شادی کروادی۔

ابوعیسیٰ کہتے ہیں: ہم تک یہ روایت پہنچی ہے، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا: کیا یہ جائز ہے؟

انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے احادیث منقول ہیں۔

بَابٌ فِي تَزْوِيجِ الصِّغَارِ

باب: کم سن بچوں کی شادی کر دینا

2121 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سَبْعٍ . قَالَ سُلَيْمَانُ: أَوْ سِتٍّ وَدَخَلَ بِي وَأَنَا بِنْتُ تِسْعٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے میرے ساتھ شادی کی، اس وقت میں سات سال کی تھی (سلیمان نامی راوی کہتے ہیں: یا شاید) چھ سال کی تھی۔ اور جب میری رخصتی ہوئی، تو میں نو سال کی تھی۔

بَابٌ فِي الْمُقَامِ عِنْدَ الْبِكْرِ

باب: (جو بیوی شادی سے پہلے) کنواری ہو، اس کے ہاں ٹھہرنے (کی مدت)

2122 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ

2120-اسناده ضعيف. العلاء بن اخي شعيب الرازي مجهول، تفرد شعبة بالرواية عنه، وقال الذهبي: لا يعرف، وشيخه اسماعيل بن ابراهيم مجهول ايضاً، ثم ان فيه اضطراباً كما بينه البخاري في "تاريخه الكبير" 3431/1-345.

2121-اسناده صحيح. ابو كامل: هو فضيل بن حسين الجحدري. واخرجه تاماً ومطولاً البخاري (3894) و (3896) و (5133) و (5134) و (5158)، ومسلم (1422)، وابن ماجه (1876)، والنسائي في "الكبرى" (5346) و (5347) و (5543) و (5544) من طرق عن هشام بن عروة، به. وفيه انه تزوجها وهي بنت ست سنين، وفي رواية النسائي في "الكبرى" (5347) انه تزوجها وهي بنت سبع سنين، وفي رواية النسائي ايضاً (5544) على الشك كرواية المصنف. واخرجه مسلم (1422)، والنسائي في "الكبرى" (5544)

عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجَ اُمَّ سَلَمَةَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: لَيْسَ بِكِ عَلٰى اَهْلِكِ هَوَانٌ، اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ، وَاِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِيْ

❁❁ سیدہ ام سلمہ ؓ بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے سیدہ ام سلمہ ؓ کے ساتھ شادی کی، تو ان کے ہاں تین دن قیام کیا، پھر فرمایا: تم اپنے شوہر کے نزدیک کم تر حیثیت کی مالک نہیں ہو، اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ سات دن رہتا ہوں، لیکن اگر میں تمہارے ہاں سات دن رہا، تو اپنی دوسری ازواج کے ساتھ بھی سات، سات دن رہوں گا۔

2123 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا . زَادَ عُثْمَانُ: وَكَانَتْ ثَيِّبًا وَقَالَ: حَدَّثَنِيْ هُشَيْمٌ، اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، اَخْبَرَنَا اَنَسٌ

❁❁ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے سیدہ صفیہ بنت حیی ؓ کے ساتھ شادی کر لی، تو ان کے ہاں تین دن قیام کیا۔

عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: وہ ثیبہ تھیں۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

2124 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، وَاِسْمَاعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: اِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا، وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا، وَلَوْ قُلْتُ اِنَّهُ رَفَعَهُ لَصَدَقْتُ وَلٰكِنَّهُ قَالَ السُّنَّةُ كَذٰلِكَ

❁❁ حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں: جب آدمی ثیبہ پر، کنواری کے ساتھ شادی کرے، تو اس کے ساتھ سات دن رہے، اور جب ثیبہ کے ساتھ شادی کرے تو اس کے ساتھ تین دن رہے۔

(ابوقلابہ نامی راوی کہتے ہیں) اگر میں یہ کہوں کہ انہوں نے مرفوع حدیث کے طور پر بات نقل کی ہے۔ تو میں سچ کہوں گا، لیکن انہوں نے یہ کہا تھا: سنت یہی ہے۔

2122-اسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان، وسفيان: هو ابن سعيد الثوري، وعبد الملك بن ابي بكر: هو ابن محمد بن عمرو بن حزم. واخرجه مسلم (1460)، وابن ماجه (1917)، والنسائي في "الكبرى" (8876) من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الاسناد. قال الدارقطني في "العلل" 5/ ورقة: 170 حديث الثوري عن محمد بن ابي بكر صحيح. واخرجه مالك في "موطئه" 5292/، ومن طريقه مسلم (1460)

2124-واخرجه البخاري (5213) و (5214)، ومسلم (1461)، والترمذي (1171) من طرق عن خالد الحذاء، والبخاري (5214)، ومسلم (1461) من طريق سفيان الثوري، عن ايوب السختياني، كلاهما عن ابي قلابة، به.

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَدْخُلُ بِامْرَأَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَنْقُدَهَا شَيْئًا

باب: آدمی کا بیوی کو (مہر یا تحفہ کے طور پر) کچھ دینے سے پہلے، رخصتی کروالینا

2125 حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا تَزَوَّجَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطِهَا شَيْئًا. قَالَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ. قَالَ: أَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ؟

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اسے (یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مہر کے طور پر) کچھ دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے؟

2126 حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيْوَةَ، عَنْ شُعَيْبٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي غَيْلَانُ بْنُ أَنَسٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ عَلِيًّا لَمَّا تَزَوَّجَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَمَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُعْطِيَهَا شَيْئًا. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ لِي شَيْءٌ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطِهَا دِرْعَكَ. فَأَعْطَاهَا دِرْعَهُ، ثُمَّ دَخَلَ بِهَا.

❀❀ عبدالرحمان بن ثوبان ایک صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی، اوران کی رخصتی کا ارادہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کیا: کہ جب تک وہ انہیں (مہر کے طور پر) کوئی چیز نہیں دیتے (رخصتی نہیں ہوگی) انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے اپنی زرہ دے دو، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ انہیں دے دی، اور پھر ان کی رخصتی کروائی۔

2127 حَدَّثَنَا كَثِيرٌ يَعْنِي ابْنَ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيْوَةَ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، مِثْلَهُ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

2128 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُدْخِلَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا قَبْلَ أَنْ يُعْطِيَهَا شَيْئًا.

2128-اسنادہ ضعیف لانقطاعه. خیثمة - وهو ابن عبد الرحمن بن ابی سبرة - لم يسمع من عائشة فيما قاله المصنف، وشريك - هو ابن عبد الله النخعي - ضعيف سيء الحفظ. منصور: هو ابن المعتمر السلمي، وطلحة: هو ابن مصرف اليامي. واخرجه ابن ماجه (1992) من طريق الهيثم بن جميل، عن شريك، بهذا الاسناد

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَخَيْثَمَةُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَائِشَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں مرد کے عورت کو مہر ادا کرنے سے پہلے کسی عورت کی رخصتی نہ کرواؤں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) خیثمہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

2129 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ عَلَى صَدَاقٍ أَوْ حِبَاءٍ أَوْ عِدَةٍ، قَبْلَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ، فَهُوَ لَهَا وَمَا كَانَ بَعْدَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ، فَهُوَ لِمَنْ أُعْطِيَهُ، وَأَحَقُّ مَا أُكْرِمَ عَلَيْهِ الرَّجُلُ ابْنَتُهُ أَوْ أُخْتُهُ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

جس عورت کی شادی سے پہلے مہر، عطیہ یا (ادائیگی کے) وعدہ پر اس سے نکاح کیا جائے، تو وہ (ادائیگی یا مہر) اس عورت کو ملے گا، اور جو (وعدہ یا عطیہ) نکاح ہو جانے کے بعد دیا جائے وہ اس کا ہوگا، جسے دیا گیا، (خواہ وہ عورت ہو یا اس کا ولی ہو) آدمی کی جن چیزوں کی وجہ سے عزت افزائی کی جاتی ہے، ان میں سب سے زیادہ حقدار آدمی کی بیٹی یا اس کی بہن ہے۔

بَابُ مَا يُقَالُ لِلْمُتَزَوِّجِ

باب: جس کی شادی ہوئی ہو، اسے کیا دعا دی جائے؟

2130 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ، قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو شادی کی مبارک دیتے تو یہ فرماتے تھے: "اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، تم پر برکت نازل کرے اور تم دونوں (میاں بیوی) کو بھلائی کے ہمراہ (یا اچھی صورتحال میں) اکٹھا رکھے"۔

2129-اسنادہ حسن. ابن جریج - وھو عبد الملک بن عبد العزیز - قد صرح بالتحدیث عند النسائی فی "الکبری" (5483) فانتفت شبھة تدلیسہ. واخرجہ ابن ماجہ (1955)، والنسائی فی "الکبری" (5483) و (5507) من طریقین عن ابن جریج، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (6709)

2130-اسنادہ قوی، عبد العزیز بن محمد - وھو الدراوردی - صدوق قوی الحدیث. سھیل: ھو ابن ابی صالح السمان. واخرجہ ابن ماجہ (1905)، والترمذی (1116)، والنسائی فی "الکبری" (10017) من طرق عن عبد العزیز، بھذا الاسناد. وقال الترمذی: حسن صحیح. وھو فی "مسند احمد" (8956) و (8957)، و "صحیح ابن حبان" (4052).

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ فَيَجِدُهَا حُبْلَى

باب: جب کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنے کے بعد اس کو حاملہ پائے

2131 حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي السَّرِيِّ الْمَعْنَى، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ ابْنُ أَبِي السَّرِيِّ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَمْ يَقُلْ: مِنَ الْأَنْصَارِ ثُمَّ اتَّفَقُوا، يُقَالُ لَهُ بَصْرَةُ، قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً بِكْرًا فِي سِتْرِهَا، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَإِذَا هِيَ حُبْلَى، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهَا الصَّدَاقُ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَالْوَلَدُ عَبْدٌ لَكَ، فَإِذَا وَلَدَتْ قَالَ الْحَسَنُ: فَاجْلِدْهَا وَقَالَ ابْنُ أَبِي السَّرِيِّ: فَاجْلِدُوهَا أَوْ قَالَ: فَحُدُّوهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ قَتَادَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ نُعَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَرْسَلُوهُ كُلُّهُمْ وَفِي حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ بَصْرَةَ بْنَ أَكْثَمَ نَكَحَ امْرَأَةً وَكُلُّهُمْ، قَالَ: فِي حَدِيثِهِ جَعَلَ الْوَلَدَ عَبْدًا لَهُ.

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ حضرت بصرہ انصاری رضی اللہ عنہ نامی ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے ایک کنواری لڑکی کے ساتھ، اس کو دیکھے بغیر شادی کر لی، (جب اس کی رخصتی ہوئی) اور میں اس کے پاس آیا تو وہ حاملہ تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم نے اس کے ساتھ جو وظیفہ زوجیت ادا کیا ہے، اس کی وجہ سے اسے مہر ملے گا اور اس کا بچہ تمہارا غلام ہوگا، جب یہ بچے کو جنم دیدے، تو اسے کوڑے مارنا، (راوی کو شک ہے، یا شاید یہ الفاظ ہیں:) تم لوگ اسے کوڑے مارنا، (یا شاید یہ الفاظ ہیں) تم لوگ اس پر حد جاری کرنا۔

بعض دیگر حضرات نے سعید بن مسیب کے حوالے سے یہی روایت ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کی ہے۔

یحییٰ نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: حضرت بصرہ بن اکثم نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ تاہم تمام راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اس شخص کا غلام قرار دیا۔

2132 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ يَزِيدَ بْنِ نُعَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ بَصْرَةُ بْنُ أَكْثَمَ، نَكَحَ امْرَأَةً، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ، وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا، وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ أَتَمُّ

2131-وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (10705)، ومن طريقه أخرجه ابن ابي عاصم في "الآحاد والمثاني" (2212)، والطبراني في "الكبير" (1243)، والدارقطني في "سننه" (3616)، والحاكم في "المستدرك" 183,2/ و5933/

✿✿ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ایک صاحب جن کا نام بصرہ بن اکثم تھا، انہوں نے ایک خاتون سے شادی کر لی، (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں)

نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان علیحدگی کروادی۔

ابن جریج کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

بَابٌ فِي الْقَسْمِ بَيْنَ النِّسَاءِ

باب: بیویوں کے درمیان (وقت کی) تقسیم

2133 حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَاَتَانِ فَمَالَ اِلٰى اِحْدَاهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ

✿✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کی طرف مائل ہو، تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا، تو اس کا ایک پہلو لٹکا ہوا ہوگا۔''

2134 حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ فَيَعْدِلُ، وَيَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ، فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ، فِيْمَا تَمْلِكُ، وَلَا اَمْلِكُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: يَعْنِي الْقَلْبَ

✿✿ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ (اپنی ازواج کے درمیان وقت کی) تقسیم کرتے ہوئے انصاف سے کام لیتے اور یہ کہتے:

''اے اللہ! میری یہ تقسیم اس چیز کے بارے میں ہے جس کا میں مالک ہوں، تو مجھے اس چیز کے حوالے سے ملامت نہ کرنا، جس کا تو مالک ہے، میں مالک نہیں ہوں''۔

2135 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: يَا ابْنَ اُخْتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلٰى

2133-اسناده صحيح. همام: هو ابن يحيى الازدى، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسى. واخرجه ابن ماجه (1969)، والترمذى (1173)، والنسائى فى "الكبرى" (8839) من طريق همام، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (7936)، و"صحيح ابن حبان" (4207).

2134-اخرجه ابن ماجه (1971)، والترمذى (1172)، والنسائى فى "الكبرى" (8840) من طريق حماد، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (25111)، و"صحيح ابن حبان" (4205).

لِبَعْضٍ فِي الْقَسْمِ، مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا. وَكَانَ قَلَّ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يَطُوفُ عَلَيْنَا جَمِيعًا. فَيَدْنُو مِنْ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ غَيْرِ مَسِيسٍ، حَتَّى يَبْلُغَ إِلَى الَّتِي هُوَ يَوْمُهَا فَيَبِيتَ عِنْدَهَا وَلَقَدْ قَالَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ: حِينَ أَسَنَّتْ وَفَرِقَتْ أَنْ يُفَارِقَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَوْمِي لِعَائِشَةَ. فَقَبِلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا. قَالَتْ: نَقُولُ فِي ذٰلِكَ أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى وَفِي أَشْبَاهِهَا أُرَاهُ قَالَ: (وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا) (النساء: 128)

❁ عروہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (ان سے) کہا: اے میرے بھانجے! نبی اکرم ﷺ ہم (ازواج مطہرات) میں تقسیم میں، کسی کے ہاں ٹھہرنے کے حوالے سے، کسی ایک کو دوسری پر فضیلت نہیں دیتے تھے، اکثر آپ دن کے وقت اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ ہر زوجہ محترمہ کے قریب ہوتے تھے، لیکن ان کے ساتھ صحبت نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ اس زوجہ محترمہ کے پاس آجاتے، جن کی باری کا دن ہوتا تھا، تو آپ رات ان کے ہاں بسر کرتے تھے۔

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی عمر جب زیادہ ہوگئی اور انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ ان سے علیحدگی اختیار کرلیں گے، تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری باری کا مخصوص دن عائشہ کے نام ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی اس بات کو قبول کرلیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم یہ کہا کرتی تھیں: اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں اور اس جیسی دوسری صورتوں کے بارے میں یہ آیت نازل کی:

''اگر عورت کو اپنے شوہر کے، اکتاہٹ کا شکار ہونے، کا اندیشہ ہو''۔

2136 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْمَعْنَى. قَالَا: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ مُعَاذَةَ، عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُنَا إِذَا كَانَ فِي يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا بَعْدَمَا نَزَلَتْ (تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ) (الأحزاب: 51) قَالَتْ مُعَاذَةُ: فَقُلْتُ لَهَا: مَا كُنْتِ تَقُولِينَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: كُنْتُ أَقُولُ إِنْ كَانَ ذٰلِكَ إِلَيَّ لَمْ أُوثِرْ أَحَدًا عَلَى نَفْسِي

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی نبی اکرم ﷺ ہم (ازواج مطہرات) میں سے، اس زوجہ سے اجازت لیتے تھے، جس کی باری کا مخصوص دن ہوتا تھا۔ (وہ آیت یہ ہے)

''تم ان میں سے جسے چاہو، دور کردو اور جسے چاہو قریب کرلو''۔

2135-اسنادہ حسن. عبدالرحمن بن ابی الزناد حسن الحدیث، وباقی رجالہ ثقات. واخرجہ احمد (24765)، والطبرانی فی "الکبیر" /24(81)، وابوبکر الجصاص فی "احکام القرآن"/3683، والحاکم فی "المستدرک"/1862، والبیھقی /7-747و 300

2136-اسنادہ صحیح. عبادبن عباد: ھو العتکی الازدی، وعاصم: ھو ابن سلیمان الاحول، ومعاذۃ: ھی العدویۃ. واخرجہ مسلم (1476)، والنسائی فی "الکبریٰ" (8887) من طریق عبادبن عباد، بھذا الاسناد. واخرجہ البخاری (4789)، ومسلم (1476)

معاذہ (نامی راوی خاتون) بیان کرتی ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: (ایسی صورتحال میں) آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہتی تھیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں یہ کہتی تھی اگر یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا، تو میں اپنے پر کسی کو ترجیح نہ دیتی۔

2137 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مَرْحُومُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنِي أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ بَابَنُوسَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَى النِّسَاءِ. تَعْنِي فِي مَرَضِهِ فَاجْتَمَعْنَ، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَدُورَ بَيْنَكُنَّ، فَإِنْ رَأَيْتُنَّ أَنْ تَأْذَنَّ لِي فَأَكُونَ عِنْدَ عَائِشَةَ، فَعَلْتُنَّ فَأَذِنَّ لَهُ

❁❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے مرض الوفات کے دوران) اپنی ازواج کو بلوایا۔ وہ اکٹھی ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میں تم سب کی طرف آجا نہیں سکتا، اگر تم مناسب سمجھو، تو مجھے یہ اجازت دیدو کہ میں عائشہ کے ہاں رہوں، تو ان خواتین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دیدی۔

2138 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُ، أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا، وَلَيْلَتَهَا غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جاتے، تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، ان میں سے جس کے نام کا قرعہ نکل آتا، آپ اسے اپنے ساتھ لے جاتے،

آپ اپنی ہر زوجہ محترمہ کو (وقت کی) تقسیم میں، ایک دن اور ایک رات دیتے، صرف سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ مختلف تھا، کیونکہ

2137-حديث صحيح، وهذا اسناد حسن يزيد بن بابنوس حسن الحديث، وقد توبع. مسدّد: هو ابن مسرهد الاسدي. واخرجه باطول مما هنا البخاري (198) و (665) و (2588) و (3099) و (4442) و (5714)، ومسلم (418)، وابن ماجه (1618)، والنسائي في "الكبرى" (7046) و (7051) و (8886) من طريق عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، والبخاري (4450) و (5217) من طريق عروة بن الزبير، كلاهما عن عائشة.

2138-اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله المصري، ويونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري. واخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (2593) و (2661) و (2688) و (2879) و (4141) و (4750)، ومسلم (2770)، وابن ماجه (1970) و (2347)، والنسائي في "الكبرى" (8874) و (8880) (8882) و (11296) من طرق عن الزهري، بهذا الاسناد. وقرن البخاري (2661) و (2879) و (4141) و (4750)، ومسلم (2770) والنسائي (8882) و (11296) بعروة بن الزبير: سعيد بن المسيب وعلقمة بن وقاص الليثي وعبيد الله بن عبد الله بن عتبة. واخرجه البخاري (5212)، ومسلم (1463)، وابن ماجه (1972)، والنسائي (8885) من طريق هشام، عن عروة، عن عائشة: ان سودة بنت زمعة وهبت يومها لعائشة، وكان النبي - صلّى الله عليه وسلم - يقسم لعائشة بيومها ويوم سودة. هذا لفظ البخاري. واخرجه البخاري (5211)، ومسلم (2445)، والنسائي في "الكبرى" (8883) من طريق القاسم بن محمد، والنسائي في "الكبرى" (8881) من طريق محمد بن علي ابن شافع، عن ابن شهاب، عن عبيد الله، كلاهما عن عائشة. وهو في "مسند احمد" (24395) و (24834) و (24859)، و"صحيح ابن حبان" (4211) و (4212) و (7099).

انہوں نے اپنی باری کا مخصوص دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔

تعدد ازدواج

نکاح تحفظ اخلاق، افزائش نسل اور قلب ونظر کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے، یہ انسان کی اور انسانی سماج کی ایک فطری اور بنیادی ضرورت ہے۔ اسی لئے اس کا رواج شروع سے ہر مذہب وملت اور ہر ملک ومعاشرہ میں رہا ہے، اسلام نے نکاح کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس پر ابھارا ہے اور بعض حالات میں اسے فرض اور لازم قرار دیا ہے، بلکہ بعض مخصوص حالات میں صیانت اخلاق اور ملک ومعاشرہ کی ناگزیر ضرورت کی خاطر کچھ شرائط کے ساتھ مردوں کو ایک سے زیادہ چار تک نکاح کی اجازت دی ہے، یہ اجازت نہ صرف اسلام میں بلکہ دیگر مختلف ادیان ومذاہب میں بھی موجود رہی ہے اور عملی طور پر ہر سماج میں اس کا رواج رہا ہے۔

لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اہل مغرب نے اس پر پابندی عائد کر دی ہے اور قانوناً اسے ممنوع اور یک زوجگی کو لازم قرار دے دیا ہے، جس کی بنا پر مغربی ملکوں میں کوئی مرد ایک وقت میں ایک سے زیادہ عورت کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا، ہاں ناجائز طریقے پر وہ سینکڑوں عورتوں سے جنسی تعلق قائم کر سکتا ہے اور قانونی طور پر ان کے نزدیک یہ کوئی جرم نہیں ہے۔

اسلام نے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی، یہ صرف قانونی اجازت ہے، کوئی فریضہ نہیں ہے جو مسلمانوں پر عائد کیا گیا ہو، نہ یہ اسلام کا عام دستور ہے۔ اسی لئے اسلامی ملکوں اور مسلم معاشروں میں بھی عموماً یک زوجگی ہی کا چلن ہے۔ تعدد ازدواج کے واقعات شاذ ونادر ہی ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے سروے اور اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں میں تعدد ازدواج کا رواج ایک فی صد سے بھی کم ہے (۹ فی ہزار)

بہر حال کچھ حدود وقیود کے ساتھ اسلام نے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے۔ اس کی ضرورت واہمیت اور حکمت ومصلحت کو سمجھنا ماضی کے مقابلے میں اس وقت زیادہ آسان ہے۔

پیدائش کے لحاظ سے تو عام طور پر مردوں اور عورتوں کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ مگر قدرتی طور پر ایسے حالات اور آفات وحوادث پیش آتے رہتے ہیں جن کی بنا پر مردوں اور عورتوں کے درمیان تعداد کا تناسب برقرار نہیں رہتا۔ عام حالات میں مردوں کی تعداد گھٹ جاتی ہے اور عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے ایسے حالات میں عورتوں کی زائد تعداد کو ایڈجسٹ کرنے کے لئے اسلام کا یہ قانون رحمت ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے تعدد ازدواج کا قانون نہ صرف مرد کے لئے بلکہ اس سے زیادہ عورت اور سماج کے لئے نعمت اور رحمت ہے۔

اسلام ایک الٰہی اور آفاقی دین ہے، وہ ابدیت کی شان رکھتا ہے، وہ متحرک اور رواں دواں زندگی کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور اس کی جملہ مشکلات ومسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اس کے ازدواجی قانون میں اس دور کے اس سنگین مسئلے اور سماجی پیچیدگی ودشواری کا حل بھی موجود ہے جس سے اس وقت پوری دنیا دوچار ہے۔ اور اسے اس کے مفاخر ومحاسن میں شمار کیا جانا چاہئے کہ اس نے اس دور کی مشکلات کا حل چودہ سو سال قبل پیش کیا جس کے سامنے آج اہل مغرب اور مسیحیت عاجز اور بے دست وپا ہے اور کوئی مناسب حل پیش کرنے سے قاصر ہے نہ یہ کہ اسلام کی اس اجازت کو اس کے عیوب ونقائص میں شمار کیا جائے اور اس کی وجہ سے اسے مورد

الزام ٹھہرایا جائے۔

سوال یہ ہے کہ ایسے حالات میں جب عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو تو اس مشکل اور پیچیدگی کا کیا حل ہے۔ اگر عورتوں کی اس کثیر تعداد کو غیر شادی شدہ مرد نکاح کے لئے نہ ملے تو آخروہ کیا کریں؟ زندگی بھر اپنی فطری خواہشات کو قربان کریں، شادی، شوہر، ازدواجی حقوق اور ماں بننے کی نعمت سے محروم رہیں، یا اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے اپنی عفت وعصمت کو پامال کریں اور بدکاری وبے حیائی کی راہ پر چل کر ملک ومعاشرہ میں اخلاقی گندگی اور صنفی انارکی پھیلائیں یا اس کا ایسا حل پیش کیا جائے جس سے عورت کی عزت وشرافت بھی محفوظ رہے اور خاندان وسماج کی پاکیزگی بھی برقرار رہے اور جنسی برائی سر نہ اٹھائے، ظاہر ہے کہ یہ دوسرا حل جو اسلام نے پیش کیا ہے وہ پہلے کے مقابلے میں ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

مختلف ادیان ومذاہب میں تعدد ازدواج کی اجازت

حقیقت یہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت تنہا اسلام نے نہیں دی ہے بلکہ یہ اجازت دیگر اقوام ومذاہب میں بھی موجود ہے اور مقدس مذہبی شخصیتوں کا ہر دور میں اس پر عمل رہا ہے، انبیاء علیہم السلام جو پوری انسانیت کا جوہر اور خلاصہ اور اخلاق و روحانیت کے سب سے بڑے علم بردار ہیں جن کی پاکیزہ زندگی پوری انسانیت کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے وہ بھی بڑی تعداد میں اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جنہیں نہ صرف مسلمان بلکہ یہود ونصاریٰ بھی اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں ان کی دو بیبیاں تھیں حضرت سارہ اور ہاجرہ علیہما السلام اور ان دونوں بیویوں سے نسل چلی اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی متعدد بیویاں تھیں اور انبیائے بنی اسرائیل میں سے بعض حضرات کے یہاں بیویوں کی تعداد سو اور اس سے متجاوز ہے۔ مثلاً خود ان کی مذہبی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو آزاد بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں جن کی مجموعی تعداد ہزار کو پہنچتی ہے۔ ہندو مذہب کی محترم شخصیت راجہ دسرتھ کی تین بیویاں تھیں، اسی طرح راج جی اور کرشن جی کے یہاں بھی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔ یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ کے ممالک جن کا مذہب مسیحیت اور عیسائیت ہے اور جنہوں نے قانونی طور پر بالکلیہ اس پر بندش لگادی ہے ان کی مذہبی کتابوں تورات وانجیل میں اس کی ممانعت کسی آسمانی نص سے نہیں ہے۔ سترہویں صدی عیسوی کے وسط تک کلیسا اور ریاست نے اسے جائز تسلیم کرتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے اور تین صدی قبل تک قانونی حیثیت سے اس پر عمل بھی ہوتا رہا۔ ایک مشہور اسلامی اسکالر اور اس دور کے عظیم شامی محقق ڈاکٹر مصطفی سباعی مرحوم اپنی فاضلانہ کتاب ''المرأۃ بین الفقہ والقانون'' میں تحریر فرماتے ہیں:

اسلام ہی نے سب سے پہلے چند زوجیت کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ تقریباً تمام قدیم اقوام مثلاً یونانیوں، چینیوں، ہندوؤں، بابلیوں، اشوریوں اور مصریوں میں بھی اس کا رواج موجود تھا اور ان میں سے اکثر قوموں کے یہاں بیویوں کی کوئی تعداد بھی محدود ومقرر نہ تھی۔ چینی مذہب۔ لیکی۔ میں ایک سو تیس تک بیویاں رکھنے کی اجازت تھی اور بعض چینی سربراہوں کے یہاں تو لگ بھگ تین ہزار عورتیں تھیں۔ اس کے علاوہ یہودی مذہب میں بھی بغیر کسی حد کے بیویاں رکھنے کی اجازت تھی، تمام انبیاء تورات کے یہاں بہت سی بیویوں کا پتہ چلتا ہے۔ (ص:۷۱)

اخلاق ومذاہب کی انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

مسیحیت کے اولین مبلغوں نے چندزوجگی کی بھی تنقیص نہیں کی، توریت میں چندزوجگی کی ممانعت نہیں کی گئی اور نہ انجیل میں ہی ممانعت موجود ہے، قدیم یہودیوں کے یہاں اس کارواج پایا جاتا تھا، چنانچہ یہودی علماء اسے اپنی روایات کے منافی نہیں خیال کرتے۔(Encyclopedia of Religion and Ethics P.43)

قرون وسطی میں تعدد ازدواج کو کلیسا نے تسلیم کیا تھا اور اس پر قانونی حیثیت سے عمل درآمد بھی تھا، علاوہ ازیں کلیسا اور ریاست دونوں کے تسلیم شدہ قانونی نظام کی حیثیت سے تعدد ازدواج منتشر طور پر ادھر اُدھر سترہویں صدی عیسوی کے وسط تک موجود تھا۔ (تعدد ازدواج ص ۵۵ مولفہ سید حامد علی)

ڈاکٹر محمود عباس عقاد کی تصریح کے مطابق بعض عیسائی فرقے تو تعدد ازدواج کو ضروری قرار دیتے تھے۔

(المرأۃ فی القرآن للعقاد، ص:۸۲)

اسلام سے قبل اہل عرب میں تعدد ازدواج کا رواج

اسلام سے قبل خود عرب میں بھی چندزوجگی کا رواج زیادہ وسیع پیمانے پر تھا اور بیویوں کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں تھی چنانچہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں وارد ہے کہ اسلام قبول کرنے کے وقت ان کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت فرمائی کہ چار کو روک کر باقی کو جدا کردیں، حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کی دس بیویاں تھیں، اسی طرح نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ بیویاں تھیں، اسی طرح حارث بن قیس رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے وقت آٹھ بیویاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو یہ حکم دیا کہ چار کے سوا سب کو جدا کردیں چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا، تفسیر کبیر ۱۴۲/۵ سورہ نساء آیت ۳ میں ہے:

روی أن غیلان اسلم و تحته عشر نسوة. فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم : أمسك أربعاً و فارق باقيهن. و روی أن نوفل بن معاويه رضى الله عنه أسلم و تحته خمس نسوة فقال عليه السلام: أمسك أربعاً و فارق واحدة"

فی کتاب أبی داؤد عن الحارث بن قیس رضی الله عنه قال: أسلمت و عندی ثمان نسوة فذكرت ذلک للنبی صلى الله عليه و سلم فقال: اختر منهن أربعا

(الجامع لأحکام القرآن ۵/ النساء آیت ۳ ص:۱۳)

اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت

قرآن کریم کی چوتھی سورت سورہ نساء ہے جس کی تیسری آیت میں ایک سے زیادہ چار تک عورتوں سے نکاح کرنے کی صریح اجازت دی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے: فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع فان خفتم أن لا تعدلوا فواحدۃ (النساء۔۳)، تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے تو نکاح کر ہی سکتے ہو اور اگر تمہیں

اندیشہ ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو۔

احد کی لڑائی سن تین ہجری میں ہوئی جس میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے تھے، یہ ایک عظیم حادثہ تھا جو مسلمانوں کے ساتھ پیش آیا، سورۂ نساء اسی غزوہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اس لئے اس میں اسی جنگ سے پیدا ہونے والی صورت حال سے متعلق اہم ہدایات اور احکام ہیں، مثلاً ترکہ کی تقسیم سے متعلق احکام، یتیم بچوں کے مال کی حفاظت اور اس کے بے جا استعمال سے باز رہنے کی تاکید، یتیم بچیوں کی شادی کے سلسلے میں ہدایات اور ان سے شادی کرنے کی صورت میں ان کے واجبی مہر ادا کرنے کی تاکید وغیرہ، جنگ احد میں ستر صحابہ کی شہادت کے نتیجے میں مدینہ منورہ کی ستر خواتین بیوہ ہوگئیں اور ستر گھر مردوں سے خالی ہو گئے تھے، اسی پس منظر میں یہ اشارہ کیا گیا اور گویا یہ ہدایت دی گئی کہ اسلام کے جن جانباز مجاہدین نے دین کی خاطر قربانیاں دی ہیں اور جام شہادت نوش فرمایا ہے ان کے پس ماندگان اور اہل وعیال کو فراموش نہ کیا جائے، بلکہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے کہ بیواؤں کو اپنے شوہر اور یتیموں کو اپنے باپ کی غیر موجودگی کا احساس نہ ہو اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ معاشرہ کے خوشحال افراد ان کی بیواؤں سے نکاح کر کے ان کو اور ان کے یتیم بچوں کو اپنی کفالت میں لے لیں، چنانچہ اس کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا جن کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی) اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے، اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بیواؤں سے نکاح فرمایا، یہ اس سماجی مشکل کا بہترین حل تھا جو اس جنگ میں ستر صحابہ کی شہادت سے مدینہ منورہ میں پیدا ہو گئی تھی، آیت کریمہ کا نزول اگرچہ ہنگامی حالت کے تحت ہوا تھا اور بظاہر یہ اجازت ایک سماجی دشواری کو حل کرنے کے لئے دی گئی تھی، لیکن قرآن کریم ایک ابدی کتاب ہے، وہ ہنگامی حالات میں ابدی حقائق بیان کرتا ہے، اس لئے شریعت کا اصول ہے کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوگا نہ کہ خصوص سبب کا، اس لحاظ سے تعدد ازدواج سے متعلق قرآن کا یہ حکم بھی عام ہے اللہ تعالیٰ کی ذات علیم وخبیر ہے، اسے اس کا علم تھا کہ انسانی معاشرہ کو مستقل طور پر اس اجازت کی ضرورت ہے، اس لئے کہ جنگی حالات ہمیشہ پیش آتے ہیں اور اس دور میں حادثاتی اموات کثرت سے واقع ہوتی ہیں جن کا شکار زیادہ تر مرد ہی ہوتے ہیں، جس کی بنیاد پر عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ جاتی ہے، اس لئے عورتوں کی زائد تعداد کو ایڈجسٹ کرنے کے لئے تعدد ازدواج ایک ناگزیر سماجی ضرورت بن جاتی ہے۔

ایک سے زیادہ شادی کے لئے شرعی پابندیاں

سورہ نساء کی اس آیت میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ دی گئی ہے، یعنی یہ اجازت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنی دو یا تمام بیویوں کے ساتھ منصفانہ اور مساویانہ سلوک کر سکتے ہوں اور جن لوگوں کو یہ اندیشہ ہو کہ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف نہ ہو سکے گا اور حقوق کی ادائیگی میں جانب داری اور حق تلفی ہوگی تو انہیں یہ ہدایت دی گئی کہ وہ ایک ہی بیوی پر قناعت کریں، اور جو شخص دو شادیاں کر کے کسی بیوی کے ساتھ ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوا ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں ظالم اور مجرم ہے اور اس کا یہ فعل حرام ہے، حدیث میں ایسے شخص کے بارے میں یہ وعید ہے کہ قیامت کے دن جب وہ اللہ کی

عدالت میں حاضر ہوگا تو اس کا ایک پہلو جھکا ہوا اور فالج زدہ ہوگا۔ (دیکھئے مشکوۃ، باب القسم)

احادیث کی روشنی میں فقہاء ومفسرین نے ان چیزوں کی تحدید فرمائی ہے جن میں انصاف برتنا اور برابری کا سلوک کرنا شوہر پر لازم ہے اور وہ ہے نان ونفقہ، لباس وپوشاک، رہائش اور شب گذاری میں سب کے ساتھ یکساں برتاؤ۔

(دیکھئے بدائع الصنائع، درمختار، فتاویٰ ہندیہ وغیرہ)

عدل کی اس شرط میں وہ قلبی محبت وتعلق اور جذباتی لگاؤ یا وابستگی شامل نہیں ہے جو شوہر کو اپنی کسی بیوی سے ہوا کرتی ہے، کیونکہ دل پر کسی کا اختیار نہیں ہے اور جو چیز انسان کی استطاعت سے باہر ہو شریعت کسی کو اس کا مکلف نہیں بناتی، والدین کو بھی اپنی تمام اولاد سے یکساں محبت نہیں ہوتی لیکن شریعت کا حکم ہے کہ داد ودہش میں اولاد کے درمیان عدل ومساوات ہونا چاہئے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی لیکن حقوق کی ادائیگی میں سب کے ساتھ یکساں سلوک فرماتے،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہ فیعدل ویقول اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا أملک (مشکوۃ، کتاب النکاح، باب القسم ۲/۲۷۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان (شب گذاری کے لئے) باری مقرر فرماتے تھے اور (ازدواجی حقوق) انصاف برتتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ جتنا میرے بس میں تھا میں نے برابری کا معاملہ کیا لیکن جو بات میری طاقت سے باہر ہے (یعنی قلبی میلان) اس پر مجھے ملامت نہ فرما (اور مواخذہ نہ فرما)

اور اس سلسلے میں دوسری اہم شرط یہ ہے کہ مرد کی معاشی حالت ایسی ہو کہ پہلے سے جو اہل وعیال اور متعلقین اس کی کفالت میں ہیں ان کے ساتھ دوسری بیوی کا مہر، نفقہ، اور اس رشتے کی بنیاد پر عائد ہونے والی دوسری ذمہ داریوں کو ادا کرسکے، نکاح کے باب میں مال کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس قدرت اور استطاعت کے بغیر پہلے نکاح کے لئے بھی قدم اٹھانا درست نہیں، سورہ نور میں ارشاد فرمایا گیا:

ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ (النور) اور جن لوگوں کو نکاح کا مقدور نہیں انہیں چاہئے کہ ضبط سے کام لیں، یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔

اسی طرح بخاری شریف کی وہ مشہور حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو نکاح کی ترغیب دی ہے اس میں استطاعت کی شرط مذکور ہے اور جنہیں اس کی استطاعت نہ ہو انہیں روزہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے:

ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء (بخاری ۲/۷۵۸)

اسی طرح جسمانی توانائی اور صحت وتندرستی کے لحاظ سے بھی وہ اس قابل ہو کہ اس سے اس کی تمام بیویوں کی جنسی تسکین ہو سکے، استطاعت کے ذیل میں یہ بھی داخل ہے۔

مذکورہ بالا شرائط کے تحقق کے بغیر جو لوگ دوسری شادی کے لئے قدم اٹھائیں ان کا یہ فعل شریعت کی رو سے ناجائز اور حرام ہے، سماج کے ذمہ دار افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو اس اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کریں کہ یہیں سے فساد کے دروازے کھلتے ہیں، بہت سی عورتیں دوسرے نکاح کے بعد معلقہ بن کر رہ جاتی ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا، اور مسلمانوں کی غلطی کو اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور مذہب بدنام ہوتا ہے، سماج کی ذمہ داری ہے کہ اس صورت حال کی اصلاح کرے۔

تعدد ازدواج حدیث میں

احادیث سے مرد کے نکاح میں چند بیویوں کا ہونا تو تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بہت سے حضرات نے متعدد شادیاں کیں، لیکن انہوں نے عدل کو ملحوظ رکھا۔ اوپر تفسیر کبیر اور تفسیر قرطبی کے حوالہ سے یہ روایت گزری کہ تین صحابہ حضرت غیلان ثقفی، حضرت حارث بن قیس اور حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہم کے اسلام قبول کرتے وقت پہلے کے نکاح میں دس، دوسرے کے نکاح میں آٹھ اور تیسرے کے نکاح میں پانچ بیویاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار کو روکنے اور باقی کو چھوڑنے کی ہدایت فرمائی، اسی طرح درج ذیل حدیث میں جس میں دو بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرنے کی صورت میں وعید وارد ہوئی ہے وہ بھی تعدد ازدواج کے جواز کی دلیل ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة و شقه ساقط (مشکوۃ، کتاب النکاح، باب القسم) اگر آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ ایک پہلو جھکا ہوا (یعنی مفلوج) ہوگا۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک بیوہ خاتون ام ابان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح پیش کیا، انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پیغام کو قبول کر کے باقی کو مسترد کر دیا، ان چاروں کے نکاح میں پہلے سے بیویاں موجود تھیں۔

تعدد ازدواج کی حکمت و مصلحت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت کیوں دی ہے، اور اس کے کیا فوائد اور مصالح ہیں، کیا عورت کی طرح مرد کی جنسی ضرورت ایک عورت سے پوری نہیں ہوسکتی ہے؟ علماء نے اس بحث کے ذیل میں اس کی بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے کچھ وقتی اور عارضی نوعیت کی ہیں اور کچھ مستقل اور دائمی، کبھی یہ انسان کی شخصی ضرورت ہوتی ہے کبھی سماجی اور ملکی، یعنی کبھی مرد کے حالات اس کے متقاضی ہوتے ہیں اور کبھی خود عورتوں کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی جائے۔

مرد کی شخصی ضرورت

مرد و عورت کے درمیان مختلف حیثیتوں سے فرق ہے، مردوں کی جسمانی ساخت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ انہیں جنسی آسودگی

کی ضرورت عورتوں سے زیادہ پیش آتی ہے۔ جسمانی توانائی اور صحت وتندرستی کے لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہوتی ہے، عورتوں کے ساتھ حیض، نفاس، حمل، ولادت، زچگی اور رضاعت جیسے اعذار لگے ہوئے ہیں جن میں انہیں صحت سے زیادہ مرض سے قریب کہا جاسکتا ہے، مردان تمام زمانہ میں عوارض سے پاک ہے، ان حالات میں عورت کو نہ جنسی رغبت ہوتی ہے نہ وہ مرد کے جنسی تقاضوں کا ساتھ دے سکتی ہے، انسان کی طبیعتیں اور صلاحیتیں مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں، اسی طرح جنسی خواہش بھی سب میں ایک درجے کی نہیں ہوتی، اب اگر کسی فرد کی صنفی خواہش معمول سے زیادہ ہو اور اس کی بیوی مذکورہ اعذار میں سے کسی عذر میں مبتلا ہو جس میں وہ مرد کی جنسی تسکین کے قابل نہ ہو اور ان ایام میں مرد کو جنسی ملاپ کی شدید رغبت ہو تو وہ کیا کرے؟ ماہ واری کی نوبت ہر ماہ پیش آتی ہے اور تین دنوں سے لے کر دس دنوں تک اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے حیض ونفاس کی حالت میں شرعی لحاظ سے تو صحبت ممنوع ہے ہی، طبی نقطۂ نظر سے بھی یہ زوجین کی صحت کے لئے مضر ہے اور ہر سلیم الطبع انسان اس سے کراہت محسوس کرے گا، حمل کی حالت میں جماع بچہ اور زچہ دونوں کے لئے نقصان دہ ہے، خصوصاً حمل کے آخری ایام میں صحبت سے پرہیز کرنا ضروری ہے، ولادت کے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک عورت صحبت کے قابل نہیں رہتی،

ان حالات میں ایک ایسا انسان جس کے اندر حیوانیت اور شہوت کا مادہ زیادہ ہو اور وہ اپنے صنفی جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے اسے دوسری شادی کی قانونی اجازت ملنی چاہئے تاکہ وہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر شریفانہ طریقہ پر اپنی جنسی پیاس بجھائے، ورنہ وہ چوری چھپے آشنائی کرے گا اور پورے معاشرہ کے لئے ناسور بن جائے گا۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زنانہ عوارض، حیض، نفاس، حمل، ولادت، رضاعت وغیرہ عورت کے نظام جسمانی پر برا اثر ڈالتے ہیں جس سے اس کے جنسی جذبات کمزور پڑ جاتے ہیں اور وہ سن ایاس کو پہنچ جاتی ہے ان سب کی وجہ سے قبل از وقت بڑھاپے کی منزل میں قدم رکھ دیتی ہے، عام طور پر وہ ۴۵ / ۵۰ سال کے بعد ولادت کے قابل نہیں رہتی جبکہ مرد دیر تک جوان رہتا ہے اور تقریباً اسی سال کی عمر تک اس کی تولیدی صلاحیت برقرار رہتی ہے، اس بنا پر اسے دوسری شادی کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

اسی طرح بیوی کے دائم المرض اور بانجھ ہونے کی صورت میں بھی دوسری شادی مرد کی ایک شخصی ضرورت بن جاتی ہے، کیونکہ نکاح کا سب سے بڑا مقصد عفت وعصمت کی حفاظت اور اولاد کا حصول ہے اور مذکورہ بالا صورتوں میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے، اس لئے یہ حالات بھی مرد کے لئے تعدد ازدواج کی ضرورت پیدا کرتے ہیں۔

تعدد ازدواج کی افادیت عورت کے لئے

بلکہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں (یعنی بیوی کے دائم المرض اور بانجھ ہونے کی صورت میں) دوسری شادی مردوں سے زیادہ عورتوں کے حق میں مفید ہے، جنسی تسکین اور تحفظ اخلاق سب سے اہم وبنیادی ضرورت ہے جس کے لئے نکاح مشروع کیا گیا ہے، نکاح کے بعد اگر بیوی دائم المرض اور صاحب فراش ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس سے جنسی تعلق قائم نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح بعض نسوانی امراض جس میں طبی اخلاقیات ازدواجی تعلق قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتے، تو اب سوال یہ ہے کہ ان حالات میں مرد کی جنسی ضرورت کی تسکین اور اخلاق کا تحفظ کیسے ہو؟ اگر تعدد کو ممنوع اور یک زوجگی کو لازم قرار دیا جائے

جیسا کہ مغربی ممالک میں ہے تو مرد کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنی بیمار بیوی کو طلاق دے تا کہ وہ دوسرا نکاح کر کے اپنی فطری ضرورت کی تکمیل کرے، ظاہر ہے کہ یہ صورت خود عورت کے لئے نقصان دہ ہے، وہ ایسے وقت میں شوہر کے سہارے اور رفاقت واعانت سے محروم ہو جاتی ہے جبکہ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے اس کی زیادہ مستحق ہے۔ اور یہ چیز انسانی ہمدردی کے بھی خلاف ہے کہ ایسے نازک وقت میں اسے طلاق دے کر رخصت کر دیا جائے۔

اسی طرح اولاد کا حصول نکاح کا دوسرا بڑا مقصد ہے اور بیوی کے بانجھ ہونے کی صورت میں شوہر اولاد سے محروم رہتا ہے۔ اگر تعدد ازدواج کی اجازت قانونا نہ ہوتو اسے اس بانجھ بیوی کو طلاق دینا پڑے گی تا کہ وہ دوسرا نکاح کر کے اولاد کی نعمت سے بہرہ ور ہو۔ اسلام ازدواجی رشتہ کو تقدس اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور آخر دم تک اسے برقرار رکھنا چاہتا ہے، کسی معقول عذر کے بغیر اس رشتہ کا انقطاع اسے گوارہ نہیں، اسی بنا پر شریعت میں طلاق کو جائز امور میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس سے وہ مقدس رشتہ ٹوٹتا ہے جسے قائم رکھنا اس معاہدہ کی رو سے زوجین کی دینی واخلاقی ذمہ داری تھی جو انہوں نے نکاح کے وقت اللہ کا نام لے کر اور سماج کے افراد کو گواہ بنا کر کیا تھا، عورت کے بانجھ پن اور بیماری میں خود اس کا کوئی دخل نہیں ہے کہ اسے طلاق کی سزا دی جائے اور شوہر کی ہمدردانہ رفاقت، معاشی کفالت اور امداد واعانت سے محروم کر دیا جائے۔

ہر سماج میں بیوہ، مطلقہ، غریب، یتیم، بدصورت، بے سہارا اور نادار عورتوں کی ایک تعداد ہوتی ہے جن کی معاشی کفالت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اگر ان کی شادی کا کوئی نظم نہ ہو تو ان کے صنفی تقاضے کیسے پورے ہوں گے؟ پھر تو اس کا شدید خطرہ ہے کہ وہ بے راہ روی کا شکار ہو جائیں، مردوں کی ہوسنا کی کا نشانہ بنیں اور سماج میں فحش کاری اور بے حیائی کی وبا پھوٹ پڑے، ایسی عورتوں کے لئے غیر شادی شدہ مردوں کا ملنا دشوار ہوتا ہے، کیونکہ پہلی شادی کرنے والوں کی نظر میں حسن و جمال اور دولت و ثروت ہوتی ہے لیکن دوسری شادی کے وقت عموماً سماجی مصالح اور گھریلو ضروریات پیش نظر ہوتی ہیں اب جو شادی شدہ مرد از راہ ہمدردی یا اپنی نجی ضرورت کی خاطر اس سماجی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں وہ بڑے محسن ہیں اور سماج کی طرف سے ہمت افزائی اور انعام واکرام کے مستحق ہیں کہ محض خیر خواہی اور سماجی خدمت کے جذبہ سے نئی ازدواجی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے سر اٹھا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تعدد کی یہ صورت بھی عورتوں ہی کے مفاد کے لئے ہے کہ اس طرح انہیں شوہر، گھر بار اور دیگر ازدواجی حقوق ملیں گے اور سماج میں عزت کا مقام حاصل ہوگا۔

اسی طرح عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہونے کی صورت میں جو اس وقت ہماری دنیا کی عمومی حالت ہے خود عورتوں کی ضرورت اس کی متقاضی ہے کہ مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی جائے، ورنہ عورتوں کی وہ تعداد جو مردوں سے زیادہ ہے ان کی شادی کا مسئلہ کیسے حل ہوگا اور ان کے فطری تقاضے کیوں کر پورے ہوں گے؟ ہر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حدود میں بسنے والے تمام انسانوں کی بنیادی ضرورتیں پوری کرے جس طرح روٹی کپڑا اور مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے اسی طرح شادی اور جنسی خواہش کی تسکین بھی بنیادی ضرورت میں داخل ہے۔ اگر تعدد ازدواج کی اجازت نہ ہو تو وہ عورتیں گھر والی اور شوہر والی نہیں بن سکیں گی اور سماج میں انہیں عزت کا مقام نہیں مل سکے گا، بلکہ وہ داشتہ بن کر رہیں گی اور ان کا جنسی استحصال ہوگا اور

ان تمام حقوق سے زندگی بھر محروم رہیں گی جو نکاح کی صورت میں از روئے قانون انہیں حاصل ہوتے ہیں اور ناجائز صنفی تعلق کے نتیجہ میں جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی اور تمام پدری حقوق سے محروم رہے گی، ان تمام صورتوں میں تعدد ازدواج کا قانون مردوں سے زیادہ عورتوں کے حق میں مفید ہے اور اس میں ان کے مستقبل و مفاد کا تحفظ ہے۔

مردوں اور عورتوں کی تعداد میں عدم توازن اور اس کے اسباب

شرح پیدائش کے اعتبار سے عام طور پر مردوں اور عورتوں کی تعداد برابر ہوتی ہے مگر مختلف اسباب کی بنیاد پر یہ تعداد گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے، مرد قدرتی آفات وحوادث کا زیادہ نشانہ بنتے ہیں، موت وحیات کے سلسلے میں طبعی قوانین بتلاتے ہیں کہ چھوٹے بچے چھوٹی بچیوں کے مقابلے میں موت کا شکار زیادہ ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں نوجوان مردوں کی تعداد نوجوان عورتوں سے لازماً کم ہوگی (ماذا عن المرأۃ)

بلکہ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا (۱۹۸۴) کی تصریح کے مطابق عمومی طور پر موت کا خطرہ عمر کے ہر مرحلہ میں عورتوں کے لئے کم پایا گیا ہے اور مردوں کے لئے زیادہ، لڑائی کا سلسلہ شروع سے اس روئے زمین پر قائم ہے اور رہتی دنیا تک قائم رہے گا، ہزاروں خونریز جنگوں کی داستان تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں، مہابھارت کی جنگ اسی سرزمین پر لڑی گئی، پچھلی صدی میں یورپ کے اندر دو عالمی جنگیں ہوئیں جن میں کروڑوں انسان لقمۂ اجل بنے، اور ظاہر ہے کہ جنگوں میں ہلاک ہونے والے نوے فی صد سے زیادہ مرد ہی ہوتے ہیں، اسی طرح کارخانوں اور فیکٹریوں میں حادثاتی موتیں واقع ہوتی ہیں اور زیادہ تر مرد ہی ان حوادث کا شکار ہوتے ہیں۔ ذیل میں ہم الرسالہ دہلی شمارہ (۱۴۹) سے ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں جس میں اس کی تفصیلات ذکر کی گئی ہیں:

''اکثر حالات میں سماج کے اندر عورتوں کی تعداد کا زیادہ ہونا اور مردوں کی تعداد کا کم ہونا مختلف اسباب سے ہوتا ہے۔ مثلاً جب جنگ ہوتی ہے تو اس میں زیادہ تر صرف مرد مارے جاتے ہیں، پہلی عالمی جنگ (۱۸-۱۹۱۴) میں آٹھ ملین سے زیادہ فوجی مارے گئے، شہری لوگ جو اس جنگ میں ہلاک ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ یہ زیادہ تر مرد تھے، دوسری عالمی جنگ (۴۵-۱۹۳۹) میں ساڑھے چھ کروڑ آدمی ہلاک ہوئے یا جسمانی طور پر ناکارہ ہو گئے یہ سارے لوگ زیادہ تر مرد تھے، عراق، ایران، جنگ (۱۹۸۸-۱۹۷۹) میں ایران کی ۱۲ ہزار عورتیں بیوہ ہو گئیں، عراق میں ایسی عورتوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہے جن کے شوہر اس دس سالہ جنگ میں ہلاک ہوئے اسی طرح مثال کے طور پر جیل اور قید کی وجہ سے بھی سماج میں مردوں کی تعداد کم اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ امریکہ کو موجودہ زمانہ میں دنیا کی مہذب ترین سوسائٹی کی حیثیت حاصل ہے، اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ امریکہ میں ہر روز تقریباً ۱۳ لاکھ آدمی (13,00,000) کسی نہ کسی جرم میں پکڑے جاتے ہیں، ان میں سے ایک تعداد وہ ہے جو لمبی مدت تک کے لئے جیل میں ڈال دی جاتی ہے، ان سزا یافتہ قیدیوں میں ۹۷ فی صد مرد ہی ہوتے ہیں

(1102/EB-14)

اسی طرح جدید صنعتی نظام نے حادثات کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے، موجودہ زمانہ میں حادثاتی موتیں روزمرہ کا معمول بن گئی

ہیں، سڑک کے حادثے، ہوائی حادثے، کارخانوں کے حادثے اور دوسرے مشینی حادثے ہر ملک میں اور ہر روز ہوتے رہتے ہیں، جدید صنعتی دور میں یہ حادثات اتنے زیادہ بڑھ گئے ہیں کہ سیفٹی انجینئرنگ کے نام سے ایک مستقل فن وجود میں آ گیا ہے۔ ۱۹۶۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق اس ایک سال میں پچاس ملکوں کے اندر مجموعی طور پر ۱۷۵۰۰۰ حادثاتی موتیں واقع ہوئیں یہ سب زیادہ تر مرد تھے۔ (EB-137)

صنعتی حادثات کی موتوں میں سیفٹی انجینئرنگ کے باوجود پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہو گیا ہے، مثال کے طور پر ہوائی حادثات ۱۹۸۸ء میں ہوئے، اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے، اسی طرح تمام صنعتی ملکوں میں مستقل طور پر اسلحہ سازی کے تجربات ہو رہے ہیں اس میں برابر لوگ ہلاک ہوتے رہتے ہیں۔ ان ہلاک شدگان کی تعداد کبھی نہیں بتائی جاتی تاہم یہ یقینی ہے کہ ان میں بھی تمام تر صرف مرد ہی ہیں جو ناگہانی موت کا شکار ہو رہے ہیں۔

اس طرح کے مختلف اسباب کی بنا پر عملی صورت حال اکثر یہی ہوتی ہے کہ سماج میں عورتوں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہو اور مردوں کی تعداد نسبتاً کم ہو جائے، امریکہ کی سوسائٹی نہایت ترقی یافتہ سوسائٹی سمجھی جاتی ہے، مگر وہاں بھی یہ فرق پوری طرح پایا جاتا ہے، ۱۹۸۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق امریکہ کی آبادی میں مردوں کے مقابلے میں ۷۸ لاکھ (Million8.7) عورتیں زیادہ تھیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر امریکہ کا ہر فرد شادی شدہ ہو جائے تو اس کے بعد بھی امریکہ میں تقریباً ۷۸ لاکھ عورتیں ایسی باقی رہیں گی جن کے لئے ملک میں غیر شادی شدہ مرد موجود نہ ہوں گے جن سے وہ نکاح کر سکیں۔" (الرسالہ اپریل ۱۹۸۹ء ص: ۷-۹)

ان اسباب وعوامل کی بنیاد پر جو اوپر مذکور ہوئے عملی طور پر بالعموم ہر ملک اور ہر معاشرے میں عورتوں کی تعداد زیادہ رہتی ہے۔ مثلاً برطانیہ کلاں میں بوئروں کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ تین سو پچاس عورتیں ایسی ہو گئی تھیں جن کے لئے تنہا مرد نہیں ہو سکتا تھا ۱۹۰۰ء کی مردم شماری کے لحاظ سے فرانس کے اندر عورتوں کی تعداد مردوں سے چار لاکھ ۲۳ ہزار سات سو نو زیادہ تھی، سویڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے ایک لاکھ ۲۲ ہزار آٹھ سو ستر عورتیں اور آسٹریلیا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ ۴۴ ہزار سات سو چھیانوے عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں۔ (عورت اسلام کے سائے میں منقول از اسلام اور تعدد ازدواج مؤلفہ محمد سلیمان فاروقی)

۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۰ء تک جرمنی میں ہر فرد کے مقابلے میں شادی کی عمر کو پہنچی ہوئی تین عورتیں ہوتی تھیں۔

(الاسلام والسلام العالمی ص ۱۷: سید قطب شہید)

اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک اسی صورتحال سے دوچار ہیں، امریکہ جو متمدن دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک سمجھا جاتا ہے اس کے بارے میں اوپر کے اقتباس میں گزرا کہ ۱۹۸۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق وہاں کی آبادی میں مردوں کے مقابلے میں تقریباً ۷۸ لاکھ عورتیں زیادہ تھیں انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا (۱۹۸۴ء) کی تصریح کے مطابق نہ صرف امریکہ بلکہ آسٹریلیا، برما، جرمن، فرانس، اٹلی، پولینڈ، اسپین، سوئزرلینڈ اور سوویت یونین وغیرہ میں بھی مردوں اور عورتوں کے تناسب میں قابل لحاظ فرق ہے، ان تمام ملکوں میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔

اس کے اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ مرد اور عورت اگرچہ یکساں تعداد میں پیدا ہوتے ہیں، مگر مختلف اسباب کی بنیاد پر

مردوں کی موت زیادہ واقع ہوتی ہے، اس لئے تقریباً ہر دور میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ رہی ہے، بالخصوص عصر حاضر میں تو وہ انسانی زندگی کا ایک اہم اور مستقل مسئلہ ہے جو اصحاب فکر ونظر اور ارباب حل وعقد سے فوری حل طلب کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ تعدادِ ازدواج کے سوا اس عالمی مسئلہ کا کوئی اور معقول حل نہیں ہوسکتا، اگر مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو پھر عورتوں کی وہ فاضل تعداد جنھیں غیر شادی شدہ مرد نکاح کے لئے نہ مل سکیں ان کے فطری تقاضے کیوں کر پورے ہوں گے؟ غذا خوراک، لباس و پوشاک اور دوسری ضروریات کا انتظام ہوسکتا ہے، عورتیں خود کما کر بھی اپنی کفالت کرسکتی ہیں، لیکن جنسی تسکین بھی انسان کی ایک فطری اور بنیادی ضرورت ہے جس کی تکمیل بعض اعتبار سے دوسری ضروریات کی تکمیل سے زیادہ اہم ہے، پھر اس مسئلہ کا مناسب حل کیا ہو اور تعداد کے اس غیر معمولی فرق کے باوجود کس طرح دونوں صنفوں کے درمیان صحت مند تعلق قائم کیا جائے کہ وہ عورتیں جنسی اور معاشرتی استحصال سے بچ سکیں اور ان کا اور ان کے بچوں کا مستقبل محفوظ رہے۔

عورتوں کی کثرت کی صورت میں جو اس دور کا عالمی مسئلہ ہے عملی طور پر تین ہی صورتیں ممکن ہیں، ایک تو یہ کہ یک زوجگی کے اصول پر عمل کیا جائے کہ ہر مرد صرف ایک عورت سے شادی کرے اور باقی عورتیں جنہیں شوہر نہ ملیں تو تجرد کی زندگی گذاریں، نکاح اور اس کی تمام برکتوں اور سعادتوں سے محروم رہیں، اپنے فطری جذبات کو دبائیں اور زندگی بھر صبر وضبط سے کام لیں اور دوسری صورت یہ کہ قانوناً ایک ہی نکاح کی اجازت دی جائے لیکن اس کے ساتھ مرد وعورت کے ناجائز تعلق کو بھی گوارہ کرلیا جائے تاکہ جن عورتوں کا نکاح کسی مرد سے نہ ہوسکے وہ آزادانہ طور پر مردوں سے مل کر اپنی صنفی خواہش پوری کرسکیں، اس صورت میں ان کی جنسی تسکین تو حرام طریقے پر ہوجائے گی لیکن وہ قانونی شوہر، گھر بار، آل واولاد، نان ونفقہ اور دوسرے ازدواجی حقوق سے محروم رہیں گی جو شادی کی صورت میں قانون کی رو سے حاصل ہوتے ہیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ مردوں کو کچھ شرائط کے ساتھ ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی جائے تاکہ تمام عورتیں نکاح کے ثمرات سے بہرہ ور ہوسکیں اور گناہ ومعصیت سے اپنا دامن بچا سکیں اور معاشرہ بھی فحش کاری وجنسی بے راہ روی سے محفوظ رہ سکے، اسلام نے اسی تیسری صورت کو اختیار کیا ہے۔

پہلی صورت پر عمل کرنا فطرتاً محال ہے، کیونکہ انسان فطری تقاضوں کو دبا نہیں سکتا اور نہ فطرت سے لڑنے میں کامیاب ہوسکتا ہے پس اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عورتیں مردوں کے ساتھ خفیہ یا علانیہ ناجائز تعلق قائم کرنے پر مجبور ہوں گی اور سماج میں فحاشی اور بے حیائی پھیلے گی اور پھر یہ بالکل نامعقول بات ہے کہ کچھ مردوں اور عورتوں کو نکاح کے ذریعہ جنسی تسکین کا موقع فراہم کیا جائے اور کچھ عورتوں کو اس سے محروم رکھا جائے، ہر حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کا انتظام کرے۔

دوسری صورت تعدادِ ازدواج ہی کی غیر قانونی صورت ہے جسے اہل مغرب نے اختیار کیا اب ہر صاحب عقل غیر جانب داری اور عدل وانصاف سے کام لیکر اور ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچ کر فیصلہ کرسکتا ہے کہ کون سا قانون عورتوں کے حق میں ہے اور کون سا ان کے خلاف، کس میں ان کے مصالح اور حقوق کا تحفظ ہے اور کس میں ان کا استحصال، کون سا قانون منصفانہ، عادلانہ، اور حکیمانہ ہے اور کون سا بہیمانہ اور ظالمانہ ہے۔

اسلام شخصی اور اجتماعی ضرورتوں کی تکمیل، اخلاقی اقدار کی حفاظت اور فحش کاریوں کے سدباب کے لئے تعدادِ ازدواج کو قانونی

جواز عطا کرتا ہے، تا کہ اگر ایک شخص اپنی ذاتی یا سماجی اور ملکی مصالح کے پیش نظر ایک سے زیادہ عورتوں سے تعلق کی ضرورت محسوس کرے تو وہ شرعی، اخلاقی اور قانونی حدود میں رہ کر نکاح کے ذریعہ اسے اپنی حرم میں داخل کرے، اور ازدواجی رشتہ کی بنیاد پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو قبول کرے، بیوی اور اس سے پیدا ہونے والے بچوں کی کفالت اور تربیت کا بیڑا اٹھائے، عدل وانصاف کے ساتھ تمام بیویوں اور بچوں کے حقوق ادا کرے، اس صورت میں اس کی تمام بیویوں اور بچوں کو سماج میں عزت کا مقام حاصل ہو گا، اس کی تمام اولاد قانونی اور حلال ہوگی جنہیں ماں باپ کی شفقت ومحبت، ان کی سرپرستی وکفالت اور ان کے مرنے کے بعد وراثت حاصل ہوگی، وہ ان کے زیر سایہ پروان چڑھیں گے اور عورت کو شوہر، گھر بار، نان ونفقہ، بال بچہ، شوہر کی ہمدردانہ رفاقت و معیت اور قانونی نگرانی ونگہداشت میسر آئے گی۔ اس کے برخلاف تعدد ازدواج کے ممنوع ہونے کی صورت میں آزاد صنفی تعلق سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ غیر قانونی ہوگی اور مذکورہ بالا تمام پدری حقوق سے محروم رہے گی۔ انسان کی شخصیت کی تعمیر میں والدین اور خاندان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، ناجائز بچہ خاندان کی سرپرستی اور باپ کی کفالت اور تعلیم وتربیت سے بالکلیہ محروم رہے گا، اور عورت ازدواجی حقوق سے۔

تعدد ازدواج سے انکار کے نتائج

انسان کی صحت وسلامتی، جسمانی بالیدگی، قوت کارکردگی، اس کی ذہنی وفکری نشوونما اور اسے اعلی سیرت وکردار کا حامل بنانے کے لئے صالح اور پاکیزہ معاشرہ کا وجود ضروری ہے، اس کے برخلاف سوسائٹی میں جنسی جرائم وفواحش کا عموم انسانی زندگی اور پورے سماج کے لئے تباہ کن ہے، زنا بظاہر انسانی جوڑے کا وقتی ملاپ ہے لیکن اپنے انجام کے لحاظ سے یہ نہایت خطرناک اور مہلک ہے جو نسل انسانی کو مسخ کرتا ہے، سماج میں فساد اور بے حیائی پھیلاتا ہے، ازدواجی رشتہ کو کمزور کرتا ہے، پورے سماج کے مزاج کو بگاڑتا ہے، ناجائز اولاد کے مسائل پیدا کرتا ہے، ہر صالح تمدن کا فریضہ ہے کہ وہ اس پر پابندی عائد کرے اور اسے قابل تعزیر جرم قرار دے اور اس کے اسباب ومحرکات سے بھی معاشرہ کو پاک رکھنے کی کوشش کرے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ دوسری طرف جائز اور قانونی حدود میں داعیات فطرت کی تسکین کا موقع فراہم کیا جائے ملک اور سماج میں اگر عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو تو تعدد ازدواج کی اجازت نہ دینا زنا وبدکاری کے دروازے کو کھولنا ہے، اسی بنا پر جب مغرب میں عورتوں کی کثرت کے باوجود تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دیا گیا تو مردوں وعورتوں کے درمیان ناجائز تعلقات کا دروازہ کھل گیا اور اس انداز میں کھلا کہ ملک و معاشرہ میں ایک مرد وعورت بھی عفت مآب نہ رہ سکے، چنانچہ بعض انصاف پسند مغربی مفکرین نے اس بات کا کھلا اعتراف کیا کہ مغربی ممالک اور عیسائی اقوام میں زنا وفواحش کی جو کثرت ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ کلیسا نے تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دے دیا ہے۔ وقد أنصف بعض الباحثين من الغربيين حيث قال: لم يعمل في اشاعة الزنا و الفحشاء بين المسيحية عامل أقوى من تحريم الكنيسة تعدد الزوجات

(المیزان فی تفسیر القرآن ۴/ ۱۹۵-۱۹۶ منقول از رسالہ مسٹر جان دیون بورٹ انگریز بنام الاعتذار الی حضرۃ محمد والقرآن)

مشہور انگریز صاحب قلم جارج برناڈ شاہ اسلام کے اس الٰہی قانون کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس میں کوئی بڑی حکمت ہے کہ مرد عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ خطرات کا نشانہ بنتے ہیں، اگر عالم انسانیت پر کوئی بڑا حادثہ ٹوٹ پڑے، جس کی وجہ سے تین چوتھائی مرد ہلاک ہو جائیں اور اس وقت اگر شریعت محمدی پر عمل کر کے ہر مرد کے لئے چار بیویاں ہوں تو تھوڑی ہی مدت میں مردوں کی تلافی ہو جائے گی، جرمنی میں دوسری جنگ عظیم کے بعد عورتوں نے تعدد ازدواج کا پرزور مطالبہ کیا۔ (مسئلہ تعدد ازدواج مؤلفہ شیخ عبدالعزیز الخلی القنائی ص ۱۹)

دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی میں مردوں کی قلت اور عورتوں کی غیر معمولی کثرت کی وجہ سے مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لئے ۱۹۸۴ء میں نوجوانوں کی عالمی تنظیم کا جلسہ ہوا، شرکاء اجلاس طویل غور وفکر اور بحث و مباحثہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اس پیچیدہ مسئلہ کا معقول حل صرف تعدد ازدواج ہے، اس کے سوا کسی اور طریقے سے اس مشکل پر قابو نہیں پایا جاسکتا، پھر اگلے سال ہی جرمنی کے دار السلطنت ''بون'' کے باشندوں نے حکومت کے ذمہ داروں سے مطالبہ کیا کہ ملکی دستور میں تعدد ازدواج کی اجازت کی دفعہ شامل کی جائے، چنانچہ جرمنی حکومت نے تعدد ازدواج کے سلسلے میں پوری واقفیت حاصل کرنے کے لئے شیخ الازہر مصر کے نام ایک مراسلہ اور پھر ایک وفد روانہ کیا (المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۷۵) دوسری جنگ عظیم کے بعد نوجوان کی عالمی تنظیم نے اور عورتوں کی تنظیم نے بھی حکومت سے مطالبہ کیا کہ جس طرح اسلام میں تعدد کی اجازت ہے اسی طرح یہاں بھی مردوں کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی جائے تاکہ عورتوں کی پریشانی ختم ہو سکے اور اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے کچھ اقدامات بھی ہوئے لیکن اسے قانونی شکل نہیں دی جاسکی۔ کلیسا اور حکومت نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا اور اس کے مقابلے میں زنا وفواحش کی اشاعت اور ناجائز ولادت اور فساد نسل کو گوارہ کیا، جس کا کوئی جواز مسیحی مذہب کی رو سے نہیں تھا:

أظهرت جمعية النساء العزل تحرجها من فقدان البعولة و سألت الحكومة أن يسمح لهن بسنة تعدد الزوجات الاسلامية حتى يتزوج من شاء من الرجال بأزيد من واحدة و يرتفع بذالك غائلة الحرمان، غير أن الحكومة لم تجبهن فى ذلك و امتنعت الكنيسة من قبوله و رضيت بفشو الزنا و شيوعه و فساد النسل (المیزان فی تفسیر القرآن ۴/ ۱۹۴)

یورپ کے اندر پہلی جنگ عظیم میں اسی لاکھ اور دوسری جنگ عظیم میں ساڑھے چھ کروڑ آدمی مارے گئے، یہ زیادہ تر مرد ہی تھے، اس کے نتیجے میں جرمنی و دیگر مغربی ممالک میں مردوں و عورتوں کے درمیان تعداد کا توازن برقرار نہیں رہا، عورتوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ بعض ممالک میں شادی کے لائق ہر ایک مرد کے مقابلے میں شادی کے لائق تین عورتیں تھیں، اب اس کا سیدھا آسان اور معقول حل یہی تھا کہ حکومت کی طرف سے مردوں کو ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دے دی جاتی تاکہ معاشرہ اخلاقی جرائم و جنسی مفاسد سے پاک رہتا اور یہ چیز مذہبی روایات اور حضرت مسیح علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات سے پوری طرح میل کھاتی تھی اور یہ ان کے مرض کے لئے تریاق و آب حیات کا درجہ رکھتا تھا کہ سترہویں صدی عیسوی تک خود کلیسا نے اسے جائز تسلیم کیا، کلیسا اور ریاست دونوں کی طرف سے اس کی اجازت تھی، لیکن مغرب کے نام نہاد دانشوروں اور ناعاقبت اندیش مفکروں نے اس تجویز کو قبول نہیں کیا حالانکہ وہ اس مشکل کا واحد حل تھا، لیکن انہیں شاید اپنی مادی ترقی اور مشرق پر سیاسی تفوق کے

زعم میں یہ بات معیوب نظر آئی کہ وہ کسی ایسے حل کو قبول کریں جس پر اسلام کا لیبل لگا ہو اور جسے انہوں نے اپنی بے جا تنقید اور ملامت کا نشانہ بنایا ہو۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں اخلاقی اقدار کو خاص اہمیت حاصل ہے، کسی آسمانی مذہب میں بھی زنا کی اجازت نہیں بلکہ زنا تک پہنچانے والے جو اسباب ہیں انہیں بھی شدت کے ساتھ ممنوع قرار دیا گیا ہے، ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے ارشادات میں آنکھ، کان، ہاتھ پیر کے زنا کی الگ الگ صورت بیان کی گئی ہے اور کسی اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنے کی یہ سزا بیان کی گئی کہ قیامت کے دن اس کی آنکھ میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا، حضرت مسیح علیہ السلام کا ارشاد بھی اس سے ملتا جلتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

تم سن چکے ہو! کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ ڈالی، وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا، پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر پھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ جائے۔ (متی باب ۵ آیت ۲-۲۹)

بہر حال مغرب کے نام نہاد ارباب عقل و دانش نے اپنی نادانی سے یہ سمجھا کہ چند زوجگی کا قدیم طریقہ ترقی و تمدن اور تہذیب و اخلاق کے خلاف ہے اور پھر اس کے انجام و عواقب پر غور کئے بغیر اس پر پابندی عائد کر دی جس کی بنیاد پر وہاں بے شمار سماجی و اخلاقی پیچیدگیاں رونما ہوئیں، ایک طرف سماج میں عورتوں کی کثرت اور دوسری طرف تعدد ازدواج پر پابندی، اس کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ مرد و زن کے درمیان ناجائز صنفی تعلقات کے دروازے کھل گئے۔

ماہرین جنس کی تصریح کے مطابق مرد کے اندر فطری طور پر تعدد ازدواج کا رجحان پایا جاتا ہے، وہ زندگی کے بعض دوسرے امور کی طرح جنسی معاملات میں بھی تنوع پسند واقع ہوا ہے، وہ تو تعدد ازدواج کی شرعی پابندیاں اور گراں بار ذمہ داریاں ہیں جو عام افراد کو اس کے لئے سر اٹھانے نہیں دیتیں، لیکن جب سماج میں بے نکاحی عورتوں کی ایک فوج اپنی جنسی پیاس بجھانے کے لئے انہیں دعوت عیش دے رہی ہو اور ان کا استقبال کر رہی ہو اور اس آزادانہ ملاپ کے نتیجے میں ان پر کسی قانونی ذمہ داری کا بوجھ بھی نہ پڑ رہا ہو تو کیف و سرور اور عیش و عشرت کے ان رنگین لحات کو کوئی کیوں ہاتھ سے جانے دے اور کیوں نہ ان سے جی بھر فائدہ اٹھائے، نتیجہ یہ نکلا کہ ان ممالک میں جنسی جرائم نے اس شدت سے سر اٹھایا کہ پورا معاشرہ عفت و عصمت اور اخلاقی قدروں سے عاری ہو گیا اور معاملہ یہیں تک محدود نہیں رہا، کسی سماج میں لوگوں کے جنسی جذبات اگر ایک مرتبہ مشتعل ہو جائیں تو پھر ان کا قابو میں آنا بڑا مشکل مسئلہ بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے اور اس کے مہلک اثرات پورے معاشرے کو تہ و بالا کر کے رکھ دیتے ہیں، چنانچہ اس کا دوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ فواحش کی کثرت کے نتیجہ میں امراض خبیثہ وبائے عام کی طرح پھوٹ پڑے ایڈز آج امریکہ اور تمام مغربی ملکوں میں دردسر بنا ہوا ہے، ایک مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر سی جی جنگ (Jung.C.G) اپنی ایک تصنیف میں لکھتا ہے:

افریقی مشنریوں کے ذریعہ تعدد ازدواج کے خاتمہ کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ عصمت فروشی و قحبہ گری میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے، اس حد تک کہ تنہا یوگنڈا کو بیس ہزار پونڈ سالانہ امراض خبیثہ کی روک تھام پر صرف کرنا پڑ رہا ہے، رہے اخلاقی عواقب و نتائج تو وہ بدترین اور ناقابل بیان ہیں۔ (تعدد ازدواج مؤلفہ سید حامد علی)

تیسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ مرد وزن کے آزادانہ ملاپ اور ناجائز تعلق کے نتیجے میں ناجائز اولاد کی وہ کثرت ہوئی جو اس سے قبل انسانی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی تھی، حتی کہ حرامی بچوں کا تناسب بہت سے ملکوں میں ساٹھ فی صد سے لے کر پچھتر فی صد تک پہنچ گیا، لیکن اسلامی ممالک اس طوفان بلا خیز سے محفوظ رہے چونکہ وہاں تعدد ازدواج کا قانون رائج تھا، اقوام متحدہ کی طرف سے شائع ہونے والے ڈیموگراف سالنامہ ۱۹۵۹ء میں اس حقیقت کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو:

اس میں (سالنامہ میں) اعداد و شمار کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ جدید دنیا میں جو صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ بچے اندر سے کم اور باہر سے زیادہ پیدا ہو رہے ہیں۔ ڈیموگرافک سالنامہ کے مطابق ان ملکوں میں حرامی بچوں کا تناسب ساٹھ فی صدی ہے، اور بعض ممالک میں مثلاً پناما میں تو چار میں سے تین بچے پادریوں کی مداخلت یا سول میرج رجسٹری کے بغیر ہی پیدا ہو رہے ہیں، یعنی ۷۵ ر فی صد حرامی بچے، لاطینی امریکہ میں اس قسم کے بچوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے، متحدہ اقوام کے اس ڈیموگراف سالنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم ملکوں میں حرامی بچوں کی پیدائش کا تناسب نفی کے برابر ہے، چنانچہ اس میں بتایا گیا ہے کہ متحدہ عرب جمہوریہ (مصر) میں ناجائز بچوں کا تناسب ایک فی صد سے بھی کم ہے، جبکہ متحدہ عرب جمہوریہ تمام مسلم ملکوں میں شاید سب سے زیادہ مغربی تہذیب سے متاثر ہوا ہے، مسلم ممالک دور جدید کی اس عام وبا سے محفوظ کیوں ہیں؟ اس کا جواب متحدہ اقوام کا سالنامہ مرتب کرنے والے ایڈیٹروں نے یہ دیا ہے کہ چونکہ مسلم ممالک میں چند زوجیت کا رواج ہے، اس لئے وہاں ناجائز ولادتوں کا بازار گرم نہیں ہے، چند زوجیت کے اصول نے مسلم ملکوں کو وقت کے اس طوفان سے بچالیا ہے۔

(علم جدید کا چیلنج ص:۲۶۶ بحوالہ ہندوستان ٹائمس ۱۲/دسمبر ۱۹۶۰)

شیخ عبداللہ مراغی اپنی کتاب ''الزواج والطلاق فی جمیع الأدیان'' میں فرانس کے بارے میں لکھتے ہیں:

حکومت فرانس کے ایک سرکاری افسر نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ کیمپوں میں حرامی بچوں کی تعداد ایک کثیر حد تک پہنچ گئی ہے جو ملک کے لئے پریشان کن مسئلہ ہے اور یہ محض تعدد ازدواج سے ممانعت کا نتیجہ ہے۔ یک زوجگی کی مشکلات بعض معاشروں کے لئے بہت پریشان کن ہے اور فوری حل تلاش کرتی ہے۔ (ص ۱۶۰ بحوالہ المقارنات والمقابلات ۲۳۶-۲۳۹)

چوتھا بڑا نقصان یہ ہوا کہ مرد وزن کے آزادانہ ملاپ اور ناجائز تعلقات کے نتیجہ میں ان ممالک میں نکاح کی اہمیت ختم ہوگئی، ازدواجی رشتہ کمزور اور خاندانی نظام منتشر ہو کر رہ گیا، کیوں کہ جب ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں قبول کئے بغیر جنسی تعلق کی راہ ہموار ہو تو انسان اپنے آپ کو نکاح کی پابندیوں میں کیوں گرفتار کرے اور کیوں بیوی بچوں کی کفالت اور تربیت کا بوجھ اٹھائے، چنانچہ نکاح کا رشتہ کچے دھاگے کی طرح کمزور ہو کر رہ گیا، بات بات میں طلاق و تفریق کے واقعات رونما ہونے لگے، حتی کہ بعض ممالک مثلاً برطانیہ میں ۴۰ ر فی صد شادیاں طلاق پر منتج ہو رہی ہیں۔ (صدق جدید لکھنؤ ص ۲۳ شمارہ ۸)

جبکہ اسلامی ملکوں میں طلاق کا تناسب کہیں ایک فی صد، کہیں دو فی صد ہے، مصر کی راجدھانی قاہرہ میں جہاں تمام مسلم ممالک سے زیادہ طلاقیں واقع ہوتی ہیں وہاں بھی اس کی تعداد دو فی صد سے زیادہ نہیں ہے (مدی حریۃ الزوجین: ۲/۲۰۰۶) اب خود فیصلہ کر لیا جائے کہ کس قانون نے ازدواجی رشتہ کو استحکام بخشا ہے اور کس نے کمزور کیا ہے۔

خلاصۂ بحث

خلاصۂ کلام یہ کہ تعدداز دواج انسانی معاشرہ کی ایک ناگزیر اور فطری ضرورت ہے، اسی بنا پر ہر زمانے، ہر معاشرے اور ہر مذہب وملت میں اس کا رواج رہا ہے اور موجودہ حالات نے عالمی سطح پر اس کی ضرورت پیدا کردی ہے، لہٰذا افراد اور سماج کو پاکیزہ رکھنے اور اخلاقی گندگی وجنسی آلودگی سے بچانے کے لئے اسے قانونی جواز عطا کرنا ضروری ہے، مغربی مفکرین میں پہلے بھی کچھ انصاف پسند اور سنجیدہ لوگ چند زوجگی کے حامی تھے اور اسے انسانی فطرت سے زیادہ قریب تصور کرتے تھے۔ اب یک زوجگی کی مکمل ناکامی اور برے نتائج کے سامنے آنے کے بعد اہل علم کا ایک بڑا طبقہ اس کی ضرورت کا اعتراف کر رہا ہے اور اسے اپنے مرض کے لئے تریاق سمجھ رہا ہے نیز اسے قانوناً نافذ کئے جانے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر قانونی تعدداز دواج کو تسلیم نہ کیا جائے تو غیر قانونی تعدد کو گوارہ کرنا پڑے گا جیسا کہ مغربی ملکوں میں ہوا، مغربی مفکر میکس نارڈن (Mex Nardon) اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

یک زوجگی کے قانوناً نافذ ہونے کے باوجود متمدن ممالک میں مرد تعدداز دواج ہی کی حالت میں رہتا ہے، ایک لاکھ آدمیوں میں سے مشکل سے ایک آدمی ہوگا جو بستر مرگ پر یہ کہہ سکے کہ وہ اپنی پوری زندگی میں ایک عورت کے سوا کسی سے آشنا نہیں ہوا ہے (301. P.Conventional Lies of Civiliztion) پس اصل مقابلہ وحدت از دواج اور تعدداز دواج کے درمیان نہیں بلکہ قانونی وغیر قانونی تعدداز دواج کے درمیان ہے، اگر قانونی تعدد کو اختیار نہیں کرتے تو غیر قانونی تعدد کو لازماً گوارہ کرنا ہوگا جس کے نقصانات قانونی تعدد کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں۔ ترکی جو مسلم اکثریت کا ملک ہے اس نے ۱۹۲۶ء میں اسلام کے اس قانون کے خلاف ایک شہری قانون نافذ کیا جس کی رو سے تعدداز دواج ناجائز قرار پایا، لیکن آٹھ سال ہی گذر پائے تھے کہ ناجائز ولادتوں، خفیہ غیر قانونی داشاؤں وخفیہ طور پر قتل کئے گئے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے حکومت کے ارباب حل وعقد کو اس قانون پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کر دیا۔ (ماذا عن المرأۃ ص:۱۵۱)

تعدداز دواج کی مشروط اسلامی اجازت سے معاشرہ کے چند ہی افراد فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لئے کہ اس کے ساتھ بہت سی اخلاقی اور قانونی ذمہ داریاں لگی ہوئی ہیں، لیکن بے ضابطہ اور غیر قانونی تعدد میں (جس کا رواج تعدد کے ممنوع ہونے کی صورت میں ناگزیر ہے) معاشرہ کے تقریباً سوفی صد افراد ملوث ہوتے ہیں جیسا کہ خود اہل مغرب کو اس کا اعتراف ہے، اس لئے کہ اس کے ساتھ کوئی قانونی بندش اور اخلاقی ذمہ داریاں عائد نہیں ہوتی ہے، اسلامی چند زوجگی مرد کو اس کا پابند بناتی ہے کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں سے لطف اندوز ہونا چاہے تو ان کی اور ان کے بچوں کی معاشی کفالت کا بیڑا اٹھائے اور مغرب کی غیر قانونی چند زوجگی مرد کو اس کی کھلی آزادی دیتی ہے کہ وہ چاہے تو بے شمار عورتوں سے لطف اندوز ہو لیکن ان کی اور ان کے بچوں کی کوئی قانونی ذمہ داری قبول نہ کرے، اب ٹھنڈے دل سے غور کر کے خود فیصلہ کرلیا جائے کہ کون سا قانون عدل وانصاف پر مبنی ہے اور کون سا ظلم و استحصال پر، کس قانون میں عورتوں اور بچوں کے مفاد کا تحفظ ہے اور کس میں ان کے حقوق کا ضیاع، کون سا نظام انہیں نکاح کے ثمرات وبرکات سے ہم کنار کر کے سماج میں باعزت مقام دلاتا ہے اور کون سا نظام انہیں مردوں کے ظلم وہوس اور ان کی چیرہ

دستیوں کا نشانہ بنے اور گناہ و معصیت کا پیکر بن کر ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور کرتا ہے۔

اسلام میں تعدد ازدواج کی محدود اجازت کچھ شرائط اور قانونی پابندیوں کے ساتھ ہے اور فرد و سماج کی واقعی ضرورتوں کے پیش نظر ہے، اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے والے افراد معدودے چند ہوتے ہیں، سرکاری اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں ایسے افراد کی تعداد ایک فی صد سے بھی کم ہے یعنی فی ہزار ۹ (دیکھئے الفرقان لکھنؤ ۸۴ء شمارہ ۹)

کم و بیش یہی تناسب دوسرے مسلم معاشروں اور ملکوں میں بھی ہے، اب اگر بہت سے شخصی و اجتماعی فائدوں کے ساتھ اس کے کچھ نقصانات ہیں تو وہ معمولی قسم کے ہیں اور ہزار میں سے نو افراد یا ہزار خاندانوں میں سے صرف ۹ رخاندان تک محدود ہیں، اس کے برخلاف اس پر پابندی عائد کردینے سے جنسی جرائم کا جو لاوا پھوٹتا ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کرتا ہے اور پوری سوسائٹی کو تہ و بالا کر دیتا ہے، اس لئے یک زوجگی کے مضر اثرات و نقصانات چند زوجگی کے ہلکے و معمولی نقصانات سے بدرجہا زیادہ ہیں اور سب سے عظیم فائدہ یہ ہے کہ انتہائی نازک حالات میں بھی وہ فرد و سماج کو جنسی برائی و فحش کاری کی نحوست سے پاک رکھتا ہے، اس لئے بہرحال وہ اس قابل ہے کہ اسے باقی رکھا جائے اور مختلف شخصی و اجتماعی مصالح کے پیش نظر اسے قانونی جواز عطا کیا جائے۔

پھر یہ کہ اسلام میں ایک سے زیادہ نکاح کے لئے عورت کی رضامندی شرط ہے۔ اگر کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے شادی کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو اس کے لئے شادی کرنا ممکن نہ ہوگا، شادی کی صحت کے لئے دونوں فریق کی رضامندی شرط ہے، اسلام میں جب باپ کا کرایا ہوا نکاح لڑکی کے رد کردینے سے رد ہوسکتا ہے تو کسی دوسرے مرد کے لئے یہ کیسے ممکن ہوگا کہ کسی عورت سے اس کی مرضی کے بغیر شادی کرلے اور عورتوں کو جب معاشرہ میں غیر شادی شدہ مرد نہ ملیں تو داشتہ بن کر رہنے، جسم فروشی کرنے اور معصیت کی زندگی گزارنے سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کرکے باعزت زندگی گزاریں، پس اسلام کا یہ قانون عورت کے حق میں ہے نہ کہ ان کے خلاف۔

اور جہاں تک تعدد کی صورت میں پہلی بیوی کے حقوق کے متاثر ہونے کا خطرہ ہے تو اس کے سدباب کے لئے شریعت نے عدل کی شرط لگادی ہے اور اگر کوئی شوہر زیادتی کا مرتکب ہو اور بیویوں کے درمیان غیر منصفانہ سلوک کرے تو عورت کو اس کے خلاف عدالت سے چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔

پس شریعت کی یہ اجازت ایسے افراد کے لئے ہے جن کی طبیعت میں حزم و احتیاط ہو، عدل و انصاف اور ورع و تقویٰ ہو، جو ایسی مضبوط قوت ارادی کے مالک ہوں جو کسی بیوی کی حق تلفی اور اس پر زیادتی کرنے سے پرہیز کریں، جنہیں اللہ کی نگرانی اور آخرت کے مواخذہ کا ہر وقت احساس ہو، اسی کے ساتھ ان کی معاشی حالت نئے رشتہ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی اجازت دیتی ہو، تو ظاہر ہے کہ ایسی پاکیزہ سیرت کے حامل افراد سے معاشرہ کو جو اولاد ملے گی وہ بھی ان پاکیزہ صفات کی حامل ہوگی اور ایسے افراد کا وجود ہر معاشرہ کے لئے رحمت و ہر انسانی سماج کو ایسے صالح افراد کی ضرورت ہے، اس لئے ایسے افراد کا تعدد ازدواج کے لئے قدم اٹھانا سماج پر احسان ہے۔

جو لوگ تعدد ازدواج کی بنیادی شرط پوری کئے بغیر محض عیاشی، شہوت رانی یا پہلی بیوی کو پریشان کرنے کی غرض سے چند

شادیاں کرنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے اسلامی شریعت کی رو سے قطعاً اس کی اجازت نہیں ہے اور ایسا نکاح شرعاً حرام ہے، یہ قانون کا نقص نہیں، اس کا غلط استعمال ہے، اور کسی بھی اچھے سے اچھے قانون کے غلط استعمال سے معاشرتی پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ اس کی ذمہ داری کسی طرح شریعت پر عائد نہیں ہوسکتی، بلکہ مسلم سماج کی ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کی اصلاح حال کی کوشش کریں۔

بہر حال چونکہ تعدد ازدواج کے قانون کے ساتھ بہت سی ضرورتیں اور انفرادی و اجتماعی مصالح وابستہ ہیں اس لئے اسلام نے اس کی اجازت دی ہے۔ بعض پہلوؤں سے اس کے کچھ نقصانات بھی ہیں لیکن وہ یک زوجگی کے نقصانات کے مقابلہ میں بہت ہلکے ہیں، اس لئے بڑے مصالح کے پیش نظر انہیں گوارہ کیا جائے گا، کسی چیز کے چھوڑنے کے لئے یہ کافی نہیں کہ اس میں کچھ نقصانات ہیں، نہ کسی چیز کے اختیار کرنے کے لئے اس میں محض کچھ فوائد کا پایا جانا کافی ہے، بلکہ ایسی صورت میں نفع ونقصان کا موازنہ کیا جائے گا، اگر مضرت کا پہلو غالب ہوگا تو اسے ترک کیا جائے گا اور منفعت کا غلبہ ہوگا تو اسے اختیار کیا جائے گا، قرآن کریم کی صراحت کی رو سے شراب وجوئے میں بھی کچھ منافع ہیں (بقرہ) مگر اس کے باوجود قرآن نے انہیں حرام قرار دیا اور جہاد وقتال میں خونریزی، بدامنی اور جان ومال کا ضیاع ہے لیکن بلند مقاصد کی خاطر اسے فرض قرار دیا گیا، اسی طرح یک زوجگی کے کچھ فوائد اور چندزوجگی کے کچھ نقصانات ہیں لیکن چندزوجگی کو ممنوع اور یک زوجگی کو لازم قرار دینے کی صورت میں جو مضرات ونقصانات ہیں وہ بہر حال ناقابل برداشت ہیں کیوں کہ اس صورت میں فسق وفجور، جنسی انارکی وفحش کاری کی وبا پھوٹ پڑتی ہے جو فرد، قوم، ملک اور سماج سب کے لئے تباہ کن ہے، اس لئے اسلام اسے کسی قیمت پر گوارہ نہیں کرسکتا اور چندزوجگی میں اخلاقی اقدار، عفت وعصمت کی حفاظت، مصالح عامہ کی رعایت اور ملک وسماج کی اجتماعی مشکلات کا حل ہے، اس لئے وہ قابل ترجیح ہے۔

انصاف پسند اہل مغرب کا تعدد ازدواج کی طرف میلان

یورپ میں تعدد ازدواج کے قانونی امتناع کے نتیجہ میں جو اخلاقی مفاسد وپیچیدہ مسائل کھڑے ہوئے اس سے مغرب کا سنجیدہ طبقہ نالاں ہے اور وہاں کی شرمناک وتکلیف دہ صورتحال سے بیزار ہوکر تعدد ازدواج کو نئے سرے سے اختیار کرنے کا مطالبہ کررہا ہے، ذیل کے اقتباسات سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، استاذ خطیب کی اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں:

روئٹر کی خبر رساں ایجنسی نے چندسال قبل لندن کی ایک خبر شائع کی جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ''کانٹر بری'' جو برطانوی گرجا کا سب سے بڑا پادری ہے اس کی قیادت میں چار بڑے پادریوں نے لندن کے کچھ سماجی اسکالروں سے ملاقات کی اور تعدد ازدواج کے نظام کی طرف سے دفاع کرنے والی قرارداد منظور کی اور حکومت سے اس کا مطالبہ کیا کہ مصالح عامہ کی خاطر اور خود عورتوں کی مصلحت کے پیش نظر عیسائیوں کو اس کی اجازت دی جائے (ماذا عن المرأة)

فرانس وغیرہ کے بہت سے فلاسفہ ومصلحین کی اس نوعیت کی بہت سی تصریحات ملتی ہیں، فرانسیسی فلسفی ڈاکٹر ''گستاؤلی بان'' اپنی کتاب ''حضارة العرب'' میں لکھتا ہے:

اہل یورپ نے تعدد ازدواج کے نظام کو بری طرح ملامت کا نشانہ بنایا ہے، حالانکہ یہی وہ نظام ہے جس کی حقیقت تک پہنچنے

میں انہوں نے سب سے زیادہ ٹھوکر کھائی ہے، یورپ کے اکثر مؤرخین کا خیال ہے کہ تعدد کے نظریہ نے اسلام کے زاویہ کو تنگ کیا ہے اور اہل مشرق کے انحطاط کا سب سے بڑا سبب یہی ہے، حالانکہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے اور مجھے توقع ہے کہ جو قاری بھی اپنے یورپین نظریات سے صرف نظر کر کے اس فصل کا مطالعہ کرے گا وہ اس اعتراف پر اپنے آپ کو مجبور پائے گا کہ مشرق کا نظام تعدد ایک پاکیزہ نظام ہے جو اس پر عمل پیرا ہونے والی قوموں کے اخلاقی معیار کو بلند کرتا ہے، خاندانی نظام کو مستحکم اور خود عورت کو عزت واحترام اور سعادت وکامرانی عطا کرتا ہے، جس کا یورپ میں کہیں وجود نہیں۔۔۔۔ کوئی سبب نہیں کہ مشرق کے قانونی تعدد ازدواج کو مغرب کے خفیہ اور ناجائز تعدد سے کمتر سمجھا جائے، بلکہ اس کے برعکس میرا نظریہ یہ ہے کہ اول کو ہر طرح دوسرے پر ترجیح حاصل ہے۔ (حضارۃ العرب ص ۴۸۲-۴۸۴)

لاہور کے روزنامہ کے لئے لندن کا نامہ نگار لکھتا ہے:

دو عالمی جنگوں نے انگلینڈ میں عورتوں اور مردوں کے عددی تناسب کو تہ وبالا کر دیا ہے۔ اب عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے اور ان عورتوں میں سے اکثر عورتیں شادی کی قلبی خواہش کی تکمیل کے بغیر ہی بوڑھی ہو جاتی ہیں، انہیں زندگی کا لطف اٹھانے کے تمام مواقع ملتے ہیں مگر وہ حقیقی سکون اور روح کی تسکین پانے سے محروم رہتی ہیں''

''حقیقت یہ ہے کہ مردوں کی قلت انگلینڈ میں ہی نہیں بلکہ پورے یورپ میں ایک مسئلہ بن گئی ہے، یہ اخلاقی آوارگی اور بد اخلاقی کا ہیبت ناک تسلط جسے ہر شخص مغربی تہذیب میں ہر جگہ دیکھ سکتا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ مرد کی قلت ہے، عورت کی شادی کی خواہش اس کی فطرت میں رکھی ہوئی ہے، لیکن مغرب کے ذہنی پہلوانوں کا نظریہ یہ ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ شادی نہیں کرنا چاہئے، البتہ آزاد صنفی تعلقات جتنی عورتوں سے چاہے رکھ سکتا ہے، مغرب کا قانون اور مذہب اس بات کے لئے تیار ہے کہ مسٹریس رکھنے اور ازدواجی تعلقات سے ماسوا ناجائز صنفی تعلقات کو برداشت کرلیں، لیکن ایک سے زیادہ باضابطہ شادی کو (برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں اسے) وہ کمینگی اور بدتہذیبی خیال کرتے ہیں (Rayed .Marriage Commission Report x (Pd

فرانس کے ماہر جنسیات ڈاکٹر لیبان (LEBON) کی رائے میں:

تعدد ازدواج اصناف کے درمیان فطری تعلق کی طرف واپسی بہت سی قباحتوں اور خرابیوں کا ازالہ کر دے گی، اس طرح قحبہ گری، امراض خبیثہ، اسقاط، ناجائز بچوں کی مصیبت، لکھوکھا غیر شادی شدہ عورتوں کی بدقسمتی جو دونوں اصناف کے مساوی تعداد میں نہ ہونے کا نتیجہ ہے، زنا کاری نیز رقابت کا خاتمہ ہو سکے گا (Rayed .Marriage Commission Report x P.269) (عصمت فروشی ممالک متحدہ میں) کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں: فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا جا رہا ہے، متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں، عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا

اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روزافزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ہر قید وامتیاز سے ناآشنا ان کے اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، یہ تینوں چیزیں ہمارے یہاں بڑھتی جارہی ہیں اور اس کا نتیجہ مسیحی تہذیب ومعاشرت کا زوال اور آخر کار تباہی ہے، اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کی طرح ہوگی جن کی یہی شہوت رانی، ان کی شراب، عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے (ص:۱۲۹)

مشہور تھیوسوہسٹ (Theosohist) مسز اینی بسنٹ (Ann Basant.Mrs) کہتی ہیں:

مغرب میں جھوٹی اور نمائشی یک زوجگی ہے، بلکہ فی الحقیقت تعدد ازدواج ہے، مگر کسی ذمہ داری کے بغیر، جب آشنا عورت سے مرد کا دل بھر جاتا ہے تو وہ اسے نکال باہر کردیتا ہے اور اس کے بعد وہ گرتے گرتے کسبی عورت بن جاتی ہے، کیوں کہ اس کا ابتدائی محب اس کے مستقبل کی کوئی ذمہ داری نہیں لیتا اور وہ تعدد ازدواج والے گھر میں محفوظ بیوی اور ماں بننے کے مقابلہ میں سوگنا زیادہ بدتر ہوتی ہے، جب ہم ہزاروں مصیبت زدہ عورتوں کو دیکھتے ہیں جو یورپ کے شہروں میں رات کے وقت سڑکوں پر ہجوم لگائے ہوتی ہیں تو ہمیں یقیناً یہ محسوس کرنا پڑتا ہے کہ مغرب کو تعدد ازدواج کے سلسلے میں اسلام کو ملامت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، عورت کے لئے یہ کہیں زیادہ بہتر ہے، کہیں زیادہ مسرت انگیز ہے۔۔۔ کہیں زیادہ عزت بخش ہے کہ وہ تعدد ازدواج کے سسٹم کے تحت زندگی گزارے، وہ ایک مرد سے متعلق ہو، حلالی بچہ اس کی آغوش میں ہو اور وہ عزت کے ساتھ رہ رہی ہو، اس کے مقابلہ میں کہ اس کی عصمت دری ہو، وہ سڑکوں پر نکال باہر کردی جائے، شاید ایک حرامی بچہ کے ساتھ جو غیر قانونی ہو، اس کی کوئی جائے پناہ نہ ہو، کوئی اس کی فکر کرنے والا نہ ہو، اس کی راتوں پر راتیں اس طرح گزریں کہ وہ کسی بھی راہ گیر کا صید زبوں بننے کو تیار ہو، مادریت کے شرف سے محروم، سب کی دھتکاری ہوئی۔

جناب مالک رام صاحب تعدد ازدواج کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایسے حالات پیدا ہوسکتے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں جب ایک شخص دوسری بیوی رکھنا چاہتا ہے اور پہلی کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتا، اس صورت میں ایک نکاحی کے حامی کہیں گے، نہیں وہ لازماً پہلی بیوی سے قطع تعلق کرلے، خواہ وہ بیوی بھی اس علیحدگی پر رضامند نہ ہو، تعدد ازدواج کی تائید میں متعدد دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں، مثلاً یہ کہ عام حالت میں دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں سے کہیں زیادہ ہے، اگر ایک مرد ایک عورت کے اصول پر عمل کیا جائے تو ان زائد عورتوں کا کیا بنے گا؟ کیا ہم ان پر نکاح کا راستہ بند کر کے ان کی اور ان کے ساتھ شادی شدہ مردوں کی بھی گمراہی کا سامان تو پیدا نہیں کررہے ہیں، پھر آئے دن جنگیں پیش آتی رہتی ہیں جن میں مردوں کی بہت بڑی تعداد کام آتی ہے اور یوں عورتوں کی نسبت مردوں سے اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے، ملک کی بہبودی اور ترقی و حفاظت کے لئے مردوں کی ضرورت ہے، بتایئے آپ کیا کریں گے؟ اگر آپ ان عورتوں کو نکاح کرنے کا موقع نہیں دیتے تو گویا انہیں قعر مذلت میں دھکیل رہے ہیں اور انہیں مجبور کررہے ہیں کہ وہ گناہ کی زندگی بسر کریں، کیوں کہ یہ جذبہ فطری ہے، اگر عورت سماج کی اجازت سے اس کی تسکین نہیں کرسکے گی تو سماج کو دھتا بتائے گی اور گھونگھٹ کی اوڑ میں شکار کھیلے گی، اس صورت میں آپ کو کسبی اور حرام اولاد کا وجود قانوناً تسلیم کرنا پڑے گا، حق انتخاب آپ کو حاصل ہے، ایک طرف آپ اس عورت کو قابل عزت بیوی

اور گھر کی مالکہ اور محترم بنانے پر قادر ہیں، دوسری صورت میں وہ قابل نفرت داشتہ یا کسی خانماں برباد واپنے اور تمام سماج کے لئے کلنک کا ٹیکا بننے پر مجبور ہے۔ (اسلامیات ص ۱۶۲-۱۶۱)

انگلینڈ کے ایک مشہور انگریزی اخبار ''ڈیلی میل'' نے تعدداز دواج کے موضوع پر ایک مقالہ شائع کیا ہے اور اس میں کھل کر یہ مطالبہ کیا کہ انگلینڈ میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے، اس مشکل کا واحد حل اور کامیاب علاج صرف یہ ہے کہ ایک مرد کو چند بیویاں رکھنے کی قانونی اجازت دی جائے، ایک جرمنی خاتون کا جرمنی اخبار ''ٹروتھ'' میں درج ذیل مراسلہ شائع ہوا ہے:

''ہماری لڑکیوں کی آوارگی بہت بڑھتی جارہی ہے اور پانی سر سے اونچا ہونے لگا ہے، لیکن لوگوں کو اس کے اسباب کی تلاش کرنے کی طرف بہت کم توجہ ہے، میں بھی چونکہ اسی صنف سے تعلق رکھتی ہوں، اس لئے لڑکیوں کی اس حالت زار سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے، مگر محض رنجیدگی اور غم خواری تو اس مرض کا علاج نہیں، جب تک اس گندگی کو ہٹانے کے لئے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جائے، خدا بھلا کرے ایک عالم فاضل (ٹامس) کا کہ انہوں نے مرض کی تشخیص کی اور اس کا تیر بہ ہدف علاج بتایا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرد کو چند بیویاں رکھنے کی اجازت دے دی جائے، اس طریقہ سے تو یقیناً یہ مصیبت ٹل سکتی ہے اور ہماری بے سری، آوارہ گشت لڑکیاں گھر والیاں بن سکتی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بڑی ایک ہی مصیبت ہے، وہ یہ کہ ایک یورپین مرد کو ایک ہی بیوی رکھنے پر مجبور کرنا۔ (المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۸۲)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِطُ لَهَا دَارَهَا

باب: آدمی کا بیوی سے یہ طے کرنا کہ وہ اسے اس کے محلے میں ہی رکھے گا

2139 حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أَحَقَّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ

❁❁ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''پوری کیے جانے کی سب سے زیادہ حق دار وہ شرط ہے، جس کے ذریعے تم شرمگاہوں کو حلال کرتے ہو''

بَابٌ فِي حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ

باب: شوہر کا بیوی پر حق

2140 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ

2139-اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد، وأبو الخير: هو مرثد بن عبد الله اليزني. واخرجه البخاري (2721) و (5151)، ومسلم (1418)، وابن ماجه (1954)، والترمذي (1156) و (1157)، والنسائي في "الكبرى" (5506) و (5508) من طرق عن يزيد بن ابي حبيب، به. وهو في "مسند احمد" (17302)، و"صحيح ابن حبان" (4092).

الشَّعْبِيِّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ: رَسُولُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ، قَالَ: فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: إِنِّي أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ، قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوا، لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ

❀❀ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں "حیرہ" آیا، تو میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے سوچا: اللہ تعالیٰ کے رسول تو اس بات کے زیادہ حقدار ہیں، کہ ان کو سجدہ کیا جائے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: میں "حیرہ" گیا، تو میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، یارسول اللہ! آپ تو اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم لوگ آپ کو سجدہ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو گے، تو کیا تم اس کو بھی سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کی: جی نہیں!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ایسا نہ کرو، اگر میں نے کسی کو، کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کی ہدایت دینا ہوتی، تو میں عورتوں کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر، شوہروں کا (بڑا) حق رکھا ہے۔

2141 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ، فَلَمْ تَأْتِهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ عورت اس کے پاس نہ آئے، پھر وہ شخص اس عورت سے ناراض رہتے ہوئے رات بسر کرے، تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں"۔

بَابٌ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا

باب: شوہر پر بیوی کے حق کا بیان

2140-واخرجه الدارمی فی "سننه" (1463)، وابن ابی عاصم فی "الآحاد والمثانی" (2023)، والطبرانی فی "الکبیر" 18/ (895)، والحاکم فی "المستدرک" 2/ 187 من طریق شریک، بهذا الاسناد. وصححه الحاکم، وسکت عنه الذهبی. واخرجه البیهقی فی "الکبرٰی" 2917/ من طریق ابی بکر النخعی، عن حصین، به. ولقوله: "لو کنت آمراً احداً ان یسجد لاحد..." شاهد من حدیث ابی هریرة عند الترمذی (1193) واسناده حسن، وصححه ابن حبان (4162).

2141-اسناده صحیح. جریر: هو ابن عبد الحمید الضبی، والاعمش: هو سلیمان ابن مهران، وابو حازم: هو سلمان الاشجعی. واخرجه البخاری (3237) و (5193)، ومسلم (1436) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1436) (121) من طریق یزید بن کیسان، عن ابی حازم، به. واخرجه البخاری (5194)، ومسلم (1436) (120)، والنسائی فی "الکبرٰی" (8921)

2142 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو قَزَعَةَ الْبَاهِلِيُّ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟، قَالَ: أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَا تُقَبِّحْ أَنْ تَقُولَ: قَبَّحَكِ اللَّهُ

حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب تم (نیا لباس) پہنو، تو اسے بھی پہناؤ (یعنی خرید کر دو)۔

(راوی کو شک ہے، یا شاید یہ الفاظ ہیں) جب تم کماؤ (تو اسے بھی خرید کر دو) اور تم اس کے چہرے پر نہ مارو، اور اسے قبیح قرار نہ دو، اور اس سے صرف گھر کے اندر ہی لاتعلقی اختیار کرو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسے قبیح قرار دینے سے مراد یہ ہے: یہ نہ کہو: اللہ تعالیٰ تمہیں قبیح کر دے۔

2143 حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، نِسَاؤُنَا مَا نَأْتِي مِنْهُنَّ وَمَا نَذَرُ، قَالَ: ائْتِ حَرْثَكَ أَنَّى شِئْتَ، وَأَطْعِمْهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَاكْسُهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ، وَلَا تُقَبِّحِ الْوَجْهَ، وَلَا تَضْرِبْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى شُعْبَةُ تُطْعِمُهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اپنی بیویوں سے کیا سلوک کریں اور کیا نہ کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے کھیت میں جیسے چاہو آؤ، جب تم خود کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ، تم اس کے چہرے کو قبیح قرار نہ دو، اور (اسے) مارو نہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شعبہ نے کچھ الفاظ مختلف نقل کیے ہیں (البتہ مفہوم ایک ہی ہے)

2144 أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْمُهَلَّبِيُّ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَزِينٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ دَاوُدَ الْوَرَّاقِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقُلْتُ: مَا تَقُولُ: فِي نِسَائِنَا قَالَ: أَطْعِمُوهُنَّ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَاكْسُوهُنَّ مِمَّا تَكْتَسُونَ، وَلَا تَضْرِبُوهُنَّ، وَلَا تُقَبِّحُوهُنَّ

حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: ہماری

2143-اسناده حسن كسابقه. ابن بشار: هو محمد بن بشار العبدي، ويحيى: هو ابن سعيد القطان. واخرجه النسائي في "الكبرى" (9115)

2144-اسناده حسن، وداود الوراق متابع، واخرجه النسائي في "الكبرى" (9106) من طريق سفيان بن حسين، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (20011) من طريق آخر عن حكيم بن معاوية، عن ابيه.

بیویوں کے بارے میں آپ کیا ہدایت کرتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جو کھاتے ہو، اس میں سے انہیں کھلاؤ، تم جو پہنتے ہو، اس میں سے انہیں پہناؤ، تم ان کے ساتھ مار پیٹ نہ کرو اور انہیں قبیح قرار نہ دو۔

میاں بیوی کے باہمی حقوق کا بیان

انسان صرف انفرادی زندگی نہیں رکھتا ہے بلکہ وہ فطرتاً معاشرتی مزاج رکھنے والی مخلوق ہے، اس کا وجود خاندان کے ایک رکن اور معاشرہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ہی پایا جاتا ہے۔ معاشرہ اور خاندان کی تشکیل میں بنیادی اکائی میاں بیوی ہیں جن کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں۔

۱) شوہر کی ذمہ داریاں یعنی بیوی کے حقوق شوہر پر۔

۲) بیوی کی ذمہ داریاں یعنی شوہر کے حقوق بیوی پر۔

۳) دونوں کی مشترکہ ذمہ داریاں یعنی مشترکہ حقوق۔

شوہر کی ذمہ داریاں یعنی بیوی کے حقوق شوہر پر: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (سورۃ البقرہ ۲۲۸) اور (مردوں پر) عورتوں کا حق ہے جیسا کہ (مردوں کا) عورتوں پر حق ہے، معروف طریقہ پر۔ اس آیت میں میاں بیوی کے تعلقات کا ایسا جامع دستور پیش کیا گیا ہے جس سے بہتر کوئی دستور نہیں ہو سکتا اور اگر اس جامع ہدایت کی روشنی میں ازدواجی زندگی گزاری جائے تو اس رشتہ میں کبھی بھی تلخی اور کڑواہٹ پیدا نہ ہوگی، ان شاء اللہ۔ واقعی یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ الفاظ کے اختصار کے باوجود معانی کا سمندر گویا کہ ایک کوزے میں سمودیا گیا ہے۔ یہ آیت بتا رہی ہے کہ بیوی کو محض نوکرانی اور خادمہ مت سمجھنا بلکہ یہ یاد رکھنا کہ اس کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی پاس داری شریعت میں ضروری ہے۔ ان حقوق میں جہاں نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام شامل ہے وہیں اس کی دل داری اور راحت رسانی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے گھر والوں (یعنی بیوی بچوں) کی نظر میں اچھا ہو۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی نظر میں اچھا وہی ہوگا جو اُن کے حقوق کی ادائیگی کرنے والا ہو۔ دوسری طرف اِس آیت میں بیوی کو بھی آگاہ کیا کہ اُس پر بھی حقوق کی ادائیگی لازم ہے۔ کوئی بیوی اُس وقت تک پسندیدہ نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق کو ادا کر کے اُس کو خوش نہ کرے، چنانچہ احادیث میں ایسی عورتوں کی تعریف فرمائی گئی ہے جو اپنے شوہر کی تابع دار اور خدمت گزار ہوں اور ان سے بہت زیادہ محبت کرنے والی ہوں اور ایسی عورتوں کی مذمت کی گئی ہے جو شوہروں کی نافرمانی کرنے والی ہوں۔

شوہر کی چند اہم ذمہ داریاں حسب ذیل ہیں:

۱) مکمل مہر کی ادائیگی: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (سورۃ النساء ۴) عورتوں کو ان کا مہر راضی وخوشی سے ادا کردو۔ نکاح کے وقت مہر کی تعیین اور شب زفاف سے قبل اس کی ادائیگی ہونی چاہئے، اگرچہ طرفین کے اتفاق سے مہر کی ادائیگی کو مؤخر بھی کر سکتے ہیں۔ مہر صرف عورت کا حق ہے، لہٰذا شوہر یا اس کے والدین یا بھائی بہن کے لئے مہر کی رقم میں سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے۔

وضاحت: شریعت نے کوئی بھی خرچہ صنف نازک پر نہیں رکھا ہے، شادی سے قبل اس کے تمام اخراجات والد کے ذمہ ہیں اور شادی کے بعد عورت کے کھانے، پینے، رہنے، سونے اور لباس کے تمام اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، لہٰذا مہر کی رقم عورت کی خالص ملکیت ہے اس کو جہاں چاہے اور جیسے چاہے استعمال کرے، شوہر یا والد مشورہ تو دے سکتے ہیں مگر اُس رقم میں تصرف کرنے کا مکمل اختیار صرف عورت کو ہے، اسی طرح اگر عورت کو کوئی چیز وراثت میں ملی ہے تو وہ عورت کی ملکیت ہوگی، والد یا شوہر کو وہ رقم یا جائیداد لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

بیوی کے تمام اخراجات:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ البقرہ ۲۳۳) بچوں کے باپ (یعنی شوہر) پر عورتوں (یعنی بیوی) کا کھانا اور کپڑا لازم ہے دستور کے مطابق۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی امان میں تم نے اُن کو لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے اُن کی شرمگاہوں کو تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے۔ دستور کے مطابق اُن کا مکمل کھانے پینے کا خرچہ اور کپڑوں کا خرچہ تمہارے ذمہ ہے۔ (مسلم)

بیوی کے لئے رہائش کا انتظام:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (سورۃ الطلاق ۶) تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں اُن عورتوں کو رکھو۔ اس آیت میں مطلقہ عورتوں کا حکم بیان کیا جارہا ہے کہ عدت کے دوران ان کی رہائش کا انتظام بھی شوہر کے ذمہ ہے۔ جب شریعت نے مطلقہ عورتوں کی رہائش کا انتظام شوہر کے ذمہ رکھا ہے تو حسب استطاعت بیوی کی مناسب رہائش کی ذمہ داری بدرجہ اولیٰ شوہر کے ذمہ ہوگی۔

۴) بیوی کے ساتھ حسن معاشرت: شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (سورۃ النساء ۱۹) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ یعنی عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں حسن اخلاق کے ساتھ معاملہ رکھو گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کردے۔

(a) شوہر کی چوتھی ذمہ داری "بیوی کے ساتھ حسن معاشرت" بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اس کی ادائیگی کے مختلف طریقے حسب ذیل ہیں:

حسب استطاعت بیوی اور بچوں پر خرچ کرنے میں فراخدلی سے کام لینا چاہئے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةً يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ صَدَقَةٌ (بخاری) اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید کے ساتھ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ صدقہ ہوگا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر اجر عطا فرمائے گا۔

(b) بیوی سے مشورہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گھر کے نظام کو چلانے کی ذمہ داری مرد کے ذمہ رکھی گئی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں مرد کے لئے قوّام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی مرد عورتوں پر نگہبان اور منتظم ہیں۔ لیکن حسن معاشرت کے طور پر عورت

سے بھی گھر کے نظام کو چلانے کے لئے مشورہ لینا چاہئے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آمِرُوا النِّسَاءَ فِي بَنَاتِهِنَّ (ابوداؤد، مسند احمد) یعنی بیٹیوں کے رشتے کے لئے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کرو۔

c) بیوی کی بعض کمزوریوں سے چشم پوشی کریں، خاص طور پر جب کہ دیگر خوبیاں ومحاسن ان کے اندر موجود ہوں، یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے عموماً ہر عورت میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ضرور رکھی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر عورت کی کوئی بات یا عمل ناپسند آئے تو مرد عورت پر غصہ نہ کرے کیونکہ اس کے اندر دوسری خوبیاں موجود ہیں جو تمہیں بھی اچھی لگتی ہیں۔ (مسلم)

d) مرد بیوی کے سامنے اپنی ذات کو قابل توجہ یعنی اسمارٹ بنا کر رکھے کیونکہ تم جس طرح اپنی بیوی کو خوبصورت دیکھنا چاہتے ہو وہ بھی تمہیں اچھا دیکھنا چاہتی ہے۔ صحابی رسول ومفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کے لئے ویسا ہی سجتا ہوں جیسا وہ میرے لئے زیب وزینت اختیار کرتی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

e) گھر کے کام وکاج میں عورت کی مدد کی جائے، خاص کر جب وہ بیمار ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ گھر کے تمام کام کرلیا کرتے تھے، جھاڑو بھی خود لگالیا کرتے تھے، کپڑوں میں پیوند بھی خود لگالیا کرتے تھے اور اپنے جوتوں کی مرمت بھی خود کرلیا کرتے تھے۔ (بخاری)

بیوی کی ذمہ داریاں یعنی شوہر کے حقوق بیوی پر

۱) شوہر کی اطاعت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (سورۃ النساء ۳۴) مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔ جو عورتیں نیک ہیں وہ اپنے شوہروں کا کہنا مانتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق نیک عورتیں شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، یعنی اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتی ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فوقیت وفضیلت دینے کی دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔ (۱) مرد وعورت وساری کائنات کو پیدا کرنے والے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے۔ (۲) مرد اپنے اور بیوی وبچوں کے تمام اخراجات برداشت کرتا ہے۔ اسی طرح دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (سورۃ البقرۃ ۲۲۸) مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ (مسند احمد) اگر عورت نے (خاص طور پر) پانچ نمازوں کی پابندی کی، ماہ رمضان کے روزے اہتمام سے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی اطاعت کی تو گویا وہ جنت میں داخل ہوگئی۔

ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے آپ ﷺ سے ایک سوال کرنے کے لئے بھیجا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم مردوں کو دیا ہے، چنانچہ اگر ان کو جہاد میں تکلیف پہنچتی ہے تو اُس پر ان کو اجر دیا جاتا ہے اور اگر وہ شہید ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندوں میں شمار ہوجاتے ہیں کہ مرنے کے باوجود وہ زندہ رہتے ہیں اور اللہ

تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خصوصی رزق ان کو دیا جاتا ہے۔ (جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت ۱۶۹ میں مذکور ہے) ہم عورتیں ان کی خدمت کرتی ہیں، ہمارے لئے کیا اجر ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن عورتوں کی طرف سے تم بھیجی گئی ہو، ان کو اطلاع کردو کہ شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اعتراف تمہارے لئے اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے، لیکن تم میں سے کم ہی عورتیں اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیتی ہیں۔ (بزار، طبرانی)

۲ وضاحت: اِن دِنوں مرد و عورت کے درمیان مساوات اور آزادیٔ نسواں کا بڑا شور ہے اور بعض ہمارے بھائی بھی اس پروپیگنڈے میں شریک ہوجاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد و عورت زندگی کے گاڑی کے دو پہیے ہیں، زندگی کا سفر دونوں کو ایک ساتھ طے کرنا ہے، اب زندگی کے سفر کو طے کرنے میں انتظام کی خاطر یہ لازمی بات ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک سفر کا ذمہ دار ہوتا کہ زندگی کا نظام صحیح چل سکے۔ لہٰذا تین راستے ہیں: (۱) دونوں کو ہی امیر بنایا جائے۔ (۲) عورت کو اس زندگی کے سفر کا امیر بنایا جائے۔ (۳) مرد کو اس زندگی کے سفر کا امیر بنایا جائے۔ پہلی شکل میں اختلاف کی صورت میں مسئلہ حل ہونے کے بجائے پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتا جائے گا۔ دوسری شکل بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ مرد و عورت کو پیدا کرنے والے نے صنف نازک کو ایسی اوصاف سے متصف پیدا کیا ہے کہ وہ مرد پر حاکم بن کر زندگی نہیں گزار سکتی ہے۔ لہٰذا اب ایک ہی صورت بچی اور وہ یہ ہے کہ مرد اس زندگی کے سفر کا امیر بن کر رہے۔ مرد میں عادتاً وطبعاً عورت کی بہ نسبت فکر وتدبر اور برداشت وتحمل کی قوت زیادہ ہوتی ہے، نیز انسانی خلقت، فطرت، قوت اور صلاحیت کے لحاظ سے اور عقل کے ذریعہ انسان غور وخوض کرے تو یہی نظر آئے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو قوت مرد کو عطا کی ہے، بڑے بڑے کام کرنے کی جو صلاحیت مرد کو عطا فرمائی ہے، وہ عورت کو نہیں دی گئی۔ لہٰذا امارت اور سربراہی کا کام صحیح طور پر مرد ہی انجام دے سکتا ہے۔ اس مسئلہ کے لئے اپنی عقل سے فیصلہ کرنے کے بجائے اس ذات سے پوچھیں جس نے اِن دونوں کو پیدا کیا ہے۔ چنانچہ خالق کائنات نے قرآن کریم میں واضح الفاظ کے ساتھ اس مسئلہ کا حل پیش کردیا ہے: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (سورۂ البقرۃ ۲۲۸) ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ﴾ (سورۂ النساء ۳۴) ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح الفاظ میں ذکر فرمادیا کہ مرد ہی زندگی کے سفر کا سربراہ رہے گا اور فیصلہ کرنے کا حق مرد ہی کو حاصل ہے، اگرچہ مرد کو چاہئے کہ عورت کو اپنے فیصلوں میں شامل کرے۔۔ مرد حضرات بھی اس بات کو اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں کہ بیشک مرد، عورت کے لئے قوام یعنی امیر کی حیثیت رکھتا ہے لیکن ساتھ ہی دونوں کے درمیان دوستی کا بھی تعلق ہے، یعنی انتظامی طور پر تو مرد قوام یعنی امیر ہے لیکن باہمی تعلق دوستی جیسا ہے، ایسا تعلق نہیں ہے جیسا مالک اور نوکرانی کے درمیان ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو، دونوں حالتوں میں مجھے علم ہوجاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ! کس طرح علم ہوجاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو رب محمد کے الفاظ کے ساتھ قسم کھاتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو رب ابراہیم کے الفاظ کے ساتھ قسم کھاتی ہو۔ اس وقت تم میرا نام نہیں لیتی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیتی ہو۔ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں، نام کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتی۔

(بخاری۔ باب ما یجوز من الہجر)

اب آپ اندازہ لگائیں کہ کون ناراض ہو رہا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اور کس سے ناراض ہو رہی ہیں؟ حضور اکرم ﷺ سے۔ معلوم ہوا کہ اگر بیوی ناراضگی کا اظہار کر رہی ہے تو یہ مرد کی قوامیت یعنی امارت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بڑی خوش طبعی کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا کہ مجھے تمہاری ناراضگی کا پتہ چل جاتا ہے۔

اسی طرح واقعۂ افک کو یاد کریں، جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تھی، جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قیامت صغریٰ برپا ہو گئی تھی۔ جب آیت برأت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان کیا تو حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کھڑی ہو جاؤ اور نبی اکرم ﷺ کو سلام کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بستر پر لیٹی ہوئی تھیں اور برأت کی آیات سن لیں اور لیٹے لیٹے فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے میری برأت (اپنے پاک کلام میں) نازل فرما دی لیکن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا شکر ادا نہیں کرتی کیونکہ آپ لوگوں نے تو اپنے دل میں یہ احتمال پیدا کر لیا تھا کہ شاید مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور، حدیث نمبر ۴۷۵۰)

بظاہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے ہونے سے اعراض فرمایا، لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس کو برا نہیں سمجھا، اس لئے کہ یہ ناز کی بات ہے۔ یہ ناز درحقیقت اسی دوستی کا تقاضہ ہے جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے درمیان حاکمیت اور محکومیت کا رشتہ نہیں بلکہ دوستی کا بھی رشتہ ہے اور اس دوستی کا حق یہ ہے کہ اس قسم کے ناز کو برداشت کیا جائے۔

بہر حال! چونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو قوام بنایا ہے اس لئے فیصلہ اس کا ماننا ہوگا۔ ہاں بیوی اپنی رائے اور مشورہ دے سکتی ہے اور شریعت نے مرد کو یہ ہدایت بھی دی ہے کہ وہ حتی الامکان بیوی کی دلداری کا خیال بھی کرے لیکن فیصلہ اسی کا ہوگا۔ لہٰذا اگر بیوی چاہے کہ ہر معاملے میں فیصلہ ان کا چلے اور مرد قوام نہ بنے، تو یہ صورت فطرت کے خلاف ہے، شریعت کے خلاف ہے، عقل کے خلاف ہے اور انصاف کے خلاف ہے اور اس کا نتیجہ گھر کی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۲) شوہر کے مال و آبرو کی حفاظت: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (سورۃ النساء ۳۴) جو عورتیں نیک ہیں وہ اپنے شوہروں کی تابعداری کرتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق نیک عورتیں شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں، یعنی اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں مرد کا سب سے بہترین خزانہ نہ بتاؤں؟ وہ نیک عورت ہے، جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ شوہر کو خوش کر دے، جب شوہر اس کو کوئی حکم کرے تو شوہر کا کہنا مانے۔ اگر شوہر کہیں باہر سفر میں چلا جائے تو اس کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔ (ابوداؤد، نسائی) شوہر کے مال کی حفاظت میں یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مال

میں سے کچھ نہ لے، اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو نہ دے۔ ہاں اگر شوہر واقعی بیوی کے اخراجات میں کمی کرتا ہے تو بیوی اپنے اور اولاد کے خرچ کو پورا کرنے کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر مال لے سکتی ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند بنت عتبہ سے کہا تھا جب انہوں نے اپنے شوہر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے زیادہ بخیل ہونے کی شکایت کی تھی: اتنا مال لے لیا کرو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے متوسط خرچہ کے لئے کافی ہو۔ (بخاری مسلم) شوہر کی آبرو کی حفاظت میں یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل نہ ہونے دے، کسی نامحرم سے بلاضرورت بات نہ کرے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔

۳) گھر کے اندرونی نظام کو چلانا اور بچوں کی تربیت کرنا: یہ عورتوں کی وہ ذمہ داری ہے جو ان کی خلقت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے، بلکہ یہ وہ بنیادی ذمہ داری ہے جس کی ادائیگی عورتوں پر لازم ہے۔ عورتوں کو اس ذمہ داری کے انجام دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑنی چاہئے کیونکہ اسی ذمہ داری کو صحیح طریقہ پر انجام دینے سے فیملی میں آرام وسکون پیدا ہوگا نیز اولاد دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صحابۂ کرام اپنی بیٹی یا بہن کو رخصت کرتے تھے تو اس کو شوہر کی خدمت اور بچوں کی بہترین تربیت کی خصوصی تاکید کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا (بخاری ومسلم) عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان اور [illegible]۔ دار ہے اور اس سے اس کے بچوں کی تربیت وغیرہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

۴) بیوی، شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں روزے رکھے مگر شوہر کی اجازت سے یعنی کسی عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا شوہر کی اجازت کے بغیر حلال نہیں۔

۵) عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو: عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہونا چاہئے تاکہ شوہر کا پیسہ فضول خرچی میں خرچ نہ ہو۔ گھر کو نوکرانیوں پر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ وہ جس طرح چاہیں کرتی رہیں بلکہ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کے داخلی تمام امور پر نگاہ رکھے۔

چند مشترکہ حقوق اور ذمہ داریاں: حتی الامکان خوشی وراحت وسکون کو حاصل کرنے اور رنج وغم کو دور کرنے کے لئے ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے۔ ایک دوسرے کے راز لوگوں کے سامنے ذکر نہ کئے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ کی نظروں میں سب سے بدبخت انسان وہ ہوگا جو میاں بیوی کے آپسی راز کو دوسروں کے سامنے بیان کرے۔ (مسلم)

شوہر باہر کے کام اور بیوی گھریلو کام انجام دے: قرآن وسنت میں واضح طور پر ایسا کوئی قطعی اصول نہیں ملتا جس کی بنیاد پر کہا جائے کہ کھانا پکانا عورتوں کے ذمہ ہے، البتہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کام کی جو تقسیم کی وہ اس طرح تھی کہ باہر کے کام حضرت علی رضی اللہ عنہ دیکھتے تھے، گھریلو کام مثلاً کھانا بنانا، گھر کی صفائی کرنا وغیرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذمہ تھا۔ لیکن یاد رکھیں کہ زندگی قانونی پیچیدگیوں

سے نہیں چلا کرتی، لہٰذا جس طرح قرآن وحدیث میں مذکور نہیں ہے کہ کھانا پکانا عورت کے ذمہ ہے اسی طرح قرآن وسنت میں کہیں واضح طور پر یہ موجود نہیں ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا علاج کرانا لازم ہے، اسی طرح قرآن وسنت میں مرد کے ذمہ نہیں ہے کہ وہ بیوی کو اس کے والدین کے گھر ملاقات کے لئے لے جایا کرے۔ اسی طرح اگر بیوی کے والدین یا بھائی بہن اس کے گھر آئیں تو مرد کے ذمہ نہیں ہے کہ مرغ مسلم وکوفتے وکباب وغیرہ لے کر آئے۔ معلوم ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کی خدمت کے جزبہ سے رہیں۔ باہر کے کام مرد انجام دے اور عورت گھر کے معاملات کو بخوبی انجام دے۔

میاں بیوی کی مشترکہ ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی جنسی ضرورت کو پورا کریں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی طرف بلائے (یہ میاں بیوی کے مخصوص تعلقات سے کنایہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ان تعلقات کو قائم کرنے کے لئے بلائے) اور وہ عورت نہ آئے یا ایسا طرز اختیار کرے کہ جس سے شوہر کا وہ منشا پورا نہ ہو اور اس کی وجہ سے شوہر ناراض ہوجائے تو ساری رات صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں، یعنی اس عورت پر خدا کی لعنت ہو اور لعنت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو حاصل نہیں ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

جنسی خواہشات کی تکمیل پر اجروثواب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میاں بیوی کے جو باہمی تعلقات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی اجر عطا فرمائے گا۔ صحابۂ کرام نے سوال کیا: یارسول اللہ! وہ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے تحت کرتا ہے، اس پر کیا اجر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ نفسانی خواہش کو ناجائز طریقے سے پورا کرتا ہے تو اس پر گناہ ہوتا ہے یا نہیں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ! گناہ ضرور ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چونکہ میاں بیوی ناجائز طریقہ کو چھوڑ کر جائز طریقے سے نفسانی خواہشات کو اللہ کے حکم کی وجہ سے کر رہے ہیں، اس لئے اس پر بھی ثواب ہوگا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۷، ۱۶۹)

اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے مشترکہ فکروکوشش: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (سورۃ التحریم ۶) اے ایمان والوں تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اپنے آپ کو تو جہنم کی آگ سے بچاسکتے ہیں مگر گھر والوں کا کیا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان کو برائیوں سے روکتے رہو اور اچھائیوں کا حکم کرتے رہو، ان شاء اللہ یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچانے والا بنے گا۔

بَابٌ فِيْ ضَرْبِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں (یعنی بیویوں) کو مارنے (کا حکم؟)

2145 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي حُرَّةَ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَإِنْ خِفْتُمْ نُشُوزَهُنَّ فَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ. قَالَ حَمَّادٌ: يَعْنِي النِّكَاحَ

ابوحرہ رقاشی اپنے چچا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا اندیشہ ہو، تو انہیں بستر سے الگ کردو"۔

حماد نامی راوی کہتے ہیں: یعنی ان کے ساتھ صحبت نہ کرو۔

2146 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي خَلَفٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ ابْنُ السَّرْحِ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: عَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللَّهِ فَجَاءَ عُمَرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ، فَرَخَّصَ فِي ضَرْبِهِنَّ. فَأَطَافَ بِآلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولَئِكَ بِخِيَارِكُمْ

حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اللہ کی کنیزوں کی پٹائی نہ کرو" (کچھ عرصہ بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: عورتیں اپنے شوہروں کے سامنے شیر ہوگئی ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی پٹائی کرنے کی اجازت دے دی، تو بہت سی خواتین اپنے شوہروں کی شکایات لے کر نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئیں، نبی اکرم ﷺ نے (لوگوں سے) فرمایا:

"بہت سی خواتین اپنے شوہروں کی شکایات لے کر محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس آئیں، ایسے لوگ بہتر لوگ نہیں ہیں"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے کہا: (راوی کا صحیح نام) عبداللہ بن عبداللہ ہے۔

2147 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ

2145-صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لضعف علي بن زيد- وهو ابن جدعان التيمي.- حماد: هو ابن سلمة البصري. واخرجه البيهقي في "الكبرى"/3037 من طريق ابي داود، بهذا الاسناد. واخرجه مطولاً احمد في "مسنده" (20695) من طريق حماد بن سلمة، به.

2146-واخرجه ابن ماجه (1985)، والنسائي في "الكبرى" (9122) من طريق سفيان، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (4189).

عَبْدِ اللّٰهِ الْأَوْدِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُسْلِيِّ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَا ضَرَبَ امْرَأَتَهُ

❁ ❁ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"آدمی اپنی بیوی کو جو مارتا ہے، اس پر اس کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا"

بیوی پر شوہر کی حاکمیت سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

(۱) ابن ابی حاتم نے اشعث بن عبدالمالک کے طریق سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اپنے خاوند کے خلاف زیادتی کا بدلہ لینا چاہتی تھی کیونکہ اس نے اس کو تھپڑ مارا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت: "الرجال قومون علی النساء" (اس کے بعد) بغیر قصاص کے اس کو لوٹا دیا گیا۔

(۲) عبد بن حمید وابن جریر نے قتادہ کے طریق سے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تھپڑ مارا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ نے اس سے قصاص (یعنی بدلہ) لینے کا ارادہ فرمایا تو (یہ آیت) نازل ہوئی "الرجال قومون علی النساء" آپ نے اس مرد کو بلایا اور اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا میں نے ایک کام کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ (دوسرے کام) کا ارادہ فرمایا۔

خاوند کو بیوی پر فوقیت حاصل ہے

(۳) الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے جریر بن حازم کے طریق سے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے انصار میں سے اپنی عورت کو تھپڑ مارا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قصاص کا مطالبہ کر رہی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان قصاص کا فیصلہ فرمایا تو (اس پر) یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "ولا تعجل بالقران من قبل ان يقضى اليك وحيه وقل" (طٰہٰ آیت ۱۱۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی: "الرجال قومون علی النساء" آخری آیت تک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے ایک کام کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ (دوسرے کام) کا ارادہ فرمایا۔

(۴) ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک انصاری ایک عورت کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اس کا خاوند فلاں بن فلاں انصاری ہے اس نے اسے مارا ہے اور اس کے چہرے پر نشان چھوڑے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اس کا حق نہ تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "الرجال قومون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض" یعنی عورتوں کو ادب سکھانے میں ان کو اختیار ہے رسول اللہ

2147-اسنادہ ضعیف لجہالۃ عبدالرحمن المسلی. ابو عوانۃ: ہو الوضاح بن عبد اللہ الیشکری. واخرجہ ابن ماجہ (1986) و (1987)، والنسائی فی "الکبری" (9123) من طریق ابی عوانۃ بہذا الاسناد. وہو فی "مسند احمد" (122).

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک کام کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور کام کا ارادہ فرمایا۔

(٥) ابن جریر نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تھپڑ مارا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا ارادہ فرمایا ابھی یہ لوگ اسی حال میں تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر نے سعید سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(٦) عبد بن حمید وابن المنذر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''الرجال قومون علی النساء'' سے مراد ہے کہ ادب اور تعلیم دینے میں عورتوں کے سرپرست ہیں پھر فرمایا لفظ آیت ''بما فضل اللہ بعضھم علی بعض'' یعنی مہر کی رقم خرچ کرنے کی وجہ سے۔

(٧) ابن جریر وابن المنذر نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عورت اپنے خاوند سے قصاص نہیں لے سکتی مگر اپنی جان کا قصاص لے سکتی ہے۔

(٨) ابن المنذر نے سفیان رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ہم اس سے قصاص بھی لیں گے مگر ادب (سکھانے) میں (نہیں لیں گے)۔

(٩) ابن جریر ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''الرجال قومون علی النساء'' سے مراد ہے کہ مرد عورتوں پر امیر ہیں عورتوں پر لازم ہے کہ جن چیزوں کا اللہ نے حکم دیا ہے ان میں مرد کی اطاعت کریں عورت کی مرد کے لئے اطاعت یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اس کے مال کی حفاظت کرنے والی ہو ''بما فضل اللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مرد کو فضیلت دی اس کے نفقہ اور اس کی کمائی کی وجہ سے پھر فرمایا لفظ آیت ''فالصلحت قنتت'' یعنی نیک بیویاں جو اطاعت کرنے والیاں (اور) ''حفظت للغیب'' یعنی اس کی عدم موجودگی میں مال کی حفاظت کرنے والیاں جب وہ عورتیں ایسی ہیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(١٠) ابن جریر نے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ مرد عورت پر حاکم ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دے اگر وہ انکار کرے (اللہ کا حکم نہ مانے) تو اس کو اتنا مارنے کا حق ہے جو اس پر نشان نہ چھوڑے۔ اور مرد کو فضیلت حاصل ہے عورت پر کیونکہ مرد اس پر مال خرچ کرتا ہے اور کماتا ہے۔

(١١) سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''الرجال قومون علی النساء'' کہ وہ عورتوں کے ہاتھ پکڑتے ہیں اور ان کو ادب سکھاتے ہیں۔

(١٢) سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''بما فضل اللہ بعضھم علی بعض'' اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ (پھر فرمایا) ''وبما انفقوا من اموالھم'' یعنی مرد عورتوں کو مہر دیتے ہیں۔

(١٣) ابن ابی حاتم نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ''وبما انفقوا من اموالھم'' سے مال خرچ کرنے سے مراد مہر ہے۔ جو مرد دیتا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر اس کا خاوند اس پر تہمت لگائے تو مرد عورت سے لعان کرتا ہے۔ اور اگر وہ عورت

اس پر (یعنی اپنے خاوند پر) تہمت لگائے تو اس (عورت) کو کوڑے لگائے جائیں گے۔

(۱٤) عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فالصلحت قنتت" یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والیاں اور اپنے شوہروں کی اطاعت کرنے والیاں (پھر فرمایا) "حفظت للغیب" یعنی حفاظت کرنے والیاں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی اور اپنے خاوندوں کی غیر حاضری میں ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والیاں۔

(۱٥) ابن المنذر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ "حفظت للغیب" یعنی اپنے شوہروں کے لئے (ان کی غیر حاضری میں) حفاظت کرنے والیاں۔

(۱٦) ابن جریر نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "حفظت للغیب بما حفظ اللہ" یعنی اپنے خاوند کے مال کی حفاظت اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتی ہیں یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا۔

(۱۷) ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اپنے شوہروں کے لئے اپنے نفسوں کی اس طرح حفاظت کرتی ہیں جن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

(۱۸) ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اپنے شوہروں کی غیر حاضری میں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والیاں اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ حفاظت کرنے والیاں کہ اپنے شوہروں کی غیر حاضری میں ان کی خیانت کرنے والی نہیں۔

(۱۹) ابن جریر نے عطار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اپنے شوہروں کے لئے حفاظت کرنے والیاں اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے باعث اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی۔

(۲۰) عبد بن حمید نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت "حفظت للغیب" کے بارے میں روایت کیا کہ وہ حفاظت کرتی ہیں اپنے شوہروں کی ان چیزوں کی جو ان سے مخفی ہیں ان کے معاملات میں سے (پھر فرمایا) "بما حفظ اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ ان کو اس قابل بنایا۔

نیک عورت کی خصلتیں

(۲۱) ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی نے اپنے سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں میں سے بہترین عورت وہ ہے کہ جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کرے اور جب اس کو حکم تو اس کی اطاعت کرے اور جب اس سے غائب ہو تو حفاظت کرے اس کے مال کی اور اپنی جان کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ آیت) پڑھی لفظ آیت "الرجال قومون علی النساء" سے لے کر "قنتت حفظت للغیب" تک۔

(۲۲) ابن جریر نے طلحہ بن مصرف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قرات میں یوں ہے لفظ آیت "فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ فاصلحوا الیھن والتی تخافون"۔

(۲۳) سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ'' اس لئے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(۲۴) ابن ابی شیبہ نے یحییٰ بن جعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ فائدہ مند کسی مسلمان کے لئے اسلام کے بعد خوبصورت عورت ہے کہ جو اس کو خوش کرتی ہے جب اس کی طرف دیکھتا ہے اور اس کی اطاعت کرتی ہے جب وہ اس کو حکم کرتا ہے۔ اور اس کے مال کی اور اپنی ذات کی حفاظت کرتی ہے جب وہ غائب ہوتا ہے۔

(۲۵) ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کوئی آدمی ایمان باللہ کے بعد اچھے اخلاق والی عورت سے بڑھ کر خیر پانے والا نہیں جو خاوند سے محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو اور کوئی آدمی اللہ تعالیٰ سے کفر کے بعد برے اخلاق والی عورت سے بڑھ کر کوئی برائی پانے والا نہیں جو بد اخلاق اور زبان کی تیز ہو۔

(۲۶) ان ابی شیبہ نے عبدالرحمن بن زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ نیک عورت کی مثال جو نیک آدمی کے پاس ہو اس تاج کی سی ہے جو سونے کا بنا ہوا ہو اور جو بادشاہ کے سر پر ہو اور بری عورت کی مثال نیک آدمی کے پاس اس بھاری بوجھ کی طرح ہے جو بوڑھے آدمی پر ہو۔

(۲۷) ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کیا میں تم کو تین کمر توڑ مصیبتوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ کہا گیا وہ کون سی ہیں؟ تو فرمایا ظالم بادشاہ جب اس کے ساتھ نیکی کی جائے تو شکر ادا نہ کرے اور جب اس کے ساتھ برائی کی جائے تو معاف نہ کرے اور برا پڑوسی جب نیکی کو دیکھے تو اس کو چھپا دے اور جب برائی کو دیکھے تو اس کو پھیلا دے اور بری عورت جب اس کے پاس تو حاضر ہو تو تجھ کو غصہ دلائے اور جب اس سے تو غائب ہو تو تیری خیانت کرے۔

(۲۸) الحاکم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں سعادت مندی میں سے ہیں بیوی جس کو تو دیکھے تو تجھ کو اچھی لگے۔ اور تو غائب ہو تو وہ امین ہو اپنی ذات اور تیرے مال کے بارے میں اور وہ سواری جو مطیع ہو جو تجھ کو تیرے دوستوں سے ملا دے اور وہ گھر جو کشادہ ہو اور زیادہ سہولتوں والا ہو اور تین چیزیں بدبختی میں سے ہیں وہ عورت کہ تو اس کو دیکھے تو اس کو دیکھے تو تجھ کو بری لگے اور ہر وقت اپنی زبان تجھ پر چلاتی رہے۔ اگر تو غائب ہو جائے تو وہ امین نہ ہو اپنی ذات اور تیرے مال کے بارے میں اور ایسی سواری جو اڑیل ہو اگر تو اس کو مارے تو وہ تجھ کو تھکا دے اور اگر اس کو چھوڑ دے تو تجھ کو تیرے دوستوں کے پاس نہ پہنچائے اور وہ گھر جو تنگ ہو اور اس میں سہولتیں کم ہوں۔

(۲۹) ابن سعید و ابن ابی شیبہ حاکم و بیہقی نے حصین بن محصن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مجھ کو میری پھوپھی نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی کسی ضرورت سے حاضر خدمت ہوئی آپ نے پوچھا کیا تو شوہر والی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! آپ نے فرمایا تو اس کے ساتھ کیسے معاملات رکھتی ہے؟۔ عرض کیا میں اس کی ضرورت پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی مگر جو کرنے سے عاجز ہوں آپ نے فرمایا تو رکھ لے کہ تو اس کے ہاں کیا حیثیت رکھتی ہے پھر فرمایا بلاشبہ وہ تیرے لئے تیری جنت ہے یا تیری جہنم ہے۔

(۳۰) البزار والحاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے بتایئے خاوند کا حق بیوی پر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خاوند کا حق بیوی پر یہ بھی ہے کہ اگر اس کے ناک سے خون یا پیپ بہہ رہا ہو اور تو اس کو اپنی زبان سے چاٹ لے تب بھی اس نے خاوند کا حق ادا نہ کیا۔ اگر دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے جب وہ اس کے پاس آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے۔

شوہر کی اجازت کے بغیر کسی مرد کو گھر میں بٹھانا جائز نہیں

(۳۱) الحاکم والبیہقی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے لئے یہ حلال نہیں جو اللہ پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں ایسے شخص کو اجازت دے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو اور نہ نکلے گھر میں سے (جب) وہ ناپسند کرتا ہو اور خاوند کے بارے میں کسی کی اطاعت نہ کرے اور اس کو غصہ دلا کر نہ بھڑکائے اور اس کے بستر سے الگ نہ ہو جائے اور اس کے ذریعہ اس کو تکلیف نہ پہنچائے اگر وہ بہت ظلم کرنے والا ہو تب بھی اس کے پاس آتی رہے یہاں تک کہ اس کو راضی کرے اگر وہ اس سے (عذر کو) قبول کرے اور اس کی تعریف کر دے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے عذر کو قبول کر لیں گے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا عذر پہنچ گیا۔

(۳۲) البزار والحاکم (نے اس کو صحیح کہا) اور ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو اپنے شوہر کا شکر ادا نہ کرے۔ جبکہ وہ اپنے خاوند سے مستغنی بھی نہیں۔

(۳۳) احمد نے عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ فساق دوزخ والوں میں سے ہیں کہا گیا یا رسول اللہ! فساق کون ہیں؟ آپ نے فرمایا عورتیں ہیں ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! کیا وہ ہماری مائیں اور ہماری بہنیں ہیں اور ہماری بیویاں نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ضرور ہیں لیکن جب ان کو دیا جائے تو شکر ادا نہیں کرتیں اور جب آزمائش میں ڈالا جائے تو صبر نہیں کرتی ہیں۔

(۳٤) بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت روزہ نہ رکھے اور اس کا شوہر حاضر ہو مگر اس کی اجازت سے اور کسی کو اس کے گھر میں آنے کی اجازت نہ دے اور اس کا شوہر حاضر ہو مگر اس کی اجازت سے۔

(۳۵) عبدالرزاق والبزار والطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی یا رسول اللہ! میں عورتوں کی طرف سے آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں یہ جہاد جس کو اللہ تعالیٰ نے مردوں پر فرض کیا ہے اگر وہ کسی کو قتل کریں تو ان کو اجر ملتا ہے۔ اور قتل ہو جائیں تو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں ہم عورتیں ان کی خدمت میں لگی رہتی ہیں تو ہمارے لئے اس میں کیا اجر ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو جو عورتوں میں سے تم کو ملیں کہ خاوند کی اطاعت کرنا اور اس کے حق کو پہچاننا اس (جہاد کے) برابر ہے۔ اور تم میں سے تھوڑی

عورتیں ایسی ہیں جو اس طرح کرتی ہیں۔

نیک عورت کے جنت کی بشارت

(۳٦) البزار نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت پانچویں نمازیں پڑھے اور رمضان کے مہینہ کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو جنت میں داخل ہوگی۔

(۳۷) ابن ابی شیبہ والبزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک عورت خثعم قبیلہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھ کو بتایئے کہ کیا حق ہے شوہر کا بیوی پر بلاشبہ میں ایک عورت ہوں بے خاوند والی اگر میں طاقت رکھوں تو شادی کروں ورنہ بیٹھی رہوں بغیر خاوند کے؟ آپ نے فرمایا شوہر کا حق اپنی بیوی پر یہ ہے کہ اگر وہ سوال کرے اس سے اس کی ذات کا (یعنی اس سے جماع کی خواہش کرے) اور وہ عورت اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھی ہو تو وہ اپنے آپ کو اُ سے نہ روکے (یعنی اس کی خواہش پوری کرے) اور خاوند کا عورت پر یہ بھی حق ہے کہ نفل روزہ نہ رکھے مگر اس کی اجازت سے اگر اس نے ایسا کرلیا اور بھوکی پیاسی رہی تو اس سے (روزہ) قبول نہ ہوگا اور اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے اگر اس نے ایسا کیا تو اس پر لعنت ہوگی آسمان کے فرشتوں کی رحمت اور عذاب کے فرشتوں کی یہاں تک کہ وہ واپس لوٹ آئے۔

(۳۸) البزار والطبرانی نے الاوسط میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا لوگون میں سے کسی کا زیادہ حق ہے عورت پر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے شوہر کا پھر میں نے پوچھا ایک مرد پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے آپ نے فرمایا اس کی ماں کا۔

(۳۹) البزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو اور اپنے شوہروں کی رضامندی کو تلاش کرتی رہو۔ بلاشبہ عورت اگر جان لے کہ اس کا شوہر کا (اس پر) کیا حق ہے تو برابر کھڑی رہتی جب تک اس کا صبح کا کھانا اور اس کا شام کا کھانا حاضر ہوتا۔

(٤۰) البزار نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عورت (اپنے) شوہر کے حق کو جان لیتی تو نہ بیٹھتی جب تک اس کا صبح کا کھانا اور اس کا شام کا کھانا حاضر ہوتا یہاں تک کہ وہ کھانے سے فارغ ہوتا۔

(٤۱) ابن ابی شیبہ واحمد نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی انسان کو حکم کرتا کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(٤۲) البیہقی نے شعب الایمان میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ان کی نیکی اوپر چڑھتی ہے بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ وہ اپنے آقا کے پاس لوٹ آئے اور وہ عورت جس پر اس کا شوہر ناراض ہو اور نشہ میں مدہوش جب تک کہ اس کا نشہ دور نہ ہوجائے۔

(٤۳) البیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو جنتیوں کے بارے میں خبر نہ دوں (وہ یہ ہیں) انبیاء جنت میں ہوں گے۔ اور صدیق جنت میں ہوگا۔ اور شہید جنت میں ہوگا بچہ پیدا ہونے والا

(اگر مرجائے) تو جنت میں ہوگا اور وہ آدمی جو اپنے بھائی کی ملاقات کو جائے جو شہر کے کنارے پر رہتا ہے۔ اللہ کے لئے اس کی زیارت کرتا ہے تو وہ جنت میں ہوگا اور تمہاری عورتیں جنت میں سے ہیں جو شوہر سے محبت کرنے والی اور بچے زیادہ جننے والی ہو۔ شوہر جب غصہ ہو جائے تو اس کے پاس آئے یہاں تک کہ اپنا ہاتھ خاوند کے ہاتھ میں دے دے پھر کہے میں اس وقت تک نہ سوؤں گی یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔

(٤٤) البیہقی نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سے فرمایا بلاشبہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ عورت اپنے شوہر کی شکایت کرنے والی ہو۔

(٤٥) البیہقی نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی سے فرمایا اے میری بیٹی! کسی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے پاس نہ آئے جب وہ خواہش کرے خاوند کے منہ پر اس کی مذمت نہ کرے۔ اگر وہ اس کو حکم کرے کہ وہ منتقل ہو جائے تو سیاہ پہاڑ سے سرخ پہاڑ کی طرف یا سرخ پہاڑ سے سیاہ پہاڑ کی طرف تو اپنے شوہر کی رضا چاہو۔

عورتوں کی تین قسمیں

(٤٦) البیہقی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا عورتیں تین قسم پر ہیں ایک قسم برتن کی طرح ہے تو اٹھاتا ہے اور رکھ دیتا ہے۔ دوسری قسم جیسے اونٹ ہے خارش زدہ، تیسری قسم خاوند سے محبت کرنے والی اور بہت جننے والی کہ وہ مدد کرتی ہے اور اپنے خاوند کی اور اس کے ایمان پر یہ بہتر ہے اس کے لئے خزانے سے۔

(٤٧) ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عورتیں تین قسم ہیں: وہ عورت جو پاکدامن مسلمان، نرم مزاج، سنجیدہ، خاوند سے محبت کرنے والی بہت (بچے) جننے والی ہو جو خاوند کی مدد کرتی ہیں حادثات زمانہ کے خلاف اور وہ اپنے خاوند کے خلاف زمانے کی مدد نہیں کرتی اور (ایسی عورت) تھوڑی ہیں جو تو اس کو پائے اور ایک عورت (مثل) برتن کے ہے وہ بچے جننے کے سوا کچھ نہیں کرتی اور تیسری عورت خیانت کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب ارادہ فرماتے ہیں اس کو نکال دیں تو نکال دیتے ہیں۔

(٤٨) البیہقی نے اسماء بنت یزید الانصاریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں آئی کہ آپ اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں آپ کی طرف عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آئی ہوں اور آپ جان لیں کہ میری جان آپ کے لئے قربان ہے کوئی عورت جو مشرق میں ہو یا مغرب میں اس نے میرے آنے کے بارے میں سنا تو وہ میری رائے پر ہوگی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم عورتیں گھر میں بند ہیں تمہارے گھر کی ستون ہیں اور پورا کرنے والی ہیں تمہاری شہوتوں کو اور اٹھانے والی ہیں تمہاری اولادوں کو اپنے پیٹوں میں سے مردوں کی جماعت کو ہم پر فضیلت دیئے گئے ہو جمعہ جماعات مریضوں کی عیادت جنازوں میں حاضر ہونے اور حج کے بعد حج کرنے کے ساتھ اور اس سے افضل جہاد کرنا ہے اللہ کے راستے میں اور ایک آدمی تم میں سے جب نکلتا ہے حج کے لئے یا عمرہ کے

لئے یا اسلام سرحد کا پہرہ دینے کے لئے تو ہم تمہارے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں اور ہم تمہارے لئے کپڑے بنتی ہیں اور ہم تمہارے اموال کی نگہداشت کرتی ہیں تو کیا ہم شریک ہیں تمہارے ساتھ اجر میں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا اپنے دین کے بارے میں اس عورت کی بات سے بہتر بھی کوئی بات تم نے سنی؟ صحابہ کرام نے فرمایا یا رسول اللہ ہم نے یہ خیال نہیں کیا کہ ایک عورت اس قسم کی بات کر سکتی ہے؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا اے عورت چلی جا اور دوسری عورت کو بتادے کہ تم میں سے کسی ایک کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اس کی رضا مندی کو طلب کرنا اور اس کی موافقت کی اتباع کرنا تو سارے اعمال کے برابر ہوگا (یعنی مردوں کے ان سب اعمال کے برابر اجر ملے گا) وہ عورت خوشی سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے ہوئے واپس چلی گئی۔

خاتون خانہ کے لئے جہاد کا اجر ہے

(۴۹) البیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عورتیں آئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ اللہ کے راستہ کے راستہ میں جہاد کرنے کی وجہ سے فضیلت لے گئے ہمارے لئے کوئی عمل ہے کہ جس سے ہم مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر پالیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کا اپنے گھر میں رہ کر کام کرنا مجاہدین فی سبیل اللہ کا اجر پالیتا ہے۔

(۵۰) ابن ابی شیبہ اور حاکم (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

(۵۱) احمد نے اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ہم عورتوں میں بیٹھی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے اور ہم کو سلام پھیرا فرمایا بچو تم احسان کرنے والوں کی ناشکری سے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! احسان کرنے والوں کی ناشکری سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا شاید کہ تم میں سے کسی عورت کا بے شوہر کے رہنا والدین کے درمیان لمبا ہو جائے اور کنواری رہ جائے پھر اللہ تعالیٰ اس کو شوہر عطا فرمادیں اور اس سے مال اور اولاد بھی عطا فرمادیں پھر وہ عورت غصہ ہو اور کہے میں نے تم سے کبھی بھی خیر کو نہیں دیکھا۔

(۵۲) بیہقی نے (منقطع سند کے ساتھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے حمام پر افسوس جس کا پردہ نہ ہو اور ایسے پانی پر افسوس جو پاک نہ ہو کسی مرد کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ اس میں داخل ہو مگر رومال یعنی کپڑے کے ساتھ کہ جس سے ستر کو چھپالے۔ مسلمان کو حکم دو کہ وہ عورتیں کو آزمائش میں نہ ڈالیں (پھر فرمایا) لفظ آیت ''الرجال قومون علی النساء'' ان کو تعلیم دو اور ان کو تسبیح پڑھنے کا حکم کردو۔

(۵۳) احمد وابن ماجہ والبیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حمل اٹھانے والیاں بچہ جننے والیاں رحم کرنے والیاں (اولاد پر) اگر وہ دن ہو جو یہ اپنے خاوندوں کے ساتھ کرتی ہیں۔ تو البتہ ان میں سے نماز پڑھنے والیاں داخل ہو جائیں جنت میں۔

(۵۴) البیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! کیا بدلہ ہے عورت کے غزوہ کا؟

آپ نے فرمایا خاوند کی اطاعت کرنا اور اس کے حق کا اعتراف کرنا عورت کے لئے غزوہ کا یہی بدلہ ہے۔

(۵۵) الحکیم الترمذی نے نوادر الاصول میں والنسائی والبیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سی عورت سب سے بہتر ہے؟ تو آپ نے فرمایا جو اس کو خوش کر دے (یعنی شوہر کو) جب وہ (اس کی طرف دیکھے اور اس کی فرمانی نہ کرے جب وہ حکم کرے اور عورت اس کی مخالفت نہ کرے جس چیز کو خاوند ناپسند کرے عورت کی ذات اور اپنے مال کے بارے میں۔

(۵۶) حاکم (نے اس کو صحیح کہا) معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ شام کے ملک میں آئے تو انہوں نے نصاری کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا اپنے علماء اور درویشوں کے سامنے اور یہودیوں کو دیکھا کہ وہ بھی اپنے علماء اور اپنے درویشوں کو سجدہ کر رہے ہیں۔ پوچھا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو تو انہوں نے کہا یہ انبیاء کا تحیہ ہے میں نے کہا ہم زیادہ حقدار ہیں کہ ہم اپنے نبی کو سجدہ کریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنے انبیاء پر جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب کو بدل ڈالا اگر کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ عورت پر مرد کا بہت بڑا حق ہے اور عورت ایمان کی حلاوت نہیں پاتی یہاں تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے کیونکہ عورت پر مرد کا بہت بڑا حق ہے عورت ایمان کی حلاوت نہیں پا سکتی یہاں تک کہ وہ اپنے خاوند کا حق ادا کرے اگرچہ خاوند اونٹ کی پشت پر ہو عورت کو اپنے آپ کو حوالے کرنے کا حکم دے۔

درخت کا قدم مبارک پر بوسہ دینا

(۵۷) حاکم نے (اس کو صحیح کہا) اور بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز سکھائیے کہ جس سے یقین ہو جائے آپ نے فرمایا اس درخت کو بلاؤ اس نے اس کو بلایا تو وہ آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا پھر اس (درخت) سے آپ نے فرمایا لوٹ جاوہ لوٹ گیا پھر اس کو آپ نے اجازت فرمائی تو اس نے آپ کے سر مبارک اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(۵۸) حاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سروں سے اوپر نہیں جاتی اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آجائے اور وہ عورت جس نے اس حال مین رات گزاری کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور کسی قوم کا امام جبکہ لوگ اس کو ناپسند کریں۔

(۶۰) احمد نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ یمن میں آئے تو ایک عورت نے ان سے پوچھا کہ مرد کا حق کیا ہے اس کی بیوی پر کیونکہ میں نے اپنے گھر میں بوڑھے آدمی کو چھوڑا ہے تو انہوں نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں معاذ کی جان ہے۔ کاش کہ تو اس کی طرف لوٹ جائے اور تو پائے جذام کو کہ اس نے پھاڑ دیا ہے اس کے گوشت کو اور اس کے نتھنوں کو اور تو پائے کہ اس نے نتھنے بہار ہے ہیں پیپ کو اور خون کو پھر تو ان دونوں کو اپنے منہ میں لقمہ بنالے تا کہ تو ادا کرے اس کے حق کو تو (پھر بھی) تو اس کے حق کو ادا نہ کر سکے گی۔

(۶۱) احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بشر کو یہ لائق نہیں کہ وہ کسی بشر کو

سجدہ کرے اگر کسی بشر کو کسی بشر کے لئے سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاندوں کو سجدہ کرے اس کے بڑے حق کی وجہ سے جو اس پر ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مرد کے قدموں سے لے کر اس کے سر کی مانگ تک کوئی پھوڑا ہوتا اور اس سے پیپ اور زرد پانی جاری ہوتا پھر وہ عورت اسے چاٹ لے تب بھی عورت نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔

(٦٢) الحکیم الترمذی نے نوادر الاصول میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی جہاد پر گیا اور اپنی بیوی کو حکم دیا کہ تو گھر کے اوپر سے نیچے نہیں اترے گی اور اس کا والد نیچے گھر میں تھا جو بیمار ہو گیا اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی کو بھیجا وہ آپ کو (اس بات کی) خبر دے اور مشورہ لے آپ نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہے اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے اس کا والد وفات پا گیا پھر اس عورت نے آپ کی طرف پیغام بھیجا اور مشورہ طلب کیا تب بھی آپ نے اسے اسی طرح پیغام (جیسے پہلے بھیجا تھا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس کی نماز (جنازہ) پڑھائی۔ اور اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کی مغفرت فرما دی ہے تیرے خاوند کی اطاعت کی وجہ سے۔

(٦٣) ابن ابی شیبہ عمرو بن حارث مصطلق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ دو شخصوں کو سخت عذاب ہوگا وہ عورت کہ جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے اور کسی قوم کا امام جس کو وہ لوگ ناپسند کرتے ہوں۔

نکاح عورت کی اجازت پر موقوف ہے

(٦٤) ابن ابی شیبہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی اپنی بیٹی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا اور عرض کیا کہ یہ میری بیٹی شادی سے انکار کرتی ہے آپ نے اس سے فرمایا اپنے باپ کی اطاعت کر اس نے کہا نہیں کروں گی یہاں تک مجھے یہ بتا دیا جائے کہ خاوند کا حق اس کی بیوی پر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاوند کا حق اس کی بیوی پر یہ ہے کہ اگر خاوند کے جسم میں کوئی زخم ہو عورت اس کو زبان سے صاف کرے یا اس کے نتھنے پیپ یا خون بہاتے ہو پھر وہ اس کو زبان سے صاف کرے تب بھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا اس لڑکی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی۔ آپ نے فرمایا ان عورتوں کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح نہ کیا کرو۔

(٦٥) ابن ابی شیبہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز کو یہ لائق نہیں کہ کسی چیز کو سجدہ کرے اگر ایسا ہوتا تو عورتیں اپنے شوہروں کو سجدہ کرتیں۔

(٦٦) ابن ابی شیبہ و ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو حکم کرے کہ وہ سرخ پہاڑ سے سیاہ پہاڑ کی طرف منتقل ہو جائے یا سیاہ پہاڑ سے سرخ پہاڑ کی طرف تو اس پر ایسا لازم ہے۔

(٦٧) ابن ابی شیبہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ اے عورتوں کا گروہ اگر تم جان لیتیں کہ تم پر اپنے شوہروں کا کیا

حق ہے تو ایک عورت ان میں سے غبار کو پونچھتی اس کے چہرے سے اپنے چہرے کی سفیدی سے۔

(٦٨) ابن ابی شیبہ نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) فرمایا کرتے تھے اگر ایک عورت جذام کے مرض میں مبتلا خاوند کی ناک صاف کرے یہاں تک وہ عورت مرجائے تب بھی اس نے خاوند کا حق ادا نہیں کیا۔

(٦٩) ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لفظ آیت ''والتی تخافون نشوزہن'' کے بارے میں روایت کیا (اگر) وہ عورت نافرمانی کرتی ہے اور اپنے خاوند کے حق کو خفیف جانتی ہے اور اس کے حکم کی اطاعت نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اس کو نصیحت کرو اور اس کو اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے یاد دلاؤ اور عورت پر مرد کے حق کی عظمت کو بیان کرو اگر وہ قبول کرے (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس سے علیحدگی اختیار کرلو لیٹنے کی جگہ میں اور اس کے نکاح کو توڑے بغیر اس سے بات نہ کرو اور یہ معاملہ عورت کے لئے بڑا تکلیف دہ ہوگا۔ اگر وہ لوٹ آئے (یعنی نافرمانی سے باز آجائے تو ٹھیک) ورنہ اس کو مارو کہ جسم پر نشانات ظاہر نہ ہو اور اس کی ہڈی نہ توڑو اور اس کو زخم نہ لگاؤ (پھر فرمایا) لفظ آیت ''فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا'' یعنی اگر وہ تیری اطاعت کرے تو تم اس پر بہانے تلاش نہ کرو۔

(٧٠) ابن جریر نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ''نشوزھن'' سے مراد ہے اس کا بغض۔

(٧١) ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ''نشوز'' سے مراد ہے اس کی نافرمانی اور اس کی مخالفت۔

(٧٢) ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن'' یعنی جب عورت اپنے خاوند کے بستر پر آنے سے نافرمانی کرے (یعنی انکار کرے) تو مرد اس سے کہے اللہ سے ڈر اور بستر پر لوٹ آ اگر وہ کہنا مان لے تو پھر اس پر سختی کرنے کا کوئی حق نہیں۔

(٧٣) عبد بن حمید نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''والتی تخافون نشوزھن'' یعنی جن سے تم نافرمانی کا خوف رکھتے ہو ''فعظوھن'' یعنی ان کو زبان سے (نصیحت کرو) ''واھجروھن فی المضاجع'' اور ان کو بستروں سے الگ کرو اور خاوند اس سے بات بھی نہ کرے ''واضربوھن'' اور ان کو مارو کہ جسم پر زخم ظاہر نہ ہو لفظ آیت ''فان اطعنکم'' یعنی اگر وہ بستر کی طرف آجائے ''فلا تبغوا علیہن سبیلا'' یعنی عورت کو اس وجہ سے ملامت نہ کرو کہ وہ عورت تم سے بغض رکھتی ہے کیونکہ بغض میں نے اس کے دل میں رکھا ہے۔

(٧٤) ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ''فعظوھن'' سے مراد ہے کہ زبان سے اس کو نصیحت کرو۔

(٧٥) البیہقی نے لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک بیوی ہے اس کی زبان میں کچھ ہے یعنی بدزبانی آپ نے فرمایا اس کو طلاق دے دو میں نے عرض کیا اس میں میرا ایک بیٹا ہے اور اس کے ساتھ کافی عرصہ مصاحبت بھی رہی آپ نے فرمایا اس کو نصیحت کر اگر اس میں خیر ہوئی تو وہ قبول کرے گی۔ اور اپنی عورت کو ہرگز نہ مارو جیسے تیرا مارنا لونڈی کو (یعنی لونڈی کی طرح اس کو سخت نہ مارو)۔

(۷۶) احمد و ابوداؤد و البیہقی نے ابوحرہ رقاشی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لفظ آیت "فان خفتم نشوزھن فاھجروھن فی المضاجع" حماد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "المضاجع" سے مراد ہے نکاح (یعنی ان کو نکاح سے الگ کردو)۔

(۷۷) ابن جریر ابن المنذر نے سعید بن جبیر کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واھجروھن فی المضاجع" سے مراد ہے کہ ان سے جماع نہ کرے۔

(۷۸) ابن جریر نے عوفی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واھجروھن فی المضاجع" سے مراد ہے یعنی ان سے الگ رہو کہ (جب) مرد اور اس کی بیوی ایک ہی بستر پر ہوں تو اس سے جماع نہ کرے۔

(۷۹) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واھجروھن فی المضاجع" سے مراد ہے کہ اس کے قریب نہ جاؤ۔

(۸۰) ابن ابی حاتم نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واھجروھن فی المضاجع" سے مراد ہے اپنے بستر میں اس کو اکٹھے نہ لٹاتے۔

(۸۱) عبدالرزاق و ابن جریر نے ابو صالح کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واھجروھن فی المضاجع" سے مراد ہے کہ اپنی زبان سے اس کو چھوڑ دے (یعنی اس سے بول چال نہ کرے) اور اس سے سختی سے بات کرے لیکن اس سے جماع کو نہ چھوڑے۔

(۸۲) عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ و ابن جریر نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ "واھجروھن فی المضاجع" سے مراد ہے کہ بات چیت کرنا چھوڑ دو لیکن جماع نہ چھوڑو۔

(۸۳) ابن جریر نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اس کے پاس لیٹ جائے اور اپنی پیٹھ کو اس سے پھیر لے اور اس سے جماع کرے لیکن اس سے بات چیت نہ کرے۔

(۸۴) ابن ابی شیبہ و ابن جریر نے ابو الضحی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واھجروھن فی المضاجع" کہ وہ عورت سے یہ سلوک کرے اور اس کو مارے یہاں تک کہ وہ اس کا کہنا مان لے ساتھ لیٹنے میں اگر وہ اس کا کہنا مان لے ساتھ لیٹنے میں تو کو اس پر زیادتی کا کوئی حق نہیں۔

(۸۵) عبد بن حمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اس کو چھوڑے رکھے یہاں تک کہ وہ تیرے ساتھ ہم بستری کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر اس کو اس امر کا مکلف نہ بنا کہ وہ تیرے ساتھ محبت بھی کرے۔

(۸۶) ابن ابی شیبہ نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ "واضربوھن" سے مراد ہے ایسا مارو کہ اس پر مارنے کے نشانات ظاہر نہ ہو۔

نیکی کے کام میں نافرمانی کرے تو مارنے کی اجازت ہے

(۸۷) ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کو مارو اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں نیکی کے معاملات میں مگر ایسا نہ مارو کہ جسم پر مارنے کے نشانات ظاہر ہوں۔

(۸۸) ابن جریر نے حجاج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو الگ کردو لیٹنے کی جگہوں میں اور ان کو مارو اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں نیک کام میں اور ان کو ایسا مارو کہ مارنے کے نشانات ظاہر نہ ہوں۔

(۸۹) ابن جریر نے عطار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ضرب غیر مبرح سے کیا مراد ہے؟۔ تو انہوں نے فرمایا مسواک اور اس جیسی چیزوں کے ساتھ مارو۔

(۹۰) عبدالرزاق وابن سعد وابن المنذر والحاکم والبیہقی نے ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی باندیوں کو نہ مارو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اس بات نے) عورتوں کو اپنے شوہروں کی نافرمانی پر جری کر دیا اس کو ماننے میں رخصت دے دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس بہت عورتوں نے چکر لگایا اور اپنے شوہروں کی شکایت کر رہی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ تم میں سے بہتر نہیں ہیں۔

(۹۱) ابن سعد والبیہقی نے ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مردوں کو عورتوں کے مارنے سے روک دیا گیا پھر مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی پھر ان کے اور ان کے مارنے کے درمیان راستہ چھوڑ دیا (یعنی مارنے کی اجازت دے دی گئی) پھر آپ نے فرمایا ان میں سے بہترین لوگ کبھی عورت کو نہیں ماریں گے۔

(۹۲) ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، اور نسائی نے عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو مارتا ہے جیسے غلام کو مارا جاتا ہے پھر دن کے آخر میں اس سے جماع بھی کرتا ہے؟

(۹۳) عبدالرزاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ اپنی بیوی کو غلام کی طرح مارتا ہے دن میں اول حصہ میں اور پھر آخری حصہ میں اس سے جماع کرتا ہے۔

(۹۴) عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ وہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے آپ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور اللہ کا ذکر اور وعظ ونصیحت کرنے کے بعد فرمایا یہ کون سا دن سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟ کون سا دن سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟ کون سا دن سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟ لوگوں نے کہا حج اکبر کا دن ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تمہارے خون اور تمہاری مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن یہ شہر اور یہ مہینہ حرمت والا ہے۔ خبردار ہر زیادتی کرنے والا اپنی ذات پر ہی زیادتی کرتا ہے خبردار کوئی والد اپنی اولاد پر زیادتی نہ کرے۔ اور نہ اولاد اپنے والد پر زیادتی کرے۔

عورتوں سے متعلق خیر کی وصیت

خبردار، مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کی کسی چیز میں سے حلال نہیں مگر وہ جس کی وہ خود اجازت دے خبردار ہر سود زمانہ جاہلیت کا ختم کیا جاتا ہے تمہارے لئے اصل مال ہے کہ نہ ظلم کرو نہ ظلم کئے جاؤ گے مگر عباس بن عبدالمطلب کا

تمام سود ختم کیا جاتا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت کے تمام خون ختم کئے جاتے ہیں اور پہلا خون جاہلیت کے خون میں سے حارث بن عبد المطلب کا خون ہے جو میں معاف کرتا ہوں جو بنولیث میں دودھ پیتے تھے اور اس کو بنو ہذیل نے قتل کر دیا تھا خبردار عورتوں کے بارے میں میں تم کو خیر کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تمہاری خادمائیں ہیں اور تم ان میں سے کسی چیز کے مالک نہیں ہو مگر یہ کہ وہ بدکاری کریں اگر وہ ایسا کریں تو ان کو الگ کر دو بستروں سے اور ان کو ایسا نہ مارو کہ ان کے جسم پر زخم نظر آئے (پھر فرمایا) لفظ آیت "فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا" (یعنی اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں تو ان پر پھر کوئی الزام نہ لگاؤ) خبردار تمہارا حق تمہاری عورتوں پر ہے اور تمہاری عورتوں کا حق تم پر ہے۔ پس تمہارا حق تمہاری عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یعنی ان کو اچھا لباس اور اچھا کھانا دو۔

(۹۵) البیہقی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی سے اس کی بیوی کے مارنے کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

(۹۶) عبد بن حمید نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا لفظ آیت "فلا تبغوا علیهن سبیلا" سے مراد ہے کہ تو عورت کو اس وجہ سے ملامت نہ کر کہ وہ تجھ کو پسند نہیں کرتی کیونکہ بغض کو میں نے اس کے دل میں کر دیا ہے۔

(۹۷) عبد الرزاق وابن جریر نے سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فان اطعنکم" سے مراد ہے کہ اگر وہ بستر پر آجائے اس حال میں کہ وہ اس سے بغض رکھتی ہے "فلا تبغوا علیهن سبیلا" تو اس پر کوئی راہ تلاش نہ کرو اور اسے اس بات کا مکلف نہ بناؤ کہ وہ خوف سے محبت کرے اس لئے کہ اس کا دل اس کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

(۹۸) ابن ابی شیبہ و بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے اور شوہر نے غصہ کی حالت میں رات گزاری تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے ہیں۔

(۹۹) ابن ابی شیبہ اور ترمذی (نے اس کو حسن کہا) والنسائی والبیہقی نے طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لئے بلائے تو اس کو چاہئے کہ اس کی حاجت پوری کرے اگر چہ وہ تنور پر (بیٹھی) ہو۔

(۱۰۰) ابن سعد نے طلق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنے شوہر کو (وطی سے) منع نہ کرے اگر چہ وہ اونٹ کی پشت پر ہو۔ (تفسیر درمنثور، سورہ نساء، ۳۴، بیروت)

بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنْ غَضِّ الْبَصَرِ

باب: نگاہ نیچی رکھنے کا حکم ہونا

2148 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ،

عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ، عَنْ جَرِیْرٍ، قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظْرَةِ الْفَجْاَةِ؟ فَقَالَ: اصْرِفْ بَصَرَكَ

❀❀ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (اجنبی عورت پر) اچانک نظر پڑنے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نظر پھیر لو۔

غض بصر کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں

قرآن وحدیث میں نظر کی حفاظت کی بڑی تاکید اور فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ} (۱)

''ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کو بھی محفوظ رکھیں یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ ہے بیشک اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں''۔ اور اسی طرح عورتوں کو بھی غض بصر کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ} (۲)

''اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں''۔ حقیقت یہ ہے کہ ''بدنظری'' ہی ''بدکاری'' کے راستے کی پہلی سیڑھی ہے۔ اسی وجہ سے ان آیات میں نظروں کی حفاظت کے حکم کو ''حفاظتِ فرج'' کے حکم پر مقدم رکھا گیا ہے۔ اور نیز عورتوں کی محبت اور دل میں ان کی طرف خواہش فطرت کا تقاضا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: {زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ} (۳)

''لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے جیسے عورتیں''۔ اس لیے نظر کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ چونکہ آنکھوں کی آزادی اور بے باکی خواہشات میں انتشار پیدا کرتی ہے۔ اسی لیے ایک حدیث میں بدنظری کو آنکھوں کا زنا قرار دیا گیا۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (فزنا العین النظر) (۴)

''آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے''۔ راستے میں مجلس جما کر بیٹھنے سے اس وجہ سے منع کیا گیا کہ وہ عام گزرگاہ ہے ہر طرح کے آدمی گزرتے ہیں، نظر بے باک ہوتی ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی پر پڑے اور وہ برائی کا باعث بن جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو'' صحابہ نے اپنی مجبوری پیش کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم کو جب کوئی مجبوری ہو تو راستہ کا حق ادا کرو'' صحابہ نے سوال کیا راستہ کا حق کیا ہے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نگاہ نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کا ہٹانا، سلام کا جواب دینا اور بھلی بات کا حکم دینا اور بری بات سے منع کرنا''۔ (۵)

حدیث میں نظر کو شیطانی زہر آلود تیر قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ فرماتے ہیں: ''بدنظری شیطان

2148-اسنادہ صحیح. محمد بن کثیر: هو العبدی، وسفیان: هو ابن سعید الثوری، وابو زرعة: هو ابن عمرو بن جریر البجلی. واخرجه مسلم (2159)، والترمذی (2981)، والنسائی فی "الکبری" (9189) من طرق عن یونس بن عبید، بهذا الاسناد. وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح. وهو فی "مسند احمد" (19160)، و"صحیح ابن حبان" (5571).

کے زہر آلود تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے جو شخص اس کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑ دے میں اس کو ایک ایسی ایمانی قوت دوں گا جس کی شیرینی وہ اپنے دل میں پائے گا"۔(۶)

مندرجہ بالا نصوص حفاظت نظر کی اہمیت پر روشنی ڈال رہی ہیں۔ بدنظری کے نقصانات نگاہ کا غلط استعمال، بہت سارے فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب ہے۔ بدنظری کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے حسرت و افسوس اور رنج و غم کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ کئی دفعہ نظر کا تیر دیکھنے والے کو خود ہی لگ کر اس کے دل و دماغ کو زخمی کر دیتا ہے۔

حافظ ابن قیم (م۔۷۵۱ھ) لکھتے ہیں: تمام حادثات کی ابتداء نظر سے ہوتی ہے۔ اور بڑی آگ چھوٹی چنگاریوں سے ہوتی ہے۔ کتنی ہی نظریں ہیں جو نظر والے کے دل میں چبھ جاتی ہیں۔ جیسا کہ کمان اور تانت کے درمیان تیر ہوتا ہے۔(۷)

یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا کہ بدنظری انسان کے لیے نقصان دہ ہے۔ اسی لیے شریعت نے عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے "غض بصر" کا حکم دیا ہے۔ غض بصر کے حکم کا تحقیقی جائزہ قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں دونوں کو "غض بصر" کا حکم دیا گیا مگر جمہور فقہاء نے اس حکم میں مرد و عورت کے درمیان فرق کیا ہے۔ پہلے مردوں کے لیے "غض بصر" کے حکم میں اہل علم کا موقف ذکر کر کے پھر عورتوں کے لیے اس حکم کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

مردوں کے لیے غض بصر کا حکم

اس پر اجماع ہے کہ مرد کے لیے دوسرے مرد کے "ستر" کے علاوہ پورے جسم کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔(۸)

اس پر بھی اہل علم کا اجماع ہے کہ بے ریش لڑکے کو لذت اور اس کی خوبصورتی سے متمتع ہونے کے ارادہ سے دیکھنا حرام ہے۔(۹)

مردوں کا عورتوں کی طرف دیکھنے کی تین صورتیں ہیں:

☆ مرد کا اپنی بیوی کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ ☆ مرد اپنی ذی محرم عورتوں کے مواضع زینت کو دیکھ سکتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک مواضع زینت میں، سر، چہرہ، کان، گلا، سینہ، بازو، کلائی، پنڈلی، ہتھیلی اور پاؤں شامل ہیں۔(۱۰) ☆ مرد کا اجنبیہ عورت کی طرف نظر کرنا اس میں تفصیل ہے۔

اجنبیہ عورت کی طرف جواز نظر کی اتفاقی صورتیں:

درج ذیل صورتوں میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ اجنبیہ عورت کے چہرہ کو دیکھنا جائز ہے۔ ۱۔ اگر مرد کسی عورت سے شادی کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کے لیے اس عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۵۸۷ھ) لکھتے ہیں۔"جو شخص کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہو تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ اس عورت کے چہرہ کی طرف دیکھے"۔(۱۱)

بلکہ ایسی عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنے میں جمہور فقہاء کا اتفاق ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۶۷۶ھ) مخطوبہ عورت کی طرف جواز نظر والی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اور اس حدیث میں ہے کہ عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا اس شخص کے لیے مستحب ہے جو نکاح کا ارادہ رکھتا ہو اور یہی ہمارا (شوافع کا) مذہب ہے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تمام اہل کوفہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ سمیت جمہور علماء کا ہے''۔(۱۲)

۲۔طبیب بغرض علاج اجنبیہ کو دیکھ سکتا ہے۔امام رازی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: ''شریف الطبع طبیب کے لئے عورت کی طرف بغرض علاج نظر کرنا جائز ہے۔''(۱۳)

۳۔گواہ عورت کے خلاف گواہی دیتے وقت اور قاضی عورت کے خلاف فیصلہ کرتے وقت اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں: ''اگر شہوت کا خوف ہو یا شہوت کا شک ہو تو اس صورت میں عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔البتہ ضرورت کے وقت دیکھنا جائز ہے مثلاً قاضی کا فیصلہ سناتے یا گواہ کا گواہی دیتے وقت دیکھنا''۔(۱۴)

۴۔ہنگامی حالات میں مثلاً کوئی عورت پانی میں ڈوب رہی ہے یا آگ میں جل رہی ہے تو اس کی جان بچانے کے لیے اس کی طرف دیکھا جا سکتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اگر عورت پانی میں ڈوب رہی ہو، آگ میں جل رہی ہو تو اس کی جان بچانے کے لیے اس کے بدن کی طرف دیکھنا جائز ہے''۔(۱۵)

اور اس کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے مزید یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ زلزلہ، سیلاب، چھتوں کا گرنا، آسمانی بجلی کا گرنا، چوری یا ڈکیتی کے وقت بھی افراتفری کے عالم میں یہی حکم ہوگا۔ ۵۔معاملہ کرتے وقت یعنی اشیاء کے لینے دینے اور خرید و فروخت کے وقت بھی عورت کے چہرہ کی طرف نظر کی جا سکتی ہے۔امام کاسانی لکھتے ہیں: ''اشیاء کے لینے اور دینے کی ضرورت کی وجہ سے اجنبیہ کے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف نظر کرنا جائز ہے''۔(۱۶)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''خرید و فروخت کی ضرورت کے وقت عورت کی طرف نظر کرنا جائز ہے''۔(۱۷)

اور اس کی وجہ یہی ہے کہ بائع یا مشتری معاملہ کرتے وقت اس عورت کو پہچان لے تا کہ اگر کسی نقصان کی وجہ سے وہ چیز واپس کرنی پڑے یا بعد میں قیمت وصول کرنی ہو تو دوسری عورتوں سے الگ شناخت کی جا سکے۔(۱۸)

جبکہ بعض اہل علم کی رائے میں خرید و فروخت کے وقت عورت کا چہرہ کھولنا یا مرد کا دیکھنا جائز نہیں ہے چونکہ یہ ایسی ضرورت نہیں کہ جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔اس لیے کہ عورتیں بیع و شرا نقاب و حجاب کے ساتھ بھی کر سکتی ہیں۔(۱۹)

اور یہی بات عصر حاضر کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ آج کل تو با قاعدہ خریدی ہوئی چیز کی رسید اور بل مل جاتا ہے جس سے اس چیز کے واپس کرنے میں مزید کسی شناخت کی ضرورت نہیں ہے۔اجنبیہ عورت کی طرف نظر کرنے کے بارے میں اختلافی صورت: مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ بغیر کسی حاجت اور ضرورت کے اجنبیہ کی طرف دیکھنے میں جمہور فقہاء اور حنفیہ کے درمیان اختلاف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک شہوت سے بے خوف ہونے کی صورت میں اجنبیہ عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے، مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فتنہ اور شہوت کا خوف ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں بلاضرورت اجنبیہ عورت کی طرف دیکھنا ناجائز ہے۔ ائمہ کے مؤقف کی تفصیل اور دلائل کے نقل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ فتنہ اور شہوت کا مفہوم واضح کیا جائے تاکہ بات کا سمجھنا آسان ہو۔

فتنہ کا معنی

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں: قوله بل لخوف الفتنة ای الفجور بهاقاموس اوالشهوة(۲۰)"فتنہ سے مراد گناہ یا شہوت ہے"۔

شہوت کی تعریف:

علامہ شامی لکھتے ہیں: انهامیل القلب مطلقا(۲۱)"شہوت دل کے مائل ہونے کا نام ہے"۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بیان الشهوة التی هی مناط الحرمة ان یتحرك قلب الانسان ویمیل بطبعه الی اللذة(۲۲)"

شہوت کا بیان جس پر حرمت کا مدار ہے وہ یہ کہ انسان کے دل میں حرکت پیدا ہو اور طبیعت لذت کی طرف مائل ہو جائے"۔ مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ کسی خوبصورت چہرہ کی طرف دیکھنے سے خواہ وہ عورت کا ہو یا بے ریش لڑکے کا دل کی کیفیات کا متحرک ہونا اور قلبی میلان اور رجحان کے ساتھ طبیعت کا حصول لذت کی طرف مائل ہونا شہوت کہلاتا ہے۔ اجنبیہ عورت کی طرف دیکھنے کے بارے میں جمہور علماء کا تفصیلی مؤقف درج ذیل ہے۔

مالکیہ کا مؤقف:

علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ الجد مالکی (م۔۵۲۰ھ) لکھتے ہیں: "اور مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ نوجوان عورت کی طرف نظر کرے سوائے گواہی یا علاج وغیرہ کی مجبوری حالت کے"۔(۲۳)

قاضی امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مالکی (م۔۵۴۳ھ) لکھتے ہیں: "آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ عورت کی طرف دیکھے"۔(۲۴)

شوافع کا مؤقف:

امام ابو اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۴۷۶ھ) لکھتے ہیں: "بلاضرورت اجنبی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اجنبیہ کی طرف دیکھے"۔(۲۵)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۵۰۵ھ) لکھتے ہیں: "اجنبیہ عورت کی طرف نظر کرنا مطلقاً حرام ہے"(۲۶)

حنابلہ کا مؤقف:

شیخ الاسلام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ (م۔۶۲۰ھ) لکھتے ہیں: "امام احمد کے ظاہری کلام کے مطابق آدمی کا اجنبیہ عورت کے

پورے جسم کی طرف بلا وجہ دیکھنا حرام ہے۔''(۲۷)

جمہور فقہا کے دلائل

آیت کریمہ: {قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ} (۲۸) ''ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں''۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۲۰۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والوں پر فرض کیا کہ وہ اس چیز کو نہ دیکھیں جس کا دیکھنا اللہ نے حرام قرار دیا اور جس کے دیکھنے سے منع کیا اس سے آنکھوں کو جھکایا جائے''۔(۲۹)

آیت کریمہ: {وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ} (۳۰)

''اور جب تمہیں ان (نبی کی بیویوں) سے کوئی چیز مانگنا (یا کچھ پوچھنا) اور تو تم پردے کے پیچھے سے مانگا اور پوچھا) کرو۔''

امام قرطبی (م۔ ۶۷۱ھ) لکھتے ہیں: ''یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے ضرورت پڑنے پر پردے کے پیچھے سے سوال کرنے یا مسئلہ پوچھنے کی اجازت دی ہے اور اس حکم میں تمام مسلمان عورتیں داخل ہیں۔''(۳۱)

معلوم ہوا مردوں کے لیے عورتوں کو دیکھنا جائز نہیں اس لیے پردے کی آڑ میں عورتوں سے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جس کو یقیناً پائے گا۔ پس آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا دیکھنا ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں ان کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں ان کا زنا چلنا ہے اور نفس زنا کی تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔''(۳۲)

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے علی نظر کی پیروی مت کر اس لیے کہ پہلی نظر تو جائز ہے مگر دوسری نگاہ جائز نہیں۔''(۳۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ''بے شک نبی کریم ﷺ نے فضل کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا آپ کو قبیلہ خثعم کی ایک لڑکی ملی، آپ ﷺ نے فضل رضی اللہ عنہ کی گردن دوسری طرف موڑ دی، اس پر ان کے والد عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے اپنے چچازاد بھائی کی گردن کیوں پھیر دی، آپ نے ﷺ فرمایا میں نے نوجوان مرد اور عورت کو دیکھا تو میں ان پر شیطان سے بے خوف نہیں ہوا۔''(۳۴)

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ ''اچانک'' نظر پڑ جائے تو کیا کروں، آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا۔ (ان اصرف بصری)(۳۵)

''میں اپنی نظر پھیر لوں۔'' {وہ احادیث جن میں نکاح سے پہلے عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔(۳۶)

اگر عورتوں کی طرف نظر کرنا مطلقاً جائز ہوتا تو پھر نکاح کے ارادہ کے ساتھ دیکھنے کی تخصیص کیوں کی گئی؟(۳۷)

یہ تمام دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اجنبیہ عورت کی طرف بلا ضرورت دیکھنا ناجائز ہے۔ چنانچہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مردوں کے لیے غض بصر کا حکم لازمی ہے اور استثنائی صورتوں کے علاوہ اجنبیہ عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام

ہے فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''بعض حضرات نے فتنہ سے امن میں ہونے کی صورت میں عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور وہ بعید ہے۔ اس لیے کہ شہوت اور فتنہ کا خوف باطنی معاملہ ہے لہٰذا موت کے ساتھ حکم کو منضبط کرنا یہ اسباب ظاہرہ میں سے ہے اور مصلحت کے زیادہ قریب ہے''۔ (۳۸)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ عورت کی طرف نظر کرنے کو فتنہ سے امن میں ہونے کی صورت میں جائز قرار دیا جائے تو ایسا ممکن نہیں۔ اس لیے کہ شہوت اور فتنہ کے خوف کا تعلق انسان کے ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے ہے اور کسی کے باطن میں کیا ہے؟ کوئی دوسرا فرد نہیں جانتا۔ چنانچہ فتنہ کے خوف کو ضابطہ بنانے کی بجائے اگر یہ ضابطہ بنایا جائے کہ عورت کی طرف ہی بلا وجہ نظر کرنا جائز نہیں تو یہ اسباب ظاہرہ اور مصلحت کے زیادہ قریب ہے۔

اجنبیہ عورت کے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف نظر کرنا مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حرام ہے۔ عام ازیں فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو اور ان حضرات کا خیال ہے کہ خوبصورت چہرہ کی طرف دیکھنا فتنہ کو لازم کرتا ہے اور عام طور پر دل میں میلان پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اجنبیہ کی طرف نظر کرنا، خود فتنہ کے قائم مقام ہے۔ جس طرح کہ نیند کو خروج ریح کے احتمال کی وجہ سے اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے اور محض سونے سے وضو کے ٹوٹنے کا حکم لگا دیا جاتا ہے برابر ہے کہ ریح کا خروج ہو یا نہ ہو اور اس طرح خلوت صحیحہ عورت کے ساتھ وطی کے قائم مقام ہے تمام احکام میں (۳۹)

عام ازیں اس خلوت میں وطی پائی گئی ہو یا نہ پائی گئی ہو۔'' (۴۰) معلوم ہوا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مرد کے لیے اجنبیہ عورت کے چہرہ کی طرف بلا ضرورت نظر کرنا جائز نہیں اور اس کی وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ اکثر حالات میں خوبصورت عورت کا چہرہ دیکھ کر انسان اس کی طرف مائل ہو کر فتنہ میں واقع ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جس طرح نیند کو خروج ریح کے قائم مقام قرار دے کر وضو ٹوٹنے کا حکم لگایا جاتا ہے خواہ ہوا خارج ہو یا نہ ہو اور خلوت صحیحہ (۴۱) میں وطی نہ پائی گئی ہو مگر اس خلوت کو وطی کے قائم مقام کر کے احکام جاری کئے جاتے ہیں (۴۲)

اسی طرح عورت کی طرف نظر کرنے سے انسان فتنہ میں پڑ سکتا ہے لہٰذا اجنبیہ کی طرف نظر کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص فتنہ میں واقع ہو جائے۔ حنفیہ کا موقف حنفیہ کے نزدیک بلا شہوت اجنبیہ عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔

امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں: ''اجنبی کے لیے عورت کے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف شہوت کے بغیر دیکھنا جائز ہے۔'' (۴۳)

امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اجنبی کے لیے آزاد اجنبیہ کے چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ باقی بدن کی طرف نظر کرنا حلال نہیں ہے۔'' (۴۴)

علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۵۹۳ھ) لکھتے ہیں: ''اور آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اجنبیہ کی طرف دیکھے سوائے چہرہ اور ہتھیلی کے۔'' (۴۵)

حنفیہ کے دلائل:

آیت غض بصر {قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ} (۴۶) میں مردوں کو ''غض بصر'' کا حکم دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبیہ کی طرف بالکل دیکھنا جائز نہیں، مگر حنفیہ نے سورۃ النور کی درج ذیل آیت کی وجہ سے چہرہ اور ہتھیلیوں کا استثنا کیا ہے۔ آیت کریمہ: {وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا} (۴۷) ''اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے''۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے {الا ماظھر منھا} کی تفسیر سرمہ اور انگوٹھی سے کی ہے۔ (۴۸)

سرمہ چونکہ آنکھ میں ڈالا جاتا ہے اور انگوٹھی ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا زینت ظاہرہ سے مراد چہرہ اور ہتھیلی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت بھی ہے جس میں آپ نے {الا ماظھر منھا} کی تفسیر ہتھیلی اور چہرہ سے کی ہے (۴۹) چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ باقی اعضاء اس ''نہی'' کے حکم میں داخل ہیں۔ (۵۰)

چنانچہ اجنبی مرد کے لیے اجنبیہ کے چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ باقی جسم کی طرف نظر کرنا حلال نہیں، لیکن اگر عورت کی طرف نظر کرنے میں شہوت کا اندیشہ ہو تو پھر عورت کے چہرہ کو بھی دیکھنا حلال نہ ہوگا۔

شمس الائمہ سرخسی (م۔ ۴۸۳ھ) اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اور یہ ساری تفصیل اس وقت ہے جب مرد کی وہ نظر شہوت سے نہ ہو، لیکن اگر وہ یہ جانتا ہو کہ اگر اس نے عورت کی طرف نظر کی تو اس کے دل میں اس کی طرف رغبت پیدا ہو جائے گی تو ایسی صورت میں اس مرد کے لیے عورت کے کسی عضو کو بھی دیکھنا حلال نہ ہوگا۔ یہی حکم اس صورت میں ہے جب مرد کی غالب رائے یہ ہو کہ اگر اس نے عورت کی طرف نظر کی تو اس کے دل میں اس کی طرف میلان ہو جائے گا کیونکہ جس چیز کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکتے ہوں، اس کے اندر غالب رائے یقین کا درجہ رکھتی ہے۔'' (۵۱)

امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''زینت ظاہرہ کی جگہوں کی طرف نظر اس وقت حلال ہے جب وہ بغیر شہوت کے ہو اور اگر وہ نظر شہوت سے ہو تو پھر حلال نہ ہوگی، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، آنکھیں زنا کرتی ہیں (۵۲) اور آنکھوں کا زنا شہوت والی نظر سے ہوتا ہے۔ اور شہوت بھری نظر حرام میں واقع ہونے کا سبب ہے لہٰذا وہ حرام ہوگی سوائے مجبوری کی حالت میں۔'' (۵۳)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے شہوت کے ساتھ کسی عورت کے محاسن کی طرف نظر کی تو قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں سیسہ ڈالا جائے گا۔'' (۵۴)

مذکورہ دلائل کی بناء پر حنفیہ کے نزدیک فتنہ اور شہوت کا خوف نہ ہونے کی صورت میں عورت کے چہرہ کی طرف نظر کی جا سکتی ہے اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر عورت کا چہرہ دیکھنا منع ہوگا اس لیے کہ عورت کی اصل خوبصورتی اس کے چہرہ میں ہے۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عورت کی طرف دیکھنے کی حرمت فتنہ کے خوف کی وجہ سے ہے اور عورت کے اکثر محاسن اس کے چہرہ ہی میں ہوتے ہیں، اس لیے دوسرے اعضاء کی طرف دیکھنے کے مقابلے میں چہرہ کی طرف دیکھنے میں فتنہ کا خوف

زیادہ ہے۔''(۵۵)

اور اگر فتنہ کا خوف نہیں ہے تو پھر عورت کی طرف دیکھنا بھی حرام نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس زمانے میں بے راہ روی اور عریانی، فحاشی کا سیلاب نہایت تیزی کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے اور اس شرط کا موجودہ زمانہ میں پایا جانا مشکل ہے اس لیے متاخرین حنفیہ (۵۶) نے مطلقاً عورت کے چہرے کی طرف دیکھنے سے منع کیا ہے۔

امام حصکفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اگر شہوت کا خوف ہو یا شہوت کا شک ہو تو اس صورت میں عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے۔ پس نظر کا حلال ہونا مقید ہے شہوت نہ ہونے کے ساتھ وگرنہ حرام ہے۔ یہ حکم ان پہلے فقہاء کے زمانہ کا ہے اور جہاں تک ہمارے اس دور کا تعلق ہے، اس میں نوجوان عورت کی طرف نظر کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔''(۵۷)

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مرد کے لیے عورت کی طرف بلاضرورت دیکھنا جائز نہیں اور متقدمین حنفیہ کے نزدیک فتنہ سے امن میں ہونے کی صورت میں مرد کے لیے اجنبیہ عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے مگر چونکہ مگر اب وہ حالات نہیں رہے، عریانی اور فحاشی بڑھتی جا رہی ہے اس لیے متاخرین حنفیہ کے نزدیک بلاضرورت مرد کا اجنبیہ عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں، چنانچہ اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ جمہور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرد کے لیے بلاضرورت اجنبیہ عورت کی طرف دیکھنا ناجائز ہے۔ عورتوں کے لیے غض بصر کا حکم ☆ عورت دوسری عورتوں کا ''ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصہ'' کے ماسوا جسم دیکھ سکتی ہے۔(۵۸)

عورتوں کے مردوں کو دیکھنے کی چار صورتیں ہیں جن میں سے تین بالاتفاق جائز ہیں اور چوتھی میں اختلاف ہے۔ ☆ عورت اپنے شوہر کا وہ تمام بدن دیکھ سکتی ہے جو مرد اپنی بیوی کا دیکھ سکتا ہے۔ ☆ عورت اپنے محرم مردوں کا ''ستر'' کے ماسوا تمام جسم دیکھ سکتی ہے۔(۵۹) ☆ عورت کے لیے پیغام نکاح دینے والے مرد کو نکاح سے پہلے دیکھنا جائز ہے۔(۶۰)

☆ اجنبی مرد کی طرف نظر کرنے کا مسئلہ اختلافی ہے۔ اس مسئلہ میں تو تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ''شہوت'' کے ساتھ عورت کا مرد کو دیکھنا حرام ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: واما نظر المراۃ الی وجہ الرجل الاجنبی فان کان بشھوۃ فحرام بالاتفاق (۶۱) ''اور بہر حال عورت کا اجنبی مرد کے چہرے کو دیکھنا اگر شہوت سے ہو تو بالاتفاق یہ دیکھنا حرام ہے۔'' لیکن اگر عورت کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا بلا شہوت ہو تو اس بارے میں جمہور فقہاء اور شوافع کے درمیان اختلاف ہے۔

جمہور کا موقف جمہور کے نزدیک عورت کے لیے اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے جبکہ شوافع کے نزدیک حرام ہے۔ ائمہ کا تفصیلی موقف درج ذیل ہے۔

حنفیہ کا موقف:

امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عورت کے لیے اجنبی مرد کے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے تک نظر کرنا حلال نہیں اور اس کے ماسوا کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''(۶۲)

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اسی طرح عورت دیکھتی ہے مرد کو جیسا کہ مرد کا مرد کی طرف نظر کرنا ہے اگر عورت شہوت

سے امن میں ہو، پس اگر عورت شہوت سے امن میں نہ ہو یا عورت کا مرد کی طرف نظر کرنے سے فتنہ کا خوف ہو یا شک ہو تو پھر عورت کا مرد کو دیکھنا حرام ہے۔'' (۶۳)

مالکیہ کا مؤقف:

قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی (م۔۴۷۴ھ) لکھتے ہیں: ''عورتوں کے لیے مرد کی طرف نظر کرنے میں کوئی حرج نہیں، ان عمومی حالات میں جن میں وہ مرد بیٹھا ہوا ہے اور لوگوں کے درمیان کام کاج کر رہا ہے۔'' (۶۴)
علامہ ابن رشد الجد لکھتے ہیں: ''عورت کے لیے جائز ہے، اجنبی مرد کے ان اعضاء کی طرف دیکھنا جو آدمی اپنی محرم عورت کے دیکھ سکتا ہے۔'' (۶۵)

حنابلہ کا مؤقف:

حنابلہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں: شیخ الاسلام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عورت کا مرد کی طرف دیکھنے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق عورت پر مرد کے بدن کا وہ حصہ دیکھنا حرام ہے جو مرد کے لیے عورت کا دیکھنا حرام ہے، اور دوسری روایت کے مطابق عورت کا ''ستر'' کے ماسوا دیکھنا جائز ہے''۔ (۶۶) اور اسی روایت کو ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح دی ہے۔ (۶۷)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م۔۲۵۶ھ) کا رجحان بھی جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب قائم کیا: باب نظر المرأة الی الحبش و نحوهم من غير ريبة (۶۸) ''شکوک وشبہات نہ ہونے کی صورت میں عورت کا حبشیوں وغیرہ کا کھیل دیکھنے کا بیان۔'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب قائم کر کے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر کی جس میں ان کا حبشیوں کے کھیل کو دیکھنے کا ذکر ہے۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (م۔۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: ''امام بخاری کے اس ترجمۃ الباب سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف اس طرف گئے ہیں کہ عورت کا اجنبی مرد کی طرف نظر کرنا جائز ہے لیکن مرد کا اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا جائز نہیں ہے۔'' (۶۹)

اجماع کا قول:

امام ابن قتیبہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ (م۔۲۷۶ھ) نے عورتوں کے مردوں کی طرف نظر کے جواز کے بارے میں اجماع کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''اور لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورتوں کے لیے مردوں کی طرف دیکھنا حرام نہیں ہے جبکہ وہ خود پردے میں ہوں۔'' (۷۰)
''حافظ ابن قطان اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا عورت کا مرد کے چہرہ کی طرف نظر کرنے کے جواز کے بارے میں کسی نے اختلاف کیا اور جبکہ عورت کا وہ دیکھنا نہ لذت کے ارادہ سے ہو اور نہ ہی فتنہ کا خوف ہو۔'' (۷۱) معلوم ہوا جمہور فقہاء کے نزدیک عورت کے لیے فتنہ کے خوف کے بغیر مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

جمہور فقہاء کے دلائل:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ''حجۃ الوداع کے سال قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے باپ پر حج اس حال میں فرض ہوا ہے کہ وہ بہت بوڑھا ہو گیا ہے اور سواری پر سیدھا نہیں بیٹھ سکتا اگر میں اس کی طرف سے حج کروں تو کیا حج ادا ہو جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فضل اُس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت فضل رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے لگی پس نبی کریم ﷺ نے فضل کا چہرہ دوسری جانب پھیر دیا'' (۷۲) ترمذی کی روایت میں ہے: ☆ ''حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے اپنے چچازاد بھائی کی گردن کیوں پھیر دی، آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جوان مرد اور عورت کو دیکھا تو میں ان پر شیطان سے بے خوف نہیں ہوا۔'' (۷۳) آپ نے اس عورت کا چہرہ نہیں پھیرا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے مرد کو دیکھنا جائز ہے۔

امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: ''امام داودی نے کہا اس حدیث میں احتمال ہے کہ عورتوں کے لیے مردوں کے چہروں سے نگاہ نیچی کرنا واجب نہیں ہے۔'' (۷۴) ☆ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو جب ان کے شوہر نے تین طلاقیں دیدیں تو آپ ﷺ نے ان کو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا وہ فرماتی ہیں: ''آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ام شریک کے ہاں عدت گزاروں لیکن پھر آپ نے فرمایا ام شریک کے ہاں تو مہاجرین کا آنا جانا ہے تم ابن مکتوم کے گھر عدت گزارو۔ کیونکہ اگر وہاں تمہیں کپڑے وغیرہ اتارنے پڑ جائیں تو تمہیں دیکھنے والا کوئی نہیں''۔ (۷۵) یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کے لیے مرد کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''پس اگر عورت کا مرد کی طرف نظر کرنے کا حکم ایسا نہ ہوتا جیسا کہ مرد کے لیے اپنی ذی محرم عورتوں کو دیکھنا تو نبی کریم ﷺ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے لیے ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے پاس عدت گزارنے کو جائز قرار نہ دیتے اور یہ بات بالکل واضح ہے۔'' (٦٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: (رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسترنی بردائہ وانا انظر الی الحبشۃ یلعبون فی المسجد حتی اکون انا التی اسام فاقدرو اقدر الجاریۃ الحدیثۃ السن الحریصۃ علی اللھو) (۷۷) ''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے اپنی چادر سے میرے سامنے پردہ کر دیا اور میں حبشیوں کو مسجد میں کھیلتے ہوئے دیکھتی رہی، یہاں تک کہ خود ہی تھک کر ہٹ گئی۔ تم خود ہی اندازہ کر لو کہ کم سن اور کھیل کود کی شوقین لڑکی کتنی دیر تک کھڑی رہ سکتی ہے''۔ معلوم ہوا کہ عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے مگر مرد کے لیے عورت کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

حدیث میں ہے: ''حضور ﷺ عید کے خطبہ سے فارغ ہو کر عورتوں کی طرف گئے اور ان کو وعظ و نصیحت کی، بلال رضی اللہ عنہ ساتھ تھے آپ ﷺ نے ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔'' (۷۸) اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ کرو کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں، عورتوں کے درمیان سے ایک سرخی مائل سیاہ رخساروں والی عورت نے کھڑے ہو کر عرض کیا کیوں یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا: کیونکہ تم شکوہ اور شوہر کی ناشکری زیادہ کرتی ہو، حضرت جابر فرماتے ہیں وہ اپنے

زیوروں کو صدقہ کرنا شروع ہوگئیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔"(۷۹)
مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا جب عورتیں حضور ﷺ کا وعظ سنتی تھیں یقینی بات ہے کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھتی ہوں گی اور جس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں وہ زیورات ڈال رہی تھیں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بھی نظر پڑتی ہوگی چنانچہ یہ بات واضح ہوگئی کہ عورتوں کے لیے مردوں کی طرف نظر کرنے کی گنجائش ہے۔

شوافع کا موقف:

امام ابو اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "بلا ضرورت اجنبیہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ اجنبی مرد کو دیکھے۔"(۸۰) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "عورت کے لیے اجنبی مرد کی طرف دیکھنا حرام ہے جیسا کہ مرد کے لیے اجنبیہ کی طرف دیکھنا حرام ہے۔"(۸۱)

اور دوسری جگہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اگر عورت کا اجنبی مرد کے چہرہ کو دیکھنا بغیر شہوت اور فتنہ کے خوف کے ہو تو اس بارے میں دو قول ہیں ایک جواز اور دوسرا عدم جواز کا لیکن ہمارے اصحاب نے "حرمت" والے قول کو اصح قرار دیا ہے۔"(۸۲)

شوافع کے دلائل:

آیت کریمہ: {وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ} (۸۳) ☆حدیث مبارکہ: حضرت نبہان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: "حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) داخل ہوئے اور یہ واقعہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان سے پردہ کرو، میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ یہ پہچانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم بھی اسے نہیں دیکھ سکتیں"۔(۸۴)
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "حسن صحیح" قرار دیا ہے۔ قیاس: جس طرح مرد عورت کی طرف دیکھنے سے فتنہ میں مبتلا ہو سکتا ہے ویسے ہی عورت بھی مرد کی طرف دیکھنے سے فتنہ میں مبتلا ہو سکتی ہے اس لیے جب فتنہ مشترک ہے تو عورت کے لیے بلا ضرورت اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز نہ ہوگا۔
امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ولان الفتنة مشترکة و کما یخاف الافتتان بها تخاف الافتتان به(۸۵)
"اور اس لیے کہ فتنہ مشترک ہے جیسا مرد کے لیے عورت کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہے ویسے ہی عورت کے لیے مرد کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔" مذکورہ بالا دلائل کی وجہ سے شوافع نے "حرمت" کا قول اختیار کیا ہے۔(۸۶)

تسامح:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ام سلمہ نقل کرتے ہوئے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا ہے۔(۸۷) اور سنن ترمذی کا حوالہ دیا ہے جبکہ سنن ترمذی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت میمونہ رضی

اللہ عنہ کا ذکر ہے جیسا کہ اوپر حدیث گزر چکی ہے۔ اور اسی طرح دیگر کتب میں مذکور ہے۔ (۸۸) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سے تسامح ہو گیا ہو۔ اس لیے کہ خود امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں دوسرے مقام پر جب اس حدیث کو ذکر کیا تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ (۸۹)

اور امام ابو اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شوافع کی طرف سے مذکورہ بالا دلائل پیش کیے ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا ہے۔ (۹۰) حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب: چونکہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا اپنے مفہوم میں واضح ہیں اور جمہور کے وزنی دلائل میں شامل ہیں اس لیے امام نووی رضی اللہ عنہ نے ان کے جوابات دیئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔ ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نظر، حبشیوں کے چہروں اور جسموں کی طرف نہیں تھی بلکہ وہ ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھیں اور ایسا کوئی کھیل کھیلا جا رہا ہو تو مردوں کے جسموں کی طرف نظر کیے بغیر کھیل دیکھنا جائز ہے اور اگر بلا مقصد مردوں کے جسم پر نظر پڑ جائے تو فوری نظر کو پھیر لیا جائے۔ ☆ شاید کہ یہ واقعہ اجنبی کی طرف ''حرمت نظر'' کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہو۔ ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلوغت سے پہلے کا واقعہ ہے اور نابالغ احکام شرع کا مکلف نہیں ہوتا۔ (۹۱)

حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا جواب:

حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بھی شوافع کے موقف کے برعکس ہے امام نووی رضی اللہ عنہ نے اس کا بھی جواب دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو جو حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا تھا اس میں انہیں ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی بلکہ وہ غض بصر والے حکم کی پابند تھیں اور انہیں وہاں عدت گزارنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا وہاں پر لوگوں کی زیادہ آمد و رفت نہیں تھی وہ بغیر کسی دشواری کے نظر کی حفاظت کر سکتی تھیں اور وہ خود بھی دوسرے لوگوں کی نظروں سے محفوظ تھیں جبکہ ام شریک رضی اللہ عنہا کے گھر لوگوں کا کثرت سے آنا جانا تھا اس لیے انہیں ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا گیا۔ (۹۲)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ جوابات کا جائزہ:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو پہلا جواب دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نظر ان حبشیوں کے کھیل کی طرف تھی ان کے جسم کی طرف نہیں تھی۔ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے۔ نیز یہ ممکن نہیں ہے کہ کھیلنے والے کے ''کھیل'' کو تو دیکھا جائے لیکن ان کے ''جسم'' کو نہ دیکھا جائے یا اس پر نظر نہ پڑے۔ اس لیے یہ جواب تو کافی وشافی نہیں ہے۔

شیخ البانی لکھتے ہیں: ''معزز قاری کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اس جواب کا تصور کرے تا کہ اس کے لیے اس کا باطل ہونا ظاہر ہو جائے۔ اس لیے کہ یہ ممکن نہیں ہے نظر اور کھیل دکھیلنے کے درمیان فاصلہ کرنا۔ پس اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے گمان میں کھیل کو دیکھ رہی تھیں نہ کہ کھیلنے والوں کو تو نصوص بے کار ہو جائیں گی۔ اور اگر وہ یہ کہتے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے ''ستر'' کی طرف نہیں دیکھتی تھیں یا مشکوک نظر کے ساتھ یا فتنہ کے خوف سے نہیں دیکھتی تھیں تو یہ درست تھا۔'' (۹۳)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے اور تیسرے جواب کا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے بعض طرق میں ولما قدم وفد الحبشة (۹۴) کے الفاظ آرہے ہیں۔ یعنی حبشیوں کا ایک وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا اور وہ لوگ یہ کھیل مسجد میں پیش کر رہے تھے۔ جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا اور وہ وفد 7ھ میں آیا تھا تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سولہ سال تھی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالغہ تھیں اور یہ واقعہ ”احکام حجاب“ کے بعد کا ہے۔“(۹۵) اور نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ میں پردہ کی حالت میں ان کو دیکھ رہی تھی اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام حجاب کے نزول کے بعد کا واقعہ ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے جواب میں یہ کہنا کہ ”ان کو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کے حکم میں ان کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔“ اس بات کی تو حدیث مبارکہ میں صراحت ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ عورت کے لیے مرد کی طرف نظر کرنے کی گنجائش ہے اس لیے ان کو وہاں عدت گزارنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ حقائق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ یہ بات بہت ہی مستبعد معلوم ہوتی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر رہ رہی ہوں اور ان کی حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ پر نظر نہ پڑی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام شریک رضی اللہ عنہ کے گھر انہیں عدت گزارنے سے اس لیے منع کیا تھا کہ وہاں پر لوگوں کی آمد و رفت تھی۔ اور ان کی نظریں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر پڑنے کا اندیشہ تھا۔ جبکہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر ایسی صورتحال نہیں تھی اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کپڑے وغیرہ اتارنے پڑ جائیں تو کوئی دیکھنے والا نہیں ہوگا۔ اس سے تو بالکل واضح معلوم ہو رہا ہے کہ اگر عورتوں کے لیے مردوں کی طرف نظر کرنا جائز نہ ہوتا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم نہ دیتے۔ معلوم ہوا عورتوں کے لیے مردوں کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔

شوافع کے دلائل کے جوابات:

آیت کریمہ {وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ} کی توجیہات: جو عورتوں کو جو غض بصر کا حکم دیا گیا ہے وہ مردوں کے غض بصر والے حکم سے مختلف ہے۔ علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اور تحقیق یہ بات کہی گئی کہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ مرد کی طرف دیکھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان {وقل للمومنت يغضضن من ابصارهن} کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا {وقل للمومنين يغضوا من ابصارهم} اور یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ عورتوں کے لیے تو حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے بیان کر دیا کہ یہ حکم مردوں سے مختلف ہے۔“(۹۶) حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا آیت کریمہ کے لیے ”مخصص“ ہے۔

امام قرطبی لکھتے ہیں: ”ہم نے کہا اس حدیث (فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا) سے بعض علماء نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ مرد کو دیکھے لیکن مرد کے لیے عورت کو دیکھنا جائز نہیں ہے مثلاً سر، کان وغیرہ اور بہر حال ”ستر“ کا

دیکھنا جائز نہیں ہے۔ پس یہ حدیث آیت کریمہ {وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن} کے عموم کی تخصیص کرنے والی ہے اور "من" کا کلمہ "تبعیض" کے لیے ہے جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں ہے۔" (۹۷) ☆ آیت کریمہ میں کلمہ "من" تبعیض کے لیے ہے۔

ابو عبداللہ مصطفیٰ المصری لکھتے ہیں: "اور بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: {وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن} میں کلمہ "من" کو تبعیض کے لیے قرار دیا ہے۔ اور {وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن} کا مطلب یغضضن بعض ابصارہن، یعنی کچھ نظروں کو جھکائے، اس لیے کہ عورت کے لیے بہت سی چیزوں کو دیکھنے کی اجازت ہے، بلکہ شوہر کو دیکھنا مستحب ہے تاکہ اس کا نفس پاک دامن ہو جائے۔ اور جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو محرم مردوں کو دیکھنا جائز ہے بلکہ عام طور پر مردوں کو بھی دیکھنا جائز ہے۔ اور اگر ان کی طرف نظر کرنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر بالکل دیکھنا ممنوع ہوگا۔" (۹۸)

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ آیت کریمہ میں "غض بصر" سے مراد عورتیں "اعضائے مستورہ" سے نظریں نیچی رکھیں۔ قاضی ابوالولید سلمان بن خلف الباجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "پس یہ احتمال ہے کہ اس حکم سے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہوں اعضائے مستورہ سے نظروں کے جھکانے کا۔" (۹۹)

آیت کریمہ میں "غض بصر" کا حکم اس صورت میں ہے جب وہ نگاہ لذت سے بھرپور ہو۔ قاضی ابوالید الباجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "پس یہ احتمال ہے کہ اس حکم سے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتے ہوں کہ عورت اپنی آنکھوں کو جھکا لے، اجنبی مرد کی طرف اس خاص نظر سے جو لذت والی ہو۔" (۱۰۰)

مذکورہ بالا توجیہات سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے "غض بصر" کا حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں نظریں جھکانے کا حکم ہے۔ جب وہ نظر اعضائے مستورہ کی طرف ہو یا لذت سے ڈالی جا رہی ہو۔ کچھ صورتیں اس میں سے مستثنیٰ ہیں مثلاً مباح اشیاء کو دیکھنا یا اپنے شوہر اور محرم رشتہ داروں کو دیکھنا عورت کے لیے جائز ہے۔ لہٰذا حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو سامنے رکھتے ہوئے اس آیت کا مفہوم متعین کیا جا سکتا ہے کہ عورتوں کے لیے "شہوت" سے بے خوف ہونے کی صورت میں اجنبی مردوں کی طرف نظر کرنے کی گنجائش ہے اور اگر "شہوت" کا اندیشہ ہو تو پھر یہ گنجائش باقی نہ رہے گی۔

حدیث نبہان رحمۃ اللہ علیہ کا جواب:

شوافع کی پیش کردہ حدیث نبہان عورتوں کے لیے اجنبی مردوں کی طرف نظر کرنے کے بارے میں عدم جواز پر دلالت کر رہی ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے جواز معلوم ہو رہا ہے۔ روایات میں بظاہر تعارض پیش آ رہا ہے۔

رفع تعارض:

امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۴۴۹ھ) نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو اصح قرار دے کر تعارض ختم کیا ہے۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ حدیث نبہان کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الصحیح" میں ذکر نہیں کیا بلکہ حدیث عائشہ کو نقل کیا

ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی غرض حدیث نبہان کا رد کرنا ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث نبہان سے اصح ہے اس لیے کہ نبہان علم حدیث کے نقل کرنے میں معروف نہیں ہے۔ چنانچہ نبہان کی حدیث، احادیث صحیحہ اور اجماع علماء کے معارض ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔(۱۰۱)

شیخ الاسلام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے رفع تعارض کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ بصورت ترجیح: حدیث نبہان رضی اللہ عنہ ضعیف ہے۔ اس لیے کہ حدیث نبہان کے ضعف کی طرف امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے۔ اور ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرنے والے راوی نبہان کو مجہول قرار دیا ہے۔ جبکہ حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا صحیح ہے لہٰذا صحیح حدیث کو دلیل بنایا جائے۔

بصورت تطبیق:

اگر سند سے قطع نظر کر لی جائے تو پھر یہ احتمال ہے کہ حدیث نبہان ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہو جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد نے کہا ہے۔

اثرم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ابوعبداللہ (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) سے کہا حدیث نبہان ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے اور حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا تمام عورتوں کے لیے ہے۔؟ (۱۰۲) انہوں نے کہا ہاں۔

امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ درج ذیل جوابات ذکر کئے ہیں جن سے تعارض ختم ہو سکتا ہے۔ ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صغیرہ تھیں۔ ☆ حبشیوں کا یہ کھیل عید کے دن تھا جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دیکھ رہی تھیں اور یوم عید کو رخصت ہے، جو کہ غیر عید کو نہیں ہے۔ ☆ کھیل پیش کرنے والے حبشی چھوٹے بچے تھے جو کہ نابالغ تھے۔ ☆ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ناسخ ہے۔ ☆ نابینا سے پردہ کا حکم یہ ازواج مطہرات کی حرمت اور عظمت کی وجہ سے ان کے ساتھ خاص ہے۔(۱۰۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ام سلمہ رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو جمع کر کے بصورت احتمال دو توجیہات کی ہیں اور یہی توجیہات امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کی ہیں اور ان کو زیادہ بہتر قرار دیا ہے۔

☆ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلے کی ہو اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا بعد کی ہو۔ ☆ ازواج مطہرات کو حضرت ابن مکتوم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نظر کرنے سے اس لیے منع کیا ہو کہ وہ نابینا صحابی تھے عین ممکن ہے کہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ کھلا ہوا ہو جس کی طرف نظر کرنا جائز نہ ہو اور وہ اس بات سے بے خبر ہوں۔(۱۰۴)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۱۴ھ) نے ایک لطیف توجیہ کی ہے۔ کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے عورتوں کا مردوں کی طرف نظر کرنے کا جواز معلوم ہو رہا ہے اور حدیث ام سلمہ رحمۃ اللہ علیہ ورع اور تقویٰ پر محمول ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''اصح بات یہی ہے کہ عورت کا مرد کی طرف ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے بلا شہوت نظر کرنا جائز ہے۔ اور یہ حدیث ام سلمہ ورع اور تقویٰ محمول ہے۔'' (۱۰۵)

امام ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ جواب کا جائزہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کسی حدیث کو اپنی کتاب میں نقل نہ کرنا قطعاً اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ حدیث غیر صحیح ہے اس لیے کہ حدیث کی صحت کا معیار اس کے بخاری یا مسلم میں مذکور ہونے پر نہیں بلکہ اس کی سند پر ہے۔ چنانچہ عین ممکن ہے کہ کوئی حدیث صحیح ہو مگر بخاری و مسلم میں موجود نہ ہو۔ لہٰذا یہ کہنا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کرنے سے غرض حدیث نبہان پر رد کرنا ہے۔ محض اس احتمال سے کسی حدیث کو ضعیف نہیں قرار دیا جاسکتا۔ جہاں تک ہے ان کا یہ اعتراض کہ ''لان نبھان لیس بمعروف بنقل العلم'' یہ بھی وزنی نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبہان علم حدیث کے نقل کرنے میں محدثین کی جماعت کے نزدیک معروف ہے۔ جن میں امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں اور انہوں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

جبکہ امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن عبدالرحمن جو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان سے روایت کررہے ہیں۔ لہٰذا نبہان کی روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ (۱۰۶)

شیخ الاسلام ابن قدامہ رضی اللہ عنہ کے جوابات کا جائزہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث نبہان کو ضعیف قرار دینا ''محل نظر'' ہے۔ اس لیے کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے قوی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۱۰۷)

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے بلکہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے نبہان کا شمار ثقہ راویوں میں کیا ہے۔ (۱۰۸)

اور اس حدیث پر ضعف کی یہ علت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام نبہان سے امام مسلم بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اکیلے روایت نقل کی ہے یہ کوئی ایسی علت نہیں ہے جس کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا {افعمیا وان انتما} حدیث مشہور ہے اور اس حدیث کو اصحاب سنن نے زہری سے روایت کیا ہے جو کہ نبہان مولی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کررہا ہے اور اس حدیث کی سند قوی ہے اور اکثر اس حدیث پر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ کہ زہری اکیلا نبہان سے روایت کررہا ہے اور یہ کوئی ایسی علت نہیں جو استدلال سے مانع ہو، اس لیے کہ جس کو زہری پہچانتا ہے اور اس کی حالت بیان کررہا ہے کہ وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکاتب ہے اور اس پر کسی ایک امام نے جرح بھی نہیں کی ہے اس کی روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔'' (۱۰۹)

معلوم ہوا حدیث نبہان ضعیف نہیں ہے۔ باقی ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کردہ دوسرا جواب قابل اعتماد ہے۔ امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات کا جائزہ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کردہ پہلا جواب درحقیقت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی پیش کردہ جواب ہے جس کی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تردید کی ہے کما مر دوسرا اور تیسرا جواب محض ایک احتمال ہے جس پر استدلال کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ تاوقتیکہ کوئی اور دلیل نہ پائی جائے جو اس احتمال کو تقویت دے۔ چوتھا جواب بھی ''محل نظر'' ہے اس لیے کہ جب تک ''نسخ'' کو جاننے کے لیے چار صورتوں میں کوئی صورت نہ پائی جائے تب تک ''نسخ'' کا قول نہیں کیا جاسکتا۔ (۱۱۰)

اور یہاں پر ان میں سے کوئی بھی صورت نہیں ہے۔ البتہ پانچواں جواب قابل اعتماد ہے۔ امام ابوداؤد (م۔۲۷۵ھ) کا رجحان بھی اس طرف ہے۔ چنانچہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا جس میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی آمد کا ذکر ہے نقل کر کے لکھا ہے۔ ''یہ حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے اور اس کی دلیل یہ ہے حضور اکرم ﷺ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے پاس عدت گزارنے کا حکم دیا کہ اگر تم اپنے کپڑے بھی اتار دوگی (تو کسی قسم کا کوئی حرج نہیں ہے) اس لیے کہ وہ ایک نابینا شخص ہے۔'' (۱۱۱)

امام ابوداؤد کا دعویٰ ''تخصیص'' کرنا بادلیل ہے۔ اس لیے کہ اگر نابینا سے پردہ تمام عورتوں کے لیے ہوتا تو حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گزارنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م۔۲۴۱ھ) نے بھی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ازواج مطہرات کے ساتھ خاص قرار دیا ہے اور حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو عام عورتوں کے لیے قرار دیا ہے۔ (۱۱۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو اس طریقے پر جمع کرنے کو ''حسن'' کہا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے دلیل پکڑتے ہوئے کہا یہ حکم ازواجِ مطہرات کے ساتھ خاص ہے۔ میں کہتا ہوں یہ دونوں حدیثوں کے درمیان اچھی جمع ہے۔'' (۱۱۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہات کا جائزہ: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ توجیہات نہایت عمدہ ہیں جس سے تعارض باقی نہیں رہتا۔ کہ اگر حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پہلے کا واقعہ تسلیم کرلیا جائے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو بعد کا واقعہ قرار دیا جائے تو تعارض ختم ہو جائے گا۔ اور اگر حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے کا اور حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بعد کا تسلیم کیا جائے تو بھی عورتوں کا مردوں کی طرف دیکھنے کا ''جواز'' باقی ہے اس لیے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ان کو ابن ام مکتوم رحمۃ اللہ علیہ سے جو پردہ کا حکم دیا گیا تھا عین ممکن ہے کہ حضرت ابن مکتوم رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کا کوئی حصہ کھلا ہو جس کی طرف نظر کرنا جائز نہ ہو۔

اس لیے آپ ﷺ نے ان کو پردہ کا حکم دیا ہو۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ کا جائزہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ بھی نہایت عمدہ ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے عورتوں کے لیے مردوں کی طرف نظر کرنے کا جواز ثابت ہو رہا ہے اور حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا ورع اور تقویٰ پر محمول ہے۔ شوافع کے قیاس کا جواب: شوافع کا یہ قیاس نصوص کے مقابلہ میں واقع ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے اس لیے کہ پیچھے روایت گزر گئی جس میں حضور ﷺ کا عورتوں کو وعظ و نصیحت کرنے کا ذکر تھا۔ یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ وہ آپ ﷺ کا وعظ سنتی ہوں اور آپ ﷺ کی طرف نہ دیکھتی ہوں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں زیورات ڈالتی جا رہی ہوں مگر ان پر نظر نہ پڑ رہی ہو۔ اسی طرح حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور حدیث فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوا ہے کہ عورت کے لیے مرد کی طرف دیکھنے کا حکم مرد کے عورت کی طرف دیکھنے کے حکم سے برعکس ہے نیز عورتوں کے

لیے گھروں سے کام کاج کے سلسلہ میں نکلنا مجبوری ہے۔ اور شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو نقاب وحجاب میں باہر نکلنے کا حکم دیا ہے۔ مگر مردوں کو نقاب کرنے کا حکم نہیں دیا اس لیے حالت اضطرار کی وجہ سے مرد وعورت کے درمیان ''غض بصر'' کے اس حکم میں فرق کیا گیا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ہم یہ نہیں کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے لیے ستر ہے جیسا کہ عورت کا چہرہ مرد کے لیے ستر ہے۔ بلکہ مرد کا چہرہ عورت کے لیے ایسا ہی ہے جیسا کہ نابالغ بچے کا چہرہ مرد کے لیے ہے اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر عورت کا مرد کی طرف دیکھنا حرام ہوگا اور اگر فتنہ نہ ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے۔ اس لیے کہ ہمیشہ سے یہ طریقہ کار چلا آرہا ہے کہ مرد ہر زمانے میں کھلے چہرے کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ جب کہ عورتیں نقاب پہن کر باہر نکلتی ہیں اگر مرد بھی اس حکم میں ان کے برابر ہوتے تو ان کو بھی نقاب پہننے کا حکم دیا جاتا، یا عورتوں کو گھروں سے نکلنے سے منع کر دیا جاتا۔'' (۱۱۴)

شیخ الاسلام ابن قدامہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: ''اگر عورتوں کے لیے مردوں کی طرف نظر کرنا منع ہوتا تو مردوں پر پردہ کرنا واجب ہوتا جیسا کہ عورتوں پر واجب ہے تاکہ وہ مردوں کی طرف نہ دیکھ سکیں۔'' (۱۱۵)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عورتوں کا مردوں کی طرف نظر کرنے کے جواز کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ہمیشہ اس بات پر عمل ہوتا رہا ہے کہ عورتیں گھروں سے نکلتے وقت مساجد، بازار اور دورانِ سفر نقاب کر کے نکلا کرتی ہیں تاکہ اجنبی مردان کو نہ دیکھ سکیں لیکن کبھی مردوں کو حکم نہیں دیا گیا کہ وہ بھی نقاب پہن کے نکلا کریں تاکہ عورتیں ان کو نہ دیکھ سکیں۔ یہ طریقہ کار بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مرد وعورت کو جو ''غض بصر'' کا حکم دیا گیا ہے اس میں فرق ہے۔ (۱۱۶)

ملا علی قاری لکھتے ہیں: ''عورتوں کا مردوں کی طرف نظر کرنے کے جواز کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتی تھیں اور یقیناً ان کی نظر مردوں پر بھی پڑتی ہوگی اور اگر ان کے لیے مردوں کو دیکھنا جائز نہ ہوتا تو انہیں مسجد اور عیدگاہ میں حاضر ہونے کا حکم نہ دیا جاتا، اور تحقیق عورتوں کو مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا اور مردوں کو پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔'' (۱۱۷)

معلوم ہوا عورتوں کے لیے مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ خلاصہ بحث اہل علم کی اس بحث سے درج ذیل پہلو سامنے آئے۔ ☆ مردوں کا اجنبیات عورتوں کی طرف بلاضرورت دیکھنا ناجائز ہے۔

☆ عورتوں کا مردوں کو دیکھنا ''شہوت'' سے ہو تو بالاتفاق یہ حرام ہے۔ اگر بغیر ''شہوت'' کے ہو تو شوافع کے نزدیک پھر بھی دیکھنا حرام ہے۔

☆ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ''بلاشہوت'' عورت کا مرد کو دیکھنا بوجہ ضرورت جائز ہے۔ ورنہ نہیں اور یہی قول حالات وزمانہ کے لحاظ سے نہایت مناسب ہے۔ اس لیے کہ عصر حاضر میں علوم وفنون اور بالخصوص طبی علوم کی تحصیل اور دیگر ضروریات کے سلسلے میں عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنا پڑتا ہے۔ اگر ان کا مردوں کی طرف دیکھنے کو اسی طرح حرام قرار دیا جائے جس طرح مردوں کا عورتوں کو دیکھنا حرام ہے۔ تو ان کے لیے حرج ہوگا کہ مردوں کے لیے حجاب ونقاب کے ساتھ باہر نکلنے کا حکم نہیں ہے۔

سوسائٹی اور معاشرہ میں قدم بقدم مرد حضرات سے سامنا ہوتا رہتا ہے اور ان کو دیکھنے سے حرام کا ارتکاب کر کے وہ گناہگار ہو رہی ہیں۔ ''عموم بلوی'' کی وجہ سے عورتوں کا مردوں کی طرف نظر کرنے کو علی الاطلاق حرام قرار دینا محل نظر ہے۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنا ثابت ہے۔ اور اسی طرح حج وعمرہ دیگر کاموں کے سلسلہ میں وہ گھروں سے باہر نکلتی تھیں یقیناً اجنبی مردوں کے پاس سے گزرتے ہوئے ان پر نظر پڑتی ہوگی۔ اور اگر یہ جائز نہ ہوتا تو پھر مردوں کے لیے بھی ''نقاب'' کا حکم ہوتا یا عورتوں کے گھروں سے نکلنے پر پابندی ہوتی۔ حالانکہ شریعت اسلامیہ میں اس قسم کے احکام نہیں ہیں۔ لہٰذا بلاضرورت عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا خلاف اولیٰ قرار دینا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ گو ان کے لیے افضل اور بہتر یہی ہے کہ وہ بلاضرورت اجنبی مردوں کو نہ دیکھیں۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا منع ہے۔ اور رہی علت اباحت تو اباحت بقدر اباحت ہی مشروع ہوتی ہے۔ اور یہی ہمارا مؤقف ہے کیونکہ فتنہ دونوں اجانب سے ہوتا ہے لہٰذا کسی کی تخصیص نہیں البتہ عورتوں کے لیے حجاب کا حکم گھر میں رہنے کے سبب بناء بر اصل اور مردوں کے لیے عدم حجاب کا حکم بناء بر عموم بلوئی اور دنیاوی امور و کاموں کے سبب سے ہے۔ (رضوی عفی عنہ)

حواشی وحوالہ جات

(۱) القرآن، النور: ۳۰ (۲) القرآن، النور: ۳۱ (۳) القرآن، آل عمران: ۱۴ (۴) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع، الصحیح، بیروت دار ابن کثیر الیمامہ، ۱۴۰۷ھ، جلد ۵، صفحہ ۲۳۰۴ (۵) مسلم بن حجاج، امام، الصحیح، بیروت، دار احیاء التراث العربی، جلد ۴، صفحہ ۱۷۰۴، ۲۳۰۴ (۶) المنذری، عبد العظیم، الترغیب والترہیب، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ جلد ۳ صفحہ ۲۳ (۷) ابن قیم الجوزیہ، الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی دار المعرفت، ۱۴۱۸ھ، جلد ۱، صفحہ ۱۵۳، ۱۵۴ (۸) عبد اللہ بن محمود الموصلی الحنفی، الاختیار تعلیل المختار، قاہرہ، مطبعہ الحلبی، ۱۳۵۶ھ، جلد ۴، صفحہ ۱۵۴ الغزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، الوسیط فی المذہب، قاہرہ دار السلام، ۱۴۱۷ھ، جلد ۵، صفحہ ۲۹ (۹) شامی، ابن عابدین، محمد امین، ردالمحتار (حاشیہ ابن عابدین) بیروت، دار الفکر، للطباعۃ والنشر، جلد ۶، ۳۷۱ (۱۰) برہان الدین محمود بن احمد، المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ، جلد نمبر ۵، صفحہ ۳۳۱، ۳۳۲ ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ، جلد ۷ صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲ الخطیب الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ جلد ۴، صفحہ ۲۱۴، ۲۱۷ الغزالی، الوسیط فی المذہب، جلد ۵، صفحہ ۳۱، ۳۲ ابن جزی کلبی، محمد بن احمد، القوانین الفقہیہ، ناشر نا معلوم، س ن، جلد ۱، صفحہ ۲۹۴ محمد بن محمد الطرابلسی، المالکی، مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۲ھ جلد ۳ صفحہ ۴۰۶ (۱۱) الکاسانی، علاء الدین، البدائع والصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء، جلد ۵ صفحہ ۱۲۲ ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۹۶ الطرابلسی، المالکی، مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، جلد ۳، صفحہ ۴۰۵ الشیرازی، ابراہیم بن علی، ابو اسحاق، المہذب فی فقہ الامام الشافعی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س ن، جلد ۲، صفحہ ۴۲۴ (۱۲) النووی، شرح صحیح مسلم، جلد ۹، صفحہ ۲۱۰ (۱۳) الرازی، محمد بن عمر بن حسین، ابو عبد اللہ، تفسیر الفخر الرازی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ھ جلد ۲۳، صفحہ ۳۶۲ الطرابلسی، المالکی، مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، جلد ۳، صفحہ ۴۰۵ الحصکفی، علاء الدین، درمختار، بیروت، دار الفکر، ۱۳۸۶ھ جلد ۶، صفحہ ۳۷۰ ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۱۰۱ (۱۴) الحصکفی، الدر المختار، جلد ۶، صفحہ ۳۷۰ الطرابلسی، المالکی، مواہب الجلیل فی شرح مختصر خلیل، جلد ۳، صفحہ ۴۰۵ الشیرازی، ابو اسحاق، المہذب، جلد ۲، صفحہ ۴۲۵ ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۱۰۱ (۱۵) الرازی، مفاتیح الغیب، جلد ۲۳، صفحہ ۳۶۲ (۱۶) الکاسانی، البدائع والصنائع، جلد ۵، صفحہ ۱۲۲ (۱۷) النووی، شرح صحیح مسلم، جلد ۹، صفحہ ۲۱۰ (۱۸) درویش مصطفی حسن، فصل الخطاب فی مسئلۃ الحجاب والنقاب، قاہرہ، دار الاعتصام، (س ن) صفحہ ۷۳ (۱۹) ایضا، صفحہ ۷۳ (۲۰) شامی، الرد المحتار علی الدر المختار، جلد ۱، صفحہ ۴۰۷ (۲۱) ایضا، جلد ۱، صفحہ ۴۰۶ (۲۲) ایضا، جلد ۱، صفحہ ۴۰۷ (۲۳) ابن رشد الجد، محمد بن احمد، المقدمات

[illegible] دار الغرب الاسلامی، ۱۴۰۸ھ، جلد ۳، صفحہ ۳۲۰ (۲۴) ابن عربی، محمد بن عبداللہ، احکام القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ، جلد ۳، صفحہ ۲۸۰ (۲۵) الشیرازی، ابو اسحاق، المہذب، جلد ۲، صفحہ ۳۲ (۲۶) الغزالی، الوسیط فی المذہب، جلد ۵ صفحہ ۳۲ (۲۷) ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۱۰۲ (۲۸) القرآن، النور: ۳۰ الشیرازی، ابو اسحاق، المہذب، جلد ۲، صفحہ ۴۲۵ ابن عربی، احکام القرآن، جلد ۳، صفحہ ۳۷۹ ابن رشد، البیان والتحصیل، جلد ۱۸، صفحہ ۵۵۹ (۲۹) الشافعی، محمد بن ادریس، تفسیر الامام الشافعی، المملکۃ العربیہ السعودیہ، دار التدمریۃ، ۱۴۲۷ھ، جلد ۳ صفحہ ۱۱۳۷ (۳۰) القرآن، الاحزاب ۵۳ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابو محمد، المغنی، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۸ھ، جلد ۷، صفحہ ۱۰۲ (۳۱) القرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ، جلد ۱۴، صفحہ ۲۲۷ (۳۲) ابن عربی، احکام القرآن، جلد ۳، صفحہ ۳۸۰ مسلم، الصحیح، جلد ۴ صفحہ ۲۰۴۷ (۳۳) ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۲۰۰ ابن عربی، احکام القرآن، جلد ۳ صفحہ ۳۸۰ ابوداؤد، جلد ۲، صفحہ ۲۳۶ ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، ریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ، جلد ۶، صفحہ ۳۹۷ (۳۴) الشیرازی، ابو اسحاق، المہذب، جلد ۲، صفحہ ۴۲۵ ابن رشد، البیان والتحصیل، جلد ۱۸، صفحہ ۵۵۹ ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۱۰۲ الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن، مصر، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ جلد ۳ صفحہ ۴۲۳ احمد بن حنبل، المسند، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۱ھ جلد ۲ صفحہ ۶ (۳۵) ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷ صفحہ ۱۰۲ مسلم، جلد ۳ صفحہ ۱۶۹۹ (۳۶) ابوداؤد، السجستانی، سلیمان بن اشعث، بیروت، المکتبہ العصریہ، جلد ۲، صفحہ ۲۲۸ ابن ماجہ، محمد بن یزید، دار احیاء الکتب العربیہ، جلد ۱، صفحہ ۶۰۰ (۳۷) ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۱۰۲ (۳۸) الوسیط فی المذہب، جلد ۵، صفحہ ۳۲

(۳۹) مفتی صاحب کا ''سائر الاحکام'' لکھنا تسامح ہے۔ اس لیے کہ خلوت صحیحہ تمام احکام میں وطی کے قائم مقام نہیں ہے، بلکہ بعض احکام میں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ (فتاویٰ ہندیہ، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۱ھ، جلد ۱، صفحہ ۳۰۴) (۴۰) احکام القرآن، جلد ۳، صفحہ ۳۶۸ (۴۱) خلوت صحیحہ سے مراد نکاح کے بعد مرد و عورت کی ایسی تنہائی کی ملاقات ہے جہاں پر وطی سے کوئی حسی، شرعی اور طبعی مانع نہ ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۰۴) (۴۲) ایسی خلوت صحیحہ جس میں مرد نے عورت سے وطی نہ کی تو اس عورت پر بعض احکام وہ لاگو ہوں گے جو ایسی عورت پر لاگو ہوتے ہیں جس کے ساتھ خلوت صحیح میں وطی ہو چکی ہو، اور بعض احکام لاگو نہیں ہوں گے۔ تفصیل دیکھیے (فتاویٰ ہندیہ جلد ۱، صفحہ ۳۰۶) (۴۳) الجصاص، ابوبکر، احکام القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ، جلد ۵، صفحہ ۱۷۳ (۴۴) الکاسانی، بدائع الصنائع، جلد ۵، صفحہ ۱۲۲ (۴۵) المرغینانی، علی بن ابی بکر، الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، جلد ۴، صفحہ ۳۶۸ (۴۶) القرآن، النور: ۳۰ (۴۷) القرآن، النور: ۳۱ (۴۸) الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۰ جلد ۹، صفحہ ۱۵۱ (۴۹) ابن ابی شیبہ، المصنف، جلد ۳، صفحہ ۵۴۶ (۵۰) الکاسانی، بدائع الصنائع، جلد ۵، صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲ (۵۱) السرخسی، محمد بن ابی سہل، المبسوط، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۴۱۴ھ جلد ۱۰، صفحہ ۱۵۳ (۵۲) ابوبکر احمد بن عمرو البزار، مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، المدینۃ المنورۃ، المکتبہ العلوم والحکم، ۱۹۸۸ء، جلد ۵، صفحہ ۲۳۲ (۵۳) الکاسانی، بدائع الصنائع، جلد ۵، صفحہ ۱۲۲ (۵۴) السرخسی، المبسوط، جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۳ المرغینانی، الہدایہ، جلد ۴، صفحہ ۳۶۸ (۵۵) السرخسی، المبسوط جلد ۱۰، صفحہ ۱۵۲ (۵۶) متقدمین سے مراد وہ حضرات جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ پایا اور ان سے فیض حاصل کیا اور جنہوں نے ان ائمہ ثلاثہ کا زمانہ نہیں پایا وہ متاخرین کہلاتے ہیں۔ علامہ ذہبی نے میزان میں متقدمین اور متاخرین کے درمیان حد فاصل تیسری صدی کا شروع قرار دیا ہے۔ تیسری صدی ہجری سے پہلے تک علماء متقدمین اور تیسری صدی کے آغاز سے متاخرین کہلاتے ہیں (مشتاق علی شاہ، متعارف فقہ، گوجرانوالہ، مکتبہ حنفیہ، س ن، صفحہ نمبر ۶۳) (۵۷) الحصکفی، الدر المختار، جلد ۶ صفحہ ۳۷۰ (۵۸) کاسانی، بدائع الصنائع، جلد ۵ صفحہ ۱۲۴ الغزالی، الوسیط فی المذہب، جلد ۵ صفحہ نمبر ۳۰ ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۱۰۵ (۵۹) الزحیلی، وھبۃ الدکتور، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، دار الفکر، سوریہ، طبع رابع (س ن) جلد ۴ صفحہ ۲۰۳ (۶۰) شامی، الرد المحتار، جلد ۶ صفحہ ۳۷۰ المغربی، شمس الدین، ابو عبداللہ، محمد بن محمد، مواہب الجلیل لشرح مختصر الخلیل، دار عالم الکتب ۱۴۲۳ھ، جلد ۵ صفحہ ۱۲۲ الشیرازی، المہذب، جلد ۲، صفحہ ۴۲۴ ابن قدامہ، الکافی فقہ الامام المبجل احمد بن حنبل، ناشر (نامعلوم) (ت ن) جلد ۳ صفحہ ۳ (۶۱) النووی، یحییٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ جلد ۶ صفحہ ۱۸۴ (۶۲) الکاسانی، بدائع الصنائع، جلد ۵ صفحہ ۱۲۲ (۶۳) الحصکفی درمختار، جلد ۶ صفحہ ۳۷۱ (۶۴) الباجی، ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی، المنتقی شرح الموطا، مصر، مطبعہ السعادۃ، ۱۳۳۲ھ جلد ۴ صفحہ ۱۰۵ (۶۵) ابن رشد، البیان والتحصیل والشرح والتوجیہ والتعلیل لمسائل المستخرجہ، بیروت، دار الغرب الاسلامی ۱۴۰۸ھ جلد ۱۷ صفحہ ۴۹۱ (۶۶) ابن

قدامہ، الکافی فقہ الامام احمد، جلد ۳ صفحہ ۱۳ ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷، صفحہ ۱۰۶ (۶۷) ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷ صفحہ ۶۵ ۴، الکافی فی فقہ الامام احمد بن حنبل، جلد ۳ صفحہ ۳ (۶۸) البخاری، جلد ۷ صفحہ ۳۸ (۶۹) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ جلد ۹ صفحہ ۳۳۶ (۷۰) ابن قتیبہ دینوری، عبداللہ بن مسلم، تاویل مختلف الحدیث، المکتب الاسلامی، موسسۃ الاشراق، ۱۴۱۹ھ جلد ۱ صفحہ ۳۲۸ (۷۱) ناصر الدین الالبانی، الرد المفحم، عمان، المکتبۃ الاسلامیہ، ۱۴۲۱ جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ (۷۲) المظہری، محمد ثناء اللہ، التفسیر المظہری، پاکستان، مکتبۃ الرشدیہ، ۱۴۱۲ھ، جلد ۶ صفحہ ۴۹۲ البخاری، الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ جلد ۳ صفحہ ۱۸ (۷۳) المظہری، التفسیر المظہری، جلد ۶ صفحہ ۴۹۳ الترمذی، السنن، جلد ۳ صفحہ ۲۲۳ (۷۴) العینی، بدر الدین، ابو محمد، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، جلد ۹ صفحہ ۱۲۵ (۷۵) المظہری، التفسیر المظہری، جلد ۶ صفحہ ۴۹۳ ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷ صفحہ ۱۰۶ ابن رشد، البیان والتحصیل، جلد ۴ صفحہ ۳۵۵ مسلم، الصحیح، جلد ۲ صفحہ ۱۱۱۴ الترمذی، السنن، جلد ۳ صفحہ ۴۳۳ (۷۶) ابن رشد، البیان والتحصیل، جلد ۴ صفحہ ۳۵۶ (۷۷) ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷ صفحہ ۱۰۲ البخاری، الجامع الصحیح، جلد ۷ صفحہ ۳۸ (۷۸) ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷ صفحہ ۱۰۶ البخاری، الجامع الصحیح، جلد ۲، صفحہ ۱۸ المسلم، الصحیح، جلد ۲ صفحہ ۶۰۲ (۷۹) المسلم، الصحیح، جلد ۲ صفحہ ۶۰۳ (۸۰) الشیرازی، المہذب، جلد ۲، صفحہ ۳۴ (۸۱) النووی، المنہاج، جلد ۱۰، صفحہ ۹۶ (۸۲) النووی، المنہاج، جلد ۶ صفحہ ۱۸۴ (۸۳) القرآن، النور: ۳۱ (۸۴) الترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، الجامع، بیروت، دار احیاء التراث العربی جلد ۵ صفحہ ۱۰۲ (۸۵) النووی، المنہاج، جلد ۱۰، صفحہ ۹۶ (۸۶) ایضاً، جلد ۶ صفحہ ۱۸۶ (۸۷) النووی، المنہاج جلد ۶ صفحہ ۱۸۶ (ولقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لام سلمۃ حیۃ احتجبا عنہ ای من ابن ام مکتوم فقالتا انہ اعمی لا یبصرنا فقال صلی اللہ علیہ وسلم افعمیاوان انتما الیس تبصرانہ وھو حدیث حسن رواہ الترمذی) (۸۸) اسی طرح سنن ابی داؤد (امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث، بیروت، مکتبہ العصریہ، جلد ۴ صفحہ ۶۳) مسند احمد (امام احمد بن حنبل، بیروت، موسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۱ھ، جلد ۴۴ صفحہ ۱۵۹) موارد الظمآن (الہیثمی، علی بن ابی بکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، جلد ۱، صفحہ ۳۵۱، صحیح ابن حبان (محمد بن حبان، بیروت، موسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ جلد ۱۲ صفحہ ۳۷۹، مسند ابو یعلی (ابو یعلی، احمد بن علی الموصلی، دمشق، دار المامون للتراث ۱۴۰۴ھ جلد ۱۲ صفحہ ۳۵۳، میں بھی حضرت میمونہ کا ذکر ہے۔ (۸۹) النووی، المنہاج، جلد ۱۰ صفحہ ۹۸ (۹۰) الشیرازی، ابو اسحاق، المہذب، جلد ۲ صفحہ ۳۴ (۹۱) النووی، المنہاج، جلد ۶ صفحہ ۱۸۴ (۹۲) النووی، المنہاج، جلد ۱۰ صفحہ ۹۷ (۹۳) الالبانی، الرد المفحم، عمان، المکتبۃ الاسلامیہ، ۱۴۲۱ھ جلد ۱، صفحہ ۱۱۴ (۹۴) محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، بیروت، موسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ جلد ۱۳ صفحہ ۱۸۶ (۹۵) فتح الباری، جلد ۲ صفحہ ۴۴۵، ۴۴۳ (۹۶) ابن رشد، البیان والتحصیل، جلد ۱۷ صفحہ ۴۹۱ (۹۷) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۸ (۹۸) مصطفیٰ بن العدوی، ابو عبداللہ، شلبایہ، المصری، سلسلۃ التفسیر لمصطفیٰ العدوی، ناشر (نامعلوم) (س ن) جلد ۴۶، صفحہ ۲ (۹۹) الباجی، المنتقی، جلد ۳ صفحہ ۳۰۵ (۱۰۰) المنتقی شرح موطا امام مالک، جلد ۳، صفحہ ۳۰۵ (۱۰۱) ابن بطال، علی بن خلف، شرح صحیح بخاری، ریاض، مکتبۃ الرشد ۱۴۲۳ھ، جلد ۷ صفحہ ۳۶۴ (۱۰۲) ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷ (۱۰۳) العینی، عمدۃ القاری، جلد ۲۰ صفحہ ۲۱۷ (۱۰۴) فتح الباری، جلد ۹ صفحہ ۳۳۷ العینی، عمدۃ القاری، جلد ۲۰ صفحہ ۲۱۷ (۱۰۵) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۲ھ جلد ۵ صفحہ ۲۰۵۵ (۱۰۶) العینی، عمدۃ القاری، جلد ۲۰ صفحہ ۲۱۷ (۱۰۷) الترمذی، الجامع السنن، جلد ۵ صفحہ ۱۰۲ (۱۰۸) العینی، عمدۃ القاری، جلد ۲۰ صفحہ ۲۱۷ (۱۰۹) ابن حجر، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۳۳۷ (۱۱۰) نسخ کو جاننے کے لیے چار صورتیں ہیں۔ تفصیل دیکھیے (محمود الطحان، ڈاکٹر، تیسیر مصطلح الحدیث، لاہور، غزنی سٹریٹ اردو بازار، س ن، صفحہ ۵۹) (۱۱۱) ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ، جلد ۴ صفحہ ۶۳ (۱۱۲) ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷ صفحہ ۱۰۷ (۱۱۳) ابن حجر، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ جلد ۳ صفحہ ۳۱۵ (۱۱۴) ابن حجر، فتح الباری، جلد ۹ صفحہ ۳۳۷ (۱۱۵) ابن قدامہ، المغنی، جلد ۷ صفحہ ۱۰۶ (۱۱۶) ابن حجر، فتح الباری، جلد ۹ صفحہ ۳۳۷ (۱۱۷) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، جلد ۵)

2149 حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ، اَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ اَبِي رَبِيعَةَ الْاِيَادِيِّ، عَنِ ابْنِ

2149-حسن لغیرہ، وھذا اسناد ضعیف، ابو ربیعۃ- واسمہ عمر بن ربیعۃ الایادی- قال ابو حاتم: منکر الحدیث، وذکرہ الذھبی فی "المغنی فی الضعفاء." وشریک- وھو ابن عبد اللہ النخعی- سیء الحفظ. ابن بریدۃ: ھو عبد اللہ الاسلمی. واخرجہ الترمذی (2982) من طریق شریک، بھذا الاسناد. وقال: ھذا حدیث غریب.

بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ

ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے علی! (اجنبی عورت پر) ایک نظر کے بعد (دوسری) نظر نہ ڈالو، کیونکہ تمہیں پہلی کی معافی ہے، دوسری کی معافی نہیں ہے۔''

2150 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُبَاشِرُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ، لِتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّمَا يَنْظُرُ اِلَيْهَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی عورت، کسی دوسری عورت کے ساتھ بغل گیر ہوکر، اس (کے جسمانی خدوخال) کی بابت اپنے شوہر کو نہ بتائے، (کہ یوں لگے) کہ وہ شخص اسے دیکھ رہا ہے''۔

2151 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى امْرَاَةً فَدَخَلَ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقَضٰى حَاجَتَهُ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَهُمْ: اِنَّ الْمَرْاَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ، فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَاْتِ اَهْلَهٗ فَاِنَّهٗ يُضْمِرُ مَا فِيْ نَفْسِهٖ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک خاتون کو دیکھا، آپ ﷺ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا، پھر آپ ﷺ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے، اور ان سے فرمایا:

''عورت، شیطان کی صورت میں آتی ہے، تو جو شخص اس سے کوئی چیز (یعنی مزاج میں شوخی) پائے، اسے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لینی چاہیے، کیونکہ یہ چیز اس کی اس کیفیت کو ختم کر دے گی۔''

2150-اسنادہ صحیح. مسدد: ھو ابن مسرھد الاسدی، وابو عوانۃ: ھو الوضاح ابن عبد اللہ الیشکری، والاعمش: ھو سلیمان بن مھران، وابو وائل: ھو شقیق بن سلمۃ الاسدی. واخرجہ البخاری (5241)، والترمذی (3000)، والنسائی فی "الکبری" (9187) من طریق الاعمش، والبخاری (5240)، والنسائی فی "الکبری" (9186) و (9187) من طریق منصور بن المعتمر السلمی، کلاھما عن ابی وائل، بہ. زاد النسائی (9186): "فی الثوب الواحد."

2151-واخرجہ مسلم (1403)، والترمذی (1192)، والنسائی فی "الکبری" (9072) من طریق ھشام الدستوائی، ومسلم (1403) من طریق حرب بن ابی العالیۃ، ومسلم (1403) من طریق معقل بن عبید اللہ الجزری، ثلاثتھم عن ابی الزبیر، بہ. وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح غریب. واخرجہ النسائی (9073) من طریق حرب بن ابی العالیۃ، عن ابی الزبیر، مرسلاً. وھو فی "مسند احمد" (14537)، و"صحیح ابن حبان" (5572) و (5573).

انسان کے اعضاء کے زانی ہونے کا بیان

2152 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ. فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنَّى وَتَشْتَهِي، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ وَيُكَذِّبُهُ.

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے "لمم" کی وضاحت میں اس سے عمدہ اور کوئی چیز نہیں دیکھی، جو روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے طور پر نقل کی ہے:

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) "بے شک اللہ تعالیٰ نے آدمی کا زنا میں سے حصہ طے کر دیا ہے، جسے وہ لازمی طور پر پا کر رہے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، نفس آرزو اور خواہش کرتا ہے، اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔"

2153 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِكُلِّ ابْنِ آدَمَ حَظُّهُ مِنَ الزِّنَا بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَالْيَدَانِ تَزْنِيَانِ فَزِنَاهُمَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلَانِ تَزْنِيَانِ فَزِنَاهُمَا الْمَشْيُ، وَالْفَمُ يَزْنِي فَزِنَاهُ الْقُبَلُ.

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"ہر آدمی کا زنا میں سے حصہ" اس کے بعد راوی نے یہ پورا واقعہ روایت کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں۔

"دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں، ان کا زنا پکڑنا ہے، دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں، ان کا زنا چل کر جانا ہے، منہ زنا کرتا ہے اور اس کا زنا، بوسہ لینا ہے"۔

2154 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَالْأُذُنُ زِنَاهَا الِاسْتِمَاعُ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مانند نقل کرتے ہیں: جس میں یہ الفاظ ہیں:

"کانوں کا زنا، سننا ہے"

2152- اسناده صحيح. محمد بن عبيد: هو ابن حساب الغبري، وابن ثور: هو محمد الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد الازدي، وابن طاووس: هو عبد الله اليماني. واخرجه البخاري (6243) من طريق سفيان بن عيينة، والبخاري (6612)، ومسلم (2657)، والنسائي في "الكبرى" (11480) من طريق معمر، كلاهما عن ابن طاووس، به. وهو في "مسند احمد" (7719)، و"صحيح ابن حبان" (4420) و (4421).

2153- اسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة البصري، وابو صالح: هو ذكوان السمان. واخرجه مسلم (2657) من طريق وهيب بن خالد، عن سهيل بن ابي صالح، به. وقال: "واللسان زناه الكلام" بدلاً من: "والفم يزني، فزناه القُبل." وهو في "مسند احمد" (8526) و (10920).

2154- حديث صحيح، وهذا اسناد قوي من اجل ابن عجلان - وهو محمد القرشي. - الليث: هو ابن سعد. واخرجه مسلم (2657) من طريق سهيل بن ابي صالح، عن ابيه، به. وهو في "مسند احمد" (8932)، و"صحيح ابن حبان" (4423).

زنا کی ممانعت وحرمت سے متعلق احادیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا۔ اور جس وقت شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا۔ اور جس وقت چور چوری کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی لٹیرا شریف آدمی کو لوٹتا ہے اور لوگ اس کو نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ مؤمن نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری، رقم ۵۵۷۸، مسند ترمذی، ۲۶۲۵، ابن ماجہ، ۳۹۳۶، شعب الایمان، ۵۳۴۳، تاریخ دمشق، ۱۲۲۴، مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اللہ کا شریک ٹھہرائے۔ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اس نے پوچھا۔ پھر کون سا ہے؟ فرمایا: تم کھانے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرو۔ اس نے پوچھا پھر کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم میں سے کوئی اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر اللہ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو عذاب کا سامنا ہوگا

(بخاری رقم الحدیث، ۸۸۶۱، مسلم، ۸۶، سنن ترمذی ۳۱۸۲، سنن ابوداود، ۲۳۱۰، سنن نسائی ۴۰۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا۔ ابو معاویہ نے کہا اور ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) تکبر کرنے والا فقیر۔ (مسلم، ۱۰۷، سنن کبریٰ نسائی، ۸، ۲۱۳ ، شعب الایمان، ۵۴۰۵،)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا جہالت عام ہو جائے گی شراب پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا۔

(بخاری، ۸۰، مسلم ۲۶۷۱، سنن ترمذی ۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ ۴۰۴۵، مصنف عبدالرزاق، ۵۰۴۵، مسند حمیدی ۱۹۹۰،)

حضرت ظبیان نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے اور تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے۔ جن تین سے محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں ایک شخص لوگوں کے پاس جا کر سوال کرے۔ اس کا سوال ان کے ساتھ کسی رشتہ داری کی بناء پر نہ ہو اور وہ لوگ اس کو منع کریں۔ پھر ان میں سے ایک شخص چپکے سے اس کے پیچھے جائے اور خاموشی سے اس کو دے دے۔ اور اس کے عطیہ کو اللہ کے سوا کوئی جانتا نہ ہو یا وہ شخص جس کو اس نے عطیہ دیا تھا اور وہ لوگ جو رات کو سفر کریں حتیٰ کہ نیند ان کو بہت زیادہ مرغوب ہو جائے۔ پھر وہ ٹھہر جائیں۔ اور اپنے سر رکھ کر سو جائیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص بیدار ہو کر نماز میں قیام کرے۔ اور میری حمد و ثناء کرے۔ اور میری آیات کی تلاوت کرے اور وہ شخص جو کسی لشکر میں ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہو وہ لشکر شکست کھا جائے اور وہ شخص آگے بڑھ کر حملہ کرے حتیٰ کہ وہ شخص شہید ہو جائے۔ یا فتح یاب ہو اور جن تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) بوڑھا زانی (۲) تکبر کرنے والا فقیر (۳) مالدار ظالم۔

(صحیح ابن خزیمہ، ۲۴۵۶، سنن ترمذی، ۲۵۶۸، سنن نسائی ۱۶۱۴، مصنف عبدالرزاق ج ۵، ص ۲۸۹، مسند احمد، ج ۵، ص ۱۵۳، صحیح ابن حبان

۳۳۴۹، مستدرک، ج ۲ ص ۱۱۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں سورج کو گرہن لگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو طویل قیام کیا۔ پھر رکوع کیا تو لمبا رکوع کیا۔ پھر کھڑے ہوئے تو لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا تو لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا تو لمبا سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا۔ پھر فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا پس لوگوں کو خطبہ دیا تو اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جن کو کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ جب تم اسے دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اور تکبیر کہو۔ نماز پڑھو اور صدقہ دو پھر فرمایا: اے امت محمد ﷺ۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں ہے۔ جب اس کا بندہ یا باندی زنا کرے۔ اے امت محمد ﷺ۔ خدا کی قسم! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ (صحیح بخاری ۱۰۴۴، صحیح مسلم ۹۰۱، سنن ابوداؤد، ۱۱۷۷، سنن نسائی ۱۴۷۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے سامنے سے گزرتی ہے تا کہ لوگوں کو اس کی خوشبو آئے وہ عورت زانیہ ہے (یعنی لوگوں کے دلوں میں زنا کی تحریک پیدا کرتی ہے)۔

(سنن ابوداؤد، ۴۱۷۳، سنن ترمذی، ۲۷۸۶، مسند احمد ج ۴، ص ۳۹۴، مسند حمیدی، ۷۵۵، مسند بزار، ۱۵۵۱، صحیح ابن حبان، ۴۴۲۴، مستدرک، ج ۲، ص ۳۹۶، سنن بیہقی، ج ۳، ص ۲۴۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے گویا کہ وہ اس کے اوپر سائبان ہوا اور جب وہ اس سے توبہ کرتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔

(سنن ابوداؤد، ۴۶۹۰، سنن ترمذی، ۲۶۲۷، مستدرک، ج ۱، ص ۲۲، سنن بیہقی، ج ۲، ص ۵۳۶۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر آنکھ زنا کرنے والی ہوتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث، ۱۹۷۴۲)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت اس وقت اچھے حال میں رہے گی جب تک ان کی اولاد زنا کی کثرت سے نہ ہو۔ اور جب ان کی اولاد زنا کی کثرت سے ہوگی تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان میں عام عذاب نازل فرمائے گا۔ (مسند ابویعلی، ۷۰۹۱، مسند احمد، ج ۶، ص ۳۳۳، مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سود کھانے والے اور اس کا وکیل بننے والے اور اس کو گواہ بننے والا اور اس کو لکھنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ اور فرمایا: کس قوم میں زنا اور سود کا ظہور نہیں ہوتا مگر انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کر دیا ہے۔ (مسند ابویعلی، رقم الحدیث، ۴۹۷۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا شمار ہوتا ہے فرمایا: یہ گناہ کہ تو اللہ کا کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ پھر کونسا

گناہ ہے؟ فرمایا: یہ کہ تو اپنی کو اولاد کو قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی پھر میں نے کہا کہ اس کے بعد کونسا گناہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (مسند ابویعلی، ۵۰۹۵، صحیح بخاری، ۶۱۹۷، مسلم، ۸۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ماسوائے کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک بات ہو یعنی جان کے بدلے جان اور شادی شدہ زانی اور دین سے نکلنے والا یعنی مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑنے والا۔

(مسند ابویعلی، ۵۱۹۹، مسلم، ۱۶۷۶، بخاری، ۶۸۷۸، سنن ابوداؤد، ۴۳۵۲، ترمذی، ۱۴۰۲، نسائی، ۴۷۳۵، ابن ماجہ، ۲۵۳۴)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے۔ میرا بازو پکڑا اور مجھے ایک سخت پہاڑ کے پاس لائے اور بولے: آپ اس پہاڑ پر چڑھیے۔ میں نے کہا: میرے اندر اتنی طاقت نہیں، بولے: ہم آپ کے لئے آسان کر دیں گے۔ میں چڑھا اور جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو سخت آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کہا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ بولے: یہ دوزخیوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر مجھے لیکر چلے تو میں نے ایک ایسی قوم دیکھی کہ الٹے لٹکے ہیں اور ان کے جبڑوں سے خون بہہ رہا ہے۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ بولے: یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ افطار کے وقت سے پہلے افطار کرلیا کرتے تھے۔ فرمایا: یہود و نصاریٰ گھاٹے میں ہیں۔ راوی حدیث حضرت سلیمان بن عامر کہتے ہیں: یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ یہود و نصاریٰ کے متعلق حضور کا فرمان ہے یا حضرت ابوامامہ نے اپنی رائے سے خود فرمایا: حضور فرماتے ہیں: پھر میرا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو پھولے ہوئے۔ بدبودار اور بدصورت تھے۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ بولے: یہ مقتول کفار، پھر کچھ روتے لوگ نظر آئے کہ وہ بھی پھولے۔ بدبودار کہ ان کی بدبو پاخانوں کے مثل تھی۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ بولے: زانی مرد و عورت ہیں۔ پھر مجھے ایسے مقام پر لے جایا گیا جہاں عورتوں کے پستانوں کو سانپ ڈس رہے تھے۔ میں نے کہا: ان کو یہ سزا کیوں مل رہی ہے؟ بولے: یہ عورتیں اپنے بچوں کو دودھ نہ پلا کر پریشان رکھتی تھیں۔ پھر میں کچھ بچوں کے پاس سے گذرا کہ وہ دو نہروں کے درمیان کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ بچے کون ہیں؟ بولے: یہ مسلمانوں کے بچے ہیں۔ پھر مجھے ایسے تین لوگوں سے شرف ملاقات حاصل ہوا جو پاکیزہ شراب پی رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ بولے: یہ جعفر طیار، زید بن حارثہ، اور عبداللہ بن رواحہ ہیں۔ پھر مجھے مزید کچھ لوگوں سے شرف لقا حاصل ہوا۔ اور یہ بھی تین حضرات تھے۔ میں نے کہا یہ کون ہیں؟ بولے: یہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔ یہ حضرات مجھے دیکھ رہے تھے۔

(مسند ابویعلی، ۱۹۸۶، ابن حبان، ۷۴۴۸، ابن خزیمہ، ۱۹۸۶، مستدرک، ج ۱، ص ۴۳۰، الترغیب الترہیب، ج ۲، رقم الحدیث، ۱۴۸۵)

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا کیا سورۃ نور کے نازل ہونے سے پہلے یا بعد میں کہا یہ مجھے معلوم نہیں۔ (بخاری، ۶۸۱۳، مسلم، ۱۸۰۲)

حضرت شعبی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے جمعہ کے دن ایک عورت کو سنگسار کیا تو فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق سنگسار کیا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۶۸۱۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ پھر اس نے اپنے اوپر چار مرتبہ گواہی دی تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا جس کے تحت اسے سنگسار کر دیا گیا اور وہ شادی شدہ تھا۔ (بخاری، ۵۲۷۰، مسلم، ۱۶۹۱)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کتے کی قیمت زنا کا معاوضہ اور کاہن کی مٹھائی کھانے سے منع کیا ہے۔ (صحیح بخاری۔ رقم الحدیث، ۲۲۳۷)

حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں زنا ظاہر ہو گیا وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت ظاہر ہوگئی وہ رعب ودبدبہ میں گرفتار ہوگی۔ (مشکوۃ رقم الحدیث، ۳۵۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک سزا کا نافذ کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس رات کی بارش سے بہتر ہے۔ (مشکوۃ رقم الحدیث، ۳۴۳۰، ابن ماجہ ۳۱۰)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے اس چیز کی جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (زبان) اور اس چیز کی جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے۔ (شرمگاہ) ضمانت دے (ان سے خلاف شرع کام نہ کرے) میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری، ۶۴۷۴، مسند ابویعلی، ۷۵۵۰، مستدرک، ج۵، ص ۳۳، سنن ترمذی، ۲۴۰۸)

حضرت عثمان بن ابو عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدھی رات کو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ایک منادی ندا کرتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہو تو اس کی دعا قبول کی جائے۔ کوئی سوال کرنے والا ہو تو اس کو عطا کیا جائے، کوئی مصیبت زدہ ہو تو اس کی مصیبت دور کر دی جائے۔ پس ہر دعا کرنے والے مسلمان کی دعا قبول کی جائے گی سوائے اس عورت کے جو پیسے لیکر زنا کراتی ہو اور سوائے اس شخص کے جو ظالمانہ ٹیکس لیتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، مسند احمد ج ۴، ص ۲۲، المعجم الاوسط، ۲۷۹۰، مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۸۸)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: زانیوں کے چہروں میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔ الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، طبرانی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں نظر ہے۔ (مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زنا فقر پیدا کرتا ہے۔

(شعب الایمان، ۵۴۱۸، الترغیب والترہیب، ۳۵۲۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ساٹھ سال اپنے گرجے میں اللہ کی عبادت کی۔ پھر بارش ہوئی اور زمین سرسبز ہوگئی۔ راہب نے اپنے گرجے سے باہر جھانکا اور سوچا میں گرجے سے باہر نکل کر اللہ کا ذکر کروں اور زیادہ نیکی کروں۔ وہ گرجے سے اترا۔ اس کے ہاتھ میں ایک روٹی یا دو روٹیاں تھیں۔ جس وقت وہ باہر کھڑا تھا۔ تو ایک عورت آکر اس سے ملی وہ دونوں ایک دوسرے تک کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک عابد نے اس عورت سے اپنی خواہش پوری کر لی۔ پھر اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی پھر وہ ایک گرم تالاب میں نہایا۔ اس کے بعد ایک سائل آیا۔ تو

اس نے ان دو روٹیوں کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی ساٹھ سال کی عبادت کا زنا کے گناہ کے ساتھ وزن کیا گیا۔ تو گناہ کا پلڑا بھاری نکلا۔ پھر ان دو روٹیوں کی نیکی کا وزن کیا گیا تو نیکیوں کا پلڑا بھاری نکلا۔ لہٰذا اس کو بخشش دیا گیا۔

(الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، ۳۵۳۱ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث، ۳۷۹)

حضرت نافع جو رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: متکبر مسکین، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے تو وہ اسے تین مرتبہ اللہ کی کتاب کے مطابق کوڑے مارے اور اگر چوتھی مرتبہ پھر زنا کرے تو اسے فروخت کر دے خواہ بالوں کی ایک رسی کی عوض فروخت کرے اس باب میں زید بن خالد اور شبل سے بھی احادیث منقول ہیں شبل، عبداللہ بن مالک اوسی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت ابوہریرہ ہی سے کئی سندوں سے منقول ہے بعض علماء صحابہ وغیرہ کا اسی پر عمل ہے وہ کہتے ہیں کہ اپنے غلام یا باندی پر حد جاری کرنے کے لیے حاکم کے پاس جانے کی ضرورت نہیں امام احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اسے حاکم کے سپرد کردے حد جاری نہ کرے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1482)

حضرت عبداللہ بن ادریس نقل کی ہے پھر یہ حدیث ان کے علاوہ بھی اسی طرح منقول ہے محمد بن اسحاق بھی نافع ہے اور وہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر نے کوڑے مارے اور جلاوطن بھی کیا۔ حضرت عمر نے بھی کوڑے مارے اور جلاوطن کی سزا بھی دی لیکن اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جلاوطن کرنا ثابت ہے حضرت ابوہریرہ، زید بن خالد، عبادہ بن صامت اور دیگر صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا صحابہ کرام جن میں ابوبکر، عمر، علی، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود اور ابوذر وغیرہ شامل ہیں کا اسی پر عمل ہے متعدد فقہاء تابعین سے بھی اسی طرح منقول ہے سفیان ثوری، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1479)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے اور ہم اکٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور والدین کی نافرمانی سے بچو۔ کیونکہ ایک ہزار سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ اور ماں باپ کا نافرمان، رشتہ منقطع کرنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اس خوشبو کو نہیں پائے گا۔ کبریائی صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ (الترغیب والترہیب، ۳۶۶۵، مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۱۲۵)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ سات آسمان اور سات زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی شرمگاہوں کی بدبو سے اہل دوزخ کو بھی تکلیف ہوگی۔

(الترغیب والترغیب، ج ۳، کتاب الحدود، ۳۵۳۷، مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۵، مسند بزار، ۱۵۴۸)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تم زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ حرام ہے۔ اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے لہٰذا قیامت تک کے لئے حرام ہوگا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا کہ اگر کوئی شخص دن عورتوں سے زنا کرے تو یہ اس کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۸، اس کے راوی ثقات ہیں۔ الترغیب والترہیب، ۳۵۴۷)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہو قیامت کے دن اللہ عزوجل ایک اژدھے کو اس کے اوپر مسلط کردے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چار بندوں سے بغض فرماتا ہے قسم کھا کر سودا بیچنے والا، دھوکہ دینے والا فقیر، بوڑھا زانی، موٹے پیٹ والا حاکم۔

(رواہ الطبرانی والکبیر، من روایۃ ابن لھیعۃ، ترغیب وترہیب، کتاب الحدود۔ مجمع الزوائد، ج ۶ ص ۲۵۸)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ بوڑھا زانی، جھوٹا حکمران اور تکبر کرنے والا فقیر۔ (مسند بزار، ۱۳۰۸، الترغیب والترہیب، ۳۵۴۴، مجمع الزوائد، ج ۶ ص ۲۵۵)

حضرت راشد بن سعد مقرائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کی کھال کو آگ کی کینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا۔ میں نے کہا: اے جبریل یہ کون ہیں انہوں نے کہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کرنے کے لئے مزین ہوتے تھے۔ پھر میں ایک کنوئیں کے پاس سے گزرا جس سے سخت بدبو آرہی تھی۔ میں نے پوچھا؟ اے جبریل یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کرانے کے لئے خود کو مزین کرتی تھیں۔ اور وہ کام کرتی تھیں جو ان کے لئے جائز نہ تھے۔ (شعب الایمان ۶۷۵۰، الترغیب الترہیب، ۳۵۰۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بطور عادت زنا کرنے والا کرنے والا بت پرست کی طرح ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، ج ۲۳ ص ۱۷۳، رقم الحدیث ۳۱۴۹، مساوی الاخلاق، ۴۷۷، الترغیب والترہیب، ۳۵۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے والے شخص کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت) نہیں فرمائے گا۔ اور نہ اس کو پاک کرے گا اور فرمائے گا اس کو جہنمیوں کے ساتھ داخل کردو۔ (رواہ ابن ابی الدنیا والخرائطی، وغیرھا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کالے سانپوں مین سے کسی کو مسلط کرے گا جو اس کو ڈس رہا ہوگا۔ (رواہ الطبرانی، ورواتہ ثقات)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجاہدین کی بیویوں کی حرمت جہاد میں شریک نہ ہونے والے لوگوں پر ایسی ہے جیسے کہ ان کی ماں کی حرمت اور جو جہاد میں شرکت نہ کرسکنے والا آدمی مجاہدین کے گھر بار کی

خدمت میں رہے اور پھر ان کے اہل میں خیانت کا مرتکب ہو تو قیامت کے دن اس کو مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور اس مجاہد سے کہا جائے گا کہ اس نے تیرے اہل میں خیانت کی پس اب تو جتنی چاہے نیکیاں لے لے۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا بولو تمہارا کیا خیال ہے؟ (یعنی بتا گھاٹے میں کون رہا؟ مرد مجاہد یا خیانت کرنے والا؟) (صحیح مسلم، ۱۸۹۷، ۱۳۹، ابوداؤد فی الجہاد، ۲۴۹۶ نسائی فی الجہاد، باب ۴۸، ۴۷، ۳۱۸۹)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں جلوہ گر ہوئے، آپ نے ارشاد فرمایا: جب کسی قوم میں فحاشی کا رواج بڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ علانیہ بے حیائی کرنے لگتی ہے تو ان لوگوں کے درمیان طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے اسلاف کے زمانہ میں موجود نہ تھیں۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن، ص 290، باب العقوبات حدیث نمبر 4009)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔ جس دن کہ عرش الٰہی کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (یعنی قیامت کے دن اور وہ سات آدمی یہ ہیں۔

۱: حاکم عادل۔

۲: وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پھلا پھولا۔

۳: وہ شخص جو مسجد سے نکلے تو اس کا دل مسجد میں اٹکا رہے یہاں تک کہ دوبارہ مسجد میں چلا جائے۔

۴: وہ دو آدمی جنہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں دوستی کی اس کے لئے جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔

۵: وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔

۶: وہ شخص جس کو کسی صاحب حسب ونسب اور صاحب حسن وجمال خاتون نے غلط دعوت دی مگر اس نے یہ کہہ کر اس کی دعوت رد کردی کہ: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

۷: اور وہ شخص جس نے صدقہ کیا تو اس کو ایسا چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (بخاری فی الاذان باب ۳۶، وزکوۃ باب ۱۶، ۶۲۹، مسلم فی الزکوۃ ۹۱، ۱۰۳۱، جامع ترمذی، ۲۳۹۱، مسند احمد بن حنبل، ۴۳۹۲، الموطا امام مالک، ۱۷۰۹، صحیح بن حبان، ۷۳۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات سے بھی زیادہ مرتبہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کا کفل نامی ایک شخص کسی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے اسے ساٹھ دینار دیئے تا کہ وہ اس سے جماع کر سکے۔ چنانچہ جب وہ شخص اس سے یہ فعل (یعنی جماع) کرنے لگا تو وہ رونے اور کانپنے لگی۔ اس نے کہا تم کیوں روتی ہو۔ کیا میں نے تمہارے ساتھ زبردستی کی ہے۔ اس عورت نے کہا نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو اس سے پہلے میں نے نہیں کیا لیکن ضرورت نے مجھے مجبور کیا۔ کفل نے کہا جو کام تم نے کبھی نہیں کیا آج کر رہی ہو۔ جاؤ وہ

دینار تمہارے ہیں۔ پھر اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں آج کے بعد کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر وہ اسی رات مر گیا تو صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کو معاف کر دیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی، جامع ترمذی ج ۲ کتاب القیامۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی چلے جا رہے تھے کہ بارش ہونے لگی تو وہ لوگ پہاڑ کے دامن میں ایک غار میں چلے گئے اتنے میں پہاڑ کی بلندی سے ایک بڑا سا پتھر گرا اور اس کی وجہ سے غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ تو ان لوگوں نے آپس میں کہا: اپنے اپنے اعمال صالحہ پر نظر دوڑاؤ اور انھیں کے واسطہ سے خدا سے دعا کرو شائد خدا کوئی آسانی پیدا کر دے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے بچے بھی بہت چھوٹے چھوٹے تھے۔ میں بکریاں چرا کر ان کا پیٹ پالتا تھا واپس آ کر بکریوں کا دودھ نکالتا تو پہلے والدین کے سامنے پیش کرتا اس کے بعد اپنے بچوں کو دیتا۔

اتفاقاً میں ایک دن صبح سویرے گھر سے نکل گیا اور شام تک واپس نہ آیا۔ جب میں واپس پلٹا تو میرے والدین سو چکے تھے میں نے روزانہ کی طرح دودھ نکالا اور دودھ لے کر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا مجھے یہ گوارہ نہ ہوا کہ انھیں بیدار کروں اور نہ ہی یہ گوارہ ہوا کہ والدین سے پہلے بچی کو دودھ پیش کروں حالانکہ بچی بھوک کی وجہ سے رو رہی تھی اور میرے قدموں میں بلبلا رہی تھی مگر میری روش میں تبدیلی نہ آئی یہاں تک کہ صبح ہو گئی پروردگارا! اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ عمل میں نے صرف تیری رضا کے لئے انجام دیا ہے تو اسی عمل کے واسطہ سے اتنی گنجائش پیدا کر دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں اللہ نے اتنی گنجائش پیدا کر دی اور ان لوگوں کو آسمان دکھائی دینے لگا۔

دوسرے نے کہا: میرے چچا کی ایک لڑکی تھی میں اس سے ایسی شدید محبت کرتا تھا جیسے کہ مرد عورتوں سے کرتے ہیں میں نے اس سے مطلب برآری کی خواہش کی اس نے سو دینار کی شرط رکھی میں نے کوشش کر کے کسی طرح سو دینار جمع کئے انھیں ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور جب شیطانی مطلب پورا کرنے کی غرض سے اس کے نزدیک ہوا تو اس نے کہا اے بندۂ خدا اللہ سے ڈرو اور ناحق میرا لباس مت اتار دے یہ بات سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پروردگارا اگر میرا یہ عمل تیرے لئے ہے تو تھوڑی گنجائش اور مرحمت کر دے۔ اللہ نے تھوڑی سی گنجائش اور عطا کر دی۔

تیسرے آدمی نے کہا میں نے ایک شخص کو تھوڑے چاول کی اجرت پر اجیر کیا جب کام مکمل ہو گیا تو اس نے اجرت کا مطالبہ کیا میں نے اجرت پیش کر دی لیکن وہ چھوڑ کر چلا گیا میں اسی سے کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی قیمت سے بیل اور اس کا چرواہا خرید لیا۔ ایک دن وہ مزدور آیا اور مجھ سے کہا: خدا سے ڈرو اور میرا حق مجھے دے دو۔ میں نے کہا جاؤ وہ بیل اور چرواہا لے لو اس نے پھر کہا خدا سے ڈرو اور میرا مذاق مت اڑاؤ۔ میں نے کہا میں ہرگز مذاق نہیں کر رہا ہوں یہ بیل اور چرواہا لے لو۔ چنانچہ وہ لے کر چلا گیا۔ پروردگار میرا یہ عمل اگر تیرے لئے تھا تو ہمارے لئے بقیہ راستہ کھول دے۔ اللہ نے راستہ کھول دیا۔

(بخاری فی الاجارۃ، ۲۲۷۲، مسلم، ۶۸۸۶، ابن حبان فی صحیحہ من حدیث ابی ہریرہ نحوہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے قریش کے جوانو! تم اپنی

شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور زنا نہ کرو۔ جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اس کے لئے جنت ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اجابۃ دعاء من بر والدیہ ج ۵ ص ۰ ۲۹ ط مصر ۱۲۸۶ ھ ق۔ فتح الباری عسقلانی ج ۱۰ ص ۳۳۸ شرح القسطلانی ج ۹ ص ۵۔ صحیح مسلم کتاب الرقاق باب قصۃ اصحاب الغار الثلاثۃ والتوسل بصالح الاعمال ج ۸ ص ۸۹ ط دارالفکر۔ وشرح النووی ج ۱۰ ص ۳۲۱ وذم الہوی لابن الجوزی ص ۲۴۶) ترغیب وترہیب (۳۶۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت پانچ نمازیں ادا کرے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے گی۔

(ترغیب وترہیب، ۸۵۳۶، ابن حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ نے داڑھوں کے درمیان اور ٹانگوں کے درمیان والی چیزوں کو برائی سے بچالیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ (جامع ترمذی، کتاب الزہد ج ۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مجھے اپنی چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب تم بات کرو تو سچ بولو۔ اور جب تم وعدہ کرو تو پورا کرو۔ اور جب [illegible] رے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو۔ اور تم اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو اور تم اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو اور اپنے ہاتھوں کو (ظلم) سے روکو۔

(مسند احمد بن حنبل، ۲۳۱۴۷، ابن ابی دنیا، ابن حبان فی صحیحہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت پر اتنا خوف کسی چیز کا نہیں رکھتا جتنا قوم لوط کے عمل کا خوف رکھتا ہوں۔ (ابن ماجہ، ۲۳۶، جامع ترمذی، ۱۴۷۷)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی قوم عہد توڑتی ہے۔ تو ان میں قتل عام ہوجاتا ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی عام ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر موت عام کردیتا ہے اور جب لوگ زکوٰۃ دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ مسلم کی شرط پر یہ صحیح ہے۔ ابن ماجہ، بزار، اور بیہقی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں۔ کہ نبی پاک ﷺ نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا اے مہاجرین! جب تم پانچ کاموں میں مبتلاء کردیئے جاؤ اور میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کاموں کو نہ کرو یا تم میں وہ کام نہ پائے جائیں جب کسی قوم میں فحاشی بے حیائی عام ہونا شروع ہوجائے۔ اور ان میں طاعون اور وہ بیماریاں عام ہوجاتی ہیں۔ جو پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔ (ابن ماجہ، ۱۸۱۸، باب العقوبات)

جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو ان پر قحط اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ بادشاہ ان پر ظلم کرتے ہیں۔ جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر بارش روک دیتا ہے۔ اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آس پاس سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ برستا۔ اور جب لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کردیتا ہے۔ تو وہ ان کا مال وغیرہ سب کچھ چھین لیتے ہیں اور جب مسلمان حکمران اللہ کے قانون کو چھوڑ کر دوسرا اور احکام خداوندی میں کچھ

لیتے اور کچھ چھوڑتے ہیں تو اللہ ان کے درمیان اختلاف پیدا فرما دیتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو دشمنوں کی حکومت ہو جائے گی اور جب کثرت کے ساتھ زنا ہوگا تو ولوگ بہ کثرت قید ہوں گے اور جب قوم لوط کا عمل کثرت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ مخلوق کے اوپر سے اٹھالے گا۔ پھر یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔ المعجم الکبیر، ۱۷۵۲، حافظ الهیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں عبدالخالق بن زید بن واقد ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد، ۶، ص ۲۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے اپنی مخلوق میں سے سات بندوں پر لعنت کی ہے۔ اور ان میں ہر ایک پر تین بار لعنت کی ہے اور باقی ان میں سے ہر ایک پر (ایک بار) لعنت کافی ہے۔ فرمایا: جو شخص قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔ یہ بات تین بار فرمائی۔ اور جو ذبح کے وقت جانور پر غیر خدا کا نام لے۔ وہ بھی ملعون ہے۔ اور جو جانوروں کے پاس آئے (یعنی جانوروں سے بدفعلی کرے) وہ ملعون ہے۔ اور جو والدین کی نافرمانی کرے وہ بھی ملعون ہے اور جو ایک نکاح میں ماں اور اس کی بیٹی کو جمع کرے وہ بھی ملعون ہے اور جو زمین میں حدود کو بدل ڈالے وہ بھی ملعون ہے اور جو اپنے آقا کے غیر کا دعویٰ کرے وہ بھی ملعون ہے۔ (ترغیب وترہیب، ۳۶۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قوم لوط کا عمل کرنے والے کے متعلق فرمایا اوپر والے اور نیچے والے سب کو سنگسار کر دو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 720)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخص ایسے ہیں جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب میں ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں فرمایا: مردوں میں سے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور عورتوں میں سے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے۔ (ترغیب وترہیب، ۳۶۹۷)

اور جانور کے پاس آئے یعنی جانور سے بدفعلی کرے اور جو مردوں کے پاس آئے (یعنی جو شخص مردوں کے ساتھ لواطت کرے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ایسے شخص کو پاؤ جس نے قوم لوط کا عمل کیا تو فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ (ابوداؤد فی الحدود، باب ۲۸، ترمذی فی الحدود باب ۳۴، ابن ماجہ فی الحدود باب ۱۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جو کسی جانور سے بدکاری کرے اس شخص کو اور اس جانور دونوں کو تم قتل کر دو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے اس حدیث میں عارضہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کے علاوہ جانور کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ (ابوداؤد فی الحدود باب ۲۹، ترغیب وترہیب، ۳۶۹۹)

ابن ابی دنیا اور بیہقی نے اپنی جید سند کے ساتھ محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا کہ اس عرب کے بعض پسماندہ علاقہ میں ایک ایسا شخص پایا ہے۔ جس سے نکاح کیا جاتا ہے

جس طرح عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ایسا گناہ ہے جو ایک امت کے علاوہ کسی نے نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جوان کے ساتھ کیا تم اس کو جانتے ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کو آگ کے ساتھ جلا دیا جائے پس آپ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی رائے کو جمع کیا کہ اسے آگ میں جلایا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو آگ میں جلایا جائے۔

(الترمذی فی الرضاع، باب ۱۲، ابن حبان فی صحیحہ، النسائی، الترغیب والترہیب، ۳۷۰۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں وطی کرے۔ (الترغیب والترہیب، ۳۷۰۱، کتاب الحدود)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم شرماتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔ یہ تم اپنی عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو۔ (مسند ابویعلی، الترغیب والترہیب، ۳۷۰۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: لوطیہ صغریٰ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کے پیچھے کے مقام پر آئے یعنی پاخانہ کی جگہ اپنی خواہش پوری کرے۔ (المسند ج ۲، ص ۲۱۰، ۱۸۲)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا یہ تین مرتبہ کہا کہ تم اپنی بیوی کے پاس ان کے پیچھے کے مقام سے نہ آؤ۔ ابن ماجہ فی النکاح، باب ۲۹) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے عورتوں کی دبر استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔ (ترغیب وترہیب، ۳۷۰۷)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنی عورتوں کی دبر استعمال کرتے ہیں۔ (طبرانی، ترغیب وترہیب، ۳۷۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی عورت کی سرین میں جماع کیا تحقیق اس نے کفر کیا۔ (طبرانی فی الاوسط)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے مرد کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے۔ (ابن ماجہ فی النکاح باب ۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کی دبر میں جماع کیا وہ ملعون ہے۔ (ابوداؤد باب النکاح باب ۴۵، مسند احمد، ج ۲، ص ۴۷۶، ۴۴۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حائضہ کے پاس آیا یا بیوی کی دبر میں جماع کیا یا کاہن کے پاس گیا اور اس کو اچھا جانا تو اس نے کفر کیا اس کا جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔

(ترمذی فی الطہارت، باب ۱۰۲، الرضاع باب ۱۲، ابن ماجہ فی النکاح باب ۲۹، مسند احمد ج ۱ ص ۸۶، ج ۶ ص ۳۰۵)

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم عورتوں کے پاس ان کے پیچھے سے نہ آؤ (ان سے لواطت نہ کرو) بے شک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے استحیاء نہیں کرتا۔ (مسند احمد، ترمذی، النسائی، ابن حبان)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاعل ومفعول اور جو شخص کسی جانور سے بدکاری کرے انہیں قتل کر دو۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ لوطی کی حد میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ وہ اس طرف گئے ہیں کہ لواطت کرنے والے کو زنا کی حد لگائی جائے۔ اگر وہ شادی شدہ ہے تو اسے رجم کیا جائے اگر وہ شادی شدہ نہیں تو سو کوڑے مارے جائیں۔ یہ قول سعید بن مسیب، عطاء ابن ابی رباح، حسن قتادہ اور امام نخعی کا ہے۔

اور یہی بات ثوری اور امام اوزاعی کی ہے اور وہی امام شافعی کا قول ہے اسی طرح امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن سے روایت کیا گیا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک اس قول کے مطابق لواطت کرنے والے کو بھی سو کوڑے مارے جائیں مرد ہو یا عورت۔ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ سب کے لئے جلاوطنی عام ہے۔ ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ لوطی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اسے سنگسار کیا جائے۔

سعید بن جبیر اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور یہی بات شعبی اور زہری نے یہی بات کہی ہے اور امام مالک، احمد اور امام اسحاق کا قول ہے۔

حماد بن ابراہیم نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ اگر کسی پر سنگسار کی حد لگائی گئی ہے تو لوطی کو دو مرتبہ سنگسار کیا جائے گا۔ آخری قول امام شافعی کا ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے جس طرح حدیث میں آیا ہے۔

حافظ نے کہا ہے کہ خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن زبیر اور ہشام بن عبدالملک نے لوطی کو آگ سے جلایا ہے۔ (الترغیب والترہیب، ۳/۲۰۰)

بَابٌ فِيْ وَطْءِ السَّبَايَا

باب: (جنگ میں) قید ہونے والی عورتوں کے ساتھ صحبت کرنا

2155 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ اَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ اَبِي عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

2155-اسناده صحيح. سعيد: هو ابن ابى عروبة، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسى، وصالح ابى الخليل: هو صالح بن ابى مريم الضبعى.
واخرجه مسلم (1456)، والترمذى (1163) و (3264)، والنسائى فى "الكبرى" (5468) و (11030) من طرق عن قتادة، بهذا الاسناد.
واخرجه مسلم (1456) من طريق قتادة، والترمذى (1162) و (3265)، والنسائى فى "الكبرى" (5467) و (11031) من طريق عثمان البتي

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعْثًا إِلَى أَوْطَاسَ فَلَقُوا عَدُوَّهُمْ فَقَاتَلُوهُمْ فَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي ذَلِكَ (وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ) (النساء: 24) أَيْ: فَهُنَّ لَهُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ حنین کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کی طرف ایک مہم روانہ کی، ان کا دشمن سے سامنا ہوا، لڑائی ہوئی، اور وہ دشمن پر غالب آ گئے، انہیں قیدی عورتیں بھی ملیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ حضرات نے ان کے ساتھ صحبت کرنے میں حرج محسوس کیا، کیونکہ ان کے مشرک شوہر، (ابھی زندہ تھے) تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

''شادی شدہ عورتیں (بھی تمہارے لیے حرام ہیں) البتہ جن کے تم مالک بن جاؤ (ان کا حکم مختلف ہے)''

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور تم پر حرام کی گئی ہیں) وہ عورتیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں مگر (کافروں کی) جن عورتوں کے تم مالک ہو جاؤ یہ حکم تم پر اللہ کا فرض کیا ہوا ہے۔ (النساء: ۲۴)

جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی تحقیق کا بیان

میدان جنگ میں جو کافر قید ہو جائیں ان کو غلام بنا لیا جاتا ہے اور امیر لشکر ان کو مجاہدین میں تقسیم کر دیتا ہے اور جو کافر عورتیں مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوں اور قید ہو جائیں ان کو باندیاں بنا لیا جاتا ہے اور امیر لشکر ان کو مجاہدین میں تقسیم کر دیتا ہے اور ان باندیوں کے ساتھ ان کے مالک بغیر نکاح کے مباشرت کر سکتے ہیں۔ مخالفین اسلام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں انسانوں کو غلام اور باندیاں بنایا جاتا ہے اور یہ شرف انسان کے خلاف ہے بلکہ تذلیل انسانیت ہے۔ اس اعتراض کی وجہ اس مسئلہ سے ناواقفیت ہے۔ جنگی قیدیوں کے ساتھ روس، جرمنی اور یورپی ممالک میں جو وحشیانہ مظالم کئے جاتے رہے اور ان سے جو جبری مشقتیں لی جاتی رہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسلام نے غلاموں اور باندیوں کے ساتھ جس حسن سلوک کی ہدایت دی ہے اور ان کو آزاد کرنے پر جو اجر و ثواب کی بشارتیں دی ہیں یہ ان ہی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا سے لونڈی اور غلاموں کا چلن ختم ہو گیا' نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ اسلام نے یہ لازمی طور پر نہیں کہا کہ جنگی قیدیوں کو لونڈیاں اور غلام بنایا جائے بلکہ اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو بلا فدیہ آزاد کر دیا جائے یا جسمانی فدیہ کے بدلہ میں آزاد کر دیا جائے یا ان کو لونڈی اور غلام بنا لیا جائے چونکہ اس زمانہ میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کا رواج تھا' اس لئے مسلمانوں کو یہ اجازت دی کہ اگر وہ تمہارے قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنائیں تو تم بھی مکافات عمل کے طور پر ان کے قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا سکتے ہو۔ اگر وہ تمہارے قیدیوں کو مالی فدیہ کے بدلے میں آزاد کریں تو تم بھی ان کے قیدیوں کو مالی فدیہ کے بدلہ میں آزاد کر دو' اور اگر وہ تمہارے جنگی قیدیوں سے اپنے قیدیوں کا تبادلہ کریں تو تم بھی ان کے جنگی قیدیوں سے اپنے قیدیوں کا تبادلہ کر لو اور اگر وہ تبرع اور احسان کر کے تمہارے جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دیں

مسلمان مکارم اخلاق اور تبرع اور احسان کرنے کے زیادہ لائق ہیں۔اور اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

(آیت)'' **فاذا لقيتم الذين كفروا فضرب الرقاب حتى اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فدآء حتى تضع الحرب اوزارها**''۔(محمد: ٤)

ترجمہ: جب تم کافروں سے نبرد آزما ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ گرفتار ہوں ان کو مضبوطی سے قید کر لو پھر یا تو ان پر محض احسان کر کے ان کو آزاد کر دو یا ان سے (مالی یا بدنی) فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دو۔

اور اگر کافر مسلمانوں کے جنگی قیدیوں کو لونڈی یا غلام بنائیں تو مکافات عمل کے طور پر ان کے جنگی قیدیوں کو بھی لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (آیت)'' **وجزآء سيئة سيئة مثلها**''۔(الشوریٰ: ٤٠)

ترجمہ: برائی کا بدلہ تو اس کی مثل برائی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے لازمی طور پر جنگی قیدیوں کو لونڈی یا غلام بنانے کی ہدایت نہیں دی ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی آیت سے یہ بیان کیا ہے کہ جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ یا مالی یا جانی فدیہ لے کر آزاد کرنا اسلام میں جائز ہے اب ہم اس پر احادیث سے دلائل پیش کر رہے ہیں مکہ جنگ سے فتح ہوا تھا اور تمام اہل مکہ جنگی قیدی تھے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسانا ان کو آزاد کر دیا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔(صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٧٨٠ 'صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٤٧٦٠ 'مسند احمد ج٢ ص٢٩٢ '٥٣٨ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج١٤ ص٤٧٢ 'سنن کبریٰ للبیہقی ج٩ ص١١٨ 'مطولا ومختصرا)

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام متوفی ٢١٣ھ روایت کرتے ہیں:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا **لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ**''۔اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کیا۔اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور صرف اسی نے تمام لشکروں کو شکست دی' سنو زمانہ جاہلیت کی ہر زیادتی' ہر خون اور ہر مال آج میرے قدموں کے نیچے ہے یہاں کعبہ کی چوکھٹ اور حجاج کی سبیل پر' اے قریش کی جماعت! اللہ نے تم سے زمانہ جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا پر فخر کو دور کر دیا ہے' تمام انسان آدم سے پیدا کئے گئے ہیں اور آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔آپ نے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو۔(مختصراً)

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام علی ہامش الروض الانف ج٢ ص٢٧٤ 'مطبوعہ مطبعہ فاروقیہ ملتان ١٣٩٧ھ 'سبل الہدیٰ والرشاد ج٥ ص٢٤٢)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ نے اس خطبہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔(سنن کبریٰ ج٩ ص١١٨ 'مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

مالی فدیہ کے بدلہ میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق احادیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا فرمایا تھا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں کے متعلق فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان بدبوداروں (قیدیوں) کے متعلق سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان سب کو آزاد کر دیتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۳۹' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۸۹' مسند حمیدی رقم الحدیث: ۵۵۸' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۷۴۱۶' شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۷۱۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۶۷' مسند احمد ج ۴ ص ۸۰' المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۰۶)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے کر (قیدیوں کو) آزاد کر دیا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کے لئے چار سو (درہم) فدیہ مقرر فرمایا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے لئے فدیہ کی رقم بھیجی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کے فدیہ کے لئے جو مال بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کی ابوالعاص سے شادی کے موقع پر ان کو دیا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر شدید رقت طاری ہوگئی اور آپ نے فرمایا: اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو اس کے قیدی کو (بلا معاوضہ) آزاد کر دو اور ان کا ہار ان کو واپس کر دو۔ صحابہ نے کہا ٹھیک ہے' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لے لیا یا اس نے از خود وعدہ کیا تھا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کو آپ کے پاس بھیج دے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور ایک انصاری رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا تم بطن یا جج میں ٹھہرنا حتیٰ کہ تمہارے پاس سے (حضرت) زینب گزریں وہ دونوں حضرت زینب کو حضور کے پاس لے کر آئے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۲' المستدرک ج ۳ ص ۲۳' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۶)

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کا چار سو درہم فدیہ مقرر کیا تھا' عباس نے کہا ان کے پاس کوئی مال نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ مال کہاں ہے جس کو تم نے اور ام الفضل نے زمین میں دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو یہ مال میرے بیٹوں فضل' عبداللہ اور قثم کے لئے ہوگا۔ عباس نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ یہ ایسی بات ہے جس کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو پتہ نہیں تھا۔

امام بخاری اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بعض انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھتیجے عباس سے فدیہ نہ لیں' آپ نے فرمایا۔ نہیں

بخدا تم ان میں سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔ آپ نے بعض سے چار ہزار فدیہ لیا بعض سے دو ہزار' بعض سے ایک ہزار اور بعض پر احسان کر کے ان کو بلا فدیہ آزاد کر دیا۔

اہل مکہ کو لکھنا آتا تھا اور اہل مدینہ کو لکھنا نہیں آتا تھا' جس اہل مکہ کے پاس مال نہیں تھا آپ نے ان کا یہ فدیہ مقرر کیا کہ وہ مدینہ کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھائیں اور جب وہ لڑکے لکھنے میں ماہر ہو گئے تو وہ آزاد کر دیئے گئے' حضرت زید بن ثابت نے بھی ان ہی سے لکھنا سیکھا تھا۔ (سبل الہدی والرشاد ج ٤ ص ٦٩' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٤)

مسلمانوں قیدیوں سے تبادلہ میں جنگی قیدی آزاد کرنے کے متعلق احادیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبادلہ میں بھی قیدیوں کو آزاد کیا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ٢٦١ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف بنو عقیل کا حلیف تھا۔ ثقیف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخصوں کو قید کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بنو عقیل کے ایک شخص کو گرفتار کر لیا اور اس کے ساتھ عضباء اونٹنی کو بھی پکڑ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ بندھا ہوا تھا اس نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا حجاج کی اونٹنیوں پر سبقت کرنے والی اونٹنی کیوں پکڑی گئی؟ یعنی عضباء' اور آپ نے مجھے کس جرم میں پکڑا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے تم کو تمہارے حلیف ثقیف کے بدلہ میں پکڑا ہے پھر آپ چلے گئے اس نے کہا یا محمد' یا محمد' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہربان اور رقیق القلب تھے' آپ لوٹ آئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں نے مسلمان ہوں! آپ نے فرمایا اگر تو گرفتار ہونے سے پہلے یہ کہتا تو مکمل طور پر کامیاب ہوتا آپ چلے گئے اس نے پھر آواز دی اور کہا یا محمد یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں بھوکا اور پیاسا ہوں مجھے کھانا اور پانی دیجئے آپ نے اس کی حاجت پوری کی' پھر اس کو ان دو مسلمانوں کے بدلہ میں آزاد کر دیا گیا جن کو ثقیف نے پکڑا تھا۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث: ١٦٤١' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٣١٦' مسند حمیدی رقم الحدیث: ٨٢٩' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ٤٨٥٩' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ٥٣٩٥' مسند احمد ج ٤ ص ٤٠ ٣' ٤٣٣' سنن بیہقی ج ٩ ص ٧٢' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٤ ص ١٨٨' المعجم الکبیر للطبرانی ج ١٨ ص ٤٥٣)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے قبیلہ فزارہ کے خلاف جہاد کیا۔ اس جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا تھا جب ہمارے اور پانی کے درمیان کچھ دیر کی مسافت رہ گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم رات کے آخری حصہ میں اتریں' پھر ہر طرف سے حملہ کا حکم دیا گیا' اور ہم ان کے پانی پر پہنچے اور جس جگہ کو قتل کرنا تھا اس کو قتل کیا اور قید کیا' میں کفار کے ایک گروہ کو دیکھ رہا تھا جس میں کفار کے بچے اور عورتیں تھیں مجھے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں وہ مجھ سے پہلے پہاڑ تک نہ پہنچ جائیں میں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان ایک تیار مارا جب انہوں نے تیر کو دیکھا تو سب ٹھہر گئے میں ان سب کو گھیر کر لے آیا' ان میں فزارہ کی ایک عورت تھی جس نے چمڑے کی کھال کو منڈھ رکھا تھا اور اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جو عرب کی حسین ترین دوشیزہ تھی' میں ان سب کو پکڑ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ لڑکی مجھے انعام میں دے دی ہم مدینہ پہنچے ابھی میں نے اس لڑکی کے کپڑے بھی نہ اتارے تھے کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بازار میں ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا: اے سلمہ یہ لڑکی مجھے ہبہ کردو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ خدا کی قسم یہ لڑکی مجھے بہت پسند ہے اور میں نے ابھی تک اس کا لباس بھی نہیں اتارا اگلے دن میری پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے فرمایا: اے سلمہ یہ لڑکی مجھے دے دو تمہارا باپ بہت اچھا تھا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! خدا کی قسم! یہ آپ کی ہے میں نے اس لڑکی کا لباس تک نہیں اتارا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لڑکی اہل مکہ کو بھیج دی اور اس کے بدلہ میں کئی مسلمان قیدیوں کو چھڑا لیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۵۵ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۲۶۹۷ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:۲۸۴۶ صحیح ابن حبان رقم الحدیث:۴۸۶۰ مسند احمد ج ۴ ص ۴۶ '۵۱ سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۲۹)

جنگی قیدیوں کو احساناً بلا معاوضہ آزاد کرنے کے متعلق احادیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا معاوضہ بھی جنگی قیدیوں کو آزاد کیا ہے فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کو طلقاء (آزاد) قرار دینے اور جنگ بدر کے بعض جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ آزاد کرنے کی ہم اس سے پہلے احادیث سے مثالیں ذکر کر چکے ہیں بعض مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف حملہ کرنے کے لئے گھوڑے سواروں کی ایک جماعت بھیجی' صحابہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے جس کا ثمامہ بن اثال تھا اور اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا ثمامہ کو کھول دو' ثمامہ مسجد کے قریب ایک درخت کے پاس گیا اس نے غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ''۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ایضاً''۔:۴۶۹' ۲۴۲۲' ۲۴۲۳' ۴۳۷۲)

امام مسلم نے اس حدیث کو بہت تفصیل سے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۷۶۴)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: مروان بن الحکم اور مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوازن کے مسلمانوں کا وفد آیا اور انہوں نے یہ سوال کیا کہ آپ انہیں (مال غنیمت میں ان سے لئے ہوئے) اموال اور ان کے جنگی قیدی واپس کر دیں آپ نے فرمایا میرے نزدیک سب سے اچھی بات وہ ہے جو سب سے سچی ہو تم دو میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو جنگی قیدی یا مال' اور میں تم کو غور کے لئے مہلت دیتا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس آنے کے بعد دس سے زیادہ راتوں تک ان کا انتظار کیا جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا ہم اپنے جنگی قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا تمہارے یہ مسلمان بھائی تمہارے پاس رجوع کرتے ہوئے آئے ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں تم میں سے جو شخص طیب خاطر سے ایسا کر سکتا ہے وہ کر دے' اور

جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا حصہ اس کے پاس رہے تو جب اس کے بعد سب سے پہلے مال غنیمت حاصل ہوگا ہم ان کو اس کا حصہ واپس کر دیں گے۔ مسلمانوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر خوشی سے ایسا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں پتا نہیں چلا کہ تم میں سے کس شخص نے خوشی سے اجازت دی اور کسی نے خوشی سے اجازت نہیں دی تم واپس جاؤ اور اپنے اپنے کارمختار سے مشورہ کرو۔ انہوں نے اپنے اپنے کارمختار سے مشورہ کیا اور پھر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم خوشی سے اجازت دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۱۳۲۔۳۱۳۱ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۹۳)

جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء کا بیان

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن ھمام حنفی متوفی ۸۶۱ ھ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ جنگی قیدیوں سے فدیہ نہ لیا جائے قدوری اور صاحب ہدایہ کا یہی مختار ہے اور امام ابوحنیفہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ ان سے فدیہ لیا جائے۔ امام ابویوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے، مگر عورتوں کا فدیہ لینے میں ان کا اختلاف ہے اور امام احمد نے بچوں کا بھی فدیہ لینے سے منع کیا ہے، اور سیر کبیر میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ لیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ظاہر روایت یہی ہے، امام ابویوسف نے کہا کہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے ان کا فدیہ لیا جائے۔ امام ابو حنیفہ کے پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ اگر جنگی قیدی کافروں کو لوٹا دیئے گئے تو وہ ان کی قوت اور مسلمانوں کے لئے ضرر کا باعث ہوں گے اور دوسرے قول اور تمام ائمہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ جنگی قیدی کو قتل کرنے یا اس کو غلام بنانے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کے بدلہ میں مسلمان قیدی کو کافروں سے چھڑا لیا جائے کیونکہ مسلمانوں کی حرمت بہت عظیم ہے، اور جنگی قیدی کو ان کے حوالے کرنے سے مسلمانوں کو ضرر پہنچنے کی جو دلیل دی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس کے بدلہ میں ہمارا مسلمان قیدی ہمارے پاس آ جائے گا تو اس ضرر کا توڑ ہو جائے گا اور یہ معاملہ برابر برابر ہو جائے گا اس کے علاوہ ایک مسلمان کو کافروں کی قید سے چھڑانے کی فضیلت اور اس کو اللہ کی عبادات کرنے کا موقع فراہم کرنا اس پر مستزاد ہے اور جب کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی ثابت ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۴۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ ھ لکھتے ہیں:

کافر جنگی قیدی کو مسلمان قیدی کے بدلہ میں آزاد کیا جائے یا مال کے بدلہ میں، قول مشہور کے مطابق پہلی صورت جائز نہیں ہے لیکن ضرورت کے وقت اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ سیر کبیر میں ہے۔ امام محمد نے فرمایا جب ان قیدیوں سے نسل متوقع نہ ہو جیسے شیخ فانی پھر بھی ان کے تبادلہ میں کوئی حرج نہیں ہے (الاختیار) قیدیوں کے تبادلہ میں اختلاف ہے لیکن محیط میں مذکور ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق یہ جائز ہے اس کی پوری بحث قہستانی میں ہے، اور زیلعی نے سیر کبیر سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا ظاہر قول جواز ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ امام ابویوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے اور ائمہ ثلاثہ سے بھی یہی منقول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مسلمانوں قیدیوں کا دو مشرک قیدیوں سے تبادلہ کیا اور ایک عورت کے بدلہ میں مکہ میں قید بہت سے مسلمانوں کو آزاد کرایا (ہدایہ قدوری) اور دیگر متون میں جو مذکور ہے

قیدیوں سے فدیہ لینا جائز نہیں ہے اس سے مراد مالی فدیہ ہے جب ضرورت نہ ہو اور ضرورت کے وقت مالی فدیہ لینا بھی جائز ہے اور مسلمان قیدیوں سے تبادلہ بھی جائز ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۲۲۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

کیا بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا قابل اعتراض ہے:

عام طور سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ بغیر نکاح لونڈیوں سے مباشرت کرنا ایک غیر اخلاقی فعل ہے حالانکہ اسلام اس کو روا رکھا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کے بعد بیویوں سے مباشرت کرنا اور ان کے جسم پر خواہی نخواہی مالکانہ تصرف کرنا کیونکر اخلاقی فعل ہو گیا؟ نکاح کی حقیقت صرف یہ ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایک عورت خود یا اس کا وکیل کہے کہ میں اس شخص کے ساتھ اتنے مہر کے عوض خود کو یا اپنی موکلہ کو نکاح میں دیتا ہوں اور مرد کہے میں نے قبول کیا' اور امام مالک کے نزدیک گواہوں کا ہونا بھی شرط نہیں ہے کسی مجمع عام میں ایجاب وقبول کرلیا جائے تو نکاح ہو جاتا ہے آخر ایجاب وقبول کے ان کلمات " ، کیا تاثیر ہے کہ ایک عورت بالکلیہ مرد پر حلال ہو جاتی ہے؟

اصل واقعہ یہ ہے کہ محض ایجاب وقبول سے عورت مرد پر حلال نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حلال ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نکاح کی اس خاص صورت میں عورتوں کو مردوں پر حلال کر دیا ہے ورنہ تنہائی میں اگر عورت اور مرد ایجاب وقبول کے یہی کلمات کہہ لیں تو وہ ایک دوسرے پر حلال نہیں ہیں، بلکہ نکاح کے بعد بھی بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا مطلقا حلال نہیں ہے۔ حیض اور نفاس کے ایام میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بیوی سے مباشرت کی اجازت نہیں دی ہے اس لئے ان ایام میں بیوی سے مباشرت کرنا مرد کے لئے جائز نہیں ہے' اس سے واضح ہو گیا کہ عورت کے مرد پر حلال ہونے کا سبب نکاح نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی اجازت ہے' اگر اللہ تعالیٰ نکاح کی صورت میں اجازت دے تو بیویاں شوہروں پر حلال ہو جاتی ہیں اور اگر اللہ ملک یمین کی صورت میں اجازت دے تو باندیاں مالکوں پر حلال ہو جاتی ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد وہ قابل اعتراض نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد یہ بھی قابل اعتراض نہیں ہے۔

2156 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزْوَةٍ فَرَاَى امْرَاَةً مُجِحًّا فَقَالَ: لَعَلَّ صَاحِبَهَا اَلَمَّ بِهَا؟ قَالُوْا: نَعَمْ، فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَلْعَنَهُ لَعْنَةً تَدْخُلُ مَعَهُ فِيْ قَبْرِهٖ، كَيْفَ يُوَرِّثُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ؟ وَكَيْفَ يَسْتَخْدِمُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ؟

❁❁ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کی (اس کے بعد) آپ نے ایک عورت کو دیکھا، جس کے حمل کی مدت تقریباً پوری ہو چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید اس کے مالک نے (اس کے ساتھ صحبت کر کے) اسے تکلیف پہنچائی ہے، لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

2156-حدیث صحیح، وهذا اسناد جید. مسکین - وهو ابن بکیر الحذاء - صدوق، وقد توبع. النفیلی: هو عبد الله بن محمد القضاعی، وشعبة: هو ابن الحجاج. واخرجه مسلم (1441) من طرق عن شعبة، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (21703).

''میں نے یہ ارادہ کیا کہ اس شخص پر ایسی لعنت کروں، جو اس کی قبر میں اس کے ساتھ داخل ہو، یہ اس (حمل والے بچے) کو کیسے اپنا وارث بنائے گا، جبکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں ہے اور اس سے کیسے خدمت لے گا، جبکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں ہے''۔

2157 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، اَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ اَبِي الْوَدَّاكِ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، وَرَفَعَهُ، اَنَّهُ قَالَ فِيْ سَبَايَا اَوْطَاسَ: لَا تُوطَاُ حَامِلٌ حَتّٰى تَضَعَ، وَلَا غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتّٰى تَحِيضَ حَيْضَةً

❀❀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر نقل کرتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے) اوطاس کی قیدی عورتوں کے بارے میں فرمایا:

''حاملہ عورتوں کے ساتھ اس وقت تک صحبت نہ کی جائے، جب تک وہ حمل کو جنم نہیں دیدیتی اور غیر حاملہ کے ساتھ (اس وقت تک صحبت نہ کی جائے) جب تک اسے ایک مرتبہ حیض نہیں آجاتا''

2158 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِيْ يَزِيدُ بْنُ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ اَبِيْ مَرْزُوقٍ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ، قَالَ: قَامَ فِينَا خَطِيبًا، قَالَ: اَمَا اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَوْمَ حُنَيْنٍ، قَالَ: لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ يَعْنِيْ: اِتْيَانَ الْحَبَالٰى وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَقَعَ عَلَى امْرَاَةٍ مِنَ السَّبْيِ حَتّٰى يَسْتَبْرِئَهَا، وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَبِيْعَ مَغْنَمًا حَتّٰى يُقْسَمَ .

❀❀ حنش صنعانی، حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں: وہ ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، انہوں نے فرمایا: میں تمہیں وہی بات کہوں گا، جو میں نے غزوہ حنین کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:)

''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے، کسی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اور کے کھیت کو، اپنے پانی سے سیراب کرے''

یعنی (قیدی عورتوں میں سے) حاملہ عورت کے ساتھ صحبت کرے۔

''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ قیدی عورتوں میں سے، کسی عورت کے ساتھ، اس کا استبراء کرنے سے پہلے، صحبت کرے، اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی

2157-واخرجه الدارمی فی "سننه" (2295)، والحاکم فی "المستدرک" /1952، والبیهقی فی "السنن الکبری" /4497، وفی "معرفة السنن والآثار" (15397)، والبغوی فی "شرح السنة" (2394)

2158-اخرجه مختصراً الترمذی (1161) من طریق بسر بن عبید الله، عن رویفع۔ وقال: حدیث حسن۔ وهو فی "مسند احمد" (16997) و"صحیح ابن حبان" (4850).

شخص کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے، کہ مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے اس میں سے کوئی چیز فروخت کردے''۔

دارالحرب کی عورتوں سے متعلق نکاح وغیرہ کے احکام کا بیان

والمحصنت من النسآء اور حرام کردی گئی ہیں شوہروں والی عورتیں۔ یعنی شوہروں والی عورتوں سے کسی دوسرے کا نکاح اس وقت تک درست نہیں جب تک ان کے شوہر مر نہ جائیں یا طلاق نہ دے دیں اور عدت وفات یا عدت طلاق گزر نہ جائے۔ سہاگن عورتوں کو محصنات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نکاح اور بیاہ سے ان کا تحفظ ہوجاتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس آیت کا نزول ان مہاجر عورتوں کے متعلق ہوا جو خود بغیر شوہر کے مسلمان ہوکر ہجرت کرکے آجاتی تھیں اور بعض مسلمان ان سے نکاح کرلیتے تھے پھر ان کے شوہر مسلمان ہوکر ہجرت کرکے آجاتے تھے اللہ نے ایسی عورتوں سے نکاح کرنے کی اس آیت میں ممانعت فرمادی۔

میں کہتا ہوں شاید اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آزاد عورت اگر ہجرت کرکے آجائے اور اس کا شوہر مسلمان ہو تو خواہ وہ دارالحرب میں ہی ہو مگر اس عورت کا جدید نکاح جائز نہیں کیونکہ دین دونوں کا ایک ہے اگرچہ حکماً وطینت کا اختلاف ہے لیکن اگر کوئی عورت مسلمان ہوکر ہجرت کرآئے اور اس کا شوہر مسلمان نہ ہو اور دارالحراب میں موجود ہو تو ایسی عورت کا جدید نکاح درست ہے اللہ نے فرمایا ہے: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَ كُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ۔۔ اِلٰی وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ یعنی اگر مومن عورتیں تمہارے پاس ہجرت کرکے آجائیں تو ان کی جانچ کرلو اگر جانچ کے بعد وہ مومن ثابت ہوں تو پھر کافروں کے پاس ان کو واپس نہ بھیجو نہ وہ ان (کافروں) کے لئے حلال ہیں نہ وہ (کافر) ان کے لئے حلال ہیں۔۔الی قولہ اور ان سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

دارالحرب سے نکلتے ہی وقوع فرقت سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دارالحرب سے نکلتے ہی مومن عورت کی اپنے کافر شوہر سے فرقت ہوجاتی ہے کیونکہ وطینت حقیقتہ بھی بدل جاتی ہے اور حکماً بھی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرقت کے بعد کوئی عدت بھی نہیں ہے لیکن صاحبین کے نزدیک عدت لازم ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسلمان ہونے کے وقت سے تین حیض ہوجانے کے بعد فرقت کا حکم ہوگا بشرطیکہ شوہر نے اس سے قربت کی ہو اور قربت نہ کی ہو تو مسلمان ہوتے ہی فرقت کا حکم ہوجائے گا وطینت کے اختلاف سے ان ائمہ کے نزدیک کوئی اثر نہیں پڑتا۔

الا ما ملكت ايمانكم مگر جو تمہاری مملوک ہوجائیں۔ عطاء نے کہا اس استثناء کی مراد یہ ہے کہ اگر کسی کی باندی اسی کے غلام کے نکاح میں ہو تو غلام کے نکاح سے نکال لینے کا اس کو حق ہے مگر یہ قول باجماع سلف غلط ہے صحیح وہ ہے جو مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری کی روایت سے لکھا ہے ابوسعید کا بیان ہے کہ جنگ اوطاس میں ہم نے کچھ عورتیں گرفتار کی تھیں جن کے شوہر موجود تھے۔ ہم نے ان سے قربت کرنی مناسب نہیں سمجھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ

دریافت کیا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو عورتیں غنیمت جنگ میں تم کو اللہ نے دی ہوں اور تم نے ان سے حلال سمجھ کر قربت کی ہو تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول جنگ حنین کے دن ہوا۔ فتح حنین کے دن مسلمانوں کو کچھ عورتیں ہاتھ لگیں جو اہل کتاب کی تھیں اور ان کے شوہر موجود تھے اگر کوئی مسلمان ان میں سے کسی عورت سے قربت کرنی چاہتا تھا تو وہ کہتی تھی میرا شوہر ہے یہ مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت گرفتار ہو کر آئے خواہ شوہر کے ساتھ یا بغیر شوہر کے بہر طور شوہر سے فرقت ہو جاتی ہے اور جو اس عورت کا مالک ہو اس کے لئے اس عورت سے قربت درست ہے لیکن استبراء ضروری ہے کیونکہ اوطاس کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کر دی تھی کہ حاملہ عورتوں سے وضع حمل سے پہلے نکاح نہ کیا جائے اور نہ غیر حاملہ عورتوں سے جب تک ان کو حیض نہ آجائے۔

مملوکہ کے نکاح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اسی طرح مالک کو اختیار ہے کہ وہ مملوکہ کا کسی اور سے نکاح کرا دے اور یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ کسی عورت کے قیدی بنا لینے کا تقاضا یہی ہے کہ قید کرنے والے کو جس طرح قیدی کی ذات کی ملکیت خالص طور پر حاصل ہو جاتی ہے اسی طرح قیدی سے کامل نفع اندوزی کا حق بھی حاصل ہوتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد کا یہی قول ہے ان ائمہ کا بیان ہے کہ اوطاس کی لڑائی میں عورتوں کو ان کے شوہروں سمیت گرفتار کیا گیا تھا۔ امام اعظم نے فرمایا کہ صرف قید ہونے سے ہی کسی عورت کی فرقت کا حکم نہیں ہو جاتا' ہاں اگر صرف ایک گرفتار ہو دوسرا گرفتار نہ ہو (تو محض گرفتاری سے ہی فرقت کا حکم ہو جائے گا) امام صاحب کے نزدیک وطنیت کا حقیقی اور حکمی اختلاف موجب فرقت ہے قیدی ہو جانا موجب فرقت نہیں۔ احناف کا مقولہ ہے کہ وطنیت کے اختلاف سے مصالح نکاح کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے گویا وطنیت کا اختلاف محرم ہونے کی طرح ہے اور گرفتاری کا تقاضا ہے کہ مملوک کی ذات کی خالص ملکیت مالک کو حاصل ہو رہا کامل طور پر صنفی تمتع اندوزی تو یہ ضروری نہیں۔ ملکیت ذات کے لئے ملکیت تمتع لازم نہیں۔ مگر یہ نص کے مقابلہ میں قیاسی استدلال ہے (جو قابل قبول نہیں)

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ جنگ اوطاس میں تنہا عورتوں کا بغیر مردوں کے گرفتار ہونا روایت میں آیا ہے۔ ترمذی کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے اوطاس میں کچھ عورتیں قید کیں جن کے شوہر ان کی قوم میں موجود تھے لوگوں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ ترمذی کی روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے یقینی طور پر صرف عورتوں کا بغیر شوہروں کے گرفتار ہونا معلوم ہوتا ہو اس لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ظاہر ہے اور اگر صرف عورتوں کا بغیر شوہروں کے گرفتار ہونا ثابت بھی ہو جائے تب بھی عموم الفاظ قابل اعتبار ہے۔ خصوص سبب معتبر نہیں۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ آیت میں شوہر والی عورتوں سے استثناء ملکیت ذات کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ اختلاف دار (وطن) کا لفظ نہیں ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ بالا جماع آیت اپنے عموم پر نہیں ہے کیونکہ عموم آیت تو ہر مملوکہ کو شامل ہے خواہ جنگ میں گرفتار کی گئی ہو یا خریدی گئی ہو یا میراث کے ذریعہ سے ملی ہو اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ اگر کوئی منکوحہ خریدی جائے تو عموم آیت اس کو شامل نہیں ہے۔ پس آیت اگرچہ عام ہے مگر اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ مخصوص البعض ہے اس لئے شوہر والی عورت اگر بطور غنیمت ملی ہو تو آیت کے عموم سے اس کو بھی ہم نے خاص کرلیا (کیونکہ شوہر والی عورت کو اگر خرید لیا جائے تو وہ بالا جماع مخصوص ہے اوس پر ہم نے قیدی منکوحہ کو قیاس کرلیا)

میں کہتا ہوں کہ تخصیص عام خواہ ظنی ہی ہو مگر اس کے لئے دلیل شرعی ہونی چاہئے نص ہو یا اجماع ہو یا قیاس ہو صرف رائے تو تخصیص کے لئے کافی نہیں۔ اس کے علاوہ خرید کردہ منکوحہ کو بالا جماع عموم آیت سے مخصوص قرار دے دینا قابل تسلیم نہیں (ایسا کوئی اجماع نہیں ہے) بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی مراد اس آیت سے یہ ہے کہ جب منکوحہ باندی کو فروخت کردیا جائے تو صرف بیچنے سے ہی شوہر سے اس کی تفریق ہو جاتی ہے اور محض فروخت ہی اس کے لئے طلاق بن جاتی ہے۔ (رواہ ابن ابی شیبۃ وابن جریر وعبد بن حمید)

میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ آیت میں محصنات سے مراد ہوں صرف وہ آزاد عورتیں جو شوہر والیاں ہوں اور ان پر قیاس کر کے منکوحہ باندیوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جائے اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا کہ منکوحہ آزاد عورتیں تم پر حرام کردی گئی ہیں سوائے ان عورتوں کے جن کو قید کر کے باندی بنالیا گیا ہو اس وقت خرید کردہ یا میراث میں ملی ہوئی باندی کو حکم حلت سے خاص کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ خریدنے (اور میراث میں آنے سے) پہلے وہ محصنہ ہی نہیں تھی، مملوکہ تھی ہاں وہ قیدی عورت جس کو قید کر کے باندی بنایا گیا ہو پہلے سے باندی نہیں تھی آزاد عورت تھی۔

کتب اللہ علیکم اللہ نے ان عورتوں کی حرمت کو تم پر فرض کردیا ہے۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ کی رُوایت سے ابن جریر نے کتاب اللہ کی تشریح میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے (یعنی) چار (عورتیں تمہارے لئے مقرر کردی ہیں) اور ابن جریج کی روایت سے ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ ایک سے چار تک نکاح میں لانے کی اجازت دی ہے)

واحل لکم ما وراء ذلکم اور ان مذکورہ عورتوں کے ماسوا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے۔ حدیث اور اجماع اور قیاس کی وجہ سے وہ عورتیں جن کی حرمت کی تشریح ہم نے مذکورہ بالا بیان میں کردی ہے اور چار سے زیادہ عورتیں اس عمومی حکم حلت سے الگ کرلی گئی ہیں۔

ان تبتغوا باموالکم حرام کردہ مذکورۂ بالا عورتوں کے علاوہ دوسری عورتوں کو طلب کرنا مال کے ساتھ (تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے) **باموالکم** سے مراد ہے مال دے کرلینا خواہ مہر دے کر یا خرید کر۔

محصنین غیر مسافحین پاک دامن رہتے ہوئے بغیر ناجائز تعلق کے۔

محصنین سے مراد ہیں پاکدامن باعفت کیونکہ عفت نام ہے فاحشہ (یعنی بے حیائی اور زنا) سے شرمگاہ کو اور ملامت وعذاب

سے نفس کو بچانے اور محفوظ رکھنے کا۔ سفاح سے مراد ہے زنا' کیونکہ سفح کا لغوی ترجمہ ہے بہانا یعنی جو ہر منوی کو بے فائدہ بغیر غرض نسل کے بہانا (یہ ہی زنا ہے)۔ (تفسیر مظہری، سورہ نساء، لاہور)

2159 حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: حَتَّى يَسْتَبْرِئَهَا بِحَيْضَةٍ زَادَ فِيهِ بِحَيْضَةٍ. وَهُوَ وَهْمٌ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَهُوَ صَحِيحٌ فِي حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ. زَادَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ، حَتَّى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ. وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْحَيْضَةُ لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ وَهُوَ وَهْمٌ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''وہ ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء کرے''۔

تو اس میں ''ایک حیض'' کے الفاظ زائد ہیں۔ یہ ابو معاویہ نامی راوی کا وہم ہے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت ''صحیح'' ہے، اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا کوئی شخص (یہ نہ کرے) کہ وہ مال فے میں سے کسی جانور پر سوار ہو جائے اور پھر جب اسے کمزور کر دے تو اسے (مال غنیمت میں) واپس کر دے، اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا کوئی بھی شخص (یہ نہ کرے) کہ وہ مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے کوئی کپڑا پہن لے، اور جب وہ پرانا ہو جائے تو اسے واپس کر دے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ''ایک حیض'' کا لفظ محفوظ نہیں ہے، یہ ابو معاویہ نامی راوی کا وہم ہے۔

شرح:

شریعت میں استبراء کا مطلب ہے لونڈی کے رحم کی حمل سے پاک صفائی طلب کرنا اس کی فقہی تفصیل یہ ہے کہ جب کسی شخص کی ملکیت میں کوئی لونڈی آئے خواہ اس نے اس کو خریدا ہو یا کسی وصیت میں ملی ہو، یا کسی نے ہبہ کی ہو اور یا میراث میں ملی ہو تو اس شخص کو اس لونڈی سے اس وقت تک جماع کرنا یا مساس کرنا اور یا بوسہ لینا وغیرہ حرام ہے جب تک کہ استبراء نہ کر لے یعنی اس کے قبضہ میں آنے کے بعد ایک حیض نہ آ جائے اگر اس کو حیض آتا ہو یا نہ آنے کی صورت میں اس پر ایک مہینہ کی مدت نہ گزر جائے اور یا حاملہ ہونے کی صورت میں ولادت نہ ہو جائے اور یہ استبراء ہر حال میں کرنا ضروری ہے خواہ وہ باکرہ ہی کیوں نہ ہو یا اس کو کسی عورت نے کیوں نہ خریدا ہو یا وہ کسی محرم یا اپنے نابالغ بچہ کے مال سے بذریعہ وراثت وغیرہ کیوں نہ حاصل ہوئی ہو اگرچہ ان صورتوں میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ استبراء واجب نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ استبراء میں حکمت یہ ہے کہ اس طریقہ سے اس کے رحم کا کسی غیر کے نطفہ سے پاک ہونا معلوم ہو جائے تا کہ اس کے نطفہ کا کسی غیر کے نطفہ کے ساتھ اختلاط نہ ہو اور ظاہر ہے کہ ان صورتوں میں کسی غیر کے نطفہ کا کوئی احتمال نہیں ہے لیکن چونکہ یہ صریح نص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے غزوہ کے موقع پر

حاصل ہونیوالی لونڈیوں کے بارے میں فرمایا کہ خبردار حاملہ لونڈی سے اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب کہ اس کے ولادت نہ ہو جائے اور غیر حاملہ سے اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب تک کہ اس کو ایک حیض نہ آ جائے اور ظاہر ہے کہ ان لونڈیوں میں باکرہ بھی ہوں گی اور ایسی لونڈیاں بھی ہوں گی جو باکرہ کی نطفہ کے اختلاط کا احتمال نہیں رکھتی ہوں گی اس لئے قیاس کو نظر انداز کر کے ان صورتوں میں بھی استبراء کو واجب قرار دیا ہے۔

حضرت ابودرداء کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے قریب سے گزرے جس کے جلد ہی ولادت ہونیوالی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا کہ یہ کوئی آزاد عورت ہے یا لونڈی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ فلاں شخص کی لونڈی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا وہ شخص اس سے صحبت کرتا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ اس شخص پر ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ قبر میں بھی جائے یعنی ایسی لعنت جو ہمیشہ رہے بایں طور کہ اس کا اثر اس کے مرنے کے بعد باقی رہے وہ کس طرح اپنے بیٹے سے خدمت کو کہے گا جب کہ بیٹے سے خدمت کے لئے کہنا یا اس کو غلام بنانا حلال نہیں ہے یا اس کو کس طرح اپنا وارث قرار دے گا جب کہ غیر کے بیٹے کو اپنا وارث بنانا حلال نہیں ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 531)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کا ارادہ اس لئے فرمایا کہ جب اس نے ایک لونڈی سے جماع کیا جو حالت حمل میں اس کی ملکیت میں آئی تو اس استبراء کو ترک کیا حالانکہ وہ فرض ہے وہ کس طرح اپنے بیٹے سے خدمت کو کہے گا الخ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ ترک استبراء پر لعنت کے سبب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی لونڈی سے بغیر استبراء کے صحبت کرے گا اور پھر اس سے بچہ پیدا ہو گا تو اس بچہ کے بارے میں یا یہ احتمال ہو گا کہ وہ اس شخص کے نطفہ سے جس کی ملکیت سے نکل کر یہ لونڈی بغیر استبراء کے صحبت کرنیوالے کی ملکیت میں آئی ہے تو وہ اس صورت میں اگر وہ شخص کہ جس نے بغیر استبراء کے اس لونڈی سے جماع کیا ہے اس بچہ کے نسب کا اقرار کرے گا یعنی یہ کہے گا کہ یہ بچہ میرا ہے جب کہ حقیقت میں وہ اس کے نطفہ سے نہیں ہے تو وہ بچہ اس شخص کا وارث ہو گا لہٰذا اس طرح ایک دوسرے شخص کے بچہ کا اپنا وارث بنانا لازم آئے گا جو حرام ہے اور اس پر وہ لعنت کا مستحق ہو گا یا پھر یہ صورت ہو گی کہ وہ اس بچہ کے نسب سے انکار کر دے گا جب کہ اس احتمال کے مطابق حقیقت میں وہ بچہ اس کا بیٹا ہو گا لہٰذا اس طرح اپنے ہی بیٹے سے غلامی کرانا اور اپنا نسب منقطع کرنا لازم آئے گا اور یہ بھی لعنت کو مستحق کرنیوالی صورت ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تحقیق حال کے لئے استبراء نہایت ضروری ہے۔

باندی سے جماع بغیر استبراء کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوسعید خدری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق مرفوع نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس میں گرفتار ہونیوالی لونڈیوں کے بارے میں فرمایا کہ کسی حاملہ عورت سے اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب تک کہ اس کے ولادت نہ ہو جائے اور غیر حاملہ سے بھی اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب تک کہ اس کو ایک حیض نہ آ جائے۔

(احمد ابوداؤد دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 532)

اگر کسی غیر حاملہ کو اس کی کم عمری کی وجہ سے یا زیادہ عمر ہو جانے کے سبب سے حیض نہ آتا ہو تو اس کا استبراء یہ ہے کہ ایک مہینہ کی مدت تک اس کے پاس جانے سے اجتناب کرے جب ایک مہینہ گزر جائے تب اس سے جماع کر اس صورت کو اس حدیث میں اس لئے ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ یہ قلیل الوجود اور نادر ہے۔ لونڈی حیض کی حالت میں کسی کی ملکیت میں آئے تو استبراء میں اس حیض کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ دوسرے پورے حیض کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ لونڈی کے لئے نئی ملکیت کا پیدا ہو جانا استبراء کو واجب کرتا ہے۔

چنانچہ چاروں ائمہ کا یہی مسلک ہے نیز یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دارالحرب سے کسی کافرہ کو بطور لونڈی کے پکڑ لانے سے اس کا پہلا نکاح ختم ہو جاتا ہے یعنی کفار سے جنگ وغیرہ کی صورت میں ان کی جو شادی شدہ عورتیں بطور لونڈی ہاتھ لگیں ان کے شوہروں سے ان کی زوجیت کا تعلق ختم ہو جائے گا) لیکن اس بارے میں حدیث کا ظاہر مفہوم مطلق ہے خواہ ان کے خاوند بھی ان کے ساتھ نہ ہوں چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک کا مسلک یہی ہے جب کہ حضرت اماا عظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر میاں بیوی دونوں ایک ساتھ پکڑ کر لائے جائیں تو اس صورت میں ان کا نکاح باقی رہتا ہے۔ اور حضرت رویفع ابن ثابت الانصاری کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن فرمایا کہ جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب کرے یعنی اس عورت سے جماع کرنا جو بطور باندی کے ہاتھ لگی ہے اور کسی دوسرے کے نطفہ سے حاملہ ہے جائز نہیں ہے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کفار سے جنگ میں گرفتار شدہ لونڈی سے اس وقت تک جماع کرے جب کہ ایک حیض آنے یا ایک مہینہ گزرنے کا انتظار کر کے اس کا استبراء نہ کرلے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ بھی درست نہیں ہے کہ وہ مال غنیمت کو بیچے جب تک وہ تقسیم نہ ہو جائے (یعنی مال غنیمت میں کسی قسم کا تصرف اور خیانت نہ کرے)۔ ابوداؤد اور امام ترمذی نے اس روایت کو لفظ زرع تک نقل کیا ہے۔

حضرت امام مالک کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک حیض کے ذریعہ لونڈیوں کے استبراء کا حکم فرماتے تھے بشرطیکہ ان لونڈیوں کو حیض آتا ہو اور اگر کوئی لونڈی ایسی ہوتی تھی جس کو حیض نہیں آتا تھا تو اس کے لئے تین مہینہ مدت کے ذریعہ استبراء کا حکم دیتے تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ جن لونڈیوں کو حیض آتا ہے ان سے ان کے نئے مالک اس وقت تک جماع نہ کریں جب تک تین مہینہ کی مدت نہ گزر جائے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر کو اپنا پانی پلانے سے منع کیا۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 533)

حدیث کے آخری جملہ میں حاملہ لونڈی کے استبراء کا حکم ہے کہ اگر کوئی لونڈی حمل کی حالت میں اپنی ملکیت میں آئے تو اس سے اس وقت تک جماع نہ کیا جائے جب تک کہ وہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے تاکہ اس لونڈی کے رحم میں جو ایک دوسرے شخص کے نطفہ کا حمل ہے اس سے اپنے نطفہ و نسب کا اختلاط نہ ہو۔ غیر حائضہ لونڈی کے بارے میں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ جس لونڈی کو حیض نہ آتا ہو اس کا استبراء یہ ہے کہ اس کے ساتھ اس وقت جماع کیا جائے جب کہ اپنی ملکیت میں آنے کے بعد اس پر

پورا ایک یا اس سے زائد عرصہ گزر جائے اور بعض حضرات نے اس حدیث کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ غیر حائضہ کا استبراء یہ ہے کہ اس سے اس وقت جماع کیا جائے جب کہ اپنی ملکیت میں آنے کے بعد اس پر تین مہینے یا اس سے زائد عرصہ گزر جائے۔

بَابٌ فِي جَامِعِ النِّكَاحِ

باب: نکاح سے متعلق متفرق روایات

2160 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً أَوِ اشْتَرَى خَادِمًا، فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَإِذَا اشْتَرَى بَعِيرًا فَلْيَأْخُذْ بِذِرْوَةِ سَنَامِهِ وَلْيَقُلْ مِثْلَ ذَلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ أَبُو سَعِيدٍ، ثُمَّ لِيَأْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ فِي الْمَرْأَةِ وَالْخَادِمِ

عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرے، یا کوئی خدمت گار (غلام یا کنیز) خریدے تو اسے یہ دعا پڑھنی چاہیے:
''اے اللہ! میں تجھ سے، اس کی بھلائی، اور جس بھلائی پر تو نے اسے پیدا کیا ہے، اس کا سوال کرتا ہوں، اور اس کے شر سے، اور جس شر پر تو نے اسے پیدا کیا ہے، اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔
جب آدمی کوئی اونٹ خریدے، تو اس کی کوہان کی چوٹی پکڑ کر بھی اسے یہی کلمات پڑھنے چاہیں۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوسعید نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''پھر وہ اس کی پیشانی پکڑ کر برکت کی دعا کرے'' یہ الفاظ بیوی اور خادم کے بارے میں ہیں۔

مباشرت کے بعض آداب کا بیان

جب مسلمان شخص کی بیوی کی رخصتی ہو تو مسلمان کے لیے کئی ایک امور مستحب ہیں جو سنت سے ثابت ہیں جو ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔

اول:

اس کا دل بہلائے مثلاً اس کو پینے کے لیے کوئی چیز پیش کرے اس کی دلیل درج ذیل ہے: اسماء بنت یزید بن سکن بیان کرتی ہیں: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عائشہ رضی اللہ عنہا کو دلہن بنایا اور پھر آپ کے پاس آئی اور آپ کو بلایا تو آپ آ کر اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور ایک بڑا پیالہ لایا گیا جس میں دودھ تھا آپ نے اسے نوش فرمایا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تو

اس نے سر جھکا لیا اور شرما گئیں۔

اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: تو میں نے اسے ڈانٹا اور کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پکڑ لو وہ بیان کرتی ہیں تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے لے کر تھوڑا سا پیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: اپنے ساتھی کو دو (یعنی آپ اپنے آپ کو مراد لے رہے تھے)۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

دوم:

بیوی کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے لیے دعا کرنی اور بسم اللہ پڑھنی اور برکت کی دعا کرتے ہوئے جو حدیث میں وارد ہے وہ کلمات کہنے: عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرے یا کوئی خادم اور غلام خریدے تو وہ یہ کلمات کہے:

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ

اے اللہ میں اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور جس پر تو نے اسے پیدا کیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں، اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے، اور اس چیز کے شر سے جس پر تو نے اسے پیدا کیا ہے۔

ابو داود رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابو سعید نے یہ الفاظ زائد کیے ہیں کہ پھر وہ اس کی پیشانی پکڑ کر عورت اور خادم میں برکت کی دعا کرے۔

اسے ابو داود نے سنن ابو داود کتاب النکاح باب فی جامع النکاح میں روایت کیا ہے، اور صحیح الجامع حدیث نمبر (341) میں اسے حسن قرار دیا گیا ہے۔

سوم:

خاوند کے لیے مستحب ہے کہ وہ بیوی کو دو رکعت پڑھائے اور خود امامت کرائے اور بیوی اس کے پیچھے کھڑی ہو کیونکہ سلف سے ایسا کرنا منقول ہے، اس میں دو اثر ملتے ہیں:

پہلا:

ابو سعید مولی ابی اسید بیان کرتے ہیں کہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کچھ نے انہیں یہ تعلیم دی اور انہیں فرمایا: "جب تم اپنی بیوی کے پاس (پہلی رات) جاؤ تو دو رکعت ادا کرو اور پھر اللہ تعالی سے اس چیز کی خیر و بھلائی کا سوال کرو جو تمہارے پاس آئی ہے، اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔

دوسرا:

شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ابو حریز نامی ایک شخص آیا اور (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما) کو عرض کرنے لگا: میں نے ایک نوجوان کنواری لڑکی سے شادی کی ہے، اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ مجھے ناپسند نہ کرنے لگے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: الفت و محبت تو اللہ کی جانب سے ہے، اور ناپسندیدگی شیطان کی جانب سے، وہ یہ چاہتا ہے کہ اللہ نے جو تمہارے لیے حلال کیا ہے اسے

تمہارے لیے ناپسند بنا دے، لہٰذا جب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ تو اسے کہو کے وہ تمہارے پیچھے دو رکعت ادا کرے" مندرجہ بالا دونوں اثر ابن ابی شیبہ نے روایت کیے ہیں۔

چہارم:

جب وہ بیوی سے مجامعت کرنے لگے تو درج ذیل دعا پڑھے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے اور وہ یہ دعا پڑھے تو ان دونوں کو ہونے والی اولاد کو شیطان ضرر نہیں دیگا:

بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، اے اللہ ہمیں شیطان سے دور رکھ، اور جو ہمیں اولاد عطا کرے اسے بھی شیطان سے دور رکھ" اسے بخاری نے روایت کیا ہے دیکھیں فتح الباری حدیث نمبر (3271)

نکاح کے ولیمہ میں مدعوین کی تعداد کی کوئی حد مقرر نہیں، لہٰذا آپ اپنے رشتہ داروں اور دوست واحباب میں سے جسے چاہیں دعوت دیں، اور جس کو دعوت دینے میں مصلحت وفائدہ ہو اسے آپ دعوت دیں.

شرعی طور پر آپ کے لیے جائز نہیں کہ اس تقریب میں کوئی بھی برائی اور حرام عمل کیا جائے مثلا موسیقی اور مرد وعورت کا اختلاط، یا مردوں کے سامنے عورتوں کا رقص وغیرہ یہ سب کا اللہ کی ناراضگی کا باعث بنتے ہیں.

اور پھر آپ اللہ کی جانب سے ملنے والی نعمت کو کس طرح معصیت ونافرمانی اور برائی میں تبدیل کرتے ہیں، عورتوں کے لیے ممکن ہے کہ شریعت نے ان کے لیے جو اجازت دی ہے وہ کریں مثلا مباح اور اچھے اشعار پڑھنا، اور ان کے لیے صرف دف بجانا جائز ہے اور یہ بھی مردوں سے علیحدگی میں.

شادی میں نکاح کے بعد ولیمہ کرنا مسنون ہے اگر استطاعت ہو تو مہمانوں کے لیے بکرا ذبح کیا جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا: "تم ولیمہ کرو چاہے ایک بکری ہی ہو۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (2048)

2161 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ، قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا، ثُمَّ قُدِّرَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

2161–اسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد الضبي، ومنصور: هو ابن المعتمر السلمي، وكريب: هو مولى ابن عباس. واخرجه البخاري (141)، ومسلم (1434)، وابن ماجه (1919)، والترمذي (1117)، والنسائي في "الكبرى" (8981) و (10024) و (10028) من طرق عن منصور، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (1867)، و "صحيح ابن حبان" (983).

''جب کوئی شخص اپنے بیوی کے پاس آئے (یعنی اس کے ساتھ صحبت کرنے لگے) تو اسے یہ دعا پڑھ لینی چاہیے:
''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) تو ہمیں عطا کرے گا، اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھنا''۔
(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اگر (اس صحبت کے نتیجے میں) ان کے نصیب میں اولا ہوئی، تو شیطان اسے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

2162 حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَخْلَدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''وہ شخص ملعون ہے، جو اپنی بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت کرتا ہے''۔

2163 حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا، يَقُولُ: إِنَّ الْيَهُودَ يَقُولُونَ: إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ فِي فَرْجِهَا مِنْ وَرَائِهَا كَانَ وَلَدُهُ أَحْوَلَ، فَأَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى (نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ) (البقرۃ:223)

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودی یہ کہا کرتے تھے، جب کوئی شخص اپنی بیوی کی فرج (یعنی اگلی شرمگاہ میں) پیچھے کی طرف سے صحبت کرے، تو اس کا بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، (تو اس بارے میں) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:
''تمہاری بیویاں تمہارے کھیت ہیں، تم اپنے کھیت میں جیسے چاہو، آؤ!''

شرح

پھر فرمایا کہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں یعنی اولاد ہونے کی جگہ تم اپنی کھیتی میں جیسے بھی چاہو آؤ یعنی جگہ تو وہی ایک ہو، طریقہ خواہ کوئی بھی ہو، سامنے کر کے یا اس کے خلاف۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ یہود کہتے تھے کہ جب عورت سے مجامعت سامنے رخ کر کے نہ کی جائے اور حمل ٹھہر جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ ان کی تردید میں یہ جملہ نازل ہوا کہ مرد کو اختیار ہے۔
ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہودیوں نے یہی بات مسلمانوں سے بھی کہی تھی، ابن جریج فرماتے ہیں کہ آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا کہ خواہ سامنے سے آئے خواہ پیچھے سے لیکن ایک ہی رہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ ہم اپنی عورتوں کے پاس کیسے آئیں اور کیا چھوڑیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تیری کھیتی ہے جس طرح چاہو آؤ، ہاں اس کے منہ پر نہ مار، زیادہ برا نہ کہہ، اس سے روٹھ کر الگ نہ ہو جا، ایک ہی گھر میں رہ۔ (احمد وسنن)

2163- اسناده صحيح. ابن بشار: هو محمد العبدي، وعبد الرحمن: هو ابن مهدي، وسفيان: هو الثوري. واخرجه البخاري (4528)، ومسلم (1435)، وابن ماجه (1925)، والنسائي في "الكبرى" (8924 - 8927) و (10971) و (10972) من طرق عن محمد بن المنكدر، به. وهو في "صحيح ابن حبان" (4166) و (4197).

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حمیر کے قبیلہ کے ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ مجھے اپنی بیویوں سے زیادہ محبت ہے تو اس کے بارے میں احکام مجھے بتائیے، اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

مسند احمد میں ہے کہ چند انصاریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا طحاوی کی کتاب مشکل الحدیث میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے الٹا کر کے مباشرت کی تھی، لوگوں نے اسے برا بھلا کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سابط حضرت حفصہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر کے پاس آئے اور کہا میں ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن شرم آتی ہے، فرمایا بھتیجے تم نہ شرماؤ اور جو پوچھنا ہو پوچھ لو، کہا فرمایئے عورتوں کے پیچھے کی طرف سے جماع کرنا جائز ہے؟ فرمایا سنو مجھ سے حضرت ام سلمہ نے فرمایا ہے کہ انصار عورتوں کو الٹا لٹایا کرتے تھے اور یہود کہتے تھے کہ اس طرح سے بچہ بھینگا ہوتا ہے، جب مہاجر مدینہ شریف آئے اور یہاں کی عورتوں سے ان کا نکاح ہوا اور انہوں نے بھی یہی کرنا چاہا تو ایک عورت نے اپنے خاوند کی بات نہ مانی اور کہا جب تک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان نہ کرلوں تیری بات نہ مانوں گی چنانچہ وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئی، ام سلمہ نے بٹھایا اور کہا ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آجائیں گے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو انصاریہ عورت شرمندگی کی وجہ سے نہ پوچھ سکی اور واپس چلی گئی لیکن ام المومنین نے آپ سے پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصاریہ عورت کو بلالو، پھر یہ آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا جگہ ایک ہی ہو،

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ہلاک ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا، میں نے رات کو اپنی سواری الٹی کردی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے سے آ، پیچھے سے آ، اختیار ہے لیکن حیض کی حالت میں نہ آ اور پاخانہ کی جگہ نہ آ۔ انصار والا واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ بھی مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کو اللہ بخشے، انہیں کچھ وہم سا ہو گیا۔ بات یہ ہے کہ انصاریوں کی جماعت پہلے بت پرست تھی اور یہودی اہل کتاب تھے۔ بت پرست لوگ ان کی فضیلت اور علمیت کے قائل تھے اور اکثر افعال میں ان کی بات مانا کرتے تھے۔ یہودی ایک ہی طرح پر اپنی بیویوں سے ملتے تھے۔ یہی عادت ان انصار کی بھی تھی۔ ان کے برخلاف مکہ والے کسی خاص طریقے کے پابند نہ تھے، وہ جس طرح جی چاہتا ملتے۔ اسلام کے بعد مکہ والے مہاجر بن کر مدینہ میں انصار کے ہاں جب اترے تو ایک مکی مجاہد مرد نے ایک مدنی انصاریہ عورت سے نکاح کیا اور اپنے من بھاتے طریقے برتنے چاہے، عورت نے انکار کردیا اور صاف کہہ دیا کہ اسی ایک مقررہ طریقہ کے علاوہ اجازت نہیں دیتی۔ بات بڑھتے بڑھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور یہ فرمان نازل ہوا۔ پس سامنے سے پیچھے کی طرف سے اور جس طرح چاہے اختیار ہے ہاں جگہ ایک ہی ہو۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے قرآن شریف سیکھا اول سے آخر تک انہیں سنایا، ایک آیت کی تفسیر اور مطلب پوچھا۔ اس آیت پر پہنچ کر جب میں نے اس کا مطلب پوچھا تو انہوں نے یہی بیان کیا (جو اوپر گزرا) ابن عمر کا وہم یہ تھا کہ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ قرآن پڑھتے ہوئے کسی سے بولتے چالتے نہ تھے لیکن ایک دن تلاوت کرتے ہوئے جب اس

آیت تک پہنچے تو اپنے شاگرد حضرت نافع سے فرمایا جانتے ہو یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ عورتوں کی دوسری جگہ کی وطی کے بارے میں اتری ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ایک شخص نے اپنی بیوی سے پیچھے سے کیا تھا جس پر اس آیت میں رخصت نازل ہوئی لیکن ایک تو اس میں محدثین نے کچھ علت بھی بیان کی ہے، دوسرے اس کے معنی بھی یہی ہو سکتے ہیں کہ پیچھے کی طرف سے آگے کی جگہ میں کیا اور اوپر کی جو روایتیں ہیں وہ بھی سنداً صحیح نہیں بلکہ انہیں حضرت نافع سے مروی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے وطی دبر کو جائز کیا ہے؟ تو فرمایا لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ پھر وہی انصاریہ عورت اور مہاجر والا واقعہ بیان کیا اور فرمایا حضرت عبداللہ تو اس آیت کا یہ مطلب ارشاد فرماتے تھے، اس روایت کی اسناد بھی بالکل صحیح ہے اور اس کے خلاف سند صحیح نہیں، معنی مطلب بھی اور ہو سکتا ہے اور خود حضرت ابن عمر سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔ وہ روایتیں عنقریب بیان ہوں گی انشاءاللہ جن میں ہے کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ نہ یہ مباح ہے نہ حلال بلکہ حرام ہے، تو یہ قول یعنی جواز کا بعض کا بعض فقہاء مدینہ وغیرہ کی طرف بھی منسوب ہے اور بعض لوگوں نے تو اسے امام کی طرف بھی منسوب کیا ہے لیکن اکثر لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ امام صاحب کا قول ہرگز یہ نہیں، صحیح حدیثیں بکثرت اس فعل کی حرمت پر وارد ہیں۔ ایک روایت میں ہے لوگو! شرم وحیا کرو اللہ تعالیٰ حق بات فرمانے سے شرم نہیں کرتا۔ عورت کے پاخانہ کی جگہ وطی نہ کرو۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس حرکت سے لوگوں کو منع فرمایا۔ (مسند احمد)

اور روایت میں ہے کہ جو شخص کسی عورت یا مرد کے ساتھ یہ کام کرے اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

(ترمذی)

حضرت ابن عباس سے ایک شخص یہ مسئلہ پوچھتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ کیا تو کفر کرنے کی بابت سوال کرتا ہے؟ ایک شخص نے آپ سے آ کر کہا کہ میں نے آیت (انی شئتم) کا یہ مطلب سمجھا اور میں نے اس پر عمل کیا تو آپ ناراض ہوئے اور اسے برا بھلا کہا اور فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ خواہ کھڑے ہو کر، خواہ بیٹھ کر چت خواہ پٹ لیکن جگہ وہی ایک ہو، ایک اور مرفوع حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے پاخانہ کی جگہ وطی کرے وہ چھوٹا لوطی ہے۔ (مسند احمد)

ابو دردار فرماتے ہیں کہ یہ کفار کا کام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا یہ فرمان بھی منقول ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے واللہ اعلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان سے فرمائے گا کہ جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں چلے جاؤ۔ ایک تو اغلام بازی کرنے والا خواہ وہ اوپر والا ہو خواہ نیچے والا ہو، اور اپنے ہاتھ سے مشت زنی کرنے والا، اور چوپائے جانور سے یہ کام کرنے والا اور عورت کی دبر میں وطی کرنے والا اور عورت اور اس کی بیٹی دونوں سے نکاح کرنے والا اور اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے والا اور ہمسایہ کو ستانے والا، یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت کرے، لیکن اس کی سند میں ابن لہیعہ اور ان کے استاد دونوں ضعیف ہیں، مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے دوسرے راستے وطی کرے اسے کو اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا (مسند)

مسند احمد اور سنن میں مروی ہے کہ جو شخص حائضہ عورت سے جماع کرے یا غیر جگہ کرے یا کاہن کے پاس جائے اور اسے سچا سمجھے، اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اتری ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ امام بخاری اس حدیث کو ضعیف بتاتے ہیں، ترمذی میں روایت ہے کہ ابو سلمہ بھی دبر کی وطی کو حرام بتاتے تھے، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں لوگوں کا اپنی بیوی سے یہ کام کرنا کفر ہے (نسائی) ایک مرفوع حدیث میں اس معنی کی مروی ہے لیکن زیادہ صحیح اس کا موقوف ہونا ہی ہے، اور روایت میں ہے کہ یہ جگہ حرام ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، بیروت)

2164 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ ابْنَ عُمَرَ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ أَوْهَمَ إِنَّمَا كَانَ هَذَا الْحَيُّ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُمْ أَهْلُ وَثَنٍ مَعَ هَذَا الْحَيِّ مِنْ يَهُودَ وَهُمْ أَهْلُ كِتَابٍ وَكَانُوا يَرَوْنَ لَهُمْ فَضْلًا عَلَيْهِمْ فِي الْعِلْمِ فَكَانُوا يَقْتَدُونَ بِكَثِيرٍ مِنْ فِعْلِهِمْ وَكَانَ مِنْ أَمْرِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَأْتُوا النِّسَاءَ إِلَّا عَلَى حَرْفٍ وَذَلِكَ أَسْتَرُ مَا تَكُونُ الْمَرْأَةُ فَكَانَ هَذَا الْحَيُّ مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ أَخَذُوا بِذَلِكَ مِنْ فِعْلِهِمْ وَكَانَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ يَشْرَحُونَ النِّسَاءَ شَرْحًا مُنْكَرًا، وَيَتَلَذَّذُونَ مِنْهُنَّ مُقْبِلَاتٍ وَمُدْبِرَاتٍ وَمُسْتَلْقِيَاتٍ فَلَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْمَدِينَةَ تَزَوَّجَ رَجُلٌ مِنْهُمُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَذَهَبَ يَصْنَعُ بِهَا ذَلِكَ فَأَنْكَرَتْهُ عَلَيْهِ، وَقَالَتْ: إِنَّمَا كُنَّا نُؤْتَى عَلَى حَرْفٍ فَاصْنَعْ ذَلِكَ وَإِلَّا فَاجْتَنِبْنِي. حَتَّى شَرِيَ أَمْرُهُمَا فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾ (البقرة: 223) أَيْ: مُقْبِلَاتٍ وَمُدْبِرَاتٍ وَمُسْتَلْقِيَاتٍ يَعْنِي بِذَلِكَ مَوْضِعَ الْوَلَدِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے، ان کو یہ غلط فہمی ہوئی، انصار کے ایک قبیلے کے لوگ بت پرستی کرتے تھے، ان کے ساتھ یہودیوں کا ایک قبیلہ بھی رہتا تھا، وہ لوگ اہل کتاب تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں ان پر علمی اعتبار سے فضیلت حاصل ہے، تو وہ انصار ان یہودیوں کے بہت سے افعال میں ان کی پیروی کیا کرتے تھے، اہل کتاب کا معاملہ یہ تھا کہ وہ صرف ایک سمت سے (یعنی عورت کے سامنے کی طرف سے) اس کے ساتھ صحبت کرتے تھے، یہ عورت کے پردے کے لیے زیادہ مناسب تھا، جبکہ اہلِ قریش کا یہ طریقہ تھا کہ وہ منکر طور پر کھلا کر کے (یعنی اسے برہنہ کر کے) اس سے، آگے کی طرف سے، پیچھے کی طرف سے، چت لٹا کر، (ہر طرح سے اگلی شرمگاہ میں صحبت کرتے تھے)۔

جب مہاجرین مدینہ منورہ آئے، ان میں سے ایک صاحب نے ایک انصاری خاتون کے ساتھ شادی کی، اس شخص نے اس خاتون کا ساتھ بھی وہی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہا، (جو ان لوگوں کا معمول تھا)، تو اس عورت نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا: ہم عورتوں کے ساتھ صرف ایک سمت سے صحبت کی جا سکتی ہے، تم اسی طرح کرو، ورنہ مجھ سے دور رہو، ان دونوں کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہو گیا، اس بات کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''تمہاری بیویاں، تمہارے کھیت ہیں، تم اپنے کھیت میں جیسے چاہو آؤ''۔
یعنی آگے کی طرف سے، پیچھے کی طرف سے، چت لٹا کر، جبکہ بچے کی جگہ (یعنی اگلی شرمگاہ میں صحبت کی جائے)۔

آداب مباشرت کے بعض احکام کا بیان

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں: نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں) یعنی تمہارے کھیتوں کی جگہ ہیں کھیتیوں کے ساتھ انہیں اس لیے تشبیہ دی ہے کہ ان کے رحموں میں جو نطفے ڈالے جاتے ہیں وہ تخموں کے مشابہ ہیں غرض اس سے یہ ہے کہ عورتوں سے صحبت کرنا محض نسل باقی رکھنے کے لیے تمہارے واسطے مباح کر دیا گیا ہے۔
فَأْتُوا حَرْثَكُمْ (پس تم اپنی کھیتیوں میں آؤ) یعنی ان کی فرجوں میں صحبت کرو گویا یہ آیت فاتوھن من حیث امرکم اللہ کا بیان ہے۔
أَنَّىٰ شِئْتُمْ (جہاں سے چاہو) یعنی جس طرح تم چاہو کیونکہ کلمہ انی کیف اور این کے معنی میں مشترک ہے اور اینکے معنی یہاں بن نہیں سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جگہ کے عام ہونے پر دلالت کرے گا۔ حالانکہ کھیتی کی جگہ ایک ہی ہے اس لیے یہاں کیف ہی کے معنی معین ہوں گئے اس آیت کے شان نزول میں جو ایک تحقیق ہم عنقریب بیان کریں گے۔ اس کا مقتضی بھی یہی ہے' واللہ اعلم۔

عورتوں کی دبر میں وطی کی ممانعت میں مذاہب اربعہ کا بیان

عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کی جو ہم نے حرمت بیان کی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد اور جمہور اہل سنت کا یہی قول ہے امام مالک سے اس کے جواز کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے لیکن امام مالک کے شاگرد امام مالک کی طرف جواز کے انتساب کے منکر ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ پہلے ان کا یہ مذہب تھا پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس میں دو قول ہیں پہلا قول جو ابن عبد الحکم نے نقل کیا ہے یہ ہے کہ اس کی حرمت اور حلت میں رسول اللہ سے کچھ ثابت نہیں ہے اور قیاس بھی یہی (چاہتا) ہے کہ یہ حلال ہو گویا انہوں نے اس فعل کو اس پر قیاس کیا ہے کہ کوئی شخص اپنا ذکر اپنی بی بی کے ہاتھ میں یا ران سے لگا کر حاجت پوری کرے۔
حاکم نے سند کے ساتھ ابن عبد الحکم سے نقل کیا ہے کہ اس مسئلہ میں میں نے امام شافعی سے گفتگو کی تھی انہوں نے یہ جواب دیا کہ محمد بن حسن نے بھی (اس بارے میں) مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے ان سے یہ کہا کہ اگر تم اس بارے میں محض جھگڑا کرنا اور روایتوں کو صحیح کرنا چاہتے ہو (اگرچہ اس کی بابت روایت کوئی بھی صحیح نہیں، ہے) تو تم خود واقف اور جاننے والے ہو اور اگر منصفانہ بحث کرتے ہو تو میں موجود ہوں انہوں نے کہا کہ نہیں منصفانہ ہی گفتگو کرنی چاہتا ہوں تب میں نے اس سے پوچھا کہ تم اس فعل کو کس دلیل سے حرام کہتے ہو کہ اللہ عز وجل نے فرمایا: فاتوھُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللہ فاتوا حرثکم أَنَّىٰ شِئْتُم اور کھیتی فقط فرج ہی میں ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا کیا اس جگہ کے سوا اور سب جگہیں اس آیت سے حرام ہو جائیں گی کہا ہاں میں نے پوچھا کہ اس میں تم کیا کہتے ہو کہ کوئی شخص اپنی بی بی کی پنڈلیوں کے بیچ میں یا بغل میں وطی کر لے یا اپنا ذکر اس کے ہاتھ میں دیدے کیا اس میں بھی کوئی کھیتی ہے کہا نہیں میں نے کہا کیا یہ فعل حرام ہے کہا نہیں تب میں نے کہا کہ ایسی آیت کو اپنی دلیل کیوں بناتے ہو جو

کسی طرح دلیل نہیں ہوسکتی کہنے لگے (دوسری جگہ) اللہ نے فرمایا ہے: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ (یعنی جو اپنی فرجوں کی حفاظت کرنے والے ہیں) تو اس میں فرج کو نام لے کر کہا ہے میں نے کہا کہ یہی دلیل ہے جس سے علما اس کے جواز پر حجت لاتے ہیں۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جنہوں نے اپنی بی بی اور اپنی لونڈی کے علاوہ اوروں سے اپنی شہوت پوری کرنے کو روکا اور اس کے توتم بھی قائل ہو۔

میں کہتا ہوں کہ جب ہم نے یہ بیان کر دیا کہ عورتوں سے بدفعلی کرنے کی حرمت کا سبب پلیدی ہی ہے اور یہ پلیدی اس صورت میں منتفی ہے کہ جب کوئی عورت کی پنڈلیوں وغیرہ میں وطی کرے تو اسے امام شافعی کے قیاس کا ضعیف ہونا صاف معلوم ہو گیا امام موصوف نے اسی وجہ سے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا ہے (اب ان کا یہ قول نہیں ہے)۔

حاکم کہتے ہیں شاید امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس (کے جواز) کے پہلے قائل ہوں گے ورنہ اب ان کا یہ قول نہیں ہے اب تو ان سے بھی اس کی حرمت ہی مشہور ہے۔ ربیع کہتے ہیں کہ ابن عبدالحکم نے (جو امام شافعی سے یہ روایت کی ہے اس نے) صریح جھوٹ بولا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ امام موصوف نے اپنی سنن میں اس کی حرمت کی خوب تشریح کر دی ہے اور ان سے بہت سے علما نے اسے نقل بھی کیا ہے منجملہ ان کے ماوردیؔ نے حاوی میں اور ابونصر بن صباحؔ نے شامل میں اور ان کے علاوہ اوروں نے بھی شیخ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں ہ ربیع کیا بن عبدالحکم کی تکذیب کرنے سے کوئی فائدہ نہیں نکلتا کیونکہ وہ اس بارے میں اکیلے ہی راوی نہیں بلکہ ان کے بھائی عبدالرحمن نے بھی اس میں ان ہی کی موافقت کی ہے۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ اس بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں اخیر قول یہ ہے کہ اس سے انہوں نے رجوع کر لیا ہے وہ اس کی حرمت میں جمہور کے موافق ہیں اس بدفعلی کی حرمت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں ابن جوزی کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے یہ مروی ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو روایت کیا ہے منجملہ ان کے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، علی بن ابی طالب، خزیمہ بن ثابت، ابو ہریرہ، ابن عباس، عبداللہ بن عمرو بن عاص، ابن مسعود، عقبہ بن عامر، براء بن عازب، طلق بن علی، ابوذر، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اسی کے راوی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث نسائی اور بزار نے زمعہ بن صالح کی سند سے روایت کی ہے زمعہ نے طاؤس سے انہوں نے اپنے باپ سے' انہوں نے ہادی سے' انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے اور زمعہ ضعیف ہیں احمد اور ابو حاتم نے ان کا ضعیف ہونا بیان کیا ہے اور ذہبی کہتے ہیں کہ یہ صالح الحدیث ہیں لیکن ان پر موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف ہے باقی رہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے ان لفظوں سے نقل کیا ہے: ان الله لا يستحيي من الحق لا تاتوا النساء في اعجازهن (یعنی اللہ حق بات بیان کرنے سے نہیں شرماتا تم عورتوں سے بدفعلی (یعنی دبر میں وطی) نہ کیا کرو) اور خزیمہ ابن ثابت کی حدیث کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کو پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جائز ہے جب وہ پشت پھیر کے چلنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بلا کے فرمایا تم نے کیا پوچھا تھا آیا یہ پوچھتے تھے کہ دونوں راستوں میں سے کون سے میں جائز ہے سو اگر پیچھے ہو کر فرج میں وطی کرے تو جائز ہے اور اگر پیچھے ہو کر دبر ہی میں

کرنے لگے تو یہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ حق (بات بیان کرنے) سے نہیں شرماتا تم لوگ عورتوں کی دبر میں وطی ہرگز نہ کیا کرو۔ یہ روایت امام شافعی امام احمد ترمذی ابن ماجہ داری نے نقل کی ہے اور اس میں عمرو بن اجنحہ راوی مجہول الحال ہیں اور یہی روایت وھب بن سوید بن ہلال کے طریق سے نسائی نے نقل کی ہے اس طرح کہ انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے علی ابن سائب سے انہوں نے حصین بن محصن سے انہوں نے ہرمی بن عبداللہ سے انہوں خزیمہ سے روایت کی ہے اور ہرمی کے طریق سے بھی اسے امام احمد، نسائی، ابن حبان نے نقل کیا ہے اور ان کا حال بھی معروف نہیں ہے بزار کہتے ہیں مجھے اس بارے میں کوئی حدیث صحیح معلوم نہیں ہوتی اور جو خزیمہ بن ثابت سے روایت کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اسی طرح حاکم نے حافظ ابوعلی نیشاپوری سے نقل کیا ہے اور ایسا ہی نسائی سے مروی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ان دونوں روایتوں کو امام بخاری نے تسلیم کرلیا ہے۔ رہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملعون من اتی امراۃ فی دبرھا (یعنی جو عورت کی دبر میں وطی کرے وہ ملعون ہے) اور ایک روایت میں یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا جو عورت کی دبر میں وطی کرے اس روایت کو امام احمد اور ابوداود نے نقل کیا ہے اور باقی اصحاب سنن نے سہل بن ابی صالح کے طریق سے انہوں نے حرث بن مخلد سے انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور بزار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے نقل کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ حارث بن مخلد مشہور نہیں ہے اور ابن قطان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کا حال معروف (بین المحدثین) نہیں ہے اس کے علاوہ سہیل پر اس میں اختلاف بھی ہے چنانچہ اسماعیل بن عیاش نے سہیل سے انہوں نے محمد بن منکدر سے انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جسے دار قطنی اور ابن شاہین نے نقل کیا ہے اس کو عفرہ کے مولی عمر نے سہیل سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جو ابن عدی نے نقل کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے اور ابو ہریرہ کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے جسے امام احمد اور ترمذی نے حماد بن سلمہ کے طریق سے روایت کیا ہے حماد حکیم اثرم سے وہ ابوتمیمہ سے وہ ابوہریرہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے ایام والی عورت سے یا عورت کی دبر میں وطی کی یا کسی نے کاہن (نجومی) کے کہنے کو سچا جانا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ احکام کا کفر کیا۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے سوائے حکیم کے طریق کے اور کسی سند سے ہم اسے نہیں جانتے اور امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابوتمیمہ کا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سننا کچھ مشہور نہیں ہے بزار کا قول یہ ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور حکیم (والی سند) دلیل بنانے کے لائق نہیں ہے اور جس سند میں وہی اکیلے ہوں (کہ وہ اور روایت اور سند سے مروی نہ ہو) تو وہ تو کوئی چیز ہی نہیں ہے یہ حدیث ایک تیسرے طریق سے بھی مروی ہے جسے نسائی نے زہری کی روایت سے انہوں نے ابوسلمہ سے انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے حمزہ کتانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس میں عبدالمالک جو راوی ہیں ان کے بارمیں دحیم اور ابوحاتم وغیرہ نے گفتگو کی ہے اور محفوظ یہی ہے کہ وہ روایت موقوف ہے اس حدیث کی روایت ایک چوتھے طریق سے بھی آئی ہے جسے نسائی نے بکر بن خنیس کے طریق سے انہوں نے لیث سے انہوں مجاہد سے انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں سے نقل کیا ہے کہ: من اتی شیئاً من الرجال والنساء فی الادبار فقد کفر (ترجمہ: جس شخص نے مرد یا عورت کے ساتھ دبر

میں وطی کی اس نے کفر کیا) بکر اور لیث دونوں ضعیف ہیں یہی روایت پانچویں طریق سے بھی مروی ہے جسے عبداللہ ابن عمر بن ابان نے مسلم بن خالد زنجی سے انہوں نے علا سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ: ملعون من اتی النساء فی ادبارهن (یعنی وہ آدمی ملعون ہے جو عورتوں کی دبر میں وطی کرے) یہ روایت امام احمد اور نسائی نے نقل کی ہے اور نسائی وغیرہ نے مسلم (بن خالد) کو ضعیف کہا ہے ذہبی کہتے ہیں کہ یہ بہت سچا آدمی ہے۔ یحییٰ بن معین وغیرہ نے اسے معتبر راوی کہا ہے رہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دیث سو اس کو ترمذی نسائی ابن حبان امام احمد بزار نے کثیر بن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے بزار کہتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ وھب کی سند سے زیادہ اچھی سند کے ساتھ کسی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ابو خالد الاحمر اس کے اکیلے راوی ہیں جو ضحاک بن عثمان سے وہ محمد بن سلیمان سے وہ کریب سے روایت کرتے ہیں اور اسی طرح ابن عدی نے کہا ہے اور اسی کو نسائی۔ نے ہناد سے انہوں نے وکیع سے انہوں نے ضحاک سے موقوفاً روایت کیا ہے اور ان کے نزدیک مرفوع سے یہی زیادہ صحیح بھی ہے۔ ابن عباس سے ایک اور طریقے سے بھی موقوفاً مروی ہے جسے بزار نے معمر سے انہوں نے ابن طاؤس سے انہوں نے اپنے باپ سے نقل کی ہے کہ ابن عباس سے ایک آدمی نے عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کو پوچھا تو آپ نے فرمایا تو مجھ سے کفر کی بات کو پوچھتا ہے اسے نسائی نے ابن المبارک کی روایت سے انہوں نے معمر سے نقل کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔ رہی عبداللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث سو اسے امام احمد نے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند کے ساتھ ان لفظوں سے نقل کیا ہے کہ کسی نے رسول اللہ سے مسئلہ پوچھا کہ مرد عورت کی دبر میں وطی کرے تو کیسا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لواطت صغریٰ ہے (یعنی جائز نہیں ہے) نسائی نے اسے نقل کیا ہے اور محفوظ یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرو کا قول ہے عبدالرزاق وغیرہ نے اسی طرح بیان کیا ہے اور اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے جو اسماعیل نے معجم میں نقل کی ہے لیکن اس میں یزید رقاشی، (راوی) ضعیف ہیں اور ابی بن کعب سے بھی بہت ہی ضعیف سند کے ساتھ جزء الحسن بن عرفہ میں روایت ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی بہت واہی سند کے ساتھ ابن عدی کے ہاں روایت ہے علیٰ ہذا القیاس۔

عقبہ بن عامر سے امام احمد کے ہاں اس میں ابن لھیعہ راوی ہیں اور یہ سب حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ایک کی دوسری سے قوت ہو جانے کے باعث اس کا علم یقیناً ہو جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ایسی نہی وارد ہے جو اب کسی طرح رد نہیں ہو سکتی لہٰذا اس کا قائل ہونا بے شک واجب ہے واللہ اعلم اور جو لوگ اس فعل کے مباح ہونے کے قائل ہیں انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو اپنی دلیل بنایا ہے جو ان سے بہت سے طریقوں کے ساتھ صحیح طور پر مروی ہے کہ عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کی بابت انہوں نے فرمایا: نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (یعنی تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں اب تم اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو آؤ) اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور اسی طرح طبرانی نے بہت عمدہ سند کے ساتھ ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ آیت دبر میں وطی جائز ہونے کے بابت نازل ہوئی ہے ابن عمر سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی نے عورت کی دبر میں وطی کر لی تھی لوگوں نے اسے برا بھلا کہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت: نساء کم حرث لکم [الایۃ] نازل فرمائی۔

اسی طرح ابن جریر ابو یعلی ابن مردویہ عبداللہ بن نافع کی سند سے انہوں نے ہشام بن سعد سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے عطا بن یسار سے انہوں نے ابو سعید خدری سے یہ روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت کی دبر میں وطی کر لی تھی لوگوں نے اس پر لعنت ملامت کی تو اللہ تعالیٰ نے نساء کم حرث لکم آیت نازل فرمائی:

میں کہتا ہوں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو سعید خدری دونوں کا یہ وہم ہے اس آیت کے معنی ہیں دونوں نے غلطی کھائی ہے اور اگر اس آیت کے نازل ہونے کا یہی سبب تھا (جو ان دونوں نے بیان کیا ہے) تو حکم واقعہ کے مطابق نہیں ہوتا اس لیے کہ: فاتوا حرثکم انی شئتما اللہ تعالیٰ کا فرمانا کھیتی میں جانے کا حکم ہے نہ کہ دبر میں وطی کرنے کا کیونکہ یہ کھیتی کا موقع ہی نہیں ہے لہٰذا دبر کے مباح کرنے پر یہ آیت حجت ہرگز نہیں بن سکتی۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ وہم نافع کا ہے کیونکہ عبداللہ بن حسن سے مروی ہے کہ وہ سالم بن عبداللہ سے ملے اور ان سے کہا کہ اے ابو عمرو یہ کیسی حدیث ہے جو نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عورتوں کی دبر میں وطی کرنے میں کچھ برائی نہیں سمجھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ نافع جھوٹ بولتا ہے اور اس کی غلطی ہے بلکہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ عورتوں کے پیچھے سے ہو کر فرجوں ہی میں وطی کیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سالم کا قول بھی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ابن عمر سے اس کو روایت کرنے میں نافع ہی تنہا نہیں ہیں بلکہ اس کو زید بن اسلم عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر سعید بن یسار وغیرہ نے بھی ابن عمر سے روایت کیا ہے اس طرح شیخ ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے پس صحیح یہ ہے کہ یہ وہم تو یقیناً ابن عمر ہی سے ہوا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس وہم ہونے کا راس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حکم کیا ہے ابو داؤد اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے وہ فرماتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدا مغفرت کرے اس سے یہ غلطی ہو گئی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انصار کے ایک قبیلہ کے لوگ پہلے بت پرست تھے ان کا زیادہ میل جول ایک یہودی قبیلہ کے ساتھ تھا وہ اہل کتاب تھے۔ یہ (بیچارے) انصار علم میں انہیں اپنے سے افضل سمجھتے تھے اسی لیے ان کے افعال میں اکثر ان کا قتدا کر لیتے تھے اور اہل کتاب کی یہ عادت تھی کہ وہ عورتوں سے فقط ایک ہی طرف سے وطی کرتے تھے اور اس میں عورت کے لیے پردہ زیادہ رہتا ہے پس انصار کے اس قبیلہ نے ان ہی کا طریقہ لے لیا تھا قریش کے قبیلہ کے لوگ عورتوں کو خوب چرتے تھے اور کبھی سیدھی، کبھی الٹی، کبھی چت لٹا کے خوب ان سے مزے لیتے تھے۔

پھر جب مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے تو ان میں سے ایک شخص کا نکاح انصاریہ عورت سے ہو گیا یہ مہاجر اس عورت کے ساتھ بھی ویسا ہی کرنے لگے اس عورت نے اس کو برا سمجھ کر ان کا کر دیا اور کہا ہمارے ہاں تو فقط ایک ہی طرح سے ہم بستری کی جاتی ہے پھر ان کا یہ قصہ سب لوگوں میں پھیل گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خبر پہنچ گئی اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم ان شئتم (یعنی خواہ انہیں سیدھی خواہ الٹی خواہ چت لٹا کر کسی طرح کرو اور مراد اس سے ولادت ہی کی جگہ تھی (نہ کہ دبر) اس آیت کے شان نزول میں۔ اسی طرح بخاری، ابوداؤد، ترمذی نے جابر رضی اللہ عنہ سے

روایت کی ہے جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہود کہا کرتے تھے کہ جس وقت عورت سے کوئی پیچھے سے صحبت کرے تو بھینگا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کیا اور فرمایا کہ نساؤ کم حرث لکم فاتو حرثکم انی شئتم یعنی پیشاب گاہ میں تو جس طرح چاہو کرلو اللہ تعالیٰ کا مقصود اس سے بچہ پیدا ہونے ہی کی جگہ ہے کہ وہ کھیتی کے لیے ہے اسی طرح امام احمد نے عبدالرحمن بن ثابت سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں عبدالرحمن کی بیٹی حفصہ کے پاس گیا میں نے کہا میں تم سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن تم سے پوچھتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کہنے لگی کہ بھتیجے شرم نہ کرو (پوچھو) میں نے کہا عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کو پوچھتا ہوں فرمایا یہود کہا کرتے تھے کہ جو کوئی عورت کو پھیر کے وطی کرے تو اس کا بچہ بھینگا ہوگا۔ پھر جب مہاجر لوگ مدینہ منورہ میں (مکہ سے ہجرت کر کے) آئے تو انصار کی عورتوں سے ان کی شادیاں ہونے لگیں اور انہوں نے عورتوں کو پھیر کے وطی کی تو ایک عورت نے اپنے میاں کا کہا ماننے سے انکار کر دیا اس نے کہا کہ جب تک رسول اللہ نہ آجائیں ہم اس طرح نہ کرائیں گے پھر میں ام سلمہ کے پاس گئی اور ان سے یہ قصہ میں نے ذکر کیا وہ بولیں کہ بیٹھ جاؤ حضرت کو آنے دو (دریافت کر لیں گے) جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس انصاریہ کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہوئے شرم آئی وہ تو نکل کے چلی گئی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا اس انصاریہ کو بلالو وہ بلائی گئی تو (اس کے آنے پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر اسے سنائی کہ (نساؤ کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (یعنی راستہ تو ایک ہی ہے اور اس میں جس طرح چاہے کرلیا کرو)۔

امام احمد اور ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ میں تو ہلاک ہو گیا۔ فرمایا: کیا سبب؟ عرض کیا کہ رات میں نے (صحبت کرتے ہوئے) اپنی بی بی کو پھیر لیا تھا اور اس نے کچھ انکار نہ کیا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: نساؤ کم حرث لکم [الایۃ] تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ چت پٹ جس طرح چاہو کرلو لیکن دبر اور ایام کی حالت میں بچا کرو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر یہی فرمائی کہ چت پٹ جس طرح چاہو کرو لیکن دبر اور ایام کی حالت میں بچا کرو۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر یہی فرمائی ہے کہ چت پٹ جس طرح چاہو کرو لیکن دبر اور ایام کی حالت میں نہ کیا کرو جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول: فاعتزلوا النساء فی المحیض کی (عورتوں سے بحالت حیض جدا رہو ۱۲) کی تفسیر فرمائی تھی کہ اصنعوا کل شیء الا نکاح (یعنی سوائے وطی کے سب کچھ کرلیا کرو) اگرچہ بظاہر یہ آیت اس پر دلالت نہ کرتی تھی کہ عورتوں کے کھانے پینے میں شریک رہنا جائز ہے پس اس سے اس روایت کا رد صاف ظاہر ہو گیا جو ابن عبدالحکم نے امام شافعی سے نقل کی ہے کہ یہ آیت دبر (میں وطی کرنے) کو حرام کرنے والی نہیں ہے جیسا کہ یہ پنڈلی میں وطی کرنے کو حرام نہیں کرتی۔

وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ (اور اپنے لیے (اعمال صالحہ) آگے بھیجو) یعنی صحبت کرنے سے فقط اس وقت کی لذت ہی مقصود نہ رکھو بلکہ ان فائدوں کا قصد کرو جو دین کی طرف راجع ہوتے ہیں مثلاً حرام کاری سے بچنا نیک اولاد ہونا کہ تمہارے لیے دعا اور

استغفار کرے اور مرجائے تو قیامت میں پیش خیمہ ہو کیونکہ مباح امور اگر خالص صحیح نیت کے زیر اثر ہوں تو عبادت بن جاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہارے صحبت کرنے میں بھی ثواب ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنی شہوت پوری کریں تو جب بھی ہمیں اجر ملتا ہے فرمایا تم ہی بتاؤ اگر کوئی حرام کاری کرے تو کیا اس کا اس کے ذمے گناہ نہیں ہوتا پس اسی طرح اگر کوئی حلال جگہ کرے گا تو اسے اجر بھی ملے گا۔ اس کو مسلم رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نقل کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل سب ختم ہو جاتے ہیں سوائے تین چیزوں کے یا تو صدقہ جاریہ ہو یا علم ہو جس سے (اس کے مرنے کے بعد) لوگ فائدہ اٹھائیں یا نیک اولاد ہو کہ اس کے حق میں دعا کرے یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے مرجائیں تو اسے دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی ہاں قسم پوری ہونے کے لیے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری عورت سے فرمایا تھا کہ تم میں سے جس کے تین بچے مرجائیں اور وہ ان پر صبر کرتی رہے تو ضرور بہشت میں جائے گی ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! یا دو ہوں فرمایا ہاں دو بھی اس کو بھی مسلم نے نقل کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ میری امت میں سے جس کے دو بچے) بھی پیش خیمہ ہوں گے تو ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے بہشت میں بھیج دے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ آپ کی امت میں سے جس کا ایک بچہ ہی ہو فرمایا ایک والی کا بھی یہی حکم ہے۔ الحدیث

یہ روایت ترمذی نے نقل کی ہے بعض مفسرین نے کہا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ **و قدموا لانفسکم** آیت **فاتوا حرثکم** کے لیے عطف تفسیری ہو اور معنی یہ ہوں کہ تمہارے اپنی کھیتی میں جانے (یعنی اپنی بی بی سے ہم بستری کرنے) میں تمہارے لیے پیش خیمہ بنانا اور دعوات اور استغفارات کرانا ہے یعنی اگر نیک اولاد ہو جائے اس سے نکاح کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اگرچہ اس کی نیک نیتی نہ ہو۔ عطا اور مجاہد کہتے ہیں کہ اس **وقدموا لانفسکم** سے وطی کرتے **وقت بسم اللہ** اور دعا پڑھنی مراد ہے امام بخاری نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی اپنی عورت سے صحبت کرتے وقت یہ دعا پڑھ لیا کرے: **اَللّٰهُمَّ جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا** تو اگر ان مرد و عورت کے مقدر میں اس صحبت سے کوئی بچہ ہوگا تو اسے شیطان کبھی ضرر نہ دے گا۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابٌ فِي إِتْيَانِ الْحَائِضِ وَمُبَاشَرَتِهَا

باب: حیض والی عورت سے صحبت کرنا اور مباشرت کرنا

2165 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ

الْيَهُودَ كَانَتْ إِذَا حَاضَتْ مِنْهُمُ امْرَأَةٌ أَخْرَجُوهَا مِنَ الْبَيْتِ. وَلَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُشَارِبُوهَا. وَلَمْ يُجَامِعُوهَا فِي الْبَيْتِ فَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ. فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ. قُلْ: هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ) (البقرة: 222) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ، وَاصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ النِّكَاحِ فَقَالَتِ الْيَهُودُ: مَا يُرِيدُ هٰذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ. فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ تَقُولُ: كَذَا وَكَذَا. أَفَلَا نَنْكِحُهُنَّ فِي الْمَحِيضِ. فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا. فَخَرَجَا. فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمَا. فَظَنَنَّا أَنَّهُ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودیوں کا یہ معمول تھا، کہ جب ان میں سے کسی عورت کو حیض آ جاتا، تو وہ اس کو گھر سے نکال دیتے، وہ ایسی عورت کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے یا پیتے نہیں تھے، گھر میں اس کے ساتھ اکٹھے نہیں رہتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''لوگ تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں؟ تم فرما دو، یہ گندگی ہے، حیض کے دوران عورتوں سے الگ رہو'' یہ آیت کے آخر تک ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے ساتھ گھر میں ساتھ رہو، اور صحبت کرنے کے علاوہ ان کے ساتھ سب کچھ کر سکتے ہو، اس پر یہودیوں نے کہا: یہ صاحب (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ہر معاملے میں ہماری مخالفت کرنا چاہتے ہیں، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہودیوں نے اس، اس طرح کی بات کہی ہے۔ کیا ہم (ایسی خواتین کے ساتھ) حیض کے دوران صحبت بھی نہ کر لیا کریں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی رنگت تبدیل ہوگئی، یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا: آپ ان دونوں پر ناراضگی کا اظہار کریں گے، وہ دونوں حضرات وہاں سے چلے گئے، ان کے جانے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا تحفہ پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلوایا، جس سے ہمیں یہ اندازہ ہو گیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں پر (زیادہ) ناراض نہیں ہوئے۔

2166 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ جَابِرِ بْنِ صُبْحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ خِلَاسًا الْهَجَرِيَّ. قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، تَقُولُ: كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيتُ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ وَأَنَا حَائِضٌ طَامِثٌ. فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ. وَلَمْ يَعْدُهُ. وَإِنْ أَصَابَ تَعْنِي ثَوْبَهُ مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ وَصَلَّى فِيهِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر میں رات بسر کرتے تھے، حالانکہ میں اس وقت

حیض کی حالت میں ہوتی تھی، اگر آپ ﷺ پر، مجھ سے کوئی چیز (یعنی خون) لگ جاتا تو آپ صرف اس جگہ کو دھو لیتے (جہاں خون لگا تھا) اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتے تھے، اور اگر آپ ﷺ کے کپڑے پر (خون) لگ جاتا تو آپ اس جگہ کو دھو لیتے تھے، اور کچھ نہیں کرتے تھے اور پھر اسی کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے۔

2167 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُبَاشِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ وَهِيَ حَائِضٌ أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ ثُمَّ يُبَاشِرُهَا

سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب اپنی کسی زوجہ محترمہ کے ساتھ، اس کے حیض کے دوران، مباشرت کرنا ہوتی، تو آپ ﷺ اسے تہبند باندھنے کی ہدایت کرتے اور پھر اس کے ساتھ مباشرت کر لیتے۔

حیض کی حالت میں حکم مباشرت کا بیان

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ (اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگ تم سے حیض کی بابت دریافت کرتے ہیں محیض مصدر (میمی) جیسے مجی اور ہیئت اور معنی یہ ہیں کہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ عورت سے حیض کی حالت میں کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالی نے یسئلونک (پہلے) تین جگہ بغیر واؤ کے فرمایا ہے اور پھر تین جگہ واؤ کے ساتھ فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تین سوال تو متفرق وقتوں میں کیے گئے تھے اور اسی واسطے ان کو جمع کے لفظ کے ساتھ فرمایا ہے۔

قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ (اے محمد) کہہ دو کہ وہ (یعنی حیض) ناپاکی ہے اس لیے حیض میں عورتوں سے تم الگ رہو) اور الگ رہنے سے مراد سب علماء کے نزدیک ان سے صحبت نہ کرنا ہے نہ یہ کہ کھانے پینے اور پاس بیٹھنے وغیرہ میں (ان سے) پرہیز کیا جائے بخاری اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو پہلے مذکور ہو چکی ہے نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ سوائے صحبت کے اور سب کچھ کر لیا کرو حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ناپاکی کی حالت میں ایک برتن سے کھا لیتے تھے اور بعض اوقات میں ناپاک ہوتی تو حضرت مجھے تہبند باندھ لینے کے لیے فرمایا اور جب میں باندھ لیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس لیٹ جاتے تھے اور اعتکاف کی حالت میں (مسجد سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سر نکال دیتے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھو دیتی تھی۔ یہ روایت متفق علیہ ہے۔

اور فرماتی ہیں کہ میں پانی پی کر پیالہ حضرت کو دیدیتی تھی تو آپ اس میں میرے منہ کی جگہ منہ لگا کر پانی پی لیتے تھے۔ اسی طرح میں ایک ہڈی کو چوس کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدیتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے منہ کی جگہ منہ لگا کر اسے چوس لیتے تھے۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے اور فرماتی ہیں کہ میری ناپاکی کی حالت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ لیتے اور پھر قرآن شریف پڑھتے رہتے تھے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور فرماتی ہیں کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں مجھ سے فرمایا: بوریا اٹھا دو۔ میں نے کہا: ناپاک ہوں۔ فرمایا: تمہارے ہاتھ میں ناپاکی نہیں ہے۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی چادر میں نماز پڑھ لیتے تھے کہ کچھ ان پر ہوتی تھی اور کچھ مجھ پر اور میں ناپاک ہوتی تھی یہ روایت متفق علیہ ہے، حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایام سے ہوئی تو میں نے اپنے وہی ایام کے کپڑے پہن لیے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہیں ایام آ گئے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر میں لے لیا۔ یہ روایت بخاری نے نقل کی ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ (اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ) یہ حکم سابق کی تاکید اور اس کی انتہاء کا بیان ہے۔

عاصم نے بروایت ابوبکر اور حمزہ اور کسائی نے یطھرن کو طا اور ہ کے تشدید سے پڑھا ہے اور باقی قراء نے ط کے جزم اور ہ کے ضمہ سے مخفف پڑھا ہے اور معنی دونوں قرأتوں کے امام مالک امام شافعی امام احمد کے نزدیک ایک ہی ہے یعنی جب تک وہ نہا نہ لیں پس خون منقطع ہونے کے بعد ان کے نہانے سے پہلے مردوں کو ان کے قریب جانا ہرگز جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ تخفیف کی قرأت کے یہ معنی ہیں کہ یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائیں اور خون بند ہو جائے اور قرأۃ پر خون بند ہونے کے بعد نہانے سے پہلے قریب جانا جائز ہے اور تشدید کی قرأۃ کے معنی نہانے کے ہیں اس قرأۃ پر یہ جائز نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تخفیف کی قرأۃ پر یہ جائز نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تخفیف کو اس صورت پر حمل کیا ہے کہ جب دس روز کے بعد خون بند ہو اور تشدید کی قرأت کو دس روز سے کم پر لیکن اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تشدید کی قرات تو اس معنی پر ناطق اور دال ہے کہ نہانے سے پہلے (عورتوں کے) قریب جانا منع ہے اور تخفیف کی قرأت نہانے سے پہلے قربت کے مباح ہونے پر دال نہیں ہے بلکہ فقط اس کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے اور (حکم) مفہوم (حکم) منطوق کا مقابل نہیں ہو سکتا اور سب علماء کا اس پر اجماع ہونے کے بعد کہ حیض کی حالت میں صحبت کرنا حرام ہے اس بارے میں اختلاف ہے کہ جو شخص اس فعل کا مرتکب ہو جائے آیا اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں ہوتا محض استغفار کر لینا کافی ہے اور جدید قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی ہے کہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دینار خیرات کرے اگر اتنی توفیق نہ ہو تو نصف دینار اور امام شافعی کا پہلا قول یہ ہے کہ جو شروع حیض میں صحبت کرے اس پر ایک دینار صدقہ کرنا لازم ہے اور جو اخیر میں کرے اس پر نصف دینار ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں روایت کی ہے جس نے اپنی بیوی سے ایام کی حالت میں صحبت کر لی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک یا نصف دینار صدقہ کر دے۔ یہ روایت امام احمد نے یحییٰ سے انہوں نے شعبہ سے انہوں نے حکم سے انہوں نے عبدالحمید سے انہوں نے مقیم سے نقل کی ہے اور اہل سنن و دارقطنی نے بھی سے نقل کیا ہے اور یہ حدیث صحیحین میں بھی مروی ہے مگر مقیم کی روایت کو فقط بخاری ہی نے نقل کیا ہے اور ابن قطان حاکم ابن دقیق العید نے اسے صحیح کہا ہے پس جس نے اسے موقوفاً روایت کیا ہے اس کی روایت بھی کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ ثقہ کا مرفوع کرنا زیادتی مقبولہ ہے۔

امام شافعی کے پہلے قول کی دلیل علمانے یہ بیان کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت خون زرد آتا ہو (اور کوئی صحبت کرے) تو نصف دینار ہے اگر سرخ آتا ہو تو پورا دینا۔ اس حدیث کا مدار عبد الکریم ابوامیہ پر ہے اور ابوامیہ کی روایت کے ترک پر سب کا اجماع ہے۔ ابوایوب سختیانی اسے جھوٹا کہتے تھے احمد اور یحییٰ کا قول ہے کہ یہ آدمی معتبر نہیں ہے۔ سوائے جماع کے کچھ دوسری لذت آفریں حرکت کرنے کے جواز وعدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام احمد کا قول ہے کہ لذت اٹھانا جائز ہے اور جمہور کہتے ہیں جائز نہیں امام احمد کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو پہلے گذر چکی ہے کہ: اصنعوا کل شیء الا النکاح (یعنی سوائے جماع کے اور سب کچھ کرلیا کرو) اور حضرت عکرمہ بعض ازواج مطہرات سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ناپاک عورت سے کچھ کرنا چاہتے تو اس کی شرمگاہ پر کچھ ڈال لیتے تھے یہ روایت ابن جوزی نے نقل کی ہے اور جمہور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث سے حجت لاتے ہیں حضرت معاذ کہتے ہیں میں (حضرت سے) پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ مجھے اپنی بیوی سے ناپاکی کی حالت میں کیا کیا کرنا چاہئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاجامہ کے اوپر سب کرنا درست ہے اور اس سے بھی بچنا زیادہ افضل ہے یہ روایت رزین نے نقل کی ہے محی السنۃ کہتے ہیں کہ اس کی اسناد قوی نہیں ہے اور عبد اللہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اسے ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور زید بن اسلم سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے لیے اپنی بیوی سے ناپاکی کی حالت میں کیا کرنا جائز ہے فرمایا کہ اسے پاجامہ پہنا کر اس سے اوپر تمہیں سب کچھ کرنے کا اختیار ہے یہ روایت امام مالک اور دارمی نے مرسلاً نقل کی ہے اور تحقیقی بات یہ ہے کہ اگر کسی کی شہوت اس کے بس میں ہے تب تو فرج کے علاوہ پائجامہ کے اوپر مساس کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ آیت سے صحبت ہی کا منع ہونا مراد ہے اور حقیقت ومجاز میں جمع کرنا جائز نہیں ہے ورنہ پھر اس کا ترک واجب ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جو کھیت کے گرد گھومتا ہے اس کا اندر گھس جانا کچھ بعید نہیں ہوتا اور اس پر سب کا اجماع ہے کہ عورت کو ناپاکی آنا نماز کے وجوب اور جواز دونوں کو روک دیتا ہے علی ہذا القیاس روزہ کے جواز کو بھی روک دیتا ہے ہاں اس کے وجوب کو نہیں روکتا (یعنی اس حالت میں روزہ رکھنا تو جائز نہیں لیکن ذمہ واجب ہو جاتا ہے۔ اس لیے نماز کی قضا نہیں کی جاتی اور روزوں کی قضا کی جاتی ہے کہ بعد میں رکھنے پڑتے ہیں۔)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ایام سے ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے روزوں کی قضاء کراتے اور نماز کی قضا نہیں کراتے تھے یہ حدیث مسلم اور ترمذی نے نقل کی ہے اور یہ حدیث مشہور ہے اکثر صحابہ سے صراحتاً اور دلالتاً اس کے معنی مروی ہیں اور صحیحین میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت سے فرمایا تھا: الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم (یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب کسی کو ایام آتے ہیں تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے) علاوہ اس کے (اس عورت سے) آپ نے یہی فرمایا تھا کہ جس وقت ایام آئیں تو نماز تم چھوڑ دیا کرو۔ ایام آنے کی حالت میں مسجد میں جانا طواف کرنا قرآن شریف چھونا اور پڑھنا بالاجماع منع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لا یمسہ الا المطھرون (یعنی اس (قرآن شریف) کو پاک ہی لوگ ہاتھ لگایا کریں) اور رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ ان مکانوں (

کے دروازوں) کو مسجد سے پھیر دو کیونکہ ناپاک عورت اور جنبی کا مسجد میں آنا میں جائز نہیں سمجھتا۔ یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناپاک عورت اور جنبی قرآن مجید کی کوئی آیت وغیرہ نہ پڑھا کریں یہ روایت ترمذی ابن ماجہ دارقطنی نے نقل کی ہے اور اسی کی شاہد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بھی حدیث ہے جو دارقطنی نے مرفوعاً روایت کی ہے لیکن ان دونوں حدیثوں کی سند میں کچھ شبہ ہے۔ واللہ اعلم۔

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ (پس جس وقت وہ پاک ہوجائیں) یہاں سب قاریوں کا تشدید کے ساتھ پڑھنے پر اتفاق ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ مقاربت مباح ہونے کے لیے غسل شرط ہے۔

فَاْتُوْهُنَّ (پس ان سے مجامعت کرو) یعنی پاک ہونے کے بعد جمع کو تمہارے لیے اللہ نے مباح کردیا ہے۔

مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ (جہاں سے تمہیں اللہ نے امر کیا ہے) یعنی فرج میں نہ کہ دبر میں اور مباح ہونا ہم نے اس لیے کہا ہے کہ جماع کا امر اباحت کے لیے ہے نہ کہ وجوب کے لیے مجاہد قتادہ عکرمہ نے کہا ہے (اس آیت کے معنی یہ ہیں) یعنی جہاں سے تمہیں اللہ نے عورتوں سے بچنے کا حکم کیا تھا اور وہ فرج ہے اور یہی ابن عباس کا قول ہے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں من کے معنی فی کے ہیں یعنی جس جگہ تمہیں اللہ نے اجازت دے رکھی ہے اور وہ جگہ فرج ہی ہے جیسا کہ اس آیت میں اذا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ یعنی فی یوم الجمعۃ اور ابن حنفیہ نے یہ معنی کہے ہیں یعنی "جس جگہ مقاربت کرنا حلال ہے نہ کہ جہاں گناہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (کفر اور گناہ سے) توبہ کرنے والوں کو بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔

وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (اور پاک ہونے والوں سے بھی محبت رکھتا ہے) یعنی جو ناپاکیوں سے بچتے ہیں جیسے ایام والی عورت سے مقاربت کرنا یا دبر میں (بدفعلی) کرنا اس کے علاوہ اور ناپاکیوں اور پلیدیوں سے بچنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کی دبر میں وطی کرنے کی حرمت اس آیت سے اشارۃً ثابت ہے یا ایام والی عورت کے ساتھ وطی کرنے کی حرمت پر قیاس کرنے سے ثابت ہے کیونکہ یہ بھی ایسا ہی برا فعل ہے جیسا کہ حیض میں وطی کرنا بلکہ وطی تو ہر طرح برا ہی فعل ہے خواہ فرج میں ہو خواہ دبر میں عورت کے ساتھ ہو یا مرد کے ساتھ ہو اور اسی وجہ سے اس کے بعد غسل کرنا واجب ہوتا ہے لیکن فرج میں وطی کرنا محض نسل باقی رکھنے کی ضرورت کی وجہ سے مباح کردیا گیا ہے تاہم اس کے مباح ہونے میں چند شرطیں ہیں۔

ایک یہ کہ نکاح ہو چکا ہو دوسرے عورت محرم نہ ہو تیسرے رحم خالی ہو چوتھے حیض سے پاک ہو وغیرہ وغیرہ اور دبر میں وطی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے چاہے مفعول یہ مرد ہو یا عورت ہو پس برا فعل ہونے کی وجہ سے اس کا حکم حرمت کا رہے گا مردوں کو مردوں کے ساتھ بدفعلی کرنے کی حرمت نصوص قطعیہ اور اجماع سے ثابت ہے اور اسی (فعل کی سزا) میں لوط کی قوم ہلاک ہو چکی ہے اور ایسا ہی عورتوں کی دبر میں بدفعلی کرنا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ آیت فاتوھنکومن حیث امرکم اللہ کے ساتھ مقید کردیا ہے اور ناپاکی ہونے کی وجہ سے جماع حرام ہونے کے وہم کو دفع کرنے اور مباح ونے کی ضرورت کا سبب بیان کرنے کے لیے اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ قول بیان کیا ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

فاذا تطہرن"۔ یعنی جب وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرلیں، یہی موقف امام مالک اور جمہور علماء کا ہے اور بلاشبہ وہ

طہارت جس کے سبب حائضہ عورت سے جماع حلال ہوجاتا ہے جب اس کا خون ختم ہوجائے وہ اس کا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنا ہے جیسا کہ جنبی کی طہارت (پانی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے) اور تیمم یا کوئی اور اس کی جانب سے جائز نہ ہوگا۔ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ طبری رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن مسلمہ، اہل مدینہ اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی کہا ہے۔ اور یحییٰ بن بکیر اور محمد بن کعب قرظی نے کہا ہے: جب حیض والی عورت پاک ہوجائے۔ (یعنی اس کا خون ختم ہوجائے) اور اس نے ایسی جگہ تیمم کرلیا جہاں پانی نہ ہوتو وہ اپنے خاوند کے لئے حلال ہوگئی اگرچہ اس نے غسل نہ بھی کیا ہو۔

حضرت مجاہد، عکرمہ اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: خون کا منقطع ہونا ہی اسے زوج کے لئے حلال کردیتا ہے لیکن اسے وضو کرلینا چاہئے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: اگر اس کا خون دس دن گزرنے کے بعد ختم ہوا تو آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ غسل سے پہلے اس سے وطی کرلے اور اگر خون کا انقطاع دس دنوں سے پہلے پہلے ہوگیا تو پھر جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ غسل کرلے یا اس پر نماز کا وقت داخل ہوجائے۔ یہ ایسا فیصلہ ہے جس کی کوئی وجہ اور علت نہیں، تحقیق انہوں نے حائضہ عورت کے لئے اس کا خون منقطع ہونے کے بعد اس طرح فیصلہ کیا ہے جو عدت میں محبوس ہو۔ اور انہوں نے اس کے خاوند کو کہا: عورت کی طرف رجوع کرنا جائز ہے جب تک وہ تیسرے حیض سے غسل نہ کرلے، پس ان کے اس قول کے قیاس کی بنا پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے وطی کی جائے یہاں تک کہ وہ غسل کرلے یہ اہل مدینہ کے ساتھ موافقت ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس میں حکم کو دو شرطوں پر معلق کیا ہے: ان میں سے ایک خون کا منقطع ہونا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) ''حتی یطہرن'' اور دوسرا پانی کے ساتھ غسل کرنا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔: (آیت) ''فاذا تطہرن'' یعنی جب وہ پانی کے ساتھ غسل کرلیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مثل ہے۔

(آیت) ''وابتلوا الیتمی حتی اذا بلغوا النکاح''۔ الآیہ (النساء:٦)

ترجمہ: اور آزماتے رہو یتیموں کو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائیں نکاح (کی عمر کو)۔

اس میں بھی حکم دو شرطوں پر معلق ہے اور حکم مال دینے کا جواز ہے۔ دو شرطوں میں سے ایک مکلف کا نکاح کی عمر کو پہنچنا ہے اور دوسرا دانائی کا محسوس کرنا ہے، اسی طرح مطلقہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) ''فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ''۔ (البقرہ:٢٣٠)

ترجمہ: تو وہ حلال نہ ہوگی اس پر اس کے بعد یہاں تک کہ نکاح کرے کسی اور خاوند کے ساتھ۔

پھر عسیلہ کی شرط (مراد جماع ہے) کے بارے حدیث پاک موجود ہے۔ پس حلالہ بھی مجموعی طور پر دو امروں پر موقوف ہوا اور وہ نکاح کا انعقاد اور وطی کا پایا جانا ہے۔

(بخاری شریف: باب: من اجاز طلاق الثلاث لقول اللہ تعالیٰ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح، حدیث نمبر: ٤٨٠٦، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: بے شک آیت کا معنی ہے: شرط میں غایت وہی ہے جو اس سے پہلی غایت میں مذکور ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (آیت) "حتی یطھرن"۔ یعنی مخفف بعینہ "یطھرن"۔ مشدد کے معنی میں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت میں دو لغتوں کو جمع کر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(آیت) "فیہ رجال یحبون ان یتطھروا، واللہ یحب المطھرین"۔ (التوبہ)

ترجمہ: اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے)

کیت نے کہا ہے: وما کانت الانصار فیھا اذلۃ ولا غیبا فیھا اذا الناس غیب"۔

اور یہ بھی کہ دو قراتیں دو آیتوں کی طرح ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ان دونوں کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور ہم ان دونوں میں سے ہر ایک کو علیحدہ معنی پر محمول کرتے ہیں پس ہم مخفف کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں جبکہ اس کا خون دس دنوں سے کم میں ختم ہو جائے، تو ہم اس کے ساتھ وطی کی اجازت نہیں دیتے یہاں تک کہ وہ غسل کر لے، کیونکہ آدمی خون کے دوبارہ لوٹ آنے سے محفوظ اور امن میں نہیں ہوتا اور ہم دوسری قراءت کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں جبکہ اس کا خون اکثر مدت پر جا کر ختم ہو تو اس صورت میں اس کے ساتھ وطی جائز ہوتی ہے اگرچہ وہ غسل نہ بھی کرے۔

حضرت ابن عربی نے کہا ہے: ان کے دلائل میں سے یہ قوی ترین ہے۔ پس پہلے (استدلال) کا جواب یہ ہے کہ وہ فصحاء کے کلام میں سے نہیں ہے اور نہ ہی بلغاء کی زبان ہے، کیونکہ وہ تعداد میں تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور جب لفظ کو ایک الگ فائدہ پر محمول کرنا ممکن ہو تو اسے لوگوں کے کلام میں تکرار پر محمول نہیں کیا جاتا، تو پھر علیم حکیم رب کریم کے کلام میں کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور دوسرے (استدلال) کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ معنی پر محمول ہے، تو پھر ان پر لازم ہے کہ جب خون منقطع ہو جائے تو وہ اس کے لئے غسل سے پہلے رجعت کی صورت میں حیض کا حکم نہ لگائیں اور وہ اس طرح نہیں کہتے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور یہ عورت جب حائضہ ہے تو حیض والی عورت کے ساتھ وطی کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہوتا اور یہ بھی جو انہوں نے کہا ہے وہ اکثر مدت پر انقطاع دم اباحت وطی کا تقاضا کرتا ہے اور جو ہم نے کہا ہے وہ ممنوع ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور جب ایسی دو دلیلوں کے درمیان تعارض آ جائے جن میں سے ایک نہی کا تقاضا کرتی ہو اور دوسری اباحت کا تو ان دونوں کے باعث اور سبب کو غلبہ دیا جائے گا (پس) نہی کے سبب کو غلبہ دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ملک یمین کی حیثیت سے دو بہنوں کو جمع کرنے کے بارے میں کہا ہے۔ ایک آیت نے دونوں کو حلال قرار دیا ہے۔ اور دوسری نے دونوں کو حرام قرار دیا ہے اور تحریم اولی ہے۔ واللہ اعلم۔

ہمارے علماء نے کتابیہ عورت کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا اسے غسل کرنے پر مجبور کیا جائے گا یا نہیں، تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قاسم کی روایت میں کیا ہے: ہاں تا کہ خاوند کے لئے اس کے ساتھ وطی حلال ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (آیت) "ولا تقربوھن حتی یطھرن. فاذا تطھرن"۔ آپ کہتے ہیں: جب وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کر لیں اور یہ صرف مسلمان عورت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابٌ فِيْ كَفَّارَةِ مَنْ اَتٰى حَائِضًا

باب: جو شخص حیض والی عورت کے ساتھ صحبت کر لے، اس کا کفارہ

2168 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، غَيْرُهٗ، عَنْ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنِي الْحَكَمُ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يَأْتِي امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ؟ قَالَ: يَتَصَدَّقُ بِدِيْنَارٍ، اَوْ بِنِصْفِ دِيْنَارٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لے اور وہ عورت اس وقت حائضہ ہو، اس شخص کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: اس کو ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا چاہیے۔

2169 حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ اَبِي الْحَسَنِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اِذَا اَصَابَهَا فِي الدَّمِ فَدِيْنَارٌ، وَاِذَا اَصَابَهَا فِي انْقِطَاعِ الدَّمِ فَنِصْفُ دِيْنَارٍ

❁❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب مرد، عورت کے (حیض دوران) خون کے نکلنے کی مدت میں اس کے ساتھ صحبت کر لے، تو ایک دینار صدقہ کرے اور جب خون کی آمد منقطع ہو جانے کے بعد صحبت کرے، تو نصف دینار (صدقہ کرے)۔

حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت پر کفارہ سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کے بارے میں اور جو کچھ اس سے مباح سمجھا جاتا ہے اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبیدہ السلمانی سے مروی ہے کہ یہ واجب ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے بستر سے علیحدہ رہے جبکہ وہ حالت حیض میں ہو۔ یہ قول شاذ ہے اور علماء کے قول سے خارج ہے۔ اگرچہ عموم آیت اس کا تقاضا کرتی ہے لیکن سنت ثابتہ اس کے خلاف ہے اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت ام میمونہ رضی اللہ عنہا اس پر آگاہ ہوئیں تو آپ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کر رہے ہو۔

اور امام مالک، شافعی، اوزاعی، ابوحنیفہ، ابویوسف اور علماء کی ایک بہت بڑی جماعت رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: مرد کے لئے عورت کے اس حصے سے استمتاع جائز ہے جو ازار کے اوپر ہے، کیونکہ جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے پوچھا تو آپ نے اسے ارشاد فرمایا: (سائل نے کہا) کیا حالت حیض میں میری میرے لئے حلال ہوتی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: چاہیے کہ وہ اپنی ازار (چادر) مضبوطی کے ساتھ باندھ لے تو پھر اس کے لئے اوپر سے وہ تیرے لئے لئے مباح ہے۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حالت حیض میں تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا: اپنی چادر

کو مضبوط باندھ لے پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آ۔

(بخاری شریف: باب: من سمی النفاس حیضا والحیض نفاس، حدیث نمبر: ۲۸۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جو حالت حیض میں عورت کے ساتھ مجامعت کرتا ہے کہ اس پر کیا ہوگا؟

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے: وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور مزید اس پر کوئی شے لازم نہیں، یہی قول ربیعہ اور یحییٰ بن سعید کا ہے اور اسی طرح داؤد نے بھی کہا ہے اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ نصف دینار صدقہ کرے گا۔ (بخاری شریف: باب: فی کفارۃ من ۔۔۔۔ حائضا، حدیث نمبر: ۱۸۰۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: عبدالحمید کی حدیث کتنی اچھی ہے کہ وہ مقسم کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے گا '' اسے ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور کہا ہے: اسی طرح صحیح روایت ہے۔ فرمایا: نصف دینار۔ علامہ طبری نے اسے مستحب قرار دیا ہے پس اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر کوئی شے نہ ہوگی اور بغداد میں امام شافعی کا یہی قول ہے۔

اور محدثین میں سے ایک جماعت نے کہا ہے: اگر اس نے خون کی حالت میں وطی کی تو اس پر دینار ہوگا اور اگر اس نے خون کے انقطاع کی حالت میں وطی کی تو اس کے لئے نصف دینار ہوگا۔

اور امام اوزاعی نے کہا ہے: جس نے اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض میں وطی کی وہ ایک دینار کے دو خمس صدقہ کرے۔ ان تمام کی اسناد سنن ابی داؤد اور دار قطنی وغیرہ میں ہیں۔

اور کتاب ترمذی (جامع ترمذی: باب: ماجاء فی الکفارۃ فی ذالک، حدیث نمبر: ۱۲۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے: ''جب خون سرخ ہو تو ایک دینار ہوگا اور خون کا رنگ زرد ہو تو نصف دینار ہوگا''۔

ابو عمر نے کہا ہے: ان کی دلیل جنہوں نے استغفار اور توبہ کے سوا ایسے آدمی پر کوئی کفارہ واجب نہیں کیا اس حدیث کا مضطرب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کی مثل حدیث حجت نہیں بن سکتی، کیونکہ فی الاصل ہر کوئی ذمہ داری سے بری ہے اور یہ واجب نہیں کہ اس میں کسی مسکین اور کسی دوسرے کے لئے کوئی شے ثابت ہو مگر کسی دلیل کے ساتھ جس میں نہ کوئی رد ہو اور نہ اس پر طعن ہو اور یہ اس مسئلہ میں معدوم ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

ایام حیض اور جماع سے متعلقہ مسائل کا بیان

حضرت انس فرماتے ہیں کہ یہودی لوگ حائضہ عورتوں کو نہ اپنے ساتھ کھلاتے تھے اور نہ اپنے ساتھ رکھتے تھے، صحابہ نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جس کے جواب میں یہ آیت اتری، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے جماع کے اور سب کچھ حلال ہے یہودی یہ سن کر کہنے لگے کہ انہیں تو ہماری مخالفت ہی سے غرض ہے، حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر نے یہودیوں کا یہ کلام نقل کر کے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہمیں جماع کی بھی رخصت دی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

چہرہ یہ سن کر متغیر ہو گیا یہاں تک کہ اور صحابہ نے خیال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض ہو گئے۔ جب یہ بزرگ جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی بزرگ تحفتاً دودھ لے کر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے آدمی بھیج کر انہیں بلایا اور وہ دودھ انہیں پلایا، اب معلوم ہوا کہ وہ غصہ جاتا رہا۔ (مسلم)

پس اس فرمان کا کہ حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو یہ مطلب ہوا کہ جماع نہ کرو اس لئے کہ اور سب حلال ہے۔ اکثر علماء کا مذہب ہے کہ سوائے جماع کے مباشرت جائز ہے، احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی حالت میں ازواج مطہرات سے ملتے جلتے لیکن وہ تہمند باندھے ہوئے ہوتی تھیں۔ (ابوداؤد)

حضرت عمارہ کی پھوپھی صاحبہ حضرت عائشہ صدیقہ سے سوال کرتی ہیں کہ اگر عورت حیض کی حالت میں ہو اور گھر میں میاں بیوی کا ایک ہی بستر ہو تو وہ کیا کرے؟ یعنی اس حالت میں اس کے ساتھ اس کا خاوند سو سکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا، سنو ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے، آتے ہی نماز کی جگہ تشریف لے گئے اور نماز میں مشغول ہو گئے، دیر زیادہ لگ گئی اور اس عرصہ میں مجھے نیند آ گئی، آپ کو جاڑا لگنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ادھر آؤ، میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو حیض سے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنوں کے اوپر سے کپڑا ہٹانے کا حکم دیا اور پھر میری ران پر رخسار اور سینہ رکھ کر لیٹ گئے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئی تو سردی کچھ کم ہوئی اور اس گرمی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ گئی۔ حضرت مسروق ایک مرتبہ حضرت عائشہ کے پاس آئے اور کہا **السلام علی النبی و علی اھلہ** حضرت عائشہ نے جواب دے کر مرحبا مرحبا کہا اور اندر آنے کی اجازت دی، آپ نے کہا ام المومنین ایک مسئلہ پوچھتا ہوں لیکن شرم معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا، مُں میں تیری ماں اور تو قائم مقام میرے بیٹے کے ہے، جو پوچھنا ہو پوچھ، کہا فرمایئے آدمی کے لئے اپنے حائضہ بیوی حلال ہے؟ فرمایا سوائے شرمگاہ کے اور سب جائز ہے۔ (ابن جریر)

اور سندوں سے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت ام المومنین کا یہ قول مروی ہے، حضرت ابن عباس مجاہد حسن اور عکرمہ کا فتویٰ بھی یہی ہے، مقصد یہ ہے کہ حائضہ عورت کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا اس کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ امور بالاتفاق جائز ہیں۔ حضرت عائشہ سے منقول ہے میں حیض سے ہوتی تھی، میں ہڈی چوستی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی ہڈی کو وہیں منہ لگا کر چوستے تھے، میں پانی پیتی تھی پھر گلاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں منہ لگا کر اسی گلاس سے پانی پیتے اور میں اس وقت حائضہ ہوتی تھی، ابوداؤد میں روایت ہے کہ میرے حیض کے شروع دنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ ہی لحاف میں سوتے تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا کہیں سے خراب ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی ہی جگہ کو دھو ڈالتے۔

اگر جسم مبارک پر کچھ لگ جاتا تو اسے بھی دھو ڈالتے اور پھر ان ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے۔ ہاں ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں میں جب حیض سے ہوتی تو بسترے سے اتر جاتی اور بوریئے پر آ جاتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب بھی نہ آتے جب تک میں پاک نہ ہو جاؤں۔ تو یہ روایت محمول ہے کہ آپ پرہیز اور احتیاط کرتے تھے نہ یہ کہ محمول ہو حرمت اور ممانعت پر بعض حضرات یہ بھی فرماتے ہیں کہ تہبند ہوتے ہوئے فائدہ اٹھائے، حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ فرماتی

ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی کسی اہلیہ سے ان کی حیض کی حالت میں ملنا چاہتے تھے تو انہیں حکم دیتے تھے کہ تہبند باندھ لیں۔ (بخاری)

اس طرح بخاری مسلم میں بھی یہ حدیث حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص سوال کرتا ہے کہ میری بیوی سے مجھے اس کے حیض کے حالت میں کیا کچھ حلال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہبند سے اوپر کا کل (ابوداؤد وغیرہ)
ایک اور روایت میں ہے کہ اس سے بھی بچنا بہتر ہے۔ حضرت عائشہ حضرت ابن عباس، حضرت سعید بن مسیب اور حضرت شریح کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام شافعی کے اس بارے میں دو قول ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ اکثر عراقیوں وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ تو متفقہ فیصلہ ہے کہ جماع حرام ہے اس لئے اس کے آس پاس سے بھی بچنا چاہئے تاکہ حرمت میں واقع ہونے کا خطرہ نہ رہے۔ حالت حیض میں جماع کی حرمت اور اس کام کے کرنے والے کا گنہگار ہونا تو یقینی امر ہے جسے توبہ استغفار کرنا لازمی ہے لیکن اسے کفارہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں اس میں علماء کرام کے دو قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ کفارہ بھی ہے چنانچہ مسند احمد اور سنن میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی حائضہ بیوی سے جماع کرے وہ ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ دے۔ ترمذی میں ہے کہ خون اگر سرخ ہو تو ایک دینار اور اگر زرد رنگ کا ہو تو آدھا دینار۔ مسند احمد میں ہے کہ اگر خون پیچھے ہٹ گیا اور ابھی اس عورت نے غسل نہ کیا ہو اور اس حالت میں اس کا خاوند اس سے ملے تو آدھا دینار ورنہ پورا دینار، دوسرا قول یہ ہے کہ کفارہ کچھ بھی نہیں صرف اللہ عزوجل سے استغفار کرے۔
امام شافعی کا بھی آخری اور زیادہ صحیح یہی مذہب ہے اور جمہور علماء بھی اسی کے قائل ہیں۔ جو حدیثیں اوپر بیان ہوئیں ان کی نسبت یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ان کا مرفوع ہونا صحیح نہیں بلکہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ موقوف ہے۔ یہ فرمان کہ جب تک عورتیں پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ یہ تفسیر ہے اس فرمان کی کہ عورتوں سے ان کی حیض کی حالت میں جدا رہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت حیض ختم ہو جائے پھر نزدیکی حلال ہے۔

حضرت امام ابو عبداللہ احمد بن حنبل فرماتے ہیں طہر یعنی پاکی دلالت کرتی ہے کہ اب اس سے نزدیکی جائز ہے۔ حضرت میمونہ اور حضرت عائشہ کا یہ فرمانا کہ ہم میں سے جب کوئی حیض سے ہوتی تو تہبند باندھ لیتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں سوتی، اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ جس زندگی سے منع کیا گیا ہے وہ جماع ہے، ویسے سونا بیٹھنا وغیرہ سب جائز ہے۔ اس کے بعد یہ فرمان ان کے پاک ہو جانے کے بعد ان کے پاس آؤ۔ اس میں ارشاد ہے کہ اس کے غسل کر لینے کے بعد ان سے جماع کرو۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ ہر حیض کی پاکیزگی کے بعد جماع کرنا واجب ہے، اس کی دلیل آیت (فأتوھن) ہے جس میں حکم ہے لیکن یہ دلیل کوئی پختہ نہیں۔ یہ امر تو صرف حرمت کو ہٹا دینے کا اعلان ہے اور اس کے سوا اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں، علماء اصول میں سے بعض تو کہتے ہیں کہ امر یعنی حکم مطلقاً وجوب کے لئے ہوتا ہے ان لوگوں کو امام ابن حزم کا جواب بہت گراں ہے، بعض کہتے ہیں یہ امر صرف اباحت کے لئے ہے اور چونکہ اس سے پہلے ممانعت وارد ہو چکی ہے یہ قرینہ ہے جو امر کو وجوب سے ہٹا

دیتا ہے لیکن یہ غور طلب بات ہے، دلیل سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ایسے موقع پر یعنی پہلے منع ہو پھر "حکم" ہو تو حکم اپنی اصل پر رہتا ہے یعنی جو بات منع سے پہلے جیسی تھی ویسی ہی اب ہو جائے گی یعنی اگر منع سے پہلے وہ کام واجب تھا تو اب بھی واجب ہی رہے گا، جیسے قرآن کریم میں ہے آیت

(فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ)(التوبہ:5)

یعنی جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں سے جہاد کرو۔ اور اگر یہ کام ممانعت سے پہلے مباح تھا تو اب بھی وہ مباح رہے گا جیسے آیت

وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (5۔المائدہ:2) جب تم احرام کھول دو تو شکار کھیلو، اور جگہ ہے آیت

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الجمعہ:10)

یعنی جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ ان علماء کرام کا یہ فیصلہ ان مختلف اقوال کو جمع بھی کر دیتا ہے جوامر کے وجوب وغیرہ کے بارے میں ہیں۔ غزالی وغیرہ نے بھی اسے بیان کیا ہے اور بعض ائمہ متاخرین نے بھی اسے پسند فرمایا ہے اور یہی صحیح بھی ہے۔ یہ مسئلہ بھی یاد رہے کہ تمام علماء امت کا اتفاق ہے کہ جب خون حیض کا آنا رک جائے، مدت حیض گزر جائے پھر بھی اس کے خاوند کو اپنی بیوی سے مجامعت کرنی حلال نہیں جب تک وہ غسل نہ کر لے، ہاں اگر وہ معذور ہو اور غسل کے عوض تیمم کرنا اسے جائز ہو تو تیمم کر لے۔ اس کے بعد اس کے پاس اس کا خاوند آ سکتا ہے۔

ہاں امام ابوحنیفہ ان تمام علماء کے مخالف ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جب حیض زیادہ سے زیادہ دنوں تک آخری معیاد یعنی دس دن تک رہ کر بند ہو گیا تو اس کے خاوند اس سے صحبت کرنا حلال ہے، گو اس نے غسل نہ کیا ہو، واللہ اعلم، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ تو لفظ (یطھرون) کا اس سے مراد خون حیض کا بند ہونا ہے اور (تطھرون) سے مراد غسل کرنا ہے۔ حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت حسن، حضرت مقاتل بن حیات، حضرت لیث بن سعد وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں، پھر ارشاد ہوتا ہے اس جگہ سے آؤ جہاں سے آنے کا حکم اللہ نے تمہیں دیا ہے، مراد اس سے آگے کی جگہ ہے۔

حضرت ابن عباس، حضرت مجاہد وغیرہ بہت سے مفسرین نے اس کے یہی معنی بیان کئے ہیں کہ مراد اس سے بچوں کے تولد ہونے کی جگہ ہے، اس کے سوا اور جگہ یعنی پاخانہ کی جگہ جانا حرام ہے، ایسا کرنے سے حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ صحابہ اور تابعین سے بھی یہی مروی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جس جگہ سے حالت حیض میں تم روکے گئے تھے اب وہ جگہ تمہارے لئے حلال ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ پاخانہ کی جگہ وطی کرنا حرام ہے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ پاکیزگی کی حالت میں آؤ جبکہ حیض سے نکل آئیں اس لئے اس کے بعد کے جملہ میں ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والوں، اس حالت میں جماع سے باز رہنے والوں، گندگیوں اور ناپاکیوں سے بچنے والوں، حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے نہ ملنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ اسی طرح

دوسری جگہ سے محفوظ رہنے والوں کو بھی پروردگار اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَزْلِ

باب: عزل کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2170 حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ قَزَعَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، ذُكِرَ ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْعَزْلَ قَالَ: فَلِمَ يَفْعَلُ أَحَدُكُمْ؟، وَلَمْ يَقُلْ فَلَا يَفْعَلْ أَحَدُكُمْ، فَإِنَّهُ لَيْسَتْ مِنْ نَفْسٍ مَخْلُوقَةٍ إِلَّا اللّٰهُ خَالِقُهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَزَعَةُ: مَوْلَى زِيَادٍ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (عزل کرنے) کا ذکر کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:

''آدمی یہ کیوں کرتا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا: آدمی یہ نہ کرے، (آپ نے فرمایا)

''جس بھی جان نے پیدا ہونا ہے، اللہ تعالیٰ اسے پیدا کر ہی دے گا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قزعہ (نامی راوی) زیاد کا غلام ہے۔

2171 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، حَدَّثَهُ، أَنَّ رِفَاعَةَ، حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ لِي جَارِيَةً وَأَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا

وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ، وَأَنَا أُرِيدُ مَا يُرِيدُ الرِّجَالُ، وَإِنَّ الْيَهُودَ تُحَدِّثُ أَنَّ الْعَزْلَ مَوْءُودَةُ الصُّغْرَى قَالَ: كَذَبَتْ يَهُودُ لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَخْلُقَهُ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَصْرِفَهُ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میری ایک کنیز ہے، میں اس سے عزل کرتا ہوں، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ وہ حاملہ ہو جائے، اور میں صرف وہی چیز چاہتا ہوں جو مرد چاہتے ہیں، یہودی یہ کہتے ہیں: عزل کرنا، چھوٹی قسم کا زندہ درگور کرنا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہودی غلط کہتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا کرنا چاہے تو تم اسے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہو۔

2172 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ

2170- اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وابن ابي نجيح: هو عبد الله بن ابي نجيح، مجاهد: هو ابن جبر، وقزعة: هو ابن يحيى البصري. واخرجه مسلم (1438)، والترمذي (1170)، والنسائي في "الكبرى" (9042) من طرق عن سفيان بن عيينة، بهذا الاسناد. وعلّقه البخاري بصيغة الجزم عن قزعة بالرقم (7409)

عَنِ الْعَزْلِ؟، فَقَالَ: اَبُوْ سَعِيْدٍ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَاَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَاَحْبَبْنَا الْفِدَاءَ فَاَرَدْنَا اَنْ نَعْزِلَ. ثُمَّ قُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا قَبْلَ اَنْ نَسْاَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ: مَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَا تَفْعَلُوا، مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ

ابن محیریز بیان کرتے ہیں: میں مسجد میں داخل ہوا، تو میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا، میں ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا، میں نے ان سے عزل کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بتایا:

غزوہ بنو مصطلق کے موقعہ پر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے، (اس غزوہ میں) ہم نے عرب عورتوں کو قیدی بنالیا، ہمیں عورتوں کی شدید طلب محسوس ہوئی، اور ہمارے لیے ان کے بغیر رہنا مشکل ہوگیا، ہم فدیہ بھی حاصل کرنا چاہتے تھے، ہم نے عزل کرنے کا ارادہ کیا، پھر ہم نے سوچا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں، کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے سے پہلے عزل کرلیں؟ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا:

''اگر تم یہ نہ کرو، تو بھی تم پر کوئی حرج نہیں ہے، قیامت کے دن تک جس بھی جان نے پیدا ہونا ہے، وہ پیدا ہو کر رہے گی''۔

2173 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ. حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ. عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ. عَنْ جَابِرٍ. قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ لِيْ جَارِيَةً اَطُوْفُ عَلَيْهَا وَاَنَا اَكْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ. فَقَالَ: اعْزِلْ عَنْهَا اِنْ شِئْتَ. فَاِنَّهُ سَيَاْتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا قَالَ: فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتَاهُ. فَقَالَ: اِنَّ الْجَارِيَةَ قَدْ حَمَلَتْ. قَالَ: قَدْ اَخْبَرْتُكَ اَنَّهُ سَيَاْتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک انصاری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میری ایک کنیز ہے، میں اس کے ساتھ صحبت کرتا ہوں، لیکن اس کا حاملہ ہونا مجھے پسند نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس سے

2172-اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وابن محيريز: هو عبد الله الجمحي. وهو عند مالك في "الموطا" 5942/2، ومن طريقه اخرجه البخاري (2542). واخرجه البخاري (4138)، ومسلم (1438)، والنسائي في "الكبرى" (5026) و (5027) من طريق ربيعة بن ابي عبد الرحمن، والبخاري (7409) من طريق موسى ابن عقبة، والنسائي (9041) من طريق الضحاك بن عثمان، ثلاثتهم عن محمد بن يحيى بن حبان، به. واخرجه البخاري (2229) و (5210) و (6603)، ومسلم (1438) والنسائي في "الكبرى" (5024) و (5025) و (5028) و (9039) و (9040) من طريق ابن شهاب الزهري، عن عبد الله بن محيريز به. واخرجه مسلم (1438)، والنسائي في "الكبرى" (5029) من طريق معبد بن سيرين، ومسلم (1438)، والنسائي في "الكبرى" (5030) و (5462) و (9046) من طريق عبد الرحمن بن بشر بن مسعود، ومسلم (1438) من طريق ابي الوَدَّاك، وابن ماجه (1926)، والنسائي في "الكبرى" (9037) من طريق عبيد الله بن عبد الله، والنسائي في "الكبرى" (9038

2173-واخرجه مسلم (1439) من طريق زهير بن معاوية، به. واخرجه مسلم (1439) والنسائي في "الكبرى" (9048) من طريق عروة بن عياض، وابن ماجه (89) من طريق سالم بن ابي الجعد، كلاهما عن جابر. وهو في "مسند احمد" (14318) و (15174)، و "صحيح ابن حبان" (4194).

عزل کرلو لیکن اس کے پاس وہ چیز آ جائے گی جو اس کے نصیب میں طے کردی گئی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ عرصہ بعد وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے بتایا، اس کی کنیز حاملہ ہوگئی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں نے تو تمہیں بتادیا تھا کہ اس کے پاس عنقریب وہ آ جائے گا، جو اس کے نصیب میں ہے''۔

عزل سے متعلق فقہی احکام کا بیان

عزل کا مطلب یہ ہے کہ عورت سے اس طرح جماع کیا جائے کہ مرد جب منزل ہونے لگے تو وہ اپنا عضو مخصوص عورت کی شرم گاہ سے باہر نکال کر مادہ کا باہر ہی اخراج کردے۔ اس طریقہ سے مادہ منویہ چونکہ اندر نہیں پہنچتا اس لئے عورت حاملہ ہونے سے بچ جاتی ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عزل جائز ہے اور بعض حضرات جن میں کچھ صحابہ بھی شامل ہیں اس کو ناجائز کہتے ہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ عزل کرنا جائز ہے چنانچہ درمختار میں بھی یہی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی خاص مصلحت یا عذر کی بناء پر عزل کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہے لیکن یہ ملحوظ رہے کہ اپنی لونڈی سے عزل کرنا تو اس کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے جب کہ اپنی آزاد منکوحہ سے اس کی اجازت کے بعد ہی جائز ہوگا اسی طرح اگر کسی دوسرے کی لونڈی اپنے نکاح میں ہو تو اس کے مالک کی اجازت حاصل کرنے کے بعد اس سے عزل کرنا جائز ہوگا۔ حضرت امام شافعی کے بارے میں سید نے یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک بھی اپنی آزاد منکوحہ سے اس کی اجازت کے بعد ہی عزل کرنا جائز ہے لیکن لونڈی خواہ اپنی مملوکہ ہو یا منکوحہ ہو اس کی اجازت کے بغیر بھی عزل کرنا جائز ہے۔ اور امام نووی نے جو شافعی المسلک ہیں) یہ لکھا ہے کہ ہمارے یعنی شوافع کے نزدیک عزل کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ انقطاع نسل کا سبب ہے۔

اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس لونڈی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور میں اس سے جماع بھی کرتا ہوں لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو عزل کرلیا کرو لیکن اس لونڈی کے ذریعہ جو چیز پیدا ہونی مقدر ہو چکی ہے وہ ضرور پیدا ہوگی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک وہ شخص نہیں آیا اور پھر جب آیا تو کہنے لگا کہ میری لونڈی حاملہ ہوگئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ میں نے تو تمہیں پہلے ہی آگاہ کردیا تھا کہ اس کے ذریعہ جو چیز پیدا ہونی مقدر ہو چکی ہے وہ ضرور پیدا ہوگی۔ (مسلم)

علامہ نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عزل کرنے کے باوجود اگر حمل ٹھہر جائے تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور علامہ ابن ہمام نے اس بارے میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے عورت کی اجازت کے بعد یا اس کی اجازت کے بغیر عزل کیا اور اس کے باوجود اس عورت کے حمل ٹھہر گیا تو آیا اس شخص کے لئے اس حمل سے انکار کرنا یعنی یہ کہنا کہ یہ حمل میرا نہیں ہے) جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں تفصیل ہے، چنانچہ علماء کا قول ہے کہ اگر اس شخص نے عزل کرنے کے بعد دخول نہیں کیا تھا یا دخول کیا تھا مگر اس سے پہلے پیشاب نہیں کیا تھا تو پھر اس کے لئے اس حمل سے انکار کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس بات کا قوی

احتمال ہوسکتا ہے کہ اس کے ذکر میں منی کا کوئی قطرہ باقی رہ گیا ہو اور وہ اب دخول کی صورت میں عورت کے رحم میں چلا گیا ہو اسی طرح حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ مسلک ہے کہ اگر کسی شخص نے مثلاً جماع سے فارغ ہونے کے بعد پیشاب کرنے سے پہلے غسل جنابت کیا اور اس کے بعد جب اس نے پیشاب کیا تو منی کا کوئی قطرہ نکل آیا تو اس صورت میں اس پر واجب ہوگا کہ وہ اب پھر غسل کرے۔

اور حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنی المصطلق کی جنگ میں گئے تو عرب قوم میں سے کچھ لونڈی غلام ہمارے ساتھ آئے، ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور مجرد رہنا ہمارے لئے سخت مشکل ہو گیا اور ان لونڈیوں سے جو ہمارے ہاتھ لگی تھیں ہم نے عزل کرنا چاہا) تاکہ ان کے حمل نہ ٹھہر جائے) آخر ہم نے عزل کا ارادہ کر لیا مگر پھر ہم نے سوچا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ ہم نے آپ سے اس کے بارے میں دریافت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم عزل نہ کرو تو اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے اس لئے کے قیامت تک جو جان پیدا ہونیوالی ہے وہ تو پیدا ہو کر رہے گی۔ (بخاری ومسلم)

امام نووی کہتے ہیں کہ سبیا من العرب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل عرب پر بھی رق جاری ہوتا ہے جب کہ وہ مشرک ہوں (یعنی جس طرح غیر عرب مشرک وکافر جنگ میں پکڑ لئے جانے کے بعد غلام ولونڈی بنائے جاسکتے ہیں اسی طرح اگر وہ مشرک وکافر جن کا تعلق عرب نسل سے ہو کسی جنگ میں بطور قیدی ہاتھ لگیں تو وہ بھی مسلمانوں کے حق میں لونڈی غلام ہو جاتے ہیں کیونکہ یہاں جن لونڈی غلاموں کا ہاتھ لگنا ذکر کیا گیا ہے ان کا تعلق بنی المصطلق سے تھا جو قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ تھی اور قبیلہ خزاعہ والے اہل عرب میں سے تھے چنانچہ حضرت امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے۔

(ما علیکم ان لا تفعلوا) میں حروف "الف" کے زبر کے ساتھ یعنی (ان) بھی صحیح ہے اور الف کے زیر کے ساتھ یعنی ان بھی صحیح ہے اس جملہ کے معنی نووی نے یہ بیان کئے ہیں کہ اگر تم عزل نہ کرو تو اس میں کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ جب یہ بات طے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نفس کو پیدا کرنا مقدر کر دیا ہے تو وہ ضرور پیدا ہو کر رہے گا اس لئے تم عزل کرو یا عزل نہ کرو پیدا ہونوالی جان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا اگر اسے دنیا میں آنا ہے تو تم لاکھ عزل کرلو ضبط ولادت کے لاکھ طریق آزمالو وہ اس دنیا میں آکر رہے گی اور اگر اس کا پیدا ہونا مقدر نہیں ہے تو پھر اگر عزل نہ کرو تو تمہارا کوئی نقصان نہیں حاصل یہ کہ تمہارا عزل کرنا کوئی فائدہ مند چیز نہیں ہے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث عزل کے عدم جواز کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ (ان لا تفعلوا) میں حرف، لا، زائد ہے اس صورت میں اس جملہ کے یہ معنی ہوں گے کہ عزل کرنے میں کوئی قباحت نہیں اس اعتبار سے یہ حدیث عزل کے جائز ہونے کی دلیل ہوگی۔

اور حضرت ابوسعید خدری راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کرنے کے بارے میں پوچھا گیا (کہ عزل کرنا جائز ہے یا نہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منی کے ہر پانی سے بچہ بنتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو پیدا ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی (مسلم)

بظاہر اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ سوال اور جواب میں کوئی مطابقت نہیں ہے حالانکہ اگر حدیث کے حقیقی مفہوم پر نظر ہو تو یہ اشکال
پیدا ہونے کا کوئی محل ہی نہیں رہ جاتا کیونکہ سوال کا مقصد یہ تھا کہ عزل کرنے کی اجازت مل جائے تا کہ عورت کے ہاں ولادت
ہونے کا کوئی خوف نہ رہے، سوال کے اسی حقیقی مفہوم کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ تم لوگ تو یہ سمجھتے ہو کہ مرد کی
منی کا عورت کے رحم میں گرنا عورت کے ہاں ولادت ہونے کا سبب ہے اور عزل کر لینا ولادت نہ ہونے کا سبب ہے بلکہ حقیقت یہ
ہے کہ منی کے ہر پانی سے بچہ نہیں بنتا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مرد کی منی عورت کے رحم تک پہنچ جاتی ہے مگر اس سے بچہ نہیں بنتا اور بعض
اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ عزل کرتے ہیں مگر اس کے باوجود عورت حاملہ ہو جاتی ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا حاملہ ہونا مرد
کے مادہ تولید کے اندر کرنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ پر موقوف ہے، اسی طرح عورت کا حاملہ نہ ہونا بھی اللہ
تعالیٰ کی مشیت و ارادہ ہی پر موقوف ہے عزل پر موقوف نہیں ہے۔ ہاں یہ ثابت ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تولد و تناسل کا ایک نظام
مقرر کر دیا ہے کہ مرد کے نطفہ سے بچہ کی تولید ہوتی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ عزل کرنے کی صورت میں بھی نطفہ کا کوئی حصہ بلا اختیار
عورت کے رحم میں چلا جائے اور اس سے بچہ بن جائے بلکہ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اگر کسی بچہ کا پیدا ہونا تقدیر الٰہی میں ہے
تو اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت حاصل ہے کہ وہ اس بچہ کو بغیر نطفہ کے بھی پیدا کر دے۔

بظاہر یہ احادیث عزل کے جائز نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں لیکن ان کا حقیقی مفہوم و منشاء اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عزل کرنا
پسندیدہ نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، اس مسئلہ میں حنفیہ اور دوسرے علماء کا جو فقہی مسلک ہے اس کا بیان حضرت جابر کی روایت کی تشریح
میں گزر چکا ہے۔

اور حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں
اپنی عورت سے عزل کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ میں اس
کے شیر خوار بچہ کی وجہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں مدت رضاعت میں وہ حاملہ نہ ہو جائے اور اس حالت میں بچہ کو دودھ پلانا نقصان پہنچ
جائے گا) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ نقصان پہنچاتا تو روم و فارس والوں کو ضرور نقصان پہنچاتا۔ (مسلم)
لوگوں کا خیال یہ تھا کہ مدت رضاعت میں جماع اور پھر حمل ٹھہرنے سے چونکہ عورت کے دودھ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اس
لئے اس دودھ کو پینے سے شیر خوار بچہ کو نقصان پہنچتا ہے اس کے علاوہ ایسی حالت میں عورت کا دودھ بھی کم ہو جاتا ہے اس کا حاصل یہ
تھا کہ اسی خوف کی بناء پر اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کی اجازت چاہی اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ اگر مدت رضاعت میں جماع کرنا اور حمل ٹھہر جانا شیر خوار بچہ کو نقصان دہ ہوتا تو یہ روم و
فارس والوں کو ضرور نقصان پہنچاتا کیونکہ وہ اس کے عادی ہیں اور جب ان کی یہ عادت ان کے لئے نقصان دہ نہیں ہے تو معلوم ہوا
کہ مدت رضاعت میں حمل ٹھہر جانا نقصان دہ نہیں ہے لہٰذا عزل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور حمل ٹھہر جانے کے خوف کی وجہ سے
عزل نہ کرو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عزل کی کراہت و ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اور حضرت جدامہ بنت وہب کہتی ہیں کہ ایک دن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت لوگوں

کی ایک جماعت وہاں موجود تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو غیلہ سے منع کر دوں لیکن پھر میں نے دیکھا کہ روم و فارس کے لوگ اپنی اولاد کی موجودگی میں غیلہ کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو میں نے اس ارادہ کو ترک کر دیا) پھر لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کرنے کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کیا حکم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عزل کرنا تو پوشیدہ طور پر زندہ گاڑ دینا ہے اور یہ ایک بری عادت ہے جو اس آیت کریمہ: وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ (التکویر:8) (اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی تھی) کے حکم میں داخل ہے۔ (مسلم)

غیلہ کے معنی ہیں حمل کی حالت میں بچہ کو دودھ پلانا اور نہایہ میں لکھا ہے کہ غیلہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ایام رضاعت میں اپنی بیوی سے جماع کرے چنانچہ اہل عرب غیلہ یعنی ایام رضاعت میں اپنی بیوی سے جماع کرنے) احتراز کرتے تھے اور اس کی وجہ ان کا یہ گمان تھا کہ اس صورت میں شیر خوار بچہ کو نقصان پہنچتا ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ ارادہ فرمایا کہ لوگوں کو ایام رضاعت میں اپنی بیوی کے پاس جانے سے منع کر دیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ روم و فارس کے لوگ ایسا کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کا ارادہ ترک فرما دیا۔

واد کے معنی ہیں زندہ در گور کرنا، جیتا گاڑ دینا، زمانہ جاہلیت میں اہل عرب تنگدستی کے خوف اور عار کی وجہ سے اپنی بچیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان والدین سے سخت باز پرس کی جائے گی جو اپنے ہاتھوں اپنی بچیوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کو بھی واد خفی یعنی پوشیدہ زندہ گاڑ دینے سے تعبیر فرمایا۔ اس طرح یہ حدیث منسوخ ہے یا آپ نے یہ بات محض تہدید و تنبیہ کے طور پر فرمائی ہے یا پھر یہ کہ اس ارشاد کے ذریعہ گویا اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ عزل نہ کرنا ہی اولی اور زیادہ بہتر ہے۔

ان حضرات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک مجلس منعقد تھی۔ حاضرین میں حضرت علی حضرت زبیر اور حضرت سعد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ کے علاوہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق بھی موجود تھے۔ عزل کے سلسلہ میں مباحثہ ہو رہا تھا صحابہ کی رائے تھی کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن ایک صحابی نے یہ کہا کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ عزل کرنا موؤدۃ (چھوٹی موؤدۃ ہے یعنی جس طرح اپنی اولاد کو زندہ گاڑ دینا موؤدۃ کبری ہے اسی طرح عزل کرنا موؤدۃ صغری ہے حضرت علی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس سلسلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ جب تک بچہ میں جان نہ پڑے موؤدۃ کے مفہوم کا اطلاق نہیں ہوگا یعنی اگر جان پڑ جانے کے بعد اسقاط حمل کرایا جائے یا زندہ پیدا ہونے کے بعد اسے جیتا جاگتا گاڑ دیا جائے تو اس کو موؤدۃ کہا جائے گا۔ حضرت علی کا یہ جواب سن کر حضرت عمر نے فرمایا علی! اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے تم نے سچ کہا ہے چنانچہ فقہی مسئلہ یہ ہے کہ جب تک بچہ میں جان نہ پڑے اسقاط حمل جائز ہے اور قرار حمل کے بعد ایک سو

بیس دن میں حمل کے اندر جان پڑتی ہے گویا قرار حمل کے بعد ایک سو بیس دن کے اندر اندر تو اسقاط حمل جائز ہے اس کے بعد جائز نہیں ہے۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی عزل کے حرام ہونے پر دلالت نہیں کرتا البتہ اس کے مکروہ ہونے پر ضرور دلالت کرتا ہے بایں معنی کہ عزل کرنا وادِ حقیقی یعنی واقعۃً زندہ درگور کردینے کے حکم میں داخل نہیں ہے کیونکہ وادِ حقیقی کا مطلب ہوتا ہے ایک جان کو ہلاک کر دینا جب کہ عزل میں یہ صورت نہیں ہوتی البتہ عزل کرنا وادِ حقیقی کے مشابہ یقیناً ہے اسی واسطے اس کو پوشیدہ زندہ گاڑ دینا فرمایا گیا ہے جو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عزل کے ذریعہ چونکہ اپنے مادہ تولید نطفہ کو ضائع کیا جاتا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مادۂ تولید اللہ تعالیٰ نے بچہ پیدا ہونے کے لئے مہیا کیا ہے اس لئے یہ فعل یعنی عزل کرنا اپنے بچہ کو ہلاک کرنے یا اس کو زندہ درگور کردینے کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کے بارے میں یہ صحیح روایت منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عزل مؤدۃ صغریٰ ہے۔ نیز حضرت ابوامامہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ جب ان سے عزل کا حکم پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی مسلمان کو عزل کرتے نہیں دیکھا سنا اس سے معلوم ہوا کہ عزل کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ (فتح القدیر، کتاب نکاح، بیروت)

اسی طرح حضرت ابن عمر سے یہ منقول ہے کہ حضرت عمر فاروق نے بعض لوگوں کو عزل کرنے پر مارا ہے اور حضرت عثمان غنی کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ عزل کرنے سے منع کرتے تھے۔ ان تمام روایات سے عزل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے لیکن علماء لکھتے ہیں کہ یہ ممانعت نہی تنزیہی کے طور پر ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذِكْرِ الرَّجُلِ مَا يَكُونُ مِنْ إِصَابَتِهِ أَهْلَهُ

باب: آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی تفصیل بیان کرنے کا حرام ہونا

2174 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، ح وحَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، كُلُّهُمْ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، حَدَّثَنِي شَيْخٌ مِنْ طُفَاوَةَ قَالَ: تَثَوَّيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ بِالْمَدِينَةِ فَلَمْ أَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ تَشْمِيرًا، وَلَا أَقْوَمَ عَلَى ضَيْفٍ مِنْهُ، فَبَيْنَمَا أَنَا عِنْدَهُ يَوْمًا، وَهُوَ عَلَى سَرِيرٍ لَهُ، وَمَعَهُ كِيسٌ فِيهِ حَصًى أَوْ نَوًى، وَأَسْفَلَ مِنْهُ جَارِيَةٌ لَهُ سَوْدَاءُ وَهُوَ يُسَبِّحُ بِهَا، حَتَّى إِذَا أَنْفَدَ مَا فِي الْكِيسِ أَلْقَاهُ إِلَيْهَا، فَجَمَعَتْهُ فَأَعَادَتْهُ فِي الْكِيسِ، فَدَفَعَتْهُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي وَعَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أُوعَكُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: مَنْ أَحَسَّ الْفَتَى الدَّوْسِيَّ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هُوَ ذَا يُوعَكُ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَأَقْبَلَ يَمْشِي حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيَّ، فَقَالَ لِي مَعْرُوفًا: فَنَهَضْتُ، فَانْطَلَقَ

يَمْشِي حَتّٰى اَتٰى مَقَامَهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ. فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ وَمَعَهُ صَفَّانِ مِنْ رِجَالٍ، وَصَفٌّ مِنْ نِسَاءٍ. اَوْ صَفَّانِ مِنْ نِسَاءٍ وَصَفٌّ مِنْ رِجَالٍ. فَقَالَ: اِنْ اَنْسَانِي الشَّيْطَانُ شَيْئًا. مِنْ صَلَاتِي فَلْيُسَبِّحِ الْقَوْمُ وَلْيُصَفِّقِ النِّسَاءُ قَالَ: فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَنْسَ مِنْ صَلَاتِهِ شَيْئًا. فَقَالَ مَجَالِسَكُمْ. مَجَالِسَكُمْ . زَادَ مُوْسٰى هَاهُنَا ثُمَّ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ ثُمَّ اتَّفَقُوا: ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى الرِّجَالِ فَقَالَ: هَلْ مِنْكُمُ الرَّجُلُ اِذَا اَتٰى اَهْلَهُ فَاَغْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ وَاَلْقٰى عَلَيْهِ سِتْرَهُ وَاسْتَتَرَ بِسِتْرِ اللّٰهِ قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: ثُمَّ يَجْلِسُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ فَعَلْتُ كَذَا فَعَلْتُ كَذَا قَالَ: فَسَكَتُوا. قَالَ فَاَقْبَلَ عَلَى النِّسَاءِ. فَقَالَ: هَلْ مِنْكُنَّ مَنْ تُحَدِّثُ؟ فَسَكَتْنَ فَجَثَتْ فَتَاةٌ قَالَ مُؤَمَّلٌ. فِيْ حَدِيْثِهِ فَتَاةٌ كَعَابٌ عَلٰى اِحْدٰى رُكْبَتَيْهَا وَتَطَاوَلَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَرَاهَا وَيَسْمَعَ كَلَامَهَا فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. اِنَّهُمْ لَيَتَحَدَّثُوْنَ، وَاِنَّهُنَّ لَيَتَحَدَّثْنَهُ. فَقَالَ: هَلْ تَدْرُوْنَ مَا مَثَلُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: اِنَّمَا مَثَلُ ذٰلِكَ مَثَلُ شَيْطَانَةٍ. لَقِيَتْ شَيْطَانًا فِي السِّكَّةِ فَقَضٰى مِنْهَا حَاجَتَهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ. اَلَا وَاِنَّ طِيْبَ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهُ، وَلَمْ يَظْهَرْ لَوْنُهُ اَلَا اِنَّ طِيْبَ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَلَمْ يَظْهَرْ رِيْحُهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَمِنْ هَاهُنَا حَفِظْتُهُ عَنْ مُؤَمَّلٍ. وَمُوْسٰى اَلَا لَا يُفْضِيَنَّ رَجُلٌ اِلٰى رَجُلٍ وَلَا امْرَاَةٌ اِلٰى امْرَاَةٍ اِلَّا اِلٰى وَلَدٍ اَوْ وَالِدٍ. وَذَكَرَ ثَالِثَةً فَاُنْسِيْتُهَا وَهُوَ فِيْ حَدِيْثِ مُسَدَّدٍ وَلٰكِنِّي لَمْ اُتْقِنْهُ كَمَا اُحِبُّ. وَقَالَ مُوْسٰى، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ، عَنِ الطُّفَاوِيِّ

ابونضرہ بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا، جوان سے زیادہ عبادت گزار اوران سے بڑھ کرمہمان نواز ہو، ایک مرتبہ میں ان کے پاس موجود تھا، وہ اپنے پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس ایک تھیلی تھی، جس میں چھوٹی کنکریاں یا شاید گٹھلیاں تھیں، ان کی سیاہ فام کنیز نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان پر تسبیح پڑھ رہے تھے، جب اس تھیلی کی گٹھلیاں ختم ہو جاتیں تو وہ تھیلی کنیز کو دے دیتے، وہ گٹھلیاں اکٹھی کر کے پھر تھیلی میں ڈال دیتی، اوران کی طرف بڑھا دیتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اپنے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک واقعہ سناؤں؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو انہوں نے بتایا:

ایک مرتبہ مجھے بخار تھا، میں مسجد میں موجود تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مسجد داخل ہوئے، آپ نے تین مرتبہ فرمایا: دوس قبیلے سے تعلق رکھنے والے نوجوان کی کسی کو خبر ہے؟ ایک صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ یہاں مسجد کے ایک کونے میں بخار میں مبتلا پڑا ہوا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے، آپ نے اپنا دست مبارک مجھ پر رکھا اور میرے متعلق اچھے کلمات ارشاد فرمائے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا، آپ چلتے ہوئے اس جگہ تک تشریف لے گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے

تھے، آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف رخ کیا، آپ کے ساتھ مردوں کی دو صفیں تھیں اور عورتوں کی ایک صف تھی، (راوی کو شک ہے یا شاید) عورتوں کی دو صفیں تھیں اور مردوں کی ایک صف تھی، آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر شیطان میری نماز میں سے کوئی چیز مجھے بھلوادے، تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی ماریں''۔

نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی، آپ نماز میں کوئی چیز نہیں بھولے، آپ نے فرمایا: اپنی جگہ پر رہو، اپنی جگہ پر رہو، یہاں موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر آپ نے فرمایا: ''اما بعد'' پھر تمام راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں۔

پھر آپ مردوں کی طرف متوجہ ہوئے، آپ نے فرمایا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے، جو اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنے کے لیے دروازہ بند کر لیتا ہے، اس پر پردہ ڈال دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے پردے میں آجاتا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کے بعد وہ (مردوں میں) بیٹھ کر یہ کہتا ہے، میں نے اِس طرح کیا اور میں نے اُس طرح کیا، راوی کہتے ہیں، تو لوگ خاموش رہے، نبی اکرم ﷺ پھر خواتین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسی باتیں کرتی ہے؟

تو خواتین بھی خاموش رہیں، تو ایک نوجوان عورت ایک گھٹنے کے بل اٹھی، ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے آپ کو (دوسروں) سے کچھ بلند کیا، تاکہ آپ اسے دیکھ اور اس کی بات سن لیں۔

اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مرد ایسی باتیں کرتے ہیں اور عورتیں بھی ایسی باتیں کرتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو، اس کی مثال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس کی مثال یوں ہے، جیسے مؤنث شیطان، مذکر شیطان سے گلی میں ملتی ہے، تو وہ اس کے ساتھ صحبت کرتا ہے، اور لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ خبردار! مردوں کی خوشبو وہ ہے، جس کی بو ظاہر ہو لیکن رنگت ظاہر نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کی رنگت ظاہر ہو لیکن بو ظاہر نہ ہو۔''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہاں سے میں نے مؤمل اور موسیٰ سے یہ الفاظ یاد رکھے ہیں۔

''کوئی مرد کسے دوسرے مرد کے ساتھ اور کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ نہ لیٹیں۔ البتہ باپ بیٹا ایسا کر سکتے ہیں۔''

راوی نے تیسری چیز بھی بیان کی ہے۔ جسے میں بھول گیا ہوں۔ اور وہ بات مسدد کی نقل کردہ روایت میں ہے۔ تاہم یہ مجھے اس طرح سے یاد نہیں ہے، جیسے مجھے پسند ہو۔

موسیٰ نے یہ روایت، حماد، جریری، ابونضرہ کے حوالے سے، طفاوی سے نقل کی ہے۔

بیوی کے پوشیدہ احوال بیان کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت ایک روایت میں یوں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعتبار مرتبہ کے سب سے برا شخص وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے

ہم بستر ہو اور اس کی بیوی ہم آغوش ہو اور پھر وہ اس کی پوشیدہ باتیں ظاہر کرتا پھرے۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 396)

علامہ طیبی (ان اعظم الامانة) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہت بڑی امانت کہ جس میں خیانت کرنیوالے سے قیامت کے دن سخت باز پرس ہوگی شوہر و بیوی کے درمیان جنسی معاملات اور نجی امور سے متعلق باتیں ہیں یعنی خاوند بیوی کے درمیان جنسی افعال اور راز و نیاز کی باتیں ایک بہت بڑی امانت ہے جس کی حفاظت ہر شوہر کی ذمہ داری ہے جو شوہر اس امانت کی حفاظت نہیں کرے گا بایں طور کہ وہ اپنی بیوی سے ہمبستری کے بعد اس کے راز افشاء کرے گا اس سے قیامت کے دن باز پرس کی جائے گی اور اشرف کے قول کے مطابق اس ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت میں خیانت اس شخص کی خیانت ہوگی جو اپنی بیوی سے ہمبستری کرے اور پھر اس کے راز کو افشاء کرے۔

اور افشاء کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان راز و نیاز کی جو باتیں ہوئی ہوں اور جنسیات سے متعلق جو افعال ہوئے ہوں ان کو لوگوں سے کہتا پھرے جیسا کہ بے حیاء لوگوں کی عادت ہے یا اپنی بیوی کے کسی عیب کو بیان کرتا پھرے اور یا یہ کہ اپنی بیویوں کی ان خوبیوں اور اوصاف کو ذکر کرتا پھرے جن کو چھپانا شرعاً اخلاقاً اور عرفاً واجب ہے۔ ابن ملک کہتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ خاوند و بیوی میں سے ہر ایک اپنے دوسرے کے افعال و اقوال کا امین ہے لہٰذا ان میں سے جو بھی اپنے دوسرے کے ان افعال و اقوال کو ظاہر کرے گا جن کو ظاہر کرنا وہ دوسرا ناپسند کرتا ہو تو وہ خیانت کرنے والا کہلائے گا۔ بہر کیف حدیث کا حاصل یہ ہے کہ خاوند و بیوی کے درمیان جنسی معاملات اور ذاتی امور سے متعلق جو باتیں ہوتی ہیں یا جو افعال ہوتے ہیں ان کو غیروں کے سامنے بیان کرنا یا ایک دوسرے کے عیوب وغیرہ کو ظاہر کرنا اخلاقی نکتہ نظر ہی سے معیوب نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر آخرت میں مؤاخذہ الٰہی کا موجب ہے۔

اس سلسلہ میں ایک سبق آموز واقعہ بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب علم و دانش نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کے عیوب کیونکر ذکر کروں یعنی اگر میں طلاق کی وجہ بیان کروں تو گویا میں اس کے عیوب کو جو طلاق کی وجہ ہیں تمہارے سامنے بیان کر دوں اور یہ مجھے گوارا نہیں ہے کہ جب تک وہ میری بیوی ہے اس کے عیوب دوسروں کے سامنے آئیں۔ پھر جب اس نے طلاق دیدی تو پھر کچھ اور لوگوں نے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق کیوں دی؟ اس نے کہا کہ میں ایک اجنبی عورت کے عیوب کیسے ظاہر کروں یعنی اگر میں طلاق کی وجہ بیان کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک اجنبی عورت کے عیوب تمہارے سامنے بیان کر دوں اور اسے میں مطلقاً مناسب نہیں سمجھتا۔

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ خاوند و بیوی کے لئے ایک دوسرے کی باتوں کو ظاہر کرنے کی یہ ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ اس کا کوئی فائدہ اور مقصد نہ ہو، ہاں اگر اس کا کوئی فائدہ یا اس کی کوئی معقول وجہ ہو تو پھر یہ ممانعت نہیں ہوگی مثلاً اگر عورت کا دعویٰ ہو

کہ اس کا خاوند اس کی جنسی خواہش کی تسکین کا اہل نہیں ہے، یا بیوی یہ شکایت کرے کہ اس کا شوہر اس کے ساتھ بیزاری اور لا پرواہی کا برتاؤ کرتا ہے تو اس صورت میں بیوی کے لئے ان چیزوں کا ذکر کرنا غیر پسندیدہ نہیں ہوگا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم) اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی بری بات کو اعلانیہ بیان کیا جائے ہاں اگر کسی پر ظلم کیا گیا ہے تو وہ اسے اعلانیہ بھی بیان کر سکتا ہے۔

شرح سنن ابوداؤد جلد چہارم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! شرح سنن ابوداؤد کی چوتھی جلد مکمل ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے میرے اس کام کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے اور میرے صغیرہ وکبیرہ، سہوا، عمدا ہر قسم کے گناہوں کو معاف کر دے اور مجھے دنیا و آخرت میں ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

شرح بخاری شریف

— ترجمہ —

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

— شارح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شرح مسلم شریف

— ترجمہ —

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

— شارح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

مکمل 7 جلدیں

شرح جامع ترمذی شریف

— ترجمہ —

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

— شارح —

محمد یٰسین قصوری نقشبندی

مکمل 8 جلدیں

شرح ابوداؤد شریف

— ترجمہ و شرح —

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

— شارح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

مکمل 6 جلدیں

شرح نسائی شریف

— ترجمہ و شرح —

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

— شارح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

مکمل 6 جلدیں

شرح ابن ماجہ شریف

— ترجمہ و شرح —

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

— شارح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

Shabi 0322-7202212

شرح ابوداؤد شریف

جلد 5

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالی معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ۔ لاہور

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

شرح ابوداؤد شریف

تصنیف

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ وتخریج

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

5

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شرح ابوداؤد شریف

مترجم	ـــــــ	ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
شارح	ـــــــ	علامہ محمد لیاقت علی رضوی
باہتمام	ـــــــ	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	ـــــــ	ستمبر 2016ء
سرورق	ـــــــ	اے ایف ایس ایڈورٹائزرز
طباعت	ـــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	ـــــــ	روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر، 40 اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکرگزار ہوگا۔

جمیع حقوق الطبع محفوظ للناشر
All rights are reserved
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

فہرست مضامین

عنوان — صفحہ

كِتَابُ الصَّوْمِ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

مقدمہ رضویہ

الحمد لله الّذی أوضح وجوه معالم الدّین وأفصح وجوه الشّک بکشف النقاب عن وجه الیقین بالعلماء المستنبطین الراسخین والفضلاء المحققین الشامخین الّذین نزهوا کلام سید المرسلین ممیزین عن زیف المخلطین المدلسین ورفعوا مناره بنصب العلائم وأسندوا عمده بأقوی الدعائم حتّی صار مرفوعا بالبناء العالی المشید وبالأحکام الموثق المدمج المؤکّد مسلسلا بسلسة الحفظ والإسناد غیر منقطع ولا واه إلی یوم التناد ولا موقوف علی غیره من المبانی ولا معضل ما فیه من المعانی (والصّلاة) علی من بعث بالدین الصّحیح الحسن والحق الصریح المتین الخالی عن العلل القادحة والسالم من الطعن فی أدلته الراجحة محمّد المستأثر بالخصال الحمیدة والمجتبی المختص بالخلال السعیدة وعلی آله وصحبه الکرام مؤیدی الدّین ومظهری الإسلام وعلی التّابعین بالخیر والإحسان وعلی علماء الأمة فی کل زمان ما تغرد قمری علی الوزد والبان وناح عندلیب علی نور الأقحوان (وبعد) فإن عانی رحمة ربه الغنی محمّد لیاقت علی الرضوی الحنفی عامله ربه ووالدیه بلطفه الخفی یقول أن السنة إحدی الحجج القاطعة وأوضح المحجة الساطعة وبها ثبوت أکثر الأحکام وعلیها مدار العلماء الأعلام وکیف لا وہی القول والفعل من سید الأنام فی بیان الحلال والحرام الّذین علیهما مبنی الإسلام فصرف الإعمار فی استخراج کنوزہا من أہم الأمور وتوجیه الأفکار فی استکشاف رموزہا من تعمیر العمور لہا منقبة تجلت عن الحسن والبہا ومرتبة جلت بالبہجة والسنا وہی أنوار الہدایة ومطالعہا ووسائل الدرایة وذرائعہا وہی من مختارات العلوم عینہا ومن متنقدات نقود المعارف فضہا وعینہا ولولاہا لما بان الخطأ عن الصّواب ولا تمیز الشّراب من السراب ولقد تصدت طائفة من السلف الکرام ممن کساہم الله تعالی جلابیب الفہم والأفہام ومکنہم من انتقاد الألفاظ الفصیحة المؤسسة علی المعانی الصّحیحة وأقدرہم علی الحفظ بالحفاظ من المتون والألفاظ إلی جمع سنن من سنن سید المرسلین ہادیة إلی طرائق شرائع الدّین وتدوین ما تفرق منہا فی أقطار بلاد المسلمین بتفرق الصّحابة والتّابعین الحاملین والفقہاء مذاہب الاربعة۔

كِتَابُ الطَّلَاقِ
یہ کتاب طلاق کے بیان میں ہے

طلاق کی لغوی اور شرعی تحقیق

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں۔ کہ طلاق لغت میں قید و بندش کھول دینے کا نام ہے اور یہ لفظ: اطلاق: سے ماخوذ ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ اطلقت ابلی واسیری. میں نے اپنے اونٹ اور قیدی کو چھوڑ دیا۔ وطلقت امراتی.۔ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

اس طرح اہل عرب کے نزدیک لفظ اطلاق اور طلاق دونوں یکساں ہیں۔ البتہ اہل لغت نے دونوں کے استعمال میں یہ فرق کیا ہے کہ لفظ طلاق صرف عورتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اطلاق عورتوں کے علاوہ جانور اور قیدی وغیرہ کو چھوڑنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ (لسان العرب لابن منظور افریقی ج ۴)

طلاق کا لغوی معنی:۔ طلاق کا لغوی معنی ہے: نکاح کی گرہ کو کھول دینا، ترک کر دینا، چھوڑ دینا، لسان العرب میں ہے کہ عثمان اور زید کی حدیث ہے: طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدت کا تعلق عورتوں سے ہے۔

(تاج العروس ج ٦ ص ٤٢٥، مطبوعہ مطبعہ خیریہ، مصر، ١٣٠٦ھ)

طلاق کے اصطلاحی معنی کا بیان

علامہ ابن نجیم طلاق کا فقہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے مآل نکاح کی قید کو اٹھا دینا، طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ طلاق پر صراحۃً یا کنایۃً مشتمل ہوں، اس میں خلع بھی شامل ہے اور نامردی اور لعان کی وجہ سے نکاح کی قید از روئے مآل اٹھ جاتی ہے۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ)

اصطلاح شریعت میں

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

نکاح سے پیدا ہونے والی حلت اور قید و بندش کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ ختم کر دینے کا نام طلاق ہے۔ اور مخصوص الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو: ط، ل، ق کے مادہ پر مشتمل ہوں وہ اپنے مفہوم میں صریح ہو جیسے انت طائق. یا طلاق کے ساتھ کسی اور معنی کا بھی احتمال رکھتا ہو یعنی کنایہ ہو جیسے انت مطلقة لام پر تشدید کے بغیر۔ (فتح القدیر ج ۳)

طلاق کی مشروعیت کا سبب

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

نکاح سے پیدا ہونے والی حلت اور قید و بندش کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ ختم کر دینے کا نام طلاق ہے۔اور مخصوص الفاظ سے مرادوہ الفاظ ہیں جو؛ط،ل،ق کے مادہ پر مشتمل ہووہ اپنے مفہوم میں صریح ہو جیسے انت طالق۔ یا طلاق کے ساتھ کسی اور معنی کا بھی احتمال رکھتا ہو یعنی کنایہ ہو جیسے انت مطلقۃ لام پر تشدید کے بغیر۔(فتح القدیر ج ۳)

طلاق کے وقت شوہر میں کن شرطوں کا پایا جانا ضروری ہی شریعت نے ہر شوہر کی طلاق کو معتبر قرار نہیں دیا کیونکہ بعض دفع ایسے حالات پیش آتے ہیں جن میں امسان عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہے اور بعض حالات میں شریعت کے احکام کے مخاطب ہونے کی صلاحیت اپنے اندر نہیں رکھتا اس لیے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ طلاق دیتے وقت ضروری ہے کہ شوہر۔ عاقل، بالغ، اور بیدار ہو۔اگران میں کوئی بھی شرط نہیں پائی گئی تو طلاق عورت پر واقع نہیں ہوگی اور لغو قرار دی جائے گی۔(فتح القدیر ج ۳)

طلاق اچھی چیز نہیں ہی

اصل تو یہی ہے کہ طلاق بری چیز ہے اور اس سے پرہیز کرنا چاہیے لیکن بعض خاص حالات میں جب مرد محسوس کرے کہ میں بیوی کے حقوق ادا نہیں کرسکتا تو محض اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے عورت کو لٹکا کر رکھنا گناہ ہوگا اور اس صورت میں مرد پر واجب ہوگا کہ وہ بیوی کو طلاق دے کر آزاد کر دے۔اس لیے کہ نکاح سے شریعت کی منشاء اور مقصود یہ ہے کہ میاں بیوی جائز اور حلال طریقہ سے اپنی خواہشات کی تکمیل کریں۔اور عفت و عصمت کی زندگی گزاریں ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں نیز اللہ کریم کے حقوق بھی پامال نہ کریں لہٰذا اگر ایسی صورت ہو جائے کہ مرد اپنی بیوی کا حق ادا نہ کر پائے اور اس طرح شریعت کا حکم ٹوٹنے لگے تو پھر شوہر پر واجب اور ضروری ہے کہ عورت کو طلاق دے کر آزاد کر دے تا کہ وہ اپنی مرضی اور خواہش سے دوسرا نکاح کر کے پاکیزہ زندگی گزارے۔

صاحب درمختار نے اس پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر عورت کو معروف طریقہ سے اپنے نکاح میں رکھنا ممکن نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں شوہر پر طلاق دینا واجب ہو جاتا ہے۔

حالت نشہ کی طلاق

فقہاء کی اصطلاح میں شراب یا کوئی بھی نشہ آور چیز پی کر اس طرح بدمست ہو جائے کہ مرد و عورت کا امتیاز بھی باقی نہ رہے اور زمین آسمان کا فرق بھی نہ کر سکے۔اگر شراب یا دوسری حرام چیزیں افیون، بھنگ وغیرہ کے پینے سے عقل زائل ہو جائے اور وہ شخص نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو حنفیہ کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیب، حضرت عطاء، حضرت حسن بصری، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت ابن سیرین، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہم وغیرھم کا یہی مسلک ہے۔حضرت امام مالک، حضرت اوزاعی، اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی کے قائل ہیں۔البتہ حضرت قاسم بن محمد، حضرت طاؤس، حضرت ربیعہ بن عبدالرحمن، حضرت لیث، حضرت زفر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان غنی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔حنفیہ میں سے حضرت امام طحاوی اور حضرت امام کرخی کے

نزدیک بھی ایسے شخص کی طلاق واقعہ نہیں ہوتی ہے۔(فتح القدیر ج ۳ص ۳۴۵۔البحرالرائق ج ۳ص ۲۴)

ہنسی مزاق کی طلاق

ھازل وہ شخص ہے جو اپنی بات سے حقیقی معنی اور مفہوم مراد نہ لے۔تو اگر کسی شخص نے ہنسی مزاق کے طور پر اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور طلاق دینے کا معنی مراد نہ لیا ہو۔تو بھی اس شخص کی طلاق واقع ہوجائے گی۔کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہنسی مزاق کے طور پہ اپنی بیوی کو طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے مگر یہ بالکل غلط ہے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

ثلاث جدھن جد وھزلھن جد، النکاح والعتاق وال؛ طلاق۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کو ہنسی کے طور پر کرنا۔اور واقعی طور پر کرنا دونوں برابر ہیں۔

(۱) نکاح (۲) عتاق یعنی غلام آزاد کرنا (۳) طلاق۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں۔

ثلاث جد ھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعۃ: یعنی تین چیزیں ایسی ہیں جن کو قصدا کہنا اور ہنسی مزاق کے طور پہ کہنا برابر ہے (۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجعت۔

ان تین چیزوں میں حکم شرعی یہ ہے کہ اس لفظ کے اصل معنی کے مطابق اثر ہوگا۔دو مرد وعورت اگر بلا قصد ہنسی مزاق میں گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔اسی طرح بلا قصد ونیت ہنسی مزاق میں صریح طور پر طلاق دے دیں تو طلاق واقع ہوجاتی ہے ایسے ہی اپنے کسی غلام کو ہنسی مزاق میں آزاد کردے تو غلام آزاد ہوجائے گا ہنسی مزاق کوئی عزر نہیں مانا جاتا۔

سَفِیہ (کم عقل) کی طلاق کا حکم

سفیہ لغت میں خفت اور ہلکا پن کے معنی میں آتا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں سفاہت سے مراد کم عقلی ہے جس کی وجہ سے آدمی اپنے مال پر اسطرح تصرف کرتا ہے جو عقل کے تقاضہ کے خلاف ہو ایسے شخص کو عرف عام میں خفیف العقل کہا جاتا ہے ایسے شخص کی طلاق کو بھی شریعت نے صحیح قرار دیا ہے۔درمختار میں ہے: اوسفیھا خفیف العقل: یا طلاق دینے والا خفیف العقل ہو تو اس کی بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔

گونگے کی طلاق کا حکم

گونگا یعنی وہ شخص جو بول نہیں پاتا۔پیدائشی گونگا ہو یا بعد میں۔عام طور پہ گونگے اشاروں کے ذریعہ اپنے دل کی بات سمجھاتے ہیں۔اور اس کے ماحول کے لوگ اس کے اشاروں کو سمجھتے ہیں۔پس ایسا گونگا جس کا اشارہ جانا بوجھا ہو اور وہ اشارہ کے ذریعہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع ہوجائے گی اور جتنی طلاق کا اشارہ کرے گا اتنی ہی طلاق واقع ہوگی۔

پاگل کی طلاق

علامہ ابن عابدین شامی تلویح سے نقل کرتے ہوئے جنون کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جنون اس قوت کے مختل ہوجانے کا نام

ہے جس کے ذریعہ انسان اچھے اور برے افعال کے درمیان فرق کرتا ہے اور جس کے ذریعہ عمل کے نتائج اور انجام کار کے متعلق سوچتا ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ حالت جنون میں اس کا کوئی تصرف صحیح نہیں ہوگا اگر اس نے اپنی بیوی کو اسی حالت میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ البتہ اگر جنون پیدا ہونے سے پہلے کسی نے اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تھا۔ مثلاً کہ اگر میکے گئی تو تجھ پر طلاق یہ کہنے کے بعد وہ پاگل ہو گیا اور عورت اس کے جنون کی حالت میں میکے چلی گئی تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

چنانچہ درمختار میں ہی: اور نہ مجنون کی طلاق واقع ہوگی۔ سوائے اس کے کہ عقل و ہوش کی حالت میں مشروط طلاق دی ہو پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (درمختار علی حاشیہ ردالمحتار ج ۳ ص ۲۴۳)

نابالغ کی طلاق

بالغ ہونے سے پہلے انسان پر اللہ کریم کی طرف سے کوئی حکم واجب نہیں ہوتا اسی طرح بلوغ سے پہلے دی جانے والی طلاق کو بھی شریعت نے جائز اور نافذ قرار نہیں دیا۔

حدیث پاک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ تین شخصوں سے تکلیف اٹھالی گئی ہے (۱) سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کے بیدار ہو جائے۔

(۲) بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔

(۳) پاگل سے یہاں تک کہ وہ عقل والا ہو جائے۔ (ترمذی۔ ابوداود۔ مشکوۃ ص ۲۸۴)

ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

لا یجوز طلا ق الصبی والمجنون :

بچے اور پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ (فتح القدیر ج ۳، کتاب طلاق، بیروت)

سوئے ہوئے شخص کی طلاق

اس سے پہلے بچوں کی طلاق کے ذیل میں ایک روایت گزر چکی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تین افراد کو شریعت کے احکام کی بجا آوری سے معاف کیے جانے کا حکم بیان فرمایا ہے ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جو سویا ہوا ہو۔ سونے کی حالت میں نہ تو اس پر کسی عبادت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اور نہ اس حالت میں اس کا کوئی تصرف معتبر ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کسی شخص نے اسی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی طلاق واقعہ نہیں ہوگی۔ صاحب درمختار نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور نہ سوئے ہوئے کی طلاق واقع ہوتی ہے اس حالت میں ارادہ واختیار ختم ہونے کی وجہ سے اس شخص کا کلام صدق، کذب خبر، انشاء وغیرہ کے ساتھ متصف نہیں ہوتا ہے۔ (درمختار علی حاشیہ ردالمحتار ج 3 ص 243-244)

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

آج کل ہمارے عرف میں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے، تو ایک ہی سانس مین تین بار یا اس سے بھی زائد دفعہ

طلاق دے کر سانس روکتا ہے، اس بے احتیاطی کی وجہ سے ہمارے ملک میں ہزاروں افراد پریشان ہیں۔ اور ان کی مطلقہ عورتیں اور بچے گھر سے بے گھر ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

قرآن وسنت کے احکام وارشادات اور صحابہ کرام وتابعین کے تعامل سے طلاق دینے کا جو طریق منقول ہوتا چلا آ رہا ہے اس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ جب طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو طلاق دینے کا احسن طریقہ یہ ہے کہ صرف ایک طلاق عورت کو ایسی پاکی کی حالت میں دے دے جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو اور یہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دے عدت ختم ہونے کے بعد رشتہ نکاح خود ٹوٹ جائے گا۔ اس طرح طلاق دینے کو فقہاء کرام نے طلاق احسن لکھا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طلاق دینے میں اسی طریقہ کو پسند کرتے تھے۔

طلاق کی قسمیں

(۱) احسن (۲) حسن (۳) بدعی

طلاق احسن یہ ہے کہ ایک طلاق رجعی ایسی پاکی کی حالت میں دی جائے جس میں عورت سے صحبت نہ کی ہو پھر اس کو اسی حالت میں چھوڑ دے نہ اس کو اور طلاق دے اور نہ اس سے صحبت کرے یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے طلاق کی یہ پہلی قسم سب سے بہتر ہے۔

طلاق حسن

طلاق حسن کی صورت یہ ہے کی جس بیوی سے یکجائی ہو چکی ہو اس کو تین طلاقیں تین طہروں میں دی جائیں اور تین طہروں میں صحبت نہ کی ہو۔ اور اگر ابھی بیوی سے یک جائی ہی نہ ہوئی ہو تو اس کے لیے ایک طلاق حسن ہے۔

نابالغہ لڑکیوں اور ان عورتوں کے لیے جن کی ماہواری بند ہو چکی ہو۔ طلاق حسن یہ ہے کہ ان کو تین مہینہ تک ہر مہینہ میں ایک طلاق دی جائے۔ ان عورتوں کو ہمبستری کے بعد بھی طلاق دینا جائز ہے۔ (البحرائق ج ۳ ص ۲۳۸۔ ردالمحتار ج ۲ ص ۲۳۹)

طلاق بدعی

طلاق حسن کی صورت یہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ صحبت کر چکا ہو اس کو ایک طہر: یعنی پاکی کی حالت میں ایک ہی دفعہ میں تین طلاقیں دے دے۔ یا اس کو اس طہر میں طلاق دے جس میں ہمبستری کر چکا ہو اس طرح حیض کی حالت میں طلاق بھی طلاق بدعی ہے۔ وہ عورت جس کو حالت حیض میں طلاق دی ہے اگر اس کو لٹانے کی گنجائش باقی ہو تو اس سے رجوع کرنا واجب ہے۔ جب کہ بعض علماء نے رجوع کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

پھر جب وہ پاک ہو جائے اور اس کے بعد دوسرا حیض آ جائے اور پھر ابھی پاک ہو جائے تب اگر طلاق دینا ہی ضروری ہو تو اس دوسرے طہر میں طلاق دی جائے طلاق کی یہ تیسری قسم شریعت کی نظر میں نہ پسندیدہ ہے۔ گو یہ طلاق بھی واقع ہو جاتی ہر گمر طلاق دینے والا گناہگار ہوتا ہے۔ (البحرالرائق ج ۳ ص ۲۳۹۔ ردالمحتار ص ۳ ص ۲۳۲)

یہ تو وقت اور محل کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں تھی واقع ہونے کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں۔ طلاق رجعی۔ طلاق بائن۔

طلاق رجعی

یہ ہے کہ صاف اور صریح لفظوں میں ایک یا دو طلاق دی جائے اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی طلاق میں عدت پوری ہونے تک نکاح باقی رہتا ہے اور شوہر کو اختیار ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے بیوی سے رجوع کر لے۔ اگر اس نے عدت کے اندر رجوع کر لیا تو نکاح بحال رہے گا اور دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ ہو گی اگر اس نے عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو طلاق مؤثر ہو جائے گی اور نکاح ختم ہو جائے گا۔ اگر دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں لیکن جتنی طلاقیں وہ استعمال کر چکا ہے وہ ختم ہو گئیں۔ آئندہ اس کو تین میں سے صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار رہو گا۔ مثلاً اگر ایک طلاق دی تھی اور اس سے رجوع کر لیا تھا تو اب اس کے پاس سرف دو طلاقیں باقی رہ گئی اور اگر دو طلاقیں دے کر رجوع کر لیا تھا اور اب صرف ایک طلاق باقی رہ گئی اب اگر ایک طلاق دے دی تو بیوی تین طلاق کے ساتھ حرام ہو جائے گی۔

طلاق بائن

یہ ہے کہ گول مول الفاظ (یعنی کنایہ) میں طلاق دی ہو یا طلاق کے ساتھ ایسی صفت ذکر کی جائے جس سے اس کی سختی کا اظہار ہو مثلاً یوں کہے کہ تجھ کو سخت طلاق یا لمبی چوڑی طلاق۔ طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ بیوی فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا۔ البتہ عدت کے اندر اور عدت ختم ہونے کے بعد بھی دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

یہ وہ طریقہ ہے جس پہ عمل کرنے سے انسان بہت سی قباحتوں سے بچ سکتا ہے اور رجوع یا دوبارہ نکاح کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ ہمارے ہاں یہ مزاج بن چکے ہیں کہ جب غصہ آیا تو ایسا عقل پہ سوار ہوا کہ منہ میں آیا کہہ دیا اور جب طلاق دینے پہ آئے تو ایک ہی سانس میں تین یا تین سے بھی زیادہ طلاقیں دے کر خاموش ہوئے اب سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ کیا کریں کیونکہ تین طلاق کی وجہ سے بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی ہے اب رجوع کی گنجائش باقی رہتی ہے اور نہ ہی نکاح کی۔ کیونکہ جو اختیار شوہر کے پاس تھا وہ اسے استعمال کر چکا۔ اب حیلے بہانے کیے جاتے ہیں کہ کسی طرح ہمارا نکاح بحال ہو جائے۔ لیکن اس نکاح کو اسی طرح بحال رکھنا اب ممکن نہیں رہا۔ اس لیے مرد کو ہمیشہ سوچ سمجھ کر ایسا انتہائی قدم اٹھانا چاہیے کیونکہ مرد نے جیسے ہی اپنی زبان سے یہ جملہ اپنی بیوی کے لیے نکال دیا کہ میں اسے طلاق دیتا ہوں چاہے بیوی نہ سنے یا تحریر الکھ دیا چاہے بیوی نہ پڑھے تب بھی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس لیے مرد حضرات کو بہت زیادہ ہوش و عقل مندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دو منٹ کے غصہ میں اپنی تیس سالہ یا اس سے کم و بیش زندگی کا سکون تباہ و برباد کر لے اور اپنی زندگی کی رفیقہ اور شریک زندگی اور غم و انس کی بہترین ساتھی سے محروم ہو جائے۔ خود تو پریشان ہو گا ہی لیکن اپنے ساتھ ساتھ اپنی بیوی اور بچوں کے سکھ اور سکون کو بھی تہہ و بالا کر کے رکھ دے گا۔ اللہ کریم ہم سب کو عقل سلیم عطاء فرمائے۔ آمین۔

نوٹ

طلاق مغلظہ (یعنی تین طلاق) کے بعد عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اور اس وقت تک یہ دونوں نکاح نہیں کر سکتے جب تک وہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے شادی نہ کرے اور وہ دوسرا مرد اس سے ہمبستری کرے اور جب چاہے اپنی مر

ضی سے اسے طلاق دے دے یا اس کی وفات ہو جائے اور پھر جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو پہلا شوہر عورت کی رضامندی سے اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔

زبردستی میں طلاق دلوانے کا بیان

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ.

''دین میں کوئی زبردستی نہیں''۔ (البقرہ،256:2)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاطلاق ولاعتاق فی اغلاق.

''جبر واکرہ سے نہ طلاق ہوتی ہے نہ مملوک کی آزادی''

حاکم، المستدرك على الصحيحين، 2 : 217، رقم : 2803، دار الكتب العلمية بيروت، سن اشاعت 1990ء ابن ماجه، السنن، 1 : 660، رقم : 2046، دار الفكر بيروت بيهقي، السنن الكبرى، 7 : 357، رقم : 14874، مكتبة دار الباز مكة المكرمة، سن اشاعت 1994ء دار قطني، السنن، 4 : 36، رقم : 99، دار المعرفة، بيروت، سن اشاعت 1966ء ابن ابي شيبة، المصنف، 4 : 83، رقم : 18038، مكتبة الرشد الرياض، سن اشاعت 1409ھ

رجل اكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان ابن فلان فكتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق.

''کسی شخص کو مار پیٹ اور حبس (قید) کے ذریعہ، اپنی بیوی کو تحریری طلاق پر مجبور کیا گیا، کہ فلاں دختر فلاں ابن فلاں کو طلاق اس نے لکھ دیا کہ فلاں عورت فلاں بن فلاں کی بیوی کو طلاق اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی''

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش عالمگیری، 1: 472، طبع بلوچستان بکڈپو، کوئٹہ، زین الدین ابن نجیم الحنفی، غمز عیون البصائر، 3: 447، دار الکتب العلمیہ لبنان، بیروت، سن اشاعت 1985ء)

لو أكره على أن يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق.

''اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ طلاق لکھے اور اس نے لکھ دی تو طلاق نہیں ہوگی''

(زین الدین ابن نجیم الحنفی، البحر الرائق، 3: 264، دار المعرفۃ بیروت، شامی، حاشیہ ابن عابدین، 3: 236، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقرّ انّه كتابه.

''ہر تحریر جو خاوند نے نہ اپنے ہاتھ سے لکھی، نہ خود لکھوائی، اس سے طلاق واقع نہ ہوگی جب تک اقرار نہ کرے کہ یہ تحریر اسی کی ہے'' (ابن عابدین، رد المحتار، کتاب طلاق، بیروت)

لہٰذا آپ کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوئی، آپ بطور میاں بیوی رہ سکتے ہیں۔

اَبْوَابُ تَفْرِيعِ اَبْوَابِ الطَّلَاقِ

طلاق سے متعلق فروعی ابواب

بَابٌ فِيمَنْ خَبَّبَ امْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا

باب: جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف ابھارے

2175 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيسٰى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا، اَوْ عَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف، یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف ابھارے، وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

(۱) میاں کے تعلقات کی اہمیت

اسلام نے جو معاشرتی نظام قائم کیا ہے اس کی بنیاد آپسی بھائی چارہ میل جول اور باہمی محبت والفت پر ہے اور معاشرتی نظام میں بنیادی اہمیت زوجین یعنی میاں بیوی کے تعلقات پر ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات کی درستگی ہی کے باعث کوئی بھی معاشرہ مضبوط و مستحکم رہ سکتا ہے۔ غرض مرد و عورت کے تعلقات کی بہتری کسی معاشرے کی صحت کی علامت اور اس کی ترقی کے لئے بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتی ہے اور جس معاشرہ میں ان دونوں کے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو وہ معاشرہ کبھی پنپ نہیں سکتا بلکہ بہت جلد زوال و ادبار کا شکار ہو کر بکھر جاتا ہے۔ اور اسلامی نقطہ نظر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض حدیثوں میں آتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات میں اگر بگاڑ پیدا ہو جائے تو اس کی وجہ سے سب سے زیادہ خوشی شیطان کو ہوتی ہے جو اس تاک میں رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر اپنے کارندوں (چیلوں) کو بھیجتا ہے (تا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں) تو ان میں سب سے زیادہ مقرب کارندہ وہ ہوگا جو سب سے زیادہ فتنہ گر ہو چنانچہ جب کوئی کارندہ (چیلہ) آکر اسے یہ رپوٹ دیتا ہے کہ اس نے فلاں فلاں کام کیا ہے تو کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر اُن میں سے کوئی ایک کارندہ آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی پیدا کر دی ہے تو وہ اسے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بہت اچھا ہے یعنی تو نے واقعی کچھ کام کیا ہے اور بعض حدیثوں میں مذکور ہے: لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ اِمْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا۔ (رواہ مسلم کتاب صفات المنافقین ۴/۲۱۶۷ مطبوعہ ریاض)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اکسا کر بگاڑ پیدا کر دیا تو وہ ہمارا آدمی نہیں

2175- اسناده صحيح. الحسن بن علي: هو ابن محمد الخلال. واخرجه النسائي في "الكبرى" (9170) من طريق عمار بن رزيق، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (9157)، و"صحيح ابن حبان" (568) و(5560).

ہے اس اعتبار سے جو شخص کسی عورت کو بھڑکا کر میاں بیوی کے درمیان نفاق ڈالتا ہے یا تفریق پیدا کرتا ہے یا جھگڑا کھڑا کر دیتا ہے تو وہ حدیث بالا کی رو سے شیطان کا ایجنٹ ہے۔ نیز اس حدیث سے ضمناً یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں بہت جلد بدگمان ہو جاتی ہیں اور بدگمانی میں مبتلا ہو کر اپنے شوہر کے بارے میں بری رائے قائم کر لیتی ہیں اور شکوک وشبہات میں مبتلا ہو کر آمادہ جنگ ہو جاتی ہیں۔

حسن معاشرت کے چند اصول

میاں بیوی کے تعلقات کی درستی کسی بھی معاشرے کی مضبوطی اور اس کے استحکام کے لئے ایک بنیادی اور اساسی اہمیت کی چیز ہے۔ ظاہر ہے کہ میاں بیوی کے میل ملاپ اور ان کے اتحاد واتفاق ہی کی بدولت ایک نئے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے اور مختلف خاندان کا مجموعہ ہی معاشرہ یا سماج یا سوسائٹی کہلاتا ہے لہٰذا جن خاندانوں میں باہمی جھگڑے پائے جاتے ہیں یا جن میں اتحاد ویگانگت موجود نہ ہو۔ یا جن میں میاں بیوی کے درمیان تفرقہ اور انتشار پیدا ہو چکا ہو وہ معاشرہ اور سماج حد درجہ کھوکھلا ہوگا اور بہت جلد زوال وادبار کا شکار ہو جائے گا اس اعتبار سے میاں بیوی کے درمیان محبت والفت اور باہمی ہم آہنگی پیدا ہونا بہت ضروری ہے تا کہ دونوں مل کر اپنے حقوق وفرائض بخوبی ادا کر سکیں اور اپنی اولاد کی بھی صحیح تربیت کر سکیں۔ جن کے نازک کندھوں پر اگلے خاندانوں کو سنبھالنے اور انہیں قائم رکھنے کا بار بوجھ رکھا جائے گا۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ میاں بیوی کے درمیان کبھی کوئی اختلاف پیدا ہی نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اختلاف ضرور پیدا ہوں گے اور زندگی کے مختلف موڑوں پر ان میں اتار چڑھاؤ بھی آئے گا۔ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ شکایتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں اور ایسا ہونا ایک فطری بات ہے کیونکہ زندگی ہمیشہ یکساں نہیں رہتی بلکہ اس میں نشیب وفراز آتے رہتے ہیں اس لئے میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور جہاں تک ہو سکے آپسی اختلافات کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے اس کے بغیر گاڑی چل نہیں سکتی۔

قرآن وحدیث میں زوجین کے درمیان حسن معاشرت کے سلسلے میں چند قیمتی اور پیارے اصول بیان کئے گئے ہیں جن پر اگر عمل کیا جائے تو خاندانی نظام مضبوط ومستحکم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں (۱) پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ زوجین یعنی میاں بیوی کے درمیان آپس میں محبت ومروت کا تعلق اس طرح قائم ہو جائے گویا کہ دونوں ایک جان دو قالب کی حیثیت رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (سورہ روم: ۲۱) ترجمہ: اور اس کی (ربوبیت کی) نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے ذریعہ راحت حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت ومہربانی پیدا کر دی ہے۔

چنانچہ زوجین میں جب تک ایک دوسرے کے ساتھ محبت ومہربانی کا تعلق پیدا نہ ہو اور ان دونوں کے درمیان خلوص اور ایثار کے جذبات نہ پائے جاتے ہوں بلکہ ایک دوسرے کو لوٹنے یا محض وقتی اور عارضی اغراض کے تحت محض جنسی لذت حاصل کرنا مقصود ہو (جیسا کہ آج کل مغربی ممالک میں اس کا رواج چل پڑا ہے) یا وہ محض ایک تجارتی بندھن ہو (جیسا کہ موجودہ ہندستانی معاشرہ اس کی تصویر پیش کر رہا ہے) تو ایسے تعلقات پائیدار نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ کچے دھاگوں کی طرح ٹوٹ جاتے ہیں۔

(۲) کسی کی خامی نہیں خوبی دیکھو!

اور اس سلسلے میں دوسرا اصول یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں اختلاف مزاج کے باعث ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی عادت ڈالیں۔ چنانچہ اس بارے میں مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت پر ابھارتے ہوئے ارشاد باری ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہوئے تعلقات کو نبھانے کی کوشش کریں۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ اگر کسی عورت میں کوئی خامی موجود ہو تو اس میں کوئی خوبی بھی ہو سکتی ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (سورہ نساء آیت ۱۹) ترجمہ: تم عورتوں کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرو اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کو ایک چیز پسند نہ آئے مگر اللہ نے اس میں بہت سی بھلائی رکھ چھوڑی ہو۔ اس اصول کی تشریح و تفصیل حدیث نبوی میں اس طرح آئی ہے لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن شخص کسی مومن عورت سے بالکلیہ بغض نہ رکھے اگر وہ اس کی کسی ایک عادت کو ناپسند کرتا ہو تو اس کی کسی دوسری عادت سے راضی ہوگا۔ (مسلم کتاب الرضاع ۲/۱۰۹۱)

یہ بات جس طرح عورت پر صادق آتی ہے اسی طرح مرد پر بھی صادق آسکتی ہے۔ یعنی کسی مرد میں اگر کوئی خامی ہو تو اس میں کچھ خوبیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا زندگی کی گاڑی کھینچنے کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی جہاں تک ہو سکے ایک دوسرے کو برداشت کرتے رہیں اور کوئی غیر دانشمندانہ اقدام کرنے سے احتراز کریں۔

زوجین کے درمیان صلح وصفائی

اس سلسلے میں تیسرا اصول یہ ہے کہ میاں بیوی کی زندگی ہمیشہ ایک حالت پر قائم نہیں رہتی بلکہ اس میں مختلف موڑوں پر نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ایسے موقعوں پر جہاں تک ہو سکے دونوں کو ایک دوسرے کا لحاظ کرتے ہوئے آپس ہی میں سمجھوتہ کر لینا چاہئے اور دونوں کو خدا سے ڈرتے ہوئے اور اس کے حدود کو قائم رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق خلوص اور باہمی خیر خواہی کے ساتھ ادا کرتے رہنا چاہئے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا الخ۔ اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی اور بے اعتنائی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کر لیں اور صلح کر لینا اچھی بات ہے طبیعتوں میں (تھوڑا بہت) بخل تو ہوتا ہی ہے (لہٰذا) اگر تم اچھا برتاؤ اور احتیاط کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی پوری خبر ہے (سنا:۱/۱۲۸)

اس آیت میں مردوں کی زیادتی کی طرف اشارہ ہے اس کے برعکس اگر زیادتی یا سرکشی عورتوں کی طرف سے ہو (یعنی باوجود ان کی خاطر مدارات کے) تو اس صورت میں ان کی تادیب کے حسب ذیل تین طریقے بتائے گئے ہیں۔

(۱) اول یہ کہ ان کو نرمی اور ملائمت کے ساتھ سمجھایا جائے اور انہیں زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں نافرمانی سے باز آنے کی تلقین کی جائے۔ (۲) اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو ان پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے بستر علیحدہ کر دیئے جائیں، بستر چھوڑنے کا مطلب یہ نہیں کہ گھر سے باہر چلے جاؤ بلکہ گھر کے اندر ہی رہو، بلکہ تادیب کے لئے کمرہ بدل دو یا بستر

بدل دو مگر بالکل بات چیت ختم نہ کرو اس حدیث سے مختلف فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ مرد کو چار ماہ سے زیادہ باہر جانا بلا عورت کی اجازت کے جائز نہیں۔

(۳) لیکن اگر وہ پھر بھی سیدھی نہ ہوں تو آخری چارہ کار کے طور پر انہیں ہلکی مار دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا۔ اور جن بیبیوں سے تمہیں نافرمانی (اور سر چڑھنے) کا اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (اگر وہ اپنی ہٹ پر قائم رہیں تو) ان کے بستر الگ کر دو (اور اگر وہ اس پر بھی نہ مانیں تو) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں تو ان پر (ناحق) الزام لگانے کی کوشش نہ کرو بے شک اللہ (سب کے) اوپر اور (بہت) بڑا ہے (لہٰذا) اگر تم زیادتی کرو گے تو وہ تم کو سزا دے گا (سورہ نساء: ۳۴)

لیکن یاد رہے کہ عورتوں کو مارنے کا مطلب بے تحاشا پیٹنا نہیں ہے بلکہ جیسا کہ اس کی شرح خود حدیث نبوی میں آئی ہے انہیں بطور تادیب ہلکی سی مار مارنا ہے تاکہ وہ نافرمانی سے باز آجائیں۔ اس کے بارے میں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے امت کو جو آخری نصیحت فرمائی کہ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ یعنی اول تو مار کا مرحلہ آنا ہی نہ چاہئے اور اگر آئے بھی تو اس صورت کو صرف اس وقت استعمال کیا جائے جب اس کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہ رہے اور اس میں یہ قید لگا دی کہ وہ مار تکلیف دینے والی نہ ہو یعنی اس مار سے تکلیف دینا مقصود نہ ہو بلکہ تادیب اور اصلاح مقصود ہو، الٹے تکلیف دینے والی ایسی مار جائز نہیں کہ نشان پڑ جائے۔ اس کے متعلق ایک خطبہ میں منجملہ اور باتوں کے یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ آپ نے فرمایا یہ بری بات ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی بیوی کو اس طرح مارتا ہے جیسے آقا غلام کو مارتا ہے اور دوسری طرف اسی سے اپنی جنسی خواہش بھی پوری کرتا ہے (صحیح بخاری کتاب النکاح حدیث نمبر ۵۲۰۴) یہ کتنی بد اخلاقی اور بے غیرتی کی بات ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو اس طرح مارے جیسے آقا اپنے غلام کو مارتا ہے آپ ﷺ نے کبھی زندگی میں کسی عورت پر ہاتھ نہ اٹھایا یہی آپ کا طریقہ ہے اور مارنے کی جو اجازت ہے وہ ناگزیر حالات کے اندر ہے بلکہ آپ کی سنت تو یہ ہے آپ کے چہرے پر تبسم ہوتا تھا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت میں لے رکھا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلمہ (نکاح کے بول) کے ذریعہ حلال کر لیا ہے تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے آدمی کو نہ بٹھائیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں (بطور سزا) ہلکی مار مارو اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم معروف طریقہ سے ان کے کھانے کپڑے کا بوجھ اٹھاؤ۔ (مسلم کتاب الحج ۲/۸۹۰)

(۶) نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ اس حدیث میں عورتوں کو اپنے شوہروں کے بستروں پر ناپسندیدہ لوگوں کو بٹھانے سے جو منع کیا گیا ہے ان میں اجنبی مرد اور عورتیں اور بیوی کے محرم رشتہ دار بھی شامل ہیں۔ جن کا گھر میں داخل ہونا اور بیٹھنا شوہروں کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔ اور فقہاء کے نزدیک بیوی کو ایسے تمام لوگوں کو اپنے شوہر کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینا جائز نہیں ہے سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں گمان ہو کہ ان کا داخلہ شوہر کی نظر میں ناپسندیدہ نہیں ہے۔ نیز یہ مرد کو حکم ہے کہ عورت

کے چہرے پر نہ مارے حدیث میں ہے لَا تَضْرِبُ الْوَجْہ۔ کہ عورت کے چہرے پر نہ مارو۔ (ابوداؤد کتاب النکاح ۲/۲۰۶)

لیکن اگر ان تمام کوششوں کے باوجود بھی زوجین کے درمیان سمجھوتہ نہ ہو سکے بلکہ آپسی اختلافات برقرار رہیں تو پھر اس صورت میں مرد عورت دونوں کی جانب سے ایک ایک پنچ یا ثالث کو بٹھا کر تصفیہ کرنے کی کوشش کرنا چاہئے جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے: وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا. اور اگر تم کو میاں بیوی کی باہمی کھٹ پٹ کا اندیشہ ہو تو ایک منصف شخص کو مرد کی طرف سے اور ایک منصف شخص عورت کی طرف سے مقرر کرو۔ اگر یہ صلح کرانا چاہیں تو اللہ میاں بیوی کے درمیان ملاپ کرا دے گا یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا بہت باخبر ہے۔ (نساء:۳۵)

اگر خدانخواستہ اس کے بعد بھی مصالحت نہ ہو سکے تو پھر آخری چارہ کار کے طور پر طلاق ہو سکتی ہے لیکن طلاق دینے سے پہلے یہ ساری کوششیں ضرور ہونی چاہیں یہ نہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر طلاق داغ ڈالی۔ طلاق تو مرض کا آخری علاج ہے جب کوئی دوسری دوا کارگر نہ رہ جائے۔ اس بحث سے شریعت کا مزاج اور اس کی حکمت عملی بھی واضح ہو گئی کہ وہ ہر حال میں حسن معاشرت پر زور دیتی ہے اور حقوق العباد کے سلسلے میں ایک دوسرے کی رعایت کرنے کی تاکید کرتی ہے اور یہ اسلام کے نظام معاشرت کے بیش بہا اصول ہیں جو پورے انسانی معاشرے کے لئے قابل تقلید ہیں۔ اگر ان اصولوں پر صحیح معنیٰ میں اور پوری ایمانداری کے ساتھ عمل کیا جائے تو پھر دنیا کے تمام معاشرتی اور سماجی جھگڑے فسادات دور ہو سکتے ہیں اور پورا انسانی معاشرہ امن وامان اور چین وسکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسلامی اصولوں کو صحیح طور پر سمجھا جائے اور پھر اس پر پورے خلوص کے ساتھ عمل کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ پہلے مسلمان اپنی شریعت، اپنے قانون پر پوری طرح عمل پیرا ہو جائیں تاکہ وہ دوسروں کے لئے اچھا نمونہ بن سکیں کیونکہ کسی دین کے اصول اچھے ہونے کے باوجود وہ صرف کتابوں میں بند ہوں اور عملی دنیا میں ان کا کوئی وجود نہ ہو تو پھر ایسے قیمتی اصولوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا لوگ پہلے کسی قوم کے عمل وکردار کو دیکھتے ہیں اور اس کے بعد کسی اور کی طرف نظر ڈالتے ہیں اگر کسی قوم کا عمل صحیح نہ ہو تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ اس قوم کا دین ہی صحیح نہیں ہے۔ اب ہم میاں بیوی کے حقوق وفرائض کو بیان کرتے ہیں۔

مرد کے فرائض اور بیوی کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ میں فضیلت ضرور عطا کی ہے۔ مگر جس طرح مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق ہیں جن کی ادائیگی مردوں پر واجب قرار دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور عورتوں کے بھی معروف طریقے سے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر عائد ہوتے ہیں۔ لیکن مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت ہے۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۸)

مگر اکثر مرد اپنی مردانگی کے غرور میں یعنی اپنے آپ کو برتر اور عورتوں کو کمتر سمجھتے ہوئے ان کے حقوق غصب کر لیتے ہیں اور ان کا کوئی حق تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے من مانی کرنے لگ جاتے ہیں یہ شرعی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے ایک معیوب اور بری بات ہے جس طرح عورت اپنے فرائض اور واجبات ادا کرنے کی ذمہ دار ہے بالکل اسی طرح مرد بھی اپنے فرائض واجبات ادا کر

نے کا ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہر شخص کو ذمہ دار بنا کر پیدا کیا ہے یہاں پر کوئی بھی شخص اپنی ذمہ داری سے آزاد نہیں ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا اور آدمی بھی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ بیوی بچے جو تمہارے ماتحت تھے ان کا کیا حق ادا کیا۔

کامل ایمان والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت وفرماں برداری ایمان کا تقاضا ہے اور ایمان کی علامت اور اس کی کسوٹی اچھے عادات واطوار ہیں جو حسن معاشرت کے طالب ہیں اور حسن معاشرت کا اولین اور پہلا زینہ بیوی اور بچوں کے حقوق ادا کرنا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے اس اعتبار سے جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا وہ اخلاق وکردار کے لحاظ سے اچھا شخص نہیں ہو سکتا اور جو شخص اخلاق وکردار میں ناقص ونا کارہ ہو وہ درجہ ایمان ہی میں ناقص وکمزور ہوگا گویا کہ اس کے سینے میں ایمان کی حرارت سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ یہی وہ حقیقت عظمیٰ ہے جو اس حدیث نبوی میں بیان کی گئی ہے۔ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے اعتبار سے کامل ترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے والے ہوں۔

(ترمذی کتاب الرضاع ص ۴۲۶ جلد ۳)

اللہ رب العزت کا ارشاد پہلے گزر چکا ہے جس میں عورتوں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا گیا ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو اس میں تمام مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم خواتین کے ساتھ معروف یعنی نیکی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے زندگی گزارو اور ان کے ساتھ اچھی معاشرت برتو ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ یہ عام ہدایت ہے اور حضور ﷺ نے اس آیت کی تشریح اپنے اقوال وافعال سے فرمائی۔ جب تک اسلام نہیں آیا تھا اور جب تک آپ کی تعلیمات نہیں آئی تھیں اس وقت تک عورت کو ایسی مخلوق سمجھا جاتا تھا جو معاذ اللہ گویا انسانیت سے خارج ہے اور اس کے ساتھ بھیڑ بکریوں جیسا سلوک ہوتا تھا۔ اس کو انسانیت کے حقوق لوگ دینے سے انکار کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے پہلی بار اس دنیا کو جو آسمانی ہدایت سے بے خبر تھی خواتین کے حقوق کا احساس دلایا آپ ﷺ نے فرمایا: خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ وَأَنَا خِيَارُكُمْ لِنِسَائِيْ۔ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی خواتین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں۔ (ترمذی ما جاء فی المرأۃ علی زوجھا حدیث نمبر ۱۱۷۲)

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا. کہ میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں تم میری اس نصیحت کو قبول کر لو۔ اس سے پہلی حدیث میں حضور ﷺ نے اپنی زندگی کو مثال بنا کر پیش کیا کہ کسی بندے کی اچھائی کا پتہ لگانا ہو تو اس کے دوستوں سے نہ پوچھیں پوچھنا ہو تو اس کی بیوی سے ذرا

پوچھیں کہ یہ کیسا انسان ہے اگر بیوی کہے اس کی معاشرت اچھی ہے تو وہ اچھا انسان ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ایمان والوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (ترمذی کتاب الرضاع جلد ۳ ص ۴۶۶)

گھریلو زندگی پورے تمدن کی بنیاد

مرد و عورت کے جو تعلقات ہیں اور انسان کی جو گھریلو زندگی ہے وہ پورے تمدن کی بنیاد ہوتی ہے اور اس پر پورے معاشرے اور سماج کی عمارت کھڑی ہوتی ہے اگر مرد و عورت کے تعلقات ٹھیک ہیں، خوشگوار ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کر رہے ہیں تو اس سے گھر کا نظام درست ہوتا ہے اولاد درست ہوتی ہے اور اولاد کے درست ہونے سے معاشرہ سدھرتا ہے اس پر پورے معاشرے کی عمارت کھڑی ہوتی ہے لیکن اگر گھر کا نظام خراب ہو اور میاں بیوی کے درمیان رات دن تو تو میں میں ہوتی ہو تو اس سے اولاد پر بڑا اثر پڑیگا اور اس کے نتیجہ میں جو قوم تیار ہوگی اس کے بارے میں آپ تصور کر سکتے ہیں کہ کسی شائستہ قوم کے افراد بن سکتے ہیں یا نہیں۔ اور یاد رکھیں کہ دو باتیں بڑی عام ہیں ایک یہ کہ عورت کی زبان قابو میں نہیں رہتی دوسرے مرد کے ہاتھ قابو میں نہیں رہتے جب تک ایک دوسرے کے حقوق نہ جانیں گے۔ اسی طرح کے جھگڑے کھڑے ہوں گے۔ اس لئے تفصیل سے ان کے حقوق کو بیان کیا گیا۔

خوشگوار زندگی گزارنے کا ایک گر

اللہ تعالیٰ نے عورت کی تخلیق اپنی ابدی حکمت و مصلحت کی بنا پر کچھ اس انداز میں کی ہے کہ اس کی فطرت وطبیعت میں تھوڑی سی کجی یعنی ٹیڑھا پن بھی رکھ دیا ہے جسے برداشت کرنے کی مرد کو تاکید کی گئی ہے اور عورت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی میں صراحت موجود ہے کہ عورت کا ٹیڑھا پن کبھی درست نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی اسے درست کرنا چاہے گا تو اس کا نتیجہ دونوں کے درمیان جدائی یعنی طلاق کی صورت میں ظاہر ہوگا لہٰذا دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ عورت کی اس فطرت اور اس کی نفسیات کے پیش نظر عورت کا استعمال بڑی ہوشیاری سے کیا جائے اس طرح جو مرد عورت کی نفسیات کو پہچان کر اسے ہینڈل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں وہ ایک خوشگوار اور کامیاب زندگی گزار سکیں گے۔

دیکھیے حدیث نبوی ﷺ میں فطرت انسانی کے ان رازوں سے پردہ کس طرح اٹھایا گیا جو اس بات میں حکمت و دانش کے بیش بہا موتیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَاِنَّ الْمَرْاَۃَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاہُ فَاِنْ ذَھَبْتَ تُقِیْمُہٗ کَسَرْتَہٗ وَاِنْ تَرَکْتَہٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی (کی ہڈی) میں زیادہ ٹیڑھا پن اس کے اوپری حصہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو تو اسے توڑ دو گے اور اگر اس ٹیڑھے پن کو رہنے دو گے تو وہ برقرار رہے گا لہٰذا تم عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (بخاری کتاب الانبیاء، مسلم کتاب الرضاع ۲/۱۰۹۱) ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت پسلی کی ہڈی کی طرح ہے اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو تم توڑ دو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو تمہیں اس کے ٹیڑھا پن کو برداشت کرتے ہوئے

اس سے فائدہ اٹھانا ہوگا۔ (بخاری کتاب النکاح ۲/ ۱۲۵)

خوبی دیکھو:

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے وہ تمہارے لئے کسی ایک حالت پر قائم نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا تم اگر اس سے لطف اندوز ہونا چاہو تو تمہیں اس کے ٹیڑھے پن کو برداشت کرنا پڑے گا اور اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو تو اسے توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق ہوگا۔ (صحیح مسلم کتاب الرضاع ۲/ ۱۰۹۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ پسلی کی ہڈی میں زیادہ ٹیڑھا پن اس کے اوپری حصہ میں ہوتا ہے اس سے مراد (ایک قول کے مطابق) دراصل عورت کی زبان درازی کی طرف اشارہ ہے جو ایک ضرب المثل ہے ان احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے مزاج کے متعلق بڑی اچھی تشبیہ بیان فرمائی ہے اور ایسی عجیب وغریب اور حکیمانہ تشبیہ ہے کہ ایسی تشبیہ ملنا مشکل ہے۔ یہ جو فرمایا کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اس کے بعد حوا علیہا السلام کو انہی کی پسلی سے پیدا کیا۔

اور بعض علماء نے اس کی دوسری تشریح یہ بھی کی ہے کہ رسول اللہ عورت کی تشبیہ دیتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ عورت کی مثال پسلی کی سی ہے کہ جس طرح پسلی دیکھنے میں ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے لیکن پسلی کا حسن اور صحت ٹیڑھا ہونے ہی میں ہے چنانچہ کوئی شخص اگر یہ چاہے کہ اس پسلی کو سیدھا کردوں تو جب اسے سیدھا کرنا چاہے گا تو وہ سیدھی نہیں ہوگی البتہ ٹوٹ جائے گی پھر وہ پسلی نہیں رہے گی اب دوبارہ اس کو ٹیڑھا کرکے پلستر کے ذریعہ جوڑنا ہوگا اس طرح حدیث شریف میں عورت کے بارے میں یہی فرمایا اِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا اگر اس پسلی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ پسلی ٹوٹ جائے گی وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو گے تو اس کے ٹیڑھے ہونے کے باوجود فائدہ اٹھاؤ گے یہ عجیب وغریب وحکیمانہ تشبیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ اس کی صحت ہی اس کے ٹیڑھے ہونے میں ہے اگر وہ سیدھی ہوگی تو وہ بیمار ہے صحیح نہیں ہے (اصلاحی خطبات)

یہ عورت کی مذمت کی بات نہیں ہے

بعض لوگ اس تشبیہ کو عورت کی مذمت میں استعمال کرتے ہیں کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے لہٰذا اس کی اصل ٹیڑھی ہے چنانچہ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ عورت ٹیڑھی پسلی کی مخلوق ہے گویا اس کو عورت کی مذمت اور برائی کے طور پر استعمال کرتے ہیں حالانکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا منشاء یہ نہیں ہے۔

عورت کا ٹیڑھا پن ایک فطری تقاضا ہے

بات یہ ہے کہ اللہ نے مرد کو کچھ اوصاف دے کر پیدا کیا ہے اور عورت کو کچھ اوصاف دے کر پیدا کیا ہے دونوں کی فطرت اور مزاج میں فرق ہے اس فرق کی وجہ سے مرد عورت کے بارے میں یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ میری طبیعت اور فطرت کے خلاف ہے حالانکہ عورت کا تمہاری فطرت اور طبیعت کے خلاف ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔ چونکہ یہ ان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ ٹیڑھی ہو۔

جیسے کوئی شخص پسلی کو یہ کہے کہ یہ پسلی کے اندر جو ٹیڑھا پن ہے وہ اس کے اندر عیب ہے ظاہر ہے وہ عیب نہیں ہے بلکہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ ٹیڑھی ہو اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرما رہے ہیں اگر تمہیں کوئی ایسی بات نظر آتی ہے جو تمہاری طبیعت کے خلاف ہے اور اس کی وجہ سے تم اس کو ٹیڑھا سمجھ رہے ہو تو اس کو اس بنا پر کنڈم نہ کرو بلکہ یہ سمجھو کہ یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر فائدہ اٹھانا چاہو گے تو اس کے ٹیڑھے پن سے بھی ٹیڑھا ہونے کی حالت میں بھی فائدہ اٹھا سکو گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ مرد اور عورت کی نفسیات سے واقف ہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے جھگڑے کی جڑ پکڑلی۔ کہ سارے جھگڑے صرف اس بنا پر ہوتے ہیں کہ مرد یہ چاہتا ہے کہ جیسا میں خود ہوں یہ بھی ویسی بن جائے تو بھائی یہ تو ویسی بننے سے رہی اگر ویسی بنانا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی اس لئے اس فکر کو تو چھوڑ دو ہاں! جو چیزیں اس کے حق میں اس کے حالات کے لحاظ سے اس کے لئے عیب ہیں اس کی اصلاح کی فکر کرو اور ان کی اصلاح کی فکر بھی مرد کی ذمہ داری ہے لیکن اگر تم یہ چاہو کہ وہ تمہارے مزاج اور طبیعت کے موافق ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا۔ (اصلاحی خطابات)

عورت کو پسلی سے پیدا کرنے میں ایک اور حکمت

عورت کو اللہ نے مرد کی پسلی سے نکالا اس میں بھی ایک میسج اور پیغام ہے وہ یہ کہ یہاں بیوی کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ ہم نے عورت کو تمہاری پسلی سے نکالا پاؤں سے اس لئے نہیں بنایا کہ تم اسے پاؤں کی جوتی نہ سمجھ لینا اور سر سے اس لئے نہیں بنایا کہ تم اس کو سر پر نہ بٹھا لینا بلکہ ہم نے اسے پسلی سے بنایا ہے اور یہی تمہارے دل کے سب سے زیادہ قریب ہے لہٰذا اے خاوند! تم اپنی بیوی کو دل کے قریب رکھنا تمہاری زندگی اچھی گزر جائے گی۔ (مثالی ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول)

خلاصہ یہ کہ عورت کے اچھے وصف کی طرف نگاہ کرو اس سے تمہارے کو تسلی ہوگی اور بدسلوکی کے راستے بھی بند ہوں گے۔ لہٰذا خاوندوں کو چاہئے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

بیوی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے، اس وقت نو ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں اور ازواج مطہرات آسمان سے نازل کئے ہوئے فرشتے نہیں تھے وہ اسی معاشرے کے افراد تھے اور ان کے درمیان وہ باتیں بھی ہوا کرتی تھیں جو سوکنوں کے درمیان آپس میں ہوا کرتی ہیں وہ مسائل بھی کھڑے ہوتے تھے جو بعض اوقات شوہر اور بیوی میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ساری عمر نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاتون پر ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر داخل ہوئے تو چہرہ انور پر تبسم ہوتا تھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہی ہے کہ ان پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے بلکہ ان کے ساتھ پیار و محبت اور نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔

میاں بیوی کے تعلقات کی عمدہ ترین مثال

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ شادی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بچ جائے کہ میاں اپنی بیوی کے ذریعہ اور بیوی اپنے میاں کے ذریعہ گناہوں سے بچ جائیں اس لئے کہ ان دونوں کو زندگی کا ساتھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان

برداری والی زندگی میں ایک دوسرے کے معاون بن جاتے ہیں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق اتنا مضبوط ہے کہ قرآن مجید نے اس تعلق کے بارے میں ایسی مثالیں دی ہیں کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسی مثالیں پیش نہ کر سکا۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم اپنی بیویوں کا لباس ہو۔

میاں بیوی کو لباس کیوں کہا گیا؟

لباس کے دو فائدے ہیں ایک تو اس سے انسان کے بدن کے عیب چھپ جاتے ہیں۔ اگر بے لباس مرد کو کہیں کہ لوگوں میں چلا جائے تو شرم کے مارے اس کو پسینہ آجائے اور اگر کوئی زبردستی اسے لوگوں کے سامنے بے لباس کر دے تو جی چاہے گا کہ زمین پھٹے اور میں اندر اتر جاؤں۔ تو لباس کے ذریعہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کو چھپاتا ہے۔ یہ قدرتی شرم وحیا کا تقاضا ہے اور دوسرا فائدہ یہ کہ انسان کو زینت بخشتا ہے جسم تو دو چادر سے بھی چھپ جاتا ہے مگر ہم عموماً اچھا لباس پہن کر جب چلتے ہیں تو لوگ شخصیت کو دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کپڑوں نے انسان کی شخصیت کو زیبایش بخشی یہ لباس کا دوسرا فائدہ ہے۔ اسی طرح میاں بیوی کے تعلق سے یہ دو اہم فائدے ہیں۔ بیوی نہ ہو تو خاوند اپنے جنسی تقاضوں کے پیچھے معلوم نہیں کہاں کہاں منہ مارتا پھرے اور لوگوں کے سامنے ذلت اور رسوائی اٹھاتا پھرے۔ یوں میاں بیوی کی زندگی کی وجہ سے اس کی شخصیت کے عیب چھپ گئے۔

دوسری بات یہ کہ اگر مرد کو اکیلا رہنا پڑے تو گھر کے اندر بے ترتیبی ہوگی اور اس کی زندگی میں جمال نہیں ہوگا بیوی کے آنے سے انسان کی زندگی کو زینت نصیب ہو جاتی ہے ایک تیسری چیز جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ لباس انسان کے جسم کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو لباس سے زیادہ انسان کے جسم کے قریب ہو۔

قرآن مجید میں جو لباس کی مثال دی ہے اس سے بتانا مقصود ہے کہ میاں بیوی کو یہ پیغام مل جائے کہ اے خاوند! اب زندگی میں سب سے زیادہ قریب ترین ہستی تمہاری بیوی ہے اور بیوی کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ تیرے لئے اب زندگی میں قریب ترین ہستی تمہارا خاوند ہے تم دونوں لباس کی طرح ایک دوسرے کے جسم کے قریب ہو جب کوئی چیز اتنی قریب ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے انسان کو محبت ہوتی ہے۔ (مثالی ازدواجی زندگی کے چند سنہرے اصول)

ہمارے معاشرے کی خواتین دنیا کی حوریں ہیں

ہمارے معاشرے کی خواتین دنیا کی حوریں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر وفاداری کا وصف ہے۔ ہاں جب سے مغربی تہذیب وتمدن کا وبال آیا ہے اس وقت سے رفتہ رفتہ یہ وصف بھی ختم ہوتا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر وفاداری کا ایسا وصف رکھا ہے کہ چاہے جو کچھ ہو جائے لیکن یہ اپنے شوہر پر جان نثار کرنے کے لئے تیار ہے اور اس کی نگاہ شوہر کے علاوہ کسی اور پر نہیں پڑتی۔ یہ اسلام کی برکت ہے کہ مشرق میں آج بھی ایسی جوانیاں ہوتی ہیں جو اپنے گھر سے قدم نکالتی ہیں تو ان کے دلوں میں کسی غیر مرد کا دخل نہیں ہوتا۔ کئی ایسی بھی ہوتی ہیں کہ مرد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو بچوں کی خاطر اپنی پوری زندگی ایسے ہی گذار دیتی ہیں جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی تو بہار خزاں میں تبدیل ہوگئی مگر یہ خزاں کے موسم میں بھی اپنے پروں کے نیچے اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو چھپا کر اپنی زندگی گزار دیتی ہیں شعر:

چمن کا رنگ گو تو نے سراسر اے خزاں بدلا　　نہ ہم نے شاخ گل چھوڑی نہ ہم نے آشیاں بدلا

بیوی شوہر کے لئے کتنی قربانی دیتی ہے

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں تم اس نصیحت کو قبول کرلو یہ وہی جملہ ہے جو پہلے حدیث میں آچکا ہے اور اگلا جملہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُم۔اس لئے کہ وہ خواتین تمہارے پاس تمہارے گھروں میں مقید اور ماتحت رہتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ خواتین کا ایسا وصف بیان فرمایا کہ اگر مرد صرف اس وصف پر غور کرلے تو اس کو کبھی ان کے ساتھ بدسلوکی کا خیال بھی نہ آئے۔ ہمارے حضرت حکیم الامت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک نادان غیر تعلیم یافتہ لڑکی سے سبق لو کہ صرف دو بول پڑھ کر جب ایک شوہر سے تعلق قائم ہوگیا۔ایک نے کہا میں نے نکاح کیا دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا۔اس لڑکی نے اس دو بول کی ایسی لاج رکھی کہ ماں کو اس نے چھوڑا باپ کو اس نے چھوڑا بہن بھائیوں کو اس نے چھوڑا اپنے خاندان کو چھوڑا پورے کنبے کو چھوڑا اور شوہر کی ہوگئی اور اس کے ساتھ آکر اسی کی ہوگئی تو اس دو بول کی اس نادان لڑکی نے اتنی لاج رکھی اور اتنی وفاداری کی تو حضرت فرماتے ہیں کہ ایک نادان لڑکی تو دو بول کا اتنا بھرم رکھتی ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر ایک کی ہوگئی لیکن تم سے یہ نہ ہوسکا کہ تم یہ دو بول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اس اللہ کے ہوجاتے جس کے لئے یہ دو بول پڑھے تھے تم سے تو وہ نادان لڑکی اچھی کہ یہ دو بول پڑھ کر اتنی لاج رکھتی ہے تم سے اتنی لاج بھی نہیں رکھی جاسکتی کہ اس اللہ کے ہوجاؤ۔

عورت کو اجازت کے بغیر باہر جانا جائز نہیں

حضور ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ یہ تمہارے گھروں میں مقید اور پابند رہتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اجازت کے بغیر ان کے لئے کہیں جانا جائز نہیں۔ لہٰذا اگر شوہر عورت سے کہہ دے کہ تم گھر سے باہر نہیں جاسکتیں حتیٰ کہ اپنے عزیز واقارب اور اپنے ماں باپ سے ملنے کے لئے جانے سے منع کردے تو عورت کو ان سے ملاقات کے لئے گھر سے باہر جانا جائز نہیں البتہ اگر والدین اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے اس کے گھر آجائیں تو اب شوہر ان کے والدین کو ملاقات کے لئے روک نہیں سکتا۔غرض حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ دیکھو! اس نے تمہاری خاطر کتنی بڑی قربانی دی ہے اگر بالفرض معاملہ برعکس ہوتا اور تم سے کہا جاتا کہ تمہاری شادی ہوگی لیکن تمہیں اپنا خاندان چھوڑنا پڑے گا اپنے ماں باپ چھوڑنے ہوں گے تو یہ تمہارے لئے کتنا مشکل کام ہوتا۔ایک اجنبی ماحول، اجنبی گھر، اجنبی آدمی کے ساتھ زندگی بھر نباہ کے لئے وہ مقید ہوگئی اس لئے نبی کریم فرمارہے ہیں کہ کیا تم اس قربانی کا لحاظ نہیں کروگے؟ اس قربانی کا لحاظ کرو اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔

دونوں مل کر زندگی کی گاڑی کو چلائیں

عورت کو مرد کی اجازت کے بغیر باہر جانا جائز نہیں یہ تو قانون کی بات تھی لیکن حسن سلوک کی بات یہ ہے کہ وہ اس کی خوشی کا خیال رکھے یہ اس کی خوشی کا خیال رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے درمیان یہ تقسیم کار فرمارکھی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر کے باہر کے کام انجام دیتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے اندر کے تمام کام انجام

دیتی تھیں قانون کی باریکیوں میں ہر وقت نہ پڑے رہیں بلکہ شوہر بیوی کے ساتھ اور بیوی شوہر کے ساتھ خوش اسلوبی کا معاملہ کریں اور یہ فطری تقسیم بھی ہے کہ گھر کے کام بیوی کے ذمہ اور باہر کے کام شوہر کے ذمہ ہوں اور اس طرح دونوں مل کر زندگی کی گاڑی کو چلائیں۔

عورت کا نفقہ واجب ہے

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک پہلا تقاضا یہ ہے کہ ان کا نان ونفقہ پابندی کے ساتھ ادا کیا جائے انہیں بلا وجہ مارا نہ جائے اور نہ کوئی تکلیف دی جائے اگر ان سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو انہیں گھر سے باہر نہ کیا جائے بلکہ گھر کے اندر رکھتے ہوئے مناسب طریقہ سے ان کو تنبیہ کی جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے آقاء نامدار ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کسی ایک شخص پر بیوی کے کیا حقوق وفرائض عائد ہوتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا كْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب پہنو (یا کماؤ) تو اسے بھی پہناؤ۔ اس کے منہ پر مت مارو، برا بھلا مت کہو اور اگر اسے (بطور سزا کچھ وقفہ کے لئے) چھوڑنا ہو تو اپنے ہی گھر میں رکھو۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر کوئی چیز نہ کھائے بلکہ جب بھی وہ کوئی چیز کھائے تو اپنی رفیقہ حیات کو بھی اس میں شریک کرے۔ بہر حال اس سے ثابت ہے کہ عورتوں کے نفقہ ہی میں نہیں بلکہ ان کی خاطر مدارات میں بھی کوئی کمی نہ ہونا چاہئے اور یہ چیز حسن معاشرت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں دو باتیں بھی ذہن میں رکھنے کی ہیں۔

ایک بات یہ کہ کھانے پینے میں اچھا سلوک کرو یہ نہ ہو کہ صرف قوتِ لا یموت، دے دی یعنی اتنا کھانا دے دیا جس سے موت نہ آئے بلکہ احسان کرو اور اس احسان کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی آمدنی کے معیار کے مطابق فراخی اور کشادگی کے ساتھ گھر کا خرچ اس کو دے البتہ ہر آدمی کی ضرورت اس کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے لہٰذا کشادگی کا معیار بھی الگ الگ ہے اب جو شخص کم آمدنی والا ہے اس کی کشادگی کا معیار اور ہے اور جو متوسط آمدنی والا ہے اس کا معیار اور ہے اور جو زیادہ آمدنی والا ہے اس کی کشادگی کا معیار اور ہے اس لئے ہر شخص کی آمدنی کے معیار کے اعتبار سے کشادگی ہونی چاہئے یہ نہ ہو کہ شوہر بیچارے کی آمدنی تو کم ہے اور ادھر بیوی صاحبہ نے دولت مند قسم کے لوگوں کے گھر میں جو چیزیں دیکھیں ان کی نقل اتارنے کی فکر لگ گئی اور شوہر سے اس کی فرمائش ہونے لگیں۔ اس قسم کی فرمائشوں کا کوئی جواز نہیں۔ لیکن شوہر کو چاہئے کہ اپنی آمدنی کو مدنظر رکھتے ہوئے کشادگی سے کام لے بخل اور کنجوسی نہ کرے۔

نفقہ صرف یہ نہیں کہ کھانے کا انتظام کر دیا اور کپڑے کا انتظام کر دیا بلکہ نفقہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ کھانے اور کپڑے کے علاوہ بھی کچھ رقم بطور جیب خرچ کے بیوی کو دی جائے جس کو وہ آزادی کے ساتھ اپنی خواہش کے مطابق صرف کر سکے۔ بعض لوگ کھانے اور کپڑے کا انتظام تو کر دیتے ہیں لیکن جیب خرچ کا اہتمام نہیں کرتے لہٰذا جیب خرچ بھی دینا ضروری ہے اس لئے کہ انسان کی بہت سی ضروریات ایسی ہوتی ہیں جن کو بیان کرتے ہوئے انسان شرماتا ہے یا اس کے بیان کرتے ہوئے الجھن محسوس

ہوتی ہے اسلئے کچھ رقم بیوی کے پاس ایسی ضروریات کے لئے بھی ہونی چاہئے تاکہ وہ دوسرے کی محتاج نہ ہو یہ نفقہ کا ایک حصہ ہے۔

جو لوگ جیب خرچ نہیں دیتے وہ اچھا نہیں کرتے۔ یاد رکھیں کہ ایک مسلمان جب اپنی بیوی کے نفقہ کو بوجھ نہ سمجھتے ہوئے اسے خوش دلی کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ یعنی اجر وثواب کا باعث بن جاتا ہے۔ بلکہ وہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے گا اس کا بھی اجر وثواب اس کو ملے گا اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ یَحْتَسِبُھَا فَھُوَ لَہٗ صَدَقَۃٌ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے

(بخاری کتاب الایمان ۱؍۲۰)

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم جو بھی نفقہ اللہ کی رضامندی کی خاطر خرچ کرو گے اس پر تمہیں اجر وثواب ضرور دیا جائے گا یہاں تک کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔ حوالہ بالا۔

اس لئے اگر کسی کو بیوی مل جائے تو اس کی قدر کرے اس لئے کہ دنیا کی بہترین چیز نیک عورت ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے نبی کا ارشاد ہے کہ مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں (۱) خوشبو (۲) نیک عورت اور نماز کہ وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ پوری دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کا بہترین متاع نیک سیرت عورت ہے۔ (مسلم کتاب الرضاع)

دو عورتوں کے درمیان برابری

اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان برابری کا برتاؤ کرے یعنی دونوں کو یکساں یعنی برابر قسم کا نفقہ اور ہر ایک کی باری بھی ایک جیسی ہو ان ظاہری معاملات میں اس کے لئے کسی ایک بیوی کی حق تلفی جائز نہیں ہے اب رہا دلی رجحان یا محبت کا معاملہ تو اس میں برابری مطلوب نہیں ہے بلکہ دلی رجحان کے معاملے میں برابری ہو ہی نہیں سکتی جیسا کی سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۲۹ میں موجود ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں کے درمیان برابری نہ کرتے ہوئے ایک کی طرف مائل ہو جائے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔ (کتاب ابوداؤد کتاب النکاح ۲؍۳۰۱)

بلا وجہ طلاق دینا سخت گناہ کا باعث ہے

نکاح کا مقصد نسل انسانی کا تحفظ گناہوں سے بچنا اور نظام تمدن ومعاشرت کی اصلاح ہے مگر طلاق کی وجہ سے یہ تمام مقاصد نہ صرف فوت ہو جاتے ہیں بلکہ بعض معاشرتی جھگڑے اور مسائل بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے اسلام میں طلاق کا جواز صرف ناگزیر حالات ہی میں روا رکھا گیا ہے جبکہ مرد وعورت کے تعلقات میں اتنا بگاڑ پیدا ہو جائے کہ مزید اصلاح کی کوئی امید ہی باقی نہ رہ جائے اسی وجہ سے اللہ کے نزدیک طلاق حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ شئے قرار دی گئی ہے لہٰذا اسلام میں طلاق کے جواز کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ اٹھتے بیٹھتے بیٹھے ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے ڈالیں اور آپس کے تمام رشتوں ناتوں کو کاٹ کر رکھ دیں۔ جیسا کہ آج کل لوگ کر رہے ہیں یہ بات اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں بہر حال کسی شخص کے لئے ایک عورت کو بلا وجہ

طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ایسا کرنا شرعی اعتبار سے برا کام ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سختی سے منع فرمایا لہذا کوئی شخص بلاوجہ اپنی عورت کو طلاق نہ دے۔

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَسْأَلُ زَوْجَهَا طَلَاقَ امْرَأَةٍ لَهُ

باب: عورت کا اپنے شوہر سے، اس کی (دوسری) بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کرنا

2176- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلِتَنْكِحَ، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عورت اپنی بہن (یعنی سوکن) کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے، تاکہ اس کے حصے کی نعمتیں خود حاصل کر لے، اسے (مرد کی پہلی بیوی کو) طلاق دینے کا مطالبہ کیے بغیر ہی اس سے شادی کر لینی چاہیے، کیونکہ جو اس کے نصیب میں ہوگا، وہ اسے مل جائے گا''۔

خاوند سے دوسری بیوی کی طلاق کا مطالبہ کرنا منع ہے

عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ خاوند سے اس کی دوسری بیوی کی طلاق کا مطالبہ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں کہ اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تا کہ اس کے برتن کو فارغ کر کے خود نکاح کر لے، بلکہ اس کے مقدر میں جو کچھ ہے وہ اسے ملے گا) صحیح بخاری حدیث نمبر (5144) صحیح مسلم حدیث نمبر (1413) مندرجہ بالا الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ عورت اپنی بہن کی طلاق کی شرط رکھے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر (2577)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے لیے باب باندھتے ہوئے کہا کہ نکاح میں ناجائز شروط کا باب۔ حافظ ابن قیم کا قول ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم میں ہے کہ عورت اگر اپنی سوکن کی طلاق کی شرط رکھے تو یہ باطل ہے، اور اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔ (زاد المعاد لابن قیم (5/107)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ حلال نہیں، اس میں اس شرط کے حرام ہونے کی دلیل ہے، اور اسے اس پر محمول کیا جائے گا کہ اگر کوئی ایسا سبب نہ ہو تو اسے جائز قرار دے تو پھر حرام ہے، مثلاً اسے جائز کے لیے یہ سبب ہو سکتا ہے کہ عورت کے بارہ میں شک ہو کہ وہ خاوند کی عصمت میں رہتی ہوئی شادی چل نہیں سکے گی۔ اور پھر یہ بھی بطور نصیحت ہو نہ کہ بطور شرط، یا پھر اسے خاوند سے کوئی نقصان ہو، یا خاوند کو اس سے نقصان ہو تو۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

حلال کی نفی کرنے سے تحریم کی صراحت ہو رہی ہے، لیکن اس سے فسخ نکاح لازم نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو عورت پر سختی ہے کہ وہ اپنی دوسری بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے، اور اسے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہونا چاہیے۔ (دیکھیں فتح الباری (9/27)

امام نووی رحمہ اللہ عنہ کہتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اجنبی عورت کو منع کیا گیا ہے کہ وہ شادی کرنے کے لیے دوسری بیوی کے خاوند سے اس کی طلاق کا مطالبہ کرے، اور مطلقہ کی جگہ خود اس سے شادی کر کے اس کا نفقہ اور معاشرت وغیرہ حاصل کرے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجازی طور پر برتن خالی کرنے سے تعبیر کیا ہے۔ اھ دیکھیں شرح مسلم للنووی (9/193)

تو اس بنا پر پہلی بیوی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند سے آپ کی طلاق کا مطالبہ کرے، اور جو کچھ وہ کہتی ہے اس کی طرف متوجہ نہ ہوں، آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ اس غیرت کی وجہ سے ہے جو عورت میں عمومی طور پر پائی جاتی ہے، بلکہ یہ تو سب سے افضل عورتوں میں بھی پائی جاتی تھی جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور امہات المومنین ہیں، تو یہ غیرت ایک طبعی چیز ہے۔

دوم:

اور اس نے جو کچھ آپ پر احسانات کیے ہیں اس پر تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ماجور ہے، لیکن اس کی وجہ سے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند سے آپ کی طلاق کا مطالبہ کرتی پھرے۔

آپ صبر و تحمل سے کام لیں، اور اس کے معاملہ سے تجاھل سے کام لیتے ہوئے منہ پھیر لیں، اور اپنی استطاعت کے مطابق اس سے احسان اور اچھا برتاؤ کریں، اور پہلی بیوی کو بھی یہ علم ہونا چاہیے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مقدر میں لکھ دیا ہے وہ مل کر رہے گا جیسا کہ بخاری کی روایت کردہ حدیث کے آخری حصہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان کو اس قول پر ختم کیا، بلکہ اس کے لیے تو جو اس کے مقدر میں ہے وہ اسے ملے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس نے اس کا مطالبہ کیا اور اس پر اصرار کیا اور یہ شرط رکھی تو وہ واقع نہیں ہوگی لیکن وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے۔ (فتح الباری (9/275)

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الطَّلَاقِ

باب: طلاق کا ناپسندیدہ ہونا

2177 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُعَرِّفٌ، عَنْ مُحَارِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَحَلَّ اللَّهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ

⊛⊛ محارب رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی چیز حلال قرار نہیں دی، جو اس کے نزدیک طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ ہو''

2178 - حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ مُعَرِّفِ بْنِ وَاصِلٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں، سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے''۔

شرح

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ نے طلاق سے زیادہ ناپسند چیز کو پیدا نہیں فرمایا۔ طلاق ایسا غیر معمولی اقدام ہے کہ جب کوئی آدمی، اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا عرش ہل جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ۳۰/۴۵)

ایک روایت میں ہے کہ جو عورت کسی سخت تکلیف کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، بحوالہ مشکوۃ ص: ۲۸۳)

طلاق کے ناپسند ہونے کا بیان

ایک حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر جتنی: مستحب: چیزیں پیدا کی ہیں ان میں سے ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ چیز غلام ولونڈی آزاد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر جتنی: حلال: چیزیں پیدا کی ہیں ان میں سے اس کے نزدیک سب سے زیادہ بری چیز طلاق دینا ہے۔ (دارقطنی، مشکوۃ ص ۲۸۴)

شریعت میں جو پسندیدہ عمل مشروع کیے گئے ہیں ان میں غلام آزاد کرنا اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ اور جتنے اعمال کو اللہ کریم نے جائز قرار دیا ہے ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔ ان احادیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ طلاق دینا اللہ کریم کو کس قدر ناپسند ہے۔ اور ناپسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ مرد اور عورت ایک دوسرے کی زندگی کے شریک اور رفیق بنتے ہیں، اور دونوں جائز طریقہ سے نسل انسانی کی افزائش کرتے ہیں، زنا و بدکاری اور دل ونگاہ کی آوارگی سے اپنے نفس کو بچاتے ہیں، اور اپنے ماحول اور معاشرہ کو صاف ستھرا رکھتے ہیں، اولاد کی تعلیم و تربیت میں دونوں ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں بیوی گھر کی زینت اور باعث سکون وقرار ہوتی ہے، دونوں ایک دوسرے سے سکون پاتے ہیں۔ عورت کی فطری نزاکت کے پیش نظر مذہب اسلام نے مرد کو اس کی ضروریات کا ذمہ دار اور کفیل بنایا ہے۔ اس لیے اسلام میں یہ امر سخت ناپسند ہے کہ مرد اپنی شریک زندگی کو طلاق دے کر اپنے گھر کی رونق ختم کردے خود بھی مصیبت و پریشانی میں پڑے اور عورت کو بھی مشقت و پریشانی میں ڈال دے۔ اس وجہ سے اسلام نے طلاق دینے کی اجازت اس وقت دی ہے جب میاں بیوی کے مابین ایسا بگاڑ، کشیدگی اور نفرت پیدا ہو جائے جو افہام وتفہیم کے ذریعہ دور نہ ہو سکے اور دونوں کے تعلقات و معاملات کو سلجھانے کا طلاق کے سوا

دوسرا راستہ باقی نہ رہے۔۔لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ آج ہمارا مسلم معاشرہ اپنے فرائض کو فراموش کر چکا ہے جس کی وجہ سے طرح طرح کی لعنتوں اور برائیوں میں مبتلا ہے ان میں ایک طلاق کا غلط استعمال بھی ہے۔

اب تو طلاق دینا ایک کھیل بن چکا ہے۔بس ذرا غصہ کے آیا، کسی بات پہ ناراض ہوئے، کبھی بیوی سے، کبھی اس والدین سے، غصہ کسی سے بھی ہوا اترتا ہے بیوی پر، غصہ میں سب کچھ بھول کر صرف طلاق دینا یاد رہتا ہے، اور جب طلاق دینے پہ آئے تو ایک ہی کیوں فوراً تین یا تین سے بھی زیادہ طلاق دے کر سکون ملتا ہے۔اور جب غصہ اترا ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ جیتے جی بیوی جو زندگی کی ساتھی تھی، رنج وغم کے وقت دلاسا دینے والی تھی ہاتھ سے نکل چکی ہے تو پھر حیلے بہانے کر کے بیوی کو رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ طلاق دینے سے دنیا تو پہلے ہی تاریک ہو چکی اور اب آخرت تباہی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بَابٌ فِي طَلَاقِ السُّنَّةِ

باب: طلاق کا سنت طریقہ

2179 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدَ ذٰلِكَ، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ، قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ سُبْحَانَهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں انہوں نے اپنی بیوی کو، اس کے حیض کے دوران طلاق دے دی۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کرلے، اور پھر اسے اپنے ساتھ رکھے، جب وہ عورت پاک ہو جائے، پھر اسے (اگلی مرتبہ) حیض آئے، پھر جب وہ پاک ہو، پھر اگر وہ چاہے تو اسے اپنے ساتھ رکھے اور اگر چاہے، تو اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دے، یہ وہ عدت ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے، کہ اس عدت کے حساب سے عورتوں کو طلاق دی جائے۔

2180 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو، اس کے حیض کے دوران ایک طلاق دے دی،

2179-اسنادہ صحیح۔ القعنبی: ھو عبداللہ بن مسلمۃ، ونافع: ھو مولی ابن عمر۔ وھو عند مالک فی "الموطا" 5762/، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (5251)، ومسلم (1471)، والنسائی فی "الکبری" (5553)۔ واخرجہ مسلم (1471)، وابن ماجہ (2019)، والنسائی فی "الکبری" (5552) و (5559) و (5719) و (5720) من طرق عن نافع، بہ

(اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

2181 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا إِذَا طَهُرَتْ، أَوْ وَهِيَ حَامِلٌ

سالم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنی اہلیہ کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے کہو وہ اس عورت سے رجوع کرلے، جب وہ پاک ہو جائے، یا حاملہ ہو جائے، اس وقت اسے طلاق دے۔

2182 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَغَيَّظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَذَلِكَ الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ كَمَا أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ

سالم بن عبداللہ اپنے والد کے بارے میں نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنی اہلیہ کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم اس سے کہو، وہ اس عورت سے رجوع کرے اور اس وقت تک اسے اپنے ساتھ رکھے جب تک اس کے پاک ہو جانے کے بعد اسے پھر حیض نہیں آ جاتا اور پھر وہ پاک نہیں ہو جاتی۔ پھر اگر وہ چاہے تو اس کے پاک ہونے کے دوران، اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے، اسے طلاق دے دے۔ یہ طلاق اس عدت کے مطابق ہوگی، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے"۔

2183 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: كَمْ طَلَّقْتَ امْرَأَتَكَ؟ فَقَالَ: وَاحِدَةً

یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: آپ نے اپنی اہلیہ کو کتنی طلاقیں دی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا: ایک طلاق۔

2184 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: قُلْتُ: رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ: أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ،

2183- اسناده صحيح، عبد الرزاق: هو الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد، وايوب: هو السختياني، وابن سيرين: هو محمد الانصاري. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (10959). واخرجه بنحوه البخاري (5253) ومسلم (1471)، والترمذي (1209)، والنسائي في "الكبرى" (5562) من طرق عن ايوب، بهذا الاسناد.

قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ. فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا. ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا فِي قُبُلِ عِدَّتِهَا. قَالَ: قُلْتُ: فَيَعْتَدُّ بِهَا؟، قَالَ: فَمَهْ. أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ

⊛⊛ یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، ایک شخص اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دیتا ہے، تو انہوں نے فرمایا: تم ابن عمر کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے فرمایا: عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس سے کہو، وہ اس عورت سے رجوع کرے اور پھر اس کی عدت کے آغاز میں اسے طلاق دے۔

میں نے دریافت کیا: کیا وہ طلاق شمار کی گئی تھی؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں؟ تمہارا کیا خیال ہے، اگر وہ عاجز ہوتا یا احمق ہوتا۔ (تو بھی طلاق شمار ہونا ہی تھی)

قرآن وسنت میں طلاق کے احکام ومسائل

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمِنْ آيٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً "اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہی میں سے تمہارے جوڑے بنائے کہ تم ان سے مل کر چین پاؤ۔ اور تمہارے درمیان دوستی ومہر رکھی۔"

اس آیہ کریمہ میں اسلام کے خانگی نظام زندگی اور اہل وعیال کے ساتھ گزر بسر کے لئے چند باتیں بطور اصل کے بیان فرمائی گئی ہیں۔

1۔ مردوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہاری بیویاں، تمہاری ہی ہم جنس مخلوق ہیں انسانیت میں تمہاری ہی طرح ہیں۔ تمہاری طرح ان کی بھی کچھ خواہشیں کچھ جذبات اور کچھ احساسات ہیں۔ ان کی حیثیت لونڈی باندیوں کی نہیں۔

2۔ عورتوں کی پیدائش کا منشاء یہ ہے کہ وہ مردوں کے لئے راحتِ قلبی اور تسکین روحانی کا سرمایہ اور دلی سکون کا باعث ہوں۔

3۔ مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت کے پاس اور عورت اپنی فطرت کی مانگ مرد کے پاس پائے اور دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر سکون واطمینان حاصل کریں۔

4۔ مرد عورت کے تعلقات کی بنیاد، باہمی محبت واخلاص اور ہمدردی پر ہوئی چاہئے۔ ان کے اندر دوطرفہ ایسی کشش وجذب اور میلان ہونا چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ، ہمدرد وغم خوار اور رنج وراحت میں شریک رہیں اور زندگی کی منجدھار میں اپنی کشتی ایک ساتھ کھینچتے رہیں۔

5۔ مرد عورت میں ایک دوسرے کے لئے وہ مانگ وہ پیاس وہ اضطراب کی کیفیت پائی جاتی ہے کہ انہیں حقیقی سکون میسر نہیں آسکتا جب تک وہ ایک دوسرے سے جڑ کر اور باہم شیر وشکر ہو کر نہ رہیں۔

الغرض قرآن کریم نے اس باب میں سخت تاکید کی ہے کہ وہ عہد و پیمان بیوی اور شوہر کے درمیان شرعی طور پر وجود میں آئے ہیں۔ حتی الامکان قائم رکھے اور مقدور بھر انہیں ٹوٹنے نہ دیا جائے۔

لیکن دوطرفہ تعلقات میں جب ہمدردی وغم خواری باقی نہ رہے۔ محبت واخلاص ناپید ہو جائے۔ وہ ایک دوسرے کے لئے راحت و تسکین کا سرمایہ نہ بن سکیں۔ حقوق زوجیت تلف ہونے لگیں غرض نبھاؤ مشکل ہو جائے اور دفع شر کے لئے علیحدگی کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے تو ایسی صورت میں شریعت مطہرہ نے علیحدگی و جدائی کے لئے بھی ایک نظام، ایک قانون دیا جسے عرف شریعت میں "طلاق" کہا جاتا ہے۔

طلاق کے لفظی معنی چھوڑ دینے کے ہیں اور شریعت نے اسے ایک خاص چھوڑنے کے معنی میں استعمال کیا ہے یعنی وہ افتراق یا جدائی بیوی شوہر کے درمیان واقع ہو، یا یوں کہہ لیں کہ نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے۔ اس پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں۔

شریعت میں طلاق مباح ہے مگر ابغض المباحات یعنی تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ:۔ اسی لئے شریعت نے اس نظام پر بھی چند پابندیاں عائد کر دی ہیں جن کی وجہ سے طلاق کی اجازت کا استعمال محض وقتی اور ہنگامی اثرات کا نتیجہ نہ ہو۔

طلاق کا وجود خاص خاص دشواریوں کے حل کے لئے ضروری ہے اور اس وقت طلاق کی ضرورت ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسے کسی حصہ جسم میں زہریلا مادہ پیدا ہو جانے کے باعث اس کا جسم انسانی سے بذریعہ قطع و برید جدا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگرچہ عضو کا کاٹنا بہر حال ناپسندیدہ سمجھا جائے۔

طلاق دینے والے کو شریعت مطہرہ سمجھاتی ہے کہ اب وہ ایک ایسے خطرناک فعل کا اقدام کرنے لگا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسندیدہ بھی ہے اور مبغوض بھی۔ لہٰذا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ صرف یہی ایک صورت، مرد کی بقاء و صحت اور حفاظت عزت و ایمان کی رہ گئی ہے اس وقت تک اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن کریم نے اس کے لئے چند تفصیلی احکام دیئے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1۔ ترجمہ: "اور اگر وہ عورتیں تمہیں ناپسند ہوں تو عجب کیا کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو اور اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر عورت میں کوئی ایسا نقص موجود ہو جس کی بنا پر وہ شوہر کو پسند نہ آئے تو بھی یہ مناسب نہیں کہ شوہر فوراً دل برداشتہ ہو کر اُسے چھوڑنے پر آمادہ ہو جائے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت میں بہت سی خوبیوں پر خوبیاں ایسی ہوتی ہیں جو ازدواجی زندگی اور انسانی ہستی میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں کہ اگر اس کی بیوی میں برائیوں کے مقابلے میں خوبیاں کہیں زیادہ پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ بات پسندیدہ نہیں کہ آدمی ازدواجی تعلق کو منقطع کرنے میں جلد بازی سے کام لے طلاق بالکل آخری چارہ کار ہے جس کو بدرجہ مجبوری کام میں لانا چاہیے۔

2۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے ترجمہ: "اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے۔"

یعنی ایک عورت اگر اپنے سے اپنے شوہر کو پھرا ہوا دیکھے کہ اس سے علیحدہ رہتا ہے یا کھانے پینے کو نہیں دیتا یا نان نفقہ میں کمی کرتا ہے۔ یا مارتا یا بدزبانی سے پیش آتا ہے اور اس سے دور دور رہتا ہے تو طلاق وجدائی اختیار کرنے سے یہ بات کہیں بہتر ہے کہ عورت اپنے حقوق کا کچھ حصہ، شوہر پر معاف کردے۔ اسے خوش کرنے کے لئے اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دے۔ مثلاً اپنا مہر معاف کردے۔ یا اس میں کمی کردے۔ اپنی باری کا دن دوسری بیوی کو دے دے۔ اپنے مصارف کا بوجھ ہلکا کردے اور اس طرح باہمی مصالحت اور میل ملاپ کے بعد عورت اسی شوہر کے ساتھ رہے جس کے ساتھ وہ عمر کا ایک حصہ گزار چکی ہے۔

ازدواجی تعلقات میں تلخی دور کرنے کے لئے یہ ایک ایسا نسخہ ہے جسے شریعت مطہرہ نے عورت کے اختیار اور تصرف میں دیا۔

3۔ بیویاں اگر ناشائستہ، نافرمان اور حقوق شوہر سے لاپرواہ ہوں جس کے باعث پرمسرت ازدواجی زندگی کی بجائے آپس میں تصادم اور دھینگا مشتی شروع ہوجائے تو ایسی صورت میں اصلاح احوال کے لئے قرآن کریم نے مردوں کو تین تدبیریں بتائی ہیں:۔

i۔ فَعِظُوهُنَّ ۔۔ انہیں سمجھاؤ اور بتاؤ کہ شوہر کی نافرمانی اور اس کی اطاعت نہ کرنے اور اس کے حقوق کا لحاظ نہ رکھنے کے نتیجے دنیا وآخرت دونوں میں خسران اور وبال کے سوا کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کا عذاب مول لینا کوئی دانشمندی کی بات نہیں۔ اگر عورت شریف طینت ہے تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا۔ اس میں بھی شوہر کو یہ تعلیم ہے کہ فوراً غصہ میں آکر کوئی کاروائی نہ کرے۔

ii۔ اب بھی اگر اصلاح نہ ہو تو سزا کی دوسری منزل یہ ہے کہ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ۔ مرد کچھ عرصہ کے لئے عورت سے بات چیت ترک کردے۔ انہیں خوابگاہوں میں تنہا چھوڑ دیں اور تعلقات ہمبستری منقطع کرلیں۔

iii۔ یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو اور عورت اپنی سرکشی ونافرمانی پر قائم رہے جیسا کہ بعض طبقوں میں دیکھا جاتا ہے تو اب تیسرا علاج یہ ہے کہ واضربوھن۔ تادیب کے طور پر ہلکی سی مار ماری جائے۔ ایسی ضرب نہ مارے جس سے جلد پرنشان ہوجائے۔ عورت کیسی ہی سخت کیوں نہ ہو معمولی مار سے راہ راست پر آجاتی ہے تاہم بعض بدخصلت عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ کسی تدبیر سے درست ہی نہ ہوں اور اپنی سرکشی ونافرمانی میں حد سے تجاوز کرجاتی ہیں تو اب شریک زندگی سے نبھاؤ کے تمام راستے بند ہوجاتے ہیں۔ اس ہر روز کی چیخ وپکار کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر گھر رسوائی ہوتی ہے اور مرد عورت دونوں کے لئے یہ دنیا جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔ ایسی حالت میں شریعت مطہرہ پھر دونوں کو ایک اور موقعہ دیتی ہے اور وہ یہ کہ فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا۔ یعنی جہاں میاں بیوی میں ناموافقت اور ایسی کشمکش پیدا ہوجائے جسے وہ باہم نہ سلجھا سکیں تو دو ثالث مقرر کئے جائیں تاکہ نزاع سے انقطاع (علیحدگی) تک نوبت پہنچنے یا عدالت میں معاملہ جانے سے پہلے، گھر کی گھر میں کوئی اصلاح کی صورت نکل آئے۔ میاں بیوی میں نزاع ہونے میں یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ فوراً طلاق طلاق ہوجائے یا کسی اور ایسی ہی کاروائی کی نوبت آجائے بلکہ پہلے یہ کوششیں مصالحت ومفاہمت کی کرلی جائیں، رشتہ ازدواج ایک اہم ترین رشتہ ہے اس پر بے پروائی سے ضرب نہیں لگائی جانی چاہیے اور اس مصالحت ومفا

ہت کی تدبیر یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک خاندان کا ایک ایک آدمی اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ دونوں مل کر اختلاف کے اسباب کی چھان بین کریں پھر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور تصفیہ کی کوئی صورت نکالیں۔ اسلام کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ خانگی الجھنوں اور میاں بیوی کے مابین مناقشوں کا علم ہونے کے باوجود ان کے خاندان کے بااثر بارسوخ اور باوقار افراد، دامن سمیٹ کر الگ تھلگ ہو جائیں جیسے کہ ان کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ اس خانگی نزاع کو یہ لوگ اپنا ہی معاملہ سمجھیں اور اپنی کوشش میں کوئی کمی نہ کریں بلکہ زوجین اگر اپنے اپنے رشتہ داروں میں سے خود ہی کسی کو منتخب نہ کریں تو انہیں چاہیے کہ اپنے اپنے خاندانوں کے وقار کی خاطر مداخلت کریں اور احکام شرعیہ کی روشنی میں مناسب فیصلہ دیں، ماننا نہ ماننا ان دونوں کے اختیار میں ہے۔

اب بھی اگر اصلاح نہ ہو اور اصلاح احوال کی تمام تدبیریں رائیگاں جائیں اور قصور کا بوجھ صرف عورت پر ہو تو اب شوہر کو اجازت ہے کہ اسے طلاق دے دے۔ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو بے حساب و کتاب۔ طلاق دینے کا مجاز تھا جس عورت سے اس کا شوہر بگڑ جاتا وہ اس کو بار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہتا تھا تاکہ وہ غریب نہ تو اس کے ساتھ گزر بسر کر سکے اور نہ ہی اس سے آزاد ہو کر کسی اور سے نکاح کر سکے۔ قرآن مجید و حدیث شریف نے اس ظلم کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا اور طلاق کے باب میں شوہروں پر پابندیاں عائد کیں اور انہیں بتایا کہ اگر تم عورتوں کو طلاق دینے پر مجبور ہو جاؤ اور سوائے طلاق کے کوئی اور چارہ کار نہ رہے تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب عورت اپنے ایام معمولہ (حیض) سے فارغ ہو تو حالتِ طہر میں ایک مرتبہ طلاق دی جائے اور اگر جھگڑا ایسے زمانہ میں ہوا ہو جبکہ عورت ایام ماہواری میں ہو تو شوہر کو اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے جب وہ ایام ماہواری سے فارغ ہو جائے۔ ان ایام کا یہ انتظار بھی پہلی طلاق کے روک کے لئے ہے اب پہلی طلاق کے بعد بھی عورت کے دل میں ندامت نہ ہو یا شوہر کے دل میں برداشت کی طاقت نہ ہو اور ایک ماہ گزرنے پر عورت دوسری بار حیض سے فارغ ہو جائے تو اب شوہر دوسرے مہینے میں دوسری طلاق دے سکتا ہے۔

اب پھر ایک مہینے کی لمبی میعاد ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس میعاد میں اگر جھوٹے غصے بے جا بدگمانیاں اور فضول شکایتیں معدوم ہو چکیں اور دونوں میں پھر نبھاؤ کی خواہشیں بیدار ہو رہی ہیں تو شریعت مطہرہ، مرد کو رجعت کا حکم دیتی ہے اور اس رجعت کے آڑے آنے والی جھوٹی ناموریوں، خاندانی وجاہتوں اور دنیاوی طعنوں اور دشنام طرازیوں کو کچل کر، دونوں کو پھر دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہنے کی اجازت دیتی ہے بلکہ پہلی یا دوسری طلاق کی عدت بھی گزر جائے تب بھی دونوں کے لئے موقع باقی رہتا ہے کہ پھر باہمی رضامندی سے نکاح کر لیں گویا اس آخری گنجائش سے فائدہ اٹھا کر طلاق واپس لے لی جائے اور تعلقات زوجیت از سر نو قائم کئے جائیں البتہ شریعت مطہرہ نے مردوں کو تنبیہ فرمائی کہ رجوع کرتے ہو تو اس نیت سے کہ اب حسنِ سلوک سے رہنا ہے ورنہ بہتر یہ ہے کہ شریفانہ طریقہ سے رخصت کر دو زوجیت میں واپسی خانہ آبادی کے لئے ہونا چاہیے نہ کہ خانہ بربادی کے لئے۔

بہرحال اب ان دو طلاقوں کے بعد بھی ناخوشگوار تعلقات کا خاتمہ نہ ہوا اور نفرت وضد کی بنیاد ایسی مضبوط ہے کہ مرد اب تک طلاق ہی پر تلا ہوا ہے ادھر عورت دوسری طلاق کے بعد ایام ماہواری سے فارغ ہو چکی ہے تو اب شریعت اسے بتلاتی ہے کہ دیکھ یہ

ہما تیرے ہاتھ سے نکلنے والی ہے۔ چڑیا اڑ گئی تو کفِ افسوس ہی ملنا پڑے گا۔ خوب سمجھ لے۔ لیکن مرد اپنی بات پر اڑا ہوا ہے تو شریعت اسے مجبور نہیں کرتی اور معاہدہ شادی کو زندگی بھر کے لئے طوقِ لعنت بنانا گوارا نہیں کرتی۔ البتہ اس تیسری طلاق کے بعد، نہ تو شوہروں کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور نہ اس کا ہی موقع رہتا ہے کہ دونوں کا پھر نکاح ہو سکے۔ اب حلالہ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ لفظ طلاق چاہے 3 بار ایک ایک مہینہ کے وقفہ سے کہے یا اکٹھے 3 بار کہہ دے طلاق ہو جائے گی۔

معزز قارئین: مجھ کو ان مباحث کی تحریر کے دوران کئی بار یہ خیال آیا کہ ان بحثوں اور موشگافیوں سے عورت کو کیا واسطہ۔ لیکن معاً اس خیال سے دل کو تسکین ملتی رہی کہ ماشاء اللہ، قوم کی سمجھ دار بیٹیاں اور بہنیں تو اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں اور کم از کم وہ تو یہ سمجھ سکتی ہیں کہ شریعت مطہرہ نے کس طرح عورتوں کے حقوق کی حفاظت فرمائی اور ان کی زندگی کو با مقصد اور باوقعت بنایا ہے۔ کیا نئی تہذیب کے کسی بھی گوشہ میں یہ موتی و گوہر نایاب دستیاب ہو سکتے ہیں۔ جن سے اسلام نے عورت کے دامن کو مالا مال فرمایا ہے۔

تنبیہ ضروری: طلاق دینا جائز ہے۔ ہاں بے حاجت، بلا وجہ شرعی طلاق دینا مکروہ وممنوع ہے۔ مگر دے گا تو ہو جائے گی، کہ طلاق شوہر کی زبان پر رکھی گئی ہے تو اس کا مرتکب مکروہ بلکہ بعض صورتوں میں گناہ گار ہونا بھی طلاق کو واقع ہونے سے نہیں روکتا۔ جیسے حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم الٰہی کی نافرمانی ہے مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور دینے والا گناہ گار ہو گا۔ اور وجہ شرعی موجود ہو تو طلاق دینا مباح، بلکہ بعض صورتوں میں مستحب ہے۔ مثلاً عورت پر شبہ ہو یا وہ نافرمان ہو تو ایسی صورت میں اسے طلاق دینا بلا کراہت جائز و مباح ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر عورت اُسے یا اوروں کو ایذا دیتی ہے یا نماز نہیں پڑھتی ہے اور یہ مہر ادا کرنے پر قادر نہ ہو جب بھی طلاق دے دینی چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اس کا مہر میرے ذمہ باقی ہو۔ اس حالت میں دربارِ خدا میں میری پیشی ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں اس کے ساتھ زندگی بسر کروں۔ بعض صورتوں میں طلاق واجب ہوتی ہے۔ مثلاً شوہر نامرد یا ہجڑا ہو یا شوہر کے ماں باپ اُسے حکم دیتے ہیں کہ عورت کو طلاق دے دے اور نہ دینے میں انہیں ایذا ہو یا وہ ناراض ہوں تو واجب ہے کہ طلاق دے دے اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو کہ ماں باپ کی نافرمانی کا وبال اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

طلاق سے متعلق فقہی مسائل کا بیان

مسئلہ:: ہر عاقل و بالغ کا فعل چونکہ شریعت کے نزدیک قابل تسلیم ہے اس لئے طلاق کے لئے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل بالغ ہو۔ نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی۔ ہاں اگر عقل کسی خارجی شئے سے زائل کر دی جائے مثلاً نشہ والے نے طلاق دی، یا غصہ کی حالت میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی کہ عاقل کے حکم میں ہے اور نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا کسی اور چیز سے۔ اس لیے کہ کوئی شخص غصہ یا نشہ کو سپر نہ بنا سکے جس سے عورت کے حقوق تلف ہوتے ہیں اور طلاق میں عورت کی جانب سے کوئی شرط نہیں۔ نابالغہ ہو یا مجنونہ بہر حال طلاق واقع ہو جائے گی۔ (عالمگیری وغیرہ)

یونہی عورت کو حمل کی حالت میں طلاق دی جائے قطعاً واقع ہو جائے گی۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ حاملہ عورت پر طلاق نہیں

پڑتی محض بے اصل ہے۔

آج کل اکثر طلاق دے بیٹھتے ہیں بعد کو افسوس کرتے اور طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتے ہیں ایک عذر اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ غصہ میں طلاق دی تھی۔عزیزو! طلاق تو عموماً غصہ ہی کی حالت میں دی جاتی ہے اور اس حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور وہ صورت کہ عقل غصہ سے جاتی رہے بہت نادر ہے۔یونہی طلاق بخوشی دی جائے خواہ جبر سے یہ واقع ہو جائے گی۔عزیزو! نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینک یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھوٹ جائے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اس نے لکھ دیا۔مگر نہ دل میں ارادہ طلاق ہے۔نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔مجبوری سے مراد شرعی مجبوری ہے محض کسی کے اصرار کردینے پر لکھ دینا یا یہ خیال کر کے لکھ دینا کہ بڑا ہے اس کی بات کیسے ٹالوں تو یہ مجبوری نہیں۔(ردالمختار)

مسئلہ:: طلاق دو قسم کی ہے (یعنی باعتبار الفاظ طلاق) 1۔صریح۔2۔کنایہ۔

1۔صریح: صریح وہ جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو۔اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو۔اگرچہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو۔جیسے اردو میں یہ لفظ کہ "میں نے تجھے چھوڑا" صریح ہے۔اس سے ایک طلاق ہو جائے گی۔کچھ نیت ہو یا نا ہو۔

2۔کنایہ: طلاق وہ الفاظ ہیں جن سے طلاق مراد ہونا ظاہر نہ ہو۔طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہے۔(عامہ کتب)

مسئلہ: جو الفاظ طلاق کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔جب انہیں طلاق میں استعمال کیا جائے گا تو اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی اور جو الفاظ کہ طلاق کے لئے وضع نہیں کئے گئے ہیں۔بلکہ ان کا استعمال اشارۃً اور کنایۃً طلاق کی طرف ہے۔تو ایسے الفاظ کے استعمال سے طلاقِ بائن پڑتی ہے جب کہ نیتِ طلاق ہو یا حالت بتاتی ہو کہ طلاق مراد ہے۔مثلاً پیشتر طلاق کا ذکر تھا یا غصہ میں کہا۔(عامہ کتب)

مسئلہ: عورت کا حاملہ ہونا، طلاق واقع ہونے سے نہیں روکتا۔حالت حمل میں طلاق جائز و حلال ہے۔اگرچہ ایام حمل میں شوہر اس سے جماع بھی کر چکا ہو۔اب اگر طلاق بائن تھی یا طلاق رجعی تھی اور بچہ ہونے تک نہ زبانی رجعت کی نہ زوجہ کو ہاتھ لگایا تو بعد ولادت عورت نکاح سے نکل گئی اب اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور طلاق رجعی تھی اور ولادت سے قبل شوہر نے رجعت کرلی تو عورت بدستور اس کے نکاح میں ہے۔دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔(فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: عورت سے کہا طلاق طلاق طلاق۔نہ یہ کہا کہ دی نہ یہ کہا کہ تجھ کو یا اس عورت کو۔مگر قرائن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے یا وہ خود اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے تو تین طلاقیں پڑ گئیں۔بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔(فتاویٰ رضویہ)

طلاق (باعتبار حکم و نتیجہ) تین قسم کی ہے۔

1۔رجعی: وہ جس سے عورت فی الحال نکاح سے نہیں نکلتی۔عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کرلے تو وہ بدستور اس کی زوجہ

رہے گی۔ہاں عدت گزر جائے اور رجعت نہ کرے تو اس وقت نکاح سے نکلے گی۔ پھر بھی برضائے خود (باہمی رضامندی سے) نکاح کر سکتے ہیں۔

2۔بائن: وہ جس سے عورت فی الفور نکاح سے نکل جاتی ہے۔ہاں برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔عدت کے اندر خواہ بعد میں۔

3۔مغلظہ: وہ کہ عورت فوراً نکاح سے نکل بھی گئی اور کبھی ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ جب تک حلالہ نہ ہو۔یہ تین طلاقوں سے ہوتا ہے۔خواہ ایک ساتھ دی ہوں خواہ برسوں کے فاصلے سے۔رجعی دی ہوں یا بائن۔یا بعض رجعی بعض بائن۔

طلاق کے سینکڑوں لفظ ہیں۔بعض سے رجعی پڑتی ہے۔بعض سے بائن اور بعض مغلظہ۔(فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ:عورت کو طلاق نہیں دی ہے مگر لوگوں سے کہتا ہے کہ میں طلاق دے آیا تو طلاق ہو جائے گی۔یوں ہی ایک طلاق دی ہے اور لوگوں سے کہتا ہے تین دی ہیں تو فیصلہ یہی ہوگا کہ تین دی ہیں۔اگرچہ کہے میں نے جھوٹ کہا تھا۔(بہار شریعت)

مسئلہ:جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں تو وہ عورت اس شوہر کے لئے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی۔اگر شوہر اس کے باوجود اس سے ہم بستری کرے تو وہ صحبت زنا ہوگی اور اگر اُسے مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی اور شرعاً سزائے زنا کا مستحق ہوگا اور اولا د ولد الزنا اور ترکہ پدری سے محروم ہوگی۔(فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ:شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو عورت اس سے پیچھا چھڑائے۔مہر معاف کر کے یا اپنا مال اس کو دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے غرض جس طرح بھی ممکن ہو اس سے کنارہ کشی کرے اور کسی طرح وہ نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کرلے اور اس کی پوری کوشش کرے کہ صحبت نہ کرنے پائے۔عورت جب ان باتوں پر عمل کرے گی تو معذور ہے اور شوہر بہر حال گناہ گار ہے۔(درمختار۔فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ:شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔عدت گزرنے پر کچھ لوگوں نے اس عورت کا نکاح کسی اور سے شرعی طریقہ پر کرا دیا۔اب شوہر ثانی اگر بے صحبت کئے اسے طلاق دے بھی دے جب بھی عورت شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہو سکتی کہ بحکم قرآن وحدیث دوسرے شوہر کا اس سے صحبت کرنا ضروری ہے۔

تنبیہ:یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی بیشی درکنار، لہجے کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے۔سخت احتیاط درکار ہے۔

طلاق کے بعد رجعت کا مسنون طریقہ

رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی خبر کر دے کہ وہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرے اور اس صورت میں کہ قول سے رجعت کی مگر رجعت ہو جائے گی اور اگر فعل سے رجعت کی مثلاً اس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تو رجعت ہو گئی۔مگر مکروہ ہے۔اسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے

رجعت کے الفاظ کہے۔

مسئلہ: رجعت کے الفاظ یہ ہیں میں نے تجھ سے رجعت کی۔ یا تجھ کو واپس اپنے نکاح میں لیا یا روک لیا۔ یا اپنی زوجہ سے رجعت کی یہ سب صریح الفاظ ہیں ان میں بلانیت بھی رجعت ہوجائے گی اور اگر عورت سے کہا کہ تو میرے نزدیک ویسی ہی ہے جیسے تھی یا تو میری عورت ہے۔ تو اگر بہ نیت رجعت یہ الفاظ کہے رجعت ہوگئی ورنہ نہیں اور نکاح کے الفاظ سے بھی رجعت ہوجاتی ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ: حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے (یعنی شوہر اس سے ہمبستری کر چکا ہے) تو طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور یہ شوہر ثانی اس سے وطی بھی کرلے۔ اب اس شوہر ثانی کے طلاق یا موت کے بعد عدت پوری ہونے پر شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر عورت مدخولہ نہیں ہے تو پہلے شوہر کے طلاق دینے کے بعد فوراً دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے کہ اس کے لئے عدت نہیں۔ (عامہ کتب)

مسئلہ: عقد نکاح یعنی ایجاب وقبول میں یہ شرط لگائی کہ یہ صحبت کے بعد عورت کو طلاق دے دیگا۔ حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ زوج اول وثانی اور عورت تینوں گناہگار ہوں گے۔ اگرچہ عورت اس نکاح سے بھی شوہر اول کے لئے حلال ہوجائے گی اور شرط باطل ہے اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں اور اگر عقل میں شرط نہ ہوا گرچہ نیت میں ہو تو کوئی کراہت نہیں بلکہ اگر نیت خیر ہو تو مستحب ثواب ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن وسنت کے مطابق مسائل طلاق ذکر کردئے ہیں۔ طلاق ایک حساس مسئلہ ہے۔ اس میں احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔ موجودہ دور میں یونین کونسلو میں تین طلاقوں کے بعد بھی صلح کروادی جاتی ہے جو سراسر غلط اور خلاف شریعت ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالے۔ وگرنہ معاشرہ مزید بگاڑ کی طرف رواں دواں رہے گا۔ کیونکہ تین طلاقیں ہی گردانی جائیں گی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بزرگ صحابی ہیں۔ ایک دوسرے صحابی حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ ان کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوا۔ تا آنکہ دربار نبوی میں حاضر ہوکر فریقین کو لعان کرنے کا حکم ہوا۔ اسی قصہ میں ہے: **فطلقها ثلاثا قبل ان یامره النبی ﷺ قال ابن شهاب فکانت سنة المتلاعنین۔**

(الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، 2/791، طبع اصح المطابع، کراچی)

تو عویمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو (وہیں ایک مجلس میں) تینوں طلاقیں دے دیں ابن شہاب زہری کہتے ہیں: تو یہی، لعان کرنے والوں کے لئے سنت مقرر ہوگئی۔ اور ابو داؤد کی روایت میں یہ الفاظ آئے۔ **فانفذه رسول الله ﷺ۔** (السنن ابوداؤد کتاب الطلاق، باب اللعان، 1/306 طبع اصح المطابع، کراچی)

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرمایا۔"

حضرت ام المومنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "ایک شخص نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے ڈالیں۔ مطلقہ

نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔ تو اس نے اسے قبل از مقاربت طلاق دے دی۔ تو رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہے؟ فرمایا کہ نہیں! جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے مقاربت کر کے لطف اندوز نہ ہو لے۔"

(الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، 2/791 طبع اصح المطابع کراچی)

امام بدرالدین العینی، و ابن حجر العسقلانی اس کی شرح میں بتلاتے ہیں کہ "ظاہر ہے کہ یہ تین اکٹھی طلاقیں تھیں۔"

(عمدۃ القاری و فتح الباری۔ یہی مقام)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: طلقنی زوجی ثلثا وھو خارج الی الیمن، فاجاز ذلك رسول اللہ ﷺ۔ "میرے شوہر یمن روانہ ہوتے وقت مجھے تینوں طلاقیں (اکٹھیں یک مشت) دے گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں موثر قرار دیا ہے۔" (السنن ابن ماجہ، ابواب الطلاق باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد صفحہ 147 طبع ادارۃ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

غیر مقلد حضرات کے سب سے بڑے محدث ناقد شیخ محمد ناصر الدین الالبانی نے اس حدیث کے بارے میں کہا: "صحیح" یہ حدیث صحیح ہے۔ (صحیح سنن ابن ماجہ الالبانی کتاب الطلاق باب من طلق ثلاثا مجلس واحد حدیث 1644,24,20 (1/343) طبع ریاض)

اور بھی بہت سی احادیث مقدسہ ہیں جن میں مسئلہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ام المومنین ام سلمہ، حضرت ام المومنین حفصہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت امام حسن، حضرت زید بن ثابت الانصاری، حضرت ابو سعید الخدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عمران بن حسین، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ اور بیس اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس مسئلے پر بیسیوں فیصلے اور فتوے کتب احادیث میں سینکڑوں مقامات پہ پھیلے ہوئے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دیں تو تین ہی ہوں گی۔

بہت سے اکابر ائمہ دین اعاظم مفسرین و افاضل محدثین مثلاً امام ابوبکر الجصاص رازی۔ امام حافظ ابن حجر العسقلانی، امام قرطبی اور امام جد ابن تیمیہ "ابوالبرکات ابن تیمیہ" اور دیگر حضرات نے اس پر صحابہ کرام کا اجماع نقل فرمایا کہ ایک وقت کی تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی ہوتی ہیں۔ اس پر چاروں فقہوں کے چاروں اماموں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا اجماع و اتفاق ہے اور یہی مذاہب اربعہ کے ہزاروں، لاکھوں فقہاء و مفسرین، محدثین و ائمہ دین کا متفقہ فیصلہ ہے۔ دیکھئے سینکڑوں کتب وقت شروح حدیث و کتب فقہ و فتاویٰ بر مذاہب اربعہ۔"

سعودی عرب کی فتویٰ دینے والی اتھارٹی کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ ایک وقت کی تین طلاق سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ)

2185 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَيْمَنَ، مَوْلَى عُرْوَةَ، يَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ، وَأَبُو الزُّبَيْرِ يَسْمَعُ، قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا؛ قَالَ: طَلَّقَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ

عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَرَدَّهَا عَلَيَّ، وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا، وَقَالَ: إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ اَوْ لِيُمْسِكْ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَقَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ) (الطلاق: 1) فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَاَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَزَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، وَاَبُو الزُّبَيْرِ، وَمَنْصُورٌ، عَنْ اَبِي وَائِلٍ، مَعْنَاهُمْ كُلُّهُمْ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَمَرَهُ اَنْ يُرَاجِعَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ، وَإِنْ شَاءَ اَمْسَكَ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَاَمَّا رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، وَنَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَمَرَهُ اَنْ يُرَاجِعَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ، وَإِنْ شَاءَ اَمْسَكَ، وَرُوِيَ، عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَ رِوَايَةِ نَافِعٍ، وَالزُّهْرِيِّ، وَالْاَحَادِيثُ كُلُّهَا عَلٰى خِلَافِ مَا قَالَ: اَبُو الزُّبَيْرِ

ابوزبیر بیان کرتے ہیں: انہوں نے عبدالرحمن بن ایمن کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا، ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جو اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دیتا ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں عبداللہ بن عمر نے اپنی اہلیہ کو، حیض کے دوران، طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا، اور عرض کی: عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دی ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عورت مجھے واپس کروا دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ سمجھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ عورت پاک ہو جائے گی، اس وقت وہ اسے طلاق دے یا ساتھ رکھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے آغاز میں دو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت، یونس بن جبیر، انس بن سیرین، سعید بن جبیر، زید بن اسلم، ابوزبیر اور منصور نے ابووائل کے حوالے سے نقل کی ہے۔ ان سب کا مفہوم یہی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس خاتون سے رجوع کر لیں، پھر جب وہ پاک ہو جائے، تو اگر وہ چاہیں تو اسے طلاق دے دیں، اور اگر چاہیں تو اسے اپنے ساتھ رکھیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسی طرح کی روایت محمد بن عبدالرحمان نے سالم کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے، (وہ یہ ہے:)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا، وہ اس عورت سے رجوع کر لیں، جب وہ پاک ہو جائے، پھر جب (اگلی مرتبہ) اسے حیض

آئے، پھر جب وہ پاک ہو، پھر اگر وہ چاہیں تو اسے طلاق دے دیں اور اگر چاہیں تو اسے اپنے ساتھ رکھیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عطاء خراسانی نے حسن کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، نافع اور زہری کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، اور یہ تمام روایات ابوزبیر کی نقل کردہ روایت کے برخلاف ہیں۔

طلاق دینے محل کا بیان

یعنی تم لوگ طلاق دینے کے معاملہ میں یہ جلد بازی نہ کیا کرو کہ جونہی میاں بیوی میں کوئی جھگڑا ہوا، فوراً ہی غصے میں آکر طلاق دے ڈالی، اور نکاح کا جھٹکا اس طرح کیا کہ رجوع کی گنجائش بھی نہ چھوڑی۔ بلکہ جب تمہیں بیویوں کو طلاق دینا ہو تو ان کی عدت کے لیے دیا کرو۔ عدت کے لیے طلاق دینے کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی یہاں مراد بھی ہیں:

ایک مطلب اس کا یہ ہے کہ عدت کا آغاز کرنے کے لیے طلاق دو، یا بالفاظ دیگر اس وقت طلاق دو جس سے ان کی عدت شروع ہوتی ہو۔ یہ بات سورہ بقرہ آیت 228 میں بتائی جا چکی ہے کہ جس مدخولہ عورت کو حیض آتا ہو اس کی عدت طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض آنا ہے۔ اس حکم کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو عدت کا آغاز کرنے کے لیے طلاق دینے کی صورت لازماً یہی ہوسکتی ہے کہ عورت کو حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے، کیوں کہ اس کی عدت اس حیض سے شروع نہیں ہوسکتی جس میں اسے طلاق دی گئی ہو، اور اس حالت میں طلاق دینے کے معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ کے حکم کے خلاف عورت کی عدت تین حیض کے بجائے چار حیض بن جائے۔ مزید براں اس حکم کا تقاضا یہ بھی ہے کہ عورت کو اس طہر میں طلاق نہ دی جائے جس میں شوہر اس سے مباشرت کر چکا ہو، کیونکہ اس صورت میں طلاق دیتے وقت شوہر اور بیوی دونوں میں سے کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ آیا مباشرت کے نتیجے میں کوئی حمل قرار پا گیا ہے یا نہیں، اس وجہ سے عدت کا آغاز نہ اس مفروضے پر کیا جا سکتا ہے کہ یہ عدت آئندہ حیضوں کے اعتبار سے ہوگی اور نہ اسی مفروضے پر کیا جا سکتا ہے کہ یہ حاملہ عورت کی عدت ہوگی۔ پس یہ حکم بیک وقت دو باتوں کا مقتضی ہے۔ ایک یہ کہ حیض کی حالت میں طلاق نہ دی جائے۔ دوسرے یہ کہ طلاق یا تو اس طہر میں دی جائے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو، یا پھر اس حالت میں دی جائے جبکہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو۔ غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ طلاق پر یہ قیدیں لگانے میں بہت بڑی مصلحتیں ہیں۔ حیض کی حالت میں طلاق نہ دینے کی مصلحت یہ ہے کہ یہ وہ حالت ہوتی ہے جس میں عورت اور مرد کے درمیان مباشرت ممنوع ہونے کی وجہ سے ایک طرح کا بُعد پیدا ہو جاتا ہے، اور طبی حیثیت سے بھی یہ بات ثابت ہ کہ اس حالت میں عورت کا مزاج معمول پر نہیں رہتا۔ اس لیے اگر اس وقت دونون کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو عورت اور مرد دونوں اسے رفع کرنے کے معاملہ میں ایک حد تک بے بس ہوتے ہیں، اور جھگڑے سے طلاق تک نوبت پہنچانے کے بجائے اگر عورت کے حیض سے فارغ ہونے تک انتظار کر لیا جائے تو اس امر کا کافی امکان ہوتا ہے کہ عورت کا مزاج بھی معمول پر آجائے اور دونوں کے درمیان فطرت نے جو طبعی کشش رکھی ہے وہ بھی اپنا کام کر کے دونوں کو پھر سے جوڑ دے۔ اسی طرح جس طہر میں مباشرت کی جا چکی ہو اس میں طلاق کے ممنوع ہونے کی مصلحت یہ ہے کہ اس زمانے میں اگر حمل قرار پا جائے تو مرد اور عورت، دونوں میں سے کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہوسکتا۔ اس لیے وہ وقت طلاق دینے کے لیے موزوں نہیں ہے۔ حمل کا علم ہو جانے کی صرت میں تو مرد بھی دس مرتبہ سوچے گا کہ جس عورت کے پیٹ

میں اس کا بچہ پرورش پا رہا ہے اسے طلاق دے یا نہ دے، اور عورت بھی اپنے اور اپنے بچے کے مستقبل کا خیال کر کے شوہر کی ناراضی کے اسباب دور کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔ لیکن اندھیرے میں بے سوچے سمجھے تیر چلا بیٹھنے کے بعد اگر معلوم ہو کہ حمل قرار پا چکا تھا، تو دونوں کو پچھتانا پڑے گا۔

یہ تو ہے ''عدت کے لیے'' طلاق دینے پہلا مطلب، جس کا اطلاق صرف ان مدخولہ عورتوں پر ہوتا ہے جن کو حیض آتا ہو اور جن کے حاملہ ہونے کا امکان ہو۔ اب رہا اس کا دوسرا مطلب، تو وہ یہ ہے کہ طلاق دینا ہو تو عدت تک کے لیے طلاق دو، یعنی بیک وقت تین طلاق دے کر ہمیشہ کی علیحدگی کے لیے طلاق نہ دے بیٹھو، بلکہ ایک، یا حد سے حد دو طلاقیں دے کر عدت تک انتظار کرو تا کہ اس مدت میں ہر وقت تمہارے لیے رجوع کی گنجائش باقی رہے۔ اس مطلب کے لحاظ سے یہ حکم ان مدخولہ عورتوں کے معاملہ میں بھی مفید ہے جن کو حیض آتا ہو اور ان کے معاملہ میں بھی مفید ہے جن کو حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا جنہیں ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، یا جن کا طلاق کے وقت حاملہ ہونا معلوم ہو، اس فرمان الٰہی کی پیروی کی جائے تو کسی شخص کو بھی طلاق دے کر پچھتانا نہ پڑے، کیونکہ اس طرح طلاق دینے سے عدت کے اندر رجوع بھی ہو سکتا ہے، اور عدت گزر جانے کے بعد بھی یہ ممکن رہتا ہے کہ سابق میاں بیوی پھر باہم رشتہ جوڑنا چاہیں تو از سر نو نکاح کر لیں۔

طَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کے یہی معنی اکابر مفسرین نے بیان کیے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''طلاق حیض کی حالت میں نہ دے، اور نہ اس طہر میں دے جس کے اندر شوہر مباشرت کر چکا ہو، بلکہ اسے چھوڑے رکھے یہاں تک کہ حیض سے فارغ ہو کر وہ طاہر ہو جائے۔ پھر اسے ایک طلاق دے دے۔ اس صورت میں اگر وہ رجوع نہ بھی کرے اور عدت گزر جائے تو وہ صرف ایک ہی طلاق سے جدا ہو گی'' (ابن جریر)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''عدت کے لیے طلاق یہ ہے کہ طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دی جائے''۔ یہی تفسیر حضرت عبداللہ بن عمر، مجاہد، میمون بن مہران، مقاتل بن حیان، اور ضحاک رحمہم اللہ سے مروی ہے (ابن کثیر) عکرمہ اس کا مطلب بیان کرتے ہیں ''طلاق اس حالت میں دے کہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو، اور اس حالت میں نہ دے کہ وہ اس سے مباشرت کر چکا ہو اور کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ حاملہ ہو گئی ہے یا نہیں'' (ابن کثیر)۔ حضرت حسن بصری اور ابن سیرین، دونوں کہتے ہیں ''طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دی جائے، یا پھر اس حالت میں دی جائے جبکہ حمل ظاہر ہو چکا ہو'' (ابن جریر)۔

اس آیت کے منشا کو بہترین طریقہ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر واضح فرمایا تھا جب حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیلات قریب قریب حدیث کی تمام کتابوں میں نقل ہوئی ہیں، اور وہی درحقیقت اس معاملہ میں قانون کی ماخذ ہیں۔ قصہ اس کا یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ''اس کو حکم دو کہ بیوی سے رجوع کر لے اور اسے اپنی زوجیت میں روکے رکھے یہاں تک کہ وہ طاہر ہو، پھر اسے حیض آئے اور اس سے بھی فارغ ہو کر وہ پاک ہو جائے، اس کے بعد اگر وہ اسے طلاق دینا چاہے تو طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دے۔

یہی وہ عدت ہے جس کے لیے طلاق دینے کا اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے"۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ "یا تو طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دے، یا پھر ایسی حالت میں دے جبکہ اس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو"

اس آیت کے منشا پر مزید روشنی چند اور احادیث بھی ڈالتی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ سے منقول ہیں۔ نسائی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر غصے میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا "أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟" "کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟" اس حرکت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کی کیفیت دیکھ کر ایک شخص نے پوچھا کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ عبدالرزاق نے حضرت عبادہ بن الصامت کے متعلق روایت نقل کی ہے کہ ان کے والد نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں۔ انہوں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: بانت منه بثالث فی معصية الله تعالیٰ، و بقی تسع مأة و سبع و تسعون ظُلماً و عُدوانًا. ان شاء الله عذّبه وان شاء غفر له"

تین طلاقوں کے ذریعہ سے تو اللہ کی نافرمانی کے ساتھ وہ عورت اس سے جدا ہو گئی، اور 997 ظلم اور عدوان کے طور پر باقی رہ گئے جن پر اللہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے"۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے قصے کی جو تفصیل دارقطنی اور ابن ابی شیبہ میں روایت ہوئی ہے اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عبداللہ بن عمر کو بیوی سے رجوع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے پوچھا اگر میں اس کو تین طلاق دے دیتا تو کیا پھر بھی میں رجوع کر سکتا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: لا، كانت تبين منك و كانت معصيةً "نہیں، وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور یہ فعل معصیت ہوتا"۔ ایک روایت میں آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ: اذاً قد عصيت ربك و بانت منك امرأتك۔ "اگر تم ایسا کرتے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو جاتی"۔

صحابہ کرام سے اس بارے میں جو فتاویٰ منقول ہیں وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی ارشادات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مؤطا میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا "پھر اس پر تمہیں کیا فتویٰ دیا گیا؟" اس نے عرض کیا "مجھ سے کہا گیا ہے کہ عورت مجھ سے جدا ہو گئی"۔ آپ نے فرمایا صدقوا، ھو مثل مایقولون، "لوگوں نے سچ کہا، مسئلہ یہی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں"۔ عبدالرزاق نے علقمہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے اپنی بیوی کو 99 طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے فرمایا ثلاث تبینھا وسائرھن عدوان۔ "تین طلاقیں اسے جدا کرتی ہیں، باقی سب زیادتیاں ہیں"۔ وکیع بن الجراح نے اپنی سنن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، دونوں کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ انہوں نے فرمایا بانت منك بثلاث "وہ تین طلاقوں سے تجھ سے جدا ہو گئی"۔ ایسا ہی واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تو انہوں

نے جواب دیا: بانت منك بثلاث و اقسم سائرهن علی نسائك. ''تین طلاقوں سے تو وہ تجھ سے جدا ہوگئی، باقی طلاقوں کو اپنی دوسری عورتوں پر تقسیم کرتا پھر''۔ ابوداؤد اور ابن جریر نے تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ مجاہد کی روایت نقل کی ہے کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ ابن عباس سن کر خاموش رہے، حتیٰ کہ میں نے خیال کیا شاید یہ اس کی بیوی کو اس کی طرف پلٹا دینے والے ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا ''تم میں سے ایک شخص پہلے طلاق دینے میں حماقت کا ارتکاب کر گزرتا ہے، اس کے بعد آ کر کہتا ہے یا ابن عباسؓ، یا ابن عباس۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا، اور تو نے اللہ سے تقویٰ نہیں کیا۔ اب میں تیرے لیے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی''۔ ایک اور روایت جسے مؤطاء اور تفسیر ابن جریر میں کچھ لفظی فرق کے ساتھ مجاہد ہی سے نقل کیا گیا ہے، اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، پھر ابن عباس سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا ''تین طلاقوں سے تو وہ تجھ سے جدا ہوگئی، باقی 97 سے تُو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی اور تُو نے اللہ کا خوف نہیں کیا کہ وہ تیرے لیے اس مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کرتا'' امام طحاوی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور اس نے کہا میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: اِنَّ عمك عصی اللہ فَاَثِم و اطاع الشیطان فلم یجعل لہ مخرجاً ''تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی اور گناہ کا ارتکاب کیا اور شیطان کی پیروی کی۔ اللہ نے اس کے لیے اس مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رکھا ہے۔'' ابوداؤد اور مؤطاء میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دیں، پھر اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہا اور فتویٰ پوچھنے نکلا۔ حدیث کے راوی محمد بن بکیر کہتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا دونوں کا جواب یہ تھا انك ارسلت من یدك ما کان من فضل۔ ''تیرے لیے جو گنجائش تھی تو نے اسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا''۔ زمخشری نے کشاف میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جو شخص بھی ایسا آتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں اسے وہ مارتے تھے اور اس کی طلاقوں کو نافذ کر دیتے تھے۔ سعید بن منصور نے یہی بات صحیح سند کے ساتھ حضرت انس کی روایت سے نقل کی ہے۔ اس معاملہ میں صحابہ کرام کی عام رائے ، جسے ابن ابی شیبہ اور امام محمد نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، یہ تھی کہ ان الصحابة رضی اللہ عنهم کانو یستحبون ان یطلقها واحدة ثم یترکها حتی تحیض ثلاثة حیض. ''صحابہ رضی اللہ عنہم اسبات کو پسند کرتے تھے کہ آدمی بیوی کو صرف ایک طلاق دے دے اور اس کو چھوڑے رکھے یہاں تک کہ اسے تین حیض آ جائیں''۔ یہ ابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں۔ اور امام محمد کے الفاظ یہ ہیں: کانو ایستحبون ان لا تزید و ا فی الطلاق علی واحدة حتی تنقضی العدة۔ ''ان کو پسند یہ طریقہ تھا کہ طلاق کے معاملہ میں ایک سے زیادہ نہ بڑھیں یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے''

ان احادیث و آثار کی مدد سے قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات کا منشا سمجھ کر فقہائے اسلام نے جو مفصل قانون مرتب کیا ہے اسے ہم حصل میں نقل کرتے ہیں۔

1)۔ حنفیہ طلاق کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں: احسن، حَسَن اور بدعی۔ احسن طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے طہر میں جس کے اندر اس نے مجامعت نہ کی ہو، صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دے۔ حَسَن یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ اس صورت میں تین طہروں میں تین طلاق دینا بھی سنت کے خلاف نہیں ہے۔ اگرچہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ اور طلاق بدعت یہ ہے کہ آدمی بیک وقت تین طلاق دے دے، یا ایک ہی طہر کے اندر الگ الگ اوقات میں تین طلاق دے، یا حیض کی حالت میں طلاق دے، یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وہ مباشرت کر چکا ہو۔ ان میں سے جو فعل بھی وہ کرے گا گناہگار ہوگا۔ یہ تو ہے حکم ایسی مدخولہ عورت کا جسے حیض آتا ہو۔ رہی غیر مدخولہ عورت تو اسے سنت کے مطابق طہر اور حیض دونوں حالتوں میں طلاق دی جا سکتی ہے۔ اور اگر عورت ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا ابھی آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، تو اسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے۔ اور عورت حاملہ ہو تو مباشرت کے بعد اسے بھی طلاق دی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کا حاملہ ہونا پہلے ہی معلوم ہے۔ لیکن ان تینوں قسم کی عورتوں کو سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ بعد طلاق دی جائے، اور احسن یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ (ہدایہ، فتح القدیر، احکام القرآن للجصاص، عمدۃ القاری)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ سُنی، بدعی مکروہ، اور بدعی حرام۔ سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ مدخولہ عورت کو جسے حیض آتا ہو، طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ بدعی مکروہ یہ ہے کہ ایسے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں آدمی مباشرت کر چکا ہو، یا مباشرت کیے بغیر ایک طہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دی جائیں، یا عدت کے اندر الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی جائیں۔ اور بدعی حرام یہ ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دی جائے۔ (حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر۔ احکام القرآن لابن العربی)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا معتبر مذہب یہ ہے جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے: مدخولہ عورت جس کو حیض آتا ہو اسے سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر اسے طلاق دی جائے، پھر اسے چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ لیکن اگر اسے تین طہروں میں تین الگ الگ طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی جائیں، یا حیض کی حالت میں طلاق دی جائے، یا ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت کی گئی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو، تو یہ سب طلاق بدعت اور حرام ہیں۔ لیکن اگر عورت غیر مدخولہ ہو، یا ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، یا حاملہ ہو، تو اس کے معاملہ میں نہ وقت کے لحاظ سے سنت و بدعت کا کوئی فرق ہے نہ تعداد کے لحاظ سے۔ (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذہب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلاق کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا فرق کے لحاظ سے ہے نہ کہ تعداد سے یعنی مدخولہ عورت جس کو حیض آتا ہو' سے حیض کی حالت میں طلاق دینا' یا جو حاملہ ہو سکتی ہو اسے ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو' بدعت اور حرام ہے۔ رہی طلاقوں کی تعداد، تو خواہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں، نے یا

یک ہی طہر میں دی جائیں، یا الگ الگ طہروں میں دی جائیں، بہر حال یہ سنت کے خلاف نہیں ہے۔ اور غیر مدخولہ عورت جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا حیض آیا ہی نہ ہو، یا جس کا حاملہ ہونا ظاہر ہو، اس کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ (مغنی المحتار)

(2) کسی طلاق کے بدعت، مکروہ، حرام، یا گناہ ہونے کا مطلب ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ وہ واقع ہی نہ ہو۔ چاروں مذاہب میں طلاق، خواہ حیض کی حالت میں دی گئی ہو، یا بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئی، یا ایسے طہر میں طلاق دی گئی ہو جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو، یا کسی اور ایسے طریقے سے دی گئی ہو جسے کسی امام نے بدعت قرار دیا ہے، بہر حال واقع ہو جاتی ہے، اگر چہ آدمی گناہ گار ہوتا ہے۔ لیکن بعض دوسرے مجتہدین نے اس مسئلے میں ائمہ اربعہ سے اختلاف کیا ہے۔

سعید بن المسیب اور بعض دوسرے تابعین کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کے خلاف حیض کی حالت میں طلاق دے دے اس کی طلاق سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی۔ یہی رائے امامیہ کی ہے۔ اور اس رائے کی بنیاد یہ ہے کہ ایسا کرنا چونکہ ممنوع اور بدعت محرمہ ہے اس لئے یہ غیر مؤثر ہے۔ حالانکہ اوپر جو احادیث ہم نقل کر آئے ہیں ان میں یہ بیان ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے جب بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو حضور نے انہیں رجوع کا حکم دیا۔ اگر یہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تھی تو رجوع کا حکم دینے کے کیا معنی؟ اور یہ بھی بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک سے زیادہ طلاق دینے والے کو اگر چہ گناہ گار قرار دیا ہے، مگر اس کی طالق کو غیر مؤثر قرار نہیں دیا۔

طاؤس اور عکرمہ کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو صرف ایک طالق واقع ہوتی ہے، اور اسی رائے کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ ان کی اس رائے کا ماخذ یہ روایت ہے کہ ابوالصہباء نے ابن عباس سے پوچھا "کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں تین طاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا"؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم، ابوداؤد اور مسند احمد میں ابن عباس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "رسول ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سوالوں میں تین طلاق کو ایک قرار دیا جاتا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ ایک ایسے معاملہ میں جلد بازی کرنے لگے ہیں جس میں ان کے لئے سوچ سمجھ کر کام کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اب کیوں نہ ہم ان کے اس فعل کو نافذ کر دیں؟ چنانچہ انہوں نے اسے نافذ کر دیا"

لیکن یہ رائے کئی وجوہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ اول تو متعدد روایات کے مطابق ابن عباس کا اپنا فتویٰ اس کے خلاف تھا جیسا کہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ دوسرے یہ بات ان احادیث کے بھی خلاف پڑتی ہے جو نبی ﷺ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہوئی ہیں، جن میں بیک وقت تین طلاق دینے والے کے متعلق یہ فتویٰ دیا گیا ہے کہ اس کی تینوں طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ یہ احادیث بھی ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں۔ تیسرے، خود ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کے مجمع میں تین طاقوں کو نافذ کرنے کا اعلان فرمایا تھا، لیکن نہ اس وقت، نہ اس کے بعد کبھی صحابہ میں سے

کسی نے اس سے اختلاف کا اظہار کیا۔ اب کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنت کے خلاف کسی کام کا فیصلہ کر سکتے تھے؟ اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہ اس سکوت بھی پر اختیار کر سکتے تھے؟ مزید براں رکانہ بن عبید یزید کے قصے میں ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دارمی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رکانہ نے جب ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حلف دے کر پوچھا کہ ان کی نیت ایک ہی طلاق دینے کی تھی؟ (یعنی باقی دو طلاقیں پہلی طلاق پر زور دینے کے لئے ان کی زبان سے نکلی تھیں، تین طلاق دے کر ہمیشہ کے لئے جدا کر دینا مقصود نہ تھا) اور جب انہوں نے یہ حلفیہ بیان دیا تو آپ نے ان کو رجوع کا حق دے دیا۔

اس سے اس معاملہ کی اصل حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ ابتدائی دور میں کس قسم کی طلاقوں کو ایک کے حکم میں رکھا جاتا تھا۔ اسی بنا پر شارحین حدیث نے ابن عباس کی روایت کا یہ مطلب لیا ہے کہ ابتدائی دور میں چونکہ لوگوں کے اندر دینی معاملات میں خیانت قریب مفقود تھی، اس لئے تین طلاقیں محض پہلی طلاق پر زور دینے کے لئے اس کی زبان سے نکلی تھیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لوگ پہلے جلد بازی کر کے تین تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں اور پھر تاکید کا بہانہ کرتے ہیں تو انہوں نے اس بہانے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ امام نووی اور امام سبکی نے اسے ابن عباس والی روایت کی بہترین تاویل قرار دیا ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ خود ابوالصباء کی ان روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے جو ابن عباس کے قول کے بارے میں ان سے مروی ہیں۔

مسلم اور ابوداؤد اور نسائی نے انہی ابوالصباء سے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ ان کے دریافت کرنے پر ابن عباس نے فرمایا" ایک شخص جب خلوت سے پہلے بیوی کو تین طلاقیں دیتا تھا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں اس کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا" اس طرح ایک ہی راوی نے ابن عباس سے دو مختلف مضمونوں کی روایتیں نقل کی ہیں اور یہ اختلاف دونوں روایتوں کو کمزور کر دیتا ہے۔

(3) حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کو چونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کا حکم دیا تھا، اس لئے فقہاء کے درمیان یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ یہ حکم کس معنی ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، اسحاق بن راہویہ اور ابوثور کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو رجوع کا حکم تو دیا جائے گا مگر رجوع پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری)

ہدایہ میں حنفیہ کا مذہب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس صورت میں رجوع کرنا نہ صرف مستحب بلکہ واجب ہے۔ مغنی المحتاج میں شافعیہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حیض میں طلاق دی ہو اور تین نہ دے ڈالی ہوں اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ رجوع کرے، اور اس کے بعد والے طہر میں طلاق نہ دے بلکہ اس کے گزرنے کے بعد جب دوسری مرتبہ عورت حیض سے فارغ ہو تب طلاق دینا چاہے تو دے، تاکہ حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع محض کھیل کے طور پر نہ ہو۔

الانصاف میں حنابلہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ اس حالت میں طلاق دینے والے کے لئے رجوع کرنا مستحب ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا جرم قابل دست اندازی پولیس ہے۔ عورت خواہ مطالبہ کرے یا نہ کرے، بہر حال حاکم کا یہ فرض ہے کہ جب کسی شخص کا یہ فعل اس کے علم میں آئے تو وہ اسے رجوع پر مجبور کر

ے اور عدت کے آخری وقت تک اس پر دباؤ ڈلتا رہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے قید کردے۔ پھر بھی انکار کرے تو اسے مارے۔ اس پر نہ مانے تو حاکم خود فیصلہ کردے کہ "میں نے تیری بیوی تجھ پر واپس کردی" اور حاکم کا یہ فیصلہ رجوع ہوگا جس کے بعد مرد کے لئے اس عورت سے مباشرت کرنا جائز ہوگا، خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، کیونکہ حاکم کی نیت کی قائم مقام ہے۔
(حاشیہ الدسوقی)

مالکیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس شخص نے طوعا و کرہا حیض میں دی ہوئی رجوع کرلیا ہو وہ اگر طلاق ہی دینا چاہے تو اس کے لئے مستحب طریقہ یہ ہے کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے اس کے بعد والے طہر میں سے طلاق نہ دے بلکہ جب دوبارہ حیض آنے کے بعد وہ طاہر ہو اس وقت طلاق دے۔ طلاق سے متصل والے طہر میں طلاق نہ دینے کا حکم دراصل اس لئے دیا گیا ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کا رجوع صرف زبانی کلامی نہ ہو بلکہ اسے طہر کے زمانے میں عورت سے مباشرت کرنی چاہیے پھر جس طہر میں مباشرت کی جاچکی ہو اس میں طلاق دینا چونکہ ممنوع ہے، لہٰذا طلاق دینے کا صحیح وقت اس کے والا طہر ہی ہے۔
(حاشیہ الدسوقی)

(4) رجوعی طلاق دینے والے کے لئے رجوع کا موقع کس وقت تک ہے؟ اس میں بھی فقہاء کے درمیان سے مراد تین حیض ہیں یا تین طہر؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے اور امام احمد بن حنبل کا معتبر مذہب بھی یہی ہے۔ یہ رائے چاروں خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوالدردا، عبادہ بن صامت اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ امام محمد نے مؤطا میں شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ رسول ﷺ کے 13 صحابیوں سے ملے ہیں، اور ان سب کی رائے یہی تھی۔ اور یہی بکثرت تابعین نے بھی اختیار کی ہے۔

اس اختلاف کی بنا شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک تیسرے حیض میں داخل ہوتے ہی عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے، اور مرد کا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر طلاق حیض کی حالت میں دی گئی ہو، اس حیض کا شمار عدت میں نہ ہوگا، بلکہ چوتھے حیض میں داخل ہونے پر عدت ختم ہوگی۔ (مغنی المحتاج حاشیہ الدسوقی)

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر تیسرے حیض میں دس دن گزرنے پر خون بند ہو تو عورت کی عدت ختم نہ ہوگی جب تک عورت غسل نہ کرے، یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب عورت تیمم کر کے نماز پڑھ لے اس وقت مرد کا حق رجوع ختم ہوگا، اور امام محمد کے نزدیک تیمم کرتے ہی حق رجوع ختم ہو جائے گا (ہدایہ) امام احمد کا معتبر مذہب جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ جب تک عورت تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کرلے مرد کا حق رجوع باقی رہے گا۔ (الانصاف)

(5) رجوع کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح نہیں ہوتا؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو وہ عدت ختم ہونے سے پہلے چاہے رجوع کرسکتا ہے، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ قرآن مجید (سورہ بقرہ، آیت 228) میں فرمایا گیا ہے وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ ان کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں واپس لے لینے

کے پوری طرح حق دار ہیں" اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے تک ان کی زوجیت برقرار رہتی ہے اور وہ انہیں قطعی طور پر چھوڑ دینے سے پہلے واپس لے سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر رجوع کوئی تجدید نکاح نہیں ہے کہ اس کے لئے عورت کی رضا ضروری ہو۔ شافعیہ کے نزدیک رجوع صرف قول ہی سے ہوسکتا ہے، عمل سے نہیں ہوسکتا۔ اگر آدمی زبان سے یہ نہ کہے کہ میں نے رجوع کیا تو مباشرت یا اختلاط کا کوئی فعل خواہ رجوع کی نیت ہی سے کیا گیا ہو، رجوع قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس صورت میں عورت سے ہر قسم سے کا استمتاع حرام ہے چاہے وہ بلا شہوت ہی ہو۔ لیکن مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ علماء کا اس کے حرام ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ البتہ جو اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اسے تعزیز دی جائے گی۔ مزید براں آدمی رجوع بالقول کرے یا نہ کرے۔ (مغنی المحتاج)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رجوع قول اور فعل، دونوں سے ہوسکتا ہے۔ اگر رجوع بالقول میں آدمی صریح الفاظ استعمال کرے تو خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، رجوع ہو جائے گا، بلکہ اگر وہ مذاق کے طور پر بھی رجوع قرار دیے جائیں گے جبکہ وہ رجوع کی نیت سے کہے گئے ہوں۔ رہا رجوع بالفعل تو کوئی فعل خواہ وہ اختلاط ہو، یا مباشرت، اس وقت تک رجوع قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ وہ رجوع کی نیت سے نہ کیا گیا ہو۔ (حاشیہ الدسوقی۔ احکام القرآن لابن العربی)

احناف اور حنابلہ کا مسلک رجوع بالقول کے معاملہ میں وہی جو مالکیہ کا ہے۔ رہا رجوع بالفعل، تو مالکیہ کے برعکس ان دونوں مذاہب کا فتویٰ یہ ہے کہ شوہر اگر عدت کے اندر مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کر لے تو وہ آپ سے آپ رجوع ہے، خواہ وہ مباشرت سے کم کسی درجے کا ہو، اور حنابلہ محض اختلاط کو رجوع نہیں مانتے۔ (ہدایہ، فتح القدیر، عمدۃ القاری، الانصاف)

(6) طلاق سنت اور طلاق بدعت کے نتائج کا فرق یہ ہے کہ ایک طلاق یا دو طلاق دینے کی صورت میں اگر عدت گزر بھی جائے تو مطلقہ عورت اور اس کے سابق شوہر کے درمیان باہمی رضامندی سے پھر نکاح ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر آدمی تین طلاق دے چکا ہو تو نہ عدّت کے اندر رجوع ممکن ہے اور نہ عدّت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے۔ الّا یہ کہ اُس عورت کا نکاح کسی اور شخص سے ہو، وہ نکاح صحیح نوعیت کا ہو، دوسرا شوہر اُس عورت سے مباشرت بھی کر چکا ہو، پھر یا تو وہ اسے طلاق دے دے یا مر جائے۔ اس کے بعد اگر عورت اور اس کا سابق شوہر رضامندی کے ساتھ از سرِ نو نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ احادیث کی اکثر کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، اور اس دوسرے شوہر کے ساتھ اس کی خلوت بھی ہوئی مگر مباشرت نہیں ہوئی، پھر اس نے اسے طلاق دے دی، اب کیا اس عورت کا اپنے ساق شوہر سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا: لا حتّٰی یذوق الاٰخر من عسیلتها ما ذاق الاول۔ "نہیں، جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے اسی طرح لطف اندوز نہ ہو چکا ہو جس طرح پہلا شوہر ہوا تھا"۔ رہ سازشی نکاح، جس میں پہلے سے یہ طے شدہ ہو کہ عورت کو سابق شوہر کے لیے حلال کرنے کی خاطر ایک آدمی اس سے نکاح کرے گا اور مباشرت کرنے کے بعد اسے طلاق دے دے گا، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے تحلیل تو ہوجائے گی، مگر یہ فعل مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعن اللہ المحلل و المحلل له ''اللہ نے تحلیل کرنے والے اور تحلیل کرانے والے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: الا اخبر کم بالتیس المستعار؟ ''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کرائے کا سانڈ کون ہوتا ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا ھو المحلل، لعن اللہ المحلل و المحلل له.'' وہ تحلیل کرنے والا ہے۔ خدا کی لعنت ہے تحلیل کرنے والے پر بھی اور اس شخص پر بھی جس کے لیے تحلیل کی جائے'' (ابن ماجہ۔ دارقطنی)۔ (تفہیم القرآن، مودودی)

بَابُ الرَّجُلِ يُرَاجِعُ، وَلَا يُشْهِدُ

باب: آدمی کا گواہ بنائے بغیر رجوع کر لینا

2186 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ، أَنَّ جَعْفَرَ بْنَ سُلَيْمَانَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ، ثُمَّ يَقَعُ بِهَا، وَلَمْ يُشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا، وَلَا عَلَى رَجْعَتِهَا، فَقَالَ: طَلَّقْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، وَرَاجَعْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، أَشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا، وَعَلَى رَجْعَتِهَا، وَلَا تَعُدْ

❁❁ مطرف بیان کرتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا، جو اپنی بیوی کو (ایک) طلاق دینے کے بعد اس کے ساتھ صحبت کر کے (رجوع) کر لیتا ہے، اور اس طلاق اور رجوع پر کسی کو گواہ نہیں بناتا۔ تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سنت کے خلاف (طریقے سے) طلاق دی اور سنت کے خلاف طریقے سے رجوع کیا۔ تم (عورت کو) طلاق دینے پر بھی گواہ بناؤ اور رجوع کرنے پر بھی گواہ بناؤ۔ اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

شرح

جہاں تک عورت کے ذاتی کردار کا تعلق ہے تو جب عورت کو سو فیصد یقین ہو کہ شوہر اسے طلاق دے چکا ہے اور اب محض بے دینی کی وجہ سے انکار کر رہا ہے تو عورت کے لئے اس کے پاس واپس جانا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اسے چاہئے کہ اس کے پاس جانے اور حقوق زوجیت ادا کرنے سے صاف انکار کر دے۔ نیز اسے چاہئے کہ اس سے گلوخلاصی کی کوئی تدبیر کرے، مثلاً اس کو خلع دینے پر مجبور کرے۔ بہر حال جب تک اس سے قانونی رہائی نہیں ہو جاتی اس کو اپنے قریب نہ آنے دے اور نہ اس کے گھر میں رہے۔ (فتاوی عالمگیری ج:۱ص:۳۵۴)

جب شوہر ثبوت طلاق کی قسم کھائے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ جب عورت یہ دعوی کرے کہ اس کے شوہر نے طلاق دے دی ہے اور طلاق پر ایک معتبر شخص کو گواہ بھی بنائے تو اس کے خاوند کو قسم دی جائے گی۔ اگر وہ قسم کھائے کہ میں نے طلاق نہیں دی تو اس گواہ کی گواہی باطل ہو جائے گی اور اگر وہ (شوہر) قسم نہ کھائے تو اس کا قسم سے انکار کرنا دوسرے گواہ کے مثل ہوگا اور طلاق موثر ہو جائے

گی۔(سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 195)

بَابٌ فِي سُنَّةِ طَلَاقِ الْعَبْدِ

باب: غلام کے طلاق دینے کا سنت طریقہ

2187 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ مُعَتِّبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا حَسَنٍ مَوْلَى بَنِي نَوْفَلٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، اسْتَفْتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فِي مَمْلُوكٍ كَانَتْ تَحْتَهُ مَمْلُوكَةٌ فَطَلَّقَهَا تَطْلِيقَتَيْنِ، ثُمَّ عُتِقَا بَعْدَ ذَلِكَ، هَلْ يَصْلُحُ لَهُ أَنْ يَخْطُبَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَضَى بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

⊛⊛ ابوحسن بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے غلام کے بارے میں دریافت کیا، جس کی بیوی کنیز ہو، وہ غلام اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے، پھر اس کے بعد ان دونوں کو آزاد کر دیا جائے، تو کیا اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے۔

2188 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا عَلِيٌّ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ بِلَا إِخْبَارٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَقِيَتْ لَكَ وَاحِدَةٌ قَضَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ لِمَعْمَرٍ: مَنْ أَبُو الْحَسَنِ هَذَا؟ لَقَدْ تَحَمَّلَ صَخْرَةً عَظِيمَةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو الْحَسَنِ هَذَا رَوَى عَنْهُ الزُّهْرِيُّ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ رَوَى الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ أَحَادِيثَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو الْحَسَنِ مَعْرُوفٌ، وَلَيْسَ الْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
''تمہارے لیے ایک طلاق باقی رہ گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے۔''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام احمد، امام عبدالرزاق کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابن مبارک نے معمر سے دریافت کیا: یہ ابوحسن نامی راوی کون ہے؟ اس نے بڑا بھاری پتھر اٹھایا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوحسن نامی اس راوی سے زہری نے روایات نقل کی ہیں: زہری کہتے ہیں: یہ فقہاء میں سے ایک تھا، خود زہری نے اس سے احادیث نقل کی ہیں۔

2187-اسناده ضعيف، لضعف عمر بن معتب. يحيى بن سعيد: هو القطان. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5591) من طريق يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (2082)، والنسائي في "الكبرى" (5592) من طريق معمر بن راشد، عن يحيى بن ابي كثير، به. وهو في "مسند احمد" (2031) و (3088).

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوحسن نامی راوی معروف ہے، لیکن اس حدیث پر عمل نہیں ہے۔

2189 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُظَاهِرٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طَلَاقُ الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ، وَقُرْؤُهَا حَيْضَتَانِ، قَالَ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنِي مُظَاهِرٌ، حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ حَدِيثٌ مَجْهُولٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''کنیز کو دو طلاقیں دی جاسکتی ہیں، اور اس کی عدت دو حیض ہے''۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اور اس کی عدت دو حیض ہے''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث مجہول ہے۔

باندی کے لیے دو طلاقیں ہونے کا بیان

اور باندی کو دو طلاقیں دی جاتی ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو اور آزاد عورت کو تین طلاقیں دی جاتی ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں: طلاق کی تعداد میں مرد کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''طلاق مردوں کے حساب سے ہوتی ہے اور عدت عورتوں کے حساب سے ہوتی ہے''۔ (اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے) مالک ہونا ایک اعزاز ہے اور آدمیت اس کا تقاضا کرتی ہے اور آزاد شخص میں آدمیت کا مفہوم زیادہ کامل طور پر پایا جاتا ہے لہٰذا اس میں مالک ہونے کا مفہوم زیادہ اور بلیغ ہوگا۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''کنیز کی طلاقیں دو ہوتی ہیں اس کی عدت دو حیض ہوتی ہے''۔ ایک دلیل یہ ہے: محلیت کا حلال ہونا اس کے حق میں ایک نعمت ہے اور غلام ہونا نعمتوں کے نصف کرنے میں اثر انداز ہوتا ہے تاہم کیونکہ عقدہ کو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا لہٰذا دو مکمل عقدے (اس کے حق میں لازم ہوں گے)۔ وہ روایت (جو امام شافعی کی طرف سے) نقل کی گئی ہے اس کی تاویل یہ ہوگی: طلاق دینے کا اختیار مردوں کو ہوتا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب طلاق، لاہور)

باندی کے لئے دو طلاق ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہے۔ محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ ہم کو اس حدیث کی خبر ابوعاصم نے دی اور انہوں نے مظاہر سے روایت کی اس باب میں عبداللہ بن عمر سے بھی روایت ہے حدیث عائشہ غریب ہے ہم اسے صرف مظاہر بن اسلم کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں اور ان کی اس کے علاوہ کوئی حدیث نہیں۔ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اسی حدیث پر عمل ہے سفیان، ثوری،

شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1192)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کے قروء حیض ہیں ابوعاصم کہتے ہیں کہ مظاہر نے حدیث قاسم حضرت عائشہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا مگر اس میں (بجائے قروھا حیضتان کے) وَعِدَّتُھَا حَیْضَتَانِ ہے ابوداؤد نے کہا یہ حدیث مجہول ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 426)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے خاوند والی عورت تجھ پر حرام ہے لیکن جسے تو اپنے مال سے خریدے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ لونڈی کو بیچنا اس کی طلاق ہے۔ (تفسیر در منثور)

امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب لونڈی کو بیچ دیا جائے جبکہ اس کا خاوند بھی ہو تو اس کا آقا اس کے بضعہ (وطی کا محل) کا زیادہ حقدار ہے۔ (تفسیر طبری، روایت 7139)

امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے لونڈی کی طلاق کی چھ صورتیں ہیں (مالک کا) اس کو بیچنا اس کی طلاق ہے، اس کو آزاد کرنا اس کی طلاق ہے، (مالک کا) اس کو (اپنے باپ یا بھائی کو) ہبہ کرنا (تحفتاً دے دینا) اس کی طلاق ہے، اس کی برات اس کی طلاق ہے، اس کے خاوند کی طلاق اس کو طلاق ہے۔ (تفسیر طبری، روایت، 7135)

باندی کی دو طلاقوں میں شوافع واحناف کا اختلاف

امام شافعی اس بات کے قائل ہیں۔ طلاق میں مرد کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا' یعنی اگر مرد آزاد ہو گا تو اسے تین طلاقیں دینے کا اختیار ہو گا اور اگر وہ غلام ہو گا تو اسے دو طلاقیں دینے کا اختیار ہو گا۔

امام شافعی نے اپنے مؤقف کی تائید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش کیا ہے۔ ''طلاق کا تعلق مردوں سے ہے' اور عدت کا تعلق خواتین سے ہے''۔ امام شافعی نے عقلی دلیل یہ پیش کی ہے۔ مالک ہونا ایک خوبی ہے جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے' اور آزاد شخص میں یہ مفہوم مکمل طور پر پایا جاتا ہے اسی لئے (طلاق کا) مالک ہونا بھی اسی میں کامل طور پر پایا جائے گا اور وہ تین طلاقیں دینے کا حق ہے' اس کے برعکس غلام میں ملکیت کا عنصر کم ہوتا ہے اس لئے وہ کم طلاقوں کا مالک ہو گا۔

احناف یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کنیز کو دو طلاقیں ہوں گی اور اس کی عدت دو حیض ہے''۔ اس کی عقلی دلیل یہ ہے: محل کا حلال ہونا عورت کے حق میں نعمت ہے' اور غلام ہونا نعمت کو نصف کر دیتا ہے۔ البتہ کیونکہ طلاق کو اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا' اس لئے پوری دو طلاقیں ہوں گی۔ امام شافعی نے جو اپنے مؤقف کی تائید میں حدیث پیش کی تھی' اس کا جواب یہ ہے: طلاق دینے کا حق مردوں کو حاصل ہے۔ اگر امام شافعی کے مؤقف کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ طلاق کی تعداد میں مرد کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا' تو پھر ان کے پاس اس حدیث کا کوئی جواب نہیں ہو گا' جو احناف نے اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کی ہے۔ ''کنیز کو دو طلاقیں ہوں گی اور اس کی عدت دو حیض ہے''۔

بَابٌ فِي الطَّلَاقِ قَبْلَ النِّكَاحِ

باب: نکاح سے پہلے طلاق دے دینا

2190 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا طَلَاقَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا بَيْعَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ، زَادَ ابْنُ الصَّبَّاحِ، وَلَا وَفَاءَ نَذْرٍ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ،

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''طلاق صرف اس کے بارے میں ہوتی ہے جس کے تم مالک ہو، آزاد صرف اسی کو کیا جا سکتا ہے، جس کے تم مالک ہو، اور فروخت اسی چیز کو کیا جا سکتا ہے، جس کے تم مالک ہو''۔

ابن صباح نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''نذر صرف اس چیز کے بارے میں پوری کی جائے گی، جس کے تم مالک ہو''۔

نکاح سے پہلے طلاق دینے کا بیان

اگر کہا میرے نکاح سے پہلے تجھے طلاق یا کہا کل گزشتہ میں حالانکہ اُس سے نکاح آج کیا ہے تو دونوں صورتوں میں کلام لغو ہے اور اگر دوسری صورت میں کل یا کل سے پہلے نکاح کر چکا ہے تو اس وقت طلاق ہوگئی۔ یونہی اگر کہا تجھے دو مہینے سے طلاق ہے اور واقع میں نہیں دی تھی تو اس وقت پڑے گی بشرطیکہ نکاح کو دو مہینے سے کم نہ ہوئے ہوں ورنہ کچھ نہیں اور اگر جھوٹی خبر کی نیت سے کہا تو عنداللہ نہ ہوگی مگر قضاءً ہوگی۔ (تنویر الابصار، باب صریح، ج ۴، ص ۴۷۲)

اور اگر مرد نے یہ کہا: میرے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے پہلے ہی تمہیں طلاق ہے' تو کوئی چیز واقع نہیں ہوگی' کیونکہ اس نے طلاق کی نسبت ایسی حالت کی طرف کی ہے' جو ملکیت کے منافی ہے' تو یہ اسی طرح ہوگا' جیسے مرد نے یہ کہا ہو: میں نے تمہیں اس وقت طلاق دی جب میں بچہ تھا' یا جب میں سویا ہوا تھا' یا پھر یہ اطلاع کے طور پر درست ہوگا۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

حکم بیان کرتے ہیں یحییٰ بن حمزہ نے مجھ سے بیان کیا میں یہ بات یقین سے کرسکتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے اہل یمن کو خط کے ذریعے یہ حکم بھیجا تھا کہ قرآن کو صرف باوضو ہاتھ لگا سکتا ہے اور شادی سے پہلے طلاق نہیں دی جاسکتی اور (غلام یا کنیز) کو خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جاسکتا۔ امام ابومحمد دارمی سے اس حدیث کے راوی سلیمان بن ابوداؤد جنہوں نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام ابومحمد دارمی نے کہا میرا خیال ہے کہ یہ صاحب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سیکرٹری تھے۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 124)

نکاح سے قبل طلاق میں مذاہب فقہاء

حضرت علی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی مالک ہونے سے پہلے غلام کو آزاد نہیں کیا جاسکتا اور پے در پے کے روزے یعنی رات کو افطار کئے بغیر مسلسل و پیہم روزے رکھے چلے جانا) جائز نہیں ہے (یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے جائز تھا) بالغ ہونے کے بعد کوئی یتیم نہیں رہتا یعنی جس کے ماں باپ نہ ہوں اور وہ بالغ ہو جائے تو اسے یتیم نہیں کہیں گے) دودھ پینے کی مدت کے بعد دودھ پینا رضاعت میں شامل نہیں (یعنی دودھ پینے کی مدت دو سال یا ڈھائی سال ہے اور دودھ پینے کے سبب جو حرمت نکاح ہوتی ہے وہ اس مدت کے بعد دودھ پینے سے ثابت نہیں ہوتی) اور دن بھر چپ رہنا جائز نہیں ہے (یا یہ کہ اس کا کوئی ثواب نہیں ہے) شرح السنۃ۔

اس روایت میں چند اصولی باتوں کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے ہی طلاق دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ طلاق دراصل نکاح کا جزء ہے کہ اگر نکاح کا وجود پایا جائے گا تو اس پر طلاق کا اثر بھی مرتب ہوگا اور جب سرے سے نکاح ہی نہیں ہوگا تو طلاق کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔

اسی طرح فرمایا گیا کہ غلام جب تک اپنی ملکیت میں نہ آجائے اس کو آزاد کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوں گے، اگر کوئی شخص کسی ایسے غلام کو آزاد کردے جس کا وہ ابھی تک مالک نہیں بنا ہے تو وہ غلام آزاد نہیں ہوگا اس اعتبار سے یہ حدیث حضرت امام شافعی اور امام احمد کے مسلک کی دلیل ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے طلاق کی اضافت سبب ملک کی طرف کرے تو درست ہے مثلاً زید کسی اجنبی عورت سے یوں کہے کہ اگر میں تم سے نکاح کروں تو تم پر طلاق ہے یا یہ کہے کہ میں جس عورت سے بھ) نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو اس صورت میں اگر زید اس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کے وقت اس پر طلاق پڑ جائے گی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص آزادی کی اضافت ملک کی طرف کرے مثلاً یوں کہے کہ اگر میں اس غلام کا مالک بنوں تو یہ آزاد ہے یا یہ کہے کہ میں جس غلام کا مالک بنوں وہ آزاد ہے تو اس صورت میں وہ غلام اس شخص کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جائے گا۔

لہٰذا یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک نفی تنجیز پر محمول ہے یعنی اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس طلاق کا کبھی بھی کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا بلکہ اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ جس لمحہ اس نے طلاق دی ہے اس لمحہ طلاق نہیں پڑتی اس طرح اس حدیث سے طلاق کی تعلیق کی نفی نہیں ہوتی۔

ایک بات یہ فرمائی گئی ہے کہ دن بھر چپ رہنا جائز یا لا حاصل ہے اس ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں چپ رہنا عبادت کے زمرہ میں آتا تھا۔ اور دن بھر چپ رہنا تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ ہماری امت میں یہ درست نہیں ہے کہ اس کی دلیل سے کچھ ثواب حاصل نہیں ہوتا ہاں اپنی زبان کو لایعنی کلام اور بری باتوں میں مشغولیت کے بجائے یقیناً یہ زیادہ بہتر ہے کہ اپنی زبان کو ہر وقت خاموش رکھا جائے۔

نکاح سے قبل وقوع طلاق میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عمر بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم جس چیز پر ملکیت نہیں رکھتا اس میں اس کی نذر صحیح نہیں اس طرح ایسے غلام یا باندی کو آزاد کرنا بھی صحیح نہیں جس کا وہ مالک نہیں اور طلاق نہیں اس میں جس کا وہ مالک نہیں ہوتا۔

اس باب میں حضرت علی، معاذ، جابر، ابن عباس، عائشہ سے بھی روایت ہے حدیث عبداللہ بن عمرو حسن صحیح ہے اس باب میں یہ اصح حدیث ہے اکثر علماء صحابہ کا یہ قول ہے علی بن ابی طالب، ابن عباس، جابر، سعید بن مسیب حسن، سعید بن جبیر، علی بن حسین، شریح، اور جابر بن زید سے بھی یہی منقول ہے کئی فقہاء تابعین اور شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت ابن مسعود سے منقول ہے کہ اگر عورت یا قبیلے کا تعین کر کے کہے (یعنی فلاں قبیلہ کی عورت سے نکاح کروں تو طلاق ہے) تو طلاق واقع ہو جاتی ہے یعنی جیسے ہی وہ نکاح کرے گا طلاق ہو جائے گی۔

ابراہیم نخعی شعبی، اور دیگر اہل علم سے مروی ہے کہ کوئی وقت مقرر کرے گا تو طلاق ہو جائے گی سفیان، اور مالک بن انس کا یہی قول ہے کہ جب کسی کہ جب کسی خاص عورت کا نام لے کر یا کوئی وقت مقرر کر کے کہے اگر میں فلاں شہر کی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہے ان صورتوں میں نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی ابن مبارک اس مسئلے میں شدت اختیار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ عورت حرام بھی نہیں ہوتی۔

واقعہ یہ ہے کہ ابن مبارک سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص نکاح نہ کرنے پر طلاق کی قسم کھالے یعنی کہتے کہ اگر میں نے نکاح کیا تو میری بیوی کو طلاق ہے پھر اسے نکاح کا خیال آیا تو کیا اس کے لیے ان فقہاء کے قول پر عمل جائز ہے جو اس کی اجازت دیتے ہیں ابن مبارک نے فرمایا اگر وہ اس مسئلے میں مبتلا ہونے سے پہلے ان کے قول کو صحیح سمجھتا تھا تو اب بھی اس پر عمل کر سکتا ہے لیکن اگر پہلے اجازت نہ دینے والے فقہاء کے قول کو ترجیح دیتا تھا تو اب بھی اجازت دینے والے فقہاء کے قول پر عمل جائز نہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر اس نے نکاح کر لیا تو میں اس کو بیوی چھوڑنے کا حکم نہیں دیتا۔ اسحاق فرماتے ہیں کہ میں کسی متعین قبیلے، شہر، یا عورت کے متعلق حضرت ابن مسعود کی حدیث کی بناء پر اجازت دیتا ہوں اور اگر وہ نکاح کر لے تو میں نہیں کہتا کہ عورت اس پر حرام ہے غیر منسوبہ عورت کے بارے میں بھی اسحاق نے وسعت دی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1191)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق نہیں ہے مگر جس کا تو مالک ہے اور آزاد کرنا نہیں ہے مگر جس کا تو مالک ہے اور بیع نہیں ہے مگر جس کا تو مالک ہے ابن الصباح نے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ نذر کا پورا کرنا نہیں ہے مگر جس کا تو مالک ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 427)

طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنے کا فقہی بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ کسی عورت سے کہا (۱) اگر تجھ سے نکاح کروں یا (۲) جب، یا (۳) جس وقت تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے تو نکاح ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی۔ یونہی اگر خاص عورت کو معین نہ کیا بلکہ کہا

اگر یا جب یا جس وقت میں نکاح کروں تو اُسے طلاق ہے تو نکاح کرتے ہی طلاق ہو جائے گی مگر اس کے بعد دوسری عورت سے نکاح کریگا تو اُسے طلاق نہ ہوگی۔ہاں اگر کہا (۴) جب کبھی میں کسی عورت سے نکاح کروں اُسے طلاق ہے تو جب کبھی نکاح کریگا طلاق ہو جائے گی۔ان صورتوں میں اگر چاہے کہ نکاح ہو جائے اور طلاق نہ پڑے تو اس کی صورت یہ ہے کہ فضولی (یعنی جسے اس نے نکاح کا وکیل نہ کیا ہو) بغیر اس کے حکم کے اُس عورت یا کسی عورت سے نکاح کردے اور جب اسے خبر پہنچے تو زبان سے نکاح کو نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے اجازت ہو جائے مثلاً مہر کا کچھ حصہ یا کل اُس کے پاس بھیج دے یا اُس کے ساتھ جماع کرے یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگائے یا بوسہ لے یا لوگ مبارکباد دیں تو خاموش رہے انکار نہ کرے تو اس صورت میں نکاح ہو جائے گا اور طلاق نہ پڑیگی اور اگر کوئی خود نہیں کردیتا اسے کہنے کی ضرورت پڑے تو کسی کو حکم نہ دے بلکہ تذکرہ کرے کہ کاش کوئی میرا نکاح کردے یا کاش تو میرا نکاح کردے یا کیا اچھا ہوتا کہ میرا نکاح ہو جاتا اب اگر کوئی نکاح کردیگا تو نکاح فضولی ہوگا اور اس کے بعد وہی طریقہ برتے جو اوپر مذکور ہوا۔(درمختار، باب تعلیق، ج ۵، ۵۸۳)

معصیت کی قسم کی حیثیت نہ ہونے کا بیان

2191 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى مَعْصِيَةٍ، فَلَا يَمِينَ لَهُ، وَمَنْ حَلَفَ عَلَى قَطِيعَةِ رَحِمٍ، فَلَا يَمِينَ لَهُ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''جو شخص کسی معصیت (کے ارتکاب) کا حلف اٹھائے، اس کی قسم (کی کوئی حیثیت) نہیں ہوتی اور جو قطع رحمی (کرنے) کا حلف اٹھائے، اس کی قسم (کی کوئی حیثیت) نہیں ہوتی۔''

2192 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي هَذَا الْخَبَرِ زَادَ: وَلَا نَذْرَ إِلَّا فِيمَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللَّهِ تَعَالَى ذِكْرُهُ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''نذر صرف اس چیز کے بارے میں ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ارادہ کیا جائے''

نذر کا تعارف

نَذَرَ یَنذُرُ نَذرًا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ سے ہے اس کی جمع نُذُور آتی ہے۔[1] اردو محاورہ میں اس کے لئے منت یا نیاز ماننا کے اصطلاحات استعمال ہوتے ہیں۔مفردات فی غریب القرآن میں ہے: "النذر أن توجب على نفسك ما ليس بواجب

2192- حديث حسن. عبد الرحمن بن الحارث- وهو ابن عبد الله بن عياش المخزومي- متابع. ابو اسامة: هو حماد بن اسامة بن زيد. واخرجه ابن ماجه (2047) من طريق عبد الرحمن بن الحارث، بهذا الاسناد. واخرجه النسائي في "الكبرى" (4715) من طريق عبيد الله بن الاخنس، عن عمرو بن شعيب، به. وسياتي من طريق عبيد الله بن الاخنس بتمامه برقم (3274). وهو في "مسند احمد" (6714) و (6732).

لحدوث أمر، يقال: نَذَرْتُ لله أمراً" یعنی" نذر کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے اپنے اوپر ایسی چیز کو واجب کرنا ہے جو حقیقتا واجب نہ ہو مثلاً کوئی کہتا ہے: میں نے فلاں چیز کی اللہ تعالیٰ کے لئے منت مانی ہے"۔[2]

نذر کے لئے مترادف لفظ" النحب" استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں: "قضى فلان نَحْبَهُ أي وَفَّى بنذره" یعنی فلاں نے اپنی نذر پوری کی۔[3] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ﴾۔[4] النہایۃ فی غریب الحدیث میں ہے:"إذا أوجبت على نفسك شيئا تبرُّعا من عبادة أو صدقة أو غير ذلك" یعنی" جب آپ نے کوئی عبادت یا صدقہ یا اس طرح کی کوئی چیز اپنے اوپر تبرعا (اپنی رضا اور رغبت سے) لازم کردی تو یہ نذر کہلاتا ہے"۔[5]

نذر کا ثبوت کتاب اللہ سے

آیت نمبر1: ﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ﴾[6] یعنی اور اپنی منتوں کو پوری کریں۔آیت کا شان نزول اگر چہ خاص ہے، جو حج اور اس کے متعلقات ہیں، مگر اس کا حکم عام ہے کہ جس چیز کی نذر مانو وہ پوری کرو۔[7]

آیت نمبر2: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾[8] یعنی یہ نیکوکار لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی۔خوف رکھتے ہیں۔تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:" اس آیت میں ان لوگوں کی بڑی توصیف بیان فرمائی ہے جو ان واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کردئے ہیں ایسے لوگ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد احکام کا اس سے زیادہ اہتمام کرنے والے ہوں گے"۔[9]

آیت نمبر3 ﴿إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا﴾[10] یعنی میں نے خدا کے لیے روزے کی منت مانی ہے۔

آیت نمبر4: ﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ﴾[11] یعنی اور تم خدا کی راہ میں جس طرح کا خرچ کردیا کوئی نذر مانو خدا اس کو جانتا ہے۔اس آیت میں نیکی کی نذر کی حوصلہ افزائی اور برائی کی نذروں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ سب معلوم ہے کہ تم رضاء الٰہی کی خاطر منتیں مانتے ہو اور خرچ کرتے ہو، یا ریاکاری اور نمود و نمائش کے لئے۔

نذر کا ثبوت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی تو اس کو پورا کرے، اور جس نے اس کی نافرمانی کی نذر مانی، تو اسے پورا کرکے اس کی نافرمانی نہ کرے)۔[12]

دوسری حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" تم میں بہترین لوگ میرے زمانہ والے ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر ایک قوم آئے گی جو نذریں مانے گی اور ان کو پورا نہیں کرے گی..."۔[13]

نذر کا ثبوت اجماع امت سے

نذر کے اثبات کے سلسلے میں مسلمانوں کا اجماع نقل ہوا ہے۔چنانچہ المغنی میں ہے کہ:" تمام اہل اسلام نذر کے درست ہونے پر متفق ہیں اور اس کے پورا کرنے کو واجب سمجھتے ہیں"۔[14]

نذر کے متعلق چند روایات حدیث کی وضاحت

کئی احادیث ایسی ہیں جن میں نذر ماننے کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے مثلاً صحیح بخاری میں آپ ﷺ سے روایت ہے کہ نذر تقدیر کو آگے پیچھے نہیں کرسکتی البتہ اس کے ذریعے بخیل کا مال حاجتمندوں کے لئے نکال دیا جاتا ہے"۔[15] صحیح مسلم میں ایسی ہی ایک اور روایت آئی ہے کہ نذر مت مانو کہ یہ تقدیر کو نہیں ٹال سکتی یہ صرف بخیل کے مال خرچ کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔[16]

فتح الباری نے اس حدیث کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے کہ ہر وہ نیک عمل جسے ایک بندہ شروع کرتا ہے اس سے بہتر ہے کہ اس کو نذر کے ساتھ باندھ لے کیوں کہ نذر میں حصول مقصد تک عبادت کی تاخیر آتی ہے اور نیک کام کو ضرورت پوری ہونے تک موقوف کرنا ہے کہ جب تک حاجت سامنے نہ ہوں تب تک نیک عمل چھوڑ دیا جاتا ہے (جو مناسب نہیں ہے)۔[17] مزید لکھتے ہیں کہ لوگوں کی عام عادت یہ ہے کہ وہ نذر کو کسی منفعت کے حصول یا ضرر کو دفع کرنے کے لئے مانتے ہیں پس آپ ﷺ نے اس قسم کے طرز عمل سے منع فرمایا کیونکہ سخی شخص جب کسی نیک کام کا ارادہ کرجاتا ہے تو اس کو بالفور ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے بخلاف بخیل کے کہ وہ اس وقت تک ہاتھ سے کوئی چیز جانے نہیں دیتا جب تک اس کو اس کے بدلے کی امید نہ ہوں۔[18]

نذر کے ارکان وشرائط

نذر کا ایک رکن ہے۔ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (م 587ھ) فرماتے ہیں: "فَرُكْنُ النَّذْرِ هُوَ الصِّيغَةُ الدَّالَّةُ عَلَيْهِ".[19] "نذر کا رکن وہ صیغہ ہے جو اس کے وجوب پر واضح دلالت کرتا ہے"۔ المغنی میں ہے: نذر کا صیغہ واضح ہو اور ایسے لفظ پر مشتمل ہو جو لزوم پر دلالت کرے چنانچہ صرف دل میں نیت کرنے سے لازم نہیں ہوتا جس طرح تمام عقود کا معاملہ ہے جس میں زبان سے الفاظ کی ادائیگی ضروری ہے۔ کتابت سے بھی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے اسی طرح گونگے کا واضح اشارہ اس کو واجب کرتا ہے۔[20]

نذر کی قسمیں:

نذر کی دو قسمیں ہیں:

1۔ نذر مطلق: جس میں کوئی عبادت کسی شرط یا صفت سے مشروط نہ ہو۔ مثلاً کوئی کہہ دے: "للہ علی اَن اصوم" یعنی "اللہ کے لئے میں اپنے اوپر روزہ رکھنا لازم کرتا ہوں"۔

2۔ نذر مشروط: جس کو کسی شرط سے معلق کردے مثلاً: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی تو مجھ پر صدقہ یا ایک مہینے روزے رکھنا لازم ہے"۔[21] حسب قاعدہ اس قسم کا نذر شرط یا سبب کی موجودگی کے بعد واجب ہوجاتی ہے اس سے پہلے نہیں جیسا کہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اس صورت میں نذر کی ادائیگی اس سبب کے وجود کے بعد جائز ہوجاتی ہے جس سے نذر مشروط کردیا گیا ہے"۔[22]

شرائط نذر

نذر کے لیے لازمی ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ ایسی نذر جو اللہ کے سوا کسی اور کے تقرب کے لیے مانی گئی ہو، درست نہیں۔ ایسی نذر باطل ہے جس سے شرک فی العبادۃ لازم آتا ہے۔ اہل جاہلیت بتوں کے لیے منتیں مانتے تھے۔

علامہ محمد امین الشامی (م ۱۲۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو نذر اس زمانے میں اکثر عوام مردوں کے لیے مانتے ہیں اور اسی طرح اولیائے کرام کی قبروں پر مختلف اشیاء مثلاً پیسے، موم بتی اور تیل وغیرہ ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے رکھی جاتی ہیں تو یہ بالاجماع باطل وحرام ہے"۔[23]

ناذر کے لیے مطلوبہ شرائط

نذر ماننے والے مرد وعورت کے لیے مندرجہ ذیل اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے:

1۔اسلام: ناذر کا مسلمان ہونا ضروری ہے کہ نذر طاعت اور عبادت ہے جس کی ادائیگی صرف مسلمان سے صحیح ہے۔ کسی غیر مسلم سے درست نہیں کہ کافر کا عمل قربت وعبادت شمار نہیں ہوتا۔

2۔عقل وبلوغ: نذر ماننے والے کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے اس شرط کے تحت صبی (بچے) اور مجنون کی طرف سے نذر ماننا درست نہیں کیوں کہ نذر کا حکم وجوب ہے۔ بچہ اور دیوانہ وجوب کے اہل نہیں۔

3۔طواعیت (رضا ورغبت): اس کا مطلب ناذر کا اپنی خوشی اور بغیر اکراہ کے نذر ماننا ہے۔ یہ شرط شوافع کے نزدیک ہے۔ احناف اس کے قائل نہیں ان کے ہاں اکراہ اور اسی طرح ہنسی مذاق سے بھی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔[24]

منذور بہ (جس چیز کی منت مانی جاتی ہے) کے لیے مطلوبہ شرائط

شرعاً اس کا وجود ممکن ہو

اس کا مطلب یہ ہے کہ نذر اس چیز کا ماننا درست ہے جس کا شرعی وجود ہو اگر شرعاً ممکن الوجود نہ ہو تو ایسی نذر صحیح نہیں مثلاً کوئی کہے: لِلّٰہِ تَعَالٰی عَلَیَّ اَنْ اَصُوْمَ لَیْلًا اے اللہ تعالیٰ کے لیے مجھ پر رات کے وقت روزہ رکھنا واجب ہے۔ چوں کہ رات صوم (روزے) کا محل نہیں اور شرعاً یہ ممکن نہیں کیوں کہ روزے کے لیے مقررہ وقت دن ہے نہ کہ رات اس لیے یہ نذر صحیح نہیں۔

نذر قربت (عبادت) ہو

جس چیز کی منت مانی جاتی ہے وہ اطاعت ہو اور کسی معصیت کا کام نہ ہو مثلاً اگر کسی نے کہا کہ "میں شراب پینے، فلاں شخص کو قتل کرنے، اس کو مارنے یا گالی دینے کی نذر مانتا ہوں"۔[25] تو یہ جائز نہیں کیونکہ معصیت یا گناہ کا ارتکاب شرعاً ممنوع ہے لہٰذا اس کی منت ماننا بھی منع اور ناجائز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر ماننا درست نہیں یعنی جو نذر گناہ سے متعلق ہو اس کا پورا کرنا جائز نہیں"۔[26] ایک دوسری روایت میں ہے: "جس نے گناہ کی نذر مانی کہ میں فلاں کام کروں گا تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور اس معصیت کے کام کو چھوڑ دے جس کا ارادہ کر رکھا ہے"۔[27]

منذور کام کی مثل عبادت فرائض وواجبات میں موجود ہو

اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ان کی نذر ماننا درست ہے جن کی نظیر اور مثل فرض یا واجب عبادت میں موجود ہو مثلاً نماز، روزہ ،حج ،صدقہ ،اعتکاف، احرام باندھنا اور قربانی وغیرہ۔ان تمام طاعات کے نظائر شریعت میں فرض یا واجب شکل میں موجود ہیں۔[28] اس شرط کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ" نذر بندے کا کسی چیز کا اپنے اوپر واجب کرنا ہے اور یہ تب معتبر ہوگا جب اس کو کسی نوع میں اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہو۔ کیونکہ بندے کا کام اتباع ہے نہ کہ اپنی طرف نئی چیز کا اضافہ کرنا" ۔[29]

اس اصول کے تحت ایسے اعمال جو بذاتہ مقصود نہیں ہیں بلکہ غیر کی وجہ سے مشروع ہیں یا عادات اور مباحات کے زمرے میں آتے ہیں ان کی نذر درست نہیں مثلاً مریض کی عیادت کرنا، کھانا پینا، نکاح کرنا، بیوی کو طلاق دینا، سونا، شکار کھیلنا، سفر کرنا، وضو یا غسل کرنا، مسجد داخل ہونا، قرآن مجید کو چھونا یا اس کا ختم کرنا، اذان کہنا، مسجد کی تعمیر کرنا وغیرہ جیسی طاعات کی نذر صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ عبادات مقصودہ نہیں ہیں بلکہ ان کے وسائل ہیں۔[30]

کیا امور مباح کی نذر ماننے سے قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے

حنابلہ ان میں قسم کا کفارہ واجب کرتے ہیں اور استدلال میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ آپ کی بہن کی مشقت سے اللہ تعالیٰ کا کیا سروکار ہے اسے کہہ دو کہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔[31] ۔

احناف، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ان میں کفارہ نہیں ہے۔ان کا استدلال یہ ہے کہ ایسی نذر درست نہیں تو اس میں کفارہ بھی واجب نہیں۔ نیز یہ حدیث بھی ان کا مستدل ہے کہ" آپ ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جسے اس کے دو بیٹے تھامے پاؤں گھسیٹ کر لے جا رہا تھے۔ آپ ﷺ نے استفسار کیا تو بیٹوں نے کہا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ پیدل چلوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پروا نہیں کہ کوئی اس طرح اپنی نفس کو سزا دے (یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس طرح کی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں) پھر آپ ﷺ نے اس کو سوار ہونے کا حکم دیا" ۔[32] اس روایت میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے۔ بعض ناپختہ اور ناواقف عوام اولیائے کرام کی قبور تک پیدل اور بعض اوقات برہنہ پاؤں جانے کی نذر مانتے ہیں جو اصولاً ناجائز اور حرام ہے۔

فرض یا واجب عبادت کی نذر درست نہیں

ناذر کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ من جانب اللہ مقرر کردہ کسی فرض یا واجب کی نذر مانے مثلاً کوئی کہہ دے کہ میں ظہر کی نماز کی نذر مانتا ہوں۔ایسی نذر صحیح نہیں ہے اور ایسے شخص پر کچھ بھی واجب نہیں۔ یہی رائے شوافع فقہاء کا بھی ہے۔[33] جبکہ حنابلہ کے نزدیک اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے کہ نذر اس صورت میں قسم ہے۔المغنی میں ہے:" کہ نذر قسم کی طرح ہے اور رسول کریم ﷺ نے اس کو قسم کہا ہے" ۔[34]

دیگر فقہاء کے نزدیک نذر اور قسم میں فرق ہے۔ کہ قسم کھانے میں یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کی قسم کھائی، وہ عبادت ہو۔ جب

کہ نذر میں اس کا عبادت میں سے ہونا ضروری ہے۔[35]

نذر کے مصارف

جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاتی ہے ان کو نذر کا مال بھی دیا جا سکتا ہے۔ نذر ایک واجب صدقہ ہے جو کوئی کسی غنی شخص یا نذر ماننے والے اور اس کے اہل و عیال کے لئے روا نہیں۔ کسی معین چیز کی جگہ اس کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔[36] اس طریقے میں سہولت بھی ہے اور فقیر کی حاجت کو بھی اچھے طریقے سے پورا کرتا ہے۔

خلاصۂ بحث

کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے اپنے اوپر ایک غیر واجب چیز کو واجب و لازم کرنا نذر کہلاتا ہے۔ اس کے لئے منت ماننا، نیاز ماننا اور النحب کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ نذر کی دو قسمیں ہیں: نذر مطلق: جس میں کوئی عبادت کسی شرط یا صفت سے مشروط نہ ہو، اور نذر مشروط: جس کو کسی شرط سے معلق کیا گیا ہو۔ نذر کا اثبات کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے ہوتا ہے۔ بعض احادیث میں نذر کی جو ممانعت آئی ہے، تو اس سے مراد نہی تنزیہی ہے، تحریمی نہیں۔ یا وہ نہی اس علت (حصول مقصد) کی بنیاد پر ہے کہ اس کی وجہ سے نیک کام میں تاخیر آتی ہے۔ نذر کی درستگی کے لئے اس کے ارکان و شرائط کی موجودگی ضروری ہے۔ نذر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر ہو سکتی ہے، غیر اللہ کے نام پر مانی گئی تمام نذریں باطل اور غیر لازم ہیں۔ فرض و واجب اور مباح امور کی نذر ماننے سے نذر درست نہیں، البتہ ناذر پر حنابلہ کے ہاں قسم کا کفارہ لازم ہوتا ہے، کیونکہ ان کے ہاں نذر اور قسم میں کوئی فرق نہیں۔ مصارف زکوٰۃ ہی مصارف نذر ہیں۔ نذر کا مال خود ناذر یا اس کی اہل و عیال استعمال نہیں کر سکتے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ابن منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ ط: دار صادر بیروت، 5/200، [2] اصفہانی، حسین بن محمد راغب۔ مفردات فی غریب القرآن۔ ط: ۱۴۱۲ھ، دار العلم الدار الشامیہ بیروت، 1/797، [3] مفردات فی غریب القرآن، 1/794 [4] القرآن الکریم، سورۃ الاحزاب 33:23 [5] الجزری، أبو السعادات المبارک بن محمد۔ النہایۃ فی غریب الحدیث۔ ط: ۱۳۹۹ھ، مکتبۃ العلمیہ بیروت، 5/92 [6] القرآن الکریم، سورۃ الحج 22:29 [7] الطبری، محمد بن جریر۔ تفسیر الطبری (جامع البیان فی تاویل القرآن)۔ ط: ۲۰۰۰ء، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، تفسیر سورۃ الحج ۲۲: ۲۹ [8] القرآن الکریم، سورۃ الدہر 76:7 [9] بیضاوی، ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بن محمد۔ تفسیر البیضاوی۔ ط: دار الفکر بیروت، 5/427 [10] القرآن الکریم، سورۃ مریم 19:26 [11] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2:270 [12] امام بخاری، محمد بن عبد اللہ البخاری۔ صحیح البخاری۔ ط: دار الشعب القاہرہ، کتاب الایمان والنذور (87)، باب الوفاء بالنذر (25) [13] ایضاً، حدیث: 6695 [14] المقدسی، عبد اللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی أبو محمد۔ المغنی۔ ط: دار الفکر بیروت، 11/332 [15] صحیح البخاری، حدیث: 6692 [16] امام مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری۔ صحیح مسلم۔ ط: دار الجیل بیروت، کتاب النذور (27) باب النہی عن النذر وانہ لا یرد شیئا (2) [17] العسقلانی، أحمد بن علی بن حجر۔ فتح الباری شرح البخاری۔ ط: ۱۳۷۹ھ، دار المعرفۃ بیروت، 11/580 [18] فتح الباری، 11/580 [19] الکاسانی، علاء الدین أبو بکر بن مسعود بن أحمد۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ط: مکتبہ جمالیہ، مصر، 10/324 [20] المغنی، 11/373 [21] ایضاً [22] الشرنبلالی، حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح۔ ط: ص 260 [23] الشامی، ابن عابدین محمد أمین الشامی۔ رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار۔ ط: دار الفکر، بیروت، 8/50 [24] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 10/324-325 [25] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع 10/327 [26] النیسابوری، مسلم بن الحجاج بن مسلم۔ صحیح مسلم۔ ط: دار الجیل بیروت، کتاب النذور (27) باب لا وفاء لنذر، حدیث نمبر: 4333 [27] امام مالک، مالک بن أنس أبو عبد اللہ الأصبحی۔ موطا امام مالک۔ ط: دار إحیاء التراث العربی، مصر، حدیث نمبر: 1014 [28] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 10/328 [29] مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ص 260 [30] بدائع الصنائع فی ترتیب

الشرائع، 10/328[31] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، ط: دار الکتاب العربی، بیروت، کتاب الایمان والنذور (22) باب من رای علیہ کفارۃ[32] صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور (87) باب من نذر المشی الی الکعبۃ (27) حدیث نمبر:1865[33] مراقی الفلاح، ص260[34] المغنی 11/332[35] مراقی الفلاح، ص260[36] الموصلی، عبداللہ بن محمود، الاختیار لتعلیل المختار، ط:1426ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت،

نذر اور ایصال ثواب سے متعلق احادیث کا بیان

1۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.

''ایک آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ (بوقتِ نزع) گفتگو کر سکتی تو صدقہ کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں تو کیا اسے ثواب پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔''

1. بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب موت الفجأۃ البغتۃ، 1:467، رقم:1322،2. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت إلیہ، 2: 696، رقم:1004،3. ابوداود، السنن، کتاب الوصایا، باب ماجاء فیمن مات وصیۃ یتصدق عنہ، 3:118، رقم:2881

2۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا وَلَمْ يُوصِ. فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور اس نے مال چھوڑا ہے مگر اس بارے میں کوئی وصیت نہیں کی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا یہ (صدقہ کرنا) اس (کے گناہوں) کا کفارہ بن جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔''

1. مسلم، الصحیح، کتاب الوصیۃ، باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت، 3:1254، رقم:1630،2. نسائی، السنن، کتاب الوصایا، باب فضل الصدقۃ عن المیت، 6:251، رقم:3652،3. ابن ماجۃ، السنن، کتاب الوصایا، باب من مات ولم یوص ہل یتصدق عنہ، 2:206، رقم:2716،4. احمد بن حنبل، المسند، 2: 371، رقم:8828،5. ابن خزیمۃ، الصحیح، 4:123، رقم:2498

3۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ أَفَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّ لِي مَخْرَفًا فَأُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا. وَقَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَبِهِ: يَقُولُ أَهْلُ الْعِلْمِ يَقُولُونَ: لَيْسَ شَيْءٌ يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ إِلَّا الصَّدَقَةُ وَالدُّعَاءُ.

''یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو چکی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا وہ اسے کوئی نفع دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا: میرے پاس ایک باغ ہے آپ گواہ رہیں کہ میں نے یہ باغ اس کی طرف سے صدقہ کر

دیا۔"" امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور علماء کا یہی قول ہے، وہ فرماتے ہیں: میت کو صرف صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔"

1. ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت، 3:56، رقم: 669,2. ابوداود، السنن، کتاب الوصایا، باب ما جاء فیمن مات وصیۃ یتصدق عنہ، 3:118، رقم: 2882,3. نسائی، السنن، کتاب الوصایا، باب فضل الصدقۃ عن المیت، 6:252، رقم: 3655

4۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ.

"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (ان کا اجرا سے برابر ملتا رہتا ہے): ایک وہ صدقہ جس کا نفع جاری رہے، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، تیسری وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔"

1. مسلم، الصحیح، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ، 3:1255، رقم: 1631,2. ابوداود، السنن، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت، 3:117، رقم: 2880,3. ابن ماجۃ، السنن، المقدمۃ، باب ثواب معلم الناس الخیر، 1:88، رقم: 239,4. بخاری، الادب المفرد، 1:28، رقم: 38

5۔ امام سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت طاووس نے فرمایا:

إِنَّ الْمَوْتَى يُفْتَنُوْنَ فِي قُبُوْرِهِمْ سَبْعًا، فَكَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ أَنْ يُطْعَمَ عَنْهُمْ تِلْكَ الْأَيَّامِ. وَقَالَ السُّيُوْطِيُّ: إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ.

"بے شک سات دن تک مردوں کو ان کی قبروں میں آزمایا جاتا ہے اس لئے لوگ ان دنوں میں ان کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب سمجھتے تھے۔"" امام سیوطی نے کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔"

1. ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، 4:11,2. سیوطی، الدیباج علی صحیح مسلم، 2:491، رقم: 905,3. سیوطی، شرح علی سنن النسائی، 4:104

درج بالا روایات سے ثابت ہوا کہ ایصالِ ثواب اور صدقات وخیرات کے لئے کسی کے نام کی طرف نسبت شرعاً جائز بلکہ سنت ہے۔

نیک عمل کا کسی کے نام انتساب جائز ہے

کوئی نیک عمل کر کے کسی کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا یا اس کے نام سے منسوب کرنا یہ از روئے شرع جائز اور باعثِ ثواب عمل ہے۔ نذر و نیاز، صدقہ وخیرات اعمالِ خیر میں سے ہیں اور جیسے ہر عمل خالصتاً اللہ کے لئے ہوتا ہے مگر جس بزرگ، شیخ، دوست یا عزیز کے لئے ایصالِ ثواب کیا جائے اس کے نام سے منسوب کرنا از روئے شرع جائز اور درست ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

کسی کی طرف سے نفل نماز ادا کرنا

6۔ سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ انہوں نے بصرہ کی ایک بستی اُبُلّہ سے آئے ہوئے حاجیوں سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مسجد عشّار میں دو یا چار رکعت نفل نماز پڑھ کر میری طرف منسوب کرے۔ روایت کے

الفاظ یہ ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: انْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ، فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا: إِلَى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الْأُبُلَّةُ؛ فَقُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: مَنْ يَضْمَنُ لِي مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعًا، وَيَقُوْلُ هٰذِهٖ لِأَبِي هُرَيْرَةَ. سَمِعْتُ خَلِيْلِي رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُهَدَاءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ.

''ابراہیم بن صالح بن درہم کا بیان ہے کہ میرے والد محترم نے فرمایا: ہم حج کرنے حرم کعبہ گئے تو ایک آدمی نے ہم سے دریافت کیا: کیا تمہارے علاقے میں ''اُبُلّہ'' نام کی کوئی بستی ہے؟ ہم نے جواب دیا: ہاں۔ اُس نے کہا: تم میں سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ ''مسجدِ عشار'' میں میرے لئے دو یا چار رکعتیں پڑھنے کے بعد کہے: ان رکعتوں کا ثواب ابوہریرہ کے لئے ہے۔ میں نے اپنے خلیل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسجد عشار سے ایسے شہیدوں کو اٹھائے گا کہ شہدائے بدر کے سوا کوئی ان کے ساتھ کھڑا نہ ہوگا۔''

1۔ ابوداود، السنن، کتاب الملاحم، باب فی ذکر البصرۃ، 4:113، رقم: 4308، 2۔ بیہقی، شعب الایمان، 3:479، رقم: 4115

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

ایصالِ ثواب کرنا امرِ جائز ہے۔

اپنے نیک عمل کو کسی کی طرف منسوب کرنا بھی جائز ہے۔

علاوہ ازیں اس روایت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نفل نماز پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا ایک جائز عمل ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے نوافل پڑھا کرتے تھے۔

کسی کی طرف سے روزے رکھنا

7۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ.

''بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھے۔''

1۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب من مات وعلیہ صوم، 2:690، رقم: 1851، 2۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، 2:803، رقم: 1147، 3۔ ابوداود، السنن، کتاب: الصوم، باب: فیمن مات وعلیہ صیام، 2:315، رقم: 2400

8۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ قَضَى عَنْهُ وَلِيُّهُ.

''اگر اس (فوت ہونے والے) پر کسی نذر کا پورا کرنا باقی ہو (جو اس نے مانی تھی) تو وہ اس کی طرف سے اس کا ولی پوری

کرے۔“

1. ابوداود، السنن، کتاب الصیام، باب فیمن مات وعلیہ صیام، 2:315، رقم: 2400،2، 2401. دارقطنی، السنن، 2:194، رقم: 79-3، 80. ابن ابی شیبہ، المصنف، 3:113، رقم: 12598

9۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا:

إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ. فَقَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ، أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَقَالَتْ: إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ.

”میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے واجب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اس پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اس کی طرف سے وہ قرض ادا کرتیں؟ اس عورت نے عرض کیا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قرض ادا کئے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔“

”اور ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ اس نے عرض کیا: میری بہن فوت ہوگئی ہے اور اس پر دو ماہ کے مسلسل روزے واجب تھے۔“

1. مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، 2:804، رقم: 1148،2. ابن ماجہ، السنن، کتاب الصیام، باب من مات وعلیہ صیام من نذر، 1: 559، رقم: 1758،3. نسائی، السنن الکبری، 2:173-174، رقم: 2912-2915

کسی کی طرف سے حج ادا کرنا

10۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا:

إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا. أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُوا اللهَ، فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ.

”میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی یہاں تک کہ فوت ہوگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: ہاں تم اس کی طرف سے حج کرو۔ بھلا بتاؤ تو اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا کرو، کیونکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اُس سے وفاء کی جائے۔“

1. بخاری، الصحیح، کتاب الاحصار وجزاء الصید، باب الحج والنذور عن المیت، والرجل یحج عن المرأة، 2:656، رقم: 1754،2. نسائی، السنن، کتاب مناسک الحج، باب الحج عن المیت الذی نذر أن یحج، 5:116، رقم: 2632،3. ابن خزیمہ، الصحیح، 4:346، رقم: 3041

اس حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے فوت شدہ عمل کی بعد از وفات ادائیگی کو جائز قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دلیل بھی عطا کر دی کہ زندگی میں جس طرح کوئی کسی کی طرف سے قرض کی ادائیگی جیسا عمل کرے تو وہ قرض

ادا ہو جاتا ہے تو اسی طرح بعد از وفات بھی اگر کوئی کسی کے لئے نیک عمل مثلاً حج کرے گا تو وہ مرنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔

11۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا:

إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ. قَالَ: فَقَالَ: وَجَبَ أَجْرُكِ، وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ. قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ. أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا؟ قَالَ: صُوْمِي عَنْهَا. قَالَتْ: إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ. أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: حُجِّي عَنْهَا. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

''میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت ہوگئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں ثواب مل گیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں لوٹا دی ہے۔ اس عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے (باقی) تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ فرمایا: ہاں، اس کی طرف سے روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا: میری ماں نے حج کبھی نہیں کیا تھا کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کرلوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اس کی طرف سے حج بھی ادا کرو۔'' ''امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

1. مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، 2:805، رقم:1149,2. ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ماجاء فی المتصدق یرث صدقتہ، 3:54، رقم:667,3. نسائی، السنن الکبری، 4:66-67، رقم:6314-6316

12۔ والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرنے کا اجر بیان فرماتے ہوئے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ بَعْدَ وَفَاتِهِمَا كُتِبَ لَهُ عِتْقًا مِنَ النَّارِ.

''جس نے اپنے والدین کے انتقال کے بعد ان کی طرف سے حج کیا تو اس کے لئے دوزخ کی آگ سے رہائی لکھ دی جائے گی۔''

1. بیہقی، شعب الایمان، 6:205، رقم:7912,2. سیوطی، شرح الصدور:129

یہ بہت بڑی صلہ رحمی اور خدمت کی انجام دہی ہے کہ اولاد، والدین کی طرف سے حج کا فریضہ ادا کرے، اس کے علاوہ وہ دیگر صدقات وغیرہ بھی والدین کی طرف سے ادا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ذات ہے اس نے اپنے بندوں کی بخشش و مغفرت کے لئے کئی طریقے عطا فرمائے ہیں جن میں میت کی طرف سے حج کرنا اور صدقات وخیرات وغیرہ جیسے اعمالِ صالحہ کرنا شامل ہیں۔

کسی کی طرف پانی کا کنواں برائے ایصالِ ثواب منسوب کرنا

13۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ فوت ہوگئی تو انہوں نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: سَقْيُ الْمَاءِ. فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ.

"یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے، کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں؟ فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: تو کون سا صدقہ بہتر رہے گا؟ فرمایا: پانی پلانا۔" پس مدینہ منورہ میں یہ سعد کی پانی کی سبیل ہے۔"

1. نسائی، السنن، کتاب الوصایا، باب ذکر الاختلاف علی سفیان، 6:254-255، رقم: 3662-3666,2. ابن ماجہ، السنن، کتاب الادب، باب فضل صدقۃ الماء، 2:1214، رقم: 3684,3. احمد بن حنبل، المسند، 5:284، رقم: 22512

14۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْمَاءُ. قَالَ: فَحَفَرَ بِئْرًا، وَقَالَ: هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ.

"یا رسول اللہ! امّ سعد کا انتقال ہوگیا ہے۔ سو (اس کے ایصالِ ثواب کے لئے) کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: پانی۔" "پس انہوں نے ایک کنواں کھدوا دیا اور کہا: یہ امّ سعد کا کنواں ہے۔"

1. ابوداود، السنن، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، 2:130، رقم: 1681,2. منذری، الترغیب والترہیب، 2:41، رقم: 1424,3. خطیب تبریزی، مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، 1:362، رقم: 1912

کنواں کھدوانے کا حکم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے دیا کہ اس وقت مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کی قلت تھی جس کے باعث مسلمانوں کو میٹھا پانی پینے کے لئے دستیاب نہیں تھا۔ وہ مشقت برداشت کرتے ہوئے میلوں کا سفر کر کے چھوٹی چھوٹی مشکیں پانی بھر کے لاتے۔ اس دوران حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے میٹھے پانی کا ایک کنواں خرید کر وقف کر دیا جس سے مسلمانوں کو آسانی ہوگئی۔ اس حدیث میں بھی اسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے اور امّ سعد کے ایصالِ ثواب کے لئے وقف کئے گئے کنوئیں کے سبب مسلمانوں کی اس مشکل کو حل کیا گیا۔

یہ بات ذہن نشین رکھنے والی ہے کہ امّ سعد کا انتقال ہو چکنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پانی فراہم کا مشورہ دے رہے ہیں۔ جس کے باعث حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں ان کے لئے وقف کر دیا جو "فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ یا هَذِهِ (أي البئر) لِأُمِّ سَعْدٍ" (امّ سعد کا کنواں) کے نام سے مشہور ہوگیا۔ واضح رہے کہ اس کنوئیں سمیت تمام پانیوں کا حقیقی مالک اللہ رب العزت کی ذات ہے مگر اسے غیر اللہ سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ صحابہ کرام و تابعین اپنی روایات میں فرما رہے ہیں کہ وہ امّ سعد کے نام سے مشہور ہوا۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس کنوئیں کا امّ سعد کے نام سے معروف ہونا یا کرنا ان کی وفات کے بعد ہوا۔ کیا اس کنوئیں کو غیر اللہ سے منسوب کرنے کے باعث صحابہ کرام اور تابعین (معاذ اللہ) مشرکین ہوگئے؟ اور (نعوذ باللہ من ذالك) کیا اس میں سے پانی پینا حرام ہوگیا؟ جیسا کہ معترضین نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں! نہ ہی کسی صحابی اور تابعی نے شرک کیا اور نہ ہی کا پانی حرام ہوا

بلکہ وہ ایسا طیب و پاکیزہ تھا جس طرح کا آج میسر نہیں۔

ان احادیثِ مبارکہ سے ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور سنتِ مطہرہ سے یہ درس ملتا ہے کہ وہ مسلمان جن کے والدین، بزرگ، عزیز و اقارب اور دوست احباب وفات پا چکے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ بعد از وصال ان کو یاد رکھیں اور ان کی اخروی زندگی بہتر بنانے کا ساماں فراہم کریں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری ایصالِ ثواب کی صورت میں ہی نبھائی جا سکتی ہے۔

یہ بات ذہن میں مستحضر رہے کہ نذر اور ایصالِ ثواب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ نذر اور نیاز صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جب کہ ایصالِ ثواب کسی بزرگ اور عام مسلمانوں کے لئے جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ عرفِ عام میں کسی بزرگ کے نام نذر و نیاز منسوب کرنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنا یہ عمل تحفۃً اور ہدیۃً ان کے ثواب کے لئے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

نذر میں شرک کا وقوع کب ہوتا ہے؟

نذر میں شرک تب ہوگا جب اس کا حق باری تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے ثابت کیا جائے جیسا کہ کفار و مشرکین اپنے بتوں اور معبودانِ باطلہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے کھیتوں اور فصلوں کی پیداوار کا حصہ اسی طرح مقرر کرتے تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اموال اور فصلوں میں زکوٰۃ و عشر کے حصے مقرر فرمانے کا حکم دیا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلٰى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

”انہوں نے اللہ کے لئے انہی (چیزوں) میں سے ایک حصہ مقرر کر لیا ہے جنہیں اس نے کھیتی اور مویشیوں میں سے پیدا فرمایا ہے پھر اپنے گمانِ (باطل) سے کہتے ہیں کہ یہ (حصہ) اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے (خود ساختہ) شریکوں کے لئے ہے۔ پھر جو (حصہ) ان کے شریکوں کے لئے ہے سو وہ اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو (حصہ) اللہ کے لئے ہے تو وہ ان کے شریکوں تک پہنچ جاتا ہے (وہ) کیا ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔“ (الانعام، 6:136)

یاد رہے کہ مشرکین کا یہ عمل (شرک فی النذر) بتوں اور اپنے جھوٹے خداؤں کے لئے ہوتا تھا لیکن اگر یہی عمل بتوں کی بجائے کسی بزرگ ہستی کے لئے اسی عقیدے کے ساتھ روا رکھا جائے تبھی یہ عمل شرک ہوگا ورنہ نہیں بلکہ اس کے برعکس جب نذر اللہ کی مانی جائے مگر اس کا ثواب انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو پہنچایا جائے تو یہ ہرگز شرک نہیں کیونکہ اس سے مقصود اللہ رب العزت کی بخشش و عطا کا حصول ہے وہ اپنے بندوں پر انتہائی شفیق و مہربان ہے اس کے عفو و کرم کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا اور وہ اپنی مخلوق کے لئے رحیم و کریم ہے۔ ربِ کائنات تو معمولی سے معمولی قربانی کو بھی رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ ایک دانہ کے بدلے میں سات سو دانے عطا فرماتا ہے۔ جب ایک عمل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نذر کر کے اس کا ثواب کسی کو پہنچایا جائے تو وہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی عطا کرے گا اور اسے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ مبارکہ میں جا بجا ایصالِ ثواب کی تلقین فرمائی۔

مطلقاً تقرب الی الغیر شرک نہیں ہے

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ کفر و شرک کا مدار عبادت کے اعتقاد پر ہے۔ اس کے بغیر عقیدۃً و عملاً شرک واقع نہیں ہو سکتا اگر عملِ ذبح فی نفسہ تقرب الی الغیر کی نیت سے ہو تو یہ عبادت بن جائے گا اور داخلِ شرک ہوگا۔ اس اعتقاد کی نہ اجازت ہے اور نہ کوئی کلمہ گو مسلمان اس عقیدے کا حامل ہے۔

ائمہ حدیث و تفسیر کی آراء سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ذبیحہ کی حرمت کا بنیادی سبب اُس تقرّب کو قرار دیا گیا ہے جو تقرب بذریعہ عبادت ہو جبکہ مطلق تقرب الی الغیر شرک نہیں۔ اگر مطلقاً تقرّب الی الغیر کو شرک کہا جائے تو پھر تمام ذوی القربیٰ اللہ تعالیٰ کے شریک قرار پاتے ہیں۔ ان کو ذوی القربیٰ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ان سے قرابت کا تعلق ہوتا ہے اور ہر شخص کو اس قرابت کے برقرار رکھنے کا حکم ہے۔ مطلق تقرب الی الغیر کو شرک سمجھ لیا جائے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے تمام احکام باطل اور ساقط قرار پائیں گے جن میں مودت فی القربیٰ کے لئے ترغیبات وارد ہوئی ہیں نیز وہ آیات جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء سے محبت و مودت کا حکم موجود ہے مثلاً ارشادِ ربانی ہے:

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ.

”فرما دیجئے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (اپنی اور اللہ کی) قرابت و قربت سے محبت (چاہتا ہوں)۔“ (الشوریٰ، 42:23)

اس لئے ماننا پڑے گا کہ مطلقاً تقرّب الی الغیر شرک نہیں بلکہ ایسا تقرب شرک ہے جو بطور عبادت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے اُمت نے مسلمانوں سے متعلق ایسے معاملات میں بدگمانی سے منع کیا ہے، صاحبِ درالمختار فرماتے ہیں:

إنا لا نسيء الظنّ بالمسلم أنه يتقرب إلى الآدمي بهذا النحر.

”ہم کسی مسلمان کے بارے میں ہرگز یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اِس فعلِ ذبح کے ذریعہ کسی شخص کا تقرب (بطورِ عبادت) چاہتا ہے۔“ (حصکفی، الدر المختار، 6:310)

علامہ ابنِ عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ حصکفی کی اسی عبارت (انہ یتقرب الی الآدمی) کی شرح کرتے ہوئے تقرب کو بطورِ عبادت تصریحاً کفر بیان کیا ہے:

أي على وجه العبادة لأنه المكفر وهذا بعيد من حال المسلم.

”یعنی (کسی بھی انسان کا تقرب جو) بطورِ عبادت ہو (وہ کفر ہوتا ہے) کیونکہ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔“ (ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، 6:310)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ جو لوگ مطلقاً تقرب الی اللہ کے لئے وسیلہ اور ذریعہ کی بھی نفی ثابت کرتے ہیں وہ درست نہیں کیونکہ کفار اپنے ان بتوں کو فقط ”تقرب الی اللہ“ کا ذریعہ نہیں مانتے تھے بلکہ ان کے آگے سربسجود ہوتے، انہیں معبود سمجھ کر ان کی پوجا بھی کرتے اور ان کے لئے جانوروں کا نذرانہ بھی عبادت کی نیت سے پیش کرتے جیسا کہ آیت کریمہ کے الفاظ: مَا

نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ''ہم اُن کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔'' سے عیاں ہے۔(الزمر،39:3)

اس کے برعکس کوئی ادنیٰ مؤمن بھی انبیاء اور اولیاء کو معبود سمجھتے ہوئے انہیں وسیلہ اور ذریعہ نہیں بناتا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ ترین غلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد اور عابد ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے نہ کے معبود ہونے کا۔ یہی وہ بنیادی عقیدہ ہے جو ایک مؤمن و کافر، توحید پرست و بت پرست اور موحد و مشرک کے درمیان واضح حدِ فاصل قائم کرتا ہے۔ اسی نکتۂ آغاز سے سے دوراہیں نکلتی ہیں ایک صراط الی اللہ اور دخول فی الجنۃ کا باعث بنتی ہے اور دوسری طریق الی الشیطان اور دخول فی النار کا سبب قرار پاتی ہے۔ ان دو بالکل ہی مختلف راہوں پر چلنے والوں کو ایک ہی راہ کا مسافر سمجھنا ہرگز درست نہیں۔ کفار کے اس خود ساختہ تصور اور باطل نظریے کا قرآن نے بطلان فرما دیا ہے کہ اگر وہ اصنام و اوثان کو محض سفارشی سمجھتے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف قربت و نزدیکی کا ذریعہ گردانتے تو پھر معبودِ حقیقی پر اپنے بتوں کو ترجیح نہ دیتے اور نہ اپنے بتوں کی گالی کا بدلہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی ارفع و اعلیٰ شان میں دشنام طرازی سے لیتے اگر کفار و مشرکین کو اللہ تعالیٰ سے انتہائی لگاؤ اور پیار تھا تو بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منع کیوں کرتے تھے؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ (اللہ کے) بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔'' (العلق،96:9-10)

اسی طرح اگر کفار و مشرکین اللہ تعالیٰ ہی کو مستقل مؤثر و مدبر اور متصرفِ حقیقی سمجھتے تھے تو انہوں نے یہ کیوں کہا؟

وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ

''اور ہمیں زمانے کے (حالات و واقعات کے) سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا۔'' (الجاثیۃ،45:24)

لہٰذا "شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ اور يُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى" کی بنیاد پر جمہور امت پر شرک کا فتویٰ صادر کرنا جہالت اور زیادتی ہے۔ ان آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کفار و مشرکین اپنے بتوں کو معبود سمجھتے تھے، ان کے لئے عبادت کی نیت سے نذر پیش کرتے تھے۔ چونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و رسل ہدایت کا وسیلہ و واسطہ اور ذریعہ ہیں اور روزِ قیامت شفیع ہوں گے لہٰذا جب ہم اپنے معبودوں کے لئے شفیع اور قرب جیسے الفاظ استعمال کریں گے تو شاید مسلمان ان کے بارے میں نرم گوشہ اختیار کریں۔ پس قرآن حکیم نے واضح طور پر بتا دیا کہ ایک جائز دلیل کو بنیاد بنا کر کسی بت کو قربت کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اُس کی پوجا پاٹ شروع کر دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ کفار کا یہ عمل صراحتاً شرک ہے۔ ان کی اس روشِ بد کا قیاس، ایمان والوں کی انبیاء و اولیاء سے پاکیزہ عقیدت و محبت اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش، شفاعت یا استعانت کا ذریعہ بنانے پر نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ایک مؤمن اور کافر کے درمیان اس بنیادی فرق کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھنا چاہیے تاکہ ایمان و کفر اور توحید و شرک کے درمیان تمیز اور فاصلہ قائم رہے۔

ذبیحہ کے ذریعے ایصالِ ثواب کا تصور

ہمارے ہاں جو جانور بھی ذبح کئے جاتے ہیں خواہ وہ صدقات وخیرات کی غرض سے ہوں، ولیمہ وعقیقہ کی غرض سے یا عام دعوت واطعام کی غرض سے، شادی اور اجتماع کا موقع ہو یا عید، عرس اور میلاد کا، کبھی بھی عملِ ذبح جسے اہراق الدم یعنی خون بہانے کا عمل کہتے ہیں تقرب الی الغیر کی نیت سے نہیں کیا جاتا۔ عملِ ذبح ہمیشہ خالصۃً لوجہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور عبادۃ للہ یعنی اللہ کی عبادت کے لئے ہوتا ہے اور باسم اللہ یعنی اللہ کے نام پر ہوتا ہے یہی عملِ ذبح اور اہلال کہلاتا ہے اور یہی عبادت بنتا ہے، اس میں کسی غیر کو شریک کرلیں یا اسے غیر کے تقرب کے لئے مخصوص کردیں تو شرک ہوجائے گا۔ اگر اس میں توحید اور خالصیت برقرار رہی تو قبل ازاں یا بعد ازاں اس کا مقصد ومصرف جو بھی تھا وہ شرک نہیں بن سکتا۔ مثلاً کسی نے جانور اپنی شادی اور ولیمہ کے لئے خریدے تھے، کسی نے احباب اور اقارب کی دعوت اور مہمانداری کے لئے، کسی نے اپنے بیٹے کے عقیقہ کے لئے، کسی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طعامِ میلاد کے لئے اور کسی نے اولیاء وصالحین کے ختم اور عرس کے لئے تو ان میں سے کوئی سبب بھی مانعِ توحید اور باعثِ شرک نہیں ہے۔ جس نے بھی اطعامِ طعام یعنی کھانا کھلانے میں اعتقاد سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا، اسے بھی ثواب حاصل ہوگا اور جس نے صدقہ وخیرات کا رکھا اسے بھی ثواب حاصل ہوگا، اب یہ اس کی مرضی ہے چاہے ثواب اپنے لئے رکھے یا اولیاء وصالحین کے لئے ہدیہ وتحفہ کردے یا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے لئے اس ثواب کے ہدیہ وتحفہ کرنے کو ایصالِ ثواب کہتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کی دعا اور درخواست بھی اللہ تعالیٰ ہی سے کی جاتی ہے۔ کہ ''یا اللہ اس کا ثواب فلاں بزرگ کی روح کو میری طرف سے ہدیۃً عطا فرمادے''۔ اس لئے اس میں شرک کا شائبہ پیدا کرنا سوائے لاعلمی اور جہالت کے کچھ نہیں ہے کیونکہ یہ عمل کثرت کے ساتھ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ایصالِ ثواب میں نہ کسی غیر کی عبادت کا شائبہ وامکان ہے، نہ غیر کے لئے ذبح مطلق ہے، نہ ذبح تقرب ہے اور نہ ذبحِ تعظیم۔ ہاں اگر ایصالِ ثواب میں آرزوئے قرب ہو تو اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ مطلقاً صالحین کی محبت، اُن کا قرب وصحبت اور ان کی زیارت ومجالست، یہ سب کچھ شریعت میں نہ صرف مطلوب اور مستحسن ہے بلکہ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں انکا صریح حکم اور فضیلت وارد ہوئی ہے۔

جانور کی جان کا نذرانہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے

بعض لوگ اس باب میں ایک اور مغالطہ پیدا کرتے ہیں کہ ذبح سے مقصود غیر اللہ کو گوشت پہنچانا نہیں ہوتا بلکہ غیر اللہ کو جانور کی جان پیش کرنا ہوتی ہے۔ ایسا کرنا عہدِ جاہلیت کے ساتھ مشابہ ہے کیونکہ کفار ومشرکین بھی اسی طرح بتوں کو جانوروں کی رُوح بھینٹ چڑھاتے تھے، چونکہ مسلمانوں کا ایصالِ ثواب بھی اسی کے مشابہ ہے لہٰذا یہ شرک ہے؟ یہ ایک لغو اور بے حقیقت اعتراض ہے اور صریحاً غلط فہمی ہے۔

1۔ اس لغو سوال کا جواب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں دیتے ہیں:

وکنہ ایں مسئلہ آنست کہ جان را برائے غیر جان آفرین نثار کردن درست نیست۔ و ماکولات ومشروبات ودیگر اموال را

نیز اگرچہ از راہِ تقرب بغیر اللہ دادن حرام و شرک است اما ثواب آں چیز ہا را کہ عائد بر دہندہ مے شود از آن غیر ساختن جائز است۔ زیرا کہ ایشان را مے رسد کہ ثواب عمل خود را بغیر بخشند چنانچہ مے رسد کہ مالِ خود را بغیر خود بدہد و جانِ جانور مملوک آدمی نیست تا او را بکسے تواند بخشید۔ و نیز دادن مال ازیں جہت مستوجب ثواب است کہ آدمیان بوئے منتفع مے شوند، و چوں مردہ ہا بعد از مفارقت ازیں جہان قابل انتفاع بعین مال نماندہ اند طریقِ نفع رسانیدن آنہا در شرع چنین قرار یافت کہ ثواب اموال را بمستحقان برسانند با آنہا عائد سازند۔ و جانِ جانور را اصلاً قابلِ انتفاع نیست در زندگی پس از مردگی نیز قابل انتفاع نباشد۔ آرے اضحیہ از طرف مردہ کردن در حدیث صحیح آمدہ است لیکن معنیش ہمیں است کہ دادن جان برائے خدا و ثوابے کہ دارد بآں مردہ بخشیدہ شود نہ آنکہ ذبح برائے مردہ کردہ آید۔

"اِس مسئلہ کی اصل حقیقت اور روح یہ ہے کہ جان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لئے قربان کرنا درست نہیں ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء اور دوسرے اموال کی نذر بھی اگرچہ تقرباً غیر اللہ کے لئے کرنا حرام اور شرک ہے لیکن اِن اشیاء کے دینے پر ثواب غیر اللہ کو ارسال کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح کہ کسی شخص کے ذاتی عمل کا ثواب بغیر بخشے دوسروں کو نہیں ملتا، اسی طرح ذاتی مال میں سے کسی کو دیئے بغیر کوئی کسی کا مال نہیں پا سکتا تو جانور کی جان کا مالک تو انسان بھی نہیں ہے وہ اسے کسی دوسرے کو کیسے دے سکتا ہے؟ نیز مال اس نیت سے دینا کہ کہ لوگ اِس سے نفع حاصل کریں باعثِ ثواب ہوتا ہے اور جب فوت شدہ لوگ مال سے نفع حاصل نہیں کر سکتے تو شریعت نے اُس مال کا ثواب ارسال کرنے کا طریقہ اور ذریعہ مقرر کیا ہے تاکہ مرحومین اُس مال سے نفع حاصل کریں۔ جانور کی جان دینے سے کسی شخص کو حقیقتاً جب حیاتِ دُنیوی میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو مرنے کے بعد کسی شخص کو جانور کی جان دینے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ تاہم فوت شدہ لوگوں کی طرف سے قربانی کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ لیکن اِس کا مطلب یہی ہے کہ جان اللہ جل جلالہ کے لیے دی جائے اور اُس عمل کا ثواب فوت شدہ لوگوں کو پہنچایا جائے۔ نہ یہ کہ ذبح اِس فوت شدہ شخص کے لئے کیا جائے۔" (شاہ عبدالعزیز، فتاوی عزیزی، 56:1)

مذکورہ بالا فتویٰ سے یہ بات عیاں ہوئی کہ مقربین و صالحین کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جو جانور نامزد اور مشہور کیے جاتے ہیں عقلاً، نقلاً و شرعاً حلال ہیں اور یہی صحیح عقیدہ ہے۔ اِس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

2۔ نذر اور ایصالِ ثواب کے باہمی تعلق کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و نذر اولیاء کہ برائے قضاء حوائج معمول و مرسوم است۔ اکثر فقہاء بحقیقت آں پے نبردہ اند و آنرا بر نذر خدا قیاس کردہ حکم مردود بر آوردہ اند کہ اگر نذر بالاستقلال برائے آں ولی است باطل و اگر برائے خدا است و ذکر ولی برائے بیان مصرف است صحیح است۔ لیکن حقیقت ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب اطعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امر یست مسنون و از روئے احادیث صحیحہ ثابت است۔ مثل ما ورد فی الصحیحین من حال اُم سعد و غیر ہا دریں نذر مستلزم مے شود۔ پس حاصل ایں نذر آنست کہ آں نسبت مثلاً: اہدا ثواب ہذا القدر الی روح فلان۔ و ذکر ولی برائے تعین عمل منذور

است نہ برائے مصرف ومصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلان آں ولی میباشد از اقارب وخدمہ۔ وہم طریقان وامثال ذالک۔ وہمین است مقصود نذر کنندگان بلاشبہ وحکمہ: انہ صحیح یجب الوفاء بہ لانہ قربۃ معتبرۃ فی الشرع۔ آرے اگر آں ولی را حلال مشکلات بالاستقلال یا شفیع غالب اعتقاد مے کنند ایں عقیدہ او منجر شرک وفساد مے گردد۔ ولیکن ایں عقیدہ چیز دیگر است ونذر چیزے دیگر۔

''اولیاء اللہ وصالحین کے لئے جو نذر عوام میں مشہور ومعروف اور معمول بہ ہے اکثر فقہاء اُس کی اصل حقیقت کو نہیں سمجھ سکے اور اُنہوں نے اس کو نذر باری تعالیٰ پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ نذر بالاستقلال اُس ولی کے لئے ہو تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ولی کا ذکر برائے مصرف کے ہو تو جائز ہے۔ لیکن اِس نذر کی اصل حقیقت یہ ہے کہ کھانے اور مال خرچ کرنے کے ثواب کا میت کو تحفہ بھیجنا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت اُمِ سعد رضی اللہ عنہ وغیرھا کے حوالے سے حدیث بیان ہوئی ہے، اس نذر میں بھی اِسی ثواب کا پہنچانا مستلزم ہے۔ لہٰذا اِس نذر کا حاصل وخلاصہ یہ ہے کہ اس میں یوں نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے: میں اِس مقدار کے ثواب کو فلاں رُوح کو ہدیہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ولی کا ذکر نذر کے عمل کو متعین کرنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ برائے مصرف، کیونکہ اُس ولی اللہ کے متوسلین کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس کے اقارب وخدام وغیرہ ہوتے ہیں۔ لوگ دونوں طریقوں پر ہیں اور اس کی مثالیں موجود ہیں۔ بلاشبہ نذر ماننے والوں کا یہی مقصود ہوتا ہے اور اِس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور اِس نذر کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ شریعت میں معتبر قربت کی حیثیت ہے۔ البتہ اس ولی کے حقیقی مشکل کشا کا اعتقاد کرنا یا شفیع غالب کا اعتقاد کرنا غلط ہے اور یہ عقیدہ شرک وفساد کی طرف لے جاتا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ رکھنا اور چیز ہے جبکہ نذر اور چیز ہے۔''

(شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیزی، 1:121-122)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس فتویٰ سے صلحاء واولیاء کے نام کئے گئے جانوروں کی حرمت کی مندرجہ ذیل وجوہ عیاں ہوگئیں:

نذر ماننے والا صلحاء واولیاء کی نذر بقصدِ عبادت کرے تب حرام یا شرک ہوگا ورنہ نہیں۔

جانوروں کی جانوں اور رُوحوں کو اولیاء اللہ کی بھینٹ چڑھانے کی نیت سے کیا جائے تو شرک ہوگا ورنہ نہیں۔

نذر ماننے والا صلحاء واولیاء اللہ کے لئے مستقل بالذات متصرف یا نافع وضار ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے ذبح کرے تو شرک ہوگا ورنہ نہیں۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کوئی بھی صحیح العقیدہ شخص بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے نذر مانتے ہوئے جانوروں کے ذبح میں مذکورہ بالا تینوں نیتوں یا عقیدوں میں سے کسی ایک کا بھی قصد نہیں کرتا بلکہ صرف اور صرف ایصالِ ثواب کی خاطر جانوروں کو انبیاء واولیاء اور صالحین ومرحومین کے لئے منسوب کیا جاتا ہے۔ حقیقتاً اور عبادۃً نذر اللہ تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے مگر اس کا ثواب

اولیاء اللہ کو پہنچایا جاتا ہے۔ اِس صورت میں نذر یوں مانی جاتی ہے۔

''یا الٰہی اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں نذر مانتا ہوں کہ فلاں جانور تیری رضا کے لئے ذبح کروں گا اور اِس نذر کا ثواب فلاں بزرگ کی رُوح کو پیش کروں گا۔'' ایسی نذر ماننا شرعاً ہر اعتبار سے جائز ہے اور اِس کے جواز میں کسی محدث، فقیہ اور مفسر کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لفظِ ''نذر'' کی تین جہات

حقیقت یہ ہے کہ لفظِ ''نذر'' کے استعمال کے تین معنی اور تین جہات ہیں:

ایک بطور عبادت وخیرات یہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس معنی میں نذر اور نیاز کبھی بھی غیر کی طرف منسوب نہیں کی جاتی۔

دوسری بطور ایصالِ ثواب یہ اولیاء وصالحین اور مرحومین کے لئے ہوتی ہے اس معنی میں نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو ہی نہیں سکتی یہ مخلوق اور مرحومین ہی کا حق ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اثبات سراسر ناجائز بلکہ کفر ہے۔

تیسری بطور اطعامِ طعام اسے لنگر یا کھانا کہا جاسکتا ہے۔ یہ مہمانوں کے لئے ہے یا شرکاء وحاضرین اور فقراء ومساکین کے لئے۔ یہ کھانا فی نفسہٖ نہ تو اللہ تعالیٰ کو جاتا ہے اور نہ مرحومین کو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیتِ عبادت وتقرب اور بندگی وعاجزی بربنائے تقویٰ کی جاتی ہے، اولیاء وصالحین اور مرحومین کو ہدیہ ثواب جاتا ہے اور موجود زندہ افراد کھانے سے مستفید ہوتے ہیں۔

نذر کے ہر معنی کی نسبت اور جہت بھی جدا ہے اور مصرف بھی جدا ہے لہٰذا اس فرق کو سمجھے بغیر جن علماء نے اس پر فتویٰ زنی کی ہے انہوں نے ناجائز طور پر خلطِ مبحث میں مسلمانوں کو اُلجھایا ہے اور اُمت میں انتشارِ فکری کا باعث بنے ہیں۔

نذر کو اولیاء کرام کی طرف مجازاً منسوب کرنا جائز ہے

نذر کو اولیاء کرام کی طرف ظاہراً اور مجازاً منسوب کرنا جائز ہے، اِس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بذاتِ خود نقل کردہ دو واقعات درج ذیل ہیں۔

1۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے باب میں لکھتے ہیں:

> حضرت ایشاں میفرمودند فرہاد بیگ را مشکلے پیش آمد۔ نذر کرد بار خدایا اگر ایں مشکل برآمد ایں قدر مبلغ حضرت ایشاں ہدیہ برم، آں مشکل مندفع شود، وآں نذر از خاطر او رفت۔ بعد چندے اسپ او بیمار شد ونزدیک ہلاک رسید۔ بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری بسبب عدم وفاء نذر است۔ اگر اسپ خود مے خواہی نذرے را کہ در فلاں محلہ التزام نمودۂ۔ بفرست وے نادم شد وآں نذر فرستاد، ہماں ساعت اسپ او شفا یافت۔

''شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ فرہاد بیگ کو کوئی مشکل پیش آئی۔ اس نے نذر مانی کہ اے بار الٰہ! اگر یہ مشکل حل ہوگئی تو میں اِس قدر ہدیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور پیش کروں گا۔ چنانچہ وہ مشکل حل ہوگئی مگر وہ نذر پوری کرنا بھول گیا۔ اِس کے کچھ عرصہ بعد اُس کا گھوڑا بیمار ہوگیا اور ہلاکت کے قریب آپہنچا۔ میں اِس

بیماری اور ہلاکت کے سبب پر آگاہ ہوا تو ایک خادم کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ یہ بیماری نذر پوری نہ کرنے کے باعث ہے۔ اگر گھوڑے کی خیریت چاہتے ہو تو فلاں نذر جسے فلاں مقام پر مانا تھا پوری کرو۔ وہ اپنے اس فعل پر شرمندہ ہوا اور نذر ارسال کی، اُسی وقت اُس کا گھوڑا شفا یاب ہو گیا۔'' (شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین:53)

اِس واقعہ سے یہ امر مترشح ہوا کہ مطلقاً کسی سے نفع وضرر پہنچنے کا عقیدہ رکھنا یا محبۃً اور تعظیماً کسی کا قرب حاصل کرنے کی آرزو رکھنا شرک نہیں ہے اور نہ ہی مطلقاً تقرب لغیر اللہ موجب شرک ہے۔ ساتھ ہی اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ اولیاء اور صلحاء کی طرف نذر کو مجازاً منسوب کیا جا سکتا ہے۔

2۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

درقصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند، شب ہنگام بود در آں محل فرمودند: مخدوم ضیافت ما میکند چیزے خوردہ دید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم من۔ قطع شد، وملال بر یاراں غالب آمد۔ آنگاہ زنے بیاید طبق برنج وشیرینی برسرو گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ بانشیندگان درگاہِ مخدوم اللہ دیا رسانم۔ دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم۔

''(میرے والد شاہ عبدالرحیم) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے۔ رات کے وقت اُس مقام پر انہوں نے کہا کہ مخدوم صاحب ہماری دعوت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جانا۔ (پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے) یہاں تک کہ آدمیوں کی آمد ورفت ختم ہو گئی۔ احباب اُکتا گئے۔ اُس وقت ایک عورت اپنے سر پر چاول اور شیرینی کا تھال لئے ہوئے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا شوہر آئے گا مخدوم اللہ دیا کی خانقاہ میں بیٹھنے والوں کو کھانا پہنچاؤں گی، وہ اسی وقت آیا ہے لہٰذا میں نے اپنی نذر پوری کر دی ہے۔''

(شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین:44)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درج بالا دونوں واقعات نقل کر کے اِس امر کی تصریح کی ہے کہ نذر باوجود اس کے کہ تقرب الی اللہ کے لئے ہوتی ہے مگر اسے اولیاء کرام کی طرف ظاہراً اور مجازاً بغیر عبادت کی نیت کئے منسوب کرنا جائز ہے۔

15۔ تَقَرُّب لِغَیْرِ اللّٰہِ والی نذر حرام ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا جانور جسے غیر اللہ کی نذر کر کے بسم اللہ اللہ اکبر کے کلمات پڑھ کر ذبح کیا گیا ہو تو کیا اس کا ذبح کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ذبیحہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ آیت کریمہ (وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ) میں اُہِلَّ میں ''رفع الصوت'' کا مفہوم ہے جبکہ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں تقرب لغیر اللہ کا مفہوم ہے۔ چونکہ کفار ومشرکین کا اصل مقصود ومنشاء کسی جھوٹے معبود کا تقرب ہوتا تھا اس لیے نام اگرچہ اللہ تعالیٰ کا لے لیا مگر جب نیت غیر اللہ کے تقرب کی ہوئی تو وہ عمل بھی غیر اللہ کے لئے ہوا اور اسی طرح یہ نذر بھی غیر اللہ کے لئے ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ اسی طرح ہر وہ عمل اور صدقہ وخیرات جس میں غیر اللہ کے تقرب (بطور

عبادت) کی نیت رکھی جائے، ناجائز ہے۔ جس طرح اگر ظاہراً کوئی حرام فعل صادر ہو جائے اور اس میں نیت سو فیصد درست ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیوں کہ فی نفسہ وہ عمل بھی حرام ہے، اسی طرح اگر کسی جانور کو ذبح کرتے وقت نیت تقرب لغیر اللہ کی تھی مگر اس نے ذبح کرتے وقت بظاہر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا جبکہ اس کی نیت خلاف توحید اور مشرکانہ تھی تو یہ عمل بھی ناجائز اور حرام ہوا کیونکہ عمل کی بنیاد و اساس نیت پر استوار ہوتی ہے۔ اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ.

''اعمال کا دارومدار بس نیتوں پر ہے۔'' (بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحی، 1:2، رقم:1)

ایصال ثواب کی نیت سے کسی کی طرف سے جانور ذبح کرنا جائز عمل ہے بشرطیکہ اس میں تقرب لغیر اللہ نہ ہو۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر کم وبیش ہر سال دو قربانیاں دیں۔ ایک قربانی اپنی اور اپنے اہل بیت کی طرف سے اور دوسری قربانی اپنی امت کی طرف سے۔ امت کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے:

اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ.

''اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس قربانی کو قبول فرما۔'' (ابوداؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا، 3:94، رقم:2792)

اس حدیث مبارکہ میں خود آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک اس بات کا ثبوت مہیا کر رہا ہے کہ محض ایصال ثواب کی نیت سے کسی کے نام قربانی منسوب کرنا حرام نہیں۔

ثقہ محدثین و مفسرین کرام اور اہل لغت کی آراء و تشریحات کی روشنی میں خلاصۃً یہ بات قطعی طور پر بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ فرمان باری تعالیٰ ''وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ'' کا اطلاق ان بتوں (معبودان باطلہ) پر ہوتا ہے جن کی کفار و مشرکین پرستش کرتے اور بوقت ذبح اللہ کا نام لینے کی بجائے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ سورۃ البقرۃ اور دیگر سورتوں میں مذکور ان الفاظ کی تفسیر کرتے ہوئے یہی مفہوم رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سمیت تمام مفسرین نے بیان کیا ہے اور کسی ایک محدث و مفسر نے بھی اس سے ایصال ثواب کے لئے دیا گیا نذر و نیاز اور دیگر صدقہ و خیرات مراد نہیں لیا۔ لہٰذا جو لوگ ''وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ'' کی غلط تعبیر کر کے اس کا اطلاق صدقہ و خیرات اور گیارھویں شریف جیسے معمولات پر کرتے ہیں وہ نہ قرآن حکیم کا صحیح فہم رکھتے ہیں اور نہ انہیں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی ادراک حاصل ہے۔ اولیاء کرام اور بزرگان دین کے ایصال ثواب کے لئے کسی جانور کو محض ان کے نام منسوب کر کے اللہ کے نام پر ذبح کرنا ایک جائز اور مشروع عمل ہے۔

اعمال صالحہ اور خیرات کے لئے ایام کا تعین

کسی نیک عمل اور صدقہ و خیرات پر مداومت کے لئے انتظاماً کسی ایک تاریخ کا تعین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت

ہے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدقہ وخیرات تو کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔اس کے لئے تاریخ کیوں مقرر کی جائے؟اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین ہوجانی چاہئے کہ تعین دوطرح کا ہوتا ہے۔

1۔تعینِ شرعی 2۔تعینِ انتظامی

1۔تعینِ شرعی

نماز پنجگانہ، حج، زکوٰۃ اور روزہ کی بجا آوری کے لئے شریعت نے خاص اوقات اور ایام کا تعین کر دیا ہے۔ ان ایام اور اوقات سے ہٹ کر اگر کوئی عمل کرے گا تو وہ ہرگز قابل قبول نہ ہوگا لہٰذا یہ تعین شرعی ہے۔

2۔تعینِ انتظامی

دوسرا تعین ذاتی اور انتظامی ہے۔اگر بندۂ مومن اپنی ذاتی سہولت کی خاطر عمل میں مداومت، باقاعدگی اور استقامت پیدا کرنے کے لئے نفلی عبادات اور معمولات کے لئے بعض اوقات اور ایام کا تعین کرے تو یہ بھی جائز ہے اور ایسا کرنا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعرات قبرستان میں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نوافل کے لئے رات اور دن مقرر فرمائے تھے تاکہ عمل میں مداومت پیدا ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ.

''بے شک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جو بلاناغہ کیا جائے خواہ وہ تھوڑا ہی ہو۔''

1.مسلم، الصحیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب لن یدخل أحد الجنۃ بعملہ بل برحمۃ اللہ، 4:2171، رقم:2818،2. ابوداؤد، السنن، کتاب الصلاۃ باب ما یؤمر بہ من القصد فی الصلاۃ، 2:48، رقم:1368،3. نسائی، السنن، کتاب القبلۃ، باب المصلی یکون بینہ وبین الامام سترۃ، 2:68، رقم:762،4. احمد بن حنبل، المسند، 6:125

احادیثِ مبارکہ سے نفلی اعمال کے لئے دن کے تعین کا ثبوت

احادیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ سے نفلی اعمال اور عبادات کے لئے وقت کے تقرر کا تصور موجود ہے۔اس حوالے سے چند ذیلی عنوانات کے تحت احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

نفلی نماز کے لئے جگہ اور دن کا تعین

1۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ

كَانَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وآله وسلم يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِياً وَرَاكِباً فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے۔کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔(راوی بیان کرتے ہیں کہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

1. بخاری، الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب من أتی مسجد قباء کل سبت، 1:399، رقم: 1135،2. مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب فضل مسجد قباء وفضل الصلاۃ فیہ وزیارتہ، 2:1017، رقم: 1399،3. حمیدی، المسند، 2:291، رقم: 658

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجدِ قباء جا کر دو رکعت ادا کرنا نفلی عبادت کے لئے مکان و زمان، جگہ اور دن کے تعیّن کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ نہ تو قرآن میں مسجدِ قباء جا کر ہفتہ کے دن نفل پڑھنے کا حکم تھا اور نہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واضح طور پر اس کا حکم دیا گیا تھا لیکن پھر بھی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ سمجھ کر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اوپر اس نیک عمل کے لئے مسجد اور دن کی تخصیص کو برقرار رکھا۔

نفلی روزہ کے لئے پیر اور جمعرات کا تعیّن

2۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صلی الله عليه وآله وسلم يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ.

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔‘‘

1. ترمذی، السنن، کتاب الصوم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، 3:121، رقم: 745،2. بیہقی، السنن الکبریٰ، 2:85، رقم: 2497،3. ابو یعلی، المسند، 8:122، رقم: 4751

کثیر تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو زندہ کیا اور اس طرح ایام کے تعیّن کے ساتھ نفلی روزہ کا معمول برقرار رکھا۔

3۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مولیٰ سے روایت ہے:

أَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ أُسَامَةَ إِلَى وَادِي الْقُرَى فِي طَلَبِ مَالٍ لَهُ. فَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ. فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: لِمَ تَصُوْمُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ وَأَنْتَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ؟ فَقَالَ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى الله عليه وآله وسلم كَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ. وَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ: إِنَّ أَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ.

’’وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اونٹ تلاش کرنے وادی القریٰ میں گئے۔ حضرت اسامہ بن زید پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان کے مولیٰ نے ان سے دریافت کیا: آپ پیر اور جمعرات کو روزہ کیوں رکھتے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معمول کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں۔‘‘

1. ابوداود، السنن، کتاب الصوم، باب فی صوم الاثنین والخمیس، 2:325، رقم: 2436،2. نسائی، السنن الکبریٰ، 2:147، رقم: 2781،3. دارمی، السنن، 2:32، رقم: 1750،4. احمد بن حنبل، المسند، 5:200

بغور کریں یہ کوئی شرعی تعین نہیں بلکہ کسی عملِ خیر پر مداومت کے لئے ایک ذاتی تعین ہے اور شریعت نے اسے منع بھی نہیں کیا۔

کثرتِ درود و سلام کے لئے جمعۃ المبارک کی تخصیص

4۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيْهِ قُبِضَ، وَفِيْهِ النَّفْخَةُ، وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ. قَالَ: قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ؟ يَقُوْلُوْنَ: بَلِيْتَ. قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ.

''بیشک تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن سب سے بہتر ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اور اسی دن انہوں نے وفات پائی اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سخت آواز ظاہر ہوگی۔ پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا درود آپ کے وصال کے بعد کیسے آپ کو پیش کیا جائے گا؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ مبارک تہِ خاک ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔''

1۔ ابوداود، السنن، کتاب الصلاۃ، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ، 1:275، رقم: 1047، 2: نسائی، السنن، کتاب الجمعۃ، باب إکثار الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الجمعۃ، 2:91، رقم: 1374، 3: ابن ماجۃ، السنن، کتاب إقامۃ الصلاۃ، باب فی فضل الجمعۃ، 1:345، رقم: 1085

5۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا. قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ، إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ.

''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یومِ مشہود ہے اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے درود سے فارغ ہونے سے پہلے ہی اس کا درود مجھے پیش کر دیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! موت کے بعد بھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں موت کے بعد بھی، بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مبارک جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی (قبر میں بھی) زندہ ہوتا ہے اور (قبر میں ہی) اسے رزق دیا جاتا ہے۔'' (ابن ماجۃ، السنن، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم، 1:524، رقم: 1637)

سفر کے لئے جمعرات کے دن کی تخصیص

6۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ.

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر پر نکلنا پسند فرماتے تھے۔''

1۔بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب۔۔۔ومن أحب الخروج یوم الخمیس، 3:1078، رقم:2790،2۔ابن حبان، الصحیح، 8:156، رقم:3،3370۔ عبدالرزاق، المصنف، 5:170، رقم:9270

وعظ ونصیحت کے لئے دن کا تعین

7۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ ونصیحت کے لئے جمعرات کا دن مخصوص کر رکھا تھا جیسا کہ اس روایت میں بیان ہوا ہے:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيْسٍ.

''حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے۔''

1۔بخاری، الصحیح، کتاب العلم، من جعل لأہل العلم أیاما معلومۃ، 1:39، رقم:70،2۔ابن حبان، 10:382، رقم:4524

ان احادیثِ مبارکہ سے یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اعمالِ صالحہ اور نفلی عبادات کے لئے جگہ اور دن کا تعین کرنا عام معمول تھا۔ اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ کوئی خاص دن متعین کر کے ایصالِ ثواب اور گیارھویں شریف کی محافل کرنا شریعت کے عین مطابق ہے اور جائز امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ اسلام کا قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے فوت شدہ اعزہ واقارب کے لئے صدقہ وخیرات اور دیگر اعمالِ صالحہ کی صورت میں ایصالِ ثواب کرتے رہے ہیں۔

بَابٌ فِي الطَّلَاقِ عَلَى غَضَبٍ

باب: غصے کے عالم میں طلاق دینا

2193- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ، أَنَّ يَعْقُوبَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُمْ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ الْحِمْصِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، الَّذِي كَانَ يَسْكُنُ إِيلِيَا، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ، حَتَّى قَدِمْنَا مَكَّةَ، فَبَعَثَنِي إِلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، وَكَانَتْ قَدْ حَفِظَتْ مِنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا طَلَاقَ، وَلَا عَتَاقَ فِي غِلَاقٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْغِلَاقُ: أَظُنُّهُ فِي الْغَضَبِ

محمد بن عبید بیان کرتے ہیں: میں عدی بن عدی کندی کے ہمراہ روانہ ہوا، ہم مکہ آ گئے، انہوں نے مجھے صفیہ بنت شیبہ کے پاس بھیجا، اس خاتون نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث سن کر یاد کی ہوئی تھیں۔ اس خاتون نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کیا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اغلاق کی صورت میں دی گئی طلاق اور غلام کو آزاد کرنا (واقع) نہیں ہوتے''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میرا خیال ہے۔''غلاق'' سے مراد غصے کا عالم ہے۔

غصہ کی تین حالتیں اور طلاق کا حکم

حالتِ غصہ کی طلاق کی بابت ردالمحتار ج 2 ص 463، میں غصہ کی تین حالتیں بیان کی گئی ہیں، دو حالتوں میں طلاق واقع ہوتی ہے اور ایک حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی:۔

(۱) غصہ کی ابتدائی حالت ہو کہ جس کی دلیل عقل میں خلل وفتور نہ آیا ہو، اپنی گفتگو والفاظ کو جانتا ہو اور اپنے قصد وارادہ کو سمجھتا ہو، ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۲) غصہ کی انتہائی شدید حالت ہو کہ حد جنون تک پہنچ جائے اور ہوش وحواس باقی نہ رہیں، زبان سے نکلنے والے الفاظ جاننے اور سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جائے، ایسے شدید غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی اور اس کے دیگر اقوال واعمال خرید وفرخت، نکاح وعتاق وغیرہ کا بھی اعتبار نہیں۔

(۳) غصہ کی درمیانی حالت جو مذکورہ دو حالتوں کے مابین ہو اور غصہ حد جنون کو نہ پہنچے، احناف کے پاس اس حالت میں بھی دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

دوسری صورت میں ذکر کردہ غصہ کی انتہائی شدید حالت میں طلاق واقع نہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جب کہ اس حالت کا ثبوت دو عادل گواہوں کی گواہی سے ہو یا طلاق دینے والے کے حلفیہ بیان سے بشرطیکہ اس کا غصہ کی انتہائی شدید حالت میں آپے سے باہر ہو جانا بطور عادت لوگوں میں معروف ہو۔

ردالمحتار ج 2 ص 463، میں ہے: وسئل نظما فیمن طلق زوجته ثلاثا فی مجلس القاضی وہو مغتاظ مدہوش فاجاب نظما ایضا بان الدہش من اقسام الجنون فلا یقع واذا کان یعتادہ بان عرف منه الدہش مرة یصدق بلا برہان اہ قلت وللحافظ ابن القیم الحنبلی رسالة فی طلاق الغضبان قال فیہا انه علی ثلاثة اقسام احدہا ان یحصل له مبادی الغضب بحیث لا یتغیر عقله ویعلم مایقول ویقصدہ وہذا لا اشکال فیه الثانی ان یبلغ النہایة فلا یعلم مایقول ولا یریدہ فہذا لا ریب انه لا ینفذ شی من اقواله الثالث من توسط بین المرتبتین بحیث لم یصر کالمجنون فہذا محل النظر والادلة تدل علی عدم نفوذ اقواله اہ ملخصا من شرح الغایة الحنبلیة لکن اشار فی الغایة الی مخالفته فی الثالث حیث قال ویقع طلاق من غضب خلافا لابن القیم۔۔۔ والذی یظہر لی ان کلا من المدہوش والغضبان لا یلزم فیه ان یکون بحیث لا یعلم مایقول بل یکتفی فیه بغلبة الہذیان واختلاط الجد بالہزل کما ہو المفتی به فی السکران۔

اگر کوئی شخص ان تمام شرعی ہدایات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، غور وفکر کے بغیر غصہ کی حالت میں طلاق دے اور بیک

وقت ایک تلفظ میں تین طلاق دے تو قرآن کریم وحدیث شریف کی رو سے طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق دینے والا گنہگار قرار پائیگا، شوہر کا غصہ کی ابتدائی یا درمیانی حالت میں ہونا، بیوی کا موجود نہ ہونا، یا بیوی کو اطلاع نہ پہنچنا طلاق واقع ہونے کو نہیں روکتا، جب شوہر نے طلاق دی ہے تو جیسے طلاق دیٔ واقع ہوگی، ایک دی ہو تو ایک، تین دی ہو تو تین۔ بیوی کی غیر موجودگی میں طلاق کے لئے بیوی کی طرف طلاق کی نسبت کرنا یا نام کے ساتھ طلاق دینا ضروری ہے۔

شدید غصے میں وقوع طلاق کا اعتبار

حنفیہ کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ وہ غصہ والا شخص جسے اس کا غصہ اس کی طبیعت اور عادت سے اس طرح باہر کردے کہ اس کی باتوں اور اس کے کاموں پر بے مقصدیت غالب آجائے اس کی طلاق واقع نہ ہوگی، اگر چہ وہ جانتا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور ارادہ سے ہی کہتا ہو کیونکہ وہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ جس میں اس کا ادراک یعنی سوجھ بوجھ میں تغیر اور تبدیلی آجاتی ہے لہٰذا اس کا قصدو ارادہ صحیح شعور وصحیح ادراک پر مبنی نہیں ہوتا، پس وہ (مجنوں و دیوانہ تو نہیں ہوتا لیکن وقتی طور پر) مجنوں کی طرح ہو جاتا ہے، کیونکہ ضروری نہیں کہ مجنوں ہمیشہ ویسی حالت میں رہے کہ جو کہے اسے اس کا پتہ نہ ہو بلکہ بعض اوقات میں وہ معقول (عقل مندوں کی طرح) باتیں کرتا ہے، پھر اوٹ پٹانگ مارنا شروع کردیتا ہے۔

عبدالرحمن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعۃ، 295-294 : 4، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں : غضب اگر واقعی اس درجہ شدت پر ہو کہ حدِ جنون تک پہنچادے تو طلاق نہ ہوگی۔ (امام احمد رضا، فتاوی رضویہ، 378 : 12، مسئلہ 146)

امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ وتلمیذ خاص علامہ امجد علی اعظمی مرحوم اپنی شہرہ آفاق کتاب میں لکھتے ہیں: یونہی اگر غصہ اس حد کا ہو کہ عقل جاتی رہے تو (طلاق) واقع نہ ہوگی۔ (امجد علی، بہار شریعت، 7 : 8، طبع لاہور)

بَابٌ فِي الطَّلَاقِ عَلَى الْهَزْلِ

باب: مذاق میں طلاق دینا

2194 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ مَاهَكَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تین چیزیں سنجیدگی میں بھی سنجیدہ اور مذاق میں بھی سنجیدہ شمار ہوں گی، نکاح، طلاق اور رجوع"

2194-واخرجه ابن ماجه (2039)، والترمذي (1220) من طريق حاتم بن اسماعيل، عن عبد الرحمن بن حبيب، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حسن غريب. وهو في "شرح السنة" للبغوي (2356).

بچے، پاگل، سوئے ہوئے شخص کی طلاق کا عدم وقوع

اور ہر شوہر کی (دی ہوئی) طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ وہ شوہر عاقل ہو اور بالغ ہو۔ بچے، پاگل اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''ہر طلاق ہو جاتی ہے سوائے بچے اور پاگل کی دی ہوئی طلاق کے''۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے: اہلیت عقل کی دلیل سے ہوتی ہے جو تمیز کر سکتی ہو اور یہ دونوں (یعنی بچہ اور پاگل) عقل نہیں رکھتے۔ جبکہ سویا ہوا شخص اختیار نہیں رکھتا۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر بے عقل اور مغلوب العقل کی طلاق واقع نہیں ہوتی امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی عطاء بن عجلان روایت حدیث میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ ان کے حافظہ میں حدیث محفوظ نہیں رہتی تھی۔

امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک اس حدیث کے مطابق ہے کیونکہ ان کے نزدیک کبھی دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہاں حدیث میں معتوہ سے دیوانہ مراد ہے یعنی وہ شخص جو کبھی تو مسلوب العقل رہتا ہو اور کبھی اس کی عقل ٹھکانے رہتی ہو قاموس میں لکھا ہے کہ عتہ جو معتوہ کا مصدر ہے کے معنی ہیں کم عقل ہونا مدہوش ہونا اور صراح میں لکھا ہے کہ معتوہ الٹے ہوئے ڈول اور بے عقل شخص کو بھی کہتے ہیں چنانچہ فقہ کی کتابوں میں ان کے یہی معنی بیان کئے گئے ہیں اس اعتبار سے حدیث کا یہ جملہ المغلوب علی عقلہ گویا لفظ معتوہ کا عطف تفسیری ہے یعنی اس جملہ میں معتوہ کی وضاحت مقصود ہے اسی لئے بعض روایات میں المغلوب بغیر واؤ کے ہے۔

اس تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ جب معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی تو مجنون مطلق یعنی پاگل شخص کہ جو سرے سے عقل وشعور رکھتا ہی نہیں اس کی طلاق بطریق اولی واقع نہیں ہوگی چنانچہ زین العرب نے کہا ہے کہ یوں تو معتوہ ناقص العقل اور مغلوب العقل کو کہتے ہیں لیکن مجنون سویا ہوا شخص مدہوش اور ایسا مریض کہ جس کی عقل اس کے مرض کی وجہ سے جاتی رہے وہ بھی اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہیں یعنی ان سب کی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لفظ معتوہ کے بارے میں علامہ ابن ہمام نے بعض علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں جو ناقص العقل وکم سمجھ اور پریشان کلام ہو یعنی بے عقلی اور ناسمجھی کی باتیں کرتا ہو اور فاسد التدبیر یعنی بے عقلی اور بے سمجھی کے کام کرتا ہو لیکن نہ تو مارتا پھرتا ہو اور نہ گالیاں بکتا پھرتا ہو بخلاف مجنوں کے کہ لوگوں کو مارتا اور گالیاں بکتا پھرتا ہے۔

امام ترمذی کے قول کے مطابق اس حدیث کا راوی اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہ سے منقول ہے کہ کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ یعنی ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں یعنی ان تین شخصوں کے اعمال نامہ اعمال میں نہیں لکھے جاتے کیونکہ ان کے کسی قول وفعل کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ مواخذہ سے بری ہیں ایک تو سویا ہوا شخص جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو دوسرا لڑکا جب تک وہ بالغ نہ ہو تیسرا بے عقل شخص جب تک کہ اس کی عقل درست نہ ہو جائے (ترمذی)

اور دارمی نے اس روایت کو حضرت عائشہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے اور حضرت علی سے نقل کیا ہے۔

نابالغ کی طلاق کا فقہی حکم

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ بالغ ہونے سے پہلے انسان پر اللہ کریم کی طرف سے کوئی حکم واجب نہیں ہوتا اسی طرح بلوغ سے پہلے دی جانے والی طلاق کو بھی شریعت نے جائز اور نافذ قرار نہیں دیا۔ حدیث پاک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ تین شخصوں سے تکلیف اٹھالی گئی ہے (۱) سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کے بیدار ہو جائے (۲) بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے (۳) پاگل سے یہاں تک کہ وہ عقل والا ہو جائے (ترمذی۔ ابوداود۔ مشکوۃ) ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں **لا یجوز طلاق الصبی والمجنون**: بچے اور پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ (فتح قدیر، کتاب طلاق)

سوئے ہوئے شخص کی طلاق کا حکم

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اس سے پہلے بچوں کی طلاق کے ذیل میں ایک روایت گزر چکی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تین افراد کو شریعت کے احکام کی بجاآوری سے معاف کیے جانے کا حکم بیان فرمایا ہے ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جو سویا ہوا ہو۔ سونے کی حالت میں نہ تو اس پر کسی عبادت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اور نہ اس حالت میں اس کا کوئی تصرف معتبر ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کسی شخص نے اسی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی طلاق واقعہ نہیں ہوگی صاحب درمختار نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور نہ سوئے ہوئے کی طلاق واقع ہوتی ہے اس حالت میں ارادہ واختیار ختم ہونی کی دلیل سے اس شخص کا کلام صدق، کذب خبر، انشاء وغیرہ کے ساتھ متصف نہیں ہوتا ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار ج3 ص243۔244)

پاگل کی طلاق کا فقہی بیان

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا معتوہ کی طلاق کے علاوہ ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے اس حدیث کو ہم صرف عطاء بن عجلان کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور حدیثیں بھول جاتے ہیں علماء کا اسی پر عمل ہے کہ دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی مگر وہ دیوانہ جسے کبھی کبھی ہوش آجاتا ہو اور وہ اسی حالت میں طلاق دے تو طلاق ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1202)

علامہ ابن عابدین شامی تلویح سے نقل کرتے ہوئے جنون کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جنون اس قوت کے مختل ہو جانے کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان اچھے اور برے افعال کے درمیان فرق کرتا ہے اور جس کے ذریعہ عمل کے نتائج اور انجام کار کے متعلق سوچتا ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ حالت جنون میں اس کا کوئی تصرف صحیح نہیں ہوگا اگر اس نے اپنی بیوی کو اسی حالت میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ البتہ اگر جنوں پیدا ہونے سے پہلے کسی نے اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تھا۔ مثلاً کہ اگر میکہ گئی تو تجھ پر طلاق یہ کہنے کے بعد وہ پاگل ہو گیا اور عورت اس کے جنون کی حالت میں میکے چلی گئی تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ درمختار میں ہی: اور نہ مجنون کی طلاق واقع ہوگی۔ سوائے اس کے کہ عقل وہوش کی حالت میں مشروط طلاق

دی ہو پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (درمختار مع ردالمحتار، کتاب طلاق)

سَفیہ (کم عقل) کی طلاق کا حکم

سفیہ لغت میں خفت اور ہلکا پن کے معنی میں آتا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں سفاہت سے مراد کم عقلی ہے جس کی دلیل سے آدمی اپنے مال پر اسطرح تصرف کرتا ہے جو عقل کے تقاضہ کے خلاف ہو ایسے شخص کو عرف عام میں خفیف العقل کہا جاتا ہے ایسے شخص کی طلاق کو بھی شریعت نے صحیح قرار دیا ہے۔ درمختار میں ہے: او سفیہا خفیف العقل : یا طلاق دینے والا خفیف العقل ہو تو اس کی بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

مجنون کی طلاق معلق کے وقوع کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مجنون نے ہوش کے زمانہ میں کسی شرط پر طلاق معلق کی تھی اور وہ شرط زمانہ جنون میں پائی گئی تو طلاق ہو گئی۔ مثلاً یہ کہا تھا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو تجھے طلاق ہے اور اب جنون کی حالت میں اُس گھر میں گیا تو طلاق ہو گئی ہاں اگر ہوش کے زمانہ میں یہ کہا تھا کہ میں مجنون ہو جاؤں تو تجھے طلاق ہے تو مجنون ہونے سے طلاق نہ ہو گی۔ (درمختار، ج ۴، ص ۴۳۷)

مذاق میں نکاح وطلاق کا فقہی حکم

طلاق کے مسئلہ میں کھیلنا اور مذاق کرنے کی کوئی مجال نہیں، کیونکہ جمہور علماء کے ہاں مذاق میں دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " : تین چیزوں کی حقیقت بھی حقیقی ہی ہے، اور ان میں مذاق بھی حقیقت ہے: نکاح اور طلاق اور رجوع کرنا۔ (سنن ابو داود حدیث نمبر (2194) سنن ترمذی حدیث نمبر (1184) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2039)،) اس حدیث کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے،

اس حدیث کا معنی بعض صحابہ پر موقوف بھی وارد ہے: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: " چار چیزیں ایسی ہیں جب وہ بولی جائیں تو جاری ہوں گی طلاق، آزادی اور نکاح اور نذر " علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: " تین چیزوں میں کوئی کھیل نہیں، طلاق اور آزادی اور نکاح " ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: " تین اشیاء میں کھیل بھی حقیقت کی طرح ہی ہے: طلاق اور نکاح اور غلام آزاد کرنا " آپ کی بیوی نے بطور مذاق طلاق دینے کا مطالبہ کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، اور پھر عورت کو بغیر ایسے عذر کے جو طلاق کو مباح کرتا ہو خاوند سے طلاق طلب کرنا حلال نہیں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے. ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جس عورت نے بھی اپنے خاوند سے بغیر تنگی اور سبب کے طلاق طلب کی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

بَابُ نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلَاثِ

باب: تین طلاقوں کے بعد بیوی سے رجوع کرنے کا منسوخ ہونا

2195 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ) (البقرة: **228**) الْآيَةَ، وَذَلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، فَهُوَ أَحَقُّ بِرَجْعَتِهَا، وَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَنُسِخَ ذَلِكَ، وَقَالَ: (الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ) (البقرة: **229**)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''طلاق یافتہ عورتیں تین حیض تک خود کو روکے رکھیں گی، اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں جو کچھ پیدا کیا ہے، اس کو چھپانا ان کے لیے حلال نہیں ہے''۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:) پہلے یہ ہوتا تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدیتا تو وہ اس سے رجوع کرنے کا زیادہ حقدار رہتا، خواہ وہ اسے تین طلاقیں دے چکا ہوتا۔ تو (اللہ تعالیٰ نے) اس کو منسوخ کر دیا اور یہ ارشاد فرمایا:

''طلاق دو مرتبہ ہے''

تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات' مصالح اور حکمتوں کا بیان

اسلام نے صرف تین طلاقوں کی گنجائش رکھی ہے' پہلی اور دوسری طلاق دینے کے بعد مرد کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار ہے لیکن تیسری طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے اب اگر وہ مرد اور عورت پھر چاہیں تو اس کے سوال اور کوئی صورت نہیں ہے' عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے' نکاح کرنے کے بعد وہ شخص اس سے عمل زوجیت (صحبت) کرے اور پھر اپنی مرضی سے جب اس کو طلاق دے دے تو پھر وہ عورت اس کی عدت گزار کر پہلے شوہر کے نکاح میں جاسکتی ہے' ظاہر ہے کہ یہ ناگوار اور مشکل صورت ہے اس لیے مرد کو تیسری طلاق دینے سے پہلے اچھی طرح سوچ وبچار اور غور وفکر کرنا چاہیے تاکہ بعد میں پریشانی اور پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے اور رو دھو کر مفتیوں سے حیلے نہ پوچھے جائیں اور اپنا مذہب چھوڑ کر غیر مقلدیت کے دامن میں پناہ لینے کی ضرورت نہ پڑے' اسلام نے اسی لیے بیک وقت تین طلاقیں دینے سے روکا ہے اور اس فعل کو معصیت اور گناہ قرار دیا ہے۔

سنت کے مطابق اور احسن طریقے سے طلاق دینے کے فوائد

جب کوئی شخص سنت کے مطابق صحیح طریقہ سے عورت کی پاکیزگی کے ان ایام میں جن میں اس نے جماع نہ کیا ہو صرف ایک طلاق دے گا اور دوسری طلاق کے لیے اگلی پاکیزگی کے ایام تک رکا رہے گا جو تقریباً ایک ماہ کے برابر ہیں تو اس عرصہ میں وہ اس

2195- اسناده حسن. علي بن حسين. - وهو ابن واقد المروزي - حسن الحديث. يزيد النحوي: هو ابن ابي سعيد، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5717) من طريق علي بن حسين، بهذا الاسناد.

معاملہ پر سو دفعہ سے زیادہ غور کرے گا اور گمان غالب ہے کہ اس کی رائے بدل جائے گی (کیونکہ میں تیس سالہ افتاء کی زندگی میں بارہا دیکھ چکا ہوں کہ کل شوہر نے تین طلاقیں دی ہیں اور آج وہ دوڑا چلا آ رہا ہے کہ کوئی حیلہ بتلائیں کہ نکاح قائم رہ سکے۔ جب ایک دن میں رائے بدل جاتی ہے حالات بدل جاتے ہیں تو ایک ماہ میں تو بہت گنجائش ہے) اگر بیوی یا اس کے غلط طرز عمل کی وجہ سے یہ اختلاف کی صورت پیدا ہوئی ہے تو ایک ماہ میں اس کے طرز عمل میں تبدیلی یا مطالبہ طلاق ترک کر دینے کا غالب امکان ہے اس طرح دوسری طلاق پڑنے کا خطرہ ٹل جائے گا اور تیسری طلاق کی نوبت نہیں آئے گی جب کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق احسن طریقہ یہ ہے کہ زمانہ طہر میں بشرط عدم مجامعت صرف ایک طلاق دی جائے اور عدت کے پورے زمانہ میں دوبارہ طلاق نہ دی جائے اور عدت کے اس تین ماہ میں طلاق سے رجوع کرنے کا زیادہ موقع رہے گا اور بالفرض رجوع نہیں کیا اور عدت گزر گئی اور عورت بائنہ ہوگئی اور بعد میں حالات سازگار ہوئے تو اب دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش ہے اور کسی حلالہ کی ضرورت نہیں ہے جب کہ تین طلاقیں دینے کے بعد یہ گنجائش نہیں رہتی۔

طلاق کی تدریج میں مرد کی اور تحدید میں عورت کی رعایت ہے۔

تین طلاق کی تحدید سے دراصل عورت کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے کیونکہ اگر طلاق میں کوئی تحدید نہ ہوتی تو عورت کی گلوخلاصی کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ زمانہ جاہلیت میں مرد عورت کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا پھر طلاق دے دیتا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا تھا۔

امام رازی نے ''الطلاق مرتان'' کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر یہ شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کو بار بار طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ضرر ہوتا ہے۔ اس پر موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(آیت) "الطلاق مرتن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان"۔ (البقرۃ:۲۲۹)

ترجمہ: دوبارہ طلاق دینے کے بعد دستور کے مطابق عدت میں روکنا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله"۔ (البقرۃ: ۲۳)

ترجمہ: پھر اگر اسے (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ (وہ عورت) اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے پھر اگر (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ (دوسرا خاوند کی عدت گزارنے کے بعد) وہ آپس میں رجوع کر لیں اگر وہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج

چونکہ تیسری طلاق آخری حد ہے اور اس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں ہے اس لیے تیسری طلاق دینے سے پہلے بہت سوچ و

بچار اور غور وخوض کرنا چاہیے اور اس آخری قدم اٹھانے سے پہلے دوستوں اور رشتہ داروں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب اسلام کی ہدایت کے مطابق طلاق وقفہ وقفہ سے دی جائے' اگر ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئیں تو پھر بعد میں پریشانی اور پشیمانی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا اس لیے بکثرت احادیث اور آثار میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کو معصیت اور گناہ فرمایا ہے لیکن اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو اس کو اب صبر واستقامت اور حوصلہ سے اس اقدام کے نتیجہ اور انجام کا سامنا کرنا چاہیے اور اپنے ہاتھوں کی ہوئی اس علیحدگی کو قبول کر لینا چاہیے۔ حلالہ کا مکروہ حیلہ اختیار کرے نہ غیر مقلد مولویوں کے خلاف شرع فتویٰ پر عمل کرنے کے لے دربدر مارا مارا پھرے' کیونکہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا عقل اور درایت کے بھی خلاف ہے اور قرآن اور حدیث کے بھی خلاف ہے۔ عددی معاملات میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ کوئی شخص تین یا پانچ یا دس عدد کو ایک عدد قرار دے اور اگر کوئی شخص دس روپوں کو ایک روپیہ قرار دے تو یہ منطق اور قانون دونوں کے خلاف ہے' پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے وقت ان لوگوں کی منطق کہاں رخصت ہو جاتی ہے۔

آئندہ مباحث میں ہم ان شاء اللہ ایک مجلس کی تین طلاقوں پر گفتگو کریں گے۔ پہلے ہم ایک مجلس کی تین طلاقوں کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف فقہاء بیان کریں گے' پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر غیر مقلدین کے دلائل پیش کر کے ان کا جائزہ لیں گے' اس کے بعد قرآن مجید' احادیث' آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی روشنی میں جمہور فقہاء اسلام کا یہ موقف پیش کریں گے کہ اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو وہ بہر حال نافذ ہو جائیں گی۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں میں جمہور کا موقف

جمہور علماء اہل سنت کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: امام شافعی' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور قدیم وجدید جمہور علماء کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی خواہ دخول سے پہلے دی ہوں یا دخول کے بعد۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہی نظریہ ہے' اور بعد کے تابعین اور ائمہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(علامہ ابو محمد عبداللہ بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۷ ص ۲۸۲' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۵ھ)

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶۱ مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں کہ بار بار لفظ طلاق کا تکرار کرنے سے تمام طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اگر طلاق دینے والا تاکید کی نیت کرے تو اس کا دیانۃ اعتبار ہوگا۔ ۲ (علامہ علاؤالدین الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۳۲' مطبوعہ استنبول' ۱۳۲۷ھ)
(یعنی قضاء اعتبار نہیں ہوگا)

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں شیخ ابن تیمیہ اور انکے موافقین کا مؤقف

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے ایک طہر میں ایک لفظ یا متعدد الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دیں' مثلاً کہا کہ تم کو تین طلاقیں یا کہا کہ تم کو طلاق ہے' تم کو طلاق ہے' یا کہا: تم کو تین طلاقیں یا دس طلاقیں یا سو طلاقیں' یا ہزار طلاقیں' اس قسم کی عبارات میں متقدمین اور متاخرین علماء کے تین نظریات ہیں ایک اور چوتھا قول بھی ہے جو محض من گھڑت اور بدعت ہے' پہلا قول یہ ہے کہ یہ طلاق مباح اور لازم ہے' یہ امام شافعی کا قول ہے۔ امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ یہ قول متقدمین میں بکثرت صحابہ اور تابعین سے منقول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام ہے لیکن اس سے صرف ایک طلاق لازم آتی ہے' یہ قول صحابہ میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ' اور حضرت ابن مسعود سے بھی مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو قول ہیں تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے طاؤس خلاص' بن عمرو محمد بن اسحاق سے منقول ہے' داؤد اور ان کے اکثر اصحاب کا یہی قول ہے ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین اور انکے بیٹے جعفر بن محمد کا بھی یہی قول ہے' اسی وجہ سے شیعہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔ چوتھا قول بعض معتزلہ اور بعض شیعہ کا ہے' وہ یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے کوئی طلاق نہیں پڑتی' سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا اور تیسرا قول ہی وہ ہے جس پر کتاب وسنت سے دلائل موجود ہیں۔

(مجموع الفتاویٰ ج ۳۳ ص ۹۔۷' مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود)

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں چار مذاہب ہیں' پہلا مذہب یہ ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' یہ قول ائمہ اربعہ' جمہور تابعین اور بکثرت صحابہ کا ہے (رضی اللہ عنہم) دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ مردود ہے کیونکہ یہ بدعت محرمہ ہے اور بدعت اس حدیث کی وجہ سے مردود ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔ اس مذہب کو ابو محمد بن حزم نے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا: یہ باطل ہے اور رافضیوں کا قول ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے' یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے' جیسا کہ امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے امام احمد نے کہا: یہ ابن اسحاق کا مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کی مخالفت کرے اس کو سنت کی طرف لوٹانا چاہیے۔ (تابعین میں سے) طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی نظریہ ہے چوتھا مذہب یہ ہے کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق ہے' مدخول بہا کو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخول بہا کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے' یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ کا ہے اور اسحاق بن راھویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (زاد المعارج ۴ ص ۵۰' مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ' مصر)

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں چار مذاہب ہیں' پہلا مذہب یہ ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' یہ قول ائمہ اربعہ' جمہور تابعین اور بکثرت صحابہ کا ہے (رضی اللہ عنہم) دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ مردود ہے کیونکہ یہ بدعت محرمہ ہے اور بدعت اس حدیث کی وجہ سے مردود ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے

ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔ اس مذہب کو ابومحمد بن حزم نے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا: یہ باطن ہے اور رافضیوں کا قول ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے' یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے' جیسا کہ امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے امام احمد نے کہا: یہ ابن اسحاق کا مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کی مخالفت کرے اس کو سنت کی طرف لوٹانا چاہیے۔ (تابعین میں سے) طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی نظریہ ہے چوتھا مذہب یہ ہے کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق ہے' مدخول بہا کو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخول بہا کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے' یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ کا ہے اور اسحاق بن راھویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (زاد المعارج ۴ ص ۵۰ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر)

بیک وقت دی گئی طلاقوں میں علماء شیعہ کا موقف

جیسا کہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے' بعض شیعہ کا موقف یہ ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (شرائع الاسلام ج ۲ ص ۵۷)

اور جمہور شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ شیخ ابوجعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایک علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس یا متعدد مجالس میں تین طلاقیں دیں دراں حالیکہ وہ عورت حیض سے پاک تھی؟ انہوں نے کہا: یہ ایک طلاق ہوگی۔

(الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱۔ ۷۰ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران)

عمرو بن براء کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا سو طلاقیں دے تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور ہمیں آپ سے اور آپ کے آباء علیہم السلام سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار طلاق دے یا سو بار طلاق دے تو وہ ایک طلاق ہوتی ہے۔ ابوعبداللہ (علیہ السلام) نے کہا: مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں پہنچا ہے۔ (الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران)

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (آیت) ''الطلاق مرتان'' اس سے معلوم ہوا کہ وہ طلاق رجعی جس میں طلاق کے بعد رجوع کیا جاتا ہے ایک بار دینے کے بعد دوسری مرتبہ دی جاتی ہے' جیسے کسی شخص نے کہا: جاؤ دو بار تسبیح کرو یا تین بار تسبیح کرو یا سو بار تسبیح کرو' اس پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنی بار تسبیح کرے کہ یہ عدد پورا ہو جائے' مثلاً کہے: سبحان اللہ' سبحان اللہ تو یہ دو بار ہوگا اور اگر اس نے کہا: دو بار سبحان اللہ (سبحان اللہ مرتان) یا سو بار سبحان اللہ (سبحان اللہ مأۃ مرۃ) کہا تو یہ ایک تسبیح شمار کی جائے گی' علی ہذا القیاس جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تمہیں دو طلاقیں یا تمہیں تین طلاقیں یا تمہیں دس طلاقیں یا تمہیں ہزار طلاقیں تو یہ ایک طلاق شمار کی جائے گی۔ اس کو واضح کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ نے ایک مثال دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مشروع فرمایا ہے کہ نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا جائے' اب اگر کوئی شخص کہے: سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر عدد خلقہ (اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر) تو یہ صرف ایک تسبیح شمار کی جائے گی۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کسی شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تین طلاقیں لازم کر دی ہوں' اس بارے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن مروی نہیں ہے اور نہ کسی مستند کتاب میں کوئی ایسی حدیث نقل کی گئی ہے' اس سلسلے میں جتنی احادیث نقل کی گئی ہیں وہ سب ائمہ حدیث کی تصریح کے مطابق ضعیف ہیں' بلکہ موضوع ہیں' بلکہ "صحیح مسلم" اور دیگر سنن اور مسانید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں نے اس کام میں عجلت کرنی شروع کر دی ہے جس میں انہیں مہلت دی گئی تھی' اگر ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں تو بہتر ہوگا' پھر آپ نے یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں اس سلسلے میں دوسری حدیث یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں' پھر سخت غمگین ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا: تم نے کس طرح طلاق دی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے تین طلاقیں دی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا: جی آپ نے فرمایا: یہ ایک طلاق ہوئی ہے' اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کر سکتے ہو۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر حضرت رکانہ نے رجوع کر لیا شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ استفسار فرمایا: ایک مجلس میں؟ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر ایک مجلس میں تین طلاقیں نہ دی جائیں تو پھر وہ ایک نہیں قرار دی جاتیں اور جب ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک قرار دی جائے گی' حضرت رکانہ کی یہ حدیث شیخ ابن تیمیہ نے "مسند احمد" کے حوالے سے بیان کی ہے۔ (مجموع الفتاوی ج ۳۳ ص ۱۴-۱۱' مطبوعہ با مر فہد بن عبد العزیز)

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے "الطلاق مرتان" سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر طلاق الگ الگ دی جائے تب وہ متعدد طلاقیں متصور ہوں گی اور اگر کسی نے کہا: تم کو تین طلاقیں" تو چونکہ یہ طلاق ایک بار دی گئی ہے اس لیے یہ ایک طلاق ہی شمار ہوگی۔

شیخ ابن تیمیہ کا یہ استدلال خود انہیں بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس استدلال کا یہ تقاضا ہے کہ کسی شخص نے ایک بار مجلس میں تین بار کہا: میں نے تم کو طلاق دی' میں نے تم کو طلاق دی' میں نے تم کو طلاق دی' تو یہ تین طلاقیں واقع ہونی چاہئیں کیونکہ یہ تین بار دی گئی ہیں' حالانکہ شیخ کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق ہے جیسا کہ اس سے پہلے باحوالہ گزر چکا ہے۔

زنا کی شہادات اور قسامت کی قسموں پر قیاس کے جوابات

شیخ ابن قیم جوزیہ نے زنا کی چار شہادتوں اور قسامت کی پچاس قسموں سے بیک وقت دی گئیں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں چار بار گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے' تو اس کی یہ گواہی مردود ہوگی جب تک چار آدمی الگ الگ گواہی نہ دیں' اسی طرح اگر ایک آدمی یہ کہے کہ میں پچاس قسمیں کھاتا ہوں کہ میں قتل کیا نہ قاتل

دیکھا ہے تو اس کی یہ قسم معتبر نہیں ہوگی جب تک کہ پچاس آدمی الگ الگ قسمیں نہ کھائیں اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں تو یہ تین طلاقیں بھی معتبر نہیں ہوں گی جب تک کہ وہ الگ الگ تین طلاقیں نہ دے۔

(زاد المعاد ج ٤ ص ٥٥ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ١٣٦٩ھ)

اس استدلال کا ایک جواب تو یہی ہے کہ یہ دلیل خود شیخ ابن قیم کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر تین بار الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جانی چاہئیں حالانکہ ان کے نزدیک ایک مجلس میں الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ بھی واقع نہیں ہوتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ زنا کی شہادت اور قسامت پر طلاق کا قیاس درست نہیں ہے کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ میں زنا کی چار گواہیاں دیتا ہوں یا میں قتل نہ کرنے کی پچاس قسمیں کھاتا ہوں اس کی گواہی اور قسم مطلقاً مردود ہے بر خلاف طلاق کے کیونکہ جو شخص کہے: میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں اس کی طلاق ان کے نزدیک بھی مطلقاً مردود نہیں ہے بلکہ ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ دوسرا جواب علامہ آلوسی کی عبارت سے مستفاد ہے۔

علامہ آلوسی نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے کہ شہادات لعان اور رمی جمرات پر طلاق کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے دونوں کے احکام الگ الگ ہیں اور ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا علاوہ ازیں طلاق کا معاملہ حلت اور حرمت سے ہے اور اس میں احتیاط یہی ہے کہ جو تین طلاقیں بیک وقت دی گئی ہیں اور واقع مان لی جائیں۔

(علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ روح المعانی ج ٢ ص ١٣٩ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور یہ مسلم اصول ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین ایک طلاق دے کر نکاح کو مباح کہتے ہیں اور جمہور ان تین طلاقوں کو تین ہی شمار کر کے نکاح کو حرام کہتے ہیں اور اس اصول کے مطابق جمہور کے قول کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ اباحت اور تحریم کے تعارض میں تحریم ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

تسبیح فاطمہ پر قیاس کے جوابات کا بیان

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ: حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر خاتون جنت سے فرمایا تھا کہ بیٹی نماز کے بعد ٣٣ بار سبحان اللہ ٣٣ بار الحمد اور ٣٤ بار اکبر پڑھا کرو یہ لونڈیوں سے بہتر ہے اب اگر کوئی شخص سبحان اللہ تینتیس بار (ایک دفعہ) کہہ دے تو کیا وہ اس اجر و ثواب کا مستحق ہوگا؟۔ ٢ (پیر محمد کرم شاہ الازہری دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ٢٢٩ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور ١٩٨٩ء) (پیر صاحب اس سے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین طلاقیں کہنے طلاقیں واقع نہیں ہوتیں)

یہ دلیل سب سے شیخ ابن تیمیہ نے قائم کی تھی اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ کے متبعین مزید مثالوں کے ساتھ اس کو نقل کرتے چلے گئے ہیں ہم اس دلیل کے چار جواب بیان کر چکے ہیں کہ یہ استدلال ان حضرات کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ ایک مجلس میں کلمات متعددہ سے تین بار تین طلاقیں دی جائیں تو اس دلیل کے اعتبار سے وہ نافذ ہونی چاہئیں حالانکہ یہ لوگ اس کو بھی تین طلاق نہیں مانتے بلکہ ایک طلاق کہتے ہیں دوسرا یہ کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کی ہوتی ہے تیسرا جواب ہم نے علامہ

آلوسی سے نقل کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ مثلاً یوں کہہ دے کہ سو بار سبحان اللہ تو اس حدیث پر عمل نہیں ہوگا اور یہ تسبیح فاطمہ نہیں ہوگی اور وہ اس کے اجر کا مستحق نہیں ہوگا' اس کے برخلاف کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تم کو تین طلاقیں تو آپ بھی یہ تو مانتے ہیں کہ ایک طلاق ہو جائے گی اس لیے یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ علامہ آلوسی نے جو دوسرا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا حرام کو حلال کرنا ہے اس لیے اس قسم کی تک بندیوں اور ڈھکوسلوں سے اللہ اور رسول کے حرام کردہ کو حلال نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عہد رسالت کے معمول کو بدلنے کے الزام کے جوابات:

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کی دوسری دلیل: ''صحیح مسلم'' کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کے عہد میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ اگر ان کو تین طلاق ہی قرار دیا جائے تو بہتر ہوگا اور پھر انہوں نے ایسا ہی کر دیا' جس طرح شیخ ابن تیمیہ اور اس کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے' اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی صریح مخالفت کی اور تمام صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو قبول کر لیا' اگر اس بات کو مان لیا جائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے دور میں فوت ہونے والے صحابہ کے علاوہ کوئی صحابی اس قابل نہیں رہے گا کہ اس کے دین پر اعتماد کیا جائے اور اس کی روایت کو قبول کیا جائے یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کا ظاہر معنی نہیں لیا' اور اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت غیر صحیح اور مردود ہے۔

قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں' جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب واضح ہوگا اور ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی متفق علیہ حدیث ہے جس کو صحاح ستہ کے دیگر مؤلفین نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا' نیز دیگر احادیث صحیحہ اور بکثرت آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں نافذ ہو جاتی ہیں (جس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے) اور ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت چونکہ قرآن مجید' احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی صراحت کے خلاف ہے اس لیے یہ روایت شاذ اور معلل ہے اور استدلال سے خارج ہے۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت کے غیر صحیح ہونے پر دوسری دلیل

اس روایت کے شاذ معلل اور مردود ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے ایک چیز روایت کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں' اس لیے یہ روایت شاذ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف روایت کو منسوب کرنے میں طاؤس کو وہم ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

''صحیح مسلم'' کی اس زیر بحث حدیث کو طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی صراحت کے مطابق یہ طاؤس کا وہم ہے' اس کی مزید وضاحت امام بیہقی کے بیان سے ہوتی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے' امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو ترک کر دیا ہے' اور میرا گمان یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ترک کیا ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی باقی روایات کے مخالف ہے' پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عباس نے فرمایا: پہلے انسان تین طلاق دینے کے بعد رجوع کر لیتا تھا ''الطلاق مرتان'' نے اس کو منسوخ کر دیا۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اس پر حرام ہوگئی' مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم تین طلاقیں لے لو اور ستانوے طلاقوں کو چھوڑ دو' مجاہد سے ہی روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی' تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی' تم نے اللہ کا خوف نہیں کیا' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا' ان کے علاوہ عطاء' عمرو بن دینار اور مالک بن حارث وغیرہ طاؤس کے علاوہ حضرت ابن عباس کے تمام تلامذہ حضرت ابن عباس سے یہی روایت کرتے ہیں کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں' اس کے برخلاف صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ عہد رسالت اور عہد ابوبکر میں تین طلاقیں ایک قرار دی جاتی تھیں اس لیے یہ روایت طاؤس کے وہم پر محمول کی جائے گی اور صحیح نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۳۳۷ مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

اعتبار راوی کی روایت کا ہے یا اس کی رائے کا؟

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے خصوصاً حضرت ابن عباس روای حدیث کا فتویٰ بھی اس کے خلاف ہے تو اس روایت پر عمل کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے الی قولہ۔ اس کے متعلق مختصر یہ گزارش ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے سامنے کسی کا قول حجت نہیں' نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی دو روایتیں آئی ہیں' ایک وہ جو اوپر گزری' دوسری وہ جسے مسند میں امام احمد نے نقل کیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نظریہ یہ تھا کہ ہر طہر کے وقت طلاق دی جائے۔ دوسرے صحابہ کرام کے اقوال کا ذکر جا بجا گزر چکا ہے' نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ''اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی ذاتی رائے کا''۔

(دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۹' مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۹ء)

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت نہیں ہے لیکن یہ کون سی حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جائے۔ اگر مسلم کی حدیث مذکور مراد ہے تو اول تو اس میں آپ کے کسی فرمان کا ذکر نہیں ہے۔ ثانیاً اسی حدیث میں تو بحث ہو رہی ہے کہ یہ ثابت اور صحیح نہیں ہے طاؤس کا وہم ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے بھی اعتراف کیا ہے:

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طاؤس کے برخلاف روایت کیا ہے۔ سعید بن جبیر' مجاہد اور نافع نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے برخلاف روایت کی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۲ 'مطبوعہ مکتبہ الکلیات الازہریہ' قاہرہ' ۱۳۹۸ھ)

اور چونکہ ''صحیح مسلم'' کی یہ روایت طاؤس کے وہم پر مبنی ہے اس لیے صحیح نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عہد رسالت کے معمول کی مخالفت اور تمام صحابہ پر مداہنت کی تہمت لگانے سے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ایک معقول وجہ (طاؤس کے وہم) کی بنیاد پر اس حدیث کو مسترد کر دیا جائے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے لکھا ہے: نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ''اعتبار روای کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی رائے کا'' اس کے بارے میں گزارش ہے کہ عام راویوں کے بارے میں بے شک ایسا ہی ہے لیکن جب صحابی رسول کسی حدیث کی روایت کریں اور ان کا عمل یا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہو تو پھر دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ روایت صحیح نہیں یا اس صحابی کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ صحابی رسول سے یہ متصور نہیں کہ وہ ایک حدیث کرے اور عمل اس کے خلاف کرے۔ کتب صحاح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے' اور امام طحاوی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی' انہوں نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اس کو ترک کر دیا اور یہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ان کے نزدیک کسی دلیل سے رفع یدین منسوخ ہو چکا ہو۔ ۱ (امام ابوجعفر احمد بن الطحاوی الحنفی متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان لاہور' ۱۴۰۴ھ) نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے اور خود تین مرتبہ دھوتے تھے۔ امام طحاوی لکھتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور اس کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سن کر اس پر عمل کرنا ترک کر دیں گے' اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کی عدالت (نیکوکاری) ساقط ہو جائے گی اور وہ اس قابل بھی نہیں رہیں گے کہ ان کی کوئی بات قبول کی جائے چہ جائیکہ ان کی روایت قبول کی جائے' اس لیے ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت ابوہریرہ کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہو چکی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ)

جب صحابی رسول کا عمل یا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کی نسبت اس صحابی کی طرف صحیح نہیں ہے' یا پھر اس روایت میں کوئی تاویل ہے۔ علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

راوی کا عمل جب حدیث کے خلاف ہو تو یہ اس حدیث کی صحت میں طعن کا موجب ہے' یا اس حدیث کے منسوخ ہونے پر دلیل ہے یا پھر اس حدیث میں تاویل ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔

(النبراس ص ۲۳' مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی' بندیال' الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جس کو طاؤس نے بیان کیا ہے ایسی ہی ہے' قوی ترین بات یہ ہے کہ چونکہ یہ طاؤس کا وہم ہے اس لیے صحیح اور ثابت نہیں ہے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس کو منسوخ قرار دے کر بھی جواب دیا ہے اور اس کا ظاہری معنی چھوڑ کر تاویل بھی کی ہے' عنقریب ہم بعض تاویلات کا ذکر کریں گے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں رمل کرتے تھے اور ان کا قول یہ ہے کہ رمل سنت نہیں ہے''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رمل کے معاملہ میں حضرت ابن عباس کی رائے جمہور کے خلاف ہے اور تین طلاقوں کے مسئلہ میں ان کی روایت دیگر احادیث اور جمہور کے موافق ہے' اور ان کی منفرد رائے کو ترک کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انکی جو روایت جمہور کے موافق ہو اس کو بھی ترک کر دیا جائے۔

نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر راوی کا عمل اور فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو غیر مقلدین اور شوافع کا وہی مسلک ہے جو پیر محمد اکرم شاہ صاحب نے ''فتح الباری'' کے حوالے سے بیان کیا ہے اور ''نیل الاوطار'' میں بھی مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے ایسا ہی لکھا ہے۔ (قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی: ۱۲۵۰ھ نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۲' مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازھریۃ' قاہرہ' ۱۳۹۸ھ) اور حق اور صواب احناف اور مالکیہ کا نظریہ ہے جس کو ہم نے امام طحاوی اور علامہ ہاردی کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

صحیح مسلم میں درج طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل

طاؤس کی اس روایت کے وہم اور غلط ہونے پر ایک اور واضح قرینہ یہ ہے کہ خود طاؤس کا فتویٰ بھی اس روایت کے خلاف تھا' طاؤس یہ کہتے تھے کہ اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں تین لفظوں کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو یہ ایک طلاق ہوگی (کیونکہ وہ پہلی طلاق کے بعد بائنہ ہو جاتی ہے اور بعد کی طلاقوں کا محل نہیں رہتی) طاؤس مدخولہ کی تین طلاقوں کو ایک طلاق نہیں قرار دیتے تھے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطاء کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو مقاربت سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ ایک طلاق ہوگی۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۶' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلقاً تین طلاقوں کو ایک نہیں کہتے تھے اس لیے طاؤس کی یہ روایت جس کو امام مسلم نے بیان کیا ہے وہم اور مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔

علامہ ماردینی طاؤس کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبدالبر (صاحب ''استذکار'') نے کہا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت وہم اور غلط ہے۔ علماء میں سے کسی نے اس کو قبول نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس سے طاؤس کی یہ روایت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ثقہ راویوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔ (الجوہر النقی علی حاشیۃ البیہقی ج ۷ ص ۲۳۸۔۲۳۷' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

نیز علامہ ابو جعفر بن نحاس ''کتاب الناسخ والمنسوخ'' میں لکھتے ہیں کہ طاؤس ہر چند کہ نیک شخص ہیں لیکن وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت سی روایات میں منفرد ہیں' اہل علم ان روایات کو قبول نہیں کرتے' ان روایات میں سے ایک روایت وہ بھی ہے جس میں انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تین طلاقوں کے ایک ہونے کی روایت کی ہے' لیکن حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی سے صحیح روایت یہی ہے کہ تین طلاقیں' تین ہی ہوتی ہیں۔

طاؤس کی روایت کا صحیح محمل

جمہور فقہاء اسلام نے اولاً تو اس حدیث کے فنی سقم کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا' ثانیاً بر سبیل تنزل اس میں تاویل کی اور کہا کہ دور رسالت اور دور صحابہ میں لوگ تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے' بعد میں حضرت عمر کے دور میں لوگوں نے تین طلاق دینے کی نیت سے تین بار طلاق کہنا شروع کر دیا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نیات کے اعتبار سے ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیا۔ ان جوابات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے کسی امر کو نہیں بدلا بلکہ اسی چیز کو نافذ کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے' امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت رکانہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے طلاق البتہ سے کیا مراد لیا تھا؟ میں نے کہا: ایک طلاق! آپ نے فرمایا: قسم بخدا! میں نے کہا: قسم بخدا! آپ نے فرمایا: پس یہ وہی طلاق ہے جس کا تم نے ارادہ کیا ہے یعنی ایک۔

(امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ جامع ترمذی ص ۱۸۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے تین اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ' سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ۳ (امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ' سنن ابن ماجہ ص ۱۴۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی) اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کا ارادہ کیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت رکانہ سے یہ ایک عبارت سے صرف ایک طلاق ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا حضرت رکانہ سے طلاق کی تعداد کا دریافت کرنا اور ان کی مراد پر قسم لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقیں مؤثر ہو جاتی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ نافذ کیا وہ اس حدیث کے مطابق تھا اور جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ بھی اسی حدیث کے تابع ہے۔

حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کے فنی اسقام

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ سے متعلق ایک دوسری روایت ''مسند احمد'' کے حوالے سے ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک طلاق قرار دیا اور انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔ شیخ ابن تیمیہ نے ''مسند احمد'' کی اس حدیث کو جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ' سنن ابوداؤد کی مذکورۃ الصدر روایت پر ترجیح دی ہے۔ لیکن شیخ ابن تیمیہ کا جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی روایت پر مسند احمد کو ترجیح دینا عدل و انصاف سے سخت بعید ہے' کیونکہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ ''مسند احمد'' میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا' اس میں ضعیف' حسن صحیح ہر قسم کی احادیث ہیں برخلاف جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کے' کیونکہ یہ ان کتب احادیث میں سے ہیں جن میں

احادیث صحیحہ جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کو صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے اور مسند احمد کو صحاح ستہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد کے علم میں بھی مسند احمد کی یہ روایت تھی جس میں طلاق البتہ کی بجائے تین طلاقوں کا ذکر ہے لیکن انہوں نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی:

''هذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امراته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به۔

(امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج۱ ص۳۰۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

یہ حدیث ابن جریج کی روایت کی بہ نسبت صحیح ہے جس میں ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ اس حدیث کی روایت حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہے اور وہ اپنے گھر کے واقعات کو دوسروں کی نسبت زیادہ جاننے والے تھے۔

امام ابوداؤد نے اپنی تینوں احادیث یزید بن رکانہ سے روایت کی ہیں اسی طرح امام ترمذی نے بھی یزید بن رکانہ کی روایت سے حدیث بیان کی ہے اس کے برخلاف امام احمد نے ''مسند احمد'' میں ابن جریج سے حضرت رکانہ کی روایت بیان کی ہے اور یہ بالکل معقول اور انصاف کی بات ہے کہ حضرت رکانہ کے گھر کا واقعہ وہی درست ہوگا جو انکے بیٹے نے بیان کیا ہے اور ان کے بیٹے کی روایت کے خلاف اگر کسی غیر متعلق شخص نے کوئی واقعہ بیان کیا ہے تو وہ درست قرار نہیں دیا جائے گا۔

شیخ ابن تیمیہ نے البتہ والی روایت کو مرجوح قرار دینے کے لیے کسی کتاب کا حوالہ دیئے بغیر لکھا ہے: امام احمد بن حنبل امام بخاری ابوعبید اور ابومحمد بن حزم نے البتہ والی روایت کو ضعیف قرار دیا اور بیان کیا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۳۳ ص ۱۵ مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود)

امام احمد بن حنبل چونکہ اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنے والے ہیں اس لیے وہ ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا اگر ان کی تضعیف بالفرض ہو بھی تو خارج از بحث ہے اور ابن حزم کا حوالہ دینا شیخ ابن تیمیہ کی مغالطہ آفرینی ہے۔ شیخ ابن حزم نے ''سنن ابوداؤد'' کی ایک اور روایت کو بعض بنی ابی رافع کی وجہ سے مجہول لکھا ہے جس کا ذکر باحوالہ آگے آرہا ہے۔ رہے امام بخاری تو ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے البتہ والی روایت کی تضعیف کی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ امام بخاری نے ''مسند احمد'' والی روایت کو مضطرب اور معلل قرار دیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ التلخیص الحبیر ج ۴ ص ۱۲۵۵ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ) اور علامہ ابن عبدالبر نے اس کو ''تمہید'' میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی ''مسند احمد'' والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے اور دوسرا راوی داؤد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کی روایات سے اجتناب کرنا واجب ہے اور البتہ والی (صحاح ستہ کی) روایت صحت کے قریب ہے اور ''مسند احمد'' والی روایت میں راویوں کی غلطی ہے۔

(العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ج ۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد)

علامہ ابوبکر رازی جصاص نے ''مسند احمد'' کی اس روایت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ رکانہ کی حدیث منکر ہے اور صحیح روایت وہ ہے جو ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۳۱ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

حضرت رکانہ سے متعلق صحاح کی روایت کی تقویت

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ کی البتہ والی روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی مجہول ہیں اور ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کی یہ بات بھی عدل وانصاف اور حقیقت اور صداقت سے بہت دور ہے یہ حدیث ترمذی' ابن ماجہ اور داؤد میں ہے' امام ابوداؤد نے اس کو تین مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف امام ترمذی کی سند کے راویوں کی عدالت اور ضبط کا حال بیان کر رہے ہیں۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو از ھناد از قبیصہ از جریر بن حازم از زبیر بن سعید از عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ بیان کیا ہے۔ سند کے پہلے راوی ھناد ہیں' ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا: تم ھناد کو لازم رکھو' ابوحاتم نے کہا: وہ بہت سچے ہیں' قتیبہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ وکیع' ھناد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے' امام نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں' امام ابن حبان نے بھی ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۷۱ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ھ)

اس سند کے دوسرے روای قبیصہ ہیں' ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حافظ ابوزرعہ سے قبیصہ اور ابونعیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ان دونوں میں قبیصہ افضل ہیں' ابن حاتم کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے قبیصہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ بہت سچے ہیں' اسحاق بن یسار نے کہا: میں نے شیوخ میں سے قبیصہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا' امام نسائی نے کہا: ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۴۹-۳۴۸ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ھ)

اس حدیث کے تیسرے راوی ہیں: جریر بن حازم ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حماد جتنی تعظیم جریر بن حازم کی کرتے تھے کسی اور کی نہیں کرتے تھے' عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہیں دوری کہتے ہیں: میں نے یحییٰ سے پوچھا کہ جریر بن حازم اور ابوالاشھب میں کس کی روایت بہتر ہے؟ انہوں نے کہا: جریر کی روایت احسن اور اسند ہے۔ ابوحاتم نے کہا: یہ بہت سچے اور نیک ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۰ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ھ)

اس حدیث کے چوتھے راوی زبیر بن سعید ہیں' ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: دوری نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں' دارقطنی نے کہا: یہ معتبر ہیں' اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۱۵ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ھ)

اس حدیث کے پانچویں راوی ہیں: عبداللہ بن یزید بن رکانہ یہ خود حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہیں' امام ابن حبان نے انکا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (حافظ ابن حبان تمیمی متوفی ۳۵۴ھ 'کتاب الثقات ج ۷ ص ۱۵ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۰۱ھ)

اور حافظ ابن حجر نے اس کو مقرر رکھا ہے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۲۵ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ھ)

حضرت رکانہ سے متعلق ''سنن ابوداؤد'' کی ایک شاذ روایت کے ضعف کا بیان

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ''سنن ابوداؤد'' کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس میں ہے: حضرت عبد یزید ابورکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کرلو۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے تو اسے تین طلاقیں دے دی ہیں' آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں' تم اس سے رجوع کرلو۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ص ۲۹۹۔ ۲۹۸ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث سے پیر صاحب کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کی سند میں بعض بنی ابی رافع موجود ہیں' جو مجہول ہیں۔ غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(شیخ ابن تیمیہ نے ''سنن ابوداؤد'' کی جس حدیث کے بارے میں ابن حزم کا حوالہ دیا تھا' وہ اصل میں یہ حدیث ہے)

ہمارے علم میں اس حدیث کے سوا ان لوگوں کی اور کوئی دلیل نہیں ہے' اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ ابورافع کی اولاد میں سے جس شخص سے یہ روایت ہے اس کا نام لیا گیا' اور مجہول راوی کی روایت دلیل نہیں ہو سکتی۔

(المحلی ج ۱۰ص ۱۶۸ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۵۲ھ)

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ''مستدرک'' کی بعض روایات میں بعض بنی ابی رافع کی تعیین محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع سے کردی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع کے بارے میں لکھتے ہیں امام بخاری نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن معین نے کہا: یہ ''لیس بشیء'' ہے ابوحاتم نے کہا: یہ ضعیف الحدیث' منکر الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا: یہ کوفہ کی شیعہ میں سے ہے اور فضائل میں اس نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن کا کوئی مطالع نہیں ہے' ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا۔ برقانی نے دارقطنی سے روایت کیا کہ یہ متروک ہے یاد رہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہے: جس شخص کے بارے میں میں یہ کہوں کہ یہ منکر الحدیث ہے اس سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ملحوظ رہنی چاہیے کہ امام ابن عدی نے اس کو شیعہ لکھا ہے اور تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا شیعہ حضرات کا مسلک ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ص ۳۲۱ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۵ھ)

اس روایت کی سند اس پائے کی نہیں ہے' جس سے حلال اور حرام کے مسئلہ میں استدلال ہو سکے' خصوصاً جبکہ اس روایت سے وہ چیز حلال ہو رہی ہو جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت سے حرام ہو چکی ہو اور ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمین کا اس کی حرمت پر اتفاق ہو۔

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے حامیوں کے پاس تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے لیے صرف یہ تین روایات تھیں: ایک صحیح مسلم کی روایت جو طاؤس کا وہم اور شاذ روایت ہے' دوسری ''مسند احمد'' کی روایت جو مضطرب' منکر' معلل اور ضعیف روایت ہے' تیسری ''سنن ابوداؤد'' کی یہ روایت جو مجہول' منکر اور متروک کی روایت ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن' سورۂ بقرہ' لاہور)

2196 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي بَعْضُ بَنِي أَبِي رَافِعٍ، مَوْلَى

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَلَّقَ عَبْدُ يَزِيدَ أَبُو رُكَانَةَ، وَإِخْوَتِهِ أُمَّ رُكَانَةَ، وَنَكَحَ امْرَأَةً مِنْ مُزَيْنَةَ، فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: مَا يُغْنِي عَنِّي إِلَّا كَمَا تُغْنِي هَذِهِ الشَّعْرَةُ لِشَعْرَةٍ أَخَذَتْهَا مِنْ رَأْسِهَا، فَفَرِّقْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، فَأَخَذَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِيَّةٌ، فَدَعَا بِرُكَانَةَ، وَإِخْوَتِهِ، ثُمَّ قَالَ لِجُلَسَائِهِ: أَتَرَوْنَ فُلَانًا يُشْبِهُ مِنْهُ كَذَا وَكَذَا، مِنْ عَبْدِ يَزِيدَ، وَفُلَانًا يُشْبِهُ مِنْهُ كَذَا وَكَذَا؛ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ يَزِيدَ: طَلِّقْهَا فَفَعَلَ، ثُمَّ قَالَ: رَاجِعِ امْرَأَتَكَ أُمَّ رُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ؛ قَالَ: إِنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: قَدْ عَلِمْتُ رَاجِعْهَا وَتَلَا: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) (الطلاق:1)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رُكَانَةَ، طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، فَرَدَّهَا إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ، لِأَنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ، وَأَهْلَهُ أَعْلَمُ بِهِ، إِنَّ رُكَانَةَ إِنَّمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، فَجَعَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عبد یزید، جو رکانہ اوران کے بھائیوں کے والد تھے، انہوں نے رکانہ کی والدہ کو طلاق دے دی، اور مزینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی۔ وہ خاتون (یعنی ام رکانہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی: اس نے میری اتنی ضرورت پوری کی جتنی یہ بال، اس بال کی ضرورت پوری کرتا ہے (یعنی یہ میرے ساتھ صحبت کرنے کے قابل نہیں ہے) اس عورت نے اپنے سر کے بال پکڑ کر یہ بات کہی تھی، (پھر وہ بولی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اور میرے درمیان علیحدگی کروادیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید غصہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ اور اس کے بھائیوں کو بلوایا، پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا: کیا تم دیکھ رہے ہو کہ بچہ اس سے، یعنی عبد یزید سے، کتنی مشابہت رکھتا ہے، لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد یزید سے فرمایا: اس کو طلاق دے دو! انہوں نے ایسا ہی کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی بیوی، جو رکانہ اور اس کے بھائیوں کی ماں ہے، اس سے رجوع کرلو! انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اسے تین طلاقیں دے چکا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے علم ہے، تم اس سے رجوع کرلو، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

"اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت میں دو"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے: رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو ان کی طرف واپس بھجوادیا۔

یہ روایت زیادہ مستند ہے، کیونکہ آدمی کی اولاد، اس کے اہل خانہ اس کے بارے میں علم رکھتے ہیں۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک طلاق قرار دیا تھا۔

2196- اسناده ضعيف. لعلتين: اولاهما: ابهام شيخ ابن جريج. وقد جاء مصرحاً باسمه في رواية محمد بن ثور الصنعاني، انه محمد بن عبيد الله بن رافع. قال الذهبي في "تلخيص المستدرك" 4912/2 محمد واه. قال: والخبر خطأ، عبد يزيد لم يدرك الاسلام. قلنا: فهذه علة ثانية. واخرجه عبد الرزاق في "مصنفه" (11334) عن ابن جريج، ومن طريقه اخرجه البيهقي في "الكبرى" 339/7.

2197 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ، فَيَرْكَبُ الْحُمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، وَإِنَّ اللهَ قَالَ: (وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا) (الطلاق: 2)، وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللهَ فَلَمْ أَجِدْ لَكَ مَخْرَجًا، عَصَيْتَ رَبَّكَ، وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ، وَإِنَّ اللهَ قَالَ: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ) (الطلاق: 1) فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ حُمَيْدٌ الْأَعْرَجُ وَغَيْرُهُ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَيُّوبُ، وَابْنُ جُرَيْجٍ جَمِيعًا عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَرَوَاهُ الْأَعْمَشُ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كُلُّهُمْ قَالُوا: فِي الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ أَنَّهُ أَجَازَهَا، قَالَ: وَبَانَتْ مِنْكَ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، إِذَا قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا بِفَمٍ وَاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ، وَرَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، هَذَا قَوْلُهُ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَجَعَلَهُ قَوْلَ عِكْرِمَةَ

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا: اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاموش رہے، یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ اس عورت کو اس شخص کی طرف واپس کروا دیں گے، پھر انہوں نے فرمایا: کوئی شخص جا کر حماقت کا مرتکب ہوتا ہے اور پھر "اے ابن عباس! اے ابن عباس!" کہنا شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے (مشکل سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے"۔

لیکن تم اللہ تعالیٰ سے ڈرے نہیں، اس لیے تمہارے لیے مجھے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ تم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو: تو انہیں عدت کے آغاز میں طلاق دو"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حمید اعرج اور دیگر حضرات نے یہ روایت مجاہد کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ایوب اور ابن جریج دونوں نے عکرمہ بن خالد، سعید بن جبیر کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ابن جریج نے عبدالحمید بن رافع، عطاء کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

یہ روایت اعمش نے، مالک بن حارث کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ابن جریج نے عمرو بن دینار کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ان سب نے تین طلاقوں کے بارے میں یہی بات نقل کی ہے، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تین طلاقوں کو واقع قرار دیا تھا۔ اور یہ کہا تھا: وہ عورت تم سے بائنہ ہوگئی، جس طرح اسماعیل نے ایوب کے حوالے سے، عبداللہ بن کثیر سے نقل کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے ایوب، عکرمہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے: جب مرد ایک ہی مرتبہ میں یہ کہے "تمہیں تین طلاقیں ہیں" تو یہ ایک شمار ہوگی۔

یہ روایت اسماعیل بن ابراہیم نے ایوب کے حوالے سے، عکرمہ سے، ان کے اپنے قول کے طور پر نقل کی ہے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں کیا، اور اسے عکرمہ کا قول قرار دیا ہے۔

2198 - وَصَارَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيمَا حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَهٰذَا حَدِيثُ اَحْمَدَ - قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِيَاسٍ، اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَاَبَا هُرَيْرَةَ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، سُئِلُوا عَنِ الْبِكْرِ يُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا ثَلَاثًا، فَكُلُّهُمْ قَالُوا: لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي عَيَّاشٍ، اَنَّهُ شَهِدَ هٰذِهِ الْقِصَّةَ حِينَ جَاءَ مُحَمَّدُ بْنُ اِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ، اِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَاصِمِ بْنِ عُمَرَ فَسَاَلَهُمَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَا: اذْهَبْ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، وَاَبِي هُرَيْرَةَ فَاِنِّي تَرَكْتُهُمَا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، ثُمَّ سَاقَ هٰذَا الْخَبَرَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ هُوَ: اَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ تَبِينُ مِنْ زَوْجِهَا مَدْخُولًا بِهَا، وَغَيْرَ مَدْخُولٍ بِهَا، لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، هٰذَا مِثْلُ خَبَرِ الصَّرْفِ، قَالَ فِيهِ: ثُمَّ اِنَّهُ رَجَعَ عَنْهُ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ

❁❁ (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ تبدیل ہوگیا تھا، جیسا کہ احمد بن صالح اور محمد بن یحییٰ، اپنی سند کے ساتھ، محمد بن ایاس کا بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ایسی کنواری لڑکی کے بارے میں دریافت کیا گیا، (جس کی رخصتی سے پہلے) اس کا شوہر اسے تین طلاقیں دیدیتا ہے، تو ان سب حضرات نے یہ جواب دیا: وہ لڑکی اس شخص کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک دوسری شادی کر کے (مطلقہ یا بیوہ نہیں ہوجاتی)۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک نے اپنی سند کے ساتھ، معاویہ بن ابوعیاش کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ وہ اس وقت وہاں موجود تھے، جب محمد بن ایاس، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عاصم بن عمر کے پاس آئے اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا، تو ان دونوں حضرات نے یہ کہا: تم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ (اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو) میں ان دونوں کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑ کر آیا تھا۔ (اس کے بعد راوی نے یہ روایت بیان کی ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ تین طلاقوں کی صورت میں عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہوجائے گی۔ خواہ وہ مدخول بہا ہو یا نہ ہو، اور وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی، جب تک دوسری شادی کرنے (کے بعد بیوہ یا طلاق یافتہ نہیں ہوجاتی)

یہ "بیع صرف" کے بارے میں دوسری روایت کی مانند ہے۔ جس کے بارے میں انہوں نے پہلے ایک فتویٰ دیا اور پھر اس سے رجوع کرلیا۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (ایسا کیا)

2199 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ طَاوُسٍ أَنَّ رَجُلًا، يُقَالُ لَهُ: أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى، كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ، فَلَمَّا رَأَى النَّاسَ قَدْ تَتَابَعُوا فِيهَا، قَالَ: أَجِيزُوهُنَّ عَلَيْهِمْ

❁❁ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابوصہباء نامی ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بکثرت سوالات کیا کرتا تھا، اس نے کہا: کیا آپ یہ نہیں جانتے، جب کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے، اسے تین طلاقیں دے دے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں، لوگ انہیں ایک طلاق شمار کرتے تھے، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جی ہاں! جب کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے، اس کو تین طلاقیں دیدیتا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں لوگ انہیں ایک طلاق شمار کرتے تھے، جب انہوں (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے دیکھا، کہ لوگ بکثرت طلاقیں دینے لگ گئے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: انہیں ان پر نافذ کردو۔

2200 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ أَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَتَعْلَمُ أَنَّمَا كَانَتِ الثَّلَاثُ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَثَلَاثًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَعَمْ

❁❁ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابوصہباء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا آپ یہ بات جانتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کے زمانہ اقدس)، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (کے عہد خلافت) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

2200-رجاله ثقات رجال الشيخين. ابن جريج - وهو عبد الملك بن عبد العزيز - صرح في هذه الرواية بالاخبار فانتفت شبهة تدليسه. عبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني، وابن طاووس: هو عبد الله بن طاووس بن كيسان اليماني. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (11337)، ومن طريقه اخرجه مسلم (1472). واخرجه مسلم (1472)، والنسائي في "الكبرى" (5569) من طريقين عن ابن جريج، به. واخرجه مسلم (1472) من طريق عبد الرزاق، عن معمر، عن ابن طاووس، عن ابيه، عن ابن عباس. وهو في "مسند احمد" (2875).

کے عہد خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں، تین (طلاقوں) کو ایک شمار کیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جی ہاں!

بَابٌ فِيمَا عُنِيَ بِهِ الطَّلَاقُ وَالنِّيَّاتُ

باب: جن الفاظ کے ذریعے طلاق کا معنی مراد لیا جا سکتا ہو، (ان کے بارے میں) نیت کا حکم

2201 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

❀❀ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، آدمی کو وہی (اجر) ملے گا جو اس نے نیت کی ہوگی، تو جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی، اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہوگی اور جس کی ہجرت کسی دنیاوی فائدے کے حصول یا کسی عورت کے ساتھ شادی کرنے کے لیے ہوگی، اس کی ہجرت اسی طرف شمار ہوگی، جس طرف (نیت کرکے) اس نے ہجرت کی"

2202 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ - وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ - قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، فَسَاقَ قِصَّتَهُ فِي تَبُوكَ، قَالَ: حَتَّى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ مِنَ الْخَمْسِينَ، إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ، قَالَ: فَقُلْتُ: أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ؟ قَالَ: لَا، بَلِ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي: الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ سُبْحَانَهُ فِي هَذَا الْأَمْرِ

❀❀ عبداللہ بن کعب، جو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے نابینا ہو جانے کے بعد انہیں ساتھ لے کر چلا کرتے تھے، وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے غزوہ تبوک سے متعلق پورا واقعہ نقل کرتے ہیں، جس میں یہ الفاظ ہیں:

جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا اور بولا: اللہ کے رسول نے

2201-اسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري، ويحيى بن سعيد: هو الانصاري. واخرجه البخاري و (54) و (2529) و (3898) و (5070) و (6689) و (6953)، ومسلم (1907)، وابن ماجه (4227)، والترمذي (1742)، والنسائي في "الكبرى" (78) و (4717) و (5601) من طرق عن يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (168)، و"صحيح ابن حبان" (388) و (389) و (4868).

2202-اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله المصري، يونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري. واخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (4418)، ومسلم (2769)، والنسائي في "الكبرى" (5586) و (5587) و (5588) من طرق عن الزهري، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (2769) من طريق محمد بن عبد الله بن مسلم، و (2769)، والنسائي في "الكبرى" (5589)

تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو، میں نے کہا: میں اسے طلاق دے دوں؟ یا پھر میں کیا کروں؟ اس نے کہا: نہیں، بلکہ تم صرف اس سے الگ رہو، اس سے قریب ہرگز نہ ہونا، تو میں نے اپنی بیوی سے کہا: تم اپنے میکے چلی جاؤ، اور اس وقت تک وہیں رہنا، جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملے کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر دیتا۔

بَابٌ فِي الْخِيَارِ

باب: (بیوی کو علیحدگی کا) اختیار دینے (کا حکم)

2203- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَيَّرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ يَعُدَّ ذَلِكَ شَيْئًا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کر لیا، تو اسے کچھ (یعنی طلاق) شمار نہیں کیا گیا۔

اختیار طلاق میں اقوال اسلاف کا بیان

حماد بن زید نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایوب سے پوچھا کہ آپ حسن کے علاوہ کسی اور شخص کو جانتے ہیں جس نے کہا کہ بیوی سے یہ کہنے سے کہ تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں فرمایا میں حسن کے سوا کسی کو نہیں جانتا پھر فرمایا اے اللہ بخشش فرما مجھے یہ حدیث قتادہ سے پہنچی انہوں نے ابوہریرہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی کہ آپ نے فرمایا تین طلاقیں ہو گئیں ایوب کہتے ہیں کہ میں نے کثیر سے ملاقات کر کے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر میں حضرت قتادہ کے پاس آیا اور انہیں اس بات کی خبر دی انہوں نے فرمایا کہ کثیر بھول گئے ہیں یہ حدیث ہم صرف سلیمان بن حرب کی حماد بن زید سے روایت سے جانتے ہیں میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہم سے بھی سلیمان بن حرب، حماد بن زید سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں۔ لیکن یہ حضرت ابوہریرہ پر موقوف ہے یعنی حضرت ابوہریرہ کا قول ہے۔ علی بن نصر حافظ اور صاحب حدیث ہیں۔

اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو اختیار دیتے ہوئے یہ کہے کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے تو کتنی طلاقیں ہوتی ہیں بعض علماء صحابہ جن میں حضرت عمر، اور عبداللہ بن مسعود بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی

2203- اسناده صحيح. مسدَّد: هو ابن مسرهد الاسدي، وابو عوانة: هو الوضاح ابن عبدالله اليشكري، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابو الضحى: هو مسلم بن صبيح العطار، ومسروق: هو ابن الاجدع الهمداني. واخرجه البخاري (5262)، ومسلم (1477)، وابن ماجه (2052)، والترمذي (1214)، والنسائي في "الكبرى" (5609) من طرق عن الاعمش بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (5263)، ومسلم (1477)، والترمذي (1213)، والنسائي (5292) و (5293) و (5605-5608) من طريق مسروق، به. واخرجه مسلم (1477) (28) من طريق اسماعيل بن زكريا، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن الاسود، عن عائشة، به. وهو في "مسند احمد" (24181)، و "صحيح ابن حبان" (4267).

اور یہ تابعین اور ان کے بعد کے علماء میں سے کئی حضرات کا قول ہے عثمان بن عفان، اور زید بن ثابت کہتے ہیں کہ فیصلہ وہی ہوگا جو عورت کرے گی۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اختیار دے اور وہ خود کو تین طلاق دے تو اس صورت میں اگر خاوند کا دعویٰ ہو کہ اس نے صرف ایک ہی طلاق کا اختیار دیا تھا تو اس سے قسم لی جائے گی اور اسی کے قول کا اعتبار ہوگا۔ امام احمد کا بھی یہی قول ہے امام اسحاق حضرت ابن عمر کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1186)

بیوی کو طلاق کے اختیار دینے میں فقہی مذاہب

مسروق حضرت عائشہ سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے بیوی کو اختیار دینے کے مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے اور وہ خود کو طلاق دے دے تو ایک طلاق بائنہ ہوگی ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ ایک طلاق رجعی بھی دے سکتی ہے لیکن اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کرے تو کچھ بھی نہیں حضرت علی سے منقول ہے کہ اگر وہ خود کو اختیار کرے گی تو ایک طلاق بائن اور اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کرے گی تو ایک طلاق رجعی ہوگی حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک اور اگر خود کو اختیار کیا تو تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ اکثر فقہاء علماء، صحابہ اور تابعین نے اس باب میں حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود کا قول اختیار کیا ہے سفیان ثوری، اور اہل کوفہ کا بھی یہ قول ہے امام احمد بن حنبل حضرت علی کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1188)

بَابٌ فِي أَمْرُكِ بِيَدِكِ

باب: (بیوی کو یہ کہنے کا حکم) تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے

2204 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَيُّوبَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا قَالَ بِقَوْلِ الْحَسَنِ فِي أَمْرُكِ بِيَدِكِ. قَالَ: لَا، إِلَّا شَيْئًا حَدَّثَنَاهُ قَتَادَةُ، عَنْ كَثِيرٍ مَوْلَى ابْنِ سَمُرَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ قَالَ أَيُّوبُ. فَقَدِمَ عَلَيْنَا كَثِيرٌ فَسَأَلْتُهُ. فَقَالَ: مَا حَدَّثْتُ بِهَذَا قَطُّ. فَذَكَرْتُهُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ: بَلَى، وَلَكِنَّهُ نَسِيَ.

❀❀ حماد بن زید بیان کرتے ہیں: میں نے ایوب سے کہا: کیا آپ کو کسی ایسے شخص کا علم ہے، جو "تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے" کے الفاظ کے بارے میں، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے مطابق رائے رکھتا ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! البتہ ایک روایت ہے، جو قتادہ نے اپنی سند کے ساتھ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، اس کی مانند نقل کی ہے۔

ایوب بیان کرتے ہیں: جب کثیر ہمارے پاس آئے، تو میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا: وہ بولے: میں روایت کبھی بیان نہیں کی، میں نے اس بات کا تذکرہ قتادہ سے کیا، تو وہ بولے: جی ہاں (انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے، لیکن شاید) وہ بھول گئے ہیں۔

2205 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ فِي: أَمْرُكِ بِيَدِكِ، قَالَ: ثَلَاثٌ

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ''تمہارا معاملہ تمہارے اختیار میں ہے'' کے بارے میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں:

یہ تین (طلاقیں شمار ہوں گی۔)

شرط طلاق پر نکاح کرنے کی فقہی تصریح کا بیان

امام فقیہ النفس کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کو کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تو طلاق والی ہے، یا اس شرط پر کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے متعلق امام محمد علیہ الرحمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع میں ذکر فرمایا کہ یہ نکاح صحیح ہے اور طلاق کی شرط باطل ہے اور بیوی کو طلاق کا اختیار بھی نہ ہوگا۔ اس پر فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر خاوند نے ابتداء کرتے ہوئے کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے تو پھر مذکور حکم یعنی نکاح صحیح اور طلاق باطل ہے، اور اگر عورت ابتداء کرتے ہوئے کہے میں نے اپنے آپ کو تجھ سے نکاح دیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق ہو تو خاوند نے جواب میں کہا میں نے قبول کیا، تو نکاح صحیح ہو کر طلاق ہو جائے گی کیونکہ خاوند کی طرف سے ابتداء کرنے میں طلاق اور تفویض، نکاح سے قبل ہوئی تو طلاق کی شرط صحیح نہ ہوئی، لیکن عورت کی طرف سے ابتداء ہوئی تو پھر طلاق کی تفویض نکاح کے بعد ہوئی کیونکہ جب زوج نے عورت کی کلام کے بعد جواب میں میں نے قبول کیا کہا، تو چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے تو گویا خاوند نے یوں کہا کہ میں نے نکاح قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہو یا طلاق کا معاملہ تیرے اختیار میں ہو تو یوں نکاح پہلے ہو گیا اور تفویض طلاق بعد ہوئی۔

(فتاویٰ قاضی خاں، ج ا، ص ۱۵۲، لکھنو)

بَابٌ فِي الْبَتَّةِ

باب: طلاق بتہ کا حکم

2206 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ الْكَلْبِيُّ أَبُو ثَوْرٍ، فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ، حَدَّثَنِي عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ شَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ يَزِيدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، وَقَالَ: وَاللهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللهِ مَا أَرَدْتَ إِلَّا وَاحِدَةً؟، فَقَالَ رُكَانَةُ: وَاللهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَرَدَّهَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِي زَمَانِ عُمَرَ، وَالثَّالِثَةَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَوَّلُهُ لَفْظُ إِبْرَاهِيمَ، وَآخِرُهُ لَفْظُ ابْنِ السَّرْحِ،

⊛⊛ نافع بن عجیر بیان کرتے ہیں: (ان کے پردادا) حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سہیمہ کو طلاق بتہ دے دی، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا اور عرض کی: اللہ کی قسم! میں نے اس کے ذریعے صرف ایک (طلاق) مراد لی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اللہ کی قسم! تم نے صرف ایک مراد لی تھی؟ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں نے صرف ایک مراد لی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو انہیں واپس کروا دیا۔

پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اس خاتون کو دوسری اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسے تیسری طلاق دی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کے ابتدائی الفاظ ابراہیم کے اور آخری الفاظ ابن سرح کے نقل کردہ ہیں۔

2207 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُمْ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِدْرِيسَ، حَدَّثَنِي عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنِ ابْنِ السَّائِبِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، عَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2208 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا أَرَدْتَ، قَالَ: وَاحِدَةً، قَالَ: آللهِ، قَالَ: آللهِ، قَالَ: هُوَ عَلَى مَا أَرَدْتَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، لِأَنَّهُمْ أَهْلُ بَيْتِهِ، وَهُمْ أَعْلَمُ بِهِ، وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ رَوَاهُ عَنْ بَعْضِ بَنِي أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

⊛⊛ عبداللہ بن علی اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے کیا مراد لیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ایک (طلاق)، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا اللہ کی قسم! انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (طلاق) تمہارے ارادے کے مطابق (واقع شمار) ہوگی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن جریج کی نقل کردہ روایت سے زیادہ مستند ہے، کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، کیونکہ (اس روایت کے راوی) ان کے خاندان کے افراد ہیں اور وہ لوگ ان کے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہوں گے۔

ابن جریج کی روایت کو ابورافع کے کسی بیٹے نے عکرمہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

2208-واخرجه ابن ماجه (2051)، والترمذی (1211) من طريق جرير بن حازم، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (9124009/)، و"صحيح ابن حبان" (4274).

طلاق بتہ کے معنی ومفہوم کا بیان

حضرت عبداللہ بن یزید بن رکانہ اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو بتہ طلاق دی آپ نے پوچھا اس سے آپ کی کیا مراد ہے کتنی طلاقیں مراد ہیں میں نے کہا کہ ایک۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ پس آپ نے فرمایا وہی ہوگی جو تم نے نیت کی۔ اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

علماء، صحابہ، اور دوسرے علماء کا لفظ البتہ کے استعمال میں اختلاف ہے کہ اس سے کتنی طلاقیں مراد ہوتی ہیں حضرت عمر سے مروی ہے کہ یہ ایک ہی طلاق ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ طلاق دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک اگر تین کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوتی ہیں لیکن اگر دو کی نیت کی ہو تو ایک ہی واقع ہوگی۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ بن انس فرماتے ہیں اگر لفظ البتہ کے ساتھ طلاق دے اور عورت سے صحبت کر چکا تو تین طلاق واقع ہوں گی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک واقع ہوگی اور رجوع کا اختیار ہوگا اگر دو کی نیت کی ہو تو دو اگر تین کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوں گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1185)

لفظ ''سراح'' کے صریح ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب

لفظ "السراح" جمہور فقہاء کے ہاں طلاق کے صریح الفاظ میں شامل نہیں ہوتا، اس لیے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اسرحی کے الفاظ بولے تو اس سے طلاق کی نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی.

شافعیہ اور بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ: یہ طلاق کے صریح الفاظ میں شامل ہوتا ہے، اس لیے اگر خاوند نے بیوی سے "اسرحی" کہا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور خاوند کا قول نیت نہ کرنا قبول نہیں ہوگا، الا یہ کہ اگر اس پر کوئی قرینہ دلالت کرے کہ وہ اس سے طلاق مراد نہیں لے رہا تھا.

مثلاً اگر وہ بیوی سے فصل والی جگہ میں جلدی جانے کا کہنے کے بعد "اسرحی" کہے. اور شافعی حضرات میں سے ابن حجر مکی رحمہ اللہ کا فتوی ہے کہ: "اسرحی" کنایہ کے الفاظ میں شامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ سرح بغیر شد کے میں سے ہے، نہ کہ سَرّح شد کے ساتھ. اور الرملی نے نھایۃ المحتاج میں ذکر کیا ہے کہ: "جب خاوند طلاق کے صریح الفاظ بولے تو پھر خاوند کی یہ بات قبول نہیں کی جائے گی کہ اس نے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا، لیکن یہ کہ اگر اس پر کوئی قرینہ دلالت کرتا ہو، اور اس میں انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ بیوی کو کہے: کھیت جلد جانے کا حکم دینے کے بعد اسرحی کا لفظ بولے تو اس کا قبول کیا جائے گا۔ (نھایۃ المحتاج 6/429)

اور مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ: بغیر نیت کے ہی لفظ سراح سے طلاق واقع ہو جائے گی؛ کیونکہ ان کے ہاں بعض کے نزدیک یہ لفظ صریح میں شامل ہوتا ہے، یا پھر ظاہری طور پر لکھے جو نیت کا محتاج نہ ہو.

راجح جمہور کا مسلک ہے، اس لیے السراح یا سرحتک یا اسرجی کے الفاظ سے طلاق اسی صورت میں واقع ہوگی جب وہ طلاق کی نیت کرے گا۔

طلاق صریح کے الفاظ سے طلاق میں فقہی مذاہب

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں ": قال (اور جب وہ کہے میں نے تجھے طلاق دی، یا میں نے تجھے علیحدہ کر دیا، یا میں نے تجھے چھوڑ دیا تو اسے طلاق لازم ہوگی) یہ اس کا تقاضہ کرتا ہے کہ صریح طلاق کے تین الفاظ ہیں الطلاق، الفراق، اور السراح اور ان سے بنائے جانے والے دوسرے صیغے۔

امام شافعی کا مسلک یہی ہے، اور ابو عبداللہ بن حامد کا کہنا ہے کہ: طلاق کا صریح لفظ صرف ایک ہی ہے اور وہ طلاق اور اس سے بنائے جانے والے صیغے اس کے علاوہ کوئی اور لفظ صریح نہیں، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور امام مالک علیہ الرحمہ رحمہما اللہ کا مسلک یہی ہے۔

لیکن امام مالک علیہ الرحمہ اس سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں؛ کیونکہ ظاہری کنایات نیت کے محتاج نہیں ہوتے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ فراق اور السراح کے الفاظ طلاق کے علاوہ بھی بہت زیادہ استعمال ہوتے ہیں، اس لیے باقی کنایہ کے الفاظ کی طرح یہ بھی طلاق میں صریح نہیں ہوں گے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ: کتاب اللہ میں یہ الفاظ خاوند اور بیوی کے مابین علیحدگی اور جدائی کے معنی میں وارد ہوئے ہیں، تو یہ اس میں طلاق کے الفاظ کی طرح صریح ہوئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اچھے طریقہ سے روک لو، یا پھر اچھے طریقہ سے چھوڑ دو)۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اگر وہ دونوں علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت میں سے غنی کر دیگا)۔

(مغنی، کتاب طلاق)

طلاق کے صریح الفاظ کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لفظ صریح مثلاً میں نے تجھے طلاق دی، تجھے طلاق ہے، تو مطلقہ ہے، تو طالق ہے، میں تجھے طلاق دیتا ہوں، اے مطلقہ۔ ان سب الفاظ کا حکم یہ ہے کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگرچہ کچھ نیت نہ کی ہو یا بائن کی نیت کی یا ایک سے زیادہ کی نیت ہو یا کہے میں نہیں جانتا تھا کہ طلاق کیا چیز ہے مگر اس صورت میں کہ وہ طلاق کو نہ جانتا تھا دیانۃً واقع نہ ہوگی۔

طلاغ، تلاغ، طلاک، تلاک، تلاکھ، طلاکھ، تلاخ، تلاح، تلاق، طلاق۔ بلکہ توتلے کی زبان سے، تلات۔ یہ سب صریح کے الفاظ ہیں، ان سب سے ایک طلاق رجعی ہوگی اگرچہ نیت نہ ہو یا نیت کچھ اور ہو۔ طل اق، طالام الف قاف کہا اور نیت طلاق ہو تو ایک رجعی ہوگی۔

اردو میں یہ لفظ کہ میں نے تجھے چھوڑا، صریح ہے اس سے ایک رجعی ہوگی، کچھ نیت ہو یا نہ ہو۔ یونہی یہ لفظ کہ میں نے فارغ خطی یا فارخطی یا فارکھتی دی، صریح ہے۔

لفظ طلاق غلط طور پر ادا کرنے میں عالم و جاہل برابر ہیں۔ بہر حال طلاق ہو جائے گی اگرچہ وہ کہے میں نے دھمکانے کے لیے غلط طور پر ادا کیا طلاق مقصود نہ تھی ورنہ صحیح طور پر بولتا۔ ہاں اگر لوگوں سے پہلے کہہ دیا تھا کہ میں دھمکانے کے لیے غلط لفظ بولوں گا طلاق مقصود نہ ہوگی تو اب اس کا کہا مان لیا جائے گا۔ (درمختار، باب صریح، ج ۴، ص ۴۴۶، بیروت)

بَابٌ فِي الْوَسْوَسَةِ بِالطَّلَاقِ

باب: طلاق کے بارے میں وسوسہ کا حکم

2209 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهِ، أَوْ تَعْمَلْ بِهِ، وَبِمَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان چیزوں سے درگزر کیا ہے، جن کے بارے میں انہوں نے کلام نہ کیا ہو، یا ان پر عمل نہ کیا ہو، صرف ذہن میں اس کے متعلق سوچا ہو۔"

محض سوچنے کے سبب طلاق واقع نہ ہونے کا بیان

جتنا بھی آپ طلاق کے متعلق سوچ لیں یا پھر اپنے آپ سے اندر ہی اندر کہتے رہیں یا عزم کر لیں طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک آپ الفاظ کی شکل میں زبان سے ادا نہیں کرتے۔

اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے اس کے وسوسے، اور ان کے دل کی بات جب تک کہ وہ اس پر عمل نہ کر لیں یا زبان سے بات نہ کر لیں معاف کر دی ہے) صحیح بخاری حدیث نمبر (6664) صحیح مسلم حدیث نمبر (127)۔

اہل علم کے ہاں عمل بھی اسی پر ہے کہ جب انسان اپنے دل میں ہی طلاق کی بات کرے اور اسے زبان پر نہ لائے تو وہ کچھ بھی نہیں۔

بلکہ بعض اہل علم کے ہاں تو وسوسے میں مبتلا شخص کی طلاق واقع ہی نہیں ہوتی چاہے وہ زبان سے بھی طلاق کے الفاظ بول دے، لیکن اس سے اس کا طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو۔

(وسوسے میں مبتلا شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ وہ زبان سے طلاق کے الفاظ ادا کر دے اور اس سے طلاق مقصد نہ ہو، اس لیے کہ یہ الفاظ وسوسے والے شخص بغیر ارادہ اور قصد کے ادا ہوئے ہیں، بلکہ وہ اس پر مبہم ہے جو کہ قلت منع اور قوت دافع کی وجہ سے ادا ہوئے ہیں۔

2209- اسناده صحيح. هشام: هو ابن ابي عبد الله الدستوائي، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسي. واخرجه البخاري (2528) و (5269) و (6664)، ومسلم (127)، وابن ماجه (2040) و (2044)، والترمذي (1219)، والنسائي في "الكبرى" (5598) و (5599) من طرق عن قتادة، بهذا الاسناد. وزاد ابن ماجه في روايته الثانية: "وما استكرهوا عليه." واخرجه النسائي في "الكبرى" (5597) من طريق عطاء، عن ابي هريرة، به. وهو في "مسند احمد" (7470)، و "صحيح ابن حبان" (4334) و (4335).

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "ابہام میں طلاق نہیں" لہٰذا اس سے اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اطمنان اور حقیقی ارادہ سے طلاق نہ دے، تو یہ چیز جس پر وہ بغیر قصد اور اختیار کے بغیر مجبور کیا گیا ہے یقیناً اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی)۔ (فتاویٰ اسلامیۃ (277/3)

ہم آپ کو وصیت کرتے ہیں کہ آپ وسوسے کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں اور اس سے اعراض کرتے ہو۔ جس چیز کی دعوت وسوسہ دے اس کی مخالفت کریں، اس لیے کہ وسوسہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے تا کہ وہ مومنوں کو پریشانی میں مبتلا اور غمگین کرے۔

وسوسے کا سب سے بہتر اور اچھا علاج اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر اور شیطان مردود سے پناہ اور معاصی وگناہوں سے دور رہنا ہے جس کی وجہ سے شیطان اولاد آدم پر مسلط ہوتا ہے۔

اللہ جل شانہ کا فرمان کچھ اس طرح ہے: {یقیناً (شیطان) کے لیے ان لوگوں پر کوئی طاقت اور زور نہیں چلتا جو ایمان لائیں اور اپنے رب پر توکل کریں} النحل (99)۔

بہتر ہے کہ ہم یہاں پر ابن حجر ھیتمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو وسوسے کا علاج بیان کیا ہے وہ نقل کرتے جائیں: ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ (اللہ ان سے نفع دے) سے جب وسوسے کی بیماری کا علاج دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

اس کی بہت ہی فائدہ مند اور نفع بخش دوا موجود ہے، وہ یہ کہ اس سے مکمل طور پر اعراض ہی کافی ہے۔

اگر نفس میں کسی قسم کا تردد ہو تو جب اس کی طرف دھیان ہی نہیں دیا جائے گا اور اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوا جا تو وہ تردد اور وسوسہ کبھی بھی نہیں ٹھہر سکتا بلکہ کچھ مدت کے بعد ہی وہ غائب ہو جائے گا، جیسا کہ اس کا تجربہ بھی بہت سے اچھے لوگوں نے کیا ہے۔

لیکن اگر اس کی طرف متوجہ ہو کر اور دھیان دے کر اس کے تقاضے پر عمل کیا جائے گا تو وہ اور زیادہ ہوتا چلا جائے گا حتیٰ کہ اسے مجنونوں اور پاگلوں تک پہنچا دے گا بلکہ اس سے بھی قبیح شکل میں لے جائے گا، جیسا کہ ہم نے بہت سے لوگوں کا مشاہدہ کیا ہے جو اس بیماری میں مبتلا ہوا اور اس کی اور اس کے شیطان کی طرف متوجہ ہوا۔

جس کے بارہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کرتے ہوئے کچھ اس طرح فرمایا:

(پانی کے وسوسہ ولھان سے بچو) یعنی جو کچھ اس میں مبالغہ اور لھو ہے اس کی وجہ سے بچو جیسا کہ اس کے متعلق شرح مشکاۃ الانوار میں بیان کیا گیا ہے، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کی تائید بھی آئی ہے جو میں نے ذکر کی ہے کہ جو بھی وسوسہ میں مبتلا ہو اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور وہ اس وسوسہ سے رک جاؤ۔

تو آپ اس علاج پر ذرا غور وفکر اور تامل کریں جسے ایسے شخص نے تجویز کیا ہے جو اپنی امت کے لیے خود بولتا ہی نہیں۔

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ جو اس سے محروم ہوا وہ ہر قسم کی بھلائی اور خیر سے محروم ہو گیا، اس لیے کہ وسوسہ بالاتفاق شیطان کی طرف سے ہے وہ ایسا لعنتی ہے جس کی مراد کی کوئی انتہاء ہی نہیں بلکہ وہ تو مومن کو ضلالت وگمراہی اور پریشانی، زندگی کی بربادی،

اور نفس کو اندھیرے میں ڈال دیتا ہے اور وہاں تک لے جاتا ہے کہ اسے اسلام سے ہی خارج کردے اور اسے اس کا شعور اور علم تک نہیں ہوتا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: {یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم اسے دشمن ہی بنا کر رکھو} فاطر (6)

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: (جو وسوسہ میں مبتلا ہو اسے یہ کہنا چاہیے: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو بھی اپنے ذہن میں انبیاء کے طریقے اور سنت رکھے اور خاص کر ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور شریعت جسے وہ آسان وسہل اور واضح اور بالکل صاف شفاف جس میں کسی قسم کا کوئی حرج نہیں وہ آسانی پائے گا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

{اور اس نے تم پر دین میں کوئی حرج نہیں بنایا} الحج (78)۔

جو بھی اس پر غور وفکر اور تامل کرتا اور حقیقی ایمان لائے اس سے وسوسہ کی بیماری اور شیطان کی طرف دھیان دینے کی بیماری جاتی رہتی ہے، ابن سنی کی کتاب میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جو بھی اس وسوسے میں مبتلا ہو اسے تین بار یہ کہنا چاہیے: ہم اللہ تعالیٰ، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس سے اس کا وسوسہ جاتا رہے گا۔

عز بن عبدالسلام وغیرہ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے، ان کا کہنا ہے:

وسوسہ کا علاج یہ ہے کہ: یہ اعتقاد رکھے کہ یہ ایک شیطانی سوچ ہے، اور ابلیس ہی ہے جس نے یہ سب کچھ اس کے ذہن میں ڈالا اور اس سے لڑ رہا ہے، تو اس سے اسے مجاھد کا ثواب حاصل ہوگا، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن سے لڑ رہا ہے۔

اور جب وہ اسے محسوس کرے گا تو اس سے بھاگ جائے گا، اور یہ اسی سے ہے جس سے نوع انسانی شروع سے مبتلا رہی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس پر بطور آزمائش مسلط کر دیا تا کہ اللہ تعالیٰ حق کو ثابت اور باطل کو ختم کرے اور اگرچہ کافر اس کو برا ہی جانتے رہیں۔

اور صحیح مسلم میں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ شیطان میرے اور میری نماز اور قرات کے درمیان حائل ہو گیا، میں نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا:

یہ شیطان جسے خنزب کہا جاتا ہے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کر اور اپنی بائیں جانب تین بار تھوک، میں نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اسے دور کر دیا۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر (2203)۔

تو اس سے آپ کو علم ہوگا کہ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے کہ وسوسہ صرف اس پر مسلط ہوتا ہے جس پر جہالت طاری ہو اور وہ تمیز کرنے سے عاری ہو جائے، لیکن جو حقیقی علم رکھے اور باعقل ہو تو وہ اتباع سے نہیں نکلتا اور نہ ہی اس میں بدعات پائی جاتی ہیں۔

اور سب سے قبیح اور برے بدعتی وہ ہیں جنہیں وسوسوں نے گھیر رکھا ہے اسی لیے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شیخ ربیعہ جو کہ ان کے زمانے کے امام تھے کہا ہے۔

ربیع لوگوں میں سے دوکاموں استبراء اور وضوء میں سب سے زیادہ تیز اور آگے تھے، حتیٰ کہ اگر ان کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں کہتا کہ اس نے نہیں کیا، شائد وہ اپنے اس قول (اس نے نہیں کیا) سے مراد وضوء نہیں کیا ہو۔

اور ابن ھرمز استبراء (برات طلب کرنے) اور وضوء میں بہت زیادہ سست تھے، اور وہ کہتے تھے کہ میں آزمائش میں ہوں میری اقتداء نہ کرو۔

اور امام نووی رحمہ اللہ تعالی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ:

جو شخص وضوء یا پھر نماز میں وسوسہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کے لیے لا الہ الا اللہ کہنا مستحب ہے، اس لیے کہ شیطان جب یہ سنے گا تو ذلیل ہو کر پیچھے ہو جائے گا، اور لا الہ الا اللہ ذکر کی چوٹی اور بلندی ہے، اور وسوسے کو ختم کرنے کے لیے سب سے بہتر اور اچھا علاج کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔۔ ابن حجر ھیتمی رحمہ اللہ کی کلام ختم ہوئی۔ (الفتاوی الفقھیۃ الکبری (1/149)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُوْلُ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخْتِي

باب: آدمی کا اپنی بیوی کو یہ کہنا: ''اے میری بہن''

2210 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، وَخَالِدٌ الطَّحَّانُ الْمَعْنَى كُلُّهُمْ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخَيَّةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُخْتُكَ هِيَ؟، فَكَرِهَ ذٰلِكَ وَنَهَى عَنْهُ

⊛⊛ حضرت ابوتمیمہ ہجیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اے چھوٹی بہن! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا یہ تمہاری بہن ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند کیا، اور اس سے منع کیا۔

2211 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ يَعْنِي ابْنَ حَرْبٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخَيَّةُ، فَنَهَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ ابوتمیمہ، اپنی قوم کے ایک فرد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی بیوی کو ''اے چھوٹی بہن'' کہتے ہوئے سنا، تو اسے (ایسا کہنے سے) منع کر دیا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت دو دیگر اسناد کے ساتھ، ابوتمیمہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

2212 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ قَطُّ، إِلَّا ثَلَاثًا: ثِنْتَانِ فِي ذَاتِ اللهِ تَعَالَى:

قَوْلُهُ: (إِنِّي سَقِيمٌ) (الصافات: ۸۹)، وَقَوْلُهُ: (بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا) (الأنبياء: ۶۳)، وَبَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ فِي أَرْضِ جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ إِذْ نَزَلَ مَنْزِلًا، فَأُتِيَ الْجَبَّارُ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ نَزَلَ هَاهُنَا رَجُلٌ مَعَهُ امْرَأَةٌ هِيَ أَحْسَنُ النَّاسِ، قَالَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا، فَقَالَ: إِنَّهَا أُخْتِي، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَيْهَا، قَالَ: إِنَّ هٰذَا سَأَلَنِي عَنْكِ فَأَنْبَأْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي، وَإِنَّهُ لَيْسَ الْيَوْمَ مُسْلِمٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، وَإِنَّكِ أُخْتِي فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَلَا تُكَذِّبِينِي عِنْدَهُ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْخَبَرَ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی ذومعنی بات نہیں کی، صرف تین مرتبہ ایسا کیا، دومرتبہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں، ایک ان کا یہ کہنا (جس کا ذکر قرآن میں ہے) ''میں بیمار ہوں'' دوسرا اُن کا یہ کہنا (جس کا ذکر قرآن میں ہے) ''بلکہ ان کے بڑے (بت) نے یہ (کام) کیا ہے'' (اور تیسرا واقعہ یہ ہے)

ایک مرتبہ وہ ایک ظالم حکمران کے علاقے میں سفر کر رہے تھے، انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ کیا، تو اس ظالم حکمران کو اطلاع ملی، یہاں ایک شخص ٹھہرا ہے، جس کے ساتھ ایک عورت ہے، جو انتہائی خوبصورت ہے، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیغام بھیج کر سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں دریافت کیا (کہ یہ تمہاری کیا لگتی ہے؟) تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: یہ میری (دینی) بہن ہے، جب وہ اپنی اہلیہ کے پاس واپس آئے تو اسے بتایا: اس (حکمران) نے مجھ سے تمہارے بارے میں دریافت کیا، تو میں نے اسے بتایا: تم میری بہن ہو، آج میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی مسلمان نہیں ہے، تو تم میری دینی بہن ہو، تو تم حکمران کے سامنے میری بات کو غلط قرار نہ دینا (اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے)

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

بَابٌ فِي الظِّهَارِ

باب: ظہار کا بیان

2213 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ - قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: ابْنِ عَلْقَمَةَ بْنِ عَيَّاشٍ - عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ قَالَ: ابْنُ الْعَلَاءِ الْبَيَاضِيُّ قَالَ: كُنْتُ امْرَأً أُصِيبُ مِنَ النِّسَاءِ مَا لَا يُصِيبُ غَيْرِي، فَلَمَّا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ خِفْتُ أَنْ أُصِيبَ مِنَ امْرَأَتِي شَيْئًا يُتَابَعُ بِي حَتَّى أُصْبِحَ، فَظَاهَرْتُ مِنْهَا حَتَّى يَنْسَلِخَ شَهْرُ رَمَضَانَ، فَبَيْنَا هِيَ تَخْدُمُنِي ذَاتَ لَيْلَةٍ، إِذْ تَكَشَّفَ لِي مِنْهَا شَيْءٌ، فَلَمْ أَلْبَثْ أَنْ نَزَوْتُ عَلَيْهَا، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ خَرَجْتُ إِلَى قَوْمِي فَأَخْبَرْتُهُمُ الْخَبَرَ، وَقُلْتُ امْشُوا مَعِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: لَا وَاللّٰهِ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: أَنْتَ بِذَاكَ يَا سَلَمَةُ، قُلْتُ: أَنَا بِذَاكَ يَا رَسُولَ

اللہِ مَرَّتَیْنِ وَاَنَا صَابِرٌ لِاَمْرِ اللہِ فَاحْکُمْ فِیَّ مَا اَرَاكَ اللہُ قَالَ: حَرِّرْ رَقَبَةً. قُلْتُ: وَالَّذِی بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَمْلِكُ رَقَبَةً غَیْرَهَا، وَضَرَبْتُ صَفْحَةَ رَقَبَتِی. قَالَ: فَصُمْ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ. قَالَ: وَهَلْ اَصَبْتُ الَّذِی اَصَبْتُ اِلَّا مِنَ الصِّیَامِ. قَالَ: فَاَطْعِمْ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ بَیْنَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا. قُلْتُ: وَالَّذِی بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ بِتْنَا وَحْشَیْنِ مَا لَنَا طَعَامٌ. قَالَ: فَانْطَلِقْ اِلٰی صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِی زُرَیْقٍ فَلْیَدْفَعْهَا اِلَیْكَ فَاَطْعِمْ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ وَکُلْ اَنْتَ وَعِیَالُكَ بَقِیَّتَهَا. فَرَجَعْتُ اِلٰی قَوْمِی فَقُلْتُ: وَجَدْتُ عِنْدَکُمُ الضِّیقَ وَسُوْءَ الرَّاْیِ وَوَجَدْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السَّعَةَ وَحُسْنَ الرَّاْیِ وَقَدْ اَمَرَنِی اَوْ اَمَرَ لِی بِصَدَقَتِکُمْ. زَادَ ابْنُ الْعَلَاءِ قَالَ ابْنُ اِدْرِیْسَ: بَیَاضَةُ بَطْنٌ مِنْ بَنِی زُرَیْقٍ

حضرت سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی بیوی کے ساتھ اتنی صحبت کرتا تھا کہ کوئی دوسرا نہیں کرتا ہوگا، جب رمضان کا مہینہ آیا تو مجھے یہ اندیشہ ہوا، کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ صحبت شروع کروں گا، تو صبح صادق (کے بعد تک بھی) کرتا رہوں گا، (اور میرا روزہ نہیں ہوگا) تو میں نے رمضان گزر جانے تک، اس سے ظہار کرلیا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت وہ میری خدمت کررہی تھی، کہ اس کے جسم کا کچھ حصہ میرے سامنے بے پردہ ہوا، مجھ سے ضبط نہیں ہوا، اور میں نے اس کے ساتھ صحبت شروع کردی، اگلے دن میں اپنی قوم کے افراد کے پاس گیا اور انہیں اس واقعہ کے بارے میں بتایا، میں نے کہا: تم لوگ میرے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو، تو انہوں نے کہا: جی نہیں! اللہ کی قسم! (ہم نہیں جائیں گے) تو میں (اکیلا ہی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ! یہ تم نے کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ میں نے ہی کیا ہے، یہ مکالمہ دو مرتبہ ہوا، اب میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر سے کام لوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بارے میں وہ فیصلہ دیدیں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھایا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم ایک گردن آزاد کرو، میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا، میں اس کے علاوہ اور کسی گردن کا مالک نہیں ہوں، میں نے اپنی گردن کے ایک طرف ہاتھ مار کر یہ بات کہی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسلسل دوماہ روزے رکھو، میں نے عرض کی: مجھ سے یہ غلطی روزوں کی وجہ سے ہی تو سرزد ہوئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھجوروں کا اک وسق ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ، تو انہوں نے (یعنی میں نے) کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے، ہم نے گزشتہ رات بھوکے رہ کر گزاری ہے، ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بنوزریق سے زکوۃ وصول کرنے والے شخص کے پاس جاؤ، وہ تمہیں (کھجوریں دے دے گا) ان میں سے ایک وسق کھجوریں تم ساٹھ مسکینوں کو کھلا دینا اور باقی تم اور تمہارے اہل خانہ کھالیں، (راوی کہتے ہیں) میں اپنی قوم کی طرف واپس آیا، میں نے کہا: میں نے تمہارے پاس تنگی اور خراب رائے پائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وسعت اور اچھی رائے پائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) مجھے تمہاری زکوۃ (وصول کرنے) کا حکم دیا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: بیاضہ، بنوزریق کی ایک شاخ ہے۔

2214 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْظَلَةَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ خُوَيْلَةَ بِنْتِ مَالِكِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَتْ: ظَاهَرَ مِنِّي زَوْجِي أَوْسُ بْنُ الصَّامِتِ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْكُو إِلَيْهِ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَادِلُنِي فِيهِ، وَيَقُولُ: اتَّقِي اللهَ فَإِنَّهُ ابْنُ عَمِّكِ، فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ: (قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا) (المجادلة: 1)، إِلَى الْفَرْضِ، فَقَالَ: يُعْتِقُ رَقَبَةً قَالَتْ: لَا يَجِدُ، قَالَ: فَيَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَا بِهِ مِنْ صِيَامٍ، قَالَ: فَلْيُطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا، قَالَتْ: مَا عِنْدَهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَصَدَّقُ بِهِ، قَالَتْ: فَأُتِيَ سَاعَتَئِذٍ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنِّي أُعِينُهُ بِعَرَقٍ آخَرَ، قَالَ: قَدْ أَحْسَنْتِ، اذْهَبِي فَأَطْعِمِي بِهَا عَنْهُ سِتِّينَ مِسْكِينًا، وَارْجِعِي إِلَى ابْنِ عَمِّكِ، قَالَ: وَالْعَرَقُ: سِتُّونَ صَاعًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فِي هٰذَا إِنَّهَا كَفَّرَتْ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْتَأْمِرَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا أَخُو عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ.

❀❀ سیّدہ خویلہ بنت مالک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھ ظہار کر لیا، میں شکایت کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ بحث کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو، وہ تمہارا چچازاد ہے"، میں ابھی وہیں تھی، کہ قرآن (کی یہ آیات) نازل ہوئیں۔

''اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی، جو اپنے شوہر کے بارے میں تمہارے ساتھ بحث کر رہی ہے''۔ یہ کفارہ کے بیان تک ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ غلام آزاد کرے، اس عورت نے عرض کی: ان کے پاس نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے، اس عورت نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ بوڑھے عمر رسیدہ شخص ہیں، وہ روزے نہیں رکھ پائیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، اس عورت نے عرض کی: ان کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے، جسے وہ صدقہ کرسکیں، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: اسی وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ٹوکرا لایا گیا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک اور ٹوکرے کے ذریعے ان کی مدد کردوں گی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تم نے اچھا کیا، تم جاؤ اور اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، اور اپنے چچازاد کی طرف واپس چلی جاؤ''۔

راوی کہتے ہیں: ایک عرق (ٹوکرا) ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت میں ہے، اس خاتون نے، اپنے شوہر سے مشورہ کیے بغیر، اس کی طرف سے کفارہ ادا کر دیا تھا، (اس کے شوہر) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

2215 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَالْعَرَقُ مِكْتَلٌ يَسَعُ ثَلَاثِينَ صَاعًا.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ آدَمَ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

عرق ماپنے کا ایک برتن ہے، جس میں تیس صاع آ جاتے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ قول، یحییٰ بن آدم کے قول سے زیادہ درست ہے۔

2216 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: يَعْنِي بِالْعَرَقِ: زِنْبِيلًا يَأْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا

ابوسلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں: عرق، ایک زنبیل ہے، جس میں پندرہ صاع کھجوریں آتی ہیں۔

2217 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، بِهٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَاُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ، وَهُوَ قَرِيبٌ مِنْ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٰذَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، عَلَى اَفْقَرَ مِنِّي وَمِنْ اَهْلِي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلْهُ اَنْتَ وَاَهْلُكَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں، وہ آپ ﷺ نے اسے دے دیں، وہ تقریباً پندرہ صاع تھیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم انہیں صدقہ کر دو، ان صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اور اپنے اہل خانہ سے زیادہ محتاج کو صدقہ کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں تم اور تمہارے اہل خانہ کھالیں۔

2218 - قَالَ اَبُو دَاوُدَ: قَرَاْتُ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ وَزِيرٍ الْمِصْرِيِّ، قُلْتُ لَهُ: حَدَّثَكُمْ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، عَنْ اَوْسٍ، اَخِي عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ اِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَعَطَاءٌ لَمْ يُدْرِكْ اَوْسًا، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَدِيمُ الْمَوْتِ، وَالْحَدِيثُ مُرْسَلٌ، وَاِنَّمَا رَوَوْهُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ عَطَاءٍ اَنَّ اَوْسًا

حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں "جو" کے پندرہ صاع، ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کے لیے دیے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عطاء نے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، کیونکہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں شرکت کی ہے اور ان کا انتقال بہت پہلے ہو گیا تھا۔ اس لیے یہ روایت "مرسل" ہے، محدثین نے یہ روایت امام اوزاعی، سے عطاء کے حوالے سے، حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

2219 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، اَنَّ جَمِيلَةَ كَانَتْ تَحْتَ اَوْسِ بْنِ

الصَّامِتِ، وَكَانَ رَجُلًا بِهِ لَمَمٌ، فَكَانَ إِذَا اشْتَدَّ لَمَمُهُ ظَاهَرَ مِنَ امْرَأَتِهِ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهِ كَفَّارَةَ الظِّهَارِ.

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں: جمیلہ نامی خاتون، حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، وہ ایک ایسے شخص تھے، جن میں جنسی قوت بہت زیادہ تھی، جب ان کی جنسی خواہش زیادہ ہوگئی تو انہوں نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں، ظہار کے کفارے سے متعلق آیات نازل کیں۔

2220 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ

یہی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے۔

2221 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنَ امْرَأَتِهِ، ثُمَّ وَاقَعَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟، قَالَ: رَأَيْتُ بَيَاضَ سَاقِهَا فِي الْقَمَرِ، قَالَ: فَاعْتَزِلْهَا حَتَّى تُكَفِّرَ عَنْكَ

عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا، پھر اس نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس کے ساتھ صحبت کر لی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بارے میں بتایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کس چیز نے تمہیں اس پر ابھارا؟ اس نے عرض کی: میں نے چاندنی میں اس کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھی، (تو خود پر قابو نہیں رکھ سکا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تم کفارہ ادا نہیں کر دیتے اس وقت تک اس عورت سے الگ رہو۔

2222 - حَدَّثَنَا الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنَ امْرَأَتِهِ، فَرَأَى بَرِيقَ سَاقِهَا فِي الْقَمَرِ فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُكَفِّرَ.

عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا، پھر اس نے چاندنی میں، اپنی بیوی کی پنڈلی کی سفیدی دیکھی، تو اس کے ساتھ صحبت کر لی، پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

2223 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ السَّاقَ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، تاہم اس میں پنڈلی کا ذکر نہیں ہے۔

2224 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، أَنَّ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ الْمُخْتَارِ حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنِي مُحَدِّثٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ سُفْيَانَ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عکرمہ رحمہ اللہ کے حوالے سے منقول ہے۔

2225 - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عِيسَى يُحَدِّثُ بِهِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَكَمَ بْنَ أَبَانَ

يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: عَنْ عِكْرِمَةَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: كَتَبَ اِلَيَّ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ اَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمَعْنَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حکم بن ابان سے منقول ہے، اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حسین بن حریث نے، اپنی سند کے ساتھ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، یہ روایت مجھے تحریر کر کے بھیجی تھی۔

ظہار سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا' بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یہ کہتے ہیں کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے) وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں' ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔ (المجادلہ: ۲-۱)

المجادلہ: ۱' حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی' وہ حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ان کا جسم بہت حسین تھا اور ان کے شوہر بہت شہوت اور بہت غصے والے تھے۔ انہوں نے ان کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے بلایا' حضرت خولہ نے انکار کیا۔ انہوں نے کہا: تمہاری پشت مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے' پھر وہ اپنے قول پر نادم ہوئے اور زمانہ جاہلیت میں ایلاء اور ظہار طلاق شمار ہوتا تھا۔ حضرت اوس نے کہا: میرا گمان ہے کہ تم مجھ پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ طلاق نہیں ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سر کی ایک جانب دھو رہی تھیں۔ حضرت خولہ نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت نے مجھ سے شادی کی تھی' اس وقت میں جوان' مالدار' خوشحال اور رشتہ داروں والی تھی' حتیٰ کہ جب حضرت اوس نے میرا مال کھالیا اور میری جوانی ختم کر دی اور میرے رشتہ دار بکھر گئے اور میری عمر زیادہ ہو گئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کر لیا اور اب وہ نادم ہیں' کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ وہ اور میں پھر سے جمع ہو جائیں اور وہ مجھ سے اپنی خواہش پوری کر سکیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے کہا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔ اس نے طلاق کا ذکر نہیں کیا اور وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے کہا: پھر میں اللہ سے اپنے فقر و فاقہ اور تنہائی کا ذکر کرتی ہوں۔ انہوں نے میرے ساتھ بہت وقت گزارا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: میرا یہی گمان ہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو اور تمہارے معاملہ میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ وہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا مدعا عرض کرتی رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہی فرماتے رہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ اس

نے کہا: میں اللہ سے اپنے فاقہ اور اپنی پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر میں یہ بچے حضرت اوس کو دے دوں تو یہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر میں ان بچوں کو اپنے پاس رکھوں تو یہ بھوکے رہیں گے' پھر حضرت خولہ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہنے لگیں: اے اللہ! میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں' اے اللہ! تو اپنے نبی کی زبان پر میری کشادگی کا حکم نازل فرما' اور یہ اسلام میں پہلا ظہار کا واقعہ تھا۔ پھر حضرت عائشہ کھڑی ہو کر اپنے سر کی دوسری جانب دھونے لگیں۔ حضرت خولہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! میرے معاملہ میں غور فرمائیں' اللہ مجھے آپ پر فدا کرے۔ حضرت عائشہ نے کہا: اپنی بات مختصر کرو اور زیادہ بحث نہ کرو۔ کیا تم دیکھ نہیں رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی کیا کیفیت ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہو چکی تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنے خاوند کو بلاؤ۔ جب وہ اس کو بلا لائی تو آپ نے اس کے سامنے ''قد سمع اللہ قول التی تجادلك'' الایات پڑھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: برکت والی ہے وہ ذات جس کی ساعت تمام آوازوں کو محیط ہے۔ بے شک وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہی تھی اور میں گھر کی ایک جانب ان کی کچھ باتیں سن رہی تھی اور بعض باتیں مجھ سے مخفی رہیں۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۳۹۔۳۸' مسند احمد ج ۹ ص ۴۱۰' سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۷۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۰۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۳۔۱۸۸' تفسیر عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۱۱۸' المستدرک ج ۲ ص ۴۸۱)

ظہار کو زمانہ جاہلیت میں سب سے شدید طلاق قرار دیا جاتا تھا کیونکہ اس میں بیوی کی پشت کو اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دی جاتی تھی اور عربوں میں نکاح اور طلاق کے جو احکام تھے' وہ اسلام میں اس وقت تک معتبر رہتے تھے جب تک اسلام میں ان احکام کو منسوخ نہیں کر دیا جاتا تھا اور اسلام میں ظہار کا یہ پہلا واقعہ تھا' اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے عرف کے موافق ابتداءً اس کو برقرار رکھا۔ پھر جب حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اس مسئلہ سے دوچار ہوئیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس میں بہت بحث و تکرار کی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کی اس رسم کو منسوخ فرما دیا اور ظہار کی مذمت میں المجادلہ: ۲ نازل ہوئی اور اس کے بعد آیات میں یہ بتایا کہ جب کوئی شخص ظہار کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا چاہے تو پھر اس کا کیا طریقہ ہے۔

ظہار کی تعریف اور اس کا حکم

المجادلہ: ۲ میں فرمایا: جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں' ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۷۳ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اب اس سے عمل زوجیت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کو چھونا اور اس کو بوسہ دینا جائز ہے حتیٰ کہ وہ اس ظہار کا کفارہ ادا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

المجادلہ: ۳ میں فرمایا ہے۔

اور ظہار زمانہ جاہلیت کی طلاق تھی۔ شریعت نے اس کی اصل کو برقرار رکھا اور اس کے حکم کو وقت مقرر کی تحریم کی طرف کفارہ کے ساتھ منتقل کر دیا اور ظہار نکاح کو زائل کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ جھوٹ بولنے اور بری بات کہنے کا جرم ہے۔ اسی لئے اس کے مناسب یہ سزا ہے کہ ظہار کرنے والے پر اس کی بیوی کے ساتھ جماع کو حرام قرار دیا جائے اور کفارہ ادا کرنے سے یہ حرمت ساقط ہو جائے پھر جب اس عمل زوجیت کو حرام کیا گیا تو اس کے دواعی اور محرکات کو بھی حرام کر دیا گیا۔ اس کے برخلاف حائض اور روزہ دار کے ساتھ جماع کے محرکات کو حرام نہیں کیا گیا کیونکہ حیض اور روزہ کا اکثر وقوع ہوتا ہے' کیونکہ اگر ان میں عمل زوجیت کے محرکات کو حرام قرار دیا جاتا تو اس سے حرج لازم آتا۔ اس کے برخلاف ظہار کا اتنا وقوع نہیں ہوتا۔ اس میں عمل زوجیت کے دواعی اور محرکات کو حرام قرار دینے سے حرج لازم نہیں آئے گا۔ (الہدایہ نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۰۴۔ ۳۰۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ظہار کے الفاظ اور اس کی دیگر تفاصیل

اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پشت ہے۔ اس کو فقہ کی اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں۔ ظہار کی تعریف یہ ہے کہ بیوی یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا کسی اور محرم کی پشت یا کسی اور عضو سے تشبیہ دینا' اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر بیوی سے جماع اور بوس وکنار وغیرہ حرام ہو جاتا ہے۔ جب تک وہ کفارہ ظہار نہ ادا کرے اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کا پیٹ یا اس کی ران ہے تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے ماں کے علاوہ اپنی بہن یا اپنی پھوپھی یا رضاعی ماں یا کسی اور محرم کی پشت سے اپنی بیوی کو تشبیہ دی تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی کے کسی عضو کو اپنی ماں سے تشبیہ دی' مثلاً اپنی بیوی سے کہا: تمہارا سر میری ماں کی پشت کی طرح ہے یا تمہاری شرم گاہ یا تمہارا چہرہ یا تمہارا نصف یا تمہارا ثلث میری ماں کی طرف ہے تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے کہا: تم میری ماں کی مثل ہو تو اس کا حکم اس کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر اس کی نیت یہ تھی کہ تم میری ماں کی طرح معزز ہو تو طلاق یا ظہار کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے کہا: میری نیت ظہار کی تھی تو یہ ظہار ہے اور اگر اس نے کہا: میری نیت طلاق کی تھی تو اس سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

(ہدایہ اولین ص ۴۱۰۔ ۴۰۹ ملخصاً وموضحاً 'مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں' بہن کہنا آیا یہ ظہار یا طلاق ہے یا نہیں؟

بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہنے سے طلاق واقع نہ ہونے کے دلائل

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنی زوجہ حضرت سارہ کے متعلق فرمایا: یہ میری بہن ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵۸۔ ۲۲۱۷ 'صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۱ 'سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۶ 'مسند احمد رقم الحدیث: ۹۲۴۲ 'عالم الکتب)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس شخص نے بغیر کسی نیت کے اپنی بیوی کے متعلق کہا یہ میری بہن ہے تو اس کا یہ کہنا طلاق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۵ 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے یہ کہتے ہوئے سنا ''اے میری بہن !'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکروہ قرار دیا اور اس کو یہ کہنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۱۔۲۲۱۰ 'بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ قول ظہار نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے کراہت اور ممانعت کے اس کا اور کوئی حکم نہیں بیان فرمایا' اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اے بیٹی! کہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(ردالمحتار ج ٤ ص ١٠٥ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤١٩ھ)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ بیوی کو میری ماں کہنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند اس لیے فرمایا کہ یہ واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے۔ اس پر صرف توبہ کرنا واجب ہے۔ فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف قاضی خاں متوفی ٥٩٢ھ لکھتے ہیں:

ولو قال لامراته ان فعلت كذا فانت امي و نوى به التحريم فهو باطل لا يلزمه شيء

اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو نے فلاں کام کیا تو' تو میری ماں ہے اور اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی تو اس کا یہ قول باطل ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا' یعنی اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

قاضی خاں کی اس عبارت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن کہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے' یا کہا: تو میری ماں کی مثل ہے' اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی یا ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی وہی حکم لاگو ہوگا اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی طلاق کی نیت سے کہا تو میری ماں ہے) تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ٥ ص ١٠٣ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٠٩ھ)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

انت امي بلا تشبيه فانه باطل وان نوى:

ترجمہ:...... کسی شخص نے اپنی بیوی سے بغیر تشبیہ دیئے کہا: تو میری ماں ہے تو اس کا یہ قول باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔ (ردالمحتار ج ٥ ص ٩٨ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

اسی طرح علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ٩٥٦ھ نے لکھا ہے:

اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو اگر اس نے اپنی بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی تو اس

کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے اس قول سے ظہار کی نیت کی ہے تو یہ ظہار ہوگا یا طلاق کی نیت کی ہے تو یہ طلاق بائن ہوگی اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی تو پھر اس قول سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوگا۔

(ملتقی الابحر مع مجمع الانہر ج ۲ ص ۱۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ الکلیبولی نے لکھا ہے:

ظہار کی تعریف میں تشبیہ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر کسی شخص نے بغیر تشبیہ دیئے اپنی بیوی سے کہا: تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے یا بیٹی ہے تو یہ ظہار نہیں ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو نے فلاں کام کیا تو تو میری ماں ہے اور اس کی بیوی نے وہ کام کرلیا تو اس کا یہ قول باطل ہوگا' خواہ اس نے اس قول سے بیوی کے حرام ہونے کی نیت کی ہو۔ (مجمع الانہر ج ۲ ص ۱۱۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳٤٠ھ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی زوجہ کو ماں بہن کہہ دیا مگر نان نفقہ دیتا رہا' عورت اس کے نکاح میں رہی یا بحکم شرع شریف جاتی رہی؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے: تو میری ماں بہن ہے تحت گناہ و ناجائز ہے' مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو' درمختار میں ہے:

اولا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ۔

ترجمہ:......اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی' یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا تو ادنیٰ درجہ کا حکم متعین ہوگا یعنی عزت اور کرامت کا اور اس کا اپنی بیوی کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ تو میری ماں ہے یا یہ کہنا: اے میری بیٹی اور اے میری بہن اور اس کی مثل۔

(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۱۰۳' داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ شامی نے اس پر لکھا ہے: حذف الکاف بان قال انت امی و من بعض اقطن جعلہ من باب زید اسد منتقی عن الھستانی قلب ویدل علیہ ما نذکرہ عن الفتح من انہ لا بد من التصریح من الاداۃ۔

اسی میں ہے: انت امی بلا تشبیہ باطل وان نوی۔

اگر اس نے تشبیہ کا ذکر نہیں کیا اور بایں طور اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں ہے' بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی کہے زید شیر ہے' میں کہتا ہوں اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم "فتح القدیر" سے نقل کریں گے کہ تشبیہ کے حرف کا ذکر کرنا ضروری ہے' نیز علامہ شامی نے کہا: بغیر تشبیہ کے بیوی کو یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے' باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۹۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا ماں بہن کی جگہ ہے' تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہوگیا' اب جب تک کفارہ نہ دے لے'

عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بہ نگاہ شہوت اس کی شرم گاہ دیکھنا سب حرام ہوگیا اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اس کی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اگر ان میں کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا' درمختار میں ہے:

ان نوی بانت علی مثل امی او کامی و کذا بلو حذف علی (خانیه) برا او ظهارا او طلاقا صحت نیته و وقع مانواه وان لم ینو شیئا او حذف الکاف لغا۔

ترجمہ:..... اس نے بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا کہا: تو میری ماں کی مثل ہے اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی یا ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی ہے وہی حکم لاگو ہوگا اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی طلاق کی نیت سے کہا: تو میری ماں ہے) تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۰۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

''ھندیہ'' میں ''خانیہ'' سے ہے: اگر اس نے اپنے قول سے تحریم کی نیت کی تو اس میں اختلاف ہے' اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب کے نزدیک ظہار ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۶۲۱-۶۳۰' مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

اعلیٰ حضرت نے ''درمختار'' کی آخری عبارت جو نقل کی ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ اگر اس نے بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہا تو یہ کلام لغو ہے اور اس سے طلاق نہیں ہوگی۔ اسی طرح علامہ شامی کی عبارت بھی گزر چکی ہے کہ اگر اس نے بیوی کو خواہ طلاق کی نیت سے کہا: تو میری ماں ہے تو یہ قول باطل ہے۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۹۸) یعنی اس سے طلاق نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ صریحہ' فتاویٰ قاضی خاں' الدر المختار' رد المحتار' ملتقی الابحر' مجمع الانھر اور فتاویٰ رضویہ کی عبارات سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو میری ماں' بہن ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ خواہ اس نے یہ قول طلاق دینے کی نیت سے کہا ہو یا بیوی کو اپنے نفس پر حرام قرار دینے کی نیت سے کہا ہو۔ اس شخص کا یہ قول واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اس جھوٹ سے توبہ کرے۔ اس قدر تفصیل اس لئے کی ہے کہ یہ مسئلہ عامۃ الوقوع ہے' لوگ غصہ میں بیوی کو ماں' بہن کہہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے طلاق ہوگئی۔

ظہار کا لغوی معنی و تعریف

ظہار کے لغوی معنی: ظہار ظہر سے مشتق ہے ظہر کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ ظہار کے اصطلاحی معنی: بیوی یا اس کے بعض حصہ جیسے آدھا یا چوتھائی وغیرہ یا اس کے ایسے عضو جس کو بول کر پورا وجود مراد لیا جاتا ہو، جیسے سر، وغیرہ کو اپنے حقیقی یا سسرالی یا رضاعی محرم کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا جائز نہیں۔ جو اپنی منکوحہ کو یا اس کے کسی ایسے جزء کو جس کو بول کر کل مراد لیا جاسکتا ہو، اپنی محرم عورت کے ساتھ تشبیہ دے، ظہار کہلاتا ہے جس کی مثال یہ ہے۔

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اب اس سے جماع کرنا

جائز نہیں اور نہ اس کو چھونا اور نہ بوسہ لینا جائز ہے حتیٰ کہ وہ اس ظہار کا کفارہ ادا کرے۔ (ہدایہ اولین ج ۳ ص ۳۸۹ مجتبائے دہلی)

ظہار کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ظہار کا معنی ہے کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جزو شائع یا ایسے جز کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (درمختار، ج ۵، ص ۱۲۵، بیروت)

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عورت کے سر یا چہرہ یا گردن یا شرمگاہ کو محارم سے تشبیہ دی تو ظہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں۔ یونہی اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جسکی طرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلاً سر یا چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو ظہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔ (جوہرہ نیرہ، باب ظہار، رحمانیہ لاہور)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ران سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظہار کیا تو یہ الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو، ہر حالت میں ظہار ہی ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاءً تصدیق نہ کرینگے اور عورت بھی تصدیق نہیں کر سکتی۔ (عالمگیری، باب ظہار)

ظہار کا شرعی حکم

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دے دے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا اُس کو چھونا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ (جوہرہ نیرہ، باب ظہار)

بَابٌ فِي الْخُلْعِ

باب: خلع کا بیان

خلع کے معنی ومفہوم کا بیان

خلع خ کے پیش کے ساتھ خلع خ کے زبر کے ساتھ) اسم ہے خلع کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو نکالنا اور عام طور پر یہ لفظ بدن سے کسی پہنی ہوئی چیز مثلاً کپڑے اور موزے وغیرہ اتارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں اس لفظ کے معنی ہیں ملکیت نکاح کو مال کے عوض میں لفظ خلع کے ساتھ زائل کرنا یا ملکیت نکاح ختم کرنے کے لئے لفظ خلع کے ساتھ اپنی عورت سے مال لینا اس شرعی اصطلاح کی توضیح یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور دونوں میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر اپنا مہر دے کر نجات حاصل کر لے مثلاً اپنے مرد سے کہے کہ اتنا روپیہ لے کر خلع کر دو یعنی میری جان چھوڑ دو یا یوں کہے کہ جو مہر تمہارے ذمہ ہے اس کے عوض میری

جان چھوڑ دو اس کے جواب میں مرد کہے کہ میں نے چھوڑ دی تو اس سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

خلع سے مراد فسخ یا طلاق ہونے میں مذاہب اربعہ

مظہر نے لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ اگر مرد عورت سے کہے کہ میں نے اتنے مال کے عوض تم سے خلع کیا اور بیوی کہے کہ میں نے قبول کیا اور پھر میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو جائے تو آیا یہ طلاق ہے یا فسخ ہے، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے حضرت امام شافعی کا زیادہ صحیح قول بھی یہی ہے لیکن حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ یہ فسخ ہے اور حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد شوہر کی زیادتی وسرکشی ہو اور شوہر کی اس زیادتی وسرکشی کی دلیل سے بیوی خلع چاہتی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ خلع کے معاوضہ کے طور پر کوئی چیز مثلاً روپیہ وغیرہ لے اور اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد بیوی کی نافرمانی وسرکشی ہو یعنی بیوی کی نافرمانی وبداطواری کی دلیل سے خلع کی نوبت آئی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اس خلع کے عوض میں اس قدر رقم لے کہ اس نے عورت کے مہر میں جو رقم دی ہے اس سے بھی زیادہ ہو۔

خلع کے طلاق ہونے میں فقہ حنفی کی ترجیحی دلیل

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ثابت ابن قیس کی بیوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ثابت ابن قیس پر مجھے غصہ نہیں آتا اور نہ میں ان کی عادات اور ان کے دین میں کوئی عیب لگاتی ہوں لیکن میں اسلام میں کفر یعنی کفران نعمت یا گناہ کو پسند نہیں کر سکتی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ثابت ابن قیس کا باغ جو انہوں نے تمہیں مہر میں دیا ہے) ان کو واپس کر سکتی ہو؟ ثابت کی بیوی نے کہا کہ ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ثابت سے فرمایا کہ تم اپنا باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 475)

ثابت ابن قیس کی بیوی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنے شوہر سے اس لئے جدائی اختیار کرنا نہیں چاہتی کہ وہ بد اخلاق ہیں یا ان کی عادات مجھے پسند نہیں ہیں یا یہ کہ ان کے دین میں کچھ نقصان ہے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ مجھے ان سے محبت نہیں ہے اور وہ طبعی طور پر مجھے ناپسند ہیں لیکن بہر حال وہ میرے شوہر ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کے تئیں میری طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو اسلامی حکم کے خلاف ہو مثلاً مجھ سے کوئی نافرمانی ہو جائے یا ان کی مرضی کے خلاف کوئی فعل سرزد ہو جائے تو ایسی صورت میں گویا کفران نعمت یا گناہ ہوگا جو مجھے گوارہ نہیں ہے اس لئے میں کیوں نہ ان سے جدائی اختیار کر لوں۔

کہا جاتا ہے کہ ثابت ابن قیس بہت بدصورت تھے اور ٹھگنے (پست) قد تھے اور ان کی بیوی کا نام حبیبہ یا جمیلہ تھا جو بہت خوبصورت اور حسین تھیں اسی لئے ان دونوں کا جوڑا بہت ناموزوں تھا اور ان کی بیوی ان کو پسند نہیں کرتی تھیں چنانچہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے ان کی عرض کے مطابق حضرت ثابت کو مصلحۃ یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دیں اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دینے والے کے حق میں یہ اولی افضل ہے کہ وہ ایک طلاق دے تا کہ اگر رجوع کرنا منظور ہو تو رجوع کر لے نیز اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خلع طلاق ہے فسخ نہیں ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ الخلع تطلیقۃ بائنۃ یعنی خلع طلاق بائن ہے۔

خلع کے یکطرفہ نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

فدیہ کے لفظ میں معاوضہ کا معنی ہے اور معاوضہ میں باہمی رضامندی ضروری ہے۔

وفی تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلع فدیہ دلیل علی ان فیہ معنی المعاوضۃ ولھذا اعتبر فیہ رضا الزوجین (زاد المعاد)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خلع کا نام فدیہ رکھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں معاوضہ کے معنی پائے جاتے ہیں اور اس لئے اس میں زوجین کی رضامندی کو لازمی قرار دیا۔

فان خفتم سے جملہ شرطیہ شروع ہوتا ہے اور فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ جملہ جزائیہ ہے، جزا سے کہیں یہ ثابت نہیں ہورہا کہ اگر زوجین اندیشہ محسوس کریں کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو حکام ان کے درمیان تفریق کر دیں۔:۔خلع کی صورت میں شوہر کچھ مالی مفاد حاصل کر لیتا ہے جبکہ طلاق دینے کی صورت میں مالی فوائد سے یکسر محروم رہتا ہے، اس لئے بجائے طلاق کے شوہر کے لئے خلع باعث کشش ہے، بسا اوقات شوہر خلع دینے پر رضامند ہوتا ہے مگر بیوی یا تو جدائی ہی نہیں چاہتی یا چاہتی ہے مگر جدائی کے بدلے مہر وغیرہ سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں ہوتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا عدالت شوہر کی خواہش پر بیوی کو زبردستی خلع لینے پر مجبور کر سکتی ہے؟ ظاہر ہے عدالت ایسا اختیار نہیں رکھتی پس آیت شریفہ کی رو سے جس طرح بیوی کی رضامندی ضروری ہے اسی طرح شوہر کی رضامندی بھی ضروری ہے۔

ایک مقدمہ فرض کیجئے کہ شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا اور عورت طلاق چاہتی ہے مگر مہر نہیں چھوڑنا چاہتی، علیحدگی کی کوئی اور معقول دلیل بھی موجود نہیں اور حکام کو صرف اندیشہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ دونوں حدود اللہ قائم نہیں رکھ سکیں گے، کیا فان خفتم کے خطاب کی دلیل سے حکام زبردستی ان کا نکاح منسوخ اور کالعدم کر سکتے ہیں؟

آیت شریفہ اپنی گفتگو میں میاں بیوی دونوں کو شریک رکھتی ہے و لا یحل لکم سے شوہر کو مال واپس لینے سے منع کر دیا گیا ہے، الا ان یخافا سے ایک صورت میں اجازت دی گئی، ان لا یقیما حدود اللہ کے الفاظ سے بدل خلع کے جواز کو بیان کیا گیا ہے، مگر مال کے بدلے علیحدگی کی صورت میں زوجین کو مال کی ادائیگی و وصولی میں گناہ کا شک ہو سکتا تھا، فلا جناح علیھما کے الفاظ سے اس تردد کو زائل کر دیا گیا۔

ہر وہ شخص جسے سخن فہمی کا سلیقہ ہو وہ ان علیحدہ علیحدہ جملوں اور آیت شریفہ کے مجموئی تاثر سے یہی مفہوم اخذ کرے گا کہ خلع میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے جب تک زبان و بیان کے قاعدوں کا خون نہ کیا جائے، اور خواہشات کا رندہ قرآن

کریم پر نہ چلایا جائے، اس وقت تک شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کا جواز آیت شریفہ سے ثابت نہیں ہوتا۔

میاں بیوی مل کر نکاح کی صورت میں ایک گرہ لگاتے ہیں مگر قرآن کریم کے بیان کے مطابق یہ گرہ لگنے کے بعد صرف شوہر ہی اسے کھول سکتا ہے، یعنی طلاق کا اختیار صرف مرد کے ہاتھ میں ہے۔ الذی بیدہ عقدۃ النکاح جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

عمرو بن شعیب کی مرفوع روایت میں ہے جو سند کے لحاظ سے حسن درجے سے کم نہیں کہ اس سے مراد شوہر ہے، حضرت علی اور ابن عباس سمیت صحابہ کی اکثریت سے یہی تفسیر منقول ہے، حافظ ابن جریر طبری نے بھی نا قابل انکار دلائل سے یہی ثابت کیا ہے خلع کی شرطیں بھی وہی ہیں جو طلاق کی ہیں، اور طلاق میں شوہر کی مرضی و اجازت شرط ہے اس لئے خلع میں بھی شوہر کی رضامندی شرط ہے، و شرطہ شرط الطلاق (فتاویٰ ہندیہ) خلع کی شرائط وہی ہیں جو طلاق کی ہیں۔

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ظاہری سمیت تمام ائمہ مجتہدین اس نظریے میں ہم خیال وہم زبان ہیں کہ خلع میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی شرط ہے۔

حنفی مسلک: والخلع جائز عند السلطان وغیرہ لانہ عقد یعتمد التراضی (المبسوط)

شافعی مسلک: لان الخلع طلاق فلا یکون لأحد ان یکلف عن احد اب ولا سید ولا ولی ولا سلطان (الامام الشافعی، مکتبہ الازھریہ)

مالکی مسلک: وتجبر علی الرجوع الیہ ان لم یر فراقھما بخلع او بغیرہ (المنتقی)

حنبلی مسلک لانہ قطع عقد بالتراضی فاشبہ الاقالۃ ابن قدامۃ، المغنی دار المنار

ظاہری مسلک: الخلع ھو الافتداء وانما یجوز بتراضیھما۔ (ابن حزم، المحلی ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ)

بغیر وجہ کے عورت کا خلع طلب کرنے کی مذمت کا بیان

2226 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو عورت کسی (معقول) وجہ کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے''۔

2227 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ، عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ سَهْلٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، وَأَنَّ

2226- واخرجه ابن ماجه (2055) من طريق محمد بن الفضل، عن حماد بن زيد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (22440)، و"صحيح ابن حبان" (4184). واخرجه الترمذي (1224)

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الصُّبْحِ فَوَجَدَ حَبِيْبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ عِنْدَ بَابِهِ فِي الْغَلَسِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هٰذِهٖ؟، فَقَالَتْ: أَنَا حَبِيْبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ، قَالَ: مَا شَأْنُكِ؟، قَالَتْ: لَا أَنَا وَلَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ لِزَوْجِهَا، فَلَمَّا جَاءَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذِهٖ حَبِيْبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ، وَذَكَرَتْ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَذْكُرَ، وَقَالَتْ حَبِيْبَةُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كُلُّ مَا أَعْطَانِيْ عِنْدِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ: خُذْ مِنْهَا، فَأَخَذَ مِنْهَا، وَجَلَسَتْ هِيَ فِي أَهْلِهَا

عمرہ بنت عبدالرحمان، سیّدہ حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نقل کرتی ہیں، وہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، (ایک دن) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لیے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیرے میں سیّدہ حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا کو اپنے دروازے پر موجود پایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون عورت ہے؟ اس نے عرض کی: میں حبیبہ بنت سہل ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ اس نے عرض کی: میں اور ثابت بن قیس (یعنی اس کے شوہر) اکٹھے نہیں رہ سکتے، جب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حبیبہ بنت سہل، اس نے جو اللہ کو منظور تھا وہ کچھ ذکر کیا ہے، سیّدہ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! انہوں نے مجھے جو بھی دیا وہ سب میرے پاس ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (وہ مال) تم اس سے لے لو، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اس خاتون سے (وہ مال) لے لیا، اور وہ عورت اپنے میکہ چلی گئی۔

2228 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمْرٍو السَّدُوْسِيُّ الْمَدِيْنِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ كَانَتْ عِنْدَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ فَضَرَبَهَا فَكَسَرَ بَعْضَهَا، فَأَتَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الصُّبْحِ، فَاشْتَكَتْهُ إِلَيْهِ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَابِتًا، فَقَالَ: خُذْ بَعْضَ مَالِهَا، وَفَارِقْهَا، فَقَالَ: وَيَصْلُحُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنِّيْ أَصْدَقْتُهَا حَدِيْقَتَيْنِ، وَهُمَا بِيَدِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْهُمَا وَفَارِقْهَا، فَفَعَلَ.

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حبیبہ بنت سہل، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، ایک مرتبہ ثابت نے انہیں مارا اور ان کا کوئی (عضو) توڑ دیا، وہ عورت صبح کی نماز کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کی شکایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ کو بلوایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کچھ مال لے کر اسے علیحدہ کر دو،

2227-اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، ومالك: هو ابن انس، ويحيى بن سعيد: هو الانصاري. وهو عند مالك في "الموطا"/5642 ومن طريقه اخرجه النسائي في "الكبرى" (5627). وهو في "مسند احمد" (27444)، و"صحيح ابن حبان" (4280).

2228-صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن من اجل ابو عمرو السَّدوسي المديني - وهو سعيد بن سلمة بن ابي الحسام - ابو عامر عبد الملك: هو العقدي، وعمرة: هي بنت عبد الرحمن. واخرجه الطبري في "تفسيره" (4808) من طريق ابي عامر العقدي، بهذا الاسناد. واخرجه البيهقي في "الكبرى" /3157 من طريق عبد الله بن رجاء، عن سعيد بن سلمة بن ابي الحسام، به

انہیں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ ٹھیک ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! انہوں نے عرض کی: میں نے اسے دو باغ دیے تھے، وہ ابھی بھی اس کے پاس ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم وہ دونوں لے کران سے علیحدہ کردو، تو ثابت نے ایسا ہی کیا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب کسی عورت نے کہا ہزار روپے پر یا ہزار کے بدلے میں مجھے ایک طلاق دے شوہر نے کہا تجھ پر تین طلاقیں اور بدلے کو ذکر نہ کیا تو بلا معاوضہ تین ہوگئیں۔ اور اگر شوہر نے ہزار کے بدلے میں تین دیں تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے قبول نہ کیا تو کچھ نہیں اور قبول کیا تو تین طلاقیں ہزار کے بدلے میں ہوئیں۔ عورت سے کہا تجھ پر تین طلاقیں ہیں جب تو مجھے ہزار روپے دے تو فقط اس کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ جب عورت ہزار روپے دے گی یعنی شوہر کے سامنے لاکر رکھ دیگی اُس وقت طلاقیں واقع ہوں گی اگرچہ شوہر لینے سے انکار کرے اور شوہر روپے لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ دونوں راہ چل رہے ہیں اور خلع کیا اگر ہر ایک کا کلام دوسرے کے کلام سے متصل ہے تو خلع صحیح ہے ورنہ نہیں اور اس صورت میں طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ عورت کہتی ہے میں نے ہزار کے بدلے تین طلاقوں کو کہا تھا اور تو نے ایک دی اور شوہر کہتا ہے تو نے ایک ہی کو کہا تھا تو اگر شوہر گواہ پیش کرے تو اچھا ہے ورنہ عورت کا قول معتبر ہے۔ (عالم گیری، کتاب طلاق، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہین کہ جب شوہر کہتا ہے میں نے ہزار روپے پر تجھے طلاق دی تو نے قبول نہ کیا عورت کہتی ہے میں نے قبول کیا تھا تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول معتبر ہے اور اگر شوہر کہتا ہے میں نے ہزار روپے پر تیرے ہاتھ طلاق بیچی تو نے قبول نہ کی عورت کہتی ہے میں نے قبول کی تھی تو عورت کا قول معتبر ہے۔ (درمختار، کتاب طلاق، بیروت)

اور اگر وہ عورت کہتی ہے میں نے سو روپے میں طلاق دینے کو کہا تھا شوہر کہتا ہے نہیں بلکہ ہزار کے بدلے تو عورت کا قول معتبر ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو شوہر کے گواہ قبول کیے جائیں۔ یونہی اگر عورت کہتی ہے بغیر کسی بدلے کے خلع ہوا اور شوہر کہتا ہے نہیں بلکہ ہزار روپے کے بدلے میں تو عورت کا قول معتبر ہے اور گواہ شوہر کے مقبول ہیں۔ اور اگر عورت کہتی ہے میں نے ہزار کے بدلے میں تین طلاق کو کہا تھا تو نے ایک دی شوہر کہتا ہے میں نے تین دیں اگر اُسی مجلس کی بات ہے تو شوہر کا قول معتبر ہے اور وہ مجلس نہ ہو تو عورت کا اور عورت پر ہزار کی تہائی واجب مگر عدت پوری نہیں ہوئی ہے تو تین طلاقیں ہوگئیں۔

(عالم گیری، کتاب طلاق، بیروت)

خلع کے سبب حقوق نکاح کے ساقط ہونے کا بیان

نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک کے دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہو جاتے ہیں اور جو حقوق کہ نکاح سے علاوہ ہیں وہ ساقط نہ ہوں گے عدت کا نفقہ اگرچہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہ ہوگا ہاں اگر اس کے ساقط ہونے کی شرط کر دی گئی تو یہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ یونہی عورت کے بچہ ہو تو اس کا نفقہ اور دودھ پلانے کے مصارف ساقط نہ ہوں گے اور اگر ان کے ساقط ہونے کی بھی شرط ہے اور اس کے لئے کوئی وقت معین کر دیا ہے تو ساقط ہو جائیں گے ورنہ نہیں اور بصورت وقت معین کرنے کے اگر اس وقت سے پیشتر بچہ کا انتقال ہو گیا تو باقی مدت میں جو صرف ہوتا وہ عورت سے شوہر لے سکتا ہے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ عورت اپنے مال

سے دس برس تک بچہ کی پرورش کرے گی تو بچہ کے کپڑے کا عورت مطالبہ کرسکتی ہے اور اگر بچہ کا کھانا کپڑا دونوں ٹھہرے تھے تو کپڑے کا مطالبہ بھی نہیں کرسکتی اگر چہ یہ معین نہ کیا ہو کہ کس قسم کا کپڑا پہنائے گی اور بچہ کو چھوڑ کر عورت بھاگ گئی تو باقی نفقہ کی قیمت شوہر وصول کرسکتا ہے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ بلوغ تک اپنے پاس رکھے گی تو لڑکی میں ایسی شرط ہوسکتی ہے لڑکے میں نہیں۔ (عالمگیری)

خلع کسی مقدار معین پر ہوا اور عورت مدخولہ ہے اور مہر پر عورت نے قبضہ کرلیا ہے تو جو ٹھہرا ہے شوہر کو دے اور اس کے علاوہ شوہر کچھ نہیں لے سکتا ہے اور مہر عورت کو نہیں ملا ہے تو اب عورت مہر کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور جو ٹھہرا ہے شوہر کو دے اور اگر غیر مدخولہ ہے اور پورا مہر لے چکی ہے تو شوہر نصف مہر کا دعویٰ نہیں کرسکتا اور مہر عورت کو نہیں ملا ہے۔ تو عورت نصف مہر کا شوہر پر دعویٰ نہیں کر سکتی اور دونوں صورتوں میں جو ٹھہرا ہے دینا ہوگا اور اگر مہر پر خلع ہوا اور مہر لے چکی ہے تو مہر واپس کرے۔ اور مہر نہیں لیا ہے تو شوہر سے مہر ساقط ہوگیا اور عورت سے کچھ نہیں لے سکتا اور اگر مثلاً مہر کے دسویں حصہ پر خلع ہوا اور مہر مثلاً ہزار روپے کا ہے اور عورت مدخولہ ہے اور کل مہر لے چکی ہے تو شوہر اس سے سو روپے لے گا اور مہر بالکل نہیں لیا ہے تو شوہر سے کل مہر ساقط ہوگیا اور اگر عورت غیر مدخولہ ہے اور مہر لے چکی ہے تو شوہر اس سے پچاس روپے لے سکتا ہے اور عورت کو کچھ مہر نہیں ملا ہے تو کل ساقط ہوگیا۔ (عالمگیری)

2229 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اخْتَلَعَتْ مِنْهُ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّتَهَا حَيْضَةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْحَدِيثُ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے ان سے خلع لے لیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کی عدت ایک حیض مقرر کی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت امام عبدالرزاق نے، اپنی سند کے ساتھ، عکرمہ سے نقل کی ہے۔

2230 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: عِدَّةُ الْمُخْتَلِعَةِ حَيْضَةٌ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: خلع لینے والی عورت کی عدت ایک حیض ہوگی۔

خلع لینے والی عورت کی عدت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم کے زمانے میں ثابت بن قیس کی بیوی نے اپنے شوہر سے خلع لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے خلع لینے والی عورت کی عدت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کی عدت بھی مطلقہ کی طرح ہے ثوری، اہل کوفہ، کا یہی قول ہے بعض اہل علم کے

2229- صحیح لغیرہ، وهذا اسناد ضعیف. عمرو بن مسلم- وهو الجندی- ضعیف یعتبر به. هشام بن یوسف: هو الصنعانی، ومعمر: هو ابن راشد الازدی. واخرجه الترمذی (1222) من طریق علی بن بحر، بهذا الاسناد، وقال: هذا حدیث حسن غریب. وله شاهد من حدیث الربیع بنت معوذ بن عفراء عند ابن ماجه (2058)، والترمذی (1221)، والنسائی فی "الکبری" (5662). واسناده صحیح.

نزدیک خلع لینے والی عورت کی عدت ایک حیض ہے اسحاق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس مسلک پر عمل کرے تو یہی قوی مسلک ہے۔
(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1196)

خلع کے طلاق ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ کہ خلع کو بعض حضرات طلاق میں شمار نہیں کرتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دیں ہیں پھر اس عورت نے خلع کرالیا ہے تو اگر خاوند چاہے تو اس سے پھر بھی نکاح کر سکتا ہے اور اس پر دلیل یہی آیت وارد کرتے ہیں۔

یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے، حضرت عکرمہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ طلاق نہیں، دیکھو آیت کے اول و آخر طلاق کا ذکر ہے پہلے دو طلاقوں کا پھر آخر میں تیسری طلاق کا اور درمیان میں جو خلع کا ذکر ہے، پس معلوم ہوا کہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عمر طاؤس عکرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، داؤد بن علی ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعی کا بھی قدیم قول یہی ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ بعض دیگر بزرگ فرماتے ہیں کہ خلع طلاق بائن ہے اور اگر ایک سے زیادہ کی نیت ہوگی تو وہ بھی معتبر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ام بکر اسلمیہ نے اپنے خاوند عبداللہ بن خالد سے خلع لیا اور حضرت عثمان نے اسے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا اور ساتھ ہی فرمادیا کہ اگر کچھ سامان لیا ہو تو جتنا سامان لیا ہو وہ ہے، لیکن یہ اثر ضعیف ہے۔

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، سعید بن مسیب، حسن، عطا، شریح، شعبی، ابراہیم، جابر بن زید، مالک، ابوحنیفہ اور ان کے ساتھی ثوری، اوزاعی، ابوعثمان بتی کا یہی قول ہے کہ خلع طلاق ہے۔ امام شافعی کا بھی جدید قول یہی ہے، ہاں حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر دو طلاق کی نیت خلع دینے والے کی ہے تو دو ہو جائیں گی۔ اگر کچھ بھی لفظ نہ کہے اور مطلق خلع ہو تو ایک طلاق بائن ہوگی اگر تین کی نیت ہے تو تین ہو جائیں گی۔ امام شافعی کا ایک اور قول بھی ہے کہ اگر طلاق کا لفظ نہیں اور کوئی دلیل و شہادت بھی نہیں تو وہ بالکل کوئی چیز نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

طلاق، خلع اور فسخ نکاح کے فرق کا بیان

طلاق صرف خاوند کے الفاظ اور اس کے اختیار و رضا سے ہوتی ہے، لیکن فسخ نکاح خاوند کے الفاظ کے بغیر بھی ہو جاتا ہے، اور اس میں خاوند کی رضا اور اختیار کی شرط نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ ہر وہ جس سے تفریق اور علیحدگی کا فیصلہ کیا جائے اور خاوند اس کے الفاظ نہ بولے، اور اسے نہ چاہے۔ تو یہ علیحدگی طلاق نہیں کہلائے گی۔ (الام (128/5)

2 طلاق کے کئی ایک اسباب ہیں، اور بعض اوقات بغیر کسی سبب کے بھی ہو سکتی ہے، بلکہ طلاق تو صرف خاوند کا اپنی بیوی کو چھوڑنے کی رغبت سے ہوگی۔

لیکن فسخ نکاح کے لیے سبب کا ہونا ضروری ہے جو فسخ کو واجب یا مباح کرے۔ فسخ نکاح ثابت ہونے والے اسباب کی

مثالیں: خاوند اور بیوی کے مابین کفو و مناسبت نہ ہونا جنہوں نے لزوم عقد میں اس کی شرط لگائی ہے۔ جب خاوند یا بیوی میں سے کوئی ایک اسلام سے مرتد ہو جائے، اور دین اسلام میں واپس نہ آئے۔ جب خاوند اسلام قبول کر لے اور بیوی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے، اور وہ مشرکہ ہو اور اہل کتاب سے تعلق نہ رکھتی ہو۔

خاوند اور بیوی میں لعان ہو جائے۔ خاوند کا نفقہ و اخراجات سے تنگ اور عاجز ہو جانا، جب بیوی فسخ نکاح طلب کرے۔ خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک میں ایسا عیب پایا جائے جو استمتاع میں مانع ہو، یا پھر دونوں میں نفرت پیدا کرنے کا باعث بنے۔

3 فسخ نکاح کے بعد خاوند کو رجوع کا حق حاصل نہیں اس لیے وہ اسے نئے عقد نکاح اور عورت کی رضامندی سے ہی واپس لا سکتا ہے لیکن طلاق رجعی کی عدت میں وہ اس کی بیوی ہے، اور اسے پہلی اور دوسری طلاق کے بعد اسے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، چاہے بیوی راضی ہو یا راضی نہ ہو۔

فسخ نکاح میں مروجن طلاقوں کی تعداد کا مالک ہے اسے شمار نہیں کیا جاتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اور خاوند اور بیوی کے مابین جو فسخ نکاح ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، نہ تو ایک اور نہ ہی اس کے بعد۔ (کتاب الام (199/5)

ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: " فسخ نکاح اور طلاق میں فرق یہ ہے کہ اگرچہ ہر ایک سے خاوند اور بیوی میں علیحدگی اور تفریق ہو جاتی ہے: فسخ یہ ہے کہ جب اس کے بعد خاوند اور بیوی دوبارہ نکاح کریں تو وہ پہلی عصمت پر ہیں، اور عورت اپنے خاوند کے پاس تین طلاق پر ہوگی (یعنی خاوند کو تین طلاق کا حق ہوگا) اور اگر اس نے فسخ نکاح سے قبل طلاق دی اور رجوع کر لیا تو اس کے پاس دو طلاقیں ہوں گی۔ (الاستذکار (181/6)

خلع میں زیادہ مال لینے سے متعلق مذاہب اربعہ

جمہور کا مذہب تو یہ ہے کہ خلع عورت اپنے سے دیئے ہوئے سے زیادہ لے تو بھی جائز ہے کیونکہ قرآن نے آیت (فی ما افتدت بہ) فرمایا ہے، حضرت عمر کے پاس ایک عورت اپنے خاوند سے بگڑی ہوئی آئی، آپ نے فرمایا اسے گندگی والے گھر میں قید کر دو پھر قید خانہ سے اسے بلوایا اور کہا کیا حال ہے؟ اس نے کہا آرام کی راتیں مجھ پر میری زندگی میں یہی گزری ہیں۔ آپ نے اس کے خاوند سے فرمایا اس سے خلع کر لے۔ اگرچہ گوشوارہ کے بدلے ہی ہو، ایک روایت میں ہے اسے تین دن وہاں قید رکھا تھا، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر یہ اپنی چٹیا کی دھجی بھی دے تو لے لے اور اسے الگ کر دے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں اس کے سوا سب کچھ لے کر بھی خلع ہو سکتا ہے۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں میرے خاوند اگر موجود ہوتے تو بھی میرے ساتھ سلوک کرنے میں کمی کرتے اور کہیں چلے جاتے تو بالکل ہی محروم کر دیتے۔ ایک مرتبہ جھگڑے کے موقع پر میں نے کہہ دیا کہ میری ملکیت میں جو کچھ ہے لے لو اور مجھے خلع دو۔ اس نے کہا اور یہ معاملہ فیصل ہو گیا لیکن میرے چچا معاذ بن عفراء اس قصہ کو لے کر حضرت عثمان کے پاس گئے۔ عثمان نے بھی اسے برقرار رکھا اور فرمایا کہ چوٹی کی دھجی چھوڑ کر سب کچھ لے لو، بعض روایتوں میں ہے یہ بھی اور اس (سیس) چھوٹی چیز بھی غرض سب کچھ لے لو، پس مطلب ان واقعات کا یہ ہے کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ عورت کے پاس جو کچھ ہے دے کر وہ خلع کرا سکتی ہے اور

خاوند اپنی دی ہوئی چیز سے زائد لے کر بھی خلع کر سکتا ہے۔

ابن عمر، ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، ابراہیم نخعی، قبیصہ بن ذویب، حسن بن صالح عثمان رحمہم اللہ اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ، لیث، امام شافعی اور ابوثور کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔

اور اصحاب ابوحنیفہ کا قول ہے کہ اگر قصور اور ضرر رسانی عورت کی طرف سے ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ جو اس نے دیا ہے واپس لے لے لیکن اس سے زیادہ لینا جائز نہیں۔ گو زیادہ لے لے تو بھی قضاء کے وقت جائز ہوگا اور اگر خاوند کی اپنی جانب سے زیادتی ہو تو اسے کچھ بھی لینا جائز نہیں۔ گو، لے لے تو قضا جائز ہوگا۔

امام احمد ابوعبید اور اسحق بن راھویہ فرماتے ہیں کہ خاوند کو اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ لینا جائز ہی نہیں۔ سعید بن مسیب عطاء عمرو بن شعیب زہری طاؤس حسن شعبی حماد بن ابوسلیمان اور ربیع بن انس کا بھی یہی مذہب ہے۔ عمر اور حاکم کہتے ہیں حضرت علی کا بھی یہ فیصلہ ہے۔

اوزاعی کا فرمان ہے کہ قاضیوں کا فیصلہ ہے کہ دیئے ہوئے سے زیادہ کو جائز نہیں جانتے۔ اس مذہب کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے جس میں ہے کہ اپنا باغ لے لو اور اس سے زیادہ نہ لو۔ مسند عبد بن حمید میں بھی ایک مرفوع حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع لینے والی عورت سے اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ لینا مکروہ رکھا، اور اس صورت میں جو کچھ فدیہ وہ دے لے گا، کا لفظ قرآن میں ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ دیئے ہوئے میں سے جو کچھ دے، کیونکہ اس سے پہلے یہ فرمان موجود ہے کہ تم نے جو انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ نہ لو، ربیع کی قرأت میں بہ کے بعد منہ کا لفظ بھی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ حدود اللہ ہیں ان سے تجاوز نہ کرو ورنہ گنہگار ہوں گے۔

یک طرفہ عدالتی خلع پر بحث ونظر

اور خلع کی صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کی قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کرنے کے لئے کچھ مال بطور فدیہ پیش کرے، اور شوہر اس کی پیشکش کو قبول کر کے اسے قیدِ نکاح سے آزاد کر دے۔

آیت شریفہ کا یہ مضمون اتنا صاف اور دو اور دو چار کی طرح ایسا واضح ہے کہ جو شخص سخن فہمی کا ذرا بھی سلیقہ رکھتا ہو وہ اس کے سوا کوئی دُوسرا نتیجہ اخذ ہی نہیں کر سکتا۔

ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ قرآنِ کریم کی اس آیتِ مقدسہ نے (جس کو آیت خلع کہا جاتا ہے) خلع کے معاملے میں اوّل سے آخر تک میاں بیوی دونوں کو برابر کے شریک قرار دیا ہے، مثلاً

اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ (اِلاّ یہ کہ میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو)۔

اَلَّا يُقِيْمَا (کہ وہ دونوں قائم نہیں کر سکیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود کو)۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا (پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں خداوندی حدود کو قائم نہیں کر سکیں گے)۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (تب ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں)۔

فِیْمَا افْتَدَتْ بِه (اس مال کے لینے اور دینے میں، جس کو دے کر عورت قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کرے)۔

فرمایئے! کیا پوری آیت میں ایک لفظ بھی ایسا ہے جس کا مفہوم یہ ہو کہ عورت جب چاہے شوہر کی رضامندی کے بغیر اپنے آپ خلع لے سکتی ہے؟ اس کے لئے شوہر کی رضامندی یا مرضی کی کوئی ضرورت نہیں؟ آیت شریفہ میں اوّل سے آخر تک وہ دونوں، وہ دونوں کے الفاظ مسلسل استعمال کئے گئے ہیں، جس کا مطلب اناڑی سے اناڑی آدمی بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ: خلع ایک ایسا معاملہ ہے جس میں میاں بیوی دونوں برابر کے شریک ہیں، اوران دونوں کی رضامندی کے بغیر خلع کا تصور ہی ناممکن ہے۔

یادرہے کہ پوری اُمت کے علماء وفقہاء اور ائمہ دین نے آیت شریفہ سے یہی سمجھا ہے کہ خلع کے لئے میاں بیوی دونوں کی رضامندی شرط ہے، جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا، مگر حلیمہ اسحاق صاحبہ کی ذہانت آیت شریفہ سے یہ نکتہ کشید کررہی ہے کہ جس طرح طلاق مرد کا انفرادی حق ہے، اسی طرح خلع عورت کا انفرادی حق ہے، جس میں شوہر کی مرضی و نامرضی کا کوئی دخل نہیں۔ فقہائے اُمت کے اجماعی فیصلے کے خلاف اور قرآنِ کریم کے صریح الفاظ کے علی الرغم قرآنِ کریم ہی کے نام سے ایسے نکتے تراشنا ایک ایسی ناروا جسارت ہے جس کی توقع کسی مسلمان سے نہیں کی جانی چاہئے اور جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کرسکتا۔

محترمہ حلیمہ اسحاق کی ذہانت نے یہ فتویٰ بھی صادر فرمایا ہے کہ عدالت اگر محسوس کرے کہ زوجین اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو قائم نہیں کرسکتے تو وہ ازخود زوجین کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کرسکتی ہے۔

اُوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ تمام فقہائے اُمت اس اَمر پر متفق ہیں کہ خلع، میاں بیوی دونوں کی رضامندی پر موقوف ہے، اگر دونوں خلع پر رضامند نہ ہوں یا ان میں سے ایک راضی نہ ہو تو خلع نہیں ہوسکتا، لہٰذا حلیمہ صاحبہ کا یہ فتویٰ بھی اِجماعِ اُمت کے خلاف اور صریحاً غلط ہے، محترمہ نے اپنے غلط دعویٰ پر آیت شریفہ سے جو استدلال کیا ہے وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

اس آیت مبارکہ میں لفظ خفتم استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے: پس اگر تمہیں خوف ہو یعنی صرف شوہر اور بیوی کو مخاطب کیا ہوتا تو لفظ خفتما استعمال ہوتا، جس سے مراد ہے: تم دونوں، مگر لفظ خفتم کا استعمال اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم کو بھی اختیار دیا ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو تمہیں اختیار ہے کہ ان کو الگ کردو۔ محترمہ کا یہ استدلال چند وجوہ سے غلط در غلط ہے۔

اوّل: محترمہ کے یہ الفاظ کہ: تو تمہیں اختیار ہے کہ انہیں الگ کردو قرآنِ کریم کے کسی لفظ کا مفہوم نہیں، نہ قرآنِ کریم نے قاضی یا حاکم کو میاں بیوی کے درمیان تفریق کا کسی جگہ اختیار دیا ہے، اس مفہوم کو خود تصنیف کرکے محترمہ نے بڑی جرأت وجسارت کے ساتھ اس کو قرآنِ کریم سے منسوب کردیا ہے۔

دوم: آیت شریفہ میں: فَاِنْ خِفْتُمْ سے جو جملہ شروع ہوتا ہے وہ جملہ شرطیہ ہے، جو شرط اور جزا پر مشتمل ہے، اس جملے میں شرط تو وہی ہے جس کا ترجمہ محترمہ نے یوں نقل کیا ہے یعنی:

اگر تم سمجھتے ہو کہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو۔

اس تو کے بعد شرط کی جزا ہے، لیکن وہ جزا کیا ہے؟ اس میں محترمہ حلیمہ اسحاق کو اللہ تعالیٰ سے شدید اختلاف ہے، اللہ تعالیٰ نے اس شرط کی جزا یہ ذکر فرمائی ہے: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ

ترجمہ: تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے اور دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑائے۔ لیکن محترمہ فرماتی ہیں کہ نہیں! اس شرط کی جزا یہ نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہے، بلکہ اس شرط کی جزا یہ ہے کہ: تو (اے حکام!) تم کو اختیار ہے کہ تم ان دونوں میاں بیوی کو الگ کردو۔

گویا حلیمہ اسحاق صاحبہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی غلطی نکال رہی ہیں کہ فَإِنْ خِفْتُمْ کی جو جزا اللہ تعالیٰ نے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ کے بلیغ الفاظ میں ذکر فرمائی ہے، یہ غلط ہے، اس کی جزا یہ ہونی چاہئے تھی: فلکم ان تفرقوا بینہما۔ (تو تم کو اختیار ہے کہ تم ان دونوں کے درمیان از خود علیحدگی کردو)

کیسا غضب ہے کہ پورا ایک فقرہ تصنیف کرکے اسے قرآن کے پیٹ میں بھرا جاتا ہے، اور اس پر دعویٰ کیا جارہا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہیں قرآن وسنت کی روشنی میں کہہ رہی ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

سوم: محترمہ فرماتی ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم کو بھی اختیار دیا ہے۔

شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ کے الفاظ سے واضح ہے کہ محترمہ کے نزدیک بھی فَإِنْ خِفْتُمْ کا اصل خطاب تو میاں بیوی ہی سے ہے، البتہ ان کے ساتھ ساتھ یہ خطاب دُوسروں کو بھی شامل ہے، اب دیکھئے کہ قرآنِ حکیم کی رُو سے صورتِ مسئلہ یہ ہوئی کہ:

خلع میاں بیوی کا شخصی اور نجی معاملہ ہے۔

خلع کے ضمن میں قرآن کریم بار بار میاں بیوی دونوں کا ذکر کرتا ہے (جیسا کہ اُوپر معلوم ہوچکا ہے)۔

اور فَإِنْ خِفْتُمْ میں بھی اصل خطاب انہی دونوں سے ہے (اگرچہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم بھی شریک ہیں)۔

ان تمام حقائق کے باوجود جب خلع کے فیصلے کی نوبت آتی ہے تو محترمہ فرماتی ہیں کہ میاں بیوی دونوں سے یہ پوچھنا ضروری نہیں کہ آیا وہ خلع کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ بلکہ عدالت اپنی صوابدید پر علیحدگی کا یک طرفہ فیصلہ کرسکتی ہے، خواہ میاں بیوی ہزار خلع سے انکار کریں، مگر عدالت یہی کہے گی۔

مابدولت قطعی طور پر اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ یہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے، لہٰذا مابدولت ان دونوں سے پوچھے بغیر دونوں کی علیحدگی کا فیصلہ صادر فرماتے ہیں، کیونکہ حلیمہ اسحاق کے بقول قرآن نے ہمیں اس کے اختیارات دیئے ہیں۔

کیا محترمہ کا یہ نکتہ عجیب و غریب نہیں کہ جن لوگوں کے بارے میں علیحدگی کا فیصلہ صادر کیا جارہا ہے ان سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں، بس عدالت کا سکھا شاہی فیصلہ بیوی کو حلال و حرام کرنے کے لئے کافی ہے؟ کیا قرآنِ کریم میں دُور دُور بھی کہیں یہ مضمون نظر آتا ہے؟

چہارم: فَإِنْ خِفْتُمْ کے خطاب میں مفسرین کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ یہ خطاب بھی میاں بیوی سے ہے، نہ کہ حکام سے، دُوسرا قول یہ ہے کہ یہ خطاب میاں بیوی کے علاوہ حکام کو بھی شامل ہے، اب اگر یہی فرض کرلیا جائے کہ یہ خطاب حکام سے

ہے تو اس کی دلیل یہ ہوسکتی ہے کہ خلع کے قضیہ میں بسا اوقات حکام سے مرافعہ کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے حکام کو اس خطاب میں اس لئے شریک کیا گیا کہ اگر خلع کا معاملہ حکام تک پہنچ جائے تو ان کے لئے لازم ہوگا کہ فریقین کو مناسب طرز عمل اختیار کرنے پر آمادہ کریں، اور اگر فریقین خلع ہی پر مصر ہوں تو خلع کا معاملہ خوش اُسلوبی سے طے کرادیں، جیسا کہ صاحب کشاف، بیضاوی اور دیگر مفسرین نے اس کی تقریر کی ہے۔ بہر حال فَإِنْ خِفْتُمْ کا خطاب اگر حکام سے بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس سے کسی طرح یہ لازم نہیں آتا کہ عدالتوں اور قاضیوں کو خلع کی یک طرفہ ڈگری جاری کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے، اور یہ کہ انہیں زوجین کی رضامندی معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ: فَإِنْ خِفْتُمْ کا خطاب میاں بیوی کے ساتھ ساتھ دونوں خاندانوں کے سربرآوردہ اور سنجیدہ افراد اور حکام وولاۃ سب کو عام ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے اس کی تصریح فرمائی ہے، اس قول کے مطابق اس تعبیر کے اختیار کرنے میں ایک بلیغ نکتہ ملحوظ ہے۔

شرح اس کی یہ ہے کہ میاں بیوی کی علیحدگی کا معاملہ نہایت سنگین ہے، شیطان کو جتنی خوشی میاں بیوی کی علیحدگی سے ہوتی ہے اتنی خوشی لوگوں کو چوری اور شراب نوشی جیسے بدترین گناہوں میں ملوث کرنے سے بھی نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنے لشکروں کو لوگوں کو بہکانے کے لئے بھیجتا ہے، ان شیطانی لشکروں میں شیطان کا سب سے زیادہ مقرب اس کا وہ چیلا ہوتا ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ گمراہ کرے، ان میں سے ایک شخص آتا ہے اور شیطان کو بتاتا ہے کہ آج میں نے فلاں فلاں گناہ کدلیل ہیں (مثلاً: کسی کو شراب نوشی میں اور کسی کو چوری کے گناہ میں مبتلا کیا ہے)، تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا، پھر ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں (میاں بیوی کے پیچھے پڑا رہا، ایک دوسرے کے خلاف ان کو بھڑکاتا رہا اور میں) نے آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑا، یہاں تک آج اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کرا کے آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: شیطان اس سے کہتا ہے کہ: ہاں! تو نے کارنامہ انجام دیا ہے، یہ کہہ کر شیطان اس سے بغل گیر ہوتا ہے۔

(مشکوٰۃ)

شیطان کی اس خوشی کا سبب یہ ہے کہ میاں بیوی کی علیحدگی سے بے شمار مفاسد جنم لیتے ہیں، پہلے تو یہ گھر اُجڑتا ہے، پھر ان کے بچوں کا مستقبل بگڑتا ہے، پھر دونوں خاندانوں کے درمیان بغض وعداوت اور نفرت وحقارت کی مستقل خلیج حائل ہوجاتی ہے اور ایک دُوسرے کے خلاف جھوٹ طوفان، طعن وتشنیع اور غیبت وچغل خوری تو معمولی بات ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ ایک دُوسرے کی جان کے درپے ہوجاتے ہیں، اور یہ سلسلہ مزید آگے بڑھتا رہتا ہے۔

یہی دلیل ہے کہ شیطان کو زوجین کی تفریق سے اتنی خوشی ہوتی ہے کہ کسی اور گناہ سے نہیں ہوتی، اور یہی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مباح چیزوں میں طلاق سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا ہے:

أبغض الحلال الى الله الطّلاق۔ (مشکوٰۃ، بروایت ابوداؤد)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے۔

اور یہی دلیل ہے کہ بغیر کسی شدید ضرورت کے عورت کے مطالبہ طلاق کالائق نفرت قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

جس عورت نے اپنے شوہر سے شدید ضرورت کے بغیر طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔

(مشکوٰۃ، بروایت مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: اپنے کو قیدِ نکاح سے نکالنے والی اور خلع لینے والی عورتیں منافق ہیں۔ (مشکوٰۃ)

فَاِنْ خِفْتُمْ کے خطاب میں میاں بیوی کے علاوہ دونوں خاندانوں کے معزز افراد کے ساتھ حکام کو شریک کرنے سے واللہ اعلم مدعا یہ ہے کہ اگر میاں بیوی کسی وقتی جوش کی بنا پر خلع کے لئے آمادہ ہو بھی جائیں تو دونوں خاندانوں کے بزرگ اور نیک اور خدا ترس حکام ان کو خانہ ویرانی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں، اور اگر معاملہ کسی طرح بھی سلجھنے نہ پائے تو پھر اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ دونوں کی خواہش و رضامندی کے مطابق ان کو خلع ہی کا مشورہ دیا جائے، ایسی صورت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کو قائم نہیں رکھ سکتے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس مال کے لینے اور دینے میں، جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑائے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ فَاِنْ خِفْتُمْ کے خطاب میں حکام کو شریک کرنے کا مطلب وہ نہیں جو محترمہ حلیمہ صاحبہ نے سمجھا ہے کہ حکام کو خلع کی یک طرفہ ڈگری دینے کا اختیار ہے، بلکہ اس سے مدعا یہ ہے کہ خلع کو ہر ممکن حد تک روکنے کی کوشش کی جائے، اور دونوں کے درمیان مصالحت کرانے اور گھر اُجڑنے سے بچانے کی ہر ممکن تدبیر کی جائے، جیسا کہ دُوسری جگہ ارشاد ہے:

اور اگر تم کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو، اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی کے درمیان اتفاق پیدا فرما دیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔ (النساء)

الغرض اس خطاب کو عام کرنے سے مدعا یہ ہے کہ حتی الامکان میاں بیوی کی علیحدگی کا راستہ روکنے کی کوشش کی جائے، دونوں خاندانوں کے معزز افراد بھی اور خدا ترس حکام بھی کوشش کریں کہ کسی طرح ان کے درمیان مصالحت کرادی جائے۔ ہاں! اگر دونوں خلع ہی پر مصر ہیں تو دونوں کے درمیان خوش اُسلوبی سے خلع کرادیا جائے۔ بہرحال محترمہ حلیمہ صاحبہ کا فَاِنْ خِفْتُمْ سے یہ نکتہ پیدا کرنا کہ عدالت کو زوجین کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے، منشائے الٰہی اور فقہائے اُمت کے اجماعی فیصلے کے قطعاً خلاف ہے۔

محترمہ مزید لکھتی ہیں: حضرت ابوعبیدہ بھی اس آیت کی تفسیر یونہی فرماتے ہیں کہ لفظ "خفتم" کا استعمال زوجین کے ساتھ ساتھ حَکَم اور قاضی سے بھی متعلق ہے، بلکہ وہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر بیوی شوہر سے کہہ دے کہ مجھے تم سے نفرت ہے، میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی تو خلع واقع ہو جاتا ہے۔

یہاں چند اُمور لائقِ تذلیل ہیں: اوّل: یہ حضرت ابوعبیدہ کون بزرگ ہیں؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا لفظ سن کر ذہن فوراً منتقل ہوتا ہے کہ اسلام کی مایہ ناز ہستی امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف، جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا

ہے، لیکن محترمہ کی مراد غالباً ان سے نہیں، کیونکہ تفسیر کی کتاب میں حضرت ابوعبیدہ سے یہ تفسیر منقول نہیں۔
خیال ہوا کہ شاید محترمہ کی مراد مشہور امامِ لغت ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ ہوں، لیکن ان سے بھی ایسا کوئی قول کتابوں میں نظر نہیں آیا۔

البتہ امام قرطبی نے تفسیر میں اور حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں امام ابوعبید القاسم بن سلام (المتوفی ھ) کا یہ تفسیری قول نقل کیا ہے، خیال ہوا کہ محترمہ کی مراد شاید یہی بزرگ ہوں، اور ان کی ذہانت نے ابوعبید کو حضرت ابوعبیدہ بنا دیا ہو، اور ان کے نام پر رضی اللہ عنہ کی علامت بھی لکھوادی ہو، کاش! کہ محترمہ نے وضاحت کردی ہوتی، اور اسی کے ساتھ کتاب کا حوالہ لکھنے کی بھی زحمت فرمائی ہوتی تو ان کے قارئین کو خیال آرائی کی ضرورت نہ رہتی۔
دوم: امام قرطبی اور حافظ ابنِ حجر نے ابوعبید کا یہ تفسیری قول نقل کرکے اس کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔
امام قرطبی؟ لکھتے ہیں کہ: ابوعبید نے الا ان یخافا میں حمزہ کی قرائۃ (بصیغہ مجہول) کو اختیار کیا ہے اور اس کی توجیہ کے لئے مندرجہ بالا تفسیر اختیار کی۔
قرطبی، ابوعبید کے قول کو نقل کرکے اس پر درج ذیل تبصرہ فرماتے ہیں۔
کہ ابوعبید کے اس اختیار کردہ قول کو منکر اور مردود قرار دیا گیا ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ ابوعبید کے اختیار کردہ حروف میں کوئی حرف اس سے زیادہ بعداز عقل ہوگا، اس لئے کہ یہ نہ تو اعراب کے لحاظ سے صحیح ہے، نہ لفظ کے اعتبار سے، اور نہ معنی کی رُو سے۔
(القرطبی الجامع لاحکام القرآن)

اور حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں۔

ابوعبید نے فَإِنْ خِفْتُمْ کی اس تفسیر کی تائید کے لئے حمزہ کی قراۃ الا ان یخافا (بصیغہ مجہول) کو پیش کرکے کہا ہے کہ مراد اس سے حکام کا خوف ہے، اور امامِ لغت نحاس نے ان کے اس قول کو یہ کہہ کر مردود قرار دیا ہے کہ: یہ ایسا قول ہے کہ نہ اعراب اس کی موافقت کرتے ہیں، نہ لفظ اور نہ معنی اور امام طحاوی نے اس کو یہ کہہ کر رَدّ کیا ہے کہ یہ قول شاذ اور منکر ہے، کیونکہ یہ قول اُمت کے جم غفیر کے مذہب کے خلاف ہے۔ نیز ازرُوئے عقل ونظر بھی غلط ہے، کیونکہ طلاق، عدالت کے بغیر ہوسکتی ہے تو اسی طرح خلع بھی ہوسکتا ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری)

محترمہ حلیمہ صاحبہ نے یہ تو دیکھ لیا کہ ابوعبید نے بھی فَإِنْ خِفْتُمْ کے خطاب میں غیر زوجین کو شامل قرار دیا ہے، مگر نہ تو یہ سوچا کہ ابوعبید کا موقف نقل کرکے قرطبی اور ابنِ حجر نے اس کا منکر اور باطل ومردود ہونا بھی نقل کیا ہے۔ چونکہ محترمہ کا نظریہ خود بھی باطل و مردود تھا، لامحالہ اس کی تائید میں بھی ایک منکر اور باطل ومردود قول ہی پیش کیا جاسکتا تھا، اقبال کے پیر رُومی کے بقول:

زانکہ باطل باطلاں را می کشد

سوم: امام ابوعبید کے اس تفسیری قول کو اختیار کرنے کی اصل دلیل یہ ہے کہ سلف میں اس مسئلے میں اختلاف ہوا کہ آیا خلع، زوجین کی باہمی رضامندی سے بھی ہوسکتا ہے یا اس کے لئے عدالت میں جانا ضروری ہے؟ جمہور سلف وخلف کا قول ہے کہ اس کے

لئے عدالت میں جانا کوئی ضروری نہیں، دونوں باہمی رضامندی سے اس کا تصفیہ کر سکتے ہیں، لیکن بعض تابعین یعنی سعید بن جبیر، اِمام حسن بصری اور اِمام محمد بن سیرین قائل تھے کہ اس کے لئے عدالت میں جانا ضروری ہے، اِمام ابوعبید نے بھی اسی قول کو اختیار کیا، اِمام قتادہ اور نحاس فرماتے تھے کہ ان حضرات نے یہ مسلک زیاد بن ابیہ سے لیا ہے، حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں۔

اِمام قتادہ اس مسئلے میں حسن بصری پر نکیر فرماتے تھے کہ: حسن نے یہ مسئلہ صرف زیاد سے لیا ہے یعنی جب زیاد حضرت معاویہ کی جانب سے عراق کا امیر تھا، میں (یعنی حافظ ابنِ حجر) کہتا ہوں کہ زیاد اس کا اہل نہیں کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ (فتح الباری)

اور اِمام قرطبی اس قول کو رَدّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قول بے معنی ہے، کیونکہ مرد جب اپنی بیوی سے خلع کرے گا تو یہ خلع اسی مال پر ہوگا جس پر دونوں میاں بیوی راضی ہوجائیں، حاکم، مرد کو خلع پر مجبور نہیں کرسکتا، لہٰذا جو لوگ خلع کے لئے عدالت میں جانا ضروری قرار دیتے ہیں، ان کا قول قطعاً مہمل اور لایعنی ہے۔ (قرطبی، الجامع لاحکام القرآن)

چہارم: اُوپر جو مسئلہ ذکر کیا گیا کہ آیا خلع کا معاملہ عدالت ہی میں طے ہونا ضروری ہے، یا عدالت کے بغیر بھی اس کا تصفیہ ہوسکتا ہے؟ اس میں تو ذرا سا اختلاف ہوا، کہ جمہورِ اُمت اس کے لئے عدالت کی ضرورت کے قائل نہیں تھے، اور چند بزرگ اس کو ضروری سمجھتے تھے (بعد میں یہ اختلاف بھی ختم ہوگیا، اور بعد کے تمام اہلِ علم اس پر متفق ہوگئے کہ عدالت میں جانے کی شرط غلط اور مہمل ہے، جیسا کہ آپ ابھی سن چکے ہیں)۔

لیکن محترمہ حلیمہ صاحبہ نے جو فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ عدالت، زوجین کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کا فیصلہ کرسکتی ہے، یقین کیجئے کہ اہلِ علم میں ایک فرد بھی اس کا قائل نہیں، نہ اِمام ابوعبید، نہ حسن بصری نہ کوئی اور۔ لہٰذا زوجین کی رضامندی کے بغیر عدالت کا یک طرفہ فیصلہ باجماعِ اُمت باطل ہے، اور یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص، دُوسرے کی بیوی کو اس کی اجازت کے بغیر طلاق دے ڈالے۔ ہر معمولی عقل و فہم کا شخص بھی جانتا ہے کہ ایسی نام نہاد طلاق یکسر لغو اور مہمل ہے، جس کا زوجین کے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ ٹھیک اسی طرح زوجین کی رضامندی کے بغیر خلع کا عدالتی فیصلہ بھی قطعی لغو اور مہمل ہے، جو کسی بھی طرح موٴثر نہیں۔ محترمہ حلیمہ صاحبہ کی ذہانت چونکہ ان دونوں مسئلوں میں فرق کرنے سے قاصر تھی، اس لئے انہوں نے اِمام ابوعبید کے قول کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ عدالت خلع کی یک طرفہ ڈگری دے سکتی ہے۔

پنجم: محترمہ نے حضرت ابوعبیدہ سے جو یہ نقل کیا ہے کہ اگر بیوی شوہر سے کہہ دے کہ مجھے تم سے نفرت ہے، میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی تو خلع واقع ہوجاتا ہے۔

انہوں نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ انہوں نے یہ فتویٰ کہاں سے نقل کیا ہے، جہاں تک اس ناکارہ کے ناقص مطالعے کا تعلق ہے، ایسا فتویٰ کسی بزرگ سے منقول نہیں، نہ حضرت ابوعبیدہ سے، اور نہ کسی اور حضرت سے۔ ممکن ہے کہیں ایسا قول منقول ہو اور میری نظر سے نہ گزرا ہو، لیکن سابقہ تجربات کی روشنی میں اَغلب یہ ہے کہ یہ فتویٰ بھی محترمہ کی عقل و ذہانت کی پیداوار ہے۔ خدا جانے اصل بات کیا ہوگی؟ جس کو محترمہ کی ذہانت نے اپنے مطلب پر ڈھال لیا۔

بہرحال محترمہ کا یہ فقرہ کتنا خطرناک ہے؟ انہوں نے اس کا اندازہ ہی نہیں کیا! یہاں اس کے چند مفاسد کی طرف ہلکا سا اشارہ

کر دینا کافی ہوگا۔

اوّلاً: مکرر عرض کر چکا ہوں کہ خلع کے لئے باجماعِ اُمت، فریقین کی رضامندی شرط ہے۔ محترمہ کا یہ فتویٰ اجماعِ اُمت کے خلاف ہونے کی دلیل سے آیت شریفہ: نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی کا مصداق ہے، جس میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اہلِ ایمان کے راستے کو چھوڑ کر چلنے والوں کو ہم دوزخ میں داخل کریں گے۔

ثانیاً: ہر شخص جانتا ہے کہ عورت کی حیثیت خلع لینے والی کی ہے، خلع دینے والی کی نہیں، خود محترمہ بھی عورت کے لئے خلع لینے کا لفظ استعمال کر رہی ہیں، لیکن محترمہ کے مندرجہ بالا فتویٰ سے لازم آئے گا کہ عورت جب چاہے شوہر کے خلاف اظہارِ نفرت کر کے، اسے چھٹی کرا سکتی ہے، اور اس کو خلع دے سکتی ہے۔

ثالثاً: محترمہ نے یہ مضمون عدالتی خلع کے جواز کے لئے لکھا ہے، حالانکہ اگر صرف عورت کے اظہارِ نفرت کرنے سے خلع واقع ہو جاتا ہے تو عدالتوں کو زحمت دینے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

رابعاً: اللہ تعالیٰ نے: اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ فرما کر نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں دی ہے، کہ وہی اس کو کھول سکتا ہے، لیکن محترمہ اپنے فتویٰ کے ذریعہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ سے چھین کر عورت کے ہاتھ میں تھمارہی ہیں، کہ وہ جب چاہے مرد کے خلاف اظہارِ نفرت کر کے خلع واقع کر دے، اور مرد کو بیک بینی و دو گوش گھر سے نکال دے، تا کہ امریکہ کے ورلڈ آرڈر کی تکمیل ہو سکے، اور مغربی معاشرے کی طرح مشرقی معاشرے میں بھی طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں نہ ہو، بلکہ عورت کے ہاتھ میں ہو، گویا محترمہ حلیمہ صاحبہ کو فرمودہ خداوندی: اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ سے اختلاف ہے، اور امریکی نظام پر ایمان ہے۔

خامساً: محترمہ کے اس فتویٰ سے لازم آئے گا کہ ہمارے معاشرے میں فی ہزار جوڑے نکاح کے بغیر گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں، کیونکہ عورت کی نفسیات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ پوری زندگی بھی احسان کرو، پھر کوئی ذرا سی ناگوار بات اس کو تم سے پیش آ جائے تو فوراً کہہ دے گی کہ میں نے تجھ سے کبھی خیر نہیں دیکھی۔ (صحیح بخاری)

اب ہر خاتون کو زندگی میں کبھی نہ کبھی شوہر سے ناگواری ضرور پیش آئی ہوگی اِلَّا ماشاء اللہ اور اس نے اپنی ناگواری کے اظہار کے لئے شوہر کے خلاف نفرت و بیزاری کا اظہار کیا ہوگا۔ محترمہ کے فتویٰ کی رُو سے ایسی تمام عورتوں کا خلع واقع ہو گیا، نکاح فسخ ہو گیا، اور اب وہ بغیر تجدیدِ نکاح میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں، اور گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ محترمہ کے فتویٰ کے مطابق یا تو ایسی عورتوں کو فوراً گھر چھوڑ کر اپنی راہ لینی چاہئے، یا کم سے کم دوبارہ عقد کی تجدید کر لینی چاہئے، تا کہ وہ گناہ کے وبال سے بچ سکیں، کیا محترمہ حلیمہ صاحبہ قرآن وسنت کی روشنی میں عورتوں کی یہی راہ نمائی کرنے چلی ہیں۔ (مقالہ شیخ حسن کوثری)

بَابٌ فِي الْمَمْلُوكَةِ تُعْتَقُ وَهِيَ تَحْتَ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ

باب: جب کسی کنیز کو آزاد کردیا جائے، اور وہ اس وقت کسی آزاد یا غلام کی بیوی ہو (تو اسے اختیار ہونے یا نہ ہونے کا حکم؟)

2231 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ مُغِيثًا كَانَ عَبْدًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اشْفَعْ لِي إِلَيْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بَرِيرَةُ اتَّقِي اللَّهَ فَإِنَّهُ زَوْجُكِ وَأَبُو وَلَدِكِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَأْمُرُنِي بِذَلِكَ، قَالَ: لَا، إِنَّمَا أَنَا شَافِعٌ فَكَانَ دُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى خَدِّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ: أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ، وَبُغْضِهَا إِيَّاهُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مغیث ایک غلام تھے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ (میری بیوی) سے میری سفارش کریں (کہ وہ مجھ سے علیحدگی اختیار نہ کرے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بریرہ! تم اللہ سے ڈرو، وہ تمہارا شوہر ہے اور تمہارے بچوں کا باپ ہے۔

بریرہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس کا حکم دے رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں صرف سفارش کر رہا ہوں، مغیث کے آنسو ان کے رخساروں پر بہہ رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ حیران نہیں ہوئے، کہ مغیث، بریرہ سے کتنی محبت کرتا ہے اور وہ اس سے کتنی نفرت کرتی ہے۔

2232 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُسَمَّى مُغِيثًا فَخَيَّرَهَا - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بریرہ کے شوہر، سیاہ فام غلام تھے، ان کا نام "مغیث" تھا، (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے بریرہ کو اختیار دیا، (اس نے علیحدگی کو اختیار کیا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عدت گزارنے کا حکم دیا۔

2233 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، فِي قِصَّةِ

2231- اسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة البصري، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه البخاري (5283)، وابن ماجه (2075)، والنسائي في "الكبرى" (5937) من طريق خالد الحذاء، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً البخاري (5281) من طريق ايوب السختياني، عن عكرمة، به. وهو في "مسند احمد" (1844)، و"صحيح ابن حبان" (4270) و (4273).

2232- اسناده صحيح. عفان: هو ابن مسلم الصفار، وهمام: هو ابن يحيى العوذي، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه البخاري (5280) و (5282)، والترمذي (1190) من طريقين عن عكرمة، به. دون ذكر العدة. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح، ولم يذكر البخاري في روايته التخيير. وهو في "مسند احمد" (2542) و (3405) بذكر العدة والتخيير.

2233- اسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد الضبي. واخرجه مسلم (1504) (9)، والترمذي (1188)، والنسائي في "الكبرى" (4996) و (5615) من طرق عن جرير، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. واخرجه مسلم (1504) (13)، والنسائي في "الكبرى" (4998) و (5616) من طريق يزيد بن رومان، عن عروة، به. دون ذكر التخيير. وهو في "مسند احمد" (25367)، و"صحيح ابن حبان" (4272).

بَرِيْرَةَ قَالَتْ: كَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا. وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، بریرہ کے واقعہ میں یہ بات نقل کرتی ہیں: اس کا شوہر غلام تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا، تو اس نے اپنی ذات کو اختیار (کر کے علیحدگی اختیار) کر لی، اگر (اس کا شوہر) آزاد شخص ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ کو اختیار نہ دیتے۔

2234 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ بَرِيْرَةَ خَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے: بریرہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تھا، اس کا شوہر غلام تھا۔

کیا اسلام غلام کو شادی کرنے کا حق دیتا ہے؟

دین اسلام سے پہلے غلاموں کو دیے جانے والے تمام انسانی حقوق اس کے مالک کی صوابدید پر منحصر تھے۔ اسلام نے عرب میں سب سے پہلے غلام کے لئے انسانی حقوق متعارف کروائے۔ فقہاء کے نزدیک غلام کو یہ حق تو حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے آقا کی مرضی کے بغیر شادی کر لے کیونکہ اس کے نتیجے میں معاشرے میں سماجی انارکی جنم لے سکتی ہے لیکن قرآن مجید نے واضح طور پر حکم دیا ہے کہ اگر کوئی غلام یا لونڈی شادی کرنا چاہے تو اس کے آقا کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی شادی کا اہتمام کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا اور اس کے نتیجے میں اگر یہ غلام بدکاری پر مجبور ہوئے تو ان کے اس گناہ کے ذمہ دار ان کے مالکان ہوں گے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے۔

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (النور 32:24)

تم میں سے جو (مرد و عورت) مجرد ہوں، ان کی شادیاں کر دیا کرو اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں ان کے نکاح بھی کر دیا کرو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت اور علم والا ہے۔

اگر آقا اپنے غلاموں یا لونڈیوں کی درخواست کے باوجود اس کی شادی نہیں کرتا تو وہ اس معاملے کو عدالت میں لے جا کر مالک کو ان کی شادی کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ رواج تھا کہ وہ خود غلاموں کو ترغیب دلایا کرتے تھے کہ وہ شادی کر لیں۔ طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے غلاموں سے کہا کرتے تھے۔ شادی کرو، کیونکہ اگر کوئی بندہ بدکاری کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ اس سے ایمان کا نور ختم کر دیتا ہے۔

2234- واخرجه مسلم (1504)، والنسائي (5618) من طريق حسين بن علي وحده، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (2578) و (5097) و (5279)، ومسلم (1504) (10 - 12) و (14)، وابن ماجه (2076)، والنسائي في "الكبرى" (5611) و (5612) و (5619) و (6194) من طرق عن القاسم، به. لم يذكر احد منهم انه كان عبداً سوى ابن ماجه فانه قال: وكان زوجها مملوكاً. ورواية النسائي (5619)

غلام کو اس بات کی نصیحت ضرور کی گئی ہے کہ جب وہ شادی کرنا چاہے، تو اپنے مالک کے توسط سے کرے، خود ہی ایسا نہ کرے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ غلام کی پوری فیملی کی ضروریات کی فراہمی آقا کے ذمے تھی۔ اس وجہ سے اسے شریک کئے بغیر ایسا معاملہ کرنے سے بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے۔

شادی کرنے کے بعد طلاق کا حق صرف اور صرف غلام کو ہی دیا گیا۔ کسی مالک کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اپنے غلام کو اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں یہی عمل تھا۔

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ: مَنْ أَذِنَ لِعَبْدِهِ أَنْ يَنْكِحَ، فَالطَّلَاقُ بِيَدِ الْعَبْدِ، لَيْسَ بِيَدِ غَيْرِهِ مِنْ طَلَاقِهِ شَيْءٌ۔ (موطاء مالک، کتاب الطلاق، حدیث 1676)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، جس نے اپنے غلام کو شادی کرنے کی اجازت دے دی، تو اب طلاق کا معاملہ غلام کے ہاتھ ہی میں ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو طلاق کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن يحيى. حَدَّثَنَا يحيى بن عبد الله بن بكير. حَدَّثَنَا ابن لهيعة. عن موسى بن أيوب الغافقي، عن عكرمة. عن ابن عباس، قَالَ: أتى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رجل فقال يَا رَسُولَ اللَّهِ! إن سيدي زوجني أمته، وهو يريد أن يفرق بيني وبينها. قَالَ. فصعد رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المنبر فقال (يا أيها الناس! ما بال أحدكم يزوج عبده أمته ثم يريد أن يفرق بينهما؛ إنما الطلاق لمن أخذ بالساق). (ابن ماجہ، کتاب الطلاق، حدیث 2081)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، "یا رسول اللہ! میرے آقا نے میری شادی اپنی ایک لونڈی سے کر دی تھی اور اب ہمیں علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا، "اے لوگو! یہ کیا ہو گیا ہے کہ تم میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کی شادی اپنی ایک لونڈی سے کر دی ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ ان میں علیحدگی کروا دے۔ طلاق تو اسی کا حق ہے جو شوہر ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: كَانَ حُرًّا

باب: جو اس بات کے قائل ہیں: وہ (یعنی سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر) آزاد تھا

2235 - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ حُرًّا حِينَ أُعْتِقَتْ، وَأَنَّهَا خُيِّرَتْ، فَقَالَتْ: مَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ مَعَهُ، وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا۔

❀❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بریرہ کو جب آزاد کیا گیا، اس وقت اس کا شوہر آزاد تھا، بریرہ کو اختیار دیا گیا، تو اس نے کہا: مجھے اس کے ساتھ رہنا پسند نہیں ہے، خواہ اس کے عوض میں مجھے اتنا، اتنا (مال) مل جائے۔

بَابُ حَتّٰی مَتٰی یَکُونُ لَهَا الْخِیَارُ؟

باب: (آزاد ہونے والی کنیز کو) کب تک اختیار رہے گا؟

2236 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیزِ بْنُ یَحْیَی الْحَرَّانِیُّ، حَدَّثَنِی مُحَمَّدٌ یَعْنِی ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِی جَعْفَرٍ، وَعَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِیهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ بَرِیرَةَ أُعْتِقَتْ وَهِیَ عِنْدَ مُغِیثٍ عَبْدٍ لِآلِ أَبِی أَحْمَدَ فَخَیَّرَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ لَهَا: إِنْ قَرِبَكِ فَلَا خِیَارَ لَكِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب بریرہ کو آزاد کیا گیا، اس وقت وہ مغیث کی بیوی تھی، جو آل ابو احمد کا غلام تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے فرمایا: اگر اس نے تم سے قربت کر لی، تو تمہیں اختیار نہیں رہے گا۔

بَابٌ فِی الْمَمْلُوكَیْنِ یُعْتَقَانِ مَعًا هَلْ تُخَیَّرُ امْرَأَتُهُ؟

باب: جب دو مملوک (میاں بیوی) کو ایک ساتھ آزاد کیا جائے تو کیا اس عورت کو اختیار ہوگا؟

2237 - حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَنَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ، قَالَ زُهَیْرٌ، حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِیدِ، حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَوْهَبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تُعْتِقَ مَمْلُوكَیْنِ لَهَا زَوْجٌ قَالَ: فَسَأَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَبْدَأَ بِالرَّجُلِ قَبْلَ الْمَرْأَةِ قَالَ نَصْرٌ: أَخْبَرَنِی أَبُو عَلِیٍّ الْحَنَفِیُّ، عَنْ عُبَیْدِ اللهِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے اپنے غلام اور کنیز کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا، جو میاں بیوی تھے، انہوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی: تم عورت سے پہلے مرد کو آزاد کرنا۔

نصر کہتے ہیں: ابوعلی حنفی نے عبیداللہ کے حوالے سے مجھے یہ روایت سنائی ہے۔

بَابٌ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُ الزَّوْجَیْنِ

باب: جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک اسلام قبول کر لے؟

2238 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِی شَیْبَةَ، حَدَّثَنَا وَکِیعٌ، عَنْ إِسْرَائِیلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَ مُسْلِمًا عَلَى عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَتِ امْرَأَتُهُ مُسْلِمَةً بَعْدَهُ، فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا قَدْ كَانَتْ أَسْلَمَتْ مَعِی، فَرُدَّهَا عَلَیَّ

2238- واخرجه الترمذی (1176) من طریق وکیع، بهذا الاسناد. وقال: حدیث صحیح. وهو فی "مسند احمد" (2059)، و "صحیح ابن حبان" (4159). وصححه ایضاً ابن الجارود (757)، والحاکم /2002، وسکت عنه الذهبی.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص مسلمان ہو کر آیا، پھر اس کے بعد اس کی بیوی بھی مسلمان ہو کر آ گئی، اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اس عورت نے میرے ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اس شخص کے پاس رہنے دیا۔

2239 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَسْلَمَتِ امْرَأَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَزَوَّجَتْ، فَجَاءَ زَوْجُهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَسْلَمْتُ، وَعَلِمَتْ بِإِسْلَامِي، فَانْتَزَعَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا الْآخَرِ، وَرَدَّهَا إِلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک عورت نے اسلام قبول کر لیا، پھر اس نے شادی کر لی، پھر اس کا (سابقہ) شوہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میں بھی اسلام قبول کر چکا ہوں۔ اور اس عورت کو میرے اسلام قبول کرنے کا پتہ تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اس کے دوسرے شوہر سے علیحدہ کروا کر، اس کے پہلے شوہر کی طرف لوٹا دیا۔

مدینہ سے اسلام کو ترک کر کے کفار کی طرف جانے والی عورتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ چھ مسلم اور مہاجر خواتین کفار کے پاس چلی گئی تھیں: (۱) ام الحکم بنت ابی سفیان، یہ حضرت عیاض بن شداد فہری کے نکاح میں تھی (۲) فاطمہ بنت ابی امیہ، یہ حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی (۳) بروع بنت عقبہ، یہ حضرت شماس بن عثمان کے نکاح میں تھی (۴) عزہ بنت عبدالعزیز، یہ حضرت عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھی (۵) ھند بنت ابی جہل، یہ حضرت ہشام بن العاص بن وائل کے نکاح میں تھی (۶) ام کلثوم بنت جرول، یہ حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی، یہ سب عورتیں اسلام سے مرتد ہو گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مسلمان شوہروں کو مال غنیمت سے ان عورتوں کے مہر پر خرچ ہونے والی رقوم ادا کر دیں۔

رفیقین کے سابق شوہروں کو ان کے دیئے ہوئے مہر کی رقم دینا آیا اب بھی واجب ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ ان عورتوں کے سابق شوہروں کو ان کے مہر کی رقم واپس کرنا اب بھی واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا، اب یہ حکم واجب نہیں ہے اور یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور بعض علماء نے کہا، یہ حکم غیر منسوخ ہے اور اب بھی واجب العمل ہے۔

امام ابوبکر رازی حنفی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے اور اس حکم کی ناسخ یہ آیت ہے:

(البقرہ: ۱۸۸) اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق ذریعہ سے نہ کھاؤ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس کے لئے ناسخ ہے: کسی مسلمان شخص کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۴۴۶) (معالم التنزیل ج ۵ ص 72-75، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

علامہ علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اور امام فخر الدین محمد

بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ ھ نے بھی ان آیتا کی تفسیر اسی طرح کی، جس طرح علامہ بغوی نے مذکور الصدر تفسیر کی ہے۔

(النکت والعیون ج٥ ص520-523 احکام القرآن ج٣ ص438-441 تفسیر کبیر ج١٠ ص521-523)

ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجائے اس کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کا اپنے کافر شوہر سے نکاح فی الفور منقطع ہو جائے گا جیسا کہ الممتحنہ: ١٠ میں اس کی واضح تصریح ہے، اس کے برخلاف صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کے نکاح کا انقطع اس کی عدت ختم ہونے پر موقوف ہے، اگر عدت ختم ہونے تک اس کا کافر شوہر اسلام نہ لایا تو اس کا نکاح اس کافر سے منقطع ہو جائے گا اور اگر عدت ختم ہونے سے پہلے اس کا، کافر شوہر مسلمان ہو گیا تو ان کا نکاح برقرار رہے گا۔ سطور ذیل میں ہم ان فقہاء کے مذاہب ان کی کتابوں سے پیش کر رہے ہیں۔

جو عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام میں آئی اس کے نکاح سابق...... کے متعلق

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ برھان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ٦٠٦ ھ لکھتے ہیں:

جب زوجین میں سے کوئی ایک دارالحرب چھوڑ کر مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آجائے اور دوسرا فریق دارالحرب میں بہ دستور کافر ہو تو ہمارے نزدیک ان دونوں میں فالفور تفریق ہو جائے گی اگر دارالاسلام میں آنے والا فریق شوہر ہو تو اس کی بیوی پر بالاتفاق عدت نہیں ہے اور اگر دارالاسلام میں آنے والی فریق عورت ہو تو صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر عدت نہیں ہے اور صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ (المحیط البرھانی ج٤ ،194، ادارۃ القرآن، کراچی، 1424ھ)

ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ٤٥٠ ھ لکھتے ہیں: اگر بیوی بت پرست ہو یا بیوی مسلمان ہو جائے اور شوہر اہل کتاب میں سے ہو یا بت پرست ہو تو ہر صورت میں ان میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے کے بعد نکاح میں جمع رہنا حرام ہے اور ان میں سے کسی ایک کے اسلام کو دیکھا جائے تو اگر مباشرت سے پہلے ان میں سے کوئی ایک اسلام لایا ہو تو نکاح باطل ہو جائے گا اور مباشرت کے بعد کوئی ایک اسلسام لایا ہو تو پھر نکاح عدت پوری ہونے پر موقوف رہے گا، اگر عدت ختم ہونے سے پہلے ان میں سے کوئی ایک شرک کو ترک کر کے اسلام لے آیا ہو تو وہ دونوں نکاح پر برقرار رہیں گے اور اگر عدت پوری ہونے تک ان میں سے کوئی بھی اسلام نہیں لایا تو نکاح باطل ہو جائے گا، خواہ شوہر پہلے اسلام لایا ہو یا بیوی پہلے اسلام لائی ہو اور خواہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دارالحرب میں اسلام لایا ہو یا دارالاسلام میں اسلام لایا ہو۔ (الحاوی الکبیر ج١١ ص ٢٥٤، دار الفکر بیروت)

ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں......

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی متوفی ٦٢٠ ھ لکھتے ہیں: اگر شوہر اور بیوی معاً اسلام لائے ہوں تو وہ اپنے ناح

پر برقرار رہیں گے، خواہ وہ مباشرت سے پہلے اسلام لائے ہوں یا مباشرت کے بعد اسلام لائے ہوں، کیونکہ اس پر اجماع ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک پہلے اسلام لایا ہو اور وہ اہل کتاب بیوی کا شوہ ہو، تب بھی ان کا نکاح برقرار رہے گا، کیونکہ ابتداء ان کا نکاح بھی جائز ہے اور اگر عورت پہلے اسلام لائی ہو یا شوہر اور بیوی دونوں بت پرست ہوں اور مباشرت سے پہلے بیوی اسلام لائی ہو تو ان کا نکاح منقطع ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن (الممتحنۃ:۱۰) نہ وہ مؤمنات کافر کے لئے حال ہیں اور نہ وہ کفار ان مؤمنات کے لئے حلال ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تمسکوا بعصم الکوافر (الممتحنۃ:۱۰)۔ اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو روکے نہ رکھو۔

اور ان دونوں میں سے جو بھی پہلے اسلام لے آئے گا تو نکاح منقطع ہو جائے گا، کیونکہ اس سے دونوں کے دین میں اختلاف ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک مباشرت کے بعد اسلام لایا ہے تو اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی فی الفور نکاح منقطع ہو جائے گا (جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے) اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نکاح عدت گزرنے پر موقوف ہے، اگر عدت پوری ہونے سے پہلے دوسرا فریق مسلمان ہو گیا تو ان کا نکاح برقرار رہے گا اور اگر عدت پوری ہنے کے بعد تک دوسرا فریق مسلمان نہیں ہوا تو پھر ان کا نکاح منقطع ہو جائے گا اور اس عورت کو مہر مثل دینا ہوگا، کیونکہ ابن شبرمہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مرد، عورت سے پہلے مسلمان ہو جاتا تھا اور عورت مرد سے پہلے مسلمان ہو جاتی تھی اور جو بھی عورت کی عدت پوری ہونے سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو اس کا نکاح برقرار رہتا تھا اور اگر عورت کی عدت گزرنے کے بعد اسلام لاتا تھا تو اس کا نکاح منقطع ہو جاتا تھا۔

اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ جب شوہر اور بیوی ایک ساتھ اسلام لائے ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کی ہو، جب کہ مردوں کی ایک جماعت اپنی بیویوں سے پہلے اسلام لائی، جیسے ابوسفیان بن حرب اور مردوں کی دوسری جماعت سے پہلے ان کی بیویاں اسلام لے آئی تھیں، جیسے صفوان بن امیہ، عکرمہ اور ابوالعاص بن الربیع، اور جو تفریق ان کے درمیان واقع ہوئی وہ نکاح کا فسخ ہونا تھا۔ (الکافی ج ۲ ص 50-51 دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

ہجرت کر کے دار الاسلام میں آنے والی خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ سحنون بن سعید التنوخی امام مالک سے روایت کرتے ہیں:

راوی نے کہا: اگر شوہر اور بیوی دونوں مجوسی ہوں یا دونوں نصرانی ہوں یا دونوں یہودی ہوں ؟ علامہ سحنون نے کہا: امام مالک کے نزدیک ان سب کا حکم ایک ہے، امام مالک نے کہا، اگر خاوند اس عورت کی عدت میں اسلام لے آئے تو وہ اس عورت کا مالک ہے، اور اگر اس کی عدت پوری ہو چکی ہو تو پھر خاوند کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہے، خواہ وہ اس کے بعد اسلام لے آئے، میں نے پوچھا:

جب ان میں تفریق ہوگئی تو آیا یہ تفریق نکاح کا فسخ ہوگی یا طلاق؟ امام مالک نے کہا: یہ فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں ہے۔

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتیں اپنی سرزمین میں اسلام لے آتی تھیں اور ہجرت نہیں کرتی تھیں اور ان کے شوہر اس وقت کافر ہوتے تھے، جیسے ولید بن مغیرہ کی بیٹی، صفوان بن امیہ کے نکاح میں تھیں، وہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوگئیں اور صفوان اسلام سے بھاگ کر سمندر میں سوار ہوگئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عم زاد وہب بن عمیر کو ان کے پیچھے امان کے پیغام کے ساتھ بھیجا اور نشانی کے طور پر اپنی چادر دی اور فرمایا، تم اسلام لے آؤ اور تم کو غور وفکر کے لئے دو ماہ کی مہلت ہے، پھر جب وہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار ماہ کی مہلت دے دی اور وہ حالت کفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ہوازن میں رہے اور غزوہ طائف میں رہے اور اس دوران ان کی بیوی مسلمان رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور ان کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی، حتیٰ کہ صفوان اسلام لے آئے اور ان کی بیوی اسی نکاح سے ان کے ساتھ رہیں۔ ابن شہاب نے کہا، صفوان اور ان کی بیوی کے اسلام لانے کے درمیان ایک ماہ کا عرصہ تھا۔

(موطاء امام مالک ج ۲ ص 93 رقم الحدیث: 1178، دارالمعرفۃ، بیروت، 1420ھ)

نیز ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ام حکیم بنت الحارث بن ہشام فتح مکہ کے دن اسلام لے آئیں اور ان کے شوہر عکرمہ بن ابی جہل اسلام سے بھاگ کر یمن چلے گئے، پھر حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ یمن گئیں اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور عکرمہ مسلمان ہوگئے رضی اللہ عنہ پھر وہ حضرت عکرمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، ان کو گلے لگایا اور ان کو بیعت کرلیا۔ (موطا امام مالک ج ۲ ص 94 رقم الحدیث: 1180، دارالمعرفۃ، بیروت)

امام مالک نے کہا، ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمہ اور ان کی بیوی کے درمیان تفریق کی ہو اور وہ اسی نکاح کے ساتھ حضرت عکرمہ کے ساتھ رہیں۔

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیّدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص بن الربیع کے نکاح میں تھی، وہ اسلام لے آئیں اور ہجرت کر کے مدینہ میں آگئیں اور ان کے خاوند نے اسلام کو ناپسند کیا اور تجارت کے لئے شام چلے گئے، وہاں چند انصاریوں نے ان کو قید کرلیا، پس سیّدہ زینب نے کہا، مسلمانوں کا ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے، آپ نے پوچھا: کس کو؟ سیّدہ زینب نے کہا، ابوالعاص کو، آپ نے فرمایا: جس کو زینب نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی، پھر ابوالعاص مسلمان ہوگئے اور ابھی سیّدہ زینب عدت میں تھیں اور وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں۔

امام مالک نے کہا، ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ کسی عورت کا خاوند عدت کے اندر ہجرت کر کے آگیا ہو پھر بھی اس کا نکاح فسخ کر دیا گیا ہو۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص 298-300 دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ، ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جواب میں لکھتے ہیں: صوفان بن امیہ اور عکمہ بن ابی جہلم کا جواب یہ ہے کہ وہ مکہ کی حدود سے باہر نہیں نکلے تھے، اس لئے آپ نے ان کا نکاح ان کی بیویوں سیب رقرار

رکھا، بادسفیان اور ھند کا بھی یہی جواب ہے۔اور سیدہ زینب کے شوہر ملک شام چلے گئے تھے اس لئے ان کا نکاح برقرار نہیں رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح سیدہ زینب سے دوبارہ پڑھایا تھا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔(فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۰ بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہما کو حضرت ابوالعاص بن الربیع کی طرف نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ لوٹا دیا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث:۱۱۴۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۱۰، شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۵۶ السدترک ج ۳ ص ۶۳۹ مسند احمد ج ۲ ص 207-208 طبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۱)

خلاصہ یہ ہے کہ جو عورت دار الکفر سے ہجرت کر کے دار الاسلام میں آکر مسلمان ہوجائے، اس کے متعلق ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں اس کا سابق نکاح اس کی عدت ختم ہونے تک موقوف رہے گا، اگر اس کا مشرک شوہر عدت پوری ہونے تک مسلمان نہیں ہوا تو اس کا نکاح منقطع ہوجائے گا اور اگر وہ عدت پوری ہونے سے پہلے مسلمان ہوگیا تو اس مہاجرہ مسلمہ کا نکاح اس کے ساتھ برقرار رہے گا اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی وہ عورت ہجرت کر کے اسلام لائی اس کا اپنے کافر شوہر سے سابق نکاح فی الفور منقطع ہوجائے گا اور قرآن مجید کے موافق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کا قول ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

(الممتحنہ: ۱۰) اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو، پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہوجائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ، نہ وہ مومنات کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لئے حلال ہیں۔

امام اعظم کا مذہب اس آیت کے صراحتہ مطابق ہے کیونکہ اس آیت میں ان کے نکاح کو عدت پر موقوف کرنے کی کوئی قید نہیں ہے۔

ہجرت والی عورتوں سے متعلق نکاح کے فقہی احکام کا بیان

(الممتحنہ: ۱۰) اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزما لیا کرو، پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہوجائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ، نہ وہ مومنات کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومنات کے لئے حلال ہیں۔

مسئلہ نمبر 1۔ یایھا........ جب اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے ساتھ دوستی کے ترک کرنے کا حکم دیا اس امر نے یہ تقاضا کیا کہ مسلمان مشرکوں کے علاقے چھوڑ کر مسلمانوں کے علاقوں کی طرف ہجرت کر جائیں۔باہم نکاح، باہم دوستی کا موکد ترین سبب تھا، تو عورتوں کی ہجرت کے احکام کو بیان کیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قریش کے مشرکوں کے ساتھ حدیبیہ کے سال صلح ہوئی کہ مکہ مکرمہ میں سے جو بھی شخص مدینہ طیبہ آئے گا اسے ان کی طرف واپس کردیا جائے گا ابھی تحریر سے فراغت ہوئی تھی کہ حارث اسلمیہ کی بیٹی حضرت سعیدہ آگئی۔ابھی نبی کریم وحدیبیہ میں ہی تھے اس کا خاوند آگیا جبکہ وہ کافر تھا اس کا نام صیفی بن راہب

تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا نام مسافر مخزومی تھا۔ اس نے کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی مجھے واپس کر دو کیونکہ آپ نے یہ شرط تسلیم کی ابھی تحریر کی مٹی بھی خشک نہیں ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط آئی تو اس کے خاندان والے واپس لے جانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ اپنے خاوند عمرو بن عاص سے بھاگ آئی اس کے ساتھ اس کے دو بھائی عمارہ اور ولید تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دونوں بھائیوں کو واپس بھیج دیا اور اسے روک لیا۔ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اسے شرط کی وجہ سے واپس کر دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''شرط مردوں کے متعلق تھی عورتوں کے متعلق نہ تھی'' (2)۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

حضرت عروہ سے مروی ہے: سہیل بن عمرو نے حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شرط لگائی کہ ہم میں سے کوئی آدمی آپ کے پاس نہیں آئے گا اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو تو آپ اسے ہماری طرف واپس کر دیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مومنات کے بارے میں یہ آیت نازل کی (3)۔ یہ قول اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عورتوں کے بارے میں شرط کو اس آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جو عورت آئی تھی وہ امیمہ بنت بشر تھی جو ثابت شمر کے عقد میں تھی (4)۔ وہ ثابت سے بھاگ آئی جبکہ وہ ابھی کافر تھا اور حضرت سہل بن حنیف نے اس سے شادی کر لی تو اس کے بطن سے ان کا بیٹا عبد اللہ پیدا ہوا۔ مہدوی نے کہا: ابن وہب نے خالد سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت امیمہ بنت بشر جو بنی عمرو بن عوف سے تعلق رکھتے تھے کے بارے میں نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا: اس سے مراد سعیدہ ہے جو صیفی بن راہب کی زوجہ تھی جو اہل مکہ میں سے مشرک تھا۔ اکثر علماء کی رائے ہے کہ وہ عورت ام کلثوم بنت عقبہ تھی۔

مسئلہ نمبر 2۔ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کیا عورتیں صلح میں لفظاً شامل تھیں یا عموماً شامل تھیں (5)؟ ایک طائفہ کا کہنا ہے: صلح میں واضح اور صراحۃً یہ شرط شامل تھی کہ عورتوں کو واپس کیا جائے گا اللہ تعالیٰ نے معاہدہ سے ان کے لوٹانے کی شرط کو منسوخ کر دیا اور اس سے منع کر دیا اور مردوں کی شرط کو اسی طرح باقی رکھا جس طرح وہ تھی۔ یہ امر اس پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احکام میں اپنی رائے سے اجتہاد فرما سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو خطا پر قائم نہیں رکھتا۔ علماء میں سے ایک طائفہ کا کہنا ہے صراحۃً ان کی واپسی کی کوئی شرط نہ تھی۔ معاہدہ اس پر ہوا تھا کہ جو مسلمان ہو گا اس کو واپس کر دیا جائے گا۔ عموم کا ظاہر مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عموم سے عورتوں کے نکلنے کو واضح کیا اللہ تعالیٰ نے دو امور کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں فرق بیان کیا ہے۔ (۱) اب ان کی شرمگاہیں کفار پر حرام ہیں۔ (۲) وہ زیادہ رقیق القلب اور مردوں کی نسبت جلدی پھر جانے والی ہیں۔ ان میں سے جو شرک پر قائم رہیں وہ ان پر لوٹا دی جائیں گی۔

مسئلہ نمبر 3۔ فامتحنوھن ایک قول یہ کیا گیا ہے (6): ان میں سے جو اپنے خاوند کو تنگ کرنا چاہتی وہ کہتی: میں عنقریب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر جاؤں گی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینے کا حکم دیا۔ جس چیز کے ساتھ ان کا امتحان لیا جائے گا اس کے بارے میں تین قول ہیں۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: امتحان یہ ہے کہ ان سے اللہ کے نام کی قسم لی جائے گی (1) کہ وہ خاوند سے ناراض ہو کر اور ایک علاقہ کی بجائے دوسرے علاقہ کی محبت، دنیا کے لالچ اور کسی مرد کی محبت کے لئے نہیں نکلی بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے نکلی ہے۔ جب وہ اس پر اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھا دیتی تو نبی کریم ﷺ اس کے خاوند کو اس کا مہر عطا فرما دیتے اور اس نے اس پر جو خرچ کیا ہوتا وہ بھی عطا فرما دیتے اور اسے واپس نہ کرتے اللہ تعالیٰ کے فرمان فان علمتوھن...... کا یہی مدعا و مقصود ہے۔ (۲) امتحان یہ ہے کہ وہ یہ گواہی دے ...... یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ (۳) جس کی وضاحت بعد میں اسی سورت میں کی گئی ہے۔ ...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا (2): رسول اللہ ﷺ اس آیت کے ساتھ آزماتے اذ جائک ...... اسے معمر نے زہری سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے۔ اسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے۔ کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مسئلہ نمبر 4۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت اس معاہدہ کے لئے ناسخ ہے جو آپ نے قریش سے کیا تھا کہ جو بھی مسلمان آئے آپ اس کو واپس کر دیں۔ اس کے ساتھ عورتوں کا حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ اس کا مذہب ہے جو قرآن کے ساتھ سنت کے نسخ کو جائز سمجھتا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ مردوں اور عورتوں کے بارے میں حکم منسوخ ہے۔ یہ جائز نہیں کہ امام دشمنوں کے ساتھ اس بات پر صلح کرے کہ جو آدمی مسلمان ہو کر آئے وہ اسے واپس کر دے گا کیونکہ کسی مسلمان کو مشرکوں کی سرزمین پر رکھنا جائز نہیں! یہ کوفیوں کا نقطہ نظر ہے۔ امام مالک کے نزدیک اس نقطہ پر صلح جائز ہے۔ کوفیوں نے جو نقطہ نظر اپنایا ہے وہ اسے اسماعیل بن ابی خالد کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ قیس بن ابی حازم سے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بنو خثعم کی طرف بھیجا انہوں نے انہیں سجدہ کی حالت میں پکڑ لیا اور قتل کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں نصف دیت دی اور فرمایا: ''میں ہر ایسے مسلمان سے بری ہوں جو دارالحرب میں مشرکوں کے ساتھ مقیم ہو وہ ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھیں'' (3)۔

انہوں نے کہا: یہ روایت اس روایت کے لئے ناسخ ہے جس میں مسلمانوں کو مشرکوں کے حوالے کا ذکر تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے براءت کا اظہار کیا جو ان کے ساتھ دارالحرب میں مقیم ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں۔ امام شافعی نے کہا: اس قسم کا معاہدہ خلیفہ یا ایسا شخص جو امر کرتا ہے وہی کر سکتا ہے کیونکہ وہ تمام اموال کا والی ہوتا ہے خلیفہ کے علاوہ جس نے یہ عقد کیا تو وہ عقد مردود ہو گا۔

مسئلہ نمبر 5۔ اللہ اعلم ...... یہ امتحان تمہارے لئے ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے کیونکہ وہ رازوں کو خوب جانتا ہے۔ فان علمتو ھن مومنت ایمان میں سے جو ظاہر ہے اگر تم انہیں مومن جانتے ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اگر تم امتحان سے قبل ان کے مومن ہونے کا علم رکھتے ہو۔ فلا ترجعو ...... اللہ تعالیٰ نے کوئی مومنہ کسی کافر کے لئے حلال نہیں کی اور نہ ہی کسی مومن کے لئے کسی مشرکہ سے نکاح کو حلال کیا ہے۔

یہ واضح ترین دلیل ہے کہ جس امر نے مسلمان عورت کی اپنے خاوند سے جدائی کو ثابت کیا وہ اس کا اسلام لانا ہے، اس کا

ہجرت کرنا نہیں۔امام ابوحنیفہ نے کہا: جس امر نے ان کے درمیان تفریق کو ثابت کیا وہ دونوں داروں کا مختلف ہوتا ہے۔امام مالک کے مذہب میں اسی کی طرف اشارہ ہے بلکہ وہ اس میں صریح اور عبارۃ النص ہے۔صحیح قول پہلا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
.........اس امر کو واضح کیا کہ عدم حل کی علت اسلام ہے داروں کا مختلف ہونا نہیں۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ابوعمر نے کہا: دار میں کوئی فرق نہیں نہ کتاب اللہ میں ایسی بات ہے نہ سنت میں ہے اور نہ ہی قیاس میں ہے۔اسمیں جس کی رعایت کی گئی ہے وہ دو دین ہیں۔ان دونوں کے اختلاف اور اجتماع کے ساتھ حکم مرتب ہوگا، دار کی وجہ سے کوئی حکم نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر 6۔**واتوھم ما انفقوا** جب مسلمان عورت کو اس بات سے روک دیا جائے کہ اسے اس کے خاوند کے پاس واپس بھیجا جائے تو اس کے خاوند نے اس پر جو مال خرچ کیا ہے وہ اسے واپس کر دیا جائے۔یہ وعدہ کو پورا کرنے کی صورت ہے کیونکہ جب اسلام کی حرمت کی وجہ سے اسے روکا گیا ہے تو اس کے مال کو واپس کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ دونوں صورتوں میں اس پر خسارہ واقع نہ ہو، بیوی اور مال۔

مسئلہ نمبر 7۔کوئی چٹی وغیرہ لازم نہ ہوگی مگر اس صورت میں جب کافر خاوند مطالبہ کرے، جب وہ حاضر ہو اور مطالبہ کرے ہم اسے روک لیں گے اور چٹی بھر دیں گے۔اگر وہ عورت خاوند کے آنے سے پہلے ہی مر جائے تو ہم مہر چٹی کے طور پر نہ دیں گے کیونکہ روکنا متحقق نہیں ہوا۔اگر مہر شراب یا خنزیر ہو تو ہم کسی چیز کے ذمہ دار نہیں ہوں گے کیونکہ اس کی کوئی قیمت نہیں۔اس آیت کی تفسیر میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔(۱) یہ منسوخ ہے۔امام شافعی نے کہا: جب ایسے افراد کے پاس سے مسلمان عورت آئے جن کے ساتھ صلح ہو جبکہ وہ مسلمان ہو مہاجر ہو دارالحرب سے امام کی طرف دارالاسلام میں یا دارالحرب میں آئے۔اگر اس کے خاوند کے علاوہ علی نے مطالبہ کیا تو بغیر عوض کے اسے روک لیا جائے گا اگر خاوند اپنے لیے یا کسی غیر کے لئے اپنی وکالت کے ساتھ مطالبہ کرے تو اس میں دو قول ہیں۔

(۱) وہ عوض دے گا دلیل وہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔(۲) اسمیں دوسرا قول بھی ہے: مشرک خاوند کو کوئی عوض نہیں دیا جائے گا جس کی بیوی مسلمان ہو کر آئی اگر امام عورتوں کے واپس کرنے کی شرط لگائے تو یہ شرط باطل ہوگی۔جس نے یہ قول کیا اس نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حدیبیہ کے لیے یہ شرط لگائی تھی کہ ان میں سے جو بھی آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا۔عورتوں کے بارے میں ان کی جانب سے شرط، شرط صحیح تھی اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا اور عوض کو رد کر دیا جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا پھر اس کے رسول نے فیصلہ کر دیا کہ ان عورتوں کو واپس نہ کیا جائے گا تو جس نے بھی عورتوں کے واپس کرنے کی شرط لگائی وہ شرط منسوخ ہوگی اور اس پر کوئی عوض نہ ہوگا کیونکہ منسوخ کو شرط قرار دینا باطل ہے اور باطل چیز کا کوئی عوض نہیں۔

مسئلہ نمبر 8۔خاوندوں نے جس قدر خرچ کیا ہو اس مقدار میں اللہ تعالیٰ نے واپس کرنے کا حکم دیا۔اس امر کا مخاطب امام ہے اس کے پاس بیت المال میں جو ایسا مال ہے جس کا مصرف متعین نہ ہو اس میں سے وہ خرچ کرے گا۔مقاتل نے کہا: وہ مہر کافر خاوند کو واپس کرے گا جس مہر پر عورت سے مسلمان مرد شادی کرے گا۔اگر مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس سے شادی نہ کرے تو کافر خاوند کے لئے کوئی چیز نہ ہوگی۔قتادہ نے کہا: مہر واپس کرنے کا حکم ان لوگوں کی عورتوں کے بارے میں ہے جن کے ساتھ

مسلمانوں کے عہد و پیمان ہوں۔ جن کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ نہیں انہیں کوئی مہر وغیرہ نہیں دیا جائے گا۔ معاملہ اسی طرح ہے جس طرح انہوں نے کہا۔

مسئلہ نمبر 9۔ ولا جناح.......... یعنی جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور ان کی عدت ختم ہوگئی۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ مشرکہ اور معتدہ کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر ایسی عورت حقوق زوجیت سے قبل ہی مسلمان ہوجائے تو اس کا نکاح اسی وقت ثابت ہوجائے گا اور اس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کرنا بھی جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر 10۔.......... مہر کی شرط کے ساتھ ان کے ساتھ نکاح کرنے کا مباح قرار دیا کیونکہ اسلام نے اس کے اور اس کی کافر بیوی کے درمیان جدائی کردی ہے۔

مسئلہ نمبر 11۔ ولا تمسکو.......... عام قراء کی قراءت تخفیف کے ساتھ ہے یہ اساک سے مشتق ہے: یہ ابوعبید کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:.......... (البقرہ:231) حضرت حسن بصری، ابوالعالیہ اور ابوعمرو نے لاتمسکوا پڑھا ہے یہ تمسیک سے مشتق ہوگا یوں کہا جاتا ہے: مسک یمسک تمسیکا۔ یہ اسک یمسک کے معنی میں ہے۔ اسے علا تمسکوا تاء کے نصب کے بھی ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اصل میں یہ لا تتمسکوا تھا۔ العصم یہ عصمہ کی جمع ہے اسے مراد وہ چیز ہے جس کے ساتھ انسان محفوظ رہتا ہے یہاں عصمہ سے مراد نکاح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس کی مکہ مکرمہ میں کافرہ بیوی ہو وہ اسے بیوی شمار نہ کرے وہ اس کی بیوی نہیں (1)۔ دار کے مختلف ہونے کی وجہ سے نکاح ختم ہوچکا ہے۔

امام نخعی سے مروی ہے: مراد وہ مسلمان عورت ہے جو دارالحرب بھاگ گئی اور کافر ہوگئی۔ کفار مسلمان عورتوں سے شادیاں کیا کرتے تھے اور مسلمان مرد مشرک عورتوں سے شادی کیا کرتے تھے پھر اس آیت میں اس کو منسوخ کردیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو ایسی عورتوں کو طلاق دے دی جو مکہ مکرمہ میں تھیں اور مشرک تھیں ان میں سے ایک قریبہ بنت ابی امیہ تھی جس سے بعد میں معاویہ بن ابی سفیان نے شادی کی جو دونوں مکہ مکرمہ میں مشرک کی حیثیت سے رہ رہے تھے۔ اور ام کلثوم بنت عمرو خزاعیہ جو عبداللہ بن مغیرہ کی والدہ تھی ابوجہم بن حذافہ نے اس سے شادی کی جو دونوں مشرک تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیرالمومنین بنے تو حضرت ابوسفیان نے اپنے بیٹے حضرت معاویہ سے کہا: قریبہ کو طلاق دے تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ خیال نہ کریں اس کا چھینا ہوا مال تیرے گھر میں ہے۔ حضرت معاویہ نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ حضرت طلحہ بن عبداللہ کے عقد میں اروی بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب تھی اسلام نے دونوں میں تفریق کردی پھر حالت اسلام میں ان سے حضرت خالد بن سعید بن عاص نے شادی کی۔ یہ بھی کفار کی ان عورتوں میں سے تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک لیا اور حضرت خالد سے ان کی شادی کردی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی ابوالعاص بن ربیع سے کی تھی۔ عبدالرزاق ابن جریج سے وہ ایک آدمی سے وہ ابن شہاب سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت زینب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد ہجرت کی ان کا خاوند ابوالعاص بن ربیع عبدالعزیٰ مکہ مکرمہ میں مشرک کی حیثیت میں تھا اس کی یہ وضاحت ہے کہ اس نے حضرت زینب کے بعد اسلام قبول کیا۔ شعبی

نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ شعبی نے کہا: حضرت زینب بنت رسول اللہ ابوالعاص بن ربیع کی زوجہ تھیں وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلی گئیں پھر ان کا خاوند مدینہ طیبہ آیا حضرت زینب نے اسے امان دی تو وہ اسلام لے آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو اس کی طرف لوٹا دیا۔

ابوداؤد نے عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ پہلے نکاح کی وجہ سے ہی انہیں واپس کر دیا اور کوئی نیا عمل نہ کیا۔ محمد بن عمر نے اپنی حدیث میں کہا: یہ واقعہ چھ سال بعد ہوا۔ حسین بن علی نے کہا: دو سال بعد ہوا (1)۔ ابو عمر نے کہا: اگر یہ صحیح ہے تو یہ دو وجوہ سے خالی نہیں۔ آپ کو حیض ہی نہ آیا یہاں تک کہ ان کا خاوند مسلمان ہو گیا یا ان کے بارے میں یہ امر منسوخ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے: وبعولتهن.......... (البقرہ:228) یہ ایسا امر ہے جس بارے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس سے مراد عدت ہے۔ ابن شہاب زہری نے حضرت زینب کے اس قصہ میں کہا: یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا۔ قتادہ نے کہا: یہ سورۂ براءۃ کے نازل ہونے سے پہلے واقع ہوا جس میں مشرکین کے ساتھ تمام معاہدے ختم کرنے کا حکم ہوا۔

مسئلہ نمبر 12۔ **بعصم الکوافر**، کوافر سے یہاں مراد بت پرست ہیں ان کے ساتھ ابتدا سے ہی نکاح کرنا جائز نہیں۔ یہ حکم اہل کتاب کے علاوہ کوافر کے لئے ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ عام ہے۔ اہل کتاب کی عورتوں کا حکم اس سے منسوخ ہے۔ اگر آیت کے ظاہر کو دیکھا جائے تو کوئی کافر عورت کسی صورت میں حلال نہیں۔ پہلے قول کی بناء پر جب کوئی بت پرست یا مجوسی مسلمان ہو جائے اور اس کی بیوی مسلمان نہ ہو تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔ یہ قول بعض علماء کا ہے۔ ان میں سے کچھ نہ کہا: عدت کے ختم ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ جس نے یہ کہا: اسی وقت ان میں تفریق کر دی جائے گی اور عورت کی عدت کے مکمل ہونے کا انتظار نہ کیا جائے گا جب اس پر اسلام پیش کیا جائے اور وہ اسلام قبول نہ کرے وہ امام مالک بن انس ہیں؛ یہی قول حضرت حسن بصری، طاؤس، مجاہد، عطا، عکرمہ قتادہ اور حکم کا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے: **ولا تمسکو**..........۔ زہری نے کہا: وہ اس کے ساتھ عدت کا انتظار کرتا ہے؛ یہ امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حرب اپنی بیوی ہند بنت عتبہ سے پہلے اسلام لائے انہوں نے مرالظہر ان کے مقام پر اسلام قبول کیا پھر وہ مکہ مکرمہ کی طرف لوٹے جبکہ ہند وہاں کافرہ کی حیثیت سے رہ رہی تھی اور اپنے کفر پر قائم تھی۔ اس نے حضرت ابوسفیان کی داڑھی کو پکڑ لیا اور کہا: اس گمراہ شیخ کو قتل کر دو پھر اس کے چند روز بعد وہ مسلمان ہو گئی۔ دونوں اپنے نکاح پر قائم رہے کیونکہ ان کی عدت ختم نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا: اس کی مثل حضرت حکیم بن حزام کا واقعہ ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے پہلے اسلام قبول کیا۔ پھر ان کے بعد ان کی بیوی مسلمان ہوئی۔ دونوں اپنے نکاح پر باقی رہے۔ امام شافعی نے کہا: جس نے **ولا تمسکوا بعصم الکوافر** سے استدلال کیا ہے اس کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ مسلمان عورتیں کافروں پر حرام ہیں جس طرح مسلمان مرد کافر، بت پرست اور مجوسی عورتوں کے لئے حلال نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لاھن.......... پھر سنت نے اس کی وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مراد یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے حلال نہیں ہوتے مگر اس صورت میں کہ

دوسرا فرد عدت میں اسلام قبول کر لے۔ جہاں تک کوفیوں کا تعلق ہے کوفیوں سے مراد حضرت سفیان ثوری، حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں انہیں نے ذمی کافروں کے بارے میں کہا: جب عورت مسلمان ہو جائے تو خاوند پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر وہ اسلام قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔ ان علماء نے کہا: اگر دونوں حربی ہوں تو یہ اس کی بیوی رہے گی یہاں تک کہ اس کے تین حیض گزر جائیں۔ جب وہ دونوں دار الحرب میں ہوں یا دار الاسلام میں ہوں۔ اگر ان میں سے ایک دار الاسلام میں ہو اور دوسرا دار الحرب میں ہو تو دونوں میں عصمت ختم ہو جائے گی۔ ان علماء نے دار کا اعتبار کیا ہے جبکہ یہ کچھ بھی نہیں۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 13۔ یہ اختلاف مدخول بہا کے بارے میں ہے۔ اگر وہ غیر مدخول بھا ہو تو دونوں کے درمیان نکاح ختم ہو جانے میں کسی اختلاف کو نہیں جانتے کیونکہ اس پر کوئی عدت نہیں۔ امام مالک اس عورت کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں جو خود مرتد ہو جائے اور اس کا خاوند مسلمان ہو: دونوں کے درمیان نکاح ختم ہو جائے گا۔ ان کی دلیل ولا تمسکوا بعصم الکوافر ہے یہی قول حضرت حسن بصری اور حضرت حسن بن صالح بن حی کا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ عدت کے مکمل ہونے کا انتظار کرے۔

مسئلہ نمبر 14۔ اگر دونوں میاں بیوی نصرانی ہوں اور بیوی مسلمان ہو جائے اس میں بھی اختلاف ہے۔ امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا کہنا یہ ہے کہ وہ عورت کی عدت میں مسلمان ہو جائے تو خاوند اس کا زیادہ حقدار ہوگا جس طرح حضرت صفوان بن امیہ اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل اپنی بیویوں کے زیادہ مستحق رہے جب وہ دونوں اپنی بیویوں کی عدت میں مسلمان ہوئے تھے۔ روایت ابن شہاب سے مروی ہے، اسے امام مالک نے موطا میں ذکر کیا ہے۔ ابن شہاب نے کہا: حضرت صفوان اور ان کی بیوی کے اسلام لانے میں ایک ماہ کا عرصہ حائل ہے۔ ابن شہاب نے کہا: ہمیں یہی خبر پہنچی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرے اور اس کا خاوند کافر ہو اور دار الحرب میں مقیم ہو مگر ہجرت اسے کے اور اس کے خاوند کے درمیان تفریق کر دے گی ہاں یہ صورت مختلف ہے کہ اس کا خاوند عدت ختم ہونے سے پہلے آ جائے (1)۔ علماء میں سے وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں: دونوں کے درمیان نکاح منسوخ ہو جائے گا۔ یزید بن علقمہ نے کہا: میرا دادا مسلمان ہو گیا اور میری دادی مسلمان نہ ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں میں تفریق کر دی؛ یہ طاؤس کا قول ہے۔ دوسری جماعت میں جن میں عطاء، حضرت حسن بصری اور عکرمہ نے کہا: دعوت نکاح کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

مسئلہ نمبر 15۔ وسئلوا مفسرین نے کہا: مسلمان عورتوں میں سے جو عورتیں مرتد ہو کر ان کفار کے پاس چلی گئیں جن کے ساتھ مسلمانوں کے معاہدے تھے تو کفار کو کہا جائے گا: ان عورتوں کے مہر دے دو (2)۔ جب کفار کی عورتوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آ جائے تو مسلمانوں کو کہا جائے گا: کفار کو ان عورتوں کے مہر واپس کر دو۔ یہ دونوں حالتوں میں عدل کی صورت ہے۔ اجماع امت یہی ہے کہ یہ حکم اس زمانہ میں ایک خاص واقعہ کے ساتھ خاص ہے؛ یہ ابن عربی کا قول ہے۔

(تفسیر قرطبی، سورہ ممتحنہ، بیروت)

کافر کی مسلمان پر عدم ولایت میں اجماع

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ: اہل علم کے اجماع کے مطابق کافر مسلمان عورت کا کسی بھی حالت میں ولی نہیں بن سکتا۔ اور ابن منذر رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی کچھ نقل کیا ہے۔ (المغنی (356/7)

ا، اسلام ب - عقل، یعنی ولی عاقل ہونا چاہیے۔ ج - بلوغت۔ ولی بالغ ہونا چاہیے۔ د - مذکر۔ یعنی ولی مرد ہونا ضروری ہے علماء کرام کا اتفاق ہے کہ ولی ہونے کی شروط میں اسلام، بلوغت، اور مذکر ہونا شرط ہے۔ (بدایۃ المجتہد (12/2)

ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہ یہ بھی کہنا ہے: سب علماء کرام کے ہاں صرف مرد ہی ولی بن سکتا ہے اور اس میں مرد ہونے کی شرط ہے۔ (المغنی لابن قدامہ (356/7)

مندرجہ ذیل شروط میں اختلاف ہے۔ ا۔ حریت، یعنی ولی صرف آزاد مرد ہی بن سکتا ہے۔ اکثر اہل علم کے ہاں حریت کی شرط ہے لیکن احناف اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ حریت کی شرط میں علت یہ ہے کہ: غلام کو تو اپنے آپ پر ولایت نہیں تو بالا ولی کسی دوسرے پر ولی نہیں بن سکتا۔ (المغنی ابن قدامہ (356/7)

امام شافعی اور امام احمد رحمہا اللہ نے ولی کے عادل ہونے کی شرط لگائی ہے۔ یہاں پر عدالۃ سے ظاہری عدل مراد ہے، یہ شرط نہیں کہ ولی ظاہری اور باطنی دونوں طور پر عادل ہو، اگر ایسی شرط لگائی جائے تو اس میں بہت حرج اور مشقت ہوگی، اور پھر یہ نکاح کے باطل ہونے کا باعث بن جائے گا۔ (کشاف القناع (30/3)

یہاں پر ایک تنبیہ کرنا ضروری ہے : ہوسکتا ہے کہ سائل عورت میں رغبت رکھتا ہو اور کسی مسئلہ میں اس کے ولی سے بحث کرے اور اس میں ان دونوں کا اختلاف ہو جائے جس کی بنا پر خاوند ولی کو الزام دے کہ وہ کتاب وسنت پر ایمان نہیں رکھتا ! یہ ایک بہت ہی خطرناک مسئلہ گناہ ہے کیونکہ اس میں کسی مسلمان پر ایسی تہمت لگائی جارہی ہے جس سے وہ دائرہ اسلام سے ہی خارج ہوتا ہے۔

لیکن اگر لڑکی کا ولی حقیقت پر حدیث پر ایمان نہیں رکھتا مثلاً جس طرح کے اہل قران یا جنہیں منکرین حدیث کہا جاتا ہے اس سے بحث کی جائے گی اور اسے کے سامنے حق بیان کیا جائے گا اور اس کے شبہات زائل کیے جائیں گے لیکن اگر وہ اس کے باوجود بھی دلائل و براہین سننے کے باوجود بھی انکار کرنے پر اصرار کرے تو وہ کافر ہے۔

اور ایسا شخص مسلمان عورت کے نکاح کا ولی نہیں بن سکتا چاہے وہ اس کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو، لھذا ایسی حالت میں اس سے ولایت ساقط ہو کر اس عورت کے قریبی مسلمان مرد کو مل جائے گی۔ فقہائے احناف و مالکیہ کا موقف بھی اسی طرح ہے جس طرح صاحب ہدایہ نے بیان کر دیا ہے۔

دار الاسلام نہ ہونے والی جگہ دار الحرب کے حکم میں ہوگی

جگہ ایسی ہو کہ نہ دار الاسلام ہو، نہ دار الحرب وہ دار الحرب کے حکم میں ہے۔ اور اگر وہ جگہ دار الاسلام ہو مگر کافر کا تسلط ہو جیسے آج کل ہندوستان تو اس معاملہ میں یہ بھی دار الحرب کے حکم میں ہے، یعنی تین حیض یا تین مہینے گزرنے پر نکاح سے باہر ہوگی۔

ایک دار الاسلام میں آ کر رہنے لگا، دوسرا دار الحرب میں رہا جب بھی عورت نکاح سے باہر ہو جائے گی، مثلاً مسلمان ہو کر یا ذمی بن کر دار الاسلام میں آیا یا یہاں آ کر مسلمان یا ذمی ہوا یا قید کر کے دار الحرب سے دار الاسلام میں لایا گیا تو نکاح سے باہر ہوگئی اور اگر دونوں ایک ساتھ قید کر کے لائے گئے یا دونوں ایک ساتھ مسلمان یا ذمی بن کر وہاں سے آئے یا یہاں آ کر مسلمان ہوئے یا ذمہ قبول کیا تو نکاح سے باہر نہ ہوئی یا حربی امن لے کر دار الاسلام میں آیا یا مسلمان یا ذمی دار الحرب کو امان لے کر گیا تو عورت نکاح سے باہر نہ ہوگی۔ (درمختار، کتاب النکاح، بیروت)

یایھا الذین امنوا اذ جاء کم المومنت مھجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مومنت فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن واتوھم انفقوا۔

"اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دار الحرب سے) ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کی جانچ کر لیا کرو، ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ سو اگر (جانچ کرنے کے بعد) تم ان کو مسلمان جانو تو پھر کافروں کی طرف ان کو واپس مت کرو (کیونکہ) نہ وہ عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان مسلمان عورتوں کے لیے حلال ہیں اور کافروں نے (ان عورتوں پر) جو کچھ خرچ کیا ہو (یعنی ان کو دیا ہو) وہ کافروں کو ادا کر دو۔

فَامْتَحِنُوْهُنَّ: یعنی جانچ کر لو کہ زبانوں سے جو وہ اقرار ایمان کر رہی ہیں کیا واقعی ان کے دلوں میں ایمان ہے، جانچ کر کے تم غالب ظن حاصل کر لو یوں تو ان کے قلبی ایمان کو اللہ ہی جانتا ہے تم کیا جانو (پھر بھی گمان غالب تو حاصل کر لو)۔

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ: یعنی ان عورتوں کے لیے مؤمن ہونے کا تم کو گمان غالب اور امکانی علم ہو جائے اور ایمان کی علامات ظاہر ہو جائیں۔ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یقین کی طرف غالب گمان پر بھی عمل واجب ہوتا ہے (اگر چہ ظن مفید یقین نہیں ہوتا مگر موجب عمل ضرور ہو جاتا ہے)۔

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَی الْكُفَّارِ: یعنی کافر شوہروں کی طرف ان کو واپس مت کرو کیونکہ مؤمن عورتیں کافر شوہروں کے لیے حلال نہیں، مسلمہ اور کافر میں تفریق کرنی لازم ہے۔ سورۃ نساء کی آیت: وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کی تفسیر میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے کہ اگر شوہر کافر ہو اور بیوی مہاجرہ مؤمنہ تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دار الحرب سے نکلتے ہی دونوں کے درمیان تفریق کر دینی واجب ہے کیونکہ دو دار ہو گئے، دار الحرب جو کفار کا وطن ہے اور دار السلام جو مؤمنوں کا مسکن ہے لیکن باقی تینوں اماموں کے نزدیک شوہر کے مسلمان ہونے کے وقت سے تین حیض کی مدت کا انتظار کرنا ہوگا، بشرطیکہ شوہر نے اس عورت سے قربت صنفی کر لی ہو اور ایسا نہ ہو تو پھر عورت کے مسلمان ہونے کے وقت سے تین حیض تک کا انتظار کیا جائے گا۔

وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ: یعنی کافر تجدید نکاح کے بعد بھی مؤمن عورتوں کے لیے حلال نہیں ہیں کیونکہ کافر مرد کا نکاح مسلمان عورت سے جائز ہی نہیں ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ جملہ سابق جملہ کی تاکید (معنوی) ہو۔ عروہ نے حدیث سابق میں بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (مؤمن عورتوں کی جانچ کرنے کے سلسلہ میں) فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر مؤمن

عورتوں کا امتحان لینے کے لیے (ان کے سامنے) آیت: یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تک پڑھتے (اوران سے اقرار لیتے تھے۔ جو عورت اس کا اقرار کر لیتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ہم نے تیری بیعت لے لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بس یہ زبان سے فرمادیتے تھے' عورت کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے بیعت لینے کے وقت نہیں چھوتے تھے' عورتوں سے بیعت صرف زبانی ہوتی تھی۔

امام بغوی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے (مکہ کی طرف) روانہ ہوئے' حدیبیہ میں پہنچے تو مکہ کے مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر صلح کر لی کہ (آئندہ) اہل مکہ میں سے جو کوئی (مسلمان ہو کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو واپس کر دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو کوئی (مرتد ہو کر) مکہ والوں کے پاس پہنچ جائے گا' اہل مکہ اس کو واپس نہیں کریں گے۔ یہ معاہدہ لکھ دیا گیا اور مہریں لگا دی گئیں' تحریر معاہدہ پوری ہونے ہی پائی تھی کہ سبیعہ اسلمیہ بنت حارث (مسلمان ہو کر) آ پہنچی۔ اس کا شوہر مسافر مخزومی یا صفی بن راہب جو کافر تھا اس کی طلب میں آ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی مجھے واپس دو۔ تم نے شرط کر لی تھی کہ ہم میں جو کوئی شخص (مسلمان ہو کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو واپس کرنا لازم ہو گا۔ یہ شرط تحریر میں موجود ہے۔ ابھی اس کی روشنائی بھی خشک نہیں ہوئی ہے۔ اس پر آیت: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ.... نازل ہوئی۔ مہاجرات سے مراد وہ عورتیں جو دارالکفر کو چھوڑ کر دارالسلام میں آ گئی ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مؤمن مہاجر عورتوں کا امتحان اس طرح ہوتا تھا کہ عورت بحلف کہتی تھی' میں اپنے شوہر سے نفرت کرنے یا کسی مسلمان مرد سے عشق کرنے کی بنیاد پر نہیں آئی' نہ یہ وجہ ہے کہ مجھے ایک جگہ سے نفرت اور دوسری جگہ سے الفت ہو' نہ میں کوئی جرم کر کے آئی ہوں' نہ طلب مال مجھے لائی ہے بلکہ اسلام پسندی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جذبہ مجھے لے کر آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح اس سے حلف لیتے تھے' جب وہ اس پر قسم کھا لیتی تھی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو واپس نہیں لوٹاتے تھے اور جو مہر اس کے شوہر نے اس کو (نکاح کے وقت یا بعد کو) ادا کیا ہوتا تھا وہ اور جو کچھ شوہر نے اس کے لیے خرچ کیا ہوتا وہ بھی شوہر کو عطا فرما دیتے تھے' پھر سبیعہ سے عمر نے نکاح کر لیا جو مرد (مسلمان ہو کر بھاگ کر مکہ سے) آپ کے پاس آتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو واپس کر دیتے تھے اور اگر عورت مسلمان ہو کر آتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو واپس نہیں کرتے تھے بلکہ اس کا مہر واپس کرا دیتے تھے۔

طبرانی نے ضعیف سند سے بروایت عبداللہ بن احمد لکھا ہے کہ صلح کے ایام میں ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط ہجرت کر کے آ گئیں' پیچھے سے ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید بن عقبہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ام کلثوم کی واپسی کے لیے درخواست کی' اس پر اللہ نے وہ معاہدہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکوں کے درمیان میں ہوا تھا صرف عورتوں کے معاملہ میں توڑ دیا اور مہاجر عورتوں کی واپسی کی ممانعت فرما دی' پھر آیت امتحان نازل فرمائی۔ ابن ابن حاتم نے لکھا ہے مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ یہ آیت امیمہ بنت بشر یا ابوحسان بن دحداحہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ مقاتل کا

بیان ہے کہ ایک عورت تھی جس کا نام سعیدہ تھا اور وہ صیفی بن راہب کی بیوی تھی' صیفی مشرک تھا۔ ایام صلح میں سعیدہ ہجرت کر کے آ گئی اور مشرکوں نے درخواست کی کہ سعیدہ کو واپس کیا جائے۔ (لیکن حضور ﷺ نے درخواست منظور نہیں کی) ابن جریر نے زہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے نچلے حصہ میں فروکش تھے اور اس شرط پر اہل مکہ سے صلح کر لی تھی کہ مکہ والوں میں سے جو شخص (ہجرت کر کے) رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جائے گا' اس کو واپس کر دیا جائے گا۔ اسی اثناء میں کچھ عورتیں ہجرت کر کے آ گئیں تو ان کے متعلق آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا: یعنی ان کے شوہروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو یعنی مہر دیا ہو (یا زیور وغیرہ' مترجم) وہ ان کو واپس دے دو کیونکہ معاہدۂ حدیبیہ میں عورتوں کی واپسی بھی شامل تھی لیکن جب ان کی واپسی کی ممانعت ہو گئی تو مہر کی واپسی لازم ہو گئی۔

جس طرح حدیبیہ میں حضور ﷺ نے قریش سے صلح کی تھی ویسی ہی صلح اگر خلیفہ کافروں سے کر لے پھر جب کوئی ہجرت کر کے آئے تو عورت کو واپس نہ بھیجے بلکہ اس کا (وصول کردہ) مہر لوٹا دے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ زہری کا بیان ہے اگر صلح نہ ہوتی تو اور وہ معاہدہ جو رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں ہوا تھا' نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ مہاجر عورتوں کو بھی روک لیتے اور ان کے مہر بھی واپس نہ کرتے' معاہدہ سے پہلے جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں۔ آپ ﷺ یہی معاملہ کرتے تھے (کہ ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کے مہر بھی واپس نہیں کراتے تھے)۔

ولا جناح علیکم ان تنکحوهن اذا اتیتموهن اجورهن ولا تمسکوا بعصم الکوافر و سئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا ذالکم حکم الله یحکم بینکم والله علیم حکیم.

"اور تم کو ان مہاجر عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہ ہوگا جبکہ تم ان کے مہر ان کو دے دو اور (اے مسلمانو!) تم کافر عورتوں کے تعلقات (ازدواجی) کو باقی مت رکھو اور (اپنی بیویوں پر) جو کچھ خرچ کیا ہو (جب وہ مرتد ہو کر چلی جائیں یا ہجرت کر کے ہی نہ آئیں اور کفر پر قائم رہیں) تو ان کافروں سے اس کا مطالبہ کر لو اور جو کچھ (مہاجر عورتوں پر) کافروں نے خرچ کیا ہو وہ مسلمانوں سے مانگ لیں' یہ اللہ کا حکم ہے۔ وہی تمہارے درمیان فیصلہ کر رہا ہے اور اللہ بڑا علم والا (اور) حکمت والا ہے۔"

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ: یعنی اے مسلمانو! ہجرت کر کے آنے والی عورتوں سے تم نکاح کر سکتے ہو' اس میں کوئی گناہ نہیں خواہ ان کے کافر شوہر دار الحرب میں موجود ہی ہوں کیونکہ (کفر اور اسلام کی وجہ سے) تفریق تو ان کی ہو ہی گئی۔ آیت دلالت کر رہی ہے کہ عدت ضروری نہیں۔ امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے' صاحبین کا قول اس کے خلاف ہے۔

اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ: اجور سے مراد ہیں مہر۔ مہر کی ادائیگی کی شرط لگانے سے بتانا مقصود ہے کہ سابق شوہروں کا ادا کردہ مہر جو مہاجر عورتوں کی طرف سے ان کے کافر شوہروں کو واپس کیا ہو وہ جدید مہر میں محسوب نہ ہوگا یعنی ان کے کافر شوہروں کو جو کچھ تم نے دے دیا وہ دے دیا' اب اگر تم ان مہاجر عورتوں سے نکاح کرو گے تو اپنے نکاح کا مہر از سر نو دینا ہوگا۔

ابن منیع نے بطریق کلبی از ابی صالح حضرت ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب

مسلمان ہو گئے تو ان کی بیوی مشرکوں کے ساتھ ہی رہ گئی۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔

وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ: عصم عصمت کی جمع ہے۔ عصمۃ مضبوط عقد (بندھن) جیسے عقد موالات' عقد نکاح وغیرہ۔ اللہ نے مشرک عورتوں سے نکاح برقرار رکھنے کی ممانعت فرمادی۔

بغوی نے زہری کی روایت سے لکھا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو عورتوں کو جو مکہ میں رہ گئی تھیں اور مشرک تھیں' طلاق دے دی۔ ایک قرینہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ۔ اس سے معاویہ نے مکہ میں نکاح کر لیا' معاویہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ دوسری ام کلثوم خزاعیہ بنت عمرو بن جردل جو حضرت عبداللہ بن عمر کی ماں تھی' اس سے ابوجہیم بن حذافہ بن غانم نے نکاح کر لیا' ابوجہیم مشرک تھا۔

اروی بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب حضرت طلحہ بن عبیداللہ کی بیوی تھی' طلحہ تو ہجرت کر کے چلے آئے لیکن اروی اپنی قوم کے مذہب پر رہی۔ اسلام نے ان دونوں میں تفریق کر دی تو خالد بن سعد بن عاص بن امیہ نے اس سے نکاح کر لیا۔ شعبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی زینب ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھیں' مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس آ پہنچیں۔ ابوالعاص مکہ میں ہی بحالت شرک رہا' پھر کچھ مدت کے بعد مدینہ میں آ گیا اور مسلمان ہو گیا۔

وَسۡـَٔلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ: یعنی اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو کر مشرکوں کے پاس چلی جائے اور وہ روک لیں تو جس مسلمان کے وہ نکاح میں تھی وہ اس کافر سے جو اس عورت سے نکاح کرے اپنا دیا ہوا مہر طلب کر لے۔

وَلۡيَسۡـَٔلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقُوۡا: اور جو مہاجر عورتیں کفرستان چھوڑ کر اسلامستان میں آ جائیں تو ان کو جو مہر کافروں نے ان کے نکاح کے وقت دیا ہو وہ اپنا دیا ہوا مہر اس شخص سے طلب کر سکتے ہیں جو ان عورتوں سے نکاح کرے۔

وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ: یعنی اللہ وہی حکم دیتا ہے جس کو تمہارے لیے بہتر جانتا ہے اور جو اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے۔

بغوی نے زہری کا قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں کو جو حکم دیا گیا تھا انہوں نے تو حکم خداوندی کی تعمیل کی اور کافروں کو وہ مہر مہاجرات کی طرف سے دے دیئے جو نکاح کے وقت کافروں نے ان کو دیا تھا لیکن کافروں نے اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان عورتوں کے مہر جو مرتد ہو کر چلی گئی تھیں اور مسلمانوں نے نکاح کے وقت ان کو جو مہر دیا تھا واپس دینے کا اقرار نہیں کیا۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابٌ اِلٰى مَتٰى تُرَدُّ عَلَيۡهِ امۡرَاَتُهٗ اِذَا اَسۡلَمَ بَعۡدَهَا؟

باب: جب مرد نے عورت کے بعد اسلام قبول کیا ہو، تو کتنے عرصہ تک میں اس کی بیوی واپس کی جا سکتی ہے؟

2240 - حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيۡلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ سَلَمَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ عَمۡرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعۡنِي ابۡنَ الۡفَضۡلِ، ح وحَدَّثَنَا الۡحَسَنُ بۡنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، الۡمَعۡنَى، كُلُّهُمۡ عَنِ ابۡنِ اِسۡحَاقَ، عَنۡ دَاوُدَ بۡنِ الۡحُصَيۡنِ، عَنۡ عِكۡرِمَةَ، عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَدَّ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ابۡنَتَهٗ زَيۡنَبَ عَلٰى اَبِي الۡعَاصِ بِالنِّكَاحِ الۡاَوَّلِ، لَمۡ يُحۡدِثۡ شَيۡئًا. قَالَ مُحَمَّدُ بۡنُ عَمۡرٍو فِي حَدِيۡثِهٖ: بَعۡدَ سِتِّ سِنِيۡنَ. وَقَالَ الۡحَسَنُ بۡنُ

عَلِيٍّ: بَعْدَ سَنَتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو، (ان کے شوہر) حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی طرف، ان کے پہلے نکاح کی بنیاد پر، واپس کر دیا تھا، آپ نے دوبارہ (نکاح) نہیں کروایا تھا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ایسا دو سال گزرنے کے بعد ہوا تھا۔

زوجین میں سے کسی کے قبول اسلام کی صورت میں حکم نکاح کا بیان

سورہ ممتحنہ کی آیت ۱۱ کے تحت تفہیم القرآن میں مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ ان آیات میں چار بڑے اہم حکم بیان کیے گئے ہیں جن کا تعلق اسلام کے عائلی قانون سے بھی ہے اور بین الاقوامی قانون سے بھی:

اول یہ کہ جو عورت مسلمان ہو جائے وہ اپنے کافر شوہر کے لیے حلال نہیں رہتی اور نہ کافر شوہر اس کے لیے حلال رہتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جو منکوحہ عورت مسلمان ہو کر دارالکفر سے دارالاسلام میں ہجرت کر آئے اس کا نکاح آپ سے آپ ٹوٹ جاتا ہے اور جو مسلمان بھی چاہے اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

تیسرے یہ کہ جو مرد مسلمان ہو جائے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کی بیوی اگر کافر رہے تو وہ اسے اپنے نکاح میں روکے رکھے۔

چوتھے یہ کہ اگر دارالکفر اور دارالاسلام کے درمیان صلح کے تعلقات موجود ہوں تو اسلامی حکومت کو دارالکفر کی حکومت سے یہ معاملہ طے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ کفار کی جو منکوحہ عورتیں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں ہجرت کر آئی ہوں ان کے مہر مسلمانوں کی طرف سے واپس دے دیے جائیں، اور مسلمانوں کی منکوحہ کافر عورتیں جو دارالکفر میں رہ گئی ہوں ان کے مہر کفار کی طرف سے واپس مل جائیں۔

ان احکام کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ آغاز اسلام میں بکثرت مرد ایسے تھے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا مگر ان کی بیویاں مسلمان نہ ہوئیں۔ اور بہت سی عورتیں ایسی تھیں جو مسلمان ہو گئیں مگر ان کے شوہروں نے اسلام قبول نہ کیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے شوہر ابوالعاص غیر مسلم تھے اور کئی سال تک غیر مسلم رہے۔ ابتدائی دور میں ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ مسلمان عورت کے لیے اس کا کافر شوہر اور مسلمان مرد کے لیے اس کی مشرک بیوی حلال نہیں ہے۔ اس لیے ان کے درمیان ازدواجی رشتے برقرار رہے۔ ہجرت کے بعد بھی کئی سال تک یہ صورت حال رہی کہ بہت سی عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر آئیں اور ان کے کافر شوہر دارالکفر میں رہے۔ اور بہت سے مسلمان مرد ہجرت کر کے آ گئے اور ان کی کافر بیویاں دارالکفر میں رہ گئیں۔ مگر اس کے باوجود ان کے درمیان رشتہ ازدواج قائم رہا۔ اس سے خاص طور پر عورتوں کے لیے بڑی پیچیدگی پیدا ہو رہی تھی، کیونکہ مرد تو دوسرے نکاح بھی کر سکتے تھے، مگر عورتوں کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ جب تک سابق شوہروں سے ان کا نکاح فسخ نہ ہو جائے وہ کسی اور شخص سے نکاح کر سکیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیات نازل ہوئیں تو انہوں نے

مسلمانوں اور کفار و مشرکین کے درمیان سابق کے ازدواجی رشتوں کو ختم کردیا اور آئندہ کے لیے ان کے بارے میں ایک قطعی اور واضح قانون بنادیا۔ فقہائے اسلام نے اس قانون کو چار بڑے بڑے عنوانات کے تحت مرتب کیا ہے:

ایک، وہ حالت جس میں زوجین دارالاسلام میں ہوں اور ان میں سے ایک مسلمان ہوجائے اور دوسرا کافر رہے۔

دوسرے، وہ حالت جس میں زوجین دارالکفر میں ہوں اور ان میں سے ایک مسلمان ہوجائے اور دوسرا کافر رہے۔

تیسرے، وہ حالت جس میں زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہوکر دارالاسلام میں ہجرت کرکے آجائے اور دوسرا دارالکفر میں کافر رہے۔

چوتھے، وہ حالت جس میں مسلم زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہوجائے۔

ذیل میں ہم ان چاروں حالتوں کے متعلق فقہاء کے مسالک الگ الگ بیان کرتے ہیں:

پہلی صورت میں اگر اسلام شوہر نے قبول کیا ہو اور اس کی بیوی عیسائی یا یہودی ہو اور وہ اپنے دین پر قائم رہے تو دونوں کے درمیان نکاح باقی رہے گا، کیونکہ مسلمان مرد کے لیے اہل کتاب بیوی جائز ہے۔ یہ امر تمام فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے۔

اور اگر اسلام قبول کرنے والے مرد کی بیوی غیر اہل کتاب میں سے ہو اور وہ اپنے دین پر قائم رہے، تو حنفیہ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ عورت کے سامنے اسلام پید کیا جائے گا، قبول کرلے تو نکاح باقی رہے گا، نہ قبول کرے تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔ اس صورت میں اگر زوجین کے درمیان خلوت ہو دکی ہو تو عورت مہر کی مستحق ہوگی، اور خلوت نہ ہوئی ہو تو اس کو مہر پانے کا حق نہ ہوگا، کیونکہ فرقت اس کے انکار کی وجہ سے واقع ہوئی ہے (المبسوط، ہدایہ، فتح القدیر)۔ امام شافعی اور احمد کہتے ہیں کہ اگر زوجین کے درمیان خلوت نہ ہوئی ہو تو مرد کے اسلام قبول کرتے ہی عورت اس کے نکاح سے باہر ہوجائے گی، اور اگر خلوت ہو چکی ہو تو عورت تین مرتبہ ایام ماہواری آنے تک اس کے نکاح میں رہے گی، اس دوران میں وہ خود اپنی مرضی سے اسلام قبول کرلے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ تیسری بار ایام سے فارغ ہوتے ہی آپ سے آپ فسخ ہوجائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ذمیوں کو ان کے مذہب سے تعرض نہ کرنے کی جو ضمانت ہماری طرف سے دی گئی ہے اس کی بنا پر یہ درست نہیں ہے کہ عورت کے سامنے اسلام پیش کیا جائے۔ لیکن درحقیقت یہ ایک کمزور بات ہے، کیونکہ ایک ذمی عورت کے مذہب سے تعرض تو اس صورت میں ہوگا جبکہ اس کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اس سے صرف یہ کہنا کوئی بے جا تعرض نہیں ہے کہ تو اسلام قبول کرلے تو اپنے شوہر کے ساتھ رہ سکے گی ورنہ تجھے اس سے الگ کردیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس کی نظیر پیش بھی آچکی ہے۔ عراق کے ایک مجوسی زمیندار نے اسلام قبول کیا اور اس کی بیوی کافر رہی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام پیش فرمایا۔ اور جب اس نے انکار کیا تب آپ نے دونوں کے درمیان تفریق کرادی (المبسوط)۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر خلوت نہ ہو چکی ہو تو مرد کے اسلام لاتے ہی اس کی کافر بیوی اس سے فوراً جدا ہوجائے گی اور اگر خلوت ہو چکی ہو تو عورت کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا اور اس کے انکار کی صورت میں جدائی واقع ہوجائے گی (المغنی لابن قدامہ)۔

اور اگر اسلام عورت نے قبول کیا ہو اور مرد کافر ہے، خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہو یا غیر اہل کتاب میں سے، تو حنفیہ کہتے ہیں

کہ دونوں میں خلوت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو، ہر صورت میں شوہر کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا، قبول کر لے تو عورت اس کے نکاح میں رہے گی، انکار کر دے تو قاضی دونوں میں تفریق کرا دے گا۔ اس دوران میں جب تک مرد اسلام سے انکار نہ کرے، عورت اس کی بیوی تو رہے گی مگر اس کو مقاربت کا حق نہ ہوگا۔ شوہر کے انکار کی صورت میں تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔ اگر اس سے پہلے خلوت نہ ہوئی ہو تو عورت نصف مہر پانے کی حق دار ہوگی، اور خلوت ہو چکی ہو تو عورت پورا مہر بھی پائے گی اور عدت کا نفقہ بھی (المبسوط۔ ہدایہ۔ فتح القدیر)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خلوت نہ ہونے کی صورت میں عورت کے اسلام قبول کرتے ہی نکاح فسخ ہو جائے گا، اور خلوت ہونے کی صورت میں عدت ختم ہونے تک عورت اس مرد کے نکاح میں رہے گی۔ اس مدت کے اندر وہ اسلام قبول کر لے تو نکاح باقی رہے گا ورنہ عدت گزرتے ہی جدائی واقع ہو جائے گی۔ لیکن مرد کے معاملہ میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہی رائے ظاہر کی ہے جو عورت کے معاملہ میں اوپر منقول ہوئی کہ اس کے سامنے اسلام پیش کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ مسلک بہت کمزور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں متعدد واقعات ایسے پیش آئے ہیں کہ عورت نے اسلام قبول کر لیا اور مرد سے اسلام لانے کے لیے کہا گیا اور جب اس نے انکار کر دیا تو دونوں کے درمیان تفریق کرا دی گئی۔ مثلاً بنی تغلب کے ایک عیسائی کی بیوی کا معاملہ ان کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے مرد سے کہا یا تو تُو اسلام قبول کر لے ورنہ میں تم دونوں کے درمیان تفریق کر دوں گا۔ اس نے انکار کیا اور آپ نے تفریق کی ڈگری دے دی۔ بہزُ المَلِک کی ایک نومسلم زمیندارنی کا مقدمہ ان کے پاس بھیجا گیا۔ اس کے معاملہ میں بھی انہوں نے حکم دیا کہ اس کے شوہر کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، اگر وہ قبول کر لے تو بہتر، ورنہ دونوں میں تفریق کرا دی جائے۔ یہ واقعات صحابہ کرام کے سامنے پیش آئے تھے اور کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے (احکام القرآن للجصاص۔ المبسوط۔ فتح القدیر) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس معاملے میں یہ ہے کہ اگر خلوت سے پہلے عورت مسلمان ہو جائے تو شوہر کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، وہ قبول کر لے تو بہتر ورنہ فوراً تفریق کرا دی جائے۔ اور اگر خلوت ہو چکی ہو اور اس کے بعد عورت اسلام لائی ہو تو زمانہ عدت ختم ہونے تک انتظار کیا جائے، اس مدت میں شوہر اسلام قبول کر لے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ عدت گزرتے ہی فرقت واقع ہو جائے گی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ زوجین کے درمیان اختلاف دین واقع ہو جانا بہر حال فوری تفریق کا موجب ہے خواہ خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو (المغنی)۔

(2) دار الکفر میں اگر عورت مسلمان ہو جائے اور مرد کافر رہے، یا مرد مسلمان ہو جائے اور اس کی بیوی (جو عیسائی یا یہودی نہ ہو بلکہ کسی غیر کتابی مذہب کی ہو) اپنے مذہب پر قائم رہے، تو حنفیہ کے نزدیک خواہ ان کے درمیان خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، تفریق واقع نہ ہوگی جب تک عورت کو تین مرتبہ ایام ماہواری نہ آ جائیں، یا اس کے غیر حائضہ ہونے کی صورت میں تین مہینے نہ گزر جائیں۔ اس دوران میں اگر دوسرا فریق بھی مسلمان ہو جائے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ یہ مدت گزرتے ہی فرقت واقع ہو جائے گی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس معاملہ میں بھی خلوت اور عدم خلوت کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اگر خلوت نہ ہوئی ہو تو زوجین کے درمیان دین کا اختلاف واقع ہوتے ہی فرقت ہو جائے گی، اگر خلوت ہو جانے کے بعد دین کا اختلاف رونما

ہوا ہو تو عدت کی مدت ختم ہونے تک ان کا نکاح باقی رہے گا۔ اس دوران میں اگر دوسرا فریق اسلام قبول نہ کرے تو عدت ختم ہونے کے ساتھ ہی نکاح بھی ختم ہو جائے گا (المبسوط، فتح القدیر، احکام القرآن للجصاص)۔

(3)۔ جس صورت میں زوجین کے درمیان اختلاف دین کے ساتھ اختلاف دار بھی واقع ہو جائے، یعنی ان میں سے کوئی ایک دار الکفر میں کافر رہے اور دوسرا دار الاسلام کی طرف ہجرت کر جائے، اس کے متعلق حنفیہ کہتے ہیں کہ دونوں کے درمیان نکاح کا تعلق آپ سے آپ ختم ہو جائے گا۔ اگر ہجرت کرنے والی عورت ہو تو اسے فوراً دوسرا نکاح کر لینے کا حق حاصل ہے، اس پر کوئی عدت نہیں ہے، البتہ مقاربت کے لیے اس کے شوہر کو استبراء رحم کی خاطر ایک مرتبہ ایام ماہواری آ جانے تک انتظار کرنا ہوگا، اور اگر وہ حاملہ ہو تب بھی نکاح ہو سکتا ہے مگر مقاربت کے لیے وضع حمل تک انتظار کرنا ہوگا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے صرف اتنا اختلاف کیا ہے کہ ان کے نزدیک عورت پر عدت لازم ہے، اور اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل سے پہلے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا (المبسوط۔ ہدایہ۔ احکام القرآن للجصاص)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اختلاف دار کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ اصل چیز صرف اختلاف دین ہے۔ یہ اختلاف اگر زوجین میں واقع ہو جائے تو احکام وہی ہیں جو دار الاسلام میں زوجین کے درمیان یہ اختلاف واقع ہونے کے احکام ہیں (المغنی)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مذکورہ بالا رائے کے ساتھ ساتھ ہجرت کر کے آنے والی مسلمان عورت کے معاملہ میں یہ رائے بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے کافر شوہر سے لڑ کر اس کے حق زوجیت کو ساقط کرنے کے ارادے سے آئی ہو تو اختلاف دار کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے اس قصد کی بنا پر فوراً فرقت واقع ہو جائے گی (المبسوط و ہدایہ)۔

لیکن قرآن مجید کی زیر بحث آیت پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں صحیح ترین رائے وہی ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں ہی کے بارے میں نازل فرمائی ہے، اور انہی کا حق میں یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان کافر شوہروں کے لیے حلال نہیں رہیں جنہیں وہ دار الکفر میں چھوڑ آئی ہیں، اور دار الاسلام کے مسلمانوں کی اجازت دی ہے کہ وہ ان کے مہر ادا کر کے ان سے نکاح کر لیں۔ دوسری طرف مہاجر مسلمانوں سے خطاب کرر کے یہ فرمایا ہے کہ اپنی ان کافر بیویوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو جو دار الکفر میں رہ گئی ہیں اور کفار سے اپنے وہ مہر واپس مانگ لو جو تم نے ان عورتوں کو دیے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف اختلاف دین ہی کے احکام نہیں ہیں بلکہ ان احکام کو جس چیز نے یہ خاص شکل دے دی ہے وہ اختلاف دار ہے۔ اگر ہجرت کی بنا پر مسلمان عورتوں کے نکاح ان کے کافر شوہروں سے ٹوٹ نہ گئے ہوتے تو مسلمانوں کو ان سے نکاح کر لینے کی اجازت کیسے دی جا سکتی تھی، اور وہ بھی اس طرح کہ اس اجازت میں عدت کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ اسی طرح اگر لَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ کا حکم آ جانے کے بعد بھی مسلمان مہاجرین کی کافر بیویاں ان کے نکاح میں باقی رہ گئی ہوتیں تو ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دیا جاتا کہ انہیں طلاق دے دو۔ مگر یہاں اس کی طرف بھی کوئی اشارہ نہیں۔ بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے مہاجرین نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تھی۔ مگر یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ ان کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا، اور ان بیویوں کے ساتھ تعلق

زوجیت کا انقطاع ان کے طلاق دینے پر موقوف تھا، اور اگر وہ طلاق نہ دیتے تو وہ بیویاں ان کے نکاح میں باقی رہ جاتیں۔

اس کے جواب میں عہد نبوی کے تین واقعات کی نظیریں پیش کی جاتی ہیں جن کو اس امر کا ثبوت قرار دیا جاتا ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف دار کے باوجود مومن اور کافر زوجین کے درمیان نکاح کا تعلق برقرار رکھا۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ سے ذرا پہلے ابوسفیان مرالظہران (موجودہ وادی فاطمہ) کے مقام پر لشکر اسلام میں آئے اور یہاں انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور ان کی بیوی ہند مکہ میں کافر رہیں۔ پھر فتح مکہ کے بعد ہند نے اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجدید نکاح کے بغیر ہی ان کو سابق نکاح پر برقرار رکھا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل اور حکیم بن حزام مکہ سے فرار ہو گئے اور ان کے پیچھے دونوں کی بیویاں مسلمان ہو گئیں۔ پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہروں کے لیے امان لے لی اور جا کر ان کو لے آئیں۔ دونوں اصحاب نے حاضر ہو کر اسلام قبول کرلیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھی سابق نکاحوں کو برقرار رکھا۔ تیسرا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا ہے جو ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئیں تھیں اور ان کے شوہر ابوالعاص بحالت کفر مکہ ہی میں مقیم رہ گئے تھے۔ ان کے متعلق مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ وہ 8ھ میں مدینہ آ کر مسلمان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجدید نکاح کے بغیر سابق نکاح ہی پر صاحبزادی کو ان کی زوجیت میں رہنے دیا۔ لیکن ان میں سے پہلے دو واقعے تو درحقیقت اختلاف دار کی تعریف ہی میں نہیں آتے، کیونکہ اختلاف دار اس چیز کا نام نہیں ہے ایک شخص عارضی طور پر ایک دار سے دوسرے دار کی طرف چلا گیا یا فرار ہو گیا، بلکہ یہ اختلاف صرف اس صورت میں واقع ہوتا ہے جب کوئی آدمی ایک دار سے منتقل ہو کر دوسرے دار میں آباد ہو جائے اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان موجودہ زمانے کی اصلاح کے مطابق ''قومیت'' (Nationality) کا فرق واقع ہو جائے۔ رہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا معاملہ تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت ابن عباس کی ہے جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے، اور دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص کی ہے جس کو امام احمد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ اس دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی کو جدید نکاح اور جدید مہر کے ساتھ پھر ابوالعاص ہی کی زوجیت میں دے دیا۔ اس اختلاف روایت کی صورت میں اول تو یہ نظیر ان حضرت کے لیے قطعی دلیل نہیں رہتی جو اختلاف دار کی قانونی تاثیر کا انکار کرتے ہیں۔ دوسرے، اگر وہ ابن عباس ہی کی روایت کے صحیح ہونے پر اصرار کریں تو یہ ان کے مسلک کے خلاف پڑتی ہے۔ کیونکہ ان کے مسلک کی رو سے تو جن میاں بیوی کے درمیان اختلاف دین واقع ہو گیا ہو اور وہ باہم خلوت کر چکے ہوں ان کا نکاح عورت کو صرف تین ایام ماہواری آنے تک باقی رہتا ہے، اس دوران میں دوسرا فریق اسلام قبول کرلے تو زوجیت قائم رہتی ہے، ورنہ تیسری بار ایام آتے ہی نکاح آپ سے آپ فسخ ہو جاتا ہے۔ لیکن حضرت زینب کے جس واقعہ سے وہ استدلال کرتے ہیں اس میں زوجین کے درمیان اختلاف دین واقع ہوئے کئی سال گزر چکے تھے، حضرت زینب کی ہجرت کے چھ سال بعد ابوالعاص ایمان لائے تھے، اور ان کے ایمان لانے سے کم از کم دو سال پہلے قرآن میں وہ حکم نازل ہو چکا تھا جس کی رو سے مسلمان عورت مشرکین پر حرام کر دی گئی تھی۔

(4)۔ چوتھا مسئلہ ارتداد کا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ زوجین ایک ساتھ مرتد ہو جائیں، اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک مرتد ہو اور دوسرا مسلمان رہے۔

اگر زوجین ایک ساتھ مرتد ہو جائیں تو شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ خلوت سے پہلے ایسا ہو تو فوراً، اور خلوت کے بعد ہو تو عدت کی مدت ختم ہوتے ہی دونوں کا وہ نکاح ختم ہو جائے گا جو حالت اسلام میں ہوا تھا۔ اس کے برعکس حنفیہ کہتے ہیں کہ اگرچہ قیاس یہی کہتا ہے کہ ان کا نکاح فسخ ہو جائے، لیکن حضرت ابوبکر کے زمانہ میں جو فتنہ ارتداد برپا ہوا تھا اس میں ہزارہا آدمی مرتد ہوئے، پھر مسلمان ہو گئے، اور صحابہ کرام نے کسی کو بھی تجدید نکاح کا حکم نہیں دیا، اس لیے ہم صحابہ کے متفقہ فیصلے کو قبول کرتے ہوئے خلاف قیاس یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ زوجین کے ایک ساتھ مرتد ہونے کی صورت میں ان کے نکاح نہیں ٹوٹتے (المبسوط، ہدایہ، فتح القدیر، الفقہ علی المذاہب الاربعہ)۔

اگر شوہر مرتد ہو جائے اور عورت مسلمان رہے تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک فوراً نکاح ٹوٹ جائے گا، خواہ ان کے درمیان پہلے خلوت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ لیکن شافعیہ اور حنابلہ اس میں خلوت سے پہلے اور خلوت کے بعد کی حالت کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ اگر خلوت سے پہلے ایسا ہوا ہو تو فوراً نکاح ہو جائے گا، اور خلوت کے بعد ہوا ہو تو زمانہ عدت تک باقی رہے گا، اس دوران میں وہ شخص مسلمان ہو جائے تو زوجیت برقرار رہے گی، ورنہ عدت ختم ہوتے ہی اس کے ارتداد کے وقت سے نکاح فسخ شدہ شمار کیا جائے گا، یعنی عورت کو پھر کوئی نئی عدت گزارنی نہ ہوگی۔ چاروں فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ خلوت سے پہلے یہ معاملہ پیش آیا ہو تو عورت کو نصف مہر، اور خلوت کے بعد پیش آیا تو پورا مہر پانے کا حق ہوگا۔

اور اگر عورت مرتد ہو گئی ہو تو حنفیہ کا قدیم فتویٰ یہ تھا کہ اس صورت میں بھی نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا، لیکن بعد کے دور میں علمائے بلخ وسمرقند نے یہ فتویٰ دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے فوراً فرقت واقع نہیں ہوتی، اور اس سے ان کا مقصد اس امر کی روک تھام کرنا تھا کہ شوہروں سے پیچھا چھڑانے کے لیے عورتیں کہیں ارتداد کا راستہ اختیار نہ کرنے لگیں۔ مالکیہ کا فتویٰ بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر قرائن یہ بتا رہے ہو کہ عورت نے محض شوہر سے علیحدگی حاصل کرنے کے لیے بطور حیلہ ارتداد اختیار کیا ہے تو فرقت واقع نہ ہوگی۔ شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ عورت کے ارتداد کی صورت میں بھی قانون وہی ہے جو مرد کے ارتداد کی صورت میں ہے، یعنی خلوت سے پہلے مرتد ہو تو فوراً نکاح فسخ ہو جائے گا، اور خلوت کے بعد ہو تو زمانہ عدت گزرنے تک نکاح باقی رہے گا، اس دوران میں وہ مسلمان ہو جائے تو زوجیت کا رشتہ برقرار رہے گا۔ ورنہ عدت گزرتے ہی نکاح وقت ارتداد سے فسخ شمار ہوگا۔ مہر کے بارے میں یہ امر متفق علیہ ہے کہ خلوت سے پہلے اگر عورت مرتد ہوئی ہے تو اسے کوئی مہر نہ ملے گا، اور اگر خلوت کے بعد اس نے ارتداد اختیار کیا ہو تو وہ پورا مہر پائے گی (المبسوط۔ ہدایہ۔ فتح القدیر۔ المغنی۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ)۔

بَابٌ فِي مَنْ أَسْلَمَ وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعٍ أَوْ أُخْتَانِ

جو شخص اسلام قبول کرے اور اس کی چار سے زیادہ بیویاں ہوں، یا اس کی دو بیویاں سگی بہنیں ہوں

2241 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ

حُمَيْضَةَ بْنِ الشَّمَرْدَلِ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ: ابْنِ عُمَيْرَةَ وَقَالَ وَهْبٌ: الْأَسَدِيِّ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي ثَمَانُ نِسْوَةٍ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا بِهِ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: قَيْسُ بْنُ الْحَارِثِ. مَكَانَ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: هٰذَا هُوَ الصَّوَابُ يَعْنِي قَيْسَ بْنَ الْحَارِثِ.

⊛⊛ حضرت حارث بن قیس اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اسلام قبول کیا، تو اس وقت میری آٹھ بیویاں تھیں، میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے چار کو اختیار کرلو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے ساتھ راوی کا نام حضرت قیس بن حارث رضی اللہ عنہ منقول ہے، احمد بن ابراہیم کہتے ہیں: یہی درست ہے۔

2242 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَاضِي الْكُوفَةِ، عَنْ عِيسَى بْنِ الْمُخْتَارِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حُمَيْضَةَ بْنِ الشَّمَرْدَلِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَارِثِ بِمَعْنَاهُ

⊛⊛ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2243 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ، يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوزَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ؟، قَالَ: طَلِّقْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ

⊛⊛ ضحاک بن فیروز اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب میں نے اسلام قبول کیا تو دو بہنیں میری زوجیت میں تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان دونوں میں سے جسے چاہو طلاق دے دو۔

شرائع من قبلنا اور ان کا حکم

تعارف:

شرائع من قبلنا کا معنیٰ ہے، ہم (امت محمدیہ) سے پہلے کی شریعتیں، یعنی آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء کرام علیہم السلام کی وہ آسمانی شریعتیں، جو وہ اپنی اپنی امتوں کے پاس لے کر آئے تھے، اور جن کا ذکر ان کی کتابوں (توراۃ اور انجیل وغیرہ) میں موجود ہے۔ ان شریعتوں کے احکام بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں، جن پر ایمان لانا اور ان کے مطابق عمل کرنا ان سابقہ انبیاء کے زمانہ نبوت میں ضروری تھا، تاہم شریعت محمدیہ کے آنے کے بعد وہ تمام گذشتہ شریعتیں منسوخ ہوگئی ہیں۔

2241- واخرجه سعيد بن منصور في "سننه" (1863)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" /2553، والعقيلي في "الضعفاء" /2991، وابن قانع في "معجم الصحابة" /1751، والطبراني في "المعجم الكبير" /18 (922)، والدارقطني في "سننه" (3690)

· توکیا وہ شریعتیں من کل الوجوہ منسوخ ہوگئیں؟ یا فی الجملہ؟

· اگر فی الجملہ منسوخ ہیں، یعنی ان کے کچھ احکام اب بھی برقرار ہیں، تو کس حیثیت سے؟ مثلاً: شریعت موسوی کی حیثیت سے؟

یا پھر شریعت محمدیہ کی حیثیت سے؟

· نیز جو کل یا بعض احکام منسوخ ہیں، تو ان کے نسخ کا وقت کب سے شروع ہوا؟ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے؟ یا آپ کی بعثت کے بعد؟

اس طرح کے تمام سوالات کے جوابات پر مشتمل ایک تحقیقی جائزہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور کلام کی کتابوں سے یہاں نقل کیا گیا ہے۔

مقدمہ:

ان مباحث کو بیان کرنے سے قبل چند اصطلاحات کی وضاحت ضروری ہے، جو لفظ "شریعت" کے ہم معنی یا قریب المعنی کے طور پر استعمال ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً دین، ملت اور مذہب وغیرہ۔

دین، ملۃ اور شریعت۔ معنیٰ اور تعریف:

لفظ "دین" کا لغوی معنی:

لفظ "دین" کا لغوی معنی طاعت اور انقیاد ہے، اور اس لفظ کے تمام مشتقات میں یہی معنی پایا جاتا ہے، ابن فارس لکھتے ہیں:

(دَيَنَ)...أَصْلٌ وَاحِدٌ إِلَيْهِ يَرْجِعُ فُرُوعُهُ كُلُّهَا. وَهُوَ جِنْسٌ مِنَ الِانْقِيَادِ وَالذُّلِّ. فَالدِّينُ: الطَّاعَةُ. يُقَالُ دَانَ لَهُ يَدِينُ دِينًا، إِذَا أَصْحَبَ وَانْقَادَ وَطَاعَ. وَقَوْمٌ دِينٌ، أَيْ مُطِيعُونَ مُنْقَادُونَ...وَالْمَدِينَةُ كَأَنَّهَا مَفْعَلَةٌ، سُمِّيَتْ بِذَلِكَ لِأَنَّهَا تُقَامُ فِيهَا طَاعَةُ ذَوِي الْأَمْرِ.... وَمِنْهُ: {مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ} (الفاتحہ:4)، أَيْ يَوْمِ الْحُكْمِ. وَقَالَ الْقَوْمُ: الْحِسَابُ وَالْجَزَاءُ. وَأَيُّ ذَلِكَ كَانَ فَهُوَ أَمْرٌ يُنْقَادُ لَهُ...وَمِنْ هَذَا الْبَابِ الدَّيْنُ...لِأَنَّ فِيهِ كُلَّ الذُّلِّ وَالذِّلِّ. وَلِذَلِكَ يَقُولُونَ "الدَّيْنُ ذُلٌّ بِالنَّهَارِ، وَغَمٌّ بِاللَّيْلِ". (1)

("دین" ایک ہی اصل ہے جس کی طرف اس طرح کے تمام فروع لوٹتے ہیں، فرمانبرداری اور کمزور ہونے کی ایک صورت ہے۔ پس دین کا معنی ہے: اطاعت گزاری۔ کہا جاتا ہے: "دَانَ لَهُ يَدِينُ دِينًا" تابعدار، فرمان بردار اور اطاعت گزار ہو گیا۔ "قَوْمٌ دِينٌ" کا معنی ہے۔ فرمانبردار لوگ۔ "الْمَدِينَةُ" بروزن "مَفْعَلَةٌ" بمعنی شہر کو اس لیے مدینہ کہا جاتا ہے کہ وہاں حکمرانوں کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس معنی کر "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ" کہا گیا، یعنی فیصلے والا دن۔ بعض کے نزدیک حساب کتاب اور بدلے والا دن۔ کوئی بھی معنی ہو، وہ دن ایسا ہوگا جس میں سر جھکانا ہوگا۔ اس قبیل سے "الدَّيْنُ" (قرضہ) ہے، اس لیے کہ قرض میں مکمل رسوائی پستی اور تابعداری ہوتی ہے۔ عرب کہتے ہیں: "الدَّيْنُ ذُلٌّ بِالنَّهَارِ، وَغَمٌّ بِاللَّيْلِ" (قرضہ دن کے وقت رسوائی کا باعث ہے اور رات کو پریشانی کا باعث ہے))

لفظ "ملّة" کا لغوی معنی:

لفظ "ملّة" کا لغوی معنی اکتا جانا، گرم ریت پر چلنا، کہنا لکھوانا اور ملت اختیار کرنا ہے،

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

م ل ل: مللته ومللت منه، واستمللته واستمللت به: تبرمت، وبي ملل وملال وملالة،...وأطعمه خبز ملّة وهي الرماد الحار.... وطريق مملّ: معمل سلكوه كثيراً وأطالوا الاختلاف عليه، ومنه: الملّة الطريقة المسلوكة، ومنها: ملّة إبراهيم خير الملل، وامتلّ فلان ملّة الإسلام. (2)

(م،ل،ل: اس مادے سے مشتق الفاظ کا معنی ہے اکتا جانا، کہا جاتا ہے: "أطعمه خبز ملّة" اس کو ملۃ (گرم ریت والی روٹی) کھلائی۔ "طريق مملّ" وہ راستہ جس پر لوگوں کی بہت زیادہ چلن ہو۔ ملة: بمعنی چلنے کا راستہ، اس سے لیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے: "ملۃ ابراہیمی بہترین ملۃ ہے" ۔ "امتلّ" کا معنی ہے: ملت اختیار کرنا)

ابن سیدہ لکھتے ہیں:

...طَرِيقٌ مَلِيلٌ وَمُمِلٌّ قد سُلِكَ فيه حتّٰى صَارَ مَعْلَمًا. وَأَمَلَّ الشَّيءَ قَالَهُ فَكُتِبَ عَنْهُ... والمِلَّةُ الشريعَةُ وتَمَلَّلَ وامْتَلَّ دَخَلَ فِى المِلَّةِ وَمَلَّ يَمُلُّ مَلاًّ وامْتَلَّ وتَمَلَّلَ أَسْرَعَ. (3)

(طریق ملیل اور ممل: وہ راستہ جس پر اس حد تک چلا ؤ ہو کہ راستے کے نشان پڑ جائیں۔ "أَمَلَّ الشَّيءَ" کا معنی ہے: کہہ دیا اور لکھوایا۔۔۔ ملت کا معنی ہے شریعت۔ "تَمَلَّلَ وامْتَلَّ" کا معنی ہے، ملت میں داخل ہوا۔ جلدی کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے)

لفظ "شريعة" کا لغوی معنی:

لفظ "شريعة" کا لغوی معنی پانی کی گھاٹ اور راستہ ہے، صاحب لسان العرب لکھتے ہیں:

شرع: شَرَعَ الوارِدُ يَشْرَعُ شَرْعاً وشُروعاً: تَنَاوَلَ الماءَ بِفِيه. وشَرَعَتِ الدوابُّ فِي الْمَاءِ تَشْرَعُ شَرْعاً وشُرُوعاً أَي دخلت. ودوابُّ شُروعٌ وشُرَّعٌ: شَرَعَتْ نَحْوَ الْمَاءِ. والشَّريعةُ والشِّراعُ والمَشْرَعَةُ: المواضعُ الَّتِي يُنْحَدر إلى الْمَاءِ مِنْهَا. قَالَ اللَّيْثُ: وَبِهَا سُمِّيَ مَا شَرَعَ الله للعبادِ شَريعةً من الصَّوْمِ والصلاةِ وَالْحَجِّ وَالنِّكَاحِ وَغَيْرِهِ. والشِّرْعةُ والشَّريعةُ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ: مَشْرَعةُ الْمَاءِ وَهِيَ مَوْرِدُ الشاربةِ الَّتِي يَشْرَعُها النَّاسُ فَيَشْرَبُونَ مِنْهَا وَيَسْتَقُونَ. وَرُبَّمَا شَرَّعوها دوابَّهم حَتَّى تَشْرَعها وتشرَب مِنْهَا. وَالْعَرَبُ لَا تُسَمِّيهَا شَرِيعةً حَتَّى يَكُونَ الْمَاءُ عِدًّا لَا انْقِطَاعَ لَهُ، وَيَكُونُ ظَاهِرًا مَعِيناً لَا يُسْقى بالرِّشاءِ. (4)

("شَرَعَ الوارِدُ" کا معنی ہے: براہ راست منہ لگا کر پانی پی لیا، اور "وشَرَعَتِ الدوابُّ فِي الْمَاءِ" کا معنی ہے: چوپائے پانی میں داخل ہو گئے۔ شریعت، شراع اور شرعۃ پانی کی اس گھاٹ اور راستہ کو کہا جاتا ہے، جہاں سے پانی پینے کے لئے

اترا جاتا ہے ،لیث کہتے ہیں: اسی معنی کی مناسبت سے ان احکام کا نام شریعت رکھا گیا ہے ،جن کو اللہ نے روزہ ،نماز ،حج اور نکاح وغیرہ کی شکل میں اپنے بندوں کے لئے شریعت مقرر کردی ہے۔ کلام عرب میں "الشِّرْعةُ" اور "الشَّريعةُ" پانی کی گھاٹ کو کہا جاتا ہے ،یعنی پانی پینے کی وہ جگہ اور راستہ جہاں سے لوگ پانی میں داخل ہوتے ہیں ،اور پانی پیتے ہیں ۔۔۔ عرب اس گھاٹ کو اس وقت تک شریعت نہیں کہتے ،جب تک وہ تیار اور غیر منقطع نہ ہو ،نظر آنے والا اور جاری ہو ،ڈول کے ذریعے اس سے پانی حاصل نہ کیا جاتا ہو)

اصطلاحی تعریفات:

لفظ "دین" "ملۃ" اور "شریعت" کے چند اصطلاحی تعریفات ملاحظہ ہوں:

"الدین" کی اصطلاحی تعریف:

(الف) پہلی تعریف:

الدين: ما يذهب إليه الانسان ويعتقد أنه يقربه إلى الله وإن لم يكن فيه شرائع مثل دين أهل الشرك.(5)

(دین ان امور کا نام ہے جن کو انسان اختیار کرتا ہے ،اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ امور مجھے قرب الٰہی نصیب کرا دیں گے ،اگر چہ ان میں شریعتیں نہ ہوں ،جیسے مشرکین کا دین)

(ب) دوسری تعریف:

الدين: وضع إلهي يدعو أصحاب العقول إلى قبول ما هو عند الرسول....

(اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ وہ امور دین ہیں ،جو رسول پر اتاری گئیں تعلیمات کو قبول کرنے کی طرف عقل والوں کو دعوت دیتے ہوں)

(ج) تیسری تعریف:

...وضع إلهي سائق لذوي العقول باختيارهم المحمود إلى الخير بالذات.(6)

(۔۔۔ان خداوندی قوانین کا نام ہے جو عقل والوں کو ان کے اچھے اختیار کے ذریعے خیر بالذات کی طرف لے جائیں)

"الشریعۃ" کی اصطلاحی تعریف:

(الف) پہلی تعریف:

اسْمُ الشَّرِيعَةِ وَالشَّرْعِ وَالشِّرْعَةِ فَإِنَّهُ يَنْتَظِمُ كُلَّ مَا شَرَعَهُ اللهُ مِنَ الْعَقَائِدِ وَالْأَعْمَالِ.(7)

("الشَّرِيعَةِ وَالشَّرْعِ وَالشِّرْعَةِ" کا لفظ تمام ان عقائد اور اعمال کو شامل ہے ،جن کو اللہ تعالیٰ نے شرعی قانون کے طور پر مقرر کیا ہو)

(ب) دوسری تعریف:

ماشرع اللهُ لعباده من الأحكام التي جاء بها نبي من الأنبياء صلى الله عليهم وعلى نبينا وسلم سواء كانت متعلقة بكيفية عمل وتسمى فرعية وعملية...أوبكيفية الاعتقاد وتسمى أصلية.(8)

(بندوں کے لئے مقرر کردہ وہ احکام، جن کو انبیاء کرام میں سے کوئی بھی نبی لائے ہوں، شریعت کہلاتی ہے، خواہ وہ احکام عمل سے متعلق ہوں، اور وہ احکام فرعیہ عملیہ کہلاتے ہیں۔۔۔ یا عقیدہ سے متعلق ہوں، اور وہ احکام اصلیہ کہلاتے ہیں)

یہ مطلق شریعت کی تعریف ہے چونکہ ہماری مراد شریعت محمدیہ ہے، اس لیے اس کی تعریف حسب ذیل ہوگی:۔

"الشريعة المحمدية" کی اصطلاحی تعریف:

هي ماسنّه الله لعباده من الأحكام عن طريق نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وجعله خاتمة لرسالاته.(9)

(شریعت محمدیہ سے مراد احکام کا وہ مجموعہ ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے اور اس کو تمام رسالتوں اور شریعتوں کے لیے خاتم قرار دیا ہو)

"الملة" کی اصطلاحی تعریف:

الملة هي: الدين، غير أن الملة لا تستعمل إلا في جملة الشرائع دون آحادها.(10)

(ملة دین ہی ہے، تاہم ملة کا لفظ مجموعۂ شرائع میں استعمال ہوتا ہے، ایک ایک حکم میں نہیں)

تینوں کلمات کی اصطلاحی تعریفات سے معلوم ہوا، کہ ان کے مصداق میں جوھری و بنیادی فرق نہیں، بلکہ ان کے درمیان دو چیزیں قدر مشترک ہیں۔ پہلی یہ کہ عقاید و اعمال کا وہ مجموعہ جو الٰہی تعلیمات پر مشتمل ہو، دوسری یہ کہ انبیاء کرام کے واسطے سے امت کو ملا ہو۔ جیسا کہ تعریف میں صراحۃ بتایا گیا کہ "ملت" اور "دین" ہم معنی ہیں، اس لئے ملة کی الگ تعریف نہیں کی گئی ہے، گویا ان کلمات کا مصداق ایک ہے تاہم اعتباری فرق کی وجہ سے الگ الگ نام تجویز کئے گئے ہیں وہ اعتباری فرق کیا ہے؟ اور ان کی مصداق میں باہم کیا نسبت ہے؟ ذیل کے سطور میں ملاحظہ ہو:

"دین"، "ملة" اور "شریعت" کے درمیان نسبت اور فرق:

ابوالھلال العسکری کے نزدیک:

أبوالہلال العسکری کے نزدیک تینوں کا مصداق ایک ہے، فرق اعتباری ہے جس میں لغوی معنی مدنظر رکھا گیا ہے، لکھتے ہیں:

الدين: هو الطريقة المخصوصة الثابتة من النبي صلى الله عليه وآله وسلم. يسمى من حيث الانقياد له دينا. ومن حيث إنه يملي ويبين للناس ملة. ومن حيث إنه يردها الواردون المتعطشون إلى زلال نيل الكمال شرعا وشريعة.(11)

(دین حضور ﷺ سے ثابت مخصوص طریقے کا نام ہے۔ اس کو اس اعتبار سے "دین" کہا جاتا ہے کہ دل وجان سے مان کر

اس کا انقیاد (سرتسلیم خم) کیا جائے۔اوراس حیثیت سے "ملت" کہلاتا ہے کہ اس کو بتایا جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے بیان کیا جاتا ہے۔اوراس حیثیت سے "شریعت" کہلاتا ہے کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے میٹھے خوشگوار پانی کے پیاسے اس گھاٹ پر آ کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تینوں مصطلحات کا مصداق ایک ہے،اور ان کے درمیان نسبت اتحاد ہے،فرق اگر ہے تو اعتباری ہے،یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے امتوں کو ملنے والا عقاید واعمال پر مشتمل آسمانی والٰہی تعلیمات کا مجموعہ اس حیثیت سے "شریعت" کہلاتا ہے کہ ہدایت کے پیاسے لوگ پانی کے مشابہ وحی کی گھاٹ پر آتے ہیں،اور ہدایت حاصل کر کے پیاس بجھالیتے ہیں۔اوراس حیثیت سے "دین" کہلاتا ہے کہ لوگ اس مجموعہ عقائد واعمال کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہیں۔اوراس حیثیت سے "ملت" کہلاتا ہے کہ اس کو مربوط انداز میں جمع کر کے لوگوں کے سامنے بیان کیا جاتا ہے اوراس حیثیت سے "مذہب" کہلاتا ہے کہ اس کی طرف لوگ رجوع کرتے ہیں،اور دینی ضرورت پورا کرنے کے لیے اس کی طرف ذھاب اختیار کرتے ہیں۔گویا ہر اصطلاح میں معنی لغوی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

شریف جرجانی کا قول:

شریف جرجانی نے قدرے مختلف انداز اختیار کیا ہے ان کے ہاں "مذہب" کی اصطلاح بھی ان تینوں مصطلحات کے مترادف ہے۔اور چاروں متحد بالذات اور مختلف بالاعتبار ہیں،فرق اعتباری میں یا تو معنی لغوی ملحوظ ہے۔جیسا کہ ابوالھلال العسکری کے ہاں ہیں۔یا پھر نسبت کے اعتبار سے فرق ہے۔فرماتے ہیں:

...الدِّين والملة: متحدان بالذات، ومختلفان بالاعتبار، فإن الشريعة من حيث إنها تطاع تسمى: دينًا، ومن حيث إنها تُجمع تسمى: ملة، ومن حيث إنها يُرجَع إليها تسمى: مذهبًا. وقيل: الفرق بين الدين، والملة، والمذهب: أن الدين منسوب إلى الله تعالى، والملة منسوبة إلى الرسول، والمذهب منسوب إلى المجتهد.**(12)**

("دین" اور "ملت" متحد بالذات اور مختلف بالاعتبار ہیں۔چنانچہ "شریعت" اس حیثیت سے "دین" کہلاتی ہے کہ اس کی اطاعت اور پیروی کی جاتی ہے۔ اور اس حیثیت سے "ملت" کہلاتی ہے کہ اس کو جمع کیا جاتا ہے۔ اور اس حیثیت سے "مذہب" کہلاتی ہے کہ اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ایک اور قول کے مطابق تینوں میں فرق یہ ہے کہ "دین" اللہ کی طرف، "ملت" رسول اللہ کی طرف،اور "مذہب" مجتہد کی طرف منسوب ہے)

اس توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ وحی سے مأخوذ عقاید واعمال کا مجموعہ تو اصالۃً "شریعت" ہے،جو باعتبار اطاعت کے "دین" اور باعتبار جمع وبیان کے "ملت" اور باعتبار رجوع الیہ "مذہب" کہلاتا ہے۔گویا "مذہب" کو بھی "شریعت"، "ملت" اور "دین" کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔نیز "شریعت" کی وجہ تسمیہ کو نظر انداز کیا گیا ہے۔مزید برآں! ایک اور حوالے سے بھی فرق بیان کیا گیا ہے،یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کے اعتبار سے "دین"، رسول کی طرف نسبت کے اعتبار سے "ملت" اور مجتہد کی طرف نسبت کے

اعتبار سے "مذہب" کہلاتا ہے۔

سورہ شوریٰ کی آیت کریمہ (شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ)(الشوریٰ:13) میں تمام انبیاء کا دین ایک قرار دیا گیا ہے، متعدد آیات میں امت محمدیہ کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، جیسے: (فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا)(آل عمران:95).

سورہ مائدہ کی آیت (لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا)(المائدۃ:48) میں صراحۃً انبیاء کی شریعتوں کو مختلف قرار دیا گیا ہے۔

ان تمہیدی امور کی وضاحت کے بعد اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

تمام آسمانی شرائع کی حقانیت:

تمام آسمانی شرائع کی حقانیت، منزل من اللہ ہونا، اپنے اپنے زمانے میں قابل عمل اور واجب الاتباع ہونا مسلمات دینیہ اور حقائق شرعیہ میں سے ہے۔ ایک مسلمان کے لیے اس بات کا ماننا صرف ایک تاریخی اور علمی حقیقت کے اعتراف کے طور پر نہیں بلکہ اس کے ایمان کے معتبر ہونے کے لیے بنیادی شرط ہے۔ ایمانیات میں سے عقیدہ رسالت کے عموم میں یہ شامل ہے، کہ جس طرح ایک مومن کے ایمانی وجود کے لیے اپنے نبی کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا ضروری ہے، اس طرح گذشتہ تمام انبیاء کی نبوت رسالت اوران کی شریعتوں کی حقانیت کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ العقیدۃ الطحاویۃ میں لکھتے ہیں:

ونؤمن بالله والملائكة والنبيين والكتب المنزلة على المرسلين ونشهد أنهم كانوا على الحق المبين(14).

(اور ہم فرشتوں، انبیاء کرام اور رسل عظام پر اتاری گئیں کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، اور گواہی دیتے ہیں کہ سب واضح حق پر تھے)

پہلی آیت کریمہ:

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ(البقرۃ:4)

(اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں)

اس آیت کریمہ میں قرآن مجید، جو خاتم الانبیاء پر نازل کیا گیا ہے، پر ایمان لانے کے ساتھ گذشتہ کتب سماویہ، جو سابقہ تمام انبیاء کرام پر اتاری گئیں ہیں، پر ایمان لانے کا حکم بصورت خبر ہے۔

دوسری آیت کریمہ:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (البقرۃ:285)

(مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی، سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے)

تیسری آیت کریمہ:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (المائدة:48)

(ہر ایک کو تم میں سے دیا ہم نے ایک دستور اور راہ)

چوتھی آیت کریمہ:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ (الشوریٰ:13)

(راہ ڈال دی تمہارے لیے دین میں وہی جس کا حکم کیا تھا نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو، یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں، بھاری ہے شرک کرنے والوں کو وہ چیز جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے، اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع لائے)

توراۃ وانجیل، زبور کے بارے میں بطور خاص ارشادات ربانی ملاحظہ ہوں۔

پانچویں آیت کریمہ:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ (المؤمن:53)

(اور ہم نے دی موسیٰ کو راہ کی سوجھ اور وارث کیا بنی اسرائیل کو کتاب کا)

چھٹی آیت کریمہ:

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ (المائدة:44)

(ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے)

ساتویں آیت کریمہ:

وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا (النساء:163)

(اور ہم نے دی داؤد کو زبور)

حدیث نبوی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ " قَالُوا: كَيْفَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: " الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ مِنْ عَلَّاتٍ، وَأُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى

وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ فَلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ " (۱۵)

(ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا وآخرت میں عیسیٰ بن مریم کے سب زیادہ قریب میں ہوں۔ صحابہ نے دریافت فرمایا: کس طرح؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا انبیاء باپ شریک بھائیوں (جیسے) ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں اور دین ایک ہے ہمارے درمیان کوئی اور نبی نہیں)

محشی امام بغوی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

وقال البغوي:... يريد أن أصل دين الأنبياء واحد، وإن كانت شرائعهم مختلفة كما أن أولاد العلات أبوهم واحد، وإن كانت أمهاتهم شتى (۱۶).

حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کرام کے دین کا اصل یہ ہے اگر چہ ان کی شریعتیں مختلف ہیں جیسے علاتی بھائیوں کے والد ایک ہوتے ہیں اگر چہ مائیں مختلف ہوتی ہیں)

ان تمام نصوص کا حاصل یہ ہے کہ تمام انبیآء کرام برحق تھے، ان پر نازل ہونے والی آسمانی کتابیں اللہ کی کتابیں تھیں اور برحق تھیں، تمام انبیآء کرام علیہم السلام کا دین (عقائد) ایک تھے، تاہم شریعتیں مختلف تھیں۔ ہر ایک نبی کو ایک شریعت ملی ہوئی تھی، جس پر عمل کرنا اس نبی کی امت کے لئے ضروری تھا، اور یہ کہ ان تمام باتوں پر ایمان لانا ایمان کے معتبر ہونے کے لیے بنیادی شرط ہے، جب تک ایک مسلمان ان باتوں کو نہ مانے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

آسمانی شریعتوں میں اختلاف واتفاق کا امکان:

آسمانی شریعتیں باہم متفق بھی ہوسکتی ہیں اور مختلف بھی، اس لیے کہ شریعتوں میں بندوں کے مصالح کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور بندوں کے مصلحتوں میں اختلاف اور تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں، ایک کام ایک زمانے میں مصلحت سمجھا جاتا ہے اور دوسرے زمانے میں مصلحت نہیں رہتا، یا ایک زمانے میں مصلحت نہیں ہوتا اور اگلے زمانے میں وہ مصلحت بن جاتا ہے، اسی لیے شریعتوں کے درمیان اختلاف کے امکان سے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ اور جب شرائع مختلف ہوسکتی ہیں، تو یہ بات بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی اور پیغمبر کو پچھلی شریعت کی پیروی کا حکم دے یا پھر کسی نبی کو پچھلے نبی کی شریعت کی پیروی سے منع کردیں۔ صاحب کشف الاسرار رقمطراز ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يَتَعَبَّدَ اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - بِشَرِيعَةِ مَنْ قَبْلَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَيَأْمُرَهُ بِاتِّبَاعِهَا وَيَجُوزُ أَنْ يَتَعَبَّدَهُ بِالنَّهْيِ عَنِ اتِّبَاعِهَا، وَلَيْسَ فِي دِينٍ اسْتِبْعَادٌ وَلَا اسْتِنْكَارٌ. وَإِنَّ مَصَالِحَ الْعِبَادِ قَدْ تَتَّفِقُ وَقَدْ تَخْتَلِفُ فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الشَّيْءُ مَصْلَحَةً فِي زَمَانِ النَّبِيِّ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي وَيَجُوزُ عَكْسُهُ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مَصْلَحَةً فِي زَمَانِ النَّبِيِّ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي فَيَجُوزُ أَنْ تَخْتَلِفَ الشَّرَائِعُ وَتَتَّفِقُ. (۱۷)

(جان لو کہ یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو پچھلے انبیآء کی شریعت پر عمل کرنے کا پابند بنائے، اور اس کی پیروی کا حکم دے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ پچھلی شریعت کی پیروی سے منع فرمادے۔ دین میں اس حوالے سے کوئی صورت محال اور ناقابل فہم

نہیں۔ بندوں کے مصالح کبھی یکساں ہوتے ہیں، اور کبھی مختلف۔ پس ممکن ہے کہ کوئی چیز پہلے نبی کے زمانہ (نبوت) میں مصلحت ہو، دوسرے نبی کے زمانہ (نبوت) میں نہ ہو، اور اس کے برعکس صورت بھی ممکن ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں نبیوں کے زمانہ (نبوت) میں مصلحت ہو۔ پس شرائع کا یکساں ہونا اور مختلف ہونا دونوں صورتیں ممکن ہیں)

اشکال: توافق کی صورت میں نئے نبی کی ضرورت؟

اس مقدمے پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اگر نئے مبعوث ہونے والے نبی اور رسول کی شریعت گذشتہ نبی اور رسول کی شریعت کے بالکل موافق ہو، تو نئے نبی بھیجنے، ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر کرنے اور نئی شریعت نازل کرنے میں کیا فائدہ ہے؟

جواب: نئے نبی کی ضرورت، متعدد وجوہات سے:

پہلی وجہ: ضروری نہیں کہ نئی شریعت من کل الوجوہ پچھلی شریعت کے موافق ہو، بلکہ ممکن ہے کہ اتفاق کے باوجود چند احکام میں اختلاف ہو، اگرچہ اختلافی احکام اتفاقی احکام کے مقابلے میں کم ہوں۔

دوسری وجہ: یہ بھی ممکن ہے کہ ایک نبی کی شریعت ایک قوم کے لیے ہو، اور دوسرے نبی کی شریعت دوسری قوم کے لیے ہو۔

تیسری وجہ: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پچھلے نبی کی شریعت کے احکام مٹ چکے ہوں اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہوں اور نئے آنے والے نبی ہی کے ذریعے سے ان تک رسائی ممکن ہو۔

چوتھی وجہ: سابقہ شریعت کی تعلیمات میں بدعتیں درآئی ہوں جس کی وجہ سے اس شریعت کی تعلیمات تک بطریقہ اکمل رسائی ممکن نہ ہو، ان بدعتوں کو مٹانے اور شریعت کے احکام کو اپنی درست شکل میں زندہ کرنے کے لیے نبی کی ضرورت ہو۔

ان وجوہات کے بنا پر ماننا پڑتا ہے کہ شرائع کے باہمی اتفاق کے باوجود نئے نبی کے آنے کی ضرورت برقرار رہتی ہے اور ان کی بعثت بامقصد و بامعنی رہتی ہے۔ (18)

کیا دو آسمانی شریعتوں کا باہمی اتفاق واقع بھی ہوا ہے؟

آسمانی شرائع کے باہمی اتفاق واختلاف کے ممکن وجائز ہونے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ آیا ایسا واقع بھی ہوا ہے، کہ دو شریعتیں آپس میں بالکل متفق ہوں اور آنے والے نبی کو پہلے نبی کی شریعت کی مکمل پابندی کا حکم دیا گیا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل میں تو ایسا واقع ہوا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأن أنبياء بني إسرائيل كلهم داخلون تحت شريعته ومخاطبون بحكم نبوته حتى عيسى وأدلة ذلك في القرآن كثيرة.(19)

(بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کرام موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تحت داخل ہیں، اور موسیٰ کی نبوت کے احکام کے مخاطب ہیں، یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی۔ قرآن مجید میں اس کے دلائل کثرت سے موجود ہیں)

عبدالحسن بن حمد رقمطراز ہیں:

وقال: إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَٱلرَّبَّٰنِيُّونَ

وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ﴾ الآية.[المائدة:44]فهذه الآية تدل على أن أنبياء بني إسرائيل من بعد موسى يحكمون بالتوراة ويدعون إليها(20).

(فرمایا:إِنَّا أَنْزَلْنَا (ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم، اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے) یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے تمام انبیاء تورات کے احکام پر عامل تھے اور تورات ہی کی طرف دعوت دیا کرتے تھے)

حاصل بحث یہ ہوا، کہ آسمانی شرائع میں باہم اختلاف بھی ممکن ہے اور اتفاق بھی، اتفاق کی صورت میں نئے نبی کی بعثت کے جواز کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ نیز گذشتہ شرائع میں ایسا ہوا ہے، کہ ایک نبی کو پچھلے نبی کی شریعت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہو، جیسا کہ انبیاء بنی اسرائیل کو تورات کے احکام پر عمل کرنا کا حکم تھا۔ تاہم یہ ساری تفصیل شریعت محمدیہ سے قبل کی شرائع میں ہے، آخری پیغبر کی شریعت کا سابقہ شرائع کے ساتھ کس طرح کا تعلق تھا۔ توافق کا؟ یا اختلاف کا؟ آئندہ سطور میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

آخری نبی کی انبیاء سابقین کی پیروی:

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیا آخری پیغبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی گذشتہ انبیاء کی شریعتوں کی پیروی کے پابند تھے؟ تو سمجھ لینا

چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو مرحلے تھے: پہلا مرحلہ قبل از نبوت، دوسرا مرحلہ بعد از نبوت۔ دونوں مرحلوں کے حکم میں حسب ذیل تفصیل ہے۔

پہلا مرحلہ: قبل از بعثت شرائع من قبلنا کی پیروی:

اقوال ثلثہ:

اس میں حسب ذیل تین اقوال ہیں۔

پہلا قول: بعض متکلمین کے نزدیک قبل از بعثت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرائع من قبلنا کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا۔

دوسرا قول: دیگر بعض علماء کرام کے نزدیک آپ زندگی کے اس مرحلے میں گذشتہ شرائع کی پیروی کے پابند تھے، تاہم اس میں اختلاف ہے کہ کونسی شریعت کے پابند تھے؟ نوح علیہ السلام کی شریعت کے؟ ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے؟ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے؟ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے؟ یا پھر ہر اس حکم کے جس کا شرعی حکم ہونا ثابت ہو؟

تیسرا قول: تیسرا قول توقف کا، جو امام غزالی اور قاضی عبدالجبار کی طرف منسوب ہے۔ امام سرخسی لکھتے ہیں:

وَبَين الْمُتَكَلِّمين اخْتِلَاف فِي أَن النَّبِي عَلَيْهِ السَّلَام قبل نزُول الْوَحْي (عَلَيْهِ) هَل كَانَ متعبدا بشريعة من قبله،فَمنهمْ من أبي ذَلِك وَمِنْهُم من توقف فِيهِ وَمِنْهُم من قَالَ كَانَ متعبدا بذلك وَلَكِن مَوضِع بَيَان هَذَا الْفَصْل أصُول التَّوْحِيد.(21)

(متکلمین کے آپس اس بارے میں اختلاف ہے، کہ وحی کے نزول سے پہلے کیا نبی کریم ﷺ پچھلی شریعت پر عمل کرنے کے پابند تھے؟ بعض علماء نے اس سے انکار کیا ہے۔ بعض نے توقف اختیار کیا ہے جبکہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ پچھلی شریعت پر عمل کرنے کے پابند تھے۔ (اس کی تفصیل علم کلام میں ہے)

صاحب کشف الاسرار رقم طراز ہیں:

إِلَّا أَنَّ الْعُلَمَاءَ اخْتَلَفُوا فِي وُقُوعِ التَّعَبُّدِ بِهَا فِي مَوْضِعَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَنَّهُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - هَلْ كَانَ مُتَعَبِّدًا بِشَرْعِ أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلَ الْبَعْثِ؟ فَأَبَى بَعْضُهُمْ ذَلِكَ كَأَبِي الْحُسَيْنِ الْبَصْرِيِّ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْمُتَكَلِّمِينَ، وَأَثْبَتَهُ بَعْضُهُمْ مُخْتَلِفِينَ فِيهِ أَيْضًا. فَقِيلَ كَانَ مُتَعَبِّدًا بِشَرْعِ نُوحٍ، وَقِيلَ بِشَرْعِ إِبْرَاهِيمَ وَقِيلَ بِشَرْعِ مُوسَى، وَقِيلَ بِشَرْعِ عِيسَى، وَقِيلَ بِمَا ثَبَتَ أَنَّهُ شَرْعٌ، وَتَوَقَّفَ فِيهِ بَعْضُهُمْ كَالْغَزَالِيِّ وَعَبْدِ الْجَبَّارِ وَغَيْرِهِمَا وَمَحَلُّ بَيَانِ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ مِنْ أُصُولِ التَّوْحِيدِ. (22)

(پچھلی شریعتوں کی پیروی کرنے کے حوالے سے علماء کا دو جگہوں میں اختلاف ہے۔ پہلی یہ کہ کیا آپ ﷺ بعثت سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کی شریعت کی پیروی کے پابند تھے؟ بعض علماء، جیسے: ابوالحسین البصری اور متکلمین کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے۔، اور بعض نے اس کو ثابت کیا ہے۔ تاہم مثبتین کا پھر اس میں بھی اختلاف ہوا، ایک قول یہ ہے کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے، دوسرا قول یہ ہیکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے، تیسرا قول یہ ہیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے، چوتھا قول یہ ہیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے، پانچواں قول یہ ہے کہ ہر اس حکم کی پیروی کے پابند تھے جس کا آسمانی شریعت میں سے ہونا ثابت ہو جاتا۔ بعض علماء نے اس مسئلے میں توقف اختیار کیا ہے، جیسے امام غزالی اور عبدالجبار وغیرہ۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل علم کلام کی کتب میں ہے)

امام غزالی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

وَنُقَدِّمُ عَلَى هَذَا الْأَصْلِ مَسْأَلَةً، وَهِيَ أَنَّهُ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَبْلَ مَبْعَثِهِ هَلْ كَانَ مُتَعَبِّدًا بِشَرْعِ أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ؟ مِنْهُمْ مَنْ قَالَ لَمْ يَكُنْ مُتَعَبِّدًا، وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: كَانَ مُتَعَبِّدًا. ثُمَّ مِنْهُمْ مَنْ نَسَبَهُ إِلَى نُوحٍ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - وَقَوْمٌ نَسَبُوهُ إِلَى إِبْرَاهِيمَ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - وَقَوْمٌ نَسَبُوهُ إِلَى مُوسَى، وَقَوْمٌ إِلَى عِيسَى - عَلَيْهِمَا السَّلَامُ - وَالْمُخْتَارُ أَنَّ جَمِيعَ هَذِهِ الْأَقْسَامِ جَائِزٌ عَقْلًا. لَكِنَّ الْوَاقِعَ مِنْهُ غَيْرُ مَعْلُومٍ بِطَرِيقٍ قَاطِعٍ. (23)

(اس اصول کے مطابق ہم ایک مسئلہ پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ کیا آپ ﷺ مبعوث ہونے سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کی شریعت پر عمل کرنے کے مکلف (پابند) تھے؟ بعض علماء نے انکار کیا ہے، اور بعض نے ثابت کیا ہے۔ پھر بعض علماء نے حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت، بعض نے ابراہیم علیہ السلام کی شریعت، بعض نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی طرف نسبت کی ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ تمام صورتیں از روئے عقل ممکن ہیں، تاہم قطعی طور

پر معلوم نہیں کہ واقع میں کیا صورت تھی)

یعنی تمام صورتیں اگرچہ عقلا جائز ہیں، تاہم کسی دلیل قطعی سے کسی ایک صورت کا واقع ہونا معلوم نہیں، اس لئے ایسے امور میں اٹکل سے باتیں کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، جن سے کوئی عملی عبادت متعلق نہ ہو۔

پہلے قول کی ترجیح:

بہر حال! کتب عقائد میں اس قول کو ترجیح دی گئی ہے، کہ قبل از بعثت آپ ﷺ کو شرائع من قبلنا کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس لیے کہ شریعت عیسوی سے پہلے کی شریعتیں تو شریعت عیسوی سے منسوخ ہوگئیں، جبکہ شریعت عیسوی ہمارے لئے اس بنا پر حجت نہیں کہ اس کے ناقلین نصاریٰ ہیں، جو عقیدہ تثلیث اختیار کرنے کی وجہ سے کفر کے مرتکب ہوئے، اور کافروں کا قول معتبر نہیں۔ اور جو نصاریٰ تثلیث کے قائل نہیں، اور مکمل طور پر شریعت عیسوی کے پیروکار ہیں، وہ اتنی کم تعداد میں ہیں کہ ان کا قول حجت نہیں۔ امام رازی رقم طراز ہیں:

المسألة السابعة: الحق أن محمدا صلى الله عليه وسلم قبل نزول الوحي ما كان على شرع أحد من الأنبياء عليهم السلام. وذلك لأن الشرائع السابقة على شرع عيسى عليه الصلاة والسلام صارت منسوخة بشرع عيسى عليه الصلاة والسلام. وأما شريعة عيسى عليه السلام فقد صارت منقطعة بسبب أن الناقلين عنهم النصارى، وهم كفار بسبب القول بالتثليث. فلا يكون نقلهم حجة. وأما الذين بقوا على شريعة عيسى عليه السلام مع البراءة من التثليث فهم قليلون فلا يكون نقلهم حجة. وإذا كان كذلك ثبت أن محمدا صلى الله عليه وسلم ما كان قبل النبوة على شريعة أحد.(24)

(ساتوں مسئلہ: حق بات یہ ہے کہ نزول وحی سے پہلے محمد ﷺ انبیاء (سابقین) میں سے کسی کی بھی شریعت پر نہیں تھے۔ اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے پہلی کی شریعتیں عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ساتھ منسوخ ہوگئیں، جبکہ خود شریعت عیسوی کا (تسلسل) بھی منقطع ہوگیا، اس لیے کہ اس کے ناقلین نصاریٰ تھے۔ اور عقیدہ تثلیث کی وجہ سے وہ کافر ہیں، پس ان کی روایت حجت نہیں اور شریعت عیسویہ پر قائم عقیدہ تثلیث کے منکر عیسائیوں کی تعداد انتہائی قلیل ہے، ان کی روایت اس لیے حجت نہیں۔ اور جب صورت حال یہ ہے، تو ثابت ہوا کہ محمد ﷺ نبوت سے پہلے کسی بھی نبی کی شریعت پر نہیں تھے)

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگرچہ اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں، تاہم راجح قول یہ ہے، کہ قبل از نزول وحی آپ کسی سابقہ شریعت پر عمل کرنے کے پابند نہیں تھے۔

راجح قول پر اشکال:

لیکن اس پر من جملہ دیگر شبہات کے ایک شبہ یہ وارد ہوتا ہے، کہ قبل از بعثت آپ ﷺ نماز، حج، عمرہ اور صدقہ خیرات کی ادائیگی کا اہتمام فرماتے تھے، حیوان کو ذبح کر کے کھاتے تھے، مردار کے کھانے سے اجتناب فرماتے تھے۔ اور یہ امور شریعت ہی سے معلوم ہوسکتی ہیں، عقل سے نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ان امور کی ادائیگی کسی سابقہ شریعت ہی کی پیروی میں فرماتے ہوں

گے۔

اشکال کا جواب:

امام غزالی رحمہ اللہ اس شبہ کو نقل فرما کر جواب میں لکھتے ہیں:

هَذَا فَاسِدٌ مِنْ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ لَمْ يَتَوَاتَرْ بِنَقْلٍ مَقْطُوعٍ بِهِ وَلَا سَبِيلَ إِلَى إِثْبَاتِهِ بِالظَّنِّ. الثَّانِي: أَنَّهُ رُبَّمَا ذَبَحَ الْحَيَوَانَ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ لَا تَحْرِيمَ إِلَّا بِالسَّمْعِ وَلَا حُكْمَ قَبْلَ وُرُودِ الشَّرْعِ. وَتَرَكَ الْمَيْتَةَ عِيَافَةً بِالطَّبْعِ كَمَا تَرَكَ أَكْلَ الضَّبِّ عِيَافَةً. وَالْحَجُّ وَالصَّلَاةُ إِنْ صَحَّ فَلَعَلَّهُ تَبَرُّكًا بِمَا نُقِلَ جُمْلَتُهُ مِنْ أَنْبِيَاءِ السَّلَفِ، وَإِنْ انْدَرَسَ تَفْصِيلُهُ.(25)

(یہ شبہ دو وجہ سے غلط ہے، ایک تو اس لئے کہ یہ امور کسی دلیل قطعی متواتر کے ساتھ منقول نہیں، اور ظنی دلائل سے ثبوت کافی نہیں۔ دوسرا اس لیے کہ شاید آپ نے حیوان اس وجہ سے ذبح کیا، کہ کسی چیز کی حرمت دلیل نقلی ہی سے ثابت ہو سکتی ہے، اور نزول شریعت سے پہلے کوئی حکم موجود نہیں تھا، اور مردار کھانے کو طبعی ناپسندیدگی کی وجہ سے ترک کیا ہو، جیسے گوہ کھانے کو آپ نے اسی طرح ترک فرمایا تھا۔ اور حج و نماز کی ادائیگی اگر صحیح روایت سے ثابت ہے، تو شاید آپ تبرکاً ادا کرتے ہوں، اس لئے کہ اجمالی طور پر یہ امور انبیاء سابقین سے ثابت ہیں، اگرچہ ان کی تفصیلات مٹ چکی ہیں)

دوسرا مرحلہ: بعد از بعثت شرائع من قبلنا کی پیروی:

اس مسئلے میں دو حیثیتوں سے بحث کرنی ہے (1) جواز عقلی (2) وقوع سمعی۔

(۱) جواز عقلی:

جمہور کے نزدیک عقلاً اس میں کوئی مانع نہیں کہ آپ ﷺ کو کسی سابق پیغمبر کی شریعت کی پیروی کا حکم دیا جائے، تاہم قدریہ کا اس میں اختلاف ہے، امام غزالی لکھتے ہیں:

أَمَّا الْجَوَازُ الْعَقْلِيُّ فَهُوَ حَاصِلٌ إِذْ لِلَّهِ تَعَالَى أَنْ يَتَعَبَّدَ عِبَادَهُ بِمَا شَاءَ مِنْ شَرِيعَةٍ سَابِقَةٍ أَوْ مُسْتَأْنَفَةٍ أَوْ بَعْضُهَا سَابِقَةٌ وَبَعْضُهَا مُسْتَأْنَفَةٌ. وَلَا يَسْتَحِيلُ مِنْهُ شَيْءٌ لِذَاتِهِ وَلَا لِمَفْسَدَةٍ فِيهِ. وَزَعَمَ بَعْضُ الْقَدَرِيَّةِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَعْثَةُ نَبِيٍّ إِلَّا بِشَرْعٍ مُسْتَأْنَفٍ. فَإِنَّهُ إِنْ لَمْ يُجَدِّدْ أَمْرًا فَلَا فَائِدَةَ فِي بَعْثَتِهِ. وَلَا يُرْسِلُ اللَّهُ تَعَالَى رَسُولًا بِغَيْرِ فَائِدَةٍ.(26)

(یعنی از روئے عقل اس میں کوئی ممانعت نہیں، کہ کسی نبی کو گذشتہ شریعت کی پیروی کا پابند بنایا جائے، جس طرح اس کو نئی شریعت بھی دی جا سکتی ہے، تاہم قدریہ کا خیال ہے کہ اگر پرانی ہی شریعت پر عمل کرانا مقصود ہے تو نئے پیغمبر کو مبعوث کرنے میں کوئی فائدہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی رسول کو فائدے کے بغیر مبعوث نہیں فرماتے)

لیکن قدریہ کے اس موقف اور استدلال دونوں کو نقلی اور عقلی دلائل سے رد کیا گیا ہے، امام غزالی رقم طراز ہیں:

يَدُلُّ عَلَى جَوَازِهِ مَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ نَصْبِ دَلِيلَيْنِ وَبَعْثَةِ رَسُولَيْنِ مَعًا كَمَا قَالَ تَعَالَى: إِذْ أَرْسَلْنَا

إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ} (يس:14) وَكَمَا أَرْسَلَ مُوسَى وَهَارُونَ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ. بَلْ كَخَلْقِ الْعَيْنَيْنِ مَعَ الاكْتِفَاءِ فِي الإِبْصَارِ بِإِحْدَاهُمَا. ثُمَّ كَلَامُهُمْ بِنَاءٌ عَلَى طَلَبِ الْفَائِدَةِ فِي أَفْعَالِ اللهِ تَعَالَى، وَهُوَ تَحَكُّمٌ. (27)

(اس کے جواز پر وہی دلیل دلالت کرتی ہے، جو ایک دعویٰ پر دو دلیلیں قائم کرنے کے جواز اور دو رسولوں کو ایک ساتھ مبعوث کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے ارشاد فرمایا: {إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ} (یس:14) (جب بھیجے ہم نے ان کی طرف دو تو ان کو جھٹلایا پھر ہم نے قوت دی تیسرے سے) اور جیسے موسیٰ وہارون، داؤد وسلیمان علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، بلکہ جیسے دو آنکھیں بنائیں، باوجود یہ کہ دیکھنے کے لیے ایک آنکھ کافی ہے۔ پھر مخالف کے دعویٰ کی بنیاد افعال خداوندی میں فائدہ کو طلب کرنے پر ہے، اور یہ طرز بلا دلیل ہے)

(۲) وقوع سمعی:

وقوع سمعی سے مراد یہ ہے، کہ کیا قرآن وسنت میں ایسی کوئی نقلی دلیل موجود ہے، جس کے رو سے آپ ﷺ گذشتہ شریعت کی پیروی کرنے کے پابند ہوں؟ یا گذشتہ شریعت کے احکام کو برقرار رکھا گیا ہو؟ یا پھر آپ کی شریعت کا ہر ہر حکم نیا ہو؟ اس حوالے سے بحث کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں:

أَمَّا الْوُقُوعُ السَّمْعِيُّ فَلَا خِلَافَ فِي أَنَّ شَرْعَنَا لَيْسَ بِنَاسِخٍ جَمِيعَ الشَّرَائِعِ بِالْكُلِّيَّةِ إِذْ لَمْ يَنْسَخْ وُجُوبَ الْإِيمَانِ وَتَحْرِيمَ الزِّنَا وَالسَّرِقَةِ وَالْقَتْلِ وَالْكُفْرِ، وَلَكِنْ حَرَّمَ عَلَيْهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - هَذِهِ الْمَحْظُورَاتِ بِخِطَابٍ مُسْتَأْنَفٍ أَوْ بِالْخِطَابِ الَّذِي نَزَلَ إِلَى غَيْرِهِ وَتَعَبَّدَ بِاسْتِدَامَتِهِ وَلَمْ يَنْزِلْ عَلَيْهِ الْخِطَابُ إِلَّا بِمَا خَالَفَ شَرْعَهُمْ. فَإِذَا نَزَلَتْ وَاقِعَةٌ لَزِمَهُ اتِّبَاعُ دِينِهِمْ إِلَّا إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ وَحْيٌ مُخَالِفٌ لِمَا سَبَقَ فَإِلَى هَذَا يَرْجِعُ الْخِلَافُ. (28)

(جہاں تک وقوع سمعی کا تعلق ہے، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں، کہ ہماری شریعت تمام سابقہ شرائع کے لئے بالکلیہ ناسخ نہیں، اس لئے کہ (شرائع سابقہ کے احکام مثلاً) وجوب ایمان، زنا، چوری، قتل اور کفر کی حرمت شریعت محمدیہ نے منسوخ نہیں کی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ممنوعات کو مستانف (از سر نو) خطاب (حکم) کے ساتھ حرام کیا، یا پھر ایسے خطاب (حکم) کے ساتھ حرام کیا، جو کسی اور پیغمبر کی طرف نازل ہوا، اور آپ کو اس کے دائم وبرقرار رکھنے کا حکم دیا گیا۔ جب کہ آپ پر صرف وہ احکام نازل ہوئے، جو گذشتہ شریعتوں کے مخالف تھے۔ پس جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ پر گذشتہ انبیاء کے دین کی پیروی لازم ہوتی، مگر یہ کہ آپ پر ایسی وحی نازل ہو جو گذشتہ حکم کے خلاف ہو۔ اسی میں اختلاف ہے)

حاصل یہ ہوا کہ بعد از بعثت نبوی شرائع من قبلنا کی پیروی از روئے عقل جائز ہے اور از روئے نقل ثابت ہے، اس بات پر اگر چہ کوئی متعین نقلی دلیل موجود نہیں تاہم کتب ساویہ میں موجود مشترک احکام ثبوت سمعی کو مستلزم ہے، چنانچہ یہ بات بالکل واضح ہے، اور شرائع سماویہ کا مطالعہ کرنے والوں پر تو بالکل مخفی نہیں، کہ شرائع میں کئی ایک احکام مشترک ہیں، سابقہ شرائع میں بھی

موجود تھے اور شریعت محمدیہ میں بھی مشروع ہیں، جیسے قصاص کے احکام وغیرہ۔ اب یہ بات بیان محتاج ہے، کہ شریعت محمدیہ میں ان احکام کی مشروعیت کس حیثیت سے ہے؟ شرائع سابقہ کے احکام کی حیثیت سے؟ یا شریعت محمدیہ کے احکام کی حیثیت سے؟ اس سے حوالے سے مختلف اقوال ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

بعد از بعثت شرائع من قبلنا کی پیروی کے حوالے سے چار اقوال:

پہلا قول: شرائع من قبلنا کے تمام احکام کی اتباع ہمارے اوپر واجب ہے، جب تک ناسخ نہ آئے۔

دوسرا قول: شرائع من قبلنا کے کسی بھی حکم کی اتباع ہمارے اوپر واجب نہیں، الا یہ کہ عمل کرنے کا حکم دلیل سے ثابت ہو جائے۔

تیسرا قول: شرائع من قبلنا کے تمام احکام کی اتباع ہمارے اوپر لازم ہے، لیکن اس حیثیت سے کہ ہماری شریعت بن گئی۔

چوتھا قول: شرائع من قبلنا کے ان احکام کی پیروی ہمارے اوپر لازم ہے، جن کو قرآن مجید یا احادیث نبویہ میں انکار یا تردید کے بغیر نقل کیا جائے۔

چوتھا اور آخری قول راجح ہے، وجوہ ترجیح آخر میں تفصیلاً آرہی ہیں۔ امام بزدوی فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ: يَلْزَمُنَا شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا حَتَّى يَقُومَ الدَّلِيلُ عَلَى النَّسْخِ بِمَنْزِلَةِ شَرَائِعِنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَلْزَمُنَا حَتَّى يَقُومَ الدَّلِيلُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَلْزَمُنَا عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَتُنَا۔ (28)

(بعض علماء کا قول یہ ہے کہ ہمارے اوپر شرائع سابقہ کی پیروی اس وقت تک مطلقاً لازم ہے، جب تک نسخ کی کوئی دلیل قائم نہ ہو، جیسے ہماری اپنی شریعت کا حکم ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ پیروی اس وقت تک لازم نہیں، جب تک پیروی کرنے کی کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ جبکہ بعض کا قول یہ ہے کہ اس حیثیت سے پیروی لازم ہے، کہ وہ ہماری شریعت بن گئی)

آخر قول میں پھر تفصیل ہے، بہر حال! اس عبارت میں بیان کردہ مسالک حسب ذیل چار قواعد پر مبنی ہیں:

قواعد اربعہ:

(الف) پہلا قاعدہ: شرائع سماویہ میں اصل استمرار و بقاء ہے۔

(ب) دوسرا قاعدہ: ہر آسمانی شریعت پہلے نبی کی وفات یا دوسرے نبی کی بعثت کے ساتھ اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔

(ج) تیسرا قاعدہ: شرائع سابقہ میں سے غیر ثابت النسخ احکام پر بحیثیت اپنی شریعت کے عمل لازم ہے۔

(د) چوتھا قاعدہ: ثبوت شرعی کی بنیاد پر شرائع سابقہ کے احکام کی اتباع لازم ہے۔

ان اقوال کی مزید وضاحت اور ہر قول کے دلائل ذیل کے سطور میں ملاحظہ ہوں:

پہلے قول کی وضاحت اور دلائل:

شرائع من قبلنا کی اتباع ہماری اوپر واجب ہے، جب تک ناسخ نہ آئے۔

اس قول کی بنیاد یہ قاعدہ ہے کہ:

"شرائع سماویہ میں اصل استمرار وبقاء ہے"

گویا حضور علیہ السلام کی بعثت کے بعد بھی سابقہ شریعتیں برقرار ہیں منسوخ نہیں ہیں۔امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَأَما الْفَرِيق الأول قَالُوا:صفة الْإِطْلَاق فِي الشَّيْء يَقْتَضِي التَّأْبِيدَ فِيهِ إِذا كَانَ مُحْتملا للتأبيد،فالتوقيت يكون زِيَادَة فِيهِ لَا يجوز إثْبَاته إِلَّا بِالدَّلِيلِ.(38)

(پہلے فریق کا کہنا ہے، کہ کسی حکم کا مطلق ہونا تابید(ہمیشگی) کا متقاضی ہے، اگراس میں تابید کا احتمال ہو، پس اس کو کسی وقت کے ساتھ خاص کرنا اس میں اضافہ کرنے کے مترادف ہے، جو دلیل کے بغیر جائز نہیں)

پہلے مسلک کے دلائل:

اس مسلک کی بنیاد حسب ذیل نقلی اور عقلی دلائل ہیں۔

نقلی دلائل، مشتمل بر آیات قرآنیہ:

پہلی آیت کریمہ:

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام:90)

(یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے، سوتو چل ان کے طریقہ پر)

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو گزشتہ انبیاء کی "ھدٰی" (تعلیمات) کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور "ھدٰی" کے مفہوم میں ایمان اور شرائع دونوں شامل ہیں، اس لیے کہ دونوں کے مجموعے کی پیروی سے ہدایت ملتی ہے، پس آپ ﷺ پر گزشتہ شریعتوں کی پیروی واجب ہوئی۔"ھدٰی" ایمان وشرائع کا مجموعہ ہے، اس کی دلیل سورہ بقرۃ کی ابتدائی آیت کریمہ ہیں، ارشاد ربانی ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ-الی—أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرۃ:2-تا-5)

(راہ بتلاتی ہے، ڈرنے والوں کو جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا، اور قائم رکھتے ہیں نماز کو، اور جو ہم نے روزی دی ہے ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے)

ان آیات کریمہ میں متقین کی صفات میں دو چیزوں کا تذکرہ ہے (۱) ایمان (۲) اعمال صالحہ، یعنی اقامۃ صلوۃ وایتاء زکوۃ ،اور آخر میں فرمایا:" أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى " معلوم ہوا، کہ ایمان اور عمل صالح دونوں کا مجموعہ "ھدٰی" ہے، اور سابقہ انبیاء کی اسی "ھدٰی" کی اقتداء اور پیروی کا نبی اکرم ﷺ کو حکم ہے۔

دوسری آیت کریمہ:

ثُمَّ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (النحل:123)

(پھر حکم بھیجا ہم نے تجھ کو کہ چل دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا، نہ تھا وہ شرک والوں میں)

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو صیغہ امر کے ساتھ ملۃ ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، اور صیغہ امر وجوب کے لیے آتا ہے پس معلوم ہوا کہ آپ پر ملت ابراہیمی کی پیروی واجب ہے، جو شریعت سابقہ ہے۔

تیسری آیت کریمہ:

إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ الآية. (المائدة: 44)

(ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے، یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم ۔۔۔)

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ انبیاء کرام تورات کے ذریعے فیصلے کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ بھی من جملہ انبیاء میں سے ہیں، پس آپ پر تورات کے احکام کے مطابق فیصلے کرنا واجب ہے۔

چوتھی آیت کریمہ:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ (الشوریٰ: 13)

راہ ڈال دی تمہارے لیے دین میں وہی جس کا حکم کیا تھا نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو، یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں، بھاری ہے شرک کرنے والوں کو وہ چیز جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے اللہ، چن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع لائے۔

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ امت محمدیہ کے لئے اس دین کی راہ ڈال دی ہے، جس کا نوح علیہ السلام، محمد ﷺ، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو حکم کیا تھا۔ گویا ان سب کا دین ایک ہے، اور "دین" ایمان و شرائع کے مجموعے کا نام ہے، پس ان تمام انبیاء کا دین اور شریعت ایک ہے جس کی بجا آوری کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ (31)

پانچویں آیت کریمہ:

(آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ) (البقرۃ: 285)

(مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو

اوراس کی کتابوں کواوراس کے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدانہیں کرتے کسی کواس کے پیغمبروں میں سے)

استدلال کا خلاصہ:

علامہ سرخسی پہلے قول والوں کا آیت کریمہ سے استدلال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نئے رسول کے آنے سے پچھلے رسول کی رسالت ختم نہیں ہوتی، اسی طرح ان کی شریعت بھی قابل عمل ہی رہے گی، جب تک کسی حکم کے منسوخ ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو، کیا دیکھتے نہیں ہو کہ ہمارے اوپر تمام انبیاء کی رسالت کا اقرار لازم ہے، جس کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ واقع ہوا ہے (وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ..)(32)

نقلی دلائل مشتمل براحادیث نبویہ:

پہلی حدیث:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الأَنْصَارِ، فَطَلَبَ الْقَوْمُ الْقِصَاصَ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: لاَ وَاللّٰهِ، لاَ تُكْسَرُ سِنُّهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ" فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الأَرْشَ. الحدیث (33)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: رُبیّع ۔انس بن مالک کی پھوپھی ۔نے ایک انصاری بچی کے سامنے والے دانت توڑ دیے۔ ان لوگوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے قصاص کا حکم دیا۔ انس بن مالک کے چچا انس بن النضر نے کہا: نہیں، بخدا! ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے، یا رسول اللہ! ۔رسول ﷺ نے فرمایا: انس! اللہ کی کتاب کا حکم قصاص ہے۔ چنانچہ وہ لوگ راضی ہوئے اور دیت قبول کر لی)

خلاصہ استدلال:

اس حدیث شریف کے مطابق جب حضرت أنس بن النضر نے قسم کھا کر کہا کہ میری بہن ربیع کا دانت قصاص کے طور پر نہیں توڑا جائے گا، تو پیغمبر ﷺ نے جواب میں فرمایا: اے أنس! کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے۔ آپ کی مراد {وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ} (المائدۃ:45) والی آیت ہے، جبکہ اسی آیت کریمہ کے ابتدائی الفاظ {وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا} میں صراحۃ اس کو تورات کا حکم قرار دیا گیا ہے۔ گویا آپ نے تورات والے حکم پر عملدرآمد کا عندیہ دیا، جو اس بات کی دلیل ہے، کہ آپ تورات والی شریعت کی پیروی کے پابند تھے۔(34)

دوسری حدیث:

عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: {أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي} (طٰه:14)(35)

(ابن المسیب سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو نماز پڑھنا بھول جائے، جب یاد آئے تو اس وقت

پڑھے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں {أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي} (نماز قائم رکھ میری یادگاری کو)

خلاصہ استدلال:

اس حدیث شریف میں یاد آنے پر بھولی ہوئی نماز کے پڑھنے کو ضروری قرار دینے کے لئے حضور ﷺ نے سورۃ طٰہٰ کی آیت کریمہ {أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي} سے استدلال کیا ہے، جب کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب ہے۔ گویا شریعت موسویہ کے ایک حکم کو آپ نے دلیل کے طور پر پیش فرمایا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شریعت ہمارے لیے بھی شریعت ہے، ورنہ اس کے ایک حکم کو دلیل کے طور پر پیش کرنے کا مطلب نہیں رہے گا۔

تیسری حدیث:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا. فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الزِّنَا» فَقَالُوا: نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبْتُمْ، إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ. فَأَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوهَا فَجَعَلَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَيْكَ، فَرَفَعَهَا فَإِذَا فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ. فَقَالُوا: صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ، فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرُجِمَا. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِي عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ (36)

(ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا: یہود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک خاتون نے بدکاری کی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: بدکاری کے متعلق تورات میں کیا حکم ہے؟ کہنے لگے: ہم ان کو ذلیل کرتے ہیں اور ان کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا: تم لوگو نے جھوٹ بولا، تورات میں رجم کا حکم ہے۔ پس وہ تورات لے آئے، اس کو کھولا، ان میں سے ایک صاحب نے رجم والی آیت پر ہاتھ رکھا، اور اس سے آگے پیچھے پڑھنے لگے۔ عبداللہ بن سلام نے اس شخص سے کہا: ہاتھ اٹھاؤ۔ چنانچہ جب ہاتھ اٹھایا تو وہاں رجم والی آیت موجود تھی۔ یہودی کہنے لگے اے محمد ﷺ! اس (عبداللہ) نے سچ کہا اس میں رجم والی آیت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے وہ دونوں سنگسار (رجم) کئے گئے۔ ابن عمر فرماتے ہیں: میں نے دیکھا وہ مرد اس عورت کو پتھروں سے بچانے کے لیے اس کے اوپر جھک رہا تھا)

خلاصہ استدلال:

یہودیوں کی بدکاری کے اس قضیے میں آپ نے تورات منگوائی، اور تورات میں موجود رجم کے حکم کے مطابق ان یہودیوں کو رجم کرنے کے احکام جاری فرمائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پچھلی شریعتیں اب بھی حجت ہیں۔ (37)

عقلی دلیل:

صاحب کشف الاسرار رقم طراز ہیں:

أَنَّ الرَّسُولَ الَّذِي كَانَتِ الشَّرِيعَةُ مَنْسُوبَةً إِلَيْهِ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ أَنْ يَكُونَ رَسُولًا بِبَعْثِ رَسُولٍ آخَرَ

بَعْدَهُ فَكَذَا شَرِيعَتُهُ لَا يَخْرُجُ مِنْ أَنْ يَكُونَ مَعْمُولًا بِهَا بِبَعْثِ رَسُولٍ آخَرَ مَا لَمْ يَقُمْ دَلِيلُ النَّسْخِ فِيهَا.(38)

(وہ رسول جس کی طرف شریعت منسوب ہوتی ہے، نئے رسول کی بعثت کی وجہ سے رسول ہونے سے نہیں نکلتے، اسی طرح ان کی طرف منسوب شریعت دوسرے رسول کی بعثت کی وجہ سے معمول بہا ہونے سے نہیں نکلتی جب تک نسخ کی دلیل قائم نہ ہو)

عقلی دلیل کی وضاحت:

اس دلیل کی وضاحت یہ ہے، کہ رسول کی طرف شریعت کی نسبت اس شریعت کی حقانیت اور عند اللہ پسندیدہ ہونے کی دلیل ہے،

رسول کو اس لیے مبعوث کیا جاتا ہے، کہ وہ لوگوں کو اس شریعت کا عند اللہ پسندیدہ ومقبول ہونا بتلائے، پس جب کسی رسول کی بعثت کے ذریعے اس پر نازل کی گئی شریعت کا پسندیدہ ومقبول ہونا معلوم ہوجائے، تو دوسرے رسول کی بعثت سے اس شریعت کی پسندیدگی وقبولیت ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ حسب سابق عند اللہ پسندیدہ ومقبول رہتی ہے، اسی طرح وہ شریعت غیر منسوخ اور قابل عمل بھی رہے گی، جس طرح دوسرے رسول کی آمد سے پہلے غیر منسوخ وقابل عمل تھی، بلکہ دوسرے رسول کی آمد وبعثت سے اس کی حقانیت کی مزید تائید ہوگی۔ حسب ذیل آیات قرآنیہ سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (المائدة: 48)

(اور آپ پر اتاری ہم نے کتاب سچی، تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان۔۔۔)

بلا امتیاز تمام انبیاء ورسل کو ماننا اور قرآن مجید کا کتب سابقہ کی تصدیق کرنا اسی بات کا متقاضی ہے کہ پچھلی شریعتیں اب بھی عند اللہ پسندیدہ، غیر منسوخ اور قابل عمل ہیں، اس سے حسب ذیل نتیجہ ہی اخذ ہوتا ہے:

أَنَّ الْأَصْلَ فِي شَرَائِعِ الرُّسُلِ - عَلَيْهِمُ السَّلَامُ - الْمُوَافَقَةُ إِلَّا إِذَا ظَهَرَ تَغْيِيرُ حُكْمٍ بِدَلِيلِ النَّسْخِ.(39)

(انبیاء کی شریعتیں اصالۃ باہم موافق ومطابق ہیں، الا یہ کہ دلیل شرعی کے ذریعے سے کسی حکم کا منسوخ ہونا معلوم ہوجائے)

اس مضمون کو حسب ذیل اسلوب وانداز میں بھی بیان کیا گیا ہے:

...مَا يُنْسَبُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ - عَلَيْهِمُ السَّلَامُ - مِنَ الشَّرِيعَةِ فَهُوَ شَرِيعَةُ اللَّهِ تَعَالَى لَا شَرِيعَةُ مَنْ قَبْلَنَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَهُوَ الشَّارِعُ لِلشَّرَائِعِ وَالْأَحْكَامِ قَالَ اللَّهُ ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا﴾ (الشورى: 13) أَضَافَ الشَّرْعَ إِلَى نَفْسِهِ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ يَجِبُ عَلَى كُلِّ نَبِيٍّ الدُّعَاءُ إِلَى شَرِيعَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَبْلِيغُهَا إِلَى عِبَادِهِ إِلَّا إِذَا ثَبَتَ الِانْتِسَاخُ فَيُعْلَمُ بِهِ أَنَّ الْمَصْلَحَةَ قَدْ تَبَدَّلَتْ بِتَبَدُّلِ الزَّمَانِ فَيَنْتَهِي الْأَوَّلُ إِلَى الثَّانِي فَأَمَّا مَعَ بَقَائِهَا شَرِيعَةً لِلَّهِ تَعَالَى وَمَعَ قِيَامِ الْمَصْلَحَةِ وَالْحِكْمَةِ فِي الْبَقَاءِ فَلَا يَجُوزُ الْقَوْلُ بِانْتِهَائِهَا بِوَفَاةِ الرَّسُولِ الْمَبْعُوثِ الْآتِي بِهَا فَيُؤَدِّي إِلَى التَّنَاقُضِ تَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ.(40)

(یعنی انبیاء سابقین کی طرف جس شریعت کی نسبت ہوتی ہے، وہ درحقیقت اللہ تعالی کی شریعت ہے، ان انبیاء کی شریعت نہیں، جو ہم سے پہلے گزرے ہیں، اس لیے کہ ارشاد خداوندی: (شرع لکم من الدین) کے بموجب اللہ تعالی ہی شرائع واحکام کے

شارع ہیں، اس لئے کہ اس آیت میں اللہ نے شریعت کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی شریعت کی طرف دعوت دینا اور بندوں کو اس کی تبلیغ کرنا ہر نبی پر واجب ہے، الا یہ کہ کسی حکم کا منسوخ ہونا ثابت ہو جائے، جس کے ذریعے اس بات کا علم حاصل ہو جائے کہ زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے مصلحت تبدیل ہوگئی۔ اور جب تک نسخ اور تبدل مصلحت ثابت نہ ہو، تو محض رسول کی وفات کی وجہ سے شریعت کا اختتام پذیر ہونا جائز نہیں ہوگا، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف تناقض کی نسبت لازم آئے گی) ان تمام نقلی اور عقلی دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شرائع سماویہ میں اصل استمرار و بقاء ہے، اسی لئے ناسخ صریح کے ظہور تک ہمارے اوپر شرائع من قبلنا کی اتباع واجب ہے، لیکن جمہور اصولیین کا یہ مسلک نہیں، ان کی نظر میں متذکرہ بالا تمام استدلالات محل نظر ہیں۔ امام غزالی نے ایک ایک استدلال کا جواب دیا ہے، ملاحظہ ہوں:

پہلے مسلک کی تائید میں پیش کردہ استدلالات کے جوابات:

پہلی آیت کریمہ سے استدلال کا جواب:

پہلے استدلال کے جواب میں امام غزالی رقمطراز ہیں:۔

{أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ} (الأنعام: ٩٠) قُلْنَا أَرَادَ بِالْهُدَى التَّوْحِيدَ. وَدَلَالَةَ الْأَدِلَّةِ الْعَقْلِيَّةِ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ وَصِفَاتِهِ بِدَلِيلَيْنِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّهُ قَالَ: {فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ} (الأنعام: ٩٠) وَلَمْ يَقُلْ بِهِمْ. وَإِنَّمَا هُدَاهُمُ الْأَدِلَّةُ الَّتِي لَيْسَتْ مَنْسُوبَةً إِلَيْهِمْ. أَمَّا الشَّرْعُ فَمَنْسُوبٌ إِلَيْهِمْ فَيَكُونُ اتِّبَاعُهُمْ فِيهِ اقْتِدَاءً بِهِمْ. الثَّانِي: أَنَّهُ كَيْفَ أَمَرَ بِجَمِيعِ شَرَائِعِهِمْ وَهِيَ مُخْتَلِفَةٌ وَنَاسِخَةٌ وَمَنْسُوخَةٌ وَمَتَى بَحَثَ عَنْ جَمِيعِ ذَلِكَ. وَشَرَائِعُهُمْ كَثِيرَةٌ. فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُ أَرَادَ الْهُدَى الْمُشْتَرَكَ بَيْنَ جَمِيعِهِمْ وَهُوَ التَّوْحِيدُ.(41)

("اولئك الذين" والی آیت کریمہ میں "هدى" سے توحید اور اللہ کی وحدانیت اور صفات پر دلائل عقلیہ کی دلالت مراد ہے۔ اس بات کی دو دلیلیں ہیں۔ پہلی دلیل یہ کہ {فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ} (یعنی ان کی ہدایت کی اقتداء) فرمایا، بہم (ان کی اقتداء) نہیں فرمایا اور انبیاء کی ہدایت سے مراد دلائل ہیں، جو ان کی طرف منسوب نہیں، جبکہ شریعت ان کی طرف منسوب ہے، پس شریعت میں پیروی ان انبیاء کی اقتداء ہوگی، (ان کی "هدى" کی پیروی نہیں ہوگی)۔ دوسری دلیل یہ کہ تمام شرائع کی اقتداء کا حکم دینا کیونکر ممکن ہے، جبکہ وہ شرائع باہم مختلف ہیں، ان میں ناسخ ومنسوخ پائے جاتے ہیں، اور کب آپ ﷺ نے ان تمام شرائع کو تلاش کیا، جبکہ شریعتیں لاتعداد ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مراد وہ "هدى" (ہدایت) ہے جو سب کے درمیاں مشترک ہے، اور وہ توحید ہے)

حاصل جواب یہ ہے، کہ آپ ﷺ کو جس "ہدیٰ" (ہدایت) کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد عقاید، بالخصوص عقیدہ توحید ہے، جو تمام انبیاء کے درمیان مشترک ہے، آپ ﷺ کو شرائع کی پیروی کا حکم نہیں ہے، اس لیے کہ شرائع مختلف ہیں۔ اس لئے اس آیت کریمہ سے شرائع کی پیروی پر استدلال درست نہیں۔

دوسری آیت کریمہ سے استدلال کا جواب:

دوسری استدلال کا امام غزالی نے حسب ذیل عبارت میں جواب دیا ہے:

{ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا} (النحل: 123) وَهَذَا يَتَمَسَّكُ بِهِ مَنْ نَسَبَهُ إِلَى إِبْرَاهِيمَ - عَلَيْهِ السَّلَامُ -. وَتُعَارِضُهُ الْآيَةُ الْأُولَى. ثُمَّ لَا حُجَّةَ فِيهَا إِذْ قَالَ: {أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ} (النحل: 123) فَوَجَبَ بِمَا أُوحِيَ إِلَيْهِ لَا بِمَا أُوحِيَ إِلَى غَيْرِهِ وَقَوْلُهُ: {أَنِ اتَّبِعْ} (النحل: 123) أَيْ: افْعَلْ مِثْلَ فِعْلِهِ، وَلَيْسَ مَعْنَاهُ كُنْ مُتَّبِعًا لَهُ وَوَاحِدًا مِنْ أُمَّتِهِ. كَيْفَ وَالْمِلَّةُ عِبَارَةٌ عَنْ أَصْلِ الدِّينِ وَالتَّوْحِيدِ وَالتَّقْدِيسِ الَّذِي تَتَّفِقُ فِيهِ جَمِيعُ الشَّرَائِعِ، وَلِذَلِكَ قَالَ تَعَالَى: {وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ} (البقرة: 130) وَلَا يَجُوزُ تَسْفِيهُ الْأَنْبِيَاءِ الْمُخَالِفِينَ لَهُ. وَيَدُلُّ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَمْ يَبْحَثْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ. وَكَيْفَ كَانَ يَبْحَثُ مَعَ انْدِرَاسِ كِتَابِهِ وَإِسْنَادِ أَخْبَارِهِ؟ (42)

(مخالف کے قول کے مطابق یہ آیت کریمہ پچھلے استدلال میں مذکور آیت کریمہ سے متعارض ہوگی، اس لیے کہ پہلی والی آیت کریمہ میں تمام انبیاءؑ کی شرائع کی پیروی کا حکم ہے اور دوسری میں صرف شریعت ابراہیمیہ کی پیروی کا حکم ہے، جبکہ جمہور کے موقف کے مطابق "ھدی" اور "ملت" دونوں سے مراد توحید اور بنیادی عقائد ہیں، جن میں تمام شرائع متفق ہیں، اور دونوں آیات میں انہی بنیادی متفق علیہ عقاید کی پیروی کا حکم ہے۔ دوسرا یہ کہ ملت ابراہیمی کی اتباع سے مراد یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جیسا طریقہ کار اپنائے۔ یہ معنی نہیں کہ ابراہیم کی امت میں سے ایک فرد بن کر ان کی شریعت کی پیروی کریں، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت ابراہیمیہ کے احکام کو تلاش کر کے اس کی پیروی شروع فرماتے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہو۔ پھر خود اسی آیت میں صراحۃ مذکور ہے: "ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ" یعنی آپ کی طرف آنے والی وحی کی بنیاد پر آپ ملت ابراہیمی کی پیروی کریں، نہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف آنے والی وحی کی بنیاد پر۔ پس اگر آپ نے کچھ احکام میں ملت ابراہیمی کی پیروی فرمائی ہے تو اپنی شریعت کی حیثیت سے، نہ کہ ابراہیمی شریعت کی حیثیت سے، اس لیے اس آیت کریمہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی وحی والی شریعت کی پیروی کا حکم ہے)

حاصل جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ اگر ملت ابراہیمی کی پیروی کو لازم قرار دینے پر دال ہو۔ تو ان آیات سے متعارض ہوگی۔ جن سے مخالف نے پچھلی تمام شرائع کی پیروی لزم ہونے پر استدلال کیا ہے۔ نیز مخالف نے آیت کریمہ کا مطلب غلط سمجھا ہے۔

تیسری آیت کریمہ سے استدلال کا جواب:

الْآيَةُ الثَّالِثَةُ: قَوْلُهُ تَعَالَى {شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا} (الشوری: 13) وَهَذَا يَتَمَسَّكُ بِهِ مَنْ نَسَبَهُ إِلَى نُوحٍ - عَلَيْهِ السَّلَامُ -. وَهُوَ فَاسِدٌ، إِذْ تُعَارِضُهُ الْآيَتَانِ السَّابِقَتَانِ. ثُمَّ الدِّينُ عِبَارَةٌ عَنْ أَصْلِ التَّوْحِيدِ، وَإِنَّمَا خَصَّصَ نُوحًا بِالذِّكْرِ تَشْرِيفًا لَهُ وَتَخْصِيصًا. وَمَتَى رَاجَعَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَفْصِيلَ شَرْعِ نُوحٍ؟ وَكَيْفَ أَمْكَنَ ذَلِكَ مَعَ أَنَّهُ أَقْدَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَشَدُّ الشَّرَائِعِ انْدِرَاسًا؟ كَيْفَ وَقَدْ قَالَ تَعَالَى: {شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا} (الشوری: 13) فَلَوْ قَالَ شَرَعَ لِنُوحٍ مَا وَصَّاكُمْ بِهِ "لَكَانَ رُبَّمَا

دَلَّ هٰذَا عَلَى غَرَضِهِمْ، وَأَمَّا هٰذَا فَيُصَرِّحُ بِضِدِّهِ.(43)

(حاصل عبارت یہ ہے کہ مخالف کے قول کے مطابق سورہ شوریٰ کی آیت کریمہ کا پہلی والی دونوں آیات سے تعارض ہوگا، اس لیے کہ سورہ انعام والی آیت میں تمام انبیاء کی شریعت کی پیروی کا حکم ہے اور سورہ نحل والی آیت میں ابراہیمی شریعت کی پیروی کا حکم ہے اور سورہ شوریٰ والی آیت میں نوح علیہ السلام کی شریعت کی پیروی کا حکم ہے۔ جبکہ جمہور کے قول کے مطابق سورہ شوریٰ والی آیت میں بھی "الدین" سے بنیادی عقائد مراد ہیں، جن میں تمام انبیاء کرام متفق ہیں، اور اس کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ تیسرا یہ کہ نوح علیہ السلام کی شریعت کے احکام غیر معلوم تھے اور یہ کسی طرح ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے اس شریعت کی کھوج لگا کر پیروی کا اہتمام کیا ہو۔ اگر یوں کہہ دیا جاتا، کہ نوح علیہ السلام کی شریعت وہی تھی، جس کی پیروی کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے، تو شاید کسی حد تک ان کے دعویٰ پر ہوتی، جبکہ موجودہ آیت کریمہ تو اس دعویٰ کی ضد پر صراحۃ دال ہے)

حاصل جواب یہ ہے کہ اس استدلال کی صحت آیات کریمہ کے درمیان وجود تعارض کو متلزم ہے، نیز آیت کریمہ میں مشروعیت دین کی یکسانیت کو بیان کیا گیا ہے، اور دین عقاید کے مجموعہ کا نام ہے، اور فروعات کے مجموعے کا نہیں، اس لئے مخالف کا استدلال بے محل ہے۔

چوتھی آیت کریمہ سے استدلال کا جواب:

الْآيَةُ الرَّابِعَةُ: قَوْله تَعَالَى ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ﴾ (المائدة: 44) الْآيَةَ. وَهُوَ أَحَدُ الْأَنْبِيَاءِ فَلْيَحْكُمْ بِهَا. وَاسْتَدَلَّ بِهٰذَا مَنْ نَسَبَهُ إِلَى مُوسَى - عَلَيْهِ السَّلَامُ -. وَتُعَارِضُهُ الْآيَاتُ السَّابِقَةُ. ثُمَّ الْمُرَادُ بِالنُّورِ وَالْهُدَى أَصْلُ التَّوْحِيدِ وَمَا يَشْتَرِكُ فِيهِ النَّبِيُّونَ دُونَ الْأَحْكَامِ الْمُعَرَّضَةِ لِلنَّسْخِ. ثُمَّ لَعَلَّهُ أَرَادَ النَّبِيِّينَ فِي زَمَانِهِ دُونَ مَنْ بَعْدَهُمْ. ثُمَّ هُوَ عَلَى صِيغَةِ الْخَبَرِ لَا عَلَى صِيغَةِ الْأَمْرِ فَلَا حُجَّةَ فِيهِ. ثُمَّ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ حُكْمَ النَّبِيِّينَ بِهَا بِأَمْرٍ ابْتَدَأَهُمْ بِهِ اللّٰهُ تَعَالَى وَحْيًا إِلَيْهِمْ لَا بِوَحْيِ مُوسَى - عَلَيْهِ السَّلَامُ -.(44)

(حاصل جواب یہ ہے کہ اس آیت سے استدلال میں بھی تمام وہ احتمالات موجود ہیں، جو پچھلی آیات میں تھے، یعنی مخالف کی تشریح کے مطابق اس آیات کریمہ کا دیگر تینوں آیات کریمہ سے تعارض ہوگا۔ اس لیے یہاں بھی مشترکات (عقائد) مراد ہیں، قابل نسخ احکام مراد نہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ "يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ" سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے انبیاء مراد ہوں نہ کہ بعد میں آنے والے۔ مزید برآں! آیت میں خبر ہے امر نہیں، جیسا کہ یہ احتمال ہے کہ انبیاء کرام اس شریعت کی پیروی کرتے تھے لیکن اپنی شریعت کی حیثیت سے نہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی حیثیت سے)

ان تمام جوابات کا خلاصہ یہ ہوا، کہ قرآن مجید کی کسی بھی آیت میں اگر آپ ﷺ کو پچھلے انبیاء پر ایمان لانے، ان کی پیروی کرنے، ان کے طریقے پر چلنے اور ان کی طرف نازل ہونے والی وحی کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے، تو اس سے بنیادی عقائد، متفق علیہ مشترکات اور غیر قابل النسخ محکمات مراد ہیں، ورنہ قرآنی آیات میں تعارض کی صورت سامنے آئے گی۔ مزید برآں! اکثر آیات

کریمہ صراحۃً اس بات پر دلالت کررہی ہیں، کہ آپ ﷺ اس شریعت کی پیروی کے پابند ہیں، جو آپ پر نازل ہوئی ہے۔ پس یہ آیاتِ کریمہ جمہور کے مؤقف کی مؤید ہیں نہ کہ اس مؤقف کی، کہ شرائع میں اصل استمرار و بقاء ہے۔

پہلی حدیث سے استدلال کا جواب:

....قُلْنَا: بَلْ فِيهِ {فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ} (البقرة:194)

حضرت انس بن النضر کی بہن حضرت ربیع کے واقعے سے استدلال کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایک تو قرآن مجید کی "فَمَنِ اعْتَدَىٰ" والی آیت کے عموم میں دانت کے قصاص کا حکم شامل ہے۔(45) دوسرا یہ کہ جب تورات والے احکام قصاص کو بغیر کسی نکیر یا تردید کے قرآن مجید میں نقل کر دیا گیا تو اب وہی احکام شریعت قرآنیہ و شریعت محمدیہ کے احکام بن گئے اور اسی حیثیت سے آپ ﷺ اور آپ کی امت اس کی پیروی کی پابند ہیں نہ کہ شریعت موسویہ کی حیثیت سے۔

دوسری حدیث سے استدلال کا جواب:

قُلْنَا: مَا ذَكَرَهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَعْلِيلًا لِلْإِيجَابِ، لَكِنْ أَوْجَبَ بِمَا أُوحِيَ إِلَيْهِ وَنَبَّهَ عَلَى أَنَّهُمْ أُمِرُوا كَمَا أُمِرَ مُوسَى وَقَوْلُهُ {لِذِكْرِي} (طه:14) أَيْ: لِذِكْرِ إِيجَابِي لِلصَّلَاةِ، وَلَوْلَا الْخَبَرُ لَكَانَ السَّابِقُ إِلَى الْفَهْمِ أَنَّهُ لِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى بِالْقَلْبِ أَوْ لِذِكْرِ الصَّلَاةِ بِالْإِيجَابِ.(46)

(یعنی آپ ﷺ نے سورۃ طٰہ کی آیت کریمہ کو نماز واجب ہونے کی علت اور وجہ کے طور پر ذکر نہیں فرمایا، بلکہ آپ کے پاس جو وحی آئی تھی، اس کے بموجب فرمایا کہ جب نماز یاد آئے تو اس کو پڑھ لیں۔ آیت نقل کرنے سے اس طرف توجہ دلائی کہ اس امت کو نماز کا حکم اس طرح دیا گیا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا)

تیسری حدیث سے استدلال کا جواب:

الْحَدِيثُ الثَّالِثُ: مُرَاجَعَتُهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - التَّوْرَاةَ فِي رَجْمِ الْيَهُودِيَّيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ تَكْذِيبًا لَهُمْ فِي إِنْكَارِ الرَّجْمِ إِذْ كَانَ يَجِبُ أَنْ يُرَاجِعَ الْإِنْجِيلَ فَإِنَّهُ آخِرُ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ. فَلِذَلِكَ لَمْ يُرَاجِعْ فِي وَاقِعَةٍ سِوَى هَذِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.(47)

(حاصل جواب یہ ہے کہ رجم کے حکم سے انکار میں یہود کے جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے آپ ﷺ کا تورات منگوانا اگر اس نظریے پر مبنی ہوتا، کہ شرائع من قبلنا کے احکام کی پیروی ہمارے اوپر لازم ہے، تو آپ ﷺ انجیل منگوالیتے، اس لیے کہ شرائع من قبلنا میں باعتبار نزول آخری کتاب انجیل تھی نہ کہ تورات۔ مزید برآں! آپ ﷺ نے اس واقع کے علاوہ کسی اور موقع پر تورات نہیں منگوائی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس موقع پر تورات منگوانا اس نظریے پر مبنی نہیں کہ شرائع میں اصل استمرار ہے)

اس واقع سے استدلال کا اصل جواب یہ ہے کہ اس وقت جرم زنا کی سزا کا یہودیوں پر اجراء اور تنفیذ مقصود تھی جو ان کی شریعت کی روشنی میں کی گئی، مسلمانوں پر سزا کی تنفیذ مقصود نہیں تھی اور نہ کبھی آپ ﷺ نے تورات والی شریعت کے احکام کا مسلمانوں پر اجراء کیا ہے۔ جبکہ زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ کیا شرائع من قبلنا مسلمانوں کے لیے اب بھی شریعت ہے؟ یا ہم صرف

شریعت محمدیہ کی پیروی کے پابند ہے؟اس لیے اس واقع سے زیر بحث مسئلہ پر استدلال بے محل ہے۔

دوسرے مسلک کی وضاحت اور دلائل کا بیان

دوسرا مسلک یہ ہے کہ:

"شرائع من قبلنا کے کسی بھی حکم کی اتباع ہمارے اوپر واجب نہیں، الا یہ کہ کسی دلیل سے شرائع من قبلنا کے کسی معین حکم پر عمل کرنے کا وجوب ثابت ہو جائے"۔

یہ مسلک پہلے مسلک کے بالکل برعکس ہے، جو اس قاعدے پر مبنی ہے کہ:

"ہر آسمانی شریعت صاحب شریعت (نبی) کی وفات یا دوسرے نبی کی بعثت کے ساتھ اختتام پذیر ہو جاتی ہے"۔

اس اصول کے مطابق شریعت موسویہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی، اور شریعت عیسویہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ اس قول کا حاصل یہ کہ شرائع میں اُصل اختصاص ہے، ہر نبی کی شریعت اس کے ساتھ خاص ہے، جب تک وہ نبی حیات ہیں، ان کی شریعت قابل عمل ہے، دوسرے نبی کے آنے کے بعد نئی شریعت آجاتی ہے، اور سابق نبی کی شریعت قابل عمل نہیں رہتی، تاہم درمیانی عرصہ کے حوالے سے دونوں احتمالات ہیں، دوسرے نبی کی بعثت تک پہلی شریعت قابل عمل ہے، یا پہلے نبی کی وفات کے ساتھ ہی شریعت منسوخ ہو جاتی ہے، لیکن اس سے شریعت کے اختصاصی ہونے پر اثر نہیں پڑتا۔

دوسرے مسلک کے دلائل:

دوسرے مسلک کی صحت پر بھی نقلی وعقلی دلائل سے استدلال کیا گیا ہے ملاحظہ ہوں۔

(اُ) نقلی دلائل: حسب ذیل آیات کریمہ سے اس مسلک پر استدلال کیا گیا ہے:

پہلی نقلی دلیل:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ (المائدة:48)

(ہر ایک کو تم میں سے دیا ہم نے ایک دستور اور راہ)

اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ہر امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک شریعت نازل فرمائی ہے، جو اس کے ساتھ خاص ہے، اور اس امت کا نبی اسی شریعت کی پیروی کرنے اور اس کی طرف دعوت دینا کا پابند ہے۔(48)

دوسری نقلی دلیل:

(أ) ﴿وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ (الاسراء:2)

(اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور کیا اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے)

(ب) ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُن فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ (السجدة:23)

(اور ہم نے دی ہے موسیٰ کو کتاب سو تو مت رہ دھوکے میں اس کے ملنے سے اور کیا ہم نے اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے)

استدلال کا خلاصہ:

ان دونوں آیات کریمہ میں اس بات کی صراحت ہے، کہ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی کتاب، یعنی تورات، خاص بنی اسرائیل کے لئے ہدایت ہے۔ امام سرخسی اس استدلال کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فتخصيص بني إسرائيل بكون التوراة هدى لهم يكون دليلا على أنه لا يلزمنا العمل بما فيه إلا أن يقوم دليل يوجب العمل به في شريعتنا۔ (49)

(پس بنی اسرائیل کو اس بات کے ساتھ خاص کرنا کہ "تورات انہیں کے لیے ہدایت ہے" اس بات کی دلیل ہے کہ ہم (امت محمدیہ) پر تورات کے احکام کی پیروی لازم نہیں، الا یہ کہ کوئی دلیل قائم ہو، جو اس بات کو ثابت کرے کہ ہماری شریعت میں بھی تورات کے احکام پر عمل کرنا واجب ہے)

(ب) دلیل عقلی:

ہر امت کے لیے شریعت خاصہ کا ہونا اس لیے اصل اور ضروری ہے کہ بعثت انبیاء کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنی امت کے سامنے محتاج بیان امور کو بیان کریں، تو اگر آنے والے رسول کی آمد و بعثت کے ساتھ پچھلے نبی کی شریعت اختتام پذیر نہ ہو اور آنے والے رسول از سر نو کوئی شریعت لے کر نہ آئے، تو دوسرے رسول کی بعثت کے وقت کسی امر کے بیان کی ضرورت نہیں ہوگی، اور اس نئے آنے والے نبی کی بعثت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور سنت الہیہ یہ ہے کہ بغیر کسی فائدہ و مقصد کے کسی رسول کو ارسال نہیں کیا جاتا۔ پس ثابت ہوا کہ ہر نبی اور رسول کے ساتھ نئی شریعت اتاری جاتی ہے، جو اس کے ساتھ خاص ہوتی ہے، صاحب کشف الاسرار کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

وَبِالْمَعْقُولِ وَهُوَ أَنَّ الْأَصْلَ فِي الشَّرِيعَةِ الْمَاضِيَةِ الْخُصُوصُ، لِأَنَّ بَعْثَ الرَّسُولِ لَيْسَ إِلَّا لِبَيَانِ مَا بِالنَّاسِ حَاجَةٌ إِلَى بَيَانِهِ، وَإِذَا لَمْ يَجْعَلْ شَرِيعَةَ رَسُولٍ مُنْتَهِيَةً بِبَعْثِ رَسُولٍ آخَرَ وَلَمْ يَأْتِ الثَّانِي بِشَرْعٍ مُسْتَأْنِفٍ لَمْ يَكُنْ بِالنَّاسِ حَاجَةٌ إِلَى الْبَيَانِ عِنْدَ بَعْثِ الثَّانِي لِكَوْنِهِ مُبَيَّنًا عِنْدَهُمْ بِالطَّرِيقِ الْمُوجِبِ لِلْعِلْمِ فَلَمْ يَكُنْ فِي بَعْثِهِ فَائِدَةٌ وَاللَّهُ تَعَالَى لَا يُرْسِلُ رَسُولًا بِغَيْرِ فَائِدَةٍ فَثَبَتَ أَنَّ الِاخْتِصَاصَ هُوَ الْأَصْلُ۔ (50)

(اور دلیل عقلی سے بھی یہ بات ثابت ہے، اور وہ یہ کہ اصل یہ ہے کہ گذشتہ شریعت میں خصوصیت ہو، اس لیے کہ رسول کی بعثت صرف اس لیے ہوتی ہے، کہ وہ اس امت کے لیے محتاج بیان امور کو بیان کرے۔ اگر گذشتہ رسول کی شریعت آنے والے رسول کی شریعت سے اختتام پذیر نہ ہو، اور دوسرا رسول از سر نو نئی شریعت لے کر نہ آئے، تو گویا دوسرے رسول کی بعثت کے وقت لوگوں کو احکام بیان کرنے کی ضرورت و حاجت نہ ہوئی، پس اس کو مبعوث کرنے کا فائدہ نہیں ہوا، جبکہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی فائدہ کے

رسول نہیں بھیجتے پس ثابت ہوا، کہ ہر شریعت نبی کے ساتھ خاص ہونا ہی اصل ہے)

یہی وجہ ہے، کہ یہ صرف ان احکام میں ہوگا جن میں نسخ ممکن ہے یعنی فروعی احکام میں، اصول میں نہیں۔ امام سرخسی لکھتے ہیں:

وَلِهَذَا جعلنا هَذَا كالنسخ فِيمَا يحْتَمل النّسخ دون مَا لَا يحْتَمل النّسخ أصلا كالتوحيد وأصل الدّين ألا ترى أَن الرُّسُل عَلَيْهِم السَّلَام مَا اخْتلفُوا فِي شَيْء من ذَلِك أصلا وَلَا وصفا وَلَا يجوز أَن يكون بَينهم فِيهِ خلاف وَلِهَذَا انْقَطع القَوْل بِبَقَاء شَرِيعَة نَبينَا مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِلَى قيام السَّاعَة لعلمنا بِدَلِيل مَقْطُوع بِهِ أَنه لَا نَبِي بعده حَتَّى يكون ناسخا لشريعته. (51)

(اسی لئے ہم نے اس کو ان احکام میں نسخ کی طرح قرار دیا، جن میں نسخ کا احتمال ہے، ان احکام میں نہیں جن میں نسخ کا احتمال نہیں، جیسے توحید اور اصول الدین، کیا دیکھتے نہیں ہو، کہ رسل علیہم السلام میں ان امور کے حوالے سے کوئی اختلاف نہیں نہ اصل میں اور نہ وصف میں، اور ان میں اختلاف ممکن بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بات قطعی ویقینی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی، اس لیے کہ ہم دلیل قطعی سے یہ بات جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تاکہ (اس کی شریعت) آپ ﷺ کی شریعت کے لیے ناسخ بن جائے)

(ج) مخصوص قوم اور علاقے کی طرف انبیاء کی بعثت سے استدلال:

اختصاصی شریعت کے نظریہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم کی شریعتیں کسی خطے وعلاقے کے لوگوں ساتھ مخصوص تھیں اور صرف اس خطے والے لوگوں پر اس نبی کی شریعت کی پیروی اور اتباع لازم تھی، دوسرے خطے والوں پر نہیں، مثلاً: حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ونبوت کا زمانہ ایک تھا جیسا کہ سورۃ قصص {آیات 23-تا-28} میں حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات کا صراحتاً تذکرہ ہے، لیکن حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت اہل مدین اور اصحاب الأیکۃ کی طرف ہوئی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا} (الأعراف: 85)

(اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو)

نیز ارشاد ہے:

{كَذَّبَ أَصْحَابُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ} (الشعراء: 176، 177)

(جھٹلایا بن کے رہنے والوں نے پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کو شعیب نے کیا تم ڈرتے نہیں)

جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کا نبی وپیغمبر ہونا أظہر من الشمس ہے۔

استدلال کا خلاصہ:

یعنی جس طرح یہ ممکن بلکہ ایک امر واقع ہے کہ استثنائی صورتوں کے علاوہ گذشتہ انبیاء کی بعثت کسی ایک محدود علاقے

اور مخصوص قوم کے ساتھ مختص ہوتی تھی، جیسا کہ اس حدیث شریف سے اس کی تائید ہوتی ہے:

أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي... وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً " (52)

(مجھے پانچ خصوصیتوں سے نوازا گیا، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔۔۔ مجھ سے پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، جبکہ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں)

تو اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ گذشتہ تمام انبیاء کی نبوت وبعثت ایک زمانے کے لوگوں کے ساتھ مختص ہو، اور دوسرے زمانے کے لوگوں پر اس شریعت کی پیروی لازم نہ ہو، بلکہ اس کے لیے دوسرے نبی کو مبعوث کیا گیا ہو، اور اس سے کوئی خرابی لازم نہ آئے۔ بالفاظ دیگر جب اختصاص النبوۃ بالمکان دون مکان ممکن بلکہ واقع ہے، تو اختصاص النبوۃ والشریعۃ بالزمان دون زمان بھی ممکن ہو، اور اس میں کوئی قباحت وخرابی نہ ہو۔ کشف الاسرار کی عبارت ملاحظہ ہو:

فَإِذَا ثَبَتَ أَنَّهُ قَدْ كَانَ فِي الْمُرْسَلِينَ مَنْ يَكُونُ وُجُوبُ الْعَمَلِ بِشَرِيعَتِهِ عَلَى أَهْلِ مَكَانٍ دُونَ أَهْلِ مَكَانٍ آخَرَ. وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ مَرْضِيًّا عِنْدَ اللهِ تَعَالَى عَلِمْنَا أَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ وُجُوبُ الْعَمَلِ بِهَا عَلَى أَهْلِ زَمَانٍ دُونَ أَهْلِ زَمَانٍ آخَرَ وَأَنَّ ذَلِكَ الشَّرْعَ يَكُونُ مُنْتَهِيًا بِبَعْثِ نَبِيٍّ آخَرَ فَقَدْ كَانَ يَجُوزُ اجْتِمَاعُ النَّبِيَّيْنِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ فِي مَكَانَيْنِ عَلَى أَنْ يَدْعُوَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَى شَرِيعَتِهِ فَعَرَفْنَا أَنَّهُ يَجُوزُ مِثْلُ ذَلِكَ فِي زَمَانَيْنِ وَأَنَّ الْمَبْعُوثَ آخِرًا يَدْعُو إِلَى الْعَمَلِ بِشَرِيعَتِهِ وَيَأْمُرُ النَّاسَ بِاتِّبَاعِهِ وَلَا يَدْعُو إِلَى الْعَمَلِ بِشَرِيعَةِ مَنْ قَبْلَهُ. (53)

(جب یہ بات ثابت ہوئی کہ انبیاء کرام میں سے ایسے رسول گزرے ہیں جن کی شریعت پر عمل کرنا ایک علاقے کے لوگوں پر واجب تھا، دوسرے علاقے کے لوگوں پر نہیں، اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ تھا، تو اس سے ہم جان گئے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شریعت پر عمل کرنے کا وجوب ایک زمانے کے لوگوں پر ہو، دوسرے زمانے کے لوگوں پر نہیں۔ اور یہ کہ وہ شریعت دوسرے نبی کی بعثت کے ساتھ اختتام پذیر ہو، پس تحقیق یہ بھی ممکن ہے کہ اس ایک زمانے میں دو نبی دو مختلف علاقوں میں بیک وقت اس طرح نبی ہوں، کہ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیں۔ تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ ایسا دو زمانوں میں بھی ممکن ہے اور یہ کہ بعد والے زمانے میں مبعوث پیغمبر اپنی ہی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور اس کی پیروی کا حکم دے، اور اپنے سے پہلے والی شریعت پر عمل کرنے کی دعوت نہ دے)

جبکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ونبوت قیامت تک آنے والے تمام زمانوں اور روئے زمین پر آباد ہر خطے کے تمام لوگوں، بالفاظ دیگر تمام انسانیت کے لیے ہے، کسی خاص قوم کے لیے نہیں، جیسا کہ قرآن مجید بھی ارشاد ربانی ہے:

{قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً} (الاعراف:158)

(تو کہہ اے لوگوں میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف)

اختصاصی شرائع سے استثنائی صورت:

کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک نبی کو دوسرے نبی کا تابع بنا کر مبعوث کیا گیا، صاحب کشف الاسرار رقمطراز ہیں:

إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدُ الرَّسُولَيْنِ تَبَعًا لِلْآخَرِ فَحِينَئِذٍ لَا يَثْبُتُ الْخُصُوصُ. وَكَانَ التَّبَعُ دَاعِيًا إِلَى شَرَائِعِ الْأَصْلِ كَإِبْرَاهِيمَ وَلُوطٍ. فَإِنَّ لُوطًا وَإِنْ كَانَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ كَانَ تَبَعًا لِإِبْرَاهِيمَ - عَلَيْهِمَا السَّلَامُ - وَدَاعِيًا إِلَى شَرِيعَتِهِ... وَكَذَلِكَ هَارُونُ كَانَ تَابِعًا لِمُوسَى - عَلَيْهِمَا السَّلَامُ - فِي الشَّرِيعَةِ وَرِدْءًا لَهُ كَمَا أَخْبَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ...(54)

عبارت مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ اصولی طور پر تو ہر نبی کی اپنی خاص شریعت ہوا کرتی تھی جو اس نبی کے ساتھ مختص ہوتی تھی، لیکن ایسی مثالیں بھی ہیں کہ کسی نبی کو الگ کوئی شریعت نہیں دی گئی، بلکہ اس زمانے میں موجود کسی اور رسول کی پیروی کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے لیے ان کو مبعوث کیا گیا۔ قرآن مجید میں اس نوع کے دو واقعات صراحتاً مذکور ہیں، ایک حضرت لوط علیہ السلام کا، جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کا پیروکار بنایا گیا ہے، اور دوسرے حضرت ہارون علیہ السلام کا، جو بدعاء سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کے معاون اور پیروکار تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ حسب ذیل ارشاد خداوندی میں ہے:

{فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ} (العنكبوت:26)

(پھر مان لیا اس کو لوط نے اور وہ بولا میں تو وطن چھوڑتا ہوں اپنے رب کی طرف بیشک وہی ہے زبردست حکمت والا)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسر ابو سعود رقمطراز ہیں:

{فآمن لَهُ لُوطٌ} أي صدّقه في جميع مقالاتِه لا في نُبُوتِه وما دعا إليه من التَّوحيدِ فقط فإنَّه كان منزَّهاً عن الكُفر۔(55)

({فآمن} پھر مان لیا اس کو لوط نے، یعنی لوط علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی تمام احکام میں، صرف ان کی نبوت اور توحید، جس کی طرف ابراہیم علیہ السلام نے دعوت دی تھی، میں نہیں، اس لیے کہ لوط علیہ السلام کفر سے منزہ تھے)

حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں ہے:

{فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي} (القصص:34)

(سو اس کو بھیج میرے ساتھ مدد کو کہ میری تصدیق کرے)

{وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي، هَارُونَ أَخِي} (طٰہٰ:29،30)

(اور دے مجھ کو ایک کام بٹانے والا میرے گھر کا، ہارون میرا بھائی)

دوسرے مسلک کی مرجوحیت:

یہ استثناء درحقیقت دوسرے مسلک کے اثبات کے لیے تیسری دلیل یعنی، اختصاصی شرائع سے استدلال، پر وارد ہونے والے اس اشکال کا جواب ہے، کہ جب شرائع میں اصل تخصیص ہے کہ ہر علاقے اور ہر زمانے کے لیے الگ نبوت و الگ شریعت ہو، تو لوط علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی نبوتیں اور شریعتیں تو اختصاصی نہیں ہیں، بلکہ بنص قرآن دوسرے انبیاء کی تابع تھیں، تو یہ کہنا کس

طرح صحیح ہوا، کہ شرائع میں اصل اختصاص ہے؟! جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں انبیاء کا معاملہ استثنائی ہے۔ لیکن یہ استثناء خود اس بات کی دلیل ہے، کہ اختصاصی شرائع کا نظریہ نصوص کے خلاف ہے۔ اس سے دوسرے مسلک اور اس کے استدلالات کا جواب سمجھنا چاہیے۔

تیسرے مسلک کی وضاحت اور دلائل کا بیان

"شرائع سابقہ میں سے غیر ثابت النسخ تمام احکام پر مطلقاً عمل کرنا لازم ہے، لیکن شریعت محمدیہ کے احکام کی حیثیت سے"

یعنی شرائع سابقہ کا جو بھی حکم ہم تک پہنچے، خواہ کسی دلیل قطعی کے ساتھ پہنچے، جیسے قرآن وحدیث میں آئے، یا دلیل غیر قطعی کے ساتھ، جیسے اہل کتاب نے نقل کیا ہو، یا کسی مسلمان نے شرائع سابقہ کی کتب سے اس کو حکم شرعی سمجھا ہو، اور اس کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو، تو ہمارے اوپر اس کی اتباع لازم ہے، لیکن اس حیثیت سے کہ وہ ہماری شریعت کا حکم ہے نہ کہ شرائع سابقہ کا۔ عبارات ملاحظہ ہوں:

وَقَالَ بَعضهم: شرائع من قبلنا يلزمنا الْعَمَل بِهِ على أَن ذَلِك شَرِيعَة لنبينا عَلَيْهِ السَّلَام فِيمَا لم يظْهر دَلِيل النّسخ فِيهِ وَلَا يفصلون بَين مَا يصير مَعْلُوما من شرائع من قبلنَا بِنَقْل أهل الْكتاب أَو بِرِوَايَة الْمُسلمين عَمَّا فِي أَيْديهم من الْكتاب وَبَين مَا ثَبت من ذَلِك بِبَيَان فِي الْقُرْآن أَو السّنة.(56)

(بعض نے کہا: ہم (امت محمدیہ) پر لازم ہے کہ شرائع سابقہ میں سے صرف ان احکام پر شریعت محمدیہ کی حیثیت سے عمل کریں جن کے بارے میں نسخ کی دلیل ظاہر نہ ہو۔ یہ حضرات یہ فرق روا نہیں رکھتے، کہ ان احکام کا شرائع سابقہ میں سے ہونا اہل کتاب کے نقل سے ثابت ہو یا مسلمانوں کے پاس موجود کتاب میں سے روایت کرنے سے، اور یا پھر قرآن وسنت کے بیان سے)

تیسرے مسلک کا محوری نقطہ

تیسرے مسلک میں بنیادی اور اہم نقطہ یہ ہے کہ شرائع من قبلنا احکام کی پیروی کے لزوم کے لئے اس بات کی ضرورت نہیں، کہ دلیل قطعی سے ان احکام کا شرائع سابقہ میں سے ہونا ثابت ہوجائے ثبوت کی ضرورت نہیں، بلکہ اہل کتاب کی نقل یا پھر محض کتاب مقدس اور بائبل میں اس حکم کا موجود ہونا کافی ہے۔ گویا اس بات کو کافی ثبوت سمجھا گیا کہ کوئی کتابی کہدے کہ فلاں حکم ہماری شریعت کا حکم ہے، یا پھر کوئی بھی کہدے کہ فلاں حکم کتاب مقدس (تورات وانجیل) میں موجود ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ سارا دارومدار کتابی اور کتاب مقدس پر ہوا۔

تیسرے مسلک کی مرجوحیت:

یہی بات اس مسلک کے باطل ہونے کے لیے کافی ہے، اس لیے کہ نہ تو کوئی کتابی دین کی باتوں میں معتبر راوی ہے اور نہ کتاب مقدس کے احکام کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ دینیات میں راوی کے عادل، ثقہ اور معتبر ہونے کے لیے پہلی شرط اسلام ہے اور رسالت محمدیہ سے انکار کی بنیاد پر اہل کتاب میں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ جبکہ کتاب مقدس کے احکام کی تصدیق

وتکذیب دونوں سے صراحتہ حدیث میں روکا گیا ہے، اس لئے کہ بنص قرآنی یہ کتابیں محرف ہیں۔ ان دونوں باتوں کی تفصیل حسب ذیل سطور میں ملاحظہ ہو:

راوی کے لیے اسلام کی شرط:

ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ جَمَاهِيرُ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ عَلَى: أَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِيمَنْ يُحْتَجُّ بِرِوَايَتِهِ أَنْ يَكُونَ عَدْلًا، ضَابِطًا لِمَا يَرْوِيهِ، وَتَفْصِيلُهُ أَنْ يَكُونَ مُسْلِمًا، بَالِغًا، عَاقِلًا، سَالِمًا مِنْ أَسْبَابِ الْفِسْقِ وَخَوَارِمِ الْمُرُوءَةِ، مُتَيَقِّظًا غَيْرَ مُغَفَّلٍ، حَافِظًا إِنْ حَدَّثَ مِنْ حِفْظِهِ، ضَابِطًا لِكِتَابِهِ.(67)

(جمہور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص کی روایت حجت ہوگی، اس کے لیے شرط ہے کہ وہ عادل اور ضابط ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مسلمان، بالغ اور عاقل ہو، فسق اور خلاف مروءت امور سے محفوظ ہو)

اہل کتاب کا کفر:

قرآن وسنت کی نصوص کی رو سے اہل کتاب کا کفر اقوی البدیہیات میں سے ہے، چند نصوص ملاحظہ ہوں:

پہلی آیت:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (المائدہ:17)

(بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا، تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب)

دوسری آیت:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (المائدہ:72)

(بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے کہ اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی نہیں گناہ گاروں کی مدد کرنے والا)

تیسری آیت:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (المائدہ:73)

(بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک ف ۲ حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک معبود کے اور اگر نہ باز آویں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بیشک پہنچے گا ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک)

کتاب مقدس کی تصدیق وتکذیب:

کتاب مقدس کے اندر موجود احکام کے رد وقبول کے بارے میں حدیث نبوی کی نص سے یہ اصول ثابت ہے کہ ان کی نہ تو تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب، اس لیے کہ ان کتب کا محرف ہونا مسلمات شرعیہ میں سے ہے، تصدیق میں تو یہ خطرہ ہے، کہ غیر حکم شرعی کو حکم شرعی نہ سمجھا جائے، جبکہ تکذیب میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں حکم شرعی کی تکذیب نہ ہوجائے، اس لئے کہ یہ کتابیں بہرحال آسمانی کتابیں ہیں، حدیث مبارک کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ، وَقَدْ ضَلُّوا، فَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ، أَوْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي"

(جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھو وہ تمہارے راہنمائی نہیں کرسکتے جبکہ وہ گمراہ کرچکے ہیں)

کتب سابقہ میں تحریف کا ثبوت:

متذکرہ بالا عبارت میں بتایا گیا، کہ دلیل قطعی سے ثابت ہے کہ اہل کتاب نے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کی ہے۔ اس دعوی کے دلائل حسب ذیل آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ ہیں:۔

(1) پہلی دلیل، آیت قرآنیہ:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (النساء:46)

(بعضے لوگ یہودی پھیرتے ہیں بات کو اس کے ٹھکانے سے)

(2) دوسری دلیل، آیت قرآنیہ:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (المائدۃ:۱۳)

(پھیرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے)

(3) تیسری دلیل، آیت قرآنیہ:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا (المائدۃ:41)

(بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر، کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کرلینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا)

(4) چوتھی دلیل، حدیث نبوی:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ...وقد حدثکم اللہ أن أھل الکتاب بدلوا ما کتب اللہ وغیروا بأیدیھم الکتاب (58)

(اللہ نے تمہیں بتایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کے لکھے ہوئے کو تبدیل کردیا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے کتاب الٰہی میں

تبدیلیاں کی ہیں)

ان دلائل قطعیہ صریحہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل کتاب نے آسمانی کتابوں میں تحریف کی ہے، اس لیے شرعی عقاید واعمال کے حوالے سے ان کا قول معتبر نہیں، اوران سے اس سلسلے میں پوچھنا بھی نہیں چاہیے۔

اہل کتاب سے سوالات کرنے کی ممانعت

ان نصوص کی روشنی میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قول النبی ۔۔۔ «لا تسألوا أهل الكتاب عن شيء» میں اس مضمون کو ثابت فرمایا ہے کہ شرائع سے متعلق امور میں اہل کتاب کی باتیں غیر معتبر ہیں، اس لیے کہ وہ اپنی کتابوں میں تحریف اور تبدیلی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بنابریں! مسلمان نہ تو ان سے شرائع کے متعلق سوال کریں اور نہ ان کی باتوں کی تصدیق کریں ،البتہ تکذیب بھی نہ کریں، اس لیے کہ ان کی باتوں میں سچ کا احتمال بہر حال برقرار ہے تو مسلمان کہیں غیر شعوری طور پر سچی باتوں کی تکذیب کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ اہل کتاب سے سوال کی ممانعت حسب ذیل احادیث میں ملاحظہ ہو:

(الف)۔ پہلی حدیث:

عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: " كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ وَ كِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ، تَقْرَءُونَهُ مَحْضًا لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ أَهْلَ الكِتَابِ بَدَّلُوا كِتَابَ اللَّهِ وَغَيَّرُوهُ، وَ كَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الكِتَابَ، وَقَالُوا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا؛ أَلاَ يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ العِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ؛ لاَ وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ "(59)

(عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اہل کتاب سے کیونکر پوچھتے ہو؟! حالانکہ تمہاری کتاب، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے، (باعتبار نزول) نئی ہے۔ تم اس کو خالص پڑھتے ہو، پرانی نہیں ہوئی۔ تحقیق تم کو بتلایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتاب کو تبدیل کر ڈالا ہے، اور اس میں تغییر کی ہے، اور اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھی ہے اور کہنے لگے: یہی اللہ کی طرف سے ہے تا کہ اس کے ذریعے لے لے مول تھوڑا سا کیا تمہارے پس آنے والے علم (دلائل) نے تمہیں ان سے پوچھنے سے منع نہیں کیا؟ نہیں، بخدا! ہم نے ان میں سے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو تم سے تمہارے اوپر نازل ہونے والی کتاب کے بارے میں پوچھتا ہو)

(ب)۔ دوسری حدیث:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ، وَقَدْ ضَلُّوا، فَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ، أَوْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي "(60)

(جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں نہ

پوچھو وہ تمہارے راہنمائی نہیں کر سکتے جبکہ وہ گمراہ کر چکے ہیں)

(ج)۔تیسری حدیث:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ، وَقَدْ أَضَلُّوا أَنْفُسَهُمْ» قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَنُحَدِّثُ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَ: «حَدِّثُوا وَلَا حَرَجَ»(61)

(زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے فرمایا: مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو اس لیے کہ وہ تمہاری راہنمائی نہیں کر سکتے جبکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کر چکے ہیں۔ہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم ان کی بات کو نقل کریں؟ فرمایا: نقل کرو، اس میں کوئی حرج نہیں)

(د)۔چوتھی حدیث:

قَالَ عَبْدُ اللهِ: «لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ، وَقَدْ ضَلُّوا، فَتُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، وَتُصَدِّقُوا الْبَاطِلَ، وَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا فِي قَلْبِهِ تَالِيَةٌ تَدْعُوهُ إِلَى اللهِ وَكِتَابِهِ كَتَالِيَةِ الْمَالِ» . وَالتَّالِيَةُ: الْبَقِيَّةُ. قَالَ الثَّوْرِيُّ: وَزَادَ مَعْنٌ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «إِنْ كُنْتُمْ سَائِلِيهِمْ لَا مَحَالَةَ فَانْظُرُوا مَا وَاطَى كِتَابَ اللهِ فَخُذُوهُ، وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللهِ فَدَعُوهُ»(62)

(حضرت عبداللہ نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو اس لیے کہ وہ تمہاری راہنمائی نہیں کر سکتے جبکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کر چکے ہیں، نتیجتاً تم حق کی تکذیب اور باطل کی تصدیق کر بیٹھو۔اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ اس کے دل میں ایسی بات (تالیہ) ہے، جو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کی طرف بلاتا ہے۔مال کی تالیہ کی طرح (تالیہ کا معنی ہے بقیہ)۔ ثوری نے اسی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ سے نقل کیا۔فرمایا: اگر پوچھنا ہی ہے، تو دیکھو جو احکام کتاب اللہ کے موافق ہوں، ان کو لو، اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہوں، ان کو ترک کر دو)

(ہ)۔پانچویں حدیث:

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مَرَّ بِرَجُلٍ يَقْرَأُ كِتَابًا سَمِعَهُ سَاعَةً، فَاسْتَحْسَنَهُ فَقَالَ لِلرَّجُلِ: أَتَكْتُبُ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَاشْتَرَى أَدِيمًا لِنَفْسِهِ، ثُمَّ جَاءَ بِهِ إِلَيْهِ فَنَسَخَهُ فِي بَطْنِهِ وَظَهْرِهِ، ثُمَّ أَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ يَقْرَأُهُ عَلَيْهِ، وَجَعَلَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَوَّنُ، فَضَرَبَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِيَدِهِ الْكِتَابَ، وَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، أَلَا تَرَى إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ الْيَوْمِ وَأَنْتَ تَقْرَأُ هَذَا الْكِتَابَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ: «إِنَّمَا بُعِثْتُ فَاتِحًا وَخَاتِمًا، وَأُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَفَوَاتِحَهُ، وَاخْتُصِرَ لِي الْحَدِيثُ اخْتِصَارًا، فَلَا يُهْلِكَنَّكُمُ

الْمُتَهَوِّكُونَ"(63)

(ابوقلابہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس گزرے وہ کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ حضرت عمر نے کچھ دیر اس کو سنا اور اس کو اچھا جانا۔ اس آدمی سے کہا: کیا آپ اس کتاب میں سے نقل کر سکتے ہیں؟ اس نے کہا: جی، ہاں! حضرت عمر نے چمڑے کا ایک ٹکڑا خریدا پھر اس شخص کے پاس لے آئے، اس نے دونوں جانب اس پر لکھا۔ حضرت عمر اس تحریر کو آپ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور پڑھنے لگے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ پیلا ہو رہا تھا۔ ایک انصاری صحابی نے اس مکتوب پر ہاتھ مارا اور کہا: تیری ماں تجھے روئے، اے ابن الخطاب! کیا تم آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو نہیں دیکھ رہے ہو جب آپ یہ لکھا ہوا پڑھ رہے ہو۔ اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے جوامع الکلم اور فواتح سے نوازا گیا ہے، بات کو میرے لیے انتہائی مختصر کی گئی ہے، پس حیران لوگ تمہیں ہلاک نہ کریں)

(و)۔چھٹی حدیث:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي مَرَرْتُ بِأَخٍ لِي مِنْ قُرَيْظَةَ، وَكَتَبَ لِي جَوَامِعَ مِنَ التَّوْرَاةِ، أَفَلَا أَعْرِضُهَا عَلَيْكَ؛ قَالَ: فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَقُلْتُ: مَسَخَ اللّٰهُ عَقْلَكَ، أَلَا تَرَى مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَقَالَ عُمَرُ: رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا قَالَ: فَسُرِّيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْ أَصْبَحَ فِيكُمْ مُوسَى ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ. أَنْتُمْ حَظِّي مِنَ الْأُمَمِ، وَأَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّينَ"(64)

(عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! بنو قریظہ کے ایک بھائی کے پاس سے میرا گزر ہوا، اس نے تورات میں سے چند جامع قسم کی باتیں لکھیں، میں ان باتوں کو آپ کے سامنے نہ پیش نہ کروں؟!۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا۔ عبداللہ کہتے ہیں، میں نے کہا: اللہ تیری عقل کا ستیاناس کرے، کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نہیں دیکھ رہے ہیں؟! حضرت عمر نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر خوش اور راضی ہوں۔ فرمایا: اس سے آپ کو خوشی ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے درمیان آجائیں پھر تم لوگ ان کی پیروی کرو گے اور مجھے چھوڑ دو گے، تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ تم تمام امتوں میں سے میرے حصے کے ہوں اور میں تمام انبیاء میں سے تمہارے حصے کا ہوں)

(ز)۔ساتویں حدیث:

عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ مِنْ قَصَصِ يُوسُفَ فِي كَتِفٍ فَجَعَلَتْ تَقْرَأُ عَلَيْهِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَوَّنُ وَجْهُهُ. فَقَالَ:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَتَاكُمْ يُوسُفُ وَأَنَا فِيكُمْ فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ" (65)

(زہری سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں یوسف علیہ السلام کے قصے پر مشتمل ھڈی پر لکھی ہوئی ایک تحریر لے آئی، اور آپ کے سامنے پڑھنے لگی۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر یوسف علیہ السلام میری موجودگی میں تمہارے پاس آئیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو گمراہ ہو جاؤ گے)

احادیث مبارکہ سے مستنبط فوائد:

ان احادیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے:

1۔ مسلمانوں کو اہل کتاب سے دین کی باتوں کے بارے میں نہیں پوچھنا چاہیے۔

۲۔ قرآن مجید آخری نازل ہونے والی کتاب ہے جس کی تعلیمات محکم، محفوظ اور تا قیامت قابل عمل ہیں۔

۳۔ اہل کتاب نے اللہ کی کتابوں میں تحریف اور تبدیلی کی، اور اپنی طرف سے بعض چیزیں شامل کی ہیں۔

۴۔ اہل کتاب گمراہ ہو چکے ہیں، اس لیے مسلمانوں کو ان سے ہرگز راہنمائی نہیں مل سکتی۔

۵۔ دین کے متعلق اہل کتاب کی باتیں یقینی طور پر درست نہیں، تاہم ان میں درست ہونے کا احتمال ہے۔

۶۔ اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور باتوں کی نہ تکذیب کرنی چاہیے اور نہ تصدیق۔

۷۔ اہل کتاب کی جو باتیں قرآن مجید کی تعلیمات سے متصادم ہیں، ان کو رد کرنا ضروری ہے، اور جو قرآنی تعلیمات سے متصادم نہیں ان کو قبول کیا جا سکتا ہے۔

۸۔ قرآن مجید کی موجودگی میں اہل کتاب کی کتابوں کو دینی راہنمائی حاصل کرنے کے لیے پڑھنا غیر مستحسن ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس پر شدید ناگواری کا اظہار کیا ہے۔

9۔ آخری پیغمبر ﷺ (خاتم النبیین) کی بعثت کے بعد آپ ہی کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی لازم ہے۔

10۔ اگر سابقہ پیغمبروں میں سے بھی کوئی پیغمبر دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ اپنی شریعت کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت کی پیروی کے پابند ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہوا، کہ شرائع من قبلنا کا کوئی اگر دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو، مثلاً: اہل کتاب نے نقل کیا ہو، یا کسی مسلمان نے شرائع سابقہ کی کتب سے اسکو حکم شرعی سمجھا ہو، تو ایسے احکام کی اتباع ہمارے اوپر لازم اور ضروری نہیں، اس لیے کہ ان کے ہاں موجود کتابیں (کتاب مقدس یا بائیبل) کا محرف ومبدل ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہے، اس لیے اس حکم کا احکام محرفہ مبدلہ میں سے ہونے کا ہر وقت احتمال رہے گا، گویا اس کا حکم شرعی ہونا ثابت نہیں، اور غیر حکم شرعی ہونے کا احتمال دلیل سے ثابت ہے، بلکہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی مشرف باسلام ہو جائے، تو بھی اس کا یہ کہنا کافی نہیں ہوگا، کہ فلاں حکم ہماری شریعت کا حکم ہے، اس لیے کہ اس کے معلومات کی بنیاد اس کی سابقہ شریعت کی کتاب یا انکے مسلمات ہیں، اور یہ دونوں امور ہمارے لیے حجت شرعی نہیں، ہمارے

لیے حجت شرعی ہماری کتاب اور ہمارے نبی کی سنت ہے۔صاحب کشف الاسرار کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

فَأَمَّا مَا عُلِمَ بِنَقْلِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَوْ بِفَهْمِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ كُتُبِهِمْ. فَإِنَّهُ لَا يَجِبُ اتِّبَاعُهُ لِقِيَامِ دَلِيلٍ مُوجِبٍ لِلْعِلْمِ عَلَى أَنَّهُمْ حَرَّفُوا الْكُتُبَ فَلَا يُعْتَبَرُ نَقْلُهُمْ فِي ذَلِكَ وَلَا فَهْمُ الْمُسْلِمِينَ ذَلِكَ مِمَّا فِي أَيْدِيهِمْ مِنَ الْكُتُبِ لِتَوَهُّمِ أَنَّ الْمَنْقُولَ أَوِ الْمَفْهُومَ مِنْ جُمْلَةِ مَا حَرَّفُوا وَبَدَّلُوا. وَكَذَا لَا يُعْتَبَرُ قَوْلُ مَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ فِيهِ، لِأَنَّهُ إِنَّمَا عَرَفَ ذَلِكَ بِظَاهِرِ الْكِتَابِ أَوْ بِقَوْلِ جَمَاعَتِهِمْ وَلَا حُجَّةَ فِي ذَلِكَ لِمَا قُلْنَا [66]

(اور جن احکام کا اہل کتاب کے ذریعے شرائع سابقہ میں سے ہونا ثابت ہو، یا مسلمانوں نے ان کی کتابوں سے اس کو سمجھا ہو، تو ایسے احکام کی پیروی واجب نہیں، اس لئے کہ دلیل قطعی سے ثابت ہے، کہ انہوں نے کتابوں میں تحریف کی ہے، بنابریں! ان کا نقل کرنا معتبر نہیں۔اسی طرح مسلمانوں کا ان کے ہاتھوں میں موجود کتابوں سے کسی حکم کو سمجھنا اور اس کو نقل کرنا بھی معتبر نہیں، اس لئے کہ یہ احتمال موجود ہے، کہ ان کا سمجھا ہوا اور نقل کیا ہوا حکم منجملہ محرف ومبدل احکام میں سے ہو۔اسی طرح اہل کتاب میں سے اسلام قبول کرنے والوں کے قول کا بھی اعتبار نہیں اس لئے کہ ان کے قول کی بنیاد ظاہر کتاب ہوگی، یا پھر اہل کتاب کی جماعت کا قول، اور وہ ہمارے لئے حجت نہیں)

حاصل کلام یہ ہوا، کہ تیسرا مسلک بھی مرجوح ہے۔

چوتھا مسلک، وضاحت ودلائل:

"ثبوت شرعی کی بنیاد پر اپنے نبی کی شریعت کی حیثیت سے اتباع لازم ہے"

تیسرا اور چوتھا مسلک ایک حیثیت سے مشترک ہیں اور ایک حیثیت سے مختلف۔اشتراک اس حیثیت سے ہے کہ شرائع من قبلنا کی پیروی ہم پر واجب ہے، لیکن اس حیثیت سے، کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت بن گئی ہے۔فرق اس حوالے سے ہے، کہ تیسرے مسلک کے مطابق شرائع من قبلنا ہمارے لیے مطلقاً واجب التعمیل ہے، کسی بھی ذریعے سے معلوم ہو جائے، کہ یہ حکم پچھلی شریعتوں کا ہے ہم اس کی پیروی کے پابند ہے الا یہ کہ وہ حکم منسوخ ہو جائے۔جبکہ چوتھے مسلک کے مطابق ہم اس وقت اس کی پیروی کے پابند ہیں، جب معتبر شرعی طریقے سے ثابت ہو جائے کہ یہ حکم شرائع سابقہ کا حکم ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

وَالصَّحِيحُ عِنْدَنَا أَنَّ مَا قَصَّ اللهُ تَعَالَى مِنْهَا عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِ إِنْكَارٍ أَوْ قَصَّهُ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْ غَيْرِ إِنْكَارٍ فَإِنَّهُ يَلْزَمُنَا عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَةُ رَسُولِنَا - عَلَيْهِ السَّلَامُ - [67]

(ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جو پچھلی شریعت کے احکام انکار کے بغیر ہمارے سامنے بیان فرمائے یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کے بغیر بیان فرمائے، تو ہمارے اوپر اس حیثیت سے اس کی پیروی لازم ہے کہ وہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے)

بالفاظ دیگر کسی دلیل شرعی (آیت قرآنیہ یا حدیث نبویہ) سے جن احکام کا شرائع سماویہ سابقہ میں سے ہونا ثابت ہو، تو ناسخ

صریح کے ظہور تک اس کی اتباع ہم پر لازم ہوگی، لیکن اس حیثیت سے نہ کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت بن گئی ہے۔ پس جس حکم کا کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم شرعی ہونا بغیر انکار و بغیر دلیل نسخ کے ثابت ہو جائے تو صرف وہی ہمارے لیے حکم شرعی ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جب اس کا حکم شرعی ہونا ہماری کتاب (قرآن مجید) اور ہماری سنت وحدیث پر منحصر ہے، تو ہمارے لیے ہماری ہی شریعت کے ایک حکم ہونے کی حیثیت سے واجب الاتباع اور لازم العمل ہے۔ اور یہی اکثر مشائخ وائمہ احناف کا مسلک ہے، جن میں ابو منصور، قاضی امام ابو زید، شیخین اور اکثر متاخرین کے نام نمایاں ہیں۔

صاحب کشف الاسرار لکھتے ہیں:

ذَهَبَ أَكْثَرُ مَشَايِخِنَا مِنْهُمُ الشَّيْخُ أَبُو مَنْصُورٍ وَالْقَاضِي الْإِمَامُ أَبُو زَيْدٍ وَالشَّيْخَانِ وَعَامَّةُ الْمُتَأَخِّرِينَ - رَحِمَهُمُ اللَّهُ - إِلَى أَنَّ مَا ثَبَتَ بِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى أَنَّهُ كَانَ مِنْ شَرِيعَةِ مَنْ قَبْلَنَا أَوْ بِبَيَانٍ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَلْزَمُنَا الْعَمَلُ بِهِ عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَةُ نَبِيِّنَا مَا لَمْ يَظْهَرْ نَاسِخُهُ (68)

ہمارے اکثر مشائخ، جن میں ابو منصور، قاضی امام ابو زید، شیخین اور اکثر متاخرین کے نام نمایاں ہیں، نے یہ مذہب اختیار کیا ہے، کہ کتاب اللہ یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جس حکم کا شرائع سابقہ میں سے ہونا ثابت ہو جائے، تو ناسخ ظاہر ہونے تک اس حیثیت سے اس پر عمل کرنا ہمارے اوپر لازم ہے، کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت ہے۔

چوتھے مسلک کے دلائل کا بیان

چوتھا موقف، یعنی:۔

"ثبوت شرعی کی بنیاد پر شرائع سابقہ پر عمل کرنا لازم ہے، لیکن شریعت محمدیہ کی حیثیت سے"

کی بنیاد حسب ذیل آیات کریمہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں:

پہلی دلیل، قرآن مجید سے:

{وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ} (آل عمران:81)

(اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم، پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے)

استدلال کا خلاصہ:

اگر اس کا زمانہ پایا تو بذات خود بھی اور نہ پائے تو اپنی امت کو پوری طرح ہدایت و تاکید کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی اعانت ونصرت کرنا، کہ یہ وصیت کر جانا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔ اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیاء سابقین سے لیا گیا ہوگا، اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہی قول وقرار لئے ہوں گے۔ حضرت علی وابن عباس وغیرہ سے منقول ہے، کہ اس قسم

کا عہد انبیاء سے لیا گیا۔(69)

شمس الائمۃ بزدوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شرائع میں ہمارے نبی ﷺ تمام شریعتوں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے اصل اور متبوع ہیں اور تمام شرائع واصحاب الشرائع انبیاء کرام آپ ﷺ کے تابع ہیں، وجوب اتباع کی حیثیت سے تمام انبیاء کرام آپ ﷺ کے لیے بمنزلہ امتی کے ہیں۔ اگلے پچھلے خلائق کے لیے آپ ﷺ بمنزلہ رأس وقلب کے ہیں، اور سب نے آپ کی پیروی کرنی ہے۔ آپ ﷺ کی اس حیثیت ثابت ہونے کے بعد آپ کو شرائع سابقہ کی پیروی کا پابند ٹھہرانا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ انبیاء سابقین کے تابع ہوں، متبوع نہ ہوں، آپ ان کی امت کے افراد میں سے ایک فرد اور امتی ہوں وہ آپ کے امتی نہ ہوں، آپ کا مقام ان کے مقام سے کمتر ہو، افضل نہ ہو۔ جبکہ ان باتوں کا کوئی بھی قائل نہیں، اس لیے کہ ان کو صحیح ماننے سے لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ کو متبوعیت کے اعلیٰ مقام سے تابعیت کے ادنیٰ مقام پر لایا جائے، اور داعی انسانیت کے مقام بلند سے مدعویت کے فروتر مقام کی طرف لایا جائے جو صحیح اور درست نہیں۔(70)

اشکال:

اس تشریحی وتوضیحی نظریے پر یہ اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ انبیاء سابقین سب کے سب آپ ﷺ سے پہلے گزرے ہیں، تو بعد میں آنے والے گزرے ہوئے لوگوں کے لیے کیسے اصل اور متبوع بن سکتے ہیں؟

جواب:

کسی کا زمانے کے لحاظ سے پہلے ہونا اس کے تابع ہونے سے مانع نہیں، جس طرح کسی کا زمانے کا لحاظ سے بعد میں ہونا اس کے متبوع ہونے سے مانع نہیں۔ تقدم زمانی کے باوجود تابع بننے کی نظیر نماز ظہر کی سنتیں ہیں، جو فرائض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور فرائض بعد میں ادا کئے جاتے ہیں، اس کے باوجود سنتیں تابع ہیں، اور فرائض اصل اور متبوع، اس لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام تقدم زمانی کے باوجود آپ ﷺ کے تابع ہیں۔ صاحب کشف الاسرار نے اس نظریے کو محسوس مثال کے ذریعے ایک اور تعبیر اور دوسرے زاویے سے سمجھایا ہے، فرماتے ہیں:

فَإِنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ فِطْرَةِ الْخَلْقِ إِذْرَاكُهُمْ سَعَادَةَ الْقُرْبِ مِنَ الْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ وَلَا يُمْكِنُ ذٰلِكَ إِلَّا بِتَعْرِيفِ الْأَنْبِيَاءِ - عَلَيْهِمُ السَّلَامُ - فَكَانَتِ النُّبُوَّةُ مَقْصُودَةً بِالْإِيجَابِ وَالْمَقْصُودُ كَمَالُهَا لَا أَوَّلُهَا. وَإِنَّمَا يَكْمُلُ بِحَسَبِ سُنَّةِ اللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهُ بِالتَّدْرِيجِ فَتَمَهَّدَ أَصْلُ النُّبُوَّةِ بِآدَمَ وَلَمْ يَزَلْ تَنْمُو وَتَكْمُلُ حَتّٰى بَلَغَتِ الْكَمَالَ بِمُحَمَّدٍ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَكَانَ تَمْهِيدُ أَوَائِلِهَا وَسِيلَةً إِلَى الْكَمَالِ كَتَأْسِيسِ الْبِنَاءِ، وَتَمْهِيدُ أُصُولِ الْحِيطَانِ وَسِيلَةً إِلٰى كَمَالِ صُورَةِ الدَّارِ الَّتِي هِيَ غَرَضُ الْمُهَنْدِسِينَ وَلِهٰذَا كَانَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ. فَإِنَّ الزِّيَادَةَ عَلَى الْكَمَالِ نُقْصَانٌ فَثَبَتَ أَنَّهُ هُوَ الْأَصْلُ فِي النُّبُوَّةِ وَالشَّرِيعَةِ. وَغَيْرُهُ بِمَنْزِلَةِ التَّابِعِ لَهُ(71)

(مخلوق کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب حاصل کرنے کی سعادت سے سرفراز ہوجائیں، اور یہ مقام انبیاء کرام کی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے کے بغیر ممکن نہیں۔ پس مقصد تخلیق پورا کرنے کے واسطے نبوت بھی مقصود ٹھہری، لیکن محض

نبوت نہیں، بلکہ کمال نبوت، جو سنۃ اللہ اور عادت خداوندی کے مطابق تدریجا کمال تک پہنچی۔ گویا نبوت آدم تمہید تھی، جو مسلسل بڑھتی اور مراحل کمال طے کرتی رہی، یہاں تک کہ نبوت محمدیہ کے ساتھ کمال کے آخری مرتبے تک پہنچ گئی، پس ابتدائی نبوتیں کمال نبوت تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ تھیں، جیسے عمارت کی بنیادیں اور باغ کے اندر درختوں کی جڑیں عمارت اور باغ کی آخری اور کامل ومکمل شکل کے لیے وسیلہ اور ذریعہ ہوتی ہیں، جو انجینئرز اور باغبان کے ذہن میں موجود ہوتی ہے، جس کے بعد کمال کا کوئی درجہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا گیا، اس لیے کہ کمال تک پہنچنے کے بعد اضافہ نقصان سمجھا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نبوت وشریعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہیں، اور دیگر نبوتیں تابع ہیں)

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تمام انسانیت کے لیے ہے، جس پر کئی نصوص دلالت کر رہی ہیں، جو آگے بیان ہوں گی۔

دوسری دلیل، قرآن مجید سے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (السبأ: 28)

(اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے)

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے پچھلے تمام انسانوں کے لیے نبی ہیں اور آپ کی شریعت جس طرح آپ کے بعد آنے والے انسانوں کے لیے واجب الاتباع ہے، اسی طرح آپ سے پہلے گزرنے والوں کے لیے بایں معنی واجب الاتباع ہے، کہ اگر ان میں سے کوئی دنیا میں آئے گا تو شریعت محمدیہ کی پیروی کا پابند ہوگا۔ صاحب کشف الأسرار لکھتے ہیں:

أَنَّهُ مَبْعُوثٌ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ حَتَّى وَجَبَ عَلَى الْمُتَقَدِّمِينَ وَالْمُتَأَخِّرِينَ اتِّبَاعُ شَرِيعَتِهِ فَكَانَ الْكُلُّ تَابِعًا لَهُ. (72)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کی طرف مبعوث تھے یہاں تک کہ اگلے پچھلوں سب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی واجب تھی، پس سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع تھے)

آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال:

مفسرین عظام آیت کریمہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

حافظ ابن کثیر:

يَقُولُ تَعَالَى لِعَبْدِهِ وَرَسُولِهِ مُحَمَّدٍ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا كَافَّةً لِلنَّاسِ} أَيْ: إِلَّا إِلَى جَمِيعِ الْخَلْقِ مِنَ الْمُكَلَّفِينَ. كَقَوْلِهِ تَعَالَى {قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا} (الأعراف: 158)، {تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا} (الفرقان: 1) ...قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ فِي قَوْلِهِ: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا كَافَّةً لِلنَّاسِ} يَعْنِي: إِلَى النَّاسِ عَامَّةً. وَقَالَ قَتَادَةُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: أَرْسَلَ

اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ.... عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ وعلى الأنبياء. قالوا: يا ابن عَبَّاسٍ، فِيمَ فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ؟ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ}. وَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا كَافَّةً لِلنَّاسِ}. فَأَرْسَلَهُ اللّٰهُ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ. وَهَذَا الَّذِي قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ رَفَعَهُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي:... وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً". وَفِي الصَّحِيحِ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بُعِثْتُ إِلَى الْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ" قَالَ مُجَاهِدٌ. يَعْنِي: الْجِنَّ وَالْإِنْسَ. وَقَالَ غَيْرُهُ: يَعْنِي: الْعَرَبَ وَالْعَجَمَ. وَالْكُلُّ صَحِيحٌ. (73)

(اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ سے ارشاد فرماتے ہیں: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا كَافَّةً لِلنَّاسِ} {ہم نے آپ کو مخلوق میں سے تمام مکلفین کی طرف مبعوث فرمایا} جیسے ارشاد فرمایا: {قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا} (الاعراف:158) (تو کہہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف) {تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا} (الفرقان:1) (بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتاری فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ پر تا کہ رہے جہان والوں کے لیے ڈرانے والا) محمد بن کعب سورہ سبأ کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی تمام لوگوں کی طرف۔ قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو عرب وعجم کی طرف مبعوث فرمایا۔۔۔۔عکرمہ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے ابن عباس کو سنا، فرمار ہے تھے: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو آسمان والوں اور انبیاء کرام پر برتری دی۔ شاگردوں نے دریافت کیا: انبیاء پر کس حوالے سے فضیلت دی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے {وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ} اور نبی کریم ﷺ سے فرمایا: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا كَافَّةً لِلنَّاسِ} پس اللہ نے آپ کو جن وانس کی طرف بھیجا ہے۔ ابن عباس نے جو ارشاد فرمایا: صحیحین میں حضرت جابر کی مرفوع حدیث میں ثابت ہے، فرمایا: رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ خصوصیتوں سے نوازا گیا جو مجھ سے پہلے انبیاء کرام کو نہیں دی گئیں تھیں۔ ان میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ حدیث صحیح میں بھی فرمایا: مجھے کالے اور گورے کی طرف بھیجا گیا ہے۔ مجاہد نے معنی بیان کیا کہ جن وانس کی طرف۔ بعض نے کہا: عرب وعجم کی طرف۔ دونوں باتیں درست ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ:

والآية عليه أظهر في الاستدلال على عموم رسالته ﷺ وهي في ذلك كقوله تعالى: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً (الاعراف:158) (74)

(آپ ﷺ کی رسالت کے عموم پر استدلال کرنے میں آیت کریمہ بالکل واضح اور صریح ہے اور اس پر دلالت کرنے میں

یہ سورہ اعراف کی {قل یا ایہا الناس الآیۃ} جیسی ہے)

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ:

وفی هذه الآية إثبات رسالة محمد ﷺ على منكريها من العرب وإثبات عمومها على منكريها من اليهود.(75)

(اس آیت کریمہ میں عرب منکرین رسالت کے مؤقف کے خلاف محمد ﷺ کی رسالت کا اثبات ہے اور عموم رسالت کے یہودی منکرین کے خلاف رسالت محمدیہ کے عموم کا اثبات ہے)

استدلال مذکور کی تائید، احادیث نبویہ ﷺ سے:

آیت کریمہ کی متذکرہ بالا تفسیر کی دلیل وہ احادیث نبویہ ہیں، جن میں یہ مذکور ہے کہ بعثت محمدیہ کے بعد اگر سابقہ انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائینگے تو شریعت محمدیہ کی پابندی کرینگے، نہ کہ اپنی شریعت کے۔ احادیث ملاحظہ ہوں:

پہلی حدیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّكُمْ مِنْكُمْ»، فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي ذِئْبٍ: إِنَّ الْأَوْزَاعِيَّ، حَدَّثَنَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ «وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ» قَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ: «تَدْرِي مَا أَمَّكُمْ مِنْكُمْ؟» قُلْتُ: تُخْبِرُنِي، قَالَ: «فَأَمَّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»(76)

(رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تمہارے درمیان نزول فرمائیں گے اور تم میں سے کوئی شخص تمہاری امامت کرے گا؟! ولید بن مسلم کہتے ہیں: میں نے اپنے شیخ ابن ابی ذئب سے کہا، کہ امام اوزاعی نے ہمیں۔۔۔ یہ حدیث یوں نقل کی ہے: »وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ« (تمھارا امام تم میں سے ہوگا)۔ فرمایا: جانتے ہو »أَمَّكُمْ مِنْكُمْ« کا کیا مطلب ہے؟۔ میں نے عرض کیا: آپ بتلا دیجئے۔ فرمایا: تمہارے رب کی کتاب اور نبی کی سنت کے مطابق تمہاری امامت/ پیشوائی کرے گا)

روایت کا حاصل یہ ہے کہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے دو قسم کا الفاظ مروی ہیں (۱) »وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ« (۲) »أَمَّكُمْ مِنْكُمْ« پہلی قسم کے الفاظ کا معنیٰ متعین ہے، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں بھی امامت کا فریضہ امت محمدیہ ہی کا ایک فرد سرانجام دیگا، پھر امامت کے معنی میں دو احتمالات ہیں۔ (۱) نماز کی امامت (۲) پیشوائی اور حاکم۔ لیکن حضرت جابر کی روایت امامت صلوۃ کے معنی کو متعین کرتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں (فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ (77)) (مسلمانوں کے امیر کہیں گے: تشریف لائیے ہمیں نماز پڑھا دیجئے۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے: نہیں، تم آپس میں ایک دوسرے کے امیر ہو) جبکہ دوسری قسم کے الفاظ »أَمَّكُمْ مِنْكُمْ« میں معنی خاص (امامت نماز) اور معنی عام (پیشوائی) دونوں کا احتمال ہے۔ امامت نماز، جس کو حدیث جابر نے تقریباً متعین کر دیا

ہے،اور معنی عام کوابن أبی ذئب نے ترجیح دی ہے۔تاہم دونوں احتمالات پر ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔ پہلے احتمال میں تو اس بات کی صراحت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں امت محمدیہ کا ایک فرد امامت کرے گا تا کہ امت محمدیہ کی عزت افزائی اور اکرام ہو۔دوسرے احتمال میں ہے اس بات کی صراحت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قرآنی احکام اور نبی ﷺ کی سنت کے ذریعے اس امت کی پیشوائی کریں گے۔اور یہی مقصود ثابت کرنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد بحیثیت امتی ہوگی نہ کہ بحیثیت نبی ورسول، وھوالمطلوب۔

دوسری حدیث:

عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ" (۷۸)

(فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ عنقریب تم میں ابن مریم اتریں گے وہ منصف حاکم ہوں گے صلیب توڑیں گے اور سور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا)

تیسری حدیث:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ ...يَقُولُ: سَمِعْتُ عَمِّي مُجَمِّعَ ابْنَ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ". (۷۹)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن مریم دجال کو باب لُد کے پاس قتل کرینگے)

ان دونوں احادیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل بن کر آئیں گے، دجال کے خلاف قتال کریں گے۔اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حکمرانی کی اور نہ شریعت عیسویہ میں قتال وجہاد کا حکم تھا، اس لئے وہ بموجب حکم شریعت محمدیہ حکمرانی کرینگے اور قتال فرمائیں گے۔اسی لئے امام نووی رحمہ اللہ نے نزول عیسیٰ سے متعلق احادیث کو عنوان دیا ہے: "بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اور حدیث کے الفاظ "حکما مقسطا" کی شرح میں فرمایا:

(حَكَمًا) أَيْ يَنْزِلُ حاكما بهذه الشريعة لا ينزل نبيا بِرِسَالَةٍ مُسْتَقِلَّةٍ وَشَرِيعَةٍ نَاسِخَةٍ بَلْ هُوَ حَاكِمٌ مِنْ حُكَّامِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ. (۸۰)

(اس شریعت (محمدیہ) کے مطابق فیصلے کرنے والے حاکم کی حیثیت سے تشریف لائیں گے مستقل رسالت اور ناسخ شریعت والے نبی کی حیثیت سے تشریف نہیں لائیں گے بلکہ اس امت (محمدیہ) کے حکام میں سے ایک حاکم کے فیصلے کرنے والے کی حیثیت سے تشریف لائیں گے)

چوتھی حدیث:

عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه: " أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي أَصَبْتُ كِتَابًا حَسَنًا مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ. قَالَ: فَغَضِبَ وَقَالَ: "أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ. فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ. لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً. لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ. لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي"" (81)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک کتاب لے کر حاضر ہوئے، جو انہوں نے اہل کتاب سے حاصل کی تھی کہنے لگے: یارسول اللہ! میں نے اہل کتاب سے ایک اچھی کتاب حاصل کی ہے۔ آپ غصے ہوئے اور فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں شریعت محمدیہ میں تردد ہے؟! اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تحقیق میں تمہارے پاس ایک صاف ستھری بے غبار شریعت لے کر آیا۔ ان یہود ونصاری سے کچھ نہ پوچھو، کہیں وہ تمہیں حق بات کی خبر دے تو تم اس کو جھٹلانے لگو، یا پھر غلط خبر دے تو تم اس کی تصدیق کرنے لگو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کے بغیر ان کے پاس کوئی اور راستہ نہ ہوتا)

پانچویں حدیث:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنهما: قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: " لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ، وَقَدْ ضَلُّوا. فَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ، أَوْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي " (82)

(جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب سے کچھ بھی نہ پوچھو وہ ہر گز تمہاری راہ نمائی نہیں کریں گے، جبکہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں۔ یا تو تم باطل باتوں کی تصدیق کر بیٹھو گے، یا پھر حق باتوں کی تکذیب کے مرتکب ہوں گے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے درمیاں زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری پیروی کے بغیر اور کوئی طریقہ جائز نہ ہوتا)

چھٹی حدیث:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: " يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ، وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللهِ، تَقْرَءُونَهُ لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا مَا كَتَبَ اللهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ، فَقَالُوا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا، أَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ، وَلَا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ " (83)

(ابن عباس فرماتے ہیں: مسلمانو! تم اہل کتاب سے کیونکر پوچھتے ہو، جبکہ تمہاری وہ کتاب، جو تمہارے نبی پر اتاری گئی ہے، اللہ کے احکام پر مشتمل باعتبار نزول جدید ترین کتاب ہے جس کو تم پڑھتے ہو، پرانی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتایا ہے کہ اہل

کتاب نے اللہ کے لکھے ہوئے کو تبدیل کر دیا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے کتاب الٰہی میں تبدیلیاں کی ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ کا لکھا ہوا اللہ کی طرف سے آیا ہے، تا کہ اس پر تھوڑا سا مال لے لیں۔ کیا تمہارے پاس آنے والے علم (قرآن) نے تمہیں اہل کتاب سے پوچھنے سے منع نہیں کیا؟! بخدا ان اہل کتاب میں ہم نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا، جو تمہارے اوپر نازل ہونے والی کتاب کے بارے میں تم سے پوچھتے ہوں)

اس حدیث شریف سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی، کہ شریعت محمدیہ ﷺ کے آنے کے بعد اب سابقہ شریعتوں کو نہ دیکھا جائے، وہاں اس کی وجہ بھی بیان ہوئی، کہ محرف ومبدل ہونے کی وجہ سے وہ اب قابل اعتبار نہیں رہیں۔ بہر حال! یہ بات ثابت ہوئی، کہ شریعت محمدیہ ﷺ اصل ہے اور دیگر شرائع اس کی تابع ہیں۔

تیسری دلیل، قرآن مجید سے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر:32)

(پھر ہم نے وارث کیے کتاب کے وہ لوگ جن کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں سے)

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سابقہ انبیاء کی شریعتوں کے محاسن کے وارث ہیں، گویا وہ شرائع میراث ہیں، جو خاتم الانبیاء کی طرف منتقل ہوئی ہیں۔ اور میراث کا اصول یہ ہے کہ وہ مورث کی ملکیت سے وارث کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے، پھر وہ وارث ہی کی ملکیت رہتی ہے، اور وارث ہی کی طرف منسوب ہوتی ہے، مورث کی طرف نہیں، اس لحاظ سے خاتم الانبیاء ﷺ تمام شرائع سابقہ کے وارث ہیں اور اب وہ شریعتیں آپ کی طرف منسوب ہیں۔ تو اس کی پیروی آپ پر اور آپ کی امت پر بایں حیثیت واجب ہے کہ وہ آپ کی شریعت ہیں نہ کہ ان سابقہ انبیاء کی شرائع۔

صاحب کشف الاسرار قمطراز ہیں:

أَشَارَ إِلَى أَنَّ شَرَائِعَ مَنْ قَبْلَنَا إِنَّمَا تَلْزَمُنَا عَلَى أَنَّهَا شَرِيعَةٌ لِنَبِيِّنَا لَا أَنَّهَا بَقِيَتْ شَرَائِعَ لَهُمْ. فَإِنَّ الْمِيرَاثَ يَنْتَقِلُ مِنَ الْمُوَرِّثِ إِلَى الْوَارِثِ عَلَى أَنَّهُ يَكُونُ مِلْكًا لِلْوَارِثِ وَمُضَافًا إِلَيْهِ لَا أَنَّهُ يَكُونُ مِلْكًا لِلْمُوَرِّثِ فَكَذَلِكَ هَذَا۔(84)

(آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سابقہ شریعتوں کی پیروی ہمارے اوپر اس حیثیت سے لازم ہے کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت ہے، یہ نہیں کہ ابھی تک ان کی شریعت کی حیثیت سے باقی ہیں، اس لیے کہ میراث مورث سے وارث کی طرف اس طور پر منتقل ہوتی ہے کہ وارث کی ملک بن جاتی ہے، اور وارث کی طرف اس کی اضافت ونسبت ہو جاتی ہے نہ یہ کہ مورث کی ملک رہتی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے)

چوتھی دلیل، قرآن مجید سے:

(الف) {مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ} (الحج:78)

(دین تمہارے باپ ابراہیم کا)

(ب) ﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ (آل عمران:95)

(تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے اب تابع ہوجاؤ دین ابراہیم کے جوایک ہی کا ہورہا تھا)

استدلال کا خلاصہ:

دونوں آیت کریمہ صراحتہ اس بات پر دلالت کررہی ہیں کہ شریعت محمدیہ اور ملت ابراہیمیہ ایک ہی حقیقت کے دونام ہیں، اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کوملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ نزول آیت کے وقت وہ ملت ملت ابراہیمیہ برقرار نہیں رہی، جیسا کہ دوسرے مسلک کے ضمن میں بیان ہوا کہ ہر نبی کی شریعت کا وقت اس نبی کی وفات یا اگلے نبی کی بعثت کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے۔ پس ملت ابراہیمی اس اعتبار سے کہا گیا کہ وہ ابراہیم کی برحق ملت تھی اور اب بھی برحق ملت ہے، تاہم ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت ختم ہوئی اور اب وہ خاتم النبیین کی ملت بن گئی۔ جس طرح مال موروث موت سے پہلے مورث کی ملکیت رہتا ہے، مورث کی موت کے بعد وارث کی ملکیت میں منتقل ہوجاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

فَثَبَتَ بِهٰذَيْنِ النَّصَّيْنِ أَنَّ هٰذِهِ الشَّرِيعَةَ مِلَّةُ إِبْرَاهِيمَ وَقَدِ امْتَنَعَ ثُبُوتُهَا مِلَّةً لَهُ لِلْحَالِ لِمَا ذَكَرْنَا فِي الْقَوْلِ الثَّانِي فَثَبَتَ أَنَّهَا مِلَّتُهُ عَلٰى مَعْنٰى أَنَّهَا كَانَتْ لَهُ فَبَقِيَتْ حَقًّا كَذٰلِكَ وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - كَالْمَالِ الْمَوْرُوثِ مُضَافًا إِلَى الْوَارِثِ لِلْحَالِ وَهُوَ عَيْنُ مَا كَانَ لِلْمَيِّتِ لَا مِلْكٌ آخَرُ لٰكِنَّ الْإِضَافَةَ إِلَى الْمَالِكِ يَنْتَهِي بِالْمَوْتِ إِلَى الْوَارِثِ فَكَذٰلِكَ الشَّرِيعَةُ فِي حَقِّ الْأَنْبِيَاءِ - عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. (85)

(ان دونوں آیات کریمہ سے ثابت ہوا، کہ یہ شریعت ملت ابراہیمی ہے، جبکہ فی الحال اس شریعت کا ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہونا ممتنع ہے، جس کی وجہ ہم نے دوسرے قول میں ذکر کی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ شریعت اس معنی کر ملت ابراہیمی ہے، کہ یہ ابراہیم کی ملت تھی، لیکن اب یہ اسی طرح ملت حقہ برقراررہ کر اللہ کے رسول محمد ﷺ کی ملت بن گئی، جیسا کہ مال موروث فی الحال وارث کی طرف منسوب ہوتا ہے، جبکہ وہ بعینہ وہی مال ہوتا ہے، جو میت کا تھا، نہ کہ کوئی اور ملکیت، لیکن موت کے ساتھ ہی مالک کی طرف نسبت ختم ہوکر وارث کی طرف ہوئی۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے حق میں شریعتیں ہیں)

شرائع من قبلنا، ائمہ فقہاء کی نظر میں:

متذکرہ بالا مسالک میں سے آخری مسلک احناف نے اختیار کیا ہے۔ اور شرائع من قبلنا سے اس قاعدے کے مطابق فقہی استنباطات کیے ہیں کہ شریعت محمدیہ اصل ہے اور دیگر شرائع اس کے تابع ہیں، ہمارے اوپر ان شرائع کی پیروی اس حیثیت سے لازم ہے کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت ہے الا یہ کہ ان شرائع کا نسخ صراحتاً ثابت ہو۔ امام بزدوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدِ احْتَجَّ مُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللّٰهُ - فِي تَصْحِيحِ الْمُهَايَأَةِ وَالْقِسْمَةِ بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ﴾ (القمر: 28) .وَقَالَ ﴿لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ﴾ (الشعراء: 155) فَاحْتَجَّ بِهٰذَا النَّصِّ لِإِثْبَاتِ الْحُكْمِ بِهِ فِي غَيْرِ الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ نَظِيرُهُ فَثَبَتَ أَنَّ الْمَذْهَبَ هُوَ الْقَوْلُ الَّذِي اخْتَرْنَاهُ. (86)

(امام محمد رحمہ اللہ نے بطریق مہایاۃ (منافع کی تقسیم) اور حق آبپاشی کی تقسیم پر حضرت صالح علیہ السلام کے قصہ میں مذکور حکم {وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ} اور {لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ} سے استدلال کیا ہے۔ اس سے استدلال کیا تاکہ اس کے ذریعے غیر منصوص علیہ میں وہ حکم ثابت ہو جو اس کی نظیر ہے، پس ثابت ہوا کہ مذہب (حنفی) وہی قول ہے، جس کو ہم نے اختیار کیا)

صاحب کشف الأسرار لکھتے ہیں، کہ یہ بات معلوم ہے کہ یہ استدلال اس نظریے کی بنیاد پر کیا ہے کہ مذکورہ حکم شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم ہی کا ایک حکم ہے اس لیے کہ امام محمد رحمہ اللہ شریعت محمدیہ کے احکام بیان کر رہے ہیں نہ کہ شرائع من قبلنا کے احکام (87)۔

شرائع من قبلنا محدثین کی نظر میں:

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی شرائع من قبلنا سے استدلال کیا ہے، چنانچہ: بَابُ: بِمَنْ يُبْدَأُ فِي الْكِتَابِ کے تحت حسب ذیل حدیث کو نقل کیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ "أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، أَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا، فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ، وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ"، وَقَالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " نَجَرَ خَشَبَةً، فَجَعَلَ الْمَالَ فِي جَوْفِهَا، وَكَتَبَ إِلَيْهِ صَحِيفَةً: مِنْ فُلَانٍ إِلَى فُلَانٍ" (88)

(آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ فرمایا کہ اس نے ایک لکڑی لی، اندر سے کھوکھلی کر دی، اس میں ایک ہزار دینار اور اپنے دوست کے نام ایک مراسلہ رکھا۔ دوسری سند والی روایت میں یہ ہے کہ مراسلہ یوں لکھا: من فلان الی فلان۔۔۔)

قسطلانی لکھتے ہیں:

ولعل البخاری خصّ سیاق هذا الحدیث لعدم وجدانه ما هو علی شرطه وهو علی قاعدته فی الاحتجاج بشرع من قبلنا إذا لم ینکر ولاسیما إذا ذکر فی مقام المدح لفاعله.(89)

(شاید امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا، کہ ان کو دوسری کوئی حدیث اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی اور یہ استدلال اس قاعدے پر مبنی ہے کہ شرائع من قبلنا سے استدلال کیا جا سکتا ہے، جب اس کو علی سبیل الانکار ذکر نہ کیا جائے، بالخصوص جب اس فعل کے کرنے والے کی مدح کے طور پر ذکر کیا جائے)

امام محمد و امام بخاری رحمہما اللہ کے اس اسلوب استدلال سے معلوم ہوا کہ شرائع من قبلنا جب قرآن و حدیث میں بغیر کسی نکیر یا تردید کے مذکور ہوں تو ہمارے لیے اس حیثیت سے حجت و دلیل ہیں کہ وہ ہمارے شریعت یعنی شریعت محمدیہ کا حکم ہے۔

شرائع من قبلنا کے متعلق غیر نزاعی متفقہ امور:

شرائع من قبلنا کے حوالے سے حسب ذیل امور فقہاء اور اصولیین کے درمیان متفق علیہا ہیں:۔

ا۔ اگر شریعت محمدیہ کا کوئی حکم شرائع سابقہ کے کسی حکم کے لئے ناسخ بن کر آئے، تو بالاتفاق شرائع سابقہ کا حکم منسوخ ہوگا۔

۲۔ اگر شریعت محمدیہ میں کوئی نص یا حکم شرائع سابقہ کے کسی حکم کی تائید کرے، تو شرائع سابقہ کا وہ حکم برقرار رہیگا، تاہم شریعت محمدی کی حیثیت سے، نہ کہ شرائع من قبلنا کی حیثیت سے۔

۳۔ اس وقت موجود کتاب مقدس میں مذکور کسی حکم کو اگر کتاب اللہ اور سنت رسول میں ذکر نہ کیا گیا ہو، تو وہ شریعت محمدی کا حکم نہیں ہوگا، اس لیے کہ قرآن مجید کے مطابق ان کی کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے۔

۴۔ تمام شرائع کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، گویا "توحید" پر سب کا اتفاق ہے۔

۵۔ محل اختلاف یہ ہے کہ شرائع سابقہ کا کوئی حکم کتاب اللہ میں مذکور ہو، یا پیغمبر علیہ السلام نے اس کو بیان کیا ہو، لیکن اس کی مشروعیت اور عدم مشروعیت کے بارے میں سکوت ہو، نہ تو صراحۃ یا اشارۃ اس کو برقرار رکھنے کا ذکر ہو، اور نہ صراحۃ یا اشارۃ اس کے منسوخ ہونے کا ذکر ہو۔ اس صورت کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، جن میں دو اقوال اہمیت کے حامل ہیں۔ پہلا قول: وہ شریعت محمدیہ کا حصہ ہے۔ دوسرا قول: شریعت محمدیہ کا حصہ نہیں ہے۔ پہلا قول جمہور حنفیہ، مالکیہ، اور بعض شافعیہ کا مذہب ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ دوسرا قول بعض شافعیہ کا مذہب ہے جس کو امام الحرمین ابواسحاق، غزالی اور آمدی نے ترجیح دی ہے، اسی طرح بعض حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد کی دوسری روایت ہے ابن حزم کا بھی قول ہے، اور معتزلہ کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔

بعض حضرات نے شرائع من قبلنا کے متعلق یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ شرائع من قبلنا ہمارے لیے بہر حال دلیل مستقل نہیں ہے، ہم نے کتاب وسنت کی روشنی میں اس کو دیکھنا ہے۔

شرائع من قبلنا کے بارے میں اختلاف نزاع لفظی:

امام ابوزہرہ کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اس اختلاف پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا، اس لیے کہ شرائع سابقہ کا کوئی حکم ایسا نہیں جس کی موافقت یا مخالفت میں شریعت محمدیہ میں صراحۃ یا اشارۃ وکنایۃ کوئی حکم مذکور نہ ہو۔ امام ابوزہرہ کی تحقیق کے مطابق مختلف ابواب میں پھیلے ہوئے تقریباً ۶۷ مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ شرائع من قبلنا کے قبیل میں سے ہیں، اور شریعت محمدیہ میں ان میں سے ہر ایک مسئلے کی موافقت یا مخالفت میں اجمالی یا تفصیلی دلیل موجود ہے۔ جس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے، کہ شرائع من قبلنا کے بارے میں اختلاف نزاع لفظی کے قبیل میں سے ہے، جس پر عملاً کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کی عدالت میں غیر مسلموں کے مقدمات:

اس موضوع سے متعلق یہ بحث ہے کہ اگر اسلامی ریاست میں غیر مسلم لوگ اپنا کوئی مقدمہ عدالت کے سامنے پیش کرتے ہیں، تو کیا مسلمان حاکم یا قاضی ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا پابند ہے؟ یا فیصلہ کئے بغیر ان کو واپس کرنے کا اختیار رکھتا ہے؟۔ مزید برآں! گذشتہ شرائع کے پیروکاروں پر کونسے احکام جاری ہوں گے؟ اسلامی احکام؟ یا پھر ان کی اپنی شریعتوں کے

احکام؟!

متعلقہ آیت کریمہ اور اس کا شان نزول:

متذکرہ بالا مضمون سورہ مائدہ کی حسب ذیل آیات (۴۱۔تا۔۴۴ اور آیت نمبر ۴۸) میں بیان ہوا ہے:

يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ... تا... وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

(المائدة:49)

ان آیات کا شان نزول بغوی کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ خیبر کے ایک یہودی مرد اور عورت نے، جو کنوارے نہ تھے، زنا کیا۔ باوجودیکہ تورات میں اس جرم کی سزا "رجم" (سنگسار کرنا) تھی، مگر ان دونوں کی بڑائی مانع تھی کہ یہ سزا جاری کی جائے۔ آپس میں مشورہ ہوا کہ یہ شخص جو "یثرب" میں ہے (یعنی محمد ﷺ) ان کی کتاب میں "زانی" کے لئے "رجم" کا حکم نہیں، کوڑے مارنے کا ہے تو "بنی قریظہ" کے یہود میں سے کچھ آدمی ان کے پاس بھیجو کیونکہ وہ ان کے ہمسایہ ہیں اور ان سے صلح کا معاہدہ بھی کر چکے ہیں وہ ان کا خیال معلوم کرلیں گے۔ چنانچہ ایک جماعت اس کام کے لئے روانہ کی گئی کہ نبی کریم ﷺ کا عندیہ معلوم کرلے کہ "زانی محض" کی کیا سزا تجویز کرتے ہیں؟ اگر وہ کوڑے مارنے کا حکم دیں تو قبول کرلو، اور "رجم" کا حکم دیں تو مت مانو۔ ان کے دریافت کرنے پر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: تم میرے فیصلہ پر رضامند ہو گے؟ انہوں نے اقرار کرلیا۔ خدا کی طرف سے جبرائیل "رجم" کا حکم لے آئے مگر وہ لوگ اپنے اقرار سے پھر گئے آخر حضور ﷺ نے فرمایا: کہ فدک کا رہنے والا ابن صوریا تم میں کیسا شخص ہے؟ سب نے کہا: آج روئے زمین پر "شرائع موسویہ" کا اس سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔ آپ نے اس کو بلوایا اور نہایت ہی شدید حلف دے کر پوچھا کہ "تورات" میں اس گناہ کی سزا کیا ہے؟ باوجودیکہ دوسرے یہود اس حکم کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے جس کا پردہ حضرت عبداللہ بن سلام کے ذریعہ سے فاش ہو چکا تھا، تاہم ابن صوریہ نے، جو ان کا معتمد تھا، کسی نہ کسی وجہ سے اس کا اقرار کرلیا کہ بیشک تورات میں اس جرم کی سزا رجم ہی ہے۔ بعدہ اس نے سب حقیقت ظاہر کی کہ کس طرح یہود نے رجم کو اڑا کر زنا کی سزا یہ رکھ دی کہ زانی کو کوڑے لگائے جائیں اور منہ کالا کر کے اور گدھے پر الٹا سوار کرا کر گشت کرایا جائے۔ الحاصل حضور پرنور ﷺ نے ان دونوں مرد وعورت پر رجم کی سزا جاری کی اور عرض کیا: اے اللہ! آج میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو دنیا میں زندہ کیا اس کے بعد کہ وہ اسے مردہ کر چکے تھے (90)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس واقعے کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أُتِيَ رسولُ الله ﷺ بِيَهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ قَدْ أَحْدَثَا جَمِيعاً، فَقَالَ لَهُمْ: (مَا تَجِدُونَ فِي كِتَابِكُمْ) قَالُوا: إِنَّ أَحْبَارَنَا أَحْدَثُوا تَحْمِيمَ الوَجْهِ والتَّجْبِيَةَ. قَالَ عَبْدُ اللهِ بنُ سَلَامٍ: ادْعُهُمْ يَارسولَ الله صلى الله عَلَيْهِ وسلم بِالتَّوْرَاةِ، فَأُتِيَ بِهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ وجَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ لَهُ ابنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَكَ، فَإِذَا آيَةُ الرَّجْمِ تَحْتَ يَدِهِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ الله صلى الله عَلَيْهِ وسلم فَرُجِمَا: قَالَ ابنُ عُمَرَ: فَرُجِمَا عِنْدَ البَلَاطِ، فَرَأَيْتُ اليَهُودِيَّ أَجْنَأَ عَلَيْهَا. (91)

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت لائے گئے، جنہوں نے بدکاری کی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا: تمہاری کتاب (تورات) میں کیا حکم ہے؟ کہنے لگے: ہمارے علماء نے یہ حکم ایجاد کیا ہے کہ چہروں کو کالا کر دیا جائے اور گدھے پر الٹا بٹھایا جائے۔ عبد بن سلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان سے تورات لانے کا کہہ دیں۔ چنانچہ تورات لائی گئی، ان میں ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر چھپایا اور اس سے پہلے اور بعد والی آیتوں کو پڑھنے لگا۔ ابن سلام نے کہا: ہاتھ اٹھا دیں۔ چنانچہ اس کو ہاتھ کے نیچے والی جگہ میں آیت رجم موجود تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے رجم کا فیصلہ جاری فرمایا اور ان کو رجم کیا گیا۔ ابن عمر فرماتے ہیں: بلاط نامی جگہ میں ان کو رجم کیا گیا، میں نے اس یہودی مرد کو اس عورت پر جھکتے ہوئے دیکھا)

اس حدیث شریف میں یہ تو بتایا گیا ہے، کہ اس یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو رجم کیا گیا، لیکن یہ بات محتاج بیان ہے، کہ ان کو اسلامی احکام کے تابع رجم کیا گیا؟ یا تورات کے حکم رجم کے تابع؟ بہر حال! اس تناظر میں سورۃ مائدہ کی محولہ بالا آیات کریمہ نازل ہوگئیں۔

آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں تین موقف:

علامہ عینی رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی حدیث کی شرح میں اس مسئلے میں تین موقف ذکر کیے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وَاختلف الْعلمَاء فِي الحكم بَينهم إِذا ترافعوا إِلَيْنَا أواجب ذَلِك علينا أم نَحن فِيهِ مخيرون؟

(یہودیوں کے مابین فیصلہ کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جب وہ ہم مسلمانوں کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو کیا ہمارے اوپر ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب اور ضروری ہے؟ یا ہمیں فیصلہ کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے؟

پہلا موقف، فقہاء حجاز وعراق کا، حاکم کو اختیار ہے:

فَقَالَ جمَاعَة من فُقَهَاء الْحجاز وَالْعراق: إِن الإِمَام أَو الْحَاكِم مُخَيّر إِن شَاءَ حكم بَينهم إِذا تحاكموا بِحكم الإِسْلَام، وَإِن شَاءَ أعرض عَنْهُم. وَقَالُوا: إِن قَوْله تَعَالَى: {فَإِن جاؤك} محكمَة لم ينسخها شَيْء، وَمِمَّنْ قَالَ بذلك: مَالك وَالشَّافِعِيّ فِي أحد قوليه، وَهُوَ قَول عَطاء وَالشعْبِيّ وَالنَّخَعِيّ، وَرُوِيَ ذَلِك عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا. فِي قَوْله: {فَإِن جاؤك} قَالَ: نزلت فِي بني قُرَيْظَة وَهِي محكمَة. وَقَالَ عَامر وَالنَّخَعِيّ: إِن شَاءَ حكم وَإِن شَاءَ لم يحكم. (32)

(حجاز اور عراق کے فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ جب وہ (غیر مسلم) اسلامی حکم کے مطابق فیصلہ کرانا چاہیں تو مسلمان قاضی یا حاکم کو اختیار ہے، چاہے تو فیصلہ کر دے اور چاہے تو فیصلہ نہ کرے۔ ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ سورہ مائدۃ کی آیت نمبر: 42 (فَإِن جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ) محکم ہے منسوخ نہیں، یعنی یہی حکم اب تک برقرار ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول یہی ہے، اور صحابہ تابعین مفسرین کا بھی یہی قول ہے)

دوسرا موقف، ابن القاسم کا، فریقین اور مذہبی پیشواؤں کی رضامندی سے فیصلہ کرے:

وَعَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ: إذا تحاكم أهل الذِّمَّة إِلَى حَاكِمِ الْمُسْلِمِين وَرَضِيَ الخصمان بِهِ جَمِيعًا فَلَا يحكم بَيْنَهُمَا إِلَّا بِرِضَا من أساقفتهما. فَإِن كره ذَٰلِك أساقفتهم فَلَا يحكم بَيْنَهم. وَكَذَٰلِكَ إِن رَضِيَ الأساقفة وَلم يرض الخصمان أَو أحدهما لم يحكم بَيْنَهم. وَقَالَ الزُّهْرِيّ: مَضَت السنة أَن يرد أهل الذِّمَّة فِي حُقُوقهم ومعاملاتهم ومواريثهم إِلَى أهل دينهم. إِلَّا أَن يَأْتُوا راغبين فِي حكمنا فيحكم بَيْنَهم بِكِتَاب الله عز وَجل.(93)

(ابن القاسم سے روایت ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دونوں فریق اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کرنے پر رضامند ہوں اوران کے مذہبی پیشواؤں کو بھی اس پر اعتراض نہ ہوتو مسلمان قاضی یا حکم ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اگر فریقین رضامند ہوں لیکن ان کے مذہبی پیشوار ضامند نہ ہوں یا اس کے برعکس مذہبی پیشوار ضامند ہوں اور فریقین رضامند نہ ہوں یا پھر دونوں رضامند نہ ہوں تو ان تمام صورتوں میں مسلمان قاضی ان کے درمیان اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا۔ اس قول کی تائید امام زہری رحمہ اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سنت یہی چلی آرہی ہے کہ (ذمیوں (غیر مسلموں) کو ان کے حقوق، معاملات اور میراث کے مقدمات واحکام میں ان کے مذہبی پیشواؤں کی طرف فیصلے لینے کے لیے بھیج دیا جائے۔ الا یہ کہ اگر وہ برضاورغبت خوشی سے اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کرانا چاہیے تو مسلمان قاضی اور حاکم ان کے درمیان قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ کرے)

تیسرا موقف، احناف کا، مطلقا فیصلہ کرنا لازم ہے:

وَقَالَ آخَرُونَ: وَاجِب على الْحَاكِم أَن يحكم بَيْنَهم إِذا تحاكموا إِلَيْهِ بِحكم الله تَعَالَى. وَزَعَمُوا أَن قَوْله تَعَالَى: {وَأَن احكم بَيْنَهم بِمَا أنزل الله تَعَالَى} نَاسخ للتَّخْيِير فِي الحكم بَيْنَهم فِي الْآيَة الَّتِي قبل هَٰذِه. وَرُوِيَ ذَٰلِك عَن ابْن عَبَّاس. وَبِه قَالَ الزُّهْرِيّ وَعمر بن عبد الْعَزِيز وَالسُّدّيّ. وَإِلَيْهِ ذهب أَبُو حنيفَة وَأَصْحَابه. وَهُوَ أحد قولي الشَّافِعِي. إِلَّا أَن أَبَا حنيفَة قَالَ: إِذا جَاءَت الْمَرْأَة وَالزَّوْج فَعَلَيْهِ أَن يحكم بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ. وَإِن جَاءَت الْمَرْأَة وَحدهَا وَلم يرض الزَّوْج لم يحكم. وَقَالَ صَاحِبَاهُ: يحكم. وَكَذَا اخْتلف أَصْحَاب مَالك.(94)

(دیگر فقہاء کہتے ہیں، کہ بلا کسی شرط اور قید کے مطلقا جب غیر مسلم مسلمان قاضی اور حاکم کے پاس مقدمہ لے کر آئیں، تو اس پر لازم ہے کہ ان کے درمیان قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ کردے، ان کو واپس نہ کرے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ سورۃ مائدۃ کی آیت نمبر:49 (وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ) پہلی والی آیت (42) میں دیے گئے اختیار کے لیے ناسخ ہے۔ یعنی مسلمان حاکم اور قاضی کو اختیار نہیں کہ وہ فیصلہ کرے یا نہ کرے، بلکہ وہ فیصلے کرنے کا پابند ہے۔ ابن عباس، امام زہری، امام ابوحنیفہ وصاحبین کا یہی قول ہے۔ امام شافعی کا بھی دوسرا قول یہی ہے، تاہم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ قید لگائی ہے کہ غیر مسلم میاں بیوی کے درمیان کوئی مقدمہ ہے، تو اگر دونوں اسلامی فیصلے کرانے پر رضامند ہے تو فبہا، ورنہ اگر صرف بیوی اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ چاہتی ہے اور شوہر نہیں چاہتا تو مسلمان قاضی وحاکم اس صورت میں فیصلہ نہیں کرے گا۔ جبکہ صاحبین کا قول یہ ہے کہ شوہر کی رضامندی کی ضرورت نہیں۔ امام مالک کے شاگردوں میں اسی طرح اختلاف ہے)

یہ تفصیل مالی معاملات اور حقوق ومواریث سے متعلق مقدمات کی ہے۔ حدود کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَاختلف الْفُقَهَاء أَيضاً فِي الْيَهُودِيين من أهل الذِّمَّة إِذا زَنيَا: هَل يرجمان إِن رفعهم حكامهم إِلَيْنَا أم لَا، فَقَالَ مَالك: إِذا زنى أهل الذِّمَّة وَشرِبُوا الْخمر فَلَا يتَعَرَّض لَهُم الإِمَام إِلَّا أَن يظهروا ذَلِك فِي ديار الْمُسلمين فيدخلون عَلَيْهِم الضَّرَر فيمنعهم السُّلْطَان من الضَّرَر بِالْمُسلمين قَالَ مَالك: وَإِنَّمَا رجم رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الْيَهُودِيين لِأَنَّهُ لم يكن للْيَهُود يَوْمئِذٍ ذمَّة، وتحاكموا إِلَيْهِ. وَقَالَ أَبُو حنيفَة وَأَصْحَابه: يحدان إِذا زَنيَا كحد الْمُسلمين، وَهُوَ أحد قولي الشَّافِعِي. (95)

(اگر زنا کاری اور شراب نوشی سے متعلق مقدمات ہوں تو احناف کے ہاں یہ بھی مالی مقدمات کی طرح ہیں۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حکم دوسرا ہے علامہ عینی لکھتے ہیں: اس کا حکم دوسرا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر ذمی یہودی بدکاری اور شراب نوشی کا ارتکاب کریں، تو مسلمان حاکم ان سے کوئی تعرض نہ کرے۔ تاہم اگر بدکاری و شراب نوشی کا ارتکاب مسلمان بستیوں اور آبادیوں میں ہو، جس کے نتیجے میں مسلمان معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو سکتا ہو، یا اس کی وجہ سے کسی بھی قسم کا نقصان ہو سکتا ہو، تو مسلمان حاکم اس نقصان یا بے راہ روی کا سدباب کرے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دو یہودیوں کو رجم کیا تھا، امام مالک اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں کہ وہ یہودی ذمی نہیں تھے اور خود ہی اپنا مقدمہ دربار رسالت میں لے کر آئے تھے، اس لیے ان کا حکم مختلف تھا۔ امام ابوحنیفہ وصاحبین کا موقف یہ ہے کہ اگر غیر مسلم ذمی بدکاری کریں گے تو مسلمانوں کی طرح ان پر حد جاری ہوگی۔ امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے)

حاصل یہ ہوا کہ احناف کے نزدیک مسلمان قاضی وحاکم اس بات کا پابند ہے کہ جب غیر مسلم ذمی اپنا کوئی مقدمہ، خواہ مالی حقوق سے متعلق ہو یا زنا وشراب نوشی جیسے جرائم سے متعلق ہو، ان کے پاس لے کر آئیں تو ان کے درمیان اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کرے، فیصلہ نہ کرنے کا اس کو اختیار نہیں، جبکہ دیگر ائمہ بالخصوص امام مالک کے ہاں پابندی نہیں۔

خلاصہ بحث!

پوری بحث کا خلاصہ مندرجہ ذیل نقاط ہیں:۔

(أ) آخری شریعت، یعنی شریعت محمدیہ سے پہلے والی آسمانی شریعتیں شرائع من قبلنا کہلاتی ہیں۔

(ب) دین، ملت، شریعت اور مذہب لغوی مفہوم کے اعتبار سے چار مختلف اصطلاحات ہیں۔ لیکن خارجی مصداق کے اعتبار سے متحد ہیں۔ یعنی آسمانی تعلیمات پر مشتمل عقائد واعمال کا مجموعہ مختلف حیثیتوں سے دین، ملت، شریعت اور مذہب کہلاتا ہے۔

(ج) چاروں اصطلاحات میں فرق اعتباری یا تو معنی لغوی کی حیثیت سے ہے یعنی باعتبار اطاعت وانقیاد دین۔ باعتبار جمع وبیان ملت، باعتبار تشبیہ بالماء شریعت اور باعتبار رجوع الیہ مذہب کہلاتا ہے۔

یا پھر عقائد کا پہلو مدنظر ہو، تو دین، اصول وقواعد کلیہ کا پہلو مدنظر ہو، تو ملت، اعمال اور فروعات منصوصہ کا پہلو مدنظر ہو، تو شریعت اور فروعات مجتہد فیہا کا پہلو مدنظر ہو، تو مذہب کہلاتا ہے۔

(د) آسمانی شرائع میں باہم اتفاق بھی ممکن ہے اور اختلاف بھی، نیز انبیاء بنی اسرائیل کی شریعتوں کے درمیان اتفاق واقع بھی ہوا ہے۔

(ہ) آخری پیغمبر خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ زندگی کے قبل از بعثت کے مرحلے کے بارے میں تین اقوال ہیں کہ آپ ﷺ پچھلی شریعتوں کی پیروی کے پابند تھے۔ (۲) پیروی پابند نہیں تھے۔ (۳) توقف اختیار کیا جائے۔

(و) زندگی کے بعد از بعثت مرحلہ میں شرائع من قبلنا کی پیروی از روئے عقل ونقل جائز ہے، تاہم وقوع میں علماء کے چار اقوال ہیں۔

(۱) پہلا قول ہے کہ: شرائع من قبلنا کے تمام احکام کی اتباع ہمارے اوپر واجب ہے، جب تک ناسخ نہ آئے، یعنی شرائع میں اصل استمرار وبقاء ہے۔

اس موقف کی صحت پر ان متعدد آیات واحادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جن میں آپ ﷺ کو پچھلے انبیاء کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے، یا پھر آپ نے کسی حکم شرعی میں سابقہ شرائع کا حوالہ دیا ہے۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ عقاید میں اقتداء کا حکم ہے، ورنہ نصوص میں تعارض ہوگا۔ نیز مشترک احکام میں آپ نے غیر منسوخ احکام پر اپنی شریعت کی حیثیت سے عمل کیا ہے، سابقہ شریعت کے حکم کی حیثیت سے نہیں۔

(۲) دوسرا قول پہلے کے بالکل برعکس یہ ہے کہ شرائع من قبلنا کے کسی بھی حکم کی اتباع ہمارے اوپر واجب نہیں الا یہ کہ عمل کرنے کا حکم دلیل سے ثابت ہوجائے۔ یعنی ہر آسمانی شریعت پہلے نبی کی وفاق یا دوسرے نبی کی بعثت کے ساتھ اختتام ہوجاتی ہے۔

استدلال ان نصوص قرآنیہ واحادیث پر مبنی ہے، جن میں اختصاصی شریعت کی بات کی گئی ہے۔ یا مخصوص علاقے اور قوم کی طرف انبیاء کی بعثت کی صراحت کردی گئی ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ شرائع سابقہ میں سے غیر ثابت النسخ تمام احکام پر مطلقاً کرنا لازم ہے۔ لیکن شریعت محمدیہ کے احکام کی حیثیت سے۔

مطلقاً عمل کرنا لازم ہے خواہ اس حکم کا شرائع سابقہ میں سے ہونا اہل کتاب نے نقل کیا ہو، یا کسی مسلمان نے ان کی کتابوں سے سمجھا ہو۔ اس لیے یہ قول معتبر نہیں، کہ کتب سابقہ کا محرف ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور احادیث میں صراحۃ مذکور ہے، کہ اہل کتاب سے دین کی باتیں نہ پوچھی جائے اور ان کی باتوں کی تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ شرائع سابقہ پر ثبوت شرعی کی بنیاد اپنے نبی کی شریعت کی حیثیت سے اتباع لازم ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ اور احادیث نبویہ سے اس مسلک پر استدلال کیا گیا ہے۔ انہی احناف کا اختیار کردہ مسلک ہے۔ فقہاء اور محدثین نے اس مسلک کے مطابق استنباطات کیے ہیں۔

(ز) شرائع من قبلنا کے متعلق یہ اختلاف نزاع لفظی کے قبیل میں سے ہے، عملی لحاظ سے اس پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔

(ح) مسلمانوں کی عدالت میں اگر غیر مسلم اپنے مقدمات مالیہ لے کر آئیں تو سورہ مائدہ کی آیات ۴۱-تا-۴۴ اور آیت نمبر ۴۸ سے استدلال کی روشنی میں فقہاء حجاز کے نزدیک مسلمان قاضی کو اختیار ہے، کہ وہ فیصلہ کرے یا نہ کرے۔

ابن القاسم کے نزدیک فریقین اوران کے مذہبی پیشواؤں کی رضامندی سے فیصلہ کرے۔

احناف کے نزدیک قاضی پر مطلقاً فیصلہ کرنا لازم ہے۔

اور حدود (زنا وشراب) کے مقدمات میں امام مالک کے نزدیک اس وقت فیصلہ کرے جب مسلمان معاشرہ کے متاثر ہونے کا خطرہ ہو۔ احناف کے نزیک مالی معاملات کی طرح حدود میں بھی مسلمان قاضی فیصلہ کرے۔

:(1) معجم مقاييس اللغة، لأبي الحسين أحمد بن فارس، م:395هـ مادة: دَيَن، 380/2(2): أساس البلاغة، لأبي القاسم محمود بن عمرو الزمخشري، جار الله، م: 538هـ، 228/2:(3) المحكم والمحيط الأعظم، لأبي الحسن علي بن إسماعيل بن سيده، م: 458هـ، 378/10:(4) لسان العرب، لابن منظور الافريقي، م: 711هـ، 175/8:(5) معجم الفروق اللغوية، لأبي هلال الحسن بن عبد الله العسكري، م: نحو 395هـ، 510/1:(6) التوقيف على مهمات التعاريف لزين الدين محمد المناوي، م: 1031هـ، 169/1:(7) مجموع الفتاوى، لأبي العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني، م: 728هـ، 306/19:(9) مقاصد الشريعة الاسلامية لدكتور/محمد سعد اليوبى، ص:33:(10) معجم الفروق اللغوية لأبي هلال الحسن بن عبد الله العسكري، م: نحو 395هـ، 511/1(11): معجم الفروق اللغوية، لأبي هلال الحسن بن عبد الله العسكري، م: نحو 395هـ، 510/1(12): كتاب التعريفات، لعلي بن محمد الشريف الجرجاني م: 816هـ، 105/1(14): العقيدة الطحاوية، للامام أبي جعفر احمد بن محمد الطحاوى، م: ۳۲۱هـ، مكتبة البشرى، كراچى، ص: ۱۲(15): مسند الإمام أحمد بن حنبل، لأبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل، م: 241هـ، رقم: 8248، 545/13(16) : المرجع السابق:(17) كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، لعبد العزيز بن أحمد البخاري الحنفي، م: 730هـ 212/2(18) : تفصيل کے لئے دیکھئے، كشف الاسرار شرح أصول بزدوی، 212/3(19) فتح البارى شرح صحيح البخاري، لأحمد بن علي بن حجر العسقلاني، 221/1(20) : شرح حديث جبريل في تعليم الدين، لعبد المحسن بن حمد بن عبد المحسن 36/1(21): أصول السرخسي، لمحمد بن أحمد، شمس الأئمة السرخسي، م: 490هـ، 100/2(22): كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، 212/2(23): المستصفى، لأبي حامد محمد بن محمد الغزالي، الإمام، م: 505هـ، 165/1:(24) معالم أصول الدين، لمحمد بن عمر الرازي، الامام فخر الدين، م: 606هـ، 110/1:(25) المستصفى، لأبي حامد محمد بن محمد الغزالي، م: 505هـ، ص: 165/1:(26) حواله مذكور 165/1:(27) حواله مذكور:(28) حواله مذكور:(29) أصول البزدوي، 212/3:(30) أصول السرخسي لمحمد بن أحمد السرخسي، شمس الأئمة، م: 490هـ، 100/2:(31) ديكھئے كشف الاسرار ۲۱۲/۳(32) : ديكھئے أصول سرخسى، 100/2(33) : صحيح البخاري، بَاب قَوْلِهِ: {وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ} رقم: 4611(34) : ديكھيے، المستصفى لأبي حامد الغزالى: 168/1(35): المصنف، لعبد الرزاق بن همام، م: 211هـ، رقم: 2245، 3/2(36): سنن أبي داود، بَابٌ فِي رَجْمِ الْيَهُودِيَّيْنِ، رقم: 4446(37) : المستصفى لأبي حامد الغزالى: 168/1:(38) كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، 213/3(39) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، 213/3(40) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، 214/3(41) : المستصفى، لأبي حامد محمد بن محمد الغزالي، م: 505هـ، 1/165-246/168(42) : حواله مذكور، 1/165-168(43) : حواله مذكور، 1/165-168(44) : حواله مذكور، 1/165-168(45) : ديكھئے، حواله

مذکور،259/1(46) : حوالہ مذکور،260/1(47) : حوالہ مذکور،260/1(48) : دیکھیے،کشف الاسرار،۲/۲۱۴(49) : أصول السرخسي لمحمد بن أحمد السرخسي، شمس الأئمة،م:490ھ،101/2(50) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي،214/3(51):أصول السرخسي لمحمد بن أحمد السرخسي ، شمس الأئمة،م:490ھ، 101/2(52):صحيح البخاري، لأبی عبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، الإمام، كِتَاب التَّيَمُّم،رقم:335(53):كشف الأسرار شرح أصول البزدوي،214/3(54):كشف الأسرار شرح أصول البزدوي،214/3(55):تفسير أبي السعود لأبی السعود محمد بن محمد،م:982ھ،37/7(56) : أصول السرخسي لشمس الأئمة محمد بن أحمد السرخسي،م: 483ھ،99/2(57) : معرفة أنواع علوم الحديث،(مقدمة ابن الصلاح)لعثمان بن عبد الرحمن، المعروف بابن الصلاح،م: 643ھ،104/1(58) : صحيح البخاری، كِتَاب الشَّهَادَاتِ، بَاب لَا يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ ...، رقم:۲۶۸۵(59) : صحيح البخاري، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ»،رقم: 7363(60):مسند أحمد بن حنبل،م:241ھ،468/22،رقم: 14631(61) : المصنف لأبی بكر عبد الرزاق بن همام م:211ھ رقم: 10158،ص:110/6،111(62) : المرجع السابق، رقم: 10162(63) : المرجع السابق، رقم:10163(64) : المرجع السابق، رقم:10164(65) : المرجع السابق:رقم: 10165(65):المرجع السابق:رقم: 10165 (66) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي،213/3(67) : المستصفى، لأبی حامد محمد بن محمد الغزالي،م: 505ھ،ص:165/1(68) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي،213/3(70) : دیکھئے کشف الاسرار ۲۱۵/۳(71) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي،215/3(72):حوالہ مذکور،215/3(73):تفسير القرآن العظيم لإبن كثير الدمشقي،م:774ھ،518/6(74): روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني للألوسي،م:1270ھ،318/11(75):التحرير والتنوير لمحمد الطاهر بن عاشور التونسي،م:1393ھ،198/22(76):الصحيح للإمام مسلم بن الحجاج،م:261ھ،رقم:246(77): الصحيح للإمام مسلم بن الحجاج، م:261ھ،رقم:247(78) : صحيح البخاري للإمام البخاري،بَاب قَتْلِ الخِنْزِيرِ،رقم:2222(79) : سنن الترمذي للإمام محمد بن عيسى الترمذي،م: 279ھ بَاب مَا جَاءَ فِي قَتْلِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ،رقم:2244) (80) :المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي مى: 676ھ،190/2(81) :الكتاب المصنف لأبی بكر بن أبي شيبة،م 235ھ،باب:مَنْ كَرِهَ النَّظَرَ فِي كُتُبِ أَهْلِ الْكِتَابِ،رقم:26421 ،ص:312/5(82) : مسند الإمام أحمد بن حنبل،م:241ھ،رقم:14631،ص:268/22(83) : صحيح البخاري ،بَاب لَا يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا،رقم:2485(84) :کشف الاسرار، ۲۱۰/۳(85) : حوالہ مذکور،۲۱۱/۳(86) :اصول البزدوی علی حاشیۃ کشف الاسرار،216/۳(87) حوالہ سابقہ(88) : صحيح البخاري،بَاب: بِمَنْ يُبْدَأُ فِي الكِتَابِ،رقم:6261(89): إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، لأحمد بن محمد القسطلاني م: 923ھ،192/9(91) : صحيح البخاري،بَاب التَّرَجُّمِ فِي البَلَاطِ،رقم: 9186(92) : عمدة القاري شرح صحيح البخاري لبدر الدين العيني الحنفى، م: 855ھ،295/23(93) :حوالہ مذکور،295/23(94):حوالہ مذکور،295/23(95):حوالہ مذکور،295/23

بَابٌ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُ الْأَبَوَيْنِ، مَعَ مَنْ يَكُونُ الْوَلَدُ؟

باب: جب ماں باپ میں سے کوئی ایک اسلام قبول کر لے، تو بچہ کسے ملے گا؟

بچی کا باپ کی طرف متوجہ ہونے کا بیان

2244 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي رَافِعِ بْنِ سِنَانٍ، أَنَّهُ أَسْلَمَ، وَأَبَتِ امْرَأَتُهُ أَنْ تُسْلِمَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: ابْنَتِي وَهِيَ فَطِيمٌ أَوْ شَبَهُهُ، وَقَالَ رَافِعٌ: ابْنَتِي، قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْعُدْ نَاحِيَةً، وَقَالَ لَهَا: اقْعُدِي نَاحِيَةً، قَالَ: وَأَقْعَدَ الصَّبِيَّةَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ قَالَ ادْعُوَاهَا، فَمَالَتِ الصَّبِيَّةُ إِلَى أُمِّهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ اهْدِهَا، فَمَالَتِ الصَّبِيَّةُ إِلَى أَبِيهَا، فَأَخَذَهَا

حضرت رافع بن سنان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب انہوں نے اسلام قبول کیا، تو ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی: میری بیٹی نے کچھ عرصہ پہلے (ماں کا) دودھ چھوڑا ہے۔ (یعنی وہ بہت چھوٹی ہے، اسے میرے حوالے کیا جائے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے کہا: تم ایک کونے میں بیٹھ جاؤ اور اس عورت سے کہا: تم دوسرے کونے میں بیٹھ جاؤ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کو ان دونوں کے درمیان بٹھا دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: تم دونوں اس بچی کو بلاؤ، وہ بچی اپنی ماں کی طرف مائل ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ "اے اللہ! اسے ہدایت نصیب کر" تو بچی اپنے باپ کی طرف مائل ہوگئی اور اس کے باپ نے اسے حاصل کر لیا۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمانہ پرورش میں باپ یہ چاہتا ہے کہ عورت سے بچہ لے کر کہیں دوسری جگہ چلا جائے تو اس کو یہ اختیار حاصل نہیں اور اگر عورت چاہتی ہے کہ بچہ کو لے کر دوسرے شہر کو چلی جائے اور دونوں شہروں میں اتنا فاصلہ ہے کہ باپ اگر بچہ کو دیکھنا چاہے تو دیکھ کر رات آنے سے پہلے واپس آ سکتا ہے تو لے جا سکتی ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ ہے تو خود بھی نہیں جا سکتی۔ یہی حکم ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں یا گاؤں سے شہر میں جانے کا ہے کہ قریب ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں اور شہر سے گاؤں میں بغیر اجازت نہیں لے جا سکتی ہاں اگر جہاں جانا چاہتی ہے وہاں اس کا میکا ہے اور وہیں اس کا نکاح ہوا ہے تو لے جا سکتی ہے اور اگر اس کا میکا ہے مگر وہاں نکاح نہیں ہوا بلکہ نکاح کہیں اور ہوا ہے تو نہ میکے لے جا سکتی ہے اور نہ وہاں جہاں اس کا نکاح ہوا۔ ماں کے علاوہ کوئی اور پرورش کرنے والی لے جانا چاہتی ہو تو باپ کی اجازت سے لے جا سکتی ہے۔ مسلمان یا ذمی عورت بچہ کو دار الحرب میں مطلقاً نہیں لے جا سکتی اگرچہ وہیں نکاح ہوا ہو۔

(در مختار، رد المحتار، عالمگیری، کتاب طلاق، بیروت)

حق حضانت سے متعلق فقہی احکام کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بچہ کی پرورش کا حق ماں کے لئے ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہو گئی ہو۔ ہاں اگر

وہ مرتدہ ہوگئی تو پرورش نہیں کرسکتی یا کسی فسق میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے بچہ کی تربیت میں فرق آئے مثلاً زانیہ یا چور یا نوحہ کرنے والی ہے تو اس کی پرورش میں نہ دیا جائے بلکہ بعض فقہانے فرمایا کہ اگر وہ نماز کی پابند نہیں تو اس کی پرورش میں بھی نہ دیا جائے مگر صحیح یہ ہے کہ اس کی پرورش میں اس وقت تک رہے گا کہ نا سمجھ ہو۔ جب کچھ سمجھنے لگے تو علیحدہ کرلیں کہ بچہ ماں کو دیکھ کر وہی عادت اختیار کرے گا جو اس کی ہے۔ یونہی ماں کی پرورش میں اس وقت بھی نہ دیا جائے جبکہ بکثرت بچہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر چلی جاتی ہو اگر چہ اس کا جانا کسی گناہ کے لئے نہ ہو مثلاً وہ عورت مردے نہلاتی ہے یا جنائی ہے یا اور کوئی ایسا کام کرتی ہے جس کی وجہ سے اسے اکثر گھر سے باہر جانا پڑتا ہے یا وہ عورت کنیز یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جس سے قبل عقد کتابت بچہ پیدا ہوا جب کہ وہ بچہ آزاد ہو اور اگر آزاد نہ ہو تو حق پرورش مولی کے لئے ہے کہ اس کی ملک ہے مگر اپنی ماں سے جدا نہ کیا جائے۔ (عالمگیری درمختار ردالمحتار)

اگر بچہ کی ماں نے بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرلیا تو اسے پرورش کا حق نہ رہا اور اس کے محرم سے نکاح کیا تو حق پرورش باطل نہ ہوا۔ غیر محرم سے مراد وہ شخص ہے کہ نسب کی جہت سے بچہ کے لئے محرم نہ ہو اگر چہ رضاع کی جہت سے محرم ہو جیسے اس کی ماں نے اس کے رضاعی چچا سے شادی کرلی تو اب ماں کی پرورش میں نہ رہے گا کہ اگر چہ رضاع کے لحاظ سے بچے کا چچا ہے مگر نسباً اجنبی ہے اور نسبی چچا سے نکاح کیا تو باطل نہیں۔

ماں اگر مفت پرورش کرنا نہیں چاہتی اور باپ اجرت دے سکتا ہے تو اجرت دے اور تنگ دست ہے تو ماں کے بعد جن کو حق پرورش ہے اگر ان میں کوئی مفت پرورش کرے تو اس کی پرورش میں دیا جائے بشرطیکہ بچہ کے غیر محرم سے اس نے نکاح نہ کیا ہو اور ماں سے کہہ دیا جائے کہ یا مفت پرورش کر یا بچہ فلاں کو دے دے مگر ماں اگر بچہ کو دیکھنا چاہے یا اس کی دیکھ بھال کرنا چاہے تو منع نہیں کرسکتے اور اگر کوئی دوسری عورت ایسی نہ ہو جس کو حق پرورش ہے مگر کوئی اجنبی شخص یا رشتے دار مرد مفت پرورش کرنا چاہتا ہے تو ماں ہی کو دیں گے اگر چہ اس نے اجنبی سے نکاح کیا ہو اگر چہ اجرت مانگتی ہو۔ جس کے لئے حق پرورش ہے اور اگر وہ انکار کرے اور کوئی دوسری نہ ہو جو پرورش کرے تو پرورش کرنے پر مجبور کی جائے گی۔ یونہی اگر بچہ کی ماں دودھ پلانے سے انکار کرے اور بچہ دوسری عورت کا دودھ نہ لیتا ہو یا مفت کوئی دودھ نہ پلاتی ہو اور بچہ یا اس کے باپ کے پاس مال نہیں تو ماں دودھ پلانے پر مجبور کی جائے گی۔ (ردالمحتار)

ماں کی پرورش میں بچہ ہو اور وہ اس کے باپ کے نکاح میں یا عدت میں ہو تو پرورش کا معاوضہ نہیں پائے گی ورنہ اس کا بھی حق لے سکتی ہے اور دودھ پلانے کی اجرت اور بچہ کا نفقہ بھی اور اگر اس کے پاس رہنے کا مکان نہ ہو تو یہ بھی اور بچہ کو خادم کی ضرورت ہو تو یہ بھی اور یہ سب اخراجات اگر بچہ کا مال ہو تو اس سے دیئے جائیں ورنہ جس پر بچہ کا نفقہ ہو اسی کے ذمہ یہ سب بھی ہیں۔ (درمختار)

ماں نے اگر پرورش سے انکار کردیا پھر یہ چاہتی ہے کہ پرورش کرے تو رجوع کرسکتی ہے۔ ماں اگر نہ ہو یا پرورش کی اہل نہ ہو یا انکار کردیا یا اجنبی سے نکاح کیا تو اب حق پرورش نانی کے لئے ہے یہ بھی نہ ہو تو نانی کی ماں اس کے بعد دادی پر دادی بشرائط مذکورہ بالا پھر حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر سوتیلی بہن پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر اخیافی بہن کی بیٹی پھر خالہ یعنی ماں کی حقیقی بہن پھر اخیافی پھر سوتیلی پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر حقیقی بھتیجی پھر اخیافی بھائی کی بیٹی پھر سوتیلے بھائی کی بیٹی پھر اسی ترتیب سے پھوپیاں پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ پھر ماں کی پھوپھیاں پھر باپ کی پھوپھیاں اور ان سب میں وہی ترتیب ملحوظ ہے کہ پہلے حقیقی پھر اخیافی پھر سوتیلی۔ اور اگر کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو یا ہو مگر اس کا حق ساقط ہو تو عصبات بہ ترتیب وارث یعنی باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا پھر بھتیجے پھر چچا پھر اس کے بیٹے مگر لڑکی کو چچا زاد بھائی کی پرورش میں نہ دیں خصوصاً جب کہ مشتہاۃ ہو اور اگر عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی پرورش میں دیں مثلاً اخیافی بھائی پھر اس کا بیٹا پھر ماں کا چچا پھر حقیقی ماموں۔ چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کو لڑکے کی پرورش کا حق نہیں۔

(درمختار ردالمحتار)

بَابٌ فِي اللِّعَانِ

باب: لعان کا بیان

لعان کے فقہی مفہوم کا بیان

لعان کا لفظ لعن سے ماخوذ ہے علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ لعن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی ہے دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا، اور جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو یہ بددعا کا کلمہ ہے، اور لکھتے ہیں کہ لعان کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے تو امام اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرائے اور مرد سے ابتداء کرے، مرد چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اس نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس تہمت میں صادق ہوں، جب وہ چار بار یہ قسم کھائے تو پھر عورت چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتی ہوں کہ اس شخص نے جو مجھ پر تہمت لگائی ہے یہ اس تہمت میں جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو، لعان کے بعد وہ عورت اس شخص سے بائنہ ہو جائے گی اور کبھی اس شخص کے لئے حلال نہیں ہوگی، اگر وہ حاملہ ہو تو بچہ اس عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ (تاج العروس ج۹ ص ۳۳۰-۳۳٤)

لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ لعان کا شرعی معنی ہے ایسی شہادات جو قسموں سے مؤکد ہوں، اور لعنت کے ساتھ مقرون ہوں، اور امام شافعی فرماتے ہیں یہ دو قسمیں ہیں جو لفظ شہادت کے ساتھ مؤکد ہوں، امام شافعی کے نزدیک اس میں قسم کی اہلیت شرط ہے اس لئے مسلمان اور اس کی بیوی میں بھی لعان ہو جاتا ہے، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس میں شہادت کی اہلیت شرط ہے اس لئے لعان ایسے مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ کے ساتھ خاص ہے جس پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔

(عمدۃ القاری جز۲۰ ص۲۹۰)

لعان اور ملاعنہ کے معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا، شرعی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا اس کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں نہ معلوم کس کا ہے اور بیوی اس سے انکار کرے اور کہے کہ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو پھر وہ قاضی اور شرعی حاکم کے پاس فریاد کرے قاضی شوہر کو بلا کر اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کہے چنانچہ اگر شوہر گواہوں کے ذریعہ ثابت کر دے تو قاضی اس کی بیوی پر زنا کی حد جاری کرے اور اگر شوہر چار گواہوں کے ذریعہ الزام ثابت نہ کر سکے تو پھر قاضی پہلے شوہر کو اس طرح کہلائے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے جو زنا کی نسبت اس کی طرف کی ہے اس میں سچا ہوں عورت کی طرف اشارہ کر کے چار دفعہ شوہر اسی طرح کہے پھر پانچویں دفعہ مرد کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے کہ اس مرد نے میری طرف جو زنا کی نسبت کی ہے اگر اس میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔

جب دونوں اس طرح ملاعنت کریں تو حاکم دونوں میں جدائی کرا دے گا اور ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور وہ عورت اس

مرد کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی ہاں اگر اس کے بعد مرد خود اپنے کو جھٹلائے یعنی یہ اقرار کرلے کہ میں نے عورت پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس صورت میں اس پر حد تہمت جاری کی جائے گی اور عورت سے پھر نکاح کرنا اس کے لئے درست ہو جائے گا لیکن حضرت امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو جھٹلائے تب بھی عورت اس کے لئے ہمیشہ کو حرام رہے گی۔

حکم لعان کے نزول کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک صحابی ہلال ابن امیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی شریک ابن سمحاء صحابی کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی یعنی ہلال نے کہا کہ شریک ابن سمحاء نے میری بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال سے فرمایا کہ اپنے الزام کے ثبوت میں گواہ پیش کرو ورنہ جھوٹی تہمت لگانے کے جرم میں تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے ہلال نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !اگر ہم میں سے کوئی کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری میں مبتلا دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈھنے چلا جائے؟ یعنی اول تو ایسی صورت میں اتنا موقع کہاں کہ کسی کو گواہ کرے پھر یہ کہ کسی کو گواہ کرنے کی وہ جگہ کیا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرمائے جا رہے تھے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی پھر ہلال نے عرض کیا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں سچا ہوں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا حکم ضرور نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بری رکھے گا، آخر کار کچھ ہی عرصہ بعد حضرت جبریل تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل کی گئی ہیں آیت (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ)(24 ۔النور:26) (یعنی اور جو لوگ کہ اپنی بیویوں کو تہمت لگاتے ہیں الخ پھر اس کے بعد کی آیتوں (اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ)(24 ۔النور:26) تک تلاوت کی اس کے بعد ہلال دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور گواہی دی یعنی لعان کی جو تفصیل پیچھے بیان کی جا چکی ہے اس کے ساتھ انہوں نے پانچ مرتبہ گواہی کے ذریعہ لعان کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تم سے کوئی ایک جھوٹا ہے سو تم میں سے کون ہے جو توبہ کرے اس کے بعد ہلال کی بیوی کھڑی ہوئی اور لعان کیا یعنی چار مرتبہ اپنی پاکدامنی کی شہادت دی اور جب وہ پانچویں مرتبہ گواہی دینے چلی تو صحابہ نے اس کو روکا اور کہا کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لو یہ پانچویں گواہی تم دونوں کے درمیان جدائی کو واجب کر دے گی یا اگر تم جھوٹی ہوگی تو آخرت میں عذاب کو واجب کر دے گی۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں یہ سن کر وہ عورت ٹھہر گئی اور پیچھے ہٹی یعنی وہ پانچویں مرتبہ کچھ گواہی دینے میں متامل ہوئی جس سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ یہ اپنی بات سے پھر جائے گی لیکن پھر اس نے کہا کہ میں لعان سے بچ کر اور اپنے خاوند کے الزام کی تصدیق کر کے اپنی قوم کو ساری عمر کے لئے رسوا نہیں کروں گی یہ کہہ کر اس نے پانچویں گواہی کو بھی پورا کیا اس طرح جب لعان پورا ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی کرادی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو دیکھتے رہنا اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کی آنکھیں سرمئی کولہے بھاری اور پنڈلیاں موٹی ہوں تو وہ بچہ شریک ابن سمحاء کا ہوگا کیونکہ شریک اسی طرح کے ہیں چنانچہ جب اس عورت نے ایسے ہی بچہ کو جنم دیا جو شریک کے مشابہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا مذکورہ حکم نہ ہوتا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لعان کرنے والوں پر تعزیر جاری نہیں ہوگی) تو پھر میں اس عورت کے ساتھ دوسرا ہی

معاملہ کرتا یعنی شریک کے ساتھ اس بچہ کی مشابہت اس عورت کی بدکاری کا ایک واضح قرینہ ہے اس لئے اس کی اس بدکاری پر میں اس کو ایسی سزا دیتا کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہوتی (بخاری)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ہلال نے لعان کیا ہے اور اس موقع پر لعان کے سلسلہ میں مذکورہ آیت نازل ہوئی اس بارے میں جو تحقیقی تفصیل ہے وہ حضرت سہل کی روایت کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے الخ، بظاہر زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ان دونوں کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمائی اور اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ جو بھی شخص کوئی جھوٹی بات کہے یا کسی پر جھوٹی تہمت لگائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات لعان سے پہلے ان دونوں کو جھوٹ کے عواقب سے ڈرانے کے لئے ارشاد فرمائی تھی۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حاکم وقاضی کسی بھی معاملہ میں اپنے گمان وخیال قرائن اور کسی علامت کی بنیاد پر کوئی حکم نہ دے بلکہ وہی حکم دے جس کے دلائل وشواہد تقاضا کریں۔

لعان کے حکم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لعان کا حکم یہ ہے کہ اس سے فارغ ہوتے ہی اس شخص کو اُس عورت سے وطی حرام ہے مگر فقط لعان سے نکاح سے خارج نہ ہوئی بلکہ لعان کے بعد حاکم اسلام تفریق کردیگا اور اب مطلقہ بائن ہوگئی لہذا بعد لعان اگر قاضی نے تفریق نہ کی ہو تو طلاق دے سکتا ہے ایلا وظہار کرسکتا ہے دونوں میں سے کوئی مرجائے تو دوسرا اُس کا ترکہ پائیگا اور لعان کے بعد اگر وہ دونوں علیحدہ ہونا نہ چاہیں جب بھی تفریق کردی جائے گی۔ اگر لعان کی ابتدا قاضی نے عورت سے کرائی تو شوہر کے الفاظ لعان کہنے کے بعد عورت سے پھر کہلوائے اور دوبارہ عورت سے نہ کہلوائے اور تفریق کردی تو ہوگئی۔ لعان ہو جانے کے بعد ابھی تفریق نہ کی تھی کہ خود قاضی کا انتقال ہوگیا یا معزول ہوگیا اور دوسرا اُس کی جگہ مقرر کیا گیا تو یہ قاضی دوم اب پھر لعان کی وجہ سے ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق، باب کفارہ ظہار، بیروت)

زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے اور یہ متحقق ہو جائے کہ اس نے زنا کیا ہے اور وہ شخص اس سبب سے اس زانی کو قتل کردے تو جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اس پر قصاص لازم آئے گا الا یہ کہ وہ زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کردے یا مقتول کے ورثاء اس کے زنا کا اعتراف کرلیں۔ اور یہ شرط بھی ہے کہ وہ زانی شادی شدہ ہو، یہ دنیاوی ضابطہ ہے اور اگر وہ سچا ہے تو آخرت میں اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔ بعض شوافع کا قول یہ ہے کہ جو شخص بھی سلطان کی اجازت کے بغیر کسی شادی شدہ زانی کو قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ (شرح مسلم ج ا ص ۴۸۸، کراچی)

امام ابوحنیفہ کا قول جمہور کے موافق ہے، اگر دو شخص گواہی دیں کہ اس شخص نے فلاں آدمی کو زنا کے سبب سے قتل کیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس سے قصاص لیا جائے گا اور امام احمد کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۴۹، لاہور)

جمہور کی دلیل ابن ماجہ کی روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے پہلے تو حضرت سعد کے جواب میں فرمایا تلوار کافی گواہ ہے، پھر فرمایا نہیں! مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ نشئہ اور غیرت میں آکر دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کر دیں گے۔
(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۰۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سبب سے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، البتہ جس پر چار گواہوں سے زنا ثابت ہو جائے اس کا معاملہ الگ ہے کیونکہ وہ مباح الدم ہے اس لئے اس صورت میں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، لیکن کسی شخص کو بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ مواخذہ کا مستحق ہوگا۔

لعان کے بعد تفریق میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی اور ان کے موافقین کا یہ نظریہ ہے کہ نفس لعان سے، لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے، امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ عورت کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد تفریق ہو جاتی ہے اور امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ مرد کے لعان سے فارغ ہوتے ہی تفریق ہو جات ہے۔ سحنون مالکی کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے تفریق ہوتی ہے، اور امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، ایک میں احناف کے ساتھ ہیں اور دوسرے میں شوافع کے۔ (عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۲۹۵ مصر)

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبل لکھتے ہیں کہ وجیز میں لکھا ہے کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محرر، نظم، رعایتیں، حاوی صغیر، فروع وغیرہ کتب حنابلہ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے، اور امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی جب تک کہ حاکم تفریق نہ کرے۔ خرقی (المغنی ابن قدامہ کا متن) کا یہی مختار ہے۔ قاضی، شریف، ابو الخطاب اور ابن النساء وغیرہم فقہاء حنابلہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب اور دوسری کتب حنابلہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور انتصار میں لکھا ہے کہ عام اصحاب حنابلہ کا بھی یہی مختار ہے۔ (الانصاف ج ۹ ص ۲۵۲۔۲۵۱، بیروت)

فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے یہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی جس میں پہلے لعان کا واقعہ درج ہے، حضرت ابن عمر نے لعان کی کاروائی بیان کرنے کے بعد فرمایا ثم فرق بینھما۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۴) ''پھر رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی''۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر کی اس روایت کی سعید بن جبیر سے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۱) اور نافع سے بھی۔ نافع سے دو روایات ذکر کی ہیں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۳)

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی۔

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ورنہ رسول اللہ ﷺ لعان کے بعد تفریق نہ فرماتے۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ لعان میں یہ بیان کیا ہے کہ لعان کے بعد حضرت عویمر نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: "یارسول اللہ! (لعان کے بعد) اگر اب میں اس کو اپنے نکاح میں رکھوں تو پھر میں جھوٹا قرار پاؤں گا، پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔" اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۲)

ان حادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفرق نہیں ہوتی ورنہ حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے یا رسول اللہ فرماتے اب تین طلاقوں کی کیا ضرورت ہے تفریق تو ہو گئی۔

علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذھب فلا سبیل لک علیہا۔ "جاؤ اس عورت پر تمہاری ملکیت نہیں ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کو رد کر دیا، یعنی اب تمہاری اس پر ملکیت نہیں ہے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کی اس دلیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شرح مسلم میں علامہ نووی کی اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عویمر کے تین طلاقیں دینے کے بعد فرمایا "لا سبیل لک علیہا"۔ اور یہ کہ یہ جملہ حضرت بن سعد ساعدی کی روایت میں موجود ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ جملہ حضرت ابن عمر کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد ہے: اللہ یعلم ان احدکما کاذب۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۲۔۴۵۱، لاہور)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد "فلا سبیل لک علیہا" کا حضرت عویمر کی دی گئی تین طلاقوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے نہ یہ تین طلاقوں پر رد ہے، اس معاملہ میں علامہ نووی نیا یک کھلا ہوا مغالطہ کھایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد "لا سبیل لک علیہا" جس حدیث میں ہے وہ حسب ذیل ہے:

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے لعان کرنے والوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والوں سے فرمایا "تمہارا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے اور اس عورت پر اب تمہاری ملکیت نہیں ہے۔" (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۲)

اس حدیث سے نہ صرف یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد "لا سبیل لک علیہا" کا تعلق حضرت عویمر کے قصہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان نفس لعان سے تفریق نہیں ہوئی بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوئی ہے۔

نفس لعان سے تفریق نہ ہونے پر ایک واضح دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ اگر نفس لعان سے تفریق ہو جاتی تو آپ ان تین طلاقوں کو مسترد کر دیتے، امام ابوداؤد

روایت کرتے ہیں: (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۵۰)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

علامہ نووی نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ دوسری روایت میں ہے: ففارقھا ''حضرت عویمر اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گئے''۔ لیکن یہ تین طلاقیں دینے کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابن شہاب کی حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت سے ظاہر ہے۔ اس لئے اس روایت کا یہ لفظ بھی علامہ نووی اور شوافع کے مسلک کے لئے مفید نہیں ہے۔

(صحیح مسلم کتاب اللعان رقم حدیث الباب: ۳، رقم الحدیث بلا تکرار: ۱۴۹۲، رقم الحدیث المسلسل: ۳۶۷۵)

صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر کی بکثرت روایات مذکور ہیں۔ (رقم حدیث الباب: ۹،۸،۷) جن میں تصریح ہے کہ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق کی، اور یہ موقف احناف کی واضح دلیل ہیں اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے موقف پر کوئی حدیث نہیں ہے۔

لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے لعان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۴)

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء تابعین اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے بعد بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور باپ سے اس کا نسب منتفی ہوگا۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ عامر، شعبی، محمد بن ابی ذئب اور بعض اہل مدینہ نے اس مسئلہ میں جمہور سے اختلاف کیا ہے کیونکہ بچہ اس کا ہوتا ہے کہ جس کے بستر پر ہو اس لئے لعان کرنے والے شخص سے ہی نسب ثابت ہوگا، لیکن ان کے خلاف یہ حدیث جمہور کی قوی دلیل ہے اور اس قاعدہ میں اس حدیث سے تخصیص کی جائے گی۔ البتہ ایک اور اختلاف یہ ہے کہ ماں سے نسبت اس وقت منتفی ہوگا جب بچہ پیدا ہوتے ہی یا زیادہ دن گزرنے سے پہلے مرد اس کا انکار کر دے، امام ابوحنیفہ نے دن مقرر نہیں کیے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں سات دن کے کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ اور امام محمد فرماتے ہیں چالیس دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ یعنی اس سے پہلے انکار کا شرعاً اعتبار ہوگا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر بچہ پیدا ہوتے ہیں فوراً انکار کر دیا تو اس کا انکار شرعاً معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۲، مصر)

لعان کی شرائط کا فقہی بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ لعان کی درج ذیل شرائط ہیں۔ (۱) نکاح صحیح ہو۔ اگر اس عورت سے اس کا نکاح فاسد ہوا ہے اور تہمت لگائی تو لعان نہیں۔ (۲) زوجیت قائم ہو خواہ دخول ہوا ہو یا نہیں لہٰذا اگر تہمت لگانے کے بعد طلاق بائن دی تو لعان نہیں ہو سکتا اگرچہ طلاق دینے کے بعد پھر نکاح کر لیا۔ یونہی اگر طلاق بائن دینے کے بعد تہمت لگائی یا زدلیل کے مرجانے کے بعد تو

لعان نہیں اور اگر تہمت کے بعد رجعی طلاق دی یا رجعی طلاق کے بعد تہمت لگائی تو لعان ساقط نہیں۔

(۳) دونوں آزاد ہوں۔(۴) دونوں عاقل ہوں۔(۵) دونوں بالغ ہوں۔(۶) دونوں مسلمان ہوں۔(۷) دونوں ناطق ہوں یعنی اُن میں کوئی گونگا نہ ہو۔(۸) اُن میں کسی پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔(۹) مرد نے اپنے اِس قول پر گواہ نہ پیش کیے ہوں۔

(۱۰) عورت زنا سے انکار کرتی ہو اور اپنے کو پارسا کہتی ہو اصطلاح شرع میں پارسا اُس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ وطی حرام نہ ہوئی ہو نہ وہ اس کے ساتھ متہم ہو۔لہٰذا طلاق بائن کی عدت میں اگر شوہر نے اُس سے وطی کی اگرچہ وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھتا تھا کہ اس سے وطی حلال ہے تو عورت عفیفہ نہیں۔یونہی اگر نکاح فاسد کر کے اُس سے وطی کی تو عفت جاتی رہی یا عورت کی اولاد ہے جس کے باپ کو یہاں کے لوگ نہ جانتے ہوں اگرچہ حقیقۃً وہ ولدالزنا نہیں ہے یہ صورت متہم ہونے کی ہے اس سے بھی عفت جاتی رہتی ہے۔اور اگر وطی حرام عارضی سبب سے ہو مثلاً حیض ونفاس وغیرہ میں جن میں وطی حرام ہے وطی کی تو اس سے عفت نہیں جاتی۔

(۱۱) صریح زنا کی تہمت لگائی ہو یا اُس کی جو اولاد اس کے نکاح میں پیدا ہوئی اُس کو کہتا ہو کہ یہ میری نہیں یا جو بچہ عورت کا دوسرے شوہر سے ہے اُس کو کہتا ہو کہ یہ اُس کا نہیں۔(۱۲) دارالاسلام میں یہ تہمت لگائی ہو۔(۱۳) عورت قاضی کے پاس اُس کا مطالبہ کرے۔(۱۴) شوہر تہمت لگانے کا اقرار کرتا ہو یا دو مرد گواہوں سے ثابت ہو۔لعان کے وقت عورت کا کھڑا ہونا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔(عالم گیری، باب لعان، ۵، ص، ۵۱۵، بیروت)

محدود قذف ہونے والے کی شہادت میں مذاہب اربعہ

جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زنا کاری کی تہمت لگائیں اور ثبوت نہ دے سکیں۔تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے، ہاں اگر شہادت پیش کر دیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے ان پر حد جاری کی جائے گی۔اگر شہادت نہ پیش کر سکے تو اسی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کے لئے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے۔اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کر دیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے۔بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی۔ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی۔

امام مالک، احمد اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا۔سید التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے،

لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔شعبی اور ضحاک کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اسے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے۔واللہ اعلم۔

شرائط لعان شوافع واحناف کا اختلاف

کیا لعان ہر زوج اور زوجہ کے درمیان ہوسکتا ہے یا اس کے لیے دونوں میں کچھ شرائط ہیں؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ جس کی قسم قانونی حیثیت سے معتبر ہو اور جس کو طلاق دینے کا اختیار ہو وہ لعان کر سکتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک صرف عاقل اور بالغ ہونا اہلیت لعان کے لیے کافی ہے خواہ زوجین مسلم ہوں یا کافر، غلام ہوں یا آزاد، مقبول الشہادت ہوں یا نہ ہوں، اور مسلم شوہر کی بیوی مسلمان ہو یا ذمی۔ قریب قریب یہی دلیل امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد کی بھی ہے۔

مگر حنفیہ کہتے ہیں کہ لعان صرف ایسے آزاد مسلمان زوجین ہی میں ہوسکتا ہے جو قذف کے جرم میں سزا یافتہ نہ ہوں۔ اگر عورت اور مرد دونوں کافر ہوں، یا غلام ہوں، یا قذف کے جرم میں پہلے کے سزا یافتہ ہوں تو ان کے درمیان لعان نہیں ہوسکتا۔ مزید براں اگر عورت کبھی اس سے پہلے حرام یا مشتبہ طریقے پر کسی مرد سے ملوث ہو چکی ہو تب بھی لعان درست نہ ہوگا۔ یہ شرطیں حنفیہ نے اس بنا پر لگائی ہیں کہ ان کے نزدیک لعان کے قانون اور قذف کے قانون میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں ہے کہ غیر آدمی اگر قذف کا مرتکب ہو تو اس کے لیے حد ہے اور شوہر اس کا ارتکاب کرے تو وہ لعان کر کے چھوٹ سکتا ہے۔ باقی تمام حیثیتوں سے لعان اور قذف ایک ہی چیز ہے۔

علاوہ بریں حنفیہ کے نزدیک چونکہ لعان کی قسمیں شہادت کی حیثیت رکھتی ہیں، اس لیے وہ کسی ایسے شخص کو اس کی اجازت نہیں دیتے جو شہادت کا اہل نہ ہو۔

لعان کا طریقہ اور فقہی تصریحات کا بیان

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رب العالمین نے ان خاوندوں کے لئے جو اپنی بیویوں کی نسبت ایسی بات کہہ دیں چھٹکارے کی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو لعان کرلیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے سامنے آکر وہ اپنا بیان دے جب شہادت نہ پیش کر سکے تو حاکم اسے چار گواہوں کے قائم مقام چار قسمیں دے گا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق ہے۔ پانچویں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔

اتنا کہتے ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ یہ مہر ادا کر دے گا اور اس عورت پر زنا ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملاعنہ کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی۔ یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔

اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اس نکتہ کو بھی خیال میں رکھئے کہ عورت کے لئے غضب کا لفظ کہا گیا اس لئے کہ عموماً کوئی مرد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیوی کو خواہ مخواہ تہمت لگائے اور اپنے آپ کو بلکہ اپنے کنبے کو بھی بدنام کرے عموماً وہ سچا ہی ہوتا ہے اور اپنے صدق کی بنا پر ہی وہ معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

اس لئے پانچویں مرتبہ میں اس سے یہ کہلوایا گیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب آئے۔ پھر غضب والے وہ

ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا تو پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا تو ایسی آسانیاں تم پر نہ ہوتیں بلکہ تم پر مشقت اترتی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے گو کیسے ہی گناہ ہوں اور گو کسی وقت بھی توبہ ہو وہ حکیم ہے، اپنی شرع میں، اپنے حکموں میں، اپنی ممانعت میں" اس آیت کے بارے میں جو روایتیں ہیں وہ بھی سن لیجئے۔ "مسند احمد میں ہے جب یہ آیت اتری تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو انصار کے سردار ہیں کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آیت اسی طرح اتاری گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار یو سنتے نہیں ہو؟ یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ درگزر فرمایئے یہ صرف ان کی بڑھی چڑھی غیرت کا باعث ہے اور کچھ نہیں۔ ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ انہیں کوئی بیٹی دینے کی جرأت نہیں کرتا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے لیکن اگر میں کسی کو اس کے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھ لوں تو بھی میں اسے کچھ نہیں کہہ سکتا یہاں تک کہ میں چار گواہ لاؤں تب تک تو وہ اپنا کام پورا کر لے گا۔ اس بات کو ذرا سی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ آئے یہ ان تین شخصوں میں سے ایک غیر مرد ہے خود آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں۔ صبح ہی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا آپ کو بہت برا معلوم ہوا اور طبیعت پر نہایت ہی شاق گزرا۔ سب انصار جمع ہو گئے اور کہنے لگے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قول کی دلیل سے ہم اس آفت میں مبتلا کئے گئے مگر اس صورت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ کو تہمت کی حد لگائیں اور اس کی شہادت کو مردود ٹھہرائیں۔

حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے واللہ میں سچا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا چھٹکارا کر دے گا۔ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ میرا کلام آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ کی قسم ہے میں سچا ہوں، اللہ خوب جانتا ہے۔ لیکن چونکہ گواہ پیش نہیں کر سکتے تھے قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حد مارنے کو فرماتے اتنے میں وحی اترنا شروع ہوئی۔ صحابہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر علامت سے پہچان گئے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب اتر چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا، اے ہلال رضی اللہ عنہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کشادگی اور چھٹی نازل فرما دی۔

حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے الحمد للہ مجھے اللہ رحیم کی ذات سے یہی امید تھی۔ پھر آپ نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بلوایا اور ان دونوں کے سامنے آیت ملاعنہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا دیکھو آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے۔ ہلال فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالکل سچا ہوں۔ اس عورت نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جھوٹ کہہ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ اچھا لعان کرو۔ تو ہلال کو کہا گیا کہ اس طرح چار قسمیں کھاؤ اور پانچویں دفعہ یوں کہو۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ جب چار

بار کہہ چکے اور پانچویں بار کی نوبت آئی تو آپ سے کہا گیا کہ ہلال اللہ سے ڈر جا۔ دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں سے بہت ہلکی ہے یہ پانچویں بار تیری زبان سے نکلتے ہی تجھ پر عذاب واجب ہو جائے گا تو آپ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اللہ کی جس طرح اللہ نے مجھے دنیا کی سزا سے میری صداقت کی دلیل سے بچایا، اسی طرح آخرت کے عذاب سے بھی میری سچائی کی دلیل سے میرا رب مجھے محفوظ رکھے گا۔

پھر پانچویں دفعہ کے الفاظ بھی زبان سے ادا کر دیئے۔ اب اس عورت سے کہا گیا کہ تو چار دفعہ قسمیں کھا کہ یہ جھوٹا ہے۔ جب وہ چاروں قسمیں کھا چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پانچویں دفعہ کے اس کلمہ کے کہنے سے روکا اور جس طرح حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کو سمجھایا گیا تھا اس سے بھی فرمایا تو اسے کچھ خیال پیدا ہو گیا۔ رکی، جھجکی، زبان کو سنبھالا، قریب تھا کہ اپنے قصور کا اقرار کرلے لیکن پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنے کی۔ پھر کہہ دیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں جدائی کرادی اور حکم دے دیا کہ اس سے جو اولاد ہو وہ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہ کی جائے۔ نہ اسے حرام کی اولاد کہا جائے۔ جو اس بچے کو حرامی کہے یا اس عورت پر تہمت رکھے، وہ حد لگایا جائے گا، یہ بھی فیصلہ دیا کہ اس کا کوئی نان نفقہ اس کے خاوند پر نہیں کیونکہ جدائی کردی گئی ہے۔ نہ طلاق ہوئی ہے نہ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور فرمایا دیکھو اگر یہ بچہ سرخ سفید رنگ موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو اسے ہلال کا سمجھنا اور اگر وہ پتلی پنڈلیوں والا سیاہی مائل رنگ کا پیدا ہو تو اس شخص کا سمجھنا جس کے ساتھ اس پر الزام قائم کیا گیا ہے۔ جب بچہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس بری صفت پر تھا جو الزام کی حقانیت کی نشانی تھی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ مسئلہ قسموں پر طے شدہ نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قطعاً حد لگاتا۔ یہ صاحبزادے بڑے ہو کر مصر کے والی بنے اور ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف تھی۔ (ابوداؤد)

اس حدیث کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں۔ بخاری شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ شریک بن سمحاء کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب حضرت ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اپنی بیوی کو برے کام پر دیکھ کر گواہ ڈھونڈنے جائے؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی توبہ کر کے اپنے جھوٹ سے ہٹتا ہے؟ اور روایت میں ہے کہ پانچویں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کہا کہ اس کا منہ بند کر دو پھر اسے نصیحت کی۔ اور فرمایا اللہ کی لعنت سے ہر چیز ہلکی ہے۔ اسی طرح اس عورت کے ساتھ کیا گیا۔

سعید بن جبیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے مرد و عورت کی نسبت مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ان میں جدائی کرادی جائے؟ یہ واقعہ ہے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی امارت کے زمانہ کا۔ مجھ سے تو اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا تو میں اپنے مکان سے چل کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی منزل پر آیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ سب سے پہلے یہ بات فلاں بن فلاں نے دریافت کی تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص اپنی عورت کو کسی برے کام پر پائے تو اگر

زبان سے نکالے تو بھی بڑی بیشرمی کی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بڑی بے غیرتی کی خاموشی ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو رہے۔ پھر وہ آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو سوال جناب سے کیا تھا افسوس وہی واقعہ میرے ہاں پیش آیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی یہ آیتیں نازل فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو پاس بلا کر ایک ایک کو الگ الگ نصیحت کی۔ بہت کچھ سمجھایا لیکن ہر ایک نے اپنا سچا ہونا ظاہر کیا پھر دونوں نے آیت کے مطابق قسمیں کھائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں جدائی کرادی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہ کا ایک مجمع شام کے وقت جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک انصاری نے کہا جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پائے تو اگر وہ اسے مار ڈالے تو تم اسے مار ڈالو گے اور اگر زبان سے نکالے گا تو تم شہادت موجود نہ ہونے کی دلیل سنے اسی کو کوڑے لگاؤ گے اور اگر یہ اندھیر دیکھ کر خاموش ہو کر بیٹھا رہے تو یہ بڑی بے غیرتی اور بڑی بے حیائی ہے۔ واللہ اگر میں صبح تک زندہ رہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت دریافت کروں گا۔ چنانچہ اس نے انہی لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور دعا کی کہ یا اللہ اس کا فیصلہ نازل فرما۔ پس آیت لعان اتری اور سب سے پہلے یہی شخص اس میں مبتلا ہوا۔

اور روایت میں ہے کہ حضرت عویمر نے حضرت عاصم بن عدی سے کہا کہ ذرا جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت تو کرو کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا کرے؟ ایسا تو نہیں کہ وہ قتل کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا؟ چنانچہ عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال سے بہت ناراض ہوئے۔ جب عویمر رضی اللہ عنہ عاصم سے ملے تو پوچھا کہو تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا؟ اور آپ نے کیا جواب دیا؟ عاصم نے کہا تم نے مجھ سے کوئی اچھی خدمت نہیں لی افسوس میرے اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیب پکڑا اور برا مانا۔ عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب اگر میں اسے اپنے گھر لے جاؤں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ تہمت باندھی تھی۔ پس آپ کے حکم سے پہلے ہی اس عورت کو جدا کر دیا۔ پھر تو لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ مقرر ہو گیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ عورت حاملہ تھی اور ان کے خاوند نے اس سے انکار کیا کہ یہ حمل ان سے ہوا۔ اس لئے یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا رہا پھر مسنون طریقہ یوں جاری ہوا کہ یہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور ماں اس کی وارث ہوگی۔ ایک مرسل اور غریب حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر تمہارے ہاں ایسی واردات ہو تو کیا کرو گے؟ دونوں نے کہا گردن اڑا دیں گے۔ ایسے وقت چشم پوشی وہی کر سکتے ہیں جو دیوث ہوں، اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلا لعان مسلمانوں میں ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے درمیان ہوا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، نور ۷)

2245 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُوَيْمِرَ بْنَ أَشْقَرَ الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ. فَسَأَلَ عَاصِمٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتَّى كَبُرَ

عَلٰى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلٰى أَهْلِهِ جَاءَهُ عُوَيْمِرٌ. فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عَاصِمٌ: لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ. قَدْ كَرِهَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا. فَقَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتّٰى أَسْأَلَهُ عَنْهَا. فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتّٰى أَتٰى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَسْطَ النَّاسِ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أُنْزِلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ قُرْآنٌ. فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا. قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا فَرَغَا. قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا. فَطَلَّقَهَا عُوَيْمِرٌ ثَلَاثًا. قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ.

❀❀ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عویمر بن اشقر عجلانی رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے: اے عاصم! آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی دوسرے شخص کو پاتا ہے اور اسے قتل کر دیتا ہے، تو آپ لوگ اسے قتل کر دیں گے، پھر اسے کیا کرنا چاہیے؟ اے عاصم! آپ میرے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کریں، عاصم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سوال پسند نہیں آیا اور آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا، یہ بات عاصم کو بہت گراں گزری جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، جب عاصم اپنے گھر واپس آئے، تو عویمر ان کے پاس آئے اور بولے: اے عاصم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا جواب دیا ہے؟

عاصم نے کہا: تم میرے پاس بھلائی لے کر نہیں آئے، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تھا یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں آئی، تو عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں باز نہیں آؤں گا اور میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کروں گا۔ پھر عویمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اس وقت لوگوں کے درمیان موجود تھے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو پاتا ہے، کیا وہ اسے قتل کر دے؟ پھر تو آپ لوگ اسے قتل کر دیں گے، تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں قرآن (کا حکم) نازل ہو گیا ہے، تم جاؤ اور اس عورت کو لے آؤ''

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر ان دونوں میاں بیوی نے لعان کیا، میں بھی لوگوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، جب وہ دونوں فارغ ہوئے، تو عویمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں اب بھی اس عورت کو اپنے ساتھ رکھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے، پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تو لعان کرنے والوں کے لیے یہی روایت بن گئی۔

2246 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيٰى، حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِيْ عَبَّاسُ

بْنُ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ: أَمْسِكِ الْمَرْأَةَ عِنْدَكَ حَتَّى تَلِدَ،

❀❀ عباس بن سہل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تک یہ عورت بچے کو جنم نہیں دیتی تم اسے اپنے ہاں رکھو۔

2247 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: حَضَرْتُ لِعَانَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، قَالَ فِيهِ: ثُمَّ خَرَجَتْ حَامِلًا فَكَانَ الْوَلَدُ يُدْعَى إِلَى أُمِّهِ

❀❀ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ان دونوں کے لعان کے وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا میری عمر اس وقت پندرہ سال تھی، اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: وہ عورت حاملہ تھی، تو اس کے بچے کو اس کی ماں کی طرف منسوب کیا گیا۔

2248 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرْكَانِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فِي خَبَرِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْصِرُوهَا، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ فَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ، فَلَا أُرَاهُ إِلَّا كَاذِبًا. قَالَ: فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الْمَكْرُوهِ.

❀❀ زہری نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لعان کرنے والوں کا واقعہ نقل کیا ہے۔

وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کا خیال رکھنا اگر اس نے سیاہ آنکھوں اور بھاری سرین والے بچے کو جنم دیا تو میرا خیال ہے، مرد (یعنی عویمر) نے سچ کہا ہے، اور اگر اس نے چھپکلی جیسے سرخ بچے کو جنم دیا تو اس کا مطلب ہے، مرد نے غلط بیانی کی۔

راوی بیان کرتے ہیں: تو اس عورت نے ناپسندیدہ حلیے والے بچے کو جنم دیا۔

2249 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَكَانَ يُدْعَى يَعْنِي الْوَلَدَ لِأُمِّهِ.

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: اس بچے کو اس کی ماں کی نسبت سے بلایا جاتا تھا۔

2250 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْفِهْرِيِّ، وَغَيْرِهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

2248- اسناده صحيح. ابراهيم بن سعد: هو ابن ابراهيم بن عبد الرحمن بن عوف. واخرجه ابن ماجه (2066) من طريق محمد بن عثمان العثماني، عن ابراهيم بن سعد، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (5309) و (7304) من طريقين عن ابن شهاب، به. وهو في "مسند احمد" (22830).

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَنْفَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَكَانَ مَا صُنِعَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم سُنَّةً. قَالَ سَهْلٌ: حَضَرْتُ هٰذَا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَمَضَتِ السُّنَّةُ بَعْدُ فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا

❁❁ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نافذ قرار دیا، تو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودگی میں کیا گیا، وہ سنت ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اس واقعہ کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا (اگلے الفاظ شاید ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں) اس کے بعد لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی جاتی ہے، اور پھر وہ دونوں کبھی بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

2251 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: شَهِدْتُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَلَاعَنَا. وَتَمَّ حَدِيثُ مُسَدَّدٍ، وَقَالَ الْآخَرُونَ: إِنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ. فَقَالَ الرَّجُلُ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا. لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ عَلَيْهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يُتَابِعِ ابْنَ عُيَيْنَةَ أَحَدٌ عَلَى أَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ.

❁❁ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، میں لعان کرنے والوں کے پاس میں موجود تھا، میری عمر اس وقت پندرہ سال تھی، جب ان دونوں نے لعان کر لیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی، (مسدد نامی راوی کی روایت مکمل ہو گئی، دوسرے راویوں کی روایت میں یہ الفاظ ہیں) وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں میں علیحدگی کروادی، مرد نے کہا: یا رسول اللہ! اگر میں اب بھی اسے اپنے ساتھ رکھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا، میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔

بعض راویوں نے لفظ ''اس پر'' نقل نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) کسی راوی نے ابن عیینہ کے ان الفاظ کی متابعت نہیں کی: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے) لعان کرنے والوں میں تفریق کروادی۔

2252 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فِي هٰذَا الْحَدِيثِ. وَكَانَتْ حَامِلًا. فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا. فَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا. ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيرَاثِ: أَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهَا

زہری کہتے ہیں: حضرت سہل بن سعد ڈٹاٹنڈ کے حوالے سے، اس روایت میں یہ نقل کرتے ہیں: وہ عورت حاملہ تھی، مرد نے اس کے حمل کا انکار کیا، تو اس عورت کے بچے کی نسبت اس عورت کی طرف کی جاتی، اور پھر میراث کے بارے میں بھی یہی رواج ہوا، وہ بچہ اس عورت کا وارث بنتا تھا اور وہ عورت اس بچے کی وارث بنتی تھی، جو بھی حصہ اللہ تعالیٰ نے (ماں کے طور پر) اس کے لیے مقرر کیا تھا۔

2253 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: إِنَّا لَلَيْلَةَ جُمُعَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ بِهِ جَلَدْتُمُوهُ، أَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوهُ، فَإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ، وَاللهِ لَأَسْأَلَنَّ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ بِهِ جَلَدْتُمُوهُ، أَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوهُ، أَوْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ افْتَحْ، وَجَعَلَ يَدْعُو، فَنَزَلَتْ آيَةُ اللِّعَانِ: وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ هَذِهِ الْآيَةَ، فَابْتُلِيَ بِهِ ذَلِكَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ، فَجَاءَ هُوَ وَامْرَأَتُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاعَنَا: فَشَهِدَ الرَّجُلُ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ، ثُمَّ لَعَنَ الْخَامِسَةَ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ. قَالَ: فَذَهَبَتْ لِتَلْتَعِنَ، فَقَالَ لَهَا: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ، فَأَبَتْ، فَفَعَلَتْ، فَلَمَّا أَدْبَرَا، قَالَ: لَعَلَّهَا أَنْ تَجِيءَ بِهِ أَسْوَدَ جَعْدًا فَجَاءَتْ بِهِ أَسْوَدَ جَعْدًا

حضرت عبداللہ بن مسعود ڈٹاٹنڈ بیان کرتے ہیں: ایک جمعہ کی رات ہم لوگ مسجد میں موجود تھے، اسی دوران ایک انصاری مسجد میں داخل ہوا، وہ بولا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پاتا ہے تو اگر وہ اس بارے میں بات کرتا ہے تو آپ لوگ اسے (حد قذف میں) کوڑے ماریں گے، اگر وہ قتل کر دیتا ہے تو آپ لوگ (بدلے میں) اسے قتل کر دیں گے، اگر وہ خاموش رہتا ہے تو ایسی بات پر خاموش رہے گا، جس پر غصہ کیا جانا چاہیے۔

نبی اکرم ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! (یہ معاملہ) واضح کر دے، نبی اکرم ﷺ مسلسل دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ لعان کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوگئی:

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام عائد کرتے ہیں اور ان کے پاس گواہ نہ ہوں'' یہ مکمل آیت ہے۔

تو لوگوں کے درمیان وہی شخص اس صورتحال میں مبتلا ہو گیا، وہ اور اس کی بیوی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں نے لعان کیا، مرد نے اللہ تعالیٰ کے نام پر، چار مرتبہ اس بات کی گواہی دی کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہا: اگر وہ جھوٹا ہو، تو اس پر لعنت ہو، وہ عورت لعان کرنے لگی، تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: ٹھہر جاؤ! مگر اس نے یہ بات نہیں مانی اور (لعان) کرلیا، جب وہ دونوں واپس چلے گئے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: شاید یہ سیاہ رنگت اور گھنگریالے بالوں والے بچے کو جنم دے گی، تو اس عورت نے سیاہ رنگت اور گھنگریالے بالوں والے بچے کو جنم دیا۔

2254 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَيِّنَةُ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ. قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذَا رَأَى أَحَدُنَا رَجُلًا عَلَى امْرَأَتِهِ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْبَيِّنَةُ وَإِلَّا فَحَدٌّ فِي ظَهْرِكَ. فَقَالَ هِلَالٌ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا، إِنِّي لَصَادِقٌ، وَلَيُنْزِلَنَّ اللَّهُ فِي أَمْرِي مَا يُبْرِئُ بِهِ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ. فَنَزَلَتْ: (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ) (النور: 6)، فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ (مِنَ الصَّادِقِينَ) (النور: 9) فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمَا، فَجَاءَا، فَقَامَ هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ، فَشَهِدَ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا مِنْ تَائِبٍ؟ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْخَامِسَةِ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ، وَقَالُوا لَهَا: إِنَّهَا مُوجِبَةٌ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا سَتَرْجِعُ، فَقَالَتْ: لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ، فَمَضَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْصِرُوهَا، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ، سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَجَاءَتْ بِهِ كَذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللَّهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ حَدِيثُ ابْنِ بَشَّارٍ حَدِيثُ هِلَالٍ

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر الزام لگایا کہ اس کے شریک بن سحماء کے ساتھ (ناجائز تعلقات) ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو تم گواہ پیش کرو، ورنہ تم پر حد قذف جاری ہوگی، ہلال نے عرض کی: جب کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے اوپر موجود دیکھے، تو کیا وہ گواہ تلاش کرے گا؟ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا: تم گواہ پیش کرو، ورنہ تم پر حد قذف جاری ہوگی، ہلال نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی بنا کر حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے، میں سچ کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے معاملے کے بارے میں ضرور کوئی حکم نازل کرے گا، جو میری پشت سے حد کو دور کر دے گا، تو یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام عائد کرتے ہیں اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہوتی ہے'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو الصادقین (لفظ) تک پڑھا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلوالیا، جب وہ دونوں آ گئے، تو ہلال بن امیہ کھڑے ہوئے، انہوں نے شہادت (یعنی گواہی) کے کلمات بولے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، تو کیا تم دونوں میں سے کوئی توبہ کرے گا؟

پھر وہ عورت کھڑی ہوئی اس نے شہادت کے کلمات کہے، جب پانچویں مرتبہ وہ یہ کہنے لگی:

''اس (عورت) پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو، اگر وہ مرد سچا ہو''۔

تو لوگوں نے اس عورت سے کہا: یہ چیز لازم کر دے گی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: وہ ذرا سا ہچکچائی، اس نے سر جھکایا، یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ رجوع کرے گی، لیکن پھر وہ بولی: میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہیں کروں گی، اور اس نے (پانچواں مخصوص کلمہ بھی کہہ دیا) اور چلی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا خیال رکھنا، اگر اس نے سرگیں آنکھوں، بھاری سرین اور موٹی پنڈلیوں والے بچے کو جنم دیا تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا۔

تو اس عورت نے اسی شکل وصورت کے بچے کو جنم دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب کا حکم نہ آچکا ہوتا، تو میرا اس کے ساتھ سلوک مختلف ہوتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہلال کے واقعہ والی یہ روایت، جو محمد بن بشار نے نقل کی ہے، یہ ان روایات میں سے ایک ہے، جنہیں نقل کرنے میں اہل مدینہ منفرد ہیں۔

2255 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ رَجُلًا حِينَ اَمَرَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ اَنْ يَتَلَاعَنَا اَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فِيهِ عِنْدَ الْخَامِسَةِ، يَقُولُ: اِنَّهَا مُوجِبَةٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لعان کرنے والوں کو (لعان کرنے کا) حکم دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ ہدایت کی، کہ پانچویں مرتبہ میں وہ اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دے، یہ کہتے ہوئے: یہ واجب کر دے گی۔

2256 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ هِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ وَهُوَ اَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِمْ، فَجَاءَ مِنْ اَرْضِهِ عَشِيًّا فَوَجَدَ عِنْدَ اَهْلِهِ رَجُلًا، فَرَاَى بِعَيْنِهِ وَسَمِعَ بِاُذُنِهِ، فَلَمْ يَهِجْهُ حَتَّى اَصْبَحَ، ثُمَّ غَدَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنِّي جِئْتُ اَهْلِي عِشَاءً فَوَجَدْتُ عِنْدَهُمْ رَجُلًا، فَرَاَيْتُ بِعَيْنَيَّ، وَسَمِعْتُ بِاُذُنَيَّ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَاءَ بِهِ، وَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، فَنَزَلَتْ: (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ) (النور: 6) الْآيَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا، فَسُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اَبْشِرْ يَا هِلَالُ، قَدْ جَعَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا، قَالَ هِلَالٌ: قَدْ كُنْتُ اَرْجُو ذٰلِكَ مِنْ رَبِّي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرْسِلُوا اِلَيْهَا، فَجَاءَتْ، فَتَلَاهَا عَلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَّرَهُمَا وَاَخْبَرَهُمَا اَنَّ عَذَابَ الْآخِرَةِ اَشَدُّ مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا، فَقَالَ هِلَالٌ: وَاللهِ لَقَدْ صَدَقْتُ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: قَدْ كَذَبَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاعِنُوا بَيْنَهُمَا، فَقِيلَ لِهِلَالٍ: اشْهَدْ، فَشَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قِيلَ لَهُ يَا هِلَالُ: اتَّقِ اللهَ، فَاِنَّ عَذَابَ

الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، وَإِنَّ هٰذِهِ الْمُوجِبَةُ الَّتِي تُوجِبُ عَلَيْكَ الْعَذَابَ. فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا يُعَذِّبُنِي اللّٰهُ عَلَيْهَا كَمَا لَمْ يُجَلِّدْنِي عَلَيْهَا. فَشَهِدَ الْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ. ثُمَّ قِيلَ لَهَا: اشْهَدِي. فَشَهِدَتْ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ. فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قِيلَ لَهَا: اتَّقِي اللّٰهَ، فَإِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، وَإِنَّ هٰذِهِ الْمُوجِبَةُ الَّتِي تُوجِبُ عَلَيْكِ الْعَذَابَ. فَتَلَكَّأَتْ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللّٰهِ لَا أَفْضَحُ قَوْمِي. فَشَهِدَتِ الْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ. فَفَرَّقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا، وَقَضٰى أَنْ لَا يُدْعٰى وَلَدُهَا لِأَبٍ، وَلَا تُرْمٰى، وَلَا يُرْمٰى وَلَدُهَا، وَمَنْ رَمَاهَا أَوْ رَمٰى وَلَدَهَا فَعَلَيْهِ الْحَدُّ، وَقَضٰى أَنْ لَا بَيْتَ لَهَا عَلَيْهِ، وَلَا قُوتَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُمَا يَتَفَرَّقَانِ مِنْ غَيْرِ طَلَاقٍ، وَلَا مُتَوَفًّى عَنْهَا. وَقَالَ: إِنْ جَاءَتْ بِهٖ أُصَيْهِبَ أُرَيْصِحَ أُثَيْبِجَ حَمْشَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِهِلَالٍ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهٖ أَوْرَقَ جَعْدًا جُمَالِيًّا خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ فَهُوَ لِلَّذِي رُمِيَتْ بِهٖ. فَجَاءَتْ بِهٖ أَوْرَقَ جَعْدًا جُمَالِيًّا خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا الْأَيْمَانُ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ. قَالَ عِكْرِمَةُ: فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمِيرًا عَلٰى مُضَرَ وَمَا يُدْعٰى لِأَبٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہلال بن امیہ، جوان تین افراد میں سے ایک ہیں، (غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے پر) اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی تھی۔ وہ اپنی زمین سے عشاء کے وقت اپنے گھر آئے، تو انہوں نے اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پایا، انہوں نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا، لیکن صبح تک اس کے خلاف کچھ نہیں کیا، اگلے دن وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! میں عشاء کے وقت اپنے گھر آیا تو بیوی کے ساتھ ایک اجنبی شخص کو پایا، میں نے سب اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا، انہوں نے جو اطلاع دی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بری لگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گراں گزری، تو یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہوتی ہے، تو ان میں سے ایک کی گواہی'' یہ دونوں آیات (نازل ہوئیں)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ہلال! تم خوشخبری قبول کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کشادگی اور نکلنے کا راستہ بنا دیا ہے، ہلال نے عرض کی: مجھے اپنے پروردگار سے یہی امید تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو بلواؤ، وہ عورت آئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے سامنے (آیات کی) تلاوت کی، ان دونوں کو وعظ و نصیحت کی اور انہیں یہ بتایا: آخرت کا عذاب، دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے، ہلال نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس کے بارے میں سچ کہا ہے، اس عورت نے کہا: اس نے غلط بیانی کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ان دونوں کے درمیان لعان کروا دو، ہلال سے کہا گیا: تم گواہی دو، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھا کر چار مرتبہ یہ گواہی دی کہ وہ سچے ہیں اور جب پانچویں مرتبہ (کا وقت) آیا، تو ان سے کہا گیا:

اے ہلال! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! کیونکہ دنیاوی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے، اور یہ واجب کرنے والی وہ چیز ہے جو (غلط بیانی کی صورت میں) تم پر عذاب کو واجب کردے گی، تو ہلال نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس عورت کی وجہ سے مجھے عذاب نہیں دے گا، جس طرح اس نے اس کی وجہ سے مجھے کوڑے نہیں لگنے دیے، پھر انہوں نے پانچویں مرتبہ گواہی دی، اگر وہ جھوٹے ہوں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

پھر اس عورت سے کہا گیا: تم گواہی دو، تو اس نے اللہ کی قسم اٹھا کر چار مرتبہ یہ گواہی دی کہ وہ مرد جھوٹا ہے، جب پانچویں مرتبہ (کا وقت آیا) تو اس سے کہا گیا: تم اللہ سے ڈرو، کیونکہ دنیاوی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے، اور یہ واجب کرنے والی وہ چیز ہے جو تم پر عذاب کو واجب کردے گی، وہ عورت ایک لمحے کے لیے ہچکچائی، پھر وہ بولی: اللہ کی قسم! میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی، تو پانچویں مرتبہ اس نے یہ گواہی دی، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو، اگر وہ مرد سچا ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی، آپ نے یہ فیصلہ دیا، اس عورت کے بچے کو اس کے باپ کی نسبت سے نہ بلایا جائے، اس عورت اور اس کے بچے پر (زنا یا ولد الزنا ہونے) کا الزام نہ لگایا جائے، جو شخص اس عورت یا اس کے بچے پر الزام لگائے گا اس پر حد جاری ہوگی، نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فیصلہ دیا: اس عورت کو رہائش یا خرچ کی فراہمی مرد کے ذمہ نہیں ہوگی، کیونکہ ان دونوں کے درمیان علیحدگی طلاق، یا عورت کے بیوہ ہوئے بغیر ہوئی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اگر اس عورت نے، معمولی سے سرخ بالوں، ہلکے سرین، ابھری ہوئی کمر اور پتلی پنڈلیوں والے بچے کو جنم دیا، تو وہ ہلال کا ہوگا اور اگر وہ گندمی رنگت، گھنگریالے بال، چوڑے اور بڑے اعضاء، موٹی پنڈلی اور بھاری سرین والا ہوا، تو وہ اس کا بچہ ہوگا، جس پر (اس عورت سے ناجائز تعلق کا) الزام ہے''۔

تو اس عورت نے گندمی رنگت، گھنگریالے بالوں، چوڑے اور بڑے اعضاء، موٹی پنڈلیوں اور بھاری سرین والے بچے کو جنم دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر قسمیں اٹھا کر (قرآن کے حکم پر عمل) نہ کیا جا چکا ہوتا، تو میں اس عورت کے ساتھ اور طرح کا سلوک کرتا۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: وہ بچہ بعد میں مصر کا سردار بنا تھا، لیکن اس کو اس کے باپ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا تھا۔

2257 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: سَمِعَ عَمْرٌو، سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ: حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ، اَحَدُكُمَا كَاذِبٌ، لَا سَبِيْلَ لَكَ عَلَيْهَا. قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَالِي؟ قَالَ: لَا مَالَ لَكَ، اِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَاِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذٰلِكَ اَبْعَدُ لَكَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لعان کرنے والوں سے فرمایا: تم دونوں کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک سچا ہے، (اے مرد) تمہارا اس (عورت) پر کوئی حق نہیں، اس نے عرض کی: یا رسول

2257- اسناده صحيح. واخرجه البخاري (5312) و (5350)، ومسلم (1493)، والنسائي في "الكبرى" (5640) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (4587)، و "صحيح ابن حبان" (4287)

اللہ! میرے مال (کا کیا ہوگا؟) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں کوئی مال نہیں ملے گا، اگر تم نے اس عورت کے بارے میں سچ بیان کیا ہے، تو یہ مال اس کا بدل ہوگا جو تم نے اس عورت کی شرمگاہ کو حلال کیا، اور اگر تم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے، تو پھر وہ تم سے اور زیادہ دور ہو جائے گا۔

2258 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ، قَالَ: فَرَّقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: اللهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ، يُرَدِّدُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَأَبَيَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ایک شخص اپنی بیوی پر زنا کرنے کا الزام لگاتا ہے، تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ نے بنو عجلان سے تعلق رکھنے والے میاں بیوی میں علیحدگی کروادی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، تو کیا تم دونوں میں سے کوئی توبہ کرے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی، ان دونوں نے انکار کیا، تو آپ ﷺ نے ان کے درمیان علیحدگی کروادی۔

2259 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَأَتَهُ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا، وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ مَالِكٌ قَوْلُهُ: وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ، وَقَالَ يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي حَدِيثِ اللِّعَانِ وَأَنْكَرَ حَمْلَهَا فَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے لعان کیا، اور اس کے بچے کے (اپنی اولاد ہونے) کی نفی کردی، نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی، آپ نے بچے کو عورت سے منسوب کر دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ الفاظ نقل کرنے میں منفرد ہیں: آپ ﷺ نے بچے کو عورت سے منسوب کر دیا۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، لعان کے بارے میں جو حدیث نقل کی ہے، اس میں یہ مذکور ہے: اس نے اس عورت کے حمل کا انکار کیا، تو اس عورت کے بچے کو اس عورت کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

2258- اسنادہ صحیح. اسماعیل: هو ابن ابراهیم، المعروف بابن علیة، وایوب: هو ابن ابی تمیمة السختیانی. واخرجه البخاری (5311) و (5312) و (5349) ومسلم (1493)، والنسائی فی "الکبری" (5639) من طریق ایوب السختیانی، به. واخرجه مختصراً مسلم (1493)، والنسائی (5638) من طریق عزرة بن عبدالرحمن، عن سعید بن جبیر، به. وهو فی "مسند احمد" (4477).

2259- اسنادہ صحیح. القعنبی: هو عبد الله بن مسلمة. وهو عند مالک فی "الموطا" 2/567، ومن طریقه اخرجه البخاری (5315) و (6748)، ومسلم (1494)، وابن ماجه (2069)، والترمذی (1242)، والنسائی فی "الکبری" (5641)

لاعن کے قسم سے پہلوتہی کرنے میں مذاہب اربعہ

اگر الزام لگانے کے بعد شوہر قسم کھانے سے پہلوتہی کرے تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ اسے قید کر دیا جائے گا اور جب تک وہ لعان نہ کرے یا اپنے الزام کا جھوٹا ہونا نہ مان لے، اسے نہ چھوڑا جائے گا، اور جھوٹ مان لینے کی صورت میں اس کو حد قذف لگائی جائے گی۔ اس کے برعکس امام مالک علیہ الرحمہ، شافعی، حسن بن صالح اور لیث بن سعد کی دلیل یہ ہے کہ لعان سے پہلوتہی کرنا خود ہی اقرار کذب ہے اس لیے حد قذف واجب آ جاتی ہے۔

اگر شوہر کے قسم کھا چکنے کے بعد عورت لعان سے پہلوتہی کرے تو حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک وہ لعان نہ کرے، یا پھر زنا کا اقرار نہ کر لے۔ دوسری طرف مذکورہ بالا ائمہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں اسے رجم کر دیا جائے گا۔ ان کا استدلال قرآن کے اس ارشاد سے ہے کہ عورت سے عذاب صرف اس صورت میں دفع ہوگا جب کہ وہ بھی قسم کھا لے۔ اب چونکہ وہ قسم نہیں کھاتی اس لیے لامحالہ وہ عذاب کی مستحق ہے۔

تفریق لعان میں فقہی مذاہب اربعہ

اختلاف دو مسئلوں میں ہے۔ ایک یہ کہ لعان کے بعد عورت اور مرد کی علیحدگی کیسے ہوگی؟ دوسرے یہ کہ لعان کی بنا پر علیحدہ ہو جانے کے بعد کیا ان دونوں کا پھر مل جانا ممکن ہے؟ پہلے مسئلے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ جس وقت مرد لعان سے فارغ ہو جائے اسی وقت فرقت آپ سے آپ واقع ہو جاتی ہے خواہ عورت جوابی لعان کرے نہ کرے۔ امام مالک علیہ الرحمہ، لیث بن سعد اور زفر کہتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں جب لعان سے فارغ ہوں تب فرقت واقع ہوتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ، ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں کہ لعان سے فرقت آپ ہی آپ واقع نہیں ہو جاتی بلکہ عدالت کے تفریق کرانے سے ہوتی ہے۔ اگر شوہر خود طلاق دے دے تو بہتر، ورنہ حاکم عدالت ان کے درمیان تفریق کا اعلان کرے گا۔

دوسرے مسئلے میں امام مالک علیہ الرحمہ، ابو یوسف، زفر، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، شافعی، احمد بن حنبل اور حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ لعان سے جو زوجین جدا ہوئے ہوں وہ پھر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں، دوبارہ وہ باہم نکاح کرنا بھی چاہیں تو کسی حال میں نہیں کر سکتے۔ یہی دلیل حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی ہے۔

جبکہ سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، شعبی، سعید بن جبیر، ابوحنیفہ اور محمد رحمہم اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر شوہر اپنا جھوٹ مان لے اور اس پر حد قذف جاری ہو جائے تو پھر ان دونوں کے درمیان دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے کے لیے حرام کرنے والی چیز لعان ہے۔ جب تک وہ اس پر قائم رہیں، حرمت بھی قائم رہے گی۔ مگر جب شوہر اپنا جھوٹ مان کر سزا پا گیا تو لعان ختم ہو گیا اور حرمت بھی اٹھ گئی۔

بَابٌ إِذَا شَكَّ فِي الْوَلَدِ

باب: جب مرد، بچے کے بارے میں شک کرے (تو اس کا حکم؟)

2260 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي جَائَتْ بِوَلَدٍ أَسْوَدَ. فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مَا أَلْوَانُهَا؟، قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟، قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا. قَالَ: فَأَنَّى تُرَاهُ؟، قَالَ: عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ، قَالَ: وَهَذَا عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ،

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنوفزارہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: میری بیوی نے سیاہ فام بچے کو جنم دیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کی جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ان کا رنگ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: سرخ، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے؟ اس نے عرض کی: ان میں سے ایک خاکستری ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے خیال میں وہ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہوگا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس (تمہارے بچے) کو بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہوگا۔

2261 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، وَهُوَ حِينَئِذٍ يُعَرِّضُ بِأَنْ يَنْفِيَهُ،

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: وہ اشارے کنایے میں (اس بچے کے اپنی اولاد ہونے) کی نفی کر رہا تھا۔

2262 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أُنْكِرُهُ. فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: میری بیوی نے ایک کالے رنگ کے بچے کو جنم دیا ہے، اور میں اس کا انکار کرتا ہوں (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

بچے کی نفی کی صورت میں لعان کا طریقہ

اور اگر زنا کا یہ الزام بچے کے نسب کی نفی کی صورت میں ہو تو قاضی اس بچے کے نسب کی نفی کر دے گا اور اسے اس کی ماں کے

2260- اسناده صحيح. ابن ابی خلف: هو محمد بن احمد القطيعي، وسفيان: هو ابن عيينة، والزهری: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، وسعيد: هو ابن المسيب. واخرجه البخاری (5305) و (6847)، ومسلم (1500)، وابن ماجه (2002)، والترمذی (2261)، والنسائی فی "الكبرى" (5642) و (5644) من طرق عن ابن شهاب، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (7264)، و "صحيح ابن حبان" (4106) و (4107).

کے ساتھ شامل کردے گا۔لعان کی صورت یہ ہوگی: حاکم مرد سے یہ کہے گا: وہ یہ کہے: میں اللہ تعالیٰ کے نام (کی قسم اٹھا کر) اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں سچا ہوں جو میں نے بیوی پر یہ الزام لگایا ہے جس میں بچے کے نسب کی نفی کی ہے۔اسی طرح عورت کی طرف سے بھی یہی بات کی جائے گی۔اگر مرد عورت پر زنا کا الزام لگائے اور بچے کی نفی بھی کردے' تو وہ لعان میں ان دونوں کا ذکر کرے گا' اور قاضی بچے کے نسب کی نفی کر کے اسے ماں کے ساتھ شامل کردے گا اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کے بچے کی' ہلال سے نسبت کی نفی کردی تھی اور اس بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کردیا تھا۔نیز اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: لعان کا اصل مقصد یہ ہے: بچے کے نسب کی نفی کی جائے' تاکہ شوہر کا مقصد پورا ہو سکے تو نسب کی نفی کے لئے قاضی کا اتنا کہنا کافی ہوگا' میں نے دونوں کے درمیان لعان کی تفریق کردی۔امام ابویوسف سے یہ روایت منسوب ہے: قاضی علیحدہ طور پر ذکر کرے گا' اور یہ کہے گا: میں اسے ماں کے ساتھ ملا رہا ہوں' میں اسے باپ کے نسب سے نکال رہا ہوں' اس کی دلیل یہ ہے: اس کو باپ کے نسب سے علیحدہ کرنا ضروری ہے' تو اس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا۔اگر شوہر رجوع کرے اور اپنی بات کی تکذیب کردے' تو قاضی اس پر حد جاری کرے گا' کیونکہ اس نے اس چیز کا اقرار کیا ہے جس کے نتیجے میں حد واجب ہو جاتی ہے۔مرد کے لئے یہ بات جائز ہوگی کہ وہ اسی عورت کے ساتھ شادی کرلے' یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے: جب اس پر حد جاری ہوگئی' تو وہ لعان کا اہل نہیں رہا' لہٰذا لعان کا حکم اٹھ جائے گا' اور وہ حکم دائمی حرمت کا ہے۔اسی طرح اگر وہ کسی دوسری عورت پر زنا کا الزام لگاتا ہے' تو اس کے نتیجے میں حد جاری ہوتی ہے (تو یہی حکم ہے) اس کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں۔اسی طرح اگر وہ عورت زنا کرتی ہے' تو اس پر حد جاری ہوتی ہے۔(تو یہی حکم ہوتا) اس کی دلیل یہ ہے: عورت کی طرف سے لعان کی اہلیت ختم ہوگئی ہے۔(ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

بچے کے انکار کی صورت میں ثبوت لعان کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دو بچے ایک حمل سے پیدا ہوئے یعنی دونوں کے درمیان چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہو اور ان دونوں میں پہلے سے انکار کیا دوسرے کا اقرار تو حد لگائی جائے اور اگر پہلے کا اقرار کیا دوسرے سے انکار تو لعان ہوگا بشرطیکہ انکار سے نہ پھرے اور پھر گیا تو حد لگائی جائے مگر بہر حال دونوں ثابت النسب ہیں۔

جس بچے سے انکار کیا اور لعان ہوا وہ مرگیا اور اُس نے اولاد چھوڑی اب لعان کرنے والے نے اُس کو اپنا پوتا پوتی قرار دیا تو وہ ثابت النسب ہے۔اولاد سے انکار کیا اور ابھی لعان نہ ہوا کہ کسی اجنبی نے عورت پر تہمت لگائی اور اُس بچہ کو حرامی کہا اس پر حد قذف قائم ہوئی تو اب اُسکا نسب ثابت ہے اور کبھی منتفی نہ ہوگا۔عورت کے بچہ پیدا ہوا شوہر نے کہا یہ میرا نہیں یا یہ زنا سے ہے اور کسی دلیل سے لعان ساقط ہوگیا تو نسب منتفی نہ ہوگا حد واجب ہو یا نہیں۔یونہی اگر دونوں اہل لعان ہیں مگر لعان نہ ہوا تو نسب منتفی نہ ہوگا۔(درمختار، ج ۵، ص ۱۷۰، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ جس نے نکاح کیا مگر ابھی دخول نہ ہوا بلکہ ابھی عورت کو دیکھا بھی نہیں اور عورت کے بچہ پیدا

دیا، شوہر نے اُس سے انکار کیا تو لعان ہوسکتا ہے اور بعد لعان وہ بچہ ماں کے ذمہ ہوگا اور مہر پورا دینا ہوگا۔ (عالمگیری، باب لعان)

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي الِانْتِفَاءِ

باب: (بچے کے اپنی اولاد ہونے کی) نفی کرنے کی شدید مذمت

2263 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ نَزَلَتْ آيَةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ عَلَى قَوْمٍ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ، فَلَيْسَتْ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ، وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللَّهُ جَنَّتَهُ، وَأَيُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهُ، وَهُوَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، احْتَجَبَ اللَّهُ مِنْهُ، وَفَضَحَهُ عَلَى رُءُوسِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب لعان کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوئی، تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''جو عورت کسی قوم میں اس (بچے) کو داخل کرے، جو ان کا حصہ نہ ہو تو اس کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حیثیت نہیں اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی جنت میں داخل نہیں کرے گا، اور جو شخص جانتے بوجھتے ہوئے (غلط طور پر) اپنے بچے کا انکار کرے گا، تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس سے حجاب فرمالے گا اور اسے تمام پہلے والوں اور بعد والوں کے سامنے رُسوا کرے گا''۔

اصل باپ سے نسب ہونے کا بیان

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ. وَمَنِ ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. وَمَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللَّهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کرے، درآں حالیکہ وہ (اصل حقیقت) جانتا تھا، مگر یہ کہ اس نے کفر کیا۔ جو کسی ایسی چیز کا مدعی ہوا جو اس کی نہیں تھی تو وہ ہم میں سے نہیں اور وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے۔ اور جس نے کسی آدمی کو کفر کی نسبت سے بلایا یا یہ کہا کہ تم اللہ کے دشمن ہو اور وہ ایسا نہ ہوا تو یہ اسی کی طرف پلٹے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ. فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آبا سے انحراف نہ کرو۔ جس نے اپنے باپ سے انحراف کیا، وہ کفر ہے۔

عَنْ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: سَمِعَ أُذُنَايَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ مَنِ

ادَّعٰی أَبًا فِی الْإِسْلَامِ غَیْرَ أَبِیْهِ یَعْلَمُ أَنَّهُ غَیْرُ أَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ان کے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ فرما رہے تھے: جس نے اسلام میں اپنے آپ کو کسی اور باپ سے منسوب کیا، جبکہ وہ جانتا تھا کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

عَنْ سَعْدٍ وَأَبِی بَکْرَةَ کِلَاهُمَا یَقُوْلُ: سَمِعَتْهُ أُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنِ ادَّعٰی إِلٰی غَیْرِ أَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ أَنَّهُ غَیْرُ أَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ.

حضرت سعد اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہما، دونوں نے بیان کیا ہے کہ میرے ان کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے اپنے آپ کو کسی اور کا بیٹا قرار دیا، جبکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔

حَارَ عَلَیْهِ: حار، رجع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس روایت میں یہ اسی معنی میں آیا ہے۔

اِدَّعٰی: اِدَّعٰی کا لفظ بالعموم دعویٰ کرنے کے معنی میں آتا ہے، لیکن اس روایت میں یہ اِنْتَسَبَ کے معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی اپنے آپ کو کسی شخص کی طرف منسوب کرنا۔ روایت میں چونکہ باپ کے بارے میں غلط نسبت کا معاملہ زیر بحث ہے۔ چنانچہ ہم نے ترجمہ کرنے میں یہی پہلو ملحوظ رکھا ہے۔ یہ واضح ہے کہ اس معنی میں بھی دعوے کا پہلو موجود ہے۔

فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ: جملہ فعل امر سے شروع ہوا ہے۔ چنانچہ اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اس اسلوب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، لیکن یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ امر کا صیغہ جہاں حکم یا اظہار تمنا وغیرہ کے لیے آتا ہے، وہاں بددعا یا کسی امر کے یقینی نتیجے کو بیان کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔ ہمارے خیال میں یہاں یہ اسلوب آخری معنی کے لیے اختیار کیا گیا ہے، یعنی پھر ایسا شخص اپنے آپ کو آگ کا مستحق بنا لے گا۔

ہم نے یہاں چار روایتوں کو ایک ہی عنوان کے تحت نقل کیا ہے۔ پہلی روایت میں تین گناہ بیان ہوئے ہیں۔ ایک غیر باپ کو اپنا باپ قرار دینا، دوسرا کسی شے کے مالک ہونے کا ناحق دعویٰ کرنا اور تیسرے کسی مسلمان بھائی کو کافر قرار دینا۔ تیسرے جرم کے بارے میں وہی بات کہی گئی ہے جو پچھلی روایت میں زیر بحث آ چکی ہے۔ چنانچہ یہاں اس روایت کے تحت اس پر تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

باپ، یعنی نسب کے معاملے میں غلط بیانی کا معاملہ خود قرآن مجید میں زیر بحث آیا ہے۔ سورۂ احزاب میں ہے:

وَمَا جَعَلَ أَدْعِیَاءَکُمْ أَبْنَاءَکُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِأَفْوَاهِکُمْ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ. اُدْعُوْهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَا أَخْطَأْتُمْ بِهٖ وَلٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا. (۳۳: ۴-۵)

اور نہ تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارے بیٹے بنایا۔ یہ سب تمھارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اور اللہ حق کہتا اور صحیح راہ کی

طرف رہنمائی کرتا ہے۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت کے ساتھ پکارو۔ یہی اللہ کے نزدیک قرین عدل ہے۔ اور اگر تم کو ان کے باپوں کا پتا نہ ہو تو وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے شریک قبیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس باب میں تم سے جو غلطی ہوئی، اس پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں، البتہ اس بات پر ضرور گرفت ہے جس کا دل سے ارادہ کرو، اللہ درگذر کرنے والا اور رحیم ہے۔

اس آیت میں اصلاً متبنیٰ کا مسئلہ زیر بحث ہے، یعنی جس بچے کو اپنا بیٹا بنا لیا جائے، اس پر شریعت کے وہ احکام نہیں ہیں جو حقیقی بیٹے سے متعلق ہیں۔ مزید برآں قرآن نے یہ ہدایت بھی کر دی کہ جس بچے کے والدین معلوم ہیں، اس بچے کو انھی کی طرف منسوب کرنا چاہیے اور یہ تنبیہ بھی فرما دی کہ تمھارے رب کے نزدیک قرین انصاف بات یہی ہے۔ اس مقام پر یہ بات بھی فرما دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی بات پر گرفت فرمائیں گے جو دل کے ارادے سے کی جاتی ہے۔ اس جملے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جان بوجھ کر کسی کے نسب کو بدلنا گناہ ہے، لیکن اس مقام سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اس جرم کی سزا ابدی جہنم ہے۔ اسی طرح اس مقام پر اس کو ایک گناہ تو قرار دیا گیا ہے، لیکن اس کے کفر ہونے کا کوئی اشارہ یہاں نہیں ہے۔ روایات میں اس کے برعکس اسے کفر بھی قرار دیا گیا ہے اور اس کے مجرم کو جنت کے حرام ہونے کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔

غیر باپ کی طرف انتساب کی برائی کیا ہے۔ متبنیٰ کے باب میں عرب جو غلطی کر رہے تھے، وہ اسے حقیقی بیٹے کے مانند قرار دیتا تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ متبنیٰ اصل بیٹا نہیں ہے۔ اس کے بعد کسی متبنیٰ کے اصل نسب کو بدلنے کی ممانعت ہے۔ اس کی خلاف ورزی بھی گناہ ہے، لیکن اس کی وجہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور محرک کے تحت اگر نسب بدلنے کا معاملہ ہو تو اس کے برے ہونے کی وجہ، مثلاً یہ ہو سکتی ہے کہ اس میں قذف، یعنی تہمت کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے یا یہ کہ یہ والدین کے حقوق ماننے سے انکار ہو سکتا ہے۔ مزید یہ کہ یہ ایک جھوٹ ہے، لیکن یہ کوئی ایسا پہلو بھی نہیں ہے کہ اس کے مرتکب کو کافر قرار دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر اور جہنم کی وعید کی بات کس معنی میں فرمائی ہے؟ اس سوال کے متعدد جواب دیے گئے ہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ جنت کے حرام ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن فائز المرام لوگوں میں شامل نہیں ہوں گے اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی ملنے تک معلق رہے گا۔ تکفیر کی توجیہ یہ بات کہہ کر کی گئی ہے کہ باپ سے غلط نسبت کا فعل دورِ جاہلیت کا فعل ہے، گویا یہ کفار والا کام ہے۔

بعض شارحین کے نزدیک تکفیر سے محض یہ واضح کرنا پیش نظر ہے کہ اس طرح کے اعمال اہل دین کے طریقے سے انحراف ہیں اور کسی مسلمان کو ان کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔ ہم پچھلی روایت کے تحت یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ یہ بیانات قانونی نہیں ہیں، ان سے مقصود کسی برائی کی شناعت اور ان کے مسلمانوں کے کردار سے انتہائی عدم مناسبت واضح کرنا ہوتا ہے، لیکن یہاں ہم قرآن مجید کے حوالے سے ایک اور پہلو بھی واضح کرنا چاہتے ہیں۔ سورۂ بقرہ میں ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے انکار کا محرک اور نتیجہ، دونوں بیان کیے ہیں۔ ارشاد ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ. (۲:۳۴)

اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو۔ سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ اسنے انکار کیا اور استکبار کیا

اور کافروں میں سے ہو گیا۔

واقعہ اصل میں امر الٰہی کی تعمیل نہ کرنے کا ہے۔ اس صورت میں یہ ایک معصیت ہے۔ لیکن یہاں اس عدم تعمیل کے پیچھے انکار اور استکبار تھا۔ چنانچہ اسے کفر قرار دے دیا گیا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ معصیت کا محرک نتیجے کو تبدیل کر دیتا ہے۔ ہر معصیت اپنے ساتھ یہ خطرہ رکھتی ہے کہ وہ توبہ وانابت کے بجائے اباو استکبار پر منتج ہو اور یہ استکبار اسے کفر تک پہنچا دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اخلاقی خرابیوں کے ساتھ غیر مسلم ہونے، کافر ہونے یا ایمان سے محرومی جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان اسالیب سے جہاں ان خرابیوں اور ایمان میں منافات واضح ہوتی ہے، وہاں ان کے اپنا لینے اور توبہ واصلاح سے محرومی کے باعث نکلنے والے نتیجے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

پہلی روایت میں ناحق مدعی بننے پر بھی ایمان سے محرومی اور جہنم کی وعید بیان ہوئی ہے۔ یہ وعید بھی وہ تمام پہلو اپنے اندر رکھتی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیے ہیں۔ اس وعید کو بھی ہم قرآن مجید کے ایک مقام سے متعلق کر کے سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں وراثت کے احکام مکمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. (النساء ۴: ۱۳-۱۴)

یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حدیں ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہیں گے، اللہ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں جاری ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں گے اور اس کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کریں گے، ان کو ایسی آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

ان آیات سے پہلے کی آیات میں خدا نے وارثوں کے حق طے کر دیے ہیں۔ اب وراثت کے قانون کے معاملے میں کسی طرح کا ہیر پھیر دراصل کسی کو اس کے حق سے محروم کرنا ہے۔ یہی معاملہ ناحق دعوے کا ہے۔ جب ہم کسی ناحق دعوے پر کھڑے ہوتے ہیں تو کسی کو اس کے حق سے محروم کر رہے ہوتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے وراثت میں حصے مقرر کیے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کسی کا مال باطل طریقے سے کھانے سے منع کیا ہے۔ جس طرح وراثت میں تبدیلی خدا کے حکم کی نافرمانی ہے، اسی طرح غلط دعویٰ بھی خدا کے حکم کی نافرمانی ہے۔ وہ چیز کیا ہے جو جنت سے محرومی کا باعث بنتی ہے، وہ ان آیات میں اللہ کے قائم کردہ حدود سے تجاوز ہے۔ گویا نافرمانی جب خدا کی اطاعت کے دائرے سے نکل جانے پر منتج ہو جاتی ہے تو انسان خدا کی رحمت اور بخشش کے حق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

اسی روایت میں عدو اللہ کہنے پر بھی وہی وعید بیان ہوئی ہے جو تکفیر کے ساتھ متعلق ہے۔ عدو اللہ کی تعبیر قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ. (۲: ۹۸)

جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کے دشمن ہوئے تو ایسے کافروں کا اللہ دشمن ہے۔

یہ آیت دو باتیں واضح کرتی ہے: ایک یہ کہ اللہ، اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں سے دشمنی رکھنے والا کافر ہے اور دوسرے یہ کہ اللہ بھی ان کا دشمن ہے۔ چنانچہ کسی شخص کو اللہ کا دشمن قرار دینا، درحقیقت اس کی تکفیر ہی ہے۔

امام مسلم نے اس مضمون کی جو روایتیں دی ہیں، ان سے واضح ہے کہ کسی روایت میں ایک ہی بات بیان ہوئی ہے، کسی میں زیادہ۔ دیگر کتب حدیث میں بھی اس روایت کے متن اسی طرح نقل ہوئے ہیں، کسی میں دو باتیں ہیں، کسی میں تین، کسی میں کوئی ترتیب ہے اور کسی میں کوئی۔ اسی طرح بات کو ادا کرنے کے لیے مختلف اسالیب بھی اختیار کیے گئے ہیں، لیکن مفہوم چونکہ ایک ہی ہے، لہٰذا اختلاف محض لفظی ہے۔ مثلاً اِدَّعٰی کے بجائے اِنْتَسَبَ آیا ہے۔ اسی طرح یہی بات ادا کرنے کے لیے لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِكُمْ کی تعبیر بھی اختیار کی گئی ہے۔ جنت سے محرومی کو بیان کرنے کے لیے جنت کے حرام ہونے کے الفاظ بھی آئے ہیں اور جنت کی خوشبو نہ پانے کے الفاظ بھی روایت ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ تصریح بھی ہے کہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آجاتی ہے۔

حوالہ جات

بخاری، رقم ۳۳۱۷، ۶۳۸۵ـ۶۳۸۶؛ مسلم، رقم ۶۱ـ۶۳؛ ابن حبان، رقم ۴۱۵ـ۴۱۷، ۱۴۶۶؛ ابوداؤد، رقم ۵۱۱۵؛ ابن ماجہ، رقم ۲۶۰۹ـ۲۶۱۱؛ سنن بیہقی، رقم ۱۵۱۱۲ـ۱۵۱۱۴؛ سنن دارمی، رقم ۲۵۳۰، ۲۸۶۰؛ مسند احمد بن حنبل، رقم ۱۴۵۴، ۱۴۹۹، ۶۵۹۲، ۶۸۳۴، ۱۰۸۲۵، ۱۷۲۵۱، ۲۱۵۰۳؛ مسند عبد بن حمید، رقم ۴۳۳؛ مسند ابویعلیٰ، رقم ۷۰۰، ۷۰۶، ۷۶۵؛ مسند طیالسی، رقم ۱۹۹، ۸۸۵، ۲۲۷۴؛ المعجم الاوسط، رقم ۵۶۱؛ مصنف عبدالرزاق، رقم ۱۶۳۱۷؛ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۶۱۰۴، ۲۶۱۰۵؛ الادب المفرد، رقم ۴۳۳۔

بَابٌ فِي ادِّعَاءِ وَلَدِ الزِّنَا

باب: ولد الزنا بچے (کے بارے میں، اپنی اولاد ہونے) کا دعویٰ کرنا

2264 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ سَلْمٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الزَّيَّالِ، حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا مُسَاعَاةَ فِي الْإِسْلَامِ، مَنْ سَاعَى فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَدْ لَحِقَ بِعَصَبَتِهِ، وَمَنِ ادَّعَى وَلَدًا مِنْ غَيْرِ رِشْدَةٍ فَلَا يَرِثُ، وَلَا يُورَثُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اسلام میں زنا کی کوئی گنجائش نہیں، جس نے زمانہ جاہلیت میں زنا کیا تھا، تو وہ بچہ اپنے عصبہ سے منسوب ہوگا، اور جو شخص نکاح صحیح کے بغیر (پیدا ہونے والے بچے کے اپنی اولاد ہونے) کا دعویٰ کرے تو نہ وہ وارث بنے گا اور نہ اس کا وارث بنا جائے گا۔ (یعنی وہ باپ بیٹا ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے)

حمل کی مدت کا بیان

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔ لہٰذا جو عورت طلاق

رجعی کی عدت میں ہے اور عدت پوری ہونے کا اقرار نہ کیا ہو اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وہ مدت اتنی ہے کہ اس میں عدت پوری ہو سکتی ہے اور وقت اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا جب بھی نسب ثابت ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ عورت کا اقرار غلط تھا اور ان دونوں صورتوں میں ولادت سے ثابت ہوا کہ شوہر نے رجعت کر لی ہے جب کہ وقت طلاق سے پورے دو برس یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا تو رجعت ثابت نہ ہوئی ممکن ہے کہ طلاق دینے سے پہلے کا حمل ہو۔ اور اگر وقت اقرار سے چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں۔ یونہی اگر طلاق بائن یا موت کی عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے ورنہ نہیں۔ جس عورت کو بائن طلاق دی اور وقت طلاق سے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہوا تو نہیں مگر جبکہ شوہر اس بچے کی نسبت کہے کہ یہ میرا ہے یا ایک بچہ دو برس کے اندر پیدا ہوا اور دوسرا بعد میں تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ (درمختار، کتاب طلاق، بیروت)

اور جب وقت نکاح سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں اور چھ مہینے یا زیادہ پر ہوا تو ثابت ہے جبکہ شوہر اقرار کرے یا سکوت۔ اور اگر کہتا ہے کہ بچہ پیدا ہی نہ ہوا تو ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر شوہر نے کہا تھا کہ جب تو جنے تو تجھ کو طلاق اور عورت بچہ پیدا ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر انکار کرتا ہے تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوگی تنہا جنائی کی شہادت ناکافی ہے۔ یونہی اگر شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا یا حمل ظاہر تھا جب بھی طلاق ثابت ہے اور نسب ثابت ہونے کے لئے فقط جنائی کا قول کافی ہے۔ (جوہرہ) اگر دو بچے پیدا ہوئے ایک چھ مہینے کے اندر دوسرا چھ مہینے پر یا چھ مہینے کے بعد تو دونوں میں کسی کا نسب ثابت نہیں۔ (عالمگیری)

2265 - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ وَهُوَ أَشْبَعُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَضَى أَنَّ كُلَّ مُسْتَلْحَقٍ اسْتُلْحِقَ بَعْدَ أَبِيهِ الَّذِي يُدْعَى لَهُ ادَّعَاهُ وَرَثَتُهُ. فَقَضَى أَنَّ كُلَّ مَنْ كَانَ مِنْ أَمَةٍ يَمْلِكُهَا يَوْمَ أَصَابَهَا. فَقَدْ لَحِقَ بِمَنِ اسْتَلْحَقَهُ. وَلَيْسَ لَهُ مِمَّا قُسِمَ قَبْلَهُ مِنَ الْمِيرَاثِ شَيْءٌ. وَمَا أَدْرَكَ مِنْ مِيرَاثٍ لَمْ يُقْسَمْ فَلَهُ نَصِيبُهُ. وَلَا يَلْحَقُ إِذَا كَانَ أَبُوهُ الَّذِي يُدْعَى لَهُ أَنْكَرَهُ. وَإِنْ كَانَ مِنْ أَمَةٍ لَمْ يَمْلِكْهَا. أَوْ مِنْ حُرَّةٍ عَاهَرَ بِهَا. فَإِنَّهُ لَا يَلْحَقُ بِهِ وَلَا يَرِثُ. وَإِنْ كَانَ الَّذِي يُدْعَى لَهُ هُوَ ادَّعَاهُ فَهُوَ وَلَدُ زِنْيَةٍ مِنْ حُرَّةٍ. كَانَ أَوْ أَمَةٍ.

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا: جس بچے کے بارے میں، اس کے باپ کے انتقال کے بعد دعویٰ کیا جائے، جبکہ باپ اپنی زندگی میں اس کا دعویدار رہا ہو، اور اس کے بعد اس کے ورثاء نے بھی اس بچے کا دعویٰ کیا ہو، تو اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے:

2265-اسناده حسن. محمد بن راشد: وهو المكحولي الخزاعي، وسليمان بن موسى: هو الاشدق. واخرجه مختصراً ابن ماجه (2745) من طريق المثنى بن الصباح، والترمذي (2246) من طريق ابن لهيعة، كلاهما عن عمرو بن شعيب، به. وقال الترمذي: والعمل على هذا عند اهل العلم: ان ولد الزنى لا يرث من ابيه. وهو في "مسند احمد" (6699) و (7042).

ہر وہ بچہ جو کسی کنیز کی اولاد ہو، اور جس دن مرد نے اس کنیز کے ساتھ صحبت کی تھی، اس دن وہ اس کنیز کا مالک ہو، تو وہ بچہ اس سے لاحق ہوگا، جس سے لاحق ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، اس سے پہلے جو میراث تقسیم ہو چکی ہو، اُس میں بچے کا حصّہ نہیں ہوگا، اور جو میراث تقسیم نہ ہوئی ہو، اس میں سے اسے حصّہ ملے گا۔

اس بچے کے جس باپ کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے، اگر وہ اس کا انکار کرتا ہو، تو بچے کو اس سے لاحق نہیں کیا جائے گا۔

اگر وہ بچہ کسی ایسی کنیز کی اولاد ہو، جس کا وہ مرد مالک نہیں تھا، یا کسی ایسی آزاد عورت کی اولاد ہو، جس کے ساتھ اس مرد نے زنا کیا تھا، تو وہ بچہ اس مرد سے لاحق نہیں ہوگا، اور نہ ہی وارث بنے گا۔

اور اگر وہ مرد، جس کے لیے دعویٰ کیا گیا، خود بھی اس بچے کا دعویٰ کرتا ہو، تو وہ ولد الزنا شمار ہوگا، خواہ وہ آزاد عورت سے ہو، یا کنیز سے ہو۔

2266 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، زَادَ: وَهُوَ وَلَدُ زِنًا لِأَهْلِ أُمِّهِ مَنْ كَانُوا حُرَّةً أَوْ أَمَةً، وَذَلِكَ فِيمَا اسْتُلْحِقَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، فَمَا اقْتُسِمَ مِنْ مَالٍ قَبْلَ الْإِسْلَامِ فَقَدْ مَضَى

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ ولد الزنا ہوگا، اور اپنی ماں کے رشتہ داروں سے منسوب ہوگا، خواہ (وہ ماں) آزاد عورت ہو یا کنیز ہو، یہ وہ فیصلے ہیں، جو اسلام کے ابتدائی دور کے مقدمات کے بارے میں تھے، لیکن اسلام سے پہلے جو جیسے تھا، ویسے ہی برقرار رہا۔

نسب کا تحفظ رشتہ داری اور خاندانی نظام کی پہلی کڑی ہے!

مسلمانوں کے آپس میں رشتہ داری کے تعلقات اور صلہ رحمی ایسا امتیاز ہیں جس سے مغربی معاشرے محروم ہیں۔ مسلمانوں میں ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے خاندان کے ساتھ مل کر ایک مستقل شناخت رکھتا ہے، جس کے فرائض اور حقوق کی پوری تفصیلات شریعتِ اسلامیہ میں ملتی ہیں۔ اسی نسل اور نسب کے تحفظ سے ایک پورا خاندان وجود میں آتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اپنی صفت اور بہت بڑا انعام بتلایا ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿۵۴﴾ ...سورۃ الفرقان

"اللہ وہ ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا، پھر اس کا نسب اور سسرالی رشتہ بنایا۔"

اسلام کے پیشِ نظر چونکہ ایک صالح اور ذمہ دار معاشرہ کی تشکیل ہے، اس لئے اس میں ایسے احکامات کی ایک لمبی تفصیل پائی جاتی ہے۔ سماجی تعلقات اور انسانوں کے باہمی رویے اسلام کا اہم ترین موضوع ہے، نسب اور نسل کی حفاظت سے ہی آپس میں رشتہ داریاں قائم ہوتیں ہیں، اور جس معاشرے میں رشتہ داریوں کا یہ احترام یا ان کا کوئی نظم نہ پایا جائے وہ معاشرہ گویا جانوروں کا معاشرہ ہے، جس میں نسب کی حفاظت کا کوئی نظام نہیں۔ قیامت کی سنگینی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿۱۰۱﴾ ...سورۃ المومنون

"جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو اس دن آپس کے نسب کی کوئی پروا نہ رہے گی۔"

یہی بات دیگر مقامات پر بھی ایسے آئی ہے کہ روزِ قیامت آدمی اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور باپ بیٹے سے دور بھاگے گا اور رشتہ داری کی کوئی پروا نہ ہوگی۔ (المعارج:12؛ عبس:31)

رشتہ داروں سے انسان اپنا دکھ سکھ بانٹ سکتا ہے اور رشتہ داری حقیقتاً خون کے تعلق، یعنی نسب و نسل سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ نے قرابت اور رشتہ داری کو توڑنے سے منع کرتے ہوئے کہا ہے:

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ...﴾ ...سورۃ النساء

"اس اللہ سے ڈرو جس کے نام کا تم واسطہ دیتے ہو اور رشتہ داری کو توڑنے سے ڈرو۔"

رشتہ داری، حقوق و فرائض اور خاندانی نظام کا تمام تر ڈھانچہ نسب اور نسل کے تحفظ پر قائم ہے۔ اگر کسی انسان کو اپنے بھائی، بہن کا علم نہیں ہے یا اس میں شک میں مبتلا ہے تو وہ کیونکر اس سے قربت کے تعلقات استوار کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں نسب کو اس قدر زیادہ اہمیت دی گئی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ جن پانچ مقاصد کے تحفظ کے گرد گھومتی ہے، ان میں ایک نسل اور نسب کا تحفظ بھی ہے۔ اُصولِ فقہ کی مشہور کتاب جامع الاصول میں ہے:

"ضروریاتِ دین سے مراد وہ مصالح ہیں جن پر لوگوں کی زندگی کا دارومدار ہے اور انہی پر معاشرہ کا قیام اور اس کا استحکام موقوف ہے۔ اگر یہ مصالح فوت ہو جائیں تو معاشرے کا نظام درہم برہم ہو جائے اور لوگ زبردست انتشار اور افراتفری کا شکار ہو جائیں۔ اور ان کے تمام معاملات گڑبڑ ہو جائیں۔ دنیا میں بھی ان کے لئے بدبختی ہو اور آخرت میں بھی تکلیف و عذاب۔ اور ضروریاتِ دین پانچ ہیں: دین (مذہب)، نفس (جان)، عقل (ہوش و حواس)، نسل (سلسلہ پیدائش و نسب) اور مال (دولت)" (1)

شکریہ شکریہ 2 x لسٹ

جون 09، 2013 #3

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

لیہ

شمولیت:

فروری 14، 2011

پیغامات:

405,9

موصول شکریہ جات:

020,26

تمغے کے پوائنٹ:

981

نسب کا تحفظ الہامی شریعتوں کا ہی امتیاز ہے!

نسل کی حفاظت کے احکامات اور لوازمات اسلام کے علاوہ تمام الہامی مذاہب میں بھی موجود رہے ہیں، جیسا کہ اس سلسلے میں یہود سے نبی کریم کا مشہور مکالمہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ ایک یہودی مرد وعورت نے زنا کا ارتکاب کیا تو یہودی آپ کے پاس ان کا قضیہ لے کر آئے۔آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری شریعت (توراۃ) اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کو شرمسار کیا جائے اور کوڑے مارے جائیں۔وہاں عبداللہ بن سلام بھی موجود تھے (جو اسلام قبول کرنے سے قبل یہود کے عالم رہ چکے تھے) اُنہوں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، توراۃ کھول کر پڑھو۔یہودیوں نے توراۃ پڑھتے ہوئے متعلقہ حکم پر ہاتھ رکھ آگے پیچھے سے پڑھ دیا تو عبداللہ بن سلام نے اُنہیں ہاتھ اُٹھانے کا کہا:

فإذا فيها آية الرجم فقالوا: صدق يا محمد فيها آية الرجم فأمر بهما رسول الله ﷺ فرُجما. قال عبد الله: فرأيتُ الرجل يجنأ على المرأة يقيها الحجارة (2)

"اس میں رجم کی آیت موجود تھی، تب یہودی کہنے لگے: اے محمد! اس (عبداللہ بن سلام) نے سچ کہا ہے۔چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں حکم دیا اور دونوں کو رجم کر دیا گیا۔عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے زانی کو دیکھا کہ وہ زانیہ پر جھک کر اسے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

نسل ونسب کا تحفظ الہامی قوانین کا ہی امتیاز ہے کیونکہ نبی کریم کا فرمان ہے:

(والله ما من أحد أغير من الله أن يزني عبده أو تزني أمته)(3)

"اللہ کی قسم! اس بارے میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت والا نہیں ہے کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کا ارتکاب کریں۔"

جبکہ نسب کے تحفظ کے بارے میں یہ حساسیت انسانوں کے خود تراشیدہ قوانین میں نہیں پائی جاتی۔مشہور اسلامی ماہر قانون جسٹس عبدالقادر عودہ شہید لکھتے ہیں:

"اٹھارویں صدی کے آخر میں فلسفیانہ، سائنسی اور اجتماعی نظریات کی روشنی میں قانونی ارتقا کا آخری مرحلہ شروع ہوا اور اس وقت سے اب تک قانون نے عظیم ترقیات حاصل کر لیں اور جدید قانون کو ایسی بنیادیں حاصل ہو گئیں جن کا قدیم قوانین میں کوئی وجود تک نہ تھا۔ان جدید نظریات کی اساس: انصاف، مساوات، رحم اور انسانیت کے اُصول ہیں۔" (4)

اسی بے احتیاطی کا نتیجہ ہے کہ مغرب میں نسب اب باپ کی بجائے ماں سے منسوب ہوتا جارہا ہے، کیونکہ اس کو محفوظ رکھنے یا جاننے کے بااعتماد ذرائع کا تحفظ نہیں کیا جاتا، حتیٰ کہ زنا کی تعریف کو ہی بدل دیا گیا ہے اور ایک مرد اور عورت میں رضامندی سے ہونے والی ہم بستری اب زنا کے مفہوم سے ہی خارج ہے۔

شکریہ شکریہ 1 x علمی علمی 1 x لسٹ

جون 09، 2013#4

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

لیہ

شمولیت:

فروری 14، 2011

پیغامات:

405,9

موصول شکریہ جات:

020,26

تمغے کے پوائنٹ:

981

نسب کا مفہوم

نسب کا لغوی مطلب باپ کی طرف منسوب کرنا ہے۔ اصطلاحی تعریف یہ ہے۔

القرابة وهي الاتصال بين إنسانين بالاشتراك في ولادة قريبة أو بعيدة **(5)**

"اس سے مراد قرابت ہے اور قرابت دو انسانوں کے مابین پیدائشی تعلق کو کہتے ہیں خواہ وہ تعلق قریب کا ہو یا دور کا۔"

جواہر الاکلیل میں ہے کہ نسب کا لفظ معین والد کی طرف منسوب کرنے پر بولا جاتا ہے۔(6)

شکریہ شکریہ 1 x لسٹ

جون 09، 2013#5

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

لیہ

شمولیت:

فروری 14، 2011

پیغامات:

9,405

موصول شکریہ جات:

26,020

تمغے کے پوائنٹ:

981

نسب صرف باپ کے لئے

قرآن کریم میں اس بارے میں صریح حکم آیا ہے:

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ ۚ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۵﴾ ...سورۃ الاحزاب

"اور اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ یہ تمہارے زبانی دعوے ہیں، اللہ ہی حق بات کہتا او رسید ہے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انہیں ان کے حقیقی باپوں سے ہی منسوب کرو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والا طریقہ ہے۔ اگر تمہیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو پھر یہ تمہارے دینی بھائی یا تمہارے آزاد کردہ غلام ہیں۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ اُنہیں اوائل اسلام میں نبی کریم ﷺ کا بیٹا کہا جاتا تھا۔(7)

صحیح بخاری کی ہی ایک اور حدیث میں ہے:

أن أبا حذيفة تبنّى سالمًا كما تبنى رسول الله ﷺ زيدًا وكان من تبنى رجلًا في الجاهلية دعاه الناس إليه وورث ميراثه حتى أنزل الله تعالى ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾ (8)

"ابوحذیفہ نے سالم کو اپنا لے پالک بیٹا بنا رکھا تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے زید کو بنایا تھا۔ جاہلیت کا دستور یہ تھا کہ جو جس کو اپنا لے پالک بنا لیتا، لوگ اسی کی طرف اسے منسوب کیا کرتے، اور اس کو ہی وارث بنایا جاتا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو

نازل فرمادیا کہ انہیں ان کے باپوں کے نام سے ہی پکارو۔"

نسب ونسل کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں اس کے متعلق بعض آیات بھی نازل کی گئی تھیں، بعد میں آیتِ رجم کی طرح ان کی تلاوت کرنا منسوخ قرار دے دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس ایک لمبی حدیث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إنا كنا نقرأ فيما نقرأ من كتاب الله (أن لا ترغبوا عن آبائكم فإنه كفر بكم أن ترغبوا عن آبائكم (9)

" قرآن کریم میں ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے: تم اپنے باپوں سے اپنی نسبت کو ہٹاؤ مت، جو کوئی اپنے باپ کے علاوہ اپنی نسبت کرے گویا یہ تمہارے کفر کے مترادف ہے۔"

درست نسب کی اسلام میں اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ نبی کریم کا فرمان ہے:

(من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام)

" جو شخص علم رکھنے کے باوجود اپنے آپ کو باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کرے تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔" (10)

نبی کریم ﷺ نے ایک فرمان میں نسب میں طعنہ زنی کرنے کو جاہلیت اور دوسرے فرمان میں کفر کے مترادف قرار دیا ہے (11)-

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے:

من ادّعى إلى غير أبيه أو انتمى إلى غير مواليه فعليه لعنة الله المتتابعة إلى يوم القيامة (12)

" جو شخص باپ کے سوا یا کوئی غلام اپنے آقا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے تو اس پر قیامت قائم ہونے تک متواتر اللہ کی لعنت برستی رہتی ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لعان کی آیات نازل ہوئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا:

أيما امرأة أدخلتْ على قوم من ليس منهم فليست من الله في شيء ولن يدخلها الله جنته وأيما رجل جحد ولده وهو ينظر إليه احتجب الله منه وفضحه على رؤوس الأولين والآخرين (13)

" جو عورت اپنے خاندان میں ایسے بچے کو داخل کرے جو ان کا نہیں تو اللہ کے ہاں اس کا کوئی حصہ نہیں اور اللہ اس کو اپنی جنت میں بھی داخل نہ کرے گا۔ ایسے ہی جو شخص اپنے بیٹے سے انکار کر دے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ وہ اس کا بیٹا ہے تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس سے پردہ فرمائے گا، اور اگلوں پچھلوں میں اس کو رسوا کرے گا۔"

مندرجہ بالا قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نسب کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور نسب کو غلط یا خلط ملط کرنے کی شدید مذمت پائی جاتی ہے۔ ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی رو سے نسب اور نسل صرف باپ (i) کے لئے مخصوص ہے اور یہ نسب ماں کی طرف سے نہیں چلتا۔

علمی علمی 2 x لسٹ

جون09، 2013#6

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

لیہ

شمولیت:

فروری14، 2011

پیغامات:

405,9

موصول شکریہ جات:

020,26

تمغے کے پوائنٹ:

981

زنا کی صورت میں نسب کس کے لیے؟

یہاں بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نسب کی صحت کے لئے کیا صرف یہ کافی ہے کہ بچہ کسی مرد کے نطفے سے پیدا ہو یا مرد کا عورت کے ساتھ شرعی نکاح ہونا بھی ضروری ہے؟ اس سلسلے میں اسلام کا اُصولی موقف یہ ہے کہ بچے کو صرف اسی شخص کے ساتھ ملحق کیا جائے گا جو اس کا جائز والد ہو۔ اگر وہ بچہ زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے تو ایسی صورت میں اس کا نسب زانی سے نہیں جوڑا جائے گا۔ اور شرعی طور پر بچہ زانی کا وارث نہیں ہوگا، نہ ہی زانی پر اس بچے کی کفالت فرض ہوگی۔ حتیٰ کہ اگر کسی بچے کے بارے میں یہ امر حتمی بھی ہو کہ وہ اس زانی کے زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے، مثلاً زانی نے زنا کا اعتراف بھی کر لیا ہو تب بھی امر واقعہ کے باوجود اس زانی کو باپ نہیں بنایا جائے گا گویا یہ بھی زنا کی سزا کا ایک حصہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شرعی طور پر باپ ہونے کے ناطے جو حقوق اسے حاصل ہوتے ہیں، وہ بھی اللہ کے ہی عطا کردہ ہیں۔ اللہ کی نافرمانی پر مبنی ایک فعل کے ذریعے اسے دیگر شرعی حقوق بھی حاصل نہیں ہوں گے۔ اس مسئلہ پر تمام فقہاے کرام کا بھی اتفاق پایا جاتا ہے، جیسا کہ اس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ اس سلسلے میں احادیث نبویہ حسب ذیل ہیں:

1۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

وإن كان من أمة لم يملكها أو من حرة عاهر بها فإنه لا يلحق به ولا يرث وإن كان الذي يدعى له هو ادعاه فهو ولد زِنية من حرة كان أو أمة ... وهو ولد زنا لأهل أمه من كانوا حرة أو أمة (14)

"اگر کوئی شخص اپنی غیر مملوکہ لونڈی سے یا کسی آزاد عورت سے زنا کرے تو بچے کو نہ تو اس کی طرف منسوب کیا جائے گا، نہ ہی وہ اس کا وارث ہوگا۔ خواہ زانی یہ دعویٰ بھی کرے کہ وہ اس کا بچہ ہے۔ وہ بچہ زنا کا نتیجہ ہے چاہے وہ لونڈی سے ہو یا آزاد عورت سے۔ (اگلی حدیث میں ہے کہ) ولدالزنا اس کی ماں کے خاندان کو دے دیا جائے گا، چاہے ماں آزاد ہو یا لونڈی۔ (لونڈی کا اہل اس کے مالکان ہیں)۔"

دیکھیے!

نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان میں اسے باپ قرار دینے سے احتراز کرتے ہوئے صرف دعویٰ کرنے والا قرار دیا ہے، الفاظ کا ایسا محتاط استعمال شانِ رسالت کے ہی لائق ہے۔

2۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من ادّعى ولدًا من غير رِشدة فلا يَرِث ولا يورث (15)

"جو کوئی نکاح کے بغیر کسی بچے کا دعویٰ کرے تو نہ تو وہ بچہ اس زانی کا وارث بن سکتا ہے اور نہ وہ زانی اس بچے کا وارث قرار پائے گا۔"

3۔ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر اس بات کا دعویٰ کیا کہ فلاں لڑکا میرا بیٹا ہے کیونکہ اس کی ماں سے میں نے جاہلیت میں زنا کیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لا دعوة في الإسلام. ذهب أمر الجاهلية. الولد للفراش وللعاهر الحجر (16)

"اسلام میں نسب دعووں سے ثابت نہیں ہوتا۔ جاہلیت کا دور لد گیا، بچہ تو فراش (بستر کے جائز مالک) کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا ہے۔"

4۔ نبی کریم ﷺ کا اُصولی فرمان متعدد کتب حدیث میں بیان ہوا ہے:

الولد للفراش وللعاهر الحَجَر (17)

"بچہ اس کا ہوگا جس کی بیوی ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔"

الحجر کا مطلب محرومی بھی آتا ہے یعنی زانی کیلئے محرومی ہے۔ (18)

یہاں ایک بنیادی اُصول بیان کیا گیا ہے کہ بچہ اس آدمی کا ہے جس کے فراش (بیوی یا باندی) کے ہاں پیدا ہوا ہے۔ یعنی بچے کے درست نسب کے لئے ضروری یہ ہے کہ وہ آدمی کی بیوی یا اس کی اپنی باندی کے ہاں پیدا ہو، اگر وہ عورت زانی کے لئے جائز نہیں تو گویا وہ اس کی فراش بھی نہیں۔ فراش عربی زبان میں بستر کو کہتے ہیں۔ فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

فاقتضى ألا يكون الولد لمن لا فراش له كما لا يكون الحجر لمن لا زنا له إذ القسمة تنفي الشركة (19)

"تقاضا یہ ہے کہ جس کا بستر نہیں، اس کا بچہ بھی نہ ہو، جیسا کہ اس کو پتھر کی سزا بھی نہ ہو جس نے زنا نہیں کیا۔ زانی اور والد میں تقسیم کر دینا ان کا بچے میں شرکت کی نفی کرتا ہے۔"

جب کسی عورت سے اس کے شوہر (یا مالک) کے سوا کوئی اور مرد زنا کرے اور بچے کے متعلق ان میں اختلاف پیدا ہو جائے، ہر کوئی دعویٰ کرے کہ یہ بچہ اس کا ہے تو تب یہ بچہ شوہر (یا باندی کے مالک) کی طرف ہی منسوب ہوگا۔ گویا فراش سے مراد صاحب فراش ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

الولد لصاحب الفراش(20)

یہ اُصول نبی کریم ﷺ نے ایک لمبے واقعہ کے ضمن میں بیان فرمایا ہے جس سے اس کی مراد مزید واضح ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا بچہ میرے نطفہ سے ہے، اس لئے تم اسے اپنے قبضہ میں کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہا نے اس بچے کو اُٹھا لیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی (عتبہ) کا بچہ ہے اور انہوں نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی۔ جبکہ عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ گویا یہ اختلاف دو آدمیوں (زمعہ اور عتبہ) کے عمل کا نتیجہ ہے جنہوں نے جاہلیت میں ایک لونڈی سے ہم بستری کی تھی اور زانی بچے کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہتا تھا۔ بالآخر دونوں کے نمائندے مقدمہ لے کر نبی کریم کے پاس چلے آئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! "یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس نے مجھے اس کے بارے میں وصیت کی تھی۔" پھر عبد بن زمعہ نے کہا کہ "یہ لڑکا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے اور میرے باپ ہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔" اللہ کے رسول نے دونوں طرف سے بیان سننے کے بعد فرمایا: کہ "اے عبد بن زمعہ! یہ لڑکا تمہارے پاس رہے گا، پھر آپ نے فرمایا کہ (الولد للفراش وللعاھر الحجر) "بچہ اس کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا (رجم) ہے۔"

پھر آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا (جو حضور کی بیوی، عبد کی بہن اور اب اس لڑکے کی بھی بہن بنتی تھیں) سے فرمایا کہ اس لڑکے (یعنی قانونی بھائی) سے پردہ کرنا کیونکہ آنحضرت اس لڑکے میں (زمعہ کی بجائے) عتبہ کی مشابہت محسوس کرتے تھے۔ (چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پردہ کرنے کی وجہ سے) اس لڑکے نے اُنہیں مرتے دم تک نہیں دیکھا۔" (21)

اس واقعہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دعویٰ کو آپ نے اس بنیاد پر غلط قرار دیا کہ وہ لونڈی اس کے بھائی کا فراش نہیں تھی۔ اور اس بچے کو زمعہ کے خاندان کے حوالے کر دیا کیونکہ اس لونڈی کا مالک وہ تھا۔ البتہ ساتھ ہی اس بچے کی قانونی بہن اُم المومنین کو اس سے پردہ کا حکم اس لئے دیا کیونکہ اس بچے میں عتبہ بن ابی وقاص کی مشابہت پائی جا رہی تھی۔ گویا مشابہت پائے جانے کے باوجود قانونی اور شرعی پہلو کو ہی یہاں ترجیح دی گئی ہے۔

5۔ رباح رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی، اس سے میرے دو بیٹے عبد اللہ اور عبید اللہ پیدا ہوئے جو بالکل میرے جیسے سیاہ رنگت والے تھے۔ اسی دوران میری لونڈی کو یوحنا نامی ایک رومی غلام ورغلانے میں کامیاب ہو گیا، بعد میں اس کے ہاں سفید رنگت کا بچہ پیدا ہوا، میں نے جب اپنی باندی سے باز پرس کی تو اس نے اعتراف کرلیا کہ یہ اسی رومی غلام سے زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔ یہ معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں لے جایا گیا تو آپ نے کہا کہ میں تمہارے درمیان نبی ﷺ والا فیصلہ کروں گا۔ (الولد للفراش وللعاهر الحجر) بچہ اسی کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا (رجم) ہے۔" اور اس غلام اور باندی کو آپ رضی اللہ عنہ نے کوڑوں کی سزا لگوائی۔ (22)

چونکہ رباح رحمۃ اللہ علیہ اس بچے سے انکاری تھا، اس لیے یہ بچہ اس کی طرف تو منسوب نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی ماں کے زیر کفالت رہے گا اور یہ جملہ فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے مفہوم مخالف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس کا فراش نہیں، اس کا بچہ بھی نہیں۔

6۔ اسلامی تاریخ میں زیاد بن اُبیہ (م 53ھ) کا بھی ایک مشہور واقعہ ملتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُنہیں اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیلات یہ ہیں کہ

يقال: إن أبا سفيان أتى الطائف فسكر فطلب بغيًّا فواقع سمية وكانت مزوّجةً بعُبَيد فولدتْ من جماعه زيادًا فلما رآه معاوية من أفراد الدهر استعطفه وادعاه وقال نزل من ظهر أبي ولما مات علي كان زياد نائبا له على إقليم فارس قال ابن سيرين: قال زياد لأبي بكرة: ألم تر أمير المؤمنين يريدني على كذا وكذا وقد وُلِدتُ على فراش عُبيد وأشبهتُه وقد علمتُ أن رسول الله ﷺ قال: من ادعى إلى غير أبيه فليتبوأ مقعده من النار. (23)

"ابوسفیان اسلام لانے سے قبل طائف آئے، شراب پی اور فاحشہ عورت کا تقاضا کیا اور سمیہ نامی عورت سے زنا کیا جو عبید کی بیوی تھی۔ اس زنا کے نتیجے میں زیاد تولد ہوا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو دیکھا کہ وہ بڑا اثر و رسوخ والا شخص ہے تو اس کو قریب کرنے کی کوشش کی اور اس کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ تو میرے باپ کی پشت سے پیدا ہوا ہے (گویا میرا بھائی ہے)۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو زیاد فارس کے صوبہ پر ان کا نائب تھا۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیاد نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ تم دیکھتے نہیں کہ امیر المومنین (معاویہ رضی اللہ عنہ) مجھ سے یہ یہ توقعات رکھتے ہیں حالانکہ میں عبید کے بستر پر پیدا ہوا ہوں، اُسی سے میری مشابہت ہے (یہ زیاد کا اپنا خیال ہے) اور یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو اپنے باپ کے علاوہ اپنے آپ کو منسوب کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے۔"

چونکہ زیاد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ناجائز بیٹا تھا کیونکہ سمیہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی باندی نہیں تھی۔ ایسی صورت میں زیاد کی نسبت ابوسفیان سے نہیں ہونی چاہئے اور نہ ہی عبید سے کیونکہ عبید اس ہم بستری سے ویسے ہی بری ہے، یہ اس کی بیوی کی جاہلیت میں غلط کاری تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کتب تاریخ میں زیاد کا نام زیاد بن اُبیہ (اپنے باپ کا بیٹا) آیا ہے یا زیاد بن سمیۃ یعنی وہ اپنی ماں

منسوب ہوا۔ اس سے پتہ چلا کہ زیاد کو زیاد بن ابی سفیان کہنا درست نہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صرف سیاسی مصلحت کے پیش نظر ایسا کرنے کی خواہش کی تھی۔

یاد رہے کہ صحیح بخاری اور موطأ میں روایت ہونے والی ایک حدیث کی سند میں اس کو زیاد بن ابوسفیان کے نام سے ذکر کیا گیا ہے لیکن بخاری کے شارح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم کے شارح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو قرار دیا ہے اور چونکہ حاکم کا فیصلہ بظاہر جاری ہو جاتا ہے، لیکن اس سے حقیقت تو نہیں بدل جاتی۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: فتح الباری: 3/545 اور شرح نووی: 2/52 وغیرہ

ایک شبہ اور اس کی وضاحت:

عتبہ اور زمعہ کے بچے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے کہ یہ بچہ زمعہ کو دے دیا جائے، کیونکہ اس کے بستر پر پیدا ہوا گویا کہ اس کا نسب زمعہ سے جوڑا گیا ہے جبکہ زیاد کے واقعے میں زیاد کا نسب بستر کے جائز مالک عبید سے جوڑنے کی بجائے اسے زیاد بن ابیہ کہا جاتا رہا۔ ایسا فرق کیوں ہے؟

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نسب میں دعویٰ کا بھی عمل دخل ہے۔ زمعہ کے کیس میں دونوں فریق بچے کے نسب اور حقوق لینے کے دعویدار تھے، جبکہ زیاد کے نسب میں عبید اس کے نسب کا سرے سے داعی نہ تھا۔ دوسری طرف ابوسفیان کے ورثا وغیرہ داعی تو تھے لیکن وہ ان سے ناجائز بستر کی بنا پر منسوب نہ ہو سکتا تھا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ (الولد للفراش وللعاہر الحجر) والا اصول اس صورت میں ہے جب بچے کے دعویدار ایک سے زیادہ ہوں۔ اگر شوہر اس بچے کا داعی ہی نہیں ہے تو اس کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ کسی بچے کو باپ سے منسوب کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس کا اقرار کرتا ہو۔

البتہ نسب کو رفع کرنے کا اسلام میں ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے لعان۔ اگر کوئی باپ بچے کا اقراری نہ ہو تو اس بچے کی اپنے سے نسبت کو ختم کرنے کے لئے وہ لعان کا راستہ اختیار کر سکتا ہے لیکن لعان کی صورت میں اس کی بیوی کا بعد میں بیوی رہنا ممکن نہیں رہتا۔

کیونکہ اگر ایک شوہر اپنی بیوی پر بدکرداری کا الزام عائد کرے تو ایسی صورت میں یا وہ تہمت کی سزا پائے گا یا اسے زنا کے چار گواہ پیش کرنا ہوں گے اور اگر وہ گواہی ثابت کر دیتا ہے تو اس کی بیوی شادی شدہ عورت ہونے کی وجہ سے رجم ہو کر موت سے ہم کنار ہو جائے گی۔ یا لعان کی صورت میں چار قسمیں کھا کر اس عورت سے جدائی کر کے وہ اس بچہ سے اپنے نسب کو رفع کر لے گا اور اس ولد الزنا کا نسب اپنی ماں کی طرف ملحق ہو جائے گا، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ گویا اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگانے کے بعد وہ عورت آخر کار اس شوہر کی بیوی نہیں رہ سکتی، الا یہ کہ اس عورت پر زنا میں جبر کیا گیا ہو۔

علمی علمی 2 x لسٹ

جون 09، 2013#7

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

لیہ

شمولیت:

فروری14، 2011

پیغامات:

405,9

موصول شکریہ جات:

020,26

تمغے کے پوائنٹ:

981

فقہا کا نقطہ نظر

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

"فکان معقولا فی کتاب اللہ أن ولد الزنا لا یکون منسوبا إلی أبیہ لما وصفنا من أن نعمتہ إنما تکون من جھۃ طاعتہ لا من جھۃ معصیتہ" **(24)**

"کتاب اللہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ولد الزنا کو اسکے باپ سے منسوب نہ کیا جائے کیونکہ اولاد اللہ کی نعمت ہے اور یہ نعمت اللہ کی اطاعت کے نتیجے میں ملتی ہے نہ کہ نافرمانی پر۔"

امام ابوبکر جصاص حنفی اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

"فالمیراث إنما یتعلق حکمہ بثبوت النسب منہ لا بأنہ من مائہ ألا تریٰ أن ولد الزنا لا یرث الزانی لعدم ثبوت النسب وإن کان من مائہ" **(25)**

"وراثت کا تعلق نسب کے ثابت ہونے سے ہے، نہ کہ اس بنا پر کہ بچہ اس کے نطفہ سے ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ولد الزنا زانی کا وارث نہیں بن سکتا کیونکہ اس کا نسب اس سے ثابت نہیں ہے باوجود اس کے، کہ وہ اس کے نطفہ سے ہے۔"

امام سرخسی اپنی معروف کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں:

"رجل أنہ أقرّ بامرأۃٍ حرۃٍ وأن ھذا الولد ابنہ من الزنا وصدّقتہ المرأۃ فإن النسبَ لا یثبتُ من واحد من قولِھما لقولِ النبی ﷺ (الولدُ للفراش وللعاھر الحجر) ولا فراشَ للزانی وقد جعل رسول اللہ ﷺ

حظ الزاني الحجر فقط وقيل هو إشارة إلى الرجم وقيل هو إشارة إلى الغيبة كما يقال للغيبة الحجر أي هو غائب لا حظ له والمراد هنا أنه لا حظ للعاهر من النسب وبقي النسب من الزاني حق الشرع إما بطريق العقوبة ليكون له زجرًا عن الزنا إذا علم أن ماءه يضيع به... الخ (26)

"کسی آدمی نے اس امر کا اعتراف کر لیا کہ اس آزاد عورت سے زنا کے نتیجے میں اس کا یہ بیٹا پیدا ہوا ہے اور اس بات کی عورت نے بھی تصدیق کر دی تو ان دونوں میں سے کسی کی بات پر نسب ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: بچہ بستر کے مالک کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ چونکہ زانی کا یہ بستر نہیں اس لئے نبی کریم نے زانی کے لیے بدلہ میں صرف پتھر رکھے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس میں زانی کے رجم کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کچھ نہ ملنے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ عربی میں حجر اس کے لیے بولا جاتا ہے جس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ مراد یہ کہ زانی کا نسب میں کوئی حصہ/حق نہیں ہے۔ زانی سے نسب کا یہ حق لینا شرعی عقوبت کی بنا پر ہے تاکہ زانی کو اس امر کی تنبیہ کر دی جائے کہ تیرا نطفہ ضائع ہی جائے گا۔"

امام ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب المحلی بالآثار میں لکھتے ہیں:

والولد يلحق في النكاح الصحيح. (27)

"بچے کا صحیح نکاح کے نتیجے میں ہی (باپ سے) الحاق کیا جائے گا۔"

کویت میں 45 جلدوں میں تیار ہونے والے الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

ذهب الفقهاء إلى أنه لا يثبت النسب بالزنا مطلقًا. (28)

"فقہا کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زنا سے نسب مطلقاً ثابت نہیں ہوتا۔"

شریعت نے نکاح کے بغیر صرف نطفہ کی بنا پر نسب کا اعتبار نہیں کیا!!

واضح رہنا چاہئے کہ اسلام نے چودہ سو برس قبل اس بات کی شہادت دے دی تھی کہ بچے کی ولادت میں ماں اور باپ دونوں کے جرثوموں کا کردار ہوتا ہے۔ جدید سائنس بڑی تحقیق کے بعد کچھ عرصہ قبل اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ دونوں کے جرثوموں کے اشتراک سے زائیگوٹ یعنی نطفہ امشاج تیار ہوتا ہے۔ اور جس کو برتری/سبقت حاصل ہو جائے، بچے میں زیادہ مشابہت بھی اسی کی پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ سے مکالمہ کتب حدیث میں موجود ہے:

أنها سألت نبي الله ﷺ عن المرأة ترى في منامها ما يرى الرجل فقال رسول الله ﷺ (إذا رأت ذلك المرأة فلتغتسل) فقالت أم سليم: فاستحييتُ من ذلك، قالت: وهل يكون هذا؟ فقال نبي الله ﷺ: (نعم! فمن أين يكون الشبه إن ماء الرجل غليظ أبيض وماء المرأة رقيق أصفر فمن أيهما علا أو سبق يكون منه الشبه). (29)

"انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عورت کے اس خواب کے بارے میں دریافت کیا جو وہ مرد کی طرح دیکھتی ہے (یعنی احتلام) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت بھی ایسا خواب دیکھے تو غسل کرے۔ ام سلیم کہتی ہیں کہ مجھے اس پر بڑی شرم آئی

اور میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! کیا عورتوں میں بھی ایسا ہوتا ہے (یعنی احتلام) تو آپ ﷺ نے جواب دیا: بالکل ورنہ (عورت سے بچے کی) مشابہت کا کیا مطلب؟ آدمی کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پتلا زرد، ان میں سے جس کی خصوصیات غالب آجاتی ہیں، بچہ اسی سے مشابہ ہوتا ہے۔"

یہودیوں کے عالم عبداللہ بن سلام کو جب نبی کریم ﷺ کے مدینہ تشریف آوری کی خبر ہوئی تو آپ نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ مجھے تین باتوں کا جواب دیں، کیونکہ ان کا جواب صرف ایک نبی ہی دے سکتا ہے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ بچہ ماں یا باپ سے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أما الولد فإذا سبق ماء الرجل ماء المرأة نزع الولد وإذا سبق ماء المرأة ماء الرجل نزعت الولد. (30)

"جہاں تک بچے کے بارے میں سوال کا تعلق ہے تو جب آدمی کا پانی عورت پر سبقت کر جاتا ہے، بچے کی اُس سے مشابہت ہوجاتی ہے اور جب عورت کا پانی سبقت کر جائے تو بچہ اُس کے مشابہ پیدا ہوتا ہے۔"

یہ جوابات سن کر عبداللہ بن سلام اسلام لے آئے۔

اس موضوع پر احادیث میں بکثرت تفصیلات ملتی ہیں، جس میں ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر مرد کے پانی کا غلبہ ہوجائے تو بچہ کی مشابہت اپنے چچاؤں سے ہوتی ہے، بصورتِ دیگر اپنے ماموں وغیرہ سے۔ (31)

ان احادیث سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس امر کا علم دیا تھا کہ بچے کی والدین سے مشابہت کی حقیقی اور ٹھوس طبعی بنیادیں موجود ہیں لیکن اس امر کا تعین ہوجانے کے باوجود آپ نے مختلف واقعات میں اس مشابہت کی بنیاد پر نسب کو ثابت نہیں کیا بلکہ اس طبعی امر پر شرعی حیثیت کو ہی غالب قرار دیا، قابل ذکر واقعات یہ ہیں:

1۔ اوپر گزرنے والے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ کے واقعہ میں آپ نے عتبہ بن ابی وقاص سے بچہ کی واضح مشابہت محسوس کر لینے کے باوجود اس کو زمعہ کا ہی بیٹا قرار دیا۔ یہ مشابہت اس قدر واضح تھی کہ آپ نے سودہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قانونی بھائی سے پردہ کرنے کا بھی حکم دیا۔

2۔ لعان کا ایک واقعہ دورِ نبوی میں پیش آیا جس میں ہلال بن اُمیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحما سے ملوث ہونے کا الزام لگایا۔ عورت کے اعتراف نہ کرنے کی بنا پر لعان ہوا اور لعان کے دوران وہ عورت آخری قسمیں اور لعنت بھیجتے ہوئے قدرے جھجکی بھی لیکن اس نے کہا کہ میں اپنے قبیلہ کو رسوا نہ کروں گی اور آخری قسمیں بھی اٹھالیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أبصروها فإن جاءت به أكحل العينين سابغ الإليتين خدلج الساقين فهو لشريك بن سحماء) فجاءت به كذلك فقال النبي ﷺ: (لولا ما مضى من كتاب الله لكان لي ولها شأن. (32)

"ذرا اس عورت کے بچے کا دھیان رکھنا، اگر اس عورت کا بچہ سرگیں آنکھوں والا، موٹی سرین والا اور بھاری بھرکم پنڈلیوں والا ہوتو وہ شریک بن سحما کا ہوگا۔ چنانچہ بچہ ایسا ہی پیدا ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم اُترا نہ ہوتا تو میرے اور اس

کے مابین ایک فیصلہ ہوتا۔"

یعنی میں اس کو سزا سے دوچار کرتا۔

آگے آرہا ہے کہ لعان کی صورت میں بچہ ماں سے منسوب ہوتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ یہ بچہ شریک بن سحما سے مشابہت کے باوجود اپنی ماں سے ہی منسوب کیا گیا اور مشابہت کی بنا پر اس کو زانی کے حوالہ نہ کیا گیا۔

بلکہ شریعت میں تو یہاں تک احتیاط موجود ہے کہ جہاں نکاح موجود ہو، وہاں صرف مشابہت کی بنا پر شکوک وشبہات اور وسوسوں کو راہ دینا مناسب نہیں۔ جیسا کہ ایک آدمی نے نبی کریم کے پاس یہ شکایت کی کہ میرے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ تو آپ نے اس سے پوچھا: تمہارے پاس اونٹ ہیں، ان کا رنگ کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا: سرخ۔ آپ نے پوچھا کہ کیا اس میں بھورے رنگ کا بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، آپ نے پوچھا: وہ کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا: شاید کہ اس نے کسی پچھلے اونٹ کی خصوصیت کھینچ لی ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فلعل ابنك هذا نزعه. (33)

"شاید کہ تمہارے اس بیٹے نے (بھی تمہارے بڑوں میں کسی کی خصوصیت) کھینچ لی ہو۔"

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنا پر اس کو شک وشبہ میں پڑنے سے روک دیا اور اس کو اجازت نہ دی کہ اس بنا پر وہ اپنے بیٹے سے انکار کرے۔ (34)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو ایک سیاہ رنگت کے آدمی نے اپنی بیوی کی شکایت کی کہ اس نے سفید رنگت کا بیٹا کیونکر جنا ہے؟ جبکہ اس عورت نے اس الزام کو قبول کرنے سے کلی انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پریشانی کے عالم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے فرمایا: جو میں پوچھوں سچ سچ بتانا، کیا تم نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کی تھی؟ اس نے اقرار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الله أكبر إن النطفة إذا خلطت بالدم فخلق الله عزوجل منها خلقا كان أحمر. فلا تنكر ولدك فأنت جنيت على نفسك. (35)

"اللہ کی شان! جب نطفہ حیض کے خون میں مل جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ایسا پیدا کیا جو سرخ ہے۔ اپنے بیٹے سے انکار مت کرو، تم نے اپنے آپ پر خود زیادتی کی ہے۔"

علی علی 2x لسٹ

جون 09، 2013 #8

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

لیہ

شمولیت:

فروری14، 2011

پیغامات:

405,9

موصول شکریہ جات:

020,26

تمغے کے پوائنٹ:

981

ولد الزنا کس کو دیا جائے؟

مذکورہ بالا تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ ولد الزنا، زانی سے منسوب نہیں ہوگا۔ البتہ بچہ کے قصوروار نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ماں کی حضانت (تربیت و پرورش) کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ جب شادی شدہ زانیہ عورت کو رجم کی سزا دی جائے تو ایسی صورت میں یہ بچہ ماں کے ورثا یا عامۃ المسلمین کے حوالے بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ ماں کے اقارب ہی اس کو تربیت کے لئے ضروری پیار دے سکتے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ولد الزنا کا کیا قصور ہے کہ اس کو باپ کے نسب سے محروم رکھا جا رہا ہے؟

جہاں تک شریعت میں اس بچے کے اپنے افعال کی حیثیت کا تعلق ہے تو ولد الزنا ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، چنانچہ ایسا بچہ نماز میں امامت (ii) کے علاوہ مسلمانوں کا حاکم بھی بن سکتا ہے، لیکن نسب میں اگر اس بچے کو جائز بچوں جیسا ہی مقام دیا جائے تو اس سے ان جائز بچوں کا حق متاثر ہوتا ہے اور وہ انہی کی طرح اپنے باپ کے حقوق (iii) استعمال کرتا ہے۔ ایسے ہی جب بچے اپنے والدین سے اچھائیاں اور خوبیاں حاصل کرتے ہیں، ویسے ہی ان پر برائیوں کا بھی کچھ نہ کچھ اثر واقع ہوتا ہے، کیونکہ اللہ نے یہ سلسلہ ہی اس طرح رکھا ہے۔ جدید سائنس کی رو سے مختلف امراض اور مختلف صلاحیتیں موروثی طور پر بچے کو حاصل ہوتی ہیں۔ اگر بادشاہ کا بیٹا شہزادہ ہوتا ہے تو مزدور کا بیٹا بھی اس وقت تک اپنے باپ کی سی حیثیت رکھتا ہے، جب تک اس کی ذاتی حیثیت نمایاں ہونے کا وقت نہ آجائے۔

یوں بھی اگر ولد الزنا کو جائز بچے جیسے ہی تمام حقوق دے دیے جائیں تو اس سے معاشرے میں زنا کی حوصلہ افزائی ہوگی، گویا ناجائز فعل کی بنا پر اس کو حاصل ہونے والا بچہ اس کے برے کام کا انعام تصور ہوگا، اس لئے معاشرے میں پاکیزگی اور عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ زنا کے فعل کو مذموم ترین اور سنگین جرم قرار دیا جائے اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج اور اثرات کو غیر معتبر سمجھا جائے۔ آج لادین معاشروں میں حرامی بچوں کی بڑھتی تعداد اسی الہامی حکم کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے۔

شرعی طور پر یہ نسب کس کی طرف منتقل ہوگا،اس سلسلے میں دور نبوی کے واقعات یہ ہیں:

1۔اوپر نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان ذکر کیا گیا ہے جس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

وهو ولد زنا لأهل أمه من كانوا حرة أو أمة.(36)

"اور یہ ولد زنا ماں کے خاندان کو دیا جائے گا، چاہے وہ ماں آزاد ہو یا باندی"

2۔اگر ماں شادی شدہ ہو تو اس صورت میں رجم کی سزا پا کر موت سے دوچار ہوگی۔ایسی صورت میں یہ بچہ ماں کے خاندان کو یا عامۃ المسلمین کو بھی دیا جاسکتا ہے۔اس بارے میں حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ کتب حدیث میں ملتا ہے، جب اُنہوں نے نبی کریم کے سامنے اپنے آپ کو بار بار سزائے رجم کے لئے پیش کیا۔احادیث میں یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

(حتى تضعي ما في بطنك) قال فكفلها رجل من الأنصار حتى وضعت ... فقام رجل من الأنصار فقال: إلى رضاعه يا نبي الله قال فرجمها.(37)

"(اس وقت تک انتظار کر) جب تک کہ تیرا بچہ پیدا نہ ہو جائے، تو ایک انصاری آدمی نے غامدیہ کی وضع حمل تک کفالت کی...آخر حدیث میں ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ!اس کی رضاعت میرے ذمے ہے، تب نبی کریم نے اس کو رجم کردیا۔"

اور اس سے اگلی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أتته بالصبي في يده كسرة خبز...فدفع الصبي إلى رجل من المسلمين

"غامدیہ نبی کریم کے پاس بچے کو اس حالت میں لائی کہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔نبی کریم نے اس کا یہ بچہ ایک مسلمان کو دے دیا۔"

البتہ لعان کرنے والی عورت کے بچے کی نسبت اس کی ماں کی طرف ہی کی جائے گی، جیسا کہ درج ذیل احادیث میں ہے:

3۔لعان کے ایک واقعہ میں ایک عورت پر اس کے شوہر عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے ایک مرد سے ملوث ہونے کا الزام لگایا، عورت نے قسمیں کھالیں اور اس کی عویمر سے جدائی ہوگئی۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فكان بعد ينسب إلى أمه.(38)

"بعد میں یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔"

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں اس بچے کے بارے میں ذکر ہے کہ

قال عكرمة فكان بعد ذلك أميرا على مصر وكان يدعى لأمه وما يدعى إلى أبيه.(39)

"عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ بچہ بعد میں مصر کا گورنر بنا، اور اس کو اس کی ماں کی طرف ہی منسوب کیا جاتا تھا، نہ کہ اس مرد کی طرف جس کے ساتھ زنا کرنے کا اس کی ماں پر الزام لگایا گیا تھا۔"

صحیح بخاری کی حدیث نمبر 4748 میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بچہ ماں کو دینے کا فیصلہ فرمایا۔ایک اور حدیث میں یہ

تذکرہ ہے کہ لعان کی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کی وراثت اس کی ماں کو ملتی اور وہ بھی اپنی ماں کی وراثت سے ہی حصہ (iv) پاتا۔(40)

4۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قضى رسول الله فى ابن الملاعنة أن لا يدعى لأب ومن رماها أو رمى ولدها فإنه يجلد الحد. (41)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے خاوند، بیوی کے بچے کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ اسے باپ (ماں کے شوہر) سے منسوب نہ کیا جائے اور جو اس عورت پر (زنا کا) یا اس کے بچے پر حرامی ہونے کا الزام لگائے گا تو اس پر حد (تہمت) جاری ہوگی۔

5۔الولد للفراش سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بچہ ماں کو دیا جائے گا۔لیکن جب اس میں فراش سے مراد صاحب فراش (مرد) کی بجائے زانیہ عورت کو لیا جائے جیسا کہ بعض فقہا نے فراش سے عورت کو بھی مراد لیا ہے اور ان کی دلیل قرآن کی آیت ہے ﴿وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۳۴...سورۃ الواقعہ﴾ جس کی ایک تفسیر جنتی عورتوں سے بھی کی گئی ہے۔(42)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب بستر کا مالک بچے سے انکار کرے تو ایسی صورت میں یہ بچہ زانی کو تو نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی سزا ہے، البتہ ماں کو دیا جائے گا۔اس کی حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ عورت کو اسلامی معاشرے میں جو حرمت حاصل ہے، اس میں اگر عورت کی طرف سے کوئی ترغیب موجود نہ ہو تو زنا کا وقوع بہت مشکل ہو جاتا ہے۔چنانچہ زانیہ کو اس بات کا علم رہنا چاہئے کہ یہ بچہ اس کو اکیلے ہی سنبھالنا ہوگا، تاکہ وہ اس فعل بد سے ہر ممکن احتراز کرے۔زنا کا یہ پہلو بہت سنگین ہے۔باپ کا تو بچے سے تعلق ہی ختم کر دیا گیا اور ماں پر اس بچے کا اکیلا بوجھ اور زندگی بھر کی رسوائی ڈال دی گئی۔ایسی سخت سزا کے بعد اسلامی معاشرے میں زنا کے امکانات دیگر تہذیبوں سے کیونکر کم تر نہ ہوں گے۔

حوالہ جات

1.ترجمہ بنام الوجیز: ص620 '2.صحیح بخاری:3635 '3.بخاری:1044 '4.اسلام کا فوجداری قانون، مترجم: ساجد الرحمن کاندھلوی: ج1/ص14 '5.مغنی المحتاج: 3/4،نیل المآرب: 2/55،التفریع: 2/6 `338. ج2/ص7 `100. رقم:8 `4782. رقم:9 `4000. صحیح بخاری:6830 اور 6768 `10.صحیح بخاری: 11 `6766.صحیح بخاری: 3850 اور صحیح مسلم:67 '12.صحیح سنن ابو داود:4268 '13.سنن ابو داود:2263 '14.صحیح سنن ابو داود:1982 '15.سنن ابو داود: 2264 '16.صحیح سنن ابو داود:1990 '17.صحیح بخاری: 2053 '18.لسان العرب: 4/166 '19.الموسوعۃ الفقہیۃ: 34/97 '20. بخاری: 6750 '21.صحیح بخاری: 2053 '22.سنن ابو داود: 2275 '23.سیر أعلام النبلاء: 3/495 '24.(2/190) '25.(3/338) '26.17/155،مسئلہ 2009 '27.10/142،مسئلہ 2009 '28.(40/237) '29.صحیح مسلم:311 '30.صحیح بخاری:3938 '31.صحیح مسلم:314 '32.صحیح بخاری:4747 '33.صحیح بخاری:5305 '34.مسند احمد:7433 '35.الطرق الحکمیۃ:69 '36.صحیح ابو داود:1983 '37.صحیح مسلم:1695 '38.صحیح بخاری:4745 '39.مسند احمد:2132 '40.بخاری:4746 '41.مسند احمد:2200 '42.بدائع الصنائع:6/243

وضاحت

i.مفسر قرآن حضرت قتادہ کا قول یہ ہے کہ اگر اصل باپ معروف ہو تب غیر سے نسبت کی گنجائش نکل سکتی ہے، ان کی دلیل حضرت مقداد بن اسود کی نسبت ہے، جن کے والد کا نام تو عمرو تھا لیکن اس کے باوجود انہیں کتب حدیث وغیرہ میں مقداد بن اسود ہی

لکھا جاتا ہے اور وہ ابن اسود سے ہی مشہور ہیں۔ (الاصابہ:4343)

ii.موطاامام مالک میں ایک واقعہ تو آتا ہے جس میں عمر بن عبدالعزیز نے ایک ایسے شخص کو عقیق مقام پر امامت سے روک دیا تھا جس کے باپ کا علم نہ تھا۔(رقم:305) لیکن آپ کا ایسا کرنا کراہت کی بنا پر ہوسکتا ہے، راجح قول کے مطابق ایسے شخص کی امامت درست ہے۔

iii.نسب کے ساتھ حاصل ہونے والے حقوق یہ ہیں: کفالت، وراثت اور رشتہ داری وغیرہ

iv.شریعت اسلامیہ میں ماں کے اپنی اولاد سے تعلق کے بارے میں نطفے کے تعلق کی بجائے حمل اور وضع حمل کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔قرآن کریم میں ہے(اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ) اور (حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا) یہی وجہ ہے کہ زنا کی صورت میں مرد کا تعلق تو اپنی اولاد سے منقطع ہوتا ہے، البتہ عورت کا اپنی اولاد سے تعلق برقرار رہتا ہے۔

iv.ڈی این اے(DNA) کیا ہے؟ ہر خلیے(Cell) میں ایک مکمل کارخانے کی طرح نظام چلتا ہے، جس میں بے شمار چیزیں کیمیائی عمل سے گزر کر زندگی کو جاری وساری رکھتی ہیں۔ ہر خلیے میں ایک چھوٹی سی چوکور یا گول گیند ہوتی ہے جسے مرکزہ Nucleus کہا جاتا ہے اور یہی مرکزہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے جو پورے خلیہ کے کیمیائی عمل کو کنٹرول کرتا ہے۔ اگر اسے نکال دیا جائے تو باقی خلیہ ضائع ہوجاتا ہے۔ اس مرکزہ میں دھاگہ نما ساختیں ہوتی ہیں جنہیں کروموسوم Chromosome کہا جاتا ہے اور ان کے اندر جاندار کی نشوونما، رنگ وشکل اور عادات وخصوصیات وغیرہ سے متعلق تمام تفاصیل ومعلومات درج ہوتی ہیں۔ ہر جاندار خلیہ کے اندر کروموسوم کی اپنی مخصوص تعداد طے ہوتی ہے، مثلاً انسان میں 46، مکھی میں 8، بلی میں 38، مرغی میں 78 کروموسوم موجود ہوتے ہیں۔ جس طرح ہمارا جسم گوشت اور ہڈیوں سے مل کر بنا ہوتا ہے، اسی طرح یہ کروموسوم DNA نامی ایک مادّے سے بنے ہوتے ہیں جسے جینیاتی مادہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس مادے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر یہ اپنے جیسے ٹکڑوں کو بنا سکتا ہے۔ یعنی دو سے چار، چار سے آٹھ اور آٹھ سے سولہ...DNA کے ہر متفرق ٹکڑے یا حصے کو جین(Gene) کہا جاتا ہے اور ہر جاندار میں جس خصلت، شکل یا فعل کے جین ہوں گے وہ جاندار اسی خصلت، شکل اور فعل کی عکاسی کرے گا، مثلاً کسی کا قد چھوٹا یا لمبا ہے تو اس لئے کہ اس کے جینز میں ایسی ہی خصوصیت تھی۔ کسی کے بال سرخ یا بھورے ہیں یا رنگت، سرخ وسفید، گندمی یا انتہائی سیاہ ہے تو اس لئے کہ اس کے جینز کی خصوصیت ویسی تھی۔

بَابٌ فِي الْقَافَةِ

باب: قیافہ شناسی (کا حکم)

2267 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، الْمَعْنَى، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، - قَالَ مُسَدَّدٌ: وَابْنُ السَّرْحِ - يَوْمًا مَسْرُورًا، - وَقَالَ عُثْمَانُ: - تُعْرَفُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ، فَقَالَ: أَيْ عَائِشَةُ، أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ رَأَى زَيْدًا، وَأُسَامَةَ قَدْ غَطَّيَا رُءُوسَهُمَا بِقَطِيفَةٍ، وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ

بَعْضٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ أُسَامَةُ أَسْوَدَ، وَكَانَ زَيْدٌ أَبْيَضَ.

⊕⊕ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ میرے ہاں خوش تشریف لائے، (ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) آپ کے چہرے کی چمک (سے خوشی کی کیفیت) پتہ چل رہی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے دیکھا، مجزز مدلجی نے زید اور اسامہ کو دیکھا، ان دونوں کے سر چادر سے ڈھانپے ہوئے تھے اور پاؤں باہر تھے، اس نے کہا: یہ پاؤں باپ بیٹے کے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ کالا تھا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ گورے تھے۔

2268 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ. قَالَ: قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَسَارِيرُ وَجْهِهِ لَمْ يَحْفَظْهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَسَارِيرُ وَجْهِهِ هُوَ تَدْلِيسٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ. لَمْ يَسْمَعْهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ إِنَّمَا سَمِعَ الْأَسَارِيرَ مِنْ غَيْرِهِ. قَالَ: وَالْأَسَارِيرُ فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ، وَغَيْرِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ صَالِحٍ، يَقُولُ: كَانَ أُسَامَةُ أَسْوَدَ شَدِيدَ السَّوَادِ مِثْلَ الْقَارِ، وَكَانَ زَيْدٌ أَبْيَضَ مِثْلَ الْقُطْنِ.

⊕⊕ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: اس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم ﷺ میرے ہاں خوشی کے عالم میں تشریف لائے، آپ کا چہرہ مبارک دمک رہا تھا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کالے تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ گورے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اساریر وجھه کے الفاظ، ابن عیینہ نے یاد نہیں رکھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اساریر وجھه کے الفاظ ابن عیینہ کی تدلیس ہے، انہوں نے یہ الفاظ زہری سے نہیں سنے، لفظ ''اساریر'' لیث اور دیگر حضرات کی نقل کردہ روایت میں ہے۔

2267-اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدى، وابن السرح: هو احمد ابن عمرو الاموى، وسفيان: هو ابن عيينة، والزهرى: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، وعروة: هو ابن الزبير. واخرجه البخارى (6771)، ومسلم (1459)، وابن ماجه (2349)، والترمذى (2263)، والنسائى فى "الكبرى" (5658) و (5992) من طرق عن سفيان بن عيينة بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً البخارى (3731)، ومسلم (1459) من طريق ابراهيم بن سعد، والبخارى (3555) من طريق ابن جريج، كلاهما عن الزهرى، به. وهو فى "مسند احمد" (24099)، و"صحيح ابن حبان" (7057).

2268-اسناده صحيح. قتيبة: هو ابن سعيد الثقفى، والليث: هو ابن سعد. واخرجه البخارى (6770)، ومسلم (1459)، والترمذى (2262)، والنسائى فى "الكبرى" (5657) من طريق الليث بن سعد، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (24526)، و"صحيح ابن حبان" (4102).

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے احمد بن صالح کو یہ کہتے ہوئے سنا: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تارکول کی طرح انتہائی کالے تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ روئی کی طرح انتہائی گورے چٹے تھے۔

علم القیافۃ فقہا کی نظر میں

قیافہ کے علم کے دو پہلو ہیں: ایک تو کھوجی جو قدموں کے نشانات سے کسی وقوعہ کا کھوج لگاتا ہے، اسے قیافۃ الاثر کہتے ہیں۔ دوسرا قیافۃ البشر جس کا مقصد مشابہتوں کی بنا پر آپس میں نسبی تعلقات کو جوڑنا ہوتا ہے۔

جمہور فقہا (مالکی، شافعی اور حنابلہ) کے نزدیک اختلاف کے وقت قیافہ کے ذریعے نسب کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ ان کی دلیل حدیث قیافہ (اسامہ رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ کی مشابہت) اور حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہ سے نبی کریم کا مکالمہ ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کے خیال میں قیافہ شناس کے ذریعے باندی اور آزاد عورت دونوں کے بچوں کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے جبکہ مالکیہ کے نزدیک اس سے صرف باندی کے متعلق فیصلہ کیا جانا چاہئے البتہ اگر کبھی بچہ بوقت ولادت گم جائے یا اشتباہ واقع ہوجائے تو ایسی صورت میں قیافہ شناس سے آزاد عورت کے بچے کے فیصلے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قیافہ بھی کہانت کی طرح مکروہ علم ہے، اور شریعت نے نسب کو ثابت کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ قائم کیا ہے اور وہ ہے جائز بستر، اور جس آدمی کو اپنے بچے کے بارے میں شبہ ہو تو اسے حدیث لعان کی رو سے لعان کا حکم ہے نہ کہ قیافہ شناس سے فیصلہ کرانے کا۔ علاوہ ازیں مجرد شباہت ایک ناقابل اعتبار امر ہے، کبھی بچہ اپنے کسی دور کے رشتہ دار سے بھی مشابہ ہوسکتا ہے، جیسا کہ ایک آدمی کے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہونے کا واقعہ کتب احادیث میں آیا ہے۔ حنفیہ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ

ومفاد هذا كله أن النسب يثبت للرجل عند الحنفية بثبوت سببه وهو النكاح أو ملك اليمين ولا يرجع عمل القائف إلى شيء من ذلك وإنما يرجع إلى معرفة التخلق من الماء وهو لا يثبت به النسب حتى لو تيقنا من هذا التخلق ولا فراش فإن النسب لا يثبت۔ (44)

"تمام تر بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک آدمی کا نسب صرف اس کا سبب ثابت ہونے پر موقوف ہے اور وہ سبب نکاح ہے یا ملک یمین۔ جبکہ قیافہ کا کوئی انحصار ان چیزوں پر نہیں ہے بلکہ اس کا انحصار تو نطفہ کے ذریعے مشابہت کو تلاش کرنا ہے لیکن اس سے نسب ثابت نہیں ہوتا حتیٰ کہ اگر ہمیں خلقت میں مشابہت کا یقین بھی حاصل ہوجائے اور اس کا محل جائز بستر نہ ہو تو نسب کسی طرح ثابت نہیں ہوگا۔"

فوجداری جرائم میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت

قیافہ شناسی کی دوسری قسم قیافۃ الاثر ہے اور اس کی تعریف میں یہ وضاحت ہوچکی ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں جائے حادثہ پر پاؤں وغیرہ کے نشانات اور دیگر آثار وقرائن کی مدد سے مطلوب ومقصود تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔ اس لئے اسے قیافۃ الاثر کہا جاتا ہے۔

کسی معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے آثار وقرائن کی اہمیت مسلمہ ہے لیکن یاد رہے کہ محض آثار وقرائن کی بنیاد پر ہر فیصلہ

نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ قرائن، آثار، علامات، امارات ونشانات وغیرہ مجرم یا امر واقعہ کی معرفت وشناخت میں معاون ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں حادثات وواقعات میں بنیادی طور پر معاون ہی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی قرینہ قطعی ویقینی ہو یا آثار وقرائن کے بعد مجرم خود اعتراف جرم کرلے تو پھر ان آثار وقرائن کی بنیاد پر اسی طرح شرعی فیصلے کئے جائیں گے جس طرح عینی گواہوں کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں۔

شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ماہر اور ذہین وفطین کھوجیوں، قیافہ دانوں، عمر رسیدہ تجربہ کاروں حتیٰ کہ کھوجی کتوں اور دیگر جدید آلات سے مختلف حوادث میں استفادہ کیا جائے۔ درج ذیل دلائل وامثلہ سے اس کی توضیح کی جاتی ہے۔

پہلی دلیل:

قرآن مجید میں حضرت یوسف کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ان کے بھائی انہیں کنوئیں میں پھینک آئے اور ان کی خون آلود قمیص لاکر اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ:

قالوا یا ابانا انا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متاعنا فاکلہ الذئب وما انت بمؤمن لنا ولو کنا صادقین و جآؤا علی قمیصہ بدم کذب قال بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون [41]

(اور کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسف کو ہم نے سامان کے پاس چھوڑ دیا اسے بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات نہیں مانیں گے گو ہم بالکل سچے ہی ہیں۔ اور وہ یوسف علیہ السلام کے قمیص کو جھوٹ موٹ کے خون سے رنگ لائے تھے۔ باپ نے کہا یوں نہیں ہوا بلکہ تم نے اپنے جی سے بات بنالی ہے۔ لہٰذا صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بنائی باتوں پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے)۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب نے اس خون آلود قمیص کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ اس میں کوئی چیر پھاڑ کے نشان نہیں بلکہ سارا کرتا صحیح سالم ہے۔ حالانکہ یہ ایک بدیہی امر تھا کہ اگر بھیڑیئے نے یوسف کو کھایا ہوتا تو قمیص بھی پھٹی ہوتی جبکہ قمیص کا سالم ہونا اس بات کا ثبوت بن گیا کہ یوسف کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا بلکہ اس کے بھائی جھوٹ بولتے ہیں۔ گویا اسی علامت کی بنیاد پر حضرت یعقوب نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔[42]

اس سے معلوم ہوا کہ آثار وقرائن کی مدد سے حقائق کا سراغ لگایا جاسکتا ہے۔ امام قرطبی رقم طراز ہیں کہ فقہاء نے قسامہ وغیرہ جیسے فقہی مسائل میں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علامات وامارات کو معتبر قرار دیا ہے اور اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت یعقوب نے قمیص کے صحیح سالم ہونے کی بنیاد پر اپنے دوسرے بیٹوں کے جھوٹا ہونے پر استدلال کیا۔ [43]

اسی طرح جب یوسف پر عزیز مصر کی بیوی نے بدکاری کی تہمت لگائی تو آثار کی بنیاد پر یوسف کا صدق ثابت کیا گیا۔[44]

دوسری دلیل:

صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عکل اور عرینہ (قبائل) کے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

مدینہ منورہ آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے، پھر انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم لوگ مویشی رکھتے تھے، کھیت وغیرہ ہمارے پاس نہیں تھے (اس لئے ہم صرف دودھ پر گزارا کیا کرتے تھے) اور انہیں مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اونٹ اور ایک چرواہا ان کے ساتھ کر دیا اور فرمایا کہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو (تو تم صحت یاب ہو جاؤ گے) وہ لوگ (چراگاہ کی طرف) نکلے حتیٰ کہ جب مقام حرہ کے قریب پہنچے تو اسلام سے پھر گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ نکلے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے کچھ لوگوں کو دوڑایا (اور بالآخر یہ پکڑے گئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں (کیونکہ انہوں نے بھی چرواہے کو اسی طرح قتل کیا تھا) اور انہیں حرہ کے کنارے پھینک دیا گیا حتیٰ کہ وہ اسی حالت میں مر گئے۔[45]

مذکورہ روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجرموں کو پکڑنے کے لئے کچھ لوگوں کو روانہ کیا جبکہ دیگر روایات میں ہے کہ

وعنده شباب من الانصار قريب من عشرين فارسلهم اليهم و بعث معهم قائفا يقتص اثرهم[46]

(جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چرواہے کے قتل کی خبر پہنچی تو اس وقت) آپ کے پاس تقریباً بیس (20) انصاری نوجوان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان (مجرموں) کے تعاقب میں روانہ کیا اور ان کے ساتھ ایک قیافہ شناس بھی روانہ کیا جو ان (مجرموں) کے قدموں کے نشان تلاش کرتا تھا۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ:

فبعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في طلبهم قافة فاتى بهم[47]

(اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجرموں کے تعاقب میں چند قیافہ شناس بھی روانہ کئے اور بالآخر ان مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرموں کی سراغ رسانی کے لئے قیافہ دانوں اور کھوجیوں کی خدمات حاصل کرنا مشروع ہے۔ حافظ ابن قیم اس واقعہ کے بعد فرماتے ہیں کہ:

فدل على اعتبار القافة والاعتماد عليها في الجملة فاستدل باثر الاقدام على المطلوبين

حاصل کلام یہ ہے کہ اس واقعہ سے قیافہ دانوں کے معتبر و حجت ہونے اور ان پر اعتماد کرنے کی دلیل حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قدموں کے نشانات سے مطلوبہ افراد پر استدلال کیا گیا ہے۔[48]

دیوانی مقدمات میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت

جس طرح فوجداری جرائم میں قیافہ دانوں اور کھوجیوں کی خدمات حاصل کرنا جائز و مشروع ہے اسی طرح دیوانی مقدمات میں بھی ان کی مدد سے فیصلہ کرنا مشروع ہے، اس سلسلہ میں یہ بھی علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح کسی گمشدہ چیز پر دو آدمی مدعی ہوں تو اس چیز کے صحیح اوصاف بتانے والے کے حق میں ہم فیصلہ دیں گے اور یہ قیافہ سے ملتی جلتی صورت ہے۔ اسی طرح اگر دو آدمی کسی

پودے یا کھجور کے بارے میں جھگڑا کریں جبکہ وہ ان دونوں کے ہاتھ (قبضہ) میں ہوتو اس جھگڑے کا فیصلہ اہل خبرہ (یعنی کھوجی یا قیافہ شناس یا صاحب فہم وفراست) لوگ کریں گے۔ اسیس طرح جیسے نسب کے جھگڑے میں قیافہ شناسوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ویسے ہی دیگر مقدمات و معاملات میں ان کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہ اسی وقت ہوگا جب مدعی برابر درجہ کے ہوں۔[49]

اس سلسلہ میں جن شرعی دلائل کو پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں، میں صف میں کھڑا تھا کہ میرے دائیں اور بائیں قبیلہ انصار کے دونو عمر لڑکے کھڑے تھے۔ میں نے آرزو کی کہ کاش! میں ان سے زبردست (اور زیادہ) عمر والوں کے درمیان ہوتا۔ ایک لڑکے نے میری طرف اشارہ کیا اور پوچھا: چچا جان! آپ لوگ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! لیکن بیٹا! تم لوگوں کو اس سے کیا سروکار؟ لڑکے نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مجھے مل جائے تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ ہم میں سے کوئی ایک جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا، مر نہ جائے۔ (عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے لڑکے نے مجھے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابوجہل دکھائی دیا جو لوگوں (کفار کے لشکر) میں گھومتا پھر رہا تھا، میں نے ان لڑکوں سے کہا جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے وہ سامنے نظر آرہا ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سونتیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں لڑکوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اسے مارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کا سارا سامان معاذ بن عمرو بن جموع کو دے دیا۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموع تھے۔[50]

یہ ایک شرعی اصول ہے کہ مقتول کافر کا مال غنیمت اسے دیا جاتا ہے جس نے اسے قتل کیا ہو۔ اس لحاظ سے ابوجہل کا مال غنیمت ان دونوں نوجوانوں میں سے کسی ایک یا پھر دونوں کا حق قرار پاتا تھا۔ اب اس فیصلے کے لئے نبی کریم ﷺ نے آثار وعلامات کو بنیاد بناتے ہوئے ان دونوں کی تلواروں کا جائزہ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان دونوں ہی نے ابوجہل کو قتل کیا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلا کما قتلہ یعنی تم دونوں نے اس بدبخت کو قتل کیا ہے۔[51]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت معوذ و معاذ رضی اللہ عنہ دونوں کی تلواروں پر لگے خون کے آثار سے آنحضرت ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں نے اسے برابر قتل کیا ہے تو پھر مال غنیمت صرف ایک کو کیوں دیا بلکہ دونوں میں برابر تقسیم کرنا چاہیے تھا۔

شارحین نے اس سوال کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے چونکہ ابوجہل کو قتل کرنے میں زیادہ کام دکھایا تھا اس لئے اسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت عنایت فرمایا جبکہ اس سے زیادہ بہتر جواب یہ ہے کہ مال غنیمت میں واقعی معوذ رضی اللہ عنہ و معاذ رضی اللہ عنہ کا حصہ بنتا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہی کو مال غنیمت اس لئے دیا تھا کیحضرت معوذ رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔[52]

دوسری دلیل:

ابراہیم بن فرزوق بصری بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت ایاس بن معاویہ کے پاس آئے اور ان دونوں کا دو چادروں کے بارے میں جھگڑا تھا جن میں سے ایک چادر سرخ اور دوسری سبز تھی۔ایک نے کہا کہ میں غسل کے لئے حوض میں داخل ہوا تو میں نے اپنی چادر (ایک طرف) رکھ دی۔ پھر یہ شخص آیا اور اس نے اپنی چادر میری چادر کے نیچے رکھ دی اور غسل کرنے لگا۔ پھر یہ مجھ سے پہلے فارغ ہو کر نکلا اور میری چادر اٹھا کر چلتا بنا جبکہ میں نے حوض سے نکل کر اس کا تعاقب کیا تو یہ کہنے لگا کہ یہ چادر میری ہے۔ ایاس نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟ اس نے کہا نہیں! تو ایاس نے کہا کہ ایک کنگھی لاؤ۔ کنگھی لائی گئی اور یکے بعد دیگرے دونوں کے سروں پر کنگھی کی گئی تو ایک کے سر سے سرخ اور دوسرے کے سر سے سبز اُون نکلی تو حضرت ایاس نے اس شخص کو سرخ چادر دی جس کے سر سے سرخ اُون نکلی تھی جبکہ دوسرے کو سبز چادر دی جس کے سر سے سبز اُون نکلی تھی۔[53]

حوالہ جات

[1]۔الجرجانی، علی بن محمد بن علی الفد الحسن الجرجانی الحنفی: التعریفات، ص652، دار الکتب العلمیہ، بیروت[2]۔الزرقاء، مصطفیٰ بن احمد الزرقاء: المدخل الفقہی العام، ج2، ص918، دار الفکر[3]۔ابن قیم محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی: الطرق الحکمیہ، ص114، 115، دار الفکر، بیروت[4]۔القرائن لصالح بن غانم ص17، دار بلنسیہ مکہ، ریاض[5]۔دائرۃ المعارف اُردو، ج16 ص518، پنجاب یونیورسٹی، نیز ملاحظہ ہو لسان العرب ج9 ص261، دار الکتب العلمیہ بیروت، النہایہ وغیرہ[6]۔فیروز الدین الحاج مولوی، فیروز اللغات، اُردو، ص519[7]۔بطاش کبریٰ زادہ، احمد بن مصطفیٰ، مفتاح السعادۃ، ج1 ص328، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کشف الظنون، ج2، ص1181 منشورات مکتبہ المثنیٰ بغداد[8]۔القنوجی، صدیق بن حسن علامہ، ابجد العلوم ص436، ج2، مکتبہ قدوسیہ لاہور[9]۔حاجی خلیفہ، مصطفیٰ ابن عبداللہ القسطنطنی الرومی الحنفی: کشف الظنون، ج2، ص1367[10]۔مفتاح السعادۃ، ج1 ص329[11]۔ایضاً[12]۔ابجد العلوم ج2 ص385[13]۔لسان العرب ج9 ص261[14]۔ابوداؤد امام، ابوداؤد سلیمان بن اشعث: الازدی السجستانی: ابوداؤد، کتاب الطب: باب فی الخط و زجر الطیر، رقم (3905)[15]۔النہایہ: ج4، ص131، مکتبۃ الاسلامیہ[16]۔التعریفات للجرجانی، ص171[17]۔ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی حجر: فتح الباری ابن حجر ج12 ص57، دار النشر، الکتب الاسلامیہ، لاہور[18]۔ابن رشد، محمد بن احمد بن رشد القرطبی: بدایۃ المجتہد ج2 ص240 مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمہ، نیز دیکھئے المبسوط للسرخسی ج17، ص70، بدائع الصنائع ج6 ص246[19]۔ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ الحنبلی: المغنی لابن قدامہ، ج8 ص672 تا 674 دار عالم الکتب مکہ، نیز دیکھئے الفروق للقرافی ج4 ص99 دار المعرفۃ بیروت، الاشباہ والنظائر للسیوطی ص419، الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ ج4 ص587، فتح الباری ج12 ص57، نیل الاوطار ج4 ص382، سبل السلام ج4 ص137[20]۔بخاری، امام محمد بن اسمٰعیل البخاری: کتاب الفرائض: باب القائف، رقم (6771) نیز مسلم (1459)، ابوداؤد (2297)، ترمذی (9، 12)، ابن ماجہ (2349) احمد ج6 ص226[21]۔بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: باب مناقب زید بن حارثہ، رقم (3731)[22]۔فتح الباری، ج12 ص57[23]۔ایضاً[24]۔معالم السنن ج3 ص245، مطبع انصار السنۃ المحمدیہ[25]۔مفتاح السعادۃ ج1 ص330[26]۔بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ و یدرؤ عنہ

الغضاب........، رقم (4747)'[27]۔ ابوداؤد: کتاب الطلاق: باب فی اللعان (2256) مسند احمد ج1 ص238'[28]۔ المغنی لابن قدامہ ج8 ص373، دار عالم الکتب مکہ المکرمۃ'[29]۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد الشوکانی: نیل الاوطار ج4 ص372 تا373، دار الحدیث قاہرہ'[30]۔ السرخسی، شمس الدین: المبسوط للسرخسی، ج17 ص70'[31]۔ احمد بن حنبل، امام: مسند احمد ج3 ص142'[32]۔ المغنی لابن قدامہ، ج8 ص371 تا374، نیل الاوطار ج4 ص382'[33]۔ بخاری، کتاب البیوع: باب تفسیر المشبہات، رقم (2053)'[34]۔ بخاری: ترجمہ وتشریح از داؤد راز دہلوی، ج3 ص274، مکتبہ قدوسیہ لاہور'[35]۔ المغنی لابن قدامہ ج8 ص373'[36]۔ فتح الباری، ج12 ص57'[37]۔ الطرق الحکمیہ، ص254'[38]۔ ایضاً، نیز دیکھئے، الموطا: کتاب الاقضیۃ: باب القضاء بالحاق الولد بابیہ، رقم 22 تا25'[39]۔ المغنی لابن قدامہ ج8 ص372'[40]۔ الطرق الحکمیہ ص252'[41]۔ سورۃ یوسف: 17۔18'[42]۔ قرطبی، محمد بن احمد الانصاری القرطبی: تفسیر قرطبی، ج9 ص150 مکتبہ الغزالی دمشق'[43]۔ احکام القرآن لابن العربی ج3 ص1065، مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی، مصر'[44]۔ سورۃ یوسف: 25 تا28'[45]۔ بخاری: کتاب المغازی: باب قصۃ عکل وعرینۃ (4192) مسلم کتاب القسامۃ والمحاربین (1671) نسائی (4036)'[46]۔ مسلم، امام مسلم بن الحجاج القشیری: مسلم: ایضاً'[47]۔ ابوداؤد، کتاب الحدود: باب ماجاء فی المحاربۃ (4366)'[48]۔ الطرق الحکمیہ ص254'[49]۔ ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم الشہیر بابن تیمیہ: الفتاویٰ الکبریٰ، ج5 ص502، دار الکتب العلمیہ، بیروت'[50]۔ بخاری: کتاب فرض الخمس: باب من لم یخمس الاسلاب (3141) نیز مسلم (1751) ابوداؤد (277) ترمذی (1562)'[51]۔ فتح الباری، ج6 ص248'[52]۔ ایضاً، ج7 ص296'[53]۔ الطرق الحکمیہ، ص38

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں، میں صف میں کھڑا تھا کہ میرے دائیں اور بائیں قبیلہ انصار کے دونوں کم عمر لڑکے کھڑے تھے۔ میں نے آرزو کی کہ کاش! میں ان سے زبردست (اور زیادہ) عمر والوں کے درمیان ہوتا۔ ایک لڑکے نے میری طرف اشارہ کیا اور پوچھا: چچا جان! آپ لوگ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! لیکن بیٹا! تم لوگوں کو اس سے کیا سروکار؟ لڑکے نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مجھے مل جائے تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ ہم میں سے کوئی ایک جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا، مر نہ جائے۔ (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے لڑکے نے مجھے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابوجہل دکھائی دیا جو لوگوں (کفار کے لشکر) میں گھومتا پھر رہا تھا، میں نے ان لڑکوں سے کہا جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے وہ سامنے نظر آرہا ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سونتیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں لڑکوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اسے مارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کا سارا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دے دیا۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔[50]

یہ ایک شرعی اصول ہے کہ مقتول کافر کا مال غنیمت اسے دیا جاتا ہے جس نے اسے قتل کیا ہو۔ اس لحاظ سے ابوجہل کا مال غنیمت ان دونوں نوجوانوں میں سے کسی ایک یا پھر دونوں کا حق قرار پاتا تھا۔ اب اس فیصلے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آثار و علامات کو

بنیاد بناتے ہوئے ان دونوں کی تلواروں کا جائزہ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان دونوں ہی نے ابوجہل کو قتل کیا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلا کما قتلہ یعنی تم دونوں نے اس بدبخت کو قتل کیا ہے۔[51]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت معوذ و معاذ رضی اللہ عنہ دونوں کی تلواروں پر لگے خون کے آثار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں نے اسے برابر قتل کیا ہے تو پھر مال غنیمت صرف ایک کو کیوں دیا بلکہ دونوں میں برابر تقسیم کرنا چاہئے تھا۔

شارحین نے اس سوال کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے چونکہ ابوجہل کو قتل کرنے میں زیادہ کام دکھایا تھا اس لئے اسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت عنایت فرمایا جبکہ اس سے زیادہ بہتر جواب یہ ہے کہ مال غنیمت میں واقعی معوذ رضی اللہ عنہ و معاذ رضی اللہ عنہ کا حصہ بنتا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہی کو مال غنیمت اس لئے دیا تھا کہ حضرت معوذ رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔[52]

دونو عمر جوان کا ہم نے ذکر سنا تھا۔ ایک معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہم۔ جبکہ آپ نے جو لکھا ہے اس میں دونوں معاذ ہیں صرف ولدیت کا فرق ہیں۔

دوسری اشکال یہ ہے کہ جب دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان دیا کہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے۔

تو شارحین نے کیسے اخذ کیا کہ معوذ رض اس معرکے میں شہید ہو گئے تھے۔

بَابُ مَنْ قَالَ بِالْقُرْعَةِ إِذَا تَنَازَعُوا فِي الْوَلَدِ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: جب بچے کے بارے میں اختلاف ہو جائے، تو قرعہ اندازی کر لی جائے

2269 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَجْلَحِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْخَلِيلِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: إِنَّ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ أَتَوْا عَلِيًّا، يَخْتَصِمُونَ إِلَيْهِ فِي وَلَدٍ، وَقَدْ وَقَعُوا عَلَى امْرَأَةٍ فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ: لِاثْنَيْنِ مِنْهُمَا طِيبَا بِالْوَلَدِ لِهَذَا فَغَلَيَا، ثُمَّ قَالَ: لِاثْنَيْنِ طِيبَا بِالْوَلَدِ لِهَذَا فَغَلَيَا، ثُمَّ قَالَ: لِاثْنَيْنِ طِيبَا بِالْوَلَدِ لِهَذَا فَغَلَيَا، فَقَالَ: أَنْتُمْ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ، إِنِّي مُقْرِعٌ بَيْنَكُمْ فَمَنْ قَرَعَ فَلَهُ الْوَلَدُ، وَعَلَيْهِ لِصَاحِبَيْهِ ثُلُثَا الدِّيَةِ، فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَجَعَلَهُ لِمَنْ قَرَعَ، فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَضْرَاسُهُ أَوْ نَوَاجِذُهُ

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ایک مرتبہ میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، یمن سے تعلق رکھنے والا ایک شخص آیا اور بولا: یمن کے تین لوگ (وہاں کے گورنر) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بچے کے بارے میں مقدمہ لے کر آئے، ان تینوں نے ایک ہی طہر میں، ایک عورت کے ساتھ صحبت کی تھی (اور اسی طہر کے دوران وہ عورت حاملہ ہوگئی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں سے فرمایا: تم اپنی خوشی سے تیسرے شخص کے حق میں دستبردار ہو جاؤ، تو ان دونوں نے تسلیم نہیں کیا، پھر

انہوں نے دوسرے دو آدمیوں سے فرمایا: اس تیسرے کے حق میں اپنی خوشی سے دستبردار ہو جاؤ، تو ان دونوں نے بھی تسلیم نہیں کیا، پھر انہوں نے باقی دو آدمیوں سے فرمایا: اس تیسرے کے حق میں اپنی خوشی سے دستبردار ہو جاؤ، تو ان دونوں نے بھی تسلیم نہیں کیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تم ایک دوسرے کے باقاعدہ مخالف فریق ہو، میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کروں گا، جس کے نام کا قرعہ نکل آیا، بچہ اس کو ملے گا، اور وہ اپنے دو مخالف فریقوں کو دو تہائی دیت ادا کرے گا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی، اور بچہ اسے دیا جس کے نام کا قرعہ نکلا تھا۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں، یا اطراف کے دانت نظر آنے لگے۔

2270 - حَدَّثَنَا خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِثَلَاثَةٍ، وَهُوَ بِالْيَمَنِ وَقَعُوا عَلَى امْرَأَةٍ فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ، فَسَأَلَ اثْنَيْنِ: أَتُقِرَّانِ لِهَذَا بِالْوَلَدِ؟ قَالَا: لَا. حَتَّى سَأَلَهُمْ جَمِيعًا، فَجَعَلَ كُلَّمَا سَأَلَ اثْنَيْنِ، قَالَا: لَا. فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالَّذِي صَارَتْ عَلَيْهِ الْقُرْعَةُ، وَجَعَلَ عَلَيْهِ ثُلُثَيِ الدِّيَةِ، قَالَ: فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

✿✿ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تین آدمیوں کا معاملہ لایا گیا، اس وقت جب وہ یمن کے گورنر تھے، ان تینوں آدمیوں نے ایک ہی طہر کے دوران، ایک عورت کے ساتھ صحبت کی تھی، انہوں نے دو آدمیوں سے دریافت کیا: کیا تم اس تیسرے کے لیے بچے کا اقرار کرتے ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا: جی نہیں، اسی طرح انہوں نے ان سب سے دریافت کیا، وہ جب بھی دو آدمیوں سے دریافت کرتے، تو وہ دونوں جواب میں "نہیں" کہہ دیتے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور بچہ اس سے لاحق کر دیا، جس کے نام کا قرعہ نکلا تھا، اور اس پر دو تہائی دیت کی ادائیگی لازم قرار دی۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس فیصلہ کا ذکر کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے، یہاں تک کہ آپ کے اطراف کے دانت نظر آنے لگے۔

2271 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ، سَمِعَ الشَّعْبِيَّ، عَنِ الْخَلِيلِ أَوِ ابْنِ الْخَلِيلِ، قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي امْرَأَةٍ وَلَدَتْ مِنْ ثَلَاثَةٍ، نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرِ الْيَمَنَ، وَلَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا قَوْلَهُ طِيبَا بِالْوَلَدِ.

✿✿ خلیل (یا شاید) ابن خلیل نامی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مقدمہ لایا گیا، کہ ایک عورت نے تین آدمیوں کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد بچے کو جنم دیا، (اس کے بعد حسب سابق روایت ہے) تاہم اس میں یمن کا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کا ذکر نہیں ہے، کہ تم دونوں اپنی خوشی سے بچے سے دستبردار ہو جاؤ۔

2270-وهو عند عبد الرزاق في "الموطا" (13472)، ومن طريقه اخرجه ابن ماجه (2348)، والنسائي في "الكبرى" (5652) و (5993).

قرعہ اندازی

جب ایک عورت سے دو مردوں کا تعلق اس انداز سے قائم ہو کہ یہ تعلق اپنی اصل کے اعتبار سے ناجائز نہ ہو تو اس صورت میں بعض اوقات قرعہ اندازی سے بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دور نبوی میں یمن میں قاضی بنا کر بھیجا گیا تو وہاں آپ نے ایسے ہی ایک مسئلہ میں فیصلہ فرمایا اور جب یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کو بتایا گیا تو آپ نے اس پر تبسم فرمایا، یہ واقعہ سنن نسائی اور سنن ابوداود میں موجود ہے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أتی علی بثلاثة وهو باليمن وقعوا علی امرأة فی طهر واحد فسأل اثنين أتقران لهذا بالولد، قالا: لا حتی سألهم جميعًا فجعل كلما سأل اثنين قالا: لا فأقرع بينهم وألحق الولد بالذی صارت عليه القرعة وجعل عليه ثُلُثَي الدية قال فذُكِر ذلك للنبی ﷺ فضحك حتی بدت نواجذه. (46)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں تین آدمی لائے گئے جنہوں نے ایک لونڈی سے ایک ہی طہر میں ہم بستری کی تھی۔ آپ نے دو آدمیوں سے باری باری پوچھا: کیا تم اس تیسرے کو یہ بچہ دینے کا اقرار کرتے ہو، ان دونوں نے کہا: نہیں۔ حتی کہ جب آپ تمام سے پوچھ بیٹھے اور ہر ایک نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا، اور بچے کو اس سے منسوب کر دیا جس کے نام قرعہ نکلا تھا۔ اور اس کو پابند کیا کہ تم دو تہائی دیت ادا کرو۔ جب یہ بات نبی کریم ﷺ کو بتائی گئی تو آپ اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔"

علامہ ابن قیم الجوزیہ سنن ابوداود پر اپنی تعلیقات میں اس حدیث پر لکھتے ہیں:

" حافظ ابن حزم نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس بچے کے بارے میں فیصلہ نہ ہو تو اس کو قرعہ کے ذریعے کسی ایک سے الحاق کر دیا جائے۔ یہ اسحق بن راہویہ اور امام شافعی کا پہلا قول ہے۔ جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہا اور احمد کے نزدیک اس کے بجائے حدیث القیافۃ (vi) کی بنا پر قیافہ شناس سے کام لینا زیادہ بہتر ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ سے اس بارے میں قرعہ یا قیافہ دونوں کے بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ہے"

اس مسئلہ کو قیافہ کی بجائے قرعہ اندازی سے حل کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قیافہ شناس وہاں موجود نہ ہوں یا قیافہ شناس کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو، جیسا کہ نسائی پر حاشیہ سندی میں اس کا رجحان ظاہر کیا گیا ہے۔

جہاں تک قرعہ کے ذریعے والد قرار دیے گئے شخص پر دیت کے دو تہائی عائد کرنے کا تعلق ہے تو اس کی توجیہ کے بارے میں مسند حمیدی میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

فقال علی لاثنين منهم أتُطيبان به نفسًا لصاحبكما قالا: لا. ثم قال للآخَرَين أتطيبان به نفسا لصاحبكما قالا: لا. فقال علی: أنتم شركاء متشاكسون إنی مُقرع بينكم فأيكم أصابته القرعة ألزمتُه الولد وأغرمتُه ثُلُثَي قيمة الجارية لصاحبه. (47)

" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باری باری دو سے پوچھا: کیا تم دو اپنے ساتھی کے لئے اس سے بخوشی دستبردار ہوتے ہو۔

انہوں نے انکار کیا۔ پھر آپ نے باقی دو سے یہی پوچھا، انہوں نے بھی نفی میں جواب دیا تو آپ نے کہا کہ اب تم سب برابر کے شریک ہو۔ میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں، جس کے نام قرعہ نکل آیا، اس کو یہ بچہ میں حوالے کردوں گا اور اس کو کہوں گا کہ وہ لونڈی کی دوتہائی قیمت دوسرے ساتھیوں کو ادا کرے۔"

حافظ ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں کہ

لما لحق به صارت أمّ ولد وله فيها ثلثها فغرمه قيمة ثلثيها الذين أفسدهما على الشريكين بالاستيلاد فلعل هذا هو المحفوظ.وذِكرُ ثلثي دية الولد وهم أو يكون عبّر عن قيمة الجارية بالدية لأنها هي التي تو دي بها فلا يكون بينهما تناقض

"جب وہ بچہ اس سے منسوب ہوگیا تو گویا یہ لونڈی اس کی اُم ولد بن گئی جبکہ اس کا اس لونڈی میں صرف تیسرا حصہ تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر اس باقی دوتہائی کی ادائیگی عائد کردی جن کا اب اس لونڈی سے صحبت کرنا (اُم ولد بن جانے کی بنا پر ملنے والے آزادی کی بنا پر) ممنوع ہوگیا۔ اور اسے بچے کی دوتہائی دیت قرار دینا وہم ہے یا یہاں لونڈی کی قیمت کو دیت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اسی کی ادائیگی کی جاتی تھی۔ ایسی صورت میں کوئی تضاد باقی نہ رہا۔"

احادیث میں زیادہ تر واقعات لونڈیوں کے آئے ہیں، اس سے یہ مطلب سمجھنا درست نہیں کہ یہ احکام لونڈیوں سے ہی مخصوص ہیں۔ دراصل ایسی کوتاہی زیادہ تر انسان لونڈیوں کے بارے میں ہی کرتا ہے، جہاں تک آزاد عورت کا معاملہ ہے تو مکمل حقوق رکھنے کی وجہ سے اور اس سے عزت وشرف کو زیادہ منسوب سمجھنے کی وجہ سے ایسی بے احتیاطی وہاں کم ہوتی ہے

بَابٌ فِي وُجُوهِ النِّكَاحِ الَّتِي كَانَ يَتَنَاكَحُ بِهَا أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ

باب: زمانہ جاہلیت میں کیے جانے والے نکاح کی مختلف صورتوں کا تذکرہ

2272 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ النِّكَاحَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ: فَكَانَ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ الْيَوْمَ، يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ فَيُصْدِقُهَا، ثُمَّ يَنْكِحُهَا، وَنِكَاحٌ آخَرُ كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ إِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا: أَرْسِلِي إِلَى فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِي مِنْهُ، وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا، وَلَا يَمَسُّهَا أَبَدًا حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ، فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِنْ أَحَبَّ، وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الْوَلَدِ، فَكَانَ هَذَا النِّكَاحُ يُسَمَّى نِكَاحَ الِاسْتِبْضَاعِ، وَنِكَاحٌ آخَرُ يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ دُونَ الْعَشَرَةِ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ كُلُّهُمْ يُصِيبُهَا، فَإِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ، وَمَرَّ لَيَالٍ بَعْدَ أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا، أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا، فَتَقُولُ لَهُمْ: قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ، وَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلَانُ، فَتُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ مِنْهُمْ بِاسْمِهِ، فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا، وَنِكَاحٌ رَابِعٌ يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيرُ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ

لَا تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ يَكُنَّ عَلَمًا لِمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ، فَإِذَا حَمَلَتْ فَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا، وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ، ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ فَالْتَاطَهُ، وَدُعِيَ ابْنَهُ لَا يَمْتَنِعُ مِنْ ذَلِكَ، فَلَمَّا بَعَثَ اللهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَمَ نِكَاحَ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ الْيَوْمَ

❁❁ عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا:
زمانہ جاہلیت میں چار قسم کے نکاح ہوتے تھے۔

ان میں سے ایک نکاح وہ تھا، جیسے آج کل لوگ نکاح کرتے ہیں: ایک آدمی، دوسرے آدمی کو اس لڑکی کے لیے پیغام نکاح بھیجتا، جس کا وہ دوسرا شخص ولی ہوتا، پھر وہ اس عورت کو مہر دیتا اور اس کے ساتھ نکاح کر لیتا۔

دوسرا نکاح کا طریقہ یہ تھا: کوئی شخص اپنی بیوی سے، جب وہ حیض سے پاک ہوتی، یہ کہتا: تم فلاں شخص کے پاس جا کر اس کے ساتھ ہم بستری کرلو، پھر اس کا شوہر اپنی بیوی سے اس وقت تک الگ رہتا اور صحبت نہ کرتا، جب تک اس شخص کے نطفے کا حمل ظاہر نہیں ہو جاتا، جس نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی تھی، جب اس کا حمل ظاہر ہو جاتا، تو اگر عورت کا شوہر چاہتا تو اس کے ساتھ صحبت کر لیتا، بچے کے نجیب ہونے کی طرف رغبت رکھتے ہوئے یہ عمل کیا جاتا، اس نکاح کو ''نکاح استبضاع'' کا نام دیا جاتا۔

نکاح کی تیسری صورت یہ تھی: کچھ لوگ، جو دس سے کم ہوتے، وہ ایک جگہ اکٹھے ہوتے، اور کسی عورت کے پاس جاتے، وہ سب اس عورت کے ساتھ صحبت کرتے، جب وہ عورت حاملہ ہونے کے بعد بچے کو جنم دے دیتی، تو بچے کو جنم دینے کے کچھ دن بعد وہ ان سب کو پیغام بھجوا کر بلاتی، ان میں سے کوئی بھی شخص آنے سے انکار نہیں کر سکتا تھا، جب وہ سب لوگ اس عورت کے پاس اکٹھے ہو جاتے، تو وہ ان سے کہتی: تمہارا جو معاملہ تھا، اس سے تم واقف ہو، اب میں نے بچے کو جنم دے دیا ہے، اے فلاں! یہ تمہارا بچہ ہے، وہ عورت ان میں سے جس کا چاہتی، اس کا نام لے لیتی، اور اس کا بچہ اس شخص سے منسوب ہو جاتا۔

نکاح کی چوتھی قسم یہ تھی: بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر کسی عورت کے پاس جاتے، وہ عورت اپنے ہاں آنے والوں کو روک نہیں سکتی تھی، یہ کسبیاں ہوتی تھیں، یہ اپنے دروازوں پر جھنڈے لگاتی تھیں، یہ جھنڈے ان لوگوں کے لیے علامتی نشان ہوتے، جو کسی کے پاس جانا چاہتے، تو وہ لوگ ان کے ہاں آ جاتے تھے، جب وہ حاملہ ہونے کے بعد حمل کو جنم دیتی، تو اس عورت کے ہاں ان لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا، وہ لوگ کسی قیافہ شناس کی مدد حاصل کرتے، پھر وہ لوگ اس عورت کے بچے کو اس سے لاحق کر دیتے جس کے بارے میں وہ یہ سمجھتے (کہ یہ بچہ اس شخص کی اولاد ہے) تو وہ شخص اس بچے کو حاصل کر لیتا، اور اسی کی نسبت سے اس بچے کو بلایا جاتا، وہ شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا تھا۔

(سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا، تو اہل جاہلیت کے تمام نکاح باطل قرار دیے، ماسوائے (اس طریقے کے) جو آج اہل اسلام کا نکاح کا طریقہ ہے۔

بَابُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

باب: بچہ، فراش والے کا شمار ہوگا

2273 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ: أَوْصَانِي أَخِي عُتْبَةُ إِذَا قَدِمْتُ مَكَّةَ أَنْ أَنْظُرَ إِلَى ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبِضَهُ فَإِنَّهُ ابْنُهُ، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي ابْنُ أَمَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي، فَرَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ: الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي عَنْهُ يَا سَوْدَةُ. زَادَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ، وَقَالَ: هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو زمعہ کی کنیز کے بیٹے کے بارے میں تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے بھائی عتبہ نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب میں مکہ آؤں تو زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو تلاش کر کے اسے حاصل کرلوں، کیونکہ وہ اس (یعنی عتبہ) کا بیٹا ہے۔ حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے، یہ میرے باپ کے فراش پر پیدا ہوا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس بچے کی) عتبہ کے ساتھ واضح مشابہت ملاحظہ فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بچہ فراش والے کو ملے گا اور زانی کو محرومی ملے گی، اے سودہ! تم اس لڑکے سے پردہ کرنا''

مسدد نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: اے عبد! یہ تمہارا بھائی ہے۔

2274 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ فُلَانًا ابْنِي عَاهَرْتُ بِأُمِّهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا دَعْوَةَ فِي الْإِسْلَامِ، ذَهَبَ أَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! بے شک فلاں میرا بیٹا ہے، میں نے زمانہ جاہلیت میں اس کی ماں کے ساتھ زنا کیا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اسلام میں (اس نوعیت کے) دعویٰ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، زمانہ جاہلیت کے معاملات رخصت ہو گئے، (اب) بچہ فراش والے کو ملے گا اور زانی کو محرومی ملے گی''

2275 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ أَبُو يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي

2273-اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدي، وسفيان: هو ابن عيينة، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، وعروة: هو ابن الزبير. واخرجه البخاري (2053)، ومسلم (1457)، وابن ماجه (2004)، والنسائي في "الكبرى" (5648) و (5651) من طرق عن الزهري، بهذا الاسناد. وبعضهم دون قوله: "وللعاهر الحجر." وهو في "مسند احمد" (24086)، و"صحيح ابن حبان" (4105).

يَعْقُوبَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَبَاحٍ قَالَ: زَوَّجَنِي اَهْلِي اَمَةً لَهُمْ رُومِيَّةً، فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ مِثْلِي فَسَمَّيْتُهُ عَبْدَ اللهِ، ثُمَّ وَقَعْتُ عَلَيْهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ مِثْلِي، فَسَمَّيْتُهُ عُبَيْدَ اللهِ، ثُمَّ طَبِنَ لَهَا غُلَامٌ لِاَهْلِي رُومِيٌّ يُقَالُ لَهُ: يُوحَنَّهُ فَرَاطَنَهَا بِلِسَانِهِ، فَوَلَدَتْ غُلَامًا كَاَنَّهُ وَزَغَةٌ مِنَ الْوَزَغَاتِ، فَقُلْتُ لَهَا: مَا هٰذَا، فَقَالَتْ: هٰذَا لِيُوحَنَّهُ، فَرَفَعْنَا اِلَى عُثْمَانَ اَحْسَبُهُ، قَالَ مَهْدِيٌّ قَالَ: فَسَاَلَهُمَا فَاعْتَرَفَا، فَقَالَ لَهُمَا: اَتَرْضَيَانِ اَنْ اَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى اَنَّ الْوَلَدَ لِلْفِرَاشِ وَاَحْسَبُهُ قَالَ: فَجَلَدَهَا وَجَلَدَهُ وَكَانَا مَمْلُوكَيْنِ۔

رباح بیان کرتے ہیں: میرے گھر والوں نے اپنی ایک رومی کنیز کے ساتھ میرے شادی کر دی، میں نے اس کے ساتھ صحبت کی، تو اس نے میرے جیسے ایک سیاہ رنگ کے بچے کو جنم دیا، میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا، پھر میں نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی، تو اس نے میرے جیسے کالے رنگ کے بچے کو جنم دیا تو میں نے اس کا نام عبیداللہ رکھا، پھر میرے گھر والوں کے ایک رومی غلام نے جس کا نام یوحنا تھا، اس عورت کے ساتھ خرابی کی، اس نے اپنی زبان میں اس عورت کے ساتھ بات چیت کی، تو اس عورت نے گرگٹ جیسے (رنگ والے) بچے کو جنم دیا، میں نے اس عورت سے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ یوحنا کی اولاد ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے پوچھ گچھ کی، تو ان دونوں نے اعتراف کر لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ میں تمہارے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق فیصلہ دوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے: بچہ فراش والے کو ملتا ہے۔ (راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں) تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عورت کو بھی کوڑے لگوائے اور مرد کو بھی کوڑے لگوائے، (کیونکہ) وہ دونوں مملوک تھے۔

بَابُ مَنْ اَحَقُّ بِالْوَلَدِ

باب: (ماں باپ کی علیحدگی کی صورت میں) بچے کا حقدار کون ہوگا؟

2276 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ اَبِي عَمْرٍو يَعْنِي الْاَوْزَاعِيَّ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنَّ ابْنِي هٰذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً، وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً، وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً، وَاِنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِي، وَاَرَادَ اَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

2276-اسناده حسن. الوليد -وهو ابن مسلم- صرح بالتحديث عند الحاكم. واخرجه الحاكم في "المستدرك" 2/207، والبيهقي في "الكبرى" 8/4-5 من طريق محمود بن خالد السلمي، بهذا الاسناد. وصححه الحاكم، وسكت عنه الذهبي. واخرجه عبد الرزاق في "مصنفه" (12597)، واحمد في "مسنده" (6707)، والدارقطني في "سننه" (3810) من طريق ابن جريج، وعبد الرزاق (12596)، واسحاق بن راهويه في "مسنده" كما في "نصب الراية" 3/265، والدارقطني (3808) و (3809) من طريق المثنى بن الصباح، كلاهما عن عمرو بن شعيب، به.

وَسَلَّمَ: اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَالَمْ تَنْكِحِي.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک عورت نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا یہ بیٹا، میرا پیٹ اس کے لیے حفاظت کی جگہ، میری چھاتی اس کے لیے خوراک کے حصول کا ذریعہ اور میری گود اس کے لیے جائے آرام ہے، اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور وہ اسے مجھ سے جدا کرنا چاہتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''تم اس کی زیادہ حق دار ہو، جب تک تم (دوسری) شادی نہیں کرتی ہو''۔

2277 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَاَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِي زِيَادٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ، اَنَّ اَبَا مَيْمُوْنَةَ سَلْمٰى مَوْلًى مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ صِدْقٍ، قَالَ: بَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ مَعَ اَبِي هُرَيْرَةَ، جَاءَتْهُ امْرَاَةٌ فَارِسِيَّةٌ مَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَادَّعَيَاهُ، وَقَدْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا، فَقَالَتْ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ، وَرَطَنَتْ لَهُ بِالْفَارِسِيَّةِ، زَوْجِي يُرِيْدُ اَنْ يَذْهَبَ بِابْنِي، فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: اسْتَهِمَا عَلَيْهِ وَرَطَنَ لَهَا بِذٰلِكَ، فَجَاءَ زَوْجُهَا، فَقَالَ: مَنْ يُحَاقُّنِي فِي وَلَدِي، فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: اللّٰهُمَّ اِنِّي لَا اَقُوْلُ هٰذَا اِلَّا اَنِّي سَمِعْتُ امْرَاَةً جَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنَا قَاعِدٌ عِنْدَهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ زَوْجِي يُرِيْدُ اَنْ يَذْهَبَ بِابْنِي، وَقَدْ سَقَانِي مِنْ بِئْرِ اَبِي عِنَبَةَ، وَقَدْ نَفَعَنِي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَهِمَا عَلَيْهِ، فَقَالَ زَوْجُهَا: مَنْ يُحَاقُّنِي فِي وَلَدِي؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا اَبُوْكَ، وَهٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا شِئْتَ، فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهٖ، فَانْطَلَقَتْ بِهٖ.

ابومیمونہ سلمی، جو مدینہ منورہ کے رہنے والے کسی شخص کا غلام تھا، اور سچا آدمی تھا، وہ بیان کرتا ہے: ایک مرتبہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، ایک فارسی عورت ان کے پاس آئی، اس کے ساتھ اس کا ایک بیٹا بھی تھا (بچے کے ماں باپ) دونوں اس کے دعویدار تھے، اس عورت کے شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی۔ اس عورت نے فارسی زبان میں کہا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! اس عورت کی مراد یہ تھی کہ میرا (سابقہ) شوہر میرے بیٹے کو لے جانا چاہتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فارسی زبان

میں کہا: تم دونوں اس بچے کے لیے قرعہ اندازی کرو۔ (اسی دوران) اس عورت کا شوہر آ گیا اور بولا: کون مجھ سے میرا بچہ چھینے گا؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے اللہ! (تجھ سے ہی مدد حاصل کی جاسکتی ہے) میں نے یہ (قرعہ اندازی) کی بات اس لیے کی ہے، کیونکہ میں نے ایک عورت کو سنا، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس عورت نے عرض

2277- وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (12611) و (12612)، واخرجه النسائي في "الكبرى" (5660) من طريق خالد بن الحارث، عن ابن جريج، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (9771). واخرجه ابن ماجه (2351)، والترمذي (1407) من طريق سفيان بن عيينة، عن زياد، به. مختصراً بلفظ: ان النبي - صلى الله عليه وسلم - خير غلاماً بين ابيه وامه. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (7352).

کی: یارسول اللہ! میرا شوہر میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے، حالانکہ اس نے ابوعنبہ کے کنویں سے پانی لاکر مجھے پلایا اور مجھے نفع دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اس کے بارے میں قرعہ اندازی کرلو، اس عورت کے شوہر نے کہا: میرا بیٹا کون مجھ سے چھین سکتا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے (اس بچے سے) فرمایا: یہ تمہارے ابو ہیں، اور یہ تمہاری امی ہیں، تم ان دونوں میں سے، جس کا چاہو ہاتھ پکڑلو، اس بچے نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ عورت اسے ساتھ لے گئی۔

2278 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ إِلَى مَكَّةَ، فَقَدِمَ بِابْنَةِ حَمْزَةَ، فَقَالَ جَعْفَرٌ: أَنَا آخُذُهَا أَنَا أَحَقُّ بِهَا، ابْنَةُ عَمِّي، وَعِنْدِي خَالَتُهَا، وَإِنَّمَا الْخَالَةُ أُمٌّ. فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا، ابْنَةُ عَمِّي، وَعِنْدِي ابْنَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ أَحَقُّ بِهَا. فَقَالَ زَيْدٌ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا، أَنَا خَرَجْتُ إِلَيْهَا، وَسَافَرْتُ وَقَدِمْتُ بِهَا، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ حَدِيثًا، قَالَ: وَأَمَّا الْجَارِيَةُ فَأَقْضِي بِهَا لِجَعْفَرٍ تَكُونُ مَعَ خَالَتِهَا، وَإِنَّمَا الْخَالَةُ أُمٌّ.

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: زید بن حارثہ مکہ گئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو ساتھ لے آئے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے حاصل کروں گا، میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میری بیوی اس کی خالہ ہے، اور خالہ بھی ماں ہوتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے میں حاصل کروں گا، کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میری بیوی، نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی ہے، اور وہ اس کی زیادہ حقدار ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، کیونکہ میں اس کی طرف گیا، میں نے سفر کیا اور میں اسے لے کر آیا، نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے سامنے یہ صورتحال ذکر کی، (یا یہ مفہوم ہے: یہاں راوی نے حدیث ذکر کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جہاں تک بچی کا تعلق ہے تو میں اسے جعفر کو دینے کا فیصلہ دیتا ہوں، یہ اپنی خالہ کے ساتھ رہے، کیونکہ خالہ، ماں (کی جگہ) ہوتی ہے۔

2279 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، بِهَذَا الْخَبَرِ، وَلَيْسَ بِتَمَامِهِ، قَالَ: وَقَضَى بِهَا لِجَعْفَرٍ، وَقَالَ: إِنَّ خَالَتَهَا عِنْدَهُ.

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم یہ مکمل نہیں ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وہ بچی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیے جانے کا فیصلہ دیا، کیونکہ اس بچی کی خالہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھی۔

2280 - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ

2278- حديث صحيح، وهذا اسناد قوى من اجل عبد العزيز بن محمد- وهو الدراوردى- وقد توبع كما فى الطريق الآتى برقم (2280) يزيد ابن الهاد: هو يزيد بن عبد الله الليثى، ومحمد بن ابراهيم: هو ابن الحارث التيمى، وعُجَير: هو ابن عبد يزيد المطلبى. واخرجه البخارى فى "التاريخ الكبير" 1/2491-250، والبزار فى "مسنده" (891)، والحاكم فى "المستدرك" 2113/، والبيهقى فى "الكبرى" 68/ من طريق عبد العزيز بن محمد، بهذا الاسناد.

هَانِئٍ، وَهُبَيْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: لَمَّا خَرَجْنَا مِنْ مَكَّةَ تَبِعَتْنَا بِنْتُ حَمْزَةَ تُنَادِي: يَا عَمُّ يَا عَمُّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا. وَقَالَ: دُونَكِ بِنْتَ عَمِّكِ، فَحَمَلَتْهَا. فَقَصَّ الْخَبَرَ. قَالَ: وَقَالَ جَعْفَرٌ: ابْنَةُ عَمِّي، وَخَالَتُهَا تَحْتِي. فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا. وَقَالَ: الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم مکہ سے روانہ ہونے لگے، تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی ہمارے پیچھے ''اے چچا! اے چچا!'' پکارتی ہوئی آئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو لیا، اس کا ہاتھ پکڑا اور (سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو، تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے اٹھا لیا (اس کے بعد راوی نے پوری روایت بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کے بارے میں اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا: خالہ، ماں کی جگہ ہوتی ہے۔

حق حضانت کے معنی ومفہوم کا بیان

حضانت کا لغوی معنی پرورش کرنا، کہا جاتا ہے۔ حضن الطائر بیضه، جب پرندہ اپنے پروں کے نیچے انڈے رکھ کر انہیں گرمائش دے۔

حضنت المرأة صبيها، جب کوئی عورت اپنے بچے کو گود میں لے یا اس کی پرورش کرے۔ (لسان العرب، مادہ حضن)

شرعی معنی: جو اپنے امور کو بذات خود انجام نہ دے سکے اس کا خیال رکھنا، اور مصالح کے مطابق اس کی تربیت کرنا۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ ج ۱۷، ص ۲۹۹)

بچوں کی حضانت ایک شرعی حق ہے جو متعلقہ افراد کو ملتا ہے اس حق میں اس ناسمجھ بچے کی بہتری پیش نظر ہوتی ہے جو خود سے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکتا ہے اور نہ تربیت کرنے والے کی تربیت و پرورش کے مراحل سے گذرے بغیر عمدہ اوصاف کا حامل ہو سکتا ہے۔ اس کو اس بات کی ضرورت ہے کہ کھانے پینے، پہننے، سونے، جاگنے اور صفائی کرنے میں کوئی اس کی ہر وقت نگرانی کرے اور مناسب اوقات پر مناسب انتظامات کے لیے ہر وقت مستعد رہے۔

دیگر حقوق کے برعکس حق حضانۃ (پرورش کے حق) میں عورتیں مردوں پر مقدم ہوتی ہیں، ان کو یہ حق مردوں کی نسبت ترجیحاً ملتا ہے، کیونکہ عورتوں میں شفقت و مہربانی کے ساتھ بچوں کی پرورش کے اس حق کو انجام دینے کا نمایاں ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ان امرأة قالت: يارسول الله، ان ابني هذا كان بطني له وعاء وثديي له سقاء وحجري له حواء وان اباه طلقني واراد ينتزعه مني فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم "انت احق به مالم تنكحي".

(ابوداؤد، ج ۱، ص ۳۱۷)

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کرنے لگی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ بیٹا، میرا شکم اس کا برتن

2280- واخرجه النسائي في "الكبرى" (8402) و (8526) من طريقين عن اسرائيل، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (770).

بنا رہا، میرے سینے سے یہ سیراب ہوتا رہا اور میری گود اس کی پرورش گاہ رہی، اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور اب مجھ سے بیٹا بھی چھیننا چاہتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو بیٹے کی زیادہ حقدار ہے جب تک تو آگے کہیں نکاح نہیں کرتی۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ام عاصم کو طلاق دے دی، اُم عاصم کی گود میں بچہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عاصم بچے کو لینا چاہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ام عاصم دونوں نے اس بچہ کو اپنی جانب کھینچا، وہ بچہ رونے لگا، یہ دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس (فیصلہ کے لیے) چلے گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر! اس کی ماں کا ہاتھ پھیرنا، گود اور خوشبو بھی بچے کے لیے تیرے سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ بچہ بڑا ہو جائے اور اپنے لیے کچھ اختیار کر سکے۔ (ابن شیبہ بحوالہ زیلعی ج ۲، ص ۵۲)

مندرجہ بالا روایات سے یہ واضح ہے کہ حق حضانت میں عورتیں مردوں پر مقدم ہوتی ہیں، البتہ حق ولایت (ولی اور سرپرست ہونے کا حق) مردوں کو حاصل ہوتا ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے، ہمارے پیش نظر فقط حق حضانت سے متعلقہ امور کو ذکر کرنا ہے۔

حق حضانت کی ترتیب:

جب بچہ کے والدین رشتہ زوجیت سے منسلک ہوں تو بچہ دونوں کی تربیت میں پرورش پاتا ہے، لیکن اگر طلاق یا وفات وغیرہ کی وجہ سے دونوں کے درمیان تفریق ہو جائے تو بالاتفاق ماں کو حق حضانت حاصل ہوتا ہے اگر ماں موجود نہ ہو تو مندرجہ ذیل ترتیب کے مطابق یہ حق منتقل ہو جاتا ہے۔

ماں کے بعد نانی، اس کے بعد دادی، پھر حقیقی بہن، اس کے بعد ماں شریک بہن، پھر باپ شریک بہن، اس کے بعد حقیقی بہن کی بیٹی، اس کے بعد ماں شریک بہن کی بیٹی اس کے بعد حقیقی خالہ، اس کے بعد ماں کے اعتبار سے خالہ، اس کے بعد باپ کے اعتبار سے خالہ اس کے بعد باپ شریک بہن کی بیٹی، اس کے بعد حقیقی بھائی کی بیٹی پھر ماں شریک بھائی کی بیٹی، اس کے بعد باپ شریک بھائی کی بیٹی، اس کے بعد حقیقی پھوپھی، پھر ماں کے اعتبار سے پھوپھی، پھر باپ کے اعتبار سے پھوپھی، پھر ماں کی خالہ، اس کے بعد باپ کی خالہ اس کے بعد ماں اور باپ کی پھوپھیاں، اس کے بعد وراثت کی ترتیب کے مطابق عصبات کو حق حضانت حاصل ہوگا، چنانچہ سب سے پہلے باپ کو یہ حق حاصل ہوگا۔ اس کے بعد دادا کو، پھر حقیقی بھائی کو یہ حق ملے گا آخر تک .... عصبات کی ترتیب کے مطابق، اور عصبات کے نہ ہونے کی صورت میں یہ حق ذوی الارحام کی طرف منتقل ہو جائے گا، جس کی تفصیل فقہ کی کتب میں موجود ہے۔ (ملخص: ردالمحتار مع الدرالمختار ۲ / ۶۹۲ _ ۶۹۴)

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک بھی حق حضانت میں سب سے مقدم ماں ہے، ماں کے بعد حضانت کے استحقاق میں ان کے نزدیک صورتیں قدرے مختلف ہیں جس کی تفصیل ان کی کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضانت کے استحقاق کی شرائط:

استحقاق حضانت کی درج ذیل شرائط ہیں:

(۱) پرورش کرنے والے کا بالغ اور عقلمند ہونا ضروری ہے اگر وہ بالغ یا عقلمند نہیں تو وہ خود پرورش اور دیکھ بھال کا محتاج ہے وہ دوسرے کی پرورش کس طرح کرے گا؟

(۲) اگر پرورش کرنے والی عورت کافرہ ہے تو اس کو حق حضانت اس وقت تک حاصل رہے گا جب تک بچہ دین کی سمجھ نہ رکھتا ہو، اور جب یہ اندیشہ ہو کہ بچہ کافرانہ طریقوں سے مانوس ہونے لگا ہے تو پھر اس بچہ کو کافرہ کی پرورش سے نکال کر کسی مسلمان کی پرورش میں دے دیا جائے گا۔

(۳) اگر پرورش کرنے والا ایسا فاسق ہو کہ اس کے فسق کا ضرر بچہ پر پڑے اور بچہ کی تربیت خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کا حق حضانت ساقط ہو جائے گا لیکن اگر اس کے فسق وفجور کی طرف مائل ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر فاسق شخص سے لے لیے جائے گا۔

(۴) پرورش کرنے والا بچہ کی دیکھ بھال کی استطاعت رکھتا ہو۔ بوڑھا، بیمار، نابینا اور کام کاج کے لیے زیادہ اوقات گھر سے باہر گذارنے والا شخص، بچہ کی دیکھ بھال بہتر طریقہ سے نہیں کر سکتا، جس کی وجہ سے بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوگا لہٰذا ایسے بے استاسعت لوگوں کا حق حضانت بھی ساقط ہو جائے گا۔

(۵) پرورش کرنے والی عورت کا استحقاق اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب وہ اجنبی مرد سے شادی کر لے، ہاں اگر وہ بچہ کے قریبی رشتہ دار سے شادی کرتی ہے تو اس کا حق حضانت ختم نہیں ہوتا۔

(ملخص: ردالمحتار ج ۲، ص ۶۸۸، ۶۹۴، وبدائع الصنائع ج ۴، ص ۴۳، ۴۴)

حضانت کے دوران بچہ کو دوسرے مقام پر لے جانا:

اگر بچہ کی ماں شوہر کی عدت میں ہے تو دورانِ عدت وہ خود بھی شوہر کے گھر میں رہے گی اور بچہ کو بھی وہیں رکھے گی۔ لیکن عدت ختم ہونے کے بعد وہ مندرجہ ذیل مقامات کی طرف مدت حضانت کے دوران بچہ کو لے جا سکتی ہے۔

(۱) کسی قریبی شہر کی طرف لے جا سکتی ہے جس شہر کا ماحول شوہر کی جائے سکونت کے ماحول جیسا ہو، اور جہاں باپ دادا وغیرہ اگر چاہیں تو دن دن میں بچہ کو مل کر رات ہونے سے قبل واپس گھر آسکیں۔

(۲) ایسے دور شہر کی طرف بھی لے جا سکتی ہے جو شہر اس عورت کا وطن ہو اور شوہر نے اس شہر میں اس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہو لیکن عورت بچہ کو کافروں کے ملک کے شہر کی طرف نہیں لے جا سکتی۔ (ردالمحتار ج ۲، ص ۶۹۸، بدائع ج ۴، ص ۴۴)

بچہ جب والدین میں سے کسی ایک کے پاس ہو تو وہ دوسرے کو بچے سے ملاقات کرنے سے منع نہیں کر سکتا، لیکن اس کو اس بات پر مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بچہ کو اس کے ساتھ دوسری جگہ بھیج دے۔

حضانت کا معاوضہ:

اگر بچہ کی ماں اس کے باپ کے نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو پھر حضانت کی اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور اگر پرورش کرنے والی عورت ماں کے علاوہ ہو یا ماں ہو لیکن اس کی عدت ختم ہو چکی ہو یا وہ طلاق بائن کی عدت میں ہو تو وہ حضانت کی اجرت کا مطالبہ کر سکتی ہے، بشرطیکہ بچہ کی کوئی دوسری محرم رشتہ دار حضانت کے لیے میسر نہ ہو، اگر بچہ کا ذاتی مال موجود ہو تو اس میں

سے اس کو اجرت دی جائے گی اور اگر بچہ کا مال موجود نہ ہو تو باپ کے مال میں سے اس کو اجرت ملے گی یا جن لوگوں پر بچہ کا خرچہ واجب ہوگا ان کی جانب سے اجرت وصول کرے گی۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۶۸۹ ص ۶۹۱)

مکان کا کرایہ:

اگر پرورش کرنے والی عورت بچہ کے باپ کی رہائش گاہ میں رہ رہی ہے یا اپنی ذاتی رہائش میں پرورش کر رہی ہے تو اس کو مکان کے کرایہ کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں لیکن اگر پرورش کرنے والی کا کوئی گھر نہیں اور اسے کرایہ پر مکان لے کر رہنا پڑے تو مدت حضانت کے دوران مکان کا کرایہ اس شخص پر واجب ہوگا جس پر بچہ کا خرچہ واجب ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۶۹۲)

حق حضانت کا اختتام:

بچوں کی حضانت (پرورش) کا آغاز ولادت کے بعد ہو جاتا ہے، جیسے ہی بچہ پیدا ہو اس کی حضانت سابق میں ذکر کردہ ترتیب کے مطابق شروع ہو جائے گی، اور یہ بات گذر چکی ہے کہ بچہ کی حضانت کا حق مردوں کو ترجیحاً حاصل ہوتا ہے، اگر زوجین کے درمیان رشتہ زوجیت موجود ہو تو ظاہر ہے کہ بچہ گھر میں ماں کی حضانت اور باپ کی ولادت میں پرورش پاتا ہے، لیکن اگر دونوں میں جدائی ہو جائے تو بچے کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہوگا اور یہ حق کب تک حاصل رہے گا اور کب اس کا اختتام ہوگا؟ اس بارے میں حضرات آئمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں ان کو بالتفصیل یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) فقہ حنفی کے مطابق لڑکا ماں کی پرورش میں رہے گا یہاں تک کہ وہ پرورش سے مستغنی ہو جائے، خود کھا پی سکے، کپڑے وغیرہ پہن سکے اور استنجا وغیرہ کر سکے اور بچہ تقریباً سات سال کی عمر میں یہ باتیں سیکھ جاتا ہے، اس لیے سات سال کی عمر تک بچہ ماں کی پرورش میں رہے گا اور ایک قول کے مطابق بچہ نو سال تک ماں کی پرورش میں رہے گا۔

اگر پرورش کرنے والی ماں، نانی یا دادی ہو تو بچی بالغ ہونے تک ان کی پرورش میں رہے گی اور ان کے علاوہ کوئی اور پرورش کرنے والا ہو تو بچی نو سال تک ان کی پرورش میں رہے گی۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچی خواہ ماں وغیرہ کی پرورش میں ہو یا کسی اور کی پرورش میں بہر حال جب وہ نو سال کی ہو جائے تو اس کی حضانت ختم ہو جائے گی۔

جب ماں، نانی اور دادی وغیرہ کی حضانت کا حق ختم ہو جائے تو بچہ یا بچی باپ دادا وغیرہ کو دے دیئے جائیں گے تاکہ وہ ان کی تعلیم و تربیت اور شادی وغیرہ کا بندوبست کریں۔

بچہ یا بچی کو اس بات کا اختیار نہیں دیا جائے گا کہ وہ ماں اور باپ میں سے جس کے پاس رہنا پسند کریں اس کے پاس رہیں کیونکہ ان بچوں کو وہ بالغ نظری حاصل نہیں کہ وہ دینی اور دنیاوی بھلائیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی ایک طرف کا بہتر انتخاب کر سکیں بلکہ یہ تو ابھی کھیل کود کو پسند کرتے ہیں اور جس کی طرف ان کو کھیل تماشا زیادہ ملے گا وہ ادھر جائیں گے اور جس طرف تعلیم و تعلم اور سیرت و اخلاق کی تعمیر کی بات ہوگی وہ اس طرف سے بھاگیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر ان کو

(مناسب انداز سے) مارو اور ان کے بستر الگ الگ کر دو۔ (الحدیث)

ظاہر ہے کہ بچوں کو مذکورہ بالا آداب سکھانے کا حکم سرپرستوں کو دیا جارہا ہے کہ وہ بچوں کی تربیت اس نہج پر کریں کہ وہ خدا کے فرمانبردار بن جائیں اور اس کے احکام کی تعمیل کریں، ہاں اگر بچہ کا کوئی مرد سرپرست زندہ نہ رہا ہو تو پھر یہ حکم ماں، نانی وغیرہ کے لیے ہوگا اور ان کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ بچہ کی عمدہ تربیت کریں۔

تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر شاہد ہے کہ جو بچے ماں کی گود سے ہمیشہ کے لیے چمٹے رہیں وہ مردوں کی نسبت عورتوں کے مزاج سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور مردانہ طریقوں پر ان کو کچھ زیادہ عبور نہیں ہوتا وہ صنف نازک کی لطافت سے متاثر ہو کر مردانہ وقار سے محروم رہتے ہیں ہاں ماں کی گود بیٹی کی پرورش کے لیے زیادہ مفید ہے اس لیے وہ بالغ ہونے تک ماں کی پرورش میں رہے گی۔

حدیث میں ہے کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی پرورش کے بارے میں حضرت علی، حضرت جعفر اور زید رضی اللہ عنہم نے اختلاف کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کو اختیار دیے بغیر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی پرورش میں دے دیا کیونکہ وہاں ان کی خالہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر میں موجود تھیں اور خالہ کو اس بچی کی پرورش کا حق حاصل تھا۔

(دیکھئے اعلاء السنن، ج ۱۱، ص ۲۶۹۔۲۷۱)

جب بچہ بالغ ہو جائے اور عقلمند اور سمجھدار بھی ہو تو اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ جس کے ساتھ رہنا چاہے رہ سکتا ہے اب وہ اپنے نفع اور نقصان کا خود ذمہ دار ہے، لیکن اگر سرپرست یہ دیکھے کہ اس کو بااختیار کر کے چھوڑ دینے سے اس کا ناقابل تلافی نقصان ہوگا تو اس کو اپنے ساتھ بھی رکھ سکتا ہے۔ اور لڑکی بالغ ہونے کے بعد والد یا دادا کے پاس رہے گی، ہاں جب وہ ایسی عمر میں پہنچ جائے کہ اب اس کے بارے میں کسی قسم کا خوف واندیشہ نہ ہو تو اس کو بھی اختیار ہوگا کہ وہ جس کے پاس رہنا چاہے رہ سکتی ہے۔

(ردالمحتار ج ۲، ص ۶۹۲)

(۲) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے پاس بچہ کی پرورش کا حق بالغ ہونے تک رہتا ہے اور بالغ ہونے کے بعد ختم ہو جاتا ہے بچی کی پرورش کا حق اس کی شادی اور رخصتی تک عورتوں کے پاس ہی رہتا ہے۔

(دسوقی علی شرح الدردیر، ج ۲، ص ۲ ۳۲۔۵۳۳)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بچہ یا بچی دونوں کی پرورش کا حق ماں کو حاصل رہے گا اور جب بچہ یا بچی سن تمیز کو پہنچ جائیں یعنی سات یا آٹھ سال کے ہو جائیں تو ان کو والد یا والدہ کے پاس رہنے میں اختیار دیا جائے گا وہ جس کو اختیار کر لیں گے تو اسی کو تربیت میں دے دیے جائیں گے، اگر وہ کسی کو بھی اختیار نہ کریں تو وہ والدہ کی پرورش میں دے دیے جائیں گے، کیونکہ ماں زیادہ شفیق اور مہربان ہے اور بچہ پہلے سے اس کی تربیت میں پرورش پاتا چلا آرہا ہے اور اگر بچہ دونوں کو اختیار کر لے تو پھر قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ کیا جائے گا اور قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آئے بچہ کو اس کی تربیت میں دے دیا جائے گا اور بلوغت کے بعد وہ بااختیار ہے وہ دونوں میں سے جس کے پاس رہنا چاہے وہ رہ سکتا ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ ساتھ ہی رہے تاکہ اسے احسان اور نیکی کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (مغنی المحتاج ج ۳، ص ۴۵۶۔۴۵۹)

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں لڑکا سات سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گا اس کے بعد اگر والدین اتفاق رائے سے کسی ایک کے پاس بچہ کے رہنے پر رضامند ہوں تو وہ اس کو اپنی پرورش میں رکھ سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک اس کو اپنے پاس رکھنے پر مصر ہو تو بچہ کو اختیار دیا جائے گا وہ جس کو اختیار کرلے اس کے پاس رہے گا، اگر بچہ سوء اختیار کی وجہ سے اس کو اختیار کرنے لگے جہاں اس کی تعلیم وتربیت اور سیرت واخلاق کا واضح نقصان نظر آتا ہو تو بچہ کو اختیار نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کی مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس شخص کے حوالے کیا جائے گا جو اس کو بہتر پرورش کے ساتھ عمدہ تعلیم وتربیت کا انتظام کرسکے۔

اور لڑکی جب سات سال کی ہوجائے تو اس کو اختیار نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ لازمی طور پر والد کے حوالے کی جائے گی اور شادی بلکہ رخصتی تک والد کے پاس رہے گی۔ (المغنی ج ۷، ص ۶۱۴، ۶۱۶)

مندرجہ بالا سطور میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بچہ کو اختیار دینے کے قائل نہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں۔

امام شافعی اور امام احمد مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو والد یا والدہ میں سے جس کے پاس چاہے رہنے کا اختیار دیا۔ (زادالمعاد ج ۴، ص ۱۴۹ بحوالہ ترمذی)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا شوہر مجھ سے میرا بیٹا چھیننا چاہتا ہے حالانکہ وہ (میرا بیٹا) مجھے ابوعتبہ کے کنویں سے پانی پلاتا ہے اور مجھے فائدہ دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دونوں قرعہ اندازی کرلو، شوہر نے کہا، میرے بیٹے کا میرے سے زیادہ کون حق رکھتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹے سے فرمایا یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے، تم جس کا چاہو ہاتھ پکڑلو، بیٹے نے ماں کا ہاتھ پکڑلیا اور وہ اسے اپنے ساتھ لے گئی۔ (زادالمعاد، ج ۴، ص ۱۴۹ بحوالہ ترمذی)

(۳) عبدالحمید بن جعفر انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے دادا اسلام لے آئے مگر دادی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا۔ ان کے دادا اپنے چھوٹے بیٹے کو لے کر جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کو ایک طرف بٹھادیا اور ماں کو دوسری طرف بٹھادیا پھر بچے سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے، تم اختیار کرو اور ساتھ دُعا فرمائی: اللھم اھدہ۔ اے اللہ! اس بچے کی راہنمائی فرما دہ بچہ باپ کے پاس چلا گیا۔

(زادالمعاد، ج ۴، ص ۱۴۹، بحوالہ نسائی)

مندرجہ بالا احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچہ کو اختیار دینا منقول ہے۔ لیکن تفصیلی روایات میں یہ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو اختیار دینے سے قبل والدین کو لڑائی جھگڑا ختم کرنے کی ترغیب دی اور جانبین کی رضامندی سے بچہ کو اختیار دیا، اگر اختلاف کو اس مصالحت کے طریقہ سے رفع کرنا ممکن ہو تو یہ سب سے بہتر طرز عمل ہوگا۔

چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ مشکل الآثار میں ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دینے سے قبل اس کے والدین کو

اس بات پر رضا مند کیا کہ وہ بچہ کو خود فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیں۔ (مشکل الآثار ج ۴، ص ۱۸۰، بحوالہ اعلاء السنن ج ۱۱، ص ۲۷۱)

اور حدیث (۳) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا فرمانے کی وجہ سے اللہ رب العزت نے بچہ میں اپنے لیے بہتر انتخاب کی ہدایت عطا فرمادی اور بچہ نے باپ کا ہاتھ پکڑلیا۔ بہر حال بچہ یا بچی کو اختیار دینا کوئی ایسی بات نہیں جو شریعت کے ضابطہ کے طور پر منقول ہو اور جس کے خلاف کبھی نہ کیا جاسکتا ہو اگر یہ بات ضابطہ کے طور پر منقول ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو اختیار دیئے بغیر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حوالے نہ کرتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بچی یا بچہ سمجھدار ہونے سے قبل ماں کی پرورش میں رہیں گے، اور سمجھدار ہونے کے بعد کس کے پاس رہیں گے؟ اس میں حضرت آئمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں جن کی تفصیل سابقہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں، جس سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ مندرجہ بالا مسئلہ ایک مجتہد فیہ مسئلہ ہے جس میں فقہائے متبوعین کی مختلف آراء موجود ہیں۔ ایسے اجتہادی مسائل میں کسی ایک جانب کو قطعی اور فیصلہ کن قرار دیتے ہوئے باقی آراء کو غلط قرار دینا مناسب نہیں۔

نزاع کو ختم کرنے کے لیے سب سے پہلے جانبین کو ترغیب دی جائے کہ وہ بچے کے بہتر مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر اپنی آراء کو چھوڑ کر ایثار کا اظہار کریں تو یہ باہمی منازعت کو ختم کرنے کے لیے ایک عمل خیر ہوگا اور اگر دونوں اس بات پر رضا مند ہو جاتے ہیں کہ بچہ کو ہی اختیار دے دیا جائے کہ وہ کس کا ہاتھ تھامتا ہے تو یہ بھی کوئی غلط فیصلہ نہیں (دیکھئے اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۲۷۱) لیکن اگر فریقین کسی صورت بھی اپنی آراء سے پیچھے نہ ہٹیں اور نہ ہی بچہ کو اختیار دینے پر رضا مند ہوں تو پھر بچوں کے بہتر مستقبل کی خاطر بیٹا سات سال کی عمر تک والدہ کی پرورش میں رہنے دیا جائے گا اور والدہ اپنے والدین کے گھر میں لے جا کر بھی بچے کی پرورش کرسکتی ہے اور سات سال کے بعد بیٹا سرپرست کی تربیت میں دے دیا جائے گا اور بیٹی بالغ ہونے تک والدہ کی پرورش میں رہے گی اور بلوغت کے بعد شادی وغیرہ کے انتظامات کے لیے سرپرستوں کی ذمہ داری میں دے دی جائے گی۔"

اس کے لغوی معنی ہیں پرورش، حفاظت۔ اصطلاح میں بچے کی سرپرستی کا حق۔ شرعی ضابطہ کے مطابق اولاد کی پرورش کا حق مندرجہ ذیل عورتوں کو حاصل ہے۔ سب سے پہلے بچوں کی ماں، پھر نانی، پھر دادی، پھر سگی بہنیں، پھر مادری بہنیں، پھر پدری بہنیں۔ پھر حسب ترتیب سابق خالائیں علی الترتیب اور پھر باپ کی حقیقی مادری پدری خالائیں علی الترتیب حق دار ہوں گی۔ ماں لڑکے کی پرورش سات برس کی عمر اور لڑکی کی نو برس کی عمر تک کرے گی۔ اس کے بعد باپ یا باپ کے ورثہ کے حوالے کردیا جائے گا۔ اولاد کی ماں نے اگر ایسے شوہر نکاح کرلیا جو اولاد کا محرم نہیں تو ماں کا حق حضانت ختم ہو جاتا ہے۔

حق حضانت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حنفیوں کے نزدیک حضانت اصولاً ماں کا حق ہے۔ باپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ ماں کی سرپرستی کے بغیر اور اس کی مرضی کے خلاف بچے کو سفر پر بھی ساتھ لے جائے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ماں کا حق حضانت اس عمر تک کے لیے ہوتا ہے جب لڑکا خود کھانے پینے، لباس پہننے اور استنجا کرنے لگے اور لڑکی کے لیے اس کے بالغ ہونے تک ہے۔ امام ابو یوسف کی بھی یہی رائے ہے۔ امام محمد کے نزدیک جب لڑکی میں جنسی خواہش ظاہر ہو۔ امام مالک کے نزدیک حق حضانت اسی وقت تک ہے جب لڑکا اچھی طرح

بول سکے اورلڑکی کی بلوغت تک۔امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ماں کا حق حضانت لڑکے اورلڑکی دونوں کے لیے سات سال کی عمر تک ہوتا ہے۔شیعہ مسلک کے مطابق یہ حق حضانت لڑکے کے لیے دوسال کی عمر تک اورلڑکی کے لیے سات سال کی عمر ہوتا ہے۔

بَابٌ فِي عِدَّةِ الْمُطَلَّقَةِ

باب: طلاق یافتہ عورت کی عدت کا بیان

2281 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْبَهْرَانِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُهَاجِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ بْنِ السَّكَنِ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّهَا طُلِّقَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُطَلَّقَةِ عِدَّةٌ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ طُلِّقَتْ أَسْمَاءُ بِالْعِدَّةِ لِلطَّلَاقِ، فَكَانَتْ أَوَّلَ مَنْ أُنْزِلَتْ فِيهَا الْعِدَّةُ لِلْمُطَلَّقَاتِ

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں انہیں طلاق ہوگئی، (اس وقت) طلاق یافتہ عورت کی عدت نہیں ہوتی تھی، جب سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو طلاق ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی صورت میں بھی عدت کا حکم نازل کیا، تو وہ پہلی خاتون تھیں، جن کے بارے میں، طلاق یافتہ عورتوں کے لیے عدت کا حکم نازل ہوا۔

عدت کے معنی ومفہوم کا بیان

لغت میں عدت کے معنی ہیں شمار کرنا اور اصطلاح شریعت میں عدت اسے کہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو اس کا خاوند طلاق دے دے یا خلع وایلاء وغیرہ کے ذریعہ نکاح یا نکاح جیسی چیز مثلاً نکاح فاسد ٹوٹ جائے بشرطیکہ اس نکاح میں جماع یا خلوت صحیحہ ہوچکی ہو یا شوہر مرجائے تو وہ مقررہ مدت (کہ جس کی تفصیل آگے آئے گی) گھر میں رکی رہے جب تک وہ مدت ختم نہ ہوجائے تب تک نہ کہیں جائے اور نہ کسی دوسرے مرد سے ملاقات کرے جب مدت پوری ہوجائے تو جہاں چاہے جائے اور جس طرح چاہے نکاح کرے۔

عدت کے لغوی معنی: شمار کرنے کے ہیں۔فقہ کی اصطلاح میں عدت: اس مدت کو کہتے ہیں جس میں نکاح صحیح کے ختم ہونے، نکاح فاسد کے بعد قاضی کی طرف سے علیحدگی کے فیصلہ یا باہمی فیصلہ کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ ترک تعلق یا شبہ کی بنا پر وطی کے بعد اپنے آپ کو خاص مدت تک روکے رکھے۔

وَعِدَّةُ الْمَرْأَةِ قِيلَ أَيَّامُ أَقْرَائِهَا مَأْخُوذٌ مِنْ الْعَدِّ وَالْحِسَابِ (المصباح المنير)معنى العدة: العِدّة بكسر العين جمع عِدَد، وهي لغة: الإحصاء (الفقه الاسلامي وادلته المبحث الأول، تعريف العدة)

عدت کے مقاصد کا بیان

عدت سے شریعت کا مقصود نسب کا تحفظ ہے، اسلام کی نظر میں نسب کی ایک خاص اہمیت ہے اور اس پر خاندانی زندگی کا

مدار و انحصار ہے، اگر باپ کی شناخت باقی نہ رہے اور اولاد کو اس کا حقیقی خاندان میسر نہ آسکے تو پھر انسان اور حیوان کے درمیان کیا فرق باقی رہ جائے گا؟ اسی لیے اسلام نے ایک مرد کے بعد دوسرے مرد کے نکاح میں جانے کے درمیان ایک وقفہ رکھا ہے تاکہ نسب میں اختلاط نہ ہو، اسی وقفہ کا نام عدت ہے۔

اس کے علاوہ عدت سے کچھ اور اخلاقی مقاصد بھی متعلق ہیں، میاں بیوی کا رشتہ نہایت قربت کا رشتہ ہے، جب تک ازدواج زندگی قائم ہوتی ہے ہر نشیب و فراز اور سرد و گرم میں ایک دوسرے کی رفاقت کا حق ادا کرتے ہیں، راحت پہنچاتے ہیں اور تکلیف بھی اٹھاتے ہیں، کبھی ایک دوسرے کو سہتے ہیں اور کبھی سہے جاتے ہیں، بیوی تو چراغ خانہ ہوتی ہے، لیکن مرد اس کو روشن رکھنے کے لیے دردر کی ٹھوکریں کھاتا، پسینے بہاتا، پریشانیاں اٹھاتا اور تکلیفیں سہتا ہے، اب جب شوہر کی وفات ہوئی تو اس پر دلگیر و حزیں ہونا اس کا فطری اور اخلاقی فریضہ ہے ہی، اگر طلاق کی بنا پر علاحدگی ہوئی ہو تب بھی روا نہیں کہ پچھلے تعلقات سے محرومی پر حسرت و افسوس کا ایک اشک بھی نہ گرایا جائے، عدت اسی اخلاقی فرض کی ادائیگی سے عبارت ہے۔

عدت کے دوران مطلقہ عورت اپنے خاوند کی بیوی ہی رہتی ہے۔ اور اس دوران خاوند کے حقوق کی نگہداشت کو ملحوظ رکھا گیا ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: (فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا 49) 33-الأحزاب:49) یعنی خاوند کے ہاں عدت گزارنا مطلقہ عورت کی ذمہ داری ہے اور مرد کا یہ حق ہے کہ عورت اسی کے ہاں عدت گزارے اس دوران مرد اس سے صحبت کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ اور وہ عورت کی رضامندی کے بغیر بھی اپنا یہ حق استعمال کرسکتا ہے۔

عدت کے دوران کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس عورت سے نکاح تو دور کی بات ہے منگنی کے لیے پیغام تک بھی دے سکے۔ اور اگر خاوند نے عورت کو اس حالت میں طلاق دی کہ وہ گھر پر موجود ہی نہ تھی یا اپنے میکے گئی ہوئی تھی یا اسے اس کے نیکے پیغام بھیج دیا گیا تھا اور عورت عدت کے دوران نکاح کرلے تو وہ نکاح باطل ہوگا۔

عدت کی حکمت کا بیان

وحكمة العدة: إما التعرف على براءة الرحم، أو التعبد، أو التفجع على الزوج، أو إعطاء الفرصة الكافية للزوج بعد الطلاق ليعود لزوجته المطلقة وفي فرقة الوفاة: يراد من العدة تذكر نعمة الزواج ورعاية حق الزوج وأقاربه، وإظهار التأثر لفقده، وإبداء وفاء الزوجة لزوجها، وصون سمعتها وحفظ كرامتها، حتى لا يتحدث الناس بأمرها، ونقد تهاونها، والتحدث عن خروجها وزينتها، خصوصاً من أقارب زوجها (الفقه الاسلامي وادلته حكمة العدة)

عدت کی مدت کا بیان

جس آزاد عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہو یا نکاح فسخ ہوگیا ہو اور اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت کی مدت تین حیض ہے یعنی وہ تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر میں جہاں طلاق ملی ہو بیٹھی رہے اس گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی سے نکاح کرے اسی طرح جس عورت کے ساتھ شبہ میں جماع ہوگیا ہو اس کی عدت کی مدت بھی تین حیض ہے یعنی کسی مرد نے کسی غیر عورت کو

اپنی بیوی سمجھ کر دھوکہ سے صحبت کر لی تو اس عورت کو بھی تین حیض آنے تک عدت میں بیٹھنا ہوگا جب تک عدت ختم نہ ہو جائے تب تک وہ اپنے شوہر کو جماع نہ کرنے دے جس عورت کے ساتھ بے قاعدہ یعنی فاسد نکاح ختم ہوا ہو جیسے موقت نکاح اور پھر تفریق کرا دی گئی یا تفریق کرانے سے پہلے ہی خاوند مر گیا ہو تو اس عدت کی مدت بھی تین حیض ہے۔ ام ولد جب کہ آزاد کر دی جائے یا اس کا مولی مر جائے تو اس کی عدت بھی تین حیض ہیں۔

اگر کسی عورت کو کم سن ہونے کیوجہ سے یا بانجھ ہونے کی وجہ سے اور یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔

جس آزاد عورت کا خاوند مر گیا اور اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے خواہ اس عورت سے جماع کیا گیا ہو یا جماع نہ کیا گیا ہو خواہ وہ مسلمان عورت ہو یا مسلمان مرد کے نکاح میں یہودیہ اور نصرانیہ ہو خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ اور یا آئسہ ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور خواہ اس کی مدت میں اس کو حیض آئے یا نہ آئے۔

حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے خواہ اس عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی ہو یا اس کا خاوند مر گیا ہو اور خواہ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ولادت ہوتے ہی اس کی عدت پوری ہو جائے گی اگرچہ خاوند کے طلاق دینے یا خاوند کے مرنے کے کچھ ہی دیر بعد ولادت ہو جائے یہاں تک کہ کتاب مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر حاملہ عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ ابھی تختہ پر نہلایا جا رہا تھا یا کفنایا جا رہا تھا کہ اس عورت کے ہاں ولادت ہوگئی تو اس صورت میں بھی اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

جو عورت آزاد ہو یعنی کسی کی لونڈی ہو اور اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو اس کی عدت دو حیض ہے بشرطیکہ اس کو حیض آتا ہو اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو پھر اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہوگی اور اگر اسکا خاوند مر جائے تو اس کی عدت دو مہینے پانچ دن ہوگی خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

عدت کی ابتدائی وقت کا بیان

طلاق کی صورت میں عدت کی ابتداء طلاق کے بعد سے ہوگی یعنی طلاق کے بعد جو تین حیض آئیں گے ان کا شمار ہوگا اگر کسی نے حیض کی حالت میں طلاق دی ہوگی تو اس حیض کا شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد کے تین حیض کا اعتبار کیا جائے گا اور وفات میں عدت کا شمار شوہر کی وفات کے بعد سے ہوگا اگر عورت کو طلاق یا وفات کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس کی عدت پوری ہوگی۔

بَابٌ فِيْ نَسْخِ مَا اسْتَثْنٰى بِهٖ مِنْ عِدَّةِ الْمُطَلَّقَاتِ

باب: طلاق یافتہ عورت کی عدت میں جو استثناء کیا گیا، اس کا منسوخ ہونا

2282 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ يَزِيْدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ) (البقرة: 228)، وَقَالَ:

(وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ) (الطلاق: 4)، فَنُسِخَ مِنْ ذٰلِكَ وَقَالَ: (ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا) (الأحزاب: 49)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''طلاق یافتہ عورتیں، تین ''قروء'' تک اپنے آپ کو روکے رکھیں (یعنی عدت گزاریں)''

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:) ''تمہاری عورتوں میں سے، جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں، اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے''۔

پھر یہ منسوخ ہوا، اور یہ فرمایا: ''اگر تم ان کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے انہیں طلاق دے دو، تو تمہارے حوالے سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی، جسے تم شمار کرو''۔

مطلقات کی اقسام اور متاع کا بیان

نیز علامہ القوجوی الحنفی لکھتے ہیں: فقہاء احناف کے نزدیک مطلقات کی چار قسمیں ہیں:

(۱) جس عورت کے ساتھ حقیقۃً یا حکماً یہ عمل نہیں کیا گیا اور نہ اس کا مہر مقرر کیا گیا کو متاع دینا واجب ہے اور یہ قمیض، دوپٹہ اور تہبند ہے۔

(۲) جس عورت کے ساتھ حقیقۃً یا حکماً یہ عمل نہیں کیا گیا اور اس کا مہر مقرر کیا گیا ہے اس کو نصف مہر دینا واجب ہے اور اس کو متاع دینا مستحب ہے۔

(۳) جس عورت کے ساتھ حقیقۃً یا حکماً یہ عمل نہیں کیا گیا اور اس کا مہر مقرر کیا گیا تھا اس کو پورا مہر دینا واجب ہے اور اس کو متاع دینا مستحب ہے۔

(٤) جس عورت کے ساتھ حقیقۃً یا حکماً یہ عمل کیا گیا اور اس کا مہر مقرر کیا گیا تھا اس کو مہر مثل دینا واجب ہے اور اس کو بھی متاع دینا مستحب ہے۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ٦ ص ٦٤٨ ـ ٦٤٧، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٩ھ)

مطلقہ عورتوں کی عدت مقرر کرنے کے شان نزول کا بیان

اس سے پہلے ایلاء کی دو آیتوں کو اللہ تعالیٰ نے طلاق پر ختم کیا تھا اور طلاق کو عدت لازم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عدت کا حکم بیان فرمایا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے اس آیت کے شان نزول میں حسب ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

امام ابوداؤد، امام ابی حاتم اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں طلاق دی گئی، اس وقت مطلقہ کے لیے کوئی عدت نہیں ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت کو بیان فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی۔ وہ پہلی خاتون ہیں جن کے متعلق عدت طلاق نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی عدت نہیں ہوتی تھی۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ٦٧٤، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

مطلقہ عورتوں کی اقسام اور ان کی عدتوں کا بیان

اس آیت میں مطلقات کی عدت تین قروء (تین حیض) بیان کی گئی ہے اور مطلقہ کے کئی افراد ہیں غیر مدخولہ کی سرے سے عدت ہی نہیں ہے۔

(آیت) "یایها الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالکم علیهن من عدة تعتدونها فمتعوهن وسرحوهن سراحا جمیلا"۔ (الاحزاب:۴۹)

ترجمہ: اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر تم ان کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دو تو پھر تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو سو تم ان کو کچھ فائدہ پہنچاؤ اور حسن سلوک کے ساتھ انہیں چھوڑ دو۔

اور جو عورت مطلقہ ہو اور حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل ہے:

(آیت) "واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن"۔ (الطلاق:۴)

ترجمہ: اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

اور جو عورت مطلقہ ہو غیر حاملہ ہو لیکن صغر سن یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے:

(آیت) "والی یئسن من المحیض من نسآئکم ان ارتبتم فعدتهن ثلثة اشهر والی لم یحضن"۔ (الطلاق:۴)

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تمہیں اشتباہ ہو (کہ انکی عدت کیا ہوگی؟) تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن عورتوں کو ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا (انکی عدت بھی تین ماہ ہے)۔

اور جو مطلقہ عورت مدخولہ ہو غیر حاملہ ہو بالغہ اور جوان ہو لیکن باندی ہو اس کی عدت دو حیض ہے سو اس آیت میں جس مطلقہ عورت کی عدت تین حیض بیان کی گئی ہے وہ ایسی مطلقہ عورت ہے جو مدخولہ ہو غیر بالغہ اور جوان ہو اور آزاد ہو اور مطلقات کے عموم سے مطلقہ عورتوں کے باقی افراد مستثنی ہیں اس لیے یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے۔

عدت کا لغوی اور شرعی معنی اور عدت کے احکام کا بیان

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

(آیت) "یایها النبی اذا طلقتم النسآء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا الله ربکم لا تخرجوهن من بیوتهن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة وتلك حدود الله ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه"۔ (الطلاق:۱)

اے نبی! (مسلمانوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کو عدت کے لیے (اس زمانہ میں جس میں جماع نہ کیا ہو) طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور اپنے رب اللہ سے ڈرتے رہو تم مطلقہ عورتوں کو دوران عدت ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود (بھی) نہ نکلیں البتہ اگر وہ کسی کھلی گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود (بھی) نکلیں البتہ اگر وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں

(تو پھر نکال دو) اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

عدت کا لغوی معنی ہے: گننا اور شمار کرنا' اور اس کا اصطلاح شرع میں یہ معنی ہے کہ زوال نکاح کے بعد عورت کا شوہر کے مکان میں ایک مدت معینہ تک ٹھہرنا اور انتظار کرنا۔ عورت کے حق میں عدت کا رکن یہ ہے کہ دوران عدت اس کا گھر سے باہر نکلنا حرام ہے' اور دوران عدت نکاح کرنا یا نکاح کا پیغام کرنا حرام ہے اور مرد پر لازم ہے کہ وہ عدت کے زمانہ میں عورت کو رہائش اور کھانے کا خرچ مہیا کرے۔ اگر اس نے تین طلاقیں دی ہیں تو مطلقہ اس کے گھر میں اجنبی عورت کی طرح رہے گی اور اس سے پردہ کرے گی۔ عدت کے دوران مرد پر مطلقہ کی بہن' اس کی پھوپھی' اس کی خالہ' اس کی بھتیجی اور اس کی بھانجی سے نکاح کرنا حرام ہے' اسی طرح اگر مطلقہ اس کی چوتھی بیوی تھی اور بقیہ تین اس کے نکاح میں ہیں تو اب وہ دوران عدت مزید کسی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۵۹۹۔۵۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

عدت مقرر کرنے کی حکمتوں کا بیان

عدت کی حکمت یہ ہے کہ عورت کے رحم کا استبراء ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں' کیونکہ اگر اس کو حیض آ گیا تو وہ حاملہ نہیں ہو گی اور اس کی عدت تین حیض ہو گی' ورنہ وضع حمل تک اس کی عدت ہو گی' دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر عورت دوسرا نکاح کرتی ہے تو اس نکاح اور دوسرے نکاح کے درمیان وقفہ ہونا چاہیے تا کہ اس وقفہ میں عورت کے دل و دماغ پر پہلے شوہر کے جو اثرات نقش ہو چکے تھے وہ محو ہو جائیں اور وہ خالی الذہن ہو کر دوسرے شوہر کے نکاح میں جائے' تیسری حکمت یہ ہے کہ عدت کے دوران عورت طلاق کے عواقب اور نتائج پر غور کرے کہ اس کی کس خطا یا زیادتی کی وجہ سے طلاق واقع ہوئی تا کہ دوسرے نکاح میں وہ ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرے اور اگر شوہر کی کسی بدسلوکی یا زیادتی کے نتیجے میں طلاق واقع ہوئی ہے تو اب دوسرے نکاح میں زیادہ غور و فکر اور تامل سے کام لے اور احتیاط سے نکاح کرے تا کہ پھر اسی قماش کے شوہر کے پلے نہ بندھ جائے' چوتھی حکمت یہ ہے کہ اگر ایک طلاق' یا دو طلاقوں کی عدت گزار رہی ہے تو شوہر کے لیے اس طلاق سے رجوع کرنے کا موقع باقی رہے اور جس جھگڑے یا فساد کی بناء پر یہ طلاق واقع ہوئی تھی بعد میں جب فریقین کا جوش غضب ٹھنڈا ہو جائے تو اس جھگڑے کے عوامل پر غور کریں اور شوہر حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے رجوع کر لے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: اور ان کے خاوند اس مدت میں (طلاق رجعی کو) واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں بشرطیکہ ان کا ارادہ حسن سلوک کے ساتھ رہنے کا ہو' اس لیے یہ ضروری ہے کہ صرف ایک یا زیادہ سے زیادہ دو طلاقیں دی جائیں تا کہ رجوع کا موقع باقی رہے اور تین طلاقیں دے کر بعد میں پچھتانا نہ پڑے اور بچوں کی زندگی ویران نہ ہو' ہمارے زمانہ میں یہ وبا عام ہے کہ لوگ جب طلاق دیتے ہیں تو تین طلاقوں سے کم نہیں دیتے یا وثیقہ نویس سے طلاق لکھواتے ہیں اور وہ تین طلاقیں لکھ کر دستخط کرا لیتا ہے اور جب جھگڑے کا جوش ختم ہو جاتا ہے تو میاں بیوی دونوں دربدر مارے مارے پھرتے ہیں' غیر مقلد مولوی سے فتویٰ لیتے ہیں یا حلالہ کی ناگوار صورت اختیار کرتے ہیں۔

قرء کے معانی کے متعلق ائمہ لغت کی تصریحات کا بیان

اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت تین قروء بیان فرمائی ہے لیکن قروء کی تفسیر میں مجتہدین کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ اور امام احمد

کے نزدیک قروء کا معنی حیض ہے' اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک قروء کا معنی طہر ہے۔ لغت میں قرء کا معنی حیض اور طہر ہے اور یہ لغت اضداد سے ہے۔ علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں:

قرء کا معنی حیض' طہر اور وقت ہے۔ (قاموس ج۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ھ)

علامہ جوہری لکھتے ہیں:

قرء کا معنی حیض ہے' اس کی جمع قروء اور اقراء ہے' حدیث میں ہے: اپنے ایام اقراء میں نماز کو ترک کر دو' اس حدیث میں قروء کا اطلاق حیض پر ہے اور قرء کا معنی طہر بھی ہے' یہ لغت اضداد سے ہے۔ (الصحاح ج۱ ص ۶۴ 'مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ)

علامہ ابن منظور افریقی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (لسان العرب ج۱ ص ۱۳۰ 'مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران ۱۴۰۵ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

قرء حقیقت میں طہر سے حیض میں داخل ہونے کا نام ہے' اور جب کہ یہ لفظ حیض اور طہر دونوں کا جامع ہے تو اس کا ہر ایک پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو (نکاح ثانی سے) تین قروء تک روکے رکھیں' یعنی تین حیض تک روکے رکھیں' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے ایام اقراء میں نماز پڑھنے سے بیٹھی رہو' یعنی اپنے ایام حیض میں۔ اہل لغت نے کہا ہے کہ قرء کا معنی ہے: جمع ہونا اور ایام حیض میں رحم میں خون جمع ہوتا ہے۔

(المفردات ص ۴۰۲ 'مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳۴۲ھ)

قرء بہ معنی حیض کی تائید میں احادیث اور فقہاء احناف کے دلائل کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عدی بن ثابت اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مستحاضہ کے متعلق فرمایا: تم اپنے ان ایام اقراء میں نماز چھوڑ دو جن میں تم کو حیض آتا ہے' پھر تم غسل کرو اور ہر نماز کے لیے وضو کرو' نماز پڑھو اور روزہ رکھو۔

(جامع ترمذی ص ۴۴ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرء کا اطلاق حیض پر کیا ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے کیونکہ اقراء عربی قواعد کے اعتبار سے جمع قلت ہے اور اس کا اطلاق کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس پر ہوتا ہے اور آپ نے حیض کے لیے اقراء کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد۔ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج۱ ص ۳۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام نسائی۔ (امام ابوعبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی ج۱ ص ۶۵ 'مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اور امام دارقطنی۔ (امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ' سنن دارقطنی ج۱ ص ۲۱۲ 'مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان) نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باندی کی طلاق (مغلظہ) دو طلاقیں ہیں اور اس کی

عدت دو حیض ہیں۔ (جامع ترمذی ص ۱۹۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی) اس حدیث کو امام ابوداؤد۔۱ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ماجہ۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۵۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

امام مالک۔ (امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک ص ۵۲۶ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

امام دارمی۔ (امام ابوعبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی ج ۲ ص ۹۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ آزاد اور باندی کی عدت کے عدد میں فرق ہے جنس میں فرق نہیں ہے اور جب باندی کی عدت دو حیض ہے تو آزاد عورت کی عدت تین حیض ہوئی اور حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قرء سے مراد حیض ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق' امام ابن جریر اور امام بیہقی نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ محمد ﷺ کے اصحاب نے کہا: الاقراء سے مراد حیض ہے۔

امام ابن جریر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''ثلاثۃ قروء'' سے مراد تین حیض ہیں۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حیض ہے۔

وکیع نے حسن سے روایت کیا ہے کہ عورت حیض کیساتھ عدت گزارے خواہ اس کو ایک سال کے بعد حیض آئے۔

امام عبدالرزاق نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ الاقراء حیض ہیں' طہر نہیں ہیں۔

امام عبدالرزاق نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ الاقراء حیض ہیں طہر نہیں ہیں۔

امام عبدالرزاق اور امام بیہقی نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ طلاق دینا مردوں پر موقوف ہے اور عدت عورتوں پر موقوف ہے۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۲۷۵۔ ۲۷۴ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

فقہاء احناف نے ''ثلاثۃ قروء'' میں لفظ ''ثلثۃ'' سے بھی استدلال کیا ہے کیونکہ اگر قرء کا معنی طہر لیا جائے تو جس طہر میں طلاق دی جائے گی اس طہر کیا جائے گا یا نہیں' اگر اس طہر کو شمار کیا جائے تو دو طہر اور ایک طہر کا کچھ حصہ یعنی اڑھائی طہر عدت قرار پائے گی اور اگر اس طہر کو شمار نہ کیا جائے تو ساڑھے تین طہر عدت قرار پائے گی اور تین قروء صرف اسی صورت میں عدت ہو سکتی ہے جب قرء کا معنی حیض کیا جائے۔

فقہاء احناف نے قرء بہ معنی حیض لینے پر یہ عقلی استدلال کیا ہے کہ عدت مشروع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ استبراء رحم ہو جائے یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ عورت کے رحم میں شوہر کا نطفہ استقرار پا گیا ہے اور بچہ بننے کا عمل شروع ہو گیا ہے یا اس کا رحم خالی اور صاف ہے' سو اگر عورت کو حیض آ گیا تو معلوم ہوا کہ اس کا رحم خالی ہے اور اگر حیض نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ اس میں نطفہ ٹھہر گیا ہے۔ اس سے

معلوم ہوا کہ عدت کی حکمت حیض سے پوری ہوتی ہے نہ کہ طہر سے اس لیے صحیح یہی ہے کہ قرء کا معنی حیض کیا جائے۔

فقہاء شافعیہ اور مالکیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: (آیت) ''فطلقوھن لعدتھن''۔ (الطلاق:۱) انہوں نے کہا : اس آیت میں لام توقیت کے لیے ہے اور آیت کا معنی ہے: ان کو عدت کے وقت میں طلاق دو' اور چونکہ حیض میں طلاق دینا مشروع نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ عدت کا وقت طہر ہے اس لیے ''ثلثه قروء'' میں قروء بہ معنی طہر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں لام توقیت کیلیے نہیں بلکہ اختصاص کے لیے ہے یعنی طلاق عدت کے ساتھ مختص ہے اور عدت حیض سے شروع ہوتی ہے' اس لیے طلاق حیض سے پہلے دینی چاہیے نہ کہ دوران حیض' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک قراءت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے اس آیت کو یوں بھی پڑھا ہے: ''فی قبل عدتھن'' (روح المعانی ج۱ ص۱۳۲) یعنی ان کو عدت سے پہلے طلاق دو' نیز قرء بہ معنی حیض پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''ثلثة قروء'' کے بعد فرمایا ہے: ''عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے'' اور یہ واضح ہے کہ اس کا تعلق حیض سے ہے نہ کہ طہر سے۔

قرء کے معنی کی تعیین میں دیگر ائمہ مذاہب کی آراء کا بیان

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

قروء کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حیض ہے' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' مجاہد' قتادہ ضحاک' عکرمہ' سدی' امام مالک اور ابوحنیفہ کا قول ہے (علامہ ماوردی کو نقل میں تسامح ہوا ہے' امام مالک کے نزدیک اس کا معنی حیض نہیں' طہر ہے' البتہ امام احمد کے نزدیک اس کا معنی حیض ہے) دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی طہر ہے' یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' زہری' ابان بن عثمان' امام شافعی اور اہل حجاز کا قول ہے۔ (النکت والعیون ج۱ ص۲۹۱۔۲۹۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین ادوار یا تین انتقالات تک (عقد ثانی سے) روکے رکھیں' اور مطلقہ کبھی حیض سے طہر کی طرف اور کبھی طہر سے حیض کی طرف منتقل ہوتی ہے' اور یہاں طہر سے حیض کی طرف انتقال تو قطعاً مراد نہیں ہے کیونکہ حیض میں طلاق دینا تو اصلاً مشروع نہیں ہے' اور جب کہ طلاق دینا طہر میں مشروع ہے تو پھر عدت تین انتقالات ہے اور پہلا انتقال اس طہر سے ہے جس میں طلاق واقع ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج۳ ص۱۱۵۔۱۱۴' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

اقراء کے متعلق فقہاء کے دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حیض ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت بوموسیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ' عکرمہ' ضحاک' سدی' سفیان ثوری' اوزاعی' حسن بن صالح' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل کا یہی قول ہے' امام احمد نے کہا: میں پہلے یہ کہتا تھا کہ قرء بہ معنی طہر ہے' اور اب میرا مذہب یہ ہے کہ قرء کا معنی حیض ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اقراء سے

مراد اطہار ہیں' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زہری' ابان بن عثمان' امام مالک بن انس اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲٦۰-۲۵۹ 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱٤۰۷ھ)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ہر چند کہ قرء کا اطلاق حیض اور طہر دونوں پر ہوتا ہے' لیکن چند دلائل کی وجہ سے قرء بہ معنی حیض راجح ہے' ایک دلیل یہ ہے کہ اہل لغت نے کہا ہے کہ قرء کا معنی کا معنی اصل لغت میں وقت ہے اور اس لحاظ سے اس کا بہ معنی حیض ہونا راجح ہے' کیونکہ وقت کسی چیز کے حادث ہونے کا ہوتا ہے اور حادث حیض ہوتا ہے کیونکہ طہر تو حالت اصلی ہے اور بعض نے کہا: قرء کا معنی اصل لغت میں جمع اور تالیف ہے' اس اعتبار سے بھی حیض اولی ہے کیونکہ ایام حیض میں رحم میں خون جمع ہوتا رہتا ہے' دوسری دلیل یہ ہے کہ اس عورت کو ذات الاقراء کہا جاتا ہے جس کو حیض آتا ہو اور جو کم سن ہو یا بڑھیا بانجھ ہو اس کو ذات الاقراء نہیں کہا جاتا ہے' حالانکہ طہر تو ان کو اس وقت حاصل ہوتا ہے' تیسری دلیل یہ ہے کہ لغت قرآن پر اتھارٹی تو نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ ہے اور نبی ﷺ نے قرء کو حیض کے معنی میں استعمال فرمایا ہے' طہر کے معنی میں استعمال نہیں فرمایا کیونکہ آپ نے فرمایا: مستحاضہ اپنے ایام اقراء میں نماز پڑھنا چھوڑ دے' اور آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا: جب تمہارا قرء آئے تو نماز چھوڑ دے' اور آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا: جب تمہارا قرء آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب وہ چلا جائے تو غسل کر کے نماز پڑھو' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کا قرء دو حیض ہیں' اور ایک روایت میں فرمایا: اس کی عدت دو حیض ہیں' اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اوطاس کی باندیوں کے متعلق فرمایا: وضع حمل سے پہلے حاملہ سے وطی نہ کی جائے اور جب تک ایک حیض سے استبراء نہ ہو جائے غیر حاملہ سے وطی نہ کی جائے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۳٦۷-۳٦٤ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱٤۰۰ھ)

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب وطی شدہ باندی کو ہبہ کیا جائے یا اسے فروخت کیا جائے یا وہ آزاد ہو جائے تو ایک حیض کے ساتھ اس کے رحم کا استبراء کیا جائے اور کنواری باندی کا استبراء نہ کیا جائے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۸-۲۹۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عورتوں کے لیے بھی دستور کے مطابق مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔ (البقرہ: ۲۲۸)

اسلام میں عورتوں کے مردوں پر حقوق:

اس آیت کی تفسیر میں ہم پہلے یہ بیان کریں گے کہ اسلام نے عورتوں کو کیا حقوق دیئے ہیں' اس کے بعد مردوں کے حقوق اور ان کی فضیلت بیان کریں گے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) یایھا الذین امنوا لایحل لکم ان ترثوا النسآء کرھا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما

اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشة مبینه وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیا ویجعل الله فیه خیرا کثیرا۔ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا اتاخذونه بھتانا واثما مبینا۔ وکیف تاخذونه وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا"۔ (النساء: ۲۰، ۲۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے لیے زبردستی عورتوں کا وارث بنا جانا جائز نہیں ہے اور ان سے اپنے دیئے ہوئے مہر کا بعض حصہ لینے کے لیے ان کو نہ روکو ماسوا اس کے کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا کام کریں' اور تم ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارو' پس اگر تم ان کو ناپسند کرو گے تو یہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تمہارے لیے اس میں خیر کثیر رکھ دے۔ اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی سے نکاح کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے کسی ایک کو بہت زیادہ مال دے چکے ہو تو اس سے کوئی چیز واپس نہ لو' کیا تم اس مال کو بہتان باندھ کر واپس لو گے اور کھلے گناہ کا ارتکاب کرو گے۔ اور تم اس مال کو کیسے واپس لو گے حالانکہ تم (خلوت میں) ایک دوسرے سے باہم مل چکے ہو؟ اور وہ تم سے (عقد نکاح کے ساتھ) پختہ عہد لے چکی ہیں۔

ان آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو اس کے خاوند کا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا کوئی اور رشتہ دار اس سے بالجبر نکاح کر لیتا یا کسی دوسرے شخص سے اس کا بالجبر نکاح کر دیتا اور اس کے کل مہر یا آدھے مہر پر قبضہ کر لیتا' اسلام نے عورتوں پر اس ظلم اور بری رسم کو مٹایا اور زبردستی عورتوں کا کسی سے بھی نکاح کرنے سے منع فرمایا' دوسری اہم چیز ہے مہر کا تحفظ کرنا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ مختلف حیلوں بہانوں سے عورتوں کا مہر دبا لیتے تھے اسلام نے اس بری رسم کو مٹایا' واضح رہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے بھی عورتوں کے لیے مہر کو لازم نہیں کیا' صرف اسلام ہی عورتوں کو یہ حق دیا ہے' مہر کا فائدہ یہ ہے کہ اگر خاوند عورت کو طلاق دے دے یا مر جائے تو عورت کے پاس مہر کی صورت میں ایک معقول آمدنی ہو جس کے ذریعہ وہ اپنے نئے مستقبل کا آغاز کر سکے۔

ان آیتوں میں عورتوں کا خاوند پر تیسرا حق یہ بیان کیا ہے کہ مردوں کو ہدایت دی کہ وہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ رہائش میں کھانے پینے بات چیت کرنے میں اور دیگر عائلی اور خانگی معاملات میں ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ رہیں۔

چوتھا حق یہ بیان کیا ہے کہ اگر عورت کی صورت یا سیرت تم کو ناپسند ہو پھر بھی اس کے ساتھ ازدواج کے ناطے نہ توڑو اور صبر و شکر کے ساتھ اس کے ہمراہ زندگی گزارو' ہو سکتا ہے کہ اس سے ایسی صالح اولاد پیدا ہو کہ اسے دیکھ کر تم بیوی کی بدصورتی یا اس کی بری عادتوں کو بھول جاؤ یا کسی اور وجہ سے اللہ تمہارے لیے اس نکاح میں ڈھیروں برکتیں نازل فرمائے۔

پانچواں حق یہ بیان کیا ہے کہ اگر عورت کو تم سونے چاندی کے پل کے برابر ڈھیروں مال بھی دے چکے ہو خواہ مہر کی صورت میں یا ویسے ہی بہ طور ہبہ تو اس مال کو اب اس سے واپس نہ لو' تم نے صرف مال دیا ہے عورت تو اپنا جسم اور بدن تمہارے حوالے کر چکی ہے اور جسم و جان کے مقابلہ میں مال کی کیا حقیقت ہے۔

(آیت) "فان خفتم الا تعدلوا فواحدة اوماملکت ایمانکم ذلك ادنى الا تعولوا. واتوالنساء صدقتهن نحلة"۔ (النساء:٤۔٣)

ترجمہ: پھر اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم ان (متعدد ازواج) میں عدل قائم نہ رکھ سکو گے' تو فقط ایک سے نکاح کرو' یا اپنی مملوکہ باندیوں پر اکتفاء کرو' یہ کسی ایک زوجہ کی طرف بہت مائل ہونے سے زیادہ قریب ہے۔ اور عورتوں کو ان کا مہر خوشی سے ادا کرو۔

اسلام نے ضرورت کی بناء پر تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے لیکن جوان میں عدل کر سکے' اور جو عدل نہ کر سکے اس کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ صرف ایک نکاح پر اکتفاء کرے۔ ان آیتوں میں عورتوں کا مردوں پر ایک حق یہ بیان کیا ہے کہ ان میں عدل وانصاف کیا جائے اور دوسرا حق یہ بیان کیا ہے کہ ان کا مہر خوشی سے ادا کیا جائے۔ سورۃ نساء کی ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے مہر کی ادائیگی کے متعلق بہت تاکید کی ہے اور ہمارے دور میں اس معاملہ میں بہت سستی کی جاتی ہے۔

(آیت) "وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف"۔ (البقرہ:٢٣٣)

ترجمہ: اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق اس شخص کے ذمہ ہے جس کا بچہ ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ عورتوں کا مردوں پر یہ حق ہے کہ وہ ان کو کھانا اور کپڑا مہیا کریں' اگر عورتیں امور خانہ داری انجام دیتی ہیں اور کھانا پکاتی ہیں تو یہ ان کی طرف سے احسان ہے اور ازواج مطہرات اور صحابیات کی سنت ہے۔

(آیت) "فان ارضعن لكم فاتوهن اجورهن واتمروا بينكم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع له اخرى"۔ (الطلاق:٦)

ترجمہ: پھر اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو' اور آپس میں دستور کے ساتھ مشورہ کرو اور اگر تم باہم دشواری محسوس کرو تو بچہ کو کوئی اور عورت دودھ پلا دے گی۔

اس آیت میں بتایا ہے کہ بچہ کو دودھ پلانا عورت کی ذمہ داری نہیں ہے' اور عورت مرد کی غلام نہیں ہے' اور مرد ڈکٹیٹر نہ بنے بلکہ گھریلو معاملات کو باہمی مشاورت سے چلائیں اور اگر عورت بچہ کو دودھ پلائے تو اس کا یہ حق ہے کہ مرد سے اس کی اجرت لے لے اور یہ کہ عورت کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

اگر شوہر اور بیوی کے درمیان کوئی مناقشہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے عورت کے حقوق کی محافظت کرتے ہوئے فرمایا:

(آیت) "والتى تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فى المضاجع واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا"۔ (النساء:٣٤)

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں نافرمانی کا خوف ہو' ان کو (نرمی سے) نصیحت کرو اور انہیں ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو (اگر وہ پھر بھی باز نہ آئیں) تو انہیں (تادیبا خفیف سا) مارو' پھر وہ اگر تمہاری فرمانبرداری کریں تو انہیں تکلیف پہنچانے کا کوئی بہانہ تلاش نہ کرو۔

تعدد ازدواج کی صورت میں عدل وانصاف کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

(آیت) "ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النسآء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما. وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ" (النساء:۱۲۹)

ترجمہ: اور خواہ تم عدل کرنے پر حریص ہو پھر بھی تم متعدد ازواج میں عدل نہ کر سکو گے (تو جسکی طرف تم کو رغبت نہ ہو) اس سے مکمل اعراض نہ کرو کہ اسے یوں چھوڑ دو گویا وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہے اور اگر تم اپنی اصلاح کر لو اور خدا سے ڈرو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ اور اگر شوہر اور بیوی علیحدگی اختیار کر لیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت سے مستغنی کر دے گا۔

اگر عورت کو طلاق دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے دوران عدت عورت کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(آیت) "اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن"۔ (الطلاق:٦)

ترجمہ: ان عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں خود رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ اور اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل تک انکو خرچ دیتے رہو۔

یہ تو اس مطلقہ عورت کے حقوق تھے جس کے ساتھ مباشرت ہو چکی ہو اور جس عورت کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی ہو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(آیت) "وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضة فنصف ما فرضتم"

(البقرہ:۲۳۷)

ترجمہ: اگر تم نے عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تم پر آدھا مہر ادا کرنا واجب ہے۔

(آیت) "لاجناح علیکم ان طلقتم النسآء مالم تمسوھن اوتفرضوا لھن فریضة ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ"۔ (البقرہ:۲۳٦)

ترجمہ: اگر تم مباشرت سے پہلے عورتوں کو طلاق دے دو تو کوئی حرج نہیں ہے یا تم نے ان کا کچھ مہر مقرر نہ کیا ہو اور ان کو استعمال کی کچھ چیزیں دو خوشحال اپنی وسعت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق:

(آیت) "ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا"۔ (البقرہ:۲۳۱)

ترجمہ: اور ان کو ضرر پہنچانے کے لیے ان کو (اپنے نکاح میں) نہ روکو تا کہ تم ان پر زیادتی کرو۔

اس آیت سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر خاوند عورت کو خرچ دے نہ طلاق دے تو عدالت اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے اور ضرورت کی بنا پر علماء احناف کو بھی اسی قول پر فتویٰ دینا چاہیے۔ واضح رہے کہ اگر شوہر نامرد ہو تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی عدالت نکاح کو فسخ کر سکتی ہے جب کہ نفقہ پر بقاء حیات کا مدار ہے اور شوہر کے مرد ہونے پر صرف خواہش نفسانی کی تکمیل کا مدار ہے۔

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ترمذی' امام نسائی' اور امام ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن الاحوص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! تمہاری ازواج پر تمہارا حق ہے اور تمہاری ازواج کا تم پر حق ہے' تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو نہ آنے دیں' اور نہ تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے دیں' اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کو اچھے کپڑے پہناؤ اور اچھے کھانے کھلاؤ۔

امام احمد' ابوداؤد' امام ابن ماجہ' امام ابن جریر' امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ عورت کا اس کے خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: جب وہ کھانا چاہے تو اس کو کھانا کھلائے اور جب پہننا چاہے تو اس کو پہنائے اس کے چہرے پر نہ مارے' اس کو برا نہ کہے اور (تادیبا) صرف گھر میں اس سے علیحدگی اختیار کرے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۷۶ 'مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

حافظ منذری بیان کرتے ہیں۔

میمون اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی نے فرمایا: جو شخص کسی عورت سے کوئی مہر مقرر کر کے نکاح کرے خواہ کم ہو یا زیادہ' اور اس کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہ ہو اور وہ اسے دھوکے میں رکھے اور تادم مرگ اس کا مہر ادا نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔

امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: مومنوں میں سے اس شخص کا ایمان کامل ہوگا اور اس شخص کے اخلاص سب سے اچھے ہوں گے جس کے اخلاق اپنی ازواج کے ساتھ اچھے ہوں گے۔

امام ابن حبان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی اہلیہ کے ساتھ بہتر ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہوں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو' کیونکہ عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی سب سے اوپر والی ہوتی ہے' اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی' سو عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔

امام ابن ماجہ اور امام ترمذی حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اللہ کی حمد و ثنا اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا: سنو! عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو' وہ صرف تمہاری مددگار ہیں' تم ان پر صرف اس صورت میں حق رکھتے ہو جب وہ کھلی بدکاری کریں' اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو' اور ان کو معمولی سا مارو' پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو ان کو مزید مارنے کے لیے کوئی بہانہ نہ بناؤ' سنو! تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے' تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان کو نہ آنے دیں' جن کو تم ناپسند کرتے ہو' اور نہ ان کو گھروں میں

آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو' سنو ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کے کھانے اور پینے میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۰-۴۸ 'ملخصًا' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ)

اسلام میں مردوں کے عورتوں پر حقوق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) "الرجال قوموں علی النسآء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ الله والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا"۔ (النساء: ۳۴)

ترجمہ: مرد عورتوں کے (حاکم یا) منتظم ہیں' کیونکہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے' اور اس لیے بھی کہ انہوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے ہیں سو نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں' مردوں کی غیر حاضری میں بھی اللہ کی حفاظت کے ساتھ (شوہر کی عزت اور اس کے مال کی) حفاظت کرتی ہیں اور تمہیں جن عورتوں کی نافرمانی کرنے کا خدشہ ہو ان کو نصیحت کرو اور انہیں ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو' اور انہیں (تادیبا) مارو' اور اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کرلیں تو پھر ان کو مارنے کے لیے بہانے تلاش نہ کرو۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کو جسمانی اور عقلی قوت زیادہ عطا کی ہے' دوسری فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت کے اخراجات کا کفیل بنایا ہے اور اس کے گھر کا منتظم بنایا ہے' تیسری فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت پر حاکم بنایا ہے اور عورت کو مرد کی فرمانبرداری کا پابند کیا ہے' چوتھی فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت پر یہ فوقیت دی ہے کہ وہ اس کو اس کی نافرمانی پر تادیبا مار سکتا ہے' اور پانچویں فضیلت یہ دی ہے کہ عورت کو اس کا پابند کیا ہے کہ وہ مرد کی غیر حاضری میں اس کی عزت کی حفاظت کرے اور اپنی پارسائی کو مجروح نہ کرے اور شوہر کی غیر حاضری میں اس کے مال کی بھی حفاظت کرے' غرضیکہ جسمانی قوی' کھانے پینے' رہائش اور لباس کے اخراجات اور شوہر کے احکام کی تعمیل اور اس کے مال اور اپنی عفت کی حفاظت' ہر اعتبار سے عورت کو مرد کا تابع اور محکوم قرار دیا ہے۔

• (آیت) "بیدہ عقدۃ النکاح"۔ (البقرہ: ۲۳۷)

ترجمہ: نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ نکاح کی گرہ کو قائم رکھنے یا طلاق کے ذریعہ اس کو توڑنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مرد کے ہاتھ میں رکھا ہے۔ عورت کے ذمہ مرد کے فرائض اور مرد کے ذمہ جو عورتوں کے حقوق ہیں ان کا بیان حسب ذیل احادیث میں ہے:

حافظ منذری بیان کرتے ہیں:

امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اس حال میں مری کہ اس کا خاوند اس سے راضی تھا وہ جنت میں داخل ہوگئی۔

امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت پانچ وقت کی نمازیں پڑھے اپنی پارسائی کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جس دروازے سے چاہے گی جنت میں داخل ہو جائے گی۔

امام بزار اور امام حاکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی' اس نے کہا: میں فلانہ بنت فلاں ہوں' آپ نے فرمایا: میں تمہیں پہچانتا ہوں' بتاؤ کیا کام ہے؟ اس نے کہا: فلاں عبادت گزار میرا عمزاد ہے۔ آپ نے فرمایا: میں اس کو جانتا ہوں' اس نے کہا: وہ مجھے نکاح کا پیغام دے رہا ہے' مجھے بتائیں کہ مرد کا بیوی پر کیا حق ہے؟ اگر میں اس کا حق ادا کرنے کی طاقت رکھوں گی تو اس سے نکاح کرلوں گی۔ آپ نے فرمایا: مرد کا حق یہ ہے کہ اگر بالفرض مرد کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہ رہا ہو اور تم اس کو چاٹ لو پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوا۔
اگر کسی بشر کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ جب خاوند آئے تو عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ امام حاکم نے کہا: اس حدیث کو سند صحیح ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دے۔

امام حاکم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت دے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو اور نہ اس کی مرضی کے بغیر گھر سے نکلے اور نہ اس معاملہ میں کسی اور کی اطاعت کرے' اور نہ اس سے الگ بستر پر سوئے اور نہ اس کو ستائے' اگر اس کا خاوند ظلم کرتا ہو تو وہ اس کے پاس جائے حتیٰ کہ اس کو راضی کرے' اگر وہ اس کی معذرت قبول کر لے تو فبہا اور اللہ بھی اس کے عذر کو قبول کر لے گا' اس کی حجت صحیح ہوگی اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اگر خاوند پھر بھی اس سے راضی نہیں ہوا تو اللہ کے نزدیک اس کی حجت تمام ہوگئی' امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

امام طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتایئے کہ خاوند کے بیوی پر کیا حقوق ہیں؟ میں بے نکاح عورت ہوں' اگر میں نے ان حقوق کے ادا کرنے کی طاقت پائی تو نکاح کرلوں گی ورنہ بے نکاح رہوں گی' آپ نے فرمایا: بیوی پر شوہر کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اگر وہ اونٹ کے کجاوہ پر بیٹھی ہو اور شوہر اسے مباشرت کے لیے بلائے تو وہ انکار نہ کرے' اور اس کا بیوی پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے' اگر وہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلی تو اس کے واپس آنے تک آسمان کے فرشتے' رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ اس عورت نے کہا: یہ حقوق ضروری ہیں اور میں کبھی نکاح نہیں کروں گی۔

امام ترمذی اور امام ابن ماجہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی دنیا میں کوئی عورت اپنے خاوند کو ایذاء پہنچاتی ہے کہ جنت میں اس کی بیوی بڑی آنکھوں والی حور اس سے کہتی ہے: اللہ تجھے ہلاک کرے تو اس کو نہ ستا' یہ تیرے پاس عارضی طور پر ہے اور عنقریب ہمارے پاس آنے والا ہے۔

امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کو اپنے کسی کام سے بلائے تو عورت فوراً آجائے خواہ تنور پر بیٹھی ہو۔

امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو صبح تک اس پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔

امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی۔ جو شخص کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کو (کسی شرعی عیب کی وجہ سے) ناپسند کرتے ہوں اور جو عورت اس حال میں رات گزارے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو اور دو مسلمان بھائی جو آپس میں لڑے ہوئے ہوں۔

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر گھر سے نکلے اس کے واپس آنے تک آسمان کے سارے فرشتے اور جن انسانوں اور جنوں کے پاس سے وہ گزرتی ہے سب اس پر لعنت کرتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۹-۵۲ ملتقطاً مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ ۱۴۰۷ھ)

آیا عورت پر مرد کی خدمت واجب ہے یا نہیں

فقہاء مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے' بعض علماء مالکیہ نے کہا ہے کہ بیوی پر شوہر کی خدمت کرنا واجب نہیں ہے' کیونکہ عقد نکاح کا تقاضا یہ ہے کہ عورت اس کو مباشرت کا موقع دے نہ کہ خدمت کا' کیونکہ یہ مزدوری کا عقد نہیں ہے اور نہ نکاح کے ذریعے عورت اس کی باندی بن گئی' یہ عقد اجارہ ہے نہ عقد تملیک' یہ صرف عقد مباشرت ہے (نکاح کا معنی مباشرت ہے) لہٰذا عورت سے شوہر مباشرت کے علاوہ اور کسی چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کر لیں تو تم ان کو مارنے کے لیے بہانے نہ ڈھونڈو۔ (النساء: ۳۴)

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ عورت پر خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے۔ اگر اس کا تعلق معزز اور خوشحال گھرانے سے ہو تو گھر کی دیکھ بھال اور خانگی امور کی نگرانی اس کے ذمہ ہے اور اگر وہ متوسط گھرانے کی ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ خاوند کا بستر وغیرہ بچھائے اور اگر وہ غریب گھرانے کی ہو تو اس پر گھر کی صفائی کرنا' کپڑے دھونا اور کھانا پکانا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عورتوں کے اتنے ہی حقوق ہیں جتنے دستور کے مطابق ان کے فرائض ہیں۔ (البقرہ: ۲۲۸)

اور یہ معقول رائے ہے اور ہر زمانے میں مسلمانوں کے گھرانوں میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے

اصحاب کی ازواج محترمات چکی سے آٹا پیستی تھیں، کھانا پکاتی تھیں، بستر بچھاتی تھیں اور اپنے خاوندوں کے لیے کھانا لا کر رکھتی تھیں اور دیگر انواع کی خدمت کرتی تھیں اور نبی کریم ﷺ نے معاشرت کی ذمہ داریوں کو مرد اور عورت پر تقسیم کر دیا تھا، حضرت سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذمہ خانگی ذمہ داریاں تھیں اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ کسب معاش اور کمانے کی ذمہ داریاں تھیں۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

آئسہ کی عدت میں فقہی تصریحات کا بیان

جن بڑھیا عورتوں کی اپنی بڑی عمر کی وجہ سے ایام بند ہو گئے ہوں یہاں ان کی عدت بتائی جاتی ہے کہ تین مہینے کی عدت گذاریں، جیسے کہ ایام والی عورتوں کی عدت تین حیض ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ کی آیت، اسی طرح وہ لڑکیاں جو اس عمر کو نہیں پہنچیں کہ انہیں حیض آئے ان کی عدت بھی یہی تین مہینے رکھی، اگر تمہیں شک ہو اس کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ خون دیکھ لیں اور تمہیں شبہ گذرے کہ آیا حیض کا خون ہے یا استحاضہ کی بیماری کا، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عدت کے حکم میں تمہیں شک باقی رہ جائے اور تم اسے نہ پہچان سکو تو تین مہینے یاد رکھو لو، یہ دوسرا قول ہی زیادہ ظاہر ہے،

اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے کہا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی عورتوں کی عدت ابھی بیان نہیں ہوئی کمسن لڑکیاں بوڑھی بڑی عورتیں اور حمل والی عورتیں اس کے جواب میں یہ آیت اتری، پھر حاملہ کی عدت بیان فرمائی کہ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذرا سی دیر بعد ہی ہو جائے، جیسے کہ اس آیہ کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

اور جمہور علماء سلف وخلف کا قول ہے، ہاں حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو ملا کر ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گذارے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گذر چکے اور بچہ نہیں ہوا تو بچے کے ہونے تک عدت ہے،

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور اس وقت حضرت ابو ہریرہ بھی وہیں موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیسویں دن بچہ ہو جائے آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گذارنی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اس پر ہے، ابوسلمہ نے کہا قرآن میں تو ہے کہ حمل والیوں کی عدت بچہ کا ہو جانا ہے، حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا میں بھی اپنے چچازاد بھائی حضرت ابوسلمہ کے ساتھ ہوں یعنی میرا بھی یہی فتویٰ ہے،

حضرت ابن عباس نے اسی وقت اپنے غلام کریب کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھ آؤ انہوں نے فرمایا سبیعہ اسلمیہ کے شوہر قتل کئے گئے اور یہ اس وقت امید سے تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت نکاح کا پیغام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا پیغام دینے والوں میں حضرت ابوالسنابل بھی تھے۔ یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور کتابوں میں بھی ہے،

حضرت عبداللہ بن عتبہ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ وہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں، یہ گئے دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بدری صحابی تھے حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اس وقت یہ حمل سے تھیں تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا جب نفاس سے پاک ہوئیں تو اچھے کپڑے پہن کر بناؤ سنگھار کر کے بیٹھ گئیں حضرت ابوالسنابل بن بلک جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو واللہ تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دس دن نہ گذر جائیں۔ میں یہ سن کر چادر اوڑھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے ہی تم عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو اپنا نکاح کر لو۔ (مسلم)

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرین ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمن بن ابویعلی بھی تھے جن کی تعظیم تکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں کی میعاد بتائی اس پر میں نے حضرت سبیعہ والی حدیث بیان کی، اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹہوکے لگانے لگے میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرات کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفہ کے کونے میں زندہ موجود ہیں پس وہ ذرا شرما گئے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے میں حضرت ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملا انہوں نے مجھے حضرت سبیعہ والی حدیث پوری سنائی میں نے کہا تم نے اس بابت حضرت عبداللہ سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا یہ حضرت عبداللہ کہتے تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورہ نساء قصریٰ یعنی سورۃ طلاق سورہ نساء طولی کے بعد اتری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے،

ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو ملاعنہ کرنا چاہے میں اس سے ملاعنہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں آئے اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت کرے، میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کی خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گذاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہو گئیں اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حمل سے ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے، عدت سے نکل گئی۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے،

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی، یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لئے کہ اس کی اسناد میں مثنی بن صباح ہے اور وہ بالکل متروک الحدیث ہے، لیکن اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ متقیوں کے لئے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرما دیتا ہے، یہ اللہ کے احکام اور

اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور چیزوں کے ڈر سے بچالیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آئسہ کی عدت میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ ان عورتوں کا حکم ہے جن کو حیض آنا قطعی بند ہو چکا ہو اور کبرسنی کی وجہ سے وہ سن ایاس میں داخل ہو چکی ہوں۔ ان کی عدت اس روز سے شمار ہوگی جس روز انہیں طلاق دی گئی ہو۔ اور تین مہینوں سے مراد تین قمری مہینے ہیں۔ اگر قمری مہینے کے آغاز میں طلاق دی گئی ہو تو بالاتفاق رویت ہلال کے لحاظ سے عدت شمار ہوگی، اور اگر مہینے کے بیچ میں کسی وقت طلاق دی گئی ہو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک 30 دن کا مہینہ قرار دے کر 3 مہینے پورے کرنے ہوں گے۔
(بدائع الصنائع، کتاب عدۃ)

رہیں وہ عورتیں جن کے حیض میں کسی نوع کی بے قاعدگی ہو، ان کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلافات ہیں۔

حضرت سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس عورت کو طلاق دی گئی ہو، پھر ایک دو مرتبہ حیض آنے کے بعد اس کا حیض بند ہو گیا ہو، وہ 9 مہینے انتظار کرے۔ اگر حمل ظاہر ہو جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ 9 مہینے گزرنے کے بعد وہ مزید تین مہینے عدت گزارے، پھر وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کے لیے حلال ہوگی۔

ابن عباس، قتادہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ جس عورت کو سال بھر حیض نہ آیا ہو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ جس عورت کو سال میں ایک مرتبہ حیض آئے اس کی عدت تین حیض ہے۔ یہی رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت سے مروی ہے۔

امام مالک کی روایت ہے کہ ایک صاحب حبان نامی تھے جنہوں نے اپنی بیوی کو ایسے زمانے میں طلاق دی جبکہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی تھیں اور اس پر ایک سال گزر گیا مگر انہیں حیض نہ آیا۔ پھر وہ صاحب انتقال کر گئے۔ مطلقہ بیوی نے وراثت کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت سے مشورہ طلب کیا۔ دونوں بزرگوں کے مشورے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت وارث ہے۔ دلیل یہ تھی کہ نہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اور نہ ان لڑکیوں میں سے ہے جن کو ابھی حیض نہیں آیا، لہٰذا وہ شوہر کے مرنے تک اپنے اس حیض پر تھی جو اسے پہلے آیا تھا اور اس کی عدت باقی تھی۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ جس عورت کا حیض بند ہو گیا ہو، مگر اس کا بند ہونا سن ایام کی وجہ سے نہ ہو کہ آئندہ اس کے جاری ہونے کی امید نہ رہے، اس کی عدت یا تو حیض ہی سے ہوگی اگر وہ آئندہ جاری ہو، یا پھر اس عمر کے لحاظ سے ہوگی جس میں عورتوں کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد وہ تین مہینے عدت گزار کر نکاح سے آزاد ہوگی۔ یہی قول امام شافعی رضی اللہ عنہ، امام ثوری اور امام لیث کا ہے۔ اور یہی مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت کا ہے۔

امام مالک نے حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کو اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت پہلے 9 مہینے گزارے

گی۔ اگر اس دوران میں حیض جاری نہ ہو تو پھر وہ تین مہینے اس عورت کی سی عدت گزارے گی جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو۔ ابن القاسم نے امام مالک کے مسلک کی توضیح یہ کی ہے کہ 9 مہینے اس روز سے شمار ہوں گے جب آخری مرتبہ اس کا حیض ختم ہوا تھا نہ کہ اس روز سے جب اسے طلاق دی گئی۔ (یہ تمام تفصیلات احکام القرآن للجصاص اور بدائع الصنائع للکاسانی سے ماخوذ ہیں)

امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت جس کی عدت حیض کے اعتبار سے شروع ہوئی تھی، عدت کے دوران میں آئسہ ہو جائے تو اسے حیض والی عورتوں کے بجائے آئسہ عورتوں والی عدت گزارنی ہوگی۔ اور اگر اس کو حیض آنا بند ہو جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کیوں بند ہو گیا ہے تو پہلے وہ حمل کے شبہ میں 9 مہینے گزارے گی اور پھر اسے تین مہینے عدت کے پورے کرنے ہوں گے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ حیض کیوں بند ہوا ہے، مثلاً کوئی بیماری ہو یا دودھ پلا رہی ہو یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہو تو وہ اس وقت تک عدت میں رہے گی جب تک یا تو حیض آنا شروع نہ ہو جائے اور عدت حیضوں کے لحاظ سے شمار ہو سکے، یا پھر وہ آئسہ ہو جائے اور آئسہ عورتوں کی سی عدت گزار سکے۔ (الانصاف، مسائل عدت)

حاملہ کی عدت و نکاح ثانی میں مذاہب فقہاء

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذرا سی دیر بعد ہی ہو جائے، جیسے کہ اس آیہ کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہے، ہاں حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو ملا کر ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گذارے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گذر چکے اور بچہ نہیں ہوا تو بچے کے ہونے تک عدت ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور اس وقت حضرت ابوہریرہ بھی وہیں موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیسویں دن بچہ ہو جائے آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گذارنی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اس پر ہے، ابوسلمہ نے کہا قرآن میں تو ہے کہ حمل والیوں کی عدت بچہ کا ہو جانا ہے۔

حضرت ابوہریرہ نے فرمایا میں بھی اپنے چچا زاد بھائی حضرت ابوسلمہ کے ساتھ ہوں یعنی میرا بھی یہی فتویٰ ہے، حضرت ابن عباس نے اسی وقت اپنے غلام کریب کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھ آؤ انہوں نے فرمایا سبیعہ اسلمیہ کے شوہر قتل کئے گئے اور یہ اس وقت امید سے تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت نکاح کا پیغام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا پیغام دینے والوں میں حضرت ابوالسنابل بھی تھے۔ یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور کتابوں میں بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتبہ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ وہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں، یہ گئے دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بدری صحابی تھے حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اس وقت یہ حمل سے تھیں تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا جب نفاس سے

پاک ہوئیں تو اچھے کپڑے پہن کر بناؤ سنگھار کرکے بیٹھ گئیں حضرت ابوالسنابل بن بلک جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو واللہ تم نکاح نہیں کرسکتیں جب تک کہ چار مہینے دس دن نہ گذر جائیں۔ میں یہ سن کر چادر اوڑھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے ہی تم عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو اپنا نکاح کرلو۔ (مسلم)

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرین ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمن بن ابویعلی بھی تھے جن کی تعظیم تکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں کی میعاد بتائی اس پر میں نے حضرت سبیعہ والی حدیث بیان کی، اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹہوکے لگانے لگے میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرات کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفہ کے کونے میں زندہ موجود ہیں پس وہ ذرا شرما گئے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے ہیں۔

حضرت ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملا انہوں نے مجھے حضرت سبیعہ والی حدیث پوری سنائی میں نے کہا تم نے اس بابت حضرت عبداللہ سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا یہ حضرت عبداللہ کہتے تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورہ نساء قصریٰ یعنی سورۃ طلاق سورہ نساء طولی کے بعد اتری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو ملاعنہ کرنا چاہے میں اس سے ملاعنہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں آئے اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت کرے، میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کی خاوند مرجائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گذاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہوگئیں اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند مرجائے اور وہ حمل سے ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے، عدت سے نکل گئی۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی، یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لئے کہ اس کی اسناد میں مثنی بن صباح ہے اور وہ بالکل متروک الحدیث ہے، لیکن اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ متقیوں کے لئے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرما دیتا ہے، یہ اللہ کے احکام اور اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور چیزوں کے ڈر سے بچا لیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، طلاق، ۴)

باندی کی عدت میں مذاہب فقہاء کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اسی طرح لونڈی کی عدت بھی اتنی نہیں، اس کی عدت اس سے آدھی ہے یعنی دو مہینے اور پانچ راتیں، جمہور کا مذہب یہی ہے جس طرح لونڈی کی حد بہ نسبت آزاد عورت کے آدھی ہے اسی طرح عدت بھی۔ محمد بن سیرین اور بعض علماء ظاہر یہ لونڈی کی اور آزاد عورت کی عدت میں برابری کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل ایک تو اس آیت کا عموم ہے، دوسرے یہ کہ عدت ایک جلی امر ہے جس میں تمام عورتیں یکساں ہیں۔ حضرت سعید ابن مسیب ابو العالیہ وغیرہ فرماتے ہیں اس عدت میں حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو حمل ہوگا تو اس مدت میں بالکل ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابن مسعود کی بخاری و مسلم والی مرفوع حدیث میں ہے کہ انسان کی پیدائش کا یہ حال ہے کہ چالیس دن تک تو رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں ہوتا ہے، پھر خون بستہ کی شکل چالیس دن تک رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ تو یہ ایک سو بیس دن ہوئے جس کے چار مہینے ہوئے، دس دن احتیاطاً اور رکھ دے کیونکہ بعض مہینے انتیس دن کے بھی ہوتے ہیں اور جب روح پھونک دی گئی تو اب بچہ کی حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور حمل بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اتنی عدت مقرر کی گئی۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں دس دن اس لئے ہیں کہ روح انہی دس دنوں میں پھونکی جاتی ہے۔ ربیع بن انس بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت امام احمد سے ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے تا کہ جس لونڈی سے بچہ ہو جائے اس کی عدت بھی آزاد عورت کے برابر ہے اس لئے کہ وہ فراش بن گئی اور اس لئے بھی کہ مسند احمد میں حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا لوگو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر خلط ملط نہ کرو۔ اولاد والی لونڈی کی عدت جبکہ اس کا سردار فوت ہو جائے چار مہینے اور دس دن ہیں۔ یہ حدیث ایک اور طریق سے بھی ابوداؤد میں مروی ہے۔ امام احمد اس حدیث کو منکر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ایک راوی قبیصہ نے اپنے استاد عمر سے یہ روایت نہیں سنی۔

حضرت سعید بن مسیب مجاہد، سعید بن جبیر، حسن بن سیرین، ابن عیاض زہری اور عمرو بن عبد العزیز کا یہی قول ہے۔ یزید بن عبد الملک بن مروان جو امیر المومنین تھے، یہی حکم دیتے تھے۔ اوزاعی، اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل بھی ایک روایت میں یہی فرماتے ہیں لیکن طاؤس اور قتادہ اس کی عدت بھی آدھی بتلاتے ہیں یعنی دو ماہ پانچ راتیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھ حسن بن صالح بن حی فرماتے ہیں دو حیض عدت گزارے، حضرت علی ابن مسعود، عطاء اور ابراہیم نخعی کا قول بھی یہی ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس کی عدت ایک حیض ہی ہے۔ ابن عمر، شعبی، مکحول، لیث، ابو عبید، ابوثور اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حضرت لیث فرماتے ہیں کہ اگر حیض کی حالت میں اس کا سید فوت ہوا ہے تو اسی حیض کا ختم ہو جانا اس کی عدت کا ختم ہو جانا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں اگر حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے عدت گزارے۔ امام شافعی اور جمہور فرماتے ہیں ایک مہینہ اور تین دن مجھے زیادہ پسند ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، ۲۳۴)

وضع حمل سے اختتام عدت کا بیان

جس حمل کے وضع ہونے سے عدت ختم ہو جاتی ہے وہ ہوگا جس میں انسان کا سر یا پاؤں بن چکا ہو، تو بالا جماع اس سے عدت ختم ہو جائے گی، اسے ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ حمل تھا اس لیے یہ عمومی نصوص میں داخل ہوگا۔

لیکن اگر ایسا حمل وضع ہو جس میں ابھی کچھ بھی واضح نہ ہوا ہو اور وہ صرف خون اور گوشت کا لوتھڑا ہی ہو اور خلقت واضح نہ ہوئی ہو تو ثقہ دائیوں نے گواہی دی ہو کہ اس میں خفیہ صورت واضح ہو چکی تھی تو اس سے بھی عدت ختم ہو جائے گی؛ کیونکہ یہ حمل ہے اور عمومی نصوص میں داخل ہے۔ (کشاف القناع (413/5)

بَابٌ فِي الْمُرَاجَعَةِ

باب: (عورت کو طلاق دینے کے بعد) رجوع کرنے کا بیان

2283 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْعَسْكَرِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ، ثُمَّ رَاجَعَهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو طلاق دے دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رجوع کر لیا''

رجعت کی لغوی و اصطلاحی تعریف و حکم کا بیان

رجعت کے لغوی معنی: لوٹانا اصطلاحی معنی: پہلے سے قائم نکاح (جو طلاق کی دلیل سے ختم ہو رہا ہے) پھر سے برقرار رکھنا ہے۔ طلاق کی تین قسموں میں سے رجعت صرف طلاق رجعی ہی میں ہوا کرتی ہے اور طلاق رجعی میں بھی عدت ختم ہونے سے پہلے ہی رجعت کرنے کا حق ہوتا ہے، اس کے بعد رجعت نہیں کر سکتا، رجعت کے لیے عورت کا رضا مند ہونا یا اس کے علم میں لا کر رجعت کرنا ضروری نہیں۔

عن قيس بن زيد: أن النبي صلى الله عليه وسلم طلق حفصة بنت عمر فدخل عليها خالاها قدامة وعثمان ابنا مظعون فبكت وقالت: والله ما طلقني عن شبع وجاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال: قال لي جبريل عليه السلام راجع حفصة فإنها صوامة قوامة وإنها زوجتك في الجنة.

(مستدرک حاکم، ذکر ام المومنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر، ۶۷۵۳)

وَكَذَا لَا مَهْرَ فِي الرَّجْعَةِ وَلَا يُشْتَرَطُ فِيهَا رِضَا الْمَرْأَةِ، لِأَنَّهَا مِنْ شَرَائِطِ ابْتِدَاءِ الْعَقْدِ لَا مِنْ شَرْطِ الْبَقَاءِ، وَكَذَا إِعْلَامُهَا بِالرَّجْعَةِ لَيْسَ بِشَرْطٍ حَتَّى لَوْ لَمْ يُعْلِمْهَا بِالرَّجْعَةِ جَازَتْ، لِأَنَّ الرَّجْعَةَ حَقُّهُ عَلَى

2283- اسناده صحيح. صالح بن صالح: هو ابن حي. واخرجه ابن ماجه (2016)، والنسائي في "الكبرى" (5723) من طرق عن يحيى بن زكريا، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (4275) و (4276).

الْخُلُوصِ لِكَوْنِهِ تَصَرُّفًا فِي مِلْكِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ، وَالِاسْتِدَامَةِ. فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ إعْلَامُ الْغَيْرِ كَالْإِجَازَةِ فِي الْخِيَارِ لَكِنَّهُ مَنْدُوبٌ إلَيْهِ، وَمُسْتَحَبٌّ (بدائع الصنائع بیان ماهیة الرجعة، ج۷،ص ۳۴۲)

رجعت کے دو طریقے ہیں۔(۱) قولی، (۲) فعلی

(۱) رجعت کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے صاف صاف الفاظ میں کہدے کہ میں نے تم کو اپنے نکاح میں لوٹا لیا اور اس پر دو گواہ بنائے (یہ رجعت کا بہتر طریقہ ہے) یا رجعت کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال کرے جو دو معنی رکھتے ہوں (۱) حقیقی معنی (۲) مجازی معنی جس سے رجعت مراد لی جائے جیسے تو میرے نزدیک ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھی، البتہ ان الفاظ میں رجعت کی نیت کرنے سے رجعت ہوگی ورنہ نہیں (ان دونوں صورتوں کو رجعتِ قولی کہتے ہیں)۔

وَأَمَّا رُكْنُ الرَّجْعَةِ فَهُوَ قَوْلٌ أَوْ فِعْلٌ يَدُلُّ عَلَى الرَّجْعَةِ: أَمَّا الْقَوْلُ فَنَحْوُ أَنْ يَقُولَ لَهَا: رَاجَعْتُك أَوْ رَدَدْتُك أَوْ رَجَعْتُك أَوْ أَعَدْتُك أَوْ رَاجَعْت امْرَأَتِي أَوْ رَاجَعْتهَا أَوْ رَدَدْتهَا أَوْ أَعَدْتهَا وَنَحْوُ ذَلِكَ لِأَنَّ الرَّجْعَةَ رَدٌّ وَإِعَادَةٌ إلَى الْحَالَةِ الْأُولَى وَلَوْ قَالَ لَهَا نَكَحْتُك أَوْ تَزَوَّجْتُك كَانَ رَجْعَةً فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ (بدائع الصنائع رکن الرجعة

(۲) رجعت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے افعال کئے جائیں جو صرف بیوی کیساتھ کیے جاتے ہیں: اس کو شہوت سے چھو لے یا بوسہ لیلے یا صحبت کر لو غیرہ، اس کیلیے گواہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔حوالہ

وَأَمَّا رُكْنُ الرَّجْعَةِ فَهُوَ قَوْلٌ أَوْ فِعْلٌ يَدُلُّ عَلَى الرَّجْعَةِ:...وَأَمَّا الْفِعْلُ الدَّالُّ عَلَى الرَّجْعَةِ فَهُوَ أَنْ يُجَامِعَهَا أَوْ يَمَسَّ شَيْئًا مِنْ أَعْضَائِهَا لِشَهْوَةٍ أَوْ يَنْظُرَ إلَى فَرْجِهَا عَنْ شَهْوَةٍ أَوْ يُوجَدَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ هَهُنَا عَلَى مَا بَيَّنَّا وَوَجْهُ دَلَالَةِ هَذِهِ الْأَفْعَالِ عَلَى الرَّجْعَةِ مَا ذَكَرْنَا فِيمَا تَقَدَّمَ وَهَذَا عِنْدَنَا

(بدائع الصنائع رکن الرجعة، ج۷،ص ۳۵۳)

رجوع وعدم رجوع کی صورت میں اقسام طلاق

اسی طرح حضرات فقہاء نے قرآن وسنت کی نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے وقوع کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں کی ہیں۔ یعنی عدت گزر جانے کے بعد عورت اور مرد کی حیثیت کیا رہے گی۔ گویا کہ طلاق کی یہ تین قسمیں وقوع طلاق کے بعد اس کے اثرات اور ان کے نتائج کو ظاہر کرتی ہیں۔

(۱) طلاق رجعی

وہ طلاق کہلاتی ہے جس کے بعد عورت کی عدت کے اندر مرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عورت سے رجوع کرلے۔ لیکن مرد کو یہ اختیار صرف ایک یا دو طلاقوں تک رہتا ہے۔

طلاق رجعی کا حکم

طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے نہیں نکلے گی بلکہ عدت گزرنے تک وہ نکاح میں رہے گی اس لیے عدت کے اندر شوہر اس کو دیکھ سکتا ہے، چھو سکتا ہے اور صحبت وغیرہ کرسکتا ہے مگر ایسا کرنے سے رجعت ہوجائے گی اور وہ رجعت نہ کرنا

چاہے تو ان ساری چیزوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور عورت کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ عدت میں اچھا زیب وزینت اور خوب بناؤ سنگھار کرتی رہے کہ ہوسکتا ہے مرد کا دل اس کی طرف مائل ہوجائے اور رجعت کرلے، عدت گزرگئی اور مرد نے رجعت نہیں کی تو وہ نکاح سے نکل جائے گی اور اب وہ اس کے لیے اجنبیہ کا حکم رکھے گی اور عدت کے بعد بغیر نکاح کے مرد اس کو اپنی بیوی نہیں بناسکتا۔

وَأَمَّا بَيَانُ حُكْمِ الطَّلَاقِ فَحُكْمُ الطَّلَاقِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الطَّلَاقِ مِنَ الرَّجْعِيِّ، وَالْبَائِنِ. وَيَتَعَلَّقُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَحْكَامٌ بَعْضُهَا أَصْلِيٌّ. وَبَعْضُهَا مِنَ التَّوَابِعِ. أَمَّا الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ فَالْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ لَهُ هُوَ نُقْصَانُ الْعَدَدِ. فَأَمَّا زَوَالُ الْمِلْكِ، وَحِلُّ الْوَطْءِ فَلَيْسَ بِحُكْمٍ أَصْلِيٍّ لَهُ لَازِمٍ حَتَّى لَا يَثْبُتَ لِلْحَالِ. وَإِنَّمَا يَثْبُتُ فِي الثَّانِي بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ. فَإِنْ طَلَّقَهَا وَلَمْ يُرَاجِعْهَا بَلْ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا بَانَتْ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَزُولُ أَصْلًا. وَإِنَّمَا يَحْرُمُ وَطْؤُهَا مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ كَالْوَطْءِ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ، وَالنِّفَاسِ وَالدَّلِيلُ عَلَى قِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ أَنَّهُ يَصِحُّ طَلَاقُهُ. وَظِهَارُهُ. وَإِيلَاؤُهُ. وَيَجْرِي اللِّعَانُ بَيْنَهُمَا. وَيَتَوَارَثَانِ. وَهَذِهِ أَحْكَامُ الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ. وَكَذَا يَمْلِكُ مُرَاجَعَتَهَا بِغَيْرِ رِضَاهَا وَلَوْ كَانَ مِلْكُ النِّكَاحِ زَائِلًا مِنْ وَجْهٍ لَكَانَتِ الرَّجْعَةُ إِنْشَاءَ النِّكَاحِ عَلَى الْحُرَّةِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهَا مِنْ وَجْهٍ. وَهَذَا لَا يَجُوزُ فَجَازَ أَنْ يَظْهَرَ أَثَرُ هَذَا الطَّلَاقِ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ. وَهُوَ زَوَالُ الْمِلْكِ. وَحُرْمَةُ الْوَطْءِ. عَلَى أَنَّ لَهُ أَثَرًا نَاجِزًا. وَيُسْتَحَبُّ لَهَا أَنْ تَتَشَوَّفَ. وَتَتَزَيَّنَ؛ لِأَنَّ الزَّوْجِيَّةَ قَائِمَةٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ. وَيُسْتَحَبُّ لَهَا ذَلِكَ لَعَلَّ زَوْجَهَا يُرَاجِعُهَا. وَعَلَى هَذَا يُبْنَى حَقُّ الرَّجْعَةِ أَنَّهُ ثَابِتٌ لِلزَّوْجِ بِالْإِجْمَاعِ سَوَاءٌ كَانَ الطَّلَاقُ وَاحِدًا أَوْ اثْنَيْنِ. أَمَّا عِنْدَنَا فَلِقِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ (بدائع الصنائع فصلٌ فی بیان حُکمِ الطَّلَاقِ)

(۲) طلاق بائن یا بائنہ صغریٰ

اگر عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دے کر عدت کے اندر اس سے رجوع نہیں کیا تو عدت گزر جانے کے بعد وہ عورت بائن یعنی جدا ہوجاتی ہے۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے اجنبی کی حیثیت اختیار کرگئے۔۔۔ لیکن اگر عدت گزرنے کے بعد۔۔ یا ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ دونوں باہمی رضامندی نکاح کرنا چاہیں تو ان کا دوبارہ سے نکاح نئے ایجاب وقبول اور نئے حق مہر کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ اسی دلیل سے اس طلاق کو بائنہ صغریٰ یعنی چھوٹی جدائی والی بھی کہا جاتا ہے۔

طلاق بائن کا حکم

طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے نکل جائے گی اب شوہر کے لیے وہ اجنبیہ کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے اس کو دیکھنا غیر ضروری بات کرنا، چھونا اور جماع وغیرہ سب ممنوع ہوگا البتہ اس میں یہ گنجائش ہوگی کہ اگر وہ اس کو پھر سے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہو تو از سر نو نکاح کرنا ہوگا، خواہ عدت میں ہو یا عدت کے بعد۔

وَأَمَّا حُكْمُ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ فَالْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ لِمَا دُونَ الثَّلَاثِ مِنَ الْوَاحِدَةِ الْبَائِنَةِ، وَالثِّنْتَيْنِ

الْبَائِنَتَيْنِ هُوَ نُقْصَانُ عَدَدِ الطَّلَاقِ، وَزَوَالُ الْمِلْكِ أَيْضًا حَتَّى لَا يَحِلَّ لَهُ وَطْؤُهَا إِلَّا بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ وَلَا يَصِحُّ ظِهَارُهُ، وَإِيلَاؤُهُ وَلَا يَجْرِي اللِّعَانُ بَيْنَهُمَا وَلَا يَجْرِي التَّوَارُثُ وَلَا يُحَرِّمُ حُرْمَةً غَلِيظَةً حَتَّى يَجُوزَ لَهُ نِكَاحُهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَتَزَوَّجَ بِزَوْجٍ آخَرَ، لِأَنَّ مَا دُونَ الثَّلَاثَةِ وَإِنْ كَانَ بَائِنًا فَإِنَّهُ يُوجِبُ زَوَالَ الْمِلْكِ لَا زَوَالَ حِلِّ الْمَحَلِّيَّةِ (بدائع الصنائع فَصْلٌ فِي حُكْمِ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ)

(۳) طلاق مغلظہ

وہ ہے جس میں تین طلاقیں تین طہروں میں متواتر دے دی جائیں۔ یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دی جائیں۔ یا ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دی جائیں۔۔ ایسی عورت طلاق دینے والے مرد پر فوری طور پر اس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ اس طلاق دینے والے شوہر کی عدت گزار کر دوسرے کسی شخص سے نکاح کر کے اس کے ساتھ جماع نہ کر لے۔ اور پھر وہ دوسرا شوہر خود ہی کسی دلیل سے اس کو طلاق دے دے یا وہ فوت ہو جائے۔ تو اس کی طلاق کی یا وفات کی عدت پوری کرنے کے بعد اگر دونوں میاں بیوی چاہیں تو نئے ایجاب وقبول اور نئے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔۔ چونکہ اس طلاق میں بیوی کی جدائی سابقہ شوہر سے زیادہ ہو جاتی ہے اور عموماً خواتین واپس پہلے شوہر سے نکاح نہیں کرتی ہیں اس لئے اس طلاق کو بائنہ کبری بھی کہا جاتا ہے۔

طلاق مغلظہ کا حکم

طلاق مغلظہ کا حکم یہ ہے کہ وہ فوراً اس کے نکاح سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے گی اور عدت کے اندر بھی وہ اجنبیہ ہی کی طرح ہوگی اور وہ اس کو پھر سے اپنی زدلیل بنانا چاہتا ہو تو نہیں بنا سکتا البتہ اتنی گنجائش ہوگی کہ اس عورت کی عدت گزرنے کے بعد اس کا نکاح کسی اور مرد سے ہو جائے اور ان دونوں میں صحبت بھی ہو جائے پھر شوہر ثانی کسی دلیل سے اسے طلاق دے دے یا اس کا انتقال ہو جائے اور وہ ان کی عدت گزارے تو اب شوہر اول اسے اپنی زدلیل نکاح کے ذریعہ بنا سکتا ہے لیکن اس عورت کی نیت عقد ثانی کے وقت حلالہ کی ہو تو وہ اور شوہر ثانی دونوں گناہ گار ہوں گے۔

وَأَمَّا الطَّلَقَاتُ الثَّلَاثُ فَحُكْمُهَا الْأَصْلِيُّ هُوَ زَوَالُ الْمِلْكِ، وَزَوَالُ حِلِّ الْمَحَلِّيَّةِ أَيْضًا حَتَّى لَا يَجُوزَ لَهُ نِكَاحُهَا قَبْلَ التَّزَوُّجِ بِزَوْجٍ آخَرَ، لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، وَسَوَاءٌ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا مُتَفَرِّقًا أَوْ جُمْلَةً وَاحِدَةً. (بدائع الصنائع فَصْلٌ فِي حُكْمِ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ إِسْمَعِيلُ وَأُرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ. (ابو داود باب فِي التَّحْلِيلِ) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ. (ابن ماجه بَاب الْمُحَلِّلِ وَالْمُحَلَّلِ لَهُ، حديث)،

مذکورہ احادیث میں حلالہ کرنے والے مرد اور عورت دونوں پر لعنت فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں گنہگار ہیں۔

حق طلاق مرد کے پاس ہونے کی حکمتوں کا بیان

سوال: یہاں ایک سوال عموماً بعض ناواقف حضرات کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے کہ۔جی طلاق تو مرد نے دی اور سزا عورت کی دی جارہی ہے؟

جواب: اسلام بیان کردہ مذکورہ نظام طلاق اور اسلام کی دیگر معاشرتی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اگر اس کا جائزہ لیا جائے ہر انصاف پسند شخص پر یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اصل میں یہ سزا عورت کو نہیں مرد کو دی گئی ہے۔۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیوی جیسی نعمت عطا کی تھی اور اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کا فریضہ مرد کو سونپا گیا تھا۔اور اگر حالات کے ناموافق ہونے کی دلیل سے اس کو طلاق دینی ہی تھی تو وہ راستہ اختیار کرتا جو کہ طلاق کی پہلی دو قسموں یعنی طلاق رجعی اور طلاق بائن میں اس کو دکھایا گیا ہے۔۔اور اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔۔۔لیکن اس نے اللہ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کیا اور طلاق مغلظہ دے کر اپنی بیوی کو ہمیشہ ہمیشہ اپنے سے جدا کرلیا۔۔اب دونوں ایک دوسرے کے لئے دو اجنبیوں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔۔

اور آپ تھوڑا سا تصور کریں اس اسلامی معاشرہ کا جس میں نکاح ثانی کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، جس میں طلاق شدہ اور بیوہ خواتین سے نکاح کوئی برائی نہیں سمجھا جاتا۔۔ جس میں بیوہ اور طلاق شدہ عورت کو دوسری، تیسری چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں۔الخ شادی کرنے پر طعنے دینا یا اس کو برا سمجھنا معیوب اور گناہ سمجھا جاتا ہے۔اس اسلامی معاشرہ میں کیا وہ عورت جس کو اس کے سابقہ شوہر نے حدوداللہ سے تجاوز کرتے ہوئے طلاق بدعت، یا طلاق مغلظہ دے کر اس کو خود سے جدا کردیا۔وہ واپس اس سابقہ شوہر کے عقد میں جانا پسند کرے گی۔۔اور اگر چلی بھی جاتی ہے تو یقیناً وہ یہ دیکھ کر جائے گی کہ اب اس کا مرتبہ و مقام شوہر کی نظر میں پہلے سے بہتر ہوگا۔تب ہی تو اس نے دوبارہ عقد کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کی بیوی رہ چکی ہے۔۔۔اور اگر وہ سمجھتی ہو کہ سابقہ شوہر کے پاس دوبارہ جانا اس کے لئے مفید نہیں ہے۔تو اس پر جبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔۔اس کو اسی طرح اپنا نکاح سابقہ شوہر سے کرنے یا نہ کرنے کا حق حاصل ہے جس طرح اس کے کنوارا ہونے کے وقت اس کو حاصل تھا۔۔مگر آج کے دور میں جو ہم عورت کو مجبور پاتے ہیں اس میں قصور اسلام کے نظام طلاق کا نہیں ہمارے اس غیر اسلامی معاشرے کا ہے۔۔اسلام، اس کے قوانین اور احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مکمل اور بھرپور پیکج ہیں۔اس کے تمام لازمات کو ہمارا معاشرہ پورا کرے گا تو پھر اس کے ثمرات ہمیں میسر آئیں گے۔۔ایسا نہیں کہ اس پیکج میں سے جو ہمیں پسند ہے وہ ہم لے لیں اور جو پسند نہیں اس کو یا تو ترک کردیں۔۔یا اس میں پیوند کاری شروع کردیں۔اور پھر امید اور توقع یہ رکھیں کہ اللہ کے بیان کردہ تمام ثمرات بھی ہمیں میسر آئیں۔۔یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ ثمرات تب ہی میسر ہوں گے جب ہم اس پہلو کو عملی طور پر دل وجان سے اپنائیں گے۔

تین طلاقوں کے بعد عورت کا دوسرے شوہر سے شادی کرنے کے لازمی ہونے کو جس طرح نشانہ بنایا جاتا ہے اس کی دلیل اسلام کے نظام طلاق سے عدم واقفیت، ہمارے اس غیر اسلام معاشرے کے رسوم ورواج اور ہماری جہالت کی خرابی ہے۔اس میں

اسلامی نظام طلاق کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

طریقہ رجوع میں مذاہب اربعہ

رجوع کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح نہیں ہوتا؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو وہ عدت ختم ہونے سے پہلے چاہے رجوع کر سکتا ہے، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ قرآن مجید (سورہ بقرہ، آیت 228) میں فرمایا گیا ہے وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ ان کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں واپس لے لینے کے پوری طرح حق دار ہیں "اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے تک ان کی زوجیت برقرار رہتی ہے اور وہ انہیں قطعی طور پر چھوڑ دینے سے پہلے واپس لے سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر رجوع کوئی تجدید نکاح نہیں ہے کہ اس کے لئے عورت کی رضا ضروری ہو۔ شافعیہ کے نزدیک رجوع صرف قول ہی سے ہو سکتا ہے، عمل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر آدمی زبان سے یہ نہ کہے کہ میں نے رجوع کیا تو مباشرت یا اختلاط کا کوئی فعل خواہ رجوع کی نیت ہی سے کیا گیا ہو، رجوع قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس صورت میں عورت سے ہر قسم سے کا استمتاع حرام ہے چاہے وہ بلا شہوت ہی ہو۔ لیکن مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ علماء کا اس کے حرام ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ البتہ جو اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہوا سے تعزیر دی جائے گی۔ مزید براں آدمی رجوع بالقول کرے یا نہ کرے۔ (مغنی المحتاج، کتاب طلاق)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رجوع قول اور فعل، دونوں سے ہو سکتا ہے۔ اگر رجوع بالقول میں آدمی صریح الفاظ استعمال کرے تو خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، رجوع ہو جائے گا، بلکہ اگر وہ مذاق کے طور پر بھی رجوع قرار دیے جائیں گے جبکہ وہ رجوع کی نیت سے کہے گئے ہوں۔ رہا رجوع بالفعل تو کوئی فعل خواہ وہ اختلاط ہو، یا مباشرت، اس وقت تک رجوع قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ وہ رجوع کی نیت سے نہ کیا گیا ہو۔ (حاشیہ الدسوقی۔ احکام القرآن لابن العربی)

حنفیہ اور حنابلہ کا مسلک رجوع بالقول کے معاملہ میں وہی جو مالکیہ کا ہے۔ رہا رجوع بالفعل، تو مالکیہ کے برعکس ان دونوں مذاہب کا فتویٰ یہ ہے کہ شوہر اگر عدت کے اندر مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرلے تو وہ آپ سے آپ رجوع ہے، خواہ وہ مباشرت سے کم کسی درجے کا ہو، اور حنابلہ محض اختلاط کو رجوع نہیں مانتے۔ (ہدایہ، فتح القدیر، عمدۃ القاری، الانصاف)

چھونے سے اثبات رجوع میں فقہی مذاہب ثلاثہ

قول کے ساتھ رجوع اس طرح ہوگا کہ: خاوند کہے: میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا، یا پھر اسے رکھ لیا، یا اسے اپنی عصمت میں واپس لے لیا، یا بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہے: میں نے تجھ سے رجوع کرلیا، یا تجھے رکھ لیا، یا تجھے واپس کرلیا. فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ رجوع ثابت ہو جائے گا. اور الفاظ کے قائم مقام کتابت یعنی لکھائی اور اسی طرح بولنے سے عاجز شخص کا اشارہ بھی یہی معنی دیگا. رہا فعل کے ساتھ رجوع کرنا تو یہ جماع کے ساتھ ہوگا اور اس میں بھی شرط یہ ہے کہ یہ جماع رجوع کے مقصد سے ہو۔

شیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں ": اگر خاوند نے بیوی کو طلاق رجعی دے دی ہو یا تو اس کی عدت ختم ہو چکی ہوگی تو

اس صورت میں اس کے لیے نئے نکاح کے ساتھ ہی حلال ہوگی جس میں پوری شروط نکاح موجود ہوں۔ یا پھر وہ ابھی عدت میں ہی ہوا گر بیوی سے وطء اور جماع کرنے کا مقصد بیوی سے رجوع ہو تو بیوی سے رجوع ہو جائے گا اور یہ وطء بھی مباح ہوگی۔ لیکن اگر وہ اس سے رجوع کا ارادہ نہیں رکھتا تو ایک مذہب کے مطابق یہ رجو ہو جائے گا، لیکن صحیح یہی ہے کہ اس سے رجوع نہیں ہوگا۔ اس بنا پر یہ وطی حرام ہوگی۔ (الارشاد الی معرفۃ الاحکام)

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس لیے صرف خاوند کا آپ کو چھونا آپ سے رجوع نہیں کہلائیگا۔ جمہور علماء کرام جن میں امام مالک علیہ الرحمہ امام شافعی اور امام احمد شامل ہیں کا یہ کہنا ہے کہ: صرف شہوت کے ساتھ چھونے سے رجوع حاصل نہیں ہو جائے گا، لیکن امام مالک علیہ الرحمہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اگر شہوت کے ساتھ چھونے سے اس کا مقصد رجوع کرنا ہو تو رجوع کی نیت سے شہوت کے ساتھ چھونا رجوع کہلائیگا، اس لیے جب آپ کا خاوند یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے رجوع کی نیت نہیں کی تو پھر اس سے رجوع حاصل نہیں ہوا۔

(المغنی (404/7)

فعلی رجوع میں مذاہب اربعہ

فعل کے ساتھ بیوی سے رجوع کرنے میں علماء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً: جماع اور اس کی ابتدائی اشیاء یعنی بیوی سے بوس و کنار کرنا، اس میں علماء کے چار قول ہیں:

پہلا قول: احناف کہتے ہیں کہ جماع کرنے اور شہوت سے بوس و کنار کرنے سے کے ساتھ رجوع ہو جائے گا چاہے درمیان میں حائل بھی ہو لیکن شہوت کی حرارت ہونی چاہیے، انہوں نے اس سب کو رجوع پر محمول کیا ہے، گویا کہ وہ اپنی وطء اور جماع سے اس سے رجوع کرنے پر راضی ہو گیا ہے۔

دوسرا قول: مالکیہ کے ہاں جماع اور اس کے مقدمات سے رجوع ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ خاوند اس میں رجوع کی نیت کرے، اس لیے اگر اس نے رجوع کی نیت سے بیوی کا بوسہ لیا یا اسے شہوت سے چھو لیا یا جماع والی جگہ کو شہوت سے دیکھا یا اس سے وطء اور جماع کیا لیکن اس میں رجوع کی نیت نہ تھی تو ان اشیاء سے رجوع صحیح نہیں ہوگا، بلکہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا۔

تیسرا قول: شافعی حضرات کہتے ہیں کہ رجوع صرف قول کے ساتھ ہی صحیح ہوگا، مطلقاً فعل کے ساتھ رجوع صحیح نہیں، چاہے وطء ہو یا اس کے مقدمات اور چاہے فعل میں اس نے رجوع کی نیت بھی کی ہو یا نیت نہ ہو۔

چوتھا قول: حنابلہ کہتے ہیں کہ وطء کے ساتھ رجوع صحیح ہے چاہے خاوند نے بیوی سے رجوع کی نیت کی ہو یا نیت نہ کی ہو، لیکن وطء کے مقدمات سے صحیح مذہب میں رجوع ثابت نہیں ہوگا

(تبیین الحقائق (251/2) حاشیۃ ابن عابدین (399/3) الخرشی علی خلیل (81/4) حاشیۃ البجیرمی (41/4) الانصاف (156/9) مطالب اولی النہی (480/5)

جو فعل سبب حرمت مصاہرت وہی سبب رجعت قاعدہ فقہیہ

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس فعل سے حرمت مصاہرت ہوتی ہے اُس سے رجعت ہو جائے گی مثلاً وطی

کرنا یا شہوت کے ساتھ منہ یا رخسار یا ٹھوڑی یا پیشانی یا سر کا بوسہ لینا یا بلا حائل بدن کو شہوت کے ساتھ چھونا یا حائل ہو تو بدن کی گرمی محسوس ہو یا فرج داخل کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کرنا اور اگر یہ افعال شہوت کے ساتھ نہ ہوں تو رجعت نہ ہوگی اور شہوت کے ساتھ بلا قصد رجعت ہوں جب بھی رجعت ہو جائے گی۔ اور بغیر شہوت بوسہ لینا یا چھونا مکروہ ہے جبکہ رجعت کا ارادہ نہ ہو۔ یونہی اُسے برہنہ دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ (ردمحتار، کتاب طلاق، باب رجعت)

رجوع کے لئے گواہی کے استحباب کا بیان

اور یہ مستحب ہے رجوع کرنے کے لئے دو گواہ قائم کر لئے جائیں اگر گواہ موجود نہ ہوں تو عورت سے رجوع کرنا صحیح شمار ہوگا۔ امام شافعی کے ایک قول کے مطابق اور امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک گواہوں کے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور تم اپنے میں سے دو عادل گواہوں کو گواہ بنالو''۔ ہماری دلیل یہ ہے: نص مطلق ہے اور گواہ بنانے کی قید کے بغیر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: رجوع کرنے کا مطلب نکاح کو باقی رکھنا ہے اور باقی رکھنے میں گواہی شرط نہیں ہوتی۔ بالکل اس طرح جیسے ایلاء میں رجوع کرنے میں یہ شرط نہیں ہے۔ البتہ احتیاط کے پیش نظر ایسا کرنا مستحب ہے تاکہ اس بارے میں باہمی طور پر کوئی اختلاف نہ رہے۔ امام شافعی نے جس آیت کو تلاوت کیا ہے وہ استحباب پر محمول ہوگی۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا اسے علیحدگی کے ساتھ ملا دیا ہے اور اس میں ایسا کرنا مستحب ہے لہٰذا یہ بات مستحب ہوگی کہ وہ اس بارے میں عورت کو بتادے تاکہ کسی معصیت کا شکار نہ ہو۔ جب عدت ختم ہو جائے اور شوہر یہ کہے: میں نے عدت کے دوران ہی عورت سے رجوع کر لیا تھا اور عورت بھی اس بات کی تصدیق کر دے تو یہ بات رجوع شمار ہوگی۔ اگر عورت مرد کی اس بات کو جھوٹ قرار دے تو اس کی بات کو تسلیم کیا جائے گا کیونکہ شوہر نے ایک ایسی بات کی خبر دی ہے جس کو وہ فوری طور پر موجود کرنے کا مالک نہیں ہے لہٰذا اس بارے میں متہم شمار ہوگا۔ البتہ عورت نے اس کی تصدیق کر دی ہو تو یہ تہمت ختم ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کے لیے قسم اٹھانا واجب نہیں ہے اور قسم لینے کا یہ مسئلہ چھ باتوں سے متعلق ہوتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

رجعت کے مسنون طریقے کا فقہی بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی اس کی خبر کر دے کہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کر لے اور اگر کر لیا تو تفریق کر دی جائے اگرچہ دخول کر چکا ہو کہ یہ نکاح نہ ہوا۔ اور اگر قول سے رجعت کی مگر گواہ نہ کیے یا گواہ بھی کیے مگر عورت کو خبر نہ کی تو مکروہ خلاف سنت ہے مگر رجعت ہو جائے گی۔ اور اگر فعل سے رجعت کی مثلاً اُس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی تو رجعت ہو گئی مگر مکروہ ہے۔ اُسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجعت کے الفاظ کہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق)

رجعت کی شرعی حیثیت میں فقہی مذاہب اربعہ

اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کر دیعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ

رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی، اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت عطار حمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں نکاح، رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان اللہ ہے ہاں مجبوری ہو تو اور بات ہے، پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے اور سچی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو رہا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں اللہ کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے، اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت زبانی کہے بغیر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے۔ احناف کے نزدیک رجعت کی گواہی مستحب ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ (الطلاق، ۲)

تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کر لو اور اللہ کے لئے گواہی قائم کرو۔ اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ اور جو اللہ سے ڈرے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔ (کنزالایمان)

صدرالا فاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

یعنی تمہیں اختیار ہے اگر تم ان کے ساتھ حُسنِ معاشرت و مرافقت رہنا چاہو تو رجعت کر لو اور دل میں پھر دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھو اور اگر تمہیں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کر سکنے کی امید نہ ہو تو مہر وغیرہ ان کے حق ادا کر کے ان سے جدائی کر لو اور انہیں ضرر نہ پہنچاؤ اس طرح کہ آخرِ عدّت میں رجعت کر لو، پھر طلاق دے دو اور اس طرح انہیں ان کی عدّت دراز کر کے پریشانی میں ڈالو ایسا نہ کرو اور خواہ رجعت کرو یا فرقت اختیار کرو دونوں صورتوں میں دفعِ تہمت اور رفعِ نزاع کے لئے دو مسلمانوں کو گواہ کر لینا مستحب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

مقصود اس سے اس کی رضا جوئی ہو اور اقامتِ حق و تعمیلِ حکمِ الٰہی کے سوا اپنی کوئی فاسد غرض اس میں نہ ہو۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ کفار شرائع و احکام کے ساتھ مخاطب نہیں۔ اور طلاق دے تو طلاقِ سنّی دے اور معتدہ کو ضرر نہ پہنچائے، نہ اسے مسکن سے نکالے اور حسبِ حکمِ الٰہی مسلمانوں کو گواہ کر لے۔

جس سے وہ دنیا و آخرت کے غموں سے خلاص پائے اور ہر تنگی و پریشانی سے محفوظ رہے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے شبہاتِ دنیا غمراتِ موت و شدائدِ روزِ قیامت سے خلاص کی راہ نکالے گا اور اس آیت کی نسبت سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے علم میں ایک ایسی آیت ہے جسے لوگ محفوظ کر لیں تو ان کی ہر ضرورت و حاجت کے لئے کافی ہے۔

شانِ نزول : عوف بن مالک کے فرزند کو مشرکین نے قید کرلیا تو عوف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کرلیا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی وناداری کی شکایت کی، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھو اور صبر کرو اور کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہو عوف نے گھر آکر اپنی بی بی سے یہ کہا اور دونوں نے پڑھنا شروع کیا وہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا دشمن غافل ہوگیا تھا اس نے موقع پایا قید سے نکل بھاگا اور چلتے ہوئے چار ہزار بکریاں بھی دشمن کی ساتھ لے آیا، حضرت عوف نے خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ یہ بکریاں انکے لئے حلال ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

حق رجوع کے ختم ہونے والے وقت کا بیان

جب (عدت گزارنے والی عورت) کے تیسرے حیض کا خون دس دن کے بعد بند ہوجائے' تو رجوع کرنے کا حق ختم ہوجائے گا۔ اگرچہ عورت نے ابھی غسل نہ کیا ہو۔ اگر حیض کا خون دس دن سے پہلے بند ہوجائے' تو جب تک وہ خاتون غسل نہ کرے' یا ایک نماز کا وقت پورا نہ گزر جائے' تو اس وقت تک شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: شرعی طور پر دس دن سے زیادہ حیض نہیں ہوسکتا اس لئے خون کے منقطع ہونے کے ساتھ ہی حیض ختم شمار ہوجائے گا' اور عدت پوری ہوجائے گی' اور رجوع کرنے کا حق ختم ہوجائے گا۔

لیکن اگر دس دن سے پہلے ہی حیض کی آمد رک جائے' تو رجوع کا حق باقی رہے گا' کیونکہ ہوسکتا ہے دوبارہ خون جاری ہو جائے اس کے منقطع ہونے کا یقین ہونا ضروری ہوگا اور یہ یقین اسی وقت ثابت ہوسکتا ہے جب غسل کرلیا جائے یا اس عورت کو پاک عورتوں کے حکم میں شامل کرلیا جائے' جیسے ایک نماز کا وقت گزر جائے۔ اس کے برخلاف جب بیوی اہل کتاب ہو' تو اس کے حق میں مزید کسی علامت کی توقع نہیں ہے' لہٰذا اس بارے میں صرف خون کے منقطع ہونے پر اکتفاء کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک رجوع کا حق اسی وقت منقطع ہوجائے گا جب عورت تیمم کرکے کوئی بھی (نفل) نماز ادا کرلے اور نماز پڑھنے کی قید استحسان کے طور پر لگائی گئی ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ بات بیان کی ہے: عورت کے تیمم کرنے کے ساتھ ہی یہ حق ختم ہوجائے گا' اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے' کیونکہ جب پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرنا مطلق طہارت شمار ہوتا ہے' یہاں تک کہ جو احکام غسل کے ذریعے ثابت ہوتے ہیں وہ تمام احکام تیمم کے ذریعے ثابت ہوجاتے ہیں تو تیمم' غسل کی مانند ہوگا۔

شیخین نے یہ بات بیان کی ہے: تیمم درحقیقت انسان کو پاک نہیں کرتا ہے' بلکہ آلودہ کردیتا ہے اور اس کو صرف ضرورت کے پیش نظر طہارت قرار دیا گیا ہے تاکہ فرائض میں اضافہ نہ ہوتا رہے' اس کی ضرورت نماز کی ادائیگی کے وقت پیش آتی ہے۔ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے پیش نہیں آتی۔ اس طرح دیگر جن امور کے لئے تیمم کا حکم دیا گیا ہے وہ بھی نماز کے کا اقتضاء ہونے کی دلیل سے ضرورت کے تحت ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے: شیخین کے نزدیک نماز شروع کرنے کے ساتھ ہی رجوع کرنے کا

حق منقطع ہو جائے گا' اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے' نماز سے فارغ ہونے کے بعد منقطع ہوگا' تا کہ نماز کے جواز کا حکم پختہ ہو سکے۔
(ایسی صورت میں) جب عورت غسل کر لے اور اس دوران جسم کا کوئی ایسا حصہ بھول جائے جس تک پانی نہ پہنچا ہو' تو اگر وہ حصہ پورے ایک عضو کے برابر ہو' یا اس سے زیادہ ہو' تو رجوع کرنے کا حق منقطع نہیں ہوگا' لیکن اگر اس سے کم نہ ہو' تو شوہر کے رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا۔

مصنف فرماتے ہیں: یہ مسئلہ بھی استحسان کے طور پر ہے' ورنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے: کامل عضو رہ جانے کی صورت میں شوہر کو رجوع کا حق باقی نہ رہے' کیونکہ وہ عورت اکثر جسم کو دھو چکی ہے۔ اس طرح اگر ایک عضو سے کم حصہ سوکھا رہ گیا تھا' تو بھی قیاس کا تقاضا یہی ہے' رجوع کا حکم باقی رہے' کیونکہ جنابت اور حیض کے حکم کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ استحسان کی دلیل یہ ہے: ایک عضو سے کم حصہ خشک رہ جائے گا' تو یہ کہا جائے گا' شاید یہ حصہ اپنے تھوڑے حجم کی دلیل سے پہلے خشک ہو گیا ہو اس لئے پانی نہ پہنچنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا ہے' اس لئے ہم نے یہ فیصلہ دیا' اس صورت میں رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا' دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوگا تا کہ دونوں باتوں میں احتیاط پر عمل کیا جا سکے' لیکن مکمل عضو کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ مکمل عضو اس طرح سے جلد خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی غسل کے دوران عام طور پر مکمل عضو کے بارے میں غفلت اختیار کی جاتی ہے' لہٰذا دونوں مسائل الگ حیثیت کے حامل ہوں گے۔

امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کلی کرنے کا یا ناک میں پانی ڈالنے کا عمل چھوٹ جائے' تو اس کا مطلب یہ ہے: پورا عضو چھوٹ گیا۔ ان سے دوسری روایت یہ ہے: جس کے امام محمد علیہ الرحمہ بھی قائل ہیں: یہ ایک مکمل عضو سے کم شمار ہوں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے: کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت میں اختلاف پایا جاتا ہے' جبکہ دیگر اعضاء کا حکم اس سے مختلف ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دس ۱۰ دن رات سے کم میں منقطع ہوا اور نہ نہائی نہ نماز کا وقت ختم ہوا بلکہ تیمم کر لیا تو رجعت منقطع نہ ہوئی ہاں اگر اس تیمم سے پوری نماز پڑھ لی تو اب رجعت نہیں ہو سکتی اگر چہ وہ نماز نفل ہو اور اگر ابھی نماز پوری نہیں ہوئی ہے، بلکہ شروع کی ہے تو رجعت کر سکتا ہے اور اگر تیمم کر کے قرآن مجید پڑھا یا مصحف شریف چھو لیا مسجد میں گئی تو رجعت ختم نہ ہوئی۔ (فتح القدیر، کتاب طلاق)

غسل کیا اور کوئی جگہ ایک عضو سے کم مثلاً بازو یا کلائی کا کچھ حصہ یا دو ایک انگلی بھول گئی جہاں پانی پہنچنے نہ پہنچنے میں شک ہے تو رجعت ختم ہوگئی مگر دوسرے سے نکاح اُس وقت کر سکتی ہے کہ اُس جگہ کو دھو لے یا نماز کا وقت گزر جائے اور اگر یقین ہے کہ وہاں پانی نہیں پہنچا ہے یا قصداً اُس جگہ کو چھوڑ دیا تو رجعت ہو سکتی ہے اور اگر پورا عضو جیسے ہاتھ یا پاؤں بھولی تو رجعت ہو سکتی ہے، کُلّی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا دونوں ملکر ایک عضو ہیں اور ہر ایک ایک عضو سے کم ہے۔ (ردمحتار، کتاب طلاق)

حق رجوع کے اختتام میں مذاہب اربعہ

رجعی طلاق دینے والے کے لئے رجوع کا موقع کس وقت تک ہے؟ اس میں بھی فقہاء کے درمیان سے مراد تین حیض ہیں یا

تین طہر؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے اور امام احمد بن حنبل کا معتبر مذہب بھی یہی ہے۔ یہ دلیل چاروں خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوالدردا، عبادہ بن صامت اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے مؤطا میں شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 13 صحابیوں سے ملے ہیں، اور ان سب کی دلیل یہی تھی۔ اور یہی بکثرت تابعین نے بھی اختیار کی ہے۔

اس اختلاف کی بنا شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک تیسرے حیض میں داخل ہوتے ہی عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے، اور مرد کا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر طلاق حیض کی حالت میں دی گئی ہو، اس حیض کا شمار عدت میں نہ ہوگا، بلکہ چوتھے حیض میں داخل ہونے پر عدت ختم ہوگی۔ (مغنی المحتاج، حاشیہ الدسوقی)

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر تیسرے حیض میں دس دن گزرنے پر خون بند ہو تو عورت کی عدت ختم نہ ہوگی جب تک عورت غسل نہ کرے، یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب عورت تیمم کر کے نماز پڑھ لے اس وقت مرد کا حق رجوع ختم ہوگا، اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک تیمم کرتے ہی حق رجوع ختم ہو جائے گا (ہدایہ) امام احمد کا معتبر مذہب جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ جب تک عورت تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کر لے مرد کا حق رجوع باقی رہے گا۔ (الانصاف)

بَابٌ فِيْ نَفَقَةِ الْمَبْتُوتَةِ

باب: ''طلاق یافتہ عورت کے خرچ کا حکم

نفقہ کے مفہوم واسباب کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نفقہ سے مراد کھانا کپڑا اور رہنے کا مکان ہے اور نفقہ واجب ہونے کے تین سبب ہیں زوجیت' نسب' ملک۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق، لاہور)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ عورت مسلمان ہو یا کافرہ آزاد ہو یا مکاتبہ' محتاج ہو یا مالدار' دخول ہوا ہو یا نہیں' بالغہ ہو یا نابالغہ مگر نابالغہ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مشتہاۃ ہو۔ اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں بلکہ کتنا ہی صغیر السن ہو اس پر نفقہ واجب ہے۔ اس کے مال سے دیا جائے گا اور اگر اس کی ملک میں مال نہ ہو تو اس کی عورت کا نفقہ اس کے باپ پر واجب نہیں ہاں اگر اس کے باپ نے نفقہ کی ضمانت کی ہو تو باپ پر واجب ہے شوہر عنین ہے یا اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا مریض ہے کہ جماع کی طاقت نہیں رکھتا یا حج کو گیا ہے جب بھی نفقہ واجب ہے۔ (درمختار، کتاب طلاق، بیروت)

نفقہ کا لغوی معنی ومفہوم کا بیان

نفقات نفقہ کی جمع ہے اور نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو خرچ کی جائے جب کہ شرعی اصطلاح میں طعام لباس اور سکنی مکان کو نفقہ کہتے ہیں چونکہ نفقہ کی کئی نوعیتیں اور قسمیں ہوتی ہیں جیسے بیوی کا نفقہ اولاد کا نفقہ والدین کا نفقہ اور عزیز واقارب کا نفقہ وغیرہ اس

لئے نفقہ کی ان انواع کے اعتبار سے عنوان میں نفقات یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے نیز یہاں نفقہ سے اس کا عام مفہوم مراد ہے خواہ واجب ہو یا غیر واجب ہو۔

لونڈی غلام کے حقوق کا مطلب ہے ان کو کھلانا پہنانا اور ان پر ایسے کاموں کا بوجھ نہ ڈالنا جو ان کی طاقت وہمت سے باہر ہوں۔

بیوی کے نفقہ کے احکام ومسائل کا بیان

مرد پر اپنی بیوی کا نفقہ یعنی کھانے پینے کا خرچ لباس اور مکان دینا واجب ہے چاہے مرد عمر میں اپنی بیوی سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافرہ ہو خواہ بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ ہو جس سے جماع نہ کیا جا سکتا ہو لیکن نفقہ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس بیوی نے اپنے آپ کو شوہر کے گھر میں شوہر کے سپرد کر دیا ہو اگر سپرد نہ کیا ہو تو اس کی وجہ یا تو اس کا کوئی حق ہو کہ جس کو ادا کرنے سے انکار کرتا ہو یا خود شوہر سپرد کرنے کا مطالبہ نہ کرتا ہو۔

بہتر یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنا ہم پیالہ وہم نوالہ بنائے دونوں ایک ساتھ رہیں اور حیثیت کے مطابق جو کچھ میسر ہو اس میں دونوں گزارہ کریں اور جیسا کہ شریف گھرانوں کا قاعدہ ہے شوہر باہر کسب معاش کرے اور بیوی گھر کے انتظامات کی ذمہ دار ہے شوہر جو کچھ کمائے اس کے مطابق جنس وسامان گھر میں مہیا کرے اور بیوی اپنی سلیقہ شعاری کے ذریعہ اس جنس وسامان کو پورے گھر اور متعلقین کی ضرورتوں میں صرف کرے اور اگر کسی وجہ سے شوہر و بیوی کا اس طرح ہم پیالہ وہم نوالہ رہنا ممکن نہ ہو اور بیوی قاضی و حاکم کے یہاں یہ درخواست کرے کہ میرے لئے شوہر پر نفقہ مقرر کر دیا جائے تو حاکم وقاضی کی طرف سے بیوی کے لئے ماہانہ نفقہ کھانے پینے کا خرچ مقرر کر دیا جائے گا۔ اور وہ مقرر مقدار اس کے سپرد کر دیا جائے گا اسی طرح ایک سال میں دو مرتبہ کپڑا دینا مقرر کیا جائے گا اور وہ مقرر کپڑا ہر ششماہی پر اس کے حوالہ کر دیا جائے گا اگر قاضی وحاکم نے عورت کے لئے ماہانہ نفقہ مقرر کر دیا تو شوہر اس کو ماہانہ ادا کرے گا اور اگر شوہر نے ماھانہ نہ دیا اور عورت نے روزانہ طلب کیا تو شام کے وقت عورت کو مطالبہ کرنے کا اختیار ہو گا۔

نفقہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں اس مقدار کا لحاظ رکھا جائے گا جو بیوی کے لئے کافی ہو اور بغیر کسی اسراف وتنگی کے اپنا گزارہ کر سکے۔ رہی معیار کی بات تو اس میں میاں بیوی دونوں کی حالت وحیثیت کا اعتبار ہو گا اگر وہ دونوں مالی طور پر اچھی حالت وحیثیت کے مالک ہیں تو اچھی ہی حیثیت کا نفقہ بھی واجب ہو گا اور اگر وہ دونوں تنگ دست ومفلس ہوں تو نفقہ بھی اسی کے اعتبار سے واجب ہو گا اور اگر یہ صورت ہو کہ میاں تو خوش حال ہو اور بیوی تنگدست ہو یا میاں تنگدست ہو اور بیوی خوشحال ہو تو پھر درمیانی درجہ کا نفقہ واجب ہو گا یعنی وہ نفقہ دیا جائے گا جو خوشحالی کے درجہ سے کم ہو اور تنگدستی کے درجہ سے زیادہ ہو اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ بہر صورت شوہر ہی کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا وہ جس حالت وحیثیت کا ہو گا اسی کے مطابق نفقہ مقرر کیا جائے گا خواہ بیوی کسی بھی حیثیت وحالت کی مالک ہو۔

اگر شوہر و بیوی کے درمیان خوشحالی وتنگدستی کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے یعنی شوہر تو کہے کہ میں تنگدست ہوں اس

لئے تنگدستی کا نفقہ دوں گا اور بیوی کہے کہ نہیں تم خوشحال ہو اس لیے میں خوشحالی کا نفقہ لوں گی اور پھر یہ معاملہ حاکم و قاضی کی عدالت میں پہنچے اور بیوی اپنے دعوی کے گواہ پیش کر دے تو ان گواہوں کا اعتبار کر کے بیوی کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا جائے گا اور اگر بیوی نے گواہ پیش نہ کئے تو پھر شوہر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

اگر بیوی کے ساتھ کوئی خادم یا خادمہ بھی ہے اور شوہر خوشحال ہے تو عورت کے نفقہ کے ساتھ اس خادم یا خادمہ کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہوگا اور اگر شوہر تنگ دست ہو تو اس خادم یا خادمہ کا نفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوگا۔

اگر حاکم و قاضی نے شوہر کی تنگدستی کی وجہ سے اس کی بیوی کے لئے تنگدستی کا نفقہ مقرر کر دیا اور پھر شوہر خوش حال ہو گیا اور بیوی نے خوش حالی کے نفقہ کا دعوی کر دیا تو اس کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا جائے گا اور اگر شوہر کی خوش حالی کی وجہ سے بیوی کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا گیا تھا اور پھر شوہر تنگدست ہو گیا تو اب تنگدستی کا نفقہ مقرر کر دیا جائے گا۔

جو عورت شوہر کی وفات کی عدت میں ہو اس کو نفقہ نہیں ملتا خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو اسی طرح جو بیوی نافرمان ہو جائے یعنی شوہر کی اجازت کے بغیر اور بلا کسی وجہ کے شوہر کے گھر سے چلی جائے تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا۔ نیز جو بیوی کسی دین یعنی قرض وغیرہ کی عدم ادائیگی کی جہ سے قید خانہ میں ڈال دی گئی ہو یا اپنے میکہ میں ایسی بیمار ہو کہ شادی کے بعد شوہر کے گھر نہ بھیجی گئی ہو، یا اس کو کوئی غاصب لے کر بھاگ گیا ہو یا وہ اتنی کم عمر ہو کہ اس کے ساتھ جماع نہ کیا جا سکتا ہو اور یا بغیر شوہر کے حج کو چلی گئی ہو تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا ہاں جو بیوی شوہر کے ساتھ حج کو جائے گی اس کا حضر کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا سفر کا خرچ اور سواری کا کرایہ واجب نہیں ہوگا۔

اگر بیوی اپنے میکہ میں بیمار ہوئی اور نکاح کے بعد ہی شوہر کے گھر بھیجی گئی تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا البتہ جو بیوی اپنے شوہر کے گھر آ کر بیمار ہوئی ہے اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا۔

شوہر کو چاہئے کہ بیوی کے رہنے کا ٹھکانہ و مکان شرعی مقاصد کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق خود مقرر و مہیا کرے اور وہ مکان ایسا ہونا چاہئے جو خود اس کے اہل وعیال اور اس بیوی کے اہل وعیال سے خالی ہو اور اگر خود بیوی ان اہل وعیال کے ساتھ رہنا چاہے تو پھر اس طرح کا مکان بنا دینا واجب نہیں رہے گا۔

اگر شوہر کے گھر میں کئی کمرے ہوں اور ان میں سے ایک کمرہ کہ جس میں کواڑ اور تالہ کنجی وغیرہ ہو خالی کر کے بیوی کو دے دے تو یہ کافی ہے بیوی کو دوسرے کمرے کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

اگر شوہر چاہے کہ گھر میں بیوی کے پاس اس کے عزیز و اقارب کو اگرچہ دوسرے شوہر سے اس بیوی کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو) آنے سے منع کر دے تو اس کو اس کا حق ہے ہاں اگر بیوی کے وہ عزیز و اقارب اس کے محرم ہوں تو ان کو بیوی کا سامنا کرنے یا اس سے بات چیت کرنے سے روکنے کا حق اس کو نہیں ہے اسی طرح شوہر کو یہ بھی حق نہیں ہے کہ وہ مہینہ میں ایک بار بیوی کو اپنے والدین کے پاس جانے یا والدین کو اس کے پاس آنے سے روکے یعنی ہفتہ میں ایک بار سے زائد آنے جانے سے روک سکتا ہے) اور والدین کے علاوہ دوسرے ذی رحم محرم رشتہ داروں کے پاس سال بھر میں ایک مرتبہ بیوی کے جانے یا بیوی کے پاس ان کے آنے

پر پابندی عائد کرنے کا حق نہیں ہے یعنی سال بھر میں ایک بار سے زائد ان کے آنے پر پابندی عائد کر سکتا ہے۔

جو عورت طلاق کی عدت میں ہو وہ شوہر سے نفقہ اور رہنے کے لئے مکان پانے کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن ہو یا مغلظہ ہو اور خواہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو، اسی طرح جو عورت ایسی تفریق جدائی کی عدت میں ہو جو کسی معصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی شرعی حق کی وجہ سے واقع ہوئی ہو تو اس کا نفقہ وسکنی بھی شوہر کے ذمہ ہوگا، مثلاً کوئی ام ولد یا مدبرہ کسی کے نکاح میں تھی اور پھر خیار عتق کی بناء پر اس نے شوہر سے جدائی اختیار کر لی یا کسی نابالغہ کا نکاح اس کے ولی نے کسی شخص سے کر دیا تھا اور پھر اس نے بالغ ہونے کے بعد خیار بلوغ کی بناء پر اس شوہر سے جدائی اختیار کر لی تو ان صورتوں میں بھی عورت نفقہ اور سکنی پانے کی مستحق ہوگی اور اگر عورت کسی ایسی تفریق (جدائی) کی عدت میں ہو جو کسی معصیت کی بناء پر واقع ہوئی ہو اور اسکا نفقہ وسکنی شوہر کے ذمہ نہیں ہوگا، مثلاً عورت نعوذ باللہ مرتد ہوگئی یا اس نے شوہر کے بیٹے سے کوئی ایسا برا فعل کرا لیا جس سے شوہر پر حرام ہوگئی جیسے اس سے ہم بستری کر لی یا اس کو شہوت سے چھو لیا یا اس کا بوسہ لیا اور اس کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہوگئی اور وہ عدت میں بیٹھ گئی تو ان صورتوں میں وہ شوہر سے کھانے پینے کا خرچ اور رہنے کے لئے مکان پانے کی مستحق نہیں ہوگی۔

اگر کسی عورت کو تین طلاقیں دی گئیں اور وہ عدت میں بیٹھ گئی نیز نفقہ وسکنی کی حقدار رہی لیکن پھر زمانہ عدت میں نعوذ باللہ مرتد ہوگئی تو اس کے نفقہ وسکنی کا حق ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت نے اپنے زمانہ عدت میں شوہر کے لڑکے یا شوہر کے باپ سے ناجائز تعلق قائم کر لیا یا شہوت سے بوس وکنار کرا لیا تو نفقہ وسکنی کی مستحق رہے گی بشرطیکہ وہ عدت طلاق رجعی کی نہ ہو بلکہ طلاق بائن مغلظہ کی ہو۔

2284 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلَهُ بِشَعِيرٍ فَتَسَخَّطَتْهُ، فَقَالَ: وَاللهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، فَجَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: لَهَا لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ، وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي، اعْتَدِّي فِي بَيْتِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى، تَضَعِينَ ثِيَابَكِ، وَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي، قَالَتْ: فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ، وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ، انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، قَالَتْ: فَكَرِهْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، فَنَكَحْتُهُ، فَجَعَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا، وَاغْتَبَطْتُ بِهِ.

2284- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، ومالك: هو ابن انس. وهو عند مالك في "الموطا" 2/ 580-581، ومن طريقه اخرجه مسلم (1480)، والنسائي في "الكبرى" (5989). وهو في "مسند احمد" (27327) و (27328)، و "صحيح ابن حبان" (4049) و (4290). واخرجه تاما ومختصرا مسلم (1480)، والنسائي في "الكبرى" (5332) من طريق ابي سلمة، ومسلم (1480)، وابن ماجه (1869) و (2035)، والترمذي (1166) و (1167)، والنسائي في "الكبرى" (5581) و (5714) و (9200) من طريق ابي بكر بن ابي الجهم صخير العدوي، ومسلم (1480) من طريق عبد الله البهي ثلاثتهم عن فاطمة بنت قيس. وقال الترمذي: حديث صحيح.

سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: (ان کے شوہر) ابوعمرو بن حفص نے انہیں طلاق بتہ دے دی وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے، انہوں نے اپنے وکیل کو کچھ جو کے ہمراہ اس خاتون کی طرف بھجوایا، اس خاتون نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا تو وکیل نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں کچھ دینا ہم پر لازم نہیں ہے، وہ خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تمہیں خرچ دینا اس کے ذمہ نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ ام شریک کے ہاں عدت گزاریں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کے ہاں میرے اصحاب آتے جاتے رہتے ہیں، تم ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزارو، وہ نابینا شخص ہے، وہاں تم اپنے (سر سے) چادر اتار سکتی ہو، جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو تم مجھے اطلاع دے دینا۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا: معاویہ بن ابوسفیان اور ابوجہم نے مجھے شادی کا پیغام دیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک ابوجہم کا تعلق ہے تو وہ اپنی لاٹھی کندھے سے نہیں اتارتا اور جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے تو وہ مفلوک الحال ہے اس کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید کے ساتھ شادی کرلو، وہ خاتون کہتی ہیں: میں نے اسے ناپسند کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم اسامہ بن زید کے ساتھ شادی کرلو۔

میں نے ان کے ساتھ شادی کرلی، تو اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی بھلائی پیدا کی کہ مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

2285 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ، حَدَّثَتْهُ أَنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ فِيهِ: وَأَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ، وَنَفَرًا مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، وَإِنَّهُ تَرَكَ لَهَا نَفَقَةً يَسِيرَةً، فَقَالَ: لَا نَفَقَةَ لَهَا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَحَدِيثُ مَالِكٍ أَتَمُّ.

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ابوحفص بن مغیرہ نے انہیں تین طلاقیں دیدیں، (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں) حضرت خالد بن ولید اور بنومخزوم کے چند افراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ابوحفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔

انہوں نے اس عورت کو معمولی خرچ دیا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو خرچ نہیں ملے گا۔

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے، تاہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

شرح

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے۔ (البقرہ، ۲۳۶)

غیر مدخولہ کے مہر اور متاع کی ادائیگی کا بیان

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے عورت کی عدت کے مفصل احکام بیان فرمائے تھے اور اس کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ مردوں کے حقوق عورتوں سے زیادہ ہیں اور عدت طلاق ہو یا عدت وفات اس کے نتیجے میں عورت کے مہر کی ادائیگی مرد پر واجب ہو جاتی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مہر کے بعض احکام بیان فرمائے' جس عورت کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہے جس کا نکاح کے وقت کوئی مہر مقرر نہیں کیا گیا اور دوسری وہ ہے جس کا نکاح کے وقت مہر مقرر کیا گیا ہو' اول الذکر کو شوہر اپنی حیثیت کے مطابق کچھ استعمال کی چیزیں دے دے اور ثانی الذکر کو نصف مہر ادا کرنا لازم ہے الا یہ کہ عورت نصف مہر سے کچھ رقم معاف کر دے' یا شوہر نصف مہر سے زائد ادا کرے اور شوہر کا نصف مہر سے زائد ادا کرنا مکارم اخلاق کے زیادہ قریب ہے۔ غیر مدخولہ کو استعمال کی کچھ چیزیں یا نصف مہر ادا کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ مباشرت سے پہلے فوراً اس کو طلاق دینے سے اس کے مستقبل پر برا اثر پڑے گا اور اس قدر جلد طلاق ہونے سے چہ میگوئیاں ہوں گی اور اس کے لیے جو نکاح کے مزید پیغام آنے ہیں ان میں کمی ہو گی تو اس کی اشک شوئی اور تلافی کے لیے اس کے واسطے نصف مہر کا لازم کیا گیا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نکاح سے پہلے مہر کو مقرر نہ کیا جائے تو نکاح پھر بھی صحیح ہے' تاہم اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا لازم ہوتا ہے یعنی اس جیسی لڑکی یا اس لڑکی کے خاندان میں جتنے مہر کو مقرر کرنے کا رواج ہو اتنا مہر ادا کیا جائے۔

مطلقہ کی متاع کی مقدار میں ائمہ مذاہب کی آراء

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مطلقہ کی متاع میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک خادم دیا جائے' اس سے کم درجہ یہ ہے کہ چاندی دی جائے اور اس سے کم یہ ہے کہ کپڑے دیئے جائیں۔

شعبی نے کہا: متوسط مطلقہ کی متاع دوپٹہ' قمیص' چادر اور ملحفہ ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۲۸' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ماوردی شافعی نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مطلقہ کی متاع حاکم کے اجتہاد پر موقوف ہے۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۳۰۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ حاکم کے اجتہاد پر موقوف ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ جتنے کپڑوں کے ساتھ عورت نماز ادا کر سکے وہ مطلقہ کی متاع ہے۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۲۸۰' مطبوعہ کتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مطلقہ کی متاع کی کوئی معین مقدار نہیں ہے قلیل متاع کی کوئی حد ہے نہ کثیر کی اور ائمہ کا اس کی حد میں اختلاف ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۰۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: جس عورت سے بلا مہر نکاح کیا گیا ہو اور مباشرت سے پہلے اس کو طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا واجب ہے اور یہ قمیص' دوپٹہ اور ملحفہ ہے (سر سے قدم تک اوڑھے جانے والی چادر' علامہ شامی نے لکھا ہے اس کے ساتھ ازار بھی ضروری ہے) یہ متاع نصف مہر مثل سے زائد نہیں ہونی چاہیے' خواہ زوج' خوشحال ہو' اور نہ پانچ درہم سے کم ہو' تنگ

دستی اور خوشحالی میں عورت کے حال کا اعتبار کیا جائے گا' اس کے سوا باقی مطلقہ عورتوں کے لیے متاع مستحب ہے' البتہ جس عورت کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کے لیے متاع کو دینا مستحب نہیں ہے۔ مطلقات کی چار قسمیں ہیں : مطلقہ کا مہر پہلے مقرر کیا گیا تھا یا نہیں اور ہر تقدیر پر مباشرت سے پہلے طلاق دی گئی یا مباشرت کے بعد' سو جس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کو متاع دینا واجب ہے اور باقی قسموں کی مطلقات کو متاع دینا مستحب ہے' علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ جس مطلقہ کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور اس کو وطی سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا مستحب نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مبسوط' محیط' کنز اور ملتقی وغیرھا میں لکھا ہے کہ اس کو بھی متاع دینا مستحب ہے اور یہی صحیح ہے۔ (درمختار علی ھامش الرد ج ۲ ص ۲۳۶۔ ۲۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

مطلقہ کی متاع کے شرعی حکم کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: مطلقہ کی متاع کے شرعی حکم میں صحابہ کرام' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ حضرت علی' حسن بصری' ابو العالیہ اور زہری کا مذہب یہ ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے متاع واجب ہے' حضرت ابن عمر' قاسم بن محمد' شریح اور ابراہیم کا یہ نظریہ ہے کہ جس مطلقہ کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور مباشرت سے پہلے اس کو طلاق دے دی گئی ہو اس کے سوا ہر مطلقہ کے لیے متاع واجب ہے' اور اس مطلقہ کے لیے نصف مہر واجب ہے' امام اوزاعی' ثوری' امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کے لیے متاع واجب ہے' اور اگر اس کے ساتھ مباشرت کی گئی ہو تو پھر اس کو متاع نہیں دی جائے گی۔ امام مالک لیث بن سعد' حکم اور ابن ابی لیلی کے نزدیک متاع مستحب ہے اور کسی عورت کے لیے واجب نہیں ہے خواہ اس عورت کا مہر مقرر کیا گیا ہو یا نہیں اور اس کے ساتھ مباشرت کی گئی ہو یا نہیں۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ماوردی شافعی نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا واجب ہے۔ (النکت والعیون ج ۱ ص ۳۰۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں: ہمارے علماء کے نزدیک مطلقہ کی متاع واجب نہیں ہے' اولاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے متاع کی مقدار بیان نہیں فرمائی بلکہ اس کو دینے والے کے اجتہاد پر معلق فرمایا: ثانیاً اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "حقا علی المحسنین"۔ (البقرۃ: ۲۳۶)

یہ محسنین پر واجب ہے' اگر مطلقہ کی متاع واجب ہوتی تو مطلقاً تمام مسلمانوں پر واجب ہوتی۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

متاع کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' اور امام زفر کے نزدیک جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا واجب ہے' وجوب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "فمتعوھن" "ان کو متاع دو"۔ یہ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے الا یہ کہ اس کے خلاف استحباب پر کوئی دلیل قائم ہو اور وہ یہاں نہیں ہے' نیز فرمایا: (آیت) "وللمطلقت متاع بالمعروف"۔ (البقرہ:۲۴۱) دستور کے مطابق متاع مطلقات کی ملکیت ہے" کیونکہ لام تملیک کے لیے ہے اور جو چیز کسی کی ملکیت اور اس کا حق ہو اس کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) "حقا علی المحسنین" اور "حق علی المتقین" یہ وجوب کی تاکید ہے۔ (احکام القرآن ج۱ ص۴۲۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

متاع کے وجوب کے خلاف فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن عربی مالکی نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر متاع واجب ہوتی تو ہر مسلمان پر واجب ہوتی صرف متقین اور محسنین پر واجب نہ ہوتی' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجوب کی تاکید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متاع محسنین اور متقین پر حق ہے' اور حق سے زیادہ اور کوئی وجوب کے لیے مؤکد نہیں ہے' جس طرح (آیت) "ھدی للمتقین"۔ سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید تمام مسلمانوں کے لیے ہدایت نہ ہو اسی طرح (آیت) "حقا علی المتقین" سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلقہ کی متاع ہر مسلمان پر واجب نہ ہو' نیز اس کا معنی ہے جو تقویٰ اور احسان کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور ہر مسلمان تقویٰ اور حسان کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ باقی یہ جو کہا ہے کہ اگر متاع واجب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی مقدار معین نہیں کی جاسکتی' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: خوشحال پر (یہ متاع) اس کے (حال کے) موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے: البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے۔ (تو درست ہے)

(البقرہ:۲۳۷)

نکاح کی گرہ کا مالک شوہر ہے یا عورت کا ولی:؟

اس میں اختلاف ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اس سے مراد شوہر ہے یا عوت کا ولی' اگر اس سے مراد شوہر ہو تو اس آیت کا وہ معنی ہوگا جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور اگر اس سے مراد عورت کا ولی ہو تو معنی یہ ہوگا: البتہ عورتیں (نصف مہر سے) کچھ معاف کردیں یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے یعنی ولی وہ کچھ معاف کردے۔ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس سے مراد شوہر ہے اور امام مالک کے نزدیک اس سے مراد عورت کا ولی ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اس سے ولی کے مراد ہونے پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: البتہ عورتیں (نصف مہر سے) کچھ معاف کردیں' اور یہ بات معلوم ہے کہ ہر عورت اپنے مہر کو معاف نہیں کرسکتی' کیونکہ صغیرہ اور مجنونہ اپنے حقوق میں خود تصرف نہیں کرسکتی اس کے حق میں اس کا ولی تصرف کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ذکر کے بعد اس کے ولی کا ذکر فرمایا' یعنی جس کو وہ معاف کرسکتی ہیں وہ معاف کردیں اور جس کو وہ معاف نہیں کرسکتیں اس کو ان کا ولی معاف کر دے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج۳ ص۲۰۷ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

علامہ قرطبی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ ولی یعنی لڑکی کے باپ کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ لڑکی کے مال سے کسی کو

کوئی چیز ہبہ کرے' خود کو نہ کسی اور کو نیز جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ صرف شوہر ہے' اسی کو اختیار ہے کہ وہ نکاح پر برقرار رہ کر نکاح کی گرہ کو قائم رکھے یا طلاق دے کر نکاح کی گرہ کو کھول دے اور لڑکی کے ولی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ مطلق نہیں ہے حقیقتہ نہ مجازاً' علامہ ابوبکر جصاص حنفی نے اسی طرح لکھا ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۴۴۰' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت پر جمہور کے دلائل

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اس کے مصداق کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت جبیر بن مطعم' ابن المسیب' ابن جبیر' مجاہد' شریح' جابر بن زید' ضحاک' محمد بن کعب القرظی' الربیع بن انس' ابن شبرمہ' امام شافعی' امام احمد' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ اس سے مراد شوہر ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حسن' علقمہ' طاؤس' شعبی' ابراہیم اور دیگر حضرات کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے مراد ولی ہے۔

(۳) عورتوں کا معاف کرنا شادی شدہ عورتوں پر محمول ہے اور اگر لڑکی کنواری ہو تو پھر اس کا ولی معاف کرے گا' یہ بھی حضرت ابن عباس اور ابوالشعثاء سے منقول ہے۔

ان تینوں اقوال میں پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ نکاح کے بعد نکاح کی گرہ ولی کے ہاتھ سے نکل کر خاوند کے ہاتھ میں آ گئی' اور معاف کرنے کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہے جو انسا کی ملکیت میں ہو' اور مہر ولی کی ملکیت میں نہیں ہے تو وہ اس کو معاف کرنے کا بھی مالک نہیں ہے' نیز اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنے میں (ہبہ کرنے) کو فراموش نہ کرو' اور انسان اپنے مال سے کسی کو کوئی چیز ہبہ کر سکتا ہے دوسرے کے مال سے کوئی چیز ہبہ نہیں کر سکتا' لہٰذا سیاق و سباق کے اعتبار سے یہاں شوہر کو مراد لینا ہی صحیح ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۸۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت کے متعلق احادیث

حافظ جلال الدین سیوطی نے اس آیت میں شوہر کے مراد ہونے پر متعدد روایات بیان کی ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام طبرانی' اور امام بیہقی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ' امام عبد بن حمید' امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام دارقطنی اور امام بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ' امام ابن المنذر' امام ابن جریر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیر' مجاہد ضحاک' شریح ابن المسیب' شعبی' نافع اور محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام عبدالرزاق نے ابن المسیب سے روایت کیا ہے کہ زوج کا عفو یہ ہے کہ وہ پورا مہر دے اور بیوی کا عفو یہ ہے کہ وہ نصف

مہر معاف کردے۔ (الدر المنثور ج۱ ص ۲۹۲ 'مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

2286 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ، أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَخَبَرَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ وَلَا مَسْكَنٌ، قَالَ فِيهِ: وَأَرْسَلَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ لَا تَسْبِقِينِي بِنَفْسِكِ،

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابوعمرو بن حفص مخزومی رضی اللہ عنہ نے انہیں تین طلاقیں دے دیں۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خرچ اور رہائش (شوہر کی طرف سے) نہیں ملیں گے۔

اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو پیغام بھجوایا: اپنی ذات کے بارے میں (مجھ سے مشورہ کرنے سے پہلے) فیصلہ نہ کرنا۔

2287 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ فَطَلَّقَنِي الْبَتَّةَ، ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ، قَالَ فِيهِ: وَلَا تُفَوِّتِينِي بِنَفْسِكِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الشَّعْبِيُّ، وَالْبَهِيُّ وَعَطَاءٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَاصِمٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي الْجَهْمِ، كُلُّهُمْ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں بنومخزوم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی زوجیت میں تھی، اس نے مجھے طلاق بتہ دے دی (اس کے بعد راوی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:) میرے (مشورے کے) بغیر اپنے بارے میں (کوئی فیصلہ نہ کرنا)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام شعبی، بہی اور عطاء نے عبدالرحمن بن عاصم کے حوالے سے، اور ابوبکر بن ابوجہم نے، ان سب نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، اسی طرح روایت کیا ہے، کہ ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دی تھیں۔

2288 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَلَمْ يَجْعَلْ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَقَةً وَلَا سُكْنَى

2286-اسناده صحيح. الوليد-وهو ابن مسلم-صرح بالتحديث، فانتفت شبهة تدليسه. لم انه متابع. ابو عمرو: هو عبد الرحمن الاوزاعي، ويحيى: هو ابن ابى كثير. واخرجه النسائى فى "الكبرى" (5568) من طريق بقية بن الوليد، عن ابى عمرو، بهذا الاسناد. وهو فى "صحيح ابن حبان" (4253). وانظر ما سلف برقم (2284).

2287-حديث صحيح، وهذا اسناد حسن. محمد بن عمرو-وهو ابن علقمة بن وقاص الليثى-صدوق حسن الحديث. لكنه متابع. محمد بن جعفر: هو ابن ابى كثير الانصارى. كذا فى جميع اصول "سنن ابى داود" الخطية و مسند احمد (27333). وجاء فى تحفة الاشراف للمزى 470:12/ اسماعيل بن جعفر وهو اخو محمد بن جعفر، و كلاهما ثقة.

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دے دیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو خرچ یا رہائش (کا حق) نہیں دیا۔

2289 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ أَبِي حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، وَأَنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَتْهُ فِي خُرُوجِهَا مِنْ بَيْتِهَا، فَأَمَرَهَا أَنْ تَنْتَقِلَ إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى، فَأَبَى مَرْوَانُ أَنْ يُصَدِّقَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ فِي خُرُوجِ الْمُطَلَّقَةِ مِنْ بَيْتِهَا، قَالَ عُرْوَةُ: وَأَنْكَرَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، وَاسْمُ أَبِي حَمْزَةَ دِينَارٌ وَهُوَ مَوْلَى زِيَادٍ

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ ابوحفص بن مغیرہ کی زوجیت میں تھیں، اس نے انہیں تین طلاقوں میں سے آخری طلاق بھی دے دی، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا (یعنی اپنے شوہر کا) گھر چھوڑنے کے بارے میں دریافت کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ ابن ام مکتوم نابینا کے ہاں منتقل ہو جائیں۔

(راوی بیان کرتے ہیں) تو مروان نے، طلاق یافتہ عورت کے اپنے گھر سے، کہیں اور منتقل ہونے کے بارے میں سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی نقل کردہ روایت کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔

عروہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے (اس بیان کا) انکار کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) دیگر راویوں نے زہری کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شعیب (کے والد کا نام) ابوحمزہ ہے اور ابوحمزہ کا نام دینار ہے اور وہ زیاد کا آزاد کردہ غلام ہے۔

2290 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: أَرْسَلَ مَرْوَانُ إِلَى فَاطِمَةَ فَسَأَلَهَا، فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ أَبِي حَفْصٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّرَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَعْنِي عَلَى بَعْضِ الْيَمَنِ، فَخَرَجَ مَعَهُ زَوْجُهَا، فَبَعَثَ إِلَيْهَا بِتَطْلِيقَةٍ، كَانَتْ بَقِيَتْ لَهَا، وَأَمَرَ عَيَّاشَ

2289- اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد، وعقيل: هو ابن خالد الايلي، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري، وابو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف. واخرجه مسلم (1480)، والنسائي في "الكبرى" (5709) من طريق حجين بن المثنى، عن الليث، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1480) من طريق صالح بن كيسان، والنسائي (5332)

2290- اسناده صحيح. عبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، وعبيد الله: هو ابن عبد الله بن مسعود. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (12025)، ومن طريقه اخرجه مسلم (1480). واخرجه النسائي في "الكبرى" (5313) من طريق محمد بن الوليد الزبيدي، و (5715) من طريق شعيب بن ابي حمزة، كلاهما عن الزهري، به.

بْنَ اَبِي رَبِيعَةَ، وَالْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ اَنْ يُنْفِقَا عَلَيْهَا، فَقَالَا: وَاللهِ مَا لَهَا نَفَقَةٌ إِلَّا اَنْ تَكُونَ حَامِلًا. فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا اَنْ تَكُونِي حَامِلًا، وَاسْتَأْذَنَتْهُ فِي الِانْتِقَالِ، فَاَذِنَ لَهَا، فَقَالَتْ: اَيْنَ اَنْتَقِلُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ، وَكَانَ اَعْمَى، تَضَعُ ثِيَابَهَا عِنْدَهُ، وَلَا يُبْصِرُهَا، فَلَمْ تَزَلْ هُنَاكَ حَتَّى مَضَتْ عِدَّتُهَا فَاَنْكَحَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ فَرَجَعَ قَبِيصَةُ إِلَى مَرْوَانَ فَاَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ، فَقَالَ مَرْوَانُ: لَمْ نَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنَ امْرَاَةٍ، فَسَنَاْخُذُ بِالْعِصْمَةِ الَّتِي وَجَدْنَا النَّاسَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: حِينَ بَلَغَهَا ذٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: (فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) (الطلاق:1) حَتَّى (لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا) (الطلاق:1)، قَالَتْ: فَاَيُّ اَمْرٍ يُحْدِثُ بَعْدَ الثَّلَاثِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَاَمَّا الزُّبَيْدِيُّ، فَرَوَى الْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا حَدِيثَ عُبَيْدِ اللهِ بِمَعْنَى مَعْمَرٍ، وَحَدِيثَ اَبِي سَلَمَةَ بِمَعْنَى عُقَيْلٍ، وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، اَنَّ قَبِيصَةَ بْنَ ذُؤَيْبٍ حَدَّثَهُ بِمَعْنًى دَلَّ عَلَى خَبَرِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، حِينَ قَالَ: فَرَجَعَ قَبِيصَةُ إِلَى مَرْوَانَ فَاَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ

❁❁ زہری، عبیداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: مروان نے سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیج کر دریافت کیا، تو سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے بتایا:

وہ ابوحفص کی اہلیہ تھیں، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (یمن کا گورنر بنا کر بھیجا) تو ان کے شوہر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلے گئے، پھر ان کے شوہر نے انہیں باقی رہ جانے والی ایک طلاق بھجوادی، ان کے شوہر نے عیاش بن ابوربیعہ اور حارث بن ہشام سے کہا کہ وہ انہیں (یعنی اس خاتون کو) خرچ دے دیں، تو ان دونوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس عورت کو خرچ صرف اس صورت میں مل سکتا ہے، جب وہ حاملہ ہو، وہ خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں خرچ صرف اس صورت میں مل سکتا کہ تم حاملہ ہو، اس خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، (اپنے شوہر کے گھر سے) منتقل ہونے کی اجازت مانگی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دے دی، اس نے دریافت کیا: یارسول اللہ! میں کہاں منتقل ہوجاؤں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن ام مکتوم کے ہاں۔

کیونکہ وہ نابینا تھے، تو اگر یہ (اپنے سر سے) چادر اتار بھی دیتی تو وہ اسے دیکھ نہیں سکتے تھے، وہ ان کے ہاں ہی رہیں یہاں تک کہ ان کی عدت ختم ہوگئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کروادی، (مروان کا قاصد) قبیصہ واپس آیا اور اس نے مروان کو اس بارے میں بتایا، تو مروان نے کہا: ہم نے یہ حدیث صرف ایک عورت سے سنی ہے، تو ہم اسی محفوظ طریقے کو اختیار کریں گے، جس پر ہم نے لوگوں کو پایا ہے، جب سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو اس بات کی اطلاع ملی، تو انہوں نے فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب فیصلہ کرے گی، (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تم ان کی عدت کے حساب سے انہیں طلاق دو'' یہ آیت یہاں تک ہے ''تم نہیں جانتی ہو، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا معاملہ ظاہر کردے''۔

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے کہا: تین (طلاقوں) کے بعد کون سا نیا معاملہ ہو سکتا ہے؟

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت یونس نے زہری سے اسی طرح نقل کی ہے، البتہ زبیدی نے دونوں روایات نقل کی ہیں، عبید اللہ کی روایت، معمر کی روایت کی مانند ہے اور ابوسلمہ کی روایت عقیل کی روایت کی مانند ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) محمد بن اسحاق نے یہ روایت زہری سے نقل کی ہے: قبیصہ بن ذؤیب نے انہیں بتایا: (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے) تو یہ عبید اللہ بن عبداللہ کی روایت پر دلالت کرتی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: تو قبیصہ، مروان کے پاس واپس آیا اور اسے اس بارے میں بتایا۔

شرح

ابوسلمہ فاطمہ بن قیس سے نقل کرتے ہیں کہ ابوعمرو بن حفص نے فاطمہ بن قیس کو جوان کی بیوی تھیں تین طلاقیں دیں جب کہ وہ خود موجود نہیں تھے یعنی عمرو کہیں باہر تھے وہیں سے انہوں نے کسی کی زبانی کہلا کر بھیجا کہ میں نے طلاق دی پھر ابوعمرو کے وکیل کارندے نے بطور نفقہ فاطمہ کے پاس کچھ جو بھیجے فاطمہ کے خیال میں جو کی وہ مقدار بہت کم تھی اس لئے وہ اس پر ناراض ہوئیں وکیل نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے (کیونکہ تمہیں تین طلاقیں مل چکی اس کے نفقہ کا کوئی حکم نہیں ہے اس وقت تمہیں جو کی جو بھی مقدار دی گئی ہے وہ محض احسان وسلوک کے طور پر ہے فاطمہ یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نفقہ ابوعمر پر واجب نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو یہ حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت میں بیٹھ جائیں لیکن پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ام شریک کے گھر میں میرے صحابہ جو ام شریک کے عزیز و اقارب اور آل اولاد ہیں آتے جاتے ہیں اس لئے ان کے گھر میں تمہارا بیٹھنا مناسب نہیں ہوگا البتہ تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت کے دن گزار لو کیونکہ وہ اندھے ہیں وہاں تم اپنے کپڑے رکھ سکتی ہو اور جب تم حلال ہو جاؤ یعنی تمہاری عدت کے دن پورے ہو جائیں تو مجھے اطلاع کر دینا تاکہ میں تمہارے دوسرے نکاح کی فکر کروں فاطمہ کہتی ہیں کہ پھر جب میں حلال ہوگی تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ معاویہ ابن ابی سفیان اور ابوجہم نے میرے پاس نکاح کا پیغام بھیجا ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم کی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی لاٹھی اپنے کاندھے سے کبھی رکھتے ہی نہیں اور معاویہ غریب آدمی ہیں جن کے پاس مال واسباب نہیں ہے لہذا میری رائے میں تو مناسب یہ ہے کہ تم اسامہ ابن زید سے نکاح کر لو چنانچہ میں نے اسامہ سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح اور اسامہ کی رفاقت میں خیر و برکت عطاء فرمائی اور مجھ پر رشک کیا جانے لگا (یعنی ہم دونوں کی رفاقت اتنی راس آئی اور ہم میں اتنی الفت ومحبت پیدا ہوئی کہ جو بھی دیکھتا مجھ پر رشک کرتا) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فاطمہ کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم ایک ایسا مرد ہے جو عورتوں کو بہت مارتا ہے (مسلم)

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ فاطمہ کے شوہر نے ان کو تین طلاقیں دی تھیں چنانچہ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نفقہ تمہارے شوہر کے ذمہ نہیں ہے ہاں اگر تم حاملہ ہوتیں تو اس پر

تمہارا نفقہ واجب ہوتا) (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 521)

وہاں تم اپنے کپڑے رکھ سکتی ہو کا مطلب یہ ہے کہ ابن ام مکتوم چونکہ نابینا ہیں اس لئے تمہیں وہاں پردے کی احتیاط کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور اگر یہ ترجمہ کیا جائے کہ وہاں تم اپنے کپڑے رکھ دو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ وہاں تم جب تک عدت میں رہو زینت و آرائش کے کپڑے نہ پہننا یا پھر اس جملہ کے ذریعہ کنایۃ یہ اظہار مقصود تھا کہ ایام عدت میں گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ وہ اجنبی مرد اس کو نہ دیکھے لیکن یہ استدلال کمزور وضعیف ہے اور صحیح وہی بات ہے جو اکثر علماء کا قول ہے کہ جس طرح اجنبی مرد کو اجنبی عورت دیکھنا حرام ہے اسی طرح اجنبی عورت کو بھی اجنبی مرد کی طرف دیکھنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں کے حق میں یہ حکم دیا ہے کہ آیت (قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ) (النور: 30) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (آخر آیت تک) اسی طرح عورتوں کے حق میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے آیت (وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ) (النور: 31) اور مسلمان عورتوں سے بھی یہی کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (آخر آیت تک)

نیز اس سلسلہ میں حضرت ابن ام مکتوم سے متعلق ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی وہ روایت بھی ایک بڑی واضح دلیل ہے جس میں حضرت ام سلمہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ اور حضرت میمونہ آنحضرت کے پاس تھیں کہ اچانک حضرت ابن ام مکتوم آگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ پردہ کرلو حضرت ام سلمہ نے عرض کیا کہ یہ تو نابینا ہیں یہ ہمیں کہاں دیکھ رہے؟ کہ ہم ان سے پردہ کریں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حدیث (افعمیا وان انتما الستما تبصرانه) کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو پھر حضرت فاطمہ کی اس روایت سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم کو دیکھنا حضرت فاطمہ کے لئے جائز قرار دیا تھا بلکہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ تم ابن ام مکتوم کے ہاں امن وحفاظت کے ساتھ رہو گی کیونکہ ان کے ہاں تمہیں کوئی دیکھے گا نہیں اور جہاں تک حضرت فاطمہ کا سوال ہے تو انہیں خود ہی کتاب اللہ کا یہ حکم معلوم تھا کہ اجنبی مرد کو دیکھنا ممنوع ہے اس لءان سے یہ کیونکہ ممکن تھا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم کو دیکھتی ہوں گی؟ بہر کیف حضرت فاطمہ کی اس روایت سے بعض علماء نے عورت کو اجنبی مرد کے دیکھنے کا جو جواز ثابت کیا ہے اس کے متعلق اکثر جمہور علماء کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے۔

اب رہی بات حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے فقہی مسلک کی تو یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ ان کے نزدیک اجنبی مرد کو اس کے زیر ناف سے زیر زانو تک کے حصہ کے علاوہ دیکھنا عورت کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ جنسی ترغیب شہوت سے محفوظ و مامون ہو اگر جنسی ترغیب سے مامون نہ ہو تو پھر اجنبی مرد کے پورے جسم کو دیکھنا اس کے لئے حرام ہوگا۔ ابوجہم اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے رکھتے ہی نہیں اس سے ابوجہم کی تندخوئی اور درست مزاجی کی طرف اشارہ مقصود تھا کہ ابوجہم بہت سخت گیر اور تندخو ہیں۔ وہ عورتوں کو مارتے ہیں ان سے تمہارا نباہ مشکل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو مرد یا عورت کا کوئی عیب معلوم ہو تو منگنی کے وقت اس کا اظہار کر دینا جائز ہے تاکہ شادی کے بعد وہ دونوں ہی کسی تکلیف اور پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔ فاطمہ نے حضرت اسامہ کے انتخاب کو اس لئے

ناپسند کیا کہ وہ اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بیٹے تھے، دوسرا ان کا رنگ سیاہ تھا جبکہ حضرت فاطمہ قریشی تھیں اور خوبصورت بھی تھیں لیکن حضرت اسامہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مخصوص فضیلت اور تقرب حاصل تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان کی سفارش کی جس کے بعد فاطمہ نے بھی انکار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت اسامہ سے نکاح کر لیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نکاح میں خیر و برکت عطا فرمائی اور ان کو اسامہ کی زوجیت و رفاقت میں چین و آرام نصیب ہوا۔ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو اور وہ حاملہ نہ ہو تو عدت پوری ہونے تک اس کا نفقہ (کھانے پینے اور کپڑے کا خرچ اور سکنی (رہنے کی جگہ) شوہر کے ذمہ ہے یا نہیں؟

چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور بعض علماء کے نزدیک شوہر پر اس عورت کا نفقہ اور سکنی واجب ہے سکنی تو آیت سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے آیت (اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ الطلاق: 6) تم ان مطلقہ کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور نفقہ کے اعتبار سے واجب ہے کہ وہ عورت اسی شوہر کی وجہ سے تمام پابندیوں کے ساتھ عدت میں بیٹھی ہوئی ہے۔ حضرت عمر فاروق بھی اسی کے قائل تھے بلکہ وہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے تھے کہ ہم ایک عورت فاطمہ بنت قیس کے کہنے سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا نفقہ اور سکنی تمہارے شوہر کے ذمہ نہیں ہے) کتاب اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے جس سے نفقہ اور سکنی کا واجب ہونا ثابت ہے ہوسکتا ہے کہ فاطمہ کو اشتباہ ہوا ہو یا نہیں آپ کا اصل ارشاد یاد نہ رہا ہو چنانچہ میں نے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس عورت کا نفقہ اور سکنی شوہر کے ذمہ ہے لیکن حضرت ابن ملک کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صحابہ کے سامنے پیش آیا تھا ان صحابہ میں سے کسی نے فاطمہ کے قول کی تردید نہیں کی ہے اس لئے یہ بمنزلہ اجماع کے ہوا) حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کے لئے نہ تو نفقہ واجب ہے اور نہ سکنی اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت (اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ الطلاق: 6) کے موجب اس عورت کے لئے سکنی واجب ہے نفقہ واجب نہیں ہے ہاں اگر اسے حمل کی حالت میں طلاق دی گئی ہو تو اس حدیث کے مطابق اس کے لئے نفقہ واجب ہوگا۔ اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ فاطمہ بنت قیس جس مقام میں رہتی تھی وہ ایک ویران جگہ تھی اور وہاں اس کے بارے میں اندیشہ رہتا تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عدت کے دنوں میں اپنے مکان سے ابن ام مکتوم کے مکان میں منتقل ہونے کی آسانی عطا فرمادی تھی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ فاطمہ کو کیا ہوا ہے کہ وہ اللہ سے نہیں ڈرتی؟ اس سے حضرت کی مراد فاطمہ کے اس قول کہ نہ نفقہ واجب ہے اور نہ سکنی کی تردید کرنا ہے (بخاری)

حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطلب ہے کہ فاطمہ بنت قیس جس مکان میں رہتی تھیں وہ ایک ویران جگہ میں تھا جہاں ہر وقت چور وغیرہ کا اندیشہ رہتا تھا اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس مکان سے حضرت ابن ام مکتوم کے مکان میں منتقل

ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی اور اس بیان سے حضرت عائشہ کا مقصد یہ آگاہ کرنا تھا کہ فاطمہ اپنی عدت کے دنوں میں اپنے خاوند کے گھر کو چھوڑ کر غیر کے گھر میں جو بیٹھی تھیں اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ تین طلاقوں والی عورت کے لئے سکنی نہیں ہے اور وہ جہاں چاہے عدت میں بیٹھ جائے بلکہ فاطمہ کا اپنے خاوند کے مکان کو چھوڑ کر ایک دوسرے شخص کے مکان میں عدت گزارنے کا سبب یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا کرتی تھیں کہ جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو اس کے لئے نہ تو نفقہ ہے اور نہ سکنی ہے چنانچہ حضرت عائشہ نے ان کی اس بات کی تردید کی اور فرمایا کہ فاطمہ اس قول: نہ نفقہ اور نہ سکنی ہے: کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہرگز نہیں فرمایا ہوگا بلکہ فاطمہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ گویا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ کا بھی وہی مسلک تھا جو حضرت عمر کا تھا اور یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کی مؤید ہے کہ طلاق بائن والی عورت کے لئے سکنی بھی ہے اور نفقہ بھی ہے۔ اور حضرت سعید ابن مسیب کہتے ہیں کہ فاطمہ کو عدت کے زمانہ میں اس کے خاوند کے گھر سے اس لئے منتقل کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے خاوند کے عزیزوں سے زبان درازی کیا کرتی تھیں۔ (شرح السنۃ)

رکھنے کی کوشش کرو اگر اس پر زبانی نصیحت تنبیہ کا کوئی اثر نہ ہو تو پھر اس کو مارو لیکن بے رحمی کے ساتھ نہ مارو بلکہ ہلکے سے اور تھوڑا سا مارو۔

بَابُ مَنْ اَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ

باب: جنہوں نے سیّدہ فاطمہ بنت قیس ﷞ (کی نقل کردہ روایت) کا انکار کیا ہے

2291 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنِي اَبُوْ اَحْمَدَ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ مَعَ الْاَسْوَدِ، فَقَالَ: اَتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. قَالَ: مَا كُنَّا لِنَدَعَ كِتَابَ رَبِّنَا، وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَاَةٍ لَا نَدْرِي اَحَفِظَتْ ذٰلِكَ اَمْ لَا

ابواسحاق بیان کرتے ہیں: میں اسود کے ساتھ جامع مسجد میں موجود تھا، انہوں نے بتایا:

سیّدہ فاطمہ بنت قیس ﷞، حضرت عمر بن خطاب ﷜ کے پاس آئیں، تو حضرت عمر ﷜ نے فرمایا: ہم اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنے نبی اکرم ﷺ کی سنت (کا حکم) کسی عورت کے بیان کی وجہ سے ترک نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم نہیں جانتے، کیا اسے (اصل واقعہ) یاد ہے یا نہیں؟

2292 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ قَالَ: لَقَدْ عَابَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَشَدَّ الْعَيْبِ - يَعْنِي حَدِيثَ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ -

2291- واخرجه مسلم (1480) عن محمد بن عمرو بن جبلة، عن ابی احمد الزبیری، بهذا الاسناد. واخرجه ایضاً من طریق سلیمان بن معاذ، عن ابی اسحاق، به. واخرجه الترمذی (1215) من طریق مغیرة

وَقَالَتْ: إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا، فَلِذٰلِكَ رَخَّصَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر سختی سے اعتراض کیا، یعنی سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی نقل کردہ روایت پر (اعتراض کیا)۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ ایک ایسے گھر میں رہتی تھی جو آبادی سے ذرا ہٹ کے تھا، تو اس خوف کی وجہ سے (کہ وہ ویرانے میں رہتی ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ رخصت دی تھی۔

2293 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ قِيلَ لِعَائِشَةَ: أَلَمْ تَرَيْ إِلَى قَوْلِ فَاطِمَةَ؟ قَالَتْ: أَمَا إِنَّهُ لَا خَيْرَ لَهَا فِي ذٰلِكَ.

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: کیا آپ نے فاطمہ (بنت قیس) کا بیان ملاحظہ نہیں کیا؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کے تذکرے میں، اس کے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔

2294 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، فِي خُرُوجِ فَاطِمَةَ، قَالَ: إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنْ سُوءِ الْخُلُقِ.

سلیمان بن یسار نے سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے اپنے گھر سے منتقل ہونے کے بارے یہ بات نقل کی ہے: ان کے مزاج میں تیزی تھی۔

2295 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُمَا يَذْكُرَانِ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَكَمِ الْبَتَّةَ، فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَأَرْسَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، فَقَالَتْ لَهُ: اتَّقِ اللّٰهَ، وَارْدُدِ الْمَرْأَةَ إِلَى بَيْتِهَا، فَقَالَ مَرْوَانُ - فِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ -: إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ غَلَبَنِي، وَقَالَ مَرْوَانُ - فِي حَدِيثِ الْقَاسِمِ -: أَوَ مَا بَلَغَكِ شَأْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَذْكُرَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ، فَقَالَ مَرْوَانُ: إِنْ كَانَ بِكِ الشَّرُّ فَحَسْبُكِ مَا كَانَ بَيْنَ هٰذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ.

قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: یحییٰ بن سعید بن العاص نے عبدالرحمان بن حکم کی صاحبزادی کو طلاق بتہ دے دی، تو عبدالرحمان نے اس صاحبزادی کو (اس کے شوہر کے گھر سے) منتقل کروادیا، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان بن حکم کو، جو اس وقت مدینہ منورہ کا گورنر تھا، یہ پیغام بھیجا، اللہ سے ڈرو، اور عورت کو اس کے گھر واپس بھجوادو، (سلیمان کی روایت یہ

2292-حدیث صحیح، وھذا اسناد حسن من اجل عبد الرحمن بن ابی الزناد، لکن تابعہ حفص بن غیاث. ابن وھب: ھو عبد اللہ القرشی. واخرجہ البخاری تعلیقا (5326)، وابن ماجہ (2032) من طریق عبد الرحمن ابن ابی الزناد، بھذا الاسناد. واخرج بنحوہ مسلم (1481)، وابن ماجہ (2033)، والنسائی فی "الکبری" (5710)

الفاظ ہیں) مروان نے کہا: عبدالرحمان مجھ پر غالب آ گئے، (قاسم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں) مروان نے کہا: کیا آپ کو سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی اطلاع نہیں ملی؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تم فاطمہ کے واقعہ کا ذکر نہ کرتے، تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا، تو مروان نے کہا: ان دونوں کے درمیان جو شر ہے وہ آپ کے لیے کافی ہے۔

2296 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، حَدَّثَنَا مَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدُفِعْتُ اِلٰى سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ فَقُلْتُ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ: طُلِّقَتْ فَخَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا. فَقَالَ سَعِيْدٌ: تِلْكَ امْرَاَةٌ فَتَنَتِ النَّاسَ. اِنَّهَا كَانَتْ لَسِنَةً. فَوُضِعَتْ عَلٰى يَدَيِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ الْاَعْمٰى

میمون بن مہران بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا تو مجھے سعید بن مسیب کے پاس لے جایا گیا، میں نے کہا: سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو جب طلاق ہوئی تھی، وہ اپنے گھر سے منتقل ہوگئی تھیں، تو سعید بن مسیب نے کہا: وہ ایک ایسی خاتون تھیں، جنہوں نے لوگوں کو پریشان کیا ہوا تھا، وہ زبان دراز تھیں، تو انہیں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں منتقل کیا گیا۔

بَابٌ فِي الْمَبْتُوتَةِ تَخْرُجُ بِالنَّهَارِ

باب: ''طلاق بتہ'' یافتہ عورت کا دن کے وقت (گھر سے) باہر نکلنا

2297 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: طُلِّقَتْ خَالَتِي ثَلَاثًا، فَخَرَجَتْ تَجُدُّ نَخْلًا لَهَا، فَلَقِيَهَا رَجُلٌ، فَنَهَاهَا. فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ. فَقَالَ لَهَا: اخْرُجِي فَجُدِّي نَخْلَكِ، لَعَلَّكِ اَنْ تَصَدَّقِي مِنْهُ اَوْ تَفْعَلِي خَيْرًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری خالہ کو تین طلاقیں ہوگئیں، تو وہ اپنے باغ سے کھجوریں اتارنے کے لیے گھر سے باہر چلی گئیں، ایک شخص ان سے ملا اور اس نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''تم (گھر سے) نکلو، اپنی کھجوریں اتارو، تاکہ تم ان میں سے کچھ کو صدقہ کروگی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ان سے بھلائی کروگی''۔

عدت کے مسائل اور شرعی احکام کا بیان

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: مسلمان منکوحہ بالغہ عورت جب طلاق ثلاثہ مغلظہ کی عدت گزارے یا عدت وفات گزارے تو انقطاع نکاح پر افسوس کے اظہار کے لیے زینت کو ترک کردے' زیورات اور ریشمی کپڑے نہ پہنے باریک دانتوں کی کنگھی سے بال نہ سنوارے' خوشبو اور تیل نہ لگائے' سرمہ اور مہندی نہ لگائے' زعفران اور سرخ یا زرد رنگ میں رنگے کپڑے نہ

2297- اسناده صحیح. ابن جریج - وهو عبد الملک بن عبد العزیز - صرح بالتحدیث عند المصنف، وابو الزبیر - وهو محمد بن مسلم بن تدرس المکی - صرح بالتحدیث عند مسلم، فانتفت شبهة تدلیسهما. یحیی بن سعید: هو القطان. واخرجه مسلم (1483) من طریق محمد بن حاتم بن میمون، عن یحیی بن سعید، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1483)، وابن ماجه (2034) والنسائی فی "الکبری" (5713) من طرق عن ابن جریج، به. وهو فی "مسند احمد" (14444).

پہنے' ہاں عذر کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی اختیار کرسکتی ہے' کالے اور نیلے رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہے' کافرہ' صغیرہ' مجنونہ' نکاح فاسد' وطی بالشبہ اور طلاق رجعی کی معتدہ پر سوگ نہیں ہے۔ دیگر رشتہ داروں کی موت پر صرف تین دن تک سوگ کرنا مباح ہے' خاوند کے لیے جائز ہے کہ عورت کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنے پر منع کرے کیونکہ عورت کا مزین ہونا اس کا حق ہے' ہاں اگر خاوند کو اعتراض نہ ہو یا عورت شادی شدہ نہ ہو تو پھر تین دن سے زیادہ بھی سوگ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (علامہ شامی نے کہا ہے کہ علامہ حصکفی کا تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت دینا صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ ابھی ''صحیح بخاری'' کے حوالے سے گزرا ہے۔)

ہر قسم کی عدت گزارنے والی کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے' البتہ اشارہ کنایہ سے اپنا مدعا ظاہر کرنا جائز ہے مثلاً کہے: مجھے امید ہے کہ ہم اکٹھے رہیں گے' یا آپ بہت خوبصورت ہیں یا نیک ہیں' بہ شرطیکہ وہ عورت عدت وفات گزار رہی ہو اور عدت طلاق میں ایسا کہنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے اس کے شوہر کے ساتھ عداوت پیدا ہوگی۔ جو عورت عدت گزار رہی ہو خواہ وہ طلاق رجعی کی عدت ہو یا طلاق بائن کی وہ گھر سے بالکل نہ نکلے نہ رات کو نہ دن کو' اور اگر حویلی میں دوسرے لوگوں کے گھر ہوں تو اس کے صحن میں بھی نہ جائے خواہ شوہر کی اجازت ہو' کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے' اور جو عورت عدت وفات گزار رہی ہو وہ دن اور رات میں گھر سے باہر جاسکتی ہے لیکن رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں گزارے۔

وجہ فرق یہ ہے کہ مطلقہ کے خرچ کا کفیل اس کا خاوند ہے اس لیے اس کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے اور جو عدت وفات گزار رہی ہے' اس کے خرچ کا کوئی کفیل نہیں ہے اس لیے اس کو طلب معاش کے لیے دن اور رات کے وقت میں نکلنا ہوگا' ہاں اگر اس کے خرچ کی کفالت کا انتظام ہو تو پھر اس کو بھی مطلقہ کی طرح گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

اور وہاں عدت گزارے خواہ عدت طلاق ہو یا عدت وفات' اور اس گھر سے نہ نکلے' ماسوا اس صورت کے کہ اس کو اس گھر سے نکال دیا جائے' یا وہ گھر منہدم ہو جائے یا اس گھر کے انہدام کا خدشہ ہو یا وہاں اس کے مال کے تلف ہونے کا خطرہ ہو' اس کے پاس اس گھر کا کرایہ نہ ہو اس قسم کی اگر کوئی ناگزیر صورت ہو مثلاً وہ اس گھر میں تنہا ہو اور اس کی جان کو خطرہ ہو ایسی صورت میں وہ اس گھر کے قریب کسی گھر میں منتقل ہوسکتی ہے اور عدت طلاق میں جہاں اس کا شوہر چاہے وہاں منتقل ہو جائے' جب عورت عدت طلاق گزار رہی ہو تو اس کے اور شوہر کے درمیان ایک پردہ ضروری ہے اور اگر گھر تنگ ہو یا شوہر فاسق ہو تو پھر اس کا اس گھر سے نکل جانا بہتر ہے۔ (درمختار علی ھامش الرد ص ۶۲۱۔ ۶۱۶ ملخصا مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

عدت کے دوران عورتوں کو جن کاموں سے منع کیا ہے مثلاً بغیر عذر شرعی کے گھر سے باہر نکلنا یا بناؤ سنگھار کرنا' یا کسی سے عقد ثانی کا عہد و پیمان کرنا' اگر عورتیں عدت کے دوران ان میں سے کوئی کام کریں تو اس عورت کے وارثوں اور سرپرستوں پر لازم ہے کہ عورت کو اس سے منع کریں اور اگر وہ منع نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور اگر اس عورت کے اولیاء نہ ہوں تو پھر یہ حکام اور عام مسلمانوں کا فریضہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں اس میں تم پر کوئی حرج (یا گناہ) نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انہوں نے عدت سے پہلے یہ کام کیے اور تم نے ان کو

نہ روکا تو تمہیں گناہ ہوگا۔

بَابُ نَسْخِ مَتَاعِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا بِمَا فَرَضَ لَهَا مِنَ الْمِيرَاثِ

باب: بیوہ عورت کو ایک سال تک خرچ فراہم کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا،

اس کے ذریعے، جو اس کا وارثت میں حصہ مقرر کیا گیا ہے

2298 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: (وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ) (البقرة: 240)، فَنُسِخَ ذَلِكَ بِآيَةِ الْمِيرَاثِ بِمَا فَرَضَ لَهُنَّ مِنَ الرُّبُعِ وَالثُّمُنِ، وَنُسِخَ أَجَلُ الْحَوْلِ بِأَنْ جُعِلَ أَجَلُهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، تو انہیں (گھر سے) نکالے بغیر، ایک سال تک خرچ دیا جائے''
(اللہ تعالیٰ نے) میراث کے حکم والی آیت کے ذریعے اسے منسوخ کر دیا، کیونکہ (اس آیت میں ان بیویوں کے لیے) چوتھائی، یا آٹھواں حصہ مقرر کیا گیا ہے۔

اور ایک سال کی مدت کو اس حکم کے تحت منسوخ کر دیا کہ ان کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نکالا نہ جائے پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے جو انہوں نے دستور کے مطابق کیا ہے۔ (البقرہ: ۲٤۰)

ایک سال تک عدت وفات کے منسوخ ہونا کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ موت کی آہٹ محسوس کریں یا قریب المرگ ہوں وہ اپنی بیویوں کے لیے یہ وصیت کریں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالا جائے جمہور فقہاء اور مفسرین کے نزدیک یہ آیت سورۃ بقرہ کی اس آیت سے منسوخ ہے، جس میں فرمایا ہے: تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ (عورتیں) اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک (عقد ثانی سے) روکے رکھیں۔ (البقرہ: ۲۳٤)

امام ابن جریر طبری نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ پہلے جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تھا تو خاوند کے مال سے اس کے

2298- اسنادہ حسن۔ علی بن الحسین بن واقد حسن الحدیث۔ یزید النحوی: ھو یزید بن ابی سعید، وعکرمۃ: ھو مولی ابن عباس۔ واخرجہ النسائی فی "الکبری" (5706) من طریق اسحاق بن راھویہ، عن علی ابن الحسین، بھذا الاسناد۔ واخرجہ النسائی (5707) من طریق سماک، عن عکرمۃ بہ۔ فجعلہ من قول عکرمۃ

لیے ایک سال کی رہائش اور خرچ مہیا کیا جاتا تھا' پھر جب سورۃ نساء میں عورت کی میراث مقرر کردی گئی کہ اگر اس کے خاوند کی اولاد نہ ہو تو اس کو خاوند کے مال کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر اس کی اولاد ہو تو پھر اس کو خاوند کے مال کا آٹھواں حصہ ملے گا' تو پھر رہائش اور نفقہ کا یہ حکم منسوخ ہوگیا' البتہ مجاہد کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے' انکے نزدیک اس کا محمل یہ ہے کہ بیوہ پر چار ماہ دس دن عدت گزارنا تو واجب ہے جیسا کہ البقرہ: ٢٣٤ میں مذکور ہے' اس کے بعد سال کے باقی ماندہ سات ماہ بیس دن میں عدت گزارنے کا اسے اختیار ہے چاہے وہ یہ عدت گزارے یا نہ گزارے۔ (جامع البیان ج۱ ص ۳۶۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱٤۰۹ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن الزبیر نے حضرت عثمان سے کہا: (آیت) "والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا۔ الی قولہ غیر اخراج" (البقرہ: ٢٤٠) اس آیت کو سورۃ بقرہ کی دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے تو پھر آپ نے اس آیت کو مصحف میں کیوں لکھا ہے؟ حضرت عثمان نے کہا: اے بھتیجے ہم اس آیت کو اسی طرح رہنے دیں گے' قرآن مجید کی کسی آیت کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کریں گے (یعنی قرآن مجید کی آیات کو لکھنا امر توفیقی تھا اور رسول اللہ ﷺ نے جس آیت کی جو جگہ بتائی تھی اس کو وہیں لکھا گیا تھا)

(صحیح بخاری ج ۲ ص ٦٥١ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کی بیوی ایک سال تک عدت گزارتی' اس پر اس کی وراثت سے ایک سال تک خرچ کیا جاتا' جب ایک سال پورا ہوجاتا تو وہ اپنے شوہر کے گھر سے نکلتی اور اس کے پاس ایک مینگنی ہوتی' وہ ایک کتے کو مینگنی مارتی اور شوہر کی عدت سے باہر آجاتی اور مینگنی کو مارنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کہتی کہ میرے نزدیک خاوند کی وفات کے بعد میرا اس کی عدت گزارنا میرے نزدیک اس مینگنی کو مارنے سے زیادہ آسان تھا' اسلام نے اپنے ظہور کے بعد ان کو پہلے اپنے اسی دستور پر قائم رکھا اور بیوہ کی عدت ایک سال ہی برقرار رہی۔ پھر اس کے بعد اس حکم کو سورۃ البقرہ: ٢٣٤ سے منسوخ کر دیا گیا اور بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کردی گئی۔ (زاد المسیر ج۱ ص ٢٨٦' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ١٤٠٧ھ)

عدت وفات کے شرعی حکم میں اختلاف فقہاء کا بیان

امام مالک کے نزدیک اگر خاوند کا اپنا یا کرایہ کا مکان ہو تو بیوہ کا اس گھر میں عدت گزارنا واجب ہے اور عدت سے پہلے گھر سے نکلنا مطلقاً جائز نہیں ہے' امام شافعی کا ظاہر قول یہ ہے کہ خاوند کے مال سے بیوہ کے لیے عدت تک رہائش مہیا کرنا واجب ہے۔ امام احمد کے نزدیک اگر بیوہ غیر حاملہ ہو تو اس کے لیے عدت کی رہائش کا استحقاق نہیں ہے اور اگر وہ حاملہ ہو تو پھر ان کے دو قول ہیں' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیوہ کا خاوند کے گھر میں عدت گزارنا واجب ہے لیکن وہ دن کے اوقات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

حدیث سے عدت وفات کا بیان

امام مالک روایت کرتے ہیں: زینب بنت کعب بن عجرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں وہ روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور آپ سے یہ سوال کیا کہ وہ بنو

حذرہ میں اپنے خاندان میں جاسکتی ہیں؛ کیونکہ انکے شوہر اپنے چند بھاگے ہوئے غلاموں کو ڈھونڈنے گئے تھے حتیٰ کہ جب وہ قدوم کے راستہ میں پہنچے تو انہوں نے ان غلاموں کو جالیا' سوان غلاموں نے ان کے شوہر کو قتل کر دیا' وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا کہ آیا میں بنو حذرہ میں اپنے میکہ میں جاسکتی ہوں تا کہ وہاں عدت وفات گزاروں کیونکہ میرے خاوند نے اپنی ملکیت میں کوئی مکان چھوڑا ہے نہ نفقہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ کہتی ہیں کہ جب میں واپس ہوئی حتیٰ کہ میں (ابھی) حجرہ میں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی' یا مجھے کسی سے آواز دے کر بلوایا' آپ نے پوچھا: تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے پھر آپ سے اپنے خاوند کی وفات کا پورا قصہ دہرایا' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو حتیٰ کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے' وہ کہتی ہیں کہ میں نے چار ماہ دس دن عدت گزاری جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا تو انہوں نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا' میں نے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے اس حدیث کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

(موطا امام مالک ص ۵۲۱-۵۲۰' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور) (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۵-۳۱۴' جامع ترمذی ص ۱۹۳' سنن نسائی ج ۲ ص ۱۱۶' سنن ابن ماجہ ص ۱۴۶' سنن دارمی ج ۲ ص ۹۰)

عدت وفات کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی بیان کرتے ہیں: زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ جو عورت عدت وفات گزارے اس کے لیے بھی رہائش مہیا کرنا واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فریعہ سے فرمایا تھا: تم اپنے شوہر کے گھر میں رہو حتیٰ کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے سو انہوں نے اس گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزاری' امام ترمذی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے جس طرح نفقہ کا استحقاق نہیں ہے اسی طرح اس کے لیے رہائش کا بھی استحقاق نہیں ہے اور پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ رہائش اس کے پانی (منی) کی حفاظت کے لیے ہوتی ہے اور وہ اس کی وفات کے بعد بھی موجود ہے' اور نفقہ کا وجوب خاوند کے تسلط کی وجہ سے ہوتا ہے اور موت سے وہ منقطع ہو گیا' نیز نفقہ عورت کا حق ہے اور وہ میراث سے ساقط ہو گیا اور رہائش اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور وہ ساقط نہیں ہوا۔ (نہایۃ المحتاج ج ۷ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عدت وفات کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی حضرت فریعہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: حجاز اور عراق کے علماء کے درمیان یہ حدیث معروف ہے اور اس حدیث کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ بیوہ شوہر کے گھر عدت گزارے اور گھر سے باہر نہ نکلے۔ داؤد ظاہری یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے بیوہ پر عدت گزارنا لازم کیا ہے یہ لازم نہیں کیا کہ وہ شوہر کے گھر عدت گزارے' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ' کا بھی یہی قول ہے' موطا امام مالک' میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیوہ عورتوں کو عدت سے پہلے حج پر جانے سے بھی منع کرتے تھے' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا' ان کے نزدیک بیوہ خاوند کے گھر عدت گزارنا لازم تھا' اور قرآن اور سنت کا یہی مقتضیٰ ہے' اس لیے عدت سے پہلے بیوہ کا حج اور عمرہ کے لیے بھی جانا جائز نہیں ہے' امام مالک نے کہا: جب تک بیوہ نے احرام نہ باندھا ہو اس کو گھر لوٹا دیا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب خاوند کا گھر اس

کی ملکیت میں ہو۔

امام مالک امام شافعی امام ابوحنیفہ امام احمد اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے جیسا کہ حضرت فریعہ کی حدیث میں ہے اور اگر خاوند اس گھر میں رہتا ہو لیکن اس کا مالک نہ ہو تو عدت کے دوران بیوہ کے لیے اس میں رہنے کا استحقاق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت فریعہ کے خاوند اس گھر کے مالک نہیں تھے پھر بھی آپ نے حضرت فریعہ سے فرمایا: تم عدت پوری ہونے تک اس گھر میں رہو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے یہ حکم اس وقت ہے جب اس کا خاوند اس مکان کا کرایہ دیتا رہا ہو لیکن اگر خاوند نے اس مکان کا کرایہ نہ دیا ہو تو خاوند خواہ امیر ہو اس کے مال سے بیوہ کے لیے رہائش کا کوئی استحقاق نہیں ہے کیونکہ بیوہ کا رہائش پر استحقاق اس وقت ہوگا جب خاوند کی مکان پر مکمل ملکیت ہو۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۸۔۱۷۷ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

عدت وفات کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: مطلقہ اور بیوہ اس گھر سے باہر نہ نکلے جس میں وہ رہتی تھی البتہ بیوہ دن میں باہر جا سکتی ہے لیکن رات اس گھر میں آکر گزارے مطلقہ کے باہر نہ نکلنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان ياتين بفاحشة مبينة"۔ (الطلاق:۱)

ترجمہ: ان مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔

اور بیوہ کے گھر سے باہر نہ جانے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "متاعا الى الحول غير اخراج"۔ (البقرہ:۲٤۰)

ترجمہ: بیوہ عورتوں کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نکالا نہ جائے۔

پھر چار ماہ دس دن سے زائد مدت کو البقرہ:۲۳٤ سے منسوخ کر دیا اور چار ماہ دس دن کی مدت تک یہ حکم باقی رہا اور حضرت فریعہ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فریعہ کو ان کے خاوند کے گھر سے منتقل ہونے سے منع فرمایا دیا تھا اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ بیوہ خاوند کے گھر سے منتقل نہ ہو اور ثانی یہ کہ بیوہ کا گھر سے باہر نکلنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر سے باہر نکلنے سے منع نہیں فرمایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے کہ بیوہ عورت دن میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے لیکن رات میں گھر میں گزارے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۹۔٤۱۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱٤۰۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مطلقہ عورتوں کے لیے دستور کے مطابق متاع ہے جو اللہ سے ڈرنے والوں پر واجب ہے۔

(البقرہ:۲٤۲)

مطلقہ عورتوں کے مہر کی ادائیگی کا وجوب

اس پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتوں کو فائدہ پہنچانے کا ذکر فرمایا تھا کہ انہیں ایک سال کا نفقہ اور رہائش مہیا کی جائے' اور اس آیت میں مطلقہ عورتوں کا ذکر فرمایا جو طلاق یافتہ اور مدخول بہا عورتیں ہیں کہ اگر ان کا مہر پہلے مقرر تھا تو طلاق کے وقت ان کو' ان کو پورا مہر ادا کیا جائے اور اگر پہلے ان کا مہر مقرر نہیں تھا تو ان کو مہر مثل ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتوں کے حقوق کے بعد مطلقہ عورتوں کے حقوق کا ذکر فرمایا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ طلاق بھی بہ منزلہ موت ہے کیونکہ جس طرح شوہر کی موت کے بعد شوہر کی علیحدگی ہو جاتی ہے اسی طرح طلاق کے بعد بھی شوہر سے علیحدگی ہو جاتی ہے۔ مہر کی پوری تفصیل اور تحقیق ان شاء اللہ ہم النساء:۴ میں بیان کریں گے۔

اس آیت میں مطلقات سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو مباشرت کے بعد طلاق دی گئی ہو کیونکہ جن عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دی گئی ہو ان کا حکم البقرہ:۲۳۶ میں بیان کیا جا چکا ہے اور متاع سے مراد مہر ہے' اور طلاق کے بعد مہر کا ادا کرنا واجب ہے' خواہ مقررشدہ مہر ہو یا مہر مثل' بعض علماء نے کہا ہے کہ متاع سے مراد عورت کا لباس وغیرہ ہے یعنی مطلقہ عورتوں کو مہر کے علاوہ لباس وغیرہ بھی دیا جائے' اور جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کو لباس دینا واجب ہے اور باقی تین قسم کی مطلقہ عورتوں (جن کا مہر مقرر کیا گیا ہو خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ' اور وہ مدخولہ جس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو) کو لباس دینا مستحب ہے۔

بَابُ إِحْدَادِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا

باب: بیوہ عورت کا (شوہر کے انتقال پر) سوگ کرنا

2299 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيثِ الثَّلَاثَةِ. قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

قَالَتْ زَيْنَبُ: وَدَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: لَا يَحِلُّ

2299-اسناده صحيح. القعنبي: هو عبدالله بن مسلمة، وعبدالله بن ابي بكر: هو ابن محمد الانصاري. وهو عند مالك في "الموطا" 2/596-597، ومن طريقه اخرجه البخاري (5334)، ومسلم (1486)، والترمذي (1234)، والنسائي في "الكبرى" (5697). واخرجه تاما ومختصراً البخاري (1280) و (1281) و (5339) و (5345)، ومسلم (1486)، والنسائي في "الكبرى" (5663) و (5691) من طرق عن حميد بن نافع، به. وهو في "مسند احمد" (26765)، و "صحيح ابن حبان" (4304).

لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

قَالَتْ زَيْنَبُ: وَسَمِعْتُ أُمِّي أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ: جَائَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا أَفَنَكْحَلُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا. مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ: لَا. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ، وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ. قَالَ حُمَيْدٌ: فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ: وَمَا تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ؟ فَقَالَتْ زَيْنَبُ: كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا، وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا، وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا وَلَا شَيْئًا، حَتَّى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ، ثُمَّ تُؤْتَى بِدَابَّةٍ حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ، فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ. ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطَى بَعْرَةً فَتَرْمِي بِهَا. ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَائَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْحِفْشُ: بَيْتٌ صَغِيرٌ

❀❀ حمید بن نافع بیان کرتے ہیں: سیّدہ زینب بنت ام سلمہ ؓ نے انہیں یہ تین حدیثیں سنائیں۔

سیّدہ زینب ؓ نے بتایا: میں سیّدہ ام حبیبہ ؓ کے پاس آئی، جب ان کے والد حضرت ابوسفیان ؓ کا انتقال ہوا، انہوں نے خوشبو منگوائی جس میں خلوق یا شاید کوئی اور زرد خوشبو ملی ہوئی تھی، انہوں نے اس میں سے کچھ کنیز کو لگائی اور (کچھ) اپنے رخساروں پر لگائی، پھر انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے یہ خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں تھی، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ اپنے شوہر کا سوگ وہ چار ماہ دس دن تک کرے گی۔''

سیّدہ زینب ؓ نے بتایا: میں سیّدہ زینب بنت جحش ؓ کے ہاں گئی، جب ان کے بھائی کا انتقال ہوا تھا، انہوں نے خوشبو منگوا کر لگائی، پھر انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں تھی، صرف یہ وجہ ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ وہ شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک کرے گی۔''

سیّدہ زینب ؓ بیان کرتی ہیں: میں نے اپنی والدہ سیّدہ ام سلمہ ؓ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا:

ایک مرتبہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میری بیٹی بیوہ ہوگئی ہے۔ اس کی آنکھیں خراب ہوگئی ہیں، تو کیا ہم اسے سرمہ لگائیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! اس نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہی سوال کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ہر مرتبہ فرمایا: جی نہیں!

پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تو چار ماہ دس دن ہیں، زمانہ جاہلیت میں (بیوہ) عورت ایک سال گزرنے کے بعد مینگنی

پھینکتی تھی، (تو اس کی عدت ختم ہوتی تھی)

حمید نامی راوی کہتے ہیں: میں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کہا: ایک سال کے بعد مینگنی پھینکنے سے کیا مراد ہے؟ تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بتایا:

پہلے جب کوئی عورت بیوہ ہو جاتی، تو وہ کسی کال کوٹھڑی میں چلی جاتی، اور سب سے خراب کپڑے پہن لیتی، وہ ایک سال گزرنے تک خوشبو وغیرہ نہیں لگا سکتی تھی۔ (ایک سال کے بعد) کوئی گدھا، بکری یا پرندہ لایا جاتا، وہ اس کو چھوتی، عام طور پر جسے وہ چھوتی تھی، وہ جانور مر جاتا تھا، پھر وہ (اپنی کوٹھڑی) سے باہر آتی تو اسے ایک مینگنی دی جاتی، جسے وہ پھینک دیتی، اس کے بعد وہ جیسے چاہتی خوشبو وغیرہ استعمال کر سکتی تھی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ''حفش'' سے مراد چھوٹا گھر (کوٹھڑی) ہے۔

تین دن سوگ ہونے کا بیان

حضرت ام حبیبہ اور حضرت زینب بنت جحش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں اپنے شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن تک کیا کرے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 525)

سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بناؤ سنگھار ترک کر دے اور خوشبو و سرمہ وغیرہ لگانے سے پرہیز کرے چنانچہ یہ سوگ کرنا کسی دوسری میت پر تو تین دن سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن تک یعنی ایام عدت میں سوگ کرنا واجب ہے۔

اب رہی یہ بات کہ چار مہینہ دس دن یعنی عدت کی مدت کی ابتداء کب سے ہوگی تو جمہور علماء کے نزدیک اس مدت کی ابتداء خاوند کی موت کے بعد سے ہوگی لیکن حضرت علی اس کے قائل تھے کہ عدت کی ابتداء اس وقت سے ہوگی جس وقت کہ عورت کو خاوند کے انتقال کی خبر ہوئی ہے لہٰذا اگر کسی عورت کا خاوند کہیں باہر سفر وغیرہ میں مر گیا اور اس عورت کو اس کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ چار مہینے دس دن گزر گئے تو جمہور علماء کے نزدیک عدت پوری ہو گئی جب کہ حضرت علی کے قول کے مطابق اس کی عدت پوری نہیں ہوگی بلکہ اس کو خبر ہونے کے وقت سے چار مہینے دس دن تک عدت میں بیٹھنا ہوگا۔

حضرت ام عطیہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے ہاں اپنے شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرے اور ان ایام یعنی زمانہ عدت میں عصب کے علاوہ نہ تو کوئی رنگین کپڑا پہنے نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے البتہ حیض سے پاک ہوتے وقت تھوڑا سا قسط یا اظفار استعمال کرے تو قباحت نہیں (بخاری ومسلم)

رنگین کپڑے سے مراد وہ کپڑا ہے جو کسم، زعفران اور گیرو وغرہ کے تیز اور شوخ رنگ میں رنگا گیا ہو اور عام طور پر زینت و آرائش کے طور پر پہنا جاتا ہو اور کتاب کافی میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت کے پاس رنگین کپڑوں کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ ہو تو وہ رنگین کپڑا بھی پہن سکتی ہے کیونکہ اس کی ستر پوشی بہر حال زیادہ ضروری ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ان رنگین کپڑوں کو زیب و زینت

کے مقصد سے استعمال نہ کرے۔

عصب اس زمانہ میں ایک خاص قسم کی چادر کو کہتے تھے جو اس طور پر بنی ہوتی تھی کہ پہلے سوت کو جمع کر کے ایک جگہ باندھ لیتے تھے پھر اس کو کسم میں رنگتے تھے اور اس کے بعد اس کو بنتے تھے چنانچہ وہ سرخ رنگ کی ایک چادر ہو جاتی تھی جس میں سفید دھاریاں بھی ہوتی تھیں کیونکہ سوت کو باندھ کر رنگنے کی وجہ سے سوت کا وہ حصہ سفید رہ جاتا تھا جو بندھا ہوا ہوتا تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عدت والی عورت کو رنگین کپڑا پہننے کی جو ممانعت ہے اس کا تعلق اس کپڑے سے ہے جو بننے کے بعد رنگا گیا ہو تو اس کا پہننا بھی درست ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء حنفیہ کے نزدیک عدت والی عورت کو عصب کا پہننا بھی درست نہیں ہے حضرت امام شافعی کے نزدیک عدت والی عورت کو عصب پہننا جائز ہے خواہ وہ موٹا ہو یا مہین ہو جب کہ حضرت امام مالک مہین عصب کو پہننے سے منع کرتے ہیں موٹے عصب کو منع نہیں کرتے۔ سرمہ لگانے کے سلسلہ میں ائمہ کے جو اختلافی اقوال ہیں وہ پیچھے حضرت ام سلمہ کی روایت کے ضمن میں بیان کئے جا چکے ہیں علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حنفی مسلک کے مطابق عدت والی عورت کو مجبوری کی حالت میں سرمہ لگانا جائز ہے ویسے جائز نہیں ہے۔

قسط اور اظفار یہ دونوں ایک قسم کی خوشبو ہیں قسط تو عود کو کہتے ہیں جس عام طور پر عورتیں یا بچے دھونی لیتے ہیں کرمانی نے کہا ہے کہ قسط عود ہندی کو کہتے ہیں جسے اگر یا کوٹ کہا جاتا ہے۔ اظفار ایک قسم کا عطر ہوتا تھا یہ دونوں خوشبوئیں اس زمانہ میں عام طور پر عرب کی عورتیں حیض سے پاک ہوتے وقت بدبو دور کرنے کے لئے شرمگاہ میں استعمال کرتی تھیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت والی عورت کو خوشبو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن حائضہ کو حیض سے پاک ہوتے وقت بدبو دور کرنے کے لئے ان دونوں خوشبوؤں کے استعمال کی اجازت دے دی۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر گیا ہو اس پر عدت کے زمانہ میں سوگ کرنا واجب ہے چنانچہ اس پر تمام علماء کا اجماع واتفاق ہے البتہ سوگ کی تفصیل میں اختلافی اقوال ہیں۔

حضرت امام شافعی اور جمہور علماء تو یہ کہتے ہیں کہ خاوند کی وفات کے بعد ہر عدت والی عورت پر سوگ کرنا واجب ہے خواہ وہ مدخول بہا ہو یعنی جس کے ساتھ جماع ہو چکا ہو یا غیر مدخول بہا ہو (یعنی جس کے ساتھ جماع نہ ہوا ہو) خواہ چھوٹی ہو یا بڑی خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ خواہ آزاد ہو یا لونڈی اور خواہ مسلمہ ہو یا کافرہ۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سات قسم کی عورتوں پر سوگ واجب نہیں ہے جس کی تفصیل درمختار کے مطابق یہ ہے کہ (۱) کافرہ (۲) مجنونہ (۳) صغیرہ (٤) معتدہ عتق یعنی وہ ام ولد جو اپنے مولیٰ کی طرف سے آزاد کئے جانے یا اپنے مولیٰ کے مر جانے کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو (٥) وہ عورت جو نکاح فاسد کی عدت میں بیٹھی ہو (٦) وہ عورت جو وطی بالشبہ کی عدت میں بیٹھی ہو یعنی جس سے کسی غیر مرد نے غلط فہمی میں جماع کر لیا ہو اور اس کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو (۷) وہ عورت جو طلاق رجعی کی عدت میں بیٹھی ہو۔

جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ خاوند کے علاوہ کسی کے مرنے پر عورت کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے اور تین دن تک بھی صرف مباح ہے واجب نہیں ہے چنانچہ اگر تین دنوں میں بھی خاوند سوگ کرنے سے منع کرے تو اس کو اس کا حق ہے کیونکہ بیوی کے بناؤ سنگار کا تعلق خاوند کے حق سے ہے اگر تین دنوں میں خاوند کی خواہش یہ ہو کہ وہ سوگ ترک کر کے بناؤ سنگار کرے اور بیوی خاوند کا کہنا نہ مانے تو اس بات پر بیوی کو مارنا خاوند کے لئے جائز ہے کیونکہ سوگ کرنے میں خاوند کا حق فوت ہو جاتا ہے۔ سوگ کے احکام: مسائل جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کی عدت تو فقط اتنی ہی ہے کہ وہ مقررہ مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اس کے لئے بناؤ سنگھار وغیرہ درست ہے اور جس عورت کو جو مکلفہ مسلمہ یعنی بالغ و عاقل اور مسلمان ہو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاق بائن یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا خاوند مر گیا تو ان سب صورتوں میں اس کے لئے یہ حکم ہے کہ جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے نہ اپنا دوسرا نکاح کرے اور نہ بناؤ سنگھار کرے یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔

اس سنگھار نہ کرنے اور میلے کچیلے رہنے کو سوگ کہتے ہیں۔ جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا کپڑے بسانا زیور گہنا پہننا پھول پہننا سرمہ لگانا پان کھا کر منہ لال کرنا مسی مسلنا سر میں تیل ڈالنا کنگھی کرنا مہندی لگانا اچھے کپڑے پہننا ریشمی اور رنگے ہوئے بہاردار کپڑے پہننا یہ سب باتیں ممنوع ہیں۔ ہاں مجبوری کی حالت میں اگر ان میں سے کوئی چیز اختیار کی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں مثلاً سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بغیر خوشبو کا تیل ڈالنا درست ہے اسی طرح دوا کے لئے سرمہ لگانا بھی ضرورت کے وقت درست ہے۔

جس عورت کا نکاح صحیح نہیں ہوا تھا بلکہ بے قاعدہ ہو گیا تھا اور وہ فسخ کرا دیا گیا یا خاوند مر گیا تو ایسی عورت پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح جو عورت عتق یعنی آزادی کی عدت میں ہو جیسے ام ولد کو اس کا مولیٰ آزاد کر دے اور وہ اس کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو تو اس پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔ جو عورت عدت میں بیٹھی ہو اس کے پاس نکاح کا پیغام بھیجنا جائز نہیں ہے ہاں نکاح کا کنایہ یعنی یہ کہنا کہ میں اس عورت سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتا ہوں یا اس سے نکاح کرنے کا میں ارادہ رکھتا ہوں جائز ہے، مگر یہ بھی اس صورت میں جائز ہے کہ جب کہ وہ عورت وفات کی عدت میں بیٹھی ہو اگر طلاق کی عدت میں بیٹھی ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جو عورت طلاق کی عدت میں بیٹھی ہو اس کو تو کسی بھی وقت گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے ہاں جو عورت وفات کی عدت میں بیٹھی ہو وہ دن میں نکل سکتی ہے اور کچھ رات تک نکل سکتی ہے مگر رات اپنے گھر سے علاوہ دوسری جگہ بسر نہ کرے لونڈی اپنے آقا کے کام سے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ معتدہ (عدت والی عورت) کو اپنی عدت کے دن اسی مکان میں گزارنے چاہئیں جس میں وہ فسخ وطلاق یا خاوند کی موت کے وقت سکونت پذیر ہو ہاں اگر اس مکان سے زبردستی نکالا جائے اس مکان میں اپنے مال واسباب کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اس مکان کے گر پڑنے کا خطرہ ہو اور یا اس مکان کا کرایہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو ان صورتوں میں کسی دوسرے مکان میں عدت بیٹھنا جائز ہے۔ اسی طرح اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ میاں بیوی ایک ہی مکان میں رہیں اگر چہ وہ

طلاق بائن کی عدت میں بیٹھی ہو بشرطیکہ دونوں کے درمیان پردہ حائل رہے ہاں اگر خاوند فاسق اور نا قابل اعتماد ہو یا مکان تنگ ہو تو عورت اس گھر سے منتقل ہو جائے اگرچہ خاوند کا منتقل ہونا اولی ہے۔

اور اگر میاں بیوی کے ایک ہی مکان میں رہنے کی صورت میں وہ دونوں اپنے ساتھ کسی ایسی معتمد عورت کو رکھ لیں جو دونوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے پر قادر ہو تو بہت ہی اچھا ہے۔ اگر مرد عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے گیا اور پھر سفر کے دوران اس کو طلاق بائن یا تین طلاقیں دے دیں یا مرد مر گیا اور عورت کا شہر یعنی اس کا وطن اس جگہ سے کہ جہاں طلاق یا وفات واقع ہوئی ہے سفر شرعی یعنی تین دن کے سفر سے کم مسافت پر واقع ہو تو وہ اپنے شہر واپس آجائے اور اگر اس مقام سے جہاں طلاق یا وفات ہوئی ہے اس کا شہر سفر شرعی (یعنی تین دن کی مسافت) کے بقدر یا اس سے زائد فاصلہ پر واقع ہے۔

اور وہ منزل مقصود (جہاں کے لئے سفر اختیار کیا تھا) اس مسافت سے کم فاصلہ پر واقع ہے تو اپنے شہر واپس آنے کی بجائے منزل مقصود چلی جائے اور ان دونوں صورتوں میں خواہ اس کا ولی اس کے ساتھ ہو یا ساتھ نہ ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ عورت طلاق یا وفات کے وقت کسی شہر میں ہو تو وہاں سے عدت گزارے بغیر نہ نکلے تو کسی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کا کوئی محرم اس کے ساتھ ہو تو پھر عدت سے پہلے بھی اس شہر سے نکل سکتی ہے۔

ایام عدت میں زیب وزینت پر فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری لڑکی کا خاوند مر گیا ہے جس کی دلیل سے وہ عدت میں ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں تو کیا میں اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا دوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس عورت نے یہ دو بار یا تین بار پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی جواب دیتے تھے کہ نہیں پھر فرمایا کہ عدت چار مہینہ اور دس دن ہے جب کہ ایام جاہلیت میں تم میں کی ایک عورت یعنی بیوہ سال بھر کے بعد مینگنیاں پھینکتی تھی۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 524)

یہ حدیث بظاہر امام احمد کی دلیل ہے کہ کیونکہ ان کے نزدیک اس عورت کو سرمہ لگانا جائز نہیں ہے جس کا خاوند مر گیا ہو اور وہ عدت میں بیٹھی ہو خواہ آنکھیں دکھنے کی دلیل سے اس کو سرمہ لگانے کی ضرورت ہو اور خواہ وہ محض زینت یا عادت کی بناء پر لگانا چاہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مجبوری کی حالت میں مثلاً آنکھ دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانا جائز ہے اور حضرت امام شافعی بھی آنکھیں دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانے کی اجازت دیتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ رات میں لگائے اور دن میں پونچھ لے۔

اس حدیث کے بارے میں حنفی علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے زینت کے لئے سرمہ لگانا چاہا ہو گا مگر بہانہ کیا ہو گا آنکھ دکھنے کا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہو گا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ لگانے کی اجازت دینے سے انکار فرمادیا ہے۔

حدیث کے آخری جملہ کی وضاحت یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جس عورت کا خاوند مر جاتا وہ ایک

تنگ وتاریک کوٹھری میں بیٹھی رہتی اور بہت خراب کپڑے جو اکثر و بیشتر ٹاٹ اور نمدے کی صورت میں ہوتا تھا پہنے رہا کرتی تھی زینت کی کوئی چیز استعمال نہیں کرتی تھی خوشبو بھی نہیں لگاتی تھی غرض کہ پورے ایک سال تک اسی حالت میں رہتی پھر جس دن سال ختم ہوتا اس دن اس کے پاس گدھا یا بکری اور یا کوئی بھی جانور و پرندہ لایا جاتا جس سے وہ اپنی شرمگاہ رگڑتی اور اس کے بعد اس کوٹھری سے باہر نکلتی پھر اس کے ہاتھ میں چند مینگنیاں دی جاتیں جن کو وہ پھینکتی اور اس کے ساتھ ہی عدت سے نکل آتی۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رسم کی طرف اشارہ فرمایا کہ پچھلے زمانہ میں عدت کی مدت بھی بہت زیادہ تھی اور اس میں خرابیاں اور پریشانیاں بھی بہت تھیں جب کہ اسلام میں عدت کی مدت بھی بہت کم ہے یعنی چار مہینہ دس دن زیادہ تھی اور اس میں خرابی اور پریشانی بھی نہیں ہے تو پھر اتنا اضطراب کیوں ہے؟

حضرت ام سلمہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زدلیل مطہرہ ہیں روایت کرتی ہیں کہ جب میرے پہلے شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوا اور میں عدت میں بیٹھی ہوئی تھی تو ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اس وقت میں نے اپنے منہ پر ایلوا لگا رکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ام سلمہ یہ کیا ہے یعنی تم نے عدت کے دنوں میں منہ پر یہ کیا لگا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ تو ایلوا ہے جس میں کسی قسم کی کوئی خوشبو نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر ایلوا چہرے کو جوان بنا دیتا ہے یعنی ایلوا لگانے سے چہرہ چمکدار ہو جاتا ہے اور اسکا رنگ نکھر جاتا ہے لہٰذا تم اس کو نہ لگاؤ ہاں اگر کسی دلیل سے لگانا ضروری ہی ہو تو) رات میں لگا لو اور دن میں صاف کر ڈالو کیونکہ رات میں استعمال کرنے سے بناؤ سنگار کا گمان ہوتا ہے) اسی طرح خوشبودار کنگھی بھی نہ کرو اور نہ مہندی کے ساتھ کنگھی کرو کیونکہ مہندی سرخ رنگ لئے ہوتی ہے اور اس میں خوشبو ہوتی ہے جب کہ یہ سوگ کی حالت میں ممنوع ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! پھر میں کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں یعنی اپنے بالوں کو کس چیز سے صاف کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیری کے پتوں کے ساتھ کنگھی کرو اور ان پتوں سے اپنے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لو یعنی بیری کے پتے اپنے سر پر اتنی مقدار میں ڈالو کہ وہ تمہارے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لیں۔

(ابوداؤد نسائی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 527)

خوشبودار تیل کے بارے میں تو علماء کا اتفاق و اجماع ہے کہ عدت والی عورت اس کا استعمال نہ کرے البتہ بغیر خوشبو کے تیل مثلاً روغن زیتون وتل کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی تو بغیر خوشبو کا تیل لگانے بھی منع کرتے ہیں البتہ ضرورت و مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دیتے ہیں اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام احمد اور علماء ظواہر نے عدت والی عورت کے لئے ایسے تیل کے استعمال کو جائز رکھا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

اور حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا خاوند مرجائے وہ نہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ گیرہ میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ زیور پہنے نہ ہاتھ پاؤں اور بالوں پر مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے

(ابوداؤد نسائی)

اگر سیاہ اور خاکستری رنگ کے کپڑے پہنے تو کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح کسم میں زیادہ دنوں کا رنگا ہوا کپڑا کہ جس سے خوشبو

نہ آتی ہو پہننا بھی درست ہے ہدایہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا عورت کو کسی عذر مثلاً کھجلی یا جوئیں یا کسی بیماری کی دلیل سے ریشمی کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔

حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں نے اپنی والدہ حضرت ام سلمہ سے سنا وہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری لڑکی کا شوہر فوت ہوگیا ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں کیا ہم اسے سرمہ لگا سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا یہ چار ماہ دس دن ہیں اور زمانہ جاہلیت میں تم ایک سال گزارنے پر اونٹ کی مینگنیاں پھینکتی تھیں اس باب میں فریعہ بنت مالک بن سنان (جو ابوسعید خدری کی بہن ہیں) اور حفصہ بنت عمر سے بھی روایت ہے حدیث زینب حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ جس کا شوہر فوت ہو جائے وہ خوشبو اور زیبائش سے پرہیز کرے۔ سفیان ثوری، مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1209)

بَابٌ فِي الْمُتَوَفَّى عَنْهَا تَنْتَقِلُ

باب: بیوہ عورت کا (شوہر کے گھر سے) منتقل ہونا

2300 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ عَمَّتِهِ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ، وَهِيَ أُخْتُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَخْبَرَتْهَا، أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَنِي خُدْرَةَ، فَإِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوا، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِطَرَفِ الْقَدُومِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوهُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي، فَإِنِّي لَمْ يَتْرُكْنِي فِي مَسْكَنٍ يَمْلِكُهُ، وَلَا نَفَقَةٍ؟ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، قَالَتْ: فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ، أَوْ فِي الْمَسْجِدِ، دَعَانِي، أَوْ أَمَرَ بِي، فَدُعِيتُ لَهُ، فَقَالَ: كَيْفَ قُلْتِ؟، فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِي ذَكَرْتُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِي، قَالَتْ: فَقَالَ: امْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ، قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرْتُهُ فَاتَّبَعَهُ، وَقَضَى بِهِ

❁❁ زینب بنت کعب بیان کرتی ہیں: سیدہ فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا، جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، انہوں نے بتایا: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آپ سے اجازت لے کر اپنے میکے منتقل ہو جائیں، ان کے شوہر اپنے کچھ مفرور غلاموں کی تلاش میں گئے تھے، "طرف قدوم" میں وہ ان غلاموں تک پہنچ گئے تو ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا۔

2300- وهو في "موطا مالک" /5912، ومن طريقه اخرجه الترمذي (1243)، والنسائي في "الكبرى" (10977) وقال الترمذي: حسن صحيح. واخرجه ابن ماجه (2031)، والترمذي (1244)، والنسائي (5692-5694) و (5696) من طرق عن سعد بن اسحاق، به. وهو في "مسند احمد" (27087)، و "صحيح ابن حبان" (4292) و (4293).

میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کیا میں اپنے میکے واپس چلی جاؤں؟ کیونکہ (میرے شوہر نے) میرے لیے ایسا کوئی گھر نہیں چھوڑا، جس کے وہ مالک ہوں اور خرچ بھی (نہیں چھوڑا) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں وہاں سے نکلی ابھی میں حجرے میں تھی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) میں مسجد میں تھی، کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلایا (یا شاید یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت مجھے بلایا گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کیا بیان کیا ہے؟ میں نے اپنے شوہر سے متعلق پورا واقعہ دوبارہ بیان کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تک تمہاری عدت پوری نہیں ہوتی تم اپنے گھر میں مقیم رہو''

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: تو میں نے اس گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزاری، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہوں نے مجھے پیغام بھیج کر، مجھ سے اس بارے میں دریافت کیا: میں نے انہیں بتایا، تو انہوں نے اس کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ دیا۔

شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتدہ (یعنی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت) کو بلاضرورت ایک مکان سے دوسرے مکان میں اٹھ آنا درست نہیں ہے۔

شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جو عورت اپنے خاوند کے مرجانے کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو اس کے لئے سکنی یعنی شوہر ہی کے مکان میں عدت گزارنا) ضروری ہے یا نہیں چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت امام شافعی کے دو قول ہیں جس میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کے لئے سکنی ضروری ہے حضرت عمر حضرت عثمان حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن عمر بھی اسی کے قائل تھے ان کی طرف سے یہی حدیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو فریعہ کو مکان منتقل کرنے کی اجازت دے دی مگر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منتقل ہونے سے منع کر دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر کے اسی مکان میں عدت کے دن گزاریں اس سے ثابت ہوا کہ فریعہ کو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث (امکثی فی بیتك) الخ تم اپنے اسی گھر میں عدت میں بیٹھو) کے ذریعہ منسوخ ہو گیا۔

حضرت امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ معتدہ وفات کے لئے سکنی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ جہاں چاہے عدت میں بیٹھ جائے اور یہی قول حضرت علی حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کا بھی تھا اس قول کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فریعہ کو مکان میں منتقل ہونے کی اجازت عطا فرمادی تھی اور پھر بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہی مکان میں عدت گزارنے کا جو حکم فرمایا وہ استحباب کے طور پر تھا۔

بَابُ مَنْ رَأَى التَّحَوُّلَ

باب: جن کے نزدیک (ایسی عورت کا اپنے گھر سے دوسری جگہ) منتقل ہونا (جائز ہے)

2301 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا شِبْلٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، قَالَ: قَالَ عَطَاءٌ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَسَخَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ، وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: غَيْرَ إِخْرَاجٍ. قَالَ عَطَاءٌ: إِنْ شَاءَتِ اعْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهِ، وَسَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: (فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ)، قَالَ عَطَاءٌ: ثُمَّ جَاءَ الْمِيرَاثُ، فَنَسَخَ السُّكْنَى تَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت نے عورت کے شوہر کے گھر میں عدت گزارنے (کے لازم ہونے) کو منسوخ کر دیا ہے، اب عورت جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''نکالے بغیر''

عطاء (بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں: اگر وہ عورت چاہے تو اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارے اور اس کی وصیت کے مطابق وہاں ٹھہری رہے اور اگر وہ چاہے، تو اس گھر سے (کہیں اور) منتقل ہو جائے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اگر وہ نکل جائیں تو انہوں نے جو کیا، اس حوالے سے تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا''

عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پھر میراث کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوئی تو اس نے رہائش کو منسوخ کر دیا، اب عورت جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔

بَابُ فِيمَا تَجْتَنِبُهُ الْمُعْتَدَّةُ فِي عِدَّتِهَا

باب: عدت والی عورت اپنی عدت کے دوران کن اُمور سے اجتناب کرے گی؟

2302 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ الْقُهُسْتَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ بَكْرٍ السَّهْمِيَّ، عَنْ هِشَامٍ - وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ الْجَرَّاحِ - عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُحِدُّ الْمَرْأَةُ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا، إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَلَا تَكْتَحِلُ، وَلَا تَمَسُّ طِيبًا إِلَّا أَدْنَى طُهْرَتِهَا إِذَا طَهُرَتْ مِنْ مَحِيضِهَا بِنُبْذَةٍ مِنْ قُسْطٍ، أَوْ أَظْفَارٍ - قَالَ

2302-اسناده صحيح. يحيى بن ابي بكير: هو الكرماني. واخرجه تاماً ومختصراً البخاري (313) معلقاً و (5342) و (5343) معلقاً، ومسلم باثر (1491)، وابن ماجه (2087)، والنسائي في "الكبرى" (5698) و (5705) من طرق عن هشام بن حسان، به. وزاد النسائي في الموضع الاول: "ولا تمتشط." واخرجه تاماً ومختصراً ايضاً البخاري (313) و (5341)، ومسلم باثر (1491)، والنسائي في "الكبرى" (5699) من طريقين عن حفصة، والبخاري (1279) و (5340) من طريق محمد بن سيرين، كلاهما عن ام عطية، به. وزاد البخاري من طريق حفصة: وكنا ننهى عن اتباع الجنائز. وهو في "مسند احمد" (20794)، و"صحيح ابن حبان" (4305).

يَعْقُوبُ: -مَكَانَ عَصْبٍ إِلَّا مَغْسُولًا -وَزَادَ يَعْقُوبُ: -وَلَا تَخْتَضِبُ،

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''کوئی عورت، اپنے شوہر کے علاوہ اور کسی پر، تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، شوہر پر وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے گی، اس دوران وہ رنگین کپڑا نہیں پہنے گی، البتہ پٹی کا حکم مختلف ہے، اور وہ سرمہ نہیں لگائے گی، اور خوشبو استعمال نہیں کرے گی، البتہ حیض سے پاک ہونے کے وقت وہ تھوڑی سی قسط یا اظفار استعمال کر سکتی ہے۔

یعقوب نے لفظ ''عصب'' کی جگہ ''مغسول'' نقل کیا ہے۔ یعقوب نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: وہ خضاب نہیں لگائے گی۔

2303 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ وَلَيْسَ فِي تَمَامِ حَدِيثِهِمَا. قَالَ الْمِسْمَعِيُّ: قَالَ يَزِيدُ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ فِيهِ: وَلَا تَخْتَضِبُ، وَزَادَ فِيهِ هَارُونُ: وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا، إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، تاہم یہ مکمل نہیں ہے۔ یزید نامی راوی کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ خضاب نہیں لگائے گی، ہارون نامی راوی نے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: اور وہ رنگین کپڑا نہیں پہنے گی، البتہ پٹی کا حکم مختلف ہے۔

2304 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، حَدَّثَنِي بُدَيْلٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ، وَلَا الْمُمَشَّقَةَ، وَلَا الْحُلِيَّ، وَلَا تَخْتَضِبُ، وَلَا تَكْتَحِلُ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''بیوہ عورت (سوگ کے دوران) معصفر یا گیروے رنگ کے کپڑے نہ پہنے، زیور نہ پہنے، خضاب نہ لگائے اور سرمہ نہ لگائے۔''

2305 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ الضَّحَّاكِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ حَكِيمٍ بِنْتُ أَسِيدٍ، عَنْ أُمِّهَا، أَنَّ زَوْجَهَا، تُوُفِّيَ وَكَانَتْ تَشْتَكِي عَيْنَيْهَا فَتَكْتَحِلُ بِالْجِلَاءِ، -قَالَ أَحْمَدُ: الصَّوَابُ بِكُحْلِ الْجِلَاءِ- فَأَرْسَلَتْ مَوْلَاةً لَهَا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَسَأَلَتْهَا عَنْ كُحْلِ الْجِلَاءِ، فَقَالَتْ: لَا تَكْتَحِلِي بِهِ إِلَّا مِنْ أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ يَشْتَدُّ عَلَيْكِ، فَتَكْتَحِلِينَ بِاللَّيْلِ، وَتَمْسَحِينَهُ بِالنَّهَارِ، ثُمَّ قَالَتْ عِنْدَ ذَلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَةَ، وَقَدْ جَعَلْتُ

2304- اسناده صحيح. يحيى بن ابى بكير: هو الكرماني، وبديل: هو ابن ميسرة. واخرجه النسائي في "المجتبى" (3534) من طريق يحيى بن ابى بكير، بهذا الاسناد. دون ذكر الحلي. وهو في "مسند احمد" (26581)، و"صحيح ابن حبان" (4306).

عَلَى عَيْنِي صَبْرًا. فَقَالَ: مَا هَذَا يَا أُمَّ سَلَمَةَ؛ فَقُلْتُ: إِنَّمَا هُوَ صَبْرٌ يَا رَسُولَ اللهِ لَيْسَ فِيهِ طِيبٌ. قَالَ: إِنَّهُ يَشُبُّ الْوَجْهَ فَلَا تَجْعَلِيهِ إِلَّا بِاللَّيْلِ وَتَنْزِعِينَهُ بِالنَّهَارِ، وَلَا تَمْتَشِطِي بِالطِّيبِ وَلَا بِالْحِنَّاءِ. فَإِنَّهُ خِضَابٌ. قَالَتْ: قُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ أَمْتَشِطُ يَا رَسُولَ اللهِ؛ قَالَ: بِالسِّدْرِ تُغَلِّفِينَ بِهِ رَأْسَكِ

⊛⊛ اُمِ حکیم بنت اسید اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔

ان کی آنکھیں خراب ہوئیں تو انہوں نے آنکھوں میں جلاء (مخصوص قسم کا سرمہ) لگالیا، پھر انہوں نے اپنی کنیز کو سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج کر جلاء (سرمہ) لگانے کے بارے میں دریافت کیا: تو سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم (عدت کے دوران) یہ سرمہ نہ لگاؤ، البتہ اگر انتہائی مجبوری ہو تو اسے رات کے وقت لگا کر، دن کے وقت اسے صاف کرلو، اس موقع پر سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے اپنی آنکھ پر ایلوا لگایا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ ایلوا ہے، اس میں خوشبو نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ چہرے کو آراستہ کر دیتا ہے، تم صرف رات کے وقت اسے لگاؤ اور دن کے وقت صاف کر دو، کوئی خوشبو دار چیز یا مہندی بالوں میں نہ لگاؤ، کیونکہ یہ خضاب ہے"۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں کیا لگاؤں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیری کے پتے بالوں پر لگا کر (پھر انہیں دھولیا کرو)

زیتون کے تیل کے استعمال سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

خوشبودار تیل کے بارے میں تو علماء کا اتفاق واجماع ہے کہ عدت والی عورت اس کا استعمال نہ کرے البتہ بغیر خوشبو کے تیل مثلاً روغن زیتون وتل کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی تو بغیر خوشبو کا تیل لگانے بھی منع کرتے ہیں البتہ ضرورت ومجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دیتے ہیں۔

اور حضرت امام مالک حضرت امام احمد اور علماء ظواہر نے عدت والی عورت کے لئے ایسے تیل کے استعمال کو جائز رکھا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔ اور حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا خاوند مر جائے وہ نہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ گیرہ میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ زیور پہنے نہ ہاتھ پاؤں اور بالوں پر مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے

(ابوداؤد ونسائی)

اگر سیاہ اور خاکستری رنگ کے کپڑے پہنے تو کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح کسم میں زیادہ دنوں کا رنگا ہوا کپڑا کہ جس سے خوشبو نہ آتی ہو پہننا بھی درست ہے ہدایہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا عورت کو کسی عذر مثلاً کھجلی یا جوئیں یا کسی بیماری کی وجہ سے ریشمی کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔

عذر کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے مگر اس حال میں کہ اس کا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو مثلاً دردسر کی وجہ سے تیل لگا سکتی ہے یا تیل لگانے کی عادی ہے جانتی ہے کہ نہ لگانے میں دردسر ہو جائے گا تو لگانا جائز ہے یا دردسر کے وقت کنگھا کر

سکتی ہے مگر اس طرح سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں اور ادھر سے نہیں جدھر کے باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لئے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے یا سرمہ لگانے کی ضرورت ہے کہ آنکھوں میں درد ہے یا خارشت ہے تو ریشمی کپڑے پہن سکتی ہے یا اس کے پاس اور کپڑا نہیں ہے تو یہی ریشمی یا رنگا ہوا پہنے مگر یہ ضروری ہے کہ ان کی اجازت ضرورت کے وقت ہے۔

لہٰذا بقدر ضرورت اجازت ہے ضرورت سے زیادہ ممنوع۔ مثلاً آنکھ کی بیماری میں سرمہ لگانے کی ضرورت ہو تو یہ لحاظ ضروری ہے کہ سیاہ سرمہ اس وقت لگا سکتی ہے جب سفید سرمہ سے کام نہ چلے اور اگر صرف رات میں لگانا کافی ہے تو دن میں لگانے کی اجازت نہیں۔

بَابٌ فِي عِدَّةِ الْحَامِلِ

باب: حاملہ عورت کی عدت کا بیان

2306 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ أَبَاهُ، كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ، يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ، فَيَسْأَلَهَا، عَنْ حَدِيثِهَا، وَعَمَّا قَالَ لَهَا: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ، فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ، وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهِيَ حَامِلٌ، فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ، فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ، فَقَالَ لَهَا: مَا لِي أَرَاكِ مُتَجَمِّلَةً لَعَلَّكِ تَرْتَجِينَ النِّكَاحَ؟ إِنَّكِ وَاللَّهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ، قَالَتْ سُبَيْعَةُ: فَلَمَّا قَالَ لِي ذَلِكَ، جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي، وَأَمَرَنِي بِالتَّزْوِيجِ إِنْ بَدَا لِي، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَلَا أَرَى بَأْسًا أَنْ تَتَزَوَّجَ حِينَ وَضَعَتْ، وَإِنْ كَانَتْ فِي دَمِهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَطْهُرَ

❀❀ عبیداللہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے عمر بن عبداللہ زہری کو خط لکھ انہیں یہ حکم دیا کہ وہ سیدہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر ان سے ان کے واقعہ کے بارے میں دریافت کریں، اور اس بارے میں بھی کہ جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کیا فرمایا تھا؟ تو عمر بن عبداللہ نے عبداللہ بن عتبہ کو خط لکھ کر

2306- اسنادہ صحیح. ابن وھب: ھو عبد اللہ، ویونس: ھو ابن یزید الایلی، وابن شھاب: ھو محمد بن مسلم الزھری. واخرجہ البخاری (3991) معلقاً و(5319) مختصراً، ومسلم (1484)، والنسائی فی "الکبری" (5682) و(5684) من طرق عن ابن شھاب، بھذا الاسناد. واخرجہ ابن ماجہ (2028) من طریق الشعبی، عن مسروق وعمرو بن عتبۃ، والنسائی فی "الکبری" (5683) من طریق یزید بن ابی حبیب، عن ابن شھاب، عن عبید اللہ بن عبد اللہ، عن زفر بن اوس، ثلاثتھم (مسروق وعمرو بن عتبۃ وزفر بن اوس) عن سبیعۃ، بہ. وھو فی "مسند احمد" (27435)، و"صحیح ابن حبان" (4294).

بتایا کہ سیّدہ سبیعہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا:

وہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، جن کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا، اور انہیں غزوہ بدر میں شرکت کا شرف بھی حاصل تھا، حجۃ الوداع کے موقعہ پر وہ خاتون جب بیوہ ہوئیں، تو وہ حاملہ تھیں، اپنے شوہر کے انتقال کے کچھ دن بعد ہی انہوں نے حمل کو جنم دیا۔

جب ان کا نفاس ختم ہوا، تو وہ نکاح کے پیغام کے لیے آراستہ ہوئیں، بنو عبدالدار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب ابوسنابل بن بعکک ان کے پاس آئے اور بولے: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں آراستہ دیکھ رہا ہوں، شاید تم شادی کرنا چاہ رہی ہو، اللہ کی قسم! تم اس وقت تک شادی نہیں کر سکتی ہو، جب تک چار ماہ دس دن نہیں گزر جاتے۔

سیّدہ سبیعہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب اس نے مجھ سے یہ کہا، تو میں نے شام کے وقت چادر اوڑھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ جواب دیا: جب میں نے حمل کو جنم دیا تھا، اس وقت میری عدت ختم ہو چکی ہے، آپ نے مجھے اجازت دی کہ اگر میں مناسب سمجھوں تو شادی کر لوں۔

ابن شہاب کہتے ہیں: میرے نزدیک ایسی عورت کے بچے کو جنم دینے کے بعد شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اس کا شوہر اس کے (نفاس سے) پاک ہونے سے پہلے اس کے ساتھ صحبت نہ کرے۔

2307 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا، وَقَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: مَنْ شَاءَ لَاعَنْتُهُ لَأُنْزِلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ وَعَشْرًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو بھی چاہے، میں اس کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں، کہ خواتین کے احکام سے متعلق چھوٹی سورت (یعنی سورہ نساء) چار ماہ دس دن کے حکم، (جو سورہ بقرہ میں ہے) کے بعد نازل ہوئی تھی۔

حاملہ بیوہ کی عدت میں مذاہب فقہاء

اس امر پر تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے۔ لیکن اس امر میں اختلاف واقع ہو گیا ہے کہ آیا یہی حکم اس عورت کا بھی ہے جس کا شوہر زمانہ حمل میں وفات پا گیا ہو؟ یہ اختلاف اس وجہ سے ہوا ہے کہ سورہ بقرہ آیت 234 میں اس عورت کی عدت 4 مہینے دس دن بیان کی گئی ہے جس کا شوہر وفات پا جائے، اور وہاں اس امر کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ حکم آیا تمام بیوہ عورتوں کے لیے عام ہے یا ان عورتوں کے لیے خاص ہے جو حاملہ نہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان دونوں آیتوں کو ملا کر یہ استنباط کرتے ہیں کہ حاملہ مطلقہ کی

2307- اسناده صحيح. ابو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير، والاعمش: هو سليمان بن مهران، ومسلم: هو ابن صبيح، ومسروق: هو ابن الاجدع، وعبد الله: هو ابن مسعود. واخرجه ابن ماجه (2030) من طريق ابى معاوية، بهذا الاسناد. واخرج بنحوه البخارى (4532) و (4910)، والنسائى فى "الكبرى" (5686) و (5687) و (11540) و (11541) من طرق عن ابن مسعود.

عدت تو وضع حمل تک ہی ہے، مگر بیوہ حاملہ کی عدت آخر الاَجلَین ہے، یعنی مطلقہ کی عدت اور حاملہ کی عدت میں سے جو زیادہ طویل ہو وہی اس کی عدت ہے۔ مثلاً اگر اس کا بچہ 4 مہینے دس دن سے پہلے پیدا ہو جائے تو اسے چار مہینے دس دن پورے ہونے تک عدت گزارنی ہوگی۔ اور اگر اس کا وضع حمل اس وقت تک نہ ہو تو پھر اس کی عدت اس وقت پوری ہوگی جب وضع حمل ہو جائے۔ یہی مذہب امامیہ کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ سورہ طلاق کی یہ آیت سورہ بقرہ کی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے، اس لیے بعد کے حکم نے پہلی آیت کے حکم کو غیر حاملہ بیوہ کے لیے خاص کر دیا ہے اور ہر حاملہ کی عدت وضع حمل تک مقرر کر دی ہے، خواہ وہ مطلقہ ہو یا بیوہ۔ اس مسلک کی رو سے عورت کا وضع حمل چاہے شوہر کی وفات کے فوراً بعد ہو جائے یا 4 مہینے دس دن سے زیادہ طول کھینچے، بہر حال بچہ پیدا ہوتے ہیں وہ عدت سے باہر ہو جائے گی۔

اس مسلک کی تائید حضرت ابی بن کعب کی یہ روایت کرتی ہے وہ فرماتے ہیں، جب سورہ طلاق کی یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا یہ مطلقہ اور بیوہ دونوں کے لیے ہے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا ہاں۔ دوسری روایت میں حضور ﷺ نے مزید تصریح فرمائی: اجل کل حامل ان تضع مافی بطنھا، ہر حاملہ عورت کی عدت کی مدت اس کے وضع حمل تک ہے۔ (ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ اگرچہ اس کی سند میں کلام کی گنجائش ہے، لیکن چونکہ یہ متعدد سندوں سے نقل ہوئی ہے اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اس کی کوئی اصل ضرور ہے)۔ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر اس کی مضبوط تائید سبیعہ اسلمیہ کے واقعہ سے ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیش آیا تھا۔ وہ بحالت حمل بیوہ ہوئی تھیں اور شوہر کی وفات کے چند روز بعد (بعض روایات میں 20 دن، بعض میں 23 دن، بعض میں 25 دن، بعض میں 40 دن اور بعض میں 35 دن بیان ہوئے ہیں) ان کا وضع حمل ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ سے ان کے معاملہ میں فتویٰ پوچھا گیا تو آپ نے ان کو نکاح کی اجازت دے دی۔ اس واقعہ کو بخاری و مسلم نے کئی طریقوں سے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔ اسی واقعہ کو بخاری، مسلم، امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے مختلف سندوں کے ساتھ حضرت مسور بن مخرمہ سے بھی روایت کیا ہے۔ مسلم نے خود سبیعہ اسلمیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں حضرت سعد بن خولہ کی بیوی تھی۔ حجۃ الوداع کے زمانے میں میرے شوہر کا انتقال ہو گیا جبکہ میں حاملہ تھی۔ وفات کے چند روز بعد میرے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ تم چار مہینے دس دن سے پہلے نکاح نہیں کر سکتیں۔ میں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فتویٰ دیا کہ تم وضع حمل ہوتے ہی حلال ہو چکی ہو، اب چاہے تو دوسرا نکاح کر سکتی ہو۔ اس روایت کو بخاری نے بھی مختصراً نقل کیا ہے۔

صحابہ کی کثیر تعداد سے یہی مسلک منقول ہے۔ امام مالک، امام شافعی، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے حاملہ بیوہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا اس کی عدت وضع حمل کی ہے۔ اس پر انصار میں سے ایک صاحب بولے کہ حضرت عمر نے تو یہاں تک کہا تھا کہ اگر شوہر ابھی دفن بھی نہ ہوا ہوا بلکہ اس کی لاش اس کے بستر پر ہی ہو اور

اس کی بیوی کے ہاں بچہ ہو جائے تو وہ دوسرے نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔ یہی رائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بدری اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے، اور اسی کا ائمہ اربعہ اور دوسرے اکابر فقہاء نے اختیار کیا ہے۔

شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر حاملہ کے پیٹ میں ایک سے زیادہ بچے ہوں تو آخری بچے کی ولادت پر عدت ختم ہو گی۔ بچہ خواہ مردہ ہی پیدا ہو، اس کی ولادت سے عدت ختم ہو جائے گی۔ اسقاط حمل کی صورت میں اگر دائیاں اپنے فن کی رو سے یہ کہیں کہ یہ محض خون کا لوتھڑا نہ تھا بلکہ اس میں آدمی کی صورت پائی جاتی تھی، یا یہ رسولی نہ تھی بلکہ آدمی کی اصل تھی تو ان کا قول قبول کیا جائے گا اور عدت ختم ہو جائے گی۔ (مغنی المحتاج)

حنابلہ اور حنفیہ کا مسلک بھی اس کے قریب قریب ہے، مگر اسقاط کے معاملہ میں ان کا مذہب یہ ہے کہ جب تک انسانی بناوٹ ظاہر نہ پائی جائے، محض دائیوں کے اس بیان پر کہ یہ آدمی ہی کی اصل ہے، اعتماد نہیں کیا جائے گا اور اس سے عدت ختم نہ ہو گی (بدائع الصنائع۔ الانصاف)۔ حنابلہ اور حنفیہ کا مسلک ہی زیادہ مبنی بر احتیاط ہے۔

دوران حمل جاری ہونے والے خون کی صورت میں عدت کا بیان

حمل کے دوران میں مہبل سے خون جاری ہونے میں اہل علم کے ہاں چند تفصیلات پائی جاتی ہیں۔ احادیث مبارکہ میں مختلف حالات میں آپ اُس صورت کے مطابق حکم جاری فرما دیتے تھے۔ بعد میں جملہ احادیث کو سامنے رکھ کر علمائے کرام اور ائمہ عظام نے جو احکام استنباط کیے ہیں اُن کی تفصیل یوں ہے۔ علماء کرام کا ایک فریق حمل کے دوران میں مہبل سے جاری ہونے والے خون کو بھی حیض کا قائم مقام قرار دیتا ہے۔ اور حیض کے احکام بشمول ترک نماز یہاں لاگو کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہی فرماتے ہیں۔ اُن کی دلیل سورہ بقرہ کی یہ آیت ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ (آیت 222)

وہ فرماتے ہیں کہ پوچھتے ہیں حیض کا کیا حکم ہے؟ کہہ دو وہ ایک گندگی (ناپاکی) کی حالت ہے (تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ) اس مدت میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں مطلق حیض کا ذکر ہے، جو کسی وقت بھی خارج ہو سکتا ہے خواہ عورت حمل سے ہو یا بغیر حمل کے۔ اسی طرح فاطمہ بنت ابی حبیش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اذا کان دم الحیضۃ فانه دم اسود یعرف) اگر سیلان رحم حیض کی وجہ سے ہو تو ایسا خون سیاہی مائل ہوتا ہے۔ (تجربہ کار عورتوں کی مدد سے) حیض والا خون بہ آسانی پہچانا جاتا ہے۔

آپ کے اس فرمان میں بھی کہیں تذکرہ نہیں ہے کہ سیلان رحم حمل کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا کہ حاملہ عورت کے خون جاری ہو جائے تو کیا وہ نماز پڑھتی رہے؟ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا: (لا تصلی حتی یذھب عنھا الدم) نہیں، جب تک خون جاری رہتا ہے عورت نماز نہ پڑھے۔

علاوہ ازیں ائمہ کرام کی یہ رائے اس اصول پر ہے کہ عام حالات میں بالغ عورت کا خون جب حیض کی طرح گاڑھا سیاہی مائل بدبودار ہو تو وہ حیض ہی سمجھا جائے گا جس طرح دودھ پلانے والی عورت کو حیض آ سکتا ہے، اُسی طرح حاملہ کو بھی حیض آ سکتا ہے۔

جس طرح شریعت نے دودھ پلانے والی عورت کے حیض کے احکام الگ نہیں بتائے اسی طرح حاملہ کے حیض کے احکام بھی الگ سے بیان نہیں کیئے گئے۔ بنابریں محولہ بالا دلیلوں کی بنیاد پر ان ائمہ کرام کے نزدیک حاملہ عورت کو حیض آ سکتا ہے اور جب بھی جاری ہونے والے خون میں حیض والے خون سے مشابہت پائی جائے، وہ حیض کا خون سمجھا جائے گا اور ناپاکی کی حالت میں ہونے کی وجہ سے نماز ترک کی جائے گی۔

دوسری طرف حنابلہ اور احناف، حمل کے دوران جاری ہونے والے خون کو حیض سے الگ، سیلان رحم میں سے سمجھتے ہیں۔ اس رائے کے مطابق حاملہ عورت بدستور تمام نمازوں کی پابند رہے گی۔ صحابہ میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ثوبان رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب تھا۔ تابعین کی اکثریت کا بھی یہی قول ہے کہ حاملہ عورت کے جاری ہونے والا خون حیض نہیں ہوتا۔

جن تابعین سے یہ قول ثابت ہے وہ ہیں: سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، عطاء رضی اللہ عنہ حسن رضی اللہ عنہ، جابر بن زید رضی اللہ عنہ، عکرمہ رضی اللہ عنہ، محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ، شعبی رضی اللہ عنہ، مکحول رضی اللہ عنہ، حماد رضی اللہ عنہ، ثوری رضی اللہ عنہ، اوزاعی رضی اللہ عنہ، ابوثور رضی اللہ عنہ، سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ۔

یہ رائے شریعت کی درج ذیل دلیلوں سے ماخوذ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا توطا حامل حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضۃ**

حاملہ عورت سے اُس وقت تک (نکاح کر کے) ہم بستری نہیں کی جائے گی جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اور غیر حاملہ سے ہم بستری کے لئے ضروری ہے کہ (اُسے کم از کم) ایک حیض آ گیا ہو۔

اس حدیث میں حاملہ اور غیر حاملہ کی عدت میں تفریق کی گئی ہے۔ حمل والی عورت کی عدت وضع حمل تک ہے اگر اُسے حمل نہ ہو تو پھر اعتبار حیض کا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حمل والی عورت کو حیض نہیں آتا۔

اسی طرح ایک صحابی نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دے دی۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدایت دے کر بھیجا کہ اُس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے اور اُس کے بعد اُسے اختیار ہے کہ زوجیت میں لینے کے بعد اُسے حالت حمل میں یا پھر ایام حیض کے علاوہ پاک حالت میں، چاہے تو طلاق دے دے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث مبارکہ سے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ حمل کا ٹھہرنا ایسے ہے جیسے حیض کے بعد عورت کا پاک ہونا، کیونکہ ان دونوں حالتوں میں طلاق دینے (اگر دینی ہو) کو شریعت نے روا رکھا ہے۔ جس طرح سورہ طلاق میں اللہ تعالیٰ طلاق دینے کے لئے عورت کی (جسمانی) طبی حالت کا اعتبار کرتا ہے کہ **فطلقوهن لعدتهن** (عورتوں کو) اُن کی (مقررہ) عدت کے لئے طلاق دیا کرو۔

اس آیت مبارکہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کی دو حالتیں مراد لی ہیں: ایک حیض سے پاک ہو کر بھلی چنگی ہو گئی ہو یا پھر وہ عورت حمل سے ہو، یعنی ایام حیض میں طلاق ناپسندیدہ ہے۔ اگر حمل کے دنوں میں بھی شریعت میں حیض کا اعتبار ہوتا

توپھر آپ یہ نہ فرماتے کہ: لیطلقها طاهرا او حاملاً

بَابُ فِي عِدَّةِ أُمِّ الْوَلَدِ

باب: امّ ولد کی عدت (کا حکم)

2308 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ مَطَرٍ، عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: لَا تُلَبِّسُوا عَلَيْنَا سُنَّةً، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: سُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّةُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ يَعْنِي أُمَّ الْوَلَدِ

❀❀ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تم لوگ ہمارے لیے ہمارے نبی ﷺ کی سنت کو خلط ملط نہ کرو (یہاں ایک لفظ، ایک راوی نے مختلف نقل کیا ہے) بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہوتی ہے، (راوی کہتے ہیں:) ان کی مراد "ام ولد" تھی۔

ام ولد کی عدت کا بیان

جب ام ولد کا آقا انتقال کر جائے یا وہ اسے آزاد کر دے' تو ام ولد کی عدت تین حیض ہوگی۔ امام شافعی فرماتے ہیں: اس کی عدت صرف ایک حیض ہوگی' کیونکہ یہ عدت ملک یمین کے زائل ہونے کی وجہ سے لازم ہوئی ہے اس لیے یہ استبراء کی مانند ہو جائے گی۔ ہماری دلیل یہ ہے: ام ولد کی عدت کو اس لیے واجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ اب فراش نہیں رہی اس لیے یہ عدت نکاح کے مشابہ ہوگی۔ نیز اس بارے میں ہمارے پیشوا حضرت عمر ہیں جن کا یہ ارشاد ہے۔ "ام ولد کی عدت تین حیض ہوگی"۔ اگر ام ولد ایسی عورت ہو' جسے حیض نہیں آتا تو اس کی عدت تین ماہ ہوگی' جیسا کہ نکاح میں ہوتا ہے۔ (ہدایہ اولین کتاب طلاق، لاہور)

بَابُ الْمَبْتُوتَةِ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

باب: طلاق بتہ یافتہ عورت سے، اس (کو طلاق دینے والا سابقہ) شوہر، اس وقت تک رجوع نہیں کر سکتا، جب تک وہ عورت دوسری شادی (کر کے بیوہ یا مطلقہ نہیں ہو جاتی)

2309 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:

2309-اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدى، وابو معاوية: هو محمد ابن خازم الضرير، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابراهيم: هو ابن يزيد النخعي، والاسود: هو ابن يزيد النخعي. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5570) من طريق ابي معاوية، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (24149)، و"صحيح ابن حبان" (4122). واخرجه البخاري (2639) و(5260) و(5265) و(5317) و(5792) و(6084)، ومسلم (1433) (111-114)، وابن ماجه (1932)، والترمذي (1146)، والنسائي في "الكبرى" (5509) و(5571) و(5572) و(5574) من طريق عروة بن الزبير، والبخاري (5261)، ومسلم (1433) (115)، والنسائي (5575) من طريق القاسم ابن محمد، والبخاري (5825) من طريق عكرمة مولى ابن عباس، ثلاثتهم، عن عائشة، به. وهو في "مسند احمد" (24058)، و"صحيح ابن حبان" (4119) و(4120).

سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ - يَعْنِي ثَلَاثًا - فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ، فَدَخَلَ بِهَا، ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يُوَاقِعَهَا اَتَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحِلُّ لِلْاَوَّلِ حَتّٰى تَذُوْقَ عُسَيْلَةَ الْاٰخَرِ، وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا، جو اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے (راوی کہتے ہیں: ان کی مراد ہے: تین طلاقیں دے دیتا ہے) پھر وہ عورت دوسرے شخص سے شادی کر لیتی ہے اور وہ شخص اس عورت کی رخصتی کروالیتا ہے لیکن اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دیتا ہے، تو کیا وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی، جب تک وہ دوسرے شوہر کا شہد نہیں چکھ لیتی اور وہ مرد اس کا شہد نہیں چکھ لیتا (یعنی وہ وظیفہ زوجیت ادا نہیں کر لیتے)''۔

حلالہ کے مسائل وفقہی احکام کا بیان

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے تو طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور یہ شوہر ثانی اس عورت سے وطی بھی کر لے اب اس شوہر ثانی کے طلاق یا موت کے بعد عدت پوری ہونے پر شوہر اول سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر عورت مدخولہ نہیں ہے تو پہلے شوہر کے طلاق دینے کے بعد فوراً دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ کہ اس کے لئے عدت نہیں۔

پہلے شوہر کے لئے حلال ہونے میں نکاح صحیح نافذ کی شرط ہے اگر نکاح فاسد ہوا یا موقوف اور وطی بھی ہوگئی تو حلالہ نہ ہوا مثلاً کسی غلام نے بغیر اجازت مولیٰ اس سے نکاح کیا اور وطی بھی کر لی پھر مولیٰ نے جائز کیا تو اجازت مولیٰ کے بعد وطی کر کے چھوڑے گا تو پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے اور بلا وطی طلاق دی تو وہ پہلے کی وطی کافی نہیں۔ یونہی زنا یا وطی بالشبہہ سے بھی حلالہ نہ ہوگا۔ یونہی اگر وہ عورت کسی کی باندی تھی عدت پوری ہونے کے بعد مولیٰ نے اس سے جماع کیا تو شوہر اول کے لئے اب بھی حلال نہ ہوئی اور اگر زوجہ باندی تھی اسے دو طلاقیں دیں پھر اس کے مالک سے خرید لی یا اور کسی طرح سے اس کا مالک ہو گیا تو اس سے وطی نہیں کر سکتا جب تک دوسرے سے نکاح نہ ہولے اور وہ دوسرا وطی بھی نہ کر لے۔ یونہی اگر عورت معاذ اللہ مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے جہاد میں پکڑ آئی اور شوہر اس کا مالک ہو گیا تو اس کے لئے حلال نہ ہوئی حلالہ میں جو وطی شرط ہے اس سے مراد وہ وطی ہے جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے یعنی دخول حشفہ اور انزال شرط نہیں۔ (دُرِّمختار، عالمگیری)

عورت حیض میں ہے یا احرام باندھے ہوئے ہے اس حالت میں شوہر ثانی نے وطی کی تو یہ وطی حلالہ کے لئے کافی ہے اگرچہ حیض کی حالت میں وطی کرنا بہت سخت حرام ہے۔ دوسرا نکاح مراہق سے ہوا (یعنی ایسے لڑکے سے جو نابالغ ہے مگر قریب بلوغ ہے اور اس کی عمر والے جماع کرتے ہیں) اور اس نے وطی کی اور بعد بلوغ طلاق دی تو وہ وطی کہ قبل بلوغ کی تھی حلالہ کے لئے کافی ہے مگر طلاق بعد بلوغ ہونی چاہئے کہ نابالغ کی طلاق واقع ہی نہ ہوگی مگر بہتر یہ ہے کہ بالغ کی وطی ہو کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک انزال شرط ہے اور نابالغ میں انزال کہاں؟ (درمختار، ردالمحتار)

اگر مطلقہ چھوٹی لڑکی ہے کہ وطی کے قابل نہیں تو شوہر ثانی اس سے وطی کر بھی لے جب بھی شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوئی اور اگر نابالغہ ہے مگر اس جیسی لڑکی سے وطی کی جاتی ہے یعنی وہ اس قابل ہے تو وطی کافی ہے۔ اگر عورت کے آگے اور پیچھے کا مقام ایک ہو گیا ہے تو محض وطی کافی نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ حاملہ ہو جائے۔ یونہی اگر ایسے شخص سے نکاح ہوا جس کا عضو تناسل کٹ گیا ہے تو اس میں بھی حمل شرط ہے۔ مجنون یا خصی سے نکاح ہوا اور وطی کی تو شوہر اول کے لئے حلال ہوگئی۔ کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں تھی اسے طلاق دی اور اس نے کسی کتابی سے نکاح کیا اور حلالہ کے تمام شرائط پائے گئے تو شوہر اول کے لئے حلال ہوگئی۔ (عالمگیری)

پہلے شوہر نے تین طلاقیں دیں۔ عورت نے دوسرے سے نکاح کیا۔ بغیر وطی اس نے بھی تین طلاقیں دیں پھر عورت نے تیسرے سے نکاح کیا اس نے وطی کر کے طلاق دی تو پہلے اور دوسرے دونوں کے لئے حلال ہوگئی یعنی اب پہلے یا دوسرے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ بہت زیادہ عمر والے سے نکاح کیا جو وطی پر قادر نہیں ہے۔ اس نے کسی ترکیب سے عضو تناسل داخل کر دیا تو یہ وطی حلالہ کے لئے کافی نہیں ہاں اگر آلہ میں کچھ انتشار پایا گیا اور دخول ہو گیا تو کافی ہے۔ (فتح القدیر)

عورت سو رہی تھی یا بے ہوش تھی، شوہر ثانی نے اس حالت میں اس سے وطی کی تو یہ وطی حلالہ کے لئے کافی ہے۔ عورت کو تین طلاقیں دی تھیں۔ اب وہ آکر شوہر اول سے یہ کہتی ہے کہ عدت پوری ہونے کے بعد میں نے نکاح کیا اور اس نے جماع بھی کیا اور طلاق دے دی اور یہ عدت بھی پوری ہو چکی اور پہلے شوہر کو طلاق دیئے اتنا زمانہ گزر چکا ہے کہ یہ سب باتیں ہو سکتی ہیں تو اگر عورت کو اپنے گمان میں سچی سمجھتا ہے تو اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ (ہدایہ) اور اگر عورت فقط اتنا ہی کہے کہ میں حلال ہوگئی تو اس سے نکاح حلال نہیں جب تک سب باتیں پوچھ نہ لے۔ (عالمگیری)

عورت کہتی ہے کہ شوہر ثانی نے جماع کیا ہے اور شوہر ثانی انکار کرتا ہے تو شوہر اول کو نکاح جائز ہے۔ اور شوہر ثانی کہتا ہے کہ میں نے جماع کیا ہے اور عورت انکار کرتی ہے تو نکاح جائز نہیں اور اگر عورت اقرار کرتی ہے اور شوہر اول نے نکاح کے بعد کہا کہ شوہر ثانی نے جماع نہیں کیا ہے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے اور اگر شوہر اول سے نکاح ہو جانے کے بعد عورت کہتی ہے کہ میں نے دوسرے سے نکاح کیا ہی نہ تھا اور شوہر کہتا ہے کہ تو نے دوسرے سے نکاح کیا اور اس نے وطی بھی کی تو عورت کی تصدیق نہ کی جائے اور اگر شوہر ثانی عورت سے کہتا ہے کہ میرا نکاح تجھ سے فاسد ہوا کہ میں نے تیری ماں سے جماع کیا ہے۔ اگر عورت اس کے کہنے کو سچ سمجھتی ہے تو عورت شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوئی۔ (عالمگیری)

کسی عورت سے نکاح فاسد کر کے تین طلاقیں دے دیں تو حلالہ کی حاجت نہیں بغیر حلالہ اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ نکاح بشرط التحلیل جس کے بارے میں حدیث میں لعنت آئی وہ یہ ہے کہ عقد نکاح یعنی ایجاب و قبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ زوج اول و ثانی اور عورت تینوں گنہگار ہوں گے مگر عورت اس نکاح سے بھی بشرائط حلالہ شوہر اول کے لئے حلال ہو جائے گی اور شرط باطل ہے اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں اور اگر عقد میں شرط نہ ہوا گرچہ نیت میں ہو تو کراہت اصلاً نہیں بلکہ اگر نیت خیر ہو تو مستحق اجر ہے۔ (درمختار)

اگر نکاح اس نیت سے کیا جارہا ہے کہ شوہر اول کے لئے حلال ہوجائے اور عورت یا شوہر اول کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نکاح کر کے طلاق نہ دے تو وقت ہوگی تو اس کے لئے بہتر حیلہ یہ ہے کہ اس سے یہ کہلوا لیں کہ اگر میں اس عورت سے نکاح کر کے جماع کروں یا نکاح کر کے ایک رات سے زیادہ رکھوں تو اس پر بائن طلاق ہے۔ اب عورت سے جماع کرتے ہی یا رات گزرنے پر طلاق پڑ جائے گی یا یوں کرے کہ عورت یا اس کا وکیل یہ کہے کہ میں نے یا میری موکلہ نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ مجھے یا اسے اپنے نفس کا اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے۔ وہ کہے کہ میں نے قبول کیا۔ اب عورت کو طلاق دینے کا خود اختیار ہے اور اگر پہلے زوج کی جانب سے الفاظ کہے گئے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ اسے اس کے نفس کا اختیار ہے تو یہ شرط لغو ہے۔ عورت کو اختیار نہ ہوگا۔ (درمختار ردالمحتار)

دوسرے سے عورت نے نکاح کیا اور اس نے دخول بھی کیا۔ پھر اس کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد شوہر اول سے اس کا نکاح ہوا تو اب شوہر اول تین طلاقوں کا مالک ہوگیا۔ پہلے جو کچھ طلاق دے چکا تھا اس کا اعتبار اب نہ ہوگا اور اگر شوہر ثانی نے دخول نہ کیا ہو اور شوہر اول نے تین طلاقیں دی تھیں جب تو ظاہر ہے کہ حلالہ ہوا ہی نہیں پہلے شوہر سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا اور تین سے کم دی تھیں تو جو باقی رہ گئی ہے اسی کا مالک ہے تین کا مالک نہیں اور زوجہ لونڈی ہو تو اس کی دو طلاقیں حرہ کی تین کی جگہ ہیں۔

(عالمگیری درمختار)

عورت کے پاس دو شخصوں نے گواہی دی کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں دے دیں اور شوہر غائب ہے تو عورت بعد عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے بلکہ اگر ایک شخص ثقہ نے طلاق کی خبر دی ہے جب بھی عورت نکاح کرسکتی ہے بلکہ اگر شوہر کا خط آیا جس میں اسے طلاق لکھی ہے اور عورت کا غالب گمان ہے کہ خط اسی کا ہے تو نکاح کرنے کی عورت کے لئے گنجائش ہے اور اگر شوہر موجود ہے اور دونوں میاں بی بی کی طرح رہتے ہیں تو اب نکاح نہیں کرسکتی۔ (عالمگیری درمختار)

شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو عورت اس سے پیچھا چھڑائے مہر معاف کر کے یا اپنا مال دے کر اس سے علیحدہ ہوجائے غرض جس طرح بھی ممکن ہو اس سے کنارہ کشی اختیار کرے اور کسی طرح وہ نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کرے اور پوری کوشش اس کی کرے کہ صحبت نہ کرنے پائے۔ یہ حکم نہیں کہ خودکشی کرلے۔ عورت جب ان باتوں پر عمل کرے گی تو معذور ہے اور شوہر بہر حال گنہگار ہے۔ (درمختار مع التصرف)

عورت کو اب تین طلاقیں دیں اور کہتا یہ ہے کہ اس سے پیشتر ایک طلاق دے چکا تھا اور عدت بھی ہوچکی تھی یعنی اس کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ عدت گزرنے پر عورت اجنبیہ ہوگئی لہٰذا یہ طلاقیں واقع نہ ہوئیں اور عورت بھی تصدیق کرتی ہے تو کسی کی تصدیق نہ کی جائے دونوں جھوٹے ہیں کہ ایسا تھا تو میاں بی بی کی طرح رہتے کیونکر تھے ہاں اگر لوگوں کو اس کا طلاق دینا اور عدت گزر جانا معلوم ہو تو اور بات ہے۔ (درمختار)

شوہر تین طلاقیں دے کر انکاری ہوگیا۔ عورت نے گواہ پیش کئے اور تین طلاق کا حکم دیا گیا۔ اب کہتا ہے کہ پہلے ایک طلاق

دے چکا تھا اور عدت گزر چکی تھی اور گواہ بھی پیش کرتا ہے تو گواہ بھی مقبول نہیں۔ غیر مدخولہ کو دو طلاقیں دیں اور کہتا ہے کہ ایک پہلے دے چکا ہوں تو تین قرار پائیں گی۔ تین طلاقیں کسی شرط پر معلق تھیں اور وہ شرط پائی گئی لہٰذا تین طلاقیں پڑ گئیں۔ عورت ڈرتی ہے کہ اگر اس سے کہے گی تو وہ سرے سے تعلیق ہی سے انکار کر جائے گا۔ تو عورت کو چاہئے خفیہ حلالہ کرائے اور عدت پوری ہونے کے بعد شوہر سے تجدید نکاح کی درخواست کرے۔ (عالمگیری)

بَابٌ فِي تَعْظِيمِ الزِّنَا

باب: زنا کی شدید (مذمت کا بیان)

2310 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ. قَالَ: فَقُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ. قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ. قَالَ: وَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى تَصْدِيقَ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ) (الفرقان: 68) الْآيَةَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دو، حالانکہ اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہیں پیدا کیا ہے، میں نے دریافت کیا: پھر کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس اندیشہ کے تحت قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھائیں گے (یعنی ان کی خوراک کا بندوبست کیسے ہوگا؟) میں نے دریافت کیا:

پھر کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے ہمسائے کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی:

''وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے، اور جس کو اللہ تعالیٰ نے محترم قرار دیا ہے، اسے ناحق طور پر قتل نہیں کرتے اور وہ زنا نہیں کرتے''

2310- اسناده صحيح. محمد بن كثير: هو العبدى، وسفيان: هو ابن سعيد الثورى، ومنصور: هو ابن المعتمر السلمى، وابو وائل: هو شقيق بن سلمة الاسدى، وعمرو بن شرحبيل: هو ابو ميسرة الهمدانى الكوفى. واخرجه البخارى (4477) و (4761) و (6001) و (6811) و (7520)، ومسلم (86)، والترمذى (3457)، والنسائى فى "الكبرى" (7086) و (10920) و (11305) من طريق منصور، بهذا الاسناد. ولم يرد عند بعضهم ذكر الآية. واخرجه البخارى (6811) و (6861) و (7532)، ومسلم (86)، والترمذى (3457)، والنسائى فى "الكبرى" (11305) من طريق الاعمش سليمان بن مهران، والبخارى (6811)، والترمذى (3456)، والنسائى (3462) و (3463) من طريق واصل الاحدب، والنسائى (3464) من طريق عاصم بن بهدلة، ثلاثتهم عن ابى وائل، به. وبعضهم ايضاً دون ذكر الآية. وهو فى "مسند احمد" (4131)، و"صحيح ابن حبان" (4414) و (4415) و (4416). وانظر تمام كلامنا عليه فى "المسند." واخرجه البخارى (4761) و (6811)، والترمذى (3458) و (3459)، والنسائى (7087) من طريق واصل بن حيان الاحدب، والنسائى (3464) من طريق عاصم بن بهدلة، و (11304) من طريق الاعمش

2311 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حَجَّاجٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: جَاءَتْ مِسْكِينَةٌ لِبَعْضِ الْأَنْصَارِ، فَقَالَتْ: إِنَّ سَيِّدِي يُكْرِهُنِي عَلَى الْبِغَاءِ فَنَزَلَ فِي ذَلِكَ: (وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ) (النور: 33)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک انصاری کی کنیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی: میرا آقا مجھے زنا کاری پر مجبور کرتا ہے، (راوی کہتے ہیں:) تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"تم اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو"

2312 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيهِ (وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ)، قَالَ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ غَفُورٌ لَهُنَّ الْمُكْرَهَاتِ

معتمر، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: (ارشادِ باری تعالیٰ ہے)

"اور جو انہیں مجبور کرے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"

سعید بن ابوالحسن کہتے ہیں: یعنی جن کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دے گا۔

زنا کی مذمت اور وعید میں احادیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا۔ اور جس وقت شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا۔ اور جس وقت چور چوری کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی لٹیرا شریف آدمی کو لوٹتا ہے اور لوگ اس کو نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ مؤمن نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری، رقم ۵۵۷۸، مسلم ۵۷، ترمذی، ۲۸۷۰، ابن ماجہ، ۳۹۳۶، شعب الایمان، ۵۳۶۳، تاریخ دمشق، ۱۲۲۴۔ مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ۔)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اللہ کا شریک ٹھہرائے۔ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اس نے پوچھا۔ پھر کون سا ہے؟ فرمایا: تم کھانے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرو۔ اس نے پوچھا پھر کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم میں سے کوئی اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر اللہ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو عذاب کا سامنا ہوگا۔

(بخاری رقم الحدیث، ۸۸۶۱، مسلم، ۸۶، سنن ترمذی ۳۱۸۲، سنن ابوداؤد، ۲۳۱۰، سنن نسائی ۴۰۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا۔ ابو معاویہ نے کہا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱) بوڑھا زانی

2311- واخرجه النسائي في "الكبرى" (11301) من طريق حجاج، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (3029) من طريق ابي سفيان طلحة بن نافع

(۲) جھوٹا بادشاہ (۳) تکبر کرنے والا فقیر۔ (مسلم، ۱۰۷، سنن کبریٰ نسائی، ۸۰۳۲۳، شعب الایمان، ۵۰۴۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا جہالت عام ہوجائے گی شراب پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا۔

(بخاری، ۸۰، مسلم ۲۶۷۱، سنن ترمذی ۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ ۴۰۴۵، مصنف عبدالرزاق، ۵۰۴۵، مسند حمیدی ۱۹۹۰)

حضرت ظبیان نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے اور تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے۔ جن تین سے محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں ایک شخص لوگوں کے پاس جا کر سوال کرے۔ اس کا سوال ان کے ساتھ کسی رشتہ داری کی بناء پر نہ ہو اور وہ لوگ اس کو منع کریں۔ پھر ان میں سے ایک شخص چپکے سے اس کے پیچھے جائے اور خاموشی سے اس کو دے دے۔ اور اس کے عطیہ کو اللہ کے سوا کوئی جانتا نہ ہو یا وہ شخص جس کو اس نے عطیہ دیا تھا اور وہ لوگ جو رات کو سفر کریں حتیٰ کہ نیند ان کو بہت زیادہ مرغوب ہو جائے۔ پھر وہ ٹھہر جائیں۔ اور اپنے سر رکھ کر سو جائیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص بیدار ہو کر نماز میں قیام کرے۔ اور میری حمد وثناء کرے۔ اور میری آیات کی تلاوت کرے اور وہ شخص جو کسی لشکر میں ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہو وہ لشکر شکست کھا جائے اور وہ شخص آگے بڑھ کر حملہ کرے حتیٰ کہ وہ شخص شہید ہو جائے۔ یا فتح یاب ہو اور جن تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) بوڑھا زانی (۲) تکبر کرنے والا فقیر (۳) مالدار ظالم۔

(صحیح ابن خزیمہ، ۲۴۵۶، سنن ترمذی، ۲۵۶۸، سنن نسائی ۱۶۱۴، مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۸۹، مسند احمد، ج ۵ ص ۱۵۳، صحیح ابن حبان ۳۳۴۹، مستدرک، ج ۲ ص ۱۱۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں سورج کو گرہن لگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو طویل قیام کیا۔ پھر رکوع کیا تو لمبا رکوع کیا۔ پھر کھڑے ہوئے تو لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا۔

پھر رکوع کیا تو لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا تو لمبا سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا۔ پھر فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا پس لوگوں کو خطبہ دیا تو اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جن کو کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ جب تم اسے دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اور تکبیر کہو۔ نماز پڑھو اور صدقہ دو پھر فرمایا: اے امت محمد ﷺ۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں ہے۔ جب اس کا بندہ یا باندی زنا کرے۔ اے امت محمد ﷺ۔ خدا کی قسم! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ (صحیح بخاری ۱۰۴۴، صحیح مسلم ۹۰۱، سنن ابوداؤد، ۱۱۷۷، سنن نسائی ۱۴۷۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے سامنے سے گزرتی ہے تا کہ لوگوں کو اس کی خوشبو آئے وہ عورت زانیہ ہے (یعنی لوگوں کے دلوں میں زنا کی تحریک پیدا کرتی ہے)۔ (سنن ابوداؤد ۴۱۷۳، سنن ترمذی، ۲۷۸۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴، مسند حمیدی، ۵۵۷، مسند بزار ۱۵۵۱، صحیح ابن حبان، ۴۴۲۴، مستدرک، ج ۲ ص ۳۹۶، سنن بیہقی، ج ۳ ص ۲۴۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے گویا کہ وہ اس کے اوپر سائبان ہو اور جب وہ اس سے توبہ کرتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔

(سنن ابوداؤد، ۴۶۹۰، سنن ترمذی، ۲۶۲۷، مستدرک، ج ۱، ص ۲۲، سنن بیہقی، ج ۲، ص ۵۳۶۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر آنکھ زنا کرنے والی ہوتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث، ۱۹۷۴۲)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت اس وقت اچھے حال میں رہے گی جب تک ان کی اولاد زنا کی کثرت سے نہ ہو۔ اور جب ان کی اولاد زنا کی کثرت سے ہوگی تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان میں عام عذاب نازل فرمائے گا۔ (مسند ابویعلی، ۷۰۹۱، مسند احمد، ج ۶، ص ۳۳۳، مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سود کھانے والے اور اس کا وکیل بننے والے اور اس کو گواہ بننے والا اور اس کو لکھنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ اور فرمایا: کس قوم میں زنا اور سود کا ظہور نہیں ہوتا مگر انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کر دیا ہے۔ (مسند ابویعلی، رقم الحدیث، ۴۹۸۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا شمار ہوتا ہے فرمایا: یہ گناہ کہ تو اللہ کا کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ پھر کونسا گناہ ہے؟ فرمایا: یہ کہ تو اپنی کو اولاد کو قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی پھر میں نے کہا کہ اس کے بعد کونسا گنا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (مسند ابویعلی، ۵۰۹۵، صحیح بخاری، ۶۱۹۷، مسلم، ۸۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ماسوائے کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک بات ہو یعنی جان کے بدلے جان اور شادی شادی شدہ زانی اور دین سے نکلنے والا یعنی مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑنے والا۔

(مسند ابویعلی، ۵۱۹۹، مسلم، ۱۶۷۶، بخاری، ۶۸۷۸، سنن ابوداؤد، ۴۳۵۲، ترمذی، ۱۴۰۲، نسائی، ۴۰۵۷، ابن ماجہ، ۲۵۳۴)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے۔ میرا بازو پکڑا اور مجھے ایک سخت پہاڑ کے پاس لائے اور بولے: آپ اس پہاڑ پر چڑھیے۔ میں نے کہا: میرے اندر اتنی طاقت نہیں، بولے: ہم آپ کے لئے آسان کر دیں گے۔ میں چڑھا اور جب پہاڑ کی چوٹی پر پہونچا تو سخت آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کہا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ بولے: یہ دوزخیوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر مجھے لیکر چلے تو میں نے ایک ایسی قوم دیکھی کہ الٹے لٹکے ہیں اور انکے جبڑوں سے خون بہہ رہا ہے۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ بولے: یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ افطار کے وقت سے پہلے افطار کرلیا کرتے تھے۔ فرمایا: یہود و نصاریٰ گھاٹے میں ہیں۔ راوی حدیث حضرت سلیمان بن عامر کہتے ہیں: یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ یہود و نصاریٰ کے متعلق حضور کا فرمان ہے یا حضرت ابوامامہ نے اپنی رائے سے خود فرمایا: حضور فرماتے ہیں: پھر میرا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو پھولے ہوئے۔ بدبودار اور بدصورت تھے۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ بولے: یہ

مقتول کفار، پھر کچھ روتے لوگ نظر آئے کہ وہ بھی پھولے۔ بد بودار کہ انکی بد بو پاخانوں کے مثل تھی۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ بولے: زانی مرد وعورت ہیں۔ پھر مجھے ایسے مقام پر لیجایا گیا جہاں عورتوں کے پستانوں کو سانپ ڈس رہے تھے۔ میں نے کہا: انکو یہ سزا کیوں مل رہی ہے؟ بولے: یہ عوتیں اپنے بچوں کو دودھ نہ پلا کر پریشان رکھتی تھیں۔

پھر میں کچھ بچوں کے پاس سے گذرا کہ وہ دونہروں کے درمیان کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ بچے کون ہیں؟ بولے: یہ مسلمانوں کے بچے ہیں۔ پھر مجھے ایسے تین لوگوں سے شرف ملاقات حاصل ہوا جو پاکیزہ شراب پی رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ بولے: یہ جعفر طیار، زید بن حارثہ، اور عبداللہ بن رواحہ ہیں۔ پھر مجھے مزید کچھ لوگوں سے شرف لقا حاصل ہوا۔ اور یہ بھی تین حضرات تھے۔ میں نے کہا یہ کون ہیں؟ بولے: یہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔ یہ حضرات مجھے دیکھ رہے تھے۔

(مسند ابویعلی، ۱۹۸۶، ابن حبان، ۷۴۴۸، ابن خزیمہ، ۱۹۸۶، مستدرک، ج ۱، ص ۴۳۰، الترغیب الترہیب، ج ۲، رقم الحدیث، ۱۳۸۵)

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا کیا سورۃ نور کے نازل ہونے سے پہلے یا بعد میں کہا یہ مجھے معلوم نہیں۔ (بخاری، ۶۸۱۳، مسلم، ۱۸۰۲)

حضرت شعبی نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے جمعہ کے دن ایک عورت کو سنگسار کیا تو فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق سنگسار کیا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۶۸۱۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ پھر اس نے اپنے اوپر چار مرتبہ گواہی دی تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا جس کے تحت اسے سنگسار کر دیا گیا اور وہ شادی شدہ تھا۔ (بخاری، ۵۲۷۰، مسلم، ۱۶۹۱)

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کتے کی قیمت زنا کا معاوضہ اور کاہن کی مٹھائی کھانے سے منع کیا ہے۔ (صحیح بخاری۔ رقم الحدیث، ۲۲۳۷)

حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں زنا ظاہر ہو گیا وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت ظاہر ہوگئی وہ رعب ودبدبہ میں گرفتار ہوگی۔ (مشکوۃ رقم الحدیث، ۳۳۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک سزا کا نافذ کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس رات کی بارش سے بہتر ہے۔ (مشکوۃ رقم الحدیث، ۳۴۳۰، ابن ماجہ ۳۱۰)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے اس چیز کی جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (زبان) اور اس چیز کی جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے۔ (شرمگاہ) ضمانت دے (ان سے خلاف شرع کام نہ کرے) میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری، ۶۴۷۴، مسند ابویعلی، ۷۵۵۰، مستدرک، ج ۵، ص ۳۳، سنن ترمذی، ۲۴۰۸)

حضرت عثمان بن ابو عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدھی رات کو آسمانوں کے دروازے

کھول دیئے جاتے ہیں پھر ایک منادی ندا کرتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہو تو اس کی دعا قبول کی جائے۔کوئی سوال کرنے والا ہو تو اس کو عطا کیا جائے،کوئی مصیبت زدہ ہو تو اس کی مصیبت دور کر دی جائے۔پس ہر دعا کرنے والے مسلمان کی دعا قبول کی جائے گی سوائے اس عورت کے جو پیسے لیکر زنا کراتی ہو اور سوائے اس شخص کے جو ظالمانہ ٹیکس لیتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، مسند احمد ج ۴،ص ۲۲،المعجم الاوسط، ۲۷۹۰، مجمع الزوائد، ج ۳،ص ۸۸)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانیوں کے چہروں میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔(الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، طبرانی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں نظر ہے۔مجمع الزوائد، ج ۶،ص ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا فقر پیدا کرتا ہے۔

(شعب الایمان، ۵۴۱۸، الترغیب والترہیب، ۳۵۲۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ساٹھ سال اپنے گرجے میں اللہ کی عبادت کی۔پھر بارش ہوئی اور زمین سرسبز ہوگئی۔راہب نے اپنے گرجے سے باہر جھانکا اور سوچا میں گرجے سے باہر نکل کر اللہ کا ذکر کروں اور زیادہ نیکی کروں۔وہ گرجے سے اترا۔

اس کے ہاتھ میں ایک روٹی یا دو روٹیاں تھیں۔جس وقت وہ باہر کھڑا تھا۔تو ایک عورت آ کر اس سے ملی وہ دونوں ایک دوسرے تک کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔یہاں تک عابد نے اس عورت سے اپنی خواہش پوری کر لی۔پھر اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی پھر وہ ایک گرم تالاب میں نہایا۔اس کے بعد ایک سائل آیا۔تو اس نے ان دو روٹیوں کی طرف اشارہ کیا۔پھر اس کی ساٹھ سال کی عبادت کا زنا کے گناہ کے ساتھ وزن کیا گیا۔تو گناہ کا پلڑا بھاری نکلا۔پھر ان دو روٹیوں کی نیکی کا وزن کیا گیا تو نیکیوں کا پلڑا بھاری نکلا۔لہٰذا اس کو بخشش دیا گیا۔(الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، ۳۵۳۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث، ۳۷۹)

حضرت نافع جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متکبر مسکین، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔(الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، مجمع الزوائد، ج ۶،ص ۲۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے تو وہ اسے تین مرتبہ اللہ کی کتاب کے مطابق کوڑے مارے اور اگر چوتھی مرتبہ پھر زنا کرے تو اسے فروخت کر دے خواہ بالوں کی ایک رسی کی عوض فروخت کرے اس باب میں زید بن خالد اور شبل سے بھی احادیث منقول ہیں شبل، عبداللہ بن مالک اوسی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت ابو ہریرہ ہی سے کئی سندوں سے منقول ہے بعض علماء صحابہ وغیرہ کا اسی پر عمل ہے وہ کہتے ہیں کہ اپنے غلام یا باندی پر حد جاری کرنے کے لیے حاکم کے پاس جانے کی ضرورت نہیں امام احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اسے حاکم کے سپرد کر دے حد جاری نہ کرے۔لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔(جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن ادریس نقل کی ہے پھر یہ حدیث ان کے علاوہ بھی اسی طرح منقول ہے محمد بن اسحاق بھی نافع سے اور وہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر نے کوڑے مارے اور جلاوطن بھی کیا۔حضرت عمر نے بھی کوڑے مارے اور جلاوطن کی سزا بھی

دی لیکن اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جلاوطن کرنا ثابت ہے حضرت ابوہریرہ، زید بن خالد، عبادہ بن صامت اور دیگر صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا صحابہ کرام جن میں ابوبکر، عمر، علی، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود اور ابوذر وغیرہ شامل ہیں کا اسی پر عمل ہے متعدد فقہاء تابعین سے بھی اسی طرح منقول ہے سفیان ثوری، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے اور ہم اکٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور والدین کی نافرمانی سے بچو۔ کیونکہ ایک ہزار سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ اور ماں باپ کا نافرمان، رشتہ منقطع کرنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اس خوشبو کو نہیں پائے گا۔ کبریائی صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ (الترغیب والترہیب، ۳۶۶۵، مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۱۲۵)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ سات آسمان اور سات زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی شرمگاہوں کی بدبو سے اہل دوزخ کو بھی تکلیف ہوگی۔

(الترغیب والترغیب، ج ۳، کتاب الحدود، ۳۵۳۷، مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۵، مسند بزار، ۱۵۴۸)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تم زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ حرام ہے۔ اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے لہٰذا قیامت تک کے لئے حرام ہوگا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ اگر کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ اس کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (مسند احمد ج ۶، ص ۸، اس کے راوی ثقات ہیں۔ الترغیب والترہیب، ۳۵۴۷)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہو قیامت کے دن اللہ عزوجل ایک اژدھے کو اس کے اوپر مسلط کردے گا۔

(رواہ الطبرانی والکبیر، من روایۃ ابن لھیعۃ، ترغیب وترہیب، کتاب الحدود۔ مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چار بندوں سے بغض فرماتا ہے قسم کھا کر سودا بیچنے والا، دھوکہ دینے والا فقیر، بوڑھا زانی، موٹے پیٹ والا حاکم۔

(رواہ الطبرانی والکبیر، من روایۃ ابن لھیعۃ، ترغیب وترہیب، کتاب الحدود۔ مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۸)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ بوڑھا زانی، جھوٹا حکمران اور تکبر کرنے والا فقیر۔ (مسند بزار، ۱۳۰۸، الترغیب والترہیب، ۳۵۴۴، مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۵)

حضرت راشد بن سعد مقرائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کی کھال کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا۔ میں نے کہا اے جبریل یہ کون ہیں انہوں نے کہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کرنے کے لئے مزین ہوتے تھے۔ پھر میں ایک کنوئیں کے پاس سے گزرا جس سے سخت بدبو آرہی

تھی۔ میں نے پوچھا؟ اے جبریل یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کرانے کے لئے خود کو مزین کرتی تھیں۔ اور وہ کام کرتی تھیں جو ان کے لئے جائز نہ تھے۔ (شعب الایمان ۶۷۵۰، الترغیب الترہیب، ۳،۰، ۳۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ بطور عادت زنا کرنے والا کرنے والا بت پرست کی طرح ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، ج ۳۲، ص ۱۷۳، رقم الحدیث ۳۱۴۹، مساوی الاخلاق، ۴۷۷، الترغیب والترہیب، ۳۵۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے والے شخص کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت) نہیں فرمائے گا۔ اور نہ اس کو پاک کرے گا اور فرمائے گا اس کو جہنمیوں کے ساتھ داخل کردو۔ (رواہ ابن ابی الدنیا والخرائطی، وغیرھما)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کالے سانپوں میں سے کسی کو مسلط کرے گا جو اس کو ڈس رہا ہوگا۔ (رواہ الطبرانی، ورواتہ ثقات)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجاہدین کی بیویوں کی حرمت جہاد پر نہ جانے والوں کے لئے ان کی ماؤں کی مثل ہے۔ اور مجاہد جس شخص کے اوپر اپنی بیوی کو چھوڑ کر جائے اور وہ اس میں خیانت کرے تو اس کی قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا۔ مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جس قدر چاہے گا۔ لے جائے گا۔ اور نسائی میں ابوداؤد کی طرح یہ روایت ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اس کی کوئی نیکی چھوڑے گا۔

(صحیح مسلم، ۱۸۹۷، ۱۳۹، ابوداؤد فی الجہاد، ۲۴۹۶، نسائی فی الجہاد، باب ۴۸، ۴۷، ۳۱۸۹)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم میں جلوہ گر ہوئے، آپ نے ارشاد فرمایا: جب کسی قوم میں فحاشی کا رواج بڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ علانیہ بے حیائی کرنے لگتی ہے تو ان لوگوں کے درمیان طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے اسلاف کے زمانہ میں موجود نہ تھیں۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن، ص، باب العقوبات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔ جس دن کہ عرش الٰہی کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (یعنی قیامت کے دن اور وہ سات آدمی یہ ہیں۔

: حاکم عادل۔

: وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پھلا پھولا۔

: وہ شخص جو مسجد سے نکلے تو اس کا دل مسجد میں اٹکا رہے یہاں تک کہ دوبارہ مسجد میں چلا جائے۔

: وہ دو آدمی جنہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں دوستی کی اس کے لئے جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔

:وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔
:وہ شخص جس کو کسی صاحب حسب ونسب اور صاحب حسن وجمال خاتون نے غلط دعوت دی مگر اس نے یہ کہہ کر اس کی دعوت رد کر دی کہ: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔
:اور وہ شخص جس نے صدقہ کیا تو اس کو ایسا چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا؟
(بخاری فی الاذان باب ۳۶، وزکوۃ باب ۱۶، ۶۲۹، مسلم فی الزکوۃ ۹۱، ۱۰۳۱، جامع ترمذی ۲۳۹۱، مسند احمد بن حنبل، ۹۲، ۴۳۹، الموطا امام مالک ۱۷۰۹، صحیح بن حبان، ۷۳۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات سے بھی زیادہ مرتبہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کا کفل نامی ایک شخص کسی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے اسے ساٹھ دینار دیئے تاکہ وہ اس سے جماع کر سکے۔ چنانچہ جب وہ شخص اس سے یہ فعل (یعنی جماع) کرنے لگا تو وہ رونے اور کانپنے لگی۔ اس نے کہا تم کیوں روتی ہو۔ کیا میں نے تمہارے ساتھ زبردستی کی ہے۔ اس عورت نے کہا نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو اس سے پہلے میں نے نہیں کیا لیکن ضرورت نے مجھے مجبور کیا۔ کفل نے کہا جو کام تم نے کبھی نہیں کیا آج کر رہی ہو۔ جاؤ وہ دینار تمہارے ہیں۔ پھر اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں آج کے بعد کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر وہ اسی رات مر گیا تو صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کو معاف کر دیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی چلے جا رہے تھے کہ بارش ہونے لگی تو وہ لوگ پہاڑ کے دامن میں ایک غار میں چلے گئے اتنے میں پہاڑ کی بلندی سے ایک بڑا سا پتھر گرا اور اس کی وجہ سے غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ تو ان لوگوں نے آپس میں کہا: اپنے اپنے اعمال صالحہ پر نظر دوڑاؤ اور انھیں کے واسطہ سے خدا سے دعا کرو شائد خدا کوئی آسانی پیدا کر دے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے بچے بھی بہت چھوٹے چھوٹے تھے۔ میں بکریاں چرا کر ان کا پیٹ پالتا تھا واپس آ کر بکریوں کا دودھ نکالتا تو پہلے والدین کے سامنے پیش کرتا اس کے بعد اپنے بچوں کو دیتا۔

اتفاقاً میں ایک دن صبح سویرے گھر سے نکل گیا اور شام تک واپس نہ آیا۔ جب میں واپس پلٹا تو میرے والدین سو چکے تھے میں نے روزانہ کی طرح دودھ نکالا اور دودھ لے کر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا مجھے یہ گوارہ نہ ہوا کہ انھیں بیدار کروں اور نہ ہی یہ گوارہ ہوا کہ والدین سے پہلے بچی کو دودھ پیش کروں حالانکہ بچی بھوک کی وجہ سے رو رہی تھی اور میرے قدموں میں بلبلا رہی تھی مگر میری روش میں تبدیلی نہ آئی یہاں تک کہ صبح ہو گئی پروردگار! اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ عمل میں نے صرف تیری رضا کے لئے انجام دیا ہے تو اسی عمل کے واسطہ سے اتنی گنجائش پیدا کر دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں اللہ نے اتنی گنجائش پیدا کر دی اور ان لوگوں کو آسمان دکھائی دینے لگا۔

دوسرے نے کہا: میرے چچا کی ایک لڑکی تھی میں اس سے ایسی شدید محبت کرتا تھا جیسے کہ مرد عورتوں سے کرتے ہیں میں نے اس سے مطلب برآری کی خواہش کی اس نے سو دینار کی شرط رکھی میں نے کوشش کر کے کسی طرح سو دینار جمع کئے انھیں ساتھ لے کر

اس کے پاس پہنچ گیا۔اور جب شیطانی مطلب پورا کرنے کی غرض سے اس کے نزدیک ہوا تو اس نے کہا اے بندۂ خدا اللہ سے ڈرو اور ناحق میرا لباس مت اتار۔

وہ یہ بات سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پروردگار اگر میرا یہ عمل تیرے لئے ہے تو تھوڑی گنجائش اور مرحمت کر دے۔ اللہ نے تھوڑی سی گنجائش اور عطا کر دی۔

تیسرے آدمی نے کہا میں نے ایک شخص کو تھوڑے چاول کی اجرت پر اجیر کیا جب کام مکمل ہو گیا تو اس نے اجرت کا مطالبہ کیا میں نے اجرت پیش کر دی لیکن وہ چھوڑ کر چلا گیا میں اسی سے کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی قیمت سے بیل اور اسکا چرواہا خرید لیا۔ایک دن وہ مزدور آیا اور مجھ سے کہا: خدا سے ڈرو اور میرا حق مجھے دے دو۔ میں نے کہا جاؤ وہ بیل اور چرواہا لے لو اس نے پھر کہا خدا سے ڈرو اور میرا مذاق مت اڑاؤ۔ میں نے کہا میں ہرگز مذاق نہیں کر رہا ہوں یہ بیل اور چرواہا لے لو۔ چنانچہ وہ لے کر چلا گیا۔ پروردگار میرا یہ عمل اگر تیرے لئے تھا تو ہمارے لئے بقیہ راستہ کھول دے۔ اللہ نے راستہ کھول دیا۔

(بخاری فی الاجارة، ۲۲۷۲، مسلم، ۶۸۸۶، ابن حبان فی صحیحہ من حدیث ابی ہریرہ نحوہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے قریش کے جوانو! تم اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور زنا نہ کرو۔ جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اس کے لئے جنت ہے۔ (ترغیب وترہیب ۳۶۸۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت پانچ نمازیں ادا کرے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے گی۔

(ترغیب وترہیب، ۳۶۸۵۳، ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ نے داڑھوں کے درمیان اور ٹانگوں کے درمیان والی چیزوں کو برائی سے بچا لیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ (جامع ترمذی، کتاب الزہد ۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مجھے اپنی چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب تم بات کرو تو سچ بولو۔ اور جب تم وعدہ کرو تو پورا کرو۔ اور جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو۔ اور تم اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو اور تم اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو اور اپنے ہاتھوں کو (ظلم) سے روکو۔

(مسند احمد بن حنبل، ۲۳۱۳۷، ابن ابی دنیا، ابن حبان فی صحیحہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت پر اتنا خوف کسی چیز کا نہیں رکھتا جتنا قوم لوط کے عمل کا خوف رکھتا ہوں۔ (ابن ماجہ، ۲۳۶۳، جامع ترمذی، ۱۴۷۷)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی قوم عہد توڑتی ہے۔ تو ان میں قتل عام ہو جاتا ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی عام ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر موت عام کر دیتا ہے اور جب لوگ زکوٰۃ دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ مسلم کی شرط پر یہ صحیح ہے۔ ابن ماجہ، بزار، اور بیہقی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں۔ کہ نبی پاک ﷺ نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا اے

مہاجرین! جب تم پانچ کاموں میں مبتلاء کر دیئے جاؤ اور میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کاموں کو نہ کرو یا تم میں وہ کام نہ پائے جائیں جب کسی قوم میں فحاشی بے حیائی عام ہونا شروع ہو جائے۔ اوران میں طاعون اور وہ بیماریاں عام ہو جاتی ہیں۔ جو پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔

جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو ان پر قحط اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ بادشاہ ان پر ظلم کرتے ہیں۔ جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر بارش روک دیتا ہے۔ اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آس پاس سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ برستا۔ اور جب لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ تو وہ ان کا مال وغیرہ سب کچھ چھین لیتے ہیں اور جب مسلمان حکمران اللہ کے قانون کو چھوڑ کر دوسرا اور احکام خداوندی میں کچھ لیتے اور کچھ چھوڑتے ہیں تو اللہ ان کے درمیان اختلاف پیدا فرما دیتا ہے۔ (ابن ماجہ، ۱۸۱۸، باب العقوبات)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو دشمنوں کی حکومت ہو جائے گی اور جب کثرت کے ساتھ زنا ہوگا تو لوگ بہ کثرت قید ہوں گے اور جب قوم لوط کا عمل بہ کثرت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ مخلوق کے اوپر سے اٹھا لے گا۔ پھر یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔

(المعجم الکبیر، ۱۷۵۲، حافظ الہیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں عبدالخالق بن زید بن واقد ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد، ۶، ص ۲۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے اپنی مخلوق میں سے سات بندوں پر لعنت کی ہے۔ اوران میں ہر ایک پر تین بار لعنت کی ہے اور باقی ان میں سے ہر ایک پر (ایک بار) لعنت کافی ہے۔ فرمایا: جو شخص قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔ یہ بات تین بار فرمائی۔ اور جو ذبح کے وقت جانور پر غیر خدا کا نام لے۔ وہ بھی ملعون ہے۔ اور جو جانوروں کے پاس آئے (یعنی جانوروں سے بدفعلی کرے) وہ ملعون ہے۔ اور جو والدین کی نافرمانی کرے وہ بھی ملعون ہے اور جو ایک نکاح میں ماں اور اس کی بیٹی کو جمع کرے وہ بھی ملعون ہے اور جو زمین میں حدود کو بدل ڈالے وہ بھی ملعون ہے اور جو اپنے آقا کے غیر کا دعویٰ کرے وہ بھی ملعون ہے۔ (ترغیب وترہیب، ۳۶۹۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قوم لوط کا عمل کرنے والے کے متعلق فرمایا اوپر والے اور نیچے والے سب کو سنگسار کر دو۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخص ایسے ہیں جو صبح وشام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب میں ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں فرمایا: مردوں میں سے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور عورتوں میں سے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے۔ اور جانور کے پاس آئے یعنی جانور سے بدفعلی کرے اور جو مردوں کے پاس آئے (یعنی جو شخص مردوں کے ساتھ لواطت کرے)۔ (ترغیب وترہیب، ۳۶۹۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ایسے شخص کو پاؤ جس نے قوم لوط کا عمل کیا تو فاعل ومفعول دونوں کو قتل کر دو۔ (ابوداؤد فی الحدود، باب ۲۸، ترمذی فی الحدود باب ۲۴، ابن ماجہ فی الحدود باب ۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جو کسی جانور سے بدکاری کرے اس شخص کو اور اس جانور دونوں کو تم قتل کر دو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے اس حدیث میں عارضہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کے علاوہ جانور کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ (ابوداؤد فی الحدود باب ۲۹، ترغیب وترہیب، ۳۶۹۹)

ابن ابی دنیا اور بیہقی نے اپنی جید سند کے ساتھ محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا کہ اس عرب کے بعض پسماندہ علاقہ میں ایک ایسا شخص پایا ہے۔ جس سے نکاح کیا جاتا ہے جس طرح عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ایسا گناہ ہے جو ایک امت کے علاوہ کسی نے نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو ان کے ساتھ کیا تم اس کو جانتے ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کو آگ کے ساتھ جلا دیا جائے پس آپ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی رائے کو جمع کیا کہ اسے آگ میں جلایا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو آگ میں جلایا جائے۔ (الترغیب والترہیب، ۳۷۰۱، کتاب الحدود)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں وطی کرے۔ (الترمذی فی الرضاع، باب ۱۲، ابن حبان فی صحیحہ، النسائی، الترغیب والترہیب، ۳۷۰۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم شرماتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔ یہ تم اپنی عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو۔ (مسند ابویعلی، الترغیب والترہیب، ۳۷۰۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: لوطیہ صغریٰ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کے پیچھے کے مقام پر آئے یعنی پاخانہ کی جگہ اپنی خواہش پوری کرے۔ (المسند ج ۲، ص ۲۱۰، ۱۸۲)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیاء نہیں فرماتا یہ تین مرتبہ کہا کہ تم اپنی بیوی کے پاس ان کے پیچھے کے مقام سے نہ آؤ۔ (ابن ماجہ فی النکاح، باب ۲۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے عورتوں کی دبر استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

(ترغیب وترہیب، ۳۷۰۷)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنی عورتوں کی دبر استعمال کرتے ہیں۔ (طبرانی، ترغیب وترہیب، ۳۷۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی عورت کی سرین میں جماع کیا تحقیق اس نے کفر کیا۔ (طبرانی فی الاوسط)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے مرد کی طرف نظر رحمت نہیں

فرمائے گا جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے۔ (ابن ماجہ فی النکاح باب ۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کی دبر میں جماع کیا وہ ملعون ہے۔ (ابوداؤد باب النکاح باب ۴۵، مسند احمد، ج ۲، ص ۴۷۶، ۴۴۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حائضہ کے پاس آیا یا بیوی کی دبر میں جماع کیا یا کاہن کے پاس گیا اور اس کو اچھا جانا تو اس نے کفر کیا اس کا جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔

(ترمذی فی الطہارت، باب ۱۰۲، الرضاع باب ۱۲، ابن ماجہ فی النکاح باب ۲۹، مسند احمد ج ۱ ص ۸۶، ج ۶ ص ۳۰۵)

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم عورتوں کے پاس ان کے پیچھے سے نہ آؤ (ان سے لواطت نہ کرو) بے شک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے استحیاء نہیں کرتا۔ (مسند احمد، ترمذی، النسائی، ابن حبان)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاعل و مفعول اور جو شخص کسی جانور سے بدکاری کرے انہیں قتل کردو۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ لوطی کی حد میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ وہ اس طرف گئے ہیں کہ لواطت کرنے والے کو زنا کی حد لگائی جائے۔ اگر وہ شادی شدہ ہے تو اسے رجم کیا جائے اگر وہ شادی شدہ نہیں تو سو کوڑے مارے جائیں۔ یہ قول سعید بن مسیب، عطاء ابن ابی رباح، حسن قتادہ اور امام نخعی کا ہے۔

اور یہی بات ثوری اور امام اوزاعی کی ہے اور وہی امام شافعی کا قول ہے اسی طرح امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن سے روایت کیا گیا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اس قول کے مطابق لواطت کرنے والے کو بھی سو کوڑے مارے جائیں مرد ہو یا عورت۔ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ سب کے لئے جلاوطنی عام ہے۔ ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ لوطی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اسے سنگسار کیا جائے۔

سعید بن جبیر اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور یہی بات شعبی اور زہری نے یہی بات کہی ہے اور امام مالک، احمد اور امام اسحاق کا قول ہے۔

حماد بن ابراہیم نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ اگر کسی پر سنگسار کی حد لگائی گئی ہے تو لوطی کو دو مرتبہ سنگسار کیا جائے گا۔ آخری قول امام شافعی کا ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردیا جائے جس طرح حدیث میں آیا ہے۔

حافظ نے کہا ہے کہ خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن زبیر اور ہشام بن عبدالملک نے لوطی کو آگ سے جلایا ہے۔ (الترغیب والترہیب، ۳۷۰۰)

☆☆☆☆☆☆

كِتَابُ الصَّوْمِ

یہ کتاب روزوں کے بیان میں ہے

صوم کے لغوی وشرعی معنی کا بیان

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں ۔لغت میں صوم اور صیام کے معنی ہیں امساک یعنی مطلقاً رکنا! اصطلاح شریعت میں ان الفاظ کا مفہوم ہے فجر سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے ، جماع کرنے اور بدن کے اس حصے میں جو اندر کے حکم میں ہو کسی چیز کے داخل کرنے سے رکے رہنا نیز روزے دار مسلمان کے لئے اور حیض ونفاس سے پاک ہونا اس کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے۔الصوم لغت عرب میں الاامساک یعنی رکنے کو کہتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں طلوع فجر سے لیکر غروب شمس تک مفطرات یعنی روزہ توڑنے والی اشیاء سے نیت کے ساتھ رکنے کو روزہ کہا جاتا ہے۔

امت کا اجماع ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہیں ،اس کی دلیل مندرجہ ذیل فرمان باری تعالیٰ ہے۔(اے ایمان والوتم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو)۔

روزے کی فرضیت پر سنت نبویہ میں بھی دلائل پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک دلیل مندرجہ ذیل فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا)(فتح الباری(1/49)

روزہ کا لغوی معنی ہے: کسی چیز سے رکنا اور اس کو ترک کرنا' اور روزہ کا شرعی معنی ہے: مکلف اور بالغ شخص کا ثواب کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے' پینے اور جماع کو ترک کرنا اور اپنے نفس کو تقویٰ کے حصول کے لیے تیار کرنا۔

تمام ادیان اور ملل میں روزہ معروف ہے' قدیم مصری' یونانی' رومن اور ہندو سب روزہ رکھتے تھے' موجودہ تورات میں بھی روزہ داروں کی تعریف کا ذکر ہے' اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا چالیس دن روزہ رکھنا ثابت ہے' یروشلم کی تباہی کو یادرکھنے کے لیے یہود اس زمانہ میں بھی ایک ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں' اس طرح موجودہ انجیلوں میں بھی روزہ کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور روزہ داروں کی تعریف کی گئی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا اسی طرح تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے' تا کہ مسلمانوں کو روزہ رکھنے میں رغبت ہو کیونکہ جب کسی مشکل کام کو عام لوگوں پر لاگو کر دیا جاتا ہے تو پھر وہ سہل ہو جاتا ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی نے لکھا ہے کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال اور تحویل قبلہ کے بعد دس شعبان کو روزہ فرض کیا گیا۔

(درالمختار علی ھامش ردالمختار ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

روزے کا معنی رکنے کی دلیل لغت کا بیان

فَقُولِیٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا۔ (مریم، ۲۶)

تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

میں آج روزے سے ہوں یا تو مراد یہ ہے کہ ان کے روزے میں کلام ممنوع تھا یا یہ کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے۔ایک نے تو سلام کیا، دوسرے نے نہ کیا آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا آپ نے فرمایا اسے توڑ دے سلام کلام شروع کر یہ تو صرف حضرت مریم علیہا السلام کے لئے ہی تھا کیونکہ اللہ کو آپ کی صداقت و کرامت ثابت کرنا منظور تھی اس لئے اسے عذر بنا دیا تھا حضرت عبدالرحمن بن زید کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں تو آپ نے کہا میں کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں، کسی کی ملکیت کی لونڈی باندی میں نہیں مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا؟
میں لوگوں کے سامنے کیا جواب دے سکوں گی؟ کون سا عذر پیش کر سکوں گی؟ ہائے کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی کاش کہ میں نسیا منسیا ہو گئی ہوتی۔اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اماں آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں آپ ان سب سے نبٹ لوں گا آپ تو انہیں صرف یہ سمجھا دینا کہ آج سے آپ نے چپ رہنے کی نذر مان لی ہے۔(تفسیر ابن کثیر، مریم، ۲۶)
علامہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔روزے کی تعریف یہ ہے کہ **الأمساک عن المفطرات مع اقتران النیة به من طلوع الفجر الی غروب الشمس۔** (القرطبی)

روزے کی نیت کے ساتھ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہر قسم کے مفطرات سے رک جانا روزہ ہے۔

روزے کی فرضیت کی تاریخ واہمیت کا بیان

ماہ رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان کے مہینے میں تحویل قبلہ کے دس روز بعد فرض کیے گئے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے قبل کوئی روزہ فرض نہیں تھا جب کہ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے قبل بھی کچھ ایام کے روزے فرض تھے جو اس ماہ رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گئے۔ چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک تو عاشورا محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ فرض تھا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ایام بیض (قمری مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں راتوں کے دن) کے روزے فرض تھے۔ رمضان کے روزے کی فرضیت کے ابتدائی دنوں میں بعض احکام بہت سخت تھے مثلاً غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی مگر سونے کے بعد کچھ بھی کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی۔ چاہے کوئی شخص بغیر کھائے پئے ہی کیوں نہ سو گیا ہو، اسی طرح جماع کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں جائز نہ تھا۔ مگر جب یہ احکام مسلمانوں پر بہت شاق

گزرے اوران احکام کی وجہ سے کئی واقعات بھی پیش آئے تو یہ احکام منسوخ کر دیئے گئے اور کوئی سختی باقی نہ رہی۔

اسلام کے جو پانچ بنیادی ارکان ہیں ان میں روزے کا تیسرا درجہ ہے گویا روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اس اہم رکن کی جو تاکید اور بیش از بیش اہمیت ہے اسے ماہرین شریعت ہی بخوبی جان سکتے ہیں روزے کا انکار کرنے والا کافر اور اس کا تارک فاسق اور اشد گنہگار ہوتا ہے چنانچہ درمختار کے باب مایفسد الصوم میں یہ مسئلہ اور حکم نقل کیا گیا ہے کہ **ولو اکل عمداً اشھرۃ بلاعذر یقتل**، جو شخص رمضان میں بلا عذر علی الاعلان کھاتا پیتا نظر آئے اسے قتل کر دیا جائے۔

روزہ کی فضیلت کے بارے میں صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ بعض علماء نے اس اہم ترین اور باعظمت رکن کے بے انتہا فضائل دیکھ کر اس کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت پر ترجیح اور فضیلت دی ہے اگرچہ یہ بعض ہی علماء کا قول ہے جب کہ اکثر علماء کا مسلک یہی ہے کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے اور اسے روزہ پر بھی ترجیح وفضیلت حاصل ہے مگر بتانا تو صرف یہ ہے کہ جب اس بات میں علماء کے ہاں اختلاف ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ تو اب ظاہر ہے کہ نماز کے علاوہ اور کوئی بھی دوسرا عمل اور دوسرا رکن روزے کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

قرآن کے مطابق روزے کی فرضیت کا بیان

(۱) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

(۲) فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ تم میں سے جو اس ماہ کو پائے وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔

تفاسیر وآثار صحابہ کے مطابق فرضیت روزے کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عطاء قتادہ ضحاک کا فرمان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا حکم تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بدلا اور ان پر اس مبارک مہینہ کے روزے فرض ہوئے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں پر بھی ایک مہینہ کامل کے روزے فرض تھے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ رمضان کے روزے تم سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کرلیں اور سو جائیں تو ان پر کھانا پینا عورتوں سے مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگلے لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ تم میں سے جو شخص ماہ رمضان میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اس حالت میں روزے چھوڑ دے مشقت نہ اٹھائے اور اس کے بعد اور دنوں میں جبکہ یہ عذر ہٹ جائیں قضا کرلیں، ہاں ابتداء اسلام میں جو شخص تندرست ہو اور مسافر بھی نہ ہو اسے بھی اختیار تھا خواہ روزہ رکھے خواہ نہ رکھے مگر فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اگر ایک سے زیادہ کو کھلائے تو افضل تھا گو روزہ رکھنا فدیہ دینے سے زیادہ بہتر تھا۔

ابن مسعود ابن عباس مجاہد طاؤس مقاتل وغیرہ یہی فرماتے ہیں مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

نماز کی اور روزے کی تین حالتیں بدلی گئیں پہلے تو سولہ سترہ مہینہ تک مدینہ میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی پھر" قدنری" والی آیت آئی اور مکہ شریف کی طرف آپ نے منہ پھیرا۔ دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ نماز کے لئے ایک دوسرے کو پکارتا تھا اور جمع ہو جاتے تھے لیکن اس سے آخر عاجز آ گئے پھر ایک انصاری حضرت عبداللہ بن زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا لیکن وہ خواب گویا بیداری کی سی حالت میں تھا کہ ایک شخص سبز رنگ کا حلہ پہنے ہوئے ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کہہ رہا ہے آیت اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ دوبارہ یونہی اذان پوری کی پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے تکبیر کہی جس میں آیت قد قامت الصلوۃ بھی دو مرتبہ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ سکھاؤ وہ اذان کہیں گے چنانچہ سب سے پہلے حضرت بلال نے اذان کہی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے بھی آ کر اپنا یہی خواب بیان کیا تھا لیکن ان سے پہلے حضرت زید آ چکے تھے۔ تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ پہلے یہ دستور تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں کوئی آیا کچھ رکعتیں ہو چکی ہیں تو وہ کسی سے دریافت کرتا کہ کتنی رکعتیں ہو چکی ہیں وہ جواب دیتا کہ اتنی رکعتیں پڑھ لی ہیں وہ اتنی رکعتیں ادا کرتا پھر حضور کے ساتھ مل جاتا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ میں حضور کو جس حال میں پاؤں گا اسی میں مل جاؤں گا اور جو نماز چھوٹ گئی ہے اسے حضور کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کروں گا چنانچہ انہوں نے یہی کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رہی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا معاذ نے تمہارے لئے یہ اچھا طریقہ نکالا ہے تم بھی اب یونہی کیا کرو، یہ تین تبدیلیاں تو نماز کی ہوئیں، روزوں کی تبدیلیاں سنئے۔

اول جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے اور عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت (کتب علیکم الصیام) الخ نازل فرما کر رمضان کے روزے فرض کئے۔

دوسرا ابتدائی یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے اور فدیہ دے دے پھر یہ آیت (**فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ**) تم میں سے جو شخص رمضان کے مہینے میں قیام کی حالت میں ہو وہ روزہ رکھا کرے پس جو شخص مقیم ہو مسافر نہ ہو تندرست ہو بیمار نہ ہو اس پر روزہ رکھنا ضروری ہو گیا ہاں بیمار اور مسافر کے لئے رخصت ملی اور ایسا بوڑھا انتہائی جو روزے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو اسے بھی رخصت دی گئی۔ تیسری حالت یہ ہے کہ ابتداء میں کھانا پینا عورتوں کے پاس آنا سونے سے پہلے پہلے جائز تھا سو گیا تو پھر گو رات کو ہی جاگے لیکن کھانا پینا اور جماع اس کے لئے منع تھا پھر صرمہ نامی ایک انصاری صحابی دن بھر کام کاج کر کے رات کو تھکے ہارے گھر آئے عشاء کی نماز ادا کی اور نیند آ گئی دوسرے دن کچھ کھائے پیئے بغیر روزہ رکھا لیکن حالت بہت نازک ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا بات؟ تو انہوں نے سارا واقعہ کہہ دیا، ادھر یہ واقعہ تو ان کے ساتھ ہوا ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سو جانے کے بعد اپنی بیوی صاحبہ سے مجامعت کر لی اور حضور کے پاس آ کر حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے اس قصور کا اقرار کیا جس پر آیت (احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم) سے (ثم اتموا الصیام الی الیل) تک نازل ہوئی اور مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مجامعت کرنے کی رخصت دے دی گئی،

بخاری مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پہلے عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو اب ضروری نہ رہا جو چاہتا رکھ لیتا جو نہ چاہتا نہ رکھتا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے۔ آیت (وعلی الذین یطیقونہ) کا مطلب حضرت معاذ بیان فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا جو چاہتا نہ رکھتا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے بھی صحیح بخاری میں ایک روایت آئی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جو شخص چاہتا افطار کرتا اور فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت اتری اور یہ منسوخ ہوئی، حضرت ابن عمر بھی اسے منسوخ کہتے ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ منسوخ نہیں مراد اس سے بوڑھا مرد اور بڑھیا عورت ہے جسے روزے کی طاقت نہ ہو۔

ابن ابی لیلیٰ، کہتے ہیں عطار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رمضان میں گیا دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت نے پہلی آیت کا حکم منسوخ کر دیا، اب یہ حکم صرف بہت زیادہ بیطاقت بوڑھے بڑے کے لئے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص مقیم ہو اور تندرست ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں بلکہ اسے روزہ ہی رکھنا ہوگا ہاں ایسے بوڑھے، بڑے معمر اور کمزور آدمی جنہیں روزے کی طاقت ہی نہ ہو روزہ نہ رکھیں اور نہ ان پر قضا ضروری ہے لیکن اگر وہ مالدار ہوں تو آیا انہیں کفارہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں ہمیں اختلاف ہے۔

امام شافعی کا ایک قول تو یہ ہے کہ چونکہ اس میں روزے کی طاقت نہیں لہٰذا یہ بھی مثل بچے کے ہے نہ اس پر کفارہ ہے نہ اس پر قضا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، دوسرا قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ کہ اس کے ذمہ کفارہ ہے، اکثر علماء کرام کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی تفسیروں سے بھی یہی ثابت ہوا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ مسئلہ بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑی عمر والا بوڑھا جسے روزے کی طاقت نہ ہو تو فدیہ دے دے جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بڑی عمر میں بڑھاپے کے آخری دنوں میں سال دو سال تک روزہ نہ رکھا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روٹی گوشت کھلا دیا کرے، مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو گئے تو گوشت روٹی تیار کر کے تیس مسکینوں کو بلا کر کھلا دیا کرتے، اسی طرح حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت کے بارے میں جب انہیں اپنی جان کا یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو علماء میں سخت اختلاف ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ وہ روزہ نہ رکھیں فدیہ دے دیں اور جب خوف ہٹ جائے قضا بھی کر لیں بعض کہتے ہیں صرف فدیہ ہے قضا نہ کریں، بعض کہتے ہیں قضا کر لیں فدیہ نہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہ روزہ رکھیں نہ فدیہ نہ قضا کریں۔ (تفسیر جامع البیان، ابن کثیر، بیروت)

احادیث کے مطابق فرضیت صوم کا بیان

امام بخاری و مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور نماز

پڑھنا، اور زکوٰۃ دینا، اور بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح بخاری ومسلم، سنن اربعہ)

مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت صوم کا بیان

ائمہ اربعہ کے نزدیک بہ اجماع روزہ فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ یہاں تک فقہی مذاہب کے علاوہ اگر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب کا جائزہ لیں تو ان کے نزدیک بھی روزے کی مختلف کیفیات ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

روزے کا تصور کم وبیش ہر مذہب اور ہر قوم میں موجود رہا ہے اور اب بھی ہے مگر اسلام میں روزے کا تصور یکسر جداگانہ، منفرد اور مختلف ہے جبکہ دوسرے مذاہب روزے کی اصل مقصدیت سے صرف نظر کرتے ہوئے روزے کو اپنے مخصوص مفادات کے لیے محدود کر لیتے تھے مگر اسلام نے اس میدان میں بھی انسانیت کو روزے کے ذریعے ایک نظام تربیت دیا۔ دنیا کا ہر مذہب کسی نہ کسی صورت میں تزکیہ نفس اور روحانی طہارت کی اہمیت کو اُجاگر کرتا رہا ہے مگر ان کے ہاں اس کے مختلف انداز اور طریقے ہیں مثلاً ہندوؤں کے ہاں پوجا کا تصور ہے، عیسائیوں کے ہاں رہبانیت کا رجحان ہے تو یونانی ترک دنیا کے قائل ہیں اور بدھ مت جملہ خواہشات کو قطعاً فنا کر دینے کے خواہاں ہیں لیکن اسلام ایک ایسا سادہ اور آسان دین ہے جو ان تمام خرافات اور افراط وتفریط سے پاک ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تقویٰ اور تزکیہ نفس کے لیے ارکان اسلام کی صورت میں ایک ایسا پانچ نکاتی لائحہ عمل عطا کر دیا جو فطرتاً انسان سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سادہ، آسان اور قابل عمل بھی ہے۔

علاوہ ازیں مختلف مذاہب میں روزہ رکھنے کے مکلف بھی مختلف طبقات میں موجود ہیں مثلاً پارسیوں کے ہاں صرف مذہبی پیشوا، ہندوؤں میں برہمن اور یونانیوں کے ہاں صرف عورتیں روزے رکھنے کی پابند ہیں جبکہ ان کے اوقات روزہ میں بھی اختلاف اور افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔

روزے کی فرضیت کی حکمتوں کا بیان

کسی بھی عبادت اور کسی بھی عمل کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور پروردگار کی رحمت کاملہ اس عمل اور عبادت کرنے والے کو دین اور دنیا دونوں جگہ اپنی آغوش میں چھپا لے ظاہر ہے کہ اس اعتبار سے روزہ کا فائدہ بھی بڑا ہی عظیم الشان ہوگا مگر اس کے علاوہ روزے کے کچھ اور بھی روحانی اور دینی فوائد ہیں جو اپنی اہمیت وعظمت کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں لہٰذا ان میں سے کچھ فائدے بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) روزے کی وجہ سے خاطر جمعی اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے نفس امارہ کی تیزی وتندی جاتی رہتی ہے، اعضاء جسمانی اور بطور خاص وہ اعضاء جن کا نیکی اور بدی سے براہ راست تعلق ہوتا ہے جیسے ہاتھ، آنکھ، زبان، کان اور ستر وغیرہ سست ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے گناہ کی خواہش کم ہو جاتی ہے اور معصیت کی طرف رجحان ہلکا پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب نفس بھوکا ہوتا ہے تو تمام اعضاء سیر ہوتے ہیں یعنی انہیں اپنے کام کی رغبت نہیں ہوتی اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے ہوتے ہیں انہیں اپنے کام کی طرف رغبت ہوتی ہے اس قول کو وضاحت کے ساتھ یوں سمجھ لیجئے کہ جسم کے جتنے اعضاء ہیں قدرت نے انہیں اپنے مخصوص کاموں کے لئے پیدا کیا ہے مثلاً آنکھ کی تخلیق دیکھنے کے لیے ہوئی ہے گویا آنکھ کا کام دیکھنا ہے لہٰذا بھوک کی

حالت میں کسی بھی چیز کو دیکھنے کی طرف راغب نہیں ہوتی ہاں جب پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے تو آنکھ اپنا کام بڑی رغبت کے ساتھ کرتی ہے اور ہر جائز و ناجائز چیز کو دیکھنے کی خواہش کرتی ہے اسی پر بقیہ اعضاء کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(۲) روزہ کی وجہ سے دل کدورتوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے کیونکہ دل کی کدورت آنکھ، زبان اور دوسرے اعضاء کے فضول کاموں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یعنی زبان کا ضرورت و حاجت سے زیادہ کلام کرنا، آنکھوں کا بلاضرورت دیکھنا، اسی طرح دوسرے اعضاء کا ضرورت سے زیادہ اپنے کام میں مشغول رہنا افسردگی دل اور رنجش قلب کا باعث ہے اور ظاہر ہے کہ روزہ دار فضول گوئی اور فضول کاموں سے بچا رہتا ہے بدیں وجہ اس کا دل صاف اور مطمئن رہتا ہے اس طرح پاکیزگی دل اور اطمینان قلب اچھے و نیک کاموں کی طرف میلان و رغبت اور درجات عالیہ کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔

(۳) روزہ مساکین و غرباء کے ساتھ حسن سلوک اور ترحم کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کسی وقت بھوک کا غم جھیل چکا ہوتا ہے اسے اکثر و بیشتر وہ کربناک حالت یاد آتی ہے چنانچہ وہ جب کسی شخص کو بھوکا دیکھتا ہے تو اسے خود اپنی بھوک کی وہ حالت یاد آ جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا جذبہ ترحم امنڈ آتا ہے۔

(۴) روزہ دار اپنے روزہ کی حالت میں گویا فقراء مساکین کی حالت بھوک کی مطابقت کرتا ہے بایں طور کہ جس اذیت اور تکلیف میں وہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی تکلیف اور مشقت کو روزہ دار بھی برداشت کرتا ہے اس وجہ سے اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ بشر حافی کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں جاڑے کے موسم میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ بیٹھے ہوئے کانپ رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس اتنے کپڑے موجود تھے جو ان کو سردی سے بچا سکتے تھے۔

مگر وہ کپڑے الگ رکھے ہوئے تھے۔ اس شخص نے یہ صورت حال دیکھ کر ان سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے سردی کی اس حالت میں اپنے کپڑے الگ رکھ چھوڑے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے بھائی فقراء و مساکین کی تعداد بہت زیادہ ہے مجھ میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ میں ان کے کپڑوں کا انتظام کروں لہٰذا (جو چیز میرے اختیار میں ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں کہ) جس طرح وہ لوگ سردی کی تکلیف برداشت کر رہے ہیں اس طرح میں بھی سردی کی تکلیف برداشت کر رہا ہوں اس طرح میں بھی ان کی مطابقت کر رہا ہوں۔

یہی جذبہ ہمیں ان اولیاء عارفین کی زندگیوں میں بھی ملتا ہے جن کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کھانے کے وقت ہر ہر لقمہ پر یہ دعائیہ کلمات کہا کرتے تھے۔ اللھم لا تواخذنی بحق الجائعین۔ اے اللہ مجھ سے بھوکوں کے حق کے بارے میں مواخذہ نہ کیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ جب قحط سالی نے پورے ملک کو اپنے مہیب سایہ میں لے لیا باوجودیکہ خود ان کے پاس بے انتہا غلہ کا ذخیرہ تھا مگر وہ صرف اس لیے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے کہ کہیں بھوکوں کا خیال دل سے اتر نہ جائے نیز یہ انہیں اس طرح بھوکوں اور قحط زدہ عوام کی تکلیف و مصیبت سے مشابہت اور مطابقت حاصل رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں نیز شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کی بجائے یہ ہیں کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ اس ماہ مقدس کے شروع ہوتے ہی باری تعالیٰ کی پے در پے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور بندوں کے اعمال بغیر کسی مانع اور رکاوٹ کے صعود کرتے ہیں نیز باب قبولیت واجب ہو جاتا ہے کہ بندہ جو دعا مانگتا ہے بارگاہ الوہیت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتی ہے۔

جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں سے اس طرف کنایہ مقصود ہے کہ بندہ کو ان نیک اور اچھے کاموں کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے جو دخول جنت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ روزہ دار ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جو دوزخ میں داخل ہونے کا باعث ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہی ہے روزہ دار کبیرہ گناہوں سے سے محفوظ و مامون رہتا ہے اور جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ اس کے روزے کی برکت سے بخش دیئے جاتے ہیں۔

شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ ان شیاطین کو جو سرکش وسرغنہ ہوتے ہیں زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے اور ان کی وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر ہوتے ہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جملہ دراصل اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ ماہ رمضان میں شیاطین لوگوں کو بہکانے سے باز رہتے ہیں اور بندے نہ صرف یہ کہ ان کے وسوسوں اور ان کے اوہام کو قبول نہیں کرتے بلکہ ان کے مکر وفریب کے جال میں پھنستے بھی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روزہ کی وجہ سے انسان کی قوت حیوانیہ مغلوب ہو جاتی ہے جو غیظ وغضب اور شہوت کی جڑ ہے اور طرح طرح کے گناہوں کا باعث ہوتی ہے اس کے برخلاف قوت عقلیہ غالب اور قوی ہو جاتی ہے جو طاعات اور نیکی کا باعث ہوتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت گناہ کم صادر ہوتے ہیں اور عبادات واطاعات میں زیادتی ہوتی ہے۔

جنت میں داخل ہونے کے لیے روزہ داروں کا مخصوص دروازہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان رکھا گیا اور اس دروازے سے صرف روزہ داروں کا داخلہ ہی ہو سکے گا۔ (بخاری ومسلم)

روزے کے بعض فضائل کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ (یعنی شریعت کو سچ جانتے ہوئے اور فرضیت رمضان کا اعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر (یعنی کسی خوف یا ریاء کے طور پر نہیں بلکہ خالصۃ للہ) رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے نیز جو شخص ایمان کے ساتھ اور

طلب ثواب کی خاطر رمضان میں کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے اسی طرح جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ (یعنی شب قدر کی حقیقت کا ایمان واعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ (بخاری ومسلم)

رمضان میں کھڑا ہونے، سے مراد یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھے، تلاوت قرآن کریم اور ذکر اللہ وغیرہ میں مشغول رہے نیز اگر حرم شریف میں ہو تو طواف وعمرہ کرے یا اسی طرح کی دوسری عبادات میں اپنے آپ کو مصروف رکھے۔

شب قدر میں کھڑا ہونے، کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر عبادت خداوندی اور ذکر اللہ میں مشغول رہے خواہ اس رات کے شب قدر ہونے کا اسے علم ہو یا نہ ہو۔

غفر لہ ماتقدم من ذنبہ۔ تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ کے بارے میں علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مکفرات (یعنی وہ اعمال جو گناہوں کو ختم کرنے والے ہوتے ہیں) صغیرہ گناہوں کو تو مٹا ڈالتے ہیں اور کبیرہ گناہوں کو ہلکا کر دیتے ہیں اگر کسی خوش نصیب کے نامہ اعمال میں گناہ کا وجود نہیں ہوتا تو پھر مکفرات کی وجہ سے جنت میں اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے بایں طور کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا (یعنی روزہ کی جو جزا ہے اسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ روزہ دار کو میں خود ہی دوں اس بارے میں کوئی دوسرا یعنی فرشتہ بھی واسطہ نہیں ہوگا کیونکہ روزہ دار) اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لیے ہی چھوڑتا ہے (یعنی وہ میرے حکم کی بجا آوری میری رضا وخوشنودی کی خاطر اور میرے ثواب کی طلب کے لیے روزہ رکھتا ہے) روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی (ثواب ملنے کی وجہ سے) اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطف اور پسندیدہ ہے اور روزہ سپر ہے (کہ اس کی وجہ سے بندہ دنیا میں شیطان کے شر وفریب سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے) لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (بخاری ومسلم)

نیک عمل کے اجر کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گناہ ملے، پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت ومجاہدہ اور اس کے خلوص وصدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گناہ ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات واوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر وثواب سے نوازی جاتی ہے چنانچہ منقول ہے کہ مکہ میں ایک نیک عمل کے بدلے میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ الا الصوم (مگر روزہ) سے ثواب کی اہمیت وفضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہاء اور لامحدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

بَابُ مَبْدَاِ فَرْضِ الصِّيَامِ

باب: روزوں کی فرضیت کا آغاز

2313 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، (يَا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (البقرة: 183)، فَكَانَ النَّاسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّوُا الْعَتَمَةَ حَرُمَ عَلَيْهِمُ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ وَالنِّسَاءُ، وَصَامُوا اِلَى الْقَابِلَةِ، فَاخْتَانَ رَجُلٌ نَفْسَهُ فَجَامَعَ امْرَاَتَهُ وَقَدْ صَلَّى الْعِشَاءَ، وَلَمْ يُفْطِرْ، فَاَرَادَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ يَجْعَلَ ذٰلِكَ يُسْرًا لِمَنْ بَقِيَ وَرُخْصَةً وَمَنْفَعَةً، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: (عَلِمَ اللهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ اَنْفُسَكُمْ) (البقرة: 187) الْآيَةَ، وَكَانَ هٰذَا مِمَّا نَفَعَ اللهُ بِهِ النَّاسَ وَرَخَّصَ لَهُمْ وَيَسَّرَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض قرار دیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض قرار دیا گیا تھا"

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں جب لوگ عشاء کی نماز ادا کر لیتے تھے، تو ان کے لیے کھانا پینا اور بیوی کے ساتھ صحبت کرنا حرام ہو جاتا تھا، اور وہ اگلے دن شام تک کے لیے روزہ دار ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے آپ کے ساتھ خیانت کی اور اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی، جبکہ وہ عشاء کی نماز ادا کر چکا تھا، اس نے ابھی کچھ کھایا پیا بھی نہیں تھا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اس حوالے سے لوگوں کے لیے آسانی، رخصت اور فائدہ بنادے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا ہے کہ تم نے اپنے آپ کے ساتھ خیانت کی ہے"

تو یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع عطا کیا، انہیں رخصت عطا کی انہیں آسانی فراہم کی۔

رمضان اور روزوں کے فضائل کے متعلق احادیث کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے روزہ دار نہ جماع کرے نہ جہالت کی باتیں کرے اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ دو مرتبہ یہ کہے میں روزہ دار ہوں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ

2313-حديث صحيح، وهذا اسناد حسن. علي بن حسين بن واقد حسن الحديث. يزيد النحوي: هو يزيد بن ابي سعيد. وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه البيهقي في "الكبرى" 2014/ من طريق ابي داود، بهذا الاسناد.

اپنے کھانے' پینے اور نفس کی خواہش کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے' روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا' اور (باقی) نیکیوں کا اجر دس گنا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۲۵۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے' جس کا نام ریان ہے' اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے' ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا' کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے' ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا' کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے' ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا' ان کے داخل ہونے کے بعد اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا' پھر اس میں کوئی داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۲۵۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں' جنت کے دروازوں کا ذکر کیا ہے اور دوسری روایت میں رحمت کے دروازوں کا ذکر کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ص ۳۴۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزے کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے' روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا' روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی شخص روزہ سے ہو تو وہ نہ جماع کی باتیں کرے نہ شور و شغب کرے' اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے' روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں' ایک خوشی افطار کے وقت ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی' اس وقت وہ اپنے روزہ سے خوش ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۲۵۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے تو صحابہ نے بھی وصال کے روزے رکھے' ان پر یہ روزے دشوار ہوئے آپ نے ان کو منع فرمایا: صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں' آپ نے فرمایا: تم میں میری مثل کون ہے؟ مجھے تو کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ص ۲۵۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر عذر یا بغیر مرض کے چھوڑا تو اگر وہ تمام دہر بھی روزے رکھے تو اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

(صحیح بخاری ج ۱ص ۲۰۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو جہنم سے ستر سال کی مسافت دور کر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ص ۳۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حافظ منذری لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ گناہ کبیرہ سے بچا جائے۔ (صحیح مسلم)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے' جب آپ نے پہلی سیڑھی پر پیر رکھا تو فرمایا: آمین! جب دوسری سیڑھی پر پیر رکھا تو فرمایا: آمین! پھر جب تیسری سیڑھی پر پیر رکھا تو فرمایا: آمین! پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل (علیہ السلام) آئے اور کہا: اے محمد! جس نے رمضان کو پایا اور اس کی بخشش نہیں کی گئی اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے' میں نے کہا: آمین! اور کہا: جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اس کے باوجود دوزخ میں داخل ہو گیا' اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے' میں نے کہا: آمین! اور کہا: جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور وہ آپ درود نہ پڑھے اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے' میں نے کہا: آمین! (صحیح ابن حبان)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس ایک عظیم اور مبارک مہینہ آپہنچا ہے' اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے' اللہ نے اس مہینہ میں روزہ کو فرض کر دیا ہے اور اس کی رات میں قیام کو نفل کر دیا ہے' جو شخص اس مہینہ میں فرض ادا کرے تو وہ ایسا ہے جیسے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کیے' یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے' غمگساری کرنے کا مہینہ ہے' یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے' اس مہینہ میں جو کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لیے گناہوں کی مغفرت ہے اور اس کی گردن کے لیے دوزخ سے آزادی ہے' اور اس کو بھی روزہ دار کی مثل اجر ملے گا اور اس روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کی یہ استطاعت نہیں ہے کہ وہ روزہ دار کو افطار کرا سکے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو روزہ دار کو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ سے روزہ افطار کرائے' یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول رحمت ہے' جس کا اوسط مغفرت ہے اور جس کا آخر جہنم سے آزادی ہے' جس شخص نے اس مہینہ میں اپنے خادم سے کام لینے میں تخفیف کی اللہ اس کی مغفرت کر دے گا اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ اس مہینہ میں چار خصلتوں کو جمع کرو' دو خصلتوں سے تم اپنے رب کو راضی کرو اور دو خصلتوں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے' جن دو خصلتوں سے تم اپنے رب کو

راضی کرو گے وہ کلمہ شہادت پڑھنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا ہے' اور جن دو خصلتوں کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے وہ یہ ہیں کہ تم اللہ سے جنت کا سوال کرو اور اس سے دوزخ سے پناہ طلب کرو اور جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے گا' اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے پلائے گا' اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی حتیٰ کہ وہ جنت میں چلا جائے گا۔(صحیح ابن خزیمہ' بیہقی' صحیح ابن حبان)

امام ابن حبان نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے مہینہ میں اپنی حلال کمائی سے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو رمضان کی تمام راتوں میں فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور لیلۃ القدر میں جبریل (علیہ السلام) اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے جبریل (علیہ السلام) مصافحہ کرتے ہیں اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور اس کے بہت آنسو نکلتے ہیں۔ حضرت سلمان نے کہا: یا رسول اللہ! یہ فرمایئے اگر اس کے پاس روٹی کا ایک لقمہ بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک مٹھی طعام دے دے' میں نے کہا: یہ فرمایئے اگر اس کے پاس روٹی کا ایک لقمہ بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک گھونٹ دودھ دے دے' میں نے عرض کیا: اگر اس کے پاس وہ بھی نہ ہو؟ فرمایا: ایک گھونٹ پانی دے دے۔ (امام ابن خزیمہ اور بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رمضان آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے' یہ برکت کا مہینہ ہے' اللہ تعالیٰ تم کو اس میں ڈھانپ لیتا ہے اس میں رحمت نازل ہوتی ہے اور گناہ جھڑ جاتے ہیں اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں تمہاری رغبت کو دیکھتا ہے سو تم اللہ کو اس مہینہ میں نیک کام کر کے دکھاؤ کیونکہ وہ شخص بد بخت ہے جو اس مہینہ میں اللہ عزوجل کی رحمت سے محروم رہا (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں' البتہ اس کے ایک راوی محمد بن قیس کے متعلق مجھے کوئی جرح یا تعدیل مستحضر نہیں ہے)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے' تو جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پھر پورے ماہ ان میں سے ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا' اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پھر پورے ماہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا' اور سرکش جنوں کے گلوں میں طوق ڈال دیا جاتا ہے اور ہر رات صبح تک ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے: اے نیکی کے طلب کرنے والے! نیکی کا قصد کر اور زیادہ نیکی کر' اور اے برائی کے طلب کرنے والے! برائی میں کمی کر اور آخرت میں غور و فکر کر' کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جائے اور کوئی توبہ کرنے کا والا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور کوئی دعا کرنے والا ہے تو اس کی دعا قبول کی جائے اور کوئی سوال کرنے والا ہے تو اس پورا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کی ہر رات میں ساٹھ ہزار لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے' اور رمضان کی ہر رات میں جتنے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے عید کے دن اس سے تیس گنا زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے (اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن ہے)

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا ذکر کیا اور تمام مہینوں پر اس کی فضیلت بیان کی' پس فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے قیام کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک

ہو جائے گا جس طرح آج ہی اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو (اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے)

حضرت عمرہ بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتایئے اگر میں اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے اور آپ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دوں' اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور قیام کروں تو میرا کن لوگوں میں شمار ہوگا؟ آپ نے فرمایا: صدیقین اور شہداء میں۔ (مسند بزار' صحیح ابن خزیمہ' صحیح ابن حبان) (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۶۔۹۲ ملتقطاً مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ)

بعض نفلی روزوں کی فضیلت کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: نہ کرو' روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو (بغیر روزہ کے رہو) قیام بھی کرو اور سوؤ بھی' کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے' اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے' اور تمہارے لیے یہ کافی ہے تم ہر مہینہ کے تین دن روزے رکھو' اور تمہیں نیکی کا دس گنا اجر ملے گا اور یہ تمہارے پورے دہر کے روزے ہو جائیں گے' میں نے شدت کی اور کہا: یارسول اللہ! میں قوت پاتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اللہ کے نبی داؤد کے روزے کس طرح تھے؟ آپ نے فرمایا: نصف دہر (ایک دن روزہ ایک دن افطار)۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

ابن ملحان قیسی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے تیرھویں' چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے کا اور فرماتے: ان روزوں سے پورے دہر کے روزوں کا اجر ملے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

تین روزوں کا دس گنا اجر ملے گا جیسا کہ "صحیح بخاری" کی روایت میں ہے تو ہر ماہ تین روزے رکھنے سے پورے ماہ کے روزوں کا اجر ملے گا اور جو شخص ہمیشہ یہ روزے رکھے گا اس کو تمام دہر کے روزوں کا اجر ملے گا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس نے شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو تمام دہر کے روزوں کا اجر ملے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۹' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ہر نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے تو چھتیس روزوں کا اجر ۳۶۰ روزوں کے برابر ہوا' گویا وہ پورا سال روزہ دار رہا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ مٹادے گا اور دس محرم کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے کے گناہ مٹادے گا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع 'کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

قدامہ بن مظعون بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ وادی القری میں اپنے مال کی طلب میں گئے' حضرت اسامہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے' قدامہ نے کہا: آپ بوڑھے آدمی ہیں' آپ پیر اور جمعرات کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے' آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (مسلسل) روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ افطار (روزہ ترک کرنا) نہیں کریں گے' اور آپ روزے نہ رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے: اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور میں نے رمضان کے علاوہ آپ کو کسی ماہ کے مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ شعبان کے مہینہ سے زیادہ کسی اور مہینہ میں روزے رکھتے ہوئے دیکھا۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۱۔ ۳۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

بعض ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا: عید الاضحیٰ کے دن کیونکہ اس دن تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو اور عید الفطر کے دن کیونکہ اس دن تم اپنے روزوں سے افطار کرتے ہو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: یوم عرفہ' یوم نحر اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۹۔ ۳۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

میدان عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنا منع ہے اور دوسری جگہوں میں اس دن روزہ رکھنا کار ثواب ہے اور عیدین میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (صرف) جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے' الا یہ کہ اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد میں روزہ رکھے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث منسوخ ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

یہود ہفتہ کے دن کی تعظیم کی وجہ سے اس دن کا روزہ رکھتے تھے'ان کی مشابہت کی وجہ سے اس دن کے روزہ سے منع فرمایا:

روزہ کے اسرار ورموز کا بیان

(۱) روزہ رکھنے سے کھانے پینے اور شہوانی لذات میں کمی ہوتی ہے'اس سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے اور روحانی قوت زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) کھانے پینے اور شہوانی عمل کو ترک کر کے انسان بعض اوقات میں اللہ عزوجل کی صفت صمدیہ سے متصف ہوجاتا ہے اور بہ قدر امکان ملائکہ مقربین کے مشابہ ہوجاتا ہے۔

(۳) بھوک اور پیاس پر صبر کرنے سے انسان کو مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے کی عادت پڑتی ہے اور مشقت برداشت کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

(٤) خود بھوکا اور پیاسا رہنے سے انسان کو دوسروں کی بھوک اور پیاس کا احساس ہوتا ہے اور پھر اس کا دل غرباء کی مدد کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(٥) بھوک پیاس کی وجہ سے انسان گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے۔

(٦) بھوکا پیاسا رہنے سے انسان کا تکبر ٹوٹتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ کھانے پینے کی معمولی مقدار کا کس قدر محتاج ہے۔

(۷) بھوکا رہنے سے ذہن تیز ہوتا ہے اور بصیرت کام کرتی ہے'حدیث میں ہے: جس کا پیٹ بھوکا ہو اس کی فکر تیز ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۱۸)

اور پیٹ (بھر کر کھانا) بیماری کی جڑ ہے اور پرہیز علاج کی بنیاد ہے۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۲۱) اور لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی: اے بیٹے! جب معدہ بھر جاتا ہے تو فکر سو جاتی ہے اور حکمت گونگی ہوجاتی ہے اور عبادت کرنے کے لیے اعضاء سست پڑ جاتے ہیں'دل کی صفائی میں کمی آجاتی ہے اور مناجات کی لذت اور ذکر میں رقت نہیں رہتی۔

(۸) روزہ کسی کام کے نہ کرنے کا نام ہے'یہ کسی ایسے عمل کا نام نہیں ہے جو دکھائی دے اور اس کا مشاہدہ کیا جائے'یہ ایک مخفی عبادت ہے'اس کے علاوہ باقی تمام عبادات کسی کام کے کرنے کا نام ہیں وہ دکھائی دیتی ہیں اور ان کا مشاہدہ کیا جائے'یہ ایک مخفی عبادت ہے'اس کے علاوہ باقی تمام عبادات کسی کام کے کرنے کا نام ہیں وہ دکھائی دیتی ہیں اور ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور روزہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھتا' باقی تمام عبادات کسی کام کے کرنے کا نام ہیں وہ دکھائی دیتی ہیں اور ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور روزہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھتا' باقی تمام عبادات میں ریا ہوسکتا ہے روزہ میں نہیں ہوسکتا' یہ اخلاص کے سوا اور کچھ نہیں۔

(۹) شیطان انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے اور بھوک پیاس سے شیطان کے راستے تنگ ہوجاتے ہیں اسی طرح روزہ سے شیطان پر ضرب پڑتی ہے۔

(۱۰) روزہ امیر اور غریب'شریف اور خسیس سب فرض ہے'اس سے اسلام کی مساوات مؤکد ہوجاتی ہے۔

(۱۱) روزانہ ایک وقت پر سحری اور افطار کرنے سے انسان کو نظام الاوقات کی پابندی کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

(۱۲) فربہی تبخیر اور بسیار خوری ایسے امراض میں روزہ رکھنا صحت کے لیے بہت مفید ہے۔

2314 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ الْجَهْضَمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا صَامَ، فَنَامَ لَمْ يَأْكُلْ إِلَى مِثْلِهَا، وَإِنَّ صِرْمَةَ بْنَ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيَّ أَتَى امْرَأَتَهُ وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ: عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ قَالَتْ: لَا، لَعَلِّي أَذْهَبُ فَأَطْلُبُ لَكَ شَيْئًا، فَذَهَبَتْ وَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَجَاءَتْ، فَقَالَتْ: خَيْبَةً لَكَ فَلَمْ يَنْتَصِفِ النَّهَارُ حَتَّى غُشِيَ عَلَيْهِ، وَكَانَ يَعْمَلُ يَوْمَهُ فِي أَرْضِهِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَتْ: (أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ) (البقرة: 187) قَرَأَ إِلَى قَوْلِهِ: (مِنَ الْفَجْرِ) (البقرة: 187)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے جب کوئی شخص روزہ رکھتا اور سو جاتا، تو وہ اگلے دن شام تک کچھ کھا پی نہیں سکتا تھا، ایک مرتبہ حضرت صرمہ بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کے پاس آئے، انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، انہوں نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس (کھانے پینے کے لیے) کچھ ہے، اس خاتون نے جواب دیا: جی نہیں! میں جاتی ہوں اور آپ کے لیے کچھ لے کر آتی ہوں وہ خاتون چلی گئی تو ان صاحب کی آنکھ لگ گئی جب وہ خاتون آئی اور انہیں (سوتے ہوئے پایا) تو بولی: آپ کے لیے خرابی ہے، دوسرے دن دوپہر تک ان پر غشی طاری ہونے لگی، وہ دن کے وقت اپنی زمین پر کام کاج کرتے رہے تھے، اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

"تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے ساتھ صحبت کرنا حلال قرار دیا گیا ہے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ان الفاظ تک تلاوت کی

"فجر (یعنی صبح صادق) میں سے"

شرح

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صاف نظر آنے لگے تمہیں صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے) خیط ابیض سے دن کی روشنی اور خیط اسود سے رات کی سیاہی مراد ہے اور خیط (دھاگا) اس لیے فرمایا کہ جب صبح ابتداً ظاہر ہوتی ہے تو جنوب سے شمال کو مثل دھاگے کے کھینچ جاتی ہے اور

2314- اسناده صحيح. قال الحافظ في "الفتح" 1/:351 وسماع اسرائيل من ابي اسحاق - وهو عمرو بن عبد الله السبيعي - في غاية الاتقان للزومه اياه، لانه جده، وكان خصيصاً به. ابو احمد: هو محمد بن عبد الله بن الزبير الزبيري، واسرائيل: هو ابن يونس السبيعي. وصرمة بن قيس، كذا في الاصول وهو الصواب، ووقع عند البخاري: قيس بن صرمة، وقد جزم الداوودي والسهيلي وغيرهما بانه وقع مقلوباً في رواية البخاري. وقد فاتنا ان ننبه عليه في "صحيح ابن حبان" (3460) فليستدرك من هنا. واخرجه البخاري (1915)، و (4508) بنحوه، والترمذي (3206) من طريق عبيد الله بن موسى، عن اسرائيل، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حسن صحيح. واخرجه البخاري (4508) بنحوه، والنسائي في "الكبرى" (2489) و (10956) من طريقين عن ابي اسحاق، به. وهو في "مسند احمد" (18611)، و "صحيح ابن حبان" (3460) و (3461).

من الفجر من الخيط الابيض سے حال اور اس کا بیان ہے اور خیط اسود کا بیان اس لیے نہیں لائے کہ جب خیط ابیض سے مراد فجر ہوئی تو خیط اسود سے رات مراد ہونا خود ہی سمجھ میں آ جائے گا اور من الفجر میں من یا تو تبعیض کے لیے ہے اس تقدیر پر تو یہ معنی ہوں گے کہ اس حال میں کہ وہ خیط ابیض خود فجر کا حصہ ہو اور صراحتاً حتی یتبین الفجر (یہاں تک کہ صبح صاف ظاہر ہو جائے) اس لیے نہیں فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ادنی حصہ بھی ظاہر ہوتے ہی کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔

اور بغیر ذکر من الخیط الاسود کے اس طرح بھی نہ فرمایا: حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض من الفجر (یہاں تک کہ سفید دھاری صبح کی تم کو صاف ظاہر ہو جائے۔) اس واسطے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ فجر سے مراد صبح صادق ہے کیونکہ صبح صادق ایک سفید دھاری جنوب سے شمال کو پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور اس کے متصل ہی اس سے قبل ایک سیاہ دھاری ہوتی ہے جو غربی جانب پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور وہ رات کی سیاہی کا ایک حصہ ہوتی ہے بخلاف فجر کاذب کے کہ وہ بھی ایک سفید دھاری لیکن لمبی شرق و غرب کو ہوتی ہے کہ اس کے بعد تاریکی تمام اطراف کا احاطہ کر لیتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ من الفجر الخیط الاسود اور الخیط الابیض دونوں کا بیان ہو کیونکہ فجر میں دونوں باتیں ہوتی ہیں تاریکی بھی ہوتی ہے اور روشنی بھی اور یہ ترکیب اولیٰ ہے کیونکہ اس صورت میں حال اور ذوالحال میں اجنبی سے فصل لازم نہ آئے گا۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! بلال کی اذان اور فجر طویل (یعنی صبح کاذب) کے سبب سے تم سحری کھانے سے مت رکا کرو بلکہ اس فجر سے رکا کرو جو افق میں پھیل جاتی ہے۔ (یعنی صبح صادق) اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ (اے لوگو) بلال رات سے ہی اذان دیتے ہیں تو تم ابن ام مکتوم کے اذان دینے تک کھاتے پیتے رہا کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اندھے آدمی تھے اور اذان اس وقت دیتے تھے کہ جب ان سے کئی مرتبہ کہا جاتا تھا کہ صبح ہو گی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے صبح کی نماز پڑھ کر فرمایا کہ اب سفید دھاری کالی دھاری سے متمیز ہوئی ہے اس روایت کو ابن منذر نے روایت کیا ہے اور اسی طرح ابن منذر نے بسند صحیح حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کھانے کی رغبت اور حرص نہ ہوتی تو میں صبح کی نماز پڑھ کر سحری کھایا کرتا اور ابن منذر اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے امر فرمایا کہ دروازہ فجر کے دکھائی دینے تک بند رہے۔ پس یہ سب آثار اس پر صاف دال ہیں کہ صبح کے پھیل جانے کے بعد کھانا جائز ہے۔ اب ان اقوال کی کیا توجیہ ہو گی۔

میں کہتا ہوں کہ غیب کی خبر تو اللہ جانے بظاہر ان اقوال کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابوبکر اور علی رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہو گا کہ من الفجر میں من سببیہ ہے اور خیط سے حقیقی معنی (دھاگا) مراد ہیں حالانکہ حدیث سے ثابت ہے کہ من الفجر میں من بیانیہ ہے اور خیط ابیض سے مراد صبح ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت: حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود نازل ہوئی تو میں نے ایک سیاہ دھاگا اور ایک سپید لیا اور ان کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور رات کو ان کو دیکھا تو مجھ کو دونوں

میں کچھ فرق نہ معلوم ہوا صبح کو میں جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اس سے تورات کی سیاہی اور دن کی سپیدی مراد ہے اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کہ تو عریض القفا (کم عقل) ہے یہ تو دن کی سپیدی اور رات کی سیاہی ہے۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب: **کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود** نازل ہوئی اور اس وقت تک من الفجر نازل نہ ہوا تھا تو بہت سے آدمی یہ کرتے تھے کہ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں پاؤں میں سپید اور سیاہ دھاگا باندھ لیتے اور کھاتے رہتے جب وہ دونوں صاف نظر آنے لگتے اس وقت کھانے پینے سے رکتے جب اللہ تعالیٰ نے من الفجر نازل فرمایا تو انہوں نے جانا کہ خیط ابیض اور خیط اسود سے دن اور رات مراد ہیں۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ سہل بن سعد کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ من الفجر آیت سے ایک زمانہ کے بعد نازل ہوئی ہے اگر یہ صحیح ہے تو یہ اشکال لازم آتا ہے کہ بیان اپنے مبین سے وقت حاجت سے مؤخر ہوا اور یہ جائز نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ خیط ابیض اور اسود کا استعمال دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں شائع وذائع تھا بیان کرنے کی حاجت نہ تھی اور اگر بالفرض بعض لوگوں پر تامل وتدبر نہ کرنے کی وجہ سے پوشیدہ بھی ہو تو پھر بھی یہ مجمل کی قسم سے نہ ہوگا بلکہ اس کو مشکل کہا جائے گا اور مشکل (اصطلاح میں) اس لفظ کو کہتے ہیں کہ متکلم کو جو کچھ اس سے مقصود ہے اس میں صیغہ کی رو سے یا استعمال مجاز سے خفا آجائے اور وہ خفا ایسا ہو کہ تامل اور طلب سے زائل ہو جاتا ہے اب اس تقدیر پر لفظ من الفجر صرف اس لیے نازل فرمایا تاکہ اور زیادہ وضوح ہو جائے اور جو لوگ کوتاہ فہم ہیں وہ محفوظ کر لیں۔

اور ان کو طلب وتامل کی ضرورت نہ رہے اور باب مجمل سے نہ ہوگا کہ جس کے معنی بغیر شارع کے بتائے سمجھ میں نہ آئیں۔ اس لفظ کے نزول میں دیر ہونے سے کسی قسم کا اشکال نہ رہا اور اگر بالفرض اس کا مجمل ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا عجب ہے کہ اس کا بیان شارع کی طرف سے وحی غیر تلاوت شدہ میں آچکا ہو اور حدیث سے ثابت ہو (چنانچہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر دال ہے اور اس کے بعد تائید اور تاکید کے طور پر من الفجر نازل ہوا ہو۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ خیط اسود اور خیط ابیض سے ان کے ظاہری معنی مراد ہیں اور من الفجر اس کا ناسخ ہے۔

اور طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذیل تائید کرتی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کے ساتھ بالکل دن نکلے سحری کھائی اتنی بات تھی کہ سورج نکلا نہ تھا۔ ورنہ بالکل روشنی تھی اس حدیث کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے پس کیا بعید ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جناب سرور کائنات ﷺ کے ساتھ من الفجر کے نزول سے پہلے سحری کھائی ہو۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ لفظ من الفجر مستقل کلام نہیں۔ اور ناسخ کلام مستقل ہوتا ہے تو من الفجر کیسے ناسخ بن سکتا ہے اور اگر اس کو نزول میں متاخر مانا جائے تو پھر کلام سابق کا مخصص بھی نہیں بن سکتا کیونکہ قصر اور تخصیص کے لیے یہ ضروری ہے کہ ماقبل سے متصل ہو تو جب نہ ناسخ بن سکتا ہے اور نہ مخصص تو اس کی کیا توجیہ ہے۔ اس اشکال کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ اوّل پوری آیت بغیر لفظ من الفجر کے نازل ہوئی پھر ایک مدت کے بعد یہی آیت دوسری مرتبہ قید من الفجر کے ساتھ اتری اس لیے پہلی آیت کی

باعتبار حکم اور تلاوت کے ناسخ بن گئی۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

فائدہ: عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قصہ من الفجر کے نازل ہونے کے بعد ہوا ہے کیونکہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ۹ ھ میں اسلام لائے ہیں اور روزہ کی آیت ۲ ھ میں نازل ہوئی ہے اور لفظ من الفجر اس کے تقریباً ایک سال بعد نازل ہوا تھا۔ پس عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے جو دو دھاگے تکیہ کے نیچے رکھ لیے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے من الفجر میں من کو سببیہ کے لیے سمجھا تھا واللہ اعلم۔

فائدہ: جماع کو فجر تک جائز رکھنے سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جنبی کو صبح کے بعد بھی غسل کرنا جائز ہے اور نیز یہ کہ کوئی اگر صبح تک جناب کی حالت میں رہا تو اس کا روزہ بالاتفاق صحیح ہے۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (پھر پورا کرو روزہ کو رات تک) یہ آیت روزہ کے آخر وقت کا بیان ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جب رات کی سیاہی اس طرف چھا جائے اور دن اس طرف منہ پھیرے اور آفتاب غروب ہو جائے تو یہ وقت افطار کا ہے اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزہ کی حقیقت کھانے پینے اور جماع سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک نیت کے ساتھ رکنا ہے اور نیت کا وجوب لفظ ثم اتموا سے صاف ظاہر ہے کیونکہ اتمام (پورا کرنا) فعل اختیاری ہے یا یہ کہا جائے کہ روزہ جب عبادت ہے تو اس کے لیے نیت بھی ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لیعبدوا الله مخلصین له الدین یعنی اور ان کو یہی حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کریں خالص اسی کی عبادت سمجھ کر اور رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے اس لیے جس شخص کی نیت اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرنے کی ہے اس کو اسی کا ثمرہ ملے گا اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہے کہ دنیا ملے یا کسی عورت سے نکاح کرے تو اس کو اس کا پھل ملے گا۔ اس حدیث کو تمام محدثین نے سوائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے روایت کیا ہے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث معنی کے اعتبار سے متواتر ہے اور تمام امت محمدیہ نے اس کو قبول کیا ہے اور اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ ہر عبادت مقصودہ بغیر نیت کے صحیح نہیں اس قاعدہ کا مقتضی یہ تھا کہ نیت پوری عبادت میں شرط ہے لیکن حرج اور تنگی کی وجہ سے یہ تمام اوقات میں ساقط ہو گئی نماز میں تو نیت اوّل جز و یعنی تکبیر تحریمہ کے مقارن ہونا شرط ہو گئی اور دیگر اجزاء میں حکماً اعتبار کر لی جائے گی اور روزہ کے جز و اوّل میں بھی یہ شرط نہیں کیونکہ روزہ کا جز و اوّل طلوع فجر کے وقت ہے اور یہی وقت اکثر غفلت اور سونے کا ہے اس لیے روزہ میں شروع سے پہلے کی نیت بھی کافی ہے اور باقی وقت میں جب تک اس نیت کو توڑے نہیں اعتبار کر لی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا۔ (البقرہ: ۱۸۷)

روزہ کی رات میں سونے کے بعد کھانے پینے اور عمل زوجیت کی اجازت

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں: مسلمان ابتداء میں ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے، پھر رمضان کے روزے فرض ہو گئے، جب کوئی شخص افطار کے وقت کھانا کھائے بغیر سو جاتا تو پھر

اگلے روز افطار تک کھانا نہیں کھا سکتا تھا' اور اگر وہ سو جاتا یا اس کی بیوی سو جاتی تو پھر وہ بیوی سے عمل زوجیت نہیں کر سکتا تھا' انصار میں سے صرمہ بن مالک نام کا ایک بوڑھا شخص تھا اس نے افطار کے وقت اپنی بیوی سے کہا: کھانا لاؤ' بیوی نے کہا: میں گرم کر کے لاتی ہوں اتنی دیر میں اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گیا (اور اگلے دن بھوک سے اس کی حالت غیر ہو گئی) دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عمر نے اپنی بیوی کو عمل زوجیت کے لیے بلایا' انہوں نے کہا: میں سو چکی ہوں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ وہ بہانے کر رہی ہیں اور ان سے اپنی خواہش پوری کر لی اور دونوں نے رات گزار لی تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: اللہ کو علم ہے کہ اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب (چاہو تو) تم ان سے عمل زوجیت کرو' اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو' اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۹۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے مسلمان سونے سے پہلے کھاتے پیتے رہتے تھے اور جماع کرتے تھے' اور سونے کے بعد کھانے پینے اور جماع کو ترک کر دیتے تھے' ابو صرمہ نام کا ایک انصاری شخص زمین میں کھیتی باڑی کرتا تھا' افطار کے وقت وہ سو گیا اور پھر صبح روزہ کے ساتھ کی' وہ بھوک پیاس سے بے حال ہو گیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر پوچھا: کیا ہوا؟ تو اس نے واقعہ بیان کیا' ادھر دوسرے شخص نے خیانت کی اور بیوی سے اس کے سونے کے بعد جماع کر لیا تو یہ آیت نازل ہوئی (جامع البیان ج ۲ ص ۹۰' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا بیان اور طلوع فجر کے بعد سحری کھانے کی ممانعت

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے مجھے اسلام کی تعلیم دی' اور ہر نماز کے وقت میں نماز پڑھنا سکھایا' پھر فرمایا: جب رمضان آئے تو کھاتے پیتے رہنا حتیٰ کہ فجر کا سفید دھاگہ رات کے سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' پھر رات تک روزہ پورا کرنا' حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں: میں نہیں سمجھ سکا کہ کالے اور سفید دھاگے سے کیا مراد ہے' میں فجر تک ان دونوں دھاگوں کو دیکھتا رہا اور وہ مجھے ایک جیسے دکھائی دیے پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وہ چیز جس کی آپ نے مجھے وصیت کی تھی مجھے یاد ہے' البتہ سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا مطلب مجھے یاد نہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے گویا کہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ میں نے کیا کیا تھا' میں نے کہا: میں نے ان دونوں دھاگوں کو بٹ لیا اور رات بھر انہیں دیکھتا رہا' مجھے یہ ایک جیسے دکھائی دیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں دکھائی دیں' پھر آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے فجر کا لفظ نہیں کہا تھا' اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۰۰' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اصل حدیث یہ ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں تو تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷-۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ) رمضان میں حضرت بلال رات کے وقت اذان دیتے تھے تاکہ سحری کرنے والے جاگ اٹھیں

اور جس نے تہجد پڑھنی ہو وہ اٹھ کر تہجد پڑھ لے اور حضرت ابن ام مکتوم طلوع فجر کے وقت صبح کی اذان دیتے تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم کی اذان کو سحر کی انتہاء قرار دیا ہے اس سے طلوع فجر کے بعد کھانے پینے کی اجازت کہاں نکلتی ہے۔ (تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابُ نَسْخِ قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ)

باب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا منسوخ ہونا "اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ان پر فدیہ لازم ہے"

2315 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى سَلَمَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ) (البقرة: 184)، كَانَ مَنْ أَرَادَ مِنَّا أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ فَعَلَ، حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا

❀❀ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی۔

"اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ کے طور پر لازم ہے"۔

(حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) ہم میں سے جو شخص روزہ نہ رکھ کر، فدیہ دینا چاہتا ہو وہ ایسا کر لیتا تھا، یہاں تک کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اُس نے اِسے منسوخ کر دیا۔

آیت فدیہ روزہ سے متعلق حکم کا بیان

علامہ محمد حسین بغوی فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تاویل اور حکم میں علماء نے اختلاف کیا ہے اکثر علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ ابن عمر اور سلمہ بن اکوع اور دیگر صحابہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ شان نزول اس کی یہ ہوئی کہ ابتداء اسلام میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اختیار دیا تھا کہ اگر ہمت ہو تو روزے رکھے ورنہ افطار کر لیں اور فدیہ دیں اور یہ اس واسطے تھا کہ لوگوں کو روزہ رکھنے کی عادت نہ تھی۔ اگر ابتداز روزے ہی کا حکم ہو جاتا تو شاق ہوتا پھر اس کے بعد یہ اختیار منسوخ ہو گیا اور فمن شهد منكم الشهر ة۔۔ سے روزے ہی کا حکم قطعی ہو گیا۔

میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر مریض اور مسافر کو تین باتوں کا اختیار ہو گا۔ روزہ۔ افطار۔ نیت قضا۔ فدیہ۔ پھر جب فدیہ منسوخ ہو گیا تو روزہ رکھنے اور قضا میں اختیار ہو گا اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بہت بوڑھا ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت تو ہو لیکن اس کو روزہ رکھنا بوجہ بڑھاپے کے شاق ہو تو اس کو اس آیت کی وجہ سے اوّل روزہ افطار کرنے اور فدیہ دینے کی اجازت تھی پھر یہ اجازت منسوخ ہو گئی اور حسن فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس مریض کے بارے میں ہے کہ جو روزہ کی طاقت رکھتا ہو اس کو اختیار ہے یا

2315-اسناده صحيح. عمرو بن الحارث: هو ابن يعقوب الانصاري، وبكير: هو ابن عبد الله بن الاشج. واخرجه البخاري (4507)، ومسلم (1145)، والترمذي (809)، والنسائي في "الكبرى" (2637) و (10950) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح غريب. واخرجه مسلم (1145) من طريق عبد الله بن وهب، عن عمرو بن الحارث، به. وهو في "صحيح ابن حبان" (3478) و (3624).

تو روزہ رکھے اور یا افطار کرے اور فدیہ دے پھر یہ اختیار منسوخ ہو گیا ان سب اقوال کے موافق قرآن کریم سے ایسے بوڑھے کا حال معلوم نہ ہوا جو بسبب ضعف کے روزہ کی طاقت نہیں رکھتا اسی واسطے امام مالک فرماتے ہیں اور شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے کہ شیخ فانی کو افطار کرنا جائز ہے کیونکہ وہ عاجز ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور اس پر فدیہ واجب نہیں کیونکہ فدیہ کے واجب ہونے کے لیے کوئی دلیل چاہئے کیونکہ فدیہ روزہ کا مثل غیر معقول ہے اور مثل غیر معقول رائے اور عقل سے ثابت نہیں ہوتی اور ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں اور معنی اس کے یہ ہیں کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی جوانی میں طاقت رکھتے ہیں اور پھر بعد بڑھاپے کے عاجز ہو گئے ان پر بجائے روزے کے فدیہ واجب ہے لیکن نظم کلام اس تاویل سے انکار کر رہی ہے۔ شیخ اجل جلال الدین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یطیقون پر ایک لا مقدر ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے ان کے ذمہ پر فدیہ ہے جیسے آیت: يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا میں اَنْ تَضِلُّوْا پر لا مقدر مانا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ لا کا مقدر ماننا بھی بعید ہے۔ کیونکہ ظاہر عبارت کی بالکل ضد ہے پہلے ایجاب مفہوم ہوتا تھا اور اس تقدیر پر سلب سمجھا جائے گا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احمد اور شافعی اور سعید بن جبیر کا مذہب یہ ہے کہ شیخ فانی پر بجائے روزے کے فدیہ واجب ہے اور مبنی ان مذاہب کا اس آیت کے سوا اور کچھ نہیں اور اس آیت کی اگر یہ تاویل بعید نہ کی جائے تو شیخ فانی پر اور اس مریض پر جس کی صحت یابی کی امید نہیں کس دلیل سے فدیہ واجب ہوگا تو میں کہتا ہوں کہ عمدہ اور سالم تاویل اوّل ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں قوی لوگوں کو روزہ اور فدیہ میں اختیار دیا گیا تھا اور جو لوگ طاقت نہ رکھتے تھے وہ تو دلالت النص سے بطریق اولیٰ مختار تھے کیونکہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قوت والوں کو اپنے فضل سے ان کی آسانی وسہولت کے لیے اختیار دے دیا تو جو کمزور اور ضعیف تھے وہ تو اس رخصت کے پہلے سے بھی مستحق تھے اور اسی بناء پر ہم نے اوّل ذکر کیا ہے کہ مریض اور مسافر کو تین باتوں کا اختیار دیا گیا تھا پھر جب آیت: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ الخ نازل ہوئی تو جو لوگ روزہ کی قوت رکھتے تھے ان کے حق میں فی الفور اور جو لوگ اب بسبب کسی عذر کے روزہ نہیں رکھ سکتے تھے جیسے وہ مریض اور مسافر کہ بعد سفر یا مرض ختم ہونے کے قضا رکھ سکتے ہیں انکے حق میں مآل کار حکم فدیہ کا منسوخ ہو گیا اور جو لوگ نہ اب روزہ رکھ سکتے ہیں اور نہ آئندہ کو بسبب بڑھاپے یا بیماری کے رکھنے کی توقع ہے ان کے لیے فدیہ کے جائز ہونے کا حکم بدلالت النص اسی طرح رہا جیسا کہ تھا کیونکہ وہ فَمَنْ شَهِدَ منکم الشهر الخ (جو تم میں سے ماہ رمضان میں حاضر ہو) میں داخل ہی نہیں ہوئے کیونکہ من شهد سے مراد تندرست مقیم ہے اور فمن کان منكم مريضا میں مریض سے مراد وہ مریض ہے جو شفاء کی توقع رکھتا ہو کیونکہ جو ایسا بیمار ہے کہ اچھے ہونے کی امید نہیں ہے اس کو قضا کی تکلیف دینا۔ تکلیف مالایطاق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو حکم عبارت النص سے ثابت ہو چکا ہے اس کا منسوخ ہونا اس حکم کے منسوخ ہونے کو مقتضی نہیں جو دلالت النص سے ثابت ہو۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

2316 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ) (البقرة: 184)، فَكَانَ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ اَنْ يَفْتَدِيَ بِطَعَامِ

مِسْكِينٍ افْتَدَى وَتَمَّ لَهُ صَوْمُهُ، فَقَالَ: (فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ) (البقرة: 184)
وَقَالَ: (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ) (البقرة: 185)

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''اور جو اس کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ دینا لازم ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہوگا''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں) تو ان میں سے جو شخص ایک مسکین کا کھانا فدیے کے طور پر دینا چاہتا وہ فدیہ دے دیتا اور اس کا روزہ مکمل ہو جاتا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

''جو شخص خوشی سے اچھائی کرے گا، تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر تم لوگ روزہ رکھو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے''

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے جو شخص رمضان کے مہینے کو پائے وہ روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو، تو وہ ان کی گنتی دوسرے دنوں میں پوری کرے''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر ہو (اور وہ روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے)۔ (البقرہ: ۱۸۴)

مریض کے روزہ قضا کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

جو شخص مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کو مرض کے بڑھنے کا خدشہ ہو اور اس مرض کے زائل ہونے کی توقع ہو تو اس پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اور جب مرض زائل ہو جائے تو اس پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اور جب مرض زائل ہو جائے تو اوس پر ان روزوں کی قضا کرنا واجب ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ (آیت) ''**فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر**''۔ (البقرہ: ۱۸۴) اور اگر کسی شخص نے صبح کو تندرستی کی حالت میں روزہ رکھا پھر بیمار ہو گیا تو وہ روزہ توڑ دے کیونکہ ضرورت کی وجہ سے اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے اور ضرورت متحقق ہے لہٰذا روزہ توڑنا جائز ہے۔

(المہذب مع شرح المہذب ج ۶ ص ۲۵۸-۲۵۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ نووی شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص کسی ایسے مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو جس کا زائل ہونا متوقع ہو اس پر اس وقت روزہ رکھنا لازم نہیں ہے اور اس پر قضا لازم ہے یہ اس وقت جب اس کو روزہ رکھنے سے مشقت ہو اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ اس کا مرض اس حالت کو پہنچ جائے کہ اس کے لیے روزہ رکھنا ممکن ہی نہ ہو بلکہ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ افطار کے مباح ہونے کی شرط یہ ہے کہ روزہ

2316- ضعیف، وقد روی عن ابن عباس باسانید اصح من هذا واوثق رجالاً بانه كان يذهب الى ان هذه الآية محكمة وليست بمنسوخة، كما سياتي عند المصنف برقم (2318). واخرجه الطبري في "تفسيره" /1332 عن محمد بن حميد الرازي، عن يحيى ابن واضح ابي تميلة، عن الحسين بن واقد، عن يزيد النحوي، عن عكرمة والحسن البصري، به مرسلاً. ومحمد بن حميد الرازي متروك، ثم ان روايته هنا مرسلة

رکھنے سے اس کو مشقت ہو' اگر اس کو پورے وقت بخار رہتا ہو تو وہ رات کو روزے کی نیت نہ کرے' اور اگر کسی وقت بخار ہو اور کسی وقت نہ ہو اگر روزہ کے شروع کے وقت میں بخار ہو تو روزہ کی نیت نہ کرے اور اگر بخار نہ ہو تو روزہ کی نیت کرے' پھر اگر بعد میں بخار ہو جائے اور روزہ توڑنے کی ضرورت ہو تو روزہ توڑ دے۔ اسی طرح اگر تندرست آدمی صبح روزہ رکھے اور بعد میں بیمار ہو جائے تو اس کے لیے بغیر کسی اختلاف کے روزہ توڑنا جائز ہے۔ (شرح المہذب ج ٦ ص ٢٥٦ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مریض کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس کی دلیل سورۂ بقرہ کی یہ آیت (١٨٤) ہے۔ جس مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے یہ وہ مرض ہے جو روزہ رکھنے سے زیادہ یا روزہ رکھنے کی وجہ سے دیر میں صحیح ہو' امام احمد سے کہا گیا کہ مریض کب روزہ نہ رکھے کہا: جب روزہ کی طاقت نہ رکھے پوچھا گیا: مثلاً بخار تو کہا: بخار سے بڑھ کر اور کون سا مرض ہوگا؟ (المغنی ج ٣ ص ٤١ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت' ١٤٠٥ھ)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جو شخص تندرست ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کو بیمار پڑنے کا خدشہ ہو وہ اس مریض کی طرح ہے جس کو روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کے بڑھنے کا خدشہ ہو۔ (المغنی ج ٣ ص ٤٢ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤٠٥ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

مریض کی دو حالتیں ہیں: ایک حالت یہ ہے کہ اس میں روزہ رکھنے کی مطلقاً طاقت نہ ہو' اس حالت میں اس پر روزہ نہ رکھنا واجب ہے' دوسری حالت یہ ہے کہ وہ تکلیف اور مشقت برداشت کر کے روزہ رکھ سکتا ہو' اس حالت میں اس کے لیے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے اور اس صورت میں صرف جاہل ہی روزہ رکھے گا۔ (الی قولہ) جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ جب روزہ رکھنے سے کسی شخص کو درد ہو یا تکلیف پہنچے یا روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کا طول پکڑنے یا زیادہ ہونے کا خدشہ ہو تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ امام مالک کے مذہب کے ماہرین کا یہی مذہب ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ٢ ص ٢٧٦ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ١٣٨٧ھ)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا: جب یہ خوف ہو کہ اس کی آنکھ میں درد زیادہ ہوگا یا بخار زیادہ ہو جائے گا تو روزہ نہ رکھے۔ (احکام القرآن ج ١ ص ١٧٤ مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ١٤٠٠ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

سفر شرعی کرنے والے مسافر' حاملہ اور دودھ پلانے والی کو غلبہ ظن سے اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو یا مرض بڑھنے کا خوف ہو' یا تندرست آدمی کو غلبہ ظن' تجربہ' علامات یا طبیب کے بتانے سے مرض پیدا ہونے کا خوف ہو یا خادمہ کو ضعف کا خوف ہو تو ان کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور بعد میں ان ایام کی قضاء کریں۔

(درمختار علی ہامش رد المختار ج ٢ ص ١١٧-١٠٦ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ١٤٠٧ھ)

جس شخص کے گردہ میں پتھری ہو یا جس کو درد گردہ کا عارضہ ہو اس کو دن میں بیس پچیس گلاس پانی پینے ہوتے ہیں یا جو شخص ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے شعبہ میں داخل ہو یہ لوگ اس بیماری کے دوران روزے نہ رکھیں اور بیمار زائل ہونے کے بعد ان روزوں کی قضا کریں۔

مسافر کے روزہ قضا کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں بھیڑ دیکھی اور دیکھا کہ ایک شخص پر سایہ کیا گیا ہے آپ نے پوچھا: اس کو کیا ہوا؟ عرض کیا: یہ روزہ دار ہے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

(صحیح بخاری ج۱ ص۲۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ سفر کرتے روزہ دار روزہ نہ رکھنے والے کی مذمت کرتا تھا نہ روزہ نہ رکھنے والا روزہ دار کی مذمت کرتا تھا۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۲۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ گئے جب آپ عسفان پر پہنچے تو آپ نے پانی منگایا اور اس کو اپنے ہاتھ سے اوپر اٹھایا تا کہ اس کو لوگ دیکھ لیں پھر آپ نے روزہ کھول لیا (اس کے بعد آپ نے روزے نہیں رکھے) حتی کے مکہ پہنچ گئے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۲۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

مسافر کے لیے روزہ رکھنا اور روزہ نہ رکھنا دونوں جائز ہیں اگر اس کو روزہ رکھنے سے ضرر نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر ضرر ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ (روضۃ الطالبین ج۲ ص۲۳۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو یہ مکروہ ہے لیکن روزہ ہو جائے گا۔

(المغنی ج۳ ص۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

علماء کا اختلاف ہے کہ کس سفر پر روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر کرنے کی رخصت ہے۔ حج جہاد یا دیگر عبادات کے لیے سفر ہو تو اس میں اس رخصت پر اجماع ہے۔ رشتہ داروں سے ملاقات اور طلب معاش کے لیے سفر بھی اس کے ساتھ لاحق ہے تجارات اور مباح سفر (مثلاً سیر و سیاحت) میں اختلاف ہے لیکن ان میں بھی رخصت کا ہونا زیادہ راجح ہے اور جو سفر معصیت ہو (مثلاً چوری یا ڈاکے لیے سفر کرے) اس میں اختلاف ہے اور اس میں رخصت کا ممنوع ہونا راجح ہے اور سفر کی مسافت کی مقدار امام مالک کے نزدیک وہی ہے جتنی مسافت میں قصر جائز ہوتی ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج۲ ص۲۷۷ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

سفر شرعی میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے جو تین دن تین راتوں کی مسافت پر مشتمل ہو خواہ یہ سفر معصیت ہو۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱٦ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱٤۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ (البقرہ: ۱۸٤)

(آیت) ''الذین یطیقونه'' کے معنی کی تحقیق میں احادیث اور آثار

اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے' آیا اس کا معنی ہے: جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ روزہ نہ رکھیں اور ایک مسکین کا کھانا فدیہ میں دیں' اور پھر یہ آیت اس دوسری آیت سے منسوخ ہوگئی۔

(آیت) ''فمن شهد منكم الشهر فليصمه''۔ (البقرہ: ۱۸۵)

ترجمہ: تم میں جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ میں روزہ رکھے۔

یا اس آیت میں ''یطیقونه'' ''یطوقونه'' کے معنی میں ہے: یعنی جن لوگوں پر روزہ رکھنا سخت دشوار ہو وہ روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں اور یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔

اول الذکر معنی کی تائید میں یہ حدیث ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

(آیت) ''وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين''۔ (البقرہ: ۱۸٤)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت سلمہ بن اکوع نے کہا: اس کو اس آیت نے منسوخ کر دیا''۔ (آیت) ''شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن هدى للناس وبينت من الهدى والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه''۔ (البقرہ: ۱۸۵)

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت محمد ﷺ کے اصحاب بیان کرتے ہیں کہ رمضان نازل ہوا اور صحابہ پر روزہ رکھنا دشوار ہوا تو بعض صحابہ جو روزہ کی طاقت رکھتے تھے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے اور روزہ ترک کر دیتے' انہیں اس کی رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔ (آیت) ''وان تصوموا خير لكم''۔ (البقرہ: ۱۸٤) روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے'' تو انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے (آیت) ''فدية طعام مسكين''۔ (البقرہ: ۱۸٤) کو پڑھا اور فرمایا: یہ منسوخ ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲٦۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اور ثانی الذکر معنی کی تائید میں یہ حدیث ہے' امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب بوڑھا شخص روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو وہ ایک مد (ایک کلو) طعام کھلا دے' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۰٤ مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام دار قطنی نے ایک اور سند سے روایت کیا:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے (آیت) ''وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين''۔

(البقرہ:۱۸۴) کی تفسیر میں فرمایا: ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور (آیت) "فمن تطوع خیرا" (البقرہ:۱۸۴) کی تفسیر میں فرمایا: اگر ایک سے زیادہ مسکین کو کھلائے تو زیادہ بہتر ہے اور فرمایا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے البتہ اس میں بوڑھے شخص کو رخصت دی گئی ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس کو طعام کھلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حدیث کی سند ثابت اور صحیح ہے۔

امام دارقطنی نے ایک اور سند سے اس حدیث کو عطاء سے روایت کیا ہے اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (آیت) "یطیقونه" کا معنی ہے: "یکلفونه" یعنی جو سخت دشواری سے روزہ رکھیں وہ اس کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور جو ایک سے زیادہ مسکین کو کھلائے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور تمہارا روزہ رکھنا بہتر ہے یہ رخصت صرف اس بوڑھے شخص کے لیے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا یا اس مریض کے لیے ہے جس کو بیماری سے شفا کی توقع نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام دارقطنی نے ایک اور سند کے ساتھ مجاہد اور عطاء سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ذکر کی ہے اور کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

امام دارقطنی نے ایک اور سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کیا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بوڑھے شخص کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھلائے اور اس پر قضاء نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام دارقطنی نے چودہ صحیح سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔

(سنن دارقطنی ج۲ ص۲۰۷-۲۰۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

نیز امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے ایک حاملہ عورت نے سوال کیا تو انہوں نے کہا: تم روزہ نہ رکھو اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلاؤ اور قضاء نہ کرو۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی بیٹی ایک قرشی کے نکاح میں تھیں وہ حاملہ تھیں ان کو رمضان میں پیاس لگی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

ایوب بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک ایک کمزوری کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو انہوں نے ایک تھال میں ثرید (گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دیئے جائیں) بنایا اور تین مسکینوں کو سیر کر کے کھلایا۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ موت سے پہلے حضرت انس کمزور ہو گئے تو انہوں نے روزے نہ رکھے اور گھر والوں سے کہا: ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں تو انہوں نے تیس مسکینوں کو کھلایا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ قیس بن سائب نے کہا: رمضان کے مہینہ میں ہر شخص روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھلاتا ہے تم میری طرف سے دو مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو بڑھاپا آ جائے اور وہ روزہ نہ رکھ سکے اس پر لازم ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ میں ایک کلو گندم دے۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۰۸' ۲۰۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

ان تمام آثار صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور جو کسی دائمی مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے وہ فدیہ دے اور اس کے بعد جو (آیت) "وان تصوموا خیر لکم" ہے اس کا معنی ہے: مسافر اور مریض کا روزہ رکھنا بہتر ہے یہ آیت فدیہ کی ناسخ نہیں ہے۔ امام مالک کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت انس بن مالک بوڑھے ہو گئے حتی کے وہ روزہ رکھنے پر قادر نہ رہے تو وہ فدیہ دیتے تھے۔ (موطا امام مالک ص ۲۰۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

امام مالک کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے سوال کیا گیا کہ حاملہ عورت کو جب اپنے بچہ کی جان کا خوف ہو اور اس پر روزہ دشوار ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو ایک کلو گندم کھلائے۔

(موطا امام مالک ص ۲۰۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن لوگوں پر روزہ سخت دشوار ہو وہ ایک روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں' یہ رخصت صرف اس بوڑھے کے لیے ہے جو روزہ نہ رکھ سکے یا اس مریض کے لیے جس کو شفا کی امید نہ ہو۔ (سنن کبری ج ۲ ص ۱۱۳-۱۱۲ مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب موت سے ایک سال پہلے کمزور ہو گئے تو انہوں نے روزے نہیں رکھے اور فدیہ دیا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت قیس بن سائب نے کہا: رمضان کے مہینہ میں انسان ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلاتا ہے تم میری طرف سے ایک مسکین کو ہر روز ایک صاع (چار کلو) طعام دو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب روزہ نہ رکھ سکیں تو فدیہ دیں' اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حامل عورت کے متعلق فدیہ دینے کی روایت ذکر کی ہے۔

(سنن کبری ج ۴ ص ۲۳۰ مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: جو بہت مشکل سے روزہ رکھیں ان کے لیے روزہ کی جگہ فدیہ دینا جائز ہے اور بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت روزہ نہ رکھیں اور فدیہ دیں' اور حضرت انس جب کمزور ہو گئے تو انہوں نے فدیہ دیا۔ (شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۰۵-۴۰۴ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

امام دار قطنی' امام مالک' امام نسائی' امام طبرانی' امام بیہقی اور امام بغوی نے متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ یہ آثار نقل کیے ہیں: بوڑھا شخص اور دائمی مریض جن پر روزہ رکھنا دشوار ہے وہ روزہ کے بدلہ میں فدیہ دیں۔

(آیت)''الذین یطیقونہ'' کے معنی کی تحقیق میں مفسرین کی آراء

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے (آیت)''الذین یطیقونہ'' کے معنی اور اس کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق متعدد آثار اور اقوال نقل کیے ہیں اور اخیر میں لکھا ہے:

عکرمہ نے (آیت)''الذین یطیقونہ'' کی تفسیر میں کہا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد بوڑھا شخص ہے۔

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (آیت)''الذین یطیقونہ'' اس کا معنی ہے: جو مشقت اور تکلیف سے روزہ رکھیں۔ عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت)''الذین یطیقونہ'' کا معنی ہے: جو لوگ مشقت سے روزہ رکھیں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں یہ رخصت صرف اس بوڑھے شخص کے لیے ہے جو روزہ نہ رکھ سکے یا اس بیمار کے لیے ہے جس کو شفا کی امید نہ ہو' مجاہد نے بھی اس اسی طرح روایت کیا ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۸۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

جو صحابہ اور فقہاء تابعین یہ کہتے ہیں کہ (آیت)''الذین یطیقونہ'' سے مراد بوڑھے اور عاجز لوگ ہیں ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے' بلکہ محکم ہے' اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت حاملہ اور دودھ پلانے والی کو شامل ہے یا نہیں۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۱۹۰' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مختار ہے' اور نسخ کا قول بھی صحیح ہے' البتہ یہ احتمال ہے کہ نسخ بمعنی تخصیص ہو (الی قولہ) اس پر اجماع ہے کہ جو بوڑھے روزے کی طاقت نہیں رکھتے یا جو بہت مشقت سے طاقت رکھتے ہو وہ روزہ نہ رکھیں اور فدیہ کے وجوب میں اختلاف ہے' ربیعہ اور امام مالک کے نزدیک ان پر فدیہ واجب نہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۹۔۲۸۸ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابوالحسن ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

(آیت)''الذین یطیقونہ'' اس آیت کی تاویل یہ ہے کہ جو لوگ تکلیف اور مشقت سے روزہ رکھیں جیسے بوڑھے' حاملہ اور دودھ پلانے والی' یہ لوگ روزہ نہ رکھیں اور ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں' ان پر قضا نہیں ہیں۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۲۳۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

عکرمہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حاملہ اور دودھ پلانے والی کے متعلق نازل ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس نے اس آیت میں یہ قرأت کی (آیت)''الذین یطوقونہ'' (جو مشکل سے روزہ رکھیں) اس سے بوڑھے لوگ مراد

ہیں۔(زاد المسیر ج۱ص۱۸۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی لکھتے ہیں:

صحابہ اور تابعین میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ ابتداء میں روزہ رکھنے کا اختیار تھا' جو شخص روزہ کی طاقت رکھتا ہو خواہ وہ روزے رکھے خواہ فدیہ دے' بعد میں روزہ کی طاقت رکھنے والوں سے یہ اختیار (آیت) "فمن شهد منكم الشهر فليصمه" سے منسوخ ہو گیا (الی قولہ) اس آیت کا ایک اور معنی یہ ہے کہ جو لوگ مشقت اور صعوبت سے روزہ رکھتے ہیں وہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھنے والے نہیں ہیں' وہ بھی روزے کے مکلف ہیں لیکن ان پر روزہ کے قائم مقام فدیہ ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص پانی سے طہارت حاصل کرنے پر قادر نہ ہو وہ بھی پانی سے طہارت حاصل کرنے کا مکلف ہے لیکن اس کے لیے مٹی کو پانی کے قائم مقام بنا دیا گیا ہے۔(احکام القرآن ج۱ص۱۷۷۔۱۷۶ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اکثر صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک پہلے روزہ کی طاقت رکھنے والوں کے لیے روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھ کر فدیہ دینے کا اختیار تھا بعد میں یہ منسوخ ہو گیا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کو "یطوقونه" پڑھا' یعنی جو مشکل سے روزہ رکھیں وہ فدیہ دے دیں اور کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور بعض علماء نے اس آیت کو (آیت) "الذين يطيقونه" قرأت متواترہ کے مطابق پڑھا اور کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے کیونکہ وسعت اور طاقت میں فرق ہے' وسعت کا معنی ہے: کسی چیز پر سہولت سے قدرت ہونا اور طاقت کا معنی ہے: کسی چیز پر مشقت سے قدرت ہونا' تو آیت کا معنی ہے: جو لوگ مشقت سے روزہ رکھیں وہ فدیہ دیں یا اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے یعنی جو لوگ روزہ کی طاقت نہ رکھیں وہ فدیہ دیں۔(روح المعانی ج۲ص۵۹۔۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

بڑھاپے یا دائمی مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جب بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت پر روزہ رکھنا سخت دشوار ہو تو ان کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں' حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ' حضرت انس' رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ طاؤس' ثوری اور اوزاعی کا یہی قول ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت بوڑھے شخص کی رخصت کے لیے نازل ہوئی ہے' اور اس لیے کہ روزہ رکھنا واجب ہے اور جب عذر کی وجہ سے اس سے روزہ ساقط ہو گا تو اس کے بدلہ میں قضا کی طرح کفارہ لازم آئے گا۔

نیز وہ مریض جس کے مرض کے زائل ہونے کی توقع نہیں ہے' وہ بھی روزہ نہیں رکھے گا اور یہ روزہ کے بدلہ میں ایک مریض کو کھانا کھلائے گا کیونکہ وہ بھی بوڑھے شخص کے حکم میں ہے۔(المغنی ج۳ص۳۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی اوران کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ وہ بوڑھا شخص جس کو روزہ رکھنے میں شدید مشقت ہو اور وہ مریض جس کے مرض کے زوال کی توقع نہ ہو اس پر بالاجماع روزہ فرض نہیں ہے اور اس پر وجوب فدیہ کے متعلق دو قول ہیں' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر فدیہ واجب ہے۔(شرح المہذب ج ۶ ص ۲۵۸ 'مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جو بوڑھے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے یا سخت مشقت سے روزے رکھتے ہیں' ان کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ان پر کیا واجب ہے؟ ربیعہ اور امام مالک نے کہا: ان پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ البتہ امام مالک نے کہا: اگر وہ ہر روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں تو یہ مستحب ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص بہت بوڑھا اور روزہ رکھنے سے عاجز ہو اسی طرح جس مریض کے مرض کے زوال کی توقع نہ ہو وہ ہر روزہ کے لیے فدیہ دیں۔(درمختار علی هامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

ایک روزہ کے لیے نصف صاع یعنی دو کلو گندم یا اس کی قیمت فدیہ دے' روزہ کے فدیہ میں فقراء کا تعدد شرط نہیں ہے اور ایک فقیر کو متعدد ایام کا فدیہ دے سکتا ہے اور مہینہ کی ابتداء میں بھی دے سکتا ہے۔

(درمختار علی هامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

بَابُ مَنْ قَالَ: هِيَ مُثْبَتَةٌ لِلشَّيْخِ وَالْحُبْلَى

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: یہ آیت بوڑھے شخص اور حاملہ عورت کے حق میں ثابت شدہ ہے۔

2317 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ عِكْرِمَةَ، حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: أُثْبِتَتْ لِلْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کے حق میں یہ ثابت شدہ ہے۔

2318 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ) (البقرة: 184)، قَالَ: كَانَتْ رُخْصَةً لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ، وَالْمَرْأَةِ الْكَبِيرَةِ، وَهُمَا يُطِيقَانِ الصِّيَامَ أَنْ يُفْطِرَا، وَيُطْعِمَا مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا، وَالْحُبْلَى وَالْمُرْضِعُ إِذَا خَافَتَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي عَلَى أَوْلَادِهِمَا أَفْطَرَتَا وَأَطْعَمَتَا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

2317-اسنادہ صحیح. قتادۃ: ھو ابن دعامۃ. وابان: ھو ابن یزید العطار. واخرجہ الطبری فی "تفسیرہ" /1392

''جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ دینا لازم ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہے''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہ رخصت عمر رسیدہ بوڑھے، عمر رسیدہ عورت کے لیے تھی، جبکہ وہ دونوں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں (رخصت یہ تھی) کہ وہ روزہ ترک کر دیں، اور ہر ایک دن کے عوض میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو جب یہ اندیشہ ہو (تو وہ بھی ایسا کر سکتی ہیں)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد یہ ہے: انہیں اپنی اولاد کے بارے میں اندیشہ ہو، تو وہ روزہ ترک کر کے کھانا کھلا سکتی ہیں۔

روزہ اور اس کے فدیہ سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

(۱) امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔

(۲) امام احمد، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نماز تین احوال میں پھیری گئی اور روزہ تین احوال میں پھیرا گیا۔ نماز کے تین احوال یہ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لئے تو آپ نے سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل فرمایا۔ لفظ آیت ''قد نری تقلب وجھك فی السماء فلنولینك قبلة ترضھا'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ مکہ کی طرف کر لیا یہ تبدیلی تھی۔ حضرت معاذ نے (پھر) فرمایا نماز کے لئے پہلے لوگ جمع ہوتے تھے اور ایک دوسرے کو نماز کی اطلاع کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اس طریقے کو اچھا نہ سمجھنے لگے پھر انصار میں سے ایک آدمی جس کو عبداللہ بن زید کہا جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا ہے اس بارے میں جو نیند کرنے والا دیکھ رہا ہے اور اگر میں کہوں کہ میں نیند میں نہیں تھا تو بھی میں سچا ہوں گا۔ میں نیند اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھا جب میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا اس نے قبلہ رخ ہو کر یوں کہا لفظ آیت ''اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ'' دو مرتبہ یہاں تک کہ اذان سے فارغ ہو گیا پھر وہ تھوڑی دیر ٹھہرا رہا پھر اس نے اسی طرح کہا اور اس میں ''قد قامت الصلوٰۃ'' کو زیادہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ (کلمات) سکھا دو تا کہ وہ ان الفاظ کے ساتھ اذان دیں حضرت بلال پہلے شخص تھے جنہوں نے ان کلمات کے ساتھ اذان دی راوی کہتے ہیں کہ (اتنے میں) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس بھی اس قسم کا آدمی آیا تھا لیکن یہ مجھ سے (آپ کے پاس پہلے آئے ہیں) سبقت لے گیا یہ دوسری تبدیلی ہے۔

پہلے صحابہ اکرام نماز کی طرف آتے تھے (اور) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نماز پہلے پڑھ چکے ہوتے تھے ایک آدمی (دوسرے نماز پڑھنے والے) کے پاس جاتا اور (نماز کی حالت میں اس سے پوچھ لیتا تھا) کتنی رکعتیں پڑھی جا چکی ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ ایک یا دو

رکعتیں (پڑھ لی ہیں) پھر وہ ان دونوں رکعتوں کو پہلے پڑھ لیتا پھر جماعت میں شریک ہوتا۔ حضرت معاذ تشریف لائے اور فرمایا میں آپ کو ہمیشہ اس حال میں نہیں پایا مگر اس حالت میں آپ کے پاس شریک ہو جاتا تھا (کہ میری ایک دو رکعت رہ جاتی تھی) پھر میں بعد میں قضا کر لیتا تھا (اس رکعت کو) جو مجھ سے رہ جاتی تھی۔ (ایک دفعہ) میں آیا تو نبی اکرم ﷺ آگے جا چکے تھے ایک دو رکعت پڑھ چکے تھے تو میں آپ کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہو گیا جب رسول اللہ ﷺ نے نماز کو پورا فرمایا تو میں نے کھڑے ہو کر بقیہ نماز کو پورا کر لیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا کہ تمہارے لئے معاذ رضی اللہ عنہ نے سنت قائم کر دی ہے۔ تم بھی اسی طرح کیا کرو یہ تیسری تبدیلی ہوئی۔

اور روزے کے احوال یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ہر مہینہ کے تین دن کے روزے اور عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے روازے آپ پر فرض فرما دیئے اور اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت "یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم "۔

الی قولہ: وعلی الذین یطیقونہ فی فدیۃ طعام مسکین:

پس جو شخص چاہے روزے رکھے اور جو شخص چاہے مسکین کا کھانا کھلائے یہ اس کا قائم مقام ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی لفظ آیت "شھر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدی للناس۔ الی قولہ ۔فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ " (اس طرح) اللہ تعالیٰ نے مقیم اور تندرست پر روزہ فرض فرمادیا اور مریض اور مسافر کے لئے رخصت عطا فرما دی اور بوڑھے آدمی کے لئے کھانا کھلانے کو ثابت فرمادیا جو روزوں کی طاقت نہیں رکھتا تو یہ دو حالتیں ہوئیں۔

اور فرمایا لوگ کھاتے پیتے رہتے تھے اور اپنی عورتوں کے پاس آتے تھے جب تک کہ سوتے نہ تھے جب سو جاتے تھے تو (پھر کھانے پینے اور عورتوں کے پاس آنے سے) منع کر دیئے جاتے تھے انصار میں سے ایک آدمی جس کو صرمہ کہا جاتا تھا روزہ کی حالت میں شام تک کام کرتا تھا (شام کے وقت) وہ اپنی بیوی کے پاس آیا، عشا کی نماز پڑھی اور سو گیا صبح تک اس نے نہ کھایا نہ پیا صبح کو پھر روزہ رکھ لیا نبی اکرم ﷺ نے اس کو سخت تکلیف میں دیکھا اور فرمایا میں تجھ کو انتہائی تکلیف اور مشقت میں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کل سارا دن کام کرتا رہا (روزے کی حالت میں) تو میں لیٹ گیا اور میں سو گیا پھر میں نے (بغیر کھائے پیئے) صبح کا روزہ رکھ لیا (کیونکہ سو جانے کے بعد کھانا پینا جائز نہیں تھا) (پھر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (کچھ دیر) نیند کرنے کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستری کی (کیونکہ نیند کرنے کے بعد عورتوں سے ملنا جائز نہ تھا) نبی اکرم ﷺ کے پاس آکر اپنا واقعہ بیان فرمایا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی "احل لکم لیلۃ الصیام الرفث۔ الی قولہ ۔ثم اتموا الصیام الی الیل "۔

(۳) ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "کما کتب علی الذین من قبلکم " یعنی اس سے اہل کتاب مراد ہیں۔

(۴) ابن جریر نے شعبی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ نصاریٰ پر رمضان کا مہینہ فرض کیا گیا جیسے ہم پر فرض کیا گیا ان کے

روزے موسم گرما میں آتے تو وہ انہیں دوسرے موسم کی طرف پھیر دیتے تھے (کفارے کے طور پر) ان میں اضافہ کردیتے تھے یہاں تک کہ پچاس دن ہو گئے پس اس آیت کا یہی مطلب ہے لفظ آیت ''کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم ''۔

(۵) ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''کما کتب علی الذین من قبلکم '' سے مراد وہ نصاری ہیں جو ہم سے پہلے تھے ان پر رمضان (کے روزے) فرض کئے گئے اور ان پر (یہ بھی) فرض کیا گیا کہ نیند کے بعد کھاؤ اور پیو اور نہ رمضان کے مہینہ میں نکاح کرو رمضان کے روزے نصاری پر بھاری پڑ گئے۔ وہ اکھٹے ہوئے اور روزوں کو دوسرے موسم گرمی اور سردی کے درمیان کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم بیس دن زیادہ کر دیں گے یہ ہمارے اس تبدیلی کا کفارہ ہوگا جو کچھ ہم نے (اللہ کے حکم کے خلاف) کیا (اور بعد میں) مسلمان بھی وہی کرتے رہے (یعنی نیند کے بعد کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے) یہاں تک کہ ابو قیس بن صرمہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ پیش آیا (جو پہلی روایت میں گذر چکا ہے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھانا پینا اور جماع کو طلوع فجر سے پہلے تک حلال فرما دیا۔

(۶) ابن حنظلہ نے اپنی تاریخ میں النحاس نے ناسخ میں اور طبرانی نے معقل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نصاری پر رمضان کے روزے (فرض) تھے۔ ان کا بادشاہ بیمار ہوا تو انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی تو ہم دس (روزے) زیادہ کر دیں گے پھر دوسرا بادشاہ ہوا اس نے گوشت کھایا تو وہ منہ کے درد میں مبتلا ہو گیا کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرما دی تو ہم سات (روزے) اور زیادہ کر دیں گے پھر ان کا ایک اور بادشاہ تھا تو کہنے لگے ہم بقیہ تین روزوں کو نہیں چھوڑیں گے ہم دس روزے پورے کریں گے اور ہم اپنے روزوں کو موسم ربیع میں کر دیں گے انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس طرح ان کے پچاس روزے ہو گئے۔

(۷) ابن جریر نے ربیع رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم '' سے مراد ہے کہ ان پر روزے فرض کئے گئے ایک عشاء سے دوسری عشاء تک۔

(۸) ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''کتب علی الذین من قبلکم '' سے مراد اہل کتاب۔

(۹) ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''لعلکم تتقون '' تاکہ تم پہلے لوگوں کی طرح کھانے پینے اور عورتوں سے بچتے رہو۔

(۱۰) ابن جریر اور ابی حاتم نے عطار رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''ایاما معدودات '' سے مراد ہے کہ ہر مہینے کے تین دن روزے تھے اور پورے مہینہ کو ''ایاما معدودات '' کا نام نہیں دیا گیا۔ (اور) فرمایا کہ اس سے پہلے لوگوں کے یہی تین روزے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رمضان کے مہینے کو فرض فرما دیا۔

(۱۱) سعید بن منصور نے ابو جعفر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رمضان کے مہینے نے سب روزے منسوخ کر دیئے۔

(۱۲) ابن ابی حاتم نے مقاتل رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''ایاما معدودات'' سے مراد رمضان کے تیس دن کے روزے ہیں۔

(۱۳) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''کتب علیکم الصیام'' سے مراد ہے کہ ہر ماہ تین دن کے روزے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کے بارے میں (حکم) نازل فرما کر ان کو منسوخ فرما دیا سو پہلا روزہ عشاء سے شروع ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا فدیہ بھی رکھا تھا پس جو مسافر چاہتا ایک مسکین کو کھانا کھلا کر روزہ افطار کر لیتا اور جوان کے لئے رخصت تھی پھر اللہ تعالیٰ نے لفظ آیت ''فعدۃ من ایام اخر'' کا حکم نازل فرمایا اور اس دوسرے حکم میں مسکین کے کھانے کے دفیہ کا ذکر نہیں فرمایا تو فدیہ منسوخ ہو گیا اور دوسرے دنوں میں روزہ رکھنا ثابت ہو گیا (اور) فرمایا لفظ آیت ''یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر'' اور افطار کرنا ہے سفر اجازت ہے اور پھر اس کی قضا دوسرے دنوں میں کرتے۔

(۱۴) عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم'' سے مراد وہ رمضان کے روزے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا تھا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے اور پہلے وہ لوگ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھتے تھے اور دو رکعت صبح کو اور دو رکعت شام کو پڑھتے تھے یہاں تک کہ ان پر (اللہ تعالیٰ) نے رمضان کا مہینہ فرض کر دیا۔

(۱۵) ابن ابی حاتم نے ضحاک رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ پہلا روزہ وہ تھا جس کو نوح (علیہ السلام) نے اور ان کے بعد والوں نے رکھا یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے بھی اسی طرح روزہ رکھا۔

(۱۶) ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کے روزے اللہ نے تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض فرمائے تھے۔

(۱۷) ابن ابی حاتم نے حسن رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہر امت پر پورے رمضان کے روزے فرض کئے گئے تھے جو پہلے گزر چکی۔ جیسا کہ ہم پر پورے ماہ کے روزے فرض ہیں۔

(۱۸) عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نصاری پر اس طرح روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم پر فرض کئے گئے اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے یعنی لفظ آیت ''کتب علیکم'' پھر فرمایا کہ نصاری کا معاملہ یہ ہوا کہ ایک دن انہوں نے پہلے روزہ رکھا کہنے لگے ہم نہیں چوکیں گے پھر انہوں نے ایک دن بڑھایا اور ایک دن پیچھے کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ ہم نہیں چوکیں گے پھر ان کا آخری معاملہ یہ ہو گیا انہوں نے کہا کہ ہم دس (روزے) آگے کریں گے اور دس پیچھے کریں گے یہاں تک کہ ہم نہیں چوکیں گے پس وہ لوگ روزوں کا مہینہ ہی گم کر بیٹھے۔

(۱۹) ابن ابی حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''کتب علیکم الصیام'' سے مراد ہے کہ ان پر (روزے) اس طرح فرض کئے گئے جب ان میں سے کوئی عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتا تھا تو اس پر کھانا اور پینا اور عورتوں کے

پاس جانا حرام ہو جاتا تھا۔

(۲۰) عبد بن حمید نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''کتب علیکم الصیام'' سے مراد ہے کہ پہلے لوگوں پر روزہ اس طرح فرض تھا کہ جب ان میں سے کوئی کچھ کھانے سے پہلے سو جاتا تھا تو پھر اس کے لئے آئندہ رات تک کھانا حلال نہیں ہوتا تھا اور روزہ کی رات عورتیں ان پر حرام تھیں اور یہ حکم ان پر ثابت رہا لیکن تم کو اس کی رخصت دی گئی ہے۔

(۲۱) امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ عاشوراء کا دن روزہ رکھا جاتا تھا جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو پھر جو شخص چاہتا (عاشوراء کا روزہ) رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

(۲۲) امام سعید اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام'' (الآیہ) یعنی اس سے اہل کتاب مراد ہیں اور اس کا حکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بھی تھا کہ ایک شخص عشاء کی نماز یا سونے سے پہلے کھا پی سکتا تھا اور جمع کر سکتا تھا۔ جب وہ عشاء کی نماز پڑھ لیتا یا سو جاتا تو یہ تمام کام آنے والی رات تک منع ہو جاتے تو اس آیت ''احل لکم لیلۃ الصیام'' نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

وأما قوله تعالیٰ: وعلی الذین یطیقونه فدیة:

(۲۳) عبد بن حمید نے ابن سیرین رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیتے ہوئے اس آیت ''وعلی الذین یطیقونه فدیة'' پڑھا اور فرمایا کہ یہ آیت منسوخ کر دی گئی۔

روزے کا فدیہ دینے کا حکم

(۲۴) ابن ابی حاتم، نحاس نے الناسخ میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہ آیت ''وعلی الذین یطیقونه فدیة'' نازل ہوئی تو جو چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا روزہ نہ رکھتا اور مسکین کو کھانا کھلا دیتا پھر یہ آیت ''فمن شهد منکم الشهر فلیصمه'' نازل ہوئی تو پہلا حکم منسوخ ہو گیا مگر بہت بوڑھے کے لئے باقی رہ گیا کہ اگر وہ چاہے تو ہر دن کے روزہ کے بدلہ کسی مسکین کا کھانا کھلا دے اور روزہ نہ رکھے۔

(۲۵) ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''وعلی الذین یطیقونه فدیة'' سے مراد ہے کہ ان میں سے جو چاہے (روزہ کے بدلہ میں) ایک مسکین کے کھانے کا فدیہ دے اور اپنے روزہ کو پورا کرے پھر فرمایا لفظ آیت ''فمن تطوع خیرا فهو خیرله. وان تصوموا خیرلکم'' اور فرمایا لفظ آیت ''فمن شهد منکم الشهر فلیصمه''۔

(۲۶) سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ بہت بوڑھا آدمی اور بوڑھی عورت کے لئے اجازت تھی جبکہ وہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہوں اور ہر دن کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ''فمن شهد منکم الشهر فلیصمه'' جو تم میں سے اس مہینہ کو پائے روزہ رکھے اور ایسے بوڑھے شخص کے لئے افطار

کی رخصت کو باقی رکھا کہ اگر روزے کی طاقت نہ رکھیں تو افطار کریں اور مسکین کو کھانا کھلا دیں اور (اس طرح) حمل والی عورت اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت جب بچے کی ہلاکت کا خوف ہو تو روزہ نہ رکھیں اور مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں ہر دن کے بدلہ اور ان پر روزہ کی قضا بھی نہیں ہے۔

(۲۷) امام دارمی، بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن خزیمہ، ابوعداوہ، ابن ابی حاتم، نحاس، ابن حبان، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت لفظ آیت ''وعلی الذین یطیقونه فدیة'' (الآیہ) طعام مسکین نازل ہوئی تو ہم میں سے جو چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا اس کے بدلہ میں فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی جو اس کے بعد ہے اور اس آیت لفظ آیت ''فمن شهد منکم الشهر فلیصمه'' سے سابقہ آیت منسوخ ہوگئی۔

(۲۸) ابن حبان نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول کے زمانہ میں مرضی سے روزے رکھتے تھے تو جو چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا روزہ نہ رکھتا اور فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ یہ آیت لفظ آیت ''فمن شهد منکم الشهر فلیصمه'' نازل ہوئی۔

(۲۹) امام بخاری نے ابویعلی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم میں سے کچھ ساتھیوں نے ہم کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ پر جب رمضان کے بارے میں حکم نازل ہوا تو ان پر یہ حکم مشکل ہوا جو شخص ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا وہ رمضان کے روزے چھوڑ دیتا تھا لیکن جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا تھا اس کو روزہ چھوڑنا بھاری لگتا تھا اور ان کو رخصت دی گئی تھی پھر اس آیت لفظ آیت ''وان تصوموا خیر لکم'' نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔

ابتداء اسلام میں ہر ماہ تین روزے کا حکم تھا

(۳۰) ابن جریر نے ابویعلی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو محمد ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے ان کو ہر ماہ تین دن کے روزوں کا حکم دیا جو نفلی تھے فرض نہ تھے پھر رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا اور لوگ روزہ رکھنے کے عادی نہ تھے (یہ حکم) ان پر بھاری ہوا اور جو شخص روزہ نہ رکھتا تھا مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا پھر یہ آیت لفظ آیت ''فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ومن کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر'' نازل ہوئی تو مریض اور مسافر کے لئے رخصت ہوئی اور ہم کو روزہ کا حکم ہوا۔

(۳۱) عبد بن حمید، ابن المنذر نے عامر شعبی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت لفظ آیت ''وعلی الذین یطیقونه فدیة'' نازل ہوئی تو مالدار لوگ روزہ نہ رکھتے تھے اور (مساکین کو) کھانا کھلا دیتے تھے اور فقراء پر روزہ کر دیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ''فمن شهد منکم الشهر فلیصمه'' تو سب لوگوں نے روزہ رکھا۔

(۳۲) امام وکیع اور عبد بن حمید نے ابویعلی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ علیہ کے پاس رمضان کے مہینے میں آیا تو وہ کھا رہے تھے میں نے ان سے کہا کیا آپ کھا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا روزہ کے بارے میں جو حکم

اول نازل ہوا کہ جو شخص چاہے روزہ رکھے اور جو شخص چاہے روزہ نہ رکھے اور ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دے جب یہ آیت لفظ آیت ”فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ“ نازل ہوئی تو مسکینوں کو کھانا کھلانا مستحب تھا پھر جب یہ آیت لفظ آیت ”فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ“ نازل ہوئی تو ہر مسلمان پر روزہ فرض ہو گیا مگر مریض یا مسافر یا میری طرح بہت بوڑھے آدمی پر فرض نہیں ہوا بے شک وہ افطار کرے اور ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دے۔

(۳۳) امام وکیع، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، بخاری، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت ”فدیۃ طعام مسکین“ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے یہ منسوخ ہے اس آیت کو اس کے بعد والی آیت لفظ آیت ”فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ“ نے منسوخ کر دیا۔

(۳۴) امام وکیع، سفیان، عبد الرزاق، الفریابی، بخاری، ابو داؤد نے الناسخ میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے مصاحف میں، طبرانی، دارقطنی، بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ“ پڑھتے تھے (تشدید کے ساتھ) مطلب یہ ہے کہ وہ مشقت اور تکلیف کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں اور فرماتے تھے کہ (یہ آیت) منسوخ نہیں ہے۔ اس سے مراد بوڑھا آدمی اور بوڑھی عورت ہے (جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے) وہ ہر دن کے لئے مسکین کو کھانا کھلائیں اور روزے قضا بھی نہ کریں۔

(۳۵) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، دارقطنی، حاکم (ان دونوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ“ سے مراد ہے کہ وہ تکلیف کے ساتھ روزے رکھتے ہو تو ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں لفظ آیت ”فمن تطوع خیرا“ یعنی اور جو ایک مسکین سے زائد دیں لفظ آیت ”فھو خیر لہ“ تو یہ اس کے لئے بہتر ہے لفظ آیت ”وان تصوموا“ اور تمہارے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے فرماتے ہیں کہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اس میں اس بوڑھے کے لئے رخصت دی گئی ہے جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا ہو یا اس مرض کے لئے جو جانتا ہو کہ اب اسے شفایاب ہونا مشکل ہے۔

(۳۶) ابن جریر، بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ وہ ”یطیقونہ“ پڑھتی تھیں۔

(۳۷) ابن ابی داؤد نے المصاحف میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت ”وعلی الذین یطیقونہ“ پڑھتے تھے۔

(۳۸) امام وکیع، عبد بن حمید، ابن الانباری نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت ”وعلی الذین یطیقونہ“ پڑھتے تھے پھر فرمایا یہ آیت منسوخ نہیں ہے جو لوگ بڑی مشکل سے روزہ رکھ سکتے ہیں جیسے بہت بوڑھا شخص تو ان پر فدیہ ہے۔

(۳۹) ابن جریر، ابن الانباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت ”وعلی الذین یطیقونہ“ (یعنی جو لوگ طاقت رکھتے ہیں) ان کو مشقت میں ڈالا گیا اور ان کو مکلف بنایا گیا پڑھتے تھے اسکا معنی مشکل سے

روزہ رکھنا۔

(٤٠) سعید بن منصور، ابوداؤد نے الناسخ میں اور ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت ''وعلى الذين يطيقونه'' پڑھتے تھے اور فرمایا اگر وہ روزے کی طاقت نہیں رکھیں تو وہ روزہ نہ رکھیں۔

(٤١) ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''وعلى الذين يطيقونه'' بہت بوڑھے آدمی کے لئے نازل ہوئی جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا اس کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ اس کے بدلہ میں ہر دن مسکین کا کھانا کھلا دیا کرے۔

(٤٢) عبد بن حمید، ابوداؤد نے الناسخ میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''وعلى الذين يطيقونه فدية'' منسوخ نہیں ہے اس سے مراد وہ بہت بوڑھا آدمی ہے جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا ہو تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن آدھا صاع گیہوں میں سے ایک فدا اس کے کھانے کے لئے اور ایک مد اس کے سالن کے لئے صدقہ کر دیں۔

(٤٣) ابن سعد نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ یہ آیت مولی قیس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی لفظ آیت ''وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين'' کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ہر دن کے لئے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

(٤٤) ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''وعلى الذين يطيقونه فدية'' سے مراد ہے کہ جو شخص مشقت کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے اور اسی طرح حاملہ عورت، دودھ پلانے والی، بہت بوڑھا آدمی اور جو شخص ہمیشہ بیمار رہے (روزہ کے بدلہ میں صدقہ دے دے)۔

(٤٥) ابن جریر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے لفظ آیت ''وعلى الذين يطيقونه'' کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد بہت بوڑھا آدمی ہے جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اس کے بدلہ میں ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے۔

(٤٦) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ اپنی موت سے ایک سال پہلے کمزور ہو گئے (روزہ نہ رکھ سکے) تو انہوں نے ایک بڑے پیالہ میں ثرید بنا لیا اور تیس مسکین کو بلا کر کھانا کھلا دیا۔

(٤٧) امام طبرانی نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انسان روزہ رکھنے سے ضعیف ہو جائے اپنی موت سے ایک سال پہلے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن مسکین کو کھانا کھلائے۔

حاملہ اور مرضعہ کے لئے روزے کی رخصت

(٤٨) عبد بن حمید، ابن جریر، دارقطنی (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ

انہوں نے اپنی ام ولد سے فرمایا جو حاملہ تھی یا مرضعہ بچے کو دودھ پلانے والی تھی کہ تو ان لوگوں کی طرح ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تجھ پر مسکین کو کھانا کھلانا ہے اور تجھ پر قضا نہیں ہے۔

(۴۹) عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، دارقطنی نے نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹیوں میں ایک بیٹی کو حضرت ابن عمر کے پاس حمل کی حالت میں رمضان کے روزے کے بارے میں پوچھنے کے لئے بھیجا انہوں نے فرمایا نہ رکھے اور ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

(۵۰) عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حامل عورت اس ماہ روزہ نہ رکھے اور اسی طرح دودھ پلانے والی جو اپنے بچے پر خوف کرے تو وہ روزہ نہ رکھے اور دونوں ہر دن مسکین کو کھانا کھلاتی رہیں اور ان پر قضا بھی نہیں ہے۔

(۵۱) عبد بن حمید نے عثمان بن اسود رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہے کہ میں نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا جو حاملہ ہو اور اس پر روزہ رکھنا دشوار ہو انہوں نے فرمایا کہ اس کو حکم کر دو کہ روزہ رکھے اور ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرو جب صحت مند ہو جائے تو اسے چاہئے کہ قضا کرلے۔

(۵۲) عبد بن حمید نے حسن رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دودھ پلانے والی کو جب خوف ہو تو روزہ نہ رکھے اور مسکین کو کھانا کھلا دے اور حاملہ عورت کو جب اپنی جان پر خوف ہو تو وہ بھی روزہ نہ رکھے اور (بعد میں) قضا کرلے یہ عورت مریض کی طرح ہے۔

(۵۳) عبدالرزاق، عبد بن حمید نے حسن رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (حاملہ اور مرضعہ) دونوں روزہ نہ رکھیں اور (بعد میں) قضا کرلیں۔

(۵۴) عبد بن حمید نے ابراہیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حاملہ اور مرضعہ جب دونوں کو خوف ہو تو روزہ نہ رکھیں اور (بعد میں) قضا کرلیں۔

(۵۵) عبد بن حمید نے ابراہیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب رمضان میں انسان کو اپنی جان پر خوف ہو (کہ روزہ رکھوں گا تو مر جاؤں گا) تو اس کو چاہئے کہ روزہ نہ رکھے۔

وما قوله تعالى: طعام مسكين:

(۵۶) سعید بن منصور نے ابن سیرین رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ بقرہ ممبر پر پڑھی جب آیت پر آئے تو پڑھا لفظ آیت "طعام مسکین"۔

(۵۷) عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے لفظ آیت "فدية طعام مسكين" کے بارے میں کہ اس سے مراد ہے ایک مسکین۔

(۵۸) امام وکیع نے عطار رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فدية عام مسكين" سے اہل مکہ کا مد مراد ہے۔

(۵۹) عبدالرزاق، عبد بن حمید نے عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے طاؤس رحمہ اللہ علیہ سے اپنی والدہ کے بارے میں پوچھا جن کو پیاس تھی اور روزہ نہیں رکھ سکتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ روزہ رکھے اور ہر دن (مسکین کو) گیہوں کا ایک مد کھلائیں میں نے کہا کون سا مد؟ فرمایا تیری زمین (یعنی تیرے علاقے) والا مد۔

(۶۰) دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس کو بڑھاپا پہنچ جائے اور رمضان کا پہلا روزہ نہ رکھ سکے تو ہر روز ایک مد گندم کھلائے۔

(۶۱) عبدالرزاق، عبد بن حمید نے سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ صدقات اور کفارات کا اندازہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے ساتھ ہوگا۔

وما قوله تعالٰی: فمن تطوع خیرا فھو خیر له:

(۶۲) امام وکیع نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''فمن تطوع خیرا'' سے مراد ہے کہ مسکین کو ایک صاع کھانا کھلائے

(۶۳) عبد بن حمید نے عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''فمن تطوع خیرا'' سے مراد ہے کہ دو مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(۶۴) عبد بن حمید نے طاؤس رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''فمن تطوع خیرا'' سے مراد ہے کئی مساکین کو کھانا کھلادے

(۶۵) امام وکیع، عبد بن حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رمضان میں روزے نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور ہر دن چار مسکینوں کو کھانا کھاتے تھے۔

(۶۶) دارقطنی نے سنن میں مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے قیس بن سائب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رمضان کا مہینہ کا انسان فدیہ دے تو ہر دن کے لئے مسکین کو کھانا کھلائے۔ سو تم لوگ مری طرف سے ہر روز دو مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔

قوله تعالٰی: وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون:

(۶۷) ابن جریر نے ابن شہاب رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''وان تصوموا خیر لکم ''یعنی روزہ بہتر ہے تمہارے لئے فدیہ سے۔

(۶۸) امام مالک، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حزیمہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے ہر عمل دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے اللہ عزوجل نے فرمایا کہ خبردار روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا وہ میری وجہ سے اپنا کھانا، اپنا پینا اور اپنی خواہش کو چھوڑتا ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور ایک خوشی (قیامت کے دن) اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالٰی کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

(۶۹) ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی، بیہقی نے ابوہریرہ وابوسعید رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ دار کے لئے خوشیاں ہیں ایک خوشی جب افطار کرے اور دوسری خوشی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا اور وہ اس کو جزا دے گا خوش ہوگا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

روزہ ڈھال ہے

(۷۰) امام احمد اور بیہقی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے رب نے فرمایا روزہ ڈھال ہے بندہ اس کی ذریعہ آگ بچاؤ کرتا ہے اور وہ (روزہ) میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا راوی نے کہا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ روزہ آگ سے بچانے والی مضبوط ڈھال ہے۔

(۷۱) امام بیہقی نے ایوب بن حسان واسطی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ایک آدمی کو سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہوئے سنا کہ اے ابومحمد (یہ ان کی کنیت تھی) ان احادیث میں ہے جن میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن آدم کا ہر عمل اسی کے لئے ہے مگر روزہ کہ وہ میرے لئے اور میں اس کا بدلہ دوں گا (یہ حدیث کیسی ہے) ابن عینیہ نے فرمایا یہ حدیث عمدہ اور محکم احادیث میں سے ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا حساب فرمائیں گے اور اس کے مظالم کی وجہ سے اس کے سارے اعمال دوسرے لوگوں کو دیئے جائیں گے یہاں تک کہ صرف روزہ اس کے لئے باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے باقی مظالم کو اٹھالیں گے اور اس کو روزہ کے بدلہ میں جنت میں داخل فرمادیں گے۔

(۷۲) امام مالک، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ جل شانہ فرماتے ہیں ابن آدم کا ہر عمل اس کے اپنے لئے ہے سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ ڈھال ہے جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو فحش گوئی نہ کرے اور نہ شور مچائے اگر کوئی اس کو برا کہے یا گالی دے تو اس کو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی جب افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ اور دوسری خوشی جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔

(۷۳) ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن خزیمہ، بیہقی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں اس میں سے ایک دروازہ جس کا نام ریان ہے قیامت کے دن اس میں روزہ دار داخل ہوں گے ان کے علاوہ کوئی بھی ان کے ساتھ داخل نہ ہوگا کہا جائے گا کہاں ہیں روزہ دار؟ تو وہ لوگ اس سے داخل ہوں گے جب ان میں آخری آدمی داخل ہو جائے گا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر ان میں سے داخل نہ ہوگا۔

ابن خزیمہ رحمہ اللہ علیہ نے زیادہ کہا کہ جو آدمی اس میں سے داخل ہوگا وہ پیئے گا اور جو شخص پیئے گا وہ پیاسا نہ ہوگا۔

(۷۴) امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا روزہ میں کوئی ریا کاری نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا میری وجہ سے اپنے کھانے اور پینے کو چھوڑتا ہے۔

(۷۵) ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پہلے گناہ سب معاف کر دیے جائیں گے۔

(۷۶) امام نسائی اور بیہقی نے عمرو بن سعید رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(۷۷) امام بیہقی نے عبداللہ بن روفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا روزہ دار کی نیند عبادت ہے اس کا خاموش رہنا تسبیح ہے اس کا عمل دوگنا ہے۔ اس کی دعا قبول کی جاتی ہے اور اس کے گناہ معاف ہے۔

(۷۸) ابن عدی نے، ابوالحسن، محمد بن جمیع العسائی، ابوسعید بن الاعرابی اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کوئی بندہ جب روزہ کی حالت میں صبح کرتا ہے تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اس کے اعضاء تسبیح کرتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ سورج پردے میں چھپ جاتا ہے اگر وہ ایک رکعت یا دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے آسمان نور سے روشن ہو جاتے ہیں اور حورعین میں سے اس کی بیویاں کہتی ہیں کہ اے اللہ اس کو ہماری طرف بھیج دے ہم اس کو دیکھنے کی مشتاق ہیں اور اگر وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے یا تسبیح بیان کرتا ہے یا تکبیر کہتا ہے تو اس سے ستر ہزار فرشتے ملاقات کرتے ہیں اور اس کے اس ذکر کا ثواب سورج غروب ہونے تک لکھتے رہتے ہیں۔

روزے دار کے لئے جنت کی بشارت

(۷۹) بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو روزہ نے کھانے اور پینے سے روکے رکھا جس کی اس کو خواہش تھی تو اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کے مطابق جنت کے پھل کھلاتے ہیں اور اس کو جنت میں سے پلائے گا۔

(۸۰) امام بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کے پاس یہ وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو یہ بتا دیجئے جب کوئی بندہ کسی دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے روزہ رکھے گا تو میں اس کے جسم کو صحت عطا کروں گا اور اس کے اجر کو بڑا کر دوں گا۔

(۸۱) ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم سمندری جنگ میں جا رہے تھے کہ ایک آواز دینے والے نے آواز دی اے کشتی والو اپنی خبر دو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کہا کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ہوا ہمارے لئے اچھی ہے (یعنی سازگار ہے) لنگر ہمارے لئے اٹھائے گئے ہیں کشتی ہمارے لئے سمندر کی گہرائی میں چل رہی ہے؟ تو اس آواز

دینے والے نے کہا کیا میں تم کو اس فیصلہ کے متعلق نہ بتاؤں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر لازم رکھا ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں ضرور بتاؤ۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر یہ فیصلہ فرمالیا ہے کہ جو بندہ دنیا میں اللہ کی رضا کے لئے اپنے آپ کو ایک دن پیاسا رکھے گا (یعنی روزہ رکھے گا) تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اس کو قیامت کے دن سیراب فرمائیں گے۔

(۸۲) امام احمد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو میں آپ سے حاصل کرلوں اور اللہ تعالیٰ اس سے مجھے نفع عطا فرمادیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ کو لازم پکڑ لے کہ اس کی مثل کوئی (عمل) نہیں۔

(۸۳) امام بیہقی نے عبداللہ بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قیامت کے دن روزے داروں کے لئے دسترخوان رکھے جائیں گے وہ کھا رہے ہوں گے اور لوگ حساب دینے کی مشقت میں ہوں گے۔

(۸۴) بیہقی نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ہر کاشتکار کو اپنی کھیتی کا بدل دیا جاتا ہے اور زیادہ دیا جاتا ہے۔ لیکن اہل قرآن اور روزوں کو بغیر حساب کے اجر دیا جائے گا۔

(۸۵) ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نیک عمل کرنے والوں کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک مخصوص دروازہ ہوگا جس سے وہ بلائے جائیں گے اور روزہ والوں کے لئے ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے۔

(۸۶) امام مالک نے مؤطا میں، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے (آگ سے)

(۸۷) امام بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے یہ روایت فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے رب نے فرمایا روزہ ڈھال ہے میرا بندہ اس کے ذریعہ آگ سے بچاؤ حاصل کرتا ہے۔

(۸۸) امام احمد اور بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا روزہ ڈھال ہے اور آگ سے بچاؤ کا مضبوط قلعہ ہے۔

(۸۹) ابن ابی شیبہ، نسائی اور ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی نے عثمان بن ابی عاصم ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ روزہ آگ سے ڈھال ہے جیسے تم میں سے کسی کے لئے ڈھال ہوتی ہے لڑائی سے (بچاؤ کے لئے)۔

(۹۰) ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن خزیمہ، اور بیہقی نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اس کو نہ پھاڑ دیا جائے۔

(۹۱) امام طبرانی نے الاوسط میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑا نہ جائے پوچھا گیا یہ کس طرح پھٹتا ہے؟ آپ نے فرمایا جھوٹ اور غیبت سے۔

(۹۲) امام ترمذی اور بیہقی نے بنو سلیم کے ایک آدمی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا سبحان اللہ نصف میزان ہے اور الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے اور اللہ اکبر زمین و آسمان کے درمیان کو بھر دیتا ہے اور وضو (بھی) نصف ایمان ہے۔ اور روزہ آدھا صبر ہے۔

(۹۳) ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ اور بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ آدھا صبر ہے اور ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

(۹۴) ابن عدی اور بیہقی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

روزہ دار کے سامنے کھانا

(۹۵) ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نے آپ کو کھانا پیش کیا آپ نے فرمایا تم بھی کھاؤ میں نے عرض کیا میں روزہ سے ہوں آپ ﷺ نے فرمایا جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے تو اس کے لئے ہر فرشتے دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ دوسرے لوگ کھانے سے فارغ ہو جاتے ہیں یا کھانا ختم کر دیتے ہیں۔

(۹۶) ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ کا کھانا تناول فرما رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال کھانے میں حاضر ہو جاؤ انہوں نے عرض کیا میں روزہ سے ہوں یا رسول اللہ! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں باقی ہے کیا تم جانتے ہو اے بلال! بلاشبہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں جب تک اس کے پاس کھانا کھایا جائے۔

(۹۷) ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ روزہ دار کے پاس جب کھایا جاتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

(۹۸) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ روزہ دار کے پاس جب کھایا جاتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

(۹۹) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ روزہ دار کے پاس جب کھایا جاتا ہے تو اس کے مفاصل تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔

(۱۰۰) ابو یعلی، طبرانی، بیہقی نے امام ابن ابی شیبہ نے یزید بن خلیل رحمہ اللہ علیہ سے اسی طرح روایت ہے سلمہ بن قیصر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے (صرف) ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے اتنی دور کر دے گا جتنی دور تک کو بچپن سے مرنے تک اڑنا شروع کرے۔ یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر مر جائے۔

(۱۰۱) البزار اور بیہقی نے احمد اور بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین دعائیں قبول ہوتی ہیں روزہ دار کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔

(۱۰۲) بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ مسجد کی طرف تشریف لائے اور اس میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے فرمایا جس کے پاس طاقت ہو اس کو چاہئے کہ نکاح کرے ورنہ اس پر روزہ لازم ہیں کیونکہ وہ شہوت کو کم کردیتا ہے اور ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے۔

(۱۰۳) ترمذی، ابن ماجہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے اس سے روزہ داروں کو بلایا جائے گا۔ جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا اس سے داخل ہوگا اور جو شخص اس (دروازہ) سے داخل ہوگا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔

(۱۰٤) ابن ماجہ حاکم بیہقی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

(۱۰۵) البزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ داروں کے لئے ایک حوض ہوگا کہ غیر روزہ دار اس پر نہیں آئیں گے۔

(۱۰٦) ابن ابی الدنیا اور البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو سمندر کی ایک لڑائی میں بھیجا اس درمیان کہ وہ اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے اور اندھیری رات میں (کشتیوں کے) بادبان اٹھا دیئے گئے تھے ان کے اوپر سے غیب سے ایک آواز آئی کہ اے کشتی والوں ٹھہر جاؤ میں تم کو اپنے فیصلہ کی خبر دیتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ فیصلہ لازم کر رکھا ہے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اگر تو خبر دینے والا ہے تو ہم کو خبر دے اس نے کہا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر یہ فیصلہ لازم کر رکھا ہے کہ جو گرمی کے دن میں اپنے آپ کو اللہ کی رضا کے لئے پیاسا رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو پیاس کے دن (یعنی قیامت کے دن) پلائے گا۔

حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کو پانچ کلمات کا حکم

(۱۰۷) ابن سعد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نسائی۔ ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الدعوات میں الحرث الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمای اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا (علیہ السلام) کو پانچ کلمات پہ عمل کرنے کا حکم فرمایا اور بنی اسرائیل کو بھی عمل کرنے کا حکم فرمایا اور ہوسکتا ہے کہ وہ تھوڑی سی دیر تاخیر کریں عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ کلمات پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور بنی اسرائیل کو بھی عمل کرنے کا حکم فرمائیں یا تو آپ انہیں ان باتوں کا حکم دیں ورنہ میں ان کو حکم دیتا ہوں یحییٰ (علیہ السلام) نے فرمایا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر آپ ان کلمات کے ساتھ مجھ سے سبقت لے گئے تو مجھے دھنسا دیا جائے یا عذاب دیا جائے (اگر میں نے ان کاموں کا حکم نہ کیا) (پھر) تمام لوگ بیت المقدس میں جمع ہوئے اور وہ ہجوم سے بھر گیا اور آپ ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ

نے مجھ کو پانچ کلمات کا حکم فرمایا ہے کہ میں ان پر عمل کروں اور تم کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم کروں، ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو مثال اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرتا ہے اس آدمی کی مثال ہے جس نے خالص سونے اور چاندی سے ایک غلام خریدا اور اس سے کہا یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے سو تو کام کر اور اس کا صلہ مجھے پہنچا وہ کام کرتا ہے مگر اس کا صلہ اپنے مالک کے علاوہ دوسرے کو پہنچاتا ہے کون تم میں سے اس بات کو پسند کرتا ہے اس کا غلام اس طرح کا ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز کا حکم دیا ہے جب تم نماز پڑھو تو ادھر ادھر توجہ نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بندہ کے سامنے ہوتا ہے جب تک بندہ اپنی نماز میں ادھر ادھر متوجہ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے تم کو روزہ کا حکم فرمایا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو جماعت کے ساتھ ہے اور اس کے پاس ایک تھیلی ہو جس میں مشک ہو اور جماعت کا ہر آدمی اس کی خوشبو کو پسند کرتا ہو اور بلاشبہ روزہ دار کی بو اللہ کے نزدیک اس مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو صدقہ کا حکم فرمایا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کو دشمن قید کر لے اور اس کے ہاتھ کو اس کی گردن کے ساتھ باندھ دیئے ہوں اور وہ سب لوگ اس کی گردن مارنے کے لئے آگے بڑھیں تو وہ کہے کہ میں اپنی جان کا قلیل و کثیر کے ساتھ فدیہ دیتا ہوں۔ تو (اس طرح) اس نے اس کو اپنی جان کا فدیہ دے دیا (اور اپنی جان کو چھڑا لیا) اور اللہ تعالیٰ تم کو حکم فرماتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ اس کا دشمن (اس کو مارنے کے لئے اس کے نشانات قدم پر تیزی سے نکلا یہاں تک کہ ایک مضبوط قلعہ کی طرف آ گیا اور اپنی جان کو دشمن سے بچا لیا اسی طرح بندہ اپنی جان کو شیطان سے نہیں بچا سکتا مگر اللہ کے ذکر سے۔

(۱۰۸) امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاد کرو غنیمت (کا مال) پاؤ گے روزے رکھو صحت مند ہو جاؤ گے۔ اور سفر کرو مالدار ہو جاؤ گے۔

(۱۰۹) امام احمد، ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع اور حاکم نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کے لئے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اس کو کھانے سے اور شہوت کے پورا کرنے سے روکے رکھا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمایئے قرآن کہے گا میں نے اس کو رات کو سونے سے روکے رکھا اس لئے میری سفارش اس کے متعلق فرمایئے پھر فرمایا کہ دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

(۱۱۰) ابو یعلی اور طبرانی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ایک آدمی کسی دن نفلی روزہ رکھے پھر اس کو زمین بھر سونا دے دیا جائے تو حساب کے دن سے پہلے اس کا ثواب مکمل نہ ہوگا۔

(۱۱۱) امام طبرانی نے الاوسط میں اور الصغیر میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور آگ کے درمیان (اتنی بڑی) خندق بنا دیں گے جتنا آسمان و زمین کے درمیان (فاصلہ) ہے۔

(۱۱۲) طبرانی نے عمرو بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھے گا جہنم اس سے ایک سو سال کی مسافت تک دور کر دی جائے گی۔

(۱۱۴) ترمذی، نسائی، ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس دن (کے روزہ) کی وجہ سے اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال دور فرمادیں گے۔

(۱۱۵) ترمذی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان (اتنی بڑی) خندق بنادیں گے جتنا زمین وآسمان کے درمیان (فاصلہ) ہے۔

(۱۱۶) امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی روزہ دار کی یہاں تک کہ وہ افطار کرے، عادل بادشاہ کی، مظلوم کی دعا، اللہ تعالیٰ بادل کو اوپر اٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میری عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ عرصہ کے بعد ہو۔

(۱۱۷) ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ داروں کے منہ سے مشک کی خوشبو پھوٹتی ہوگی اور قیامت کے دن عرش کے نیچے ان کے لئے دسترخوان بچھایا جائے گا وہ اس میں سے کھائیں گے اور لوگ (قیامت کے دن کی) سختی میں ہوں گے۔

(۱۱۸) الطبرانی نے الاوسط میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک ایسا دسترخوان لگائیں گے کہ کسی آنکھ نے ایسا نہیں دیکھا، کسی کان نے ایسا نہیں سنا کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں آیا (اور) اس (دسترخوان) پر صرف روزہ دار بیٹھیں گے۔

(۱۱۹) ابوالشیخ بن حسان نے الثواب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اور روزہ دار اپنی قبروں سے نکلیں گے اپنے روزے کی خوشبو سے وہ پہچانے جائیں گے ان کے مونہوں سے مشک سے زیادہ خوشبو ہوگی ان کے لئے دسترخوان اور لوٹے رکھے جائیں گے جن پر مشک کی مہر لگی ہوگی ان سے کہا جائے گا کھاؤ تم (دنیا میں) بھوکے رہے اور پیو تم (دنیا میں) پیاسے رہے لوگوں کو چھوڑ دو اور تم آرام کرلو اس کے لئے کہ تم نے اس وقت تھکاوٹ برداشت کی جب کہ لوگ آرام میں ہوتے تھے اور کھاتے پیتے تھے وہ آرام کریں گے جبکہ لوگ مشقت میں ہوں گے اور پیاسے ہوں گے۔

(۱۲۰) ابن ابی الدنیا نے کتاب الاحوال میں مغیب بن سمی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ سورج کے سروں کے اوپر ایک ہاتھ کی بلندی پر ہوگا اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، آگ کی لپیٹ اور گرم لو ان پر چلے گی اور دوزخ کے شعلے ان پر نکل رہے ہوں گے یہاں تک کہ زمین پر لوگوں کے پسینے سے ایسی بدبو اٹھے گی جیسے مردار کی بدبو ہوتی ہے اور روزہ دار اس وقت عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔

(۱۲۱) الاصبہانی نے الترغیب میں، احمد بن ابی الحوری کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابوسلیمان رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے پاس ابوعلی اصم ایک عمدہ حدیث لے کر تشریف لائے کہ میں نے اس حدیث کو دنیا میں ان سے سنی تھی کہ روزہ داروں کے

لئے دسترخوان لگایا جائے گا جس سے وہ کھائیں گے اور لوگ حساب (کی سختی میں) مبتلا ہوں گے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم تو حساب دے رہے ہیں اور یہ لوگ کھانا کھا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے انہوں نے برابر روزے رکھے اور تم نے نہیں رکھے اور یہ راتوں کو قیام میں ہوتے تھے۔ اور تم سوئے ہوئے ہوتے تھے۔

جنت کا اعلیٰ مقام

(۱۲۲) امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک ایسا کمرہ ہے کہ اس کا باہر اس کے اندر سے دکھائی دیتا ہے اور اس کا اندر اس کے باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ یہ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیار فرما رکھا ہے جو نرم بات بات والا (بھوکوں کو) کھانا کھلاتا ہے، لگاتار روزے رکھتا ہے اور رات کو نماز پڑھتا ہے جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔

(۱۲۳) بیہقی نے نافع رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر مومن کی دعا افطار کے وقت ہوتی ہے یا تو دنیا میں اس کو جلدی دے دیا جاتا ہے یا اس کی دعا آخرت میں ذخیرہ کرلی جاتی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما افطار کے وقت فرمایا کرتے تھے لفظ آیت ''واسع المغفرۃ اغفرلی'' (اے وسیع رحمت والے مجھ کو بخش دیجئے)۔

(۱۲٤) احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا (آج) تم میں سے کون جنازہ میں حاضر ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں'' پھر پوچھا آج کس نے مریض کی عیادت کی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے۔ پھر پوچھا (آج) کس نے صدقہ کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے۔ پھر پوچھا آج کس نے روزہ رکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (جنت) واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔

(۱۲۵) ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن ریاح رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف نکلے تو ایک راہب کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا (قیامت کے دن) دسترخوان لگائے جائیں گے تو سب سے پہلے اس میں سے روزہ دار کھائیں گے۔

(۱۲٦) ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، دارقطنی، بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کا ایک روزہ بغیر رخصت اور بغیر فرض کے چھوڑ دیا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کی قضا نہ کریں گے اگرچہ وہ روزے رکھ بھی لے۔

(۱۲۷) دارقطنی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بغیر عذر کے رمضان کے ایک دن کا روزہ نہ رکھے تو (بطور قضا کے) اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔

(۱۲۸) دارقطنی نے رجاء بن جمیل رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رمضان کے ایک دن کا روزہ نہ رکھے تو وہ پھر (بطور قضا کے) بارہ دن کے روزے رکھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ پر راضی ہو۔

(۱۲۹) ابن ابی شیبہ نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے رمضان کے روزے کا ایک دن کا روزہ بھی نہیں رکھا آپ ﷺ نے فرمایا تو صدقہ کر اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور روزہ کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھ۔

(۱۳۰) ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے جان بوجھ کو بغیر سفر اور مرض کے رمضان کا روزہ رکھا تو کبھی اس کی ادائیگی نہ ہوگی۔ اگرچہ ساری عمر کے روزے رکھے۔

(۱۳۱) ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جو شخص جان بوجھ کر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دے وہ ساری عمر ان کو پورا کر سکے گا۔ (تفسیر درمنثور، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابُ الشَّهْرِ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ

باب: مہینہ کبھی 29 دن کا بھی ہوتا ہے

2319 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ، وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا، وَخَنَسَ سُلَيْمَانُ أُصْبُعَهُ فِي الثَّالِثَةِ، يَعْنِي تِسْعًا وَعِشْرِينَ وَثَلَاثِينَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہم امی لوگ ہیں، ہم تحریر نہیں کرتے اور حساب نہیں کرتے ہیں، مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔

سلیمان نامی راوی نے تیسری مرتبہ ایک انگلی کو نیچے کر لیا یعنی مہینہ کبھی 29 دن کا ہوتا ہے، اور کبھی 30 دن کا بھی ہوتا ہے۔

شرح

انتیس یا تیس دن جو کہ قمری مہینہ کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ شریعت نے قمری مہینہ کی تعین کو ستاروں کے علم یا آلات رویت کے حساب سے معلق نہیں کیا بلکہ اس کی بنیاد رویت ہلال پر رکھی ہے یعنی چاند کو دیکھ کر ہی روزے رکھنا شروع کرو اور چاند (شوال کا) دیکھ کر ہی روزے رکھنا ختم کرو۔ اب رویت ہلال مختلف ممالک میں مختلف اوقات اور مختلف تاریخوں پر ہونا عین ممکن ہے اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ ماہ رمضان کے دوران مختلف ممالک کا سفر کرنے والوں میں سے کسی کے روزوں کی تعداد ۲۸ رہ جائے اور کسی کے ۳۱ ہو جائے۔ ایسی صورت میں جس شخص کے روزے ۲۸ بن رہے ہوں وہ بعد میں ایک روزہ کی قضا دے گا اور جس کے ۳۱ بن رہے ہوں وہ اسے نفلی تصور کر کے روزہ رکھ سکتا ہے۔

2319- واخرجه البخاری (1913)، ومسلم (1080)، والنسائی فی "الکبری" (2462) و (2463) و (2464) مختصراً و (5853) من طریق شعبة، ومسلم (1080)، والنسائی (2461) من طریق سفیان الثوری، کلاهما عن الاسود بن قیس، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً وتاماً البخاری (1908) و (5302)، ومسلم (1080)، والنسائی (2460) من طرق عن عبد الله بن عمر، به. وهو فی "مسند احمد" (4611) و (4815) و (5017)، و "صحیح ابن حبان" (3449) و (3454) و (3455).

2320 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ ثَلَاثِينَ، قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، إِذَا كَانَ شَعْبَانُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ نَظَرَ لَهُ، فَإِنْ رُئِيَ فَذَاكَ، وَإِنْ لَمْ يُرَ، وَلَمْ يَحُلْ دُونَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ، وَلَا قَتَرَةٌ أَصْبَحَ مُفْطِرًا، فَإِنْ حَالَ دُونَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ، أَوْ قَتَرَةٌ أَصْبَحَ صَائِمًا، قَالَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يُفْطِرُ مَعَ النَّاسِ، وَلَا يَأْخُذُ بِهَذَا الْحِسَابِ،

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مہینہ (کبھی) 29 دن کا ہوتا ہے، تو چاند کو دیکھے بغیر روزے رکھنا شروع نہ کرو، اور چاند کو دیکھے بغیر روزے رکھنا ختم نہ کرو، اگر بادلوں کی وجہ سے وہ نظر نہ آ سکے تو 30 دن کی گنتی پوری کر لو۔''

راوی بیان کرتے ہیں: جب شعبان کی 29 تاریخ ہو تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے چاند کا جائزہ لیا جاتا تھا، اگر وہ نظر آ جاتا تو ٹھیک تھا اگر دکھائی نہیں دیتا تھا اور اس کے نظر نہ آنے میں کوئی بادل یا غبار رکاوٹ نہ ہوتا تو وہ روزہ رکھ لیتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کے ساتھ ہی روزہ ختم کرتے تھے وہ اس حساب کو اختیار نہیں کرتے تھے۔

2321 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنِي أَيُّوبُ، قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ بَلَغَنَا، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ، وَإِنَّ أَحْسَنَ مَا يُقْدَرُ لَهُ أَنَّا إِذَا رَأَيْنَا هِلَالَ شَعْبَانَ لِكَذَا وَكَذَا، فَالصَّوْمُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لِكَذَا وَكَذَا، إِلَّا أَنْ تَرَوُا الْهِلَالَ قَبْلَ ذَلِكَ

ایوب بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز نے اہل بصرہ کی طرف خط لکھا کہ ہم تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کردہ روایت کی مانند روایت ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں ''جو بھی حساب لگایا جاتا ہے، اس میں سب سے بہترین یہ ہے کہ اگر ہم نے شعبان کا چاند فلاں، فلاں دن دیکھا تھا، تو اگر اللہ نے چاہا، تو روزہ فلاں دن ہوگا، البتہ اگر لوگ اس سے پہلے، پہلی کا چاند دیکھ لیں، تو حکم مختلف ہوگا۔''

2322 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عِيسَى بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي ضِرَارٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: لَمَا صُمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ أَكْثَرُ مِمَّا صُمْنَا مَعَهُ ثَلَاثِينَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنی مرتبہ 30 روزے رکھے ہیں، آپ کے ساتھ اس سے زیادہ مرتبہ 29 روزے رکھیں ہے۔

2320- واخرجه البخاری (1906)، ومسلم (1080)، والنسائی فی "الکبری" (2442) و (2443) من طرق عن نافع، بہ.

2323 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ، وَذُو الْحِجَّةِ

❁❁ عبدالرحمن بن ابوبکرہ اپنے والد سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے رمضان اور ذوالحج''

بَابُ اِذَا اَخْطَاَ الْقَوْمُ الْهِلَالَ

باب: جب لوگوں کو پہلی کا چاند دیکھنے میں غلطی ہو جائے

2324 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ فِيْ حَدِيْثِ اَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ قَالَ: وَفِطْرُكُمْ يَوْمَ تُفْطِرُونَ، وَاَضْحَاكُمْ يَوْمَ تُضَحُّونَ، وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ، وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ مَنْحَرٌ، وَكُلُّ جَمْعٍ مَوْقِفٌ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تمہارا عید الفطر کا دن اس دن ہوگا جب تم روزے رکھنا ختم کر دو گے، اور قربانی کا دن اس دن ہوگا جس دن تم قربانی کرو گے عرفہ سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے، منیٰ سارے کا سارا قربانی کی جگہ ہے اور مکہ کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے اور مزدلفہ سارا وقوف کی جگہ ہے۔''

بَابُ اِذَا اُغْمِيَ الشَّهْرُ

باب: جب مہینہ ڈھانپا گیا ہو (یعنی پہلی کے چاند کے دن مطلع ابر آلود ہو)

2325 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ، ثُمَّ يَصُومُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ، فَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ

2323-اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدى، وخالد الحذاء: هو ابن مهران البصرى. واخرجه البخارى (1912)، ومسلم (1089)، وابن ماجه (1659)، والترمذى (701) من طرق عن خالد، بهذا الاسناد. وقال الترمذى: حديث حسن. واخرجه البخارى (1912)، ومسلم (1089) من طريق اسحاق بن سويد، عن عبدالرحمن بن ابى بكرة، به. وهو فى "مسند احمد" (20399)، و"صحيح ابن حبان" (325).

2325-اسناده صحيح. معاوية بن صالح: هو ابن حُدَير الحضرمى الحمصى. واخرجه اسحاق بن راهويه فى "مسنده" (1675)، واحمد (25161)، وابن خزيمة فى "صحيحه" (1910)، وابن حبان (3444)، والطبرانى فى "مسند الشاميين" (1921)، والدارقطنى فى "سننه" (2149) وابن عبدالبر فى "التمهيد" /35314 من طرق عن عبدالرحمن بن مهدى، بهذا الاسناد. وقال الدارقطنى: هذا اسناد حسن صحيح. واخرجه ابن الجارود فى "المنتقى" (377) مطولاً من طريق اسد بن موسى، والحاكم فى "المستدرك" /4231، والبيهقى /2064

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا جتنا زیادہ اہتمام کرتے تھے اتنا کسی مہینے کا نہیں کرتے تھے، پھر آپ رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرتے تھے، اگر آپ پر بادل چھایا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد پوری کرتے تھے، اور پھر روزے رکھنے شروع کرتے تھے۔

2326 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الضَّبِّيُّ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ، ثُمَّ صُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ سُفْيَانُ، وَغَيْرُهُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُسَمِّ حُذَيْفَةَ

⊛⊛ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''(رمضان) کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزے رکھنا شروع نہ کرو جب تک تم پہلی کا چاند دیکھ نہیں لیتے یا تم گنتی پوری نہیں کر لیتے تم روزے رکھتے رہو، یہاں تک کہ جب تم (شوال کا) پہلی چاند دیکھ لو یا گنتی پوری کر لو پھر عید الفطر کرو۔''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت سفیان اور دیگر راویوں نے اپنی سند کے ساتھ ایک صحابی کے حوالے سے نقل کی ہے، ان راویوں نے صحابی کا نام حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

بَابُ مَنْ قَالَ: فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: اگر تم پر بادل چھائے ہوئے ہوں، تو تم 30 روزے رکھو

2327 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ بِصِيَامِ يَوْمٍ، وَلَا يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ، وَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، ثُمَّ صُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ حَالَ دُونَهُ غَمَامَةٌ، فَأَتِمُّوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ، ثُمَّ أَفْطِرُوا وَالشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ، وَشُعْبَةُ، وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ سِمَاكٍ بِمَعْنَاهُ لَمْ يَقُولُوا: ثُمَّ أَفْطِرُوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ حَاتِمُ بْنُ مُسْلِمِ ابْنُ أَبِي صَغِيرَةَ، وَأَبُو صَغِيرَةَ زَوْجُ أُمِّهِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''(رمضان کے) مہینے سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنا شروع نہ کر دو، ماسوائے اس صورت کے کوئی شخص (کسی

2327- واخرجه الترمذی (696)، والنسائی فی "الکبری" (2450) و (2451) و (2510) من طرق عن سماک، بهذا الاسناد. وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح.

دوسرے معمول کے مطابق) روزے رکھتا ہو (تو وہ اس دن روزہ رکھ سکتا ہے)
چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو، اور اس وقت تک رکھتے رہو، (جب تک شوال کا پہلی کا) چاند دیکھ نہیں لیتے اور اگر اسے دیکھنے میں کوئی بادل (وغیرہ) رکاوٹ ہو، تو تم 30 کی گنتی پوری کرلو اور پھر روزے رکھنا ختم کرو، اور مہینہ (کبھی) 29 دن کا بھی ہوتا ہے۔"

ﷺ (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں "پھر تم روزے رکھنا ختم کرو"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راوی کا نام حاتم بن مسلم بن ابوصغیرہ ہے، ابوصغیرہ اس کی والدہ کا شوہر (اس کا سوتیلا باپ) تھا۔

بَابٌ فِي التَّقَدُّمِ

باب: تقدم کا بیان

2328 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَسَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ: هَلْ صُمْتَ مِنْ شَهْرِ شَعْبَانَ شَيْئًا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمًا. وَقَالَ: أَحَدُهُمَا يَوْمَيْنِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص سے دریافت کیا: کیا تم نے شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھا ہے، اس نے جواب دیا جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم روزے رکھنا ختم کرو، تو ایک دن روزہ رکھ لینا۔"

کسی ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں "دو دن"

2329 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْعَلَاءِ الزُّبَيْدِيُّ، مِنْ كِتَابِهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِي الْأَزْهَرِ الْمُغِيرَةِ بْنِ فَرْوَةَ، قَالَ: قَامَ مُعَاوِيَةُ فِي النَّاسِ بِدَيْرِ مِسْحَلٍ الَّذِي عَلَى بَابِ حِمْصَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا قَدْ رَأَيْنَا الْهِلَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، وَأَنَا مُتَقَدِّمٌ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَفْعَلَهُ فَلْيَفْعَلْهُ، قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ السَّبَئِيُّ، فَقَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ، أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ شَيْءٌ مِنْ رَأْيِكَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: صُومُوا الشَّهْرَ وَسِرَّهُ

2328- واخرجه البخاری (1983)، ومسلم (1161)، والنسائی فی "الکبری" (2881-2884) من طرق عن مطرف، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (19839)، و"صحیح ابن حبان" (3587) و (3588).

2329- واخرجه الطبرانی فی "الکبیر" /19 (901)، و"مسند الشامیین" (795)، والبیهقی فی "الکبری" /4 210 من طریق الولید بن مسلم، بهذا الاسناد.

مغیرہ بن فروہ بیان کرتے ہیں: دیر بن مسحل میں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، یہ حمص دروازے کے پاس ایک جگہ ہے انہوں نے فرمایا: اے لوگو! ہم نے (شعبان کا) چاند فلاں، فلاں دن دیکھا تھا، اور (رمضان) کا چاند نظر آنے سے پہلے روزہ رکھنا شروع کر دیا ہے، جو شخص ایسا کرنا چاہیے تو وہ بھی یہ کر لے، تو مالک بن ہبیرہ ان کے سامنے کھڑا ہوا اور بولا: اے حضرت معاویہ! آپ نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کچھ سنا ہوا ہے، یا آپ اپنی رائے کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پورا مہینہ روزے رکھو اور اس کے آغاز میں بھی''

2330 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ، فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: قَالَ الْوَلِيدُ سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ، يَقُولُ: سِرُّهُ أَوَّلُهُ.

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس سے مراد مہینے کا ابتدائی حصہ ہے۔

2331 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، قَالَ: كَانَ سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، يَقُولُ: سِرُّهُ أَوَّلُهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ: سِرُّهُ وَسَطُهُ، وَقَالُوا: آخِرُهُ

سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں: لفظ ''سرہ'' سے مراد اس کا ابتدائی حصہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ''سرہ'' سے مراد اس کا درمیان ہے، بعض نے کہا اس کا آخری حصہ مراد ہے۔

بَابٌ إِذَا رُئِيَ الْهِلَالُ فِي بَلَدٍ قَبْلَ الْآخَرِينَ بِلَيْلَةٍ

باب: جب کسی ایک شہر میں، دوسرے علاقوں سے ایک رات پہلے، پہلی کا چاند نظر آ جائے

2332 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ، أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ، أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ ابْنَةَ الْحَارِثِ، بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ، قَالَ: فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا فَاسْتَهَلَّ رَمَضَانُ وَأَنَا بِالشَّامِ، فَرَأَيْنَا الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ، فَسَأَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ: مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ؟ قُلْتُ: رَأَيْتُهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، قَالَ: أَنْتَ رَأَيْتَهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، وَرَآهُ النَّاسُ، وَصَامُوا، وَصَامَ مُعَاوِيَةُ، قَالَ: لَكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ، فَلَا نَزَالُ نَصُومُهُ حَتَّى نُكْمِلَ الثَّلَاثِينَ، أَوْ نَرَاهُ، فَقُلْتُ: أَفَلَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ، قَالَ: لَا، هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

2332-واخرجه مسلم (1087)، والترمذي (702)، والنسائي في "الكبرى" (2432) من طرق عن اسماعيل بن جعفر، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح غريب. وهو في "مسند احمد" (2789)

کریب بیان کرتے ہیں: سیدہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شام بھیجا، وہ بیان کرتے ہیں: میں شام آیا، وہاں سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا کا کام پورا کیا، ابھی میں شام میں ہی موجود تھا کہ اسی دوران رمضان کے چاند کا اعلان ہوگیا، ہم نے جمعہ کی رات میں پہلی کا چاند دیکھ لیا، پھر جب مہینے کے آخر میں مدینہ منورہ آیا، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے حال احوال دریافت کیا، انہوں نے پہلی کے چاند کا ذکر کیا، اور دریافت کیا: تم لوگوں نے پہلی کا چاند کب دیکھا؟ میں نے جواب دیا: میں نے تو اسے شب جمعہ میں دیکھا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: کیا تم نے خود اسے دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! اور لوگوں نے بھی اسے دیکھا تھا، اور لوگوں نے روزہ بھی رکھا تھا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا تھا، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لیکن ہم نے تو ہفتے کی رات اسے دیکھا ہے، ہم تو اس وقت تک روزہ رکھتے رہیں گے جب تک ہم 30 کی تعداد پوری نہیں کر لیتے یا پہلی کے چاند کو نہیں دیکھ لیتے۔

میں نے دریافت کیا: کیا آپ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند کو دیکھنا اور روزہ رکھنا کافی نہیں ہے، انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! اللہ کے رسول نے ہمیں یہی حکم دیا ہے۔

2333 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، فِي رَجُلٍ كَانَ بِمِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ، فَصَامَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَشَهِدَ رَجُلَانِ أَنَّهُمَا رَأَيَا الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْأَحَدِ، فَقَالَ: لَا يَقْضِي ذَلِكَ الْيَوْمَ الرَّجُلُ، وَلَا أَهْلُ مِصْرِهِ، إِلَّا أَنْ يَعْلَمُوا أَنَّ أَهْلَ مِصْرٍ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ قَدْ صَامُوا يَوْمَ الْأَحَدِ فَيَقْضُونَهُ

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص کے بارے میں بارے میں فرماتے ہیں: جو کسی شہر میں موجود ہو، اور اس نے پیر کے دن روزہ رکھا ہوا ہو، اور پھر دو آدمی یہ گواہی دیں، انہوں نے اتوار کی رات (یعنی ہفتے اور اتوار کی درمیانی رات) میں چاند دیکھ لیا تھا، حسن فرماتے ہیں: یہ شخص اور اس کے شہر کے رہنے والے لوگ اس دن کا روزہ قضاء نہیں کریں گے، البتہ اگر انہیں اس بات کا علم ہو کہ مسلمانوں کے کسی شہر کے رہنے والے تمام لوگوں نے ہفتے کے دن روزہ رکھا تھا، تو پھر وہ اس کی قضاء کریں گے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ الشَّكِّ

باب: شک والے دن میں روزہ رکھنے کا ناپسندیدہ ہونا

2334 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَمَّارٍ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ، فَأَتَى بِشَاةٍ فَتَنَحَّى بَعْضُ الْقَوْمِ، فَقَالَ عَمَّارٌ: مَنْ صَامَ هَذَا الْيَوْمَ، فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ ایک ایسے دن میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، جس کے بارے میں شک

2334- اسناده قوى من اجل ابى خالد الاحمر - واسمه سليمان بن حيان - فهو صدوق لا باس به. وقد صحح اسناده الدارقطنى (2150)، والحاكم /1 423-424، وسكت عنه الذهبى. ابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعى. واخرجه ابن ماجه (1645)، والترمذى (694)، والنسائى فى "الكبرى" (2509)

تھا (کہ آج روزہ ہے یا نہیں ہے؟) ایک بکری لائی گئی، تو حاضرین میں سے ایک شخص پیچھے ہٹ گیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص آج کے دن روزہ رکھے گا، اس نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

یوم شک کے روزے کا بیان

شعبان کی تیسویں شب یعنی انتیس تاریخ کو ابر وغیرہ کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا مگر ایک شخص نے چاند دیکھنے کی شہادت دی اور اس کی شہادت قبول نہیں کی گئی اسی طرح دو فاسق لوگوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی اور ان کی گواہی قبول نہیں کی گئی اس کی صبح کو جو دن ہوگا یعنی تیس تاریخ کو یوم الشک (شک کا دن) کہلائے گا کیونکہ اس دن کے بارے میں یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ رمضان شروع ہو گیا ہو اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ رمضان شروع نہ ہوا ہو لہٰذا اس غیر یقینی صورت کی وجہ سے اسے شک کا دن کہا جاتا ہے ہاں اگر انتیس تاریخ کو ابر وغیرہ نہ ہو اور کوئی بھی شخص چاند نہ دیکھے تو تیس تاریخ کو یوم الشک نہ کہیں گے۔ اس حدیث میں اسی دن کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یوم الشک کو رمضان یا کسی واجب کی نیت سے روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ اس دن نفل روزہ رکھنے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص شعبان کی پہلی ہی تاریخ سے نفل روزہ رکھتا چلا آرہا ہو یا تیس تاریخ اتفاق سے اس دن ہو جائے کہ جس میں کوئی شخص روزہ رکھنے کا عادی ہو جس کی وضاحت پہلے کی جا چکی ہے تو اس کے لئے اس دن روزہ رکھنا افضل ہوگا۔ اسی طرح یوم الشک کو روزہ رکھنا اس شخص کے لئے بھی افضل ہے جو شعبان کے آخری تین دنوں میں روزے رکھتا ہو اور اگر یہ صورتیں نہ ہوں تو پھر یوم الشک کا مسئلہ یہ ہے کہ خواص تو اس دن نفل کی نیت کے ساتھ روزہ رکھ لیں اور عوام دوپہر تک کچھ کھائے پیے بغیر انتظار کریں اگر چاند کی کوئی قابل قبول شہادت نہ آئے تو دوپہر کے بعد افطار کر لیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کا یہ معمول نقل کیا جاتا ہے کہ یہ حضرات شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند تلاش کرتے اگر چاند دیکھ لیتے یا معتبر شہادت کے ذریعے رویت ہلال کا ثبوت ہو جاتا تو اگلے روز روزہ رکھتے ورنہ بصورت دیگر ابر وغبار وغیرہ سے مطلع صاف ہونے کی صورت میں روزہ نہ رکھتے ہاں اگر مطلع صاف نہ ہوتا تو روزہ رکھ لیتے تھے اور علماء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ان کا یہ روزہ نفل ہوتا تھا۔

خواص سے مراد وہ لوگ ہیں جو شک کے دن کے روزے کی نیت کرنا جانتے ہوں اور جو لوگ اس دن کے روزے کی نیت کرنا نہ جانتے ہوں انہیں عوام کہا جاتا ہے چنانچہ اس دن روزہ کی نیت یہ ہے کہ جو شخص اس دن کہ جس میں رمضان کے بارے میں شک واقع ہو رہا ہے روزہ رکھنے کا عادی نہ ہو وہ یہ نیت کرے کہ میں آج کے دن نفل روزے کی نیت کرتا ہوں اور اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اگر آج رمضان کا دن ہو تو یہ روزہ رمضان کا بھی ہے اس طرح نیت کرنی مکروہ ہے۔ کہ اگر کل رمضان کا دن ہو تو یہ روزہ رمضان میں محسوب ہو اور اگر رمضان کا دن نہ ہو تو نفل یا کسی اور واجب میں محسوب ہو۔ تاہم اگر کسی نے اس طرح کر لیا اور اس دن رمضان کا ہونا ثابت ہو گیا تو وہ روزہ رمضان ہی میں محسوب ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اس نیت کے ساتھ روزہ رکھے کہ اگر آج رمضان کا دن ہوگا تو میرا بھی روزہ ہوگا اور اگر رمضان کا دن نہیں ہوگا تو میرا روزہ بھی نہیں ہوگا۔ تو اس طرح نہ نفل کا روزہ ہوگا اور نہ رمضان کا ہوگا چاہے اس دن رمضان کا ہونا ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے۔

بَابٌ فِيمَنْ يَصِلُ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ

باب: جو شخص شعبان کو رمضان کے ساتھ ملا دے (یعنی مسلسل روزے رکھے)

2335 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُقَدِّمُوا صَوْمَ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ، وَلَا يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ صَوْمٌ يَصُومُهُ رَجُلٌ، فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الصَّوْمَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''رمضان کے روزے سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزے رکھنے شروع نہ کرو، البتہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے (معمول کے مطابق) روزے رکھتا ہو تو وہ یہ روزہ رکھ سکتا ہے۔''

2336 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَصُومُ مِنَ السَّنَةِ شَهْرًا تَامًّا إِلَّا شَعْبَانَ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ

❁❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں: آپ سال میں کسی بھی مہینے میں پورا مہینہ روزہ نہیں رکھتے تھے، صرف شعبان میں ایسا کرتے تھے، آپ اسے رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ ذَلِكَ

باب: اس کا مکروہ ہونا

2337 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَدِمَ عَبَّادُ بْنُ كَثِيرٍ الْمَدِينَةَ، فَمَالَ إِلَى مَجْلِسِ الْعَلَاءِ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ، فَأَقَامَهُ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ، فَلَا تَصُومُوا، فَقَالَ الْعَلَاءُ: اللَّهُمَّ إِنَّ أَبِي حَدَّثَنِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، وَشِبْلُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَأَبُو عُمَيْسٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، لَا يُحَدِّثُ بِهِ، قُلْتُ لِأَحْمَدَ: لِمَ قَالَ: لِأَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصِلُ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ، وَقَالَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ هَذَا عِنْدِي خِلَافَهُ، وَلَمْ يَجِئْ بِهِ غَيْرُ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ

❁❁ عبدالعزیز بن محمد بیان کرتے ہیں: عباد بن کثیر مدینہ منورہ آئے وہ علاء کی محفل میں آئے تو علاء نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں کھڑا کیا اور بولے: اے (اللہ تو جانتا ہے) یہ شخص اپنے والد کے حوالے سے حضرت ابوہر

یرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

''جب نصف شعبان گزر جائے تو روزہ نہ رکھو''

تو عباد نے کہا: اے اللہ! (تو یہ بات جانتا ہے) کہ میرے والد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول یہ حدیث مجھے بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) دیگر راویوں نے یہ روایت علاء کے حوالے سے نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالرحمن نامی راوی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے، میں نے امام احمد سے دریافت کیا اس کی وجہ کیا ہے: تو انہوں نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس یہ روایت موجود تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کو رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے تو وہ یہ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اس کے برخلاف منقول ہوگا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میرے نزدیک یہ اس کے برخلاف نہیں ہے اور اس روایت کو صرف علاء نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بَابُ شَهَادَةِ رَجُلَيْنِ عَلٰى رُؤْيَةِ هِلَالِ شَوَّالٍ

باب: دو آدمیوں کا شوال کا چاند دیکھنے کی گواہی دینا

2338 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ اَبُوْ يَحْيَى الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَارِثِ الْجَدَلِيُّ، مِنْ جَدِيلَةَ قَيْسٍ، اَنَّ اَمِيْرَ مَكَّةَ خَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: عَهِدَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ، فَاِنْ لَمْ نَرَهُ، وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا، فَسَاَلْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ الْحَارِثِ مَنْ اَمِيْرُ مَكَّةَ، قَالَ: لَا اَدْرِي، ثُمَّ لَقِيَنِي بَعْدُ، فَقَالَ: هُوَ الْحَارِثُ بْنُ حَاطِبٍ اَخُوْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ، ثُمَّ قَالَ الْاَمِيْرُ: اِنَّ فِيكُمْ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ مِنِّي، وَشَهِدَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَوْمَاَ بِيَدِهِ اِلٰى رَجُلٍ، قَالَ الْحُسَيْنُ: فَقُلْتُ لِشَيْخٍ اِلٰى جَنْبِي مَنْ هٰذَا الَّذِي اَوْمَاَ اِلَيْهِ الْاَمِيْرُ؟ قَالَ: هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَصَدَقَ كَانَ اَعْلَمَ بِاللّٰهِ مِنْهُ، فَقَالَ: بِذٰلِكَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❀❀ حسین بن حارث جدلی بیان کرتے ہیں: مکہ کے گورنر نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: اللہ کے رسول نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم پہلی کا چاند دیکھ کر (اس کے حساب سے) حج کریں، اگر ہم خود اسے نہیں دیکھتے اور دو عادل گواہ اس کی گواہی دے دیتے ہیں، تو ہم ان کی گواہی کی بنیاد پر حج کر لیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حسین بن حارث سے دریافت کیا: مکہ کا امیر کون تھا، اس نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم اس کے بعد میری اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا: وہ حارث بن حاطب تھے، جو محمد بن حاطب کے بھائی ہیں، پھر اس کے بعد

امیر نے کہا: تمہارے درمیان وہ شخصیت موجود ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس بات کی گواہی دی ہے (کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے) پھر اس نے اپنے ہاتھ کے ذریعے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔

حسین بن حارث کہتے ہیں: میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک بزرگ سے دریافت کیا: یہ صاحب کون ہیں؟ جن کی طرف امیر نے اشارہ کیا ہے تو انہوں نے کہا: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور امیر نے ٹھیک کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے (احکام) کے بارے میں اس سے زیادہ علم رکھتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا تھا۔

2339 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ الْمُقْرِئُ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ، فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا، زَادَ خَلَفٌ فِي حَدِيثِهِ: وَأَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ.

ربعی بن حراش ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: رمضان کے آخری دن کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا، تو دو دیہاتی آئے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اللہ کے نام کی (قسم اٹھا کر) گواہی دی کہ ہم نے گزشتہ رات پہلی کا چاند دیکھ لیا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ روزہ ختم کر دیں۔

خلف نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: (اور اس بات کا حکم دیا) کہ وہ اگلے دن صبح عیدگاہ میں آئیں۔

بَابٌ فِي شَهَادَةِ الْوَاحِدِ عَلَى رُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ

باب: رمضان کے چاند کو دیکھنے کی ایک آدمی کی گواہی (کا، کافی ہونا)

2340 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ أَبِي ثَوْرٍ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ، عَنْ زَائِدَةَ، الْمَعْنَى، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ، قَالَ الْحَسَنُ فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: يَا بِلَالُ، أَذِّنْ فِي النَّاسِ فَلْيَصُومُوا غَدًا.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔

حسن نامی راوی نے اپنی روایت یہ الفاظ نقل کیے ہیں: یعنی رمضان کے چاند کے بارے میں یہ بات کہی، تو نبی اکرم ﷺ

نے فرمایا: کیا تم اس بات کو گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اس نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں یہ اعلان کردو، کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

2341 - حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي هِلَالِ رَمَضَانَ مَرَّةً، فَأَرَادُوا أَنْ لَا يَقُومُوا، وَلَا يَصُومُوا، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ مِنَ الْحَرَّةِ، فَشَهِدَ أَنَّهُ رَأَى الْهِلَالَ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَشَهِدَ أَنَّهُ رَأَى الْهِلَالَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ أَنْ يَقُومُوا وَأَنْ يَصُومُوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرِ الْقِيَامَ أَحَدٌ إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: لوگوں کے درمیان رمضان کے چاند کے بارے میں اختلاف ہو گیا انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ نہ تو نماز تراویح پڑھیں گے اور نہ ہی (اگلے دن) روزہ رکھیں گے، اسی دوران حرہ کی طرف سے ایک دیہاتی آیا اس نے گواہی دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے، اسے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، تو آپ نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، اور میں اللہ کے رسول ہوں، اس نے عرض کی: جی ہاں، اس نے اس بات کی بھی گواہی دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے لوگوں میں یہ اعلان کیا کہ وہ نماز تراویح پڑھیں اور (اگلے دن) روزہ بھی رکھیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بہت سے لوگوں نے یہ روایت عکرمہ کے حوالے سے مرسل روایت کے طور پر نقل کی ہے، انہوں نے اس میں تراویح ادا کرنے کا ذکر نہیں کیا، صرف حماد بن سلمہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔

2342 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّمَرْقَنْدِيُّ، وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتْقَنُ قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ، فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَهُ، وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: لوگوں نے پہلی کا چاند دیکھنے کی کوشش کی میں نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ میں نے اسے دیکھ لیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا کہا۔

اکیلے شخص کی گواہی کے عدم قبولیت میں صورت میں اسے روزے کا حکم

اور اگر کسی شخص نے اکیلے رمضان کا چاند دیکھا تو یہ شخص خود روزہ رکھے۔ خواہ امام نے اس کی گواہی قبول نہ کیا ہو۔ تو وہ آدمی خود روزہ رکھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو۔ حالانکہ وہ شخص ظاہری حالت کے ساتھ چاند کو دیکھ چکا ہے۔ اگر اس شخص نے روزہ نہ رکھا تو اس پر اس روزے کی قضاء واجب ہوگی اس پر کفارہ نہ ہو

گا۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔ جبکہ اس نے افطار جماع کے ساتھ کیا ہو۔ کیونکہ جماع کے ساتھ اس کا روزہ توڑنا یہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے رمضان میں حقیقی معنوں میں روزے کو توڑا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں اسے رمضان کا یقین ہے اور حکمی طور بھی کیونکہ اس پر روزے کی قضاء واجب ہے۔ جبکہ ہماری دلیل کے مطابق قاضی نے اس شخص کی دلیل کو شرعی دلیل کے مطابق رد کیا ہے اور شرعی دلیل اس کے لئے غلطی کی تہمت ہے۔ لہٰذا اس طرح ایک شبہ پیدا ہو جس کی وجہ سے کفارہ ساقط ہو گیا کیونکہ کفارات شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ) اور اگر اس نے امام کی تردید سے پہلے روزے کو توڑ دیا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ اگر اس آدمی نے تیس روزے مکمل کیے ہیں تو افطار نہ کرے ہاں البتہ جب وہ امام کے ساتھ ہو۔ کیونکہ پہلے روزے کا وجوب اس پر صرف احتیاط کی دلیل پر مبنی تھا۔ اور اس کے بعد جو احتیاط ہے وہ تاخیر افطار کی وجہ سے ہے۔ اور اگر اس نے افطار کیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اسی حقیقت پر قیاس کرتے ہوئے جو اس کے ہاں ثابت ہے۔ (ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

رؤیت ہلال میں ایک مستور الحال کی گواہی کی قبولیت کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کافی حاکم جس میں امام محمد کا تمام کلام، کتب ظاہر الروایۃ کا جمع فرما دیا ہے یُوں ہے کہ رمضان میں ایک مسلمان مرد یا عورت عادل یا مستور الحال کی گواہی مقبول ہے جبکہ یہ گواہی دے کہ اس نے جنگل میں دیکھا یا شہر میں دیکھا اور کوئی سبب ایسا تھا جس کے باعث اوروں کو نظر نہ آیا۔

اور ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں اس لیے کہ جماعت عظیم کی شرط وہاں ہے کہ گواہ شہر میں غیر مکان بلند پر ہو تو یہ پچھلی روایت اُس پہلی کے اطلاق کی قید بتاتی ہے اور اس پر دلیل یہ کہ پہلی میں ایک کی گواہی نہ ماننے کی وجہ یہ فرمائی کہ تنہا اُس کا دیکھنا غلطی میں ظاہر ہے اور اُس پچھلی صورت یعنی جبکہ وُہ جنگل میں یا بلند مکان پر تھا وہ رَد کی وجہ نہ پائی گئی اس لیے محیط میں فرمایا کہ اس حالت میں تنہا اُس کا دیکھنا خلاف ظاہر نہ ہوگا۔ (ردالمحتار، ج ۲، ص ۱۰۱، مصطفی البابی مصر)

بحر الرائق میں فرمایا کہ جب لوگ چاند دیکھنے میں کاہلی کریں تو اس روایت پر عمل چاہئے کہ دو گواہ کافی ہیں کہ اب وُہ وجہ نہ رہی کہ سب چاند دیکھنے میں مصروف تھے اور مطلع صاف تھا تو فقط انہی دو کو نظر آنا بعید از قیاس ہے، اور ولوالجیہ وظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں صرف تعدد گوہان کی شرط ہے اور تعدد دو سے بھی ہو گیا۔ اور ہمارے زمانے میں لوگوں کا کسل آنکھوں دیکھا ہے تو دو کی گواہی کو یہ نہ کہیں گے کہ جمہور کے خلاف انہی کو کیسے نظر آ گیا جس سے گواہ کی غلطی ظاہر ہو تو ظاہر الروایۃ کی وجہ نہ رہی تو اس دوسری روایت پر فتویٰ دینا لازم ہُوا۔ (ردالمحتار، ج ۲، ص ۱۰۱، مصطفی البابی مصر)

عادل، مستور اور فاسق کی تعریفات وفقہی احکام

لوگ تین قسم ہیں: (۱) عادل (۲) مستور (۳) فاسق عادل وُہ مرتکب کبیرہ عمد یا خفیف عدالحرکات نہ ہو۔

قلت مرتکب کبیرہ نہ ہوا تو ل ارتکاب کبیرہ میں اصرار صغیرہ بھی آ گیا کہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ (رہا علماء کا یہ قول کہ کبائر کا ترک اور صغائر پر اصرار ارائخ تو اس سے مراد وضاحت ہے نہ کہ تکمیل تعریف، جیسا کہ مخفی نہیں۔ قلت خفیف الحرکات نہ ہو

جیسے بازار میں کھاتے پھرنا یا شارع عام چلنے پر راہ میں پیشاب کو بیٹھنا اور مستور پر پوشیدہ حال جس کی کوئی بات مسقطِ شہادت معلوم نہیں۔ اور فاسق جو ظاہراً بدافعال ہے۔

عادل کی گواہی ہر جگہ مقبول ہے اور مستور کی ہلالِ رمضان میں، اور فاسق کی کہیں نہیں۔ پر بعض روایات کے بعض الفاظ بظاہر اس طرف جاتے ہیں کہ رمضان میں فاسق کی شہادت بھی سُن لیں۔ ممکن ہے کہ اُس شہر کا حاکمِ شرع یہی خیال رکھتا ہو، اگر چہ محققین نے اسے رَدّ کر دیا۔ تو جس فاسق کو معلوم ہو کہ یہاں کے حاکم کا یہ مسلک ہے اس پر بیشک گواہی دینی واجب ہوگی ورنہ نہیں، اور رمضان میں جبکہ عادل و مستور کا ایک حکم ہے، تو اِس وجوب میں بھی یکساں رہیں گے۔ رہا عادِل، جب وُہ دائم المقبول ہے تو اُس پر وجوب بھی مطلقاً ہے یعنی رمضان ہو خواہ عید الفطر خواہ عید الاضحیٰ۔

عادل پر لازم ہے کہ اس نے جس رات چاند دیکھا ہے اسی رات حاکم کے پاس گواہی دے تا کہ لوگ صبح کو بے روزہ نہ اُٹھیں، اور یہ گواہی فرض عین ہے۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ۳۵۸، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

کفارات شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی حکم کے کفارے کے ثبوت میں دلیل پیش کی جائے تو اس میں شک پیدا ہو جائے تو وہ کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ اور یہ قاعدہ اس مسئلہ میں حدود کی طرح ہے یعنی جس طرح حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں اسی طرح کفارے بھی شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

ایک عورت نفاس میں مبتلا ہو گئی تو اس کے ذمہ سے کفارہ ساقط ہو جائے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص اس دن کسی ایسے مرض اور ایسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا جس میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور یہ کہ وہ مرض و تکلیف قدرتی ہو تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ قدرتی کی قید اس لیے ہے کہ فرض کیجئے کسی شخص نے قصداً روزہ توڑ ڈالا اور پھر اپنے آپ کو اس طرح زخمی کر لیا کہ اس حالت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے یا اپنے آپ کو چھت یا پہاڑ سے گرا لیا تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ تکلیف اور مرض اس کا خود اپنا پیدا کیا ہوا ہوگا۔

ایسی صورت میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ اس صورت میں کفارہ ساقط ہو جائے گا جب کہ دوسرے حضرات کا قول ہے کہ کفارہ ساقط نہیں ہوگا اور کمال کے قول کے مطابق مختار اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔ جمع العلوم میں منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے زیادہ چلنے یا کوئی کام کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو تکلیف و مشقت میں مبتلا کیا یہاں تک کہ اسے بہت زیادہ اور شدید پیاس لگی اور اس نے روزہ توڑ ڈالا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ کفارہ لازم نہیں ہوگا اور اسی قول کو بقائی رحمہ اللہ نے بھی اختیار کیا ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں منقول ہے۔

مطلع کے عدم صاف ہونے میں شہادت وحدہ میں فقہ حنفی کا بیان

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ خود شہادتِ رؤیت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی، ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل، بالغ، غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اگر چہ کنیز ہو اگر چہ مستور الحال ہو، جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں، ظاہر حال پابندِ شرع ہے اگر چہ اس کا یہ بیان مجلسِ قضاء میں نہ ہو، اگر

چہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے، نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا کدھر کو تھا کتنا اونچا تھا وغیر ذٰلک۔ یہ اس صورت میں ہے کہ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو، اور بحال صفائی مطلع اگر ویسا ایک شخص جنگل سے آیا یا بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہوجائے گا۔

ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں، بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں دیکھنے کی پروانہیں، بے پروائی کی صورت میں کم سے کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں، ورنہ ایک جماعتِ عظیم چاہئے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہوجائے کہ ضرور چاند ہُوا اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں، اور اگر کثرت حدِ تواتر کو پہنچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی متبول ہے۔ باقی گیارہ ہلالوں کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں عادل آزاد جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابند شرع ہیں، قاضی شرع کے حضور لفظ اشھد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اُس کا قائم مقام ہے جبکہ تمام اہلِ شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اُس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشھد بھی کافی سمجھا جائے گا، ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رؤیتِ ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ دو گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعتِ عظیم درکار ہے۔

اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً ہلال محرم کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالتِ صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں تو ظاہراً جماعت عظیم ہی چاہئے کہ جس وجہ سے اُس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ہلال رمضان کے نصاب شہادت میں فقہی بیان

جمہور ائمہ کا قول ہے کہ رمضان کے بارے میں ایک عادل مسلمان کی شہادت کافی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی شہادت پر روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ نیز ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ فأخبرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنی رأیتہ فصام و أمر الناس بصیامہ (ابوداؤد)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بیان کیا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تو کلمہ توحید اور رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا، آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے کہ لوگ روزہ رکھیں۔ (منتقیٰ)

اس حدیث کو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ ہر دو احادیث سے ظاہر ہے کہ رمضان کے بارے میں ایک مسلمان

عادل کی شہادت کافی ہے۔امام نووی نے بھی اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

ہلالِ عید کی شہادت میں مذاہب اربعہ

ہلال عید کی شہادت کے لئے کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آخر رمضان میں ہلالِ عید کے متعلق جھگڑا ہوا۔ دو اعرابی آئے اور انہوں نے شہادت دی کہ بخدا ہم نے کل عید کا چاند دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ روزہ افطار کرلیں اور صبح عیدگاہ کی طرف نکلیں۔

عید کے بارے میں کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جس میں ایک شہادت کا ذکر ہو۔ نصاب شہادتِ رمضان کے بارے میں اعتراض: امام مالک، لیث، اوزاعی، ثوری اور امام شافعی سے مروی (ایک قول میں) ہے کہ ہلالِ رمضان کے لئے ایک شہادت کافی نہیں بلکہ دو کی شہادت کا اعتبار ہوگا۔ ان ائمہ نے اپنے موقف کے بارے میں جو احادیث بیان کی ہیں، ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو عبدالرحمن بن زید سے مروی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

فإن شهد شاهدان مسلمان فصوموا وافطروا (مسند احمد) اگر دو مسلمان شہادت دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو دوسری حدیث وہ ہے جو امیر مکہ حارث بن حاطب سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فإن لم نره وشهد شاهد عدل نسكنا بشهادتهما (ابوداود)

اگر ہم چاند نہ دیکھ پائیں اور دو عادل گواہ شہادت دے دیں تو ان کی شہادت پر شرعی احکام یعنی روزہ/عید ادا کریں گے اور دارقطنی نے روایت کر کے اس کی سند کو متصل صحیح کہا۔ (منتقی)

بظاہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلالِ رمضان کے لئے بھی کم از کم دو گواہ ہوں۔ جن احادیث میں ایک گواہ کا ذکر ہے، ان میں دوسرے گواہ کی نفی نہیں ہے۔ اس بات کا احتمال ہے کہ اس سے پہلے کسی دوسرے شخص سے بھی رویتِ ہلال کا علم ہو گیا ہو۔

اس اعتراض کا ابن مبارک اور امام احمد بن حنبل نے یہ جواب دیا ہے کہ جن احادیث میں دو گواہوں کی تصریح ہے، ان سے زیادہ سے زیادہ ایک شہادت سے ممانعت بالمفہوم ثابت ہوتی ہے۔ مگر ابن عمر اور ابن عباس ہر دو کی احادیث میں ایک شہادت کی قبولیت کا بالمنطوق بیان ہے اور مسلمہ اُصول ہے کہ دلالتِ مفہوم سے دلالتِ منطوق راجح ہے۔ اس لئے یہی قول درست ہے کہ رویتِ ہلال کے بارے میں ایک مسلمان عادل کی شہادت کافی ہے۔

پھر یہ احتمال پیدا کرنا کہ کسی دوسرے شخص سے رویتِ ہلال کا علم ہو گیا ہو، شریعت کے بیشتر احکام کو معطل کر دینے کے مترادف ہے۔ البتہ عبدالرحمن اور امیر مکہ کی احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہلالِ عید کے لئے بہر حال کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے۔

صاف مطلع کی صورت شہادت جماعت میں احناف کا موقف

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب ابر و غبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور

الحال کی خبر کافی ہے اگر چہ غلام یا عورت ہو رؤیت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے، دعویٰ یا لفظ اشھد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید کے لیے بحال ناصافی مطلع عدالت کے ساتھ دو مرد یا ایک مرد دو عورت کی گواہی بلفظ اشھد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابر وغبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کرلیں، اور جب ابر وغبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظنِ غالب حاصل ہو جائے اور امام سے مروی ہوا کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا، اور کتاب الاقضیہ میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلالِ عید الفطر کا۔ (درمختار، ج ۱، ص ۱۴۸، مطبع مجتبائی دہلی)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب آسمان صاف ہو تو ہلالِ روزہ وعید کے قبول کو جماعتِ عظیم کی خبر شرط ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اُس میں صرف دو ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے اور جماعت عظیم میں عدالت شرط نہیں، ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے، نہ آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے۔ (ردالمحتار، ج ۲، ص ۱۰۰، مطبوعہ مصر)

بَابٌ فِي تَوْكِيدِ السُّحُورِ

باب: سحری کرنے کی تاکید

2343 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فَصْلَ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ

❀❀ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہمارے روزہ رکھنے (کے طریقے) اور اہل کتاب کے روزہ رکھنے میں فرق، سحری کھانا ہے''

بَابُ مَنْ سَمَّى السَّحُورَ الْغَدَاءَ

باب: جس نے سحری کو ''ناشتہ'' کا نام دیا

2344 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ: دَعَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّحُورِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ: هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ

❀❀ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان میں سحری کھانے کے لیے بلایا اور فرمایا: مبارک ناشتے کی طرف آجاؤ۔

2345 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ أَبُو الْمُطَرِّفِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ سَحُورُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مومن کی بہترین سحری، کھجور ہے''

بَابُ وَقْتِ السُّحُورِ

باب: سحری کا وقت

2346 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، سَمِعْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ، يَخْطُبُ، وَهُوَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَمْنَعَنَّ مِنْ سُحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا بَيَاضُ الْأُفُقِ الَّذِي هَكَذَا حَتَّى يَسْتَطِيرَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے یہ بات بیان کی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بلال کی اذان اور افق میں اِس طرح پھیلنے والی سفیدی، تمہیں سحری سے نہ روکے، جب تک وہ چوڑائی کی سمت میں پھیلنے نہیں لگتی''

2347 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ التَّيْمِيِّ ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ، فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ - أَوْ قَالَ: يُنَادِي - لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ، وَيَنْتَبِهَ نَائِمُكُمْ، وَلَيْسَ الْفَجْرُ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا قَالَ مُسَدَّدٌ وَجَمَعَ يَحْيَى كَفَّيْهِ حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا، وَمَدَّ يَحْيَى بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بلال کی اذان کسی شخص کو سحری کرنے سے نہ روکے، کیونکہ وہ اس لیے اذان دیتا ہے تاکہ نوافل ادا کرنے والا (گھر) واپس چلا جائے اور سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے، صبح صادق اس طرح نہیں ہوتی''

مسدد نامی راوی کہتے ہیں: یحییٰ نامی راوی نے اپنی ہتھیلی کو ملایا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) جب تک وہ اس طرح نہیں ہو جاتی۔

(راوی کہتے ہیں) پھر یحییٰ نے اپنی انگلیوں کو پھیلایا (اور کر کے دکھایا کہ یوں ہوتی ہے)

2348 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا وَاشْرَبُوا، وَلَا يَهِيدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْأَحْمَرُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ اَهْلُ الْيَمَامَةِ

٭٭ قیس بن طلق اپنے والد کا یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم (سحری کے وقت) کھاتے پیتے رہو اور اوپر کی طرف جانے والی سفیدی تمہیں نہ روکے، تم اس وقت تک کھاتے پیتے رہو، جب تک سرخی چوڑائی کی سمت میں نہیں پھیلنے لگتی''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کو نقل کرنے میں اہل یمامہ منفرد ہیں۔

2349 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ، الْمَعْنَى، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: (حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ) (البقرة: 187) مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ قَالَ: اَخَذْتُ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ فَوَضَعْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي فَنَظَرْتُ فَلَمْ اَتَبَيَّنْ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَضَحِكَ فَقَالَ: اِنَّ وِسَادَكَ لَعَرِيضٌ طَوِيلٌ، اِنَّمَا هُوَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَقَالَ عُثْمَانُ: اِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ

٭٭ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی۔

''جب تک سفید دھاگہ، سیاہ دھاگے کے مقابلے میں تمہارے سامنے واضح نہیں ہو جاتا''

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک سفید دھاگہ لیا اور ایک سیاہ دھاگہ لیا، میں نے ان دونوں کو اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا، میں نے ان کا جائزہ لیا، تو وہ میرے سامنے واضح نہیں ہوئے (اگلے دن) میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ مسکرا دیے اور ارشاد فرمایا: پھر تو تمہارا تکیہ بڑا لمبا اور چوڑا ہے، اس سے مراد رات اور دن ہے''

عثمان نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (اس سے مراد) رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

سحری کے وقت سفیدی کے ظاہر ہونے میں فقہی مذاہب

حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب من الفجر کا لفظ نہیں اترا تھا تو چند لوگوں نے اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لئے اور جب تک ان کی سفیدی اور سیاہی میں تمیز نہ ہوئی کھاتے پیتے رہے اس کے بعد یہ لفظ اترا اور معلوم ہو گیا کہ اس سے مراد رات سے دن ہے۔

مسند احمد میں ہے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو دھاگے (سیاہ اور سفید) اپنے تکئے تلے رکھ لئے اور جب تک ان کے رنگ میں تمیز نہ ہوئی تب تک کھاتا پیتا رہا صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تیرا تکیہ بڑا لمبا چوڑا نکلا اس سے مراد تو صبح کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ظاہر ہونا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے، مطلب حضور

2349- اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدى، وابن ادريس: هو عبد الله الاودى، وحصين: هو ابن عبد الرحمن السلمى، والشعبى: هو عامر بن شراحيل. واخرجه البخارى (1916) و (4509)، ومسلم (1090)، والترمذى (3208) من طرق عن حصين، بهذا الاسناد. واخرجه البخارى (4510)، والترمذى (3209) و (3210)، والنسائى فى "الكبرى" (2490) و (10954) من طريقين عن الشعبى، به. وهو فى "مسند احمد" (19370)، و "صحيح ابن حبان" (3462) و (3463).

صلی اللہ علیہ وسلم کے امر قول کا یہ ہے کہ آیت میں تو دھاگوں سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہے اگر تیرے تکیہ تلے یہ دونوں آجاتی ہوں تو گویا اس کی لمبائی مشرق و مغرب تک کی ہے،

صحیح بخاری میں یہ تفسیر بھی روایتاً موجود ہے، بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی ہے کہ پھر تو تو بڑی لمبی چوڑی گردن والا ہے، بعض لوگوں نے اس کے معنی بیان کئے ہیں کہ کند ذہن ہے لیکن یہ معنی غلط ہیں، بلکہ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہے کیونکہ جب تکیہ اتنا بڑا ہے تو گردن بھی اتنی بڑی ہی ہوگی واللہ اعلم۔

بخاری شریف میں حضرت عدی کا اسی طرح کا سوال اور آپ کا اسی طرح کا جواب تفصیل وار بھی ہے، آیت کے ان الفاظ سے سحری کھانے کا مستحب ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ کی رخصتوں پر عمل کرنا اسے پسند ہے، حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ سحری کھایا کرو اس میں برکت ہے۔ (بخاری ومسلم)

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے ہی کا فرق ہے۔ (مسلم) سحری کا کھانا برکت ہے اسے نہ چھوڑو اگر کچھ نہ ملے تو پانی کا گھونٹ ہی سہی اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔ (مسند احمد)

اسی طرح کی اور بھی بہت سے حدیثیں ہیں سحری کو دیر کر کے کھانا چاہئے ایسے وقت کہ فراغت کے کچھ ہی دیر بعد صبح صادق ہو جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سحری کھاتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اذان اور سحری کے درمیان اتنا ہی فرق ہوتا تھا کہ پچاس آیتیں پڑھ لی جائیں۔ (بخاری ومسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تک میری امت افطار میں جلدی کرے اور سحری میں تاخیر کرے تب تک بھلائی میں رہے گی۔ (مسند احمد)

یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام غذائے مبارک رکھا ہے، مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی ایسے وقت کہ گویا سورج طلوع ہونے والا ہی تھا لیکن اس میں ایک راوی عاصم بن ابونجود منفرد ہیں اور مراد اس سے دن کی نزدیکی ہے جیسے فرمان باری تعالٰی فاذا بلغن اجلھن الخ یعنی جب وہ عورتیں اپنے وقتوں کو پہنچ جائیں مراد یہ ہے کہ جب عدت کا زمانہ ختم ہو جانے کے قریب ہو یہی مراد یہاں اس حدیث سے بھی ہے کہ انہوں نے سحری کھائی اور صبح صادق ہو جانے کا یقین نہ تھا بلکہ ایسا وقت تھا کہ کوئی کہتا تھا ہوگئی کوئی کہتا تھا نہیں ہوئی کہ اکثر اصحاب رسول اللہ کا دیر سے سحری کھانا اور آخری وقت تک کھاتے رہنا ثابت ہے۔

جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابوہریرہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کی بھی ایک بہت بڑی جماعت سے صبح صادق طلوع ہونے کے بالکل قریب تک ہی سحری کھانا مروی ہے، جیسے محمد بن علی بن حسین، ابومجلز، ابراہیم نخعی، ابوالضحٰی، ابووائل وغیرہ، شاگردان ابن مسعود، عطا، حسن، حاکم بن عیینہ، مجاہد، عروہ بن زبیر، ابوالشعثاء، جابر بن زیاد، اعمش اور جابر بن رشد کا ہے۔

ابن جریری نے اپنی تفسیر میں بعض لوگوں سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سورج کے طلوع ہونے تک کھانا پینا جائز ہے جیسے غروب ہوتے ہی افطار کرنا، لیکن یہ قول کوئی اہل علم قبول نہیں کر سکتا کیونکہ نص قرآن کے خلاف ہے قرآن میں خیط کا لفظ موجود ہے، بخاری

وسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر تم سحری سے نہ رک جایا کرو وہ رات باقی ہوتی ہے اذان دے دیا کرتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو جب تک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان نہ سن لو وہ اذان نہیں کہتے جب تک فجر طلوع نہ ہو جائے۔

مسند احمد میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ فجر نہیں جو آسمان کے کناروں میں لمبی پھیلتی ہے بلکہ وہ جو سرخی والی اور کنارے کنارے ظاہر ہونے والی ہوتی ہے ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اس میں ہے کہ اس پہلی فجر کو جو طلوع ہو کر اوپر کو چڑھتی ہے دیکھ کر کھانے پینے سے نہ رکو بلکہ کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ سرخ دھاری پیش ہو جائے،

ایک اور حدیث میں صبح کاذب اور اذان بلال کو ایک ساتھ بھی بیان فرمایا ہے ایک اور روایت میں صبح کاذب کو صبح کی سفیدی کے ستون کی مانند بتایا ہے، دوسری روایت میں اس پہلی اذان کو جس کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے یہ وجہ بیان کی ہے کہ وہ سوتوں کو جگانے اور نماز تہجد پڑھنے والوں اور قضا لوٹانے کے لئے ہوتی، فجر اس طرح نہیں ہے جب تک اس طرح نہ ہو (یعنی آسمان میں اونچی چڑھنے والی نہیں بلکہ کناروں میں دھاری کی طرح ظاہر ہونے والی۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ فجر دو ہیں ایک تو بھیڑیے کی دم کی طرح ہے اس سے روزے دار پر کوئی چیز حرام نہیں ہوتی ہاں وہ فجر جو کناروں میں ظاہر ہو وہ صبح کی نماز اور روزے دار کا کھانا موقوف کرنے کا وقت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو سفیدی آسمان کے نیچے سے اوپر کو چڑھتی ہے اسے نماز کی حلت اور روزے کی حرمت سے کوئی سروکار نہیں لیکن فجر جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چمکنے لگتی ہے وہ کھانا پینا حرام کرتی ہے۔ حضرت عطا سے مروی ہے کہ آسمان میں لمبی لمبی چڑھنے والی روشنی نہ تو روزہ رکھنے والے پر کھانا پینا حرام کرتی ہے نہ اس سے نماز کا وقت آیا ہوا معلوم ہو سکتا ہے نہ حج فوت ہوتا ہے لیکن جو صبح پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل جاتی ہے یہ وہ صبح ہے و روزہ دار کے لئے سب چیزیں حرام کر دیتی ہے اور نمازی کو نماز حلال کر دیتی ہے اور حج فوت ہو جاتا ہے ان دونوں روایتوں کی سند صحیح ہے اور بہت سے سلف سے منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ، ۱۸۷)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْمَعُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ

باب: آدمی کا (سحری کے وقت) اذان کی آواز سننا، جبکہ (کھانے کا) برتن اس کے ہاتھ میں ہو۔

2350 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ، فَلَا يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص اذان کی آواز سنے اور برتن اس وقت اس کے ہاتھ میں ہو، تو وہ اسے رکھے نہیں، جب تک وہ اس سے اپنی ضرورت کو پورا نہیں کر لیتا''

بَابُ وَقْتِ فِطْرِ الصَّائِمِ

باب: روزہ دار کا افطاری کرنے کا وقت

2351 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ هِشَامٍ الْمَعْنَى، قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، وَذَهَبَ النَّهَارُ مِنْ هَا هُنَا. - زَادَ مُسَدَّدٌ - وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ

⊛⊛ عاصم اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب رات اس طرف سے آجائے اور دن اس طرف سے رخصت ہو جائے''

یہاں مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں

''سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار افطاری کرلے''

2352 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ: سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، قَالَ: يَا بِلَالُ، انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ أَمْسَيْتَ، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، فَنَزَلَ فَجَدَحَ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اے بلال! اترو اور ہمارے لیے ستو گھول دو، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ شام ہو لینے دیں (تو یہ مناسب ہوگا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اترو اور ہمارے لیے ستو گھول دو۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ابھی دن باقی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھول دو، وہ اترے اور انہوں نے ستو گھول دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پی لیا اور ارشاد فرمایا:

''جب تم رات کو دیکھو کہ وہ اس طرف سے آگئی ہے، تو روزہ دار روزہ کھول لے''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کے ذریعے مشرق کی طرف اشارہ کر کے (یہ بات ارشاد فرمائی)

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ

باب: جلدی افطاری کرنے کا مستحب ہونا

2353 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ، لِأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يُؤَخِّرُونَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دین اس وقت تک غالب رہے گا، جب تک لوگ جلد افطاری کرتے رہیں گے، کیونکہ یہودی اور عیسائی اس میں تاخیر کرتے ہیں''

2354 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَا وَمَسْرُوقٌ، فَقُلْنَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ، وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْإِفْطَارَ، وَيُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ، قَالَتْ: أَيُّهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ، وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ؟ قُلْنَا: عَبْدُ اللهِ، قَالَتْ: كَذَلِكَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوعطیہ بیان کرتے ہیں: میں اور مسروق سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے عرض کی اے ام المومنین! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو افراد ہیں، ان میں سے ایک صاحب افطاری جلد کر لیتے ہیں (اور مغرب) کی نماز بھی جلد ادا کر لیتے ہیں، جبکہ دوسرے صاحب افطاری ذرا تاخیر سے کرتے ہیں اور (مغرب کی) نماز بھی ذرا تاخیر سے ادا کرتے ہیں، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: ان میں سے کون افطاری جلدی کرتا ہے اور نماز جلدی ادا کرتا ہے، انہوں نے عرض کی: حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

بَابُ مَا يُفْطَرُ عَلَيْهِ

باب: کس چیز کے ذریعے افطاری کی جائے؟

2355 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، عَمِّهَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا، فَلْيُفْطِرْ عَلَى التَّمْرِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدِ التَّمْرَ، فَعَلَى الْمَاءِ فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کا روزہ ہو، تو اسے کھجور کے ذریعے افطاری کرنی چاہیے، اگر اسے کھجور نہیں ملتی، تو پانی کے ذریعے کرلے، کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے''

2356 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ، فَعَلَى تَمَرَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے سے پہلے تازہ کھجوروں کے ذریعے

افطاری کرتے تھے، تازہ کھجوریں نہیں ہوتی تھیں تو آپ خشک کھجوروں کے ذریعے افطاری کر لیتے تھے، اگر وہ بھی نہیں ہوتی تھیں تو آپ ﷺ پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے تھے۔

بَابُ الْقَوْلِ عِنْدَ الْإِفْطَارِ

باب: افطاری کے وقت پڑھی جانے والی دعا

2357 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى أَبُو مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ سَالِمٍ الْمُقَفَّعَ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَيَقْطَعُ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ وَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ

❁❁ مروان بن سالم مقفع بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، انہوں نے اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیا اور جو بال مٹھی سے زائد تھے انہیں کاٹ دیا، انہوں نے یہ بات بیان کی نبی اکرم ﷺ جب افطاری کرتے تھے، تو یہ پڑھتے تھے:

''پیاس ختم ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں، اور اگر اللہ نے چاہا، تو اجر ثابت ہوگیا''

2358 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ

❁❁ معاذ بن زہرہ بیان کرتے ہیں: ان تک یہ روایت پہنچی ہے، نبی اکرم ﷺ جب افطاری کرتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق کے ذریعے افطاری کر رہا ہوں''

بَابُ الْفِطْرِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ

باب: سورج غروب ہونے سے پہلے افطاری کر لینا

2359 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: أَفْطَرْنَا يَوْمًا فِي رَمَضَانَ فِي غَيْمٍ، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: قُلْتُ لِهِشَامٍ: أُمِرُوا بِالْقَضَاءِ، قَالَ: وَبُدٌّ مِنْ ذَلِكَ

❁❁ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک مرتبہ ہم نے بادل والے دن میں افطاری کر لی، پھر سورج نکل آیا،

ابواسامہ راوی کہتے ہیں: میں نے ہشام سے دریافت کیا، کیا ان لوگوں کو قضاء کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: یہ ضروری تھا۔

بَابٌ فِي الْوِصَالِ

باب: صوم وصال (کا حکم؟)

2360 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھنے سے منع کیا تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صوم وصال رکھتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے کھلا بھی دیا جاتا ہے اور پلا بھی دیا جاتا ہے۔

2361 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ بَكْرَ بْنَ مُضَرَ، حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تُوَاصِلُوا، فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرَ قَالُوا: فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ، قَالَ: إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، إِنَّ لِي مُطْعِمًا يُطْعِمُنِي، وَسَاقِيًا يَسْقِينِي

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
تم لوگ صوم وصال نہ رکھو، تم میں سے جو شخص صوم وصال رکھنا چاہتا ہو، وہ سحری تک صوم وصال رکھ لے، لوگوں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے کھلانے والا ہے، جو کھلا دیتا ہے اور پلانے والا ہے، جو پلا دیتا ہے۔

بَابُ الْغِيبَةِ لِلصَّائِمِ

باب: روزہ دار کا غیبت کرنا

2362 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ، وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ، وَقَالَ أَحْمَدُ: فَهِمْتُ إِسْنَادَهُ مِنَ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، وَأَفْهَمَنِي الْحَدِيثَ رَجُلٌ إِلَى جَنْبِهِ أُرَاهُ ابْنَ أَخِيهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"جو شخص جھوٹی بات کہنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے"

احمد بن یونس نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس کی سند تو ابن ابوذئب سے سمجھی ہے، لیکن یہ حدیث مجھے ایک شخص نے سمجھائی تھی، جوان کے پہلو میں موجود تھا، جس کے بارے میں میرا خیال ہے، کہ وہ ان کا بھتیجا تھا۔

غیبت کے معنی ومفہوم کا بیان

غیبت" کے معنی ہیں پیٹھ پیچھے بدگوئی کرنا، یعنی کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق ایسی باتیں کرنا کہ جس کو اگر وہ سنے تو ناپسند کرے۔"شتم" کے معنی ہیں گالی دینا یعنی کسی کو کوئی فحش بات کہنا بدزبانی کرنا برا بھلا کہنا اور کسی کو ایسے الفاظ کے ذریعہ یاد و مخاطب کرنا جو شریعت واخلاق اور تہذیب وشائستگی کے خلاف ہوں۔ بہر حال اس باب میں وہ احادیث نقل کی جائیں گی جن سے یہ واضح ہوگا کہ زبان کو ایسے الفاظ وکلام سے بچانا چاہیے جن کو زبان پر لانا شرعی، اخلاقی اور معاشرتی طور پر ناروا ہے، خصوصاً غیبت، گالم گلوچ اور بدزبانی وبدکلامی، نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ان چیزوں میں شرعی طور پر کیا برائی ہے اور ان کا ارتکاب کرنے والا شریعت واخلاق کی نظر میں کس کی نظر میں کس قدر ناپسندیدہ ہے۔

حفاظت زبان کا بیان

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ اپنی اس چیز کی حفاظت کرے گا، جو اس کے دو کلوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور دانت اور جو اس کے دونوں پاؤں کے درمیان ہے یعنی شرم گاہ تو میں اس کی جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 749)

زبان کی حفاظت کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ اپنی زبان پر قابو حاصل کرے بایں طور کہ اس کو بے فائدہ الفاظ وکلام اور فحش گوئی وسخت کلامی سے محفوظ رکھے اور دانت کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حرام چیزوں کے کھانے پینے میں ملوث نہ کرے اس طرح شرمگاہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ زنا جیسی برائی سے اجتناب کرے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مجھ سے اس بات کا عہد کرے اور عمل کے ذریعہ اس عہد کو پورا کرے گا وہ اپنی زبان کو فحش گوئی وبدکلامی سے محفوظ رکھے گا اپنے منہ کو حرام وناجائز کھانے پینے سے بچانے اور اپنی شرم گاہ کو حرام کاری سے محفوظ رکھنے پر پوری طرح عامل وکاربند رہے گا تو اس کے تئیں اس بات کا ضامن بنتا ہوں کہ وہ شروع میں ہی نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور وہاں کے درجات عالیہ کا مستحق قرار پائے گا۔ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دراصل حق تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے کہ جس طرح وہ محض اپنے فضل سے بندوں کے رزق کا ضامن ہوا ہے اسی طرح اس نے پاکیزہ زندگی اختیار کرنے اور اعمال صالحہ پر جزاء دینے اور اپنے انعامات سے نوازنے کا بھی قوی وعدہ کیا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نائب ہیں اس کی طرف سے مذکورہ ضمانت لی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ جب بندہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نکالتا ہے جس میں حق تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے تو اگرچہ بندہ اس بات کی اہمیت کو نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے یعنی اگرچہ وہ بندہ اپنی اس بات کی قدر واہمیت سے واقف نہیں ہوتا اور اس کو ایک نہایت سہل اور معمولی درجہ کی بات سمجھتا ہے مگر حق تعالیٰ کے نزدیک وہ بات بہت بلند پایہ اور بڑے مرتبہ کی ہوتی ہے اسی طرح جب بندہ

کوئی ایسی بات زبان سے نکالتا ہے جو حق تعالیٰ کی ناخوشی کا ذریعہ بن جاتی ہے تو اگرچہ وہ بندہ اس بات کی اہمیت کو نہیں جانتا یعنی وہ اس بات کو بہت معمولی سمجھتا ہے اور اس کو زبان سے نکالنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا لیکن حقیقت میں وہ بات نتیجے کے اعتبار سے اتنی ہیبت ناک ہوتی ہے کہ وہ بندہ اس کے سبب سے دوزخ میں گر پڑتا ہے۔ (بخاری) اور بخاری ومسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ اس کے سبب سے دوزخ میں اتنی دور سے گرتا ہے جو مشرق ومغرب کے درمیانی فاصلہ سے بھی زیادہ ہے یعنی وہ جہاں سے دوزخ میں گرے گا وہ دوزخ جس جگہ جا کر گریگا ان دونوں کے درمیان اتنا طویل فاصلہ ہے جتنا مشرق ومغرب کے درمیان بھی نہیں ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 750)

اس ارشاد گرامی کا حاصل اس بات پر متنبہ کرتا ہے کہ زبان پر ہر وقت قابو رکھو اور اس کے معاملہ کو کم اہم نہ سمجھو نیز اس حقیقت کو کسی بھی لحہ نظر انداز نہ کرو اگر زبان پر احتیاط کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور یہ چھوٹی سی چیز تمہارے قابو سے باہر ہوگئی تو پھر تمہاری خیر نہیں چنانچہ اس حقیقت کو فرمایا گیا کہ بسا اوقات بندہ اپنی زبان سے کوئی بات نکالتا ہے اور اس کو اپنے نزدیک بہت معمولی درجہ کی بات سمجھتا ہے مگر درحقیقت ونتیجہ کے اعتبار سے اس بات کی اہمیت ہوتی کیا ہے؟ اس کو یوں سمجھو کہ اگر وہ بات حق ہوتی ہے اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنتی ہے تو وہی ذرا سی بات جنت میں اس کی بلندی کا سبب بن جاتی ہے اور اگر وہ بات کہیں ایسی ہوئی جو بری ہونے کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی کا سبب بن گئی ہو تو بندے کے نزدیک وہی معمولی بات اس کو دوزخ میں گرا دینے کا ذریعہ بن جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور کسی مسلمان کو مار ڈالنا کفر ہے۔ (بخاری ومسلم مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 751)

مسلمان کے قتل کو کفر کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی مسلمان اگر کسی مسلمان کو قتل کر دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے بلکہ اس ارشاد کا مقصد اس بات کو نہایت سختی وشدت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ مسلمان کا ناحق خون بہانا انتہائی سنگین جرم ہے اور جو مسلمان اپنے بھائی مسلمان کو قتل کرتا ہے وہ اپنے اسلام کے کامل ہونے کی نفی کرتا ہے گویا یہاں کفر سے مراد کمال اسلام کی نفی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ المسلم من سلم المسلمون۔ یعنی کامل مسلمان وہی ہے جس سے مسلمان محفوظ و مامون رہے اور اگر کفر سے اس کے حقیقی معنی مراد ہوں تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ وہ مسلمان یقینا کافر ہو جائے گا جو کسی مسلمان کو اس لئے قتل کر دے کہ وہ مسلمان ہو اور اس کے اسلام کے سبب سے اس قتل کرنے کو حلال ومباح جانے کیوں کہ کسی مسلمان کو محض اس کے اسلام کی وجہ سے قتل کرنا اور اس قتل کو حلال ومباح جاننا بلاشبہ کفر ہے۔

2363 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصِّيَامُ جُنَّةٌ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ، وَلَا يَجْهَلْ، فَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ، إِنِّي صَائِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کسی شخص روزہ رکھا ہوا ہو تو اسے فحش گفتگو نہیں کرنی چاہیے، جہالت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرنے کی کوشش کرتا ہے یا اسے برا بھلا کہتا ہے، تو اسے یہ بتا دینا چاہیے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

بَابُ السِّوَاكِ لِلصَّائِمِ

باب: روزہ دار کا مسواک کرنا

2364 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ. زَادَ مُسَدَّدٌ مَا لَا أَعُدُّ وَلَا أُحْصِي

❁❁ عبداللہ بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو مسواک کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے اس وقت روزہ رکھا ہوا تھا۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: میں نے بے حد و شمار مرتبہ ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حالت روزہ میں مسواک کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے۔ شام کے وقت مسواک کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فرض روزے میں مسواک کرنا مکروہ ہے نفلی روزے میں مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ ان سے ایک روایت کے مطابق مستحب ہے۔ اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے تر مسواک شام کے وقت مکروہ ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک تمام احوال میں مسواک کرنا جائز ہے۔ امام احمد کے نزدیک فرض میں زوال کے بعد کرنا مکروہ ہے اور نفل میں مکروہ نہیں ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۴، ص ۲۲۶، حقانیہ ملتان)

بَابُ الصَّائِمِ يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ مِنَ الْعَطَشِ وَيُبَالِغُ فِي الِاسْتِنْشَاقِ

باب: روزہ دار کا پیاس کی وجہ سے اپنے اوپر پانی ڈالنا اور ناک میں پانی ڈالتے ہوئے مبالغہ کرنا

2365 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ النَّاسَ فِي سَفَرِهِ عَامَ الْفَتْحِ بِالْفِطْرِ، وَقَالَ: تَقَوَّوْا لِعَدُوِّكُمْ، وَصَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالَ: الَّذِي حَدَّثَنِي لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ، وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ، أَوْ مِنَ الْحَرِّ

❁❁ ابوبکر بن عبدالرحمن، ایک صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ فتح

مکہ کے سال آپ ﷺ نے سفر کے دوران لوگوں کو روزہ ختم کرنے کا حکم دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے دشمن کے لیے قوت حاصل کرو، نبی اکرم ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔

ابوبکر نامی راوی بیان کرتے ہیں: جن صاحب نے مجھے یہ حدیث بیان کی انہوں نے یہ بتایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ''عرج'' کے مقام پر دیکھا آپ نے اپنے سر پر پانی انڈیلا، آپ نے اس وقت روزہ رکھا ہوا تھا، ایسا آپ نے پیاس کی وجہ سے یا گرمی کی شدت کی وجہ سے کیا تھا۔

2366 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا

❁❁ حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''ناک میں پانی ڈالتے ہوئے مبالغہ کرو، البتہ اگر تم روزے کی حالت میں ہو (تو حکم مختلف ہے)''

بَابٌ فِي الصَّائِمِ يَحْتَجِمُ

باب: روزہ دار کا پچھنے لگوانا

2367 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ يَعْنِي الرَّحَبِيَّ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ. قَالَ شَيْبَانُ: أَخْبَرَنِي أَبُو قِلَابَةَ، أَنَّ أَبَا أَسْمَاءَ الرَّحَبِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

❁❁ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''پچھنے لگانے والا کا اور لگوانے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

2368 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ الْجَرْمِيُّ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّ شَدَّادَ بْنَ أَوْسٍ، بَيْنَمَا هُوَ يَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

❁❁ ابوقلابہ جرمی بیان کرتے ہیں: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی: ایک مرتبہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔)

2369 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى رَجُلٍ بِالْبَقِيعِ، وَهُوَ يَحْتَجِمُ، وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي لِثَمَانِ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ، فَقَالَ: أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ بِإِسْنَادِ أَيُّوبَ مِثْلَهُ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں ایک شخص کے پاس تشریف لائے، جو پچھنے لگوا رہا تھا، یہ اٹھارہ رمضان کی بات ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پہلی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2370 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مَكْحُولٌ، أَنَّ شَيْخًا مِنَ الْحَيِّ قَالَ عُثْمَانُ: فِي حَدِيثِهِ مُصَدَّقٌ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا''

2371 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا''
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

سینگی، قے اور احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں روزہ دار کے روزہ کو نہیں توڑتیں سینگی، قے (جو از خود آئے) اور احتلام، امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے، اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن زید روایت حدیث کے سلسلہ میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں۔

اس روایت کو دار قطنی بیہقی اور ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے نیز ابوداؤد کی روایت کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ وہ اشبہ بالصواب (یعنی صحت کے زیادہ قریب) ہے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ دار کے سینگی کو مکروہ سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں علاوہ خوف کی صورت کے۔ (بخاری)

یعنی اس اعتبار سے سینگی کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اس سے ضعف و ناتوانی لاحق ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے روزہ پر اثر پڑ سکتا ہے نہ

کہ اس اعتبار سے کہ اس کی وجہ سے روزہ جاتا رہتا ہو۔

حضرت امام بخاری بطریق تعلیق نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے تو روزہ کی حالت میں سینگی لگوا لیا کرتے تھے مگر بعد میں انہوں نے اسے ترک کر دیا البتہ رات میں سینگی لگوا لیتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دن میں بحالت روزہ سینگی لگوانا یا تو احتیاط کے پیش نظر ترک کر دیا تھا یا پھر یہ کہ ضعف کے خوف سے اجتناب کرنے لگے تھے۔

امام بخاری نے بعض احادیث کو سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ یہ مذکورہ بالا حدیث ہے چنانچہ بغیر سند روایت کے نقل کرنے کو بطریق تعلیق نقل کرنا کہا جاتا ہے مذکورہ بالا روایت کے نقل کے سلسلہ میں مناسب یہ تھا کہ مصنف مشکوۃ حسب قاعدہ معمول پہلے تو کہتے عن ابن عمر الخ پھر بعد میں رواہ البخاری تعلیقا کے الفاظ نقل کرتے۔

اسی طرح ایک حدیث ہے افطر الحاجم والمحجوم (پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے) اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی گئی ہے کہ پچھنے لگوانے سے چونکہ روزہ دار کو کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اور زیادہ خون نکلنے کی صورت میں روزہ توڑ دینے کا خوف ہو سکتا ہے اسی طرح پچھنے لگانے والے کے بارے میں بھی یہ امکان ہوتا ہے کہ خون کا کوئی قطرہ اس کے پیٹ میں پہنچ جائے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط کے پیش نظر یہ فرمایا کہ روزہ جاتا رہتا ہے ورنہ حقیقت میں پچھنے لگانے یا لگوانے سے روزہ ٹوٹتا نہیں۔

روزے کی حالت میں پچھنا لگوانے میں فقہاء اربعہ کا مؤقف

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رمضان کی اٹھارہ تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں ایک ایسے شخص کے پاس تشریف لائے جو بھری ہوئی سینگی کھنچوا رہا تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سینگی کھینچنے اور کھنچوانے والے نے اپنا روزہ توڑ ڈالا (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) امام محی السنہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جو علماء روزہ کی حالت میں سینگی کھینچنے اور کھنچوانے کی اجازت دیتے ہیں انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی ہے یعنی یہ کہ ارشاد گرامی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ سینگی کھنچوانے والا تو ضعف کی وجہ سے روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے اور سینگی کھینچنے والا اس سبب سے افطار کے قریب ہو جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سینگی کھینچنے کے عمل سے خون کا کوئی حصہ اس کے پیٹ میں پہنچ گیا ہو۔

بعض من رخص میں بعض سے مراد جمہور یعنی اکثر علماء ہیں۔ چنانچہ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ روزہ کی حالت میں پچھنے لگوانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح روایت منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام اور روزہ کی حالت میں بھری ہوئی سینگی کھنچوائی۔

حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہا اللہ کا بھی یہی مسلک ہے ان حضرت کی طرف سے حدیث کی وہی مراد بیان کی جاتی ہے جو امام محی السنہ نے نقل کی ہے کہ روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے یعنی بھری ہوئی سینگی کھنچوانے

والے کا خون چونکہ زیادہ نکل جاتا ہے جس کی وجہ سے ضعف وسستی اور ناتوانی اتنی زیادہ لاحق ہوجاتی ہے کہ اس کے بارے میں یہ خوف پیدا ہوجاتا ہے کہ کہیں وہ اپنی جان بچانے کے لیے روزہ نہ توڑ ڈالے اور سینگی کھینچے والے کے بارے میں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ سینگی چونکہ منہ سے کھینچنی پڑتی ہے اس لیے ہوسکتا ہے کہ اس عمل کے وقت خون کا کوئی قطرہ اس کے پیٹ میں چلا گیا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں بھری ہوئی سینگی کھنچوائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں (بھی) بھری ہوئی سینگی کھنچوائی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت شیخ جزری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں روزے سے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھری ہوئی سینگی کھنچوائی اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ مراد ابوداؤد کی ایک روایت کی روشنی میں اخذ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ حدیث (انہ صلی اللہ علیہ و سلم احتجم صائما محرما)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھری ہوئی سینگی کھنچوائی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں روزہ سے تھے۔ بہرحال حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ احرام کی حالت میں سینگی کھنچوانی جائز ہے بشرطیکہ کوئی بال نہ ٹوٹے۔

اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ کا متفقہ طور پر مسلک یہ ہے کہ روزہ دار کو سینگی کھنچوانا بلا کراہت جائز ہے لیکن حضرت امام احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بھری ہوئی سینگی کھینچنے اور کھنچوانے والا دونوں کا روزہ باطل ہوجاتا ہے مگر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

2372- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، وَهِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

2372- اسناده صحيح. عبد الوارث: هو ابن سعيد العنبري، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه البخاري (1939) و (5694)، والترمذي (785)، والنسائي في "الكبرى" (3204) من طريق عبد الوارث، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (1938)، والنسائي في "الكبرى" (3205) و (3206) من طريقين عن ايوب، به. واخرجه الترمذي (786) من طريق ميمون بن مهران، والنسائي في "الكبرى" (3202) من طريق عكرمة، كلاهما عن ابن عباس، به. وقال الترمذي: حسن غريب. وهو في "صحيح ابن حبان" (3531).

2373 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں احرام باندھے ہوئے پچھنے لگوائے تھے۔

2374 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْحِجَامَةِ وَالْمُوَاصَلَةِ وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا إِبْقَاءً عَلَى أَصْحَابِهِ فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ تُوَاصِلُ إِلَى السَّحَرِ، فَقَالَ: إِنِّي أُوَاصِلُ إِلَى السَّحَرِ، وَرَبِّي يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي

عبدالرحمن بن ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں: ایک صحابی نے مجھے یہ بات بتائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب پر شفقت کرتے ہوئے، انہیں (روزے کے دوران) پچھنے لگوانے اور صوم وصال رکھنے سے منع کیا تھا، آپ نے ان دونوں کو ان کے لیے حرام قرار نہیں دیا تھا، آپ کی خدمت میں عرض کی گئی، یا رسول اللہ! آپ خود بھی تو سحری تک صوم وصال رکھتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سحری تک صوم وصال رکھتا ہوں، میرا پروردگار مجھے کھلا دیتا ہے اور پلا دیتا ہے۔

2375 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: مَا كُنَّا نَدَعُ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ إِلَّا كَرَاهِيَةَ الْجَهْدِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کو صرف اس لیے ترک کرتے تھے، کیونکہ مشقت کا شکار ہونے کو ناپسند کرتے تھے۔

بَابٌ فِي الصَّائِمِ يَحْتَلِمُ نَهَارًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

باب: روزہ دار کو رمضان میں، دن کے وقت احتلام ہو جانا

2376 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُفْطِرُ مَنْ قَاءَ، وَلَا مَنِ احْتَلَمَ، وَلَا مَنِ احْتَجَمَ

زید بن اسلم اپنی سند کے ساتھ ایک صحابی کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص قے کر دیتا ہے یا احتلام کا شکار ہو جاتا ہے، یا پچھنے لگوالیتا ہے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا ہے"

احتلام سے روزے کے عدم فساد کا بیان

اگر روزے دار سو یا اور اس کو احتلام ہو گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تین چیزیں

روزے کوتوڑنے والی نہیں ہیں۔(۱) قے (۲) پچھنا لگوانا (۳) احتلام۔اس دلیل کی وجہ سے کہ یہ صورتاً ومعناً کسی طرح بھی جماع نہیں ہے۔جبکہ جماع کا معنی یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ مباشرت کر کے انزال کا ہوتا ہے۔اوراسی طرح جب اس نے کسی عورت کو دیکھا تواس کی منی خارج ہوگئی۔اس کی دلیل بھی وہی ہے جس ہم بیان کر چکے ہیں۔اور یہ اسی طرح ہوگیا جس طرح تصور کرنے والا ہوتا ہے۔جبکہ اس کی منی خارج ہوگئی تو وہ ہاتھ منی نکالنے والے کی طرح ہوگیا۔مشائخ کا قول بھی یہی ہے۔

اگر روزے دار تیل لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔کیونکہ روزے کوتوڑنے والانہیں پایا گیا۔اوراسی طرح جب اس نے پچھنا لگوایا یہ بھی اسی دلیل کے مطابق ہے۔اوراسی حدیث کی وجہ سے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

اوراگراس نے سرمہ لگایا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔کیونکہ آنکھ اور دماغ کے درمیان کوئی راستہ نہیں ہے۔آنسو پسینے کی طرح بہتے ہیں۔اور مساموں میں داخل ہونے والی چیز روزے سے روکنے والی نہیں ہے۔جس طرح اگر کسی نے ٹھنڈے پانی سے غسل کر لیا ہے۔

اوراگراس نے عورت کا بوسہ لیا تو روزے دار کا روزہ فاسد نہ ہوگا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انزال نہ ہوا ہو۔کیونکہ صورتاً روزے کا کوئی منافی نہیں پایا گیا۔اور نہ ہی معنوی طور پر کوئی مانع پایا گیا ہے۔بہ خلاف رجعت ومصاہرت کے کیونکہ رجعت ومصاہرت میں حکم کا دارومدار سبب پر ہے۔(ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

احتلام سے عدم فساد صوم میں مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔احتلام سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔اس کے دلائل میں کسی قسم کا شبہ تک نہیں ہے اوراس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اجماع ہے۔کہ اس طرح روزہ فاسد نہیں ہوتا۔خواہ اس کوانزال ہو یا نہ ہو۔(بنایہ، ج ۴، ص ۲۸۳، ملتان)

بَابٌ فِي الْكُحْلِ عِنْدَ النَّوْمِ لِلصَّائِمِ

باب: روزہ دار کا سوتے وقت سرمہ لگانا

2377 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ النُّعْمَانِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ هَوْذَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ بِالْإِثْمِدِ الْمُرَوَّحِ عِنْدَ النَّوْمِ. وَقَالَ: لِيَتَّقِهِ الصَّائِمُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ هُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ يَعْنِي حَدِيثَ الْكُحْلِ

⊛⊛ عبدالرحمن بن نعمان اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے سوتے وقت کستوری ملا ہوا سرمہ استعمال کرنے کی ہدایت کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: روزہ دار کواس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن معین نے مجھ سے کہا: یہ روایت منکر ہے، یعنی سرمے والی روایت

2378 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عُتْبَةَ أَبِي مُعَاذٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ

أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ روزے کے دوران سرمہ لگالیتے تھے۔

2379 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِنَا يَكْرَهُ الْكُحْلَ لِلصَّائِمِ . وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ يُرَخِّصُ أَنْ يَكْتَحِلَ الصَّائِمُ بِالصَّبِرِ

اعمش بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے اصحاب (یعنی اساتذہ ومشائخ) میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے کو مکروہ قرار دیا ہو۔

ابراہیم نے یہ اجازت دی ہے: روزہ دار "صبر" کو سرمے کے طور پر لگا سکتا ہے۔

روزہ میں سرمہ لگانے کے جواز وعدم جواز میں فقہاء اربعہ کا مذہب

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں کیا میں روزہ کی حالت سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور اس کے ایک راوی ابوعاتکہ ضعیف شمار کیے جاتے ہیں۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے چنانچہ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا مکروہ نہیں ہے اگرچہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو جب کہ حضرت امام احمد، اسحق اور سفیان رحمہما اللہ کے نزدیک مکروہ ہے امام مالک سے بعض لوگوں نے کراہت کا قول نقل کیا ہے اور بعض لوگوں نے عدم کراہت کا۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس بارے میں چونکہ اور بھی احادیث منقول ہیں اس لیے یہ سب مل کر قابل استناد واستدلال ہو جاتی ہیں۔

سرمہ لگانے میں عصر حاضر کے فقہاء کا اختلاف

علامہ مفتی منیب الرحمن نعیمی صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے قدیم فقہاء کرام نے ظن غالب کی بناء پر بعض امور کے مفسد صوم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں رائے قائم کر کے حکم صادر کیا تھا۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ان کی رائے یہ تھی کہ کان سے معدے کی طرف حلق کے راستے ایک منفذ نالی یا سوراخ ہے۔ اب جدید طبی تحقیق نے عین الیقین سے بتادیا کہ کان سے معدے کی طرف کوئی سوراخ نہیں ہے، لہٰذا اب اس پر فقہاء عصر کا اجماع ہوتا جارہا ہے کہ کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ الحمدللہ ہم لوگ اور حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری اس مسئلے کی نشاندہی میں سبقت کا شرف رکھتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے قدیم فقہاء کرام کی رائے یہ تھی کہ چونکہ آنکھ میں حلق کی جانب کوئی سوراخ یا منفذ نہیں ہے، اس لئے آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہمارے معاصر فقہاء میں سے غالب اکثریت ابھی تک اسی رائے پر قائم ہے۔ اب

چونکہ طبی طور پر عین الیقین کی حد تک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنکھ میں حلق کی طرف سوراخ یا نالی موجود ہے، اس لئے اب اہل فتویٰ کو یہ فتویٰ دینا چاہئے کہ آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ہمارے اجلہ فقہاء عصر علامہ غلام رسول سعیدی اور علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری کی یہی رائے ہے اور انہی کی تحقیقات سے استفادہ کر کے ہم نے تین سال قبل قومی اخبارات وجرائد میں ان مسائل کی جانب فقہاء عصر کو متوجہ کیا تھا اور ان سے جدید تحقیق کی روشنی میں اس مسئلے کے بارے میں اپنی قدیم رائے پر نظر ثانی کی درخواست کی تھی۔ ان مسائل جدیدہ میں سے کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جانے کی بابت علماء دیوبند میں سے دار العلوم کراچی کے مفتیانِ کرام کا نظر ثانی شدہ فتویٰ باقاعدہ دستخطوں کے ساتھ آچکا ہے، جس کی ہم نے مجلس فقہ اسلامی کی جانب سے تحسین کی ہے اور انہیں بعض دیگر مسائل پر نظرِ ثانی کرنے اور غور وفکر کی دعوت دی ہے۔

ہم نے آنکھ میں دوا ٹپکانے کے مسئلے میں لکھا تھا کہ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت دی ہے، لہٰذا خلاف قیاس استحسانا سرمہ لگانے کو مفسدِ صوم نہیں قرار دیا جائے گا۔ اس پر کوئی محترم اشرف صاحب ہیں، جنہوں نے حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب نائب رئیس مجلس فقہ اسلامی کی خدمت میں ہمارا اور حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کا موقف ارسال کر کے سرمے کے مفسد صوم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ان سے محاکمہ کرنے کی درخواست کی ہے، مفتی صاحب نے اپنا موقف واضح کرنے کے لئے یہ مسئلہ مجھے ارسال فرمایا ہے۔ اس مسئلے پر اپنے تفصیلی معروضات پیش کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ہمارے اور حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کے درمیان اصل متفق علیہ ہے، لہٰذا اختلاف رائے اصول میں نہیں ہے بلکہ اس کے اطلاق میں ہے، جو اصل ہمارے درمیان متفق علیہ ہے، وہ یہ ہے کہ آنکھ اور حلق کے درمیان منفذ ہے، حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری ہمارے معاصر علماء وفقہاء کرام اور اہل فتویٰ میں سے دقتِ نظر کے حامل ہیں، جزئیات پر اصول کے اطلاق وانطباق میں ان کی نظر عمیق ہے۔

جزئیات کے استنباط واستخراج، مماثل جزئیات میں علتِ مشترکہ کی بناء پر ایک حکم دوسری کے لئے ثابت کرنے اور جدید دور میں پیش آمدہ مسائل کا فقہی وشرعی حل تلاش کرنے میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل ہیں۔ موجودہ دور میں ایسے وسیع المطالعہ، متصلب فی الدین اور روشن خیال علماء کا وجود اہلسنت کے لئے غنیمت اور وقیع علمی سرمایہ ہے۔ ہم اسے علمی دیانت کا لازمی تقاضا سمجھتے ہیں کہ زیرِ بحث مسئلے پر حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کا موقف ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ پیش کر دیا جائے تاکہ اہلِ علم کو محاکمہ کرنے میں آسانی ہو۔

چنانچہ مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں: اختتام بحث سے قبل اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنا یا اس کا حکم فرمانا ثابت نہیں اور اس سلسلے میں مروی تمام احادیث ضعیف ہیں۔ اس قسم کی متعدد احادیث اور ان کی اسناد پر مفصل جزم کے لئے فتح القدیر، ص 72، ج 2، مطبوعہ مصر اور مرقات شرح مشکوٰۃ، ص 505، ص 506، ج 4، مطبوعہ المکتبہ التجاریہ، مکہ مکرمہ ملاحظہ ہو۔ یہاں صرف ایک حدیث اور پھر اس کی فنی حیثیت پر امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمۃ کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔

ترمذی شریف باب ماجاء فی الکحل للصائم میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشتکت عینی افا کتحل وانا صائم قال نعم وفی الباب عن ابی رافع قال ابو عیسٰی حدیث انس حدیث اسنادہ لیس بالقوی ولا یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الباب شیء وابو عاتکۃ یضعف واختلف اھل العلم فی الکحل للصائم فکرھہ بعضھم وھو قول سفیان وابن المبارک واحمد واسحق ورخص بعض اھل العلم فی الکحل للصائم۔

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میری آنکھیں دکھتی ہیں کیا میں روزہ رکھتے ہوئے سرمہ لگا سکتا ہوں فرمایا ہاں (امام ابو عیسٰی ترمذی فرماتے ہیں) اس باب میں ابو رافع سے بھی روایت ہے اور حدیث انس (جس کا ابھی ذکر ہوا) کی سند قوی نہیں اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحت کے ساتھ ثابت نہیں اور ابو عاتکہ (جو حدیث انس کے راوی ہیں) کو ضعیف مانا جاتا ہے اور اہل علم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے میں اختلاف کیا ہے بعض اسے مکروہ کہتے ہیں حضرت سفیان ثوری، ابن المبارک، امام احمد اور اسحق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے روزہ دار کو سرمہ لگانے میں رخصت دی ہے۔

الغرض اکتحال فی الصوم کے جواز میں وارد احادیث ضعیف ہیں۔ بلکہ روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنے کی ممانعت پر بھی بعض ضعیف احادیث موجود ہیں، چنانچہ سنن ابی داؤد میں حضرت معبد بن ہوذہ سے روایت ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت مشک ملے ہوئے اثمد (سرمہ کی ایک قسم) لگانے کا حکم فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا لیتقہ الصائم یعنی روزہ دار اس سے بچے۔

اسی حدیث سے قاضی ابن ابی لیلٰی اور ابن شبرمہ (یہ دونوں تابعی ہیں اور حضرت امام اعظم کے معاصر ہیں) نے یہ استدلال کیا ہے کہ سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں ہے: وقد استدل لھذا الحدیث ابن شبرمۃ وابن ابی لیلی وقالا ان الکحل یفسد الصوم، (ص 283، ج 2 طبع بیروت)

البتہ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ روزہ میں سرمہ لگانے کی احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر احادیث ضعیفہ کا مجموعہ قابل استدلال ہوتا ہے جیسا کہ امام ابن الہمام اور علامہ علی قاری نے اس کی تصریح فرمائی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مجموعہ کی قوت مسلم ہے مگر یہ حدیث صحیح الفطر مما دخل کے معارض ہیں اور احناف تعارض کے وقت محرم کو مبیح پر ترجیح دیتے ہیں چونکہ الفطر مما دخل سے روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی حرمت ظاہر ہوتی ہے اور اکتحال فی الصوم کی احادیث سے سرمہ ڈالنے کا جواز نکلتا ہے لہٰذا الفطر مما دخل کی روایات اکتحال فی الصوم کی روایات پر راجح قرار پائیں گی۔

نیز الفطر مما دخل کی روایت ضابطہ کلیہ بیان کر رہی ہے اور اکتحال فی الصوم کی روایات اس ضابطہ کلیہ کے خلاف ایک امر جزئی (آنکھ میں سرمہ ڈالنا) بیان کر رہی ہیں اور احناف ایسی صورت میں اس روایت کو قبول کرتے ہیں جو ضابطہ کلیہ بیان کر رہی ہو۔

(خلاصہ تذکرۃ المحدثین بحوالہ عمدۃ القاری، ص 79)

پھر الفطر مما دخل کی روایت موید بالقیاس ہے اور اکتحال فی الصوم کی روایات موید بالقیاس نہیں بلکہ مخالف قیاس ہیں اس لئے بھی الفطر مما دخل کی حدیث راجح ہونی چاہئے۔

مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ جب دو حدیثوں میں تعارض ہو تو مُحرِّم کو مُبیح پر ترجیح دی جاتی ہے، لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ

اَلْاِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ یا اَلصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ والی حدیث کو، ترمذی کی روزے میں سرمہ لگانے کی اجازت والی حدیث پر، ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ اَلْاِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ والی حدیث، جو انہوں نے فتح القدیر ص 72، ج 2 کے حوالے سے لکھی ہے، یہ مسند ابو یعلیٰ کی حدیث نمبر 4602 ہے اور فتح القدیر میں بھی یہ مسند ابو یعلیٰ ہی کے حوالے سے لکھی گئی ہے اور امام کمال الدین ابن ہمام نے اس حدیث کو درج کرنے کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ: وَلِجَهَالَةِ الْمَوْلَاةِ لَمْ يُثْبِتْهُ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ یعنی باندی کے مجہول ہونے کی وجہ سے بعض ماہرین علم حدیث کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ اس جملے کو حضرت مفتی محمد ابراہیم نے نقل نہیں فرمایا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے اور لائق استدلال نہیں۔

نیز مسند ابو یعلیٰ کے شارح اور محقق نے اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: سلمیٰ کے مجہول ہونے کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ (حاشیہ مسند ابو یعلیٰ ج 8 ص 76) اور حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو درج کر کے لکھا ہے: وَفِيْهِ مَنْ لَمْ اَعْرِفْ یعنی اس میں ایک راوی ایسا ہے جسے میں نہیں جانتا۔ (مجمع الزوائد ج 3 ص 167)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور دیگر اسانید سے اس کو روایت کر کے اس کی تقویت بھی نہیں کی گئی، لہٰذا اس حدیث میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ یہ جامع ترمذی کی اس حدیث سے معارض ہو سکے جو دیگر اسانید سے تقویت یافتہ ہے۔

یہ اصل جو بیان کیا گیا ہے کہ مُبیح اور مُحرِّم میں تعارض کے وقت مُحرِّم کو مُبیح پر ترجیح ہوتی ہے، یہ اس وقت ہے جب دونوں حدیثیں ایک ہی درجہ کی ہوں، لیکن پر جو حدیث مُبیح ہے، وہ صحاح ستہ کی ہے اور دیگر متعدد اسانید سے اس کی تائید و تقویت ہے، اور جو حدیث محرم ہے، وہ غیر صحاح ستہ کی ہے اور اس کی ضعیف سند کی کسی دوسری سند سے تائید بھی نہیں ہے، لہٰذا ان دونوں میں تعارض ہی نہیں ہے، چہ جائے کہ ایک، دوسری پر راجح ہو۔ نیز مفتی صاحب کا اسے حدیث صحیح قرار دینا فنی اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔

مفتی صاحب نے اَلْاِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ (یعنی روزہ ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو بدن کے اندر داخل ہوں) والی جو حدیث پیش کی ہے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عکرمہ (جو تابعی ہیں) کے اقوال ہیں اور ان کی فنی حیثیت یہ ہے کہ ان کو امام بخاری نے تعلیقاً بغیر سند کے درج کیا ہے۔ (صحیح البخاری ج 1 ص 260) جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا ہے: هٰذَانِ اَثَرَانِ مُعَلَّقَانِ۔ (عمدۃ القاری ج 11 ص 37)

اور اہل علم سے مخفی نہیں کہ امام بخاری کی تعلیقات میں ہر قسم کی روایات ہیں اور صحیح بخاری میں درج ہونے سے وہ لازماً صحیح نہیں قرار پاتیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ روزے میں سرمہ لگانے کی اجازت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اور

الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ یہ صحابی اور تابعی کے اقوال ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہر حال صحابی اور تابعی کے اقوال پر راجح ہے۔ لہٰذا یہ بھی ایک درجے کی احادیث نہیں ہیں اور ان میں بھی تعارض نہیں ہے، اس لئے یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ ان میں سے مُحَرِّم، مُبِیح پر راجح ہے، کیونکہ ترجیح اس وقت دی جاتی ہے جب دونوں ایک ہی درجے کی احادیث ہوں۔

مفتی صاحب نے سنن ابی داؤد کی حدیث نمبر 2377 کا حوالہ دیا ہے، جو یہ ہے:

عن عبدالرحمن بن النعمان بن معبد بن هوذة عن ابيه عن جده عن النبي صلى الله عليه وسلم انه امر بالاثمد المروح عند النوم وقال: ليتقه الصائم۔

حضرت معبد بن ھوذہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت مشک ملا ہوا سرمہ لگانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ روزے دار اس سے بچے۔

اس حدیث کے تحت امام ابوداؤد نے لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، واضح رہے کہ حدیث منکر اسے کہتے ہیں جو حدیث معروف کے مقابلے میں ہو اور معروف حدیث یہ ہے:

عن انس بن مالك، قال: جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: اشتكت عيني، افاكتحل وانا صائم؟ قال: نعم۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں، کیا میں سرمہ لگا سکتا ہوں جبکہ میں روزے سے ہوں، آپ نے فرمایا: ہاں۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: 726)

لہٰذا یہ جامع ترمذی کی حدیث معروف کے معارض نہیں ہوسکتی۔ حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری نے اَلْإِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ کو ضابطہء کلیہ قرار دیا ہے، حالانکہ یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے، کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ بھی مِمَّا دَخَلَ کے عموم میں شامل ہے۔

اور جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ تک پہنچنے کے مفطر ہونے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے، یہ ہمارے فقہاء کرام کی تصریح ہے۔ اور عام مخصوص عنہ البعض ظنی ہوتا ہے اور اس سے کسی کلیہ پر استدلال کرنا یا اس کو ضابطہء کلیہ قرار دینا صحیح نہیں ہے، علاوہ ازیں یہ ایک صحابی یا تابعی کا قول ہے اور وہ حدیث رسول سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور برسبیلِ تنزل اگر اسے ضابطہء کلیہ مان بھی لیا جائے، تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرمہ لگانے کی اجازت اس ضابطہء کلیہ سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ آپ شارع ہیں۔ علاوہ ازیں جس طرح ایک صحابی اور ایک تابعی حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ سے اَلصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ منقول ہے، جس کی بنیاد پر حضرت مفتی صاحب نے روزے میں سرمہ لگانے کو مفطر (روزہ ٹوٹنے کا سبب) قرار دیا ہے، اسی طرح سے ایک صحابی اور ایک تابعی حضرت انس اور حضرت اعمش سے عبارۃ النص سے روزے میں سرمہ لگانے کے غیر مفطر ہونے کی تصریح ہے، وہ روایات درج ذیل ہیں:

(1) عن انس بن مالك انه كان يكتحل وهو صائم۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ وہ روزے کی حالت میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث: 237)

(2) عن الاعمش قال: ما رایت احدا من اصحابنا یکرہ الکحل للصائم وکان ابراھیم یرخص ان یکتحل الصائم بالمصبر.

حضرت اعمش نے فرمایا کہ میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو روزے دار کے لیے سرمہ لگانے کو مکروہ سمجھتا ہو اور ابراہیم روزے دار کو مصبر کا سرمہ لگانے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث: 2379)

حضرت ابن عباس اور عکرمہ کے اقوال سے اشارۃ النص کے طور پر روزے میں سرمہ لگانے کی ممانعت ثابت ہے اور اس کے مقابلے میں حضرت انس اور اعمش سے روزے میں سرمہ لگانے کے غیر مفطر ہونے کی تصریح ہے۔ اگر ان اقوال کو آپس میں متعارض بھی قرار دیا جائے تو جامع ترمذی میں جو روزے میں سرمہ لگانے کی اجازت کا ذکر ہے، وہ تعارض سے خالی ہے اور اس کا کوئی مزاحم نہیں ہے۔

امید ہے حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب ان سطور کا مطالعہ فرمانے کے بعد اپنے موقف پر یا تو نظر ثانی فرمائیں گے اور یا ہماری ان گزارشات کی توجیہہ فرمائیں گے۔ (از مفتی اعظم، پروفیسر مفتی منیب الرحمن نعیمی صاحب)

بَابُ الصَّائِمِ يَسْتَقِيءُ عَامِدًا

باب: روزہ دار کا جان بوجھ کر قے کرنا

2380 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَيْضًا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ هِشَامٍ مِثْلَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جس شخص کو روزے کے دوران خود بخود قے آ جائے، اس پر قضا لازم نہیں ہوگی، اور جو جان بوجھ کر قے کر دے، وہ قضا کرے گا"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2381 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، عَنْ يَحْيَى، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَعِيشَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ، حَدَّثَنِي مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ، أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ، حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ، فَلَقِيتُ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ، فَقُلْتُ إِنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ، حَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ، قَالَ: صَدَقَ، وَأَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوءَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی، تو آپ نے روزے کو ختم کردیا۔
راوی بیان کرتے ہیں: میری ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے دمشق کی مسجد میں ہوئی تو میں نے کہا: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ مجھے یہ حدیث بیان کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور آپ نے روزہ ختم کردیا، تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے سچ بیان کیا ہے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی انڈیلا تھا۔

قئے سے فساد صوم میں مذاہب اربعہ کا بیان

حدیث کے آخری الفاظ وانا صببت لہ وضوءہ سے حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد وغیرہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ قے سے وضوٹوٹ جاتا ہے حضرت امام شافعی اور دیگر علماء جو قے سے وضوٹوٹنے کے قائل نہیں ہیں فرماتے ہیں کہ یہاں سے وضو کرنے سے مراد کلی کرنا اور منہ دھونا مراد ہے۔

اگر قے بے اختیار ہوجائے تو اس سے نہ روزہ ٹوٹے گا اور نہ قضاء لازم آئے گی اگرچہ قے منہ بھر ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص قصداً قے کرے اور قے منہ بھر ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس روزہ کی قضاء لازم آئے گی۔ فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 203/4 مایوجب القضاء دون الکفارۃ کے بیان میں ہے۔

اذا قاء او استقاء ملا الفم او دونه عاد بنفسه او اعاد او خرج فلا فطر على الاصح الا فى الاعادة والاستقاء بشرط ملا الفم هكذا فى النهر الفائق۔

بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

باب: روزہ دار شخص کا (بیوی کا) بوسہ لینا

2382 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، وَعَلْقَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ، وَلَكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَ لِإِرْبِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لے لیتے تھے، اور روزے کی حالت میں مباشرت کر لیتے تھے، لیکن آپ اپنی خواہش پر سب سے زیادہ قابو رکھتے تھے۔

2383 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فِي شَهْرِ الصَّوْمِ

2382- واخرجه البخاری (1927)، ومسلم (1106)، وابن ماجه (1687)، والنسائی فی "الكبرى" (3073) و (3074) و (3078) و (3079) و (3082) و (3083) و (3087) و (3089-3096) من طرق عن ابراهيم، به. وبعضهم لا يذكر علقمة فی اسناده. واخرجه البخاری (1928)، ومسلم (1106)، وابن ماجه (1684) و (1687)، والترمذی (737)، والنسائی فی "الكبرى" (3074) و (3078-3081) و (3084-3086) و (3089) و (3090) و (3092-3094) من طرق عن عائشة، به. وهو فی "مسند احمد" (24110) و (24154)، و "صحيح ابن حبان" (3537) و (3539-3541) و (3543).

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں (اپنی ازواج کا) بوسہ لے لیتے تھے۔

2384 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ الْقُرَشِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُنِي وَهُوَ صَائِمٌ، وَأَنَا صَائِمَةٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا بوسہ لے لیتے تھے، حالانکہ اس وقت آپ بھی روزے کی حالت میں ہوتے تھے، اور میں بھی روزے کی حالت میں بھی ہوتی تھی۔

2385 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: هَشَشْتُ، فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا قَبَّلْتُ، وَأَنَا صَائِمٌ، قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ، وَأَنْتَ صَائِمٌ - قَالَ عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ فِي حَدِيثِهِ - قُلْتُ: لَا بَأْسَ بِهِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، قَالَ: فَمَهْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی، ایک مرتبہ میرے مزاج میں شوخی آئی اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی) کا بوسہ لے لیا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے آج ایک بہت بڑا جرم کیا ہے، روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا)

بوسہ لے لیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارا کیا خیال ہے، اگر تم روزے کی حالت میں پانی سے کلی کرلو (تو کیا ہوگا؟)

عیسیٰ بن حماد نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: میں نے عرض کی: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں: تو کیا ہوا؟

عورت کی طرف دیکھنے سے خروج منی کی صورت میں فقہاء اربعہ کی تصریحات

مالکی حضرات روزہ باطل قرار دیتے ہیں، لیکن جمہور علماء کرام اس کے روزے کو باطل قرار نہیں دیتے، ظاہر یہی ہوتا ہے کہ جمہور علماء کرام اس کا روزہ اس لیے باطل نہیں کیا کیونکہ بندے کا اس میں کوئی ارادہ شامل نہیں، اور سوچ ایک ایسی چیز ہے جو خیالات اور ذہن میں آتی ہے اور اسے دور کرنا ممکن نہیں۔

رہا عمداً سوچنا اور پھر اس سوچ سے انزال مقصود ہو تو اس صورت میں انزال کی بنا پر دیکھنے اور سوچنے میں کوئی فرق نہیں، جمہور علماء کرام انزال تک عمداً دیکھنے سے روزے کو باطل قرار دیتے ہیں۔

الموسوعة الفقهية میں درج ہے: احناف اور شافعی حضرات کے ہاں دیکھنے اور سوچنے سے منی یا مذی خارج ہونے کی بنا پر روزہ باطل نہیں ہوتا، لیکن اس کے مقابلہ میں شافعی حضرات کے ہاں صحیح یہی ہے کہ جب دیکھنے کی بنا پر انزال کی عادت ہو جائے یا پھر بار بار دیکھے اور انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

لیکن مالکی اور حنابلہ کے ہاں مستقل دیکھنے سے منی خارج ہو جانے پر روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس سے لذت حاصل کر رہا ہے اور اس فعل سے اجتناب ممکن ہے۔ کے ساتھ انزال

لیکن صرف سوچ کی بنا پر انزال ہو جانے سے مالکی حضرات کے ہاں روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور حنابلہ کیہاں فاسد نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے اجتناب ممکن نہیں" (الموسوعۃ الفقہیۃ (267/26)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اگر سوچنے سے انزال ہو گیا اگرچہ وہ سوچ طویل تھی یا نسیاناً جماع شروع کیا تھا، روزہ یاد آنے پر فوراً چھوڑ دیا، اسی طرح حکم ہے اگر اس نے طلوع فجر ہوتے ہی جماع چھوڑ دیا، اگر چھوڑنے کے بعد منی کا خروج ہوا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ احتلام کی طرح ہے۔ (درمختار، ج ۱، ص ۱۵۰، مجتبائی دہلی)

اگر بوسے سے انزال ہوا تو وجوب قضاء کا حکم

اگر روزے دار کو بوسہ لینے یا مس کرنے سے انزال ہوا تو اس پر قضاء واجب ہے۔ کفارہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ معنوی طور پر جماع پایا گیا ہے اور بطور صورت و معنی روزے کو روکنے والے کا پایا جانا بطور احتیاط قضاء کو واجب کرنے میں کافی ہے۔ جبکہ کفارہ مکمل جنایت پر موقوف ہے۔ لہٰذا کفارات شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ جس طرح حدود شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب اسے اپنے نفس پر اطمینان ہو تو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی جماع و انزال سے مأمون ہو۔ اور اگر مطمئن نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اگرچہ بوسہ بالذات روزے کو توڑنے والا نہیں ہے لیکن عام طور یہ بھی اپنے انجام کے طور پر مفطر صائم بن جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص مطمئن ہے تو بوسے کے عین کا اعتبار کریں گے۔ اور روزے دار کے لئے مباح ہے۔ اور اگر مطمئن نہ ہو تو اس کے انجام (آخر) کا اعتبار ہوگا لہٰذا اس کو روزہ دار کے لئے مباح قرار نہیں دیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں علی الاطلاق مباح ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل وہی ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق مباشرت فاحشہ بوسہ لینے کی طرح ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مباشرت فاحشہ مکروہ ہے۔ کیونکہ مباشرت فاحشہ فتنے سے خالی نہیں ہوتی۔ البتہ کہیں تھوڑی سی کم ہو (تو اس کا اعتبار بطور دلیل نہیں کیا جا سکتا)۔

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ حنفی کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روزہ کی حالت میں (اپنی ازواج کا) بوسہ لیتے تھے اور (انہیں) اپنے بدن سے لپٹاتے تھے (کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت پر تم سے زیادہ قابو یافتہ تھے)

(بخاری و مسلم)

حاجت سے مراد شہوت ہے مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کی بہ نسبت اپنی خواہشات اور شہوت پر

بہت زیادہ قابو یافتہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ اپنی ازواج مطہرات کا بوسہ لیتے تھے اور ان کو اپنے بدن مبارک سے لپٹاتے تھے مگر صحبت سے بچے رہتے تھے ظاہر ہے کہ دوسرے لوگوں کا ایسی صورت میں اپنی شہوت پر قابو یافتہ ہونا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں اہل علم کے ہاں اختلاف ہے، حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ بوسہ لینا، مساس کرنا اور عورت کے بدن کو اپنے سے لپٹانا روزہ دار کے لیے مکروہ ہے جب کہ ایسی صورت میں جماع میں مشغول ہوجانے یا انزال ہوجانے کا خوف ہو اگر یہ خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ حنبلی کا بیان

علامہ مصطفی الرحیبانی حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ اسے انزال ہوجائے گا تو بغیر کسی اختلاف کے اس کے لیے بوسہ لینا، اور معانقہ کرنا بغل گیر ہونا اور بار بار بیوی کو دیکھنا حرام ہے" (مطالب اولی النھی (2/204)

چنانچہ اگر آپ نے اپنی بیوی سے اس صورت میں دل بہلایا کہ آپ کو روزہ ٹوٹنے کا کوئی خدشہ نہ تھا تو پھر آپ پر کوئی گناہ نہیں، چاہے روزہ ٹوٹ بھی گیا۔

لیکن اگر آپ کو یہ گمان تھا کہ ایسا کام کرنے سے آپ کو انزال ہوجائے گا تو آپ کو بیوی سے دل بہلانے میں گناہ ہوا ہے اور آپ کو اس سے توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔

لیکن روزہ دونوں حالتوں میں ہی فاسد ہوجائے گا، کیونکہ آپ کا انزال ہوگیا تھا، چاہے آپ نے روزہ توڑنے کی نیت کی تھی یا نہیں۔

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ شافعی کا بیان

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جب بغیر جماع کے کسی نے روزہ توڑا ہو یعنی کھا پی کر یا پھر مشت زنی کر کے، اور انزل تک لے جانے والی مباشرت تو اس پر کوئی کفارہ نہیں؛ کیونکہ نص میں تو جماع کا آیا ہے اور یہ اشیاء اس معنی میں نہیں" (المجموع (6/377)

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ مالکی کا بیان

امام مالک علیہ الرحمہ مؤطا میں لکھتے ہیں۔" عطا ابن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بوسہ دیا اپنی عورت کو اور وہ روزہ دار تھا رمضان میں سو اس کو بڑا رنج ہوا اور اس نے اپنی عورت کو بھیجا ام المومنین ام سلمہ کے پاس کہ پوچھے ان سے اس مسئلہ کو تو آئی وہ عورت ام سلمہ کے پاس اور بیان کیا ان سے، ام سلمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے ہیں روزے میں تب وہ اپنے خاوند کے پاس گئی اور اس کو خبر دی پس اور زیادہ رنج ہوا اس کے خاوند کو اور کہا اس نے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے نہیں ہیں اللہ اپنے رسول کے لئے جو چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے پھر آئی اس کی عورت ام سلمہ کے پاس اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں موجود ہیں سو پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہوا اس عورت کو تو بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ام سلمہ نے سو فرمایا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ کہہ دیا اس سے کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں ام سلمہ نے کہا میں نے کہہ دیا لیکن وہ گئی اپنے خاوند کے پاس اور اس کو خبر کی سو اس کو اور زیادہ رنج ہوا اور وہ بولا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے نہیں ہیں حلال کرتا ہے اللہ جل جلالہ جو چاہتا ہے اپنے رسول کے لئے غصہ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم خدا کی تم سب سے زیادہ ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اور تم سب سے زیادہ پہچانتا ہوں اس کی حدوں کو۔"

حضرت ام المومنین عائشہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیتے تھے اپنی بعض بیبیوں کو اور وہ روزہ دار ہوتے تھے پھر ہنستی تھیں۔

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ عاتکہ بیوی حضرت عمر کی بوسہ دیتی تھیں سر کو حضرت عمر کے اور حضرت عمر روزہ دار ہوتے تھے لیکن ان کو منع نہیں کرتے تھے۔

حضرت عائشہ بن طلحہ سے روایت ہے کہ وہ ام المومنین عائشہ کے پاس بیٹھی تھیں اتنے میں ان کے خاوند عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق آئے اور وہ روزہ دار تھے تو کہا ان سے حضرت عائشہ نے تم کیوں نہیں جاتے اپنی بی بی کے پاس بوسہ لو ان کا اور کھیلو ان سے تو کہا عبداللہ نے بوسہ لوں میں ان کا اور میں روزہ دار ہوں حضرت عائشہ نے کہا ہاں۔

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ابوہریرہ اور سعد بن ابی وقاص روزہ دار کو اجازت دیتے تھے بوسہ کیا۔ حضرت امام مالک کو پہنچا کہ ام المومنین جب بیان کرتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے روزہ میں تو فرماتیں کہ تم میں سے کون زیادہ قادر ہے اپنے نفس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے سوال ہوا روزہ دار کو بوسہ لینا کیسا ہے تو اجازت دی بوڑھے کو اور مکروہ رکھا جوان کے لئے۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر منع کرتے تھے روزہ دار کو بوسہ اور مباشرت سے۔(مؤطا امام مالک، کتاب الصوم)

بَابُ الصَّائِمِ يَبْلَعُ الرِّيقَ

باب: روزہ دار کا لعاب نگل لینا

2386-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ أَوْسٍ الْعَبْدِيُّ، عَنْ مِصْدَعٍ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ، وَيَمُصُّ لِسَانَهَا. قَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ: هَذَا الْإِسْنَادُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں ان کا بوسہ لے لیتے تھے، اور ان کی زبان کو چوستے تھے۔

ابن اعرابی کہتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ابن داؤد یہ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

دانتوں کے درمیان پائے جانے ریشے کو نگلنے والے کے روزے کا حکم

اگر کوئی شخص دانتوں کے درمیان گوشت کے ریشے کو کھا گیا۔ اگر وہ تھوڑا ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر وہ زیادہ ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ منہ کے لئے ظاہری حکم یہی ہے۔ ہاں البتہ کلی کرنے سے اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ قلیل اس کے دانتوں کے تابع ہو کر روزے کو توڑنے والا نہیں ہے۔ بہ خلاف کثیر کے کیونکہ وہ دانتوں کے درمیان باقی نہیں رہتا۔ اوران کے درمیان فیصلہ کرنے کی مقدار چنے کی مقدار ہے۔ جواس سے کم ہو وہ قلیل ہے۔

اور اگر اس نے اس چیز کو نکال کر ہاتھ میں لیا پھر اس کا کھالیا تو مناسبت اسی حکم سے ہے کہ اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت ہے۔ کہ روزے دار جب تل کا دانہ دانتوں کے درمیان سے نگلے تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے تل ابتدائی وقت میں کھایا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ملوث ہو ختم ہو جائے گا اور چنے کی مقدار سے فاسد ہونے والے روزے میں اس پر قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام زفر علیہما الرحمہ کے نزدیک اس پر کفارہ بھی واجب ہے۔ کیونکہ یہ کھانا ہی ملا ہوا ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ طبیعت اس کو مکروہ جانتی ہے۔ (ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اسے پی گئی یا منہ سے رال ٹپکی مگر تار ٹوٹا نہ تھا کہ اسے چڑھا کر پی گئی۔ یا ناک میں رینٹھ آ گئی بلکہ ناک سے باہر ہو گئی مگر الگ نہ ہوئی تھی کہ اسے چڑھا کر پی گئی یا کھنکار منہ میں آئی اور اسے کھا گئی، اگرچہ کتنی ہی ہو، روزہ نہ جائے گا۔ لیکن یہ چونکہ نفرت لانے والی چیزیں ہیں، اوران سے دوسروں کو بھی گھن آتی ہے، اس لیے ان سے احتیاط چاہیے۔ (عالمگیری)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں کہ ابن منذر نے کہا اس پر اجماع ہے کہ اگر روزہ دار اپنے تھوک کے ساتھ دانتوں کے درمیان جو رہ جاتا ہے جس کو نکال نہیں سکتا نگل جائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا، اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر روزہ دار کے دانتوں میں گوشت رہ گیا ہو اس کو چبا کر قصداً کھا جائے تو اس پر قضاء نہیں۔

اور جمہور کہتے ہیں قضاء لازم ہوگی، اور انہوں نے روزے میں مصطگی چبانے کی اجازت دی اگر اس کے اجزاء نہ نکلیں، اگر نکلیں اور نگل جائے تو جمہور علماء کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتح الباری 4/190)

کلی کی تری اور تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

حضرت عطاء (تابعی) کہتے ہیں کہ اگر روزہ دار کلی کرے اور پھر پانی کو منہ سے بالکل نکال دے تو اس کے روزہ کو اس بات سے نقصان نہیں پہنچے گا کہ وہ اپنا تھوک اور وہ چیز جو منہ کے اندر باقی ہے نگل جائے اور روزہ دار مصطگی نہ چبائے اور اگر روزہ دار مصطگی کا تھوک نگل جائے تو میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس سے منع کیا جاتا ہے۔ یہ روایت بخاری کے ترجمۃ الباب میں نقل کی گئی ہے۔

لفظ ما بقی میں حرف ما موصولہ ہے اور اس کا عطف لفظ ریقہ پر ہے اس پورے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی روزہ دار کلی کرنے کے بعد اپنا تھوک یا پانی کی وہ تری جو کلی کے بعد منہ میں باقی رہ گئی ہے نگل لے تو اس کے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ اس سے اجتناب قطعاً ممکن نہیں ہے۔ مصطگی۔ علک کا ترجمہ یہ گوند کی قسم سے ایک دوا ہے جو دانت کے امراض میں اور دانتوں کی تقویت کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے پہلے زمانہ میں بھی لوگ اسے دانت کی تقویت کے لیے منہ میں رکھ لیا کرتے تھے اور چباتے تھے چنانچہ روزہ کی حالت میں اسے چبانے سے منع فرمایا گیا ہے۔

البتہ مذکورہ بالا حدیث میں اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ مصطگی کو چباتے ہوئے جو تھوک منہ میں جمع ہو جائے اس کو نگلنے سے روزہ نہیں جاتا کیونکہ وہ تو منہ میں چپک کر رہ جاتی ہے اس کا کوئی جز علیحدہ نہیں ہوتا کہ وہ حلق میں اتر جائے اور اس سے روزہ ٹوٹ جائے تاہم بطور احتیاط اس کے تھوک کو بھی نگلنے سے منع فرمایا گیا ہے لہٰذا حدیث کے الفاظ ولکن ینھی عنہ میں مذکورہ نہی تنزیہی ہے کیونکہ علماء فرماتے ہے کہ کسی بھی چیز کو چبانا خواہ وہ مصطگی ہو یا کوئی اور چیز مکروہ ہے ہاں ضرورت کے وقت کسی بچہ کے منہ میں دینے کے لیے اس کا کوئی ٹکڑا چبانا جائز ہے۔ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ مصطگی وغیرہ چبانے کی کراہت اس صورت میں ہے جب کہ یہ یقین ہو کہ اس کا کوئی جز حلق کے نیچے نہیں اترا ہے اور اگر حلق کے نیچے اتر جانے کا یقین ہو تو پھر روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اگر کوئی درزی یا کوئی بھی شخص رنگا ہوا ڈور منہ میں لے اور اس کا تھوک ڈورے کے رنگ جیسا ہو جائے اور پھر وہ اس کی تھوک کو نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر تھوک پر رنگ غالب نہ آئے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

حلق میں مکھی کے دخول سے عدم افطار کا حکم

اگر روزے دار کے حلق میں مکھی داخل ہوگئی اور اسے روزہ بھی یاد تھا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ روزے کو توڑنے والی چیز جوف (معدہ) تک پہنچ گئی ہے۔ اگر چہ اس سے غذا حاصل نہیں کی جاتی جس طرح مٹی اور کنکری کا حکم ہے۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مکھی سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا یہ غبار اور دھویں کے مشابہ ہو گیا اور مشائخ فقہاء نے بارش اور برف میں اختلاف کیا ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ ان سے بچنا ممکن ہے۔ جبکہ روزے دار کے لئے کوئی چھت یا خیمہ میسر ہو۔ (ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

کسی شخص کے حلق میں غبار یا چکی پیستے ہوئے آٹا یا مکھی جائے یا دوائیں کوٹتے ہوئے یا ان کی پڑیا باندھتے ہوئے اس میں سے کچھ اڑ کر حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ ان چیزوں سے بچنا ناممکن ہے۔

جوف معدہ تک پہنچنے والی اشیاء سے روزے کے ٹوٹنے کا بیان

کسی شخص نے پیٹ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ پیٹ میں پہنچ گئی یا سر کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ دماغ میں پہنچ گئی یا حلق میں بارش کا پانی یا برف چلا گیا اور اسے قصداً نہیں نگلا بلکہ از خود حلق سے نیچے اتر گیا یا چوک میں روزہ جاتا رہا مثلاً کلی کرتے ہوئے پانی حلق کے نیچے اتر گیا یا ناک میں پانی دیتے ہوئے دماغ کو چڑھ گیا، یا کسی نے زبردستی روزہ تڑوا دیا خواہ جماع ہی کے سبب سے یعنی خاوند نے زبردستی بیوی سے جماع کیا یا بیوی نے زبردستی خاوند سے جماع کرایا تو ان سب صورتوں میں بھی کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ

صرف قضا لازم ہوگی ہاں جماع کے سلسلہ میں زبردستی کرنے والے پر کفارہ بھی لازم ہوگا اور جس کے ساتھ زبردستی کی گئی اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

روزے کی حالت میں ان ہیلر کا استعمال

ڈاکٹر صاحبان سے ہم نے اس سلسلے میں جو معلومات حاصل کی ہیں، ان کے مطابق سانس کے مریض کے پھیپھڑے سکڑ جاتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں سانس لینے میں تکلیف اور دشواری محسوس ہوتی ہے۔ان ہیلر کے ذریعے ایسے کیمکلو گیس یا مائع بوندوں کی شکل میں ان کے پھیپھڑوں میں پہنچتے ہیں جن کی بناء پر ان کے پھیپھڑے (LUNGS) کھل جاتے ہیں اور وہ دوبارہ آسانی سے سانس لینے لگتا ہے، تو چونکہ مریض کے بدن کے اندر ایک مادی چیز جاتی ہے لہٰذا استعمال کے بغیر مریض کے لئے اگر مرض اس درجے کا ہے کہ پورے روزے کا وقت ان ہیلر کے استعمال کے بغیر مریض کے لئے گزارنا مشکل ہے تو پھر وہ معذور ہے، بربنائے عذر بیماری روزہ نہ رکھے اور فدیہ ادا کرے۔

ہوائی جہاز میں افطار کس وقت کے لحاظ سے کیا جائے؟

روزہ دار اگر جہاز میں سفر کر رہا ہو اور بلندی پر ہونے کی وجہ سیاسے سورج نظر آ رہا ہو حالانکہ اسی وقت اسی جگہ کی زمین پر سورج غروب ہو چکا ہو اور وہاں کے لوگ افطار کر چکے ہوں تب بھی یہ مسافر افطار نہیں کر سکتا جب تک کہ سورج کو غروب ہوتا ہوا نہ دیکھ لے۔ (آپ کے مسائل)

دوائی کھا کر ایام روکنے والی عورت کا روزہ رکھنا؟

ایام روکنے والی دوائی کھا کر رمضان المبارک کے پورے روزے رکھ لینا صحیح ہوگا، رہا یہ کہ یہ روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ تو شرعاً روکنے پر کوئی پابندی نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اگر یہ فعل عورت کی صحت کے لئے مضر ہو تو جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

روزے کی حالت میں سگریٹ یا حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

روزہ کی حالت میں حقہ یا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر یہ عمل جان بوجھ کر کیا ہو تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

روزہ کی حالت میں منجن اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال

منجن اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال روزہ کی حالت میں مکروہ ہے۔تاہم اگر حلق میں نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (جدید فقہی مسائل)

پائیلٹ کے لئے روزہ چھوڑنا کیسا ہے؟

ڈاکٹروں کی بعض ہدایات تو محض بربنائے احتیاط ہوتی ہیں جن کی خلاف ورزی سے کوئی واقعی نقصان عموماً نہیں ہوتا ایسی ہدایات کی بناء پر تو روزہ چھوڑنا درست نہیں؛ لیکن اگر یہ ہدایات واقعتاً ایسی ہیں کہ ان کی خلاف ورزی سے نقصان کا گمانِ غالب ہے تو ایسی صورت میں پائیلٹ کے لئے روزہ چھوڑ کر دوسرے دنوں میں قضاء کرنا جائز ہوگا۔ (فتاویٰ عثمانی)

روزہ کی حالت میں اگربتی، دوا، عطر، اور پرفیوم سونگھنا

محض کسی خوشبو یا بدبو کے بے اختیار ناک میں جانے یا قصداً سونگھنے سے -خواہ علاجاً ہو یا تنشیطاً- روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ اگربتی، دوا، عطر، سینٹ اور پرفیوم سب کا حکم ایک ہے؛ البتہ اگربتی وغیرہ سلگا کر اس کا دھواں ناک میں پہونچانا مفسدِ صوم ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَتِهِ لِلشَّابِّ

باب: جوان آدمی کے لیے، اس (بوس وکنار) کا مکروہ ہونا

2387 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ يَعْنِي الزُّبَيْرِيَّ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ، فَرَخَّصَ لَهُ، وَأَتَاهُ آخَرُ، فَسَأَلَهُ، فَنَهَاهُ، فَإِذَا الَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ، وَالَّذِي نَهَاهُ شَابٌّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے مباشرت کرنے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے اسے اجازت دے دی۔ ایک اور شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اسے منع کر دیا، آپ نے جس کو منع کیا تھا، وہ نوجوان تھا۔

بَابٌ فِيمَنْ أَصْبَحَ جُنُبًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

باب: جو شخص، رمضان میں، صبح صادق کے وقت، جنابت کی حالت میں ہو

2388 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الْأَذْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمَا قَالَتَا: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا -قَالَ عَبْدُ اللهِ الْأَذْرَمِيُّ فِي حَدِيثِهِ- فِي رَمَضَانَ مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ، ثُمَّ يَصُومُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمَا أَقَلَّ مَنْ يَقُولُ: هَذِهِ الْكَلِمَةَ يَعْنِي يُصْبِحُ جُنُبًا فِي رَمَضَانَ، وَإِنَّمَا الْحَدِيثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا وَهُوَ صَائِمٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں، وہ دونوں بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں "رمضان میں" (اس کے بعد روایت میں یہ الفاظ ہیں) یہ جنابت صحبت کی وجہ سے ہوتی تھی، احتلام کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی، پھر آپ روزہ رکھ لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بہت کم راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپ رمضان کے مہینے میں صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے، روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

''نبی اکرم ﷺ صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے اور آپ روزہ رکھے ہوئے ہوتے تھے۔''

2389 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ يَعْنِي الْقَعْنَبِيَّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ اَبِي يُونُسَ، مَوْلَى عَائِشَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الْبَابِ: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنِّي اُصْبِحُ جُنُبًا، وَاَنَا اُرِيدُ الصِّيَامَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاَنَا اُصْبِحُ جُنُبًا، وَاَنَا اُرِيدُ الصِّيَامَ، فَاَغْتَسِلُ وَاَصُومُ. فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنَّكَ لَسْتَ مِثْلَنَا قَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ. فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: وَاللهِ اِنِّي لَاَرْجُو اَنْ اَكُونَ اَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ، وَاَعْلَمَكُمْ بِمَا اَتَّبِعُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا، جبکہ آپ دروازے پر کھڑے ہوئے تھے، یارسول اللہ! میں صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتا ہوں اور روزہ بھی رکھنا چاہتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (بعض اوقات) میں بھی صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتا ہوں اور میں نے روزہ بھی رکھنا ہوتا ہے تو میں غسل کر کے روزہ رکھ لیتا ہوں، اس شخص نے کہا، یارسول اللہ! آپ ہماری مانند نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے گذشتہ اور آئندہ ذنب کی مغفرت کر دی ہے، تو نبی اکرم ﷺ غضبناک ہو گئے آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھے یہ امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس چیز کے بارے میں تم سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں، جس کی پیروی کی جانی چاہیے۔

بَابُ كَفَّارَةِ مَنْ اَتَى اَهْلَهُ فِي رَمَضَانَ

باب: جو شخص رمضان میں (روزے کے دوران) اپنی بیوی سے صحبت کر لے اس کا کفارہ

2390 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: اَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَلَكْتُ، فَقَالَ: مَا شَاْنُكَ؟ قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَاَتِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: فَهَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ اَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ اَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟ قَالَ: لَا. قَالَ: اجْلِسْ. فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ.

فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَفْقَرُ مِنَّا. فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ ثَنَايَاهُ، قَالَ: فَاَطْعِمْهُ اِيَّاهُمْ. وَقَالَ مُسَدَّدٌ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ اَنْيَابُهُ.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: میں

2390-واخرجہ البخاری (1936) و (1937) و (5368) و (6087) و (6164) و (6709) و (6711) و (6821)، ومسلم (1111)، وابن ماجہ (1671)، والترمذی (733)، والنسائی فی "الکبری" (3101-3106) من طرق عن الزهری، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (7290)، و "صحیح ابن حبان" (3524).

ہلاکت کا شکار ہو گیا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے رمضان میں (روزے کے دوران) اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس آزاد کرنے کے لیے غلام ہے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم مسلسل دو ماہ روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم 60 مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو، اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ، پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکرا لایا گیا جس میں کھجوریں موجود تھیں، آپ نے فرمایا: تم انہیں صدقہ کر دو، اس شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! پورے شہر میں ہمارے گھرانے سے زیادہ غریب اور کوئی نہیں ہے

راوی بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے یہاں تک کہ آپ کے سامنے کے دانت نمایاں ہو گئے آپ نے فرمایا: پھر تم یہ انہیں ہی کھلا دو۔

مسدد نامی راوی نے دوسرے مقام پر یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ کے اطراف کے دانت نظر آئے۔

2391 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ زَادَ الزُّهْرِيُّ، وَإِنَّمَا كَانَ هَذَا رُخْصَةً لَهُ خَاصَّةً، فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذَلِكَ الْيَوْمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ بُدٌّ مِنَ التَّكْفِيرِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَمَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، وَعِرَاكُ بْنُ مَالِكٍ، عَلَى مَعْنَى ابْنِ عُيَيْنَةَ زَادَ فِيهِ الْأَوْزَاعِيُّ، وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے، زہری نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں، یہ رخصت صرف اسی شخص کے لیے بطور خاص تھی اگر کوئی شخص آج یہ حرکت کرتا ہے تو اس کے لیے کفارہ دینا لازمی ہوگا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت دیگر راویوں نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے، تاہم امام اوزاعی نے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''تم اللہ سے مغفرت طلب کرو''

2392 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً، أَوْ يَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، أَوْ يُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا، قَالَ: لَا أَجِدُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْلِسْ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَحَدٌ أَحْوَجُ مِنِّي، فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، وَقَالَ لَهُ: كُلْهُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَلَى لَفْظِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ وَقَالَ فِيهِ: أَوْ تُعْتِقَ رَقَبَةً، أَوْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ، أَوْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا،

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے رمضان کا روزہ توڑ دیا، نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ ایک غلام کو آزاد کرے یا مسلسل 2 ماہ کے روزے رکھے یا 60 مسکینوں کو کھانا کھلائے، تو اس نے عرض کی: میں یہ نہیں کر سکتا،

تو نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکرا لایا گیا، جس میں کھجوریں موجود تھیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ لو اور صدقہ کر دو، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ ضرورت مند اور کوئی نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے یہاں تک کہ آپ کے اطراف کے دانت نظر آنے لگے، نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: تم اسے کھالو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن جریج نے زہری کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے جس طرح امام مالک نے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک شخص نے روزہ توڑ دیا، اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''یا تم ایک غلام آزاد کرو، یا دو ماہ کے روزے رکھ لو، یا 60 مسکینوں کو کھانا کھلا دو''۔

2393 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ قَدْرُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا، وَقَالَ فِيهِ: كُلْهُ أَنْتَ، وَأَهْلُ بَيْتِكَ، وَصُمْ يَوْمًا، وَاسْتَغْفِرِ اللهَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے رمضان میں روزہ توڑ دیا تھا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا، جس میں 15 صاع کے قریب کھجوریں تھیں، اس روایت میں یہ الفاظ ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اور تمہارے اہل خانہ اسے کھالیں تم ایک دن روزہ رکھ لو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔

2394 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ، حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ: أَتَى رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، احْتَرَقْتُ، فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَأْنُهُ، قَالَ: أَصَبْتُ أَهْلِي، قَالَ: تَصَدَّقْ، قَالَ: وَاللهِ مَا لِي شَيْءٌ، وَلَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ، قَالَ: اجْلِسْ فَجَلَسَ، فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذٰلِكَ أَقْبَلَ رَجُلٌ يَسُوقُ حِمَارًا عَلَيْهِ طَعَامٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ آنِفًا، فَقَامَ الرَّجُلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقْ بِهٰذَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَعَلَى غَيْرِنَا، فَوَاللهِ إِنَّا لَجِيَاعٌ مَا لَنَا شَيْءٌ، قَالَ: كُلُوهُ.

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رمضان کے مہینے میں ایک شخص مسجد میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں جل گیا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا: کیا معاملہ ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے (روزے کے دوران) اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم صدقہ کرو، اس نے عرض کی: اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور میں اس کی قدرت نہیں رکھتا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گیا، ابھی وہ

شخص وہی موجود تھا کہ ایک شخص اپنے گدھے و ہانکتا ہوا آیا، جس پر اناج موجود تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابھی جلنے والا شخص کہاں ہے؟ وہ شخص کھڑا ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے صدقہ کر دو، تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا اپنے علاوہ کسی اور پر؟ اللہ کی قسم! ہم بھوکے ہیں، ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اسے کھالو۔

2395 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَائِشَةَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فِيهِ عِشْرُونَ صَاعًا

❀❀ یہ واقعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک ٹوکرا آیا جس میں 20 صاع (کھجوریں) تھیں۔

روزے کا کفارہ ظہار کے کفارے کی طرح ہے

روزے کا کفارہ ظہار کے کفارے کی طرح ہے۔ اسی روایت کی وجہ سے جس کو ہم روایت کر چکے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں ہلاک ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے ہلاک کیا؟ اس نے کہا کہ میں رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو ایک غلام یا لونڈی آزاد کر سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو مہینے کے روزے لگاتار رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) پھر وہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ نبی ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا روایت کیا گیا ہے کہ اس ٹوکرے میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جا یہ مسکینوں کو صدقہ دے دے۔

اس نے کہا کہ مدینہ کے دونوں کنکریلی کالے پتھروں والی زمینوں کے درمیان میں مجھ سے بڑھ کر کوئی مسکین ہے؟ بلکہ اس علاقہ میں کوئی گھر والا مجھ سے بڑھ کر محتاج نہیں تو نبی ﷺ ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے مبارک دانت ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو لے اور اپنے گھر والوں کو کھلا۔ (صحیح مسلم، رقم ۵۸۹) یہ حدیث امام شافعی علیہ الرحمہ پر تخییر کی صورت میں حجت ہے۔ (ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

جو شخص رمضان کا روزہ رمضان ہی کے مہینہ میں قصداً توڑ دے خواہ کچھ کھا پی کر یا جماع میں مشغول ہو کر تو اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور کفارہ کی ترتیب وہی ہے جو حدیث بالا میں ذکر کی گئی ہے یعنی ایک غلام آزاد کرے اگر یہ نہ ہو سکے تو دو مہینہ کے روزے پے در پے رکھے اور اگر یہ بھی بس سے باہر ہو تو پھر آخری درجہ یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اس میں اختیار ہے چاہے تو ہر مسکین کو کچا اناج دے دے اس صورت میں ہر مسکین کو پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو دیا جائے گا اور چاہے کھانا پکا کر دے۔ اس صورت میں ان ساٹھ مسکینوں کو ایک دن دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے گا۔

اپنے اہل وعیال کو کفارہ دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا خواہ اصول میں سے یعنی باپ دادا وغیرہ ہوں یا فروع میں سے یعنی بیٹا

یا پوتا وغیرہ ہوں جہاں تک حدیث بالا کا تعلق ہے کہ اس سے اپنے اہل وعیال کو کفارہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے تو اس کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ آیا اس شخص کے ذمہ سے کفارہ ادا ہو گیا تھا یا نہیں؟ چنانچہ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ کفارہ ادا ہو گیا تھا اور یہ حکم صرف اسی کے ساتھ مخصوص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص اس کو اجازت عطا فرمادی تھی کہ وہ کھجوریں جو کفارہ کے طور پر اس کی طرف سے دی جاتی تھیں اپنے اہل وعیال کو کھلانے پر صرف کر دے۔ اور چونکہ یہ ایک مخصوص معاملہ تھا اس لیے کسی دوسرے کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس وقت اس کے ذمہ سے کفارہ ادا نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے ذمہ باقی رہا تھا اور وجہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ کفارہ کی ادائیگی بالفعل وقتی طور پر اس وقت ضروری ہوتی ہے جب کہ کفارہ دینے والے کے پاس اس کے اور اس کے اہل وعیال کے کھانے سے بچ کر اتنا مال موجود ہو جو وہ بطور کفارہ دے سکے ورنہ بصورت دیگر وہ کفارہ اس کے ذمہ باقی رہتا ہے کہ جب بھی اس میں استطاعت ہو کفارہ ادا کر دے لہٰذا سلمہ بن صخر الانصاری البیاضی بہت زیادہ محتاج تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت عطا فرمائی کہ اس وقت تو یہ کھجوریں اپنے اہل وعیال کو کھلاؤ مگر جب بعد میں استطاعت ہو تو کفارہ ادا کر دینا۔

کچھ حضرات کا کہنا یہ ہے کہ پہلے یہ حکم تھا کہ کفارہ اپنے اہل وعیال کو دیا جا سکتا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ان کھجوروں کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کر دیں مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اس لیے اب مسئلہ یہی ہے کہ کسی بھی طرح کفارہ اپنے اہل وعیال کو نہ دیا جائے۔

روزہ اور کفارے کا بیان

ایک روزے کے کفارے میں ایک غلام آزاد کرنا چاہئے خواہ وہ غلام کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر عدم استطاعت کے سبب غلام آزاد کرنا ممکن نہ ہو یا کسی جگہ غلام نہ ملتا ہو تو پھر دو مہینے یعنی پورے ساٹھ دن پے در پے روزے رکھنا واجب ہے، ان روزوں کا علی الاتصال اور ایسے دنوں میں رکھنا ضروری ہے جن میں عیدین کے دن اور ایام تشریق (ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ، تیرہ تاریخیں) واقع نہ ہوں کیونکہ ان دنوں میں کسی بھی طرح کے روزے رکھنا منع ہیں، اگر درمیان میں کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر کسی دن کا روزہ فوت ہو جائے تو پھر نئے سرے سے شروع کرنا ہوگا ناغہ سے پہلے جس قدر روزے ہو چکے ہوں گے ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا ہاں اگر کسی عورت کو حیض آ جائے اور اس سبب سے درمیان کے روزے ناغہ ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر نفاس کی وجہ سے ناغہ ہو جانے کی صورت میں نئے سرے سے روزے شروع کئے جائیں گے۔

اور اگر مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے ساٹھ روزے رکھنے کی بھی قدرت نہ ہو تو پھر ساٹھ محتاجوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا واجب ہے اس طرح کہ چاہے تو انہیں ایک ہی دن دو وقت یعنی صبح وشام کھلا دے چاہے دو دن صبح کے وقت یا دو دن شام کے وقت یا عشاء وسحر کے وقت کھلا دے مگر شرط یہ ہے کہ اول وقت جن محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے تو دوسرے وقت بھی انہیں محتاجوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ چنانچہ اگر کسی نے ایک وقت ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا دیا اور پھر دوسرے وقت ان کے علاوہ دوسرے ساٹھ محتاجوں کو

کھلایا تو یہ کافی نہیں بلکہ کفارہ اسی وقت ادا ہوگا جب کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کو پھر دوبارہ ایک وقت کا کھانا کھلائے ہاں اگر کوئی شخص ایک ہی محتاج کو مسلسل ساٹھ روز تک کھانا کھلائے یا مسلسل ساٹھ روز تک ہر روز نئے محتاج کو کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس طرح کفارہ ادا ہو جائے گا۔

ایک بات اور اگر کوئی شخص ایک ہی روز ساٹھ یا ان سے کچھ کم محتاجوں کے کھانے کے بقدر صدقہ کسی ایک محتاج کو دے دے گا تو وہ سب کے لئے ادا نہیں ہوگا بلکہ ایک ہی محتاج کے لئے ادا ہوگا۔ ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانے کے سلسلہ میں گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے کافی ہو جاتی ہے یعنی اگر ساٹھ محتاجوں کو صرف گیہوں کی روٹی ہی بغیر سالن کے پیٹ بھر کر کھلا دی جائے تو حکم پورا ہو جائے گا، بخلاف جو کی روٹی کے کہ اس کے ساتھ سالن ضروری ہے کیونکہ جو کی روٹی سخت ہونے کی وجہ سے عادۃً بغیر سالن کے پیٹ بھر کر نہیں کھائی جا سکتی جبکہ گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے بھی پیٹ بھر کر کھائی جا سکتی ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ گیہوں کی روٹی اپنی سالن خود اپنے اندر رکھتی ہے۔ لہٰذا جس شخص نے گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن مانگا وہ بھوکا نہیں ہے۔

ایک شرط یہ بھی ہے کہ جن ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے وہ سب بھوکے ہوں ان میں سے کوئی پیٹ بھرا نہ ہو اگر کوئی پیٹ بھرا ہوگا اور بھوکے کی مانند نہیں کھائے گا تو اس کی بجائے کسی دوسرے بھوکے کو کھانا کھلانا ضروری ہوگا۔ بہر کیف یا تو مندرجہ بالا طریقے اور شرائط کے مطابق محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے یا پھر یہ کہ چاہے تو ہر محتاج کو نصف صاع یعنی ایک کلو گرام ۶۳۳ گرام گیہوں یا اس کا آٹا یا اس کا ستو دے دیا جائے چاہے ایک صاع یعنی تین کلو ۲۶۶ گرام جو یا انگور یا کھجور یا اس کی قیمت دی جائے اور چاہے اس طرح تمام محتاجوں کو ایک ہی وقت میں دے دیا جائے اور چاہے مختلف اوقات میں دے دیا جائے۔

اگر کسی شخص نے قصداً جماع کر کے یا قصداً کھا کر کئی روزے توڑے تو ان سب کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہوگا بشرطیکہ ان کے درمیان کفارہ ادا نہ کیا ہو مثلاً کسی شخص نے دس روزے توڑے اور ان کے درمیان کفارہ ادا نہ کیا تو ان دس روزوں کے لئے ایک کفارہ کافی ہو جائے گا اگر درمیان میں کوئی کفارہ ادا کیا تو پھر بعد کے روزوں کے لئے دوسرا کفارہ ضروری ہوگا پھر یہ کہ وہ توڑے ہوئے روزے چاہے ایک رمضان کے ہوں اور چاہے دو رمضان کے ہوں اس بارے میں صحیح مسئلہ بھی یہی ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے مگر بعض حضرات کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حکم اس صورت کے لئے ہے جب کہ وہ روزے ایک ہی رمضان کے ہوں اگر وہ روزے کئی رمضان کے ہوں گے تو ہر رمضان کے لئے علیحدہ علیحدہ کفارہ ضروری ہوگا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صوم، بیروت)

روزے کی قضاء اور عدم کفارے کا بیان

اس بارہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر کسی ایسی چیز سے روزہ فاسد ہو جو غذا کی قسم سے نہ ہو یا اگر ہو تو کسی شرعی عذر کی بنا پر اسے پیٹ یا دماغ میں پہنچایا گیا ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس سے شرمگاہ کی شہوت پوری طرح ختم نہ ہوتی ہو جیسے جلق وغیرہ تو ایسی چیزوں سے کفارہ لازم نہیں ہوتا بلکہ صرف قضا ضروری ہے لہٰذا اگر روزہ دار رمضان میں کچے چاول اور خشک یا گوندھا ہوا آٹا کھائے تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا واجب ہوتی ہے اور اگر کوئی جو یا گیہوں کا آٹا پانی میں گوندھ کر اور اس میں شکر ملا کر کھائے گا تو اس صورت میں

کفارہ لازم ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص یکبارگی بہت زیادہ نمک کھائے یا گل ارمنی کے علاوہ کوئی ایسی مٹی کھائے جس کو عادۃً کھایا نہیں جاتا یا گٹھلی یا روئی یا اپنا تھوک نگل لے جو ریشم و کپڑے وغیرہ کے رنگ مثلاً زرد، سبزہ وغیرہ سے متغیر تھا اور اسے اپنا روزہ بھی یاد تھا یا کاغذ یا اس کے مانند ایسی کوئی چیز کھائی جو عادۃً نہیں کھائی جاتی یا کچی ہی یا اس کے مانند ایسا کوئی پھل کھائے جو پکنے سے پہلے عادۃً کھائے نہیں جاتے اور انہیں پکا کر یا نمک ملا کر نہیں کھایا، یا ایسا تازہ اخروٹ کھایا جس میں مغز نہ ہو یا کنکر، لوہا، تانبا، سونا چاندی اور یا پتھر خواہ وہ زمرد وغیرہ ہی ہو نگل گیا تو ان صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوگا، صرف قضا لازم ہوگی اسی طرح اگر کسی نے حقنہ کرایا، یا ناک میں دوا ڈالی یا منہ میں دوا رکھی اور اس میں سے کچھ حلق میں اتر گئی اور یا کانوں میں تیل ڈالا تو ان صورتوں میں بھی صرف قضا لازم آئے گی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

کان میں قصداً پانی ڈالنے کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں ہدایہ ملتقی، درمختار، شرح وقایہ اور اکثر متون میں مذکور ہے کہ اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا مگر قاضی خان اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس بارہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے۔ کسی شخص نے پیٹ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ پیٹ میں پہنچ گئی یا سر کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ دماغ میں پہنچ گئی یا حلق میں بارش کا پانی یا برف چلا گیا اور اسے قصداً نہیں نگلا بلکہ از خود حلق سے نیچے اتر گیا یا چوک میں روزہ جاتا رہا مثلاً کلی کرتے ہوئے پانی حلق کے نیچے اتر گیا یا ناک میں پانی دیتے ہوئے دماغ کو چڑھ گیا، یا کسی نے زبردستی روزہ تڑوا دیا خواہ جماع ہی کے سبب سے یعنی خاوند نے زبردستی بیوی سے جماع کیا یا بیوی نے زبردستی خاوند سے جماع کرایا تو ان سب صورتوں میں بھی کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ صرف قضا لازم ہوگی ہاں جماع کے سلسلہ میں زبردستی کرنے والے پر کفارہ بھی لازم ہوگا اور جس کے ساتھ زبردستی کی گئی اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

اگر کوئی عورت جو لونڈی ہو (خواہ حرم یا منکوحہ) خدمت و کام کاج کی وجہ سے بیمار ہو جانے کے خوف سے روزہ توڑ ڈالے تو اس پر قضا لازم ہوگی، اسی طرح اگر لونڈی اس صورت میں روزہ توڑ ڈالے جب کہ کام کاج مثلاً کھانا پکانا یا کپڑا وغیرہ دھونے کی وجہ سے ضعف و توانائی لاحق ہو گئی تو اس صورت میں بھی قضا واجب ہوگی اس ضمن میں یہ مسئلہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اگر کسی لونڈی کو اس کا آقا کسی ایسے کام کے لئے کہے جو ادائے فرض سے مانع ہو تو اس کا کہنا ماننے سے انکار کر دینا چاہئے کسی شخص نے روزہ دار کے منہ میں سونے کی حالت میں پانی ڈال دیا یا خود روزہ دار نے سونے کی حالت میں پانی پی لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اور اس پر قضا واجب ہوگی اس مسئلہ کو بھول کر کھا پی لینے کی صورت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اگر سونے یا وہ شخص کہ جس کی عقل جاتی رہی ہو کوئی جانور ذبح کرے تو اس کا مذبوحہ کھانا حلال نہیں ہے اس کے برخلاف اگر کوئی ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا جائز ہے اسی طرح یہاں بھی مسئلہ یہ ہے کہ بھول کی حالت میں کھانے پینے والے کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، ہاں کوئی شخص سونے کی حالت میں کھا پی لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ایک شخص نے بھول کر روزے میں کچھ کھا لیا پھر اس کے بعد قصداً کھایا، یا بھول کر جماع کر لیا اور اس کے بعد پھر قصداً جماع کیا یا دن میں روزہ کی نیت کی پھر قصداً کھا

پی لیا یا جماع کیا، یا رات ہی سے روزہ کی نیت کی پھر صبح ہو کر سفر کیا۔

اور پھر اس کے بعد اقامت کی نیت کر لی اور کچھ کھا پی لیا اگرچہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا، یا رات سے روزہ کی نیت کی، صبح کو مقیم تھا، پھر سفر کیا اور مسافر ہو گیا اور حالت سفر میں قصداً کھایا یا جماع کیا، اگرچہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا تو ان تمام صورتوں میں صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا مسئلہ مذکورہ میں حالت سفر میں کھانے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص سفر شروع کر دینے کے بعد پھر اپنی کوئی بھولی ہوئی چیز لینے کے لئے واپس اپنے گھر میں آئے اور اپنے مکان میں یا اپنے شہر واپنی آبادی سے جدا ہونے سے پہلے قصداً کھالے تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ اگر کوئی شخص تمام دن کھانے پینے اور دوسری ممنوعات روزہ سے رکا رہا مگر نہ تو اس نے روزہ کی نیت کی اور نہ افطار کیا، یا کسی شخص نے سحری کھائی یا جماع کیا اس حالت میں کہ طلوع فجر کے بارہ میں اسے شک تھا حالانکہ اس وقت فجر طلوع ہو چکی تھی، یا کسی شخص نے غروب آفتاب کے ظن غالب کے ساتھ افطار کیا حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو ان صورتوں میں صرف قضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

اور اگر غروب آفتاب میں شک ہونے کی صورت میں افطار کیا اور حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں کفارہ لازم ہونے کے بارہ میں دو قول ہیں جس میں سے فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ کا مختار قول یہ ہے کہ غروب آفتاب کے شک کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا اس طرح اگر کسی شخص کا ظن غالب یہ ہو کہ آفتاب غروب نہیں ہوا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ روزہ افطار کرے اور حقیقت میں بھی سورج غروب نہ ہوا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔

کسی شخص کو جانور کے ساتھ یا میت کے ساتھ فعل بد کرنے کے سبب انزال ہو گیا یا کسی کی ران یا ناف یا ہاتھ کی رگڑ سے منی گرائی یا کسی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے کی وجہ سے انزال ہو گیا یا غیر ادائے رمضان کا روزہ توڑا تو ان سب صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوگا بلکہ قضا لازم ہوگی، اسی طرح اگر کسی نے روزہ دار عورت کے ساتھ اس کے سونے کی حالت میں جماع کیا تو اس عورت کا روزہ جاتا رہے گا اور اس پر صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا، یا کسی عورت نے رات سے روزہ کی نیت کی اور جب دن ہوا تو دیوانی ہو گئی اور اس کی دیوانگی کی حالت میں کسی نے اس سے جماع کیا تو اس صورت میں اس عورت پر اس روزہ کی قضا لازم ہوگی۔

اگر کسی عورت نے اپنی شرمگاہ میں پانی یا دوائی ٹپکائی یا کسی نے تیل یا پانی سے بھیگی ہوئی انگلی اپنے مقعد میں داخل کی یا کسی نے اس طرح استنجاء کیا کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہنچ گیا اگرچہ ایسا کم ہوتا ہے یا استنجاء کرنے میں زیادتی و مبالغہ کی وجہ سے پانی فرج داخل تک پہنچ گیا تو قضا واجب ہوگی۔ کسی شخص کو بواسیر ہو اور اس کے مسے باہر نکل آئیں اور وہ ان کو دھوئے تو اگر ان مسوں کو اوپر اٹھنے سے پہلے خشک کر لیا جائے گا تو ان کے اوپر چڑھ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

کیونکہ اس طرح پانی بدن کے ایک ظاہر حصہ پر پہنچا تھا اور پھر بدن کے اندرونی حصہ میں پہنچنے سے پہلے زائل ہو گیا ہاں اگر مسے اوپر چڑھنے سے پہلے خشک نہ ہوں گے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اگر کوئی عورت تیل یا پانی سے تر کی ہوئی انگلی اپنی شرم گاہ کے

اندرونی حصے میں داخل کرے گی یا کوئی شخص روئی یا کپڑا یا پتھر اپنی دبر میں داخل کرے گا یا کوئی عورت ان چیزوں کو اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں داخل کرے گی اور یہ چیزیں اندر غائب ہو جائیں گی تو روزہ جاتا رہے گا اور قضا لازم ہو گی ہاں اگر لکڑی وغیرہ کا ایک سرا ہاتھ میں رہے یا یہ چیزیں عورت کی شرمگاہ کے بیرونی حصہ ہی تک پہنچی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے ڈورا نگل لیا بایں طور کہ اس کا ایک سرا اس کے ہاتھ میں ہو اور پھر وہ اس ڈورے کو باہر نکالے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اس کا ایک سرا ہاتھ میں نہ ہو بلکہ سب نگل جائے تو یہ روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہو گی۔ جو شخص قصداً اپنے فعل سے کسی چیز کا دھواں اپنے دماغ یا اپنے پیٹ میں داخل کرے گا تو بعید نہیں کہ کفارہ بھی لازم ہو جائے کیونکہ ان کا دھواں نہ صرف یہ کہ قابل انتفاع ہے بلکہ اکثر دواء بھی استعمال ہوتا ہے اسی طرح سگریٹ بیڑی اور حقہ کا دھواں داخل کرنے کی صورت میں بھی کفارہ لازم ہو سکتا ہے۔

اگر کسی شخص نے قصداً قے کی خواہ وہ منہ بھر کر نہ آئی ہو تو اس کا روزہ جاتا رہے گا اور قضا لازم آئے گی اس بارہ میں روایت یہی ہے لیکن حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ قصداً قے کرنے کی صورت میں روزہ اسی وقت فاسد ہوگا اور قضا لازم ہو گی جب کہ قے منہ بھر کر آئی ہو اگر منہ بھر کر نہ آئی ہو گی تو نہ روزہ فاسد ہوگا اور نہ قضاء لازم ہو گی۔ چنانچہ زیادہ صحیح اور مختار قول یہی ہے۔ کسی شخص کو از خود منہ بھر کر قے آئی اور وہ اسے نگل گیا، یا کسی شخص نے دانتوں میں اٹکی ہوئی کوئی چیز جو ایک چنے کے بقدر یا اس سے زیادہ تھی کھالی یا کسی شخص نے رات سے نیت نہیں کی، دن میں بھی اس نے نیت نہیں کی تھی کہ بھول کر کچھ کھا لیا پی لیا اور اس کے بعد اس نے روزہ کی نیت کی تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ہوگا اور قضا لازم ہو گی، یا اسی طرح کوئی روزہ دار بے ہوش ہو جائے اور خواہ وہ مہینہ بھر تک بے ہوش رہے تو اس پر قضا لازم ہو گی ہاں اس دن کے روزہ کی قضا لازم نہیں ہو گی۔

جس دن میں یا جس کی رات سے بیہوشی شروع ہوئی ہو کیونکہ مسلمان کے بارہ میں نیک گمان ہی کرنا چاہئے اس لئے ہو سکتا ہے اس نے رات میں نیت کر لی ہو اور اس طرح اس کا روزہ پورا ہو جائے گا اب اس کے بعد جتنے دنوں بیہوش رہے گا ان کی قضا کرے گا۔ بے ہوشی شروع ہونے والے دن کے بارہ میں بھی مگر یہ یقین ہو کہ نیت کی تھی تو اس دن کے روزہ کی قضا بھی ضروری ہو گی۔ بیہوشی کے دنوں کے روزوں کی قضا اس لئے ضروری ہو گی کہ اگرچہ اس نے کچھ کھایا پیا نہیں مگر چونکہ روزہ کی نیت نہیں پائی گئی اس لئے بیہوشی کی حالت میں اس کا بغیر نیت کچھ نہ کھانا پینا اور تمام چیزوں سے رکے رہنا کافی و کارآمد نہیں ہوگا۔

اگر کسی شخص پر رمضان کے پورے مہینہ میں دیوانگی طاری رہی تو اس پر قضا واجب نہیں ہو گی ہاں مگر پورے مہینہ دیوانگی طاری نہ رہی تو پھر قضا ضروری ہو گی اور اگر کسی شخص پر پورے مہینے بایں طور دیوانگی طاری رہی کہ دن میں یا رات میں نیت کا وقت ختم ہو جانے کے بعد اچھا ہو جاتا تو جب بھی قضا ضروری نہیں ہو گی بلکہ یہ پورے مہینہ دیوانگی طاری رہنے کے حکم میں ہوگا۔ اگر کسی شخص نے رمضان میں روزے کی نیت نہیں کی اور پھر اس نے دن میں کھایا پیا تو امام اعظم ابو حنیفہ کے قول کے مطابق اس صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا لازم ہو گی مگر صاحبین کا قول یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوگا۔

کسی شخص کا روزہ ٹوٹ گیا خواہ وہ کسی عذر ہی کی بناء پر ٹوٹا ہو پھر وہ عذر بھی ختم ہو گیا ہو تو اب اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دن کے بقیہ حصہ میں رمضان کے احترام کے طور پر کھانے پینے میں ممنوع دوسری چیزوں سے اجتناب کرے، اسی طرح اس عورت کو بھی دن کے بقیہ حصہ میں روزہ میں ممنوع چیزوں سے اجتناب ضروری ہے جو حیض یا نفاس میں مبتلا تھی اور طلوع فجر کے بعد پاک ہو گئی نیز مسافر جو دن میں کسی وقت مقیم ہو گیا ہو یا بیمار جو اچھا ہو گیا ہو دیوانہ شخص جس کی دیوانگی جاتی رہی ہو۔

لڑکا جو بالغ ہوا اور کافر جو اسلام قبول کر لے ان سب لوگوں کو بھی دن کے بقیہ حصہ میں کھانے پینے اور دوسری ممنوع چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے ان سب پر اس دن کے روزہ کی قضا لازم ہوگی البتہ موخر الذکر دونوں پر قضا لازم نہیں ہوگی۔ جو عورت حیض و نفاس میں مبتلا ہو یا جو شخص بیماری کی حالت میں ہو، یا جو شخص حالت سفر میں ہو ان کے لئے کھانے پینے سے اجتناب ضروری نہیں ہے تاہم ان کے لئے بھی یہ حکم ہے کہ عام نگاہوں سے بچ کر پوشیدہ طور پر کھائیں پئیں۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب صوم، بیروت)

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي مَنْ أَفْطَرَ عَمْدًا

باب: جو شخص جان بوجھ کر روزہ توڑے اس کی شدید مذمت

2396 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ ابْنِ مُطَوِّسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ: عَنْ أَبِي الْمُطَوِّسِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ فِي غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللهُ لَهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ،

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کسی رخصت کے بغیر، رمضان کا ایک روزہ توڑ دے، تو ساری زندگی روزے رکھنا بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتا''

2397 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي حَبِيبٌ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنِ ابْنِ الْمُطَوِّسِ، قَالَ: فَلَقِيتُ ابْنَ الْمُطَوِّسِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ كَثِيرٍ، وَسُلَيْمَانَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَاخْتُلِفَ عَلَى سُفْيَانَ، وَشُعْبَةَ، عَنْهُمَا ابْنُ الْمُطَوِّسِ، وَأَبُو الْمُطَوِّسِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان اور شعبہ نامی راوی سے یہ روایت نقل کرنے والوں نے یہ اختلاف کیا ہے کہ راوی کا نام ابن مطوس ہے یا ابو مطوس ہے۔

بَابُ مَنْ أَكَلَ نَاسِيًا

باب: جو شخص (روزے کے دوران) بھول کر کچھ کھالے

2398 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، وَحَبِيبٍ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَكَلْتُ وَشَرِبْتُ نَاسِيًا، وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ: اللهُ أَطْعَمَكَ وَسَقَاكَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے روزے کے دوران بھول کر کھا اور پی لیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا اور پلایا ہے۔

بَابُ تَأْخِيرِ قَضَاءِ رَمَضَانَ

باب: رمضان کی قضاء میں تاخیر کرنا

2399 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: إِنْ كَانَ لَيَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَهُ حَتَّى يَأْتِيَ شَعْبَانُ

❁❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھ پر رمضان کے کچھ روزے لازم ہوتے تھے، تو میں ان کی قضا نہیں کر پاتی تھی، یہاں تک کہ شعبان آ جاتا تھا۔

بَابٌ فِيمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ

باب: جو شخص انتقال کر جائے اور اس کے ذمہ روزے لازم ہوں

2400 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا فِي النَّذْرِ وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ

2399-اسناده صحيح. مالک: هو ابن انس، ويحيى بن سعيد: هو الانصاري، وابو سلمة بن عبد الرحمن: هو عبد الله. وهو عند مالک في "الموطا" 1/308. واخرجه البخاري (1950)، ومسلم (1146)، وابن ماجه (1669)، والنسائي في "الكبرى" (2640) من طرق عن يحيى بن سعيد، به. وقرن ابن ماجه بيحيى عمرو ابن دينار. واخرجه بنحوه مسلم (1146)، والنسائي في "الكبرى" (2499) من طريق محمد ابن ابراهيم، عن ابي سلمة، به. واخرجه الترمذي (793) من طريق عبد الله البهي، عن عائشة. وقال: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (24928)، و"صحيح ابن حبان" (3516)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

"جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے لازم ہوں، تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حکم نذر کے بارے میں ہے، اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے۔

2401 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا مَرِضَ الرَّجُلُ فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ يَصُمْ أُطْعِمَ عَنْهُ، وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ قَضَى عَنْهُ وَلِيُّهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہو کر فوت ہو جائے، وہ تندرست نہ ہو پائے، تو اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا، اس پر قضاء لازم نہیں ہوگی، اور اگر اس نے نذر مانی تھی، تو اس کا ولی، اس کی طرف سے قضاء کرے گا۔

شیخ فانی عدم قدرت علی الصیام کے لئے حکم فدیہ

اور وہ بوڑھا فانی شخص جو روزہ رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن ایک فقیر کو کھانا کھلائے جس طرح کفارات میں کھلایا جاتا ہے۔ اور اس میں قانون اللہ تعالیٰ کا فرمان "" ہے کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے جو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور اگر وہ روزے پر قادر ہو گیا تو اس کے لئے فدیے کا حکم ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ خلیفہ کی عجز میں دوام کی وجہ سے تھی۔ (جس کے ختم ہوتے ہی حکم اصل یعنی روزے رکھنے کی طرف لوٹ آئے گا)۔

شیخ فانی اور بڑھیا فانیہ کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں شیخ فانی اور بڑھیا فانیہ اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جو زندگی کے آخری سٹیج پر پہنچ چکے ہوں، ادائیگی فرض سے قطعاً مجبور اور عاجز ہوں اور جسمانی طاقت وقت روز بروز گھٹتی چلی جا رہی ہو یہاں تک کہ ضعف و ناتوانی کے سبب انہیں یہ قطعاً امید نہ ہو کہ آئندہ بھی کبھی روزہ رکھ سکیں گے۔

فدیہ کی فقہی مقدار کا بیان

مذکورہ بالا اعذار میں صرف شیخ فانی اور بڑھیا فانیہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے روزوں کا فدیہ ادا کریں ہاں اس شخص کے لیے فدیہ دینا جائز ہے جس نے ہمیشہ روزے رکھنے کی نذر مانی ہو مگر اس سے عاجز ہو یعنی کوئی شخص یہ نذر مانے کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا مگر بعد میں وہ اسباب معیشت کے حصول یا کسی اور عذر کی وجہ سے اپنی نذر کو پورا نہ کر سکتے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزے نہ رکھے البتہ ہر دن فدیہ دے دیا کرے ان کے علاوہ اور تمام اعذار کا مسئلہ یہ ہے کہ عذر زائل ہو جانے کے بعد روزوں کی قضا ضروری ہے فدیہ دینا درست نہیں یعنی فدیہ دینے سے روزہ معاف نہیں ہوگا اسی لیے اگر کوئی معذور اپنے عذر کی حالت میں مر جائے۔ تو اس پر ان روزوں کے فدیہ کی وصیت کر جانا واجب نہیں ہے جو اس کے عذر کی وجہ سے فوت ہوئے ہوں اور نہ اس کے وارثوں پر یہ واجب ہوگا کہ وہ فدیہ ادا کریں خواہ عذر یا بیماری کا ہو یا سفر کا، یا مذکورہ بالا اعذار میں سے کوئی اور عذر۔ ہاں اگر کوئی شخص اس حالت میں انتقال کرے کہ اس کا عذر زائل ہو چکا تھا اور وہ قضا روزے رکھ سکتا تھا مگر اس نے قضا روزے نہیں رکھے تو اس کے لیے ضروری

ہے کہ وہ ان ایام کے روزوں کے فدیہ کی وصیت کر جائے جن میں مرض سے نجات پا کر صحت مند رہا تھا یا سفر پورا کر کے مقیم تھا اور یا جو بھی عذر رہا ہو وہ زائل ہو چکا تھا۔

اگر کوئی شیخ فانی سفر کی حالت میں انتقال کر جائے تو اس کی طرف سے ان ایام کے روزوں کا فدیہ دینا ضروری نہیں ہوگا۔ جن میں وہ مسافر رہا کیونکہ جس طرح اگر کوئی دوسرا شخص سفر کی حالت میں مر جائے تو اس کے لیے ایام سفر کے روزے معاف ہوتے ہیں اسی طرح اس کے لیے بھی ان ایام کے روزے معاف ہوں گے۔

جس شخص پر فدیہ لازم ہو اور وہ فدیہ دینے پر قادر نہ ہو تو پھر آخری صورت یہی ہے کہ وہ اللہ رب العزت سے استغفار کرے عجب نہیں کہ ارحم الراحمین اسے معاف کر دے۔

روزے کی وصیت کو صدقہ فطر کی مقدار کے مطابق مکمل کیا جائے

اور جو شخص فوت ہوا جبکہ اس پر رمضان کی قضاء تھی پس اس نے وصیت کی تھی تو اس کا ولی ہر ان ایک مسکین کو اس کی طرف سے ایک نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو دے گا۔ کیونکہ وہ شخص اپنی عمر کے آخر میں روزہ ادا کرنے سے عاجز تھا۔ لہٰذا وہ شیخ فانی کی طرح ہو گیا۔ اور ہمارے نزدیک اس کے لئے وصیت کرنا واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ اور مسئلہ زکوٰۃ بھی اسی اختلاف پر ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ بندوں کے قرضوں پر اس قرض کو قیاس کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام مالی حقوق ہیں جن کے اندر نیابت جاری ہوتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ فدیہ دینا ایک عبادت ہے اور اس پر اختیار ضروری ہے۔ اور یہ حق وصیت کی صورت میں حاصل ہو جاتا ہے لیکن وراثت میں حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وراثت میں زبردستی ہے۔ اور وصیت کرنا ابتدائی طور پر تقویٰ ہے۔ لہٰذا وہ تہائی مال تک معتبر ہوگی۔ اور مشائخ فقہاء کے مطابق بطور استحسان نماز روزے کی طرح ہے۔ لہٰذا ہر نماز کو ہر ان کے روزے پر قیاس کیا جائے گا یہی سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔ اور میت کی طرف سے اس کے لئے ولی کے لئے اجازت نہیں ہے کہ وہ اس کے لئے روزہ رکھے یا نماز پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ ہی نماز پڑھے۔

میت کے ذمہ روزوں کے فدیہ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کے ورثاء روزہ رکھیں (یعنی فدیہ دیں) (بخاری ومسلم)

جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے واجب ہوں تو اس کے بارے میں بھی علماء کے اختلافی مسلک ہیں چنانچہ اکثر علماء کہ جن میں حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ بھی شامل ہیں یہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی طرف سے کوئی دوسرا روزہ نہ رکھے بلکہ اس کے ورثاء اس کے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو فدیہ دیں چنانچہ ان حضرات کی طرف سے اس حدیث کی یہی تاویل کی جاتی ہے کہ یہاں روزہ رکھنے سے مراد فدیہ دینا ہے کیونکہ فدیہ دینا بھی بمنزلہ روزہ رکھنے کے ہے اور اگلی حدیث اس توجیہ وتاویل کی بنیاد ہے۔

میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے اس لیے منع کیا جاتا ہے کہ ایک حدیث میں جو اس باب کے آخر میں آرہی ہے صراحت کے ساتھ اس کی ممانعت فرمائی گئی حضرت امام احمد حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میت کی طرف سے اس کا وارث روزے رکھے۔

مذکورہ بالا مسئلہ کے سلسلہ میں حنفیہ کا یہ مسلک بھی ہے کہ اگر مرنے والے فدیہ کے بارے میں وصیت کر جائے تو وارث پر میت کی طرف سے فدیہ مذکور ادا کرنا واجب ہے۔ جب کہ وہ فدیہ میت کی تہائی مال میں سے نکل سکتا ہو لہٰذا اگر فدیہ مقدار اس کے تہائی مال کے مقدار سے زائد ہوگی تو وارث پر فدیہ کی اس مقدار کی ادائیگی واجب نہیں جو تہائی مال سے زائد ہو۔ ہاں اگر وارث اس زائد مقدار کو بھی ادا کردے گا تو نہ صرف یہ کہ وارث کا یہ عمل جائز شمار ہوگا بلکہ میت پر اس کا احسان بھی ہوگا، لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ پورا مسئلہ اس صورت سے متعلق ہے جب کہ مرنے والے کے ذمہ وہ روزے ہوں جن کی قضا اس کے مرنے سے پہلے ممکن رہی ہو۔ مثلاً رمضان کا مہینہ گزر جانے کے بعد کسی ایسے مہینہ میں اس کا انتقال ہو جس میں وہ مرنے سے پہلے رمضان کے وہ روزے جو بیماری وغیرہ کی وجہ سے رکھنے سے رہ گئے تھے ان کی وہ قضا کر سکتا تھا، اور اگر رمضان کے کچھ روزے فوت ہو گئے ہوں (مثلاً رمضان ہی کے مہینہ میں اس کا انتقال ہوا ہو اور انتقال سے پہلے کچھ روزے رکھنے سے رہ گئے کہ جن کی قضا ممکن نہ ہو تو پھر ان کا تدارک یعنی ان روزوں کے بدلہ فدیہ دینا لازم ہے اور نہ مرنے والے پر فوت شدہ روزوں کا کوئی گناہ ہوگا چنانچہ تمام علماء کا یہی مسلک ہے البتہ طاؤس اور قتادہ کہتے ہیں کہ ان روزوں کا تدارک اور فدیہ بھی لازم ہوگا جن کی قضا کے ممکن ہونے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا ہوگا۔

امام شافعی کا مسلک یہ ہے مرنے والا وصیت کرے یا نہ کرے۔ اس کے فوت شدہ روزوں کے بدلے اس کے کل مال میں سے فدیہ ادا کرنا ضروری ہے مذکورہ بالا مسئلہ میں حضرت امام احمد کا جو مسلک ہے وہ پہلی حدیث کی تشریح میں بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت نافع (تابعی) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا چاہئے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے یعنی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

ہر روزہ کے بدلہ مسکین کو کھلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ میں پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو۔ یا اتنی ہی مقدار کی قیمت ادا کی جائے اور یہی مقدار نماز کے فدیہ کی بھی ہے کہ ہر نماز کے بدلہ اسی قدر فدیہ ادا کیا جائے۔ یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے جن کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی مرنے والے کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص روزہ نہ رکھے بلکہ ورثاء اس کے بدلہ فدیہ ادا کریں اس سے پہلے جو حدیث گزری ہے غالب امکان ہے کہ وہ منسوخ ہو اور یہ حدیث ناسخ ہو، لیکن جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے اس حدیث کو منسوخ نہ قرار دے کر اس کی جو تاویل کی جاتی ہے اس کی بنیاد یہی حدیث ہے۔

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا لیکن حکم میں مرفوع (ارشاد رسول) ہی کے ہے کیونکہ اس قسم کے

تشریعی امور کوئی بھی صحابی اپنی عقل سے بیان نہیں کر سکتا لہٰذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور سنا ہوگا جب ہی انہوں نے اسے نقل کیا۔

فدیہ کی مقدار کا بیان

ہر دن کے روزے کے بدلے فدیہ کی مقدار نصف صاع یعنی ایک کلو ۶۳۳ گرام گیہوں یا اس کی مقدار ہے فدیہ اور کفارہ میں جس طرح تملیک جائز ہے اسی طرح اباحت طعام بھی جائز ہے یعنی چاہے تو ہر دن کے بدلے مذکورہ بالا مقدار کسی محتاج کو دے دی جائے اور چاہے ہر دن دونوں وقت بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ صدقہ فطر کے برخلاف کہ اس میں زکوٰۃ کی طرح تملیک ہی ضروری ہے اس بارے میں یہ اصول سمجھ لیجئے کہ جو صدقہ لفظ اطعام یا طعام (کھلانے) کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک اور اباحت دونوں جائز ہیں اور جو صدقہ لفظ ایتاء یا ادا کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک شرط اور ضروری ہے اباحت قطعاً جائز نہیں ہے۔

دوسروں کی طرف سے نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے یا کسی دوسرے کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الصوم)

حضرت امام مالک، ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی کا مسلک یہی ہے کہ نماز روزہ کسی کی طرف سے کرنا تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائے درست نہیں ہے ہاں احناف کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھی عمل کا ثواب خواہ وہ نماز ہو یا روزہ وغیرہ کسی دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا حالانکہ اس نے روزوں کی منت مانی تھی تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔ اور اگر کوئی شخص فوت ہوا جس پر رمضان کے روزے تھے تو ولی اس کی طرف سے روزہ نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے فدیہ ادا کردے۔ (اکمال اکمال المعلم، ج ۳، ص ۲۶۲، بیروت)

آیت فدیہ کے منسوخ ہونے میں اختلاف کا بیان

آیت (وعلی الذین یطیقونہ) کا مطلب حضرت معاذ بیان فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا جو چاہتا نہ رکھتا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔ حضرت سلمہ بن اکوع سے بھی صحیح بخاری میں ایک روایت آئی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جو شخص چاہتا افطار کرتا اور فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت اتری اور یہ منسوخ ہوئی، حضرت ابن عمر بھی اسے منسوخ کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ منسوخ نہیں مراد اس سے بوڑھا مرد اور بڑھیا عورت ہے جسے روزے کی طاقت نہ ہو، ابن ابی لیلیٰ، کہتے ہیں عطار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رمضان میں گیا دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت نے پہلی آیت کا حکم منسوخ کر دیا، اب یہ حکم صرف بہت زیادہ بیطاقت بوڑھے بڑے کے لئے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص مقیم ہو اور تندرست ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں بلکہ اسے روزہ ہی رکھنا ہو گا ہاں ایسے بوڑھے، بڑے معمر اور کمزور آدمی جنہیں روزے کی طاقت ہی نہ ہو روزہ نہ رکھیں اور نہ ان پر قضا ضروری ہے لیکن اگر وہ مالدار ہوں تو آیا انہیں کفارہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں اسمیں اختلاف ہے۔

امام شافعی کا ایک قول تو یہ ہے کہ چونکہ اس میں روزے کی طاقت نہیں لہٰذا یہ بھی مثل بچے کے ہے نہ اس پر کفارہ ہے نہ اس پر قضا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، دوسرا قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ کہ اس کے ذمہ کفارہ ہے، اکثر علماء کرام کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی تفسیروں سے بھی یہی ثابت ہوا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ مسئلہ بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑی عمر والا بوڑھا جسے روزے کی طاقت نہ ہو تو فدیہ دے دے جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بڑی عمر میں بڑھاپے کے آخری دنوں میں سال دو سال تک روزہ نہ رکھا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روٹی گوشت کھلا دیا کرے۔

مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو گئے تو گوشت روٹی تیار کر کے تیس مسکینوں کو بلا کر کھلا دیا کرتے، اسی طرح حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت کے بارے میں جب انہیں اپنی جان کا یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو علماء میں سخت اختلاف ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ وہ روزہ نہ رکھیں فدیہ دے دیں اور جب خوف ہٹ جائے قضا بھی کر لیں بعض کہتے ہیں صرف فدیہ ہے قضا نہ کریں، بعض کہتے ہیں قضا کر لیں فدیہ نہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہ روزہ رکھیں نہ فدیہ نہ قضا کریں۔

بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر کے دوران روزہ رکھنا

2402 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ حَمْزَةَ الْأَسْلَمِيَّ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ أَفَأَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ قَالَ: صُمْ إِنْ شِئْتَ، وَأَفْطِرْ إِنْ شِئْتَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک ایسا شخص ہوں، جو مسلسل روزے رکھتا ہوں، تو کیا میں سفر کے دوران روزہ رکھ لیا کروں؟، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو، اگر چاہو تو روزہ نہ رکھو۔

2403 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْمَدَنِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ الْأَسْلَمِيَّ، يَذْكُرُ أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي صَاحِبُ ظَهْرٍ أُعَالِجُهُ أُسَافِرُ عَلَيْهِ، وَأُكْرِيهِ، وَإِنَّهُ رُبَّمَا صَادَفَنِي هَذَا الشَّهْرُ يَعْنِي رَمَضَانَ، وَأَنَا أَجِدُ الْقُوَّةَ، وَأَنَا شَابٌّ، وَأَجِدُ بِأَنْ أَصُومَ، يَا رَسُولَ اللهِ، أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ أَنْ أُؤَخِّرَهُ، فَيَكُونُ دَيْنًا، أَفَأَصُومُ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْظَمُ لِأَجْرِي، أَوْ أُفْطِرُ؟ قَالَ: أَيَّ ذَلِكَ شِئْتَ يَا حَمْزَةُ

حمزہ بن محمد بن حمزہ اسلمی ذکر کرتے ہیں: ان کے والد نے ان کے دادا کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے: (ان کے دادا بیان کرتے ہیں:) میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں جانوروں والا شخص ہوں میں لوگوں کو جانوروں پر سفر کرواتا ہوں، اور جانور کرائے پر دیتا ہوں، بعض اوقات یہ مہینہ (رمضان کا مہینہ) آجاتا ہے میں (اپنے اندر) قوت بھی پاتا ہوں اور میں جوان بھی ہوں، یارسول اللہ! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرا روزہ رکھ لینا میرے لیے اس سے زیادہ آسان ہے کہ میں انہیں موخر کر دوں اور یہ میرے ذمے قرض ہو جائیں، یارسول اللہ! کیا میرا روزہ رکھنا زیادہ اجر کا باعث ہوگا یا روزہ نہ رکھنا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے حمزہ! تم جو چاہو کرلو۔

2404 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَرَفَعَهُ إِلَى فِيهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ، وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: قَدْ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جانے کے لیے روانہ ہوئے، جب آپ عسفان کے مقام پر پہنچے تو آپ نے برتن منگوایا اسے اپنے منہ کی طرف بلند کیا تاکہ لوگوں کو یہ دکھا دیں، یہ رمضان کے مہینے کی بات ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (سفر کے دوران) روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ ترک بھی کیا ہے، جو شخص چاہیے وہ (سفر کے دوران) روزہ رکھ لے اور جو شخص چاہے وہ روزہ نہ رکھے۔

2405 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ، فَصَامَ بَعْضُنَا، وَأَفْطَرَ بَعْضُنَا، فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے رمضان کے مہینے میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کیا، تو ہم میں سے بعض لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، اور بعض لوگوں نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا، اور روزہ رکھنے والے نے، روزہ نہ رکھنے والے پر اعتراض نہیں کیا اور روزہ نہ رکھنے والے نے، روزہ رکھنے والے پر اعتراض نہیں کیا۔

2406 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ قَزَعَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَهُوَ يُفْتِي النَّاسَ، وَهُمْ مُكِبُّونَ عَلَيْهِ، فَانْتَظَرْتُ خَلْوَتَهُ، فَلَمَّا خَلَا سَأَلْتُهُ عَنْ صِيَامِ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ، فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ عَامَ الْفَتْحِ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ، وَنَصُومُ حَتَّى بَلَغَ مَنْزِلًا مِنَ الْمَنَازِلِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ، فَأَصْبَحْنَا مِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ، قَالَ: ثُمَّ سِرْنَا فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَقَالَ: إِنَّكُمْ تُصَبِّحُونَ عَدُوَّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ فَأَفْطِرُوا، فَكَانَتْ عَزِيمَةً مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: ثُمَّ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَصُومُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ ذَلِكَ، وَبَعْدَ ذَلِكَ

❁❁ قزعہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ اس وقت لوگوں کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے اور لوگوں نے انہیں گھیرا ہوا تھا، میں نے بھیڑ کے کم ہونے کا انتظار کیا، جب وہ اکیلے رہ گئے تو میں نے سفر کے دوران رمضان کے روزے رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: فتح مکہ کے سال ہم رمضان کے مہینے میں، ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوا تھا اور ہم نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پڑاؤ کی جگہ پر پہنچ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: تم دشمن کے قریب ہو گئے ہو، تو روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے قوت کا باعث ہوگا، اگلے دن ہم میں سے بعض لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، اور بعض لوگوں نے نہیں رکھا ہوا تھا، راوی بیان کرتے ہیں: پھر ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل تم اپنے دشمنوں کے مدمقابل آ جاؤ گے، تو روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ قوت کا باعث ہوگا تو تم لوگ روزہ ختم کر دو۔

(راوی بیان کرتے ہیں) تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لازمی حکم تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ میں نے اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (سفر کے دوران) روزہ رکھا ہے۔

بَابُ اخْتِيَارِ الْفِطْرِ

باب: (سفر کے دوران) روزہ نہ رکھنے کو اختیار کرنا

2407 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَسَنٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَى رَجُلًا يُظَلَّلُ عَلَيْهِ، وَالزِّحَامُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس پر سایہ کیا گیا تھا اور اس

کے اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "سفر کے دوران روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے"

2408 - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ الرَّاسِبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ إِخْوَةِ بَنِي قُشَيْرٍ، قَالَ: أَغَارَتْ عَلَيْنَا خَيْلٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهَيْتُ، أَوْ قَالَ: فَانْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَأْكُلُ، فَقَالَ: اجْلِسْ فَأَصِبْ مِنْ طَعَامِنَا هَذَا، فَقُلْتُ: إِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: اجْلِسْ أُحَدِّثْكَ عَنِ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الصِّيَامِ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَضَعَ شَطْرَ الصَّلَاةِ أَوْ نِصْفَ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ، وَعَنِ الْمُرْضِعِ، أَوِ الْحُبْلَى، وَاللَّهِ لَقَدْ قَالَهُمَا جَمِيعًا أَوْ أَحَدَهُمَا، قَالَ: فَتَلَهَّفَتْ نَفْسِي أَنْ لَا أَكُونَ أَكَلْتُ مِنْ طَعَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جن کا تعلق، بنو عبداللہ بن کعب سے ہے، جو بنو قشیر کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سواروں نے ہم پر حملہ کر دیا، میں چل کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے، میں نے عرض کی: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھو! میں تمہیں نماز اور روزے کے بارے میں بتاتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے نصف نماز (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) اور روزے کو معاف کر دیا ہے اور دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ عورت سے (روزے کو) معاف کر دیا ہے۔

راوی کہتے ہیں: اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ نے یہ دونوں جملے ارشاد فرمائے تھے، اور ان میں سے کوئی ایک فرمایا تھا۔

راوی کہتے ہیں: بعد میں، میں نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے کھانے میں سے کیوں نہیں کھایا۔

بَابُ مَنِ اخْتَارَ الصِّيَامَ

باب: جس نے (سفر کے دوران) روزہ رکھنے کو اختیار کیا

2409 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، حَدَّثَتْنِي أُمُّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَوَاتِهِ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ، حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ، أَوْ كَفَّهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، مَا فِينَا صَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک مرتبہ شدید گرمی کے موسم میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم سے کوئی ایک شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنا ہاتھ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اپنی ہتھیلی اپنے سر پر رکھ لیتا تھا، ہمارے درمیان صرف نبی اکرم ﷺ نے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے روزہ

2408- واخرجه ابن ماجه (1667) ومختصراً (3299)، والترمذي (724) من طريق ابي هلال الراسبي، به. وقال الترمذي: حديث حسن. واخرجه النسائي في "الكبرى" (2636) من طريق وهيب بن خالد، عن عبد الله ابن سوادة، عن ابيه، عن انس بن مالك وهذا اسناد حسن. وهو في "مسند احمد" (19048)

رکھا ہوا تھا۔ اور کسی نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا۔

2410 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، ح وحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ سِنَانَ بْنَ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ الْهُذَلِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ حَمُولَةٌ تَأْوِي إِلَى شِبَعٍ، فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ أَدْرَكَهُ

سنان بن سلمہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جس شخص کے پاس سواری ہو اور اسے پیٹ بھر کر کھانا مل جائے، تو اسے چاہیے کہ وہ جہاں بھی رمضان کو پائے تو رمضان کے روزے رکھے''

2411 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَدْرَكَهُ رَمَضَانُ فِي السَّفَرِ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص سفر کے دوران رمضان کو پالے'' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

بَابُ مَتَى يُفْطِرُ الْمُسَافِرُ إِذَا خَرَجَ

باب: مسافر جب (سفر پر) نکلے، تو وہ کب روزہ ختم کرے گا؟

2412 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، ح وحَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى، الْمَعْنَى حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، وَزَادَ جَعْفَرٌ، وَاللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، أَنَّ كُلَيْبَ بْنَ ذُهْلٍ الْحَضْرَمِيَّ أَخْبَرَهُ، عَنْ عُبَيْدٍ، قَالَ: جَعْفَرٌ ابْنُ جَبْرٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفِينَةٍ مِنَ الْفُسْطَاطِ فِي رَمَضَانَ، فَرُفِعَ ثُمَّ قُرِّبَ غَدَاهُ، قَالَ جَعْفَرٌ فِي حَدِيثِهِ: فَلَمْ يُجَاوِزِ الْبُيُوتَ حَتَّى دَعَا بِالسُّفْرَةِ، قَالَ: اقْتَرِبْ قُلْتُ: أَلَسْتَ تَرَى الْبُيُوتَ، قَالَ أَبُو بَصْرَةَ أَتَرْغَبُ عَنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ جَعْفَرٌ فِي حَدِيثِهِ: فَأَكَلَ

جعفر بن جبر بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ فسطاط سے ایک کشتی میں سوار میں ہوا، یہ رمضان کے مہینے کے بات ہے، جب لنگر اٹھا لیا گیا، تو ان کا ناشتہ پیش کیا گیا، ایک راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ابھی ہم گھروں کے آگے سے نہیں گزرے تھے کہ انہوں نے دسترخوان منگوا لیا، اور

بولے: قریب ہو جاؤ، میں نے کہا: آپ گھروں کو دیکھ نہیں رہے ہیں؟ تو حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم اللہ کے رسول کی سنت سے منہ موڑ رہے ہو؟

جعفر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تو انہوں نے کھانا کھالیا۔

مسافر کے روزے کے حکم شرعی کا بیان

اگر مسافر کو روزہ رکھنے میں تکلیف نہ ہو تو اس کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ روزہ رکھے۔ اور اگر اس نے نہ رکھا تو بھی جائز ہے۔ اس لئے سفر مشقت سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ نفس سفر کو عذر قرار دیا گیا ہے۔ بہ خلاف مرض کے۔ اس لئے کہ روزہ کبھی سفر میں ہلکا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حرج کی طرف پہنچنے کی شرط لگائی گئی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ افطار افضل ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رمضان رمضان دونوں اوقات سے افضل ہے لہٰذا اس میں ادا کرنا افضل ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ حدیث کو مشقت پر محمول کیا جائے گا۔ اور اگر مسافر و مریض دونوں فوت ہو جائیں جبکہ وہ اسی حالت میں ہوں تو ان پر قضاء ضروری نہیں ہے کیونکہ نے دوسرے دنوں سے قضاء کرنے مقدار وقت ہی نہیں پایا۔

اگر بیمار تندرست ہو گیا اور مسافر مقیم ہو گیا پھر دونوں فوت ہوئے ہیں۔ تو ان پر تندرستی کی مقدار اور اقامت کی مقدار قضاء ضروری ہے۔ کیونکہ دوسرے ایام اتنی مقدار میں پائے گئے ہیں۔ اور مفاد یہ ہوگا کہ فدیہ طعام دینے میں وصیت ضروری ہے۔

(ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں سفر کی حالت میں روزہ رکھوں؟ (یعنی اگر میں رمضان میں سفر کروں تو روزہ رکھوں یا نہ رکھوں اس بارے میں کیا حکم ہے؟) اور حمزہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ روزے رکھا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے چاہو رکھو اور چاہے نہ رکھو۔ (بخاری و مسلم)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں خواہ سفر صعوبت و مشقت کے ساتھ ہو یا راحت و آرام کے ساتھ تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ اگر سفر میں کوئی صعوبت و مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اور صعوبت و مشقت نہ ہو تو پھر نہ رکھنا بہتر ہوگا، نیز حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے یہاں یہ مسئلہ ہر سفر کے لیے خواہ مباح اور جائز امور کے لیے سفر ہو یا معصیت و برائی کے لئے، جب کہ حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت کا تعلق صرف مباح اور جائز سفر سے ہے اگر معصیت و برائی کے لئے سفر ہوگا تو اس صورت میں رمضان کا روزہ نہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

حالت سفر میں عزیمت ورخصت پر عمل کرنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لئے روانہ ہوئے تو رمضان کی سولہویں تاریخ تھی ہم میں سے کچھ لوگوں نے (جو قوی تھے) روزہ رکھا اور کچھ لوگوں نے (جو ضعیف تھے یا یہ کہ

ہو رہی ہے خدمت کا رہے (روزہ نہ رکھا چنانچہ نہ تو روزہ داروں نے روزہ نہ رکھنے والوں کو معیوب جانا کیونکہ انہوں نے رخصت بھی اجازت پر عمل کیا تھا اور نہ روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ داروں کو معیوب سمجھا (کیونکہ انہوں نے عزیمت پر عمل کیا تھا)۔ (مسلم)

ضعف اور مشقت کی حالت میں روزہ نہ رکھنا ہی لیے بہتر ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت سفر میں تھے کہ ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع دیکھا اور ایک شخص کو دیکھا جس پر دھوپ سے بچاؤ کے لئے سایہ کیا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا یہ شخص روزہ دار ہے جو ضعف کی وجہ سے گر پڑا ہے آپ نے فرمایا سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر روزہ رکھنے کی صورت میں ضعف وناتوانی کی وجہ سے روزہ دار کی اتنی خستہ حالت ہو جائے تو اس کے لیے سفر میں روزہ رکھنا کوئی زیادہ بہتر بات نہیں ہے۔ بلکہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے ہم میں سے کچھ لوگ تو روزہ دار تھے اور کچھ لوگ بغیر روزہ کے تھے، جب ہم ایک منزل پر اترے تو گرمی کا دن تھا جو لوگ روزہ سے تھے وہ تو گر پڑے (یعنی ضعف وناتوانی کی وجہ سے کسی کام کے لائق نہیں رہے) اور جو لوگ روزہ سے نہیں تھے وہ مستعد رہے (یعنی اپنے کام کاج میں مشغول ہو گئے) چنانچہ انہوں نے خیمے کھڑے کئے اور اونٹوں کو پانی پلایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ روزہ نہ رکھنے والوں نے آج ثواب کا میدان جیت لیا۔ (بخاری ومسلم)

یعنی جن لوگوں نے آج روزہ نہیں رکھا زیادہ کامل ثواب انہیں لوگوں کے حصہ میں آیا کیونکہ ایسے وقت میں ان کے لیے روزہ نہ رکھنا ہی بہتر تھا۔

لفظ الیوم سے اس طرف اشارہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے کی یہ فضیلت روزہ داروں کی خدمت گاری کی وجہ سے حاصل ہوئی نہ کہ مطلقاً نیز یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے نیک وصالح بندوں کی خدمت نوافل سے افضل ہے۔

سفر میں روزہ توڑنے کی اجازت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں روزہ رکھا یہاں تک کہ جب عسفان (جو مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے) پہنچے تو پانی منگوایا پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو ہاتھ میں (لے کر بہت اونچا) اٹھایا (تاکہ لوگ دیکھ لیں) اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ توڑ ڈالا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے اور یہ سفر رمضان میں ہوا تھا، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر کی حالت میں) روزہ رکھا بھی اور نہیں بھی رکھا لہٰذا جو چاہے (سفر کی حالت میں) روزہ رکھے اور جو نہ چاہے نہ رکھے (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک اور روایت جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ

سے منقول ہے یہ الفاظ بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد پانی پیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں لے کر یا اونچا اس لیے اٹھایا تا کہ لوگ جان لیں کہ سفر کی حالت میں روزہ توڑنا جائز ہے یا پھر یہ مقصد تھا کہ دوسرے لوگ بھی آپ کی متابعت میں اپنا اپنا روزہ افطار کر لیں۔

سفر کے روزے میں شوافع کی فقہی تصریحات

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ (سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں) یعنی سفر میں روزہ رکھنا اطاعت اور عبادت میں سے نہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ : جب تم پر روزہ مشقت بنے اور تم ضرر کا خدشہ محسوس کرو تو روزہ رکھنا نیکی نہیں۔
اور حدیث کا سیاق بھی اسی چیز کا متقاضی ہے۔ لھذا یہ حدیث اس شخص کے لیے ہوگی جو روزے کی وجہ سے ضرر اور تکلیف محسوس کرے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی معنی سمجھا ہے، اسی لیے انہوں نے یہ کہتے ہوئے باب باندھا ہے : باب ہے اس سایہ کیے ہوئے شخص کے بارے میں جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں، اس شخص کو مشقت پہنچنے کی وجہ سے فرمایا۔
ابن قیم تہذیب السنن میں کہتے ہیں : اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول) : سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں) یہ ایک معین شخص کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا کہ اس پر مشقت کی وجہ سے سایہ کیا گیا ہے تو اس وقت یہ فرمایا کہ انسان کو سفر میں اتنی مشقت نہیں اٹھانی چاہیے کہ اس حد تک پہنچ جائے کہ کوئی نیکی نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے روزہ چھوڑنے کی رخصت دے رکھی ہے۔
سوم؛ اس حدیث کو عموم پر محمول کرنا ممکن نہیں، کہ کسی بھی سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔
اسی لیے علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ یہ سب صرف سبب کی وجہ سے کہا گیا ہے جو صرف اس شخص کے بارہ میں ہے جس کی حالت بھی اس شخص کی طرح ہو جائے جس کے بارہ میں یہ کہا گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔
یعنی جب مسافر کو روزہ اس حالت تک اذیت دے تو روزہ رکھنا نیکی نہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزہ رکھا تھا۔ (عون المعبود)

فقہ حنفی کے مطابق سفری روزے کے استحباب کا بیان

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ وہ مسافر جس کا سفر شرعی (مقدار کے برابر) ہو خواہ گناہ کی خاطر ہو روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر اسے روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے، اور اگر روزہ مشکل ہو یا اس کے ساتھی پر مشکل ہو تو پھر جماعت کی موافقت میں افطار افضل ہے۔ مقیم پر اس روزہ رمضان کا اتمام لازم ہے جس دن اس نے سفر شروع کیا۔ (درمختار، ج ۱، ص، ۱۵۲، مطبع مجتبائی دہلی)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مبسوط میں نہایت نفیس جزئیہ ہے کہ اگر اہل حرب میں سے کچھ لوگوں نے کسی ایسے علاقے پر حملہ کر دیا جس میں کسی مسلمان نے پناہ لے رکھی تھی تو اس مسلمان کے لیے ان کفار کے ساتھ لڑائی کرنا جائز نہ ہوگا، اس صورت میں جب اسے اپنی جان کا خوف ہو، کیونکہ قتال میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب اپنی جان کا خوف ہو یا کلمۃ اللہ تعالیٰ کی سربلندی کے لیے ہو، اور جب اسے اپنے نفس کا خوف نہیں تو اب اس کا قتال سوائے کفر کی بلندی کے کچھ نہ ہوگا (ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی اگرچہ وہ سفر جانب معصیت ہو)۔

(فتح القدیر، ج ۵، ص ۲۶۷، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

سفر کا روزہ رکھنے یا رکھنے میں فقہاء اربعہ کا موقف

اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا سفر میں اگر روزہ رکھے گا تو اس سے فرض روزہ ادا نہ ہوگا پھر قضا کرنا چاہئے اور جمہور علماء جیسے امام مالک اور امام شافعی اور ابوحنیفہ علیہم الرحمہ یہ کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا سفر میں افضل ہے اگر طاقت ہو، اور کوئی تکلیف نہ ہو، اور امام احمد بن حنبل اور اوزاعی اور اسحاق اور اہل حدیث (غیر مقلدین) یہ کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے بعضوں نے کہا دونوں برابر ہیں روزہ رکھے یا افطار کرے بعضوں نے کہا جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے۔

امام طحاوی کا بیان کردہ نذر کے مسئلے میں احناف کا اختلاف

حضرت امام طحاوی حنفی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں شیخین اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے درمیان اختلاف بیان کیا ہے۔ کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اختلاف نذر والے مسئلہ میں ہے۔ اور شیخین کے مطابق فرق یہ ہے کہ نذر سبب ہے لہٰذا خلیفہ کے حق میں اس کا وجوب ظاہر ہوگا۔ اور اس مسئلہ میں ادراک علت سبب ہے۔ لہٰذا جتنی مقدار میں دوسرے ایام پائے گئے اتنی مقدار میں وجوب قضاء ضروری ہوگا۔

امام طحاوی کا فدیہ طعام میں نقل کردہ اختلاف کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ فدیہ طعام کے وجوب میں امام طحاوی علیہ الرحمہ نے احناف کا اختلاف ذکر کیا ہے۔ شیخین کے نزدیک جب وہ ایک دن صحیح رہا تو تمام دنوں کا قضاء لازم ہوگئی خواہ اس نے جن کے بارے میں نصیحت نہ کی ہو۔

جبکہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے مطابق جن میں وہ صحیح تھا ان کی قضاء لازم ہوئی اور جن میں وہ صحیح نہ تھا ان کی قضاء لازم نہ ہوئی۔ جس پر وہ قادر ہوا تو قضاء پر بہ اتفاق فدیہ طعام ہے۔ اور ائمہ کا یہ اختلاف صحیح نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس طرح امام ابوجعفر طحاوی نے اختلاف ذکر کیا ہے اس طرح ہمیں معلوم نہیں ہے۔ بلکہ فقہاء کا مشہور قول یہ ہے صرف اسی روزے کی قضاء ہے جس کا اس نے ادراک کیا ہے۔

صاحب تحفہ نے کہا ہے کہ امام طحاوی نے یہ اختلاف ذکر کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ یہ غلط ہے۔ اور صاحب ایضاح نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہاں اختلاف نہیں ہے۔ اور مصنف نے کہا ہے اختلاف صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اختلاف نذر میں ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۳۴۴، حقانیہ ملتان)

بَابُ قَدْرِ مَسِيرَةِ مَا يُفْطِرُ فِيهِ

باب: اس مسافت کی مقدار، جس میں روزہ ترک کیا جاسکتا ہے

2413 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ مَنْصُورٍ الْكَلْبِيِّ أَنَّ دِحْيَةَ بْنَ خَلِيفَةَ خَرَجَ مِنْ قَرْيَةٍ مِنْ دِمَشْقَ مَرَّةً إِلَى قَدْرِ قَرْيَةِ عُقْبَةَ مِنَ الْفُسْطَاطِ وَذَلِكَ ثَلَاثَةُ أَمْيَالٍ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ إِنَّهُ أَفْطَرَ وَأَفْطَرَ مَعَهُ نَاسٌ وَكَرِهَ آخَرُونَ أَنْ يُفْطِرُوا فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى قَرْيَتِهِ قَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَرَاهُ إِنَّ قَوْمًا رَغِبُوا عَنْ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ يَقُولُ ذَلِكَ لِلَّذِينَ صَامُوا ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذَلِكَ اللَّهُمَّ اقْبِضْنِي إِلَيْكَ

⊛⊛ منصور کلبی بیان کرتے ہیں: حضرت دحیہ بن خلیفہ ایک مرتبہ دمشق کے ایک گاؤں سے نکل کر اتنے فاصلے پر موجود ایک گاؤں میں گئے، جتنی دور فسطاط سے عقبہ ہے، اور یہ 3 میل کا فاصلہ ہے، یہ رمضان کے مہینے کی بات ہے، انہوں نے روزہ ختم کر دیا ان کے ساتھ کچھ لوگوں نے روزہ ختم کر دیا، جبکہ کچھ نے روزہ ختم نہیں کیا، انہوں نے روزہ ختم کرنے کو ناپسند کیا، جب وہ اپنی بستی واپس آئے تو بولے: اللہ کی قسم! میں نے آج ایک ایسی چیز دیکھی ہے، جس کے بارے میں مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ مجھے یہ بھی دیکھنا پڑے گی، لوگوں نے نبی اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب کے طریقے سے اعراض کیا ہے انہوں نے یہ بات ان لوگوں کے بارے میں فرمائی، جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، اس وقت انہوں نے یہ دعا کی، اے اللہ! مجھے اپنی طرف بلالے۔

2414 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْغَابَةِ فَلَا يُفْطِرُ وَلَا يَقْصِرُ

⊛⊛ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما "غابہ" کی طرف تشریف لے جاتے، تو روزہ ختم نہیں کرتے تھے اور نماز قصر نہیں کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ يَقُولُ: صُمْتُ رَمَضَانَ كُلَّهُ

باب: جو شخص یہ کہے: میں نے پورا رمضان روزے رکھے

2415 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنِّي صُمْتُ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَقُمْتُهُ كُلَّهُ فَلَا أَدْرِي أَكَرِهَ التَّزْكِيَةَ أَوْ قَالَ لَا بُدَّ مِنْ نَوْمَةٍ أَوْ رَقْدَةٍ

2413- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة منصور الكلبي - وهو ابن سعيد بن الاصبغ - ابو الخير: هو مرثد بن عبد الله اليزني. واخرجه احمد في "مسنده" (27231)، وابن خزيمة في "صحيحه" (2041)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" /2/ 702، والطبراني في "الكبير" (4197)، والبيهقي في "الكبرى" /4/ 241 من طرق عن الليث بن سعد، بهذا الاسناد. وشاهده حديث ابي بصرة الغفاري الذي سلف قبله. واخرج الترمذي (810) و (811) عن محمد بن كعب

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ میں نے پورا رمضان روزے رکھے اور یہ پورا مہینہ نفل پڑھتا رہا"
راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عبادت کے اظہار کو ناپسندیدہ قرار دیا، یا آپ نے یہ فرمایا کہ (نوافل پڑھتے وقت) سونا لازم ہے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ الْعِيدَيْنِ

باب: عیدین (کے دن) روزہ رکھنا

2416 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَهَذَا حَدِيثُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ، أَمَّا يَوْمُ الْأَضْحَى فَتَأْكُلُونَ مِنْ لَحْمِ نُسُكِكُمْ، وَأَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ فَفِطْرُكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ

ابوعبید بیان کرتے ہیں: میں عید کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا، انہوں نے خطبہ دینے سے پہلے نماز ادا کی، اور یہ بات بیان کی: بے شک اللہ کے رسول نے ان دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے، جہاں تک قربانی کے دن کا تعلق ہے، تو اس دن تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو اور جہاں تک عیدالفطر کے دن کا تعلق ہے، تو اس دن تم لوگ روزے رکھنا ختم کرتے ہو۔

2417 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ، وَيَوْمِ الْأَضْحَى، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، وَعَنِ الصَّلَاةِ فِي سَاعَتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنوں کے روزے رکھنے سے منع کیا ہے، عیدالفطر کا دن اور عیدالاضحیٰ کا دن اور آپ نے دو طرح کا لباس پہننے سے منع کیا ہے، صماء اور یہ کہ آدمی احتباء کے طور پر ایک کپڑے کو لپیٹ لے اور آپ نے دو اوقات میں نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے، صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد۔

بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

باب: ایام تشریق میں روزے رکھنا

2418 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ أَبِي مُرَّةَ، مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ، أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَلَى أَبِيهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَقَرَّبَ إِلَيْهِمَا طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ عَمْرٌو: كُلْ، فَهَذِهِ الْأَيَّامُ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِإِفْطَارِهَا، وَيَنْهَانَا عَنْ

صِيَامِهَا. قَالَ مَالِكٌ: وَهِيَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ

❁❁ ابومرہ بیان کرتے ہیں: وہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے والد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے ان دونوں کے سامنے کھانا رکھا اور بولے: تم کھاؤ! تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کھاؤ یہ وہ دن ہیں، جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا تھا اور اس دن روزہ رکھنے سے منع کیا تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ایام تشریق کے دن ہیں۔

2419 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ، وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ

❁❁ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایام تشریق، ہماری یعنی مسلمانوں کی عید ہے اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔''

ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت میں احادیث

حضرت ابوعبید مولی ابن ازہر سے روایت ہے کہ میں عید میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا، آپ آئے اور نماز پڑھی۔ پھر فارغ ہوئے اور لوگوں پر خطبہ پڑھا اور کہا کہ یہ دونوں دن ایسے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (دونوں دنوں) میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ ایک دن رمضان کے بعد تمہارے افطار کا ہے اور دوسرا وہ دن جس میں اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔ (صحیح مسلم، 622)

حضرت سیدنا نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایام تشریق (گیارہ بارہ تیرہ ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے کے دن ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اور اللہ تعالیٰ کو (گوشت) سے یاد کرنے کے۔ (صحیح مسلم، 623)

غیر مقلدین کے نزدیک ایام تشریق کی تعداد

ایام تشریق ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ، تیرہ، (11-12-13) تاریخ کے دن ہیں جن کی فضیلت میں کء ایک آیات واحادیث وارد ہیں:

1 اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے: (گنے چنے چند ایام میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو) اکثر علماء اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول یہی ہے کہ اس سے مراد ایام تشریق ہی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایام تشریق کے بارہ میں فرمان ہے: (یہ سب کے سب کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے دن ہیں)۔ ایام تشریق میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے حکم میں کئی قسم کی انواع شامل ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

ہر فرضی نماز کے بعد جمہور علماء کے ہاں ایام تشریق کے اختتام تک تکبیریں کہہ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مشروع ہیں۔
2۔ قربانی ذبح کرتے وقت بسم اللہ اور تکبیر کہنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور قربانی ذبح کرنے کا وقت ایام تشریق کے آخر تک چلتا ہے۔

3۔ کھانے پینے پر بسم اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اس لیے کہ کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ اور کھانے سے فارغ ہونے الحمدللہ کہنا مشروع ہے۔

حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو کھانے سے فارغ ہو کر الحمد للہ اور پینے کے بعد بھی الحمدللہ کہے) صحیح مسلم حدیث نمبر (2734)

ایام تشریق میں رمی جمرات (حج کے دوران منیٰ میں جمرات کو کنکریاں مارنا) کے وقت اللہ اکبر کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا، اور یہ صرف حجاج کے ساتھ خاص ہے۔ مطلقا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ اس لیے کہ ایام تشریق میں کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر مشروع ہے، عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ کے اندر تکبیریں کہتے تو لوگ بھی سن کر تکبیریں کہتے تو منیٰ تکبروں سے گونج اٹھتا تھا۔
اور پھر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

(اور پھر جب تم مناسک حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباء اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ، بعض لوگ وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کوء حصہ نہیں۔
اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلاء عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم نجات دے)

اکثر سلف نے ایام تشریق میں یہ دعا کثرت سے مانگنا مستحب قرار دی ہے) :ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار)

علامہ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں: اس فرمان میں اس طرف اشارہ ہے کہ ایام عید میں کھانے پینے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے تعاون لیا جائے جو کہ نعمت کا شکر ادا کرنے اور اتمام نعمت سے تعلق رکھتا ہے اسی لیے اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔
اور پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ پاکیزہ چیزیں کھائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں، تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کے لیے استعمال کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کر کے اسے کفر میں بدل دیا تو اس لیے اس نعمت کو اس سے چھن جانا ہی بہتر ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے:
جب تو نعمت میں ہو تو اس کا خیال رکھ اور حفاظت کر اس لیے کہ معاصی و گناہ نعمتوں کو ختم کر دیتی ہیں، اور ہر وقت اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ناراضگی کو ختم کر دیتا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں روزہ رکھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: (ان دنوں کے روزے نہ رکھو اس لیے

کہ یہ کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے ایام ہیں۔ (مسند احمد حدیث نمبر (10286) (لطائف المعارف لابن رجب حنبلی ص (500)

ایام تشریق کی تعداد میں صاحبین کے قول پر فتویٰ

یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ) کی نماز فجر سے ایام تشریق کے آخری دن (تیرھویں ذوالحجہ) کی عصر تک فرض نمازوں کے بعد تکبیرات پڑھی جائیں گی۔ اس حوالے سے احناف میں دو موقف ہیں۔

ا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یوم عرفہ کی نماز فجر سے یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی نماز عصر تک تکبیرات پڑھی جائیں گی۔

ii۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کے مطابق یوم عرفہ کی نماز فجر سے ایام تشریق کے آخری دن نماز عصر تک تکبیرات پڑھی جائیں گی۔ (دارقطنی، السنن، مدینہ، کتاب العیدین)

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر کے قول کو اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ عبادت میں احتیاط کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

(زیلعی، نصب الرایہ، ج ۲، ص ۲۲۲)

یہی وجہ ہے کہ تکبیرات کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے ان کے نامور شاگردوں کے مؤقف پر فتویٰ ہے۔ اور آجکل اس پر عمل ہو رہا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اپنی جگہ پر بیٹھے رہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات ادا فرمائے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک یہ تکبیرات پڑھیں۔

(دارقطنی، السنن، ۲:۰۹، زیلعی، نصب الرایہ، ۲:۲۲۴)

ایام تشریق کے روزے رکھنے سے متعلق فقہی تصریحات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ متمتع کو ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ابن منذر نے زبیر اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے اور حضرت علی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مطلقاً منع منقول ہے اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے اور ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اس متمتع کے لیے درست ہے جس کو قربانی کی مقدور نہ ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

ابوعبداللہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مثنی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحیٰی بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منیٰ (ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے باپ (عروہ) بھی ان دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ حدیث نمبر: 1996

منیٰ میں رہنے کے دن وہی ہیں جن کو ایام تشریق کہتے ہیں یعنی 13,12,11 ذی الحجہ کے ایام۔ حدیث نمبر: 1997-1998

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا، انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (نیز زہری نے اس حدیث کو) سالم سے بھی سنا، اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم) دونوں نے بیان کیا کہ کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لیے جسے قربانی کا مقدور نہ ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ایام التشریق ای الایام التی بعد یوم النحر و قد اختلف فی کونها یومین او ثلاثة و سمیت ایام التشریق لان لحوم الاضاحی تشرق فیها ای تنشر فی الشمس الخ یعنی ایام تشریق یوم النحر

دس ذی الحجہ کے بعد والے دنوں کو کہتے ہیں جو دو ہیں یا تین اس بارے میں اختلاف ہے (مگر تین ہونے کو ترجیح حاصل ہے) اور ان کا نام ایام تشریق اس لیے رکھا گیا کہ ان میں قربانیوں کا گوشت سکھانے کے لیے دھوپ میں پھیلا دیا جاتا تھا والراجح عند البخاری جوازه للمتمتع فانه ذکر فی الباب حدیث عائشه و ابن عمر فی جواز ذلک ولم یورد غیره یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج تمتع والے کے لیے (جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو) ان ایام میں روزہ رکھنا جائز ہے آپ نے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث ذکر کی ہیں اور کوئی ان کے غیر حدیث نہیں لائے جن احادیث میں ممانعت آئی ہے وہ غیر متمتع کے حق میں قرار دی جاسکتی ہیں۔ اور جواز والی احادیث متمتع کے حق میں جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس طرح ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے یترجح القول بالجواز والی هذا جنح البخاری (فتح) یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جواز کے قائل ہیں اور اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔

ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب کے اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا قال اخبرنی ابراهیم بن سعد عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة فی المتمتع اذا لم یجد هدیا ولم یصم قبل عرفة فلیصم ایام منی یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ متمتع ایام تشریق میں روزہ رکھے جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو۔

و حمل المطلق علی المقید واجب و کذا بناء العام علی الخاص قال الشوکانی و هذا اقوی المذاهب و اما القائل بالجواز مطلقاً فاحادیث جمیعها ترد علیه (تحفة الاحوذی) یعنی مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور اسی طرح عام کو خاص پر بنا کرنا۔ امام شوکانی فرماتے ہیں اور یہ قوی تر مذہب ہے اور جو لوگ مطلق جواز کے قائل ہیں پس جملہ احادیث ان کی تردید کرتی ہیں۔ حدیث نمبر:1999

سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے اس کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے، لیکن اگر قربانی کا مقدور نہ ہو اور اس نے روزہ نہ رکھا ہو تو ایام تشریق میں بھی روزہ رکھے۔ اور ابن شہاب نے عروہ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کی ہے۔ سالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب سے روایت کیا۔

ایام تشریق میں مانی ہوئی نذر کے صورت میں روزے کا بیان

صحیح مسلم وسنن ابی داود وترمذی ونسائی وابن ماجہ میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اللہ (عزوجل) پرگمان ہے، کہ عرفہ کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور اس کے مثل سہل بن سعد وابوسعید خدری وعبداللہ بن عمرو زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیہقی وطبرانی روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے روزہ کو ہزار دن کے برابر بتاتے۔

مگر حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اُسے عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے۔ کہ ابوداود ونسائی وابن خزیمہ وابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب الصوم)

بَابُ النَّهْيِ اَنْ يُخَصَّ يَوْمُ الْجُمُعَةِ بِصَوْمٍ

باب: جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لیے مخصوص کرنے کی ممانعت

2420 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَصُمْ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَصُوْمَ قَبْلَهٗ بِيَوْمٍ اَوْ بَعْدَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے ماسوائے اس صورت کے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھے''

بَابُ النَّهْيِ اَنْ يُخَصَّ يَوْمُ السَّبْتِ بِصَوْمٍ

باب: اس بات کی ممانعت کہ ہفتے کے دن کو روزہ رکھنے کے لیے مخصوص کرلیا جائے

2421 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيْبٍ، ح وحَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ قُبَيْسٍ، مِنْ اَهْلِ جَبَلَةَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ جَمِيْعًا، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ السُّلَمِيِّ، عَنْ اُخْتِهٖ - وَقَالَ يَزِيْدُ: الصَّمَّاءِ - اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَصُوْمُوْا يَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِيْ مَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَاِنْ لَمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ، اَوْ عُوْدَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَهٰذَا حَدِيْثٌ مَنْسُوْخٌ

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ اپنی بہن کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

2421- رجاله ثقات الا ان غيز واحد من الائمة الذين يرجع اليهم في النقد اعلوه بالاضطراب والمعارضة، وانظر كلامنا عليه في "المسند" (17686). الوليد: هو ابن مسلم. واخرجه ابن ماجه (1726م)، والترمذي (754)، والنسائي في "الكبرى" (2776) من طريق حميد بن مسعدة، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. واخرجه النسائي في "الكبرى" (2775) و (2777) من طريق ثور بن يزيد، به. وهو في "مسند احمد" (27075).

''ہفتے کے دن روزہ نہ رکھو، سوائے ان روزوں کے جوتم پر فرض کیے گئے ہیں، ہفتے کے دن اگر تمہیں انگور کی شاخ کا چھلکا میسر ہوتا ہے، یا کسی درخت کی لکڑی ملتی ہے تو اسے ہی چبالو''۔ (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت منسوخ ہے۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

2422 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، ح وحَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، - قَالَ: حَفْصٌ الْعَتَكِيُّ - عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ: أَصُمْتِ أَمْسِ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا؟ قَالَتْ: لَا. قَالَ: فَأَفْطِرِي

سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ان کے ہاں تشریف لائے، اس خاتون نے اس وقت روزہ رکھا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے گذشتہ کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم آئندہ کل روزہ رکھوگی؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم روزہ ختم کردو۔

2423 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اللَّيْثَ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا ذُكِرَ لَهُ أَنَّهُ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمِ السَّبْتِ يَقُولُ ابْنُ شِهَابٍ: هَذَا حَدِيثٌ حِمْصِيٌّ.

ابن شہاب کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ان کے سامنے جب یہ بات ذکر کی جاتی کہ ہفتہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، تو ابن شہاب کہتے: یہ حمص کے رہنے والے شخص کی نقل کردہ حدیث ہے۔

2424 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: مَا زِلْتُ لَهُ كَاتِمًا حَتَّى رَأَيْتُهُ انْتَشَرَ يَعْنِي حَدِيثَ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ هَذَا فِي صَوْمِ يَوْمِ السَّبْتِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: هَذَا كَذِبٌ

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں: میں نے ایک عرصے تک اس روایت کو چھپا کر رکھا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا یہ پھیل گئی ہے یعنی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جو ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت جھوٹی ہے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ الدَّهْرِ تَطَوُّعًا

باب: ہمیشہ نفلی روزے رکھنا

2425 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ

بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ رَجُلًا، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ تَصُومُ، فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ. فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عُمَرُ قَالَ: رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِ اللهِ، وَمِنْ غَضَبِ رَسُوْلِهِ. فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَدِّدُهَا حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الدَّهْرَ كُلَّهُ، قَالَ: لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ. قَالَ مُسَدَّدٌ: لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ، أَوْ مَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ - شَكَّ غَيْلَانُ - قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا، قَالَ: أَوَ يُطِيقُ ذٰلِكَ أَحَدٌ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمًا، قَالَ: ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوُدَ. قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا، وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ؟ قَالَ: وَدِدْتُ أَنِّي طُوِّقْتُ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلٰى رَمَضَانَ، فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ، وَصِيَامُ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ، وَصَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ.

❁❁ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح (نفلی) روزے رکھتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بات پر غصہ آ گیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ کی پروردگار ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے راضی ہیں، ہم اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے، اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل یہ الفاظ دہراتے رہے، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ زائل ہوگیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسے شخص کا کیا عالم ہوگا، جو مسلسل (نفلی) روزے رکھتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے (درحقیقت) نہ تو روزہ رکھا، نہ ہی روزہ ترک کیا، یہاں مسدد نامی راوی نے الفاظ مختلف نقل کیے ہیں: (لیکن ان کا مفہوم ایک ہی ہے) انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسے شخص کا کیا حکم ہوگا، جو دو دن روزے رکھتا ہے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا کوئی شخص اس کی طاقت رکھتا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسے شخص کا کیا حکم ہوگا، جو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزے رکھنے کا طریقہ ہے، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسے شخص کا کیا حکم ہوگا؟ جو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور دو دن روزے نہیں رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری یہ خواہش ہے کہ مجھے یہ طاقت دے دی جائے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہر مہینے کے تین روزے رکھنا اور پورا رمضان روزے رکھنا، یہ پورا سال روزہ رکھنے کے مترادف ہے اور عرفہ کے دن روزہ

2425-اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدى. واخرجه مطولاً ومختصراً مسلم (1162)، وابن ماجه (1713) و (1730) و (1738)، والترمذى (759) و (762) و (777)، والنسائى فى "الكبرى" (2708) من طرق عن حماد بن زيد، بهذا الاسناد. واخرجه النسائى (2698) و (2826) من طريق شعبة، عن غيلان، به. مختصراً. وهو فى "مسند احمد" (22517) و (22537)، و "صحيح ابن حبان" (3639).

رکھنے کے بارے میں، مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ امید ہے کہ یہ اس سے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں اور عاشورہ کے دن کے روزہ کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امید ہے کہ یہ اس سے پہلے کے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

2426 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، حَدَّثَنَا غَيْلَانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، زَادَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ صَوْمَ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ، وَيَوْمِ الْخَمِيسِ قَالَ فِيهِ: وُلِدْتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ الْقُرْآنُ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن میں پیدا ہوا، اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا''

2427 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلَمْ أُحَدَّثْ أَنَّكَ تَقُولُ: لَأَقُومَنَّ اللَّيْلَ وَلَأَصُومَنَّ النَّهَارَ؟ قَالَ: أَحْسَبُهُ قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ قُلْتُ ذَاكَ. قَالَ: قُمْ وَنَمْ، وَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَصُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَذَاكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ. قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ، وَهُوَ صِيَامُ دَاوُدَ. قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے تم یہ کہتے ہو: میں رات بھر نفل پڑھتا رہوں گا اور دن کے وقت روزہ رکھوں گا، انہوں نے عرض کی: جی ہاں، یارسول اللہ! میں نے یہ بات کہی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تم رات کے وقت) نوافل بھی پڑھا کرو اور سو بھی جایا کرو، اور (دن کے وقت) نفلی روزہ رکھ بھی لیا کرو اور چھوڑ بھی دیا کرو، تم ہر مہینے میں تین نفلی روزے رکھ لیا کرو، یہ (سال بھر) روزہ رکھنے کے برابر ہوگا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور دو دن روزہ نہ رکھا کرو، میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور ایک دن روزہ نہ رکھا کرو، یہ روزہ رکھنے کا سب سے مناسب طریقہ ہے اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے، میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ أَشْهُرِ الْحُرُمِ

باب: حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھنا

2428 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي السَّلِيلِ، عَنْ مُجِيبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ، عَنْ أَبِيهَا، أَوْ عَمِّهَا، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَأَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ، وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهُ وَهَيْئَتُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمَا تَعْرِفُنِي، قَالَ: وَمَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا الْبَاهِلِيُّ، الَّذِي جِئْتُكَ عَامَ الْأَوَّلِ، قَالَ: فَمَا غَيَّرَكَ، وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ؟، قَالَ: مَا أَكَلْتُ طَعَامًا إِلَّا بِلَيْلٍ مُنْذُ فَارَقْتُكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ عَذَّبْتَ نَفْسَكَ، ثُمَّ قَالَ: صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، قَالَ: زِدْنِي فَإِنَّ بِي قُوَّةً، قَالَ: صُمْ يَوْمَيْنِ، قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، وَقَالَ: بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ أَرْسَلَهَا

❁❁ مجیبہ باہلیہ اپنے والد یا شاید اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر وہ چلے گئے پھر ایک سال بعد وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ان کی حالت اور شکل وصورت تبدیل ہو چکی تھی، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں وہ باہلی ہوں، جو گزشتہ سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہاری حالت کیوں متغیر ہوگئی ہے؟ جبکہ پہلے تو تم اچھے بھلے تھے، میں نے عرض کی: جب سے میں آپ سے جدا ہوا ہوں، اس کے بعد سے لے کر اب تک، میں نے صرف رات کے وقت ہی کھانا کھایا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے اپنے آپ کو عذاب کا شکار کیوں کیا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم صبر کے مہینے (رمضان) میں روزے رکھا کرو، اور ہر مہینے میں ایک دن روزہ رکھا کرو، انہوں نے عرض کی: آپ مجھے مزید کی اجازت دیجیے! کیونکہ میرے اندر قوت موجود ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (تم ہر مہینے میں) دو دن روزے رکھ لیا کرو،، انہوں نے عرض کی: آپ مزید کی اجازت دیجیے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم (ہر مہینے) میں تین دن روزے رکھ لیا کرو، انہوں نے عرض کی: آپ مجھے مزید اجازت دیجیے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ بھی لیا کرو، اور چھوڑ بھی دیا کرو، تم حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ بھی لیا کرو اور چھوڑ بھی دیا کرو، تم حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ بھی لیا کرو اور چھوڑ بھی دیا کرو، انہوں نے اپنی تین انگلیوں کے ذریعے اشارہ کر کے یہ بات ارشاد فرمائی، انہیں ملایا، پھر انہیں کھول دیا۔

بَابٌ فِي صَوْمِ الْمُحَرَّمِ

باب: محرم میں روزہ رکھنا

2429 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ

اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَفْرُوضَةِ صَلَاةٌ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ: شَهْرُ، قَالَ رَمَضَانُ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''رمضان کے مہینے کے بعد، سب سے زیادہ فضیلت والے روزے، اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد ادا کی جانے والی، سب سے افضل نماز، رات کے وقت ادا کیے جانے والے نوافل ہیں۔''

قتیبہ نامی راوی نے لفظ ''مہینہ'' نقل نہیں کیا، صرف لفظ ''رمضان'' نقل کیا ہے۔

2430 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ يَعْنِي ابْنَ حَكِيمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنْ صِيَامِ رَجَبٍ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ

عثمان بن حکیم بیان کرتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر سے رجب کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے یہ بتایا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کسی مہینے میں مسلسل نفلی) روزے رکھا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب کوئی روزہ ترک نہیں کریں گے، اور کبھی کسی مہینے میں نفلی روزے ترک کر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے آپ اب کوئی روزہ نہیں رکھیں گے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ شَعْبَانَ

باب: شعبان کے روزے رکھنا

2431 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ: كَانَ أَحَبَّ الشُّهُورِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَصُومَهُ: شَعْبَانُ ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، روزے رکھنے کے لیے، سب سے پسندیدہ مہینہ شعبان تھا، آپ تقریباً اسے رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ شَوَّالٍ

باب: شوال میں روزے رکھنا

2432 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ هَارُونَ بْنِ سَلْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ، فَقَالَ: إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِي يَلِيهِ، وَكُلَّ أَرْبِعَاءَ وَخَمِيسٍ، فَإِذًا أَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَافَقَهُ زَيْدٌ الْعُكْلِيُّ، وَخَالَفَهُ أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ مُسْلِمُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ

⊙⊙ عبید اللہ بن مسلم قریشی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے سوال کیا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ سے ہمیشہ (نفلی) روزے رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، تم رمضان میں روزے رکھو اور اس کے بعد والے (مہینے شوال میں روزے رکھو) ہر بدھ اور جمعرات والے دن روزہ رکھ لو، تو گویا تم نے (پورا سال) روزے رکھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زید عکلی نامی راوی نے اس کی متابعت کی ہے، جبکہ ابونعیم نے اس کے برخلاف نقل کیا ہے انہوں نے راوی کا نام مسلم بن عبداللہ ذکر کیا ہے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ

باب: شوال میں چھ روزے رکھنا

2433 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، وَسَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ، فَكَأَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ

⊙⊙ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لے، تو گویا اس نے (پورا سال) روزے رکھے۔''

بَابُ كَيْفَ كَانَ يَصُومُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم ﷺ کس طرح روزے رکھتے تھے؟

2434 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يَصُومُ، وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ

⊙⊙ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ (نفلی روزے) رکھنا شروع کرتے تھے، یہاں تک کہ

2434- اسنادہ صحیح. مالک: ھو ابن انس، وابو النضر: ھو سالم بن ابی امیۃ التیمی، وابو سلمۃ: ھو عبد اللہ الزھری. وھو عند مالک فی "الموطا" 1/309، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (1969)، ومسلم (1156)، والنسائی فی "الکبری" (2672). وقرن النسائی بمالک عمرو بن الحارث المصری، وقال: وذکر آخر قبلھما. واخرجہ مختصرا البخاری (1970)، ومسلم (1156) من طریق یحیی بن ابی کثیر، ومسلم (1156)، وابن ماجہ (1710) من طریق ابن ابی لبید، والنسائی (2498) و (2499) من طریق محمد بن ابراھیم، ثلاثتھم عن ابی سلمۃ بہ.

ہم یہ سوچتے تھے، کہ اب آپ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے، پھر آپ (نفلی) روزے چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو رمضان کے علاوہ اور کسی بھی مہینے میں، پورا مہینہ روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور میں نے نبی اکرم ﷺ کو کسی بھی مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

2435 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ زَادَ كَانَ يَصُومُهُ اِلَّا قَلِيلًا بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''نبی اکرم ﷺ صرف تھوڑے دنوں کے علاوہ (شعبان کے پورے مہینے میں) روزے رکھتے تھے، بلکہ آپ یہ پورا مہینہ ہی روزے رکھتے تھے۔''

بَابٌ فِي صَوْمِ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

باب: پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا

2436 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِي الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ مَوْلَى قُدَامَةَ بْنِ مَظْعُونٍ، عَنْ مَوْلَى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ اُسَامَةَ اِلَى وَادِي الْقُرَى فِي طَلَبِ مَالٍ لَهُ فَكَانَ يَصُومُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: لِمَ تَصُومُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، وَاَنْتَ شَيْخٌ كَبِيرٌ، فَقَالَ: اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، وَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: اِنَّ اَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِي الْحَكَمِ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے غلام بیان کرتے ہیں: وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کا مال لینے کے لیے وادی قریٰ کی طرف گئے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے، ان کے غلام نے ان سے دریافت کیا: آپ (بطور خاص) پیر اور جمعرات کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں، جبکہ آپ بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص ہیں، تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ بھی پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے، آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:

''بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کے دن (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) پیش کیے جاتے ہیں''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ

باب: (ذوالحج کے پہلے) عشرے میں روزے رکھنا

2437 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ عَنْ هُنَيْدَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ امْرَاَتِهِ عَنْ

بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ، وَيَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، اَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَالْخَمِيسَ

❁❁ ہنیدہ بن خالد اپنی بیوی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ ذوالحج کے (پہلے عشرے کے) نو دن، عاشورہ کے دن، اور ہر مہینے میں 3 دن، ہر مہینے کی پہلی پیر اور پہلی جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

2438 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، وَمُجَاهِدٍ، وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا اَحَبُّ اِلَى اللهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ يَعْنِي اَيَّامَ الْعَشْرِ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی دن ایسا نہیں ہے جس دن میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان ایام سے زیادہ محبوب ہو، (راوی کہتے ہیں:) یعنی ذوالحج کا پہلا عشرے کے ایام، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ماسوائے اس شخص کے، جو اپنی جان اور مال کو لے کر نکلتا ہے، اور ان میں سے کوئی بھی چیز لے کر واپس نہیں آتا۔

عشرہ ذوالحج سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

۱۷۔ البخاری ومسلم والبیہقی نے ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کی صبح کو انصار کی ان بستیوں کی طرف پیغام بھیجا۔ جو مدینہ کے اردگرد تھیں۔ جس نے روزہ کی حالت میں صبح کی تو اس کو چاہیے کہ روزہ کو پورا کرے۔ اور جس نے بغیرہ روزہ کے صبح کو تو اس کو چاہیے کہ وہ باقی دن کا روزہ رکھ لے۔ ربیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد ہم اس دن کا روزہ رکھتے تھے اور ہم اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھاتے تھے اور ہم ان کو مسجد کی طرف لے جاتے تھے۔ اور ہم ان کے لیے اون میں سے ایک کھیل بناتے تھے پس جب ان میں سے کوئی رونے لگتا کھانے کی خواہش پر تو ہم اسے وہ دے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ افطار کے وقت تک کھیلتا رہتا۔

۱۸۔ ابن ابی شیبہ والبخاری ومسلم والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کس دن کو دوسروں پر فضیلت دیتے ہوئے اس کے روزوں کا اہتمام کرتے ہوں سوائے اس دن کے یعنی عاشوراء کے دن اور رمضان کے مہینہ کے۔

۱۹۔ ابن ابی الدنیا والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی دن کے لیے کسی دن پر روزی کے اعتبار سے فضیلت حاصل نہیں ہے۔ سوائے رمضان کے مہینے اور عاشوراء کے دن کے۔

۲۰۔ ابن ابی الدنیا و البیہقی نے اسود بن یزید رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ حضرت علی اور ابوموسی رضی اللہ عنہ اور دیگر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کو نہیں دیکھا جو کوفہ میں تھے کہ اس نے عاشوراء کے دن کے روزے کا حکم دیا ہو۔

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ومسلم والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم فرمایا تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اس دن کی تو یہود تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آئندہ سال یہ دن آئے گا تو ان شاء اللہ ہم نویں کے دن کا روزہ بھی رکھیں گے۔ لیکن آئندہ سال ابھی نہیں آیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے۔

۲۲۔ ابن عدی والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاشوراء کے دن روزہ رکھو۔ اور اس میں یہودیوں کی مخالفت کرو کہ تم اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو۔

۲۳۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں زندہ ہوا تو میں ضرور عاشوراء کے دن سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھنے کا حکم دوں گا۔

۲۴۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہودیوں کی مخالفت کرو اور نویں اور دسویں کے دن روزہ رکھو۔

۲۵۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوجبلہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں ابن شہاب رحمہ اللہ کے ساتھ ایک سفر میں تھا تو انہوں نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ عاشوراء کے دن سفر میں روزہ رکھتے ہیں حالانکہ آپ رمضان کا نہیں رکھتے؟ تو فرمایا بلاشبہ رمضان شریف کا روزہ دوسرے دن تک موخر ہوسکتا ہے اور عاشوراء کا روزہ فوت ہوجاتا ہے۔ موخر نہیں ہوسکتا۔

۲۶۔ ابن ابی شیبہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عاشوراء کا وہ دن ہے جس کی یہودی تعظیم کرتے ہیں اور اس دن کو عید بناتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بھی اس دن روزہ رکھو۔

۲۷۔ ابن ابی شیبہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاشوراء کا وہ دن ہے جس میں انبیاء روزہ رکھتے تھے تم بھی اس دن روزہ رکھو۔

۲۸۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں وسعت کی عاشوراء کے دن۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے سال بھر وسعت فرمائیں گے۔

۲۹۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں وسعت کی اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال وسعت فرمائیں گے۔

۳۰۔ ابن ابی الدنیا والبیہقی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں وسعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال وسعت فرمائیں گے۔

۳۱۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے اہل وعیال پر عاشوراء کے دن وسعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال وسعت فرمائیں گے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کی اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کے ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کے سبب یہ قوی ہوگئی ہے۔

۳۲۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن محمد بن المنتشر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کرے گا تو سارا سال ان کے رزق میں برابر وسعت رہے گی۔

۳۳۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے وضعفہ عروہ سے روایت کیا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص عاشوراء کے دن اثمد سرمے سے اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈالے گا تو کبھی اس کی آنکھ نہیں دکھے گی۔

۳۴۔ احمد والنسائی والبزاز وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ والحاکم وصححہ اور بیہقی نے شعب میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا آیت والفجر ولیال عشر والشفع والوتر میں دس راتوں سے مراد ہے ذی الحجہ کے دس راتیں وار الوتر سے مراد ہے عرفہ کا دن اور الشفع سے مراد ہے یوم النحر۔

۳۵۔ الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ وابن مردویہ والبیہقی نے شعب میں طرق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد اضحیٰ کی دس راتیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ ماہ ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔

عشرہ ذی الحجہ میں عبادت کرنا

۳۶۔ عبدالرزاق وابن سعد وابن جریر وابن ابی حاتم نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ولیا عشر سے مراد ہے ذی الحجہ کی پہلی رات سے لے کر یوم نحر یعنی دسویں ذی الحجہ تک ہیں۔

۳۷۔ عبدالرزاق والفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب میں مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد ہے ذوالحجہ کی دس راتیں اور یہ سال کے دنوں میں افضل دن ہیں۔

۳۸۔ عبدالرزاق والفریابی وعبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ولیال شعر سے مراد ہے ذی الحجہ کی دس راتیں۔

۳۹۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا۔

۴۰۔ عبد بن حمید نے عکرمہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا۔

۴۱۔ الفریابی وعبد بن حمید نے ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد ہے اضحیٰ کی دس راتیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کھائی ہے ان کی فضیلت کی وجہ سے سارے دنوں پر۔

۴۲۔ عبد بن حمید نے مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد ہے اضحیٰ کی دس راتیں اور یہ وہی ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے وعدہ فرمایا تھا آیت **واتممنٰھا بعشر** (الاعراف آیت ۱۴۲) اور ان کو اور دس سے پورا کیا)

۴۳۔ عبد بن حمید نے طلحہ بن عبیداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ وہ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس

آئے، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو عرفہ کے دن صبح کے کھانے پر دعوت دی۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یہ دس راتیں وہی ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کون سی چیز تجھے بتاتی ہے؟ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں شک نہیں کرتا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیوں نہیں میں تجھے شک میں ڈال رہا ہوں۔

٤٤۔ ابن مردویہ نے عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت والفجر یعنی اس کے بارے میں تم جانتے ہو آیت ولیال عشر یعنی ذوالحجہ کی دس راتیں آیت والشفع تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آیت وخلقکم ازواجا (النباء آیت ۸) اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا آیت والوتر فرمایا اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ اور پوچھا گیا کیا تو اس کو روایت کرتا ہے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی ایک صحابی کی طرف سے۔ کہا ہاں۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

٤٥۔ بخاری و بیہقی نے شعب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی دن ایسے نہیں ہیں کہ ان میں کوئی عمل اللہ عزوجل کے نزدیک زیادہ محبوب ہو اور زیادہ فضیلت والا ہو ان دس دنوں سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اللہ کے راستے میں جہاد بھی فضیلت والا نہیں ہے؟ فرمایا اور اللہ کے راستے میں جہاد بھی فضیلت نہیں رکھتا۔ سوائے اس آدمی کے جس نے اللہ کے راستے میں اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کی اور اس میں سے کسی چیز کو لے کر واپس نہیں لوٹا یعنی سب کچھ اللہ کے راستے میں قربان کر دیتا ہے وہ زیادہ فضیلت والا ہے۔

تکبیرات تشریق پڑھنا

٤٦۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان دس دنوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی افضل ایام نہیں اور ان دس دنوں میں کئے جانے والے عمل سے بڑھ کر کسی دن کیا جانے والا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نہیں پس تم ان دنوں میں لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور الحمد للہ کی کثرت کرو۔

٤٧۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اوزاعی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ ان دس دنوں میں سے کسی دن میں کوئی نیک عمل کرنا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کی مانند ہے جو اس کے دن میں روزہ رکھتا ہے اور اس کی رات میں چوکیداری کرتا ہے سوائے اس کے جو شہادت کے ساتھ خاص ہو جائے تو وہ فضیلت میں بڑھ جائے گا۔ اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ حدیث مجھے قبیلہ بنو مخزوم کے آدمی نے نبی ﷺ سے بیان کی۔

٤٨۔ بیہقی نے ہنیدہ بن خالد کے طریق سے نبی مکرم ﷺ کی ازواج میں سے کسی زوجہ محترمہ سے روایت کیا کہ نبی مکرم ﷺ نو ذوالحجہ کو اور عاشوراء کے دن اور ہر ماہ میں سے تین دن کے روزے رکھتے تھے اور ان تین دنوں سے مراد مہینے کا پہلا پیر کا دن اور دو جمعراتیں ہیں۔

٤٩۔ بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کے دنوں میں سے کوئی دن بھی نہیں کہ جس میں کوئی عمل اللہ کے نزدیک اس عبادت سے زیادہ ہو جو اس کے لیے ان دس دنوں میں کی جاتی ہے ان میں سے ہر دن کا روزہ

ایک سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے۔اور ہر رات کا قیام کرنا لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہوتا ہے۔

۵۰۔بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن ان دس دنوں میں سے اللہ کے نزدیک افضل نہیں ہیں اور کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں۔سوتم ان میں لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی کثرت کرو بے شک یہ دن لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنے اور اللہ کے ذکر کے ہیں۔اور اس میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔اور ان میں ایک عمل کا ثواب سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔

۵۱۔ابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد ہے رمضان کے آخری دس راتیں۔

۵۲۔محمد بن نصر نے کتاب الصدق میں ابو عثمان رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تین دس ایام کی تعظیم کرتے تھے۔محرم کے پہلے دس دن،ذی الحجہ کے پہلے دس دن اور رمضان کے آخری دس دن۔

۵۳۔احمد وعبد بن حمید والترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ وابن مردویہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفع اور وتر کے بارے میں پوچھا گیا۔تو آپ نے فرمایا اس سے نمازیں مراد ہیں ان میں کچھ شفع اور کچھ وتر ہیں۔

۵۴۔عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن جریر نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت **والشفع والوتر** سے فرض نماز مراد ہے اور ان میں سے کچھ شفع اور کچھ وتر ہیں۔

۵۵۔عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت **والشفع والوتر** اور جت اور طاق یعنی نمازوں میں کچھ شفع اور کچھ وتر ہیں۔حسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ عدد مراد ہے اس میں جفت بھی ہے اور اس میں طاق بھی ہے۔

۵۶۔عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت **والشفع والوتر** سے مغرب کی نماز مراد ہے کہ شفع دو رکعتیں اور وتر ایک رکعت ہے۔

۵۷۔ابن ابی حاتم نے ربیع بن انس رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا۔

۵۸۔عبد بن حمید نے حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت **والشفع والوتر** سے ہمارے رب نے کل عدد کے ساتھ قسم کھائی ہے اس میں جفت بھی ہے اور طاق بھی ہے۔

۵۹۔سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن المنذر نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت والشفع سے مراد ہے جوڑا اور والوتر سے مراد ہے اکیلا۔

۶۰۔عبد بن حمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت **والشفع والوتر** کے بارے میں روایت کیا کہ ہر چیز کے شفع سے مراد ہے دو ہونا اور وتر سے مراد ہے ایک ہونا۔

۶۱۔عبد الرزاق نے مجاہد رحمہ اللہ سے آیت **والشفع والوتر** کے بارے میں سے روایت کیا کہ ساری مخلوق جفت اور طاق

ہے اور اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کی قسم کھائی ہے۔

٦٢۔ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت والشفع والوتر کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ وتر ہیں اور تم شفع ہو۔

٦٣۔الفریابی وسعید بن جبیر وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے آیت والشفع والوتر کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ کی ساری مخلوق شفع ہے آسمان، زمین، خشکی، تری، انسان، جن، سورج اور چاند اور اس طرح کی سب مخلوق شفع ہے اور وتر اکیلے اللہ تعالیٰ ہیں۔

٦٤۔عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے آیت والشفع والوتر کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ وتر ہیں اور اس کی مخلوق شفع ہے یعنی مذکر اور مونث۔

٦٥۔عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ شفع آدم اور حواء علیہما السلام ہیں اور وتر اللہ تعالیٰ ہی۔

٦٦۔عبد بن حمید نے اسماعیل کے طریق سے ابوصالح رحمہ اللہ سے آیت والشفع والوتر کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق میں جوڑا جوڑا یعنی دو، دو پیدا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات واحد اور صمد ہے۔ اسماعیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اس کا ذکر شعبی رحمہ اللہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مسروق رحمہ اللہ اسی طرح کہا کرتے تھے۔

٦٧۔ابن ابی شیبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جس کسی نے ہر نماز کے پیچھے اور جب بستر پر آئے یہ کلمات تین بار کہے:

الله اکبر الله اکبر عدد الشفع والوتر، وعدد کلمات الله التامات الطیبات المبارکات ثلاثا ولا اله الا الله مثل ذلك

ترجمہ: اللہ اکبر، اللہ اکبر جفت اور طاق کے عدد کے برابر اور اللہ تعالیٰ کے پورے پاکیزہ اور مبارک کلمات کے برابر اور لا الہ الا اللہ بھی اسی طرح تین مرتبہ کہے تو اس کے لیے اس کی قبر میں نور ہوگا۔ اور پل پر نور ہوگا اور صراط پر نور ہوگا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

یوم عرفہ اور یوم النحر کی فضیلت

٦٨۔الطبرانی وابن مردویہ نے ضعف سند کے ساتھ ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ سے شفع اور وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد دو دن اور ایک رات ہے اور وہ یوم عرفہ اور یوم نحر ہیں اور وتر سے مراد نحر کی رات ہے یعنی دسویں ذی الحجہ کی رات اور یہی لیلۃ الجمع ہے۔

٦٩۔عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت والشفع والوتر سے مراد قربانی کے ایام ہیں یعنی یوم عرفہ اور یوم اضحیٰ یہ دونوں شفع ہیں اور قربانی کی رات وتر ہے۔

٧٠۔ابن جریر نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آیت والشفع سے مراد ہے پہلے دو دن اور

وتر سے مراد ہے تیسرا دن۔

۷۱۔ عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن سعد وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے شفع اور وتر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا شفع سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قول آیت **فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه** (البقرہ آیت ۲۰۲) پھر جس نے دودن کے اندر کوچ کرنے میں جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور وتر سے مراد ہے تیسرا دن اور ایک روایت میں الفاظ یوں ہے کہ شفع سے مراد ہے ایام تشریق کا درمیان اور وتر سے مراد ہے ایام تشریق میں سے آخری دن۔

۷۲۔ عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی نے شعب الایمان میں کئی طرق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت **والشفع والوتر** کے بارے میں روایت کیا کہ شفع سے مراد ہے یوم النحر اور وتر سے مراد ہے یوم عرفہ۔

۷۳۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن ابی حاتم نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا عرفہ، وتر ہے اور یوم النحر شفع ہے کہ عرفہ نویں ذوالحجہ کا دن ہے اور نحر دسویں کا دن ہے۔

۷۴۔ عبد بن حمید نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ شفع یوم النحر ہے اور وتر یوم عرفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی قسم کھائی دس دنوں پر ان دونوں کی فضیلت کی وجہ سے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ الفجر، بیروت)

بَابٌ فِي فِطْرِ الْعَشْرِ

باب: (ذوالحج کے پہلے) عشرے میں روزے نہ رکھنا

2439۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا الْعَشْرَ قَطُّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (ذوالحج کے پہلے) عشرے میں کبھی روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

بَابٌ فِي صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ

باب: عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنا

2440۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَوْشَبُ بْنُ عُقَيْلٍ، عَنْ مَهْدِيٍّ الْهَجَرِيِّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثَنَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر میں موجود تھے، انہوں نے ہمیں یہ بات بتائی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

2441۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ

بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ نَاسًا، تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَ

٭٭ سیدہ اُم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: عرفہ کے دن لوگوں نے ان کے سامنے نبی اکرم ﷺ کے روزہ رکھنے کے بارے میں بحث شروع کردی، کچھ لوگوں نے یہ کہا: نبی اکرم نے روزہ رکھا ہوا ہے، کچھ لوگوں نے یہ کہا: نبی اکرم ﷺ نے روزہ نہیں رکھا ہوا ہے، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھجوایا، آپ اس وقت عرفہ میں اپنے اونٹ پر وقوف کیے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اسے پی لیا۔

بَابٌ فِي صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

باب: عاشورہ کے دن روزہ رکھنا

2442 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ هُوَ الْفَرِيضَةَ، وَتُرِكَ عَاشُورَاءُ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

٭٭ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: عاشورہ کا دن وہ دن ہے، جس دن میں قریش زمانہ جاہلیت میں روزہ رکھا کرتے تھے، زمانہ جاہلیت میں نبی اکرم ﷺ بھی اس دن روزہ رکھا کرتے تھے، جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا، جب رمضان کو فرض قرار دیا گیا تو یہ فرض ہو گیا، اور عاشورہ کے روزے کو ترک کردیا گیا، تو جو شخص چاہتا تھا، وہ اس دن روزہ رکھ لیتا تھا، اور جو چاہتا تھا، وہ نہیں رکھتا تھا۔

2443 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ عَاشُورَاءُ يَوْمًا نَصُومُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا يَوْمٌ مِنْ أَيَّامِ اللهِ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ

٭٭ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عاشورہ ایک ایسا دن تھا، جس دن میں ہم زمانہ جاہلیت میں روزہ رکھا کرتے تھے، جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہ اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ایک دن ہے، جو شخص چاہے، وہ اس دن روزہ رکھ لے اور جو چاہیے وہ ترک کردے"

2444 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ، فَسُئِلُوا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالُوا: هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللهُ فِيهِ مُوسَى عَلَى فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْنُ اَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ، وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا، ان سے اس بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے بتایا: یہ وہ دن ہے، جس دن میں، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر غلبہ عطا کیا، تو ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے اس دن روزہ رکھتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری بہ نسبت ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

بَابُ مَا رُوِيَ اَنَّ عَاشُوْرَاءَ الْيَوْمُ التَّاسِعُ

باب: یہ جو روایت ہے: عاشورہ کے دن سے مراد (محرم کی) 9 تاریخ ہے

2445 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ، اَنَّ اِسْمَاعِيلَ بْنَ اُمَيَّةَ الْقُرَشِيَّ حَدَّثَهُ، اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا غَطَفَانَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: حِيْنَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَنَا بِصِيَامِهٖ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ صُمْنَا يَوْمَ التَّاسِعِ، فَلَمْ يَاْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰى تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور ہمیں بھی اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا، تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ ایک ایسا دن ہے کہ یہودی اور عیسائی اس کی تعظیم کرتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگلے سال ہم 9 تاریخ کو روزہ رکھ لیں گے، لیکن اگلا سال آنے سے پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

2446 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ غَلَّابٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، اَخْبَرَنِي حَاجِبُ بْنُ عُمَرَ، جَمِيعًا الْمَعْنٰى عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْاَعْرَجِ، قَالَ: اَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَسَاَلْتُهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: اِذَا رَاَيْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ، فَاعْدُدْ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ التَّاسِعِ، فَاَصْبِحْ صَائِمًا، فَقُلْتُ: كَذَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ، فَقَالَ: كَذٰلِكَ كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ

حکم بن اعرج بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، وہ اس وقت مسجد حرام میں اپنی چادر کا تکیہ بنائے ہوئے تھے، میں نے ان سے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: جب تم محرم کا چاند دیکھ لو، تو گنتی شروع کر دو اور جب نواں دن آئے تو روزہ رکھ لو، میں نے دریافت کیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روزہ

2446-واخرجه مسلم (1133)، والنسائي في "الكبرى" (2872) من طريق يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1133)، والترمذي (764) من طريق وكيع بن الجراح، عن حاجب بن عمر، به. وهو في "مسند احمد" (2135)، و"صحيح ابن حبان" (3633)

رکھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت محمد ﷺ اسی طرح (یعنی اس دن) روزہ رکھتے تھے۔

یوم عاشوراء کا روزہ

ماہ محرم کے اکثر دنوں میں روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، چنانچہ حدیث ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفضل الصيام، بعد رمضان شهر الله المحرم، وأفضل الصلاة، بعد الفريضة، صلاة الليل (صحيح مسلم: ۸۲۱/۲)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز رات کی نماز ہے۔

اور اس ماہ کی دسویں تاریخ کو بطور خاص روزہ رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ بخاری کی حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا اليَوْمَ، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ (صحیح البخاری: ۴۴/۳)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم عاشوراء اور اس ماہ یعنی ماہ رمضان کے سوا کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

فضیلت

یوم عاشوراء کے روزے کی بڑی فضیلت ہے، اس سے ایک سال قبل کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

عن ابي قتادة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث من كل شهر، ورمضان إلى رمضان، فهذا صيام الدهر كله، صيام يوم عرفة أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله، والسنة التي بعده، وصيام يوم عاشوراء، أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله (صحیح مسلم: ۸۱۸/۲)

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مہینے تین دن روزے رکھنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا پورے ایک زمانہ کے روزے کے برابر ہے اور عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید کرتا ہوں کہ یہ ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا اور عاشورہ کے دن روزہ رکھنے سے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید کرتا ہوں کہ یہ ایک روزہ اس کے ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

پس منظر

عاشوراء کا روزہ قریش اور آپ ﷺ شروع سے رکھتے تھے، جیسا کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيهِ الكَعْبَةُ، فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ (صحیح البخاری: ۱۴۸/۲)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رمضان (کے روزے) فرض ہونے سے پہلے مسلمان عاشورا، کا روزہ رکھتے تھے۔ عاشوراء ہی کے دن (جاہلیت میں) کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان فرض کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے چھوڑ دے۔

بعد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ یہ ایک تاریخی دن ہے، اس دن تو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے خلاف فتح نصیب ہوئی تھی اور یہود اس مناسبت سے روزہ رکھتے تھے یہ جان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا باقاعدہ حکم دے دیا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ فَرَأَى اليَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟، قَالُوا: هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوسَى، عليه السلام، قَالَ: فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى عليه السلام مِنْكُمْ، فَصَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ (صحیح البخاری: ۳/۴۴)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ (دوسرے سال) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔

یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے کا طریقہ کیا ہے، اس سلسلے میں درج ذیل اقوال ہیں:

☆ صرف نو محرم کا روزہ رکھا جائے۔

☆ صرف دس محرم کا روزہ رکھا جائے۔

☆ نو اور دس دونوں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔

☆ دس اور گیارہ کا روزہ رکھا جائے۔

☆ نو، دس، اور گیارہ تینوں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔

ان اقوال میں راجح قول یہ ہے کہ ۱۰ رمحرم کے ساتھ اس سے ایک دن پہلے ۹ رمحرم کا روزہ بھی رکھ لینا چاہئے۔

عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: حِينَ صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ: فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم: ۲/۷۹۷)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا اور اس کے

روزے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس دن تو یہودی اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آئندہ سال آئے گا تو ہم نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے راوی نے کہا کہ ابھی آئندہ سال نہیں آیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

اور جس روایت میں ہے کہ عاشوراء کے ساتھ اس کے ایک دن پہلے یعنی نو اور دس یا اس کے ایک دن بعد یعنی دس اور گیارہ تاریخ کو روزہ رکھ کر یہود کی مخالفت کرو، یہ مسند احمد اور بیہقی وغیرہ کی روایت ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ صَوْمِهِ

باب: اس (عاشورہ کے) دن روزہ رکھنے کی فضیلت

2447 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَسْلَمَةَ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ أَسْلَمَ، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: صُمْتُمْ يَوْمَكُمْ هٰذَا؛ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَأَتِمُّوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَاقْضُوهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي يَوْمَ عَاشُورَاءَ

⊛⊛ عبدالرحمن بن مسلمہ اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اسلم قبیلے کے لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم لوگوں نے آج روزہ رکھا ہوا ہے؟ ان لوگوں نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم باقی دن میں اسے مکمل کرو، اور اس کی قضاء کرنا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد عاشورہ کا دن ہے۔

شرح

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتٰبِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ﴾ (سورۃ التوبۃ)

بے شک شریعت میں مہینوں کی تعداد ابتداء آفرینش سے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بارہ ہے۔ ان میں چار حرمت کے مہینے ہیں۔ یہی مستقل ضابطہ ہے تو ان مہینوں میں (ناحق قتل) سے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں مقام منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: لوگو! زمانہ گھوم پھر کر آج پھر اسی نقطہ پر آ گیا ہے جیسا کہ اس دن تھا جب کہ اللہ نے زمین و آسمان کی تخلیق فرمائی تھی۔ سن لو، سال میں بارہ مہینے ہیں جن میں چار حرمت والے ہیں، وہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔"

حضرت قتادہ نے فرمایا: "ان مہینوں میں عمل صالح بہت ثواب رکھتا ہے اور ان مہینوں میں ظلم و زیادتی بہت بڑا گناہ ہے۔"

ماہ محرم میں روزوں کی فضیلت کے متعلق اگرچہ عمومی طور پر صحیح احادیث وارد ہیں لیکن خصوصی طور پر یوم عاشوراء یعنی دس محرم

کے روزے کے متعلق کثرت سے احادیث آئی ہیں جن سے اس دن کے روزہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔اس سلسلہ میں وارد احادیث ملاحظہ فرمائیں:

ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزہ کی فضیلت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "اس سے ایک سال گذشتہ کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔" (مسلم: ج ا، ص ۳۶۸)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو قوم یہود کو عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بڑا عظیم دن ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام اس دن شکر کا روزہ رکھا پس ہم بھی ان کی اتباع میں اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تمہاری نسبت حضرت موسیٰ کے زیادہ قریب اور حقدار ہیں۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود روزہ رکھا اور صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا"۔ (مشکوۃ المصابیح، ص: ۱۸۰)

ایک روایت میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہود دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ تم ان کی مخالفت کرو اور اس کے ساتھ نو تاریخ کا روزہ بھی رکھو"۔

یوم عاشورہ یعنی دس محرم کے حوالے سے بہت سی باتیں مشہور ہیں مثلاً

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول کی۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلند درجات عطا فرمائے۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آتش نمرود سے نجات دی۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کشتی پر سے اتارا۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تورات نازل کی۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کرنے کی بجائے دنبے کا فدیہ دیا تھا۔

اس دن اللہ نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جیل سے چھٹکارا دلایا تھا۔

اسی دن اللہ نے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قوت بینائی واپس کی تھی۔

اس دن اللہ نے حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مصیبتیں اور پریشانیاں دور کی تھیں۔

اسی دن اللہ نے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا۔

اسی دن اللہ نے دریا کو چیر کر بنی اسرائیل کے لیے راستہ بنایا تھا۔

اسی دن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریائے نیل عبور کیا تھا۔

اسی دن حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کو توبہ کرنے کی توفیق ہوئی تھی۔

لیکن یہ سب باتیں کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں سوائے اس کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات ملی۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس حوالے سے خوش قسمت ہیں کہ ان کو شہادت کے لئے ایک ایسا دن نصیب ہوا جو تاریخ عالم میں پہلے ہی سے مقدس اور بابرکت گردانا جاتا تھا۔

بَابٌ فِي صَوْمِ يَوْمٍ، وَفِطْرِ يَوْمٍ

باب: ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ نہ رکھنا

2448 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَمُسَدَّدٌ، وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ أَحْمَدَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرًا قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَوْسٍ، سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى صِيَامُ دَاوُدَ، وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى صَلَاةُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَهُ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يُفْطِرُ يَوْمًا، وَيَصُومُ يَوْمًا

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ رکھنے کا سب سے پسندیدہ طریقہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز، حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، وہ نصف رات سوتے تھے، پھر ایک تہائی رات میں نوافل ادا کرتے تھے، پھر آپ رات کا چھٹا حصہ سو جاتے تھے، وہ ایک دن نفلی روزہ ترک کر دیتے تھے اور ایک دن نفلی روزہ رکھ لیتے تھے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ الثَّلَاثِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

باب: ہر مہینے میں 3 روزے رکھنا

2449 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَخِي مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ مِلْحَانَ الْقَيْسِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَصُومَ الْبِيضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ. قَالَ: وَقَالَ هُنَّ كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ.

⊛⊛ ابن ملحان قیسی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حکم دیتے تھے، کہ ہم ایام بیض میں، یعنی 15,14,13 تاریخ کو روزہ رکھیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں: یہ پورا سال روزے رکھنے کے مترادف ہے۔

2448- واخرجه البخاری (1131) و (3420)، ومسلم (1159)، وابن ماجه (1712)، والنسائی فی "الکبری" (1329) و (2665) من طرق عن سفيان بن عيينة، ومسلم (1159) من طريق ابن جريج، كلاهما عن عمرو بن دينار، بهذا الاسناد. واخرجه البخاری (1153) و (1974 - 1980) و (3418 - 3420) و (5052) و (6134) و (6277)، ومسلم (1159)، والترمذی (780)، والنسائی (2709 - 2724) من طرق عن عبداللہ بن عمرو بن العاص

2450 - حَدَّثَنَا اَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ يَعْنِي مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین دنوں میں روزہ رکھتے تھے، یعنی ہر مہینے کے تین روشن دنوں میں۔

بَابُ مَنْ قَالَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ

باب: جولوگ اس بات کے قائل ہیں: (ہر مہینے میں یہ تین روزے) پیر اور جمعرات کے دن رکھنے چاہئیں

2451 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ سَوَاءٍ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ، وَالِاثْنَيْنِ مِنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرَى

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں تین دن روزے رکھا کرتے تھے، پیر اور جمعرات کے دن، اور اس سے اگلے ہفتے میں پیر کے دن۔

2452 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ هُنَيْدَةَ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ اُمِّهِ، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى اُمِّ سَلَمَةَ فَسَاَلْتُهَا عَنِ الصِّيَامِ، فَقَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنِي اَنْ اَصُومَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، اَوَّلُهَا الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

ہنیدہ خزاعی اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں نے ان سے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ حکم دیتے تھے کہ میں ہر مہینے میں تین روزے رکھوں، ان میں پہلا (روزہ ہر مہینے کی پہلی) پیر یا جمعرات کا دن ہو۔

بَابُ مَنْ قَالَ: لَا يُبَالِي مِنْ اَيِّ الشَّهْرِ

باب: جولوگ اس بات کے قائل ہیں: آدمی اس کی پرواہ نہ کرے کہ مہینے کا کون سا حصہ ہے؟

2453 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، عَنْ مُعَاذَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: اَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، قَالَتْ: نَعَمْ، قُلْتُ: مِنْ اَيِّ شَهْرٍ كَانَ يَصُومُ، قَالَتْ: مَا كَانَ يُبَالِي مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُومُ.

معاذہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے دریافت کیا: مہینے کے کونسے حصے میں آپ روزہ رکھتے تھے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ مہینے کا کونسا حصہ ہے؟ آپ روزہ رکھ لیتے تھے۔

بَابُ النِّيَّةِ فِي الصِّيَامِ

باب: روزہ کی نیت کرنا

2454 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ، فَلَا صِيَامَ لَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ اللَّيْثُ، وَإِسْحَاقُ بْنُ حَازِمٍ، أَيْضًا جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، مِثْلَهُ، وَوَقَفَهُ عَلَى حَفْصَةَ مَعْمَرٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَيُونُسُ الْأَيْلِيُّ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جو شخص صبح صادق ہونے سے پہلے روزے کی نیت نہیں کرتا، اس کا روزہ نہیں ہوتا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر راویوں نے اسی طرح نقل کی ہے۔ جبکہ بعض اور راویوں نے اسے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

روزے کی نیت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس میں اختلاف ہے کہ آیا بعد طلوع فجر کے اگر نیت کرے تو روزہ ہو جائے گا یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر شرعی دن کے نصف سے پہلے پہلے نیت کرلے تو رمضان اور نذر معین اور نفل کے روزے صحیح ہو جائیں گے اور امام شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر زوال سے پہلے نیت کرلے تو نفل روزہ صرف صحیح ہے اور روزے صحیح نہ ہوں گے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی روزہ دن کی نیت سے صحیح نہ ہوگا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کی حدیث امام مالک رضی اللہ عنہ کی مؤید ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص طلوع فجر سے پہلے روزے کا عزم نہ کرے اس کا روزہ نہیں۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن ماجہ اور دارقطنی اور دارمی نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں یہ مضمون ہے کہ جس شخص نے رات سے روزہ کا قطعی ارادہ نہ کیا اس کا روزہ نہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے اپنا روزہ فجر سے پہلے نہ ثابت کرلیا اس کا روزہ نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اس حدیث کی نسبت ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس حدیث کو مرفوع ہونا صحیح نہیں اور ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا موقوف ہونا صحیح تر ہے تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ابن جریج اور عبداللہ بن ابی بکر نے اس کو مرفوع کہا ہے یہ دونوں اس حدیث کو زہری سے اور زہری سالم سے اور سالم اپنے باپ سے اور وہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں اور ابن جریج اور عبداللہ بن ابی بکر دونوں ثقہ ہیں اور مرفوع کہنا اس حدیث کا زیادتی ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہوا کرتی ہے اور محدثین کی عادت ہے کہ موقوف اور مرسل دونوں کو موقوف کہتے ہیں اور موقوف کا اصح ہونا مرفوع کے صحیح ہونے کے منافی نہیں اور حاکم نے اس حدیث

کے مرفوع ہونے کی صورت میں کہا ہے کہ یہ حدیث شرط شیخین پر صحیح ہے اور مستدرک میں کہا ہے کہ شرط بخاری پر صحیح ہے اور بیہقی اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

2455 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، جَمِيعًا عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيَّ قَالَ: هَلْ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِذَا قُلْنَا: لَا، قَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، زَادَ وَكِيعٌ، فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمًا آخَرَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ، فَحَبَسْنَاهُ لَكَ، فَقَالَ: أَدْنِيهِ، قَالَ طَلْحَةُ: فَأَصْبَحَ صَائِمًا وَأَفْطَرَ

❀❀ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات میرے پاس تشریف لاتے اور فرماتے: کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے، اگر ہم یہ کہہ دیتے: جی نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے: پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ وکیع نامی راوی نے یہ بات زائد نقل کی ہے: ایک مرتبہ آپ دوسری مرتبہ ہماری ہاں تشریف لائے، ہم نے عرض کی: ہمیں حیس تحفے کے طور پر دیا گیا ہے، وہ ہم نے آپ کے لیے سنبھال کر رکھا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پیش کرو۔

طلحہ نامی راوی کہتے ہیں: حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے روزہ رکھا ہوا تھا، لیکن پھر آپ نے روزہ ختم کر دیا۔

2456 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ، قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ، جَاءَتْ فَاطِمَةُ، فَجَلَسَتْ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِئٍ عَنْ يَمِينِهِ، قَالَتْ: فَجَاءَتِ الْوَلِيدَةُ بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ، فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ أُمَّ هَانِئٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَقَدْ أَفْطَرْتُ، وَكُنْتُ صَائِمَةً، فَقَالَ لَهَا: أَكُنْتِ تَقْضِينَ شَيْئًا؟، قَالَتْ: لَا، قَالَ: فَلَا يَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا

❀❀ سیّدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فتح مکہ کے دن سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں، جبکہ سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بیٹھی ہوئی تھیں، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: ایک لڑکی آئی، وہ ایک برتن لے کر آئی، جس میں مشروب موجود تھا، اس نے وہ برتن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پی لیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ برتن سیّدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھایا، انہوں نے بھی اسے پی لیا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے روزہ رکھا ہوا تھا، لیکن اب میں نے روزہ ختم کر دیا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے کسی چیز کی قضاء کرنی تھی؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ نفلی ہے، تو پھر تمہیں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ رَأَى عَلَيْهِ الْقَضَاءَ

باب: جو اس بات کا قائل ہے (جس نے روزہ توڑ دیا) اس پر قضاء لازم ہوگی

2457 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ زُمَيْلٍ، مَوْلَى عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أُهْدِيَ لِي وَلِحَفْصَةَ طَعَامٌ، وَكُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَأَفْطَرْنَا، ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ، فَاشْتَهَيْنَاهَا فَأَفْطَرْنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَلَيْكُمَا صُومَا مَكَانَهُ يَوْمًا آخَرَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے اور حفصہ کو کوئی کھانا تحفے کے طور پر پیش کیا گیا ہم دونوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، تو ہم نے روزہ ختم کر دیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! ہمیں ایک چیز تحفے کے طور پر دی گئی ہمیں اس کی خواہش محسوس ہوئی، تو ہم نے روزہ ختم کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے، تم اس کی جگہ کسی اور دن روزہ رکھ لینا۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَصُومُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا

باب: عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھنا

2458 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَلَا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کوئی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں، اس کی اجازت کے بغیر، رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ نہ رکھے اور اس کی موجودگی میں، اس کی اجازت کے بغیر، اس کے گھر میں کسی کو نہ آنے دے"۔

2459 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ زَوْجِي صَفْوَانَ بْنَ الْمُعَطَّلِ، يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ، وَيُفَطِّرُنِي إِذَا صُمْتُ، وَلَا يُصَلِّي صَلَاةَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، قَالَ: وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ، قَالَ: فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ، فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُورَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا، قَالَ: فَقَالَ: لَوْ كَانَتْ سُورَةٌ وَاحِدَةٌ لَكَفَتِ النَّاسَ، وَأَمَّا قَوْلُهَا: يُفَطِّرُنِي، فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ فَتَصُومُ، وَأَنَا

2459- واخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (2044)، والحاكم في "المستدرك" 4361/1، والبيهقي في "السنن" 3034/ من طريق عثمان، بهذا الاسناد. وصححه الحاكم على شرط الشيخين وسكت عنه الذهبي. واخرجه ابو يعلى (1037)، وابن حبان (1488) من طريقين، عن جرير

رَجُلٌ شَابٌّ، فَلَا أَصْبِرُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ: لَا تَصُومُ امْرَأَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا. وَأَمَّا قَوْلُهَا: إِنِّي لَا أُصَلِّي حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ. لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. قَالَ: فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ فَصَلِّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، أَوْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، ہم اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا شوہر صفوان بن معطل، اگر میں نماز پڑھوں تو وہ مجھے مارتا ہے، اور اگر روزہ رکھوں، تو اسے تڑوا دیتا ہے، اور خود فجر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھتا، جب تک سورج نکل نہیں آتا، راوی بیان کرتے ہیں: صفوان بھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے، اس عورت کے بیان کے بارے میں دریافت کیا، تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! جہاں تک اس کے اس قول کا تعلق ہے، کہ جب میں نماز پڑھوں تو وہ مجھے مارتا ہے، تو یہ عورت (ایک رکعت میں) دو سورتیں پڑھتی ہے، تو میں اسے (طویل قرأت کرنے) سے منع کرتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایک سورت ہو، تو یہ بھی لوگوں کے لیے کافی ہے، جہاں تک اس عورت کے اس بیان کا تعلق ہے کہ میں اس کا روزہ تڑوا دیتا ہوں، تو یہ (مسلسل نفلی) روزے رکھتی ہے، میں نوجوان شخص ہوں مجھ سے صبر نہیں ہوتا، اس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے''

اس شخص نے کہا: جہاں تک اس عورت کے اس قول کا تعلق ہے، میں اس وقت نماز پڑھتا ہوں جب سورج نکل چکا ہوتا ہے، تو ہمارے گھرانے کے تمام افراد کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ ہم سے سورج نکلنے سے پہلے اٹھا نہیں جاتا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم بیدار ہو، (اس وقت) نماز پڑھ لیا کرو''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الصَّائِمِ يُدْعَى إِلَى وَلِيمَةٍ

باب: جب (نفلی) روزہ دار کو ولیمہ کی دعوت دی جائے

2460 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ، وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ. قَالَ هِشَامٌ: وَالصَّلَاةُ: الدُّعَاءُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، أَيْضًا عَنْ هِشَامٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کو کھانے کی دعوت دے جائے، تو اسے (وہ دعوت) قبول کرنی چاہیے، اگر اس کا روزہ نہ ہو، تو کھانا کھالے،

اور اگر وہ روزہ دار ہو تو (میزبان کے لیے) دعا کر دے"۔ ہشام کہتے ہیں: یہاں "صلوٰۃ" سے "دعا" مراد ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حفص بن غیاث نے بھی یہ روایت ہشام سے نقل کی ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الصَّائِمُ إِذَا دُعِيَ إِلَى الطَّعَامِ

باب: (نفلی) روزہ دار کو جب کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ کیا کہے؟

2461- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزہ دار ہو تو اسے بتا دینا چاہیے: میں روزہ دار ہوں"

بَابُ الْإِعْتِكَافِ

اعتکاف کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو۔

(البقرۃ: ۱۸۷)

اعتکاف کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: اعتکاف کا لغت میں معنی ہے: ٹھہرنا اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے: مسجد میں رہنا' روزہ سے رہنا' جماع کو بالکل ترک کرنا اور اللہ عزوجل سے تقرب کی نیت کرنا' اور جب تک یہ معانی پائے نہ جائیں شرعاً اعتکاف متحقق نہیں ہوگا' لیکن مسجد میں رہنے کی شرط صرف مردوں کے اعتبار سے ہے' عورتوں کے لیے یہ شرط نہیں ہے' ہر مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے' البتہ بعض فقہاء نے جامع مسجد کی شرط لگائی ہے۔ (احکام القرآن ج۱ ص ۲۴۲ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں' واجب: یہ وہ اعتکاف ہے جس کی نذر مانی جائے' سنت مؤکدہ: رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف اور نفل: جو اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی بھی وہی شرائط ہیں جو اعتکاف واجب کی ہیں۔

اعتکاف کی شرائط کا بیان

(۱) اعتکاف کی نیت کرنا شرط ہے۔

(۲) جس مسجد میں اذان اور اقامت ہو اور باجماعت نماز ہو' اس میں اعتکاف کیا جائے۔

(۳) اعتکاف واجب میں روزہ شرط ہے' اعتکاف نفل میں روزہ شرط نہیں اور نہ اس میں وقت کی تحدید ہے۔

(۴) اسلام۔ (۵) عقل۔

(۶) جنابت' حیض اور نفاس سے پاس ہونا ضروری ہے' بالغ ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں ہے اور نہ اور آزاد ہونا اور مرد ہونا

شرط ہے۔عورتیں گھر میں نماز کی جگہ کو اعتکاف کے لیے مخصوص کرلیں اور اس جگہ بیٹھیں۔

اعتکاف کے آداب کا بیان

معتکف اچھی بات کے سوا اور کوئی بات نہ کرے رمضان کے دس دن اعتکاف کرے سب سے افضل مسجد میں اعتکاف کرے مثلاً مسجد حرام مسجد نبوی اور جامع مسجد قرآن اور حدیث کی تلاوت اور فقہ کی کتابیں پڑھنے میں مشغول رہے نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت اور حکایات صالحین کے پڑھنے میں منہمک رہے اللہ عزوجل کا ذکر کرے استغفار کرے دورد شریف پڑھے زندگی کی قضا نمازیں اور نوافل پڑھے جن باتوں میں گناہ نہ ہو ان باتوں کے کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اعتکاف کرنے والا خود کو دنیا کے مشاغل سے الگ کرکے بالکلیہ عبادت الٰہی کے سپرد کردیتا ہے اور اعتکاف کے ایام میں بندہ فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے جو اللہ کی بالکل معصیت نہیں کرتے اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور دن رات اس کی تسبیح کرنے میں مشغول رہتے ہیں نمازیں نماز پڑھ کر مسجد میں چلے جاتے ہیں لیکن معتکف اللہ کے گھر کو نہیں چھوڑتا اور دھرنا مار کر بیٹھا رہتا ہے سو اس کے لیے اللہ کی عطا اور نوال زیادہ متوقع ہے۔

اعتکاف کے مفسدات کا بیان

بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے بول و براز کے لیے جانا اور جمعہ پڑھنے کے لیے جانا عذر شرعی ہیں وضو کے لیے جانا بھی عذر شرعی ہے کھانے پینے اور سونے کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے جان اور مال کو بچانے کے لیے مسجد سے جانا جائز ہے مریض کی عیادت کے لیے نہ جائے نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا مسجد سے سر باہر نکالنا تاکہ اس کے گھر والے سر دھو دیں جائز ہے (ٹھنڈک حاصل کرنے یا صفائی حاصل کرنے کے لیے مسجد سے غسل کرنے کے لیے جانا جائز نہیں ہے البتہ غسل جنابت کیلیے جانا جائز ہے) جماع کرنا بوسہ دینا لمس اور معانقہ کرنا یہ تمام اور ناجائز ہیں اور اعتکاف کیلیے مفسد ہیں بے ہوش ہونے یا جنون سے بھی اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

اعتکاف کے بعض ضروری مسائل کا بیان

اعتکاف میں عبادت سمجھ کر خاموش رہنا منع ہے لیکن زبان کے گناہوں سے بچنے کے لیے خاموش رہنا عظیم عبادت ہے جو چیز اعتکاف میں اعتکاف کی وجہ سے منع ہے مثلاً جماع اور مسجد سے نکلنا اس میں عمد اور نسیان میں فرق نہیں ہے اور جو چیز اعتکاف میں روزے کی وجہ سے منع ہے مثلاً کھانا پینا ان میں عمد ارتکاب کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہوگا اور نسیانا نہیں اعتکاف میں خوشبو لگا سکتا ہے اور سر میں تیل ڈال سکتا ہے اگر اعتکاف واجب فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے جب اعتکاف کی نذر مانے تو اس کو زبان سے کہنا ضروری ہے اگر مثلاً تین دن یا دو دن اعتکاف کی نذر مانے تو اس میں راتیں شامل ہیں اور اگر مثلاً تین یا دو رات اعتکاف کی نذر مانی تو اس میں دن شامل ہیں اور اگر صرف دن یا صرف ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تو یہ بھی جائز ہے اور اگر ایک دن اعتکاف کی نذر مانی تو اس میں رات شامل نہیں ہے فرض روزہ بلا عذر توڑنے میں قضا اور کفارہ واجب ہے اور نفل روزہ عمداً توڑنے میں صرف قضا واجب ہے۔رمضان کفارہ قتل کفارہ ظہار کفارہ قسم کفارہ افطار رمضان اور نذر کے روزوں کو مسلسل رکھنا واجب

ہے۔(عالم گیری ج۱ ص۲۱۱۔۲۱۱ مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر مصر ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہر چند کہ نفل ہے لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس دن کی قضا لازم ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد کے نزدیک اس پر صرف اسی دن کی قضا لازم ہے اس کے برعکس نفل میں اگر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تو اس پر قضا نہیں کیونکہ اس کے باہر نکلنے سے وہ اعتکاف ختم ہو گیا۔(ردالمحتار ج۲ ص۱۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

2462 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال تک، رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ازواج بھی اعتکاف کرتی ہیں۔

2463 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا، فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ لَيْلَةً

❀❀ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے، ایک سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف نہیں کیا، تو اگلے سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

2464 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَيَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ، ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ قَالَتْ: وَإِنَّهُ أَرَادَ مَرَّةً أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَتْ: فَأَمَرَ بِبِنَائِهِ فَضُرِبَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ أَمَرْتُ بِبِنَائِي فَضُرِبَ، قَالَتْ: وَأَمَرَ غَيْرِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِبِنَائِهِ فَضُرِبَ، فَلَمَّا صَلَّى الْفَجْرَ نَظَرَ إِلَى الْأَبْنِيَةِ، فَقَالَ: مَا هَذِهِ؟ آلْبِرَّ تُرِدْنَ؟ قَالَتْ: فَأَمَرَ بِبِنَائِهِ فَقُوِّضَ، وَأَمَرَ أَزْوَاجُهُ بِأَبْنِيَتِهِنَّ فَقُوِّضَتْ، ثُمَّ أَخَّرَ الِاعْتِكَافَ إِلَى الْعَشْرِ الْأُوَلِ يَعْنِي مِنْ شَوَّالٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، نَحْوَهُ، وَرَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: اعْتَكَفَ عِشْرِينَ مِنْ شَوَّالٍ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ کرتے، تو آپ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ کیا، آپ کے حکم تحت ایک خیمہ لگا دیا گیا، جب میں نے یہ بات دیکھی، تو میں نے اپنے لیے خیمہ لگانے کا حکم

دیا، وہ لگا دیا گیا، میرے علاوہ دیگر ازواج مطہرات نے (بھی اپنے لیے) خیمے لگانے کا حکم دیا تو وہ بھی لگا دیے گئے، نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ان خیموں کی طرف دیکھا اور دریافت کیا: یہ کیوں ہیں؟ کیا ان (خواتین) نے نیکی کا ارادہ کیا تھا؟ تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت آپ کا خیمہ ختم کر دیا گیا، نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے حکم کے تحت ان کے خیمے بھی ختم کر دیے گئے، پھر نبی اکرم ﷺ نے اعتکاف کو پہلے عشرے تک موخر کر دیا۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی:) شوال کے (پہلے عشرے تک موخر کیا)

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ یحییٰ بن سعید سے منقول ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے شوال میں بیس دن کا اعتکاف کیا۔

بَابُ أَيْنَ يَكُونُ الِاعْتِكَافُ؟

اعتکاف کہاں ہوگا؟

2465 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، أَنَّ نَافِعًا، أَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ. قَالَ نَافِعٌ: وَقَدْ أَرَانِي عَبْدُ اللهِ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْجِدِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے مسجد کا وہ حصہ دکھایا، جہاں نبی اکرم ﷺ اعتکاف کرتے تھے۔

2466 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ كُلَّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ أَيَّامٍ. فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے، جس (سے اگلے) سال آپ ﷺ کا وصال ہوا، آپ ﷺ نے اس کے رمضان میں بیس دن اعتکاف کیا۔

بَابُ الْمُعْتَكِفِ يَدْخُلُ الْبَيْتَ لِحَاجَتِهِ

معتکف کا قضائے حاجت کے لیے اپنے گھر میں داخل ہونا

2467 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ

2465-اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله القرشي، ويونس: هو ابن يزيد الايلي، ونافع: هو مولى ابن عمر. واخرجه البخاري (2025)، ومسلم (1171)، وابن ماجه (1773) من طريق ابن وهب، بهذا الاسناد. ورواية البخاري ليس فيها قول نافع. واخرجه مسلم كذلك دون قول نافع (1171) من طريق موسى بن عقبة، عن نافع، به. وهو في "مسند احمد" (6172).

2466-اسناده صحيح. هناد: هو ابن السري، وابو بكر: هو ابن عياش، وابو حصين: هو عثمان بن عاصم الاسدي، وابو صالح: هو ذكوان السمان. واخرجه البخاري (2044) و (4998)، وابن ماجه (1769)، والنسائي في "الكبرى" (3329) و (7938) من طريق ابي بكر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (8435).

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے دوران اپنا سر میری طرف بڑھا دیتے تھے، تو میں اس میں کنگھی کر دیتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قضائے حاجت کے لیے ہی گھر میں داخل ہوتے تھے۔

2468 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَلَمْ يُتَابِعْ أَحَدٌ مَالِكًا عَلَى عُرْوَةَ، عَنْ عَمْرَةَ، وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ، وَزِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، وَغَيْرُهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد سے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، (تاہم اس کی سند میں کچھ اختلاف ہے)

2469 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ مُعْتَكِفًا فِي الْمَسْجِدِ، فَيُنَاوِلُنِي رَأْسَهُ مِنْ خَلَلِ الْحُجْرَةِ فَأَغْسِلُ رَأْسَهُ، وَقَالَ مُسَدَّدٌ: فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے، آپ حجرے کی کھڑکی میں سے، اپنا سر میری طرف بڑھا دیتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھو دیتی تھی۔

مسدد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھی کر دیتی، جبکہ میں حیض کی حالت میں تھی۔

2470 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ صَفِيَّةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُوْرُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ، ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، قَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، فَخَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا، أَوْ قَالَ: شَرًّا،

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے، میں رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کرتی رہی، پھر میں واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ کھڑے ہو گئے، تاکہ مجھے (مسجد کے دروازے تک) پہنچا

آئیں، (راوی بیان کرتے ہیں) سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ والے گھر میں تھی، دو انصاری شخص وہاں سے گزرے، جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے گزرنے لگے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ٹھہرو! یہ (میری زوجہ) صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہے، ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یا رسول اللہ! (کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کوئی منفی بات سوچ سکتے ہیں؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شیطان، انسان کی رگوں میں گردش کرتا ہے، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دل میں کچھ نہ ڈال دے، (یا شاید یہ فرمایا:) ''برائی (نہ ڈال دے)''

2471 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ، اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِاِسْنَادِهِ بِهٰذَا، قَالَتْ: حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ الَّذِي عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ، وَسَاقَ مَعْنَاهُ

٭٭ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن شہاب زہری سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''یہاں تک کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے پر پہنچے، جو سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب ہے، تو ان دونوں کے پاس سے، دو اشخاص گزرے، (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

بَابُ الْمُعْتَكِفِ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ

معتکف کا بیمار کی عیادت کرنا

2472 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ اَبِي سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ - قَالَ النُّفَيْلِيُّ - قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالْمَرِيضِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ، وَلَا يُعَرِّجُ يَسْاَلُ عَنْهُ. وَقَالَ ابْنُ عِيسٰى: قَالَتْ: اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ

٭٭ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اعتکاف کے دوران، بیمار کے پاس سے گزرتے، تو عام صورتحال کی طرح گزر جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مزاج پرسی کے لیے ٹھہرتے نہیں تھے۔

ابن عیسیٰ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے دوران، بیمار کی عیادت کر لیتے تھے۔

2473 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، اَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ اِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ: اَنْ لَا يَعُوْدَ مَرِيضًا، وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً، وَلَا يَمَسَّ امْرَاَةً، وَلَا يُبَاشِرَهَا، وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ، اِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَلَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ، وَلَا اعْتِكَافَ اِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: غَيْرُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَا يَقُوْلُ فِيهِ: قَالَتْ: السُّنَّةُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: جَعَلَهُ قَوْلَ عَائِشَةَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ (اعتکاف کے دوران) بیمار کی عیادت نہ کرے، جنازے میں شریک نہ ہو، عورت کو چھوئے نہیں، اس کے ساتھ مباشرت نہ کرے، ضروری حاجت (یعنی قضائے حاجت) کے علاوہ (مسجد سے) باہر نہ نکلے، روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا اور جامع مسجد کے علاوہ اعتکاف نہیں ہوتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالرحمان کے علاوہ دیگر راویوں نے "سنت یہ ہے" کے الفاظ نقل نہیں کیے، انہوں نے اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔

2474 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُدَيْلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، جَعَلَ عَلَيْهِ أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَيْلَةً، أَوْ يَوْمًا عِنْدَ الْكَعْبَةِ، فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اعْتَكِفْ وَصُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی کہ وہ خانہ کعبہ کے پاس ایک دن کا اعتکاف کریں گے، انہوں نے (اس بارے میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اعتکاف کرلو اور روزہ (بھی) رکھنا"

2475 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي الْعَنْقَزِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُدَيْلٍ، بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ، قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ مُعْتَكِفٌ إِذْ كَبَّرَ النَّاسُ، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا عَبْدَ اللهِ، قَالَ: سَبْيُ هَوَازِنَ أَعْتَقَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَتِلْكَ الْجَارِيَةُ، فَأَرْسَلَهَا مَعَهُمْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، (اس میں یہ الفاظ ہیں)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعتکاف کے دوران لوگوں کے اللہ اکبر کہنے کی آواز سنائی دی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے عبداللہ! یہ کس وجہ سے ہے؟ تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کر دیا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کنیز کو بھی ان کے ساتھ چھوڑ دو۔

بَابٌ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَعْتَكِفُ

باب: مستحاضہ عورت کا اعتکاف کرنا

2476 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: اعْتَكَفَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ، فَكَانَتْ تَرَى

2475-اسناده صحيح. عبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، وعلي بن الحسين: هو ابن علي بن ابي طالب زين العابدين. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (8065)، ومن طريقه اخرجه البخاري (3281)، ومسلم (2175)، والنسائي في "الكبرى" (3343). واخرجه البخاري (2038) و (2039) و (3101) و (6219) و (7171)، وابن ماجه (1779)، والنسائي (3342) من طرق عن الزهري، به. وهو في "مسند احمد" (26863)، و "صحيح ابن حبان" (3671).

الصُّفْرَةَ وَالْحُمْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا، وَهِيَ تُصَلِّي

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ایک زوجہ محترمہ نے بھی اعتکاف کیا، اس خاتون کا (استحاضہ کی وجہ سے) زرد اور سرخ مواد خارج ہوتا تھا، بعض اوقات (مواد زیادہ خارج ہونے کی وجہ سے) ہم ان کے نیچے تھال رکھ دیتے تھے، تاہم وہ نماز ادا کیا کرتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

2476- اسناده صحيح. محمد بن عيسى: هو ابن نجيح البغدادي، ويزيد: هو ابن زريع، وخالد: هو ابن مهران الحذاء، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه البخاري (310) و (2037) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (1780)، والنسائي في "الكبرى" (3332) من طرق عن يزيد ابن زريع، به. واخرجه البخاري (309) و (311) من طريقين عن خالد الحذاء، به. ورواية البخاري الثانية مختصره. وهو في "مسند احمد" (24998).

کِتَابُ الْجِهَادِ
یہ کتاب جہاد کے بیان میں ہے

جہاد کے معنی ومفہوم کا بیان

جہاد جہد بالضم یا جہد بالفتح سے مشتق ہے جس کا معنی خوب محنت ومشقت کے ہیں۔ لغت کی کتابوں میں جہاد کا لغوی معنی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ بذل اقصی مایستطیعه الانسان من طاقته لنیل محبوب او لدفع مکروه۔

انسان کا اپنی کسی مرغوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لئے انتہائی درجے کی بھرپور کوشش کرنا۔

جہاد کے شرعی معنی کا بیان

تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ جہاد شریعت میں قتال فی سبیل اللہ اور اس کی معاونت کو کہتے ہیں اس کی مکمل وضاحت کے لئے مذاہب اربعہ کی مستند کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

جہاد کی تعریف فقہ حنفی میں

الجهاد بذل الوسع والطاقة بالقتال فی سبیل الله عز وجل بالنفس والمال واللسان وغیر ذالک۔

اللہ رب العزت کے راستے میں قتال کرنے میں اپنی جان، مال اور زبان اور دوسری چیزوں سے بھرپور کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ (البدائع والصنائع)

الجهاد دعوة الکفار الی الدین الحق وقتالهم ان لم یقبلوا۔

جہاد کے معنی کافروں کو دین حق کی طرف دعوت دینا اور ان سے قتال کرنا اگر وہ دین حق کو قبول نہ کریں۔ (فتح القدیر)

جہاد کی تعریف فقہ مالکی میں

قتال المسلم کافرا ذی عهد لاعلاء لکلمة الله،

جہاد کے معنی مسلمانوں کا ذی عہد کافروں سے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے قتال کرنا۔ (حاشیہ العدوی۔ الشرح الصغیر)

جہاد کی تعریف فقہ شافعی میں

وشرعا بذل الجهد فی قتال الکفار،

اور جہاد کے شرعی معنی اپنی پوری کوشش کافروں سے قتال کرنے میں صرف کرنا۔ (فتح الباری)

جہاد کی تعریف فقہ حنبلی میں

الجہاد قتال الکفار،

جہاد کافروں سے لڑنے کو کہتے ہیں۔(مطالب اولی النہی) یہ تو تھی جہاد کی شرعی تعریف اب آیئے جہاد کے حکم کی طرف۔

جہاد کا حکم

امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جہاد ایک محکم فریضہ اور اللہ پاک کا قطعی فیصلہ ہے۔ جہاد کا منکر کافر ہوگا اور جہاد سے ضد رکھنے والا گمراہ ہوگا۔(فتح القدیر ص191، ج5)

صاحب الاختیار فرماتے ہیں۔ جہاد ایک محکم اور قطعی فریضہ ہے جس کا منکر کافر ہے اور یہ فریضہ قرآن وحدیث اور امت کے اجماع سے ثابت ہے۔(فتح القدیر ص191، ج5)

جہاد کی اقسام

کافروں سے جہاد کرنے کی دو قسمیں ہیں۔(۱) اقدامی جہاد (۲) دفاعی جہاد

اقدامی جہاد: یعنی مسلمانوں کا کافروں کے خلاف خود اقدام جہاد کرنا، اگر یہ اقدام ان کافروں پر ہے جن تک دین کی دعوت پہنچ چکی ہے تو ایسے کافروں کو حملے سے پہلے دعوت دینا مستحب ہے اور اگر دعوت نہیں پہنچی تو پہلے دعوت دی جائے گی اگر نہ مانیں تو جزیہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور یہ بھی نہ مانیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔

اقدامی جہاد: کی بدولت وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتے ہوں دب جاتے ہیں اور ان کے دشمن خوف زدہ اور مرعوب ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں نہیں کرتے اس لئے کافروں کو مرعوب رکھنے اور انہیں اپنے غلط عزائم کی تکمیل سے روکنے اور دعوت اسلام کو دنیا کے ایک ایک چپے تک پہنچانے اور دعوت کے راستے سے رکاوٹیں ہٹانے کے لئے اقدامی جہاد فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ مسلمان یہ عمل کرتے ہیں تو سب کی طرف سے کافی ہے لیکن اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

فتاویٰ شامی میں ہیں مسلمانوں کے امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دارالحرب کی طرف ہر سال ایک یا دو مرتبہ لشکر بھیجے اور عوام پر ضروری ہے کہ وہ اس میں اپنے امام کی مدد کریں اگر امام لشکر نہیں بھیجے گا تو گناہ گار ہوگا۔(فتاویٰ شامی)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا اکثر جہاد اقدامی تھا۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو اقدامی جہاد کی تلقین فرمائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اقدامی جہاد ہوتا رہے تو دفاعی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے لیکن جب مسلمان اقدامی جہاد کے فریضے غفلت کرتے ہیں تو انہیں دفاعی جہاد پر مجبور ہونا پڑتا ہے جیسا کہ اس دور میں ہو رہا ہے۔

دفاعی جہاد: یعنی اپنے ملک پر حملہ کرنے والے کفار سے دفاعی جنگ لڑنا یہ اہم ترین فریضہ ہے۔ حضرات فقہاء کرام کی عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل صورتوں میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

(1) جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر یا بستی پر حملہ آور ہو جائیں یا قابض ہو جائیں۔

(2) جب کفار مسلمانوں کے کچھ افراد کو گرفتار کر لیں۔

(3) ایک مسلمان عورت گرفتار ہو جائے تو اسے کافروں سے نجات دلانا تمام مسلمانان عالم پر فرض ہو جاتا ہے۔

(4) جب امام پوری قوم یا کچھ افراد کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دے۔

(5) جب مسلمانوں اور کافروں کی جماعتیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجائیں اور جنگ شروع ہو جائے۔

فائدہ : فرض عین کا معنی یہ ہے کہ اس جہاد میں سب نکلیں گے یہاں تک کہ بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر، بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر، مقروض اپنے قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلیں گے۔

ابتدائی طور پر یہ جہاد اس علاقے کے مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے جن پر حملہ ہوا ہو لیکن اگر وہ کافروں کے مقابلے میں کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر فرض ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بھی کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر۔ اس طرح سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے۔

دفاعی جہاد کے متعلق حکم یہ ہے کہ دفاعی جہاد یعنی اپنے دین اور حرمت کے دفاع کے لئے لڑنا یہ اجتماعی طور پر اہم ترین فریضہ ہے۔ وہ دشمن جو مسلمانوں کے دین اور دنیا کو تباہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوا ہے ایمان کے بعد اس کے ساتھ لڑنے سے بڑا فریضہ اور کوئی نہیں۔ اس دفاعی جہاد کے لئے کوئی چیز شرط نہیں یعنی توشہ اور سواری تک شرط نہیں بلکہ ہر ایک حتی الامکان دشمن کا مقابلہ کرے۔

فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی جہاد صرف اسی وقت فرض نہیں ہوتا جس وقت کافر حملہ کر دیں بلکہ جب کافر مسلمانوں سے "مسافت سفر کی دوری پر ہوں تو اسی وقت اس شہر کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ (نہایۃ المحتاج)

جہاد کی اقسام

جہاد کو مسلسل عمل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کی رو سے اس کی درج ذیل اقسام ہیں۔ جہاد بالعلم جہاد بالمال جہاد بالعلم جہاد بالنفس جہاد بالقتال

جہاد بالعلم

یہ وہ جہاد ہے جس کے ذریعے قرآن وسنت پر مبنی احکامات کا علم پھیلایا جاتا ہے تا کہ کفر و جہالت کے اندھیرے ختم ہوں اور دنیا رشد و ہدایت کے نور سے معمور ہو جائے۔

جہاد بالعمل

جہاد بالعمل کا تعلق ہماری زندگی سے ہے۔ اس جہاد میں قول کے بجائے عمل اور گفتار کی بجائے کردار کی قوت سے معاشرے میں انقلاب برپا کرنا مقصود ہے۔ جہاد بالعمل ایک مسلمان کے لئے احکامِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہونے اور اپنی زندگی کو ان احکام کے مطابق بسر کرنے کا نام ہے۔

جہاد بالمال

اپنے مال کو دین کی سربلندی کی خاطر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو جہاد بالمال کہتے ہیں۔

جہاد بالنفس

جہاد بالنفس بندۂ مومن کے لئے نفسانی خواہشات سے مسلسل اور صبر آزما جنگ کا نام ہے۔ یہ وہ مسلسل عمل ہے جو انسان کی پوری زندگی کے ایک ایک لمحے پر محیط ہے۔ شیطان براہ راست انسان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اگر نفس کو مطیع کر لیا جائے اور اس کا تزکیہ ہو جائے تو انسان شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

جہاد بالقتال

یہ جہاد میدان جنگ میں کافروں اور دین کے دشمنوں کے خلاف اس وقت صف آراء ہونے کا نام ہے جب دشمن سے آپ کی جان مال یا آپ کے ملک کی سرحدیں خطرے میں ہوں۔ اگر کوئی کفر کے خلاف جنگ کرتا ہوا شہید ہو جائے تو قرآن کے فرمان کے مطابق اسے مردہ نہ کہا جائے بلکہ حقیقت میں وہ زندہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ۔

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مردہ ہیں، (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔

جہاد کے احکام کا بیان

تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جب تک کافر اپنے ملکوں میں ہوں تو ان سے جہاد کرنا اور ان کے ملکوں پر چڑھائی کرنا فرض کفایہ ہے۔

حضرت سعید ابن المسیب اور علامہ ابن شبرمہ (جیسے حضرات تابعین) کے نزدیک ہر حال میں جہاد فرض عین ہے۔ کیونکہ جو شخص بغیر جہاد کئے مر جائے اور اس نے جہاد کی نیت بھی نہ کی ہو تو وہ منافقت کے ایک حصے پہ مرتا ہے چونکہ نفاق سے بچنا اور ایمان لانا فرض عین ہے اسی لئے جہاد بھی فرض عین ہے یہ دونوں حضرات اور ان کے ہم خیال اکابر اس طرح کے اور بھی دلائل جہاد کے ہر حال میں فرض عین ہونے پر پیش فرماتے ہیں۔

فرض کفایہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اگر اتنے لوگ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں جو اس کام کے لئے کافی ہو رہے ہوں تو باقی لوگوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور ان پر جہاد چھوڑنے کا گناہ بھی نہیں رہتا لیکن اگر سارے مسلمان جہاد چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو صحیح قول کے مطابق جتنے بھی لوگ شرعی معذور نہیں ہیں وہ سب گنہگار ہو جائیں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس صورت میں سب لوگ گنہگار ہوں گے معذور بھی اور غیر معذور بھی۔

فرض کفایہ کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ سال میں ایک مرتبہ ضرور کافروں کے کسی ملک یا علاقے پر حملہ کیا جائے اور اس سے زیادہ بار حملہ کرنا بغیر کسی اختلاف کے افضل ہے اور مسلمانوں کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی سال ایسا گزاریں جس میں انہوں نے کافروں پر حملہ نہ کیا ہو البتہ مندرجہ ذیل مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے، مسلمانوں کی کمزوری دشمن کی بہت زیادہ کثرت، مسلمانوں کی مکمل شکست اور مکمل خاتمے کا خطرہ، سامان کی کمی، جانوروں کے چارے کی کمی وغیرہ (یعنی ان ضروریات ۱۱

عذر کی وجہ سے فرض کفایہ جہاد کو موخر کیا جا سکتا ہے تاکہ مسلمان اچھی طرح تیاری کر سکیں لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو پھر موخر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی جیسا کہ آگے اس کا ذکر آئے گا) لیکن اگر تاخیر کے لئے کوئی ضرورت یا عذر نہ ہو تو پھر ایک سال تک جہاد کا نہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اس بات کو امام شافعی رحمہ اللہ نے مکمل وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (کتاب الام)

امام الحرمین رحمہ اللہ (المتوفی) ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس بارے میں زیادہ بہتر قول حضرات اصولیین کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جہاد ایک تہدیدی دعوت ہے (یعنی اسلام ایک ایسی دعوت ہے جس کے پیچھے طاقت کارفرما ہوتی ہے) اس لئے جس قدر ممکن ہو اسے ادا کرنا چاہئے تاکہ دنیا میں یا تو مسلمان باقی رہیں یا ذمی (یعنی وہ کافر کو مسلمانوں کو جزیہ دیتے ہوں) چنانچہ (فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے) سال میں ایک مرتبہ جہاد کی تخصیص نہیں کرنی چاہئے بلکہ اگر ایک سے زیادہ مرتبہ حملہ کرنے کا امکان ہو تو اس سے دریغ نہ کیا جائے، حضرات فقہاء کرام نے سال میں ایک مرتبہ جہاد کی جو بات فرمائی ہے تو اس کا تعلق اس سے ہے کہ عام طور پر ہر سال میں ایک ہی بار یہ ممکن ہوتا ہے کہ اسلامی لشکر کی تیاری کے لئے افراد و اموال کو جمع کیا جا سکے۔ (روضۃ الطالبین)

حنابلہ میں سے صاحب المغنی (علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو سال میں کم از کم ایک بار جہاد کرنا (یعنی خود کافروں کے ملک پر حملہ کرنا) فرض ہے۔ اور اگر ایک مرتبہ سے زائد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی فرض ہوگا کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے (تو جب تک کفایت نہ ہو اس کی فرضیت باقی رہے گی) اس لئے جتنی مرتبہ کی ضرورت ہوگی اتنی مرتبہ فرض ہوگا۔ (المغنی)

امام قرطبی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے امام پر سال میں ایک مرتبہ دشمنان اسلام کی طرف لشکر بھیجنا فرض ہے امام یا خود اس لشکر کے ساتھ نکلے گا یا پھر اپنے کسی معتمد کو بھیجے گا۔ پھر یہ امام یا اس کا نائب دشمنان اسلام کے پاس پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دیں گے اور (دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں) ان کی طاقت کو توڑیں گے اور اللہ کے دین کو غالب کریں گے اور یہاں تک (ان سے لڑیں گے) کہ یا تو وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینا منظور کر لیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

جہاد فرض نہیں ہے بچے، پاگل، عورت اور اس شخص پر جو کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے وہ جہاد نہ کر سکے۔ لیکن ایک آنکھ سے معذوری، سر درد، داڑھ کے درد اور ہلکے بخار کی وجہ سے جہاد کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی اسی طرح اس شخص پر بھی جہاد فرض ہے جو معمولی لنگڑا ہو یہ امام احمد رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور میرے خیال میں کسی (فقیہ) کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(المغنی لابن قدامہ)

علماء کرام کا اتفاق ہے کہ (فرض کفایہ) جہاد مسلمان والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے ماں باپ کی غیر موجودگی میں دادا دادی کا بھی یہی حکم ہے بلکہ صحیح قول کے مطابق والدین کے ہوتے ہوئے بھی دادا دادی سے اجازت ضروری ہے۔

(المغنی لابن قدامہ)

اگر کسی کو اس کے والدین نے جہاد کی اجازت دے دی مگر پھر انہوں نے اجازت واپس لے لی اب اگر اجازت کی واپسی اس کے لڑنے کے لئے محاذ جنگ پر پہنچنے سے پہلے ہوئی ہے تو لڑکے پر لازم ہے کہ واپس آ جائے مگر یہ کہ واپسی میں اسے جان و مال کا یا دوسرے مجاہدین کے دل ٹوٹنے کا خطرہ ہو (اگر ایسا ہو تو وہ واپس نہ آئے) اگر اسے راستے میں ماں باپ کی طرف سے اجازت واپس لینے کی اطلاع ملی مگر وہ آیا؛ واپس آنے میں خطرہ محسوس کرتا ہے تو اگر اسے راستے میں کہیں قیام کی جگہ مل جائے تو وہاں رکا

رہے اور جب لشکر واپس آئے تو ان کے ساتھ یہ بھی لوٹ آئے لیکن اگر والدین نے جنگ شروع ہونے کے بعد اپنی اجازت واپس لے لی تو ایسے وقت میں اس کے لئے واپس آنا حرام ہے۔ کیونکہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آجائیں تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور فرض عین میں والدین کی اجازت ضروری نہیں ہوتی۔ (المغنی لابن قدامہ)

جہاد اگر فرض کفایہ ہو تو اس آدمی کے نکلنے کا کیا حکم ہے جس پر قرضہ ہو۔ اس بارے میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال میں امام ابوبکر ابن المنذر نے کتاب الاشراف میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے تو ایسے مقروض شخص کو جہاد میں جانے کی اجازت دی ہے جس کے پاس قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ ہو۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے بھی مقروض شخص کو بغیر قرض خواہ کی اجازت کے نکلنے کی رخصت دی ہے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقروض آدمی کے لئے جہاد میں نکلنے کی اجازت تب ہے جب وہ اپنے قرض خواہوں سے پوچھ لے خواہ قرض خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ (کتاب الام)

ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احد کی لڑائی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد جہاد میں نکلے تھے حالانکہ ان پر قرض تھا۔ (صحیح بخاری)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے مقروض ہونے کا علم تھا مگر کسی نے انہیں جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مقروض آدمی کے لئے جہاد منع نہیں ہے بشرطیکہ اس نے ایسا ترکہ چھوڑا ہو جس سے قرض کی ادائیگی ہو سکتی ہو۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے اور انہوں نے ابن المنذر کی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ بن حرام کے واقعے سے دلیل پکڑی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ)

امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے جہاد سے نہیں روکا جائے گا کیونکہ اس سے فوری ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اور اگر مقروض تنگ دست نہ ہو تو اگر وہ قرضے کی ادائیگی کے لئے اپنا کوئی ایسا نائب بنا جائے جو اس کے موجودہ مال میں سے قرض ادا کر سکے تو ایسے مقروض کو جہاد میں نکلنے کی اجازت ہے لیکن اگر وہ اپنے نائب کو کسی غیر موجود مال میں سے قرض ادا کرنے کا کہے تو پھر اس کے لئے نکلنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر قرضے کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر ہے تو پھر (اس وقت سے پہلے) مقروض کو جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا جائے گا یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (روضۃ الطالبین، ج۱۰، ص۲۱۰، بیروت)

جہاد فرض عین کے احکام کا بیان

ہمارے کسی شہر (یا علاقے) میں داخل ہو جائیں یا اس پر چڑھائی کر دیں یا شہر کے دروازے کے باہر آ کر حملے کی نیت سے پڑاؤ ڈال دیں اور ان کی تعداد اس علاقے کے مسلمانوں سے دگنی یا اس سے کم ہو تو جہاد اس وقت فرض عین ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے گا اور عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلے گی۔ بشرطیکہ اس میں دفاع کی طاقت ہو۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور ہر شخص اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اور مقروض قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے اور اگر کافر مسلمانوں پر اچانک حملہ کردیں اور مسلمانوں کو لڑائی کے لئے تیار ہونے اور اکٹھے ہونے کا موقع نہ ملے تو ہر اس شخص پر تنہا لڑنا اور اپنا دفاع کرنا فرض ہے۔ جسے معلوم ہو کہ اگر اس نے ہتھیار ڈال دیے تو وہ مارا جائے گا یہ مسئلہ ہر مسلمان کے لئے ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا اندھا، لنگڑا ہو یا بیمار، اور اگر امکان ہو کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد قتل بھی ہو سکتے ہیں اور (بچ کر) گرفتار بھی تو ایسے وقت میں لڑنا افضل ہے اور ہتھیار ڈالنا جائز۔ اور اگر عورت کو علم ہو کہ اگر میں نے ہتھیار ڈال دیے تو (غلیظ) ہاتھ میری طرف بڑھیں گے تو اس پر اپنے دفاع میں لڑنا فرض ہے اگرچہ اس میں اس کی جان بھی چلی جائے کیونکہ جان بچانے کے لئے عزت کو داؤ پر لگانا جائز نہیں ہے۔

علامہ اذرعی اپنی کتاب غنیۃ المحتاج میں فرماتے ہیں کہ خوبصورت بے ریش لڑکے کو اگر علم ہو کہ اس کے ساتھ کافر ابھی کی آئندہ بے حیائی کا ارتکاب کرسکتے ہیں تو اس کا حکم بھی عورت کی طرح ہے بلکہ عورت سے بھی بڑھ کر (اسے اپنے دفاع کی کوشش کرنی چاہئے اور عصمت کی حفاظت کے لئے جان کی قربانی دینی چاہئے) اور اگر جس علاقے پر کافروں نے حملہ کیا ہے وہاں مسلمانوں کی کثرت ہو اور اتنے لوگ کافروں کے مقابلے پر نکل چکے ہوں جو مقابلے کے لئے کافی ہوں تب بھی باقی مسلمانوں پر زیادہ صحیح قول کے مطابق ان مجاہدین کی مدد کرنا فرض ہے۔ اور جو شخص ایسی جگہ پر ہو جہاں سے حملہ آور دشمن مسافت سفر (یعنی اڑتالیس میل کی مسافت) پر ہوں تو اس شخص پر اسی طرح جہاد فرض عین ہو جائے گا جیسا کہ اس علاقے والوں پر فرض ہے جہاں دشمن نے حملہ کیا ہے۔

علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ کافروں کے حملے کے بعد اب یہ جہاد دفاعی ہو چکا ہے۔ اقدامی نہیں رہا اس وجہ سے یہ ہر اس شخص پر فرض ہوگا جو اس کی طاقت رکھتا ہو (تاکہ مسلمانوں کے علاقے اور ان کی جان و مال کا دفاع کیا جا سکے جو کہ فرض عین ہے۔) اور جو شخص اس شہر سے جس پر کافروں کا حملہ ہوا ہے مسافت سفر (اڑتالیس میل) کی دوری پر ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ فوراً اس شہر کی طرف جہاد کے لئے روانہ ہو اگرچہ وہ خود اس شہر یا اس کے آس پاس کا رہنے والا نہ ہو اور اگر اتنے لوگ وہاں جا چکے ہوں جو دشمن کے لئے کافی ہوں تو پھر باقی لوگوں سے فرضیت تو ساقط ہو جائے گی لیکن وہ نہ جانے کی صورت میں اجر عظیم اور بے انتہا ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مسافت سفر کے اندر والوں پر سے فرضیت ساقط نہیں ہوگی اگرچہ کافی مقدار میں لوگ دشمن کے مقابلے پر جا چکے ہوں بلکہ ان پر مجاہدین کی مدد کرنا اور خود میدان جنگ کی طرف سبقت کرنا فرض ہوگا۔

وہ مسلمان جو اس شہر سے جس پر کافروں نے حملہ کیا ہے مسافت سفر (اڑتالیس میل) سے زیادہ دور رہتے ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ اگر مسافت سفر کے اندر کے لوگ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی ہو رہے ہوں تو پھر ان لوگوں پر جہاد فرض عین نہیں ہوتا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جہاد الاقرب فالاقرب کی ترتیب سے فرض ہوتا چلا جاتا ہے اس میں کسی مسافت وغیرہ کی قید نہیں ہے بلکہ قریب والوں پر پھر ان کے بعد والوں پر پھر ان کے بعد والوں پر جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ یہ خبر آجائے کہ کافروں

کو شکست ہوگئی اور وہ مسلمانوں کا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔

جو شخص لڑائی والے شہر سے مسافت سفر کے اندر ہوگا اس پر جہاد کی فرضیت کے لئے سواری کی کوئی شرط نہیں ہے البتہ اگر مسافت سفر سے دور ہو تو بعض حضرات سواری کو شرط قرار دیتے ہیں جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایسے سخت حالات میں سواری کی کوئی شرط نہیں ہے البتہ توشے کا ہونا جہاد کی فرضیت کے لئے شرط ہے کوئی قریب ہو یا دور۔

اگر کافر مسلمانوں کے ملک میں ان کے شہروں اور آبادیوں سے دور ویرانوں میں یا پہاڑوں میں داخل ہو جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ امام الحرمین نقل فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کے کسی بھی حصے میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شہر میں داخل ہونا۔ اس لئے ان کو نکالنے کے لئے جہاد فرض عین ہوگا۔ لیکن خود امام الحرمین کا رجحان اس طرف ہے کہ جن علاقوں میں کوئی آبادی نہیں ہے ان کے لئے لڑائی کرنا اور خود کو تکلیف میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام الحرمین کا یہ رجحان قطعاً درست نہیں ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان دفاع کی قوت رکھتے ہوئے بھی کافروں کو دارالاسلام کے کسی حصے پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دیں۔ (روضۃ الطالبین)

علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں مگر اس کے قریب آچکے ہوں تب بھی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ کافروں کے مقابلے کے لئے باہر نکلیں اور (اور لڑتے رہیں) یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو اور مرکز اسلام محفوظ، سرحدیں بے خطر اور دشمن ذلیل وخوار ہو جائے۔ (الجامع لاحکام القرآن)

اور یہی مطلب ہے علامہ بغوی کے اس قول کا کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل ہو جائیں تو قریبی لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور دور والوں پر فرض کفایہ رہتا ہے۔ بشرطیکہ قریب والے مقابلہ کر رہے ہوں اور کافی ہو رہے ہوں۔ (شرح السنہ)

آپ نے جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کی بحث پڑھ لی ہے یہی وہ بحث ہے جسے آڑ بنا کر آج بہت سارے مسلمان خود بھی جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسروں کو بھی اس بحث میں الجھا کر جہاد سے دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں حالانکہ آپ نے خود پڑھ لیا کہ جہاد اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب مسلمان کافروں کی طرف سے امن میں ہوں۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کہ کیا آج مسلمان امن میں ہیں؟ یقیناً آپ کو ہر طرف مسلمانوں کی چیخ و پکار اور ان کی برہنہ لاشیں اور عقوبت خانوں میں سسکتی جوانیاں چیخ چیخ کر بتائیں گی کہ مسلمان ہرگز امن میں نہیں ہیں بلکہ ان پر تو وہ ظلم ڈھائے جا رہے ہیں جو سفاک درندے بھی کمزور جانوروں پر نہیں ڈھاتے۔ جہاد تو اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب کافر اپنے ملکوں میں ہوں اور ان کی فوجیں ان کی سرحدوں کے اندر ہوں۔ مگر آج ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ امریکی فوجیں ہوں یا ہندوستانی، برطانوی لشکر ہوں یا فرانسیسی، سربیائی درندے ہوں یا اسرائیلی، ایتھوپیا کے کالے کافر ہوں یا اقوام متحدہ کی وردی پہنے گورے کافر، یہ سب کے سب ہماری سرحدوں کے اندر گھس کر ہمارے علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔

اور انہوں نے پوری دنیا میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے تو کیا اب بھی جہاد فرض کفایہ ہے۔ امریکی راکٹ اسلامی امارت پر گر رہے ہیں برطانوی جہازوں کی گھن گرج حدود حرم میں سنائی دے رہی ہے اور ترکی کی خلافت کا خون آلود چہرہ ہماری نظروں

کے سامنے بار بار آتا ہے اور ہمیں برے انجام سے ڈراتا ہے۔ کیا ان حالات میں بھی جہاد فرض کفایہ ہی رہے گا اگر جہاد اب بھی فرض کفایہ ہے تو پھر فرض عین کب ہوگا؟ کیا اس وقت جب امت کے مردہ جسم تک کو بیچ دیا جائے گا کیا اس وقت جب اسرائیل کے یہودی خیبر کے بعد نعوذ باللہ مدینہ منورہ میں جشن منا رہے ہوں گے کیا اس وقت جب ہمارا گوشت ریسٹورنٹوں میں پکا کر کھایا جائے گا۔

شاید اب تک یہی کچھ نہیں ہوا، ورنہ تو سب کچھ ہو چکا ہے ہماری زندہ مسلمان بہنوں کے ساتھ ساتھ شہید ہونے والیوں تک کو نہیں بخشا گیا۔ ہمارے بچوں کے سروں سے فٹ بال تک کھیلی جا چکی ہے۔ شعائر اسلام کو دنیا میں ذلیل ورسوا کیا جارہا ہے۔ چلیے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر کے اور دل تھام کر یہ مان لیتے ہیں کہ جہاد فرض کفایہ ہے تو ذرا بتایئے کہ یہ کفایہ آج کون ادا کر رہا ہے فرض کفایہ جہاد کا مطلب تو یہ ہے کہ مسلمان خود جا کر کافروں کے ملک پر حملہ کریں یہ حملہ آج دنیا میں کہاں ہورہا ہے فرض کفایہ میں تو مسلمانوں کے لشکر حملہ کرتے ہیں مگر آج خود ہم پر حملے کئے جارہے ہیں۔

فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمانوں کے مسلح لشکر کافروں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں مگر آج تو ہمارے ملکوں میں ہماری نسلوں کو مرتد کیا جارہا ہے فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمان کافروں سے جا کر کہتے ہیں کہ اگر اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو پھر ہمارے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرو اور ہمیں جزیہ دے کر امن سے رہو۔ مگر آج تو ہم خود کافروں کو جزیہ دیتے ہیں اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی شکل میں ان کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور پھر بھی ہمیں امن کی بھیک نہیں ملتی۔ معلوم ہوا کہ فرض کفایہ بھی ادا نہیں ہورہا جس کی وجہ سے آج پوری امت ذلت وپستی کا شکار ہے اور کافر قومیں اسے نوچ نوچ کر کھا رہی ہیں۔

اے مسلمانو! اب اس بحث کا وقت نہیں رہا کہ جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ بلکہ اب تو جہاد ہر فرض سے بڑا فرض ہے اور ایسا فرض ہے جس پر ہماری زندگی، ہمارا ایمان اور ہماری نسلوں کا ایمان موقوف ہے۔ تم اسے فرض عین سمجھو یا فرض کفایہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں مٹانا اپنے اوپر فرض کر رکھا ہے وہ اپنی فوجیں لے کر میدان میں اتر آئے ہیں۔

اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیو! آج اسلام کی عزت کا مسئلہ ہے تمہاری غیرت کس طرح سے یہ بات گوارا کرتی ہے کہ جن علاقوں کو تمہارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک خون اور پسینے بہا کر آزاد کرایا تھا اب وہ پھر یہودیوں کی دسترس میں ہیں فضول لفظی بحثیں چھوڑو زمین پر دیکھو کفر تمہیں چیلنج کر رہا ہے اور آسمان کی طرف دیکھو رب کے فرشتے تمہارے ساتھ اتر کر لڑنے کے منتظر ہیں۔

اسلام کا فلسفہ جہاد اور غلط فہمیوں کا ازالہ

اسلامی فلسفہ جہاد میں جہاد کا مقصد نہ تو مال غنیمت سمیٹنا ہے اور نہ ہی کشور کشائی ہے۔ جس طرح توسیع پسندانہ عزائم اور ہوس ملک گیری کا کوئی تعلق اسلام کے فلسفہ جہاد سے نہیں ہے اسی طرح جہاد کے نام پر دہشت گردی کا بھی جہاد سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس وقت جہاں ایک طرف غیر مسلم مفکرین اور ذرائع ابلاغ نے اسلامی تصور جہاد کو بری طرح مجروح کیا، وہاں دوسری طرف بعض دہشت گرد اور انتہا پسند گروہوں نے بھی لفظ جہاد کو اپنی دہشت گردی اور قتل وغارت گری کا عنوان بنا کر اسلام کو دنیا بھر میں بدنام

اس تعریف کی روشنی میں جہاد کا مفہوم یہ ہوگا کہ کسی بھی امر خیر کی جدوجہد جس میں انتہائی طاقت اور قوت صرف کی جائے اور حصول مقصد کے لئے ہر قسم کی تکلیف اور مشقت برداشت کی جائے، جہاد کہلاتی ہے۔

اسلام میں جہادی تصور کی وسعت

اسلام نے اصلاح احوال اور دفاعی جنگ کے لئے جہاد کی اصطلاح کیوں استعمال کی؟

عربی لغت کے مطابق سرزمین عرب میں جنگ کے لئے جو سینکڑوں تراکیب محاورے، علامتیں، استعارے اور اصطلاحات استعمال ہوتی تھیں اِن سب سے بلاشبہ وحشیانہ پن اور دہشت گردی کا تاثر اُبھرتا تھا۔ عسکری لٹریچر کی اصلاح کے لئے اسلام نے ان تمام الفاظ اور محاوروں کو ترک کر کے اصلاحِ احوال کی جدوجہد کی طرح دفاعی جنگ کو بھی جہاد کا عنوان دیا۔ یعنی اسلامی نکتہ نظر سے لفظِ جہاد کا اِطلاق اعلیٰ و اَرفع مقاصد کے حصول، قیام امن، فتنہ فساد کے خاتمہ اور ظلم و ستم، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کو مٹانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لانے پر ہوتا ہے۔

ایک مسلمان ساری زندگی جھوٹ، منافقت، دجل، فریب اور جہالت کے خاتمہ کے لئے اِبلیسی قوتوں سے مصروف جہاد رہتا ہے۔ لفظِ جہاد کے حقیقی معنی سے لوٹ مار، غیظ و غضب، قتل و غارتگری کی بوتک نہیں آتی بلکہ اس کا معنی پاکیزہ، اعلیٰ وارفع مقاصد کے حصول کی کاوشوں پر دلالت کرتا ہے۔ ایک مہذب، شائستہ اور بلند عزائم رکھنے والی صلح جو اور امن پسند قوم کی انقلابی جدوجہد اور مسلسل کاوشوں کے مفہوم کی تعبیر کے لئے لفظِ جہاد سے بہتر کوئی دوسرا لفظ نہیں ہو سکتا۔ جہاد اپنے وسیع تر معانی میں وقتی یا ہنگامی عمل نہیں بلکہ مہد سے لے کر لحد تک مردِ مومن کی پوری زندگی پر محیط ایک جامع تصور ہے۔ لہٰذا وہ لمحہ جو احترام آدمیت اور خدمت انسانیت کے اس جذبہ سے خالی ہے، اسلام کے لئے قابل قبول نہیں۔

ائمہ لغت اور مفسرین کی آراء کی روشنی میں جہاد کی شرعی تعریف

شرعی اِصطلاح میں جہاد کا معنی اپنی تمام تر جسمانی، ذہنی، مالی اور جانی صلاحیتوں کو اللہ کی رضا کی خاطر وقف کر دینا ہے۔ گویا بندے کا اپنی تمام ظاہری و باطنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو اَعلیٰ و اَرفع مقاصد کے حصول کے لیے اللہ کی راہ میں صرف کرنے کو جہاد کہا جاتا ہے۔ تصور کی وضاحت کے لیے اس حوالے سے چند ائمہ کی مزید تصریحات ملاحظہ ہوں۔

امام جرجانی (740۔816) کے نزدیک جہاد کی تعریف درج ذیل ہے۔

هو الدعاء إلى الدين الحق۔ (جرجانی، کتاب التعریفات: 112)

جہاد دین حق کی طرف دعوت دینے سے عبارت ہے۔

امام محمود آلوسی البغدادی (1270ھ) تفسیر روح المعانی میں لفظِ جہاد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

إِنَّ الْجِهَادَ بَذْلُ الْجُهْدِ فِي دَفْعِ مَا لَا يُرْضٰى۔ (آلوسی، روح المعانی، 10:137)

کسی ناپسندیدہ (ضرر رساں) شے کو دور کرنے کے لئے کوشش کرنے کا نام جہاد ہے۔

جہاد کا ترجمہ جنگ و جدال یا holy war کرنا درست نہیں۔

لفظ جہاد کا ترجمہ جنگ وجدال اور لڑائی وغیرہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ جنگ کے لئے قرآن وحدیث میں لفظ جہاد نہیں بلکہ لفظ حرب اور قتال استعمال ہوتا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں لفظِ جہاد کے معنی ومفہوم اور اس کے اِطلاقات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لفظ جہاد کا ترجمہ محض جنگ وجدال اور war یا holy war کرنا درست نہیں ہے۔ لفظِ جہاد کا اطلاق مسیحی اور بعض مسلمان محققین نے کفار کے ساتھ خصومت، لڑائی یا جنگ وجدل کے لئے کیا ہے۔ حالانکہ لڑائی، قتال، خصومت یا جنگ کے یہ معنی نہ تو قدیم عربی زبان میں پائے جاتے ہیں، نہ علمائے ادب کے نزدیک درست ہیں اور نہ ہی قرآن میں کبھی اس مفہوم پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔

کیونکہ عربی لغت میں جنگ وجدل کے لئے حرب وقتال کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جنگ وجدال کے لئے لفظِ حرب قرآن مجید میں درج ذیل مقامات پر بیان ہوا:

(البقرہ،279:2، المائدہ،64:5، الانفال،57:8، محمد،4:47)

اسی طرح لفظِ قتال درج ذیل مقامات پر جنگ وجدال کے لئے استعمال ہوا ہے

(التوبہ،5:9، البقرۃ،217:2، النساء،77:4)

مغرب میں لفظ جہاد کا غلط انطباق

لفظ جہاد کو جنگ اور قتال کے معنی میں عام کرنے میں انگریزی لغات کا کردار۔

جہاد کے اس غلط مفہوم کو عام کرنے میں انگریزی لغات کا بہت عمل دخل ہے۔ لفظِ جہاد کے لغوی معنی میں، اس کے اصطلاحی مفہوم میں اور قرآن وحدیث میں کہیں بھی اس کے اندر war یا holy war کا معنی نہیں پایا جاتا۔ تاریخی حقائق البتہ اس امر پر شاہد ہیں کہ خود یورپ کے بادشاہوں نے عوام کے مذہبی جذبات کو اشتعال دینے اور چرچ کو جنگ میں شریک کرنے کے لیے holy war کی اصطلاح استعمال کرنا شروع کی اور بعد کے لٹریچر میں یہی معنی بغیر کسی تحقیق وتفتیش کے جہاد کے ترجمہ کے طور پر مروج ہو گیا۔ اس اصطلاح کو اختراع کرنے کا مقصد مذہبی طبقات کے جذبات کو مہمیز دے کر انہیں جنگ میں شریک کرنا تھا۔

دہشت گرد اسلامی اصطلاحات کو ان کے سیاق وسباق سے کاٹ کر غلط معانی میں استعمال کرتے ہیں۔

انتہا پسندوں اور دہشت گردوں نے قرآن وحدیث کے بعض الفاظ اور اصطلاحات کو بدل رکھا ہے۔ وہ قرآن کریم کی چند آیات اور بعض احادیث مبارکہ کو ان کے شانِ نزول اور سیاق وسباق سے کاٹ کر انتہا پسندانہ اور دہشت گردانہ تشریح وتعبیر اور غلط انطباق کرتے ہیں۔ یہ لوگ جہالت اور خود غرضی کے پیش نظر جہاد، شہادت، خلافت، دار الحرب اور دار الاسلام جیسی اصطلاحات کو بے محل استعمال کر کے عام مسلمانوں اور خصوصا نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ قرآن وحدیث میں ہے۔ حالانکہ یہ اسلام پر بہت بڑا الزام ہے۔ اُن کے اِس خطرناک نظریے کا قرآن، حدیث اور اسلام کی بنیادی تعلیمات اور مستند ومعتبر تشریحات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کا یہ مزاج بن چکا ہے کہ وہ اپنے خاص مقاصد کے حصول کے لیے اسلام، دین، جہاد، شہادت اور

نفاذ شریعت جیسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ ان مذہبی سیاسی جماعتوں کے پاس عوام کو متاثر کرنے کے لیے کوئی باقاعدہ پروگرام نہیں ہوتا لہٰذا وہ قرآن، حدیث، اسلام اور شریعت جیسی اصطلاحات استعمال کر کے عوام کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور اپنے خود ساختہ مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مکی آیاتِ جہاد سے مفہومِ جہاد کی وضاحت

اگر لفظ جہاد کا معنی جنگ اور قتال ہی ہوتا تو پھر مکہ میں نازل ہونے والی آیات جہاد کے نزول کے بعد صحابہ نے مشرکین کے خلاف مسلح جدوجہد کیوں نہیں کی؟

جہاد کے اس جامع اور وسیع مفہوم کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں جہاد کا حکم سب سے پہلے شہرِ مکہ میں اُس وقت نازل ہوا جب کہ ابھی جہاد بالسیف کی اجازت بھی نہیں ملی تھی۔ صحابہ پر جبر و تشدد کے پہاڑ ڈھائے جاتے مگر انہیں اپنے دفاع اور اپنی جان بچانے کے لیے بھی ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں اس وقت تک صبر کرنے کی تلقین کی گئی جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نجات کی سبیل پیدا نہ فرمادی۔ اس ممانعت کے باوجود جہاد کے متعلق پانچ آیات مکہ میں نازل ہوئیں۔

وہ لوگ جنہیں اس بارے میں فکری واضحیت نہیں اور وہ ذہنی الجھن کا شکار ہیں، مسلمان ہوں یا غیر مسلم، مغربی دنیا کے رہنے والے ہوں یا مشرقی ممالک کے، ان سب کو سمجھ لینا چاہیے کہ اگر جہاد کا معنی قتال اور مسلح تصادم ہی ہوتا تو مکہ میں نازل ہونے والی درج ذیل آیات کی کیا توجیہ ہوگی جن میں وَ جَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيْرًا فرما کر صراحتاً جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ آیات ہجرت سے پہلے مکی دور میں نازل ہوئیں جب اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کی سختی سے ممانعت تھی اور کسی لڑائی یا مزاحمت کی اجازت نہ تھی اور نہ اس دور میں مسلمانوں نے عملاً کوئی جنگ لڑی۔ اگر جہاد کا معنی لڑنا ہی ہوتا تو صحابہ کرام یقیناً ہتھیار اٹھاتے اور اپنی حفاظت اور دفاع میں کفار و مشرکین مکہ کے خلاف مسلح جنگ لڑتے۔ لیکن ان میں سے کسی کو اس کی اجازت نہ تھی جبکہ جہاد کے لئے پانچ آیات بھی نازل ہو چکی تھیں۔

اس کا درست جواب یہ ہے کہ قرآن کی رو سے جہاد کے لیے مسلح تصادم اور کشمکش کا ہونا ضروری نہیں ہے کیوں کہ اگر ہر حکمِ جہاد کے لیے مسلح تصادم ناگزیر ہوتا تو مکہ میں لفظ جہاد پر مشتمل پانچ آیات کے نزول کے بعد دفاعی مسلح جنگ کی اجازت مل چکی ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ جہاد کے مسلح لڑائی کے علاوہ کئی اور معانی و مفاہیم بھی ہیں جو کہ مکہ میں نازل ہونے والی درج ذیل آیات سے واضح ہوتے ہیں۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا. (الفرقان، 52 : 25)

پس (اے مردِ مومن) تو کافروں کا کہنا نہ مان اور تو اس (قرآن کی دعوت اور دلائل) کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کر

اس آیت میں بڑے جہاد سے مراد علم و شعور کے پھیلاؤ میں جدوجہد ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ (العنکبوت، 6 : 29)

جو شخص (راہِ حق میں) جدوجہد کرتا ہے وہ اپنے ہی (نفع کے) لیے تگ و دو کرتا ہے، بے شک اللہ تمام جہانوں (کی

طاقتوں، کوششوں اور مجاہدوں) سے بے نیاز ہے۔

یہاں پر جہاد سے مراد روحانی ترقی ہے۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا.(العنکبوت،8: 29)

اور اگر وہ تجھ پر (یہ) کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کی اطاعت مت کر۔

سورہ عنکبوت کی اس آیت میں جہاد سے مراد کسی بھی قسم کی دانشورانہ اور مدبرانہ جدو جہد ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ. (العنکبوت،69: 29)

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی (طرف سَیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے ہیں، اور بے شک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیت سے نوازتا ہے۔

مکہ میں نازل ہونے والی اس آیت مبارکہ سے مراد اخلاقی و روحانی اقدار کے احیاء اور تحفظ کے لیے جدو جہد ہے۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا.

اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے، ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس (کی حقیقت) کا تجھے کچھ علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا۔(لقمان،15 :31)

مذکورہ پانچوں آیات ہجرت سے قبل مکہ میں نازل ہوئیں مگر حکم جہاد کے باوجود صحابہ کو اپنے دفاع میں بھی اسلحہ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ اگر جہاد کا معنی مسلح جنگ یا آہنی اسلحہ کے ساتھ قتال ہی ہوتا تو مذکورہ آیات کے نزول کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد بالسیف کا حکم فرما دیتے اور صحابہ کرام جہاد بالسیف کرتے، حالانکہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ جہاد بالقتال کی اجازت ہجرت کے بعد مدینہ میں جا کر ملی۔ کیوں؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ جہاد کا ہرگز معنی صرف قتال، جنگ یا لڑائی نہیں ہے۔ ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ تو انتہا پسندوں اور دہشت گردوں نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے قرآن وحدیث کے بعض الفاظ اور اصطلاحات کے معانی کو بدل رکھا ہے اور وہ قتل و غارت گری، دہشت گردی اور عسکریت پسندی کو جہاد کا نام دیتے ہیں۔

مکی دور میں جن پانچ آیات میں جہاد کی تلقین کی گئی ہے، اگر آپ ان کے شان نزول، تاریخی پس منظر اور سیاق وسباق پر غور کریں تو آپ کو پتا چلے گا کہ جہاد کا معنی محض یہ نہیں ہے کہ تلوار پکڑ کر لڑائی اور جنگ شروع کر دی جائے بلکہ جہاد کے کئی دیگر تقاضے بھی ہیں۔ ان تمام آیات میں جہاد کا معنی علم کی ترویج، روحانی ارتقاء، فکری جدو جہد اور اِنفاق و خیرات ہے۔ ہاں البتہ جب جارحیت کی جنگ آپ پر مسلط کر دی جائے تب آپ کو اجازت ہے کہ آپ اپنی حفاظت اور دفاع کی جنگ لڑیں۔ دفاعی جنگ وہ لڑائی ہے جس کی UN اور بین الاقوامی قانون بھی اجازت دیتا ہے اور اس کا حق دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کو حاصل ہے۔

عصر حاضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی حکمت عملی سے راہنمائی

اسلام کا مقصود تکریم انسانی اور امن و آشتی کی بحالی ہے، مسلح تصادم نہیں۔ اسلام حتی الوسع صلح جوئی سے کام لیتا ہے۔ کن حالات اور احوال وظروف میں مسلح اقدام کرنا ہے اور کن میں نہیں؟

مکہ میں صحابہؓ کو تمام تر جبر و تشدد، وحشت و بربریت اور ظلم و زیادتی کے باوجود بھی اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مسلمانان مکہ اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ مسلح تصادم کے ذریعے اپنا دفاع کر سکتے۔ بلکہ اگر وہ مسلح تصادم کا راستہ اختیار کرتے تو چند لوگوں کو کفار مکہ کے لیے شہادت سے ہمکنار کرنا کیا مشکل تھا مگر اسلام کی وہ عالمگیر دعوت جسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے تھے اور جسے پوری دنیا میں پھیلنا تھا اس کے امکانات خاصی حد تک معدوم ہو جاتے۔ اس لیے کمزور مسلمانوں کو تاکید کے ساتھ طاقتور دشمن کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے روک دیا گیا۔

فوجی قوت کے استعمال اور عدم استعمال کا شرعی پیمانہ

بعض اوقات ہم سوچتے ہیں کہ فوجی قوت وطاقت اور عسکری حوالے سے ہم کس مقام پر ہیں یعنی ہم اپنا دفاع کرنے میں کی دور کے زیادہ قریب ہیں یا مدنی دور کے۔ اس حوالے سے یاد رکھیں کہ شرعی قوانین کا اطلاق ہماری موجودہ حالت کی مماثلت کے اعتبار سے ہوگا کہ وہ عہد نبوی کے مکی دور کے زیادہ قریب ہے یا کہ مدنی دور کے۔ پس اگر ہماری عسکری قوت مکی دور کی طرح کی ہے تو ہمیں کبھی بھی مدنی دور کی طرح کا اقدام نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ قتال کی مشروط اجازت مدینہ میں جا کر ملی ہے نہ کہ مکہ میں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مکہ میں جہاد کی اجازت تو تھی مگر قتال کی نہیں، یہی وجہ ہے کہ مکہ میں جہاد کی آیات تو نازل ہوئیں مگر قتال کی نہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی دور کی عسکری حکمت عملی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی اسلامی ریاست اپنے کسی دشمن کا بھرپور عسکری مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ لڑائی چھیڑ کر اپنا نقصان نہ کرے۔ وہ مکی دور کی حکمت و مصالح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن کے مقابلہ میں اپنے آپ کو سیاسی، اقتصادی، فوجی اور اسلحہ الغرض ہر حوالے سے مضبوط کرے۔ مکہ میں اگرچہ پانچ آیات جہاد نازل ہو چکی تھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کا اطلاق حرب وقتال اور جہاد بالسیف کی بجائے جہد مسلسل، ریاضت و مجاہدہ اور تعلیم و تعلم پر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی افرادی قوتوں اور صلاحیتوں کو مسلح تصادم میں جھونکنے کی بجائے انہیں اور مضبوط کیا اور ایک عظیم مقصد کے لیے محفوظ کیا۔ اس نبوی حکمت عملی کا فائدہ یہ ہوا کہ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد جب مسلمانوں کا ریاست مکہ کے ساتھ پہلا ٹکراؤ ہوا تو مکہ میں محفوظ کی گئی افرادی اور جذباتی صلاحیتوں کو مسلمانوں نے بھرپور استعمال کیا اور شاندار فتح حاصل کی۔

تصادم سے بچنے اور امن کی تلاش کے لیے ہجرت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت رشد و ہدایت تھا، گردن زنی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین مکہ نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلح اقدام کی بجائے اعراض کا راستہ اختیار کیا اور ٹکراؤ کی بجائے امن کی تلاش میں پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرما گئے۔

اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور کے سماجی ومعاشرتی رویوں پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم وجارحیت کے مقابلے میں عفو ودرگزر کی پالیسی اختیار کی۔ جب مسلمانانِ مکہ پر وحشت وبربریت اور ظلم وستم کی انتہا ہوگئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اقدام کی بجائے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔

عہد نبوی کے قبائلی اور جنگی کلچر میں جب ہر قبیلہ ہمہ وقت جنگ کرنے کے لیے تیار رہتا تھا، ہجرت مدینہ کے بعد تادمِ وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مجموعی طور پر تقریباً 60 تا 80 چھوٹی بڑی جنگوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ ان تمام جنگوں میں ایک جنگ بھی جارحیت، حملہ آوری اور آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کرنے کی صورت میں نہیں ہوئی۔ یہ تمام کی تمام جنگیں مدافعانہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ایک یا دو جنگیں لڑیں، ایک اُس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوثوق ذرائع سے پختہ یقین ہوگیا کہ خیبر کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہونے والے ہیں اور دوسری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری سال جب آپ کو اطلاع دی گئی کہ شامی افواج مدینہ کی سرحد پر جمع ہو رہی ہیں، ان دو مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش بندی کے طور پر مدافعانہ حکمت عملی اختیار کی۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری حیات طیبہ میں ہمیشہ دفاعی حکمت عملی اپنائی اور کبھی کسی پر پہلے حملہ نہیں کیا۔

جس طرح پہلے ذکر کیا گیا کہ جہاد جیسے اہم ایشو کا تعلق احوال وظروف، معروضی حالات اور سیاسی ومعاشرتی تغیر وتبدلات کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ اسے کوئی دانا وبینا اور مدبر وحکیم شخص ہی سمجھ سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهِجْرَةِ وَسُكْنَى الْبَدْوِ

باب: ہجرت کرنے اور ویرانے میں رہائش اختیار کرنے کے بارے میں، جو کچھ منقول ہے

2477 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ؟ فَقَالَ: وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَهَلْ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو، ہجرت کا معاملہ بہت سخت ہے، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

2477- اسناده صحيح. وقد صرح الوليد بن مسلم بسماعه في كل طبقات الاسناد عند مسلم وغيره. واخرجه البخاري (1452)، ومسلم (1865)، والنسائي في "الكبرى" (7739)، و (8646) من طريق الوليد بن مسلم، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (11105)، و"صحيح ابن حبان" (3249).

ارشاد فرمایا: پھر تم سمندروں کے پار بھی جو عمل کرو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کسی بھی چیز کو (اجر و ثواب کے بغیر) ترک نہیں کرے گا۔

2478 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ الْبَدَاوَةِ، فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْدُو إِلَى هَذِهِ التِّلَاعِ، وَإِنَّهُ أَرَادَ الْبَدَاوَةَ مَرَّةً، فَأَرْسَلَ إِلَيَّ نَاقَةً مُحَرَّمَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لِي: يَا عَائِشَةُ، ارْفُقِي فَإِنَّ الرِّفْقَ لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا نُزِعَ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ

مقدام بن شریح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ویرانے میں رہائش اختیار کرنے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان ٹیلوں تک تشریف لے جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ویرانے میں رہائش اختیار کرنے کا ارادہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف ایک اونٹنی بھیجی، جو صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک تھی، اس پر سواری نہیں کی گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! نرمی سے کام لینا، کیونکہ نرمی جس بھی چیز میں ہوگی، اسے آراستہ کر دے گی اور جس چیز سے الگ ہوگی، اسے عیب دار کر دے گی۔

بَابٌ فِي الْهِجْرَةِ هَلِ انْقَطَعَتْ؟

باب: کیا ہجرت منقطع ہو چکی ہے؟

2479 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ، عَنْ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتَّى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ، وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی، جب تک توبہ منقطع نہیں ہوتی اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی، جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا''

2480 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ: لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا

2478- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن في المتابعات، شريك - وهو ابن عبد الله النخعي - وان كان سيء الحفظ، قد توبع. واخرجه بنحوه مسلم (2594) من طريق شعبة بن الحجاج، عن المقدام بن شريح، به. لكن ليس فيه ذكر البداوة. وهو في "مسند احمد" (24307) و (24808)، و"صحيح ابن حبان" (550)

2479- حديث حسن، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي هند - وهو البجلي - ولكنه متابع. عيسى: هو ابن يونس بن ابي اسحاق السبيعي. واخرجه النسائي في "الكبرى" (8658) من طريق حريز بن عثمان، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (16906).

اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''اب ہجرت باقی نہیں رہی، البتہ جہاد اور نیت ہیں، جب تم سے (جہاد کے لیے) نکلنے کے لیے کہا جائے، تو تم نکل پڑو''

2481 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَامِرٌ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، وَعِنْدَهُ الْقَوْمُ حَتَّى جَلَسَ عِنْدَهُ فَقَالَ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ

عامر بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ان کے پاس پہلے سے کچھ لوگ موجود تھے وہ بھی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا اور بولا! آپ مجھے کسی ایسی چیز کے بارے میں بتایئے جو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہو، تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے، دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے، جو ان چیزوں کو ترک کر دے، جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے''

حکم ہجرت کے منسوخ ہوجانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے لہٰذا جب تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو تم سب فوراً چلے جاؤ۔ کیونکہ نفیر عام کے موقع پر جہاد میں جانا فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی ہر ایک پر ضروری ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 937)

ہجرت نہیں ہے: کا مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے تو مکہ سے بلکہ ہر دار الکفر سے مدینہ کو ہجرت کرنی فرض عین تھی کیونکہ مدینہ میں دین کے نام لیواؤں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ ہر اعتبار سے بہت کمزور وضعیف تھے لہٰذا ہجرت کو فرض قرار دیا گیا تا کہ ہر طرف سے مسلمان مدینہ پہنچ کر وہاں کے مسلمانوں کی مدد و اعانت کریں اور اس طرح مشرکوں اور اللہ کے باغیوں کی طاقت زائل و مفلوج ہو پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے ذریعہ مسلمانوں کو عام غلبہ عطا فرمایا اور ان کی شوکت بڑھائی تو وہ علت یعنی مدینہ کے مسلمانوں کا کمزور اور قلیل المقدار ہونا" زائل ہوگی اور اس وقت سے ہجرت کی فرضیت ختم ہوگی لیکن کچھ صورتوں میں ہجرت کا استحباب باقی ہے جیسے جہاد کے لئے اپنے وطن سے نکلنا حصول علم کی خاطر کسی دوسری جگہ چلے جانا اور دار الکفر و دار الفتنہ سے یا کسی ملک وشہر سے نکل بھاگنا جہاں بھلائیاں متروک ہو چکی ہوں اور برائیاں مروج ہوگئی ہوں۔

2480-اسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد الضبي، ومنصور: هو ابن المعتمر، ومجاهد: هو ابن جبر المكي، وطاووس: هو ابن كيسان اليماني. واخرجه البخاري (1834)، ومسلم (1353)، وباثر الحديث (1863)، والترمذي (1590)، والنسائي (4170) من طريق منصور بن المعتمر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (1991)، وابن حبان (3720). واخرج ابن ماجه (2773) من طريق ابي صالح السمان

لیکن جہاد اور نیت باقی ہے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے دشمنوں اور اللہ کے باغیوں کا دعویٰ سرنگوں کرنے کے لئے جہاد کی نیت رکھنے اور اخلاص عمل پیدا کرنے کا حکم باقی ہے حاصل یہ کہ ہجرت یعنی اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ چلے جانا مسلمان پر فرض تھا پھر یہ حکم ختم ہو گیا لیکن جہاد کے سبب سے یا نیت صالحہ کی بنا پر کفار کے یا اور جاہل کفار کے یا اور جاہل و بدعت اور فتنوں کے گڑھ سے نکل بھاگنے یا طلب علم کے لئے اپنا وطن چھوڑ دینا باقی رہا اور اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

بَابٌ فِي سُكْنَى الشَّامِ

باب: شام میں رہائش اختیار کرنا

2482 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَتَكُونُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ أَهْلِ الْأَرْضِ أَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ إِبْرَاهِيمَ. وَيَبْقَى فِي الْأَرْضِ شِرَارُ أَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ أَرَضُوهُمْ. تَقْذَرُهُمْ نَفْسُ اللهِ وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "عنقریب ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی، اس وقت روئے زمین کے سب سے بہتر وہ لوگ ہوں گے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کی جگہ میں رہائش اختیار کریں گے اور پوری زمین میں صرف برے لوگ رہ جائیں گے، ان کے علاقے انہیں باہر نکال دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی نہیں ہوگی کہ وہ نکلیں، تو آگ ان کا حشر بندروں اور خنزیروں کے ساتھ کرے گی"۔

شرح

ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی" یعنی ایک ہجرت تو یہ ہے کہ لوگ اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ آ گئے ہیں اور پھر آخر زمانہ میں ایک ہجرت اس وقت ہوگی جب لوگ اپنے اپنے دین کی حفاظت اور اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے ملک شام کو ہجرت کریں گے اور بعض حضرات نے یہ مطلب لکھا ہے کہ مدینہ کی یہ ہجرت کوئی آخری ہجرت نہیں ہے، ہجرتیں بار بار ہوں گی اور بہت ہوں گی، حدیث کے الفاظ و سباق کی روشنی میں یہ مطلب زیادہ موزوں اور نہایت صحیح معلوم ہوتا ہے گویا اس زمانہ کی طرف اشارہ مقصود ہے جب قیامت بالکل قریب ہوگی، ہر سو فتنوں اور شرور کا دور دورہ ہوگا، شہروں اور آبادیوں میں اہل کفر و فسق کا غلبہ ہو جائے گا، اسلامی ممالک میں بھی دین کے حامی نیکی کے حامل اور خدائی احکام وہدایات پر قائم رہنے والے بہت کم رہ جائیں گے، یہاں تک کہ شام کے شہر و قریہ ایک محفوظ و مامون قلعہ کی مانند باقی بچیں گے جن کی حفاظت پر اسلام کے لشکر مامون ہوں گے۔

جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو غالب کرے گا اور حق کو مدد پہنچائے گا اور آخر کار اسی لشکر کے لوگ دجال کا مقابلہ کر کے اس کو نیست و نابود کر دیں گے پس اس زمانہ میں جو شخص اپنے دین و ایمان کو محفوظ رکھنا چاہے گا وہ ملک شام کو ہجرت کر کے اس کے کسی شہر یا قریہ میں جا بسے گا۔

پس بہترین شخص وہ ہوگا۔ یہ گویا ماسبق جملہ میں جو اجمال تھا اس کی تفصیل ہے، مطلب یہ کہ دین و ایمان کی حفاظت کے لئے ملک شام کو ہجرت کا سلسلہ شروع ہوگا تو جن علاقوں اور شہروں میں اہل کفر وفسق کا غلبہ وتسلط ہو چکا ہوگا، وہاں کے اللہ ترس دین پسند اور اپنے ایمان کو ہر حالت میں محفوظ رکھنے والے بہترین لوگ اپنا اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کر جائیں گے، ہاں جن لوگوں کے ایمان میں ضعف ہوگا اور جو دین کے اعتبار سے ناکارہ و کمزور ہوں گے وہ اپنے گھر بار اپنی جائداد و دولت وغیرہ کی محبت وطمع میں اور اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف لڑائی سے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے وطن ہی میں پڑے رہیں گے اور ہجرت کر کے چلے جانے والوں کے وارث وجانشین بن جائیں گے پس وہ اپنی طبیعتوں اور نفسوں کی خست اور اپنے دین کی کمزوری کے سبب نہ صرف پاکیزہ نفسوں کے نزدیک ایک گھناؤنی وذلیل چیز کی مانند ہوں گے، بلکہ ان کی زمینیں ان کا ملک اور ان کا وطن تک ان سے بیزار ہو جائے گا کہ انہیں کسی جگہ سکون وقرار نہیں ملے گا ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر مارے مارے پھریں گے۔

ان کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہوگی کہ خود حق تعالیٰ تو ان کو نہایت ناپسند رکھے گا ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اپنے محل کرامت سے ان کا تعلق منقطع کر دے گا اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو کوئی شخص کسی ایسی چیز کے ساتھ کرتا ہے جس سے وہ گھن کھاتا ہے اور جس سے اس کی طبیعت نفرت کرتی ہو اور یہ اسی کا نتیجہ ہوگا کہ ان لوگوں کو ہجرت کی توفیق نصیب نہیں ہوگی اور اللہ ان کو انہی کے ملکوں اور شہروں میں دشمنان دین (کفار) کے ساتھ پڑا رہنے دے گا گویا حق تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوگا جو قرآن کریم کی اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ ولكن كره الله انبعاثهم فثبطهم وقيل اقعدوا مع القعدين: لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے ان کو توفیق نہیں دی اور (بحکم تکوینی) یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو۔" "اللہ تعالیٰ کی ذات ان کو پلید سمجھے گی اور آگ۔۔۔۔" ان کے معنی ملا علی قاری نے تو یہ لکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان کو سخت ناپسند رکھے گی اور آگ کو ان پر مسلط کر دے گی جو دن رات ان کے ساتھ رہے گی اور ان کو کافروں کے ساتھ کہ اپنے بڑھاپے کے اعتبار سے سوروں اور بندروں کی مانند ہوں گے جمع کرے گی اور ہانک کر چلے گی۔

اور حضرت شیخ نے یہ لکھا ہے: ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سخت ناپسند رکھے گا اور فتنے کی آگ کہ جو ان کے اعمال بد کا نتیجہ ہوگی یا آگ کہ جو اس وقت بندروں اور سوروں کے ساتھ پیدا ہوگی ان سب کو ناپسند کرے گی اور ہانک کر لے چلے گی، نیز" سوروں اور بندروں" سے یا تو ان کی حقیقت اور صورت مراد ہے یا ان کی سیرت وخصلت اور ان کے عادات واطوار کا اختیار کرنا مراد ہے اور زیادہ بدخو وبدکردار اور کفار مراد ہیں جو بندر اور سور کی مانند ہیں،" اور ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی۔" قیلولہ" دوپہر کے سونے کو کہتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ وہ آگ شب وروز ان کے ساتھ رہے گی اور کسی بھی وقت ان سے جدا نہیں ہوگی خواہ وہ کسی حالت میں ہوں۔

2483- حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بَحِيرٌ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي ابْنَ مَعْدَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي قُتَيْلَةَ، عَنِ ابْنِ حَوَالَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَيَصِيرُ الْأَمْرُ إِلَى أَنْ تَكُونُوا جُنُودًا مُجَنَّدَةً جُنْدٌ بِالشَّامِ، وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ، وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ، قَالَ ابْنُ حَوَالَةَ: خِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ، فَقَالَ: عَلَيْكَ بِالشَّامِ، فَإِنَّهَا خِيرَةُ اللهِ مِنْ أَرْضِهِ، يَجْتَبِي إِلَيْهَا خِيرَتَهُ مِنْ عِبَادِهِ، فَأَمَّا إِنْ أَبَيْتُمْ، فَعَلَيْكُمْ

بِيَمَنِكُمْ، وَاسْقُوا مِنْ غُدُرِكُمْ، فَإِنَّ اللهَ تَوَكَّلَ لِي بِالشَّامِ وَأَهْلِهِ

حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عنقریب یہ صورت حال ہوگی کہ کئی لشکر اکٹھے ہوں گے ان میں سے ایک لشکر شام میں ہوگا، ایک لشکر یمن میں ہوگا اور ایک لشکر عراق میں ہوگا''

حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے (کسی ایک جگہ کو) منتخب کر لیں، اگر میں اس صورتِ حال کو پاؤں (تو میں اس جگہ پر رہائش اختیار کروں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے، کیونکہ یہ اللہ کی زمین کا بہترین حصہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بہترین لوگوں کو اس کے لیے منتخب کرے گا اور اگر تم اصرار کرتے ہو، تو پھر تم یمن میں رہنا اور اپنے حوض سے پانی پینا، بے شک اللہ تعالیٰ نے شام اور اہل شام کے لیے مجھے ضمانت دی ہے''۔

شرح

جنود اجندۃ (جدا جدا کئی لشکر) کے الفاظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کے وہ تمام لشکر کلمہ اسلام کی بنیاد پر تو باہم متحد و متفق ہوں گے لیکن دینی اور ملی احکام و مسائل کی ترجمانی اور ان کے اختیار کرنے میں جدا جدا نقطہ نظر کے حامل ہوں گے۔ "عراق" سے مراد یا تو اس کا وہ عرب علاقہ ہے جس میں بصرہ اور کوفہ وغیرہ شامل ہیں یا اس کا وہ غیر عرب علاقہ مراد ہے جس میں خراسان اور ماوراء النہر کو چھوڑ کر باقی دوسرے عجمی حصے شامل تھے۔ "تو اپنے یمن کو اختیار کرنا" اس میں یمن کی اضافت ان (حضرت ابن حولہ کے واسطہ سے عرب سامعین کی طرف اس بنا پر کی کہ اس وقت اس ارشاد رسالت کے براہ راست مخاطب عرب تھے اور یمن کا جغرافیائی اور علاقائی تعلق ملک عرب ہی سے تھا۔

واضح ہو کہ فاما ان ابیتم (پھر اگر تم شام کو اختیار کرنا قبول نہ کرو تو اپنے یمن کو اختیار کرنا) کے الفاظ جملہ معترضہ کے طور پر ہیں جو اس ارشاد رسالت کے ایک ہی سلسلہ کے دو حکم یعنی علیك بالشامتو (شام کو اختیار کرنا) اور واسقوا من غدد کم (اپنے ہی حوضوں سے پانی پلانا) کے درمیان واقع ہوا ہے، گویا اصل عبارتی تسلسل یوں تھا کہ: تم شام کو اختیار کرنا کیونکہ شام کی سرزمین اللہ کی زمینوں میں سے برگزیدہ سرزمین ہے اور دیکھنا تم (جب شام میں جاؤ تو) اپنے ہی حوضوں سے پانی پلانا، اس عبارت کے درمیان آپ نے جملہ معترضہ کے طور پر یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی وجہ سے شام کو اختیار کرنا قبول نہ کرو تو پھر اپنے یمن ہی کو اختیار کرنا، اپنے ہی حوضوں سے پانی پلانا" غدر (اصل میں غدیر کی جمع ہے جس کے معنی حوض کے ہیں اس حکم کا مطلب یہ تھا کہ شام میں پہنچ کر اس بات کا دھیان رکھنا کہ وہاں کے ملکی و ملی امن و انتظام میں تمہاری وجہ سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو، لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد سے اجتناب کرنا، مثلاً پانی کی فراہمی کے سلسلہ میں جو ذریعہ تمہارے لئے مخصوص ہو اسی سے اپنے لئے پانی حاصل کرنا کسی دوسرے کے حصہ میں سے پانی لے کر دوسروں سے مزاحمت اور معارضہ کی صورت ہرگز پیدا نہ ہو خصوصاً ان لوگوں سے جو دشمنان دین سے اسلامی مملکت کو محفوظ رکھنے کے لئے اسلامی سرحد پر مامور و متعین ہوں تا کہ تم آپس میں نزع و اختلاف اور فتنہ انگیزی کا

سبب نہ بن جاؤ۔

شام ویمن والوں کے لیے دعا کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی: خدایا! ہمیں ہمارے (ملک) شام میں برکت عطا فرما اور خدایا! ہمیں ہمارے (ملک) یمن میں برکت عطا فرما۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نجد کے بارے میں بھی (دعا فرمایئے تاکہ ہمیں اس علاقہ کی طرف سے بھی برکت حاصل ہو) لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی دعا فرمائی: خدایا! ہمیں ہمارے شام میں برکت عطا فرما اور خدایا! ہمیں ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے (دوبارہ) عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے نجد کے بارے میں بھی (یہی دعا فرمایئے) راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ تیسری بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر انہی الفاظ میں دعا کی اور نجد کے بارے میں) فرمایا وہاں زلزلے ہوں گے فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 967)

دعا میں شام کے ذکر کو یمن کے ذکر پر مقدم رکھنا شاید اس بنا پر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد الذی بارکنا حولہ کے بموجب شام کی سرزمین جہاں فلسطین واقع ہے اپنی اصل کے اعتبار سے بابرکت ہے اور چونکہ یہی سرزمین بہت زیادہ انبیاء کرام کی آخری آرام گاہ ہے اس نسبت سے اس کا ذکر پہلے ہونا ضروری تھا، واضح ہو کہ "شام میں برکت" سے مراد یا تو وہاں کی برکتوں میں اضافہ ہے یا ایسی برکت کہ جو اہل مدینہ اور تمام مؤمنین کو بالخصوص حاصل ہو۔

اسی طرح "یمن میں برکت" سے ظاہری اور معنوی دونوں طرح کی برکتیں مراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو ظاہر میں بھی خوشحال، پرامن اور فائدہ مند بنائے اور دینی وروحانی طور پر بھی وہاں کے لوگ دیندار اور صالح رہیں، چنانچہ یمن کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ مادی طور پر خوشحال اور زرخیز ملک بنایا بلکہ وہاں کی سرزمین نے بہت زیادہ اولیاء اور علماء بھی پیدا کئے۔ ایک قول کے مطابق ان دونوں ملکوں کے لئے برکت کی دعا کا ظاہری داعیہ یہ بھی ہے کہ اہل مدینہ کے لئے غلہ اور دوسری غذائی اشیاء انہی دونوں ملکوں سے آتی تھیں اور ایک شارح نے یوں لکھا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن اور شام کے لئے برکت کی دعا اس بناء پر فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور ظہور رسالت کی جگہ مکہ مکرمہ ہے۔

اور مکہ مکرمہ یمن سے قرابت رکھتا ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن اور مدفن مدینہ منورہ ہے اور مدینہ منورہ شام سے قرابت رکھتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہی چیز یعنی یمن کی قربت مکہ سے اور شام کی قربت مدینہ سے ان دونوں کی فضیلت کے لئے کافی ہے اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں ملکوں کی اضافت اپنی طرف کر کے "ہمارا شام" اور "ہمارا یمن" فرمایا اور ان کی شان بڑھانے کے لئے ضمیر جمع استعمال فرمائی، نیز ان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار برکت کی دعا فرمائی۔

وہاں زلزلے ہوں گے۔ میں وہاں کا مطلب نجد کی سمت ہے اور نجد کی سمت سے مراد وہی حجاز کی مشرقی سمت ہے جس کا ذکر

پیچھے حدیث میں نحو المشرق کے الفاظ میں آیا ہے" زلزلے" سے مراد ظاہری زلزلہ بھی ہے اور معنوی زلزلہ بھی، معنوی زلزلہ کا مطلب ہے وہاں کے لوگوں کے دلوں کا اتھل پتھل ہونا، بے قرار ہونا اور روحانی چین وسکون کا ختم ہوجانا" فتنوں" سے مراد وہ آفات اور مصائب ہیں جن سے دین میں ضعف وکمزوری اور نیکی ودیانت میں کمی ہوجائے۔" اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے" کا مطلب یہ تھا کہ نجد ہماری اس سمت میں واقع ہے جدھر کفر اور فتنوں کا زور ہے اور گویا نجد اس علاقہ میں ہے جہاں شیطان کی جماعت اور اس کے مددگاروں کا ظہور زیادہ ہے، لہٰذا ایسے علاقہ کے بارے میں برکت کی دعا کرنا موزوں نہیں ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ خوش بختی ہو اہل شام سے ہم نے پوچھا کہ وہ کس وجہ سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وجہ سے کہ رحمن کے فرشتے شام کی سرزمین اور اس کے رہنے والوں پر بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔ تاکہ وہ سرزمین اور اس کے لوگ کفر سے محفوظ رہیں۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 969)

رحمن کے فرشتے" کی لفظی ترکیب اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہاں" فرشتوں" سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں اور حضرت شیخ عبدالحق نے یہ لکھا ہے کہ یہ جملہ" فرشتے اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہیں" اس بات سے کنایہ ہے کہ مخصوص اہل شام یعنی اس ملک میں رہنے والے ابدال پر یا تمام اہل شام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وراحت چھائی ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ" فرشتوں کے بازو" سے مراد صفات وقوائے ملکیہ ہیں ان کے بازوؤں کو اس دنیا کے پرندوں کے بازوؤں پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ کسی پرندے کے تین چار سے زائد بازو نہیں ہوتے چہ جائیکہ چھ سو بازو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دیکھے تھے حاصل یہ ہے کہ یہ تو ماننا اور ثابت کرنا چاہئے کہ فرشتوں کے بازو ہوتے ہیں لیکن ان بازوؤں کی ماہیت وحقیقت اور کیفیت کی بحث اور بیان میں نہ پڑنا چاہئے۔

شام میں ابدال ہونے کا بیان

حضرت شریح بن عبید تابعی رحمہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک موقعہ پر) سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین! شام والوں پر لعنت کیجئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا: نہیں (میں اہل شام پر لعنت نہیں کرسکتا) حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اللہ اس کی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کردیتا ہے ان (ابدال) کے وجود برکت سے بارش ہوتی ہے، ان کی مدد سے دشمنان دین سے بدلہ لیا جاتا ہے اور انہیں کی برکت سے اہل شام سے (سخت) عذاب کو دفع کیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 973)

اہل شام کا ذکر کیا گیا ہے، میں" اہل شام" سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالفین یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور شام والوں میں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حامی ومددگار ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ملک شام کے حاکم (گورنر) مقرر ہوئے تھے اور آخر تک وہ شام پر حکومت کرتے رہے، انہوں نے حضرت علی

کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور شام میں خود مختیار حکومت کے مالک ہو گئے تھے، انہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شامی حامیوں کا ذکر برائی کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے کیا ہوگا اور کہا کہ آپ اپنے ان مخالفین اہل شام پر لعنت کیجئے۔ "ابدال" شام میں ہوتے ہیں" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ بھلا میں اہل شام پر لعنت کیسے کر سکتا ہوں شام تو وہ سرزمین ہے جہاں ابدال ہوتے ہیں۔

اگر میں نے اہل شام پر لعنت کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان اہل شام کے ضمن میں ابدال بھی آ جائیں علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا در حقیقت محاذ آرائی سے بچنے کے لئے اس وقت اہل شام پر لعنت کرنے سے گریز کرنا تھا تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابدال کو مستثنیٰ کر کے باقی اہل شام پر لعنت کرنے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ جائز سمجھتے تھے جیسا کہ ان کے مذکورہ الفاظ سے ابتداء مفہوم ہوتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو ایسا تصور بھی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خود انہی امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ: یہ (اہل شام) تو ہمارے بھائی ہیں جو ہم سے منحرف ہو گئے ہیں، اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر والے اپنے مخالفین یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر والوں میں سے ایک شخص کو پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے تو اس کو دیکھ کر وہاں موجود ایک شخص بولا کتنی عجیب بات ہے (کہ یہ شخص مخالفین علی کے لشکر میں شامل ہے) میں تو اس آدمی کو اچھا مسلمان سمجھتا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو فرمایا یہ تم کیا کہہ رہے ہو، اب بھی تو یہ شخص مسلمان ہی ہے، ان کے علاوہ اور بھی ایسے آثار و اخبار منقول ہیں جن سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی نظر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے حامی اہل شام کا مسلمان ہونا ثابت ہے۔" اور انہی کی برکت سے اہل شام سے عذاب کو دفع کیا جاتا ہے" یہاں اہل شام کی تخصیص اس بناء پر ہے کہ ان ابدال کا جسمانی وجود اہل شام کے درمیان ہوتا ہے اور اس سبب سے اہل شام ان کی قربت اور ان کے ارتباط میں سب سے زیادہ رہتے ہیں ورنہ عمومی طور پر تو ان ابدال کی برکت ونصرت تمام عالم کو ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ ابدال کے وجود کا ذکر اس حدیث میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالہ سے مذکور ہے۔

شیخ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے اور پھر ایک حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کی ہے جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیار امۃ یعنی امت کے نیک ترین لوگ جو اس امت میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں ان کی تعداد پانچ سو ہے اور ابدال چالیس کی تعداد میں رہتے ہیں، نہ پانچ سو کی تعداد کم ہوتی ہے اور نہ چالیس کی، جب کوئی ابدال مر جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ ان پانچ سو خیار امت میں سے کسی ایک کو مقرر کر دیتا ہے (یہ سن کر) صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ان کے اعمال کے بارے میں بھی بتا دیجئے (کہ آخر وہ کیا عمل کرتے ہیں جس کے سبب ان کو یہ مرتبہ ومقام ملتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اس شخص کو معاف کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم کرتا ہے، اس شخص کے ساتھ بھی نیک سلوک کرتے ہیں جو ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو جو کچھ بھی دیتا ہے اس کے ذریعہ وہ فقراء ومساکین کی خبر گیری کرتے ہیں اور اس کی تصدیق قرآن کریم کی اس آیت سے حاصل

کی جاسکتی ہے۔ الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ (اعلیٰ درجہ کے اہل ایمان لوگ تو وہ ہیں) جو غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

اور روایت ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا ہے اس میں عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی طرف سے چالیس ایسے آدمی مقرر ہوتے ہیں۔

جن کے قلوب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کی طرف سے سات ایسے آدمی مقرر ہوتے ہیں۔

جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کی طرف سے پانچ ایسے آدمی مقرر ہوتے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کی طرف سے تین ایسے لوگ مقرر ہوتے ہیں۔

جن کے قلب میکائیل کے قلب پر ہیں اور اس کی طرف سے ایک ایسا آدمی مقرر ہوتا ہے جس کا قلب اسرافیل کے قلب پر ہے پس جب وہ آدمی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ ان پانچ آدمیوں سے کسی کو مقرر کر دیتا ہے اور جب ان پانچ آدمیوں میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ ان سات آدمیوں سے کسی ایک کو مقرر کر دیتا ہے۔

اور جب ان سات آدمیوں میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ ان چالیس آدمیوں سے کسی ایک کو مقرر کر دیتا ہے اور جب ان چالیس آدمیوں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس جگہ پر اللہ تعالیٰ ان تین سو آدمیوں میں سے کسی ایک کو مقرر کر دیتا ہے اور جب ان تین سو آدمیوں میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ عوام میں سے کسی ایک آدمی کو مقرر کر دیتا ہے اور ان سب آدمیوں کے وجود کے سبب سے ہر بلا و آفت دفع کی جاتی ہے۔

اس حدیث کے ضمن میں بعض عارفین نے لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا آدمی بھی مقرر ہوتا ہے جس کا قلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہو اس کی وجہ سے زیادہ عزیز، زیادہ باشرف اور زیادہ لطیف و پاکیزہ ہو، لہٰذا اللہ کے برگزیدہ ترین بندوں میں سے کسی کا قلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے برابر و مقابل نہیں ہے، خواہ وہ ابدال ہوں یا اقطاب۔

بَابٌ فِي دَوَامِ الْجِهَادِ

باب: جہاد کا ہمیشہ جاری رہنا

2484 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ، حَتَّى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میری امت کا ایک گروہ حق کے لیے جنگ کرتا رہے گا اور وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا، یہاں تک کہ اس گروہ کا آخری

حصہ، دجال کے ساتھ جنگ کرے گا"

شرح

اس ارشادگرامی سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ امت کسی بھی زمانے میں ایسے سرفروشوں اور جانبازوں سے خالی نہیں رہے گی جو دین کی سربلندی حق کی حمایت وحفاظت اور ملت کے تحفظ کے لئے جان و مال کی قربانی پیش کریں گے اور دشمنان اسلام کا دعویٰ سرنگوں کریں گے وہیں یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ مجاہدین اسلام کے مقابلہ پر آنے والے کو آخر کار ہزیمت اور شکست کی رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا خواہ وہ کوئی فرد ہو یا کوئی جماعتی طاقت ہو سکتا ہے کہ وقت نزاکت اور حالات کی رفتار کسی مرحلہ پر مسلمانوں کے لئے بظاہر کسی پسپائی کا موقعہ پیدا کردے لیکن آخر کار فتح و کامرانی مسلمانوں کا ہی نصیب بنے گی۔ اس امت کے آخری لوگ سے: حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے تابعین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو قرب قیامت میں دجال کے ذریات سے جنگ کریں گے۔

اور آخر کار حضرت عیسیٰ اس کو فنا کے گھاٹ اتاریں گے، دجال کے قتل کے بعد پھر کوئی جہاد نہیں ہوگا۔ کیونکہ یاجوج ماجوج کے خلاف تو جہاد اس لئے نہیں ہوگا کہ ان سے جنگ کرنے کی طاقت کسی کو حاصل نہیں ہوگی اور جب اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کردے گا تو پھر جب تک عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں موجود رہیں گے روئے زمین پر کوئی کافر باقی نہیں رہے گا آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بعض لوگ کافر ہو جائیں گے اور اس وقت تمام مسلمان ایک پاکیزہ ہوا کے ذریعہ وفات پا جائیں گے اور دنیا میں صرف کافر ہی رہ جائیں گے اس طرح جب قیامت آئے گی تو اس وقت روئے زمین پر کوئی بھی اللہ کا نام لیوا باقی موجود نہیں ہوگا۔ اس اعتبار سے بعض احادیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ (لاتزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق حتی تقوم الساعۃ) یعنی میری امت کی کوئی نہ کوئی جماعت ہمیشہ حق کی حمایت وحفاظت کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو تو یہ قرب قیامت پر محمول ہے کہ قرب قیامت تک اس روئے زمین پر حق کی حفاظت کرنے والی کوئی نہ کوئی جماعت موجود رہے گی چنانچہ حق کی حمایت میں حق والوں کا آخری معرکہ دجال سے ہوگا اور دجال کا خروج علامات قیامت میں سے ہے۔

بَابٌ فِي ثَوَابِ الْجِهَادِ

باب: جہاد کا ثواب

2485 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ: أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْمَلُ إِيمَانًا؛ قَالَ: رَجُلٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، وَرَجُلٌ يَعْبُدُ اللهَ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ قَدْ كُفِيَ النَّاسُ شَرَّهُ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کا، جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور اس شخص کا جو کسی گھاٹی میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچا کر رکھتا ہے"۔

بہترین زندگی کا بیان

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" انسانی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لے اور جب کسی کی خوفزدہ آواز یا کسی کے فریاد کرنے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ گھوڑے کی پشت پرسوار ہو جائے اور (اس خوفزدہ یا فریاد رس کی آواز کی طرف دوڑتا ہوا چلا جائے اور اپنی موت کو یا اس جگہ کو تلاش کرتا پھرے جہاں موت کا گمان ہو (یعنی جب وہ کسی کی خوفزدہ چیخ وپکار یا فریاد و مدد چاہنے والے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ چل پڑے اور اس آواز کو تلاش کرتا پھرے تا کہ موقع پر پہنچ کر فریاد کرنے والے کی مدد کرے۔

اور اس بات سے نہ ڈرے کہ کہیں میری جان پر نہ بن جائے اور مجھے اپنی سی زندگی سے ہاتھ نہ دھونا پڑے یا بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو کچھ بکریوں کے ساتھ ان پہاڑوں میں سے کسی ایک پہاڑ کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی ایک وادی میں اقامت گزین ہے اور نماز پڑھتا ہے اور" اگر وہ بکریاں حد نصاب کو پہنچتی ہیں تو ان کی زکوۃ ادا کرتا ہے اور پروردگار کی عبادت وبندگی میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت آجائے اور یہ شخص انسانوں کا شریک نہیں ہے بلکہ صرف بھلائی کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 916)

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص دنیا والوں سے الگ تھلگ رہ کر ان کی برائیوں اور ان کے فتنہ وشر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے اور اپنے فتنہ وشر سے دنیا والوں کو بچاتا ہے۔ اس حدیث کا حاصل دراصل دشمنان دین کے مقابلہ پر جہاد اپنے نفس وشیطان سے مجاہدہ اور دنیا کی فانی لذتوں اور نفس کی باطل خواہشات وشہوات سے اجتناب کی طرف راغب کرتا ہے نیز اس بات کی آگاہی دیتا ہے کہ اگر دین کی تائید اور شریعت کی تقویت کے لئے لوگوں کے درمیان رہن سہن اختیار کرے تو بہتر ہے ورنہ (اگر دنیا والوں کے درمیان رہنے سہنے سے دین وشریعت کو نقصان پہنچنے اور ایمان کے کمزور ہو جانے کا خوف ہو) تو گوشہ عافیت اختیار کرے۔

حضرت معاذ ابن جبل سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد میں اونٹنی کے فواق کے بقدر یعنی تھوڑی دیر کے لئے بھی لڑا اس کے لئے ابتداء ہی جنت واجب ہوگئی جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد) میں دشمنوں کے ہتھیاروں سے زخمی ہوا یا وہ کسی زخم کی تکلیف میں مبتلا ہوا تو وہ زخم قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا جیسا کہ وہ دنیا میں تھا (یعنی وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا وہ زخم زیادہ تازہ حالت میں ہوگا اور اس زخم رنگ زعفران جیسا اور اس کی بو مشک جیسی ہوگی اور جس شخص کے بدن میں اللہ کی راہ (جہاد) میں پھوڑا نکلا تو قیامت کے دن اس پھوڑے پر یا پھوڑے والے پر شہیدوں کی مہر ہوگی یعنی اس شخص کی ساتھ شہیدوں کی علامت ہوگی تا کہ جانا جائے کہ اس شخص نے دین کی سربلندی وحفاظت کے لئے جدوجہد کی تھی چنانچہ اس کو وہی اجر وانعام دیا جائے گا جو مجاہدین اسلام کو ملے گا۔

(مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 941)

فواق اس وقفہ کو کہتے ہیں جو اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیان ہوتا ہے یعنی پہلے ایک مرتبہ اونٹنی کا دودھ دوہا اس کے بعد پھر

تھوڑی دیر میں پھر دوہا ان دونوں مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیان جو وقفہ ہوتا ہے اس کو عربی میں فواق کہتے ہیں یہاں حدیث میں" فواق" سے مراد تھوڑی دیر ہے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ السِّيَاحَةِ

باب: سیاحت کی ممانعت

2486 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ التَّنُوخِيُّ أَبُو الْجَمَاهِرِ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ائْذَنْ لِي فِي السِّيَاحَةِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى.

❁❁ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی سیاحت، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْقَفْلِ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى

باب: جنگ سے واپس آنے کی فضیلت

2487 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، عَنِ ابْنِ شُفَيٍّ، عَنْ شُفَيِّ بْنِ مَاتِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ هُوَ ابْنُ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''(جہاد سے) واپسی، جنگ میں حصہ لینے کی طرح ہے''

بَابُ فَضْلِ قِتَالِ الرُّومِ عَلَى غَيْرِهِمْ مِنَ الْأُمَمِ

باب: دیگر لوگوں کی بہ نسبت، رومیوں سے جنگ کرنے کی فضیلت

2488 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ فَرَجِ بْنِ فَضَالَةَ، عَنْ عَبْدِ الْخَبِيرِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا أُمُّ خَلَّادٍ وَهِيَ مُنْتَقِبَةٌ، تَسْأَلُ عَنِ ابْنِهَا، وَهُوَ مَقْتُولٌ، فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جِئْتِ تَسْأَلِينَ عَنِ ابْنِكِ وَأَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ؟ فَقَالَتْ: إِنْ أُرْزَأَ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْنُكِ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ، قَالَتْ: وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لِأَنَّهُ قَتَلَهُ أَهْلُ الْكِتَابِ

2487- حديث صحيح. وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن المصفى - وهو الحمصي - ولكنه متابع. ابن شفي: اسمه حسين، وحيوة: هو ابن شريح. واخرجه احمد (6625)، وابن الجارود (1039) والحاكم 732/، وابو نعيم في "الحلية" 1695/، والبيهقي في "السنن الكبرى" 289/، وفي "شعب الايمان" (4275)، والبغوي في "شرح السنة" (2671) من طرق عن الليث بن سعد، بهذا الاسناد

عبدالخبیر بن ثابت اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کو اُم خلاد کہا جاتا تھا، اس نے نقاب کیا ہوا تھا، اس نے اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کیا جو (کسی جنگ میں) قتل ہو گیا تھا، نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب نے اس خاتون سے کہا: تم اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے آئی ہو؟ تم نے نقاب کیے ہوا ہے، اس نے کہا: اگرچہ میرے بیٹے کو حادثہ پیش آیا ہے لیکن میری حیاء کو حادثہ پیش نہیں آیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کیوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیوں کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

بَابٌ فِي رُكُوبِ الْبَحْرِ فِي الْغَزْوِ

باب: جنگ کے لیے سمندر میں سفر کرنا

2489 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ بِشْرٍ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَرْكَبُ الْبَحْرَ إِلَّا حَاجٌّ أَوْ مُعْتَمِرٌ، أَوْ غَازٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَإِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا، وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"سمندر کے سفر پر صرف حج کرنے والا، یا عمرہ کرنے والا، یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا جائیں، کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے پھر سمندر ہے"

بَابُ فَضْلِ الْغَزْوِ فِي الْبَحْرِ

باب: سمندری جنگ کی فضیلت

2490 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ حَرَامٍ بِنْتُ مِلْحَانَ، أُخْتُ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عِنْدَهُمْ، فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَضْحَكَكَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ قَوْمًا مِمَّنْ يَرْكَبُ ظَهْرَ هَذَا الْبَحْرِ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: فَإِنَّكِ مِنْهُمْ، قَالَتْ: ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَضْحَكَكَ؟، فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، قَالَ: فَتَزَوَّجَهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، فَغَزَا فِي الْبَحْرِ فَحَمَلَهَا مَعَهُ، فَلَمَّا رَجَعَ قُرِّبَتْ لَهَا بَغْلَةٌ لِتَرْكَبَهَا، فَصَرَعَتْهَا

2490- اسناده صحيح. يحيى بن سعيد: هو ابن قيس الانصاري. واخرجه البخاري (2799) و (2800) و (2894) و (2895)، ومسلم (1912) (161) و (162)، وابن ماجه (2776)، والنسائي (3172) من طريق يحيى بن سعيد الانصاري، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (27032) و (27377)، و "صحيح ابن حبان" (4608) وانظر تمام تخريجه في "المسند".

وَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا فَمَاتَتْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ اُم حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا جو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، انہوں نے مجھے یہ بتایا: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں (سو گئے) جب آپ بیدار ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکرا رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا، جو اس سمندر پر یوں سفر کر رہے تھے، جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر ہوتے ہیں، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے ایک ہو، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھر سو گئے جب آپ بیدار ہوئے تو پھر مسکرا رہے تھے، اس خاتون نے یہ بات بیان کی ہے: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکرا رہے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے والی بات ارشاد فرمائی، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پہلے والوں میں ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کے ساتھ شادی کی، وہ سمندری جنگ میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے، تو وہ اس خاتون کو بھی ساتھ لے گئے، جب وہ خاتون واپس آئی، تو اس کے سامنے خچر پیش کیا گیا، تا کہ وہ اس پر سوار ہوں، تو وہ اس سے گر گئیں، جس سے ان کی گردن ٹوٹ گئی اور ان کا انتقال ہو گیا۔

2491 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ إِلَى قُبَاءَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ، وَجَلَسَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ، وَسَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمَاتَتْ بِنْتُ مِلْحَانَ بِقُبْرُصَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قباء تشریف لے جاتے تھے تو سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں بھی جاتے تھے، وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھلایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں سے جوئیں نکالنے لگیں، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیدہ بنت ملحان رضی اللہ عنہا کا انتقال قبرص میں ہوا۔

2492 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُخْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ الرُّمَيْصَاءِ قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ وَكَانَتْ تَغْسِلُ

2491- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله مسلمة. وهو في "الموطا" /2-465-4642. ومن طريقه اخرجه البخاري (2788) و (6282) و (7001)، ومسلم (1912) (160) والترمذي (1740)، والنسائي (3171). وهو في "مسند احمد" (13520) مختصراً، و "صحيح ابن حبان" (6667).

رَأْسَهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَضْحَكُ مِنْ رَأْسِي؟ قَالَ: لَا وَسَاقَ هٰذَا الْخَبَرَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الرُّمَيْصَاءُ أُخْتُ أُمِّ سُلَيْمٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ

عطا بن یسار، سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بہن سیدہ رمصیاء رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو وہ خاتون اس وقت اپنا سر دھو چکی تھیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے، اس خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سر کی وجہ سے مسکرا رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! اس کے بعد راوی نے پوری روایت نقل کی ہے، جس میں الفاظ میں کمی وبیشی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) رمیصاء نامی راوی خاتون سیدہ اُم سلیم کی رضاعی بہن تھیں۔

2493 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الْعَيْشِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْجَوْبَرِيُّ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، أَخْبَرَنَا هِلَالُ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّمْلِيُّ، عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ أُمِّ حَرَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ الَّذِي يُصِيبُهُ الْقَيْءُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ، وَالْغَرِقُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''سمندر میں سفر کرنے والے، جس شخص کو قے آنے کی شکایت ہو، اسے شہید کا اجر ملے گا اور جو شخص سمندری جنگ میں ڈوب جائے، اسے دو شہیدوں کا اجر ملے گا''

2494 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَتِيقٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ سَمَاعَةَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ، فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ، وَرَجُلٌ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ، وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تین لوگ اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہیں، وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلتا ہے، وہ شخص اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہے، اللہ تعالیٰ یا تو اسے شہادت عطا کر کے جنت میں داخل کردے گا، یا پھر اجر اور غنیمت کے ہمراہ واپس لے آئے گا، جو شخص مسجد کی طرف جاتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہوتا ہے کہ یا تو اسے موت آجائے گی اور اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کردے گا، یا وہ اجر اور غنیمت کے ہمراہ واپس آئے گا اور جو شخص گھر میں سلام

کر کے داخل ہوتا ہے، وہ شخص اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہے"

بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا

باب: کافر کو قتل کرنے والے کی فضیلت

2495- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجْتَمِعُ فِي النَّارِ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ أَبَدًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جہنم میں کافر اور اس کا قاتل کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے"

بَابٌ فِي حُرْمَةِ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ

باب: مجاہدین کی خواتین کی، جہاد میں حصہ نہ لینے والوں کے لیے حرمت

2496- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ قَعْنَبٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ إِلَّا نُصِبَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقِيلَ لَهُ: هَذَا قَدْ خَلَفَكَ فِي أَهْلِكَ، فَخُذْ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شِئْتَ. فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا ظَنُّكُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ قَعْنَبٌ رَجُلًا صَالِحًا، وَكَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَرَادَ قَعْنَبًا عَلَى الْقَضَاءِ فَأَبَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: أَنَا أُرِيدُ الْحَاجَةَ بِدِرْهَمٍ فَأَسْتَعِينُ عَلَيْهَا بِرَجُلٍ، قَالَ: وَأَيُّنَا لَا يَسْتَعِينُ فِي حَاجَتِهِ، قَالَ: أَخْرِجُونِي حَتَّى أَنْظُرَ فَأُخْرِجَ فَتَوَارَى. قَالَ سُفْيَانُ: بَيْنَمَا هُوَ مُتَوَارٍ إِذْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْبَيْتُ، فَمَاتَ

ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"مجاہدین کی خواتین، جہاد میں حصہ نہ لینے والوں کے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں، جس طرح ان کی مائیں قابل احترام ہیں، جہاد میں حصہ نہ لینے والوں میں سے جو شخص کسی مجاہد کی اہلیہ کے بارے میں اس کے ساتھ خیانت کرے گا، تو اسے قیامت کے دن مجاہد کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اور مجاہد سے کہا جائے گا: اس نے تمہاری اہلیہ کے بارے میں خیانت کی تھی تم اس کی نیکیوں میں سے جتنی چاہو نیکیاں حاصل کرلو (راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تمہارا کیا خیال ہے؟

بَابٌ فِي السَّرِيَّةِ تُخْفِقُ

باب: ایسی مہم جسے غنیمت حاصل نہ ہو

2497 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، وَابْنُ لَهِيعَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ غَازِيَةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُصِيبُونَ غَنِيمَةً إِلَّا تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أَجْرِهِمْ مِنَ الْآخِرَةِ، وَيَبْقَى لَهُمُ الثُّلُثُ، فَإِنْ لَمْ يُصِيبُوا غَنِيمَةً تَمَّ لَهُمْ أَجْرُهُمْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو بھی مہم اللہ کی راہ میں جنگ میں حصہ لیتی ہے اور انہیں غنیمت حاصل ہوتی ہے، تو ان لوگوں کے اجر میں سے دو تہائی اجر نہیں آخرت کے مقابلے میں دنیا میں ہی حاصل ہو جاتا ہے اور ان کا ایک تہائی اجر باقی رہ جاتا ہے اور اگر انہیں غنیمت حاصل نہیں ہوتی، تو ان کا پورا اجر (ان کو آخرت میں ملے گا)

بَابٌ فِي تَضْعِيفِ الذِّكْرِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى

باب: اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) ذکر کرنے کا دگنا (اجر وثواب ہونا)

2498 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ تُضَاعَفُ عَلَى النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ

❁❁ سہل بن معاذ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور ذکر کرنے کو، خرچ کرنے کے مقابلے میں سات سو گنا فضیلت حاصل ہوتی ہے''

بَابٌ فِيمَنْ مَاتَ غَازِيًا

باب: جو شخص جہاد کے لیے جاتے ہوئے فوت ہو جائے

2499 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، يَرُدُّ إِلَى مَكْحُولٍ، إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّ أَبَا مَالِكٍ الْأَشْعَرِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ فَصَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمَاتَ، أَوْ قُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ، أَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهُ، أَوْ بَعِيرُهُ، أَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ، أَوْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ، أَوْ بِأَيِّ حَتْفٍ شَاءَ اللَّهُ، فَإِنَّهُ شَهِيدٌ، وَإِنَّ لَهُ الْجَنَّةَ

⊛⊛ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
"جو شخص اللہ کی راہ میں نکلے اور انتقال کر جائے، یا مارا جائے، وہ شہید ہے، جس کا گھوڑا یا اونٹ اسے گرا کے (مار دیں) یا جسے کوئی کیڑا مکوڑا ڈس لے، یا جو شخص اپنے بستر پر مر جائے، یا جو شخص اس طرح مرے، جو اللہ کو منظور ہو، تو وہ (اللہ کی راہ میں جہاد کی وجہ سے) شہید شمار ہوتا ہے اور اسے جنت ملے گی۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الرِّبَاطِ

باب: سرحدوں پر پہرہ دینے کی فضیلت

2500- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو هَانِئٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ، فَإِنَّهُ يَنْمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ

⊛⊛ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"میت کے ہر عمل پر مہر لگا دی جاتی ہے (یعنی اس میں اضافہ نہیں ہوتا) سوائے سرحد پر (پہرہ داری کرنے والے کے) کیونکہ اس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھتا رہتا ہے اور اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے"

بَابٌ فِي فَضْلِ الْحَرْسِ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى

باب: اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) پہرہ دینے کے فضیلت

2501- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي السَّلُولِيُّ أَبُو كَبْشَةَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ سَهْلُ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، أَنَّهُمْ سَارُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَأَطْنَبُوا السَّيْرَ، حَتَّى كَانَتْ عَشِيَّةً فَحَضَرْتُ الصَّلَاةَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَارِسٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي انْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ حَتَّى طَلَعْتُ جَبَلَ كَذَا وَكَذَا، فَإِذَا أَنَا بِهَوَازِنَ عَلَى بَكْرَةِ آبَائِهِمْ بِظُعُنِهِمْ وَنَعَمِهِمْ، وَشَائِهِمْ، اجْتَمَعُوا إِلَى حُنَيْنٍ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: تِلْكَ غَنِيمَةُ الْمُسْلِمِينَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ؟ قَالَ أَنَسُ بْنُ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيُّ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَارْكَبْ، فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَقْبِلْ هَذَا الشِّعْبَ حَتَّى تَكُونَ فِي أَعْلَاهُ، وَلَا نُغَرَّنَّ مِنْ قِبَلِكَ اللَّيْلَةَ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا، خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مُصَلَّاهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ

2500- اسناده صحيح. ابو هانء: هو حميد بن هانء الخولاني. وهو في "سنن سعيد بن منصور" (2414). واخرجه الترمذي (1715) من طريق حيوة بن شريح، عن ابي هانء الخولاني، به. وقال: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (23951)، و "صحيح ابن حبان" (4624)، و "شرح مشكل الآثار" (2316).

اَحْسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، مَا اَحْسَسْنَاهُ فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، وَهُوَ يَلْتَفِتُ اِلَى الشِّعْبِ حَتّٰى اِذَا قَضٰى صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ قَالَ: اَبْشِرُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ فَارِسُكُمْ، فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ اِلٰى خِلَالِ الشَّجَرِ فِي الشِّعْبِ، فَاِذَا هُوَ قَدْ جَاءَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّي انْطَلَقْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِي اَعْلٰى هٰذَا الشِّعْبِ حَيْثُ اَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اَصْبَحْتُ اطَّلَعْتُ الشِّعْبَيْنِ كِلَيْهِمَا فَنَظَرْتُ، فَلَمْ اَرَ اَحَدًا، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: لَا، اِلَّا مُصَلِّيًا اَوْ قَاضِيًا حَاجَةً. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ اَوْجَبْتَ فَلَا عَلَيْكَ اَنْ لَا تَعْمَلَ بَعْدَهَا

حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ حنین کے موقع پر سفر کر رہے تھے وہ لوگ تیزی سے سفر کرتے رہے، یہاں تک کہ شام کا وقت ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل ادا کرنے کے لیے رک گئے، اسی دوران ایک گھڑسوار وہاں آیا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کے آگے چلتا ہوا جارہا تھا جب میں فلاں، فلاں پہاڑ پر پہنچا، تو وہاں ہوازن قبیلے کے لوگ، ان کی عورتیں، ان کے جانور، ان کی بکریاں جمع ہیں، وہ لوگ حنین کی طرف اکٹھے ہو رہے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرادیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو کل یہ غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو مل جائیں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات کون ہماری پہرہ داری کرے گا؟ تو حضرت انس بن ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سوار ہو جاؤ، تو وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس گھاٹی کی طرف جاؤ اور اس کے اوپر پہنچ جاؤ! آج رات تمہاری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے جب صبح ہوئی، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جائے نماز کی طرف جانے کے لیے نکلے، آپ نے دو رکعات نماز ادا کی پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے گھڑسواروں کی آہٹ محسوس کی؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم نے تو اسے محسوس نہیں کیا، پھر نماز کے لیے اقامت کی گئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس علاقے کی طرف توجہ دیتے جارہے تھے جب ہم نے نماز مکمل کی اور سلام پھیر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہے تمہارا گھڑسوار آ گیا ہے، ہم نے گھاٹی میں موجود درخت کی طرف دیکھنا شروع کیا تو وہ شخص آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہر گیا، اس نے سلام کیا اس نے عرض کی، میں چلا گیا یہاں تک کے گھاٹی کے اوپر والے حصے تک پہنچ گیا جس کے بارے میں اللہ کے رسول نے مجھے حکم دیا تھا، جب صبح ہوئی اور میں نے دو گھاٹیوں کے درمیان جھانک کر دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہیں آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: کیا تم گزشتہ رات اوپر سے نیچے اترے تھے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں! صرف نماز ادا کرنے کے لیے یا رفع حاجت کے لیے اترا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے (اپنے لیے جنت) واجب کر لی ہے، اب اگر تم اس کے بعد کوئی (نفلی عمل) نہیں بھی کرتے، تو تمہیں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ تَرْكِ الْغَزْوِ

باب: جہاد کو ترک کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

2502 - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَرْوَزِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا وُهَيْبٌ - قَالَ عَبْدَةُ: يَعْنِي ابْنَ الْوَرْدِ - أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص ایسی حالت میں انتقال کر جائے، کہ اس نے کسی جنگ میں حصہ نہ لیا ہو اور اس کے ذہن میں جنگ میں حصہ لینے کا خیال بھی نہ آیا ہو، تو وہ نفاق کے ایک شعبے پر مرتا ہے''۔

2503 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَقَرَأْتُهُ عَلَى يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ الْجُرْجُسِيِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ يَغْزُ أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا، أَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ أَصَابَهُ اللهُ بِقَارِعَةٍ، قَالَ: يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ فِي حَدِيثِهِ: قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جنگ میں حصہ نہ لے، کسی غازی کو سامان فراہم نہ کرے، کسی مجاہد کی غیر موجودگی میں، اس کے اہل خانہ کا بھلائی کے ساتھ خیال نہ رکھے، تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرنے والی صورت حال میں مبتلا کرے گا''

ایک راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''قیامت کے دن سے پہلے''۔

2504 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مشرکین کے ساتھ اپنے مال، جان اور زبانوں کے ذریعے جہاد کرو''۔

بَابٌ فِي نَسْخِ نَفِيرِ الْعَامَّةِ بِالْخَاصَّةِ

باب: صرف خاص لوگوں کے (جہاد کے لیے) نکلنے کے ذریعے، عام نکلنے کا منسوخ ہونا

2505 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا) (التوبة: 39) وَ (مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ) (التوبة: 120)، إِلَى قَوْلِهِ: (يَعْمَلُونَ) (التوبة: 121) نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الَّتِي تَلِيهَا: (وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً) (التوبة: 122)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:
(ارشاد باری تعالیٰ ہے:) "اگر تم نہیں نکلو گے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا"
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"اہل مدینہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے" یہ آیت یہاں تک ہے "جو وہ عمل کرتے ہیں"
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس کے بعد والی آیت نے اسے منسوخ کر دیا ہے (وہ آیت یہ ہے:)
"مومنوں کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ سب کے سب روانہ ہو جائیں"
شرح
اس آیت میں چھ مسائل ہیں:
مسئلہ نمبر: (۱) قولہ تعالیٰ: (آیت) "ماکان لاهل المدينة ومن حولهم من الاعراب ان يتخلفوا عن رسول الله"۔ یہ کلام ظاہر کے اعتبار سے خبر ہے لیکن اس کا معنی ہے، جیسا کہ یہ ارشاد گرامی ہے: (آیت) "وما كان لكم ان تؤذوا رسول الله"۔ (الاحزاب: ۵۳) (اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو) اور یہ پہلے گزر چکا ہے۔
(آیت) "ان يتخلفوا"۔ یہ محل رفع میں کان کا اسم ہے، اور یہ عتاب اور جھڑک ہے ان مومنین کے لیے جو اہل یثرب میں سے تھے اور اس کے پڑوس میں رہنے والے عرب قبائل سے تھے، جیسا کہ مزینہ، جہینہ، اشجع، غفار اور اسلم جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے بیٹھے رہے تھے، اور اس کا معنی ہے: ان مذکورہ لوگوں کے لیے مناسب نہیں تھا کہ وہ پیچھے بیٹھے رہتے، کیونکہ جنگ کے لیے کوچ ان میں ہوا، بخلاف ان کے علاوہ کے کیونکہ انہیں جنگ کے لیے جمع کیا ہی نہیں گیا، یہ ان میں سے بعض کے قول کے مطابق ہے، اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ جنگ کے لیے کوچ کرنے کا مطالبہ ہر مسلم کے لیے ہو اور ان کے قرب وجوار میں ہونے کی وجہ سے انہیں عتاب کے ساتھ خاص کیا گیا اور یہ کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔
مسئلہ نمبر: (۲) قولہ تعالیٰ: (آیت) "ولا يرغبوا بانفسهم عن نفسه"۔ یعنی نہ یہ کہ وہ راضی ہوئے اپنے نفسوں کے لیے آسودگی اور راحت کے ساتھ اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشقت میں ہوں، کہا جاتا ہے: رغبت عن کذا یعنی میں نے اسے اپنی برتری جتائی۔
مسئلہ نمبر: (۳) قولہ تعالیٰ: (آیت) "ذلك بانهم لا يصيبهم ظلما"۔ یہ اس لیے کہ نہیں پہنچتی انہیں کوئی پیاس (اس میں ظما کا معنی پیاس ہے) عبید ابن عمیر نے ظماء مد کے ساتھ قرات کی ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں مثلاً خطا و خطاء ولا نصب یہ ماقبل پر معطوف ہے، یعنی تکلیف، تھکاوٹ اور اس میں لا تاکید کے لیے زائدہ ہے، اور اسی طرح ولا مخمصة اور نہ بھوک، اس کا اصل معنی بطن کی کمزوری ہے۔ اور اسی سے رجل خمیص اور امراۃ خمصانة (نحیف مرد اور نحیف عورت) ہے اور پہلے گزر چکا ہے۔ (آیت) "في سبيل الله"۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں (آیت) "ولا يطؤن موطئا"۔ یعنی وہ کسی زمین کو طے نہیں کرتے (آیت) "يغيظ الكفار" یعنی ان کے اسے طے کرنے کے ساتھ کافروں کو غصہ آئے، اور یہ محل نصب میں ہے، کیونکہ یہ موطئا

کی صفت ہے بمعنی غائظا، (آیت) ''ولا ینالون من عدو نیلا''۔ اور نہیں حاصل کرتے وہ دشمن سے کچھ یعنی قتل یا ہزیمت۔ اس کی اصل نلت الشیء انال سے ہے یعنی میں نے اسے پالیا۔ کسائی نے کہا ہے: یہ ان کے اس قول سے ہے امر منیل منہ (وہ امر جو اس سے پایا گیا) یہ التناول سے نہیں ہے، کیونکہ التناول نلتہ العطیہ (میں نے اسے عطیہ دیا) سے ہے، کسی دوسرے نے کہا ہے: نلت انول من العطیۃ (میں نے عطیہ پایا) یہ واوی ہے اور النیل یہ یائی ہے، تو کہتا ہے: نلتہ فانا نائل: یعنی میں نے اسے پالیا (ای ادرکتہ) (آیت) ''ولا یقطعون وادیا''۔ عرب کہتے ہیں: وادواد یہ یہ خطاب قیاس ہے، نحاس نے کہا ہے: جو میں جانتا ہوں اس میں اس کے سوا فاعل اور افعلۃ معروف نہیں، اور قیاس یہ ہے کہ جمع ودادی بنائی جاتی، پس انہوں نے دو واوؤں کے اجتماع کو ثقیل سمجھا حالانکہ وہ کبھی ایک واؤ کو بھی ثقیل جانتے ہیں، یہاں تک کہ انہوں نے وقت میں اقتت کہا ہے، اور خلیل اور سیبویہ نے واصل جو کہ آدمی کا نام ہے کی تصغیر میں اویصل بیان کیا ہے اور وہ اس کے سوا میں یہ نہیں کہتے اور فراء نے واد کی جمع اوداء بیان کی ہے۔

میں مفسر کہتا ہوں: کبھی جمع اوداہ بنائی جاتی ہے جیسا کہ جریر نے کہا ہے:

عرفت ببرقۃ الاوداہ رسما محیلا طال عھدک من رسوم:

(آیت) ''الا کتب لھم بہ عمل صالح''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر خوف اور ڈر کے عوض ستر ہزار نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ اور صحیح روایت میں ہے: ''گھوڑے تین قسم کے ہیں۔۔۔۔۔۔ اس روایت میں ہے :۔۔۔۔۔۔ رہا وہ گھوڑا جو اس کے لیے اجر ہے کہ آدمی نے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اہل اسلام کے لیے چراگاہ یا باغ میں باندھ رکھا ہو پس اس نے اس چراگاہ یا باغ میں سے جو بھی کھایا اس کی تعداد کے مطابق اس کی نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی لید اور بول کی تعداد کے بدلے بھی اس کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی''۔ الحدیث۔ یہ تو وہ ہے جو ان کے لیے اپنی جگہوں میں ہے تو پھر کیا حالت ہوگی جب وہ اس کے دشمن کی زمین میں داخل ہوگا۔

مسئلہ نمبر: (٤) بعض علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ مال غنیمت میں استحقاق دشمن کی زمین میں داخل ہونے اور ان کے شہروں میں پہنچنے سے ثابت ہو جاتا ہے، پس اگر وہ اس کے بعد فوت بھی ہو جائے تب بھی اس کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ ہوگا، یہ قول اشہب اور عبدالملک کا ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قولوں میں سے ایک یہی ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس کے لیے کوئی شے نہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اجر کا ذکر کیا ہے اور سہم (مال غنیمت کا حصہ) کا ذکر نہیں کیا۔

میں مفسر کہتا ہوں: پہلا قول زیادہ صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے علاقوں کو روندنے، ان کے اموال پانے اور انہیں ان کے گھروں سے نکالنے کے لیے اس کو اجر و ثواب قرار دیا ہے اور یہی چیز انہیں غصہ دلاتی ہے اور ان پر ذلت و رسوائی داخل کرتی ہے، پس یہی مال غنیمت پانے اور قتل کرنے اور قیدی بنانے کے قائم مقام ہوا، اور جب معاملہ اس طرح ہے تو پھر غنیمت کا استحقاق ان کی زمین میں داخل ہونے سے ثابت ہو جاتا ہے نہ کہ فقط اونٹ ہانکنے سے، اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو قوم بھی اپنے گھروں کے درمیان روندی گئی وہ ذلیل و رسوا ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۵) یہ آیت اس قول باری تعالیٰ کے ساتھ منسوخ ہے: (آیت) ''وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ''۔ (اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے) اور یہ کہ اس کا حکم اس وقت تھا جب مسلمان قلیل تھے، جب زیادہ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے جو پیچھے رہنا چاہے اس کے لیے اسے مباح قرار دیا، یہ ابن زید نے کہا ہے۔ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت دیہاتیوں کی طرف بھیجی تا کہ وہ لوگوں کو تعلیم دیں پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ ڈر گئے اور واپس لوٹ آئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) ''وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ''۔ اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، جب آپ بذات خود جنگ کے لیے تشریف لے جائیں تو پھر کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر عذر کے آپ سے پیچھے بیٹھا رہے۔ اور رہے آپ کے سوا دیگر ائمہ اور حکمران! تو جو چاہے مسلمانوں میں سے اس سے پیچھے رہ جائے بشرطیکہ اسے لوگوں کی اشد حاجت اور ضرورت نہ ہو۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے۔ ولید بن مسلم نے کہا ہے: میں نے اوزاعی، ابن مبارک، فزاری، سبیعی اور سعید بن عبدالعزیز کو اس آیت کے بارے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: بے شک یہ آیت اس امت کے پہلوں کے لیے بھی ہے اور آخر کے لیے بھی۔

میں مفسر کہتا ہوں: قتادہ کا قول اچھا ہے اور اس کی دلیل تبوک کے غزاۃ ہیں۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۶) ابو داؤد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تحقیق تم نے مدینہ طیبہ میں ایسی اقوام چھوڑی ہیں جو کہ تم کچھ بھی نہیں چلے اور نہ تم نے کچھ خرچ کیا ہے اور نہ تم نے کوئی وادی طے کی ہے مگر وہ اس میں تمہارے ساتھ رہے''۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیسے ہمارے ساتھ ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ طیبہ میں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہیں عذر نے روک لیا ہے''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، جلد ۱، صفحہ ۳۴۰)

مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: ''بے شک مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ ہیں کہ تم کچھ بھی نہیں چلے اور نہ تم نے کسی وادی کو طے کیا مگر وہ تمہارے ساتھ تھے (کیونکہ) انہیں مرض نے روک لیا ہے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۱۴۱)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معذور کو اسی کی مثل اجر عطا کیا جتنا آپ نے طاقتور عمل کرنے والے کو اجر عطا فرمایا۔ اور بعض لوگوں نے کہا: بے شک معذور کے لیے اجر دوگنا کیے بغیر ہوتا ہے اور بذات خود کام کرنے والے کے لیے اجر دوگنا کر دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ تو اللہ تعالیٰ پر اپنی مرضی اور رائے کو ٹھونسنا ہے اور اس کی رحمت کی وسعت کو تنگ کرنا ہے اور بعض لوگوں نے اسے عیب قرار دیا ہے اور کہا ہے: بے شک انہیں قطعی طور پر دوگنا ثواب دیا جائے گا اور ہم کسی بھی جگہ دوگنا ہونے کے بارے قطعیت کا قول نہیں کرتے، کیونکہ اس کا دارومدار نیتوں کی مقدار پر ہے اور یہ ایک مخفی اور پوشیدہ امر ہے اور وہ جس کے ساتھ یقین کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ وہاں تضعیف ہے اور تیرا رب اس کے بارے خوب جانتا ہے جو اس کا مستحق ہوتا ہے۔

(احکام القرآن لابن العربی، صفحہ ۱۰۲۹)

میں مفسر کہتا ہوں: احادیث اور آیات میں سے ظاہر یہ ہے کہ اجر میں مساوات اور یکسانیت ہے۔ ان میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے: ''جس نے خیر اور نیکی پر راہنمائی کی تو اس کے لیے نیکی کرنے والے کے اجر کی مثل اجر ہوگا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارہ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۷)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس نے وضو کیا اور نماز کی طرف نکلا پھر اس نے لوگوں کو پایا کہ وہ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مثل اجر عطا فرمائے گا جس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور اس میں حاضر ہوا''۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۳، ایضاً حدیث نمبر ۴۴۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ظاہر ہے: (آیت) ''**ومن یخرج من بیته مهاجرا الی الله ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله**''۔ (النساء: ۱۰۰) (اور جو شخص نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف پھر آلے اس کو (راہ میں) موت تو ثابت ہو گیا اس کا اجر اللہ کے ذمہ)

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سچی نیت ہی اصل اعمال ہے، پس جب فعل طاعت میں نیت صحیح ہوئی اور پھر کسی مانع کے سبب اسے کرنے والا اس سے عاجز آ گیا تو اس عاجز کے اجر اور قدرت رکھنے والے فاعل کے اجر کے مساوی اور برابر ہونے میں کوئی بعد اور دوری نہیں ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(تفسیر قرطبی، سورہ توبہ، بیروت)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

ولا ینفقون نفقة صغیرة ولا کبیرة اور نیز جو کچھ چھوٹا بڑا (راہ خدا میں) انہوں نے صرف کیا۔ جیسے حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جیش عسرت کی تیاری کے موقع پر مال صرف کیا۔

ولا یقطعون وادیا الا کتب لهم اور جتنے میدان ان کو طے کرنا پڑے' یہ سب بھی ان کے نام نیکیوں میں لکھے گئے۔ یعنی آتے جاتے جس وادی کو بھی وہ قطع کرتے ہیں' اس کو لکھ لیا جاتا ہے۔ وادی نالہ جس میں سیلاب کا پانی (پہاڑ سے آکر) بہتا ہے۔ وادی اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ وَدِیَ (ماضی) جاری ہو گیا' بہہ گیا۔ مجازاً اس سے زمین مراد ہوتی ہے' اس معنی میں استعمال عام ہے۔

لیجزیهم الله احسن ما کانوا یعملون تا کہ اللہ ان کو ان کے نیک کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

یعنی ان کے اچھے اعمال کی جزاء اچھے عمل سے' مراد ہے جہاد۔ یا ان کے اعمال کی اچھی جزاء۔ حضرت ابو مسعود انصاری کی روایت ہے کہ ایک آدمی نکیل پڑی اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یہ اللہ کی راہ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اس کے عوض تجھے سات سو نکیل پڑی اونٹنیاں ملیں گی۔ (رواہ مسلم)

حضرت زید بن خالد راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لئے سامان تیار کر کے دیا' اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے بیوی بچوں کی اس کے بعد خبر گیری کی' اس نے بھی جہاد کیا۔ (رواہ البخاری ومسلم فی

گھبرا) ہو واللہ اعلم

کلبی نے ذکر کیا ہے کہ قبائل بنی اسد بن خزیمہ قحط سالی میں مبتلا ہو کر (گھروں کو چھوڑ کر) بچوں کو لے کر مدینہ میں آپڑے۔ ان کی وجہ سے مدینہ کے راستے گندے ہو گئے اور چیزوں کے نرخ گراں ہو گئے۔

جہاد کے فرض کفایہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ (اللہ کی راہ میں) تمام مسلمان روانہ ہو جائیں تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت روانہ ہوتی تا کہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو (اللہ کے عذاب سے) ڈراتے تا کہ وہ گناہوں سے بچتے۔ (التوبہ:۱۲۲)

تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کا فرض کفایہ ہونا اس آیت کے شان نزول کے متعلق دو روایتیں ہیں، پہلی روایت یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کی طرف جاتے تھے تو آپ کے ساتھ نہ جانے والوں میں منافق ہوتے تھے یا معذور لوگ اور جب اللہ سبحانہ نے غزوۂ تبوک میں آپ کے ساتھ نہ جانے والے منافقین کی سخت مذمت فرمائی تو مسلمانوں نے کہا اللہ کی قسم! آئندہ ہم کسی غزوہ سے پیچھے رہیں گے نہ کسی سریہ سے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور آپ نے کفار کی طرف لشکر بھیجے تو تمام مسلمان لڑنے کے لیے روانہ ہو گئے اور مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ سب کے سب جہاد کے لیے روانہ ہو جائیں بلکہ ان پر واجب ہے کہ ان کی دو جماعتیں ہو جائیں: ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے اور جو احکام نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشادات فرمائیں ان کو محفوظ اور منضبط کرتے رہیں اور جب پہلی جماعت جہاد سے واپس آئے تو ان کو احکام سکھائیں اور دوسری جماعت جہاد کے لیے روانہ ہو جائے، احکام شرعیہ تدریجاً نازل ہو رہے تھے، اس لیے ان احکام کو حاصل کرنے کے لیے مدینہ میں آپ کے پاس رہنا بھی ضروری تھا اور اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ دین کے لیے جہاد کرنا بھی ضروری تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۷۰، مطبوعہ بیروت ۱۴۱۵ھ، جامع البیان جز ۱۱ ص ۸۹، دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حصول علم دین کا فرض کفایہ ہونا اس آیت کے شان نزول کے متعلق دوسری روایت یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عرب کے قبائل میں سے ہر قبیلہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل دین اور احکام شرعیہ سیکھتی تھی اور ان کو اپنے پیش آمدہ مسائل میں جس شرعی رہنمائی کی ضرورت ہوتی تھی آپ سے وہ رہنمائی حاصل کرتی تھی، پھر جب وہ قوم اپنے قبیلہ میں واپس جاتی تو وہ ان کو نماز، زکوٰۃ اور اسلام کے دیگر احکام کی تعلیم دیتی اور اسلام کی تبلیغ کرتی اور اللہ کے عذاب سے ڈراتی اور یہ کہتی کہ جو اسلام لے آیا وہ ہم میں سے ہے حتیٰ کہ ایک شخص اپنے ماں باپ سے جدا ہو جاتا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۹۱۱، رقم الحدیث: ۱۰۱۲۲، مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ) یہ آیت طلب علم کے وجوب میں اصل ہے اور یہ کہ کتاب اور سنت کا علم اور اس کی فقہ (سمجھ) حاصل کرنا فرض ہے اور یہ فرض عین نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر یہ واجب نہیں کیا کہ وہ علم دین کے حصول کے لیے سفر کریں بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت پر یہ فرض کیا ہے اس لیے یہ فرض کفایہ ہے۔ طلب علم پر یہ آیت بھی

دلالت کرتی ہے: **فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون.** اگر تم کو علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو۔

حصول علم دین کے فرض عین ہونے کا محمل طلب علم کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم فرض عین ہے، اس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، مثلاً نماز ہر شخص پر فرض ہے تو نماز کے احکام اور مسائل کا سیکھنا ہر شخص پر فرض ہے، اسی طرح روزہ بھی ہر مسلمان پر فرض ہے تو اس کے مسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر شخص پر فرض ہے اور جو شخص مالدار ہو اس پر زکوۃ کے مسائل کا سیکھنا فرض ہے اور جو حج کے لیے روانہ ہو اس پر حج کے ارکان، فرائض، واجبات اور موانع کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور جو شخص نکاح کرے اس پر لازم ہے کہ وہ نکاح، طلاق اور حقوق زوجین کے جملہ مسائل کا پہلے علم حاصل کرے اور اس کی فرضیت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نااہل کو علم سکھانا ایسا ہے جیسے خنزیروں کو جوہر، موتی اور سونے کے ہار ڈال دیئے جائیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۴، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۴۳۹، تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۷۸، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۲۳، تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۳۷۵، مشکوۃ رقم الحدیث: ۲۱۸، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۰۶۵، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۹۶، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۹، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۶۵۱)

حصول علم دین کے فرض کفایہ ہونے کا محمل طلب علم کی دوسری قسم فرض کفایہ ہے یعنی تمام احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ کا ان کے دلائل کے ساتھ علم حاصل کرنا حتیٰ کہ جس کسی عام شخص کو زندگی میں جو بھی عملی یا اقتصادی مسئلہ درپیش ہو تو وہ عالم دین اس مسئلہ کا حل پیش کر سکے، اس میں عبادات، معاملات، حدود و تعزیرات، قصاص اور حدیث اور تفسیر کا علم شامل ہے۔ اس علم کا حامل رتبہ اجتہاد پر فائز ہوتا ہے اور اس اجتہاد سے مراد مسائل عصریہ میں اجتہاد ہے جیسے اس زمانہ میں ٹیلی فون پر نکاح، ریڈیو اور ٹیلی وژن پر رمضان اور عید اور سحر اور افطار کا اعلان، خاندانی منصوبہ بندی، اسقاط حمل، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، ریل اور ہوائی جہاز میں نماز، الکوحل آمیز دوائیاں، انتقال خون اور ایسے دیگر مسائل میں شرعی حکم بیان کرنا۔ اس آیت میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو علم دین کے حصول کے لیے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے یہی علم مراد ہے اور جب یہ لوگ اس علم کو حاصل کر کے آئیں اور اپنے علاقہ کے لوگوں کو احکام شرعیہ بتائیں تو ان پر ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور یہی تقلید ہے کیونکہ ہر شخص اتنا وسیع علم حاصل نہیں کر سکتا جو تمام احکام شرعیہ اور پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے متکفل ہو اس لیے وہ ان مسائل میں علماء کی طرف رجوع کرے گا اور ان کی تقلید کرے گا۔

علم دین کے فضائل حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص کسی راستہ پر علم کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ اس کو جنت کے راستہ کی طرف لے جاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے پر جھکاتے ہیں اور بے شک جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور جو مچھلیاں پانی کی گہرائی میں ہیں یہ سب عالم کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے، وہ صرف علم کے وارث بناتے ہیں، سو جس شخص نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصہ کو حاصل کیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۲، صحیح ابن رقم الحدیث: ۸۸، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶، مسند الشامیین رقم

الحدیث: ۱۲۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۲، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۰۹۹، مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۱۰۹، الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۰۰۴، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۲۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱، ۷۳۱۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱، المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۳۲۹، رقم الحدیث: ۷۷۵، شرح السنہ ج ۱ ص ۲۸۴، رقم الحدیث: ۱۳۱)

فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اس آیت میں ایک لفظ ہے لیتفقهوا فی الدین اور اس کا مادہ فقہ ہے، فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی حسب ذیل ہیں: علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے لکھا ہے فقہ کا لغوی معنی ہے علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنا اور اس کا اصطلاحی معنی ہے احکام شرعیہ کا علم۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۹۶)

میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے لکھا ہے، فقہ کا لغوی معنی ہے متکلم کے کلام سے اس کی غرض کو سمجھنا اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: احکام شرعیہ عملیہ کا علم جو ان کے دلائل تفصیلیہ سے حاصل ہو ایک قول یہ ہے کہ فقہ اس مخفی معنی پر واقف ہونے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ حکم متعلق ہے اور یہ وہ علم ہے جو رائے اور اجتہاد سے مستنبط ہوتا ہے اس میں غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو فقیہ نہیں کہا جاتا کیونکہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ (التعریفات ص ۱۱۹، مطبوعہ بیروت)

اور امام اعظم ابوحنیفہ سے یہ تعریف منقول ہے الفقه معرفة النفس مالها وما عليها (التوضیح مع التلویح ص ۲۲، مطبوعہ کراچی) ''نفس کا اپنے نفع اور نقصان کی چیزوں کو جان لینا۔''

تقلید شخصی پر دلائل سورۃ توبہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ (اللہ کی راہ میں) تمام لوگ روانہ ہوجائیں تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت روانہ ہوتی تاکہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو (اللہ کے عذاب سے) ڈراتے تاکہ وہ گناہوں سے بچتے۔ (التوبہ: ۱۲۲) اس آیت کی رو سے جب یہ لوگ واپس آکر اپنے علاقہ کے لوگوں کو احکام شرعیہ بتائیں تو ان کے علاقہ والے لوگوں پر ان کے بیان کیے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور یہی تقلید ہے کہ عام آدمی جو دلائل شرعیہ کو نہیں جانتا اور قرآن اور حدیث سے براہ راست احکام حاصل نہیں کرسکتا وہ عالم دین کے بتائے ہوئے حکم شرعی پر عمل کرے اور اس کے لیے دلائل شرعیہ کو جاننا ضروری نہیں ہے۔ تقلید پر دوسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: اگر تم کو علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو۔ (النحل: ۴۳) نیز حدیث شریف میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو حیض آگیا انہوں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا: کیا یہ ہم کو (واپسی سے) روک لیں گی (انہوں نے طواف وداع نہیں کیا تھا) صحابہ نے بتایا کہ وہ طواف زیارت کرچکی ہیں، آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۵۷، مطبوعہ بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس عورت کے متعلق سوال کیا جو طواف زیارت کر چکی تھی پھر اس کو حیض آ گیا۔ آیا وہ طواف وداع کیے بغیر اپنے وطن واپس جا سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں وہ جا سکتی ہے۔ (حضرت زید بن ثابت یہ کہتے تھے کہ وہ طواف وداع کیے بغیر نہیں جا سکتی) انہوں نے کہا ہم آپ کے قول پر عمل کر کے حضرت زید کے قول نہیں چھوڑیں گے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کو معلوم کر لینا، انہوں نے مدینہ پہنچ کر اس مسئلہ کو معلوم کیا انہوں نے حضرت ام سلیم سے پوچھا، حضرت ام سلیم نے حضرت صفیہ کی حدیث (مذکور الصدر) بیان کی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۵۸، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے سنن ابوداؤد طیالسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انصار نے کہا اے ابن عباس! جب آپ زید کی مخالفت کریں گے تو ہم آپ کی اتباع نہیں کریں گے اور سنن نسائی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضرت زید بن ثابت کو حضرت صفیہ کی حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اہل مدینہ پیش آمدہ مسائل میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے تھے اور حضرت زید بن ثابت کے قول کے خلاف جب حضرت ابن عباس نے فتویٰ دیا تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے قول پر عمل نہیں کیا اور یہی تقلید شخصی ہے۔ امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ مسئلہ تقلید پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عام آدمی کے لیے عالم دین کی تقلید پر دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ عام آدمی احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اگر ہر آدمی درجہ اجتہاد کا علم حاصل کرنے کا مکلف ہو تو زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت بلکہ دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں گے کیونکہ ہر شخص مجتہد بننے کے لیے دن رات علم کے حصول میں لگا رہے گا اور نہ کسی کے لیے کچھ کھانے کو ہوگا نہ پہننے کو اور دنیا کا نظام برباد ہو جائے گا اور حرج عظیم واقع ہوگا اور یہ بداہتاً باطل ہے اور یہ بطلان اس بات کے ماننے سے لازم آیا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف نہیں ہے اور عام آدمی پر مجتہدین کی تقلید لازم ہے۔ (المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۸۹، مطبوعہ مصر)

امام غزالی کی اس تقریر سے یہ اور واضح ہو گیا کہ سورۂ توبہ: ۱۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین صرف ایک جماعت میں لازم کیا ہے اور تمام مسلمانوں تفقہ فی الدین حاصل کرنا ان کی ذمہ داری ہے باقی تمام عام لوگوں پر صرف ان کی تقلید لازم ہے۔ شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور یہ چیز تمام ائمہ مسلمین کے درمیان اتفاقی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اللہ اور اس کے رسول کے حلال کردہ کو حلال قرار دینا اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام قرار دینا اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا ہے اس کو واجب ماننا تمام جن و انس پر واجب ہے اور یہ ہر شخص پر ہر حال میں واجب ہے، ظاہر ہو یا باطن، لیکن چونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو عام لوگ نہیں جانتے اس وجہ سے عام لوگ ان احکام میں ان علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ان کو یہ احکام بتلا سکیں کیونکہ علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا زیادہ علم رکھتے ہیں، پس مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ عام لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان وسیلہ، راستہ اور رہ نما ہیں۔ وہ عام لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد

سے بقدر استطاعت احادیث کا مفہوم اور مراد بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان علماء کو ایسا علم اور ایسا فہم عطا فرماتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا اور بسا اوقات یہ علماء کسی مسئلہ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح دوسرے اس مسئلہ کو نہیں جانتے۔

(مجموعہ الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۴۔۲۲۳، مطبوعہ سعودی عربیہ)

نیز شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں: جس شخص نے کسی مذہب معین کا التزام کر لیا اور پھر بغیر کسی شرعی عذر یا بغیر کسی دلیل مرجح کے کسی اور عالم کے فتویٰ پر عمل کیا تو وہ شخص اپنی خواہش کا پیروکار ہے۔ وہ مجتہد ہے نہ مقلد اور وہ بغیر عذر شرعی کے حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے اور یہ چیز لائق مذمت ہے۔ شیخ نجم الدین کے کلام کا یہی خلاصہ ہے۔ نیز امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ پہلے کوئی شخص کسی چیز کو حرام یا واجب اعتقاد کرے اور پھر اس کو غیر حرام یا غیر واجب اعتقاد کرے تو یہ اصلاً جائز نہیں ہے مثلاً پہلے کوئی شخص پڑوس کی بناء پر شفعہ کا مطالبہ کرے (جیسا کہ حنفی مذہب میں ہے) اور جب اس پر پڑوس کی وجہ سے شفعہ ہو تو کہے یہ ثابت نہیں ہے (جیسا کہ شافعی مذہب میں ہے) اسی طرح نبیذ پینے، شطرنج کھیلنے، یا بھائی کے ساتھ دادا کی میراث کے تقسیم کرنے کے اختلافی مسائل میں کبھی ایک پہلو اختیار کرے اور کبھی محض اپنی خواہش سے دوسرا پہلو اختیار کرے یہ شخص محض اپنی خواہش کا پیروکار ہے اور امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے (اور یہی تقلید شخصی ہے) (مجموعہ الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۱۔۲۲۰، مطبوعہ سعودی عربیہ)

مسائل فقہیہ میں ائمہ مجتہدین کے اختلاف کے اسباب علامہ عبدالوہاب الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں: تمام ائمہ مجتہدین اپنے اصحاب کو اس پر برانگیختہ کرتے تھے کہ وہ کتاب اور سنت کے ظاہر پر عمل کریں اور وہ یہ کہتے تھے کہ جب تم ہمارے کلام کو ظاہر کتاب اور سنت کے خلاف دیکھو تو تم ظاہر کتاب اور سنت پر عمل کرو اور ہمارے کلام کو دیوار پر مار دو ان کا یہ کہنا احتیاط پر مبنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کا تقاضا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شریعت میں کسی چیز کا اضافہ کر دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اور جس سے آپ راضی نہ ہوں۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

بعض فقہی مسائل میں ائمہ مجتہدین کا باہم اختلاف ہوتا ہے اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اصول اجتہاد میں اختلاف ہوتا ہے اور اس اختلاف کے اور بھی اسباب ہیں، ہم ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کر رہے ہیں: بعض اوقات مجتہد کو وہ حدیث نہیں ملتی اور جس کو ایک حدیث نہیں پہنچی وہ اس کا مکلف نہیں ہے کہ وہ اس کے مقتضیٰ پر عمل کرے اور ایسی صورت میں وہ کسی ظاہر آیت پر عمل کرتا ہے یا کسی اور حدیث پر یا استصحاب حال کے موافق اجتہاد کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا یہ اجتہاد اس حدیث کے موافق ہوتا ہے یا مخالف اور یہی سبب غالب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث کا احاطہ امت کے کسی شخص نے نہیں کیا حتیٰ کہ خلفاء راشدین نے بھی اس کا احاطہ نہیں کیا تھا جو امت میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی سنن کو جاننے والے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، ہمارے پاس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ خوف زدہ حالت میں آئے، ہم نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر نے مجھے بلوایا تھا، میں ان کے دروازے پر گیا، میں نے ان کو تین مرتبہ سلام کیا، انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو میں لوٹ آیا۔ حضرت عمر نے پوچھا تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئے تھے؟ میں نے کہا میں آیا تھا اور میں نے

دروازہ پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا، کسی نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا تو میں لوٹ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ سلام کرے پھر اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے۔ حضرت عمر نے کہا تم اس حدیث پر گواہ پیش کرو، ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا اس حدیث کی گواہی قوم کا سب سے کم عمر دے گا۔ حضرت ابوسعید نے کہا میں سب سے کم سن ہوں۔ انہوں نے کہا تم ان کے ساتھ جاؤ۔ دوسری روایت (مسلم: ٥٥٢٣) میں ہے حضرت ابوسعید نے کہا پھر میں گیا اور میں نے حضرت عمر کے سامنے گواہی دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٢٤٥، صحیح مسلم، الادب: ٣٣ (٢١٥٣) ٥٥٢٢، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٥١٨٠)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند زندیقوں کو لایا گیا۔ حضرت علی نے ان کو جلا ڈالا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں وہاں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص اپنا دین بدلے اس کو قتل کر دو۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے جب حضرت علی تک حضرت ابن عباس کی حدیث پہنچی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کی تعریف فرمائی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٩٢٢، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٣٥١، سنن الترمذی رقم الحدیث: ١٤٥٨، سنن النسائی رقم الحدیث: ٤٠٧٠، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٥٣٥، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٥٦٠٦، مسند احمد ج ١ ص ٢٨٢، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ٢٥٣٢)

اور بہت احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد کبار صحابہ کو بعض احادیث کا علم نہیں تھا اور جب ان پر وہ احادیث پیش کی گئیں تو انہوں نے اس حدیث کی موافقت کی۔ اس کی ایک مثال اس مسئلہ میں گزر چکی ہے کہ طواف زیارت کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے تو وہ طواف وداع کے بغیر اپنے گھر کے لیے روانہ ہو سکتی ہے۔ (٢) دوسرا سبب یہ ہے کہ ایک حدیث کی دو سندیں ہوتی ہیں: ایک سند صحیح ہوتی ہے اور دوسری غیر صحیح۔ ایک مجتہد کے علم میں وہ حدیث سند غیر صحیح کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے وہ اس کو ترک کر دیتا ہے اور دوسرے مجتہد کے علم میں وہ حدیث سند صحیح کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ اس حدیث پر عمل کرتا ہے۔ اس کی مثال ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حضرت علی سے منقول حدیث ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٧٥٤)

امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے اس پر عمل کیا ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ (٣) حدیث کی ایک ہی سند ہوتی ہے لیکن ایک مجتہد کے نزدیک اس حدیث کے متن یا اس کی سند میں کلام ہوتا ہے اس لیے وہ اس کو ترک کر دیتا ہے اور دوسرے مجتہد کے نزدیک اس میں کوئی کلام نہیں ہوتا اس لیے وہ حدیث پر عمل کرتا ہے۔ اس کی مثال حدیث مصراۃ (جس جانور کے تھنوں میں دودھ روک لیا جائے اس کو ایک صاع کھجور دے کر واپس کرنا) ہے ائمہ ثلاثہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حدیث مضطرب اور معلل ہے اور صریح قرآن کے خلاف ہے اس لیے وہ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے۔ (٤) ایک مجتہد کے نزدیک خبر واحد عموم قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے اور دوسرے کے نزدیک نہیں کر سکتی، مثلاً حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٧٥٦، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٣٩٤)

ائمہ ثلاثہ اس حدیث کے موافق یہ کہتے ہیں کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حدیث

قرآن مجید کی اس آیت کے عموم کے خلاف ہے: فاقرء وا ما تیسر من القرآن۔ (المزمل: ۲۰) سو قرآن سے جس قدر آسان لگے اتنا پڑھو۔ اس لیے امام ابوحنیفہ نے نماز میں سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کو اس آیت کے بموجب فرض نہیں کہا اور اس حدیث کے مقتضیٰ سے واجب کہا ہے۔ (۵) ایک مجتہد کے نزدیک وہ حدیث منسوخ ہے اور دوسرے کے نزدیک معمول ہے۔ اس کی مثال رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کی حدیث ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ حدیث معمول ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو تکبیر افتتاح کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۳۷ طبع کراچی، الحاوی فی بیان آثار الطحاوی ج۱ ص۵۳٤، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱٤۱۹ھ)

2506 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ الْحَنَفِيِّ، حَدَّثَنِي نَجْدَةُ بْنُ نُفَيْعٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ: {إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا} (التوبة: 39) قَالَ: فَأُمْسِكَ عَنْهُمُ الْمَطَرُ وَكَانَ عَذَابَهُمْ

❀❀ نجدہ بن نفیع بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، اس آیت کے بارے میں دریافت کیا:

”اگر تم لوگ نہیں روانہ ہو گے، تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا“

راوی بیان کرتے ہیں: اس کے بعد ان پر بارش رک گئی، تو یہ ان کے لیے عذاب تھا۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم (اللہ کی راہ میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اس کو بالکل نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (التوبہ: ۳۹)

جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب: اس آیت سے مسلمانوں کو یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمنان اسلام کی سرکوبی کرنے اور ان سے جنگ کرنے والوں کی مدد کرنے کے لیے خود کافی ہے، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب کرنے پر جہاد کے لیے جانے میں سستی کی تو اللہ تعالیٰ کو کوئی کمی نہیں ہے وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے کوئی اور قوم لے آئے گا، اس لیے وہ یہ گمان نہ کریں کہ دین کا غلبہ صرف ان ہی سے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم اللہ کو بالکل نقصان نہیں پہنچا سکو گے، اس سے مراد یہ ہے کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نقصان پہنچانا تو متصور ہی نہیں ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے: اگر تم جہاد کے لیے نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کرنا واجب ہے، نیز اس سے پہلی آیت میں ان مسلمانوں کا امیر مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلائے تو ان پر واجب ہے کہ وہ اس کی دعوت پر لبیک کہیں، نیز اس آیت میں جہاد نہ کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جس طرح جہاد فرض ہے اسی طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بھی فرض ہیں اور جب جہاد نہ کرنے پر عذاب کی وعید ہے تو باقی فرائض کے ادا نہ کرنے پر بھی عذاب ہوگا، کیونکہ بہ حیثیت فرض

ان عبادات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْقُعُودِ مِنَ الْعُذْرِ

باب: عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی رخصت

2507 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كُنْتُ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَشِيَتْهُ السَّكِينَةُ، فَوَقَعَتْ فَخِذُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي، فَمَا وَجَدْتُ ثِقْلَ شَيْءٍ أَثْقَلَ مِنْ فَخِذِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: اكْتُبْ فَكَتَبْتُ فِي كَتِفٍ: (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) (النساء: 95) (وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) (النساء: 95) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَقَامَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى لَمَّا سَمِعَ فَضِيلَةَ الْمُجَاهِدِينَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَكَيْفَ بِمَنْ لَا يَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَمَّا قَضَى كَلَامَهُ غَشِيَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّكِينَةُ فَوَقَعَتْ فَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي وَوَجَدْتُ مِنْ ثِقَلِهَا فِي الْمَرَّةِ الثَّانِيَةِ، كَمَا وَجَدْتُ فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اقْرَأْ يَا زَيْدُ فَقَرَأْتُ: (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) (النساء: 95)، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ) (النساء: 95) الْآيَةَ كُلَّهَا، قَالَ زَيْدٌ: فَأَنْزَلَهَا اللَّهُ وَحْدَهَا، فَأَلْحَقْتُهَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُلْحَقِهَا عِنْدَ صَدْعٍ فِي كَتِفٍ

❁❁ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اسے دوران آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، نبی اکرم ﷺ کا زانوں مبارک اس وقت میرے زانوں پر تھا، تو میں نے کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کے زانوں سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں پائی تھی (یعنی اس وقت آپ کے زانوں کا وزن انتہائی زیادہ ہو گیا) جب آپ ﷺ کی یہ کیفیت ختم ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لکھو! تو میں نے کسی (جانور کے) کندھے کی ہڈی پر لکھا

''مومنوں میں سے جہاد میں حصہ نہ لینے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ برابر نہیں ہیں''۔

اسے آیت کے آخر تک تحریر کیا، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وہ ایک نابینا شخص تھے، جب انہوں نے مجاہدین کی فضیلت سنی، تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مومنوں میں سے جو لوگ جہاد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ان کا کیا ہوگا؟

2507- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن في المتابعات والشواهد، عبد الرحمن بن ابي الزناد ضعيف يعتبر به، وقد توبع. ابو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان المدني وخارجة بن زيد: هو ابن ثابت. وهو في "سنن سعيد بن منصور" (2314)، وفي قسم التفسير منه (681). واخرجه بنحوه البخاري (2832) و (4592)، والترمذي (3282)، والنسائي (3099) و (3100) من طريق مروان بن الحكم الاموي، عن زيد بن ثابت. وهو في "مسند احمد" (21602) من طريق مروان بن الحكم. وهو في "مسند احمد" ايضاً (21601)، و "صحيح ابن حبان" (4713) من طريق قبيصة بن ذؤيب، عن زيد بن ثابت. واسناده صحيح، وانظر تمام تخريجه عندهما. واخرجه البخاري (2831)، ومسلم (1898)، والترمذي (1765) و (3280) والنسائي (3101) و (3102) من حديث البراء بن عازب

جب ان کی بات ختم ہوئی، تو نبی اکرم ﷺ پر وہی کیفیت طاری ہوئی، آپ ﷺ کا زانوں میرے زانوں پر تھا، میں نے دوسری مرتبہ آپ ﷺ کے زانوں کا وزن محسوس کیا، جس طرح پہلی مرتبہ محسوس کیا تھا، جب آپ کی کیفیت ختم ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''مومنین میں سے بیٹھے رہنے والے (یعنی جہاد میں حصہ نہ لینے والے) برابر نہیں ہیں''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ لوگ جنہیں کوئی ضرر لاحق نہ ہو''

اس کے بعد پوری آیت ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ الگ، الگ نازل کیے تھے، میں نے پھر انہیں ایک دوسرے کے ساتھ شامل کر دیا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں گویا اس وقت بھی اس کندھے کی ہڈی کے اندر سوراخ کی جگہ دیکھ رہا ہوں۔

2508 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقَدْ تَرَكْتُمْ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ، وَلَا قَطَعْتُمْ مِنْ وَادٍ إِلَّا وَهُمْ مَعَكُمْ فِيهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ يَكُونُونَ مَعَنَا، وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ؟ فَقَالَ: حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ

⊛⊛ موسیٰ بن انس اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

(ایک جہاد کے دوران) نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: ''تم لوگوں نے مدینہ منورہ میں کچھ ایسے لوگوں کو چھوڑا ہے کہ تم نے جو بھی سفر کیا، یا تم نے جو بھی خرچ کیا اور جس بھی وادی سے گزرے، تو وہ اس دوران تمہارے ساتھ تھے، لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ ہمارے ساتھ کیسے ہو سکتے ہیں؟ وہ تو مدینہ منورہ میں ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ معذور ہونے کی وجہ سے نہیں آ سکے''

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اپنے جان اور مال سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے، اللہ کی طرف سے درجات ہیں اور بخشش اور رحمت اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

بلا عذر جہاد میں شریک نہ ہونے والے مجاہدین کے برابر نہیں ہیں

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں سفر میں سختیاں اور بھوک اور پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ میں زخم کھاتے ہیں ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو بغیر کسی

جسمانی عذر کے جہاد کے لیے نہیں جاتے اور اپنی جان اور مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (آیت) ''لا یستوی القاعدون من المؤمنین'' ۔الایہ تو حضرت عبداللہ بن عمرو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے وہ نابینا تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نابینا ہوں۔ آپ مجھے جہاد کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (آیت) ''غیر اولی الضرر'' ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (چوڑی) ہڈی اور دوات لاؤ یا فرمایا لوح اور دوات لاؤ۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۴۲، صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۵۹۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (آیت) ''غیر اولی الضرر'' ۔ سے مراد وہ مسلمان ہیں جو بغیر کسی ضرر یا عذر کے جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے اور جہاد کرنے والوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جو جنگ بدر میں جہاد کے لیے گئے تھے۔ جب غزوہ بدر میں شریک ہونے کا حکم آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نابینا ہیں کیا ہمارے لیے رخصت ہے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۴۳، سنن کبری للنسائی ج ۶ رقم الحدیث: ۱۱۱۱۷)

عذر کی وجہ سے جہاد نہ کرنے والے مجاہدین کے برابر ہیں

اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں شامل ہونے کی نیت رکھتے ہوں لیکن جسمانی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہوسکیں وہ اجر وثواب میں مجاہدین کے برابر ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بلاعذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے وہ مجاہدوں کے برابر نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عذر والے مجاہدین کے برابر ہیں' اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں فرمایا ہم مدینہ میں کچھ مسلمانوں کو چھوڑ آئے ہیں اور ہم نے جب بھی کسی گھاٹی یا وادی کو عبور کیا تو مدینہ کے کچھ مسلمان تمہارے ساتھ ہوتے تھے' صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو مدینہ میں ہیں' آپ نے فرمایا: وہ مدینہ میں ہیں' آپ نے فرمایا: وہ مدینہ میں ہیں لیکن عذر کی وجہ سے نہیں جاسکے۔ (امام مسلم نے یہ حدیث اختصار کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کی ہے)

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۶۵، ۲۷۶۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۹۰۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰، ۱۸۲)

غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی بھی فضیلت بیان کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جو مال دار لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیگر فرائض اور واجبات کو بجالاتے ہیں اور جن کاموں سے شریعت میں منع کیا گیا ہے ان سے باز رہتے ہیں ان کو نفلی عبادت کرنے والوں پر فضیلت حاصل ہے' کیونکہ وہ اپنے مال کو جہاد' اسلام کی ترویج

واشاعت اور دیگر نیکی کے کاموں میں صرف کرتے ہیں۔

اس مسئلہ میں بحث کی گئی ہے کہ غنی شاکر افضل ہوتا ہے یا فقیر صابر افضل ہوتا ہے' بعض علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ غنی شاکر افضل ہوتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ان کو فضیلت اور درجہ حاصل ہے' نیز غنی کو قدرت حاصل ہوتی ہے اور فقیر عاجز ہوتا ہے اور قدرت عجز سے افضل ہے' اور بعض نے کہا فقیر صابر افضل ہوتا ہے' کیونکہ غنی شاکر کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے جو اجر ملتا ہے وہ دس گنا ہے' سات سو گنا ہے یا چودہ سو گنا ہے اور بہر حال حد اور حساب سے ہے اور صبر کرنے والوں کو اللہ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

(آیت)''انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب''۔(الزمر:۱۰)

ترجمہ: صرف صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ غنی شاکر سے صابر افضل ہے' نیز غنی دنیا کی طلب میں رہتا ہے جب کہ فقیر دنیا کو ترک کرتا ہے اور دنیا کو طلب کرنے سے دنیا کو ترک کرنا افضل ہے' اس سے بھی معلوم ہوا کہ فقیر صبر غنی شاکر سے افضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی یہ بحث رہتی تھی کہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر افضل ہے اور ہر ایک اجر و ثواب میں دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مالدار لوگ تو بڑے بڑے درجات اور جنت کی نعمتیں لے گئے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا جس طرح ہم نماز پڑتے ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں اور جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں وہ روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر سکتے' وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم آزاد نہیں کر سکتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جس سے تم ان سے بڑھ جاؤ گے جو تم پر سبقت کرتے ہیں اور تم اپنے بعد والوں سے بھی بڑھ جاؤ گے؟ اور تم سے کوئی شخص افضل نہیں ہو سکے گا مگر وہ جو تمہاری طرح اس کام کو کرے' فقراء مہاجرین نے کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ' اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو' (دوسری روایت میں ہے سبحان اللہ' الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو) فقراء مہاجرین دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی اس کام کو سن لیا اور وہ بھی اس طرح کرنے لگے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔(صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۹۵)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقیر صابر سے غنی شاکر افضل ہے کیونکہ اس کو اپنی عبادات انجام دینے کا موقع ملتا ہے جو فقراء کی پہنچ میں نہیں ہوتیں' یہ بھی واضح رہے کہ فقیر صابر سے مراد آج کل کے گداگر نہیں ہیں اور نہ غنی شاکر سے مراد آج کل کے سرمایہ دار ہیں بلکہ فقراء سے مراد ایسے فقراء ہیں جیسے فقراء مہاجرین تھے مثلاً حضرت بلال' حضرت سلمان فارسی اور حضرت صہیب

رومی وغیرہ اور اغنیاء سے مراد ایسے اغنیاء ہیں جیسے حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف وغیرہ تھے اور فقیر صابر سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ شاکر نہ ہو اور غنی شاکر سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ صابر نہ ہو بلکہ ہر دو کو جب کوئی نعمت ملے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور جب کوئی مصیبت آئے تو وہ اس پر صبر کریں لیکن غنی کا غالب حال یہ ہے کہ اس شکر کرنے کے مواقع زیادہ ملتے ہیں اس لیے اس کو غنی شاکر سے تعبیر کرتے ہیں اور فقیر کا غالب اور شکر کرنا بھی عبادت ہے تاہم اگر اغنیاء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کو ایسی عبادت کرنے کے زیادہ مواقع ملتے ہی جو فقراء کی دسترس میں نہیں ہیں تو فقراء کے لیے یہ فضیلت کچھ نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زندگی گزاری ہے وہ عیش، نعمت اور اغنیاء کی زندگی نہیں ہے وہ فقراء کی زندگی ہے اگر اغنیاء کو عبادت میں سبقت کی فضیلت حاصل ہے تو فقراء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اپنانے کی فضیلت حاصل ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا، اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی! وہ کہے گا اے میرے رب میں تیری کیسے عیادت کرتا تو رب العلمین ہے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھ کو علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، پھر فرمائے گا اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا، وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا تو رب العلمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، پھر فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا! وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو پانی نہیں پلایا اگر تو اس کو پانی پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۰۶۹)

فقراء کے لیے یہ کچھ کم اعزاز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بیماری کو اپنی بیماری اور ان کی بھوک اور پیاس کو اپنی بھوک اور پیاس فرماتا ہے، اگر اغنیاء کو کثرت عبادت کی فضیلت حاصل ہے تو فقراء کے لیے یہ کم فضیلت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حال کو اپنا حال فرماتا ہے، ان کی بیماری کو اپنی بیماری اور ان کی بھوک اور پیاس کو اپنی بھوک اور پیاس فرماتا ہے۔

عذر وغیر عذر سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

(۱) ابن سعد وعبد بن حمید وبخاری وترمذی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن الانباری نے مصاحف میں والبغوی نے اپنی معجم میں والبیہقی نے اپنی سنن میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین'' نازل ہوئی تو نبی نے فرمایا فلان کو بلاؤ اور دوسرے لفظ میں یوں ہے زید کو بلاؤ وہ آئے اور ان کے ساتھ ایک دوات ایک تختی اور ایک کندھا تھا آپ نے فرمایا لفظ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجهدون فی سبیل الله'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام کلثوم کو اپنا نائب بنایا انہوں نے عرض کیا رسول اللہ! میں نابینا ہوں تو اس کی جگہ یہ آیت نازل ہوئی۔ لفظ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجهدون فی

سبیل اللہ''۔

معذورین پر جہاد فرض نہیں

(۲) ابن سعد واحمد وعبد بن حمید وبخاری ابوداؤد وترمذی وابن جریر وابن المنذر وابونعیم نے دلائل میں والبیہقی نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے فرمایا کہ مجھ کو سہل بن سعد ساعدی نے بیان کیا کہ مروان بن حکم نے ان کو بتایا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یہ لکھوایا لفظ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ'' ابن ام کلثوم آئے اور آپ مجھ لکھوا رہے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اگر جہاد کی طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا اور وہ نابینا تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ پر وحی فرمائی اور آپ کی ران میری ران پر تھی اور مجھ پر اتنا بوجھ پڑھا یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ میری ران ٹوٹ نہ جائے پھر آپ سے یہ کیفیت دور ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ'' آخری آیت تک۔ ابن ام کلثوم نے فرمایا اور وہ نابینا آدمی تھے جب انہوں نے مجاہدین کی فضیلت کو سنا تو کہا یا رسول اللہ صلی کس طرح ہوگا جو مؤمنین میں سے جہاد کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ جب اس کی بات ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ پر (دوبارہ) سکینہ چھا گیا آپ کی ران میری ران پر واقع ہوگئی دوسری مرتبہ بھی میں نے اس کا بوجھ پہلی مرتبہ کی طرح پایا پھر یہ کیفیت رسول اللہ ﷺ سے جاتی رہی تو آپ نے فرمایا: اے زید پڑھو تو میں نے پڑھا لفظ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بھی لکھو ''غیر اولی الضرر'' اور زید نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کو الگ نازل فرمایا میں نے اس آیت کے ساتھ ملا دیا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے گویا میں اس کے الحاق کو مونڈھے کی ہڈی پر جہاں شگاف تھا دیکھ رہا ہوں۔

(٤) ابن فہر نے کتاب فضائل مالک میں وابن عساکر نے عبد اللہ بن رافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہارون الرشید مدینہ منورہ میں آئے تو برمکی کو امام مالک کی طرف بھیجا اور ان سے (خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے پیغام دیتے ہوئے) کہا کہ میرے پاس وہ کتاب لے آئے جو آپ نے تصنیف کی ہے یہاں تک کہ آپ سے اس کو سن لوں امام ابن مالک نے برمکی سے کہا میرا ان کو سلام کہہ دیجئے اور ان سے کہہ دیجئے کہ علم کی زیارت کی جاتی ہے علم زیارت کے لئے نہیں آتا اور علم کے پاس آیا جاتا ہے وہ خود چل نہیں آتا برمکی ہارون کے پاس واپس گئے اور ان سے کہا اے امیر المومنین اہل عراق کو یہ بات پہنچے گی کہ آپ نے مالک کو پیغام بھیجا مگر اس نے آپ کی مخالفت کی اس پر سختی کیجئے تا کہ وہ آپ کے پاس آجائے اچانک امام مالک (امیر المومنین کے پاس) داخل ہوئے اور ان کے ساتھ کتاب نہیں تھی اور آپ سلام کرنے کے لئے تشریف لائے تھے اور فرمایا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مقام آپ کے علم کی وجہ سے عطا فرمایا ہے آپ ان لوگوں میں سے پہلے فرد نہ بنیں جو کہ علم کو گرائے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بھی آپ کو گرا دے میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو حسب ونسب سے تعلق نہیں رکھتے وہ علم کی تعظیم کرتے ہیں تم اس کے زیادہ مستحق ہو کہ تم حضور ﷺ کے عطا کردہ غلام کی عزت کرو امام مالک لگاتار ایسی باتیں کرتے رہے اور یہاں تک کہ ہارون رو پڑے پھر فرمایا فرمایا مجھے زہری نے خبر دی خارجہ ابن زید کی طرف سے کہ زید بن ثابت نے فرمایا میں نبی ﷺ کے سامنے ہڈی

پر آیت لکھ رہا تھا۔ لفظ آیت ”لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون“ وابن ام مکتوم جو نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جہاد کی فضیلت میں نازل فرمایا اور میں نابینا آدمی ہوں کیا میرے لئے رخصت ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نہیں جانتا زید بن ثابت نے فرمایا میرا قلم (ابھی) خشک نہیں ہوا کہ نبی ﷺ کی غشی طاری ہوگئی اور آپ کی ران میری ران پر واقع ہوئی یہاں تک کہ قریب تھا کہ وحی کے بوجھ سے ٹوٹ جاتی پھر یہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے زید لکھو لفظ آیت ”غیر اولی الضرر“ پس اے امیر المومنین! اس ایک حرف کے لئے جبرئیل اور فرشتے پچاس ہزار سال کے سفر سے بھیجے گئے تا کہ وہ نبی ﷺ تک اسے پہنچائیں کیا مجھے یہ لائق نہیں کہ میں اس کی تعظیم کروں؟

(۵) ترمذی (نے اس کو حسن کہا) ونسائی وابن جریر وابن المنذر والبیہقی نے اپنی سنن میں مقسم کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (یہ آیت) ”لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر“ غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے والوں اور شریک ہونے والوں کے بارے میں نازل ہوئی جب غزوہ بدر ہوا تو عبداللہ بن جحش اور ابن مکتوم رضی اللہ عنہ دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم دونوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم دونوں نابینا ہیں کیا ہمارے لئے رخصت ہے؟ تو (یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت ”لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر“ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو قاعدین پر ایک درجہ فضیلت عطا فرمائی۔ اور بیٹھنے والے بغیر عذر والے تھے (پھر فرمایا) لفظ آیت ”وفضل اللہ المجھدین علی القعدین اجرا عظیما“ یعنی مجاہدوں نے معذوروں کے علاوہ گھر میں بیٹھے رہنے والوں پر کئی درجے فضیلت دی ہے۔

(۶) عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم مقسم کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ”لا یستوی القعدون من المؤمنین“ کہ یہ آیت غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں اور شریک نہ ہونے والوں میں نازل ہوئی۔

(۷) ابن جریر وطبرانی نے الکبیر میں اپنی سند کے ساتھ جس کے رجال ثقہ ہیں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب (یہ آیت) ”لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ“ نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے لئے رخصت ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں انہوں نے کہا اے اللہ! میں نابینا ہوں میرے لئے رخصت فرمائیے؟ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ”غیر اولی الضرر“ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو لکھنے کا حکم فرمایا۔

(۸) عبد بن حمید والبزار وابو یعلی وابن حبان وطبرانی نے فلتان بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے کہ ان پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ کی نظر ایک جگہ ٹھہر جاتی اور آنکھیں کھلی ہوئیں اور آپ کے کان اور آپ کا دل (اس کے سننے کے لئے) خالی ہو جاتے جب یہ امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو ہم آپ سے پہچان لیتے (کہ آپ کے پاس وحی آرہی ہے) تو آپ نے کاتب سے فرمایا کہ لفظ آیت ”لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ“ تو ایک نابینا کھڑا ہو گیا اور کہا یا رسول اللہ! ہمارا کیا گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے

پھر وحی فرمائی۔ اور ہم نے نابینا سے کہا کہ نبی ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ وہ ڈرا کہ میرے معاملے میں پتہ نہیں کون سی چیز نازل ہوگی وہ کھڑا رہا اور کہتا رہا میں پناہ مانگتا ہوں رسول اللہ ﷺ کے غضب سے آپ نے کاتب سے فرمایا لکھو ''غیر اولی الضرر''۔

(۹) ابن جریر نے عوفی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (جب یہ آیت نازل ہوئی) ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجهدون فی سبیل الله'' تو عبداللہ بن ام مکتوم نابینا نے اس کو سنا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بارے میں نازل فرمایا میں نے جان لیا اور میں نابینا آدمی ہوں جہاد نہیں کر سکتا میرے لئے اللہ کی طرف سے رخصت ہے اگر میں جہاد میں شرکت نہ کروں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے بارے میں مجھے کوئی حکم نہیں ملا۔ میں نہیں جانتا کہ تیرے اور تیرے ساتھیوں کے بارے میں رخصت ہوگی یا نہیں ابن ام مکتوم نے کہا اے اللہ! میں آپ کو اپنی آنکھ کا واسطہ دیتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر''۔

(۱۰) عبد بن حمید و طبرانی و بیہقی نے ابونضرہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہوئی کہ جن کو امراض اور دوروں نے جہاد سے روک دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کو آسمان سے نازل فرمایا۔

(۱۱) سعید بن منصور و عبد بن حمید نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہ آیت ابن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی یعنی ''غیر اولی الضرر'' اور میں مسلمانوں کو بعض جگہوں میں دیکھا کہ ان کے اس جھنڈا ہوتا تھا۔

(۱۲) سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر نے عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین'' نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ''غیر اولی الضرر'' کو نازل فرمایا۔

(۱۳) عبد بن حمید نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو عبداللہ بن ام مکتوم نے کہا اے اللہ کے نبی! میرا عذر ہے (اس کا کیا بنے گا) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ''''غیر اولی الضرر''۔

(۱۴) ابن جریر نے سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجهدون فی سبیل الله'' نازل ہوئی تو نابینا آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی! میں جہاد کو محبوب رکھتا ہوں لیکن میں جہاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو یہ نازل ہوا ''غیر اولی الضرر''۔

(۱۵) ابن جریر نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے فرمایا یا رسول اللہ میں نابینا ہوں جہاد کی طاقت نہیں رکھتا تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ''غیر اولی الضرر''۔

(۱۶) ابن سعد و عبد بن حمید و ابن جریر نے زیاد بن فیاض کے طریق سے ابوعبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ

آیت ''لا یستوی القعدون'' نازل ہوئی تو عبداللہ بن ام مکتوم نے فرمایا اے میرے رب! میں تو آزمائش میں ڈالا گیا ہوں اب میں کیا کروں؟ تو یہ نازل ہوا''

''غیر اولی الضرر''۔

(۱۷) ابن سعد وابن المنذر نے ثابت کے طریق سے عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ'' نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے کہا اے میرے رب میرا اعذار اے میرے رب میرے عذر کا کیا بنے گا تو یہ آیت نازل ہوئی'''' غیر اولی الضرر'' تو ان کو درمیان میں رکھ دیا گیا اس کے بعد وہ جنت میں شریک ہوئے تھے اور کہتے تھے کہ مجھ کو جھنڈا دے دو اور مجھ کو کھڑا کر دو صفوں کے درمیان میں ہرگز نہیں بھاگوں گا۔

(۱۸) ابن المنذر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ چار آیات ابن مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی یعنی لفظ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر'' اور ان کے بارے میں نازل ہوا ''لیس علی الاعمی حرج'' (النور آیت ۶۱) ان کے بارے میں نازل ہوا ''فانھا لا تعمی الابصار'' (الحج آیت ۱۶) اور ان کے بارے میں نازل ہوا ''عبس وتولی'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان کو اپنے قریب کر کے فرمایا کہ تو وہ ہے کہ تیرے بارے میں مجھے میرے رب نے عتاب فرمایا۔

(۱۹) ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ گھر میں بیٹھے والا دشمن کے مقابلہ میں مجاہد کے درجہ کے برابر نہیں ''وکلا'' اور سب یعنی المجاہد اور قاعد معذور (اور) فرمایا ''وفضل اللہ المجھدین علی القعدین'' کہ وہ لوگ جن کا کوئی عذر نہیں تھا ''اجرا عظیما (۹۵) درجت'' یعنی فضائل میں ''وکان اللہ غفورا رحیما'' یعنی ستر درجوں کی فضیلت۔

(۲۰) ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ''غیر اولی الضرر'' سے عذر والے مراد ہیں۔

(۲۱) ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ''فضل اللہ المجھدین باموالھم وانفسھم علی القعدین درجۃ'' یعنی عذر والوں پر مجاہدین کو فضیلت عطا فرمائی۔

(۲۲) عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ''وکلا وعد اللہ الحسنی'' یعنی جنت اور اللہ تعالیٰ ہر فضل والے کو اپنا فضل عطا فرماتے ہیں۔

(۲۳) ابن جریر نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''وفضل اللہ المجھدین علی القعدین اجرا عظیما۔ درجت منہ ومغفرۃ ورحمۃ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو ان مومنوں پر فضیلت دی ہے جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں لفظ آیت ''غیر اولی الضرر'' یعنی جو معذور نہ ہوں۔

(۲٤) ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے ''درجت منه ومغفرة ورحمة '' کے بارے میں روایت کیا کہ کہا جاتا ہے اسلام ایک درجہ ہے اور ہجرت ایک درجہ ہے اسلام میں اور جہاد ہجرت میں ایک درجہ ہے اور جہاد میں (دشمن کو) قتل کرنا ایک درجہ ہے۔

(۲۵) ابن جریر نے ابن وھب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وفضل الله المجهدين على القعدين اجرا عظيما (۹۵) درجت منہ'' کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا درجات سات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ براۃ میں ذکر فرمایا یعنی ''ما كان لاهل المدينة ومن حولهم من الاعراب ان يتخلفوا عن رسول الله ولا يرغبوا بانفسهم عن نفسه ذلك بانهم لا يصيبهم ظما ولا نصب '' اس کو انہوں نے پڑھا اور یہاں تک کہ پہنچے ''احسن ما كانوا يعملون '' پوچھا کیا یہ سات درجات ہیں؟ یہ پہلی چیز تھی جہاد کا درجہ مجمل تھا وہ شخص جس نے جہاد کیا اپنے مال کے ساتھ اس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ جب یہ درجات فضیلت کے ساتھ آئے تو ان سے اسے خارج کردیا گیا ان میں سے اس کا حصہ نفقہ رہ گیا پھر اس آیت میں ذکر ہے۔ جب یہ درجات فضیلت کے ساتھ آئے تو ان سے اسے خارج کردیا گیا ان میں سے اس کا حصہ نفقہ رہ گیا پھر یہ آیت تلاوت کی ''لا يصيبهم ظما ولا نصب '' اور فرمایا کہ صاحب نفقہ کے لئے نہیں ہے پھر یہ پڑھا ''وما انفقتم من نفقة '' اور فرمایا یہ قائد کا نفقہ ہے۔

(۲٦) عبد بن حمید، وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن محیریز رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وفضل الله المجهدين على القعدين اجرا عظيما (۹۵) درجت '' کے بارے میں روایت کیا کہ درجات میں ستر درجے ہیں اور دو درجوں کے درمیان گھوڑے کے ستر سال کے دوڑنے کا فاصل ہے۔

(۲۷) عبد الرزاق نے مصنف میں ابومجلز رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وفضل الله المجهدين على القعدين اجرا عظيما (۹۵) درجت'' کے بارے میں روایت کیا کہ درجات میں ستر درجے ہیں اور دو درجوں کے درمیان گھوڑے کے ستر سال کے دوڑنے کا فاصلہ ہے۔

شہید کے لئے چھ بھلائیاں ہیں

(۲۸) ابن المنذر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ''درجت منه ومغفرة ورحمة '' کے بارے میں روایت کیا کہ ہم کو یہ ذکر کیا گیا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے راستے میں مقتول کے لئے چھ بھلائیاں ہیں خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کے تمام گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے اور اس کو ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے۔ پھر عذاب سے محفوظ کیا جاتا ہے پھر بڑی گھبراہٹ سے امن دیا جاتا ہے پھر جنت میں ٹھہرایا جاتا ہے پھر حور عین سے اس کی شادی کی جاتی ہے۔

(۲۹) بخاری وبیہقی نے الاسماء والصفات میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے تیار فرمایا ہے دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کا فاصلہ ہے جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ سب سے بہترین اور اونچی جنت ہے اور اس کے اوپر رحمن کا

عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔

(۳۰) عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کے لئے تیار کیا ہے جو اس کے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان آسمان زمین کا فاصلہ ہے۔

(۳۱) مسلم، ابوداؤد و نسائی اور حاکم نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص راضی ہو اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر اس کے لئے جنت واجب ہوگئی ابوسعید نے تعجب فرمایا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ کو دوبارہ بتایئے تو آپ نے ان کو دوبارہ بتایا پھر فرمایا ایک اور عمل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ بندہ کے سو درجے جنت کے بلند کر دے گا اور دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کا فاصلہ ہے انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

(۳۲) ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو ایک تیر اللہ کے راستہ میں پہنچا اس کے لئے درجہ ہے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! درجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خبردار یہ تیری ماں کی چوکھٹ نہیں ہے بلکہ دو درجوں کے درمیان سو سال کا سفر ہے۔

(۳۳) ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کا فاصلہ ہے۔

(۳۴) ابن ابی حاتم نے یزید بن ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ کہا جاتا تھا جنت میں دو سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے اس میں یاقوت ہیں، گھوڑے ہیں، ہر درجہ میں ایک امیر ہوگا وہ دیکھتے ہیں جس کی فضیلت اور سرداری کو لوگ دیکھیں گے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ نساء، بیروت)

بَابُ مَا يُجْزِءُ مِنَ الْغَزْوِ

باب: کیا چیز، جہاد میں حصہ لینے کی جگہ، کفایت کر جاتی ہے

2509- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ اَبِي الْحَجَّاجِ اَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى، حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ، حَدَّثَنِيْ بُسْرُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَهُ فِيْ اَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا

2509-اسناده صحيح. عبدالوارث: هو ابن سعيد البصرى، والحسين: هو ابن ذكوان المعلم، ويحيى: هو ابن ابى كثير، وابو سلمة: هو ابن عبدالرحمن بن عوف. واخرجه البخارى (2843)، ومسلم (1895)، والترمذى (1722) و (1725)، والنسائى (3181) من طريق يحيى بن ابى كثير، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1895)، والنسائى (3180) من طريق بكير ابن الاشج، عن بسر بن سعيد، به. واخرجه الترمذى (1723) من طريق عطاء بن ابى رباح، عن زيد بن خالد. وعطاء لم يسمع من زيد، وهو فى "مسند احمد" (17039)، و "صحيح ابن حبان" (4631). واخرج الترمذى (1724)، وابن ماجه (2759)

❁❁ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو کوئی جہاد میں حصہ لینے والے کو سامان فراہم کرتا ہے، گویا وہ خود بھی جہاد میں حصہ لیتا ہے اور جو شخص مجاہد کی غیر موجودگی میں اس کے اہل خانہ کا بھلائی کے ساتھ خیال رکھتا ہے، گویا وہ بھی جہاد میں حصہ لیتا ہے''

2510 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، مَوْلَى الْمَهْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَى بَنِي لَحْيَانَ وَقَالَ: لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ، ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: أَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ، كَانَ لَهُ مِثْلُ نِصْفِ أَجْرِ الْخَارِجِ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بنولحیان کی طرف (پیغام بھیجا) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر دو میں سے ایک آدمی (جہاد کے لیے) نکلے، پھر آپ ﷺ نے جہاد میں حصہ نہ لینے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد میں حصہ لینے والوں کے اہل خانہ اور ان کے مال کے بارے میں بھلائی کے ساتھ، ان کا خیال رکھے گا، اسے جہاد کے لیے نکلنے والے کا نصف اجر ملے گا''۔

بَابٌ فِي الْجُرْأَةِ وَالْجُبْنِ

باب: جرأت اور بزدلی

2511 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مَرْوَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ، شَرُّ مَا فِي رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبْنٌ خَالِعٌ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''آدمی میں سب سے بری چیز ایسی کنجوسی ہے، جو کچھ خرچ کرنے نہ دے اور ایسی بزدلی ہے، جو اسے ختم کر دے''۔

بخل اور بزدلی کے سبب کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا آپ نے اس کا بوسہ لیا اور فرمایا کہ جان لو یہ اولاد بخل کا باعث اور بزدلی کا سبب ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اولاد اللہ کی عطا کردہ نعمت اور رزق بھی ہے۔ (شرح السنہ، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 628)

اولاد کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اولاد ہی ہے جو انسان سے سب کچھ کراتی ہے ایک باپ اپنے بچوں کے لئے نہ صرف مختلف ذرائع و وسائل اختیار کر کے روپیہ پیسہ کماتا ہے اور مال و اسباب فراہم کرتا ہے بلکہ بچوں کا مستقبل اس کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ اس نے جو کچھ کمایا ہے اس کو پیسہ پیسہ جوڑ کر

رکھے، یہاں تک کہ اولاد کی فکر اس کو بخیل بنا دیتی ہے کہ وہ اپنے روپے پیسے اور مال واسباب کو نہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے نہ بھلائی وانسانی ہمدردی کے کام میں مدد دیتا ہے اور پھر یہ کہ آل واولاد کی محبت ہی ہوتی ہے جو انسان کو اس حد تک بزدل ونامرد بنا دیتی ہے کہ وہ اعلاء کلمۃ الحق اور دین وحق کی سربلندی کے اپنے فرض کو بھی فراموش کر دیتا ہے چنانچہ جہاد کرنے سے کتراتا ہے اور لڑائی میں جانے سے دل چراتا ہے اس کو یہ خوف، شجاعت وبہادری دکھانے سے باز رکھتا ہے کہ اگر میں میدان جنگ میں مارا گیا یا مجھے پکڑ لیا گیا تو میرے بچے کا کیا حال ہوگا ان کی دیکھ بھال اور پرورش کیسے ہوگی اور میرے بچے باپ کے سایہ سے محروم ہو کر کس کس طرح تکلیف ومشقت برداشت کریں گے۔ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اولاد کے بارے میں اس طرح کی برائی بیان کی اور پھر بعد میں اولاد کی ایک خوبی اور اس کی تعریف بھی بیان فرمائی۔

چنانچہ آپ نے فرمایا کہ یہ بچے ریحان ہیں ریحان کے معنی روزی اور نعمت کے بھی ہیں اور ریحان ہر اس پودے اور گھاس کو بھی کہتے ہیں جو خوشبودار ہو، دونوں ہی صورتوں میں اولاد کی مدح ظاہر ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ بچے ماں باپ کے حق رزق کا درجہ رکھتے ہیں کہ اگر والدین کی گود اولاد سے خالی ہو تو ان کی مامتا اور ان کے جذبات اسی طرح مضطرب وپریشان رہتے ہیں جس طرح کوئی بھوکا روزی نہ ملنے کی صورت میں مضطرب رہتا ہے اسی طرح بچے دراصل اللہ کی طرف سے ماں باپ کو ایک عظیم نعمت کے طور پر عطا ہوتے ہیں، ایسی نعمت جو ان کی زندگی کا سہارا بھی ہوتی ہے اور ان کے گھر کا چراغ بھی۔ اور اگر ریحان سے خوشبودار پودا مراد لیا جائے تو بلاشک وشبہ بچے اپنے ماں باپ اور اہل خاندان کی نظر میں پھول کا درجہ رکھتے ہیں کہ جس طرح کوئی شخص خوشبودار پھول کو دیکھ کر سرور حاصل کرتا ہے اور سونگھ کر مشام جان کو معطر کرتا ہے اسی طرح بچوں کو دیکھ کر خوشی محسوس ہوتی ہے ان کو پیار کر کے، ان کو چوم کر اور ان کے ساتھ خوش طبعی کر کے سرور حاصل کیا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ) (البقرۃ:195)

باب: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ''اور تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو''

2512 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، وَابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَسْلَمَ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ غَزَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ نُرِيدُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ، وَعَلَى الْجَمَاعَةِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَالرُّومُ مُلْصِقُو ظُهُورِهِمْ بِحَائِطِ الْمَدِينَةِ، فَحَمَلَ رَجُلٌ عَلَى الْعَدُوِّ، فَقَالَ النَّاسُ: مَهْ مَهْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يُلْقِي بِيَدَيْهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ، فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: إِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَمَّا نَصَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ، وَأَظْهَرَ الْإِسْلَامَ قُلْنَا: هَلُمَّ نُقِيمُ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحُهَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: (وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ) (البقرۃ: 195) فَالْإِلْقَاءُ بِالْأَيْدِي إِلَى التَّهْلُكَةِ أَنْ نُقِيمَ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحَهَا وَنَدَعَ الْجِهَادَ. قَالَ أَبُو عِمْرَانَ: فَلَمْ يَزَلْ أَبُو أَيُّوبَ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى دُفِنَ بِالْقُسْطَنْطِينِيَّةِ

ابوعمران اسلم بیان کرتے ہیں: ہم لوگ مدینہ منورہ سے جہاد کے لیے روانہ ہوئے ہمارا قسطنطنیہ جانے کا ارادہ تھا لوگوں کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمن تھے، رومیوں نے اپنی پیٹھ شام کی دیوار کے ساتھ لگائی ہوئی تھی، ایک شخص نے دشمن پر حملہ کیا، لوگوں نے اس سے کہا: رک جاؤ، رک جاؤ! اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے، اس شخص نے اپنے دونوں ہاتھ ہلاکت کی طرف بڑھائے ہیں، حضرت ابوایوب انصاری نے فرمایا: یہ آیت ہمارے یعنی انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کردی اور اسلام کو غلبہ عطا کردیا تو ہم نے کہا: اب ہمیں اپنی زمینوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور ان کی دیکھ بھال کرنی چاہیے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''تم لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ ہلاکت کی طرف نہ لے جاؤ''

ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف لے جانے سے مراد یہ ہے: ہم اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کرنے لگیں اور انہیں ٹھیک کریں اور جہاد کو ترک کردیں۔

ابوعمران نامی راوی کہتے ہیں: اس کے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مسلسل جہاد میں حصہ لیتے رہے، یہاں تک کہ انہیں قسطنطنیہ میں دفن کیا گیا۔

شرح

مسئلہ نمبر 1: بخاری نے حذیفہ سے روایت کیا ہے: وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ کا ارشاد خرچ کے بارے میں نازل ہوا۔ یزید بن ابی حبیب نے اسلم ابوعمران سے روایت کیا ہے، فرمایا: ہم نے قسطنطنیہ کی جنگ لڑی اور مسلمانوں کی جماعت کے جرنیل عبدالرحمن بن ولید تھے اور رومیوں نے اپنی پیٹھیں شہر کی دیوار سے لگائی ہوئی تھیں۔ ایک شخص نے دشمن پر حملہ کیا تو لوگوں نے کہا: رک جا رک جا لا الٰہ الا اللہ، یہ خود کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری نے کہا: سبحان اللہ۔ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی تھی اور دین کو غالب کیا تھا تو ہم نے کہا: آؤ اب ہم اپنے اموال کی دیکھ بھال کریں اور ان کی اصلاح کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وانفقوا فی سبیل اللہ۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے اموال کی طرف متوجہ ہوں ان کی اصلاح کریں اور جہاد کو چھوڑ دیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اللہ کے راستہ میں ہمیشہ جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے ان کی قبر مبارک بھی وہاں ہے۔ حضرت ابوایوب نے کہا: القاء بالید الی التھلکۃ کا مطلب اللہ کے راستہ میں جہاد کو ترک کرنا ہے۔ آیت اس کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کی مثل حضرات حذیفہ، حسن، قتادہ، مجاہد اور ضحاک سے مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: ترمذی نے یزید بن ابی حبیب سے انہوں نے اسلم ابوعمران سے یہ خبر اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔ فرمایا: ہم روم کے شہر میں تھے، رومیوں نے ہماری طرف ایک بڑا لشکر نکالا مسلمانوں میں سے ان کے مقابلہ میں اتنے ہی لوگ نکلے یا ان سے بھی زیادہ تھے۔ اور اہل مصر پر عقبہ بن عامر امیر تھے اور جماعت پر فضالہ بن عبید۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے رومیوں کے لشکر پر حملہ کردیا حتیٰ کہ وہ ان کے اندر داخل ہوگیا۔ لوگ چیخنے اور کہا: سبحان اللہ۔ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری کھڑے ہوئے اور کہا: اے لوگو! تم اس آیت کی یہ تاویل کر رہے ہو، یہ آیت تو ہم انصار کے گروہ کے بارے نازل ہوئی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور اس کے مددگار زیادہ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کو بتائے بغیر ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ کہنے لگے ہمارے مال ضائع ہو گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی ہے اور اس کے مددگار زیادہ ہو گئے ہیں۔ اگر اب ہم اپنے اموال کی دیکھ بھال کریں اور جو ضائع ہو چکا ہے اس کی اصلاح کریں تو بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر ہماری بات کا رد نازل فرمایا۔ وانفقوا فی سبیل الله ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة۔ آیت میں التهلکة سے مراد اموال کی دیکھ بھال کرنا اور ان کی اصلاح کرنا اور جہاد کو ترک کرنا ہے۔ حضرت ابوایوب اللہ کے راستہ میں لڑتے رہے حتیٰ کہ روم کی زمین میں دفن ہوئے۔ ابوعیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابن عباس، عکرمہ، عطاء، مجاہد اور جمہور لوگوں کا قول ہے کہ اس آیت کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کو ترک دینا اور اہل و عیال کا خوف کرنا۔ ایک شخص کہتا: میرے پاس تو کوئی ایسی چیز ہی نہیں ہے جسے میں خرچ کروں۔ اس معنی کی طرف امام بخاری گئے ہیں جبکہ کسی دوسرے نے ذکر نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اگرچہ تمہارے پاس تیر وغیرہ نہ بھی ہو، تم میں سے کوئی یہ نہ کہے: میں تو کوئی چیز نہیں پاتا۔ سدی سے اسی طرح مروی ہے تم خرچ کرو اگرچہ رسی ہی ہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور تم کہو کہ میرے پاس کچھ ہے۔ تیسرا قول حضرت ابن عباس کا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کو جہاد کی طرف نکلنے کا حکم دیا تو مدینہ طیبہ کے کچھ بدو لوگ ٹھہر گئے۔ انہوں نے کہا: ہم کیا تیاری کریں؟ اللہ کی قسم! ہمارے پاس تو نہ زادراہ ہے اور نہ ہمیں کوئی کھلائے گا تو یہ ارشاد نازل ہوا: وانفقوا فی سبیل الله۔ یعنی اے خوشحال لوگو! اللہ کے راستہ میں یعنی اللہ کی اطاعت میں خرچ کرو۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة یعنی اپنے ہاتھوں کو صدقہ سے نہ روکو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اسی طرح مقاتل نے کہا: حضرت ابن عباس کے قول کا معنی یہ ہے کہ صدقہ سے نہ رکو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے یعنی کمزور لوگوں پر خرچ کرنے سے نہ رکو۔ کیونکہ جب وہ تم سے پیچھے رہ جائیں گے تو دشمن تم پر غالب آ جائے گا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ حضرت براء بن عازب سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا کیا اس مراد وہ شخص ہے جو لشکر پر تنہا حملہ کرتا ہے؟ حضرت براء نے کہا: نہیں بلکہ ایک شخص گناہ کرتا تھا پھر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا تھا۔ وہ کہتا تھا: میں گناہوں میں حد کو پہنچ چکا ہوں توبہ کا کوئی فائدہ نہیں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا تھا اور اس کے بعد وہ گناہوں میں مستغرق ہو جاتا تھا۔ یہاں ہلاکت سے مراد اللہ تعالیٰ سے مایوس ہونا ہے۔ یہ عبیدہ سلمانی کا قول ہے۔ حضرت زید بن اسلم نے کہا: اس کا معنی ہے جہاد میں بغیر زادراہ کے سفر نہ کرو۔ کچھ لوگوں نے ایسا کیا تھا تو اس عمل نے انہیں راستہ میں کاٹ دیا تھا یا وہ لوگوں پر بوجھ بن گئے تھے۔ یہ پانچ اقوال ہیں:

سبیل اللہ سے یہاں جہاد مراد ہے اور لفظ راستوں کو شامل ہے۔ بایدیکم میں زائدہ ہے۔ تقدیر عبارت تلقوا ایدیکم ہے۔ اس کی مثال الم یعلم بان الله یری اس میں بازائدہ ہے۔ مبرد نے کہا: بایدیکم سے مراد نفوس ہیں۔ بعض سے کل مراد لیا ہے۔ جیسے ارشاد ہے: فبما کسبت ایدیکم (الشوریٰ:30) بما قدمت یداك (الحج:10) ان

آیات میں ایدی اور ید سے مراد پوری ذات ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: یہ ضرب المثل ہے تو کہتا ہے: فلان القی بیدہ فی امر کذا۔ جب کوئی امر کو تسلیم کرے۔ قتال میں شکست تسلیم کرنے والا اپنے ہتھیار اپنے ہاتھ سے پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح ہر عاجز کرتا ہے خواہ وہ کسی فعل میں عاجز ہو۔ اسی سے عبدالمطلب کا قول ہے: واللہ ان القاء نا بایدینا للموت لعجز۔ اللہ کی قسم! موت کے لئے ہمارا اپنے آپ کو ڈال دینا عجز ہے۔ بعض علماء نے کہا: تقدیر عبارت اس طرح ہے: لا تلقوا انفسکم بایدیکم جیسے تو کہتا ہے: لا تفسد حالک برایک۔ اپنے حال کو اپنی رائے کے ساتھ خراب نہ کر۔ التھلکۃ لام کے ضمہ کے ساتھ۔ یہ ھلک یھلک ھلاکا وھلکا وتھلکۃ کا مصدر ہے۔ یعنی اس عمل میں نہ پڑو جو تمہیں ہلاک کردے۔ یہ زجاج وغیرہ کا قول ہے یعنی اگر تم خرچ نہیں کرو گے تو تم اللہ کی نافرمانی کرو گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

بعض علماء نے فرمایا: آیت کا معنی ہے اپنے اموال کو نہ روکو کہ تم سے تمہارے علاوہ اس کے وارث بنیں ورنہ تم اپنے اموال کی منفعت سے محرومی کے ساتھ ہو جاؤ گے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ خرچ سے باز نہ آؤ ورنہ دنیا میں الھدل اور آخرت میں ثواب چلا جائے گا۔ کہا جاتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنی حرام مال سے خرچ نہ کرو، وہ تم پر لوٹا دیا جائے گا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اسی طرح حضرت عکرمہ سے مروی ہے، فرمایا: ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ. فرمایا ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون، اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (یعنی) اس سے خبیث مال خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔ طبری نے کہا: ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ عام ہے، ہر صورت جو ذکر کی گئی

ہے اس کو ذکر کی گئی ہے اس کو شامل ہے کیونکہ لفظ اس کا احتمال رکھتا ہے۔

مسئلہ نمبر 2: علماء کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو جنگ میں گھس جاتا ہے اور اکیلا دشمن پر حملہ کر دیتا ہے، قاسم مخیمرہ، قاسم بن محمد اور عبدالملک (جو ہمارے علماء سے ہیں) نے فرمایا: تنہا ایک شخص کا بڑے لشکر پر حملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس میں طاقت ہو اور نیت خالص اللہ کے لئے ہو، اگر قوت نہ ہو تو یہ تھلکۃ (ہلاکت) سے ہوگا۔ بعض علماء نے فرمایا: جب اسے شہادت مطلوب ہو اور نیت خالص ہو تو اسے حملہ کرنا چاہئے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا یہی مقصود ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بیان میں فرمایا: ومن الناس من یشری نفسہ ابتغآء مرضات اللہ (البقرہ:207) (لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جان (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے)۔

ابن خویز منداد نے کہا: جو تنہا سو آدمیوں پر یا ایک لشکر پر یا چوروں کے گروہ پر یا محاربین پر یا خوارج پہ حملہ کرتا ہے اس کی دو حالتیں ہیں: اگر اسے غالب گمان ہے کہ جس پر وہ حملہ کرے گا اسے قتل کر دے گا اور خود نجات پائے گا تو یہ بہتر ہے اسی طرح اگر اسے غالب گمان ہو کہ وہ شہید ہو جائے گا لیکن وہ دشمن نقصان پہنچائے گا یا وہ انہیں آزمائش میں ڈال دے گا یا وہ کوئی ایسا اثر چھوڑے گا جس سے مسلمان نفع پائیں گے تو یہ بھی جائز ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مسلمانوں کے لشکر کا جب ایرانیوں سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کے گھوڑے ایرانیوں کے ہاتھیوں سے ڈر گئے۔ تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے مٹی کا ایک ہاتھی بنایا اور اس نے اپنے گھوڑے کو مانوس کیا حتیٰ کہ وہ اس سے مانوس ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو اس کا گھوڑا ہاتھی سے نہ بھاگا، اس نے اس ہاتھی پر حملہ کر دیا جو

آگے آگے تھا۔ اس کو کہا گیا: یہ تجھے قتل کردے گا، اس مسلمان نے کہا: میرا قتل ہونا کوئی نقصان نہیں جبکہ مسلمانوں کو فتح مل جائے۔ اسی طرح جنگ یمامہ میں ہوا۔ جب بنوحنیفہ ایک باغ میں محفوظ ہو گئے تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: تم مجھے چمڑے کی ڈھال میں رکھو اور مجھے دشمنوں کے پاس پھینکو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اسنے تنہا انسے جہاد کیا اور انکے قلعہ کا دروازہ کھول دیا

میں کہتا ہوں: اسی قسم سے ہے جو روایت کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میں صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اللہ کے راستہ میں شہید ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے لئے جنت ہے۔ وہ دشمن کی صفوں میں گھس گیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ احد میں سات انصاریوں اور دو قریش میں تنہا تھے۔ جب دشمن قریب آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو ان کو ہم سے دور کرے گا اس کے لئے جنت ہے یا فرمایا: وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ ایک انصاری آگے بڑھا اس نے جہاد کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا پھر دشمن قریب آئے تو فرمایا: جو ان کو ہم سے دور کرے گا اس کے لئے جنت ہے فرمایا: وہ جنت میں میرا ساتھی ہے پھر ایک انصاری آگے بڑھا جہاد کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا۔ آپ اسی طرح فرماتے رہے حتیٰ ساتوں آدمی شہید ہو گئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **ماانصفنا اصحابنا** (ہم نے اپنے ساتھیوں کی قتال پر رہنمائی نہیں کی حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے) (**انصفنا اصحابنا**) میں ایک روایت فا کے سکون اور اصحابنا با کے فتحہ کے ساتھ ہے اور دوسری روایت میں فا کے فتحہ اور با کے رفع کے ساتھ ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت لوٹ جائے گی اس کی طرف جو آپ کے ساتھیوں میں سے بھاگ گیا تھا۔ محمد بن حسن نے کہا: اگر ایک مسلمان شخص ہزار مشرکوں پر حملہ کرے تو اس میں حرج نہیں جبکہ اسے نجات کی غالب امید ہو یا دشمن کو قتل کرنے کی امید ہو۔ اگر ایسی صورت نہ ہو تو یہ عمل مکروہ ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو ضائع کرنے کے لئے پیش کیا جبکہ اس میں مسلمانوں کا کوئی نفع نہیں ہے اور اگر اس کا مقصد مسلمانوں کو کفار پر اجرأت دلانا ہے تا کہ وہ بھی اس کی طرح عمل کریں تو اس کا جواز بعید نہیں کیونکہ اس میں بعض وجوہ کے اعتبار سے مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ اگر اس کا قصد دشمن کو ڈرانا ہے تا کہ وہ مسلمانوں کے دین میں صلابت کو جان لیں۔ پس اس کا جواز بھی بعید نہیں ہے اور جب اس میں مسلمانوں کا نفع ہو اور وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے دین کے اعزاز کے لئے اور کفر کی توہین کے لئے اپنی جان دیتا ہے تو یہ وہ مقام ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مومنین کی مدح کی ہے۔ فرمایا: **ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم الآیۃ** (توبہ:111) یہ آیت اور دوسری آیات جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جان قربان کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی اسی بنیاد پر ہونا چاہئے جب اسے دین کے نفع کی امید ہو وہ اس میں جان دے دے حتیٰ کہ وہ شہید کر دیا جائے تو وہ شہداء کے اعلیٰ درجات میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ مآ اصابك ان ذٰلك من عزم الامور** (لقمان) (حکم دو نیکی کا اور منع کرو برائی سے اور صبر کیا کرو ہر مصیبت پر جو تمہیں پہنچے یہ بڑی ہمت کے کام ہیں)۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے، فرمایا: شہداء میں سے افضل حمزہ بن عبدالمطلب ہے اور وہ شخص ہے جس نے ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق ادا کیا اور اس نے اسے

شہید کر دیا۔ مزید تفصیل ان شاء اللہ سورۃ آل عمران میں آئے گی۔

مسئلہ نمبر 3: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واحسنوا اطاعت میں خرچ کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کے متعلق بہتر بدل عطا کرنے میں اچھا گمان کرو بعض علماء نے فرمایا: طاعات کی پیروی کرنے کے ساتھ اپنے اعمال میں اچھائی کرو یہ مفہوم بعض صحابہ سے مروی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابٌ فِي الرَّمْيِ

باب: تیر اندازی کرنا

2513 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَّامٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ، صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ، وَمُنْبِلَهُ. وَارْمُوا، وَارْكَبُوا، وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا. لَيْسَ مِنَ اللَّهْوِ إِلَّا ثَلَاثٌ: تَأْدِيبُ الرَّجُلِ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَتُهُ أَهْلَهُ، وَرَمْيُهُ بِقَوْسِهِ وَنَبْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ، فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا. أَوْ قَالَ كَفَرَهَا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے، تین لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا، ایک اسے بنانے والے، جو اسے بناتے ہوئے، اجر و ثواب کے حصول کا طلب گار ہوتا ہے، ایک اسے پھینکنے والا اور ایک اسے پکڑانے والا تم لوگ تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو، تمہارا تیر اندازی کرنا، میرے نزدیک تمہارے گھڑ سواری کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: کھیل کود میں صرف تین باتیں جائز ہیں، کسی شخص کا اپنے گھوڑے کو سدھانا، اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا، یا کمان کے ذریعے تیر اندازی کرنا، جو شخص تیر اندازی سیکھ لینے کے بعد، اسے ترک کر دیگا، وہ ایک نعمت کو ترک کرے گا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اس نے اس کی ناشکری کی۔

2514 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ ثُمَامَةَ بْنِ شُفَيٍّ الْهَمْدَانِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: (وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ) (الأنفال: 60)، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا

2514- اسناده صحيح. واخرجه مسلم (1917)، وابن ماجه (2813) من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (17432)، و"صحيح ابن حبان" (4709). واخرج مسلم (1918) من طريق ابن وهب، عن عمرو بن الحارث، عن ابي علي ثمامة بن شفي، عن عقبة بن عامر، قال: سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يقول: "ستفتح عليكم ارضون ويكفيكم الله، فلا يعجز احدكم ان يلهو باسهمه." وهو في "مسند احمد" (17433)، و"صحيح ابن حبان" (4697).

إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو منبر پر یہ (آیت) پڑھتے ہوئے سنا:
''تم ان کے مقابلے کے لیے، جہاں تک ہو سکے قوت تیار کرو۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے، خبردار! قوت سے مراد، تیر اندازی ہے، خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے''۔

جہاد میں پوری قوت سے تیار ہونے کا بیان

۱۔ احمد مسلم وابوداؤد وابن ماجہ وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ وابن مردویہ وابویعقوب اسحاق بن ابراہیم قراب نے فی کتاب فضل الداری اور بیہقی نے شعب میں عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور آپ منبر پر تشریف فرما تھے کہ (آیت) ''واعدوالهم ما استطعتم من قوة'' یعنی خبردار قوت تیر اندازی میں ہے خبردار قوت تیر اندازوں میں ہے اس کو آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

تیراندازی سیکھنے کا حکم

۲:۔ ابن منذر نے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (آیت) ''واعدوالهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل'' یعنی خبردار کہ قوت تیر اندازی میں ہے اس کو تین مرتبہ فرمایا یہ زمین عنقریب تمہارے لئے فتح ہوگی اور تم سے مشقت اور تکلیف اٹھائی جائے گی۔ پس تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز نہیں ہو جائے کہ اپنے تیروں کے ساتھ کھیلے۔

۳:۔ بیہقی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے یہ (آیت) ''واعدوالهم ما استطعتم من قوة'' تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ خبردار بے شک قوت تو تیر اندازی میں ہے۔

۴:۔ ابن منذر نے مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان دو ہدفوں (یعنی نشانوں) کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے ہے تم لوگ تیر اندازی سیکھو کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا (آیت) ''واعدوالهم ما استطعتم من قوة'' پھر فرمایا پس تیر اندازی ایک قوت ہے۔

۵:۔ ابوالشیخ وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''واعدوالهم ما استطعتم من قوة'' کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد تیر، تلواریں اور ہتھیار ہیں۔

۶:۔ ابن اسحاق وابن ابی حاتم نے عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''واعدوالهم ما استطعتم من قوة'' کے بارے میں فرمایا کہ ان گھوڑے تیار کرنے کا حکم فرمایا۔

۷:۔ ابوالشیخ والبیہقی نے شعب الایمان میں عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واعدوالهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل'' میں قوۃ سے مراد ہے مادہ نر گھوڑے ہیں اور رباط سے مراد مادہ گھوڑے ہیں۔

۸:۔ ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ”واعدوالھم ما استطعتم من قوۃ“ میں قوت سے مراد ہے نر گھوڑے اور رباط سے مراد ہے مادہ گھوڑے یا گھوڑیاں۔

۹:۔ ابن ابی شیبہ وابن ابی حاتم نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ قوت سے مراد ہے گھوڑے سے لے کر تیر تک اور جو اس کے علاوہ دیگر ہتھیار ہیں۔

۱۰:۔ ان ابی شیبہ وابن منذر وابن ابی حاتم، وابو الشیخ نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ”ترھبون بہ عدواللہ وعدو کم“ کے بارے میں فرمایا کہ تم اس جنگی سامان کے ساتھ اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ اور رسوا کرتے ہو۔

۱۱:۔ حاکم نے اور اس نے اس کو صحیح کہا اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ ایک قوم کے پاس سے گذرے اور وہ تیرے کر رہے تھے آپ نے فرمایا اسماعیل کی اولاد تیر اندازی کرو اور تمہارا باپ بھی تیر اندازی کے بڑے ماہر تھے۔

ایک تیر کے ذریعہ تین آدمی جنت میں

۱۲:۔ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم (اور اس نے اس کی تصحیح بھی کی ہے) والبیہقی نے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے اس کے بنانے والا جو اس کے بنانے میں خیر کی امید رکھتا ہو اور وہ شخص جو اسے تیار کرتا ہے۔ اللہ کے راستہ میں اور وہ شخص جو اس کے در پر اللہ کے راستہ میں تیر اندازی کرتا ہے اور آپ نے فرمایا تیر اندازی کرو اور سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا سوار ہونے سے بہتر ہے۔ اور فرمایا ہر وہ چیز جس سے آدم کا بیٹا کھیلتا ہے وہ باطل ہے مگر تین کھیل باطل نہیں ہیں اپنی کمان سے تیر پھینکنا۔ اور اپنے گھوڑے کی اچھی تربیت کرنا اور تعلیم دینا اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا، کیونکہ وہ ان کے حقوق میں سے ہے اور جس شخص نے تیر اندازی کو سیکھا پھر اس کو چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت تھی جس کا اس نے انکار کیا۔

۱۳۔ عبدالرزاق نے مصنف میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حرام بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ تمہارے پڑوس میں خنزیر نہ رہیں اور تمہارے درمیان صلیب کو اونچا نہ کیا جائے۔ اور ایسے دسترخوان پر نہ کھاؤ کہ جس پر شراب پی جاتی ہو اور گھوڑوں کو ادب سکھاؤ اور دو قوموں کے درمیان چلو۔

۱٤:۔ البزار اور حاکم نے اور اس نے اس کو صحیح کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور بنو سلم کی ایک جماعت تیر اندازی کر رہی تھی آپ نے فرمایا اے اسماعیل کی اولاد تیر اندازی کرو تمہارے باپ بڑے تیر انداز تھے تم لوگ تیر اندازی کرو اور میں ابن ادرع کے ساتھ ہوں قوم رک گئی اور آپ نے پوچھا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ جس کے ساتھ آپ ہیں وہی غالب ہے آپ نے فرمایا تیر اندازی کرو اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

۱۵:۔ احمد والبخاری نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ بنو سلم کی ایک جماعت کے پاس

تشریف لے گئے۔ وہ بازار میں (کھڑے ہوئے آپس میں تیراندازی کا مقابلہ کر رہے تھے آپ نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا اے اسماعیل کی اولاد تیراندازی کرو کیونکہ تمہارے باپ بھی بڑے تیرانداز تھے (خوب) تیراندازی کرو اور میں بنوفلاں کے ساتھ ہوں انہوں نے اپنے ہاتھوں کو روک لیا تو آپ نے فرمایا تیراندازی کرو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کس طرح تیراندازی کریں حالانکہ آپ تو فلاں کے ساتھ ہیں آپ نے فرمایا تیراندازی کرو اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

تیراندازوں کی حوصلہ افزائی کرنا

۱۶:۔ حاکم نے اور اس نے اس کو صحیح کہا محمد بن ایاس بن سلمہ سے روایت کیا وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیراندازی کا آپس میں مقابلہ کر رہے تھے آپ نے فرمایا اے اللہ (اس کام کو) آراستہ کر دے دو یا تین مرتبہ پھر آپ نے فرمایا تیراندازی کرو اور میں ابن الادرع کے ساتھ ہوں (یہ سن کر) قوم رک گئی آپ نے فرمایا تیراندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں اور انہوں نے اپنے عام دنوں کی طرح تیراندازی کی پھر وہ واضح طور پر برابر برابر ہو گئے۔ تیراندازی میں کوئی کسی میں غالب نہ آیا۔

۱۷:۔ طبرانی نے اوسط میں اور حاکم اور القراب نے فضل الرمی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کے کھیل میں سے ہر چیز باطل ہے مگر تین کھیل باطل نہیں ہیں تیراندازی کرنا اپنی کمان کے ساتھ۔ اور تیرا ادب سکھانا اپنے گھوڑے کو اور تیرا کھیل کود کرنا اپنی بیوی کے ساتھ کیونکہ یہ سب حق ہے۔ اور آپ نے فرمایا تیراندازی کرو۔ اور سوار ہو گئے اور تمہارا تیراندازی کرنا یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے اس کو بنانے والا ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور اس کے ساتھ مدد کرنے والا۔ اور اسے جو اللہ کا راستہ میں پھینکنے والا۔

۱۸۔ حاکم نے اس کو صحیح کہا اور قراب نے ابونجیح سلمی سے روایت کیا کہ طائف کے محل کا ہم نے محاصرہ کیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ کے راستے میں تیر پھینکے گا تو اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا راوی نے کہا کہ میں نے اس دن سولہ تیر پھینکے۔

۱۹:۔ ابن ماجہ والحاکم والقراب نے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے دشمن پر ایک تیر پھینکا اور اس کا تیر پہنچ گیا چاہے ٹھیک نشانہ پر لگا یا نہ لگا۔ تو ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔

۲۰:۔ حاکم نے عباس بن سہل بن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب بدر کا دن تھا تو ہم کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کافر تمہارے قریب آ جائیں تو تیر پھینکو اور اپنے تیروں کو بچاؤ (ضائع ہونے سے)

۲۱:۔ حاکم نے اس کو صحیح کہا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن فرمایا میں سعد کو تیر دو اے سعد تیر پھینک اللہ تعالیٰ تیرے لئے تیر پھینکا ہے۔ (اے سعد) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

۲۲:۔ حاکم نے اور اس نے اس کو صحیح کہا عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ وہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے

ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

الاھن اتی رسول اللہ انی حمیت صحابتی بصدور نبلی

ترجمہ: خبردار رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں نے اپنے تیر پھینک کر اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی۔

۲۳:۔ ثقفی نے اپنی فوائد میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی کھیل میں فرشتے حاضر نہیں ہوتے مگر تین کھیلوں میں مرد کا کھیلنا اپنی بیوی کے ساتھ اور گھوڑوں کا دوڑانا اور تیر اندازی کرنا۔

۲۴:۔ ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے تین کاموں میں حاضر ہوتے ہیں تیر پھینکنا گھوڑ سواری کرنا اور مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا۔

۲۵:۔ ابو عبیدہ نے کتاب الخیل میں جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیر اندازی کرو اور گھوڑ سواری کیا کرو۔ اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے ہر کھیل جو مومن کھیلتا ہے وہ باطل ہے۔ مگر تین کام باطل نہیں ہیں تیر اندازی کرنا اپنی کمان سے اور تیرا سیدھا اترنا اپنے گھوڑے کی اور تیرا کھیل کود کرنا اپنی بیوی سے کیونکہ وہ حق میں سے ہے۔

چار کھیل میں ثواب ملتا ہے

۲۶:۔ النسائی والبزار والبغوی والباوردی والطبرانی والقراب وابو نعیم ولبیھقی والضیاء نے عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے جابر بن عبداللہ اور جابر بن عمیر انصاری کو دیکھا کہ دونوں تیر اندازی کر رہے ہیں ایک ان میں سے اکتا یا اور بیٹھ گیا دوسرے نے کہا تو سست ہو گیا؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر چیز جو اللہ کے ذکر میں سے نہ ہو وہ لغو ہے اور بھول ہے مگر چار کام (لغو نہیں ہیں) آدمی کا چلنا دو نشانوں کے درمیان اور اپنے گھوڑے کو سدھارنا اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا اور تیرا کی کو سیکھنا۔

۲۷:۔ قراب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے تیر پھینکنے والا اس کی مدد کرنے والا اور خیر کی نیت سے اس کو بنانے والا۔

۲۸:۔ قراب نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف دیکھا اے لوگو تیر اندازی کیا کرو اور سوار ہوا کرو اور تیر اندازی کرنا میرے نزدیک گھوڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے جنت میں اس شخص کو داخل فرمائیں گے جس نے اس کو بنایا اللہ کے راستے میں اور جس نے اس کے ذریعہ اللہ کے راستہ میں قوت حاصل کی۔

۲۹:۔ قراب نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن کا اچھا کھیل کود تیر پھینکنا ہے اور جس نے تیر پھینکنا چھوڑ دیا اس کے جاننے کے بعد تو وہ ایک نعمت تھی جس نے اس کو چھوڑ دیا۔

۳۰:۔ قراب نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں ہمیشہ کے لئے تیر اندازی کو نہ چھوڑوں گا اگر چہ میرا ہاتھ

کاٹ دیا جائے ایک چیز کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے تیر پھینکنا سیکھا پھر اس کو چھوڑ دیا تو اس نے میری نافرمانی کی۔

تین کھیل کی اجازت

۳۱:۔قرب نے مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جس کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ تک مرفوع قرار دیا ہے فرماتے ہیں ہر کھیل باطل ہے مگر گھوڑے کی سواری اور تیر پھینکنا اور آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیل وکود کرنا۔تم پر گھوڑے کی سواری کرنا اور تیر پھینکنا لازم ہے۔اور تیر پھینکنا ان دونوں میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

۳۲:۔قراب نے مکحول کی سند سے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھیل کود تین چیزوں میں جائز ہے تیرا سدھارنا اپنے گھوڑے کو اور تیرا تیر اندازی کرنا اپنی کمان کے ساتھ اور تیرا کھیل کود کرنا اپنی بیوی کے ساتھ (اظہار محبت کے لئے)

۳۳:۔قراب نے مکحول کی سند سے مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام والوں کی طرف دیکھا کہ اپنی اولاد کو تیرا کی اور گھڑسواری سکھاؤ۔

۳٤:۔قراب نے سلیمان تیمی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس بات سے خوش ہوتے تھے کہ آدمی تیرنے والا اور تیر اندازی کرنے والا ہو۔

۳۵:۔قراب نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں تیر پھینکا اس سے نشانے پر لگا یا خطا ہو گیا۔اور نشانہ پر نہ لگا تو (اس کو اتنا ثواب ملے گا) گویا اس نے ایک غلام کو آزاد کیا اور یہ اس کے لئے آگ سے چھٹکارا ہو گا۔

۳٦:۔قراب نے ابو نجیح سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طائف کی فتح میں حاضر تھے میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا (اگرچہ) وہ نشانہ پر نہ لگا یا نشانہ پر پہنچ گیا تو اس کے لئے ایک درجہ ہو گا جنت میں۔

۳۷:۔قراب نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل صقع سے جنگ کرو جوان تک پہنچ گیا تو اس کے لئے جنت میں ایک درجہ ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ درجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

۳۸:۔طبرانی اور قراب نے ابو عمرۃ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک تیر پھینکا وہ نشانہ پر پہنچا یا نشانہ پر نہ پہنچا تو یہ تیر قیامت کے دن نور ہو گا۔

۳۹:۔ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کو یہ کھیل پسند ہیں گھوڑے کو دوڑانا اور تیر پھینکنا اور تمہارا اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا۔

۴۰:۔ بزار اور طبرانی نے الاوسط میں سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تیراندازی کرنا تم پر لازم ہے کیونکہ یہ بہتر ہے یا فرمایا تمہارے کھیلوں میں سے بہتر اور اچھا ہے۔

۴۱:۔ ابوعوانہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا تیراندازی سیکھو کیونکہ وہ تمہارے بہترین کھیلوں میں سے ہے۔

۴۲:۔ بزار نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ ایک قوم پر گزرے جو تیراندازی کررہے تھے آپ نے فرمایا اے اسماعیل کی اولاد تیراندازی کرو کیونکہ تمہارا باپ بھی تیرانداز تھا۔

۴۳:۔ بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تیر پھینکنا سیکھا پھر اس کو بھول گیا تو اس نے (گویا) اس نعمت سے انکار کیا۔

۴۴:۔ بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے کھیلوں میں فرشتے حاضر نہیں ہوتے مگر گھوڑے سواری اور تیراندازوں میں مقابلہ کرنا (ان میں حاضر ہوتے ہیں)

۴۵:۔ بزار نے اپنی سند سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک دفعہ تیر پھینکا وہ نشانہ پر نہ لگا یا لگ گیا تو اس کو آج کے دن اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے چار آدمیوں (کے آزاد کرنے) کے برابر اجر ملے گا۔

۴۶:۔ بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک تیر پھینکا تو اس کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔

۴۷:۔ طبرانی نے اوسط میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر کھیل کو ناپسند کیا گیا ہے مگر آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا دو نشانوں کے درمیان چلنا (یعنی تیراندازی کرنا) اور اس کا اپنے گھوڑے کو سکھانا (یعنی تربیت دینا)

۴۸:۔ ابن الدنیا نے کتاب الرمی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابورفع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لڑکے کا حق والد پر یہ ہے کہ اس کو لکھنا سکھائے اور تیراکی اور تیراندازی سکھائے۔

۴۹:۔ ابن ابی الدنیا والدیلمی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیراندازی سیکھو اس لئے کہ دو نشانوں کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

۵۰:۔ طبرانی نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تیراندازی کے مقابلہ میں دو نشانوں کے درمیان چلتا رہا اس کے لئے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی ہے۔

۵۱:۔ طبرانی نے صغیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ جب بے چینی اسے مجبور کردے کہ وہ اپنی کمان لے تو پھر اس کا ارادہ اس کا انکار کردے (یعنی کمان پہنچنے کے بعد

اس کا ارادہ ختم ہو جائے)

۵۲:۔بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو تیرا کی اور تیر اندازی سکھاؤ اور عورت کو چرخہ سکھاؤ۔

۵۳:۔ابن منذر نے المعرفۃ میں بکر بن عبداللہ بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بیٹوں کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ اور عورت کو چرخہ سکھاؤ۔

۵۴:۔عبدالرزاق نے مصنف میں عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو نوجوان اسلام لایا اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا اور جس شخص نے ایک تیر اللہ کے راستہ میں پھینکا اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔

تیراندازی کا اجر وثواب

۵۵:۔عبدالرزاق نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو نوجوان اسلام میں بوڑھا ہو گیا اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔اور جس شخص نے ایک تیر اللہ کے راستہ میں پھینکا چاہے وہ خطا ہو گیا یا ٹھیک نشانہ پر پہنچا تو اس کے لئے اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔

۵۶:۔احمد نے مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تیر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کا ایک درجہ بلند فرما دیں گے (جبکہ) دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے اور جس نے ایک تیر اللہ کے راستہ میں پھینکا تو اس کے لئے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔

۵۷:۔خطیب نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلہ میں تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے اس کو بنانے والا جبکہ اس کو بنانے میں خیر کی نیت کی ہو۔اور اس کے ذریعہ تیر اندازی کرنے والا اور اس کے ذریعہ (دشمن پر) قوت حاصل کرنے والا۔

۵۸:۔واقدی نے مسلم بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سب سے پہلے گھوڑے پر سواری کرنے والے اسماعیل بن ابراہیم (علیہ السلام) ہیں بے شک یہ گھوڑا وحشی تھا کسی کو اس پر قدرت نہ تھی (اس پر سواری کرنے کی) یہاں تک کہ ان کے لئے (اللہ تعالیٰ نے) تابع کر دیا۔

۵۹:۔زبیر بن بکار نے الانساب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ گھوڑا ایک جنگلی جانور تھا (اس پر سواری کی) قدرت نہیں تھی یہاں تک کہ اس کو (اسماعیل (علیہ السلام) کے لئے) تابع کر دیا گیا۔

۶۰:۔زبیر بن بکار نے الانساب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ گھوڑا ایک ایک جنگلی جانور تھا (لوگوں سے بدکنے والا) اس پر سواری نہیں کی جاتی تھی سب سے پہلے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) نے اس پر سواری کی۔اسی وجہ سے اس کا نام محراب رکھا گیا۔

٦١:۔ احمد بن سلیمان والنجاد نے اپنے مشہور جزء میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ گھوڑا جنگلی جانور تھا سارے جنگلی جانوروں کی طرح جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو بیت اللہ کی بنیادیں اوپر اٹھانے کا حکم فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم دونوں کو ایک خزانہ دینے والا ہوں اس کو تمہارے لئے ذخیرہ کر رکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسماعیل (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی تم باہر نکلو اور اس خزانے کو مانگو۔ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) جیاد کی طرف نکلے اور وہیں ٹھہر گئے وہ نہیں جانتے تھے کہ دعا کیا ہے اور خزانہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دعا الہام فرمائی تو زمین کے اوپر کوئی گھوڑا باقی نہ رہا کہ اس نے آپ کی پکار پر لبیک کہا تو اپنی پیشانی جھکا کر اپنے اوپر ان کو قدرت دے دی اور آپ نے ان کو اپنے لئے مطیع بنالیا (اب) تم اس پر سواری کرو اور اس کو (جنگ کے لئے) تیار کرو کیونکہ یہ برکتیں ہیں اور یہ تمہارے باپ اسماعیل (علیہ السلام) کی میراث ہے۔

٦٢:۔ ثعلبی نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوبی ہوا سے فرمایا میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں تو اسے میرے دوستوں کے لئے عزت اور غلبہ کی باعث بنا دے اور میرے دشمنوں کے لئے ذلت اور رسوائی (کا باعث) بنا دے اور میری اطاعت کرنے والوں کے لئے حسن و جمال کا باعث بنا دے۔ ہوا نے کہا پیدا کر دیجئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس میں سے ایک مٹھی بھری اور اس سے گھوڑا پیدا فرما دیا (پھر) اس سے فرمایا میں نے تجھ کو عربی پیدا کیا۔ اور میں نے خیر کو تیری پیشانی کے ساتھ باندھ دیا اور غنیمتوں کو تیری پیٹھ پر اکٹھا کر دیا۔ تیرے اوپر تیرے مالک کو میں نے مہربان کر دیا۔ اور میں نے تجھے بغیر پروں کے اڑنے والا بنا دیا۔ تو (کسی چیز کو) تلاش کرنے کے لئے اور دوڑنے کے لئے ہے اور عنقریب میں تیری پیٹھ پر آدمی کو سوار کردوں گا جو میری پاکی بیان کرے گا میری حمد بیان کرے گا اور لا الٰہ الا اللہ کہے گا۔ تو بھی تسبیح بیان کرنا جب وہ تسبیح بیان کریں اور تم بھی لا الٰہ الا اللہ پڑھنا جب وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں اور تو بھی تکبیر کہنا جب وہ تکبیر کہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس کا مالک تسبیح یا تحمید یا تکبیر کہتا ہے اور (گھوڑا) اس کو سنتا ہے تو وہ مثل کہتا ہے۔ پھر فرمایا فرشتوں نے (جب) سنا گھوڑے کی بناوٹ کے بارے میں تو انہوں نے اس کی خلقت کو دیکھا انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم تیرے فرشتے ہیں ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری حمد بیان کرتے ہیں پھر ہمارے لئے کیا حکم ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے گھوڑے پیدا فرمائے کہ ان کی گردنیں سیاہ و سفید بختی اونٹ کی گردنوں کی طرح ہیں جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو زمین کی طرف بھیجا اور اس کے قدم زمین پر برابر رنگ گئے تو وہ ہنہنایا۔ کہا گیا (اللہ تعالیٰ نے تیرے ہنہنانے کی وجہ سے مشرکین کو ذلیل کر دیا) اور ان کی گردنوں کو جھکا دیا۔ اور اس کے ذریعہ ان کے کانوں کو بھر دیا اور اس کے ذریعہ ان کے دلوں کو مرعوب کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم پر ہر چیز کو پیش فرمایا تو اس سے فرمایا میری مخلوق سے تو جو چاہے چن لے۔ انہوں نے گھوڑے کو چنا اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تو نے اپنی عزت اور اپنی اولاد کی عزت کو اختیار کیا یہ ہمیشہ رہنے والی ہے جب تک وہ رہے اور وہ باقی رہنے والی ہے جب تک وہ باقی رہے میری رحمت اور برکت تجھ پر ہے اور ان پر بھی ہے میں نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے اور ان سے بڑھ کر زیادہ محبوب ہو۔

۶۳:۔ ابوالشیخ نے عظمہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

۶۴:۔ مالک البخاری ومسلم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا آدمی کے لئے اجر کا باعث ہے۔ دوسرا جو آدمی کے لئے ڈھال ہے۔ تیسرا جو آدمی پر بوجھ ہے گھوڑا جو اس کے لئے اجر کا باعث ہے وہ آدمی جس نے اللہ کے راستہ میں (جہاد کے لئے) باندھ رکھا ہے اور اس نے اس کی رسی چراگاہ میں یا باغ میں لمبی کر رکھی ہو پھر اس باغ یا چراگاہ میں اپنی رسی لمبی ہونے کی وجہ سے جہاں تک وہ پہنچے گا، تو اس کے مالک کے لئے سب نیکیاں ہوں گی اور اگر اس نے اپنی رسی کاٹ دی اور وہ دوڑنے لگا۔ ایک یا دو بلندیوں پر تو اس کے قدم کے نشانات اور اس کی لید اس کے لئے نیکیوں کا باعث ہوگا۔ اگر وہ کسی نہر کے پاس سے گزرا اور اس میں اس نے پانی پیا، یا اس نے اسے پلانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ تو اس کے لئے نیکیاں ہوں گی اور اس طرح ہے یہ گھوڑا مالک کے لئے اجر کا باعث ہوگا۔ اور وہ آدمی جس نے اسکو مالداروں کے لئے باندھا پر وہ حق اس کی گردن میں اور اس کی پیٹھ میں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اس کو نہ بھولا تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لئے شرعی پردہ کا باعث ہے۔ اور وہ آدمی جس نے اس کو فخر ریا کاری اور اہل اسلام کی دشمنی کے لئے باندھا تو یہ گھوڑا مالک کے لئے بوجھ ہے (یعنی گناہوں کا بوجھ ہے)

۶۵:۔ ابن ابی شیبہ ومسلم اور بیہقی نے الشعب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں خیر باندھی ہوئی ہے قیامت کے دن تک اور گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا باعث اجر ہے دوسرا گھوڑا بوجھ ہے اور تیسرا گھوڑا ستر ہے۔ جو گھوڑا ستر کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ جس کو آدمی نے پاک دامنی عزت اور خوبصورتی کے لئے باندھا ہے اور وہ اس کے پیٹ اور اس کی پیٹھ کا حق نہیں بھولا اپنی تنگی میں اور اپنی کشادگی میں اور وہ گھوڑا جو باعث اجر ہے وہ یہ ہے کہ جس نے اس کو اللہ کے راستہ میں (لڑنے کے لئے) باندھا تو وہ گھوڑا جو اپنے پیٹ میں کوئی چیز ڈالتا ہے تو اس کے لئے اجر ہوگا یہاں تک کہ اس کی لید اور اس کے پیشاب کا ذکر کیا گیا (کہ وہ اس کے میزان میں ہوں گے) اور وہ گھوڑا جو مالک سے بوجھ ہے کہ جس نے اس کو باندھا لوگوں پر برتری ظاہر کرنے کے لئے جو چیز بھی اس کے لئے پیٹ میں جائے گی وہ اس کے مالک پر بوجھ ہے یہاں تک کہ اس کی لید اور اس کا پیشاب کا ذکر کیا گیا کہ وہ بھی مالک پر بوجھ ہوں گے وہ نہیں دوڑتا کسی وادی میں ایک چکر یا دو چکر تو یہ بھی اس کے مالک پر بوجھ ہوتے ہیں۔

۶۶:۔ مالک واحمد بن حنبل والطیالسی وابن شیبہ والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ وابن حبان نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے کی پیشانی میں خیر باندھ دی گئی قیامت کے دن تک۔

۶۷:۔ ابن ابی شیبہ وبخاری مسلم الترمذی ونسائی وابن ماجہ نے عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں اور بھلائی بندھی ہوئی قیامت کے دن تک پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اجر اور غنیمت (یعنی جہاد کے لئے ان کو پالنے پر اجر بھی ملتا ہے اور دشمن سے مال غنیمت بھی حاصل ہوتا ہے)

گھوڑوں کی پیشانی پر خیر لکھ دی گئی ہے:

۶۸:۔ ابن ابی شیبہ ومسلم نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے گھوڑے کی پیشانی پر اپنی انگلی پھیرتے ہوئے دیکھا اور آپ فرمارہے تھے گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی بندھی ہوئی ہے قیامت کے دن تک۔

۶۹:۔ النسائی اور ابو سلم الکشی نے سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی بندھی ہوئی ہے قیامت کے دن تک پوچھا گیا یارسول اللہ! وہ کیا ہے آپ نے فرمایا اجر اور غنیمت۔

۷۰:۔ طبرانی الاجری نے کتاب النسیحہ میں ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت اور بھلائی بندھی ہوئی ہے قیامت دن تک ان کے سبب ان کے مالکوں کی مدد کی جاتی ہے اور اس پر خرچ کرنے والا ایسے ہے جیسے اپنے ہاتھ کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والا۔

۷۱:۔ طبرانی نے سوادہ بن ربیع جرمی رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے واپس جانے کا حکم فرمایا تجھ پر گھوڑا (پالنا) لازم ہے کیونکہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی بندھی ہوئی ہے قیامت کے دن تک۔

۷۲:۔ طبرانی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور منافع رکھ دیئے گئے ہیں قیامت کے دن تک ان کی پیشانیاں ان کے کان ہیں اور ان کی دمیں لمبی ہیں۔

۷۳:۔ ابن سعد نے طبقات میں اور ابن مندہ نے صحابہ میں یزید بن عبداللہ بن غریب الملیکی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور عطار کھ دی گئی ہے۔ قیامت کے دن تک اور اس کے مالک کی مدد کی جاتی ہے۔ گھوڑے کی وجہ سے اور اس پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسے اپنی ہتھیلی کو پھیلانے والا صدقہ میں اور اس کے میں کہ اس کو بند نہیں کرتا اور اس کا پیشاب اور اس کی لید اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو کی طرح ہوگا۔

۷۴:۔ ابن ابی شیبہ واحمد نے اسماء بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کے پیشانیوں میں خیر اور بھلائی بندھی ہوئی ہے ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک جس نے اس کو باندھا اللہ کے راستے میں تیاری کے لئے اور اس پر خرچ کیا اللہ کے راستہ میں ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کا شکم سیر ہونا اور اس کا بھوکا ہونا اور اس کا چرنا اور اس کا پیاسا ہونا اور اس کا پیشاب اور اس کی لید کامیابی کے ذریعہ ہوگی۔ قیامت کے دن اس کے میزان میں اور جس نے اس کو باندھا ریاکاری کھاوے فخر اور تکبر کے لئے تو اس کا کھلانا اس کی بھوک اس کا چرنا اور اس کی پیاس اور اس کی لید اور اس کا پیشاب نقصان کا باعث ہوگا اس کے میزان میں قیامت کے دن۔

۷۵:۔ ابوبکر عاصم نے جہاد میں والقاضی عمر بن الحسن الاشافعی اپنی بعض تاریخ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی بندھی ہوئی ہے قیامت کے دن تک اور اس کے گھر والوں کی اس پر مدد کی جاتی ہے یہ تم اس کی پیشانیوں کو پکڑو اور برکت کی دعا کرو اور اس کی گردن پر پٹہ ڈالو اور ان کو پٹہ نہ ڈالو مگر تانت کا

(جو کمان کی تانت ہوتی ہے)

۷۶:۔ابوعبیدہ نے کتاب الخیل میں زیادہ بن مسلم غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے گھوڑے تین قسم کے ہیں جس شخص نے اس کو اللہ کے راستے میں باندھا اور اس کو جہاد کے لئے تیار کیا تو اس کا پیٹ بھرنا اور اس کی بھوک اور اس کا چرانا اور اس کی پیاس اور اس کا پسینہ اور اس کی لید اور اس کا پیشاب اجر کا باعث ہوگا۔ اس کے میزان میں قیامت کے دن اور جس شخص نے اس کو باندھا حسن و جمال کے لئے تو اس کے لئے کوئی اجر نہ ہوگا مگر صرف حسن و جمال اور جس شخص نے اس کو باندھا فخر اور ریا کے لئے تو پہلی قسم میں بیان کردہ سب چیزیں قیامت کے دن اس کے میزان میں اس پر بوجھ ہوں گی (یعنی گناہ کا) باعث ہوں گی۔

گھوڑوں کی تین اقسام کا بیان

۷۷:۔طبرانی اور آجری نے الشریعۃ والنصیحۃ میں خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا رحمن کے لئے ہے ایک گھوڑا انسان کے لئے ہے اور ایک گھوڑا شیطان کے لئے ہے رحمن کا گھوڑا وہ ہے جو وہ اللہ کے راستہ میں (یعنی جہاد کے لئے) تیار کرتا ہے۔ اور اس پر (بیٹھ کر) اللہ کے دشمنوں سے قتال کیا جاتا ہے اور انسان کا گھوڑا وہ ہے جو اس کو داخل کرتا ہے اور اس پر بوجھ ڈالتا ہے اور شیطان کا گھوڑا وہ ہے کہ جس پر شرط لگائی جائے (یعنی جوا کھیلا جائے)

۷۸:۔احمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا رحمن کے لئے ہے ایک گھوڑا انسان کے لئے ہے ایک گھوڑا شیطان کے لئے ہے۔ جو گھوڑا رحمن کے لئے ہے وہ ہے جس کو اللہ کے راستے میں (یعنی جہاد کے لئے) باندھا جائے۔ تو اس کا چارہ اور اس کی لید اور اس کا پیشاب اور دیگر وہ سب چیزیں جو اللہ چاہے۔ سب اللہ کی راہ میں ہوتی ہیں اور شیطان کا گھوڑا وہ ہے جس پر شرط لگا کر (دوڑ کا مقابلہ) کیا جاتا ہے اور انسان کو گھوڑا وہ ہے جو انسان اس کو باندھتا ہے اور اس کے پیٹ کے لئے چارہ تلاش کرتا ہے۔ تو یہ گھوڑا غربت سے اس کے لئے پردہ ہوتا ہے۔

۷۹:۔ابن ابی شیبہ واحمد نے ابوعمرو والشیبہ کی سند سے ابوعمرو الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے انصار میں سے ایک آدمی سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں وہ گھوڑا جو آدمی اللہ کے راستہ میں باندھتا ہے اس کی قیمت میں اجر ہے اس کی دیکھ بھال بھی اجر ہے اور اس کا چارہ بھی اجر (کا باعث) ہے۔ اور وہ گھوڑا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے پھر شرط لگا کر دوڑ کا مقابلہ کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی بوجھ ہے اور اس کا چارہ بھی بوجھ ہے اور ایک گھوڑا شکم سیری کے لئے ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ گھوڑا فقر کو دور کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

۸۰:۔ابن ابی شیبہ والبخاری ومسلم والنسائی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں برکت ہے۔

۸۱:۔نسائی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو عورتوں کے بعد گھوڑے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ

محبوب نہ تھی۔

۸۲:۔ابن سعد او احمد نے زہد میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو گھوڑے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب نہ تھی پھر آپ نے فرمایا اے اللہ تو معاف فرمادے سوائے عورتوں کے (یعنی عورتوں کے بعد گھوڑے سے زیادہ کوئی محبوب چیز نہیں)

۸۳:۔دمیاطی نے کتاب الخیل میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑا باندھا تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے پردہ ہوگا (یعنی جہنم کی آگ سے بچاؤ کا سبب ہوگا)

۸۴:۔ابن ابی عاصم نے جہاد میں یزید بن عبداللہ بن غریب الملیکی سے روایت کیا کہ وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے کا پیشاب اور اس کی لید میں جنت کی خوشبو کی نعمت ہے۔

۸۵:۔ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے پر خرچ کرنے والا ایسے ہے جیسے اپنے ہاتھ کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والا جو اس کو بند نہیں کرتا (یعنی صدقہ برابر کرتا رہتا ہے) اس کا پیشاب اور اس کی لید اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی طرح پاک ہوگی۔

۸۶:۔ابن ابی عاصم نے جہاد میں تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ کے راستے میں گھوڑا باندھا پھر اپنے ہاتھ سے اس کے چارے کا انتظام کیا تو اس کے لئے ہر دانہ کے بدلہ ایک نیکی ہے۔

۸۷:۔احمد ابن ابی عاصم نے تمیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان آدمی اپنے گھوڑے کے لئے خرچ کرتا ہے پھر اسے کھلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر دانہ کے بدلہ ایک نیکی لکھ دیں گے۔

۸۸:۔ابن ماجہ وابن ابی عاصم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ برا سلوک کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے ہم کو نہیں بتایا تھا کہ یہ امت ساری امتوں سے زیادہ ہوگی غلاموں اور بیواؤں کے لحاظ سے آپ نے فرمایا ہاں کیوں نے اس کی عزت کرو اپنی اولاد کی عزت کے سبب اور ان کو کھلاؤ ان چیزوں سے جو تم کھاتے ہو صحابہ نے عرض کیا کون سی چیز کہ دنیا میں ہم کو نفع دے گا فرمایا وہ گھوڑا جسے تو اس لئے باندھتا ہے کہ اس پر (سوار ہو کر) اللہ کے راستہ میں جہاد کرے گا اور ایسا غلام جو تجھ کو کافی ہوگا جب وہ تجھ کو کافی ہوگا تو وہ تیرا بھائی ہے۔

۸۹:۔ابوعبداللہ حسان بن اسماعیل الحاطی نے سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان آدمی پر یہ حق ہے کہ وہ گھوڑا (جہاد کے لئے) باندھے اگر وہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔

۹۰:۔ابن ابی عاصم نے سوادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم گھوڑا رکھو کیونکہ گھوڑے کی پیشانی میں خیر اور بھلائی ہے۔

۹۱:۔ابن ابی عاصم نے ابن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں گھوڑا باندھا اس پر خرچ کرنے والا ایسے ہے جیسے اپنے ہاتھ کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والا کہ وہ اسے کبھی بند نہیں کرتا۔

۹۲:۔ابو الطاہر المخلص نے ابن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا گھوڑے کی پیشانی میں قیامت کے دن تک خیر اور بھلائی باندھ دی گئی۔اس کا ساتھی اس پر مدد کرتا ہے اس پر خرچ کرنے والا اپنے ہاتھ کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والے کی طرح ہے جو اس کو بند نہیں کرتا۔

جنگی گھوڑے پر خرچ کرنے کا ثواب

۹۳:۔احمد وابوداؤد وابن ابی عاصم والحاکم نے ابن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں گھوڑے پر خرچ کرنے والا اپنے ہاتھ کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والے کی طرح ہے جو اس کو بند نہیں کرتا۔

۹۴:۔بخاری والنسائی والحاکم آپ نے اسے صحیح کہا ہے والبیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں گھوڑا باندھا اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اللہ کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے تو اس کا پیٹ بھرنا اور اس کی لید اور اس کا پیشاب اس کے میزان میں سب پر قیامت کے دن نیکیاں ہوں گی۔

۹۵:۔احمد النسائی والحاکم آپ نے اسے صحیح کہا ہے۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عربی گھوڑا ایسا نہیں ہے مگر اس کو ہر سحری کے وقت دو دعائیں القاء کی جاتی ہیں وہ دعا کرتا ہے اے اللہ جس طرح تو نے آدم کی اولاد میں سے یہ بندہ عطا فرمایا ہے تو مجھ کو اس کے مال اور اس کے گھر والوں کی طرف سب سے زیادہ محبوب بنا دیجئے۔

۹۶:۔ابوداؤد والحاکم نے اس کو صحیح کہا ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑوں میں مؤنث کو فرس کہتے تھے۔

۹۷:۔طبرانی نے ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے کسی مسلمان کو گھوڑا جفتی کے لئے دیا اور اس نے اپنے لئے پیچھے گھوڑا بنالیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے ستر گھوڑوں کا اجر لکھ دیں گے جن پر اللہ کی راہ میں سامان لادا جاتا ہے اور اگر وہ اس کے لئے پیچھے گھوڑا نہ ہو تو پھر بھی اس کے لئے ایسے ستر گھوڑوں کا اجر ہے کہ جن پر اللہ کے راستے میں سامان لادا جاتا ہے۔

۹۸:۔طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لوگ جفتی کے لئے نہ دینے سے افضل کبھی آپس میں لین دین نہیں کرتے ایک آدمی اپنا گھوڑا جفتی کے لئے دیتا ہے تو اس کا اجر اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی اپنا نر حوالے کرتا ہے تو اس کے لئے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔اور ایک آدمی اپنا مینڈھا دیتا ہے تو اس کے لئے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔

۹۹:۔ابوعبید نے کتاب الخیل میں معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب مصر فتح ہوا تو وہاں ہر قوم کے لئے ایک چراگاہ تھی جس میں وہ اپنے گھوڑوں کو چراتے تھے۔ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے

گزرے اور وہ اپنے گھوڑے کو گھاس چرا رہے تھے انہوں نے ان کو اسلام کیا اور ٹھہر گئے پھر فرمایا اے ابوذر یہ گھوڑا کس کا ہے؟ انہوں نے کہا یہ میرا گھوڑا ہے میں اس کو دعا قبول ہونے والا دیکھتا ہوں معاویہ نے پوچھا کہا کیا گھوڑا دعا کرتا ہے اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! کوئی رات ایسی نہیں ہوتی جس میں گھوڑا اپنے رب سے دعا نہ کرتا ہو۔ اور وہ کہتا ہے اے میرے رب! آپ نے مجھ کو آدم کے بیٹے کے تابع کیا ہے اور میرا رزق اس کے ہاتھ میں کر دیا ہے۔ اے اللہ! مجھ کو اس کی طرف محبوب بنا دیجئے اس کے گھر والوں اور اس کی اولاد سے بھی زیادہ ان گھوڑوں میں وہ بھی ہوتے ہیں جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور وہ بھی ہوتے ہیں جن کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور میں نے اپنے اس گھوڑے کو دعا قبول ہونے والا دیکھا ہے۔

۱۰۰:۔ ابوعبید نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جدس کا ایک گھوڑا پہنچایا جو یمن کا ایک قبیلہ ہے تو آپ نے وہ گھوڑا انصار میں سے ایک آدمی کو دے دیا اور اس سے فرمایا جب تو اترے تو اسے میرے قریب ہی رکھنا کیونکہ میں اس کے ہنہنانے کو پسند کرتا ہوں ایک رات آپ نے اس کو گم پایا اور اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا یا رسول اللہ ہم نے اس کو خصی کر دیا آپ نے فرمایا تو نے اس کو مثلہ کر دیا ہے آپ نے اس کو تین مرتبہ فرمایا (اور فرمایا) گھوڑے کی پیشانی میں خیر اور بھلائی رکھ دی ہے قیامت کے دن تک ان کی کلغیاں ان کے شانوں کی جانب جھکی ہوئیں ہوئی ہیں اور اس کی زمین بڑھا دی گئی ہیں اس کی نسل کو تلاش کرو اور اس کے ہنہنانے سے مشرکین پر فخر کرو۔

۱۰۱:۔ ابوعبیدہ نے مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کی دمیں کاٹنے سے منع فرمایا اور ان کی کلغیاں اور پیشانیاں کاٹنے سے منع فرمایا اور فرمایا ان کی دمیں تو ان کا عیب ہیں اور ان کی کلغیاں ان کے شانوں کی طرف جھکی ہوئی ہیں اور ان کی پیشانیوں میں خیر ہے۔

گھوڑے کے بال کاٹنے کی ممانعت

۱۰۲:۔ ابونعیم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی دموں کو نہ جلاؤ اور ان کی کلغیاں اور ان کی پیشانیاں نہ کاٹو کیونکہ برکت ان کی پیشانیوں میں ہے اور ان کا گرمی حاصل کرنا ان کی کلغیوں میں ہے اور ان کی دمیں بڑھی ہوئی ہیں۔

۱۰۳:۔ ابوداؤد نے عتبہ بن عبداللہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گھوڑوں کی پیشانیاں نہ کاٹو اور نہ ہی ان کی کلغیاں اور دمیں کاٹو۔ کیونکہ ان کی دمیں بڑھا دی گئیں اور ان کی کلغیاں ان کو گرمی پہنچاتی ہیں اور ان کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی رکھ دی ہے۔

۱۰۴:۔ ابن سعد نے ابو واقد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان کو یہ بات پہنچی کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھوڑے کی طرف کھڑے ہوئے اور اس کے چہرے کو اپنی قمیص کی آستین کے ساتھ صاف کیا صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اپنی قمیص کے ساتھ آپ صاف کر رہے ہیں فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھ کو گھوڑے کے بارے میں سرزنش فرمائی۔

۱۰۵:۔ ابوعبیدہ نے یحییٰ بن سعید کے راستے سے انصاری میں سے ایک شیخ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ

ﷺ نے اپنی چادر کے کنارے سے اپنے گھوڑے کے چہرے کو پونچھا اور فرمایا مجھے آج کی رات گھوڑے کی اس ادنی حالت کے بارے میں سرزنش کی گئی۔

۱۰۶:۔ ابوعبیدہ نے عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کپڑے کے ساتھ اپنے گھوڑے کے چہرے کو پونچھا اور فرمایا کہ جبرائیل آج کی رات مجھے گھوڑے کی اس گھٹیا حالت کے بارے میں سرزنش کرتے رہے۔

۱۰۷:۔ ابوداؤد نے مراسیل میں وضین بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کو اس کے پیشانی کے بالوں سے نہ کھینچو کہ تم اس کو ذلیل کرو۔

۱۰۸:۔ ابوداؤد نے مراسیل میں مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی عزت کرو ان کی تعظیم کرو۔

۱۰۹:۔ حسن بن عرفہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انسان کو دیکھا کہ اس نے اپنے گھوڑے کے چہرے کو مارا اور اس کو لعن طعن کی آپ نے فرمایا اس (گھوڑے) کے ساتھ یہ (معاملہ) مگر یہ کہ تو اس پر اللہ کے راستہ میں جہاد کر تو اس آدمی نے اس پر جہاد کرنا شروع کر دیا اور وہ اس پر بوجھ لادتا رہا یہاں تک کہ وہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا پھر وہ کہنے لگا گواہ رہو گواہ رہو (میں نے حکم کو پورا کر دیا)

۱۱۰:۔ ابونصر یوسف بن عمر القاضی نے اپنی سنن میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کی آنکھ (ضائع ہونے کی صورت میں) اس کی قیمت کے چوتھے حصہ کا فیصلہ فرمادیا۔

۱۱۱:۔ محمد بن یعقوب الخلی کے کتاب الفرسیۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہر رات آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے اور نمازیوں کے جانوروں سے تھکن کو دور کرتا ہے سوائے اس جانور کے جس کی گردن میں گھنٹی ہو۔

۱۱۲:۔ ابن سعد ابوداؤد والنسائی نے ابووھب الجشمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کو (جہاد کے لئے) باندھو اور اس کی پیشانیوں اور اس کے پہلوؤں کو پونچھو اور ان کے پٹے پہناؤ مگر انہیں کمان کی تانت کا پٹہ نہ پہناؤ اور تم پر لازم ہے (ایسے گھوڑے پالو) جو سیاہی مائل سرخ سفید ماتھے اور سفید ٹانگوں والا ہو یا گھوڑے کا رنگ سرخ اور زرد ہو اور پیشانی اور پاؤں سفید ہوں یا رنگت مکمل سیاہ ہو اور اس کی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں۔

۱۱۳:۔ ابوداؤد والترمذی آپ نے اس کو حسن فرمایا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی برکت ان کے سرخ اور زرد رنگ میں ہے۔

۱۱۴:۔ واقدی نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین گھوڑا سرخ اور زرد رنگ کا ہے اور پھر وہ گھوڑا بہترین ہے جس کا رنگ سیاہ اور اس کی پیشانی اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں سفید ہوں۔

۱۱۵:۔ ابوعبیدہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوع حدیث میں روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی ضرورتوں کو اپنے

گھوڑے پر تلاش کرو۔ جو سیاہی مائل سرخ (یعنی کمیت) اور جس کی ناک اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں بھی سفید ہوں۔

۱۱۶:۔ حسن بن عرفہ نے موسیٰ بن علی بن رباح لخمی سے روایت کیا کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں گھوڑا خریدنے کا ارادہ رکھتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تجھ پر لازم ہے (کہ ایسا گھوڑا خریدو) کہ گھوڑے کا رنگ سرخ وسیاہ ہو اور اس کی پیشانی اور ناک اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں سفید ہوں۔

۱۱۷:۔ ابوعبیدہ وابن ابی شیبہ نے عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین گھوڑے سبزی مائل سیاہ اور سرخی مائل سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔

۱۱۸۔ ابن عرفہ نے نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر سیاہی مائل سرخ اور سیاہ سفید رنگ کے گھوڑے میں برکت ہے۔

۱۱۹:۔ ابن ابی شیبہ ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے میں شکال (یعنی تین پاؤں میں سفیدی اور ایک پاؤں کا رنگ مختلف) کو ناپسند فرماتے تھے۔

بہترین گھوڑے کے اوصاف

۱۲۰:۔ احمد والترمذی (آپ نے اس کو صحیح کہا ہے) وابن ماجہ والحاکم (آپ نے اس کو صحیح کہا) نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین گھوڑے وہ ہیں جن کا رنگ سیاہ ہو پیشانی اور ناک پر سفید نشان ہو اور دائیں ہاتھ کے سوا تینوں پاؤں سفید ہوں اگر سیاہ رنگ (یعنی ادھم) کا نہ ہو تو پھر کمیت (یعنی سرخ وسیاہ گھوڑا) جس میں مذکورہ اوصاف ہوں وہ بہترین گھوڑا ہے۔

۲۱۱:۔ طبرانی اور حاکم نے اس کو صحیح فرمایا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو جہاد کرنے کا ارادہ کرے تو ایسا گھوڑا خریدے جو سیاہ رنگ کا ہو۔ ماتھا اس کا سفید ہو اور تین ٹانگیں بھی سفید ہوں اور داہنی اگلی ٹانگ پر سفیدی نہ ہو بلاشبہ تو غنیمت اور سلامتی کو پائے گا۔

۱۲۲:۔ سعد الجارب بن ابی السلمۃ وابویعلی وابن منذر وابن ابی حاتم، ابن قانع نے ابن معجم میں والطبرانی وابوالشیخ وابن منذر ورویانی نے اپنی سند میں وابن مردویہ وابن عساکر نے یزید بن عبداللہ بن عریب سے روایت کیا کہ وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ (آیت) ''**واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم**'' سے مراد جنات ہیں شیطان ایسے انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے گھر میں خوش نما گھوڑا ہو۔

۱۲۳:۔ ابوالشیخ نے ابوالمہدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ اس آدمی سے بیان کرتے ہیں جنہوں نے ان کو بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) ''**واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم**'' کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد جنات ہیں جس شخص نے گھر میں گھوڑوں میں سے کوئی گھوڑا باندھ رکھا ہو تو اس کے گھر کو شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۱۲۴:۔ابن منذر نے سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم'' کے بارے میں فرمایا کہ شیطان ہرگز ایسے انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے گھر میں خوش نما گھوڑا ہو۔

۱۲۵:۔ابوالشیخ وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونہم''۔سے مراد ہے یعنی شیطان گھوڑے کی پیشانی کو (بگاڑ) نہیں سکتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے اور شیطان بھی اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔

۱۲۶:۔فریابی وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونہم'' سے (یہودیوں کا قبیلہ) قریظہ مراد ہے۔

۱۲۷:۔ابن ابی حاتم وابوالشیخ نے مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونھم لا تعلمونھم سے مراد ہیں منافقین اور (آیت) ''اللہ یعلمھم'' سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ منافقین کے دلوں میں نفاق ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں۔

۱۲۸:۔ابن ابی حاتم نے ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم'' سے مراد ہے کہ یہ منافقین جن کو آپ نہیں جانتے کیونکہ وہ تمہارے پاس یہ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ اور تمہارے ساتھ جہاد بھی کرتے ہیں۔

۱۲۹:۔ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونھم'' سے فارس والے مراد ہیں۔

۱۳۰:۔ابن ابی حاتم ابوالشیخ نے سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونھم''۔کے بارے میں فرمایا کہ ابن الیمان رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ اس سے مراد شیاطین ہیں جو گھروں میں ہوتے ہیں۔

(تفسیر درمنثور، سورہ انفال، بیروت)

بَابٌ فِيْ مَنْ يَغْزُو وَيَلْتَمِسُ الدُّنْيَا

باب: جو شخص دنیا (کے فائدہ) کی تلاش میں، جنگ میں حصہ لے

2515 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بَحِيرٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي بَحْرِيَّةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْغَزْوُ غَزْوَانِ: فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللهِ، وَأَطَاعَ الْإِمَامَ، وَأَنْفَقَ الْكَرِيمَةَ، وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ، وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ، فَإِنَّ نَوْمَهُ وَنُبْهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ، وَأَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَسُمْعَةً، وَعَصَى الْإِمَامَ، وَأَفْسَدَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ

✿✿ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جنگ میں حصہ لینا، دو طرح کا ہوتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے (جہاد میں حصہ لیتا ہے) حاکم کی اطاعت کرتا ہے، اچھی چیز خرچ کرتا ہے، اپنے ساتھیوں کا خیال رکھتا ہے اور فساد سے اجتناب کرتا ہے، تو اس کا سونا اور جاگنا سب اس کے لیے اجر کا باعث ہوگا اور جو شخص فخر کے لیے، دکھاوے کے لیے، ریاء کاری کے لیے اور شہرت کے لیے جنگ میں حصہ لیتا ہے، حاکم کی نافرمانی کرتا ہے، زمین میں فساد پیدا کرتا ہے، تو وہ برابری کے ساتھ واپس نہیں آتا"۔

2516 - حَدَّثَنَا اَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنِ ابْنِ مِكْرَزٍ، رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا اَجْرَ لَهُ . فَاَعْظَمَ ذٰلِكَ النَّاسُ، وَقَالُوا لِلرَّجُلِ: عُدْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَعَلَّكَ لَمْ تُفَهِّمْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا، فَقَالَ: لَا اَجْرَ لَهُ. فَقَالُوْا: لِلرَّجُلِ عُدْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: الثَّالِثَةَ، فَقَالَ لَهُ: لَا اَجْرَ لَهُ

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! ایک شخص دنیاوی فائدے کے حصول کے لئے اللہ کی راہ میں ہونے والے جہاد میں حصہ لیتا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ لوگوں کو اس سے بڑی پریشانی ہوئی' ان لوگوں نے اس شخص سے کہا: تم نبی اکرم ﷺ سے دوبارہ یہ سوال کرو شاید تم اپنا مفہوم آپ کے سامنے واضح نہیں کر سکے ہو۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ایک شخص کسی دنیاوی فائدے کے حصول کے لئے اللہ کی راہ میں ہونے والے جہاد میں حصہ لیتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اُسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا: تم پھر نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کرو۔ تیسری مرتبہ اُس نے نبی اکرم ﷺ سے پھر یہی سوال کیا تو آپ نے اسے یہی جواب دیا: اُسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔

بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

باب: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے جنگ میں حصہ لے

2517 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ اَبِي وَائِلٍ، عَنْ اَبِي مُوْسٰى، اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ الرَّجُلَ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَيُقَاتِلُ لِيُحْمَدَ، وَيُقَاتِلُ لِيَغْنَمَ، وَيُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَاتَلَ حَتّٰى تَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ اَعْلٰى، فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: ایک شخص شہرت کے لیے، ایک شخص تعریف کے لیے

اور ایک شخص مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے اور ایک شخص اپنی حیثیت یعنی (بہادری) دکھانے کے لیے جنگ میں حصہ لیتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لیے جنگ میں حصہ لیتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہو، وہ اللہ کی راہ میں شمار ہوگا۔

2518 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ اَبِيْ وَائِلٍ حَدِيْثًا اَعْجَبَنِيْ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2519 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ الْاَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي الْوَضَّاحِ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ حَنَانِ بْنِ خَارِجَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْجِهَادِ وَالْغَزْوِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو، اِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَكَ اللّٰهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، وَاِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا بَعَثَكَ اللّٰهُ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا، يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو، عَلٰى اَيِّ حَالٍ قَاتَلْتَ اَوْ قُتِلْتَ بَعَثَكَ اللّٰهُ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھے جہاد اور جنگ میں حصہ لینے کے بارے میں بتایئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! اگر تم صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے جنگ میں حصہ لیتے ہو، تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) تمہیں صبر کرنے والے اور ثواب کی امید رکھنے والے کے طور پر زندہ کرے گا اور اگر تم دکھاوے کے لیے، مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جنگ میں حصہ لیتے ہو، تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) تمہیں دکھاوا کرنے والے اور مال غنیمت حاصل کرنے والے کے طور پر زندہ کرے گا، اے عبداللہ بن عمرو! تم جس بھی حال میں جنگ میں حصہ لیتے ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) قتل ہوتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں زندہ کرے گا''

بَابٌ فِيْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ

باب: شہادت کی فضیلت

2520 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا اُصِيْبَ اِخْوَانُكُمْ بِاُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ اَرْوَاحَهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، تَرِدُ اَنْهَارَ الْجَنَّةِ، تَاْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَاْوِيْ اِلٰى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَاْكَلِهِمْ، وَمَشْرَبِهِمْ، وَمَقِيْلِهِمْ، قَالُوْا: مَنْ يُبَلِّغُ اِخْوَانَنَا عَنَّا، اَنَّا اَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجِهَادِ، وَلَا يَنْكُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ، فَقَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ: اَنَا اُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ، قَالَ: فَاَنْزَلَ اللّٰهُ: (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) (آل عمران: 169) اِلٰى آخِرِ الْاٰيَةِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھا جو جنت کی نہروں پر آتے تھے اور وہاں کے پھلوں کو کھاتے تھے، وہ عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں کی طرف جا کر آرام کرتے تھے، جب انہوں نے عمدہ کھانا، پینا اور آرام گاہ دیکھی، تو یہ کہا: ہماری طرف سے کون ہمارے بھائیوں کی تک یہ پیغام پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں، ہمیں رزق دیا جاتا ہے تا کہ وہ لوگ جہاد سے بے رغبتی اختیار نہ کریں اور جنگ سے منہ نہ پھیریں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہاری طرف سے ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں تم اُنہیں مردہ ہرگز گمان نہ کرو'' ۔ یہ آیت کے آخر تک ہے۔

2521 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، حَدَّثَتْنَا حَسْنَاءُ بِنْتُ مُعَاوِيَةَ الصَّرِيمِيَّةُ، قَالَتْ: حَدَّثَنَا عَمِّي، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فِي الْجَنَّةِ؛ قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ، وَالشَّهِيدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْوَئِيدُ فِي الْجَنَّةِ.

bb حسناء بنت معاویہ صریمیہ بیان کرتی ہیں: میرے چچا نے ہمیں یہ بات بیان کی، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت عرض کی: جنت میں کون ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نبی جنت میں ہوگا، شہید جنت میں ہوگا، نو مولود بچہ جنت میں ہوگا اور زندہ دفن کیا جانے والا جنت میں ہوگا۔

شہید کے معنی ومفہوم کا بیان

شہید کا معنی گواہ اور حاضر ہے۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے کو شہید کہتے ہیں اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے لیے جنت کی شہادت دی گئی ہے ایک قول یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ مرنے کے فورا بعد شہید کی روح جنت میں حاضر ہو جاتی ہے جب کہ دوسرون کی روحیں فورا جنت میں نہیں جاتی ایک قول یہ ہے کہ شہید راہ خدا میں جان دے کر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(آیت) إِنَّ اللهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ:111)

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت بدلہ میں خرید لیا۔

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی کو خوب علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی التذکرہ میں لکھتے ہیں: امام آجری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اگر ہو سکے تو تم ہمیشہ باوضو رہو کیونکہ ملک الموت جس بندہ کی روح قبض کرے اور وہ اس وقت باوضو ہو اس کے لیے شہادت لکھ دی جاتی ہے۔

امام شعبی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چاشت کی نماز پڑھی ہر ماہ تین روزے رکھے اور سفر اور حضر میں وتر کو ترک نہیں کیا اس کے لیے شہادت کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اس حدیث کو امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام حکیم ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کے پاس کوئی نہ کوئی ایسا پسندیدہ جانور ہوتا ہے جس کے ذبح کرنے وہ انکار کرتا ہے اور اللہ کی بھی ایک ایسی مخلوق ہے جس کو ذبح کرنے سے وہ انکار ہے کچھ لوگ بستروں پر مرتے ہیں ان کے لیے شہداء کا اجر تقسیم کیا جاتا ہے۔

(علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ التذکرہ ص ١٨٢۔ ١٨٠ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ١٤٠٧ھ)

افضل شہادت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن حبشی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ نماز کے اعمال (ارکان) میں سے کونسا عمل (رکن) افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طویل قیام کرنا پوچھا گیا کون سا صدقہ افضل ہے فرمایا مفلس ومحتاج اپنے فقر وافلاس کے باوجود محنت ومشقت کر کے نکالے پوچھا گیا کون سی ہجرت بہتر ہے فرمایا اس شخص کی ہجرت میں جو اس چیز کو چھوڑ دے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے یعنی اگرچہ ہجرت کے معنی دارالکفر کو چھوڑ کر دارالسلام میں چلے جانا ہیں لیکن حرام چیزوں کو چھوڑ کر حلال چیزوں کو اختیار کرنا بھی ہجرت ہی کہلاتا ہے بلکہ یہی ہجرت بہتر ہے پوچھا گیا کون سا جہاد بہتر ہے فرمایا اس شخص کا جہاد (جو اپنے مال اور اپنی جان کے ذریعہ مشرکین سے جہاد کرے پوچھا گیا جہاد میں کونسا مارا جانا بہتر ہے یعنی کون سا شہید افضل ہے فرمایا اس شخص کا مارا جانا جس کا خون بہایا جائے اور جس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی جائیں یعنی وہ شہید افضل ہے جو خود بھی مارا جائے اور اس کا گھوڑا بھی مارا جائے۔

ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایمان جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہ ہو۔ وہ جہاد جس میں حاصل شدہ مال غنیمت کے بارے میں کسی طرح کی خیانت نہ کی گئی ہو اور حج مقبول پھر پوچھا گیا کہ نماز میں کون سی چیز افضل ہے؟ فرمایا قیام کو طویل کرنا اس کے بعد حدیث کے الفاظ ابوداؤد ونسائی نے یکساں نقل کیے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث 947)

جو اپنے جان اور مال کے ذریعہ الخ کا مطلب یہ ہے کہ وہی جہاد افضل ہے جس میں مجاہد نے اپنا مال واسباب اور اپنا روپیہ پیسہ بھی اپنے اور دوسرے مجاہدین کی ضروریات جہاد میں صرف کیا ہو اور میدان جنگ میں اپنی جان کو بھی پیش کیا ہو یہاں تک کہ زخمی ہوا اور مارا گیا افضل اعمال کے سلسلے میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ احادیث میں افضل اعمال کے تعین وبیان کے سلسلے میں مختلف ارشاد منقول ہیں کہیں عمل کو افضل فرمایا گیا ہے اور کہیں کسی عمل کو اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل عمل کے بارے میں کیے جانے والے سوالات کے جوابات سائل کی حیثیت اور اس کے احوال کے مناسب ارشاد فرمائے۔

چنانچہ جس سائل میں تکبر ودرشتی کے آثار دیکھے اس کو جواب دیا کہ سب سے بہتر عمل تواضع ونرم خوئی ہے جیسے سلام کو ظاہر کرنا اور نرم کرنا جس سے سائل میں بخل اور خست کے آثار پائے اس سے فرمایا کہ سب سے بہتر عمل سخاوت ہے جیسے محتاجوں اور فقیروں کو کھانا کھلانا وغیرہ اسی طرح جس سائل میں عبادت کے معاملے میں سستی کے آثار پائے اس کو جواب دیا کہ سب سے بہتر عمل تہجد کی نماز ہے غرضیکہ جس سائل کو جس حالت میں پایا اس کا جواب اسی کے مناسب حال دیا، اس اعتبار اعمال کی افضلیت کی مراد گویا

درحقیقت سائل کے حق میں ہے کہ مثلاً جس سائل میں بخل وخست کی خصلتیں تھیں اس کے حق میں سب سے بہتر عمل سخاوت ہی تھا یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جس موقع پر جس عمل کو سب سے بہتر عمل فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ عمل افضل اعمال میں سے ایک افضل عمل ہے۔

جذبہ جہاد اور حصول شہادت کا بیان

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور مجاہدین اسلام کو جنگ احد کے بعد ہتھیار اتارے ابھی ایک دن بھی نہ گزرا تھا کہ غزوہ حمراء الاسد پیش آ گیا۔ جب کفار مکہ میدان احد سے باہر نکلے تھے تو حضور نبی کریم ﷺ نے علی المرتضیٰ کو ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا تا کہ یہ یقین کر لیا جائے کہ وہ واقعی مکہ معظمہ واپس جا رہے ہیں یا دوبارہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں علی المرتضیٰ نے کافی دور تک ان کا تعاقب کیا اور واپس آ کر خبر دی کہ کفار نے مکہ کا ہی رخ کیا ہوا۔ لہٰذا اب خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن شیطان نے ان کو ورغلایا کہ مسلمانوں کی اہم ہستیاں ابھی زندہ ہیں اور یہ لوگ دوبارہ مسلمانوں کو منظم کر کے مزید طاقتور لشکر لے کر دوبارہ مکہ پر حملہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن اس وقت مسلمان زخموں سے نڈھال ہیں ابھی ان میں لڑنے کی سکت نہیں ہے لہٰذا دوبارہ ان پر حملہ کر دینا چاہیے اس قسم کے بیہودہ خیالات نے انہیں دوبارہ حملہ کرنے پر آمادہ کیا لہٰذا دوسرے روز وہ مکہ کی جانب جانے کی بجائے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضور نبی کریم کو اطلاع ملی تو آپ نے مسلمانوں کو فوری تیاری کا حکم دیا اور اعلان فرمایا کہ اس لشکر میں صرف وہی مجاہدین شامل ہوں گے جو کل غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے جنگ احد کے اگلے دن مجاہدین نے دوبارہ اسلحہ اٹھایا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے ان میں اکثر مجاہدین زخمی تھے کسی کے جسم پر ستر زخم تھے تو کسی کے جسم پر اسی زخم تھے لیکن حضور اکرم ﷺ کے اشارے پر زخموں سے چور یہ لشکر دوبارہ جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔

جابر بن عبداللہ ہتھیار لگائے بارگاہ رسالت میں پیش ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں جنگ احد میں اس لیے شریک نہ ہو سکا کہ میرے والد صاحب نے مجھے کہا تھا کہ تم ابھی کم عمر ہو اور گھر میں تیری سات بہنیں ہیں تم ان کے پاس گھر میں رہو جہاد کے لئے میں جاتا ہوں چنانچہ میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے اور اب آپ ﷺ مجھے اس غزوہ میں شرکت کی اجازت عنایت فرمائیں نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے جابر بن عبداللہ کو اجازت دے دی۔ جابر کے سوا اس لشکر میں شریک تمام مجاہدین وہی تھے جو جنگ احد میں شریک ہوئے تھے۔

حمراء الاسد مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے جب لشکر اسلام یہاں پہنچا تو حضور نبی کریم ﷺ نے یہاں خیمہ زن ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی مقام پر قبیلہ بنوخزاعہ کا ایک رئیس شخص معبد نامی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ معبد مسلمان ہونے کے بعد مکہ کی طرف جاتے ہوئے الروحاء کے مقام پر ابوسفیان سے ملا۔ ابوسفیان کو بتایا کہ مسلمان ایک لشکر جرار لے کر نہایت جوش وجذبہ اور غصہ کی حالت میں تمہارے پیچھے دوڑے آ رہے ہیں۔ جو مسلمان غزوہ احد میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ سب اس لشکر میں شامل تھے۔ اس لیے تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم واپس مکہ چلے جاؤ ورنہ سخت نقصان اٹھاؤ گے۔ ابوسفیان نے اپنے لشکر کو حالات سے باخبر کیا اور وہ سب مکہ کی طرف روانہ ہو گئے آپ ﷺ کئی روز حمراء الاسد میں ٹھہرے

رہے اور کفار کے لشکر کا انتظار کرتے رہے۔ چند روز وہاں قیام کرنے کے بعد آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اور فتح وکامرانی کا پرچم لہراتے ہوئے واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

شہداء زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (سورہ البقرہ۔154)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ آل عمران۔169۔171)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک محل میں رہتے ہیں اور ان کے لیے صبح شام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔

(مسند احمد۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت۔ صحیح علی شرط مسلم، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندے قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے ان سے خون بہہ رہا ہوگا وہ جنت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں گے پوچھا جائے گا یہ کون ہیں۔ جواب ملے گا یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی تھی۔

(الطبرانی۔ مجموعہ الزوائد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مصعب زمین پر شہید پڑے تھے اس دن انہی کے ہاتھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (الاحزاب 23)

ایمان والوں میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھلایا پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں

جنہوں نے اپنا ذمہ پورا کرلیا اور بعض ان میں سے (اللہ کی راستے میں جان قربان کرنے کے لیے) راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ذرہ (برابر) نہیں بدلے۔

بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے شہداء میں سے ہو پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگوں تم ان کے پاس آیا کرو ان کی زیارت کیا کرو ان کو سلام کیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ اسے جواب دیں گے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک مرسلا، مطبوعہ دار الکتب بیروت لبنان)

حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیا کرتے تھے احد کے دن ان کو کسی نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین پہنچادیا چنانچہ اب تم سب (مسلمان) ان کے دین کے لیے جہاد کرو پھر وہ تین بار اٹھے اور ہر بار موت کے منہ تک پہنچے اور بالآخر تیسرے حملے میں شہید ہو گئے جب ان کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور اپنے (شہداء) ساتھی بھی ملے تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار کیا کوئی قاصد نہیں ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری یہ حالت بتا سکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا قاصد ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں ولاتحسبن سے آخر تک۔

(اخرجہ المنذری فی تفسیرہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت لبنان)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا اے جابر کیا بات ہے تم فکر مند نظر آتے ہو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے اوپر قرضہ اور اہل وعیال چھوڑ گئے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کی پیچھے سے کی لیکن تمہارے والد سے آمنے سامنے بات فرمائی اور کہا مجھ سے جو مانگو میں دوں گا تمہارے والد نے کہا مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تاکہ دوبارہ شہید ہوسکوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا تمہارے والد نے کہا اے میرے پروردگار پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اطلاع دے دیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ولا تحسبن الذین سے آخر تک۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت)

حیات شہداء سے متعلق علماء کے اقوال

شہداء کی زندگی کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

(1) علامہ قرطبی اور اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ شہداء کی حیات یقینی چیز ہے اور بلا شبہہ وہ جنت میں زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور ان کی موت بھی ہو چکی ہے اور ان کے جسم مٹی میں ہیں اور ان کی روحیں دوسرے ایمان والوں کی ارواح کی طرح زندہ ہیں البتہ شہداء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کے لیے شہادت کے وقت سے جنت کی روزی جاری کردی جاتی ہے تو گویا

کہ ان کے لیے ان کی دنیوی زندگی جاری ہے اور وہ ختم نہیں ہوئی۔

(2) علماء کی ایک جماعت کا فرمانا ہے کہ قبروں میں شہداء کرام کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ عیش و آرام کے مزے کرتے ہیں جیسا کہ کافروں کو ان کی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

(3) مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں رہتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ قرطبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قول قرار دیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے لیے ہر سال ایک جہاد کا اجر لکھا جاتا ہے اور وہ اپنے بعد قیامت کے دن تک کے جہاد میں شریک رہتے ہیں۔

(5) ایک قول یہ ہے کہ ان کی روحیں عرش کے نیچے قیامت تک رکوع سجدے میں مشغول رہتی ہیں جیسا کہ ان زندہ مسلمانوں کی روحیں جو باوضو سوتے ہیں۔

(6) ایک قول یہ ہے کہ ان کے جسم قبر میں خراب نہیں ہوتے اور انہیں زمین نہیں کھاتی یہی ان کی زندگی ہے۔

شہداء کی جسمانی زندگی کا مطلب

شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کو ایک طرح کی جسمانی زندگی بھی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے مردوں کی زندگی سے زیادہ ممتاز ہوتی ہے اور ان کی ارواح کو بھی اللہ کے ہاں مختلف مقامات حاصل ہوتے ہیں یعنی ان کی روحوں کا تعلق ان کے جسموں سے بھی رہتا ہے اور ان کی ارواح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مختلف مقامات ملتے ہیں پس ان میں سے بعض کی ارواح سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتے پیتے ہیں اور عرش کے سائے میں بنی ہوئی قندیلوں میں بیٹھتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث کے حوالے سے ان شاء اللہ آگے آئے گا اور ان میں سے کچھ جنت کے دروازے کے پاس دریا کے کنارے والے محل میں ہوتے ہیں اور جنت سے صبح اور شام ان کی روزی آتی ہے جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں گذر چکا ہے اور کچھ ان میں سے فرشتوں کے ساتھ جنت میں اور آسمانوں میں اڑتے پھرتے ہیں جیسا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا اور کچھ ان میں سے جنت کی اونچی مسہریوں پر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا ان کے مقامات کا یہ فرق دنیا میں ان کے ایمان اخلاص اور جان دینے کے جذبے کے فرق کی وجہ سے ہوگا شہادت سے پہلی جس کا ایمان و اسلام میں جتنا بلند مقام ہوگا شہادت کے بعد اللہ کے ہاں اس کا اتنا بلند مقام ہوگا آیئے اب شہداء کی جسمانی زندگی پر کچھ دلائل پڑھتے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں انصاری صحابی تھے۔ سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھولی گئیں تا کہ ان کی جگہ بدلی جاسکے یہ دونوں حضرات ایک قبر میں تھے جب ان کی قبریں کھولی گئیں تو ان کے جسموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا گویا کہ انہیں کل دفن کیا گیا ہوں ان میں سے ایک کا ہاتھ شہادت کے وقت ان کے زخم پر تھا اور وہ اسی حالت میں دفن کئے گئے تھے دیکھا گیا کہ اب تک ان کا ہاتھ اسی طرح ہے لوگوں نے وہ ہاتھ وہاں سے ہٹایا مگر وہ ہاتھ واپس اسی طرح زخم پر چلا گیا غزوہ احد کے

دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اور قبریں کھودنے کا یہ واقعہ اس کے چھیالیس سال بعد کا ہے۔

(مؤطا امام مالک رحمہ اللہ۔ سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی آئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کظامہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو اپ نے اعلان کروایا کہ جس شخص کا کوئی شہید ہے۔ وہ پہنچ جائے پھر ان شہداء کے اجسام نکالے گئے تو وہ بالکل تر و تازہ تھے یہاں تک کہ کھودنے کے دوران ایک شہید کے پاؤں پر کدال لگ گئی تو خون جاری ہو گیا۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

عبدالصمد بن علی رحمہ اللہ (جو بنو عباس کے خاندان میں سے ہیں) کہتے ہیں کہ میں اپنے (رشتے کے) چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر آیا قریب تھا کہ سیلاب کا پانی ان کو ظاہر کر دیتا میں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ اپنی سابقہ حالت پر تھے اور ان پر وہ چادر تھی جس میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفنایا تھا اور ان کے قدموں پر اذخر (گھاس) تھی۔ میں نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا تو وہ پتیل کی ہانڈی کی طرح (چمک رہا) تھا میں نے گہری قبر کھدوائی اور نیا کفن دے کر انہیں دفنا دیا۔

(ابن عساکر، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

قیس بن حازم فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے کسی رشتہ دار نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے ایسی جگہ دفن کر دیا ہے جہاں پانی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے میری جگہ یہاں سے تبدیل کرو۔ رشتے داروں نے قبر کھو دی تو ان کا جسم نرم و نازک چمڑے کی طرح تھا اور داڑھی کے چند بالوں کے علاوہ جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

(مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

ترمذی (حدیث کی کتاب) میں اصحاب الاخدود (خندقوں میں شہید کئے جانے والے جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ بروج میں ہے) کا واقعہ مذکور ہے اس میں یہ بھی ہے کہ لڑکا جسے بادشاہ نے شہید کر کے دفن کر دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قبر سے نکالا گیا تو اس کی انگلی اس کی کنپٹی پر تھی (کیونکہ یہیں اس کو تیر لگا تھا)۔ (ترمذی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی فترۃ والے زمانے کا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تمام اہل کوفہ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی دیوار گر گئی اور یہ ولید بن عبدالملک کا دور حکومت تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو روضہ مبارک سے ایک پاؤں کھل گیا لوگ ڈر گئے کہ شاید یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک ہے چنانچہ لوگ سخت غمگین ہوئے اس وقت حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے آ کر وہ پاؤں دیکھا تو فرمایا یہ میرے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں مبارک ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ (التذکرہ للقرطبی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کا واقعہ بہت مشہور ہے اور یہ واقعہ کئی صحابہ کرام اور مفسرین نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ثابت

کی بیٹی فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی: ترجمہ(اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔(الحجرات۔2)

تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میری آواز (طبعی طور پر) بلند ہے میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ خیر والی زندگی جئیں گے اور خیر والی موت مریں گے ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: (کہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔(لقمان۔18)

تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کر دیا گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں (جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے) بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔جنگ یمامہ کے دن جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا تو ابتداء میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے۔

پھر دونوں حضرات نے اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زرہ پہن رکھی تھی ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زرہ اٹھالی۔اگلے دن ایک مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرما رہے ہیں میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں تم اسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کر دینا میں جب کل شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زرہ اٹھالی وہ شخص لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کود رہا ہے اور اس نے میری زرہ کے اوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اوپر اونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زرہ اس شخص سے لے لیں پھر جب تم مدینہ منورہ جانا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے کہنا کہ میرے ذمے اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں (پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا) اور تم اسے جھوٹا خواب سمجھ کر بھلا مت دینا۔

چنانچہ صبح وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ وصول فرمالی۔پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سنایا تو انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرما دیا۔ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو سوائے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے۔(المستدرک،امام حاکم،دار الکتب بیروت)

جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کریگا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے یہ تمنا وہ اپنی (یعنی شہید کی) تعظیم (اور مقام) دیکھنے کی وجہ سے کرے گا۔

(بخاری، مسلم، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہید کے گناہوں کے کفارہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔ (مسلم شریف، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

لیکن علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ شہید کے لیے قرض کا معاف نہ ہونا ابتداء اسلام میں تھا بعد میں یہ فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ اداء کردے گا۔ (مقدمات ابن رشد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ جو قرضہ جنت میں جانے سے روکتا ہے وہ قرضہ ہے جو کسی نے لیا ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی گنجائش بھی ہو مگر نہ وہ اسے اداء کرے اور نہ مرنے کے بعد اداء کرنے کی وصیت کرے یا وہ قرضہ ہے جو بے وقوفی اور اسراف کے کاموں کے لئے لیا ہو اور پھر بغیر اداء کئے مر گیا ہو لیکن اگر کسی نے کوئی حق واجب اداء کرنے کے لئے قرضہ لیا ہو مثلاً فاقے سے بچنے کے لئے یا زیادہ تنگ دستی کی وجہ سے قرضہ لیا اور اس نے ادائیگی کے لیے بھی کچھ نہ چھوڑا ہو تو امید ہے کہ انشاء اللہ یہ قرضہ اس کے لئے جنت سے روکنے کا باعث نہیں بنے گا وہ مقروض شہید ہو یا غیر شہید کیونکہ مسلمانوں کے حاکم کے ذمے اس طرح کے قرضے اجتماعی مال سے اداء کرنا لازم ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کوئی قرضہ یا حق چھوڑا وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمے ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا وہ اس کے ورثہ کے لیے ہے۔ (بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

اور اگر مسلمانوں کے حاکم نے یہ قرضے ادا نہ کئے تو اللہ تعالیٰ خود یہ قرضہ قیامت کے دن اداء فرمائے گا اور قرض خواہ کو اس کی طرف سے راضی کردے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے لوگوں سے مال لیا اور وہ ادائیگی کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اداء فرمادے گا اور جس نے مال لیا اور وہ اسے ضائع کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضائع کردے گا۔

(بخاری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ بھی دلائل لکھے ہیں۔ (التذکرہ للقرطبی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کے اس فرمان کی تصدیق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کے واقعے سے بھی ہوتی ہے کیونکہ

جب وہ غزوہ احد کے دن نکلے تھے تو ان پر قرضہ تھا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کو پریشان دیکھا تو خوشخبری سنائی کہ تمھارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آمنے سامنے بغیر پردے کے بات کی ہے۔ اب اگر ہر قرضہ جنت سے روکنے کا باعث ہوتا ہے تو حضرت جابر بن عبداللہ کے مقروض والد کو اتنا بڑا مقام کیسے ملتا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت بائیس لاکھ کا قرضہ چھوڑا تھا۔

فرشتوں کے پروں کا سائے کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے شہید والد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور ان کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیئے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کے چہرے سے کپڑا ہٹادو تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا اسی دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنائی دی لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو ابھی تک فرشتوں نے ان پر (یعنی شہید پر) اپنے پروں کا سایہ کیا ہوا ہے۔

شہید کے لئے جنت میں داخل ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ۔111)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے خرید لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (محمد۔4۔5۔6)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ کے ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچائے گا اور ان کی حالت سنوارے گا جس کی ان کو پہچان کرادے گا۔ (یا وہ جنت ان کے لیے خوشبو سے مہکادی گئی ہے)۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت اعلیٰ تھا میں نے اس جیسا حسین محل پہلے نہیں دیکھا ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے ان تین آدمیوں کو پیش کیا گیا جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (1) شہید (2) حرام سے اور شبہات سے بچنے والا (3) وہ غلام جس نے اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کے ساتھ بھی خیر خواہی کی۔ (ترمذی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں پر (خوشی سے) ہنستا ہے ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنت میں داخل ہو گئے صحابہ کرام نے پوچھا وہ کس طرح اے اللہ

کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا پھر دوسرے کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ مسلمان ہو گیا اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (بخاری۔ مسلم مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا جوئی میں مارا گیا اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دیگا۔ (مجمع الزوائد مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل ہے جس کا نام عدن ہے اس میں پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار حوریں ہیں۔ اس محل میں نبی، صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ موتوفا رجالہ ثقات)

حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں کون جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی جنت میں جائیں گے شہید جنت میں جائیں گے وہ بچہ جسے زندہ درگور کر دیا گیا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ (ابوداؤد، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام ربیع بن براء رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے (میرے بیٹے) حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ وہ بدر کے دن ایک گمنام تیر سے مارے گئے تھے اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کرلوں گی اور اگر اس کے علاوہ کچھ ہے تو پھر میں ان پر خوب رووں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حارثہ کی ماں جنت میں تو کئی باغات ہیں تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ (یعنی جنت کے اعلیٰ ترین درجے) میں ہے۔ (بخاری، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں ایک بدبودار جسم والا بدصورت کالا آدمی ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے اگر میں ان (کافروں) سے لڑتا ہوا مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا: اللہ نے تمھارے چہرے کو سفید جسم کو خوشبودار اور مال کو زیادہ فرما دیا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یا کسی اور کے لیے فرمایا میں نے اس کی بیوی حور عین کو دیکھا کہ ان کے اونی جبے کو کھینچ رہی تھی اور ان کے اور جبے کے درمیان داخل ہو رہی تھی۔ (المستدرک، امام حاکم، دارالکتب بیروت۔ بیہقی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کالے شخص کا نام جعال رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جعفر رضی اللہ عنہ بن ابو طالب کو جنت میں دو پروں والا فرشتہ دیکھا جو جنت میں جہاں چاہیں اڑے پھرتے ہیں اور ان کے پروں کے اگلے حصے پر خون لگا ہوا ہے۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

شہداء کی ارواح کا سبز پرندوں میں ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمھارے

بھائی (احد کے دن) شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں میں داخل فرمادیں وہ جنت میں نہروں پر اترتے ہیں اور جنت کے میوے کھاتے ہیں اور وہ عرش کے سائے کے نیچے سونے کی قندیلوں پر بیٹھتے ہیں جب انہوں نے بہترین کھانا پینا اور آرام گاہ پالی تو انہوں نے کہا کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور کھاپی رہے ہیں تا کہ وہ جہاد کو نہ چھوڑیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ الی آخرہ۔ (ابوداؤد۔ مستدرک، امام حاکم، دارالکتب بیروت) صحیح مسلم شریف میں ایسی ہی روایت موجود ہے اور دوسری کتابوں میں اس مفہوم کی کئی احادیث موجود ہیں۔

قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بے ہوشی سے نجات

احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسلامی سرحدوں کی پہرے داری کرنے والا (مرابط) قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا جب اس کے لیے یہ نعمت ہے تو شہید اس نعمت کا بدرجہ اولیٰ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ مرابط سے افضل ہے، مرابط کو یہ نعمت اس وجہ سے ملتی ہے کہ وہ اپنی جان اللہ کے راستے میں قربانی کے لیے پیش کرتا ہے تو وہ شخص جس کی جان قبول کر لی گئی ہو وہ اس نعمت کا کس طرح سے مستحق نہیں ہوگا۔

راشد بن سعد کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو قبر کے فتنے کا سامنا ہوتا ہے سوائے شہید کے (کہ اسے قبر کے فتنے سے نجات مل جاتی ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے سر پر تلواروں کی چمک اسے ہر فتنے سے بچانے والی ہے۔ (نسائی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ قبر میں دو فرشتوں کا آدمی سے سوال کرنا قبر کا فتنہ ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تا کہ مؤمن کے ایمان اور یقین کا امتحان لیا جا سکے لیکن وہ شخص جو میدان قتال میں نکلتا ہے اور وہ تلواروں کو چمکتا اور کاٹتا، نیزوں کو کودتا اور پھاڑتا تیروں کو چلتا اور جسموں سے پار ہوتا دیکھتا ہے اور اس کے سامنے سر جسموں سے اڑائے جاتے ہیں اور خون کے فوارے بہتے ہیں اور جسموں کے ٹکڑے بکھیرے جاتے ہیں اور ہر طرف مقتول اور زخمی پڑے ہوئے لوگ اسے نظر آتے ہیں مگر پھر بھی وہ میدان میں ڈٹا رہتا ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی بجائے اپنی جان اللہ کو سپرد کرنے کے لئے مکمل ایمان اور یقین کے ساتھ جما رہتا ہے تو یہی اس کے ایمان کے امتحان کے لیے کافی ہے کیونکہ اگر اس کے دل میں شک یا تردد ہوتا تو وہ میدان سے بھاگ جاتا اور ثابت قدمی سے محروم ہو جاتا اور منافقوں کی طرح شکوک میں پڑ جاتا مگر ایسا نہیں ہوا تو ثابت ہوا کہ اس کا ایمان مکمل اور یقین مضبوط ہے تو پھر ایسے شخص سے مزید کسی پوچھ تاچھ کی کیا ضرورت ہے۔

اسی طرح قبر میں فرشتے جو کچھ پوچھتے ہیں شہید تو انہیں چیزوں کی عظمت اور حفاظت کے لیے جان کی قربانی دیتا ہے اور توحید، رسالت اور دین اسلام کی خاطر مرمٹتا ہے جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر اس سے قبر میں کسی طرح کی پوچھ تاچھ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے

بارے میں پوچھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ (الزمر ۶۸)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔

کہ وہ لوگ کون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے گا جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ شہداء ہوں گے۔

(المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا (وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ) جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ شہداء ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح کھڑا فرمائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لیے اللہ کے عرش کے اردگرد ہوں گے فرشتے ان کے لیے یاقوت کے بنے ہوئے عمدہ گھوڑے لائیں گے جن کی لگام سفید موتی کی اور زین سونے کی ہوگی ان کی لگام کی رسی باریک اور موٹے ریشم کی ہوگی ان پر ریشم سے نرم کپڑے بچھے ہوں گے ان گھوڑوں کا قدم تا حد نظر پڑتا ہوگا شہداء ان گھوڑوں پر جنت میں گھومیں پھریں گے پھر لمبی تفریح کے بعد کہیں گے چلو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا کس طرح فیصلہ فرماتا ہے (جب وہ آئیں گے تو) اللہ تعالیٰ ان پر (خوشی سے) ہنسے گا اور حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ جس کے لیے ہنسے گا اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔

(رواہ ابن ابی الدنیا۔ الجامع الصغیر للسیوطی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہر بن حوشب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) بادلوں میں فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے گا پھر ایک پکارنے والا آواز لگائے گا تمام اہل محشر ابھی جان لیں گے کہ آج اللہ کا کرم کن پر ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے ان دوستوں کو لے آؤ جنہوں نے میری رضا کے لیے اپنا خون بہایا تھا پھر شہداء آئیں گے اور قریب ہو جائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہید کا اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرنے کا بیان

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد۔ بیہقی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سات انعامات ہیں (1) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (2) اور اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے (3) عذاب قبر سے اسے بچا دیا جاتا ہے (4) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اسے امن دے دیا جاتا ہے (5) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (6) بہتر حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے (7) اور اپنے اقارب میں ستر آدمیوں کے بارے میں

اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (مسند احمد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہداء کا قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں۔

(1) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام اس کو دکھلا دیا جاتا ہے (2) اسے عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے (3) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہتا ہے (4) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے (5) بہتر (72) حور عین سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے (6) اور اس کے اقارب میں ستر (70) کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

(ترمذی۔ مصنف عبدالرزاق۔ ابن ماجہ مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخشش اور جنت کا مقام آنکھوں کے سامنے ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا جاتا ہے تو زمین پر اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش کر دی جاتی ہے پھر اس کی طرف جنت کا رومال بھیجا جاتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال کر ایک جنتی جسم میں داخل کر دیا جاتا ہے پھر وہ فرشتوں کے ساتھ اس طرح اوپر چڑھتا ہے گویا کہ وہ پیدا ہوتے وقت سے فرشتوں کے ساتھ رہتا ہو پھر اسے آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے وہ آسمانوں کے جس دروازے سے گزرتا ہے وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جس فرشتے کے پاس سے گزرتا ہے وہ فرشتہ اس کے لیے رحمت کی دعاء اور استغفار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے جہاں پہنچ کر وہ فرشتوں سے پہلے سجدہ کرتا ہے پھر اس کے بعد فرشتے سجدہ کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بخشش اور پاکی عطاء فرمائی جاتی ہے پھر اسے دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے۔

وہ ان شہداء کو ہرے بھرے باغات میں سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھتا ہے ان شہداء کے پاس ایک بیل اور مچھلی ہوتی ہے جس سے وہ کھیل رہے ہوتے ہیں اور انہیں ہر دن کھیلنے کے لیے نئی چیزیں دی جاتی ہیں دن کو مچھلی جنت کے نہروں میں تیرتی رہتی ہے شام کے وقت بیل اسے سینگ مار کر کاٹ دیتا ہے اور شہداء اس مچھلی کا گوشت کھاتے ہیں اور اس کے گوشت میں جنت کی تمام نہروں کا مزہ پاتے ہیں اور بیل رات کو جنت میں چرتا رہتا ہے اور وہاں کے پھل کھاتا ہے جب صبح ہوتی ہے تو مچھلی اسے اپنی دم سے ذبح کر دیتی ہے شہداء اس کا گوشت کھاتے ہیں اور جنت کے سب پھلوں کا مزہ اس میں پاتے ہیں وہ اپنے مقامات کو دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے قیامت قائم کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

خون خشک ہونے سے پہلے حور عین کی زیارت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہداء کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر شہید کا خون خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی دونوں بیویاں (یعنی حوریں) اس طرح اس کی طرف دوڑتی

ہیں جس طرح دودھ پلانے والی اونٹنیاں کھلے میدان میں اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہیں اوران میں سے ہرایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جودنیااوراس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق۔مصنف ابن ابی شیبہ۔ابن ماجہ،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون ساغلام آزاد کرنا افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی قیمت زیادہ ہواوراپنے مالک کے ہاں پسندیدہ ہو۔ میں نے عرض کیا سب سے افضل جہادکون سا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں مجاہد کا گھوڑا بھی مارا جائے اور خوداس کا خون بھی بہہ جائے (یعنی وہ شہید ہوجائے) (مسنداحمد،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ان لوگوں کی بات غلط ثابت ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ جہاد میں غالب رہنے والاشہید ہونے والے سے افضل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص سے پوچھا گیا کہ آپ افضل ہیں یا حضرت ہشام ابن العاص؟ انہوں نے فرمایاہم دونوں (بھائی) غزوہ یرموک میں شریک تھے رات کو میں بھی شہادت کی دعاء مانگتا رہا اور وہ بھی جب صبح ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہوگئی جبکہ میں محروم رہ گیا۔پس اسی سے تمہیں ان کی فضیلت معلوم ہوجانی چاہیے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

چیونٹی کے کاٹنے جیسادرداورسکرات الموت سے حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: شہیدکوقتل ہوتے وقت صرف اتنادردہوتا ہے جتناتم میں سے کسی کوچیونٹی کے کاٹنے سے۔(ترمذی۔نسائی۔ابن ماجہ۔ابن حبان۔بیہقی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا : جب لڑائی شروع ہوجاتی ہے اورصبرنازل ہوتا ہے تومجاہد کے لیے قتل ہوناگرمی کے دن ٹھنڈاپانی پینے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔

(شفاءالصدور،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

عام موت اورشہید کی موت کادرد

حضرت عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہمابیان فرماتے ہیں کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: موت کادردتلوار کی دس لاکھ ضربوں سے زیادہ سخت اورفلاں پہاڑکوسرپراٹھانے سے زیادہ بھاری ہے اور یہ (موت) شہید پر اور مظلوم قتل کیے جانے والے پر مچھر کے کاٹنے کے درد سے بھی زیادہ آسان ہے اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہررات سحری کے وقت آوازلگاتا ہے۔اے قبر والو! تم کس پررشک کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں شہید پر اورشہید ہرروزدوبارا اپنے رب عزوجل کی زیارت کرتا ہے اسے نہ دنیا کی رغبت ہوتی ہے اورنہ اس کے چھوٹنے کاغم۔(ابن عساکر،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کے والدمحترم کی طرف منسوب کتاب

مجموع اللطائف میں پڑھا ہے کہ ایک شخص یہ دعا کیا کرتا تھا کہ یا اللہ میری روح جلدی سے قبض فرمائیے گا اور مجھے درد سے بچائیے گا ایک دن وہ شخص تفریح کے لیے نکلا اور ایک باغ میں جا کر سو گیا اچانک وہاں کافروں کا ایک گروہ آ گیا اور انہوں نے اس کا سر کاٹ دیا۔ اس شخص کے جاننے والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو اس کا حال پوچھا اس نے جواب دیا میں باغ میں سویا تھا جب میں نے آنکھ کھولی تو میں جنت میں تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے بھی اس حکایت کو کچھ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہداء پر فرشتوں کا داخلہ اور سلام کا بیان

پہلے روایت گزر چکی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شہداء کو بلا کر بغیر حساب کتاب جنت میں داخل فرما دے گا تو فرشتے آ کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہم رات دن آپ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے تھے یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر ترجیح دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میرے راستے میں تکلیفیں پہنچائی گئیں پھر (یہ سن کر) فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ (مسند احمد۔ المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت صحیح الاسناد)

مطلب بن حنطب فرماتے ہیں کہ شہید کے لیے جنت میں ایک بالا خانہ ہے جو صنعا (یمن) سے جابیہ (شام) کی مسافت جتنا ہے اس کے اوپر کا حصہ موتیوں اور یاقوت سے بنا ہوا ہے اور اس کے اندر مشک اور کافور ہے۔ فرشتے شہید کے پاس اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آئیں گے اور ابھی یہ فرشتے وہاں سے نہیں نکلے ہوں گے کہ مزید فرشتے دوسرے دروازے سے اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آ جائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

اللہ کی ایسی رضا اور خوشنودی جس کے بعد ناراضگی نہیں ہوگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے ساتھ ایسے آدمی بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ انصار میں سے ستر (70) حضرات جو قراء کہلاتے تھے بھیج دیئے ان میں میرے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ بھی تھے (مدینہ منورہ میں) یہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور راتوں کو قرآن مجید سیکھتے سکھاتے تھے اور صبح کے وقت مسجد میں آ کر پانی ڈالتے تھے پھر لکڑیاں کاٹ کر انہیں بیچتے اور اصحاب صفہ اور دوسرے فقراء کے لیے کھانا خریدتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو ان لوگوں کے ساتھ روانہ فرما دیا راستے میں ان پر حملہ کر دیا گیا اور انہیں اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا گیا انہوں نے (شہادت کے بعد) عرض کیا اے ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ایک شخص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور نیزہ ان کے جسم سے پار کر دیا حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام سے) فرمایا: تمہارے بھائی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اے

ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ (بخاری۔ مسلم مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب بئر معونہ پر (ستر 70 قراء) حضرات شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے تو کافروں کے سردار عامر بن طفیل نے ان سے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے کہا میں نے انہیں قتل ہونے کے بعد دیکھا کہ انہیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے آسمان ان کے اور زمین کے درمیان نظر آ رہا تھا۔ پھر انہیں واپس زمین پر رکھ دیا گیا۔

(بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بئر معونہ پر شہید ہونے والے (ستر 70) حضرات کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی جو ہم پڑھا کرتے تھے۔

ترجمہ: ہماری قوم کو خبر دے دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کا شرف پا چکے ہیں۔ اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے اور ہم اس سے راضی ہو چکے ہیں۔ پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہادت کی قبولیت کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص لوہے کی (جنگی) ٹوپی پہن کر آئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں قتال کروں یا اسلام لاؤں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام لاؤ پھر قتال کرو۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کیا پھر (اسی وقت) جہاد میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پا گیا۔ (بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

یہ وہ خوش قسمت شخص تھے جنہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت کے اعلیٰ مقامات کے مستحق بن گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس شخص نے اسلام قبول کرنے یعنی کلمہ پڑھنے کے بعد پوچھا کیا میرے لیے یہ بہتر ہے کہ میں لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا اگرچہ میں نے اللہ کے لیے نماز نہ پڑھی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں پھر وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار جہاد میں تشریف لے گئے۔ مشرکوں کی طرف سے ایک آدمی نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی ایک مسلمان اس کے مقابلے کے لیے نکلے تو مشرک نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر دوسرے مسلمان شخص نکلے مشرک نے انہیں بھی شہید کر دیا پھر وہ مشرک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ لوگ کس بات پر قتال کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا دین یہ ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کریں۔ جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرتے ہیں اس شخص نے کہا بخدا یہ تو بہت اچھی بات ہے میں بھی اس پر ایمان لاتا

ہوں پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہوگیا اور اس نے مشرکوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہوگیا (شہادت کے بعد) اسے اٹھا کر ان دو مسلمانوں کے ساتھ رکھا گیا جن کو اس نے شہید کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تینوں جنت میں سب سے زیادہ آپس میں محبت کرنے والے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

کیونکہ مقتول یہ سمجھے گا کہ یہ قاتل اس کے لیے بلند مقامات اور عظیم نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ بنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ نکلا تو واپسی پر اپنے ساتھ ایک چرواہے کو لے آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے سے اللہ نے جو چاہا بیان فرمایا تو وہ چرواہا کہنے لگا میں آپ پر اور آپ کے دین پر ایمان لاتا ہوں اب میں ان بکریوں کا کیا کروں یہ تو میرے پاس امانت ہیں اور ایک ایک دو دو بکریاں مختلف لوگوں کی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے چہروں پر کنکریاں مار دو یہ اپنے مالکوں کے پاس چلی جائیں گی اس نے ایک مٹھی کنکریاں یا مٹی لی اور بکریوں کے منہ پر ماری وہ بکریاں دوڑتی ہوئی اپنے گھروں کو چلی گئیں۔

پھر وہ چرواہا میدان جہاد میں آیا جہاں اسے تیر لگا اور وہ شہید ہوگیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خیمے میں لے آؤ چنانچہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں لایا گیا آپ اس کے پاس گئے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کا اسلام بہت خوب رہا ابھی جب میں اس کے پاس گیا تو اس کی دو بیویاں حور عین اس کے پاس تھیں۔ (المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت صحیح الاسناد)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شہید کا نام یسار تھا اور وہ عامر یہودی کا غلام تھا البتہ ابن اسحٰق نے اس کا نام اسلم بتایا ہے۔ (واللہ اعلم)

شہید کی فضیلت کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں (1) وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلا وہ نہ لڑنا چاہتا ہے اور نہ شہید ہوتا وہ تو مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کے لیے آیا ہے اگر وہ (دوران جہاد) انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اسے عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا اور حور عین سے اس کی شادی کرائی جائے گی اور اعزاز و اکرام کا لباس اسے پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھ دیا جائے گا (2) دوسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے لیکن خود قتل نہ کیا جائے یہ شخص اگر (دوران جہاد) انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کا گھٹنہ اللہ کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ (قمر۔55) پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

تیسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو اگر (دوران جہاد) اس کا انتقال ہوگیا یا ہو شہید ہوگیا تو وہ قیامت کے دن اپنی کھلی تلوار اپنی گردن پر رکھے ہوئے آئے گا اور لوگ اس وقت

تھنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے۔ وہ کہے گا ہمارے لیے راستہ کھول دو ہم وہ ہیں جنھوں نے اپنا خون اور مال اللہ کے لیے لٹا دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم خلیل اللہ یا کسی اور نبی سے کہیں گے تو وہ بھی ان کے حق کو لازم سمجھتے ہوئے ان کے لیے راستہ چھوڑ دیں گے یہاں تک کہ وہ شہید عرش کے نیچے نور کے منبروں پر آئیں گے اور ان پر بیٹھ کر دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ فرماتے ہیں انہیں نہ موت کا غم ہوگا اور نہ برزخ کی تنگی، انہیں نہ صور کی آواز خوفزدہ کرے گی،

اور نہ انہیں حساب کتاب، میزان اور پل صراط کی فکر ہوگی وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح سے فیصلہ کیا جاتا ہے وہ جو کچھ مانگیں گے انہیں دیا جائے گا اور جس چیز کی سفارش کریں گے وہ قبول کی جائے گی وہ جنت میں جو پسند کریں گے اسے پالیں گے اور جہاں رہنا چاہیں گے وہاں رہیں گے۔ (البزار، بیہقی۔ الترغیب والترہیب، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حور عین سے شادی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے جنت سے بہت حسین جسم لایا جاتا ہے اور اس کی روح کو اس جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے شہید اس جسم میں داخل ہو کر اپنے پرانے جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا اچھا کیا برا کیا جاتا ہے اور کون اس پر غمگین ہوتا ہے اور کون غمگین نہیں ہوتا اور وہ باتیں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات سن رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بھی اسے دیکھ رہے ہیں پھر اس کی بیویاں حور عین آ جاتی ہیں اور اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ (شفاء الصدور، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

خوب اچھی طرح سے یاد رکھئے کہ کبھی کبھار حور عین جہاد میں زخمی ہونے والوں کو بھی بے ہوشی کی حالت میں نظر آ جاتی ہیں تاکہ اسے یہ بشارت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے شہادت کی خلعت فاخرہ تیار کر رکھی ہے۔ اس بارے میں کچھ سچے واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجہاد میں کئی واقعات اس بارے میں ذکر فرمائے ہیں ان میں سے ایک واقعہ ابوادریس نامی بزرگ کا ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے ساتھ جہاد میں مدینہ منورہ کے دو مجاہد تھے ان میں سے ایک کا نام مزیاد تھا ایک دن محاصرے کے دوران انہیں منجنیق کے گولے کا ایک ٹکڑا گھٹنے پر لگا اور وہ بے ہوش ہو گئے اور پھر بے ہوشی میں کبھی ہنستے اور کبھی روتے تھے۔

جب انہیں ہوش آیا تو ہم نے ہنسنے اور رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جنت کا نقشہ اور حور عین کا حلیہ بیان کر کے بتایا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے اس پر میں ہنسا پھر جب میں نے حور کا قرب پانے کی کوشش کی تو اس نے کہا ظہر تک انتظار کرو اور اس پر میں رو پڑا۔ ابوادریس کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا بات چیت کر رہا تھا کہ ظہر کی اذان ہوئی اور اس کی روح نکل گئی۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

بَابٌ فِي الشَّهِيدِ يُشَفَّعُ

باب: شہید (قیامت کے دن) شفاعت کرے گا

2522 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ الذِّمَارِيُّ، حَدَّثَنِي عَمِّي نِمْرَانُ بْنُ عُتْبَةَ الذِّمَارِيُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ الدَّرْدَاءِ وَنَحْنُ أَيْتَامٌ، فَقَالَتْ: أَبْشِرُوا، فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُشَفَّعُ الشَّهِيدُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: صَوَابُهُ رَبَاحُ بْنُ الْوَلِيدِ

ﷺ عمران بن عتبہ ذماری بیان کرتے ہیں: ہم سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم کم سن لڑکے تھے، سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم لوگ خوشخبری قبول کرو! کیونکہ میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''شہید کے اہل خانہ میں سے 70 افراد کے بارے میں، شہید کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) درست لفظ یہ ہے رباح بن ولید

بَابٌ فِي النُّورِ يُرَى عِنْدَ قَبْرِ الشَّهِيدِ

باب: اس نور کا بیان، جو شہید کی قبر پر دیکھا جاتا ہے

2523 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرَى عَلَى قَبْرِهِ نُورٌ

ﷺ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نجاشی کا انتقال ہوا، تو ہم یہ بات چیت کیا کرتے تھے کہ اس کی قبر پر مسلسل نور دکھائی دیتا رہا۔

2524 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رُبَيِّعَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ قَالَ: آخَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ، فَقُتِلَ أَحَدُهُمَا، وَمَاتَ الْآخَرُ بَعْدَهُ بِجُمُعَةٍ، أَوْ نَحْوِهَا، فَصَلَّيْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا قُلْتُمْ؟ فَقُلْنَا: دَعَوْنَا لَهُ، وَقُلْنَا: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَلْحِقْهُ بِصَاحِبِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَيْنَ صَلَاتُهُ بَعْدَ صَلَاتِهِ، وَصَوْمُهُ بَعْدَ صَوْمِهِ؟ - شَكَّ شُعْبَةُ - فِي صَوْمِهِ، وَعَمَلُهُ بَعْدَ عَمَلِهِ، إِنَّ بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

ﷺ عبیداللہ بن خالد سلمی بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، ان میں سے ایک شہید ہو گیا اور دوسرا اس کے بعد ایک ہفتے

تک، یا اس کے آس پاس زندہ رہا، ہم نے اس کی نماز جنازہ ادا کر لی، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کیا پڑھا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم نے اس کے لیے دعا کی ہے اور ہم نے یہ کہا ہے: اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے اور اسے اُس کے ساتھی (شہید شخص) کے ساتھ ملا دے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اُس (شہید) کی نماز کے بعد اس کی نماز، اور اُس کے روزے کے بعد، اس کے روزے، (یہاں روزے کے بارے میں شعبہ نامی راوی کو شک ہے،) اور اُس کے عمل کے بعد اس کے عمل کا کیا ہوگا، ان دونوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے۔

بَابٌ فِي الْجَعَائِلِ فِي الْغَزْوِ

باب: جنگ میں حصہ لینے کا معاوضہ مقرر کرنا

2525 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنَى - وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتْقَنُ - عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ، عَنِ ابْنِ أَخِي أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الْأَمْصَارُ، وَسَتَكُونُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، تُقْطَعُ عَلَيْكُمْ فِيهَا بُعُوثٌ فَيَكْرَهُ الرَّجُلُ مِنْكُمُ الْبَعْثَ فِيهَا، فَيَتَخَلَّصُ مِنْ قَوْمِهِ، ثُمَّ يَتَصَفَّحُ الْقَبَائِلَ، يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَيْهِمْ، يَقُولُ: مَنْ أَكْفِيهِ بَعْثَ كَذَا، مَنْ أَكْفِيهِ بَعْثَ كَذَا؟ أَلَا وَذَلِكَ الْأَجِيرُ إِلَى آخِرِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهِ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

''عنقریب تمہارے لیے بڑے، بڑے شہر فتح ہو جائیں گے اور لشکر اکٹھے کیے جائیں گے، ان میں سے کچھ لوگوں کو تم میں سے لیا جائے گا تو یوں ہوگا کہ تم میں سے کوئی شخص تنخواہ لیے بغیر اس لشکر میں شامل ہونا پسند نہیں کرے گا وہ اپنی قوم میں سے نکل کھڑا ہوگا اور مختلف جگہوں پر گھومتا ہوا، وہ اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کرتا رہے گا اور یہ کہے گا: کون ایسا شخص ہے؟ جو فلاں لشکر میں اپنی جگہ مجھے بھجوانا چاہتا ہے؟ کون ایسا شخص ہے کہ فلاں لشکر میں، اُس کی جگہ میں جاتا ہوں (اور مجھے اس کا معاوضہ دے دیا جائے)''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:) خبردار! ایسا شخص صرف مزدور ہے، خواہ وہ اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دے''۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي أَخْذِ الْجَعَائِلِ

باب: معاوضہ لینے کی رخصت

2526 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ

2526- اسناده صحيح. ابن شُفَي: هو حسين بن شُفَي بن ماتِع الاصبحي، وابن وهب: هو عبد الله بن وهب. واخرجه احمد (6624)، وابن الجارود (1039)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (3264)، والبيهقي في "السنن الكبرى" 9/289، وفي "شعب الايمان" (4275)، والبغوي في "شرح السنة" (2671) من طريق الليث بن سعد، بهذا الاسناد.

بْنُ شُعَيْبٍ، وَحَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنِ ابْنِ شُفَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِلْغَازِي أَجْرُهُ، وَلِلْجَاعِلِ أَجْرُهُ، وَأَجْرُ الْغَازِي

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جہاد میں حصہ لینے والے کو اس کا اجر ملتا ہے اور معاوضہ دینے والے کو اس کا اجر ملتا ہے اور جہاد میں حصہ لینے والے کا حصہ بھی ملتا ہے''

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو بِأَجْرِ الْخِدْمَةِ

باب: محض مزدور کے طور پر جنگ میں شریک ہونا

2527 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَاصِمُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، أَنَّ يَعْلَى ابْنَ مُنْيَةَ، قَالَ: آذَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَزْوِ وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ لَيْسَ لِي خَادِمٌ فَالْتَمَسْتُ أَجِيرًا يَكْفِينِي، وَأُجْرِي لَهُ سَهْمَهُ، فَوَجَدْتُ رَجُلًا، فَلَمَّا دَنَا الرَّحِيلُ أَتَانِي، فَقَالَ: مَا أَدْرِي مَا السُّهْمَانِ، وَمَا يَبْلُغُ سَهْمِي؟ فَسَمِّ لِي شَيْئًا كَانَ السَّهْمُ أَوْ لَمْ يَكُنْ، فَسَمَّيْتُ لَهُ ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ، فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيمَتُهُ أَرَدْتُ أَنْ أُجْرِيَ لَهُ سَهْمَهُ، فَذَكَرْتُ الدَّنَانِيرَ، فَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ لَهُ أَمْرَهُ، فَقَالَ: مَا أَجِدُ لَهُ فِي غَزْوَتِهِ هَذِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا دَنَانِيرَهُ الَّتِي سَمَّى

حضرت یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا اعلان کروایا، میں اس وقت بوڑھا ہو چکا تھا، میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا، میں نے کسی ایسے ملازم کی تلاش شروع کی، جو میری جگہ جہاد میں حصہ لیتا اور میں اسے اس کا معاوضہ دے دیتا، مجھے ایک شخص ملا جب روانگی کا وقت آیا، تو وہ میرے پاس آیا اور بولا: مجھے نہیں معلوم کہ (جہاد کے نتیجے میں جو مال غنیمت حاصل ہوگا) اس کے کتنے حصے ہوں گے اور مجھے اس میں سے کتنا ملے گا؟ تو تم مجھے متعین طور پر بتا دو، خواہ مال غنیمت حاصل ہو یا نہ ہو (تم مجھے معاوضہ دے دینا) تو میں نے اسے تین دینار دینے کا وعدہ کر لیا، جب میں مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ اُسے اس کا حصہ دوں، تو مجھے یاد آیا کہ اس کے لیے تو متعین دینار مقرر کیے تھے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص کے لیے، اس جہاد میں، دنیا اور آخرت میں، ان دیناروں کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتا، جو اس نے طے کیے تھے''۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو، وَأَبَوَاهُ كَارِهَانِ

باب: آدمی کا جنگ میں حصہ لینا، جبکہ اس کے والدین کو یہ ناپسند ہو

2528 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

عَمْرٍو قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: جِئْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ، وَتَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَبْكِيَانِ، فَقَالَ: ارْجِعْ عَلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: میں ہجرت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، میں نے اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم واپس جاؤ، جس طرح تم نے انہیں رُلایا ہے، اُسی طرح انہیں ہنساؤ۔

2529 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أُجَاهِدُ؟ قَالَ: أَلَكَ أَبَوَانِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو الْعَبَّاسِ هَذَا الشَّاعِرُ: اسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں جہاد میں حصہ لوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ اس نے عرض کی، جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان دونوں کی اچھی طرح خدمت کرو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوعباس نامی راوی شاعر ہے، اس کا نام سائب بن فروخ ہے۔

2530 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ دَرَّاجًا أَبَا السَّمْحِ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ؟ قَالَ: أَبَوَايَ، قَالَ: أَذِنَا لَكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا، فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ، وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یمن میں تمہارا کوئی رشتے دار ہے؟ اس نے عرض کی: میرے ماں باپ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ان دونوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا، جی نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی طرف واپس جاؤ اور ان سے اجازت مانگو، وہ دونوں تمہیں اجازت دیں تو تم جہاد میں حصہ لینا ورنہ ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔

2528-اسناده صحيح. سفيان -وهو الثوری- سماعه من عطاء بن السائب قبل اختلاطه. والسائب والد عطاء: هو ابن مالك او ابن زيد الثقفی. واخرجه ابن ماجه (2782) من طريق عبدالرحمن بن محمد المحاربی، والنسائی (4163) من طريق حماد بن زيد، كلاهما عن عطاء بن السائب، به. وجاء عند ابن ماجه: انی جئت اريد الجهاد، بدل: الهجرة. وهو فی "مسند احمد" (6490)، و "صحيح ابن حبان" (419).

2530-اسناده ضعيف لضعف دراج ابی السمح -وهو ابن سمعان- فی روايته عن ابی الهيثم -وهو سيمان بن عمرو العتواری. وهو فی "سنن سعيد بن منصور" (2334). واخرجه احمد (11721)، وابن الجارود (1035)، وابو يعلی (1402)، وابن حبان (422)، والحاكم 2/ 103-104، وابو نعيم فی "الحلية" 3288/، والبيهقی 269/

بَابٌ فِي النِّسَاءِ يَغْزُونَ

باب: خواتین کا جہاد میں حصہ لینا

2531 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِأُمِّ سُلَيْمٍ، وَنِسْوَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ لِيَسْقِينَ الْمَاءَ، وَيُدَاوِينَ الْجَرْحَى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اور دیگر انصاری خواتین کو ساتھ لے جاتے تھے، تاکہ وہ پانی پلائیں اور زخمیوں کی تیمارداری کریں۔

بَابٌ فِي الْغَزْوِ مَعَ أَئِمَّةِ الْجَوْرِ

باب: ظالم حکمرانوں کی قیادت میں جہاد کرنا

2532 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي نُشْبَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيمَانِ: الْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نُكَفِّرُهُ بِذَنْبٍ، وَلَا نُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللّٰهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ، وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْإِيمَانُ بِالْأَقْدَارِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تین چیزیں ایمان کی بنیاد میں سے ہیں، جو شخص لا الٰہ الا اللہ پڑھ لے، اسے قتل کرنے سے رک جانا اور کسی گناہ کی وجہ سے تم اسے کافر قرار نہ دینا اور کسی عمل کی وجہ سے تم اسے اسلام سے خارج قرار نہ دینا، جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے معبوث کیا ہے اس وقت سے جہاد شروع ہوا ہے اور اس وقت تک رہے گا جب میری امت کے آخری لوگ دجال سے جنگ کریں گے، کسی ظالم کا ظلم اسے کالعدم قرار نہیں دے گا اور کسی عادل کا عدل اسے کالعدم قرار نہیں دے گا، اور تقدیر پر ایمان رکھنا۔

راوی بیان کرتے ہیں: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں، تم انہیں مردہ ہرگز گمان نہ کرو'' یہ آیت کے آخر تک ہے۔

2533 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ، بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا، وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا، وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ، وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا، وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہر امیر کے ساتھ جہاد میں حصہ لینا تم پر لازم ہے، خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار ہو، ہر مسلمان کے پیچھے نماز ادا کرنا تم پر لازم

ہے، خواہ وہ نیک ہو، یا گناہ گار ہو، خواہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو اور مسلمان کی نماز جنازہ ادا کرنا واجب ہے، خواہ وہ نیک ہو، یا گناہ گار ہو، اگر چہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو"۔

بَابُ الرَّجُلِ يَتَحَمَّلُ بِمَالِ غَيْرِهِ يَغْزُو

باب: آدمی کا کسی دوسرے کی سواری پر بیٹھ کر، جنگ میں حصہ لینا

2534 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، إِنَّ مِنْ إِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَلَا عَشِيرَةٌ، فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةِ، فَمَا لِأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ، يَعْنِي أَحَدِهِمْ. قَالَ: فَضَمَمْتُ إِلَيَّ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، قَالَ: مَا لِي إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِي

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد میں جانے کا ارادہ کیا تو ارشاد فرمایا: اے مہاجرین اور انصار کے گروہ! تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں، جن کے پاس مال اور خاندان نہیں ہے، تو ہر شخص ان میں سے دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ شامل کر لے، کیونکہ ہم میں سے کسی کے پاس سواری نہیں ہے جس پر وہ سوار ہو سکے، صرف یہی ہو سکتا تھا کہ باری، باری اس پر سوار ہوا جائے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا، راوی بیان کرتے ہیں: میرا ایک اونٹ تھا، جس پر ہم باری، باری سوار ہوتے تھے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو يَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالْغَنِيمَةَ

باب: آدمی کا جنگ میں حصہ لینا، جبکہ وہ اجر اور غنیمت (دونوں) کا طلب گار ہو

2535 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي ضَمْرَةُ، أَنَّ ابْنَ زُغْبٍ الْإِيَادِيَّ، حَدَّثَهُ قَالَ: نَزَلَ عَلَيَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ حَوَالَةَ الْأَزْدِيُّ، فَقَالَ لِي: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَغْنَمَ عَلَى أَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا، فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا، وَعَرَفَ الْجَهْدَ فِي وُجُوهِنَا فَقَامَ فِينَا، فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ إِلَيَّ فَأَضْعُفَ عَنْهُمْ، وَلَا تَكِلْهُمْ إِلَى أَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوا عَنْهَا، وَلَا تَكِلْهُمْ إِلَى النَّاسِ فَيَسْتَأْثِرُوا عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي، أَوْ قَالَ: عَلَى هَامَتِي، ثُمَّ قَالَ: يَا ابْنَ حَوَالَةَ، إِذَا رَأَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتْ أَرْضَ الْمُقَدَّسَةِ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْأُمُورُ الْعِظَامُ، وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِي هَذِهِ مِنْ رَأْسِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَبْدُ اللهِ بْنُ حَوَالَةَ حِمْصِيٌّ

❁❁ ابن زغب ایادی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ میرے ہاں مہمان کے طور پر ٹھہرے تو انہوں نے مجھے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روانہ کیا، تاکہ ہم پیدل ہی غنیمت حاصل کرلیں، جب ہم واپس آئے تو ہمیں غنیمت میں کچھ بھی نہیں ملا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے چہرے سے ہمیں پیش آنے والی مشکل صورتِ حال کا اندازہ ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! انہیں میرے سپرد نہ کر، کیونکہ میں ان کی کفالت سے عاجز ہوں اور انہیں ان کے سپرد بھی نہ کر، جو ان کے ساتھ ترجیحی سلوک کریں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرے ہاتھ پر رکھا، پھر ارشاد فرمایا: اے ابن حوالہ! جب تم دیکھو کہ خلافت، ارضِ مقدس پہنچ گئی ہے، تو پھر زلزلے، مصیبتیں اور بڑے، بڑے امور قریب آجائیں گے اور اس وقت قیامت لوگوں کے اس سے زیادہ قریب ہوگی، جتنا یہ ہاتھ تمہارے سر کے قریب ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن حوالہ حمص کے رہنے والے تھے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَشْرِي نَفْسَهُ

باب: آدمی کا اپنے آپ کو فروخت کر دینا

2536 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ مِنْ رَجُلٍ غَزَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَانْهَزَمَ - يَعْنِي أَصْحَابَهُ - فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ، فَرَجَعَ حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهُ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِ: انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي رَجَعَ رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"پروردگار اس بندے سے خوش ہوتا ہے، جو اللہ کی راہ میں جہاد میں حصہ لیتے ہوئے پسپا ہوتا ہے، پھر اسے یہ خیال آتا ہے اس کا گناہ کتنا ہوگا؟ تو وہ واپس آتا ہے، یہاں تک کہ اس کا خون بہادیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے اس بندے کی طرف دیکھو، یہ اس چیز کی رغبت کرتے ہوئے واپس آیا ہے، جو چیز میرے پاس ہے اور اس چیز سے ڈرتے ہوئے واپس آیا ہے، جو میرے پاس ہے، یہاں تک کہ اس کا خون بہادیا گیا۔

بَابٌ فِيمَنْ يُسْلِمُ وَيُقْتَلُ مَكَانَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

باب: جو شخص اسلام قبول کرے اور اسی جگہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے

2537 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ أُقَيْشٍ، كَانَ لَهُ رِبًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَكَرِهَ أَنْ يُسْلِمَ حَتَّى يَأْخُذَهُ، فَجَاءَ يَوْمُ أُحُدٍ فَقَالَ: أَيْنَ بَنُو عَمِّي؟ قَالُوا بِأُحُدٍ، قَالَ: أَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالُوا بِأُحُدٍ، قَالَ: فَأَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالُوا: بِأُحُدٍ، فَلَبِسَ لَأْمَتَهُ وَرَكِبَ فَرَسَهُ، ثُمَّ تَوَجَّهَ

قِبَلَهُمْ، فَلَمَّا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ، قَالُوا: إِلَيْكَ عَنَّا يَا عَمْرُو، قَالَ: إِنِّي قَدْ آمَنْتُ، فَقَاتَلَ حَتَّى جُرِحَ، فَحُمِلَ إِلَى أَهْلِهِ جَرِيحًا، فَجَاءَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ لِأُخْتِهِ: سَلِيهِ حَمِيَّةً لِقَوْمِكَ، أَوْ غَضَبًا لَهُمْ أَمْ غَضَبًا لِلَّهِ، فَقَالَ: بَلْ غَضَبًا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ، فَمَاتَ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَا صَلَّى لِلَّهِ صَلَاةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمرو بن اقیش رضی اللہ عنہ نامی صاحب زمانہ جاہلیت میں سود کا کام کرتے تھے انہیں اسلام قبول کرنا پسند نہیں تھا، یہاں تک کہ اُحد کے دن انہوں نے دریافت کیا: میرے چچازاد بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا: وہ اُحد میں ہیں، اس نے دریافت کیا: فلاں کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: اُحد میں، اس نے دریافت کیا، فلاں کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا: وہ بھی احد میں ہے، تو اس نے اپنے ہتھیار پہنے، اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان لوگوں کی طرف چلا گیا، جب مسلمانوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے کہا: اے عمرو! ہم سے دور رہو، اس نے کہا: تم لوگ یقین کرو کہ میں ایمان لا چکا ہوں، وہ جنگ میں حصہ لینے لگا یہاں تک کہ زخمی ہو گیا، اسے اسی حالت میں اس کے اہل خانہ کے پاس لایا گیا، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے اس کی بہن سے کہا، اس سے دریافت کرو کہ اس نے اپنی قوم کی حمیت کی خاطر یا ان کے غضب ناک ہونے کی وجہ سے جنگ میں حصہ لیا ہے؟ یا اللہ تعالیٰ کے لیے، غصے کے وجہ سے ایسا کیا ہے؟ تو اس نے کہا: میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے، غصے کی وجہ سے ایسا کیا ہے، پھر اس کا انتقال ہو گیا، تو وہ جنت میں داخل ہو گیا، حالانکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ بِسِلَاحِهِ

باب: جو شخص اپنا ہی ہتھیار لگنے سے فوت ہو جائے

2538 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَبُو دَاوُدَ: قَالَ أَحْمَدُ: كَذَا قَالَ: هُوَ يَعْنِي ابْنَ وَهْبٍ، وَعَنْبَسَةُ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، جَمِيعًا عَنْ يُونُسَ، قَالَ أَحْمَدُ، وَالصَّوَابُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ قَاتَلَ أَخِي قِتَالًا شَدِيدًا، فَارْتَدَّ عَلَيْهِ سَيْفُهُ فَقَتَلَهُ، فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ: وَشَكُّوا فِيهِ رَجُلٌ مَاتَ بِسِلَاحِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: ثُمَّ سَأَلْتُ ابْنًا لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ بِمِثْلِ ذَلِكَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَذَبُوا مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا، فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

غزوہ خیبر کے موقع پر میرے بھائی نے شدید لڑائی کی، ان کی تلوار مڑ کر انہیں لگی اور وہ انتقال کر گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس بارے میں کچھ باتیں کیں اور ان کے شہید ہونے کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا کہ ایک شخص (جو اپنے

ہی ہتھیار سے مرا ہے، وہ کیسے شہید ہوسکتا ہے؟) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کوشش کرتے ہوئے اور جہاد میں حصہ لیتے ہوئے فوت ہوا ہے۔

ابن شہاب کہتے ہیں: میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سے سوال کیا، تو انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے اس کی مانند حدیث مجھے بیان کی، البتہ انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان لوگوں نے غلط کہا ہے، وہ کوشش کرنے والے مجاہد کے طور پر فوت ہوا، اور اسے دگنا اجر ملے گا''۔

2539 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سَلَّامٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ اَبِي سَلَّامٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَغَرْنَا عَلَى حَيٍّ مِنْ جُهَيْنَةَ فَطَلَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَجُلًا مِنْهُمْ فَضَرَبَهُ فَاَخْطَاَهُ وَاَصَابَ نَفْسَهُ بِالسَّيْفِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَخُوكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ فَابْتَدَرَهُ النَّاسُ فَوَجَدُوهُ قَدْ مَاتَ، فَلَفَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَابِهِ وَدِمَائِهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَفَنَهُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، اَشَهِيدٌ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ وَاَنَا لَهُ شَهِيدٌ

❀❀ معاویہ بن ابوسلام اپنے والد اور دادا کے حوالے سے ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

ہم نے جہینہ قبیلے کی ایک شاخ پر حملہ کیا، مسلمانوں کا ایک شخص ان میں سے ایک شخص کے پیچھے گیا، اس نے اس پر وار کیا وہ نشانہ خطا گیا اور مسلمان کی تلوار خود اسے ہی لگ گئی، تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا:

اے مسلمانو! یہ تمہارا بھائی ہی ہے (یعنی اسے جا کر دیکھو) لوگ تیزی سے اس کی طرف لپکے، تو انہوں نے اسے پایا کہ وہ انتقال کر چکا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اسے اس کے کپڑوں اور خون میں دفن کر دیا، اس کی نماز جنازہ ادا کی اور اسے دفنا دیا۔ لوگوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! کیا یہ شہید ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں۔ اور میں اس کا گواہ ہوں۔

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب: (دشمن کا) سامنا کرنے کے وقت دعا مانگنا

2540 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ، اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ، وَعِنْدَ الْبَاْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، قَالَ مُوسَى، وَحَدَّثَنِي رِزْقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَوَقْتُ الْمَطَرِ

❀❀ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''دو دعائیں ایسی ہیں کہ مسترد نہیں ہوتی ہیں (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) بہت کم مسترد ہوتی ہیں،

اذان کے وقت کی جانے والی دعا، لڑائی کے وقت کی جانے والی دعا، جب لوگ ایک دوسرے سے بھڑ جاتے ہیں۔
ایک اور سند کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی منقول ہے۔
''بارش کے وقت (کی جانے والی دعا)''

بَابٌ فِيمَنْ سَأَلَ اللهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ

باب: جو شخص اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کرے (یعنی دعا مانگے)

2541 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو مَرْوَانَ، وَابْنُ الْمُصَفَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، يَرُدُّ إِلَى مَكْحُولٍ، إِلَى مَالِكِ بْنِ يُخَامِرَ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ حَدَّثَهُمْ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ سَأَلَ اللهَ الْقَتْلَ مِنْ نَفْسِهِ صَادِقًا، ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ، فَإِنَّ لَهُ أَجْرَ شَهِيدٍ زَادَ ابْنُ الْمُصَفَّى مِنْ هُنَا: وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ نُكِبَ نَكْبَةً، فَإِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغْزَرِ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا لَوْنُ الزَّعْفَرَانِ وَرِيحُهَا رِيحُ الْمِسْكِ، وَمَنْ خَرَجَ بِهِ خُرَاجٌ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَإِنَّ عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''جو شخص اونٹنی کا دودھ دوہنے، جتنے وقت کے لیے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں حصہ لیتا ہے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جو شخص سچے دل سے، اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا مانگتا ہے، پھر وہ (بستر مرگ پر) مرجاتا ہے، یا قتل ہو جاتا ہے، تو اسے شہید کا اجر ملتا ہے''۔
یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:
''جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے، یا اسے کوئی چوٹ لگتی ہے، تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا، تو وہ زخم تازہ اور بڑا ہوگا، اس کا رنگ زعفران کے رنگ جیسا ہوگا، اس کی خوشبو مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی اور جس شخص کو اللہ کی راہ میں پھوڑا نکل آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس پر شہیدوں کی مہر لگا دیتا ہے''

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ جَزِّ نَوَاصِي الْخَيْلِ وَأَذْنَابِهَا

باب: گھوڑوں کی پیشانیوں اور دُموں کے بال کاٹنے کا پسندیدہ ہونا

2542 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ حُمَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، جَمِيعًا

2542- اسناده ضعيف لاضطرابه، فقد اختلف فيه على ثور بن يزيد كما سياتى. ابو عاصم: هو الضحاك بن مخلد النبيل، ونصر الكنانى: هو ابن عبد الرحمن. واخرجه البيهقى 6/331 من طريق ابى عاصم النبيل، بهذا الاسناد. واخرجه احمد (17640) عن عبد الله بن الحارث المخزومى، عن ثور بن يزيد، عن نصر، عن رجل من بنى سليم، عن عتبة بن عبد، فاطلق اسم نصر ولم يبينه. واخرجه الطبرانى فى "الكبير" 17/ (319)، وفى "الشاميين" (455)

عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ نَصْرٍ الْكِنَانِيِّ عَنْ رَجُلٍ وَقَالَ: أَبُو تَوْبَةَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ شَيْخٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ وَهٰذَا لَفْظُهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَقُصُّوا نَوَاصِيَ الْخَيْلِ وَلَا مَعَارِفَهَا وَلَا أَذْنَابَهَا فَإِنَّ أَذْنَابَهَا مَذَابُّهَا وَمَعَارِفَهَا دِفَاؤُهَا وَنَوَاصِيَهَا مَعْقُودٌ فِيهَا الْخَيْرُ

حضرت عتبہ بن عبد سلمی بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''گھوڑوں کی پیشانی، گردن اور دم کے بال نہ کاٹو، کیونکہ ان کی دم ان کے پنکھے ہیں اور گردن کے بالوں کے ذریعے، یہ اپنی سردی کو دور کرتے ہیں اور ان کی پیشانی میں بھلائی بندھی ہوئی ہے''

بَابٌ فِيمَا يُسْتَحَبُّ مِنْ أَلْوَانِ الْخَيْلِ

باب: گھوڑے کے کون سے رنگ پسندیدہ ہیں؟

2543 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِكُلِّ كُمَيْتٍ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَدْهَمَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ،

حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ، جنہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم کمیت اور پنج کلیان گھوڑے کو منتخب کرو، یا پھر اشقر پنج کلیان کو منتخب کرو، یا مشکی پنج کلیان کو (منتخب کرو)''۔

2544 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ، حَدَّثَنَا عَقِيلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِكُلِّ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ، أَوْ كُمَيْتٍ أَغَرَّ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ مُهَاجِرٍ: وَسَأَلْتُهُ لِمَ فُضِّلَ الْأَشْقَرُ؟ قَالَ: لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ جَاءَ بِالْفَتْحِ صَاحِبُ أَشْقَرَ

حضرت ابو وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''ایسا گھوڑا منتخب کرو، جو اشقر پنج کلیان ہو، یا کمیت اور چمکیلی پیشانی والا ہو''

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

محمد بن مہاجر نامی راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے استاد سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ نے اشقر نامی گھوڑے کو کیوں بہتر قرار دیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ایک مہم روانہ کی تھی، فتح کی خوشخبری لانے والا پہلا شخص اشقر گھوڑے پر سوار تھا۔

هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَنِي فَنَزَلَ الْبِئْرَ، فَمَلَأَ خُفَّهُ فَأَمْسَكَهُ بِفِيهِ، حَتّٰى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؟ فَقَالَ: فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"ایک مرتبہ ایک شخص کسی راستے میں جا رہا تھا، اسے شدید پیاس محسوس ہوئی، اسے ایک کنواں ملا، وہ اس میں اترا، اس نے پانی پیا پھر باہر نکلا، تو وہاں ایک کتا موجود تھا، جو پیاس کے شدت کی وجہ سے گیلی مٹی کو چاٹ رہا تھا، اس شخص نے سوچا، اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس لگی رہی ہے، جس طرح مجھے لگ رہی تھی، وہ کنویں میں اترا، اس نے اپنے موزے میں پانی بھرا اور پھر اس موزے کو منہ کے ذریعے پکڑ کر کنویں سے باہر آیا، اس نے کتے کو پانی پلایا، تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے اِس عمل کو قبول کیا اور اس کی مغفرت کر دی، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے پر بھی ہمیں اجر ملے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر جاندار چیز کے ساتھ بھلائی کرنے کا اجر ملتا ہے"۔

بَابٌ فِي نُزُولِ الْمَنَازِلِ

باب: کسی جگہ پر پڑاؤ کرنے (کے آداب)

2551 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَمْزَةَ الضَّبِّيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى تُحَلَّ الرِّحَالُ

⊛⊛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"جب ہم کسی جگہ پڑاؤ کرتے تھے، تو اس وقت تک نوافل ادا نہیں کرتے تھے، جب تک سامان (سواریوں) سے اتار نہیں دیتے تھے"۔

بَابٌ فِي تَقْلِيدِ الْخَيْلِ بِالْأَوْتَارِ

باب: گھوڑے کے گلے میں تانت (کا ہار) ڈالنا

2552 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ: لَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، وَلَا قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ

قَالَ مَالِكٌ: أَرَى أَنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَجْلِ الْعَيْنِ

⊛⊛ حضرت ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وہ ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک پیغام رساں کو بھیجا۔
عبداللہ بن ابوبکر نامی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے، راوی نے یہ بات بیان کی تھی: لوگ اس وقت آرام کر رہے تھے (اس پیغام رساں نے) یہ اعلان کیا: کسی بھی اونٹ کے گلے میں تانت کا بنا ہوا ہار باقی نہ رہے، ایسے ہر ہار کو کاٹ دیا جائے۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے، وہ ہار اس لیے ڈالا جاتا ہے، تاکہ نظر لگنے سے بچا جائے۔

بَابُ اِكْرَامِ الْخَيْلِ وَارْتِبَاطِهَا وَالْمَسْحِ عَلٰى اَكْفَالِهَا

باب: گھوڑے کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنا، اسے باندھنا، اور اس کی پشت پر ہاتھ پھیرنا

2553 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالَقَانِيُّ، اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ اَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ارْتَبِطُوا الْخَيْلَ، وَامْسَحُوا بِنَوَاصِيهَا وَاَعْجَازِهَا - اَوْ قَالَ: اَكْفَالِهَا - وَقَلِّدُوهَا وَلَا تُقَلِّدُوهَا الْاَوْتَارَ

❁❁ حضرت ابووہب جشمی رضی اللہ عنہ، جنہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''گھوڑوں کو باندھ کے رکھو، ان کی پیشانی اور پشت پر ہاتھ پھیرو''
راوی کہتے ہیں: شاید یہ الفاظ ہیں: ''ان کی پشت پر، اور ان کے گلے میں ہار ڈالو، لیکن ان کے گلے میں تانت کے ہار نہ ڈالو''

بَابٌ فِي تَعْلِيقِ الْاَجْرَاسِ

باب: (جانور کے گلے میں) گھنٹی لٹکانا

2554 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِي الْجَرَّاحِ مَوْلٰى اُمِّ حَبِيبَةَ، عَنْ اُمِّ حَبِيبَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ

❁❁ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:
''فرشتے ایسے سواروں کے ساتھ نہیں چلتے، جن میں گھنٹی موجود ہو''

2555 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ اَوْ جَرَسٌ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''فرشتے ایسے قافلے والوں کے ساتھ نہیں چلتے، جن میں کتا یا گھنٹی موجود ہو''

2555- اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية بن خديج، واحمد بن يونس: هو ابن عبد الله بن يونس، فنسب الى جده هنا، وهو مشهور بنسبته الى جده. واخرجه مسلم (2113)، والترمذى (1798) من طريق سهيل بن ابى صالح، به. واخرجه النسائى فى "الكبرى" (8759) من طريق زرارة بن اوفى، عن ابى هريرة. لكن ليس فيه ذكر الكلب. وهو فى "مسند احمد" (7566) و "صحيح ابن حبان" (4703).

2556 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الْجَرَسِ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھنٹی کے بارے میں یہ فرمایا ہے: یہ شیطان کا باجہ ہے۔

بَابٌ فِي رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ

باب: گندگی کھانے والے جانور پر سوار ہونا

2557 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نُهِيَ عَنْ رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: گندگی کھانے والے جانور پر سواری کرنے سے منع کیا گیا ہے

2558 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ، اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَهْمِ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ اَبِي قَيْسٍ، عَنْ اَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْاِبِلِ اَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گندگی کھانے والے اونٹ پر سواری کرنے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسَمِّي دَابَّتَهُ

باب: آدمی کا اپنے جانور کا (کوئی) نام رکھنا

2559 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ مُعَاذٍ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں گدھے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، اس گدھے کا نام "عفیر" تھا۔

بَابٌ فِي النِّدَاءِ عِنْدَ النَّفِيرِ يَا خَيْلَ اللهِ ارْكَبِي

باب: (جہاد کے لئے) روانگی کے وقت یہ اعلان کرنا: اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ!

2560 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى اَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِيْهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّى خَيْلَنَا خَيْلَ اللهِ اِذَا فَزِعْنَا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا فَزِعْنَا بِالْجَمَاعَةِ وَالصَّبْرِ وَالسَّكِينَةِ، وَإِذَا قَاتَلْنَا

❀❀ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھڑسواروں کو ''اللہ کے گھڑسواروں'' کا نام دیا تھا، جب ہم گھبراہٹ کا شکار ہوتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ جب ہم گھبراہٹ کا شکار ہوں، تو اکٹھے ہو جائیں، صبر سے کام لیں، پرسکون رہیں، اس وقت جب ہم جنگ کر رہے ہوں۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ لَعْنِ الْبَهِيمَةِ

باب: جانور پر لعنت کرنے کی ممانعت

2561 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ فَسَمِعَ لَعْنَةً، فَقَالَ: مَا هٰذِهِ؟ قَالُوا: هٰذِهِ فُلَانَةُ لَعَنَتْ رَاحِلَتَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَعُوا عَنْهَا فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ فَوَضَعُوا عَنْهَا قَالَ عِمْرَانُ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهَا نَاقَةٌ وَرْقَاءُ

❀❀ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی لعنت کرنے کی آواز سنی، تو دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: فلاں عورت ہے، جس نے اپنی سواری کی اونٹنی پر لعنت کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اونٹنی پر سے سامان اتار لو، کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے تو لوگوں نے اس پر سے سامان اتار لیا۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: گویا اس وقت بھی اس اونٹنی کو دیکھ رہا ہوں، وہ ایک خاکستری اونٹنی تھی۔

بَابٌ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ

باب: جانوروں کو لڑانا

2562 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ قُطْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سِيَاهٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي يَحْيَى الْقَتَّاتِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي وَسْمِ الدَّوَابِّ

باب: جانوروں کو نشان لگانا

2563 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخٍ لِي حِينَ وُلِدَ لِيُحَنِّكَهُ، فَإِذَا هُوَ فِي مِرْبَدٍ يَسِمُ غَنَمًا أَحْسَبُهُ قَالَ: فِي آذَانِهَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اپنے بھائی کی پیدائش کے وقت، اسے ساتھ لے کر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے گھٹی دیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بکریوں کے باڑے میں موجود تھے اور بکریوں پر داغ لگا رہے تھے۔

راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے، روایت میں یہ الفاظ ہیں: ان کے کانوں پر داغ لگا رہے تھے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ وَالضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ

باب: (جانور کے) چہرے پر نشان لگانے یا چہرے پر مارنے کی ممانعت

2564 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِحِمَارٍ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: أَمَا بَلَغَكُمْ أَنِّي قَدْ لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ الْبَهِيمَةَ فِي وَجْهِهَا أَوْ ضَرَبَهَا فِي وَجْهِهَا؛ فَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گزرا، جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم تک یہ بات نہیں پہنچی ہے؟ کہ میں نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو جانور کے چہرے پر داغ لگاتا ہے، یا اس کے چہرے پر مارتا ہے۔

(راوی کہتے ہیں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْحُمُرِ تُنْزَى عَلَى الْخَيْلِ

باب: گھوڑیوں کی گدھوں سے جفتی کرانے کی ممانعت

2565 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنِ ابْنِ زُرَيْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلُ هٰذِهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خچر تحفے کے طور پر پیش کیا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اگر ہم گدھوں کے ذریعے گھوڑیوں کی جفتی کرائیں، تو ہمیں اس طرح کے جانور مل سکتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کام وہ لوگ کر سکتے ہیں جنہیں علم نہ ہو۔

بَابٌ فِي رُكُوبِ ثَلَاثَةٍ عَلَى دَابَّةٍ

باب: تین آدمیوں کا ایک سواری پر سوار ہونا

2566 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ

مُوَرِّقٍ يَعْنِي الْعِجْلِيَّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اسْتُقْبِلَ بِنَا، فَأَيُّنَا اسْتُقْبِلَ أَوَّلًا جَعَلَهُ أَمَامَهُ، فَاسْتُقْبِلَ بِي فَحَمَلَنِي أَمَامَهُ، ثُمَّ اسْتُقْبِلَ بِحَسَنٍ أَوْ حُسَيْنٍ فَجَعَلَهُ خَلْفَهُ فَدَخَلْنَا الْمَدِينَةَ وَإِنَّا لَكَذَلِكَ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تھے تو ہم (بچے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے تھے، جو بچہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے آگے بیٹھا لیتے تھے، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے میں سامنے آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے آگے بٹھالیا، پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (جو بچے تھے) وہ آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پیچھے بٹھالیا، ہم جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، تو ہم اسی حالت میں تھے۔

بَابٌ فِي الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب: جانور پر (بیٹھے رہتے ہوئے) ٹھہرنا

2567 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِيَّاكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا ظُهُورَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ، فَإِنَّ اللّٰهَ إِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبَلِّغَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ، وَجَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فَعَلَيْهَا فَاقْضُوا حَاجَتَكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تم اس بات سے بچو کہ اپنے جانوروں کی پشت کو منبر بنالو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم اس شہر تک پہنچ جاؤ، جہاں تک تم اپنے آپ کو مشقت کا شکار کر کے ہی پہنچ سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی ہے، تم اس پر اس اپنی حاجت پوری کرو۔ (یعنی جب رکنا ہو، تو زمین پر اتر جایا کرو)

بَابٌ فِي الْجَنَائِبِ

باب: بازو میں چلنے والی سواریاں

2568 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي يَحْيَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: تَكُونُ إِبِلٌ لِلشَّيَاطِينِ، وَبُيُوتٌ لِلشَّيَاطِينِ، فَأَمَّا إِبِلُ الشَّيَاطِينِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا يَخْرُجُ أَحَدُكُمْ بِجُنَيْبَاتٍ مَعَهُ قَدْ أَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُو بَعِيرًا مِنْهَا، وَيَمُرُّ بِأَخِيهِ قَدْ

2566-اسناده صحيح. مورق العجلي: هو ابن مشمرج بن عبد الله، وابو اسحاق الفزاري: هو ابراهيم بن محمد بن الحارث صاحب "السير." واخرجه مسلم (2428)، وابن ماجه (3773)، والنسائي في "الكبرى" (4232) من طريق عاصم بن سليمان الاحول، به. وهو في "مسند احمد" (1743).

انْقَطَعَ بِهِ فَلَا يَحْمِلُهُ وَاَمَّا بُيُوتُ الشَّيَاطِينِ فَلَمْ اَرَهَا كَانَ سَعِيدٌ يَقُولُ: لَا اُرَاهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاَقْفَاصُ الَّتِي يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيبَاجِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''شیطانوں کے اونٹ ہوتے ہیں، شیطان کے گھر ہوتے ہیں، جہاں تک شیطان کے اونٹوں کا تعلق ہے، تو میں نے انہیں دیکھا ہے جو شخص نکلتا ہے اور اس کے پاس اونٹنیاں ہوتی ہیں، جو خوب موٹی تازی ہوتی ہیں، وہ شخص اس پر سوار نہیں ہوتا، پھر وہ اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے، جو چلنے سے عاجز ہوتا ہے وہ اسے بھی اس پر سوار نہیں کرواتا (تو ایسے اونٹ شیطانوں کے اونٹ ہوتے ہیں) البتہ شیطانوں کے گھر میں نے نہیں دیکھے۔

سعید بن ابوہند نامی راوی کہتے ہیں: میرا یہ خیال ہے کہ شاید شیطانوں کے گھر وہ محلات ہوں گے، جنہیں لوگ ریشمی کپڑوں کے ذریعے ڈھانپ کر رکھتے ہیں۔

بَابٌ فِي سُرْعَةِ السَّيْرِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّعْرِيسِ فِي الطَّرِيقِ

باب: تیزی سے سفر کرنا، راستے میں، رات کے وقت پڑاؤ کرنے کی ممانعت

2569 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَاَعْطُوا الْاِبِلَ حَقَّهَا، وَاِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْجَدْبِ فَاَسْرِعُوا السَّيْرَ، فَاِذَا اَرَدْتُمُ التَّعْرِيسَ فَتَنَكَّبُوا عَنِ الطَّرِيقِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تم شاداب علاقوں میں سفر کرو، تو اونٹوں کو ان کا حق دو اور جب تم خشک سالی کے علاقوں میں سفر کرو، تو تم تیزی سے سفر کرو اور جب تم رات کے وقت پڑاؤ کرنے کا ارادہ کرو، تو عام گزرگاہ سے کچھ ہٹ جاؤ''۔

2570 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحْوَ هٰذَا قَالَ بَعْدَ قَوْلِهِ: حَقَّهَا، وَلَا تَعْدُوا الْمَنَازِلَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں، جس میں یہ الفاظ ہیں: ''تم منازل سے تجاوز نہ کرو''

بَابٌ فِي الدُّلْجَةِ

باب: رات کے پہلے پہر سفر کرنا

2571 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا اَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"رات کے پہلے پہر سفر کرو، چونکہ رات کے وقت زمین کو لپیٹ دیا جاتا ہے"

بَابُ رَبُّ الدَّابَّةِ اَحَقُّ بِصَدْرِهَا

باب: جانور کا مالک، آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے

2572 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، حَدَّثَنِي اَبِي، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ بُرَيْدَةَ، يَقُولُ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي جَاءَ رَجُلٌ وَمَعَهُ حِمَارٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ارْكَبْ وَتَاَخَّرَ الرَّجُلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، اَنْتَ اَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ مِنِّي اِلَّا اَنْ تَجْعَلَهُ لِي. قَالَ: فَاِنِّي قَدْ جَعَلْتُهُ لَكَ، فَرَكِبَ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلتے ہوئے جا رہے تھے ایک شخص آیا، اس کے ساتھ گدھا تھا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو جائیے، وہ شخص پیچھے بیٹھنے لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! تم اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کے مجھ سے زیادہ حق دار ہو، البتہ اگر تم اسے میرے لیے دے دو، تو (حکم مختلف ہے) اس شخص نے عرض کی: اسے میں آپ کے لیے کرتا ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے۔

بَابٌ فِي الدَّابَّةِ تُعَرْقَبُ فِي الْحَرْبِ

باب: جنگ کے دوران، جانور کی کونچیں کاٹ دینا

2573 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّادٍ، عَنْ اَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ-

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هُوَ يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ- حَدَّثَنِي اَبِي الَّذِي اَرْضَعَنِي وَهُوَ اَحَدُ بَنِي مُرَّةَ بْنِ عَوْفٍ وَكَانَ فِي تِلْكَ الْغَزَاةِ غَزَاةِ مُؤْتَةَ قَالَ: وَاللهِ لَكَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَى جَعْفَرٍ حِينَ اقْتَحَمَ عَنْ فَرَسٍ لَهُ شَقْرَاءَ فَعَقَرَهَا، ثُمَّ قَاتَلَ الْقَوْمَ حَتَّى قُتِلَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ

2571-صحیح لغیرہ، وهذا اسناد حسن فی المتابعات والشواهد، ابو جعفر الرازی- واسمه عیسی بن ابی عیسی: عبد الله بن ماهان- ضعیف یعتبر به، وقد توبع. خالد ابن یزید: هو الازدی العتکی صاحب اللؤلؤ. واخرجه البزار (1694- کشف الاستار)، والحاکم /1142، والبیهقی /2565، والضیاء المقدسی فی "المختارة" (2118) من طریق خالد بن یزید، به. وجاء عند الحاکم وعنه البیهقی مقیداً بالعمری خطأ وخالد بن یزید العمری متهم متروک، بینما جاء عند الضیاء علی الصواب مقیداً بصاحب اللؤلؤ. واخرجه الترمذی فی "العلل الکبیر" /8742، والبزار (1696- کشف الاستار)، وابو یعلی (3618)، وابن خزیمة باثر (2555)،

امام ابوداؤد یحییٰ بن عباد کہتے ہیں: میرے رضاعی والد نے مجھے یہ بات بتائی ہے: ان کا تعلق بنو مرہ بن عوف سے تھا اور وہ غزوہ موتہ میں شریک ہوئے تھے، وہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! گویا کہ میں اس وقت بھی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سرخ گھوڑے سے نیچے اترے اور انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور پھر دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت قوی نہیں ہے۔

بَابٌ فِي السَّبَقِ

باب: (جانوروں کی دوڑ کا) مقابلہ کرنا

2574 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ أَبِي نَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا سَبَقَ إِلَّا فِي خُفٍّ أَوْ فِي حَافِرٍ أَوْ نَصْلٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"(دوڑ کا) مقابلہ صرف تین چیزوں میں ہو سکتا ہے اونٹ میں، گھوڑے میں یا تیر اندازی میں"

2575 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي قَدْ ضُمِّرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ، وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَإِنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ مِمَّنْ سَابَقَ بِهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت یافتہ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ حفیہ سے کروایا تھا، ان کی آخری حد ثنیہ الوداع تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کا مقابلہ ثنیہ سے لے کر بنو زریق کی مسجد تک کروایا تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے، جنہوں نے اس مقابلے میں حصہ لیا تھا۔

2576 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضَمِّرُ الْخَيْلَ يُسَابِقُ بِهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں کی تربیت کرواتے تھے اور پھر ان کا مقابلہ کرواتے تھے۔

2577 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّقَ بَيْنَ الْخَيْلِ، وَفَضَّلَ الْقُرَّحَ فِي الْغَايَةِ

2575-اسناده صحيح. وهو في "موطا مالک" 467.2/، واخرجه البخاري (420)، ومسلم (1870)، والترمذي (1794)، والنسائي (3583) و (3584) من طرق عن نافع، به. وهو في "مسند احمد" (4487)، و "صحيح ابن حبان" (4686).

2576-اسناده صحيح. عُبيد الله: هو ابن عمر العمري، ومعتمر: هو ابن سليمان، ومُسدَّد: هو ابن مُسرهد بن مُسربل. واخرجه البخاري (2868)، ومسلم (1870)، وابن ماجه (2877) من طريق عبيد الله بن عمر، به. وهو في "مسند احمد" (5348)، و "صحيح ابن حبان" (4687).

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ کروایا اور آپ نے ان گھوڑوں کا فاصلہ زیادہ رکھا، جو چار سال کے ہو کر پانچویں سال میں داخل ہو چکے تھے۔

بَابٌ فِي السَّبَقِ عَلَى الرِّجْلِ

باب: (آدمیوں کی) پیدل دوڑ کا مقابلہ کرنا

2578 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ الْأَنْطَاكِيُّ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ قَالَتْ: فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ، فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي فَقَالَ: هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کر رہی تھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا، تو میں آگے نکل گئی، پھر جب میرا وزن زیادہ ہو گیا، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آگے نکل گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اس آگے نکلنے کا بدلہ ہے۔

بَابٌ فِي الْمُحَلِّلِ

باب: "محلل" کا بیان

2579 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ الْمَعْنَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ - يَعْنِي وَهُوَ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يَسْبِقَ - فَلَيْسَ بِقِمَارٍ، وَمَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ وَقَدْ أُمِنَ أَنْ يَسْبِقَ فَهُوَ قِمَارٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

جو شخص دو گھوڑوں کے درمیان گھوڑا داخل کرے اور اسے اس کے جیت جانے کا یقین نہ ہو، تو یہ جوا نہیں ہوگا اور جو شخص ان میں اپنا گھوڑا داخل کرے اور اسے یقین ہو، یہ جیت جائے گا تو یہ جوا شمار ہوگا۔

2580 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِ عَبَّادٍ وَمَعْنَاهُ، قال أبو داود: رَوَاهُ مَعْمَرٌ، وَشُعَيْبٌ، وَعَقِيلٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهَذَا أَصَحُّ عِنْدَنَا

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْجَلَبِ عَلَى الْخَيْلِ فِي السِّبَاقِ

باب: دوڑ میں گھوڑے کی جلب کا بیان

2581 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، جَمِيعًا عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ زَادَ يَحْيَى فِي حَدِيثِهِ: فِي الرِّهَانِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جلب اور جنب کی کوئی حقیقت نہیں ہے''

یحییٰ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''مقابلے میں''

2582 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: الْجَلَبُ وَالْجَنَبُ فِي الرِّهَانِ

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جلب اور جنب مقابلے میں ہوتا ہے۔

بَابٌ فِي السَّيْفِ يُحَلَّى

باب: تلوار کو آراستہ کرنا

2583 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِضَّةً

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔

2584 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِضَّةً قَالَ قَتَادَةُ: وَمَا عَلِمْتُ أَحَدًا تَابَعَهُ عَلَى ذٰلِكَ

سعید بن ابوالحسن بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔

قتادہ کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اس کی متابعت کی ہو۔

2585 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ أَبُو غَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَتْ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَقْوَى هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ حَدِيثُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، وَالْبَاقِيَةُ ضِعَافٌ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ان میں سب سے زیادہ قوی حدیث سعید ابن ابوالحسن کی نقل کردہ ہے، باقی روایات

ضعیف ہیں۔

بَابٌ فِي النَّبْلِ يَدْخُلُ بِهِ الْمَسْجِدَ

باب: مسجد میں تیر لے کر آنا

2586 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا كَانَ يَتَصَدَّقُ بِالنَّبْلِ فِي الْمَسْجِدِ أَنْ لَا يَمُرَّ بِهَا إِلَّا وَهُوَ آخِذٌ بِنُصُولِهَا

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو، جو مسجد میں تیر صدقہ کے طور پر بانٹ رہا تھا، اسے یہ حکم دیا کہ وہ جب انہیں لے کر گزرے، تو ان کے پھل کی طرف سے انہیں پکڑ رکھے۔

2587 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا أَوْ قَالَ: فَلْيَقْبِضْ كَفَّهُ. أَوْ قَالَ: فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ أَنْ تُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ

❁❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص ہماری مسجد سے گزرے، یا ہمارے بازار سے گزرے، اور اس کے پاس تیر ہوں، تو وہ ان کے پھل کی طرف سے انہیں پکڑ کے رکھے، (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) انہیں اپنی مٹھی میں پکڑ کے رکھے۔ (راوی کہتے ہیں شاید یہ الفاظ ہیں:) وہ انہیں اپنی ہتھیلی میں پکڑے تاکہ وہ کسی مسلمان کو نقصان نہ پہنچادے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا

باب: ننگی تلوار لے کر (ہجوم سے گزرنے) کی ممانعت

2588 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ تلوار کو میان کے بغیر (لے کر چلا جائے)

2587-اسناده صحيح. ابو بردة: هو ابن ابي موسى الاشعري، وبريد: هو ابن عبدالله بن ابي بردة، وابو اسامة: هو حماد بن اسامة، ومحمد بن العلاء: هو الهمداني ابو كريب مشهور بكنيته. واخرجه البخاري (452)، ومسلم (2615)، وابن ماجه (3778) من طريق

2588-اسناده صحيح، وابو الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي- قد صرح بالسماع عند احمد (14981)، وابن حبان (5943). حماد: هو ابن سلمة. واخرجه الترمذي (2302) من طريق حماد بن سلمة، به. وقال: حديث حسن غريب. وهو في "مسند احمد" (14201)، و"صحيح ابن حبان" (5943).

بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ يُقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ

باب: چمڑے کو دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر کاٹنے کی ممانعت

2589 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ

⊛⊛ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ چمڑے کو دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر کاٹا جائے۔

بَابٌ فِي لُبْسِ الدُّرُوعِ

باب: زرہیں پہننا

2590 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَسِبْتُ أَنِّي سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ خُصَيْفَةَ يَذْكُرُ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ رَجُلٍ قَدْ سَمَّاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَاهَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بَيْنَ دِرْعَيْنِ، أَوْ لَبِسَ دِرْعَيْنِ

⊛⊛ سائب بن یزید ایک شخص کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: جس کا نام بھی انہوں نے بیان کیا تھا (وہ صاحب بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے موقع پر، اوپر نیچے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں (یہاں ایک راوی نے الفاظ مختلف نقل کیے ہیں)

بَابٌ فِي الرَّايَاتِ وَالْأَلْوِيَةِ

باب: بڑے اور چھوٹے جھنڈوں کا بیان

2591 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ مَوْلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: بَعَثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ إِلَى الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ يَسْأَلُهُ عَنْ رَايَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ؟ فَقَالَ: كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ

⊛⊛ محمد بن قاسم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے اپنے غلام عبید کو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا، تاکہ وہ یہ دریافت کرے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا کیسا تھا؟ تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بتایا: وہ اونی کپڑے سے بنا ہوا تھا، اور سیاہ رنگ کا تھا، وہ مربعہ یعنی (چوکور) تھا۔

2592 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ وَهُوَ ابْنُ رَاهَوَيْهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ لِوَاؤُهُ يَوْمَ دَخَلَ مَكَّةَ

أَبْيَضَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک محفوظ حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے، تو اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص جھنڈا سفید تھا۔

2593 - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ الشَّعِيرِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ، عَنْ آخَرَ مِنْهُمْ قَالَ: رَأَيْتُ رَايَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفْرَاءَ

سماک اپنی قوم کے حوالے سے ایک فرد کے حوالے سے، ایک اور شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زرد رنگ کا جھنڈا دیکھا ہے۔

بَابٌ فِي الِانْتِصَارِ بِرُذُلِ الْخَيْلِ وَالضَّعَفَةِ

باب: معمولی گھوڑوں کے ذریعے اور کمزور لوگوں کے وسیلے سے مدد حاصل کرنا

2594 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْطَاةَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الدَّرْدَاءِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ابْغُونِي الضُّعَفَاءَ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَيْدُ بْنُ أَرْطَاةَ أَخُو عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''کمزور لوگوں کو تلاش کر کے میرے پاس لاؤ، کیونکہ تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور جنگ وغیرہ میں تمہاری مدد کی جاتی ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زید بن ارطاۃ نامی راوی عدی بن ارطاۃ کا بھائی ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُنَادِي بِالشِّعَارِ

باب: آدمی کا مخصوص نعرے (کوڈ ورڈ) کے ذریعے پکارنا

2595 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: كَانَ شِعَارُ الْمُهَاجِرِينَ عَبْدَ اللهِ، وَشِعَارُ الْأَنْصَارِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (جنگ کے دوران) مہاجرین کا (کوڈ ورڈ) عبداللہ تھا اور انصار کا (کوڈ ورڈ) عبدالرحمن تھا۔

2596 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ شِعَارُنَا: أَمِتْ أَمِتْ

ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں، میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں جنگ میں حصہ لیا، تو ہمارا مخصوص نعرہ یہ تھا "مارو، مارو"۔

2597 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنْ بُيِّتُّمْ فَلْيَكُنْ شِعَارُكُمْ حم لَا يُنْصَرُونَ

مہلب بن ابوصفرہ بیان کرتے ہیں: مجھے ان صاحب نے یہ بات بیان کی ہے، جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اگر تم پر رات کے وقت حملہ کر دیا جائے، تو تمہارا مخصوص نعرہ حم لَا يُنْصَرُونَ ہوگا"

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا سَافَرَ

باب: جب آدمی سفر پر جائے، تو کیا دعا پڑھے؟

2598 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ قَالَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ، اللَّهُمَّ اطْوِ لَنَا الْأَرْضَ، وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"اے اللہ! سفر میں تو ہی میرا ساتھی اور میری غیر موجودگی میں، میرے اہل خانہ کا نگران ہے، اے اللہ! میں سفر کی مشقت اور اس کی تختی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں غم اور پریشانی کے ساتھ واپس آؤں، یا اپنے اہل خانہ یا مال کے بارے میں برا منظر دیکھوں، اے اللہ! ہمارے لیے زمین کی مسافت کو لپیٹ دے اور سفر کو ہمارے لیے آسان کر دے"۔

2599 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَلِيًّا الْأَزْدِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ عَلَّمَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجًا إِلَى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: (سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا، وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ) (الزخرف: 14)، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى، اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا،

2596- اسناده قوي من اجل عكرمة بن عمار. سلمة: هو ابن الاكوع، وابن المبارك: هو عبد الله، وهناد: هو ابن السري. واخرجه النسائي في "الكبرى" (8612) و (8811) من طريق عكرمة بن عمار، به. وهو في "مسند احمد" (16498)، و"صحيح ابن حبان" (4744).

2597- اسناده صحيح. وابهام الصحابي لا يضر. ابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، وسفيان - وهو الثوري - اثبت الناس في ابي اسحاق. واخرجه الترمذي (1777) من طريق سفيان الثوري والنسائي في "الكبرى" (8810) من طريق شريك النخعي، كلاهما عن ابي اسحاق، به. وهو في "مسند احمد" (16615)، واخرجه النسائي (10376)

اللّٰهُمَّ اطْوِ لَنَا الْبُعْدَ، اللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ. وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ: آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُيُوشُهُ إِذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوا، وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا، فَوُضِعَتِ الصَّلَاةُ عَلَى ذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں علی ازدی نے یہ بات نقل کی ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں تعلیم دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر روانہ ہونے کے وقت اونٹ پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

''پاک ہے، وہ ذات، جس نے ہمارے لیے (سواری) کو مسخر کر دیا، ورنہ ہم اس پر قابو پانے والے نہ تھے، بے شک ہم نے، اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانا ہے، اے اللہ! میں اپنے اس سفر میں، تجھ سے نیکی پرہیزگاری اور ایسے عمل کا سوال کرتا ہوں، جس سے تو راضی ہو جائے، اے اللہ! ہمارے لیے، ہمارے اس سفر کو آسان کر دے، اے اللہ! ہمارے لیے مسافت کو لپیٹ دے، اے اللہ! سفر میں تو ہی ساتھی ہے اور غیر موجودگی میں تو ہی اہل خانہ اور مال کا نگران ہے''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس تشریف لاتے، تو بھی یہ کلمات پڑھتے تھے اور اِن میں، اِن الفاظ کا اضافہ کرتے تھے۔

''(ہم) واپس آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اپنے پروردگار کی حمد بیان کرنے والے ہیں''

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر جب کسی گھاٹی پر چڑھتے تھے، تو اللہ اکبر پڑھتے تھے اور جب نیچے کی طرف اترتے تھے، تو سبحان اللہ کہتے تھے (راوی کہتے ہیں:) تو نماز کو بھی اسی طریقے کے مطابق مقرر کیا گیا ہے۔

بَابٌ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْوَدَاعِ

باب: (مسافر کو) الوداع کہتے وقت کی دعا

2600 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ قَزَعَةَ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ هَلُمَّ أُوَدِّعْكَ كَمَا وَدَّعَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ

قزعہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: آؤ! تاکہ میں تمہیں اسی طرح رخصت کروں، جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رخصت کیا تھا، (پھر انہوں نے یہ کلمات پڑھے:)

''میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے اختتامی عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں''

2601 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ السَّيْلَحِينِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ

الْخَطْمِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ الْخَطْمِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ: أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ

حضرت عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو روانہ کرنے لگتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے:

''میں تم لوگوں کے دین، تم لوگوں کی امانتوں اور تمہارے اختتامی اعمال کو، اللہ کے سپرد کرتا ہوں''

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا رَكِبَ

باب: آدمی جب (سواری پر) سوار ہو، تو کیا پڑھے؟

2602 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ: بِسْمِ اللهِ، فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، ثُمَّ قَالَ: (سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ) (الزخرف: 14)، ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - ثُمَّ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ. ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيلَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ. ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، جب ان کے سوار ہونے کے لیے سواری لائی گی، جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا، تو یہ پڑھا:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے''۔

جب وہ جانور کی پشت پر سیدھے ہو کر بیٹھے، تو انہوں نے یہ پڑھا:

''ہر طرح کی حمد، اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے'' پھر یہ پڑھا ''پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لیے مسخر کیا، ورنہ ہم تو اس پر قابو پانے والے نہیں تھے، بے شک ہم نے اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' پھر انہوں نے تین مرتبہ الحمدللہ کہا، پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہا، پھر یہ پڑھا:

''(اے اللہ!) تو ہر عیب سے پاک ہے، بے شک میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، تو میری مغفرت کردے، گناہوں کی مغفرت صرف تو ہی کر سکتا ہے''۔

(راوی بیان کرتے ہیں) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا دیے، ان سے دریافت کیا گیا: اے امیر المومنین! آپ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا، جس طرح میں نے کیا ہے، پھر

آپ ﷺ مسکرادیئے، تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تمہارا پروردگار اس بندے سے خوش ہوتا ہے، جب بندہ یہ کہتا ہے: تو میرے گناہوں کی مغفرت کردے، (پروردگار فرماتا ہے:) یہ بندہ یہ بات جانتا ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی گناہوں کی مغفرت نہیں کرسکتا''

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا نَزَلَ الْمَنْزِلَ

باب: آدمی جب کسی جگہ پڑاؤ کرے، تو کیا پڑھے؟

2603 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي صَفْوَانُ، حَدَّثَنِي شُرَيْحُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ فَأَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ: يَا أَرْضُ رَبِّي وَرَبُّكِ اللهُ، أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، وَأَعُوذُ بِاللهِ مِنْ أَسَدٍ وَأَسْوَدَ، وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ، وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے اور رات ہو جاتی تھی، تو آپ ﷺ یہ کہتے تھے:

''اے زمین! میرا اور تمہارا پروردگار، اللہ تعالیٰ ہے، میں تمہارے شر اور تمہارے اندر جو بھی چیز موجود ہے، اس کے شر اور جس چیز کو تمہارے اندر پیدا کیا گیا ہے، اس کے شر اور جو کچھ تمہارے اوپر چلتا ہے، اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اور میں شیر، ناگ، سانپ، بچھو، شہر کے رہنے والوں اور پیدا کرنے والے اور جو پیدا ہوا ہے، ان سب سے (اللہ تعالیٰ کی) پناہ مانگتا ہوں''۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ السَّيْرِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ

باب: رات کے ابتدائی حصے میں سفر کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

2604 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُرْسِلُوا فَوَاشِيَكُمْ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَعِيثُ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْفَوَاشِي: مَا يَفْشُو مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

2604- اسناده صحيح. ابو الزبير - وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي - قد صرح بالسماع عند الحميدي (1273) فانتفت شبهة تدليسه ثم انه متابع. زهير: هو ابن معاوية. واخرجه مسلم (2013) من طريق زهير بن معاوية، به. وهو في "مسند احمد" (14342)، و"صحيح ابن حبان" (1275). واخرجه البخاري (3280)، ومسلم (2012) من طريق عطاء بن ابي رباح، والبخاري (3304)، ومسلم بأثر (2012)

''تم لوگ سورج غروب ہونے کے بعد اپنے جانوروں کو کھلا نہ چھوڑو، یہاں تک کہ جب اچھی طرح اندھیرا ہو جائے، (تو اس وقت کھول سکتے ہو) کیونکہ جب سورج غروب ہوتا ہے، تو شیاطین خرابیاں پیدا کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب اچھی طرح اندھیرا ہو جاتا ہے، تو (وہ باز آ جاتے ہیں)''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مواشی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو زمین پر پھیل جاتی ہے۔

بَابٌ فِي أَيِّ يَوْمٍ يُسْتَحَبُّ السَّفَرُ

باب: کون سے دن سفر (پر روانہ ہونا) مستحب ہے

2605 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِي سَفَرٍ إِلَّا يَوْمَ الْخَمِيسِ

❁❁ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات جمعرات کے دن سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔

بَابٌ فِي الِابْتِكَارِ فِي السَّفَرِ

باب: صبح کے وقت سفر پر روانہ ہونا

2606 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ حَدِيدٍ، عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا . وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا، وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ فَأَثْرَى وَكَثُرَ مَالُهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ صَخْرُ بْنُ وَدَاعَةَ

❁❁ حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ! میری امت کے صبح کاموں میں، ان کے لیے برکت پیدا کر دے''

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کوئی مہم یا لشکر روانہ کرنا ہوتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دن کے ابتدائی حصے میں روانہ کرتے تھے، (راوی بیان کرتے ہیں) حضرت صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر تھے، وہ اپنی تجارت کا سامان دن کے ابتدائی حصے میں ہی بھجوا دیتے تھے، تو وہ مالدار ہو گئے اور ان کا مال زیادہ ہو گیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حضرت صخر بن وداعہ ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسَافِرُ وَحْدَهُ

باب: آدمی کا تنہا سفر کرنا

2607 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اکیلا سوار شیطان ہوتا ہے، دو سوار، دو شیطان ہوتے ہیں اور تین سوار قافلہ ہوتے ہیں''

بَابٌ فِي الْقَوْمِ يُسَافِرُونَ يُؤَمِّرُونَ أَحَدَهُمْ

باب: جب کچھ لوگ سفر کر رہے ہوں، تو ان کا اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالینا

2608 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرِ بْنِ بَرِّيٍّ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تین لوگ سفر پر نکلیں، تو وہ اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کرلیں''

2609 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ قَالَ نَافِعٌ: فَقُلْنَا لِأَبِي سَلَمَةَ: فَأَنْتَ أَمِيرُنَا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تین لوگ سفر پر جائیں، تو وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالیں''

نافع کہتے ہیں: ہم نے ابوسلمہ سے کہا: آپ ہمارے امیر ہیں۔

بَابٌ فِي الْمُصْحَفِ يُسَافَرُ بِهِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ

قرآن مجید ساتھ لے کر، دشمن کے علاقے کی طرف سفر کرنا

2610 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ قَالَ مَالِكٌ: أُرَاهُ مَخَافَةَ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ قرآن کو لے کر دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کیا جائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے، ایسا اس اندیشے کے تحت کیا گیا کہ کہیں دشمن اسے حاصل کر کے، اس کی بے حرمتی نہ کرے۔

بَابٌ فِيمَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْجُيُوشِ وَالرُّفَقَاءِ وَالسَّرَايَا

باب: کون سے لشکر، رفقاء سفر اور چھوٹی مہمات مستحب ہیں؟

2611 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَبُو خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مُرْسَلٌ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بہترین ساتھی چار لوگ ہیں اور بہترین چھوٹی ہم چار سو لوگوں کی ہوتی ہے، بہترین لشکر چار ہزار لوگوں کا ہوتا ہے اور بارہ ہزار لوگ اپنی قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوتے''۔

بَابٌ فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ

باب: (جنگ سے پہلے) مشرکین کو (اسلام کی) دعوت دینا

2612 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَ أَمِيرًا عَلَى سَرِيَّةٍ أَوْ جَيْشٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللهِ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ، وَبِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، وَقَالَ: إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ، أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهَا أَجَابُوكَ إِلَيْهَا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ: ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ،

2610-اسناده صحیح. وهو فی "موطا مالک" /4462، ومن طریقه اخرجه البخاری (2990) ومسلم (1869)، وابن ماجه (2879). لکن ابن ماجه جعل قول مالک الذی فی آخر الحدیث تتمة للمرفوع. ولم یذکره البخاری ولا مسلم اصلاً. واخرجه مسلم (1869)، وابن ماجه (2880)، والنسائی فی "الکبری" (8006) و (8738) من طریق اللیث بن سعد، ومسلم (1869) من طریق ایوب السختیانی، و (1869) من طریق الضحاک بن عثمان، ثلاثتهم عن نافع، عن ابن عمر. وجعل اللیث والضحاک ماقاله مالک تتمة للمرفوع. وروایة ایوب: "لاتسافروا بالقرآن، فانی لا آمن ان یناله العدو" جعله من قوله - صلی اللہ علیه وسلم - جمیعاً. وهو فی "مسند احمد" (4507)، و"صحیح ابن حبان" (4715).

وَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ أَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَأَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَبَوْا وَاخْتَارُوا دَارَهُمْ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يُجْرَى عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَادْعُهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ، فَإِنْ أَجَابُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ تَعَالَى وَقَاتِلْهُمْ، وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ تَعَالَى، فَلَا تُنْزِلْهُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ مَا يَحْكُمُ اللهُ فِيهِمْ، وَلٰكِنْ أَنْزِلُوهُمْ عَلَى حُكْمِكُمْ، ثُمَّ اقْضُوا فِيهِمْ بَعْدُ مَا شِئْتُمْ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: قَالَ عَلْقَمَةُ: فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِمُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ قَالَ:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ ابْنُ هَيْصَمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ

❁❁ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کسی مہم یا لشکر کے کسی امیر کو بھجواتے تھے، تو اسے بطور خاص اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے ساتھ والے مسلمانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے اور بھلائی کرنے کی ہدایت کرتے تھے، آپ یہ فرماتے تھے:

"جب تمہارا اپنے مشرک دشمنوں سے سامنا ہو، تو تم انہیں تین میں سے کوئی ایک بات قبول کرنے کی دعوت دو (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) ان میں سے وہ جو بھی بات قبول کر لیں، تو تم ان کے طرف سے اسے قبول کر لو اور ان سے (لڑائی کرنے سے) رک جاؤ، انہیں تم سلام کی دعوت دو، اگر وہ یہ مان لیتے ہیں، تو ان سے اسے قبول کر لو اور ان کے ساتھ لڑنے سے رک جاؤ، یا پھر انہیں اپنے علاقے کو چھوڑ کر مہاجرین کے علاقے کی طرف منتقل ہونے کی دعوت دو اور انہیں یہ بتا دو کہ اگر وہ ایسا کر لیتے ہیں، تو انہیں وہ تمام فوائد حاصل ہوں گے، جو مہاجرین کو حاصل ہوتے ہیں اور ان کے ذمے وہ تمام چیزیں لازم ہوں گی، جو مہاجرین پر لازم ہوتی ہیں، اگر وہ اس بات کو نہیں مانتے اور اپنے علاقے میں رہنا چاہتے ہیں، تو پھر تم انہیں بتا دو کہ ان کی مثال دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوگی اور ان پر اللہ تعالیٰ کا وہی حکم جارے ہوگا، جو دیگر اہل ایمان پر جاری ہوتا ہے، البتہ انہیں مال فے یا مال غنیمت میں سے کوئی بھی حصہ نہیں ملے گا، البتہ وہ اگر مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لیں (تو پھر انہیں اس میں سے حصہ ملے گا) اگر وہ تمہاری یہ بات بھی نہیں مانتے، تو پھر تم انہیں دعوت دو کہ وہ جزیہ ادا کریں، اگر وہ یہ بات مان جاتے ہیں، تو تم ان کی طرف سے اسے قبول کر لو اور ان کے ساتھ لڑنے سے باز آ جاؤ، اگر وہ نہیں مانتے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد حاصل کرتے ہوئے، ان کے ساتھ لڑائی شروع کر دو اور جب تم کسی قلعے والوں کا محاصرہ کر و اور وہ تمہارے ساتھ یہ ارادہ کریں کہ تمہیں اللہ کے فیصلے پر ثالث کے طور پر ماننے کو کہیں، تو تم اس بات کو قبول نہ کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کیا ہوگا؟ تم انہیں اپنے فیصلے، جو ثالث کے طور پر ہو، کو قبول کرنے پر آمادہ کرو اور پھر تم

جو چاہو، ان کے بارے میں فیصلہ کرو"۔

سفیان بن عیینہ نے علقمہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں نے یہ روایت مقاتل بن حیان کو سنائی، تو انہوں نے بتایا مسلم نے یہ حدیث مجھے بیان کی تھی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسلم سے مراد مسلم بن ہیصم ہے، انہوں نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلیمان بن بریدہ کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

2613 - حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ الْاَنْطَاكِيُّ مَحْبُوْبُ بْنُ مُوْسٰى، اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اغْزُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ، وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَقَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ، اغْزُوْا وَلَا تَغْدِرُوْا، وَلَا تَغُلُّوْا، وَلَا تُمَثِّلُوْا، وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا.

⊛⊛ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور ان لوگوں کے ساتھ لڑائی کرو، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، تم لوگ لڑائی کرو اور وعدے کی خلاف ورزی نہ کرنا (مال غنیمت) میں خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا اور کسی نابالغ بچے کو قتل نہ کرنا"

2614 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْفِزْرِ، حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: انْطَلِقُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَلَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيْرًا وَلَا امْرَاَةً، وَلَا تَغُلُّوْا، وَضُمُّوْا غَنَائِمَكُمْ، وَاَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

⊛⊛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے روانہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے دین پر (گامزن رہتے ہوئے روانہ ہو جاؤ) اور کسی بوڑھے عمر رسیدہ شخص کو اور کسی چھوٹے بچے کو، کسی نابالغ بچے کو، کسی عورت کو قتل نہ کرنا اور (مال غنیمت میں) خیانت نہ کرنا اور اپنے مال غنیمت کو ایک جگہ اکٹھا کر لینا، بہتری رکھنا، اچھائی کرنا، بے شک اللہ تعالیٰ اچھائی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"

بَابٌ فِي الْحَرْقِ فِيْ بِلَادِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کے علاقے میں (چیزوں کو) آگ لگا دینا

2615 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا)

(الحشر: 5)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے کھجوروں کے باغات جلوا دیے تھے اور ان کے درختوں کو کٹوا دیا تھا، یہ باغات ''بویرہ'' کے مقام پر موجود تھے، تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''جن درختوں کو تم نے کاٹ دیا، یا چھوڑ دیا''

2616 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ، فَحَدَّثَنِي أُسَامَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَهِدَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَغِرْ عَلَى أُبْنَى صَبَاحًا وَحَرِّقْ

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی: کہ ''اُبنیٰ'' کے مقام پر صبح کے وقت حملہ کر دینا اور انہیں جلا دینا۔

2617 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو الْغَزِّيُّ سَمِعْتُ أَبَا مُسْهِرٍ قِيلَ لَهُ أُبْنَى، قَالَ: نَحْنُ أَعْلَمُ هِيَ: يُبْنَى فِلَسْطِينَ

ابومسہر کے بارے میں یہ بات منقول ہے، ان سے دریافت کیا گیا: اُبنیٰ کہاں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہم اس کے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں، اس سے مراد فلسطین کا علاقہ ''یُبنیٰ'' ہے۔

بَابٌ فِي بَعْثِ الْعُيُونِ

باب: جاسوس بھیجنا

2618 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: بَعَثَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بُسْبَسَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا صَنَعَتْ عِيرُ أَبِي سُفْيَانَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بسبسہ'' کو جاسوسی کرنے کے لیے بھجوایا، تاکہ وہ اس بات کا جائزہ لے کے آئے، کہ ابوسفیان کے قافلے کا کیا بنا۔

بَابٌ فِي ابْنِ السَّبِيلِ يَأْكُلُ مِنَ التَّمْرِ، وَيَشْرَبُ مِنَ اللَّبَنِ إِذَا مَرَّ بِهِ

باب: مسافر، جب کھجور کے پاس سے گزرے، تو اسے کھا لے

اور جب دودھ کے پاس سے گزرے، تو اسے پی لے

2619 - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ الرَّقَّامُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ عَلَى مَاشِيَةٍ فَإِنْ كَانَ فِيهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَأْذِنْهُ، فَإِنْ أَذِنَ لَهُ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا فَلْيُصَوِّتْ ثَلَاثًا، فَإِنْ أَجَابَهُ فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِلَّا فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب کوئی شخص (سفر کے دوران) کسی جانور کے پاس سے گزرے، تو اگر وہاں اس جانور کا مالک موجود ہو، تو آدمی کو اس سے اجازت لینی چاہیے، اگر وہ اسے اجازت دے دے، تو اس کا دودھ دوہ کر پی لینا چاہیے، اگر وہاں اس کا مالک موجود نہ ہو، تو اسے تین مرتبہ آواز لگانی چاہیے، اگر وہ اسے جواب دے دے، تو اس سے اجازت لے، ورنہ دودھ دوہ کر پی لے لیکن اُٹھا کر ساتھ نہ لے جائے''۔

2620 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي بِشْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ: اَصَابَتْنِي سَنَةٌ فَدَخَلْتُ حَائِطًا مِنْ حِيطَانِ الْمَدِيْنَةِ فَفَرَكْتُ سُنْبُلًا فَاَكَلْتُ، وَحَمَلْتُ فِي ثَوْبِي فَجَاءَ صَاحِبُهُ فَضَرَبَنِي وَاَخَذَ ثَوْبِي، فَاَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: مَا عَلَّمْتَ اِذْ كَانَ جَاهِلًا، وَلَا اَطْعَمْتَ اِذْ كَانَ جَائِعًا - اَوْ قَالَ: سَاغِبًا - وَاَمَرَهُ فَرَدَّ عَلَيَّ ثَوْبِي وَاَعْطَانِي وَسْقًا اَوْ نِصْفَ وَسْقٍ مِنْ طَعَامٍ

عباد بن شرحبیل بیان کرتے ہیں: مجھے بھوک نے مجبور کیا، تو میں مدینہ کے ایک باغ کے اندر داخل ہو گیا، میں نے وہاں سے ایک بالی لی، اسے مسلا اور اسے کھا لیا، کچھ میں نے اپنے کپڑے میں بھی باندھ لیں اس دوران باغ کا مالک وہاں آ گیا، اس نے میری پٹائی کی اور میرا کپڑا بھی مجھ سے چھین لیا، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (باغ کے مالک سے) فرمایا: اگر یہ ناواقف تھا، تو تم نے اسے بتایا کیوں نہیں؟ اور اگر یہ بھوکا تھا، تو تم نے اسے کھلایا کیوں نہیں؟ (یہاں پر ایک راوی نے، ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو یہ ہدایت کی تو اس نے میرا کپڑا مجھے واپس کر دیا اور مجھے اناج کا ایک وسق (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) نصف وسق عطا کیا۔

2621 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ اَبِي بِشْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبَّادَ بْنَ شُرَحْبِيلَ رَجُلًا مِنَّا مِنْ بَنِي غُبَرَ بِمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ اِنَّهُ يَاْكُلُ مِمَّا سَقَطَ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: وہ صرف گری ہوئی (کھجوریں) کھا سکتا ہے

2622 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَاَبُو بَكْرٍ ابْنَا اَبِي شَيْبَةَ، وَهٰذَا لَفْظُ اَبِي بَكْرٍ، عَنْ مُعْتَمِرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ اَبِي حَكَمٍ الْغِفَارِيَّ، يَقُولُ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي، عَنْ عَمِّ اَبِي رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا اَرْمِي

2622-حديث محتمل للتحسين. وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابن ابى الحكم وجدته، وله اسناد آخر سياتى تخريجه، وفيه ضعف ايضاً. واخرجه ابن ماجه (2299) من طريق معتمر بن سليمان، بهذا الاسناد. واخرجه الترمذى (1335) من طريق صالح بن ابى جبير، عن ابيه، عن رافع بن عمرو. وقال: حديث حسن غريب صحيح. وهو فى "مسند احمد" (20343).

نَخْلَ الأَنْصَارِ فَأُتِيَ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا غُلَامُ لِمَ تَرْمِي النَّخْلَ؟ قَالَ: آكُلُ. قَالَ: فَلَا تَرْمِ النَّخْلَ، وَكُلْ مِمَّا يَسْقُطُ فِي أَسْفَلِهَا. ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ أَشْبِعْ بَطْنَهُ

حضرت رافع بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں لڑکپن میں انصار کی کھجوروں کو پتھر مار کر (حاصل کرلیا کرتا تھا) مجھے (ایک دفعہ پکڑ کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے لڑکے! تم کھجوروں کو پتھر کیوں مارتے ہو؟ میں نے عرض کی: پھل کھانے کے لیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کوئی چیز مارا نہ کرو، جو کھجور نیچے گری ہوئی ہو، اسے کھالیا کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر دستِ مبارک پھیرا اور دعا کی:

''اے اللہ! اس کے پیٹ کو سیر کردے''

بَابٌ فِيمَنْ قَالَ: لَا يَحْلِبُ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: وہ (مسافر) دودھ نہیں دوہ سکتا

2623 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحْلِبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ، فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ؟ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَتَهُمْ فَلَا يَحْلِبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی شخص کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ دوہے، کیا کوئی شخص یہ بات پسند کرتا ہے؟ کہ کوئی اس کے گودام میں آکر اسے توڑ کر اس کا اناج نکال کرلے جائے، ان جانوروں کے تھن ان کے مالکان کے لیے دودھ جمع کرنے کے جگہ ہیں، تو کوئی شخص کسی جانور کا دودھ، اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ دوہے''۔

بَابٌ فِي الطَّاعَةِ

باب: فرمانبرداری کرنا

2624 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) (النساء: 59) فِي عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ أَخْبَرَنِيهِ يَعْلَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو اولی الامر ہیں، ان کی اطاعت کرو''۔

یہ آیت حضرت عبداللہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مہم میں بھیجا تھا۔

ابن جریج کہتے ہیں: مجھے یہ بات یعلٰی نے سعید بن جبیر کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتائی ہے۔

2625 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْمَعُوا لَهُ وَيُطِيعُوا. فَأَجَّجَ نَارًا وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَقْتَحِمُوا فِيهَا. فَأَبَى قَوْمٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا وَقَالُوا: إِنَّمَا فَرَرْنَا مِنَ النَّارِ. وَأَرَادَ قَوْمٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا. فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَوْ دَخَلُوهَا أَوْ دَخَلُوا فِيهَا لَمْ يَزَالُوا فِيهَا. وَقَالَ: لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا آپ نے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کیا اور ان لشکر والوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنے امیر کی بات مانیں اور اس کی اطاعت کریں، ایک دن امیر نے آگ جلائی اور ان لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس میں کود جائیں، تو کچھ لوگوں نے ان کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور بولے: ہم تو آگ سے بچنے کے لیے (مسلمان ہوئے تھے) جبکہ دوسرے لوگوں نے آگ میں چھلانگ لگانے کا ارادہ کر لیا، بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ملی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بارے میں (کسی حاکم یا امیر کی) کوئی فرمانبرداری نہیں ہوگی، چونکہ فرمانبرداری صرف نیکی کے کاموں میں ہوتی ہے''۔

2626 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مسلمان شخص پر (حاکم وقت کی) اطاعت اور فرمانبرداری لازم ہے، ہر اس چیز میں، جسے وہ پسند کرے اور جسے وہ ناپسند کرے، جب تک اسے کسی گناہ کے کام کا حکم نہیں دیا جاتا، اگر اسے کسی گناہ کے کام کا حکم دیا جائے، تو پھر کوئی اطاعت و فرمانبرداری نہیں ہوگی''۔

2627 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ مِنْ رَهْطِهِ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَسَلَّحْتُ رَجُلًا مِنْهُمْ سَيْفًا، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: لَوْ رَأَيْتَ مَا لَامَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَعَجَزْتُمْ إِذْ بَعَثْتُ رَجُلًا مِنْكُمْ فَلَمْ يَمْضِ لِأَمْرِي، أَنْ تَجْعَلُوا مَكَانَهُ مَنْ يَمْضِي لِأَمْرِي؟

حضرت عقبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ کی، میں نے ان میں سے ایک شخص کو ایک تلوار دی، جب وہ شخص واپس آیا، تو اس نے کہا: کاش آپ وہ صورتِ حال دیکھتے، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ملامت کی

تھی، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تم لوگ اس بات سے عاجز آ گئے تھے کہ جب میں نے ایک شخص کو بھیجا اور اس نے میرے حکم کو جاری نہیں کیا، تو تم اس کے جگہ ایسے شخص کو (اپنا امیر بنا لیتے) جو میرے حکم کو نافذ کرتا''

بَابُ مَا يُؤْمَرُ مِنَ انْضِمَامِ الْعَسْكَرِ وَسَعَتِهِ

باب: اہل لشکر کے ایک دوسرے سے مل کر رہنے اور وسعت (اختیار کرنے) کے بارے میں جو حکم ہے

2628 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، وَيَزِيدُ بْنُ قُبَيْسٍ - مِنْ أَهْلِ جَبَلَةَ سَاحِلِ حِمْصَ، وَهَذَا لَفْظُ يَزِيدَ - قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَلَاءِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُسْلِمَ بْنَ مِشْكَمٍ أَبَا عُبَيْدِ اللهِ، يَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوا مَنْزِلًا - قَالَ عَمْرٌو: كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا - تَفَرَّقُوا فِي الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هَذِهِ الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ، إِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ. فَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَ ذَلِكَ مَنْزِلًا إِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، حَتَّى يُقَالَ: لَوْ بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّهُمْ

❁❁ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ جب کسی جگہ پڑاؤ کرتے تھے (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو لوگ مختلف جگہوں پر بکھر گئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اس وادی اور گھاٹی میں بکھر جانا شیطان کی طرف سے ہے'' اس کے بعد نبی اکرم ﷺ جب بھی کسی جگہ پڑاؤ کرتے تھے تو صحابہ کرام ایک دوسرے کے قریب رہا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ کہا جاتا تھا، اگر ایک کپڑا تان لیا جائے تو وہ ان سب پر پورا آ جائے گا۔

2629 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخَثْعَمِيِّ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُجَاهِدٍ اللَّخْمِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ كَذَا وَكَذَا، فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ، فَبَعَثَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ

❁❁ سہل بن معاذ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ فلاں، فلاں غزوہ میں شرکت کی ہے ایک مرتبہ لوگوں کے لیے پڑاؤ کرنے کی جگہ تنگ ہوگئی یہاں تک کہ انہوں نے راستے پر بھی پڑاؤ کر لیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا، جس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا:

''جو شخص پڑاؤ کی جگہ کو تنگ کرے گا، یا راستے میں پڑاؤ کرے گا، تو اس کا جہاد نہیں ہوگا''

2629-اسناده حسن من اجل سهل بن معاذ بن انس، واسماعيل بن عياش ثقة في روايته عن اهل بلده، وقد رواه هنا عن اسيد بن عبد الرحمن، وهو من اهل بلده. وهو في "سنن سعيد بن منصور" (2468). واخرجه احمد (15648)، وابو يعلى (1483)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (45)، والطبراني في "الكبير" /20/(434)، والبيهقي /1529 من طريق اسماعيل بن عياش، بهذا الاسناد.

2630 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُجَاهِدٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

سہل بن معاذ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنگ میں شرکت کی، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي لِقَاءِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کا سامنا کرنے کی آرزو کرنے کا، ناپسندیدہ ہونا

2631 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسٰى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ مُوسٰى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ مَعْمَرٍ وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أَوْفٰى حِينَ خَرَجَ إِلَى الْحَرُورِيَّةِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَسَلُوا اللهَ تَعَالَى الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ. ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ

حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، جب وہ خوارج کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہونے لگے، تو انہوں نے عمر بن عبیداللہ کو خط لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک جنگ کے دوران، جس میں آپ ﷺ نے دشمن کا سامنا کیا، یہ ارشاد فرمایا تھا:

''اے لوگو! دشمن کا سامنا کرنے کی آرزو نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو، اور اگر تم ان کا سامنا کرو، تو صبر سے کام لو اور یہ بات یاد رکھنا کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے''۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! اے کتاب کو نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، (دشمن کے) لشکروں کو پسپا کرنے والے، تو ان کو پسپا کر دے اور ان کے خلاف ہماری مدد کر''

بَابُ مَا يُدْعٰى عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب: دشمن کا سامنا ہونے کے وقت کیا دعا کی جائے؟

2632 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا قَالَ: اللّٰهُمَّ أَنْتَ عَضُدِي وَنَصِيرِي، بِكَ أَحُولُ، وَبِكَ أَصُولُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب جنگ میں حصہ لیتے تھے، تو یہ دعا کرتے تھے:

"اے اللہ! تو میرا بازو اور میرا مددگار ہے، میں تیری مدد سے چلتا پھرتا ہوں، تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری مدد سے لڑائی کرتا ہوں"۔

بَابٌ فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ

باب: (جنگ سے پہلے) مشرکین کو (اسلام کی) دعوت دینا

2633 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ عَنْ دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الْقِتَالِ، فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، وَقَدْ أَغَارَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ، فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبَى سَبْيَهُمْ، وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنِي بِذَلِكَ عَبْدُ اللهِ وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ نَبِيلٌ، رَوَاهُ ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، وَلَمْ يُشْرِكْهُ فِيهِ أَحَدٌ

❁❁ ابن عون بیان کرتے ہیں: میں نے نافع کو خط لکھ کر ان سے یہ دریافت کیا کہ جنگ کے وقت مشرکین کو کس بات کی دعوت دینی چاہیے؟ تو انہوں نے مجھے جواب میں لکھا: یہ ابتدائی اسلام میں ہوا کرتا تھا، نبی اکرم ﷺ نے بنو مصطلق پر حملہ کیا، وہ لوگ اس وقت غفلت کا شکار تھے اور ان کے جانوروں کو پانی پلایا جا رہا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے جنگجو افراد کو قتل کروا دیا اور ان کے قیدیوں کو قیدی کر لیا، اس موقع پر سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا (قیدیوں میں شامل ہو کر) آگئیں تھیں۔

نافع نے یہ بات بیان کی: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی تھی کہ وہ اس لشکر میں شامل تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عمدہ ہے، اس روایت کو ابن عون نے نافع کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں کوئی ان کا حصہ دار نہیں ہے۔

2634 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغِيرُ عِنْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَكَانَ يَتَسَمَّعُ، فَإِذَا سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز کے وقت حملہ کرتے تھے، آپ ﷺ پہلے سننے کی کوشش کرتے تھے، اگر آپ ﷺ کو اذان کی آواز آجاتی، تو آپ ﷺ رک جاتے، ورنہ آپ ﷺ حملہ کر دیتے تھے۔

2635 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ مُسَاحِقٍ، عَنِ ابْنِ عِصَامٍ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَقَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ مَسْجِدًا أَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوا أَحَدًا

❁❁ عصام مزنی بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا اور ارشاد فرمایا: جب تم کوئی مسجد دیکھو، یا موذن (کو اذان دیتے ہوئے) سنو تو پھر (وہاں) کسی کو قتل نہ کرنا۔

بَابُ الْمَكْرِ فِي الْحَرْبِ

باب: جنگ میں (دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے) کوئی چال چلنا

2636 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْحَرْبُ خُدْعَةٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جنگ، دھوکہ دہی کا نام ہے''

2637 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ غَزْوَةً وَرَّى غَيْرَهَا وَكَانَ يَقُولُ: الْحَرْبُ خُدْعَةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَجِئْ بِهِ إِلَّا مَعْمَرٌ يُرِيدُ قَوْلَهُ: الْحَرْبُ خُدْعَةٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، إِنَّمَا يُرْوَى مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، وَمِنْ حَدِيثِ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

عبدالرحمن بن کعب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ میں شرکت کا ارادہ کرتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف جانے کا اظہار کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: جنگ دھوکہ دہی کا نام ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت صرف معمر نے اس سند کے ساتھ نقل کی ہے: یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ''جنگ، دھوکہ دہی کا نام ہے'' یہ روایت عمرو بن دینار کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جبکہ معمر کے حوالے سے ہمام بن منبہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْبَيَاتِ

باب: شب خون مارنا

2638 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، وَأَبُو عَامِرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَغَزَوْنَا نَاسًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَبَيَّتْنَاهُمْ نَقْتُلُهُمْ، وَكَانَ شِعَارُنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ أَمِتْ أَمِتْ قَالَ سَلَمَةُ: فَقَتَلْتُ بِيَدِي تِلْكَ اللَّيْلَةَ سَبْعَةَ أَهْلِ أَبْيَاتٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر کیا، ہم نے کچھ مشرکین کے ساتھ لڑائی کی، ہم نے ان پر حملہ کیا، تو اس رات ہمارا مخصوص نعرہ یہ تھا: ماردو! ماردو۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس رات میں نے اپنے ہاتھ سے سات گھرانوں کے مشرکین کو قتل کیا۔

2637- اسناده صحيح، عمرو: هو ابن دينار المكي، وسفيان: هو ابن عيينة. وهو في "سنن سعيد بن منصور" (2889). واخرجه البخاري (3030)، ومسلم (1739)، والترمذي (1770)، والنسائي في "الكبرى" (8589) من طريق سفيان بن عيينة، به. وهو في "مسند احمد" (14177)، و"صحيح ابن حبان" (4763).

بَابٌ فِي لُزُومِ السَّاقَةِ

باب: ''ساقہ'' کے ساتھ رہنا

2639 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوْكَرٍ. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ. حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَهُمْ. قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيرِ فَيُزْجِي الضَّعِيفَ، وَيُرْدِفُ وَيَدْعُو لَهُمْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سفر کے دوران پیچھے رہا کرتے تھے، آپ ﷺ کمزور شخص کی سواری کو ہانک کرلے جاتے تھے، اسے اپنے پیچھے بٹھا لیتے تھے اور ایسے لوگوں کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔

بَابٌ عَلَى مَا يُقَاتَلُ الْمُشْرِكُونَ

باب: کس بنیاد پر، مشرکین کے ساتھ جنگ کی جائے؟

2640 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ. عَنِ الْأَعْمَشِ. عَنْ أَبِي صَالِحٍ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. فَإِذَا قَالُوهَا مَنَعُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ تَعَالَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک لڑائی کروں، جب تک وہ یہ اعتراف نہیں کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، جب وہ یہ اقرار کر لیں، تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے، البتہ ان کے حق کا معاملہ مختلف ہے اور ان لوگوں کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا''

2641 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالْقَانِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنْ يَسْتَقْبِلُوا قِبْلَتَنَا، وَأَنْ يَأْكُلُوا ذَبِيحَتَنَا، وَأَنْ يُصَلُّوا صَلَاتَنَا. فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک لڑائی کروں، جب تک وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور وہ لوگ ہمارے قبلہ کی طرف رخ نہیں کرتے، اور ہمارا ذبیحہ نہیں کھاتے، اور ہماری نماز ادا نہیں کرتے، جب وہ ایسا کر لیں گے، [illegible] کی جانیں اور ان

کے مال ہمارے لیے قابل احترام ہو جائیں گے، البتہ ان کے حق کا معاملہ مختلف ہے، انہیں وہ ملے گا جو مسلمانوں کو ملتا ہے اور ان پر وہ چیزیں لازم ہوں گی جو مسلمانوں پر لازم ہوتی ہیں۔

2642 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ الْمُشْرِكِينَ بِمَعْنَاهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مجھے مشرکین کے ساتھ لڑائی کرنے کا حکم دیا گیا'' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

2643 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى الْحُرُقَاتِ فَنَذِرُوا بِنَا فَهَرَبُوا فَأَدْرَكْنَا رَجُلًا، فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَضَرَبْنَاهُ حَتَّى قَتَلْنَاهُ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ لَكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا قَالَهَا مَخَافَةَ السِّلَاحِ. قَالَ: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَهَا أَمْ لَا؟ مَنْ لَكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أُسْلِمْ إِلَّا يَوْمَئِذٍ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر ''حرقات'' کی طرف روانہ کیا انہیں ہمارے بارے میں اطلاع مل گئی، تو وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، ہم نے ان میں سے ایک آدمی کو پکڑ لیا جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا، لیکن ہم نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کے مقابلے میں کون تمہارا ساتھ دے گا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس نے ہتھیار کے خوف کی وجہ سے یہ کلمہ پڑھا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کے دیکھا تھا کہ تمہیں پتا چل جاتا کہ اس نے اس وجہ سے یہ کلمہ پڑھا ہے یا نہیں؟ قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کے مقابلے میں کون تمہارا ساتھ دے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل یہی بات ارشاد فرما رہے تھے، یہاں تک کہ میں نے یہ آرزو کی، کاش میں نے اس دن سے پہلے اسلام قبول نہ کیا ہوتا۔

2644 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ، فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ، ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلَّهِ أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ قَطَعَ يَدِي. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ، فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَأَنْتَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے؟ میرا کفار سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کے ساتھ (کسی جنگ کے دوران) سامنا ہوتا ہے، وہ میرے ساتھ لڑائی کرتے ہوئے، میرے ایک ہاتھ پر تلوار مارتا ہے اور (جب میں اس پر وار کرتا ہوں) تو وہ درخت کے پیچھے چھپ جاتا ہے، اور یہ کہتا ہے: میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اسلام قبول کر لیا، یا رسول اللہ! اس کے یہ بات کہنے کے بعد میں اسے قتل کر دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اسے قتل نہ کرو، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے قتل نہ کرو، اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ تمہاری اس جگہ پر آجائے گا، جس جگہ پر تم اسے قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اس جگہ پر آجاؤ گے، جو اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے اس کی تھی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَتْلِ مَنِ اعْتَصَمَ بِالسُّجُودِ

باب: جو شخص سجدے میں جا کر، پناہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، اس کو قتل کرنے کی ممانعت

2645 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى خَثْعَمٍ فَاعْتَصَمَ نَاسٌ مِنْهُمْ بِالسُّجُودِ فَأَسْرَعَ فِيهِمُ الْقَتْلَ قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ: أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ؟ قَالَ: لَا تَرَاءَى نَارَاهُمَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هُشَيْمٌ. وَمَعْمَرٌ. وَخَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ. وَجَمَاعَةٌ لَمْ يَذْكُرُوا جَرِيرًا

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خثعم قبیلے کی طرف ایک مہم روانہ کی، ان میں سے کچھ لوگ سجدے میں چلے گئے اور انہوں نے اس طریقے سے جان بچانے کی کوشش کی، لیکن لڑائی کرتے ہوئے انہیں جلدی سے قتل کر دیا گیا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ملی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو نصف دیت ادا کرنے کا حکم دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں ایسے ہر مسلمان سے بری الذمہ ہوں، جو مشرکین کے درمیان مقیم ہو، لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس کی حد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (انہیں مشرکین سے اتنی دور رہنا چاہیے) کہ دونوں کو ایک دوسرے کی آگ نظر نہ آئے۔

2645- اسناده صحيح. وقد اختلف في وصله وارساله. فوصله ابو معاوية - وهو محمد بن خازم الضرير، وحفص بن غياث والحجاج بن ارطاة، وارسله آخرون. وقد صحح الوصل ابن القطان الفاسي في "بيان الوهم والايهام" 4215/، وابن دقيق العيد في "الامام" فيما نقله عنه ابن الملقن في "البدر المنير" 1649/، وصحح الارسال البخاري كما في "العلل الكبير" للترمذي 6862/، والترمذي عقب الرواية (1697) من "جامعه"، وابو حاتم الرازي كما في "العلل" لابنه 3141/، والدارقطني في "العلل" /ورقة 88. اسماعيل: هو ابن ابي خالد، وقيس: هو ابن ابي حازم، وهو تابعي كبير مخضرم. واخرجه الترمذي في "جامعه" (1696)، وفي "العلل الكبير" 2/ 686، والطبراني في "الكبير" (2264)، وابن حزم في "المحلى" 10/ 369 و 11/ 199، والبيهقي في "السنن الكبرى" 8/ 131 و 9/ 142، وفي "شعب الايمان" (8929) من طريق ابي معاوية الضرير، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ابي عاصم في "الديات" ص 91، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (3233)، والطبراني [illegible] البيهقي في "الكبرى" 1318/

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

بَابٌ فِي التَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ

باب: لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر لینا

2646 - حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيْتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَزَلَتْ (اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ) فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حِيْنَ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ، ثُمَّ اِنَّهُ جَاءَ تَخْفِيْفٌ فَقَالَ: (اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ) (الأنفال: 66)، قَرَاَ اَبُوْ تَوْبَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ (يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ) . قَالَ: فَلَمَّا خَفَّفَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ مَا خَفَّفَ عَنْهُمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی

''اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں، تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے''

تو یہ بات مسلمانوں کے لیے بڑی پریشانی کا باعث بنی، جب اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ فرض کیا کہ ایک شخص دس آدمیوں کے مقابلے میں فرار نہیں ہوسکتا، پھر تخفیف کا حکم آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کردی ہے'' ابوتوبہ نامی راوی نے یہ آیت ان الفاظ تک نقل کی:

''وہ، دوسو، پر غالب آجائیں گے'' راوی بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے تعداد میں ان کیلئے تخفیف کردی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے جتنی تخفیف کی تھی، اسی حساب سے صبر میں بھی کمی کردی گئی۔

2647 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ زِيَادٍ، اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى حَدَّثَهُ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ، اَنَّهُ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ مِنْ سَرَايَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً، فَكُنْتُ فِيْمَنْ حَاصَ قَالَ: فَلَمَّا بَرَزْنَا قُلْنَا: كَيْفَ نَصْنَعُ وَقَدْ فَرَرْنَا مِنَ الزَّحْفِ وَبُؤْنَا بِالْغَضَبِ؟ فَقُلْنَا: نَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ فَنَتَثَبَّتُ فِيْهَا وَنَذْهَبُ وَلَا يَرَانَا اَحَدٌ. قَالَ: فَدَخَلْنَا فَقُلْنَا: لَوْ عَرَضْنَا اَنْفُسَنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاِنْ كَانَتْ لَنَا تَوْبَةٌ اَقَمْنَا، وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ ذَهَبْنَا. قَالَ: فَجَلَسْنَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا اِلَيْهِ فَقُلْنَا: نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ فَاَقْبَلَ اِلَيْنَا فَقَالَ: لَا. بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ. قَالَ: فَدَنَوْنَا فَقَبَّلْنَا يَدَهُ، فَقَالَ: اِنَّا فِئَةُ الْمُسْلِمِيْنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھیجی ہوئی ایک مہم میں شریک ہوئے، راوی بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ اس مقابلے سے مفرور ہوگئے، میں بھی ان میں شامل تھا، جب ہم دشمن سے دور آگئے، تو ہم نے کہا: اب ہم کیا کریں؟ ہم تو جہاد سے بھاگ گئے ہیں اور ہم (اللہ تعالیٰ) کے عذاب کو لے کر واپس جائیں گے، پھر ہم نے سوچا کہ ہم مدینہ

منورہ جاتے ہیں، وہاں ٹھہرے رہیں گے، پھر (کسی اگلی مہم میں) شریک ہوں گے، تو ہمیں کوئی نہیں دیکھے گا، راوی کہتے ہیں (جب ہم مدینہ منورہ میں) آ گئے، تو ہم نے سوچا کہ ہمیں اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کر دینا چاہیے، اگر ہمارے لیے توبہ کی گنجائش ہوئی، تو ہم یہاں مقیم رہیں گے اور اگر اس کے علاوہ صورتِ حال ہوئی، تو ہم (جہاد کرنے کے لیے) چلے جائیں گے۔

راوی کہتے ہیں: ہم فجر کی نماز سے پہلے، نبی اکرم ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گئے، جب آپ ﷺ (گھر سے باہر) تشریف لائے، تو ہم اٹھ کر آپ ﷺ کے سامنے آئے، ہم نے عرض کی: ہم راہ فرار اختیار کر کے آنے والے لوگ ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ہماری طرف توجہ کی اور ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ تم پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو، راوی کہتے ہیں: ہم آگے ہوئے، ہم نے نبی اکرم ﷺ کی دست بوسی کی، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں مسلمانوں کی جائے پناہ ہوں"

2648 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ الْبِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: نَزَلَتْ فِي يَوْمِ بَدْرٍ (وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ) (الأنفال: 16)

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت غزوہ بدر کے بارے میں نازل ہوئی:

"جو شخص اس دن پیٹھ پھیر لیتا ہے"

بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْكُفْرِ

باب: جس (مسلمان) قیدی کو کفر کہنے پر مجبور کر دیا جائے

2649 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، وَخَالِدٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا، أَلَا تَدْعُو اللَّهَ لَنَا، فَجَلَسَ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ فَقَالَ: قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ يُؤْتَى بِالْمِنْشَارِ فَيُجْعَلُ عَلَى رَأْسِهِ، فَيُجْعَلُ فِرْقَتَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ عَظْمِهِ مِنْ لَحْمٍ وَعَصَبٍ مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللَّهِ لَيُتِمَّنَّ اللَّهُ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَحَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ تَعَالَى، وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ وَلَكِنَّكُمْ تَعْجَلُونَ

❁❁ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ اس وقت خانہ کعبہ کے سائے میں چادر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے آپ ﷺ سے شکایت کرتے ہوئے عرض کی: آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کی دعا نہیں کریں گے، کیا اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے کے لوگوں میں سے کسی شخص کو پکڑ کر اس کے

2648-اسناده صحيح. ابو نضرة: هو المنذر بن مالك بن قطعة، وداود: هو ابن ابى هند. واخرجه النسائى فى "الكبرى" (8600) و (11139) و (11140)، والطبرى فى "تفسيره" /2019 و 201-202 و 202، والحاكم /3272 من طرق عن داود بن ابى هند به.

لیے گڑھا کھودا جاتا تھا، پھر آرہ لاکر اس کے سر پر رکھ کر اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، لیکن یہ چیز بھی اسے اس کے دین سے پھیر نہیں سکتی تھی، اور کسی شخص کے گوشت اور پٹھوں میں لوہے کی کنگھی پھیری جاتی تھی اور یہ چیز بھی اسے اس کے دین سے نہیں پھیر سکتی تھی، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کو پورا کر دے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے روانہ ہوگا اور حضرموت تک آئے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کا خوف نہیں ہوگا، صرف اپنی بکریوں کے بارے میں یہ اندیشہ ہوگا کہ بھیڑیا ان پر حملہ نہ کر دے، لیکن تم لوگ جلدی (نتیجہ) چاہتے ہو۔

بَابٌ فِي حُكْمِ الْجَاسُوسِ إِذَا كَانَ مُسْلِمًا

باب: جاسوس کا حکم، اگر وہ مسلمان ہو (اور مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے)

2650 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، حَدَّثَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، أَخْبَرَهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ، وَكَانَ كَاتِبًا لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرَ، وَالْمِقْدَادُ. فَقَالَ: انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا. فَانْطَلَقْنَا تَتَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ فَقُلْنَا: هَلُمِّي الْكِتَابَ. قَالَتْ: مَا عِنْدِي مِنْ كِتَابٍ. فَقُلْتُ: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ. فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا. فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا هَذَا يَا حَاطِبُ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ فَإِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَإِنَّ قُرَيْشًا لَهُمْ بِهَا قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ بِمَكَّةَ. فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ أَنْ أَتَّخِذَ فِيهِمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي بِهَا، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا كَانَ بِي مِنْ كُفْرٍ وَلَا ارْتِدَادٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَكُمْ. فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ؟ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

❁❁ عبیداللہ بن ابورافع، جو حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے معتمد تھے، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیر اور مقداد کو روانہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جاؤ اور خاخ کے باغ تک پہنچو، وہاں ایک عورت ہوگی، اس کے پاس ایک خط ہوگا تم وہ اس سے حاصل کر لینا، ہم اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے، اس باغ تک آئے، وہاں ایک عورت موجود تھی، ہم نے کہا: وہ خط نکالو، تو اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، میں نے کہا: یا تو تم خط نکال دو یا ہم تمہاری جامہ تلاشی لیں گے، تو اس نے اپنے تہبند کے ڈب میں سے وہ خط نکالا، ہم وہ خط لے کر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ خط حضرت حاطب بن ابوبلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کچھ مشرکین کے نام تھا، جس میں ان کو نبی

اکرم ﷺ کے جنگی ارادوں کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! آپ ﷺ میرے بارے میں جلدی نہ کیجئے، میں ایک ایسا شخص ہوں، جو قریش کے ساتھ رہتا ہوں لیکن میں ان کا حصہ نہیں ہوں، قریش کے ساتھ (دیگر مہاجرین کی) رشتہ داریاں ہیں، جس کی وجہ سے ان کے اہل خانہ مکہ میں محفوظ ہیں، (لیکن میری چونکہ ان کے ساتھ رشتے داری نہیں ہے) تو میں نے یہ چاہا کیونکہ میرے پاس یہ صورت حال نہیں ہے، تو میں ان پر کوئی احسان کردوں، جس کی وجہ سے وہ میرے رشتے داروں کی حفاظت کریں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میں نے کفر کی وجہ سے، یا مرتد ہونے کی وجہ سے، یہ حرکت نہیں کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے تمہارے ساتھ سچ بیان کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ ﷺ مجھے موقع دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بدر میں شریک ہوا ہے، تمہیں کیا پتہ شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف توجہ کر کے ارشاد فرمایا ہو: تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

2651 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: انْطَلَقَ حَاطِبٌ فَكَتَبَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَارَ إِلَيْكُمْ، وَقَالَ فِيهِ: قَالَتْ: مَا مَعِي كِتَابٌ فَانْتَحَيْنَاهَا فَمَا وَجَدْنَا مَعَهَا كِتَابًا. فَقَالَ عَلِيٌّ: وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ لَأَقْتُلَنَّكِ أَوْ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

❀❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، ایک اور سند کے ساتھ یہ واقعہ منقول ہے، جس میں یہ مذکور ہے: حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو خط لکھا کہ حضرت محمد ﷺ تمہاری طرف روانہ ہونے والے ہیں، اس راوی نے اس میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس عورت نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، تو ہم نے اس کی اونٹنی کو بٹھالیا، ہمیں اس کے پاس کوئی خط نہیں ملا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے نام کی قسم اٹھائی جاتی ہے، یا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا، یا پھر تم وہ خط نکال دو گی، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

بَابٌ فِي الْجَاسُوسِ الذِّمِّيِّ

باب: ذمی جاسوس کا حکم

2652 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُحَبَّبٍ أَبُو هَمَّامٍ الدَّلَّالُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ

2652-اسناده صحیح. سفیان بن سعید: هو الثوری. واخرجه عبد الرزاق فی "مصنفه" (9396)، واحمد فی "مسنده" (18965)، والبخاری فی "التاریخ الکبیر "/1287، وابن ابی عاصم فی "الآحاد والمثانی" (1662)، وعبد الله بن احمد فی زیاداته علی "المسند" لابیه (18965)، وابن الجارود (1058)، وابن قانع فی "معجم الصحابة" /2324-325، والطبرانی فی "الکبیر" /18 (831)، والحاکم /2 115 و/3664، وابو نعیم فی "الحلیة" /182، والبیهقی /1978 و/1479، وابن الاثیر فی "اسد الغابة" /3524، والمزی فی ترجمة فرات بن حیان من "تهذیب الکمال"

أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، عَنْ فُرَاتِ بْنِ حَيَّانَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِهِ وَكَانَ عَيْنًا لِأَبِي سُفْيَانَ، وَكَانَ حَلِيفًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَمَرَّ بِحَلْقَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: إِنِّي مُسْلِمٌ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ يَقُولُ: إِنِّي مُسْلِمٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْكُمْ رِجَالًا نَكِلُهُمْ إِلَى إِيمَانِهِمْ، مِنْهُمْ فُرَاتُ بْنُ حَيَّانَ

⊛⊛ حضرت فرات بن حیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ ابوسفیان کی طرف سے جاسوسی کرنے کے لیے آئے تھے، وہ ایک انصاری کے حلیف تھے، ان کا گزر کچھ انصاریوں کے پاس سے ہوا، تو انہوں نے کہا: میں مسلمان ہوں، ایک انصاری نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ میں مسلمان ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ہم انہیں ان کے ایمان کے حوالے کر دیتے ہیں، اور ان میں سے ایک شخص فرات بن حیان ہے۔

بَابٌ فِي الْجَاسُوسِ الْمُسْتَأْمَنِ

باب: مستامن جاسوس کا حکم

2653 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْسٍ، عَنِ ابْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ، فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ انْسَلَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اطْلُبُوهُ فَاقْتُلُوهُ. قَالَ: فَسَبَقْتُهُمْ إِلَيْهِ فَقَتَلْتُهُ وَأَخَذْتُ سَلَبَهُ، فَنَفَّلَنِي إِيَّاهُ

⊛⊛ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مشرکین کا ایک جاسوس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سفر کر رہے تھے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے پاس بیٹھا رہا پھر وہ کھسک گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے تلاش کر کے اسے قتل کر دو، راوی کہتے ہیں: تو میں اس تک پہنچ گیا میں نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سامان حاصل کر لیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سامان مجھے انعام کے طور پر دے دیا۔

2654 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ هَاشِمَ بْنَ الْقَاسِمِ، وَهِشَامًا حَدَّثَاهُمْ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ، قَالَ: فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَتَضَحَّى وَعَامَّتُنَا مُشَاةٌ وَفِينَا ضَعَفَةٌ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ فَانْتَزَعَ طَلَقًا مِنْ حَقْوِ الْبَعِيرِ فَقَيَّدَ بِهِ جَمَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ يَتَغَدَّى مَعَ الْقَوْمِ، فَلَمَّا رَأَى ضَعَفَتَهُمْ وَرِقَّةَ ظَهْرِهِمْ خَرَجَ يَعْدُو إِلَى جَمَلِهِ فَأَطْلَقَهُ، ثُمَّ أَنَاخَهُ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ خَرَجَ يَرْكُضُهُ، وَاتَّبَعَهُ رَجُلٌ مِنْ أَسْلَمَ عَلَى نَاقَةٍ وَرْقَاءَ هِيَ أَمْثَلُ ظَهْرِ الْقَوْمِ قَالَ: فَخَرَجْتُ أَعْدُو، فَأَدْرَكْتُهُ وَرَأْسُ النَّاقَةِ عِنْدَ وَرِكِ الْجَمَلِ، وَكُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ النَّاقَةِ، ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ الْجَمَلِ، ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى أَخَذْتُ بِخِطَامِ الْجَمَلِ فَأَنَخْتُهُ، فَلَمَّا وَضَعَ رُكْبَتَهُ بِالْأَرْضِ اخْتَرَطْتُ سَيْفِي فَأَضْرِبُ رَأْسَهُ فَنَدَرَ، فَجِئْتُ بِرَاحِلَتِهِ وَمَا عَلَيْهَا أَقُودُهَا، فَاسْتَقْبَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

النَّاسِ مُقْبِلًا فَقَالَ: مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ؟ فَقَالُوْا: سَلَمَةُ بْنُ الْاَكْوَعِ. فَقَالَ: لَهُ سَلَبُهُ اَجْمَعُ قَالَ هَارُوْنُ: هٰذَا لَفْظُ هَاشِمٍ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ، ہوازن کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا، ایک مرتبہ ہم چاشت کے وقت کھانا کھا رہے تھے، زیادہ مجاہدین پیدل تھے کچھ لوگ کمزور تھے، اس دوران ایک شخص سرخ اونٹ پر سوار ہو کر آیا، اس نے اونٹ کی کمر سے رسی نکالی، اسی کے ذریعے اس کو باندھا اور آ کر لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگا، جب اس نے دیکھا کہ مجاہدین میں کچھ کمزور لوگ ہیں اور ان کے پاس سواریاں بھی کم ہیں، تو وہ وہاں سے نکلا اور بھاگتا ہوا، اپنے اونٹ کو دوڑاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اپنی خاکستری اونٹنی پر اس کے پیچھے گیا، وہ اونٹنی ہماری تمام سواریوں میں سب سے بہترین سواری تھی، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں پیدل ہی بھاگتا ہوا اس کے پیچھے گیا اور جا کر اس کو پکڑ لیا، جب کہ اونٹنی کا سر اس کے اونٹ کی ران کے قریب تھا، یہاں تک کہ میں اونٹنی کی پچھلی ٹانگوں کے ساتھ تھا، پھر میں آگے بڑھا، یہاں تک کہ میں اونٹ کی پچھلی ٹانگوں کے پاس پہنچ گیا، میں اور آگے بڑھا یہاں تک کہ میں نے اونٹ کی نکیل پکڑ ی، پھر میں نے اسے بٹھالیا، جب اس نے اپنا گھٹنا زمیں پر رکھا، تو میں نے اپنی تلوار نکالی اور اس کے ذریعے اونٹ کے سوار کے سر پر حملہ کیا تو وہ کٹ کر دور جا گرا، میں اس کے اونٹ کو اور اس پر جو کچھ موجود تھا، ان سب کو لے کر آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے آگے ہو کر میرا استقبال کیا اور دریافت کیا: اسے کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی سلمہ بن اکوع نے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کا سارا سامان اسے ملے گا۔

ہارون نامی راوی کہتے ہیں: روایت کے یہ الفاظ ہاشم نامی راوی کے نقل کردہ ہیں۔

بَابٌ فِيْ اَيِّ وَقْتٍ يُسْتَحَبُّ اللِّقَاءُ

باب: کون سے وقت میں (دشمن کا) سامنا کرنا مستحب ہے؟

2655 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، اَنَّ النُّعْمَانَ يَعْنِي ابْنَ مُقَرِّنٍ، قَالَ: شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ، وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ، وَيَنْزِلَ النَّصْرُ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے یہ بات نقل کی ہے: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے ابتدائی حصے میں اگر لڑائی نہ کرنی ہوتی، تو اسے اتنا موخر کرتے تھے کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چلنے لگتی اور نصرت نازل ہو جاتی۔

2655-اسناده صحيح. ابو عمران الجوني: اسمه عبد الملك بن حبيب، مشهور بكنيته، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه الترمذي (1705)، والنسائي في "الكبرى" (8583) من طريق حماد بن سلمة، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (23744)، و"صحيح ابن حبان" (4757).

بَابٌ فِيمَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الصَّمْتِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب: (دشمن کا) سامنا کرنے کے وقت، خاموش رہنے کا حکم ہونا

2656 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُونَ الصَّوْتَ عِنْدَ الْقِتَالِ

❁❁ حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جنگ کے وقت آوازیں نکالنے کو ناپسند کرتے تھے۔

2657 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ هَمَّامٍ، حَدَّثَنِي مَطَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمِثْلِ ذَلِكَ

❁❁ ابو بردہ اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَرَجَّلُ عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب: آدمی کا لڑائی کے وقت پیدل ہونا

2658 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: لَمَّا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَانْكَشَفُوا نَزَلَ عَنْ بَغْلَتِهِ فَتَرَجَّلَ

❁❁ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ حنین کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے سامنا ہوا اور لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے نیچے اتر آئے اور پیدل ہو گئے۔

بَابٌ فِي الْخُيَلَاءِ فِي الْحَرْبِ

باب: جنگ کے دوران (دشمن کے سامنے) بڑائی کا اظہار کرنا

2659 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللَّهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللَّهُ، فَأَمَّا الَّتِي يُحِبُّهَا اللَّهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ، وَأَمَّا

2658-اسناده صحيح. ابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، واسرائيل: هو ابن يونس بن ابي اسحاق السبيعي، وهو من اثبت الناس في جده للزومه اياه. ووكيع: هو ابن الجراح الرؤاسي. واخرجه البخاري (2930) و (3042)، ومسلم (1776)، والنسائي في "الكبرى" (8575) و (10366) من طرق عن ابي اسحاق، به. وهو في "صحيح ابن حبان" (4775).

الْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُهَا اللهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ، وَإِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللهُ، وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللهُ، فَأَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِي يُحِبُّ اللهُ فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ نَفْسَهُ عِنْدَ الْقِتَالِ، وَاخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ، وَأَمَّا الَّتِي يُبْغِضُ اللهُ فَاخْتِيَالُهُ فِي الْبَغْيِ قَالَ مُوسَى: وَالْفَخْرِ

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کچھ قسم کی غیرت وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور کچھ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے جہاں تک اس کا تعلق ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے تو اس سے مراد وہ غیرت ہے جو کسی شبہ کی بنیاد پر ہو، جہاں تک اس غیرت کا تعلق ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے تو اس سے مراد وہ جو شبہ کے بغیر ہو، اور تکبر کی ایک ایسی قسم ہے، جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، جہاں تک اس تکبر کا تعلق ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے تو اس سے مراد آدمی کا لڑائی کے وقت اپنی بڑائی کا اظہار کرنا اور صدقہ کرنے کے وقت اپنی بڑائی کا اظہار کرنا ہے، جہاں تک اس بڑائی کا تعلق ہے، جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے، تو اس سے مراد سرکشی میں بڑائی کرنا ہے، موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اور فخر کرنا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسْتَأْسَرُ

باب: آدمی سے قید ہونے کا مطالبہ کیا جانا

2660 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةً عَيْنًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ فَنَفَرُوا لَهُمْ هُذَيْلٌ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَلَمَّا أَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ لَجَئُوا إِلَى قَرْدَدٍ، فَقَالُوا لَهُمْ: انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا، فَقَالَ عَاصِمٌ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ، وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ: مِنْهُمْ خُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ، وَرَجُلٌ آخَرُ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ، وَاللهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهَؤُلَاءِ لَأُسْوَةً، فَجَرُّوهُ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَقَتَلُوهُ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ، فَاسْتَعَارَ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ لِيَقْتُلُوهُ قَالَ لَهُمْ: خُبَيْبٌ دَعُونِي أَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسَبُوا مَا بِي جَزَعًا لَزِدْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو جاسوسی کے لیے روانہ کیا اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا، ہذیل قبیلے کے ایک سو تیر انداز ان کے مقابلے پر آ گئے، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جب انہیں دیکھا تو یہ سب لوگ ٹیلے کی اوٹ میں ہو گئے لیکن ان لوگوں نے ان کو گھیر لیا اور بولے: تم لوگ اپنے ہتھیار پھینک دو، اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو، ہم تمہارے ساتھ یہ عہد کرتے ہیں اور پکا وعدہ

کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے، اس پر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کسی کافر شخص کے کیے ہوئے معاہدے میں نہیں آؤں گا، پھر ان لوگوں نے مجاہدین کو تیر مارنے شروع کیے، یہاں تک کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سمیت سات افراد شہید ہو گئے، جب کہ تین افراد نے خود کو ان کے حوالے کر دیا، وہ حضرات یہ تھے، حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ اور ایک اور صاحب تھے، جب ان کافروں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا تو ان کی کمانوں کی تانتیں کھول کر ان کے ذریعے ان حضرات کا باندھ دیا، تو وہ تیسرا آدمی بولا: یہ پہلی وعدہ خلافی ہے، اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں چلوں گا، میرے لیے میرے ساتھی نمونہ ہیں (جنہیں شہید کیا گیا ہے) انہوں نے اس شخص کو گھسیٹنے کی کوشش کی، لیکن اس نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا، تو ان لوگوں نے اسے بھی شہید کر دیا۔

پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قیدی بنا لیا گیا، یہاں تک کہ انہوں نے ان لوگوں کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے استرا منگوایا، تاکہ اس کے ذریعے زیر ناف بال صاف کر لیں، جب وہ لوگ انہیں قتل کرنے کے لیے ساتھ لے کر چلے، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کچھ موقع دو، تاکہ میں دو رکعت نماز ادا کر لوں (دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد) انہوں نے فرمایا: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھو گے کہ میں موت کے خوف کی وجہ سے نماز پڑھ رہا ہوں، تو میں یہ نماز طویل ادا کرتا۔

2661 - حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ، وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے حوالے سے بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْكُمَنَاءِ

باب: کمین گاہ میں (بیٹھنے والے لوگ)

2662 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ، قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرُّمَاةِ يَوْمَ أُحُدٍ وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جُبَيْرٍ، وَقَالَ: إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ، فَلَا تَبْرَحُوا مِنْ مَكَانِكُمْ هَذَا حَتَّى أُرْسِلَ لَكُمْ، وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ. قَالَ: فَهَزَمَهُمُ اللَّهُ. قَالَ: فَأَنَا وَاللَّهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يُسْنِدْنَ عَلَى الْجَبَلِ، فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيمَةَ - أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ -: ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوا: وَاللَّهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ، فَأَتَوْهُمْ فَصُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کے دستے پر حضرت عبداللہ بن جبیر کو امیر مقرر کیا، ان لوگوں کی تعداد پچاس تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ اگر تم یہ دیکھو کہ پرندے ہمارے جسم اُچک رہے ہیں، پھر بھی تم اپنی جگہ کو اس وقت تک نہ چھوڑنا، جب تک میں تمہیں پیغام نہیں دیتا اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم

نے کافروں کو شکست دے دی ہے اور ہم انہیں روند رہے ہیں، اس وقت بھی تم اپنی جگہ پر رہنا، جب تک میں تمہیں بلوا نہیں لیتا، راوی بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست سے دو چار کیا، اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ ان کی عورتیں (بچنے کے لیے) پہاڑ پر چڑھ رہی ہیں اس وقت حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا: مال غنیمت حاصل کرلو، اے لوگو! مال غنیمت حاصل کرلو، تمہارے ساتھی غالب آ گئے ہیں، کیا تم دیکھ نہیں رہے (کہ مسلمان جیت چکے ہیں) تو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم یہ بات بھول گئے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا ارشاد فرمایا تھا، تو ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تو ان لوگوں کے ساتھ مل کر مال غنیمت کو اکٹھا کریں گے، تو وہ لوگ آگے چلے گئے، پھر اس کے نتیجے میں ان کے منہ پھیر دیے گئے اور وہ شکست سے دو چار ہوئے۔

بَابٌ فِي الصُّفُوْفِ

باب: صف بندی کا بیان

2663 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْغَسِيلِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اصْطَفَفْنَا يَوْمَ بَدْرٍ: إِذَا أَكْثَبُوكُمْ - يَعْنِي: إِذَا غَشُوكُمْ - فَارْمُوهُمْ بِالنَّبْلِ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ.

⊛⊛ حمزہ بن ابواُسید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر جب ہم نے صفیں قائم کرلیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب وہ تمہاری زد پر آ جائیں، تو تم انہیں تیر مارنا اور اپنے تیر احتیاط سے استعمال کرنا (یعنی غیر ضروری تیر اندازی نہ کرنا)''

بَابٌ فِي سَلِّ السُّيُوفِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب: لڑائی کے وقت تلواریں سونت لینا

2664 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَجِيحٍ - وَلَيْسَ بِالْمَلْطِيِّ - عَنْ مَالِكِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ بِالنَّبْلِ، وَلَا تَسُلُّوا السُّيُوفَ حَتّٰى يَغْشَوْكُمْ

⊛⊛ مالک بن حمزہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب وہ تمہاری زد پر آ جائیں، تو تم انہیں تیر مارنا اور تلوار کے ذریعے تم اس وقت حملہ کرنا، جب وہ تمہاری تلوار کی زد تک پہنچ جائیں''

بَابٌ فِي الْمُبَارَزَةِ

باب: (لڑائی کے وقت) مقابلے کے لیے للکارنا

2665 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: تَقَدَّمَ - يَعْنِي عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ - وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَأَخُوهُ فَنَادَى مَنْ يُبَارِزُ؟ فَانْتَدَبَ لَهُ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ. فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيكُمْ إِنَّمَا أَرَدْنَا بَنِي عَمِّنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُمْ يَا حَمْزَةُ، قُمْ يَا عَلِيُّ، قُمْ يَا عُبَيْدَةُ بْنَ الْحَارِثِ. فَأَقْبَلَ حَمْزَةُ إِلَى عُتْبَةَ، وَأَقْبَلْتُ إِلَى شَيْبَةَ، وَاخْتُلِفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيدِ ضَرْبَتَانِ فَأَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيدِ فَقَتَلْنَاهُ، وَاحْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ آگے آیا (یعنی غزوہ بدر کے دن مشرکین کا سردار عتبہ بن ربیعہ آگے آیا) اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور اس کا بھائی بھی آ گئے، اس نے پکار کر کہا: کون مقابلہ کرے گا؟ تو کچھ انصاری نوجوان اس کے سامنے آ گئے، اس نے دریافت کیا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے اسے بتایا، تو وہ بولا: ہمارا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے، ہم اپنے چچازاد افراد کے ساتھ (مقابلہ کرنا چاہتے ہیں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حمزہ! تم اٹھو، اے علی! تم اٹھو، اے عبیدہ بن حارث! تم اٹھو، تو حضرت حمزہ، عتبہ کی طرف گئے، میں، شیبہ کی طرف گیا اور عبیدہ اور ولید کے درمیان مقابلہ ہوا، انہوں نے ایک دوسرے پر حملے کیے، پھر میں نے اور عبیدہ بن حارث نے ولید پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا، پھر ہم عبیدہ کو اٹھا کر (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) لے آئے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُثْلَةِ

باب: مثلہ کرنے کی ممانعت

2666 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مُغِيرَةُ، عَنْ شِبَاكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هُنَيِّ بْنِ نُوَيْرَةَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعَفُّ النَّاسِ قِتْلَةً أَهْلُ الْإِيمَانِ

❁❁ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"لوگوں میں سے اہل ایمان قتل کرنے میں سب سے بہتر ہوتے ہیں (یعنی وہ لاش کی بے حرمتی نہیں کرتے)"

2667 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْهَيَّاجِ

2665- اسنادہ صحیح، ابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبیعی، و اسرائیل: هو ابن یونس بن ابی اسحاق، وعثمان بن عمر: هو ابن فارس العبدی. واخرجه ابن ابی شیبة /14 362-364، واحمد (948)، والبزار فی "مسنده" (719)، والطبری فی "تاریخه" /4242-426، والحاکم/1943، والبیهقی /2763و /1319

بْنِ عِمْرَانَ، اَنَّ عِمْرَانَ اَبَقَ لَهُ غُلَامٌ، فَجَعَلَ لِلّٰهِ عَلَيْهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيْهِ لَيَقْطَعَنَّ يَدَهُ، فَاَرْسَلَنِي لِاَسْاَلَ لَهُ فَاَتَيْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ فَسَاَلْتُهُ، فَقَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ، وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ. فَاَتَيْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ

ہیاج بن عمران بیان کرتے ہیں: عمران کا ایک غلام مفرور ہو گیا، تو انہوں نے یہ قسم اٹھائی کہ اگر وہ مجھے مل گیا، تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا، پھر انہوں نے مجھے یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور مثلہ کرنے سے منع کرتے تھے۔ (راوی کہتے ہیں) میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا، تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور مثلہ کرنے سے منع کرتے تھے۔

بَابٌ فِيْ قَتْلِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کو قتل کرنا

2668 - حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، وَقُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ امْرَاَةً وُجِدَتْ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُوْلَةً، فَاَنْكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی، ایک جنگ میں، ایک عورت مقتول پائی گئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا۔

2669 - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْمُرَقَّعِ بْنِ صَيْفِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ جَدِّهِ رَبَاحِ بْنِ رَبِيْعٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَرَاَى النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى شَيْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا، فَقَالَ: انْظُرْ عَلَامَ اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ؟ فَجَاءَ فَقَالَ: عَلَى امْرَاَةٍ قَتِيْلٍ. فَقَالَ: مَا كَانَتْ هٰذِهِ لِتُقَاتِلَ قَالَ: وَعَلَى الْمُقَدِّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَبَعَثَ رَجُلًا. فَقَالَ: قُلْ لِخَالِدٍ لَا يَقْتُلَنَّ امْرَاَةً وَلَا عَسِيْفًا

حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں شریک ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ کسی چیز کے آس پاس اکٹھے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ دیکھ کر آئے کہ لوگ کیوں جمع

2669- اسنادہ صحیح. ابو الولید الطیالسی: ھو ھشام بن عبد الملک. واخرجہ النسائی فی "الکبری" (8571) من طریق عمر بن مرقع، بہ. واخرجہ ابن ماجہ (2842/م)، والنسائی فی "الکبری" (8572) من طریق المغیرۃ بن عبد الرحمن الحزامی، عن المرقع، بہ. وھو فی "مسند احمد" (15992)، و"صحیح ابن حبان" (4789). واخرجہ ابن ماجہ (2842)، والنسائی (8573) من طریق سفیان الثوری، عن ابی الزناد، عن المرقع، عن حنظلۃ بن الربیع الکاتب وھو اخو رباح بن الربیع ونقل ابن ماجہ عن ابن ابی شیبۃ قولہ: یخطیء الثوری فیہ. وھو فی "مسند احمد" (17610)، و"صحیح ابن حبان" (4791).

بارے میں دریافت کیا، جہاں رات کے وقت حملہ کیا جاتا ہے اور اس حملے میں ان کے بچے اور عورتیں مارے جاتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ اُن کا حصہ ہیں۔

عمرو بن دینار نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''وہ اپنے آباؤ اجداد کا حصہ ہیں'' زہری نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: پھر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے (جنگ کے دوران) عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ حَرْقِ الْعَدُوِّ بِالنَّارِ

باب: دشمن کو آگ میں جلانے کا ناپسندیدہ ہونا

2673 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيُّ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَمْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّرَهُ عَلَى سَرِيَّةٍ قَالَ: فَخَرَجْتُ فِيهَا، وَقَالَ: إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا فَأَحْرِقُوهُ بِالنَّارِ. فَوَلَّيْتُ فَنَادَانِي فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا فَاقْتُلُوهُ وَلَا تُحْرِقُوهُ، فَإِنَّهُ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ

❁❁ محمد بن حمزہ اسلمی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک مہم کا امیر مقرر کیا، راوی کہتے ہیں:

جب میں روانہ ہونے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں فلاں شخص مل جائے، تو اسے آگ میں جلا دینا میں وہاں سے مڑ کر چل پڑا، پھر آپ ﷺ نے مجھے پیچھے سے بلوایا، میں آپ ﷺ کے پاس واپس آیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم فلاں شخص کو پاؤ، تو اسے قتل کر دینا، اسے جلانا نہیں، کیونکہ آگ کا عذاب، صرف آگ کا پروردگار دے سکتا ہے''

2674 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ، وَقُتَيْبَةُ، أَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم فلاں اور فلاں کو پاؤ، تو (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے)

2675 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ سَعْدٍ - قَالَ: غَيْرُ أَبِي صَالِحٍ - عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ

2673-حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن حمزة الاسلمي والمغيرة بن عبد الرحمن الحزامي، فهما صدوقان حسنا الحديث، وقد روي باسناد آخر صحيح عن حمزة بن عمرو الاسلمي. وهو عند سعيد بن منصور (2643). واخرجه احمد بن حنبل (16034)، والبخاري في "تاريخه" /1 591، وابن ابي عاصم في "الآحاد والمثاني" (2376)، وابو يعلى (1536)، وابن قانع في "معجم الصحابة" /1 671، والطبراني في "الكبير" (2990)، وابن حزم في "المحلي" /37610 و /38311، والبيهقي /729 من طريق المغيرة بن عبد الرحمن، بهذا الاسناد. واخرجه عبد الرزاق (9418)، واحمد (16036)، والبيهقي /729

الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرِشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا. وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ: مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟ قُلْنَا: نَحْنُ. قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ

عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر کر رہے تھے آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے ہم نے اس کے دونوں بچے پکڑ لیے وہ چڑیا آئی اور ان کے گرد منڈلانے لگی نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: کس نے اسے اس کی اولاد کے حوالے سے تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کر دو۔ (ایک اور موقع کی بات ہے) نبی اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا: چیونٹیوں کے ایک بڑے بل کو ہم نے جلا دیا ہے، تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: اس کو کس نے آگ لگائی ہے؟ ہم نے عرض کی، ہم نے لگائی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آگ کے ذریعے عذاب دینا، صرف آگ کے پروردگار کے لیے مناسب ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُكْرِي دَابَّتَهُ عَلَى النِّصْفِ أَوِ السَّهْمِ

باب: آدمی کا نصف یا پورے حصے کے عوض میں، اپنے جانور کو (جہاد کے لیے) کرائے پر دینا

2676 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ يَحْيَى بْنُ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: نَادَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَخَرَجْتُ إِلَى أَهْلِي فَأَقْبَلْتُ، وَقَدْ خَرَجَ أَوَّلُ صَحَابَةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَطَفِقْتُ فِي الْمَدِينَةِ أُنَادِي أَلَا مَنْ يَحْمِلُ رَجُلًا لَهُ سَهْمُهُ، فَنَادَى شَيْخٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: لَنَا سَهْمُهُ عَلَى أَنْ نَحْمِلَهُ عُقْبَةً وَطَعَامُهُ مَعَنَا. قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَسِرْ عَلَى بَرَكَةِ اللهِ تَعَالَى. قَالَ: فَخَرَجْتُ مَعَ خَيْرِ صَاحِبٍ حَتَّى أَفَاءَ اللهُ عَلَيْنَا، فَأَصَابَنِي قَلَائِصُ فَسُقْتُهُنَّ حَتَّى أَتَيْتُهُ، فَخَرَجَ فَقَعَدَ عَلَى حَقِيبَةٍ مِنْ حَقَائِبِ إِبِلِهِ، ثُمَّ قَالَ: سُقْهُنَّ مُدْبِرَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: سُقْهُنَّ مُقْبِلَاتٍ فَقَالَ: مَا أَرَى قَلَائِصَكَ إِلَّا كِرَامًا. قَالَ: إِنَّمَا هِيَ غَنِيمَتُكَ الَّتِي شَرَطْتُ لَكَ. قَالَ: خُذْ قَلَائِصَكَ يَا ابْنَ أَخِي فَغَيْرَ سَهْمِكَ أَرَدْنَا

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اعلان کروایا، تو میں اپنے گھر گیا میں واپس آیا تو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کا پہلا قافلہ روانہ ہو چکا تھا، میں مدینہ منورہ میں گھوم پھر کر یہ اعلان کرنے لگا: کوئی ہے جو ایک شخص کو (یعنی مجھے) اپنے ساتھ سواری پر سوار کرلے، تو اس کے بدلے میں مال غنیمت کے حصے میں سے اسے بھی حصہ ملے گا، تو انصار سے تعلق رکھنے والے ایک عمر رسیدہ شخص نے کہا: اس کی غنیمت کا حصہ ہمارا ہوگا اور ہم اسے اس کی باری پر اسے سوار کریں گے اور وہ کھانا بھی ہمارے ساتھ کھائے گا، میں نے کہا: ٹھیک ہے، اس نے کہا: تو اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے چل پڑو، راوی کہتے ہیں: تو میں ایک بہترین ساتھی کے ساتھ روانہ ہو گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال غنیمت

عطا کیا جس میں مجھے کچھ اونٹنیاں ملیں، میں ان اونٹنیوں کو لے کر اپنے ساتھی کے پاس آیا، وہ اس وقت اپنے اونٹ کے پالان کے پیچھے والے حصے پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: تم انہیں چلاؤ، تاکہ میں پیچھے کی طرف سے انہیں دیکھوں، پھر اس نے کہا: تم انہیں چلاؤ، تاکہ میں انہیں آگے کی طرف سے دیکھوں، پھر وہ بولا: تمہاری اونٹنیاں بڑی بہترین ہیں، میں نے کہا: یہ مال غنیمت میں سے آپ کا وہ حصہ ہے، جس کے بارے میں، میں نے آپ کے ساتھ طے کیا تھا، تو اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! اپنی اونٹنیاں لے جاؤ، ہم نے تمہارے دوسرے حصے کو مراد لیا تھا، یعنی (اجر و ثواب مراد لیا تھا)

بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُوثَقُ

باب: قیدی کو باندھ دینا

2677 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يُقَادُونَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي السَّلَاسِلِ

❀❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ہمارا پروردگار ان لوگوں کو پسند کرتا ہے، جنہیں زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لے جایا جائے گا''

2678 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ مَكِيثٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ بْنَ غَالِبٍ اللَّيْثِيَّ فِي سَرِيَّةٍ وَكُنْتُ فِيهِمْ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشُنُّوا الْغَارَةَ عَلَى بَنِي الْمُلَوِّحِ بِالْكَدِيدِ. فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْكَدِيدِ لَقِينَا الْحَارِثَ بْنَ الْبَرْصَاءِ اللَّيْثِيَّ، فَأَخَذْنَاهُ فَقَالَ: إِنَّمَا جِئْتُ أُرِيدُ الْإِسْلَامَ. وَإِنَّمَا خَرَجْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا: إِنْ تَكُنْ مُسْلِمًا لَمْ يَضُرَّكَ رِبَاطُنَا يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَإِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ نَسْتَوْثِقْ مِنْكَ. فَشَدَدْنَاهُ وِثَاقًا

❀❀ حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن غالب لیثی کو ایک مہم پر روانہ کیا میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ ''کدید'' کے مقام پر موجود بنو ملوح پر چاروں طرف سے حملہ کردیں ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم کدید پہنچ گئے وہاں ہمیں حارث بن برصاء لیثی ملا، ہم نے اسے پکڑ لیا تو اس نے کہا: میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی نیت سے ہی (اپنے علاقے سے) نکلا

2678-وهو في "السيرة النبويه" لابن هشام/2574-.258 واخرجه مطولا و مختصرا ابن سعد في "الطبقات الكبرى" /1242، واحمد (15844)، والبخاري في "تاريخه" /2 221، والطبري في "تاريخه" /2 144، والطحاوي في "شرح المعاني" /3 208، وابن قانع في "معجم الصحابة" /1451-146-147، والطبراني في "الكبير" (1726)، والحاكم /1242، والبيهقي /889 من طريق محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد، وصححه الحاكم ووافقه الذهبي.

ہوں، ہم نے اس سے کہا: اگر تم واقعی مسلمان ہونا چاہتے ہو، تو پھر اگر ہم تمہیں ایک دن اور ایک رات کے لیے باندھ لیتے ہیں تو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا، اس طرح ہم تمہاری طرف سے بےفکر ہو جائیں گے اور اگر اس کے علاوہ صورت حال ہوئی تو ہم تمہاری تحقیق کرلیں گے، تو ہم نے اسے مضبوطی سے باندھ دیا۔

2679 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ، وَقُتَيْبَةُ - قَالَ قُتَيْبَةُ: - حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ، قَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ، إِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ الْغَدُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ، فَأَعَادَ مِثْلَ هَذَا الْكَلَامِ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَذَكَرَ مِثْلَ هَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ، فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ فِيهِ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ سَاقَ الْحَدِيثَ، قَالَ عِيسَى: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ وَقَالَ: ذَا ذِمٍّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی سمت ایک مہم روانہ کی، وہ بنو حنیفہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو پکڑ کر لائے، جس کا نام ثمامہ بن اُثال تھا، وہ اہل یمامہ کا سردار تھا، اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا: ثمامہ تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس بھلائی ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کر دیتے ہیں، تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو کوئی حیثیت رکھتا ہے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم احسان کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے، جو شکر گزار ہوتا ہے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال کی ضرورت ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتائیں، آپ جتنا چاہیں گے اتنا مال مل جائے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے حال پر رہنے دیا، اگلے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس سے دریافت کیا: ثمامہ تمہارا کیا حال ہے اس نے پہلے والی بات دہرادی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسے اس کے حال پر رہنے دیا، اگلے دن بھی یہی مکالمہ ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو، وہ وہاں سے گیا اور مسجد کے قریب ایک باغ میں آیا، وہاں اس نے غسل کیا پھر مسجد میں واپس آیا اور بولا:

"میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں"۔

عیسیٰ نامی راوی نے لیث کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں (یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کرتے ہیں) تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے، جس کو پناہ دی گئی ہو۔

2680 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ. قَالَ: قُدِمَ بِالْأُسَارَى حِينَ قُدِمَ بِهِمْ وَسَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ عِنْدَ آلِ عَفْرَاءَ فِي مَنَاحَتِهِمْ عَلَى عَوْفٍ، وَمُعَوِّذٍ ابْنَيْ عَفْرَاءَ - قَالَ: وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُضْرَبَ عَلَيْهِنَّ الْحِجَابُ - قَالَ: تَقُولُ سَوْدَةُ: وَاللهِ إِنِّي لَعِنْدَهُمْ إِذْ أَتَيْتُ فَقِيلَ: هَؤُلَاءِ الْأُسَارَى قَدْ أُتِيَ بِهِمْ فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ، وَإِذَا أَبُو يَزِيدَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي نَاحِيَةِ الْحُجْرَةِ مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ بِحَبْلٍ، ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُمَا قَتَلَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَكَانَا انْتَدَبَا لَهُ وَلَمْ يَعْرِفَاهُ، وَقُتِلَا يَوْمَ بَدْرٍ

❀❀ یحییٰ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: جب بدر کے قیدیوں کو لایا گیا، تو سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، افراء کے بچوں کے پاس تھیں، اس جگہ پر، جہاں انہوں نے اپنی سواریاں بٹھائی ہوئی تھیں، ان بچوں کا نام عوف اور معوذ تھا، یہ واقعہ امہات المومنین پر پردے کا حکم فرض ہونے سے پہلے کا ہے، سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان لوگوں کے ہاں موجود تھی، جب میں (وہاں سے) واپس آئی تو مجھے بتایا گیا کہ قیدی لائے گئے ہیں، میں اپنے گھر واپس آ گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے، ابویزید سہل بن عمرو، حجرے کے کونے میں پڑا ہوا تھا ایک رسی اس کے ذریعے اس کے ہاتھوں کو اس کی گردن سے باندھ دیا گیا تھا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ دونوں صاحبان (یعنی افراء کے دونوں صاحبزادے) وہ ہیں، جنہوں نے ابوجہل بن ہشام کو قتل کیا تھا یہ دونوں اس کی تلاش میں تھے، لیکن اسے پہچانتے نہیں تھے، اور یہ دونوں غزوہ بدر کے موقع پر شہید بھی ہو گئے تھے۔

بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُنَالُ مِنْهُ وَيُضْرَبُ وَيُقَرَّرُ

باب: قیدی کو دھمکانا، مارنا اور اس سے اقرار کروانا

2681 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَدَبَ أَصْحَابَهُ فَانْطَلَقُوا إِلَى بَدْرٍ، فَإِذَا هُمْ بِرَوَايَا قُرَيْشٍ فِيهَا عَبْدٌ أَسْوَدُ لِبَنِي الْحَجَّاجِ، فَأَخَذَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلُوا يَسْأَلُونَهُ أَيْنَ أَبُو سُفْيَانَ؟ فَيَقُولُ: وَاللهِ مَا لِي بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ عِلْمٌ، وَلَكِنْ هَذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ جَاءَتْ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ ابْنَا رَبِيعَةَ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ، فَإِذَا قَالَ لَهُمْ ذَلِكَ ضَرَبُوهُ، فَيَقُولُ: دَعُونِي، دَعُونِي أُخْبِرْكُمْ، فَإِذَا تَرَكُوهُ قَالَ: وَاللهِ مَا لِي بِأَبِي سُفْيَانَ مِنْ عِلْمٍ، وَلَكِنْ هَذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ ابْنَا رَبِيعَةَ، وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ قَدْ أَقْبَلُوا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

2681- اسناده صحيح. ثابت: هو ابن اسلم البناني. وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه ابن ابي شيبة /37814، واحمد (13296)، وابو عوانة (6767)، وابن حبان (4722)، والبيهقي 9/ 147 من طريق حماد بن سلمة، به. واخرج قصة تعيين مصارع المشركين يوم بدر احمد (182)، ومسلم (2873)، والنسائي (2074)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَسْمَعُ ذٰلِكَ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ لَتَضْرِبُونَهُ إِذَا صَدَقَكُمْ وَتَدَعُونَهُ إِذَا كَذَبَكُمْ. هٰذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ لِتَمْنَعَ أَبَا سُفْيَانَ. قَالَ أَنَسٌ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا. وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ. وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا. وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ. وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا. وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ. فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا جَاوَزَ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَمَرَ بِهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخِذَ بِأَرْجُلِهِمْ فَسُحِبُوا فَأُلْقُوا فِي قَلِيبِ بَدْرٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بلوایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہوئے وہاں انہوں نے قریش کے اونٹ دیکھے جو پانی لانے والے تھے، ان میں ایک سیاہ فام غلام بھی تھا جو بنوحجاج کا غلام تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اسے پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا: ابوسفیان کہاں ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس بارے میں کوئی پتا نہیں ہے، البتہ قریش تم لوگوں سے لڑنے کے لیے آ رہے ہیں ان میں ابوجہل بھی ہے، عتبہ اور شیبہ بھی ہیں، یہ دونوں ربیعہ کے بیٹے ہیں، امیہ بن خلف بھی ہے، جب اس غلام نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا، تو ان لوگوں نے اس کی پٹائی کرنا شروع کر دی، تو اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو میں تمہیں بتاتا ہوں جب ان حضرات نے اسے چھوڑ دیا، تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے ابوسفیان کے بارے میں کچھ پتا نہیں ہے، البتہ قریش آ رہے ہیں، جن میں ابوجہل ہے، عتبہ اور شیبہ ہیں، امیہ بن خلف ہے، وہ لوگ تقریباً آ چکے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز ادا کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو سن بھی رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، جب یہ تمہارے ساتھ سچ بیان کرتا ہے، تو تم اس کی پٹائی کرتے ہو اور جب وہ تمہارے ساتھ غلط بیانی کرتا ہے، تو تم اسے چھوڑ دیتے ہو، یہ قریش آ گئے ہیں، تاکہ ابوسفیان کو بچا لیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل یہ فلاں شخص کے قتل ہونے کی جگہ ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھ کر ارشاد فرمایا: کل یہ فلاں شخص کے قتل ہونے کی جگہ ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک زمین پر رکھ کر یہ ارشاد فرمایا: کل یہ فلاں شخص کے مرنے ہونے کی جگہ ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک (زمین پر رکھ کر یہ ارشاد فرمایا)

راوی بیان کرتے ہیں: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنا دست مبارک رکھا تھا، ان میں سے کوئی بھی شخص وہاں سے ذرا بھی نہیں ہٹا، ان لوگوں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، تو انہیں ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔

بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ

باب: قیدی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا

2682 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي السِّجِسْتَانِيَّ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ - وَهٰذَا لَفْظُهُ - ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَكُونُ مِقْلَاتًا فَتَجْعَلُ عَلَى نَفْسِهَا إِنْ عَاشَ لَهَا وَلَدٌ أَنْ تُهَوِّدَهُ، فَلَمَّا أُجْلِيَتْ بَنُو النَّضِيرِ كَانَ فِيهِمْ مِنْ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ فَقَالُوا: لَا نَدَعُ أَبْنَاءَنَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: (لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ) (البقرة: 256)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْمِقْلَاتُ: الَّتِي لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب کوئی ایسی عورت ہوتی کہ اس کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں تو وہ یہ نذر مان لیا کرتی تھی کہ اگر اس کا کوئی بچہ زندہ رہ گیا تو وہ اسے یہودی بنادے گی، جب بنونضیر کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا گیا، تو ان کے درمیان کچھ ایسے بچے بھی رہ رہے تھے، جو درحقیقت انصاریوں کی اولاد تھے، انہوں نے کہا: ہم اپنے بچے کو نہیں چھوڑیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، گمراہی کے مقابلے میں ہدایت واضح ہو چکی ہے"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مقلات اس عورت کو کہتے ہیں جس کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو۔

بَابُ قَتْلِ الْأَسِيرِ وَلَا يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ

باب: قیدی کو اسلام کی دعوت دیے بغیر قتل کر دینا

2683 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: زَعَمَ السُّدِّيُّ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَّنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَّا أَرْبَعَةَ نَفَرٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَسَمَّاهُمْ. - وَابْنُ أَبِي سَرْحٍ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - قَالَ: وَأَمَّا ابْنُ أَبِي سَرْحٍ

2682-اسناده صحيح. ابو بشر: هو جعفر بن اياس ابى وحشية، وشعبة هو ابن الحجاج، والحسن بن على: هو الخلال، وابن ابى عدى: هو محمد بن ابراهيم بن ابى عدى، وابن بشار: هو محمد بن بشار بندار. واخرجه النسائى فى "الكبرى" (10982) و (10983) من طريق شعبة بهذا الاسناد. وهو فى "صحيح ابن حبان" (140).

2683-اسناده حسن. السُّدى - وهو اسماعيل بن عبد الرحمن بن ابى كريمة - واسباط بن نصر واحمد بن المفضل حديثهم حسن لا يرتقى الى الصحة. واخرجه ابن ابى شيبة/14/491-492، والبزار (1151)، والنسائى (4067)، وابو يعلى (757)، والطحاوى فى "شرح معانى الآثار" /3303، والهيثم بن كليب الشاشى فى "مسنده" (73)، والدارقطنى (4345) و (4346)، والحاكم/2/542 و /3/453، والبيهقى/7/40 و /2058 من طريق اسباط بن نصر، بهذا الاسناد. وجاء عند بعضهم تعيين الذين امر النبى -صلى الله عليه وسلم- بقتلهم وهم: عكرمة بن ابى جهل وعبد الله بن خطل ومقيس بن صبابة وابن ابى السرح.

فَإِنَّهُ اخْتَبَأَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَلَمَّا دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَى الْبَيْعَةِ جَاءَ بِهِ حَتَّى أَوْقَفَهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ بَايِعْ عَبْدَ اللهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَأْبَى فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هٰذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ؟ فَقَالُوا: مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللهِ مَا فِي نَفْسِكَ أَلَا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ. قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ أَخَا عُثْمَانَ مِنَ الرَّضَاعَةِ، وَكَانَ الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ أَخَا عُثْمَانَ لِأُمِّهِ، وَضَرَبَهُ عُثْمَانُ الْحَدَّ إِذْ شَرِبَ الْخَمْرَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو امان دے دی صرف چار مردوں اور دو خواتین کو پناہ نہیں دی، راوی نے ان لوگوں کے نام بھی بیان کیے تھے، جن میں سے ایک کا نام ابن ابوسرح تھا، اس کی بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

"جہاں تک ابن ابوسرح کا تعلق ہے، تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں چھپ گیا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے ساتھ لے آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ سے بیعت لے لیجئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھا کر اس کی طرف تین دفعہ دیکھا اور ہر مرتبہ ان کی بات نہیں مانی، پھر تین مرتبہ کے بعد آپ نے اس سے بیعت لے لی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا سمجھدار شخص نہیں تھا، جو اُٹھ کر اس کی طرف آ کر (اسے قتل کر دیتا) جبکہ وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ میں نے اس کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے، لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمیں پتا نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں کیا ہے؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں آنکھ کے ذریعے اشارہ کر دیتے، تو ہم (ہم ایسا کر لیتے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبداللہ نامی وہ شخص حضرت عثمان کا رضائی بھائی تھا اور ولید بن عقبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ماں کی طرف سے شریک بھائی تھا، جب اس نے شراب پی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کی تھی۔

2684 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ يَرْبُوعٍ الْمَخْزُومِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: أَرْبَعَةٌ لَا أُؤَمِّنُهُمْ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَمٍ فَسَمَّاهُمْ. قَالَ: وَقَيْنَتَيْنِ كَانَتَا لِمِقْيَسٍ، فَقُتِلَتْ إِحْدَاهُمَا وَأَفْلَتَتِ الْأُخْرَى فَأَسْلَمَتْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ أَفْهَمْ إِسْنَادَهُ مِنَ ابْنِ الْعَلَاءِ كَمَا أُحِبُّ

عمرو بن عثمان اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

چار افراد ایسے ہیں: جنہیں حل اور حرم میں پناہ نہیں دی جائے گی، راوی نے ان کے نام بھی بیان کیے، جن میں یہ الفاظ ہیں: اور دو کنیزیں تھیں، جو مقیس کی ملکیت تھیں، ان میں سے ایک کو قتل کر دیا گیا اور دوسری بھاگ گئی، بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں ابن علاء سے اس کی سند اس طرح نہیں سمجھ سکا جس طرح میں چاہتا تھا۔

2685 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ. فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ: اقْتُلُوهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ابْنُ خَطَلٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ، وَكَانَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ قَتَلَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ میں داخل ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر "خود" تھا، جب آپ نے اسے ہٹایا، تو ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: ابن خطل، کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن خطل کا نام عبداللہ تھا، حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا تھا۔

بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ صَبْرًا

باب: قیدی کو باندھ کر قتل کرنا

2686 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الرَّقِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَرَادَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ أَنْ يَسْتَعْمِلَ مَسْرُوقًا فَقَالَ لَهُ عُمَارَةُ بْنُ عُقْبَةَ: أَتَسْتَعْمِلُ رَجُلًا مِنْ بَقَايَا قَتَلَةِ عُثْمَانَ؟ فَقَالَ لَهُ مَسْرُوقٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَكَانَ فِي أَنْفُسِنَا مَوْثُوقَ الْحَدِيثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ قَتْلَ أَبِيكَ قَالَ: مَنْ لِلصِّبْيَةِ؟ قَالَ: النَّارُ. فَقَدْ رَضِيتُ لَكَ مَا رَضِيَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابراہیم بیان کرتے ہیں: ضحاک بن قیس نے مسروق کو عامل مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو عمارہ بن عقبہ (بن ابومعیط) نے کہا: کیا تم ایک ایسے شخص کو عامل بنانا چاہ رہے ہو؟ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے باقی رہ گیا ہے، اس پر مسروق نے اس (یعنی عمارہ) سے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے، اور ہمارے نزدیک یہ قابل اعتماد حدیث ہے (وہ بیان کرتے ہیں) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے والد (عقبہ بن ابومعیط) کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، تو اس نے دریافت

2685-اسناده صحيح. القعنبي: هو عبدالله بن مسلمة. وهو في "موطا مالک" 423/1، ومن طريقه اخرجه البخاری (1846)، ومسلم (1357)، والترمذی (1788)، والنسائی (2867). وهو في "مسند احمد" (12068)، و"صحیح ابن حبان" (3719)

کیا: بچوں کا کون ذمہ دار ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آگ۔

پھر مسروق نے کہا: تو میں تمہارے لیے اسی چیز سے راضی ہوں، جس چیز کے بارے میں تمہارے لیے اللہ کے رسول راضی تھے۔

بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ بِالنَّبْلِ

باب: قیدی کو تیر مار کر قتل کرنا

2687 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ ابْنِ تِعْلَى، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَأُتِيَ بِأَرْبَعَةِ أَعْلَاجٍ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُتِلُوا صَبْرًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لَنَا غَيْرُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: بِالنَّبْلِ صَبْرًا. فَبَلَغَ ذٰلِكَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا. فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَأَعْتَقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ

⊛⊛ ابن تعلیٰ بیان کرتے ہیں: ہم نے عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کی معیت میں جہاد میں حصہ لیا، ان کے سامنے دشمن کے چار افراد لائے گئے، جو عجمی تھے اور بڑے طاقتور تھے، ان کے حکم کے تحت انہیں بندھے ہوئے ہونے کے دوران قتل کر دیا گیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سعید کے علاوہ دوسرے راویوں نے ابن وہب کے حوالے سے اس روایت میں ہمیں یہ بیان کیا ہے: جب وہ بندھے ہوئے تھے تو انہیں تیر مار کر قتل کر دیا، اس بات کی اطلاع حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو بندھے ہوئے شخص کو قتل کرنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے، اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اگر ایک مرغی کو باندھ کر قتل کیا جائے، تو میں اسے بھی یہ نہ کرنے دوں، اس بات کی اطلاع عبدالرحمٰن بن خالد کو ملی، تو انہوں نے چار غلام آزاد کیے۔

بَابٌ فِي الْمَنِّ عَلَى الْأَسِيرِ بِغَيْرِ فِدَاءٍ

باب: فدیہ لیے بغیر، قیدی پر احسان کر کے (اسے رہا کر دینا)

2688 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ ثَمَانِينَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ مِنْ جِبَالِ التَّنْعِيمِ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ

2688-اسناده صحيح. ثابت: هو ابن اسلم البناني، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه مسلم (1808)، والترمذي (3547)، والنسائي في "الكبرى" (8614) و (11446) من طريق حماد بن سلمة به. وهو في "مسند احمد" (12227).

لِيَقْتُلُوهُمْ، فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِلْمًا، فَأَعْتَقَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ) (الفتح: 24) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (حدیبیہ کے موقع پر) اہلِ مکہ کے 80 افراد فجر کی نماز کے وقت تنعیم کے پہاڑوں سے نیچے اترے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو قتل کر دیں، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پکڑ لیا انہوں نے خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں انہیں رہا کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

''وہی وہ ذات ہے، جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا، اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا، ایسا مکہ کے نشیبی حصے میں ہوا''۔

2689 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأُسَارَى بَدْرٍ: لَوْ كَانَ مُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا، ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى لَأَطْلَقْتُهُمْ لَهُ

❁❁ محمد بن جبیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں سے فرمایا:

اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا، تو میں ان لوگوں کو اُس کی وجہ سے آزاد کر دیتا۔

بَابٌ فِي فِدَاءِ الْأَسِيرِ بِالْمَالِ

باب: قیدی سے مال کا فدیہ لینا

2690 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُوحٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَأَخَذَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْفِدَاءَ أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ) (الأنفال: 67) إِلَى قَوْلِهِ: (لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ) (الأنفال: 68) مِنَ الْفِدَاءِ، ثُمَّ أَحَلَّ لَهُمُ اللهُ الْغَنَائِمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُسْأَلُ عَنِ اسْمِ أَبِي نُوحٍ، فَقَالَ: إِيشْ تَصْنَعُ بِاسْمِهِ؛ اسْمُهُ اسْمٌ شَنِيعٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اسْمُ أَبِي نُوحٍ قُرَادٌ، وَالصَّحِيحُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَزْوَانَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے لیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں (اور وہ ان سے فدیہ لے) جب تک وہ (دشمن کو)

زمین میں پوری طرح کچل نہیں دیتا''

یہ آیت یہاں تک ہے:

''تو تم نے جو کچھ وصول کیا ہے، اس کے وجہ سے تمہیں (عذاب لاحق ہوتا ہے)''

راوی کہتے ہیں: اس سے مراد فدیہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دے دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو سنا، ان سے ابونوح نامی راوی کے نام کے بارے میں دریافت کیا گیا تو

انہوں نے فرمایا: تم نے اس کے نام کا کیا کرنا ہے؟ اس کا نام ناپسندیدہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کا نام قراد ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نام عبدالرحمن بن غزوان ہے۔

2691 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ الْعَيْشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ فِدَاءَ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعَ مِائَةٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جاہلیت (مشرکین) کا فدیہ چار سو درہم (فی کس مقرر کیا تھا)۔

2692 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ اَبِيْهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا بَعَثَ اَهْلُ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ اَسْرَاهُمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ فِي فِدَاءِ اَبِي الْعَاصِ بِمَالٍ، وَبَعَثَتْ فِيْهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيْجَةَ اَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلَى اَبِي الْعَاصِ قَالَتْ: فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيْدَةً، وَقَالَ: اِنْ رَاَيْتُمْ اَنْ تُطْلِقُوْا لَهَا اَسِيْرَهَا، وَتَرُدُّوْا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا. فَقَالُوْا: نَعَمْ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ عَلَيْهِ اَوْ وَعَدَهُ اَنْ يُخَلِّيَ سَبِيْلَ زَيْنَبَ اِلَيْهِ، وَبَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَرَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ: كُوْنَا بِبَطْنِ يَاْجِجَ حَتّٰى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتّٰى تَاْتِيَا بِهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھجوایا، تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے (شوہر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے لیے) فدیہ میں کچھ مال بھجوایا، انہوں نے اس مال میں، اپنا ایک ہار بھی بھجوایا، جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی شادی کے موقع پر انہیں دیا تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

2691-اسنادہ ضعیف لجهالة ابی العنبس -وهو الاکبر-، فلم یرو عنه غیر شعبة ومسعر ولا یعرف اسمه: وسکت عنه عبد الحق الاشبیلی مصححا له، فاعترض علیه ابن القطان فی "بیان الوهم" /417.4 واخرجه النسائی فی "الکبری" (8607)، والحاکم /1252، والبیهقی /6 321 و /9 68، وابن الجوزی فی "التحقیق" (1883)، والضیاء المقدسی فی "المختارة" /9 (502) من طریق شعبة، بهذا الاسناد. والصحیح فی مقدار ما اخذ من الفداء من اسری بدر ما اخرجه عبد الرزاق فی "مصنفه" (9394) ومن طریقه الطبرانی فی "الکبیر" (12154)

وہ ہار ملاحظہ فرمایا، تو آپ ﷺ پر انتہائی رقت طاری ہوگئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم مناسب سمجھو، تو اس کے قیدی کو آزاد کر دو اور اس کا ہار اسے واپس بھجوا دو، لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لیا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ان سے وعدہ لیا کہ وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے دیں گے (کچھ عرصے بعد) نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کو بھیجا اور فرمایا: تم دونوں وادی یاجج کے نشیبی حصے میں رہنا، جب زینب تمہارے پاس آ جائے تو اسے ساتھ لے کر آ جانا۔

2693 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا عَمِّي يَعْنِي سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: وَذَكَرَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ مَرْوَانَ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ جَائَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِمَّا السَّبْيَ، وَإِمَّا الْمَالَ. فَقَالُوا: نَخْتَارُ سَبْيَنَا. فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاءُوا تَائِبِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ وَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ. فَأَخْبَرُوهُمْ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا

❁❁ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: مروان اور حضرت مسور بن مخرمہ نے اسے یہ بتایا: جب ہوازن قبیلے کا وفد مسلمان ہوکر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ان لوگوں نے آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کے اموال انہیں واپس کر دیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: میرے ساتھ جو لوگ ہیں، انہیں تم دیکھ رہے ہو، میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے، جو سب سے زیادہ سچی ہو، تم لوگ قیدیوں اور مال میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرلو، انہوں نے عرض کی: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ (خطبہ دینے کے لیے) کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

''امابعد! تمہارے یہ بھائی توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ میں ان کے قیدی انہیں واپس کر دوں، تم میں سے جو شخص اپنی خوشی کے ساتھ ایسا کرنا چاہے، وہ ایسا کرلے اور جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ اسے اس کا حصہ ملنا چاہیے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں سب سے پہلا مال غنیمت جو بھی عطا کرے گا، اس میں سے ہم اسے ادائیگی کر دیں گے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اپنی خوشی سے ایسا کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ہمیں یہ پتا نہیں چل سکا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی ہے؟ تم لوگ واپس جاؤ، پھر تمہارے (قبائل کے امیر یا سردار) ہمارے پاس آئیں۔

اور تمہارے معاملے کے بارے میں بتائیں، تو لوگ واپس چلے گئے، ان کے بڑوں نے ان کے ساتھ بات چیت کی، پھر ان لوگوں نے یہ بتایا کہ ان لوگوں نے اپنی خوشی کے ساتھ اس بات کی اجازت دی ہے''

2694 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: فَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُدُّوا عَلَيْهِمْ نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَاءَهُمْ، فَمَنْ مَسَكَ بِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ، فَإِنَّ لَهُ بِهِ عَلَيْنَا سِتَّ فَرَائِضَ مِنْ أَوَّلِ شَيْءٍ يُفِيئُهُ اللَّهُ عَلَيْنَا، ثُمَّ دَنَا - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْ بَعِيرٍ، فَأَخَذَ وَبَرَةً مِنْ سَنَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَيْسَ لِي مِنْ هَذَا الْفَيْءِ شَيْءٌ، وَلَا هَذَا - وَرَفَعَ أُصْبُعَيْهِ - إِلَّا الْخُمُسَ، وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ، فَأَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمِخْيَطَ. فَقَامَ رَجُلٌ فِي يَدِهِ كُبَّةٌ مِنْ شَعْرٍ فَقَالَ: أَخَذْتُ هَذِهِ لِأُصْلِحَ بِهَا بَرْذَعَةً لِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا مَا كَانَ لِي وَلِبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ. فَقَالَ: أَمَّا إِذْ بَلَغَتْ مَا أَرَى فَلَا أَرَبَ لِي فِيهَا وَنَبَذَهَا

عمرو بن شعیب نے اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ واقعہ نقل کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان کی خواتین اور ان کے بچے انہیں واپس کر دو اور جو شخص کسی عوض کے بغیر واپس نہ کرنا چاہتا ہو، تو مال غنیمت میں سے جو کچھ ہمیں سب سے پہلے ملے گا، اس میں سے اس کے حصے کی ادائیگی ہمارے ذمے ہے اس میں سے چھ اونٹ اسے دیئے جائیں گے، پھر نبی اکرم ﷺ اپنے اونٹ کے قریب ہوئے آپ ﷺ نے اس کی کوہان سے کچھ بال لیے اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! مال غنیمت میں سے میرے لیے خمس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے، جتنے یہ بال ہیں اتنا حصہ بھی نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی بلند کر کے اشارہ کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی: اور وہ خمس بھی تم لوگوں کے درمیان تقسیم ہوگا، اس لیے تم لوگ سوئی اور دھاگہ تک (تقسیم ہونے کے لیے) جمع کروا دو، تو ایک شخص کھڑا ہوا اس کے پاس بالوں کا ایک گچھا تھا وہ بولا: میں نے یہ بال اپنے پاس رکھ لیے تھے، تا کہ پالان کے نیچے کی گدی کو درست کر لوں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک میرے اور بنو عبدالمطلب کے مخصوص حصے کا تعلق ہے تو وہ تمہیں ملے گا، اس شخص نے عرض کی: اگر یہ اتنا بڑا گناہ ہے، جو مجھے محسوس ہو رہا ہے تو پھر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، پھر اس نے وہ گچھا لا کے رکھ دیا۔

بَابٌ فِي الْإِمَامِ يُقِيمُ عِنْدَ الظُّهُورِ عَلَى الْعَدُوِّ بِعَرْصَتِهِمْ

باب: دشمن پر غلبہ حاصل کر لینے کے بعد، امام کا اس علاقے میں مقیم ہونا

2695 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَلَبَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثًا قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: إِذَا غَلَبَ قَوْمًا أَحَبَّ أَنْ يُقِيمَ بِعَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ يَطْعَنُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ قَدِيمِ حَدِيثِ سَعِيدٍ لِأَنَّهُ تَغَيَّرَ سَنَةَ خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ، وَلَمْ يُخْرِجْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا بِآخِرَةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يُقَالُ إِنَّ وَكِيعًا حَمَلَ عَنْهُ فِي تَغَيُّرِهِ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر غالب آ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے علاقے میں تین دن تک قیام کرتے تھے

ابن مثنیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر غالب آ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ان کے علاقے میں تین دن قیام کریں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن سعید اس حدیث پر اعتراض کرتے تھے کیونکہ یہ سعد نامی راوی کی قدیم روایات میں سے نہیں ہے کیونکہ 45 ہجری میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور انہوں نے یہ روایت اپنی عمر کے آخری حصے میں بیان کی تھی

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ بات بھی بیان کی گئی ہے: وکیع نامی راوی نے ان سے روایات اس زمانے میں نقل کی ہیں، جب ان کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا۔

بَابٌ فِي التَّفْرِيقِ بَيْنَ السَّبْيِ

باب: قیدیوں کو الگ، الگ کرنا

2696 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ، عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ جَارِيَةٍ وَوَلَدِهَا فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ وَرَدَّ الْبَيْعَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمَيْمُونٌ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا قُتِلَ بِالْجَمَاجِمِ، وَالْجَمَاجِمُ سَنَةُ ثَلَاثٍ وَثَمَانِينَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالْحَرَّةُ سَنَةُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ، وَقُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، انہوں (فروخت کرتے ہوئے) ایک کنیز اور اس کے بچے کو جدا کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سودے کو کالعدم قرار دے دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میمون نامی راوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا، کیونکہ وہ جماجم میں قتل ہوئے تھے اور جماجم کا واقعہ 83 ہجری میں پیش آیا تھا، (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) واقعہ حرہ 63 ہجری میں پیش آیا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما 73 ہجری میں شہید کیے گئے تھے۔

2696-حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لانقطاعه، ميمون بن ابي شبيب لم يدرك علياً كما قال المصنف باثر الحديث، وليس هو بذاك، الحكم: هو ابن عتيبة، ويزيد بن عبد الرحمن: هو الدالاني ابو خالد، وقد اختلف في اسناده كما بينه الدارقطني في "العلل" 3/272-275. واخرجه الدارقطني (3042)، والحاكم 2/55 و125، والبيهقي 9/126 من طريق يزيد بن عبد الرحمن، بهذا الاسناد.

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمُدْرِكِينَ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمْ

باب: جوان قیدیوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی رخصت

2697 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ، وَأَمَّرَهُ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَغَزَوْنَا فَزَارَةَ فَشَنَنَّا الْغَارَةَ، ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى عُنُقٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِ الذُّرِّيَّةُ وَالنِّسَاءُ، فَرَمَيْتُ بِسَهْمٍ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ فَقَامُوا، فَجِئْتُ بِهِمْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فِيهِمُ امْرَأَةٌ مِنْ فَزَارَةَ، وَعَلَيْهَا قِشْعٌ مِنْ أَدَمٍ مَعَهَا بِنْتٌ لَهَا مِنْ أَحْسَنِ الْعَرَبِ، فَنَفَّلَنِي أَبُو بَكْرٍ ابْنَتَهَا فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَلَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: يَا سَلَمَةُ، هَبْ لِي الْمَرْأَةَ. فَقُلْتُ: وَاللهِ لَقَدْ أَعْجَبَتْنِي وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَسَكَتَ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ فَقَالَ: يَا سَلَمَةُ هَبْ لِي الْمَرْأَةَ لِلَّهِ أَبُوكَ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ مَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا وَهِيَ لَكَ. فَبَعَثَ بِهَا إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَفِي أَيْدِيهِمْ أَسْرَى فَفَادَاهُمْ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ

❀❀ ایاس بن سلمہ بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ بات بتائی ہم لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہمارا امیر مقرر کیا تھا، ہم نے فزارہ قبیلے کے ساتھ جنگ کی، ہم نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کر دیا، میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھے، میں نے ایک تیر مارا جوان کے اور پہاڑ کے درمیان جا کر گرگیا، تو وہ کھڑے ہو گئے، میں انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا ان میں فزارہ قبیلے کی ایک عورت تھی، جس نے پرانی کھال پہنی ہوئی تھی، اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جو عرب کی حسین ترین لڑکی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ لڑکی مال غنیمت میں سے انعام کے طور پر مجھے دے دی جب میں مدینہ منورہ آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلمہ وہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو، میں نے عرض کی: اللہ کی قسم! وہ مجھے بہت اچھی لگی ہے اور میں نے ابھی اس کا کپڑا ابھی نہیں ہٹایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، اگلے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بازار میں مجھ سے ملاقات ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ وہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو، تمہارے باپ کی بھلائی ہو، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے تو اس کا کپڑا ابھی نہیں ہٹایا لیکن بہر حال وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو اہل مکہ کی طرف بھیج دیا اس وقت کچھ مسلمان قیدی جوان کے قبضے میں تھے، آپ نے ان کے فدیے کے طور پر اس عورت کو بھیجا۔

بَابٌ فِي الْمَالِ يُصِيبُهُ الْعَدُوُّ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ يُدْرِكُهُ صَاحِبُهُ فِي الْغَنِيمَةِ

باب: جب دشمن کسی مسلمان کا مال حاصل کر لے اور پھر وہ شخص اس مال کو مال غنیمت میں پائے

2698 - حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ سُهَيْلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ،

اَنَّ غُلَامًا لِابْنِ عُمَرَ اَبَقَ اِلَى الْعَدُوِّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ، فَرَدَّهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ابْنِ عُمَرَ وَلَمْ يُقْسَمْ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: وَقَالَ غَيْرُهُ رَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک غلام مفرور ہو کر دشمن کی طرف چلا گیا، جب مسلمانوں نے ان کے علاقے پر غلبہ پایا (تو اس غلام کو بھی پکڑ لیا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ غلام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تقسیم کے لیے (مال غنیمت میں شامل نہیں کیا)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) دیگر راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ غلام واپس کیا تھا۔

2699 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَاَخَذَهَا الْعَدُوُّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہے: ان کا ایک گھوڑا بھاگ گیا، دشمن نے اسے پکڑ لیا، مسلمان ان لوگوں پر غالب آئے تو وہ گھوڑا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کر دیا گیا، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کی بات ہے پھر ان کا ایک غلام مفرور ہو گیا اور روم کی سرزمین میں پہنچ گیا، جب مسلمان اس علاقے پر غالب آئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا غلام انہیں واپس کر دیا۔

بَابٌ فِيْ عَبِيْدِ الْمُشْرِكِيْنَ يَلْحَقُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ فَيُسْلِمُوْنَ

باب: مشرکین کے غلام جب مسلمانوں سے آملیں اور مسلمان ہو جائیں

2700 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، قَالَ: خَرَجَ عِبْدَانٌ اِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِيْ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ - فَكَتَبَ اِلَيْهِ مَوَالِيْهِمْ فَقَالُوْا: يَا مُحَمَّدُ وَاللهِ مَا خَرَجُوْا اِلَيْكَ رَغْبَةً فِيْ دِيْنِكَ، وَاِنَّمَا خَرَجُوْا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ، فَقَالَ نَاسٌ: صَدَقُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ رُدَّهُمْ اِلَيْهِمْ، فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: مَا اُرَاكُمْ تَنْتَهُوْنَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى يَبْعَثَ اللهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ عَلَى هٰذَا، وَاَبَى اَنْ يَرُدَّهُمْ وَقَالَ: هُمْ عُتَقَاءُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حدیبیہ کے دن صلح سے پہلے کچھ غلام بھاگ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آگئے تو ان کے مالکان نے نبی اکرم ﷺ کو خط میں لکھا، اے حضرت محمد ﷺ! اللہ کی قسم! یہ لوگ آپ ﷺ کے دین کی طرف رغبت کرتے ہوئے، آپ ﷺ کے پاس نہیں آئے ہیں، بلکہ غلامی کی وجہ سے بھاگ کے آئے ہیں، کچھ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! انہوں نے سچ کہا ہے، آپ ﷺ ان لوگوں کو انہیں واپس کردیں تو نبی اکرم ﷺ غصے میں آگئے، آپ نے ارشاد فرمایا: اے قریش کے گروہ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک اللہ تعالیٰ تم پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہیں کرتا، جو تمہاری اس طرح کی حرکتوں پر تمہاری گردنیں نہیں اڑاتا، تو نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو وہ غلام واپس کرنے سے انکار کردیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزاد کردہ لوگ ہیں۔

بَابٌ فِي إِبَاحَةِ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کی سرزمین پر ملنے والے کھانے کا مباح ہونا

2701 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ جَيْشًا غَنِمُوا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَعَسَلًا فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک لشکر کو مال غنیمت میں اناج اور شہد حاصل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے خمس وصول نہیں کیا۔

2702 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَالْقَعْنَبِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: دُلِّيَ جِرَابٌ مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَالْتَزَمْتُهُ قَالَ: ثُمَّ قُلْتُ: لَا أُعْطِي مِنْ هَذَا أَحَدًا الْيَوْمَ شَيْئًا. قَالَ: فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ إِلَيَّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقع پر چربی سے بھرا ہوا، ایک تھیلا (قلعے کی دیوار کے) اوپر سے نیچے پھینک دیا گیا، میں آگے بڑھا اور میں نے اسے پکڑ لیا، راوی بیان کرتے ہیں: میں نے کہا میں آج اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا، جب میں نے مڑ کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ میری دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ النُّهْبَى إِذَا كَانَ فِي الطَّعَامِ قِلَّةٌ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: جب دشمن کے علاقے میں کھانا کم ہو، تو لوٹ مار کرنے کی ممانعت

2703 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي لَبِيدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ بِكَابُلَ فَأَصَابَ النَّاسُ غَنِيمَةً فَانْتَهَبُوهَا فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النُّهْبَى فَرَدُّوا مَا أَخَذُوا فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ

❁❁ حضرت ابولبید بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کابل میں موجود تھے لوگوں کو مال غنیمت حاصل ہوا، تو انہوں نے اسے لوٹ لیا تو حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا:

میں نے نبی اکرم ﷺ کو لوٹ مار سے منع کرتے ہوئے سنا ہے، تو لوگوں نے جو کچھ حاصل کیا تھا، اسے واپس کر دیا، پھر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے (مالِ غنیمت) لوگوں کے درمیان تقسیم کیا۔

2704 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: قُلْتُ: هَلْ كُنْتُمْ تُخَمِّسُونَ - يَعْنِي الطَّعَامَ - فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: أَصَبْنَا طَعَامًا يَوْمَ خَيْبَرَ، فَكَانَ الرَّجُلُ يَجِيءُ فَيَأْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَكْفِيهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ

محمد بن ابومجالد بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا لوگ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اناج کا خمس ادا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: غزوہ خیبر کے موقع پر ہمیں کچھ اناج حاصل ہوا تھا، تو کوئی شخص آتا اور اس میں سے اتنی مقدار حاصل کر لیتا، جو اس کے لیے کافی ہوتی اور پھر چلا جاتا۔

2705 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ عَاصِمٍ يَعْنِي ابْنَ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ النَّاسَ حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ وَجَهْدٌ، وَأَصَابُوا غَنَمًا فَانْتَهَبُوهَا، فَإِنَّ قُدُورَنَا لَتَغْلِي إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي عَلَى قَوْسِهِ، فَأَكْفَأَ قُدُورَنَا بِقَوْسِهِ، ثُمَّ جَعَلَ يُرَمِّلُ اللَّحْمَ بِالتُّرَابِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ النُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ أَوْ إِنَّ الْمَيْتَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ النُّهْبَةِ الشَّكُّ مِنْ هَنَّادٍ

عاصم بن کلیب اپنے والد کے حوالے سے ایک انصاری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر پر روانہ ہوئے تو لوگوں کو شدید بھوک اور مشقت لاحق ہوئی انہیں کچھ بکریاں ملیں، جو انہوں نے پکڑیں (اور تقسیم کرنے سے پہلے ہی) پکانا شروع کر دیں، ہنڈیاؤں میں ان کا گوشت پک رہا تھا کہ اس دوران نبی اکرم ﷺ اپنی قوس کے ساتھ ٹیک لگا کر چلتے ہوئے تشریف لائے آپ ﷺ نے اپنی قوس (یعنی کمان) کے ذریعے ان دیگچیوں کو الٹ دیا اور اس گوشت کو مٹی میں ملانے لگے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لوٹ مار کیا ہوا مال، مردار سے زیادہ حلال نہیں ہوتا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں)

''مردار، لوٹ مار کے مال سے زیادہ حلال نہیں ہوتا'' یہ شک ہناد نامی راوی کو ہے۔

بَابٌ فِي حَمْلِ الطَّعَامِ مِنْ أَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کے علاقے سے، کھانے کی چیزیں ساتھ لے آنا

2706 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ ابْنَ حَرْشَفٍ الْأَزْدِيَّ حَدَّثَهُ، عَنِ الْقَاسِمِ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنَّا نَأْكُلُ الْجَزَرَ فِي الْغَزْوِ وَلَا نَقْسِمُهُ حَتَّى إِنْ كُنَّا لَنَرْجِعُ إِلَى رِحَالِنَا، وَأَخْرِجَتُنَا مِنْهُ مُمْلَأَةٌ

قاسم، نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: ہم لوگ جنگ کے دوران اونٹ ذبح کر کے کھاتے تھے ہم اسے تقسیم نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ جب ہم اپنی رہائش کی جگہ پر واپس آتے تو ہمارے تھیلے گوشت سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ إِذَا فَضَلَ عَنِ النَّاسِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کے علاقے میں، جب کھانا لوگوں کی ضرورت سے زائد ہو، تو اسے فروخت کرنا

2707 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الْعَزِيزِ شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْأُرْدُنِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، قَالَ: رَابَطْنَا مَدِينَةَ قِنَّسْرِينَ مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ، فَلَمَّا فَتَحَهَا أَصَابَ فِيهَا غَنَمًا وَبَقَرًا، فَقَسَمَ فِينَا طَائِفَةً مِنْهَا وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ، فَلَقِيتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ مُعَاذٌ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَأَصَبْنَا فِيهَا غَنَمًا، فَقَسَمَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَةً، وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ

عبدالرحمن بن غنم بیان کرتے ہیں: ہم نے شرحبیل بن سمط کے ساتھ قنسرین شہر کا محاصرہ کیا، جب لوگوں نے شہر کو فتح کر لیا، تو وہاں انہیں بکریاں اور گائیں ملیں، انہوں نے ان میں سے ایک حصہ ہمارے درمیان تقسیم کر دیا اور باقی کو غنیمت کے طور پر جمع کر لیا، پھر میری ملاقات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے انہیں اس چیز کے بارے میں بتایا، تو انہوں نے فرمایا: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شرکت کی تھی ہمیں وہاں کچھ بکریاں ملیں، تو نبی اکرم ﷺ نے کچھ کو ہمارے درمیان تقسیم کر دیا (یعنی تاکہ ہم انہیں پکا کے کھالیں) اور باقیوں کو مالِ غنیمت میں شامل کر دیا تھا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْتَفِعُ مِنَ الْغَنِيمَةِ بِالشَّيْءِ

باب: آدمی کا غنیمت کی کسی چیز سے نفع حاصل کرنا

2708 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتْقَنُ - قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ مَوْلَى تُجِيبَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيهِ

حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں سے کسی سواری پر سوار نہ ہو، یوں کہ جب وہ اسے تھکا دے تو اسے واپس کر دے، یا مالِ غنیمت میں سے کوئی کپڑا پہن لے اور جب وہ پرانا ہو جائے، تو اسے واپس

کردے۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي السِّلَاحِ يُقَاتَلُ بِهِ فِي الْمَعْرَكَةِ

باب: ایسا اسلحہ حاصل کرنے کی رخصت، جس کے ذریعے لڑائی میں حصہ لیا جا سکے

2709 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، قَالَ:-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيُّ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَرَرْتُ فَإِذَا أَبُو جَهْلٍ صَرِيعٌ قَدْ ضُرِبَتْ رِجْلُهُ فَقُلْتُ: يَا عَدُوَّ اللَّهِ، يَا أَبَا جَهْلٍ قَدْ أَخْزَى اللَّهُ الْآخِرَ . قَالَ: وَلَا أَهَابُهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَقَالَ: أَبْعَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ، فَضَرَبْتُهُ بِسَيْفٍ غَيْرِ طَائِلٍ، فَلَمْ يُغْنِ شَيْئًا حَتَّى سَقَطَ سَيْفُهُ مِنْ يَدِهِ، فَضَرَبْتُهُ بِهِ حَتَّى بَرَدَ

ابوعبیدہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: میرا گزر ابوجہل کے پاس سے ہوا، وہ زخمی حالت میں پڑا تھا اس کی ٹانگ پر زخم آیا تھا، میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! اے ابوجہل، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل کر دیا، راوی کہتے ہیں: مجھے اس وقت اس سے کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا تو اس نے کہا: ایسے شخص پر افسوس ہے، جسے اس کی اپنی قوم نے قتل کر دیا ہو، پھر میں نے اس پر اس تلوار کے ذریعے وار کیا، جو تیز دھار والی نہیں تھی اور اس کے نتیجے میں اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، پھر میں نے اس پر وار کیا، یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا (یعنی وہ مر گیا)

بَابٌ فِي تَعْظِيمِ الْغُلُولِ

باب: مالِ غنیمت میں خیانت کا شدید (گناہ ہونا)

2710 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، وَبِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَاهُمْ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ . فَتَغَيَّرَتْ وُجُوهُ النَّاسِ لِذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِي سَبِيلِ اللهِ . فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهُ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ يَهُودَ لَا يُسَاوِي دِرْهَمَيْنِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب کا غزوہ خیبر کے موقع پر انتقال ہو گیا، لوگوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھی کی

2709- اسناده ضعيف لانقطاعه، فان ابا عبيدة - وهو ابن عبد الله بن مسعود - لم يسمع من ابيه، وابراهيم بن يوسف - وان كان ضعيفاً - متابع، لكن وردت قصة مقتل ابي جهل في "سيرة ابن اسحاق" من وجه آخر كما سياتي. واخرجه ابن ابي شيبة 14/ 373، واحمد (3824) و (4246)، وابو يعلى (5232)، والشاشي (932)، والطبراني في "الكبير" (8468-8471)، والبيهقي في "السنن" 9/ 62، وفي "دلائل النبوة" 3/ 87 و 88 من طريق ابي عبيدة، عن ابيه.

نماز جنازہ ادا کرلو، اس سے لوگ پریشان ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اس ساتھی نے اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) خیانت کی ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی، تو ہمیں اس میں سے ایسے ہار ملے، جسے یہودی استعمال کرتے تھے اور اس کی قیمت دو درہم بھی نہیں تھی۔

2711 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا وَرِقًا إِلَّا الثِّيَابَ وَالْمَتَاعَ وَالْأَمْوَالَ قَالَ: فَوَجَّهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ وَادِي الْقُرَى وَقَدْ أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِوَادِي الْقُرَى، فَبَيْنَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ فَقَتَلَهُ. فَقَالَ النَّاسُ: هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: **كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا**. فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ قَالَ: شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقع پر ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہمیں اس جنگ میں سونے چاندی کی بجائے، عام استعمال کے کپڑے اور دیگر ساز و سامان حاصل ہوا، پھر نبی اکرم ﷺ وادی القریٰ کے طرف روانہ ہوئے، نبی اکرم ﷺ کو ایک غلام تحفے کے طور پر دیا گیا تھا، جس کا نام مدعم تھا، جب ہم وادی القریٰ میں پہنچے اور وہاں "مدعم" نبی اکرم ﷺ کے اونٹ سے پالان اتار رہا تھا، تو اسی دوران اسے ایک تیر آ کر لگا، جس کے نتیجے میں وہ مر گیا، لوگوں نے کہا: اسے جنت کی مبارک ہو، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، غزوہ خیبر کے موقع پر اس نے تقسیم سے پہلے جو چادر مال غنیمت میں حاصل کر لی تھی، وہ آگ کی بن کر اس پر بھڑک رہی ہے، لوگوں نے جب یہ بات سنی تو ایک شخص ایک تسمہ (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) دو تسمے لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تسمہ آگ سے بنا ہوا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) یہ دو تسمے آگ سے بنے ہوئے ہیں۔

بَابٌ فِي الْغُلُولِ إِذَا كَانَ يَسِيرًا يَتْرُكُهُ الْإِمَامُ وَلَا يُحَرِّقُ رَحْلَهُ

باب: مالِ غنیمت میں خیانت کا مال اگر تھوڑا ہو، تو امام (مجرم) کو چھوڑ دے اور اس کے سامان کو نہ جلائے

2712 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَوْذَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ غَنِيمَةً أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ فَيَجِيئُونَ بِغَنَائِمِهِمْ فَيُخَمِّسُهُ وَيُقَسِّمُهُ، فَجَاءَ رَجُلٌ بَعْدَ ذَلِكَ بِزِمَامٍ مِنْ شَعَرٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا فِيمَا كُنَّا أَصَبْنَاهُ مِنَ الْغَنِيمَةِ. فَقَالَ: أَسَمِعْتَ بِلَالًا يُنَادِي ثَلَاثًا، قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَجِيءَ بِهِ؟ فَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: كُنْ أَنْتَ تَجِيءُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَنْ أَقْبَلَهُ عَنْكَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مال غنیمت حاصل ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہدایت کرتے وہ لوگوں میں اعلان کر دیتے، تو وہ مال غنیمت میں ملنے والا مال لے کر آ جاتے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے خمس الگ کرتے اور باقی لوگوں میں تقسیم کر دیتے، (ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد) ایک شخص بالوں سے بنی ہوئی لگام لے کے آیا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ ان چیزوں میں شامل ہے جو ہمیں مال غنیمت کے طور پر ملی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے بلال کو اعلان کرتے ہوئے سنا تھا جب اس نے تین مرتبہ اعلان کیا تھا؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اس وقت اسے کیوں نہیں لے کے آئے؟ اس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معذرت پیش کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب تم اسے قیامت کے دن لے کے آنا، میں اسے تم سے قبول نہیں کروں گا۔

بَابٌ فِي عُقُوبَةِ الْغَالِّ

باب: مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی سزا

2713 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: النُّفَيْلِيُّ الْأَنْدَرَاوَرْدِيُّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَائِدَةَ-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَصَالِحٌ هَذَا أَبُو وَاقِدٍ- قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ مَسْلَمَةَ أَرْضَ الرُّومِ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ غَلَّ فَسَأَلَ سَالِمًا عَنْهُ فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأَحْرِقُوا مَتَاعَهُ وَاضْرِبُوهُ قَالَ: فَوَجَدْنَا فِي مَتَاعِهِ مُصْحَفًا. فَسَأَلَ سَالِمًا عَنْهُ فَقَالَ: بِعْهُ وَتَصَدَّقْ بِثَمَنِهِ

صالح بن محمد بیان کرتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت کی ہے، صالح سے مراد حضرت ابوواقد ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: میں مسلمہ کے ہمراہ روم کی سرزمین پر داخل ہوا، وہاں ایک شخص کو لایا گیا، جس نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی انہوں نے سالم سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا میں نے اپنے والد کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہوئے سنا ہے:

"جب تم کسی ایسے شخص کو پاؤ، جس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہو، تو اس کے سامان کو جلا دو اور اس کی پٹائی کرو"

راوی کہتے ہیں: ہم نے اس کے سامان میں قرآن مجید بھی پایا تھا، امیر نے سالم سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں

نے فرمایا: اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کو صدقہ کر دو۔

2714 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ الْوَلِيدِ بْنِ هِشَامٍ وَمَعَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَغَلَّ رَجُلٌ مَتَاعًا فَأَمَرَ الْوَلِيدُ بِمَتَاعِهِ فَأُحْرِقَ وَطِيفَ بِهِ وَلَمْ يُعْطِهِ سَهْمَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا أَصَحُّ الْحَدِيثَيْنِ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ أَنَّ: الْوَلِيدَ بْنَ هِشَامٍ أَحْرَقَ رَحْلَ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، وَكَانَ قَدْ غَلَّ وَضَرَبَهُ.

صالح بن محمد بیان کرتے ہیں: ہم ولید بن ہشام کے ہمراہ جنگ کر رہے تھے، ہمارے ہمراہ سالم بن عبداللہ بن عمر تھے اور عمر بن عبدالعزیز تھے، ایک شخص نے مالِ غنیمت میں کچھ خیانت کر لی، جب ولید نے اس کے اسباب کے بارے میں حکم دیا تو اس کے سامان کو جلا دیا گیا اور اسے پورے لشکر میں گھمایا گیا اور مالِ غنیمت میں سے، حصے سے بھی محروم کر دیا گیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ دونوں روایات میں سے زیادہ مستند ہے، کئی راویوں نے یہ بات نقل کی ہے ولید بن ہشام نے زیاد بن سعد کا پالان جلا دیا تھا، کیونکہ اس نے مالِ غنیمت میں خیانت کی تھی اور ولید نے اس کی پٹائی بھی کروائی تھی۔

2715 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ حَرَّقُوا مَتَاعَ الْغَالِّ وَضَرَبُوهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَ فِيهِ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، عَنِ الْوَلِيدِ، وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ وَمَنَعُوهُ سَهْمَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا بِهِ الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَوْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوْطِيُّ مَنْعَ سَهْمِهِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مالِ غنیمت میں) خیانت کرنے والے شخص کا سامان جلوا دیتے تھے اور اس کی پٹائی کرواتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: یہ حضرات مالِ غنیمت میں سے اس کے حصے کو روک لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ایک سند کے ہمراہ عمرو بن شعیب کے حوالے سے ان کے اپنے قول کے طور منقول ہے اور عبدالوہاب نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے: اس حصے کو روک لیا جاتا تھا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّتْرِ عَلَى مَنْ غَلَّ

باب: جس نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہو، اس کی پردہ پوشی کی ممانعت

2716 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى

اَبُوْ دَاوٗدَ. قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِيْهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ. قَالَ: اَمَّا بَعْدُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ كَتَمَ غَالًّا فَاِنَّهٗ مِثْلُهٗ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امابعد! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے:
''جوشخص مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی پردہ داری کرتا ہے وہ اس کی مانند ہوگا''۔

بَابٌ فِي السَّلَبِ يُعْطَى الْقَاتِلَ

باب: (کافر مقتول کا) سامان، قاتل کو دیدینا

2717 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ اَفْلَحَ، عَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ مَوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ. قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَامِ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ قَالَ: فَرَاَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ: فَاسْتَدَرْتُ لَهٗ حَتّٰى اَتَيْتُهٗ مِنْ وَرَائِهٖ فَضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ عَلٰى حَبْلِ عَاتِقِهٖ، فَاَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِيْ ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيْحَ الْمَوْتِ، ثُمَّ اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ، فَاَرْسَلَنِيْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ لَهٗ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: اَمْرُ اللهِ، ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ رَجَعُوْا وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهٗ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهٗ سَلَبُهٗ. قَالَ: فَقُمْتُ، ثُمَّ قُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِيْ؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ الثَّانِيَةَ: مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهٗ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهٗ سَلَبُهٗ. قَالَ: فَقُمْتُ، ثُمَّ قُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِيْ؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ: ذٰلِكَ الثَّالِثَةَ، فَقُمْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لَكَ يَا اَبَا قَتَادَةَ؟ قَالَ: فَاقْتَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: صَدَقَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَسَلَبُ ذٰلِكَ الْقَتِيْلِ عِنْدِيْ فَاَرْضِهٖ مِنْهُ. فَقَالَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ: لَاهَا اللهِ اِذًا يَعْمِدُ اِلٰى اَسَدٍ مِنْ اُسُدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَعَنْ رَسُوْلِهٖ فَيُعْطِيْكَ سَلَبَهٗ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ فَاَعْطِهٖ اِيَّاهُ فَقَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ: فَاَعْطَانِيْهِ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهٖ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ، فَاِنَّهٗ لَاَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُهٗ فِي الْاِسْلَامِ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ حنین کے موقع پر ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے جب ہمارا اور دشمن کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں کے اندر بھگدڑ مچ گئی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ایک مشرک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر غالب آچکا تھا، راوی کہتے ہیں: میں گھوم کر اس کے پاس آیا اور پیچھے کی طرف سے آکر تلوار کے ذریعے اس کی گردن پر حملہ کیا وہ میری طرف مڑا اور اس نے مجھے یوں بھینچا کہ مجھے موت کی بُو محسوس ہوئی پھر وہ شخص مرگیا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا، پھر میری ملاقات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے اس سے دریافت کیا: لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کا حکم ہے، پھر لوگ (میدان جنگ کی طرف) واپس آئے (یا جنگ سے فارغ ہو کر آگئے، تو) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس اس قتل کا ثبوت ہو تو مقتول کا سامان اسے ملے گا''

راوی کہتے ہیں: میں کھڑا ہوا پھر میں نے سوچا کون میرے حق میں گواہی دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا، پھر نبی اکرم ﷺ نے دوسری مرتبہ ارشاد فرمایا:

''جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس اس کا ثبوت بھی ہو تو اس کا سامان اسے ملے گا''

راوی کہتے ہیں: میں پھر کھڑا ہوا پھر میں نے سوچا میرے حق میں کون گواہی دے گا؟ میں پھر بیٹھ گیا پھر نبی اکرم ﷺ نے تیسری مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: تو میں پھر کھڑا ہو گیا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے ابوقتادہ! تمہارا کیا معاملہ ہے؟ میں نے آپ ﷺ کو پورا واقعہ سنایا، تو حاضرین میں سے ایک صاحب بولے: یا رسول اللہ! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں، اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے، آپ ﷺ انہیں میری طرف سے راضی کر دیجئے، یعنی (انہیں اس سامان کی بجائے کوئی اور چیز دے دیجئے) تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! ہرگز نہیں! یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے شیر کے بارے میں ارادہ کرتا ہے، جس نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ میں حصہ لیا اور یہ چاہتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اُس کا سامان اسے دے دیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے ٹھیک کہا ہے، اس کا سامان یعنی (حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حصے کا سامان) اسے دے دو۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وہ سامان مجھے دے دیا میں نے زرہ کو فروخت کر کے اس کے عوض میں بنوسلمہ کے محلے میں ایک باغ خریدا، یہ وہ پہلی زمین تھی، جسے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے خریدا تھا۔

2718 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِي يَوْمَ حُنَيْنٍ: مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلَبُهُ. فَقَتَلَ أَبُو طَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عِشْرِينَ رَجُلًا وَأَخَذَ أَسْلَابَهُمْ. وَلَقِيَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ وَمَعَهَا خِنْجَرٌ فَقَالَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هَذَا مَعَكِ؟ قَالَتْ: أَرَدْتُ وَاللهِ إِنْ دَنَا مِنِّي بَعْضُهُمْ أَبْعَجُ بِهِ بَطْنَهُ. فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ أَبُو طَلْحَةَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَرَدْنَا بِهَذَا الْخِنْجَرَ وَكَانَ سِلَاحَ الْعَجَمِ يَوْمَئِذٍ الْخِنْجَرُ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس دن، یعنی غزوہ حنین کے موقع پر، یہ ارشاد فرمایا:

''جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو تو اس کافر کا سامان اسے ملے گا''

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس آدمیوں کا قتل کیا اور ان کا سامان حاصل کیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات سیدہ ام

2718-اسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة. واخرجه مسلم (1809) من طريق حماد بن سلمة، به. واخرجه مسلم ايضاً (1809) من طريق حماد بن سلمة، عن ثابت، عن انس فيكون لحماد بن سلمة في هذا الحديث شيخان هما ثابت واسحاق. وهو في "مسند احمد" (12058) و (12977)، و "صحيح ابن حبان" (4838).

سلیم رضی اللہ عنہا سے ہوئی، جن کے پاس ایک خنجر تھا انہوں نے دریافت کیا: اے ام سلیم! یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میرا یہ ارادہ تھا کہ اگر دشمنوں میں سے کوئی شخص میرے قریب آیا تو میں یہ خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دوں گی، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا:

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت حسن ہے: (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہم نے اس خنجر کے ذریعے یہ ارادہ کیا ہے (کہ قارئین کو بتائیں) کہ اس وقت عجمیوں کا مخصوص ہتھیار خنجر ہوتا تھا۔

بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَمْنَعُ الْقَاتِلَ السَّلَبَ إِنْ رَأَى وَالْفَرَسُ وَالسِّلَاحُ مِنَ السَّلَبِ

باب: اگر امام مناسب سمجھے تو (کافر کے) قاتل کو، اس کا کچھ سامان نہ دے، نیز گھوڑا اور ہتھیار، سامان میں شامل ہوں گے

2719 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ فَرَافَقَنِي مَدَدِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُ سَيْفِهِ، فَنَحَرَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ جَزُورًا فَسَأَلَهُ الْمَدَدِيُّ طَائِفَةً مِنْ جِلْدِهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، فَاتَّخَذَهُ كَهَيْئَةِ الدَّرَقِ وَمَضَيْنَا فَلَقِينَا جُمُوعَ الرُّومِ وَفِيهِمْ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ لَهُ أَشْقَرَ عَلَيْهِ سَرْجٌ مُذْهَبٌ وَسِلَاحٌ مُذْهَبٌ، فَجَعَلَ الرُّومِيُّ يُغْرِي بِالْمُسْلِمِينَ، فَقَعَدَ لَهُ الْمَدَدِيُّ خَلْفَ صَخْرَةٍ فَمَرَّ بِهِ الرُّومِيُّ فَعَرْقَبَ فَرَسَهُ فَخَرَّ وَعَلَاهُ فَقَتَلَهُ وَحَازَ فَرَسَهُ وَسِلَاحَهُ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُسْلِمِينَ بَعَثَ إِلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَأَخَذَ مِنَ السَّلَبِ، قَالَ عَوْفٌ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ. قُلْتُ: لَتَرُدَّنَّهُ عَلَيْهِ أَوْ لَأُعَرِّفَنَّكَهَا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ قَالَ عَوْفٌ: فَاجْتَمَعْنَا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ قِصَّةَ الْمَدَدِيِّ وَمَا فَعَلَ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا خَالِدُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدِ اسْتَكْثَرْتُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا خَالِدُ رُدَّ عَلَيْهِ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ. قَالَ عَوْفٌ: فَقُلْتُ لَهُ: دُونَكَ يَا خَالِدُ، أَلَمْ أَفِ لَكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا ذٰلِكَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا خَالِدُ لَا تَرُدَّ عَلَيْهِ، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أُمَرَائِي؟ لَكُمْ صَفْوَةُ أَمْرِهِمْ وَعَلَيْهِمْ كَدَرُهُ

❁❁ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غزوہ موتہ میں شرکت کے لیے روانہ ہوا، اہل یمن سے تعلق رکھنے والا ایک مددی (یعنی مدد قبیلے کا ایک شخص) میرے ساتھ ہولیا، اس کے ساتھ ایک تلوار تھی، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اونٹ ذبح کیا تو اس شخص نے ذبح کرنے والے سے کھال کا ایک حصہ مانگ کیا جو

اس نے اس کو دے دیا تو اس شخص نے اسے ڈھال کی طرح بنالیا پھر ہم روانہ ہوئے ہمارا رومیوں کے لشکروں سے مقابلہ ہوا ان میں سے ایک شخص سرخ گھوڑے پر سوار تھا اس کی زین اور ہتھیار سنہری تھے وہ رومی شخص مسلمانوں پر بڑے سخت حملے کر رہا تھا تو یمن سے تعلق رکھنے والا وہ مددی ایک چٹان کی اوٹ میں اس رومی کی تاک میں بیٹھ گیا، جب وہ رومی اس کے پاس سے گزرا، تو یمنی نے اس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں، جس کے نتیجے میں وہ رومی گر پڑا، یہ یمنی شخص اس کے اوپر چڑھا اور اسے قتل کر دیا، پھر اس کا گھوڑا اور اس کا اسلحہ حاصل کر لیا جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کر دی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس یمنی کو بلایا اور اس کے سامان میں سے کچھ حاصل کر لیا، حضرت عوف بیان کرتے ہیں: میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: اے خالد! آپ کو یہ پتا نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے: (مقتول کا) سازوسامان قاتل کو ملتا ہے، انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! لیکن (اس یمنی شخص کو ملنے والے) سامان کو میں زیادہ سمجھتا ہوں، تو میں نے کہا: یا تو آپ اسے واپس کر دیں، ورنہ پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتاؤں گا، تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے وہ سامان دینے سے انکار کر دیا، بعد میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اس یمنی کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد تم نے جو کیا اس کی وجہ کیا تھی؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے اس سامان کو زیادہ سمجھا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم نے اس سے جو کچھ لیا تھا وہ اسے واپس کر دو۔

حضرت عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا! لیں خالد صاحب میں نے جو آپ سے کہا تھا، اسے پورا کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: وہ کیا بات تھی؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بات بتائی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خالد وہ سامان اسے واپس نہ کرو، کیا تم لوگ میری خاطر میری طرف سے مقرر کیے گئے امیروں سے رعایت نہیں کر سکتے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کے معاملے کی بھلائی تمہیں ملے اور خرابی کے ذمے دار وہ لوگ ہوں۔

2720 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: سَأَلْتُ ثَوْرًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ نَحْوَهُ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابٌ فِي السَّلَبِ لَا يُخَمَّسُ

باب: (کافر مقتول کے) سامان میں سے "خمس" وصول نہیں کیا جائے گا

2721 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ، وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ، وَلَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ

❀❀ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ (جنگ کے دوران مقتول کافر کا) سامان، قاتل کو ملے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سامان میں سے خمس وصول نہیں کیا۔

بَابُ مَنْ اَجَازَ عَلَى جَرِيحٍ مُثْخَنٍ يُنَفَّلُ مِنْ سَلَبِهِ

باب: جس نے شدید زخمی ہونے والے (کافر) کے سامان میں سے کوئی چیز (زخمی کرنے والے کو) انعام کے طور پر دینے کو جائز قرار دیا ہے

2722 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْاَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: نَفَّلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ اَبِي جَهْلٍ كَانَ قَتَلَهُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کی تلوار مجھے انعام کے طور پر عطا کی تھی، (راوی کہتے ہیں) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا تھا۔

بَابٌ فِيمَنْ جَاءَ بَعْدَ الْغَنِيمَةِ لَا سَهْمَ لَهُ

باب: جو شخص غنیمت (کی تقسیم) کے بعد آئے گا، اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا

2723 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، اَنَّ عَنْبَسَةَ بْنَ سَعِيدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ، سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ، يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَانَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَلَى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ قِبَلَ نَجْدٍ، فَقَدِمَ اَبَانُ بْنُ سَعِيدٍ وَاَصْحَابُهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ اَنْ فَتَحَهَا، وَاِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لِيفٌ، فَقَالَ اَبَانُ: اقْسِمْ لَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُلْتُ: لَا تَقْسِمْ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ اَبَانُ: اَنْتَ بِهَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ عَلَيْنَا مِنْ رَاْسِ ضَالٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْلِسْ يَا اَبَانُ، وَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ عنبسہ بن سعید بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سعید بن العاص کو یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان بن سعید اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ منورہ سے نجد کی طرف ایک جنگی مہم پر روانہ کیا، جب ابان بن سعید اور ان کے ساتھی خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کو فتح کر چکے تھے، ابان بن سعید اور ان کے ساتھیوں کے گھوڑوں کی زین کو کسنے والے تسمے کھجور کی چھال کے بنے ہوئے تھے

ابان نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمیں بھی (مال غنیمت میں سے کچھ) عنایت کیجئے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کچھ بھی نہ دیجئے گا تو ابان بولے: اے بلّے تم یہ بات

کہہ رہے ہو جو ایک پہاڑ کی چوٹی سے اتر کے ہم پر آیا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابان! تم بیٹھ جاؤ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مال غنیمت میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔

2724 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى الْبَلْخِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، وَسَاَلَهُ اِسْمَاعِيلُ بْنُ

أُمَيَّةَ حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَنْبَسَةَ بْنَ سَعِيدٍ الْقُرَشِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ حِينَ افْتَتَحَهَا فَسَأَلْتُهُ أَنْ يُسْهِمَ لِي، فَتَكَلَّمَ بَعْضُ وُلْدِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ: لَا تُسْهِمْ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَقُلْتُ: هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ، فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ: يَا عَجَبًا لِوَبْرٍ قَدْ تَدَلَّى عَلَيْنَا مِنْ قَدُومِ ضَالٍ يُعَيِّرُنِي بِقَتْلِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ أَكْرَمَهُ اللهُ تَعَالَى عَلَى يَدَيَّ، وَلَمْ يُهِنِّي عَلَى يَدَيْهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰؤُلَاءِ كَانُوا نَحْوَ عَشَرَةٍ فَقُتِلَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَرَجَعَ مَنْ بَقِيَ

عنبسہ بن سعید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب میں مدینہ منورہ آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر کو فتح کر چکے تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ مال غنیمت میں سے مجھے بھی حصہ دیں تو سعید بن العاص کے ایک بیٹے نے اس بارے میں کوئی بات کی انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کوئی حصہ نہ دیجئے، میں نے کہا: یہ تو ابن قوقل کا قاتل ہے، تو سعید بن العاص نے کہا: اس پہاڑی بلے پر حیرت ہوتی ہے جو پہاڑ کی چوٹی سے اتر کے ہمارے پاس آ گیا ہے اور مجھے ایک مسلمان کو قتل کرنے کا طعنہ دے رہا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت عطا کی (یعنی اسے میرے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ لوگ تقریباً دس آدمی تھے جن میں سے چھ شہید ہو گئے تھے اور باقی واپس آ گئے تھے۔

2725 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا بُرَيْدٌ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى، قَالَ: قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَأَسْهَمَ لَنَا - أَوْ قَالَ: فَأَعْطَانَا مِنْهَا - وَمَا قَسَمَ لِأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ إِلَّا أَصْحَابَ سَفِينَتِنَا جَعْفَرٌ وَأَصْحَابُهُ فَأَسْهَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حبشہ سے واپس آئے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کو فتح کر چکے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھی اس میں سے حصہ دیا (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر میں شریک نہ ہونے والوں میں سے کسی کو بھی کچھ نہیں دیا تھا صرف ان لوگوں کو عطا کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے لیکن ہم لوگ جو کشتی میں سوار ہو کر حبشہ سے آئے تھے انہیں حصہ عطا کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو (یعنی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو) دوسرے لوگوں کے ساتھ حصہ دیا۔

2726 - حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ مُوسٰى أَبُو صَالِحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ كُلَيْبِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ هَانِئِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ - يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ - فَقَالَ: إِنَّ عُثْمَانَ انْطَلَقَ فِي حَاجَةِ اللهِ وَحَاجَةِ رَسُولِ اللهِ، وَإِنِّي أُبَايِعُ لَهُ. فَضَرَبَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ، وَلَمْ يَضْرِبْ لِأَحَدٍ غَابَ غَيْرَهُ

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ غزوہ بدر کے موقع پر کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان، اللہ اور اس کے رسول کے کام میں مصروف تھا تو میں اس کی طرف سے بیعت لے رہا ہوں، پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا، حالانکہ آپ ﷺ نے ایسے کسی شخص کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا جو اس جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا۔

مال غنیمت کی تقسیم سے متعلق احکام کا بیان

قولہ تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ان کنتم امنتم باللہ

اس میں چھبیس مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر:۱

قولہ تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء لغت میں غنیمت سے مراد وہ (مال) ہے جسے آدمی یا جماعت محنت اور کوشش کے ساتھ حاصل کرے۔ اسی معنی میں شاعر کا قول ہے:

وقد طوفت فی الآفاق حتی رضیت من الغنیمة بالایاب (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

اور دوسرے شاعر نے کہا:

ومطعم الغنم یوم الغنم مطعمه انی توجه والمحروم محروم (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

مغنم اور غنیمت دونوں ہم معنی ہیں: کہا جاتا ہے: غنم القوم غنما (قوم کو مال غنیمت عطا کیا گیا) جاننا چاہیے کہ اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ قول باری تعالیٰ: آیت: غنمتم من شیء سے مراد کفار کا وہ مال ہے جسے مسلمانوں نے غلبہ اور جنگ کے ساتھ حاصل کیا ہو۔ لغت اس تخصیص کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ ہم نے اسے بیان کر دیا ہے۔ البتہ عرف شرع نے لفظ کو اس نوع کے ساتھ مقید کیا ہے۔ کفار کی جانب سے ہمیں جو اموال حاصل ہوتے ہیں شریعت نے انہیں دو نام دیئے ہیں: ایک غنیمت اور دوسرا فئی۔ پس وہ مال جسے مسلمان اپنے دشمن سے جدوجہد اور گھوڑوں، اونٹوں کو جنگ میں استعمال کر کے حاصل کرتے ہیں اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ اور یہ اسم اس معنی کے ساتھ لازم ہو چکا ہے حتیٰ کہ یہ عرف بن گیا ہے۔ اور فئی، فاء یفیء سے ماخوذ ہے جب کوئی لوٹ آئے، رجوع کر لے اور اس سے مراد ہر وہ مال ہے جو مسلمانوں کو بغیر جنگ کے اور گھوڑوں، اونٹوں کو کام میں لائے بغیر حاصل ہو جائے، جیسا کہ زمینوں کا خراج، لوگوں پر عائد ہونے والا جزیہ اور غنائم کا خمس۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

اسی طرح سفیان ثوری اور عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی قسم کا مال ہیں اور ان دونوں میں خمس (پانچواں حصہ) ہے، یہ حضرت قتادہ نے کہا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فئی ہر اس مال سے عبارت ہے جو مسلمانوں کو بغیر جنگ کے حاصل ہوا ہو۔ دونوں معنی ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں۔

مسئلہ نمبر:۲

جمہور کے نزدیک یہ آیت سورت کی پہلی آیت کے لیے ناسخ ہے۔ اور ابن عبدالبر نے اس پر اجماع ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ آیت قول باری تعالیٰ: آیت: یسئلونک عن الانفال کے بعد نازل ہوئی ہے اور یہ کہ مال غنیمت کے چار خمس لشکریوں کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے، جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: آیت: یسئلونك عن الانفال اس وقت نازل ہوئی جب غنائم بدر کے بارے میں اہل بدر کے درمیان اختلاف رونما ہوا، جیسا کہ سورت کی ابتداء میں گزر چکا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: جو کچھ اسماعیل بن اسحاق نے ذکر کیا ہے وہ اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے انہوں نے کہا: محمد بن کثیر نے ہمیں بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے محمد بن سائب نے ابوصالح کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: جب غزوہ بدر کا دن تھا تو حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان فرمایا: ''جس نے کسی آدمی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا اور جس نے کسی کو قیدی بنایا تو اس کے لیے اتنا ہوگا''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۲۰)۔ پس انہوں نے ستر آدمیوں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنایا۔

ابوالیسر بن عمرو دو قیدیوں کو لے کر آیا اور عرض کی: یا رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک آپ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا، تحقیق میں دو قیدیوں کو لایا ہوں۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)، بے شک ہمیں نہ تو اجر میں زیادتی کی خواہش نے روکا اور نہ دشمن کے سامنے بزدلی کے اظہار نے ہمیں روکا بلکہ ہم تو اس مقام پر اس خوف سے کھڑے رہے کہ کہیں مشرکین ادھر نہ مڑ آئیں، بلاشبہ آپ اگر انہیں عطا فرمائیں گے تو پھر آپ کے اصحاب کے لیے کوئی شے باقی نہ رہے گی۔ راوی فرماتے ہیں: وہ کچھ کہتے رہے اور وہ کچھ کہتے رہے پس یہ آیت ناز ہوئی: آیت: یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول فاتقوا الله واصلحوا ذات بینکم پس انہوں نے مال غنیمت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر دیا، بعد ازاں یہ آیت نازل ہوئی آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه الآیہ۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۳۶۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت محکم ہے، غیر منسوخ ہے اور یہ کہ مال غنیمت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہے اور یہ لشکریوں کے درمیان تقسیم شدہ نہیں ہے اور اسی طرح آپ کے بعد آنے والے ائمہ کے لیے حکم ہے۔ اسی طرح مازری نے ہمارے بہت سے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم سے بیان کیا ہے: اور یہ کہ امام وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے ان سے نکالے۔ اور انہوں نے فتح مکہ اور قصہ حنین سے استدلال کیا ہے۔

ابوعبید کہتے ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ مکرمہ بزور شمشیر فتح کیا اور وہاں کے باسیوں پر احسان فرمایا اور اسے انہیں پر واپس لوٹا دیا اور اسے تقسیم نہ کیا اور نہ اسے ان کے لیے فئی قرار دیا۔ اور بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ آپ کے بعد ائمہ کے لیے بھی یہ جائز ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس بنا پر قول باری تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه کا معنی یہ ہوگا چار خمس امام کے لیے ہوں گے، اگر چاہے تو انہیں روک لے اور اگر چاہے تو انہیں لشکریوں کے درمیان تقسیم کر دے۔ اور یہ کوئی

لئے نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے اسے ذکر کر دیا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مال غنیمت کی اضافت لشکریوں کی طرف کی ہے اور فرمایا ہے: آیت: واعلموا انما غنمتم من شئی پھر خمس کو اس کے لیے معین کر دیا جس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا اور چار خمس سے سکوت اختیار فرمایا، اس میں تو بالاتفاق باپ کے لیے دو ثلث ہیں۔ اسی طرح چار خمس بالاجماع لشکریوں کے لیے ہوں گے، جیسا کہ ابن منذر، ابن عبدالبر، داؤدی، مازری، قاضی عیاض اور علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

اور اس معنی کے ساتھ خبر دینا بالکل ظاہر ہے اور اس کا کچھ بیان عنقریب آئے گا۔ اور قول باری تعالیٰ: یسئلونك عن الانفال الآیہ کا معنی ہوگا۔ وہ مال جس کی امام وقت جس کے لیے چاہے مصلحت کے پیش نظر تقسیم سے پہلے تنفیل کر سکتا ہے۔

حضرت عطا اور حسن رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: یہ اس مال کے ساتھ مخصوص ہے جو مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف بھاگ کر آئے چاہے وہ غلام ہو یا لونڈی یا کوئی جانور۔ امام وقت اس کے بارے جو پسند کرے فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد انفال السرایا یعنی اس کے غنائم ہیں، اگر چاہے تو امام اس سے خمس نکالے اور اگر چاہے تو سارے کا سارا بطور تنفیل ادا کر دے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے الامام عبعث السریۃ فیصیبون المغنم میں بیان کیا ہے: اگر چاہے تو امام سارے مال کو نفل بنا دے اور اگر چاہے تو اس کا خمس نکالے۔ اور اسے ابوعمر نے مکحول اور عطا سے بیان کیا ہے۔ حضرت علی بن ثابت نے کہا ہے: میں نے مکحول اور عطا سے امام کے بارے پوچھا جو قوم کو اس مال کی تنفیل کرتا ہے جو انہوں نے حاصل کیا، تو فرمایا: وہ ان کے لیے ہے۔

ابوعمر نے کہا ہے: جو اس طرف گئے ہیں انہوں نے قول باری تعالیٰ آیت: یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول کی تاویل کی ہے کہ وہ مال حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہے آپ جہاں چاہیں اسے خرچ کر سکتے ہیں۔

اور یہ نظریہ نہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اس ارشاد کے ساتھ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ اس کے سوا ہے جو ہم نے اس کے بارے کتاب القبس فی شرح موطا مالک بن انس میں بیان کیا ہے۔

اور علماء میں سے کسی ایک نے اس بارے میں کوئی قول نہیں کیا جو میں جانتا ہوں کہ قول باری تعالیٰ: یسئلونك عن الانفال، الآیہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه کے۔ لیے ناسخ ہے، بلکہ جمہور نے کہا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے: بے شک قول باری تعالیٰ: ما غنمتم ناسخ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کتاب اللہ میں تحریف و تبدیلی کا الزام جائز نہیں ہے۔

رہا فتح مکہ کا واقعہ تو اس میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اس کی فتح میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابوعبید نے کہا ہے: ہم مکہ مکرمہ کے بارے نہیں جانتے کہ شہروں میں سے کسی کو اس کے ساتھ دو اعتبار سے مشابہت حاصل ہو: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انفال وغنائم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے خاص فرمائے ہیں جب تک اس نے کسی دوسرے کے لیے انہیں مقرر نہیں کیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے: آیت: یسئلونك عن الانفال الآیہ پس ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آپ کے لیے خاص ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ کے لیے ایسا طریقہ مقرر کیا جو دوسرے شہروں میں سے کسی کے لیے نہیں۔ اور جہاں تک حنین کے واقعہ کا تعلق ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انصار کو عوض عطا فرمایا جب انہوں نے کہا: آپ غنائم قریش کو عطا فرما رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خون ٹپک رہے ہیں۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں فرمایا: اما ترضون ان یرجع الناس بالدنیا و ترجعون برسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الی بیوتکم (صحیح بخاری، کتاب المناقب، جلد ۱، صفحہ ۵۳۳) (کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا ساتھ لے کر لوٹیں اور تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو واپس جاؤ) اسے مسلم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ کسی غیر کے لیے ایسا قول کرنا جائز نہیں، یہ فقط آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ ہمارے بعض علماء نے کہا ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر: ۳

علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ قول باری تعالیٰ: واعلموا انما غنمتم من شیء اپنے عموم پر نہیں ہے، بلکہ خصوص اس میں داخل ہوسکتا ہے۔ پس انہوں نے اسے اجماع کے ساتھ خاص کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ قاتل کے لیے مقتول کا سامان چھیننا اور سلب کرنا جائز ہے جب امام وقت اس کے بارے اعلان کرے اور اسی طرح قیدیوں کا بھی حکم ہے، اس بارے میں اختیار بلا اختلاف امام کے پاس ہے، جیسا کہ اس کا بیان آگے آرہا ہے۔ اور اس سے زمین کو بھی خاص کیا گیا ہے۔ اور معنی یہ ہے: جو مال غنیمت سونے، چاندی، تمام ساز و سامان اور قیدیوں میں سے تمہیں حاصل ہو۔ اور رہی زمین تو وہ اس آیت کے عموم میں داخل نہیں ہے، کیونکہ ابوداود نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اگر دوسرے لوگ نہ ہوتے تو میں جس شہر کو بھی فتح کرتا اسے تقسیم کر دیتا، جیسا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر کو تقسیم فرمایا۔ اور جو دلیل اس مذہب کو صحیح قرار دیتی ہے وہ وہ روایت ہے جسے صحیح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''عراق نے اپنا قفیز اور اپنا درہم روک لیا ہے اور شام نے اپنا مد اور اپنا دینار روک لیا ہے''

(سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، جلد ۲، صفحہ ۷۴) الحدیث۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث طیبہ میں منعت بمعنی ستمنع ہے (یعنی عنقریب روک لیں گے) تو یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ لشکریوں کے لیے نہیں ہوں گے، کیونکہ لشکری جس سامان کے مالک ہیں اس میں قفیز اور درہم نہیں ہوتے۔ اور اگر زمین بھی تقسیم کر دی جاتی تو غانمین کے بعد آنے والوں کے لیے کوئی شے نہ بچتی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت: والذین جاءو من بعدھم (الحشر: ۱۰)

اس کا عطف اس قول پر ہے۔ آیت: للفقراء المھجرین (الحشر: ۸) فرمایا: بے شک وہ سامان تقسیم کیا جائے گا جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: دارالحرب والوں سے مال غنیمت میں سے جو بھی حاصل ہوگا چاہے وہ قلیل ہو یا کثیر گھر ہو یا زمین، ساز و سامان ہو یا اس کے علاوہ کچھ، سب تقسیم کر دیا جائے گا، سوائے بالغ مردوں کے کیونکہ ان کے بارے میں امام کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو وہ انہیں بطور احسان آزاد کر دے یا قتل کر دے یا قیدی بنا لے۔ اور جو بھی ان سے لیا گیا اور قیدی بنایا گیا اس (کی تقسیم کا) طریقہ وہی ہے جو مال غنیمت کا طریقہ ہے۔ اور انہوں نے آیت کے عموم

سے استدلال کیا ہے۔ فرمایا: زمین بھی بالیقین مال غنیمت میں شامل ہے، لہٰذا واجب ہے کہ اسے بھی دیگر تمام غنائم کی مثل تقسیم کیا جائے۔ تحقیق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر کا جو حصہ طاقت کے ساتھ فتح کیا تھا اسے تقسیم فرمادیا۔ انہوں نے کہا ہے: اگر زمین میں خصوص کا دعوی کرنا جائز ہے تو پھر زمین کے علاوہ میں بھی یہ دعوی جائز ہوگا نتیجۃً آیت کا حکم باطل ہوجائے گا۔

اور جہاں تک سورۃ الحشر کی آیت کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حجت نہیں کیونکہ وہ تو مال فئی کے بارے میں ہے نہ کہ مال غنیمت کے بارے میں۔ اور قول باری تعالیٰ: آیت: والذین جاء و من بعدھم (الحشر: ۱۰) یہ نیا کلام ہے جو ان لوگوں کے لیے دعا کے متعلق ہے جو ایمان میں سبقت لے گئے یہ کسی اور معنی کے لیے نہیں۔ انہوں نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل زمین سے متعلق آپ کے توقف کے بارے دو وجہوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہے: یا تو وہ غنیمت ہے آپ نے اس کے رہنے والوں کو اچھا پایا اور وہ زمین اس بارے میں موزوں تھی تو آپ نے اسے وقف کردیا اور اس طرح جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے باسیوں میں سے اچھوں کو چن لیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنی ہوازن کے قیدیوں میں اسی طرح کیا، جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے اعلیٰ افراد کو ان چیزوں کے بارے چن لیا جو ان کے ہاتھوں میں تھیں یا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو زمین وقف کی وہ مال فئی تھی پس اس صورت میں آپ کو کسی اور کی رضامندی کی ضرورت بھی نہ تھی۔

کوفیوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ زمین کی تقسیم یا اسے قائم رکھنے اور اس پر خراج مقرر کرنے کا اختیار امام وقت کو ہے۔ اور یہ زمین اسی طرح ان کی ملکیت ہوجاتی ہے جیسے صلح سے حاصل کی ہوئی زمین۔

ہمارے شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: گویا یہ دو دلیلوں کو جمع کرنا اور دو مذہبوں کے درمیان ایک درمیانی رائے ہے اور یہی وہ ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ بالیقین سمجھے، اسی لیے آپ نے فرمایا: اگر دوسرے لوگ نہ ہوتے، پس آپ نے حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فعل کے منسوخ ہونے کی کوئی خبر نہ دی اور نہ ہی ان کے ساتھ ان کی تخصیص کی خبر دی ہے، مگر کوفیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل پر کچھ اضافہ کیا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی مصالح پر اسے وقف کیا اور اہل صلح کو اس کا مالک بنادیا اور انہوں (کوفیوں) نہ یہ کہا ہے کہ وہ اہل صلح کو اس کا مالک بنادے۔

مسئلہ نمبر ۴۔

امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہم نے موقف اختیار کیا ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں ہے اور اس کا حکم مال غنیمت کے حکم کی مثل ہے، مگر یہ کہ امیر کہے: جس نے کسی کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا سامان اس کے لیے ہوگا، تو اس صورت میں وہ سامان اسی کے لیے ہوگا۔

لیث، امام اوزاعی، امام شافعی، اسحاق، ابوثور، ابوعبید، طبری اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: ہر حال میں چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا، چاہے امام نے وہ اعلان کیا ہو یا نہ کیا ہو، مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: بلاشبہ چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا بشرطیکہ اس نے اسے سامنے سے آتے ہوئے قتل کیا ہو۔ اور جب اس نے اسے پیٹھ پھیر کر جاتے ہوئے پیچھے سے جا کر قتل

کیا تو سلب کیا ہوا مال اس کے لیے نہیں ہوگا۔ اصحاب شافعی میں سے ابو العباس بن سریج نے کہا ہے: یہ حدیث من قتل قتیلا فله سلبه (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۷) اپنے عموم پر نہیں ہے، کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جس نے کسی قیدی یا عورت یا بوڑھے کو قتل کیا تو ان میں سے کسی سے چھینا ہوا مال اس کا نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جس نے کسی زخمی کو مار دیا اور اسے قتل کر دیا جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے (تو ان کا سامان قاتل کے لیے نہ ہوگا) فرمایا: اس شکست خوردہ کا حکم بھی اسی طرح ہے، جس کے شکست کھانے میں اور پسپا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، تو وہ بندھے ہوئے آدمی کی مثل ہے۔ فرمایا: پس اس سے معلوم ہو گیا کہ سلب شدہ مال کو جو قاتل کے لیے بنایا گیا ہے تو وہ کسی زائد معنی کی وجہ سے ہے یا پھر اس کے لیے ہے جس کے قتل میں فضیلت ہو اور وہ قاتل کے سامنے ہونا ہے، کیونکہ اس صورت میں (مقابلے کی) مشقت ہوتی ہے۔ اور رہا وہ جس کے لیے زخموں کے سبب مقابلہ کرنا یا بھاگنا دوڑنا مشکل ہو جائے تو اسے قتل کرنے میں سامان قاتل کے لیے نہ ہوگا۔ اور علامہ طبری نے کہا ہے: چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا، چاہے وہ اسے سامنے سے آتے ہوئے قتل کرے یا پیٹھ کے پیچھے سے، بھاگتے ہوئے یا مقابلہ کرتے ہوئے بشرطیکہ وہ میدان جنگ میں ہو۔

اس کا رد اس روایت میں ہوتا ہے جس کا ذکر عبدالرزاق اور محمد بن بکر نے ابن جریج سے کیا ہے انہوں نے کہا میں نے نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ہم مسلسل یہ سنتے رہے ہیں کہ جب مسلمان اور کفار میدان جنگ میں ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور مسلمانوں میں سے کوئی آدمی کفار میں سے کسی آدمی کو قتل کر دے تو بلاشبہ اس کا چھینا ہوا مال اس کے لیے ہوگا، مگر یہ کہ وہ انتہائی زور دار جنگ کے دوران قتل ہو، کیونکہ اس وقت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے اسے قتل کیا ہے۔ پس اس قول کا ظاہر طبری کے اس قول کا رد کرتا ہے کہ انہوں نے چھینے ہوئے مال میں یہ شرط لگائی ہے کہ قتل میدان جنگ میں ہو۔ اور ابو ثور اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا چاہے وہ میدان جنگ میں ہو یا باہر، سامنے کی جانب ہو یا پیچھے کی جانب، بھاگتے ہوئے یا مقابلے کے لیے شوخی کا اظہار کرتے ہوئے ہو، تمام حالتوں میں (چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا) کیونکہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد عام ہے: من قتل قتیلا فله سلبه (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۷) (جس کسی نے کسی مقتول کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا مال اس کے لیے ہوگا)

میں (مفسر) کہتا ہوں: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت میں بنی ہوازن کی جنگ میں شریک تھے پس اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت میں دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک سرخ اونٹ پر ایک آدمی آیا، اس نے اپنا اونٹ بٹھایا، پھر اونٹ کے تنگ سے رسی کھولی اور اس کے ساتھ اونٹ کو باندھ دیا، پھر آگے بڑھا اور قوم کے ساتھ مل کر کھانا کھانے لگا اور غور سے دیکھنے لگا۔ اور ہم میں کمزور لوگ بھی تھے ان کی سواریاں بھی نحیف اور لاغر تھیں اور بعض ہم میں پیدل تھے، جب کہ وہ تیزی کے ساتھ نکلا، اپنی سواری کے پاس آیا: اس کی رسی (ڈھنگا) کو کھولا پھر اسے بٹھایا اور اس پر بیٹھ گیا اور اسے تیز چلا دیا اور اونٹ اسے لے کر خوب تیزی سے چلنے لگا، تو ایک آدمی نے خاکستری رنگ کی اونٹنی پر اس کا پیچھا کیا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں انتہائی تیزی کے ساتھ نکلا اور میں اونٹنی کی سرین کے قریب ہو گیا، پھر میں مزید آگے بڑھا یہاں تک کہ میں اونٹ کی سرین کے قریب ہو گیا، پھر مزید آگے بڑھا یہاں تک کہ اونٹ کہ مہار کو پکڑ لیا اور اسے بٹھایا، پس جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا میں نے اپنی تلوار سونتی اور اس آدمی کے سر پر ماری تو وہ گر پڑا (یعنی مر گیا) پھر میں اس اونٹ کو پکڑ کر لے آیا، اس پر اس کا کجاوہ (بمع سازو سامان) اور اس کے ہتھیار بھی تھے۔ پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرا استقبال کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اور لوگ بھی تھے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "کس نے اس آدمی کو قتل کیا"؟ لوگوں نے عرض کی: ابن اکوع نے۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: لہ سلبہ اجمع (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۹-۸۸) اس سے چھینا ہوا مال اس کے لیے ہے۔ پس یہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اسے بھاگتے ہوئے قتل کیا نہ کہ سامنے سے آتے ہوئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سے چھینا ہوا مال اسے عطا فرما دیا۔ اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حجت ہے کہ امام کی اجازت کے بغیر قاتل سلب شدہ مال کا مستحق نہیں ہوتا، کیونکہ اگر نفس قتل کے ساتھ ہی وہ اس کے لیے ثابت ہو جاتا تو آپ کو یہ قول مکرر لانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور آپ کی حجت وہ روایت بھی ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے انہوں نے بیان کیا: ابو الاحوص نے اسود بن قیس سے انہوں نے بشر بن علقمہ سے ہمیں روایت بیان کی ہے کہ جنگ قادسیہ کے دن میں نے ایک آدمی کو دعوت مبارزت دی اور میں نے اسے قتل کر دیا اور اس کا مال لے لیا، پھر میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو خطاب کیا پھر فرمایا: یہ بشر بن علقمہ کا چھینا ہوا مال ہے اور یہ بارہ ہزار درہم سے بہتر (اور زیادہ) ہے۔ اور ہم نے یہ اسے بطور تنفیل (انعام) دے دیا۔ پس اگر چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوتا اور محض حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قضا سے ہوتا تو پھر اس چیز کی ضرورت نہ ہوتی کہ وہ اپنے اجتہاد کے ساتھ امر کی نسبت اپنی ذاتوں کی طرف کریں اور یقیناً قاتل ان کے امر کے بغیر اس سامان کو لے سکتا۔ واللہ اعلم

اور صحیح میں ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفرا رضی اللہ عنہما نے اپنی تلواروں کے ساتھ ابو جہل پر حملہ کیا، یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا، پھر وہ دونوں حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: "تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے"؟ تو ان دونوں میں سے ہر ایک نے عرض کی: میں نے اسے قتل کیا ہے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں تلواروں کو غور سے دیکھا اور فرمایا: "تم دونوں نے ہی اسے قتل کیا ہے" (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ اور پھر اس سے چھینے ہوئے مال کا فیصلہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموع کے حق میں فرمایا۔ تو یہ اس پر نص ہے کہ سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں، کیونکہ اگر اس کے لیے ہوتا تو حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے ان دونوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے۔

اور صحیح میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے انہوں نے کہا: میں ان کے ساتھ نکلا جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں غزوہ موتہ کے لیے نکلے تھے۔ اور یمن سے آنے والے معاونین اور مددگاروں میں سے ایک آدمی نے میرے مرافقت اور سنگت اختیار کی۔ آگے حدیث بیان کی۔ اس میں ہے کہ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خالد! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سلب کیے ہوئے مال کا فیصلہ قاتل کے لیے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، لیکن

میں اسے کثیر سمجھتا ہوں (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ ابوبکر برقانی نے اپنی اس اسناد کے ساتھ اسے روایت کیا ہے جس کے ساتھ مسلم نے اسے روایت کیا اور اس میں یہ زائد ذکر کیا کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سلب کیے ہوئے مال کا خمس نہیں نکالا اور بے شک وہ معاون و مددگار غزوہ موتہ میں ان کا ساتھی تھا جو شام کی طرف سے آیا ہوا تھا، اس نے کہا: ان میں سے ایک رومی بڑی شدت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے لگا اور وہ اشقر (سرخ وزرد رنگ) گھوڑے پر سوار تھا۔ زین سنہری تھی، کمر کا کپڑا لتھڑا ہوا تھا اور تلوار سونے کے ساتھ آراستہ کی ہوئی تھی۔ راوی نے بیان کیا: وہ انہیں انکسار ہا تھا، فرمایا: پس میرا معاون ان کے لیے مہربان ہوا (یعنی اس نے اپنا رخ اس کی طرف پھیرا) یہاں تک کہ اس کے پاس سے گزرا اور اس کے گھوڑے کی کونچوں پر وار کیا اور وہ گر پڑا اور اس نے اسے تلوار کیساتھ اٹھایا اور اسے قتل کر دیا اور اس کا اسلحہ لے لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ اسے دیا اور اس میں سے کچھ روک لیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس میں نے انہیں کہا: یہ سارے کا سارا اسے عطا فرما دو۔ کہا آپ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے: السلب للقاتل (سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے ہے) انہوں نے فرمایا: ہاں، لیکن میں اسے زیادہ خیال کرتا ہوں۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میرے اور ان کے درمیان گفتگو ہوئی، تو میں نے انہیں کہا: میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور آگاہ کروں گا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس جب ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع ہوئے تو حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا تو آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تم نے اسے کیوں نہیں دیا''؟ تو انہوں نے عرض کی: میں نے اسے بہت زیادہ سمجھا۔ آپ نے فرمایا: ''پس تم اسے وہ سب دے دو'' تو میں نے انہیں کہا: کیا میں نے آپ کے لیے وہ وعدہ پورا نہیں کر دیا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا؟ راوی کہتے ہیں: پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غصے میں ہو گئے اور فرمایا: ''اے خالد تو اسے نہ دینا کیا تم میرے لیے میرے امراء (افسر) کو چھوڑ رہے ہو'' (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ تو یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ قاتل سلب کیے ہوئے مال کا نفس قتل سے مستحق نہیں ہوتا، بلکہ امام کی رائے اور اس کی نظر سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: سوائے خاص مقابلہ کے سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۵۔

چھینے ہوئے مال سے خمس نکالنے کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔ اور ابواسحاق نے کہا ہے: اگر چھینا ہوا مال تھوڑا ہو تو وہ قاتل کے لیے ہوگا اور اگر زیادہ ہو تو پھر اس سے خمس لیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی کیا جس وقت وہ مرزبان کے مقابل ہوئے اور اسے قتل کر دیا تو اس کے کمر بند اور اس کے کنگنوں کی قیمت تیس ہزار تھی تو آپ نے اس کا خمس نکالا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے مشرکین کے سو آدمی قتل کیے مگر مقابلہ ایک آدمی کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے جب زارہ (بحرین کا ایک گاؤں) پر حملہ کیا تو الزارہ کے دہقان نکل آئے اور انہوں نے

کہا: ایک ایک آدمی ایک دوسرے کے مقابل تھا، پس حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اس (مرزبان) سے مقابلہ کیا دونوں کی ایک دوسرے کے خلاف تلواریں چلیں، پھر دونوں نے ایک دوسرے کا گلا پکڑ لیا اور حضرت براء نے اسے سرین کے بل گرا دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے، پھر تلوار پکڑی اور اسے ذبح کر دیا۔ اس کے ہتھیار اور اس کا کمر بند اٹھا لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے، تو آپ نے ہتھیار انہیں بطور انعام (نفل) عطا فرما دیئے اور کمر بند کی تیس ہزار قیمت لگائی پھر اس سے خمس نکالا اور فرمایا: بے شک یہ مال ہے۔ اور امام اوزاعی اور مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے: چھینا ہوا مال، مال غنیمت ہے اور اس میں خمس بھی ہے۔ اور اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حجت وہ روایت ہے جسے ابوداؤد نے عوف بن مالک اشجعی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مقتول سے چھینے ہوئے مال کا قاتل کے لیے فیصلہ فرمایا اور اس چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں لیا۔

مسئلہ نمبر ۶

جمہور علماء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ سلب کیا ہوا مال قاتل کو نہیں دیا جائے گا مگر اس صورت میں کہ وہ اس قتل کرنے پر گواہ پیش کرے۔ ان میں سے اکثر نے کہا ہے: ایک شاہد کی شہادت کافی ہوگی۔ ان کی بنیاد حضرت ابوقتادہ کی حدیث پر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو گواہ ہوں یا پھر ایک شاہد ہو اور ساتھ قسم بھی ہو۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: قاتل کو چھینا ہوا مال صرف دعویٰ کے ساتھ دے دیا جائے گا، اس کے استحقاق کے لیے بینہ شرط نہیں ہے، بلکہ اگر وہ اس پر متفق ہو جائے تو پھر تنازعہ ختم کرنے لیے بینہ لانا اولیٰ ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو مقتول سے چھینا ہوا مال بغیر کسی شہادت اور قسم کے عطا فرمایا۔ اور ایک آدمی کی شہادت کافی نہیں ہوگی اور نہ صرف اس کیساتھ کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ لیث بن سعد نے یہی کہا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: میں نے اپنے شیخ الحافظ المنذری الشافعی ابومحمد عبدالعظیم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسود بن خزاعی اور عبداللہ بن انیس کی شہادت کے ساتھ انہیں مقتول کا مال عطا فرمایا۔ اس بنا پر تو نزاع ختم ہو جاتا ہے اور اشکال زائل ہو جاتا ہے اور حکم جاری رہے گا۔ اور رہے مالکیہ! تو وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ امام وقت کو اس بارے میں بینہ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ ابتداء امام کی طرف سے عطیہ ہے، پس اگر وہ شہادتیں شرط قرار دے تو اسے یہ اختیار ہے اور اگر شرط نہ قرار دے تو یہ جائز ہے کہ وہ اسے بغیر شہادت کے عطا کر دے۔

مسئلہ نمبر: ۷

سلب کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے؟ بس ہتھیار اور وہ تمام چیزیں جو جنگ کے لیے ضرورت ہوتی ہے اس کے سلب ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے اور گھوڑا بھی اس میں داخل ہے اگر اس نے اس پر قتال کیا ہو اور اس سے اسے گرایا گیا ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے گھوڑے کے بارے کہا ہے کہ وہ سلب میں شامل نہیں ہے۔ اور اس مال کے بارے اختلاف ہے جس کے ساتھ وہ جنگ کے لیے مزین اور آراستہ ہوتا ہے، پس امام اوزاعی نے کہا ہے: وہ سارے کا سارا مال سلب میں سے

ہے۔اور ایک جماعت نے کہا ہے: وہ سلب میں سے نہیں ہے۔اور یہ حضرت سحنون رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، سوائے کمر بند کے کیونکہ ان کے نزدیک وہ سلب میں سے ہے۔اور ابن حبیب نے ''الواضحہ'' میں کہا ہے: کنگن مال سلب میں سے ہیں۔

(المحرر الوجیز، زیر آیت)۔

مسئلہ نمبر: ۸

قولہ تعالیٰ: آیت: فان لله خمسه ابوعبید نے کہا ہے: یہ اس سورت کی پہلی آیت قل الانفال لله والرسول کے لیے ناسخ ہے۔اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غنائم بدر میں سے خمس نہیں نکالا تھا، پس اس آیت کے ساتھ خمس نہ نکالنے کے بارے میں آپ کا فیصلہ منسوخ ہوگیا، مگر صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے: کہ ''بدر کے دن مال غنیمت میں سے میرے حصے میں دو سال کی اونٹنی تھی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس دن خمس سے دو سال کی اونٹنی مجھے عطا فرمائی''۔ (سنن ابی داود، کتاب الخراج، جلد ۲، صفحہ ۶۳) الحدیث۔ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خمس نکالا، پس اگر معاملہ اس طرح ہے تو پھر ابوعبید کا قول مردود ہے۔ابن عطیہ نے کہا ہے: یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ خمس جس کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے وہ ان غزوات میں سے کسی کا ہو جو بدر اور احد کے درمیان وقوع پذیر ہوئے۔اور وہ غزوہ بنی سلیم، غزوہ بنی مصطلق، غزوہ ذی امر اور غزوہ بحران ہیں۔ان میں کوئی یادگار جنگ تو نہیں ہوئی، لیکن یہ ممکن ہے کہ مال غنیمت حاصل کیا گیا ہو۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۹)۔ واللہ اعلم

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس تاویل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں یومئذ کے الفاظ رد کرتے ہیں، کیونکہ اشارہ اس دن کی طرف ہے جس میں بدر کے غنائم کو تقسیم کیا گیا، مگر یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ خمس سے ہو اگرچہ بدر کے غنائم سے خمس نہ بھی نکالا گیا ہو، (وہ) سریہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خمس میں سے ہو، کیونکہ وہی پہلا مال غنیمت ہے جو اسلام میں حاصل ہوا اور پہلا خمس ہے جو اسلام میں نکالا گیا تھا۔ بعد ازاں قرآن کریم میں آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه ارشاد نازل ہوا۔اور یہ پہلی تاویل سے اولی اور بہتر ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر ۹

قول باری تعالیٰ: آیت: ما غنمتم میں ما بمعنی الذی ہے اور اس میں ھا ضمیر محذوف ہے۔ (اصل میں) الذی غنمتموہ ہے۔اور اس میں (یعنی فان فیہ) فا داخل کی گئی ہے کیونکہ کلام میں مجازات کے معنی ہیں اور دوسرا ان پہلے کے لیے تاکید ہے۔اور اس پر کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے۔اور یہ ابوعمرو سے مروی ہے۔حسن نے کہا ہے: یہ مفتاح کلام ہے۔ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے، اسے نسائی نے ذکر کیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے فئی اور خمس کے بارے کلام کا آغاز اپنی ذات کے ذکر سے کیا ہے، کیونکہ یہ دونوں انتہائی اشرف و اعلیٰ کسب (کمائی) ہیں اور صدقہ کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کی میل ہے۔

مسئلہ نمبر: ۱۰

خمس کی تقسیم کی کیفیت میں علماء کے مابین اختلاف ہے اس بارے چھ اقوال ہیں:

(۱) ایک جماعت نے کہا ہے: خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، پس چھٹا حصہ کعبہ معظمہ کے لیے رکھا جائے گا اور یہی ہو حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور دوسرا حصہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہوگا۔ تیسرا حصہ ذوی القربیٰ کے لیے۔ چوتھا یتامیٰ کے لیے۔ پانچواں حصہ مساکین کے لیے۔ اور چھٹا حصہ ابن سبیل کے لیے ہوگا۔ یہ قول کرنے والوں میں سے بعض نے کہا ہے: وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ حاجت مندوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔

(۲) ابو العالیہ اور ربیع نے کہا ہے: مال غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا، پھر ان میں سے ایک حصہ الگ کرلیا جائے گا اور بقیہ چار حصے لوگوں میں تقسیم کردیئے جائیں گے، پھر اس جدا کیے گئے حصہ پر اپنا ہاتھ مارا جائے گا پس اس میں سے جس شی پر قبضہ کرلیا گیا اسے کعبہ معظمہ کے لیے مقرر کردیا جائے، پھر اس باقی ماندہ حصہ کو پانچ حصوں پر تقسیم کردیا جائے گا، ایک حصہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہوگا، ایک حصہ ذوی القربیٰ کے لیے، ایک یتامیٰ کے لیے، ایک حصہ مساکین کے لیے اور ایک حصہ ابن سبیل کے لیے ہوگا۔

(۳) منہال بن عمرو نے کہا ہے: میں نے عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین سے خمس کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ ہمارے لیے ہے۔ میں نے علی کو کہا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت: والیتمی والمسکین وابن السبیل تو انہوں نے فرمایا: مراد ہمارے یتیم اور ہمارے مساکین ہیں۔

(٤) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسے پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حصہ کو ایک قرار دیا ہے اور یہ کہ اسے مومنین کے مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔ اور بقیہ چار حصے آیت میں مذکور چار صنفوں پر خرچ کیے جائیں گے۔

(٥) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اسے تین حصوں پر تقسیم کیا جائے گا: یتامی، مساکین اور ابن سبیل پر۔ اور آپ کے نزدیک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرابت داروں کا حکم آپ کے وصال کے ساتھ ختم ہو چکا ہے، جیسا کہ آپ کے اپنے حصہ کا حکم ختم ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: خمس کو پلوں کی اصلاح، مساجد کی تعمیر، قضاۃ اور لشکریوں کی تنخواہ وغیرہ کے لیے خرچ کیا جائے گا۔ اسی طرح کا حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔

(٦) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اسے امام کی رائے اور اجتہاد کے سپرد کردیا جائے گا۔ پس وہ اس سے بغیر اندازے کے لے سکتا ہے اور اس سے اجتہاد کے ساتھ رشتہ داروں کو دے سکتا ہے اور باقی ماندہ مسلمانوں کے مصالح کے لیے خرچ کرے گا۔ اسی طرح خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے اور اسی کے مطابق عمل کیا ہے۔ اور اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے: مالی مما افاء اللہ علیکم الا الخمس والخمس مردود علیکم (السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصدقات، جلد ۷، صفحہ ۱۷) "اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مال غنیمت عطا فرمایا ہے میرے لیے اس میں سے سوائے خمس کے کچھ نہیں اور خمس بھی تم پر لوٹا دیا جائے گا"۔ کیونکہ آپ نے اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور نہ تین حصوں میں اور آیت میں جو ذکر کیا گیا ہے وہ محض ان پر تنبیہ کے لیے ذکر کردیا گیا، کیونکہ وہ ان میں سے زیادہ اہم ہیں جنہیں وہ دیا جاسکتا ہے۔ زجاج نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیلیے

حصت بیان کرتے ہوئے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ''آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرمایئے: جو کچھ خرچ کرو (اپنے) مال سے تو اس کے مستحق تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور مسکین ہیں اور مسافر ہیں''۔

اور آدمی کے لیے بالاجماع ان اصناف کے علاوہ کہیں اور خرچ کرنا جائز ہے جب وہ اسے زیادہ مستحق سمجھے۔ اور نسائی نے حضرت عطاء سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا خمس اور اس کے رسول معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خمس ایک ہی ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے لیتے تھے اور اس سے عطا بھی فرماتے تھے اور اسے جہاں چاہتے خرچ کرتے اور اس سے جو چاہتے بناتے۔

مسئلہ نمبر ۱۱

قولہ تعالیٰ: آیت: ولذی القربی اس میں لام بیان استحقاق اور ملکیت کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ مصرف اور محل بیان کرنے کے لیے ہے اور اس پر دلیل وہ روایت ہے جسے مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ فضل بن عباس اور ربیعہ ابن عبدالمطلب دونوں حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے، ان میں سے ایک نے گفتگو کی اور کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تمام لوگوں سے زیادہ نیک ہیں (صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۴۴) اور عام لوگوں سے بڑھ کر آپ لوگوں کو ملانے والے ہیں۔ تحقیق ہم نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں ہم آپ کے پاس حاضر ہیں تاکہ آپ ہمیں ان بعض صدقات پر امارت عطا فرما دیجیے، تو ہم آپ کو اسی طرح ادا کریں گے جیسے لوگ ادا کرتے ہیں اور ہم اسی طرح حصہ دیں گے جیسے لوگ دیتے ہیں۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) طویل وقت تک خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے آپ سے کلام کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ فرماتے ہیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہ پردے کے پیچھے سے ہمیں اشارہ فرما رہی تھیں کہ تم آپ سے کلام نہ کرنا۔ راوی کا بیان ہے: پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''بے شک صدقہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے حلال نہیں بلاشبہ وہ لوگوں کی میل ہے، تم دونوں محمیہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ وہ خمس پر مامور تھے۔ اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو بلا کر لاؤ''۔ بیان فرمایا: پھر وہ دونوں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے محمیہ کو فرمایا: ''تو اس بچے یعنی فضل بن عباس کا نکاح اپنی بچی سے کر دے''۔ تو اس نے ان کا نکاح کر دیا اور نوفل بن حارث کو فرمایا: ''تو اس بچے یعنی ربیعہ بن عبدالمطلب کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے'' اور پھر محمیہ کو فرمایا: ''تو ان دونوں کی طرف سے خمس میں اتنا اتنا صدقہ کر دے''۔ اور وہ خمس بھی تم پر لوٹا دیا گیا ہے''۔ تحقیق آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مذکردہ تمام اصناف کو عطا کیا اور بعض کو بھی اور آپ نے اس میں سے مولفۃ قلوب کو بھی دیا۔ اور یہ ان میں سے نہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تقسیم میں فرمایا ہے۔ پس یہ اس پر دلیل ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

مسئلہ نمبر: ۱۲

علماء نے ذوی القربی کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) تمام کے تمام قریش، یہ قول بعض سلف نے کہا ہے، کیونکہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب صفا پہاڑی پر چڑھے اور آپ بلند آواز سے پکارنے لگے: ''اے بنی فلاں، اے بنی عبد مناف، اے بنی عبد المطلب، اے بنی کعب، اے بنی مرہ، اے بنی عبد شمس اپنے آپ کو آتش جہنم سے بچالو'' (الحدیث) عنقریب اس کا بیان سورۃ الشعراء میں آئے گا۔

(۲) امام شافعی، امام احمد، ابوثور، مجاہد، قتادہ، ابن جریج اور مسلم بن خالد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: وہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں، کیونکہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے درمیان تقسیم فرمایا تو فرمایا: ''بلاشبہ انہوں نے مجھے جدا نہیں کیا نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ زمانہ اسلام میں بے شک بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۴، صفحہ ۸۱) ایک ہی شے ہیں''۔ اور اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے جال بنایا، اسے نسائی اور بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: لیث نے بیان کیا کہ مجھے یونس نے بتایا اور یہ زائد بیان کیا: حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے لیے کوئی شے تقسیم نہیں کی۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: عبد شمس، ہاشم، مطلب یہ سب ماں کی جانب سے بھائی ہیں اور ان کی ماں عاتکہ بنت مرہ تھی اور نوفل ان کے باپ کی جانب سے ان کا بھائی تھا۔ امام نسائی نے کہا ہے، حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ذوی القربیٰ کو حصہ دیا اور وہ (ذوی القربیٰ) بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں، ان میں غنی بھی ہیں اور فقیر بھی۔

اور یہ بھی کہا گیا: بے شک ان میں سے فقیر کے لیے تو حصہ ہے لیکن غنی کے لیے نہیں، جیسا کہ یتامیٰ اور ابن سبیل کے لیے ہے۔ اور میرے نزدیک راہ صواب کے زیادہ قریب دونوں قولوں میں سے یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ اس میں صغیر و کبیر اور مونث و مذکر سبھی برابر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے لیے قرار دیا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان میں اسے تقسیم فرمایا ہے۔ اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہو۔

(۳) ذوی القربیٰ سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں۔ اسے مجاہد اور علی بن حسین نے بیان کیا ہے۔ اور یہی امام مالک، ثوری اور اوزاعی وغیرہم کا قول ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳:

جب اللہ تعالیٰ نے خمس کا بیان فرمایا ہے اور بقیہ چار حصوں سے سکوت فرمایا ہے، تو یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ لشکریوں کی ملکیت ہیں۔ اور حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے اپنے اس ارشاد کے ساتھ بیان کیا ہے: ''جس بستی کے رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی تو بلاشبہ اس بستی کا خمس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہے پھر وہ تمہارے لیے ہے'' (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، صفحہ ۷۴)۔ اور یہ وہ ہے جس میں نہ امت کے درمیان اختلاف ہے اور نہ ہی ائمہ کے درمیان، جیسا کہ علامہ ابن عربی نے احکام وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ مگر یہ کہ اگر امام قیدیوں کو رہا کر کے ان پر احسان کرنا چاہے تو وہ کر لے۔ اور ان میں غانمین کے حقوق باطل ہو جائیں گے، جیسا کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ثمامہ بن اثال وغیرہ کے ساتھ کیا اور فرمایا: ''اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ ان قیدیوں (مراد بدر کے قیدی ہیں) کے بارے گفتگو کرتا

تو میں اس کے لیے انہیں چھوڑ دیتا'' (مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، جلد ۵، صفحہ ۲۰۹)۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے درحقیقت قریش مکہ کے معاہدہ کو توڑنے میں اس نے جو کردار ادا کیا تھا اس کے بدلہ کے لیے آپ نے یہ فرمایا: اور امام کو اختیار ہے کہ وہ تمام قیدیوں کو قتل کر دے۔ تحقیق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عقبہ بن ابی معیط کو قیدیوں کے درمیان سے پکڑ کر قتل کر دیا اور اسی طرح نضر بن حارث کو صفراء کے مقام پر پکڑ کر قتل کیا اور یہ وہ حکم ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے دوسرے لشکریوں کے حصہ کی طرح حصہ ہوتا تھا چاہے آپ جنگ میں حاضر ہوتے یا وہاں سے غائب ہوتے۔ اور صفی کا حصہ بھی ہوتا، آپ تلوار، تیر یا خادم یا کوئی جانور چن سکتے تھے۔ حضرت صفیہ بن حیی خیبر کے غنائم میں سے چنی ہی گئی تھیں (سنن ابی داود، کتاب الخراج، حدیث نمبر ۲۶۰۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔ اور اسی طرح ذوالفقار (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلوار کا نام ہے) بھی صفی میں سے تھی (جامع ترمذی، حدیث نمبر ۱۴۸۵، سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۷۹۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔ اور یہ حصہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے ساتھ ختم ہو گیا۔ مگر ابوثور کے نزدیک اب بھی امام وقت کے لیے یہ حصہ باقی ہے وہ اسے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حصے کے استعمال کی جگہ استعمال کر سکتا ہے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اہل جاہلیت اپنے سردار کے لیے مال غنیمت کا چوتھائی حصہ رکھتے تھے۔ ان کے شاعر نے کہا ہے:

لك المرباع منها والصفايا وحكمك والنشيطة والفضول

اور دوسرے شاعر نے کہا ہے:

منا الذی ربع الجیوش لصلبه عشرون وهو یعد فی الاحیاء

کہا جاتا ہے: ربع الجیش یربعہ رباعۃ جب وہ مال غنیمت کا چوتھائی حصہ لے لے۔ اصمعی نے کہا ہے: جاہلیت میں چوتھائی حصہ تھا اور اسلام میں پانچواں حصہ ہے۔ پس اس وقت سردار بغیر کسی شریعت اور دین کے مال غنیمت سے چوتھائی حصہ لیتا تھا اور اس سے جو چاہتا چن لیتا تھا، پھر صفی کے بعد جس شی کے بارے چاہتا اسی کے مطابق وہ فیصلہ کر دیتا اور گھریلو سامان اور دیگر ساز و سامان میں سے کوئی شی جو اس سے الگ ہوتی اور اس سے بچتی وہ اس کے لیے ہوتی، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ساتھ اس کے لیے دین کا حکم نافذ فرمایا: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه اور اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے صفی (چناؤ) کا حصہ باقی رکھا اور زمانہ جاہلیت کا حکم ساقط کر دیا۔

اور عامر شعبی نے کہا ہے: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ایک حصہ تھا وہ صفی کہلاتا تھا اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی غلام یا کنیز یا گھوڑے میں سے چاہتے تو آپ اسے خمس نکالنے سے پہلے چن سکتے تھے، اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے انہوں نے بیان کیا: پس کسی غلام سے ملتے اور کہتے: ''اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت عطا نہیں کی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تیری شادی نہیں کروائی اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ کو مسخر نہیں کیا اور تجھے چھوڑ نہیں دیا تو سردار بن جا اور چوتھائی لے'' (صحیح مسلم، کتاب الزہد، جلد ۲، صفحہ ۴۰۹) الحدیث۔

اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں تربع کا معنی ہے تاخذ المرباع یعنی تیری قوم کو غنائم اور دیگر کمائی میں سے

جو مال حاصل ہوتا ہے اس سے چوتھائی لے۔ بعض اصحاب شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ خمس کا خمس حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے تھا آپ اسے اپنی اولاد اور اپنی ازواج مطہرات کی حاجات پورا کرنے کے لیے خرچ کرتے تھے اور اپنے سال بھر کی خوراک اس سے ذخیرہ کر لیتے تھے۔ اور باقی ماندہ گھوڑوں اور اسلحہ وغیرہ میں خرچ کرتے تھے۔ اسے وہ روایت رد کرتی ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: بنی نضیر کے اموال ان میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عطا فرمائے لیکن اس پر مسلمانوں نے گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ کوئی سعی نہیں کی، پس وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے خاص تھے، آپ اس میں سے اپنی ذات پر سال بھر کی خوراک خرچ کرتے تھے اور مابقی فی سبیل اللہ گھوڑوں اور اسلحہ کی تیاری میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور فرمایا: والخمس مردود علیکم ''اور خمس بھی تم پر لوٹا دیا گیا''۔

مسئلہ نمبر ۱۴

کتاب اللہ میں گھوڑ سوار کو پیدل پر فضیلت دینے کے بارے کچھ نہیں ہے، بلکہ اس میں یہ ہے کہ وہ سب برابر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمس کے بعد بقیہ چار حصے ان کے لیے رکھے ہیں اور اس میں پیدل کو گھوڑ سوار سے خاص نہیں کیا۔ اگر حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اخبار وارد نہ ہوتیں تو یقیناً گھوڑ سوار پیدل کی طرح ہوتا، غلام آزاد کی مثل ہوتا اور بچہ بالغ کے برابر ہوتا۔

علماء نے چار حصوں کی تقسیم میں اختلاف کیا ہے، پس وہ موقف جو اس بارے میں عام اہل علم نے اپنایا ہے اسے ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ گھوڑ سوار کو دو حصے دیئے جائیں گے اور پیدل کو ایک حصہ۔ اور جنہوں نے یہ کہا ہے ان میں امام مالک بن انس ہیں اور اہل مدینہ میں سے جو ان کے متبعین ہیں۔ اسی طرح امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور اہل شام میں سے وہ جنہوں نے ان سے موافقت کی ہے۔ اور اسی طرح ثوری اور اہل عراق میں جو ان کے ہم خیال ہیں نے کہا ہے اور یہی لیث بن سعد کا قول ہے اور ان اہل مصر میں سے جنہوں نے ان کی اتباع کی ہے۔ اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے۔ اسی کے مطابق امام احمد بن حنبل، اسحاق، ابوثور، یعقوب اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے: ہم کسی کو نہیں جانتے سوائے حضرت نعمان (امام ابوحنیفہ) کے جس نے اس میں اختلاف کیا ہو، کیونکہ آپ نے اس میں سنن اور جس نظریہ پر قدیم وجدید عظیم اہل علم ہیں سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے: گھوڑ سوار کو بھی صرف ایک حصہ دیا جائے گا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: شاید اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے شبہ واقع ہوا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھوڑ سوار کے لیے دو حصے رکھے اور پیدل کے لیے ایک حصہ۔ اسے دارقطنی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے: رمادی نے کہا ہے اسی طرح ابن نمیر کہتے ہیں کہ ہمیں نیشاپوری نے بتایا: یہ میرے نزدیک ابن ابی شیبہ یا رمادی کی جانب سے وہم ہے۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل اور عبدالرحمن بن بشر وغیرہما نے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آدمی اور اس کے گھوڑے کے لیے تین حصے مقرر کیے، ایک حصہ آدمی کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۲، صفحہ ۴۱)۔ اسی طرح اسے عبدالرحمن ابن بشر نے عبداللہ بن نمیر سے انہوں نے عبیداللہ

بن عمر سے انہوں نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور پوری حدیث ذکر کی ہے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور اس کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر کیا (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، جلد ۱، صفحہ ٤٠١)۔ اور یہ نص ہے۔ اور تحقیق دار قطنی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بدر کے دن مجھے چار حصے عطا فرمائے، دو حصے میرے گھوڑے کے لیے، ایک حصہ میرے لیے اور ایک حصہ ذوی القرابہ میں سے میرے ماں کے لیے۔ اور ایک روایت میں ہے: اور ایک حصہ ان کی ماں کے لیے تھا وہ ذوی القربی کا حصہ تھا۔ اور انہوں نے بشر بن عمرو بن محصن سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے گھوڑے کے لیے چار حصے عطا فرمائے اور میرے لیے ایک حصہ، پس میں نے پانچ حصے لیے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: بے شک یہ امام کے اجتہاد کی طرف راجع ہے (یعنی ان کے سپرد ہے) جو اس کی رائے ہوگی وہ نافذ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر: ۱۵

گھڑسوار اور پیدل کے درمیان ایک سے زیادہ گھوڑوں کے ساتھ فرق نہیں کیا جائے گا (یعنی گھڑسوار کے لی صرف ایک گھوڑے کا اعتبار ہوگا اس سے زائد گھوڑوں کا اعتبار نہ ہوگا۔) یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ایک سے زیادہ گھوڑوں کا حصہ بھی دیا جائے گا، کیونکہ اس کی مشقت زیادہ ہے اور منفعت عظیم ہے۔ اس کے مطابق ہمارے اصحاب میں سے ابن الجہم نے بیان کیا ہے اور اسے سحنون نے ابن وہب سے روایت کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مروی اس روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے ایک گھوڑے سے زیادہ کو حصہ عطا فرمایا اور اسی طرح آپ کے بعد ائمہ بھی ہیں، کیونکہ دشمن کے لیے قتال کرنا ممکن نہیں ہے مگر صرف ایک گھوڑے پر اور جو اس سے زائد ہوں گے وہ محض تیاری میں زیادتی اور سہولت و آسانی کے لیے ہوں گے۔ اور وہ حصوں کی زیادتی میں موثر نہیں ہوں گے۔ تو یہ اس کی طرح ہے جس کے پاس زیادہ تلواریں یا نیزے ہوں اور اس میں قیاس تیسرے اور چوتھے نمبر کا ہے۔ اور سلیمان بن موسیٰ سے روایت ہے: اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا جس کے پاس گھوڑے ہوں۔ ہر گھوڑے کے لیے ایک حصہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱٦

صرف عربی گھوڑوں کا حصہ دیا جائے گا، کیونکہ ان میں کر و فر ہے اور رومی گھوڑے اس معاملہ میں ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جو اس طرح نہیں ان کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: اگر امام وقت ان کی اجازت دے دے تو پھر ان کے لی حصہ بھی نکالے، کیونکہ گھوڑوں کے ساتھ نفع حاصل کرنا جگہ کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ پس رومی گھوڑے کٹھن اور مشکل جگہوں میں کام کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں مثلاً گھاٹیاں اور پہاڑ وغیرہ اور عربی گھوڑے ایسی جگہوں میں زیادہ کام آتے ہیں جن میں کر و فر (بار بار پلٹ کر حملہ کرنا) ہوتا ہے، پس یہ امام کی رائے کے متعلق ہوگا۔ کتاب میں العتاق سے مراد عربی گھوڑے ہیں اور الھجن والبراذین سے مراد رومی گھوڑے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۷

ہمارے علماء نے ضعیف اور کمزور گھوڑے کے بارے اختلاف کیا ہے۔ پس اشہب اور ابن نافع نے کہا ہے: اس کے لیے کوئی حصہ نہ نکالا جائے گا، کیونکہ ایسے گھوڑے پر جنگ کرنا ممکن نہیں ہوتی پس وہ ٹوٹے ہوئے (کسیر) کے مشابہ ہوجائے گا۔ اب رہا مریض! تو اگر اسے ہلکی سی بیماری ہو مثلاً رہیص (گھوڑے کے کھر کے اندر زخم اور درد ہونا) اور اسی طرح کی کوئی ایسی بیماری جو اس سے مطلوبہ منفعت کے حصول میں مانع نہ ہو تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ اور ادھار لیے ہوئے اور اجرت پر لیے ہوئے گھوڑے کو حصہ دیا جائے گا۔ اور اسی طرح مغصوبہ گھوڑے کا حصہ بھی دیا جائے گا۔ اور اس کا حصہ اس کے مالک کے لیے ہوگا۔ اور وہ گھوڑے کے لیے حصہ کا مستحق ہوجاتا ہے اگرچہ وہ کشتیوں میں ہوں اور غنیمت سمندر میں حاصل ہو، کیونکہ وہ خشکی کی طرف اترنے کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔

مسئلہ نمبر: ۱۸

فالتو اور رذیل لوگوں کے لیے غنائم میں کوئی حق نہیں جیسا کہ مزدور اور وہ کاریگر جو کاروبار کے لیے لشکر کے ساتھ ہوجاتے ہیں، کیونکہ نہ وہ جنگ کا قصد کرتے ہیں اور نہ مجاہدین بن کر نکلتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: ان کو حصہ دیا جائے گا، کیونکہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد گرامی ہے: الغنیمة لمن شهد الواقعة (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۴۴) (جو جنگ میں حاضر ہوا اس کے لیے غنیمت ہے) اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ اس میں اس بارے کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث اس کے بیان اور وضاحت کے لیے ہے جو عملاً جنگ میں شریک ہوا اور اس کی طرف نکلا اور جنگجو اور اہل معاش (تجار) مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بیان کافی ہے اس حدیث سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو الگ الگ فرقے قرار دیا ہے، ہر ایک کے لیے حکم اس کی حالت کے مطابق ہے، پس ارشاد فرمایا: آیت: علم ان سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل الله واخرون یقاتلون فی سبیل الله (المزمل: ۲۰) ''وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ سفر کرتے ہوں گے زمین میں تلاش کر رہے ہوں گے اللہ کے فضل (رزق حلال) کو اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے''۔

مگر یہ کہ جب یہ لوگ (تجار) جنگ میں شریک ہوں پھر ان کا اپنے کاروبار میں مشغول ہونا ان کے لیے ضرر رساں نہیں، کیونکہ اب مال غنیمت میں استحقاق کا سبب ان کی جانب سے پایا گیا ہے۔ اور اشہب نے کہا ہے: ان میں سے کوئی اس کا مستحق نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ قتال بھی کرے، اسی طرح ابن قصار نے اجیر (مزدور) کے بارے کہا ہے کہ اس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا اگرچہ وہ عملاً جنگ میں شریک ہو۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کا رد کرتی ہے انہوں نے فرمایا: میں طلحہ بن عبید اللہ کے تابع تھا میں اس کے گھوڑے کو پانی پلاتا تھا اور اس پر کھریرا مارتا تھا اور اس کی خدمت کیا کرتا تھا اور اس کے کھانے میں سے کھالیتا تھا، الحدیث۔ اس میں ہے: پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے دو حصے عطا فرمائے، ایک گھوڑ سوار کا حصہ اور ایک پیدل کا حصہ، پس آپ نے دونوں کو میرے لیے جمع کر دیا۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابن قصار اور جس نے اس کے قول

کے مطابق قول کیا ہے اس نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اسے عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے، اور اس میں ہے: پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''یہ تین دینار اس کی دنیا اور آخرت کے معاملہ میں اس کی جنگ میں سے حصہ اور نصیب ہیں''

(مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، جلد ۵، صفحہ ۲۲۹، سنن ابی داود، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۱۶۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسئلہ نمبر: ۱۹

رہے غلام اور عورتیں! تو صاحب کتب کا مذہب یہ ہے کہ نہ ان کے لیے کوئی حصہ نکالا جائے گا اور نہ انہیں بچا کھچا سامان دیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں بچا کچھا تھوڑا تھوڑا مال دے دیا جائے گا۔ اور جمہور علماء نے یہی کہا ہے۔ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اگر عورت نے عملاً قتال کیا تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ اور ان کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر کے دن عورتوں کو حصص عطا فرمائے۔ انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک مسلمانوں نے اسی سے اخذ کیا ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے ابن حبیب بھی اسی قول کی طرف مائل ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے نجدہ کی طرف اپنے خط میں لکھا: تو مجھ سے سوال کرتا ہے کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عورتوں کو جنگ میں ساتھ لے جاتے تھے؟ تحقیق آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں غزوہ میں ساتھ لے جاتے اور وہ زخمیوں کی مرہم پٹی علاج وغیرہ کرتی اور انہیں مال غنیمت میں سے کچھ عطیہ دیا جاتا تھا اور رہا سہم (حصہ) تو ہو آپ نے انہیں نہیں دیا۔ اور جہاں تک بچوں کا تعلق ہے پس اگر وہ جنگ لڑنے کی طاقت رکھتے ہوں تو ہمارے نزدیک اس بارے میں تین اقوال ہیں: سہم مقرر کرنا اور سہم کی نفی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے (بالغ ہونے سے پہلے اس کے لیے مال غنیمت سے سہم نہیں ہے) اس کی وجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے یہی کہا ہے۔ ان کے درمیان فرق کرنا اس طرح کہ اگر وہ (بچہ) عملاً جنگ میں شریک ہو تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا اور اگر اس نے قتال نہیں کیا تو پھر اس کے لیے حصہ نہیں ہوگا۔ صحیح پہلا قول ہے، کیونکہ بنی قریظہ کے بارے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ حکم ارشاد فرمایا تھا کہ ان میں سے ان بچوں کو قتل کر دیا جائے جن کے بال پھوٹے ہوئے ہیں اور انہیں چھوڑ دیا جائے جن کے بال ابھی تک نہیں نکلے۔ اور اس میں جنگ کی طاقت رکھنے کا لحاظ رکھا گیا نہ کہ بالغ ہونا کا (۱)۔ اور ابوعمر نے ''الاستیعاب'' میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس انصار کے بچوں کو پیش کیا جاتا تھا پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے صاحب ادراک کو (لشکر کے ساتھ) ملا دیتے۔ تو ایک سال مجھے آپ پر پیش کیا گیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک بچے کو ملحق کر لیا اور مجھے رد کر دیا۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اسے شامل کر لیا ہے اور مجھے واپس لوٹا دیا ہے، حالانکہ اگر وہ مجھ سے کشتی لڑے تو میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے: پس ان سے مجھ سے کشتی لڑی تو میں نے اسے پچھاڑ دیا نتیجتاً آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے بھی ملا لیا (۲)۔ رہے غلام! تو ان کے لیے بھی نہ کوئی حصہ نکالا جائے گا اور انہیں حقیر سامان دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر 20۔ کافر جب امام وقت کی اجازت سے جنگ میں حاضر ہوا اور وہ عملاً قتال بھی کرے تو ہمارے نزدیک اس کو حصہ دینے کے بارے میں تین اقوال ہیں: سہم دینا اور اس کی نفی کرنا۔ اس کے مطابق امام مالک اور ابن قاسم نے کہا ہے۔ ابن حبیب نے یہ زائد کہا ہے کہ ان کے لئے کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور تیسرے میں تفریق کی جاتی ہے۔ اور وہ سخنون کا ہے۔ (فرق اس قدر ہے) کہ اگر مسلمان ذاتی اعتبار سے مستقبل اور طاقتور ہوں تو پھر کافر کو کوئی حصہ نہ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ مستقل نہ ہوئے اور انہیں کافر کی مدد کی ضرورت اور حاجت ہوئی تو اسے حصہ نہ دیا جائے گا۔ اور اگر عملاً جنگ میں شریک نہ ہوا تو وہ کسی شے کا مستحق نہ ہوگا۔ اسی طرح آزاد آدمیوں کے ساتھ غلاموں کا حکم دیا جائے گا۔ امام ثوری اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: انہیں کوئی حصہ نہ دیا جائے، البتہ انہیں بچا کچھا حقیر سامال دے دیا جائے گا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: امام وقت مطلق مال کے ساتھ انہیں اجرت پر لے سکتا ہے نہ کہ بعینہ تیرا مال اس کے لئے ہوگا۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حصہ انہیں دے دے۔ اور دوسرے مقام پر کہا ہے: وہ مشرکین کو بچا کچھا تھوڑا سامال دے سکتا ہے جب وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر قتال کریں۔ ابو عمر نے کہا ہے: تمام اس پر متفق ہیں کہ غلام ان افراد میں سے ہیں جن کی امان جائز ہوتی ہے، جب وہ قتال کریں۔ ابو عمر نے کہا ہے: تمام اس پر متفق ہیں کہ غلام ان افراد میں سے ہیں جن کی امان جائز ہوتی ہے، جب وہ قتال کرے تو اس کے لیے سہم نہیں ہوگا بلکہ اسے بچا کچا تھوڑا، سامال دے دیا جائے گا، پس کافر کے لئے بدرجہ اولی یہ حکم ہوگا کہ اسے سہم نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر: 21۔ اگر غلام اور اہل ذمہ چوری کرنے کے لیے نکلے اور وہ اہل حرب کا مال لے کر آ گئے تو وہ انہیں کا ہوگا، اس کا خمس نہیں نکالا جائے گا، کیونکہ ان میں سے کوئی آیت کے عموم میں داخل نہیں ہے: واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ اور نہ ہی کوئی عورت اس عموم میں داخل ہے۔ اور رہے کفار تو ان کا بغیر کسی اختلاف کے کوئی دخل نہیں ہے۔ اور سخنون نے کہا ہے: جو غلام کے قائم مقام ہوگا اس کا خمس نہیں نکالا جائے گا۔ اور ابن القاسم نے کہا ہے: خمس نکالا جائے گا، کیونکہ یہ جائز ہے کہ اس کا آقا اسے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے اور وہ دین کی خاطر جنگ لڑے، بخلاف کفار کے۔ اشہب نے کتاب محمد میں کہا ہے: جب گلام اور ذمی لشکر سے نکلیں اور مال غنیمت لے آئیں تو وہ مال غنیمت ان کے سو لشکر کے لیے بھی ہوگا۔

مسئلہ نمبر 22۔ سہم کے استحقاق کا سبب مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے جنگ میں حاضر ہونا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس اگر کوئی جنگ کے آخر میں بھی شریک ہوگا تو وہ اس کا مستحق ہوگا۔ اور اگر کوئی جنگ ختم ہونے کے بعد حاضر ہوا تو وہ مال غنیمت میں سے سہم (حصہ) کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وہ شکست خوردہ ہو کر غائب ہو گیا تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ اور اگر وہ جماعت کے ساتھ ملنے کے ارادہ سے نکلا (تا کہ قوت کے ساتھ پلٹ کر آئے) تو اس کا استحقاق ساقط نہ ہوگا۔ امام بخاری اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہما نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابان بن سعید کو ایک سریہ پر مدینہ طیبہ سے نجد کی جانب بھیجا۔ تو حضرت ابان بن سعید اور ان کے ساتھ اسے فتح کرنے کے بعد خیبر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آ ملے اور ان کے گھوڑوں کے تنگ (کھجور کی) چھال کے تھے۔ تو حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں تقسیم نہ کیجئے۔ تو حضرت ابان نے کہا: اے وبر (بلی کی مثل چھوٹا سا جانور) تو اس کے ساتھ بیری کے اوپر سے ہمارے اوپر نیچے

اترا ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں نے فرمایا: اے ابان بیٹھ جا" (1) اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں تقسیم فرمایا۔

مسئلہ نمبر 23۔ علماء کا ان کے بارے میں اختلاف ہے جو کوئی جنگ میں شریک ہونے کے لئے نکلا پھر کسی عذر نے اسے اس سے روک دیا جیسا کہ بیماری وغیرہ، اس کے سہم کے ثابت ہونے اور اس کی نفی میں تین قول ہیں: تیسرے میں فرق کیا گیا ہے اور وہی مشہور ہے۔ پس سہم اس کے لئے ثابت ہوگا اور عذر کے سبب اس کا جنگ سے غائب ہونا جنگ شروع ہونے سے پہلے اور میدان جنگ میں داخل ہونے کے بعد ہو، اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ علامہ ابن عربی نے یہی کہا ہے۔ اور اگر اس کا غائب ہونا اس سے پہلے ہو تو وہ اس کے لیے سہم کی نفی کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ وہ آدمی جسے امیر لشکر سے ایسے کام کے لیے بھیجا جو لشکر کے لیے نفع بخش تھا اور وہ جنگ میں شریک ہونے کی بجائے اس میں مشغول رہا تو اس کے لیے سہم ہوگا۔ یہ ابن المواز نے کہا ہے، اور اسے ابن وہب اور ابن نافع نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کے لیے سہم نہیں ہوگا بلکہ اسے بچا کچھا تھوڑا سا مال دیا جائے گا، کیونکہ وہ سبب معدوم ہے جس کے ساتھ وہ سہم کا مستحق ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم اور اشہب نے کہا ہے: قیدی کا حصہ دیا جائے گا اگرچہ وہ پڑوس میں ہو۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ اسے حصہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس کے لیے جنگ کے ساتھ حاصل ہونے والی ملک ضروری ہے۔ پس جا غائب ہوا یا حالت مرض میں حاضر ہوا تو وہ اس کی طرح ہے جو حاضر نہیں ہوا۔

مسئلہ نمبر 24۔ جو مطلق غائب ہوا اس کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یوم خیبر کے سوا کبھی بھی کسی غائب کو حصہ نہیں دیا، کیونکہ اس دن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل حدیبیہ میں سے جو حاضر تھے اور جو غائب تھے سبھی کو ان کا حصہ دیا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا (الفتح:20) "(اے غلامان مصطفیٰ!) اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں تم (اپنے وقت پر) حاصل کرو گے"۔ یہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے۔ اور سلب کی پوری جماعت سے یہ مروی ہے۔ اور بدر کے دن حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عثمان، حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حصہ عطا فرمایا حالانکہ وہ غائب تھے، پس وہ ان کی طرح تھے جو وہاں حاضر تھے ان شاء اللہ تعالیٰ، چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی رفیقہ حیات بنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا لہٰذا وہ ان کی طرح ہوئے جو وہاں حاضر تھے۔ اور رہے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تو وہ تجارت کے لیے شام میں تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو بھی ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا۔ پس اس وجہ سے وہ دل بدر میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور رہے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تو وہ بھی شام میں غائب تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں بھی ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا اور بدری صحابہ کرام میں شمار ہوئے۔

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جہاں تک اہل حدیبیہ کا تعلق ہے تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعدہ تھا اس کے ساتھ وہی لوگ مختص ہیں اور اس میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا ان کے ساتھ شریک نہیں۔

حضرت عثمان، سعید اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں احتمال ہو سکتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو خمس سے حصص

عطا فرمائے ہوں، کیوں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو کوئی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تو اس کے لیے سہم نہ ہوگا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان، طلحہ اور سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہے لہذا ان پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور بلاشبہ ان کا حصہ اصل مال غنیمت سے تھا ان تمام افراد کے حصص کی طرح جو وہاں حاضر تھے وہ خمس میں سے نہ تھا۔ یہی احادیث سے ظاہر ہے، واللہ اعلم۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدر سے غائب ہوئے (اس کی وجہ یہ تھی) کیونکہ آپ کے نکاح میں حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی تھی اور وہ بیمار تھیں، تو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں فرمایا: ''بے شک تمہارے لیے اس آدمی کا اجر اور حصہ ہے جو غزوہ بدر میں حاضر تھا'' (1)۔

مسئلہ نمبر 25۔ قولہ تعالیٰ: ان کنتم امنتم باللہ زجاج نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے پس تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اگر تم پر ایمان رکھتے ہو (فاعلموا ان اللہ ان کنتم) تو اس میں ان اس وعدہ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے: بے شک ان قول باری تعالیٰ واعلموا انما غنمتم کے متعلق ہے۔ ابن عطیہ نے کہا ہے: یہی صحیح ہے، کیونکہ قول تعالیٰ واعلموا امر غنائم کے بارے میں اللہ کے حکم کی پیروی کرنے اور اس کو تسلیم کرنے کے معنی کو متضمن ہے۔ پس اس معنی کی بنا پر ان، واعلموا کے ساتھ معلق ہوا، یعنی اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرو اور اسے تسلیم کرو اس بارے میں جو مال غنیمت کے بارے میں، میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں۔

قولہ تعالیٰ: وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان اس میں ما محل جر میں ہے اور اس کا عطف اسم اللہ پر ہے، یوم الفرقان سے مراد وہ دن ہے جس میں حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا گیا اور غزوہ بدر کا دن ہے۔ یوم التقی الجمعن الفرقان سے مراد وہ دن ہے جس میں حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا گیا اور وہ غزوہ بدر کا دن ہے۔ یوم التقی الجمعن اس جمعان سے مراد ایک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے اور دوسرا شیطان کا گروہ ہے۔ واللہ علی کل شیء قدیر (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے) (آیت 42) (تفسیر قرطبی، سورہ انفال، لاہور)

بَابٌ فِي الْمَرْاَةِ وَالْعَبْدِ يُحْذَيَانِ مِنَ الْغَنِيمَةِ

باب: عورت اور غلام کو، مال غنیمت میں سے کچھ دینا

2727 - حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ مُوسٰى اَبُوْ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: كَتَبَ نَجْدَةُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْاَلُهُ عَنْ كَذَا وَكَذَا، وَذَكَرَ اَشْيَاءَ وَعَنِ الْمَمْلُوكِ اَلَهُ فِي الْفَيْءِ شَيْءٌ؟ وَعَنِ النِّسَاءِ هَلْ كُنَّ يَخْرُجْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَهَلْ لَهُنَّ نَصِيبٌ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَوْلَا اَنْ يَاْتِيَ اُحْمُوقَةً مَا كَتَبْتُ اِلَيْهِ، اَمَّا الْمَمْلُوكُ فَكَانَ يُحْذٰى، وَاَمَّا النِّسَاءُ فَقَدْ كُنَّ يُدَاوِينَ الْجَرْحٰى وَيَسْقِينَ الْمَاءَ

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں: نجدہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو مختلف سوالات لکھ کر بھیجے اس نے ان سے غلام کے بارے میں دریافت کیا: کیا اسے مال غنیمت میں سے کچھ ملے گا؟ اور خواتین کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا وہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے کے لیے جایا کرتی تھیں اور انہیں (مال غنیمت میں سے) کچھ ملتا تھا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ حماقتیں کرے گا، تو میں اسے جواب نہ دیتا: جہاں تک غلام کا تعلق ہے تو اسے ویسے ہی انعام دیا جاتا تھا (باقاعدہ حصہ نہیں دیا جاتا تھا) جہاں تک خواتین کا تعلق ہے، تو وہ زخمیوں کی دوا دارو کیا کرتی تھیں اور پانی پلایا کرتی تھیں۔

2728 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ يَعْنِي الْوَهْبِيَّ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، وَالزُّهْرِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: كَتَبَ نَجْدَةُ الْحَرُورِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ النِّسَاءِ هَلْ كُنَّ يَشْهَدْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ؟ قَالَ: فَأَنَا كَتَبْتُ كِتَابَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى نَجْدَةَ: قَدْ كُنَّ يَحْضُرْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَمَّا أَنْ يُضْرَبَ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَلَا، وَقَدْ كَانَ يُرْضَخُ لَهُنَّ

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں: نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھا اور ان سے خواتین کے بارے میں دریافت کیا: کیا وہ بھی جنگ میں شریک ہوا کرتی تھیں اور کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کوئی مخصوص حصہ دیا کرتے تھے؟

راوی بیان کرتے ہیں: تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نجدہ کو جو جوابی خط لکھا، اس کو میں نے تحریر کیا (جس میں یہ تحریر تھا)

خواتین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شامل ہوا کرتی تھیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں حصہ دینے کا، جہاں تک تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حصہ نہیں دیتے تھے آپ ویسے انہیں انعام دے دیا کرتے تھے۔

2729 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ قَالَا: أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَافِعُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ زِيَادٍ، حَدَّثَنِي حَشْرَجُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ أَبِيهِ أَنَّهَا خَرَجَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَادِسَ سِتِّ نِسْوَةٍ، فَبَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ إِلَيْنَا فَجِئْنَا فَرَأَيْنَا فِيهِ الْغَضَبَ فَقَالَ: مَعَ مَنْ خَرَجْتُنَّ، وَبِإِذْنِ مَنْ خَرَجْتُنَّ؟ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ خَرَجْنَا نَغْزِلُ الشَّعَرَ وَنُعِينُ بِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَعَنَا دَوَاءُ الْجَرْحَى، وَنُنَاوِلُ السِّهَامَ وَنَسْقِي السَّوِيقَ. فَقَالَ: قُمْنَ. حَتَّى إِذَا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ أَسْهَمَ

2727-حديث صحيح. وهذا اسناد ضعيف لجهالة المختار بن صيفي فلم يرو عنه غير الاعمش، وليس له عند مسلم غير هذا الحديث متابعة.
زائدة: هو ابن قدامة. واخرجه مسلم (1812) من طريق زائدة، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم ايضاً (1812)، والترمذي (1639) من طريق محمد بن علي الباقر، ومسلم (1812)، والنسائي في "الكبرى" (8563) من طريق سعيد المقبري، ومسلم (1812) من طريق قيس بن سعد، ثلاثتهم عن يزيد بن هرمز. لكن اقتصر الترمذي على ذكر النساء، واما النسائي فلم يقل في روايته: يحذيان، واكتفى بقوله: واما العبد والمراة فليس لهما شيء، يعني سهماً في الغنيمة. وهو في "مسند احمد" (2335).

لَنَا كَمَا اَسْهَمَ لِلرِّجَالِ. قَالَ: قُلْتُ لَهَا: يَا جَدَّةُ وَمَا كَانَ ذٰلِكَ؟ قَالَتْ: تَمْرًا

حشرج بن زیاد اپنی دادی کا یعنی اپنے والد کی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

وہ غزوہ خیبر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والی چھ خواتین میں سے ایک تھیں وہ بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں پتا چلا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلوایا ہم خواتین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غصے کے آثار دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کس کے ساتھ آئی ہو اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اس لیے آئی ہیں، تاکہ بال کاتتی رہیں اور اس کے ذریعے اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے والوں) کی مدد کریں، ہمارے ساتھ زخمیوں کے لیے دوا بھی ہے اور ہم تیر بھی پکڑا سکتی ہیں اور ستو گھول کر بھی پلا سکتی ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اٹھ جاؤ (یعنی تم جا سکتی ہو) یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیبر کو فتح کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم خواتین کو بھی اسی طرح حصہ دیا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو حصہ دیا تھا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے ان سے کہا: اے دادی جان! وہ حصہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: کھجوریں تھیں۔

2730 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ، قَالَ: شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِي، فَكَلَّمُوا فِيَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِي فَقُلِّدْتُ سَيْفًا، فَاِذَا اَنَا اَجُرُّهُ فَاُخْبِرَ اَنِّي مَمْلُوكٌ، فَاَمَرَ لِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: مَعْنَاهُ اَنَّهُ لَمْ يُسْهِمْ لَهُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ اَبُو عُبَيْدٍ: كَانَ حَرَّمَ اللَّحْمَ عَلَى نَفْسِهِ فَسُمِّيَ آبِي اللَّحْمِ

عمیر جو حضرت آبی اللحم رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے آقاؤں کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوا ان آقاؤں نے میرے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت میرے گلے میں ایک تلوار لٹکا دی گئی جسے میں گھسیٹ کر چل رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بارے میں یہ بتا دیا گیا تھا کہ میں غلام ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے ساز و سامان میں سے مجھے کچھ دینے کا حکم دیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کا مطلب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کو باقاعدہ حصہ نہیں دیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوعبید بیان کرتے ہیں: (عمیر نامی شخص کے آقا نے) اپنے لیے گوشت کو حرام قرار دیا تھا، اس لیے ان کا نام آبی اللحم (گوشت کا انکار کرنے والا) پڑ گیا۔

2731 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنْتُ اَمِيحُ اَصْحَابِي الْمَاءَ يَوْمَ بَدْرٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر، میں اپنے ساتھیوں کے لیے کنویں میں سے پانی نکالتا رہا تھا۔

بَابٌ فِي الْمُشْرِكِ يُسْهَمُ لَهُ

باب: (کیا) مشرک کو (مالِ غنیمت میں سے) باقاعدہ حصہ ملے گا؟

2732 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْفُضَيْلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نِيَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ - قَالَ يَحْيَى: - إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ لَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقَاتِلَ مَعَهُ فَقَالَ: ارْجِعْ. ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ: إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مشرک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ کر ملا، تا کہ آپ کے ساتھ جنگ میں حصہ لے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم واپس چلے جاؤ، ہم کسی مشرک سے مدد حاصل نہیں کرتے۔

بَابٌ فِي سُهْمَانِ الْخَيْلِ

باب: گھوڑوں کے حصے

2733 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْهَمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ: سَهْمًا لَهُ وَسَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مالِ غنیمت میں) آدمی اور اس کے گھوڑے کے تین حصے مقرر کیے تھے، جن میں سے ایک حصہ آدمی کا تھا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے تھے۔

2734 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي الْمَسْعُودِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةَ نَفَرٍ، وَمَعَنَا فَرَسٌ فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ مِنَّا سَهْمًا، وَأَعْطَى لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ

ابوعمرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم چار لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہمارے ساتھ ایک گھوڑا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے ہر شخص کو ایک حصہ عطا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو دو حصے عطا کیے۔

2735 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي عَمْرَةَ بِمَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: ثَلَاثَةُ نَفَرٍ زَادَ فَكَانَ لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوعمرہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ تین افراد تھے اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑسوار کو تین حصے دیئے تھے۔

2733- اسناده صحيح. نافع: هو مولى ابن عمر، وعبيد الله: هو ابن عمر العمري، وابو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير. واخرجه البخاري (2863) و(4228)، ومسلم (1762)، وابن ماجه (2854)، والترمذي (1636) من طريق عبيد الله بن عمر العمري، به. وهو في "مسند احمد" (4448)، و"صحيح ابن حبان" (4810).

بَابٌ فِيمَنْ اَسْهَمَ لَهٗ سَهْمًا

باب: ان کا ایک باقاعدہ حصہ ہونا

2736 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُجَمِّعُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ مُجَمِّعِ بْنِ يَزِيدَ الْاَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِي يَعْقُوبَ بْنَ مُجَمِّعٍ، يَذْكُرُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمِّهِ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ الْاَنْصَارِيِّ، وَكَانَ اَحَدَ الْقُرَّاءِ الَّذِينَ قَرَءُوا الْقُرْآنَ، قَالَ: شَهِدْنَا الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا انْصَرَفْنَا عَنْهَا اِذَا النَّاسُ يَهُزُّونَ الْاَبَاعِرَ، فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: مَا لِلنَّاسِ قَالُوا: اُوحِيَ اِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجْنَا مَعَ النَّاسِ نُوجِفُ، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى رَاحِلَتِهِ عِنْدَ كُرَاعِ الْغَمِيمِ، فَلَمَّا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ قَرَاَ عَلَيْهِمْ: (اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا) (الفتح: 1) فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ اَفَتْحٌ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ اِنَّهُ لَفَتْحٌ. فَقُسِمَتْ خَيْبَرُ عَلَى اَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَكَانَ الْجَيْشُ اَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ فَاَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ، وَاَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ اَبِي مُعَاوِيَةَ اَصَحُّ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ، وَاَرَى الْوَهْمَ فِي حَدِيثِ مُجَمِّعٍ اَنَّهُ قَالَ: ثَلَاثَ مِائَةِ فَارِسٍ، وَكَانُوا مِائَتَيْ فَارِسٍ

حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ یہ وہ شخص ہیں، جنہیں پورا قرآن زبانی یاد تھا، وہ بیان کرتے ہیں: صلح حدیبیہ کے موقع پر ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم وہاں سے واپس آئے تو لوگ اونٹوں کو تیزی سے بھگا رہے تھے انہوں نے ایک دوسرے سے دریافت کیا: کیا وجہ ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہے، تو ہم لوگ بھی اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے، جب کراع غمیم کے مقام پر پہنچے تو وہاں ہم نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ٹھہرے ہوئے ہیں، جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد اکٹھے ہوگئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فتح کی یہ آیات تلاوت کیں:

''بے شک ہم نے تمہیں واضح فتح عطا کردی''

ایک صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، یہ فتح ہے۔

پھر غزوہ خیبر کا مال غنیمت اہل حدیبیہ کے درمیان تقسیم ہوگیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اٹھارہ حصے بنائے اس وقت لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی، ان میں تین سو گھڑسوار تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھڑسوار کو دو حصے دیے اور پیدل شخص کو ایک حصہ عطا کیا۔

فتح مکہ (رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء):

رمضان ۸ھ تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت مقدسہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے کہ جس کی آب وتاب سے

ہر مومن کا قلب قیامت تک مسرتوں کا آفتاب بنا رہے گا کیونکہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یار غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ "اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔" لیکن آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاتح اعظم کی شان و شوکت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال وجلال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمایا۔

لیکن ناظرین کے ذہنوں میں یہ سوال سر اٹھاتا ہوگا کہ جب کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں یہ تحریر کیا جا چکا تھا کہ دس برس تک فریقین کے مابین کوئی جنگ نہ ہوگی تو پھر آخر وہ کونسا ایسا سبب نمودار ہو گیا کہ صلح نامہ کے فقط دو سال ہی بعد تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے سامنے ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پیش آ گئی اور آپ ایک عظیم لشکر کے ساتھ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا سبب کفار مکہ کی "عہد شکنی" اور حدیبیہ کے صلح نامہ سے غداری ہے۔

کفار قریش کی عہد شکنی:۔

صلح حدیبیہ کے بیان میں آپ پڑھ چکے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک یہ شرط بھی درج تھی کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کرنا چاہے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرے۔

چنانچہ اسی بنا پر قبیلہ بنی بکر نے قریش سے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیا اور قبیلہ بنی خزاعہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم سے امداد باہمی کا معاہدہ کر لیا۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب ہی میں آباد تھے لیکن ان دونوں میں عرصہ دراز سے سخت عداوت اور مخالفت چلی آ رہی تھی۔

ایک مدت سے تو کفار قریش اور دوسرے قبائل عرب کے کفار مسلمانوں سے جنگ کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر رہے تھے لیکن صلح حدیبیہ کی بدولت جب مسلمانوں کی جنگ سے کفار قریش اور دوسرے قبائل کفار کو اطمینان ملا تو قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ بنی خزاعہ سے اپنی پرانی عداوت کا انتقام لینا چاہا اور اپنے حلیف کفار قریش سے مل کر بالکل اچانک طور پر قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اس حملہ میں کفار قریش کے تمام رؤسا یعنی عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے علانیہ بنی خزاعہ کو قتل کیا۔ بے چارے بنی خزاعہ اس خوفناک ظالمانہ حملہ کی تاب نہ لا سکے اور اپنی جان بچانے کے لئے حرم کعبہ میں پناہ لینے کے لئے بھاگے۔ بنی بکر کے عوام نے تو حرم میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لیا اور حرم الٰہی کا احترام کیا۔ لیکن بنی بکر کا سردار "نوفل" اس قدر جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو چکا تھا کہ وہ حرم میں بھی بنی خزاعہ کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کرتا رہا اور چلا چلا کر اپنی قوم کو للکارتا رہا کہ پھر یہ موقع کبھی ہاتھ نہیں آ سکتا۔ چنانچہ ان درندہ صفت خونخوار انسانوں نے حرم الٰہی کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا اور حرم کعبہ کی حدود میں نہایت ہی ظالمانہ طور پر بنی خزاعہ کا خون بہایا اور کفار قریش نے بھی اس قتل و غارت اور کشت و خون میں

خوب خوب حصہ لیا۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۸۹)

ظاہر ہے کہ قریش نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدہ کو عملی طور پر توڑ ڈالا۔ کیونکہ بنی خزاعہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر کے آپ کے حلیف بن چکے تھے، اس لئے بنی خزاعہ پر حملہ کرنا، یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے برابر تھا۔ اس حملہ میں بنی خزاعہ کے تیئیس (۲۳) آدمی قتل ہو گئے۔

اس حادثہ کے بعد قبیلۂ بنی خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کے لئے مدینہ بارگاہ رسالت میں پہنچے اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت:۔

حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ نبوت میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک دم بالکل ناگہاں آپ نے بلند آواز سے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ لبیک۔ لبیک۔ لبیک۔ (میں تمہارے لئے بار بار حاضر ہوں۔) پھر تین مرتبہ بلند آواز سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نصرت۔ نصرت۔ نصرت (تمہیں مدد مل گئی) جب آپ وضو خانہ سے نکلے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) آپ تنہائی میں کس سے گفتگو فرما رہے تھے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اے میمونہ! رضی اللہ عنہا غضب ہو گیا۔ میرے حلیف بنی خزاعہ پر بنی بکر اور کفار قریش نے حملہ کر دیا ہے اور اس مصیبت و بے کسی کے وقت میں بنی خزاعہ نے وہاں سے چلا چلا کر مجھے مدد کے لئے پکارا ہے اور مجھ سے مدد طلب کی ہے اور میں نے ان کی پکار سن کر ان کی ڈھارس بندھانے کے لئے ان کو جواب دیا ہے۔ حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس واقعہ کے تیسرے دن جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز سے فارغ ہوئے تو دفعۃً بنی خزاعہ کے مظلومین نے رجز کے ان اشعار کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی اس پر درد اور رقت انگیز فریاد کو بغور سنا۔ آپ بھی اس رجز کے چند اشعار کو ملاحظہ فرمائیے:۔

يَا رَبِّ اِنِّيْ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا　　حِلْفَ اَبِيْنَا وَاَبِيْهِ الْاَتْلَدَا

اے خدا! میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے اور ان کے باپ داداؤں کے درمیان قدیم زمانے سے ہو چکا ہے۔

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَبَدًا　　وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَاْتُوْا مَدَدًا

تو خدا آپ کو سیدھی راہ پر چلائے۔ آپ ہماری بھرپور مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلائیے۔ وہ سب امداد کے لئے آئیں گے۔

فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا　　اِنْ سِيْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَبَّدَا

ان مدد کرنے والوں میں رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) بھی غضب کی حالت میں ہوں کہ اگر انہیں ذلت کا داغ لگے تو ان کا تیور بدل جائے۔

هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدًا وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَسُجَّدًا

ان لوگوں (بنی بکر وقریش) نے "مقام وتیر" میں ہم سوتے ہوؤں پر شب خون مارا اور رکوع وسجدہ کی حالت میں بھی ہم لوگوں کو بیدردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا وَنَقَضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا

یقیناً قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی ہے اور آپ سے مضبوط معاہدہ کر کے توڑ ڈالا ہے۔

ان اشعار کو سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ مت گھبراؤ میں تمہاری امداد کے لئے تیار ہوں۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۰)

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امن پسندی:۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش فرمائیں کہ ان میں سے کوئی ایک شرط قریش منظور کر لیں:۔

(۱) بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہادیا جائے۔

(۲) قریش قبیلہ بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

(۳) اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے ان شرطوں کو قریش کے سامنے رکھا تو قرطہ بن عبد عمر نے قریش کا نمائندہ بن کر جواب دیا کہ "نہ ہم مقتولوں کے خون کا معاوضہ دیں گے نہ اپنے حلیف قبیلہ بنی بکر کی حمایت چھوڑیں گے۔ ہاں تیسری شرط ہمیں منظور ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔" لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنے اس جواب پر ندامت ہوئی۔ چنانچہ چند روساے قریش ابوسفیان کے پاس گئے اور یہ کہا کہ اگر یہ معاملہ نہ سلجھا تو پھر سمجھ لو کہ یقیناً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر حملہ کر دیں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میری بیوی ہند بنت عتبہ نے ایک خواب دیکھا ہے کہ مقام "حجون" سے مقام "خندمہ" تک ایک خون کی نہر بہتی ہوئی آئی ہے، پھر ناگہاں وہ خون غائب ہو گیا۔ قریش نے اس خواب کو بہت ہی منحوس سمجھا اور خوف و دہشت سے سہم گئے اور ابوسفیان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا کہ وہ فوراً مدینہ جا کر معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۲)

ابوسفیان کی کوشش:۔

اس کے بعد بہت تیزی کے ساتھ ابوسفیان مدینہ گیا اور پہلے اپنی لڑکی حضرت اُم المومنین بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر پہنچا اور بستر پر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت بی بی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے بستر اٹھالیا ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا کہ بیٹی تم نے بستر کیوں اٹھالیا؟ کیا بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھ کو بستر کے قابل نہیں سمجھا؟ اُم المومنین نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک اور نجس ہو۔ اس لئے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ تم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھو۔ یہ سن کر ابوسفیان کے دل پر چوٹ لگی اور وہ رنجیدہ ہو کر وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقصد بیان کیا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پاس گیا۔ ان سب حضرات نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب ابو سفیان پہنچا تو وہاں حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ابوسفیان نے بڑی لجاجت سے کہا کہ اے علی! تم قوم میں بہت ہی رحم دل ہو ہم ایک مقصد لے کر یہاں آئے ہیں کیا ہم یوں ہی ناکام چلے جائیں۔ ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہماری سفارش کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان! ہم لوگوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ اور ان کی مرضی میں کوئی مداخلت کر سکیں۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر ابوسفیان نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے فاطمہ! یہ تمہارا پانچ برس کا بچہ (امام حسن) ایک مرتبہ اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے دونوں فریق میں صلح کرا دی تو آج سے یہ بچہ عرب کا سردار کہہ کر پکارا جائے گا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل؟ بالآخر ابوسفیان نے کہا کہ اے علی! معاملہ بہت کٹھن نظر آتا ہے کوئی تدبیر بتاؤ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سلسلے میں تم کو کوئی مفید رائے تو نہیں دے سکتا لیکن تم بنی کنانہ کے سردار ہو تم خود ہی لوگوں کے سامنے اعلان کر دو کہ میں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کر دی ابوسفیان نے کہا کہ کیا میرا یہ اعلان کچھ مفید ہو سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یک طرفہ اعلان ظاہر ہے کہ کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ مگر اب تمہارے پاس اس کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا ہے؟ ابو سفیان وہاں سے مسجد نبوی میں آیا اور بلند آواز سے مسجد میں اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی مگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

ابوسفیان یہ اعلان کر کے مکہ روانہ ہو گیا جب مکہ پہنچا تو قریش نے پوچھا کہ مدینہ میں کیا ہوا؟ ابوسفیان نے ساری داستان بیان کر دی۔ تو قریش نے سوال کیا کہ جب تم نے اپنی طرف سے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کیا تو کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو قبول کر لیا؟ ابوسفیان نے کہا کہ "نہیں" یہ سن کر قریش نے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ نہ تو صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھیں نہ یہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۲ تا ص ۲۹۳)

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرما دیا کہ جنگ کے ہتھیار درست کریں اور اپنے حلیف قبائل کو بھی جنگی تیاریوں کے لئے حکم نامہ بھیج دیا۔ مگر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے؟ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ جنگی ہتھیاروں کو نکال رہی ہیں تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے؟ عرض کیا: "جی ہاں" پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ "واللہ! مجھے یہ معلوم نہیں۔" (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۱)

غرض انتہائی خاموشی اور رازداری کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری فرمائی اور مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے اور اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔

بَابٌ فِي النَّفَلِ

باب: اضافی ادائیگی (یعنی انعام کے طور پر کچھ دینا)

2737 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: مَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا، فَلَهُ مِنَ النَّفَلِ كَذَا وَكَذَا. قَالَ: فَتَقَدَّمَ الْفِتْيَانُ وَلَزِمَ الْمَشْيَخَةُ الرَّايَاتِ فَلَمْ يَبْرَحُوهَا. فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ قَالَ الْمَشْيَخَةُ: كُنَّا رِدْءًا لَكُمْ لَوِ انْهَزَمْتُمْ لَفِئْتُمْ إِلَيْنَا، فَلَا تَذْهَبُوا بِالْمَغْنَمِ وَنَبْقَى. فَأَبَى الْفِتْيَانُ وَقَالُوا: جَعَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا. فَأَنْزَلَ اللهُ (يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ) (الأنفال: 1) إِلَى قَوْلِهِ: (كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ) (الأنفال: 5) يَقُولُ: فَكَانَ ذَلِكَ خَيْرًا لَهُمْ، فَكَذَلِكَ أَيْضًا فَأَطِيعُونِي فَإِنِّي أَعْلَمُ بِعَاقِبَةِ هَذَا مِنْكُمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوۂ بدر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص یہ اور یہ کام کرے گا تو اسے یہ اور یہ انعام ملے گا'' تو نوجوان آگے بڑھ گئے اور بڑی عمر کے لوگ جھنڈے کے پاس ٹھہرے رہے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا کر دی تو عمر رسیدہ لوگوں نے کہا: ہم تمہارا سہارا تھے، کیونکہ اگر تمہیں شکست ہو جاتی تو تم لوگوں نے لوٹ کے ہمارے پاس آنا تھا اس لیے تمام مال غنیمت تم سمیٹ کر نہ لے جاؤ کہ ہمیں کچھ بھی نہ ملے، تو ان نوجوانوں نے ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور انہوں نے انہیں کہا: یہ وہ چیز ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مخصوص کی ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''لوگ تم سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، تم یہ فرما دو! انفال اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص ہے''

یہ آیت یہاں تک ہے

''جس طرح تمہارے پروردگار نے تمہیں حق کے ہمراہ گھر سے نکالا، حالانکہ اہل ایمان کا ایک گروہ اسے ناپسند کرتا تھا''۔

راوی کہتے ہیں: تو یہ چیز ان کے حق میں بہتر تھی، اسی طرح انہوں نے یہ بھی فرمایا: تم لوگ میری اطاعت کرو کیونکہ میں اس چیز کے انجام کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

2738 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا، وَمَنْ أَسَرَ أَسِيرًا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ. وَحَدِيثُ خَالِدٍ أَتَمُّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کو قتل کر دے گا تو اسے یہ، یہ انعام ملے گا اور جو کسی قیدی بنا لے گا' تو اسے یہ، یہ انعام ملے گا۔

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، تاہم خالد نامی روای کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

2739 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي دَاوُدُ: بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّوَاءِ. وَحَدِيثُ خَالِدٍ أَتَمُّ

اسی سند کے ساتھ یہ روایت بھی منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت کو برابر، برابر تقسیم کیا تھا، تاہم خالد کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

2740 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ بِسَيْفٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ شَفَى صَدْرِي الْيَوْمَ مِنَ الْعَدُوِّ، فَهَبْ لِي هَذَا السَّيْفَ. قَالَ: إِنَّ هَذَا السَّيْفَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ. فَذَهَبْتُ وَأَنَا أَقُولُ يُعْطَاهُ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبْلِ بَلَائِي، فَبَيْنَمَا أَنَا إِذْ جَاءَنِي الرَّسُولُ فَقَالَ: أَجِبْ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ نَزَلَ فِيَّ شَيْءٌ بِكَلَامِي فَجِئْتُ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ سَأَلْتَنِي هَذَا السَّيْفَ، وَلَيْسَ هُوَ لِي وَلَا لَكَ، وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ جَعَلَهُ لِي فَهُوَ لَكَ. ثُمَّ قَرَأَ: (يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ) (الأنفال: 1) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قِرَاءَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ: يَسْأَلُونَكَ النَّفَلَ

مصعب بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر میں تلوار کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آج دشمن کے مقابلے میں میرے سینے کو ٹھنڈا کر دیا ہے تو یہ تلوار آپ ﷺ مجھے عطا کر دیجیے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تلوار نہ میری ہے، نہ تمہاری ہے چنانچہ میں چلا گیا میں نے یہ سوچا کہ یہ تلوار آج ایک ایسے شخص کو دے دی جائے گی، جس نے میری طرح کی بہادری نہیں دکھائی ہوگی، میں ابھی اسی سوچ میں تھا کہ ایک بلانے والا میرے پاس آیا اور بولا: تم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، میں نے یہ سوچا کہ شاید میں نے جو بات کہی ہے، اس وجہ سے میرے بارے میں کوئی وحی نازل ہو چکی ہوگی، جب میں آیا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''تم نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی، حالانکہ یہ نہ میری تھی، نہ تمہاری تھی، اب اللہ تعالیٰ نے یہ مجھے عطا کر دی ہے تو اب یہ میں تمہیں دیتا ہوں'' پھر نبی اکرم ﷺ نے سورۃ انفال کی یہ آیات تلاوت کیں:

''لوگ تم سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، تو تم یہ فرما دو! انفال اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں یہ الفاظ ہیں:

''لوگ تم سے نفل کے بارے میں دریافت کرتے ہیں''

انفال کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: انفال نفل کی جمع ہے۔ نفل مال غنیمت کو کہتے ہیں۔ لیکن مختلف

اعتبارات کی وجہ سے اس کے معنی مختلف ہیں۔ جہاد میں فتح اور کامیابی کے اعتبار سے اس مال کو غنیمت کہتے ہیں، اور یہ لحاظ کیا جائے کہ بغیر وجوب کے، بندہ یہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے اس کو نفل کہتے ہیں، اور بعض علماء نے غنیمت اور نفل میں عموم اور خصوص کے اعتبار سے فرق کیا ہے۔ سو جو مال مشقت یا بغیر مشقت کے، استحقاق یا بغیر استحقاق کے، جہاد میں کامیابی سے پہلے یا اس کے بعد حاصل ہو، اس کو مال غنیمت کہتے ہیں، اور مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے انسان کو جو مال حاصل ہو اس کو نفل کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ دشمن سے جنگ کے بغیر مسلمانوں کو جو مال فئے حاصل ہوتا ہے، اس کو نفل کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد سامان سے جو چیزیں الگ کر لی جاتی ہیں، ان کو نفل کہتے ہیں۔

"یسئلونك عن الانفال: لوگ آپ سے الانفال کے متعلق سوال کرتے ہیں" (الانفال: 1)۔ اس آیت میں الانفال کا یہی آخری معنی مراد ہے۔ (المفردات ج 2 ص 651 مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ مکرمہ، 1418ھ)

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری الموفی 606ھ لکھتے ہیں: نفل کا معنی ہے مال غنیمت (جب ن اور ف پر زبر ہو) اور اس کی جمع انفال ہے۔ اور جب (ف پر جزم ہو) نفل ہو تو اس کا معنی ہے زیادہ۔ امام ابوداود حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "ان رسول الله صلى الله عليه و سلم كان ينفل الربع بعد الخمس والثلث بعد الخمس اذا رجع: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کا چوتھائی حصہ تقسیم کرتے اور جہاد سے واپسی کے بعد خمس منہا کر کے تہائی حصہ تقسیم فرماتے"۔

(سنن ابوداود رقم الحدیث: 2749۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2851۔ مسند احمد ج 4 ص 160)۔

نیز امام ابوداود نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں نجد کی طرف ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا پھر چند مسلمانوں کو بہ طور کمک روانہ کیا۔ "فكان سهمان الجيش اثنى عشر بعيرا اثنى عشر بعيرا و نفل اهل السرية بعيرا بعيرا و كانت سهمانهم ثلثة عشر ثلثة عشر: اس لشکر کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے۔ آپ نے بہ طور کمک آنے والے کو ایک ایک اونٹ زیادہ عطا کیا تو ان کا حصہ تیرہ تیرہ اونٹ ہو گئے"

(سنن ابوداود رقم الحدیث: 2741، الموطا رقم الحدیث: 987۔ مسند احمد ج 2 ص 62)

احادیث میں نفل اور انفال کا ذکر بہت زیادہ آیا ہے اور بعض عبادات کا نام نوافل رکھا گیا ہے کیونکہ وہ فرائض پر زائد ہوتی ہیں۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث قدسی روایت کی ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل بندہ نوافل کے ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 6502۔ مسند احمد ج 2 ص 62)

الانفال کی وجہ تسمیہ کا بیان

نفل کا معنی مال غنیمت ہے اور کفار سے چھینے ہوئے سامان سے جو چیزیں الگ کر لی جاتی ہیں ان کو بھی نفل کہا جاتا ہے، اور اس سورت میں نفل کو اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوگا۔ اس لیے اس سورت کا نام الانفال

رکھا گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں ایک تلوار لے کر آیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو مشرکین سے ٹھنڈا کر دیا ہے آپ یہ تلوار مجھے عطا فرما دیں گے۔ جس نے میری طرح مشقت نہ اٹھائی ہوگی، پھر تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا تم نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی اس وقت یہ میری ملکیت میں نہیں تھی، اور اب یہ میری ملکیت میں آ چکی ہے سو اب یہ تمہاری ہے۔ اور تب یہ آیت نازل ہوئی یسئلونك عن الانفال.

یہ (مسلمان) آپ سے مال غنیمت سے زائد چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ (الانفال:1)

(سنن الترمذی رقم الحدیث:3090۔ صحیح مسلم رقم الحدیث:2412۔ سنن ابوداود رقم الحدیث:2740)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میرے بھائی عمیر کو قتل کر دیا گیا تھا اور میں نے سعید بن العاص کو قتل کیا تھا، میں نے اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا، اس تلوار کا نام ذالکیفہ تھا۔ میں اس تلوار کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے کر گیا، آپ نے فرمایا اس تلوار کو وہاں جا کر ڈال دو جہاں مال غنیمت کا سامان اکٹھا کر کے رکھا گیا ہے۔ میں واپس گیا اور اپنے بھائی کے قتل کیے جانے اور اس تلوار کے لیے جانے سے مجھے اس قدر رنج ہوا تھا جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورۃ الانفال نازل ہو گئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جاؤ اپنی تلوار لے لو۔

(مسند احمد ج 1 ص 180۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 370، سنن سعید بن منصور رقم الحدیث:2689۔ سنن کبری ج 6 ص 291، اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث:468۔ الدر المنثور ج 4 ص 3)

سورۃ الانفال کا زمانہ نزول

امام نحاس، امام ابو الشیخ اور امام ابن مردویہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانفال مدینہ میں نازل ہوئی۔ امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت زید بن ثابت سے بھی روایت کیا ہے کہ سورۃ الانفال مدینہ میں نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج 4 ص 3 مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1414ھ)

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سورۃ الانفال غزوہ بدر میں نازل ہوئی۔ امام ابن اسحاق نے کہا کہ پوری سورۃ الانفال بدر کے معاملات میں نازل ہوئی ہے۔ غزوہ بدر ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد رمضان المبارک میں رونما ہوا؛ اور یہ تحویل قبلہ کے دو ماہ بعد ہوا تھا، اور اس کے نزول کی ابتداء بدر سے واپسی سے پہلے ہوئی، کیونکہ اس کی پہلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمان بدر میں تھے اور ابھی مال غنیمت کی تقسیم شروع نہیں ہوئی تھی جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے نزول کا سبب جنگ بدر کے دن اہل بدر کا مال غنیمت اور انفال میں اختلاف تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بعض صحابہ نے آپ سے انفال کے متعلق سوال کیا تھا جیسا کہ اس کی پہلی آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

غزوہ بدر کا خلاصہ

رجب کے مہینہ میں ایک کافر عمرو بن الحضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کا علم ہوا تو

آپ بہت ناراض ہوئے اور صحابہ نے بھی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ پر بہت برہمی کا اظہار کیا اور کہا تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ حضرمی کے قتل نے تمام کفار قریش کو جوش انتقام سے لبریز کر دیا تھا۔ اسی دوران ابوسفیان قافلہ تجارت کے ساتھ شام گیا ہوا تھا، ابوسفیان نے وہیں سے مکہ خبر بھیج دی۔ کفار قریش نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور مدینہ میں یہ خبر پہنچ گئی کہ کفار قریش ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ منورہ کے دفاع کا قصد کیا اور معرکہ بدر پیش آ گیا۔

جنگ کے خاتمہ پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں سے صرف چودہ نفوس قدسیہ شہید ہوئے ہیں۔ جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے لیکن دوسری طرف قریش کی کمر ٹوٹ گئی اور صنادید قریش میں سے جو لوگ بہادری اور مردانگی میں نام آور تھے سب ایک ایک کر کے مارے گئے۔ ان میں شیبہ، عتبہ، ابوجہل، ابوالبختر ی، زمعہ بن الاسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف وغیرہم تھے۔ ستر کافر قتل کیے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ اسیران جنگ کے ساتھ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت کریمانہ سلوک کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان تمام کافر قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر کی رائے کو پسند کیا اور ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا۔ اس کی پوری بحث ان شاء اللہ متعلقہ آیات کی تفسیر میں آئے گی۔

غزوہ بدر کے متعلق احادیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابوسفیان کے (قافلہ کے) آنے کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، حضرت ابوبکر نے کوئی مشورہ دیا آپ نے ان سے اعراض کیا۔ پھر حضرت عمر نے کوئی مشورہ دیا آپ نے ان سے بھی اعراض کیا۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو کر کہنے لگے یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے دوڑا دیں گے، اگر آپ ہمیں برک الغماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم ایسا کریں گے۔ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو بلایا، لوگ آئے اور وادی بدر میں اترے۔ وہاں قریش کے پانی پلانے والے ملے۔ ان میں بنی حجاج کا ایک سیاہ فام غلام تھا صحابہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے کہا مجھے ابوسفیان کا کوئی پتا نہیں! لیکن یہاں ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف ہیں۔ جب اس نے یہ بتایا تو صحابہ نے اس کو پیٹنا شروع کیا۔ اس نے کہا اچھا میں تمہیں ابوسفیان کے متعلق بتاتا ہوں، جب انہوں نے اس کو چھوڑ کر ابوسفیان کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا مجھے ابوسفیان کا کوئی پتا نہیں لیکن یہاں لوگوں میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ، اور امیہ بن خلف ہیں۔ جب اس نے یہ کہا تو انہوں نے پھر مارنا شروع کر دیا، اس وقت نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جب یہ سچ بولتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو اور جب یہ جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کو چھوڑ دیتے ہو۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے آپ زمین پر اس جگہ اور اس جگہ ہاتھ رکھتے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی

کافر متجاوز نہیں ہوا۔ (یعنی جس جگہ آپ نے جس شخص کا نام لے کر ہاتھ رکھا تھا، وہ کافر اسی جگہ گر کر مرا)۔

(صحیح مسلم مغازی: 83(1779) 4541۔ سنن ابوداود رقم الحدیث: 2681۔ جامع الاصول، ج 8، رقم الحدیث: 6012)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیمہ میں دعا کر رہے تھے اے اللہ! اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرما۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا یا رسول اللہ آپ کے لیے یہ دعا کافی ہے، آپ نے اپنے رب سے بہت گڑگڑا کر دعا کی ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسرور ہوتے ہوئے خیمہ سے نکلے درآنحالیکہ آپ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے (کافروں کا) یہ گروہ عنقریب شکست کھایا ہوا ہوگا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ ان سے (اصل) وعدہ تو قیامت کا ہے اور قیامت بڑی آفت اور بہت کڑوی ہے۔ (القمر: 45۔44)۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3953۔ جامع الاصول ج8، رقم الحدیث: 6017)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ باتیں کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد طالوت کے اس لشکر کے برابر تھی جس نے ان کے ساتھ دریا پار کیا تھا اور صرف مومن نے ہی ان کے ساتھ دریا پار کیا تھا اور ان کی تعداد تین دس اور کچھ تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 3958۔ جامع الاصول ج8، رقم الحدیث: 6019)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جنگ بدر کے دن کم سن قرار دیا گیا، اس دن مہاجرین کی تعداد ساٹھ اور کچھ تھی اور انصاری کی تعداد دو سو چالیس اور کچھ تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 3956، جامع الاصول، رقم الحدیث: 6020)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اپنے لشکر سے نکل کر آگے بڑھے اور للکارا کہ کون ہم سے مقابلہ کرے گا۔ ان کے مقابلہ میں انصار کے نوجوان مسلمانوں کے لشکر سے نکلے۔ عتبہ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے اپنا حسب نسب بتایا۔ عتبہ وغیرہ نے کہا ہمیں تم سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے عم زادوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے حمزہ آپ کھڑے ہوں، اے علی تم کھڑے ہو، اے عبیدہ بن حارث تم کھڑے ہو۔ پھر حضرت حمزہ عتبہ کے مقابل آئے اور شیبہ کے سامنے میں (حضرت علی) آیا حضرت عبیدہ اور ولید گتھم گتھا ہو گئے اور ہر ایک نے دوسرے کو لہولہان کر دیا۔ پھر ہم ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ اور ہم حضرت عبیدہ کو اٹھا کر لشکر اسلام میں لے آئے۔

(سنن ابوداود رقم الحدیث: 2665۔ مسند احمد ج4، ص184۔ جامع الاصول ج8 رقم الحدیث: 6030)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف (وہ کافر جس کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ غلام تھے اور وہ ان پر بہت ظلم کرتا تھا تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت مہنگے داموں سے ان کو امیہ سے خرید کر آزاد کر دیا) سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ مکہ میں میرے مال و دولت کی حفاظت کرے، میں مدینہ میں اس کے مال و دولت کی حفاظت کروں گا جب میں نے معاہدہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تو اس نے کہا میں "رحمن" کے نام سے واقف نہیں

ہوں، تم وہی نام لکھو جو زمانہ جاہلیت میں لکھتے تھے۔ بہر حال میں نے اس سے معاہدہ کرلیا۔ جنگ بدر کے دن میں پہاڑ پر پہنچا تا کہ اس کو قتل ہونے سے بچا سکوں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا لی، اوہ اس جگہ گئے جہاں انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اے انصار کے جوانو! وہ امیہ بن خلف ہے، اگر آج امیہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہوگی۔ پھر حضرت بلال نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ ہمارا پیچھا کیا۔ جب مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے امیہ کا بیٹا ان کے سامنے کر دیا تا کہ وہ اس کو قتل کرنے میں مشغول ہو جائیں۔ انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے ہمارا پیچھا کیا۔ امیہ ایک بھاری بھرکم آدمی تھا جب وہ ہم تک پہنچ گئے تو میں نے اس سے کہا تم اونٹ کی طرح بیٹھ جاؤ وہ اس طرح بیٹھ گیا۔ میں اپنا جسم اس کے اوپر ڈال دیا تا کہ اس کی حفاظت کروں۔ وہ میرے نیچے سے اس کو تلواریں مارنے لگے حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ ان میں سے ایک کی تلوار میری ٹانگ پر لگی۔ حضرت عبدالرحمن ہمیں اپنے پیر کی پشت پر اس زخم کا نشان دکھایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 3971۔ جامع الاصول ج 8، رقم الحدیث: 6205)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں صف میں کھڑا ہوا تھا، میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو میرے دائیں بائیں انصار کے دو نوجوان کم سن لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میرے اردگرد ان سے زیادہ طاقتور لوگ ہوتے، اچانک ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اے بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میرا جسم اس کے جسم سے اس وقت تک الگ نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ مر جائے جس کی موت پہلے مقرر ہو چکی ہے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا مجھے اس کی بات پر تعجب ہوا۔ پھر دوسرے نے مجھ سے اسی طرح کہا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے دیکھا ابوجہل لوگوں کے درمیان پھر رہا ہے، میں نے کہا کیا تم نہیں دیکھ رہے یہ ہے وہ شخص جس کے متعلق تم مجھ سے سوال کر رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا وہ دونوں نوجوان تلواروں سے اس پر حملہ کرنے کے لیے باز کی طرح جھپٹے، اس پر حملہ کیا اور حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے اور آپ کو اس کے قتل کی خبر دی۔ آپ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواروں سے خون صاف کرلیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں تلواروں پر نظر ڈالی پھر آپ نے فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کے جسم سے چھینا ہوا سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کو دیا جائے اور ان نوجوانوں کا نام معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 1314۔ صحیح مسلم الجہاد: 42، (1752) 88، 4۔ مسند احمد ج 1، ص 192 طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: 1673 طبع جدید، جامع الاصول، ج 8، رقم الحدیث: 6026)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوہ بدر کے دن فرمایا کون شخص ہمیں دیکھ کر یہ بتائے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا اس کو عفراء کے دو بیٹے قتل کر چکے تھے، حتیٰ

کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور کہا تو ابو جہل ہے؟ (ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی) اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی شخص کو قتل کیا تھا؟ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے ابو جہل میں ابھی رمق حیات تھی، اس کی ٹانگ پر تلوار لگی تھی۔ حضرت ابن مسعود نے کہا میں نے اس سے کہا اے اللہ کے دشمن! تجھے اللہ نے ذلیل کر دیا اس نے کہا مجھے اس کی فکر نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی آدم کو قتل کیا تھا یا کہا کاش مجھے کسانوں کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔ پھر میں نے اس کے اوپر اپنی تلوار ماری۔ اس کی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی مگر وہ اس سے کچھ نہ کر سکا۔ اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا۔ اس نے مجھ سے کہا تمہاری تلوار کند ہے، میری تلوار پکڑ لو اور جڑ سے میری گردن کاٹ دو۔ میں نے اس کی تلوار اس پر ماری۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے اس کی تلوار مال غنیمت کے حصہ زیادہ دی۔ عتبہ نے ابو جہل سے واپسی کے لیے کہا تھا تو ابو جہل نے کہا یہ خوف سے بزدل ہو چکا ہے۔ عتبہ نے کہا عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پاخانہ خطا ہوتا ہے اور ہم میں سے کون بزدل ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 3961۔3962۔3963۔ صحیح مسلم الجہاد: 118(100)4581۔ جامع الاصول رقم الحدیث: 6032،6031)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے رمیان تھے، ہم چاند دیکھنے لگے اور میری نگاہ تیز تھی۔ لہٰذا میں نے چاند دیکھ لیا اور میرے سوا اور کسی کا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ میں نے حضرت عمر سے کہا کیا آپ چاند نہیں دیکھ رہے؟ وہ چاند نہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا میں عنقریب چاند دیکھ لوں گا جب میں بستر پر لیٹا ہوا ہوں گا۔ پھر وہ ہمیں اہل بدر کے حالات بتانے لگے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں کفار کے گرنے کی جگہیں بتا رہے تھے اور فرما رہے تھے ان شاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے، ان شاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، جس جس جگہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نشان لگایا تھا، کوئی کافر اس جگہ سے سر مو متجاوز نہیں ہوا۔ پھر ان تمام کفار کو ایک دوسرے کے اوپر ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس گئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اس کو برحق جان لیا جس کا تم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا، کیونکہ میں نے اس چیز کو برحق پا لیا جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ بے روح اجسام سے کیسے کلام فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ یہ میری کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

(صحیح مسلم صف النار: 76(2873)7089۔ سنن النسائی رقم الحدیث: 2074۔ جامع الاصول، ج8، رقم الحدیث: 6031)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جنگ بدر کے دن کم سن قرار دیا، اس دن مہاجرین کی تعداد ساٹھ اور کچھ تھی اور انصار کی تعداد دو سو چالیس اور کچھ تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 3956، جامع الاصول، رقم الحدیث: 6020)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا

بھائی شیبہ بن ربیعہ اپنے لشکر سے نکل کر آگے بڑھے اور للکارا کہ کون ہم سے مقابلہ کرے گا۔ان کے مقابلہ میں انصار کے نوجوان مسلمانوں کے لشکر سے نکلے۔عتبہ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے اپنا حسب نسب بتایا۔عتبہ وغیرہ نے کہا ہمیں تم سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے،ہم اپنے عم زادوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے حمزہ آپ کھڑے ہوں،اے علی تم کھڑے ہو،اے عبیدہ بن حارث تم کھڑے ہو۔پھر حضرت حمزہ عتبہ کے مقابل آئے اور شیبہ کے سامنے میں (حضرت علی) آیا حضرت عبیدہ اور ولید گتھم گتھا ہو گئے اور ہر ایک نے دوسرے کو لہولہان کر دیا۔پھر ہم ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور ہم نے اس کو قتل کر دیا۔اور ہم حضرت عبیدہ کو اٹھا کر لشکر اسلام میں لے آئے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:2665،مسند احمد ج4،ص184۔جامع الاصول،ج8،رقم الحدیث:6030)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف (وہ کافر جس کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ غلام تھے اور وہ ان پر بہت ظلم کرتا تھا تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت مہنگے داموں سے ان کو امیہ سے خرید کر آزاد کر دیا) جب میں نے معاہدہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تو اس نے کہا میں "رحمن" کے نام سے واقف نہیں ہوں،تم وہی نام لکھو جو زمانہ جاہلیت میں لکھتے تھے۔بہر حال میں نے اس سے معاہدہ کر لیا۔جنگ بدر کے دن میں پہاڑ پر پہنچا تا کہ اس کو قتل ہونے سے بچا سکوں۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا،وہ اس جگہ گئے جہاں انصار بیٹھے ہوئے تھے۔انہوں نے کہا اے انصار کے جوانو! وہ امیہ بن خلف ہے،اگر آج امیہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہوگی۔پھر حضرت بلال نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ ہمارا پیچھا کیا۔جب مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے امیہ کا بیٹا ان کے سامنے کر دیا تا کہ وہ اس کو قتل کرنے میں مشغول ہو جائیں۔انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔پھر انہوں نے ہمارا پیچھا کیا۔امیہ ایک بھاری بھر کم آدمی تھا جب وہ ہم تک پہنچ کر وں۔وہ میرے نیچے سے اس کو تلواریں مارنے لگے حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ان میں سے ایک کی تلوار میری ٹانگ پر لگی۔حضرت عبدالرحمن ہمیں اپنے پیر کی پشت پر اس زخم کا نشان دکھایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:3971۔جامع الاصول ج8،رقم الحدیث:6205)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں صف میں کھڑا ہوا تھا،میں نے اپنی دائیں اور بائیں جب دیکھا تو میرے دائیں بائیں انصار کے دو نوجوان کم سن لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میرے اردگرد ان سے زیادہ طاقتور لوگ ہوتے،اچانک ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اے بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہے،قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میرا جسم اس کے جسم سے اس وقت تک الگ نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ مر جائے جس کی موت پہلے مقرر ہو چکی ہے۔حضرت عبدالرحمن نے کہا مجھے اس کی بات پر تعجب ہوا۔پھر دوسرے نے مجھ سے اسی طرح کہا۔ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے دیکھا ابوجہل لوگوں کے درمیان پھر رہا ہے،میں نے کہا کیا تم نہیں دیکھ رہے یہ ہے وہ شخص جس کے متعلق تم مجھ سے سوال کر رہے تھے۔حضرت عبدالرحمن نے کہا وہ دونوں

نوجوان تلواروں سے اس پر حملہ کرنے کے لیے باز کی طرح جھپٹے، اس پر حملہ کیا اور حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے اور آپ کو اس کے قتل کی خبر دی۔ آپ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواروں سے خون صاف کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں تلواروں پر نظر ڈالی پھر آپ نے فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کے جسم سے چھینا ہوا سامان معاذ بن عمرو بن الجموع کو دیا جائے اور ان نوجوانوں کا نام معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 3141۔ صحیح مسلم الجہاد: 42(1752)4488۔ مسند احمد ج 1 ص 192 طبع قدیم۔ مسند احمد رقم الحدیث: 1673 طبع جدید۔ جامع الاصول، ج 8، رقم الحدیث: 6026)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوہ بدر کے دن فرمایا کون شخص ہمیں دیکھ کر یہ بتائے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا اس کو عفراء کے دو بیٹے قتل کر چکے تھے، حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور کہا تو ابوجہل ہے؟ (ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی) اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی شخص کو قتل کیا تھا؟ (صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے ابوجہل میں ابھی رمق حیات تھی اس کی ٹانگ پر تلوار لگی تھی۔ حضرت ابن مسعود نے کہا میں نے اس سے کہا اے اللہ کے دشمن! تجھے اللہ نے ذلیل کر دیا۔ اس نے کہا مجھے اس کی فکر نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی آدمی کو قتل کیا تھا یا کہا کاش مجھے کسانوں کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔ پھر میں نے اس کے اوپر اپنی تلوار ماری۔ اس کی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی مگر وہ اس سے کچھ نہ کر سکا۔ اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا۔ اس نے مجھ سے کہا تمہاری تلوار کند ہے، میری تلوار پکڑ لو اور جڑ سے میری گردن کاٹ دو۔ میں نے اس کی تلوار اس پر ماری۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے اس کی تلوار مال غنیمت کے حصہ سے زیادہ دی۔ عتبہ نے ابوجہل سے واپسی کے لیے کہا تھا تو ابوجہل نے کہا یہ خوف سے بزدل ہو چکا ہے۔ عتبہ نے کہا عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پاخانہ خطا ہوتا ہے اور ہم میں سے کون بزدل ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 3963، 3962، 3961۔ صحیح مسلم الجہاد: 118(1800)4581۔ جامع الاصول رقم الحدیث: 6032، 6031)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے، ہم چاند دیکھنے لگے اور میری نگاہ تیز تھی۔ لہٰذا میں نے چاند دیکھ لیا اور میرے سوا اور کسی کا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ میں نے حضرت عمر سے کہا کیا آپ چاند نہیں دیکھ رہے؟ وہ چاند نہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا میں عنقریب چاند دیکھ لوں گا جب میں بستر پر لیٹا ہوا ہوں گا۔ پھر وہ ہمیں اہل بدر کے حالات بتانے لگے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں کفار کے گرنے کی جگہیں بتا رہے تھے اور فرما رہے تھے ان شاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے، ان شاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، جس جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشان لگایا تھا، کوئی کافر اس جگہ سے سر مو متجاوز نہیں ہوا۔ پھر ان تمام کفار کو ایک دوسرے کے اوپر ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس گئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم اس کو برحق جان لیا جس کا تم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا، کیونکہ میں نے اس چیز کو برحق پالیا جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ بے روح اجسام سے کیسے کلام فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ یہ میری کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

(صحیح مسلم صفت النار: 76 (2873) 7089۔ سنن النسائی رقم الحدیث: 2074۔ جامع الاصول ج 8، رقم الحدیث: 6031)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو (درہم) مقرر فرمایا تھا۔ (سنن ابوداود رقم الحدیث: 2680۔ جامع الاصول، ج 8، رقم الحدیث: 6041)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اجازت طلب کی اور کہا ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں، آپ نے فرمایا اس کا ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 4018۔ جامع الاصول، ج 8، رقم الحدیث: 6042)

حجرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ کی رقومات بھیجیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے اپنے شوہر ابوالعاص بن الربیع کو چھڑانے کے لیے مال بھیجا اور انہوں نے وہ ہار بھی بھیج دیا جو ان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے ابوالعاص کے ساتھ ان کی رخصتی کے وقت دیا تھا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہ ہار دیکھا تو آپ پر شدید رقت طاری ہوگئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو رہا کردو اور اس کا وہ ہار بھی واپس کردو۔ مسلمانوں نے کہا بسر وچشم۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابوالعاص سے یہ عہد لیا کہ وہ زینب کو آپ کے پاس آنے کے لیے چھوڑ دے گا۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہ اور انصار کے ایک شخص کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ تم بطن یاجج (ایک جگہ کا نام) پر ٹھہرنا حتیٰ کہ تمہارے پاس سے زینب گزریں، پھر تم ان کو ساتھ لے کر یہاں آجانا۔

(سنن ابوداود رقم الحدیث: 2692۔ جامع الاصول ج 8، رقم الحدیث: 6043)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا غزوہ بدر کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے ساتھ تین سو انیس مرد تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر باآواز بلند اپنے رب سے یہ دعا کی! اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما، اے اللہ! تو نے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا فرما، اے اللہ اہل اسلام کی یہ جماعت اگر ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ آپ ہاتھ پھیلا کر باآواز بلند مسلسل دعا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کے شانوں سے چادر گرگئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور چادر پکڑ کر آپ کے کندھوں پر ڈالی اور پھر پیچھے سے آپ کے ساتھ لپٹ گئے اور کہنے لگے یا نبی اللہ! اللہ سے آپ کی یہ دعا کافی ہے، آپ کا رب آپ سے کیے ہوئے وعدہ کو عنقریب پورا فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) جب تم اپنے رب سے مدد طلب کررہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی، میں تمہاری لگاتار ایک ہزار فرشتوں سے مدد فرماؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آپ کی مدد فرمائی۔

ابوزمیل نے کہا حضرت ابن عباس نے یہ حدیث بیان کی اس روز ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا، اتنے میں اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا "اے حیزوم آگے بڑھ" (حیزوم اس فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا) پھر اچانک اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چت گر پڑا، اس مسلمان نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ اس طرح پھٹ گیا تھا جیسے کوڑا لگا ہو اور اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا تھا۔ اس انصاری نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔ اس دن مسلمانوں نے ستر مشرکوں کو قتل کیا اور ستر کو گرفتار کر لیا۔ ابوزمیل کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا جب مسلمانوں نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے فرمایا تمہارا ان قیدیوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا یا نبی اللہ! یہ ہمارے عم زاد اور ہمارے قبیلہ کے لوگ ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہوگی اور شاید اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی ہدایت دے دے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا نہیں بخدا یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے جو حضرت ابوبکر کی رائے ہے، لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجیے تاکہ ہم ان کی گردنیں اتار دیں۔ آپ عقیل کو حضرت علی کے حوالے کیجئے کہ وہ اس کی گردن اتار دیں اور میرا فلاں رشتہ دار میرے حوالے کریں کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ یہ لوگ کافروں کے بڑے اور ان کے سردار ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت ابوبکر کی رائے پسند آئی اور میری رائے پسند نہیں آئی۔ دوسرے دن جب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بتلائیے کہ آپ اور آپ کا صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں، اگر مجھے بھی رونا آیا تو میں روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت بنا لوں گا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں اس واقعہ کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمہارے ساتھیوں کے فدیہ لینے کی وجہ سے مجھ پر پیش آیا ہے، بلاشبہ مجھ پر ان لوگوں کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا۔ وہ درخت نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کفار کا زمین پر خون بہانے سے پہلے ان کو قیدی بنا لے۔۔۔ سو تم کو جو مال غنیمت حاصل ہے، اس کو کھاؤ درآنحالیکہ یہ حلال اور طیب ہے۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا۔

(صحیح مسلم المغازی:58(1763)4507۔ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:2690۔ جامع الاصول ج8، رقم الحدیث:6914)

بَابٌ فِي نَفْلِ السَّرِيَّةِ تَخْرُجُ مِنَ الْعَسْكَرِ

باب: لشکر سے نکل جانے والے دستے کو انعام دینا

2741 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمُ الْمَعْنَى، كُلُّهُمْ

عَنْ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَيْشٍ قِبَلَ نَجْدٍ، وَانْبَعَثَتْ سَرِيَّةٌ مِنَ الْجَيْشِ، فَكَانَ سُهْمَانُ الْجَيْشِ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنَفَّلَ أَهْلَ السَّرِيَّةِ بَعِيرًا بَعِيرًا، فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ، ثَلَاثَةَ عَشَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں نجد کی سمت روانہ کیا، اس میں سے ایک دستہ دشمن کے مقابلے میں گیا، ان لشکر والوں کو بارہ بارہ اونٹ ملے اور اس دستے میں شریک مجاہدین کو ایک ایک مزید اونٹ دیا گیا' تو ان کے حصے میں تیرہ تیرہ اونٹ آئے۔

2742 - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: قَالَ الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ، حَدَّثْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قُلْتُ: وَكَذَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: لَا تَعْدِلُ مَنْ سَمَّيْتَ بِمَالِكٍ، هَكَذَا، أَوْ نَحْوَهُ يَعْنِي مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ

ولید بن مسلم کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن مبارک کو یہ حدیث سنائی' میں نے کہا: اس طرح کی حدیث ابن ابوفروہ نے نافع کے حوالے سے نقل کی ہے، تو عبداللہ بن مبارک نے کہا: تم نے جن کا نام لیا ہے' وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے برابر نہیں ہو سکتے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)۔

2743 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ الْكِلَابِيَّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى نَجْدٍ فَخَرَجْتُ مَعَهَا، فَأَصَبْنَا نَعَمًا كَثِيرًا، فَنَفَّلَنَا أَمِيرُنَا بَعِيرًا بَعِيرًا لِكُلِّ إِنْسَانٍ، ثُمَّ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمَ بَيْنَنَا غَنِيمَتَنَا، فَأَصَابَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا بَعْدَ الْخُمُسِ وَمَا حَاسَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِي أَعْطَانَا صَاحِبُنَا، وَلَا عَابَ عَلَيْهِ بَعْدَ مَا صَنَعَ، فَكَانَ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنَّا ثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا بِنَفْلِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک مہم روانہ کی، میں بھی اس مہم کے ساتھ روانہ ہوا، ہمیں بہت سے اونٹ ملے تو ہمارے امیر نے ہر شخص کو ایک ایک اونٹ انعام کے طور پر دیا جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان مال غنیمت تقسیم کیا تو خمس کے بعد ہم میں سے ہر شخص کو بارہ بارہ اونٹ ملے' ہمارے امیر نے ہمیں جو دیا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ہمارا محاسبہ نہیں کیا اور نہ ہی اس پر کوئی اعتراض کیا' یوں ہم میں سے ہر ایک شخص کو تیرہ اونٹ ملے' جو انعام کے ایک اونٹ سمیت تھے۔

2744 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ

2744-وهو في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى 2/ 450، وفيه برواية ابى مصعب الزهرى (953) ومن طريق مالك اخرجه البخارى (3134)، ومسلم (1749). وهو في "مسند احمد" (5288)، و"صحيح ابن حبان" (4833). واخرجه مسلم (1749) من طريق الليث بن سعد، به. واخرجه البخارى (4338)، ومسلم (1749) من طريق ايوب بن ابى تميمة السختيانى، ومسلم (1749) من طريق عبد الله بن عون، و (1749) من طريق موسى ابن عقبة، ومن طريق اسامة بن زيد الليثى، اربعتهم عن نافع، به.

بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ الْمَعْنَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيْهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوا اِبِلًا كَثِيْرَةً، فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيْرًا، وَنُفِّلُوا بَعِيْرًا بَعِيْرًا زَادَ ابْنُ مَوْهَبٍ: فَلَمْ يُغَيِّرْهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ کی، جو نجد کی سمت گئی تھی اور اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے ان لوگوں کو بہت سے اونٹ مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئے تو ان کا حصہ بارہ، بارہ اونٹ تھے اور انہیں ایک، ایک اونٹ انعام کے طور پر دیا گیا۔

ابن موہب نامی راوی نے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس تقسیم میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

2745 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَبَلَغَتْ سُهْمَانُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيْرًا، وَنَفَّلَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا بَعِيْرًا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ نَافِعٍ، مِثْلَ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللهِ، وَرَوَاهُ اَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ مِثْلَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: وَنُفِّلْنَا بَعِيْرًا بَعِيْرًا لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا تو ہمارا حصہ بارہ، بارہ اونٹ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک اونٹ ہمیں انعام کے طور پر عطا کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: "ہمیں ایک ایک اونٹ انعام کے طور پر دیا گیا" اس میں راوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا۔

2746 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ جَدِّيْ، ح وحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِيْ يَعْقُوْبَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ حُجَيْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً النَّفْلِ سِوَى قَسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ، وَالْخُمُسُ فِيْ ذٰلِكَ وَاجِبٌ كُلُّهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو چھوٹی مہمات روانہ کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام لشکر میں تقسیم ہونے والے مال غنیمت کے علاوہ ان دستوں کو اضافی انعام بھی دیا کرتے تھے اور خمس تمام مال غنیمت میں واجب ہوتا ہے۔

2747 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا حُيَيٌّ، عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِيْ ثَلَاثِ مِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ. فَقَالَ

2745-اسناده صحيح. عبيد الله: هو ابن عمر العمري، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه مسلم (1749) من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (5519).

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ، اللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ، اللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ . فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ، فَانْقَلَبُوا حِيْنَ انْقَلَبُوا، وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ اَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین سو پندرہ افراد کے ہمراہ روانہ ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

''اے اللہ! یہ لوگ پیدل ہیں انہیں سواریاں عطا کردے اے اللہ! ان کے پاس مناسب لباس نہیں ہے انہیں مناسب لباس عطا کردے اے اللہ! یہ بھوکے ہیں تو انہیں سیر کردے تو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح عطا کی جب یہ لوگ واپس آئے تو ہر شخص کے ساتھ ایک یا دو اونٹ تھے اور اسے لباس بھی حاصل ہو اتھا اور وہ سیر بھی ہو گیا تھا''۔

بَابٌ فِيْمَنْ قَالَ الْخُمُسُ قَبْلَ النَّفْلِ

باب: جو اس بات کا قائل ہے خمس، انعام سے پہلے ہوگا

2748 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ الشَّامِيِّ، عَنْ مَكْحُوْلٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جَارِيَةَ التَّمِيْمِيِّ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيِّ، اَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَفِّلُ الثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ

حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے بعد ایک تہائی حصہ انعام کے طور پر عطا کیا تھا۔

2749 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُوْلٍ، عَنِ ابْنِ جَارِيَةَ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ مَسْلَمَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ، وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ اِذَا قَفَلَ

حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس تشریف لاتے تھے تو خمس کے بعد چوتھا حصہ، یا خمس کے بعد تیسرا حصہ اضافی انعام کے طور پر عطا کرتے تھے۔

2750 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ بَشِيْرِ بْنِ ذَكْوَانَ، وَمَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيَّانِ الْمَعْنٰى، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا وَهْبٍ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ مَكْحُوْلًا، يَقُوْلُ: كُنْتُ عَبْدًا بِمِصْرَ لِامْرَاَةٍ مِنْ بَنِيْ هُذَيْلٍ فَاَعْتَقَتْنِيْ، فَمَا خَرَجْتُ مِنْ مِصْرَ وَبِهَا عِلْمٌ اِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيْمَا اُرَى، ثُمَّ اَتَيْتُ الْحِجَازَ فَمَا خَرَجْتُ مِنْهَا وَبِهَا عِلْمٌ اِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيْمَا اُرَى، ثُمَّ اَتَيْتُ الْعِرَاقَ فَمَا خَرَجْتُ مِنْهَا وَبِهَا عِلْمٌ اِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيْمَا اُرَى، ثُمَّ اَتَيْتُ الشَّامَ فَغَرْبَلْتُهَا كُلَّ ذٰلِكَ اَسْاَلُ عَنِ النَّفْلِ فَلَمْ اَجِدْ اَحَدًا

يُخْبِرُنِي فِيهِ بِشَيْءٍ، حَتَّى لَقِيتُ شَيْخًا يُقَالُ لَهُ زِيَادُ بْنُ جَارِيَةَ التَّمِيمِيُّ، فَقُلْتُ لَهُ: هَلْ سَمِعْتَ فِي النَّفَلِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُ حَبِيبَ بْنَ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيَّ يَقُولُ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبَدْأَةِ، وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ

مکحول شامی بیان کرتے ہیں: میں مصر میں، بنو ہذیل سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کا غلام تھا' اس نے مجھے آزاد کر دیا؟ میں وہاں سے اس وقت تک نہیں نکلا، جب تک میں نے اپنے فہم کے مطابق' وہاں کے علماء سے سارا علم حاصل نہیں کر لیا' پھر میں حجاز آ گیا اور وہاں سے میں اس وقت تک نہیں نکلا جب تک اپنی سوچ کے مطابق' میں نے وہاں کا سارا علم حاصل نہیں کر لیا' پھر میں عراق آیا اور میں وہاں سے اس وقت تک نہیں نکلا جب تک اپنی سوچ کے مطابق میں نے وہاں کا تمام علم اکٹھا نہیں کر لیا' پھر میں شام آیا اور وہاں اچھی طرح تحقیق کی اور میں وہاں ہر ایک سے مال غنیمت میں سے اضافی انعام کے بارے میں سوال کرتا رہا لیکن مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا، جو مجھے اس بارے میں بتاتا' یہاں تک کہ میری ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جن کا نام زیاد بن جاریہ تمیمی تھا، میں ان سے اس بارے میں دریافت کیا کہ آپ نے اضافی انعام سے متعلق کوئی روایت سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے آغاز میں چوتھا حصہ اور واپسی پر تیسرا حصہ اضافی انعام کے طور پر عطا کیا تھا۔

بَابٌ فِي السَّرِيَّةِ تَرُدُّ عَلَى أَهْلِ الْعَسْكَرِ

باب: دستہ، لشکر والوں کو (مال غنیمت) ادا کرے گا

2751 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ هُوَ مُحَمَّدٌ بِبَعْضِ هَذَا، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنِي هُشَيْمٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، جَمِيعًا عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَيُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ يَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلَى مُضْعِفِهِمْ، وَمُتَسَرِّيهِمْ عَلَى قَاعِدِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ إِسْحَاقَ: الْقَوَدَ وَالتَّكَافُؤَ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمام مسلمانوں کی جانیں برابر کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کی دی ہوئی امان کو پوری کرنے کی ہر شخص کوشش کرے گا اور ان کا عام ترین فرد بھی اس کا خیال رکھے گا، اپنے علاوہ سب لوگوں کے لیے یہ ایک ہاتھ کی مانند ہیں، ان کا طاقتور شخص ان کے کمزور کو ساتھ رکھے گا اور تیزی سے جانے والا، بیٹھے رہ جانے والے شخص کا خیال رکھے گا اور کسی مومن کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا اور کسی ذمی کو اس کے ساتھ ذمہ کے معاہدے کے دوران قتل نہیں کیا جائے گا''۔

ابن اسحاق نامی راوی نے قصاص اور جان و مال کی حیثیت برابر ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

2752 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَغَارَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُيَيْنَةَ عَلَى إِبِلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَ رَاعِيَهَا، فَخَرَجَ يَطْرُدُهَا هُوَ وَأُنَاسٌ مَعَهُ فِي خَيْلٍ، فَجَعَلْتُ وَجْهِي قِبَلَ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ نَادَيْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: يَا صَبَاحَاهْ، ثُمَّ اتَّبَعْتُ الْقَوْمَ فَجَعَلْتُ أَرْمِي، وَأَعْقِرُهُمْ، فَإِذَا رَجَعَ إِلَيَّ فَارِسٌ جَلَسْتُ فِي أَصْلِ شَجَرَةٍ، حَتَّى مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا مِنْ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا جَعَلْتُهُ وَرَاءَ ظَهْرِي، وَحَتَّى أَلْقَوْا أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ رُمْحًا وَثَلَاثِينَ بُرْدَةً يَسْتَخِفُّونَ مِنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُمْ عُيَيْنَةُ مَدَدًا، فَقَالَ: لِيَقُمْ إِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْكُمْ، فَقَامَ إِلَيَّ أَرْبَعَةٌ مِنْهُمْ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ، فَلَمَّا أَسْمَعْتُهُمْ قُلْتُ: أَتَعْرِفُونِي؟ قَالُوا: وَمَنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ: أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ، وَالَّذِي كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْلُبُنِي رَجُلٌ مِنْكُمْ فَيُدْرِكُنِي، وَلَا أَطْلُبُهُ فَيَفُوتُنِي، فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى فَوَارِسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُونَ الشَّجَرَ: أَوَّلُهُمُ الْأَخْرَمُ الْأَسَدِيُّ، فَيَلْحَقُ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُيَيْنَةَ، وَيَعْطِفُ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَاخْتَلَفَا طَعْنَتَيْنِ فَعَقَرَ الْأَخْرَمُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، وَطَعَنَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَتَلَهُ فَتَحَوَّلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلَى فَرَسِ الْأَخْرَمِ فَيَلْحَقُ أَبُو قَتَادَةَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ، فَاخْتَلَفَا طَعْنَتَيْنِ فَعَقَرَ بِأَبِي قَتَادَةَ، وَقَتَلَهُ أَبُو قَتَادَةَ، فَتَحَوَّلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى فَرَسِ الْأَخْرَمِ، ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمَاءِ الَّذِي جَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ ذُو قَرَدٍ، فَإِذَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَمْسِ مِائَةٍ فَأَعْطَانِي سَهْمَ الْفَارِسِ وَالرَّاجِلِ

ترجمہ: ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: عبدالرحمن بن عیینہ نے نبی اکرم ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ لیا اور ان کے چرواہے کو قتل کر دیا پھر وہ اور اس کے گھڑسوار ساتھی ان اونٹوں کو ہانکتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلے مجھے اس بات کی اطلاع ملی تو میں نے مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے تین مرتبہ بلند آواز میں یہ کہا: خطرہ ہے' پھر میں دوڑتا ہوا' ان لوگوں کے پیچھے روانہ ہو گیا' میں انہیں تیر مار کر ان کی سواریوں کو زخمی کرتا جا رہا تھا اگر ان میں سے کوئی گھڑسوار میری طرف واپس پلٹتا' تو میں کسی درخت کی اوٹ میں ہو جاتا' یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے تمام اونٹ' جنہیں انہوں نے اپنے قبضے میں لیا تھا' وہ میں نے چھڑا لیے ان لوگوں نے اپنا وزن ہلکا کرنے کے لیے تیس سے زیادہ نیزے اور تیس چادریں بھی پھینک دیں' پھر عیینہ ان کی مدد کے لیے آ گیا' تو اس نے کہا: تم میں سے کچھ لوگ اس شخص کی طرف جائیں' تو ان میں سے چار آدمی میری طرف آئے' وہ پہاڑ پر چڑھ گئے' میں نے بلند آواز میں ان سے کہا: کیا تم مجھے جانتے ہو؟ انہوں نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں اکوع کا بیٹا ہوں' اس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمد ﷺ کو عزت عطا کی ہے' یہ نہیں ہو سکتا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھے پکڑنا چاہے اور میں اس کے قابو میں آ جاؤں' یا جسے میں پکڑنا چاہوں اور وہ مجھ سے بھاگ نکلے' تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کے گھڑسوار درختوں کے درمیان سے چلتے ہوئے آ رہے ہیں' ان میں سب سے آگے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ تھے، وہ عبدالرحمن بن عیینہ کے مقابلے میں چلے گئے عبدالرحمن نے پلٹ کر ان پر حملہ کیا' ان دونوں نے ایک دوسرے پر نیزے چلائے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ نے اس کے

گھوڑے کو زخمی کر دیا' تو عبدالرحمن نے حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا' پھر عبدالرحمن حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو گیا' پھر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ عبدالرحمن کے مقابلے میں آئے ان کے درمیان بھی نیزوں کے حملوں کا تبادلہ ہوا' تو اس نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا' لیکن پھر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن کو قتل کر دیا، پھر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، اخرم رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو گئے پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم چشمے کے پاس تشریف لا چکے تھے' جہاں سے میں نے ان لوگوں کو بھگایا تھا' اس چشمے کا نام ذوقرد تھا' میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ سو سوار ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر مجھے ایک گھڑسوار اور ایک پیدل شخص کا حصہ عطا کیا۔

بَابٌ فِي النَّفْلِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمِنْ اَوَّلِ مَغْنَمٍ

باب: اضافی انعام' سونے چاندی کی شکل میں دینا، نیز مال غنیمت (کی تقسیم کے) آغاز میں دینا

2753 - حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ مَحْبُوْبُ بْنُ مُوْسٰى، اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ اَبِي الْجُوَيْرِيَةِ الْجَرْمِيِّ، قَالَ: اَصَبْتُ بِاَرْضِ الرُّوْمِ جَرَّةً حَمْرَاءَ فِيْهَا دَنَانِيْرُ فِي اِمْرَةِ مُعَاوِيَةَ وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهُ: مَعْنُ بْنُ يَزِيْدَ فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَعْطَانِيْ مِنْهَا مِثْلَ مَا اَعْطٰى رَجُلًا مِنْهُمْ، ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا نَفْلَ اِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ لَاَعْطَيْتُكَ، ثُمَّ اَخَذَ يَعْرِضُ عَلَيَّ مِنْ نَصِيْبِهِ فَاَبَيْتُ

ابوجویریہ جرمی بیان کرتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مجھے رومیوں کے علاقے میں سرخ رنگ کا ایک گھڑا ملا، اس میں دینار تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بنوسلیم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص حضرت معن رضی اللہ عنہ ہمارے امیر تھے، میں اس گھڑے کو لے کر ان کے پاس آیا، تو انہوں نے وہ گھڑا مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور مجھے بھی اتنا ہی حصہ دیا، جتنا دوسرے تمام لوگوں کو دیا تھا پھر انہوں نے فرمایا: اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا:

''اضافی انعام خمس نکال لینے کے بعد ہی دیا جا سکتا ہے''۔

تو میں تمہیں دے دیتا، اس کے بعد وہ اپنا حصہ مجھے دینے کی کوشش کرتے رہے لیکن میں نے ان کی یہ بات نہیں مانی۔

2754 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، بِاِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْاِمَامِ يَسْتَاْثِرُ بِشَيْءٍ مِنَ الْفَيْءِ لِنَفْسِهِ

باب: مال غنیمت میں سے، امام کا اپنے لیے کوئی چیز مخصوص کر لینا

2755 - حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ، اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَلَّامٍ

الْأَسْوَدَ قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَبَسَةَ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَعِيرٍ مِنَ الْمَغْنَمِ. فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ وَبَرَةً مِنْ جَنْبِ الْبَعِيرِ. ثُمَّ قَالَ: وَلَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هٰذَا إِلَّا الْخُمُسُ. وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ فِيكُمْ

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کے ایک اونٹ کی طرف رخ کر کے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کے پہلو میں سے کچھ بال لیے اور ارشاد فرمایا:

''تمہارے مال غنیمت میں سے، خمس کے علاوہ، میرے ان بالوں جتنا حصہ بھی حلال نہیں ہے، اور وہ خمس بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جائے گا''۔

بَابٌ فِي الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

باب: عہد کو پورا کرنا

2756 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عہد شکنی کرنے والے کے لیے، قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا اور یہ کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے''۔

بَابٌ فِي الْإِمَامِ يُسْتَجَنُّ بِهِ فِي الْعُهُودِ

باب: امام کے طے کردہ معاہدے کو پورا کرنا (لازم ہے)

2757 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ بِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''امام ڈھال ہے، جس کی مدد سے لڑائی کی جاتی ہے''۔

2758 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ الْحَسَنِ

2755-اسناده صحيح. عبد الله بن العلاء: هو ابن زبر، والوليد: هو ابن مسلم الدمشقي، وقد صرح بالسماع في جميع طبقات الاسناد، فانتفت شبهة تدليسه، ثم هو متابع. واخرجه الطبراني في "مسند الشاميين" (805)، والبيهقي/3396، وابن عبد البر في "التمهيد"/5025/51-من طريق الوليد بن مسلم، والحاكم/6163-617 من طريق محمد بن شعيب بن شابور، كلاهما عن عبد الله بن العلاء، به.

2756-اسناده صحيح. وهو في "الموطا" برواية محمد بن الحسن الشيباني (993). واخرجه البخاري (6178) و (6966)، ومسلم (1735)، والنسائي في "الكبرى" (8683) من طرق عن عبد الله بن دينار، عن عبد الله بن عمر. واخرجه البخاري (3188) و (6177) و (1735)، ومسلم (1735)، والترمذي (1672)، والنسائي في "الكبرى" (8684) من طريق نافع مولى ابن عمر، ومسلم (1735) من طريق حمزة وسالم ابني عبد الله بن عمر، ثلاثتهم عن ابن عمر. وهو في "مسند احمد" (4648)، و "صحيح ابن حبان" (7342) و (7343).

بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِي رَافِعٍ، اَنَّ اَبَا رَافِعٍ اَخْبَرَهُ، قَالَ: بَعَثَتْنِي قُرَيْشٌ اِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُلْقِيَ فِي قَلْبِي الْاِسْلَامُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ اِنِّي وَاللهِ لَا اَرْجِعُ اِلَيْهِمْ اَبَدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّي لَا اَخِيسُ بِالْعَهْدِ، وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ، وَلَكِنِ ارْجِعْ فَاِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْاٰنَ فَارْجِعْ. قَالَ: فَذَهَبْتُ، ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمْتُ، قَالَ: بُكَيْرٌ وَاَخْبَرَنِي: اَنَّ اَبَا رَافِعٍ كَانَ قِبْطِيًّا

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا كَانَ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ، فَاَمَّا الْيَوْمَ فَلَا يَصْلُحُ

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قریش نے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا' جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' تو میرے دل میں اسلام کی رغبت آ گئی' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! اب میں کبھی بھی ان لوگوں کی طرف واپس نہیں جاؤں گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور قاصدوں کو قید نہیں کرتا' تمہیں چاہیے کہ تم واپس چلے جاؤ' اگر تمہارے ذہن میں وہی بات رہی' جو اس وقت ہے' تو تم واپس آ جانا' وہ روای بیان کرتے ہیں: میں واپس گیا اور میں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آ گیا اور میں نے اسلام قبول کرلیا۔

بکیر نامی راوی یہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ "قبطی" تھے

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اس زمانے کی بات ہے جب ابھی صلح کا معاہدہ نہیں ہوا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اس زمانے میں ہوجایا کرتا تھا لیکن آج ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

بَابٌ فِي الْاِمَامِ يَكُونُ بَيْنَهُ، وَبَيْنَ الْعَدُوِّ عَهْدٌ فَيَسِيرُ اِلَيْهِ

باب: جب امام اور دشمن کے درمیان معاہدہ باقی ہو، تو اسی دوران امام کا دشمن کی سمت (جنگ کے لیے روانہ ہونا)

2759 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي الْفَيْضِ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ رَجُلٌ مِنْ حِمْيَرَ قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتّٰى اِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ غَزَاهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ اَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُولُ: اللهُ اَكْبَرُ، اللهُ اَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدَرٌ، فَنَظَرُوا فَاِذَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلُّهَا حَتّٰى يَنْقَضِيَ اَمَدُهَا اَوْ يَنْبِذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ

سلیم بن عامر حمیری بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ چل رہا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے علاقے کی طرف کچھ آگے بڑھے، تاکہ جیسے ہی معاہدے کی مدت ختم ہو، تو ان کے ساتھ لڑائی شروع کردیں' تو ایک شخص گھوڑے پر یا ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر آیا' وہ یہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر' اللہ اکبر معاہدہ پورا ہونا چاہیے' کوئی عہد شکنی نہیں ہونی چاہیے' جب لوگوں نے جائزہ لیا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام دے کر بلوایا اور ان سے دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جن لوگوں کا کسی دوسری قوم کے ساتھ کوئی معاہدہ چل رہا ہو تو وہ اس وقت تک کوئی نیا معاہدہ نہ کریں جب تک پہلا معاہدہ ختم نہیں ہو جاتا یا پھر وہ برابری کی بنیاد پر ان لوگوں کی طرف پھینک دے (یعنی جب وہ عہد شکنی کریں تو جواب میں مسلمان عہد شکنی کریں) راوی کہتے ہیں: تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

بَابٌ فِي الْوَفَاءِ لِلْمُعَاهِدِ وَحُرْمَةِ ذِمَّتِهِ

باب: ''معاہد'' سے کیے گئے معاہدے کو پورا کرنا، اور اس کے ذمہ کی حرمت

2760 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

حضرت ابوبکرہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص ناحق طور پر کسی معاہد کو قتل کر دے اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے''۔

بَابٌ فِي الرُّسُلِ

باب: قاصدوں کا بیان

2761 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: كَانَ مُسَيْلِمَةُ كَتَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَقَدْ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَشْجَعَ يُقَالُ لَهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُودٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ نُعَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُمَا حِينَ قَرَأَ كِتَابَ مُسَيْلِمَةَ: مَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا؟ قَالَا: نَقُولُ كَمَا قَالَ. قَالَ: أَمَا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں: مسیلمہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا' جبکہ ایک سند کے ساتھ بھی یہ بات منقول ہے، حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کا خط پڑھنے کے بعد ان دونوں افراد (یعنی اس کے قاصدوں) سے دریافت کیا: کیا تم دونوں بھی اسی بات کے قائل ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم بھی اسی بات کے قائل ہیں' جس کا وہ قائل ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! اگر یہ (دستور نہ ہوتا) کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا، تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔

2762 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللَّهِ فَقَالَ: مَا بَيْنِي وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ حِنَةٌ، وَإِنِّي مَرَرْتُ بِمَسْجِدٍ لِبَنِي حَنِيفَةَ، فَإِذَا هُمْ يُؤْمِنُونَ بِمُسَيْلِمَةَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ عَبْدُ اللَّهِ فَجِيءَ بِهِمْ فَاسْتَتَابَهُمْ، غَيْرَ ابْنِ النَّوَّاحَةِ قَالَ لَهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَوْلَا أَنَّكَ رَسُولٌ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ فَأَنْتَ الْيَوْمَ لَسْتَ بِرَسُولٍ، فَأَمَرَ قَرَظَةَ بْنَ كَعْبٍ فَضَرَبَ

عُنُقَهُ فِي السُّوقِ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى ابْنِ النَّوَّاحَةِ قَتِيلًا بِالسُّوقِ

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں: وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: میرے اور عربوں کے درمیان کوئی عداوت نہیں ہے میں بنوحنیفہ کی ایک مسجد کے پاس سے گزرا تو وہ لوگ مسیلمہ پر ایمان رکھتے تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو پیغام بھیجا' ان لوگوں کو لایا گیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے توبہ کروائی صرف ابن نواحہ نے توبہ نہیں کی' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الفاظ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''اگر تم قاصد نہ ہوتے' تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا''

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) آج تم قاصد نہیں ہو' تو انہوں نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا' اس نے بازار میں اس شخص کی گردن اڑا دی' پھر انہوں نے فرمایا: جو شخص ابن نواحہ کو مقتول دیکھنا چاہتا ہو' وہ بازار میں اسے دیکھ لے۔

بَابٌ فِي أَمَانِ الْمَرْأَةِ

باب: عورت کا امان دینا

2763 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهَا أَجَارَتْ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ، وَأَمَّنَّا مَنْ أَمَّنْتِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیّدہ ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا مجھے بتایا: فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے ایک مشرک شخص کو پناہ دے دی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جسے تم نے پناہ دی، اسے ہم بھی پناہ دیتے ہیں اور جسے تم نے امان دی، اسے ہم بھی امان دیتے ہیں''۔

2764 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ لَتُجِيرُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فَيَجُوزُ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اگر کوئی عورت اہل ایمان کی طرف سے پناہ دے دے تو یہ جائز ہوگا''۔

بَابٌ فِي صُلْحِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن سے صلح کر لینا

2765 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ ثَوْرٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ. قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ - وَسَاقَ الْحَدِيثَ - قَالَ: وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِي يَهْبِطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. فَقَالَ النَّاسُ: حَلْ، حَلْ خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ، مَرَّتَيْنِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا خَلَأَتْ، وَمَا ذَلِكَ لَهَا بِخُلُقٍ. وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ. ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَسْأَلُونِي الْيَوْمَ خُطَّةً يُعَظِّمُونَ بِهَا حُرُمَاتِ اللهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا. ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ. فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتَّى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ. فَجَاءَهُ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ. ثُمَّ أَتَاهُ - يَعْنِي عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُودٍ - فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكُلَّمَا كَلَّمَهُ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ. وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ. فَضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ: أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَتِهِ، فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهُ. فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ. فَقَالَ: أَيْ غُدَرُ أَوَلَسْتُ أَسْعَى فِي غَدْرَتِكَ. وَكَانَ الْمُغِيرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ. ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا الْإِسْلَامُ فَقَدْ قَبِلْنَا. وَأَمَّا الْمَالُ فَإِنَّهُ مَالُ غَدْرٍ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبْ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَصَّ الْخَبَرَ - فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَعَلَى أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا. فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: قُومُوا فَانْحَرُوا، ثُمَّ احْلِقُوا. ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ مُهَاجِرَاتٌ - الْآيَةَ - فَنَهَاهُمُ اللهُ أَنْ يَرُدُّوهُنَّ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرُدُّوا الصَّدَاقَ. ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَعْنِي. فَأَرْسَلُوا فِي طَلَبِهِ فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ. فَخَرَجَا بِهِ حَتَّى إِذْ بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ نَزَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ تَمْرٍ لَهُمْ. فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ: وَاللهِ إِنِّي لَأَرَى سَيْفَكَ هَذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا. فَاسْتَلَّهُ الْآخَرُ فَقَالَ: أَجَلْ قَدْ جَرَّبْتُ بِهِ. فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ: أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْهِ فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ. فَضَرَبَهُ حَتَّى بَرَدَ. وَفَرَّ الْآخَرُ حَتَّى أَتَى الْمَدِينَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ رَأَى هَذَا ذُعْرًا. فَقَالَ: قَدْ قُتِلَ وَاللهِ صَاحِبِي، وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ. فَجَاءَ أَبُو بَصِيرٍ فَقَالَ: قَدْ أَوْفَى اللهُ ذِمَّتَكَ فَقَدْ رَدَدْتَنِي إِلَيْهِمْ. ثُمَّ نَجَّانِي اللهُ مِنْهُمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلُ أُمِّهِ مِسْعَرَ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ. فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ. فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى سِيفَ الْبَحْرِ وَيَنْفَلِتُ أَبُو جَنْدَلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ اپنے ایک ہزار سے زیادہ ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالا، اس پر نشان لگایا اور عمرے کا احرام باندھ لیا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں) نبی

اکرم ﷺ روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ اس گھاٹی تک پہنچے جس سے نیچے اترا جاتا ہے وہاں آپ ﷺ کی سواری بیٹھ گئی لوگوں نے دومرتبہ یہ کہا: اٹھو اٹھو لیکن وہ اونٹنی اَڑ گئی۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اَڑی نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس کی عادت ہے لیکن اسے اُس ذات نے روک لیا ہے، جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا، پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کی دستِ قدرت میں میری جان ہے، آج وہ مجھ سے جس بھی ایسی شرط کا مطالبہ کریں گے، جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کریں تو وہ چیز میں انہیں عطا کروں گا، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس اونٹنی کو جھڑکا، تو وہ کھڑی ہوگئی آپ ﷺ نے ان لوگوں کا راستہ چھوڑ دیا اور حدیبیہ کے آخری کنارے کے پاس آ کر پڑاؤ کیا، وہاں ایک کنویں کے پاس پڑاؤ کیا جس میں پانی تھوڑا سا تھا، وہاں بدیل بن ورقاء آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پھر وہ آیا، یعنی عروہ بن مسعود آیا، وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بات چیت کرنے لگا وہ جب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کوئی بات کرتا تھا تو نبی اکرم ﷺ کی داڑھی کو ہاتھ لگاتا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے ان کے پاس تلوار تھی انہوں نے سر پر خود لیا ہوا تھا، انہوں نے اپنی تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارا اور بولے: ان کی داڑھی سے اپنے ہاتھ کو پیچھے رکھو، عروہ نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا اور دریافت کیا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: مغیرہ بن شعبہ، عروہ نے کہا: اے وعدہ خلاف! کیا میں تمہاری وعدہ خلافی کی وجہ سے (فساد ختم کرنے کی) کوشش نہیں کرتا رہا۔ (راوی بیان کرتے ہیں) حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کے ساتھ تھے انہوں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا اور ان کا مال حاصل کر لیا، پھر وہ آئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو ہم اسے قبول کر لیتے ہیں جہاں تک مال کا تعلق ہے تو یہ دھوکے کا مال ہے ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تحریر کرو، یہ وہ معاہدہ ہے، جو اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے کیا ہے، اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں: سہیل نے عرض کی: یہ شرط ہے کہ ہم میں سے جو شخص بھی آپ ﷺ کے پاس آئے گا اگرچہ وہ آپ ﷺ کے دین کا ماننے والا ہو، آپ ﷺ اسے ہماری طرف لوٹا دیں گے جب وہ معاہدہ تحریر کر کے فارغ ہوئے تو راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اٹھو اور قربانی کر لو اور سر مونڈ لو، پھر کچھ مومن خواتین ہجرت کر کے آئیں، جس کا ذکر قرآن میں ہے:

''تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس بات سے منع کیا کہ وہ ان خواتین کو واپس کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ مہر واپس کر دیں''۔

نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے، تو ابوبصیر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ قریش سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب تھے، پھر قریش نے ان کے پیچھے دو لوگوں کو بھیجا، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں ان دو آدمیوں کے سپرد کر دیا (جو قریش کی طرف سے آئے تھے) حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ ان دونوں کو ساتھ لے کر نکلے یہاں تک کہ جب یہ دونوں ذوالحلیفہ پہنچے، تو وہاں انہوں نے پڑاؤ کیا اور اپنی کھجوریں کھانے لگے، حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک شخص سے کہا: اللہ کی قسم! اے

فلاں! میں تمہاری تلوار کو دیکھ رہا ہوں، یہ بہت عمدہ ہے، تو اس شخص نے میان سے اسے نکالا اور بولا: میں اسے کئی بار آزما چکا ہوں، حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ذرا مجھے دکھانا، پھر حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، جبکہ دوسرا شخص بھاگ کر مدینہ منورہ آ گیا وہ دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص گھبرایا ہوا لگ رہا ہے، اس شخص نے کہا، اللہ کی قسم! میرے ساتھی کو قتل کر دیا گیا ہے اور مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا اسی دوران حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کو پورا کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان کی طرف لوٹا دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا کر دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی ماں برباد ہو، یہ جنگ کو بھڑکائے گا، کاش کوئی اس کے لیے ہوتا، جب انہوں نے یہ بات سنی تو انہیں اندازہ ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان لوگوں کی طرف واپس کریں گے تو وہ وہاں سے نکلے، یہاں تک کہ سمندر کے کنارے آ گئے، پھر (مکہ سے) حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نکلے اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ سے جا ملے یہاں تک کہ ان کے پاس (مکہ سے بھاگ کر آنے والوں) کا ایک گروہ اکٹھا ہو گیا۔

2766 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، أَنَّهُمُ اصْطَلَحُوا عَلَى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِينَ، يَأْمَنُ فِيهِنَّ النَّاسُ وَعَلَى أَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوفَةً، وَأَنَّهُ لَا إِسْلَالَ وَلَا إِغْلَالَ

❁❁ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان بن حکم بیان کرتے ہیں: اُن لوگوں نے اس شرط پر معاہدہ کیا کہ دس سال تک جنگ نہیں ہوگی، لوگ اس دوران امن کی حالت میں رہیں گے اور ہمارے درمیان کوئی ذہنی اختلاف نہیں ہوگا اور تلواریں نہیں نکالی جائیں گی اور زرہیں نہیں پہنی جائیں گی، یعنی جنگ نہیں ہوگی۔

2767 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، قَالَ: مَالَ مَكْحُولٌ، وَابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا إِلَى خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، وَمِلْتُ مَعَهُمَا فَحَدَّثَنَا، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، قَالَ: قَالَ جُبَيْرٌ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى ذِي مِخْبَرٍ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَاهُ، فَسَأَلَهُ جُبَيْرٌ عَنِ الْهُدْنَةِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمِنًا، وَتَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ

❁❁ خالد بن معدان بیان کرتے ہیں: جبیر بن نفیر نے کہا: تم ہمارے ساتھ حضرت ذی مخبر رضی اللہ عنہ کے پاس چلو، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں، راوی کہتے ہیں: ہم ان کے پاس آئے، تو جبیر نے ان سے صلح کے بارے میں دریافت کیا: انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''عنقریب تم رومیوں کے ساتھ صلح کر لو گے، جو امن والی ہوگی، پھر تم اور وہ لوگ ایک دشمن کے ساتھ مقابلہ کریں گے

2767- اسنادہ صحیح. عیسی بن یونس: ھو ابن ابی اسحاق السبیعی. واخرجہ ابن ماجہ (4089) من طریق عیسی بن یونس، بھذا الاسناد. واخرجہ ایضاً (4089/م) من طریق الولید بن مسلم، عن الاوزاعی، بہ. وھو فی "مسند احمد" (16825) عن روح بن عبادۃ، و "صحیح ابن حبان" (6708) و (6709) من طریق الولید بن مسلم، کلاھما عن الاوزاعی.

جوان سے پرے ہوگا"۔

بَابٌ فِي الْعَدُوِّ يُؤْتَى عَلَى غِرَّةٍ وَيُتَشَبَّهُ بِهِمْ

باب: دشمن پر، اس کی غفلت میں، یکبارگی حملہ کرنا، اور ان کی مشابہت اختیار کرنے والوں (کا حکم)

2768 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ؛ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ: نَعَمْ، قُلْ. فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا الصَّدَقَةَ وَقَدْ عَنَّانَا قَالَ: وَأَيْضًا لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ: اتَّبَعْنَاهُ فَنَحْنُ نَكْرَهُ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ أَمْرُهُ، وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ. قَالَ كَعْبٌ: أَيَّ شَيْءٍ تَرْهَنُونِي؟ قَالَ: وَمَا تُرِيدُ مِنَّا؟ قَالَ: نِسَائَكُمْ. قَالُوا: سُبْحَانَ اللهِ أَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ نَرْهَنُكَ نِسَائَنَا فَيَكُونُ ذَلِكَ عَارًا عَلَيْنَا. قَالَ: فَتَرْهَنُونِي أَوْلَادَكُمْ. قَالُوا: سُبْحَانَ اللهِ يُسَبُّ ابْنُ أَحَدِنَا. فَيُقَالُ: رُهِنْتَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ. قَالُوا: نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ - يُرِيدُ السِّلَاحَ - قَالَ: نَعَمْ. فَلَمَّا أَتَاهُ نَادَاهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُتَطَيِّبٌ يَنْضَحُ رَأْسُهُ. فَلَمَّا أَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ وَقَدْ كَانَ جَاءَ مَعَهُ بِنَفَرٍ ثَلَاثَةٍ أَوْ أَرْبَعَةٍ فَذَكَرُوا لَهُ قَالَ: عِنْدِي فُلَانَةُ وَهِيَ أَعْطَرُ نِسَاءِ النَّاسِ. قَالَ: تَأْذَنُ لِي فَأَشُمَّ. قَالَ: نَعَمْ. فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي رَأْسِهِ فَشَمَّهُ قَالَ: أَعُودُ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي رَأْسِهِ. فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ: دُونَكُمْ فَضَرَبُوهُ حَتَّى قَتَلُوهُ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کون کعب بن اشرف کو قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! انہوں نے عرض کی: پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے اپنی طرف سے کوئی جھوٹی بات کہہ دوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے تم کہہ دینا، وہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور بولے: ان صاحب نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے اور ہمیں بہت تنگ کیا ہوا ہے، تو کعب بن اشرف نے کہا: آگے چل کے تم ان سے اور بھی زیادہ اُکتا جاؤ گے، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیونکہ ہم ان کی پیروی زیادہ کر چکے ہیں، اس لیے انہیں فوراً چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں ہے، جب تک ہم یہ نہیں دیکھ لیتے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ہماری یہ خواہش ہے کہ تم چند ایک وسق اناج ہمیں دے دو، کعب نے دریافت کیا: تم رہن کے طور پر کیا چیز دو گے؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ کعب نے کہا: تم اپنی عورتیں دے دو، محمد بن مسلمہ نے کہا: سبحان اللہ! تم عرب کے حسین ترین شخص ہو، اگر ہم نے اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن کے طور پر رکھوا دیں، تو یہ چیز ہمارے لیے عار کا باعث ہوگی، کعب نے کہا: پھر تم اپنی اولاد کو میرے پاس رہن رکھوا دو، انہوں نے کہا: سبحان اللہ! ہم میں سے کسی ایک کے بیٹے کو برا کہتے ہوئے یہ کہا جائے گا: اسے ایک یا دو وسق کے عوض میں رہن رکھ دیا گیا تھا، تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس رہن رکھوا دیتے ہیں، کعب نے کہا: ٹھیک ہے، جب وہ اس کے

پاس آئے اور بلند آواز میں اسے پکارا، تو وہ نکل کر ان کے پاس آیا، اس نے اس وقت خوشبو لگا رکھی تھی اور اس کے سر سے خوشبو پھوٹ رہی تھی، جب وہ ان کے پاس آ کر بیٹھا، تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین چار ساتھی تھے ان حضرات نے اس کے سامنے اس (خوشبو) کا تذکرہ کیا تو وہ بولا: میرے گھر میں فلاں عورت ہے، (یعنی وہ عورت میری بیوی ہے) جو سب سے زیادہ بہترین خوشبو والی ہے، تو محمد بن مسلمہ نے کہا: تم مجھے اجازت دو گے کہ میں تمہاری خوشبو کو سونگھ لوں؟ اس نے کہا: جی ہاں! تو انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھایا اور جب اس پر قابو پالیا، تو بولے: اس پر حملہ کر دو، ان لوگوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

2769- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَزَابَةَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ الْهَمْدَانِيُّ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِيمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"ایمان نے دھوکے سے قتل کرنے کو ختم کر دیا ہے، تو کوئی مومن دھوکے سے قتل نہ کرے"

بَابٌ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ فِي الْمَسِيرِ

باب: سفر کے دوران، ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے "اللہ اکبر" کہنا

2770- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ وَيَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ، حج یا عمرے (کے سفر سے) واپس تشریف لاتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ تکبیر کہتے تھے اور یہ پڑھتے تھے:

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہی ایک معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بادشاہی اسے کے لیے مخصوص ہے، حمد اسی کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، اپنے پروردگار کی حمد بیان کرنے ولے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور صرف اس نے (دشمن) کے لشکروں کو پسپا کر دیا"

بَابٌ فِي الْإِذْنِ فِي الْقُفُولِ بَعْدَ النَّهْيِ

باب: (پہلے کی) ممانعت کے بعد، اب واپسی کی اجازت

2771- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ

عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ) (التوبة: 44)، الْآيَةَ نَسَخَتْهَا الَّتِي فِي النُّورِ: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ) (النور: 62)، إِلَى قَوْلِهِ: (غَفُورٌ رَحِيمٌ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت "وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، وہ تم سے اجازت نہیں مانگیں گے"۔ اس آیت کو سورہ نور میں موجود اس آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ "بے شک ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں" یہ آیت یہاں تک ہے "مغفرت کرنے والا، رحم کرنے والا ہے"

بَابٌ فِي بِعْثَةِ الْبُشَرَاءِ

باب: خوشخبری سنانے والے کو بھیجنا

2772 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ؟ فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا، ثُمَّ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ أَحْمَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ يُكْنَى أَبَا أَرْطَاةَ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم ذوخلصہ (نامی بتکدے) سے مجھے آرام نہیں پہنچاؤ گے؟ تو وہ وہاں گئے اور انہوں نے اسے جلایا، پھر انہوں نے احمس قبیلے کے ایک شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائے، اس شخص کی کنیت ابوارطاۃ تھی۔

بَابٌ فِي إِعْطَاءِ الْبَشِيرِ

باب: خوشخبری سنانے والے کو (انعام) دینا

2773 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ، فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ - وَقَصَّ ابْنُ السَّرْحِ الْحَدِيثَ - قَالَ: وَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ. حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَوَاللهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ. ثُمَّ صَلَّيْتُ الصُّبْحَ صَبَاحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا فَسَمِعْتُ صَارِخًا يَا كَعْبُ بْنَ مَالِكٍ أَبْشِرْ. فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا إِيَّاهُ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى إِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ

2773- اسناده صحيح. يونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن وهب: هو عبد الله، وابن السرح: هو احمد بن عمرو بن عبد الله بن عمرو بن السرح ابو الطاهر. واخرجه مطولاً البخاري (4418)، ومسلم (2769) من طريق ابن شهاب الزهري، بهذا الاسناد. واخرج قصة صلاة الركعتين منه النسائي في "المجتبى" (731) من طريق ابن شهاب الزهري، به. واخرج قصة البشارة وتهنئة طلحة بن عبيد الله النسائي في "الكبرى" (11168) من طريق ابن شهاب، به. وهو في "مسند احمد" (15789) و (27175)، وفي "صحيح ابن حبان" (3370)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے مسجد میں آتے تھے، وہاں دو رکعات ادا کرتے تھے پھر (لوگوں سے یعنی ان سے ملنے کے لیے) بیٹھ جاتے تھے، اس کے بعد ابن سرح نے پورا واقعہ بیان کیا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا، یعنی جب تین آدمیوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا، یہاں تک کہ جب کافی دن گزر گئے، تو میں اپنے چچازاد حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھا، میں نے انہیں سلام کیا، اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا، پھر پچاسویں رات کی صبح میں اپنے گھر کی چھت پر فجر کی نماز ادا کر رہا تھا، اسی دوران میں نے ایک شخص کو بلند آواز میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے کعب بن مالک! تمہارے لیے خوشخبری ہے، جب وہ میرے پاس آیا، تو میں نے اس کی آواز کو سنا، وہ مجھے خوشخبری دے رہا ہے، تو میں نے اپنے کپڑے اتار کر وہ اسے پہنا دیئے، پھر میں روانہ ہوا، یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے، انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔

بَابٌ فِي سُجُودِ الشُّكْرِ

باب: سجدہ شکر ادا کرنا

2774 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ بَكَّارِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَنِي أَبِي عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا جَاءَهُ أَمْرُ سُرُورٍ أَوْ بُشِّرَ بِهِ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلَّهِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی خوشی کی خبر آتی تھی، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشخبری سنائی جاتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں چلے جاتے تھے۔

2775 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ، عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ يَحْيَى بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عُثْمَانَ- عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيدُ الْمَدِينَةَ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيبًا مِنْ عَزْوَرَا نَزَلَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا - ذَكَرَهُ أَحْمَدُ ثَلَاثًا - قَالَ: إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي وَشَفَعْتُ لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي فَخَرَرْتُ سَاجِدًا شُكْرًا لِرَبِّي، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي فَأَعْطَانِي الثُّلُثَ الْآخِرَ

فَحَرَّرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: اَشْعَثُ بْنُ اِسْحَاقَ اَسْقَطَهُ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حِيْنَ حَدَّثَنَا بِهٖ، فَحَدَّثَنِيْ بِهٖ عَنْهُ مُوْسَى بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ

❁❁ عامر بن سعد (اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ سے روانہ ہوئے، ہم مدینہ منورہ جانا چاہ رہے تھے، جب ہم ''عزورا'' کے قریب پہنچے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے نیچے اترے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، اللہ تعالیٰ سے کچھ دیر دعا مانگی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں چلے گئے اور کافی دیر سجدے میں رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کیے، اللہ تعالیٰ سے کچھ دیر دعا مانگی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں چلے گئے اور کافی دیر سجدے میں رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ کچھ دیر کے لیے بلند کیے پھر سجدے میں چلے گئے، احمد نامی راوی نے تین مرتبہ ایسا کرنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا گیا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی اور اپنی امت کے لیے شفاعت کی تو اس نے میری ایک تہائی امت کے بارے میں اجازت دے دی، تو میں اپنے پرودگار کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں چلا گیا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لیے دعا مانگی تو اس نے مجھے میری دو تہائی امت کے بارے میں اختیار دے دیا تو میں سجدے میں چلا گیا تا کہ اپنے پروردگار کا شکر ادا کروں پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے پروردگار سے اپنی امت کے بارے میں دعا مانگی تو اس نے مجھے باقی رہ جانے والا باقی ایک تہائی حصہ بھی عطا کر دیا، تو میں اپنے پروردگار کے حضور سجدے میں چلا گیا۔

بَابٌ فِي الطُّرُوقِ

باب: (طویل سفر سے واپسی پر) رات کے وقت گھر آنا

2776 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ اَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ اَهْلَهُ طُرُوْقًا

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص (طویل سفر سے واپسی پر) رات کے وقت اپنے گھر جائے۔

2777 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مُغِيْرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَوَّلَ اللَّيْلِ

2776- اسناده صحيح. واخرجه البخاري (1801) و (5243)، ومسلم باثر (1928)، والنسائي في "الكبرى" (9096) من طريق محارب بن دثار، به. واخرجه الترمذي (2909) من طريق نبيح العنزي، عن جابر بن عبد الله. وهو في "مسند احمد" (14191)، و"صحيح ابن حبان" (4182).

حضرت جابر، رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"آدمی جب سفر سے واپس آئے تو گھر واپس جانے کا بہترین وقت رات کا ابتدائی حصہ ہے"

2778 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، اَخْبَرَنَا سَيَّارٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ قَالَ: اَمْهِلُوا حَتّٰى نَدْخُلَ لَيْلًا لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: الطُّرُوقُ: بَعْدَ الْعِشَاءِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ لَا بَاْسَ بِهٖ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے، جب ہم نے (مدینہ منورہ میں) داخل ہونے کا ارادہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ذرا ٹھہر جاؤ، تاکہ ہم رات کے وقت داخل ہوں، تاکہ بکھرے ہوئے بالوں والی عورت بال سنوار لے اور جس عورت کا شوہر (طویل عرصے سے گھر سے باہر تھا) وہ زیر ناف بال صاف کر لے

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زہری کہتے ہیں: طروق سے مراد عشاء کے بعد آنا ہے۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اگر کوئی مغرب کے بعد آ جائے، تو اس میں بھی حرج نہیں ہے۔

بَابٌ فِي التَّلَقِّي

باب: (طویل سفر سے واپس آنے والوں کا) استقبال کرنا

2779 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ، فَلَقِيتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے آئے، دوسرے بچوں کے ساتھ، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا، ہم نے ثنیۃ الوداع پر (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا)

بَابٌ فِيمَا يُسْتَحَبُّ مِنْ اِنْفَادِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ اِذَا قَفَلَ

باب: (جہاد سے) واپسی پر زادِ سفر کو ختم کر دینے کا مستحب ہونا

2780 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ فَتًى مِنْ

2780- اسناده صحيح. ثابت البناني: هو ابن اسلم، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه مسلم (1894) من طريق حماد بن سلمة به. وهو في "مسند احمد" (13160)، و"صحيح ابن حبان" (4730).

اَسْلَمَ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّي اُرِيْدُ الْجِهَادَ وَلَيْسَ لِي مَالٌ اَتَجَهَّزُ بِهِ. قَالَ: اذْهَبْ اِلٰى فُلَانِ الْاَنْصَارِيِّ فَاِنَّهُ كَانَ قَدْ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ. فَقُلْ لَهُ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ. وَقُلْ لَهُ ادْفَعْ اِلَيَّ مَا تَجَهَّزْتَ بِهِ. فَاَتَاهُ فَقَالَ لَهُ: ذٰلِكَ فَقَالَ لِامْرَاَتِهِ: يَا فُلَانَةُ، ادْفَعِي لَهُ مَا جَهَّزْتِنِي بِهِ وَلَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا. فَوَاللهِ لَا تَحْبِسِيْنَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارِكُ اللهُ فِيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اسلم قبیلے کا ایک نوجوان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں، لیکن میرے پاس مال نہیں ہے، جس کے ذریعے میں اس کے لیے ساز و سامان حاصل کروں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم فلاں انصاری کے پاس جاؤ، اس نے جہاد کا ساز و سامان تیار کر لیا تھا، لیکن وہ بیمار ہو گیا ہے، اسے تم یہ کہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام کہا ہے اور پھر تم اس سے یہ کہنا کہ تم نے جہاد کے لیے جو تیاری کی تھی، وہ ساز و سامان مجھے دے دو، وہ نوجوان اس انصاری کے پاس آیا اور اسے یہ بات کہی، تو اس نے اپنی بیوی سے کہا: اے فلاں عورت! تم نے میرے لیے جو ساز و سامان تیار کیا تھا، وہ اس شخص کو دے دو، تم اس میں سے کوئی بھی چیز روکنا نہیں، اللہ کی قسم! اگر تم نے اس میں کوئی بھی چیز روکی، تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہیں رکھے گا۔

بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ مِنَ السَّفَرِ

باب: سفر سے واپسی پر (مسجد میں آ کر نفل) نماز ادا کرنا

2781 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ وَعَمِّهِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ اَبِيْهِمَا كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا - قَالَ الْحَسَنُ: فِي الضُّحٰى - فَاِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اَتَى الْمَسْجِدَ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی پر ہمیشہ دن کے وقت تشریف لاتے تھے۔ حسن نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مسجد میں آتے تھے وہاں دو رکعات ادا کرتے تھے، پھر (لوگوں سے ملاقات کے لیے) تشریف فرما ہو جاتے تھے۔

2782 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الطُّوْسِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ، حَدَّثَنَا اَبِي، عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَقْبَلَ مِنْ حَجَّتِهِ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ فَاَنَاخَ عَلٰى بَابِ مَسْجِدِهِ، ثُمَّ دَخَلَهُ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰى بَيْتِهِ قَالَ نَافِعٌ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ كَذٰلِكَ يَصْنَعُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے حج سے واپس تشریف لائے اور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری کو بٹھایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے۔

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

بَابٌ فِي كِرَاءِ الْمَقَاسِمِ

باب: تقسیم کرنے کا کرایہ وصول کرنا

2783 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا الزَّمْعِيُّ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَاقَةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْقُسَامَةَ . قَالَ: فَقُلْنَا: وَمَا الْقُسَامَةُ؟ قَالَ: الشَّيْءُ يَكُونُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَجِيءُ فَيَنْتَقِصُ مِنْهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم قسامہ سے بچو، راوی کہتے ہیں: ہم نے عرض کی: قسامہ سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی ایسی چیز جو لوگوں کے درمیان مشترکہ ہو اور (کوئی شخص) اس میں سے (اپنے طور پر کچھ نکال لے)

2784 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ شَرِيكٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، قَالَ: الرَّجُلُ يَكُونُ عَلَى الْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ فَيَأْخُذُ مِنْ حَظِّ هَذَا وَحَظِّ هَذَا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:
''کوئی شخص کچھ لوگوں کا امیر ہو اور وہ اِس کا بھی حصہ حاصل کرلے اور اُس کا بھی حصہ حاصل کرلے''

بَابٌ فِي التِّجَارَةِ فِي الْغَزْوِ

باب: جہاد کے دوران تجارت کرنا

2785 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَلْمَانَ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ قَالَ: لَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ أَخْرَجُوا غَنَائِمَهُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبْيِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ غَنَائِمَهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ حِينَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَا رَبِحَ الْيَوْمَ مِثْلَهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ هَذَا الْوَادِي قَالَ: وَيْحَكَ، وَمَا رَبِحْتَ؟ قَالَ: مَا زِلْتُ أَبِيعُ وَأَبْتَاعُ حَتَّى رَبِحْتُ ثَلَاثَ مِائَةِ أُوقِيَّةٍ. فَقَالَ

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَا اُنَبِّئُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رَبِحَ. قَالَ: مَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

عبیداللہ بن سلمان بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی نے انہیں بتایا: جب ہم نے خیبر فتح کر لیا تو لوگوں نے اپنی اپنی غنیمت نکال لیں، یعنی سامان اور قیدی، اور پھر انہیں فروخت کرنے لگے، نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ کے فارغ ہوئے تو ایک آدمی آیا اور بولا: یارسول اللہ! میں نے آج اتنا منافع حاصل کیا ہے کہ اس بستی کے رہنے والوں میں سے کسی نے بھی کبھی اتنا منافع حاصل نہیں کیا ہوگا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارا ستیاناس ہو، تم نے کیسے اتنا منافع حاصل کر لیا؟ اس نے کہا: میں مسلسل خرید وفروخت کرتا رہا، یہاں تک کہ مجھے تین سو اوقیہ کا منافع حاصل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں منافع حاصل کرنے والے شخص کے بارے میں بتاتا ہوں، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کون سا شخص ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نماز کے بعد دو رکعات (ادا کرنے والا شخص)

بَابٌ فِيْ حَمْلِ السِّلَاحِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کے علاقے کی طرف ہتھیار لے جانا

2786 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، اَخْبَرَنِي اَبِي عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنْ ذِي الْجَوْشَنِ رَجُلٍ مِنَ الضِّبَابِ، قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنْ فَرَغَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ بِابْنِ فَرَسٍ لِي يُقَالُ لَهَا: الْقَرْحَاءُ. فَقُلْتُ: يَا مُحَمَّدُ اِنِّي قَدْ جِئْتُكَ بِابْنِ الْقَرْحَاءِ لِتَتَّخِذَهُ. قَالَ: لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ، وَاِنْ شِئْتَ اَنْ اَقِيضَكَ بِهِ الْمُخْتَارَةَ مِنْ دُرُوعِ بَدْرٍ فَعَلْتُ. قُلْتُ: مَا كُنْتُ اَقِيضُهُ الْيَوْمَ بِغُرَّةٍ قَالَ: فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ

حضرت ذوالجوشن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ آپ ﷺ کے اہل بدر سے فارغ ہونے کے بعد کی بات ہے، میں اپنے گھوڑے کے بچے کو ساتھ لے کر آیا تھا، جس کا نام "قرحاء" تھا میں نے عرض کی: اے حضرت محمد ﷺ! میں آپ ﷺ کے پاس "قرحاء" لے کے آیا ہوں، تاکہ آپ ﷺ اسے حاصل کر لیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، اگر تم چاہو تو میں تمہیں بدر کی زرہوں میں سے کوئی چنی گئی زرہ دے دیتا ہوں، میں نے عرض کی: آج تو میں اس کے بدلے میں کوئی غلام بھی نہیں لوں گا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

بَابٌ فِي الْاِقَامَةِ بِاَرْضِ الشِّرْكِ

باب: اہل شرک کی سرزمین پر رہائش اختیار کرنا

2787 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى اَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، اَمَّا بَعْدُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَاِنَّهُ مِثْلُهُ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے (خطبہ دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: "امابعد!" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"جو شخص مشرکین کے ساتھ میل جول رکھے اور ان کے ساتھ رہائش رکھے وہ ان کی مانند شمار ہوگا"

مشرکین و یہود و نصاریٰ سے مشابہت کا بیان

(1): حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: بے شک ہم لوگ یہود سے کچھ ایسی باتیں سنتے ہیں، جو ہمیں اچھی لگتی ہیں، کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم اُن میں سے کچھ لکھ لیا کریں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طورِ زجر و انکار فرمایا: کیا تم لوگ دینِ اسلام کے بارے میں حیرت میں ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ اس کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے، حالانکہ میں تمہارے پاس ایک پاکیزہ روشن دین و ملت لے کر آیا ہوں اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لئے (بھی) میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا، (مسند احمد: 3/387)"۔(2)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مذاہبِ غیر کے ساتھ تشبّہ اختیار کیا وہ ہم میں سے نہیں، یہود و نصاریٰ سے مشابہت اختیار نہ کرو، کیونکہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے، (سنن ترمذی: 2695)"
(3): حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین میں کسی بات کی بابت اہلِ کتاب سے نہ پوچھو، کیونکہ وہ تمہیں ہدایت ہرگز نہیں دیں گے، جب کہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں، کیونکہ (دین کے بارے میں اُن سے مشابہت کر کے) یا تو تم باطل کی تصدیق کرو گے یا حق کو جھٹلاؤ گے، کیونکہ اگر موسیٰ علیہ السلام (آج) تمہارے درمیان زندہ ہوتے، تو اُن پر بھی میری اتباع لازم ہوتی، (مسند احمد: 14631)"۔ (4): مشرکین کی مخالفت کرو، (بخاری: 5892)"۔(5): مجوس کی مخالفت کرو، (مسلم: 260)"۔(6): اور جس نے کسی ملتِ باطلہ کے ساتھ مشابہت اختیار کی تو اس کا شمار اُنہی میں سے ہوگا۔

(سنن ابوداؤد: 4028)
علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: یاد رکھو! کہ ہر بات میں اہلِ کتاب کے ساتھ تشبیہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ ہم بھی ان کی طرح کھاتے پیتے ہیں، صرف مذموم بات اور ایسی چیز میں جس میں تشبّہ حرام ہے ان کے مذہب کے ساتھ مشابہت کا ارادہ کیا جائے

(البحر الرائق، جلد: 2، ص: 18)
امام احمد رضا قادری، ملا علی قاری کے حوالے سے لکھتے ہیں: ہمیں کافروں اور منکر بدعات کے مرتکب لوگوں کے شِعار میں مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، وہ بدعت جو مباح کا درجہ رکھتی ہو اس سے نہیں روکا گیا، خواہ وہ اہلسنت کے افعال ہوں یا کفار اور اہلِ بدعت کے، لہٰذا حرمت کا مدار مذہبی شِعار ہونے پر ہے۔ (منح الروض الازہر علی الفقہ الاکبر، ص: 185)
نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: تشبّہ دو وجہ سے ہوتی ہے، التزامی و لزومی۔ التزامی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قوم کی خاص وضع کو اس نیت سے اختیار کرے کہ ان کی سی صورت بنائے اور ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرے، حقیقی تشبّہ اسی کا نام ہے۔ التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں: اوّل: اس قوم کو پسندیدہ سمجھ کر ان سے مشابہت اختیار کرے، یہ بات اگر اہلِ بدعت کے ساتھ ہو تو بدعت اور معاذ اللہ! کفار کے ساتھ ہو تو کفر۔ دوم: کسی غرضِ مقبول (جیسے دشمن کی جاسوسی کرنا) کی ضرورت کے تحت اسے اختیار کرے، وہاں اس وضع کی شناعت (خرابیاں) اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہوگا، اگر ضرورت غالب ہو تو ضرورت کی حد تک

تشبُّہ، کفر تو دور کی بات، ممنوع بھی نہیں ہوگا۔ سوم: نہ تو انہیں اچھا جانتا ہے، نہ کوئی شرعی ضرورت اس کی داعی ہے، بلکہ کسی دنیوی نفع کے لئے یا یونہی بطورِ ہزل واستہزاء (یعنی غیر سنجیدہ انداز میں یا مذاق کے طور پر) اس کا مرتکب ہوا، تو حرام و ممنوع ہونے میں شک نہیں۔ اور اگر وہ وضع ان کفار کا مذہبی ودینی شِعار ہے، جیسے زُنّار، قشقہ، چُٹیا یا چلیپا اور گلے میں صلیب لٹکانا، تو علماء نے حکمِ کفر قرار دیا ہے۔ لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں ہے، مگر وہ وضع غیر مسلم قوم کا شِعار ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہوگی، اس سے بچنا بھی واجب ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے فسّاق کی وضع کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے،

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد:24، ص:530-532)"۔

شِعار کا واحد شَعِیرَہ یا شِعَارَہ ہے، شِعَارَہ اور مَشْعَرَہ کے معنی ہیں: خاص نشانی"۔ اسی معنی میں خاص علامت کے حامل قربانی کے جانوروں کو اور صفا و مروہ کو بھی قرآن میں شعائر اللہ" کہا گیا ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کو دلوں کا تقویٰ قرار دیا گیا ہے۔ اسی معنی میں بعض مقامات مثلاً کعبۃ اللہ، میدانِ عرفات، مُزدلفہ، جمار ثلاثہ اور مقام ابراہیم ہمارے دینی شعائر ہیں، اسی طرح زمانے کے بعض مخصوص اوقات، جیسے رمضان، اَشْہُرِ حُرُم، عید الفطر، عید الاضحیٰ، جمعہ، ایامِ تشریق وغیرہ ہمارے دینی شعائر ہیں۔ اور بعض افعال جیسے اذان، اقامت، نمازِ باجماعت، نمازِ جمعہ، نمازِ عیدین اور ختنہ وغیرہ بھی ہمارے دینی شعائر ہیں، (تفسیر فتح العزیز، ص:369)"۔

الغرض یہود و نصاریٰ، ہنود اور دیگر باطل ملتوں کی وہ علامات جو اُن کا مذہبی شِعار ہیں اور جن پر نظر پڑتے ہی اُن کے مذہب کا تصور ذہن میں آتا ہے، ایسے اُمور میں اُن مذاہب باطلہ کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا حرام و ممنوع ہے اور بعض صورتوں میں کفر بھی ہے۔ اسی طرح وہ افعال جو غیر مسلم قوم بطورِ مذہب انجام نہ دیتے ہوں بلکہ وہ ان کی طرزِ معاشرت ہو اور اسی قوم کے ساتھ خاص ہوں تو ان کو شِعارِ قومی کہا جاتا ہے اور ان سے بچنا بھی لازم ہے۔ اس کے علاوہ ایسے امور میں اہلِ باطل کے ساتھ مشابہت، جو ان کا مذہبی یا قومی شِعار نہیں ہے، حرام و ممنوع نہیں ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا قادری سے پوچھا گیا کہ: ایک خاص انداز میں باندھی جانے والی دھوتی کو ایک صاحب ہندو کا شِعار قرار دے کر اس پر حُرمت کا فتویٰ لگا رہے ہیں"۔ آپ لکھتے ہیں: دھوتی باندھنے والے مسلمانوں کا یہ قصد تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کی سی صورت بنائیں اور فی نفسہٖ دھوتی کی حالت کو دیکھا جائے تو اس کی اپنی ذات میں کوئی حرج بھی نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا لباس ہے کہ جس سے سترِ عورت کا مقتضیٰ شرعی پورا ہورہا ہے، اصلِ سنت ولباس پاک عرب یعنی تہبند سے صرف لٹکتا چھوڑنے اور پیچھے گُھرس لینے (اُڑس لینے) کا فرق رکھتی ہے، اس میں کسی امرِ شرع کا خلاف نہیں، تو ممانعت کی دونوں وجہیں قطعاً نہیں پائی جاتیں۔ رہا خاص شِعار کفار ہونا، وہ بھی باطل ہوگا۔ بنگالہ وغیرہ پورب (مشرقی ہند) کے عام شہروں میں ہند کے تمام رہنے والوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کا یہی لباس ہے۔

اسی طرح سب اضلاع ہند کے دیہات میں مسلمان اور ہندو یہی وضع رکھتے ہیں، حتّٰی کہ شہروں میں بھی بعض اہلِ حرفت کام کے وقت یہی لباس پہنتے ہیں، ہاں یہاں کئی معزز شہریوں میں اس کا رواج نہیں ہے، مگر وہ صرف اس غرض سے کہ اپنی تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں، نہ یہ کہ باندھنے والے کو کفر یا حرام کا مرتکب سمجھتے ہیں، تو زیادہ سے زیادہ باوقار اور معاشرے میں ذی وجاہت لوگوں کو گھر سے باہر اس کے پہننے سے احتراز کرنا چاہیے، (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد 24، ص:534-35)"

آج کل کوٹ، پینٹ اور ٹائی عام لباس کی صورت اختیار کر گئے ہیں، جسے مسلم اور غیر مسلم سب پہنتے ہیں اور کوئی بھی اسے عیسائیت یا یہودیت کا مذہبی اور قومی شعار نہیں سمجھتا، پس کفار کے ساتھ محض مشابہت ممنوع نہیں ہے، البتہ اگر کسی لباس سے ستر عورت کا شرعی مقصد پورا نہ ہوتا ہو، تو وہ اس اعتبار سے معیوب و ممنوع سمجھا جائے گا۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ تشبّہ ان اُمور میں ممنوع ہے، جو اُمور کفار کے عقائدِ فاسدہ اور اعمالِ باطلہ کے ساتھ مخصوص ہوں یا جو امور کتاب وسنت کی تصریحات کے خلاف ہوں۔ اور جو امور ہمارے اور کفار کے درمیان مشترک ہوں یا جنہیں اختیار کرنا نفع مند ہو، اُن میں اگر کفار کے ساتھ تشبّہ واقع ہو جائے تو اُس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ احادیث میں اس قسم کے امور کو اختیار کرنے کی بکثرت مثالیں ہیں، جیسے شہر کے دفاع کے لئے خندق کھودنا کفارِ عجم کا طریقہ تھا، لیکن جب حضرت سلمان فارسی نے غزوۂ احزاب کے موقع پر مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا تو نبی ﷺ نے اس مشورے کو قبول کرلیا، (تبیان القرآن، جلد:9، ص:368)"

اسی طرح انگریزی دنوں اور مہینوں کے نام، جن کے پیچھے کوئی یونانی دیو مالائی تصورات ہیں، اب انگریزی زبان میں ان دنوں اور مہینوں کا نام لینے والے عام آدمی کے ذہن میں وہ پسِ منظر قطعاً نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ نام اس زمانے میں کسی باطل مذہب کا مذہبی یا قومی شعار ہیں، لہٰذا اُن پر بھی مشابہتِ صُوری یا ظاہری کے اعتبار سے حرمت کا فتویٰ لگانا درست نہیں ہے اور یہ دین میں بلاضرورت عُسر (تنگی) پیدا کرنا ہے، جو شارع علیہ السلام کو پسند نہیں ہے اور اس سے کوئی مقصدِ شرعی باطل نہیں ہوتا۔ کسی کی یاد منانے کے لئے موم بتی جلانا یہ مسلمانوں کا شعار نہیں ہے اور اِسراف ہونے کی وجہ سے ناپسندیدہ امر ہے۔

مشابہت کیا ہے

مسلمانوں کو کافر اور کمزور عقیدہ، کمزور عمل اہل اسلام کی نقالی اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔ عام طور پر عوام الناس اس مشابہت کے مفہوم کو واضح طور پر نہیں سمجھتے، جس کی بنا پر بہت سی ان اشیاء کو بھی ممنوع سمجھ بیٹھتے ہیں جس کا مشابہت سے تعلق نہیں ہے جبکہ دوسری طرف بہت سے ان کاموں کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جن کو اختیار کرنے پر قرآن وحدیث میں شدید وعیدیں اور سخت وبال آیا ہے۔

اس لیے پہلے مشابہت کے مفہوم اور اس کی اقسام کو سمجھ لینا چاہیے تاکہ با آسانی ہر مسلمان کو یہ معلوم ہو جائے کہ کون سے کاموں میں مشابہت ناجائز اور حرام ہے اور کن چیزوں کو اختیار کرنا مشابہت میں داخل نہیں ہے؟

مشابہت کا لغوی مفہوم:

مشابہت نام ہے مماثلت، نقل، تقلید اور پیروی کا۔ نیز مشابہت سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آپس میں ملتی جلتی ہوں لہٰذا جب یہ کہا جائے کہ فلاں نے فلاں کی مشابہت اختیار کی تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی نقل اور پیروی اختیار کر کے اس جیسا ہو گیا۔

قرآن کریم میں ممانعت:

اللہ رب العزت کی طرف سے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار اور یہود اور نصاریٰ سے دور رکھنے کی متعدد مقامات پر تلقین کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴾ آل عمران: 28

ترجمہ: مومن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار ومددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تم ان کے (ظلم) سے بچنے کے لئے بچاؤ کا طریقہ اختیار کرو۔

احادیث میں ممانعت:

سنن أبي داود (4/44): عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو کوئی جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی میں سے ہوگا۔ صحیح البخاری (7/160)

عن ابن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين: وفروا اللحى، وأحفوا الشوارب۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مشرکین کی مخالفت کرو اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ صحیح ابن حبان (5/561)

حدثنا أبو ثابت يعلى بن شداد بن أوس عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خالفوا اليهود والنصارى، فإنهم لا يصلون في خفافهم، ولا في نعالهم

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود ونصاری کی مخالفت کرو وہ موزوں اور جوتوں کو پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ صحیح مسلم (1/222)

عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «جزوا الشوارب، وأرخوا اللحى خالفوا المجوس»

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھوں کو کٹاؤ اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ صحیح البخاری (7/159)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: «لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

سنن ترمذی میں ایک روایت ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ملتِ اسلامیہ کے علاوہ کسی اور امت کے ساتھ مشابہت اختیار کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ارشاد فرمایا کہ: تم یہود اور نصاری کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔

(سنن الترمذی، کتاب الاستیذان، رقم الحدیث: ۲۶۹۵)

اس حدیث کی شرح میں صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں کہ

مراد یہ ہے کہ تم یہود ونصاریٰ کے ساتھ ان کے کسی بھی فعل میں مشابہت اختیار نہ کرو۔ (تحفۃ الاحوذی: ۷/ ۵۰۴)

سنن ابی داؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۴۰۳۰)

مشابہت عام ہے، خیر کے کاموں میں ہو یا شر کے کاموں میں، انجام کار وہ ان کے ساتھ ہوگا، خیر یا شر میں۔

(بذل المجہود: ۴/ ۵۹)

مَنْ تَشَبَّہَ" کی شرح میں ملا علی القاری لکھتے ہیں جو شخص کفار کی، فساق کی، فجار کی یا پھر نیک وصلحاء کی، لباس وغیرہ میں ہو یا کسی اور صورت میں مشابہت اختیار کرے وہ گناہ اور خیر میں ان کے ہی ساتھ ہوگا۔ (مرقاۃ المفاتیح رقم الحدیث ۲۲۲/ ۷ ۸۴۳۴ رشیدیہ)

مشابہت کی اقسام اور ان کے احکام:

(۱) فطری امور میں مشابہت:

مثلاً کھانا، پینا، پہننا، صفائی رکھنا وغیرہ۔ ان کاموں کا مشابہت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی طرح جن باتوں کا تعلق علوم وفنون یا خالص دنیاوی امور سے ہے جیسے صنعت وحرفت اور اسلحہ سازی وغیرہ۔ ان میں بھی مشابہت منع نہیں ہے۔

(۲) عادات میں مشابہت:

اس ہیئت پر کھانا، پینا، پہننا جس ہیئت وطریقہ کو کفار اور فاسق وفاجر لوگوں نے اپنایا ہوا ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی پہلے ہی سے کوئی خاص وضع ہو اور پھر کفار نے بھی اسی وضع کو اختیار کر لیا ہو تو یہ مشابہت اتفاقیہ ہے یہ ممنوع نہیں اس کے برعکس اگر مسلمانوں کی پہلے سے کوئی خاص وضع ہو اور وہ اس کو چھوڑ کر کفار وفساق کی وضع اختیار کر لیں تو یہ ناجائز ہوگا لہٰذا مسلمانوں کو عادات کے اندر ان کفار کے وضع کردہ طریقوں پر عمل پیرا ہونے سے بچنا لازم ہے۔ البتہ اگر اس طرح کی مشابہت اسلامی معاشرے میں اس قدر رائج ہو جائے کہ مشابہت کا پہلو بالکل ذہنوں سے نکل جائے تو اب وہ طریقہ غیر شرعی ہونے سے نکل کر جواز کی حدود میں داخل ہو جائے گا۔ جیسے کرسی ٹیبل پر کھانا، کالر والا لباس پہننا ٹراوزر پہننا۔ سالگرہ منانے کو بھی اس میں شامل کر سکتے ہیں جبکہ اسے ثواب اور عبادت نہ سمجھا جائے!

(۳) مذہبی شعار میں مشابہت:

ان امور میں مشابہت جو کفار کا مذہبی شعار، دینی رسوم یا قومی رواج ہو ان میں مشابہت کرنا بالکل حرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں مشابہت کو فقہاء کرام نے کفر تک کہا ہے جیسے بتوں کے سامنے سجدہ کرنا بغیر کسی شرعی مجبوری کے زنار یا مجوسی ٹوپی پہننا وغیرہ کیونکہ ان چیزوں کا تعلق ان کے مذہبی شعار سے ہے اور ان چیزوں میں مشابہت درحقیقت ان کے مذہب کو اختیار کرنے اور اس پر رضامندی کے مترادف ہے اس لئے اس صورت میں مشابہت سے بچنا بے حد ضروری ہے۔

اس صورت میں کفار کے وہ تہوار اور ان کی وہ تقریبات بھی داخل ہوں گی جو ان کے مذہبی شعار ہیں جیسے کرسمس، ہولی وغیرہ

کہ ایک مسلمان کے لیےان کا منانا اوران کی تقریبات میں بھی شرکت کرنا بالکل حرام ہوگا۔

لباس سے متعلق شرعی احکام بیان

یہ مقالہ سید الانبیاء وسید البشر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بیان میں ہے۔اس مقالہ کو لکھنے کا اہم مقصد وغرض یہ ہے کہ ہم اپنے لباس میں حتی الامکان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اختیار کریں اور وہ لباس جس کی وضع وقطع اور پہننا غیر مسنون ہے اس سے پرہیز کریں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو کل قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے نمونہ بنایا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا" لَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ " سورۃ الاحزاب ۲۱ "تم سب کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بہترین نمونہ ہے"۔

لباس مصدر ہے بمعنی ملبوس (یعنی پوشاک) کے جیسا کہ کتاب بمعنی مکتوب۔لباس کا لفظ عمامہ،ٹوپی،قمیص،جبہ،چادر، تہبند،پاجامہ اور جو کچھ پہننے میں آئے سب کو شامل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے لباس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد فرمایا" يٰبَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً يُّوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشاً وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَير " سورۃ الاعراف ۲۶ "اے آدم علیہ السلام کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس بنایا جو تمہاری شرم گاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے"۔لباس التقویٰ سے مراد وہ لباس ہے جس میں حیا ہو۔دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُم الْحَرَّ " سورۃ النحل ۸۱ "اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں"۔

قرآن وسنت کی روشنی میں علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ انسان اپنے علاقہ کی عادات واطوار کے لحاظ سے چند شرائط کے ساتھ کوئی بھی لباس پہن سکتا ہے کیونکہ لباس میں اصل جواز ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ لباس اور کھانے کی چیزوں میں وہی چیز حرام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

شرعی لباس کی چند بنیادی شرائط

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی روشنی میں علماء کرام نے لباس کے بعض حسب ذیل شرائط تحریر کئے ہیں

مرد حضرات کے لئے ایسا لباس پہننا فرض ہے،جس سے ناف سے لے کر گھٹنے تک جسم چھپ جائے اور ایسا لباس پہننا سنت ہے جس سے ہاتھ،پیر اور چہرے کے علاوہ مکمل جسم چھپ جائے۔عورتوں کے لئے ایسا لباس پہننا فرض ہے،جس سے ہاتھ،پیر اور چہرے کے علاوہ ان کا پورا جسم چھپ جائے۔نوٹ:یہاں لباس کا بیان ہے نہ کہ پردے کا،غرضیکہ غیر محرم کے سامنے عورت کو چہرا ڈھانکنا ضروری ہے۔

لباس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔(مثلاً مرد حضرات کے لئے ریشمی کپڑے اور خالص سرخ یا زرد رنگ کا لباس)

ایسا تنگ یا خفیف لباس نہ ہو جس سے جسم کے اعضاء نظر آئیں۔مردوں کا لباس عورتوں کے مشابہ اور عورتوں کا لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو۔مردوں کا لباس زیادہ رنگین اور عورتوں کا لباس زیادہ خوشبو والا نہ ہو۔مردوں کا لباس ٹخنوں سے اوپر جبکہ عورتوں کا

لباس ٹخنوں سے نیچے ہو۔

کفار و مشرکین کے مذہبی لباس سے مشابہت نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ لباس "سفید پوشاک"

امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید کپڑوں کو بہت پسند فرماتے تھے۔ متعدد احادیث میں اس کا تذکرہ ملتا ہے، یہاں اختصار کی وجہ سے صرف ۲ حدیثیں ذکر کر رہا ہوں:

* حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کپڑوں میں سے سفید کو اختیار کیا کرو کیونکہ وہ تمہارے کپڑوں میں بہترین کپڑے ہیں اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔

(ترمذی "الجنائز ۹۹۴، ابوداؤد اللباس ۴۰۶۱، ابن ماجہ/ باب ماجاء فی الجنائز، مسند احمد ۱/ ۲۴۷، صحیح ابن حبان)

* حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفید لباس پہنو کیونکہ وہ بہت پاکیزہ، بہت صاف اور بہت اچھا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (النسائی۔ الامر بلبس البیض من الثیاب، ترمذی، ابن ماجہ)

زیادہ پاکیزہ اس لئے کہ وہ بہت جلدی میلے ہو جاتے ہیں اسی لئے زیادہ دھوئے جاتے ہیں برخلاف رنگین کپڑوں کے کیونکہ دیر سے دھوئے جانے کی وجہ سے ان میں زیادہ گندگی ہوتی ہے۔ اچھے اس لئے کہ طبیعت سلیمہ ان کی طرف میلان کرتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات۔ کتاب اللباس) شیخ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۷۳ھ) نے اپنی کتاب "بستان العارفین" میں اور فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب "رد المحتار" کے مصنف علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ رنگوں میں پسندیدہ رنگ سفید ہے اور سفید لباس پہننا سنت ہے۔

رنگین لباس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات وعمل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر سفید لباس پہنا کرتے تھے اگرچہ دوسرے رنگ کے کپڑے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استعمال کئے ہیں۔ رنگین لباس چادر یا عبایہ یا جبہ کی شکل میں عموماً ہوا کرتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص اور تہبند عموماً سفید ہوا کرتی تھی۔

* حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خالص زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا کہ یہ کافروں کا لباس ہے اس کو نہ پہنو۔ (مسلم ۲۰۷۷) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو جلا ڈالو۔

* حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ تو میں ارغوانی گھوڑے پر سوار ہوں گا اور نہ پیلے رنگ کے کپڑے پہنوں گا جو ریشمی حاشیہ والے ہوں اور فرمایا کہ خبردار رہو کہ مردوں کی خوشبو وہ خوشبو ہے جس میں رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ خوشبو ہے جس میں خوشبو نہ ہو رنگ ہو۔ (مشکوۃ ص ۳۷۵) ارغوان ایک سرخ رنگ کا پھول ہے، اب ہر سرخ رنگ کو ارغوانی کہا جاتا ہے، وہی یہاں مراد ہے۔

* حضرت ابی رمشہ رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو سبز کپڑوں میں ملبوس دیکھا۔

(ابوداؤد ۴۰۶۵، ترمذی ۲۸۱۳)

* حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد درمیانی تھا۔ ایک مرتبہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ دھاریوں والی چادر میں ملبوس دیکھا۔ میں نے کبھی بھی اس سے زیادہ کوئی خوبصورت منظر نہیں دیکھا۔ (بخاری ۱۰/ ۲۵۸ و مسلم ۲۳۳۷)

* حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ دھاریوں والی یمنی چادر کو بہت پسند فرماتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

(وضاحت): بعض روایات میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ پوشاک استعمال کی ہے، جبکہ دیگر احادیث میں مردوں کو سرخ اور پیلے پڑے پہننے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس بظاہر تضاد کی محدثین وعلماء نے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ خالص سرخ یا خالص پیلے کپڑے نہیں پہننے چاہئے، البتہ سرخ یا پیلے رنگ کی دھاریوں والے (یعنی ڈیزائن والے) کپڑے پہنے جاسکتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص

* حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں میں قمیص زیادہ پسند تھی۔ (ترمذی ۱۷۶۲، ابوداؤد ۴۰۲۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص کے جو اوصاف احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

* آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص کا رنگ عموماً سفید ہوا کرتا تھا۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد، صحیح ابن حبان وغیرہ
* آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص تقریباً نصف پنڈلی تک ہوا کرتی تھی۔ ابوداؤد، ابن ماجہ
* آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص کی آستین عموماً پہونچے تک ہوا کرتی تھی۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۳، ترمذی کبھی کبھی انگلیوں کے سرے تک۔
* آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص اور قمیص کی آستین کشادہ ہوا کرتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ اکثر اوقات سفید ہی ہوا کرتا تھا اور کبھی سیاہ اور کبھی سبز۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ عموماً ۶۔ ۷ ذراع لمبا ہوا کرتا تھا۔

* حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اسے دونوں کندھوں کے درمیان ڈالتے تھے۔ یعنی عمامہ شریف کا "شملہ" دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا تھا۔ مشکوۃ ص ۳۷۴

* حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ (مسلم، ترمذی)

* حضرت جعفر بن عمرو بن حریث اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔ ترمذی

نوٹ: شملہ لٹکانا مستحب ہے اور سنن زوائد میں سے ہے۔ شملہ کی کم از کم مقدار چار انگل ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹوپی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عموماً سفید ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔ وطن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر سے چپکی ہوئی ٹوپی اوڑھا کرتے تھے، البتہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی ٹوپی اٹھی ہوئی ہوتی prayer-cap تھی۔ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی بلند پایہ کتاب "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد" میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تھے اور اس کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی پہنے بغیر بھی عمامہ باندھتے تھے۔ سعودی عرب کے تمام شیوخ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ٹوپی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تمام محدثین ومفسرین وفقہاء وعلماء وصالحین کا طریقہ ہے نیز ٹوپی پہننا انسان کی زینت ہے اور قرآن کریم "سورہ الاعراف ۳۱" کی روشنی میں نماز میں زینت مطلوب ہے لہٰذا ہمیں نماز ٹوپی پہن کر ہی پڑھنی چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام نافع کو ننگے سر نماز پڑھتے دیکھا تو بہت غصہ ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ ہم اس کے سامنے زینت کے ساتھ حاضر ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ننگے سر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ موجودہ زمانہ کے محدث شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "تمام المنۃ" کے صفحہ ۱۶۴ پر تحریر کیا ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ

* حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک طیالسی کسروانیہ جبہ مبارک نکالا جس کا گریبان ریشم کا تھا اور اس کے دونوں دامن ریشم سے سلے ہوئے تھے، اور فرمایا کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ ہے جو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جب وہ وفات پاگئیں تو اسے میں نے لے لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے۔ اب ہم اسے بیماریوں کے لئے دھوتے ہیں اور اس سے شفا حاصل کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ ص ۳۷۴

* آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومی اور شامی اونی جبوں کا بھی استعمال کیا ہے۔ بخاری ومسلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازار یعنی تہبند و پائجامہ وغیرہ

ازار اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کے نچلے حصہ میں پہنا جاتا ہے۔ عموماً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہبند کا استعمال فرماتے تھے، کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پائجامہ بھی استعمال کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہبند ناف کے اوپر سے نصف پنڈلی تک رہا کرتا تھا۔ صحابہ کرام بھی عموماً تہبند استعمال کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے پائجامہ بھی پہنتے تھے۔

* حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کا لباس آدھی پنڈلی تک رہنا چاہئے۔ نصف پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان اجازت ہے۔ لباس کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔ ابوداؤد، ابن ماجہ

* حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بطور تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر عنایت نہیں فرمائے گا۔ بخاری ۱۰/ ۲۱۷، مسلم ۲۰۸۵

* حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لباس کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔ بخاری ۱۰/ ۲۱۸

* حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لٹکانا تہبند، قمیص اور عمامہ میں پایا

جاتا ہے، جس نے ان میں سے کسی لباس کو بطور تکبر ٹخنوں سے نیچے لٹکایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ ابوداؤد ۴۰۹۴، نسائی ۲۰۸/۸

*حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو حکم نبی اکرم ﷺ نے پائجامہ کے متعلق فرمایا وہی حکم قمیص کا بھی ہے۔ ابوداؤد

*حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بطور تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ عورتیں اپنے دامن کا کیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ (نصف پنڈلی سے) ایک بالشت نیچے لٹکائیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ سوال کیا کہ اگر پھر بھی ان کے قدم کھلے رہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ (نصف پنڈلیے) ایک ذراع (شرعی پیمانہ جو تقریباً ۳۰ سینٹی میٹر کا ہوتا ہے) نیچے لٹکالیں، لیکن اس سے زیادہ نہیں۔ ابوداؤد ۴۱۱۹، ترمذی ۱۷۳۶

آپ ﷺ کے لباس میں درمیانہ روی

رسول اکرم ﷺ نے اعلیٰ و عمدہ و قیمتی لباس بھی پہنے ہیں مگر ان کی عادت نہیں ڈالی۔ ہر قسم کا لباس بے تکلف پہن لیتے تھے۔

*حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنا، بروز قیامت اللہ تعالیٰ اسے ذلت کا کپڑا پہنائے گا۔ ابوداؤد۔ باب فی لباس الشہرۃ

*حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور موٹا تہبند نکالا پھر فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک ان دونوں میں قبض کی گئی۔ بخاری ج ۲ ص ۸۶۵، مسلم

*ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہیں دنیا سے اتنا کافی ہو جیسے سوار مسافر کا توشہ اور امیروں کی مجلس سے اپنے آپ کو بچاؤ اور کسی کپڑے کو پرانا نہ سمجھو حتیٰ کہ اس کو پیوند لگالو۔ ترمذی ۱۷۸۰ یہ انتہائی قناعت کی تعلیم ہے کہ پیوند لگے کپڑے پہننے میں عار نہ ہو۔

*حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمتوں کا اثر بندے پر ظاہر ہو۔ ترمذی ۲۸۲۰ یعنی اگر مال اللہ تعالیٰ نے دیا ہو تو اچھے کپڑے پہننے چاہئیں۔

*حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ڈر سے لباس میں فضول خرچی سے اپنے آپ کو بچایا حالانکہ وہ اس پر قادر تھا تو کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے سامنے اس کو بلائے گا اور جنت کے زیورات میں سے جو وہ چاہے گا اس کو پہنایا جائے گا۔ ترمذی ۲۴۸۳

*حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گندے کپڑے پہنے ہوئے حاضر خدمت ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس شخص کو کوئی چیز نہیں ملی کہ یہ اپنے کپڑے دھو سکے؟ نسائی، مسند احمد

غرضیکہ حسب استطاعت فضول خرچی کے بغیر اچھے و صاف ستھرے لباس پہننے چاہئیں۔

لباس کے متعلق آپ ﷺ کی بعض سنتیں

دائیں طرف سے کپڑا پہننا سنت ہے:

* حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب قمیص زیب تن فرماتے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے۔ ترمذی ج ا ص ۳۰۲ اس طرح کہ پہلے دایاں ہاتھ دائیں آستین میں ڈالتے پھر بایاں ہاتھ بائیں آستین میں ڈالتے۔

نیا لباس پہننے کی دعا:

* حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام رکھتے عمامہ یا قمیص یا چادر پھر یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهٖ وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ اے میرے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ پہنایا، میں اس کپڑے کی خیر اور جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر مانگتا ہوں اور اس کی اور جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ ابوداؤد، ترمذی

پائجامہ پہننے کا طریقہ:

* آپ ﷺ کی تعلیمات میں ہے کہ پائجامہ/شلوار بیٹھ کر پہنیں۔ بعض احادیث ضعیفہ میں کھڑے ہو کر پائجامہ وغیرہ پہننے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے مثلاً: جس نے بیٹھ کر عمامہ باندھا یا کھڑے ہو کر سراویل (پائجامہ یا شلوار) پہنی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی مصیبت میں مبتلا فرمائے گا جس کی کوئی دواء نہیں۔۔ یہ حدیث شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "کشف الالتباس فی استحباب اللباس" میں ذکر کی ہے۔ ہمارے علماء کرام ہمیشہ احتیاط پر عمل کرتے ہیں، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ہم اپنا پائجامہ وغیرہ بیٹھ کر پہنیں اگرچہ کھڑے ہو کر پہننا بھی جائز ہے۔

بالوں کی چادر:

* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب ایک مرتبہ صبح کو مکان سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ شمائل ترمذی

ریشمی لباس کے متعلق آپ ﷺ کے ارشادات

ریشمی لباس پہننا مردوں کے لئے حرام ہے، البتہ ۲ یا ۳ یا ۴ انگل ریشمی حاشیہ والے کپڑے مردوں کے لئے جائز ہیں۔ نیز خارش اور کھجلی کے علاج کے لئے ریشمی لباس کا استعمال مردوں کے لئے جائز ہے۔

* حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس مرد نے دنیا میں ریشمی کپڑے پہنے وہ آخرت میں ریشمی کپڑوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ بخاری، مسلم

* حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں صرف وہی مرد ریشمی کپڑے پہن سکتا ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ بخاری، مسلم

• حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ریشمی کپڑے اور سونے کے زیورات میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (ترمذی ۱۷۲۰)

• حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر ایک یا دو یا تین یا چار انگلیوں کی مقدار۔ (بخاری/ اللباس ۵۸۲۹ مسلم/ اللباس والزینۃ ۲۰۶۹)

• حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خارش کے علاج کے لئے ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت عطا فرمائی۔ (بخاری، مسلم)

لباس میں کفار ومشرکین سے مشابہت

نبی اکرم ﷺ نے عمومی طور پر (یعنی لباس اور غیر لباس میں) کفار ومشرکین سے مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان احادیث کی کتابوں میں موجود ہے: جس نے جس قوم سے مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہو جائے گا۔ (ابوداؤد ۴۰۳۱)

لباس میں مشابہت کرنے سے خاص طور پر منع فرمایا گیا ہے:

• حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو خالص زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا کہ یہ کافروں کا لباس ہے اس کو نہ پہنو۔ (مسلم ۲۰۷۷)

• خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان کے مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ عیش پرستی اور مشرکوں کے لباس سے بچو۔ (مسلم ۲۰۶۹)

مردوں اور عورتوں کے لباس میں مشابہت

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں سے "لباس یا کلام وغیرہ میں" مشابہت کرتے ہیں، اسی طرح لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں کی (لباس یا کلام وغیرہ میں) مشابہت کرتی ہیں۔ بخاری

پینٹ وشرٹ اور کرتا و پائجامہ کا موازنہ

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ لباس میں اصل جواز ہے، انسان اپنے علاقہ کی عادات واطوار کے مطابق چند شرائط کے ساتھ کوئی بھی لباس پہن سکتا ہے، ان شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ کفار ومشرکین کا لباس نہ ہو۔ پینٹ وشرٹ یقیناً مسلمانوں کی ایجاد نہیں ہے لیکن اب یہ لباس عام ہو گیا ہے چنانچہ مسلم اور غیر مسلم سب اس کو استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا پینٹ وشرٹ مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ استعمال کرنا بلا کراہیت جائز ہے، البتہ پینٹ وشرٹ کے مقابلے میں کرتا و پائجامہ کو چند اسباب کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے۔

۱: کرتا و پائجامہ عموماً سفید یا سفید جیسے رنگوں پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ پینٹ وشرٹ عموماً رنگین ہوتی ہیں۔ احادیث صحیحہ کی روشنی میں امت مسلمہ متفق ہے کہ اللہ جل شانہ کے حبیب نبی اکرم ﷺ سفید پوشاک زیادہ پسند فرماتے تھے، نیز عام طور پر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس سفید ہی ہوا کرتا تھا۔

:۲ قیامت تک آنے والے انسانوں کے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص بہت پسند تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے جو اوصاف احادیث میں ملتے ہیں وہ شرٹ کے بجائے موجودہ زمانے کے کرتے (ثوب/قمیص) میں زیادہ موجود ہیں۔

:۳ اگرچہ اس وقت پینٹ وشرٹ کا لباس مسلم وغیر مسلم سب میں رائج ہو چکا ہے لیکن ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ پینٹ وشرٹ کی ابتداء مسلم کلچر کی دین نہیں جبکہ کرتہ و پائجامہ کی بنیادیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہیں، کرتا یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص کا ذکر کر چکا ہوں، جہاں تک پائجامہ کا تعلق ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تہبند کا استعمال فرماتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پائجامہ استعمال کیا یا نہیں اس کے متعلق بعض محققین نے اختلاف کیا ہے لیکن تمام محققین ومحدثین وفقہاء وعلماء متفق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ خریدا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے پائجامہ پہنتے تھے۔

:۴ کسی بھی زمانہ میں دنیا کے کسی بھی کونے میں علماء وفقہاء کی جماعت نے پینٹ وشرٹ کو اپنا لباس نہیں بنایا۔

موجودہ زمانہ کے پائجامہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے کے پائجامہ میں فرق ممکن ہے مگر دونوں کی بنیاد واساس ایک ہونے کی وجہ سے انشاء اللہ فضیلت حاصل ہوگی جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور موجودہ زمانہ کی مساجد میں ضرور فرق ملے گا مگر بنیاد ومقاصد ایک ہونے کی وجہ سے موجودہ زمانہ کی مساجد کو وہ فضیلت ضرور حاصل ہوگی جس کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہوا ہے۔

کسی معین شخص کے تنگ پائجامہ کا کسی معین شخص کی کشادہ پینٹ سے موازنہ کر کے فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ عموماً پینٹ پائجامہ کے مقابلہ میں تنگ ہوتی ہے اور جسم کی ساخت کے حساب سے بنائی جاتی ہے۔

شرح سنن ابوداؤد جلد پنجم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! شرح سنن ابوداؤد کی یہ جلد مکمل ہو چکی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری غلطیوں وکوتاہیوں کو معاف کردے۔ اور میں یہ بھی دعا کرتا ہوں۔

اے اللہ! میرے دین کو سنوار دے جو کہ میری آخرت کے کام کا حافظ اور نگہبان ہے اور میری دنیا کو سنوار دے کہ جس میں میری روزی اور زندگی ہے۔ اور میری آخرت کو سنوار دے کہ جس میں میری واپسی ہے۔ اور میری زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی میں زیادتی اور میری موت کو ہر شر سے میری راحت کا سبب بنادے۔ یا اللہ مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع نصیب فرما اور مجھ پر باطل واضح فرما اور مجھے باطل سے بچنے کی توفیق عطاء فرمادے۔ یا اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مجھے حق وایمان پر استقامت نصیب فرما۔ اور دنیا میں آنے فتنوں سے مجھے اور تمام مسلمانوں کو محفوظ فرما۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی

شرح ابوداؤد شریف

جلد 8

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالی معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ٭ لاہور

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

وسیم حسن عطاری

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شرح ابوداؤد شریف

مترجم	————	ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
شارح	————	علامہ محمد لیاقت علی رضوی
باہتمام	————	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	————	ستمبر 2016ء
سرورق	————	اے ایف ایس ایڈورٹائزر
طباعت	————	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	————	روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

هوالقادر

جمیع حقوق الطبع محفوظ للناشر
All rights are reserved
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

فہرست مضامین

مقدمہ رضویہ

الحمد لله الَّذِى أوضح وُجُوه معالم الدّين وأفضح وُجُوه الشَّك بكشف النقاب عَن وَجه الْيَقِين بالعلماء المستنبطين الراسخين والفضلاء الْمُحَقِّقين الشامخين الَّذين نزهوا كَلَام سيد الْمُرْسلين مميزين عَن زيف المخلطين المدلسين وَرفعُوا مناره بنصب العلائم وأسندوا عمده بأقوى الدعائم حَتَّى صَار مَرْفُوعا بِالْبناءِ العالى المشيد وبالاحكام الموثق المدمج الْمُؤَكّد مسلسلا بسلسة الْحِفْظ والاسناد غير مُنْقَطع وَلَا واه إِلَى يَوْم التناد وَلَا مَوْقُوف على غَيره من المبانى وَلَا معضل مَا فِيهِ من الْمعَانِي (وَالصَّلَاة) على من بعث بِالدّينِ الصَّحِيح الْحسن وَالْحق الصَّرِيح السّنَن الْخَالِي عَن الْعِلَل القادحة والسالم من الطعْن فِي أدلته الراجحة مُحَمَّد المستأثر بالخصال الحميدة والمجتبى الْمُخْتَص بالخلال السعيدة وَعلى آله وَصَحبه الْكِرَام مؤيدى الدّين ومظهرى الْإِسْلَام وَعلى التَّابِعين بِالْخَيرِ وَالْإِحْسَان وَعلى عُلَمَاء الْأمة فِي كل زمَان مَا تغرد قمرى على الْورْد والبان وناح عندليب على نور الاقحوان (وَبعد) فَإِن عاني رَحْمَة ربه الْغنى مُحَمَّد لياقت على الرضوى الحنفى عَامله ربه ووالديه بِلُطْفِهِ الْخَفي يَقُول أَن السّنة إِحْدَى الْحجَج القاطعة وأوضح المحجة الساطعة وَبهَا ثُبُوت أَكثر الْأَحْكَام وَعَلَيْهَا مدَار الْعلمَاء الْأَعْلَام وَكَيف لَا وَهِي القَوْل وَالْفِعْل من سيد الْأَنَام فِي بَيَان الْحَلَال وَالْحرَام الَّذين عَلَيْهِمَا مَبْنِيّ الْإِسْلَام فصرف الاعمار فِي اسْتِخْرَاج كنوزها من أهم الْأُمُور وتوجيه الافكار فِي استكشاف رموزها من تعمير العمور لَهَا منقبة تجلت عَن الْحسن والبها ومرتبة جلت بالبهجة والسنا وَهِي أنوار الْهِدَايَة ومطالعها ووسائل الدِّرَايَة وذرائعها وَهِي من مختارات الْعُلُوم عينهَا وَمن متنقدات نقود المعارف فضها وعينها ولولاها لما بَان الْخَطَأ عَن الصَّوَاب وَلَا تميز الشَّرَاب من السراب وَلَقَد تصدت طَائِفَة من السّلف الْكِرَام مِمَّن كساهم الله تَعَالَى جلابيب الْفَهم والافهام ومكنهم من انتقاد الْأَلْفَاظ الفصيحة المؤسسة على الْمعَانِي الصَّحِيحَة وأقدرهم على الْحِفْظ بالحفاظ من الْمُتُون والالفاظ إِلَى جمع سنَن من سنَن سيد الْمُرْسلين هادية إِلَى طرائق شرائع الدّين وَتَدْوِين مَا تفرق مِنْهَا فِي أقطار بِلَاد الْمُسلمين بتفرق الصَّحَابَة وَالتَّابِعِينَ الحاملين والفقهاء مذاهب الاربعة۔

کِتَابُ الدِّیَاتِ

یہ کتاب دیات کے بیان میں ہے

دیت وقصاص کے لغوی معانی کا بیان

لغوی معنی، القود وھوالقتل بالقتل اوالجرح بالجرح،قتل کے بدلے قتل کرنااورزخم کے بدلے زخم لگانا۔

(علامہ ابن منظور افریقی ،لسان العرب،11، 192،طبع بیروت)

قص فلان فلاناوضربہ ضربا فاقصہ ای ادناہ من الموت،فلاں نے فلاں سے قصاص لیااوراسے مار مار کرادموا کردیا۔(ابوالقاسم الحسین بن محمد المعروف بالراعب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص404،علامہ سید مرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی الحنفی،شرح تاج العروس من جواہر القاموس،4، 423،طبع بیروت)

قتل کی اقسام

قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔

قتلِ عمد قتل شبہ عمد قتل خطاء قتل قائم مقام خطاء قتلِ بسبب

1۔قتل عمد

قتل عمد وہ ہے جس میں نیت قتل ہو، دھار دار لوہے سے، جیسے تلوار، چھری، نیزہ، سُوا وغیرہ۔ یونہی بندوق، پستول، ریوالور، گن وغیرہ، آگ، شیشہ یا کسی دھات سے بنا ہوا کوئی ہتھیار۔

2۔قتل شبہ عمد

ارادے کے ساتھ چھوٹی چھڑی، چھوٹا پتھر یا مکہ رسید کرنا، جن سے اکثر کوئی مرتا نہیں مگر یہ مر گیا۔

3۔قتل خطاء

نیت کسی انسان کو مارنے کی نہ تھی مگر غلطی سے کوئی انسان مارا گیا۔مثلاً شکار پر گولی چلائی اور آدمی قتل ہو گیا۔

4۔قائم مقام خطاء

جیسے سویا ہوا شخص پہلو بدلے اور دوسرا اس کے نیچے آ کر مر جائے،قتل خطاء وقائم مقام خطاء کا حکم ایک جیسا ہے۔

5۔قتل بسبب

مثلاً کسی نے کنواں کھودا، یا راستہ میں پتھر رکھا، کوئی شخص کنویں میں گر کر مر گیا یا پتھر سے ٹکرا کر مر گیا تو اس کا حکم یہ ہوگا کہ

کنواں کھودنے والے یا پتھر رکھنے والے کے خاندان پر دیت لازم ہوگی، اس میں کفارہ نہیں نہ قاتل محروم الارث ہوگا۔

قتل عمد کی سزا

ایسا قتل گناہ کبیرہ ہے۔

قصاص لازم آتا ہے۔ ہاں اگر مقتول کے ورثاء چاہیں تو قاتل سے دیت کے کر بغیر دیت لیے قاتل کو معاف کر سکتے ہیں۔

(2) قتل شبہ عمد کا حکم،

1۔ گناہ کبیرہ کہ مارنے کی نیت تھی۔ کفارہ کہ شبہ خطاء ہے۔ اور قاتل کے خاندان پر مکمل دیت لازم ہوگی۔

یہ دیت تین سال میں دینا ہوگی۔ قتل شبہ عمد سے اگر قاتل مقتول کا شرعاً وارث تھا تو قتل کی وجہ سے میراث سے محروم ہو جائے گا۔

(3) قتل خطاء

اس کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ خطائی القصد: مثلاً شکار سمجھ کر آدمی کو مار دیا۔ یا حربی سمجھ کر مار دیا۔ حالانکہ وہ مسلمان تھا۔

2۔ خطاء فی الفعل: نشانے پر ماتا تھا آدمی کو لگ گیا۔ اس سے قاتل پر کفارہ اور اس کے خاندان (ورثاء) پر دیت لازم ہو گی۔ اس میں گناہ نہیں۔ یہ دیت تین سالوں میں مقتول کے ورثا کو دینا ہوگی۔ قاتل اگر مقتول کا قانوناً وارث تھا تو محروم ہو جائے گا۔

(ہدایہ مختصر،4، 476)

قتل قائم مقام خطا

مثلاً سویا ہوا شخص پہلو بدلتا ہے اور کوئی ساتھ والا اس کے نیچے آکر مر جاتا ہے۔ اس کا حکم بھی قتل خطا والا ہی ہے۔

(ہدایہ،4، 477)

قصاص کہاں کہاں واجب ہے۔

ہر محفوظ الدم کے قتل پر ہمیشہ قصاص لازم ہے جبکہ عمداً ہو۔ آزاد کو آزاد کے بدلہ میں اور یونہی آزاد کو غلام باندی (محکوم) کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ قصاص کا دارومدار برابری پر ہے۔ عصمت خون دو وجہ سے ہے یا مسلمان ہونے سے یا دارالاسلام میں رہنے سے خواہ غیر مسلم ہو۔ مسلمان کو ذمی اور ذمی کو مسلمان کے بدلے قتل کیا جائے گا۔

مسلمان یا ذمی کو مستامن کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ مستامن کو مستامن کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ مرد کو عورت کے بدلے چھوٹے کو بڑے۔ صحیح کو اندھے اور دائمی بیمار اور ناقص الاعضاء اور پاگل کے عوض قتل کیا جائے گا۔ باپ کو بیٹے کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ بیٹے کو باپ کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ (ہدایہ4، 478)

جس نے کسی عمداً زخمی کیا کچھ عرصہ بعد زخمی مر گیا، زخم لگانے والے کو قصاص کے طور پر قتل کیا جائے گا۔ پوری جماعت نے دانستہ ایک آدمی کو قتل کیا۔ سب کو بطور قصاص قتل کیا جائے گا۔ اگر ایک شخص نے دانستہ پوری جماعت کو قتل کیا، مقتولوں کے والی وارث حاضر تھے سب کی طرف سے اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور بس جس پر قصاص تھا وہ مر گیا تو قصاص ختم۔ (مختصر ہدایہ4، 487)

اقسام قتل واحکام قتل

قتل کی چار قسمیں ہیں۔

واجب مباح محظور (ممنوع) نہ واجب نہ محظور نہ مباح۔

1۔قتل واجب

ہم سے لڑنے والے کافر، قیدی ہونے سے اور امان ملنے، یا معاہدہ ہونے سے پہلے، صرف قابل قتال مرد، عورتیں اور بچے جو ہم سے نہ لڑیں ان میں شامل نہیں۔ یونہی وہ باغی جو مسلح ہو اور اسلامی فوج سے لڑیں اگر توبہ سے پہلے گرفتار ہوں تو واجب القتل ہیں۔ یونہی جو شخص محفوظ الدم انسان کو قتل کرنا چاہے تو ہم پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دیں۔ مثلاً مسلمان۔ معاہد۔ ذمی وغیرہ کو مارنا چاہے۔ یونہی جادوگر۔ شادی شدہ زانی، اور جو بھی قتل حداً واجب ہو۔ یہ سب قتل واجب کی قسمیں ہیں۔

2۔قتل مباح

جو کسی بے گناہ کو قتل کرے اور اسے قصاص میں قتل کرنے کا فیصلہ ہو۔ مقتول کے ولی کو اختیار ہے کہ اسے قتل کرے یا خون بہا (دیت) لے کر یا بغیر دیت معاف کر دے۔ یہ قتل مباح پیٹ یا سر میں پہنچنے والے زخم ایک تہائی 1/3 دیت۔ ہڈی کو پہنچنے والے زخم کی دیت پندرہ اونٹ، ہاتھ یا پاؤں کی ایک انگلی ضائع کرنے پر دس اونٹ، اور دانت توڑنے کی دیت پانچ اونٹ، (نسائی، دارمی)

امام مالک کی روایت میں ہے آنکھ ضائع کرنے کی دیت پچاس اونٹ، اور ہاتھ کی دیت بھی پچاس اونٹ، اور پاؤں کی دیت بھی پچاس اونٹ، اور ہڈی سے گوشت اتارنے والے زخم کی دیت پانچ اونٹ۔ (مشکوۃ ص303)

دیت کی مقدار

قتل خطاء کی دیت (خوں بہا) سو اونٹ ہے۔ تفصیل یہ ہے۔ بیس سال بھر عمر والی اونٹنیاں، بیس دو سال عمر والے، بیس سال بھر کے اونٹ (مذکر)، بیس حقے (چار سالہ) اور بیس جذع (پنجسالہ)۔ اس طرح،

سال بھی عمر والی اونٹنیاں .... 20 (بنت مخاض)

دو سالہ اونٹنیاں .... 20 (بنت لبون)

سال بھی عمر کے اونٹ .... 20 (ابن مخاض)

چار سالہ اونٹ .... 20 (حقہ)

پانچ سالہ اونٹ .... 20 (جذعہ) (ہدایہ، 499، البحر الرائق 8، 327)

وان ورد بلفظ الخطاء لکن غیرہ ملحق بہ انہ مجمل فی بیان القدر فبین علیہ الصلوۃ والسلام قدر الدیۃ بقولہ علیہ الصلاۃ والسلام فی النفس المومنتہ مائۃ من الابل

گو قرآن میں قتل خطاء کے ساتھ دیت کا ذکر ہے مگر دوسرا (قتل عمد) بھی اس سے ملحق ہے۔

ہاں مقدار دیت مجمل ہے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یوں بیان فرمایا۔ مومن کی جان کی دیت سو اونٹ

ہے۔ (بدائع الصنائع 7،257)

اطلق سبحانه و تعالیٰ القول بالدية فی جميع انواع القتل من غير فعل فدل ان الواجب فی الکل علی قدر واحد.

اللہ تعالیٰ نے قتل کی تمام قسموں پر بلاتفریق دیت کا لفظ بولا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ دیت سب صورتوں میں ایک جیسی لازم ہے۔ (بدائع الصنائع 7،255)

نفس مومنہ کی دیت سو اونٹ ہے۔ نفس مومنہ میں مرد عورت، بچہ، بڑا، کمانے والا، نہ کمانے والا۔

مرد عورت کی دیت برابر

بیمار، تندرست، بے کار، بیروزگار، صاحب روزگار، معذور سبھی شامل ہیں۔ سب انسانوں۔ مسلمانون اور ذمیوں (غیر مسلم لوگ جو دارالاسلام میں رہتے ہیں) مردوں۔ عورتوں کے خون کے برابر قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ اور سب کی دیت شرعا برابر ہے۔

واجب نہیں۔ یونہی حربی قیدی جو ہمارے قبضہ میں ہیں، امام کو اختیار ہے کہ انہیں قتل کرے یا چھوڑ دے، یونہی جو مسلمان دارالحرب میں چلا جائے اسے وہاں دشمن کو قتل کرنا یا قیدی بنانا جائز ہے۔

3۔ قتل محظور (ممنوع)

اس کی چند صورتیں ہیں۔

جس میں قصاص واجب ہے۔ یہ ہے مسلمان کو دارالاسلام میں، بلاشبہ قصدا عمدا عمل کرنا، اس کی سزا یہ ہے کہ قاتل کو قصاص مین قتل کیا جائے۔

ایک وہ قتل ہے جس میں قصاص نہیں دیت ہے، یہ قتل شبہ عمد میں ہے، یونہی باپ کا بیٹے کو قتل کرنا، اور حربی مستامن اور معاہد کو قتل کرنا، جہاں شبہ پیدا ہو جائے وہاں قصاص نہیں دیت ہے۔

4۔ وہ قتل جس پر قاتل پر کوئی سزا نہیں

دارالحرب میں رہنے والے مسلمانوں کو دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے قتل کرنا یونہی دارالحرب میں قیدی مسلمان کو قتل کرنا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر، قاتل کے لئے کوئی حد نہیں، ہاں تعزیر کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ دی جاسکتی ہے۔

5۔ وہ قتل جو نہ واجب ہے نہ مباح نہ ممنوع

یہ ہے خطاء یا بھول سے قتل کرنے والے کا قتل کرنا سونے والے۔ پاگل اور بچے کا کسی کو قتل کرنا۔ (امام ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاص الحنفی م 370ھ احکام القرآن 2،244 طبع لاہور)

مقدار دیت

1۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات متواترہ متوارثہ سے یہ وضاحت فرمائی گئی ہے کہ دیت کی مقدار سو اونٹ ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الا ان دية الخطاء اشبه العمد ما كان بالسو والعصاء مائة من الابل

سنو! قتل خطا کی دیت قتل عمد کی طرح ہے۔ جو کوئی کوڑے یا لاٹھی سے قتل کیا جائے اس کی دیت سو اونٹ ہے نسائی۔ ابن ماجہ، دارمی، ابوداود۔

2۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ وضاحت موجود ہے۔

من اعتبط مومنا قتلا فانه قود يده الا ان يرضى اولياء المقتول وفيه ان الرجل يقتل بالمراة وفيه في النفس الدية مائة من الابل وعلى اهل الذهب الف دينار الخ

جو کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرے تو وہ اپنے کیے کے عوض قصاصا قتل کیا جائے گا۔ ہاں اگر مقتول کے والی وارث (دیت پر یا بغیر دیت معاف کرنے پر) راضی ہو جائیں (تو کر سکتے ہیں)۔

قتل ناحق۔ قرآن کریم کی روشنی میں

(1) مَن قَتَلَ نَفۡسًا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٍ فِي الۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنۡ أَحۡيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحۡيَا النَّاسَ جَمِيعًا.

جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد انگیزی (کی سزا) کے بغیر (ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا (یعنی اس نے حیات انسانی کا اجتماعی نظام بچا لیا) (المائدہ، 5:32)

(2) وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ أَن يَقۡتُلَ مُؤۡمِنًا إِلَّا خَطَـًٔا وَمَن قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـًٔا فَتَحۡرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِۦٓ إِلَّآ أَن يَصَّدَّقُواْ فَإِن كَانَ مِن قَوۡمٍ عَدُوٍّ لَّكُمۡ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَتَحۡرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَإِن كَانَ مِن قَوۡمِۭ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُم مِّيثَٰقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِۦ وَتَحۡرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ تَوۡبَةً مِّنَ ٱللَّهِ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا. وَمَن يَقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمًا.

اور کسی مسلمان کے لئے (جائز) نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کر دے مگر غلطی سے، اور جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا تو (اس پر) ایک مسلمان غلام (یا باندی) کا آزاد کرنا اور خون بہا (کا ادا کرنا) جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے (لازم ہے) مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، پھر اگر وہ (مقتول) تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مومن (بھی) ہو تو (صرف) ایک غلام (یا باندی) کا آزاد کرنا (ہی لازم) ہے، اور اگر وہ (مقتول) اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان (صلح کا) معاہدہ ہے تو خون بہا (بھی) جو اس کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان غلام (یا باندی) کا آزاد کرنا (بھی لازم) ہے۔ پھر جس شخص کو (غلام یا باندی) میسر نہ ہو تو (اس پر) پے در پے دو مہینے کے روزے (لازم) ہیں۔ اللہ کی طرف سے (یہ اس کی) توبہ ہے، اور اللہ خوب

جاننے والا بڑی حکمت والا ہے O اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (النساء،4،92-93)

(3) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔

اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے بجز حق (شرعی) کے (یعنی قانون کے مطابق ذاتی دفاع کی خاطر اور فتنہ و فساد اور دہشت گردی کے خلاف لڑتے ہوئے)، (الانعام،6،152)

امام رازی فرماتے ہیں تمام علمائے امت اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔

فوجب ان یکون الحکم ثابت بالسویۃ

سو لازم ہے کہ حکم بھی اس میں برابر برابر ثابت ہو۔ (تفسیر کبیر،10،233 طبع ایران)

قتل ناحق احادیث مبارکہ کی روشنی میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یحل دم امرء مسلم یشھدان لا الہ اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلث النفس بالنفس والثیب الزانی والمارق لدینہ التارک للجماعۃ۔

کسی مسلمان کا خون بہانا جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تین میں سے کسی ایک جرم کے بدلہ میں ہی حلال ہوسکتا ہے۔ کسی کے بدلہ میں شادی شدہ زانی، دین کو چھوڑ کر جماعت سے الگ ہونے والا۔ (متفق علیہ)

تمام مسلمانوں کے خون کے برابر ہیں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

المسلمون تتکافؤ دماؤھم ویسعی بذمتھم ادناھم ویرد علیھم اقصاھم وھم ید علی من سواھم۔

مسلمانوں کے خون برابر ہیں، اور ان کا عام آدمی ان کے وعدے (معاہدے) کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا اور ان کا دور والا ان پر مال غنیمت لوٹائے گا۔ اور دوسرے (مسلمانوں کی مدد کرنے میں) ایک ہاتھ کی طرح ہیں۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

جس کو خون یا زخم سے تکلیف پہنچائی جائے اس کو تین میں سے ایک چیز کا اختیار ہے۔ اگر چوتھی چاہے تو اس کو ہاتھ پکڑلو!

بین ان یقتص او یعفو او یاخذا العقل،

قصاص (بدلہ) لے یا معاف کردے۔ یا دیت (خون بہا) لے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک چیز لے لی۔ پھر اس کے بعد زیادتی کی تو اس کے لئے دوزخ ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہے۔ (دارمی)

مقدار دیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چھنگلی اور انگوٹھے کی دیت برابر ہے۔ (یعنی دس دس اونٹ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اہل یمن کی طرف جو خط لکھا، اس میں یہ بات بھی تھی۔

جس نے کسی مسلمان کو بے قصور قتل کیا اس سے قصاص لیا جائے۔ ہاں اگر مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں تو دیت پر صلح ہو سکتی ہے۔ اس میں یہ بھی تھا کہ مرد کو عورت کے بدلہ قتل کیا جائے گا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ

فی النفس الدیۃ مائۃ من الابل وفی الاسنان دیۃ

جان کی دیت سو اونٹ اور دانتوں (کے توڑنے) پر دیت ہے۔ ہونٹوں میں دیت ہے۔ خصیوں میں دیت ہے۔ آلہ تناسل میں دیت ہے۔ کمر میں دیت ہے۔ آنکھوں میں دیت ہے۔ ایک پاؤں میں آدھی دیت ہے۔ اور دماغی زخم میں ایک تہائی دیت ہے۔ پیٹ کے زخم میں تہائی دیت ہے۔ ہڈی توڑنے یا اپنے محل سے نکالنے پر پندرہ اونٹ اور ہاتھ پیر کی ہر انگلی کی دیت دس اونٹ۔ دانت توڑنے کی پانچ اونٹ۔ نسائی، دارمی، موطا امام مالک میں ہے آنکھ پھوڑنے کی پچاس اونٹ، ہاتھ کی پچاس اونٹ۔ پاؤں کی بھی پچاس اونٹ۔ اور وہ زخم جس سے گوشت ہڈی سے اتر جائے اور ہڈی ننگی ہو جائے پانچ اونٹ۔ (مشکوۃ ص 303)

شبہ عمد کی دیت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ قتل شبہ عمد کی دیت تین حصوں میں تقسیم ہو گی۔ 33 حقے۔ اونٹ کا وہ بچہ جو تین سال گزار کر چوتھے میں ہو۔ 33 جذعے جن پر چار سال گزر جائیں پانچویں میں ہو۔ 34 چھ سالہ۔ (ابوداؤد)

فقہائے کرام سے،

الدیۃ. المال الذی ھو بدل النفس

جان کے مقابلہ میں مال۔

الدیۃ اسم لضمان یجب بمقابلۃ الادمی او طرف منہ

دیت نام ہے اس تاوان کا جو آدمی یا اس کے کسی عضو کے بدلے ادا کیا جائے۔

(فتح القدیر شرح ہدایہ، 9، 204، البحر الرائق، 8، 327)

الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ھو بدل النفس

شریعت میں دیت نام ہے اس مال کا جو جان کے بدلہ میں دیا جائے۔ (الدر المختار رد المختار شامی، 6، 573)

محرر مذہب! امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

ھی فی الشرع اسم للمال الذی یجب ضمانا بدل النفس او الطرف منھا

شریعت میں دیت نام ہے۔ اس مال کا جو جان یا کسی عضو کے بدلے میں لازم ہو۔

ان فی النفس مائۃ من الابل

بیشک جان کی دیت سو اونٹ ہے۔ (کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ، 4، 255)

الدیتہ قیمۃ النفس مائۃ من الابل

دیت جان کی قیمت ہے۔ (کتاب الحجہ، 4، 258)
ابوبکر جصاص حنفی نے فرمایا۔

الدية قيمة النفس وقد اتفق الجميع على ان لها مقدارا معلوما لا يزاد عليه ولا ينقص منه وانها غير ما كولة الى اجتهاد الراى

دیت جان کی قیمت ہے اور اس پر سب آئمہ کا اتفاق ہے کہ اس کی مقدار معلوم و متعین ہے نہ اس پر اضافہ ہو سکے نہ اس میں کمی۔ اور نہ اسے اجتہاد رائے کے حوالہ کیا جائے۔ (امام محمد بن حسن شیبانی کتاب الحجہ، 4، 258)

دیت و مقدار دیت

ان الدية مصدر ودى القاتل المقتول اذا اعطى وليه المال الذى هو بدل النفس ...في القاموس الدية بالكسر حق القتيل .... في الصحاح وديت القتيل اديه اذا اعطيت ديته .... في الكافى الديه الذى هو بدل النفس والارش اسم للواجب على ما دون النفس .... الظاهر .... الدية مختصة بما هو بدل النفس ... فالاظهر في تفسير الدية ما ذكر صاحب الغاية اخرا .... الدية اسم لضمان يجب بمقابلة الادمى اوطرف منه

دیت مصدر ہے، قاتل نے مقتول کی دیت دی، یعنی اس کے وارث کو وہ مال دیا جو جان کا بدلہ ہے۔۔۔۔ قاموس میں ہے دیۃ کسرہ کے ساتھ بمعنی مقتول کا حق۔۔۔۔ امام جوہری کی کتاب صحاح میں ہے، میں نے مقتول کی دیت دی۔۔۔۔ کتاب کافی ہے۔ دیت وہ مال جو جان کا بدلہ ہے۔ ارش (تاوان) وہ مال جو جان سے کمتر زخم لگانے پر لازم آئے۔ ظاہر یہی ہے کہ دیت صرف اس مال پر بولا جاتا ہے جو جان کا عوض ہے۔۔۔۔۔ زیادہ ظاہر دیت کی تفسیر میں وہ عبارت ہے جسے مصنف عایہ نے آخر میں لکھا ہے۔ کہ دیت اس تاوان کا نام ہے جو آدمی یا اس کے کسی عضو کے مقابلہ میں واجب ہو۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ، 9، 204)

الدية ضمان الدم

دیت خون کا تاوان ہے۔ (بدائع الصنائع 7،)

ان الادمية فيه اصل والمالية عارض وتبع والعارض لا يعارض الاصل والتبع لا يعارض المتبوع

غلام میں انسان ہونا اصل ہے اور مال ہونا عارضی اور تابع ہے اور عارضی چیز اصل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یونہی تابع متبوع کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

الثالث ان المال خلق وقاية النفس والنفس ما خلق وقاية للمال فكانت الادمية فيه اصلا وجودا وبقاء وعرضا والثانى حرمة الادمى فوق حرمة الادميى فوق حرمة المال. لان حرمة المال

لغيره وحرمة الادمی لعينه فكان اعتبار النفسية واهدار المالية اولی من القلب.

تیسری بات یہ ہے کہ مال جان بچانے کے لیے پیدا ہوا ہے، انسان مال بچانے کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ پس اس مسئلہ میں آدمی ہونا اصل ہے وجود، بقاء اور ملحوظ رکھنے میں، دوسری بات یہ ہے کہ انسان کی عزت مال کی عزت سے زیادہ ہے۔ اس لیے کہ مال کی عزت غیر کی وجہ سے ہے جب کہ آدمی کی حرمت اس کی اپنی وجہ سے ہے۔ پس ذات کا اعتبار کرنا اور مال کا نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ اس کے برعکس کرنے سے ہے۔ (بدائع الصنائع، 7، 258)

انسانی اعضاء کی دیت سے متعلق تفصیل کا بیان

1۔ ناک کے نرم حصہ کی دیت مکمل 100 اونٹ یا ایک ہزار دینار (سونا)

2۔ زبان کاٹو دیت مکمل 100 یا دس ہزار درہم (چاندی)

3۔ آلہ تناسل ضائع کر دیا دیت مکمل 100

4۔ خصیے ضائع کر دیے، دیت مکمل 100

5۔ حشفہ، آل تناسل کا سرا، دیت مکمل 100

6۔ ضرب لگنے سے عقل زائل ہو جائے تو دیت مکمل 100

7۔ ضرب لگنے سے قوت سماعت، دیت مکمل 100

8۔ ضرب لگنے سے بصارت زائل، دیت مکمل 100

9۔ ضرب لگنے سے شامہ (سونگھنے کی)، دیت مکمل 100

10۔ ضرب لگنے سے ذائقہ زائل ہو جائے، دیت مکمل 100

11۔ کسی کی داڑھی مونڈھ لی اور پھر بال نہ آگے، دیت مکمل 100

12۔ سر کے بال مونڈھ لیے تو دیت مکمل 100

13۔ دونوں ابرو مونڈھ دیے مکمل دیت 100

14۔ ایک ابرو مونڈھ دیا نصف دیت 50

15۔ دونوں آنکھوں۔ دونوں ہاتھوں۔ دونوں پاؤں 100، 100، 100 تین دیتیں۔

16۔ دونوں ہونٹوں، دونوں کانوں، دونوں خصیوں کے کاٹنے پر 100، 100، 100، تین دیتیں۔ ان سب میں۔

17۔ اگر ایک ایک کاٹا تو نصف دیت یعنی 50 اونٹ۔

18۔ عورت کے دو پستان کاٹنے پر دیت مکمل دیت 100 اونٹ ایک پر نصف یعنی 50 اونٹ۔

19۔ عورت کے دونوں پستانوں کے سرے کاٹنے پر مکمل دیت۔

20۔ایک کاٹنے پر نصف دیت۔

21۔آنکھوں کی چار پلکیں کاٹنے پر پوری دیت۔اورایک پر چوتھائی؟احتمال ہے۔کہ اس سے مراد بال ہوں یا،بال اگنے کی جگہ حکم سب کا یکساں ہے۔

22۔ہاتھ پاؤں کی ہر انگلی کی دیت دس اونٹ۔

23۔جن انگلیوں میں تین پورے ہیں ان میں سے ہر پورے کی دیت پوری انگلی کی دیت کی ایک تہائی۔10 / 3،جن میں دو پورے ہیں،ہر پورے کی دیت پانچ،پانچ اونٹ۔

24۔ہر دانت توڑنے کی دیت پانچ اونٹ۔داڑھیں،دانت سب برابر ہیں۔(الخ)

25. فان القته حيا ثم مات ففيه كاملة

اگر حاملہ کو مارنے سے اس کا زندہ بچہ گرا پھر مر گیا تو پوری دیت۔

ويستوى فيه الذكر والانثى

اس میں مذکر و مونث کی دیت برابر ہے۔

مگر پوری عورت کو قتل کیا جائے اسکی دیت مرد کی دیت سے آدھی یعنی پچاس اونٹ۔

لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم.

امام ابن ہمام ہدایہ مع فتح القدیر،9،216 علامہ ابن نجیم حنفی،البحر الرائق،8،332 علامہ ابن عابدین ردالمحتار شامی،6،579 علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی بدائع الصنائع،7،296 علامہ عبدالرحمان الجزیری الفقہ علی المذاہب الاربعہ،5،335 طبع بیروت،علامہ شیخ نظام الدین و جماعۃ من علماء الہند، فتاویٰ عالمگیری،6،28

ہم نے یہ چوبیس مسائل نا قابل تردید حوالہ جات کے ساتھ نقل کر دیے ہیں۔تاکہ اہل علم ہی نہیں۔عام مسلمان بھی انہیں پڑھیں اور خدا توفیق دے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر دھیان دے کر اپنے ضمیر سے فیصلہ لیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا نیکی اور بدی کی حقیقت پوچھنے آئے ہوانہوں نے عرض کی جی حضور!سرکار نے ان کے سینے پر دست شفقت مارتے ہوئے فرمایا۔

استفت نفسك استفت قلبك

تین بار فرمایا اپنے نفس سے فتویٰ مانگ۔اپنے دل سے فتویٰ مانگ۔

البر ما اطمانت اليه النفس واطمان اليه القلب والاثم ما حاك فى النفس وتردد فى الصدر وان افتاك الناس.

نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو جائے۔دل مطمئن ہو جائے۔اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور سینے میں متردد ہو،خواہ لوگ تجھے اس کے بارے میں فتوے دیتے پھریں۔(مشکوۃ ص 242 بحوالہ احمد،دارمی)(مفتی:عبدالقیوم ہزاروی)

بَابُ النَّفْسِ بِالنَّفْسِ

باب: جان کے بدلے میں جان

4494- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيرُ، وَكَانَ النَّضِيرُ أَشْرَفَ مِنْ قُرَيْظَةَ، فَكَانَ إِذَا قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْظَةَ رَجُلًا مِنَ النَّضِيرِ قُتِلَ بِهِ، وَإِذَا قَتَلَ رَجُلٌ مِنَ النَّضِيرِ رَجُلًا مِنْ قُرَيْظَةَ فُودِيَ بِمِائَةِ وَسْقٍ مِنْ تَمْرٍ، فَلَمَّا بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَتَلَ رَجُلٌ مِنَ النَّضِيرِ رَجُلًا مِنْ قُرَيْظَةَ فَقَالُوا: ادْفَعُوهُ إِلَيْنَا نَقْتُلْهُ فَقَالُوا: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَوْهُ، فَنَزَلَتْ: (وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ) (المائدة: 42)، وَالْقِسْطُ: النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، ثُمَّ نَزَلَتْ: (أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ) (المائدة: 50)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيرُ جَمِيعًا مِنْ وَلَدِ هَارُونَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (مدینہ منورہ میں) قریظہ اور نضیر (یہودیوں کے) دو قبیلے تھے، ان میں سے نضیر قبیلے کے لوگ قریظہ سے زیادہ معزز سمجھے جاتے تھے، قریظہ قبیلے کا کوئی شخص اگر نضیر قبیلے کے کسی شخص کو قتل کر دیتا، تو اس کے بدلے میں اسے بھی قتل کر دیا جاتا، اور جب نضیر قبیلے کا کوئی شخص قریظہ قبیلے کے کسی شخص کا قتل کرتا، تو اس کے فدیے (یا دیت) کے طور پر کھجور کے ایک سو وسق دے دیے جاتے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث کیا گیا، تو اس کے بعد نضیر قبیلے کے ایک شخص نے، قریظہ قبیلے کے ایک شخص کو قتل کر دیا، ان لوگوں نے کہا: ہمارے تمہارے درمیان یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کریں گے، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"اگر تم ان کے درمیان فیصلہ کرتے ہو، تو انصاف کے مطابق کرو"

انصاف سے مراد یہ ہے کہ جان کا بدلہ جان۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

"کیا وہ زمانہ جاہلیت (کے رواج کا سا) فیصلہ چاہتے ہیں"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قریظہ اور نضیر دونوں حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

انصاف کے ساتھ اہل کتاب کا فیصلہ کرنے کا بیان

سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ أَكّٰلُونَ لِلسُّحْتِ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ

4494- إسناده ضعيف، سماك بن حرب في روايته عن عكرمة اضطراب، وقد وهم في متن الحديث إذ جعل للنضير القصاص ولقريظة الدية، والمحفوظ أنه كان للنضير الدية كاملة ولقريظة نصف الدية، كما رواه عبد الرحمن بن أبي الزناد، عن أبيه، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، عن ابن عباس عند أحمد (2212)، وكما رواه داود بن الحصين عن عكرمة عن ابن عباس في الرواية السالفة برقم (3591). ليس فيهما ذكر القتل قصاصاً والإسنادان حسنان. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (6908) من طريق عبيد الله بن موسى، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (3434)، و"صحيح ابن حبان" (5057). وانظر ما سلف برقم (3576) و (3591).

فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ○

سمعون للکذب اکالون للسحت جھوٹ کو خوب سننے والے اور بڑے حرام خور ہیں۔ سَمّٰعُوْنَ کی تکرار محض تاکید کے لئے ہے۔ سحت سے مراد حرام روزی ہے۔ اصل لغت میں سحت کا وضعی معنی ہے ہلاکت۔ اللہ نے فرمایا ہے فیسحتکم بعذاب یعنی یہلککم اخفش نے کہا ہر غیر حلال کمائی کو سحت کہا جاتا ہے۔

اس آیت کا نزول یہودی حکام جیسے کعب بن اشرف وغیرہ کے حق میں ہوا۔ یہ لوگ رشوتیں لے کر مقدمات کی ڈگریاں دے دیا کرتے تھے اور رشوت دینے والے کی جھوٹی باتیں سن کر قبول کرلیا کرتے تھے اور فریق ثانی کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے تھے۔

حسن۔ قتادہ۔ مقاتل اور ضحاک نے کہا سحت وہ رشوت ہے جو مقدمہ کے فیصلہ کے سلسلہ میں لی جائے۔ حسن نے کہا باطل کو حق بنانے اور حق کو باطل قرار دینے کے لئے حاکم کو جو رشوت دی جائے وہ سحت ہے لیکن اگر ظلم کو دفع کرنے کے لئے حاکم کو رشوت دی جائے تو کوئی ہرج نہیں یعنی جان و مال کے بچاؤ کے لئے اگر حاکم کو بطور رشوت کچھ دیا جائے تو دینے والے پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ لینے والے کے لئے تو بہر حال حرام ہے۔

میں کہتا ہوں یہی حکم اس وقت ہے کہ مدعی حق پر ہو لیکن اس کو اندیشہ ہو کہ حاکم بغیر رشوت لئے میرا حق نہیں دلوائے گا اور فریق ثانی کے ظلم کو دفع نہیں کرے گا تو اس صورت میں رشوت دینا جائز ہے لیکن حاکم کے لئے حق کا فیصلہ دینے کے لئے رشوت لینا بھی ناجائز ہے۔

حضرت ابن سعد نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے کسی کا حق دلانے یا ظلم کو دفع کرنے کے لئے حاکم سے سفارش کی اور حاکم کو کچھ دیا اور حاکم نے اس کو قبول کرلیا تو حرام ہے۔ لوگوں نے کہا ابو عبدالرحمن ہمارا تو یہ خیال ہے کہ ناجائز فیصلہ کرنے کے لئے کچھ لینا سحت ہے (جائز حکم کے لئے کچھ لینا تو رشوت نہیں ہے) فرمایا ناجائز فیصلہ کے لئے لینا تو کفر ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا انزل الله فاولئك هم الكافرون مسروق کا بیان ہے میں نے حضرت عمر بن خطاب سے عرض کیا فرمایئے کیا ناجائز فیصلہ کے لئے رشوت لینا سحت ہے۔ فرمایا نہیں وہ تو کفر ہے۔ سحت تو یہ ہے کہ بادشاہ کے پاس کسی کو قرب و عزت حاصل ہو اور کسی شخص کی بادشاہ سے کوئی ضرورت وابستہ ہو مگر یہ مصاحب سلطانی بغیر کچھ ہدیہ تحفہ لئے صاحب غرض کے کام نہ کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: کا ارشاد منقول ہے سحت کے دو طریقے ہیں جن سے لوگ (حرام) کھاتے ہیں (ناجائز) فیصلہ کی رشوت اور زانیہ کی بھاڑ۔

لیث کی روایت ہے کہ (کسی مقدمہ کے دونوں فریق) مدعی اور مدعی علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف آگے بڑھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ٹھہرادیا وہ پھر بڑھے۔ حضرت نے پھر ٹھہرادیا (تیسری بار) وہ پھر آگے بڑھے تو آپ نے ان کا فیصلہ کردیا۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا (پہلی بار) دونوں آگے آئے تھے تو مجھے ایک کی طرف اپنے اندر ایسا جھکاؤ محسوس ہوا جو دوسرے کی طرف نہ تھا۔ میں نے اس حالت میں فیصلہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ دوسری مرتبہ بڑھے تب بھی کچھ کیفیت مجھے اندر محسوس ہوئی اس حالت میں بھی فیصلہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ آخر میں جب تیسری بار بڑھے تو اوّل کیفیت بالکل زائل ہو چکی تھی اس

وقت میں نے فیصلہ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ کی لعنت فیصلہ کے لئے رشوت دینے اور لینے والے پر۔ رواہ احمد والترمذی وصححہ والحاکم عن ابی ہریرۃ۔ بغوی نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت سے بھی یہ حدیث مرفوعا بیان کی ہے۔

امام احمد نے ضعیف اسناد سے حضرت ثوبان کی مرفوع روایت نقل کی ہے۔ اللہ لعنت کرے رشوت دینے والے اور رشوت دلوانے والے پر جو رشوت کے لین دین میں دوڑا پھرتا ہے۔

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے رشوت چند طرح کی ہوتی ہے (۱) رشوت دے کر مقام قضا حاصل کرنا۔ اس صورت میں قاضی قاضی نہیں ہو سکتا (یعنی رشوت دے کر قاضی بننا ناجائز ہے۔ ایسا قاضی اختیارات قضاء کا مالک نہیں ہو سکتا) (۲) رشوت لے کر قاضی کا فیصلہ اس مقدمہ میں نافذ نہ ہوگا۔ خواہ فیصلہ اپنی جگہ حق ہی ہو کیونکہ بغیر کچھ لئے اجر حق قاضی پر لازم ہوتا ہے۔ مال کا لین دین دونوں ناجائز ہیں۔ (۳) اگر تحصیل منفعت (جائزہ) یا دفع مضرت کے لئے کسی کو رشوت دی کہ حاکم وقت سے سفارش کر کے وہ معاملات ٹھیک کرا دے تو یہ مال لینے والے کے لئے حرام ہے۔ دینے والے کے لئے یہ فعل جائز ہے۔ لینے والے کیلئے جواز کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے ایک دو دن محنت کرنے اور اپنا وقت صرف کرنے کا معاوضہ طے کرے اور وقت کو صرف کرنے اور محنت کرنے کی اجرت لے لے۔ اس صورت میں وہ مال سفارش کی رشوت نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر جان و مال کا کسی سے ڈر ہو اور اس ڈر سے اس شخص کو کچھ دے دے تو لینے والے کے لئے حرام ہے دینے والے کے لئے جائز ہے۔

محیط میں ہے کہ رشوت چند قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) باہم الفت و محبت بڑھانے کے لئے کسی کو کچھ دینا۔ یہ رشوت نہیں ہدیہ ہے اور جائز ہے۔ میں کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا ہے باہم ہدیہ دو اس سے آپس کی محبت پیدا ہوگی (یا یوں ترجمہ ہوگا کہ باہم ہدیہ دو آپس میں محبت بڑھاؤ) (۲) ایک شخص نے دوسرے کو ڈرایا اس نے ڈر کے مارے ڈرانے والے کو کچھ مال دے دیا تا کہ ازالہ خوف ہو جائے یا حاکم کے ظلم سے جان و مال کو بچانے کے لئے حاکم کو کچھ مال دے دیا۔ یہ مال لینے والے کے لئے حلال نہیں۔ لیکن دینے والے کے لئے دینا جائز ہے یا نہیں عموماً مشائخ فقہاء اس کو جائز کہتے ہیں کیونکہ جان و مال کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے یہ مال دیا جاتا ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص کسی کو اس غرض سے کچھ دے کہ حاکم سے سفارش کر کے اس کا کام ٹھیک کرا دے اس صورت میں اگر وہ کام ناجائز ہے تو اس کی سفارش کے لئے مال دینا بھی حرام ہے اور لینا بھی حرام ہے اور اگر کام جائز ہے اور مال اس لئے دیا گیا ہے کہ حاکم سے سفارش کر کے کام کرا دیا جائے اور حاکم کے سامنے مال لینے والا اس کی مدد کرے تو دینے والے کے لئے اس طرح دینا تو جائز ہے لیکن لینے والے کے لئے لینا بھی جائز ہے یا ناجائز یہ مسئلہ اختلافی ہے کوئی جائز کہتا ہے کوئی ناجائز۔ اس کو حلال بنانے کی تدبیر یہ ہے کہ درمیانی شخص اپنے وقت کی حد بندی کر کے صرف وقت اور محنت کا معاوضہ طے کر لے اور حاکم سے معاملہ طے کرانے کی مدد کا کوئی معاوضہ مقرر نہیں کیا مگر صاحب معاملہ نے خود ہی اس کے عوض کچھ دے دیا تو عام مشائخ کے نزدیک اس کا لینا مکروہ نہیں ہے۔ مگر بعض کے نزدیک مکروہ ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ: کا قول بھی ایک روایت میں اسی طرح ہے۔

فان جاءوك پس اگر وہ (یہودی فیصلہ کرانے کے لئے) آپ کے پاس آئیں۔

فاحكم بينهم او اعرض عنهم تو آپ (چاہیں تو) ان کے مقدمہ کا فیصلہ کر دیں یا (نہ چاہیں) نہ کریں۔

وان تعرض عنهم فلن يضروك شيئا اگر آپ ان کا فیصلہ نہ کریں گے تب بھی وہ آپ کو کوئی دکھ نہ پہنچا سکیں گے۔

اللہ نے اپنے رسول کو اختیار دے دیا کہ اگر غیر مسلم اپنا آپس کا مقدمہ لے کر آپ کے پاس آئیں تو فیصلہ کرنا نہ کرنا آپ کی مرضی پر موقوف ہے جو چاہیں کریں۔

امام بغوی نے لکھا ہے اگر ذمی کفار اپنے اندرونی مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے مسلم حاکم کے پاس آئیں تو کیا حاکم کو اب بھی ان کا فیصلہ چکانے اور نہ چکانے کا اختیار ہے۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ حاکم کو منفی مثبت دونوں اختیار ہیں۔ سورۃ مائدہ میں کوئی حکم منسوخ نہیں ہے۔ مسلم حکام کو اب بھی اختیار ہے کہ چاہیں تو اہل کتاب کے باہمی مقدمہ کا فیصلہ کر دیں، نہ چاہیں نہ کریں لیکن اگر کریں تو اسلامی فیصلہ کریں۔ نخعی، شعبی، عطاء اور قتادہ کا یہی قول ہے۔ بعض علماء کے نزدیک کفار کے باہمی مقدمہ کا فیصلہ کرنا مسلم حاکم پر واجب ہے اور سورۃ مائدہ کی یہ آیت منسوخ ہے اور ناسخ آیت وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ ہے۔ یہ قول مجاہد اور عکرمہ کا ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول آیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا سورۃ مائدہ کی دو آیتوں کے علاوہ تیسری کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ پہلی آیت لا تحلوا شَعَآئِرَ اللّٰهِ ہے جس کی ناسخ آیت اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً ہے۔ دوسری منسوخ آیت فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ہے اس کی ناسخ آیت وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ہے۔

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے۔ اگر دو کتابی (کافر) اپنا مقدمہ لے کر (مسلم) حاکم کے پاس آئیں تو حاکم پر ان کا مقدمہ فیصلہ کر دینا واجب نہیں ہے۔ امام شافعی کا یہی قول ہے۔ لیکن اگر دونوں فریق یا دونوں میں سے کوئی ایک ذمی ہو تو فیصلہ کرنا واجب ہے کیونکہ مسلمانوں نے ہر ظلم کو دور کرنے کا ذمیوں سے عہد کیا ہے اور سورۃ مائدہ کی یہ آیت ذمیوں کے متعلق نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بہر حال مقدمہ کا فیصلہ واجب ہے۔

فریقین مقدمہ کتابی ہوں یا ذمی یا ایک ذمی

میں کہتا ہوں فریقین ذمی کافر ہوں یا حربی اگر مسلمان حاکم کے سامنے اپنا مقدمہ لائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا حاکم پر واجب ہے۔ بادشاہ کی طرف سے وہ اس کا ذمہ دار بنا ہے۔ اسی طرح اگر صرف مدعی علیہ ذمی ہو یا مسلمان ہو تب بھی حاکم پر مقدمہ کا فیصلہ واجب ہے۔ مسلمان تو بہر حال مسلمان ہے اور ذمی اہل اسلام کی ذمہ داری میں آچکا ہے۔ ہاں اگر مدعی علیہ حربی ہو تو چونکہ اس نے شریعت اسلامیہ کے احکام کا التزام نہیں کیا ہے، اس لئے حاکم پر بھی اس کا فیصلہ کرنا واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر دونوں مسلمان ہوں یا دونوں ذمی ہوں یا دونوں حربی ہوں یا ایک حربی اور ایک ذمی ہو اور دونوں جا کر کسی مسلمان سے فیصلہ کرانا چاہیں مگر یہ مسلمان حاکم عدالت نہ ہو بلکہ اس کی حیثیت پنچ کی ہو تو پنچ بننا اور فیصلہ کرنا مناسب نہیں۔ فیصلہ کر دے یا نہ کرے دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط اور اگر آپ ان کے باہمی مقدمہ کا فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ کریں۔
ان اللہ یحب المقسطین حقیقت یہی ہے کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا انصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ رواہ مسلم۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے اعلیٰ مرتبہ والا منصف خوش اخلاق حاکم ہوگا اور بدترین مرتبہ والا ظالم جاہل حاکم ہوگا۔ (شعب الایمان تفسیر مظہری، لاہور)

اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو مکروہ کہا ہے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا اور رد نہیں کیا جائے گا، امام مالک، ثوری، امام شافعی اور اصحاب الرائے رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی اجازت دی ہے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دوسروں سے زیادہ دیا تھا اور نبی مکرم ﷺ کے ارشاد: فارجعہ (اس بیٹے سے واپس لے لے) اور فاشھد علی ھذا غیری میرے علاوہ کسی دوسرے کو گواہ بنا۔ سے استدلال کیا ہے اور پہلے مسلک کے علماء نے نبی مکرم ﷺ نے بشیر کو جو فرمایا تھا اس سے استدلال کیا ہے آپ نے فرمایا تھا: ''اس کے علاوہ تیری اولاد ہے'' اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: ''کیا تو نے سب کو اس طرح ہبہ کیا ہے'' اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: ''پھر مجھے گواہ نہ بنا میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا''۔ ایک روایت میں ہے ''میں گواہ نہیں بنتا مگر صرف حق پر''۔ علماء نے فرمایا: جو ظلم اور غیر حق ہو وہ باطل ہے جو جائز نہیں ہے اور نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ''اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنا''۔ یہ شہادت کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس سے زجر کیا ہے کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے اس کو جور کہا ہے اور اس میں گواہ بننے سے اجتناب کیا ہے پس مسلمانوں میں کسی کو اس پر گواہ بنانا بھی ممکن نہیں، رہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فعل، تو وہ نبی مکرم ﷺ کے قول کے معارض نہیں ہوسکتا شاید انہوں نے اپنی دوسری اولاد کو عطیہ دیا ہو جو اس کے برابر ہو۔

اگر کہا جائے کہ اصل انسان کا اپنے مال میں مطلقاً تصرف کرنا ہے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اصل کلی اور معینہ واقعہ اس اصل کے مخالف ہے ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے جیسے عموم اور خصوص ہوتا ہے اصول میں ہے کہ صحیح خاص پر عام کی بنا ہے، پھر یہ اس نافرمانی کا باعث ہوتا ہے جو بہت برا گناہ ہے اور یہ حرام ہے اور جو حرام تک لے جائے وہ ممنوع ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو''۔ نعمان نے کہا: میرے باپ نے رجوع کیا اور وہ صدقہ لوٹا دیا، اور صدقہ کو باپ بالاتفاق واپس نہیں کرسکتا اور فارجعہ کا ارشاد فاردد کے معنی میں محمول ہے اور فسخ میں لوٹانا ظاہر ہے جیسا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی ایسا علم کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے وہ رد ہے یعنی مردود اور منسوخ ہے'' یہ ظاہر اور قوی ہے اور منع میں واضح ترجیح ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مایدہ، بیروت)

بَابُ لَا يُؤْخَذُ اَحَدٌ بِجَرِيْرَةِ اَخِيْهِ اَوْ اَبِيْهِ

باب: کوئی شخص اپنے باپ یا بھائی کے جرم میں نہیں پکڑا جائے گا

4495 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ اِيَادٍ، حَدَّثَنَا اِيَادٌ، عَنْ اَبِي رِمْثَةَ، قَالَ:

انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِأَبِي: ابْنُكَ هٰذَا، قَالَ: إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، قَالَ: حَقًّا، قَالَ: أَشْهَدُ بِهِ، قَالَ: فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا مِنْ ثَبْتِ شَبَهِي فِي أَبِي، وَمِنْ حَلِفِ أَبِي عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: أَمَا إِنَّهُ لَا يَجْنِي عَلَيْكَ، وَلَا تَجْنِي عَلَيْهِ، وَقَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى) (الانعام: 164)

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے دریافت کیا: کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! رب کعبہ کی قسم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: واقعی؟ میرے والد نے عرض کی: میں اس کی گواہی دیتا ہوں، راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد کے ساتھ میری نمایاں مشابہت پر مسکرادیے اور اس بات پر بھی، کہ میرے والد نے میرے بارے میں قسم اٹھائی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یادرکھنا! یہ تمہارے جرم کی سزا نہیں بھگتے گا اور تم اس کے کیے کی سزا نہیں بھگتو گے"

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

"کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"

کاسب کے سوا کسی دوسرے کو سزا نہ دینے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے: اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں ان چیزوں کے متعلق خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (الانعام: ۱٦٤)

قولہ تعالیٰ: آیت: ولا تکسب کل نفس الا علیہا اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر ۱۔ قولہ تعالیٰ: آیت: ولا تکسب کل نفس الا علیہا یعنی تمہارا اس حال پر ہونا مجھے اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کرنے کی صورت میں مجھے کوئی نفع نہیں دے سکتا، کیونکہ کوئی شخص (کوئی چیز) نہیں کماتا مگر وہ اسی کے ذمہ ہوتی ہے، یعنی جو معصیت اور گناہ اس نے کیا اور جو خطا اس سے صادر ہوئی اس کا مواخذہ اس کے سوا کسی اور سے نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۔ مخالفین میں سے بعض علماء نے اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فضولی کی بیع صحیح نہیں ہوتی اور یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ہمارے علماء نے کہا ہے: آیت سے مراد یہ ہے کہ اسے ثواب وعقاب پر محمول کیا جائے گا

(احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۷۷۲)

نہ کہ احکام دنیا پر۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: آیت: ولا تزر وازرۃ وزر اخری جیسا کہ اس کا بیان آئے گا۔ اور فضولی کی بیع ہمارے نزدیک مالک کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے، اگر وہ اس کی اجازت دے دے تو وہ جائز ہو جاتی ہے۔ عروہ البارقی نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خرید وفروخت کی اور آپ کے حکم کے بغیر تصرف کیا، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی

اجازت عطا فرمادی۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے۔

بخاری اور دارقطنی نے عروہ بن ابی الجعد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے کچھ مال (بکریاں) لائی گئیں تو آپ نے مجھے ایک دینار عطا فرمایا اور فرمایا: "اے عروہ! مال کے پاس جاؤ اور ہمارے لیے اس دینار کے عوض ایک بکری خرید لو"۔ پس میں اس مال کے پاس آیا اور میں نے سودا کیا اور میں نے ایک دینار کے بدلے دو بکریاں خریدیں اور میں ان دونوں کو ہانک کر لے آیا تو راستے میں ایک آدمی مجھ سے ملا اور اس نے مجھ سے سودا کیا تو میں نے اسے ایک بکری ایک دینار کے عوض بیچ دی اور میں دوسری بکری اور ایک دینار لے آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ یہ بکری ہے اور یہ آپ کا دینار ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "تم نے یہ کیسے کیا"؟ تو میں نے آپ کو ساری بات عرض کی۔ تو پھر آپ ﷺ نے فرمایا: **اللهم بارك له في صفقة يمينه** (اے اللہ! اس کے لیے اس کے کاروبار میں برکت رکھ دے) پھر میں نے دیکھا کہ میں کوفہ کے محلہ کناسہ میں ٹھہرا ہوا ہوں اور میں نے چالیس ہزار کا نفع کمایا اس سے پہلے کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس پہنچوں۔ یہ دارقطنی کے الفاظ ہیں۔

ابوعمر نے کہا ہے: یہ حدیث جید ہے اور اس میں دو بکریوں کا حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ثابت ہونا صحیح ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے وہ دینار نہ لیتے اور نہ اپنے لیے بیع کو نافذ کرتے۔ اور اس میں وکالت کے جائز ہونے پر دلیل ہے اور اس میں علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ پس جب کوئی موکل اپنے وکیل کو کہے: تو اس طرح خرید۔ تو اس نے اس سے زیادہ کے عوض خریدا جس کے ساتھ اسے وکیل بنایا گیا تھا، تو کیا وہ امر لازم آئے گا یا نہیں جیسا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو کہے: تو اس درہم کے عوض خرید۔ تو اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کا نظریہ یہ ہے کہ وہ تمام کا تمام موکل کے لیے لینا لازم ہوگا بشرطیکہ صفت اور جنس میں موافقت ہو، کیونکہ وہ محسن (نیکی اور احسان کرنے والا) ہے۔ اور یہی قول امام یوسف اور امام محمد بن حسن کا ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ زیادتی مشتری کے لیے ہوگی۔ اور یہ حدیث آپ کے خلاف حجت ہے۔

قولہ تعالیٰ: آیت: ولا تزر وازرة وزر اخرى یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، یعنی کسی شخص سے دوسرے کے گناہ کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ ہر نفس کا مواخذہ اس کے اپنے جرم کے سبب ہوگا اور اپنے گناہ کے سبب اسے سزا دی جائے گی۔ بلکہ ہر نفس کا مواخذہ اس کے اپنے جرم کے سبب ہوگا اور اپنے گناہ کے سبب اسے سزا دی جائے گی۔ الوزر کا اصلی معنی ثقل (بوجھ) ہے اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آیت: **ووضعنا عنك وزرك** (الم نشرح) (اور ہم نے آپ سے آپ کا بوجھ اتار دیا) اور یہاں اس کا معنی ذنب (گناہ) ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: آیت: **وهم يحملون اوزارهم على ظهورهم** (انعام:۳۱) (اور وہ اٹھائے ہوئے ہیں اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر)

اخفش نے کہا ہے: کہا جاتا ہے: وزر یوزر اور وزر یوزر اور وزر یوزر۔ وزر اور ازر بھی جائز ہے، جیسے کہا جاتا ہے: اسادة (کہ یہ اصل میں وسادة تھا) اور یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ کہتا تھا: تم میرے راستے کی اتباع

اور دوسرا گروہ میں تمہارے بوجھ اٹھاؤں گا۔ اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت
... اس لئے نازل ہوئی کہ آدمی سے اس کے باپ اور بیٹے کے بدلے اور اس کے حلیف
کے گناہ کے بدلے مواخذہ کیا جائے گا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے مراد آخرت میں ہو اور اسی طرح اس آیت سے بھی جو اس سے پہلے ہے اور رہی دنیا تو اس میں بعض سے بعض کے جرم کا مواخذہ کیا جاتا ہے، بالخصوص جب نیک اور اطاعت شعار لوگ مجرموں کو نہ روکیں، جیسا کہ قول باری تعالیٰ: آیت: علیکم انفسکم (المائدۃ:۱۰۵) کے ضمن میں حدیث ابی بکر میں پہلے گزر چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آیت: واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة (الانفال:۲۵) (اور ڈرتے رہو اس فتنہ سے (جو اگر برپا ہو گیا تو) نہ پہنچے گا صرف انہیں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے) اور آیت: ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم (الرعد:۱۱) (بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا کسی قوم کی (اچھی یا بری) حالت کو جب تک وہ لوگ اپنے آپ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے)

اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ، کیا ہم ہلاک کر دیئے جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک اور صالح لوگ ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں جب زنا بڑھ جائے گا''۔

(صحیح بخاری، کتاب الفتن و اشراط الساعۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۰۵۶)

علماء نے بیان کیا ہے (کہ اس کا معنی ہے) زنا کی اولاد (جب زیادہ ہو جائے گی) اور الخبث ہا کے فتحہ کے ساتھ یہ زنا کا اسم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کی زبان اقدس کے ذریعہ دیت خطا عاقلہ پر واجب کی ہے یہاں خون کی تعظیم کی خاطر کسی آزاد مسلمان کا خون رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا۔ اور اہل علم نے اس پر اجماع کیا ہے اور اس بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس پر دلیل وہی ہے جو ہم نے کہا ہے۔

اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ظلم اس دنیا میں ہو کہ عمرو کے فعل کا مؤاخذہ زید سے نہیں لیا جائے گا کہ جو جرم کا ارتکاب کرے گا تو اس کا انجام اسی پر ہوگا۔ اور ابو داؤد نے ابو رمثہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں اپنے باپ کے ساتھ حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، تو حضور نبی کریم ﷺ نے میرے باپ کو فرمایا: ''کیا یہ تیرا بیٹا ہے''؟ تو باپ نے جواباً عرض کیا: ہاں رب کعبہ کی قسم۔ مزید کہا: حقا (یہ حق ہے) مزید کہا: اشهد به (میں اس کے بارے شہادت دیتا ہوں)۔ ابو رمثہ کہتے ہیں: میرے باپ کے ساتھ میری مشابہت ثابت ہونے اور میرے باپ کے مجھ پر قسم کھانے سے حضور نبی کریم ﷺ خوب کھل کر مسکرائے۔ پھر ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ وہ تجھ پر کوئی گناہ نہیں ڈالے گا اور تو اس پر کوئی گناہ نہ ڈال سکے گا'' اور پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: آیت: ولا تزر وازرة وزر اخرى اور یہ اس کے معارض نہیں ہے جو ہم نے پہلے کہا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وليحملن اثقالهم واثقالا مع اثقالهم (العنکبوت:۱۳)

اور وہ ضرور اٹھائیں گے اپنے بوجھ اور دوسرے کئی بوجھ اپنے (گناہوں کے) بوجھوں کے ساتھ) کیونکہ اسے دوسری روایت

میں بیان کردیا گیا ہے۔قول باری تعالیٰ ہے آیت: ليحملوا اوزارهم كاملة يوم القيمة ومن اوزار الذين يضلونهم بغير علم (النحل:۲۵) (تاکہ (اس ہرزہ سرائی کے باعث) وہ اٹھائیں اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ قیامت کے دن اوران لوگوں کے بوجھ بھی اٹھائیں جنہیں وہ گمراہ کرتے رہے ہیں (جہالت سے) پس جو ضلالت وگمراہی میں امام بنااور اس کی طرف دوسروں کودعوت دی اوراس پرعمل پیرارہاتو اس پران کابوجھ بھی ڈالا جائے گا جنہیں اس نے گمراہ کیالیکن اس گمراہ ہونے والوں کے بوجھ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (تفسیر قرطبی،سورہ انعام،بیروت)

ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے

ربیع بیان کرتے ہیں کہ عبادت گزار علماء کے لیے اس زمانہ میں صرف دوصورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری سے افضل ہے وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اورحق کی دعوت دیں یا فتنہ انگیز لوگوں کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہوجائیں اور بدکرداراور بدعنوان لوگوں کے اعمال میں شریک نہ ہوں اور اللہ کے احکام کی پیروی کرتے رہیں اور فرائض بجالائیں اور اللہ کے لیے محبت رکھیں اوراسی کے لیے بغض رکھیں۔ (جامع البیان ج۸،ص۱۴۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

فضول کے عقد اور وکیل کے تصرفات میں مذاہب فقہاء

فضول کی بیع یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے لیے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرید لے۔اس بیع کا جواز اس مالک کی مرضی پر موتوف ہے۔اگر وہ اس کو جائز قرار دے تو یہ بیع جائز ہے ورنہ نہیں۔اسی طرح فضول کا کیا ہوا عقد نکاح بھی لڑکے یا لڑکی کی بعد میں رضامندی سے جائز ہوتا ہے ہمارے دور میں اکثر نکاح ایسے ہی ہوتے ہیں لڑکی سے نکاح کی اجازت وکیل لیتا ہے لیکن لڑکے سے ایجاب وقبول وکیل کی بجائے نکاح خوان کرتا ہے۔یہ بھی فضولی کا عقد ہے لیکن جب لڑکی رخصت ہوجاتی ہے تو گویا وہ اس فضولی کے عقد پر راضی ہوجاتی ہے اور یہ نکاح نافذ ہوجاتا ہے۔امام شافعی کے نزدیک فضولی کا عقد جائز نہیں ہے۔وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے۔(الانعام:۱۶۴) یعنی دوسرا اس کا ذمہ دار نہیں ہے اوراس آیت کے پیش نظر وہ فضول کے عقد کو ناجائز کہتے ہیں۔امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک فضولی کی بیع جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو ایک دینار عطا کیا تاکہ وہ آپ کے لیے ایک بکری خریدیں۔انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں پھر ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کردیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بکری اور ایک دینار لے کر آگئے آپ نے انکے لیے بیع میں برکت کی دعا کی پھر یہ ہوا کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہوتا۔ (صحیح البخاری ج۲ رقم الحدیث:۳۶۴۲ سنن ابوداؤد ج۳ رقم الحدیث:۳۴۸۳ سنن الترمذی ج۳ رقم الحدیث:۱۲۶۲ سنن ابن ماجہ ج۲ رقم الحدیث:۲۴۰۲ مسند احمد ج۷ رقم الحدیث:۱۹۳۸۱، ۱۹۳۸۰ طبع جدید مسند احمد ج۴ ص۳۷۴ طبع قدیم)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فضولی کا عقد صحیح ہے اور اصل شخص کی رضامندی کے بعد اس کا عقد نافذ ہوجائے گا نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ وکیل کا تصرف صحیح ہے اوراس کے تصرف سے جو منفعت اسے حاصل ہوگی وہ اصیل کے لیے ہوگی۔

امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد بن حسن کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مثلاً یہ کہے کہ سو روپے کا ایک کلو بکری کا گوشت خرید کر لاؤ اور وہ سو روپے کا دو کلو بکری کا گوشت لے آئے تو وہ زائد ایک کلو گوشت وکیل کا ہوگا۔ ہوسکتا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو' کیونکہ اس زمانے میں احادیث کی نشر واشاعت کے اس قدر وسائل نہیں تھے جتنے اب میسر ہیں اور احادیث کی اشاعت میں تدریجاً وسعت ہوئی ہے۔

برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا میں سے حصہ ملے گا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے؟ کہ بعض لوگوں کے گناہوں کا عذاب بعض دوسروں کو ہوگا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(آیت) ''ولیحملن اثقالهم واثقالا مع اثقالهم ''۔ (العنکبوت:۱۳)

ترجمہ: اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ اٹھائیں گے۔

(آیت) ''لیحملوا اوزارهم كاملة يوم القيامة ومن اوزار الذين يضلونهم بغير علم الاساء مايزرون''۔ (النحل:۲۵)

ترجمہ: تاکہ وہ (متکبر کافر) قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان لوگوں کے اٹھائیں جنہیں وہ اپنی جہالت سے گمراہ کرتے تھے' سنو! وہ کیسا برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھاتے ہیں۔

اسی طرح بعض احادیث میں بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے خون کی سزا سے ایک حصہ پہلے ابن آدم (قابیل) کو بھی ملے گا' کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کرنے کی رسم اور گناہ کو ایجاد کیا۔ (صحیح البخاری' ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۳۵' ج ۸' رقم الحدیث: ۷۳۲۱' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۸۶۷' صحیح مسلم' رقم الحدیث: ۱۶۷۷' سنن ترمذی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۸۱' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۳۹۹۶' مسند احمد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۶۳' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ۱۹۷۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ۹' ص ۳۶۴' صحیح ابن حبان' ج ۱۳' رقم الحدیث: ۵۹۸۳' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۸ ص ۱۵)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی برائی اور گناہ کو ایجاد کیا تو قیامت تک جتنے لوگ اس برائی پر عمل کریں گے' تو انکے گناہوں کی سزا میں اس برائی کے ایجاد کرنے والے کا بھی حصہ ہوگا' کیونکہ وہ ان سب لوگوں کے لیے اس برائی کے ارتکاب کا سبب بنا تھا' اور بعد کے لوگوں کی سزا میں کوئی کمی نہیں ہوگی' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی تو اس کو ہدایت پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور اس متبعین کے اجروں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس کو اس گمراہی پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور ان متبعین کی سزاؤں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (سنن

ترمذی' ج ٤ 'رقم الحدیث: '٢٦٨٣ 'صحیح مسلم' رقم الحدیث: '٢٦٧٤ 'سنن ابوداؤد' ج ٤ 'رقم الحدیث: '٤٦٠٩ 'موطا امام مالک' رقم الحدیث: '٥٠٧ 'مسند احمد' ج ٣ 'رقم الحدیث: '٩١٧١)

کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا' اس قاعدہ کے بعض مستثنیات

کسی شخص کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں ملے گی' یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب وہ شخص دوسروں کو اس گناہ سے منع کرتا رہے' لیکن اگر کوئی شخص خود نیک ہو اور اس کے سامنے دوسرے گناہ کرتے رہیں اور وہ ان کو منع نہ کرے تو اس نیک شخص کو اس لیے عذاب ہوگا کہ اس نے ان دوسروں کو برائی سے نہیں روکا۔ قرآن مجید میں ہے:

(آیت) ''كانوا لايتناهون عن منكر فعلوه لبئس ماكانوا يفعلون''۔ (المائدہ: ٧٩)

ترجمہ: وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیے تھے' وہ بہت برا کام کرتے تھے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نیند سے یہ فرماتے ہوئے بیدار ہوئے ''لا الہ الا اللہ'' عرب کے لیے تباہی ہو اس شر سے جو قریب آ پہنچا' یاجوج ماجوج کی رکاوٹ کے ٹوٹنے سے' آج روم فتح ہو گیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عقد بنایا' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے' حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں جب برائیاں زیادہ ہو جائیں گی۔

(صحیح البخاری' ج ٤ 'رقم الحدیث: '٣٣٤٦ 'صحیح مسلم' الفتن' ١ '(٢٨٨٠) ٧١٠٢ 'سنن الترمذی' ج ٤ 'رقم الحدیث: '٢١٩٤ 'مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: '٢٠٧٤٩ 'مسند الحمیدی' رقم الحدیث: '٣٠٨ 'مصنف ابن ابی شیبہ' رقم الحدیث: '١٩٠٦١ 'مسند احمد' ج ١٠ 'رقم الحدیث: '٢٧٤٨٦ 'سنن کبریٰ للبیہقی' ج ١٠ 'ص ٩٣)

اسی طرح اس قاعدہ سے بعض احکام بھی مستثنیٰ ہیں' مثلاً اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو خطاً قتل کر دے یا اس کا قتل شبہ عمد ہو (قتل شبہ عمد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو سزا دینے کے قصد سے لاٹھی' کوڑے یا ہاتھ سے ضرب لگائے اور اس کا قصد قتل کرنا نہ ہو) تو اس کی دیت عاقلہ پر لازم آتی ہے' تا کہ اس کا خون رائیگاں نہ ہو' اب یہاں جرم تو ایک شخص نے کیا ہے اور اس کا تاوان اس کے عاقلہ ادا کریں گے۔ عاقلہ سے مراد مجرم کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں جن کو عصبات کہتے ہیں' حدیث شریف میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی ایک چوب سے مارا درآنحالیکہ وہ مضروبہ حاملہ تھی اور (اس ضرب سے) اس کو ہلاک کر دیا۔ ان میں سے ایک عورت بنولحیان کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے قاتلہ کے عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ دار) پر مقتولہ کی دیت لازم کی' اور اس کے پیٹ کے بچہ کے تاوان میں ایک باندی یا ایک غلام کا دینا لازم کیا۔ (صحیح مسلم' القسامہ' ٣٧ '١٦٨٢ '٤٣١٤ 'سنن ابوداؤد' ج ٤ 'رقم الحدیث: '٤٥٦٨ 'سنن الترمذی' ج ٣ 'رقم الحدیث: '١٤١٥ 'سنن النسائی' ج ٨ 'رقم الحدیث: '٤٨٢٢ '٣٨٣٦ '٤٨٤٢ 'سنن ابن ماجہ' ج ٢ 'رقم الحدیث: '٢٦٣٣)

اسی طرح اگر مسلمانوں کے محلہ میں کوئی مسلمان مقتول پایا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا قاتل کون ہے؟ تو اس محلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں گے کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے' نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اور ان کے قسم کھانے کے بعد اہل محلہ پر دیت لازم آئے گی' تا کہ مسلمان کا قتل رائیگاں نہ جائے' اس کو قسامت کہتے ہیں' یہاں بھی قتل کسی اور نے کیا ہے اور اس کا تاوان یہ

محلہ والے ادا کریں گے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک شخص یہود کی رہٹ والی زمین میں مقتول پایا گیا۔ انہوں نے اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے یہود کے پچاس چنے ہوئے لوگوں کو بلایا اور ہر ایک سے یہ قسم لی کہ اللہ کی قسم! نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ مجھے اس کے قاتل کا علم ہے پھر ان پر دیت لازم کر دی۔ یہود نے کہا بخدا یہ وہی فیصلہ ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت میں تھا۔ (سنن دارقطنی ج ۱' رقم الحدیث: ۲۱۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

بَابُ الْإِمَامِ يَأْمُرُ بِالْعَفْوِ فِي الدَّمِ

باب: امام کا خون کے معاملے میں' معاف کر دینے کی ہدایت کرنا

4496 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ فُضَيْلٍ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي الْعَوْجَاءِ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أُصِيبَ بِقَتْلٍ، أَوْ خَبْلٍ، فَإِنَّهُ يَخْتَارُ إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ يَقْتَصَّ، وَإِمَّا أَنْ يَعْفُوَ، وَإِمَّا أَنْ يَأْخُذَ الدِّيَةَ، فَإِنْ أَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، وَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ

حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اگر کوئی شخص قتل ہو جائے' یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو جائے' تو اسے تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا' یا تو وہ قصاص لے' یا معاف کر دے' یا دیت وصول کر لے' اگر وہ کوئی چوتھی صورت چاہتا ہو' تو تم اس کو پکڑو اور جو شخص اس کے بعد زیادتی کرے' تو اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا''۔

4497 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ إِلَيْهِ شَيْءٌ فِيهِ قِصَاصٌ، إِلَّا أَمَرَ فِيهِ بِالْعَفْوِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے یہ بات دیکھی ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب بھی کوئی ایسا مقدمہ پیش ہوا' جس میں قصاص کی صورت ہوتی تھی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں معاف کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔

4498 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قُتِلَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرُفِعَ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَفَعَهُ إِلَى وَلِيِّ الْمَقْتُولِ، فَقَالَ الْقَاتِلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَاللهِ مَا أَرَدْتُ قَتْلَهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْوَلِيِّ: أَمَا إِنَّهُ إِنْ كَانَ صَادِقًا، ثُمَّ قَتَلْتَهُ، دَخَلْتَ النَّارَ قَالَ: فَخَلَّى سَبِيلَهُ، قَالَ: وَكَانَ

4498- إسناده صحيح. أبو صالح: هو ذكوان السمان، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير. وأخرجه ابن ماجة (2690)، والترمذي (1465)، والنسائي في "الكبرى" (6898) من طريق أبي معاوية، بهذا الإسناد.

مَكْتُوفًا بِنِسْعَةٍ، فَخَرَجَ يَجُرُّ نِسْعَتَهُ فَسُمِّيَ ذَا النِّسْعَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، ایک شخص قتل ہو گیا، اس کا مقدمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مقتول کے ولی کے سپرد کیا، قاتل نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، راوی کہتے ہیں:

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتول کے) ولی سے فرمایا: اگر تو یہ سچ کہہ رہا ہے، تو پھر اگر تم نے اسے قتل کر دیا، تو تم جہنم میں جاؤ گے، راوی کہتے ہیں: اُس نے اسے چھوڑ دیا، راوی بیان کرتے ہیں: وہ چمڑے کی لمبی پٹیوں میں بندھا ہوا تھا، تو وہ اپنی پٹی کو گھسیٹتا ہوا چلا گیا، اسی وجہ سے اس کا نام ''پٹی والا'' پڑ گیا۔

4499 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا حَمْزَةُ أَبُو عُمَرَ الْعَائِذِيُّ، حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ، حَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جِيءَ بِرَجُلٍ قَاتِلٍ فِي عُنُقِهِ النِّسْعَةُ، قَالَ: فَدَعَا وَلِيَّ الْمَقْتُولِ، فَقَالَ: أَتَعْفُو؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَفَتَأْخُذُ الدِّيَةَ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَفَتَقْتُلُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: اذْهَبْ بِهِ، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: أَتَعْفُو؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَفَتَأْخُذُ الدِّيَةَ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَفَتَقْتُلُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: اذْهَبْ بِهِ، فَلَمَّا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ، قَالَ: أَمَا إِنَّكَ إِنْ عَفَوْتَ عَنْهُ يَبُوءُ بِإِثْمِهِ، وَإِثْمِ صَاحِبِهِ. قَالَ: فَعَفَا عَنْهُ. قَالَ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ يَجُرُّ النِّسْعَةَ.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، اسی دوران ایک قاتل شخص کو آپ کے پاس لایا گیا، جس کی گردن میں چمڑے کی پٹی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے ولی کو بلوایا اور فرمایا: کیا تم معاف کر دو گے؟ اس نے جواب دیا: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم دیت وصول کر لو گے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم قتل کرو گے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے لے جاؤ، جب وہ مڑ گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم معاف کر دو گے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دیت وصول کر لو گے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تو کیا تم قتل کرو گے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے لے جاؤ، جب چوتھی مرتبہ ایسا ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس سے درگزر کرتے ہو، تو یہ تمہارے اور اس مقتول کے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا، راوی کہتے ہیں: تو اس نے اُس (قاتل کو) معاف کر دیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی پٹی کو کھینچتا ہوا جا رہا تھا۔

4500 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَامِعُ بْنُ مَطَرٍ، حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4501 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ الْحَجَّاجِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَطَاءٍ

الْوَاسِطِيُّ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَبَشِيٍّ، فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا قَتَلَ ابْنَ أَخِي، قَالَ: كَيْفَ قَتَلْتَهُ؟ قَالَ: ضَرَبْتُ رَأْسَهُ بِالْفَأْسِ، وَلَمْ أُرِدْ قَتْلَهُ، قَالَ: هَلْ لَكَ مَالٌ تُؤَدِّي دِيَتَهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ أَرْسَلْتُكَ تَسْأَلُ النَّاسَ تَجْمَعُ دِيَتَهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَوَالِيكَ يُعْطُونَكَ دِيَتَهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ لِلرَّجُلِ: خُذْهُ فَخَرَجَ بِهِ لِيَقْتُلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّهُ إِنْ قَتَلَهُ كَانَ مِثْلَهُ فَبَلَغَ بِهِ الرَّجُلُ حَيْثُ يَسْمَعُ قَوْلَهُ، فَقَالَ: هُوَ ذَا فَمُرْ فِيهِ مَا شِئْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْسِلْهُ، وَقَالَ مَرَّةً: دَعْهُ يَبُوءُ بِإِثْمِ صَاحِبِهِ وَإِثْمِهِ فَيَكُونُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ، قَالَ: فَأَرْسَلَهُ

❀❀ علقمہ بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص ایک حبشی کو پکڑ کر، نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور بولا: اس نے میرے بھتیجے کو قتل کر دیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے اسے کیسے قتل کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے اس کے سر پر کلہاڑا مارا، لیکن اسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارے پاس مال ہے؟ کہ تم اس کی دیت ادا کر دو، اس نے عرض کی: جی نہیں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر میں تمہیں چھوڑ دوں، تو تم لوگوں سے مانگ کر دیت کی رقم جمع کر لو گے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے آقا تمہیں اس کی دیت دے دیں گے؟ اس نے جواب دیا: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: اسے پکڑ لو! پھر وہ اسے قتل کرنے کے لیے، اسے ساتھ لے کر نکلا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے اسے قتل کر دیا، تو یہ بھی اس کی مانند ہو جائے گا، جب اس آدمی تک یہ بات پہنچی، تو اس نے عرض کی: یہ رہا، آپ اس کے بارے میں جو چاہیں فیصلہ دیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے چھوڑ دو (ایک مرتبہ راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے، لیکن مفہوم یہی ہے) یہ اس مقتول اور اپنے (یعنی دونوں کے) گناہ کو اپنے سر لے گا اور جہنمی ہو جائے گا، راوی بیان کرتے ہیں: تو اس نے اسے چھوڑ دیا۔

4502- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُورٌ فِي الدَّارِ، وَكَانَ فِي الدَّارِ مَدْخَلٌ، مَنْ دَخَلَهُ سَمِعَ كَلَامَ مَنْ عَلَى الْبَلَاطِ، فَدَخَلَهُ عُثْمَانُ، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَهُوَ مُتَغَيِّرٌ لَوْنُهُ، فَقَالَ: إِنَّهُمْ لَيَتَوَاعَدُونَنِي بِالْقَتْلِ آنِفًا، قَالَ: قُلْنَا: يَكْفِيكَهُمُ اللهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: وَلِمَ يَقْتُلُونَنِي؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: كُفْرٌ بَعْدَ إِسْلَامٍ، أَوْ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ، فَوَاللهِ مَا زَنَيْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ، وَلَا فِي إِسْلَامٍ قَطُّ، وَلَا أَحْبَبْتُ أَنَّ لِي بِدِينِي بَدَلًا مُنْذُ هَدَانِي اللهُ، وَلَا قَتَلْتُ نَفْسًا، فَبِمَ يَقْتُلُونَنِي؟

4501- إسناده حسن. سماك بن حرب حسن الحديث، ويزيد بن عطاء الواسطي حسن في المتابعات، وقد توبع. وأخرجه بنحوه مسلم (1680)، والنسائي في "الكبرى" (6903) و (6904) من طريق أبي يونس حاتم بن أبي صغيرة، عن سماك بن حرب، به.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: عُثْمَانُ وَاَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا تَرَكَا الْخَمْرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

حضرت ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، وہ اس وقت اپنے گھر میں محصور تھے، گھر میں داخلے کا ایک راستہ تھا، جو شخص وہاں داخل ہوتا، وہ اس شخص کا کلام سن سکتا تھا، جو بلاط میں بیٹھ کر بات چیت کر رہا ہو، ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جگہ پر گئے، پھر وہ نکل کر ہمارے پاس آئے تو ان کی رنگت تبدیل ہو چکی تھی، انہوں نے فرمایا: یہ لوگ ابھی میرے قتل کے بارے میں طے کر رہے ہیں، راوی کہتے ہیں: ہم نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے میں آپ رضی اللہ عنہ کے لیے کافی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ جبکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"کسی بھی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے، یہ صرف تین میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہو سکتا ہے، اسلام لانے کے بعد کفر کرنا، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا، یا جان کے بدلے میں جان، اللہ کی قسم! نہ تو میں نے زمانہ جاہلیت میں زنا کیا، نہ ہی مسلمان ہونے کے بعد کبھی کیا، اور مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ ہدایت دی ہے، اس کے بعد مجھے اپنے دین کے عوض میں کوئی بھی بدلہ ملے اور میں نے کسی کو قتل بھی نہیں کیا، پھر یہ کس بنیاد پر مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں؟

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی شراب نہیں پی تھی۔

4503 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ زِيَادَ بْنَ ضُمَيْرَةَ الضَّمْرِيَّ، ح وَاَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَاَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، اَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ سَعْدِ بْنِ ضُمَيْرَةَ السُّلَمِيَّ، وَهٰذَا حَدِيثُ وَهْبٍ، وَهُوَ اَتَمُّ يُحَدِّثُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، عَنْ اَبِيهِ. قَالَ مُوسَى: وَجَدِّهِ، وَكَانَا شَهِدَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا، ثُمَّ رَجَعْنَا اِلَى حَدِيثِ وَهْبٍ، اَنَّ مُحَلِّمَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ اَشْجَعَ فِي الْاِسْلَامِ، وَذٰلِكَ اَوَّلُ غِيَرٍ قَضَى بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَتَكَلَّمَ عُيَيْنَةُ فِي قَتْلِ الْاَشْجَعِيِّ لِاَنَّهُ مِنْ غَطَفَانَ، وَتَكَلَّمَ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ دُونَ مُحَلِّمٍ لِاَنَّهُ مِنْ خِنْدِفَ، فَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ وَكَثُرَتِ الْخُصُومَةُ وَاللَّغَطُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عُيَيْنَةُ، اَلَا تَقْبَلُ الْغِيَرَ؟ فَقَالَ عُيَيْنَةُ: لَا، وَاللهِ حَتَّى اُدْخِلَ عَلَى نِسَائِهِ مِنَ الْحَرْبِ وَالْحُزْنِ مَا اَدْخَلَ عَلَى نِسَائِي، قَالَ: ثُمَّ ارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ، وَكَثُرَتِ الْخُصُومَةُ وَاللَّغَطُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عُيَيْنَةُ اَلَا تَقْبَلُ الْغِيَرَ؟ فَقَالَ عُيَيْنَةُ: مِثْلَ ذٰلِكَ اَيْضًا، اِلَى اَنْ قَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي لَيْثٍ يُقَالُ لَهُ: مُكَيْتِلٌ عَلَيْهِ شِكَّةٌ، وَفِي يَدِهِ دَرَقَةٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنِّي لَمْ اَجِدْ لِمَا فَعَلَ هٰذَا فِي غُرَّةِ الْاِسْلَامِ مَثَلًا اِلَّا غَنَمًا وَرَدَتْ، فَرُمِيَ اَوَّلُهَا فَنَفَرَ آخِرُهَا، اسْنُنِ الْيَوْمَ وَغَيِّرْ غَدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُونَ فِي فَوْرِنَا هٰذَا، وَخَمْسُونَ اِذَا رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِينَةِ، وَذٰلِكَ فِي بَعْضِ

أَسْفَارِهِ وَمُحَلِّمٌ رَجُلٌ طَوِيلٌ آدَمُ، وَهُوَ فِي طَرَفِ النَّاسِ، فَلَمْ يَزَالُوا حَتَّى تَخَلَّصَ، فَجَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي بَلَغَكَ، وَإِنِّي أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، فَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَتَلْتَهُ بِسِلَاحِكَ فِي غُرَّةِ الْإِسْلَامِ، اللَّهُمَّ لَا تَغْفِرْ لِمُحَلِّمٍ بِصَوْتٍ عَالٍ، زَادَ أَبُو سَلَمَةَ: فَقَامَ وَإِنَّهُ لَيَتَلَقَّى دُمُوعَهُ بِطَرَفِ رِدَائِهِ، قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: فَزَعَمَ قَوْمُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَغْفَرَ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ الْغِيَرُ: الدِّيَةُ

⊛⊛ محمد بن جعفر بیان کرتے ہیں: انہوں نے زیاد بن سعد کو عروہ بن زبیر کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا: زیاد بن سعد نے اپنے والد کے حوالے سے، اور دادا کے حوالے سے نقل کی تھی، ان کے والد اور دادا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے، انہوں نے بتایا: حضرت محلم بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اشجع قبیلے کے ایک شخص کو قتل کر دیا، تو دیت کے بارے میں یہ وہ پہلا مقدمہ تھا، جس میں نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ دیا، اشجع قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے قتل ہونے میں، عیینہ نے بات چیت کی، کہ اس شخص کا تعلق غطفان سے تھا، اور اقرع بن حابس نے محلم کی طرف داری کی، کیونکہ ان کا تعلق خندف سے تھا، تو نبی اکرم ﷺ کے سامنے آوازیں بلند ہوئیں اور جھگڑا زیادہ ہو گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عیینہ! تم دیت قبول نہیں کر لیتے؟ عیینہ نے کہا: جی نہیں، اللہ کی قسم (مجھے اس وقت تک تسلی نہیں ہوگی) جب تک میں ان کی خواتین کو اتنی ہی پریشانی میں مبتلا نہیں کرتا، جس طرح کی پریشانی میں اس نے ہماری خواتین کو مبتلا کیا ہے، راوی کہتے ہیں: اس پر پھر آوازیں بلند ہوئیں اور جھگڑا زیادہ ہو گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عیینہ! کیا تم دیت قبول نہیں کرتے؟ عیینہ نے پھر یہی بات کہی، یہاں تک کہ بنولیث سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کھڑا ہوا، جس کا نام مکیتل تھا، اس کے جسم پر ہتھیار تھے، اس کے ہاتھ میں ڈھال تھی، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس نے مسلمان ہونے کے فوراً بعد جو کام کیا ہے، اس کے بارے میں مجھے تو یہی مثال ملتی ہے، جیسے کچھ بکریاں آتی ہیں، ان میں سے پہلی بکری کو تیر مارا جاتا ہے، تو آخری والی بھی بھاگ جاتی ہے، آج آپ ﷺ ایک طریقہ شروع کریں کل اسے تبدیل کر لیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پچاس (اونٹ) یہاں فوری ادا کر دیئے جائیں گے اور پچاس اس وقت ادا کیے جائیں گے، جب ہم مدینہ واپس چلے جائیں گے (راوی کہتے ہیں: یہ نبی اکرم ﷺ کے ایک سفر کے دوران کی بات ہے) حضرت محلم رضی اللہ عنہ ایک طویل شخص تھے، ان کا رنگ گندمی تھا، وہ لوگوں کے ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، لوگ مسلسل یہی بات کہتے رہے، یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے جو جرم کیا ہے، اس کے بارے میں آپ کو پتہ چل گیا ہے، میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، یا رسول اللہ! آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کیجئے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے مسلمان ہونے کے فوراً بعد اپنے ہتھیار کے ذریعے اسے قتل کر دیا، اے اللہ! تو محلم کی مغفرت نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے بلند آواز میں یہ کلمات کہے۔

ابوسلمہ نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: وہ صاحب کھڑے ہوئے، وہ اپنی چادر کے پلو سے اپنے آنسو پونچھ رہے تھے۔ ابن اسحاق نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس کی قوم کے افراد نے یہ بات بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کے بعد اس کے لیے دعاء مغفرت کی تھی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نضر بن شمیل بیان کرتے ہیں: لفظ "غیر" سے مراد دیت ہے۔

بَابُ وَلِيِّ الْعَمْدِ يَرْضَى بِالدِّيَةِ

باب: قتل عمد کے مقتول کے وارث کا دیت وصول کر لینا

4504 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا شُرَيْحٍ الْكَعْبِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا إِنَّكُمْ يَا مَعْشَرَ خُزَاعَةَ قَتَلْتُمْ هَذَا الْقَتِيلَ مِنْ هُذَيْلٍ، وَإِنِّي عَاقِلُهُ، فَمَنْ قُتِلَ لَهُ بَعْدَ مَقَالَتِي هَذِهِ قَتِيلٌ، فَأَهْلُهُ بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ: أَنْ يَأْخُذُوا الْعَقْلَ، أَوْ يَقْتُلُوا

❁❁ حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اے بنوخزاعہ کے افراد! تم نے ہذیل قبیلے کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، میں اس کی دیت ادا کروں گا، میری اس گفتگو کے بعد کسی شخص کا کوئی عزیز مقتول ہو، تو اس کے پسماندگان کو دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہو گا، یا تو وہ دیت وصول کر لیں، یا (قصاص کے طور پر) قاتل کو قتل کر دیں"۔

4505 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ مَكَّةُ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا أَنْ يُودَى، أَوْ يُقَادَ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شَاةٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اكْتُبْ لِي، قَالَ الْعَبَّاسُ: اكْتُبُوا لِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبُوا لِأَبِي شَاةٍ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ أَحْمَدَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اكْتُبُوا لِي يَعْنِي خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

4504-إسناده صحيح. سعيد بن أبي سعيد: هو المقبري، وابن أبي ذئب: هو محمد بن عبد الرحمن بن المغيرة، ويحيى بن سعيد: هو القطان. وأخرجه الترمذي (1464) من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (16377) و (27160).

4505-إسناده صحيح. أبو داود: هو سليمان بن داود الطيالسي، وأحمد بن إبراهيم: هو الدورقي، والأوزاعي: هو عبد الرحمن بن عمرو. وأخرجه البخاري (112)، ومسلم (1355)، وابن ماجه (2624)، والترمذي (1463)، والنسائي في "الكبرى" (5824) و (6961) و (6962) من طريق يحيى بن أبي كثير، به. وهو في "مسند أحمد" (7242)، و "صحيح ابن حبان" (3715). وقد أخرج البخاري في "صحيحه" تحت باب كتابة العلم حديث أبي جحيفة (111) وحديث أبي هريرة هذا (112) وحديث أبي هريرة (113)

٭٭ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب مکہ فتح ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا:
''جس شخص کا کوئی مقتول ہو، تو اسے دو میں سے کسی ایک بات کا اختیار ہے، یا تو اسے دیت ادا کی جائے، یا اسے قصاص دلوایا جائے، تو اہل یمن سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کھڑا ہوا، جس کا نام ابوشاہ تھا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مجھے لکھوا دیں''

یہاں عباس نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ لوگ مجھے یہ لکھوا دیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوشاہ کو لکھ کر دے دو۔

روایت کے یہ الفاظ احمد کے نقل کردہ ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ لوگ مجھے لکھ دیں، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ لکھ دیں۔

4506- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسٰى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا، دُفِعَ إِلٰى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ، فَإِنْ شَاءُوا قَتَلُوهُ، وَإِنْ شَاءُوا أَخَذُوا الدِّيَةَ.

٭٭ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''کسی مومن کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا، جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے گا، اسے مقتول کے پسماندگان کے سپرد کیا جائے گا، اگر وہ چاہیں تو اسے قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں، تو دیت وصول کر لیں''۔

ایک شخص کے قصاص میں قتل جماعت پر مذاہب اربعہ

چاروں اماموں اور جمہور امت کا مذہب ہے کہ کئی ایک نے مل کر ایک مسلمان کو قتل کیا ہے تو وہ سارے اس ایک کے بدلے قتل کردیے جائیں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کو سات شخص مل کر مار ڈالتے ہیں تو آپ ان ساتوں کو قتل کراتے ہیں اور فرماتے ہیں اگر صفا کے تمام لوگ بھی اس قتل میں شریک ہوتے تو میں قصاص میں سب کو قتل کرا دیتا۔ آپ کے اس فرمان کے خلاف آپ کے زمانہ میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اعتراض نہیں کیا پس اس بات پر گویا اجماع ہو گیا۔ لیکن امام احمد سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں ایک کے بدلے ایک ہی قتل کیا جائے زیادہ قتل نہ کیے جائیں۔

حضرت معاذ حضرت ابن زبیر عبدالملک بن مروان زہری ابن سیرین حبیب بن ابی ثابت سے بھی یہ قول مروی ہے، ابن المنذر فرماتے ہیں یہی زیادہ صحیح ہے اور ایک جماعت کو ایک مقتول کے بدلے قتل کرنے کی کوئی دلیل نہیں اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ اس مسئلہ کو نہیں مانتے تھے پس جب صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا تو اب مسئلہ غور طلب ہو گیا۔ پھر

4506- صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن. سليمان بن موسى: هو الدمشقي، ومحمد بن راشد: هو المكحولي، ومسلم: هو ابن إبراهيم الفراهيدي. وأخرج شطره الأول ابن ماجه (2659) من طريق عبد الرحمن بن عياش، والترمذي (1471) من طريق أسامة بن زيد، كلاهما عن عمرو بن شعيب، به. وقد سلف عند المصنف ضمن الحديث (2751). وهو في "مسند أحمد" (7012). وأخرج شطره الثاني ابن ماجه (2626)، والترمذي (1444) من طريق محمد بن راشد، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (7033).

فرماتا ہے کہ یہ اور بات ہے کہ کسی قاتل کو مقتول کا کوئی وارث کچھ حصہ معاف کر دے یعنی قتل کے بدلے وہ دیت قبول کرلے یا دیت بھی اپنے حصہ کی چھوڑ دے اور صاف معاف کر دے، اگر وہ دیت پر راضی ہو گیا ہے تو قاتل کو مشکل نہ ڈالے بلکہ اچھائی سے دیت وصول کرے اور قاتل کو بھی چاہئے کہ بھلائی کے ساتھ اسے دیت ادا کر دے، حیل و حجت نہ کرے۔

بَابُ مَنْ يَّقْتُلُ بَعْدَ اَخْذِ الدِّيَةِ

باب: جو شخص دیت وصول کرنے کے بعد قتل کر دے

4507- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ وَأَحْسَبُهُ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أُعْفِي مَنْ قَتَلَ بَعْدَ أَخْذِهِ الدِّيَةَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص دیت وصول کرنے کے بعد (قاتل کو) قتل کرے، میں اسے معاف نہیں کروں گا''

مستامن کے بدلے میں مستامن کے قتل کا بیان

مستامن کو مستامن کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ قیاس کے مطابق دونوں میں برابری ہے۔ جبکہ استحسان کے مطابق قتل نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ علت اباحت پائی جارہی ہے۔ اور مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اور بڑے کو چھوٹے کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اور تندرست آدمی کے کو نابینا، پاؤں، اطراف کٹے اور مجنون کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ حکم آیت میں عموم کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ عصمت کے سوا میں فرق کا اعتبار کرنے میں قصاص سے رک جانا ہوگا اور آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کی ہلاکت اس میں ظاہر ہے۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

حضرت حسن بصری اور حضرت عطا کا قول ہے کہ مرد عورت کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور دلیل میں مندرجہ بالا آیت کو پیش کرتے ہیں لیکن جمہور علماء اسلام اس کے خلاف ہیں کیونکہ سورۃ مائدہ کی آیت عام ہے جس میں آیت (النفس بالنفس) موجود ہے علاوہ ازیں حدیث شریف میں بھی ہے حدیث (المسلون تتكافا دماء هم) یعنی مسلمانوں کے خون آپس میں یکساں ہیں، حضرت لیث کا مذہب ہے کہ خاوند اگر اپنی بیوی کو مار ڈالے تو خاصۃ اس کے بدلے اس کی جان نہیں لی جائے۔

مجنون قاتل پر قصاص نہ ہونے کا بیان

یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ مروان بن حکم نے معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا کہ میرے پاس ایک مجنوں لایا گیا ہے جس نے ایک شخص کو مار ڈالا معاویہ نے جواب میں لکھا کہ اسے قید کر اور اس سے قصاص نہ لے کیونکہ مجنوں پر قصاص نہیں ہے۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1415)

بَابٌ فِيمَنْ سَقَى رَجُلًا سَمًّا أَوْ أَطْعَمَهُ فَمَاتَ أَيُقَادُ مِنْهُ

باب: جو شخص کسی دوسرے کو زہر پلا دے یا کھلا دے اور پھر وہ مر جائے، تو کیا اس سے قصاص لیا جائے گا؟

4508 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ امْرَأَةً يَهُودِيَّةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ: فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِيءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَتْ: أَرَدْتُ لِأَقْتُلَكَ، فَقَالَ: مَا كَانَ اللهُ لِيُسَلِّطَكِ عَلَى ذٰلِكَ أَوْ قَالَ: عَلَيَّ فَقَالُوا: أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: لَا فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بکری کا گوشت لے کر آئی، اس میں زہر ملا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھالیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس عورت کو پکڑ کر لایا گیا اس سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: تو اس عورت نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں یہ نہیں کرنے دے گا۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) "مجھ پر مسلط نہیں کرے گا"

راوی کہتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں!

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں اس کے اثرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (حلق میں موجود کوے) پر دیکھتا رہا۔

4509 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنْ سُفْيَانَ ابْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، وَأَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: هَارُونُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْيَهُودِ أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاةً مَسْمُومَةً، قَالَ: فَمَا عَرَضَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذِهِ أُخْتُ مَرْحَبٍ الْيَهُودِيَّةُ الَّتِي سَمَّتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکری کا گوشت پیش کیا، جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ یہودی عورت مرحب کی بہن تھی، جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی کوشش کی تھی۔

4508- إسناده صحيح. هشام بن زيد: هو ابن أنس بن مالك. وأخرجه البخاري (2617)، ومسلم (2190) من طريق خالد بن الحارث، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (13285).

4510 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: كَانَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ أَنَّ يَهُودِيَّةً، مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ أَهْدَتْهَا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ، فَأَكَلَ مِنْهَا، وَأَكَلَ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِهِ مَعَهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَدَعَاهَا. فَقَالَ لَهَا أَسَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ قَالَتِ الْيَهُودِيَّةُ: مَنْ أَخْبَرَكَ؟ قَالَ أَخْبَرَتْنِي هٰذِهِ فِي يَدِي لِلذِّرَاعِ. قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ فَمَا أَرَدْتِ إِلَى ذٰلِكَ؟ قَالَتْ: قُلْتُ: إِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ يَضُرَّهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اسْتَرَحْنَا مِنْهُ. فَعَفَا عَنْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُعَاقِبْهَا، وَتُوُفِّيَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ أَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ، وَاحْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كَاهِلِهِ مِنْ أَجْلِ الَّذِي أَكَلَ مِنَ الشَّاةِ، حَجَمَهُ أَبُو هِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ، وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِي بَيَاضَةَ مِنَ الْأَنْصَارِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے ہیں: خیبر سے تعلق رکھنے والی ایک یہودی عورت نے ایک بکری کو آگ پر بھون کر اس میں زہر ملایا، اور پھر اسے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کیا، نبی اکرم ﷺ نے دستی کا حصہ لیا اور اسے کھایا، آپ ﷺ کے اصحاب میں سے بھی کچھ افراد نے اسے کھایا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے ہاتھ کھینچ لو، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کو پیغام بھیج کر اسے بلوایا، اس سے دریافت کیا: تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ اس یہودی عورت نے دریافت کیا: آپ ﷺ کو کس نے بتایا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ جو میرے ہاتھ میں دستی موجود ہے، اس نے مجھے بتایا ہے، اس نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس کے ذریعے کیا کرنا چاہتی تھی؟ اس نے جواب دیا: میں نے سوچا اگر تو یہ نبی ہوں گے، تو یہ انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا اور اگر یہ نبی نہیں ہوں گے، تو ہمیں ان سے نجات مل جائے گی، تو نبی اکرم ﷺ نے اس عورت سے درگزر کیا، اسے سزا نہیں دی۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے، جن حضرات نے اس بکری کا گوشت کھایا تھا، ان میں سے کچھ حضرات کا انتقال ہو گیا' آپ ﷺ نے اس بکری کا جو گوشت کھایا تھا، اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اپنے کندھوں کے درمیان موجود رگ پر پچھنے لگوائے۔

حضرت ابو ہند رضی اللہ عنہ نے گائے کے سینگ اور چھری کے ذریعے یہ پچھنے لگائے تھے، یہ صاحب انصار کے خاندان بنو بیاضہ کے غلام تھے۔

4511 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَهْدَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرَ شَاةً مَصْلِيَّةً نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ قَالَ: فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ الْأَنْصَارِيُّ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الْحِجَامَةِ

(۷) ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نے خیبر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری کا گوشت تحفے کے طور پر پیش کیا: اس کے بعد راوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''تو حضرت بشر بن براء انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، نبی اکرم ﷺ نے اس یہودی عورت سے دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس کے بعد راوی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس عورت کو قتل کر دیا گیا۔ اس راوی نے (نبی اکرم ﷺ) کے پچھنے لگوانے کا ذکر نہیں کیا۔

4512 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَا يَأْكُلُ الصَّدَقَةَ زَادَ: فَاَهْدَتْ لَهُ يَهُوْدِيَّةٌ بِخَيْبَرَ شَاةً مَصْلِيَّةً سَمَّتْهَا فَاَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَاَكَلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: ارْفَعُوا اَيْدِيَكُمْ فَاِنَّهَا اَخْبَرَتْنِي اَنَّهَا مَسْمُوْمَةٌ فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ الْاَنْصَارِيُّ فَاَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ؟ قَالَتْ: اِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ الَّذِي صَنَعْتُ، وَاِنْ كُنْتَ مَلِكًا اَرَحْتُ النَّاسَ مِنْكَ. فَاَمَرَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ، ثُمَّ قَالَ: فِي وَجَعِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ مَا زِلْتُ اَجِدُ مِنَ الْاَكْلَةِ الَّتِي اَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا اَوَانُ قَطَعَتْ اَبْهَرِي

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ تحفہ قبول کر لیتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے، ایک روایت کے مطابق ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: اس روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے، ابوسلمہ بیان کرتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ تحفہ کھا لیتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے'' راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ایک یہودی عورت نے خیبر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری تحفے کے طور پر پیش کی، اس میں اس نے زہر ملایا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے اسے کھایا، لوگوں نے بھی کھایا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے ہاتھ کھینچ لو، کیونکہ اس بکری نے مجھے بتایا ہے، کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، حضرت بشر بن براء انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، نبی اکرم ﷺ نے اس یہودی عورت کو بلوایا اور دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا: اگر آپ ﷺ نبی ہوتے تو جو میں نے کیا، اس نے آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچانا تھا، اور اگر آپ ﷺ بادشاہ ہوتے، تو میں نے آپ ﷺ سے لوگوں کو نجات دلوا دینی تھی، تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس عورت کو قتل کر دیا گیا، جس بیماری کے دوران نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا، اس کے دوران آپ ﷺ نے فرمایا: ''خیبر میں، میں نے جو کچھ کھایا تھا، اس کے اثرات ابھی تک مجھے محسوس ہوتے ہیں، یہاں تک کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری شہ رگ کاٹ دی گئی ہے''

4513 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ

مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ أُمَّ مُبَشِّرٍ، قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: مَا يُتَّهَمُ بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَإِنِّي لَا أَتَّهِمُ بِابْنِي شَيْئًا إِلَّا الشَّاةَ الْمَسْمُومَةَ الَّتِي أَكَلَ مَعَكَ بِخَيْبَرَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَنَا لَا أَتَّهِمُ بِنَفْسِي إِلَّا ذَلِكَ، فَهَذَا أَوَانُ قَطَعَتْ أَبْهَرِي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُبَّمَا حَدَّثَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ مُرْسَلًا عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَرُبَّمَا حَدَّثَ بِهِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَذَكَرَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّ مَعْمَرًا كَانَ يُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مَرَّةً مُرْسَلًا فَيَكْتُبُونَهُ، وَيُحَدِّثُهُمْ مَرَّةً بِهِ فَيُسْنِدُهُ فَيَكْتُبُونَهُ، وَكُلٌّ صَحِيحٌ عِنْدَنَا.

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: فَلَمَّا قَدِمَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَلَى مَعْمَرٍ أَسْنَدَ لَهُ مَعْمَرٌ أَحَادِيثَ كَانَ يُوقِفُهَا

سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اس بیماری کے دوران، جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا، آپ ﷺ کی خدمت میں گزارش کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ اس حوالے سے کیا سمجھتے ہیں؟ کیونکہ اپنے بیٹے کے بارے میں میرا تو یہی خیال ہے کہ وہ اس بکری کی وجہ سے ہلاک ہوا، جس میں زہر ملا ہوا تھا، جو اس نے آپ ﷺ کے ساتھ خیبر میں کھائی تھی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے میری شہ رگ کاٹی جا رہی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض اوقات یہ روایت مرسل روایت کے طور پر منقول ہے اور بعض اوقات مسند روایت کے طور پر منقول ہے، تاہم ہمارے نزدیک یہ دونوں طریقے ٹھیک ہیں۔

4514 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا رَبَاحٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ مُبَشِّرٍ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ بْنُ الْأَعْرَابِيِّ: كَذَا قَالَ: عَنْ أُمِّهِ وَالصَّوَابُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مَخْلَدِ بْنِ خَالِدٍ، نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ قَالَ: فَمَاتَ بِشْرُ بْنُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُورٍ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ فَقَالَ: مَا حَمَلَكِ عَلَى الَّذِي صَنَعْتِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ جَابِرٍ فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحِجَامَةَ

سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت کی مانند ہے، جس کے یہ الفاظ ہیں: حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، آپ ﷺ نے یہودی عورت کو پیغام بھیج کر بلوایا اور دریافت کیا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس کے بعد راوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مانند روایت نقل کی ہے، جس میں وہ نقل کرتے ہیں: اس عورت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے قتل کا حکم دیا، تو اس عورت کو قتل کر دیا گیا، راوی نے پچھنے لگوانے کا ذکر نہیں کیا۔

بَابُ مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ أَوْ مَثَّلَ بِهِ أَيُقَادُ مِنْهُ؟

باب: جو شخص اپنے غلام کو قتل کر دے یا اس کا مثلہ کر دے، تو کیا اس سے قصاص لیا جائے گا؟

4515 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَتَلَ عَبْدَهُ قَتَلْنَاهُ، وَمَنْ جَدَعَ عَبْدَهُ جَدَعْنَاهُ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا، ہم اسے قتل کر دیں گے اور جو شخص اپنے غلام کی ناک کاٹے گا، ہم اس کی ناک کٹوا دیں گے''۔

4516 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَصَى عَبْدَهُ خَصَيْنَاهُ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَحَمَّادٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ هِشَامٍ، مِثْلَ حَدِيثِ مُعَاذٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے غلام کو خصی کرے گا، ہم اسے خصی کر دیں گے''

اس کے بعد راوی نے شعبہ اور حماد کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوداؤد طیالسی نے یہ روایت ہشام کے حوالے سے اس طرح نقل کی ہے، جس طرح معاذ نے نقل کی ہے۔

4517 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِ شُعْبَةَ مِثْلَهُ زَادَ ثُمَّ إِنَّ الْحَسَنَ نَسِيَ هَذَا الْحَدِيثَ فَكَانَ يَقُولُ: لَا يُقْتَلُ حُرٌّ بِعَبْدٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ قتادہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''حسن نامی راوی اس روایت کو بھول گئے اور وہ یہ کہتے تھے: کسی غلام شخص کے بدلے میں آزاد شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا''

4518 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: لَا يُقَادُ الْحُرُّ بِالْعَبْدِ

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غلام کے بدلے میں آزاد شخص کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

4519 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ تَسْنِيمٍ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا سَوَّارٌ أَبُو حَمْزَةَ

4515- إسناده ضعيف، فإن الحسن - وهو البصري - لم يسمعه من سمرة - وهو ابن جندب - ، جاء مصرحاً به في "مسند أحمد" (20104). حماد: هو ابن سلمة. وأخرجه الترمذي (1473)، والنسائي في "الكبرى" (6914) من طريق أبي عوانة الوضاح بن عبد الله اليشكري، والنسائي (6929) من طريق شعبة، كلاهما عن قتادة به. وهو في "مسند أحمد" (20104).

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مُسْتَصْرِخٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: جَارِيَةٌ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: وَيْحَكَ مَا لَكَ؟ قَالَ: شَرًّا، أَبْصَرَ لِسَيِّدِهِ جَارِيَةً لَهُ فَغَارَ فَجَبَّ مَذَاكِيرَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيَّ بِالرَّجُلِ فَطُلِبَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَأَنْتَ حُرٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ عَلَى مَنْ نُصْرَتِي؟ قَالَ: عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ أَوْ قَالَ: كُلِّ مُسْلِمٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الَّذِي عَتَقَ كَانَ اسْمُهُ رَوْحُ بْنُ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الَّذِي جَبَّهُ زِنْبَاعٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا زِنْبَاعٌ أَبُو رَوْحٍ كَانَ مَوْلَى الْعَبْدِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص چلاتا ہوا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کی کنیز، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارا ستیاناس ہو، تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کی: برا ہوا ہے، اس نے بتایا کہ اس کے مالک نے اپنی کنیز کو اس کے ساتھ دیکھ لیا، تو غصے میں آ کر اس کی شرمگاہ کو کاٹ دیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو میرے پاس لے کر آؤ، اس شخص کو تلاش کیا گیا، لیکن وہ نہیں مل سکا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ تم آزاد ہو، اس نے عرض کی:

یارسول اللہ، میری مدد کرنا کس پر لازم ہوگا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) ہر مومن پر۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس شخص کو آزاد قرار دیا گیا تھا، اس کا نام روح بن دینار تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس شخص نے اس کی شرمگاہ کو کاٹا تھا، اس کا نام زنباع تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ زنباع ابوروح تھا، جو اس غلام کا آقا تھا۔

غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرنے میں فقہی مذاہب کا بیان

امام ابوحنیفہ امام ثوری امام ابن ابی لیلیٰ اور داؤد کا مذہب ہے کہ آزاد نے اگر غلام کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے وہ بھی قتل کیا جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن جبیر حضرت ابراہیم نخعی حضرت قتادہ اور حضرت حکم کا

4519-حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف لضعف سوار أبي حمزة -وهو ابن داود الصيرفي- وقد توبع. وأخرجه ابن ماجه (2680) من طريق سوار بن داود أبي حمزة الصيرفي، بهذا الإسناد. وأخرجه عبد الرزاق (17932)، ومن طريقه الطبراني في "الكبير" (5301) عن معمر وابن جريج، كلاهما عن عمرو بن شعيب، به. وابن جريج مدلس وقد عنعن، على أن البخاري والبيهقي قد نفيا سماعه من عمرو أصلاً، ولكن الإسناد من طريق معمر بن راشد حسن إن صح؛ فقد أخرجه أحمد (6710) عن عبد الرزاق، عن معمر، أن ابن جريج أخبره، عن عمرو بن شعيب... وأخرجه بنحوه أحمد (7096) من طريق حجاج بن أرطاة، وعبد الرزاق (17932) عن محمد بن عبيد الله العرزمي، وابن سعد في "الطبقات" 7/ 505

بھی یہی مذہب ہے'
حضرت امام بخاری، علی بن مدینی، ابراہیم نخعی اور ایک اور روایت کی رو سے حضرت ثوری کا بھی مذہب یہی ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو مار ڈالے تو اس کے بدلے اس کی جان لی جائے گی دلیل میں یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے ہم اسے قتل کریں گے اور جو شخص اپنے غلام کو نکٹا کرے ہم بھی اس کی ناک کاٹ دیں گے اور جو اسے خصی کرے اس سے بھی یہی بدلہ لیا جائے،

لیکن جمہور کا مذہب ان بزرگوں کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں آزاد غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ غلام مال ہے اگر وہ خطا سے قتل ہو جائے تو دیت یعنی جرمانہ نہیں دینا پڑتا صرف اس کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور اسی طرح اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کے نقصان پر بھی بدلے کا حکم ہے۔

قصاص ودیت کے دارومدار میں برابری ہونے کا فقہی بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قصاص اور دیت میں سب مسلمان برابر ہیں اور ایک ادنی مسلمان بھی امان دے سکتا ہے اور دور والا مسلمان بھی حق رکھتا ہے اور سب مسلمان ایک ہاتھ کی طرح ہوتے ہیں (یعنی تمام مسلمان غیر مسلموں کے مقابلہ میں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہونے میں ایک ہاتھ کی مانند ہوتے ہیں کہ جس طرح کسی چیز کو پکڑنے یا سکون وحرکت کے موقع پر ایک ہاتھ کے تمام اجزاء میں کوئی مخالفت یا جدائی نہیں ہوتی اسی طرح مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ غیروں کے مقابلے پر متحد ومتفق رہیں اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں) اور خبردار! کافر کے بدلے میں مسلمان نہ مارا جائے اور نہ عہد والے (یعنی ذمی) کو مارا جائے جب تک کہ وہ عہد وضمان میں ہے۔
ابوداؤد، نسائی) اور ابن ماجہ نے اس روایت کو ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 641)

سب مسلمان برابر ہیں:" کا مطلب یہ ہے کہ قصاص اور خون بہا کے لینے دینے میں سب مسلمان برابر ہیں اور یکساں ہیں شریف اور رزیل میں، چھوٹے درجہ والا کے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے، یا بڑی ذات والے کے خون بہا کی مقدار پوری دی جائے اور چھوٹی ذات والے کے خون بہا کی مقدار کم دی جائے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ اگر کوئی باحیثیت آدمی کسی کم حیثیت والے کو قتل کر دیتا تھا وہ تو قصاص میں اس کو قتل نہیں کرتے تھے بلکہ اس عوض میں اس کے قبیلے کے ان چند آدمیوں کو قتل کر دیا جاتا تھا جو زیردست ہوتے تھے۔

اور ایک ادنی مسلمان بھی امان دے سکتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں کا کوئی ادنی ترین فرد جیسے غلام یا عورت کسی کافر کو امان دے دے تو سب مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کافر کو امان دیں اور اس کے جان و مال کی حفاظت کا جو عہد اس مسلمان کی طرف سے کیا گیا ہے اس کو نہ توڑیں۔

اور دور والا مسلمان بھی حق رکھتا ہے" اس جملہ کے دو مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ایسے مسلمان نے جو دار الحرب سے دور رہ رہا ہے کسی کافر کو امان دے رکھی ہے تو ان مسلمانوں کے لئے جو دار الحرب کے قریب ہیں یہ جائز نہیں ہے کہ اس مسلمان کے عہد امان کو

توڑ دیں۔ دوسرے معنی یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا لشکر دار الحرب میں داخل ہو جائے، اور مسلمانوں کا امیر لشکر کے ایک دستہ کو کسی دوسری سمت میں بھیج دے اور پھر وہ دستہ مال غنیمت لے کر واپس آئے تو وہ مال غنیمت صرف اسی دستہ کا حق نہیں ہوگا، بلکہ وہ سارے لشکر والوں کو تقسیم کیا جائے گا۔

جب تک کہ وہ عہد وضمان میں ہے" کا مطلب یہ ہے کہ جو کافر جزیہ (ٹیکس) ادا کر کے اسلامی سلطنت کا وفادار شہری بن گیا ہے اور اسلامی سلطنت نے اس کے جان ومال کی حفاظت کا عہد کر لیا ہے تو جب تک وہ ذمی ہے اور اپنے ذمی ہونے کے منافی کوئی کام نہیں کرتا اس کو مسلمان قتل نہ کرے بلکہ اس کی حفاظت کو ذمہ داری سمجھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی قانون حکومت کی نظر میں ایک ذمی کے خون کی بھی وہی قیمت ہے جو ایک مسلمان کے خون کی ہے لہٰذا اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو ناحق قتل کر دے تو اس کے قصاص میں اس کے قاتل مسلمان کو قتل کر دینا چاہئے جیسا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔

اس نکتہ سے حدیث کے اس جملہ" کافر کے بدلے میں مسلمان کو نہ مارا جائے" کا مفہوم بھی واضح ہو گیا کہ یہاں" کافر" سے مراد حربی کافر ہے نہ کہ ذمی! حاصل یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک کسی مسلمان کو حربی کافر کے قصاص میں تو قتل نہ کیا جائے لیکن ذمی کے قصاص میں قتل کیا جائے اور حضرت امام شافعی کے نزدیک کسی مسلمان کو کسی کافر کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے خواہ وہ کافر حربی ہو یا ذمی۔

بَابُ الْقَتْلِ بِالْقَسَامَةِ

باب: قسامت میں قصاص

قسامت کے لغوی معنی ومفہوم کا بیان

قسامت ق کے زبر کے ساتھ قسم کے معنی میں ہے یعنی سوگند کھانا۔ شرعی اصطلاح میں" قسامت" کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی آبادی ومحلہ میں یا اس آبادی ومحلہ کے قریب میں کسی شخص کا قتل ہو جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے تو حکومت واقعات کی تحقیق کرے اگر قاتل کا پتہ چل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس آبادی یا محلہ کے باشندوں میں سے پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے اس طرح کہ ان میں سے ہر آدمی یہ قسم کھائے کہ" خدا کی قسم! نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کا مجھے علم ہے۔

مفہوم قسامت میں فقہی مذاہب اربعہ

یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے جس کی بنیاد یہ مشہور حدیث ہے کہ (البینه علی المدعی والیمین علی من انکر) چنانچہ اس باب کی تیسری فصل میں حضرت رافع ابن خدیج سے منقول روایت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کے نزدیک" قسامت" کا مفہوم یہ ہے کہ جس آبادی ومحلہ میں یا جس آبادی ومحلہ کے قریب میں لاش پائی گئی ہے اگر اس کے باشندوں اور مقتول کے درمیان کوئی عداوت ودشمنی رہی ہو یا کوئی ایسی علامت پائی گئی ہو۔ جس سے یہ ظن غالب ہو کہ اس آبادی ومحلہ کے لوگوں نے اس کو قتل کیا ہے جیسے اس آبادی یا محلہ میں لاش کا پایا جانا، تو مقتول کے

وارثوں سے قسم لی جائے یعنی ان سے کہا جائے کہ وہ یہ قسم کھائیں کہ" خدا کی قسم ہم نے (یعنی اس آبادی یا محلہ کے لوگوں نے) اس کو قتل کیا ہے" اگر مقتول کے وارث یہ قسم کھانے سے انکار کر دیں تو پھر ان لوگوں سے قسم لی جائے جن پر قتل کا شبہ کیا گیا ہے"
چنانچہ اس باب کی پہلی حدیث جو حضرت رافع سے منقول ہے اسی پر دلالت کرتی ہے۔
قسامت میں قصاص واجب نہیں ہوتا اگر چہ قتل عمد کا دعویٰ ہو بلکہ اس میں دیت واجب ہوتی ہے خواہ قتل عمد کا دعویٰ ہو یا قتل خطا کا۔ لیکن حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر قتل عمد کا دعویٰ ہو تو پھر قصاص کا حکم نافذ کرنا چاہئے اور حضرت امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے'
قسامت کے بارے میں ملحوظ رہنا چاہئے کہ قسامت کا یہ طریقہ زمانہ جاہلیت میں بھی رائج تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ کو باقی رکھا اور اسی کے مطابق انصاریوں میں اس مقتول کا فیصلہ کیا جس کے قتل کا انہوں نے خیبر کے یہودیوں پر دعویٰ کیا تھا۔

قتل کا علم نہ ہونے کی صورت میں پچاس آدمیوں سے قسم لینے کا بیان

جب کوئی مقتول محلے میں پایا گیا ہے لیکن اس کے قاتل کا پتہ نہیں ہے تو ان پچاس بندوں سے قسم لی جائے گی جن کا انتخاب مقتول کا ولی کرے گا۔ اور وہ لوگ قسم اٹھائیں گے کہ بہ خدا ہم اس کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اس کے قتل کا کوئی علم ہے۔
حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہاں پر کوئی قرینہ موجود ہے۔ تو اولیائے مقتول سے پچاس قسمیں لی جائیں گی۔ اور اس کے بعد ان پر مدعیٰ علیہ پر دیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اگر چہ وہ قتل عمد ہے یا قتل خطاء کا دعویٰ ہے۔
حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب قتل عمد کا دعویٰ ہے تو قصاص کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول اسی طرح بھی ہے۔
حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک لوث یہ ہے کہ وہاں پر کسی معین بندے پر قتل کی نشانی پائی جائے یا ظاہری حالت مدعی کے حق پر گواہ ہو۔ یعنی قاتل و مقتول میں ظاہری طور پر عدوات ہو۔ یا ایک عادل شخص کی گواہی ہے یا ایک غیر عادل جماعت کی اسی بات پر گواہی ہے۔ کہ اس کو اہل محلہ نے قتل کیا ہے۔ اور جب ظاہری حالت مدعی کیلئے گواہی نہ دے تو امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب بھی ہمارے مذہب کی طرح ہے۔ اور اس کے سوا وہ قسم میں تکرار بھی نہیں کرتے بلکہ وہ اس کو ولی پر لوٹانے والے ہیں۔ ہاں البتہ جب اہل محلہ نے قسم اٹھالی ہے تو ان پر دیت واجب نہ ہوگی۔
حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک یمین کے ولی کا اولیائے مقتول سے قسم لینے کی ابتداء سے متعلق یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں پچاس مرد اس بات کی قسم اٹھائیں کہ اہل محلہ نے اس کو قتل کیا ہے۔ کیونکہ قسم اس کے حق میں واجب ہوتی ہے جس کے حق میں ظاہری حالت گواہی دینے والی ہو۔ (قاعدہ فقہیہ)
اسی دلیل کے سبب قابض پر قسم واجب ہوتی ہے اور جب ظاہری حالت ولی کیلئے گواہی دینے والا ہے تو اس سے قسم کی ابتداء کی جائے گی۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مدعی پر قسم کو لوٹانا ہے۔ جس طرح انکار کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ اور یہ تو اس

طرح کی دلالت ہے کہ جس میں ایک طرح کا شبہ ہے اور شبہ کے ساتھ قصاص جمع ہونے والا نہیں ہے۔ جبکہ مال شبہ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے دیت واجب ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے انکاری پر قسم واجب ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق مدعی علیہ ہے اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہود سے قسامت کا آغاز کیا ہے۔ اور ان کے درمیان مقتول کے پائے جانے کے سبب ان پر دیت لازم کی ہے۔ کیونکہ قسم یہ دینے کیلئے دلیل ہے استحقاق کیلئے دلیل نہیں ہے۔ اور ولی کا استحقاق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی دلیل کے سبب مدعی اپنی قسم سے مال خرچ کرنے کا حقدار نہیں ہوتا۔ پس قسم کے ذریعے وہ محترم جان میں بدرجہ اتم حقدار نہ ہوگا۔

حضرت امام قدوری علیہ الرحمہ کے قول "یَتَخَیَّرُهُمُ الْوَلِیُّ" سے اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ پچاس بندوں کو معین کرنے کا اختیار ولی کیلئے ہے۔ کیونکہ قسم اسی کا حق ہے۔ اور ظاہر بھی یہی ہے کہ ولی اسی کا انتخاب کرے گا۔ جس کو وہ قتل کے ساتھ تہمت زدہ پائے گا یا وہ محلے کے شریف لوگوں کا انتخاب کرے گا۔ کیونکہ وہ لوگ ممکن حد تک جھوٹی قسم سے بچنے والے ہیں۔ پس قاتل ظاہر ہو جائے گا۔ اور قسم کا فائدہ انکار ہے۔ اور جب اہل محلہ اس کے قاتل نہیں ہیں لیکن وہ قاتل کو جانتے ہیں تو ان کے اس علم پر نیک بندے کی قسم برے بندے کی قسم سے زیادہ فائدے مند ہے۔ اور جب اولیاء نے نابینا یا حد قذف والے کا انتخاب کیا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ قسم ہے یہ شہادت نہیں ہے۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

پچاس آدمیوں سے قسم لینے کا بیان

حضرت رافع ابن خدیج کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص (یعنی عبداللہ ابن سہل) خیبر میں قتل کر دیئے گئے چنانچہ ان کے ورثاء (یعنی ان کے بیٹے اور چچازاد بھائی) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان) سے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس دو گواہ ہیں جو تمہارے مقتول کے بارے میں گواہی دیں انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہاں کوئی مسلمان تو موجود نہیں تھا البتہ یہود تھے (جو ظلم کرنے، فتنہ و فساد پھیلانے اور حیلہ گری میں بہت مشہور ہیں) وہ تو اس سے بھی بڑے کام کی جرأت رکھتے ہیں (جیسے انبیاء کو قتل کر دینا، کلام اللہ میں تحریف کرنا اور احکام خداوندی سے صریحا سرکشی کرنا) آپ نے فرمایا "اچھا تو ان میں پچاس آدمیوں کو منتخب کر لو اور ان سے قسمیں لو" لیکن مقتول کے ورثاء نے یہودیوں سے قسم لینے سے انکار کر دیا (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اتنے مکار ہیں کہ جھوٹی قسمیں کھالیں گے) چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کا خون بہا اپنے پاس سے دے دیا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 688)

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہری مفہوم حنیفہ کے اس مسلک کی واضح دلیل ہے کہ قسامت میں پہلے مدعا علیہ سے قسم لینی چاہئے۔

ملا علی قاری نے اس موقع پر تمام ائمہ کے مسلک کو نقل کرنے کے بعد حنیفہ ملک کے دلائل بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

پہلے اولیائے مقتول سے قسم لینے کا بیان

حضرت سہل بن ابی حثمہ کو خبر دی کچھ لوگوں نے جو انکی قوم کے معزز تھے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ فقر اور افلاس کی وجہ سے خیبر کو گئے محیصہ کے پاس ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کر کے کنوئیں میں یا چشمے میں ڈال دیا ہے محیصہ یہ سن کر خیبر کے یہودیوں کے پاس آئے اور کہا قسم خدا کی تم نے اس کو قتل کیا ہے یہودیوں نے کہا قسم خدا کی ہم نے قتل نہیں کیا اس کو، پھر محیصہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا بعد اس کے محیصہ اور ان کے بھائی حویصہ جو محیصہ سے بڑے تھے۔

اور عبدالرحمن بن سہل (جو عبداللہ بن سہل مقتول کے بھائی تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے محیصہ نے چاہا کہ میں بات کروں کیونکہ وہی خیبر کو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بزرگی کی رعایت کر۔ حویصہ نے پہلے بیان کیا پھر محیصہ نے بیان کیا یارسول اللہ! نے فرمایا تو یہودی تمہارے قتل کی دیت دیں یا جنگ کریں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو اس بارے میں لکھا انہوں نے جواب میں لکھا کہ قسم خدا کی ہم نے اس کو قتل نہیں کیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حویصہ اور محیصہ اور عبدالرحمن سے کہا تم قسم کھاؤ کہ یہودیوں نے اس کو مارا ہے تو دیت کے حقدار ہوگے انہوں نے کہا ہم قسم نہ کھائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اگر یہودی قسم کھالیں کہ ہم نے نہیں مارا انہوں نے کہا: یارسول اللہ! وہ مسلمان نہیں ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے دیت ادا کی سہل کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس سو اونٹ بھیجے ان کے گھروں پر ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے لات ماری تھی۔ (موطاامام مالک: جلداول: حدیث نمبر 1455)

پچاس قسموں کو پورا کرنے میں فقہی تصریحات کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ بشیر بن یسار سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سہل انصاری اور محیصة بن مسعود خیبر کو گئے اور عبداللہ بن سہل کو کسی نے مار ڈالا تو محیصہ اور ان کے بھائی حویصة اور عبدالرحمن بن سہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عبدالرحمن نے بات کرنی چاہی اپنے بھائی کے مقدمے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بزرگی کی رعایت کر تو حویصہ اور محیصہ نے قصہ بیان کیا عبداللہ بن سہل کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پچاس قسمیں کھاتے ہو (اس بات پر کہ فلاں شخص نے اس کو مار ڈالا ہے) اگر کھاؤ گے تو خون کا استحقاق (یا قاتل کا استحاق؟) تمہیں حاصل ہوگا انہوں نے کہا: یارسول اللہ! (ہم کیونکر کھائیں) ہم اس وقت موجود نہ تھے نہ ہم نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہودی پچاس قسمیں کھا کر بری ہو جائیں گے انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وہ کافر ہیں ان کی قسمیں ہم کیونکر قبول کریں گے بشیر بن یسار نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے دیت ادا کی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے اور میں نے بہت سے اچھے عالموں سے سنا ہے اور اس پر اتفاق کیا ہے۔ اگلے اور پچھلے علماء نے کہا قسامت میں پہلے مدعیوں سے قسم لی جائے گی وہ قسم کھائیں۔ (اگر وہ قسم نہ کھائیں تو مدعیٰ علیہم سے قسم لی جائے گی اگر وہ قسم کھالیں گے تو بری ہو جائیں گے) اور قسامت دو امروں میں ایک امر سے لازم ہوتی ہے یا تو مقتول خود کہے مجھ کو فلانے نے مارا ہے (اور گواہ نہ ہوں) یا مقتول کے وارث کسی پر اپنا اشتباہ ظاہر کریں اور گواہی

قاتل نہ ہو تو انہیں دو وجہوں سے قسامت لازم آئے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس سنت میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ پہلے قسم ان لوگوں سے لی جائے گی جو خون کے مدعی ہوں۔ خواہ قتل عمد ہو یا قتل خطا ءاور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی حارث سے جن کا عزیز خیبر میں مارا گیا تھا پہلے قسم کھانے کو فرمایا تھا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مدعی قسم کھالیں تو ان کے خون کا مدعیوں سے پچاس قسمیں لی جائیں گی جب وہ پچاس آدمی ہوں تو ہر ایک سے ایک ایک قسم لی جائے گی اور پچاس سے کم ہوں یا بعض ان میں سے قسم کھانے سے انکار کریں تو مکرر قسمیں لے کر قسمیں پچاس پوری کریں گے مگر جب مقتول کے وارثوں میں جن کو عفو کا اختیار ہے کوئی قسم کھانے سے انکار کرے گا تو پھر قصاص لازم نہ ہوگا بلکہ جب ان لوگوں میں جن کو عفو کا اختیار نہیں کوئی قسم کھانے سے انکار کرے تو باقی لوگوں سے قسم لیں گے اور جن کو عفو کا اختیار ہے ان میں سے اگر کوئی ایک بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو باقی وارثوں کو بھی قسم نہ دیں گے۔ بلکہ اس صورت میں مدعی علیہم کو قسم دیں گے ان میں سے پچاس آدمیوں کو پچاس قسمیں دیں گے اگر پچاس سے کم ہوں تو مکرر کر کے پچاس پوری کریں گے اگر مدعی علیہ ایک ہی ہو تو اس سے پچاس قسمیں لیں گے جب وہ پچاس قسمیں کھالے گا بری ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک قوم کی قوم کو جس میں بہت آدمی ہوں خون کی تہمت لگے اور مقتول کے وارث ان سے قسم لینا چاہیں تو ہر شخص ان میں سے پچاس پچاس قسمیں کھائے گا یہ نہ ہوگا کہ پچاس قسمیں سب پر تقسیم ہو جائیں یہ میں نے اچھا سنا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قسامت مقتول کی عصبوں کی طرف ہوگی جو خون کے مالک ہیں انہی کو قسم دی جاتی ہے اور انہی کی قسم کھانے سے قصاص لیا جاتا ہے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1456)

4520- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّ مُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ، انْطَلَقَا قِبَلَ خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ فَاتَّهَمُوا الْيَهُودَ فَجَاءَ أَخُوهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ وَابْنَا عَمِّهِ حُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي أَمْرِ أَخِيهِ وَهُوَ أَصْغَرُهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْكُبْرَ الْكُبْرَ أَوْ قَالَ: لِيَبْدَأِ الْأَكْبَرُ

4520-إسناده صحيح. يحيى بن سعيد: هو ابن قيس الأنصاري. وأخرجه البخاري (6142)، ومسلم (1669)، والنسائي في "الكبرى" (2/ 5945) و(6889) من طريق حماد بن زيد، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3173)، ومسلم (1669)، والترمذي (1482) و(1483)، والنسائي في "الكبرى" (6888) و(6893 - 6891) من طرق عن يحيى بن سعيد الأنصاري، به. وبعضهم لا يذكر فيه رافع بن خديج. وأخرجه مسلم (1669) من طريق سليمان بن بلال، و(1669) من طريق هشيم ابن بشير، والنسائي (6894) من طريق مالك بن أنس، ثلاثتهم عن يحيى بن سعيد الأنصاري، عن بشير بن يسار أن عبد الله بن سهل ... الحديث مرسلاً إلا أن سليمان روى بعض الحديث عمن أدرك من أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم- ولم يسمهم. وهو في "مسند أحمد" (16091)، و"صحيح ابن حبان" (6009).

فَتَكَلَّمَا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَيُدْفَعُ بِرُمَّتِهِ قَالُوا: أَمْرٌ لَمْ نَشْهَدْهُ كَيْفَ نَحْلِفُ؟ قَالَ: فَتُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ قَوْمٌ كُفَّارٌ. قَالَ: فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهِ. قَالَ سَهْلٌ: دَخَلْتُ مِرْبَدًا لَهُمْ يَوْمًا فَرَكَضَتْنِي نَاقَةٌ مِنْ تِلْكَ الْإِبِلِ رَكْضَةً بِرِجْلِهَا. قَالَ حَمَّادٌ: هٰذَا أَوْ نَحْوَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، وَمَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: فِيهِ أَتَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ أَوْ قَاتِلِكُمْ؟ وَلَمْ يَذْكُرْ بِشْرٌ دَمًا. وَقَالَ عَبْدَةُ، عَنْ يَحْيَى، كَمَا قَالَ حَمَّادٌ: وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى فَبَدَأَ بِقَوْلِهِ: تُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا. يَحْلِفُونَ وَلَمْ يَذْكُرِ الِاسْتِحْقَاقَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا وَهْمٌ مِنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ

حضرت سہل بن ابوحثمہ اور حضرت رافع بن خدیجؓ بیان کرتے ہیں: حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ خیبر گئے، وہاں وہ کھجوروں کے ایک باغ میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، تو حضرت عبداللہ بن سہل کو قتل کر دیا گیا، ان لوگوں نے یہودیوں پر الزام عائد کیا، ان کے بھائی عبدالرحمن بن سہل اور ان کے دو چچازاد بھائی حویصہ اور محیصہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئے، عبدالرحمنؓ جو عمر میں ان میں سے چھوٹے تھے، وہ اپنے بھائی کے معاملے میں بات کرنے لگے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے بڑے کو موقع دو (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) بڑا شخص بات کا آغاز کرے، ان دونوں نے اپنے ساتھی کے معاملے کے بارے میں بات چیت کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے پچاس آدمی ان کے کسی ایک شخص کے خلاف قسم اٹھالیں، تو اس شخص کو تمہارے حوالے کر دیا جائے گا، ان لوگوں نے کہا: جس واقعہ میں ہم شریک ہی نہیں ہوئے، تو ہم اس کے بارے میں حلف کیسے اٹھالیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر یہودیوں کے پچاس آدمی قسم اٹھا کر تم سے بری ذمہ ہو جائیں گے، ان لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کافر لوگ ہیں راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے انہیں دیت ادا کی۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن میں ان لوگوں کے باڑے میں داخل ہوا، تو ان کے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی نے اپنا مجھے پاؤں مارا۔

حماد کہتے ہیں: یہ اس کی مانند روایت منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا تم لوگ پچاس قسمیں اٹھا کر اپنے ساتھی کے خون کے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) قاتل کے حق دار بن جاؤ گے"

یہاں بشر نامی راوی نے لفظ "خون" نقل نہیں کیا۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ الفاظ منقول ہیں:
''یہودی پچاس قسمیں اٹھا کر تم سے بری ذمہ ہو جائیں گے''
اس راوی نے لفظ استحقاق ذکر نہیں کیا۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ وہم ابن عیینہ کو ہوا ہے۔

4521 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ اَبِي لَيْلَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ، اَنَّهُ اَخْبَرَهُ هُوَ وَرِجَالٌ مِنْ كُبَرَاءِ قَوْمِهِ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ خَرَجَا اِلٰى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ اَصَابَهُمْ فَاُتِيَ مُحَيِّصَةُ فَاُخْبِرَ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ وَطُرِحَ فِي فَقِيرٍ اَوْ عَيْنٍ فَاَتَى يَهُودَ فَقَالَ: اَنْتُمْ وَاللهِ قَتَلْتُمُوهُ. قَالُوا: وَاللهِ مَا قَتَلْنَاهُ. فَاَقْبَلَ حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى قَوْمِهِ. فَذَكَرَ لَهُمْ ذٰلِكَ. ثُمَّ اَقْبَلَ هُوَ وَاَخُوهُ حُوَيِّصَةُ - وَهُوَ اَكْبَرُ مِنْهُ - وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ، فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ لِيَتَكَلَّمَ، وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَبِّرْ كَبِّرْ يُرِيدُ السِّنَّ، فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ، ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِمَّا اَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ وَاِمَّا اَنْ يُؤْذَنُوا بِحَرْبٍ فَكَتَبَ اِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ. فَكَتَبُوا اِنَّا وَاللهِ مَا قَتَلْنَاهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِحُوَيِّصَةَ وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ قَالُوا: لَيْسُوا مُسْلِمِينَ. فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مِائَةَ نَاقَةٍ حَتّٰى اُدْخِلَتْ عَلَيْهِمُ الدَّارَ قَالَ سَهْلٌ: لَقَدْ رَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ

⊛⊛ حضرت سہل بن ابوحثمہ اور ان کی قوم کے کچھ بڑے لوگوں نے یہ بات بیان کی، حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ اور حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کسی ضرورت کے پیش نظر خیبر تشریف لے گئے، وہاں حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی گئی کہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور انہیں ایک کنویں میں (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) چشمے میں پھینک دیا گیا ہے، وہ یہودیوں کے پاس آئے اور بولے: اللہ کی قسم! تم لوگوں نے انہیں قتل کیا ہے، انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! ہم نے انہیں قتل نہیں کیا، پھر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان کے سامنے یہ بات ذکر کی، پھر وہ ان کے بھائی حویصہ جو ان سے عمر میں بڑے تھے، اور عبدالرحمن بن سہل آئے (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے) محیصہ بات کرنے لگے، کیونکہ خیبر میں وہی موجود تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے بڑے کو موقع دو، پہلے بڑے کو موقع دو، تو حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ نے بات شروع کی، پھر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے بات کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو وہ تمہارے ساتھی کی دیت دے دیں، یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ان لوگوں کو خط لکھا، تو ان لوگوں نے جواب میں لکھا، اللہ کی قسم! ہم نے انہیں قتل نہیں کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حویصہ رضی اللہ عنہ، حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم لوگ قسم اٹھا کر

اپنے ساتھی کے خون کے مستحق بن جاؤ گے، ان لوگوں نے عرض کی، جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری جگہ یہودی قسم اٹھالیں گے (اور بچ جائیں گے) ان لوگوں نے عرض کی: وہ مسلمان نہیں ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی طرف سے انہیں دیت ادا کی، نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو 100 اونٹنیاں بھجوائیں، جوان کے احاطے میں داخل ہوگئیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے لات ماری تھی۔

4522 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ: عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ قَتَلَ بِالْقَسَامَةِ رَجُلًا مِنْ بَنِي نَصْرِ بْنِ مَالِكٍ بِبَحْرَةِ الرُّغَاءِ عَلَى شَطِّ لِيَّةِ الْبَحْرَةِ قَالَ: الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ مِنْهُمْ. وَهٰذَا لَفْظُ مَحْمُودٍ بِبَحْرَةٍ أَقَامَهُ مَحْمُودٌ وَحْدَهُ عَلَى شَطِّ لِيَّةَ

عمرو بن شعیب، نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قسامت کی بنیاد پر، بنو نصر بن مالک سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو قتل کردیا تھا، جو لیہ بحرہ کے کنارے بحرہ رغاء کے مقام پر رہتا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: قاتل اور مقتول دونوں کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔

روایت کے یہ الفاظ محمود کے ہیں: جس میں صرف بحرہ منقول ہے، صرف محمود نامی راوی نے اس میں یہ الفاظ کیے ہیں: یہ لیہ کے کنارے ہے۔

بَابٌ فِي تَرْكِ الْقَوَدِ بِالْقَسَامَةِ

باب: قسامت میں قصاص نہ لینے کا تذکرہ

4523 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، زَعَمَ أَنَّ رَجُلًا، مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَفَرًا مِنْ قَوْمِهِ انْطَلَقُوا إِلَى خَيْبَرَ، فَتَفَرَّقُوا فِيهَا، فَوَجَدُوا أَحَدَهُمْ قَتِيلًا، فَقَالُوا لِلَّذِينَ وَجَدُوهُ عِنْدَهُمْ: قَتَلْتُمْ صَاحِبَنَا، فَقَالُوا: مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا، فَانْطَلَقْنَا إِلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فَقَالَ لَهُمْ تَأْتُونِي بِالْبَيِّنَةِ عَلَى مَنْ قَتَلَ هٰذَا قَالُوا: مَا لَنَا بَيِّنَةٌ، قَالَ: فَيَحْلِفُونَ لَكُمْ قَالُوا: لَا نَرْضَى بِأَيْمَانِ الْيَهُودِ، فَكَرِهَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ، فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ

بشیر بن یسار بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب جن کا نام سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ تھا، انہوں نے یہ بات بیان کی: ان کی قوم کے کچھ لوگ خیبر گئے، وہاں وہ ایک دوسرے سے جدا ہوگئے، انہوں نے اپنے میں سے ایک شخص کو مقتول پایا، تو جن لوگوں کے ہاں انہوں نے اسے مقتول پایا، ان سے کہا: تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کیا ہے، ان لوگوں نے کہا: ہم نے انہیں قتل نہیں کیا، نہ ہی ہمیں قاتل کے بارے میں کوئی علم ہے (راوی بیان کرتے ہیں:) ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوئے، تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم لوگ اس شخص کے خلاف ثبوت پیش کرو، جس نے اسے قتل کیا ہے، ان لوگوں نے عرض کی: ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر وہ تمہارے مقابلے میں قسمیں اٹھالیں گے، ان لوگوں نے عرض کی: ہم یہودیوں کی قسم سے راضی نہیں ہوں گے، نبی اکرم ﷺ کو یہ بات اچھی نہیں لگی کہ اس مقتول کا خون رائیگاں قرار دیں، تو آپ ﷺ نے صدقہ کے اونٹوں میں سے 100 اونٹ دیت کے طور پر ادا کیے۔

4524 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ رَاشِدٍ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: أَصْبَحَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مَقْتُولًا بِخَيْبَرَ، فَانْطَلَقَ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: لَكُمْ شَاهِدَانِ يَشْهَدَانِ عَلَى قَتْلِ صَاحِبِكُمْ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّمَا هُمْ يَهُودُ وَقَدْ يَجْتَرِئُونَ عَلَى أَعْظَمَ مِنْ هٰذَا. قَالَ: فَاخْتَارُوا مِنْهُمْ خَمْسِينَ فَاسْتَحْلِفُوهُمْ فَأَبَوْا، فَوَدَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار کا ایک شخص خیبر میں مقتول پایا گیا، تو اس کے پسماندگان نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ ﷺ کی خدمت میں اس صورتحال کا ذکر کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس دو ایسے گواہ ہیں؟ جو تمہارے ساتھی کے قتل کے بارے میں گواہی دیدیں، ان لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مسلمانوں میں سے کوئی ایک بھی وہاں موجود نہیں تھا، وہ لوگ یہودی ہیں، اور وہ اس سے بڑے گناہ کی جراءت سے کر لیتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو تم ان میں پانچ آدمیوں کو چن کر ان سے حلف لے لو، ان حضرات نے یہ بات تسلیم نہیں کی، نبی اکرم ﷺ نے اپنی طرف سے انہیں دیت ادا کی۔

4525 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بُجَيْدٍ، قَالَ: إِنَّ سَهْلًا وَاللهِ أَوْهَمَ الْحَدِيثَ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَتَبَ إِلَى يَهُودَ أَنَّهُ قَدْ وُجِدَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ قَتِيلٌ فَدُوهُ. فَكَتَبُوا يَحْلِفُونَ بِاللهِ خَمْسِينَ يَمِينًا مَا قَتَلْنَاهُ وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا. قَالَ: فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ بِمِائَةِ نَاقَةٍ:

حضرت عبدالرحمن بن بجید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم حضرت سہل رضی اللہ عنہ کو یہ روایت نقل کرنے میں وہم ہوا ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کو خط لکھا تھا کہ ان کے درمیان ایک شخص مقتول پایا گیا ہے، تو تم لوگ اس کی دیت ادا کرو، تو ان لوگوں نے جوابی خط میں لکھا: وہ اللہ کے نام کی 50 قسمیں اٹھا کر یہ کہتے ہیں ہم نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں قاتل کے بارے میں علم ہے، راوی بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی طرف سے 100 اونٹنیاں دیت کے طور پر ادا کی تھیں۔

4526 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رِجَالٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: لِلْيَهُودِ وَبَدَأَ

بِهِمْ يَحْلِفُ مِنْكُمْ خَمْسُونَ رَجُلًا فَأَبَوْا. فَقَالَ لِلْأَنْصَارِ: اسْتَحِقُّوا قَالُوا: نَحْلِفُ عَلَى الْغَيْبِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَجَعَلَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةً عَلَى يَهُودَ لِأَنَّهُ وُجِدَ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ

ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور سلیمان بن یسار کچھ انصاریوں کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا: آپ نے آغاز ان سے کیا، تم میں سے 50 لوگ قسم اٹھائیں، ان لوگوں نے یہ بات نہیں مانی، تو آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا: تم لوگ حق حاصل کرلو، ان لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم لوگ کسی ایسی چیز کے بارے میں قسم نہیں اٹھائیں گے، جہاں ہم موجود نہیں تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے دیت کی ادائیگی یہودیوں کے ذمے لازم قرار دی، کیونکہ مقتول ان کے درمیان پایا گیا تھا۔

اہل محلہ پر قسم کے سبب وجوب دیت کا بیان

جب اہل محلہ نے قسم اٹھالی ہے تو ان پر دیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور ولی سے قسم نہ لی جائے گی۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دیت واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہود اپنی قسموں کے سبب تم سے بری ہو جائیں گے۔ کیونکہ شریعت کے مطابق قسم مدعی علیہ کو بری کرنے والی ہو کر مشروع ہوئی ہے۔ اور اس پر کوئی چیز لازم کرنے والی نہیں ہے۔ جس طرح تمام دعویٰ جات میں اسی طرح ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت سہل اور زیاد بن ابومریم رضی اللہ عنہما کی احادیث میں قبیلہ وادعہ پر دیت اور قسامت کے درمیان جمع کیا ہے۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمان اقدس کہ یہود تم سے بری ہو جائیں گے۔ یہ قصاص اور قید سے بری کرنے پر محمول ہے۔ اور جو قسم ہے یہ کسی شخص پر واجب ہونے والے معاملے سے بری کرنے والی ہے۔ جبکہ قسامت اس طرح مشروع نہیں ہوئی۔ بلکہ اہل محلہ کے انکار کے بعد دیت واجب ہوئی ہے۔ بلکہ وہ اس سبب سے مشروع ہوئی ہے کہ اہل محلہ کی جھوٹی قسم سے بچتے ہوئے قصاص کے سبب کو ظاہر کیا جائے۔ کہ وہ قتل کا اقرار کریں اور جب انہوں نے قسم اٹھالی ہے۔ تو قصاص سے بری ہونا یہ ظاہر ہو جائے گا۔

اور جو دیت ہے وہ ایسے قتل سے واجب ہوتی ہے جو ظاہری طور پر ان کی جانب سے پایا جائے۔ یا مقتول ان کے درمیان میں پایا جائے۔ جبکہ انکار اور ان کی جانب سے حفاظت میں سستی کے سبب دیت واجب نہیں ہوتی۔ جس طرح قتل خطاء میں ہوتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

مسئلہ قسامت میں بحث و مباحثہ کا بیان

ابورجاء جو آل ابی قلابہ سے تھے، ابوقلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن تخت پر عمر بن عبدالعزیز بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں کو اذن عام دیا کہ اندر آئیں جب لوگ آئے تو کہا کہ تم قسامہ کے متعلق کیا کہتے ہو، لوگوں نے کہا کہ قسامہ کے متعلق ہمارا یہ خیال ہے کہ اس کے ذریعہ قصاص لینا حق ہے اور خلفاء نے بھی اس کے ذریعہ قصاص لیا ہے پھر مجھ سے کہا کہ اے ابوقلابہ تم کیا کہتے ہو؟ اور مجھے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا، میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین آپ کے پاس عرب کے شرفاء اور سردار موجود ہیں، اگر ان میں سے

پچاس آدمی دمشق کے شادی شدہ آدمی کے متعلق گواہی دیں کہ اس نے زنا کیا ہے لیکن دیکھا نہیں تو کیا اسے سنگسار کر دیا جائے گا، انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، میں نے کہا کہ اگر ان میں سے پچاس آدمی حمص کے ایک آدمی کے متعلق گواہی دیں کہ اس نے چوری کی تو کیا آپ اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے جب کہ کسی نے دیکھا نہیں، انہوں نے کہا نہیں، میں نے کہا بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجز تین حالتوں کے کسی اور حالت میں کسی کو قتل نہیں کیا، ایک وہ جو قصاص میں قتل کیا گیا، جس نے شادی شدہ ہو کر زنا کیا، یا وہ جس نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی، اور اسلام سے پھر گیا، کچھ لوگوں نے کہا کیا انس بن مالک نے یہ بیان نہیں کیا کہ آپ نے چوری میں ہاتھ کاٹا ہے اور آنکھیں پھڑوا دی ہیں، پھر انہیں دھوپ میں ڈال دیا؟ میں نے کہا میں تم سے انس کی حدیث بیان کرتا ہوں مجھ سے انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ عکل کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اسلام کی بیعت کی، زمین انہیں راس نہ آئی اور ان کے جسم مریض ہو گئے تو انہوں نے آپ سے شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ہمارے چرواہے کے پاس اونٹوں میں کیوں نہیں جاتے کہ ان کا دودھ اور پیشاب پیو، ان لوگوں نے کہا کہ ضرور، چنانچہ وہ لوگ گئے اور انہوں نے اونٹوں کا پیشاب اور ان کا دودھ پیا، اور تندرست ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر کے اور جانور لے کر بھاگ گئے۔

یہ خبر آپ کو پہنچی تو ان کے پیچھے آپ نے آدمی بھیجے جو انہیں پکڑ کر لائے، آپ نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں اور انہیں دھوپ میں ڈال دیا جائے، اور ان کی آنکھیں پھڑوا دی جائیں، یہاں تک کہ وہ مر گئے، میں نے کہا اس سے زیادہ سخت کوئی چیز نہیں جو انہوں نے کی تھی کہ دین اسلام سے پھر گئے، قتل کیا اور چوری کی، عنبہ نے کہا کہ بخدا میں نے آج کی طرح کبھی نہیں سنا، ابو قلابہ کا بیان ہے میں نے کہا اے عنبہ تو میری حدیث کو رد کرتا ہے، عنبہ نے کہا کہ نہیں بلکہ تم نے حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے جو حقیقت میں ہے۔ بخدا جب تک یہ بوڑھا ان (شامیوں) میں زندہ ہے یہ لوگ بھلائی کے ساتھ ہوں گے، میں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت یہ ہے کہ آپ کے پاس انصار کے کچھ لوگ آئے آپ سے گفتگو کی، پھر ان میں ایک شخص باہر نکلا اور وہ قتل کر دیا گیا،

اس کے بعد یہ لوگ باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کا ساتھی خون میں تڑپ رہا ہے، وہ لوگ لوٹ کر آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا جو ساتھی ہمارے ساتھ گفتگو کر رہا تھا وہ یہاں سے اٹھ کر باہر نکلا، اب ہم نے اسے دیکھا کہ وہ خون میں تڑپ رہا ہے، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اور فرمایا کہ کس کے متعلق تم گمان کرتے ہو، یا فرمایا کہ کس کے متعلق تمہارا خیال ہے، کہ اسے قتل کیا ہے، آپ نے یہود کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ تم نے اس آدمی کو قتل کیا، انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس سے راضی ہو کہ یہود میں سے پچاس آدمی اس کی قسم کھائیں کہ ان لوگوں نے اس کو قتل نہیں کیا انہوں نے کہا کہ یہود اگر ہم سب کو قتل کر دیں تو پھر بھی قسم کھا لیتے ہیں ان کو باک نہ ہوگا، آپ نے فرمایا کہ پھر تم لوگ پچاس قسمیں کھا کر دیت کے مستحق ہو جاؤ، ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو قسم نہیں کھاتے، چنانچہ آپ نے ان کی طرف سے اپنا خون بہا ادا کر دیا، ابو قلابہ کہتے ہیں میں نے کہا ہذیل کے لوگوں نے ایک شخص کو زمانہ جاہلیت میں سے اپنے الگ کو دیا تھا، وہ مقام بطحاء میں کسی یمنی کے گھر اترا یمن والوں میں سے کسی

کو خبر ہوئی تو اس پر تلوار سے حملہ کر کے اس کو قتل کر ڈالا، ہذیل کے لوگ آئے اور اس یمنی کو پکڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حج کے زمانہ میں لے گئے اور ان لوگوں نے کہا اس نے ہمارے ساتھی کو قتل کیا ہے،

اس یمنی نے کہا کہ ہذیلوں نے اس کو چھوڑ دیا، حضرت عمر نے کہا کہ ہذیلوں میں سے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ انہوں نے اس کو نہیں چھوڑا، انچاس آدمیوں نے انہیں میں سے قسم کھائی، انہی لوگوں میں سے ایک شخص ملک شام سے آیا تھا، جس سے ان لوگوں نے قسم کھانے کو کہا، اس نے ایک ہزار درہم دے کر قسم کھانے سے معافی لے لی تو ان لوگوں نے ایک دوسرے آدمی کو اس کی جگہ پر شامل کر لیا، اور مقتول کے بھائی کے پاس لے جا کر اس کا ہاتھ اس سے ملوا دیا، لوگوں نے کہا کہ وہ دونوں اور پچاس آدمی بھی چلے جنہوں نے قسم کھائی تھی، یہاں تک کہ وہ لوگ مقام نحلہ میں پہنچے تو ان لوگوں کو بارش نے آگھیرا۔

وہ لوگ پہاڑ کی ایک غار میں جا گھسے غار ان پچاس آدمیوں پر دھنس گیا جنہوں نے قسم کھائی تھی، چنانچہ وہ لوگ مر گئے اور وہ دونوں ہاتھ ملانے والے باقی بچ گئے اور ان دونوں کو ایک پتھر آ کر لگا جس سے مقتول کے بھائی کا پاؤں ٹوٹ گیا، وہ ایک سال زندہ رہا پھر مر گیا، ابوقلابہ کا بیان ہے کہ میں کہتا ہوں کہ عبدالملک بن مروان نے ایک شخص کو قسامہ کی بناء پر قصاص دلوایا، پھر اپنی اس حرکت پر پشیمان ہوا، چنانچہ پچاس قسم کھانے والوں کے متعلق حکم دیا گیا تو ان لوگوں کا نام دفتر سے کاٹ دیا گیا اور انکو شہر بدر کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1808)

بَابُ يُقَادُ مِنَ الْقَاتِلِ

باب: قاتل سے قصاص لیا جائے گا

4527 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَتْ قَدْ رُضَّ رَأْسُهَا بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا؛ أَفُلَانٌ؟ أَفُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ، فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک لڑکی اس عالم میں پائی گئی، کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا تھا (اس میں ابھی زندگی باقی تھی) اس سے دریافت کیا گیا: تمہارے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا؟ فلاں نے کیا، فلاں نے؟ یہاں تک کہ ایک یہودی کا نام لیا گیا، تو اس نے سر کے ذریعے اشارہ کیا (اس نے ایسا کیا ہے) اس یہودی کو پکڑ لیا گیا، اس نے اعتراف کر لیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اس کا سر پتھر کے ذریعے کچل دیا گیا۔

4528 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ،

4527- إسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وهمام: هو ابن يحيى العوذي. وأخرجه البخاري (2413) و (2746) و (6876) و (6884)، وابن ماجه (2665)، والترمذي (1451)، والنسائي في "الكبرى" (6918) من طريق همام بن يحيى، والبخاري (6885) والنسائي (6916) من طريق سعيد بن أبي عروبة، والنسائي (6917) من طريق أبان بن يزيد، ثلاثتهم عن قتادة، به. ورواية ابن أبي عروبة مختصرة. وهو في "مسند أحمد" (12741)، و"صحيح ابن حبان" (5993).

اَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى حُلِيٍّ لَهَا، ثُمَّ أَلْقَاهَا فِي قَلِيبٍ، وَرَضَخَ رَأْسَهَا بِالْحِجَارَةِ، فَأُخِذَ فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ حَتَّى يَمُوتَ، فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَيُّوبَ نَحْوَهُ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی نے ایک انصاری لڑکی کو اس کے زیور کی وجہ سے قتل کر دیا پھر اسے ایک کنویں میں پھینک دیا، اس نے اس کا سر پتھر کے ذریعے کچلا، پھر اس یہودی کو پکڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اسے اس وقت تک پتھر مارے جائیں، جب تک یہ مر نہیں جاتا، تو اسے اس وقت تک پتھر مارے گئے، جب تک وہ مر نہیں گیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4529 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ جَدِّهِ أَنَسٍ، أَنَّ جَارِيَةً كَانَ عَلَيْهَا أَوْضَاحٌ لَهَا فَرَضَخَ رَأْسَهَا يَهُودِيٌّ بِحَجَرٍ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهَا رَمَقٌ، فَقَالَ لَهَا: مَنْ قَتَلَكِ؟ فُلَانٌ قَتَلَكِ؟ فَقَالَتْ: لَا، بِرَأْسِهَا، قَالَ: مَنْ قَتَلَكِ؟ فُلَانٌ قَتَلَكِ؟ قَالَتْ: لَا، بِرَأْسِهَا، قَالَ: فُلَانٌ قَتَلَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، بِرَأْسِهَا، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُتِلَ بَيْنَ حَجَرَيْنِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک لڑکی نے زیور پہنا ہوا تھا، ایک یہودی نے پتھر کے ذریعے اس کا سر کچل دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی کے پاس تشریف لائے، اس میں زندگی کی رمق باقی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟ فلاں نے تمہیں قتل کیا ہے؟ اس نے سر کے ذریعے اشارہ کر کے جواب دیا، جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟ فلاں نے تمہیں قتل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جی نہیں، یعنی سر کے اشارے سے جواب دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: فلاں نے تمہیں قتل کیا ہے؟ اس نے اپنے سر کے اشارے کے ذریعے جواب دیا: جی ہاں! اس شخص کے

بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اسے دو پتھروں کے درمیان رکھ کر قتل کر دیا گیا۔

قتل کی اقسام کا بیان

فقہا کے نزدیک قتل کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) قتل عمد۔ (۲) قتل شبہ عمد۔ (۳) قتل خطاء۔ (۴) قتل جاری مجری خطاء۔ (۵) قتل بسبب۔

4528- إسناده صحيح. أبو قلابة: هو عبد الله بن زيد الجرمي، وأيوب: هو ابن أبي تميمة السختياني، ومعمر: هو ابن راشد، وعبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (10171) و (18525)، ومن طريقه أخرجه مسلم (1672)، وأخرجه مسلم كذلك (1672) من طريق ابن جريج، كلاهما (عبد الرزاق وابن جريج) عن معمر، به

قتل عمد یہ ہے کہ مقتول کو کسی چیز سے مارا جائے جو اعضاء کو جدا کر دے (یا اجزاء جسم کو پھاڑ ڈالے) مثلاً دھار دار ہتھیار یا ... ہو، پتھر، لکڑی، شیشہ یا بانس کی قسم سے کوئی چیز (دھار دار) چیز ہو اور یا وہ آگ کا شعلہ ہو، صاحبین کے نزدیک قتل عمد کی تعریف یہ ہے کہ مقتول کو ارادۃً کسی ایسی چیز سے مارا جائے جس سے عام طور پر انسان کو ہلاک کیا جا سکتا ہے" قتل عمد کا مرتکب سخت گناہ گار ہوتا ہے اور اس قتل کی سزا قصاص (یعنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دینا) ہے الا یہ کہ مقتول کے ورثاء اس کو معاف کر دیں یا دیت (مالی معاوضہ) لینے پر راضی ہو جائیں، اس میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

قتل شبہ عمد۔ یہ ہے کہ مقتول کو مذکورہ بالا چیزوں (ہتھیار اور دھار دار چیز وغیرہ) کے علاوہ کسی اور چیز سے قصداً ضرب پہنچائی گئی ہو قتل کی یہ صورت بھی (باعتبار ترک عزیمت اور عدم احتیاط) گنہگار کرتی ہے، لیکن اس میں قصاص کی بجائے قاتل کے عاقلہ (برادری کے لوگوں) پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے (دیت مغلظہ چار طرح کے سو اونٹوں کو کہتے ہیں، لیکن اگر ہلاکت واقع نہ ہو تو قصاص واجب ہوتا ہے یعنی اس کی وجہ سے مرنے کی بجائے مضروب کا کوئی عضو کٹ گیا ہو تو مارنے والے کا بھی وہی عضو کاٹا جائے گا۔

قتل خطاء کی دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ "خطاء" کا تعلق "قصد" سے ہو، مثلاً ایک چیز کا شکار گمان کر کے تیر یا گولی کا نشان بنایا مگر وہ آدمی نکلا یا کسی شخص کو حربی کافر سمجھ کر تیر یا گولی کا نشانہ بنایا مگر وہ مسلمان نکلا۔ دوسرے یہ کہ "خطا" کا تعلق "فعل" سے ہو مثلاً کسی خاص نشانہ پر تیر یا گولی چلائی گئی مگر وہ تیر یا گولی بہک کر کسی آدمی کے جا لگی۔

قتل جاری مجری خطاء کی صورت یہ ہے مثلاً ایک شخص سوتے میں کسی دوسرے شخص پر جا پڑا اور اس کو ہلاک کر ڈالا قتل خطاء اور جاری مجری خطاء میں کفارہ لازم آتا ہے اور عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے، نیز ان صورتوں میں (باعتبار ترک عزیمت) گناہ بھی ہوتا ہے۔

قتل بسبب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر کنواں کھدایا کوئی پتھر رکھ دیا اور کوئی تیسرا شخص اس کنویں میں گر کر یا اس پتھر سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔ اس صورت میں عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں آتا۔ یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ قتل کی پہلی چار قسمیں یعنی عمد، شبہ عمد، اور جاری مجری خطاء میں قاتل، مقتول کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے (اور وہ صورت کہ مقتول، قاتل کا مورث ہو) اور پانچویں قسم یعنی "قتل بسبب" میں قاتل، مقتول کی میراث سے محروم نہیں ہوتا۔

آلات قتل سے حکم قتل کا بیان

ایک مومن، مسلمان آدمی کو جان بوجھ کر (عمداً) قتل کرنے والے سے مراد ہر وہ شخص ہے جو کسی مسلمان کو تلوار، خنجر جیسے کسی لوہے والی چیز سے قتل کرے یا کسی ایسے آلہ سے کہ جسے کاٹنے، ذبح کرنے یا مارنے کے لیے تیار کیا گیا ہو۔ یا کسی ایسی چیز کے ذریعے کہ جس کے استعمال سے معلوم ہوا کہ اس سے کسی کی موت واقع ہو جائے گی۔ جیسے کہ بھاری پتھر، اینٹ یا زہر یا ڈنڈا، لاٹھی یا پستول، ریوالور، گرنیڈ یا گولہ وغیرہ یا جدید اسلحہ جات میں سے کوئی بھی نئی چیز۔

قصاص کی فرضیت ومعافی کا بیان

قصاص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے کہ مقتولین میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔ لیکن یہ آیت ارادے کے وصف کے ساتھ مقید ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عمد قصاص ہے۔ یعنی ارادے سے قتل کرنے والے پر قصاص ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ارادے سے جنایت مکمل ہونے والی ہے۔ اور اسی طرح زجر وتوبیخ کی حکمت بھی عمد کے ساتھ کامل ہوتی ہے۔ اور سب سے آخری سزا کیلئے قصاص کے سوا کوئی دوسری سزا کی تشریع نہیں ہے۔

ہاں البتہ جب مقتول کے اولیاء اس کو قاتل کو معاف کردیں یا اس سے صلح کرلیں۔ اس لئے کہ قصاص اولیاء کا حق ہے۔ اور اس کے بعد قصاص فرض عین ہے۔ اور قاتل کی رضا کے بغیر والی کو دیت لینے کا حق نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول اسی طرح ہے۔ مگر قاتل کی مرضی کے سوا بھی ولی کیلئے مال جانب رغبت کرنے کا حق ہے۔ اس لئے کہ ہلاکت کو دور کرنے کیلئے مال بھی ایک ذریعہ ہے۔ پس قاتل کی مرضی کے سوا بھی اس کی جانب جانا درست ہوگا۔

اور ایک قول کے مطابق قصاص اور دیت میں سے ہر ایک غیر معین طریقے پر لازم ہے۔ اور ولی کیلئے اختیار ہوگا کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو معین کرے۔ کیونکہ یہاں بندے کا حق زبردستی کے ساتھ مشروع ہوا ہے۔ اور جبر تو ہر ایک میں پایا جارہا ہے۔ پس ولی کیلئے اختیار ہوگا۔

ہماری دلیل قرآن پاک کی وہ آیت مبارکہ ہے جس کو ہم تلاوت کرکے آئے ہیں۔ اور حدیث بھی وہی ہے جس کو ہم روایت کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ قتل کا موجب بننے میں مال کی کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ جبکہ مماثلت کے باعث قصاص اس کی صلاحیت رکھنے والا ہے۔ اور سزا کے بارے میں قصاص ہی میں زندہ عوام کیلئے مصلحت والی چیز ہے۔ کیونکہ معین قصاص ہوا ہے۔ اور قتل خطاء کیلئے مال کا وجوب اس لئے ہے کہ خون کو ضائع ہونے سے ضرورت کی بناء پر اس کو بچایا جائے۔ جبکہ مال وصول کرنے کے بعد ولی کا قتل پر تیار نہ ہونا یہ معین نہیں ہے پس ہلاکت کو دور کرنے کیلئے مال ہی معین کردیا جائے گا۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات)

حکم قصاص ودیت کا شرعی بیان

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (البقرۃ ۱۷۸)

مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح پر کہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کردیا جائے تو (وارث مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرارداد کی) پیروی (یعنی مطالبہ خون بہا کرنا) اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے یہ پروردگار کی طرف سے (تمہارے لئے) آسانی اور مہربانی ہے جو اس کے بعد

زیادتی کرے اس کے لئے دکھ کا عذاب ہے۔ (کنز الایمان)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا دیت کا دستور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر قصاص فرض کرنے کے بعد فرمایا آیت (فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ) جس سے مراد دیت کا مطالبہ ہے اور آیت (وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ) سے مراد یہ ہے کہ قاتل کو بلا چون وچرا ادائیگی کر دینا چاہیے۔ یہ اگلے لوگوں کے مقابلہ میں تخفیف ہے۔ آیت (فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ) کا مطلب یہ ہے کہ دیت قبول کرنے کے بعد بھی اسے قتل کر دے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

زمانہ جاہلیت میں یہود اور اہل عرب نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ شریف النسب لوگوں کے غلام کے بدلے رذیل لوگوں کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک آزاد کے بدلے دو کو قصاص میں قتل کرتے تھے حق تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا کہ اے ایمان والو ہم نے تم پر مقتولین میں برابری اور مساوات کو فرض کر دیا۔ قصاص کے معنی لغت میں برابر اور مساوات کے ہیں تم نے جو یہ دستور نکالا ہے کہ شریف اور رذیل میں امتیاز کرتے ہو یہ لغو ہے جانیں سب کی برابر ہیں غریب ہو یا امیر، شریف ہو یا رذیل، عالم وفاضل ہو یا جاہل، جوان ہو یا بوڑھا اور بچہ تندرست ہو یا بیمار، قریب المرگ صحیح الاعضا ہو یا اندھا لنگڑا۔

قتل کے معاملے کا قابل راضی نامہ ہونے کا بیان

بھائی کا لفظ فرما کر نہایت لطیف طریقے سے نرمی کی سفارش بھی کر دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اور دوسرے شخص کے درمیان باپ ماری کا بیر ہی سہی، مگر ہے تو وہ تمہارا انسانی بھائی۔ لہٰذا اگر اپنے ایک خطا کار بھائی کے مقابلے میں انتقام کے غصے کو پی جاؤ، تو یہ تمہاری انسانیت کے زیادہ شایانِ شان ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلامی قانونِ تعزیرات میں قتل تک کا معاملہ قابلِ راضی نامہ ہے۔ مقتول کے وارثوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ قاتل کو معاف کر دیں اور اس صورت میں عدالت کے لیے جائز نہیں کہ قاتل کی جان ہی لینے پر اصرار کرے۔ البتہ جیسا کہ بعد کی آیت میں ارشاد ہوا، معافی کی صورت میں قاتل کو خوں بہا ادا کرنا ہوگا۔

قتل عمد کا جرم میں سخت ہونے کا بیان

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہر گناہ کے بارے میں یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا مگر اس شخص کو نہیں بخشے گا، جو شرک کی حالت میں مر جائے یا جس نے کسی مسلمان کا قتل عمد کیا ہو۔ (ابوداؤد) نسائی نے اس روایت کو حضرت معاویہ سے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 635)

بظاہر اس حدیث سے یہ مفہوم ہوتا کہ جس طرح شرک کا گناہ نا قابل معافی ہے اسی طرح قتل عمد کے گناہ بخشش نہیں ہوتی لیکن اہل السنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ قتل کا گناہگار مدت دراز تک شدید ترین عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد بخش دیا جائے گا ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

آیت (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا) (النساء: 116)

اللہ تعالیٰ شرک کے گناہ کو نہیں بخشا، شرک کے علاوہ اور گناہوں کو جس کو وہ چاہے بخش دیتا ہے۔ جہاں تک اس حدیث کے ظاہری مفہوم کا سوال ہے تو یہ قتل کی شدید ترین مذمت اور اس کی سخت ترین سزا کے اظہار پر محمول ہے یا اس سے یہ مراد ہے کہ جو شخص قتل مسلم کو حلال جان کر کسی مسلمان کو قتل کرے گا اس کو نہیں بخشا جائے گا علاوہ ازیں لفظ متعمدًا کے (قتل عمد کی بجائے) یہ معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ جو شخص کسی مؤمن کے قتل کا اس لئے قصد کرے کہ وہ مؤمن ہے تو اس شخص کی بخشش نہ ہوگی۔

بَابُ اَيُقَادُ الْمُسْلِمُ بِالْكَافِرِ؟

باب: کیا مسلمان سے کافر کا قصاص لیا جائے گا؟

4530- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، اَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ اَنَا وَالْاَشْتَرُ اِلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام، فَقُلْنَا: هَلْ عَهِدَ اِلَيْكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ: لَا، اِلَّا مَا فِي كِتَابِي هٰذَا، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: فَاَخْرَجَ كِتَابًا، وَقَالَ اَحْمَدُ: كِتَابًا مِنْ قِرَابِ سَيْفِهِ، فَاِذَا فِيهِ الْمُؤْمِنُونَ تَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ، اَلَا لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ، مَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا فَعَلَى نَفْسِهِ، وَمَنْ اَحْدَثَ حَدَثًا، اَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ قَالَ مُسَدَّدٌ عَنِ ابْنِ اَبِي عَرُوبَةَ، فَاَخْرَجَ كِتَابًا

⊛⊛ قیس بن عباد بیان کرتے ہیں: میں اور جناب اشتر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے ان سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص آپ کو کوئی ایسی وصیت کی تھی جو آپ نے دوسرے لوگوں کو نہ کی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! صرف وہ چیزیں ہیں، جو میری اس تحریر میں ہیں، راوی کہتے ہیں: تو انہوں نے وہ تحریر نکالی، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے اپنی تلوار کی میان میں سے وہ تحریر نکالی، تو اس میں یہ تحریر تھا:

"مومنوں کے خون برابر کی حیثیت رکھتے ہیں، اور اپنے علاوہ لوگوں کے لیے وہ ایک ہاتھ کی حیثیت رکھتے ہیں: ان کی دی ہوئی پناہ اور امان کا عام فرد بھی پابند ہوگا، خبردار کسی مومن کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا، اور کسی ذمی کو اس کے ساتھ کیے گئے معاہدے کے دوران قتل نہیں کیا جائے گا، جو شخص کوئی نیا کام ایجاد کرے گا، تو اس کا وبال اس کے سر ہوگا، اور جو شخص کوئی نئی چیز ایجاد کرے گا، یا کسی نئی چیز ایجاد کرنے والے کو پناہ دے گا، اس پر اللہ کی تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی"۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر نکالی۔

4530- إسناده صحيح. الحسن: هو ابن أبي الحسن البصري. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (6910) و (8629) من طريق يحيى بن سعيد، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (993). وأخرجه النسائي (6911) و (6921) من طريق قتادة، عن أبي حسان الأعرج، عن علي، دون قوله: "ومن أحدث حدثاً" ... وهو في "مسند أحمد" (959).

4531 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ عَلِيٍّ زَادَ فِيهِ وَيُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَيَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلَى مُضْعِفِهِمْ وَمُتَسَرِّيهِمْ عَلَى قَاعِدِهِمْ

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے داد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اس کے بعد راوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''ان کا دور کا فرد بھی پناہ دے سکتا ہے، اور ان کا طاقتور ان کے کمزور شخص کو اور ان کا دستے میں شریک ہونے والا، اس میں شریک نہ ہونے والے کو (مال غنیمت کا حصہ) لوٹائے گا''۔

مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت شعبی، ابو جحیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی سے کہا کہ امیر المومنین کیا آپ کے پاس کوئی ایسی تحریر ہے جو اللہ کتاب میں نہ ہو، حضرت علی نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو وجود بخشا۔ مجھے علم نہیں کہ کوئی ایسی چیز ہو جو قرآن میں نہ ہو۔ البتہ، ہمیں قرآن کی وہ سمجھ ضرور دی گئی ہے جو کسی انسان کو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے پھر کچھ چیزیں ہمارے پاس مکتوب بھی ہیں راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا وہ کیا ہیں حضرت علی نے فرمایا اس میں دیت ہے اور قیدیوں یا غلاموں کے آزاد کرنے کا ذکر ہے اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی روایت ہے حضرت علی کی حدیث حسن صحیح ہے بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان ثوری، مالک بن انس، شافعی، احمد، اسحاق، کا یہی قول ہے کہ مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ذمی کافر کے بدلے مسلمان کو بطور قصاص قتل کیا جائے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1447)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے اسی سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول کہ کافر کی دیت مومن کی دیت کا نصف ہے حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس باب میں منقول حدیث حسن ہے حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس باب میں منقول حدیث بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے حضرت عمر بن خطاب سے منقول ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ امام مالک، شافعی، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1448)

مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل نہ کرنے میں مذاہب فقہاء

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ آیا مسلمان کافر کے بدلے قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں جمہور علماء امت کا مذہب تو

یہ ہے کہ قتل نہ کیا جائے گا اور دلیل صحیح بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ حدیث (لایقتل مسلم بکافر) مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے، اس حدیث کے خلاف نہ تو کوئی صحیح حدیث ہے کہ کوئی ایسی تاویل ہوسکتی ہے جو اس کے خلاف ہو، لیکن تاہم صرف امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے قتل کر دیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، نساء ۹۲)

کتب حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی بعض روایات میں قصاص اور دیت کے معاملے میں مسلم اور غیر مسلم کے مابین فرق کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

المؤمنون تكافؤ دماؤهم وهم يد على من سواهم. يسعى بذمتهم ادناهم. لا يقتل مومن بكافر ولا ذو عهد في عهده. (نسائی، رقم ۴۶۵۴)

''مسلمانوں کے خون آپس میں یکساں درجہ رکھتے ہیں اور وہ دوسروں کے مقابلے میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ ان میں سے کم ترین آدمی بھی ان کی طرف سے کسی کو پناہ دینے کا اہل ہے۔ نہ کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلے میں قتل کیا جائے اور نہ ایسے غیر مسلم کو جس کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ ہو۔

اس مفہوم کی روایات سیدہ عائشہ، ۱۱ ابن عباس، ۱۲ عبداللہ بن عمرو بن العاص، ۱۳ عبداللہ بن عمر ۱۴ اور معقل بن یسار ۱۵ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

عورت وغیر اہل پر قسامت نہ ہونے میں فقہی تصریحات کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ قسامت میں عورتوں سے قسم نہ لی جائے گا اور جو مقتول کی وارث صرف عورتیں ہوں تو ان کو قتل عمد میں نہ قسامت کا اختیار ہوگا نہ عفو کا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ایک شخص عمداً مارا گیا اس کے عصبہ یا موالی نے کہا کہ ہم قسم کھا کر قصاص لیں گے تو ہوسکتا ہے اگرچہ عورتیں معاف کر دیں تو ان سے کچھ نہ ہوگا بلکہ عصبے یا موالی ان سے زیادہ مستحق ہیں خون کے کیونکہ وہی قسم اٹھائیں گے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ البتہ عصبات یا موالی نے خون معاف کر دیا بعد حلف اٹھا لینے کے اور خون کے مستحق ہوجانے کے اور عورتوں نے عفو سے انکار کیا تو عورتوں کو قصاص لینے کا استحقاق ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قتل عمد میں کم سے کم دو مدعیوں سے قسم لینا ضروری ہے انہیں سے پچاس قسمیں لے کر قصاص کا حکم کر دیں گے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کئی آدمی مل کر ایک آدمی کو مار ڈالیں اس طرح کہ وہ سب کی ضربوں سے اسی وقت مرے تو سب قصاصاً قتل کیے جائیں گے اور جو بعد کئی دن کے مرے تو قسامت واجب ہوگی اس صورت میں قسامت کی وجہ سے صرف ایک شخص ان لوگوں میں سے قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ ہمیشہ قسامت سے ایک ہی شخص مارا جاتا ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قتل خطاء میں بھی پہلی قسم خون کے مدعیوں پر ہوگی وہ پچاس قسمیں کھائیں گے اپنی

حصے کے موافق ترکے میں سے اگر قسموں میں کسر پڑے تو جس وارث پر کسر کا زیادہ حصہ آئے وہ پوری قسم اس کے حصے میں رکھی جائے گی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مقتول کی وارث صرف عورتیں ہوں تو وہی حلف اٹھا کے دیت لیں گی اور اگر مقتول کا وارث ایک ہی مرد ہو تو اسی کو پچاس قسمیں دیں گے اور وہ پچاس قسمیں کھا کر دیت لے لے گا یہ حکم قتل خطا میں ہے نہ کہ قتل عمد میں۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1457)

عمد و خطاء کسی میں بھی غلام میں قسامت نہ ہونے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے کہ جب غلام قصداً یا خطاء مارا جائے پھر اس کا مولیٰ ایک ایک گواہ لے کر آئے تو وہ اپنے گواہ کے ساتھ ایک قسم کھائے بعد اس کے اپنے غلام کی قیمت لے لے غلام میں قسامت نہیں ہے نہ عمد میں نہ خطا میں اور میں نے کسی اہل علم سے نہیں سنا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر غلام عمداً یا خطاء مارا گیا تو اسکے مولیٰ پر نہ قسامت ہے نہ قسم ہے اور مولیٰ کو قیمت کا اس وقت استحقاق ہوگا جب کہ وہ گواہ عادل لائے دو یا ایک لائے اور ایک قسم کھائے میں نے یہ اچھا سنا۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1459)

بَابٌ فِي مَنْ وَجَدَ مَعَ اَهْلِهِ رَجُلًا اَيَقْتُلُهُ؟

باب: جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پاتا ہے، کیا وہ اسے قتل کردے گا؟

4532 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوْطِيُّ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، الرَّجُلُ يَجِدُ مَعَ امْرَاَتِهِ رَجُلًا اَيَقْتُلُهُ؟ قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا قَالَ سَعْدٌ: بَلَى وَالَّذِي اَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوا اِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ اِلَى مَا يَقُولُ سَعْدٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک شخص اپنی بیوی کو کسی شخص کے ساتھ پاتا ہے، تو کیا وہ اسے قتل کردے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ہمراہ عزت عطا کی ہے، (میں تو اسے قتل کردوں گا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ سنو! تمہارا یہ سردار کیا کہہ رہا ہے؟

عبدالوہاب نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: سعد کیا کہہ رہا ہے؟

4533 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرَاَيْتَ لَوْ وَجَدْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کیا ہے؟ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پاتا ہوں؟ تو کیا میں اسے مہلت دوں گا، جب تک میں چار گواہ نہیں لے آتا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔

بَابُ الْعَامِلِ يُصَابُ عَلٰى يَدَيْهِ خَطَأً

باب: کوئی کام کرنے والے کے دونوں ہاتھوں کو غلطی سے کوئی نقصان پہنچ جائے (تو کیا حکم ہوگا؟)

4534- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا جَهْمِ بْنَ حُذَيْفَةَ مُصَدِّقًا فَلَاجَّهُ رَجُلٌ فِي صَدَقَتِهِ، فَضَرَبَهُ أَبُو جَهْمٍ، فَشَجَّهُ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: الْقَوَدَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكُمْ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ يَرْضَوْا، فَقَالَ: لَكُمْ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ يَرْضَوْا، فَقَالَ: لَكُمْ كَذَا وَكَذَا فَرَضُوا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي خَاطِبٌ الْعَشِيَّةَ عَلَى النَّاسِ وَمُخْبِرُهُمْ بِرِضَاكُمْ فَقَالُوا: نَعَمْ، فَخَطَبَ رَسُولُ اللهِ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ اللَّيْثِيِّينَ أَتَوْنِي يُرِيدُونَ الْقَوَدَ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِمْ كَذَا وَكَذَا فَرَضُوا، أَرَضِيتُمْ؟ قَالُوا: لَا، فَهَمَّ الْمُهَاجِرُونَ بِهِمْ، فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكُفُّوا عَنْهُمْ، فَكَفُّوا، ثُمَّ دَعَاهُمْ فَزَادَهُمْ، فَقَالَ: أَرَضِيتُمْ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: إِنِّي خَاطِبٌ عَلَى النَّاسِ وَمُخْبِرُهُمْ بِرِضَاكُمْ قَالُوا: نَعَمْ، فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَرَضِيتُمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، تو ایک شخص نے اپنی زکوۃ کے بارے میں ان سے جھگڑا کیا، حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ نے اسے مارا اور اسے زخمی کر دیا، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بدلہ دلوائیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ یہ، یہ کچھ لے لو، (یعنی اس کی دیت وصول کرلو) وہ لوگ اس سے راضی نہیں ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ یہ، یہ کچھ لے لو، تو وہ لوگ راضی ہو گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج شام میں لوگوں سے خطاب کروں گا، اور انہیں تمہاری رضامندی کے بارے میں بتاؤں گا، تو انہوں نے کہا: ٹھیک ہے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لیث قبیلے کے یہ لوگ میرے پاس آئے یہ لوگ بدلہ لینا چاہتے تھے، میں نے انہیں اتنے، اتنے کچھ کی پیشکش کی، تو یہ لوگ راضی ہو گئے، کیا تم لوگ راضی ہو؟ تو ان لوگوں نے جواب دیا: جی نہیں! اس پر مہاجرین نے ان کی پٹائی کرنے کا ارادہ کیا،

4533- إسناده صحيح. وهو في "موطأ مالك" 737 /2 و 823، ومن طريقه أخرجه مسلم (1498)، والنسائي في "الكبرى" (7293). وهو في "مسند أحمد" (10007)، و "صحيح ابن حبان" (4282) و (4409).

نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو ہدایت کی کہ انہیں کچھ نہ کہیں، وہ لوگ رک گئے، پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں بلوایا، اور انہیں مزید کی پیشکش کی اور دریافت کیا: کیا تم لوگ راضی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے تمہاری رضامندی کے بارے میں بتاتا ہوں، ان لوگوں نے کہا: ٹھیک ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے دریافت کیا: کیا تم لوگ راضی ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

بَابُ الْقَوَدِ بِغَيْرِ حَدِيدٍ

باب: لوہے کے علاوہ قصاص لینا

4535 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَتْ قَدْ رُضَّ رَأْسُهَا بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هٰذَا؟ أَفُلَانٌ؟ أَفُلَانٌ؟ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأَوْمَتْ بِرَأْسِهَا، فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ، فَاعْتَرَفَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک لڑکی کو ایسی حالت میں پایا گیا، کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا گیا تھا، اس سے دریافت کیا گیا: تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے کیا؟ کیا فلاں نے؟ یہاں تک کہ ایک یہودی کا نام لیا گیا، تو اس نے اپنے سر کے ذریعے اشارہ کیا: جی ہاں (اس نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے) تو اس یہودی کو پکڑ لیا گیا، اس نے اعتراف کیا، تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس کا سر پتھر کے ذریعے کچل دیا گیا۔

پتھر کے ذریعے قتل کرنے پر وجوب قصاص میں مذاہب اربعہ

حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل ڈالا (یعنی ایک پتھر پر اس کا سر رکھ کر دوسرے پتھر سے اس پر ضرب ماری) چنانچہ (جب لڑکی کا نزاعی بیان لیا گیا تو) اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ کس نے یہ معاملہ کیا ہے، کیا فلاں شخص نے؟ کیا فلاں شخص نے؟ (یعنی جن جن لوگوں پر شبہ تھا ان کا نام لیا گیا یہاں تک کہ جب اس یہودی کا نام لیا گیا تو لڑکی نے اپنے سر کے اشارے سے بتایا کہ ہاں اس نے ایسا کیا ہے۔ پھر اس یہودی کو حاضر کیا گیا اور اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا، لہٰذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح اس یہودی کا سر کچلنے کا حکم فرمایا اور اس کا سر پتھروں سے کچلا گیا۔"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 628)

بظاہر یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس یہودی نے لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا تھا اسی طرح اس یہودی کا بھی دو پتھروں کے درمیان کچلا گیا ہو، یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح اگر کوئی عورت کسی مرد کو قتل کر دے تو مقتول مرد کے بدلے میں اس عورت کو قتل کیا جا سکتا ہے، اسی طرح مقتول عورت کے بدلے میں اس کے مرد قاتل کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر علماء کا یہی قول ہے، نیز یہ حدیث اس امر پر بھی دلالت ہے کہ ایسے بھاری پتھر سے کسی کو ہلاک کر دینا جس کی ضرب سے عام طور پر ہلاکت واقع ہو جاتی ہو، قصاص کا موجب ہے۔ چنانچہ اکثر علماء اور تینوں ائمہ کا یہی قول ہے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک

یہ ہے کہ اگر پتھر کی ضرب سے ہلاکت واقع ہو جائے تو اس کی وجہ سے قصاص لازم نہیں ہوتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک اس یہودی سے قصاص لینے کا سوال ہے تو اس کا تعلق سیاسی اور وقتی مصالح سے تھا۔

بَابُ الْقَوَدِ مِنَ الضَّرْبَةِ، وَقَصِّ الْأَمِيرِ مِنْ نَفْسِهِ

باب: مار پیٹ کی وجہ سے قصاص لینا اور حاکم کا اپنی ذات سے قصاص دلوانا

4536 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ عُبَيْدَةَ بْنِ مُسَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ قَسْمًا أَقْبَلَ رَجُلٌ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ، فَطَعَنَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُرْجُونٍ كَانَ مَعَهُ، فَجُرِحَ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَعَالَ فَاسْتَقِدْ فَقَالَ: بَلْ عَفَوْتُ يَا رَسُولَ اللهِ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کچھ تقسیم کر رہے تھے کہ اسی دوران ایک شخص آیا اور آپ پر جھک گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی لاٹھی کے ذریعے اسے کچوکا دیا، جس کی وجہ سے اس کا چہرہ زخمی ہو گیا، نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم آؤ اور بدلہ لے لو، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے درگزر کیا۔

4537 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي فِرَاسٍ، قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ عُمَّالِي لِيَضْرِبُوا أَبْشَارَكُمْ، وَلَا لِيَأْخُذُوا أَمْوَالَكُمْ، فَمَنْ فُعِلَ بِهِ ذَلِكَ فَلْيَرْفَعْهُ إِلَيَّ أُقِصُّهُ مِنْهُ، قَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَدَّبَ بَعْضَ رَعِيَّتِهِ أَتُقِصُّهُ مِنْهُ؟ قَالَ: إِي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أُقِصُّهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَصَّ مِنْ نَفْسِهِ

❁❁ ابوفراس بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''میں اپنے اہلکار اس لیے نہیں بھیجتا ہوں کہ وہ تمہارے جسموں پر ماریں، یا تمہارے مال تم سے چھین لیں، اگر کسی کے ساتھ ایسا ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا مقدمہ لے کر میرے پاس آئے، تاکہ میں اسے بدلہ دلواؤں، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر کوئی شخص اپنی رعایا کو سزا دیتا ہے، تو کیا آپ اس سے بھی بدلہ لیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں جان ہے، میں اس سے بدلہ لوں گا، کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے، آپ ﷺ نے اپنی ذات سے بدلہ دلوایا تھا''۔

بَابُ عَفْوِ النِّسَاءِ عَنِ الدَّمِ

باب: خواتین کا قتل معاف کر دینا

4538 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ حِصْنًا، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ، يُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: عَلَى الْمُقْتَتِلِينَ أَنْ يَنْحَجِزُوا الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، وَإِنْ كَانَتِ امْرَأَةً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي أَنَّ عَفْوَ النِّسَاءِ فِي الْقَتْلِ جَائِزٌ إِذَا كَانَتْ إِحْدَى الْأَوْلِيَاءِ، وَبَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ فِي قَوْلِهِ يَنْحَجِزُوا يَكُفُّوا عَنِ الْقَوَدِ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

"(قصاص دینے کے لیے) مقدمہ کرنے والے لوگوں کو، درجہ بدرجہ معاف کرنے کا حق ہوتا ہے، خواہ وہ کوئی عورت ہی کیوں نہ ہو"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ قتل کے معاملے میں عورتوں کو بھی معاف کرنے کا حق ہے، جبکہ وہ پسماندگان میں سے ایک ہو۔

ابوعبید کے بارے میں مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے، وہ یہ کہتے ہیں: لفظ یَنْحَجِزُوا سے مراد یہ ہے قصاص لینے سے رک جانا۔

حق قصاص کے جملہ وارثین کیلئے حق اسقاط کا بیان

اور جب قصاص کا حق تمام وارثوں کیلئے ثابت ہے تو ان میں سے ہر وارث قصاص کو وصول کرنے اور اس کا ساقط کرنے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور قصاص میں بعض لوگوں کا حق ساقط ہونے کے سبب بقیہ کا حق لازمی طور ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قصاص میں اجزاء نہیں ہوتے۔ یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے دو بندوں کو قتل کیا ہے اور مقتولین میں سے کسی کے ولی نے معاف کر دیا ہے اب وہاں پر قتل اور مقتول میں اختلاف کے سبب دو قصاص بغیر کسی شبہ کے واجب ہوئے ہیں۔ جبکہ یہاں ایک ہی قصاص واجب ہے۔ کیونکہ قتل میں اور مقتول میں اتحاد ہے۔ اور جب قصاص ساقط ہو چکا ہے تو وہ بقیہ لوگوں کے حصے کو مال میں تبدیل کر دے گا۔ کیونکہ قصاص ایک ایسے سبب سے رکنے والا ہے جو قتل کی جانب لوٹنے والا ہے۔ اور معاف کرنے والے کو کچھ مال نہ ملے گا۔ کیونکہ وہ اپنے فعل اور اپنی مرضی سے اپنے حق کو ساقط کرنے والا ہے۔

اور جو مال واجب ہوگا اس کو تین سال میں ادا کیا جائے گا۔ جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب قصاص دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہے اور ان میں سے ہر ایک نے معاف کر دیا ہے تو دو سال میں واجب ہوگا۔ کیونکہ دیت آدھی واجب ہے۔ پس اس کو اس صورت پر قیاس کیا جائے گا۔ جب غلطی سے کسی کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بدلہ خون کا ایک حصہ ہے۔ اور خون کا سارا بدلہ تین سال تک مؤخر کرنے تک مؤجل ہے۔ لہٰذا بدل دم

کے بعض کا حکم بھی اسی طرح ہوگا۔ اور جو مال ہاتھ میں واجب ہوا ہے ہو بدل کی جانب کا کل ہوگا۔ اور وہ شریعت میں دو سال میں ہوتا ہے۔ اور یہ مال قاتل کے مال میں واجب ہوگا۔ کیونکہ یہ قتل عمد ہے۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

عدم تجزی کے سبب سقوط قصاص میں فقہی تصریحات

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو اولیاء میں سے ایک نے قصاص معاف کر دیا دوسرے نے یہ جانتے ہوئے کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہے، قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اس کو اصل قاتل کے مال سے نصف دیت ملے گی اور اگر حرمت قتل کا علم نہ تھا تو اس پر اپنے مال میں اصل قاتل کے لئے دیت ہے۔ دوسرے ولی کے معاف کرنے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ (ہندیہ از محیط ص 21 ج 6)

کسی نے دو اشخاص کو قتل کر دیا اور ان دونوں کا ولی ایک شخص ہے اس نے ایک مقتول کا قصاص معاف کر دیا تو اسے دوسرے مقتول کے قصاص میں قتل کرنے کا حق نہیں ہے۔ (عالمگیری ص 21 جلد 6 از جوہرہ نیرہ)

دو قاتلوں میں سے ولی نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے سے قصاص لیا جائے گا۔

(عالمگیری از محیط ص 21 جلد 6، قاضی خان ص 390 جلد 4)

کسی نے دو اشخاص کو قتل کر دیا ایک مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کر دیا تو دوسرے مقتول کا ولی اس کو قصاص میں قتل کر سکتا ہے۔ (عالمگیری از سراج الوہاج ص 21 جلد 6، قاضی خان ص 390 ج 4)

مجروح کی موت سے قبل ولی نے معاف کر دیا تو استحساناً جائز ہے۔ (عالمگیری، ص 21 جلد 6 از محیط)

کسی نے کسی کو قصداً قتل کر دیا اور ولی مقتول کے لئے قاضی نے قصاص کا فیصلہ کر دیا اور ولی نے کسی شخص کو اس کے قتل کا حکم دیا۔ پھر کسی شخص نے ولی سے معافی کی درخواست کی اور ولی نے قاتل کو معاف کر دیا مامور کو اس معافی کا علم نہیں ہوا اور اس نے قتل کر دیا تو مامور پر دیت لازم ہے اور وہ ولی سے یہ دیت وصول کرلے گا۔ (عالمگیری از ظہیریہ ص 21 ج 6)

ولی یا وصی کو نابالغ مقتول کے خون کو معاف کرنے کا حق نہیں۔ (عالمگیری از محیط سرخسی ص 21 جلد 6، قاضی خان ص 390 ج 4)

کسی نے کسی کے بھائی کو عمداً قتل کر دیا اور مقتول کے بھائی نے گواہ پیش کئے کہ اس کے سوا مقتول کا کوئی اور وارث نہیں ہے اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کا بیٹا زندہ ہے تو ابھی فیصلہ ملتوی رہے گا۔ اگر قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کے بیٹے نے دیت پر صلح کر کے قبضہ بھی کر لیا ہے یا اس نے معاف کر دیا ہے تو قاتل کے گواہوں کی شہادت قبول ہوگی۔ اس کے بعد بیٹا اگر اس کا انکار کرے تو قاتل کو بیٹے کے مقابلے میں دوبارہ گواہ پیش کرنے ہوں گے اور بھائی کے مقابلے میں جو شہادت پیش کی تھی کافی نہیں ہوگی۔ (قاضی خان ص 397 جلد 4، عالمگیری ص 21 جلد 6)

مقتول کے دو بھائی ہیں اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ ایک غائب بھائی نے مال پر مجھ سے صلح کر لی ہے تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی پھر اگر اس غائب بھائی نے آ کر صلح کا انکار کیا تو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس صورت میں حاضر بھائی کو نصف دیت مل جائے گی اور غائب کو کچھ نہیں ملے گا۔ (قاضی خان ص 398 جلد 4، ہندیہ ص 21 جلد 6)

مقتول کے دو اولیاء میں سے ایک غائب ہے اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ غائب نے معاف کر دیا ہے تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی اور غائب کے حق میں معافی مان لی جائے گی اور اس عفو کے فیصلے کے بعد غائب کے آنے پر دوبارہ شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر قاتل غائب کی معافی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں ہیں لیکن چاہتا ہے کہ حاضر کو قسم دی جائے تو یہ فیصلہ غائب کے آنے تک ملتوی رکھا جائے گا۔ پھر اگر غائب نے آ کر معافی کا انکار کیا اور قسم کھائی تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

(عالمگیری ص 21 جلد 6، مبسوط ص 162 جلد 26)

قاتل کہتا ہے کہ ولی غائب کے معاف کرنے کے گواہ میرے پاس ہیں تو قاضی گواہوں کو پیش کرنے کے لیے اپنی صوابدید کے مطابق مہلت دے دے اور ابھی فیصلہ نہ کرے۔ مقررہ مدت گزرنے کے بعد یا ابتداء مقدمہ ہی میں قاتل نے گواہوں کے غائب ہونے کی بات کہی تو استحساناً اب بھی فیصلہ ملتوی رکھے۔ ہاں اگر قاضی کا گمان غالب یہ ہو کہ قاتل جھوٹا ہے اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قصاص کا حکم دے سکتا ہے۔ (ہدایہ ص 21 جلد 6، مبسوط ص 162 جلد 26)

بَابُ مَنْ قُتِلَ فِي عِمِّيَّا بَيْنَ قَوْمٍ

باب: جسے لوگوں کے درمیان بلوے کے دوران قتل کر دیا جائے

4539 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَهٰذَا حَدِيثُهُ عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: مَنْ قُتِلَ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قُتِلَ فِي عِمِّيَّا فِي رَمْيٍ يَكُونُ بَيْنَهُمْ بِحِجَارَةٍ، أَوْ بِالسِّيَاطِ، أَوْ ضَرْبٍ بِعَصًا فَهُوَ خَطَأٌ، وَعَقْلُهُ عَقْلُ الْخَطَإِ، وَمَنْ قُتِلَ عَمْدًا فَهُوَ قَوَدٌ قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: قَوَدُ يَدٍ ثُمَّ اتَّفَقَا وَمَنْ حَالَ دُونَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَغَضَبُهُ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَحَدِيثُ سُفْيَانَ أَتَمُّ

طاؤس بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی بلوے کے دوران مارا گیا ہو، جو پتھر مارے جانے کی، یا لاٹھیاں ماری جانے کی یا ڈنڈوں کی وجہ سے (لڑائی ہوئی تھی) تو یہ قتل خطا ہوگا، اس کی دیت قتل خطا کی دیت ہوگی، البتہ جس شخص کو جان بوجھ کر قتل کیا گیا ہو، اس میں قصاص ہوگا''۔

ابن عبید نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: جان کا قصاص ہوگا، دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں۔

''جو شخص اس میں رکاوٹ بنے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کا غضب ہوگا، ایسے شخص کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں ہوگی''۔

سفیان کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

4540 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي غَالِبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ

دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوُوسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيْثِ سُفْيَانَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
اس کے بعد راوی نے حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

بَابُ الدِّيَةِ كَمْ هِيَ؟

باب: دیت کتنی ہوگی؟

دیت کے لغوی ومعنی مفہوم کا بیان

دیات جمع ہے دیت کی جس کے معنی ہیں مالی معاوضہ گویا دیت اس مال کو کہتے ہیں جو جان کو ختم کرنے یا کسی شخص کے جسمانی اعضاء کو ناقص (مجروح) کرنے کے بدلہ میں دیا جاتا ہے! عنوان میں جمع کا لفظ "دیات" دیت کی انواع (قسموں) کے اعتبار سے لایا گیا ہے اس سے یہ اظہار مقصود ہے کہ دیت کی مختلف قسمیں ہیں مثلاً ایک دیت تو وہ ہوتی ہے جو کسی کو جان سے مار ڈالنے کے بدلہ میں دی جاتی ہے اور ایک دیت وہ ہوتی ہے جو اعضاء کے نقصان کے بدلے میں دی جاتی ہے۔ پھر نوعیت وحیثیت کے اعتبار سے بھی دیت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو مغلظہ کہلاتی ہے اور دوسری کو مخففہ کہتے ہیں۔

دیت مغلظہ تو یہ ہے کہ چار طرح کی سو اونٹنیاں ہوں یعنی پچیس بنت مخاض (جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگی ہو) پچیس بنت لبون (جو دو سال میں لگی ہوں) پچیس حقہ (جو تین سال کی ہو کر چوتھے سال میں لگی ہوں) اور پچیس جذعہ (جو چار سال کی ہو کر پانچویں سال میں لگی ہوں) یہ تفصیل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت ابویوسف کے مسلک کے مطابق ہے، حضرت امام شافعی اور حضرت امام محمد کے نزدیک دیت مغلظہ یہ ہے کہ تین طرح کی اونٹنیاں ہوں یعنی تیس حقہ، تیس جذعہ، اور چالیس مثنہ (جو پانچ سال کی ہو کر چھٹے سال میں لگی ہوں) اور سب حاملہ ہوں۔ دیت مغلظہ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو قتل شبہ عمد کا مرتکب پایا گیا ہو۔

دیت مخففہ یہ ہے کہ اگر سونے کی قسم سے دیت دی جائے تو اس کی مقدار ایک ہزار دینار (اشرفی) ہے اور اگر چاندی کی قسم سے دی جائے تو دس ہزار درہم دیئے جائیں گے اور اگر اونٹ کی قسم سے دے تو پانچ طرح کے سو اونٹ دینے ہوں گے یعنی بیس ابن مخاض (وہ اونٹ جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگے ہوں) بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون، بیس جذعہ دیت مخففہ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو قتل خطاء یا قتل جاری مجریٰ خطا اور یا قتل تسبیب کا مرتکب پایا گیا ہو۔

4541- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، ح وحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَى أَنَّ مَنْ قُتِلَ خَطَأً فَدِيَتُهُ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: ثَلَاثُوْنَ بِنْتَ

مَخَاضٍ، وَثَلَاثُونَ بِنْتَ لَبُونٍ، وَثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَعَشَرَةٌ بَنِي لَبُونٍ ذَكَرٍ

﴿﴾ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ دیا کہ جس شخص کو غلطی سے قتل کر دیا گیا ہو، اس کی دیت 100 اونٹ ہوگی، جس میں 30 بنت مخاض، 30 بنت لبون، 30 حقہ ہوں گی اور 10 بنو لبون مذکر ہوں گے۔

4542 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَتْ قِيمَةُ الدِّيَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَمَانَ مِائَةِ دِينَارٍ أَوْ ثَمَانِيَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَدِيَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: فَكَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ، فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: أَلَا إِنَّ الْإِبِلَ قَدْ غَلَتْ، قَالَ: فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا، وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَيْ شَاةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ، قَالَ: وَتَرَكَ دِيَةَ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا فِيمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ

﴿﴾ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں دیت کی رقم آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم ہوتی تھی، اہل کتاب کی دیت اس وقت مسلمانوں کی دیت کا نصف ہوتی تھی''۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایسا ہی معاملہ رہا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، تو وہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا: اونٹوں کی قیمت زیادہ ہو چکی ہے، راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سونے کی شکل میں ادائیگی کرنے والے پر ایک ہزار دینار اور چاندی کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 12 ہزار دینار، گائے کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 200 گائے، اور بکری کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 20 ہزار بکریاں اور حلے کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 200 حلے مقرر کیے، البتہ انہوں نے اہل ذمہ کی دیت کو چھوڑ دیا، انہوں نے اس میں اتنا اضافہ نہیں کیا (جس طرح مسلمانوں کی) دیت میں اضافہ کیا تھا۔

4543 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَى فِي الدِّيَةِ عَلَى أَهْلِ الْإِبِلِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَيْ شَاةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْقَمْحِ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ مُحَمَّدٌ

﴿﴾ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دیت کی ادائیگی کی شرح یوں مقرر کی ہے: اونٹوں کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 100 اونٹ، گائے کی ادائیگی کرنے والوں پر 200 گائے، بکری کی ادائیگی کرنے والوں پر 2000 بکریاں، حلے کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر 200 حلے اور گندم کی ادائیگی کرنے والوں پر بھی کوئی چیز مقرر کی تھی، جو محمد نامی راوی کو یاد نہیں رہی۔

4544 - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الطَّالْقَانِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: ذَكَرَ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ مُوسَى وَقَالَ: وَعَلَى أَهْلِ الطَّعَامِ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ

عطاء بن ابی رباح، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا" اس کے بعد راوی نے حسب سابق روایت نقل کی ہے، جس میں راوی کے یہ الفاظ ہیں: اناج کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر کچھ مقرر کیا تھا، جو مجھے یاد نہیں رہا۔

4545 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ خِشْفِ بْنِ مَالِكٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي دِيَةِ الْخَطَإِ عِشْرُونَ حِقَّةً، وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَعِشْرُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ، وَعِشْرُونَ بِنْتَ لَبُونٍ، وَعِشْرُونَ بَنِي مَخَاضٍ ذُكُرٍ وَهُوَ قَوْلُ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"قتل خطاء کی دیت میں 20 حقہ 20 جزعہ 20 بنت مخاض 20 بنت لبون 20 بنو مخاض مذکر ہوں گے"۔

یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

4546 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي عَدِيٍّ قُتِلَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دِيَتَهُ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بنو عدی سے تعلق رکھنے والا ایک شخص قتل ہوگیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت 12000 (درہم) مقرر کی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عکرمہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے ماسوا خطا کے (نادانستہ طور پر)۔ (النساء: ۹۲)

قتل خطاء کے شان نزول میں متعدد اقوال:

اس آیت کا شان نزول میں متعدد اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد یمان کو غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جنگ احد کے دن مشرکین شکست کھا گئے تھے اس وقت ابلیس لعنت اللہ علیہ نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو اے اللہ کے بندو اپنے پیچھے والوں پر حملہ کرو' پھر اگلی صفوں نے پچھلی صفوں پر حملہ کیا اور وہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اچانک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمان حضرت یمان پر حملہ کر رہے ہیں' انہوں نے چلا کر کہا یہ میرے باپ ہیں' یہ میرے باپ ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا بہ خدا وہ اس وقت تک باز نہیں آئے جب تک کہ انہوں نے حضرت یمان کو قتل نہیں کر دیا' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۰٦۵)

دوسرا قول یہ ہے کہ بنو عامر کا ایک شخص مسلمان ہو گیا تھا' حضرت عیاش بن ابی ربیعہ کو اس کو خبر نہ تھی انہوں نے غلط فہمی سے اس کو قتل کر دیا' اس کی تفصیل یہ ہے:

امام محمد ابن جریر متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ' ابوجہل بن ہشام کے اخیافی (سوتیلے) بھائی تھے' وہ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے مہاجرین اولین کے ساتھ مدینہ چلے گئے' ابوجہل' حارث بن ہشام اور ان کے ساتھ بنو عامر کا ایک اور شخص تھا' یہ ان کو لینے مدینہ پہنچ گئے' عیاش سے ان کی ماں بہت محبت کرتی تھی' انہوں نے کہا تمہاری ماں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک تم کو دیکھ نہ لے گی سائے میں نہیں بیٹھے گی' وہ دھوپ میں لیٹتی ہے' تم جا کر اپنی ماں کو دیکھ لو پھر واپس چلے جانا' اور انہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ وہ ان کو واپس مدینہ پہنچا دیں گے' جب وہ مدینہ کی حدود سے باہر آئے تو انہوں نے حضرت عیاش کو باندھ لیا اور بنو عامر کے شخص نے ان کو کوڑے مارے' اس پر انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ عامری کو قتل کر دیں گے' پھر وہ کافی عرصہ تک مکہ میں قید رہے اور فتح مکہ کے دن آزاد ہوئے' ایک دن ان کے سامنے سے عامری آ رہا تھا' وہ مسلمان ہو چکا تھا حضرت عیاش کو اس کے اسلام کا علم نہیں تھا' انہوں نے اس کو قتل کر دیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان جز ۵ ص ۲۷۷' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

امام واحدی نیشاپوری متوفی ۴۵۸ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت عیاش بن ابی ربیعہ نے غلط فہمی سے حارث بن زید کو قتل کیا تھا' اس کے گمان میں وہ کافر تھا' ان کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہیں تھی۔ (الوسیط ج ۲ ص ۹۴-۹۳' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن الاثیر شیبانی متوفی ٦۳۰ ھ نے لکھا ہے کہ حارث بن زید مکہ میں مسلمانوں کو ایذاء پہنچایا کرتا تھا وہ مسلمان ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہ تھی حتیٰ کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچا تو عیاش بن ربیعہ نے اس کو قتل کر دیا۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۹۴)

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان کو غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:
ابن زید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء کسی لشکر کے ساتھ جارہے تھے وہ قضاء حاجت کے لیے ایک گھاٹی میں اترے تو انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنی بکریوں کو لے جارہا تھا' انہوں نے اس پر تلوار سے حملہ کیا اس نے کہا "لا الہ الا اللہ" حضرت ابوالدرداء نے اس کو قتل کر دیا' اور اس کی بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آگئے پھر ان کے دل میں اضطراب ہوا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کا کیوں نہیں دیکھا! اس نے تم کو اپنی زبان سے اسلام لانے کی خبر دی' اور تم نے اس کی تصدیق نہیں کی' حضرت ابوالدرداء نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میرا کیا ہوگا' آپ نے فرمایا "لا الہ الا اللہ" کا کیا ہوگا' میں بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی عرض کرتا اور آپ یہی فرماتے حتی کہ میں نے تمنا کی کاش یہ واقعہ میرے اسلام لانے سے پہلے کا ہوتا۔ (جامع البیان جزء ص ۲۷۸' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۰ھ)

چوتھا قول سعید بن جبیر کا ہے' انہوں نے کہا کہ یہ آیت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی ہے انہوں نے غلط فہمی سے مرداس بن عمر کو خطاء قتل کر دیا تھا۔ (روح المعانی' الدرالمنثور) اس کی تفصیل یہ ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا' ہم صبح کے وقت جہینہ کے ایک مقام حرقات میں پہنچے' میں نے ایک شخص کو پکڑ لیا اس نے کہا "لا الہ الا اللہ" میں نے اس کو نیزہ سے مار دیا' پھر مجھے اضطراب ہوا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس نے "لا الہ الا اللہ" کہہ دیا تھا پھر تم نے اس کو قتل کر دیا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے حملہ کے خوف سے "لا الہ الا اللہ" کہا تھا' آپ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا حتی کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں! آپ بار بار یہ کلمات فرماتے رہے حتی کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۶' صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۲۰۱' ۶۴۷۸' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۴۳)

قتل خطاء کا معنی اور اس کی دیگر اقسام:

قتل خطاء کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ فعل میں خطاء ہو جائے مثلاً انسان ایک ہرن کا نشانہ لے رہا تھا اور گولی کسی انسان کو لگ گئی' اور دوسری صورت یہ ہے کہ قصد میں خطاء ہو' قتل کرنے والے کا گمان یہ تھا کہ وہ شخص کافر ہے اور وہ درحقیقت مسلمان تھا' قتل خطا کی دوسری قسم قتل قائم مقام خطاء ہے' مثلاً ایک انسان کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر گئی جس سے دوسرا شخص ہلاک ہو گیا' اس کا حکم بھی قتل خطاء کی طرح ہے۔ اس میں مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کی جائے گی اور ایک غلام یا باندی کو آزاد کیا جائے گا' اور ایک قتل بالسبب ہے' مثلاً ایک شخص نے دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودا جس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو گیا یا کوئی کسی سواری پر سوار تھا اور اس سواری نے کسی شخص کو ہلاک کر دیا' اس میں صرف عاقلہ پر دیت ہے۔ (آج کل ٹریفک کے حادثات میں کار' ٹرک یا بس کے نیچے آ کر جو لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں وہ بھی قتل بالسبب ہیں) (عالم گیری ج ۶ ص ۳ مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ھ)

دیت کا معنی:

وہ مال جو مقتول کے ورثاء کو مقتول کی جان کے عوض میں دیا جاتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں' اگر مسلمان مقتول کے قرابت دار کافر ہوں تو ان کو دیت نہیں دی جائے گی کیونکہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا' مسلمان مقتول کے جو وارث مسلمان ہوں ان کو دیت ادا کی جائے گی۔ علامہ فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ ھ نے لکھا ہے کہ دیت کا معنی ہے مقتول کا حق (القاموس ج ٤ ص ٥٧٩) اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی مسلمان یا ذمی کو ناحق قتل کرنے یا اس کے کسی عضو کو ناحق تلف کرنے کی وجہ سے جو شرعا مالی تاوان لازم آتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں' اور بعض اوقات جان کے تاوان کو دیت اور عضو کے تاوان کو ارش کہتے ہیں۔

قتل خطاء قتل شبہ عمد اور قتل عمد میں دیت کی مقدار:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قتل خطاء کی دیت یہ مقرر کی ہے: ایک سال کی بیس اونٹنیاں' ایک سال کے بیس اونٹ' دو سال کی بیس اونٹنیاں' تین سال کی بیس اونٹنیاں' اور چار سال کی بیس اونٹنیاں (اس حدیث کی سند ضعیف ہے خشف بن مالک مجہول الحال ہے اور معروف یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر ہے)

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۳۹۱' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٤٥٤٥' سنن نسائی' رقم الحدیث: ٤٨١٦' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲٦۳۱' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۱٦۰٥)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل خطاء کی دیت اسی طرح ہے جس طرح اس حدیث میں بیان کی گئی ہے اور قتل شبہ عمد (کسی شخص کو ایسے آلہ سے ضرب لگائی جائے جس سے قتل نہیں کیا جاتا اور اس کو قصد صرف ضرب لگانا ہو قتل کرنا نہ ہو لیکن اس ضرب کے نتیجہ میں مضروب مر جائے) کی دیت امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ پچیس ایک سال کی اونٹنیاں' پچیس دو سال کی اونٹنیاں' پچیس تین سال کی اونٹنیاں اور پچیس چار سال کی اونٹنیاں (عالم گیری ج ٦ ص ٢٤ مطبوعہ مصر' ۱۳۱۰ ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کو مقتول کے ورثا کے حوالے کر دیا جائے گا اگر وہ چاہیں تو اس کو قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو اس سے دیت وصول کر لیں' قتل عمد کی دیت یہ ہے: تیس تین سال کی اونٹنیاں' تیس چار سال کی اونٹنیاں اور چالیس پانچ سال کی اونٹنیاں اس کے علاوہ جس مقدار پر وہ صلح کر لیں۔ (سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۱۳۹۲' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ٤٥٠٦' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲٦۲٦)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل خطاء کی دیت میں ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم بھی دیے جا سکتے ہیں۔

(ہدایہ اخیرین ص ٥٨٥-٥٨٤' مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

ایک ہزار دینار (٤٫٣٧٤) چار اعشاریہ تین سات چار کلو گرام سونے کے برابر ہے اور دس ہزار درہم' (۳۰٫٦۱۸) تیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ کلو گرام چاندی کے برابر ہے۔

دیت کی ادائیگی کی مدت اور جن لوگوں کے ذمہ دیت کی ادائیگی ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ دیت تین سال میں لی جائے گی ہر سال میں تہائی (۳،۱) دیت وصول کی جائے گی اور قتل خطاء کی دیت عاقلہ پر ہے باپ کی طرف سے جو رشتہ دار ہیں وہ عاقلہ ہیں یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے بعض ائمہ نے کہا دیت صرف ان مردوں پر ہے جو عصبات ہوں عورتوں اور بچوں پر دیت نہیں ہے اور ہر شخص پر چوتھائی (۴۔۱) دینار دیت لازم کی جائے گی۔ بعض ائمہ نے کہا کہ نصف دینار تک دیت لازم کی جائے گی اگر ان رشتہ داروں سے دیت پوری ہو جائے تو فبہا ورنہ جو قریب ترین قبیلہ کے لوگ ہیں ان پر دیت لازم کی جائے گی۔ (سنن ترمذی ج ۳ ص ۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک عمد شبہ العمد اور خطا تینوں کے دیت کی ادائیگی کی مدت تین سال ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک دیت العمد معجل ہے اور باقی دیت تین سال میں ادا کی جائے گی۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۷)

علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

عاقلہ عصبات کو کہتے ہیں یعنی باپ کی طرف سے رشتہ دار جو قتل خطاء میں قاتل کی جانب سے مقتول کی دیت ادا کرتے ہیں اور اسی معنی میں حدیث ہے ''دیت عاقلہ پر ہے''

علامہ سید عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں:

امام شافعی کے نزدیک باپ' دادا' بیٹا' اور پوتا' عاقلہ میں داخل نہیں ہیں' امام احمد کا بھی ایک یہی قول ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک آباء اور ابناء عاقلہ میں داخل ہیں کیونکہ دیت کو برداشت کرنے میں عصبات میراث کی طرح ہیں' جس طرح میراث میں عصبات اقرب فالاقرب اعتبار کیا جاتا ہے اسی طرح دیت کو برداشت کرنے میں بھی ان کا اعتبار ہوگا۔

(التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۹۸۔۱۹۰ ملخصا مطبوعہ بیروت)

جو لوگ کسی کمپنی کی بس' ٹرک' یا ٹریلر کے نیچے آ کر حادثہ میں ہلاک ہو جاتے ہیں اس میں قاتل کی عاقلہ وہ کمپنی یا ادارہ ہے اور اس کی دیت اس کمپنی کو ادا کرنی چاہئے۔

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک عاقلہ کے ہر فرد پر دیت کی جو مقدار ہوگی وہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے' امام شافعی کے نزدیک امیر آدمی پر نصف دینار اور متوسط شخص پر چوتھائی مثقال ہے' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی شخص سے تین یا چار درہم سے زیادہ نہ لیے جائیں (نصف دینار' پانچ درہم یعنی ایک اعشاریہ ایک دو تولہ چاندی کے برابر ہے اور ربع مثقال ایک اعشاریہ ایک ایک پانچ گرام چاندی کے برابر ہے)

اگر کسی شخص کے عصبات نہ ہوں تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی' ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام محمد اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ قاتل کے مال سے دیت وصول کی جائے گی دائیگی کی مدت تین سال ہے۔

(التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۹۸۔۱۹۰ ملخصا مطبوعہ بیروت)

عورت کی نصف دیت کی تحقیق:

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت ہے اور رسول اللہ ﷺ سے مرفوعا مروی ہے' کیونکہ عورت کا حال اور اس کی منفعت مرد سے کم ہے' عورت کے اعضاء اور اطراف کی دیت بھی مرد کی دیت کا نصف ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۵۸۰ 'مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۸ ص ۹۵ 'مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت کے تمام زخموں کی دیت مردوں کے زخموں کی دیت کا نصف ہے۔ (کتاب الآثار ص ۱۲۶ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی' ۱۴۰۷ ھ)

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

سر کی چوٹ اور دیگر جن زخموں کی تہائی یا اس سے زیادہ دیت ہوتی ہے' ان میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے

(موطا امام مالک' رقم الحدیث ۱۶۰۷)

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ ھ نے لکھا ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۵ ص ۳۲۵)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور عورت کے اعضاء اور زخموں کی دیت بھی مردوں کی دیت کا نصف ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۹ ص ۲۵۷ 'مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ ھ لکھتے ہیں:

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(الانصاف ج ۱۰ ص ۶۳ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۷۶ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں بھی ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور ائمہ اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے اور اس پر تمام ائمہ مذاہب کا اجماع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جس نے کسی مسلمان کو خطاء (بلا قصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔ (النساء: ۹۲)

قتل خطاء کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرنے کی حکمت:

اس آیت میں مسلمان کو خطاء قتل کرنے والے پر دو چیزیں واجب کی ہیں' کفارہ اور دیت' اور کفارہ میں یہ تصریح کی ہے کہ

مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے کیونکہ قاتل نے مسلمان شخص کو قتل کیا ہے تو اس کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرے غلام ہونا بہ منزلہ موت ہے اور آزادی بہ منزلہ حیات ہے تو ایک مسلمان کو مارنے کی تلافی اس طرح ہوگی کہ ایک مسلمان کو زندہ کیا جائے ہر چند کہ یہاں غلام کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ قاعدہ ہے کہ جب مطلق کو ذکر کیا جائے تو اس سے ذات کے اعتبار سے کامل فرد مراد ہوتا ہے اور صفت اپنے اطلاق پر رہتی ہے اس لیے اندھا' لنگڑا مجنون اور لولا غلام آزاد کرنا معتبر نہیں اور نہ ہی مکاتب' مدبر یا ام ولد کا اعتبار ہوگا' اس کے علاوہ غلام کا چھوٹا یا بڑا ہونا' مرد یا عورت ہونا کالا یا گورا ہونا' یہ از قبیل صفات ہیں اور کسی بھی صفت کا غلام آزاد کیا جاسکے گا' اب چونکہ اسلام کی تعلیمات کی اشاعت کی وجہ سے غلام بنانے کا دور ختم ہو چکا ہے' اس لیے اب قتل خطاء کے کفارہ میں مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے جائیں گے۔

ورثاء مقتول میں دیت کو تقسیم کرنے کے احکام:

مسلمان مقتول کی دیت کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سو اونٹ ہیں یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم' اور یہ دیت تین سال کے اندر مقتول کے ورثاء کو ادا کی جائے گی اور جس طرح ورثاء میں مرنے والے کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے اسی قاعدہ اور تناسب سے دیت تقسیم کی جائے گی' مقتول کی تجہیز و تکفین کے بعد اس میں سے پہلے میت کا قرض ادا کیا جائے گا پھر تہائی (۳۔۱) دیت سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی اور اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر دیت بیت المال میں جمع کر دی جائے گی۔

یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب مقتول کے ورثاء دیت معاف نہ کریں لیکن اگر انہوں نے معاف کر دی تب بھی کفارہ بہر حال ادا کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا ہے۔ (النساء:۹۲)

دار الحرب میں کسی مسلمان کو خطاء قتل کرنے پر دیت لازم نہ کرنے کی حکمت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے مسلمان کو دار الحرب میں خطاء قتل کر دیا تو اس کے کفارہ میں صرف ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا اور مقتول کے اولیاء کو دیت ادا نہیں کی جائے گی' کیونکہ دیت بطور وراثت دی جاتی ہے اور دار الاسلام اور دار الحرب کے رہنے والوں کے درمیان وارثت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اگر وہ (مقتول) اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے۔ (النساء:۹۲)

ذمی کافر کی دیت میں مذاہب ائمہ کا بیان

جس کافر قوم سے مسلمانوں نے معاہدہ کیا ہو اس کے کسی فرد کو اگر کسی مسلمان نے خطاء قتل کر دیا یا مسلمان ملک میں کسی ذمی کافر کو مسلمان نے خطاء قتل کر دیا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ حکم بیان فرمایا ہے کہ اس کے ورثاء کو بھی دیت ادا کی جائے

گی اور کفارہ میں ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی کافر اور مسلمان کی دیت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیت کو کسی خاص مقدار میں سے معین نہیں فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے گی' نیز اہل عرب میں دیت کا لفظ سواونٹوں میں معروف تھا اور اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد مقتول کی دیت سو اونٹ ادا کرنے کا تعامل تھا' اس لیے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ معاہد اور ذمی کو اگر خطاءً قتل کر دیا جائے تو اس کی دیت ادا کی جائے گی تو اس کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا اور اس کا معنی ہوگا کہ ذمی مقتول کے ورثاء کو پوری دیت ادا کی جائے گی' نیز اس آیت کے نزول سے پہلے مسلم اور کافر کی دیت میں فرق نہیں تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذمی کی دیت کو مسلم کی دیت کے ذکر کے بعد بغیر کسی فرق کے ذکر کیا لہٰذا اس آیت میں بھی دیت کو متعارف معنی پر محمول کیا جائے گا اور ذمی کافر کی بھی پوری دیت ادا کی جائے گی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا تہائی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۳۲۷ ملخصاً مطبوعہ ایران)

ذمی کافر کی نصف دیت پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا غیر مستحکم ہونا

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کی دیت مومن کی دیت کا نصف ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن لکھا ہے کیونکہ عمرو بن شعیب از والد از جد مختلف فیہ ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۱۸' سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۸۲۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۴۴' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۵۸۳)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہودی اور نصرانی کی دیت میں اہل علم کا اختلاف ہے' بعض اہل علم کا مذہب اس مسئلہ میں اس حدیث کے مطابق ہے' اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے' اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے' امام مالک بن انس' امام شافعی اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے' اور بعض اہل علم نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے' یہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ج ۳ ص ۱۰۸۔۱۰۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ ھ)

امام نسائی نے اس حدیث کو جس سند سے روایت کیا ہے' اس میں ایک راوی محمد بن راشد ہے اس کے متعلق امام عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ صادق تھا لیکن یہ شیعی یا قدری تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۳۰)

اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو جس سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں ایک روای عبدالرحمان بن الحارث بن عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ ہے اس کے متعلق امام احمد نے کہا یہ متروک ہے اور علی بن المدینی نے اس کو ضعیف کہا ہے تاہم اس کی تعدیل

بھی کی گئی ہے۔(تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۴۳)

ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا ہے وہ اس قدر مستحکم نہیں کہ وہ قرآن مجید کے ذکر کردہ لفظ کے متعارف معنی کے مزاحم ہو سکے۔

ذمی کافر اور مسلم کی دیت کے مساوی ہونے پر امام اعظم کے دلائل

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل نفس میں مسلمان اور کافر ذمی یا معاھد کی دیت برابر ہے' قرآن مجید میں لفظ دیت کے متعارف معنی کے علاوہ ان کے موقف پر حسب ذیل احادیث دلیل ہیں' امام ابوحنیفہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہودی اور نصرانی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے۔(مسند ابی حنیفہ مع شرح القاری ص ۲۰۸' مطبوعہ بیروت)

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ روایت کرتے ہیں: ابراہیم نخعی نے کہا ذمی مرد کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔(کتاب الآثار رقم الحدیث:۹۶۹)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: ابوالہیثم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ذمی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر ہے۔(کتاب الآثار رقم الحدیث:۵۸۷)

زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نصرانی کی دیت اور یہودی کی دیت کو آزاد مسلمان کے برابر قرار دیا امام محمد نے کہا ہمارا اسی حدیث پر عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار رقم الحدیث:۵۸۹)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذمی کی دیت مسلم کی دیت کی مثل ہے۔(المعجم الاوسط رقم الحدیث:۷۹۰)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوکرز ضعیف ہے لیکن باقی احادیث اور آثار صحیحہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موقف پر قوی دلیل ہیں اور ظاہر قرآن بھی آپ کے موقف پر دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید نے مسلم اور کافر کی دیت عمد اور دیت خطا میں کوئی فرق نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سو جو شخص (غلام یا باندی) کو نہ پائے تو وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے یہ اللہ کی طرف سے (اس کی) توبہ ہے اور اللہ بہت علم والا بڑی حکمت والا ہے۔(النساء:۹۲)

قتل خطاء کے کفارہ کا بیان

کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو دارالاسلام میں خطاءً قتل کیا ہو یا کسی مسلمان کو دارالحرب میں خطاءً قتل کیا ہو یا کسی ذمی کو دارالاسلام میں قتل کیا ہو تینوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان قاتل پر کفارہ لازم کیا ہے اور وہ ایک مسلمان گردن (باندی یا غلام) کو آزاد کرنا ہے' اب اگر کسی شخص کی قدرت میں غلام آزاد کرنا نہ ہو یا غلام کا رواج ہی ختم ہو گیا ہو جیسا کہ آج کل ہے تو وہ دو ماہ

کے مسلسل روزے رکھے گا' بایں طور کہ یہ روزے رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں اس ترتیب سے رکھے جائیں کہ عیدین اور ایام کے دن ان میں حائل نہ ہوں' اس لیے یہ روزے ایام تشریق کے بعد رکھنے چاہئیں اور جو شخص نادم ہو کر خطاء قائم مقام خطاء قتل شبہ عمد اور قتل بالسبب میں دیت اور کفارہ ادا کر دے گا تو اللہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

بَابٌ فِي دِيَةِ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ

باب: عمد کے ساتھ مشابہت رکھنے والے قتل خطاء کی دیت کا بیان

4547 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مُسَدَّدٌ خَطَبَ يَوْمَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، صَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ - إِلَى هَاهُنَا حَفِظْتُهُ عَنْ مُسَدَّدٍ، ثُمَّ اتَّفَقَا - أَلَا إِنَّ كُلَّ مَأْثُرَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تُذْكَرُ وَتُدْعَى مِنْ دَمٍ، أَوْ مَالٍ تَحْتَ قَدَمَيَّ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ سِقَايَةِ الْحَاجِّ وَسِدَانَةِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ: أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ، وَالْعَصَا، مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِ أَوْلَادِهَا وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَتَمُّ.

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے تین مرتبہ تکبیر کہی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہی ایک معبود ہے، جس نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی، اور (دشمن کے) لشکروں کو پسپا کیا"

راوی کہتے ہیں: روایت کے الفاظ یہاں تک مجھے مسدد کی زبانی سن کر یاد ہیں، اس کے بعد یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں:

"خبردار! زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھنے والی ہر ترجیحی چیز جس کا دعویٰ کیا جائے، خواہ اس کا تعلق جان سے ہو، یا مال سے ہو، میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے (کالعدم قرار پاتی ہے) البتہ حاجیوں کو پانی پلانے اور بیت اللہ کی خدمت کے شرف کا حکم مختلف ہے (وہ دونوں باقی رہیں گے)۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خبردار! عمد کے ساتھ مشابہت رکھنے والے قتل خطاء کی دیت، یعنی وہ قتل جو لاٹھی یا عصا کے

4547- إسناده صحيح. خالد: هو ابن مهران الحذاء، وحماد: هو ابن زيد. وأخرجه ابن ماجه (/2627م)، والنسائي في "الكبرى" (6969) من طريق حماد ابن زيد، بهذا الإسناد. وهو في صحيح ابن حبان، (6011). وأخرجه النسائي (6970) من طريق هشيم بن بشير، و (6972) من طريق بشر بن المفضل، و (6973) من طريق يزيد بن زريع، ثلاثتهم عن خالد الحذاء، عن القاسم ابن ربيعة، عن عقبة بن أوس (وقال بشر: ابن أوس، لم يسمّه، وقال يزيد: يعقوب ابن أوس، وهو وجه قيل في اسمه، وهذا اختلاف لا يضر) عن رجل من أصحاب النبي - صلى الله عليه وسلم - فلم يسمه. وأخرجه أحمد (6533)، وابن ماجه (2627)

ذریعے ہو، اس کی دیت 100 اونٹ ہے، جس میں سے 40 ایسی اونٹنیاں ہوں گی، جن کے پیٹ میں بچہ موجود ہو۔
مسدد کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

شبہ عمد قتل میں اختلاف فقہاء واحکام دیت کا بیان

شبہ عمد اس کی تشریح میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قتل شبہ عمد۔ وہی قتل عمد ہے بشرطیکہ ایسے آلہ سے ہو جو قتل کرنے کے لئے موضوع نہ ہو (جیسے بڑا پتھر یا بڑی لکڑی) امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا قصداً ایسی چیز سے قتل کرنا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسی چیز سے قصداً مارنا کہ اکثر اس سے موت واقع نہیں ہوتی پس اگر ایک یا دو کوڑے مارے اور موت واقع ہوگئی تو سب کے نزدیک یہ قتل شبہ عمد ہے اور اگر چھوٹے کوڑے سے پیہم اتنا مارا کہ مرگیا تو شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل عمد ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صاحبین کے نزدیک شبہ عمد اور اگر کسی بڑے پتھر یا بڑے تختہ سے قتل کردیا (جو پھسلواں ہو) اکثر ٹھہرتا نہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک شبہ عمد ہے اور باقی کے نزدیک قتل عمد۔ امام صاحب نے فرمایا اگر پہاڑ بھی پھینک کر مار دیا اور مرگیا تو قصاص نہ ہوگا۔

جو ضرب قتل کے معاملہ میں شبہ عمد ہے وہ قتل سے کم باقی جسمانی نقصان رسانی میں عمداً قرار دی جائے گی۔ یہ فیصلہ باتفاق ائمہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لوقتل خطا شبہ عمد کوڑے اور لاٹھی سے قتل کرنا ہے۔ عنقریب آئندہ بیان کیا جائے گا کہ کوڑے اور لاٹھی کا لفظ عام ہے چھوٹی ہو یا بڑی سب کو شامل ہے۔ جمہور کا قول ہے کہ لاٹھی کا اطلاق صرف چھوٹے پر ہوتا ہے (جو لوگ عموماً ہاتھ میں لیتے ہیں کسی بڑے لکڑ یا بلی کو لاٹھی نہیں کہا جاتا)

(۲) دوسرا قتل خطا یہ ہے کہ نشانہ چوک جائے مار رہا ہو شکار سمجھ کر اور ہو وہ آدمی یا مار رہا ہو کسی کو کافر حربی سمجھ کر اور نکلے وہ مسلمان۔ (۳) فعل میں چوک جائے مار رہا ہو نشانہ پر اور لگ جائے کسی مسلمان کے۔ (٤) قائم مقام خطا (یعنی غلطی بھی نہیں ہے بلکہ غلطی جیسی حرکت ہے) جیسے کوئی شخص سو رہا ہو۔ سوتے میں کروٹ لے اور کسی مسلمان کے اوپر گر پڑے اور وہ مر جائے (٥) قتل سببی جیسے کسی نے اپنے ملک سے باہر کسی جگہ کنواں کھدوایا (اور کوئی اس میں گر کر مر گیا) یا پتھر نصب کردیا (اور کوئی اس سے ٹھوکر کھا کر یا ٹکرا کر مرگیا)۔

ان تمام اقسام کا حکم یہ ہے کہ عاقلہ پر بالاتفاق دیت (خون بہا) واجب ہے کیونکہ قصاص تو بہر حال نہیں ہے۔ اگر دیت بھی نہ ہوگی تو ناحق خون ہوگا اور معصوم خون رائیگاں جائے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سب کے نزدیک قاتل پر کفارہ واجب ہے اور قاتل میراث سے بھی بالاجماع محروم ہوجائے گا۔ صرف پانچویں قسم میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے الگ ہے۔ امام صاحب کے نزدیک یہ حقیقت میں قتل ہی نہیں ہے۔ قتل نام ہے مقتول کے جسم پر خاص تصرف کرنے کا اور پانچویں قسم میں مقتول کے جسم پر قاتل کوئی تصرف نہیں کرتا بلکہ اس کا محل فعل زمین یا کنواں یا کوئی اور چیز ہے۔ جمہور کے قول کی دلیل یہ ہے کہ (یہ حقیقت میں قتل ہو یا نہ ہو) شریعت نے اس کو قتل قرار دیا ہے یہاں تک کہ بالاجماع دیت واجب ہے پس مذکورہ آیت کے حکم کا عموم چاہتا ہے کہ کفارہ بھی واجب ہو بلکہ آیت کا تقضا تو یہ ہے کہ دیت کبھی واجب ہوتی ہے اور کبھی واجب نہیں ہوتی مگر کفارہ تو بہر حال واجب ہوتا

ہے۔ اس کے علاوہ کفارہ کا وجوب تو گناہ کو دور کرنے کے لئے ہوتا ہے اور سوتا ہوا آدمی اگر کروٹ لے کر کسی پر گر جائے اور وہ مر جائے تو گرنے والے کا کیا قصور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا (یعنی ان کا گناہ نہیں لکھا جاتا گو وہ گناہ ہی نہیں ہوتا اگر گناہ ہوتا تو ضرور اعمالنامہ میں لکھا جاتا) ایک سوتا ہوا آدمی بیدار ہونے تک) الخ۔

لہٰذا جس نے دوسرے کی زمین میں ظلماً کنواں کھدوایا اور اس میں کوئی مؤمن گر کر مر گیا ضرور موجب کفارہ ہے اس صورت میں گناہ ہوتا ہے (جب کہ مجرمانہ اور غاصبانہ فعل کرنے کی وجہ سے مؤمن کی ہلاکت ہوئی ہے) ناپسندیدہ حکم ہے۔

تحریر رقبۃ مؤمنۃ۔ پس اس کا کفارہ کسی مسلمان بردہ کو آزاد کرنا ہے۔

ایک روایت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول آیا ہے کہ شبہ عمد میں کفارہ واجب نہیں۔ کفایہ شرح ہدایہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ جرجانی نے ہمارے علماء کا ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ شبہ عمد میں کفارہ واجب نہیں۔ میں کہتا ہوں یہی فتویٰ زیادہ مناسب بھی ہے کہ آلہ (قاتلہ) نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والے شبہ کی وجہ سے شبہ عمد میں قصاص تو ساقط ہو جاتا ہے لیکن معصیت کاملہ تو ہوتی ہے کیونکہ معصیت کے کامل ہونے کا مدار نیت اور ارادہ پر ہے (آلہ پر نہیں) آلہ کوئی ہو یہاں تک کہ گھونسے مارتے مارتے اگر قصد کے ساتھ مار ڈالے تو معصیت کامل ہو جاتی ہے لہٰذا شبہ عمد خالص گناہ کبیرہ ہے بلکہ تلوار سے قتل کرنے سے بھی زیادہ برا ہے۔ دیکھو واجب القتل قاتل سے قصاص صرف تلوار سے لیا جاتا ہے (تاکہ مرنے والے کو سہولت ہو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر کام کو خوبی سے کرنا اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے لہٰذا اگر تم (قصاص میں) قتل کرو تو خوبی سے قتل کرو۔ (زیادہ ایذا رساں طریقے سے نہ کرو) اور ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ کرو۔ چھری تیز کر لی جائے اور ذبیحہ کو زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

(رواہ احمد و مسلم و اصحاب السنن الاربعۃ من حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ)

تحریر رقبۃ خبر ہے مبتدا محذوف ہے یعنی اس کے عوض ایک بردہ کو آزاد کرنا واجب ہے۔ تحریر کا معنی ہے آزاد کرنا۔ ہر عمدہ اعلیٰ چیز کو حر کہا جاتا ہے۔ قاموس میں ہر بہتر چیز کو حر کہتے ہیں۔ آزاد کو حر کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ حر میں شرافت اور خیر ہوتی ہے۔

رقبۃ (گردن) سے مراد جان ہے جیسے راس (سر) بول کر جان مراد لی جاتی ہے۔ بردہ کی آزادی کا یہ مطلب ہے کہ جو باندی غلام کامل طور پر مملوک ہو اس کو آزاد کیا جائے لہٰذا جس باندی کے بطن سے مالک کا بچہ ہو جائے وہ یونہی آزاد ہو جاتی ہے۔ قتل کے عوض اس کو آزاد کرنا درست نہیں۔ نہ اس کو بیچنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ام ولد کو اس کے بچہ نے آزاد کرا دیا۔ اسی طرح امام صاحب کے نزدیک مدبر غلام کو بھی آزاد کرنا جائز نہیں (کیونکہ آقا کے مرنے کے بعد وہ خود ہی آزاد ہو جائے گا گویا اس کی مملوکیت ناقص ہے) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ یہی اختلاف مدبر کو بیچنے کے متعلق ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ مکاتب غلام نے اگر بدل کتابت (زر قیمت) میں سے کچھ ادا نہ کیا ہو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ عقد کتابت تراضی باہمی سے فسخ ہو سکتا ہے امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے جیسے اس مکاتب کو آزاد کرنا بالاتفاق ناجائز ہے جس نے بدل کتابت میں سے کوئی حصہ ادا کر دیا ہو۔ پاگل، نابینا، گونگے اور نپٹ بہرے کو آزاد کرنا جائز نہیں۔ جس کے دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹے ہوں یا ایک ہی طرف کا ایک ہاتھ

اور ایک پاؤں کٹا ہوا اس کو بھی آزاد کرنا جائز نہیں ایسے لوگ حقیقت میں مردہ کی طرح ہیں اور بالکل بیکار ہیں۔ اگر ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں کٹا ہو یا کانا یا چوندھا یا مبروص یا شب کور ہو تو اس کو آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ ایسے لوگ بالکل ناکارہ نہیں ہیں اگرچہ کامل طور پر کارآمد بھی نہیں ہیں۔ پیدائشی نامرد۔ خصی اور نس کٹے کو آزاد کرنا درست ہے کیونکہ اگرچہ مردیت سے یہ محروم ہوتے ہیں اور نسل آفریں نہیں ہوتے مگر غلاموں سے جو خدمت مقصود ہوتی ہے اس میں نسل آفرینی کا کوئی دخل نہیں۔ اسی طرح اس باندی کو آزاد کرنا جائز ہے جو نپٹ ہو کیونکہ وہ خدمت کے کام کی بہر حال ہوتی ہے (اگرچہ صنفی قربت کی اہل نہیں ہوتی)۔

قاتل کا عاقل بالغ مسلمان ہونا ضروری ہے کیونکہ کفارہ عبادت ہے اس لئے عبادت کی شرطیں اس میں ہونی ضروری ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کفارہ کو مالی ضمان (جیسے دیت وغیرہ) پر قیاس کرتے ہیں اور دیت ادا کرنے کے لئے نہ بالغ ہونا شرط ہے نہ عاقل ہونا نہ مسلمان ہونا (اس لئے) کفارہ میں بھی ان کے نزدیک کوئی شرط نہیں۔

امام شافعی کے نزدیک کفارۂ قتل کے لئے اپنے اختیار سے آزاد کرنا شرط ہے اس لئے بہ نیت کفارہ اگر کسی نے اپنے باپ کو خریدا تو جائز نہیں (کیونکہ باپ تو خریدتے ہی بغیر خریدنے والے کے اختیار کے خود ہی آزاد ہو جائے گا) امام صاحب کے نزدیک باپ یا کسی اور قریبی رشتہ دار کو (جو خریدتے ہی خود آزاد ہو جائے) بہ نیت کفارہ خریدنا کافی ہے کیونکہ آپ کے نزدیک سبب اختیاری کے ساتھ نیت کا اقتران موجب آزادی ہے (خریدنا سبب آزادی ہے اور خریدنا مشتری کا اختیاری فعل ہے۔ پس خریدتے وقت کفارہ کی نیت ہونا ضروری ہے) اسی طرح اگر (کسی کا باپ زید کا غلام ہو اور زید) عمرو کو اس کا باپ بطور ہبہ دے دے یا باپ کی ملکیت بطور وصیت مل جائے دونوں صورتوں میں امام شافعی کے نزدیک کفارۂ قتل کے لئے اس کی آزادی جائز نہ ہوگی اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی ہو جائے گی ہاں اگر باپ بیٹے کو یا بیٹا باپ کو میراث میں مل جائے (اور آزاد ہو جائے) تو یہ آزادی کفارۂ قتل کے لئے بالاجماع کافی نہ ہوگی خواہ کفارہ کی نیت کرلی ہو۔

آیت میں چونکہ مؤمنہ کا لفظ آیا ہے اس لئے بالاجماع کفارۂ قتل کے لئے باندی غلام کا مسلمان ہونا ضروری ہے' کفارۂ قسم' کفارۂ ظہار اور کفارۂ صوم کے لئے مسلمان ہونے کی شرط نہیں ہے۔

مسلمان ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ (شرعاً) اس کو مسلمان مان لیا گیا ہو مثلاً کسی مسلمان باپ یا مسلمان ماں نے اپنے چھوٹے بچہ کو (خرید کر کفارۂ قتل میں) آزاد کر دیا تو جائز ہے (کیونکہ بچہ مذہب کے اعتبار سے شرعاً اشرف کے تابع مانا گیا ہے اور اس بچہ کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہے لہٰذا اس بچہ کو مسلمان قرار دیا جائے گا) ابن منذر اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے کہ مؤمنہ سے مراد وہ بردہ ہے جس کو ایمان کا شعور ہو اور نماز روزہ کرتا ہو لیکن قرآن میں جہاں رقبہ کے ساتھ مؤمنہ کی قید نہیں لگائی ہے۔ وہاں نوزائیدہ بچہ یا اس سے بڑا جو قابل شعور نہیں وہ بھی جائز ہے' کذا فی اخرج عبدالرزاق عن قتادہ۔ حضرت ابی کی قراءت میں لا یجزی فیہا صبی بھی زیادہ آیا ہے۔

ودیۃ۔ اور خون بہا بھی (خون کا مالی عوض) اس کا عطف فتحریر رقبۃ پر ہے۔ قاموس میں ہے دیت بکسر دال مقتول کا (مالی) حق۔ دیت کی مقدار مجمل ہے اور کس پر دیت واجب ہے اس کا بیان بھی آیت میں نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بیان فرما

دیت عاقلہ (قاتل کے عصبی رشتہ دار) پر واجب ہے اور جتنا چندہ ادا کرنا ایک ایک شخص پر لازم ہوگا اتنا ہی قاتل پر بھی ہوگا یہ قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا۔

عاقلہ پر دیت واجب ہونا اگرچہ قرآن سے مستنبط نہیں ہے لیکن احادیث مشہورہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور اس پر اجماع بھی ہے یہ احادیث اگرچہ آحاد ہیں لیکن اجماع سے ان کی تائید ہونے کے بعد قرآن جیسی قوت ان میں پیدا ہوجاتی ہے (گویا عاقلہ پر دیت کا وجوب قطعی ہے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ بنی ہذیل کی دو عورتوں میں لڑائی ہوگئی ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور وہ حاملہ تھی مضروب مرگئی اور پیٹ کا بچہ بھی مرگیا رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ بچہ کی دیت ایک بردہ ہے غلام ہو یا باندی اور مقتول کی دیت قاتلہ کے عاقلہ پر ہوگی۔ حدیث کے دوسرے الفاظ اس طرح آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولہ کی دیت قاتلہ کے عصبات پر مقرر کردی اور ایک بردہ کی آزاد پیٹ کے بچہ کے عوض۔

بیہقی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ہم نے تمام علماء میں یہ اجماعی مسئلہ پایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کی دیت جب غلطی سے اس کو کسی حر نے قتل کیا ہو سو اونٹ قرار دی ہے اور یہ دیت مجرم کے عاقلہ پر ہوگی اور یہ بات بھی ہم نے علماء کے اجماع میں پائی کہ کل دیت تین سال میں وصول کی جائے گی ہر سال ایک تہائی ادا کرنی ہوگی۔

بیہقی نے باسناد ابن لہیعہ سعید بن مسیب کا قول نقل کیا ہے کہ قسط وار تین سال میں دیت وصول کرنا سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورۂ بالا قول سے قسط وار دیت وصول ہونے پر علماء کا اجماع ثابت ہوتا ہے۔ ترمذی نے جامع میں اور ابن منذر نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق اور بیہقی نے باسناد شعبی منقطعاً نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوری دیت کے لئے تین سال اور آدھی دیت کے لئے دو سال اور آدھی سے کم کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کی ہے۔ بیہقی نے یزید بن ابی حبیب کی روایت سے منقطعاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فیصلہ نقل کیا ہے۔

قتل عمد میں اگر کچھ مال پر صلح ہوجائے یا بعض وارثوں کے معاف کردینے سے قصاص ساقط ہوجائے اور مال ادا کرنا لازم ہوجائے یا کسی اور وجہ سے قتل عمد میں قصاص کی جگہ مال دینا پڑے تو یہ ادائیگی قاتل کے مال سے ہوگی۔ عاقلہ پر دیت کا وجوب نہ ہوگا۔ اسی طرح قاتل کے اقرار سے اگر دیت کا وجوب ہوتا ہو تو عاقلہ پر اس کی ادائیگی واجب نہیں اور غلام مقتول ہو یا قاتل بہرحال اس سلسلہ میں بھی عاقلہ پر دیت نہیں۔ مجرم کے مال سے وصول کی جائے گی۔

دار قطنی اور طبرانی نے مسند الشامیین میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاقلہ پر (واجب) نہ قرار دو۔ اقرار کرنے والے (کے اقرار) کی دیت میں سے کچھ بھی۔ اس حدیث کی اسناد بہت ضعیف ہے اس کی اسناد میں محمد بن سعید کذاب اور حارث بن نبہان منکر الحدیث ہے۔ دار قطنی اور بیہقی نے موقوفاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ غلام کے سلسلہ میں (خواہ غلام قاتل ہو یا مقتول) اور قتل عمد میں (اگر قصاص ساقط ہوگیا ہو) اور مصالحت میں اور (قاتل کے) اقرار میں (جو دیت لازم ہوتی ہو وہ) عاقلہ ادا نہیں کرے گا۔ اس حدیث کی سند منقطع ہے پھر اس میں

عبدالملک بن حسین راوی بھی آیا ہے جو ضعیف ہے۔ بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما: کا قول نقل کیا ہے کہ قتل عمد میں یا مصالحت یا اقرار کی صورت میں اور غلام کے جرم کی صورت میں عاقلہ کچھ برداشت نہیں کرے گا۔ موطا رحمۃ اللہ علیہ میں زہری کا قول منقول ہے سنت (صحابہ رضی اللہ عنہم یا سنت رسول ﷺ اس بات پر گزری ہے کہ عاقلہ ان صورتوں میں کچھ برداشت نہیں کرے گا۔ بیہقی نے ابوالزناد کی وساطت سے فقہاء اہل مدینہ کی رائے بھی یہی نقل کی ہے۔

امام شافعی کے نزدیک کسی شخص کے عاقلہ اس کے قبیلہ والے اور عصبات ہوتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی پنچائیت والے اور وہ نہ ہوں تو پھر قبیلہ والے حسب تفاوت قرابت عاقلہ شمار ہوں گے اور آزاد کردہ غلام کے عاقلہ وہ ہوں گے جو آزاد کرنے والے کے عاقلہ ہیں اور مولی المولات (یعنی وہ دو شخص جنہوں نے باہم طے کرلیا ہو کہ ہم دونوں کا جان مال ایک ہی ہے جو ایک کا ہے وہی دوسرے کا) کے عاقلہ دوسرے کے عاقلہ ہوں گے اور اگر وہ خود موجود ہو تو وہ مع اپنے عاقلہ کے قاتل کے عاقلہ ہوں گے۔

عاقلہ میں سے ایک شخص پر ہر سال چار درہم سے زائد چندہ امام صاحب کے نزدیک نہیں ہوسکتا ہے۔ دوسری روایت میں ہر سال کی جگہ تین سال کا لفظ آیا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آدھے دینار سے زائد ایک شخص پر (تاوان) نہ ہوگا۔ جس کا عاقلہ نہ ہو اس کے مقتول کی دیت بیت المال میں داخل ہو جائے گی۔ (تفسیر قرطبی، بیروت)

مقدار دیت کے احکام کا بیان

مسئلہ: علماء کا اجماع ہے کہ شبہ عمد میں دیت مغلظہ ہے اور یہی دیت مغلظہ اس قتل عمد میں بھی ہے جس میں کسی وجہ سے قصاص ساقط ہوگیا ہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شبہ عمد کی دیت مغلظہ ایسی ہی ہے جیسے قتل عمد کی مگر شبہ عمد کے قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ لوگوں میں شیطان کود پڑے اور اندھا دھند سنگ باری کی گئی ہو مگر فتنہ نہ ہو اور ہتھیار کا استعمال نہ ہو۔ رواہ احمد۔

قتل خطا کی دوسری قسموں میں دیت خفیفہ ہے اور دیت مغلظہ صرف اونٹوں میں ہوگی (چاندی سونے وغیرہ میں نہ ہوگی)

امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیت مغلظہ میں سو اونٹ اس طرح دیئے جائیں گے کہ ۲۵ بنت مخاض ۲۵ بنت لبون ۲۵ حقہ اور ۲۵ جذعہ۔ امام محمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، ۳۰ جذعہ ۳۰ حقہ اور ۴۰ ثنیہ ادا کرنے ہوں گے۔ ثنیہ سب کے سب اونٹنیاں ہوں گی جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔ کیونکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو قتل شبہ عمد یعنی کوڑے اور لاٹھی کے قتل میں سو ہیں جن میں سے ۴۰ ایسی ہوں جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو کی روایت سے لکھا ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) جس نے قصداً قتل کیا اس کو مقتول کے وارثوں کے سپرد کر دیا جائے گا اگر وہ چاہیں تو اس کو (قصاص میں) قتل کر دیں اور چاہیں تو دیت لے لیں۔ ۳۰ حقہ ۳۰ جذعہ اور چالیس یا کھر جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔ حضرت عبادہ بن صامت کی روایت میں (فرمان نبوی) آیا ہے۔ سنو سب سے بڑی دیت میں سو اونٹ ہیں جن میں سے چالیس باکھر ہوں جن کے پیٹ کے اندر بچے ہوں۔ رواہ الدارقطنی

والبیہقی۔ اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن کے قتل میں سو اونٹ ہیں۔ لیکن اونٹنی کے پیٹ کے اندر بچہ کی موجودگی یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہوسکتی اور معلوم بھی ہو جائے تو حمل بعض اعتبار سے خود ایک ایسا جانور ہے جو عنقریب پیٹ سے الگ ہو کر مستقل طور پر باہر جائے گا اس لئے اگر اونٹنی کے گابھن ہونے کی شرط لگائی جائے گی تو اونٹوں کی تعداد سو سے زائد ہو جائے گی۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عقلی دلیل نص شرعی کے مقابل ہے (جو قابل قبول نہیں) یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ پیٹ میں بچہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اونٹنی حاملہ ہونے کے قابل ہو۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ: اونٹوں میں دیت خفیفہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس طرح ہے ۲۰ جذعہ، ۲۰ حقہ، ۲۰ بنت لبون، ۲۰ بنت مخاض اور ۲۰ ابن مخاض۔ امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کا بھی اس سے اتفاق ہے مگر ان کے نزدیک ابن مخاض کی جگہ ابن لبون ہونا چاہئے۔ (۲) [بنت مخاض ایک سال عمر کی اونٹنی جو دوسرے سال میں شروع ہوگئی ہو اگر نر ہو تو ابن مخاض کہا جائے گا۔ بنت لبون (مادہ) ابن لبون (نر) دو سالہ اونٹنی اور اونٹ جو تیسرے سال میں لگ گیا ہو۔ حقہ نر اور مادہ اونٹ جو چوتھے سال میں لگ گیا ہو جذعہ وہ نر یا مادہ اونٹ جو چار چھوڑ کر پانچویں سال میں لگ گیا ہو]

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد اور بزار اور دارقطنی اور بیہقی اور اصحاب السنن نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کی روایت سے بیان کی ہے کہ قتل خطا کی دیت میں رسول اللہ ﷺ نے (سو اونٹوں کی) ڈگری دی۔ ۲۰ بنت مخاض، ۲۰ ابن مخاض، ۲۰ بنت لبون، ۲۰ حقہ اور ۲۰ جذعہ۔ اس حدیث کے سلسلۂ روایت میں حجاج بن ارطاۃ پھر زید بن جبیر پھر خشف بن مالک پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آتے ہیں۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دارقطنی کی بیان کردہ حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے راوی ابوعبیدہ ہیں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے باپ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود نے فرمایا قتل خطا کی دیت (سو اونٹ) پانچ حصے کر کے ہیں۔ (۲۰ حقہ ۲۰ جذعہ، ۲۰ بنت مخاض، ۲۰ بنت لبون، ۲۰ ابن لبون نر۔ دارقطنی نے لکھا ہے یہ سند حسن ہے اس کے راوی ثقہ ہیں اور مندرجہ فوق حدیث کے راویوں میں سے خشف بن مالک ضعیف راوی ہے۔ اہل علم کے نزدیک قابل ثبوت نہیں کیونکہ اوّل تو خشف بن مالک کی روایت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی راویت کے خلاف ہے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے براہ راست اپنے باپ کا قول نقل کیا ہے جس کی سند صحیح ہے۔ خشف بن مالک سے زیادہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے قول اور مسلک سے واقف تھے۔ پھر یہ بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دینداری اور تقویٰ سے بعید ہے کہ کسی مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ معلوم ہونے اور اس کو خود نقل کرنے کے بعد اپنا فتویٰ اس کے خلاف دیں۔ اس کے علاوہ خشف مجہول شخص ہے اس سے روایت کرنے والا صرف زید بن جبیر ہے اور زید بن جبیر کا قول صرف حجاج بن ارطاۃ نے بیان کیا ہے اور حجاج مدلس ہے پھر حجاج کی روایت اس کے بعد والے لوگوں نے مختلف طور پر نقل کی ہے۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ دارقطنی نے تو کہا تھا کہ ابوعبیدہ نے کسی حدیث کی سماعت اپنے باپ سے نہیں کی لیکن اس حدیث

میں خود کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ نے اپنے باپ سے سنا یہ کلام کا تضاد ہے پھر ثقہ راوی کی حدیث کو مجہول کہنا (صرف اس وجہ سے کہ اس سے سننے والا صرف ایک شخص ہے) غلط ہے علماء حدیث کی یہ شرط ہے کہ ہر راوی سے سننے والے اور نقل کرنے والے (کم سے کم) دو شخص ہوں بجائے خود بے دلیل بات ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ بیہقی نے دارقطنی کی گرفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ دارقطنی کو وہم ہوگیا اور اسپ تازی کو بھی ٹھوکر لگ ہی جاتی ہے۔ حافظ نے کہا میں نے خود جامع سفیان ثوری میں اوّل الذکر حدیث تین سلسلوں سے منقول دیکھی ہے ایک منصور از ابراہیم از عبداللہ بن مسعود۔ دوسرے ابواسحاق از علقمہ از ابن مسعود۔ تیسرے عبدالرحمن بن یزید بن ہارون از سلیمان تیمی از ابو مجلز از ابوعبیدہ از ابن مسعود اور ان سب سلسلہ میں ابن مخاض (نر) کا ذکر آیا ہے۔

مسئلہ: اگر نقد کی شکل میں دیت دی جائے تو ہزار دینار طلائی یا بارہ ہزار درہم نقرئی امام احمد کے نزدیک اور دس ہزار درہم نقرئی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہونا چاہئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اصل تو اونٹ ہیں اگر اونٹ نہ ہوں تو پھر دو قول ہیں (۱) ہزار دینار طلائی یا ۱۲ ہزار درہم نقرئی۔ (۲) قبضہ کے وقت اونٹوں کی قیمت کا اندازہ اور اندازہ کے مطابق روپیہ کی ادائیگی خواہ ہزار دینار اور بارہ ہزار درہم سے زائد ہو یا کم۔

ہزار دینار طلائی کا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے جو ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بیان کی ہے۔ ہم آئندہ اس کو بیان کریں گے۔ نقرئی دیت کی مقدار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیت کے بارہ ہزار مقرر کئے۔ یہ حدیث عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اصحاب السنن نے بیان کی ہے۔ البتہ عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نیچے عمرو بن دینار پر راویوں کا اختلاف ہوگیا۔ محمد بن مسلمہ طائفی نے عمرو بن دینار کی روایت سے اس کو مرفوعاً ذکر کیا ہے اور سفیان بن عیینہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرسلاً۔ رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ۔ ابن ابی حاتم نے اپنے باپ کا قول نقل کیا ہے کہ اس کو مرسل کہنا زیادہ صحیح ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ سفیان بن عیینہ کے مشہور شاگردوں نے اس کو مرسلاً ہی ذکر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک درہم کا وزن چھ (دانگ) تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے سات ہوگیا اس لئے چھ (دانگ) کے حساب کے بارہ ہزار سات کے حساب سے تقریباً دس ہزار ہو جاتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے (دوسرے) قول کی وجہ یہ ہے کہ عمرو بن شعیب کی حدیث میں آیا ہے کہ بستیوں والوں پر حضور ﷺ قیمت مقرر کرتے تھے۔ اگر اونٹ گراں ہوئے تو قیمت اونچی کر دیتے تھے اور ارزاں ہوئے تو قیمت گھٹا دیتے تھے۔ یہ حدیث امام شافعی نے بحوالہ مسلم بروایت ابن جریج بیان کی ہے اور ابوداؤد و نسائی نے بسلسلہ محمد بن راشد از سلیمان بن موسیٰ از عمرو بن شعیب۔

مسئلہ: جمہور کے نزدیک دیت میں صرف مذکورۂ بالا تین چیزیں (اونٹ دینار درہم) دینے کا ثبوت ہے لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سو گائیں یا دو ہزار بکریاں یا دو سو جوڑے کپڑے (ہر جوڑ سے

میں دو کپڑے) بھی دیئے جاسکتے ہیں کیونکہ عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیت میں اونٹ والوں پر سو اونٹ اور گائے والوں پر دو سو گائیں اور بکریاں والوں پر دو ہزار بکریاں اور کپڑوں والوں پر دو سو جوڑے کپڑوں کے مقرر فرمائے۔ (رواہ ابوداؤد)

ابن جوزی نے بھی اپنے سلسلہ سے یہ حدیث نقل کی ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ ابوداؤد نے اس کو عطاء کی روایت سے مراسیل میں ذکر کیا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کا نام ذکر نہیں کیا۔

مسئلہ: قتل کو چھوڑ کر عام طور پر زخمی کرنے کی دیت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کی روایت کردہ حدیث میں مذکورہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو نامۂ مبارک بھیجا جس میں لکھا تھا کہ جو شخص کسی مؤمن کو مار ڈالے اس کو پکڑ کر (وارثوں کو) قصاص کے لئے دیا جائے مگر مقتول کے وارث اگر راضی ہوں (تو دیت دی جائے) مرد کو عورت کے عوض قتل کیا جائے۔ قتل کی دیت سو اونٹ ہے اور سونے والوں پر ایک ہزار دینار (طلائی) ناک پوری کاٹ لی جائے تو (پوری) دیت سو اونٹ ہیں۔ دانتوں کے توڑنے میں دیت ہے' ہونٹوں کو کاٹ ڈالنے میں دیت ہے' دونوں خصیوں (کو بیکار کردینے) میں دیت ہے ذکر (کاٹ دینے یا بیکار کردینے) میں دیت ہے۔ پشت (توڑ دینے) میں دیت ہے۔ دونوں آنکھوں کے (پھوڑ دینے) میں دیت ہے۔ دونوں ہاتھ (کاٹ ڈالنے یا توڑ دینے) میں سو اونٹ ہیں اور ایک ہاتھ میں پچاس' دونوں پاؤں (توڑنے یا کاٹنے) میں پوری دیت ہے اور ایک ٹانگ میں آدھی دیت ہے اور جو چوٹ ام الدماغ (دماغی جھلی) تک پہنچ جائے اس میں کل دیت کا ایک تہائی حصہ ہے اور جو ضرب جوف کے اندر پہنچ جائے اس میں ایک تہائی دیت ہے اور ہڈی کو جگہ سے ہٹا دینے والی ضرب میں پندرہ اونٹ ہیں اور ہاتھ یا پاؤں کی کوئی انگلی (ٹوٹ یا کٹ گئی) ہو تو دس اونٹ ہیں اور دانت (ٹوٹ گیا ہو تو اس) میں پانچ اونٹ ہیں۔ (رواہ النسائی والدارمی)۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اتنا زائد ہے اور آنکھ (پھوٹنے) میں پچاس اونٹ ہیں اور ہڈی کو کھول دینے والی چوٹ میں پانچ ہیں۔ اس حدیث کی صحت کے متعلق علماء حدیث کا اختلاف ہے۔ ابوداؤد نے مراسیل میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بیان کی گئی ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ حاکم' ابن حبان اور بیہقی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ امام احمد نے فرمایا مجھے امید ہے کہ یہ حدیث صحیح ہوگی۔

ائمہ کی ایک جماعت نے اگرچہ سند کے اعتبار سے اس کو صحیح نہیں مانا ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی تحریر کی وجہ سے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور حضور کا خط مشہور ہی ہے تو (گویا) شہرت کی وجہ سے اس کو صحیح مانا گیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں کہا ہے کہ علماء نے اس حدیث کو اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک ان کو ثابت نہیں ہو گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی تحریر (کردہ) ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا یہ تحریر مشہور ہے اور اس کا مضمون اہل علم خوب جانتے ہیں۔ اس کی شہرت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ سند کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لوگوں نے اس کو قبول کرلیا اور مان لیا ہے گویا یہ متواتر کے مشابہ ہوگئی (ہمہ گیر شہرت کی وجہ سے بغیر سند کے قابل قبول ہے) حاکم نے لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور امام زمانہ زہری نے اس تحریر کی صحت کی شہادت دی ہے۔

عبدالرزاق نے اپنی سند سے سعید بن مسیب کا بیان نقل کیا ہے کہ ضرب جب جوف کے اندر پار ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو تہائی (دیت دینے) کا فیصلہ کیا۔ ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے دارقطنی نے موقوفاً حضرت زید بن ثابت

رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہڈی کو توڑنے والی ضرب میں دس اونٹ ہیں۔ عبدالرزاق اور بیہقی نے بھی اس حدیث کا استخراج کیا ہے اور بیہقی نے اس کو مرفوع کیا ہے مگر مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے۔

ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بحوالہ ابن ابی اسحاق مکحول کی روایت نقل کی ہے کہ ہڈی کھول دینے والی چوٹ میں رسول اللہ ﷺ نے پانچ اونٹ دینا مقرر کیا ہے اور اس سے کم چوٹ میں مقدار دیت کی تعیین نہیں فرمائی۔ عبدالرزاق نے حسن کی روایت سے لکھا ہے کہ کھول دینے والی چوٹ سے کم میں رسول اللہ ﷺ نے کچھ دینے کا فیصلہ نہیں کیا۔ اس حدیث کو بیہقی نے زہری ربیعہ ابوالزناد اور اسحاق بن ابی طلحہ کی روایت سے مرسلاً بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو برابر قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ (سب) دانت برابر ہیں' دانت اور داڑھ برابر ہے اور یہ اور یہ برابر ہیں اس حدیث کو ابوداؤد اور بزار نے مکمل اور ابن ماجہ نے مختصر نقل کیا ہے اور ابن حبان نے بھی لکھا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے یہ اور یہ برابر ہیں یعنی چھنگلی اور انگوٹھا برابر ہیں۔

ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب کی روایت سے حدیث کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں' انگلیاں اور دانت برابر ہیں' ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں اور ہر دانت میں پانچ اونٹ۔ ابن ابی شیبہ نے زمانہ حجاج کے ایک بوڑھے آدمی کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کے سر پر پتھر مارا چوٹ سے اس کی شنوائی اور قوت فہم اور گویائی اور مردمی جاتی رہی مگر زندہ رہا۔ عورتوں سے قربت صنفی نہیں کرسکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں چار دیتیں نافذ فرمائیں (یعنی مضروب کو چار گنی دیت دلوائی)

مسئلہ: عورت کو قتل اور زخمی کرنے کی دیت مرد کو قتل اور زخمی کرنے کی دیت سے آدھی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تہائی دست سے کم کی تنصیف ہوگی۔ آخر میں شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول سے رجوع کرلیا اور جمہور کا مسلک اختیار کرلیا۔

امام شافعی نے بروایت امام محمد بن حسن از امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم نخعی بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت کے قتل اور قتل سے کم (ضرب) کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔ سعید بن منصور نے زیادہ وغیرہ کی وساطت سے شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے عورتوں کی چوٹ کی دیت مرد کی چوٹ کی دیت سے نصف ہے دیت کم ہو یا زیادہ۔

بغوی نے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت کا قول نقل کیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کی چوٹ کی دیت ایک تہائی تک برابر ہے (یعنی کمی بیشی نہ ہوگی) اور تہائی سے زائد ہو تو عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مگر دانت اور ہڈی کھول دینے والی ضرب (کی دیت) اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس میں دونوں (کی دیت) برابر ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اس میں بھی) نصف دیت قرار دی ہے۔

سعید بن منصور نے بحوالہ منصور بوساطت ہشیم بروایت مغیرہ از ابراہیم نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا چھنگلی اور انگوٹھا برابر ہیں اور مرد و عورت دانت کی شکستگی اور ہڈی کو کھول دینے والی ضرب کی دیت میں برابر ہیں۔ اس کے علاوہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔ بیہقی نے بروایت سفیان از جابر از شعبی نقل کیا ہے کہ شریح نے کہا' مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی لکھ کر بھیجا تھا۔

نسائی نے بروایت اسماعیل بن عیاش از ابن جریج از عمرو بن شعیب لکھا ہے کہ تہائی دیت تک عورت کی ضرب کی دیت مرد کی ضرب کی دیت کی طرح ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امام مالک کہتے تھے کہ یہ سنت میں ہے اس فیصلہ میں ان کا اتباع تو کرتا تھا مگر سنت ہونے میں مجھ کچھ شبہ تھا پھر مجھے معلوم ہوا کہ سنت کہنے سے امام مالک کی مراد یہ ہے کہ اہل مدینہ کی سنت ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد میں نے اپنا شبہ دور کر دیا۔ شعبی کے نزدیک سب سے زیادہ عجیب فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے مگر جمہور نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ عورت کے احوال مرد کے احوال سے بہر حال ناقص ہیں اور اس کی افادیت مرد کی افادیت سے کم ہے۔ قتل کے معاملہ میں دیت کا آدھا ہونا تو اجماعاً ثابت ہے' لہٰذا اجزاء جسمانی کی ضرب کی صورت میں بھی بدل مالی نصف ہونا چاہئے اور تہائی یا تہائی سے زائد کی صورت پر بھی قیاس کا تقاضا یہی ہے۔

مسئلہ: امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام اور باندی کی دیت اتنی ہے جتنی ان کی قیمت ہو خواہ کتنی ہی ہو۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے مگر ان کے نزدیک اتنی بات زائد ہے کہ اگر غلام کی قیمت دس ہزار یا اس سے زائد اور باندی کی قیمت پانچ ہزار یا اس سے زائد ہو تو ہر ایک کی قیمت میں سے دس درہم کم کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح غلام کے زخمی ہونے کی دیت اس کی قیمت کے تناسب سے اور آزاد کے زخمی ہونے کا معاوضہ اس کی پوری دیت کے تناسب سے ہوگا۔ بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ دونوں نے فرمایا کہ جو آزاد غلام کو قتل کر دے اس پر غلام کی قیمت ادا کرنا لازم ہے خواہ کتنی ہی ہو۔ عبدالرزاق نے لکھا ہے کہ غلام کی قیمت کو آزاد کی دیت کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرار دیا یہ روایت منقطع ہے۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ زہری کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے کہ غلام کے زخمی ہونے کا معاضہ اس کی قیمت کے تناسب سے ایسا ہی ہے جیسے آزاد کے زخمی ہونے کا معاوضہ اس کی دیت کے تناسب سے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا: وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ یہ حکم آزاد کو بھی شامل ہے اور غلام کو بھی۔ اسی لئے غلام کو قتل کرنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔ پس غلام کو غلطی سے قتل کرنے پر دیت اور بحیثیت آدمیت اس کی جان کا عوض لازم ہے لہٰذا حر کی دیت سے زائد یا برابر غلام کی دیت نہ ہونی چاہئے کیونکہ غلام کی آدمیت ناقص ہے۔ بعض حیثیتوں سے وہ مال ہے اور بعض جہات سے آدمی۔ دیکھو آزاد عورت کی دیت باوجودیکہ وہ کامل آدمی ہوتی ہے آزاد مرد کی دیت سے کم ہے لیکن اگر کسی غلام کو جس کی قیمت ۲۰ ہزار تھی غصب کر لیا اور غلام غاصب کے قبضہ میں آ کر مر گیا تو پوری قیمت دینی ہوگی خواہ کتنی بھی ہو غصب کا تاوان محض مالیت کے لحاظ سے ہوتا ہے (ضمان نفس نہیں ہوتا)

مسئلہ: اگر غلام نے کسی کو غلطی سے قتل کر دیا یا زخمی کر دیا تو آقا سے کہا جائے گا غلام کو اس جرم کے عوض (مضروب یا اولیاء مقتول) کو دے دو یا تاوان ادا کرو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا غلام کا جرم اس کی گردن سے وابستہ رہے گا۔ ہاں اگر اس کا آقا

تاوان ادا کر دے تو غیر! اس اختلاف کا حاصل اس وقت نکلے گا کہ آزادی کے بعد (تاوان ادا کرنے سے پہلے) وصول دیت کے لئے غلام کو پکڑا جائے گا یا آقا کو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کو پکڑا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر آقا کو غلام کے جرم کا علم ہو گیا تھا اور علم کے بعد اس نے آزاد کیا تو آقا کو غلام کے جرم کا عوض ادا کرنے کا اختیار ہے اور اگر جرم کا علم حاصل ہونے سے پہلے آزاد کیا ہو تو آقا پر تاوان لازم ہے یا ادائے قیمت جو بھی کم ہو وہی دیا جائے گا۔

مسلمۃ الی اہلہ مقتول کے گھر والوں کو یعنی وارثوں کو دی جائے دوسرے ترکہ کی طرح وارث اس میں تصرف کریں گے یعنی اول کفن دفن میں صرف ہوگا پھر مقتول کا قرض ادا کیا جائے گا۔ پھر جتنا مال باقی رہے گا اس کے ایک تہائی کو وصیت میں دیا جائے گا (بشرطیکہ ایک تہائی یا تہائی سے زائد کی وصیت ہو اور اگر ایک تہائی سے کم کی وصیت ہو تو جتنی وصیت ہوگی اس کو پورا کیا جائے گا) اور اگر وارث چاہیں تو ایک تہائی سے زائد مال بھی وصیت میت میں دے سکتے ہیں اس کے بعد وارثوں کو تقسیم کیا جائے۔

الا ان یصدقوا مگر اگر وارث دیت کو صدقہ کر دیں یعنی معاف کر دیں (اور قاتل سے نہ لیں) یا مرنے سے پہلے مقتول معاف کر دے۔ معافی کو صدقہ سے تعبیر کرنے سے غرض ہے معاف کر دینے کی ترغیب دینا اور معافی کی فضیلت ظاہر کرنا (کہ معافی ایک قسم کا اپنی طرف سے صدقہ ہے لہٰذا معاف کر دینا بہتر ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بھلائی صدقہ ہے۔ بخاری بروایت جابر رضی اللہ عنہ و مسلم بروایت حذیفہ جو لوگ صدقہ کے مال کو مال کا میل کچیل سمجھتے ہیں اسی لئے صدقہ قبول نہیں کرتے ان کو (بصورت معافی) دینے کی آیت میں ترغیب ہے۔

فان کان من قوم عدو لکم وھو مؤمن پس اگر مقتول خود تو مسلمان ہو مگر ہو تمہارے دشمن کی قوم میں سے یعنی کافروں کی قوم میں سے۔

فتحریر رقبۃ مؤمنۃ تو (قتل کا) عوض مسلمان بردہ کو آزاد کرنا۔ یعنی دیت نہیں دی جائے گی۔

آیت کا مطلب دو طرح سے بیان کیا گیا ہے (۱) کوئی مسلمان دار الحرب میں رہ گیا ہو ہجرت کر کے دار الاسلام میں نہ آیا ہو یا ہجرت کر کے آ گیا پھر دار الحرب کو واپس چلا گیا ہو مگر اسلام سے نہ پھرا ہو اور اس کو کوئی مسلمان غلطی سے مار ڈالے تو چونکہ اس نے گناہ کیا اس لئے کفارہ واجب ہے مگر دیت واجب نہیں کیونکہ عصمت دم کی قیمت دار الاسلام پر موقوف ہے اور دار الاسلام تھا نہیں (واقعہ دار الحرب کا ہے) اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ عاقلہ کو جو دیت ادا کرنی پڑتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مقتول کو بچانا ان کا فرض تھا جو انہوں نے ادا نہیں کیا مگر نصرت و امداد کا وقوع تو دار الاسلام میں ممکن ہے دار الحرب میں تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

ابن المنذر رضی اللہ عنہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ البجلی کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مشرکوں کے ساتھ اقامت پذیر رہا اس سے (ہماری) ذمہ داری الگ ہے۔

(۲) مقتول مسلمان تھا، دار الاسلام میں تھا مگر تھا کافر خاندان میں سے اس کا خاندان کنبہ کافر تھا اور دار الحرب میں تھا جس سے مسلمانوں کی جنگ تھی جیسے حارث بن زید تھے۔ اس صورت میں قتل کا کفارہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے دیت واجب نہیں کیونکہ مسلمانوں کا اس قوم سے کوئی معاہدہ نہیں اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان (اختلاف دین کی وجہ

ہے) وراثت کا قانون بھی جاری نہیں۔

اول مطلب زیادہ صحیح ہے کیونکہ اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کی دیت بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔ لیکن آیت کے عموم سے مؤخر الذکر مطلب کی ترجیح ہو رہی ہے۔

وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق اور اگر مقتول اس قوم میں سے ہو جس کا تم سے معاہدہ ہے یعنی اہل معاہدہ اور اہل ذمہ میں سے ہو۔ (۳) [ابن ابی شیبہ' ابن ابی حاتم' حاکم' طبرانی اور بیہقی نے سنن میں لکھا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے آیت فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ کے ذیل میں فرمایا' بعض لوگ حاضر ہو کر مسلمان ہو جاتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے پاس رہنے لگتے اور قوم والے کافر ہوتے۔ مسلمان جب اس قوم پر چڑھائی کرتے تو وہ مسلمان بھی نادانستگی میں ان کے ہاتھ سے مارا جاتا نتیجہ میں غلطی سے قتل کرنے والا ایک بردہ آزاد کر دیتا اور آیت وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيْثَاقٌ کی تشریح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا' بعض لوگ معاہد ہوتے تھے اور ان کی قوم بھی مسلمانوں کی معاہد ہوتی تھی مگر کسی کے ہاتھ سے معاہد قوم کا کوئی شخص مارا جاتا تو مارنے والا اس کی قوم کو دیت دیتا اور ایک بردہ بھی آزاد کرتا تھا۔]

فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ تو قتل کے عوض دیت ادا کرنی اور مقتول کے وارثوں کو دینی واجب ہے۔ ادائے دیت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مقتول کافر ذمی یا معاہد ہو یا مقتول مسلمان ہو اور اس کا وارث بھی مسلمان ہو۔ ان دو صورتوں کے علاوہ مقتول کے وارثوں کو دیت دینے کی کوئی شکل نہیں۔ بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔

صاحب مدارک نے لکھا ہے اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے۔ میں کہتا ہوں آیت میں کوئی ایسی دلیل نہیں۔ دیت تو (قرآن میں) مجمل ہے اس کی توضیح احادیث میں مختلف طور پر منقول ہے۔ مرد عورت اور آزاد و غلام کی دیت میں جو اختلاف ہے ہم اوپر لکھ چکے ہیں پس ہوسکتا ہے کہ مسلم اور کافر کی دیت میں بھی اختلاف ہو۔

مسئلہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسلمان اور کافر کی دیت برابر ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کافر جس قسم کا بھی ہو اس کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے یعنی چھ ہزار درہم۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہودی اور عیسائی کی دیت چار ہزار درہم ہے اور مجوسی نیز بت پرست کی دیت آٹھ سو درہم۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر قتل عمد ہو تو' تو مسلمان پر اس کی دیت ایسی ہی ہے جیسے مسلمان کی اور اگر قتل خطا ہو تو مجوسی اور وثنی کی دیت آٹھ سو درہم ہے اور کتابی کے متعلق امام احمد کے دو قول آئے ہیں ایک قول امام مالک کے قول کی طرح ہے اور دوسرا قول امام شافعی کے قول کی طرح ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہ حدیث ہے جس کے راوی عمرو بن شعیب از شعیب از والد شعیب ہیں۔ یہ حدیث دو طرح سے آئی ہے ایک کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔ دوسری حدیث بایں الفاظ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتابی عیسائی اور یہودی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہونے کا فیصلہ کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اہل کتاب یعنی عیسائیوں اور یہودیوں کی دیت بیان کی ہے اس کی دلیل عمرو بن شعیب از

شعیب از والد شعیب کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیت کی قیمت سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھی اور اہل کتاب کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہوتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آغازِ خلافت تک یہ بات رہی جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے ایک تقریر کی اور فرمایا اونٹ گراں ہو گئے ہیں چنانچہ آپ نے نقد دیت دینے والوں پر ہزار دینار طلائی یا بارہ ہزار درہم نقرئی مقرر کئے اور گائے والوں پر دو سو گائیں اور بکریاں والوں پر دو ہزار بکریاں اور کپڑے والوں پر دو سو جوڑے۔ لیکن ذمیوں کی دیت نہیں بڑھائی۔ رواہ ابوداؤد۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فضیل بن عیاض کے سلسلہ سے سعید بن المسیب کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی آٹھ سو درہم مقرر کی۔ دارقطنی نے بھی اپنی سند سے سعید بن مسیب کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

بیہقی نے جو امام شافعی کے طریق سے روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید بن مسیب نے معاہد کی دیت کے سلسلہ میں فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (معاہد کی دیت میں) چار ہزار درہم کا فیصلہ کیا تھا۔ بیہقی اور دارقطنی نے مجوسی عورت (کے قتل کی دیت) کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ: کا فرمان نقل کیا ہے کہ مجوسیہ (کی دیت) چار سو درہم ہے۔ ابن حزم نے ایصال میں حضرت عقبہ بن عامر کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ طحاوی اور ابن عدی اور بیہقی نے بھی یہ حدیث بیان کی ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عثمان کی خلافت میں ایک شخص نے ایک بے نظیر شکاری کتے کو قتل کر دیا جس کی قیمت آٹھ سو درہم جانچی گئی حضرت عثمان نے یہی قیمت دلوادی پس مجوسی کی قیمت کتے کی قیمت کے برابر ہو گئی۔

بیہقی نے زہری کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہونے کے قائل تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذمی کی دیت مسلمان کی دیت (کے برابر) ہے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ ہدایہ میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ ہر معاہد کی دیت، معاہد ہونے کی حالت میں ہزار دینار ہے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فیصلہ کیا تھا۔ میں کہتا ہوں طبرانی کی روایت کردہ حدیث دارقطنی نے بھی نقل کی ہے لیکن یہ بھی صراحت ہے کہ نافع (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد) سے سوائے ابوبکر قرشی نہدی عبداللہ بن عبدالملک کے اور کسی نے یہ حدیث نقل نہیں کی اور نہدی متروک الحدیث ہے۔ دارقطنی نے صراحت کر دی ہے کہ یہ حدیث باطل اور بے اصل ہے۔ ابن حبان نے بھی کہا یہ حدیث باطل، اس کے کلام رسول اللہ ﷺ ہونے کی کوئی اصل نہیں اور ابوبکر قابل استناد نہیں۔

دارقطنی نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاہد کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر مقرر کی، دارقطنی نے کہا اس کی سند میں عثمان بن عبدالرحمن وقاصی ہے جو متروک الحدیث ہے دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کیا ہے کہ قبیلۂ بنی عامر کے دو شخصوں کی دیت رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کی دیت کے برابر قرار دی تھی۔ اس حدیث کا ایک درمیانی راوی ابوبکر عیاش ہے۔ عیاش نے کہا یہ دونوں شخص معاہد تھے۔ دارقطنی نے کہا اس

حدیث کی سند میں ایک راوی ابوسعید سعید بن مرزبان بقال ہے جس کو یحییٰ نے ہیچ کہا اور فلاس نے متروک۔

رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں رباح کی وساطت سے بروایت عبیداللہ از حمید از انس رضی اللہ عنہ بیان کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک یہودی بلاقصد مارا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم دیت کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلہ میں رباح ضعیف ہے۔

طحاوی اور حاکم نے جعفر بن عبداللہ بن حاکم کی روایت سے لکھا ہے کہ رفاعہ بن اشموئل یہودی ملک شام میں مارا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی دیت ایک ہزار دینار مقرر کی۔ امام احمد نے ان احادیث کو جن سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے قتل عمد پر اور دوسرے لوگوں نے جو احادیث پیش کی ہیں ان کو قتل خطا پر محمول کیا ہے۔

وتحریر رقبۃ مؤمنۃ۔ اور ایک مسلمان بردہ آزاد کرنا۔ یعنی قاتل کے پاس اگر موجود ہو یا ضروریات کی تکمیل اور ادائے قرض کے بعد اتنا روپیہ بچ رہے کہ وہ بردہ خرید سکتا ہو تو اس کو ایک بردہ آزاد کرنا چاہئے۔

فمن لم یجد۔ لیکن جس کو بردہ نہ ملے۔

فصیام شہرین متتابعین۔ تو اس پر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا واجب ہے۔

اگر دو ماہ میں ایک دن بھی بلاعذر روزہ رکھنے سے رہ گیا یا نیت کرنا بھول گیا یا کسی دوسرے روزے کی نیت کر لی تو اجماعی فیصلہ ہے کہ اس کو از سرنو روزے رکھنا چاہئے کیونکہ پے در پے تسلسل کے ساتھ روزے رکھنا ضروری ہے لیکن حیض کی وجہ سے اگر عورت کو روزے ناغہ کرنے پڑ جائیں تو باتفاق علماء اس کو از سرنو روزے رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تو جمہور کے نزدیک از سرنو رکھنا چاہئے لیکن شافعی کا قدیم قول ہے کہ نئے سرے سے رکھنا ضروری نہیں۔ ابن ابی حاتم نے مجاہد کا قول نقل بھی یہ ہی نقل کیا ہے۔ اگر روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو صرف کھانا کھلانا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافی نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی صحیح ترین قول یہی ہے لیکن شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ ظہار کی طرح اس صورت میں بھی کھانا کھلانا کافی ہوگا۔ ابن ابی حاتم نے مجاہد کا قول اس طرح بھی نقل کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں یہ ظہار پر قیاس کرنا بغیر کسی قیاسی وجہ کے ہے۔ آیت میں تو واجب مجموعہ کو قرار دیا ہے (قیاس اور وہ بھی بغیر علت جامعہ کے نص کے مقابلہ میں متروک ہے)

توبۃ من اللہ۔ بطور توبہ کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے۔ توبہ یا علت حکم (مفعول لہ) ہے یعنی سابق حکم اس لئے دیا گیا تا کہ اللہ تم پر مہربانی فرمائے۔ یا مفعول مطلق ہے (شروع ترجمہ اسی مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے) یا مضاف محذوف ہے اور اس وقت صیام شہرین سے حال ہوگا۔ یعنی روزے رکھنا ایسی حالت میں ہے کہ قبول توبہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

وکان اللہ علیما حکیما۔ اور اللہ بڑے علم و حکمت والا ہے یعنی وہ قاتل کی حالت کو جانتا ہے اور جو کچھ اس نے مقرر کیا ہے اس کی مصلحت سے واقف ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ مقیس بن ضبابہ کندی اور اس کا بھائی ہشام مسلمان ہو گئے ایک روز مقیس کو محلہ بنی النجار میں ہشام کی لاش

بنی بیاضہ خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور واقعہ عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ایک فہری شخص کو بھیج دیا اور بنی نجار کو کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اگر تم ہشام کے قاتل سے واقف ہو تو اس کو مقیس کے حوالہ کر دو تا کہ وہ اپنے بھائی کا قصاص لے لے اور نہیں جانتے ہو تو ہشام کی دیت ادا کرو۔ فہری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچا دیا۔ بنی نجار نے جواب دیا اللہ کے رسول کا حکم سر آنکھوں پر ہم کو ہشام کا قاتل تو معلوم نہیں۔ ہاں ہم دیت ادا کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے مقیس کو سو اونٹ دے دیئے۔ مقیس اور فہری لوٹ آئے راستے میں مقیس کو شیطان نے بہکایا اس نے خیال کیا کہ اگر میں دیت لے کر بیٹھ رہوں گا تو یہ بڑی ذلت کی بات ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ میں فہری کو قتل کر دوں تا کہ جی کا بدلہ جی ہو جائے اور دیت مزید بچ رہے چنانچہ اس نے فہری کو غافل پا کر زور سے ایک پتھر مارا اور اس کا سر پھاڑ دیا (فہری مر گیا) پھر اونٹ پر سوار ہو کر باقی اونٹوں کو ہنکا کر مکہ لے گیا اور مرتد ہو گیا۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری، سورۂ نساء، لاہور)

4548- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ خَالِدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ مَعْنَاهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4549- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ أَوْ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى دَرَجَةِ الْبَيْتِ أَوِ الْكَعْبَةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ أَيْضًا عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَوَاهُ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، مِثْلَ حَدِيثِ خَالِدٍ، وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ يَعْقُوبَ السَّدُوسِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَقَوْلُ زَيْدٍ، وَأَبِي مُوسَى مِثْلُ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں، جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ کی سیڑھی پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دیگر راویوں نے یہ روایت اسی طرح اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے، بعض راویوں نے اسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، جبکہ بعض راویوں نے اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

4549-صحيح من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص كما في الروايتين السالفتين قبله. وهذا إسناد ضعيف لضعف علي بن زيد- وهو ابن جدعان- كما قال البيهقي في "السنن" 8/ 68، وابن القطان في "بيان الوهم والإيهام" 5/ 410. وأخرجه ابن ماجه (2628)، والنسائي في "الكبرى" (6975) من طريق علي بن زيد بن جدعان، به. وهو في "مسند أحمد" (4583).

4550 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَضَى عُمَرُ فِي شِبْهِ الْعَمْدِ: ثَلَاثِينَ حِقَّةً، وَثَلَاثِينَ جَذَعَةً، وَأَرْبَعِينَ خَلِفَةً مَا بَيْنَ ثَنِيَّةٍ إِلَى بَازِلِ عَامِهَا

مجاہد بیان کرتے ہیں: شبہ عمد کے بارے میں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ اس میں 30 ایسی اونٹنیاں ہوں گی جو حقہ ہوں، 30 جذعہ ہوں اور 40 خلفہ ہوں، جو ثنیہ سے لے کر بازل کے درمیان کی ہوں گی۔

4551 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: فِي شِبْهِ الْعَمْدِ أَثْلَاثٌ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ جَذَعَةً، وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ ثَنِيَّةً إِلَى بَازِلِ عَامِهَا وَكُلُّهَا خَلِفَةٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شبہ عمد میں اونٹوں کی تین قسمیں ہوں گی 33 حقہ ہونگی، 33 جذعہ ہوں گی، اور 34 ثنیہ سے بازل تک ہوں گی، لیکن ان میں سے ہر ایک حاملہ ہوگی۔

4552 - وَبِهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: فِي شِبْهِ الْعَمْدِ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شبہ عمد کے بارے میں یہ فرماتے ہیں: 25 حقہ، 25 جذعہ، 25 بنت لبون اور 25 بنت مخاض ہوں گی۔

4553 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: فِي الْخَطَإِ أَرْبَاعًا خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قتل خطا کی دیت کے اونٹ چار طرح کے ہوں گے، 25 حقہ، 25 جذعہ، 25 بنت لبون اور 25 بنت مخاض ہوں گی۔

4554 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ، عَنْ أَبِي عِيَاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فِي الْمُغَلَّظَةِ أَرْبَعُونَ جَذَعَةً خَلِفَةً، وَثَلَاثُونَ حِقَّةً وَثَلَاثُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَفِي الْخَطَإِ ثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَثَلَاثُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَعِشْرُونَ بَنُو لَبُونٍ ذُكُورٌ، وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مغلظہ دیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

4553- إسناده حسن. أبو إسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، وسفيان: هو الثوري. وأخرجه ابن أبي شيبة 134/9، والطبري في "تفسيره" 211/5، والدارقطني (3374)، والبيهقي 74/8 من طريق سفيان الثوري، بهذا الإسناد. وأخرجه عبد الرزاق (17236)، وابن أبي شيبة 134/9، والطبري 210/5 من طريق إبراهيم النخعي، والطبري 210/5

اس میں 40 جذعہ ہوں گی جو حاملہ ہوں، 30 حقہ ہونگی، 30 بنت لبون ہونگی، جبکہ قتل خطاء کی دیت میں 30 حقہ، 30 بنت لبون، 20 بنولبون مذکر، 20 بنت مخاض ہوں گی۔

4555 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فِي الدِّيَةِ الْمُغَلَّظَةِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ سَوَاءً.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: قَالَ اَبُو عُبَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ: إِذَا دَخَلَتِ النَّاقَةُ فِي السَّنَةِ الرَّابِعَةِ فَهُوَ حِقٌّ وَالْأُنْثَى حِقَّةٌ، لِأَنَّهُ يَسْتَحِقُّ اَنْ يُحْمَلَ عَلَيْهِ وَيُرْكَبَ. فَإِذَا دَخَلَ فِي الْخَامِسَةِ فَهُوَ جَذَعٌ وَجَذَعَةٌ. فَإِذَا دَخَلَ فِي السَّادِسَةِ وَاَلْقَى ثَنِيَّتَهُ فَهُوَ ثَنِيٌّ وَثَنِيَّةٌ. فَإِذَا دَخَلَ فِي السَّابِعَةِ فَهُوَ رَبَاعٌ وَرَبَاعِيَةٌ. فَإِذَا دَخَلَ فِي الثَّامِنَةِ وَاَلْقَى السِّنَّ الَّذِي بَعْدَ الرَّبَاعِيَةِ فَهُوَ سَدِيسٌ وَسَدَسٌ. فَإِذَا دَخَلَ فِي التَّاسِعَةِ وَفَطَرَ نَابُهُ وَطَلَعَ فَهُوَ بَازِلٌ. فَإِذَا دَخَلَ فِي الْعَاشِرَةِ فَهُوَ مُخْلِفٌ. ثُمَّ لَيْسَ لَهُ اسْمٌ وَلٰكِنْ يُقَالُ: بَازِلُ عَامٍ، وَبَازِلُ عَامَيْنِ، وَمُخْلِفُ عَامٍ، وَمُخْلِفُ عَامَيْنِ، إِلَى مَا زَادَ. وَقَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: ابْنَةُ مَخَاضٍ لِسَنَةٍ، وَابْنَةُ لَبُونٍ لِسَنَتَيْنِ، وَحِقَّةٌ لِثَلَاثٍ، وَجَذَعَةٌ لِأَرْبَعٍ، وَثَنِيٌّ لِخَمْسٍ، وَرَبَاعٌ لِسِتٍّ، وَسَدِيسٌ لِسَبْعٍ، وَبَازِلٌ لِثَمَانٍ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: قَالَ اَبُو حَاتِمٍ، وَالْأَصْمَعِيُّ: وَالْجُذُوعَةُ وَقْتٌ وَلَيْسَ بِسِنٍّ قَالَ اَبُو حَاتِمٍ قَالَ بَعْضُهُمْ: فَإِذَا اَلْقَى رَبَاعِيَتَهُ فَهُوَ رَبَاعٌ، وَإِذَا اَلْقَى ثَنِيَّتَهُ فَهُوَ ثَنِيٌّ وَقَالَ اَبُو عُبَيْدٍ: إِذَا لَقِحَتْ فَهِيَ خَلِفَةٌ فَلَا تَزَالُ خَلِفَةً إِلَى عَشَرَةِ اَشْهُرٍ، فَإِذَا بَلَغَتْ عَشَرَةَ اَشْهُرٍ فَهِيَ عُشَرَاءُ قَالَ اَبُو حَاتِمٍ: إِذَا اَلْقَى ثَنِيَّتَهُ فَهُوَ ثَنِيٌّ، وَإِذَا اَلْقَى رَبَاعِيَتَهُ فَهُوَ رَبَاعٌ

سعید بن مسیب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مغلظ دیت کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعبید اور دیگر حضرات کے یہ بات بیان کی ہے:

جب اونٹ چوتھے سال میں داخل ہوجائے تو وہ حق ہوتا ہے اگر اونٹنی ہو تو حقہ ہوتی ہے، کیونکہ وہ اس بات کا مستحق ہوجاتا ہے کہ اس پر سواری بھی کی جائے اور وزن بھی لادا جائے۔

جب وہ پانچویں سال میں داخل ہو، تو وہ جذع یا جذعہ ہوتا ہے۔

جب وہ چھٹے سال میں داخل ہو اور اس کے دانت نکل آئیں تو اسے ثنی یا ثنیہ کہتے ہیں۔

جب وہ آٹھویں سال میں داخل ہو اور اس کے وہ دانت نکل آئیں جو رباعیہ کے بعد ہوتے ہیں، تو وہ سدیس یا سدس ہوگا۔

جب وہ نویں سال میں داخل ہو اور اس کے اطراف کے دانت نکل آئیں، تو وہ بازل ہوگا۔

جب وہ دسویں سال میں داخل ہو، تو وہ مخلف ہوگا۔

پھر اس کے بعد ان کا کوئی باقاعدہ نام نہیں ہے، صرف یہ کہا جاتا ہے کہ ایک سال کا بازل، دو سال کا بازل، ایک سال کا

مخلف، دو سال کا مخلف، آگے جہاں تک بھی جائے۔

نضر بن شمیل بیان کرتے ہیں: بنت مخاض ایک سال کی اونٹنی ہوتی ہے بنت لبون 2 سال کی ہوتی ہے، حقہ تین سال کی ہوتی ہے، جذعہ چار سال کی ہوتی ہے، ثنی پانچ سال کی ہوتی ہے، رباع 6 سال کی ہوتی ہے سدیس 7 سال کی ہوتی ہے، اور بازل 8 سال کا ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوحاتم اور اصمعی کہتے ہیں: جذعہ کا تعلق وقت سے ہوتا ہے، سال سے نہیں ہوتا ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں: بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: جب اونٹ کے چار دانت نکل آئیں، تو وہ رباع ہوتا ہے، اور جب اس کے دو دانت نکل آئیں، تو وہ ثنی ہوتا ہے۔

ابوعبید کہتے ہیں: جب اونٹنی حاملہ ہو جائے، تو اسے خلفہ کہتے ہیں اور وہ دس ماہ تک خلفہ رہتی ہے، جب دس مہینے پورے ہو جائیں، تو اسے عشراء کہا جاتا ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں: جب اس کے دو دانت نکل آئیں، تو ثنی ہوتا ہے اور جب چار دانت نکل آئیں، تو وہ رباع ہوتا ہے۔

بَابُ دِيَاتِ الْأَعْضَاءِ

باب: اعضاء کی دیت کی وضاحت

4556 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ غَالِبٍ التَّمَّارِ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ مَسْرُوقِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ عَشْرٌ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تمام انگلیاں برابر کی حیثیت رکھتی ہیں، ہر انگلی کی دیت 10، 10 اونٹ ہوگی"

4557 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ غَالِبٍ التَّمَّارِ، عَنْ مَسْرُوقِ بْنِ أَوْسٍ، عَنِ الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ، قُلْتُ: عَشْرٌ عَشْرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ غَالِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مَسْرُوقَ بْنَ أَوْسٍ، وَرَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي غَالِبٌ التَّمَّارُ، بِإِسْنَادِ أَبِي الْوَلِيدِ، وَرَوَاهُ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي صَفِيَّةَ، عَنْ غَالِبٍ، بِإِسْنَادِ

4556- صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة مسروق بن أوس، وقد اختلف في إسناده على غالب التمار فمرةً يرويه كما هو عند المصنف هنا، ومرةً يرويه لا يذكر في إسناده حميد بن هلال كما سيأتي عند المصنف في الطريق التالية. وصوّب الدارقطني في "العلل" 7/ 249 رواية غالب عن مسروق دون ذكر حميد في الإسناد، وأما علي ابن المديني فرجح ذكر حميد بن هلال فيما نقله عنه البيهقي 8/ 92. وأخرجه ابن ماجه (2654)، والنسائي في "الكبرى" (7020) و (7021) من طريق سعيد بن أبي عروبة، بهذا الإسناد. واقتصر ابن ماجه على قوله: "الأصابع سواء." وأخرجه النسائي (7018) من طريق سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن مسروق، عن أبي موسى. وهو في "مسند أحمد" (19610) و (19707).

إِسْمَاعِيلَ

حضرت اشعری رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمام انگلیاں برابر کی حیثیت رکھتی ہیں، میں نے عرض کی: (ان میں سے ہر ایک کی دیت) 10،10 ہوگی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4558- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ يَعْنِي الْإِبْهَامَ وَالْخِنْصَرَ

4558 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''یہ اور یہ برابر کی حیثیت رکھتی ہیں'' راوی کہتے ہیں: یعنی انگوٹھا اور چھوٹی انگلی۔

4559- حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنِي شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ، وَالْأَسْنَانُ سَوَاءٌ، الثَّنِيَّةُ وَالضِّرْسُ سَوَاءٌ، هٰذِهِ وَهٰذِهِ سَوَاءٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، عَنْ شُعْبَةَ، بِمَعْنَى عَبْدِ الصَّمَدِ،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمام انگلیاں برابر کی حیثیت رکھتی ہیں، تمام دانت برابر کی حیثیت رکھتے ہیں، سامنے کے دانت اور داڑھیں یہ سب برابر کی حیثیت رکھتے ہیں''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4560- حَدَّثَنَاهُ الدَّارِمِيُّ، عَنِ النَّضْرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْأَسْنَانُ سَوَاءٌ، وَالْأَصَابِعُ سَوَاءٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمام دانت برابر ہیں اور تمام انگلیاں برابر ہیں''

4561- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَ الْيَدَيْنِ،

وَالرِّجْلَيْنِ سَوَاءٌ

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو برابر قرار دیا ہے۔

4562 - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فِي خُطْبَتِهِ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ فِي الْأَصَابِعِ عَشْرٌ عَشْرٌ

⊙⊙ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پشت خانہ کعبہ کے ساتھ لگائی ہوئی تھی، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:)

''انگلیوں (کی دیت) دس، دس (اونٹ ہوگی)''

4563 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَبُو خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فِي الْأَسْنَانِ خَمْسٌ خَمْسٌ

⊙⊙ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دانتوں (کی دیت) پانچ، پانچ (اونٹ ہوگی)''

4564 - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِي عَنْ شَيْبَانَ، وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ فَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرٍ، صَاحِبٌ لَنَا ثِقَةٌ قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَوِّمُ دِيَةَ الْخَطَإِ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى أَرْبَعَ مِائَةِ دِينَارٍ، أَوْ عَدْلَهَا مِنَ الْوَرِقِ، وَيُقَوِّمُهَا عَلَى أَثْمَانِ الْإِبِلِ، فَإِذَا غَلَتْ رَفَعَ فِي قِيمَتِهَا، وَإِذَا هَاجَتْ رُخْصًا نَقَصَ مِنْ قِيمَتِهَا، وَبَلَغَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ أَرْبَعِ مِائَةِ دِينَارٍ إِلَى ثَمَانِ مِائَةِ دِينَارٍ، وَعَدْلُهَا مِنَ الْوَرِقِ ثَمَانِيَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَمَنْ كَانَ دِيَةُ عَقْلِهِ فِي الشَّاءِ فَأَلْفَيْ شَاةٍ، قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَقْلَ مِيرَاثٌ بَيْنَ وَرَثَةِ الْقَتِيلِ عَلَى قَرَابَتِهِمْ، فَمَا فَضَلَ فَلِلْعَصَبَةِ قَالَ: وَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَنْفِ إِذَا جُدِعَ الدِّيَةَ كَامِلَةً، وَإِذَا جُدِعَتْ ثَنْدُوَتُهُ فَنِصْفُ الْعَقْلِ خَمْسُونَ مِنَ الْإِبِلِ أَوْ عَدْلُهَا مِنَ الذَّهَبِ، أَوِ الْوَرِقِ أَوْ مِائَةُ بَقَرَةٍ أَوْ أَلْفُ شَاةٍ، وَفِي الْيَدِ إِذَا قُطِعَتْ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَفِي الرِّجْلِ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الْعَقْلِ، ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ مِنَ الْإِبِلِ، وَثُلُثٌ أَوْ قِيمَتُهَا مِنَ

4562- إسناده حسن. حسين المعلم: هو ابن ذكوان، وهمام: هو ابن يحيى العوذي. وأخرجه ابن ماجه (2653)، والنسائي في "الكبرى" (7026) من طريق عمرو ابن شعيب، به. وهو في "مسند أحمد" (6681).

الذَّهَبِ اَوِ الْوَرِقِ اَوِ الْبَقَرِ اَوِ الشَّاءِ وَالْجَائِفَةُ مِثْلُ ذٰلِكَ وَفِي الْاَصَابِعِ فِيْ كُلِّ اُصْبُعٍ عَشْرٌ مِنَ الْاِبِلِ وَفِي الْاَسْنَانِ فِيْ كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْاِبِلِ، وَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَقْلَ الْمَرْاَةِ بَيْنَ عَصَبَتِهَا مَنْ كَانُوْا لَا يَرِثُوْنَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا مَا فَضَلَ عَنْ وَرَثَتِهَا، وَاِنْ قُتِلَتْ فَعَقْلُهَا بَيْنَ وَرَثَتِهَا، وَهُمْ يَقْتُلُوْنَ قَاتِلَهُمْ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ لِلْقَاتِلِ شَيْءٌ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِثٌ فَوَارِثُهُ اَقْرَبُ النَّاسِ اِلَيْهِ، وَلَا يَرِثُ الْقَاتِلُ شَيْئًا قَالَ مُحَمَّدٌ: هٰذَا كُلُّهُ حَدَّثَنِيْ بِهِ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ مِنْ اَهْلِ دِمَشْقَ، هَرَبَ اِلَى الْبَصْرَةِ مِنَ الْقَتْلِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ قتل خطاء کی دیت مختلف علاقوں والوں پر 400 دینار، یا اس کے برابر چاندی مقرر کرتے تھے، آپ ﷺ اونٹوں کی قیمت کے اعتبار سے اس کا تعین کرتے تھے، جب اونٹ مہنگے ہوتے تو آپ ﷺ اس کی ادائیگی میں اضافہ کر دیتے اور جب اونٹوں کی قیمت کم ہو جاتی، تو آپ ﷺ دیت کی رقم میں بھی کمی کر دیتے تھے، نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں، یہ 400 دینار سے لے کر 800 دینار تک، یا اس کے برابر چاندی آٹھ ہزار درہم تک رہی۔

راوی بیان کرتے ہیں: گائے کی شکل میں ادائیگی کرنے والوں پر نبی اکرم ﷺ نے 200 گائے، کا فیصلہ دیا تھا، اور جس شخص نے بکریوں کی شکل میں دیت ادا کرنی ہو، تو دو ہزار بکریاں ہونگی۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''دیت کی رقم مقتول کے ورثاء کے درمیان، وراثت کے طور پر تقسیم ہوگی، جو ان کی قرابت داری کے اعتبار سے ہوگی جو بچ جائے گا وہ عصبہ کو ملے گا''۔

راوی بیان کرتے ہیں: ناک کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ دیا ہے، جب اسے مکمل طور پر کاٹ دیا جائے، تو پھر اس میں مکمل دیت کی ادائیگی لازم ہوگی اور اگر اس کا کنارہ کاٹا جائے، تو اس میں نصف دیت کی ادیگی لازم ہوگی، جو 50 اونٹ ہوں گے، یا اس کے برابر سونا یا چاندی ہوگی، یا 100 گائے ہوں گی، یا 1000 بکریاں ہوں گی۔ جب ہاتھ کو کاٹ دیا جائے، تو اس میں نصف دیت کی دائیگی ہوگی، پاؤں میں بھی نصف دیت کی ادائیگی ہوگی، مامومہ زخم میں ایک تہائی دیت کی ادائیگی ہوگی، یا 33 اونٹ ہوں گے، یا پھر سونے یا چاندی یا گائے یا بکریوں کے حساب سے ایک تہائی دیت ہوگی، جائفہ زخم کا حکم بھی اس کی مانند ہے، انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی میں 10 اونٹوں کی ادائیگی لازم ہوگی اور دانتوں میں سے ہر دانت میں، پانچ اونٹوں کی ادائیگی لازم ہوگی، نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ عورت کی طرف سے اگر دیت ادا کرنی ہو، تو وہ اس کے عصبہ رشتہ داروں پر لازم ہوگی، خواہ کوئی بھی ہوں، لیکن یہ لوگ اس کے وارث نہیں بنیں گے، انہیں صرف وہ حصہ ملے گا، جو اس عورت کی وراثت میں سے بچ جائے گا، اور اگر عورت قتل ہو جاتی ہے، تو اس کی دیت اس کے ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگی، اور وہی لوگ اس کے قاتل کو (قصاص

میں) قتل کا (فیصلہ کرنے کا) حق رکھیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہے: ''قاتل کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو، تو اس کا سب سے قریبی رشتے دار اس کا وارث ہوگا، لیکن قاتل کو وراثت میں سے کچھ نہیں ملے گا''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عمرو بن شعیب ان کے والدان کے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن راشد کا تعلق دمشق سے ہے، یہ قتل (کے خوف کی وجہ سے) بھاگ کر بصرہ چلے گئے تھے۔

4565 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ الْعَامِلِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَقْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ، وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُهُ قَالَ: وَزَادَنَا خَلِيلٌ، عَنِ ابْنِ رَاشِدٍ، وَذَلِكَ أَنْ يَنْزُوَ الشَّيْطَانُ بَيْنَ النَّاسِ، فَتَكُونُ دِمَاءٌ فِي عِمِّيَّا فِي غَيْرِ ضَغِينَةٍ، وَلَا حَمْلِ سِلَاحٍ

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عمد سے مشابہت رکھنے والے قتل کی دیت شدید ہوگی، جو قتل عمد کی دیت کی مانند ہوگی، البتہ ایسا کرنے والے شخص کو (قصاص کے طور پر) قتل نہیں کیا جاسکتا''۔

ایک راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''اس کی صورت یوں ہوگی کہ شیطان لوگوں کے درمیان فساد پیدا کرے، اور بلوے کے دوران کچھ لوگ اندھے قتل ہو جائیں اور ان لوگوں کے درمیان کوئی گہری عداوت نہ ہو، انہوں نے ہتھیار اٹھائے ہوئے نہ ہوں''۔

4566 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فِي الْمَوَاضِحِ خَمْسٌ

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''موضحہ زخم میں پانچ اونٹوں کی ادائیگی لازم ہوگی''

دس شجاج ہونے کا فقہی بیان

شجاج دس ہیں۔ ان میں سے ایک حارصہ ہے اور حارصہ اس کو کہتے ہیں جو جلد کو خارش زدہ کرے اور خون نہ نکالے۔ دوسرا دامعہ ہے جو خون کو ظاہر کردے لیکن اس کو نہ بہائے۔ جس طرح آنکھ کا آنسو ہے۔ تیسرا دامیہ ہے جو خون کو بہادے۔ چوتھا باضعہ ہے جو کھال کو کاٹ دے۔ پانچواں متلاحمہ ہے جو گوشت کو نکال دے، چھٹا سمحاق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان باریک جھلی تک پہنچ جائے۔ ساتواں موضحہ ہے جب زخم سے ہڈی دکھ جائے اور وہ ہڈی ظاہر ہو جائے۔ آٹھواں ہاشمہ ہے جو

ہڈی کو توڑ دے۔ نواں منقلہ ہے جو ہڈی کو توڑ دینے کے بعد اس کو منتقل کر دے۔ دسواں آمہ ہے جب زخم اس طرح کا ہے کہ وہ ام راٗس تک سرایت کر جائے اور ام راٗس وہ جگہ ہے جہاں دماغ ہوتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر ہر موضحہ کی دیت پانچ پانچ اونٹ ہیں (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 813)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو خطبہ میں ارشاد فرمایا ہر ایک زخم جو ہڈی کھول دے اس میں پانچ اونٹ ہیں۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1156)

اس کی دس 10 قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ حارصہ: جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں جلد پر خراش پڑ جائے مگر خون نہ چھلکے۔ دامعہ: سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون چھنک آئے مگر بہے نہیں۔ دامیہ: سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون بہہ جائے۔ باضعہ: جس میں سر کی جلد کٹ جائے۔ متلاحمہ: جس میں سر کا گوشت بھی پھٹ جائے۔ سحاق: جس میں سر کی ہڈی کے اوپر کی جھلی تک زخم پہنچ جائے۔ موضحہ: جس میں سر کی ہڈی نظر آ جائے۔ ہاشمہ: جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ جائے۔ منقلہ: جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ کر ہٹ جائے۔ آمہ: وہ زخم جوام الدماغ، یعنی دماغ کی جھلی تک پہنچ جائے۔

ان کے علاوہ زخموں کی ایک قسم جائفہ بھی کی گئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ زخم جوف تک پہنچے اور یہ زخم پیٹھ، پیٹ اور سینے میں ہوتا ہے۔ اور اگر گلے کا زخم غذائی نالی تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے۔

(عالمگیری ص 28 ج 6، شامی ص 510 جلد 5، بحر الرائق ص 333 جلد 8)

موضحہ میں قصاص ہونے کا بیان

موضحہ میں قصاص ہے لیکن اس میں شرط عمد ہے اسی حدیث کے سبب کہ جس میں آپ ﷺ نے موضحہ میں قصاص کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے چھری ہڈی تک پہنچ گئی ہو۔ اور وہ دونوں برابر ہو جائیں۔ پس برابری ثابت ہو جائے گی۔

اور دوسرے شجاجوں میں کوئی قصاص نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں برابری کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی ایسی حد نہیں ہے جہاں چھری رک جائے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ موضحہ سے بڑے زخموں کو توڑنا ہے۔ اور ہڈی توڑنے میں قصاص نہیں ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اسی طرح ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں لکھا ہے اور ظاہر الروایت بھی یہی ہے۔ اور جو موضحہ سے پہلے ہیں۔ ان میں قصاص واجب ہے۔ کیونکہ ان میں برابری کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اور ان میں ہڈی توڑنا بھی نہیں ہے۔ اور نہ ہی غالب ہلاکت کا کوئی خوف ہے۔ پس اس زخم کی گہرائی کو ایک سلائی سے ناپ لیا جائے گا۔ اس کے بعد اسی کی مقدار کے برابر ایک لوہا بنایا جائے گا۔ اور اس سے قاطع کی کاٹ دی گئی مقدار کے برابر کاٹا جائے گا۔ تاکہ قصاص کی وصولی ثابت ہو جائے۔

اور موضحہ کے سوا میں حکومت عدل واجب ہے۔ کیونکہ موضحہ کے سوا میں کوئی دیت مقرر نہیں ہے۔ اور نہ اس کو ضائع کیا جا سکتا ہے۔ پس حکومت عدل سے اس کا اعتبار کیا جانا لازم ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما سے اسی طرح

روایت کیا گیا ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ موضحہ اور اس سے کم زخم اگر قصداً لگائے گئے ہوں تو ان میں قصاص ہے اور اگر خطاء ہوں تو موضحہ سے کم زخموں میں حکومت عدل ہے اور موضحہ میں دیتِ نفس کا بیسواں حصہ ہے اور ہاشمہ میں دیت نفس کا دسواں حصہ ہے اور منقلہ میں دیت نفس کا پندرہ فیصد حصہ اور آمہ اور جائفہ میں دیت کا تہائی حصہ ہے۔ ہاں اگر جائفہ آر پار ہو گیا تو دو تہائی دیت ہے۔ (عالمگیری ص 29 جلد 6، بحرالرائق ص 334، جلد 8، فتح القدیر ص 312، جلد 8، بدائع صنائع ص 316، جلد 7)

موضحہ خطاء میں دیت کے بیسویں حصے کا بیان

جب موضحہ خطاء ہے تو اس کی دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے جبکہ ہاشمہ میں دیت کا بیسواں حصہ ہے۔ اور منقلہ میں دیت کا دسواں اور نصف دسواں ہے۔ اور آمہ میں تہائی دیت ہے۔ اور جائفہ میں تہائی دیت ہے۔ اور جب جائفہ پار ہو چکا ہے تو وہ دو جائفے ہیں۔ اور ان میں دیت کے دو تہائی واجب ہیں۔ اسی دلیل کے سبب سے جو حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے خط میں موجود ہے۔ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں۔ اور ہاشمہ میں دس اونٹ ہیں۔ جبکہ منقلہ میں پندرہ اونٹ ہیں۔ اور آمہ میں تہائی دیت واجب ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق مأمومہ بھی روایت کیا گیا ہے۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جائفہ میں تہائی دیت ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایسا جائفہ جو دوسری جانب پار ہو جائے اس میں دو تہائی دیت کا فیصلہ فرمایا تھا۔ کیونکہ جب جائفہ پار ہو جائے تو اس کو دو جائفوں کے حکم میں سمجھ لیا جائے گا۔ کہ ایک جانب اندر سے ہے اور دوسرا جانب باہر سے ہے۔ اور ہر جائفہ میں تہائی دیت ہے۔ پس نافذہ میں دو تہائی دیت واجب ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر بن حزم میرے پاس ایک تحریر لے کر آئے جو کہ چمڑے کی ایک ٹکڑے پر لکھی ہوئی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ بیان ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اے ایمان والو پورا کرو اقرار کو اس کے بعد چند آیات کریمہ تلاوت فرمائیں پھر فرمایا جان میں سو اونٹ ہیں اور آنکھ میں پچاس اونٹ ہیں اور ہاتھ میں پچاس اونٹ ہیں اور پاؤں میں پچاس اونٹ ہیں اور جو زخم مغز تک پہنچ جائے اس میں تہائی دیت ہے اور اگر (زخم) پیٹ کے اندر تک پہنچ جائے تو اس میں تہائی دیت ہے اور (جس زخم یا چوٹ سے) ہڈی جگہ سے ہل جائے اس میں دیت پندرہ اونٹ ہیں اور انگلیوں میں دس دس اونٹ ہیں اور دانتوں میں پانچ پانچ اونٹ دیت ہے اور جس زخم سے ہڈی نظر آنے لگے اس میں پانچ اونٹ ہیں۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1161)

اگر بیس 20 موضحہ زخم لگائے اور درمیان میں صحت نہ ہوئی تو پوری دیت نفس تین سال میں ادا کی جائے گی اور اگر درمیان میں صحت واقع ہو گئی تو ایک سال میں پوری دیت نفس ادا کرنا ہو گی۔ (عالمگیری از کافی ص 29 جلد 6)

اور جب کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس کی عقل جاتی رہی۔ یا پورے سر کے بال ایسے اڑے کہ پھر نہ اُگے تو صرف دیت نفس واجب ہو گی اور اگر سر کے بال مختلف جگہوں سے اڑ گئے تو بالوں کی حکومت عدل اور موضحہ کی ارش میں سے جو زیادہ ہو گا وہ

لازم آئے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بال پھر نہ اُگیں، لیکن اگر دوبارہ پہلے کی طرح بال اُگ آئیں تو کچھ لازم نہیں ہے۔

(شامی و درمختار ص513 جلد ج5، عالمگیری ص29 جلد6)

اور جب کسی کی بھنوں پر خطاء ایسا موضحہ لگایا کہ بھنوں کے بال گر گئے اور پھر نہ اُگے تو صرف نصف دیت لازم ہوگی۔

(عالمگیری ص30 جلد6)

اور جب کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس سے سننے یا دیکھنے یا بولنے کے قابل نہ رہا۔ تو اس پر نفس کی دیت کے ساتھ موضحہ کا ارش بھی واجب ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس زخم سے موت نہ ہوئی ہو، اور اگر موت واقع ہوگئی تو ارش ساقط ہو جائے گا۔ اور عمد کی صورت میں جنایت کرنے والے کے مال سے تین سال میں دیت ادا کی جائے گی اور بصورت خطا عاقلہ پر تین سال میں دیت ہے۔ (شامی و درمختار ص513، جلد5)

خون کا جم کر سیاہ ہو جانے میں متلاحمہ کا بیان

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے متلاحمہ کو باضعہ مقدم قرار دیا ہے اور متلاحمہ یہ ہے کہ جس میں خون جم کر سیاہ ہو جائے۔ جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے لیکن اس میں عبارت کا اختلاف ہے۔ اور معنی و حکم کی جانب لوٹنے والا نہیں ہے۔

اور آمہ کے بعد ایک دوسرا زخم وہ ہے جس کو دامغہ کہتے ہیں۔ جو دماغ تک پہنچنے والا ہو۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو سبب سے بیان نہیں کیا ہے کیونکہ یہ عام طور پر قتل بننے والا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی جنایت مقتصرہ بھی نہیں ہے کہ اس کے حکم کو الگ بیان کر دیا جائے۔

لغت کے اعتبار سے شجاج چہرے اور سر کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو زخم چہرے اور سر کے سوا ہو اس کو جراحت کہتے ہیں۔ اور قول صحیح کے مطابق حکم حقیقت پر مرتب ہونے والا ہے۔ یہاں تک کہ چہرہ اور سر کے سوا پنڈلی اور ہاتھ میں زخم ہے۔ تو اس کیلئے مقرر کردہ دیت ثابت نہ ہوگی۔ پس محض حکومت عدل واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ ارش کا اندازہ توقیفی ہے۔ اور توقیف اسی زخم کا نام ہے جو چہرے اور سر کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں جو حکم وارد ہوا ہے۔ وہ اس عیب کے سبب سے ہے جو کسی زخمی کو زخم کے اثر کے سبب لاحق ہو جاتا ہے۔ اور عیب ان زخموں کے ساتھ خاص ہے۔ جو عام طور پر کھلے رہنے والے ہیں۔ اور کھلے رہنے والے یہی دو اعضاء ہیں۔ یعنی چہرہ اور سر ہیں۔ ان کے سوا کوئی نہیں ہے۔

زہری سے روایت ہے کہ میرے پاس حضرت ابوبکر بن حزم ایک کتاب لے کر آئے جو کہ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھی ہوئی تھی وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تھی یہ ایک بیان ہے خدا اور اس کے رسول کی جانب سے اے اہل ایمان! تم لوگ اقرار کو پورا کرو (یعنی معاہدات کی پابندی کرو) پھر اس کے بعد چند آیات کریمہ تلاوت فرمائیں پھر فرمایا کہ جان میں ایک سو اونٹ ہیں اور آنکھ میں پچاس اونٹ ہیں اور زخم مغز تک پہنچے اس میں تہائی دیت ہے اور جو پیٹ کے اندر تک پہنچ جائے

اس میں ایک تہائی دیت ہے اور جس سے ہڈی جگہ سے ہل جائے اس میں پندرہ اونٹ ہیں اور انگلیوں میں (دیت) دس دس اونٹ ہیں اور دانتوں میں پانچ پانچ اونٹ دیت ہے اور جس زخم سے ہڈی نظر آنے لگے اس میں دیت پانچ اونٹ ہیں (یعنی زخم ایسا سخت لگ جائے تو اس کی دیت پانچ اونٹ ہیں)۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1160)

4567 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ السَّادَّةِ لِمَكَانِهَا بِثُلُثِ الدِّيَةِ.

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے آنکھ کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے: اگر وہ اپنی جگہ پر برقرار ہو (صرف بینائی رخصت ہو جائے) تو اس میں ایک تہائی دیت کی ادائیگی لازم ہوگی''۔

موضحہ کے ساتھ قوت سماعت وبصارت کے زوال پر وجوب دیت کا بیان

جب موضحہ کے سبب سے زخمی شخص کی قوت سماعت یا قوت بصارت یا کلام کرنے کی طاقت ختم ہو جائے تو کاٹنے والے پر دیت کے ساتھ ساتھ موضحہ کا ارش بھی واجب ہوگا۔ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ شیخین کا قول ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ شجہ سماعت اور کلام کی دیت میں داخل ہوگا۔ مگر وہ بصر کی دیت میں داخل نہ ہوگا۔ پہلے مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک جنایت میں نفس کے سوا واقع ہے۔ اور فائدہ بھی ایک ساتھ خاص ہے۔ پس یہ اعضائے مختلفہ کے مشابہ ہو جائے گا۔ جبکہ عقل میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ عقل کا نفع تمام اعضاء کی جانب لوٹنے والا ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ سماعت اور کلام یہ دونوں باطنی چیزیں ہیں۔ پس ان میں سے ہر ایک کو عقل پر قیاس کیا جائے گا۔ جبکہ بصارت ایک ظاہری چیز ہے۔ پس اس کو عقل کے ساتھ لاحق نہ کیا جائے گا۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

موضحہ کے سبب دونوں آنکھوں کے ختم ہو جانے کا بیان

جب کسی شخص نے کسی بندے کو شجہ موضحہ لگایا ہے جس کے سبب اس کو دونوں آنکھیں ختم ہو گئی ہیں۔ تو امام صاحب کے نزدیک اس پر قصاص واجب نہ ہوگا جبکہ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ ان دونوں میں دیت واجب ہو۔ صاحبین نے کہا ہے کہ موضحہ میں قصاص ہے جبکہ مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ دونوں آنکھوں میں دیت ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب کسی بندے نے کسی شخص کی انگلی کو اوپر والے جوڑ سے کاٹ دیا ہے اس کے بعد بقیہ ساری انگلیاں یا ہاتھ ضائع ہو گیا ہے۔ تو اس میں سے کسی پر قصاص لازم نہ ہوگا اور مناسب یہ ہے کہ اعلیٰ فصل میں دیت واجب ہو۔ اور بقیہ میں حکومت عدل واجب ہو۔ اور اسی طرح جب کسی شخص کے بعض دانت توڑ دیئے ہیں اور اس کے بعد بقیہ سیاہ ہو گئے

4567- إسناده حسن. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (7015) من طريق الهيثم بن حميد، بهذا الإسناد. ويوافق هذا قضاء عمر بن الخطاب فيما أخرجه عبد الرزاق (17442)، وابن حزم في "المحلى" 10/ 421، والبيهقي 8/ 98 وإسناده صحيح.

گیا۔ اوراس میں امام محمد علیہ الرحمہ نے کوئی اختلاف نقل نہیں کیا ہے۔ جبکہ مناسب یہ ہے کہ پورے دانت میں دیت واجب ہو۔

اور جب کسی کی بھنوں پر خطاء ایسا موضحہ لگایا کہ بھنوں کے بال گر گئے اور پھر نہ اُگے تو صرف نصف دیت لازم ہوگی۔ او

رجب کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس سے سننے یا دیکھنے یا بولنے کے قابل نہ رہا۔ تو اس پر نفس کی دیت کے ساتھ موضحہ کا ارش

بھی واجب ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس زخم سے موت نہ ہوئی ہو، اور اگر موت واقع ہوگئی تو ارش ساقط ہو جائے گا۔ اور عمد

کی صورت میں جنایت کرنے والے کے مال سے تین سال میں دیت ادا کی جائے گی اور بصورت خطا عاقلہ پر تین سال میں دیت

ہے۔ (شامی ودرمختار ص 513، جلد 5)

اور جب کسی نے کسی کے سر پر ایسا موضحہ عمداً لگایا کہ اس کی بینائی جاتی رہی تو ذہاب بصر اور موضحہ دونوں کی دیتیں واجب ہوں

گی۔ (عالمگیری ص 30 جلد 6، درمختار شامی ص 513، جلد 5، تبیین ص 136، جلد 6، بحرالرائق ص 339 ج 8)

کوئی شخص بڑھاپے کی وجہ سے چندلا ہو گیا تھا۔ اس کے سر پر کسی نے عمداً موضحہ لگایا تو قصاص نہیں لیا جائے گا دیت لازم

ہوگی اور اگر زخم لگانے والا بھی چندلا ہے تو قصاص لیا جائے گا۔ (عالمگیری ص 30 جلد 6)

بَابُ دِيَةِ الْجَنِينِ

باب: پیٹ میں موجود بچے کی دیت

4568 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نَضْلَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ هُذَيْلٍ، فَضَرَبَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِعَمُودٍ فَقَتَلَتْهَا، وَجَنِينَهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ: كَيْفَ نَدِي مَنْ لَا صَاحَ، وَلَا أَكَلَ، وَلَا شَرِبَ، وَلَا اسْتَهَلَّ، فَقَالَ: أَسَجْعٌ كَسَجْعِ الْأَعْرَابِ؟ فَقَضَى فِيهِ بِغُرَّةٍ وَجَعَلَهُ عَلَى عَاقِلَةِ الْمَرْأَةِ

❁❁ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو خواتین ہذیل قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی بیویاں تھیں، ان میں سے ایک نے دوسری کو خیمے کی لکڑی ماری اور اس عورت اور اس کے پیٹ میں موجود بچے کو قتل کر دیا، دونوں فریق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، دونوں میں سے ایک نے کہا: میں ایسے بچے کی دیت کیوں ادا کروں، جو چیخ کر رویا نہیں، اس نے کچھ کھایا نہیں، اس نے کچھ پیا نہیں، وہ چلایا نہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دیہاتیوں کی طرح پر تکلف بات کر رہا ہے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ایک غلام کی ادائیگی کا فیصلہ دیا اور آپ نے اس کی ادائیگی عورت کے خاندان پر لازم

4568- إسناده صحيح. إبراهيم: هو ابن يزيد النخعي، ومنصور: هو ابن المعتمر. وأخرجه مسلم (1682)، وابن ماجه (2633)، والترمذي (1468)، والنسائي في "الكبرى" (6996) و (7001 - 6998) من طرق عن منصور بن المعتمر، بهذا الإسناد. ولفظ ابن ماجه مختصر بلفظ: قضى رسول الله -صلى الله عليه وسلم- بالدية على العاقلة. وهو في "مسند أحمد" (18138)، و"صحيح ابن حبان" (6016).

قرار دی۔

4569- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، وَزَادَ: فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلَى عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ، وَغُرَّةً لِمَا فِي بَطْنِهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الْحَكَمُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں:

"نبی اکرم ﷺ نے مقتول عورت کی دیت، قاتل عورت کے خاندان پر لازم قرار دی، اور مقتول عورت کے پیٹ میں موجود بچے (کی دیت میں) غلام کی ادائیگی کو لازم قرار دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

4570- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَنَّ عُمَرَ، اسْتَشَارَ النَّاسَ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَضَى فِيهَا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ فَقَالَ: ائْتِنِي بِمَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ، فَأَتَاهُ بِمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، زَادَ هَارُونُ فَشَهِدَ لَهُ يَعْنِي ضَرْبَ الرَّجُلِ بَطْنَ امْرَأَتِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ: إِنَّمَا سُمِّيَ إِمْلَاصًا، لِأَنَّ الْمَرْأَةَ تُزْلِقُهُ، قَبْلَ وَقْتِ الْوِلَادَةِ، وَكَذَلِكَ كُلُّ مَا زَلِقَ مِنَ الْيَدِ، وَغَيْرِهِ فَقَدْ مَلِصَ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ عورت کے پیٹ میں بچہ مر جائے، تو اس کی دیت کیا ہوگی؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا: میں یہ گواہی دیتا ہوں: نبی اکرم ﷺ نے ایسی صورتحال میں ایک غلام یا کنیز کی ادائیگی کا فیصلہ دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی گواہ پیش کرو جو تمہاری تائید کرے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو وہ ساتھ لے کر آئے۔

ہارون نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: انہوں نے بھی گواہی دی کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کے پیٹ پر ضرب لگائے (اور اس کے پیٹ میں موجود بچہ ضائع ہو جائے، تو) یہی حکم ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو عبید کے حوالے سے مجھے یہ بات پہنچی ہے، اسے املاص کا نام اس لیے دیا گیا ہے، کیونکہ عورت ولادت کے وقت سے پہلے بچے کو نکال دیتی ہے، اس لیے ہاتھ سے گرنے والی ہر چیز کو یہ کہا جاتا ہے: وہ پھسل گئی۔

4571- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عُمَرَ، بِمَعْنَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

4572 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ سَأَلَ عَنْ قَضِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ، فَقَامَ حَمَلُ بْنُ مَالِكِ بْنِ النَّابِغَةِ فَقَالَ: كُنْتُ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ فَضَرَبَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِمِسْطَحٍ فَقَتَلَتْهَا وَجَنِينَهَا، فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِهَا بِغُرَّةٍ وَأَنْ تُقْتَلَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: الْمِسْطَحُ: هُوَ الصَّوْبَجُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: الْمِسْطَحُ: عُودٌ مِنْ أَعْوَادِ الْخِبَاءِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بارے میں دریافت کیا، تو حضرت حمل بن مالک رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انہوں نے کہا: میری دو بیویاں تھیں، ان میں سے ایک نے دوسری کو لکڑی مار کر، اسے اور اس کے پیٹ میں موجود بچے کو قتل کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کے بارے میں ایک غلام یا کنیز کی ادائیگی کا فیصلہ دیا اور یہ حکم دیا: اس عورت کو قتل کر دیا جائے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نضر بن شمیل بیان کرتے ہیں: مسطح اس لکڑی کو کہتے ہیں: جس کے ذریعے تندور سے روٹی نکالی جاتی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعبید کہتے ہیں: مسطح خیمے کی لکڑی کو کہتے ہیں۔

4573 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: قَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، لَمْ يَذْكُرْ وَأَنْ تُقْتَلَ، زَادَ: بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: اللهُ أَكْبَرُ لَوْ لَمْ أَسْمَعْ بِهٰذَا لَقَضَيْنَا بِغَيْرِ هٰذَا،

⊛⊛ طاؤس بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، تاہم اس میں یہ ذکر نہیں کیا: کہ اس عورت کو قتل کر دیا گیا تھا، انہوں نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: تاوان کی ادائیگی کا فیصلہ دیا، جو غلام یا کنیز ہو گی۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر! اگر میں نے یہ روایت نہ سنی ہوتی، تو میں اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ دیتا۔

4574 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّمَّارُ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ طَلْحَةَ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قِصَّةِ حَمَلِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: فَأَسْقَطَتْ غُلَامًا قَدْ نَبَتَ شَعْرُهُ مَيِّتًا، وَمَاتَتِ الْمَرْأَةُ، فَقَضَى عَلَى الْعَاقِلَةِ الدِّيَةَ، فَقَالَ عَمُّهَا: إِنَّهَا قَدْ أَسْقَطَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ غُلَامًا قَدْ نَبَتَ شَعْرُهُ، فَقَالَ أَبُو الْقَاتِلَةِ: إِنَّهُ كَاذِبٌ، إِنَّهُ وَاللهِ مَا اسْتَهَلَّ، وَلَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ، فَمِثْلُهُ يُطَلُّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسَجْعَ الْجَاهِلِيَّةِ وَكَهَانَتَهَا، أَدِّ فِي الصَّبِيِّ غُرَّةً قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَانَ اسْمُ إِحْدَاهُمَا مُلَيْكَةَ وَالْأُخْرَى أُمَّ غُطَيْفٍ

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت حمل بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں: اس عورت نے ایک لڑکے کو جنم دیا، جس کے بال اُگ چکے تھے، لیکن وہ مردہ تھا، پھر اس عورت کا بھی انتقال ہوگیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خاندان پر دیت کی ادائیگی لازم قرار دی، (مقتول عورت کے) چچا نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اس عورت ایسے بچے کو جنم دیا، جس کے بال اُگ چکے تھے، تو قتل کرنے والی عورت کے باپ نے کہا: یہ جھوٹ بول رہا ہے، اللہ کی قسم! نہ تو وہ بچہ چلا کر رویا، نہ اس نے کچھ پیا، نہ کچھ کھایا، ایسا خون رائیگاں جاتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا زمانہ جاہلیت کی طرح اور کاہنوں کی طرح پر تکلف بات چیت کر رہے ہو؟ تم اس بچے کے تاوان میں ایک غلام (یا کنیز) ادا کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان دونوں خواتین میں سے ایک کا نام ملیکہ اور دوسری کا نام اُم غطیف تھا۔

4575 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ امْرَأَتَيْنِ، مِنْ هُذَيْلٍ قَتَلَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا زَوْجٌ وَوَلَدٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلَى عَاقِلَةِ الْقَاتِلَةِ، وَبَرَّأَ زَوْجَهَا وَوَلَدَهَا، قَالَ: فَقَالَ عَاقِلَةُ الْمَقْتُولَةِ: مِيرَاثُهَا لَنَا؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، مِيرَاثُهَا لِزَوْجِهَا وَوَلَدِهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہذیل قبیلے سے تعلق رکھنے والی دو خواتین میں سے ایک نے دوسری کو قتل کر دیا، ان میں سے ہر ایک کا شوہر بھی تھا، اور اولاد بھی تھی، راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول عورت کی دیت کی ادائیگی قاتل عورت کے خاندان پر لازم قرار دی، آپ نے اس عورت کے شوہر اور بچوں کو اس سے لاتعلق قرار دیا۔

راوی کہتے ہیں: تو مقتول عورت کے خاندان نے کہا: کیا اس کی وراثت ہمیں ملے گی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! اس کی وراثت اُس کے شوہر اور بچوں کو ملے گی۔

4576 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى

4576- إسناده صحيح. أبو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري، ويونس: هو ابن يزيد الأيلي، وابن وهب: هو عبد الله، وابن السرح: هو أحمد بن عمرو بن عبد الله المصري. وأخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (6910)، ومسلم (1681)، والنسائي في "الكبرى" (6993) من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (5758) من طريق عبد الرحمن بن خالد، عن ابن شهاب، عن أبي سلمة وحده، به. وهو في "مسند أحمد" (7217) و(10916)، و"صحيح ابن حبان" (6020).

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ جَنِيْنِهَا غُرَّةَ عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ، وَقَضَى بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا، وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ. فَقَالَ حَمَلُ بْنُ مَالِكِ بْنِ النَّابِغَةِ الْهُذَلِيُّ يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ أَغْرَمُ دِيَةَ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ، لَا نَطَقَ، وَلَا اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا هٰذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ مِنْ أَجْلِ سَجْعِهِ الَّذِي سَجَعَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہذیل قبیلے سے تعلق رکھنے والی دو عورتیں لڑ پڑیں، ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مار کر قتل کر دیا، وہ لوگ اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا، اس عورت کے پیٹ میں موجود بچے کی دیت میں ایک غلام یا کنیز کو تاوان کے طور پر ادا کیا جائے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ عورت کی دیت اس کا خاندان ادا کرے گا، اور اس کے وارث اُس کی اولاد اُس کے ساتھ کے دیگر رشتہ دار ہوں گے، اس پر حضرت حمل بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسے بچے کی دیت کیسے ادا کروں؟ جس نے کچھ پیا نہیں، کچھ کھایا نہیں، کچھ بولا نہیں، چیخ کر رویا نہیں، اس طرح کا خون تو رائیگاں جاتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کاہنوں کا بھائی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پر تکلف گفتگو کرنے کی وجہ سے یہ بات ارشاد فرمائی۔

4577 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ، فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا، وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا

یہی واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عورت پر تاوان کی ادائیگی کو لازم قرار دیا تھا، اس کا بھی انتقال ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ اس کی وراثت اس کے بچوں کو ملے گی، اور دیت کی ادائیگی اُس کے خاندان والوں پر لازم ہو گی۔

4578 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ امْرَأَةً، خَذَفَتْ امْرَأَةً فَأَسْقَطَتْ، فَرُفِعَ ذٰلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ فِي وَلَدِهَا خَمْسَ مِائَةِ شَاةٍ، وَنَهَى يَوْمَئِذٍ عَنِ الْخَذْفِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا الْحَدِيثُ خَمْسَ مِائَةِ شَاةٍ وَالصَّوَابُ مِائَةُ شَاةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰكَذَا قَالَ عَبَّاسٌ، وَهُوَ وَهْمٌ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک عورت نے دوسری عورت کو پتھر مار کر اس کے پیٹ میں موجود بچے کو ضائع کر دیا، یہ مقدمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے بچے کی دیت میں 500 بکریوں کی ادائیگی لازم قرار دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن پتھر مارنے سے منع کر دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روایت میں اسی طرح 500 بکریاں ہیں، لیکن درست یہ ہے: ایک سو بکریوں کی ادائیگی لازم قرار دی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عباس نامی راوی نے اسی طرح بیان کیا ہے، اور یہ وہم ہے۔

4579 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنِينِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، أَوْ فَرَسٍ، أَوْ بَغْلٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، لَمْ يَذْكُرَا أَوْ فَرَسٍ أَوْ بَغْلٍ

۞ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ میں موجود بچے کے ضائع کرنے پر جرمانے کے طور پر ایک غلام یا کنیز یا گھوڑا یا خچر کی ادائیگی کا فیصلہ دیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں راویوں نے گھوڑے اور خچر کا ذکر نہیں کیا۔

4580 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الْعَوَقِيُّ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَجَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: الْغُرَّةُ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ رَبِيعَةُ: الْغُرَّةُ: خَمْسُونَ دِينَارًا

۞ امام شعبی بیان کرتے ہیں: غلام کی قیمت 500 درہم ہوگی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ربیعہ کہتے ہیں: غلام کی قیمت 50 دینار ہوگی۔

شرح

ربیعہ بن ابوعبدالرحمن کہتے تھے کہ غلام یا لونڈی کی قیمت جو پیٹ کے بچے کی دیت میں دی جائے پچاس دینار ہونے چاہئے یا چھ سو درہم اور عورت مسلمان آزاد کی دیت پانچ سو دینار ہیں یا چھ ہزار درہم۔

کہا مالک نے آزاد عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی دیت عورت کی دیت کا دسواں حصہ ہے اور وہ پچاس دینار ہے یا چھ سو درہم اور یہ دیت پیٹ کے بچے میں اس وقت لازم آتی ہے جب کہ وہ پیٹ سے نکل پڑے مردہ ہو کر میں نے کسی کو اس میں اختلاف کرتے نہیں سنا اگر پیٹ سے زندہ نکل کر مرجائے تو پوری دیت لازم ہوگی۔

کہا مالک نے جنین یعنی پیٹ کے بچے کی زندگی اس کے رونے سے معلوم ہوگی اگر رو کر مرجائے تو پوری دیت لازم آئے گی

4579-وأخرجه ابن ماجه (2639) من طريق محمد بن بشر، والترمذي (1469) من طريق ابن أبي زائدة، كلاهما عن محمد بن عمرو، به ولم يذكرا الفرس والبغل. وهو في "مسند أحمد" (9655) عن يحيى بن سعيد القطان، و (10467) عن يزيد بن هارون كلاهما عن محمد بن عمرو. وليس في روايتهما ذكر الفرس والبغل. وأخرجه البخاري (5758) و (5759) و (6904)، ومسلم (1681)، والنسائي في "الكبرى" (6994)

اور لونڈی کے جنین میں اس لونڈی کی قیمت کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔

کہا مالک نے اگر ایک عورت حاملہ نے کسی مرد یا عورت کو مار ڈالا تو اس سے قصاص نہ لیا جائے گا جب تک وضع حمل نہ ہوا گر عورت حاملہ کو کسی نے مار ڈالا عمداً یا خطاء تو اس کے جنین کی دیت واجب نہ ہوگی بلکہ اگر عمداً مارا ہے تو قاتل قتل کیا جائے گا اور اگر خطاء مارا ہے تو قاتل کے عاقلہ پر عورت کی دیت واجب ہوگی۔ سوال ہوا مالک سے اگر کسی نے یہودیہ یا نصرانیہ کے جنین کو مار ڈالا تو جواب دیا کہ اس کی ماں کی دیت کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔ (مؤطا امام مالک)

اسقاط حمل کے سبب وجوب غرہ کا بیان

جب کسی شخص نے ایک عورت کے پیٹ پر مارا ہے اور اس عورت نے جنین کو گرا دیا ہے تو اس پر ایک غرہ واجب ہو جائے گا۔ اور یہ غرہ دیت کے عشر کا آدھا ہے۔ مصنف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ مرد کی دیت مذکر میں ہے اور مؤنث میں عورت کی دیت کا عشر واجب ہے۔ اور دونوں میں سے ہر ایک پانچ سو دراہم ہیں۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ جنین کی زندگی یقینی نہیں ہے۔ اور ظاہری حالت حقدار بننے کی صلاحیت رکھنے والی نہیں ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنین میں غرہ واجب ہے۔ یعنی وہ غلام یا باندی جس کی قیمت پانچ سو دراہم ہو۔ اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ "یا پانچ سو دراہم" پس اس اثر کے سبب ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور یہی حدیث اس شخص کے خلاف حجت ہے۔ جس نے چھ سو دراہم کی مقدار کو مقرر کیا ہے۔ جس کو امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ غرہ پانچ سو دراہم کا ہے تو یہ عاقلہ پر واجب ہے۔ جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک قاتل کے مال سے واجب ہے۔ کیونکہ جزاء کا بدلہ وہی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عاقلہ پر غرہ کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ غرہ جان کا بدلہ ہے۔ اسی سبب سے آپ ﷺ نے اس کو دیت کا نام دے کر اس طرح کہا ہے کہ وہ اس کی دیت ادا کریں۔ تو اس پر عاقلہ نے کہا ہے کہ کیا ہم ادا کریں ایسے جنین کی دیت جس نے نہ کوئی آواز نکالی اور نہ وہ رویا ہے۔ لیکن عواقل پانچ سو دراہم سے کم دیت ادا نہیں کیا کرتے۔

(ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

اور جب کسی نے کسی حاملہ عورت کو ایسا مارا، یا ڈرایا، یا دھمکایا، یا کوئی ایسا فعل کیا جس کی وجہ سے ایسا مرا ہوا بچہ ساقط ہوا جو آزاد تھا۔ اگرچہ اس کے اعضاء کی خلقت مکمل نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف بعض اعضاء ظاہر ہوئے تھے تو مارنے والے کے عاقلہ پر مرد کی دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم ایک سال میں واجب الادا ہوں گے۔ ساقط شدہ بچہ مذکر ہو یا مؤنث اور ماں مسلمہ ہو یا کتابیہ یا مجوسیہ، سب کا ایک ہی حکم ہے۔

(شامی ودرمختار ص516 جلد 5، تبیین الحقائق ص139 ج6، عالمگیری ص34 جلد 6، بحرالرائق ص341 جلد 8، فتح القدیر ص324 جلد 8، مبسوط ص87 جلد 26)

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچہ میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں مارا

جائے ایک غرہ (یعنی ایک غلام یا باندی دینے کا) حکم فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پر حکم فرمایا اس نے کہا کہ اس کا میں کس طریقہ سے تاوان ادا کروں کہ جس نے نہ تو کھایا اور نہ ہی پیا اور نہ اس نے شور مچایا نہ گفتگو کی۔ ایسے کا خون تو لغو ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا یہ تو کاہن ہے (یعنی کاہنوں جیسی باتیں بنا رہا ہے)۔

(سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1124)

غرہ کے ایک سال یا تین سال میں وجوب پر فقہی اختلاف کا بیان

غرہ ایک سال میں واجب ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ تین سال میں واجب ہوگا۔ کیونکہ وہ جان کا بدلہ ہے اسی سبب سے غرہ جنین کے وارثوں کے درمیان بطور میراث تقسیم کیا جاتا ہے۔

ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو محمد بن حسن سے روایت کی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ملی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عاقلہ پر ایک سال میں غرہ واجب کیا ہے۔ کیونکہ جب الگ جان ہونے کی وجہ سے غرہ جان کا بدلہ ہے تو ماں کے اتصال کے سبب وہ اس کا عضو ہوگا۔ پس وراثت کے حق میں ہم نے پہلی مشابہت پر عمل کیا ہے۔ اور ایک سال تک کی مہلت میں ہم نے دوسری مشابہت پر عمل کیا ہے۔ اس لئے کہ جب عضو کا بدلہ تہائی دیت یا اس سے کم ہو اور وہ نصف عشر سے زائد ہو تو وہ ایک سال میں واجب ہوا کرتا ہے۔ جبکہ دیت کے اجزاء میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ دیت کا ہر ہر حصہ جس بندے پر واجب ہوتا ہے وہ تین سالوں میں واجب ہوتا ہے۔ اور اس میں مذکر و مؤنث دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ ہماری روایت کردہ حدیث میں اطلاق ہے۔ کیونکہ انسانیت کے حکم میں تفاوت کے سبب دو زندہ آدمیوں میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ جبکہ جنین میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پس اس کی دیت ایک ہی مقدار کے مطابق لازم ہوگی۔ اور وہ پانچ سو دراہم ہے۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ربیعہ بن ابو عبدالرحمن کہتے تھے کہ غلام یا لونڈی کی قیمت جو پیٹ کے بچے کی دیت میں دی جائے پچاس دینار ہونے چاہئے یا چھ سو درہم اور عورت مسلمان آزاد کی دیت پانچ سو دینار ہیں یا چھ ہزار درہم۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آزاد عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی دیت عورت کی دیت کا دسواں حصہ ہے اور وہ پچاس دینار ہے یا چھ سو درہم اور یہ دیت پیٹ کے بچے میں اس وقت لازم آتی ہے جب کہ وہ پیٹ سے نکل پڑے مردہ ہو کر میں نے کسی کو اس میں اختلاف کرتے نہیں سنا اگر پیٹ سے زندہ نکل کر مر جائے تو پوری دیت لازم ہوگی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جنین یعنی پیٹ کے بچے کی زندگی اس کے رونے سے معلوم ہوگی اگر رو کر مر جائے تو پوری دیت لازم آئے گی اور لونڈی کے جنین میں اس لونڈی کی قیمت کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر ایک عورت حاملہ نے کسی مرد یا عورت کو مار ڈالا تو اس سے قصاص نہ لیا جائے گا جب تک وضع حمل نہ ہوا اگر عورت حاملہ کو کسی نے مار ڈالا عمداً یا خطاء تو اس کے جنین کی دیت واجب نہ ہوگی بلکہ اگر عمداً مارا ہے تو قاتل قتل کیا جائے گا اور اگر خطاء مارا ہے تو قاتل کے عاقلہ پر عورت کی دیت واجب ہوگی۔ سوال ہوا مالک سے اگر کسی نے یہودیہ یا نصرانیہ کے جنین کو مار ڈالا تو جواب دیا کہ اس کی ماں کی دیت کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1425)

زندہ بچہ جننے کے بعد اس کے مرجانے کا بیان

جب کسی عورت نے زندہ بچے کو جنم دیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے تو اس میں پوری دیت واجب ہوگی کیونکہ مارنے والے نے پہلے ماری گئی ضرب کے سبب ایک زندہ جان کو ہلاک کیا ہے۔ اور جب مردہ بچے کو جنم دے کر ماں فوت ہو گئی ہے تو مارنے والے پر ماں کے قتل کے سبب دیت واجب ہو جائے گی۔ اور بچے کو گرانے کے سبب غرہ واجب ہو جائے گا۔ اور درست یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں دیت اور غرہ کا فیصلہ کیا ہے۔

اور جب مارنے کے سبب سے ماں فوت ہو گئی ہے اور اس کے بعد جنین کو زندہ نکالا گیا ہے اور اس کے بعد وہ بھی فوت ہو گیا ہے تو مارنے والے پر ماں اور جنین دونوں کی دیت لازم ہو جائے گی۔ کیونکہ مارنے والے دو جانوں کا قتل کیا ہے۔

اور جب ماں فوت ہو گئی ہے اور اس کے بعد اس نے مردہ جنین کو جنم دیا ہے تو مارنے والے پر ماں کی دیت اور جنین میں کچھ واجب نہ ہوگا۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جنین میں غرہ واجب ہوگا۔ کیونکہ ظاہر ہونے والا یہی ہے۔ اس لئے کہ جنین کی موت ضرب سے واقع ہونے والی ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح ماں نے جنین کو مردہ جنم دیا ہے۔ اور ماں زندہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ماں کی موت بچے کی موت کے دو اسباب میں سے ایک ہے۔ کیونکہ ماں کے مرنے کے سبب بچے کا دم گھٹ گیا تھا۔ کیونکہ بچہ ماں کے سانس لینے کے سبب سانس لینے والا ہے۔ پس شک کے سبب ضمان لازم نہ ہوگا۔

اگر مذکورہ اسباب کی بناء پر دو مردہ بچے ساقط ہوئے تو دو غرے یعنی ایک ہزار درہم عاقلہ پر واجب ہوں گے۔ اور اگر ایک زندہ پیدا ہو کر مر گیا اور دوسرا مردہ پیدا ہوا تو زندہ پیدا ہونے والے کی دیت نفس اور مردہ پیدا ہونے والے کا غرہ یعنی پانچ سو درہم عاقلہ پر ہیں اور اگر ماں مر گئی پھر دو 2 مردہ بچے پیدا ہوئے تو صرف ماں کی دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو 2 بچے زندہ پیدا ہو کر مر گئے تو عاقلہ پر تین دیتیں واجب ہوں گی اور اگر ایک مردہ بچہ ماں کی موت سے پہلے خارج ہوا اور دوسرا مردہ بچہ ماں کی موت کے بعد تو پہلے پیدا ہونے والے کا غرہ اور ماں کی دیت نفس عاقلہ پر ہے اور بعد میں پیدا ہونے والے کا کچھ نہیں۔ (شامی ص 517 جلد 5، عالمگیری ص 35 جلد 6، مبسوط ص 90 جلد 26)

اگر ماں کی موت کے بعد زندہ بچہ ساقط ہو کر مر گیا تو ماں اور بچہ دونوں کی دو دیتیں عاقلہ پر واجب ہیں۔

(درمختار و شامی ص 518 جلد 5، مبسوط ص 90 جلد 26، عالمگیری ص 35 جلد 6، قاضی خان ص 393 جلد 4)

جنین میں واجب ہونے والے غرہ کا میراث میں تقسیم ہو جانے کا بیان

جنین میں جو غرہ واجب ہوا ہے وہ اس کی میراث میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ غرہ جنین کی جان کا بدلہ ہے۔ پس اس کے وارث اس کے غرہ کے بھی وارث بن جائیں گے۔ اور مارنے والا اس کا وارث نہ بن سکے گا۔ حتیٰ کہ جب کسی بندے نے اپنی بیوی کے پیٹ پر مارا ہے۔ اور اس نے مارنے والے کے مردہ بیٹے کو جنم دیا ہے تو باپ کی عاقلہ پر غرہ واجب ہے۔ مگر وہ اس میں وارث نہ ہوگا کیونکہ وہ ناحق قاتل ہے۔ اور قاتل کو میراث نہیں ملا کرتی۔

اور جب باندی کے جنین میں جب وہ مذکر ہو تو اس کی قیمت کا نصف عشر واجب ہے۔ اور جب وہ زندہ ہے اور مؤنث ہے تو

اس کی قیمت کا عشر واجب ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس میں ماں کی قیمت کا عشر واجب ہے۔ کیونکہ جنین ایک طرح ماں کا حصہ ہے۔ اور اجزاء کی ضمان کی مقدار اجزاء کے اصل سے لی جاتی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ضمان جنین کی جان کا بدلہ ہے۔ کیونکہ طرف کا ضمان اس وقت واجب ہوتا ہے جب اصل کا نقصان ظاہر ہو جائے۔ جبکہ جنین کے ضمان میں اصل کے نقصان کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ پس یہ ضمان جنین کی جان کا بدلہ ہے۔ پس اس کو جنین کی جان کی مقدار کے برابر مقرر کیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب ماں کی واقع ہو جائے تو اس مسئلہ کو بہائم پر قیاس کرتے ہوئے نقصان کا ضمان واجب کر دیا جائے گا۔ اور یہ اس سبب سے ہے کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک غلام کے قتل کا ضمان مال کا ضمان ہے۔ جس طرح اس کو ہم ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔ پس امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قانون کے مطابق یہ قیاس درست ہوا۔

اسقاط کی ان سب صورتوں میں جن میں جنین کا غرہ یا دیت لازم ہوگی وہ جنین کے ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔ اور اس کی ماں بھی اس کی وارث ہوگی، ساقط کرنے والا وارث نہیں ہوگا۔ (درمختار و شامی ص 518 ج 5، تبیین الحقائق ص 141 ج 6، عالمگیری ص 34 ج 6، بحر الرائق ص 342 جلد 8، فتح القدیر ص 328 ج 8، بدائع صنائع ص 326 ج 7، مبسوط ص 90 ج 26)

ماری گئی باندی کے حمل کو آزاد کر دینے کا بیان

جب باندی کو مار دیا گیا ہے اور اس کے آقا نے اس کے پیٹ میں موجود حمل کو آزاد کر دیا ہے اور اس کے بعد اس باندی نے زندہ جنین کو جنم دیا ہے اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا ہے اور اس میں زندہ جنین کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ وہ جنین خواہ آزادی کے بعد فوت ہوا ہے۔ کیونکہ مارنے والے نے سابقہ ضرب سے جنین کو قتل کیا ہے۔ اور اس وقت وہ آزادی کی حالت میں تھا۔ پس قیمت واجب ہوگی۔ اور دیت واجب نہ ہوگی۔ اور زندہ ہونے کے اعتبار سے اس جنین کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ ضارب نے اس کو اس حالت میں قتل کیا ہے کہ وہ زندہ تھا۔ پس ہم سبب اور تلف ان دونوں احوال پر غور و فکر کیا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ شیخین کا موقف ہے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک جنین کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ جو اس کے مضروب و غیر مضروب کے درمیان ہے۔ کیونکہ آزادی سرایت کو روکنے والی ہے۔

اگر حاملہ باندی کو ڈرایا، دھمکایا، یا ایسا مارا کہ اس کا ایسا حمل ساقط ہو گیا جو زندہ پیدا ہوتا تو غلام ہوتا تو اس کے زندہ رہنے کی صورت میں اس کی جو قیمت ہوتی مذکر میں اس کی قیمت کا بیسواں اور مؤنث میں قیمت کا دسواں مارنے والے کے مال میں نقد لازم آئے گا۔ (درمختار و شامی ص 518 ج 5، عالمگیری ص 35 ج 6، بحر الرائق ص 342 ج 8 تبیین الحقائق ص 140 جلد 6، فتح القدیر ص 328 ج 8)

اگر مذکورہ بالا صورت میں مذکر و مؤنث ہونے کا پتہ نہ چلے تو جس کی قیمت کم ہوگی وہ لازم ہوگی اور اگر باندی کے مالک اور ضارب (1) میں ساقط شدہ حمل کی قیمت کی تعیین میں اختلاف ہو تو ضارب کی بات مانی جائے گی۔

(شامی ص 518 جلد 5، عالمگیری ص 35 جلد 6، عنایہ ص 328 جلد 8)

اگر مذکورہ بالا صورت میں زندہ بچہ پیدا ہوا جس سے باندی میں کوئی نقص پیدا ہو کر اس کی قیمت گھٹ گئی تو ضارب پر جنین کی

قیمت لازم ہوگی اور یہ قیمت اگر باندی کی قیمت میں جو کمی واقع ہوئی اس سے کم ہو تو اس کمی کو جنین کی قیمت میں اضافہ کر کے پورا کر دیا جائے گا۔ (درمختار وشامی ص518، جلد 5)

مذکورہ بالا صورت میں باندی کے مردہ حمل گرا پھر باندی بھی مرگئی تو ضارب پر باندی کی قیمت تین سال میں واجب الادا ہوگی۔ (عالمگیری ص35 جلد 6)

مذکورہ بالا صورت میں ضرب کے بعد مولیٰ نے حمل کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد زندہ بچہ پیدا ہو کر مرگیا تو اس بچے کے زندہ ہونے کی صورت میں جو قیمت ہوتی وہ ضارب پر لازم ہوگی۔

(عالمگیری ص35 جلد 6، درمختار وشامی ص518 جلد 5، تبیین ص141 ج6، بحرالرائق ص343 ج8، فتح القدیر ص329 ج8)

کسی نے غیر کی باندی سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی پھر زانی اور اس کی بیوی نے کوئی تدبیر کر کے حمل گرا دیا اس سے باندی مرگئی تو باندی کی قیمت، اور اگر حمل مردہ ساقط ہوا تھا تو غرہ اور اگر ساقط ہو کر مرا تو اس کی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر مضغہ تھا تو کچھ نہیں۔ (بحرالرائق ص322 جلد 8)

جنین کے کفارہ وعدم کفارہ میں فقہی اختلاف کا بیان

احناف کے نزدیک جنین میں کوئی کفارہ نہیں ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک جنین میں کفارہ ہے۔ کیونکہ جنین بھی ایک طرح سے جان ہے۔ پس احتیاط کے سبب اس میں کفارہ واجب ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارے میں سزا کا معنی ہوتا ہے۔ اور سزا مطلق جانوں میں سمجھی گئی ہے۔ پس وہ ان سے متعدی ہونے والی نہیں ہے۔ پس اسی سبب سے پورا بدل واجب نہ ہوگا۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ البتہ جس وقت مارنے والا چاہے کیونکہ وہ ایک ممنوع چیز کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ مگر جب کفارے کے ذریعے سے اس نے اللہ کا قرب حاصل کر لیا ہے۔ تو اس کیلئے یہی بہتر ہوگا۔ اور وہ اپنے عمل کردہ کی معافی ہے۔

اور ایسا جنین جس کے کچھ اعضاء ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور مذکورہ تمام احکام میں مکمل جنین کے حکم میں ہوگا۔ کیونکہ ہماری روایت کردہ حدیث مطلق ہے۔ کیونکہ وہ جنین ام ولد ہونے کے حق میں اور عدت کے گزر جانے اور نفاس کے حق میں ولد بن چکا ہے۔ پس ان احکام میں بھی وہ ولد بن جائے گا۔ کیونکہ اسی مقدار کے سبب جنین خون بستہ اور دوسرے خون سے الگ ہونے والا ہے۔ پس وہ ایک جان بن جائے گی۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جنین کے اتلاف میں کفارہ نہیں ہے اور جس حمل میں بعض اعضا بن چکے ہوں اس کا حکم تام الخلقت کی طرح ہے۔ (بحرالرائق ص343، جلد 8، فتح القدیر ص329، جلد 8 تبیین الحقائق ص141، جلد 6)

اور اگر ایسے مضغہ کا اسقاط کیا جس میں اعضا نہیں بنے تھے اور معتبر دائیوں نے یہ شہادت دی کہ یہ مضغہ بچہ بننے کے قابل ہے اگر باقی رہتا تو انسانی صورت اختیار کر لیتا تو اس میں حکومت عدل ہے۔ (شامی ص519، جلد 5)

بَابٌ فِي دِيَةِ الْمُكَاتَبِ

باب: مکاتب غلام کی دیت

4581- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ هِشَامٍ، وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ الصَّوَّافُ، جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي دِيَةِ الْمُكَاتَبِ يُقْتَلُ يُودَى مَا أَدَّى، مِنْ مُكَاتَبَتِهِ دِيَةَ الْحُرِّ وَمَا بَقِيَ دِيَةَ الْمَمْلُوكِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: قتل ہو جانے والے مکاتب غلام کی دیت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے: وہ اپنی کتابت کی رقم میں سے، جتنے حصے کی ادائیگی کر چکا ہو، اس حساب سے آزاد شخص کی دیت ہو گی، اور جو ادائیگی اس کے ذمے باقی ہو، اس حساب سے غلام کی دیت کی ادائیگی لازم ہوگی۔

4582- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا، أَوْ وَرِثَ مِيرَاثًا يَرِثُ عَلَى قَدْرِ مَا عَتَقَ مِنْهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْسَلَهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَإِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَهُ إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ قَوْلَ عِكْرِمَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب مکاتب غلام پر حد جاری ہو جائے، یا وہ کسی کا وارث بن رہا ہو، تو وہ اتنے حصے کا وارث بنے گا، جتنا حصہ آزاد ہوا ہے''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ جبکہ بعض اسناد کے ہمراہ یہ عکرمہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کے طور پر منقول ہے۔

اسماعیل بن علیہ نے اسے عکرمہ کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔

بَابٌ فِي دِيَةِ الذِّمِّيِّ

باب: ذمی کی دیت

4583- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ

عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، مِثْلَهُ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ذمی کی دیت آزاد شخص کی دیت کا نصف ہوگی''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُقَاتِلُ الرَّجُلَ فَيَدْفَعُهُ عَنْ نَفْسِهِ

باب: جو شخص کسی دوسرے پر حملہ کر دے، اور دوسرا شخص اپنا دفاع کرتے ہوئے اسے نقصان پہنچائے

4584 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَاتَلَ أَجِيرٌ لِي رَجُلًا فَعَضَّ يَدَهُ، فَانْتَزَعَهَا، فَنَدَرَتْ ثَنِيَّتُهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَهْدَرَهَا، وَقَالَ: أَتُرِيدُ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضِمُهَا كَالْفَحْلِ؟ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَهْدَرَهَا، وَقَالَ: بَعِدَتْ سِنُّهُ

صفوان بن یعلی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''میرے ایک مزدور نے ایک شخص کے ساتھ جھگڑا کیا، اس نے اس کے ہاتھ پر کاٹا، اس نے اپنا ہاتھ کھینچا، تو اس کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی اکرم ﷺ نے اس کے نقصان کو رائیگاں قرار دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے تھے؟ کہ وہ اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں رہنے دیتا، تاکہ تم اسے اونٹ کی طرح چبا دیتے۔

ایک سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے رائیگاں قرار دیا تھا، اور یہ فرمایا تھا: اس کا دانت ضائع ہو گیا۔

4585 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، وَعَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، بِهَذَا زَادَ ثُمَّ قَالَ: يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَاضِّ إِنْ شِئْتَ أَنْ تُمَكِّنَهُ مِنْ يَدِكَ فَيَعَضَّهَا ثُمَّ تَنْزِعُهَا مِنْ فِيهِ وَأَبْطَلَ دِيَةَ أَسْنَانِهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کاٹنے والے شخص سے فرمایا: اگر تم چاہو، تو تم اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دو، وہ اس کو کاٹے گا، پھر تم اپنا ہاتھ کھینچ لینا، راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس کے دانت کی دیت کو ضائع قرار دیا۔

4583-حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف. محمد بن إسحاق - وإن كان مدلساً، وقد عنعن - متابع. وأخرجه ابن ماجه (2644) من طريق عبد الرحمن بن عياش، والترمذي (1472)، والنسائي في "الكبرى" (6982) من طريق أسامة بن زيد الليثي، والنسائي (6981) من طريق سليمان بن موسى، ثلاثتهم عن عمرو بن شعيب، به. وهو في "مسند أحمد" (6692) و (6716).

دفاعی طریقے سے زخمی کرنے پر قصاص نہ ہونے کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص کا بازو کاٹ لیا۔ اس نے ہاتھ کھینچ لیا اس کا دانت نکل گیا پھر یہ مقدمہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کا دانت اکھڑ گیا تھا اس کو کچھ نہیں دلوایا اور فرمایا تم چاہتے ہو کہ تم اپنے بھائی کا گوشت چبالو جس طریقہ سے کہ جانور چباتا ہے۔

(سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1063)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دانتوں سے دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑا اس نے اپنا ہاتھ زور سے کھینچا اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا یا اس کے کئی دانت ٹوٹ گئے اس نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی فریاد کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو مجھ سے کیا کہتا ہے؟ کیا تو یہ کہتا ہے کہ میں اس کو حکم دوں کہ وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں دے دے پھر اس کو تو دانت سے چبائے کہ جس طریقہ سے کہ جانور چباتا ہے اگر تو چاہے تو اس کو اپنا ہاتھ دے دے چبانے کے واسطے پھر نکال لے اگر چاہے۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1062)

بَابٌ فِيمَنْ تَطَبَّبَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَأَعْنَتَ

باب: جو شخص طبیب بن کر دوا دے، لیکن اسے طب کا علم نہ ہو، پھر وہ کوئی نقصان کر دے

4586 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ مُسْلِمٍ، أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَطَبَّبَ، وَلَا يُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ، فَهُوَ ضَامِنٌ قَالَ نَصْرٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا الْوَلِيدُ، لَا نَدْرِي هُوَ صَحِيحٌ أَمْ لَا

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص طبیب کے طور پر (کسی کا علاج کرے) اور اس کا طبیب ہونا معلوم نہ ہو (اس کے علاج کی وجہ سے کسی کا نقصان ہو جائے) تو وہ شخص اس کا تاوان ادا کرے گا"۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت صرف ولید نے نقل کی ہے، ہمیں نہیں پتہ یہ درست ہے کہ نہیں۔

4587 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي بَعْضُ الْوَفْدِ الَّذِينَ قَدِمُوا عَلَى أَبِي قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا طَبِيبٍ تَطَبَّبَ عَلَى قَوْمٍ، لَا يُعْرَفُ لَهُ تَطَبُّبٌ قَبْلَ ذٰلِكَ فَأَعْنَتَ فَهُوَ ضَامِنٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ بِالنَّعْتِ إِنَّمَا هُوَ

قَطْعُ الْعُرُوقِ وَالْبَطُّ وَالْكَيُّ

عبدالعزیز بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز کے صاحبزادے عبدالعزیز بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ وفد کی شکل میں میرے والد کے پاس آئے اور انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی قوم کا طبیب ہو، اور یہ بات پتہ نہ ہو کہ وہ طب میں مہارت رکھتا ہے یا نہیں، اور پھر وہ کوئی نقصان کر دے، تو وہ اس کا ضامن ہوگا''۔

عبدالعزیز بیان کرتے ہیں: یہ حکم دوا بتانے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ یہ رگ کو کاٹنے، یا چیرا لگانے، یا داغ لگانے کی صورت میں ہے۔

جادو کے ذریعے مارنے والے کو قتل کر دینے کا بیان

اور اگر سحر میں کوئی ایسا قول وفعل نہ ہو ارتداد و کفر کا موجب ہوتا ہے، لیکن سحر کرنے والا اس بات کا دعویٰ کرے کہ میں اپنے اس جادو کے زور سے وہ کام کر سکتا ہوں جو خدا کرتا ہے۔ مثلاً میں انسان کو جانور کی صورت میں تبدیل کر سکتا ہوں یا لکڑی کو پتھر اور پتھر کو لکڑی بنا سکتا ہوں یا ایسے کام کر سکتا ہوں جو پیغمبر کر سکتے ہیں اور ان معجزات کی طرح میں بھی معجزہ دکھا سکتا ہوں مثلاً میں ہوا میں اڑ سکتا ہوں یا ایک مہینے کی مسافت ایک لمحے میں طے کر سکتا ہوں تو اس کو بھی اس دعوے کی وجہ سے مرتد کافر قرار دیا جا سکتا ہے نہ کہ نفس سحر کے سبب۔ اگر وہ یوں کہے کہ میرے عملیات میں ایک خاصیت ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے عمل جادو کے ذریعہ کسی جاندار کو جان سے مار سکتا ہوں، یا کسی تندرست کو بیمار اور بیمار کو تندرست کر سکتا ہوں یا میں لوگوں کے خیالات تک کو اچھا یا برا بنا سکتا ہوں تو اس کا یہ سحر جھوٹ بولنے اور فسق اختیار کرنے کے حکم میں ہوگا اور وہ (سحر کرنے والا) فاسق و کاذب قرار پائے گا اور وہ اپنے اس عمل (سحر) کے ذریعہ کسی بے گناہ کو ہلاک کر ڈالے تو اس کو قزاق اور قاتل کی طرح سزائے موت دے کر مار ڈالا جائے کیونکہ وہ اپنے اس عمل کے ذریعہ فتنہ وفساد پھیلانے اور بے گناہوں کو ہلاکت میں ڈالنے کا مجرم قرار پائے گا۔ اس بارے میں ساحر اور ساحرہ کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔

ایک روایت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے یہ منقول ہے کہ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ سحر کرتا ہے اور اقرار وتنبیہ کے ذریعہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کو مار ڈالنا چاہئے اس سے توبہ کا مطالبہ کرنے یا مہلت دینے کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ کہے کہ میں سحر کو ترک کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں تو اس کی بات کو قبول نہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر وہ یوں کہے کہ میں پہلے تو بیشک سحر کرتا تھا مگر ایک مدت سے اپنے فعل سے باز آ گیا ہوں تو اس کے اس قول کو قبول کر لیا جائے اور اس کو معاف کر دیا جائے۔

حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سحر کیا اور اس کے سحر کی وجہ سے سحر زدہ مر گیا تو ساحر سے جواب طلب کرنا چاہئے اگر وہ اقرار کرے کہ میں نے اس شخص پر سحر کیا تھا اور میرا سحر اکثر اوقات جان لے لیتا ہے تو اس پر قصاص واجب ہوگا اور اگر یہ کہے کہ میں نے اس شخص پر سحر کیا تھا اور میرا سحر کبھی جان لے لیتا ہے اور کبھی جان نہیں لیتا ہے تو یہ قتل عمد کے حکم میں ہوگا اور اس پر شبہ عمد کے احکام نافذ ہوں گے اور اگر وہ یوں کہے کہ سحر تو میں نے کسی دوسرے شخص کے لئے سحر کیا گیا تھا اور اس وجہ سے اس کا اثر

اس شخص پر ہو گیا اور یہ ہلاک ہو گیا تو یہ قتل خطاء کے حکم میں ہوگا اور اس (ساحر) پر قتل خطاء کے احکام نافذ ہوں گے۔

بَابٌ فِي دِيَةِ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ

باب: ایسے قتل خطاء کی دیت، جو عمد کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو

4588 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ مُسَدَّدٌ - خَطَبَ يَوْمَ الْفَتْحِ - ثُمَّ اتَّفَقَا - فَقَالَ: أَلَا إِنَّ كُلَّ مَأْثُرَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ دَمٍ أَوْ مَالٍ تُذْكَرُ وَتُدْعَى تَحْتَ قَدَمَيَّ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ سِقَايَةِ الْحَاجِّ وَسِدَانَةِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ: أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''خبردار! زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھنے والی جان یا مال سے متعلق، ہر ترجیحی چیز، جس کا ذکر کیا جاتا ہو، یا جس کا دعویٰ کیا جا سکتا ہو، وہ میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے کالعدم قرار پاتی ہے، البتہ حاجیوں کو پانی پلانے اور بیت اللہ کی خدمت کا حکم مختلف ہے''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''خبردار! عمد کے ساتھ مشابہت رکھنے والے قتل خطاء کی دیت، یعنی وہ قتل جو لاٹھی یا عصا کے ذریعے ہو، 100 اونٹ ہوگی، جس میں 40 ایسی اونٹنیاں ہوگی، جن کے پیٹ میں بچہ موجود ہو''۔

4589 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ خَالِدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ مَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي جِنَايَةِ الْعَبْدِ يَكُونُ لِلْفُقَرَاءِ

باب: غریب لوگوں کا غلام اگر کوئی جرم کر دے (تو ادائیگی کس کے ذمے ہوگی؟)

4590 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ غُلَامًا لِأُنَاسٍ فُقَرَاءَ قَطَعَ أُذُنَ غُلَامٍ لِأُنَاسٍ أَغْنِيَاءَ، فَأَتَى أَهْلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا أُنَاسٌ فُقَرَاءُ، فَلَمْ يَجْعَلْ عَلَيْهِ شَيْئًا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ غریب لوگوں کا ایک غلام تھا، اس نے امیر لوگوں کے ایک غلام کا کان کاٹ دیا، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ لے کر آئے، تو دوسرے فریق نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم غریب لوگ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی ادائیگی لازم قرار نہیں دی۔

بَابٌ فِيمَنْ قَتَلَ فِي عِمِّيَّا بَيْنَ قَوْمٍ

باب: جو شخص لوگوں کے درمیان بلوے میں مارا جائے

4591- قَالَ اَبُو دَاوُدَ: حُدِّثْتُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَتَلَ فِي عِمِّيَّا، اَوْ رِمِّيَّا يَكُونُ بَيْنَهُمْ بِحَجَرٍ، اَوْ بِسَوْطٍ، فَعَقْلُهُ عَقْلُ خَطَإٍ، وَمَنْ قَتَلَ عَمْدًا فَقَوَدُ يَدَيْهِ، فَمَنْ حَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی بلوے میں مارا جائے، یا لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کو پتھر مارنے، یا ڈنڈے مارنے کے دوران مارا جائے، تو اس کی دیت قتل خطاء کی ہوگی، اور جسے جان بوجھ کر قتل کیا گیا ہو، تو اس میں قاتل سے جان کا قصاص لیا جائے گا، اور جو شخص اس میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی''۔

بَابٌ فِي الدَّابَّةِ تَنْفَحُ بِرِجْلِهَا

باب: اگر جانور اپنا پاؤں کسی کو مار کر (نقصان پہنچائے، تو اس کا حکم کیا ہوگا؟)

4592- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الرِّجْلُ جُبَارٌ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: الدَّابَّةُ تَضْرِبُ بِرِجْلِهَا وَهُوَ رَاكِبٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''(جانور کے) لات مار کر (نقصان کرنے) کو رائیگاں قرار دیا جائے گا، اور کان میں گر کر (مرنے والے کا خون) رائیگاں ہوگا''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے: جانور اس وقت پاؤں مارے، جب آدمی اس پر سوار ہو۔

حق ضمان میں اسباب کی رعایت کا بیان

علامہ شمس الائمہ امام سرخسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کی حفاظت میں آنے سے پہلے اسلام سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے وہ صرف امام کے حق میں ثابت ہے احکام میں ثابت نہیں ہوتی کیا تم ان دو مسلمانوں کے بارے میں نہیں دیکھتے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال یا جان تلف کردے تو اس پر ضمان نہ ہوگا حالانکہ وہ اس فعل کی وجہ سے گناہگار ہوگا اور اصل یہ ہے کہ احکام میں عصمت صرف دارالاسلام میں رہنے کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ دین کی

وجہ سے، کیونکہ دین تو حق شرع کے لحاظ سے ان لوگوں کو روکتا ہے جو اس دین کا اعتقاد رکھتا ہے اور جو اعتقاد نہیں رکھتے انہیں نہیں روکتا، جبکہ اس کے برخلاف جب انسان دارالاسلام میں ہو تو اس کے مال کی حفاظت اس شخص سے بھی کی جائے گی جو اس دین حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو یا اعتقاد نہ رکھتا ہو، لہٰذا گناہ کی حیثیت سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے اس اعتبار سے ہم نے کہا کہ ان کا یہ فعل مکروہ ہے اور قانون کے اعتبار سے عدم عصمت کی بناء پر (چونکہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے) ہم نے کہا کہ اس کا لیا ہوا مال واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک جب دوسرے کا مال لیتا ہے تو محض مال لینے کی وجہ سے اس کا مالک بن جاتا ہے۔ (المبسوط، ج ۱۴، ص ۵۸، مطبوعہ بیروت)

مجنون کو ہتھیار کسنے پر قتل کر دینے کا بیان

اور جب کسی مجنون شخص نے دوسرے پر ہتھیار تان لیا اور مشہور علیہ نے اس کو بطور عمد قتل کر دیا ہے تو مشہور علیہ کے مال میں سے اس کی دیت واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ اسی اختلاف کے مطابق بچے اور جانور کا اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جانور میں قاتل پر ضمان واجب ہے۔ جبکہ بچے اور مجنون میں کچھ واجب نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ قاتل نے اپنے دفاع کیلئے قتل کیا ہے پس اس کو بالغ شاہر پر قیاس کریں گے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مقتول کے فعل نے اس کو قتل کرنے پر برانگیختہ کیا ہے۔ پس یہ مجبور کیے گئے شخص کے مشابہ ہو جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ جانور کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ ثابت ہو بھی جاتا ہے تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگا۔ جبکہ بچہ اور مجنون تو ان دونوں کا عمل اگرچہ مجموعی طور پر اعتبار کر لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ان دونوں کا عمل ثابت ہو جائے تو ان پر ضمان واجب ہو جائے گا۔ اور یہ ان کے حق عصمت کے سبب سے ہے۔ جبکہ جانور کی عصمت اس کے حق مالک کے سبب سے ہے۔ پس ان دونوں کا عمل عصمت کو ساقط کرنے والا ہے۔ جبکہ جانور کا عمل یہ سقوط عصمت والا نہ ہو گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مشہور علیہ نے ایک معصوم جان کو قتل کیا ہے یا اس نے ایسے مال کو ضائع کیا ہے جو مالک کے حق کے سبب معصوم ہے۔ جبکہ جانور کا عمل یہ ساقط کرنے کی صلاحیت رکھنے والا نہیں ہے۔ اور بچے اور مجنون کا عمل بھی مسقط نہیں ہے۔ خواہ ان کو حق عصمت ہے۔ کیونکہ ان کا اختیار درست نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے ان کی جانب عمل ثابت ہونے سے قصاص واجب نہیں ہوتا۔ جبکہ عاقل بالغ میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا اختیار درست ہے۔ پس اس اباحت کے سبب قصاص واجب نہ ہوگا اور شر کو دور کرنے والی اباحت ہی ہے۔ پس دیت واجب ہو جائے گی۔ (ہدایہ، کتاب الجنایات، لاہور)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور مجنون نے کسی پر تلوار کھینچی اور اس نے مجنون کو قتل کر دیا تو قاتل پر دیت واجب ہے جو خود اپنے مال سے ادا کرے۔ یہی حکم بچہ کا ہے کہ اس کی بھی دیت دینی ہوگی اور اگر جانور نے حملہ کیا اور جانور کو مار ڈالا تو اس کی

قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔ (درمختار، کتاب جنایات، بیروت)

بَابُ الْعَجْمَاءُ، وَالْمَعْدِنُ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ

باب: جانوروں کے مارنے، یا کان میں گرنے، یا کنویں میں گرنے کا نقصان رائیگاں جائے گا

4593 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْعَجْمَاءُ: الْمُنْفَلِتَةُ الَّتِي لَا يَكُونُ مَعَهَا أَحَدٌ، وَتَكُونُ بِالنَّهَارِ، لَا تَكُونُ بِاللَّيْلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جانور کے زخمی کرنے کو رائیگاں قرار دیا جائے گا، کان میں گرنے کو رائیگاں قرار دیا جائے گا، کنویں میں گرنے کو رائیگاں قرار دیا جائے گا، اور ''رکاز'' میں خمس کی ادائیگی لازم ہوگی''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عجماء سے مراد یہ ہے: جانور جب رسی تڑوا کر بھاگ گیا ہو، اور اس کے ساتھ کوئی نہ ہو، یہ دن کا وقت ہو، رات کا وقت نہ ہو۔

مسلمانوں کے راستوں میں کنواں کھودنے کا بیان

جب کسی شخص نے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھودا ہے۔ یا اس نے راستے میں پتھر رکھ دیا ہے اور اس کے بعد اس سے کوئی شخص فوت ہو گیا ہے تو فوت ہونے والے کی دیت اس کی عاقلہ پر واجب ہو جائے گی۔ اور جب کوئی جانور ہلاک ہو گیا ہے تو اس کا ضمان رکھنے والے کے مال سے واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ رکھنے والا زیادتی کرنے والا ہے۔ پس جو چیز اس سے پیدا ہونے والی ہے۔ وہ اس کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ عاقلہ جان کا بوجھ اٹھانے والی ہے۔ مال کا بوجھ اٹھانے والی نہیں ہے۔ پس جانور کا ضمان زیادتی کرنے والے کے مال سے ہوگا۔ اور راستے میں مٹی ڈالنا یا کیچڑ ڈالنا یہ بھی لکڑی اور پتھر رکھنے کے حکم میں ہے۔ اسی دلیل کے سبب سے جو ہم نے بیان کر دی ہے۔

4593-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. وأخرجه البخاري (1499) و (6912)، ومسلم (1710)، وابن ماجه (2673)، والترمذي (647) و (1431) و (1432)، والنسائي في "الكبرى" (2286) و (2287) و (2288) و (5803) من طريق ابن شهاب الزهري، به وقد جاء عند بعضهم عن سعيد ابن المسيب وحده. وأخرجه مسلم (1710) من طريق الأسود بن العلاء عن أبي سلمة وحده، به. وأخرجه البخاري (2355) من طريق أبي صالح السمان، والبخاري (6913)، ومسلم (1710) من طريق محمد بن زياد، ومسلم (1710)، والنسائي في "الكبرى" (2287) من طريق عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، والنسائي (2289) و (5804) من طريق محمد بن سيرين، و (5805) من طريق الأعرج، خمستهم عن أبي هريرة. وهو في "مسند أحمد" (7120)، و"صحيح ابن حبان" (6005).

اور یہ مسئلہ اس صورت مسئلہ کے خلاف ہے۔ جب کسی شخص نے راستے کو صاف کیا ہے۔ اس کے بعد کوئی شخص صاف کی گئی جگہ پر فوت ہو گیا ہے۔ تو صفائی کرنے والا ضامن نہ ہوگا کیونکہ وہ زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس نے راستے میں کوئی نئی چیز نہیں بنائی۔ بلکہ اس نے راستے سے موذی چیز کو دور کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ جب اس نے راستے میں کوڑا کرکٹ اکٹھا کیا ہے اور اس سے پھسل کر کوئی آدمی فوت ہو گیا ہے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ وہ راستے کو مصروف کرنے والا ہے۔ اور زیادتی کرنے والا ہے۔

اور جب کسی بندے نے راستے میں پتھر رکھ دیا ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے اس کو وہاں سے دور کر کے دوسری جگہ پر رکھ دیا ہے۔ اور ایک بندہ اس کے سبب سے ہلاک ہو گیا ہے۔ تو ضمان اس بندے پر واجب ہوگا جس نے پتھر کو دور ہٹایا ہے۔ کیونکہ پہلے پتھر رکھنے والے کا فعل اس کے سبب سے مصروف ہونے والے راستے سے خالی ہونے کی وجہ سے فسخ ہو چکا ہے۔ اور راستہ دوسرے کے فعل کے سبب ہوا ہے اور اسی سے دوسری جگہ مصروف ہوئی ہے۔

اور جب کسی نے کنویں کے قریب راستے پر پتھر رکھ دیا اور کوئی شخص اس میں پھنس کر کنویں میں گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے پتھر نہیں رکھا تھا بلکہ سیلاب وغیرہ سے بہہ کر پتھر وہاں آ گیا تھا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔

(مبسوط ص 17، ج 27، عالمگیری ص 45 ج 6، خانیہ علی الھندیہ ص 462 ج 3، بحر الرائق ص 349 ج 8)

اور جب کسی شخص نے کنویں میں پتھر یا لوہا ڈال دیا۔ پھر اس میں کوئی گر پڑا اور پتھر یا لوہے سے ٹکرا کر مر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔ (مبسوط ص 18، ج 27، عالمگیری ص 45 ج 6، بحر الرائق ص 349 ج 8)

کنواں کھودنے کے سبب نقصان جان پر دیت کا بیان

علامہ امام شمس الائمہ سرخسی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی نے راستے میں کنواں کھودا اس میں کوئی شخص گر گیا اور اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ پھر کنویں سے نکلا تو دو شخصوں نے اس کا سر پھاڑ دیا جس سے وہ بیمار ہو کر پڑا رہا پھر مر گیا تو اس کی دیت تینوں پر تقسیم ہو جائے گی۔ (مبسوط ص 18 جلد 27، عالمگیری ص 46 جلد 6)

اور جب کسی نے کنواں کھودنے کے لیے کسی کو مزدور رکھا۔ مزدور نے کنواں کھودا۔ اس کے بعد کوئی آدمی اس میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ یہ کنواں اگر مسلمانوں کے ایسے عام راستے پر کھودا گیا تھا جس کو ہر شخص عام راستہ خیال کرتا تھا تو مزدور ضامن ہوگا۔ مستاجر نے اس کو یہ بتایا ہو کہ یہ عام راستہ ہے یا نہ بتایا ہو اسی طرح غیر معروف راستہ پر اگر کنواں کھودا گیا اور مستاجر نے مزدور کو یہ بتا دیا تھا کہ یہ عام مسلمانوں کا راستہ ہے تو بھی مزدور ضامن ہوگا۔ اور اگر مزدور کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ عام راستہ مسلمانوں کا ہے تو مستاجر ضامن ہوگا۔ (عالمگیری ص 46 ج 6)

مشترکہ دیوار کے گر جانے سے ہلاکت پر وجوب ضمان کا بیان

اور جب دیوار پانچ بندوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اور ان میں سے ایک پر اشہاد کیا گیا ہے اور اس کے بعد اس دیوار نے کسی آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ تو جس پر اشہاد کیا گیا ہے وہ خمس دیت کا ضامن ہوگا۔ اور دیت اس کی عاقلہ پر واجب ہوگی۔

اور جب کوئی مکان تین بندوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اس گھر میں کنواں کھودا ہوا ہے۔ اور اس کا یہ کھودنا دوسرے دونوں شرکاء کی مرضی کے بغیر ہے۔ یا اس نے دیوار بنائی ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس سے کوئی آدمی ہلاک ہو گیا ہے۔ تو اس پر دو تہائی دیت واجب ہوگی۔ جو اس کی عاقلہ ادا کرے گی۔ یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں اس کی عاقلہ پر نصف دیت واجب ہوگی۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جس پر اشہاد ہوا ہے۔ اس کے حصے کا تلف اعتبار کیا گیا ہے۔ اور جس پر اشہاد نہیں ہوا ہے۔ اس کے حصے کا تلف ضائع ہونے والا ہے۔ پس یہ دو اقسام بن جائیں گی۔ پس ضمان بھی نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔ جس طرح شیر کے زخمی کرنے، سانپ کے ڈسنے اور انسان کے زخمی کرنے میں اس کا حکم گزر گیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ موت ایک سبب سے حاصل ہونے والی ہے۔ اور وہ بوجھ مقدر ہے اور گہرائی بھی مقدر ہے۔ کیونکہ گہرائی اور بوجھ کی اصل علت کوئی نہیں ہے۔ اور وہ قلیل ہے۔ حتیٰ کہ ہر جز علت کا ہے اور جب کئی علل جمع ہو جائیں۔ اور جب بات یہی ہے۔ تو موت ایک علت کی جانب منسوب ہوگی۔ اس کے بعد ملکیت کے حساب سے اس علت کو علت والوں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ جبکہ زخمی کرنے میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر زخم بہ ذات خود تلف کرنے کی علت ہے۔ اگرچہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ جس طرح معلوم کیا جا چکا ہے۔ مگر جمع ہو جانے کے وقت اولیت نہ ہونے کے سبب موت کو سب کی جانب مضاف کر دیا جائے گا۔

ایک گراؤ دیوار کے دو مالک تھے ایک اوپری حصے کا، دوسرا نیچے کے حصے کا ان میں سے کسی ایک سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا پھر پوری دیوار گر پڑی تو جس سے مطالبہ کیا گیا تھا۔ وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر والی دیوار گری اور اسی کے مالک سے مطالبہ بھی کیا گیا تھا تو یہ ضامن ہوگا، نیچے والی کا مالک ضامن نہیں ہوگا۔

(عالمگیری از محیط سرخسی، ص 40 جلد 6، مبسوط ص 13 ج 27، بحر الرائق ص 354 ج 8، خانیہ علی الھندیہ ص 466 جلد 3)

کسی کی دیوار گراؤ تھی، اس سے انہدام کا مطالبہ کیا گیا مگر اس نے دیوار نہیں گرائی پھر وہ دیوار خود بخود پڑوس کی دیوار پر گر پڑی جس سے پڑوسی کی دیوار بھی گر پڑی تو اس پر پڑوسی کی دیوار کا ضمان واجب ہے اور پڑوسی کو اختیار ہے کہ چاہے تو وہ اپنی دیوار کی قیمت اس سے بطور ضمان وصول کرے اور ملبہ ضامن کو دے دے اور چاہے تو ملبہ اپنے پاس رکھے اور نقصان پڑوسی سے وصول کرے اور اگر وہ ضامن سے یہ مطالبہ کرے کہ اس کی دیوار جیسی تھی ویسی ہی نئی بنا کر دے، تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اور اگر پہلی گری ہوئی دیوار سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا تو اس کا ضمان پہلی دیوار کے مالک کے عاقلہ پر ہے۔ اور اگر دوسری دیوار کے ملبہ سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا تو اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔ اگر دوسری دیوار کا مالک بھی وہی ہے جو پہلی دیوار کا مالک ہے تو دوسری دیوار سے مرنے والے کا ضامن بھی وہی ہوگا۔ (عالمگیری از محیط ص 39 ج 6، بحر الرائق ص 355 جلد 8)

مشترکہ دیوار کو گرانے پر مطالبہ کرنے کا بیان

کسی گراؤ دیوار کے پانچ مالک تھے۔ ان میں سے کسی ایک سے دیوار گرانے کا مطالبہ ہوا تھا اور وہ دیوار کسی آدمی پر گر پڑی

بس سے وہ مر گیا تو جس سے مطالبہ ہوا تھا وہ دیت کے پانچویں حصے کا ضامن ہوگا۔ اور یہ پانچواں حصہ بھی اس کے عاقلہ سے لیا جائے گا اسی طرح کسی گھر میں اگر تین آدمی شریک ہیں ان میں سے ایک نے اس گھر میں اپنے دوسرے دونوں شریکوں کی اجازت کے بغیر کنواں کھودا، یا دیوار بنائی اور اس سے کوئی شخص ہلاک ہو گیا تو اس کے عاقلہ پر دو تہائی دیت واجب ہوگی۔ (عالمگیری ص 38 ج 6، فتح القدیر و عنایہ ص 344 ج 8، در مختار و شامی ص 528 ج 5، بحر الرائق ص 355 ج 8، تبیین الحقائق ص 448 ج 6، مجمع الانہر ص 659 ج 6)

اور اگر کنواں یا دیوار اپنے شریکوں کے مشورے سے بنائی گئی تھی تو یہ جنایت متصور نہیں ہوگی۔

(عالمگیری از سراج الوہاج ص 38 ج 6)

کسی شخص نے صرف ایک بیٹا اور ایک مکان چھوڑا اور اس پر اتنا قرض تھا جو مکان کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ تھا اور اس مکان کی دیوار راستہ کی طرف گراؤ تھی۔ اس کے انہدام کا مطالبہ اس کے بیٹے سے کیا جائے گا۔ اگر چہ وہ اس کا مالک نہیں ہے، اور اگر اس کی طرف تقدم کے بعد دیوار گر پڑے تو باپ کے عاقلہ پر دیت ہوگی۔ بیٹے کے عاقلہ پر دیت واجب نہیں ہوگی۔

غلام مکاتب گراؤ دیوار کا مالک تھا، اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس پر گواہ بھی بنا لیے گئے تو اگر غلام کے لیے دیوار کے انہدام کے امکان سے پہلے ہی دیوار گر پڑی تو غلام ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر تمکن کے بعد گری ہے تو ضامن ہوگا۔ اور یہ استحسانا ہے اور قتیل کے ولی کے لیے اپنی قیمت اور قتیل کی دیت سے کم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر دیوار اس کے آزاد ہونے کے بعد گری ہے تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر وہ غلام مکاتب زر کتابت ادا نہ کر سکا اور پھر غلامی میں لوٹ آیا، پھر دیوار گری تو دیت نہ اس پر واجب ہے نہ اس کے مولا پر۔ اور اسی طرح اگر دیوار بیچ دی پھر گر پڑی تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔ اور اگر بیچی نہ تھی کہ گر پڑی اور اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی گر پڑا اور مر گیا تو یہ غلام ضامن ہوگا۔ اور اگر زر کتابت ادا کرنے سے عاجز رہا اور غلامی میں لوٹ آیا تو مولا کو اختیار ہے چاہے غلام اس کو دے دے چاہے فدیہ دے دے۔ اور اگر کوئی آدمی اس قتیل سے ٹکرا کر گر پڑا اور مر گیا تو صاحب دیوار پر ضمان نہیں ہے۔ (فتاوی عالمگیری از شرح زیادات للعتابی ص 38 ج 6، در مختار و شامی ص 526 جلد 5)

گاڑی سے نقصان پہنچنے پر ڈرائیور پر عدم وجوب ضمان کا بیان

سوار اس نقصان کا ضامن ہوگا۔ جس کو جانور نے روند ڈالا ہے۔ اگر چہ اس نے اگلے پاؤں سے روندا ہو یا اس نے پچھلے پاؤں سے روندا ہے۔ یا اس نے اپنے سر سے زخمی کیا ہے یا اس نے دانت کے اگلے حصے سے کاٹ دیا ہے یا اس نے اگلے پاؤں سے مارا ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے دھکا دیا ہے۔ تو وہ سوار ضامن نہ ہوگا۔ اور جب جانور نے اپنے پاؤں کے کھر سے مارا ہے یا اپنی دم سے مارا ہے۔ اس بارے میں قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے راستے سے گزرنا مباح ہے لیکن اس میں سلامتی کی شرط ہے۔ کیونکہ گزرنے والا ایک طرح سے تصرف کرنے والا ہے۔ اور وہ ایک طرح سے دوسرے کے حق میں متصرف ہے۔ کیونکہ راستہ سب لوگوں کے درمیان مشترکہ ہوا کرتا ہے۔ پس ہم اس کی اباحت کے قائل اپنی شرط کے ساتھ ہوں گے۔ تا کہ دونوں طرح سے مہربانی ثابت ہو جائے۔

اور اس کے بعد گزرنے والا سلامتی کے ساتھ اس حالت میں مقید ہے جس میں احتراز کرنا ممکن ہے۔ اور جن چیزوں میں

احتراز کرنا ممکن نہیں ہے۔ ان میں سلامتی کے ساتھ گزرنا مقید نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں تصرف سے روکنا یہ باب تصرف کو بند کرنا ہوگا جبکہ تصرف کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جبکہ روندنے سے احتراز ممکن ہے۔ کیونکہ یہ چلانے کی ضروریات میں سے نہیں ہے۔ پس ہم نے گزرنے والے کو سلامتی کی شرط کے مقید کر دیا ہے۔ جبکہ کھر اور دم سے احتراز ممکن نہیں ہے۔ پس وہ سلامتی کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔ اور جب سوار نے سواری کو رستے میں کھڑا کر دیا ہے۔ تو وہ لات مارنے کا بھی ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس کو کھڑا کرنے سے احتراز ممکن ہے۔ اگر چہ اس کیلئے دولتی سے احتراز ممکن ہے۔ پس سوار اس کو راستے میں کھڑا کرنے اور اس کی وجہ سے راستے کو معروف کرنے کی بناء پر متعدی ہو جائے گا کیونکہ وہ ضامن ہوگا۔

جانور کے سبب ہونے والے نقصان میں ضمان کا بیان

پہلی صورت میں اگر جانور کا مالک جانور کے ساتھ نہ ہو تو وہ کسی نقصان کا ضامن نہیں ہوگا خواہ جانور کھڑا ہو یا چل رہا ہو اور ہاتھ پیر سے کسی کو کچل دے یا دُم یا پیر سے کسی کو نقصان پہنچائے یا کاٹ لے اور اگر جانور کا مالک اس کی رسی پکڑ کر آگے آگے چل رہا تھا یا پیچھے سے ہانک رہا تھا جب بھی مذکورہ بالا صورت میں ضامن نہیں ہے۔

(عالمگیری ص50 ج6، درمختار و شامی ص530 ج5، تبیین الحقائق ص149 ج6، بحر الرائق ص357 ج8، عنایہ علی الفتح ص345 ج8، مبسوط ص5 ج27)

اگر جانور کا مالک اپنی ملک میں سوار ہو کر چلا رہا تھا اور جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کر ڈالا تو مالک کے عاقلہ پر دیت ہے اور مالک پر کفارہ ہے اور وراثت سے بھی مالک محروم ہوگا۔

(عالمگیری ص50 ج6، درمختار و شامی ص530 ج5، تبیین الحقائق ص149 ج6، بحر الرائق ص457 ج8، عنایہ علی الفتح القدیر ص345 ج8، مبسوط ص5 ج27)

اگر مالک اپنی ملک میں سوار ہو کر جانور کو چلا رہا تھا اور جانور نے کسی کو کاٹ لیا یا لات ماری یا دم ماردی تو مالک پر ضمان نہیں ہے۔ (عالمگیری ص50 ج6، درمختار و شامی ص530 ج5، تبیین الحقائق ص149 ج6، بحر الرائق ص357 ج8، عنایہ علی فتح القدیر ص345 ج8)

دوسری صورت یعنی اگر جنایت کسی دوسرے شخص کی زمین میں ہوئی اور یہ جانور مالک کے داخل کئے بغیر رسی تڑا کر اس کی زمین میں داخل ہو گیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر مالک نے خود غیر کی زمین میں جانور کو داخل کیا تھا تو ہر صورت میں مالک ضامن ہوگا۔ خواہ جانور کھڑا ہو یا چل رہا ہو۔ مالک اس پر سوار ہو یا سوار نہ ہو۔ رسی پکڑ کر چلا رہا ہو یا پیچھے سے ہانک رہا ہو یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مالک زمین کی اجازت کے بغیر جانور کے مالک نے اس زمین میں جانور کو داخل کیا ہو اور اگر صاحب زمین کی اجازت سے جانور کو داخل کیا تھا تو اس کا حکم وہی ہے جو اپنی زمین کا ہے۔

(عالمگیری ص50 ج6، تبیین الحقائق ص149 ج6، درمختار و شامی ص530 ج5، بحر الرائق ص357 ج8، عنایہ علی فتح القدیر ص345 ج8)

بَابٌ فِي النَّارِ تَعَدَّى

باب: جب آگ پھیل جائے (تو اس کا حکم کیا ہوگا؟)

4594 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وحَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ

التَّيْمِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ الصَّنْعَانِيُّ، كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النَّارُ جُبَارٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آگ (سے ہونے والے نقصان) کو رائیگاں قرار دیا جائے گا''

بَابُ الْقِصَاصِ مِنَ السِّنِّ

باب: دانتوں کا قصاص لینا

4595 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ أُخْتُ أَنَسِ بْنِ النَّضْرِ ثَنِيَّةَ امْرَأَةٍ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضَى بِكِتَابِ اللهِ الْقِصَاصَ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا الْيَوْمَ، قَالَ: يَا أَنَسُ كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ، فَرَضُوا بِأَرْشٍ أَخَذُوهُ، فَعَجِبَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قِيلَ لَهُ كَيْفَ يُقْتَصُّ مِنَ السِّنِّ؟ قَالَ: تُبْرَدُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا نے ایک خاتون کا دانت توڑ دیا، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب کے حکم کے مطابق قصاص کا فیصلہ دیا، تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے، اس کا دانت آج نہیں توڑا جائے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم موجود ہے، راوی بیان کرتے ہیں: تو دوسرے فریق کے لوگ دیت وصول کرنے پر راضی ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر متعجب ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھالیں، تو اللہ تعالیٰ اُسے پوری کر دیتا ہے''۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے سنا: ان سے دریافت کیا گیا: دانت میں قصاص کیسے دلوایا جائے گا؟ تو انہوں نے کہا: اسے رگڑ دیا جائے گا۔

4595-إسناده صحيح. حميد الطويل: هو ابن أبي حميد، والمعتمر: هو ابن سليمان التيمي. وأخرجه البخاري (2703)، وابن ماجه (2649)، والنسائي في "الكبرى" (6932) و (6933) و (8232) و (11080) من طريق حميد الطويل، عن أنس. وأخرجه مسلم (1675)، والنسائي (6931) من طريق حماد بن سلمة، عن ثابت عن أنس. وجعل الذي أقسم اليمين أم الرُّبَيِّع لا أنس بن النضر. وهو في "مسند أحمد" (12302)، و"صحيح ابن حبان" (6490).

كِتَابُ السُّنَّةِ

سنت کا بیان

لفظ سنن کے مختلف لغوی معانی کا بیان

لفظ سنن، سنت، کی جمع ہے اور، سنت، سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر انسان چلتا ہے اور اس کو لازم پکڑ لیتا ہے۔ اسی معنی میں ،سنۃ الانبیاء، یعنی،، انبیاء کا طریقہ،، کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

ایک شاعر خالد الہذلی نے اپنے ماموں ابوذویب کے بارے میں کہا ہے۔ جس رستے پر تو چل پڑے تو پھر اس پر گھبراہٹ محسوس نہ کر، کیونکہ سب سے پہلا شخص جو کسی رستے سے راضی ہوتا ہے وہ وہی ہوتا ہو جو اس پر چلنے والا ہو،،۔

ایک اور شاعر نے کہا ہے: آل ہاشم کے وہ لوگ جو، طف، نامی مقام میں ہیں، انہوں نے صبر کیا ہے اور ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہوئے باعزت لوگوں کے لیے (صبر کا) ایک طریقہ چھوڑا ہے،،۔

لبید کا شعر ہے: وہ لوگ ایک ایسی قوم میں سے ہیں جن کے لیے ان کے آباء واجداد نے ایک طریقہ چھوڑا ہے اور ہر قوم کا ایک طریقہ اور اس کا کوئی امام ہوتا ہے۔

مفضل، نے کہا ہے کہ، سنت، سے مراد، امت، ہے اور اس نے دلیل کے طور پر یہ شعر پڑھا ہے۔ لوگوں نے تمہاری بزرگی جیسی بزرگی کسی میں نہیں پائی اور پچھلی اقوام میں تمہاری قوم جیسی قوم نہیں دیکھی،،۔

اس میں، سنت، کا معنی، قوم، لینے میں کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ، سنن، سے مراد، اہل سنن، ہوں۔

امام خلیل کا کہنا ہے کہ، سن الشیء، کا معنی کسی شے کی صورت بنانا ہے اور، حما مسنون، کا لفظ بھی اسی سے ہے، جس کا معنی ،صورت دیا گیا کیچڑ، ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ، سن الماء والدرع، اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ ان کو انڈیل دیا جائے اور، حما مسنون، کا اس سے ہونا ممکن ہے، لیکن انڈیلنے کی مٹی کی طرف نسبت بعید ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ، مسنون، سے مراد، متغیر، ہے۔ بعض اہل لغت کا کہنا ہے: یہ لفظ، سن الماء، سے ہے، یعنی جب کوئی شخص مسلسل پانی انڈیلتا رہے۔ پس، سن، کا بنیادی معنی پانی اور پسینہ وغیرہ انڈیلنا ہے۔

زہیر کا شعر ہے۔ ہم ان گھوڑوں کو دشمن کا سامنا کرنے کے لیے روزانہ تیار کرتے ہیں اور ان کے کھروں پر ان کا پسینہ بہایا جاتا ہے۔ یعنی ان پر پسینہ بہایا جاتا ہے۔ اس شعر میں رستے کو انڈیلے ہوئے پانی سے تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ انڈیلے ہوئے پانی میں پانی کا بہنا مسلسل ایک ہی نہج پر ہوتا ہے۔ پس، سنت، کا لفظ، اسم مفعول، کے معنی میں ہے جیسا کہ، غرفۃ، کا لفظ ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ سُنّت کا لفظ ،سننت النصل ، سے ہے ،یعنی میں نے چاقو کے پھل کو تیز کیا۔ یعنی جب میں نے اس کو کسی سان پر تیز کیا ہو۔ اور ،سُنّت ، سے مراد اچھا طریقہ ہوگا کہ جس کا اہتمام کیا جائے ،جیسا کہ چاقو کے پھل کی پرواہ وغیرہ کی جاتی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ،سُنّت ، کا لفظ ،سن الابل ، سے ماخوذ ہے ،یعنی اونٹوں کی اچھی طرح نگہبانی کرنا اور ،سُنّت ، کا معنی یہ ہوگا کہ صاحب سُنّت کی حیثیت اپنی قوم کی نگرانی میں ایسی ہی ہوگی جیسا کہ ایک چرواہا اپنے اونٹوں کی نگہبانی کرتا ہے۔ اور جس کام کو رسول اللہ نے جاری کیا اس کو ،سُنّت ، کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ آپ نے اس کام کی اچھی طرح نگہبانی کی اور اس کو دوام بخشا۔

سنت کی لغوی تعریف کا بیان

علامہ ابن منظور الافریقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ سنت کا لغوی معنی راستہ یا طریقہ ہے۔ سنت سے مراد طریقہ ہے چاہے اچھا ہو یا برا ہو اور حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کے لیے اس کا اجر ہے اور جس نے اس طریقے پر عمل کیا تو اس جاری کرنے والے کے لیے بھی اس کا اجر ہے۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا مراد یہ ہے کہ جس نے اس برے طریقے پر عمل کیا تا کہ اس طریقے میں اس کی پیروی کی جائے۔ اور ہر وہ شخص جو کہ پہلی مرتبہ کوئی کام کرتا ہے اور اس کے بعد آنے والوں نے اس پر عمل کیا تو کہا گیا ہے کہ اس نے اسے جاری کیا۔ (لسان العرب: باب س۔ن۔ن)

علامہ زبیدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ کہ سنت سے مراد طریقہ ہے چاہے اچھا ہو یا برا، جبکہ علامہ ازہری کا قول یہ ہے کہ سنت سے مراد پسندیدہ اور سیدھا رستہ ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ،اہل سنت ، میں سے ہے ،یعنی سیدھے اور پسندیدہ رستے پر ہے۔ (تاج العروس: باب س۔ن۔ن)

علامہ ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا اصل معنی طریقہ اور رستہ ہے مجوس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ ہیں :،،ان کے بارے میں اہل کتاب کی سنت (طریقہ) جاری کرو،، یعنی ان سے بھی اہل کتاب کی طرح جزیہ وصول کرو۔ (النھایۃ فی غریب الحدیث: باب السین مع النون)

امام راغب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طریقہ ہے کہ جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصد کرتے تھے۔ (المفردات: باب س۔ن۔ن)

امام ابن فارس رحمہ اللہ لکھتے ہیں سنت کا معنی طریقہ ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ (معجم مقاییس اللغۃ: باب س۔ن۔ن)

سنت کے اصطلاحی مفہوم کا بیان

فقہاء، اصولیین، محدثین اور علمائے متکلمین نے سنت کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ان علماء کا سنت کی تعریف میں یہ اختلاف، اختلاف تضاد نہیں ہے بلکہ تنوع کا اختلاف ہے۔ علماء کی ہر جماعت نے اپنے میدان، موضوع اور اس کے دائرہ کار کے اعتبار سے سنت کی تعریف کی ہے اور ان میں ہر جماعت دوسری جماعت کی سنت کی تعریف کو بھی مانتی اور قبول کرتی ہے۔

فقہاء کے نزدیک سنت کی تعریف

علم الفقہ میں سنت کا لفظ فرض کے بالمقابل استعمال کیا جاتا ہے۔اور جب فقہاء کسی فعل کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے تو اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ فرض نہیں ہے۔

الدکتور وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں۔فقہاء کے نزدیک سنت سے مراد وہ چیز ہے جو کہ عبادات سے متعلق ہو اور واجب یعنی فرض نہ ہو۔عام طور پر اس سنت یعنی جو فرض نہیں ہے کو مندوب بھی کہتے ہیں۔(اصول الفقہ الاسلامی:ص۴۵۰)

محدثین کے ہاں سنت کی تعریف

محدثین کے نزدیک سنت اور حدیث قریبا مترادف ہیں۔سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال،افعال،تقریرات اور پیدائشی واکتسابی اوصاف کا نام ہے۔جبکہ ان چاروں چیزوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت حدیث کہلاتی ہے۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول،فعل،تقریر یا صفت کو جب کوئی صحابی رسول اللہ کی طرف منسوب کرتا ہے تو صحابی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس نسبت کو حدیث کہتے ہیں۔سنت اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال،افعال،تقریرات اور اوصاف کا نام ہے تو حدیث اس کی روایت ہے۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو سنت اور حدیث میں کچھ فرق نہیں ہے۔

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال،افعال،تقریرات اور اوصاف کے حوالے سے جو کچھ بیان ہو رہا ہے وہ سنت ہے۔یہی وجہ ہے کہ حدیث کی امہات الکتب میں سے اکثر کے نام سنن سے شروع ہوتے ہیں مثلاً سنن ابی داؤد،سنن نسائی،سنن ابن ماجہ وغیرہ۔سنت اور حدیث میں ایک فرق یہ ہے کہ حدیث کا لفظ سنت کی نسبت عام ہے کیونکہ حدیث کا مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے متعلق جمیع حالات،واقعات،اقوال اور افعال وغیرہ کو جمع کرنا ہے،چاہے وہ بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوں یا بعثت کے بعد ہوں۔جبکہ سنت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال وافعال وتقریرات وغیرہ پر مشتمل ہوگی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور شریعت صادر ہوں۔اس پہلو سے غالب وصف کا اعتبار کرتے ہوئے احادیث کی کتب کو سنن کہا گیا ہے۔

ڈاکٹر حمزہ ملیباری لکھتے ہیں کہ اصطلاح میں سنت سے مراد ہر وہ قول یا فعل یا تقریر یا اکتسابی وصف ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے لے کر وفات تک کے دورانیے میں بطور شریعت صادر ہوا ہو۔جبکہ حدیث نبوی سے مراد ہر وہ قول،فعل،تقریر،پیدائشی یا اکتسابی وصف ہے کہ جس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو،چاہے یہ بعثت سے پہلے ہو یا بعد میں ہو،چاہے بطور شریعت صادر ہوا ہو یا شریعت نہ ہو۔مجازاً اس کا اطلاق صحابہ اور تابعین کے اقوال،افعال،تقریرات اور اوصاف پر بھی ہو جاتا ہے۔

پس اس پہلو سے حدیث،سنت کی نسبت عام ہے کیونکہ سنت سے مراد صرف وہی امور ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور شریعت صادر ہوئے ہوں۔(علوم الحدیث فی ضوء تطبیقات المحدثین النقاد:ص۱۵،۱۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر حدیث شریعت نہیں ہے مثلاً وہ احادیث جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے ماقبل کی زندگی کے

حالات وافعال پر مشتمل ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائشی اوصاف کو بیان کرنے والی ہیں وغیرہ۔ جن احادیث کا تعلق شریعت سے ہے وہ سنت ہیں۔ اسی لیے جب بھی شریعتِ اسلامیہ کے مصادر کی بات کی جاتی ہے تو قرآن وسنت کہا جاتا ہے نہ کہ قرآن وحدیث۔ دوسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول یا فعل سنت نہیں ہے بلکہ وہی اقوال وافعال سنن ہیں جو کہ بطور شریعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے ہیں۔

علمائے اصول کے نزدیک سنت کی تعریف

اصولیین کے نزدیک سنت کی تعریف میں الدکتور عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں کہ اصولیین کی اصطلاح میں قرآن کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی اقوال، افعال اور تقریرات صادر ہوئی ہیں وہ سنت ہیں۔ پس سنت اس اعتبار سے ادلۂ احکام میں سے ایک دلیل ہے اور مصادرِ شریعت میں سے ایک مصدر ہے۔ (الوجیز: ص ۱۶۱، ۱۶۲)

اصولیین کا اصل موضوع یہ ہے کہ کیا چیز شریعت ہے اور کیا چیز شریعت نہیں ہے۔ اس لیے اصولیین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو سنت کی تعریف میں شامل نہیں کیا کیونکہ اصولیین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائشی یا اکتسابی اوصاف سے کوئی حکم شرعی مستنبط نہیں ہوتا جبکہ محدثین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکتسابی اوصاف سے بھی کوئی شرعی حکم نکل سکتا ہے لہٰذا انہوں نے اکتسابی اوصاف کو بھی سنت کی تعریف میں داخل کر دیا ہے۔ فقہاء کے مختلف طبقات نے مختلف پہلوؤں سے سنت کے معنی ومفہوم پر روشنی ڈالی ہے اور اِن معانی میں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کوئی تضاد نہیں۔ فقہاء، محدثین اور اصولیین کے نزدیک سنت کا اطلاق صرف انہی امور پر ہوگا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور شریعت صادر ہوئے ہیں۔

سنت اور حدیث میں فرق ہونے کا بیان

نکاح کرنا سنّت ہے، حدیث نہیں؛ قربانی کرنا سنّت ہے، حدیث نہیں؛ مسواک کرنا سنّت ہے، حدیث کوئی نہیں کہتا۔ سنت کا لفظ ایسے عمل متوارث پر بھی بولا جاتا ہے جس میں نسخ کا کوئی احتمال نہ ہو، حدیث کبھی ناسخ ہوتی ہے کبھی منسوخ؛ مگر سنت کبھی منسوخ نہیں ہوتی، سنت ہے ہی وہ جس میں توارث ہو اور تسلسلِ تعامل ہو، حدیث کبھی ضعیف بھی ہوتی ہے کبھی صحیح، یہ صحت وضعف کا فرق ایک علمی مرتبہ ہے، ایک علمی درجہ کی بات ہے، بخلاف سنت کے کہ اس میں ہمیشہ عمل نمایاں رہتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے مسلک کے لحاظ سے اپنی نسبت ہمیشہ سنت کی طرف کی ہے اور اہل سنت کہلاتے ہیں، حدیث کی طرف جن کی نسبت ہوئی اس سے ان کا محض ایک علمی تعارف ہوتا رہتا ہے اور اس سے مراد محدثین سمجھے گئے ہیں، مسلکاً یہ حضرات اہلسنت شمار ہوتے تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " سَيَأْتِيكُمْ عَنِّي أَحَادِيثُ مُخْتَلِفَةٌ، فَمَا جَاءَكُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللهِ وَلِسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي، وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللهِ وَلِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي "

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں کہ میری طرف سے کچھ اختلافی احادیث آئیں گی، ان میں سے جو "کتاب اللہ" اور "میری سنّت" کے موافق ہونگی، وہ میری طرف سے ہونگی۔ اور جو "کتاب اللہ" اور "میری سنّت" کے خلاف ہونگی وہ میری طرف سے نہیں ہونگی۔

(۱) سنن الدار قطنی: کتاب فی الاقضیۃ والاحکام وغیر ذلک، کتاب عمر رضی اللہ عنہ الی ابی موسیٰ الاشعری، ۴۲۶۳ (۴۴۲۴)؛ (۲) الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب: الشوثق فی استحکام الجمایۃ، ۳۱۱ (۵۰۰۴)؛ (۳) ذم الکلام واہلہ لعبد اللہ الانصاری: الباب التاسع، باب: ذکر اعلام المصطفیٰ صلی اللہ، ۵۸۹ (۲۰۶)؛ (۴) الاباطیل والمناکیر والمشاہیر للجورقانی: کتاب الفتن، باب: الرجوع الی الکتاب والسنۃ ۲۷۷ (۲۹۰)

مذاہب اربعہ کے مطابق مفہوم سنت کا بیان

جمیع اہل سُنّت کے نزدیک 'سُنّت' سے مراد رسول اللہ کے اقوال، افعال وتقریرات ہیں۔ معروف حنفی فقہاء علامہ کمال الدین ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) اور علامہ ابن امیر الحاج (متوفی ۸۷۱ھ) لکھتے ہیں۔

(السنة) و هي لغة (الطريقة المعتادة) محمودة كان او لا (و في الاصول قوله عليه السلام و فعله و تقريره) مما ليس من الامور الطبيعية (التقریر والتحبیر: الباب الثالث السنۃ)

'سُنّت' کا لغوی معنی ایسا طریقہ ہے جس کے لوگ عادی ہوں چاہے وہ اچھا ہو یا برا... اور اصولِ فقہ میں 'سُنّت' سے مراد رسول اللہ کا وہ قول، فعل اور تقریر ہے جو طبعی امور کے علاوہ ہیں۔

شافعی فقیہ امام زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں۔

المراد هنا ما صدر من الرسول من الاقوال والافعال والتقرير و الهم وهذا الاخير لم يذكره الاصوليون (البحر المحیط: مباحث السنۃ)

یہاں یعنی اصولِ فقہ میں سُنّت سے مراد رسول اللہ کے اقوال، افعال، تقریرات اور کسی کام کو کرنے کا ارادہ ہیں۔ اس آخری قسم کو 'سُنّت' کی تعریف میں عموماً اصولیین نے بیان نہیں کیا ہے۔

مالکی فقیہ امام شاطبی (متوفی ۷۹۵ھ) لکھتے ہیں۔

واذا جمع ما تقدم تحصل منه في الاطلاق اربعة اوجه قوله عليه الصلاة والسلام و فعله و تقريره وكل ذلك اما متلقى بالوحي او بالاجتهاد بناء على صحة الاجتهاد في حقه وهذه الثلاثة والرابع ما جاء عن الصحابة او الخلفاء (الموافقات، ج۲، ج۴، ص۷)

سُنّت کے بارے میں ہم نے جو پیچھے بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ 'سُنّت' سے مطلق طور پر مراد رسول اللہ کا قول، فعل اور تقریر ہے اور یہ تینوں یا تو وحی کی بنیاد پر ہوں گے یا آپ کا اجتہاد ہوگا، بشرطیکہ آپ کے لیے اجتہاد کرنے کا قول صحیح ہو۔ یہ 'سُنّت' کی تین صورتیں ہیں اور اس کی چوتھی صورت صحابہ اور خلفائے راشدین کی سُنّت ہے۔

نام نہاد حنبلی فقیہ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں۔

الحديث النبوي هو عند الاطلاق ينصرف على ما حدث به عنه بعد النبوة من قوله و فعله و اقراره فان سُنّته ثبتت من هذه الوجوه الثلاثة (مجموع الفتاویٰ، جلد ۱۸، ص ۶،۷)

حدیث نبوی سے مراد آپ کا وہ قول، فعل اور تقریر ہے جو کہ آپ سے نبوت کے بعد صادر ہوا ہو۔ پس آپ کی 'سُنّت' ان

تین صورتوں سے ثابت ہوتی ہے۔

فقہی مباحث میں جب اہل سُنّت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد صحابہ،، تابعین،، تبع تابعین،، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ ہوتے ہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک افعال کا بیان

فقہائے احناف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی چھ اقسام بیان کی ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں جن کے مزید دلائل کتب فقہائے احناف میں ہیں۔

پہلی قسم

فقہائے احناف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی ایک قسم وہ ہے جو کہ ،غیر ارادی افعال، پر مشتمل ہے۔ غیر ارادی افعال کئی قسم کے ہوتے ہیں جن میں ایک کو فقہائے احناف نے ،زلۃ، یعنی بھول چوک کا نام دیا ہے۔ ،زلۃ، کے علاوہ غیر ارادی افعال کی ایک دوسری قسم کے طور پر فقہائے احناف نے آپ کے ان افعال کو بھی بیان کیا ہے جو آپ سے نیند یا بے ہوشی کی حالت میں سرزد ہوئے ہوں۔ فقہائے احناف کے نزدیک اس قسم کے افعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کسی بھی امتی کے لیے جائز نہیں ہے۔

فخر الاسلام امام بزدوی (متوفی ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقسام میں مباح، مستحب، واجب اور فرض شامل ہیں۔ آپ کے افعال کی ایک اور قسم ،زلۃ، بھی ہے۔ ،زلۃ، کا تعلق اس باب (یعنی اتباع) سے نہیں ہے ،کیونکہ ،زلۃ، میں کسی بھی نبی و رسول کی اقتداء و پیروی درست نہیں ہے۔ (قرآن و سُنّت میں) اس قسم کے افعال کے تذکرہ کے ساتھ ہی خود فاعل یا اللہ کی طرف سے ایک بیان متصل بعد ہوتا ہے (جو کہ اس کے قابل اقتداء نہ ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے)۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ،،اور حضرت آدم نے نافرمانی کی،،۔ ایک اور جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک قبطی کے قتل ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ،،حضرت موسیٰ نے کہا یہ تو شیطان کا کام ہے،،۔ ،زلۃ، سے مراد وہ فعل ہے جس کے کرنے کا فاعل نے ارادہ نہ کیا ہو لیکن فاعل نے ایک دوسرے مباح فعل کا قصد کیا ہو اور اس مباح فعل کے ارتکاب نے فاعل کو ،زلۃ، تک پہنچا دیا ہو،،۔ پس وہ شخص ایک مقصود بعینہ حرام فعل (یعنی ایسا حرام فعل کہ اس کے ارتکاب کا قصد کیا گیا ہو) میں مشغول ہونے کی وجہ سے پھسل گیا،،۔ (اصول البزدوی، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

شمس الائمہ امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں۔ جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جو کہ قصد و ارادے سے ہوں، ان کی چار اقسام ہیں: مباح، مستحب، واجب اور فرض۔ ایک پانچویں قسم ،زلۃ، کی بھی ہے لیکن وہ اس باب (یعنی اتباع کے باب) میں داخل نہیں ہے، کیونکہ ،زلۃ، میں آپ کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ اس باب میں ان افعال کے حکم کو بیان کیا جائے گا جن میں آپ کی اقتداء ہو گی۔ اسی لیے نیند یا بے ہوشی کے عالم میں آپ سے صادر ہونے والے افعال کا تذکرہ اس جگہ نہیں ہو گا

، کیونکہ ان حالتوں میں آپ سے صادر ہونے والے افعال میں آپ کا قصد وارادہ شامل نہیں ہوتا ہے۔

لہٰذا ان حالتوں میں آپ سے صادر ہونے والے افعال حکم شرعی میں داخل نہ ہوں گے۔ جہاں تک ،زلۃ، کا معاملہ ہے تو اس میں عین فعل کا قصد نہیں ہوتا لیکن اصل فعل کی طرف قصد موجود ہوتا ہے۔ (اصول السرخسی، باب الکلام فی افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ علاؤالدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر افعال کی دو ہی قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو ان افعال کی ہے جن کا صرف وجود ہو اور کوئی زائد صفت (مثلاً ارادہ وغیرہ) ان کے ساتھ متصل نہ ہو۔ جیسا کہ کسی سوتے ہوئے یا بھولے ہوئے آدمی کا فعل ہے۔ یہ افعال نہ تو حسن ہوں گے اور نہ ہی قبیح ہو سکتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ افعال شامل ہیں جن کے وجود کے ساتھ کوئی زائد صفت (مثلاً ارادہ وغیرہ) بھی شامل ہو، جیسا کہ مکلفین کے افعال ہیں۔ ان افعال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم ،حسن، کہلاتی ہے اور دوسری ،قبیح،۔ ،حسن، کی آگے مزید تین قسمیں ہیں، یعنی واجب، مندوب اور مباح۔ اور ،قبیح، کی دو قسمیں ہیں، یعنی حرام و مکروہ۔ اور ان تمام افعال کا صدور سوائے آخری قسم (یعنی قبیح) کے تمام مکلفین سے ممکن ہے، چاہے وہ انبیاء ہوں یا عام انسان۔ جہاں تک آخری قسم (یعنی قبیح) کا تعلق ہے تو انبیاء کے سوا تمام لوگوں سے اس کا وقوع ممکن ہے جبکہ انبیاء سے ان افعال کا صدور ممکن نہیں ہے جو کہ معصیت ہوں، کیونکہ عام مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے کہ انبیاء کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے معصوم ہوتے ہیں۔

ہمارے اصحاب (یعنی حنفیہ) کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء صغائر سے بھی پاک ہوتے ہیں اگرچہ وہ ،زلۃ، کا ارتکاب کر سکتے ہیں ،جبکہ بعض اشعریہ کا عقیدہ اس کے برعکس ہے (یعنی ان کے نزدیک انبیاء ،زلۃ، کے علاوہ صغائر کے بھی مرتکب ہو سکتے ہیں)۔ پس یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اس باب میں افعال سے مراد آپ کے وہ افعال ہیں جو قصد وارادے سے واقع ہوں اور ،زلۃ، کی قبیل سے نہ ہوں، کیونکہ اس باب میں آپ کی اتباع کا مسئلہ زیر بحث ہے اور آپ کے جو افعال بھول چوک میں سے ہوں یا بے ہوشی و نیند کی حالت میں آپ سے صادر ہوئے ہوں تو ان میں آپ کی اقتداء درست نہیں ہے، ،زلۃ، میں عین فعل کا ارادہ نہیں ہوتا لیکن اصل فعل کا قصد ضرور ہوتا ہے۔

ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ نے عصمت انبیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ،زلۃ، کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ حق سے باطل اور اطاعت سے معصیت کی طرف پھسل گئے، بلکہ اس کا اصل معنی یہ ہے کہ وہ افضل سے مفضول اور زیادہ صحیح سے صحیح کی طرف مائل ہو گئے۔ (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ علاؤالدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) کی اس مذکورہ بالا عبارت میں ایک قابل غور اہم نکتہ یہ ہے کہ انہوں نے مباح کو ،قبیح، کے بالمقابل ،حسن، کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ پس ،مباح، اگرچہ ،حسن، ہوتا ہے لیکن اس پر کوئی اجر وثواب نہیں ہوتا ہے۔

علامہ صاحب اپنی کتاب میں مباح کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

واما الثالث فھو المباح ذلیس فی ادائہ ثواب، ولا فی ترکہ عقاب، (کشف الاسرار، باب اقسام العزیمۃ)

تیسری قسم مباح ہے جس کی ادائیگی میں نہ تو کوئی ثواب ہے اور نہ ہی اس کے چھوڑنے پر کوئی سزا ہے،،۔

مذکورہ بالا بحث سے ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مباح، پر اگر اجر وثواب نہیں ہے تو اس کو حسن، کس پہلو سے کہا گیا ہے؟ بعض اصولیین نے، مباح، کے، حسن، ہونے کی بحث کو مستقل طور پر بیان کیا ہے اور اس میں اس نکتے کی بھی وضاحت کی ہے۔

امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ کیا مباح حسن، ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اگر تو، حسن، سے مراد یہ ہے کہ فاعل کو اس کو کرنے کی اجازت ہے تو اس اعتبار سے مباح، حسن، ہے۔ اور اگر، حسن، سے مراد یہ ہے کہ اس کے فاعل کی تعظیم کی جائے اور اس کا فاعل قابل تعریف ہو اور اسی طرح قبیح، سے مراد یہ ہے کہ اس کے فاعل کی مذمت یا سزا کا اعتقاد ہو تو اس معنی میں مباح، حسن، نہیں ہے۔ (المستصفی: القطب الاول فی الثمرۃ وھی الحکم، مسألۃ الجائز لا یتضمن الامر والمباح)

دوسری قسم

اس قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال شامل ہیں جو جبلی امور سے متعلق ہیں۔ فقہائے احناف کے نزدیک یہ افعال بالاتفاق مباح ہیں۔

علامہ علاؤالدین بخاری لکھتے ہیں۔ علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام افعال کی شرعی حیثیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے جو بھول چوک یا سہو کے علاوہ ہیں مثلاً آپ کا ظہر کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دینا یہاں تک کہ ذوالیدین نے کہا: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ اور ایسے طبعی افعال کے علاوہ ہیں جن سے کوئی بھی ذی روح مخلوق خالی نہیں ہوتی۔ مثلاً سانس لینا، کھڑا ہونا، بیٹھنا، کھانا، پینا وغیرہ۔ یہ تمام افعال آپ اور اُمت کے حق میں مباح ہیں اور ان کے مباح ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

علامہ ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) اور ابن امیر حاج الحنفی (متوفی ۸۷۱ھ) لکھتے ہیں۔

(مسألة الاتفاق فی افعاله الجبلية) ای الصادرة بمقتضی طبيعته فی اصل خلقته كالقيام و القعود و النوم و الاكل و الشرب (الباحة لنا و له) التقرير والتحبير: المقالة الثانية فی احوال الموضوع. مسألة الاتفاق فی افعاله الجبلية الصادرة بمقتضی طبعيته)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبلی افعال جو کہ آپ سے بتقاضائے طبیعت صادر ہوئے ہیں، جیسا کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا، سونا، کھانا اور پینا وغیرہ، تو اس کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ یہ تمام افعال آپ اور امت کے حق میں مباح ہیں،،۔

پہلا نکتہ

اس بحث میں پہلا نکتہ تو یہ ہے کہ مباح کی تعریف احناف کے نزدیک بالاتفاق یہ ہے کہ جس کے کرنے پر کوئی ثواب نہ ہو اور نہ ہی اس کے ترک پر عذاب ہو۔

علامہ علاؤالدین بخاری فرماتے ہیں کہ تیسری قسم مباح ہے جس کی ادائیگی میں نہ تو کوئی ثواب ہے اور نہ ہی اس کے چھوڑنے پر کوئی سزا ہے۔ (کشف الاسرار، باب اقسام العزیمۃ)

دوسرا نکتہ

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ امام جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال جو کہ امت کے حق میں ،مباح، ہیں، ان کے لیے لفظ ،سُنّت، بھی استعمال نہیں ہوسکتا ہے۔

امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ: سُنّت کے احکام تین قسم پر ہیں۔فرض، واجب اور مندوب۔اور مباح فعل پر لفظ ،سُنّت، کا اطلاق درست نہیں ہے، کیونکہ ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ ،سُنّت، کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کریں یا کوئی حکم اس لیے دیں کہ اس میں آپ کی اقتداء کی جائے، اس پر عمل میں دوام اختیار کیا جائے اور اس پر عمل سے ثواب حاصل ہو ،اور یہ تینوں باتیں مباح میں معدوم ہیں۔(الفصول فی الاصول، باب القول فی سنن رسول اللہ ﷺ)

تیسرا نکتہ

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ بعض فقہائے احناف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبلی امور کی پیروی کو ،حسن، کہا ہے تو اس سے ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ان افعال کو ،مباح، بھی کہتے ہیں اور باعث اجر وثواب بھی سمجھتے ہیں۔ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ فقہائے احناف کے نزدیک واجب اور مندوب کی طرح مباح بھی ،حسن، کی ایک قسم ہے۔اور ،حسن، سے مراد بعض اوقات ایسے افعال بھی ہوتے ہیں جو کسی اخروی اجر وثواب کے وعدے کے بغیر بھی کسی اور پہلو سے ،حسن، ہوتے ہیں۔

علامہ ابن الہمام اور ابن امیر الحاج الحنفی لکھتے ہیں۔سُنّت دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔سُنّت الہدیٰ جس کو قائم کرنا تکمیل دین کے لیے ہوتا ہے اور اس کے بلا عذر تارک، جبکہ وہ اس کے ترک پر مصر بھی ہو، کو گمراہ قرار دیا جائے گا اور وہ قابل مذمت ہوگا۔جیسا کہ فرض نمازوں کے لیے اذان کی مثال ہے اور سُنّت کی دوسری قسم سُنّت الزائدۃ ہے۔جیسا کہ آپ کا کھانا، بیٹھنا اور لباس پہننا۔فقہاء کا کہنا یہ ہے کہ سنن الزوائد کو اختیار کرنا ،حسن، ہے اور ان کے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے ،یعنی ان کو چھوڑنا ناپسندیدہ یا برا نہیں ہے۔(التقریر والتحبیر: المقالۃ الثانیۃ فی احوال الموضوع، تقسیم الحنفیۃ الحکم امارخصۃ اوعزیمۃ)

یہ وہی انداز ہے جو ہم نے عمامے کی بحث میں اختیار کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہم سے یہ سوال کرے کہ عمامہ باندھنا چاہیے یا نہیں، تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ باندھنا چاہیے، لیکن اس کا باندھنا دین کا موضوع نہیں ہے کہ جس کے چھوڑنے کو ناپسندیدگی یا بری نظروں سے دیکھا جائے۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں۔

کیا مباح ،حسن، ہے یا نہیں، تو اس مسئلے میں راجح مسلک تفصیل ہے۔اور وہ یہ کہ مباح اس اعتبار سے تو ،حسن، ہے کہ اس کے فاعل کو اس کے کرنے کی اجازت ہے یا اس اعتبار سے بھی ،حسن، ہوسکتا ہے کہ اس کی اپنے مقصود سے موافقت ہے۔لیکن مباح اس اعتبار سے بالکل بھی ،حسن، نہیں ہے کہ اس کا فاعل قابل تعریف ہو۔(اصول الفقہ الاسلامی، ج۱، ص۹۰)

چوتھا نکتہ

آخری نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض وہ جبلی افعال جو قرآن کی کسی ایسی نص کا بیان بن رہے ہوں جس

کی اصل حکم وجوب یا استحباب کے درجے میں ہو تو پھر یہ جبلی افعال کم از کم مستحب ضرور ہوں گے اور ان کی اتباع باعث اجر وثواب ہو

گی۔

امام ابوبکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال جو ہر شخص کو پیش آتے ہیں اور

کوئی بھی عادتاً ان سے مستغنی نہیں ہو سکتا ہے، مثلاً کھانا، پینا، کھڑا ہونا، بیٹھنا اور سونا وغیرہ جیسا کہ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ

جب آپ اپنے گھر میں ہوتے تو اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے تھے اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے۔

آپ کے ایسے افعال وجوب کے درجے کے نہیں ہیں۔ کیونکہ ہم یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آپ ان افعال سے علیحدہ نہیں رہ سکتے تھے اور ان افعال کو کرنے کی حاجت ہر کسی کو پیش آتی ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ مسئلہ بھی ہے کہ ان افعال میں ہر کسی کے لیے آپ کی اقتداء ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ ان افعال کا ہر حال میں کرنا محال ہے۔ جوتے کو گانٹھ لینے اور کپڑے کو سی لینے کے عمل کے ظاہری فعل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ نے ان افعال کو ہمارے حق میں واجب کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا تھا۔ یہ بھی امکان ہے کہ آپ سے اس قسم کے افعال تقرب الی اللہ کی نیت سے وارد ہوئے ہوں کیونکہ ان افعال کو کرتے وقت آپ نے تواضع، ترک تکبر، گھر والوں کے ساتھ مساوات کا ارادہ کیا تا کہ اس پر اللہ کی طرف سے اجر وثواب ہو اور آپ کی امت بھی آپ کی اس مسئلے میں اقتداء کرے۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فیما یستدل بہ علی احکام افعالہ علیہ السلام)

تیسری قسم

یہ قسم سہو وجبلی افعال کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادی افعال پر مشتمل ہے۔ آپ کے ارادی افعال کی بھی فقہائے احناف نے دو قسمیں بنائی ہیں۔ پہلی قسم آپ کے ان افعال پر مشتمل ہے جن کی صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں واضح ہو، یعنی ان افعال کا آپ کے حق میں فرض، واجب، مستحب یا مباح ہونا معلوم ہو۔

امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں۔

وکان ابو الحسن الکرخی رحمہ اللہ یقول: ان علم صفۃ فعلہ انہ فعلہ واجبا او ندبا او مباحا فنہ یتبع فیہ بتلک الصفۃ۔ (اصول السرخسی، باب افعال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

ابو الحسن کرخی فرماتے تھے کہ اگر آپ کے کسی فعل کی صفت معلوم ہو جائے کہ آپ نے اس کو واجب، مندوب یا مباح سمجھ کر کیا ہے تو آپ کی اس فعل میں پیروی اسی صفت (یعنی وجوب، ندب یا اباحت) کے ساتھ کی جائے گی۔

علامہ علاؤ الدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں۔

ثم بعد ذلک ما ان علمت صفۃ ذلک الفعل فی حقہ علیہ السلام او لم تعلم. فن علمت فالجمہور علی ان امتہ مثلہ وذہب شرذمۃ الی ان حکم ما علمت صفتہ کحکم مالم تعلم صفتہ ھکذا ذکر بعض الاصولیین۔ (کشف الاسرار، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

پھر اس کے بعد یا تو اس فعل کی صفت (یعنی اس کا واجب، مندوب یا مباح ہونا) آپ کے حق میں معلوم ہوگا یا نہیں۔ اگر تو

آپ کے حق میں اس فعل کی صفت معلوم ہے تو جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ آپ کی امت بھی (اس فعل پر عمل کرنے میں) آپ کی مانند ہو گیا اور ایک چھوٹی جماعت کا کہنا یہ ہے کہ آپ کے جن افعال کی صفت معلوم ہو ان کا حکم بھی ان افعال جیسا ہی ہے جن کی صفت معلوم نہ ہو۔ بعض اصولیین نے اسی طرح اس کا ذکر کیا ہے۔

والاتباع: ان یفعل مثل فعله. وفی حکمه. فذا فعله واجبا. فعلنا علینا الوجوب. وذا فعله ندبا. او مباحا. فعلناه کذلک. لنکون قد وفینا الاتباع حقه فکان الاتباع والتاسی: ان نفعل مثل ما فعله. علی الوجه الذی فعله علیه (الفصول فی الاصول، باب القول فی افعال النبی ﷺ)

اتباع سے مراد یہ ہے کہ کوئی امتی ویسا ہی کام کرے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور اس کام کے حکم میں بھی آپ کی اتباع کرے۔ یعنی جب آپ نے ایک کام کو واجب سمجھ کر کیا ہے تو ہم بھی اس کو واجب سمجھ کر کریں اور اگر آپ نے کسی فعل کو مندوب یا مباح سمجھ کر کیا ہو تو ہم بھی اسے مندوب یا مباح سمجھ کر کریں، تا کہ ہم اتباع کا صحیح معنی میں حق ادا کرنے والے ہو جائیں پس اتباع اور پیروی سے مراد ہے کہ ہم وہ کام کریں جو آپ نے کیا ہے اور اس ارادہ و نیت کے ساتھ کریں جس ارادہ و نیت سے آپ نے کیا ہے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جن کی صفت آپ کے حق میں معلوم ہو، ان افعال کی پیروی و اتباع اسی صفت کے ساتھ جائز ہے۔ یعنی اگر واجب کو واجب، مندوب کو مندوب اور مباح کو مباح سمجھ کر کیا جائے۔

امام ابوبکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) کی مذکورہ بالا عبارت میں ایک اہم نکتہ جو بیان ہوا ہے وہ متابعت یا اتباع کی تعریف ہے۔ امام صاحب کے بقول آپ نے جس فعل کو مباح سمجھ کر ادا کیا تو امت کے لیے بھی یہ لازم ہے کہ اسے مباح سمجھ کر ادا کرے اور جس فعل کو آپ نے مستحب جانتے ہوئے ادا کیا تو امت بھی اس فعل کی ادائیگی کے وقت اس کے مستحب ہونے کا عقیدہ رکھے۔ اگر آپ نے کسی فعل کو مباح سمجھا اور امت نے اس کو مستحب بنا دیا یا آپ نے کسی فعل کو مستحب سمجھ کر ادا کیا اور امت نے اسے واجب بناتے ہوئے اس پر عمل شروع کر دیا تو یہ آپ کی اتباع یا متابعت تصور نہیں ہوگی۔

امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال جو آپ سے قصد و ارادے سے صادر ہوئے ہوں، تین قسم پر ہیں: واجب، مندوب اور مباح، سوائے ان افعال کے جن کے بارے میں کوئی دلیل ہو کہ وہ ان صغائر میں سے ہیں جن کی معافی ہو چکی ہے۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فی افعال النبی ﷺ)

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ امام جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) اور تقریباً تمام اصولیین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادی افعال کی تین قسمیں بنائی ہیں اور فرض و واجب کو علیحدہ علیحدہ بیان نہیں کیا جبکہ امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) اور امام بزدوی (متوفی ۴۸۳ھ) نے فرض اور واجب کے فرق کو بیان کرتے ہوئے آپ کے ارادی افعال کی چار قسمیں بنائی ہیں۔

علامہ علاؤالدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں: ثم الشیخ و شمس الائمة رحمهما الله قسما افعاله علیه السلام سوی الزلة وما لیس عن قصد علی اربعة اقسام فرض و واجب و مستحب و مباح و

القاضی الامام و سائر الاصولیین قسموھا علی ثلاثۃ اقسام واجب، مستحب و مباح۔

(کشف الاسرار، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

پھر امام بزدوی اور امام سرخسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان افعال کے علاوہ جو کہ بھول چوک میں سے ہیں یا قصداً نہیں ہیں، باقی افعال کو چار قسموں فرض، واجب، مستحب اور مباح میں تقسیم کیا ہے، جبکہ امام ابوبکر جصاص اور باقی اصولیین نے ان کو واجب، مستحب اور مباح میں تقسیم کیا ہے۔

چوتھی قسم

یہ قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارادی افعال پر مشتمل ہے جن کی صفت یعنی ان کا فرض، واجب، سنت یا مباح ہونا واضح نہ ہو، نہ آپ کے حق میں اور نہ ہی امت کے حق میں۔

امام سرخسی فرماتے ہیں۔

وکان ابو الحسن الکرخی رحمہ اللہ یقول: ان علم صفۃ فعلہ انہ فعلہ واجبا او ندبا او مباحا فنہ یتبع فیہ بتلک الصفۃ. وان لم یعلم فنہ یثبت فیہ صفۃ الباحۃ. ثم لا یکون الاتباع فیہ ثابتا لا بقیام الدلیل وکان الجصاص رحمہ اللہ یقول بقول الکرخی رحمہ اللہ لا انہ یقول: اذا لم یعلم فالاتباع لہ فی ذلک ثابت حتی یقوم الدلیل علی کونہ مخصوصا وھذا ھو الصحیح.

(اصول السرخسی، باب الکلام فی افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اور امام ابوالحسن کرخی فرماتے تھے کہ اگر آپ کے فعل کی صفت معلوم ہو کہ وہ واجب ہے یا مندوب یا مباح، تو اس فعل میں آپ کی اتباع اسی صفت کے ساتھ ہوگی اور اگر اس فعل کی صفت آپ کے حق میں معلوم نہ ہو تو آپ کا وہ فعل مباح متصور ہوگا اور اس فعل میں (امت کے لیے) آپ کی اتباع اسی وقت ثابت ہوگی جبکہ اس کی کوئی دلیل ہو۔ امام جصاص کا بھی وہی موقف ہے جو کہ امام کرخی کا ہے (یعنی آپ کے جن افعال کی صفت معلوم نہ ہو وہ مباح افعال متصور ہوں گے) لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کے کسی فعل کی صفت معلوم نہ ہو (تو وہ مباح تو ہوگا) لیکن اس میں آپ کی اتباع ثابت ہے الا یہ کہ اس فعل کے آپ کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی دلیل ہو۔

علامہ علاؤ الدین بخاری (متوفی ۷۳۰ھ) لکھتے ہیں۔ اگر آپ کے کسی فعل کی صفت معلوم نہ ہو (کہ وہ واجب ہے یا مندوب یا مباح) اور اس فعل کا تعلق معاملات سے ہو تو بالاجماع وہ فعل مباح ہے۔ ابوالیسر نے اسی طرح کہا ہے۔ اور اگر وہ فعل (جس کی صفت معلوم نہ ہو) عبادات سے متعلق ہو تو اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ آپ کے ایسے افعال کے بارے میں توقف کیا جائے گا اور ان پر وجوب، ندب یا اباحت میں سے کوئی بھی حکم نہ لگایا جائے گا اور ہمارے لیے آپ کے ایسے افعال میں اتباع اس وقت تک ثابت نہ ہوگی جب تک کہ کوئی ایسی دلیل نہ ہو جو اس فعل کے وصف (یعنی وجوب، ندب یا اباحت) کو ظاہر کر دے اور امت کی اس فعل میں آپ کے ساتھ شرکت کو بھی ثابت کرے۔ عام اشاعرہ اور شوافع کی ایک

جماعت امام غزالی، ابوبکر دقاق اور ابوالقاسم بن کج رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی موقف ہے۔ جبکہ علماء کی ایک دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ ہمارے لیے آپ کے ایسے افعال میں آپ کی اتباع واجب ہے اور ان افعال کا کرنا آپ پر بھی واجب ہے اور امت پر بھی۔ یہ امام مالک کا مذہب ہے اور شوافع میں سے ابوالعباس، اصطخری، ابن ابی ہریرۃ اور ابن خیران رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ حنابلہ اور معتزلہ کی ایک جماعت نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ (کشف الاسرار، باب افعال النبی ﷺ)

امام جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) احناف کے اس موقف کے دلائل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے فعل (کہ جس کی صفت وجوب، ندب یا اباحت معلوم نہ ہو) کو مباح سمجھ کر عمل کر لیا تو تم اس اندیشے سے بے خوف نہیں ہو سکتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو مندوب یا واجب سمجھ کر کیا ہو اور تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہو۔ ایسے شخص کو یہ جواب دیا جائے گا: اگر آپ نے اس فعل (کہ جس کی صفت معلوم نہ ہو) کو مندوب یا واجب سمجھ کر کیا ہوتا تو آپ اپنے اس فعل کی اس صفت کو ضرور بیان کرتے، کیونکہ ہم اس کے محتاج ہیں۔ پس جب آپ نے اپنے کسی فعل کی صفت واضح نہیں کی تو ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ آپ نے ہمیں یہ فعل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور آپ کا یہ فعل ہمارے حق میں مباح ہے۔

پس اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ آپ نے اگر اس فعل (کہ جس کی صفت واضح نہیں ہے) کو مباح سمجھ کر کیا تھا تو آپ اس کی اباحت کو ہی واضح کر دیتے (لیکن آپ نے اس کی اباحت کو واضح نہیں کیا) پس جس طرح آپ کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ ایک مباح کام کریں اور اس کی اباحت کو بیان نہ کریں تو اسی طرح آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ کسی کام کو مندوب یا واجب سمجھ کر کریں اور اس کے ندب یا وجوب کو بیان نہ کریں۔ ہم اس کو شخص کو یہ جواب دیں گے: یہ لازم نہیں ہے کہ ایسا ہی ہو۔ آپ کے لیے یہ تو جائز تھا کہ آپ تمام کے تمام مباحات کو بیان نہ کریں جبکہ ہمارے دین میں تمام مباحات سے واقفیت ضروری نہیں ہے، کیونکہ مباحات کے ارتکاب پر نہ تو کوئی ثواب ہے اور نہ ہی ان کے انکار پر کوئی سزا ہے۔ جہاں تک مندوب و واجب کا تعلق ہے تو اس کے بیان کو ترک کرنا آپ کے لیے جائز نہیں تھا کیونکہ ہم مندوب و واجب کی معرفت کے محتاج ہیں تاکہ مندوب کے کرنے سے ثواب ہو اور واجب کو ترک کرنے سے ہم محرمات میں نہ جا پڑیں۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فی افعال النبی ﷺ)

جیسا کہ امام جصاص نے بیان کیا ہے، ایک اہم نکتہ اس بحث میں یہ ہے کہ آپ کے اس قسم کے تمام افعال کو بھی علمائے احناف نے واجب یا مستحب قرار نہیں دیا ہے بلکہ ان افعال میں بھی ایک قسم، مباح، ہے کہ جس کے ارتکاب پر کسی امتی کے لیے اجر و ثواب کا کوئی عقیدہ رکھنا درست نہیں ہے۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ قرآن کی وہ عمومی آیات کہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق اتباع کا تذکرہ ہے، ان سے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید آپ کی یہ اتباع آپ کے ہر ہر فعل میں امت کے حق میں واجب یا فرض ہے۔

امام سرخسی (متوفی ۴۸۳ھ) ان آیات کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔

ففی قوله :(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) دليل على ان التاسی به فی افعاله ليس

بواجب. لانہ لو کان واجبا لکان من حق الکلام ان یقول علیکم. ففی قولہ. لکم. دلیل علی ان ذلک مباح لنا لا ان یکون لازما علینا والامر بالاتباع التصدیق والاقرار بما جاء بہ. فان الخطاب بذلک لاھل الکتاب وذلک بین فی سیاق الأیۃ. (اصول السرخسی، باب الکلام فی افعال النبی ﷺ)

اللہ کے اس قول، «البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے،، میں اس بات پر دلیل ہے کہ آپ کے افعال میں آپ کی پیروی واجب نہیں ہے، کیونکہ اگر آپ کے افعال میں آپ کی پیروی واجب ہوتی تو پھر آیت مبارکہ میں، لکم، کی بجائے، علیکم، کے الفاظ ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ کے الفاظ، لکم، میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے افعال کی اتباع امت کے حق میں مباح ہے نہ کہ لازم۔ اور، فَاتَّبِعُوْنِیْ، میں اتباع سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق و اقرار کرنا ہے (یعنی اتباع سے مراد آپ کی باتوں پر ایمان لانا ہے) کیونکہ آیت کے سیاق میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ ان آیات میں اصل خطاب اہل کتاب سے ہے۔

پانچویں قسم

فقہائے حنفیہ کے نزدیک پانچویں قسم آپ کے ان افعال پر مشتمل ہے جو قرآن کی کسی نص کا بیان ہوں۔ آپ کے ان افعال کا وہی حکم ہوگا جو کہ اصل یعنی مبیّن کا ہوگا۔

امام جصاص فرماتے ہیں۔ آپ کا فعل کسی مجمل نص کا بیان بن رہا ہو اور اس مجمل نص کا حکم وجوب، ندب یا اباحت کا ہو تو جو حکم اس مجمل نص کا ہوگا وہی حکم آپ کے فعل کا بھی ہوگا۔ اگر اس مجمل نص کا حکم وجوب کا ہے تو اس نص کے بیان میں جو آپ کا فعل ہوگا وہ بھی واجب ہوگا۔ اور اگر وہ مجمل نص مندوب کے درجے میں ہو تو اس کے بیان میں آپ کا فعل بھی مندوب ہوگا اور اگر وہ مجمل نص مباح کا درجہ رکھتی ہو تو اس کے بیان میں آپ کا فعل بھی مباح ہوگا چنانچہ جب آپ کا فعل کسی مجمل نص کا بیان بن رہا ہو اور وہ واجب کے درجے میں ہو تو اس کی مثال فرض نمازوں کی رکعات ہیں جو کہ قرآن کی مجمل نص (اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) کا بیان ہیں۔ اسی طرح حج میں آپ کے افعال (وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ) کی مجمل نص کا بیان ہیں۔ اسی طرح ایک ایسی مجمل نص جو کہ مندوب کے حکم میں ہو اس کے بیان کی مثال (وَافْعَلُوا الْخَیْرَ) اور (اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ) ہے، کیونکہ تمام قسم کی بھلائیوں پر عمل واجب نہیں ہے اور اسی طرح تمام قسم کے احسانات جو کہ آپ نے کیے ہیں وہ بھی واجب نہیں ہیں، جیسا کہ نفلی صدقات اور نفلی نماز وغیرہ۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فیما یستدل بہ علی احکام افعالہ علیہ السلام)

امام جصاص نے اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ اگر کسی مجمل نص کا حکم وجوب کا ہے تو یہ لازم نہیں ہے کہ اس نص کے بیان میں آپ کے ہر ہر فعل کا حکم بھی وجوب کا ہی ہو، یعنی اس نص کے بیان میں بعض افعال کا حکم تو وجوب کا ہی ہوگا لیکن بعض افعال مندوب یا مباح بھی ہوں گے۔ جیسا (اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ) کا مجمل حکم تو وجوب کا ہے لیکن آپ نے اس کے بیان میں جو بھی افعال مثلاً رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ استراحت، تکبیرات، تسبیحات، تعدد و تشہد وغیرہ کیے ہیں وہ سب واجب نہیں ہیں۔ یعنی نماز کے تمام افعال وجوب کا درجہ نہیں رکھتے ہیں۔ (الفصول فی الاصول، باب القول فیما یستدل بہ علی احکام افعالہ علیہ السلام)

چھٹی قسم

چھٹی قسم آپ کے ان افعال پر مشتمل ہے جو کہ آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آپ کے ان افعال میں بھی بالاتفاق اتباع نہیں ہے۔

علامہ علاؤالدین بخاری لکھتے ہیں۔ اور آپ کے افعال میں آپ کی اتباع کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ فعل آپ کی ذات سے مخصوص نہ ہو جیسا کہ چاشت اور تہجد کی نماز کا آپ کے حق میں واجب ہونا یا آپ کو چار سے زائد نکاح کی اجازت ہونا اور مال غنیمت کا کچھ حصہ اپنے لیے خاص کر لینا اور خمس، کا پانچواں حصہ وغیرہ۔ کیونکہ ان افعال میں آپ کے ساتھ امت کے شریک ہونے کی بالاتفاق کوئی دلیل نہیں ہے۔ (کشف الاسرار، باب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

بَاب شَرْحِ السُّنَّةِ

باب: سنت کی وضاحت

4596 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارَى عَلَى إِحْدَى أَوْ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: یہودی 71 (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور عیسائی 71 (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

4597 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ ح و حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ نَحْوَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَرَازِيُّ عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّهُ قَامَ فِينَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِينَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ

زَادَ ابْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو فِي حَدِيثَيْهِمَا وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ

وَقَالَ عَمْرٌو الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ

4596- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن عمرو - وهو ابن علقمة الليثي - خالد: هو ابن عبد الله الواسطي. وأخرجه ابن ماجه (3991)، والترمذي (2831) من طريقين عن محمد بن عمرو، به. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند أحمد" (8396) و"صحيح ابن حبان" (2647)، و(6731).

✧✧ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے ایک مرتبہ وہ کھڑے ہوئے اور بولے: جان لو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: تم سے پہلے جو اہل کتاب تھے وہ 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن میں سے 72 جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ ایک (فرقہ) ''جماعت'' ہوگی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: میری امت میں کچھ لوگ نکلیں گے جن کے اندر خواہش نفس یوں سرایت کر جائے گی جیسے کتے کا (زہر) آدمی (جسے کتے نے کاٹا ہو) کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جیسے کتے (کا زہر) اس آدمی کے اندر سرایت کر جاتا ہے جسے اس نے کاٹا ہو اور کوئی ایک جوڑ ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ داخل نہ ہو۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْجِدَالِ وَاتِّبَاعِ الْمُتَشَابِهِ مِنَ الْقُرْآنِ

باب: اختلاف کرنے اور قرآن کے متشابہات کی پیروی کرنے کی ممانعت

4598 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةَ (هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ) إِلَى (أُولُو الْأَلْبَابِ) قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللَّهُ فَاحْذَرُوهُمْ

✧✧ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

''وہی وہ ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس میں سے بعض محکم آیات ہیں''۔

یہ آیت یہاں تک ہے ''عقل مند لوگ''۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں' تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے نشاندہی کی ہے۔ تم ان سے بچو!

آیات متشابہات اور محکمات کا بیان

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ. (آل عمران)

4598- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة بن قعنب. وأخرجه البخاري (4547)، ومسلم (2665)، والترمذي (3236) و (3237) من طريق يزيد بن إبراهيم، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن ماجه (47) من طريق أيوب السختياني، والترمذي (3237)

امام ابوعبداللہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں نو مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر :(۱) امام مسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

(آیت) هو الذین انزل علیك الكتب منه ایت محكمت هن ام الكتب واخر متشبهت. فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغآء الفتنة وابتغآء تاویله. وما یعلم تاویله الا الله والرسخون فی العلم یقولون امنا به كل من عند ربنا وما یذ كر الا اولو الالباب (۷) ام المومنین نے بیان کیا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کریم کی متشابہ آیتوں کی پیروی کرتے ہیں تو وہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ نام دیا ہے لہذا تم ان سے بچو۔

(صحیح مسلم، کتاب العلم، جلد ۲، صفحہ ۳۳۹، ایضاً صحیح بخاری، منہ آیات محکمات، رقم الحدیث، ۴۱۸۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ابوغالب نے بیان کیا ہے : میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا اور وہ اپنے گدھے پر سوار تھے، یہاں تک کہ جب وہ مسجد دمشق کے راستے تک پہنچ کرر کے تو وہاں کچھ سر کھڑے کئے گئے تو آپ نے پوچھا : یہ سر کن کے ہیں؟ تو بتایا گیا: یہ خوارج کے سر ہیں جو عراق سے لائے گئے ہیں، تو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا : آگ کے کتے ہیں، آگ کے کتے ہیں، آگ کے کتے ہیں! آسمان کے سائے کے نیچے شریر ترین مقتول ہیں، اچھائی اور مبارک اس کے لئے جس نے انہیں قتل کیا اور انہوں نے اسے قتل کیا، انہوں نے یہی جملہ طوبى لمن قتلهم وقتلوه تین بار کہا، پھر رونے لگے، تو میں نے عرض کی : اے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کون سی شے تمہیں رلا رہی ہے؟ تو انہوں نے کہا : ان کے لئے رحمت ہو، بے شک وہ اہل اسلام میں سے تھے پھر اس سے نکل گئے، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

(آیت) هو الذین انزل علیك الكتب منه ایت محكمت۔ الی آخر الایات، پھر یہ آیت تلاوت کی :

(آیت) ولا تكونوا كالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جآءهم البینت۔ (آل عمران ۱۰۵ :)

ترجمہ: اور نہ ہوجانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے اس کے بعد بھی جب آچکی تھیں ان کے پاس روشن نشانیاں۔

تو میں نے کہا : اے ابوامامہ! کیا یہ وہ لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا : ہاں۔ پھر میں نے کہا: کیا یہ ایسی شے ہے جو تم اپنی رائے سے کہہ رہے ہو یا ایسی شے ہے جسے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا : بلاشبہ تب تو میں جرات کرنے والا ہوں بلاشبہ تب تو میں جرات کرنے والا! (نہیں) بلکہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (کئی بار) سنا ہے نہ ایک بار، نہ دو بار، نہ تین بار، نہ چار بار، نہ سات بار، اور انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں پر رکھ لیں۔

بیان کیا: ورنہ انہیں خاموش کرا دیا جاتا۔(۲) (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد ۸، صفحہ ۲۶۷، رقم الحدیث، ۸۰۳۴، ایضاً جامع ترمذی، باب ومن سورۃ آل عمران حدیث ۲۹۲۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) انہوں نے یہ تین بار کہا : پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

ہوئے سنا ہے: بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے ایک فرقہ جنت میں ہوگا، اور بقیہ تمام فرقے جہنم میں ہوں گے اور یقیناً یہ امت ان پر ایک فرقے کا اضافہ کرے گی ایک جنت میں ہوگا اور باقی تمام جہنم میں ہوں گے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، جلد ۸، صفحہ ۲۷۳، رقم الحدیث ۸۰۵۱)

مسئلہ نمبر: (۲) محکمات اور متشابہات کے بارے میں متعدد اقوال پر علماء نے اختلاف کیا ہے، پس حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اور وہی حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما کے قول کا مقتضا بھی ہے کہ محکمات قرآن کریم کی وہ آیات ہیں جن کی تاویل معروف ہو اور اس کا معنی وتفسیر سمجھے جا سکیں، اور متشابہ وہ ہے جسے جاننے کے لئے کسی کے پاس کوئی ذریعہ نہ ہو یہ ان میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص کر لیا ہے نہ کہ اپنی خلق کے ساتھ بعض علماء نے کہا ہے: ان کی مثال میں قیامت قائم ہونے کا وقت ہے، یاجوج اور ماجوج اور دجال کا نکلنا ہے، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا ظہور ہے اور اسی طرح سورتوں کے اوائل میں حروف مقطعات ہیں۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۱، دار الکتب العلمیہ)

میں (مفسر) کہتا ہوں: یہ احسن قول ہے جو متشابہ کے بارے کیا گیا ہے اور ہم نے سورۃ البقرہ کے اوائل میں ربیع بن خثیم سے پہلے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو نازل فرمایا اور اس میں سے جو چاہا اسے اپنے علم کے ساتھ خاص کر لیا۔

(المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۰، دار الکتب العلمیہ) الحدیث

اور ابو عثمان نے کہا ہے: محکم سے مراد وہ سورۃ فاتحہ ہے جس کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی، اور محمد بن فضل نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد سورۃ اخلاص ہے کیونکہ اس میں فقط توحید کے سوا اور کچھ نہیں، اور کبھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن سارے کا سارا محکم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) کتب احکمت ایتہ۔ (ہود:۱)

ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے محفوظ و مستحکم بنا دی گئی ہیں جس کی آیتیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تمام کا تمام متشابہ ہے، کیونکہ ارشاد گرامی ہے: کتابا متشابھا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: آیت کے معنی میں سے اس میں کوئی شے نہیں ہے، کیونکہ قول باری تعالیٰ (آیت) کتب احکمت ایتہ۔ یعنی نظم اور وصف میں اس کی آیات پختہ اور مضبوط ہیں اور یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق ہیں اور کتابا متشابھا کا معنی ہے کہ اس کی بعض آیات بعض کی مشابہ ہیں اور بعض بعض کی تصدیق کرتی ہیں، اور قول باری تعالیٰ: (آیت) ایت محکمت۔ اور واخر متشبھت۔ سے مراد یہ نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں متشابہ احتمال اور اشتباہ کے باب سے ہے جو اس قول میں ہے: ان البقر تشابہ علینا۔ یعنی وہ گائے ہم پر ملتبس ہو گئی، یعنی یہ (لفظ) گائیوں میں سے بہت سی انواع کا احتمال رکھتا ہے، اور محکم سے مراد وہ ہے جو اس کے مقابلہ میں ہو، اور وہ وہ ہے جس میں کوئی التباس نہ ہو اور وہ سوائے ایک وجہ کے اور کوئی احتمال نہ رکھتا ہو۔

اور کہا گیا ہے: بے شک متشابہ وہ ہے جو کئی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے، پھر جب ان وجوہ کو ایک وجہ کی طرف لوٹا دیا جائے اور باقی باطل قرار دی جائیں تو وہ متشابہ محکم ہو جاتا ہے، پس محکم ہمیشہ اصل ہوتا ہے اور فروع اس کی طرف لوٹائی جاتی ہیں اور متشابہ وہی فرع ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: محکمات سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

(آیت) قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم۔ تین آیات تک، اور سورۃ بنی اسرائیل میں یہ ارشاد ہے :

(آیت) وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے : یہ میرے نزدیک ایک مثال ہے جو آپ نے محکمات کے بارے میں بیان فرمائی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی بیان کیا : محکمات سے مراد قرآن کریم کی ناسخ آیات، احکام حرام کو بیان کرنے والی اور اس کے فرائض کو بیان کرنے والی وہ آیات ہیں جن کے ساتھ ایمان لایا جاتا ہے اور جن کے مطابق عمل کیا جاتا ہے اور متشابہات سے مراد اس کی منسوخ آیات، اس کی مقدم ومؤخر آیات، اس کی امثال، اس کی اقسام اور وہ جن کے ساتھ ایمان لایا جاتا ہے اور ان کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا۔

حضرت ابن مسعود وغیرہ نے کہا ہے : محکمات سے مراد ناسخ آیات ہیں اور متشابہات سے مراد منسوخ آیات ہیں۔ اور یہی حضرت قتادہ، ربیع اور ضحاک نے کہا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۰ دار الکتب العلمیہ)

محمد بن جعفر بن زبیر نے کہا ہے : محکمات وہ آیات ہیں جن میں رب کریم کی حجت، بندوں کی عصمت اور جھگڑوں اور باطل کو دور کرنے کا ذکر ہے جس معنی پر انہیں وضع کیا گیا ہے اس سے نہ انہیں پھیرا جا سکے اور نہ اس میں کوئی تحریف کی جا سکے، اور متشابہات وہ ہیں جن میں تصریف وتحریف اور تاویل ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انکے ساتھ بندوں کو آزمایا ہے، مجاہد اور ابن اسحاق نے یہی کہا ہے، ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے : اس آیت کے بارے میں سب سے احسن قول یہی ہے۔

(المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۱ دار الکتب العلمیہ)

نحاس نے کہا ہے : جو کچھ محکمات اور متشابہات کے بارے کہا گیا ہے ان میں احسن یہ ہے کہ محکمات وہ ہیں جو قائم بنفسہ ہیں ان میں کسی اور کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ (آیت) ولم یکن له کفوا احد (الاخلاص:۴) اور (آیت) وانی لغفار لمن تاب۔ (طٰہٰ:۸۲) اور (آیت) ان اللہ لا یغفر ان یشرك به۔ (النساء:۴۸)

میں (مفسر) کہتا ہوں : جو کچھ نحاس نے کہا ہے وہ اس کی وضاحت کرتا ہے جسے ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے اور وہی وضع زبان پر جاری ہے اور وہ یہ کہ محکم احکم سے اسم مفعول ہے اور الاحکام کا معنی الاتقان (پختہ کرنا) ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو لفظ واضح المعنی ہو اس میں کوئی اشکال اور تردد نہیں ہوتا۔ بلاشبہ وہ (محکم) اپنے مفرد کلمات کے واضح ہونے اور ان کی ترکیب کے پختہ اور مضبوط ہونے میں اسی طرح ہوتا ہے اور جب دو امروں میں سے کوئی ایک مختل ہو جائے تو اس میں تشابہ اور اشکال آجاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن خویز منداد نے کہا ہے : متشابہ کی کوئی وجوہ ہیں ایک وہ ہے جس کے ساتھ حکم متعلق ہوتا ہے وہ یہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہو کہ دو آیتوں میں سے کون سی آیت نے دوسری کو منسوخ کر دیا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایسی حاملہ عورت کے بارے جس کا خاوند فوت ہو جائے یہ نظریہ ہے کہ یہ دونوں مدتوں میں سے زیادہ کے ساتھ عدت

گزارے گی اور حضرت عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہم یہ کہتے ہیں کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور وہ کہتے ہیں چھوٹی سورۃ نساء (یعنی سورۃ طلاق) نے چار مہینے اور دس دن عدت والے حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں یہ حکم منسوخ نہیں ہوا، اور اسی طرح ان کا وارث کے لئے وصیت کرنے کے بارے میں اختلاف ہے کیا وہ منسوخ کر دی گئی ہے یا منسوخ نہیں کی گئی؟ اور اسی طرح دو آیتوں میں تعارض کی صورت میں اختلاف ہے کہ ان میں سے اولی کون سی ہے کہ اسے مقدم کیا جائے جب نسخ نہ پہچانا جائے اور نہ اس کی شرائط پائی جائیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد : (آیت) **واحل لکم ما وراء ذلکم۔** (النساء: ۲۴) یہ تقاضا کرتا ہے کہ ملک یمین کی حیثیت سے دو قریبی عورتوں کو اپنے پاس جمع کرنا مباح ہے، جبکہ ارشاد باری تعالیٰ : (آیت) **وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔** (النساء: ۲۳) اس سے منع کرتا ہے اور اسی میں سے وہ تعارض بھی ہے جو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں پایا جاتا ہے اور وہ جو قیاس میں پایا جائے، پس وہی متشابہ ہے اور ایک آیت کو دو قراتوں پڑھنا متشابہ میں سے نہیں ہے اور اسم کبھی محتمل یا مجمل ہوتا ہے وہ تفسیر کا محتاج ہوتا ہے، کیونکہ اس میں سے واجب اتنی مقدار ہی ہوتی ہے جسے وہ اسم یا پوری آیت شامل ہوتی ہے اور وہ قراتیں دو آیتوں کی طرح ہوتی ہیں اور دونوں کے موجب کے مطابق عمل واجب ہوتا ہے، جیسا کہ پڑھا گیا ہے : (آیت) **وامسحوا برءوسکم وارجلکم۔** (المائدہ: ٦) **(الرجلکم)** کی قرات اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے، جیسا کہ اس کا بیان سورۃ المائدہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ نمبر : (۳) بخاری نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا : ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہا: میں قرآن کریم میں ایسی اشیاء پاتا ہوں جو مجھے مختلف نظر آتی ہیں، (یعنی ان میں اختلاف ہے) آپ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اس نے بیان کیا : اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) **فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون۔** (المومنون)

ترجمہ : تو کوئی رشتہ داریاں نہ رہیں گی ان کے درمیان اس روز اور نہ وہ ایک دوسرے کے متعلق پوچھ سکیں گے۔

اور فرمایا:

(آیت) **واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون۔** (الطور)

ترجمہ : اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے۔

اور کہا

(آیت) **ولا یکتمون اللہ حدیثا۔**

ترجمہ : وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔

اور پھر کہا :

(آیت) **واللہ ربنا ما کنا مشرکین** (انعام)

ترجمہ: قسم بخدا! اے ہمارے رب ہم مشرک نہ تھے۔
تو انہوں نے اس آیت میں (اپنے شرک کو) چھپایا، اور سورۃ النازعات میں ہے۔
(آیت) ام السماء بنها. رفع سمکها. فسوها. واغطش لیلها واخرج ضحها. والارض بعد ذالك دحها.
پس اس میں زمین کی تخلیق سے پہلے آسمان کی تخلیق کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا
(آیت) ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون له اندادا. ذلك رب العلمین. وجعل فیها رواسی من فوقها وبرك فیها وقدر فیها اقواتها فی اربعة ایام سواء للسائلین. ثم استوی الی السماء وهی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعا او کرها قالتا اتینا طائعین. (فصلت)
سو اس میں آسمان کی تخلیق سے پہلے زمین کی تخلیق کا ذکر کیا اور فرمایا:
(آیت) وکان الله غفوراً رحیما۔ (النسا)۔ اور (آیت) وکان الله عزیزا حکیما (النسا) اور (آیت) وکان الله سمیعا بصیرا۔ (النساء)
تو گویا کہ وہ تھا پھر گزر گیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: فلا انساب بینهم نفخہ اولی کے بارے میں ہے پھر صور میں پھونکا جائے گا اور جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہوگا وہ گر پڑے گا سوائے اس کے جس کے بارے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اس وقت ان کے درمیان نہ نسب ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کے بارے پوچھیں گے، پھر دوسرے نفخہ میں ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہوں گے اور ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔
اور جہاں تک ما کنا مشرکین اور ولا یکتمون الله حدیثا کا تعلق ہے تو چونکہ اللہ تعالیٰ اخلاص والوں کے گناہوں کی مغفرت فرمادے گا، تو مشرکین کہیں گے، آؤ ہم کہتے ہیں: ہم مشرک نہیں تھے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور انکے اعمال کے بارے ان کے اعضاء گفتگو کریں گے تو اس وقت یہ معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کسی بات کو نہیں چھپائے گا اور اس وقت کفار یہ خواہش کریں گے کاش وہ مسلمان ہوتے، اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دنوں میں تخلیق فرمایا، پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی تو دو دنوں میں انہیں ٹھیک ٹھیک سات آسمان بنا دیا، پھر زمین کو بچھایا اور اس سے پانی اور کھیتی نکالی اور ان میں پہاڑ، درخت، ٹیلے اور جو کچھ انکے درمیان ہے وہ سب دو دنوں میں تخلیق فرما دیا، پس اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد ہے۔ (آیت) والارض بعد ذلك دحها۔ (نازعات) نتیجۃً زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ چار دنوں میں تخلیق کیا گیا اور دو دنوں میں آسمان بنایا گیا۔
اور ارشاد باری تعالیٰ (آیت) وکان الله غفوراً رحیما۔ (یعنی وہ ذاتی طور پر غفور اور رحیم ہے یعنی وہ ہمیشہ رہا اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی شے کا ارادہ نہیں کیا مگر اسے اسی کے مطابق کیا جو ارادہ فرمایا۔ تجھ پر افسوس ہے، چاہیے کہ تجھ پر قرآن مختلف نہ ہو، کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر، جلد ۲، صفحہ ۷۱۲)
مسئلہ نمبر: (۴) قولہ تعالیٰ: (آیت) واخر متشبهت. اس میں اخر غیر منصرف ہے، کیونکہ اسے الف لام سے معدول

کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں اصل یہ ہے کہ یہ الف لام کے ساتھ صیغہ صفت ہو جیسا الکبر اور الصغر، پس جب اسے الف لام کے جاری ہونے کی جگہ سے معدول کر دیا گیا تو یہ غیر منصرف ہو گیا، ابو عبید نے کہا ہے: انہوں نے اسے منصرف نہیں کہا کیونکہ اسکا واحد منصرف نہیں ہوتا چاہے وہ معرفہ ہو یا نکرہ، اور مبرد نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: اس بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ غضاب اور عطاش بھی منصرف نہ ہوں، اور امام کسائی نے کہا ہے: یہ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ صفت ہے، اور مبرد نے اس کا بھی انکار کیا ہے اور کہا ہے: بے شک لبذا اور حطما بھی دونوں صفتیں ہیں اور یہ دونوں منصرف ہیں۔

سیبویہ نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے کہ اخر الف لام سے معدول ہو، کیونکہ اگر یہ الف لام سے معدولہ ہوتا تو یہ معرفہ ہوتا، کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ سحر تمام اقوال میں معرفہ ہے کیونکہ یہ السحر سے معدول ہے اور امس اس کے قول کے مطابق جس نے کہا: ذھب امس یہ الامس سے معدول ہے پس اگر اخر بھی الف لام سے معدول ہوتا تو وہ بھی معرفہ ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نکرہ کے ساتھ اس کی صفت بیان کی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۵) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاما الذین فی قلوبھم زیغ۔ پس الذین مبتدا ہونے کے سبب مرفوع ہے اور خبر (آیت) فیتبعون ما تشابہ منہ۔ ہے اور زیغ کا معنی جھکاؤ اور کجی ہے اور اسی سے زاغت الشمس (سورج کا ڈھلنا) اور زاغت الابصار (آنکھوں کا تھکنا) ہے اور کہا جاتا ہے: زاغ یزیغ زیغا جب وہ قصد و ارادہ ترک کر دے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(آیت) فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم۔ (الصف:۵)

ترجمہ: پس جب انہوں نے کجروی اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔

اور یہ آیت کفار، زندیق، جاہل، بدعتی، تمام گروہوں کو عام ہے۔ اگرچہ اس وقت اس سے اشارہ نجران کے عیسائیوں کی طرف تھا، اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد (آیت) فاما الذین فی قلوبھم زیغ۔ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر یہ حرور یہ اور خارجیوں کے گروہ نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا وہ کون ہیں۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۲ دار الکتب العلمیہ)

میں کہتا ہوں: یہ تفسیر حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے گزر چکی ہے وہی کافی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۶) قولہ تعالیٰ: (آیت) فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغآء الفتنۃ وابتغآء تاویلہ۔ ہمارے شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: متشابہ کی پیروی کرنے والے اس سے خالی نہیں ہوتے کہ وہ اس کی پیروی کریں اور اسے جمع کرتے رہیں قرآن کریم میں تشکیک تلاش کرنے کے لئے اور عوام کو گمراہ کرنے کے لئے جیسا کہ زنادقہ اور قرآن کریم میں طعنہ زنی کرنے والے قرامطہ نے کیا، یا وہ متشابہ کے ظواہر کے مطابق اعتقاد رکھنے کی طلب میں ایسا کرتے ہیں، جیسا کہ ان مجسمہ نے کیا جنہوں نے قرآن کریم اور احادیث طیبہ سے ان آیات و روایات کو جمع کیا جن کا ظاہر (اللہ تعالیٰ کی) جسمیت پر دلالت کرتا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک جسم مجسم ہے اور وہ صورت مصورہ ہے اس کا چہرہ، آنکھ، ہاتھ، پہلو پاؤں اور انگلیاں سبھی اعضاء ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان سے مبرہ اور بلند ہے یا وہ متشابہ کی پیروی کرتے ہیں ان کی تاویلات کو ظاہر

کرنے کے لئے اور ان کے معانی کی وضاحت کرنے کے لئے یا جیسا کہ صبیغ نے کیا جس وقت اس نے عمر پر کثرت سے اس بارے سوال کئے پس یہ چار اقسام ہوئیں۔

(۱) ان کے کفر میں کوئی شک نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کئے بغیر ان کے بارے میں قتل کا حکم دیا ہے۔

(۲) صحیح قول ان کی تکفیر کا ہے، کیونکہ ان کے اور بتوں اور تصویروں کی عبادت کرنے والوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اور اگر انہوں نے توبہ کی تو ان کی توبہ قبول کی جائے گی، ورنہ یہ قتل کر دیئے جائیں گے جیسا کہ مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

(۳) چونکہ اس کی تاویل کے جواز میں اختلاف ہے لہٰذا اسی بنا پر اس کے جائز ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ سلف کا مذہب متشابہ کی تاویل کے لئے تعرض کو ترک کرنا ہے باوجود اس کے کہ انہیں ان کے ظاہر معنی کے محال ہونے کا یقین تھا، پس وہ کہتے: تم اس سے گزر جاؤ جیسے وہ آئے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس کی تاویلات کا اظہار کرنا چاہیے اور اسے ایسے معنی پر محمول کیا جائے بغیر یقین کے جس پر لغۃ محمول کرنا صحیح ہو جیسا کہ مجمل کی تعیین کی جاتی ہے۔

(۴) اس میں حکم ادب بلیغ کا ہے جیسا کہ حضرت عمر نے صبیغ کے ساتھ کیا اور ابو بکر انباری نے کہا ہے: ائمہ سلف اسے سزا دیتے تھے جو قرآن کریم کے مشکل حروف (متشابہ) کی تفسیر کے بارے سوال کرتا تھا کیونکہ سائل اگر اپنے سوال سے بدعت کو دوام بخشنے اور فتنہ برپا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو یہ درحقیقت انکار اور بہت بڑی تعزیر کا مستحق ہے اور اگر اس کا یہ قصد نہیں تب بھی وہ گناہ کا جرم کرنے کے سبب عتاب کا مستحق ہے، کیونکہ اس نے منافقین ملحدین کے لئے اس وقت ایک راستہ ایجاد کر دیا ہے کہ وہ تاویل کے حقائق اور قرآن کریم کے مناہج سے انحراف کرتے ہوئے قرآن کریم میں تحریف کرنے کے بارے کمزور مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور ان میں تشکیک پیدا کرنے کا قصد و ارادہ کریں، اور اسی سے وہ روایت ہے جو اسماعیل بن اسحاق القاضی نے ہمیں بیان کی کہ ہمیں سلیمان بن حرب نے حماد بن زید عن یزید بن حازم عن سلیمان بن یسار کی سند سے یہ خبر دی ہے کہ صبیغ بن عسل مدینہ طیبہ آیا اور وہ قرآن کریم کی متشابہ (آیات) اور دیگر اشیاء کے بارے سوال کرنے لگا تو اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے اسے بلا بھیجا، پس اسے حاضر کیا گیا تو آپ نے اس کے لئے کھجور کے گچھوں کی جڑیں تیار کی ہوئی تھیں، پس جب وہ حاضر ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں عبداللہ صبیغ ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں عبداللہ عمر ہوں، پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جڑ کے ساتھ اس کے سر پر ضرب لگائی اور اسے زخمی کر دیا، پھر لگاتار اسے مارا یہاں تک کہ اس کا خون اس کے چہرے پر بہنے لگا، تو اس نے کہا: یہ کافی ہے اے امیر المومنین، قسم بخدا جو میں اپنے سر میں پاتا تھا وہ نکل گیا ہے۔

(سنن دارمی، کتاب مقدمہ باب من هاب الفتیا وکره التنطع والبدع، جلد اول، رقم الحدیث، ۱۴۴، مکتبہ مدینہ منورہ) اور اس کے ادب کے بارے میں روایات مختلف ہیں ان کا ذکر سورۃ الذاریات میں آئے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے توبہ کی طرف متوجہ کیا اور اسے اس کے دل میں ڈال دیا، پس اس نے توبہ کر لی، اور اس کی توبہ انتہائی اچھی اور حسین تھی۔ (آیت) ابتغاء الفتنۃ. کا معنی ہے مومنین کے لئے التباس اور شبہات کو طلب کرنا تاکہ وہ ان کے درمیان فساد پیدا کر دیں اور وہ لوگوں کو اپنی کجی کی طرف لوٹا لائیں اور ابو اسحاق الزجاج نے کہا ہے: (آیت) ابتغاء تاویلہ. کا معنی ہے کہ انہوں نے اپنے دوبارہ اٹھائے جانے اور زندہ کئے جانے کے

بارے تاویل تلاش کی تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا کہ اس کی اور اس کے وقت کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) ھل ینظرون الا تاویلہ یوم یاتی تاویلہ یعنی جس دن وہ اسے دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے یعنی دوبارہ زندہ کیا جانا، قبروں سے اٹھایا جانا اور عذاب۔ (آیت) یقول الذین نسوہ من قبل یعنی انہوں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ (آیت) قد جاءت رسل ربنا بالحق (اعراف: ۵۳) یعنی تحقیق ہم نے اس کی تاویل دیکھ لی جس کے بارے ہمیں رسل علیہم السلام نے آگاہ کیا تھا فرمایا پس وقف اس قول باری تعالیٰ پر ہے: (آیت) وما یعلم تاویلہ الا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔

مسئلہ نمبر: (۷) قولہ تعالیٰ: (آیت) وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ کہا جاتا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت جن میں حی بن اخطب بھی تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمیں خبر پہنچی ہے کہ آپ پر الم نازل ہوئی ہے پس اگر آپ اپنے قول میں سچے ہیں تو پھر آپ کی امت کی بادشاہی اکہتر برس ہوگی، کیونکہ حساب الجمل میں الف سے مراد ایک ہے، لام سے مراد تیس ہیں اور میم سے مراد چالیس ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی (آیت) وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ اور یہاں تاویل بمعنی تفسیر ہوگا۔ جیسا کہ تیرا یہ قول ہے۔ تاویل ھذہ الکلمۃ علی کذا (یعنی اس کلمہ کی تفسیر اس معنی پر ہے) اور یہ مایؤول الامر الیہ کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے، (یعنی جس کی طرف امر لوٹتا ہے) اور اس کا اشتقاق آل الامر الی کذا یؤول الیہ سے ہے یعنی بمعنی صار، اور اولتہ تاویلا بمعنی صیرتہ ہے، (یعنی میں نے اس کی تاویل کی) اور بعض فقہاء نے اس کی تعریف کی اور کہا: ھو ابداء احتمال فی اللفظ مقصود بدلیل خارج عنہ، یعنی کسی لفظ میں مقصود احتمال کو خارجی دلیل کے ساتھ ظاہر کرنا، اور تفسیر سے مراد لفظ کا بیان اور اس کی وضاحت ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) لاریب فیہ۔ یعنی اس میں کوئی شک نہیں، اور تفسیر کی اصل فسر ہے اور اس کا معنی بیان ہے، کہا جاتا ہے: فسرت الشیء (بالتخفیف) افسرہ (بالکسر) فسرا اور تاویل معنی کا بیان ہوتا ہے، جیسا کہ یہ قول لا شک فیہ عند المومنین، یعنی مومنین کے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں یا چونکہ یہ فی نفسہ حق ہے لہٰذا اس کی ذات شک کو قبول نہیں کرتی، اور بالشبہ شک کرنے والے کا وصف ہے اور جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دادا کے بارے میں اب (باپ) ہونے کا قول ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں تاویل کی ہے: یا بنی آدم۔

مسئلہ نمبر: (۸) قولہ تعالیٰ: (آیت) والرسخون فی العلم۔ والرسخون فی العلم میں علماء کا اختلاف ہے، کیا یہ ابتداء کلام ہے اور اس کا ماقبل سے تعلق منقطع ہے، یا یہ اپنے ماقبل پر معطوف ہے، اور واو جمع کے لئے ہے۔ اکثر کا موقف یہ ہے کہ یہ ماقبل سے منقطع ہے اور یہ کہ قول باری تعالیٰ الا اللہ پر پہلا کلام مکمل ہو چکا ہے، یہ قول حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت عمر بن عبدالعزیز، رضوان اللہ علیہم اجمعین اور کئی دوسروں کا ہے، اور یہی امام کسائی، اخفش فراء اور ابو عبید علم کی انتہاء نہیں مگر اگلے اس قول پر (آیت) امنا بہ کل من عند ربنا اور اسی کی مثل حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہے اور علامہ طبری نے اسی طرح یونس بن اشہب عن مالک بن انس سے بیان کیا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱ صفحہ ۴۰۳ دارالکتب العلمیہ) اور اس بنا پر یقولون، الرسخون کی خبر ہے،

علامہ خطابی نے کہا ہے: اللہ تعالی نے اپنی وہ کتاب جس کے ساتھ ایمان لانے اور جس کی تصدیق کرنے کا ہمیں حکم ارشاد فرمایا ہے اس کی آیات کی دو قسمیں بتادی ہیں، ایک محکم اور دوسری متشابہ، پس اللہ تعالی نے قائل سے فرمایا:

(آیت) هو الذين انزل عليك الكتب منه ايت محكمت هن ام الكتب واخر متشبهت فاما الذين فى قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله وما يعلم تاويله الا الله والرسخون فى العلم يقولون امنا به كل من عند ربنا. پس بتادیا کہ کتاب میں متشابہ کو اپنے علم کے ساتھ خاص کرلیا ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی اس کی تاویل کو نہیں جانتا، پھر اللہ تعالی نے راسخین فی العلم کی تعریف بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور اگر ان کی طرف سے ایمان لائے، اور اگر ان کی طرف سے ایمان صحیح نہ ہوتا تو وہ اس پر تعریف کے مستحق نہ ہوتے، اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت میں وقف تام اس قول پر ہے (آیت) وما يعلم تاويله الا الله. اور جو اس کے بعد ہے وہ دوسرا نیا کلام ہے اور وہ یہ قول ہے۔

"(آیت) والرسخون فى العلم يقولون امنا به. اور یہی حضرات ابن مسعود، ابی بن کعب، ابن عباس، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔

اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ الرسخون کا اپنے ماقبل پر عطف نسق ہے اور ان کا خیال ہے کہ وہ بھی اس کا علم رکھتے ہیں اور اس کے بارے میں بعض اہل لغت نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: اس کا معنی ہے والراسخون فى العلم يعلمونه قائلين امنا (راسخون فی العلم اسے جانتے ہیں درآنحالیکہ وہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے) اور یہ گمان ہے کہ یقولون حال ہونے کی بنا پر محل نصب میں ہے، اور عام اہل لغت اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے بعید سمجھتے ہیں، کیونکہ عرب فعل اور مفعول کو اکٹھا مضمر نہیں کرتے اور حال مذکور نہیں ہوتا مگر تبھی جب فعل ظاہر ہو اور جب فعل ظاہر نہیں تو وہ حال نہیں ہوسکتا اور اگر یہ جائز ہے تو پھر یہ کہا جانا بھی جائز ہے، عبد الله راكبا یعنی اقبل عبد الله راكبا. بلاشبہ فعل مذکور کے ساتھ یہ جائز ہوتا ہے جیسا کہ قول: عبد الله يتكلم يصلح بين الناس (عبداللہ کلام کررہا ہے درآنحالیکہ وہ لوگوں کے درمیان صلح کرارہا ہے) تو اس میں یصلح اس کے لئے حال ہے اسی طرح شاعر کا قول ہے، ابوعمر نے یہ مجھے سنایا ہے اور اس نے کہا ہمیں ابوالعباس ثعلب نے سنایا ہے:

ارسلت فيها قطما لكالكا يقصر يمشي ويطول باركا:

بمعنی يقصر ماشيا (یعنی یمشی حال واقع ہورہا ہے۔) پس عام علماء کا قول علمائے نحو کے مذاہب کی تائید سے اکیلے حضرت مجاہد کے قول سے اولی اور ارجح ہے اور یہ بھی کہ یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالی مخلوق سے کسی شے کی نفی کرے اور اسے اپنی ذات کے لئے ثابت کرے اور پھر اس میں کوئی اس کا شریک ہو۔ کیا آپ اللہ تعالی کا یہ ارشاد نہیں دیکھتے:

(آیت) قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله. (النمل:۶۵)

ترجمہ: آپ فرمایئے (خود بخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالی کے۔

اور یہ ارشاد: (آیت) لا یجلیها لوقتها الا هو (الاعراف:١٨٧)

ترجمہ: نہیں ظاہر کرے گا اسے اپنے وقت پر مگر وہی۔

اور یہ ارشاد: (آیت) کل شی هالك الا وجهه۔ (القصص:٨٨)

ترجمہ: ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔

پس یہ سب انہیں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ خاص کیا ہے اور اپنے سوا کسی کو اس میں شریک نہیں کیا، اور اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(آیت) وما یعلم تاویله الا الله۔ اور اگر والراسخون واو عطف نسق کے لئے ہو تو پھر اس قول کا کوئی فائدہ نہیں (آیت) کل من عند ربنا۔ واللہ اعلم۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: جو کچھ خطابی نے بیان کیا ہے انہوں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے قول کے سبب نہیں کہا، تحقیق انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الرّٰسخون اسم جلالت پر معطوف ہے اور وہ بھی متشابہ کا علم رکھنے میں شامل ہیں، اور بلاشبہ وہ اس کے بارے اپنے علم کے ساتھ ہی کہتے ہیں (آیت) امنا به۔ (ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ربیع محمد بن جعفر بن زبیر اور قاسم بن محمد وغیرہم نے یہی کہا ہے۔ اور اس تاویل پر یقولون۔ الرّٰسخون۔ سے حال ہونے کی بنا پر محل نصب میں ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ٤٠٣ دار الکتب العلمیہ) جیسا کہ شاعر نے کہا:

الریح تبکی شجوها والبرق یلمع فی الغمامه (احکام القرآن للجصاص، جلد، صفحہ ٥)

یہ شعر دونوں معنوں کا احتمال رکھتا ہے، پس یہ بھی جائز ہے کہ والبرق مبتدا ہو، اور تاویل اول کی بنا پر یلمع خبر ہو اور یہ ماقبل سے منقطع ہو، اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ الریح پر معطوف ہو، اور یلمع دوسری تاویل کی بنا پر حال محل میں ہو، بمعنی الا معا، اور یہ قول کرنے والوں نے بھی اس طرح استدلال کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسوخ فی العلم کے ساتھ ان کی مدح کی، پس وہ کیسے ان کی مدح کر سکتا تھا جبکہ وہ جاہل اور ناواقف ہوتے؟ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: انا ممن یعلم تاویله (المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ٤٠٣ دار الکتب العلمیہ) (میں بھی ان میں سے ہوں جو اس کی تاویل جانتے ہیں) اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: انا ممن یعلم تاویله، اسے ان سے امام الحرمین ابو المعالی نے بیان کیا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: بعض علماء نے اس قول کو پہلے قول کی طرف ہی لوٹایا ہے اور کہا ہے کلام مکمل ہو رہا ہے عند اللہ پر اس کا معنی ہے یعنی متشابہات کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور راسخون فی العلم اس کے بعض کو جانتے ہیں درآنحالیکہ وہ یہ کہتے ہیں ہم اس کے ساتھ ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی جانب سے ہے (اور ان کا یہ علم) ان دلائل کے سبب ہے جو محکم آیات میں بیان کئے گئے ہیں اور اسے اس کی قدرت دی گئی ہے جس نے اسے اس کی طرف لوٹایا ہے، پس جب انہوں نے بعض تاویل کو جان لیا اور بعض کو نہ جانا اور انہوں نے یہ کہا: ہم تمام کے ساتھ ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی جانب سے ہے، اور ان مخفی چیزوں میں سے جو اس کی شرع صالح میں ہیں جنہیں ہمارا علم محیط نہیں تو ان کا علم ہمارے رب کی جانب سے ہے، اور ان مخفی

چیزوں میں سے جو اس کی شرح صالح میں ہیں جنہیں ہمارا علم محیط نہیں تو ان کا علم ہمارے رب کے پاس ہے اور اگر کوئی کہنے والا کہے کہ راسخین پر بعض کی تفسیر مشتبہ ہوگئی، یہاں تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نہیں جانتا الا واہ کیا ہے اور یہ جانتا ہوں کہ غسلین کیا ہے تو کہا جائے گا: یہ کوئی الزام نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس نے اس کے بعد اسے جان لیا اور اس کی تفسیر بیان فرمائی جس پر واقف ہوئے، اور اس سے زیادہ پختہ اور مضبوط جواب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے یہ نہیں فرمایا، **وکل راسخ**، کہ اس سے یہ ثابت ہو، پس جب ایک کو اس کا علم نہیں ہوا تو دوسرے نے اسے جان لیا، اور ابن فورک نے اسے ترجیح دی ہے کہ **راسخون فی العلم** تاویل جانتے ہیں اور انہوں نے اس میں خوب بیان کیا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۴۰۳ دار الکتب العلمیہ) (اے اللہ! اسے دین میں فقاہت عطا فرما اور اسے تاویل کا علم عطا فرما) وہ جسے تیرے لئے وہ بیان کرے، یعنی اسے اپنی کتاب کے معانی کا علم فرما۔ اور اس بناء پر وقف (آیت) **والرسخون فی العلم** پر ہوگا، ہمارے شیخ ابو العباس احمد عمر نے کہا ہے: اور یہی صحیح ہے، کیونکہ انہیں راسخین کا نام دینا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس محکم سے زیادہ علم رکھتے ہیں جسے جانتے ہیں وہ تمام لوگ برابر ہوتے ہیں جو کلام عرب کو سمجھے اور کون سے شے میں ان کا رسوخ ہے جب وہ اتنا ہی جانتے ہیں جتنا سب جانتے ہیں، لیکن متشابہ متنوع قسم ہے، ان میں سے ایک یہ ہے جسے یقینا کوئی نہیں جانتا جیسا کہ روح اور قیامت کا علم کہ یہ ان میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کے ساتھ خاص کیا ہے اور اس کا علم کوئی نہیں حاصل کر سکتا نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور نہ کوئی اور۔ پس حذاق اور متبحر علماء میں سے جنہوں نے یہ کہا ہے راسخین متشابہ کا علم نہیں رکھتے تو انہوں نے متشابہ کی اسی نوع کا ارادہ کیا ہے اور رہا وہ جسے وجوہ لغت پر اور کلام عرب کی طرز پر محمول کرنا ممکن ہوتا ہے تو اس میں تاویل کی جا سکتی ہے اور اس کی صحیح تاویل جانی جا سکتی ہے اور اس سے اسے زائل کیا جا سکتا ہے جس کا تعلق غیر صحیح تاویل کے ساتھ ہو، جیسا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قول: وروح منہ، الی غیر ذالک۔ پس کسی کو راسخ کا نام نہیں دیا جا سکتا مگر تبھی جب وہ (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) دی گئی قدرت واستطاعت کے مطابق اس نوع میں سے کثیر کا علم رکھتا ہو اور جو یہ کہتے ہیں کہ متشابہ سے مراد منسوخ ہے تو اس قول کی بنا پر راسخین کو تاویل کے علم میں داخل کرنا صحیح ہے لیکن متشابہات کو اس نوع کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔

(المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۴۰۳ دار الکتب العلمیہ)

الرسوخ کا معنی ہے کسی شے میں ثابت ہونا، اور ہر ثابت راسخ ہوتا ہے، اور اجرام میں اس کی اصل یہ ہے کہ اس نے پہاڑ اور درخت زمین میں راسخ کر دئے۔ (المحرر الوجیز، جلد ا، صفحہ ۴۰۳ دار الکتب العلمیہ) شاعر نے کہا ہے:

لقد رسخت فی الصدر منی مودۃ للیلی ابت ایاتہا ان تغیرا

میری طرف سے لیلی کے لئے محبت سینے میں راسخ ہوگئی اس کی علامات نے انکار کر دیا کہ وہ متغیر ہوں۔

اور **رسخ الایمان فی قلب فلان یرسخ رسوخا** فلاں کے دل میں ایمان راسخ ہوگیا۔

اور بعض نے بیان کیا ہے: **رسخ الغدیر**: اس کا معنی ہے تالاب کا پانی بہہ پڑا اسے ابن فارس نے بیان کیا ہے پس یہ اضداد میں سے ہے۔

اور سخ در صنخ ور صن ور سب تمام شبت فیہ کے معنی میں ہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راسخین فی العلم کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ وہ ہے جس کی قسم سچی ہو، اس کی زبان سچ بولے اور اس کا دل مستقیم اور سیدھا ہو۔ ھو من برت یمینه وصدق لسانه واستقام قلبه (جامع البیان للطبری جلد ۳، ۴، صفحہ ۲۱۷) اور اگر کہا جائے: قرآن کریم میں متشابہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) وانزلنا الیك الذكر لتبین للناس مانزل الیهم۔ (النحل:۴۴)

ترجمہ: اور (اسی طرح) ہم نے نازل کیا آپ پر یہ ذکر تاکہ آپ کر بیان کریں لوگوں کے لئے (اس ذکر کو) جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف۔

تو اللہ تعالیٰ نے کیونکہ تمام قرآن کو واضح نہیں بنایا؟ تو اسے کہا جائے گا: حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے بظاہر اس میں حکمت علماء کی فضیلت کا اظہار ہے کیونکہ اگر سارا قرآن واضح ہوتا تو علماء میں سے بعض کی بعض پر فضیلت ظاہر نہ ہوتی، اور اسی طرح وہ کرتا ہے جو کوئی شے تصنیف کرتا ہے کہ اس کے بعض مقامات کو واضح ذکر کرتا ہے اور بعض کو مشکل بنا دیتا ہے اور اس میں (علماء کی) جماعت کے لئے جگہ چھوڑ دیتا ہے، کیونکہ وہ شے جسے پانا آسان ہو اس کی قدر و قیمت کم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۹) قولہ تعالیٰ: (آیت) كل من عند ربنا۔ اس میں ضمیر ہے جو کتاب اللہ کے محکم و متشابہ سبھی کی طرف لوٹ رہی ہے اور تقدیر عبارت ہے: كله من عند ربنا۔ اور لفظ کل کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے ضمیر کو حذف کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اضافت کا تقاضا کرتا ہے، پھر فرمایا:

(آیت) وما يذكر الا اولو الالباب۔ یعنی صاحب عقل ہی یہ کہتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور جہاں وقف ہو وہاں وقف کرتا ہے اور متشابہ کی اتباع کی اتباع چھوڑ دیتا ہے۔ اور لب کا معنی عقل ہے اور لب كل شيء سے مراد ہر شے کا مغز اور اس کا خالص ہونا ہے اور اسی وجہ سے عقل کو لب کہا گیا ہے اور اولو ذو کی جمع ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ آل عمران، بیروت)

ہماری سمجھ سے بلند آیات کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ قرآن میں ایسی آیتیں بھی ہیں جن کا بیان بہت واضح بالکل صاف اور سیدھا ہے۔ ہر شخص اس کے مطلب کو سمجھ سکتا ہے، اور بعض آیتیں ایسی بھی ہیں جن کے مطلب تک عام ذہنوں کی رسائی نہیں ہوسکتی، اب جو لوگ نہ سمجھ میں آنے والی آیتوں کے مفہوم کو پہلی قسم کی آیتوں کی روشنی میں سمجھ لیں یعنی جس مسئلہ کی صراحت جس آیت میں پائیں لے لیں، وہ تو راستی پر ہیں اور جو صاف اور صریح آیتوں کو چھوڑ کر ایسی آیتوں کو دلیل بنائیں جو ان کے فہم سے بالاتر ہیں، ان میں الجھ جائیں تو منہ کے بل گر پڑیں، ام الکتاب یعنی کتاب اللہ اصل اصولوں کی وہ صاف اور واضح آیتیں ہیں، شک و شبہ میں نہ پڑو اور کھلے احکام پر عمل کرو انہی کو فیصلہ کرنے والی مانو اور جو نہ سمجھ میں آئے اسے بھی ان سے ہی سمجھو، بعض اور آیتیں ایسی بھی ہیں کہ ایک معنی تو ان کا ایسا نکلتا ہے جو ظاہر آیتوں کے مطابق ہو اور اس کے سوا اور معانی بھی نکلتے ہیں، گو وہ حرف لفظ اور ترکیب کے اعتبار سے واقعی طور پر نہ ہو تو ان غیر ظاہر معنوں میں نہ پھنسو، محکم اور متشابہ کے بہت سے معنی اسلاف سے منقول

ہیں، حضرت ابن عباس تو فرماتے ہیں کہ محکمات وہ ہیں جو ناسخ ہوں جن میں حلال حرام احکام حدود فرائض ... ہو، اسی طرح آپ سے یہ بھی مروی ہے (آیت قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الخ) اور ... احکامات والی اور (آیت: وقضی ربك ان لا تعبدوا الخ) اور اس کے بعد کی تین آیتیں محکمات سے ہیں، ... فرماتے ہیں سورتوں کے شروع میں فرائض اور احکام اور روک ٹوک اور حلال وحرام کی آیتیں ہیں سعید بن جبیر کہتے ہیں انہیں ام الکتاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام کتابوں میں ہیں، حضرت مقاتل کہتے ہیں اس لئے کہ تمام مذہب والے انہیں مانتے ہیں متشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جو منسوخ ہیں اور جو پہلے اور بعد کی ہیں اور جن میں مثالیں دی گئیں ہیں اور قسمیں کھائی گئی ہیں جن پر صرف ایمان لایا جاتا ہے اور عمل کیلئے وہ احکام نہیں، حضرت ابن عباس کا بھی یہی فرمان ہے حضرت مقاتل فرماتے ہیں سے مراد سورتوں کے شروع کے حروف مقطعات ہیں۔ حضرت مجاہد کا قول یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں جیسے اور جگہ ہے آیت (كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ)(39۔الزمر:23) اور مثانی وہ ہے جہاں دو مقابل کی چیزوں کا ذکر ہو جیسے جنت دوزخ کی صفت، نیکوں اور بدوں کا حال وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت میں متشابہ محکم کے مقابلہ میں اس لئے ٹھیک مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا اور حضرت محمد بن اسحاق بن یسار کا یہی فرمان ہے، فرماتے ہیں یہ رب کی حجت ہے ان میں بندوں کا بچاؤ ہے جھگڑوں کا فیصلہ ہے، باطل کا خاتمہ ہے، انہیں ان کے صحیح اور اصل مطلب سے کوئی گھما نہیں سکتا نہ ان کے معنی میں ہیر پھیر کر سکتا ہے۔ متشابہات کی سچائی میں کلام نہیں ان میں تصرف وتاویل نہیں کرنی چاہئے۔ ان سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ایمان کو آزماتا ہے جیسے حلال حرام سے آزماتا ہے، انہیں باطل کی طرف لے جانا اور حق سے پھیرنا چاہئے۔ پھر فرماتا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ٹیڑھ پن گمراہی اور حق سے باطل کی طرف ہی ہے وہ تو متشابہ آیتوں کو لے کر اپنے بدترین مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور لفظی اختلاف سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مذموم مقاصد کی طرف موڑ لیتے ہیں اور جو محکم آیتیں ان میں ان کا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے الفاظ بالکل صاف اور کھلے ہوئے ہوتے ہیں نہ وہ انہیں ہٹا سکتے ہیں نہ ان سے اپنے لئے کوئی دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمان ہے کہ اس سے ان کا مقصد فتنہ کی تلاش ہوتی ہے تاکہ اپنے ماننے والوں کو بہکائیں، اپنی بدعتوں کی مدافعت کریں جیسا کہ عیسائیوں نے قرآن کے الفاظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے حضرت عیسیٰ کے اللہ کا لڑکا ہونے کی دلیل لی ہے۔ پس اس متشابہ آیت کو لے کر صاف آیت جس میں یہ لفظ ہیں کہ (آیت ان ھو الا عبد الخ یعنی حضرت عیسیٰ اللہ کے غلام ہیں، جن پر اللہ کا انعام ہے، اور جگہ ہے آیت (اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ)(3۔آل عمران:59) یعنی حضرت عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم کی طرح ہے کہ انہیں اللہ نے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا کہ ہو جا، وہ ہو گیا، چنانچہ اسی طرح کی اور بھی بہت سی صریح آیتیں ہیں ان سب کو چھوڑ دیا اور متشابہ آیتوں سے حضرت عیسیٰ کے اللہ کا بیٹا ہونے پر دلیل لے لی حالانکہ آپ اللہ کی مخلوق ہیں، اللہ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کی دوسری غرض آیت کی تحریف ہوتی ہے تاکہ اسے اپنی جگہ سے ہٹا کر مفہوم بدل لیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو انہیں چھوڑ دو، ایسے ہی لوگ اس آیت میں مراد لئے گئے ہیں۔ یہ حدیث مختلف طریق سے بہت سی کتابوں میں

مروی ہے، صحیح بخاری شریف میں بھی یہ حدیث اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے، ملاحظہ ہو کتاب التفسیر، ایک اور حدیث میں ہے یہ
لوگ خوارج ہیں (مسند احمد) پس اس حدیث کو زیادہ سے زیادہ موقوف سمجھ لیا جائے تاہم اس کا مضمون صحیح ہے اس لئے کہ پہلی
بدعت خوارج نے ہی پھیلائی ہے، فرقہ محض دنیاوی رنج کی وجہ سے مسلمانوں سے الگ ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت
حنین کی غنیمت کا مال تقسیم کیا اس وقت ان لوگوں نے اسے خلاف عدل سمجھا اور ان میں سے ایک نے جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا ہے
اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر صاف کہا کہ حضرت عدل کیجئے، آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا، آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ نے امین بنا کر بھیجا تھا، اگر میں بھی عدل نہیں کروں تو پھر برباد ہوا اور نقصان اٹھایا، جب وہ چلا تو
حضرت عمر فاروق نے درخواست کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اسے مارڈالوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو اس
کے ہم خیال ایک ایسی قوم پیدا ہوگی کہ تم لوگ اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ اور اپنی قرآن خوانی کو ان کی قرآن خوانی کے
مقابلہ میں حقیر سمجھو گے لیکن دراصل وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے تم جہاں انہیں پاؤ
گے قتل کرو گے، انہیں قتل کرنے والے کو بڑا ثواب ملے گا، حضرت علی کی خلافت کے زمانہ میں ان کا ظہور ہوا اور آپ نے انہیں
نہروان میں قتل کیا پھر ان میں پھوٹ پڑی تو ان کے مختلف الخیال فرقے پیدا ہوگئے، نئی نئی بدعتیں دین میں جاری ہوگئیں اور صداقت کی
راہ سے بہت دور چلے گئے، ان کے بعد قدریہ فرقے کا ظہور ہوا، پھر معتزلہ پھر جہمیہ وغیرہ پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
پیشگوئی پوری ہوئی کہ میری امت میں عنقریب تہتر فرقے ہوں گے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے، صحابہ نے پوچھا
وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جو اس چیز پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب (مستدرک حاکم)
ابویعلی کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن تو پڑھے گی لیکن اسے
اس طرح پھینکے گی جیسے کوئی کھجور کی گٹھلیاں پھینکتا ہو، اس کے غلط مطالب بیان کرے گی، پھر فرمایا اس کی حقیقی تاویل اور واقعی
مطلب اللہ ہی جانتا ہے، لفظ اللہ پر وقف ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عباس تو فرماتے ہیں تفسیر چار قسم کی
ہے، ایک وہ جس کے سمجھنے میں کسی کو مشکل نہیں، ایک وہ جسے عرب اپنے لغت سے سمجھتے ہیں، ایک وہ جسے جید علماء اور پورے علم
والے ہی جانتے ہیں اور ایک وہ جسے بجز ذات الٰہی کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ روایت پہلے بھی گزر چکی ہے، حضرت عائشہ کا بھی یہی
قول ہے، معجم کبیر میں حدیث ہے کہ مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا ڈر ہے۔ مال کی کثرت کا جس سے حسد و بغض پیدا ہوگا اور
آپس کی لڑائی شروع ہوگی، دوسرا یہ کہ کتاب اللہ کی تاویل کا سلسلہ شروع ہوگا حالانکہ اصلی مطلب ان کا اللہ ہی جانتا ہے اور اہل علم
والے کہیں گے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ تیسرے یہ کہ علم حاصل کرنے کے بعد اسے بے پرواہی سے ضائع کردیں گے، یہ حدیث
بالکل غریب ہے اور حدیث میں ہے کہ قرآن اس لئے نہیں اترا کہ ایک آیت دوسری آیت کی مخالف ہو، جس کا تمہیں علم ہو اور اس
پر عمل کرو اور جو متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ۔ (ابن مردویہ) ابن عباس حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت مالک بن انس سے بھی یہی
مروی ہے کہ بڑے سے بڑے عالم بھی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے   ہاں اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ابن مسعود فرماتے ہیں
کہ پختہ علم والے یہی کہتے ہیں اس کی تاویل کا علم اللہ ہی کو ہے کہ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ ابی بن کعب بھی یہی فرماتے ہیں، امام ابن

جریر بھی اسی سے اتفاق کرتے ہیں، یہ تو تھی وہ جماعت جو الا اللہ پر وقف کرتی تھی اور بعد کے جملہ کو اس سے الگ کرتی تھی، کچھ لوگ یہاں نہیں ٹھہرتے اور فی العلم پر وقف کرتے ہیں، اکثر مفسرین اور اہل اصول بھی یہی کہتے ہیں، ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جو کچھ میں نہ آئے اس بات کا ٹھیک نہیں، حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے میں ان راسخ علماء میں ہوں جو تاویل جانتے ہیں، مجاہد فرماتے ہیں راسخ علم والے تفسیر جانتے ہیں، حضرت محمد بن جعفر بن زبیر فرماتے ہیں کہ اصل تفسیر اور مراد اللہ ہی جانتا ہے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے پھر متشابہات آیتوں کی تفسیر محکمات کی روشنی کرتے ہیں جن میں کسی کو بات کرنے کی گنجائش نہیں رہتی، قرآن کے مضامین ٹھیک ٹھاک سمجھ میں آتے ہیں دلیل واضح ہوتی ہے، عذر ظاہر ہو جاتا ہے، باطل چھٹ جاتا ہے اور کفر دفع ہو جاتا ہے، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کیلئے دعا کی کہ اے اللہ انہیں دین کی سمجھ دے اور تفسیر کا علم تھے، بعض علماء نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا ہے، قرآن کریم میں تاویل دو معنی میں آئی ہے، ایک معنی جن سے مفہوم کی اصلی حقیقت اور اصلیت کی نشاندہی ہوتی ہے، جیسے قرآن میں ہے: (يَاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا) 12۔یوسف:100) میرے باپ میرے خواب کی یہی تعبیر ہے، اور جگہ ہے آیت (هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَه يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُه يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ) 7۔الاعراف:53) کافروں کے انتظار کی حد حقیقت کے ظاہر ہونے تک ہے اور یہ دن وہ ہوگا جب حقیقت سچائی کی گواہ بن کر نمودار ہوگی، پس ان دونوں جگہ پر تاویل سے مراد حقیقت ہے، اگر اس آیت مبارکہ میں تاویل سے مراد یہی تاویل لی جائے تو الا اللہ پر وقف ضروری ہے اس لئے کہ تمام کاموں کی حقیقت اور اصلیت بجز ذات پاک کے اور کوئی نہیں جانتا تو راسخون فی العلم مبتدا ہوگا اور یقولون امنابہ خبر ہوگی اور یہ جملہ بالکل الگ ہوگا اور تاویل کے دوسرے معنی تفسیر اور بیان اور ہے اور ایک شئی کی تعبیر دوسری شے ہے، جیسے قرآن میں ہے آیت (نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِه) 12۔یوسف:36) ہمیں اس کی تاویل بتاؤ یعنی تفسیر اور بیان، اگر آیت مذکورہ میں تاویل سے یہ مراد لی جائے تو فی العلم پر وقف کرنا چاہئے، اس لئے کہ پختہ علم والے علماء جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کیونکہ خطاب انہی سے ہے، گو حقائق کا علم انہیں بھی نہیں، تو اس بنا پر امنابہ حال ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بغیر معطوف علیہ کے معطوف ہو، جیسے اور جگہ ہے آیت (لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ) 59۔الحشر:8) سے (يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ) 59۔الحشر:10) تک دوسری جگہ ہے آیت (وَّجَاۗءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا) 89۔الفجر:22) یعنی وجاء الملائکۃ صفوفا صفوفا اور ان کی طرف سے یہ خبر کہ ہم اس پر ایمان لائے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ متشابہ پر ایمان لائے، پھر اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب یعنی محکم اور متشابہ حق اور سچ ہے اور یعنی ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں، جیسے اور جگہ ہے آیت (اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا) 4۔النساء:82) یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا، اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ اسے صرف عقلمند ہی سمجھتے ہیں جو اس پر غور و تدبر کریں، جو صحیح سالم عقل والے ہوں جن کے دماغ

درست ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے کہ پختہ علم والے کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی قسم سچی ہو، جس کی زبان راست گو ہو، جس کا دل سلامت ہو، جس کا پیٹ حرام سے بچا ہو اور جس کی شرم گاہ زنا کاری سے محفوظ ہو، وہ مضبوط علم والے ہیں (ابن ابی حاتم) اور حدیث میں ہے کہ آپ نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن شریف کے بارے میں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو تم سے پہلے لوگ بھی اسی میں ہلاک ہوئے کہ انہوں نے کتاب اللہ کی آیتوں کو ایک دوسرے کے خلاف بتا کر اختلاف کیا حالانکہ کتاب اللہ کی ہر آیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے، تم ان میں اختلاف پیدا کرکے ایک کو دوسری کے متضاد نہ کہو، جو جانو وہی کہو اور جو نہیں جانو اسے جاننے والوں کو سونپ دو۔ (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ قرآن سات حرفوں پر اترا، قرآن میں جھگڑنا کفر ہے، قرآن میں اختلاف اور تضاد پیدا کرنا کفر ہے، جو جانو اس پر عمل کرو، جو نہ جانو اسے جاننے والے کی طرف سونپو جل جلالہ (ابویعلی)

راسخ فی العلم کون

نافع بن یزید کہتے ہیں راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو متواضع ہوں جو عاجزی کرنے والے ہوں، رب کی رضا کے طالب ہوں، اپنے سے بڑوں سے مرعوب نہ ہوں، اپنے سے چھوٹے کو حقیر سمجھنے والے نہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ سب دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ہدایت پر جمانے کے بعد انہیں ان لوگوں کے دلوں کی طرح نہ کر جو متشابہ کے پیچھے پڑ کر برباد ہو جاتے ہیں بلکہ ہمیں اپنی صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اپنے مضبوط دین پر دائم رکھ، ہم پر اپنی رحمت نازل فرما، ہمارے دلوں کو قرار دے، ہم سے گندگی کو دور کر، ہمارے ایمان و یقین کو بڑھا تو بہت بڑا دینے والا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے حدیث (یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك) اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما ہوا رکھ، پھر یہ دعا ربنا لاتزغ پڑھتے اور حدیث میں ہے کہ آپ بکثرت یہ دعا پڑھتے تھے حدیث (اللهم مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك) حضرت اسماء نے ایک دن پوچھا کیا دل الٹ پلٹ ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہر انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، اگر چاہے قائم رکھے اگر چاہے پھیر دے، ہماری دعا ہے ہمارا رب دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کردے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمتیں عنایت فرمائے، وہ بہت زیادہ دینے والا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیے کہ میں اپنے لئے مانگا کروں، آپ نے فرمایا یہ دعا مانگ (حدیث: اللهم رب محمد النبی اغفرلی ذنبی و اذهب غیظ قلبی و اجرنی من مضلات الفتن) اے اللہ اے محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رب میرے گناہ معاف فرما، میرے دل کا غصہ اور رنج اور سختی دور کر اور مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے بچالے، حضرت عائشہ صدیقہ نے بھی آپ کی دعا یا مقلب القلوب سن کر حضرت اسماء کی طرح میں نے بھی یہی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا اور پھر قرآن کی یہ دعا سنائی، یہ حدیث غریب ہے لیکن قرآنی آیت کی تلاوت کے بغیر یہی بخاری مسلم میں بھی مروی ہے، اور نسائی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو جاگتے تو یہ دعا پڑھتے (حدیث لا اله الا انت سبحانك استغفرك لذنبی واسئلك رحمة اللهم زدنی علما ولا تزغ بعد اذ هدیتنی وهب لی من لدنك رحمة انك انت الوهاب) اے اللہ تیرے سوا

کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں، اللہ میرے علم میں زیادتی فرما اور میرے دل کو تو نے ہدایت دے دی ہے اسے گمراہ نہ کرنا اور مجھے اپنے پاس کی رحمت بخش تو بہت زیادہ دینے والا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے مغرب کی نماز پڑھائی، پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف کے بعد مفصل کی چھوٹی سی دو سورتیں پڑھیں اور تیسری رکعت میں سورۃ الحمد شریف کے بعد یہی آیت پڑھی۔ ابوعبداللہ صابحی فرماتے ہیں میں اس وقت ان کے قریب چلا گیا تھا، یہاں تک کہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں سے مل گئے تھے اور میں نے خود اپنے کان سے ابوبکر صدیق کو یہ پڑھتے ہوئے سنا (عبدالرزاق) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب تک یہ حدیث نہیں سنی تھی آپ اس رکعت میں قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے لیکن یہ حدیث سننے کے بعد امیر المومنین نے بھی اسی کو پڑھنا شروع کیا اور کبھی ترک نہیں کیا۔ پھر فرمایا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ تو قیامت کے دن اپنی تمام مخلوق کو جمع کرنے والا ہے اور ان میں فیصلے اور حکم کرنے والا ہے، ان کے اختلافات کو سمیٹنے والا ہے اور ہر ایک کو بھلے برے عمل کا بدلہ دینے والا ہے اس دن کے آنے میں اور تیرے وعدوں کے سچے ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، بیروت)

بَاب مُجَانَبَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَبُغْضِهِمْ بَاب مُجَانَبَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَبُغْضِهِمْ

باب: خواہش نفس کی پیروی کرنے والوں سے لاتعلق رہنا اور ان سے دشمنی رکھنا

4599- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ

✧✧ مجاہد ایک صاحب کے حوالے سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا عمل یہ ہے: اللہ تعالیٰ کی وجہ سے (کسی سے) محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے (کسی سے) دشمنی رکھنا۔

شرح

اگر بندہ کا احساس اتنا لطیف اور اس جذبہ اتنا پاکیزہ ہو جائے تو ظاہر ہے کہ قدم قدم پر یہی روشنی اس کی راہنمائی کرتی رہے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بری باتوں اور گناہوں سے بچتا رہے گا اور اچھی باتیں اور نیک کام کرتا رہے گا اسی لئے جذبہ کو بہترین عمل قرار دیا گیا ہے۔

اور یہ کہ میری محبت اللہ کیلئے ہو

جملہ عبادات کی ایک لازمی صفت، محبت کے شدید جذبات کا پایا جانا ہے۔ اللہ کے ساتھ محبت کے جو جذبات روا ہونا چاہئیں اور واجب بھی ہیں اور نہ ہی شریعت کی پابندی سے آزاد ہوں۔ ابن قیم نے اغاثۃ اللہفان میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کیلئے محبت کے جذبات کے اظہار کیلئے ایسے الفاظ کا استعمال ناجائز ہے جس میں پاکیزہ

جذبات اور غایت درجے کی ذلت اور انکساری اور حاجت روی کے جذبات نہ پائے جاتے ہوں۔

عشق، غرام (1) صَبابَة (2) شغف (3) اور هَوٰی جیسے الفاظ پاکیزہ جذبات کے اظہار کیلئے استعمال نہیں ہوتے۔ محبت کے جذبات کیلئے جو الفاظ اللہ کیلئے جائز اور درست ہیں، ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ابن قیم علاوہ لفظ محبت کے عبادت، انابت (4) اور اخبات (5) کا ذکر کرتے ہیں۔

1)) فریفتگی

2)) (محبت کے جذبات میں) سلگتا ہوا جوش اور جذبہ اشتیاق۔

3)) کسی کی طرف اُس کے پرکشش ہونے کی وجہ سے دِل پر کھچاؤ محسوس کر کے بے قرار ہو جانا اور سب کچھ کرنے پر آمادہ ہونا۔

4)) دادرسی کیلئے پُرامید ہو کر رجوع کرنا۔

5)) اللہ کے سامنے فروتنی، انکساری اور ذلت کے جذبات کو بہ خوشی قبول کر کے پیش کرنا۔

صالحین کی نظر میں اللہ کیلئے محبت کس قدر اہم ہے اور کس قدر یہ نازک، لطیف اور پُر مغز جذبہ ہے، اس کا اندازہ تو اقتباس پڑھ کر ہوگا البتہ اگر کتاب وسنت کو چھوڑ کر کسی اور ذریعے سے محبت کے جذبات کی آبیاری کی جاتی ہے تو وہ نہایت سنگین نتائج کو لاتی ہے، اگر شرعی علم ہی سب جذبات کی بنیاد بنا رہے اور علم ہی کے ہاتھ میں جذبات کی باگ رہے تو پھر بندہ منزل پر جلد پہنچ جاتا ہے، بھٹکنے سے بچ جاتا ہے۔

محبت میں ایک ایسی طاقت ہوتی ہے جو مطلوب کی طرف ایک زبردست حرکت کا باعث بنتی ہے۔ رحمن سے محبت قرآن سے محبت، علم وعرفان اور ایمان سے محبت اِن لطیف معانی کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے تو مال و دولت، حصول زر، صنم پرستی اور مظاہر پرستی کی محبت شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ عورتوں اور چھوکروں سے محبت رذیل اخلاق کی طرف جبکہ وطن پرستی، قوم پرستی اور نسل پرستی سے محبت تعصب کی طرف لے جاتی ہے اور اگر تم غور وفکر سے کام لو تو بندے کے ہر فعل کے پیچھے محبت کی وجہ سے ارادے کی قوت پیدا ہوتی ہے لہٰذا ایسی زور آور اور مفید قوت کو صحیح رخ پر نہ ڈالا جائے تو بڑے بھیانک نتائج سامنے آئیں گے، اِس لئے بندہ سب سے زیادہ جس چیز کا محتاج ہے وہ اُن امور کی بابت اس کی آگاہی ہے جو اُسے ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں اور اِس آگاہی کا نام شریعت میں علم ہے۔ علم کی بدولت ضرر رساں اور نفع بخش چیزوں سے آگاہی ہوتی ہے۔ پس جب کبھی کوئی بندہ اِس بات کا علم حقیقی پالے گا کہ بندے کیلئے کون کون سی چیزیں ضرر رساں ہیں اور کون کون سی نفع بخش تو وہ ضرر سے بچے گا اور اُس سے نفرت کرے گا، نفع دینے والے کام دلجمعی سے انجام دے گا تو ایسے قلب میں نفرت اور محبت کی صحیح پہچان ایسی بیٹھے گی کہ وہ اُس چیز سے محبت کرے گا جسے اُس کے رب نے پسند کیا ہوگا اور اُس چیز سے نفرت کرے گا جو اُس کے رب کے ہاں قابل نفرت ہے۔

اِس بات کو تم ایک اور طرح سے بھی سمجھ سکتے ہو، ایک طریقہ عقل اور دانش کا ہے اور دوسرا شریعت اور وحی کا ہے، واقعہ یہ ہے کہ انسان کی عقل اور فطرت میں اچھائیوں سے محبت ایسی رچ بس گئی ہے کہ ہر عاقل اس بات سے محبت کرتا ہے کہ سچ کا بول بالا ہو،

عدل وانصاف، احسان، وفاداری اور فرماں برداری، عفت، دلیری، سخاوت، بلند اخلاق، امانت میں خیانت نہ کرنا، صلہ رحمی کرنا، لوگوں کا بھلا چاہنا، عہد وپیمان کا پاس لحاظ رکھنا، پڑوسی کے حقوق ادا کرنا، مہمان نواز اور غریب نواز ہونا، دُکھ بانٹنا اور ایسے ہی دوسرے اعلیٰ اخلاق سے محبت انسانی فطرت میں بسا دی گئی ہے، دوسری طرف برائیوں کے خلاف نفس کی فطرت اللہ کی طرف سے ایسی بنائی گئی ہے کہ وہ اُن سے نفرت کرتا ہے۔ پس اعلیٰ قدروں کو اس پر قیاس کرو کہ آدمی پیاس کی حالت میں صاف شفاف ٹھنڈے پانی کی طرف فطری طور پر مائل ہوتا ہے، بھوک کے وقت پاکیزہ اور تازہ پکوان بھوک کو تو مٹاتے ہی ہیں، نفس میں ایک تازگی اور قوت بھی پیدا کرتے ہیں، گرمی میں ٹھنڈے لباس اور جاڑے میں گرم لباس بدن کو سکون پہنچاتے ہیں۔ جیسے ان چیزوں کی طرف طبیعت کا رجحان ایک فطری واقعہ ہے، اُسی طرح بلند اخلاق کی طرف انسان کا فطری میلان بھی ایک واقعہ ہے اور اُن کے متضاد اخلاق سے نفرت کرنا بھی اس کا فطری رجحان ہے۔ بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ اچھائی اور بُرائی کا سارا دارومدار وحی پر ہے اور عقل ودانش اور انسانی فطرت اچھائیوں کا ادراک کرنے سے قاصر ہے تو اُن کا دعویٰ سراسر انسانی فطرت اور خالق کی تخلیق کی غایت کے خلاف ہے۔ ایک دوسرے مقام پر ہم نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

انسان کی فطرت کو جو دوسرا طریقہ متاثر کرتا ہے وہ شریعت اور وحی کا ہے۔ اِس معتمد ذریعے سے بندے کو اس بات کا علم دیا جاتا ہے کہ وہ اچھے اور بُرے میں تمیز کر سکے۔ اچھائی سے محبت اور بُرائی سے نفرت جہاں انسانی فطرت ہے وہاں وحی بھی اسی فطرت کو مہمیز دینے کے واسطے نازل ہوئی ہے مگر علم کا یہ ذریعہ عقل اور فطرت کی نسبت بہت وسیع، واضح، سچ اور عدل پر مبنی ہے کیونکہ عقل سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ یقینی اور واضح نہیں ہوتے، آج تک عقل اور فطرت کے ذریعے صرف ایک ذات تمام اچھائیوں کو پا گئی تھی اور وہ ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، آپ سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور بہت اعلیٰ وارفع عقل ورائے کے مالک تھے۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ درست رائے سب سے بڑی عبادت ہے اور سنت کی پیروی سے ہی درست رائے حاصل ہوتی ہے۔ جن شخصیات کو علم میں رسوخ ہوتا ہے اُن کی رائے حق کے موافق ہوتی ہے۔ اس بات کو سورت سباء میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: ویری الذین اوتوا العلم الذی انزل الیک من ربک ھو الحق جن لوگوں کو علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے اُن کی رائے یہی ہے کہ جو تمہاری طرف (کلام) نازل کیا گیا ہے تمہارے رب کی طرف سے وہی عین حق (کی بات) ہے۔

بلاشبہ سلف صالحین بھی اپنی آراء کا اظہار کیا کرتے تھے مگر وہ سنت کی پیروی میں رہ کر رائے دیتے تھے جبکہ سلف صالحین نے ہی دوسرے فرقوں کو جنہوں نے امور غیبیہ اور شرعی احکام میں غلط رائے کو اپنایا، اھواء پرست اور شبہات کو فروغ دینے والے اہل شبہات کے ناموں سے موسوم کیا تھا کیونکہ سنت کے مخالف رائے صرف جہالت ہے علم سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہی خواہش پرستی انسان کو صحیح علم سے دور لے جاتی ہے پھر اس کی مار محبت اور نفرت پر پڑتی ہے۔ نفس پرست غلط چیزوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اے قاری! محبت اور نفرت کی باگ ڈور علم کے ہاتھوں میں دے دو۔ خواہش نفس سے بچنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے۔

اب کچھ نفع بخش محبتوں کا حال سنوں اور اگر سچ پوچھو تو یہ محبتیں بالآخر اللہ کی محبت کیلئے معاون ہی ثابت ہوتی ہیں۔ اِن میں

ہے ایک محبت تو وہ ہے جو شوہر اپنی جورو سے کرتا ہے، اِس محبت کیلئے تم چاہو تو عشق کا لفظ بھی استعمال کرلو۔ آدمی اپنی منکوحہ اور زیر ملکیت لونڈی سے جو حظ حاصل کرتا ہے اُس سے نفس میں عفت پیدا ہوتی ہے اور نفس پر قابو پانے کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ پھر عفت مآب نفس غیر عورت کی طرف مائل نہیں ہوتا اور خود شارع کو یہ مطلوب بھی ہے کہ آدمی کا دل اپنی جورو سے خوب آشنائی پائے کیونکہ جتنا زوجین میں محبت کا رشتہ مضبوط ہوگا اتنا مرد اپنے نفس کو غیر عورت کی طرف جھکاؤ سے محفوظ پائے گا، اس طرف رغبت دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا (اعراف:189) وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی کی جنس سے اُس کا جوڑ ا بنایا تا کہ اُس کے پاس سکون حاصل کرے۔

اسی طرح سورت روم کی آیت 21 میں زوجین کے بیچ پیدا ہونے والی محبت کو اللہ کی ایک بڑی نشانی کے طور پر پیش کیا گیا ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم اُن کے پاس (جاکر) سکون حاصل کرو (اور اس کے علاوہ اُس نے) تمہارے درمیان محبت اور رحمت (الفت بھی) پیدا کردی۔

صحیحین کی روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ کون پسند ہے تو آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا! آپ کے اِس قول کی وجہ سے محدث زمان حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ جب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے تو ان الفاظ کا بھی اضافہ فرماتے کہ مجھ سے بنت صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی چہیتی بیوی نے روایت کی ہے کہ جس کی پاک دامنی سات آسمانوں سے بھی اوپر سے نازل ہوئی تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے امورِ دُنیا میں سے میرے لئے تین چیزوں میں محبت کا سامان پایا جاتا ہے، عورت اور خوشبو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز میں ہے۔

بنابریں شوہر کا اپنی بیوی سے محبت کرنا ناپسندیدہ فعل نہیں ہے جب تک یہ محبت اُس محبت کے آڑے نہ آجائے جو اِس محبت سے بڑھ کر نفع بخش ہے اور وہ اللہ اور اُس کے رسول کی محبت ہے۔ ہر وہ محبت جو اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کے آڑے آئے یا اُس میں کمزوری پیدا کرنے کا سبب بنے تو وہ حد درجے مذموم ہے کیونکہ وہ محبت ضرر اور نقصان کا باعث بن رہی ہے، ہاں اُن مشروبات یا ماکولات کی طرف میلان ہونا کچھ مانع نہیں جو اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کے آڑے نہیں آتے اور نہ ہی وہ اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کے رشتے کو کمزور کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ٹھنڈے اور میٹھے مشروبات کو پسند فرماتے تھے۔ شہد اور میٹھے حلوا بھی آپ کو بے حد مرغوب تھے، گھوڑوں سے آپ شدید محبت کرتے تھے، آپ لبادوں میں قمیض کو سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے اور ترکاریوں میں کدو پسند فرماتے تھے۔ اِن چیزوں کی محبت ایسی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی محبت کے آڑے آئے بلکہ الٹا یہ اُس محبت میں تقویت کا ہی سبب بنتی ہے، نفس جب اِن سے اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے تو پھر وہ اللہ کی محبت کیلئے اپنے آپ کو فارغ البال پاتا ہے۔ ہاں اِن چیزوں کی محبت کے پیچھے طبیعت کا میلان اور نیت کا بڑا دخل ہے۔

اب اگر لباس اور خوراک سے محبت کی وجہ یہ ہوئی کہ جسم میں توانائی حاصل کر کے اور صاف ستھرا ہو کر اللہ کی محبت کے اظہار

کیلئے عبادت کی طرف مائل ہوتا ہے تو اُس کا کھانا پینا اور سونا سب باعث اجر وثواب ہے اور اگر محض انسانی فطرت کی وجہ سے اچھا لباس پہننے یا خوراک کھانے سے محبت رکھتا ہے تو پھر اس کام پر نہ ثواب ہے اور نہ عتاب، اگر چہ وہ اِس موقع کو ہاتھ سے جانے دیتا ہے کہ اِن چیزوں کو حاصل کر کے ثواب بھی پا سکتا تھا اگر اِن چیزوں سے اُس کی محبت اس لئے ہوتی کہ وہ اللہ سے اُس کی محبت میں معاون بنیں۔ (اغاثۃ اللھفان، مؤلفہ: ابن قیم الجوزیہ)

4600 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ وَذَكَرَ ابْنُ السَّرْحِ قِصَّةَ تَخَلُّفِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ قَالَ وَنَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةَ حَتّٰى إِذَا طَالَ عَلَيَّ تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ ثُمَّ سَاقَ خَبَرَ تَنْزِيلِ تَوْبَتِهِ

◇◇ عبدالرحمن بن عبداللہ' حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' یہ عبداللہ' حضرت کعب کے وہ صاحبزادے ہیں جو ان کے نابینا ہونے کے بعد' ان کو ساتھ لے کر چلا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں' اس کے بعد ابن سرح نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے کا پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں''انہوں نے مسلمانوں کو ہم تین افراد کے ساتھ کلام کرنے سے منع کر دیا۔ یہاں تک کہ جب کافی دن گزر گئے تو ایک دن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوا' جو میرے چچازاد تھے' میں نے انہیں سلام کیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔

اس کے بعد حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی توبہ کے بارے میں قرآن کا حکم نازل ہونے تک کا واقعہ بیان کیا ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا امتحان

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ بے انتہا دلچسپ اور رقت آمیز ہے۔ یہ انہوں نے اس وقت خود ہی بیان فرمایا جب بوڑھے اور بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔

فرماتے ہیں میرا واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں شرکت تبوک سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں انتہائی خوش حالی میں تھا۔ اس سے پہلے دو سواریاں میرے پاس کبھی جمع نہیں ہوئی تھیں اور اس جنگ میں تو دو سواریاں بھی میں نے خرید رکھی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو عام طور پر اس خبر کو پھیلنے نہ دیتے۔ جب یہ جنگ ہوئی تو سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ دور دراز اور جنگلوں کا سفر درپیش تھا اور کثیر التعداد دشمن سے سامنا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امور میں مسلمانوں کو آزاد کر رکھا تھا کہ جس طرح چاہیں دشمن کے مقابلے کی تیاری کر لیں اور اپنا ارادہ مسلمانوں پر ظاہر فرما دیا تھا۔ اور

مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کثیر تعداد میں تھے کہ ان کا اندراج رجسٹر پر نہ ہوسکتا تھا۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کی غیر حاضری کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوسکتا تھا بلکہ گمان تھا کہ کثرت لشکر کی وجہ سے غائب رہنے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بھی نہ ہوسکے گا جب تک للہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی علم نہ ہوجائے۔ یہ لڑائی جس وقت ہوئی وہ زمانہ پھلوں کے پکنے کا تھا۔ سایہ گستری بارآوری اور خنکی کا موسم تھا ایسے زمانہ میں میری طبیعت آرام طلبی اور راحت گیری کی طرف بہت مائل ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے تیاریاں شروع کردیں۔ میں صبح اٹھ کر جہاد کی تیاری کے لئے باہر نکلتا لیکن خالی ہاتھ واپس ہوتا۔ تیاری اور اسباب سفر کی خریداری وغیرہ کچھ نہ کرتا۔ دل بہلا لیتا کہ جب میں چاہوں گا دم بھر میں تیاری کرلوں گا۔ دن گزرتے چلے گئے۔ لوگوں نے تیاریاں مکمل کرلیں حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ مسلمان جہاد کیلئے روانہ ہوگئے۔ میں نے دل میں کہا کہ ایک دو دن بعد تیاری کر کے میں بھی مل جاؤں گا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بہت دور جاچکا تھا میں تیاری کیلئے باہر نکلا، لیکن پھر بغیر تیاری کے واپس آگیا حتی کہ ہر روز یہی ہوتا رہا دن نکل گئے۔ لشکر تبوک پہنچ گیا۔ اب میں نے کوچ کا ارادہ کرلیا کہ جلدی سے پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوجاؤں۔ کاش اب بھی کوچ کرجاتا۔ لیکن آخر کار یہ بھی نہ ہوسکا۔ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب کبھی میں بازار میں نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا کہ جو مسلمان نظر آتا ہے اس پر یا تو نفاق کی پھٹکار نظر آتی ہے یا ایسے مسلمان دکھائی دیتے ہیں جو واقعی للہ کی طرف سے معذور لنگڑے لولے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچ چکے تو مجھے یاد فرمایا اور پوچھا کعب بن مالک کیا کررہا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم! اس کو خوش عیشی اور آرام طلبی نے مدینے ہی میں روک لیا ہے تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے غلط خیال قائم کیا ہے یارسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم! اس میں تو بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو میں سخت پریشان تھا کہ اب کیا کروں؟ میں غلط حیلے سوچنے لگا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عتاب سے محفوظ رہ سکوں۔ چنانچہ ہر ایک سے رائے لینے لگا۔ اور جب معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاچکے ہیں تو اب غلط سوچ وبچار سے دستبردار ہوگیا۔ اب میں نے اچھی طرح معلوم کرلیا کہ میں کسی طرح بھی نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ سچ کہنے کا ارادہ کرلیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آئے تو سب سے پہلے مسجد گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی، پھر لوگوں کے ساتھ مجلس کی۔ اب جنگ میں شریک نہ ہونے والے آآ کر عذر ومعذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسی (80) سے کچھ اوپر تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم ظاہر ان کی بات قبول کیے جارہے تھے اور ان کی کوتاہیوں کے لئے طلب مغفرت کررہے تھے۔ میری باری آئی میں نے آکر سلام عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں آؤ، میں سامنے جا بیٹھا۔ مجھ سے فرمایا: تم کیوں رکے رہے؟ کیا تم نے تیاری جہاد کیلئے خریداری نہیں کرلی تھی؟ میں نے کہا: یارسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم! اگر میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور سے بات کرتا تو صاف صاف بری ہوجاتا کیوں کہ مجھے بحث وتکرار اور معذرت کرنا خوب آتا ہے لیکن اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ اس وقت تو جھوٹی بات بنا کر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر

لوں گا۔لیکن بہت جلد ہی اللہ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر میں سچ سچ کہہ دیا تو حسین عاقبت کی مجھے اللہ کی طرف سے امید ہو سکتی ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم میں کوئی معقول عذر نہیں رکھتا تھا۔ میرے پاس عدم شرکت جنگ کا درحقیقت کوئی حیلہ نہیں۔تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں یہ تو سچ کہتا ہے۔ اچھا اب تم چلے جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے چنانچہ میں چلا گیا۔ بنی سلمہ کے لوگ بھی میرے ساتھ اٹھے اور ساتھ ہو لیئے۔اور کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم نے تمہیں پہلے کوئی خطا کرتے نہیں دیکھا ہے دوسرے لوگوں نے جیسے عذرات پیش کر دیئے تم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ بھی عذر نہیں کیا۔ ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کیلئے جیسے استغفار کیا تھا تمہارے لئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استغفار کافی ہوتا۔غرض کہ لوگوں نے اس بات پر اس قدر زور دیا کہ میں نے ایک بار یہ ارادہ کر ہی لیا کہ پھر واپس جاؤں اور کوئی عذر تراش دوں۔لیکن میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میری طرح کیا کسی اور کی بھی صورت حال ہے۔ کہا ہاں تمہاری طرح کے اور دو آدمی ہیں۔ جنہوں نے سچ سچ کہہ دیا ہے میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ کہا گیا مرارہ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیہ الواقفی۔کہا گیا یہ دونوں مرد صالح ہیں، بدر میں شریک تھے۔اب میرے سامنے ان کا نقش قدم تھا اسے لئے میں دوبارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ گیا۔اب معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے سلام کلام کرنے سے لوگوں کو ممانعت کر دی ہے اور لوگوں نے ہمارا بالکل بائیکاٹ کر دیا ہے اور ہم ایسے بدل گئے کہ زمین پر رہنا ہمیں بوجھ معلوم ہونے لگا۔ ہم پر اس ترک تعلقات کے پچاس دن گزر گئے ان دونوں نے تو منہ چھپا کر خانہ نشینی ہی اختیار کر لی، روتے پیٹتے رہے میں ذرا سخت مزاج تھا۔ قوت برداشت تھی، جا کر جماعت کے ساتھ برابر نماز پڑھتا تھا۔ بازاروں میں گھومتا تھا لیکن مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہتے۔ میں سلام کرتا اور دیکھتا کہ جواب سلام کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ ہلتے کہ نہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی نماز پڑھ لیتا۔ کنکھیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا، میں نماز پڑھنے لگتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو جاتا تو نظر پھیر لیتے۔ جب اس بائیکاٹ کی مدت لمبی ہوتی گئی تو میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھاند کر ان کے یہاں گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے۔ میں انہیں بہت چاہتا تھا۔ سلام کیا واللہ انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابو قتادہ! تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نہیں جانتے میں اللہ کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ سن کر خاموش ہو گئے۔ میں نے اللہ کی قسم دے کر بات کی پھر کچھ نہ بولے، میں نے پھر قسم دی کچھ بھی نہ کہا، لیکن انجان پن سے بولے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر دیوار پھاند کر واپس ہو گیا۔

ایک دن بازار مدینہ میں گھوم رہا تھا کہ شام کا ایک قبطی جو مدینہ کے بازار میں کھانے کی کچھ چیزیں بیچ رہا تھا، لوگوں سے کہنے لگا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا کوئی پتہ دے۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میرے پاس آیا اور شاہ غسان کا ایک مکتوب میرے حوالے کیا۔ چونکہ میں پڑھا لکھا تھا، پڑھا تو لکھا تھا کہ: ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے آقا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر سختی کی ہے۔ اللہ نے تمہیں کوئی معمولی آدمی تو نہیں بنایا ہے۔ تم کوئی گرے پڑے نہیں ہو۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم

تمہیں نواز دیں گے۔

میں نے یہ پڑھ کر کہا: میرے اللہ! یہ تو نئی مصیبت آ پڑی۔ میں نے اس مکتوب کو آگ میں جھونک دیا اور جب پچاس میں چالیس دن گزر گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے علیحدہ ہو۔ میں نے پوچھا کیا حکم ہے کہ طلاق دوں؟ کہا نہیں صرف الگ رہو، قربت نہ کرنا، کہا کہ دوسرے دونوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی عورت سے کہہ دیا کہ میکے چلی جاؤ حتی کہ اللہ کا کوئی حکم پہنچے۔ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہلال ایک شیخ ضعیف ہے اس کی خدمت کیلئے کوئی آدمی نہیں۔ اگر میں ان کی خدمت میں لگی رہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نامنظور تو نہ کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے کہنے لگی اس غریب کو تو ہلنا جلنا مشکل ہو گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کے دن سے آج تک لگا تار روتا رہتا ہے۔ میرے گھر والوں میں سے ایک نے کہا تم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی سے خدمت لینے کی اجازت حاصل کر لو جیسے کہ ہلال کو اجازت مل گئی۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میں اس بات کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست نہ کروں گا۔ نہ معلوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں گے، میں نوجوان آدمی ہوں مجھے کسی سے درخواست لینے کی ضرورت نہیں۔ اب ہم نے مزید دس دن گزارے اور لوگوں کے قطع تعلق کو پچاس دن گزر گئے۔ پچاسویں دن کی صبح اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر میں اس حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہو رہی تھی۔ یہ وسیع دنیا مجھے تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑی پر سے ایک پکارنے والے کی آواز میرے کان میں پڑی کہ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا کہ "اے کعب بن مالک! خوش ہو جاؤ۔" یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ نے میری توبہ قبول کر لی۔ مصیبت کا زمانہ گزر گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع سنا دی، کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کیلئے دوڑے۔ ان دونوں کے پاس بھی گئے اور میرے پاس بھی ایک سوار تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ لیکن پہاڑی پر چڑھ کر آواز دینے والا زیادہ کامیاب رہا کہ جلد تر مجھے خبر مل گئی کیوں کہ گھوڑے کی رفتار سے آواز کی رفتار تیز تر ہوتی ہے۔ چنانچہ جب وہ شخص مجھ سے ملا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو اس خوشخبری دینے کے صلے میں اپنے کپڑے اتار کر میں نے اسے پہنا دیئے۔ واللہ میرے پاس اس وقت دوسرا جوڑا نہیں تھا میں نے اپنے لئے مستعار (تیار شدہ) کپڑے لے کر پہن لئے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا۔ لوگ مجھے راہ میں جوق در جوق ملتے اور مبارک باد دیتے جاتے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبید اللہ دوڑ پڑے، مجھ سے مصافحہ کر کے مبارک باد دی۔ مہاجرین میں سے کسی نے ان کے سوا یہ اقدام نہیں کیا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس خلوص کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ میں نے آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (مبارک) خوشی سے چمک اٹھا۔ کہنے لگے: خوش ہو جاؤ جب سے تم پیدا ہوئے ایسی خوشی کا دن تم پر نہ آیا ہوگا۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بشارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یا اللہ کی طرف سے

؟ فرمانے لگے اللہ کی طرف سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوجاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (مبارک) چمک اٹھتا تھا۔ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی آپکے چہرہ (مبارک) ہی سے ظاہر ہوجاتی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قبولیت توبہ کی یہ برکت ہونی چاہیے کہ میں اپنا سارا مال ومتاع اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں لٹادوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہیں کچھ رکھو اور کچھ صدقہ کردو۔ یہی بہتر صورت ہے میں نے کہا خیبر سے جو حصہ مجھے ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچائی کی برکتوں کے سبب للہ نے مجھے نجات بخشی۔ اللہ کی قسم میں نے جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راست گوئی کا ذکر کیا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ آئندہ بھی کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بلوائے۔ (بخاری شریف)

بَابُ تَرْكِ السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ الْأَهْوَاءِ

باب: بدمذہبوں کوسلام نہ کرنا

4601- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى أَهْلِي وَقَدْ تَشَقَّقَتْ يَدَايَ فَخَلَّقُونِي بِزَعْفَرَانٍ فَغَدَوْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ اذْهَبْ فَاغْسِلْ هٰذَا عَنْكَ

✧✧ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں اپنے گھر آیا' میرے دونوں ہاتھ پھٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس پر زعفران لگادیا۔ صبح کے وقت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ کوسلام کیا تو آپ نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور اسے دھودو۔

بدمذہبوں سے سلام کی ممانعت کا بیان

4602- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ سُمَيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهُ اعْتَلَّ بَعِيرٌ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ أَعْطِيهَا بَعِيرًا فَقَالَتْ أَنَا أُعْطِي تِلْكَ الْيَهُودِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ وَبَعْضَ صَفَرٍ

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، سیّدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا ایک اونٹ بیمار ہوگیا۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک اضافی اونٹ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم یہ اونٹ اسے دے دو۔ توسیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بولیں: کیا میں یہ

4602- إسناده ضعيف لجهالة سمية - وقيل في اسمها أيضاً: شميسة-، وقد اختلف فيه عن ثابت البناني - وهو ابن أسلم- كما سيأتي بيانه. حماد: هو ابن سلمة. وأخرجه ابن سعد في "طبقاته 127 - 126 /8 "، وإسحاق بن راهويه (1408)، وأحمد (25002) و (26250)، والطبراني في "الكبير" /24 (188)، وفي "الأوسط "(2609) من طريق حماد بن سلمة، به. وخالف حماداً فيه جعفر بن سليمان الضبعي عند أحمد (26866)،

اس یہودیہ کو دے دوں؟ نبی اکرم ﷺ ناراض ہو گئے اور آپ نے ذوالحج، محرم اور صفر کے کچھ حصے تک ان سے لاتعلقی اختیار کی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْجِدَالِ فِي الْقُرْآنِ

باب: قرآن کے بارے میں بحث کرنے کی ممانعت

4603 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمِرَاءُ فِي الْقُرْآنِ كُفْرٌ

◇◇ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، قرآن کے بارے میں بحث کرنا (جو قرآن کے احکام کے خلاف ہو) کفر ہے۔

بَابٌ فِي لُزُومِ السُّنَّةِ

باب: سنت کو لازم پکڑنا

سنت کی اہمیت کا بیان

4604 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُوهُ فَإِنْ لَمْ يَقْرُوهُ فَلَهُ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ

◇◇ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: یاد رکھنا مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مانند (سنت) دی گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک بھرے ہوئے پیٹ والا شخص اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر کہے کہ تم اس قرآن کو لازم پکڑو۔ تمہیں اس میں جو چیز حلال ملے تم اسے حلال سمجھو اور تمہیں اس میں جو چیز حرام ملے اسے حرام قرار دو۔ (پھر نبی اکرم نے فرمایا) خبردار! تمہارے لئے پالتو گدھوں کا گوشت حلال نہیں ہے اور ہر نوکیلے دانت والے درندے کا گوشت بھی حلال نہیں ہے اور گری ہوئی چیز کو اٹھانا بھی حلال نہیں ہے۔ البتہ اس چیز کا مالک اس سے بے نیاز ہو (تو اٹھایا جا سکتا ہے) اور جو

4603-حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن عمرو -وهو ابن علقمة الليثي- ولكنه متابع. وهو في "مسند أحمد" (10539). وأخرجه النسائي في "الكبرى" (8039) من طريق أبي حازم سلمة بن دينار، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة، أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال": أنزل القرآن على سبعة أحرف، المراء في القرآن كفر". وهذا إسناد صحيح. وهو في "مسند أحمد" (7989)، وصححه الحاكم 2/ 223، ووافقه الذهبي.

شخص کسی قوم کے ہاں پڑاؤ کرے تو ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ اگر وہ اس کی مہمان نوازی نہیں کرتے تو اس شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مہمان نوازی کے حساب سے ان سے وصول کرے۔

شرح

قرآن کا مثل" حدیث ہے یعنی جس طرح قرآن مجید مجھ پر نازل کیا گیا ہے اسی طرح حدیث بھی مجھے بارگاہ الوہیت ہی سے عطا ہوئی ہے لیکن فرق یہی ہے کہ قرآن وحی ظاہر ہے اور حدیث وحی پوشیدہ۔ لہٰذا واجب العمل دونوں میں الالاکمل سے بطور مثال کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چیزوں کی حرمت قرآن میں کہیں مذکور نہیں ہے میں نے ہی ان کی حرمت بیان کی ہے جس پر عمل کرنا واجب وضروری ہے۔ اہلی گدھا اسے کہتے ہیں جو گھر میں رہتا ہے یہ حرام ہے گدھا وحشی جسے گورخر کہتے ہیں۔ ان سب کی حرمت احادیث ہی سے ثابت ہے معاہد اس کافر کو کہتے ہیں جس کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ صلح وامان ہوا ہو، خواہ وہ کافر ہو یا غیر ذمی، اس کے بارہ میں فرمایا کہ اس کا لقطہ حلال نہیں ہے، ہاں اگر لقطہ ایسی چیز ہے جس سے اس کا مالک بے نیاز و بے پرواہ ہو جیسے گٹھلی، چھلکے، گاجر، مولی یا ایسی ہی کوئی حقیر چیز تو اس کے لئے لینا جائز ہے لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو راستہ میں گری پڑی پائی جائے۔ آخر میں فرمایا گیا ہے کہ جو آدمی کسی کے یہاں مہمان جائے تو میزبان پر اس کی مہمانداری لازم ہے علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم فرض نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا مستحب واولی ہے، اسی طرح یہ حکم دینا کہ اگر میزبان مہمان نوازی نہ کر سکے تو میزبان کے لئے جائز ہے کہ وہ اس میزبان سے مہمانداری کا عوض وصول کر لے یعنی اس سے روپیہ پیسہ لے۔ اس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ یا تو ایسی شکل میں جائز ہوا جب کہ مہمان ایسا مضطر ولاچار ہو کہ اگر میزبان سے وہ کچھ نہ لے تو اس کے ہلاک ہو جانے کا خطرہ ہو۔ یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جواز کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا لیکن اب منسوخ ہے۔

4605 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي رَافِعٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى اَرِيكَتِهِ يَاْتِيهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِي مِمَّا اَمَرْتُ بِهِ اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا نَدْرِي مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ

❖❖ عبید بن ابورافع اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میں تم میں سے کسی شخص کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیے سے ٹیک لگا کر یہ کہے' جس کے پاس میرا کوئی حکم آچکا ہو جو میں نے دیا ہو یا جس سے میں نے منع کیا ہو' تو وہ یہ کہے کہ ہمیں اللہ کی کتاب میں یہ بات نہیں ملی۔ ورنہ ہم اس کی پیروی کر لیتے۔

4606 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ وَاِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ

4605- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. وأبو النضر: هو سالم بن أبي أمية التيمي مولاهم. وابن كثير: هو محمد بن كثير العبدي. وأخرجه ابن ماجه (13)، والترمذي (2854) من طريق سفيان بن عيينة بهذا الإسناد.

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ قَالَ ابْنُ عِيْسٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَنَعَ اَمْرًا عَلٰى غَيْرِ اَمْرِنَا فَهُوَ رَدٌّ

◇◇ قاسم بن محمد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
جو شخص ہمارے حکم میں کوئی ایسی بات کہے جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ مردود ہوگی۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسا کام کرے جو ہمارے حکم کے مخالف ہو تو وہ مردود ہوگا۔

4607- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِيْ خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو السُّلَمِيُّ وَحُجْرُ بْنُ حُجْرٍ قَالَا اَتَيْنَا الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ وَهُوَ مِمَّنْ نَزَلَ فِيْهِ (وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ) فَسَلَّمْنَا وَقُلْنَا اَتَيْنَاكَ زَائِرِيْنَ وَعَائِدِيْنَ وَمُقْتَبِسِيْنَ فَقَالَ الْعِرْبَاضُ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ اِلَيْنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّيْنَ الرَّاشِدِيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

◇◇ عبدالرحمن بن عمرو اور حجر بن حجر بیان کرتے ہیں ہم لوگ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ان حضرات میں سے ہیں جن کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ہے:

''اوران لوگوں پر کوئی حرج نہیں ہے جب وہ تمہارے پاس آئیں تا کہ تم انہیں سواری کے لئے جانور دو تو تم نے کہا: میرے پاس تمہیں سواری کے لئے دینے کے لیے جانور نہیں ہے''۔

حجر بیان کرتے ہیں ہم نے انہیں سلام کیا اوران سے کہا ہم آپ کے پاس آپ کی زیارت کرنے کے لئے' آپ کی عیادت کرنے کے لیے اور آپ سے استفادہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ تو حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی، پھرانہوں نے ہماری طرف رخ کیا اور ایسا وعظ کیا جس کے نتیجے میں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرز گئے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ تو الوداعی وعظ محسوس ہوتا ہے۔ آپ ہمیں کیا تلقین کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

4607- وأخرجه ابن ماجه (44)، والترمذي (2871) من طريق ثور بن يزيد، والترمذي (2870) من طريق بحير بن سعد، كلاهما عن خالد بن معدان، عن عبد الرحمن بن عمرو وحده به. وأخرجه ابن ماجه (43)

میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور حاکم وقت کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔اگر چہ وہ کوئی شخص حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو،تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تم پر میری اور ہدایت یافتہ اور ہدایت کا مرکز خلفاء کی سنت کی پیروی کرنا لازم ہے۔تم اسے پکڑ لینا اور اسے مضبوطی سے تھام لینا اور تم نئے پیدا ہونے والے معاملات سے پرہیز کرنا کیونکہ ہر نئی پیدا ہونے والی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

بدعت کا معنی:

کسی ایسے قول کو وارد کرنا جس کے کرنے والے اور کہنے والے نے صاحب شریعت کی اتباع نہ کی ہو اور نہ اس کو سابقہ شرعی مثالوں سے اور شرعی قواعد سے مستنبط نہ کیا ہو۔اس کے متعلق حدیث میں ہے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔(المفردات ص،۳۹،مکتبہ مرتضائیہ ایران)

ہر وہ بدعت جو ضلالت وگمراہی ہے اس سے مراد وہ بدعت ہے جس کی شریعت میں اصل موجود نہ ہو۔

فقہاء نے بدعت کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔جن میں سے معروف دو اقسام ہیں۔

بدعت کی اقسام:(۱)بدعت حسنہ (۲)بدعت سیۂ

(۱)بدعت حسنہ:

وہ بدعت جس کی شریعت میں اصل ہو اور یہ نیا کام یا نیا نیک عمل ہو تو ایسی بدعت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ایسی بدعت پر عمل مستحسن بھی ہوتا ہے کہیں واجب بھی ہوتا ہے۔اس بدعت کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق کرنا کہ نماز تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا جائے گا۔جب حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے اس عمل کو دیکھا تو فرمایا: ''نعم البدعۃ ھذہ'' یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔(صحیح بخاری،ج۱،ص۲۶۹،قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس بدعت حسنہ پر اتفاق کیا ہے۔وہ نماز تراویح باجماعت ہے۔

(۱)بدعت حسنہ کا ثبوت:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اون کے کپڑے پہنے ہوئے کچھ دیہاتی حاضر ہوئے ،آپ نے ان کی بدحالی اور ان کی ضرورت کو دیکھا پھر آپ نے لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی،لوگوں نے کچھ دیر کی،جس سے آپ کے چہرہ انور پر کچھ احساس کے آثار ظاہر ہوئے ،پھر ایک انصاری درہموں کی تھیلی لے کر آیا پھر دوسرا آیا اور پھر لانے والوں کا تانتا بندھ گیا،حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔اور جس نے مسلمانوں میں کسی برے طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی

اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔
(صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۴۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) بدعت سیئہ:
ہر وہ بدعت جس کی قرآن وسنت، اجماع وقیاس میں کوئی اصل موجود نہ ہو، ایسی نئی بدعت کو بدعت سیئہ کہتے ہیں جسے شریعت نے گمراہ کہا ہے۔ ایسی بدعت پر عمل کرنا گمراہی ہے۔
اس مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نیا کام بدعت نہیں ہے بلکہ ہر وہ عمل جس کی قرآن وحدیث میں کوئی اصل موجود نہ ہو، وہ بدعت سیئہ ہے۔

بدعت کے مفاہیم واقسام:
بدعت کی پانچ اقسام ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم واجب ہے اور یہ وہ بدعت ہے جو قواعد وجوب پر مشتمل ہو اور اس کی دلیل شریعت میں موجود ہو جیسے ضائع ہونے کے ڈر سے قرآن مجید اور شریعت کی تدوین۔ بے شک ہمارے بعد آنے والوں کے لیے تبلیغ کرنا اجماعاً واجب ہے اور اسے چھوڑ دینا اجماعاً حرام ہے۔ اس طرح کی چیزوں کے وجوب میں اختلاف کرنا درست نہیں ہے۔ دوسری قسم بدعت محرومہ ہے۔ یہ وہ بدعت ہے جس کی دلیل شریعت میں حرام کے قواعد کے مطابق ہو۔ جیسے ٹیکس اور ایسے نئے ظالمانہ امور جو کہ قواعد شریعت کے منافی ہوں۔ جیسے جہلاء کو علماء پر فوقیت دینا اور شریعت کے کسی ایسے عہدے پر فائز کرنا جو وراثتی طریقے سے اس کے لیے درست نہ ہو اور اس منصب کو اس شخص کے لیے درست قرار دیا جائے جو کہ اس کے باپ کے لیے تھا اور وہ بذات خود اس منصب کا اہل نہ ہو اور تیسری قسم بدعت مستحبہ ہے اور یہ وہ بدعت ہے جو قواعد استحباب پر مشتمل ہو اور شریعت میں اس کی حمایت میں دلائل موجود ہوں جیسا کہ نماز تراویح اور امر صحابہ کے خلاف (مصلحت وخیر کے پیش نظر) حکمرانان وقت، قاضیوں اور اہم منصب داروں کی تصویروں کو آویزاں کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شمار مصالح اور شرعی مقاصد لوگوں کے دلوں میں حکمرانوں کی عظمت ڈالے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے صحابہ کے زمانے میں صحابہ کے دین اور سابق الھجرہ ہونے کی وجہ سے لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے پھر نظام درہم برہم ہو گیا اور وہ زمانہ گزر گیا اور نیا زمانہ آ گیا اس زمانہ میں لوگ تصویروں کے بغیر کسی کی عظمت نہیں کرتے تھے لہٰذا تصویروں کی حیثیت کو تسلیم کر لیا گیا۔ یہاں تک کہ متعلقہ مصلحتیں حاصل ہو گئیں اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود تو جو کی روٹی اور نمک کھایا کرتے تھے جبکہ اپنے عاملین کے لئے آدھی بکری روزانہ مقرر کر رکھی تھی کیونکہ اگر دوسرے عاملین بھی اسی طریقہ پر عمل کرتے جس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود تھے تو وہ عوام الناس کی نظروں میں گر جاتے اور لوگ ان کا احترام نہ کرتے اور ان کی مخالفت پر اتر آتے لہٰذا یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی دوسرے کو کسی اور شکل میں نظام کی حفاظت کے لیے تیار کیا جائے اور اسی طرح جب آپ شام گئے تو آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ پردہ کئے ہوئے اور پردہ لٹکائے ہوئے تھے اور ان کے پاس خوبصورت سواری اور اعلیٰ رعب دار کپڑے تھے اور آپ اس طرح پیش آتے جس طرح بادشاہ پیش آتے تھے پھر اس کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہم ایسے علاقے میں ہیں جہاں ہمیں اس

کی ضرورت ہے۔ لہٰذا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے احوال کو بہتر جانتے ہو کہ تمہیں اس کی ضرورت ہے کہ نہیں اور اگر ضرورت ہے تو یہ بہتر ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسروں کے نظائر (Precedents) سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ائمہ کے احوال اور امور سلطنت، زمانے، شہروں، صدیوں کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس طرح انہیں حسن معاملات اور حسن سیاسیات میں تنوع کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ احوال پرانے نہ ہو جائیں اور بعض اوقات یہ مصلحتیں واجب ہو جاتی ہیں اور چوتھی قسم بدعت مکروہ کی ہے اور یہ وہ ہے جو شریعت اور اس کے قواعد میں سے دلائل کراہت پر مشتمل ہو جیسے بعض فضیلت والے اور بابرکت ایام کو عبادات کے لئے مخصوص کرنا۔ اس کی مثال وہ روایت ہے جسے امام مسلم اور دیگر نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے اور اسی رات کو قیام کے لئے مختص کرنے کو منع کیا ہے۔ اور اسی طرح اس باب میں محدود مندوبات کو زیادہ کرنا جیسے نمازوں کے بعد تینتیس بار تسبیح کرنا آیا ہے پھر ان کو سو بار کیا جائے، اور اسی طرح زکوٰۃ فطر کے لیے ایک صاع دینا آیا ہے پھر اسے دس صاعات بنا دیا جائے یہ اس وجہ سے ہے کہ ان امور میں زیادتی شارع پر جرات اور اس کی بے ادبی ہے۔ پس عظیم لوگوں کی شان یہ ہے کہ اگر انہیں کسی امر سے روکا جائے تو وہ رک جائیں کیونکہ اس حکم سے سرتابی سوئے ادب ہے۔ لہٰذا واجب میں زیادتی یا واجب پر زیادتی سخت منع ہے۔ کیونکہ اس طرح یہ اعتقاد پہنچتا ہے کہ واجب اور اس پر زیادتی دونوں واجب ہیں۔ جیسا کہ امام مالک نے شوال کے چھ (روزوں کو) ملانے سے منع کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ سمجھا جائے کہ یہ بھی رمضان میں سے ہیں اسی طرح امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوا پھر اس نے فرض نماز ادا کی اور ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تاکہ دو رکعتیں (نفل) پڑھے۔ تو اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ تو اپنے فرض اور نفل میں فرق کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی وجہ سے ہم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے تو پھر اسے آقا علیہ السلام نے فرمایا اے ابن خطاب اللہ تعالیٰ نے تجھے درست پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ ہم سے پہلے لوگوں نے نوافل کو فرائض کے ساتھ ملا دیا انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ یہ تمام واجبات میں سے ہیں اور یہ شریعت میں تغیر ہے جو کہ اجماعاً حرام ہے اور پانچویں قسم بدعت مباح ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی دلیل شریعت کے قواعد وضوابط میں اباحت کے اصولوں کے مطابق ہو جیسا کہ آٹا چھاننے کے لیے چھلنی کا استعمال کرنا اور آثار میں پہلی چیز جو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کی وہ تھی اتخاذ المناخل للدقیق یعنی آٹا چھاننے کے لئے چھلنی کا استعمال کیونکہ زندگی میں لوگوں کی طبیعت میں نرمی ہونا اور اس کی اصلاح کرنا مباحات میں سے ہے اور اس کے تمام وسائل بھی مباح میں سے ہیں۔

(القرافی، الوارالبروق فی انوار الفروق، 4:202-205 علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 711ھ)

بدعت کا گمراہانہ مفہوم:

جس طرح بدعقیدہ لوگوں نے بدعت کا مفہوم معاشرے میں مشہور کر رکھا ہے، اگر اسے تسلیم کر لیا جائے، تو ان گمراہ لوگوں کے مدارس، ان کی تنظیمات، ان کی جماعتیں، ان کے جلسے، ان کے استقبالیہ پروگرام، سالانہ تقریبات، جماعت کیلئے الیکشن، جماعت

کیلئے امیر کا، یا صدر کا انتخاب، نصابی کتابیں، فہم قرآن کورسز، سالانہ اجتماع، قرآن کلاس کورسز، سالگرہ کے پروگرام اسی طرح گویا ان کے شب و روز بدعت سیئہ کے گڑھے میں گر جائیں گے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی خود ساختہ بدعت کے مطابق سو فیصد تو یہ خود بدعتی ثابت ہو جائیں گے، ان لوگوں نے دوسروں کو بدعت سے کیا بچانا ہے جو خود بدعتی ہیں۔

نام نہاد بدعت کو مٹانے والے:

دور حاضر میں کچھ لوگوں نے خود فریبی میں آ کر بدعت کو مٹانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے حالانکہ ان بیچاروں کو خود معلوم ہی نہیں کہ بدعت کیا چیز ہوتی ہے۔ بس انتہائی گھبراتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعتی دوزخی ہے۔ ہم نے پوچھا؟ کہ تم لوگ بدعت سے کیا مراد لیتے ہو کہا، جو چیز نبی کریم ﷺ کے دور میں نہ ہو بعد میں ایجاد کر لی گئی ہو وہ بدعت ہے اور گمراہی ہے ہم نے کہا ذرا یہ بتاؤ کہ نبی کریم ﷺ کے دور اقدس میں یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں قرآن مجید پر اعراب لگا ہوا تھا۔ کہا نہیں، تو ہم نے کہا کہ کیا قرآن کو اعراب سے پڑھنا بھی بدعت و گمراہی ہوا۔ کیونکہ تمہارے نزدیک ہر وہ عمل جو نبی کریم ﷺ کے دور میں نہ ہو وہ بدعت اور گمراہی ہے تو پھر کیا آپ لوگ قرآن پر لگا اعراب کو دنیا سے ختم کرو گے کیونکہ وہ بدعت ہے۔ ہمارے اس سوال پر نام نہاد تبلیغ کرنے والا مبلغ مبہوت و پریشان ہو گیا۔

4608 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ عَتِيقٍ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

❖❖ احنف بن قیس بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا (دینی معاملات میں) بحث و مباحثہ کرنے والے لوگ ہلاکت کا شکار ہو گئے۔

بَابُ لُزُومِ السُّنَّةِ

باب: جو شخص سنت کو لازم پکڑنے کی دعوت دے

4609 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا

❖❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ہدایت کی طرف دعوت دے اسے ان لوگوں کے اجر جتنا اجر ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ جو شخص کسی برائی کی

4609- إسناده صحيح. وأخرجه مسلم (2674)، وابن ماجه (206)، والترمذي (2868) من طريق العلاء بن عبد الرحمن، به. وهو في "مسند أحمد" (9160)، و"صحيح ابن حبان" (112).

طرف دعوت دے تو اس کو ان سب لوگوں جتنا گناہ ملے گا جو اس کی پیروی کریں گے اور ان لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

4610 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ أَمْرٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ عَلَى النَّاسِ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ

عامر بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مسلمانوں کے معاملے میں سب سے زیادہ جرم اس شخص کا ہوگا جو کسی ایسے معاملے کے بارے میں دریافت کرے جو حرام نہیں ہوا تھا اور اس کے سوال پوچھنے کی وجہ سے وہ حرام ہو گیا۔

4611 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ عَائِذَ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ لَا يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِينَ يَجْلِسُ إِلَّا قَالَ اللَّهُ حَكَمٌ قِسْطٌ هَلَكَ الْمُرْتَابُونَ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ وَأُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ وَقَدْ يَقُولُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ قَالَ قُلْتُ لِمُعَاذٍ مَا يُدْرِينِي رَحِمَكَ اللَّهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ قَالَ بَلَى اجْتَنِبْ مِنْ كَلَامِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ وَلَا يُثْنِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجِعَ وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَلَا يُنْئِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ مَكَانَ يُثْنِيَنَّكَ وَقَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هَذَا الْمُشَبِّهَاتِ مَكَانَ الْمُشْتَهِرَاتِ وَقَالَ لَا يُثْنِيَنَّكَ كَمَا قَالَ عُقَيْلٌ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ بَلَى مَا تَشَابَهَ عَلَيْكَ مِنْ قَوْلِ الْحَكِيمِ حَتَّى تَقُولَ مَا أَرَادَ بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ

یزید بن عمیرہ جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب بھی کسی محفل میں وعظ و نصیحت کے لیے بیٹھتے تھے تو یہ فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے، عدل سے کام لینے والا ہے، شک کرنے والے لوگ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے۔ ایک دن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے بعد ایسے فتنے آ رہے ہیں جن میں مال زیادہ ہو جائے گا۔ قرآن کو کھول دیا جائے گا یہاں تک کہ ہر مومن، منافق، مرد و عورت، بڑی عمر کا شخص، چھوٹی عمر کا فرد، غلام اور آزاد اس کا علم حاصل کر لیں گے پھر عنقریب ایسا ہوگا: کوئی شخص یہ کہے گا کہ لوگ میری پیروی کیوں نہیں کرتے جب کہ میں قرآن کا علم حاصل کر چکا ہوں اور پھر بھی میری پیروی نہیں کرتے؟ میں ان کے لیے کوئی نئی چیز ایجاد کرتا ہوں (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے

زمایا) تو اس نے جو نئی چیز نکالی ہوگی تم اس سے بچنا کیونکہ جو چیز اس نے نکالی ہوگی' گمراہی ہوگی اور میں تمہیں سمجھدار آدمی کی گمراہی سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ شیطان گمراہی کی بات سمجھدار آدمی کی زبانی بیان کرتا ہے اور منافق کبھی کبھار حق کی بات بھی کہہ دیتا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے! اگر کوئی سمجھدار آدمی گمراہی کی بات کہہ دے تو مجھے کیسے پتہ چلے گا اور اگر کوئی منافق آدمی حق کی بات کہہ دے تو (مجھے کیسے پتہ چلے گا)، انہوں نے فرمایا: ہاں۔ تم سمجھدار آدمی کے اس کلام سے اجتناب کرنا جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ تم اس وجہ سے اس سے لاتعلقی اختیار نہ کرنا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے اور حق کو قبول کر لے' جب تم اس سے سنو' بے شک حق کے اندر ایک نور ہے۔

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں اس روایت کے اندر بعض اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام زہری کے حوالے سے ایک روایت میں لفظ "یُنْئِیَنَّکَ" کی بجائے "لاینئینک" منقول ہے۔

امام زہری کے حوالے سے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں' انہوں نے فرمایا:

ہاں! دانا شخص کی وہ بات جو تمہیں تشابہہ لگے یہاں تک کہ تم یہ کہہ دو کہ اس نے اس بات کے ذریعے کیا مراد لیا ہے؟

4612 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ ح وحَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ دُلَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يُحَدِّثُنَا عَنِ النَّضْرِ ح وحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ قَبِيصَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ أَبِي الصَّلْتِ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ ابْنِ كَثِيرٍ وَمَعْنَاهُمْ قَالَ كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ فَكَتَبَ أَمَّا بَعْدُ أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالاِقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرْكِ مَا أَحْدَثَ الْمُحْدِثُونَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهِ سُنَّتُهُ وَكُفُوا مُؤْنَتَهُ فَعَلَيْكَ بِلُزُومِ السُّنَّةِ فَإِنَّهَا لَكَ بِإِذْنِ اللَّهِ عِصْمَةٌ ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّهُ لَمْ يَبْتَدِعِ النَّاسُ بِدْعَةً إِلاَّ قَدْ مَضَى قَبْلَهَا مَا هُوَ دَلِيلٌ عَلَيْهَا أَوْ عِبْرَةٌ فِيهَا فَإِنَّ السُّنَّةَ إِنَّمَا سَنَّهَا مَنْ قَدْ عَلِمَ مَا فِي خِلاَفِهَا وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ كَثِيرٍ مَنْ قَدْ عَلِمَ مِنَ الْخَطَإِ وَالزَّلَلِ وَالْحُمْقِ وَالتَّعَمُّقِ فَارْضَ لِنَفْسِكَ مَا رَضِيَ بِهِ الْقَوْمُ لأَنْفُسِهِمْ فَإِنَّهُمْ عَلَى عِلْمٍ وَقَفُوا وَبِبَصَرٍ نَافِذٍ كَفُّوا وَهُمْ عَلَى كَشْفِ الأُمُورِ كَانُوا أَقْوَى وَبِفَضْلِ مَا كَانُوا فِيهِ أَوْلَى فَإِنْ كَانَ الْهُدَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لَقَدْ سَبَقْتُمُوهُمْ إِلَيْهِ وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدَهُمْ مَا أَحْدَثَهُ إِلاَّ مَنِ اتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيلِهِمْ وَرَغِبَ بِنَفْسِهِ عَنْهُمْ فَإِنَّهُمْ هُمُ السَّابِقُونَ فَقَدْ تَكَلَّمُوا فِيهِ بِمَا يَكْفِي وَوَصَفُوا مِنْهُ مَا يَشْفِي فَمَا دُونَهُمْ مِنْ مَقْصَرٍ وَمَا فَوْقَهُمْ مِنْ مَحْسَرٍ وَقَدْ قَصَّرَ قَوْمٌ دُونَهُمْ فَجَفَوْا وَطَمَحَ عَنْهُمْ أَقْوَامٌ فَغَلَوْا وَإِنَّهُمْ بَيْنَ ذَلِكَ لَعَلَى هُدًى مُسْتَقِيمٍ كَتَبْتَ تَسْأَلُ عَنِ الإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ فَعَلَى الْخَبِيرِ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَعْتَ مَا أَعْلَمُ مَا أَحْدَثَ

النَّاسُ مِنْ مُحْدَثَةٍ وَلَا ابْتَدَعُوا مِنْ بِدْعَةٍ هِيَ أَبْيَنُ أَثَرًا وَلَا أَثْبَتُ أَمْرًا مِنَ الْإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ لَقَدْ كَانَ ذَكَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْجُهَلَاءُ يَتَكَلَّمُونَ بِهِ فِي كَلَامِهِمْ وَفِي شِعْرِهِمْ يُعَزُّونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ عَلَى مَا فَاتَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ بَعْدُ إِلَّا شِدَّةً وَلَقَدْ ذَكَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَلَا حَدِيثَيْنِ وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ الْمُسْلِمُونَ فَتَكَلَّمُوا بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ يَقِينًا وَتَسْلِيمًا لِرَبِّهِمْ وَتَضْعِيفًا لِأَنْفُسِهِمْ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ لَمْ يُحِطْ بِهِ عِلْمُهُ وَلَمْ يُحْصِهِ كِتَابُهُ وَلَمْ يَمْضِ فِيهِ قَدَرُهُ وَإِنَّهُ مَعَ ذَلِكَ لَفِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ مِنْهُ اقْتَبَسُوهُ وَمِنْهُ تَعَلَّمُوهُ وَلَئِنْ قُلْتُمْ لِمَ أَنْزَلَ اللهُ آيَةَ كَذَا لِمَ قَالَ كَذَا لَقَدْ قَرَءُوا مِنْهُ مَا قَرَأْتُمْ وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا جَهِلْتُمْ وَقَالُوا بَعْدَ ذَلِكَ كُلِّهِ بِكِتَابٍ وَقَدَرٍ وَكُتِبَتِ الشَّقَاوَةُ وَمَا يُقْدَرْ يَكُنْ وَمَا شَاءَ اللهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا نَمْلِكُ لِأَنْفُسِنَا ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ثُمَّ رَغِبُوا بَعْدَ ذَلِكَ وَرَهِبُوا

◇◇ ابوصلت بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور ان سے تقدیر کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اسے جواب میں لکھا۔

امابعد! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اس کے معاملے میں میانہ راوی اختیار کرنے اور اس کے نبی کی سنت کی پیروی کرنے اور بدعتیوں نے جو بدعات ایجاد کی ہیں۔ انہیں ترک کرنے جبکہ اس بارے میں سنت آ چکی ہو اور لوگوں کی ضرورت پوری ہو چکی ہو' کی ہدایت کرتا ہوں۔ تم پر سنت کو لازم پکڑنا ضروری ہے کیونکہ اللہ کے حکم کے تحت یہ تمہارے لیے (گمراہی سے بچاؤ) کا ذریعہ ہوگی پھر تم یہ بات جان لو۔ لوگوں نے جو بھی بدعت ایجاد کی اس سے پہلے وہ دلیل آ چکی تھی جو اس کے خلاف تھی یا جس میں عبرت موجود تھی کیونکہ سنت اس ہستی نے جاری کی ہے جو یہ جانتے تھے۔ اس کے خلاف میں جو غلطی بھکنا' حماقت اور گہرائی ہے' یہاں ابن کثیر نامی راوی نے لفظ "من قد علم" نقل نہیں کیا۔

(حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) تم اپنے لیے اس چیز سے راضی ہو جس سے پہلے زمانے کے لوگ اپنے لیے راضی رہے کیونکہ انہوں نے اس علم پر توقف کیا اور وہ لوگ گہری بصیرت کی وجہ سے (اس طرح کے نئے نظریات اختیار کرنے سے) رک گئے۔ انہیں امور کے کشف کی زیادہ طاقت اور صلاحیت حاصل تھی اور ان میں جو فضیلت موجود تھی وہ اس بات کی زیادہ حقدار تھی۔ اگر ہدایت وہ ہوتی جس پر تم لوگ گامزن ہو تو وہ تم سے پہلے اس کی طرف چلے جاتے لیکن اگر تم یہ کہو کہ ان کے بعد بدعت اس نے ایجاد کی جو ان حضرات کے راستے کے علاوہ دوسروں کے راستے کی پیروی کرے گا اور ان کے راستے کو ترک کر دے گا وہ لوگ ایسے ہیں جو سبقت لے جا چکے ہیں اور انہوں نے اس بارے میں ایسی بات کی ہے جو کفایت کر جاتی ہے اور انہوں نے اس کا جو وصف بیان کیا ہے وہ تسلی کر دیتا ہے تو جو ان کے علاوہ کمی کرے گا یا اس سے زیادہ اضافہ کرے گا تو ان لوگوں نے جنہوں نے اس میں کمی کی وہ زیادتی کریں گے اور جنہوں نے اس میں اضافہ کیا وہ غلو سے کام لیں گے جبکہ وہ حضرات ان دونوں کے درمیان ہدایت کے سیدھے راستے (پر گامزن) تھے۔ تم نے تقدیر کا اقرار کرنے کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے خط لکھا ہے تو اللہ کے علم کے تحت تم نے صاحب علم کی طرف رجوع کیا ہے۔ لوگوں نے جتنے بھی نئے امور نکالے ہیں اور جو بدعات

ان میں مجھے ایسی کسی چیز کا علم نہیں ہے جو تقدیر کا اقرار کرنے کے حوالے سے منقول روایات کے حوالے سے زیادہ واضح اور علم کی حقیقت کے اعتبار سے زیادہ ثابت شدہ ہو۔

جہلاء نے زمانہ جاہلیت میں اپنے کلام میں اور اپنے اشعار میں اس کا تذکرہ کیا ہے انہیں جو چیز نہیں مل پاتی تھی وہ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے تسلی دیتے تھے اور اس کے بعد اسلام نے بھی اسے مزید پختگی دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک یا دو سے زیادہ حدیث میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ مسلمانوں نے آپ سے یہ بات سنی۔ آپ کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد اس بارے میں یقین رکھتے ہوئے اور معاملے کو پروردگار کی طرف منسوب کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو کمزور سمجھتے ہوئے اس بارے میں گفتگو کی کیونکہ یہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ کا علم محیط نہ ہو اور اس کی کتاب (لوح محفوظ) اسے گھیرے ہوئے نہ ہو اور اس بارے میں اس کی تقدیر طے نہ ہو چکی ہو اور اس کے ساتھ وہ لوگ اس کی محکم کتاب سے اقتباس کرتے تھے اور اس سے علم حاصل کرتے تھے۔ اگر تم لوگ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت کیوں نازل کی اور فلاں کیوں فرمایا تو ان آیات کو ان حضرات نے بھی پڑھا تھا جو تم پڑھتے ہو اور ان لوگوں کو اس کی اس تاویل کا پتہ چل گیا جس سے تم ناواقف رہے اور ان حضرات نے اس سب کے بعد بھی کہا کہ یہ کتاب (لوح محفوظ) اور تقدیر کے مطابق ہے۔ شقاوت طے کی جا چکی ہے جو تقدیر میں لکھا گیا ہے وہ ہو کر رہے گا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوگا اور وہ جو نہیں چاہے گا وہ نہیں ہوگا۔ ہم اپنی ذات کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک نہیں ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے (اللہ تعالیٰ کی طرف) رغبت اختیار کی اور (اس کے خوف سے) خوفزدہ رہے۔

4613 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ يَعْنِى ابْنَ اَبِى اَيُّوبَ قَالَ اَخْبَرَنِى اَبُو صَخْرٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ لِابْنِ عُمَرَ صَدِيْقٌ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ يُكَاتِبُهٗ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اِنَّهٗ بَلَغَنِىْ اَنَّكَ تَكَلَّمْتَ فِىْ شَىْءٍ مِّنَ الْقَدَرِ فَاِيَّاكَ اَنْ تَكْتُبَ اِلَىَّ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِىْ اُمَّتِىْ اَقْوَامٌ يُكَذِّبُوْنَ بِالْقَدَرِ

◇◇ حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دوست تھا جو شام سے تعلق رکھتا تھا اور وہ انہیں خط لکھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے خط لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے' تم تقدیر کے بارے میں بحث کرتے ہو۔ آئندہ مجھے خط نہ لکھنا کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو تقدیر کا انکار کریں گے۔

تقدیر پر ایمان لانے کی فرضیت کا بیان

تقدیر پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی وجود ایمان کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد، ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں، بندہ سے جو عمل بھی سرزد ہوتا ہے وہ اللہ کے علم و اندازہ کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اللہ نے انسان کو عقل و دانش کی دولت سے نواز کر اس کے سامنے نیکی اور بدی دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں اور ان پر چلنے کا اختیار دے دیا اور بتا دیا کہ اگر نیکی کے (راستہ کو) اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا جس پر

جزاء وانعام سے نوازے جاؤ گے اور اگر بدی کے راستہ کو اختیار کرو گے تو یہ اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا باعث ہوگا جس کی وجہ سے سزا اور عذاب کے مستحق گردانے جاؤ گے۔

اب اس واضح اور صاف ہدایت کے بعد جو آدمی نیکی وبھلائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ ازراہ فضل وکرم اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا اور اس پر اللہ کی جانب سے فلاح وسعادت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے کسب و اختیار سے برائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ ازراہ عدل سزا کا مستوجب ہوگا اور اسے عذاب وتباہی کے غار دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ تقدیر کا مسئلہ عقل وفکر کی رسائی سے باہر ہے کیونکہ یہ اللہ کا ایسا ایک راز ہے جس کا انسانی عقل میں آنا تو درکنار اسے نہ تو کسی مقرب فرشتہ پر ظاہر کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا بھید کسی پیغمبر اور رسول کو معلوم ہے۔

اس لئے اس مسئلہ میں زیادہ غور وفکر کرنا اور اس میدان میں عقل کے گھوڑے دوڑانا جائز نہیں ہے بلکہ تحقیق وجستجو کے تمام راستوں سے ہٹ کر صرف یہ اعتقاد رکھنا ہی فلاح وسعادت کا ضامن ہے کہ اللہ نے یہ مخلوق پیدا کر کے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک گروہ وہ ہے جو اچھے اعمال اور نیک کام کرنے کی بنا پر اللہ کی جنت اور اس کی نعمتوں کا مستحق ہوگا جو محض اس کا فضل وکرم ہوگا۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جو برے اعمال کرنے کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا جو عین عدل ہوگا۔ منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قضا وقدر کے بارہ میں سوال کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ ایک بڑا راستہ ہے اس پر نہ چلو" اس آدمی نے "پھر یہی سوال کیا" "انہوں نے فرمایا "یہ ایک گہرا دریا ہے، اس میں نہ اترو وہ آدمی نہ مانا اور اس نے پھر سوال کیا۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ کا ایک راز ہے جو تم سے پوشیدہ ہے اس لئے اس کی تفتیش وتحقیق میں مت پڑو"۔ لہٰذا اخروی سعادت اسی میں ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں اللہ اور اللہ کے رسول نے جو کچھ بتایا ہے اور جن اعتقادات کو ماننے کے لئے کہا ہے اس پر عمل پیرا ہو جائے، ورنہ اپنی عقل کے تیر چلانا تو درحقیقت گمراہی کا راستہ اختیار کرنا اور تباہی وبربادی کی راہ پر لگنا ہے۔

4614 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ قَالَ قُلْتُ لِلْحَسَنِ يَا أَبَا سَعِيدٍ أَخْبِرْنِي عَنْ آدَمَ أَلِلسَّمَاءِ خُلِقَ أَمْ لِلْأَرْضِ قَالَ لَا بَلْ لِلْأَرْضِ قُلْتُ أَرَأَيْتَ لَوِ اعْتَصَمَ فَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الشَّجَرَةِ قَالَ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِنْهُ بُدٌّ قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى (مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ) قَالَ إِنَّ الشَّيَاطِينَ لَا يَفْتِنُونَ بِضَلَالَتِهِمْ إِلَّا مَنْ أَوْجَبَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَحِيمَ

◈◈ خالد بیان کرتے ہیں، میں نے حسن بصری سے کہا: اے ابوسعید! آپ ہمیں بتایئے حضرت آدم علیہ السلام کو آسمان کے لئے پیدا کیا گیا تھا یا زمین کے لئے؟ انہوں نے جواب دیا: زمین کے لئے، میں نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے اگر وہ بچے رہتے اور درخت کا پھل نہ کھاتے (تو ہم زمین پر آتے؟) انہوں نے فرمایا: یہ کرنا ان کی مجبوری تھی۔ میں نے ان سے کہا آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بتائیں

"تم اسے بہکانے والے نہیں ہو ماسوائے اس شخص کے جو جہنم میں ضرور جائے گا"۔

حسن بصری نے فرمایا: شیاطین انہی لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں جن پر جہنم میں جانا اللہ تعالیٰ نے واجب کر دیا ہو۔

شرح

مسئلہ نمبر-1 وما تعبدون میں ما الذی کے معنی میں ہے۔ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مصدریہ ہے یعنی تم اور تمہاری ان بتوں کی عبادت۔ایک قول یہ کیا گیا ہے: تم اپنے معبودوں کے ساتھ جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو یہ کہا جاتا ہے: جاء فلاں وفلاں جاء فلان مع فلان دونوں کا معنی ومفہوم ایک ہی ہے۔

علیہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے بفتنین یعنی گمراہ کرنے والے۔نحاس نے کہا: جتنا مجھے علم ہے اہل تفسیر کا اس پر اتفاق ہے تم کسی کو گمراہ کرنے والے نہیں مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ مقدر کر دے کہ وہ اسے گمراہ کریں۔شاعر نے کہا۔

فرد بنعتمه كيده عليه وكان لننا فاتنا

اس نے اپنی نعمت سے اس کا مکر اسی پر لوٹا دیا جب کہ وہ ہمیں گمراہ کرنے والا تھا۔

مسئلہ نمبر-2 اس آیت میں قدریہ کا رد ہے۔عمرو بن ذر نے کہا ہم حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس حاضر ہوئے ان کے سامنے تقدیر کا ذکر کیا گیا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے تو وہ ابلیس کو پیدا نہ فرماتا جب کہ وہ گناہ کی جڑ ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں علم ہے اسے پہچان لیا جس نے پہچان لیا اور جاہل رہ گیا جو جاہل رہ گیا پھر یہ آیت پڑھی فانكم وما تعبدون. ما انتم عليه بفتنين. مگر وہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جہنم میں داخل ہونے کے بارے میں لکھ دیا فرمایا: اس آیت نے لوگوں کے درمیان فرق کر دیا ہے اس میں یہ راز ہے شیاطین کسی کو بھی گمراہ نہیں کر سکتے مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہو کہ وہ ہدایت نہ پائیں اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا تو وہ ہدایت پائے تو اس بندے اور شیطان کے درمیان حائل ہو جاتا اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: و اجلب عليهم بخيلك و رجلك (الاسراء:64) یعنی تو ان تک کوئی چیز نہیں پہنچا سکتا مگر جو میرے علم میں ہے۔

لبید بن ربیعہ نے تقدیر کی حقانیت کے بارے میں کہا اور خوب کہا:

ان تقوىٰ ربنا خير نفل وباذن الله ريثي وعجل احمد الله فلا ند له بيديه الخير ما شاء فعل

من هداه سبيل الخير اهتدى ناعم البال ومن شاء اضل

بے شک تقویٰ بہترین احسان ہے اللہ کے اذن سے میری سستی اور تیزی ہے میں اللہ کے حمد بیان کرتا ہوں اور اس کا کوئی مد مقابل نہیں اس کے قبضہ قدرت میں خیر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جسے وہ بھلائی کے راستہ کے طرف ہدایت دے وہ بڑی مد مقابل نہیں اسی کے قبضہ قدرت میں خیر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جسے وہ بھلائی کے راستہ کی طرف ہدایت دے وہ بڑی آسانی سے ہدایت پا جاتا ہے اور جس کے حق میں چاہتا ہے گمراہی مقدر کر دیتا ہے۔

فراء نے کہا: اہل حجاز کہتے ہیں فتنت الرجل میں نے انسان کو گمراہ کر دیا۔اہل نجد مزید فیہ کا فعل ذکر کرتے ہیں افتنته میں نے اسے گمراہ کر دیا۔

مسئلہ نمبر: 3 حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ پڑھا: الا من هو صال الجحيم یعنی لام مضموم ہے۔ نحوی کہتے ہیں: مفسرین کی جماعت کا کہنا ہے یہ غلطی ہے کیونکہ یہ کہنا جائز نہیں: هذا قاض المدينة اس بارے میں نے جو کچھ نحویوں سے سنا ہے وہ سب سے بہترین ہے کہ: من معنی پر محمول ہے کیونکہ من کا معنی جماعت ہے تقدیر کلام یوں ہوگی صالون اضافت کی وجہ سے نون حذف ہے اور واؤ اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اصل میں یہ فاعل کے وزن پر تھا پھر اسے صال میں صائل کی طرف قلب کیا گیا یاء کو حذف کر دیا گیا اور لام مضموم ہی رہ گیا یہ شفا جرف هار (التوبہ 109) کی مثل ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ صال کا لام کلمہ تخفیف کے طریقہ پر حذف کر دیا گیا اور اعراب اس کے عین کلمہ پر جاری ہوا جس طرح عربوں کے اس قول سے حذف ہے مابالیت ۔ بالیة اصل ہے یہ بالية تھا یہ بالی سے ماخوذ ہے جس طرح عافية عافی سے ماخوذ ہے اس کی مثل اس کی قراءت ہے و جنا الجنتين دان۔ (الرحمن) (اور وله الجوار المنشئت) (الرحمن 24) یہاں بھی عین کلمہ پر اعراب جاری کیا گیا ہے جماعت کی قراءت میں صالی یاء کے ساتھ ہے کاتب نے تحریر میں اسے حذف کردیا کیونکہ تلفظ میں یہ ساقط ہے۔ (تفسیر قرطبی، الصافات، ...)

4615 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ) قَالَ خَلَقَ هَؤُلَاءِ لِهَذِهِ وَهَؤُلَاءِ لِهَذِهِ

◇◇ حسن بصری اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اور اسی کے لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے''۔

حسن بصری فرماتے ہیں: یہ لوگ (یعنی کچھ لوگ) اس (جنت) کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور یہ (یعنی کچھ لوگ) اس (جہنم) کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

شرح

مگر جس پر آپ کا رب رحم فرمائے اور اللہ نے انہیں اسی لئے پیدا فرمایا اور آپ کے رب کی بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں جماعتوں سے بھر دوں گا۔ (ھود، ۱۱۹)

۶:۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ لوگ اختلاف کرنے والے ہیں مختلف دینوں پر مگر جن پر رب تیرے رحم فرمائے وہ اختلاف نہیں کریں گے (پھر فرمایا) (آیت) ولذلك خلقهم اور اسی اختلاف کے لئے انکو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

۷:۔ ابن جریر و ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اہل باطل ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے سوائے اہل حق کے جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا اور اسی رحمت کے لئے انہیں پیدا فرمایا۔

۸:۔ ابن ابی حاتم و ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) ولا یزالون مختلفين یعنی

لوگ مذہبوں کا ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔سوائے قبلہ والے (کہ جن پر تیرے رب نے رحم فرمایا) (آیت) الا من رحم ربك اسی رحمت کے لئے ان کو پیدا فرمایا۔

۹:۔ابن ابی حاتم وابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد اللہ کی رحمت کے اہل جماعت والے ہیں اگرچہ ان کے گھر اور ان کے بدن جدا جدا ہوں، اور اس کی نافرمانی کرنے والے جو مختلف فرقوں والے ہیں اگرچہ ان کے بدن اکٹھے ہوں (مگر وہ ہمیشہ مختلف ہی رہیں گے) (آیت) الا من رحم ربك (اسی لئے ان کو پیدا کیا گیا) رحمت کے لئے اور عبادت کے لئے اور اس کو اختلاف کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔

۱۰:۔ابن جریر وابن ابی حاتم رحمہا اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) الا من رحم ربک کے بارے میں فرمایا کہ ان کو دو فرقوں میں پیدا کیا گیا ایک فریق جس پر رحم کیا جائے گا۔وہ اختلاف نہیں کرے گا۔اور دوسرا فرقہ جس پر رحم نہیں کیا جائے وہ اختلاف کرے گا۔اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) فمنهم شقي وسعيد (ہود آیت ۱۰۵)

۱۱:۔ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے قریش سے روایت کیا کہ میں عمرو بن عبید کے پاس تھا۔دو آدمی آئے اور بیٹھ گئے اور کہا اے ابوعثمان حسن رضی اللہ عنہ اس آیت (آیت) ولا يزالون مختلفين (۱۱۸) الا من رحم ربك، ولذلك خلقهم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔کہا کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔(آیت) فريق في الجنة وفريق في السعير یعنی ایک فرقہ جنت میں ہوگا اور ایک فرقہ دوزخ میں ہوگا)

۱۲:۔ابن جریر وابن ابی حاتم وابوالشیخ رحمہم اللہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ولذلك خلقهم کے بارے میں فرمایا کہ ان لوگوں کو پیدا کیا گیا جنت کے لئے اور ان لوگوں کو دوزخ کے لئے اور پیدا کیا گیا ان لوگوں کو رحمت کے لئے اور ان لوگوں کو عذاب کے لئے۔

اختلاف سے بچنا چاہیے

۱۳:۔ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو آدمیوں نے طاوس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جھگڑا کیا اور ان دونوں کا آپ کے بارے میں اختلاف ہو گیا انہوں نے فرمایا تم دونوں نے میرے بارے میں اختلاف کیا ان میں سے ایک نے کہا اسی لئے ہم کو پیدا کیا گیا آپ نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا پھر اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے ہیں (آیت) ولا يزالون مختلفين (۱۱۸) الا من رحم ربك ولذلك خلقهم پھر فرمایا ان کو پیدا کیا گیا رحمت اور جماعت کے لئے۔

(تفسیر درمنثور، سورہ ھود، بیروت)

4616- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ قَالَ قُلْتُ لِلْحَسَنِ (مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ) قَالَ إِلَّا مَنْ أَوْجَبَ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ أَنَّهُ يَصْلَى الْجَحِيمَ

✧✧ خالد حذاء بیان کرتے ہیں میں نے حسن بصری سے دریافت کیا: (قرآن کی اس آیت کا مفہوم کیا ہے)

''تم اسے نہیں بہکا سکو گے ماسوائے اس کے جو جہنم میں جائے گا''۔

حسن بصری نے فرمایا: جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو واجب کر دیا وہ جہنم میں جائے گا۔

4617- حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ كَانَ الْحَسَنُ يَقُولُ لَأَنْ يُسْقَطَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَقُولَ الْأَمْرُ بِيَدِي

❖❖ حسن بصری فرماتے ہیں، آسمان سے زمین پر گر جانا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ میں یہ کہوں کہ میں اپنے معاملات پر اختیارات رکھتا ہوں۔

4618- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا الْحَسَنُ مَكَّةَ فَكَلَّمَنِي فُقَهَاءُ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ أُكَلِّمَهُ فِي أَنْ يَجْلِسَ لَهُمْ يَوْمًا يَعِظُهُمْ فِيهِ فَقَالَ نَعَمْ فَاجْتَمَعُوا فَخَطَبَهُمْ فَمَا رَأَيْتُ أَخْطَبَ مِنْهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَبَا سَعِيدٍ مَنْ خَلَقَ الشَّيْطَنَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ خَلَقَ اللهُ الشَّيْطَنَ وَخَلَقَ الْخَيْرَ وَخَلَقَ الشَّرَّ قَالَ الرَّجُلُ قَاتَلَهُمُ اللهُ كَيْفَ يَكْذِبُونَ عَلَى هَذَا الشَّيْخِ

❖❖ حمید بیان کرتے ہیں حسن بصری مکہ آئے تو اہل مکہ کے پڑھے لکھے افراد نے مجھے کہا کہ میں نے ان سے یہ بات کہوں کہ وہ کسی دن ہمارے ساتھ مجلس رکھیں جس میں وہ ان لوگوں کو وعظ ونصیحت کریں۔ انہوں نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ جب وہ لوگ جمع ہو گئے تو حسن بصری نے انہیں خطبہ دیا، میں نے ان سے بہترین خطیب کوئی نہیں دیکھا۔ ایک شخص نے کہا: اے ابوسعید! شیطان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سبحان اللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی پیدا کرنے والا بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پیدا کیا ہے، اسی نے ہر بھلائی کو پیدا کیا ہے۔ اس نے ہر برائی کو پیدا کیا ہے' تو ایک شخص بولا! اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے یہ اس بزرگ کے بارے میں کیسی جھوٹی باتیں کرتے ہیں۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے احوال کا بیان

پیدائش: 21ھ/642ء وفات: 110ھ/728ء صوفی بزرگ خواجہ حسن بصری،

ولادت

حضرت عمر فاروق کے زمانہ خلافت 21 ہجری میں پیدا ہوئے حضرت عمر نے اپنے ہاتھ سے ان کے منہ میں لعاب ڈالا اور نام بھی انہوں نے رکھا (1)۔ جب آپ حضرت عمر فاروق کے حضور میں لائے گئے تو انہوں نے آپ کو نہایت خوبرو دیکھ کر فرمایا کہ یعنی یہ حسین ہے اس لیے اس کا نام حسن رکھو۔ فاروق اعظم نے آپ کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین کے علم کا ماہر بنا اور لوگوں میں محبوب بنا جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئی اور آپ کو علم دین اور فقر میں بلند مرتبہ عطا ہوا۔

نام

آپ کا نام مبارک حسن، کنیت ابومحمد، ابوسعید، ابوالنصر اور ابوعلی تھی۔ آپ کے والد موالی رائی زید بن ثابت انصاری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ والدہ ماجدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی لونڈی تھیں انکی تربیت بھی ام المؤمنین نے ہی فرمائی۔ آپ کی والدہ کا

نام خیرہ تھا

ابتدائی حالات

ابتدا میں آپ جواہرات بیچا کرتے تھے۔ اس لیے حسن لولوئی کے نام سے مشہور تھے۔ اس پیشے سے آپ نے بہت روپیہ کمایا۔ لیکن جب عشق الٰہی کا غلبہ ہوا تو سارا زرو پیہ راہ خدا میں لٹا دیا اور گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ خوف الٰہی سے ہر وقت روتے رہتے تھے۔ کثرت گریہ کے باعث آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے تھے۔ مزاج میں انکسار بہت تھا۔ آپ کے نزدیک زہد کی بنیاد حزن والم ہے۔ تصوف میں خوف والم کا مسلک آپ ہی سے منسوب ہے۔ تمام اکابر صوفیاء آپ کو شیخ الشیوخ مانتے ہیں۔ آخر عمر میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی۔

خرقہ خلافت

آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ان سے خرقۂ فقر پایا۔ شاہ ولایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت حسن بصری کو وہ خرقۂ خاص مع کلاہ چہار تر کی عنایت فرمایا جو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوا تھا اور ساتھ ہی اپنی نگاہ فقر سے ظاہری و باطنی علوم اسرار الٰہیہ عطا کر کے خلافتِ کبریٰ سے نوازا اور ذکر کلمہ طیبہ بطریق نفی اثبات جیسا کہ حضرت علی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوا تھا، وہ آپ کو سکھایا اور آپ کے ذریعہ سے وہ طریقہ تمام دنیا میں رائج ہوا۔ (3) امام مزی تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں یونس بن عبید اللہ نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے پوچھا ابو سعید آپ روایت بیان کرتے ہوئے یہ کیوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حالانکہ یقیناً آپ نے ان کا عہد نہیں پایا تو انہوں نے جواب دیا اے بھتیجے تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی اور نے نہیں پوچھی۔ اگر میرے نزدیک تمہاری خاص حیثیت نہ ہوتی تو میں تمہیں بیان نہ کرتا۔ میں جس زمانے میں ہوں وہ تمہارے سامنے ہے (وہ حجاج بن یوسف کا دور تھا)۔ ہر وہ روایت جس میں تم نے مجھ سے سنا کہ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مگر یہ کہ میں ایسے زمانے میں ہوں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ مجبوراً نہیں کر سکتا۔

سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ آپ کے وسیلہ سے جناب علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ تصوف میں آپ ایک خاص مقام حاصل ہے۔ سنت نبوی کے سخت پابند تھے۔

علمی مقام

حضرت امام حسن بصری تفسیر و حدیث میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ علم ظاہر و باطن کے علاوہ آپ زہد و ریاضت میں بھی کامل تھے۔ شب و روز یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ منقول ہے کہ ستر برس تک سوائے عذر شرعی کے آپ کا وضو نہ ٹوٹا اور آپ کبھی بے وضو نہ رہے۔ یہاں تک کہ مرتبۂ کمال تک پہنچے۔ آپ خشیتِ الٰہی کے سبب اس قدر گریہ کرتے کہ آپ کی آنکھیں کبھی خشک نہ دیکھی گئیں، یہاں تک کہ روتے روتے آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے۔ حضرت امام حسن بصری کا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک بار وعظ فرمانے کے علاوہ زیادہ وقت تنہائی اور گوشہ نشینی میں گزارتے۔ آپ کا وعظ اکثر دل کے خطروں اور اعمال کی خرابیوں اور نفس کے

وسوسوں و خواہشات سے متعلق ہوا کرتا تھا۔ آپ کے وعظ میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی جن میں اپنے وقت کے تمام علماء و اولیاء شامل ہوتے۔ حضرت رابعہ بصری بھی آپ کے مواعظ سے اکتساب فیض کرتیں۔ جب آپ کا ذکر حضرت امام باقر کے سامنے ہوتا تو وہ فرماتے حسن رضی اللہ عنہ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مشابہ ہے۔ حضرت بلال بن ابی بردہ فرمایا کرتے تھے میں نے حسن بصری سے زیادہ کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشابہ نہیں پایا۔ ایک شخص نے کسی بزرگ سے سوال کیا کہ حسن بصری کو ہم لوگوں پر کس وجہ سے بزرگی اور سرداری ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تمام مخلوق ان کے علم کی حاجت مند ہے اور اس کو سوائے خالق کے کسی کی حاجت نہیں۔ دین میں سب اس کے محتاج ہیں، اس سبب سے وہ سب کا سردار ہے۔

وصال

یکم رجب 110 ہجری نواسی 89 سال کی عمر میں بصرہ میں انتقال کیا(6)۔ آپ کا وصال 4۔محرم الحرام (8۔اپریل 729ء) بروز جمعتہ المبارک کو 111ھ ہوا۔ آپ کا مزار پرانوار بصرہ (عراق) سے نو میل مغرب کی طرف مقام زبیر پر واقع ہے۔

حوالہ جات

تاریخ مشائخ چشت از محمد زکریا المہاجر المدنی صفحہ 145 ناشر مکتبہ الشیخ کراچی* تاریخ مشائخ چشت از محمد زکریا المہاجر المدنی صفحہ 144 ناشر مکتبہ الشیخ کراچی' سیر الاولیاء' سیر الاقطاب' تہذیب الکمال جلد 4 صفحہ 124 'ازالۃ الخفاء۔ جلد سوم' تاریخ مشائخ چشت از محمد زکریا المہاجر المدنی صفحہ 121 ناشر مکتبہ الشیخ کراچی

4619۔ حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنِ الْحَسَنِ (كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ) قَالَ الشِّرْكُ

✧✧ حمید بیان کرتے ہیں' حسن بصری فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:)

''اسی طرح ہم اسے جرم کرنے والوں کے دل میں جگہ دیتے ہیں''۔

حسن بصری فرماتے ہیں اس سے مراد شرک ہے۔

سلطان الفقر حضرت حسن بصری کے احوال کا بیان

اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے بعد فقرِ خاص الخاص کا مرتبہ سلطان الفقر دوم حضرت امام خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو امانتِ فقر و خرقہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منتقل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں جلیل القدر مرتبہ حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے فقرِ خاص الخاص کو امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچانے والا واسطہ اور وسیلہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حسن، کنیت ابومحمد، ابوسعید، ابونصر اور ابوعلی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حسب روایت یسار تھا اور وہ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام خیرہ رضی اللہ عنہ تھا اور وہ اُم المومنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پرورش حضرت امِ سلمہ رضی اللہ

لونڈی کے بابرکت ہاتھوں میں ہوئی اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی رضاعت بھی فرمائی۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پیدائش 21 ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حضور میں لائے گئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو نہایت خوبرو دیکھ کر فرمایا کہ یعنی یہ حسن ہے اس لیے اس کا نام حسن رکھو۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کو دین کے علم کا ماہر بنا اور لوگوں میں محبوب جو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو علم دین اور فقر میں بلند مرتبہ عطا ہوا۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پرورش وتربیت اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی قربت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بالواسطہ صحبت کا فیض حاصل کیا اور انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ حضرت امام حسن مجتبیٰ اور حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہم سے فیض کامل پایا اور دین کا ظاہری وباطنی تمام علم حاصل کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے: میں نے ایک سو تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے جن میں ستر بدری اصحاب رضی اللہ عنہ تھے لہٰذا تابعین میں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ان سے خرقہ فقر پایا۔ شاہِ ولایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو وہ خرقہ خاص مع کلاہ چہار ترکی عنایت فرمایا جو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوا تھا اور ساتھ ہی اپنی نگاہ فقر سے ظاہری وباطنی علوم اسرار الٰہیہ عطا کر کے خلافتِ کبریٰ سے نوازا اور ذکرِ کلمہ طیبہ بطریق نفی اثبات جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوا تھا، وہ آپ رضی اللہ عنہ کو سکھایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے وہ طریقہ تمام دنیا میں رائج ہوا۔ (سیر الاولیاء، سیر الاقطاب)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بہ اجازت وخلافتِ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُن تمام سلاسلِ طریقت و تصوف کا نظام قائم کیا جو ساری دنیا میں وصال ومعرفتِ الٰہی کے لیے آج تک رائج رہے ہیں۔ سلسلۂ قادریہ ہو یا سہروردیہ، چشتیہ ہو یا نظامیہ، رفاعیہ ہو یا شاذلیہ، المغربیہ ہو یا کلابیہ، تمام سلاسل بالآخر جا کر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ہی توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتے ہیں، سوائے سلسلہ نقشبندیہ کے جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے توسط سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

باوجود اس حقیقت کے کہ تمام سلاسلِ طریقت مکمل تحقیق واعتقاد کے ساتھ اپنے اپنے شجرۂ مشائخ کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ملاتے ہیں، محدثین کے درمیان حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملاقات، خلافت اور سماع حدیث پر اختلاف پایا جاتا ہے اور اس کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ انہیں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایسی کوئی حدیث دستیاب نہیں ہو سکی جسے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سن کر اور ان کا نام لے کر روایت کیا ہو۔ اگر محدثین کی اس بات کو درست مان لیا جائے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی حضرت علی کرم

تعالیٰ وجہہ سے نہ ملاقات ہوئی، نہ ان سے خرقہ خلافت پایا تو تمام سلاسلِ طریقت کا نظام زمین بوس ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی کڑی بیچ میں سے نکال دی جائے تو کس طرح تمام سلاسل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پھر ان سے آقا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچے؟

قرائن وشواہد کے لحاظ سے بھی یہ بات قابلِ قبول نہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نہ ملے ہوں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت ھ میں اس وقت بصرہ منتقل ہوئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ منتقل ہو گئے۔ یعنی یہ دونوں متبرک ہستیاں تقریباً سولہ سال ایک ہی مقام مدینہ منورہ میں اکٹھی رہیں، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اسی حلاقے میں انہی لوگوں کے درمیان سنِ بلوغت کو پہنچے، انہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھتے رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں دو سال مدینہ میں ہی رہے بعد میں بصرہ منتقل ہو گئے، انکی امامت میں نماز پڑھتے رہے، ان سے خطبۂ جمعہ سماعت کرتے رہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ملاقات نہ ہوئی ہو اور احادیث کی سماعت نہ کی ہو۔ حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں روایت کرتے ہیں: جس دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وقت حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور ان کی عمر چودہ سال تھی۔

قرائن وشواہد سے ملاقات ثابت ہونے کے باوجود محدثین یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر ملاقات ہوئی اور ان سے حدیث بھی سنی تو ان کا نام لے کر روایت کیوں نہ کی۔ اس کے جواب میں امام نسائی، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مزی رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی اکابر آئمہ نے نہ صرف تحقیق کر کے ان چند احادیث کو تلاش کیا جن کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا بلکہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بھی تلاش کیا جس میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیے بغیر حدیث کو براہِ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیوں روایت کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا۔ چنانچہ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں: یونس بن عبید اللہ نے کہا کہ میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ابوسعید آپ روایت بیان کرتے ہوئے یہ کیوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حالانکہ یقیناً آپ نے ان کا عہد نہیں پایا تو انہوں نے جواب دیا: اے بھتیجے تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو تم سے پہلے مجھ سے کسی اور نے نہیں پوچھی۔ اگر میرے نزدیک تمہاری خاص حیثیت نہ ہوتی تو میں تمہیں بیان نہ کرتا۔ میں جس زمانے میں ہوں وہ تمہارے سامنے ہے (وہ حجاج بن یوسف کا دور تھا)۔ ہر وہ روایت جس میں تم نے مجھ سے سنا کہ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مگر یہ کہ میں ایسے زمانے میں ہوں جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ مجبوراً نہیں کر سکتا۔ (تہذیب الکمال)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلافت سنبھالتے ہی ایک طرف خارجی ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو دوسری طرف بنوامیہ نے ان کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فراست یہ دیکھ رہی تھی کہ مستقبل میں ان کا نام لینے والے اور ان کا ساتھ دینے والے ہر شخص کو چن چن کر ختم کر دیا جائے گا جبکہ تقدیر حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے علمِ معرفت کی وراثت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک منتقل کرنے کا عظیم کام لینے والی تھی اس لیے اپنے امیر اپنے امام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایما پر ہی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے ان کا نام لینے سے اس قدر احتیاط برتی ہوگی تاکہ وہ خاموشی، رازداری اور سکون سے اپنے ذمہ واجب الادا فرض سے سبکدوش ہو جائیں اور دشمنانِ اسلام میں سے کسی کو خبر نہ ہو۔ وہ یہی سمجھتے رہیں کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ محدثین کو ایسی احادیث دستیاب نہ ہونا جن کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس بات کا ہرگز ثبوت نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث روایت ہی نہ کی بلکہ یہ محدثین کی اپنی تحقیق کی کمی اور کمزوری ہے کیونکہ جن محدثین نے خلوصِ نیت سے تحقیق کی انہوں نے ایسی احادیث کو پایا بھی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ایسی ایک حدیث کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ ہشیم نے ہم سے بیان کیا کہ یوسف نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، لڑکے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے، سوتے ہوئے سے جب تک وہ نیند سے بیدار نہ ہو، دیوانہ سے جب تک اس کا جنون جاتا نہ رہے۔ اسی حدیث کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حسن ہونے کو ثابت کیا ہے۔

اسی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں علی بن حجر نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا ان سے حمید نے بیان کیا، وہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً جب اللہ تعالیٰ توفیق دے تو وسعت کا مظاہرہ کرو اور ایک صاع گندم وغیرہ کا صدقہ ادا کیا کرو۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے خرقہ حاصل کرنا ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ ہے۔ اس کے علاوہ سلف سے لے کر حلف تک تمام مشائخ و اولیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت و خلافت حاصل ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سماعِ حدیث اور ملاقات کے اختلافی مسئلہ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ فخر جہاں فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مناظرہ ہوا جو تین دن جاری رہا۔ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کا انکار کرتے رہے اور فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے حق میں دلائل دیتے رہے۔ اس سلسلے میں حضرت فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی احادیث کو جمع کیا جو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائیں اور ان احادیث کو فخر الحسن کے عنوان سے ایک مخطوطہ میں تحریر فرمایا۔ بوجہ اختصار ان تمام احادیث اور ان کے حوالہ جات کو تو تحریر نہیں کیا جا سکتا البتہ چند کا حوالہ ذیل میں دیا جا رہا ہے:۔

(ابن ماجہ، السنن، کتاب الجہاد، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، احمد بن حنبل، المسند، امام نسائی، کتاب السنن الکبریٰ، کتاب الصیام)

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ تفسیر وحدیث میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ علمِ ظاہر و باطن کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ زہد وریاضت میں بھی کامل تھے۔ سات سات روز بعد روزہ افطار فرماتے اور شب وروز یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ منقول ہے کہ ستر برس تک سوائے عذرِ شرعی کے آپ رضی اللہ عنہ کا وضو نہ ٹوٹا اور آپ رضی اللہ عنہ کبھی بے وضو نہ رہے۔ یہاں تک کہ مرتبۂ کمال تک پہنچے۔ آپ رضی اللہ عنہ خشیتِ الٰہی کے سبب اس قدر گریہ کرتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کبھی خشک نہ دیکھی گئیں، یہاں تک کہ روتے روتے آنکھوں میں گڑھے پڑ گئے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک بار وعظ فرمانے کے علاوہ زیادہ وقت تنہائی اور گوشہ نشینی میں گزارتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا وعظ اکثر دل کے خطروں اور اعمال کی خرابیوں اور نفس کے وسوسوں وخواہشات سے متعلق ہوا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وعظ میں لوگوں کی کثیر تعداد شریک ہوتی جن میں اپنے وقت کے تمام علماء واولیاء شامل ہوتے۔ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بھی آپ رضی اللہ عنہ کے مواعظ سے اکتسابِ فیض کرتیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر حضرت امام باقر علیہ السلام کے سامنے ہوتا تو وہ فرماتے: حسن رضی اللہ عنہ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مشابہ ہے۔ حضرت بلال بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشابہ نہیں پایا۔

ایک شخص نے کسی بزرگ سے سوال کیا کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو ہم لوگوں پر کس وجہ سے بزرگی اور سرداری ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ تمام مخلوق اس کے علم کی حاجت مند ہے اور اس کو سوائے خالق کے کسی کی حاجت نہیں۔ دین میں سب اس کے محتاج ہیں، اس سبب سے وہ سب کا سردار ہے۔ (ازالۃ الخفاء۔ جلد سوم)

خواہش اور انسان کے درمیان ایمان کے حائل ہوجانے کا بیان

4620- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَجُلٍ قَدْ سَمَّاهُ غَيْرُ ابْنِ كَثِيرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُبَيْدٍ الصِّيدِ عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ﴾ قَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْإِيمَانِ

✧✧ حسن بصری فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اوران کے اور جو وہ خواہش رکھتے ہیں ان کے درمیان حائل کر دیا گیا''۔

حسن فرماتے ہیں: یعنی ان لوگوں کے درمیان اور ایمان کے درمیان حائل کیا گیا۔

شرح

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ا۔ الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت وحیل بینھم وبین ما یشتھون (اور ان میں اور ان کی مطلوب چیزوں میں آڑ کر دی جائے گی) یعنی ان کے اور ایمان کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوگی۔

۲۔ الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وحیل بینھم وبین

مایشتھون (یعنی قیامت کے آڑ کردی جائے گی) مایشتھون سے مراد ہے مال اولاد شان وشوکت اور اہل عیال آیت کما فعل باشیاعھم من قبل (جیسا کہ ان کے ہم مشرب لوگوں کے ساتھ کیا جائے گا) یعنی جیسے ان سے پہلے کافروں کے ساتھ کیا۔

۳۔البیہقی نے شعب الایمان میں سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت وحیل بینھم وبین مایشتھون سے مراد ہے توبہ۔

۴۔ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس قول وحیل بینھم وبین مایشتھون کے بارے میں روایت کیا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی بہت مالدار تھا اس کا ایک نالائق بیٹا اس کا وارث بن گیا اور وہ اپنے باپ کے مال میں نافرمانیاں کرتا جب اس کے چچوں نے یہ دیکھا تو اس نوجوان کے پاس آئے اور اس کو لعن طعن کیا تو نوجوان پریشان ہو گیا اس نے اپنی جائیداد کو خاموشی کے ساتھ بیچا اور وہاں سے کوچ کر گیا ایک چشمہ کے پاس آیا جو اس کے سامنے تھا اس نے اپنا مال مویشی وہاں چھوڑے ایک محل بنایا۔

اس کے درمیان وہ ایک دن بیٹھا ہوا تھا اچانک اس کے پاس چادر میں لپٹی ایک عورت آئی جس کا چہرہ بڑا خوبصورت اور اس کی خوشبو بہت عمدہ تھی۔اس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے تو کون ہے اس نے کہا میں بنی اسرائیل میں سے ایک آدمہ ہوں کہنے لگی یہ محل اور یہ مال تیرا ہے؟ اس نے کہا! ہاں عورت نے کہا کیا تیری بیوی ہے؟ کہا نہیں کہنے لگی۔تیری زندگی کیسے خوشگوار ہوگی کہ تیری بیوی نہیں ہے اس نے کہا بات یہی ہے مرد نے پوچھا کیا تیرا کوئی خاوند ہے؟ کہنے لگی نہیں۔اس نے کہا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں تیرے ساتھ شادی کروں اس نے کہا میں ایک عورت ہوں تجھ سے ایک میل کا فاصلہ پر رہتی ہوں جب کل کا دن آئے گا تو ایک دن کا زادراہ لینا اور میرے پاس آجانا اور اگر تو اپنے راستے میں سخت خوف کو دیکھے تو کہنا ہاں (میں کیا کروں) کہنے لگی تجھ پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور تجھے کوئی خوف زدہ نہیں کرے گا۔جب کل کا دن آیا اس نے ایک دن کا زادراہ کیا اور محل کی طرف چل پڑا اس نے دروازہ کھٹکھٹایا ایک نوجوان لوگوں میں سب سے اچھے چہرے والا اور پاکیزہ خوشبو والا نکلا اس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو کون ہے؟ اس نے کہا میں اسرائیلی ہوں اس نے پوچھا تجھے کیا حاجت ہے۔میں نے کہا مجھے اس محل کی مالکہ نے بلایا ہے نوجوان نے کہا یا تو نے سچ کہا تو نے اپنے راستے میں کوئی خوفناک چیز پائی ہے میں نے کہا ہاں اگر مجھے وہ بتاتی کہ تو نہ گھبرانا مجھے وہ خوف زدہ کردیتا جو میں نے دیکھا میں آیا یہاں تک کہ جب مجھ پر راستہ کھل گیا اچانک میں ایک کتیا کے پاس پہنچا جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔میں گھبرا گیا میں اچھلا اور اچانک میں اس کے پیچھے تھا اور جب میں اس کتیا کے پیچھے س کے سنے پر چڑھ گیا اور اس کا گلا کاٹنے لگا دروازے پر کھڑے آدمی نے کہا تو اس کو نہ پائے گا یہ آخری زمانہ میں ہوگا۔ایک نوجوان بوڑھوں کی مجلس میں بیٹھے گا تو ان کی مجلس میں غالب آجائے گا اور ان کی بات کو قابو کرے گا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ میرے لیے ایک راستہ کھلا وہاں سو بکریاں جمع تھیں اس میں سے ایک میمنہ ہے جو ان کا دودھ پی رہا ہے جب وہ ان کے پاس آیا اور اس نے گمان کیا کہ یہ کوئی چیز نہ چھوڑے گا، اس نے اپنا منہ کھولا ہوا ہے۔اور زیادہ کو تلاش کر رہا ہے دروازے پر کھڑے آدمی نے کہا تو اس کو نہیں پائے گا۔آخری زمانے

میں ایک بادشاہ ہوگا جو سب لوگوں کو جمع کرے گا۔ کہا پھر میں آگے بڑھا میرے لیے راستہ کھلا تو میں ایک درخت کے پاس تھا اس درخت کی سرسبز وشاداب ٹہنی نے مجھے خوش کر دیا تو میں نے اس آدمی کے پاس جانے کا ارادہ کیا جس کے پاس درانتی تھی جو کاٹ رہا تھا جس تک وہ پہنچا اور جس کو وہ نہیں پہنچا اس کو بھی کاٹ دیا تھا اس نے اس سے کہا کاش تو اس شاخ کو کوٹتے جہاں تک تیرا ہاتھ پہنچا ہے اور جہاں تک تیرے ہاتھ نہیں پہنچا اس کو چھوڑ دیتا اس درانتی والے نے کہا تو چلا جا یہ اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈال دے تیرے پاس اس کی خبر آئے گی اس نے اس درخت کو کاٹ دیا مجھے ایک دوسرے درخت نے بلایا اے اللہ کے بندے مجھ سے اس کو پکڑ لے یہاں تک کہ ایک اور درخت نے مجھے بلایا اے اللہ کے بندے ہم سے اس کو پکڑ لے اور کہا تو اس کو نہیں پائے گا یہ آخر زمانہ میں ہوگا مرد تھوڑے ہو جائیں گے اور عورتیں بہت ہوں گی یہاں تک کہ جب ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کا پیغام دے گا تو اس کو دس یا بیس عورتیں اپنی ذات کی طرف بلائیں گی اسرائیلی نے کہا میں آگے بڑھا یہاں تک کہ میرا راستہ کھل گیا اچانک میں ایک آدمی کے پاس ہوں جو ہر انسان کے لیے پانی بھر رہا تھا۔ ہر آدمی کو ایک چلو پانی پلا رہا ہے۔ جب لوگ اس سے متفرق ہو گئے تو وہ اپنے گھڑے میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے گھڑے میں کوئی پانی نہیں ہوتا۔ نوجوان نے کہا تو اس کو نہیں آئے گا یہ آخری زمانے میں ہوگا ایک قاضی ہوگا جو لوگوں کو علم سکھائے گا پھر وہ ان کی مخالفت کریں گے۔ اللہ کی نافرمانی کی طرف پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ اچانک میرا راستہ کھل گیا اچانک میں ایک آدمی کے ساتھ تھا جو کنویں پر پانی بھر رہا تھا جب وہ نکالتا اپنے ڈول کو تو اس کو حوض میں ڈال دیتا اور پانی لوٹ کر کنویں میں چلا جاتا تھا اس نے کہا یہ آدمی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نیک عمل کو اس پر رد کر دیا ہے اور ان کو قبول نہیں کیا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ مجھ پر راستہ کھل گیا اچانک میں ایک ایسے آدمی کے ساتھ تھا جو بیج بو رہا تھا پھر اسے کاٹتا ہے۔ تو وہ پاکیزہ گندم ہوتی ہے نوجوان نے کہا یہ وہ آدمی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نیک عمل کو قبول کر لیا اور ان کو بڑھا دیا ہے۔

اسرائیلی نے کہا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ اچانک میرا راستہ کھل گیا اچانک میں ایک بکری کے ساتھ تھا وہاں ایک قوم اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے تھے اور ایک آدمی اس کی سینگوں کو پکڑے ہوئے ہے اور ایک آدمی اس کی دم کو پکڑے لٹوئے ہے اور ایک آدمی اس پر سوار ہے اور ایک آدمی اس کو دودھ رہا ہے۔ محل کے دروازے پر کھڑے ہوئے آدمی نے کہا یہ بکری دنیا (کی مثال) ہے جو لوگ اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے ہیں وہ اس کے بالا خانے سے گرتے ہیں اور جس نے اس کے سنگوں کو پکڑ رکھا ہے وہ تنگ زندگی بسر کرتا ہے زندگی اور جو اس کی دم کو پکڑے ہوئے ہے تو دنیا نے اس سے پیٹھ پھیر لی۔ اور جو اس پر سوار ہوا تو اس نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور جو اس کو دوہ رہا ہے۔ کیا عمدہ نعمت ہے جو اس کو لے گیا پھر میں آگے بڑھا یہاں تک کہ اچانک میرا راستہ کھل گیا میں اچانک ایسے آدمی کے ساتھ تھا جو اپنی گدی کے بل چت لیٹا ہوا تھا اس نے کہا اے اللہ کے بندے! میرے قریب ہو جا میرا ہاتھ پکڑ اور مجھے پاس بٹھالیا (کہنے لگا) اللہ کی قسم! میں نہیں بیٹھا جب سے اللہ نے مجھ کو پیدا فرمایا اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہ دوڑنے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو نہ دیکھا اس نوجوان نے اسے کہا یہ تیری زندگی ہے جو ختم ہو چکی ہے اور میں موت کا فرشتہ ہوں اور میں وہ عورت ہوں جو تیرے پاس آئی تھی اللہ نے مجھے حکم دیا ہے تیری روح کے قبض کرنے کا اس جگہ میں پھر میں تجھ کو جہنم

کی طرف لے جاؤں گا اور کہا کہ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی آیت: وحيل بينهم وبين ما يشتهون.

شوہر کے ساتھ خیانت کرنے والی عورت

۵۔ الزبیر بن بکار فی الموفقیات بسند ضعیف عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ پردے فاش نہ کرو کیونکہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا اس کی ایک عورت تھی اور جب وہ اس کی طرف کھانا لاتی تو اس کے سر پر کھڑی رہتی پھر کہتی اللہ تعالیٰ اس عورت کا پردہ فاش کرے جو اپنے شوہر کی خیانت کرے اس کے غائب ہونے پر ایک دن اس کی طرف ایک مچھلی بھیجی گئی پھر وہ اس کے سر پر کھڑے ہو کر کہنے لگی اللہ تعالیٰ اس عورت کے پردے کو چاک کردے جو اپنے شوہر کی خیانت کرے اس کے غائب ہونے پر۔ مچھلی نے قہقہہ مارا یہاں تک کہ پیالے سے نیچے گر پڑی اس نے تین مرتبہ ایسا کیا۔ ہر دفعہ مچھلی قہقہہ لگاتی اور تڑپ جاتی یہاں تک کہ دستر خوان سے نیچے گر جاتی۔

وہ بنی اسرائیل کے ایک عالم کے پاس آیا اور اس بات کی خبر دی اس نے کہا چلا جا اپنے رب کو یاد کر اور اپنے کھانے کو کھالے شیطان کو دور بھگا ایک فتنہ پرور آدمی نے اس سے کہا اس کے بیٹے کی طرف جا کیونکہ وہ اس سے زیادہ عالم ہے وہ آدمی گیا اور اس کو سب کچھ بتایا اس عالم نے کہا میرے پاس اس کو لے آ جو تیرے گھر میں ہے جس کی شرم گاہ کو تو نے نہیں دیکھا۔ وہ اس کے پاس لے آیا اس نے ان کے چہروں کو دیکھا پھر کہا اس حبشیہ سے پردہ ہٹا دو اس سے پردہ ہٹا دیا گیا تو وہ نوجوان لڑکی کے بازو کی طرح تھا اس نے کہا اس سے اس عورت کو مچھلی ملی۔ اس نوجوان کا عالم باپ مر گیا اس کے پردہ فاش کرنے سے اس کا پردہ فاش ہو گیا اس سے زیادہ باتیں کی تو وہ ان سے بھاگ گیا اور بلقا کی زمین میں بنی اسرائیل کی آخری زمین میں بسیرہ جما لیا اس کے پاس ایک خوبصورت عورت فتویٰ لینے کے لیے آئی اس عالم نے اس سے کہا کیا تیرے لیے یہ ممکن نہیں کہ مجھے اپنے اوپر قدرت دے دے تو میں تجھ کو ایک سو دینار دوں گا اس عورت نے کہا کیا اس سے بہتر کی تو خواہش رکھتا ہے۔ تو میرے گھر آ اور مجھ سے شادی کرے۔ اور میں تیرے لیے ہمیشہ حلال ہو جاؤں گی۔ اس نے کہا تیرا گھر کہاں ہے؟ اس نے اس کو بتا دیا تو اس پر یہ رات خوشگوار رہی۔ وہ گذرا تو ایک کتیا اچانک بھونکنے لگی۔ اس کے پیٹ میں اس کے بچے تھے اس نے کہا یہ کیسی عجیب بات ہے اس سے کہا گیا آگے جا تو مکلف نہیں عنقریب تیرے پاس اس کی خبر آئے گی وہ چلا تو اچانک ایک آدمی ایک پتھر کو اٹھا رہا ہے جب بھی اس پر بھاری ہوتا ہے اور اس سے گر جاتا ہے تو وہی اس پر اور اضافہ کر لیتا ہے اس نے اس سے کہا تو اس کی اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا اور تو اس پر اور زیادہ کر لیتا ہے۔ اس نے کہا یہاں سے چلا جا تم تو مکلف نہیں عنقریب اس کی خبر تیرے پاس آئے گی وہ چلا گیا تو اچانک ایک آدمی کنویں سے پانی نکال رہا ہے اور کنویں کی جانب ایک حوض میں اس کو ڈال رہا ہے اور حوض میں سوراخ ہے پانی کنویں میں چلا جاتا ہے اس عالم اس نے کہا اگر تو پتھر سے سوراخ کو بند کر دیتا تو پانی کو روک لیتا اس نے کہا چلا جا تو اس بات کا مکلف نہیں کیا۔ اس کی خبر عنقریب تیرے پاس آئے گی وہ چلا اچانک ایک ہرنی تھی اور ایک آدمی اس پر سوار تھا اور دوسرا اس کو دودھ رہا تھا اور تیسرا اس کے سینگوں کو تھامے ہوا تھا اور دوسرے لوگ اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے تھے اس نے کہا کیا ہی عجیب معاملہ ہے اس نے کہا چلا جا تو مکلف نہیں عنقریب تیرے پاس اس کی خبر آئے گی وہ آدمی چلا گیا اچانک کہ وہ عالم ایک آدمی کے پاس پہنچا وہ زمین میں بیج بو رہا وہ زمین پر نہیں گرتا کہ وہ اگ آتا ہے پھر وہ چلتا رہا وہ محل تک جا پہنچا ہے جس کا اس عورت نے وعدہ کیا تھا اس کے سامنے نہر ہے اور

ایک آدمی پلنگ پر بیٹھا ہوا ہے اس عالم نے اس سے پوچھا اس محل تک پہنچنے کا کیا راستہ ہے۔ میں نے اس رات بڑے عجائب دیکھے ہیں اس آدمی نے پوچھا وہ کیا تھے تو اس نے کتیا کا ذکر کیا تو اس نے کہا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا۔ کہ چھوٹے بڑوں اور کمینے شرفاء پر اور بیوقوف حلیم پر جھپٹیں گے اس عالم نے چار پائی پر بیٹھے آدمی کے سامنے پتھر اٹھانے والے کا ذکر کیا اس آدمی نے جواب دیا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا ایک آدمی کے پاس امانت ہوگی اس کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا مگر زیادہ امانتیں لے لے گا اس نے پانی نکالنے والے کا ذکر کیا۔ اس آدمی نے جواب دیا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا ایک آدمی ایک عورت سے شادی کرے گا اس کے دین شرافت اور جمال کی وجہ سے شادی نہیں کرے وہ اس عورت کے مال کا خواہش مند ہوگا جبکہ وہ عورت بچہ بھی نہ جنے گی۔ تو اس پر ہر چیز اس میں لوٹ آئے گی اس عالم نے ہرنی کا ذکر کیا تو آدمی نے بتایا وہ دنیا ہے جو اس پر سوار ہے وہ بادشاہ ہے دودھ دوہنے والا اچھی زندگی گزار رہا ہے۔ اور جو اس کی سینگوں کو پکڑے ہوئے ہے وہ تنگ دست ہے۔ اور جو اس کی دم کو پکڑے ہوئے ہے تو اس کے پاس گزارہ کے لائق روزی نہیں ہے اور جو اس کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے ہیں وہ ذلیل لوگ ہیں اس نے بیج کا ذکر کیا کہ تو اس آدمی نے بتایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا پتہ ہی نہ چلے کہ شادی کب ہوئی اور کب بچے پیدا ہوئے اور کب بالغ ہوا اس اسرائیلی نے اس آدمی کا ذکر کیا جو فصل کاٹ رہا تھا تو چار پائی میں بیٹھنے والے آدمی نے کہا وہ ملک الموت ہے جو چھوٹے بڑے کو کاٹتا ہے۔ اور میں وہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے تا کہ تیری روح کو انتہائی بری حالت میں قبض کرلوں۔

۶۔ ابن ابی شیبہ نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے یہ آیت نہیں پڑھی مگر اس میں شراب کی ٹھنڈک کو پایا یعنی یہ آیت وحیل بینھم وبین مایشتھون (اور ان میں اور ان کی مطلوبہ چیزوں کی آڑ کردی جائے گی۔

۷۔ البیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے ٹھنڈا پانی پیا۔ اور رونے لگے ان سے کہا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا میں نے اللہ کی کتاب میں سے اس آیت کو یاد کیا آیت وحیل بینھم وبین مایشتھون۔ اور میں نے پہچان لیا کہ دوزخ والے صرف ٹھنڈے پانی کو ہی پئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا ذکر فرمایا آیت ان افیضوا علینا من الماء (الاعراف آیت ۵) (ہم پر پانی بہادو یعنی جنتی لوگوں سے کہیں گے کہ ہم کو ٹھنڈا پانی دیدو کیونکہ دوزخ میں ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا)۔

۸۔ عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت انھم کانوا فی شک مریب (کیونکہ یہ سب بڑے شک میں پڑے ہوئے تھے) فرمایا تم بچو! شک سے اور فریب سے کیونکہ جو شخص شک کی حالت میں مر گیا تو وہ اسی پر اٹھایا جائے گا اور جس کو حالت یقین پر موت آئی تو اسے یقین پر اٹھایا جائے گا۔ (تفسیر درمنثور، سورہ سبا، بیروت)

جھوٹی باتیں منسوب کرنے کا بیان

4621- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ كُنْتُ اَسِيْرُ بِالشَّامِ فَنَادَانِيْ رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِيْ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَجَاءُ بْنُ حَيْوَةَ فَقَالَ يَا اَبَا عَوْنٍ مَا هٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُوْنَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قُلْتُ اِنَّهُمْ يَكْذِبُوْنَ عَلَى الْحَسَنِ كَثِيْرًا

❖❖ ابن عون بیان کرتے ہیں، میں شام گیا وہاں ایک شخص نے پیچھے سے مجھے آواز دی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رجاء بن حیوہ تھے۔ انہوں نے کہا: اے ابن عون! یہ لوگ حسن بصری کے حوالے سے کیا بات نقل کرتے ہیں؟ تو میں نے جواب دیا: یہ لوگ حسن بصری کے حوالے سے بہت سی جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں۔

4622- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ سَمِعْتُ اَيُّوبَ يَقُولُ كَذَبَ عَلَى الْحَسَنِ ضَرْبَانِ مِنَ النَّاسِ قَوْمٌ الْقَدَرُ رَأْيُهُمْ وَهُمْ يُرِيدُونَ اَنْ يُنَفِّقُوا بِذٰلِكَ رَأْيَهُمْ وَقَوْمٌ لَهُ فِي قُلُوبِهِمْ شَنَآنٌ وَبُغْضٌ يَقُولُونَ اَلَيْسَ مِنْ قَوْلِهِ كَذَا اَلَيْسَ مِنْ قَوْلِهِ كَذَا

❖❖ ایوب بیان کرتے ہیں دو طرح کے لوگوں نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی طرف سے جھوٹی باتیں بیان کی ہیں، ایک وہ لوگ جو تقدیر کے منکر ہیں وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے اس نظریے کی تائید ہو جائے اور دوسرے وہ لوگ جن کے دلوں کے اندر نفرت اور دشمنی تھی۔ وہ یہ کہتے تھے: کیا اس نے فلاں موقع پر یہ بات نہیں کہی تھی اور فلاں موقع پر یہ بات نہیں کہی تھی؟

4623- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى اَنَّ يَحْيَى بْنَ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيَّ حَدَّثَهُمْ قَالَ كَانَ قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ يَقُولُ لَنَا يَا فِتْيَانُ لَا تُغْلَبُوا عَلَى الْحَسَنِ فَاِنَّهُ كَانَ رَأْيُهُ السُّنَّةَ وَالصَّوَابَ

❖❖ یحییٰ بن کثیر بیان کرتے ہیں' قرہ بن خالد نے ہم سے کہا' اے نوجوانو! حسن بصری کے معاملے میں مبالغے سے کام نہ لینا کیونکہ ان کی رائے سنت کے مطابق اور بالکل ٹھیک ہے۔

4624- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ لَوْ عَلِمْنَا اَنَّ كَلِمَةَ الْحَسَنِ تَبْلُغُ مَا بَلَغَتْ لَكَتَبْنَا بِرُجُوعِهِ كِتَابًا وَاَشْهَدْنَا عَلَيْهِ شُهُودًا وَلٰكِنَّا قُلْنَا كَلِمَةٌ خَرَجَتْ لَا تُحْمَلُ

❖❖ ابن عون بیان کرتے ہیں اگر ہمیں یہ پتہ ہوتا کہ حسن بصری کی باتیں اس حد تک پہنچ جائیں گی جہاں اب پہنچ چکی ہیں تو ہم ان کے رجوع کو تحریری طور پر لے لیتے اور اس پر گواہ بھی بنا لیتے۔ لیکن ہم نے تو یہ سوچا تھا: انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ ان کے منہ سے نکل گئی ہے۔ اب اس کو نوٹ نہیں کیا جائے گا۔

4625- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوبَ قَالَ قَالَ لِيَ الْحَسَنُ مَا اَنَا بِعَائِدٍ اِلٰى شَيْءٍ مِنْهُ اَبَدًا

❖❖ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حسن بصری نے مجھ سے فرمایا: آئندہ میں اس بارے میں (تقدیر کے بارے میں) کبھی کوئی بات نہیں کروں گا

4626- حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِّيِّ قَالَ مَا فَسَّرَ الْحَسَنُ اٰيَةً قَطُّ اِلَّا عَنِ الْاِثْبَاتِ

❖❖ عثمان بتی فرماتے ہیں' حسن بصری نے جس بھی آیت کی تفسیر بیان کی اس میں انہوں نے تقدیر کا (اثبات) کیا ہے۔

بَابٌ فِي التَّفْضِيلِ

باب: ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا

4627- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُولُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِي بَكْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ

❖❖ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم یہ کہا کرتے تھے' ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ترک کر دیتے تھے یعنی ان میں سے کسی ایک کو کسی دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔

4628- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ اِنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ اَفْضَلُ اُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُ اَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِينَ

❖❖ سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہم لوگ یہ کہا کرتے تھے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

4629- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ اَبِي رَاشِدٍ حَدَّثَنَا اَبُو يَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُو بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ قَالَ ثُمَّ خَشِيتُ اَنْ اَقُولَ ثُمَّ مَنْ فَيَقُولَ عُثْمَانُ فَقُلْتُ ثُمَّ اَنْتَ يَا اَبَةِ قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ

❖❖ محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا، اللہ کے رسول کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، میں نے دریافت کیا: پھر کون ہے، انہوں نے جواب دیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے ان سے دریافت کیا: پھر کون ہیں؟ تو وہ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ''

4628- صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف عنبسة -وهو ابن خالد الأيلي- وقد توبع. وأخرجه أحمد بن حنبل في "فضائل الصحابة (64)، ومن طريقه عبدالله بن أحمد في السنة (1353)، وابن هانء النيسابوري في "مسائل الإمام أحمد "(1943)

4629- إسناده صحيح. أبو يعلى: هو المنذر بن يعلى الثوري، وسفيان: هو ابن سعيد الثوري، ومحمد بن كثير: هو العبدي. وأخرجه البخاري (3671) عن محمد بن كثير، بهذا الأسناد. وأخرجه بنحوه ابن ماجه (106) من طريق عبدالله بن سلمة، عن علي. وابن سلمة ضعيف. وهو في "مسند أحمد "(833) و (835).

نہیں میں نے اس لیے میں نے کہا: پھر اس کے بعد آپ ہوں گے، ابا جان! انہوں نے فرمایا: میں تو مسلمانوں کا ایک عام فرد ہوں۔

4630- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْفِرْيَابِيَّ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ مَنْ زَعَمَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ أَحَقَّ بِالْوِلَايَةِ مِنْهُمَا فَقَدْ خَطَّأَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارَ وَمَا أُرَاهُ يَرْتَفِعُ لَهُ مَعَ هَذَا عَمَلٌ إِلَى السَّمَاءِ

❖❖ سفیان بیان کرتے ہیں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام مہاجرین اور انصار کو غلط قرار دیا۔ میرے خیال میں اس کے اس نظریے کے ساتھ کوئی بھی عمل آسمان کی طرف بلند نہیں ہوگا (یعنی قبول نہیں کیا جائے گا)۔

4631- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ ثَنَا قَبِيصَةُ ثَنَا عَبَّادُ بْنُ السَّمَّاءِ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُولُ الْخُلَفَاءُ خَمْسَةٌ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

❖❖ سفیان بیان کرتے ہیں: خلفاء پانچ ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ۔

بَابٌ فِي الْخُلَفَاءِ

باب: خلفاء کا بیان

خلافت راشدہ اور خلفائے راشدین کا بیان

اس سے پہلے کہ "خلفائے راشدین" کے حالات پڑھے جائیں ضرورت ہے کہ خلافتِ راشدہ کا مفہوم ومنشاء سمجھ لیا جائے، خلافت کے لغوی معنی جانشینی اور کسی کی جگہ پر اس کے بعد بیٹھنے کے ہیں، یہ لفظ خود اپنے مفہوم ومنشاء کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ ایک اصل کا سایہ، ایک آئینہ کا عکس اور ایک حقیقی منصب کی قائم مقامی ہے، اسی کو امامت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ دونوں لفظ خلیفہ اور امام ایک ہی شخص کی دو مختلف حیثیتوں کو ظاہر کرتے ہیں، اپنے پیش رو کے نائب اور قائم مقام ہونے کے لحاظ سے وہ خلیفہ اور اپنے زمانے کے پیرووں کے لحاظ سے وہ امام اور پیشوا ہے، اس بنا پر درحقیقت خلافت وامامت پیغمبر کی قائم مقامی اور اس کے بعد اس کی امت کی پیشوائی ہے، صحیحین میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں پیغمبر اور انبیاء سیاست کرتے تھے، جب ایک پیغمبر مرتا تھا تو دوسرا پیغمبر پیدا ہوتا تھا؛ لیکن پیغمبری اب ختم ہوگئی، تم میں خلفاء ہوں گے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خلافت، پیغمبری کی نیابت اور قائم مقامی ہے اور نبوت کے بعد اسلام میں یہ سب سے بڑا درجہ اور رتبہ ہے، اسی لئے ان امور میں جن کی نسبت پیغمبری کی وحی اور فیصلہ موجود نہ ہو اس کا حکم اور فیصلہ بھی واجب الاطاعت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میرے ہدایت پائے ہوئے جانشینوں کی پیروی کرو، اسی لئے ایک پیغمبر کے انتخاب کے

لئے ظاہری حیثیت سے اس کی سیاسی وانتظامی استعداد وصلاحیت کو دیکھا جائے، اس سے بہت زیادہ اس کے اندر پیغمبرانہ صحبت کی اثر پذیرائی اور اس کے روحانی وعلمی واخلاقی فضائل ومناقب کی تلاش کرنی چاہئے، ان چار بزرگوں کا درجہ بدرجہ اس منصب اعظم کے لئے انتخاب اس نقطہ نظر کی تشریح وتوضیح ہے۔

اسلام میں خلافت کے فرائض اس قدر وسیع اور عالمگیر ہیں کہ تمام دینی ودنیوی مقاصد کی تکمیل اس کے تحت میں آجاتی ہے؛ لیکن ان کی اجمالی تشریح صرف ایک فقرہ میں کی جاسکتی ہے، یعنی پیغمبر کے کاموں کو قائم اور باقی اور ہر خارجی آمیزش سے پاک وصاف رکھنا اور ان کو ترقی دینا، یہ فقرہ ایک لفظ میں بھی سما سکتا ہے، یعنی اقامتِ دین لیکن یہ لفظ خود اس قدر وسیع ہے کہ تمام دینی ودنیوی مقاصد کو شامل ہوجاتا ہے اور اقامت ارکانِ اسلام مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، جہاد، منصب قضاۃ، اقامتِ حدود اور وعظ وپند وتعلیم وغیرہ سب اس کے جزئیات میں داخل ہوجاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی ان ہی مقاصد کی تکمیل میں صرف ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ وجانشین ہوئے، انہوں نے بھی اپنی زندگی کو ان ہی مقاصد کی تکمیل کے لئے وقف کیا، خلفاء کے دور؛ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اگرچہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے الگ الگ اشخاص مقرر تھے، مثلاً نماز کی امامت اور صدقات وزکوٰۃ کے وصول کرنے کا کام مخصوص اشخاص سے متعلق تھا، برائیوں پر روک ٹوک کرنے کے لئے اور اشخاص معین تھے، مقدمات کے فیصلہ کا کام مخصوص اشخاص سے لیا جاتا تھا، قرآن وسنت کی تعلیم اور لوگ دیتے تھے؛ لیکن خلافت کی تعریف ان تمام مقاصد کو شامل ہے، اس لئے ان اشخاص کے لئے متفرق طور پر جن اوصاف کی ضرورت ہے خلیفہ کو ان سب کا جامع ہونا چاہئے؛ لیکن ان ظاہری اوصاف کے علاوہ روحانی فضائل کے لحاظ سے خلیفہ میں پیغمبرانہ تعلیم وتاثیر کا فیضان پورے جوش کے ساتھ جاری رہتا ہے، پیغمبر جن لوگوں میں اس قسم کی روحانی استعداد دیکھتا ہے، اشارات وتلویحات کے ذریعہ ان ہی کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کرتا ہے، زمانہ کے انقلاب اور حالات کے تغیر نیا سلام کے حقیقی نصب العین کو چالیس سال کے بعد بدل دیا اور ان لوگوں کے ہاتھوں میں یہ منصب چلا گیا جو اندرونی وباطنی وروحانی حیثیت سے اس کے لائق نہ تھے؛ بلکہ ان کو صرف ظاہری طور پر ثقہ، متدین، پاکباز، پابند ارکانِ اسلام اور عالم بالکتاب والسنۃ دیکھ کر امام وخلیفہ تسلیم کرلیا گیا؛ لیکن ایک پیغمبر کی نگاہ ان ظاہری صفات کے ساتھ مخصوص روحانی فضائل وکمالات پر بھی پڑتی ہے اور ان ہی فضائل وکمالات کے لحاظ سے قرآن وحدیث میں ایسے مخصوص اشارات پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کاملہ کا حقیقی مستحق صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کا گروہ تھا؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل دیکھے تو ان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سب سے بہتر پایا، اس لئے اس کو چن لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے بعد اپنے بندوں کے دل دیکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہ کے دل کو سب سے بہتر پایا اس لئے ان کو اپنا وزیر بنالیا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کے لئے جنگ کرتے ہیں۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا پورا گروہ خلیفہ نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے خود اس گروہ میں ایسے مخصوص قیود اوصاف کا

اضافہ کیا گیا جس سے خلافت کا مفہوم خدا اور رسول کے منشاء کے مطابق محدود ہو کر بالکل مکمل ہو جائے اور جن لوگوں میں یہ اوصاف موجود ہوں ان کی نسبت یہ اطمینان حاصل ہو سکے کہ وہ خلافت کو صحیح اصول پر چلائیں گے؛ چنانچہ قرآن وحدیث کے اشارات وتلویحات سے خلافت کے مفہوم کی تکمیل کے لئے جن مخصوص اوصاف کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں:

خلیفہ مہاجرین اول میں سے ہو، صلح حدیبیہ اور دوسرے اہم غزوات مثلاً بدر وتبوک میں شامل اور سورہ نور کے اترنے کے وقت موجود رہا ہو؛ چنانچہ خداوند تعالیٰ مہاجرین اول کے متعلق فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

وہ لوگ جن کو ہم اگر زمین میں جگہ دیدیں گے تو یہ لوگ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ (الحج)

اور یہ تمام چیزیں مقاصدِ خلافت میں شامل ہیں، شرکائے صلح حدیبیہ کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ (الفتح)

محمد رسول اللہ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس گروہ کے ذریعہ سے اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا جو خلافت کا سب سے بڑا مقصد ہے، جو لوگ سورہ نور کے اترنے کے وقت موجود تھے ان کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ۔ (نور)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائیگا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنا چکا ہے جو ان سے پہلے تھے اور ان کے اس دین کو جو ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوط کردے گا۔

اب اس آیت میں "مِنْكُمْ" کے لفظ سے وہی جماعت مراد ہے جو اس موقع پر موجود تھی اور یہ اگر عام مسلمان مراد ہوتے تو ایمان وعمل صالح کے لحاظ کے ساتھ یہ لفظ بیکار ہو جاتا، بہر حال اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مخصوص جماعت سے خدا نے خلافت کا وعدہ کیا ہے اور اس کے ذریعہ سے دین کو استحکام حاصل ہوگا، شرکائے بدر وتبوک کے فضائل میں اس قسم کی آیات واحادیث وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ ان میں موجود تھے۔

(۱) وہ مبشر بالجنہ ہیں۔

(۲) وہ امت کے طبقہ علیاء یعنی صدیقین، شہداء، صالحین، اور محدثین میں شامل ہو اور جنت میں ان کا درجہ بلند ہو۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس کے ساتھ ایسا ہو جیسا کہ مستحق خلافت کے ساتھ ہو سکتا ہے، مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے استحقاقِ خلافت کا ذکر کیا ہو، ایسے قرائن بیان فرمائے ہوں کہ جن سے فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ بناتے تو اسی شخص کو بناتے جو کام نبوت سے تعلق رکھتے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اس سے لئے

ہوں۔

(۴) خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدے کیے ہوں وہ اس کی ذات سے پورے ہوں۔

(۶) اس کا قول حجت ہو۔

یہ اوصاف اگر چہ متفرق طور پر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم میں پائے جاتے تھے؛ لیکن ان کا مجموعہ صرف خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کی ذات تھی؛ چنانچہ ان اوصاف کو اگر بہ ترتیب پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کوئی وصف ایسا نہیں ہے جو ان کی ذات میں موجود نہ تھا، یہ لوگ مہاجرین اولین میں سے تھے، صلح حدیبیہ میں شریک تھے، بدر، احد اور تبوک اور دوسرے اہم غزوات میں شریک تھے اور سورہ نور کے اترنے کے وقت موجود تھے، مبشر بالجنۃ تھے، امت کے طبقہ علیا سے تھے؛ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ پر تھے کہ ایک چٹان ہلنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا ٹھہر تجھ پر صرف نبی یا صدیق یا شہید ہیں۔

ہر ایک خلیفہ کے متعلق الگ الگ بھی اس قسم کی حدیثیں وارد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمام امت میں نہایت بلند درجہ رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت ارشاد فرمایا کیا تم پہلے شخص نہیں ہو جو میری اُمت میں سے جنت میں داخل ہوگے، تم حوض کوثر پر میرے رفیق ہو اور غار میں میرے رفیق تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت ارشاد ہوا کہ گذشتہ امتوں میں محدثین تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے، بہت سی آیتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق تھے، حضرت عثمان کی نسبت فرمایا کہ جس سے فرشتے شرماتے ہیں کیا میں اس سے نہ شرماؤں، ہر پیغمبر کے رفیق ہوتے ہیں اور جنت میں میرا رفیق عثمان رضی اللہ عنہ ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت ارشاد ہوا کہ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ میرے ساتھ تم کو وہی نسبت حاصل ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ کے ساتھ تھی، کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اس کو اللہ اور اس کے رسول محبوب رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگوں کے ایسے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی خلافت کے حقیقی مستحق تھے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر رضی اللہ عنہ، خدا کے بارے میں سب سے زیادہ بولنے والے عمر رضی اللہ عنہ، سب سے زیادہ حیادار عثمان رضی اللہ عنہ اور سب سے بڑے قاضی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو دنیا کا حقیر سمجھنے والا اور آخرت کا شائق پاؤ گے، اگر عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو قوی امین پاؤ گے اور میرا خیال ہے کہ تم لوگ ایسا نہ کرو گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔

ان اوصاف کے ساتھ جو کام منصب نبوت سے تعلق رکھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان سے دو کام لئے

ہیں، مثلاً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو متعدد مواقع پر اپنی جگہ امام بنایا ہے اور امیر الحج مقرر فرمایا ہے، مسلمانوں کے معاملہ میں ہمیشہ شیخین سے مشورے کئے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعض غزوات کا امیر بنایا ہے اور صدقات مدینہ کا عامل مقرر فرمایا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے صلح حدیبیہ کے زمانہ میں سفیر کا کام لیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کا قاضی مقرر کر کے بھیجا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وعدہ کئے تھے وہ ان کے زمانے میں پورے ہوئے، مثلاً اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تمکین وتقویت دین سے وہ وعدے پورے ہوئے جو آیت "اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ" (الحج) اور "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ" (النور) میں کئے گئے تھے، اسلام کے مقابل میں یہودیت نصرانیت اور مجوسیت کے مغلوب ہوجانے سے، لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الاحقاف) کی بشارت پوری ہوئی اور فتوحات کی کثرت نے آیہ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ (الفتح) کی موعودہ خیر وبرکت کو پورا کیا، آیہ من آیہ منکم میں مرتدین کی جنگ کی طرف جواشارہ ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی، اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (القیامۃ) میں کتابی شکل میں قرآن مجید کی تدوین کی طرف جو اشارہ ہے اس کی تکمیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے ہوئی قتال خوارج کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ اگر میں ان کو پاتا تو عاد کی طرح قتل کرڈالتا اور ان کی جنگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں ہوئی۔

امور دین میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کے مطابق ان کا قول وفعل حجت تھا؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کی سنت اتباع فرض ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے بعد کے لوگوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کرو۔

غرض اس قسم کے بے شمار فضائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق خلافت کے حقیقی مستحق اور اس کی تعریف کا صحیح مصداق صرف خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے کارنامہ ہائے زندگی بھی جو اس کتاب میں مذکور ہیں، اس کی تصدیق کریں گے۔

4632- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ مُحَمَّدٌ كَتَبْتُهُ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَرَى اللَّيْلَةَ ظُلَّةً يَنْطِفُ مِنْهَا السَّمْنُ وَالْعَسَلُ فَأَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُونَ بِأَيْدِيهِمْ فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ وَأَرَى سَبَبًا وَاصِلًا مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَأَرَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ فَعَلَا بِهِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بِأَبِي وَأُمِّي لَتَدَعَنِّي فَلَأُعَبِّرَنَّهَا فَقَالَ اعْبُرْهَا قَالَ أَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الْإِسْلَامِ وَأَمَّا مَا يَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ وَالْعَسَلِ فَهُوَ الْقُرْآنُ لِينُهُ وَحَلَاوَتُهُ وَأَمَّا الْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ فَهُوَ الْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْمُسْتَقِلُّ مِنْهُ وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ

فَهُوَ الْحَقُّ الَّذِیْ اَنْتَ عَلَیْهِ تَاْخُذُ بِهٖ فَیُعْلِیكَ اللّٰهُ ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ بَعْدَكَ رَجُلٌ فَیَعْلُو بِهٖ ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَیَعْلُو بِهٖ ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَیَنْقَطِعُ ثُمَّ یُوصَلُ لَهٗ فَیَعْلُو بِهٖ اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّیْ اَصَبْتُ اَمْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَّاَخْطَاْتَ بَعْضًا فَقَالَ اَقْسَمْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّیْ مَا الَّذِیْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْسِمْ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میں نے گزشتہ رات خواب میں ایک بادل دیکھا جس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے میں نے لوگوں کو دیکھا وہ اسے اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں۔ کچھ لوگ زیادہ لے رہے ہیں کچھ لوگ کم لے رہے ہیں۔ پھر میں نے ایک رسی دیکھی جو آسمان سے لے کر زمین تک آئی ہوئی تھی۔ پھر میں نے آپ کو دیکھا یارسول اللہ (ﷺ)! آپ نے اسے تھاما اور اس کے ذریعے اوپر چڑھ گئے۔ پھر ایک اور شخص نے اسے تھاما اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے اسے تھاما اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے اسے پکڑا تو وہ ٹوٹ گئی۔ پھر وہ جڑ گئی تو وہ بھی اس کے ذریعے اوپر چلا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے موقع دیجئے کہ میں اس کی تعبیر بیان کروں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، تم اس کی تعبیر بیان کرو۔ انہوں نے عرض کی: اس بادل سے مراد اسلام کا بادل ہے اور اس شہد اور گھی ٹپکنے سے مراد قرآن ہے اس کی نرمی اور اس کی حلاوت ہے اور زیادہ اور کم وصول کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کو زیادہ حاصل کرتے ہیں اور جو اسے کم حاصل کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کے درمیان لٹکی ہوئی رسی سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ گامزن ہیں۔ آپ نے اسے حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سربلندی عطا کی۔ پھر آپ کے بعد اسے ایک اور شخص نے حاصل کیا تو وہ بھی سربلند ہوا۔ یارسول اللہ (ﷺ)! آپ مجھے بتائیے کہ میں نے اس کی صحیح تعبیر کی ہے یا غلط کی ہے؟ آپ نے فرمایا: کچھ صحیح بیان کی ہے اور کچھ غلط بیان کی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ مجھے بتائیے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم قسم نہ دو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر کا اصل نام "عبداللہ" ہے اور ابوقحافہ عثمان کے بیٹے ہیں۔ سلسلہ نسب: عبداللہ ابن ابوقحافہ عثمان ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تیم ابن مرہ جو ساتویں پشت میں جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے حضرت ابوبکر وہ پہلے مرد ہیں جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور ایمان واسلام سے مشرف ہوئے۔
حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا غزوہ اور اہم واقعہ نہیں ہے جس میں ان کی شرکت، رفاقت اور ہمراہی کا شرف حاصل نہ ہوا ہو، یہ واحد شخص ہیں جو نہ تو اپنے زمانہ جاہلیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا رہے اور نہ زمانہ اسلام میں کبھی جدا ہوئے۔ جو خود بھی صحابی ہو اس کے ماں باپ بھی صحابی ہوں۔ اس کی اولاد بھی صحابی ہو اور اولاد کی اولاد بھی صحابی ہو، یہ عظیم تر خصوصیت اگر کسی صحابی کو حاصل ہے تو وہ صرف حضرت ابوبکر صدیق ہیں، حضرت ابوبکر نہ صرف سیرت اور باطن کے اعتبار سے تمام صحابہ میں بے

مثال تھے بلکہ ان کا سراپا اور ظاہری جمال بھی مثالی تھا۔ سفید رنگت ہلکا جسم، ابھری ہوئی پیشانی، خفیف رخسارے اور خوبصورت آنکھیں، ان سب نے ملکر ان کی شخصیت کو بڑی دل آویز اور پرکشش بنا دیا تھا۔ واقعہ فیل کے دو سال چار ماہ اور کچھ روز بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے اور جمادی الثانی ۱۳ھ کی بائیسویں تاریخ (یا آٹھویں) کو منگل کے دن مغرب وعشاء کے درمیان بعمر ۶۳ سال مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت ابوبکر نے وصیت کی تھی کہ میری میت کو میری بیوی اسماء بنت عمیس غسل دیں چنانچہ حضرت اسماء نے آپ کو غسل دیا اور حضرت عمر فاروق نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ دو سال چار ماہ آپ کی خلافت رہی، صحابہ اور تابعین کی بہت بڑی تعداد کو آپ سے روایت حدیث کا شرف حاصل ہے۔ لیکن رحلت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ تھوڑے دن زندہ رہے۔ اس کی وجہ سے آپ کی روایتوں کی تعداد بہت قلیل ہے۔

نام ونسب، خاندان

عبداللہ نام، ابوبکر کنیت، صدیق اور عتیق لقب، والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ، والدہ کا نام سلمٰی اور ام الخیر کنیت، والد کی طرف سے پورا سلسلہ نسب یہ ہے: عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی اور والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے: ام الخیر بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث)، اس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد

ابوقحافہ عثمان بن عامر شرفائے مکہ میں سے تھے اور نہایت معمر تھے، ابتداء جیسا کہ بوڑھوں کا قاعدہ ہے، وہ اسلام کی تحریک کو بازیچہ اطفال سمجھتے تھے؛ چنانچہ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آیا، وہاں ابوقحافہ موجود تھے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرف سے گزرتے ہوئے دیکھ کر نہایت برہمی سے کہا کہ ان بچوں نے میرے لڑکے کو بھی خراب کر دیا۔ (الاصابہ)

ابوقحافہ فتح مکہ تک نہایت استقلال کے ساتھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے، فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے وہ اپنے فرزند سعید حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ضعف پیری کو دیکھ کر فرمایا کہ انہیں کیوں تکلیف دی، میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کلمات طیبات تلقین کر کے مشرف باسلام فرمایا، حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے بڑی عمر پائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے فرزند ارجمند حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد بھی کچھ دنوں تک زندہ رہے، آخر عمر میں بہت ضعیف ہو گئے تھے، آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی۔ (اصابہ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ

حضرت ام الخیر سلمٰی بنت صخر کو ابتدا ہی میں حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا، ان سے پہلے صرف انتالیس اصحاب مسلمان ہوئے تھے، یہ قلیل جماعت باعلان اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتی تھی اور نہ مشرکین وکفار کو بیانگ دہل

دین مبین کی دعوت دے سکتی تھی؛ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مذہبی جوش اس بے بسی پر نہایت مضطرب تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک روز نہایت اصرار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر مجمع عام میں شریعت حقہ کے فضائل ومحامد پر تقریر کی اور کفار ومشرکین کو شرک وبت پرستی چھوڑ کر اسلام قبول کر لینے کی دعوت دی، کفار ومشرکین جن کے کان کبھی ان الفاظ سے مانوس نہ تھے نہایت برہم ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہایت بے رحمی اور خداناترسی کے ساتھ اس قدر مارا کہ بالآخر بنی تیم کو باوجود مشرک ہونیکے اپنے قبیلہ کے ایک فرد کو اس حال میں دیکھ کر ترس آ گیا اور انہوں نے عام مشرکین کے پنجہ ظلم سے چھڑا کر ان کو مکان تک پہنچادیا، شب کے وقت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باوجود درد اور تکلیف کے اپنے والد اور خاندانی اعزہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ دریافت کر کے اپنی والدہ کے ساتھ ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور وہ مشرف باسلام ہو گئیں۔ (الاصابہ)

حضرت ام الخیر رضی اللہ عنہ نے بھی طویل عمر پائی چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت تک زندہ رہیں؛ لیکن اپنے شوہر سے پہلے وفات پائی۔ (ایضا بحوالہ طبرانی)

قبل اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل ایک متمول تاجر کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی دیانت، راستبازی اور امانت کا خاص شہرہ تھا اہل مکہ انکو علم تجربہ اور حسن خلق کے باعث نہایت معزز سمجھتے تھے، ایام جاہلیت میں خوں بہا کا مال آپ ہی کے ہاں جمع ہوتا تھا، اگر کبھی کسی دوسرے شخص کے یہاں جمع ہوتا تو قریش اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ (کنز العمال)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایام جاہلیت میں بھی شراب سے ویسی ہی نفرت تھی جیسی زمانہ اسلام میں، اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ شراب نوشی میں نقصان آبرو ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن ہی سے ان کو خاص انس اور خلوص تھا اور آپ کے حلقہ احباب میں داخل تھے، اکثر تجارت کے سفروں میں بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خلعت نبوت عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخفی طور پر احباب مخلصین اور محرمان راز کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا تو مردوں میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا، بعض ارباب سیر نے ان کے قبول اسلام کے متعلق بہت سے طویل قصے نقل کئے ہیں؛ لیکن یہ سب حقیقت سے دور ہیں، اصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آئینہ دل پہلے سے صاف تھا، فقط خورشید حقیقت کی عکس افگنی کی دیر تھی، گذشتہ صحبتوں کے تجربوں نے نبوت کیخط وخال کو اس طرح واضح کر دیا تھا کہ معرفت حق کے لئے کوئی انتظار باقی نہ رہا، البتہ ان کے اول مسلمان ہونے میں بعض مورخین اور اہل آثار نے کلام کیا ہے، بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اسلام سب سے مقدم

ہے،بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اولیت کا فخر حاصل ہے اور بعض کا خیال ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے؛لیکن اس کے مقابلہ میں ایسے اخبار وآثار بھی بکثرت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیت کا طغرائے شرف وامتیاز صرف اسی ذات گرامی کے لئے مخصوص ہے،حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایک قصیدہ سے بھی اسی خیال کی تائید ہوتی ہے:

اذا تذ کرۃ شجوا من اخی ثقۃ فاذ کر اخاك ابابکر بما فعلا

جب تمہیں کسی سچے بھائی کا غم آوے تو اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کرو انکے کارناموں کی بنا پر

خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا بعد النبی واوفاھا بما حملا

وہ تمام مخلوق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقویٰ اور عدل کے لحاظ سے بہتر تھے اور انہوں نے جو کچھ اٹھایا اس کو پورا کر کے چھوڑا۔

والثانی التالی المحمود مشھدہ واول الناس منھم صدق الرسلا

وہی ثانی اور آپ کے بعد متصل ہیں جن کی مشکلات میں موجودگی کی تعریف کی گئی اور وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔

محققین نے ان مختلف احادیث وآثار میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ عورتوں میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں،حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلاموں میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آزاد اور بالغ مردوں میں سب سے اول مومن ہیں۔(فتح الباری)

اشاعت اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے ساتھ ہی دین حنیف کی نشر واشاعت کے لئے جدوجہد شروع کر دی اور صرف آپ کی دعوت پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ،حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ،حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ،حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ،حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جو معدن اسلام کے سب سے تاباں ودرخشاں جواہر ہیں مشرف باسلام ہوئے،حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ،حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ،حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی آپ ہی کی ہدایت سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے،یہ وہ اکابر صحابہ ہیں جو آسمان اسلام کے اختر ہائے تاباں ہیں؛لیکن ان ستاروں کا مرکز شمسی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق ہی کی ذات تھی،اعلانیہ دعوت کے علاوہ ان کا مخفی روحانی اثر بھی سعید روحوں کو اسلام کی طرف مائل کرتا تھا؛چنانچہ اپنے صحن خانہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی اور اس میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت الہی میں مشغول رہتے تھے،آپ رضی اللہ عنہ نہایت رقیق القلب تھے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتیلوگ آپ کے گریہ وبکا کو دیکھ کر جمع ہوجاتے اور اس پر اثر منظر سے نہات متاثر ہوتے۔(بخاری باب الھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

مکہ کی زندگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد کفار کی ایذا رسانی کے باوجود تیرہ برس تک مکہ میں تبلیغ ودعوت کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بے بسی کی زندگی میں جان، مال، رائے ومشورہ، غرض ہر حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ سلم کے دست وبازو اور رنج وراحت میں شریک رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح وشام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے اور دیر تک مجلس راز قائم رہتی۔ (ایضا) قبائل عرب اور عام مجمعوں میں تبلیغ وہدایت کے لئے جاتے تو یہ بھی ہمرکاب ہوتے اور نسب دانی اور کثرت ملاقات کے باعث لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کراتے۔

(کنز العمال ج : فضائل ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

مکہ میں ابتداء جن لوگوں نے داعی توحید کو لبیک کہا ان میں کثیر تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی جو اپنے مشرک آقاوں کے پنجہ ظلم وستم میں گرفتار ہونے کے باعث طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان مظلوم بندگان توحید کو ان کے جفاکار مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیا؛ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، نذیرہ رضی اللہ عنہ، نہدیہ رضی اللہ عنہ، جاریہ رضی اللہ عنہ، بنی مول رضی اللہ عنہ اور بنت نہدیہ وغیرہ نے اسی صدیقی جودوکرم کے ذریعہ سے نجات پائی۔

کفار جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دست تعدی دراز کرتے تو یہ مخلص جانثار خطرہ میں پڑ کر خود سینہ سپر ہوجاتا، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تقریر فرمارہے تھے مشرکین اس تقریر سے سخت برہم ہوئے اور اس قدر مارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہوگئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر کہا خدا تم سے سمجھے کیا تم صرف ان کو اس لئے قتل کردوگے کہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں (فتح الباری)، اسی طرح ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں عقبہ بن معیط نے اپنی چادر سے گلوئے مبارک میں پھندا ڈال دیا، اس وقت اتفاقاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور اس نابکار کی گردن پکڑ کر خیر الانام علیہ السلام سے علیحدہ کیا اور فرمایا کیا تم اس کو قتل کروگے جو تمہارے پاس خدا کی نشانیاں لایا اور کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

(بخاری باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں رشتہ مصاہرت مکہ ہی میں قائم ہوا یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں؛ لیکن رخصتی ہجرت کے دوسال بعد ہوئی۔

ہجرت حبشہ کا قصد اور واپسی

ابتداء مشرکین قریش نے مسلمانوں کی قلیل جماعت کو چنداں اہمیت نہ دی؛ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ روز بروز ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور اسلام کا حلقہ اثر وسیع ہوتا جاتا ہے تو نہایت سختی سے انہوں نے اس تحریک کا سدباب کرنا چاہا، ایذا اور تکلیف رسانی کی تمام ممکن صورتیں عمل میں لانے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے جانثاروں کو ان مصائب میں مبتلا پایا تو ستم زدوں کو حبش کی طرف ہجرت کی اجازت دی اور بہت سے مسلمان حبش کی طرف روانہ ہوگئے، حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ بھی باوجود وجاہت ذاتی اور اعزاز خاندانی کے اس دار وگیر سے محفوظ نہ تھے؛ چنانچہ جب حضرت طلحہ بن عبد اللہ ان کی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے چچا نوفل بن خویلد نے ان دونوں کو ایک ساتھ باندھ کر مارا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خاندان نے کچھ حمایت نہ کی (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث: یہ واقدی کی روایت ہے) ان اذیتوں سے مجبور ہوکر آپ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لی اور رخت سفر باندھ کر عازم حبش ہوئے، جب مقام برک الغماد میں پہنچے تو ابن الدغنہ رئیس قارہ سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا ابوبکر کہاں کا قصد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلاوطن کردیا ہے، اب ارادہ ہے کہ کسی اور ملک کو چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں، ابن الدغنہ نے کہا کہ تم سا آدمی جلاوطن نہیں کیا جاسکتا تم مفلس وبینوا کی دست گیری کرتے ہو، قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو، میرے ساتھ واپس چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو؛ چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ پھر مکہ واپس آئے ابن الدغنہ نے قریش میں پھر کر اعلان کردیا کہ آج سے ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امان میں ہیں، ایسے شخص کو جلاوطن نہ کرنا چاہئے جو محتاجوں کی خبر گیری کرتا ہے، قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے، قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا؛ لیکن فرمائش کی کہ ابوبکر کو سمجھادو کہ وہ جب اور جس طرح جی چاہے اپنے گھر میں نمازیں پڑھے اور قرآن کی تلاوت کریں؛ لیکن گھر سے باہر نمازیں پڑھنے کی ان کو اجازت نہیں مگر جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبادت الٰہی کے لئے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنالی تھی، کفار کو اس پر بھی اعتراض ہوا، انہوں نے ابن الدغنہ کو خبر دی کہ ہم نے تمہاری ذمہ داری پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر اپنے مذہبی فرائض ادا کریں، لیکن اب وہ صحن خانہ میں مسجد بنا کر اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اس سے ہم کو خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہوکر اپنے آبائی مذہب سے بدعقیدہ نہ ہوجائیں، اس لئے تم انہیں مطلع کردو کہ اس سے باز آجائیں ورنہ تم کو ذمہ داری سے بری سمجھیں، ابن الدغنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاکر کہا، تم جانتے ہو کہ میں نے کس شرط پر تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لئے یا تو تم اس پر قائم رہو یا مجھے ذمہ داری سے بری سمجھو، میں نہیں چاہتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ میں نے کسی کے ساتھ بدعہدی کی، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت استغنا کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے تمہاری پناہ کی حاجت نہیں میرے لئے خدا اور اسکے رسول کی پناہ کافی ہے۔ (بخاری جلد اول باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

ہجرت مدینہ اور خدمت رسول

کفار ومشرکین کا دست ستم روز بروز زیادہ دراز ہوتا گیا تو آپ نے پھر دوبارہ ہجرت کا قصد فرمایا اس وقت تک مدینہ کی سرزمین نور اسلام سے منور ہوچکی تھی اور ستم رسیدہ مسلمانوں کو نہایت خلوص ومحبت کے ساتھ اپنے دامن میں پناہ دے رہی تھی، اس لئے اس دفعہ آپ نے مدینہ کو اپنی منزل قرار دیا اور ہجرت کی تیاری شروع کردی، لیکن بارگاہ نبوت سے یہ حکم ہوا کہ ابھی عجلت سے کام نہ کرو، امید ہے کہ خدائے پاک کی طرف سے مجھے بھی ہجرت کا حکم ہوگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت تعجب سے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوگا؟ ارشاد ہوا، "ہاں" عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ہمراہی کا شرف

نصیب ہو،" فرمایا ہاں! تم ساتھ چلو گے" اس بشارت کے بعد ارادہ ملتوی کر دیا اور چار ماہ تک منتظر رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً صبح وشام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے، ایک روز منہ کو چھپائے ہوئے خلاف معمول ناوقت تشریف لائے اور فرمایا کہ کوئی ہوتو ہٹا دو میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ گھر والوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر ہمراہی کی تمنا ظاہر کی، ارشاد ہوا ہاں تیار ہو جاؤ وہ تو چار مہینے سے اسی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، فوراً تیار ہو گئے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی رخت سفر درست کیا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کو توشہ دان باندھنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملی تو انہوں نے اپنا کمر بند پھاڑ کر باندھا اور دربار نبوت سے ذات النطاقین کا خطاب پایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے دو اونٹ تیار کر لئے تھے، ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور ایک پر خود سوار ہوئے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصدیق رضی اللہ عنہ کا مختصر قافلہ راہی مدینہ ہوا۔ (بخاری جلد باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

اس قافلہ کی پہلی منزل غار ثور تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار میں پہلے داخل ہو کر اس کو درست کیا، جو سوراخ اور بھٹ نظر آئے ان کو بند کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کے لئے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں داخل ہوئے اور اپنے رفیق مونس کے زانو پر سر مبارک رکھ کر مشغول استراحت ہو گئے، اتفاقاً اسی حالت میں ایک سوراخ سے جو بند ہونے سے رہ گیا تھا ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا، لیکن اس خادم جاں نثار نے اپنے آقا کی راحت میں خلل انداز ہونا گوارہ نہ کیا اور خود اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس پر پاؤں رکھ دیا، سانپ نے کاٹ لیا زہر اثر کرنے لگا درد وکرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے؛ لیکن اس وفا شعار رفیق نے اپنے جسم کو حرکت نہ دی کہ اس سے خواب راحت میں خلل اندازی ہوگی، اتفاقاً آنسو کا ایک قطرہ ڈھلک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ٹپکا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور اپنے مخلص غمگسار کو بے چین دیکھ کر فرمایا ابوبکر کیا ہے؟ عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں، سانپ نے کاٹ لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اس مقام پر اپنا لعاب دہن لگا دیا، اس تریاق سے زہر کا اثر دور ہو گیا۔ (زرقانی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت کر دی تھی کہ دن کو مکہ میں جو واقعات پیش آئیں رات کو ہمارے پاس آکر ان کی اطلاع کرتے رہنا، اسی طرح اپنے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ مکہ کی چراگاہ میں بکریاں چرائیں اور رات کے وقت غار کے پاس لے آئیں، چنانچہ صبح کے وقت جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس آتے تو حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ان کے نشان قدم پر بکریاں لائے تاکہ نشان مٹ جائے اور کسی کو شبہ نہ ہو، رات کے وقت انہی بکریوں کا تازہ دودھ غذا کے کام آتا غرض تین دن اور تین راتیں اسی حالت میں بسر ہوئیں اور یہ تمام کاروائی اس احتیاط سے عمل میں آتی تھی کہ قریش کو ذرا بھی شبہ نہ ہوا۔

اس عرصہ میں کفار بھی اپنی کوششوں سے غافل نہ تھے جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے اسی روز قریش

کی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فتویٰ صادر ہو چکا تھا اور تمام ضروری تدبیریں عمل میں آچکی تھیں؛ چنانچہ ابو جہل وغیرہ نے اس روز رات بھر کاشانہ اقدس کا محاصرہ رکھا؛ لیکن جب وقت معین پر خواب گاہ میں داخل ہوئے تو وہ گوہر مقصود سے خالی تھا، وہاں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر گئے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہ سے ان کے والد کو دریافت کیا، انہوں نے لاعلمی ظاہر کی تو ابو جہل نے غضبناک ہو کر زور سے ایک طمانچہ مارا اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ دونوں ایک ساتھ یہاں سے روانہ ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام)

قریش اپنی ناکامی پر سخت برہم ہوئے، اسی وقت اعلان کیا گیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے؛ چنانچہ متعدد بہادروں نے مذہبی جوش اور انعام کی طمع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کی، مکہ کے اطراف میں کوئی آبادی، ویرانہ، جنگل اور پہاڑیاں، سنسان میدان ایسا نہ ہوگا جس کا جائزہ نہ لیا گیا ہو، یہاں تک کہ ایک جماعت غار کے پاس پہنچی، اسوقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہایت اضطراب ہوا اور حزن و یاس کے عالم میں بولے "اگر وہ ذرا بھی نیچے کی طرف نگاہ کریں گے تو ہم دیکھ لئے جائیں گے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تشفی دی اور فرمایا مایوس وغمزدہ نہ ہوں، ہم صرف دو نہیں ہیں، ایک تیسرا (یعنی خدا) بھی ہمارے ساتھ ہے (مسلم فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)، اس تشفی آمیز فقرہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہو گیا اور ان کا مضطرب دل امداد غیبی کے تیقن پر لازوال جرات واستقلال سے مملو ہو گیا، خدا کی قدرت کہ کفار جو تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچے تھے، ان کو مطلق محسوس نہ ہوا کہ ان کا گوہر مقصود اسی کان میں پنہاں ہے اور وہ ناکام واپس چلے گئے۔

چوتھے روز یہ کارواں آگے روانہ ہوا، اب اس میں بجائے دو کے چار آدمی تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو راستہ کی خدمات کے لئے پیچھے بٹھالیا ہے، عبد بن اریقط آگے آگے راستہ بتاتا جاتا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہبط وحی والہام کی حفاظت کے لئے کبھی آگے بڑھ جاتے ہیں اور کبھی پیچھے ہو جاتے ہیں، اسی اثنا میں سراقہ بن جعشم قریش کا ہرکارہ گھوڑا اڑاتا ہوا قریب پہنچ گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خوفزدہ ہو کر کہا "یارسول اللہ! یہ سوار قریب پہنچ گیا" ارشاد ہوا، غمگین نہ ہو، خدا ہمارے ساتھ ہے" بارگاہ رب العالمین میں دعا کی، اس کا اثر یہ ہوا کہ سراقہ کے گھوڑے کے پاوں زمین میں دھنس گئے، اتر کر پانسہ پھینک کر فال نکالی، جواب آیا کہ اس تعاقب سے دستبردار ہو جاو نہ مانا، پھر آگے بڑھا، پھر وہی واقعہ پیش آیا، مجبور ہو کر امان طلب کی اور واپس آ گیا۔ (بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت کثیر الاحباب تھے راہ میں بہت سے ایسے شناسا ملے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہ تھے وہ پوچھتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ آپ گول مول جواب دیتے کہ یہ ہمارے رہنما ہیں غرض اس طرح پہلی منزل ختم ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک سایہ دار چٹان کے نیچے فرش درست کر کے اپنے محبوب آقا کے لئے استراحت کا سامان بہم پہنچایا اور خود کھانے کی تلاش میں نکلے، اتفاق سے ایک گڈریا اسی چٹان کی طرف آرہا تھا اس سے پوچھا کہ یہ بکریاں کس کی ہیں؟ اس نے ایک شخص کا نام لیا پھر دریافت فرمایا کہ اس میں کوئی دودھاری بکری بھی ہے؟ اس نے کہا

ہاں: آپ نے فرمایا ہمیں دودھ دو گے؟ اس نے رضامندی ظاہر کی تو آپ نے ہدایت کی کہ پہلے تھن کو اور ہاتھوں کو گرد وغبار سے اچھی طرح صاف کرلو، اس نے حسب ہدایت وہ دودھ دوہ کر پیش کیا، آپ نے ٹھنڈا کرنے کے لئے اس میں تھوڑا سا پانی ملایا اور کپڑے سے چھان کر خدمت بابرکت میں لائے، آپ نے نوش کیا اور دوسری منزل کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ (ایضا)

اسی طرح یہ مختصر قافلہ دشمنوں کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا بارہویں ربیع الاول سنہ نبوت کے چودہویں سال مدینہ کے قریب پہنچا، انصار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا حال معلوم ہو چکا تھا وہ نہایت بے چینی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہر کے قریب پہنچے تو انصار استقبال کے لئے نکلے اور ہادی برحق کو حلقہ میں لے کر شہر قبا کی طرف بڑھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جلوس کو داہنی طرف مڑنے کا حکم دیا اور بنی عمرو بن عوف میں قیام پذیر ہوئے یہاں انصار جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر لوگوں کا استقبال کر رہے تھے ہیبت سے انصار جو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے وہ غلطی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہونے لگے یہاں تک کہ جب آفتاب سامنے آنے لگا اور جاں نثار خادم نے بڑھ کر اپنی چادر سے آقائے نامدار پر سایہ کیا تو اس وقت خادم ومخدوم میں امتیاز ہو گیا اور لوگوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا۔

(بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں چند روز مقیم رہ کر مدینہ تشریف لائے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ آئے اور حضرت خارجہ بن زید ابن ابی زہیر رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش ہوئے (طبقات ابن سعد قسم اول جز و ثالث) کچھ عرصہ کے بعد آپ کے اہل وعیال بھی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے، (ایضا) لیکن مدینہ کی آب وہوا مہاجرین کے لئے نہایت ناموافق ہوئی، خصوصا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسے شدید بخار میں مبتلا ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہو گئے، ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حال پوچھا تو اس وقت یہ شعر وردِ زبان تھا۔

كل امرء مصبح فی اهله والموت ادنی من شراك نعله

ہر آدمی اس حالت میں ساتھ اپنے اہل وعیال میں صبح کرتا ہے کہ موت جوتے کے تسمہ سے بھی قریب ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ حال دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کیفیت عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد وصححها وبارك لنا فی صاعها ومدها وانقل حماها فاجعلها بالجحفة۔ (بخاری باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ)

اے خدا تو مکہ کی طرح یا اس سے بھی زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر، اسکو بیماریوں سے پاک فرما، اسکے صاع اور مد میں برکت دے اور اس کے (وبائی) بخار کو جحفہ میں منتقل کر دے"

دعا مقبول ہوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بستر مرض سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی ہوا مہاجرین کے لئے مکہ سے بھی

زیادہ خوش آئند ہوگئی۔

مواخات

مدینہ پہنچنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کی باہمی اجنبیت وبیگانگی دور کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بھائی چارہ کرا دیا، اس مواخات میں طرفین کے اعزاز ومرتبہ کا خاص طور پر لحاظ کیا گیا؛ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی برادری حضرت حارثہ بن زہیر رضی اللہ عنہ سے قائم کی گئی جو مدینہ میں ایک معزز شخصیت کے آدمی تھے۔

(اسد الغابہ تذکرہ خارجہ بن زہیر رضی اللہ عنہ)

تعمیر مسجد

مدینہ اسلام کے لئے آزادی کی سرزمین تھی، فرزندان توحید جو کفار کے خوف سے ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے آہستہ آہستہ اس مرکز پر جمع ہونے لگے اور اب آزادی واجتماع کے ساتھ معبود حقیقی کی پرستش کا موقع حاصل ہوا، اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے تعمیر مسجد کا خیال پیدا ہوا، اس کے لئے جو زمین منتخب ہوئی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی، گو ان کے اولیاء واقرباء بلا قیمت پیش کرنے پر مصر تھے، تاہم رحمت اللعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یتیموں کا مال لینا پسند نہ فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس کی قیمت دلوادی۔ (فتح الباری)

اس طرح مدینہ پہنچنے کے بعد بھی سب سے پہلی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کے ابر کرم نے اسلام کے لئے جود وسخا کی بارش کی قیمت ادا کرنے کے علاوہ یہ پیرمرد اس کی تعمیر میں بھی نوجوانوں کے دوش بدوش سرگرم کار رہا۔

غزوات ودیگر حالات

مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کی بے بسی اور مظلومیت کا دور ختم ہو چکا تھا اور آزادی کے ساتھ دین متین کی نشر واشاعت کا وقت آ گیا تھا؛ لیکن عرب کی جنگجو قوم مذہب کی حقانیت اور صداقت کو بھی تیر وتفنگ اور نوک سناں سے وابستہ سمجھی جاتی تھی اس لئے اس نے ہمیشہ علمبردار اسلام کو اپنی جنگ جوئی سے منبر وعظ وہدایت کو چھوڑ کر میدان رزم میں آنے کے لئے مجبور کیا؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد سے فتح مکہ تک خونریز جنگوں کا سلسلہ جاری رہا اور ان سب لڑائیوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک مشیر ووزیر باتدبیر کی طرح ہمیشہ شرف ہمرکابی سے مشرف رہے۔

غزوہ بدر

غزوہ بدر حق وباطل کا اول اور فیصلہ کن معرکہ تھا، خدا کا برگزیدہ پیغمبر ایک سایہ دار جگہ کے نیچے اپنی محدود جماعت کے ساتھ حق وصداقت کی حمایت میں سرگرم کارزار تھا اور وہی پیرمرد جس نے اپنے وعظ سے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ بن الجراح اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جیسے اولوالعزم اکابر صحابہ کو حلقہ بگوش اسلام بنالیا تھا نہایت جاں بازی کے ساتھ تیغ بکف اپنے ہادی کی حفاظت میں مصروف تھا، کفار ومشرکین ہر طرف سے نرغہ کرتے آتے اور یہ ایک ایک کو شجاعت خداداد سے بھگا دیتا تھا۔

(زرقانی ج ا غزوہ بدر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی کثرت دیکھ کر محزون ہوتیا ور سربسجود ہو کر خدا سے دعا فرماتے" اے خدا مجھ کو بے یارومددگار نہ چھوڑ اور اپنا عہد پورا کر، اے خدا کیا تو چاہتا ہے کہ آج سے تیری پرستش نہ ہو" اس عالم حزن ویاس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدیم مونس باوفا اور ہمدم غمگسار شمشیر برہنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں مصروف ہوتا اور تسلی اور دلدہی کے کلمات اس کی زبان پر جاری ہوتے۔(ایضا)

اس خوفناک جنگ میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری سے غافل نہ ہوئے، ایک دفعہ ردائے مبارک شانہ اقدس سے گرگئی، فوراً تڑپ کر آئے اور اٹھا کر شانہ پر رکھ دی، پھر رجز پڑھتے ہوئے غنیم کی صف میں گھس گئے، درحقیقت یہی وہ وارفتگی جوش اور حب رسول کا جذبہ تھا جس نے قلت کو کثرت کے مقابلہ میں سربلند کیا۔(فتح الباری)

اس جنگ میں مال غنیمت کے علاوہ تقریباً ستر قیدی ہاتھ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ سب قتل کردیئے جائیں؛ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ سب اپنے ہی بھائی بند ہیں اس لئے ان کے ساتھ رحم وتلطف کا برتاد کرنا چاہئے اور فدیہ لے کر ان کو آزاد کردینا چاہئے، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پسند آئی۔(مسلم باب امداد الملائکۃ وغزوہ بدر)

غزوہ اُحد

بدر کی شکست قریش مکہ کے دامن شجاعت پر ایک نہایت بدنما دھبہ تھا، انہوں نے جوش انتقام میں نہایت عظیم الشان تیاریاں کیں؛ چنانچہ معرکہ احد اسی جوش کا نتیجہ تھا، اس جنگ میں مجاہدین اسلام باوجود قلت تعداد پہلے غالب آئے؛ لیکن اتفاقی طور پر پانسہ پلٹ گیا، بہت سے مسلمانوں کے پائے ثبات متزلزل ہوگئے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آخر وقت تک ثابت قدم رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت مجروح ہوئے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، ابوسفیان نے پہاڑ کے قریب آکر پکارا کیا قوم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ کوئی جواب نہ ملا تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا، (بخاری باب غزوہ احد) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو رئیس امت سمجھتے تھے۔

اختتام جنگ کے بعد کفار مکہ واپس ہوئے تو ایک جماعت انکے تعاقب میں روانہ کی گئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اس میں شامل تھے، (بخاری باب المغازی باب الذین استجابوا للہ والرسول) غزوہ احد کے بعد بنو نضیر کی جلاوطنی، غزوہ خندق اور جو دوسرے غزوات پیش آئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سب میں برابر کے شریک تھے۔

غزوہ مصطلق اور واقعہ افک

۶ ھ میں غزوہ بنی مصطلق پیش آیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، یہ مہم کامیابی کے ساتھ واپس آئی اور شب کے وقت مدینہ کے قریب تمام لشکر نے پڑاؤ ڈالا صبح کے وقت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئیں، واپس آئیں تو دیکھا

کر گلے کا ہار کہیں گر گیا، تلاش کرتی ہوئی پھر اس طرف چلیں، لیکن جب ڈھونڈ کر پڑاو پر واپس پہنچیں تو لوگ روانہ ہو چکے تھے، اسی سے غمگین وملول بیٹھ گئیں، اتفاقاً صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ نے جو نہایت ضعیف اور بوڑھے آدمی تھے اور عموماً کوچ کے بعد قیام گاہ کا جائزہ لے کر سب سے پیچھے روانہ ہوتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ لیا اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لائے۔

منافقین کی جماعت نے جو عموماً اپنی مفسدہ پردازی فتنہ انگیزی سے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرتی رہتی تھی اس واقعہ کو نہایت مکروہ صورت میں مشتہر کیا، دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہ نبوت میں جو غیر معمولی رسوخ، تقرب اور اعزاز حاصل تھا، اس لئے بعض مسلمانوں کو بھی آمادہ رشک کر دیا تھا؛ چنانچہ انہوں نے بھی اس افتراء میں منافقین کی تائید کی سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک پروردہ نعمت اور عزیز مسطح بن اثاثہ جس کے دواب تک متکفل تھے اس سازش میں افترا پردازوں کا ہم آہنگ تھا۔

عزت وآبرو انسان کو دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، اسی بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے نہایت روح فرسا آزمائش تھی، لیکن خدائے پاک نے بہت جلد اس سے نجات دیدی اور وحی الٰہی نے اس شرمناک بہتان کی اس طرح قلعی کھولی:

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲۴:۱۱)

جن لوگوں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگائی وہ تمہاری ہی جماعت سے ہیں اسکو تم اپنے لئے شر نہ سمجھو؛ بلکہ وہ تمہارے لئے خیر ہے ان میں ہر شریک گناہ کو بقدر شرکت سزا ملے گی اور ان میں سے جس نے بہت زیادتی کی ہے اس پر سخت عذاب ہوگا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس برات کے بعد مسطح بن اثاثہ کی کفالت سے دستبردار ہو گئے اور فرمایا خدا کی قسم: اس فتنہ پردازی کے بعد اس کی کفالت نہیں کرسکتا لیکن جب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (النور: ۲۴:۲۲)

تم میں بڑے اور صاحب قدرت لوگ رشتہ داروں مساکین اور مہاجرین کو امداد نہ دینے کی قسم نہ کھائیں اور چاہئے کہ (انکے قصور) معاف کریں اور ان سے درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو بخش دے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحمت والا ہے"

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا" خدا کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھے بخش دے اور قسم کھائی کہ اب ہمیشہ اس کا کفیل رہوں گا۔ (یہ تمام تفصیل بخاری باب حدیث الافک سے ماخوذ ہے)

واقعہ حدیبیہ

اسی سال یعنی ۶ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ کے ساتھ زیارت کعبہ کا عزم فرمایا جب مکہ کے قریب پہنچے تو خبر ملی کہ قریش مزاحم ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ

عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ قتل وخونریزی نہیں؛ بلکہ زیارت کعبہ کے قصد سے روانہ ہوئے ہیں اس لئے تشریف لے چلئے جو کوئی اس راہ میں سدِّ راہ ہوگا ہم اس سے لڑیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بسم اللہ چلو غرض آگے بڑھ کر مقام حدیبیہ میں پڑاوڈالا گیا اور طرفین سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اسی اثناء میں مشہور ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو سفیر ہوکر گئے تھے شہید ہوگئے، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جاں نثاروں سے جہاد کی بیعت لی، یہی وہ بیعت ہے جو تاریخ اسلام میں" بیت رضوان" کے نام سے مشہور ہے۔ (بخاری باب غزوہ حدیبیہ)

قریش مکہ ان تیاریوں سے خوفزدہ ہوکر کچھ نرم پڑ گئے اور مصالحت کیخیال سے عروہ بن مسعود کو سفیر بنا کر بھیجا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے کہا" محمد! خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ ایسے چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہوں کہ وقت پڑیگا تو وہ تم سب کو چھوڑ کر الگ ہوجائیں گے، اس جملہ نے جاں نثاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نشتر کا کام کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے حلیم الطبع بزرگ نے برہم ہوکر کہا کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، عروہ نے انجان بن کر پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ، اس نے مخاطب ہوکر کہا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں تمہارا زیر بار احسان نہ ہوتا تو تمہیں نہایت سخت جواب دیتا۔ (بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب)

حدیبیہ میں جو معاہدہ طے پایا وہ بظاہر کفار کے حق میں زیادہ مفید تھا، اس بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہایت اضطراب ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کفار سے اس قدر دب کر کیوں صلح کی جاتی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محرم اسرار نبوت تھے، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نافرمانی نہیں کرسکتے اور وہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معین وناصر ہے۔ (ایضا)

اس معاہدہ کے باعث قریش مکہ سے کچھ اطمینان ہوا تو ۷ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی پہلے حضرت ابوبکر صدیق سپہ سالار تھے؛ لیکن درحقیقت یہ کارنامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مقدر ہوچکا تھا؛ چنانچہ خیبر ان ہی کے ہاتھ مفتوح ہوا (بخاری باب مناقب علی بن ابی طالب) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی سال ماہ شعبان میں بنی کلاب کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے، (زرقانی) وہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس آئے تو بنوفزارہ کی تنبیہ کے لئے ایک جماعت کے ساتھ روانہ کئے گئے اور بہت سے قیدی اور مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ (مسلم باب التنفیل وفاء المسلمین بالاساری)

قریش مکہ کی عہد شکنی کے باعث ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار کی جماعت سے مکہ کا قصد فرمایا اور فاتحانہ جاہ وجلال سے مکہ میں داخل ہوئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے، مکہ پہنچ کر اپنے والد ابوقحافہ عثمان بن عامر کو دربار نبوت میں پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر نور ایمان سے مشرف فرمایا۔

(اصابہ تذکرہ ابوقحافہ عثمان بن عامر)

مکہ سے واپسی کے وقت بنوہوازن سے جنگ ہوئی جو عموماً غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس میں بھی ثابت قدم اصحاب کی صف میں شامل تھے، یہاں سے بڑھ کر طائف کا محاصرہ ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند

حضرت عبداللہ اسی محاصرہ میں عبداللہ بن محجن ثقفی کے تیر سے زخمی ہوئے اور آخر کار یہی زخم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوائل خلافت میں ان کی شہادت کا باعث ہوا۔ (اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)

۹ھ میں افواہ پھیلی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے چونکہ مسلسل جنگوں کے باعث یہ نہایت عسرت وتنگ حالی کا زمانہ تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی تیاریوں کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حسب حیثیت اس میں شرکت کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دولتمند تھے اس لئے بہت کچھ دیا؛ لیکن اس موقع پر بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا امتیاز قائم رہا، گھر کا سارا اثاثہ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے،

(ابوداود کتاب الزکوٰۃ: مطبوعہ مصر)

غرض اس سرمایہ سے ایک عظیم الشان فوج تیار ہوگئی اور حدود شام کی طرف بڑھی؛ لیکن تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اس لئے سب لوگ واپس آگئے۔ (طبقات ابن سعد حصہ مغازی)

امارت حج

اسی سال یعنی ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امارت حج کے منصب پر مامور فرمایا اور ہدایت کی کہ منی کے عظیم الشان اجتماع میں اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے،

چونکہ سورہ برات اسی زمانہ میں نازل ہوئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر اس کو سنانے کے لئے بھیجے گئے تھے اس لئے بعضوں کو یہ شک پیدا ہوگیا ہے کہ امارت حج کی خدمت بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو تفویض کی گئی تھی؛ لیکن یہ شدید غلطی ہے کیونکہ یہ دو مختلف خدمتیں تھیں؛ چنانچہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس شرف کے تنہا مالک تھے۔ (فتح الباری)

مرض الموت اور استخلاف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ابھی صرف سوا دو برس ہوئے تھے اور اس قلیل عرصہ میں مدعیان نبوت، مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی کے بعد فتوحات کی ابتداء ہی ہوئی تھی کہ پیام اجل پہنچ گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ ایک دن جب کہ موسم نہایت سرد وخنک تھا، آپ نے غسل فرمایا غسل کے بعد بخار آگیا اور مسلسل پندرہ دن تک شدت کے ساتھ قائم رہا، اس اثناء میں مسجد میں تشریف لانے سے بھی معذور ہوگئے؛ چنانچہ آپ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ امامت کی خدمت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

مرض جب روز بروز بڑھتا گیا اور افاقہ سے مایوسی ہوتی گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلاکر جانشینی کے متعلق مشورہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کے اہل ہونے میں کس کو شبہ

ہوسکتا ہے، لیکن وہ کسی قدر متشدد ہیں" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا" میرے خیال میں عمر رضی اللہ عنہ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے" لیکن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد کے باعث پس وپیش تھی؛ چنانچہ حضرت طلحہ عیادت کے لئے آئی تو شکایت کی کہ آپ عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، حالانکہ جب آپ کے سامنے وہ اس قدر متشدد تھے تو خدا جانے آئندہ کیا کریں گے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا" جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو ان کو خود نرم ہونا پڑے گا۔" اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے کہا، آپ عمر رضی اللہ عنہ کے تشدد سے واقف ہونے کے باوجود ان کو جانشین کرتے ہیں، ذرا سوچ لیجئے آپ خدا کے یہاں جارہے ہیں وہاں کیا جواب دیجئے گا۔" فرمایا" میں عرض کروں گا خدایا میں نے تیرے بندوں میں سے اس کو منتخب کیا ہے جو ان میں سب سے اچھا ہے۔"

غرض سب کی تشفی کر دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر عہد نامہ خلافت لکھوانا شروع کیا، ابتدائی الفاظ لکھے جاچکے تھے غش آگیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام اپنی طرف سے بڑھا دیا، تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پڑھ کر سناؤ، انہوں نے پڑھا تو بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور کہا خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے میرے دل کی بات لکھ دی، غرض عہد نامہ مرتب ہو چکا تو اپنے غلام کو دیا کہ مجمع عام میں سنا دے اور خود بالا خانہ پر تشریف لے جا کر تمام حاضرین سے فرمایا کہ میں نے اپنے عزیز بھائی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے؛ بلکہ اس کو منتخب کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے، تمام حاضرین نے اس حسن انتخاب پر سمعنا وطعنا کہا، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر نہایت مفید نصیحتیں کیں جو ان کی کامیاب خلافت کے لئے نہایت عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔

(طبقات ابن سعد قسم اول ج وصیت ابوبکر رضی اللہ عنہ)

اس فرض سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ذاتی اور خانگی امور کی طرف توجہ کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو انہوں نے مدینہ یا بحرین کے نواح میں اپنی جاگیر دیدی تھی؛ لیکن خیال آیا کہ اس سے دوسرے وارثوں کی حق تلفی ہوگی، اس لئے فرمایا" جان پدر! افلاس وامارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب رہی ہو؛ لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے، کیا تم اس میں اپنے بھائی بہنوں کو شریک کرلوگی؟" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حامی بھرلی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے قرض کی ادائیگی کے لئے وصیت فرمائی اور کہا کہ ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا! میرے مرتے ہی یہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی جائیں؛ چنانچہ یہ تمام چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ میری تجہیز وتکفین سے فارغ ہو کر دیکھنا کوئی اور چیز تو نہیں رہ گئی ہے، اگر ہو تو اس کو بھی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا، گھر کا جائزہ لیا گیا تو بیت المال کی کوئی اور چیز کاشانہ صدیقی سے برآمد نہیں ہوئی (طبقات ابن سعد)

تجہیز وتکفین سے متعلق فرمایا کہ اس وقت جو کپڑا بدن پر ہے اسی کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا، عائشہ نے عرض کیا

کہ یہ تو پرانا ہے، کفن کے لئے نیا ہونا چاہئے، فرمایا" زندے مردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حق دار ہیں میرے لئے یہی پھٹا پرانا بس ہے"۔

اس کے بعد پوچھا آج دن کون سا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا دوشنبہ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس روز ہوا تھا؟ کہا گیا کہ دوشنبہ کے روز" فرمایا تو پھر میری آرزو ہے کہ آج ہی رات تک اس عالم فانی سے رحلت کر جاوں چنانچہ یہ آخری آرزو بھی پوری ہوئی، یعنی دوشنبہ کا دن ختم کر کے منگل کی رات کو تریسٹھ برس کی عمر میں اواخر جمادی الاول ۱۳ھ کو رہ گزین عالم جاوداں ہوئے۔ (طبقات ابن سعد)

وصیت کے مطابق رات ہی کے وقت تجہیز وتکفین کا سامان کیا گیا، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی؛ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا اور اس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق زندگی آپ کے پہلو میں مدفون ہو کر دائمی رفاقت کے لئے جنت میں پہنچ گیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

میں نے جس شخص پر اسلام پیش کیا اس نے پس وپیش سے کام لیا مگر ایک واحد ابو بکر تھے جنہوں نے میری ایک آواز پر لبیک کہا اور اسلام قبول کیا۔

ابو بکر کے مال نے مجھے جتنا نفع پہنچایا اتنا نفع مجھے کسی کے مال سے نہیں پہنچا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے روتے ہوئے عرض کیا " یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اور میرا مال سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔

میں اگر اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست وخلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔

ایک موقع پر سرکار صلی اللہ وعلیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج سے مسجد نبوی میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیئے جائیں آئندہ صرف ابو بکر کا دروازہ کھلا رکھا جائے گا۔

آپ امت پر اتنے شفیق تھے کہ ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" میری امت پر ان میں سب سے مہربان ابو بکر ہیں۔" (ترمذی)

تم (ابو بکر صدیق) غار میں بھی میرے ساتھ رہے اور بروز قیامت حوض کوثر پر بھی میرے ہمراہ ہوگے۔ (ترمذی)

انبیاء کرام کے سوائے سورج کبھی ابو بکر سے بہتر آدمی پر طلوع نہیں ہوا۔

کسی قوم کے لئے بہتر نہیں کہ ان میں ابو بکر ہوں اور ان کی امامت کوئی دوسرا کرے۔

اے ابو بکر! تم کو اللہ جل شانہ نے آتش جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ اسی روز سے آپ کا لقب عتیق مشہور ہو گیا۔

ایک روز آپ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:" یا رسول اللہ! کیا کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کو بروز قیامت جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟" ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" ہاں ابو بکر! مجھے امید ہے کہ تم انہی لوگوں میں سے

ہو"۔(بخاری)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا" ہم نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ چکا دیا مگر ابوبکر کے احسانات ایسے ہیں کہ ان کا بدلہ اللہ جل شانہ ہی عطا فرمائے گا"۔

آپ کو یہ اعزاز بھی تنہا حاصل ہے کہ آپ کی مسلسل چار نسلوں کو شرف صحابیت حاصل ہوا۔ آپ کے والد گرامی حضرت ابی قحافہ آپ خود، آپ کے صاحبزادے عبدالرحمن اور پوتے ابو عتیق محمد بھی شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی آپ پر کسی دوسرے کو فضیلت نہیں دی۔

صحابہ کی نظر میں

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ" حضرت ابوبکر ہمارے سردار، ہمارے بہترین فرد، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق نے ارشاد فرمایا کہ" اگر ابوبکر شب ہجرت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور مرتدین سے قتال کا کارنامہ مجھے دے کر میری ساری عمر کے اعمال لے لیں تو میں سمجھوں گا کہ میں ہی فائدے میں رہا"۔

حضرت عمر ارشاد فرماتے ہیں کہ" ابوبکر نے ایسا راستہ اختیار کیا کہ اپنے بعد آنے والے کو مشقت میں ڈال گئے"۔

اس عظیم خلیفہ نے ہر معاملے میں اپنا وہ ہی معیار رکھا جو اس وقت کسی عام مزدور کا ہوا کرتا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس رب کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول بنا کر بھیجا اور ابوبکر سے اس کی تصدیق کروائی۔(تاریخ الخلفاء)

حضرت معصب بن عمیر فرماتے ہیں" اس امر پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہے کیونکہ آپ نے بے خوف ونڈر رہو کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اس میں کسی قسم کی کوئی جھجک سرزد نہیں ہوئی۔

وفات

22 جمادی الثانی 13 ہجری بمطابق 23 اگست 634ء کو آپ نے 63 برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔۔ اپنی وفات سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو ترغیب دی کی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیں۔ لوگوں نے آپ کی ہدایت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ وفات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام رقم جو کہ بطور وظیفہ آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے دوران خلافت لی تھی اپنی وراثت سے بیت المال کو واپس کر دی۔۔ آپ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور گیارہ دن تھی۔ زندگی میں جو عزت واحترام آپ کو ملا۔ بعد وصال بھی آپ اسی کے مستحق ٹھہرے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلمکے پہلو میں محو استراحت ہوئے۔ آپ کی لحد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب اس طرح بنائی گئی کہ آپ کا سر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک تک آتا ہے۔

اقوال

تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی تحقیر نہ کرے، کیونکہ اللہ جل شانہ کے نزدیک ادنی درجے کا مسلمان بھی اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔ ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں، بے نیازی کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں پایا۔ اللہ جل شانہ وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لیے کئے جائیں۔ جس نے پنج وقتہ نمازیں پابندی وقت کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کیں تو وہ اللہ کی حفاظت میں آ گیا۔ اے لوگو! اللہ کے خوف سے رو، اگر رونہ سکو تو رونے کی کوشش ضرور کرو۔ مسلمان کا حق مارنے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ جس جسم کی غذا حرام ہو وہ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ سچ بولنا اور نیکی کرنا جنت اور جھوٹ بولنا اور بدکاری کرنا دوزخ ہے۔ جس کام کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا وعدہ فرمایا ہے اس کے کرنے میں جلدی کرو۔

4633 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَأَبَى أَنْ يُخْبِرَهُ

✧✧ عبیداللہ بن عبداللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی واقعہ نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتانے سے انکار کر دیا۔

4634 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ رُؤْيَا فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا رَأَيْتُ كَأَنَّ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ أَنْتَ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحْتَ أَنْتَ بِأَبِي بَكْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَأَبُو بَكْرٍ فَرَجَحَ أَبُو بَكْرٍ وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَحَ عُمَرُ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيزَانُ فَرَأَيْنَا الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا: تم میں سے کس شخص نے کیا خواب دیکھا ہے؟ تو ایک شخص نے عرض کی! میں نے دیکھا ہے جیسے ایک ترازو آسمان سے نازل ہوا ہے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا۔ آپ کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری تھا، پھر میزان اٹھالیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔

4635 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ أَيُّكُمْ رَأَى رُؤْيَا فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَ فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي فَسَاءَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ

4634- حديث حسن، وهذا إسناد رجاله ثقات إلا أن فيه عنعنة الحسن - وهو ابن أبي الحسن البصري - لكن بانضمام هذا الاسناد إلى ما بعده يحسن الحديث إن شاء الله. الأشعث: هو ابن عبد الملك الحمراني، ومحمد بن عبد الله الأنصاري: هو ابن المثنى. وأخرجه الترمذي (2440)، والنسائي في "الكبرى" (8080)

الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ

❖❖ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کس شخص نے کیا خواب دیکھا ہے؟

اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذکر نہیں ہے۔ تاہم یہ الفاظ ہیں کہ یہ بات آپ کو پسند نہیں آئی (یعنی آپ نے اس برا سمجھا)

آپ نے فرمایا: یہ خلافتِ نبوت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا حکومت عطا کردے گا۔

4636 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرِيَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ صَالِحٌ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ نِيطَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِيطَ عُمَرُ بِأَبِي بَكْرٍ وَنِيطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ قَالَ جَابِرٌ فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا أَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا تَنَوُّطُ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ فَهُمْ وُلَاةُ هَذَا الْأَمْرِ الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ يُونُسُ وَشُعَيْبٌ لَمْ يَذْكُرَا عَمْرَو بْنَ أَبَانَ

❖❖ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گزشتہ رات ایک نیک شخص کو خواب میں دکھایا گیا کہ ابوبکر کو اللہ کے رسول کے ساتھ منسلک کردیا گیا ہے۔ عمر کو ابوبکر کے ساتھ منسلک کردیا گیا ہے اور عثمان کو عمر کے ساتھ منسلک کردیا گیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے تو ہم نے کہا: اس نیک شخص سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان حضرات کو ایک دوسرے سے منسلک کرنے کا مطلب اس معاملے (حکومت) کا نگران ہونا ہے جس کے ہمراہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث کیا ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یونس اور شعیب (نامی راوی) نے عمرو (نامی راوی) کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

4637 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دَلْوًا دُلِّيَ مِنَ السَّمَاءِ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ شُرْبًا ضَعِيفًا ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ حَتَّى تَضَلَّعَ ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَشَرِبَ حَتَّى تَضَلَّعَ ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِعَرَاقِيهَا فَانْتَشَطَتْ وَانْتَضَحَ عَلَيْهِ مِنْهَا شَيْءٌ

❖❖ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ گویا ایک ڈول ہے جسے آسمان سے لٹکایا گیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے اس کے دونوں کناروں کو تھام

لیا اور اس کو کمزوری کے ساتھ پیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے اس کے دونوں کناروں کو تھاما اور اس کو خوب اچھی طرح پیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے بھی اس کے دونوں کناروں کو اچھی طرح تھاما اور اسے اچھی طرح سے پی لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے اس کے دونوں کناروں کو تھاما اور وہ ہل گیا اور اس کا کچھ پانی ان پر چھلک گیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور خاندان

عمر نام، ابوحفص کنیت، فاروق لقب، والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام ختمہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مسالک (اصابہ) عدی کے دوسرے بھائی مرہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں، اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔

حضرت عمر کا خاندان ایام جاہلیت سے نہایت ممتاز تھا، آپ کے جداعلی عدی عرب کے باہمی منازعات میں ثالث مقرر ہوا کرتے تھے اور قریش کو کسی قبیلہ کے ساتھ کوئی ملکی معاملہ پیش آجاتا تو سفیر بن کر جایا کرتے تھے اور یہ دونوں منصب عدی کے خاندان میں نسلا بعد نسل چلے آرہے تھے، ددھیال کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ ننہیال کی طرف سے بھی نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ کی والدہ ختمہ، ہاشم بن مغیرہ کی بیٹی تھیں اور مغیرہ اس درجہ کے آدمی تھے کہ جب قریش کسی قبیلہ سے نبرد آزمائی کے لئے جاتے تھے تو فوج کا اہتمام ان ہی کے متعلق ہوتا تھا۔ (عقد الفرید باب فضائل العرب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس برس پہلے پیدا ہوئے، ایام طفولیت کے حالات پردہ خفا میں ہیں؛ بلکہ سن رشد کے حالات بھی بہت کم معلوم ہیں، شباب کا آغاز ہوا تو ان شریفانہ مشغلوں میں مشغول ہوئے جو شرفائے عرب میں عموما رائج تھے، یعنی نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور خطابت میں مہارت پیدا کی، خصوصاً شہسواری میں کمال حاصل کیا، اسی زمانہ میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا؛ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (استیعاب تذکرہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)

تعلیم وتعلم سے فارغ ہونے کے بعد فکر معاش کی طرف متوجہ ہوئے، عرب میں لوگوں کا ذریعہ معاش زیادہ تر تجارت تھا، اسلئے انہوں نے بھی یہی شغل اختیار کیا اور اسی سلسلہ میں دور دور ممالک کا سفر کیا، اس سے آپ کو بڑے تجربے اور فوائد حاصل ہوئے، آپ کی خودداری بلند حوصلگی، تجربہ کاری اور معاملہ فہمی اسی کا نتیجہ تھی اور ان ہی اوصاف کی بنا پر قریش نے آپ کو سفارت کے منصب پر مامور کر دیا تھا، قبائل میں جب کوئی پیچیدگی پیدا ہو جاتی تھی تو آپ ہی سفیر بن کر جاتے تھے اور اپنے غیر معمولی فہم وتدبر اور تجربہ سے اس عقدہ کو حل کرتے تھے۔ (فتوح البلدان بلاذری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ستائیسواں سال تھا کہ ریگستان عرب میں آفتاب اسلام روشن ہوا اور مکہ کی گھاٹیوں سے توحید کی صدا بلند ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے یہ آواز نہایت نامانوس تھی اس لئے سخت برہم ہوئے، یہاں تک کہ جس کی نسبت معلوم

ہوجاتا کہ یہ مسلمان ہوگیا ہے اس کے دشمن بن جاتے، ان کے خاندان کی ایک کنیز بسینہ نامی مسلمان ہوگئی تھی، اس کو اتنا مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے، بسینہ کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا زدوکوب سے دریغ نہیں کرتے تھے؛ لیکن اسلام کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اتر جاتا، ان تمام سختیوں پر ایک شخص کو بھی وہ اسلام سے بددل نہ کرسکے۔

اسلام اور ہجرت

قریش کے سربرآوردہ اشخاص میں ابوجہل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں سب سے زیادہ سرگرم تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ان ہی دونوں کے لئے اسلام کی دعا فرمائی :اللهم اعز الاسلام باحد الرجلين اما ابن هشام واما عمر بن الخطاب (جامع ترمذی مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

خدایا اسلام کو ابوجہل یا عمر بن الخطاب سے معزز کر، مگر یہ دولت تو قسام ازل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قسمت میں لکھ دی تھی، ابوجہل کے حصہ میں کیونکر آتی؟ اس دعائے مستجاب کا اثر یہ ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد اسلام کا یہ سب سے بڑا دشمن اس کا سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا جاں نثار بن گیا، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن دولت ایمان سے بھر گیا" ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ" تاریخ وسیر کی کتابوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تفصیلات اسلام میں اختلاف ہے۔

ایک مشہور واقعہ جس کو عام طور پر ارباب سیر لکھتے ہیں، یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی انتہائی سختیوں کے باوجود ایک شخص کو بھی اسلام سے بددل نہ کرسکے تو آخر کار مجبور ہوکر (نعوذ باللہ) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا اور تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ کی طرف چلے راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے، ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے؟ بولے" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں، انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لاچکے ہیں" فوراً پلٹے اور بہن کے یہاں پہنچے، وہ قرآن پڑھ رہی تھیں، ان کی آہٹ پاکر چپ ہوگئیں اور قرآن کے اجزاء چھپالئے؛ لیکن آواز ان کے کان میں پڑچکی تھی، بہن سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی؟ بولیں کچھ نہیں، انہوں نے کہا میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہوگئے ہو، یہ کہہ کر بہنوئی سے دست وگریباں ہوگئے اور جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی، یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہوگیا؛ لیکن اسلام کی محبت پر ان کا کچھ اثر نہ ہوا" بولیں عمر جو بن آئے کرلو؛ لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا" ان الفاظ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر خاص اثر کیا، بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا، ان کے جسم سے خون جاری تھا، اسے دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی، فرمایا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ، فاطمہ رضی اللہ عنہ نے قرآن کے اجزاء سامنے لاکر رکھ دیئے، اٹھا کر دیکھا تو یہ سورۃ تھی:

"سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"

"زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں، وہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

ایک ایک لفظ پر ان کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے:

"اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"

خدااوراس کے رسول پر ایمان لاؤ

توبے اختیار پکار اٹھے "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰه"

یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان پر جو کوہ صفا کے نیچے واقع تھا پناہ گزین تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی، چونکہ شمشیر بکف تھے، صحابہ کو تردد ہوا؛ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا آنے دو، مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اوران کا دامن پکڑ کر فرمایا" کیوں عمر! کس ارادے سے آئے ہو؟ نبوت کی پر جلال آواز نے ان کو کپکپا دیا، نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا ایمان لانے کے لئے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ اس زور سے مارا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ (سیرۃ النبی ج:۱۰۰ بحوالہ اسد الغابہ وابن عساکر وکامل ابن اثیر)

یہی روایت تھوڑے سے تغیر کے ساتھ دار قطنی، ابویعلی، حاکم اور بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی میں سورہ حدید کی آیہ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے، دوسری میں سورہ طٰہٰ کی یہ آیت ہے:

"اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ"

"میں ہوں خدا کوئی نہیں معبود؛ لیکن میں، تو مجھ کو پوجو اور میری یاد کے لئے نماز کھڑی کرو"۔

جب اس آیت پر پہنچے تو بے اختیار لا الہ الا اللہ پکار اٹھے اور در اقدس پر حاضری کی درخواست کی؛ لیکن یہ روایت دو طریقوں سے مروی ہے اور دونوں میں ایسے رواۃ ہیں جو قبول کے لائق نہیں؛ چنانچہ دار قطنی نے اس روایت کو مختصراً لکھا ہے کہ اس کا ایک راوی قاسم بن عثمان بصری قوی نہیں۔ (دار قطنی باب الطہارۃ للقرآن)

ذہبی نے مستدرک حاکم کے استدلال میں لکھا ہے کہ روایت واہی ومنقطع ہے (مستدرک حاکم) ان دونوں روایتوں کے مشترک راوی اسحاق بن یوسف، قاسم بن عثمان، اسحاق بن ابراہیم الحسینی اور اسامہ بن زید بن اسلم ہیں اور یہ سب کے سب پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔

ان روایتوں کے علاوہ مسند ابن حنبل میں ایک روایت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جو گو ایک تابعی کی زبان سے مروی ہے تاہم اس باب میں سب سے زیادہ محفوظ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھیڑنے نکلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھ کر مسجد حرام میں داخل ہوگئے اور نماز شروع کردی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ الحاقہ تلاوت فرمائی، میں کھڑا سنتا رہا اور قرآن کے نظم واسلوب سے حیرت میں تھا، دل میں کہا جیسا قریش کہا کرتے ہیں، خدا کی قسم یہ شاعر ہے، ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

"اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ"

"یہ ایک بزرگ قاصد کا کلام ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں، تم بہت کم ایمان رکھتے ہو۔"

میں نے کہا یہ تو کاہن ہے، میرے دل کی بات جان گیا ہے، اس کے بعد ہی یہ آیت پڑھی:

"وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ"

"یہ کاہن کا کلام بھی نہیں تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو، یہ تو جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے"۔

آپ نے یہ سورۃ آخر تک تلاوت فرمائی اوراس کو سن کراسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔ (مسند ابن حنبل)

اس کے علاوہ صحیح بخاری میں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ روایت ہے کہ بعثت سے کچھ پہلے یا اس کے بعد ہی وہ ایک بت خانہ میں سوتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک بت پر ایک قربانی چڑھائی گئی اوراس کے اندر سے آواز آئی، اے جلیح ایک فصیح البیان کہتا ہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. اس آواز کا سننا تھا کہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے؛ لیکن میں کھڑا رہا کہ دیکھوں اس کے بعد کیا ہوتا ہے کہ پھر وہی آواز آئی، اس واقعہ پر تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں میں چرچا ہوا کہ یہ نبی ہیں۔

(باب بنیان الکعبہ باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ)

اس روایت میں اس کا بیان نہیں ہے کہ اس آواز کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کیا اثر ہوا۔

پہلی عام روایت بھی اگر صحیح مان لی جائے تو شاید واقعہ کی ترتیب یہ ہوگی کہ اس ندائے غیب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لبیک نہیں کہا اوراس کا کوئی تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت سے وہ نہ پیدا کر سکے کہ اس میں ان کی رسالت اور نبوت کا کوئی ذکر نہ تھا تاہم چونکہ توحید کا ذکر تھا اس لئے ادھر میلان ہوا ہوگا؛ لیکن چونکہ ان کو قرآن سننے کا موقع نہیں ملا، اس لئے اس توحید کی دعوت کی حقیقت نہ معلوم ہو سکی، اس کے بعد جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ الحاقہ جس میں قیامت اور حشر ونشر کا نہایت موثر بیان ہے، نماز میں پڑھتے سنی تو ان کے دل پر ایک خاص اثر ہوا جیسا کہ اس فقرے سے ظاہر ہوتا ہے وقع الاسلام فی قلبی کل موقع ،یعنی اسلام میرے دل میں پوری طرح بیٹھ گیا تاہم چونکہ وہ طبعاً مستقل مزاج اور پختہ کار تھے اس لئے انہوں نے اسلام کا اعلان نہیں کیا؛ بلکہ اس اثر کو شاید وہ روکتے رہے؛ لیکن اس کے بعد جب ان کی بہن کا واقعہ پیش آیا اور سورہ طٰہٰ پر نظر پڑی جس میں توحید کی نہایت موثر دعوت ہے تو دل پر قابو نہ رہا اور بے اختیار کلمہ توحید پکار اٹھے اور در اقدس پر حاضری کی درخواست کی۔

اوراگر وہ پہلی روایت صحیح تسلیم نہ کی جائے تو واقعہ کی سادہ صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس ندائے غیب نے ان کے دل میں توحید کا خیال پیدا کیا لیکن چونکہ تین برس دعوت محدود اور مخفی رہی تھی اس لئے ان کو اس کا حال نہ معلوم ہو سکا اور مخالفت کی شدت کے باعث کبھی خود بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جانے اور قرآن سننے کا موقع نہ ملا پھر جب رفتہ رفتہ اسلام کی حقیقت کی مختلف آوازیں ان کے کانوں میں پڑتی گئیں تو ان کی شدت کم ہوتی گئی، بالآخر وہ دن آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ان کو سورۃ الحاقہ سننے کا موقع ملا اوروہ لبیک کہتے ہوئے اسلام کے آستانہ پر حاضر ہو گئے۔

زمانہ اسلام

عام مورخین اور ارباب سیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا ابتدائی زمانہ نبوی مقرر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ چالیسویں مسلمان تھے۔

(آج کل کے ایک نوجوان خوش فہم صاحب قلم نے تمام گذشتہ روایات کو ایک سرے سے ناقابل التفات قرار دے کر یہ

دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت قدیم الاسلام تھے، شاید مقصود یہ ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے بعد ہی ان کا شمار ہو، اس مقصد کے لئے انہوں نے تنہا بخاری کو سند قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی تمہید میں وہ لکھتے ہیں کہ: اسی فطرت سلیمہ کی بنا پر ان (عمر رضی اللہ عنہ) کو اسلام سے ہمدردی پیدا ہوئی؛ چنانچہ ان کی ہمشیرہ اور سعید بن زید نے اسلام قبول کیا تو گو وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے تاہم لوگوں کو اسلام پر قائم رہنے کی تاکید کیا کرتے تھے؛ چنانچہ سعید نے اس واقعہ کو ایک موقع پر بیان کیا ہے۔"

كان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقيم على الاسلام انا واخته وما اسلم

"یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو اور اپنی بہن کو اسلام پر مضبوط کرتے تھے حالانکہ خود نہیں اسلام لاتے تھے"۔ (سیر الصحابہ)

اس حدیث میں اپنے موافق مطلب تحریر کرنے کے بعد وہ فرماتے ہیں: "اس حدیث کا بعض لوگوں نے اور بھی مطلب بیان کیا ہے اور قسطلانی نے اس کی تردید کی ہے۔" اس کے بعد بت خانہ میں ندائے غیب سننے کے واقعہ کا ذکر کیا۔

پہلی حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اسلام کے ساتھ ہمدردی اور دوسری میں ہاتف غیب کی آواز سننے کا ذکر ہے، ان دونوں باتوں کو ملا کر انہوں نے فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آغاز اسلام ہی میں مسلمان ہونے کا قطعی فیصلہ کر دیا اور اسی واقعہ کو ان کے فوری اسلام کا سبب قرار دیدیا، اس کے بعد ایک اور شہادت پر مصنف کی نظر پڑی کہ مرض الموت میں ایک نوجوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ الفاظ کہے: "اے امیر المومنین: خدا نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور سبقت کے ذریعہ سے (جس کو آپ جانتے ہیں) جو بشارت دی ہے اس سے آپ خوش ہوں" اس قدر شواہد اور اتنے دلائل کے بعد فاضل مصنف ناظرین سے داد طلب ہیں کہ ایک طرف تو صحیح بخاری کی مستند روایات ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فطری سلامت روی اور حق پرستی کو ظاہر کرتی ہیں، دوسری طرف مزخرفات کا یہ دفتر بے پایاں ہے جو ان میں گذشتہ اوصاف سے متعارض صفات تسلیم کراتا ہے، ناظرین انصاف کریں کہ ان میں سے کس کو صحیح تسلیم کیا جائے؟

افسوس مصنف کو دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی متعدد مسامحات میں گرفتار ہونا پڑا ہے، ہم ناظرین کو مصنف کے ابتدائی دلائل کی طرف توجہ دلاتے ہیں، مصنف نے سب سے پہلے اسلام کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمدردی میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پیش کی ہے:

كان عمر بن الخطاب يقيم على الاسلام انا واخته وما اسلم (بخاری باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ)

"یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو اور اپنی بہن کو اسلام پر مضبوط کرتے تھے حالانکہ خود مسلمان نہیں ہوئے تھے۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا بعض لوگوں نے ایک اور مطلب بھی بیان کیا ہے اور قسطلانی نے اس کی تردید کی ہے، یہاں پر مصنف نے اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے بڑی جسارت سے کام لیا ہے، اول تو حدیث کے لفظ میں صریح تحریف کی ہے اور تحریف بھی ادب عربی کے خلاف ہے، پھر حدیث میں "یقیم" کے بجائے "موثقی" ہے، (بخاری ج باب اسلام سعید بن زید واسلام عمر رضی اللہ عنہ) جس کے معنی باندھنے کے ہیں نہ کہ مضبوط کرنے اور قائم رکھنے کے یہ عربی کا محاورہ ہے اور قسطلانی نے باندھنے

کے معنی لئے ہیں، اور مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قسطلانی سے مصنف کے بیان کردہ معنی کی تائید ہوتی ہے، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، ہذا بہتان عظیم؛ چنانچہ قسطلانی کے الفاظ یہ ہیں، (قسطلانی) بحبل اوقد کالا سیر تضییقا واھانۃ یعنی موٹھی سے مراد رسی یا تسمہ سے قیدی کی طرح تنگ کرنے اور ذلیل کرنے کے لئے باندھنا ہے، البتہ قسطلانی نے مصنف کے اختیار کردہ غلط معنی کی تردید کی ہے جس کو بعض خوش فہموں نے اختیار کرنا چاہا تھا۔

دوسری حدیث جو مصنف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے باب میں پیش کی ہے، یعنی ہاتف غیب کی آواز، اس روایت میں کوئی ایسا فقرہ نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو سن کر متاثر ہوئے اور فوراً اسلام لیآئے، اس قصہ کے آخر میں یہ صاف مذکور ہے کہ اس کے بعد تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا شہرہ ہوا، اس لئے یہ بالکل ہی آغاز اسلام کا واقعہ ہوگا، اگر اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا ثابت ہو جائے تو اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی ولادت سے پہلے ہی آپ مسلمان ہو چکے تھے جو قطعی غلط ہے، جیسا کہ آگے ثابت ہوگا۔

آیئے اب ہم صحیح بخاری ہی کے ارشادات پر چل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی تاریخ تلاش کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے واقعہ کے بیان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بخاری میں ہیں: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، مشرکین بکثرت ان کے مکان پر جمع ہوگئے اور کہنے لگے صبا عمر، عمر بے دین ہوگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوف زدہ گھر کے اندر تھے اور میں مکان کی چھت پر تھا" (صحیح بخاری اسلام عمر رضی اللہ عنہ)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے وقت نہ صرف یہ کہ وہ پیدا ہو چکے تھے؛ بلکہ سن تمیز کے اس درجہ پر پہنچ چکے تھے کہ ان کو لڑکپن کے واقعات وضاحت سے یاد رہ گئے اور تجربہ اس کا شاہد ہے کہ ۵ سال کا بچہ واقعات کو اس طرح سے محفوظ نہیں رکھ سکتا، آگے چلئے، ۳ھ یعنی بعثت کے سولہویں سال غزوہ احد ہوا، بخاری میں خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس وقت ان کی عمر ۱۴ سال تھی اس لئے چھوٹی عمر کے بچوں کے ساتھ چھانٹ دیئے گئے تھے اور مجاہدین میں نہیں لئے گئے، (بخاری باب غزوۃ الخندق) اس حساب سے بعثت کے دو سال بعد آپ کی پیدائش ماننی پڑے گی، اور کم از کم پانچ سال کی عمر واقعات محفوظ رہنے کے لئے ماننی ہوگی تو پانچ سال یہ اور دو سال بعد بعثت کے کل سات سال ہو جاتے ہیں، لہٰذا خود صحیح بخاری کی تائید سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ اسلام ۷ھ بعثت ہوگا، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتف غیب کی آواز سننے کے سات سال بعد اسلام لائے۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے اسلام کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہوگیا، اس وقت تک چالیس یا اس سے کچھ کم وبیش آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے؛ لیکن وہ نہایت بے بسی ومجبوری کے عالم میں تھے، اعلانیہ فرائض مذہبی ادا کرنا تو درکنار اپنے کو مسلمان ظاہر کرنا بھی خطرہ سے خالی نہ تھا اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے دفعتاً حالت بدل گئی، انہوں نے اعلانیہ اپنے اسلام کا اظہار کیا، صرف اتنا ہی نہیں؛ بلکہ مشرکین کو جمع کرکے باآواز بلند اپنے ایمان کا اعلان کیا، مشرکین نہایت برافروختہ ہوئے؛ لیکن عاص بن وائل نے جو رشتہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

ماموں تھے، ان کو اپنی پناہ میں لے لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کی مظلومیت کا تماشہ دیکھتے تھے اس لئے شوق مساوات نیا سے پسند نہ کیا کہ وہ اسلام کی نعمت سے متمتع ہونے کے بعد عاص بن وائل کی حمایت کے سہارے اس کے نتائج سے محفوظ رہیں، اس لئے انہوں نے پناہ قبول کرنے سے انکار کردیا اور برابر ثبات واستقلال کے ساتھ مشرکین کا مقابلہ کرتے رہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ برابر کعبہ میں جاکر نماز ادا کی۔ (ابن سعد)

یہ پہلا موقع تھا کہ حق، باطل کے مقابلہ میں سربلند ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس صلہ میں دربار نبوت سے فاروق کا لقب مرحمت ہوا۔

ہجرت

مکہ میں جس قدر مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی، اسی قدر مشرکین قریش کے بغض وعناد میں بھی ترقی ہوتی گئی، اگر پہلے وہ صرف فطری خونخواری اور جوش مذہبی کی بنا پر مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے تھے تو اب انہیں سیاسی مصالح نے مسلمانوں کے کامل استیصال پر آمادہ کردیا تھا، سچ یہ ہے کہ اگر بلاکشان اسلام میں غیر معمولی جوش ثبات اور وارفتگی کا مادہ نہ ہوتا ایمان پر ثابت قدم رہنا غیر ممکن تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۷ نبوی میں اسلام لائے تھے اور ۱۳ نبوی میں ہجرت ہوئی، اس طرح گویا انہوں نے اسلام لانے کے بعد تقریباً ۶/ ۷ برس تک قریش کے مظالم برداشت کئے، جب مسلمانوں کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس سفر کے لئے آمادہ ہوئے اور بارگاہ نبوت سے اجازت لے کر چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس شان کے ساتھ روانہ ہوئے کہ پہلے مسلح ہوکر مشرکین کے مجمعوں سے گزرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچے، نہایت اطمینان سے طواف کیا، نماز پڑھی، پھر مشرکین سے مخاطب ہوکر کہا کہ جس کو مقابلہ کرنا ہو وہ مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرلے؛ لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی اور وہ مدینہ روانہ ہوگئے۔ (زرقانی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچ کر قبا میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے مہمان ہوئے، قبا کا دوسرا نام عوالی ہے؛ چنانچہ صحیح مسلم میں ان کی فرودگاہ کا نام عوالی ہی لکھا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اکثر صحابہ نے ہجرت کی یہاں تک کہ ۶۲۲ء میں خود آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکہ کی گھاٹیوں سے نکل کر مدینہ کے افق سے ضوافگن ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد غریب الوطن مہاجرین کے رہنے سہنے کا اس طرح انتظام فرمایا کہ ان میں اور انصار میں برادری قائم کردی، اس موقع پر انصار نے عدیم النظیر ایثار سے کام لے کر اپنے مہاجر بھائیوں کو مال واسباب میں نصف کا شریک بنالیا، اس رشتہ کے قائم کرنے میں درجہ ومراتب کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا یعنی جو مہاجر جس رتبہ کا تھا اسی حیثیت کے انصاری سے اس کی برادری قائم کی گئی تھی؛ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ کے برادر اسلام حضرت عتبہ بن مالک قرار پائے تھے جو قبیلہ بنی سالم کے معزز رئیس تھے۔

مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے بس ومجبور نہ تھا؛ بلکہ اب آزادی اور اطمینان کا دور تھا اور اس کا وقت آگیا تھا کہ فرائض وارکان

محدود اور معین کئے جائیں نیز مسلمانوں کی تعداد وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی تھی اور وہ دور دور کے محلوں میں آباد ہونے لگے تھے، اس بنا پر شدید ضرورت تھی کہ اعلان نماز کا کوئی طریقہ معین کیا جائے؛ چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اسی کا انتظام کرنا چاہا، بعض صحابہ کی رائے ہوئی کہ آگ جلا کر لوگوں کو خبر کی جائے، بعض کا خیال تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح بوق و ناقوس سے کام لیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک آدمی اعلان کے لئے کیوں نہ مقرر کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رائے پسند آئی اور اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا گیا، اس طرح اسلام کا ایک شعار اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق قائم ہوا، (صحیح بخاری کتاب الاذان باب بدء الاذان) جس سے تمام عالم قیامت تک دن اور رات میں پانچ وقت توحید و رسالت کے اعلان سے گونجتا رہے گا۔

غزوات و دیگر حالات

مدینہ میں سب سے پہلا معرکہ بدر کا پیش آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں رائے، تدبر جانبازی اور پامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو رہے، عاص بن ہشام ابن مغیرہ جو رشتہ میں ان کا ماموں ہوتا تھا، خود ان کے خنجر خاراشگاف سے واصل جہنم ہوا۔ (ابن جریر: و استیعاب ترجمہ عمر بن الخطاب)

یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں قرابت و محبت کے تعلقات سے مطلقاً متاثر نہیں ہوتے تھے، آپ کے ہاتھوں عاص کا قتل اس کی روشن مثال ہے۔

بدر کا میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا، غنیم کے کم وبیش ستر آدمی مارے گئے اور تقریباً اسی قدر گرفتار ہوئے؛ چونکہ ان میں سے قریش کے اکثر بڑے بڑے معزز سردار تھے، اس لئے یہ بحث پیدا ہوئی کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے رائے لی، لوگوں نے مختلف رائیں دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے ہوئی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا اور کہا کہ ان سب کو قتل کر دینا چاہئے، اور اس طرح کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیز کو قتل کرے، علی عقیل کی گردن ماریں اور فلاں جو میرا عزیز ہے اس کا کام میں تمام کر دوں۔

واقعہ بدر کے بعد خود مدینہ کے یہودیوں سے لڑائی ہوئی اور ان کو جلاوطن کیا گیا اسی طرح غزوہ سویق اور دوسرے چھوٹے چھوٹے معرکے پیش آئے، سب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرگرم پیکار رہے، یہاں تک کہ شوال ۳ھ میں احد کا معرکہ پیش آیا، اس میں ایک طرف تو قریش کی تعداد تین ہزار تھی جس میں دوسو سوار اور سات سو زرہ پوش تھے، ادھر غازیان اسلام کی کل تعداد صرف سات سو تھی جس میں سو زرہ پوش اور دو سو سوار تھے، شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیراندازوں کے ساتھ فوج کے عقب میں متعین کر دیا تھا کہ ادھر سے کفار حملہ نہ کرنے پائیں۔

مسلمانوں نے غنیم کی صفیں تہ و بالا کر دیں، کفار شکست کھا کر بھاگے اور غازیان دین مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے، تیراندازوں نے سمجھا کہ اب معرکہ ختم ہو چکا ہے، اس خیال سے وہ بھی لوٹنے میں مصروف ہو گئے، تیراندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ خالد بن ولید نے (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) دفعتہ عقب سے زور و شور کے ساتھ حملہ کر دیا، مسلمان

چونکہ غافل تھے اس لئے ناگہانی ریلےکوروک نہ سکے، یہاں تک کہ کفار نے خود ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یورش کردی اور اس قدر تیروں اور پتھروں کی بارش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے، پیشانی پر زخم آیا اور رخساروں میں مغفر کی کڑیاں چبھ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر پڑے اور لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے۔

جنگ کا زور وشور جب کسی قدر کم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تیس فدائیوں کے ساتھ پہاڑ پر تشریف لائے، اسی اثنا میں خالد کو ایک دستہ فوج کے ساتھ اس طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ خدایا یہ لوگ یہاں تک نہ آنے پائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند مہاجرین اور انصار کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کیا اور ان لوگوں کو ہٹا دیا۔ (طبری)

ابوسفیان سالار قریش نے درہ کے قریب پہنچ کر پکارا کہ اس گروہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ کوئی جواب نہ دے، ابوسفیان نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام لے کر کہا، یہ دونوں اس مجمع میں ہیں یا نہیں؟ اور جب کسی نے جواب نہ دیا تو بولا کہ ضرور یہ لوگ مارے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا، پکار کر کہا: او دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں، ابوسفیان نے کہا "اعل ھبل" یعنی اے ہبل بلند ہو، (ہبل ایک بت کا نام تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر سے فرمایا جواب دو، اللہ اعلی واجل یعنی خدا بلند و برتر ہے۔
(بخاری کتاب المغازی، غزوہ احد)

غزوہ احد کے بعد ۳ھ میں حضرت عمر کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، بنونضیر کو ان کی بدعہدی کے باعث مدینہ سے جلاوطن کیا گیا، اس واقعہ میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ شریک رہے، ۵ھ میں غزوہ خندق پیش آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر نکل کر خندق تیار کرائی، دس ہزار کفار نے خندق کا محاصرہ کیا، وہ لوگ کبھی کبھی خندق میں گھس کر حملہ کرتے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے ادھر ادھر کچھ کچھ فاصلے پر اکابر صحابہ کو متعین فرمادیا تھا کہ دشمن ادھر سے نہ آنے پائیں، ایک حصہ پر حضرت عمر متعین تھے؛ چنانچہ یہاں پر ان کے نام کی ایک مسجد آج بھی موجود ہے، ایک دن کافروں کے مقابلہ میں ان کو اس قدر مصروف رہنا پڑا کہ عصر کی نماز قضا ہوتے ہوتے رہ گئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا کہ آج کافروں نے نماز پڑھنے تک کا موقع نہ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بھی اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، (بخاری کتاب الصلوۃ باب مواقیت الصلوۃ) کامل ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد مسلمانوں کے ثبات واستقلال کے آگے کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور یہ میدان بھی غازیوں کے ہاتھ رہا۔

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کعبہ کا ارادہ فرمایا اور اس خیال سے کہ کسی کو لڑائی کا شبہ نہ ہو، حکم دیا کہ کوئی ہتھیار باندھ کر نہ چلے، ذوالحلیفہ پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ دشمنوں میں غیر مسلح چلنا مصلحت نہیں ہے؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کے موافق مدینہ سے اسلحہ منگوالئے، مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش نے عہد کرلیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں قدم نہ رکھنے دیں گے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑنا مقصود نہیں تھا اس لئے مصالحت کے خیال سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا، قریش نے ان کو روک رکھا جب کئی دن گزر گئے تو یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ شہید

ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم جو تعداد میں چودہ سو تھے، ایک درخت کے نیچے جہاد پر بیعت لی؛ چنانچہ قرآن مجید کی اس آیت میں "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"، اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت سے پہلے ہی لڑائی کی تیاری شروع کر دی تھی، ہتھیار سج رہے تھے کہ خبر ملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے ہیں، اسی وقت بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور جہاد کے لئے دست اقدس پر بیعت کی۔

(بخاری کتاب المغازی غزوہ حدیبیہ)

قریش مصر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے، آخر بڑے ردوقدح کے بعد ایک معاہدہ پر طرفین رضامند ہو گئے، اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر قریش کا کوئی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلا جائے تو اس کو قریش کے پاس واپس کر دیا جائے گا؛ لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش کے ہاتھ آ جائے تو ان کو نہ واپس کرنے کا اختیار ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیور طبیعت اس شرط سے نہایت مضطرب ہوئی اور خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ جب ہم حق پر ہیں تو باطل سے اس قدر دب کر کیوں صلح کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا، اس کے بعد حضرت ابوبکر سے بھی یہی گفتگو کی، انہوں نے بھی یہی جواب دیا، بعد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی گفتگو پر ندامت ہوئی اور اس کے کفارے میں کچھ خیرات کی۔

(بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب)

غرض معاہدہ صلح لکھا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر اپنے دستخط ثبت کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا قصد کیا، راہ میں سورہ "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا" نازل ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سنایا اور فرمایا کہ آج ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھ کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (ایضا کتاب التفسیر سورہ فتح)

۷ھ میں واقعہ خیبر پیش آیا، یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا، پہلے حضرت ابوبکر سپہ سالار ہوئے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خدمت پر مامور ہوئے؛ لیکن یہ فخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مقدر ہو چکا تھا چنانچہ آخر میں جب آپ کو علم مرحمت ہوا تو آپ کے ہاتھوں خیبر کا رئیس مرحب مارا گیا اور خیبر مفتوح ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدوں کو تقسیم کر دی؛ چنانچہ ایک ٹکڑا ثمغ نامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا، انہوں نے اس کو راہ خدا میں وقف کر دیا، (ایضا کتاب التفسیر سورہ فتح) اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا وقف تھا جو عمل میں آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں جو معاہدہ ہوا خیبر کے بعد قریش نے اس کو توڑ دیا، ابوسفیان نے پیش بندی کے خیال سے مدینہ آ کر عذر خواہی کی؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اس لئے وہ اٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا کہ وہ اس معاملہ کو طے کرا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سختی سے جواب دیا کہ وہ بالکل ناامید ہو گیا، غرض نقض عہد کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار مجاہدین کے ساتھ رمضان ۸ھ میں مکہ کا قصد فرمایا، قریش میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس لئے انہوں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت جاہ وجلال کے

ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور باب کعبہ پر کھڑے ہو کر نہایت فصیح وبلیغ تقریری کی جو تاریخوں میں بعینہ مذکور ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مقام صفا پر لوگوں سے بیعت لینے کے لئے تشریف لائے لوگ جوق در جوق آتے تھے اور بیعت کرتے جاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ؛لیکن کسی قدر نیچے بیٹھے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیگانہ عورتوں کے ہاتھ مس نہیں کرتے تھے، اس لئے جب عورتوں کی باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ تم ان سے بیعت لو؛ چنانچہ تمام عورتوں نے ان ہی کے ہاتھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔

فتح مکہ کے بعد اسی سال ہوازن کی لڑائی پیش آئی جو غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں بھی نہایت ثابت قدمی اور پامردی کے ساتھ شریک کارزار رہے، پھر ۹ ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو تیاری کا حکم دیا اور جنگی تیاریوں کے لئے زر ومال سے اعانت کی ترغیب دلائی، اکثر صحابہ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے تمام مال واملاک کا آدھا حصہ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ (ترمذی فضائل ابی بکر ؛لیکن ترمذی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ رقم پیش کی تھی، البتہ سیر وتاریخ سے ثابت ہوتا ہے)

اسلحہ اور سامان رسد مہیا ہوجانے کے بعد مجاہدین نے مقام تبوک کا رخ کیا، یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی، اس لئے چند روز قیام کے بعد سب لوگ واپس آ گئے۔

عام روایت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود رفتہ ہو کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس کو قتل کرڈالوں گا۔

شاید اس میں یہ بھی مصلحت ہو کہ منافقین کو فتنہ پردازی کا موقع نہ ملے، پھر بھی فتنہ سقیفہ بنی ساعدہ کھڑا ہی ہوگیا، اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وقت پر پہنچ کر اپنے ناخن عقل سے اس گتھی کو نہ سلجھاتے تو کیا عجب تھا کہ یہی فتنہ شمع اسلام کو ہمیشہ کے لئے گل کردیتا؛ لیکن انصار کے ساتھ بہت بحث ومباحثہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اس کے بعد اور لوگوں نے بیعت کی۔ (بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکر رضی اللہ عنہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت صرف سوا دو برس رہی ان کے عہد میں جس قدر بڑے بڑے کام انجام پائے سب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شریک رہے، قرآن شریف کی تدوین کا کام خاص ان کے مشورہ اور اصرار سے عمل میں آیا، غرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے عہد خلافت میں تجربہ ہو چکا تھا کہ منصب خلافت کے لئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص موزوں نہیں ہوسکتا؛ چنانچہ انہوں نے وفات کے قریب اکابر صحابہ سے مشورہ کے بعد ان کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا اور آئندہ کے لئے مفید موثر نصیحتیں کیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے نہایت عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔

واقعہ شہادت

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے جس کی کنیت ابولولو تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے آقا کے

بھاری محصول مقرر کرنے کی شکایت کی، شکایت بے جا تھی، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے توجہ نہ کی، اس پر وہ اتنا ناراض ہوا کہ صبح کی نماز میں خنجر لے کر اچانک حملہ کر دیا اور متواتر چھ وار کئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخم کے صدمے سے گر پڑے، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی۔ (مستدرک)

یہ ایسا زخم کاری تھا کہ اس سے آپ جانبر نہ ہو سکے، لوگوں کے اصرار سے چھ اشخاص کو منصب خلافت کے لئے نامزد کیا کہ ان میں سے کسی ایک کو جس پر باقی پانچوں کا اتفاق ہو جائے اس منصب کے لئے منتخب کر لیا جائے، ان لوگوں کے نام یہ ہیں، علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، اس مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت لی۔ (ایضا)

اس کے بعد مہاجرین انصار، اعراب اور اہل ذمہ کے حقوق کی طرف توجہ دلائی اور اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ مجھ پر جس قدر قرض ہو اگر وہ میرے متروکہ مال سے ادا ہو سکے تو بہتر ہے، ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اور اگر ان سے نہ ہو سکے تو کل قریش سے؛ لیکن قریش کے سوا اور کسی کو تکلیف نہ دینا، غرض اسلام کا ایک بڑا ہیرو ہر قسم کی ضروری وصیتوں کیبعد تین دن بیمار رہ کر محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن ۲۴ ھ میں واصل بحق ہوا اور اپنے محبوب آقا کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند سو رہا۔

فضائل ومناقب

اسلام سے قبل عرب میں لکھنے پڑھنے کا چنداں رواج نہ تھا؛ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو قبیلہ قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا جانتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی زمانہ میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا تھا، (بلاذری صفحہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرامین خطوط توقیعات اور خطبے اب تک کتابوں میں محفوظ ہیں، ان سے ان کی قوت تحریر، برجستگی کلام اور زور تحریر کا اندازہ ہو سکتا ہے، بیعت خلافت کے بعد جو خطبہ دیا اس کے چند فقرے یہ ہیں:

اللهم انی غليظ فليني، اللهم انی ضعيف فقوني الاوان العرب جمل انف وقد اعطيت خطامه الاوانی حامله علی المحجة

"اے خدا میں سخت ہوں تو مجھ کو نرم کر، میں کمزور ہوں مجھ کو قوت دے، ہاں عرب والے سرکش اونٹ ہیں جن کی مہار میرے ہاتھ میں دیدی گئی ہے؛ لیکن میں ان کو راستہ پر چلا کر چھوڑوں گا۔"

قوت تحریر کا اندازہ اس خط سے ہو سکتا ہے جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام لکھا گیا تھا، اس کے چند فقرے یہ ہیں:

اما بعد فان القوة فی العمل ان لا توخروا عمل اليوم لغد فانكم اذا فعلتم ذلك تدارکت عليكم اعمالكم فلم تدروا ايها تاخذون فاضعتم

"اما بعد! مضبوطی عمل کی یہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھو، ایسا کرو گے تو تمہارے بہت سے کام جمع ہو جائیں گے، پھر

پریشان ہوجاؤ گے کہ کس کو کریں اور کس کو چھوڑیں، اس طرح کچھ بھی نہ ہوسکے گا۔"

شاعری کا خاص ذوق تھا اور شعرائے عرب کے کلام پر تنقیدی نگاہ رکھتے تھے، مشاہیر میں سے زہیر کے کلام کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے، کبھی کبھی خود بھی شعر کہتے تھے، (ابوعلی الحسن بن رشیق نے کتاب العمدہ میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں) لیکن اس کی طرف زیادہ شغل نہ تھا۔

فصاحت وبلاغت کا یہ حال تھا کہ ان کے بہت سے مقولے ضرب المثال بن گئے جو آج بھی عربی ادب کی جان ہیں، علم الانساب میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا، یہ علم کئی پشتوں سے ان کے خاندان میں چلا آتا تھا، ان کے والد خطاب مشہور نساب تھے، جاحظ نے لکھا ہے کہ جب وہ انساب کے متعلق کچھ بیان کرتے تھے تو اپنے باپ کا حوالہ دیتے تھے، (کتاب البیان والتبیین ج صلیہ) معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ پہنچ کر عبرانی زبان بھی انہوں نے سیکھ لی تھی، مسند دارمی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ توریت کا نسخہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور پڑھنا شروع کیا، وہ پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا ہے، (مسند دارمی) اس سے قیاس ہوتا ہے کہ عبرانی زبان سے اس قدر واقف ہوگئے تھے کہ توریت کو خود پڑھ سکتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فطرۃ ذہین، طباع اور صائب الرائے تھے، اصابت رائے کی اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ ان کی بہت سی رائیں مذہبی احکام بن گئیں، اذان کا طریقہ ان کی رائے کے موافق ہوا، اسیران بدر کے متعلق جو رائے انہوں نے دی وحی الٰہی نے اسی کی تائید کی، شراب کی حرمت، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے پردہ اور مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نزول وحی سے پہلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو رائے دی تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کو بارگاہ نبوت میں جو خاص تقرب حاصل تھا، اس کے لحاظ سے قدرۃ ان کو شرعی احکام اور عقائد سے واقف ہونے کا زیادہ موقع ملا، طبیعت نکتہ رس واقع ہوئی تھی اس لئے آئندہ نسلوں کے لئے اجتہاد اور استنباط مسائل کی وسیع شاہراہ قائم کردی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی شرعی مسائل پر غور وفکر کیا کرتے تھے اور جب کوئی مسئلہ خلاف عقل معلوم ہوتا تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کرتے تھے، سفر میں قصر کا حکم دے دیا گیا تھا؛ لیکن جب راستے مامون ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب سفر میں یہ حکم کیوں باقی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خدا کا انعام ہے۔" مسائل دریافت کرنے میں مطلقاً پس وپیش نہیں کرتے تھے اور جب تک تشفی نہ ہوجاتی ایک ہی مسئلہ کو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے، کلالہ کے مسئلہ کو جو نہایت دقیق اور مختلف فیہ مسئلہ ہے، بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سورہ نساء کی آخری آیت تمہارے لئے کافی ہے۔ (تفسیر ابن جریر)

نہایت غور وتوجہ کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے، ہر ایک آیت پر مجتہدانہ حیثیت سے نگاہ ڈالتے تھے، ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اس آیت کے معنی پوچھے أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ لوگوں نے کہا واللہ اعلم، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس میں ایک کام کرنے والے کی تمثیل ہے، چونکہ جواب ناتمام تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے اس پر قناعت نہ کی؛ لیکن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس سے زیادہ نہ بتا سکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس آدمی کی مثال ہے جس کو خدا نے دولت ونعمت دی کہ خدا کی بندگی بجالائے مگر اس نے نافرمانی کی، تو اس کیا چھے اعمال بھی برباد کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

قرآن مجید سے استدلال میں بڑی مہارت رکھتے تھے، عراق کی فتح کے بعد یہ بحث پیدا ہوئی کہ ممالک مفتوحہ مجاہدین کی ملکیت اور وہاں کے باشندے ان کے غلام ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ مقام مفتوحہ کسی شخص یا ایک بہت سے مخصوص اشخاص کی ملکیت نہیں ہیں؛ بلکہ وقف عام ہیں اور استدلال میں یہ آیت پیش کی، وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى بالآخر سب نے اس کی تائید کی اور اسی پر فیصلہ ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایات کی تعداد ستر سے زیادہ نہیں ہے؛ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ صرف اس قدر احادیث سے واقف تھے، درحقیقت انہوں نے اپنے عہد خلافت میں جس قدر احکام صادر فرمائے ہیں وہ سب احادیث ہی کے ماخوذ ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا ہے اور نام نہ لینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کو منسوب کرنے میں نہایت محتاط تھے جب تک کے ہر لفظ پر یقین نہ ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بیان فرمائی ہے اس وقت تک ہرگز ہرگز زبان سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ نہیں نکالتے تھے، یہی وجہ تھی کہ وہ خود بھی بہت کم احادیث روایت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی کثرت روایت سے روکتے تھے، علامہ ذہبی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

وقد كان عمر من دجله يخطى الصاحب على رسول الله صلى الله عليه وسلم يامرهم ان يقلوالرواية من نبيهم (تذکرۃ الحفاظ ج تذکرہ عمر رضی اللہ عنہ)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ڈر سے کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں ان کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم روایت کریں

محدث کا سب سے بڑا فرض روایات کی تحقیق وتنقید اور جرح وتعدیل ہے، اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہد میں روایت کے قبول کرنے میں ثبوت اور شہادت کا لحاظ رکھا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس میں بہت زیادہ غلو تھا اور جب تک روایت ودرایت دونوں حیثیت سے اس کا ثبوت نہ پہنچتا، قبول نہ کرتے، اس کی مثالیں تفصیل کیساتھ مذہبی خدمات کے سلسلہ میں مذکور ہو چکی ہیں، اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

فقہ کا سلسلہ بھی درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی ساختہ پرداختہ ہے ان سے اس قدر فقہی مسائل منقول ہیں کہ اگر جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے، استنباط احکام اور تفریع مسائل کے لئے بھی انہوں نے ایک شاہراہ قائم کر دی تھی مختلف فیہ مسائل کے طے کرنے کے لئے اجماع صحابہ جس کثرت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا پھر نہیں ہوا۔

اخلاق وعادات

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حقیقی مقصد دنیا کو برگزیدہ اور پسندیدہ اخلاق کی تعلیم دینا تھا، جیسا کہ خود ارشاد

فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو براہ راست اس سرچشمہ اخلاق سے سیراب ہونے کا موقع ملا تھا اس لئے اس مقدس جماعت کا ہر فرد اسلامی اخلاق کا مجسم نمونہ تھا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو تقرب حاصل تھا اس کے لحاظ سے ان کو زیادہ حصہ ملا، وہ محاسن ومحامد کی مجسم تصویر تھے ان کے آئینہ اخلاق میں خلوص، انقطاع الی اللہ، لذائذ دنیا سے اجتناب حفظ لسان حق پرستی، راست گوئی، تواضع اور سادگی کا عکس سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے، یہ اوصاف آپ میں ایسے راسخ تھے کہ جو شخص آپ کی صحبت میں رہتا تھا، وہ بھی کم وبیش متاثر ہو کر اسی قالب میں ڈھل جاتا تھا، مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم اس غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتے تھے کہ ان سے پرہیز گاری وتقویٰ سیکھیں، عہد فاروقی کے افسروں اور عہدیداروں کے حالات کا بغور مطالعہ کرو، تم کو معلوم ہوگا کہ وہ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

خوف خدا

اخلاق کی پختگی اور استواری کا اصلی سرچشمہ خشیت الٰہی اور خداوند جل وعلا جبروت وعظمت کا غیر متزلزل تیقن ہے، جو دل خشوع وخضوع اور خوف خداوندی سے خالی ہے اس کی حقیقت ایک مضغہ گوشت سے زیادہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خشوع وخضوع کے ساتھ رات رات بھر نمازیں پڑھتے صبح ہونے کے قریب گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے: وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ)، نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر یا خدا کی عظمت کا جلال کا بیان ہوتا اور اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی، حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں باوجودیکہ پچھلی صف میں رہتا تھا؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ آیت: إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي پڑھ کر اس زور سے روتے تھے کہ میں رونے کی آواز سنتا تھا۔ (بخاری کتاب الصلوۃ باب اذا بکی الامام فی الصلوۃ)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے جب اس پر پہنچے: ان عذاب ربک لواقع مالہ من دافع "یہ تیرے رب کا عذاب یقینی ہو کر رہنے والا ہے اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں" تو بہت متاثر ہوئے اور روتے روتے آنکھیں سوج گئیں، اسی طرح ایک دفعہ اس آیت پر: وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا (الفرقان) اس قدر خضوع وخشوع طاری ہوا کہ اگر کوئی ان کے حال سے ناواقف شخص دیکھ لیتا تو یہ سمجھتا کہ اسی حالت میں روح پرواز کر جائے گی، رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ ایک روز صبح کی نماز میں سورہ یوسف شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ (یوسف) تو زار وقطار رونے لگے، یہاں تک کہ قرآن مجید ختم کر کے رکوع پر مجبور ہو گئے۔ (کنز العمال)

قیامت کے مواخذہ سے بہت ڈرتے تھے اور ہر وقت اس کا خیال رہتا تھا، صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی سے کہا کہ "تم کو یہ پسند ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد اور نیک اعمال کئے، اس کے بدلہ میں دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب وثواب برابر ہو جائے، بولے خدا کی قسم نہیں، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی روزے رکھے، نمازیں پڑھیں، بہت سے نیک کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی

توقعات ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ عذاب سے بچ جائیں اور نیکی اور بدی برابر ہو جائیں۔ (بخاری باب ایام الجاہلیۃ)

ایک بار راہ میں پڑا ایک تنکا اٹھالیا اور کہا کاش میں بھی خس و خاشاک ہوتا، کاش! کاش میں پیدا ہی نہ کیا جاتا، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ (کنز العمال)

غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل ہر لحہ خوف خداوندی سے لرزاں و ترساں رہتا تھا، آپ فرماتے کہ اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنتی ہیں تب بھی مواخذہ کا خوف زائل نہ ہوگا کہ شاید وہ بدقسمت انسان میں ہی ہوں۔ (ایضا)

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع سنت

تہذیب نفس اور اخلاق حمیدہ سے مزین ہونے کے لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے دل میں مبدء خلق عظیم یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص محبت اور اتباع سنت کا صحیح جذبہ پیدا کرے جو دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی اور جو قدم اسوہ حسنہ کا جادہ مستقیم سے منحرف ہے وہ کبھی سعادت کونین کی نعمت سے متمتع نہیں ہوسکتا، ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ اپنی جان کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں، ارشاد ہوا، عمر میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہونی چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

آپ جمال نبوت کے سچے شیدائی تھے، ان کو اس راہ میں جان و مال اولاد اور عزیز واقارب کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا، عاصی بن ہشام جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا، معرکہ بدر میں خود ان کے ہاتھ سے مارا گیا، اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر علیحدگی اختیار کرلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر سن کر حاضر خدمت ہونا چاہا، جب بار بار اذن طلب کرنے پر بھی اجازت نہ ملی تو پکار کر کہا" خدا کی قسم! میں حفصہ کی سفارش کے لئے نہیں آیا ہوں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو اس کی گردن ماردوں۔ (فتح الباری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ان کو کسی طرح اس کا یقین نہیں آتا تھا، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حالت وارفتگی میں قسمیں کھا کر اعلان کرتے تھے کہ جس کی زبان سے نکلے گا کہ میرا محبوب آقا دنیا سے اٹھ گیا اس کا سر توڑ دوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب کبھی عہد مبارک یاد آجاتا تو رقت طاری ہو جاتی اور روتے روتے بیتاب ہو جاتے، ایک دفعہ سفر شام کے موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوگئی اور اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔

(فتوح الشام ازدی فتح بیت المقدس)

یہ فطری امر ہے کہ محبوب کا عزیز بھی عزیز ہوتا ہے اس بنا پر جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں عزیز رکھتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں ان کا خاص خیال رکھا؛ چنانچہ جب آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے وظائف مقرر کیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام زید بن حارثہ کے فرزند اسامہ بن زید کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہ سے زیادہ مقرر

کی، عبداللہ نے عذر کیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ (مستدرک ج مناقب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) اسی طرح جب فتح مدائن کے بعد مال غنیمت آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہزار ہزار درہم مرحمت فرمائے اور اپنے صاحبزادے عبداللہ کو صرف پانچ سو دیئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عذر کیا اور کہا کہ جب یہ دونوں بچے تھے، اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکوں میں پیش پیش رہا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا ہاں! لیکن ان کے بزرگوں کا جو رتبہ ہے وہ تیرے باپ دادا کا نہیں ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے مرتبہ، ان کے احترام اور آرام و آسائش کا خاص لحاظ رکھتے تھے چنانچہ ان کی تنخواہیں سب سے زیادہ بارہ ہزار مقرر کیں، (کتاب الخراج) ۲۳ ھ میں جب امیر الحجاج بن کر گئے تو ازواج مطہرات کو بھی نہایت ادب واحترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سواریوں کے ساتھ کر دیا تھا، یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے اور کسی کو سواریوں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ منزل پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قیام کرتی تھیں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ (ابن سعد تذکرہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دستور عمل کا سب سے زریں صفحہ اتباع سنت تھا، وہ خورد ونوش، لباس وضع، نشست و برخاست غرض ہر چیز میں اسوہ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فقر و فاقہ سے بسر کی تھی، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روم و ایران کی شہنشاہی ملنے کے بعد بھی فقر و فاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا، ایک دفعہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب خدا نے مرفہ الحالی عطا فرمائی ہے اس لئے آپ کو نرم لباس اور نفیس غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، جان پدر! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت اور تنگ حالی کو بھول گئیں، خدا کی قسم! میں اپنے آقا کے نقش قدم پر چلوں گا کہ آخرت کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو، اس کے بعد دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت کا تذکرہ کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ بے تاب ہو کر رونے لگیں۔ (کنز العمال)

ایک دفعہ یزید بن ابی سفیان کے ساتھ شریک طعام ہوئے، معمولی کھانے کے بعد دسترخوان پر جب عمدہ کھانے لائے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے ہٹ جاؤ گے تو خدا تم کو جادہ مستقیم سے منحرف کر دے گا۔ (ایضا)

اسلام میں شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں جب اس کا موقع پیش آیا تو اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ پتھر کو بوسہ دینے سے کبھی مسلمانوں کو یہ دھوکہ ہو کہ اس میں بھی الٰہی شان ہے حجر اسود کو بوسہ تو دیا؛ لیکن اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا:

إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

"میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا

تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔" (بخاری، باب ما ذکر فی الحجر الاسود)

اسی طرح طواف میں رمل کا حکم مشرکین عرب کے دلوں پر رعب ڈالنے کی مصلحت پر مبنی تھا اس لئے جب خدا نے ان کو ہلاک کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ اب رمل سے کیا فائدہ ہے مگر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار کو ترک کرنے پر جرات نہ ہوئی۔ (بخاری کتاب الحج)

ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا اسی طرح وہ بھی عمل پیرا ہوں، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس طرف سے گزرتے تو اس جگہ دو رکعت نماز ادا کر لیتے تھے، ایک شخص نے پوچھا یہ نماز کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی؛ بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دل اتباع سنت کے جذبہ سے معمور ہو جائے۔

ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عین خطبہ کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور کہا آنے کا یہ کیا وقت ہے؟ انہوں نے کہا کہ بازار سے آرہا تھا کہ اذان سنی، وضو کر کے فوراً حاضر ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا" وضو پر کیوں اکتفا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ کو) غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الجمعہ باب فضل الغسل یوم الجمعہ)

زہد وقناعت

دنیا طلبی اور حرص تمام بداخلاقیوں کی بنیاد ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے طبعی نفرت تھی، یہاں تک کہ خود ان کے ہم مرتبہ معاصرین کو اعتراف تھا کہ وہ زہد وقناعت کے میدان میں سب سے آگے ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: قدامتِ اسلام اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو عمر بن الخطاب پر فوقیت حاصل ہے؛ لیکن زہد وقناعت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں، صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ دینا چاہتے تو وہ عرض کرتے کہ مجھ سے زیادہ حاجت مند لوگ موجود ہیں جو اس عطیہ کے زیادہ مستحق ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ اس کو لے لو، پھر تمہیں اختیار ہے کہ اپنے پاس رکھو یا صدقہ کر دو، انسان کو اگر بے طلب مل جائے تو لے لینا چاہیے۔ (ابوداود، کتاب الزکوۃ، باب فی الاستعفاف)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جسم کبھی نرم اور ملائم کپڑے سے مس نہیں ہوا، بدن پر بارہ بارہ پیوند کا کرتہ، سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاوں میں پھٹی ہوئی جوتیاں ہوتی تھیں، اسی حالت میں وہ قیصر وکسریٰ کے سفیروں سے ملتے تھے اور وفود کو باریاب کرتے تھے، مسلمانوں کو شرم آتی تھی، مگر اقلیم زہد کے شہنشاہ کے آگے کون زبان کھولتا، ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے کہا، امیر المومنین! اب خدا نے مرفہ الحال کیا ہے، بادشاہوں کے سفراء اور عرب کے وفود آتے رہتے ہیں، اس لئے آپ کو اپنے طرز معاشرت میں تغیر کرنا چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، افسوس تم دونوں امہات المومنین ہو کر دنیا طلبی کی ترغیب دیتی ہو، عائشہ رضی اللہ عنہا! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو بھول گئیں کہ تمہارے گھر میں صرف ایک کپڑا تھا

جس کو دن کو بچھاتے اور رات کو اوڑھتے تھے، حفصہ رضی اللہ عنہ! تم کو یاد نہیں ہے کہ ایک دفعہ تم نے فرش کو دہرا کر کے بچھا دیا تھا، اس کی نرمی کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر سوتے رہے۔

بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو آنکھ کھلی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاحفصة ماذا ضعت ثنیت المهاد حتی ذهب بی النوم الی الصباح مالی وللدنیا ومالی شغلتمو نی بلین الفراش (کنز العمال)

"حفصہ تم نے یہ کیا کیا فرش کو دہرا کر دیا کہ میں صبح تک سوتا رہا مجھے دنیاوی راحت سے کیا تعلق ہے؟ اور فرش کی نرمی کی وجہ سے تو نے مجھے غافل کر دیا۔"

ایک دفعہ گزی کا کرتہ ایک شخص کو دھونے اور پیوند لگانے کے لئے دیا اس نے اس کے ساتھ ایک نرم کپڑے کا کرتہ پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کر دیا اور اپنا کرتہ لے کر کہا اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔ (ایضا)

کپڑا عموماً گرمی میں بنواتے تھے اور پھٹ جاتا تو پیوند لگاتے چلے جاتے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق گفتگو کی تو فرمایا، مسلمانوں کے مال میں اس سے زیادہ تصرف نہیں کر سکتا، (ایضا) ایک دفعہ دیر تک گھر میں رہے، باہر آئے تو لوگ انتظار کر رہے تھے، معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے اس لئے ان ہی کپڑوں کو دھو کر سوکھنے کو ڈال دیا تھا، خشک ہوئے تو وہی پہن کر باہر نکلے۔

غذا بھی عموماً نہایت سادہ ہوتی تھی، معمولاً روٹی اور روغن زیتون دسترخوان پر ہوتا تھا، روٹی گیہوں کی ہوتی تھی؛ لیکن آٹا چھانا نہیں جاتا تھا، مہمان یا سفراء آتے تھے تو کھانے کی ان کو تکلیف ہوتی تھی کیونکہ وہ ایسی سادی اور معمولی غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے، حفص بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اکثر کھانے کے وقت موجود ہوتے تھے؛ لیکن شریک نہیں ہوتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ آپ کے دسترخوان پر ایسی سادہ اور معمولی غذا ہوتی ہے کہ ہم لوگ اپنے لذیذ اور نفیس کھانوں پر اس کو ترجیح نہیں دے سکتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں قیمتی اور لذیذ کھانا کھانے کی مقدرت نہیں رکھتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کی طرح دنیاوی عیش وعشرت کا دلدادہ ہوتا۔ (ایضا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر شخص کو اپنی طرح زہد اور سادگی کی حالت میں دیکھنا چاہتے تھے، وقتاً فوقتاً اپنے عمال اور احکام کو ہدایت کرتے رہتے تھے کہ رومیوں اور عجمیوں کی طرز معاشرت نہ اختیار کریں، سفر شام میں جب انہوں نے افسروں کو اس وضع میں دیکھا کہ بدن پر حریر و دیبا کے حلے اور پر تکلف قبائیں ہیں اور وہ اپنی زرق برق پوشاک اور ظاہری شان وشوکت سے عجمی معلوم ہوتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ کو اس قدر غصہ آیا کہ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگریزے اٹھا کر ان پر پھینکے اور فرمایا کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں، اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص جس کو انہوں نے یمن کا عامل مقرر کیا تھا، اس صورت سے ملنے آیا کہ لباس فاخرہ زیب تن کئے ہوئے تھے اور بالوں میں خوب تیل پڑا ہوا تھا، اس وضع کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت ناراض

ہوئے اور وہ کپڑے اتروا کر موٹا جھوٹا کپڑا پہنایا۔

احنف بن قیس ایک جماعت کے ساتھ عراق کی ایک مہم پر روانہ کئے گئے، وہ وہاں سے کامیاب ہو کر تزک واحتشام کے ساتھ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے زرق برق پوشاک دیکھ کر منہ پھیر لیا، وہ لوگ امیر المومنین کو برہم دیکھ کر دربار سے اٹھ آئے اور عرب کی سادہ پوشاک زیب تن کر کے پھر حاضر خدمت ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لباس میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرداً فرداً ہر ایک سے بغلگیر ہوئے۔

قناعت کا یہ حال تھا کہ اپنے زمانہ خلافت میں چند برس تک مسلمانوں کے مال سے ایک خرمہرہ نہیں لیا حالانکہ فقر وفاقہ سے حالت تباہ تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی عسرت اور تنگدستی کو دیکھ کر اس قدر تنخواہ مقرر کر دی جو معمولی خوراک اور لباس کے لئے کافی ہو؛ لیکن شہنشاہ قناعت نے اس شرط پر قبول کیا کہ جب تک ضرورت ہے لوں گا اور جب میری مالی حالت درست ہو جائے گی، کچھ نہ لوں گا، فرمایا کرتے تھے کہ میرا حق مسلمانوں کے مال میں اسی قدر ہے جس قدر یتیم کے مال میں ولی کا ہوتا ہے، (کنز العمال) میں اپنی ذات پر اس سے زیادہ نہیں صرف کر سکتا جس قدر خلافت سے پہلے اپنے مال میں سے صرف کرتا تھا، ایک دفعہ ربیع بن زیاد حارثی نے کہا امیر المومنین! آپ کو خدا نے جو مرتبہ بخشا ہے اس کے لحاظ سے آپ دنیا میں سب سے زیادہ عیش ونشاط کی زندگی کے مستحق ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت خفا ہوئے اور فرمایا میں قوم کا امین ہوں، امانت میں خیانت کب جائز ہے، (کنز العمال) ایک دفعہ عتبہ بن فرقد شریک طعام تھے اور ابلا ہوا گوشت اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے زبردستی حلق سے فرو کر رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم سے نہیں کھایا جاتا تو نہ کھاو، عتبہ رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا، کہنے لگے امیر المومنین! اگر آپ اپنے کھانے پہننے میں کچھ زیادہ صرف کریں گے تو اس سے مسلمانوں کا مال کم نہ ہو جائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، افسوس تم مجھے دنیاوی عیش وتنعم کی ترغیب دیتے ہو۔ (ایضا)

اپنے وسیع کنبہ کے لئے بیت المال سے صرف دو درہم روزانہ لیتے تھے اور تکلیف وعسرت کے ساتھ بسر کرتے تھے، ایک دفعہ حج میں اسی درہم صرف ہو گئے تو اس کا افسوس ہوا اور اسے اسراف تصور کیا، (اسد الغابہ) کپڑے پھٹ جاتے تھے؛ لیکن اس خیال سے کہ بیت المال پر بار نہ پڑے اسی میں پیوند پر پیوند لگاتے جاتے تھے، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے، میں نے شمار کیا تو ان کے تہبند پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے، (کنز العمال) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے زمانہ خلافت میں دیکھا کہ ان کے کرتہ کے مونڈھے پر تہہ بہ تہہ پیوند لگے ہوئے ہیں، (موطا امام مالک باب ماجاء فی لبس الثیاب) غرض فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زہد وقناعت کا جو نمونہ پیش کیا، دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی عظمت وشان کے تاج پر زہد وقناعت ہی کا طرہ زیب دیتا ہے۔

خلافت کے بارگراں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ محتاط بنا دیا تھا کیونکہ اس وقت ان کی معمولی بے احتیاطی اور فرو گذاشت قوم کے لئے صدہا خرابیوں کا باعث ہو سکتی تھی اور مشکوک طبائع ان کی ذرا سی لغزش سے طرح طرح کے افسانے اختراع کر سکتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو کبھی ملکی عہدے نہیں دیئے کہ اس میں جانبداری پائی جاتی تھی، عمال

وحکام کے تحائف واپس کر دیتے اور اس سختی سے چشم نمائی کرتے کہ پھر کسی کو جرات نہ ہوتی، ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ کی زوجہ عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہ کے پاس ہدیۃً ایک نفیس چادر بھیجی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں، (کنزالعمال) اسی طرح ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو وہاں صرف ایک درہم موجود تھا، انہوں نے اس خیال سے کہ یہ یہاں کیوں پڑا رہے، اٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو دیدیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے درہم واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ افسوس تم کو مدینہ میں آل عمر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی کمزور نظر نہ آیا، تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ میری گردن پر ہو۔ (ایضا)

فتح شام کے بعد قیصر روم سے دوستانہ مراسم ہو گئے تھے اور خط وکتابت رہتی تھی، ایک دفعہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) نے قیصر کی حرم کے پاس تحفہ کے طور پر عطر کی چند شیشیاں بھیجیں، اس نے اس کے جواب میں شیشیوں کو جواہرات سے بھر کر بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ گو عطر تمہارا تھا؛ لیکن قاصد جو لے کر گیا وہ سرکاری تھا اور اس کے مصارف عام آمدنی سے ادا کئے گئے تھے؛ چنانچہ جواہرات لے کر بیت المال میں داخل کر دیئے اور ان کو کچھ معاوضہ دے دیا، اسی طرح ایک بازار میں ایک فربہ اونٹ فروخت ہوتے دیکھا، دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہے، ان سے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے اس کو خرید کر سرکاری چراگاہ میں بھیج دیا تھا اور اب کچھ فربہ ہو گیا ہے تو بیچنا چاہتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا چونکہ یہ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا ہے اس لئے تم صرف راس المال کے مستحق ہو، اور بقیہ قیمت لے کر بیت المال میں داخل کر دی، (ایضا)

خلافت سے پہلے آپ تجارت کرتے تھے، بیت المال سے وظیفہ مقرر ہونے سے بیشتر تک کچھ دنوں زمانہ خلافت میں بھی یہ مشغلہ جاری تھا، ایک دفعہ شام کی طرف مال بھیجنا چاہا، روپیہ کی ضرورت ہوئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف سے قرض طلب کیا، انہوں نے کہا، آپ امیر المومنین ہیں، بیت المال سے اس قدر رقم قرض لے سکتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المال سے نہیں لوں گا، کیونکہ اگر ادا کرنے سے پہلے مرجاؤں گا تو تم لوگ میرے ورثاء سے مطالبہ نہ کرو گے اور یہ بار میرے سر رہ جائے گا، اس لئے چاہتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے لوں جو میرے متروکہ سے وصول کرنے پر مجبور ہو۔ (طبقات ابن سعد)

ایک دفعہ بیمار ہوئے طبیبوں نے شہد تجویز کیا، بیت المال میں شہد موجود تھا؛ لیکن قلب متقی بغیر مسلمانوں کی اجازت کے لینے پر راضی نہ تھا؛ چنانچہ اسی حالت میں مسجد میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو جمع کر کے اجازت طلب کی، جب لوگوں نے اجازت دے دی تو استعمال فرمایا، (ایضا) بحرین سے مال غنیمت میں مشک وعنبر آیا اس کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے کسی ایسے شخص کی تلاش ہوئی جس کو عطریات کے وزن میں دستگاہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کام کو کر سکتی ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم سے یہ کام نہیں لوں گا، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تمہاری انگلیوں میں جو کچھ لگ جائیگا اسے اپنے جسم پر لگاؤ گی اور اس طرح عام مسلمانوں سے زیادہ میرے حصہ میں آجائے گا۔ (کنزالعمال)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عراق سے زیورات بھیجے، اس وقت آپ کی گود میں آپ کی سب سے محبوب یتیم بھتیجی اسماء بنت زید رضی اللہ عنہ کھیل رہی تھی، اس نے ایک انگوٹھی ہاتھ میں لے لی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلطائف الحیل اس سے لے کر زیورات میں ملادی اور لوگوں سے کہا کہ اس لڑکی کو میرے پاس سے لے جاو، اسی طرح عبداللہ بن ارقم نے معرکہ جلولا کے بعد زیورات بھیجے تو آپ کے ایک صاحبزادے نے ایک انگوٹھی کی درخواست کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سوال پر خفا ہوئے اور کچھ نہ دیا۔ (ایضا)

ایک دفعہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہ مال غنیمت آیا ہوا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا امیر المومنین! اس میں میرا حق مجھ کو عنایت کیجیے، میں ذوالقربیٰ میں سے ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نور نظر تیرا حق میرے خاص مال میں ہے، یہ تو غنیمت کا مال ہے، افسوس ہے کہ تو نے اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہا، وہ بیچاری خفیف ہوکر چلی گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمنا تھی کہ اپنے محبوب آقا حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دیدی تھی، مگر خیال یہ تھا کہ شاید خلافت کے رعب نے انہیں مجبور کیا ہو، اس لئے اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اجازت لی جائے، اگر اذن ہو تو خیر ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا، اس طرح وفات کے بعد بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ورع وتقویٰ کا بدیع المثال نمونہ پیش کیا، رضی اللہ عنہ۔

تواضع

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان اور رعب وداب کا ایک طرف تو یہ حال تھا کہ محض نام سے قیصر وکسریٰ کے ایوان حکومت میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا، دوسری طرف تواضع اور خاکساری کا یہ عالم تھا کہ کاندھے پر مشک رکھ کر بیوہ عورتوں کے لئے پانی بھرتے تھے، مجاہدین کی بیویوں کا بازار سے سودا سلف خرید کر لادیتے تھے، پھر اس حالت میں تھک کر مسجد کے گوشہ میں فرش خاک پر لیٹ جاتے تھے۔

ایک دفعہ اپنے ایام خلافت میں سر پر چادر ڈال کر باہر نکلے، ایک غلام کو گدھے پر سوار جاتے دیکھا چونکہ تھک گئے تھے اس لئے اپنے ساتھ بٹھالینے کی درخواست کی، اس کے لئے اس سے زیادہ کیا شرف ہوسکتا ہے، فوراً اتر پڑا اور سواری کے لئے اپنا گدھا پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اپنی وجہ سے تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا تم جس طرح سوار تھے سوار رہو میں تمہارے پیچھے بیٹھ لوں گا، غرض اسی حالت میں مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئے، لوگ امیر المومنین کو ایک غلام کے پیچھے دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ (بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ)

آپ کو بارہا سفر کا اتفاق ہوا؛ لیکن خیمہ وخرگاہ کبھی ساتھ نہیں رہا، درخت کا سایہ شامیانہ اور فرش خاک بستر تھا، سفر شام کے موقع پر مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی امیر المومنین کے معمولی لباس اور بے سروسامانی کو دیکھ کر اپنے دل میں کیا کہیں گے؟ سواری کے لئے ترکی گھوڑا اور پہننے کے لئے قیمتی لباس پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لئے یہی بس ہے۔

ایک دن صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے، ایک شخص نے کہا امیر المومنین! یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا؟ بولے مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے؟ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ ان کا غلام بھی ہے۔ (کنز العمال)

تشدد و ترحم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تندمزاجی کے افسانے نہایت کثرت سے مشہور ہیں اور ایک حد تک وہ صحیح بھی ہیں؛ لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے کہ قدرت نے ان کو لطف اور رحم دلی سے نا آشنا رکھا تھا، اصل یہ ہے کہ ان کا غیض وغضب بھی خدا کے لئے تھا اور لطف ورحم بھی اسی کے لئے، جیسا کہ ایک موقع پر خود ارشاد فرمایا تھا:

واللہ لقد لان قلبی فی اللہ حتی لھو ألین من الزبد ولقد اشتد قلبی فی اللہ حتی لھو أشد من الحجر." واللہ! میرا دل خدا کے بارے میں نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی نرم ہوجاتا ہے اور سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔" (کنز العمال)

مثال کے طور پر چند واقعات درج ذیل ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ اور لطف ورحم محض خدا کے لئے تھا، ذاتیات کو مطلقاً دخل نہ تھا۔

غزوہ بدر میں کافروں نے بنو ہاشم کو مسلمانوں سے لڑنے پر مجبور کیا تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عباس رضی اللہ عنہ کہیں نظر آئیں تو ان کو قتل نہ کرنا، ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکل گیا کہ بنو ہاشم میں کیا خصوصیت ہے؟ اگر عباس رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوگیا تو ضرور مزہ چکھاوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ گستاخی دیکھ کر آپے سے باہر ہوگئے اور کہا اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر اڑادوں۔ (ابن سعد قسم اول جز وتذکرہ عباس رضی اللہ عنہ)

حضرت حاتم بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، یہ خود ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے تھے؛ لیکن ان کے اہل وعیال مکہ میں تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا قصد فرمایا تو حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے خیال سے اپنے بعض مشرک دوستوں کو اس کی اطلاع دیدی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو برافروختہ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اجازت دیجئے کہ اس کو قتل کردوں۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ فتح وما بعث بہ حاطب رضی اللہ عنہ ابی بلتعہ)

اسی طرح خویصرہ نے ایک دفعہ گستاخانہ کہا" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کر" حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے سے بیتاب ہوگئے اور اس کو قتل کردینا چاہا؛ لیکن رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا۔

غرض اسی قسم کے متعدد واقعات ہیں جن سے اگر تم مزاج کی سختی کا اندازہ کرسکتے ہو تو دوسری طرف للّٰہیت کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا۔

ایام خلافت میں جو سختیاں ظاہر ہوئیں وہ اصولِ سیاست کے لحاظ سے نہایت ضروری تھیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی، حکام سے سختی کے ساتھ باز پرس، مذہبی پابندی کے لئے تنبیہ وتعزیر اور اسی قسم کے تمام امور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرائض منصبی میں داخل تھے، اس لئے انہوں نے جو کچھ کیا وہ منصب خلافت کی حیثیت سے ان پر واجب تھا، ورنہ ان کا دل لطف

ومحبت کے شریفانہ جذبات سے خالی نہ تھا؛ بلکہ وہ جس قدر مذہبی اور انتظامی معاملات میں سختی اور تشدد کرتے تھے، ہمدردی کے موقعوں پر اس سے زیادہ لطف ورحم کا برتاؤ کرتے تھے، خدا کی ذی عقل مخلوق میں غلاموں سے زیادہ قابل رحم حالت کسی کی نہیں ہوگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عنان خلافت ہاتھ میں لینے کے ساتھ تمام عربی غلاموں کو آزاد کرادیا، (یعقوبی) اور یہ قانون بنادیا کہ اہل عرب کبھی کسی کے غلام نہیں ہوسکتے، کنزالعمال میں بہ تصریح ان کا قول مذکور ہے کہ "لا تسترق عربی" یعنی عربی غلام نہیں ہوسکتے، عام غلاموں کا آزاد کرانا بہت مشکل تھا تاہم ان کے حق میں بہت سی مراعات قائم کیں، مجاہدین کی تنخواہیں مقرر ہوئیں تو آقا کے ساتھ اسی قدر ان کے غلام کی تنخواہ مقرر ہوئی، (فتوح البلدان ذکر العطاء فی خلافت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) اکثر غلاموں کو بلا کر ساتھ کھانا کھلاتے، ایک شخص نے دعوت کی تو محض اس وجہ سے برافروختہ ہوکر اٹھ گئے کہ اس نے دسترخوان پر اپنے غلام کو نہیں بٹھایا تھا، آپ اکثر حاضرین کو سنا کر کہتے تھے کہ جولوگ غلاموں کو اپنے ساتھ کھانا کھلانا عار سمجھتے ہیں، خدا ان پر لعنت بھیجتا ہے غلاموں کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ وہ اپنے عزیز واقارب سے جدا ہوجاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کوئی غلام اپنے اعزہ سے جدا نہ کیا جائے۔ (کنزالعمال)

۱۸ ھ میں جب عرب میں قحط پڑا، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیقراری قابل دید تھی، دور دراز ممالک سے غلہ منگوا کر تقسیم کیا، گوشت گھی اور دوسری مرغوب غذائیں ترک کردیں، اپنے لڑکے کے ہاتھ میں خربوزہ دیکھ کر خفا ہوئے کہ قوم فاقہ مست ہے اور تو تفکہات سے لطف اٹھاتا ہے، غرض! جب تک قحط رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر قسم کے عیش ولطف سے اجتناب رکھا۔ (ایضاً، وقائع الرمادہ)

عراق عجم کے معرکہ میں نعمان بن مقرن اور دوسرے بہت سے مسلمان شہید ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ان کی شہادت کا اتنا اثر تھا کہ زار وقطار روتے تھے، مال غنیمت آیا تو غصہ سے واپس کردیا کہ مجاہدین اور شہداء کے ورثا میں تقسیم کردیا جائے۔

تم نے انتظامات کے سلسلہ میں پڑھا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں ہر جگہ لنگر خانے، مسافر خانے اور یتیم خانے بنوائے تھے، غرباء مساکین اور مجبور ولاچار آدمیوں کے روزینے مقرر کردیئے تھے، کیا یہ تمام امور لطف وترحم کے دائرہ سے باہر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمیوں اور کافروں کے ساتھ جس رحمدلی اور لطف کا سلوک کیا آج مسلمان، مسلمان سے نہیں کرتے، زندگی کے آخری لمحے تک ذمیوں کا خیال رہا، وفات کے وقت وصیت میں ذمیوں کے حقوق پر خاص زور دیا۔

(بخاری، کتاب المناقب باب قصہ البیعہ والاتفاق علی رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ)

عفو

اس لطف وترحم کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عفو اور درگزر سے بھی کام لیتے تھے، ایک دفعہ حر بن قیس اور عینیہ بن حصن حاضر خدمت ہوئے، عینیہ نے کہا آپ انصاف سے حکومت نہیں کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس گستاخی پر بہت غضبناک ہوئے، حر بن قیس نے کہا امیر المومنین! قرآن مجید میں آیا ہے "خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِين

(الاعراف) "یہ شخص جاہل ہے اس کی بات کا خیال نہ کیجئے، اس گفتگو سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ (کنز العمال)

رفاہِ عام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فریضہ خلافت کی حیثیت سے رفاہ عام اور بنی نوع انسان کی بہبودی کے جو کام کئے اس کی تفصیل گزر چکی ہے، ذاتی حیثیت سے بھی ان کا ہر لحہ خلق اللہ کی نفع رسانی کے لئے وقف تھا، ان کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے پوچھ کر بازار سے سودا سلف لا دیتے تھے، مقام جنگ سے قاصد آتا تو اہل فوج کے خطوط ان کے گھروں میں پہنچا آتے اور جس گھر میں کوئی لکھا پڑھا نہ ہوتا خود ہی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے اور گھر والے جو کچھ لکھاتے لکھ دیتے، راتوں کو عموماً گشت کرتے کہ عام آبادی کا حال معلوم ہو، ایک دفعہ گشت کرتے ہوئے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام حرار پہنچے، دیکھا کہ ایک عورت پکار رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، پاس جا کر حقیقت حال دریافت کی، عورت نے کہا بچی بھوک سے تڑپ رہے ہیں، میں نے ان کے بہلانے کو خالی ہانڈی چڑھا دی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت مدینہ آئے اور آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لے چلے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم نے کہا میں لئے چلتا ہوں، فرمایا، ہاں قیامت میں تم میرا بار نہیں اٹھاؤ گے اور خود ہی سب سامان لے کر عورت کے پاس گئے، اس نے پکانے کا انتظام کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ (کنز العمال)

ایک دفعہ کچھ لوگ شہر کے باہر اترے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا اور کہا مجھ کو ان کے متعلق مدینہ کے چوروں کا ڈر لگا ہوا ہے، چلو ہم دونوں چل کر پہرہ دیں؛ چنانچہ دونوں آدمی رات بھر پہرہ دیتے رہے۔ (طبری)

ایک دفعہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمہ سے رونے کی آواز آئی، دریافت سے معلوم ہوا کہ بدو کی عورت دردِزہ میں مبتلا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر آئے اور اپنی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر بدو کے خیمہ گئے، تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا، ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا اے امیر المومنین! اپنے دوست کو مبارکباد دیجئے، بدو امیر المومنین کا لفظ سن کو چونک پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کچھ خیال نہ کرو، کل میرے پاس آنا، بچہ کی تنخواہ مقرر کر دوں گا۔ (کنز العمال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی غیر معمولی مصروفیات میں سے بھی مجبور، بیکس اور اپاہج آدمیوں کی خدمت گزاری کے لئے وقت نکال لیتے تھے، مدینہ سے اکثر نابینا اور ضعیف اشخاص فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت گزاری کے ممنون تھے، خلوص کا یہ عالم تھا کہ خود ان لوگوں کو خبر بھی نہ تھی کہ یہ فرشتہ رحمت کون ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز علی الصبح امیر المومنین کو ایک جھونپڑے میں جاتے دیکھا، خیال ہوا کہ فاروق اعظم کا کیا کام؟ دریافت سے معلوم ہوا کہ اس میں ایک نابینا ضعیفہ رہتی ہے اور وہ روز اس کی خبر گیری کے لئے جایا کرتے ہیں۔

خدا کی راہ میں دینا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ دولتمند نہ تھے، تاہم انہوں نے جو کچھ خدا کی راہ میں صرف کیا وہ ان کی حیثیت سے بہت زیادہ تھا، ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کی تیاری کی تو اکثر صحابہ نے ضروریات جنگ کے لئے بڑی بڑی رقمیں

پیش کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے مال واسباب میں سے آدھا لے کر پیش کیا۔ (ترمذی، فضائل عمر رضی اللہ عنہ)

یہود بنی حارثہ سے آپ کو ایک زمین ملی تھی اس کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا اسی طریقہ سے خیبر میں ایک بہترین سیر حاصل قطعہ اراضی ملا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایک قطعہ زمین ملا ہے جس سے بہتر میرے پاس کوئی جائداد نہیں ہے، آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقف کر دو؛ چنانچہ حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم فقراء اعزہ، مسافر، غلام اور جہاد کے لئے وقف کر دیا۔ (ابوداود کتاب الوصایا باب ماجاء فی الرجل یوقف وقف)

ایک دفعہ ایک اعرابی نے نہایت رقت انگیز اشعار سنائے اور دست سوال دراز کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ متاثر ہو کر بہت روئے اور کرتہ اتار کر دے دیا۔

مساوات کا خیال

عہد فاروقی میں شاہ گدا، امیر وغریب، مفلس ومالدار سب ایک حال میں نظر آتے تھے، عمال کو تاکیدی حکم تھا کہ کسی طرح کا امتیاز ونمود اختیار نہ کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود ذاتی حیثیت سے بھی مساوات اپنا خاص شعار بنایا تھا، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی معاشرت نہایت سادہ رکھی تھی، تعظیم وتکریم کو دل سے ناپسند کرتے تھے، ایک دفعہ کسی نے کہا، میں آپ پر قربان فرمایا ایسا نہ کہو، اس سے تمہارا نفس ذلیل ہو جائے گا، اسی طرح زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قاضی مدینہ کی عدالت میں مدعا علیہ کی حیثیت سے گئے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے اس مقدمہ میں یہ پہلی ناانصافی کی، یہ کہہ کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔ (کنز العمال)

آپ کا مقولہ تھا کہ میں اگر عیش وتنعم کی زندگی بسر کروں اور لوگ مصیبت وافلاس میں رہیں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا، سفر شام میں نفیس ولذیز کھانے پیش کئے گئے تو پوچھا کہ تمام مسلمانوں کو بھی یہ الوان نعمت میسر ہیں؟ لوگوں نے کہا ہر شخص کے لئے کس طرح ممکن ہے؟ فرمایا، تو پھر مجھے بھی اس کی حاجت نہیں۔

خلافت کی حیثیت سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جاہ وجلال کا سکہ تمام دنیا پر بیٹھا ہوا تھا؛ لیکن مساوات کا یہ عالم تھا کہ قیصر وکسریٰ کے سفراء آتے تھے تو انہیں یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ شاہ کون ہے؟ درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود نمونہ بن کر مسلمانوں کو مساوات کا ایسا درس دیا تھا کہ حاکم ومحکوم، اور آقا وغلام کے سارے امتیازات اُٹھ گئے تھے۔

غیرت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بالطبع غیور واقع ہوئے تھے، یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی غیرت کا پاس ولحاظ کرتے تھے، صحیح مسلم، ترمذی اور صحاح کی تقریباً سب کتابوں میں باختلاف الفاظ مروی ہے کہ معراج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں ایک عالیشان طلائی قصر ملاحظہ فرمایا جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص تھا اس کے اندر صرف اس وجہ سے تشریف نہیں لے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی غیرت کا حال معلوم تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر فرمایا تو وہ رو کر کہنے لگے "أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُولَ اللهِ" (کیا میں آپ کے مقابلہ میں غیرت کروں گا یا رسول

اللہ! (بخاری مناقب عمر رضی اللہ عنہ)

آیت حجاب نازل ہونے سے پہلے عرب میں پردہ کا رواج نہ تھا یہاں تک کہ خود ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ پردہ نہیں کرتی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت اس بے حجابی کو نہایت ناپسند کرتی تھی، بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتجی ہوئے کہ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کو پردہ کا حکم دیں اس خواہش کے بعد ہی آیت حجاب نازل ہوئی۔

آپ کی غیرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب آپ کو خبر ملی مسلمان عورتیں حماموں میں عیسائی عورتوں کے سامنے بے پردہ نہاتی ہیں تو تحریری حکم جاری کیا کہ مسلمان عورت کا غیر مذہب والی عورت کے سامنے بے پردہ ہونا جائز نہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اسلام کے ان مصائب میں سے ہے جس کی تلافی نہ ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے، جس دن سے وہ مسلمان ہوے دین الٰہی کی شوکت وعزت بڑھتی گئی اور اپنے عہد خلافت میں تو وہ کام کئے جن کی نظیر کبھی چشم فلک نے بھی نہیں دیکھی اور جس دن سے رخصت ہوئے مسلمانوں کا اقبال بھی رخصت ہوگیا۔

مدینہ منورہ میں ایک فیروز نامی ایک پارسی (ایرانی) غلام تھے جس کہ کنیت ابولولو تھی۔ اس نے ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ سے بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے۔ آپ کم کرادیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعداد پوچھی۔ اس نے کہا روزانہ دو درہم (قریبا سات آنے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کونسا پیشہ کرتا ہے۔ بولا کہ بخاری، نقاشی، آہنگری۔ فرمایا کہ ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم کچھ بہت نہیں ہے۔ فیروز دل میں سخت ناراض ہوکر چلا آیا۔

دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں۔ جب صفیں سیدھی ہوچکتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے۔ اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہوچکیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ امامت کے لئے بڑھے اور جونہی نماز شروع کی، فیروز نے دفعتہ گھات سے نکل کر چھ وار کیے۔ جن میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کردیا اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔

(27 ذوالحجہ 23 ہجری 644 عیسوی)

عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے بسمل پڑے تھے۔ فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا لیکن بلاآخر پکڑ لیا گیا اور ساتھ ہی اس نے خودکشی کرلی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ سب سے پہلے انھوں نے پوچھا کہ میرا قاتل کون تھا؟ لوگوں نے کہا کہ فیروز فرمایا کہ الحمد للہ کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعوٰی رکھتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا زخم چنداں کاری نہیں ہے غالبا شفا ہوجائے۔ چنانچہ ایک طبیب بلایا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا اور دونوں چیزیں زخم کی راہ باہر نکل آئیں اس وقت لوگوں کو

یقین ہوگیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ اب آپ اپنا ولی عہد منتخب کر جایئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور اس کہو کہ عمر آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے آپ پر ترجیح دوں گی۔ عبداللہ واپس آئے۔ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی۔ بیٹے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کیا خبر لائے؟ انہوں نے فرمایا جو آپ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔

اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا، وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ تمام صحابہ بار بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخوست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے معاملے پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر سوچا کرتے تھے۔ بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطان و پیچان ہیں۔

غرض وفات کے وقت جب لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ ان چھ شخصوں میں جس کی نسبت کثرت رائے ہو وہ خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ جن پر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن وقاص، عبدالرحمن بن عوف رضوان اللہ عنہم تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قوم اور ملک کی بہبود کا جو خیال تھا اس کا اس اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عین کرب و تکلیف کی حالت میں جہاں تک ان کی قوت اور حواس نے یاوری دی اس دھن میں صرف رہے۔ لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو اس کو میں وصیت کرتا ہوں کی پانچ فرقوں کے حقوق کا نہایت خیال رکھے۔ (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) اعراب (۴) وہ اہل عرب جو اور شہروں میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ (۵) اہل ذمہ (یعنی عیسائی، یہودی، پارسی جو اسلام کہ رعایا تھے) پھر ہر ایک کے حقوق کی تصریح کی۔ •

قوم کے کام سے فراغت ہو چکی تو اپنے ذاتی مطالب پر توجہ کی۔ عبداللہ اپنے بیٹے کو بلا کر پوچھا کہ مجھ پر کتنا قرض ہے۔ معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم۔ فرمایا کہ میرے متروکہ سے ادا ہو سکے تو بہتر ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اگر وہ بھی پورا نہ کر سکیں تو کل قریش سے۔ لیکن قریش کے علاوہ کسی اور کو تکلیف نہ دینا۔ (یہ صحیح بخاری کی روایت ہے) لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکان خرید لیا جس سے قرض ادا کیا گیا۔ (فتح الباری)

اس کے بعد نزع کی حالت شروع گئی، اسی حالت میں ایک نوجوان آپ کے پاس آیا جس کے ازار ٹخنوں سے نیچی تھی، آپ نے فرمایا کہ اے بھتیجے ذرا اپنے ازار ٹخنوں سے اوپر رکھا کرو۔ اس کپڑا بھی صاف رہتا ہے اور خدا کی اطاعت بھی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین دن کے بعد فوت ہوئے اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ اور آفتاب عالم تاب خاک میں چھپ گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نام ونسب، خاندان

عثمان نام، ابوعبداللہ اور ابوعمر کنیت، ذوالنورین لقب، والد کا نام عفان، والدہ کا نام اروی تھا، والد کی طرف سے پورا سلسلہ نسب یہ ہے، عثمان بن عفان بن ابی العاص ابن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی القرشی، والدہ کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے، اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبدمناف، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ پانچویں پشت میں عبدمناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی بیضا ام الحکیم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اس لئے وہ ماں کی طرف سے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں، (فتح الباری کتاب المناقب) آپ کو ذوالنورین (دونوں نوروں والا) اس لئے کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان ایام جاہلیت میں غیر معمولی وقعت واقتدار رکھتا تھا، آپ کے جداعلی امیہ بن عبدشمس قریش کے رئیسوں میں تھے، خلفائے بنوامیہ اسی امیہ بن عبدشمس کی طرف سے منسوب ہوکر امویین کے نام سے مشہور ہیں، عقاب یعنی قریش کا قومی علم اسی خاندان کے قبضہ میں تھا، جنگ فجار میں اسی خاندان کا نامور سردار حرب بن امیہ سپہ سالار اعظم کی حیثیت رکھتا تھا، عقبہ بن معیط نے جو اپنے زور اثر اور قوت کے لحاظ سے اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اموی تھا، اسی طرح ابوسفیان بن حرب جنہوں نے قبول اسلام سے پہلے غزوہ بدر کے بعد تمام غزوات میں رئیس قریش کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا تھا اسی اموی خاندان کے ایک رکن تھے؛ غرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان شرافت، ریاست اور غزوات کے لحاظ سے عرب میں نہایت ممتاز تھا اور بنوہاشم کے سوا دوسرا خاندان اس کا ہمسر نہ تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے چھٹے سال یعنی ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۷ برس قبل پیدا ہوئے، بچپن اور سن رشد کے حالات پردہ خفا میں ہیں؛ لیکن قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عام اہل عرب کے خلاف اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، عہد شباب کا آغاز ہوا تو تجارتی کاروبار میں مشغول ہوئے اور اپنی صداقت، دیانت اور راست بازی کے باعث غیر معمولی فروغ حاصل کیا۔

اسلام اور ہجرت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا چونتیسواں سال تھا کہ مکہ میں توحید کی صدا بلند ہوئی، گو ملکی رسم ورواج اور عرب کے مذہبی تخیل کے لحاظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے یہ آواز نامانوس تھی، تاہم وہ اپنی فطری عفت، پارسائی، دیانتداری اور راستبازی کے

باعث اس داعیٔ حق کو لبیک کہنے کے لئے بالکل تیار تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انہوں نے دین مبین کی تبلیغ واشاعت کو اپنا نصب العین قرار دیا اور اپنے حلقہ احباب میں تلقین وہدایت کا کام شروع کیا، ایام جاہلیت میں ان سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ارتباط تھا اور اکثر نہایت مخلصانہ صحبت رہتی تھی، ایک روز وہ حسب معمول حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور اسلام کے متعلق گفتگو شروع کی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے آپ اتنے متاثر ہوئے کہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئے، ابھی دونوں بزرگ جانے کا خیال ہی کررہے تھے کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا، عثمان! خدا کی جنت قبول کر، میں تیری اور تمام خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ زبان نبوت کے ان سادہ وصاف جملوں میں خدا جانے کیا تاثیر بھری تھی کہ میں بے اختیار کلمہ شہادت پڑھنے لگا اور دست مبارک میں ہاتھ دیکر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ (اصابہ، تذکرۃ سعدی بنت کریز)

اس موقع پر یہ نکتہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تعلق اموی خاندان سے تھا جو بنوہاشم کا حریف تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کو اس لئے خوف وحسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا کہ اس طریقہ سے عرب کی سیادت کی باگ بن امیہ کے ہاتھ سے نکل کر بنوہاشم کے دست اقتدار میں چلی جائے گی، یہی وجہ تھی کہ عقبہ بن ابی معیط اور ابوسفیان وغیرہ اس تحریک کے دبانے میں نہایت سرگرمی سے پیش پیش تھے؛ لیکن حضرت عثمان کا آئنہ دل خاندانی تعصب کے گردوغبار سے پاک تھا، اس لئے اس قسم کی کوئی پیش بینی ان کی صفائے باطن کو مکدر نہ کرسکی، انہوں نے نہایت آزادی کے ساتھ اپنے خاندان کے خلاف اس زمانہ میں حق کی آواز پر لبیک کہا جبکہ صرف پینتیس یا چھتیس زن ومرد اس شرف سے مشرف ہوئے تھے۔

شادی

قبول اسلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وہ شرف حاصل ہوا جو ان کی کتاب منقبت کا سب سے درخشاں باب ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فرزندی میں قبول فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منجھلی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہ کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا مگر اسلام کے بعد عتبہ کے باپ ابولہب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی عداوت ہوگئی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے پر دباؤ ڈال کر طلاق دلوادی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی ممدوحہ کا دوسرا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس شادی کے متعلق بعض لغو اور بے ہودہ روایتیں کتابوں میں ہیں، مگر وہ تمام تر جھوٹی ہیں اور محدثین نے موضوعات میں ان کا شمار کیا ہے۔

حبشہ کی ہجرت

مکہ میں اسلام کی روز افزوں ترقی سے مشرکین قریش کے غیظ وغضب کی آگ روز بروز زیادہ مشتعل ہوتی جاتی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنی وجاہت اور خاندانی عزت کے باوجود عام بلاکشان اسلام کی طرح جفا کاروں کے ظلم وستم کا نشانہ تھے، ان کو خود ان کے چچا نے باندھ کر مارا، اعزہ واقارب نے سردمہری شروع کی اور رفتہ رفتہ ان کی سخت گیری اور جفا کاری یہاں

تک بڑھی کہ وہ ان کی برداشت سے باہر ہو گئی اور بالآخر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ملک حبش کی طرف روانہ ہو گئے؛ چنانچہ یہ پہلا قافلہ تھا جو حق وصداقت کی محبت میں وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر جلاوطن ہوا۔

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا اس لئے پریشان خاطر تھے، ایک روز ایک عورت نے خبر دی کہ اس نے ان دونوں کو دیکھا تھا اتنا معلوم ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان عثمان اول من هاجر باهله من هذه الامة، (اصابہ تذکرہ رقیہ رضی اللہ عنہ)

یعنی اس میری امت میں عثمان رضی اللہ عنہ پہلا شخص ہے جو اپنے اہل وعیال کو لے کر ہجرت کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس ملک میں چند سال رہے، اس کے بعد جب بعض اور صحابہ رضی اللہ عنہم قریش کے اسلام کی غلط خبر پاکر اپنے وطن واپس آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے، اس بنا پر بعض صحابہ پھر ملک حبش کی طرف لوٹ گئے، مگر حضرت عثمان پھر نہ گئے۔

مدینہ کی طرف

اسی اثنا میں مدینہ کی ہجرت کا سامان پیدا ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اصحاب کو مدینہ کی ہجرت کا ایماء فرمایا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے اور حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ میں برادری قائم کر دی۔ (طبقات)

اس مواخات سے دونوں خاندانوں میں جس قدر محبت اور یگانگت پیدا ہو گئی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ تمام عمر سوگوار رہے اور ان کا نہایت پر درد مرثیہ لکھا۔

بیر رومہ کی خریداری

مدینہ آنے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی تمام شہر میں صرف بیر رومہ ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے لائق تھا؛ لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا اور اس نے اس کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عام مصیبت کو دفع کرنے کے لئے اس کنوئیں کو خرید کر وقف کر دینا چاہا، سعی بلیغ کے بعد یہودی صرف نصف حق فروخت کرنے پر راضی ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم میں نصف کنواں خرید لیا اور شرط یہ قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمان کی باری ہوگی اور دوسرے دن اس یہودی کے لئے یہ کنواں مخصوص رہے گا۔

جس روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری ہوتی تھی اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے تھے کہ دو دن تک کے لئے کافی ہوتا تھا، یہودی نے دیکھا کہ اب اس سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر راضی ہو گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آٹھ ہزار درہم میں اس کو خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، اس طرح اسلام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیض کرم کا یہ پہلا ترشح تھا، جس نے توحید کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

خلیفہ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمرو اور لقب ذوالنورین (دونور والے) ہے۔ آپ قریشی ہیں اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ کا خاندانی شجرہ عبد مناف پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ آپ نے آغاز اسلام ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اور آپ کو آپ کے چچا اور دوسرے خاندانی کافروں نے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے بے حد ستایا۔ آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اس لئے آپ صاحب الہجرتین (دو ہجرتوں والے) کہلاتے ہیں اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اس لئے آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔ آپ جنگ بدر کے علاوہ دوسرے تمام اسلامی جہادوں میں کفار سے جنگ فرماتے رہے۔ جنگ بدر کے موقع پر ان کی زوجہ محترمہ جو رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، سخت علیل ہوگئیں تھیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ بدر میں جانے سے منع فرمادیا لیکن ان کو مجاہدین بدر میں شمار فرما کر مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا اور اجر وثواب کی بشارت بھی دی۔
حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور بارہ برس تک تخت خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کی حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور افریقہ وغیرہ بہت سے ممالک مفتوح ہوکر خلافت راشدہ کے زیر نگیں ہوئے۔ بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بارہ ذوالحجہ یا اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات کے وقت اس حال میں شہید کردیا کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت فرمارہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے خون کے چند قطرات قرآن شریف کی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وازالۃ الخفاء)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کرامات

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی پر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے (جل بھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں۔
امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قول حق اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے

دلوں کے حالات وخیالات کو معلوم کرلیا کرتا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ازالۃ الخفاء، مقصد)

آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے قلب پر ایک سیاہ داغ اور بدنما دھبہ پڑ جاتا ہے اور چونکہ قلب پورے جسم کا بادشاہ ہے اس لئے قلب پر جب کوئی اثر پڑتا ہے تو پورا بدن اس سے متاثر ہوجاتا ہے تو خاصان خدا جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی ہوا کرتا ہے وہ بدن کے ہر ہر حصہ میں ان اثرات کو اپنے نور فراست اور نگاہ کرامت سے دیکھ لیا کرتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چونکہ اہل بصیرت اور صاحب باطن تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگاہ کرامت سے شخص مذکور کی آنکھوں میں اس کے گناہ کے اثرات کو دیکھ لیا اور اس کی آنکھوں کو اس لئے زناکار کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ زنا العینین النظر یعنی کسی اجنبی عورت کو بری نیت سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہاتھ میں کینسر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام جہجاہ غفار۔ تھا کھڑا ہوگیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم وحیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدا تعالیٰ کی قہاری وجباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اسکے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہوگیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، تاریخ الخلفاء)

گستاخی کی سزا

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔ میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بناء پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا: اے شخص! میرا حال نہ پوچھ، میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کر دیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔

اے شخص! میں امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پُرجلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہوگیا اور میں خوف ودہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو آچکا ہوں، تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ

اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد)

مذکورہ بالا دونوں روایتوں اور کرامتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بہت بڑا ستار و غفار اور غفور و رحیم ہے، لیکن اگر کوئی بدنصیب اس کے محبوب بندوں کی شان میں کوئی گستاخی و بے ادبی کرتا ہے تو خداوند قدوس کی قہاری و جباری اس مردود کو ہرگز ہرگز معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور بالضرور دنیا و آخرت کے بڑے بڑے عذابوں میں گرفتار کر دیتی ہے اور وہ دونوں جہان میں قہر قہار و غضب جبار کا اس طرح سزاوار ہو جاتا ہے کہ دنیا میں لعنتوں کی بار اور پھٹکار اور آخرت میں عذاب نار کے سوا اس کو کچھ نہیں ملتا۔ رافضی اور وہابی جن کے دین و مذہب کی بنیاد ہی محبوبان خدا کی بے ادبی پر ہے ہم نے ان گستاخوں اور بے ادبوں میں سے کئی ایک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان لوگوں پر قہر الٰہی کی ایسی مار پڑی ہے کہ توبہ توبہ، الامان۔ اور مرتے وقت ان لوگوں کا اتنا برا حال ہوا ہے کہ توبہ توبہ۔ نعوذ باللہ!

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی کی لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے محبوبوں کی تعظیم و توقیر اور ان کے ادب و احترام کی توفیق بخشے۔ امین

خواب میں پانی پی کر سیراب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور ان کے گھر میں پانی کی ایک بوند تک کا جانا بند کر دیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپتے رہتے تھے میں آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! رضی اللہ عنہ ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو فوراً ہی آپ نے دریچے میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا، میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا۔

اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری امداد و نصرت کروں۔ اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔ اے عبداللہ بن سلام! میں نے خوش ہو کر یہ عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے دربار پر انوار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

اپنے مدفن کی خبر

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے جو حش کوکب کہلاتا ہے تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہوگئی اور باغیوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ کو نہ روضۂ منورہ کے قریب دفن کیا جاسکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں مدفون کیے جاسکے جو کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ حش کوکب میں آپ سپرد خاک کئے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کب اور کہاں وفات پائیں گے اور کس جگہ انکی قبر بنے گی۔ چنانچہ سینکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں؟ اور کس جگہ وفات پا کر مدفون ہوں گے۔

ضروری انتباہ

اس موقع پر بعض کج فہم اور بدعقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: **وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ** یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا کہ وہ کون سی زمین میں مرے گا۔ لہٰذا اولیاء کرام کے سب قصے غلط ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے اور ہر مؤمن کا اس پر ایمان ہے مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل وفہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ وہ کب اور کہاں مرے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو بطریق کشف وکرامت ان چیزوں کا علم عطا فرما دے تو وہ بھی یہ جان لیتے ہیں کب اور کہاں ان کا انتقال ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو جانتا ہی ہے کہ کون کہاں مرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے خاصان خدا بھی اس بات کو جان لیتے ہیں کہ کون کہاں مرے گا۔ مگر کہاں اللہ تعالیٰ کا علم اور کہاں بندوں کا علم، اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ذاتی اور قدیم ہے اور بندوں کا علم عطائی اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ابدی اور غیر محدود ہے اور بندوں کا علم فانی اور محدود ہے۔

اب یہ مسئلہ نہایت ہی صفائی کے ساتھ واضح ہوگیا کہ قرآنی ارشاد کا مفاد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ اور اہل حق کا یہ عقیدہ کہ اولیاء کرام بھی جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور ان دونوں باتوں میں ہرگز ہرگز کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ جہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے کوئی نہیں جانتا اور جہاں یہ کہا گیا کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء رحمۃ اللہ علیہم جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء رحمۃ اللہ علیہم خدا عزوجل کے بتا دینے سے جان لیتے ہیں۔ اب ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں کونسا تعارض اور

ٹکراؤ ہے؟ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ پر سوفیصدی صحیح اور درست ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شہادت کے بعد غیبی آواز

حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ کہہ رہا تھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور نہ ناراض ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سناؤ اور خدا کے غفران ورضوان کی بھی بشارت دے دو۔ حضرت عدیُ بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس آواز کو سن کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ (شواہد النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

مدفن میں فرشتوں کا ہجوم

روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گور وکفن پڑی رہی۔ پھر چند جاں نثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارکہ کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچا دیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔ اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارکہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کرلیا۔ یہ دیکھ کر سواروں نے با آواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں، ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہوگیا اور اطمینان وسکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔ قبرستان سے لوٹ کر ان صحابیوں رضی اللہ عنہم نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔ (شواہد النبوۃ)

گستاخ درندہ کے منہ میں

منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لئے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض وعناد رکھتا تھا توہین واہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لئے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ بہت دور ہے اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔

یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر وعافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہنچ گئے لیکن وہ شخص جو آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے لیے نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ درمیان راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور دوڑتا اور غراتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

یہ منظر دیکھ کر تمام اہل قافلہ نے یک زبان ہوکر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے ادبی وبے حرمتی کا انجام ہے۔ (شواہد النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نام ،نسب، خاندان

علی نام، ابوالحسن اورابوتراب کنیت، حیدر (شیر) لقب، (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوہ ذی قرد وغیرہا) والد کا نام ابو طالب اوروالدہ کا نام فاطمہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی، چونکہ ابو طالب کی شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

خاندانِ ہاشم کو عرب اور قبیلہ قریش میں جو وقعت وعظمت حاصل تھی وہ محتاجِ اظہار نہیں، خانہ کعبہ کی خدمت اوراس کا اہتمام بنو ہاشم کا مخصوص طغرائے امتیاز تھا اوراس شرف کے باعث ان کو تمام عرب میں مذہبی سیادت حاصل تھی۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب مکہ کے ذی اثر بزرگ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کی آغوش شفقت میں پرورش پائی تھی اور بعثت کے بعد ان ہی کے زیر حمایت مکہ کے کفرستان میں دعوتِ حق کا اعلان کیا تھا، ابو طالب ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے پنجہ ظلم ستم سے محفوظ رکھا، مشرکین قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی اورحمایت کے باعث ابو طالب اوران کے خاندان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں، ایک گھاٹی میں ان کو محصور کردیا، کاروبار اور لین دین بند کردیا، شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کر لئے، کھانا پینا تک بند کردیا، غرض ہر طرح پریشان کیا، مگر اس نیک طینت بزرگ نے آخری لمحہ حیات تک اپنے عزیز بھتیجے کے سر سے دستِ شفقت نہ اٹھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی آرزو تھی کہ ابو طالب کا دل نورِ ایمان سے منور ہوجائے اورانہوں نے اپنی ذات سے دنیا میں مہبط وحی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو خدمت وحمایت کی ہے اس کے معاوضہ میں ان کو نعیم فردوس کی ابدی اور لامتناہی دولت حاصل ہو، اس لئے ابو طالب کی وفات کے وقت نہایت اصرار کے ساتھ کلمہ توحید کی دعوت دی، ابو طالب نے کہا عزیز بھتیجے! اگر مجھے قریش کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا تو نہایت خوشی سے تمہاری دعوت قبول کرلیتا، (سیرت ابن ہشام) سیرت ابن ہشام میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نزع کی حالت میں کلمہ توحید ان کی زبان پر تھا، مگر یہ روایت کمزور ہے، بہرحال ابو طالب نے گو اعلانیہ اسلام قبول نہیں کیا، تاہم انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح پرورش وپرداخت کی اور کفار کے مقابلہ میں جس ثبات اوراستقلال کے ساتھ آپ کی نصرت وحمایت کا فرض انجام دیا، اس کے لحاظ سے اسلام کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ شکر گزاری اوراحسان مندی کے ساتھ لیا جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے اس یتیم معصوم کی ماں کی طرح شفقت ومحبت سے پرورش کی، مستند روایات کے مطابق وہ مسلمان ہوئیں اور ہجرت کرکے مدینہ گئیں، ان کا

انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن میں اپنی قمیص مبارک پہنائی اور قبر میں لیٹ کر اس کو متبرک کیا، لوگوں نے اس عنایت کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ابوطالب کے بعد سب سے زیادہ اسی نیک سیرت خاتون کا ممنونِ احسان ہوں۔

(ترجمہ اسد الغابہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دس برس پہلے پیدا ہوئے تھے، ابوطالب نہایت کثیر العیال اور معاش کی تنگی سے نہایت پریشان تھے، قحط وخشک سالی نے اس مصیبت میں اور بھی اضافہ کر دیا، اس لئے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوب چچا کی عسرت سے متاثر ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہم کو اس مصیبت و پریشان حالی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہئے؛ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حسب ارشاد جعفر کی کفالت اپنے ذمہ لی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ انتخاب نے علی رضی اللہ عنہ کو پسند کیا؛ چنانچہ وہ اس وقت سے برابر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ (زرقانی)

اسلام اور ہجرت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سن ابھی صرف دس سال کا تھا کہ ان کے شفیق مربی کو دربارِ خداوندی سے نبوت کا خلعت عطا ہوا، چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ رہتے تھے اس لئے ان کو اسلام کے مذہبی مناظر سب سے پہلے نظر آئے؛ چنانچہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو مصروف عبادت دیکھا، اس موثر نظارہ نے اثر کیا، طفلانہ استعجاب کے ساتھ پوچھا، آپ دونوں کیا کر رہے تھے؟ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے منصب گرامی کی خبر دی اور کفر وشرک کی مذمت کر کے توحید کی دعوت دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان ایسی باتوں سے آشنا نہ تھے، متحیر ہو کر عرض کیا، اپنے والد ابوطالب سے دریافت کروں اس کے متعلق؟ چونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی اعلان عام منظور نہ تھا، اس لئے فرمایا کہ اگر تمہیں تامل ہے تو خود غور کرو؛ لیکن کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش سے فطرت سنور چکی تھی، توفیق الٰہی شامل ہوئی، اس لئے زیادہ غور وفکر کی ضرورت پیش نہ آئی اور دوسرے ہی دن بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے کون ایمان لایا، بعض روایات سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی، بعض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولیت ظاہر ہوتی ہے اور بعضوں کے خیال میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ایمان سب پر مقدم ہے؛ لیکن محققین نے ان مختلف احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عورتوں میں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلاموں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔

مکہ کی زندگی

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے تیرہ سال مکہ معظمہ میں بسر ہوئے، چونکہ وہ رات دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے مشورہ کی مجلسوں میں تعلیم وارشاد کے مجمعوں میں، کفار ومشرکین کے مباحثوں میں اور معبودِ حقیقی کی پرستش وعبادت کے موقعوں پر، غرض ہر قسم کی صحبتوں میں شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے سرزمین مکہ میں مسلمانوں کے لئے اعلانیہ خدا کا نام لینا اور اس کی عبادت و پرستش کرنا تقریباً ناممکن تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چھپ کر اپنے معبود حقیقی کی پرستش فرماتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان عبادتوں میں شریک ہوتے، ایک دفعہ وادی نخلہ میں حسب معمول مصروف عبادت تھے کہ اتفاق سے اس طرف ابوطالب کا گزر ہوا، اپنے معصوم بھتیجے اور نیک بخت بیٹے کو مصروف عبادت دیکھ کر پوچھا کیا کرتے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ حق کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ اس میں کوئی ہرج نہیں؛ لیکن مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ)

انتظام دعوت

منصب نبوت عطا ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین برس تک اعلانیہ دعوتِ اسلام کی صدا بلند نہیں فرمائی؛ بلکہ پوشیدہ طریقہ پر خاص خاص لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے رہے، چوتھے سال کے اعلان عام اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں اس کی تبلیغ کا حکم ہوا؛ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ "اپنے قریبی اعزہ کو (عذب الٰہی سے) ڈراؤ"

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے موافق کوہِ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے سامنے دعوتِ اسلام کی صدا بلند کی؛ لیکن مدت کا زنگ ایک دن کے صیقل سے نہیں دور ہوسکتا تھا، ابولہب نے کہا: تَبًّا لَكَ. اسی لئے تو نے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا؟ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پھر اپنے خاندان میں تبلیغ اسلام کی کوشش فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتظام دعوت کی خدمت پر مامور کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت مشکل سے چودہ پندرہ برس کی تھی؛ لیکن انہوں نے اس کمسنی کے باوجود نہایت اچھا انتظام کیا، دسترخوان پر بکرے کے پائے اور دودھ تھا، دعوت میں کل خاندان شریک تھا جن کی تعداد چالیس تھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، ابولہب اور ابوطالب بھی شرکاء میں تھے، لوگ کھانے سے فارغ ہوچکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھ کر فرمایا: یا بنی عبدالمطلب: خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں، بولو تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ وہ میرا معاون و مددگار رہوگا؟ اس کے جواب میں سب چپ رہے، صرف شیر خدا علی مرتضی کی آواز بلند ہوئی کہ گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے، اور میری ٹانگیں پتلی ہیں، تاہم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یاور اور دست و بازو بنوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا تم بیٹھ جاؤ اور پھر لوگوں سے خطاب فرمایا؛ لیکن کسی نے جواب نہ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر آٹھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دفعہ بھی ان کو بٹھا دیا، یہاں تک کہ جب تیسری دفعہ بھی اس بارِ گراں کا اٹھانا کسی نے قبول نہیں کیا تو اس مرتبہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاں بازی کے لہجہ میں انہی الفاظ کا اعادہ کیا تو ارشاد ہوا کہ بیٹھ جاؤ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔" (طبری)

ہجرت

بعثت کے بعد تقریباً تیرہ برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں میں اسلام کی صدا بلند کرتے رہے؛ لیکن مشرکین

قریش نے اس کا جواب محض بغض وعناد سے دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائیوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کو اسیر پنجہ ستم دیکھ کر آہستہ آہستہ ان سب کو مدینہ چلے جانے کا حکم دیا؛ چنانچہ چند نفوسِ قدسیہ کے علاوہ مکہ مسلمانوں سے خالی ہوگیا، اس ہجرت سے مشرکین کو اندیشہ ہوا کہ اب مسلمان ہمارے قبضۂ اقتدار سے باہر ہوگئے ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی قوت مضبوط کر کے ہم سے انتقام لیں، اس خطرہ نیاں کو خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا دشمن بنا دیا؛ چنانچہ ایک روز مشورہ کر کے وہ رات کے وقت کاشانہ نبوت کی طرف چلے کہ مکہ چھوڑنے سے پہلے ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے رخصت کردیں؛ لیکن مشیت الہٰی تو یہ تھی کہ ایک دفعہ تمام عالم حقانیت کے نور سے پرنور اور توحید کی روشنی سے شرک کی ظلمت کافور ہوجائے، اس مقصد کی تکمیل سے پہلے آفتاب رسالت کس طرح غروب ہوسکتا ہے، اس لئے وحی الہٰی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے ارادوں کی اطلاع دیدی اور ہجرتِ مدینہ کا حکم ہوا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ مشرکین کو شبہ نہ ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتضٰی کو اپنے فرشِ اطہر پر استراحت کا حکم دیا اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔

فدیت وجان نثاری کا ایک عدیم المثال کارنامہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ بائیس تیئس برس کی تھی، اس عنفوانِ شباب میں اپنی زندگی کو قربانی کے لئے پیش کرنا فدویت وجاں نثاری کا عدیم المثال کارنامہ ہے، رات بھر مشرکین کا محاصرہ قائم رہا اور اس خطرہ کی حالت میں یہ نوجوان نہایت سکون واطمینان کے ساتھ محوخواب رہا، غرض تمام رات مشرکین قریش اس دھوکہ میں رہے کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی استراحت فرما ہیں، صبح ہوتے ہی اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لئے اندر آئے؛ لیکن یہاں یہ دیکھ کر وہ متحیر ہوگئے کہ شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جاں نثار اپنے آقا پر قربان ہونے کے لئے سربکف سو رہا ہے، مشرکین اپنی اس غفلت پر سخت برہم ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر اصل مقصود کی تلاش وجستجو میں روانہ ہوگئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد دو یا تین دن تک مکہ میں مقیم رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق جن لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاروبار اور لین دین تھا، ان کے معاملات سے فراغت حاصل کی اور تیسرے یا چوتھے دن وطن کو خیرباد کہہ کر عازم مدینہ ہوئے، اس زمانہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مہمان تھے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی انہی کے مکان میں جاکر روکش ہوئے، (ابن سعد تذکرہ علی رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مہاجرین میں باہم بھائی چارہ کرایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ (ایضا)

تعمیر مسجد

مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے بس ومجبور نہ تھا؛ بلکہ آزادی وحریت کی سرزمین میں تھا جہاں ہر شخص اعلانیہ خدائے واحد کی پرستش کرسکتا اور احکام شرعیہ نہایت اطمینان کے ساتھ ادا کرسکتا تھا، مسلمانوں کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھی، یہاں تک کہ

ہجرت کے چھٹے یا ساتویں مہینہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کوایک مسجد تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنیادرکھی اوراپنے رفقاء کے ساتھ خوداس کی تعمیر میں حصہ لیا،تمام صحابہ جوش کے ساتھ شریک کار تھے،حضرت علی رضی اللہ عنہ اینٹ اورگارا لالاکردیتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے:

لایستوی من یعمر المساجدا یدأب فیه قائما وقاعدا ومن یری عن الغبار حائدا (زرقانی)

"جو مسجد تعمیر کرتا ہے کھڑے ہوکراور بیٹھ کراس مشقت کو برداشت کرتا ہے اور جو گرد وغبار کے باعث اس کام سے جی چراتا ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے۔"

غزوات ودیگر حالات

سلسلہ غزوات میں سب سے پہلا معرکہ غزوہ بدر ہے،اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین سوتیرہ جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے،آگے آگے دوسیاہ رنگ کے علم تھے،ان میں سے ایک حیدر کرار کے ہاتھ میں تھا،جب رزمگاہ بدر کے قریب پہنچے توسرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند منتخب جان بازوں کے ساتھ غنیم کی نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا،انہوں نے نہایت خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور مجاہدین نے مشرکین سے پہلے پہنچ کر اہم مقاموں پر قبضہ کرلیا،سترہویں رمضان جمعہ کے دن جنگ کی ابتدا ہوئی،قاعدہ کے موافق پہلے تنہا مقابلہ ہوا،سب سے پہلے قریش کی صف سے تین نامی بہادر نکل کر مسلمانوں سے مبارز طلب ہوئے،تین انصاریوں نے ان کی دعوت کو لبیک کہا اور آگے بڑھے،قریش کے بہادروں نے ان کا نام نسب پوچھا،جب یہ معلوم ہوا کہ دویثرب کے نوجوان ہیں توان کے ساتھ لڑنے سے انکار کردیااورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مقابلہ میں ہمارے ہمسر کے آدمی بھیجو،اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے تین عزیزوں کے نام لئے،حمزہ رضی اللہ عنہ،علی رضی اللہ عنہ،اور عبیدہ رضی اللہ عنہ تینوں اپنے حریفوں کے لئے میدان میں آئے،حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حریف ولید کوایک ہی وار میں تہ تیغ کردیا،اس کے بعد جھپٹ کر عبیدہ رضی اللہ عنہ کی مدد کی اوران کے حریف شیبہ کوبھی قتل کیا،مشرکین نے طیش میں آکر عام حملہ کردیا،یہ دیکھ کر مجاہدین بھی نعرہ تکبیر کے ساتھ کفار کے نرغہ میں گھس گئے اور عام جنگ شروع ہوگئی،شیر خدا نے صفیں کی صفیں الٹ دیں اور ذوالفقار حیدری نے بجلی کی طرح چمک چمک کر اعدائے اسلام کے خرمن ہستی کوجلادیا،مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان مظفر ومنصور بے شمار مال غنیمت اور تقریبا ستر قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے،مال غنیمت میں سے آپ کوایک زرہ ایک اونٹ اور ایک تلوار ملی،

(سیرت ابن ہشام غزوہ بدر)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

اسی سال یعنی ۲ھ میں حضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دامادی کا شرف بخشا یعنی اپنی محبوب ترین صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے نکاح کردیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کی درخواست سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اوران کے بعد حضرت عمر رضی اللہ

عنہ نے کی تھی؛ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواہش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تمہارے پاس مہرادا کرنے کے لئے کچھ ہے؟ بولے ایک گھوڑے اور ایک ذرہ کے سوا کچھ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑا تو لڑائی کے لئے ہے البتہ ذرہ کو فروخت کر دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو اسی درہم میں بیچا اور قیمت لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بازار سے عطر اور خوشبو خرید لائیں اور خود نکاح پڑھایا اور دونوں میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑک کر خیر و برکت کی دعا دی۔ (زرقانی)

رخصتی

نکاح کے تقریباً دس گیارہ ماہ بعد باقاعدہ رخصتی ہوئی، اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے جب رخصتی کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک مکان کرایہ پر لے لو؛ چنانچہ حارث بن النعمان کا مکان ملا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ملکہ جنت کو رخصت کرا کے اس میں لے آئے۔ (اصابہ)

جہیز

حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر سے جو جہیز ملا تھا اس کی کل کائنات یہ تھی، ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشکیزہ، عجیب اتفاق ہے کہ یہی چیزیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی تک ان کی رفیق رہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس میں کوئی اضافہ نہ کر سکے۔

دعوت ولیمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی نہایت فقیرانہ وزاہدانہ تھی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، ذاتی ملکیت میں صرف ایک اونٹ تھا جس کے ذریعہ سے اذخر (ایک قسم کی گھاس) کی تجارت کر کے دعوت ولیمہ کے لئے کچھ رقم جمع کرنے کا ارادہ تھا؛ لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حالت نشہ میں (اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی، بخاری میں مفصل واقعہ مذکور ہے) اس اونٹ کو ذبح کر کے کباب سیخ بنا دیا، اس لئے اب اقلیم زہد کے تاجدار کے پاس اس رقم کے سوا جو ذرہ کی قیمت میں سے مہر ادا کرنے کے بعد بچ رہی تھی اور کچھ نہ تھی؛ چنانچہ اسی سے دعوت ولیمہ کا سامان کیا جس میں کھجور، جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربہ تھا؛ لیکن یہ اس زمانہ کے لحاظ سے پر تکلف ولیمہ تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں اس سے بہتر ولیمہ نہیں ہوا۔ (زرقانی)

غزوہ احد

۳ھ میں اُحد کا معرکہ پیش آیا، شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی اور پہلے مسلمانوں نے قلت تعداد کے باوجود غنیم کو بھگا دیا؛ لیکن عقب کے محافظ تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ مشرکین پیچھے سے یکا یک ٹوٹ پڑے، اس ناگہانی حملے سے مسلمانوں کے اوسان جاتے رہے، اسی حالت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو چشم زخم پہنچا، دندانِ مبارک شہید ہوئے اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ایک خندق میں گر پڑے، (بخاری باب غزوہ احد) مشرکین ادھر بڑھے؛ لیکن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روکا اور اسی میں لڑتے لڑتے شہید ہوئے، اس کے بعد حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر علم سنبھالا اور بے جگری کے ساتھ دادِ شجاعت دی، مشرکین کے علمبردار، ابوسعد بن ابی طلحہ نے مقابلہ کے لئے للکارا، شیر خدا نے بڑھ کر ایسا ہاتھ مارا کہ فرشِ خاک پر تڑپنے لگا اور بدحواسی کے عالم میں برہنہ ہوگیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی بدحواسی اور بے بسی پر رحم آگیا اور زندہ چھوڑ کر واپس آئے۔

مشرکین کا زور کم ہوا تو حضرت علی چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لے گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے زخم دھویا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈھال میں پانی بھر بھر کر گرایا، اس سے خون بند نہ ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ سے زخم کا منہ بند کیا۔

بنونضیر

غزوہ احد کے بعد ۴ھ میں بنونضیر کو ان کی بدعہدی کے باعث جلاوطن کیا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں بھی پیش پیش تھے اور علم ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔

غزوہ خندق

۵ھ میں غزوہ خندق پیش آیا اس میں کفار کبھی کبھی خندق میں گھس گھس کر حملہ کرتے تھے، ایک دفعہ سواروں نے حملہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چند جانبازوں کے ساتھ بڑھ کر روکا، سواروں کے سردار عمرو بن عبدود نے کسی کو تنہا مقابلہ کی دعوت دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کو پیش کیا، اس نے کہا میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا، شیر خدا نے کہا؛ لیکن میں تم کو قتل کرنا چاہتا ہوں، وہ برہم ہوکر گھوڑے سے کود پڑا، اور مقابلہ میں آیا، تھوڑی دیر تک شجاعانہ مقابلہ کے بعد ذوالفقار حیدری نے اس کو واصل جہنم کیا، اس کا مقتول ہونا تھا کہ باقی سوار بھاگ کھڑے ہوئے، (سیرت ابن ہشام) کفار بہت دن تک خندق کا محاصرہ کئے رہے؛ لیکن بالآخر مسلمانوں کی اس پامردی اور استقلال کے آگے ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور یہ معرکہ بھی مجاہدین کرام کے ہاتھ رہا۔

بنوقریظہ

بنوقریظہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کے باوجود ان کے مقابلہ میں قریش کا ساتھ دیا اور تمام قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا دیا تھا، اس لئے غزوہ خندق سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف توجہ کی، اس مہم میں بھی علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مطابق قلعہ پر قبضہ کرکے اس کے صحن میں عصر کی نماز ادا کی۔

بنوسعد کی سرکوبی

۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ بنوسعد یہود خیبر کی اعانت کے لئے مجتمع ہو رہے ہیں، اس لئے حضرت علی رضی

اللہ عنہ کوایک سو کی جمعیت کے ساتھ ان کی سرکوبی پر مامور کیا، انہوں نے ماہ شعبان میں حملہ کر کے بنو سعد کو منتشر کر دیا اور پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مال غنیمت میں لائے۔

صلح حدیبیہ

اسی سال یعنی ۶ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً چودہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ زیارت کعبہ کا ارادہ فرمایا، مقام حدیبیہ میں معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ مزاحمت کریں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گفتگو کے لئے سفیر بنا کر بھیجے گئے، مشرکین نے ان کو روک لیا، یہاں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقام کے لئے مسلمانوں سے بیعت لی، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس بیعت میں شریک تھے، بعد کو جب یہ معلوم ہوا کہ شہادت کی خبر غلط تھی تو مسلمانوں کا جوش کسی قدر کم ہوا، اور طرفین نے مصالحت پر رضامندی ظاہر کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامہ لکھنے کا حکم ہوا، انہوں نے حسب دستور: ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبارت سے عہد نامہ کی ابتداء کی مشرکین نے رسول اللہ کے لفظ پر اعتراض کیا اگر ہم کو رسول اللہ ہونا تسلیم ہوتا تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا؟ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو مٹادینے کا حکم دیا؛ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیرت نے گوارہ نہ کیا اور عرض کیا، خدا کی قسم! میں اس کو نہیں مٹا سکتا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دست مبارک سے اس کو مٹا دیا اس کے بعد معاہدہ صلح لکھا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیارت کا ارادہ ملتوی کر کے مدینہ واپس تشریف لائے۔

فتح خیبر

سے ۷ ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی، یہاں یہودیوں کے بڑے بڑے مضبوط قلعے تھے جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا، پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی تسخیر پر مامور ہوئے؛ لیکن کامیابی نہ ہوئی، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل ایک ایسے بہادر کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کا محبوب ہے اور خیبر کی فتح اسی کے ہاتھ سے مقدر ہے، صبح ہوئی تو ہر شخص متمنی تھا کہ کاش اس فخر وشرف کا تاج اس کے سر پر ہوتا؛ لیکن یہ دولت گرانمایہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے لئے مقدر ہو چکی تھی، صبح کو بڑے بڑے جاں نثار اپنے نام سننے کے منتظر تھے کہ دفعتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا، یہ آواز غیر متوقع تھی، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگایا جس سے یہ شکایت فوراً جاتی رہی۔ (ایضاً کتاب المغازی غزوہ خیبر)

مرحب

اس کے بعد علم مرحمت فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں لڑکر ان کو مسلمان بنالوں؟ فرمایا نہیں؛ بلکہ پہلے اسلام پیش کرو اور ان کو اسلام کے فرائض سے آگاہ کرو کیونکہ تمہاری کوششوں سے ایک شخص بھی مسلمان ہو گیا تو وہ تمہارے لئے بڑی سے بڑی نعمت سے بہتر ہے (ایضاً) لیکن یہودیوں کی قسمت میں اسلام کی عزت کے بجائے شکست، ذلت اور رسوائی لکھی تھی، اس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور ان کا معزز سردار مرحب بڑے جوش

قلعہ سے یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا۔

قد علمت خیبر انی مرحب　　شاکی السلاح بطل مجرب

خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں　　سلح پوش ہوں، بہادر ہوں، تجربہ کار ہوں

اذا الحروب اقبلت تلھب

جب کہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے

فاتح خیبر اس متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے بڑھا:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ　　کلیث غابات کریہ النظرہ

میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے　　جھاڑی کے شیر کی طرح مہیب اور ڈراونا

اوفیھم بالصاع کیل السندرہ

میں دشمنوں کو نہایت سرعت سے قتل کر دیتا ہوں

اور جھپٹ کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا، (صحیح بخاری مطبوعہ مصر باب غزوہ ذی قرد) اس کے بعد حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر حملہ کیا اور حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ اس کو مسخر کر لیا۔

مہم مکہ

رمضان ۱۰ ھ میں مکہ پر فوج کشی کی تیاریاں شروع ہوئیں، ابھی مجاہدین روانہ نہ ہوئے تھے، معلوم ہوا کہ ایک عورت غنیم کو یہاں کے تمام حالات سے مطلع کرنے کے لئے روانہ ہوگئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، اور مقداد رضی اللہ عنہ کو اس کی گرفتاری پر مامور کیا، یہ تینوں تیز گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ اور خاخ کے باغ میں گرفتار کر کے خط مانگا، پہلے اس عورت نے لاعلمی ظاہر کی؛ لیکن جب ان لوگوں نے جامہ تلاشی کا ارادہ کیا تو اس نے خط حوالہ کر دیا اور یہ لوگ خط لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب یہ خط پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کے نام بھیجا تھا اور اس میں بعض مخفی حالات کی اطلاع تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم بن ابی بلتعہ سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرد جرم قرار دینے سے قبل اصل حالات سن لیں، واقعہ یہ ہے کہ مجھ کو قریش سے کوئی نسبی تعلق نہیں ہے، صرف اس کا حلیف ہوں اور مکہ میں دوسرے مہاجرین کی قرابتیں ہیں جو فتح مکہ کے وقت ان کے اہل وعیال کی حفاظت کرتے، میں نے اس خیال سے کہ اگر کوئی نازک وقت آئے تو میرے بچے بے یار و مددگار نہ رہ جائیں یہ خط لکھا تھا، حاشا وکلا اس سے مخبری یا اسلام کے ساتھ دشمنی مقصود نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کو قبول کیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ انہوں نے سچ بیان کیا ہے؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آتش غضب بھڑک چکی تھی انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بدری ہیں، کیا تم کو معلوم نہیں کہ بدریوں کے تمام گناہ معاف ہیں۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ فتح)

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ ر رمضان ۸ھ کو مدینہ روانہ ہوئے اور ایک مرتبہ پھر اس محبوب سرزمین پر دس ہزار قدسیوں کے ساتھ فاتحانہ جاہ وجلال کے ساتھ داخل ہوئے، جہاں سے آٹھ سال پہلے بڑی بے کسی کے ساتھ مسلمان نکالے گئے تھے، ایک علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ جوش کی حالت میں یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ آج شدید جنگ کا دن ہے آج حرم میں خونریزی جائز ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا نہیں ایسا نہ کہو آج تو کعبہ کی عظمت کا دن ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے علم لے کر فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوں؛ چنانچہ وہ کداء کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ فتح) اور مکہ بلا کسی خونریزی کے تسخیر ہو گیا اور وقت آ گیا کہ خلیل بت شکن کی یادگار (خانہ کعبہ) کو بتوں کی آلائشوں سے پاک کیا جائے جس کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اس فریضہ کو ادا کیا اور خانہ کعبہ کے گرد جس قدر بت تھے، سب کو لکڑی سے ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (بنی اسرائیل) پھر خانہ کعبہ کے اندر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کی مورتیوں کو الگ کروایا اور تطہیر کعبہ کے بعد اندر داخل ہوئے، (ایضاً) لیکن چونکہ اس وحدت کدہ کا گوشہ گوشہ بتوں کی مورتیوں سے اٹا ہوا تھا اس لئے اس اہتمام کے باوجود تانبے کا سب سے بڑا بت باقی رہ گیا، یہ لوہے کی سلاخ میں پیوست کیا ہوا زمین پر نصب تھا اس لئے بہت بلندی پر تھا، پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر چڑھ کر اس کے گرانے کی کوشش کی؛ لیکن وہ جسم اطہر کا بار نہ سنبھال سکے، اس لئے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شانہ اقدس پر چڑھا کر اس کے گرانے کا حکم دیا اور انہوں نے سلاخ سے اکھاڑ کر حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پاش پاش کر ڈالا اور خانہ کعبہ کی کامل تطہیر ہوگئی۔ (حاکم نے مستدرک میں اس واقعہ کو بہ تفصیل نقل کیا ہے؛ لیکن فتح مکہ کے بجائے شب ہجرت کی طرف منسوب کیا ہے؛ لیکن اس کے علاوہ دوسرے محدثین اور ارباب سیر نے فتح مکہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح اور قریب عقل ہے، ہجرت کی ایسی نازک رات میں جبکہ جان خطرہ میں تھی، ایسے بڑے اور خطرناک کام کا انجام دینا بعید از قیاس ہے، دوسرے مکہ کی زندگی میں بت شکنی کا کوئی واقعہ نہیں ہے)

ایک غلطی کی تلافی

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو بنوحذیمہ میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا، انہوں نے توحید کی دعوت دی، بنوحذیمہ نے اسے قبول کیا؛ لیکن اپنی بدویت اور جہالت کے باعث اس کو ادا نہ کر سکے اور اسلمنا یعنی ہم نے اسلام قبول کیا کے بجائے صبانا صبانا یعنی ہم بے دین ہو گئے کہنے لگے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کا منشا سمجھ کر سب کو قید کر لیا اور بہتوں کو قتل کر ڈالا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو نہایت متاثر ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس غلطی کی تلافی کے لئے روانہ فرمایا، انہوں نے پہنچ کر تمام قیدیوں کو آزاد کرا دیا اور مقتولین کے معاوضہ خوں بہا دیا۔ (فتح الباری)

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد اسی سال غزوہ حنین کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا اور اس میں پہلے مسلمانوں کی فتح ہوئی؛ لیکن جب وہ مال

ہوئے تو شکست خوردہ غنیم نے غافل پا کر پھر اچانک حملہ کر دیا، مجاہدین اس ناگہانی مصیبت سے ایسے
پریشان ہوئے کہ بارہ ہزار نفوس میں سے صرف چند ثابت قدم رہ سکے، ان میں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ نہ صرف
استقلال کے ساتھ قائم رہے؛ بلکہ اپنی غیر معمولی شجاعت سے لڑائی کو سنبھال لیا اور غنیم کے امیر عسکر پر حملہ کر کے اس کا
کام تمام کر دیا اور دوسری طرف جو مجاہدین ثابت قدم رہ گئے تھے وہ اس بے جگری کے ساتھ لڑے کہ مسلمانوں کی ابتری اور پریشانی
کے باوجود دشمن کو شکست ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام، ومستدرک حاکم)

غنیمت لوٹنے میں معروف

اہل بیت کی حفاظت

۹ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کا قصد فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، شیر خدا کو شرکتِ جہاد سے محرومی کا غم تو تھا، منافقین کی طعنہ زنی نے اور بھی رنجیدہ کر دیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال کا علم ہوا تو ان کا غم دور کرنے کے لئے فرمایا، علی رضی اللہ عنہ! کیا تم اسے پسند کرو گے کہ میرے نزدیک تمہارا وہ رتبہ ہو جو ہارون کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔" (بخاری کتاب المناقب مناقب علی رضی اللہ عنہ)

تبلیغ فرمان رسول

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا، اسی اثناء میں سورہ برات نازل ہوئی، لوگوں نے کہا کہ اگر یہ سورۃ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے موقع پر لوگوں کو سنانے کے لئے بھیجی جاتی تو اچھا ہوتا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف سے صرف میرے خاندان کا آدمی اس کی تبلیغ کر سکتا ہے؛ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ مکہ جا کر اس سورۃ کو سنائیں اور عام اعلان کر دیں کہ کوئی کافر جنت میں داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی شخص برہنہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی عہد ہے وہ مدت مہینہ تک باقی رہے گا۔ (سیرت ابن ہشام)

مہم یمن اور اشاعتِ اسلام

تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مہمیں روانہ فرمائیں ان میں یمن کی مہم پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مامور ہوئے، لیکن چھ مہینہ کی مسلسل جدوجہد کے باوجود اشاعت اسلام میں کامیاب نہ ہو سکے، اس لئے رمضان ۰۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر یمن جانے کا حکم دیا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ!! میں ایک ایسی قوم میں بھیجا جاتا ہوں جس میں مجھ سے زیادہ معمر اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں، ان لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا میرے لئے نہایت دشوار ہوگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی اے خدا اس کی زبان کو راست گو بنا اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور کر دے اس کے بعد خود اپنے دستِ اقدس سے ان کے فرقِ مبارک پر عمامہ باندھا اور سیاہ علم دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ (زرقانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یمن پہنچتے ہی یہاں کا رنگ بالکل بدل گیا، جو لوگ خالد رضی اللہ عنہ کی چھ مہینہ کی سعی وکوشش سے بھی اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھے تھے وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صرف چند روزہ تعلیم وتلقین سے اسلام کے شیدائی ہو گئے اور قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ (فتح الباری)

خلیفہ اول کی بیعت توقف کی وجہ

سقیفہ بنو ساعدہ کی مجلس نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر اتفاق کیا اور تقریباً تمام اہل مدینہ نے بیعت کرلی، البتہ صحیح روایات کے مطابق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چھ مہینے تک دیر کی، لوگوں نے اس توقف کے عجیب وغریب وجوہ اختراع کر لئے ہیں؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی سوگوار زندگی نے ان کو بالکل خانہ نشین بنا دیا تھا اور تمام معاملات سے قطع تعلق کر کے وہ صرف ان کی تسلی ودلدہی اور قرآن شریف کے جمع کرنے میں مصروف تھے؛ چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اس وقت انہوں نے خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کے فضل کا اعتراف کیا اور بیعت کرلی۔ (بخاری غزوہ خیبر)

سوا دو برس کی خلافت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑی بڑی مہمات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے کے بغیر کام نہیں کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہایت دوستانہ اور مخلصانہ مشورے دیتے تھے، نہاوند کے معرکہ میں ان کو سپہ سالار بھی بنانا چاہا تھا؛ لیکن انہوں نے منظور نہیں کیا، بیت المقدس گئے تو کاروبارِ خلافت انہی کے ہاتھ دے کر گئے، (تاریخ ابن خلدون ج: وطبری فتح المقدس) اتحاد ویگانگت کا عالم اخیر مرتبہ یہ تھا کہ باہم رشتہ مصاہرت قائم ہو گیا، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتنہ وفساد شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو رفع کرنے کے لئے ان کو نہایت مخلصانہ مشورے دیے، ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ ملک میں موجودہ شورش وہنگامہ کی حقیقی وجہ اور اس کے رفع کرنے کی صورت کیا ہے؟ انہوں نے نہایت خلوص اور آزادی سے ظاہر کر دیا کہ موجودہ بے چینی تمام تر آپ کے عمال کے بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عمال کے انتخاب میں انہی صفات کو ملحوظ رکھا ہے جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھے، پھر ان سے عام بیزاری کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی؟ جناب علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی نکیل اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی اور گرفت ایسی سخت تھی کہ عرب کا سرکش سے سرکش اونٹ بھی بلبلا اٹھا برخلاف اس کے آپ ضرورت سے زیادہ نرم دل ہیں، آپ کے عمال اس نرمی سے فائدہ اٹھا کر من مانی کاروائیاں کرتے ہیں اور آپ کو خبر بھی نہیں ہونے پاتی، رعایا سمجھتی ہے کہ عمال جو کچھ کرتے ہیں وہ سب دربارِ خلافت کے احکام کی تعمیل ہے، اس طرح تمام بے اعتدالیوں کا ہدف آپ کو بننا پڑا۔ (تاریخ طبری)

سب سے آخر میں مصری وفد کا معاملہ پیش آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے اصرار کیا کہ اپنی وساطت سیاسی جھگڑے کا تصفیہ کرا دیں اور انقلاب پسند جماعت کو راضی کر کے واپس کر دیں، پہلے تو انہوں نے انکار کیا؛ لیکن پھر معاملہ کی اہمیت

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اصرار سے مجبور ہو کر درمیان میں پڑے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اصلاحات کا وعدہ لے کر انقلاب پسندوں کو اپنی ذمہ داری پر واپس کر دیا، مصری وفد کے ارکان ابھی راہ ہی میں تھے کہ ان کو سرکاری قاصد کی تلاشی سے ایک فرمان ہاتھ آیا جس میں حاکم مصر کو ہدایت کی گئی تھی کہ اس وفد کے تمام شرکاء کو تہ تیغ کر دیا جائے، مصری اس غداری سے غضبناک ہو کر واپس آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک طرف تو آپ نے ہم کو اصلاحات کا اطمینان دلا کر واپس کیا اور دوسری طرف سے دربار خلافت کا یہ غدارانہ فرمان جاری ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمان دیکھا تو تعجب ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اس کی حقیقت دریافت کی، انہوں نے اس سے حیرت کے ساتھ لاعلمی ظاہر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بھی آپ سے ایسی توقع نہیں ہو سکتی تھی لیکن اب میں آئندہ کسی معاملہ میں نہ پڑوں گا؛ چنانچہ اس کے بعد وہ بالکل عزلت نشین ہو گئے۔

مصریوں نے جوش انتقام میں نہایت سختی کے ساتھ کاشانہ خلافت کا محاصرہ کر لیا اور آخر میں یہاں تک شدت اختیار کی کہ آب ودانہ سے بھی محروم کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو عزلت گزینی اور خلوت نشینی کے باوجود محاصرہ کرنے والوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے جس قسم کا محاصرہ قائم کیا ہے وہ نہ صرف اسلام؛ بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے، کفار بھی مسلمانوں کو قید کر لیتے ہیں تو آب ودانہ سے محروم نہیں کرتے، اس شخص نے تمہارا کیا نقصان کیا ہے جو ایسی سختی روا رکھتے ہو؟ محاصرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سفارش کی کچھ پرواہ نہ کی اور محاصرہ میں سہولت پیدا کرنے سے قطعی انکار کر دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ میں اپنا عمامہ پھینک کر واپس چلے آئے۔ (ابن اثیر)

محاصرہ اگرچہ نہایت سخت تھا تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا وہم بھی نہ تھا کہ یہ معاملہ اس قدر طول کھینچے گا کہ شہادت تک نوبت پہنچے گی، وہ سمجھے کہ جس طرح حقوق طلبی کے متواتر مظاہرے ہوتے رہے ہیں، یہ بھی اسی قسم کا ایک سخت مظاہرہ ہے، تاہم اپنے دونوں صاحبزادوں کو احتیاطاً حفاظت کے لئے بھیج دیا، جنہوں نے نہایت تندہی اور جانفشانی کے ساتھ مدافعت کی، یہاں تک کہ اسی کشمکش میں زخمی ہوئے؛ لیکن کثیر التعداد مفسدین کا روکنا آسان نہ تھا، وہ دوسری طرف سے دیوار پھاند کر اندر گھس آئے اور خلیفہ وقت کو شہید کر ڈالا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو اس سانحہ جانکاہ پر حد درجہ متاسف ہوئے اور جو لوگ حفاظت پر مامور تھے، ان پر سخت ناراضگی ظاہر کی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا مارا، محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کہ تم لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کس طرح پیش آیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت خوارج کے ہاتھوں ہوئی۔ یہ وہی گروہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں شامل تھا۔ بعد میں اس پارٹی میں اختلافات پیدا ہو گئے اور خوارج نے اپنی جماعت الگ بنالی۔ باغی پارٹی کے بقیہ ارکان بدستور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گردوپیش میں موجود رہے تاہم ان کی طاقت اب کمزور پڑ چکی تھی۔

تین خارجی ابن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر تیمی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے منصوبہ بنایا حضرت علی، معاویہ اور عمرو بن

عاص رضی اللہ عنہم کو ایک ہی رات میں قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے اپنی طرف سے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کیا، خود کش حملے کا ارادہ کیا اور تلواریں زہر میں بجھا لیں۔ ابن ملجم کوفہ آ کر دیگر خوارج سے ملا جو خاموشی سے مسلمانوں کے اندر رہ رہے تھے۔ اس کی ملاقات ایک حسین عورت قطامہ سے ہوئی، جس کے باپ اور بھائی جنگ نہروان میں مارے گئے تھے۔ ابن ملجم اس کے حسن پر فریفتہ ہو گیا اور اسے نکاح کا پیغام بھیجا۔ قطامہ نے نکاح کی شرط یہ رکھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے۔ ایک خارجی شبیب نے ابن ملجم کو روکا بھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لیے خدمات کا حوالہ بھی دیا لیکن ابن ملجم نے اسے قائل کر لیا۔

اس نے نہایت ہی سادہ منصوبہ بنایا اور صبح تاریکی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب فجر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف آ رہے تھے تو اس نے آپ پر حملہ کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ اس کے بقیہ دو ساتھی جو حضرت معاویہ اور عمرو رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے روانہ ہوئے تھے، ناکام رہے۔ برک بن عبداللہ، جو حضرت معاویہ کو شہید کرنے گیا تھا، انہیں زخمی کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ حضرت عمرو اس دن بیمار تھے، اس وجہ سے انہوں نے فجر کی نماز پڑھانے کے لیے خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا۔ خارجی عمرو بن بکر نے عمرو بن عاص کے دھوکے میں خارجہ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد وہ گرفتار ہوا اور مارا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وفات سے پہلے کچھ وقت مل گیا جسے آپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرنے میں صرف کیا۔ جانکنی کے اس عالم میں بھی آپ نے جو باتیں ارشاد فرمائیں، وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ یہاں ہم طبری سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

آپ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلوایا اور ان سے فرمایا: "میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا کے پیچھے ہرگز نہ لگنا خواہ دنیا تم سے بغاوت ہی کیوں نہ کر دے۔ جو چیز تمہیں نہ ملے، اس پر رونا نہیں۔ ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں سے شفقت کرنا، پریشان کی مدد کرنا، آخرت کی تیاری میں مصروف رہنا، ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی رہنا اور کتاب اللہ کے احکامات پر عمل کرتے رہنا۔ اللہ کے دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت گھبرانا۔

(تیسرے بیٹے) محمد بن حنفیہ سے فرمایا: "میں نے تمہارے بھائیوں کو جو نصیحت کی، تم نے بھی سن کر محفوظ کر لی؟ میں تمہیں بھی وہی نصیحت کرتا ہوں جو تمہارے بھائیوں کو کی ہے۔ اس کے علاوہ یہ وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں (حسن و حسین) کی عزت و توقیر کرنا اور ان دونوں کے اس اہم حق کو ملحوظ رکھنا جو تمہارے ذمہ ہے۔ ان کی بات ماننا اور ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔

پھر حسن و حسین سے فرمایا: "میں تم دونوں کو بھی محمد کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

پھر خاص طور پر حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میرے بیٹے! تمہارے لیے میری وصیت یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، نماز

وقت پر ادا کرنا، زکوٰۃ کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا، وضو کو اچھی طرح کرنا کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی اور زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ہر وقت گناہوں کی مغفرت طلب کرنا، غصہ پینا، صلہ رحمی کرنا، جاہلوں سے بردباری سے کام لینا، دین میں تفقہ حاصل کرنا، ہر کام میں ثابت قدمی دکھانا، قرآن پر لازمی عمل کرتے رہنا، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنا، نیکی کی تلقین اور برائیوں سے اجتناب کی دعوت دیتے رہنا اور خود بھی برائیوں سے بچتے رہنا۔

جب وفات کا وقت آیا تو پھر یہ (قرآنی آیات پر مشتمل) وصیت فرمائی: "بسم اللہ الرحمن الرحیم! یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب نے کی ہے۔ وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دیں، خواہ یہ بات مشرکین کو ناگوار گزرے۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبردار لوگوں میں سے ہوں۔

حسن بیٹا! میں تمہیں اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا رب ہے۔ اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ صرف اسلام ہی کی حالت میں جان دینا۔ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایک دوسرے باہمی تعلق رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے۔ اپنے رشتے داروں سے اچھا سلوک کرنا، اس سے اللہ تم پر حساب نرم فرما دے گا۔ یتیموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا، ان پر یہ نوبت نہ آنے دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مانگیں اور نہ ہی تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اللہ سے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں بھی ڈرنا کیونکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور بھی بہت سی نصیحتیں فرمائیں جن میں خاص کر نماز، زکوۃ، جہاد، امر بالمعروف کی نصیحت تھی۔ معاشرے کے کمزور طبقات یعنی غرباء و مساکین اور غلاموں کے بارے میں خاص وصیت فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا۔

تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی کے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔۔۔۔ پشت دکھانے، رشتوں کو توڑنے اور تفرقہ سے بچتے رہنا۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری، تمہارے اہل خاندان کی حفاظت کرے جیسے اس نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی تھی۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیتیں ایسی ہیں کہ پڑھنے والے کا دل بھر آتا ہے۔ ان وصیتوں میں جو خط کشیدہ الفاظ ہیں، ان پر غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ کی رائے کیا تھی؟ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خاص کر اس بات کی تلقین فرمائی کہ صحابہ کرام کو ساتھ ملایا جائے، ان سے تفرقہ نہ پیدا کیا جائے اور انہی کے ساتھ رہا جائے خواہ اس کے

لیے انہیں کسی بھی قسم کی قربانی دینا پڑے۔ چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت حسن نے یہی کیا اور قربانی کی ایک ایسی تاریخ رقم کی، جس پر ملت اسلامیہ قیامت تک فخر کرتی رہے گی۔

اپنے قاتل کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا وصیت فرمائی، اسے بھی پڑھتے چلیے: بنو عبدالمطلب! کہیں تم میری وجہ سے مسلمانوں کے خون نہ بہا دینا، اور یہ کہتے نہ پھرنا کہ امیر المومنین قتل کیے گئے ہیں (تو ہم ان کا انتقام لے رہے ہیں۔) سوائے میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا۔ حسن! اگر میں اس کے وار سے مر جاؤں تو قاتل کو بھی ایک ہی وار میں ختم کرنا کیونکہ ایک وار کے بدلے میں ایک وار ہی ہونا چاہیے۔ اس کی لاش کو بگاڑنا نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تم لوگ مثلہ سے بچو خواہ وہ باؤلے کتے ہی کا کیوں نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو طلب کیا تو اس نے آپ کو ایک آفر کی، کیا آپ مجھے ایک اچھا کام کرنے دیں گے؟ وہ یہ ہے کہ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا اور میں اسے ضرور پورا کرنا چاہتا ہوں۔ وہ عہد میں نے حطیم (خانہ کعبہ) کے قریب کیا تھا کہ میں علی اور معاویہ دونوں ہی کو ضرور قتل کروں گا یا خود اس کوشش میں مارا جاؤں گا۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں معاویہ کو قتل کردوں۔ میں آپ سے اللہ کے نام پر وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میں انہیں قتل نہ کرسکا یا قتل کر کے زندہ بچ گیا تو آپ کے پاس آ کر آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا۔" حضرت حسن نے فرمایا: "میں اس کام کے لیے تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا کہ تم آگ کو اور بھڑکاؤ۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

4638 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ مَكْحُولٍ قَالَ لَتَمْخُرَنَّ الرُّومُ الشَّامَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا لَا يَمْتَنِعُ مِنْهَا اِلَّا دِمَشْقُ وَعَمَّانَ

✧✧ مکحول بیان کرتے ہیں' رومی چالیس دن تک شام میں گھسے رہیں گے۔ وہ لوگ صرف دمشق اور عمان کے اندر نہیں آسکیں گے۔

4639 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ الْمُرِّيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْعَلَاءِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا الْاَعْيَسِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَلْمَانَ يَقُولُ سَيَاْتِيْ مَلِكٌ مِّنْ مُلُوكِ الْعَجَمِ يَظْهَرُ عَلَى الْمَدَائِنِ كُلِّهَا اِلَّا دِمَشْقَ

✧✧ عبدالرحمن بن سلمان بیان کرتے ہیں: عنقریب ایک ایسا عجمی بادشاہ آئے گا جو تمام شہروں پر حکومت کرے گا۔ صرف دمشق پر نہیں کر سکے گا۔

4640 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا بُرْدٌ اَبُو الْعَلَاءِ عَنْ مَكْحُولٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَوْضِعُ فُسْطَاطِ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْمَلَاحِمِ اَرْضٌ يُقَالُ لَهَا الْغُوطَةُ

✧✧ مکحول بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جنگ کے دوران مسلمانوں کا خیمہ اس جگہ ہوگا جس کا نام "غوطہ" ہے۔

4641- حدثنا أبو ظفر عبد السلام حدثنا جعفر عن عوف قال سمعت الحجاج يخطب وهو يقول إن ... عند الله كمثل عيسى ابن مريم ثم قرأ هذه الآية يقرؤها ويفسرها (إذ قال الله يا ... متوفيك ورافعك إلي ومطهرك من الذين كفروا) يشير إلينا بيده وإلى أهل الشام

... عوف بیان کرتے ہیں میں نے حجاج کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ اس نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اللہ تعالیٰ کے ... اس طرح ہے جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ہے۔ پھر اس نے یہ آیت پڑھی اس نے اس آیت کو پڑھا بھی ... بھی بیان کی۔

... اللہ تعالیٰ نے کہا: اے عیسیٰ میں تمہیں موت دوں گا اور پھر تمہیں اپنی طرف بلند کرلوں گا پھر تمہیں ان لوگوں ... کرلوں گا جنہوں نے کفر کیا ہے"۔

... بیان کرتے ہیں اس نے اپنے ہاتھ کے ذریعے ہماری طرف اور اہل شام کی طرف اشارہ کیا۔

4642- حدثنا إسحق بن إسمعيل الطالقاني حدثنا جرير ح وحدثنا زهير بن حرب حدثنا جرير ... عن الربيع بن خالد الضبي قال سمعت الحجاج يخطب فقال في خطبته رسول أحدكم في ... عليه أم خليفته في أهله فقلت في نفسي لله علي ألا أصلي خلفك صلوة أبدا وإن وجدت ... لأجاهدنك معهم زاد إسحق في حديثه قال فقاتل في الجماجم حتى قتل

... ربیع بن خالد بیان کرتے ہیں، میں نے حجاج کو خطبہ دیتے ہوئے سنا' اس نے اپنے خطبے میں کہا' کسی کام میں کسی شخص ... کے نزدیک زیادہ معزز ہے۔ یا وہ شخص زیادہ معزز ہے جو اس کے گھر میں جانشین ہو تو میں نے اپنے دل میں کہا: اللہ کی ... مجھ پر یہ بات لازم ہوگی کہ اب میں تمہارے پیچھے کبھی بھی نماز ادا نہیں کروں گا اور اگر میں نے کسی قوم کو پایا کہ وہ ... خلاف جہاد کریں گے' تو میں بھی ان کے ساتھ مل کر تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔

... کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: اس نے "جماجم" کی جنگ میں حصہ لیا اور مارا گیا۔

4643- حدثنا محمد بن العلاء حدثنا أبو بكر عن عاصم قال سمعت الحجاج وهو على المنبر يقول ... ما استطعتم ليس فيها مثنوية واسمعوا وأطيعوا ليس فيها مثنوية لأمير المؤمنين عبد ... والله لو أمرت الناس أن يخرجوا من باب من أبواب المسجد فخرجوا من باب آخر لحلت لي ... دماؤهم وأموالهم والله لو أخذت ربيعة بمضر لكان ذلك لي من الله حلالا ويا عذيري من عبد هذيل ... أن قراءته من عند الله والله ما هي إلا رجز من رجز الأعراب ما أنزلها الله على نبيه عليه ... السلام وعذيري من هذه الحمراء يزعم أحدهم أنه يرمي بالحجر فيقول إلى أن يقع الحجر قد حدث أمر ... فوالله لأدعنهم كالأمس الدابر قال فذكرته للأعمش فقال أنا والله سمعته منه

عاصم بیان کرتے ہیں، میں نے حجاج کو سنا وہ یہ کہہ رہا تھا' جہاں تک تم سے ہوسکے تم اللہ سے ڈرو اور اس بارے میں

کوئی استثناء نہ پیدا کرو اور امیر المومنین عبدالملک کی اطاعت وفرمانبرداری سے کام لو اور اس میں کوئی استثناء نہ رکھو۔ اللہ کی قسم! اگر میں لوگوں کو یہ حکم دوں کہ وہ مسجد کے دروازے سے نکلیں اور پھر وہ دوسرے دروازے سے نکلیں تو میرے لئے ان کے خون اور مال حلال ہو جائیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر میں ''مضر'' قبیلے کے مقابلے میں ''ربیعہ'' قبیلے کو پکڑ لوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات میرے لئے حلال ہے، اس بارے میں میرے سامنے کون عذر پیش کرے گا؟ جو عبد ہذیل کی طرف سے ہے (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) جو یہ کہتے ہیں کہ ان کی قرأت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (حجاج بولا) اللہ کی قسم! یہ صرف عربوں کا ایک نغمہ ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل نہیں کیا اور ان سرخ لوگوں کی طرف سے کون مجھے عذر پیش کرے گا؟ جو یہ کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک پتھر پھینکتا ہے اور اس کے گرنے تک وہ یہ کہتا ہے۔ نیا معاملہ رونما ہو چکا ہے۔ اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کو اس طرح ختم کر دوں گا جیسے یہ گزشتہ کل کی مانند تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں بعد میں میں نے اس کا تذکرہ اعمش سے کیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی اس کی زبانی یہ بات سنی ہے۔

4644- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ هَذِهِ الْحَمْرَاءُ هَبْرٌ هَبْرٌ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ قَدْ قَرَعْتُ عَصًا بِعَصًا لَأَذَرَنَّهُمْ كَالْأَمْسِ الذَّاهِبِ يَعْنِي الْمَوَالِيَ

✧✧ اعمش بیان کرتے ہیں میں نے حجاج کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ان سرخ لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ اللہ کی قسم! اگر یہ ایک لکڑی کے بدلے میں لکڑی ماریں تو میں انہیں یوں ختم کر دوں گا جیسے یہ گزشتہ کل تھے۔ حجاج کی مراد ''موالی'' تھے۔

4645- حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ قَالَ جَمَّعْتُ مَعَ الْحَجَّاجِ فَخَطَبَ فَذَكَرَ حَدِيثَ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ قَالَ فِيهَا فَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا لِخَلِيفَةِ اللَّهِ وَصَفِيِّهِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ قَالَ وَلَوْ أَخَذْتُ رَبِيعَةَ بِمُضَرَ وَلَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْحَمْرَاءِ

✧✧ سلیمان اعمش بیان کرتے ہیں میں نے حجاج کے ساتھ جمعہ پڑھا اس نے خطبہ دیتے ہوئے حضرت ابوبکر بن عیاش رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی اور پھر اس نے خطبے میں یہ کہا: تم اللہ کے خلیفہ اور اس کے صفی عبدالملک بن مروان کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ (اس کے بعد اس نے آگے گفتگو جاری رکھی)۔

اس میں اس کی یہ بات ہے۔ اگر میں مضر کی جگہ ربیعہ کو پکڑ لوں۔ تاہم سرخ لوگوں کا قصہ مذکور نہیں ہے۔

4646- حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ قَالَ سَعِيدٌ قَالَ لِي سَفِينَةُ أَمْسِكْ عَلَيْكَ أَبَا بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَعُمَرُ عَشْرًا وَعُثْمَانُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ وَعَلِيٌّ

نَا قَالَ سَعِيْدٌ قُلْتُ لِسَفِيْنَةَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ بِخَلِيْفَةٍ قَالَ كَذَبَتْ أَسْتَاهُ بَنِي الزَّرْقَاءِ يَعْنِي بَنِي مَرْوَانَ

✧✧ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نبوت کی خلافت 30 برس تک ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت عطا کردے گا۔

سعید نامی راوی بیان کرتے ہیں' سفینہ نے مجھ سے فرمایا: تم حساب کرو۔ حضرت ابوبکر کے دو سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی اسی طرح۔

سعید کہتے ہیں میں نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا کچھ لوگ یہ کہتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے تو انہوں نے فرمایا: یہ "بنوزرقا" کا بیان کردہ جھوٹ ہے ان کی مراد "بنومروان" تھے۔

4647 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ

✧✧ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نبوت کی خلافت 30 برس تک ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت عطا کردے گا۔

4648 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ إِدْرِيْسَ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ وَسُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ ذَكَرَ سُفْيَانُ رَجُلًا فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ فُلَانٌ إِلَى الْكُوْفَةِ أَقَامَ فُلَانٌ خَطِيْبًا فَأَخَذَ بِيَدِي سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ أَلَا تَرَى إِلَى هٰذَا الظَّالِمِ فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ إِنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ إِيْثَمْ قَالَ ابْنُ إِدْرِيْسَ وَالْعَرَبُ تَقُوْلُ آثَمُ قُلْتُ وَمَنِ التِّسْعَةُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى حِرَاءٍ اثْبُتْ حِرَاءُ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ قُلْتُ وَمَنِ التِّسْعَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قُلْتُ وَمَنِ الْعَاشِرُ فَتَلَكَّأَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ أَنَا

4648- حديث صحيح، عبد الله بن ظالم المازني متابع كما في الروايتين الآتيين بعده، سفيان: هو الثوري، والراوي عنه هنا هو ابن إدريس -واسمه عبد الله- وحصين: هو ابن عبد الرحمن السلمي، ومنصور: هو ابن المعتمر. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (8151) عن محمد بن العلاء، بهذين الاسنادين. وأخرجه ابن ماجه (134)، والترمذي (4090)، والنسائي في "الكبرى" (8134) و(8135) و(8148) من طريق هلال بن يساف، به. وأخرجه النسائي (8136) و(8149) من طريق سفيان الثوري، به وسمى الرجل: فلان بن حيان، فلم يصرح باسمه وصرح باسم أبيه. وأخرجه الترمذي (4081)، والنسائي في "الكبرى" (8139)

قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنِ ابْنِ حَيَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ظَالِمٍ بِاِسْنَادِهٖ نَحْوَهٗ

❖❖ عبداللہ بن ظالم بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کوسنا' عبداللہ فرماتے ہیں جب فلاں شخص کوفہ آیا تواس نے فلاں شخص کوخطبہ دینے کے لئے کھڑا کیاتو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کرکہا کیاتم اس ظالم کودیکھ رہے ہو؟ پھرانہوں نے ان حضرات کے لئے گواہی دی کہ وہ جنتی ہیں اورفرمایا: اگرمیں دسویں کے متعلق بھی یہی کہوں تو مجھے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ ابن ادریس کہتے ہیں عرب لفظ استعمال کرتے ہیں۔''اثم'' عبداللہ کہتے ہیں میں نے دریافت کیاوہ 9 حضرات کون سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاہے: آپ اس وقت حراء پہاڑ پرموجود تھے۔آپ نے فرمایا:ٹھہرے رہوتمہارے اوپرایک نبی ایک صدیق اورایک شہید ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا: وہ نوافرادکون ہیں؟انہوں نے جواب دیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اورحضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ میں نے دریافت کیا: وہ دسویں صاحب کون ہیں؟ توانہوں نے کچھ دیر کے لئے خاموشی اختیارکی پھرفرمایا: میں ہوں۔

یہی روایت بعض دیگراسناد کے ہمراہ بھی منقول ہیں۔

حضرت طلحہ کی فضیلت کابیان

حضرت قیس بن ابی حازم (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کاوہ ہاتھ دیکھاجو(سالہا سال بعدبھی) بالکل بیکاراورشل تھا،انہوں نے اس ہاتھ سے غزوہ احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو(کفارکےحملوں سے) بچایاتھا۔"

(بخاری،مشکوۃ المصابیح،جلدپنجم:رقم الحدیث،736)

غزوہ احد کے دن حضرت طلحہ نے کمال جانثاری کاثبوت دیاتھااورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوکفارکےحملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خودکوسپربنالیاتھا،وہ تلواروں کواپنے ہاتھ پرروک روک کرآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوگزند سے بچاتے تھے۔چنانچہ نہ صرف یہ کہ ان کاہاتھ زندگی بھر کے لئے شل اوربے کارہوکررہ گیاتھابلکہ ان کے پورے جسم پراسی زخم لگے تھےاورعضومخصوص بھی زخمی ہوگیاتھاصحابہ کرام جب بھی غزوہ احد کے دن کاتذکرہ کرتے توکہاکرتے تھے کہ وہ دن تودرحقیقت طلحہ کی جانثاری اورفداکاری سے بھرپوردن تھا۔

حضرت طلحہ عبیداللہ کے بیٹے اورقریشی ہیں،کنیت ابومحمد(یاایک قول کے مطابق ابوعمرو)تھی،قدیم الاسلام ہیں غزوہ بدر کے علاوہ اورتمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے ہیں غزوہ بدرمیں اس وجہ سے شریک نہیں ہوسکے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام سے کہیں گئے ہوئے تھے۔حضرت طلحہ کارنگ گندمی تھااوربال کثرت سے تھے،بڑے وجیہہ اورخوبصورت آدمی تھے ۶۴ سال کی عمرمیں جنگ جمل کے موقع پر ۲۰ جمادی الثانی ۳۶ھ پنجشنبہ کے دن شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔

حضرت زبیر عوام کی فضیلت کا بیان

حضرت زبیر عوام کے بیٹے اور ابوعبداللہ قرشی کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں، زبیر بن العوام قدیم الاسلام ہیں یعنی ابتداء ہی میں اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہو گئے تھے اور اس وقت سولہ سال کے تھے۔ اس چھوٹی سی عمر میں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کے چچا نے ان پر بڑے ظلم ڈھائے یہاں تک کہ ان کو دھوئیں میں بند کر دیا گیا تا کہ اس عذاب سے گھبرا کر اسلام ترک کر دیں لیکن انہوں نے نہایت استقامت کے ساتھ اس سخت عذاب کو برداشت کیا اور اسلام سے پھیرے نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب سے پہلے اسلام کی راہ میں تلوار کھینچنے والے یہی زبیر بن العوام تھے۔ غزوہ احد کے دن بڑے استقلال اور ثابت قدمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے اور شجاعت و جانثاری کے جوہر دکھائے۔ حضرت زبیر طویل قامت قدرے نحیف الجثہ اور گورے رنگ کے تھے۔ ۳۶ھ میں جنگ صفین سے واپسی پر راستہ ہی میں بصرہ کے علاقہ میں سفوان پر عمرو بن جرموز نے ان کو شہید کر دیا، اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال کی تھی وادی اسباع میں دفن کئے گئے پھر نعش مبارک بصرہ منتقل کر دی گئی اور مشہور ہے کہ ان کی قبر وہیں (بصرہ) میں ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ غزوہ احزاب (یعنی غزوہ خندق) کے موقع پر ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے جو (دشمن کے) لوگوں کی خبر میرے پاس لائے؟ زبیر بولے: میں لاؤں گا۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری (یعنی خاص دوست اور مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 737)

حزب کی جمع ہے جس کے معنی "گروہ" کے ہیں اس موقع پر چونکہ مختلف اسلام دشمن گروہ یعنی قریش اور غیر قریش کے قبائل اور مدینہ کے وہ یہودی جن کا تعلق بنو قریظہ اور جلاوطن بنونضیر سے تھا، متحد اور جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے آئے تھے اس لئے اس غزوہ کو "غزوہ احزاب" کہا جاتا ہے اس غزوہ میں دشمن کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی اور مجاہدین اسلام کل تین ہزار نفر دشمن دراصل مرکز اسلام کو تاخت و تاراج کر دینے کے منصوبے کے تحت حملہ آور ہوا تھا اور اس کا ٹڈی دل لشکر تقریبا ایک مہینہ تک مدینہ کو گھیرے پڑا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مجاہدین اسلام کی مدد سے دفاعی کاروائی کے طور پر مدینہ شہر کے گرد خندق کھودی تھی اور اس مناسبت سے اس غزوہ کو "غزوہ خندق" بھی کہا جاتا ہے۔ وہ بڑے سخت دن تھے اور اہل اسلام نہایت پریشانیوں اور دشواریوں میں گھر کر رہ گئے تھے۔ با قاعدہ صف آرائی اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، تاہم سنگ باری اور تیر اندازی کے واقعات پیش آتے رہتے تھے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر نازل کیا اور ایسی آندھی بھیجی کہ دشمن کے خیمے اکھڑ گئے، چولہوں پر سے دیگچیاں اوندھی ہو گئیں جا بجا ڈیروں میں آگ گل ہو گئی اور ہیبت ناک اندھیرا چھا گیا اور دشمن کا لشکر خوف و دہشت کے مارے راتوں رات بھاگ کھڑا ہوا۔ ان دنوں چونکہ یہودیوں اور منافقوں کے سبب مدینہ شہر کے اندر اور دشمن کے محاصرہ کے سبب باہر تک ہر طرف ایسی خطرناک صورت حال تھی کہ جنگی مصالح و مفاد سے متعلق معلومات فراہم کرنا اور دشمنوں کے بارے میں خبریں منگانا سخت دشوار مرحلہ تھا، اس لئے جب حضرت زبیر نے تمام خطرات اور دشواریوں کے باوجود اس خدمت کے لئے خود کو

پیش کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زبردست تحسین فرمائی اور ان کو اپنا حواری ہونے کا اعزاز عطا فرمایا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی فضیلت کا بیان

حضرت سعد کی کنیت ابواسحاق ہے اور زہری وقرشی کر کے مشہور ہیں۔قدیم الاسلام ہیں یعنی آغاز دعوت اسلام ہی میں سترہ سال کی عمر میں مشرف بااسلام ہو گئے تھے۔وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں تیسرا مسلمان ہوں مجھ سے پہلے صرف دو آدمی اسلام لائے تھے اور اللہ کی راہ میں اسلام کی طرف سے سب سے پہلے تیر چلانے والا میں ہوں۔حضرت سعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے ہیں اور مستجاب الدعوات" مانے جاتے تھے۔ان کی حیثیت عوام وخواص میں اس قدر مشہور تھی کہ لوگ ان کی بدعا سے ڈرتے تھے اور ان کی نیک دعاؤں کے طلب گار رہا کرتے تھے۔دراصل ان کو یہ مقام اس بنا پر حاصل ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی: اے اللہ! سعد کی دعائیں قبول فرما۔حضرت زبیر کے علاوہ صرف حضرت سعد ہی وہ خوش نصیب ہستی ہیں جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو جمع کیا، یعنی الگ الگ موقعوں پر ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: میرے ماں باپ تم پر صدقے، یہ عظیم اعزاز ان دونوں کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

حضرت سعد کا رنگ گندمی تھا اور ان کے بدن پر بہت بال تھے ۵۵ھ میں اس محل میں ان کا انتقال ہوا جو انہوں نے مدینہ شہر کے قریب وادی عقیق میں بنوایا تھا، جنازہ مدینہ منورہ لایا گیا اور اس وقت کے حاکم مدینہ ابن الحکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی اس وقت حضرت سعد کی عمر کچھ اوپر ستر سال کی تھی اور عشرہ مبشرہ میں سب کے بعد ان کا انتقال ہوا۔حضرت عمر نے ان کو کوفہ کا حکم مقرر کیا تھا، پھر بعد میں حضرت عثمان نے بھی اس منصب پر ان کو دوبارہ کوفہ بھیجا تھا۔صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت کو ان سے احادیث کی سماعت اور روایت کا شرف حاصل ہے۔

حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے لئے ماں باپ کو جمع کرتے نہیں سنا علاوہ سعد بن مالک کے۔چنانچہ جنگ احد کے دن (جبکہ سعد دشمن کافروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے روکنے کے لئے جواں مردی کے ساتھ تیر مار مار کر ان کو پیچھے ہٹا رہے تھے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: سعد! چلاؤ اور تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر صدقے۔(بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم، رقم الحدیث، 740)

سعد بن مالک سے مراد سعد بن ابی وقاص ہیں، دراصل ابی وقاص کا نام مالک ابن وہب تھا اور اس اعتبار سے سعد بن ابی وقاص کو سعد بن مالک بھی کہا جاتا تھا۔"اوپر کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ماں باپ کو جمع کرنا، حضرت زبیر کے حق میں بھی منقول ہے جبکہ یہاں حضرت علی یہ فرما رہے ہیں کہ سعد بن مالک کے علاوہ اور کسی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں کیا۔لہٰذا اوپر کی حضرت زبیر کی روایت اور حضرت علی کی اس روایت دونوں کے درمیان مطابقت کی خاطر یہ کہا جائے گا کہ دراصل حضرت علی کو معلوم نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے حق میں بھی یہ جملہ ارشاد فرمایا یا کہ حضرت علی کی مراد یہ تھی کہ خود میں نے کسی واسطہ کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جملہ سعد کے

علاوہ اور کسی کے حق میں نہیں سنا پس ان کا یہ کہنا اس بات کے منافی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ حضرت زبیر کے حق میں بھی فرمایا ہو اور اس کا علم حضرت علی کو بالواسطہ طور پر ہوا ہو۔

حضرت قیس بن ابی حازم (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ فرماتے سنا: یقیناً میں عرب میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نے وہ (زمانہ دیکھا ہے جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصروف جہاد رہا کرتے تھے اور ہمارے پاس خوراک نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، ہاں کیکر کی پھلیاں (جو لوبیہ کے مشابہ ہوتی ہیں اور کیکر کی پتیاں ضرور مل جاتی تھیں (جنہیں ہم پیٹ میں پہنچا کر بھوک کی آگ ٹھنڈی کر لیتے تھے) اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہم لوگ بکری کی مینگنیوں کی مانند خشک پاخانہ پھرتے تھے جس میں رکوبت اور چیچپاہٹ کا نام تک نہ ہوتا تھا پھر (اب وہ زمانہ بھی دیکھنا پڑ رہا ہے کہ بنو اسد مجھ کو اسلام (یعنی نماز) کے بارے میں نصیحت (یا تنبیہ) کرتے ہیں (بخدا اگر میں اب بھی بنو اسد کی نصیحت کا محتاج اور دین کے بارے میں ان سے کمتر ہوں) تو پھر اس میں کیا شبہ کہ میں حرماں نصیب ہی رہا اور میرا کیا دھرا کارت ہوا۔ (یہ سعد نے اس وجہ سے کہا کہ) بنو اسد نے حضرت عمر فاروق سے سعد کی چغل خوری اور شکایت کی تھی اور کہا تھا کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 760)

بنو اسد" سے زبیر بن العوم بن خویلد بن اسد کی اولاد اور اہل خاندان مراد ہیں۔ دراصل اس زمانہ میں جبکہ حضرت سعد بن ابی وقاص امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کی طرف سے کوفہ کی گورنری کے منصب پر فائز تھے، بنو اسد لوگوں کی زبانی یا تحریری طور پر حضرت عمر کے پاس یہ شکایت بھیجا کرتے تھے کہ سعد نماز اچھی نہیں پڑھتے یعنی یا تو نماز کی شرائط اور ارکان اور یا سنن کی ادائیگی خوب طرح نہیں کرتے اور اس کے آداب ومحاسن کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے۔ اس شکایت پر حضرت عمر نے سعد سے جواب طلب کیا اور ان کو تنبیہ وتہدید بھیجی، حضرت سعد نے صورت حال کی وضاحت کی اور امیر المؤمنین کو بتایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق ہی لوگوں کو نماز پڑھاتا ہوں، چنانچہ پہلی دونوں رکعتیں تو طویل رکھتا ہوں اور بعد کی دونوں رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں۔ حضرت عمر نے حضرت سعد کی وضاحت کو قبول کیا۔ نماز پڑھانے کے ان کے طریقہ کی تصویب کی اور فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم نے جو بیان کیا ہے وہ صحیح ہے بنو اسد کا حضرت سعد کے خلاف دربار خلافت میں شکایت پہنچانا اور اچھی طرح نماز نہ پڑھنے کا الزام ان پر عائد کرنا یقیناً ایک غیر معمولی واقعہ تھا جس نے حضرت سعد کے جذبات واحساسات کو زبردست ٹھیس پہنچائی اور مجبوراً انہیں اپنے اس افتخار کا اظہار کرنا پڑا کہ انہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دور اول کی اس انقلابی جدوجہد میں بھرپور شرکت کا اعزاز حاصل ہے جو اسلام کے نام لیواؤں کے لئے سراسر مشقت، جان کاہی اور سخت جسمانی وروحانی آزمائشوں کا موجب تھی۔ حضرت سعد نے گویا اس تاثر کا اظہار کیا کہ جب سخت ترین دور بھی میری دینی زندگی میں کوئی اضمحلال اور تساہلی پیدا نہ کرسکا اور بڑی سے بڑی پریشانی اور سختی برداشت کر کے بھی میں نے اسلام کے فرائض کو کما حقہ، ادا کیا تو اب نماز جیسی سب سے اہم عبادت میں کسی سہل انگاری یا تساہلی کا روادار کیسے ہوسکتا ہوں یہ کتنی ناانصافی کی بات ہے کہ بنو اسد نے قبول اسلام میں میری سبقت اسلام کے لئے میری جدوجہد اور قربانیاں اور دین کے راستہ میں میری ثابت قدمی اور میری تمام طاعات وعبادات کو نظر انداز کر کے مجھ پر ایسا

الزام عائد کیا جو میرے لئے عار کا باعث ہے اور مجھے سخت ذہنی وروحانی اذیت میں مبتلا کر دینے والا ہے حضرت سعد نے جن الفاظ میں اپنے احساسات کا اظہار کیا اس سے معلوم ہوا کہ دینی مصلحت کے تحت اور معاندانہ عیب جوئی وتنقیص کے ازالہ کی خاطر اپنے علم وفضل اور اوصاف کمالات کا واقعاتی اور حقیقی پیرایہ بیان میں فخریہ اظہار شریعت میں جائز ہے۔ چنانچہ یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام صالح اور صحت مند اغراض کے تحت اپنے اوصاف وکمالات کا آپس میں فخریہ اظہار کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوعبیدہ کا اصل نام عامر بن عبداللہ بن جراح ہے فہری قرشی کہلاتے ہیں، آپ حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ دائرہ اسلام وایمان میں داخل ہوئے تھے، پہلے حبشہ کو ہجرت کی پھر دوسری بار ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے، آپ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے ہیں اور غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ جب اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور خود کی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں پیوست ہوگئیں تو حضرت ابوعبیدہ ہی نے ان کڑیوں کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا اور اس کی وجہ سے ان کے سامنے کے دو دانت گر پڑے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ دراز قد خوب رو اور ہلکے بدن کے تھے۔ ۱۸ھ میں طاعون اسواس میں مبتلا ہو کر اردن میں واصل بحق ہوئے اور نبیان کے مقام پر دفن کئے گئے اس وقت آپ کی عمر اٹھاون سال کی تھی اور نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبل نے پڑھائی۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کا ایک " امین" ہوتا ہے (کہ وہ اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق میں اور اپنے نفس کے بارے میں خیانت نہیں کرتا) اور اس امت کے امین ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 744)

اگرچہ تمام ہی صحابہ وصف امانت کے حامل تھے لیکن صرف حضرت ابوعبیدہ کو اس امت کا امین اس اعتبار سے فرمایا گیا کہ یا تو ان میں یہ وصف دوسرے صحابہ کی بہ نسبت زیادہ غالب تھا یا یہ کہ خود ان کے دوسرے اوصاف کی بہ نسبت یہ وصف ان پر زیادہ غالب تھا۔ بہرحال حضرت ابوعبیدہ اپنے ذاتی محاسن وکمالات کی بنا پر بڑے شان والے صحابی ہیں اور ان کے مناقب وفضائل میں اور بھی بہت سی روایتیں منقول ہیں۔ ان کے جو مختلف پند ونصائح مختلف کتابوں میں مذکور ہیں ان میں سے ایک یہ نصیحت نہایت قیمتی ہے۔ بادروا السیأات القدیمات بالحسنات الحادثات والا رب مبیض لثیابہ مدلس لدینہ والا رب مکرم لنفسہ وھولہا مہین: " پچھلے گناہوں پر (خمیازہ بھگتنے سے پہلے) نئی نیکیاں بڑھا لو اور یاد رکھو ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی پوشاک تو اجلی رکھتے ہیں لیکن اپنا دین میلا رکھتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ بعض لوگ اپنے آپ کو عزت دار محسوس کرتے ہیں حالانکہ انجام کے اعتبار سے وہ خود کو ذلت وخواری میں ڈالنے والے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان (جو کبار صحابہ میں سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز تھے) کہتے ہیں کہ نجران کے لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ!! ہمارے پاس (حاکم وقاضی بنا کر) ایسے

شخص کو بھیجئے جو امانت دار ہو یعنی ہمارے حقوق میں کوئی خیانت نہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً میں ایک ایسے شخص کو (حاکم یا قاضی بنا کر تمہارے ہاں بھیجوں گا جو امین ہے اور اس لائق ہے کہ امانت دار کہا جائے۔ (یہ سن کر) لوگ اس شرف کے حصول کی تمنا اور انتظار کرنے لگے (کہ دیکھیں کون شخص اس منصب کا شرف و امتیاز حاصل کرتا ہے) حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا۔" (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 764)

نجران" یمن میں ایک جگہ کا نام ہے جس کو ۱۰ھ میں فتح کیا گیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ" نجران" حجاز اور شام کے درمیان واقع ایک جگہ کا نام ہے۔ تمنا اور انتظار کرنے لگے" اس تمنا اور اظہار کا تعلق جاہ طلبی کے جذبہ اور حصول منصب کی خواہش سے ہرگز نہیں تھا بلکہ اس تمنا و اشتیاق کی بنیاد صفت امانت سے متصف قرار پانے کی طلب و خواہش تھی۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کی فضیلت کا بیان

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی بیویوں سے فرمایا: تمہارا معاملہ کچھ اس نوعیت کا ہے کہ مجھ میرے بعد کے فکر میں ڈالتا ہے اور تمہارے خرچہ پر وہی جو صبر کریں گے (صابر ہیں اور صدیق ہیں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ (صابر اور صدیق سے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ لوگ ہیں جو صدقہ دینے والے اور کار خیر کرنے والے ہیں پھر حضرت عائشہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے بیٹے حضرت ابوسلمہ تابعی کے سامنے (ان کے والد بزرگوار کے زبردست مالی ایثار پر اظہار تشکر اور جذبہ منت گزاری کے تحت) کہا: اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب فرمائے" اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (کے خرچہ) کے لئے ایک باغ دیا تھا جو چالیس ہزار دینار کو بیچا گیا تھا۔ (مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 762)

جو صابر ہیں" یعنی وہ لوگ کہ جو اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر اپنا مال اور اپنی دولت خرچ کرتے ہیں، صدقہ وخیرات کے ذریعہ اس دنیا کی پونجی کو تو کم کرتے ہیں مگر آخرت کے سرمایہ میں اضافہ کرتے ہیں اور اس طرح مال و دولت کے خرچ ہونے پر نفس کو جو ناگواری ہوتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ صدیق ہیں یعنی وہ لوگ جو صدقہ معاملہ میں کامل ہیں، ادائے حقوق میں سب سے آگے ہیں اور جود وسخا میں کثیر الصدق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے جو کچھ فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اختیار دیا تھا کہ چاہے تو زوجیت رسول کے شرف کی صورت میں آخرت کو اختیار کرلو، چاہو آسائش و آرام کی زندگی گزارنے کی خاطر اس شرف کو چھوڑ دینا اختیار کرلو تو اس وقت تم نے اگرچہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دی تھی اور میری رفاقت وزوجیت میں رہنے کے فیصلہ کو اس کامل یقین کے ساتھ برقرار رکھا تھا کہ اس عظیم ترین شرف و اعزاز کی خاطر دنیا کے بڑے مصائب اور بڑی سے بڑی سختی کو بھی خوش دلی سے انگیز کرو گی، تاہم مجھ کو کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ تمہارے لئے میراث چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں، نہ معلوم میری وفات کے بعد تمہیں کن حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ تمہارے ساتھ لوگ کیا معاملہ اور کیسا سلوک رکھیں گے کون شخص تمہارے گزارے کا متکفل بنے گا اور کس شخص کو تمہاری خبر گیری کی توفیق نصیب ہوگی اور جو تمہارے مصارف کے لئے اپنے مال اور اپنی جائداد کا نذرانہ پیش کریں گے ان کا وہی مقام و مرتبہ ہوگا جو اللہ کے نزدیک" صابر" اور صدیق" کا ہوتا ہے حضرت

عائشہ نے ارشاد نبوت کے سیاق میں، صابر اور صدیق کے معنی بیان کئے اور پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف کے حق میں، ان کے بیٹے کے سامنے، جو دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے اس سے حضرت عبدالرحمن بن عوف کی وہ فضیلت ظاہر ہوئی جو انہوں نے ازواج مطہرات کے لئے اپنی بڑی ایک جائداد کا نذرانہ پیش کر کے اس حدیث کے مطابق حاصل کی۔

اللہ کی راہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف کی مالی قربانیاں: حدیث بالا میں یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے باغ ازواج مطہرات کے لئے دیا تھا وہ چالیس ہزار دینار کو بیچا گیا، لیکن ترمذی کی ایک روایت میں، جس کو ترمذی نے "حسن غریب" کہا ہے یوں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ازواج مطہرات کے مصارف کے لئے اپنا پورا باغ اللہ کی راہ میں دیدیا تھا جو چار لاکھ درہم یا دینار کو بیچا گیا۔ یہ تو ابن عوف کی مالی قربانیوں کی صرف ایک مثال ہے، وہ بہت بڑے تاجر تھے اور وسیع بنیادوں پر پھیلی ہوئی اپنی تجارت کے ذریعہ جتنا زیادہ مال و اسباب پیدا کرتے تھے اتنا ہی اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ان کی زندگی اور ان کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا مطلقا مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کی تمام تر تجارت اور کسب مال کا مقصد ہی اللہ کی راہ میں اور دین کی سربلندی کے لئے خرچ کرنا تھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ اپنے آدھے مال و اسباب اور چار ہزار دینار یا درہم نقد کا نذرانہ پیش کیا، پھر انہوں نے چالیس ہزار دینار تصدق کئے، پھر پانچ سو گھوڑے جہاد کے لئے اللہ کی راہ میں دیئے اور پھر جہاد ہی کے لئے اللہ کی راہ میں انہوں نے ڈیڑھ ہزار اونٹنیاں پیش کیں اور ان تمام مال و اسباب میں سے اکثر حصہ ان کے تجارتی مال و سرمایہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ایک دن حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ایک سو پچاس ہزار یعنی ڈیڑھ لاکھ دینار اللہ کی خوشنودی کے لئے صحابہ کرام کو دیئے، پھر جب رات آئی تو گھر میں قلم کاغذ لے بیٹھے اور اپنا تمام مال مہاجرین وانصار صحابہ میں تقسیم کرنے کے لئے ایک فہرست مرتب کی، اس فہرست میں انہوں نے اپنے بدن کے کپڑوں تک کے بارے میں لکھا کہ میرے بدن پر جو قمیص ہے وہ فلاح صاحب کے لئے ہے اور میرا عمامہ فلاں صاحب کے لئے اس طرح انہوں نے اپنے مال و اسباب میں سے کچھ باقی نہیں رہنے دیا، ایک ایک چیز حاجتمندوں کے نام لکھ دی، اس کام سے فارغ ہو کر سو گئے صبح ہوئی تو نماز فجر کے لئے مسجد پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی اتنے میں حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عبدالرحمن کو میری طرف سے سلام کہو اور وہ فہرست (جو انہوں نے آج رات میں بنائی ہے) ان سے قبول کر کے پھر ان کو واپس کر دو اور ان سے کہو کہ اللہ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا، اس سارے مال و اسباب میں تم اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے وکیل ہو، اپنی مرضی سے اس میں سے لین دین کرو اور اپنے سابقہ حق تصرف کے ساتھ جاہو خرچ کرو، اس کا تم سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اس کے ساتھ ہی ان کو جنت کی بشارت عطا کی گئی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے تیس ہزار غلام آزاد کئے۔ پسماندگان میں انہوں نے چار بیویاں چھوڑی تھیں اور منقول ہے کہ ایک ایک بیوی کے حصہ میں اسی اسی ہزار درہم آئے تھے بلکہ ایک روایت میں یوں ہے کہ عبداللہ بن عوف کا ترکہ سولہ سہام پر تقسیم، ہوا اور ہر بیوی کے حصہ دو دو لاکھ درہم آئے۔

4649- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَخْنَسِ اَنَّهٗ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ رَجُلٌ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَامَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ اَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ سَمِعْتُهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ وَاَبُوْ بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شِئْتُ لَسَمَّيْتُ الْعَاشِرَ قَالَ فَقَالُوْا مَنْ هُوَ فَسَكَتَ قَالَ فَقَالُوْا مَنْ هُوَ فَقَالَ هُوَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ

✧✧ حضرت عبدالرحمن بن اخنس رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے وہ مسجد میں موجود تھے۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: دس لوگ ''جنتی'' ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں، ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر بن العوام جنتی ہیں، سعد بن مالک ہیں اور عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں (حضرت سعید بن زید نے فرمایا) اور اگر تم لوگ چاہو تو میں دسویں آدمی کا نام بھی لے لیتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں لوگوں نے دریافت کیا: وہ کون سے صاحب ہیں؟ وہ خاموش رہے پھر ان لوگوں نے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: سعید بن زید (یعنی وہ خود)۔

4650- حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْمُثَنّٰى النَّخَعِيُّ حَدَّثَنِيْ جَدِّيْ رِيَاحُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ كُنْتُ قَاعِدًا عِنْدَ فُلَانٍ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ وَعِنْدَهٗ اَهْلُ الْكُوْفَةِ فَجَاءَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فَرَحَّبَ بِهٖ وَحَيَّاهُ وَاَقْعَدَهٗ عِنْدَ رِجْلِهٖ عَلَى السَّرِيْرِ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ يُقَالُ لَهٗ قَيْسُ بْنُ عَلْقَمَةَ فَاسْتَقْبَلَهٗ فَسَبَّ وَسَبَّ فَقَالَ سَعِيْدٌ مَنْ يَّسُبُّ هٰذَا الرَّجُلُ قَالَ يَسُبُّ عَلِيًّا قَالَ اَلَا اَرٰى اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبُّوْنَ عِنْدَكَ ثُمَّ لَا تُنْكِرُ وَلَا تُغَيِّرُ اَنَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاِنِّيْ لَغَنِيٌّ اَنْ اَقُوْلَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ فَيَسْاَلَنِيْ عَنْهُ غَدًا اِذَا لَقِيْتُهٗ اَبُوْ بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَسَاقَ مَعْنَاهُ ثُمَّ قَالَ لَمَشْهَدُ رَجُلٍ مِنْهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْبَرُّ فِيْهِ وَجْهُهٗ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ اَحَدِكُمْ عُمُرَهٗ وَلَوْ عُمِّرَ عُمُرَ نُوْحٍ

✧✧ رباح بن حارث بیان کرتے ہیں میں فلاں کے پاس مسجد کوفہ میں بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس کچھ اہل کوفہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ آئے تو ان صاحب نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے ساتھ اپنے پاؤں

4649- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن في المتابعات من أجل عبد الرحمن بن الأخنس، فهو مقبول حيث يتابع، وقد توبع في الطريقين الذي قبله والذي بعده. وأخرجه الترمذي (4091)، والنسائي في "الكبرى" (8100) و (8147) و (8153) من طريق الحر بن الصياح، به. وقال الترمذي: هذا حديث حسن.

کی طرف چارپائی پر بٹھادیا۔ پھر کوفہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص آیا جس کا نام قیس بن علقمہ تھا۔ وہ جیسے ہی ان کے سامنے آیا تو برا کہنے لگا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یہ شخص کسے برا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہہ رہا ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو برا کہا جارہا ہے پھر بھی تم اسے روک نہیں رہے ہو۔ اسے تبدیل نہیں کروارہے (یعنی خاموش نہیں کروارہے) میں نے نبی اکرم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اور مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایسی بات بیان کروں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ارشاد فرمائی ہو اور کل جب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اس کے بارے میں دریافت کریں۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے) ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں (اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے) پھر انہوں نے فرمایا: ان میں سے کسی ایک شخص کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا' جس میں ان کا چہرہ غبار آلود ہو جائے تم میں سے کسی ایک شخص کے عمر بھر کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے اگرچہ اس شخص کی عمر' حضرت نوح علیہ السلام کی عمر جتنی ہو۔

4651- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا فَتَبِعَهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهُ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِجْلِهِ وَقَالَ اثْبُتْ اُحُدُ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ''احد'' پہاڑ پر چڑھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں اس پر مارا اور فرمایا: اے اُحد! ٹھہرے رہو (تمہارے اوپر) ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

شرح

شہداء" سے مراد حضرت عمر، حضرت عثمان، تھے، چنانچہ ان سب حضرات کو شہادت ہی کی موت ملی، ان میں سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جنگ جمل کے موقع پر شہید کیے گئے اور اگرچہ ان کی موت عین جنگ کے دوران واقعہ نہیں ہوئی ہوئی تھی بلکہ جنگ سے باہر ظلماً مارے گئے تھے لیکن چونکہ یہ ثابت ہے کہ جس شخص کو ظلماً قتل کر دیا جائے وہ شہید ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کو بھی شہادت کا مرتبہ نصیب ہوا۔ اور علی کا ذکر نہیں کیا۔" اس سے پہلے جملہ میں" زاد" کا لفظ کسی ناقل روایت کے تسامح کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس راوی کی روایت میں حضرت علی کے بجائے حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر" معاوضہ اور مبادلہ" کی صورت ہے نہ کہ" اضافہ" کی۔ بہرحال اس ورایت میں، کہ جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا ذکر ہے۔ یہ اشکال پیش آتا ہے کہ ان کو تو شہادت کی موت نہیں بلکہ وادی عقیق واقع اپنے محل میں فوت ہوئے تھے! اس اشکال کو دور کرنے کے لئے یا تو یہ توجیہ کی جائے گی کہ آپ صلی

4651- إسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، ويحى: هو ابن سيد القطان، ومسدد: هو ابن مسرهد. وأخرجه البخاري (3675)، والترمذي (4030)، والنسائي في "الكبرى" (8079) من طريق سيد بن أبي عروبة، به. وهو في "مسند أحمد" (12106)، و"صحيح ابن حبان" (6865)، و(6908).

اللہ علیہ وسلم نے ان سب حضرات کو تغلیبا شہید افرمایا تھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی ایک نبی اور ایک صدیق کے علاوہ باقی وہ لوگ ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر شہید ہوں گے یا جیسا کہ سید جمال الدین نے لکھا ہے، یہ کہا جائے گا کہ حضرت سعد کی موت کسی ایسے مرض کے سبب واقع ہوئی تھی جس میں مبتلا ہو کر مرنے والا "شہید" کے حکم میں ہوتا ہے، جیسے پیٹ کی بیماری وغیرہ۔

4652- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُحَارِبِيِّ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ عَنْ أَبِي خَالِدٍ مَوْلَى اٰلِ جَعْدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَرَانِي بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِي تَدْخُلُ مِنْهُ أُمَّتِي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ مَعَكَ حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے میرا بازو تھاما اور جنت کا دروازہ مجھے دکھایا جس میں سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میری یہ خواہش تھی کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تا کہ میں بھی اسے دیکھ لیتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر جہاں تک تمہارا تعلق ہے تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔

4653- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جہنم میں ایسا کوئی شخص داخل نہیں ہوگا جس نے درخت کے نیچے بیعت کی ہو۔ (یعنی بیعت رضوان کی ہو)۔

4654- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسٰى فَلَعَلَّ اللّٰهَ وَقَالَ ابْنُ سِنَانٍ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شاید اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہوا ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر یہ کہا: تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

4655- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ ثَوْرٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ فَأَتَاهُ يَعْنِي عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُودٍ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّمَا كَلَّمَهُ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ فَضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ

السَّيْفِ وَقَالَ اَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَتِهٖ فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَاْسَهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالُوا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ

✧✧ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے (پھر اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں یہ تذکرہ بھی ہے) عروہ بن مسعود آپ کے پاس آیا اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بات چیت کرنے لگا۔ وہ جب بھی آپ کے ساتھ بات کرتا تھا تو آپ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے پاس تلوار تھی اور انہوں نے سر پر خود پہنا ہوا تھا۔ انہوں نے تلوار کی نعل اس کے ہاتھ پر ماری اور بولے: اپنے ہاتھ کو آپ ﷺ کی داڑھی سے پیچھے رکھو! تو عروہ نے سر اٹھا کر دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔

4656- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ اَبُوْ عُمَرَ الضَّرِيْرُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ اِيَاسٍ الْجُرَيْرِيَّ اَخْبَرَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنِ الْاَقْرَعِ مُؤَذِّنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ بَعَثَنِيْ عُمَرُ اِلَى الْاُسْقُفِّ فَدَعَوْتُهٗ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ وَهَلْ تَجِدُنِيْ فِي الْكِتَابِ قَالَ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ تَجِدُنِيْ قَالَ اَجِدُكَ قَرْنًا فَرَفَعَ عَلَيْهِ الدِّرَّةَ فَقَالَ قَرْنٌ مَهْ فَقَالَ قَرْنٌ حَدِيْدٌ اَمِيْنٌ شَدِيْدٌ قَالَ كَيْفَ تَجِدُ الَّذِيْ يَجِيْءُ مِنْ بَعْدِيْ فَقَالَ اَجِدُهٗ خَلِيْفَةً صَالِحًا غَيْرَ اَنَّهٗ يُؤْثِرُ قَرَابَتَهٗ قَالَ عُمَرُ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُثْمَانَ ثَلَاثًا فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُ الَّذِيْ بَعْدَهٗ قَالَ اَجِدُهٗ صَدَاَ حَدِيْدٍ فَوَضَعَ عُمَرُ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ يَا دَفْرَاهُ يَا دَفْرَاهُ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّهٗ خَلِيْفَةٌ صَالِحٌ وَّلٰكِنَّهٗ يُسْتَخْلَفُ حِيْنَ يُسْتَخْلَفُ وَالسَّيْفُ مَسْلُوْلٌ وَّالدَّمُ مُهْرَاقٌ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ الدَّفْرُ النَّتْنُ

✧✧ اقرع، جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مؤذن تھے، بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے "اسقف" (پادری) کے پاس بھیجا میں اسے بلا کر لایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ تم اپنی کتاب میں میرے بارے میں کچھ پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم کیا پاتے ہو، اس نے کہا: میں نے آپ کو "قرن" پایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا درہ اس کی طرف اٹھایا اور فرمایا: "قرن" کا کیا مطلب ہے۔ وہ بولا: "قرن" سے مراد سخت، امین اور زبردست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: جو میرے بعد آئے گا اسے تم کیسا پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں اسے ایک ایسا خلیفہ پاتا ہوں جو نیک ہوگا البتہ وہ اپنے قریبی رشتے داروں کے ساتھ ترجیحی سلوک کرے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے! یہ جملہ انہوں نے تین مرتبہ بولا۔ پھر انہوں نے فرمایا: اس کے بعد جو خلیفہ ہوگا تم اسے کیسا پاتے ہو۔ اس نے کہا: میں اسے لوہے سے بنا ہوا پاتا ہوں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور فرمایا، اے بدبودار! اے بدبودار! (یعنی چلے جاؤ) وہ بولا: اے امیر المومنین وہ خلیفہ اچھا ہوگا لیکن جب اسے خلیفہ مقرر کیا جائے گا تو اس وقت تلواریں کھنچی ہوئی ہوں گی اور خون بہے گا (یعنی آپس میں خانہ جنگی ہوگی)۔

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں: اس حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ "دفر" کا مطلب بدبودار ہونا ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی فضیلت کا بیان

4657- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنْبَأَنَا ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ وَاللهُ أَعْلَمُ أَذَكَرَ الثَّالِثَ أَمْ لَا ثُمَّ يَظْهَرُ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ وَيَنْذِرُونَ وَلَا يُوفُونَ وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَفْشُو فِيهِمُ السِّمَنُ

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: میری امت میں بہترین زمانہ وہ ہے جب مجھے مبعوث کیا گیا، پھر اس کے بعد والوں کا زمانہ، پھر اس کے بعد والوں کا زمانہ ہوگا۔

راوی کہتے ہیں (اللہ بہتر جانتا ہے) کہ آپ نے تیسری مرتبہ ذکر کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ (پھر آپ نے فرمایا) اس کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی نہیں مانگی جائے گی وہ لوگ نذر مانیں گے لیکن اسے پورا نہیں کریں گے۔ وہ لوگ خیانت کریں گے انہیں امین نہیں بنایا جائے گا۔ اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

صحابہ کرام سے محبت

حضراتِ صحابہ کرام سے محبت اہلسنت وجماعت کے نزدیک اصول ایمان میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنی نوع انسان کے برگزیدہ ومنتخب افراد میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ونصرت اور دین کی دعوت واشاعت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اُمت کا وہ طبقہ ہے جس نے حفاظت دین اور اگلی نسلوں تک اس کی تبلیغ کی اہم اور سنگین ذمہ داری کو اچھی طرح پوری کر چکا ہے۔ اگر یہ منتخب گروہ نہ ہوتا تو اسلامی شریعت بھی یہودیت ومسیحیت کی طرح تحریف کا شکار ہو جاتی۔ اب اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صلاحیت وراست گوئی اور امانتداری کے حوالے سے شک وشبہ کا اظہار کرتا ہے تو دراصل وہ قرآن وسنت کی حقانیت پر طعن کرتا ہے اور ان مآخذ ومنابع کو مشکوک بناتا ہے جو صحابہ کرام کے ذریعے ہم تک پہنچے ہوئے ہیں۔

دوسری جانب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فضیلت میں موجود متعدد آیات واحادیث ان کی محبت کو ہم پر واجب بناتی ہیں، نیز جو افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ان سے دشمنی وبغض کا سبق بھی ہمیں انہی قرآنی آیات واحادیث نبوی سے ملتا ہے۔ ہم صحابہ کرام سے بے پناہ محبت کرتے ہیں چونکہ :

4657-إسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وأبو عوانة: هو الوضاح ابن عبد الله اليشكري. وأخرجه مسلم (2535)، والترمذي (2371) من طريق قتادة بن دعامة، به. وأخرجه البخاري (2651)، ومسلم (2535)، والنسائي في "الكبرى" (4732) من طريق زهدم بن مضرب، عن عمران بن حصين. وأخرجه الترمذي (2369) و(2370) و(2454) و(2455) من طريق هلال بن يساف، عن عمران بن حصين. وقد اختلف في هذا الإسناد كما بينه الترمذي فراجعه لزاماً. وهو في "مسند أحمد" (19820) و(19835) و(19953)، و"صحيح ابن حبان" (6729) و(7229).

1۔اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا،ارشاد ربانی ہے :(لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا، الفتح/18)(بیشک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو (جذبہ صدق و وفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت ہی قریب فتح (خیبر) کا انعام عطا کیا)

2۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کی صفت سے متصف کر کے یاد کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے :(وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ، الانفال/62) .(اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو بیشک آپ کے لئے اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہلِ ایمان کے ذریعے طاقت بخشی)

3۔ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس لئے محبت ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق کر کے انہیں کامیاب قرار دیا ہے اور انہیں جنت کا وعدہ بھی دیا ہے، ارشاد باری ہے: (لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ * أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) (التوبہ/88-89).(لیکن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں* اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے.)

4۔ہم صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں مخاطب کیا ہے:(كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران/110)؛(تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے،) ابن عباس فرماتے ہیں: یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔

5۔ہم صحابہ سے محبت کرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ بھی صحابہ کرام سے محبت کرتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے:(فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ، المائدہ:54)(عنقریب اللہ (ان کی جگہ) ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ (خود) محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :اللہ کی قسم یہ آیت حروراء کے لوگوں کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ حضرت ابوبکر و عمر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

6۔ہم صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سچے مومن قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:(وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ، الانفال/74)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (راہِ خدا میں گھر بار اور وطن

قربان کردینے والوں کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی، وہی لوگ حقیقت میں سچے مسلمان ہیں، ان ہی کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

7۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے محبت کرنے کو ایمان کی علامت اور بغض صحابہ کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: آيةُ الايمان: حب الانصار. وآيةُ النفاق بغض الانصار ؛متفق علیہ۔ ترجمہ: انصار سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

8۔ ہمیں صحابہ کرام سے پیار ہے چونکہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے تعلق سے برا کہنے سے منع کیا ہے، ارشاد نبوی ہے:إذا ذُكِر أصحابي فأمسكوا. و إذا ذُكِرتِ النُّجومِ فأمسكوا. و إذا ذُكِرَ القدر فأمسكوا) (صححہ الالبانی 545فی صحیح الجامع)

جب بھی میرے صحابہ کے بارے میں بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو، جب بھی ستاروں سے متعلق بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو، اور جب بھی قدر سے متعلق بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو۔

9۔ صحابہ کرام سے ہمیں محبت ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امت مسلمہ کے امن وقرار کا سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

النجوم أمنة للسماء، فإذا ذهبت النجوم أتى السماء ما توعد، وأنا أمنة لأصحابي فإذا ذهبتُ أتى أصحابي ما يوعدون، وأصحابي أمنة لأمتي، فإذا ذهب أصحابي أتى أمتي ما يوعدون.(مسلم:2531)

ترجمہ: ستارے آسمان کے لئے امان ہیں جب ستاروں کا نکلنا بند ہو جائے گا تو پھر آسمان پر وہی آجائے گا جس کا وعدہ کیا گیا میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں پھر جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں تو جب صحابہ کرام چلے جائیں گے تو ان پر وہ فتنے آن پڑیں گے کہ جن سے ڈرایا جاتا ہے۔

10۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس امت کے بہترین افراد قرار دیا ہے اسی لیے ہمیں ان سے محبت ہے، چنانچہ فرماتے ہیں (خير أمّتي القرن الّذين يلوني ثمّ الّذين يلونهم ثمّ الّذين يلونهم (مسلم:2532)۔ ترجمہ: میری امت کے بہترین اشخاص وہ ہیں جن کے درمیان میری بعثت ہوئی (صحابہ کرام)، پھر (وہ نسل) جو ان کے بعد آئے (تابعین)، پھر (سب سے بہترین افراد وہ ہیں) جو ان کے بعد آئیں (تبع تابعین)۔

11۔ ہم صحابہ سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ ہمارے پیارے نبی علیہ السلام نے ہمیں صحابہ کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے، فرمان نبوی ہے :(لا تسبوا أصحابي، فوالذي نفسي بيده لو أنّ أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مُدَّ أحدهم ولا نصيفه.(مسلم:.2540)؛ ترجمہ: میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد (مٹھی) غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔

12۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے ہر اس شخص پر جو

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالی دیتا ہے، فرماتے ہیں: لعن الله من سبّ أصحابي (صحیح الجامع) (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے۔)

13۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کے ذریعے دین پھیلے گا اور اسلام کی نصرت ہوگی۔ امر واقع بھی یہی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: (يأتي على الناس زمان، يغزو فئام من الناس، فيقال: فيكم من صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتي على الناس زمان، فيغزو فئام من الناس، فيقال لهم: فيكم من صاحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتي على الناس زمان، فيغزو فئام من الناس، فيقال لهم: هل فيكم من صاحب من صاحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم)۔ (بخاری ومسلم)؛ ترجمہ: ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کچھ لوگ جہاد کریں گے، ان سے پوچھا جائے گا تمہارے ساتھ ایسا آدمی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمرکاب رہا ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں، اس طرح (مقابلے کے بعد) وہ لوگ فتح یاب ہوں گے۔ پھر کسی اور زمانے میں مسلمانوں کا ایک گروہ جہاد کرنے جائے گا، ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے ساتھ ایسا بندہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ رہا ہو؟ جواب آئے گا کہ جی ہاں، پھر مجاہدین کا وہ گروہ فتح یاب ہوگا۔ ایک ایسا دور بھی آئے گا کہ بعض لوگ جہاد کے لیے نکلیں گے تو ان سے سوال ہوگا کہ کیا تمہارے ساتھ ایسا آدمی ہے جو صحابہ کرام کے ساتھیوں کے ہمرکاب رہا ہو؟ وہ کہیں گے: جی، تو کامیاب ہوں گے۔

14۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے چونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور مددگار ساتھی تھے، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ان الله تبارك وتعالى اختارني، واختار لي أصحاباً، فجعل لي منهم وزراء وأنصاراً وأصهاراً، فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل منه يوم القيامة صرف ولا عدل)، (رواہ حاکم وصححہ)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے منتخب فرمایا ہے اور میرے لئے میرے صحابہ کو منتخب کیا ان کو میرا وزیر مددگار اور رشتہ دار بنایا جو ان کو برا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض اور کوئی کفارہ قبول نہ کرے گا

15 ۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ ان سے محبت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور صحابہ سے نفرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کی دلیل وعلامت ہے، اسی بارے میں فرمان نبوی ہے: (الله الله في أصحابي، لا تتخذوهم غرضاً بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله أوشك أن يأخذه)

(رواہ احمد وترمذی وجعلہ حسنًا)

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو (طعن وتشنیع کا) نشانہ نہ بنانا (یاد رکھو) جس نے ان سے محبت کی، پس میری محبت کی وجہ سے اس نے اُن سے محبت کی۔ جس نے اُن سے بغض رکھا پس میرے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا اور جس نے اُن کو اذیت دی پس اس نے مجھے اذیت دی جس نے مجھے اذیت دی، اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی، پس قریب ہے کہ وہ اس کو گرفت کر لے۔

16۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احترام وعزت کو اپنے ہی احترام کے مترادف قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: (احفظوني في أصحابي، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم)۔ (ابن ماجہ: 1927، وصححہ الالبانی)؛ ترجمہ: میری منزلت وعزت کی حفاظت کے لیے میرے صحابہ اور ان کے بعد آنے والے دوصدیوں کے لوگوں کی منزلت وعزت کا خیال رکھو۔

18۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اہل علم وفضیلت، اخلاق اور سچائی والے تھے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (أرأف أمتي بأمتي أبوبكر، وأشدهم في دين الله عمر، وأصدقهم حياء عثمان، وأقضاهم علي، وأفرضهم زيد بن ثابت، وأقرؤهم أبي، وأعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل، ألا وإن لكل أمة أميناً، وأمين هذه الامة أبو عبيدة بن الجراح)۔ (حاکم، صححہ الالبانی 868 فی صحیح الجامع۔) ترجمہ: میری امت پر سب سے زیادہ رحیم ابوبکر ہے، دین پر سختی سے عمل کرنے والا عمر ہے، سب سے زیادہ سچے باحیا عثمان ہے، عدل میں سب سے آگے علی ہے، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے صفات عالیہ کے ذکر میں کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو بہترین پایا۔ تو انہیں منتخب کر کے اپنا نبی بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سارے قلوب پر نظر ڈالی تو صحابہ کرام کے دلوں کو بہترین پایا سو انہیں اپنے برگزیدہ پیغمبر کی صحبت کے لیے منتخب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر بنا دیا تا کہ اس کے دین کی راہ میں لڑیں۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو ان کی پیروی کرے جن کا انتقال ہو چکا ہے، چونکہ جو زندہ ہیں معلوم نہیں فتنے کا شکار ہوں گے کہ نہیں۔ جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں جو امت میں عقائد کے اعتبار مضبوط ترین اور سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، دین میں وہ بہت کم تکلف کرنے والے تھے۔ صحابہ کرام وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے مصاحبت اور دین کے قیام کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ ان کی جاہ ومقام کو پہچانو اور ان کے طریقے پر چلو اس لیے کہ وہ ہدایت اور راہ راست پر تھے۔

(رواہ ابن عبدالبر)

صحابہ کرام کے حوالے سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واضح اور آشکار مسائل میں سے ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تمام خوبیوں کو بیان کرنا، ان کی غلطیوں اور آپس کے اختلافات کو بیان کرنے سے گریز کرنا ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی بھی صحابی کی شان میں گستاخی کرے، برا بھلا کہے اور طعنہ زنی کرے یا کسی صحابی کی عیب جوئی کرے تو وہ شخص بدعتی، ناپاک، رافضی اور اہل

سنت کا مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) نہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا نہ کوئی فدیہ وکفارہ اس کی جان چھڑا سکے گا۔ اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت سنت اور ضروری ہے، ان کے لیے نیک دعاء کرنا قرب الٰہی کا باعث ہے۔ ان کی پیروی باعث نجات ہے اور ان کی راہ پر چلنا فضیلت شمار ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سب سے اچھے لوگ تھے، کسی انسان کے لیے مناسب نہیں کہ انہیں گالیاں دے یا عیب جوئی کر کے ان کی شان میں گستاخی کرے اور انہیں گندی زبان سے یاد کرے۔ (کتاب الشریعہ ص78)

امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے اپنی کتاب (شریعہ) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل تحریر کیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل کا تذکرہ ہوگا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور اپنے برگزیدہ نبی کے لیے وزیر، رشتہ دار، ساتھی اور اس کی امت کے لیے خلیفہ مقرر فرمایا۔ مہاجرین و انصار وہ حضرات تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بہترین اوصاف کے ساتھ یاد کیا ہے۔ قرآن میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے توریت میں بھی صحابہ کرام کو اچھے الفاظ و اوصاف میں یاد کیا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ اللہ جل وعلیٰ کا فضل بہت بڑا ہے جسے چاہے وہ عطا فرماتا ہے۔

مہاجرین: مہاجرین وہ جاں نثار صحابہ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اپنے عمل سے اُسے ثابت کر دکھایا، سختیوں اور برے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، اللہ کی راہ میں ذلت اور بھوک کو غیر اللہ کے راستے میں عزت اور شکم سیری پر ترجیح دی۔ اللہ کی رضا کے لیے رشتہ دار اور اجنبی کی مخالفت کو بخوشی قبول کیا۔ مہاجرین اپنے والدین، خاندان، قبیلہ، جائیداد اور سب کچھ چھوڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں ہجرت کے لیے نکلے۔ ان سب چیزوں سے زیادہ اہم ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول تھے اس لیے کہ ان کا ایمان مضبوط، عقل سلیم، نفس پاک، رائے صائب اور صبر زیادہ تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق تھی۔

ارشاد الٰہی ہے: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (المجادلہ)
ترجمہ: اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔ انصار: وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نصرت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے لیے منتخب فرمایا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے انصاری صحابہ آپ کے پاس تشریف لا کر مومنوں کی صف میں شامل ہو گئے۔ انصار اپنی بیعت میں مخلص تھے اور ہمہ تن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و مدد کیلیے کمربستہ تھے۔ انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی مکمل پیروی کرنے والے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے انہوں نے آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تک ہجرت کا وقت نہیں آیا ہے۔ انصار کا وہ دستہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر چکا تھا واپس مدینہ چلا گیا تو وہ دیگر اہل مدینہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ذریعہ بن گئے۔

انصار اپنے ایمان میں ثابت قدم تھے چنانچہ جب مہاجرین مدینہ پہنچے تو انکا شاندار استقبال کیا گیا، انہوں نے نبی کریم وسلم و دیگر مہاجرین کا خوب اکرام کیا۔ انصار کو معلوم ہوا یہ مبارک ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے بڑی نعمت ... دیگر مہاجرین جب مدینہ پہنچے تو انصار نے ان کی بھی عزت وخدمت کی۔ اپنے گھروں کو تقسیم کر کے انہیں جگہ دینے ... نے اپنے بچوں اور بیویوں پر بھی ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت ومحبت ڈالی تھی جس کی برکت سے وہ ... کررہے تھے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی تعریف میں فرماتے ہیں) ﴿وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ ... وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (الانفال۔63-62)؛ ترجمہ: اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو ... کے لئے اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہلِ ایمان کے ذریعے طاقت بخشی اور (اسی نے) (مسلمانوں) کے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرما دی۔ اگر آپ وہ سب کچھ جو زمین میں ہے خرچ کر ڈالتے تو (ان تمام مادی ...) بھی آپ ان کے دلوں میں (یہ) الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان کے درمیان (ایک روحانی رشتے سے) محبت ... دی۔ بیشک وہ بڑے غلبہ والا حکمت والا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (آل عمران۔103) ترجمہ: اور تم سب مل کر ... مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو، اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو ... تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچا لیا، یوں ہی اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ان آیات قرآنی سے معلوم ہوا سارے صحابہ کرام بشمول مہاجرین وانصار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی نصرت ومدد پر وہ متفق تھے، شریعت اور احکام کے نفاذ میں وہ متحد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین ساتھی تھے۔ اس راہ میں وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور ہر حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور ... کے لیے جاں نثاری ان کا مقصد حیات بن چکا تھا۔ اسی لیے ایک سے زائد مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار کی تعریف کی ... جنت کا وعدہ دیا ہے اور اپنی رضامندی کا اعلان بھی فرمایا ہے: ﴿رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (المجادلہ۔22)؛ (ترجمہ: اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی (لوگ) اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام کے فضائل سے وہ شخص واقف ہوسکتا ہے جو عہد نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا تعامل اور اس کے بعد کی زندگی پر گہری نظر ڈالے۔ صحابہ کرام وہ عظیم شخصیات تھے جو ایمان، کفار سے جہاد و قتال، اشاعت دین، قیام دین، اعلائے شان احکامات الٰہی و نبوی، فرائض اور سنن نبوی کی تعلیم و تعلم میں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہ ہوتے تو ہرگز دین کا کوئی اصل یا فرع ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہرگز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یا سنت سے ہم واقف نہیں ہوسکتے تھے۔ اس لیے جو شخص صحابہ کے حوالے سے طعنہ زنی و گستاخی سے کام لے وہ پوری طرح دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے چونکہ جو شخص صحابہ کو گالیاں دے کر طعنہ زنی کرتا ہے وہ اس طرح اپنے عقیدے کا اظہار کرتا ہے کہ صحابہ کرام ہی غلط راستے پر تھے اور قرآن پاک اور احادیث میں ان کے جتنے اوصاف مذکور ہیں یہ لوگ ان تعریفوں کی تردید کرتے ہیں۔ یہ قرآن وحدیث کا انکار ہے۔ جو شخص صحابہ پر طعن کرتا ہے دراصل وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ نصوص شریعت کے ناقلین کی توہین و گستاخی درحقیقت نصوص (قرآن وسنت) کی توہین ہے۔ یہ اہم بات ہر اس شخص کے لیے قابل فہم و درک ہے جو تدبر کا اہل ہو، نفاق و کفر اور الحاد سے دور ہو۔ (الکبائر)

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں: صحابہ سے محبت ذخیرہ آخرت ہے۔ اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام و درود بھیجے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی شخص میں یہ دو صفات ہوں مجھے امید ہے کہ وہ قیامت کے عذاب سے محفوظ رہے گا، ایک سچائی اور دوسرا اصحاب رسول ﷺ سے محبت۔ (الشریعۃ 4/1688)

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ سَبِّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کو برا کہنے کی ممانعت

4658- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری نبی اکرم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میرے اصحاب کو برا نہ کہو۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک ''احد'' پہاڑ جتنا سونا خیرات کرے تو پھر بھی ان کے ایک مد بلکہ نصف مد (غلہ خیرات کرنے کے اجر تک نہیں پہنچ سکتا۔

4658-إسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الأسدي، وأبو معاوية: هو محمد ابن خازم الضرير، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو صالح: هو ذكوان السمان. وأخرجه البخاري (3673)، ومسلم (2541)، والترمذي (4198) و (4199)، والنسائي في "الكبرى" (8250) من طريق الأعمش، به. وهو في "مسند أحمد" (11079)، و"صحيح ابن حبان" (6994). وأخرجه مسلم (2540) (221) وبإثر (2541) (222)، وابن ماجه (161)

شرح

"تم" کے مخاطب خود صحابہ میں سے بعض حضرات تھے، جیسا کہ ایک روایت میں اس ارشادگرامی کا پس منظر یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خالد ابن ولید اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے درمیان کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور حضرت خالد ابن ولید نے حضرت عبدالرحمن ابن عوف کو برا کہا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد ابن ولید وغیرہ کو خطاب کر کے فرمایا میرے صحابہ کو برا نہ کہو پس "میرے صحابہ" سے وہ مخصوص صحابہ مراد ہیں جوان مخاطب صحابہ یعنی حضرت خالد ابن ولید وغیرہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں "تم" کے ذریعہ پوری امت کو مخاطب کیا گیا ہو اور چونکہ نور نبوت نے پہلے ہی یہ دیکھ لیا تھا کہ آگے چل کر میری امت میں لوگ بھی پیدا ہوں گے، جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہیں گے، ان کی شان میں گستاخیاں کریں گے (جیسا کہ روافض وخوارج کی صورت میں مختلف گروہ ایک دوسرے کے ممدوح صحابہ کے حق میں سب وشتم کرتے ہیں) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں میں احترام صحابہ کے جذبات کو بیدار کرنے کے لئے حکم دیا کہ شخص میرے کسی صحابی کو برا نہ کہے۔

مد اس زمانہ کے ایک پیمانہ کا نام تھا جس میں سیر بھر کے قریب جو وغیرہ آتا تھا، حدیث کے اس جزء کی مراد ان صحابہ کے بلند وبالا مقام ومرتبہ کا تعین کرنا ہے کہ ان لوگوں کے کمال اخلاص وللہیت کی بناء پر ان کا چھوٹا سا نیک عمل اپنے بعد والوں کے اسی طرح کے بڑے سے بڑے نیک عمل پر بھاری ہے مثلاً اگر ان صحابہ میں سے کوئی شخص سیر بھر یا آدھ سیر جو وغیرہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس عمل پر ان کو جتنا ثواب ملتا ہے اتنا ثواب ان کے بعد والوں کو اس صورت میں بھی نہیں مل سکتا کہ اگر وہ اللہ کے راہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اخلاص وصدق نیت اور جذبہ ایثار وللہیت کا جو کمال ان کے اندر تھا وہ بعد والوں کو نصیب نہیں ہوسکتا دوسرے یہ کہ ان کا مال خالص طیب وپاکیزہ ہوتا تھا اور ان کی اپنی حاجتیں وضرورتیں اس بات کا تقاضا کرتی تھیں کہ ان کے پاس جو کچھ ہے اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کریں لیکن اس کے باوجود اپنی استطاعت کے مطابق وہ اللہ کی راہ میں خوش دلی کے ساتھ خرچ کرتے اور اپنی تمام ضرورتوں کو پس پشت ڈال دیتے، یہ تو ان کے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے اجر وثواب کا ذکر ہے۔ اسی پر قیاس کر کے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے انتہائی سخت حالات میں اللہ کے دین کا جھنڈا بلند کرنے اور اللہ کے رسول کا پیغام پہنچانے کے لئے ریاضت ومجاہدہ کے جن سخت ترین مراحل کو طے کیا۔ یہاں تک کہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اس کی بناء پر ان کو کیا اجر وثواب ملا ہوگا اور ان کے درجات ومراتب کس قدر بلند ہوئے ہوں گے۔

حدیث کے پہلے جزء سے اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارشادگرامی "میرے صحابہ کو برا نہ کہو" مخصوص اصحاب کے حق میں ہے لیکن اس سے یہ بات بہرحال ثابت ہوتی ہے کہ کسی غیر صحابی کا صحابی کو برا کہنا بطریق اولی ممنوع ہے۔ کیونکہ حدیث اصل مقصد ان لوگوں کے حق میں بدگوئی اور بدزبانی سے اجتناب کی تلقین وہدایت کرنا ہے۔ جن کو قبول اسلام میں سبقت کی فضیلت وبرتری حاصل ہے اور جو اپنی اس فضیلت وبرتری کو بناء پر بعد والوں کے لئے یقیناً واجب التعظیم ہیں۔ علی ابن حرب طائی اور خیثمہ ابن سلیمان نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ: لاتسبوا اصحاب محمد فلمقام احدھم ساعۃ خیر من عمل

احد کم عمرہ۔" اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا نہ کہو، درحقیقت ان کو (اپنی عبادتوں کا) یہ مقام حاصل ہے کہ ان کا ساعت بھر کا نیک عمل تمہارے پوری عمر کے نیک عمل سے بہتر ہے۔

اور عقیلی نے ضعفا میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ اختار لی اصحابا وانصارا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم ولیستنقصونھم فلا تجالیسوھم ولاتشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم۔" حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا اور میرے لئے میرے اصحاب میرے انصار اور میرے قرابتدار تجویز ومقرر کئے گئے۔ اور (یادرکھو، عنقریب کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو میرے صحابہ کو برا کہیں گے اور ان میں نقص نکالیں گے، پس تم نہ ان لوگوں کے ساتھ میل ملاپ اختیار کرنا نہ ان کے ساتھ کھانا پینا اور نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔

4659- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ قَيْسٍ الْمَاصِرُ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِي قُرَّةَ قَالَ كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَكَانَ يَذْكُرُ اَشْيَاءَ قَالَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهِ فِي الْغَضَبِ فَيَنْطَلِقُ نَاسٌ مِمَّنْ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْ حُذَيْفَةَ فَيَاْتُونَ سَلْمَانَ فَيَذْكُرُونَ لَهُ قَوْلَ حُذَيْفَةَ فَيَقُولُ سَلْمَانُ حُذَيْفَةُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُولُ فَيَرْجِعُونَ اِلَى حُذَيْفَةَ فَيَقُولُونَ لَهُ قَدْ ذَكَرْنَا قَوْلَكَ لِسَلْمَانَ فَمَا صَدَّقَكَ وَلَا كَذَّبَكَ فَاَتَى حُذَيْفَةُ سَلْمَانَ وَهُوَ فِي مَبْقَلَةٍ فَقَالَ يَا سَلْمَانُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُصَدِّقَنِي بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلْمَانُ اِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْضَبُ فَيَقُولُ فِي الْغَضَبِ لِنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهِ وَيَرْضَى فَيَقُولُ فِي الرِّضَا لِنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهِ اَمَا تَنْتَهِي حَتَّى تُوَرِّثَ رِجَالًا حُبَّ رِجَالٍ وَرِجَالًا بُغْضَ رِجَالٍ وَحَتَّى تُوقِعَ اخْتِلَافًا وَفُرْقَةً وَلَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَقَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِي سَبَبْتُهُ سَبَّةً اَوْ لَعَنْتُهُ لَعْنَةً فِي غَضَبِي فَاِنَّمَا اَنَا مِنْ وَلَدِ آدَمَ اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُونَ وَاِنَّمَا بَعَثَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ فَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ صَلَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللهِ لَتَنْتَهِيَنَّ اَوْ لَاَكْتُبَنَّ اِلَى عُمَرَ

✧✧ عمرو بن ابوقرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت حذیفہ مدائن میں تھے وہاں انہوں نے کچھ ایسی اشیاء کا تذکرہ کیا جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کے عالم میں اپنے ساتھی اصحاب کے لئے ارشاد فرمایا تھا تو جن حضرات نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ باتیں سنی ان میں سے کچھ لوگ گئے۔ وہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے سامنے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بیان کا تذکرہ کیا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حذیفہ کو زیادہ پتہ ہے جو وہ کہتے ہیں تو یہ لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ ہم نے آپ کے بیان کا تذکرہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا تو انہوں نے آپ کی تصدیق بھی نہیں کی اور تکذیب بھی نہیں کی۔ پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس وقت کہیں کھیت میں تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سلمان! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جو بات سنی ہے آپ نے اس بارے میں میری تصدیق کیوں نہیں کی؟

حضرت سلمان نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ بعض اوقات ناراضگی کی کیفیت میں ہوتے تھے اور اس دوران آپ نے ناراضگی کے عالم میں اپنے اصحاب کے لئے کچھ فرمادیا اور بعض اوقات آپ رضا کے عالم میں ہوتے تھے اور آپ نے رضا کے عالم میں اپنے اصحاب کے بارے میں کچھ فرمادیا۔ تو کیا آپ اس سے باز نہیں آسکتے ورنہ تو اس طرح آپ کچھ لوگوں کے لئے دل میں محبت ڈال دیں گے اور کچھ لوگوں کے لئے ناراضگی ڈال دیں گے اور اس طرح اختلاف اور علیحدگی پیدا کر دیں گے اور آپ یہ جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

''میری امت سے تعلق رکھنے والے جس بھی شخص کو میں برا کہوں یا اس پر غضب کے عالم میں لعنت کروں تو میں آدم کی اولاد میں سے ایک ہوں۔ میں اسی طرح غضبناک ہوجاتا ہوں جس طرح تم لوگ غضبناک ہوتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے۔ (اے اللہ) قیامت کے دن اس (لعنت یا برا کہنے کو) ان لوگوں کے لئے رحمت بنادے''۔

(پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا) یا تو آپ اس سے باز آجائیں گے یا پھر میں اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھوں گا۔ (راوی بیان کرتے ہیں) پھر کچھ لوگوں نے ان سے سفارش کی تو انہوں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط نہیں لکھا۔ انہوں نے قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کیا تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (قسم توڑنے) سے پہلے یا بعد میں (کسی بھی وقت کفارہ دینا) جائز ہے۔

بَابٌ فِي اسْتِخْلَافِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُم

باب: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا

4660- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ لَمَّا اسْتُعِزَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَهُ فِي نَفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ دَعَاهُ بِلَالٌ إِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوا مَنْ يُصَلِّي لِلنَّاسِ فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَمْعَةَ فَإِذَا عُمَرُ فِي النَّاسِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ غَائِبًا فَقُلْتُ يَا عُمَرُ قُمْ فَصَلِّ بِالنَّاسِ فَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ فَلَمَّا سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ وَكَانَ عُمَرُ رَجُلًا مُجْهِرًا قَالَ فَأَيْنَ أَبُو بَكْرٍ يَأْبَى اللَّهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ يَأْبَى اللَّهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ فَبَعَثَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَجَاءَ بَعْدَ أَنْ صَلَّى عُمَرُ تِلْكَ الصَّلٰوةَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو میں چند مسلمانوں کے ہمراہ آپ کے پاس موجود تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کے لئے بلانے آئے۔ آپ نے فرمایا: اسے کہو لوگوں کو نماز پڑھا دے تو حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان موجود تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غیر موجود

تھے۔ میں نے کہا: اے عمر! آپ کھڑے ہوں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ وہ آگے بڑھے انہوں نے تکبیر کہی جب نبی اکرم ﷺ نے ان کی آواز سنی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز والے شخص تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ اور مسلمان اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلوایا' وہ آئے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ نماز پڑھا چکے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی۔

4661 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَقَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَمْعَةَ أَخْبَرَهُ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ لَمَّا سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ عُمَرَ قَالَ ابْنُ زَمْعَةَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَطْلَعَ رَأْسَهُ مِنْ حُجْرَتِهِ ثُمَّ قَالَ لَا لَا لَا لِيُصَلِّ لِلنَّاسِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ يَقُولُ ذَلِكَ مُغْضَبًا

◇◇ حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے اپنا سر مبارک حجرے سے باہر نکالا اور فرمایا: نہیں' نہیں' نہیں۔ ابن ابی قحافہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ آپ نے غضب کے عالم میں یہ بات ارشاد فرمائی۔

شرح

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ فرقہ امامیہ کے لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص خلافت صدیق کا انکار کرے وہ اجماع قطعی کا منکر قرار پاتا ہے اور اجماع قطعی کا منکر کافر ہو جاتا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الرافضی اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما العياذ بالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله تعالى وجهه على ابى بكر لا يكون كافر الكنه مبتدع ولو قذف عائشة كفر بالله:" اور رافضی اگر شیخین کو برا کہے اور العیاذ باللہ ان کو لعنت کرے تو وہ کافر ہے۔ اور اگر حضرت ابوبکر صدیق پر حضرت علی کو فضیلت دے تو کافر نہیں ہوتا البتہ مبتدع قرار پاتا ہے، نیز اگر وہ حضرت عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کو تہمت لگائے تو اللہ (نے حضرت عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی کی جو تصدیق قرآن میں کی ہے اس) کا منکر ہوگا۔

اور فتاویٰ عالمگیری ہی میں یوں ہے: من انكر امامه ابى بكر الصديق فهو كافر على قول بعضهم وقال بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح انه كافر كذلك من انكر خلافة عمر فى اصح الاقوال ويجب اكفار الروافض فى قولهم برجعة الاموات الى الدنيا وتناسخ الارواح " شخص نے ابوبکر کی امامت کبریٰ کا انکار کیا وہ بعض حضرات کے قول کے مطابق کافر ہے جب کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ مبتدع قرار پائے گا اس کو کافر نہیں کہیں گے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ وہ کافر ہے اسی طرح قول صحیح کے مطابق وہ شخص بھی کافر ہو جائے جو حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے گا نیز رافضیوں کو اس بناء پر کافر قرار دینا واجب ہے کہ وہ مردوں کے دنیا میں لوٹنے اور تناسخ ارواح کے قائل ہیں۔

شرح مسلم میں لکھا ہے جاننا چاہئے کہ صحابہ کرام کو برا کہنا جرم ہے اور اکبر فواحش (سخت بڑے گناہوں) میں سے ہے ہمارا

اور جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ جو کوئی صحابہ کو برا کہے اس کو سزا دی جائے اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو قتل کیا جائے، اسی طرح کی بات جلبی نے بھی لکھی ہے اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے کسی کو بھی برا کہنا گناہ کبیرہ ہے اور ہمارے بعض علماء نے صراحت کی ہے کہ جو شخص شیخین (یعنی ابوبکر وعمر) کو برا کہے وہ مستوجب قتل ہے۔

مشہور کتاب الاشباہ والنظائر کی کتاب السیر میں لکھا ہے جو بھی کافر اپنے کفر سے توبہ کر لے اس کے لئے دنیا وآخرت کے لئے معافی ہے۔ لیکن جو لوگ اس بناء پر کافر قرار پائے ہوں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا تھا، یا شیخین کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو برا کہا تھا یا سحر کاری کے مرتکب ہوئے تھے اور یا زندقہ میں مبتلا تھے اور پھر توبہ کرنے سے پہلے ان کو گرفتار کر لیا گیا ہو تو اب اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور ان کو معافی نہیں ملے گی۔

اسی طرح صاحب اشباہ علامہ زین ابن نجیم نے یہ بھی کہا ہے کہ شیخین کو برا کہنا یا ان کو لعنت کرنا کفر ہے اور جو شخص حضرت علی کو شیخین پر فضیلت دے وہ مبتدع ہے۔ اور مناقب کردری میں لکھا ہے اگر وہ شخص (جو شیخین پر حضرت علی کی فضیلت کا قائل ہے) اور دونوں یعنی شیخین کی خلافت کا منکر بھی ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا اسی طرح اگر وہ ان دونوں سے دلی بغض وعناد رکھے تو بھی اس کو کافر کہا جائے گا۔ بایں سبب کہ اس نے ان ہستیوں سے قلبی بغض وعناد رکھا جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قلبی محبت تھی، ہاں اگر (یہ صورت ہو کہ) کوئی شخص (نہ تو شیخین پر حضرت علی کی فضیلت کا قائل ہے نہ شیخین کی خلافت کا منکر ہے نہ ان دونوں بغض وعناد رکھتا ہے اور نہ ان کو برا کہتا ہے مگر (شیخین کی بہ نسبت حضرت علی کے تئیں زیادہ پسندیدگی وگرویدگی اور محبت رکھتا ہے۔ تو وہ شخص اس بناء پر ماخوذ نہیں ہوگا۔

اس سلسلہ میں ان دونوں یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی تخصیص کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان دونوں کی فضیلت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جس مخصوص طور سے منقول ہیں اس طرح سے کسی اور صحابی کے بارے میں منقول نہیں ہیں جیسا کہ آگے آنے ایک علیحدہ باب میں منقول احادیث سے واضح ہوگا یا وجہ تخصیص یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی خلافت پر مسلمانوں کا مکمل اجماع تھا ان کی قیادت وسربراہی کو کسی طرف بھی چیلنج نہیں کیا گیا ان کے برخلاف حضرت عثمان ہوں یا حضرت علی اور یا حضرت معاویہ وغیرہ دوسرے خلفاء ان کی خلافت پر اس درجہ کا اجماع نہیں تھا بلکہ ان میں سے ہر ایک کے زمانے میں بغاوت وخروج کا عمل ظاہر ہوا۔

بَاب مَا يَدُلُّ عَلَى تَرْكِ الْكَلَامِ فِي الْفِتْنَةِ

باب: فتنے کے دوران گفتگو ترک کرنے پر جو چیز دلالت کرتی ہے

4662 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي

4662-إسناده صحيح. حماد: هو ابن زيد، والحسن: هو البصري. وأشعث: هو ابن عبد الملك الحمراني. وأخرجه البخاري (2704) و (3629)، والترمذي (4107)، والنسائي في "الكبرى" (1730) من طريقين عن الحسن، به. وهو في "مسند أحمد" (20392)، و"صحيح ابن حبان" (6964).

بَكْرَةَ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَاِنِّي اَرْجُو اَنْ يُّصْلِحَ اللهُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنْ اُمَّتِي وَقَالَ فِي حَدِيْثِ حَمَّادٍ وَلَعَلَّ اللهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَظِيْمَتَيْنِ

✧✧ حسن بصری' حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ فرمایا تھا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروا دے گا۔

حماد نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروا دے۔

4663 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ حُذَيْفَةُ مَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ تُدْرِكُهُ الْفِتْنَةُ اِلَّا اَنَا اَخَافُهَا عَلَيْهِ اِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ

✧✧ ہشام' محمد (نامی راوی) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔لوگوں میں سے ہر ایک کے بارے میں مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر اسے فتنہ لاحق ہو جائے تو وہ (اس میں مبتلا ہو جائے گا) صرف محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے (آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا) فتنہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

4664 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوْقٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ ضُبَيْعَةَ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى حُذَيْفَةَ فَقَالَ اِنِّي لَاَعْرِفُ رَجُلًا لَا تَضُرُّهُ الْفِتَنُ شَيْئًا قَالَ فَخَرَجْنَا فَاِذَا فُسْطَاطٌ مَضْرُوْبٌ فَدَخَلْنَا فَاِذَا فِيْهِ مُحَمَّدُ ابْنُ مَسْلَمَةَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا اُرِيْدُ اَنْ يَّشْتَمِلَ عَلَيَّ شَيْءٌ مِّنْ اَمْصَارِكُمْ حَتّٰى تَنْجَلِيَ عَمَّا انْجَلَتْ

✧✧ ثعلبہ بن ضبیعہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ حضرت حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے فرمایا: میں ایک ایسے شخص کے بارے میں جانتا ہوں جسے فتنے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔راوی بیان کرتے ہیں' ہم وہاں سے باہر آئے۔وہاں ایک خیمہ لگا ہوا تھا۔ہم اس میں داخل ہوئے تو اس کے اندر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے شہروں میں موجود کوئی فتنہ مجھے اپنی لپیٹ میں لے (اس لیے میں اس وقت تک وہاں نہیں جاؤں گا) جب تک صورتحال واضح نہ ہو جائے۔

4665 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ ضُبَيْعَةَ بْنِ حُصَيْنٍ الثَّعْلَبِيِّ بِمَعْنَاهُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4666 حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ قَيْسِ بْنِ عَبَادٍ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم أَخْبِرْنَا عَنْ مَسِيرِكَ هٰذَا أَعَهْدٌ عَهِدَهُ إِلَيْكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ رَأْيٌ رَأَيْتَهُ فَقَالَ مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ وَلٰكِنَّهُ رَأْيٌ رَأَيْتُهُ

✧✧ قیس بن عباد بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں اس روانگی کے بارے میں بتایئے' کیا یہ کوئی عہد تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے لیا تھا یا آپ کی اپنی رائے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی عہد نہیں لیا' یہ میری ذاتی رائے ہے۔

4667 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے درمیان اختلاف کرنے سے ایک گروہ الگ ہو جائے گا' ان کے ساتھ جنگ وہ گروہ کرے گا جو مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں حق کے زیادہ قریب ہوگا۔

بَابٌ فِي التَّخْيِيرِ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

باب: انبیاء کرام (علیہم السلام) میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا

4668 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: انبیاء میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو۔

شرح

ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو (بے

4667- إسناده صحيح، أبو نضرة: هو المنذر بن مالك بن قطعة. وأخرجه مسلم (1065) (150)، والنسائي في "الكبرى" (8457) من طريقين عن القاسم بن الفضل، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (11196) و (11275)، و"صحيح ابن حبان" (6735).

4668- إسناده صحيح، وهيب: هو ابن خالد بن عجلان، وعمرو بن يحيى: هو المازني، وأبوه: هو يحيى بن عمارة بن أبي الحسن. وأخرجه البخاري (2412) عن موسى بن إسماعيل، بهذا الإسناد، وفيه قصة. وأخرجه البخاري (6916)، ومسلم (2374) (163) من طريق سفيان الثوري، عن عمرو بن يحيى، به. وهو في "مسند أحمد" (11265)، و"صحيح ابن حبان" (6237).

شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور ہم نے روح القدس (جبرائیل) سے اس کی مدد فرمائی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے واضح نشانیاں آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا سو ان میں سے کوئی ایمان لے آیا اور کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔ (سورہ بقرہ، ۲۵۳)

رسولوں کی باہمی فضیلت کا بیان

اس سے پہلے اس سورت میں متعدد نبیوں اور رسولوں کا ذکر آ چکا ہے مثلاً حضرت آدم حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل حضرت اسحاق حضرت یعقوب حضرت شموئیل حضرت حزقیل حضرت داؤد حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہم وعلیٰ نبینا سیدنا محمد الصلوٰۃ والسلام اس لیے پڑھنے والے کے ذہن میں یہ تجسس پیدا ہوگا کہ آیا یہ تمام نبی اور رسول درجہ اور مرتبہ میں برابر ہیں یا ان میں درجات اور مراتب کا فرق ہے؟ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان سب رسولوں (میں سے) ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے یعنی بعض رسولوں کو ایسی خصوصیات اور فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جو دوسرے بعض رسولوں کو عطا نہیں فرمائیں اور چونکہ اس سورت کا اکثر حصہ بنو اسرائیل کے احوال پر مشتمل تھا اور ان میں زیادہ تر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پیروکار تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) بنو اسرائیل کے آخری نبی تھے اس لیے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی فضیلتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا کہ ہم نے بعض کو کلام سے سرفراز فرمایا یعنی ان سے بلاواسطہ کلام فرمایا ان سے حضرت آدم (علیہ السلام) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اس کے بعد فرمایا: اور بعض کو (بے شمار درجوں کی) بلندی عطا فرمائی اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ تعالیٰ نے یہاں صراحۃ آپ کا نام نہیں کیونکہ غیر متناہی درجات کے ساتھ آپ کا مخصوص ہونا اس قدر مشہور اور معروف ہے کہ آپ کا صراحۃ ذکر نہ کیا جائے پھر بھی ذہن آپ کے سوا اور کسی کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ آپ کو درجات کی بلندی عطا کی ہے یہ نہیں بیان فرمایا کہ کتنے درجات کی بلندی عطا فرمائی ہے کیونکہ عالم اعداد میں کوئی عدد ایسا ہے ہی نہیں جو آپ کے تمام درجات کو بیان کر سکے اور کسی عدد کا ذکر نہ فرما کر اس پر متنبہ کیا ہے کہ آپ کے درجات کا کوئی شمار نہیں نہ ان کی کوئی حد ہے کہ آپ رحمت للعالمین اور خاتم النبیین ہیں لواء حمد کے حامل اور مقام محمود پر فائز ہیں تمام سابقہ شریعتوں کے ناسخ ہیں کوثر و سلسبیل کے ساقی ہیں عالم میثاق میں تمام انبیاء اور مرسلین سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا آپ تمام انبیاء اور مرسلین کے قائد ہیں شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا روز حشر تمام اہل محشر کو آپ کی شفاعت کی احتیاج ہوگی آپ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے کائنات اللہ کو راضی کرتی ہے اور اللہ آپ کو راضی فرماتا ہے اور ایسے بہت سے فضائل اور خصائص ہیں جو صرف آپ ہی کو حاصل ہیں یہ اجمالی ذکر ہے اور ان شاء اللہ ہم اس کو تفصیل سے بھی بیان کریں گے اس کے بعد حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا علیحدہ ذکر فرمایا کیونکہ ان کے معجزات زیادہ تر حسی تھے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد اندھوں کو بینا کرنا اور برص اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرنا وغیرہا پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے بعد والے واضح نشانیاں

آنے کے بعد آپس میں قتال نہ کرتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا۔ (البقرہ: ۲۵۳)

بعض کفار عرب کے اسلام نہ لانے پر آپ کو تسلی دینا

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ امتوں کی خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود کہا: ہمیں اللہ تعالیٰ کو ظاہر باہر دکھاؤ اور ہمارے لیے ایک معبود بنادو جیسے ان کا معبود ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ کی قوم نے روشن دلائل اور معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور کوڑھیوں کو تندرست کرنا دیکھا اس کے باوجود انہوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تکذیب کی اور ان کو قتل کرنے کے درپے ہوئے اب آپ کو یہ بتایا جارہا ہے کہ آپ بھی سابقہ رسولوں کی طرح ایک رسول ہیں تو اگر آپ کے دلائل اور معجزات پیش کرتے کے باوجود آپ کی قوم کے بعض لوگ آپ کی تکذیب کررہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے:

(آیت) وان یکذبوك فقد کذبت قبلهم قوم نوح وعاد وثمود۔ وقوم ابرهیم وقوم لوط۔ واصحب مدین، وکذب موسی۔ (الحج: ۴۲۔۴۴)

ترجمہ: اور اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں (تو آپ پریشان نہ ہوں) سو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد نے اور ثمود نے تکذیب کی تھی۔ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔ اور اصحاب مدین نے (بھی تکذیب کی تھی) اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی۔

نیز فرمایا: (آیت) فان کذبوك فقد کذب رسل من قبلك جآء و بالبینت والزبر والکتب المنیر۔۔ (آل عمران: ۱۸۴)

ترجمہ: اگر یہ آپ کی تکذیب کریں (تو غم نہ کریں) آپ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو واضح دلائل آسمانی صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

اور اگر اللہ چاہتا تو نہ وہ لوگ اختلاف کرتے اور نہ آپ کی قوم کے بعض لوگ مخالف ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان سب کو جبرا مسلمان کردیتا اور دنیا میں کبھی کوئی شخص کسی نبی کا مخالف اور کافر نہ ہوتا لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے خلاف ہے اس نے انسان کو حریت فکر اور سوچ وبچار کی آزادی عطا کی ہے اس نے کفر اور ایمان اور ہدایت اور گمراہی کے راستے پیدا کیے شیطان کو پیدا کیا جو انسان کو کفر اور گمراہی کی طرف بلاتا ہے اور انبیاء اور رسل مبعوث فرمائے جو اس کو ایمان اور ہدایت کی دعوت دیتے ہیں اور انسان کو عقل سلیم عطا کی سچ اور جھوٹ اور کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کا شعور دیا اب وہ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ انبیاء اور رسل کی دعوت پر کتنے لوگ صراط مستقیم کو اختیار کرتے ہیں اور شیطان کے بہکانے میں آکر کتنے لوگ کفر اور گمراہی کو اختیار کرتے ہیں اس لیے فرمایا: لیکن انہوں نے اختلاف کیا سو ان میں سے کوئی ایمان لے آیا اور کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے لیکن اللہ وہی کرتا ہے جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔

اب ہم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ سے بیان کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

(۱)(آیت) وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔ (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی تو بھیجا ہے۔

آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور اپنے وجود اور بقاء میں ہر چیز کو رحمت کی ضرورت ہے تو ساری کائنات آپ کی محتاج ہوئی اور محتاج الیہ محتاج سے افضل ہوتا ہے اس لیے آپ ساری کائنات سے افضل قرار پائے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے بھی افضل ہوں آپ سے پہلے جو نبی آئے ان کی قوموں نے ان کی تکذیب کی تو ان قوموں پر عذاب آیا جب آپ کی قوم کے کافروں نے آپ کی تکذیب کی اور عذاب کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ (الانفال:۳۳)

ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ آپ کے ہوتے ہوئے ان کافروں کو عذاب دے۔

انبیاء سابقین کے آنے کے بعد کافروں سے عذاب ٹل نہیں سکتا تھا اور آپ کے آنے کے بعد عذاب آ نہیں سکتا تھا۔

تمام نبیوں اور رسولوں کے نبی ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا۔

(آیت) واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین۔ فمن تولی بعد ذلک فاولیک ھم الفسقون۔ (آل عمران:۸۲۔۸۱)

ترجمہ: اور یاد کیجئے جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس ایک عظیم رسول آ جائے جو اس (کتاب اور حکمت) کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا: کیا تم نے اس کا اقرار کر لیا اور اس پر میرے بھاری عہد کو قبول کر لیا؟ ان سب نے کہا: ہم نے اقرار کیا فرمایا: سو گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر اس عہد کے بعد جو اس سے پھرا تو وہی لوگ نافرمان (فاسق) ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ انبیاء سابقین میں سے جس نبی کے زمانہ میں بھی آپ مبعوث ہو جاتے اس نبی پر لازم ہوتا کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جس نبی کو بھی بھیجا اس سے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عہد لیا کہ اگر اس نبی کی زندگی میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو وہ ضرور ضرور ان پر ایمان لائے اور ضرور ضرور ان کی نصرت کرے اور اپنی قوم کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دے۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی

اللہ عنہ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ (المصنف ج۹ ص ۴۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو امام بغوی نے بھی روایت کیا ہے۔ (شرح السنہ ج۳ ص ۲۱۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

امام ابویعلی روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم: اگر موسیٰ تمہارے زمانہ میں زندہ ہوتے تو انکے لیے میرے سوا کسی کی پیروی کرنا جائز نہ ہوتا۔

(مسند ابویعلی ج۲ ص ۲۴ مطبوعہ دار المامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ)

امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج۳ ص ۳۳۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی۔ ۱ (حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد ج۱ ص ۱۷۴ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت

اور حافظ سیوطی۔ ۲ (حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ درمنثور ج۲ ص ۴۸ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران) نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء اور رسل حکما اور تقدیرا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور نبی امت سے افضل ہوتا ہے اس سے واضح ہوا کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

تمام نبیوں اور رسولوں کو عالم میثاق میں کیے ہوئے اس عہد کو پورا کرنے کا انتظار تھا اسی لیے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا کی:

(آیت)۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایتك ویعلمھم الكتب والحكمة ویز كیھم انك انت العزیز الحكیم۔۔ (البقرہ:۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان میں ایک عظیم رسول بھیج دے جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی باطنی اصلاح کرے بے شک تو ہی بڑا غالب اور بہت حکمت والا ہے۔۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے آپ کے آنے کی بشارت دی

(آیت)۔ واذقال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقالما بین یدی من التورۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ (الصف:۶)

ترجمہ: اور یاد کیجئے جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنو اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اس عظیم رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام نامی احمد ہے۔

امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اور بے شک (اس وقت) آدم اپنی مٹی میں تھے اور عنقریب میں تم کو

اپنی ابتداء کے متعلق بتاؤں گا میں ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور میں اپنی ماں کا خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا اور بے شک ان سے ایک نور نکلا جس سے (ملک) شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی۔ (امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ معجم کبیر ج ۱۸ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام بزار۔ (امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار المتوفی ۲۹۲ھ کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۱۱۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابن حبان۔ (امام ابوحاتم محمد بن حبان بستی متوفی ۳۵۴ھ موارد الظمآن ص ۵۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابونعیم۔ (امام ابونعیم بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العربی ۱۴۰۷ھ)

امام حاکم ۱۵ امام حاکم۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)

امام بیہقی۔ (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور امام بغوی (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔
امام ذہبی نے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ)

تمام انبیاء کے اوصاف اور کمالات کے جامع ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا:

(آیت) اولئک الذین ھدی اللہ فبھدھم اقتدہ۔ (الانعام: ۹۰)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اس آیت میں عقائد اور اصول مراد نہیں ہیں کیونکہ عقائد اور اصول میں تقلید جائز نہیں ہے اور نہ فروع اور اعمال مراد ہیں کیونکہ آپ کی شریعت تمام شرائع سابقہ کے لیے ناسخ ہے سو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ محاسن اخلاق میں تمام انبیاء علیہم السلام کی پیروی کیجئے اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تمام اوصاف حمیدہ اور تمام اخلاق حسنہ جو تمام انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے آپ ان تمام اوصاف اور اخلاق کے جامع ہیں گویا آپ کی صفات کو پھیلاؤ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی صفات ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی صفات کو سمیٹو تو وہ تنہا آپ کی صفات ہیں آپ کی ذات بہ منزلہ متن ہے اور انبیاء بہ منزلہ شرح ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) وانک لعلی خلق عظیم۔ (القلم: ۴)

ترجمہ: اور بے شک آپ ضرور خلق عظیم پر فائز ہیں۔

علی کا لفظ استعلاء اور تفوق کے لیے آتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں شخص سواری پر سوار ہے سو آپ بہ منزلہ سوار ہیں اور خلق عظیم بہ منزلہ سواری ہے۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ دوسرے لوگ نیک ہونے میں نیکی کے تابع ہوتے ہیں اور یہاں نیکی آپ کے تابع ہے آپ جس کام کو کر لیں وہ اچھا ہے اور جس سے منع فرما دیں وہ برا ہے خلق عظیم کی باگیں آپ کے ہاتھ میں ہیں آپ جس طرف ان کا

رخ موڑ دیں عظمتیں وہیں ہیں آپ عظمتوں کے تابع نہیں عظمتیں اپنے عظیم ہونے میں آپ کے تابع ہیں :

(آیت) وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنه فانتھوا (الحشر:۷)

ترجمہ : اور رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

(آیت) یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسه نار نور علی نور۔ (النور:۳۵)

ترجمہ: قریب ہے کہ (آپ کی نبوت کا) تیل خود ہی روشن ہو جائے گا خواہ اسے (وحی کی) آگ نہ چھوئے (نزول وحی کے بعد) وہ نور علی نور ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: قریب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد کا تیل اپنی صفائی اور زکاوت کی وجہ سے خود ہی روشن ہو جاتا، خواہ اس کو نور قرآن نے نہ چھوا ہوتا۔ امام بغوی نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ قریب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن لوگوں کے سامنے وحی سے پہلے ظاہر ہو جاتے۔ (روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قاضی عیاض لکھتے ہیں: قریب ہے کہ اس تیل کی طرح سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت لوگوں پر آپ کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی ظاہر ہو جاتی۔ (الشفاء ج ۱ ص ۱۱ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

علامہ شہاب الدین خفاجی نے لکھا ہے: اس آیت میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اس تیل سے تشبیہ دی گئی ہے جو از خود روشن ہو جاتا ہے۔ (نسیم الریاض ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ملا علی قاری نے لکھا ہے: کیونکہ آپ کا ظاہر اور باطن صاف تھا آپ میں نبوت اور رسالت مجتمع تھی آپ میں انوار الٰہیہ بہت قوی تھے اور آپ انوار صمدیہ کے مظہر تھے اور آپ ایسے کامل تھے کہ اگر آپ دعویٰ نبوت نہ کرتے پھر بھی لوگوں پر آپ کی نبوت ظاہر ہو جاتی۔ (شرح الشفاء علی ھامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یا ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کے متعلق بتایئے؟ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام بخاری۔ (امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ الادب المفرد ص ۸۷۔۸۶ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل)

امام ابوداؤد۔ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۰۔۱۸۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام نسائی۔ (امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۲ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابن ماجہ (امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

امام احمد۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۱۶،۔ ۱۸۸۔ ۱۱۱۔ ۹۱۔ ۵۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

امام دارمی۔ (امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

اور امام بیہقی۔ (امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصائل اور شمائل کی جامع عبارت قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے تین پاروں کو اگر انسانی پیکر مصطفی ہے۔

امام مالک نے فرمایا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حسن اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ (موطا امام مالک ص ۷۰۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

امام بغوی روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو تمام تک پہنچانے اور محاسن افعال کو کمال تک پہنچانے کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

(شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۰۔۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ آپ سے پہلے کوئی نبی اور رسول مکارم اخلاق اور محاسن افعال کا جامع نہیں تھا حضرت داؤد اور سلیمان نے شاہی کی زندگی گزاری اس میں فقر کا نمونہ نہیں ہے حضرت یحییٰ اور عیسیٰ نے تجرد کی زندگی گزاری اس میں ازدواجی زندگی اور عائلی حیات کا نمونہ نہیں ہے ایسی کامل زندگی جو انسانیت کے ہر شعبہ پر محیط ہو وہ صرف آپ کی زندگی ہے۔ آپ نے بکریاں چرائیں گڈریوں اور چرواہوں کو اعزاز بخشا دودھ دوہا گوالوں کی عزت افزائی کی جوتی مرمت کر لی موچیوں کا مقام اونچا کیا پھٹے ہوئے کپڑے سی لیے خندقیں کھودیں تجارت ہو صنعت و حرفت ہو حکومت کا کوئی شعبہ ہو امامت ہو خطابت ہو سپہ سالاری ہو ہر شعبہ میں آپ کا نمونہ ہے۔ اگر ایک حاکم فخر سے کہے کہ میں حکومت چلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عامل ہوں تو پیوند لگے ہوئے لباس پہن کر زمین کھودنے والا مزدور بھی کہے گا کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا امین ہوں سو ایسی کامل زندگی نبیوں اور رسولوں میں سے کسی نے نہیں گزاری آپ تمام نبیوں اور رسولوں میں مکارم اخلاق اور محاسن افعال کے سب سے زیادہ جامع ہیں اس لیے سب رسولوں میں آپ ہی سب سے افضل ہیں۔

رسالت کے عموم کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

(آیت) وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا۔ (سبا: ۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا بھیجا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں نیز فرمایا:

(آیت) تبرك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعلمين نذيرا۔۔ (الفرقان: ۱)

ترجمہ: وہ برکت والا ہے جس نے اپنے (مقدس) بندہ پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے ہوں۔

اسی طرح احادیث میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم اور شمول بیان کیا گیا ہے امام روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں

جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کو نہیں دی گئیں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی ہے تمام روئے زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی ہے اور طہارت (تیمم) کا ذریعہ بنادی گئی ہے سو میری امت کا جو شخص بھی نماز کا وقت پائے وہ (جہاں بھی ہو) نماز پڑھ لے اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا اور وہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا اور مجھے شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے اور ہر نبی بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام بغوی۔ ۱ (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

اور امام دارمی۔ ۲ (امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی رقم الحدیث ۱۳۹۵ : ۱ ھ دار المعرفۃ بیروت) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے جوامع الکلم عطا کیے گئے میری رعب سے مدد کی گئی میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا تمام روئے زمین کو میرے لیے طہارت کا آلہ (تیمم) اور مسجد بنادیا گیا مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کی گئی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام احمد روایت کرتے ہیں: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں مجھے ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے لیے تمام زمین مسجد اور آلہ طہارت (تیمم) بنادی گئی ہے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۲۔۱۶۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

حافظ الہیثمی نے امام بزار کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام جن اور انس کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں چار ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور میں نے اپنے رب سے پانچویں چیز مانگی تو میرے رب نے وہ بھی عطا کر دی پہلے نبی کسی ایک شہر (قوم) کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور اس سے تجاوز نہیں کرتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۱۲ ص ۱۳۴ مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ (معجم کبیر ج ۱۱ ص ۶۱۔۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(معجم کبیر ج ۱۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید اور بہ کثرت احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن وانس بلکہ تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں ہم البقرہ: ۴۷ کی تفسیر میں باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ گوہ اور ہرنی نے آپ کا کلمہ پڑھا درختوں نے آپ کی اطاعت کی پتھروں نے آپ کو سلام عرض کیا اور اونٹنی آپ کے فراق میں روئی اور یہ وہ عظیم خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا اور کسی نبی کو عطا نہیں کی اس سے واضح ہوا کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔

خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسول ہونا

(آیت) ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين. (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیین ہیں ہر نبی کی شریعت بعد میں آنے والے نبی سے منسوخ ہوتی رہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں اور قیامت تک کے نبی ہیں اس لیے آپ کی شریعت باقی اور غیر منسوخ ہے اور اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ اسماء ہیں: میں محمد اور احمد ہوں میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹاتا ہے میں حاشر ہوں لوگ میرے قدموں میں جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب (آخری نبی) ہوں۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱ ج ۲ ص ۷۲۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد اور احمد ہوں میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹاتا ہے میں حاشر ہوں میری ایڑیوں پر لوگ جمع کیے جائیں گے اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث کو امام ترمذی۔ (امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۹۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اور امام بغوی۔ (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے بہت حسین وجمیل گھر بنایا لیکن اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہو لوگ اس گھر کے گرد طواف کریں اور تعجب کریں اور کہیں کہ کیوں نہ یہ ایک اینٹ بھی رکھ دی گئی تو میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ) اس حدیث کو امام

مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنواسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی نظام چلاتے تھے جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوجاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)
اور امام احمد (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت علی کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا حضرت علی نے کہا: آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے: مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)
امام ترمذی۔ (امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۳۵۔ ۵۳۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)
امام ابن ماجہ۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)
امام احمد۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص، ۱۸۳۔ ۱۸۲۔ ۱۷۷، ج ۳ ص ۳۳۸۔ ۳۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)
اور امام ابن حبان۔ (امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے سو میرے بعد کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔
(امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۳۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث کو امام احمد۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)
امام حاکم۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ المستدرک ج ۴ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ)
امام ابن ابی شیبہ۔ (امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱۱ ص ۵۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک میری امت کے قبائل مشرکین کے ساتھ لاحق نہ ہوں اور جب تک بتوں کی عبادت نہ کی جائے اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے

بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۲۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد۔ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام احمد۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

اور امام بیہقی۔ (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) نے بھی روایت کیا ہے۔

کثرت معجزات کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

(آیت) انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون. (الحجر:۹)

ترجمہ: بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(آیت) لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه. (حم السجدہ:۴۲)

ترجمہ: اس قرآن مجید میں سامنے سے باطل آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔

پہلی آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی آیت بلکہ کسی حرف کی کمی نہیں ہو سکتی اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی حرف کی کمی نہیں ہو سکتی اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی حرف کا اضافہ نہیں ہو سکتا غرض قرآن مجید کے یہ دو دعوے ہیں اس میں کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی ہو سکتی ہے اور تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید کی کسی سورت بلکہ کسی آیت کی بھی نظیر اور مثیل نہیں لا سکتا:

(آیت) وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثله. (البقرہ:۲۳)

ترجمہ: اور ہم نے جو اپنے (مقدس) بندے پر کلام نازل کیا ہے اگر تم اس کے (منزل من اللہ ہونے کے) متعلق شک میں ہو تو اس (کلام) کی مثل کوئی سورت لے آؤ۔

(آیت) فلیاتوا بحدیث مثله ان کانوا صدقین. (الطور:۳۴)

ترجمہ: اگر وہ سچے ہیں تو اس قرآن جیسی کوئی آیت لے آئیں۔

قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیتیں ہیں اور ہر آیت میں قرآن مجید کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر تین دلیلیں ہیں:

(۱) قرآن مجید میں زیادتی نہیں ہو سکتی۔

(۲) قرآن مجید میں کمی نہیں ہو سکتی۔

(۳) اس کی کوئی مثل نہیں لا سکتا اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر اٹھارہ ہزار سے زائد دلائل ہو گئے۔ علوم وفنون میں دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور اسلام کے مخالفین اور آپ کی رسالت کے منکرین کی تعداد بھی دن بدن بڑھ رہی ہے اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ چودہ سو سال سے زیادہ گزر گئے اور اب تک کسی نے اس چیلنج کو نہیں توڑا نہ کوئی شخص قرآن مجید کی کسی آیت کی کوئی مثال لا سکا نہ اس میں کمی یا زیادتی کر سکا اگر اس چیلنج کو توڑنا کسی کے بس کی بات ہوتی تو اب تک وہ اس چیلنج کو

ٹوٹ چکا ہوتا۔

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات مثلاً لاٹھی اور اونٹنی وغیرہ اعیان و جواہر کے قبیل سے تھے لیکن وہ باقی نہ رہے اور قرآن مجید اعراض اور معانی کے قبیل سے ہے اور ہنوز باقی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک بلکہ اس کے بعد تک باقی رہے گا خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر کثیر اور قوی دلائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر قائم کیے گئے وہ کسی اور نبی اور رسول کی نبوت پر قائم نہیں کیے گئے دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر دلیل فانی معجزات ہیں آپ کی نبوت پر دلیل باقی رہنے والا اللہ کا کلام قرآن مجید ہے۔

آپ کے دین کے ناسخ الادیان ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لائے ہوئے دین کو اپنی نعمت تامہ قرار دیا اور فرمایا:

(آیت) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ:۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

آپ کے دین کو ادیان سابقہ کے لیے ناسخ قرار دیا اور فرمایا:

(آیت) ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ (آل عمران:۸۵)

ترجمہ: اور جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب کیا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء اور رسل پر عظیم فضیلت ہے کہ آفتاب محمدیت کے طلوع کے بعد اب کسی نبی یا رسول کی شریعت کا چراغ نہیں جلے گا حتیٰ کہ اگر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) بھی ظاہری حیات سے زندہ ہوتے تو آپ کی پیروی کرتے اور جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا نزول ہوگا تو وہ بھی آپ کی شریعت کی پیروی کریں گے امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا دین تمام ادیان سے افضل ہے اس لیے ضروری ہوا کہ آپ تمام انبیاء اور رسل سے افضل ہوں۔

امت کی کثرت اور افضیلت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا:

(آیت) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر۔ (آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ: تم ان امتوں میں سب سے بہترین امت ہو جن کو لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

آپ کی امت کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ سابقہ امتوں میں بھی ایمان لانے والے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی امت کو (آیت) یایہا الذین امنوا۔ اے ایمان والے کہہ کر مخاطب نہیں فرمایا بلکہ مثلاً یا بنی اسرائیل کہہ کر پکارا اور یہ اس امت کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ اس کو (آیت) یایہا الذین امنوا۔ سے خطاب کیا کیونکہ اس پر ایمان لانے کے تو بہت دعویٰ

دار ہیں لیکن فضیلت ان کی ہے جن کو وہ خود (آیت) یایھا الذین امنوا ۔فرمائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انبیاء علیہم السلام کی ان کے امتی تکذیب کریں گے اور کہیں گے : ہمیں کسی نے خدا کے عذاب سے نہیں ڈرایا اس وقت انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر آپ کی امت گواہی دے گی :

(آیت) و کذلك جعلنکم امة وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس. (البقرہ:۱۴۳)

ترجمہ : اور اے مسلمانو! اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں (انبیاء علیہم السلام) پر گواہ ہو جاؤ۔

اور یہ امت کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مقدمہ میں گواہ ہوگی۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے متعلق فرمایا:

(آیت) یبنی اسرآءیل اذکروا نعمتی. (البقرہ:۴۷)

ترجمہ : اے بنو اسرائیل ! میری نعمت کو یاد کرو۔

اور آپکی امت کے متعلق فرمایا:

(آیت) فاذکرونی. (البقرہ:۱۵۲)

ترجمہ : تم میری ذات کو یاد کرو۔

بنو اسرائیل کی رسائی صرف اللہ کی صفت انعام تک تھی اور آپ کی امت کی رسائی اللہ کی ذات تک ہے کیونکہ باقی امتوں کے نبیوں نے اللہ کی صفات کا مشاہدہ کیا اور آپ نے اللہ کی ذات کا مشاہدہ کیا وہ صرف صفات کے مظہر تھے آپ عین ذات کے مظہر ہیں اس لیے ان کی امتیں صفات کو یاد کرتی ہیں اور آپ کی امت ذات کو یاد کرتی ہے۔

امت کی وجہ سے آپ کے افضل الرسل ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی امت کی تعداد تمام امتوں کے مجموعہ سے بھی زیادہ ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اتنے معجزات دیئے گئے جن کی مثل پر ایک بشر ایمان لے آئے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام عطا فرمایا ہے اور مجھے امید ہے کہ میری امت قیامت کے دن ان سب سے زیادہ ہوگی۔

(امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اور امام بغوی۔ (امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ شرح السنۃ ج ۷ ص ۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ) نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں میں نے ایک نبی کو دیکھا ان کے ساتھ ایک جماعت تھی ایک اور نبی کو دیکھا انکے ساتھ ایک اور دو آدمی تھے ایک

اور نبی کو دیکھا ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا پھر میرے سامنے ایک عظیم جماعت بلند کی گئی میں نے گمان کیا یہ میری امت ہوگی! مجھے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ کی امت ہے البتہ آپ آسمان کے کنارے پر دیکھیں میں دیکھا تو ایک بہت بڑی جماعت تھی پھر مجھ سے کہا گیا: آپ دوسرے کنارے کو دیکھیں تو وہاں بھی ایک بہت بڑی جماعت تھی مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور انکے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ ہیں جو جنت میں بغیر حساب اور عذاب کے داخل ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کردی ہے؟ اے اللہ! تو گواہ ہو جا پھر فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم نصف اہل جنت ہو؟ تمہارے مقابلہ میں دوسری امتیں ایسی ہوں گی جیسے بیل میں ایک سیاہ بال ہو یا سیاہ بیل میں ایک سفید بال ہو۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

اس حدیث میں ہے کہ آپ کی امت نصف اہل جنت میں ہوگی اور دوسری حدیث میں ہے اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں سے اسی صفیں آپ کی امت کی ہوں گی یعنی آپ کی امت کل اہل جنت کی دو تہائی ہوگی اور آپ کی امت کا کل نبیوں کی امتوں سے تعداد میں سب سے زیادہ ہونا اور مرتبہ میں سب سے افضل ہوں اس کی دلیل ہے کہ آپ تمام نبیوں اور رسولوں میں سب سے افضل ہیں۔

مقام محمود پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا۔

(آیت) عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا۔ (الاسراء:۷۹)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر جلوہ گر جائے گا۔

مقام سے مراد وہ مقام ہے جس مقام پر فائز ہونے والے کی تمام اولین اور آخرین حمد کریں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور آپ کی شفاعت کبریٰ عطا کی جائے گی اور آپ تمام اہل محشر کی شفاعت کریں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان سننے کے بعد یہ کہا: اے اللہ! اس دعوت تامہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب! محمد کو وسیلہ (جنت میں ایک بلند مقام) اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اس شخص کیلئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی ص ۵۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اور امام مسلم نے روایت کیا ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اذان کے کلمات کی مثل کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید (بہ معنی یقین) ہے کہ وہ بندہ میں ہوں سو جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ کو کلام عطا کیا اور مجھے دیدار عطا کیا اور مجھے مقام محمود اور حوض مورود (جس حوض پر لوگ وارد ہوں گے) کی فضیلت عطا کی۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

قرآن مجید اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مقام محمود صرف ہمارے نبی کریم سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا نیز وسیلہ (جنت میں مقام بلند) بھی صرف آپ کو عطا ہوگا اور اس میں آپ کے افضل الرسل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اللہ کی رضا جوئی کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا:

(آیت) قد نری تقلب وجهك في السمآء فلنولينك قبلة ترضها۔ (البقرہ ۱۴۴)

ترجمہ: بے شک ہم آپ کے رخ (انور) کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو ضرور اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

(آیت) ومن انآیء اليل فسبح واطراف النهار لعلك ترضى۔۔ (طٰہٰ:۱۳۰)

اور رات کے کچھ اوقات (مغرب اور عشاء) میں اس کی تسبیح کیجئے اور دن کے درمیان کناروں میں اس کی تسبیح کیجئے تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔

(آیت) ولسوف يعطيك ربك فترضى۔ (الضحیٰ:۵)

ترجمہ: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو ضرور اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں صرف یہی جانتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ وہ آیات تلاوت کیں جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے شفاعت کرنے کا ذکر ہے پھر آپ نے ہاتھ بلند کیے اور روتے ہوئے فرمایا اے اللہ میری امت! میری امت! اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ حالانکہ آپ کا رب خوب جانتا تھا (پھر بھی) فرمایا: ان سے پوچھو آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے آ کر آپ سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ آپ نے کیا کہا تھا حالانکہ اللہ خوب جانتا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل محمد کے پاس جاؤ اور کہو: بے شک ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

تمام انبیاء اور رسل اللہ کو راضی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے رسول سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرتا ہے اور یہ آپ کے

افضل الرسل ہونے کی واضح دلیل ہے۔

آپ کے ذکر کی رفعت کی وجہ سے آپ کا افضل الرسل ہونا:

(آیت) ورفعنا لك ذكرك (الم نشرح:۴)

اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر سورج غروب ہو رہا ہے اور غروب آفتاب کے وقت مغرب کی اذان ہو رہی ہے اسی طرح ہر وقت کہیں نہ کہیں فجر ہو رہی ہے اور جہاں طلوع فجر ہے وہاں فجر کی اذان ہو رہی ہے وعلی ہذا القیاس اور اذان میں جہاں اللہ کا نام بلند کیا جا رہا ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی بلند کیا جا رہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر آپ کا نام بلند کیا جا رہا ہے اور جس طرح کلمہ شہادت میں اذان میں اور تشہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام رکھا ہے انبیاء سابقین میں سے کسی کا نام اپنے نام کے ساتھ نہیں رکھا نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا: فرمایا:

(آیت) من يطع الرسول فقد اطاع الله۔ (النساء:۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(آیت) ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله۔ (الفتح:۱۰)

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت کو اپنی عزت کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا: (آیت) ولله العزة ولرسوله (المنافقون:۸)

(آیت) الله ورسوله احق ان يرضوه۔ (التوبہ:۶۲)

اور آپ کی اجابت کو اپنی اجابت کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا: (آیت) يايها الذين امنوا استجيبوا لله وللرسول۔ (الانفال:۲۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی کا اس سے اندازہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عزت اور سربلندی کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اپنے ساتھ ذکر کیا ہے اور فرمایا:

(آیت) ان الله وملئكته يصلون على النبي۔ (الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ پڑھتے (رحمت بھیجتے) رہتے ہیں۔

گویا ازل سے لے کر ابد تک کوئی وقت نہیں گزرتا مگر اس وقت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھتا رہا ہے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ پر یوم ولادت یوم وفات اور یوم بعثت میں صرف تین بار اللہ نے سلام نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور نبی کریم پر زمان ومکان کی کسی قید کے بغیر اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ نازل کرنے کا ذکر فرمایا پھر وہاں سلام کا ذکر تھا یہاں صلوٰۃ کا ذکر ہے وہاں تین ایام کی قید ہے یہاں اعداد وشمار کا ذکر نہیں ہے نہ الوہیت کے عدم کا تصور ہے نہ آپ کے ذکر کے انقطاع کا تصور ہے۔

(آیت) ورفعنا لك ذكرك۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو آپ نے اپنے رب سے کلام کیا آپ نے عرض کیا: تو نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا کیا اور موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا اور داؤد کو ملک عظیم عطا کیا اور ان کے لیے لوہے کو نرم کیا اور ان کے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا اور سلیمان کو ملک عظیم عطا کیا اور ان کے لیے پہاڑ جن اور انسان مسخر کر دیئے اور شیطانوں اور ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا اور ان کو ایسی سلطنت عطا کی جو ان کے بعد اور کسی کو سزاوار نہ ہوگی اور عیسیٰ کو تورات اور انجیل کا علم دیا اور ان کو یہ حکمت دی کہ وہ برص اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے اور تیرے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی ماں کو شیاطین سے اپنی پناہ میں رکھا اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے آپ کو خلیل بنایا اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمن ہیں اور آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور آپ کے لیے شرح صدر کیا اور آپ سے مشکل احکام کا بوجھ دور کیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا اور جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جاتا ہے اور آپ کی امت کو سب سے بہتر امت بنایا اور امت وسط بنایا اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا اور آپ کی امتوں کے دل اناجیل کی کیفیت پر بنائے اور آپ کی امت جب بھی خطبہ پڑھتی ہے تو یہ شہادت دیتی ہے کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں اور آپ کو باعتبار خلقت کے اول الانبیاء اور بہ لحاظ بعثت کے آخر الانبیاء بنایا اور آپ کو عرش کے خزانہ کے نیچے سے سورۃ فاتحہ دی گئی جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی اور آپ کو فاتح اور خاتم بنایا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۳۔ ۴۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے اس آیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پڑھا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ!! آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ قیامت کے دن کیا کیا جائے گا لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی: اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان جنات میں داخل کرے گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ آپ نے یہ آیت فوزا عظیما تک تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۴۶۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث کو امام بخاری۔ (امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۹۔ ۶۰۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ) اور امام مسلم۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ) نے بھی روایت کیا ہے:

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا لوگ کہیں گے: کاش! ہم اپنے رب کے حضور شفاعت طلب کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ ہم کو راحت عطا فرماتا پھر وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونکی اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا اور انہوں نے آپ کو سجدہ کیا آپ ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے حضرت آدم فرمائیں گے: میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطاء یاد کریں گے تم نوح کے پاس جاؤ (اخیر حدیث تک) پھر لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں تمہارا کام نہیں کر سکتا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ ان کے سبب

اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ذکر کیا ہے کہ جب لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں: امام بزار نے سند جید کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء (سابقین) پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے مجھ سے پہلے کسی کو وہ فضیلتیں نہیں دی گئیں میرے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا میری امت کو سب سے بہتر امت قرار دیا گیا تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد بنا دیا گیا اور اس سے تیمم کو جائز کر دیا گیا مجھے کوثر عطا کی گئی اور میری رعب سے مدد کی گئی، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تمہارے نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور آدم اور ان کے ماسوا سب قیامت کے دن اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو کشف الاستار ا (حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ کشف الاستار ج ۳ ص ۱۴۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۴) میں امام بزار کی سند سے روایت کیا ہے اور مجمع الزوائد۔ ۲ (حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲) میں ان کے حوالہ سے درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام بزار کی سند جید ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے السدرۃ المنتہیٰ کی بلندی پر لے جایا گیا اس کا ہر پتا اتنا بڑا تھا کہ وہ اس امت کو چھپا لیتا اس کے نیچے سے ایک چشمہ جاری تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو دریا نکلے تھے ایک کوثر اور ایک رحمت میں نے اس میں غسل کیا پھر میرے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی۔

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کچھ چیزیں دی گئی ہیں جن کا میں فخر سے ذکر نہیں کرتا وہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں میرے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی ہے اور میری امت کو سب امتوں سے بہتر بنایا گیا ہے اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور آلہ طہارت بنا دیا اور مجھے کوثر دی گئی اور میری رعب سے مدد کی گئی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! بے شک تمہارے پیغمبر ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والے ہوں گے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ دارالفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے غائب ہو گئے اور باہر نہیں آئے حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ تشریف نہیں لائیں گے پھر آپ باہر آئے اور آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ کی روح قبض ہو گئی پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھا کر فرمایا: میرے رب نے مجھ سے میری امت کے متعلق مشورہ کیا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے کہا: اے میرے رب! جو تو چاہے وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مشورہ کیا میں نے پھر یہی کہا اس نے پھر مشورہ کیا میں نے پھر اسی طرح کہا پھر اللہ نے فرمایا: اے محمد! میں نے آپ کی امت میں سزا نہیں رکھی اور مجھے یہ بشارت دی کہ میری امت سے ستر ہزار کا ایک گروہ پہلے جنت میں داخل ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اس سے حساب نہیں ہوگا پھر اللہ نے میری طرف پیغام بھیجا: آپ دعا کریں قبول ہوگی۔ آپ سوال کریں آپ کو دیا جائے گا۔ میں نے اللہ کے سفیر سے کہا: کیا اللہ میرے سوال کو عطا کرے گا؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کرنے کے لیے ہی تو بھیجا ہے اور میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ اللہ نے مجھے یہ چیزیں عطا کی ہیں: میرے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھے یہ نعمت دی کہ میری امت بھوکی نہیں رہے گی اور نہ مغلوب ہوگی اور مجھے جنت میں ایک نہر کوثر عطا کی جو میرے حوض میں بہ رہی ہے اور مجھے عزت اور نصرت عطا کی اور ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری رہتا ہے اور مجھے یہ نعمت دی کہ میں انبیاء میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور میرے اور میری امت کے لیے غنیمت کو حلال کر دیا اور ہم سے پہلی امتوں پر جن بہت سی چیزوں میں سختی کی گئی تھی وہ ہم پر حلال کر دیں اور ہم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی اور میں نے (ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے) اس سجدہ کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں پایا۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۳۶-۱۳۵ مطبوعہ دار الفکر دمشق ۱۴۰۴ھ)

4669- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّي خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى

✧✧ ابن شہاب نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔ کسی بھی شخص کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔

4670- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِي حَكِيْمٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّي خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى

✧✧ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کسی بھی نبی کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔

4671- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِي يَعْقُوْبَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى فَإِنَّ النَّاسَ يُصْعَقُونَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ فِي جَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ مِمَّنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدِيثُ ابْنِ يَحْيَى أَتَمُّ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک یہودی شخص نے یہ بات کہی' اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوسب پرفضیلت دی ہے۔ مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر رسید کر دیا۔ وہ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو اس بارے میں بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہتر قرار نہ دو کیونکہ لوگ جب بے ہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے ایک کنارے کو تھامے ہوئے ہوں گے۔ مجھے نہیں معلوم وہ بے ہوش ہونے والوں میں شامل تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' ابن یحییٰ سے منقول حدیث زیادہ مکمل ہے۔

4672- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ يَذْكُرُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے خیر البریہ! (اے مخلوق میں سب سے بہتر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

4673 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ فَرُّوخَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ سب سے پہلے میرے لیے زمین کو شق کیا جائے گا میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا۔ سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔

4674- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ الْمَعْنَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَدْرِي أَتُبَّعٌ لَعِينٌ هُوَ أَمْ لَا وَمَا أَدْرِي أَعُزَيْرٌ نَبِيٌّ هُوَ أَمْ لَا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مجھے نہیں معلوم کیا ''تبع'' قوم کے لوگ ملعون ہیں یا نہیں ہیں اور مجھے نہیں معلوم' حضرت ''عزیر'' نبی تھے یا نہیں تھے۔

4675- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ الْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ وَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میں ابن مریم علیہ السلام سے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں اور میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

بَابٌ فِي رَدِّ الْإِرْجَاءِ

باب: ارجاء (کے نظریے) کی تردید

4676- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْعَظْمِ عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں' ان میں سب سے زیادہ فضیلت اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور ان میں سب سے کم تر راستے میں سے کسی ہڈی کو دور کرنا ہے اور حیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

4677- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَوٰةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' عبدالقیس قبیلے کا وفد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کی ہدایت کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے عرض کی' اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔

4678- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَوٰةِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: بندے اور کفر کے درمیان (بنیادی نشانی)

نماز ترک کرتا ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى زِيَادَةِ الْإِيْمَانِ وَنُقْصَانِهِ
باب: (ایمان میں) اضافے اور کمی کی دلیل

ایمان کی تعریف ومعانی کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی دمشقی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ایمان کسی چیز کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔حضرت ابن عباس بھی یہی فرماتے ہیں۔حضرت زہری فرماتے ہیں" ایمان کہتے ہیں عمل کو" ربیع بن انس کہتے ہیں۔یہاں ایمان لانے سے مراد ڈرنا ہے۔

ابن جریر فرماتے ہیں۔یہ سب اقوال مل جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ زبان سے،دل سے،عمل سے،غیب پر ایمان لانا اور اللہ سے ڈرنا۔ایمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ پر،اس کی کتابوں پر،اس کے اصولوں پر،ایمان لانا شامل ہے اور اس اقرار کی تصدیق عمل کے ساتھ بھی کرنا لازم ہے۔میں کہتا ہوں لغت میں ایمان کہتے ہیں صرف سچا مان لینے کو،قرآن میں بھی ایمان اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔جیسے فرمایا حدیث (یومن باللہ ویومن من للمومنین) یعنی اللہ کو مانتے ہیں اور ایمان والوں کو سچا جانتے ہیں۔ یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا تھا۔آیت (وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ)12۔یوسف:17) یعنی تو ہمارا یقین نہیں کرے گا اگر چہ ہم سچے ہوں۔اس طرح ایمان یقین کے معنی میں آتا ہے جب اعمال کے ذکر کے ساتھ ملا ہوا ہو۔جیسے فرمایا آیت (اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ)26۔الشعراء:227) ہاں جس وقت اس کا استعمال مطلق ہو تو ایمان شرعی جو اللہ کے ہاں مقبول ہے وہ اعتقاد قول اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔

اکثر ائمہ کا یہی مذہب ہے بلکہ امام شافعی امام احمد اور امام ابو عبیدہ وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ایمان نام ہے زبان سے کہنے اور عمل کرنے کا۔ایمان بڑھتا گھٹتا رہتا ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سے آثار اور حدیثیں بھی آئی ہیں جو ہم نے بخاری شریف کی شرح میں نقل کر دی ہیں۔فالحمد للہ۔بعض نے ایمان کے معنی اللہ سے ڈر خوف کے بھی کئے ہیں۔جیسے فرمان ہے آیت (اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ)67۔الملک:12) جو لوگ اپنے رب سے در پردہ ڈرتے رہتے ہیں۔اور جگہ فرمایا آیت (من خشی الرحمن بالغیب) الخ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے ڈرے اور جھکنے والا دل لے کر آئے۔حقیقت میں اللہ کا خوف ایمان کا اور علم کا خلاصہ ہے۔جیسے فرمایا آیت (اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا)35۔فاطر:28) جو بندے ذی علم ہیں صرف اللہ سے ہی ڈرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں وہ غیب پر بھی ایسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیسا حاضر پر اور ان کا حال منافقوں جیسا نہیں کہ جب ایمان والوں کے سامنے ہوں تو اپنا ایماندار ہونا ظاہر کریں لیکن جب اپنے والوں میں ہوتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ان منافقین کا حال اور جگہ اس طرح بیان ہوا ہے آیت (اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ

لَرَسُوْلُ اللّٰهِ﴾63۔المنافقون:1)یعنی منافق جب تیرے پاس آئیں گے تو کہیں گے کہ ہماری تہہ دل سے شہادت ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے اللہ خوب جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے لیکن اللہ کی گواہی ہے کہ یہ منافق تجھ سے جھوٹ کہتے ہیں۔اس معنی کے اعتبار سے بالغیب حال ٹھہرے گا یعنی وہ ایمان لاتے ہیں درآنحالیکہ لوگوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔غیب کا لفظ جو یہاں ہے۔

اس کے معنی میں بھی مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں اور وہ سب صحیح ہیں اور جمع ہو سکتے ہیں۔ابوالعالیہ فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ تعالیٰ پر،فرشتوں پر،کتابوں پر،رسولوں پر،قیامت پر،جنت دوزخ پر،ملاقات اللہ پر،مرنے کے بعد جی اٹھنے پر،ایمان لانا ہے۔قتادہ ابن دعامہ کا یہی قول ہے۔ابن عباس،ابن مسعود اور بعض دیگر اصحاب سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ پوشیدہ چیزیں ہیں جو نظروں سے اوجھل ہیں جیسے جنت،دوزخ وغیرہ۔وہ امور جو قرآن میں مذکور ہیں۔ابن عباس فرماتے ہیں اللہ کی طرف سے جو کچھ آیا ہے وہ سب غیب میں داخل ہے۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں اس سے مراد قرآن ہے۔عطا ابن ابورباح فرماتے ہیں اللہ پر ایمان لانے والا،غیب پر ایمان لانے والا ہے۔اسماعیل بن ابوخالد فرماتے ہیں اسلام کی تمام پوشیدہ چیزیں مراد ہیں۔زید بن اسلم کہتے ہیں مراد تقدیر پر ایمان لانا ہے۔پس یہ تمام اقوال معنی کی رو سے ایک ہی ہیں اس لئے کہ سب چیزیں پوشیدہ ہیں اور غیب کی تفسیر ان سب پر مشتمل ہے اور ان سب پر ایمان لانا واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی مجلس میں ایک مرتبہ صحابہ کے فضائل بیان ہو رہے ہوتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہی تھا لیکن اللہ کی قسم ایمانی حیثیت سے وہ لوگ افضل ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں۔پھر آپ نے الم سے لے کر مفلحون تک آیتیں پڑھیں۔(ابن ابی حاتم۔ابن مردویہ۔مستدرک۔حاکم)

امام حاکم اس روایت کو صحیح بتاتے ہیں۔مسند احمد میں بھی اس مضمون کی ایک حدیث ہے۔ابوجمع صحابی سے ابن محریز نے کہا کہ کوئی ایسی حدیث سناؤ جو تم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔فرمایا میں تمہیں ایک بہت ہی عمدہ حدیث سناتا ہوں،ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرتبہ ناشتہ کیا،ہمارے ساتھ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے،انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم سے بہتر بھی کوئی اور ہے؟ ہم آپ پر اسلام لائے،آپ کے ساتھ جہاد کیا،آپ نے فرمایا ہاں وہ لوگ جو تمہارے بعد آئیں گے،مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہ ہوگا۔

تفسیر ابن مردویہ میں ہے۔صالح بن جبیر کہتے ہیں کہ ابوجمعہ انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بیت المقدس میں آئے۔ رجاء بن حیوہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ ہی تھے،جب وہ واپس جانے لگے تو ہم انہیں چھوڑنے کو ساتھ چلے،جب الگ ہونے لگے تو فرمایا تمہاری ان مہربانیوں کا بدلہ اور حق مجھے ادا کرنا چاہئے۔سنو! میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے ہم نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے ضرور سناؤ۔کہا سنو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے،ہم دس آدمی تھے،حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی ان میں تھے،ہم نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم سے بڑے اجر کا مستحق بھی کوئی ہوگا؟ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ کی تابعداری کی۔آپ نے فرمایا تم ایسا کیوں نہ کرتے؟ اللہ کا رسول تم میں موجود ہے،وحی الٰہی

آسمان سے تمہارے سامنے نازل ہو رہی ہے۔ ایمان تو ان لوگوں کا افضل ہوگا جو تمہارے بعد آئیں گے دو گتوں کے درمیان یہ کتاب پائیں گے، اس پر ایمان لائیں گے اور اس پر عمل کریں گے، یہ لوگ اجر میں تم سے گنے ہوں گے۔ اس حدیث میں "وجادہ" کی قبولت کی دلیل ہے جس میں محدثین کا اختلاف ہے۔ میں نے اس مسئلہ کو بخاری شریف میں خوب واضح کر دیا ہے بعد والوں کی تعریف اسی بنا پر ہو رہی ہے اور ان کا بڑے اجر والا ہونا اسی حیثیت کی وجہ سے ہے ورنہ علی الاطلاق ہر طرح سے بہتر اور افضل تو صحابہ رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے پوچھا، تمہارے نزدیک ایمان لانے میں کون زیادہ افضل ہے، انہوں نے کہا، فرشتے۔ فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں وہ تو اپنے رب کے پاس ہی ہیں، لوگوں نے پھر کہا انبیاء، فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔

کہا پھر ہم۔ فرمایا تم ایمان کو قبول کیوں نہ کرتے؟ جب کہ میں تم میں موجود ہوں سنو! میرے نزدیک سب سے زیادہ افضل ایمان والے وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ صحیفوں میں لکھی ہوئی کتاب پائیں گے اس پر ایمان لائیں گے۔ اس کی سند میں مغیرہ بن قیس ہیں۔ ابو حاتم رازی انہیں منکر الحدیث بتاتے ہیں لیکن اسی کے مثل ایک اور حدیث ضعیف سند ہے۔ مسند ابو یعلی تفسیر ابن مردویہ مستدرک حاکم میں بھی مروی ہے اور حاکم اسے صحیح بتاتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک سے بھی اسی کے مثل مرفوعاً مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت بدیلہ بنت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔ بنو حارثہ کی مسجد میں ہم ظہر یا عصر کی نماز میں تھے اور بیت المقدس کی طرف ہمارا منہ تھا دو رکعت ادا کر چکے تھے کہ کسی نے آ کر خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر لیا ہے ہم سنتے ہی گھوم گئے۔ عورتیں مردوں کی جگہ آ گئیں اور مرد عورتوں کی جگہ چلے گئے اور باقی کی دو رکعتیں ہم نے بیت اللہ شریف کی طرف ادا کیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ حدیث اس اسناد سے غریب ہے۔

4679 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا رَاَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَلَا دِيْنٍ اَغْلَبَ لِذِىْ لُبٍّ مِنْكُنَّ قَالَتْ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ قَالَ اَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ شَهَادَةُ رَجُلٍ وَاَمَّا نُقْصَانُ الدِّيْنِ فَاِنَّ اِحْدَاكُنَّ تُفْطِرُ رَمَضَانَ وَتُقِيْمُ اَيَّامًا لَا تُصَلِّىْ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے عقل اور دین کے اعتبار سے ایسی ناقص کوئی مخلوق نہیں دیکھی جو تمہاری طرح عقل مند مردوں کی عقل کو رخصت کر دے۔

ایک خاتون نے عرض کی عقل اور دین میں کمی سے مراد کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک عقل کی کمی کا تعلق ہے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی شمار ہوگی اور جہاں تک دین میں کمی کا تعلق ہے تو تم میں سے کوئی ایک رمضان کے روزے ترک کر دیتی ہے اور کچھ دن تک نماز ادا نہیں کرتی۔

4680 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِىُّ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ

سُفْيَانَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْكَعْبَةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَكَيْفَ الَّذِينَ مَاتُوا وَهُمْ يُصَلُّونَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ)

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا' لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان لوگوں کا کیا ہوگا جو ایسے عالم میں فوت ہوئے ہیں جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان (اعمال) کو ضائع کر دے''۔

4681 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ شَابُورَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ

✧✧ حضرت ابوامامہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ناراضگی رکھے' اللہ تعالیٰ کے لئے دے' اللہ تعالیٰ کے لئے نہ دے تو اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔

4682 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مومنین میں ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل وہ ہے جو اخلاق میں سب سے زیادہ اچھا ہو۔

4683 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجَالًا وَلَمْ يُعْطِ رَجُلًا مِنْهُمْ شَيْئًا فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعْطَيْتَ فُلَانًا وَفُلَانًا وَلَمْ تُعْطِ فُلَانًا شَيْئًا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمٌ حَتَّى أَعَادَهَا سَعْدٌ ثَلَاثًا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوْ مُسْلِمٌ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا وَأَدَعُ مَنْ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُمْ لَا أُعْطِيهِ شَيْئًا مَخَافَةَ أَنْ يُكَبُّوا فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ

✧✧ حضرت عامر بن سعد اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو کچھ عطا کیا اور ان میں سے ایک شخص کو کچھ عطا نہیں کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فلاں اور فلاں کو تو عطا کر دیا ہے لیکن فلاں کو کوئی چیز عطا نہیں کی حالانکہ وہ مومن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ (مومن ہے) یا مسلمان ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ اپنی بات دہرائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی ارشاد فرماتے رہے: وہ (مومن ہے) یا

مسلمان ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں کچھ لوگوں کو دے دیتا ہوں اور اس شخص کو چھوڑ دیتا ہوں جو میرے نزدیک ان لوگوں سے زیادہ محبوب ہوتا ہے میں اسے کوئی چیز نہیں دیتا اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں وہ دوسرے لوگ جہنم میں منہ کے بل گر نہ جائیں۔

4684 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ (قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا) (الحجرات: 14) قَالَ نَرَى أَنَّ الْإِسْلَامَ الْكَلِمَةُ وَالْإِيمَانَ الْعَمَلُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔ تاہم اس میں زہری کے یہ الفاظ ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم فرما دو تم لوگ مومن نہیں ہو تم یہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا ہے''۔

زہری فرماتے ہیں تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اسلام سے مراد (ظاہری طور پر) کلمہ پڑھنا ہے اور ایمان سے مراد عمل کرنا ہے۔

4685 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ قَسْمًا فَقُلْتُ أَعْطِ فُلَانًا فَإِنَّهُ مُؤْمِنٌ قَالَ أَوْ مُسْلِمٌ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ الْعَطَاءَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ مَخَافَةَ أَنْ يُكَبَّ عَلَى وَجْهِهِ

✧✧ حضرت عامر بن سعد ؓ (حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ کچھ تقسیم کیا میں نے عرض کی: آپ فلاں کو بھی کچھ عطا کیجئے کیونکہ وہ مومن ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (مومن) یا مسلمان ہے۔ میں ایک شخص کو کچھ دے دیتا ہوں جبکہ دوسرا شخص اس سے زیادہ مجھے محبوب ہوتا ہے۔ اس اندیشے کے تحت کہ کہیں وہ (پہلا شخص) منہ کے بل (جہنم میں) نہ گر جائے۔

4686 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ وَاقِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

✧✧ واقد بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر ؓ کو نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ ''میرے بعد زمانہ کفر کی طرح ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع نہ کر دینا''۔

4687 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْفَرَ رَجُلًا مُسْلِمًا فَإِنْ كَانَ كَافِرًا وَإِلَّا كَانَ هُوَ الْكَافِرُ

4685- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. وأخرجه مختصراً النسائي في "الكبرى" (11453) من طريق عبد الرزاق، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (150) (236) عن ابن أبي عمر، عن سفيان بن عيينة، به. وهو في "مسند أحمد" (1522)، و"صحيح ابن حبان" (163).

◇◇ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو بھی شخص کسی مسلمان شخص کو کافر قرار دے تو اگر وہ کافر ہوگا تو ٹھیک ہے ورنہ وہ کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔

4688- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَّمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَلَّةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ فِيْهِ خَلَّةٌ مِّنْ نِفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

◇◇ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: چار عادات جس شخص میں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک عادت ہوگی اس میں نفاق کی علامت ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ اسے ترک کر دے' جب وہ بولے تو جھوٹ بولے۔ جب وہ وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب لڑے تو بدزبانی کا مظاہرہ کرے اور جب عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔

4689- حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ الْاَنْطَاكِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّالتَّوْبَةُ مَعْرُوْضَةٌ بَعْدُ

◇◇ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: زنا کرنے والا زنا کرتے ہوئے مومن نہیں رہتا' چوری کرنے والا چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا' شراب پینے والا شراب پیتے وقت مومن نہیں رہتا اور توبہ کی گنجائش اس کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

4690- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ يَعْنِي ابْنَ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَنَى الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِيْمَانُ كَانَ عَلَيْهِ كَالظُّلَّةِ فَاِذَا انْقَطَعَ رَجَعَ اِلَيْهِ الْاِيْمَانُ

◇◇ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب آدمی زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور بادل کے ٹکڑے کی طرح اس پر موجود رہتا ہے۔ جب وہ شخص اس سے الگ ہو جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف واپس آ جاتا ہے۔

4689-إسناده صحيح، أبو صالح الأنطاكي: هو محبوب بن موسى، وأبو إسحاق الفزاري: هو إبراهيم بن محمد بن الحارث. وأخرجه البخاري (6810)، ومسلم (57) (104) و (105)، والترمذي (2813)، والنسائي في "الكبرى" (7315) من طرق عن الأعمش، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (7314) من طريق القعقاع بن حكيم، عن أبي صالح، به. وأخرجه البخاري (2475) و (5578) و (6772)، ومسلم (57) (100) و (101) و (102) و (103)، وابن ماجه (3936)، والنسائي في "الكبرى" (5149) و (5150) و (7095 - 7088) من طرق عن أبي هريرة.

بَابٌ فِي الْقَدَرِ
باب: تقدیر کا بیان

مخلوقات کی تقدیر کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا ہے۔ اور فرمایا (اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔
(صحیح مسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد اول: رقم الحدیث، 76)

ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات اجسام ظاہری اور مادیات کی ثقاوت سے پاک ہے اس لئے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ نے خود اپنے ہاتھ سے تقدیریں لکھ دی تھیں، بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کی تقدیریں قلم کو جاری ہونے کا حکم دے کر اس کے ذریعہ لوح محفوظ میں ثبت کردی تھیں، یا یہ کہ فرشتوں کو حکم دے کر ان سے تقدیریں لکھوادی تھیں۔ منقول ہے کہ زمین وآسمان اور تمام مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے پانی ہی پانی تھا اور کہا جاتا ہے کہ پانی کا استقرار ہوا پر تھا اور ہوا اللہ کی قدرت پر قائم تھی۔ اس لئے فرمایا گیا کہ اس عالم میں ازل سے لے کر ابد تک ہونے والے تمام واقعات واعمال اسی وقت اللہ کے علم میں تھے۔ جب کہ یہ زمین وآسمان بھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور اس کا عرش پانی پر تھا جس کے درمیان کوئی دوسری چیز حائل نہیں تھی۔

تقدیر پر ایمان لانے کے لازم ہونے کا بیان

تقدیر پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی وجود ایمان کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد، ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں، بندہ سے جو عمل بھی سرزد ہوتا ہے وہ اللہ کے علم واندازہ کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اللہ نے انسان کو عقل ودانش کی دولت سے نواز کر اس کے سامنے نیکی اور بدی دونوں راستے واضح کردیئے ہیں اور ان پر چلنے کا اختیار دے دیا اور بتادیا کہ اگر نیکی کے (راستہ کو) اختیار کروگے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا جس پر جزاء وانعام سے نوازے جاؤ گے اور اگر بدی کے راستہ کو اختیار کروگے تو یہ اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا باعث ہوگا جس کی وجہ سے سزا اور عذاب کے مستحق گردانے جاؤ گے۔ اب اس واضح اور صاف ہدایت کے بعد جو آدمی نیکی وبھلائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ ازراہ فضل وکرم اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا اور اس پر اللہ کی جانب سے فلاح وسعادت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے کسب واختیار سے برائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ ازراہ عدل سزا کا مستوجب ہوگا اور اسے عذاب وتباہی کے غار دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ تقدیر کا مسئلہ عقل وفکر کی رسائی سے باہر ہے کیونکہ یہ اللہ کا ایسا ایک راز ہے جس کا انسانی عقل میں آنا تو درکنار اسے نہ تو کسی مقرب فرشتہ پر ظاہر کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا بھید کسی پیغمبر اور رسول کو معلوم ہے۔ اس لئے اس

مسئلہ میں زیادہ غور وفکر کرنا اور اس میدان میں عقل کے گھوڑے دوڑانا جائز نہیں ہے بلکہ تحقیق وجستجو کے تمام راستوں سے ہٹ کر صرف یہ اعتقاد رکھنا ہی فلاح وسعادت کا ضامن ہے کہ اللہ نے یہ مخلوق پیدا کر کے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک گروہ وہ ہے جو اچھے اعمال اور نیک کام کرنے کی بنا پر اللہ کی جنت اور اس کی نعمتوں کا مستحق ہوگا جو محض اس کا فضل وکرم ہوگا۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جو برے اعمال کرنے کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا جو عین عدل ہوگا۔

منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قضا وقدر کے بارہ میں سوال کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" یہ ایک بڑا راستہ ہے اس پر نہ چلو" اس آدمی نے" پھر یہی سوال کیا" " انہوں نے فرمایا" یہ ایک گہرا دریا ہے، اس میں نہ اترو وہ آدمی نہ مانا اور اس نے پھر سوال کیا۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ کا ایک راز ہے جو تم سے پوشیدہ ہے اس لئے اس کی تفتیش وتحقیق میں مت پڑو"۔ لہٰذا اخروی سعادت اسی میں ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جو کچھ بتایا ہے اور جن اعتقادات کو ماننے کے لئے کہا ہے اس پر عمل پیرا ہو جائے، ورنہ اپنی عقل کے تیر چلانا در حقیقت گمراہی کا راستہ اختیار کرنا اور تباہی وبربادی کی راہ پر لگنا ہے۔

منکرین تقدیر کی مذمت کا بیان

4691- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي بِمِنًى عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''قدریہ'' اس امت کے مجوسی ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو تم ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو تم ان کے جنازے میں شریک نہ ہو۔

شرح

اس حدیث سے قدریہ کی صریح گمراہی اور ان کی ضلالت واضح ہے کہ ان کو اس امت کا مجوس قرار دیا گیا مجوس ایک آتش پرست قوم ہے جو دو اللہ مانتی ہے ایک وہ اللہ جو نیکی وبھلائی کا پیدا کرنے والا ہے، اس کو یزداں کہتے یں۔ دوسرا وہ اللہ جو برائی وبدی کا پیدا کرنے والا ہے، اس کو اہرمن یعنی شیطان فرماتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح مجوسی تعداد اللہ کے قائل ہیں اسی طرح قدریہ بھی بے انتہا خالقوں کے قائل ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک ہر بندہ اپنے افعال کا خالق ہے اسی طرح جتنے بندے ہوں گے اتنے بھی خالق ہی ہوں گے، نیز جس طرح قدریہ خالق خیر الگ اور خالق شر الگ مانتے ہیں اسی طرح قدریہ بھی فرماتے ہیں کہ خیر وبھلائی کا پیدا کرنے والا تو اللہ ہے اور شر وبرائی کا پیدا کرنے والا شیطان اور انسانی نفس ہے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اس فرقہ سے کلیۃ اجتناب کرنا ضروری ہے اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کے لئے نہیں جانا چاہیے اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہونا چاہیے گویا غمی خوشی کسی موقع پر بھی ان کے ساتھ نہ رہنا چاہیے اور نہ ان کے ساتھ کسی قسم کا معاشرتی میل جول رکھنا جائز ہے۔

جزء ہیں ہیں چنانچہ وہ حضرات جو اس جماعت کو کافروں کے زمرہ میں داخل کرتے ہیں اس حدیث کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ میل جول رکھنے سے منع کرتے ہیں۔ اور جو حضرات ان کو کافر نہیں بلکہ فاسق فرماتے ہیں وہ اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس حدیث کا مقصد اس جماعت کی گمراہی وضلالت کو بیان کرنا اور ان کی زجر وملامت میں شدت کا اظہار کرنا ہے۔ لیکن حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی فرماتے ہیں کہ محققین کا قول یہی ہے کہ نہ تو ان کی عیادت میں جائے اور نہ ان کے جنازہ میں شریک ہو اور جہاں تک ہو سکے ان سے قطع تعلق رکھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور اللہ نے بھی ان کو ملعون قرار دیا ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (پہلا) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا (دوسرا) تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔ (تیسرا) وہ آدمی جو زبردستی غلبہ پانے کی بنا پر ایسے آدمی کو معزز بنائے جس کو اللہ نے ذلیل کر رکھا ہو اور اس آدمی کو ذلیل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت وعظمت کی دولت سے نواز رکھا ہو۔ (چوتھا) وہ آدمی جو (حدود اللہ سے تجاوز کر کے اس چیز کو حلال جانے جسے اللہ نے حرام کیا ہو۔ (پانچواں) وہ جو میری اولاد سے وہ چیز (قتل) حلال جانے جو اللہ نے حرام کی ہے۔ اور (چھٹا) وہ آدمی جو میری سنت کو چھوڑ دے۔ (بیہقی، رزین، مشکوۃ المصابیح، جلد اول: رقم الحدیث 105)

حدیث میں جن اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے وہ اپنے ان غلط عقائد اور گمراہ کن اعمال کی بنا پر شریعت کی نظر میں اتنے مجرم ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور نہ صرف یہ کہ دربار رسالت سے ان پر پھٹکار برسائی گئی ہے بلکہ وہ بارگاہ الوہیت سے بھی راندہ درگاہ کر دیئے گئے۔ چنانچہ کسی آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر لعنت کیوں بھیجتے ہیں؟ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ چونکہ خداوند قدوس نے ان کو اپنے اعمال کی بنا پر ملعون قرار دیا ہے اس لئے یہ اسی کے مستحق ہیں کہ رسول بھی ان کو ملعون قرار دے اور ظاہر ہے نبی کی لسان مقدس سے نکلی ہوئی ہر دعا باب قبولیت تک پہنچ کر رہتی ہے اس لئے جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لعنت بھیجیں اس کی دنیا بھی برباد ہوگئی اور دین میں تباہ ہو جائے گا اسی طرف کل نبی یجاب کہہ کر اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ویسے تو اس حدیث میں جس ترکیب کے اعتبار سے یہ جملہ معترضہ واقع ہو رہا ہے اور اس کے مقصد لعنت میں شدت ہے۔

پہلا آدمی جسے ملعون قرار دیا جا رہا ہے وہ قرآن میں زیادتی کرنے والا ہے، خواہ وہ قرآن میں الفاظ کی زیادتی کرے یا قرآن کی آیتوں کے ایسے معنی بیان کرے جو کتاب اللہ کے مفہوم کے خلاف اور منشاء الٰہی کے برعکس ہوں۔

تیسرا آدمی وہ ہے جو زبردستی غلبہ حاصل کرے اور اپنی ظاہری شان وشوکت کے بل بوتہ پر ان لوگوں کو معزز کرے جو اللہ کی نظروں میں ذلیل ہیں اور ان لوگوں کو ذلیل کرے جو اللہ کے یہاں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں اور اس تیسرے آدمی سے مراد ایسے بادشاہ اور ظالم حاکم ہیں جو اپنے اغراض ومقاصد کی بنا پر حکومت ودولت کے نشہ میں اللہ کے ان صالح ونیک بندوں اور مسلمانوں کو ذلیل خوار کرتے ہیں جو اللہ کے نزدیک بڑی عزت وعظمت کے مالک ہوتے ہیں اور ایسے کافروں، جاہلوں اور بدکار لوگوں کو عزیز رکھتے ہیں جو اللہ کی نظر میں سخت ذلیل ہوتے ہیں۔

چوتھا آدمی وہ ہے جو اللہ کی قائم کی ہوئی حدود سے تجاوز کرتا ہے یعنی ان چیزوں کو حلال سمجھتا ہے جو اللہ کی جانب سے حرام کر دی گئی ہیں مثلاً بیت اللہ مکہ میں جن باتوں کو اللہ نے ممنوع قرار دیا ہے جیسے کسی جانور کا شکار کرنا، درخت وغیرہ کاٹنا، یا بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا، ان کو وہ حلال سمجھتا ہو، ایسے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارہ میں جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کو حرام کرتا ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ عنہ کی اولاد کی عزت و تعظیم کرنا ضروری ہے لیکن کوئی آدمی نہ کرنے کو جائز سمجھے یا ان کو تکلیف پہنچانا حرام قرار دیا گیا ہے ان کو تکلیف پہنچانا حلال جانے تو اس پر بھی لعنت فرمائی گئی۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی میری اولاد میں سے ہونے کے باوجو ان افعال کو حلال جان کر کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس طرح اس کا مقصد سیدوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ یہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں ہونے کے ناطے گناہ و معصیت سے بچتے رہیں، اس لئے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اس قوم کو گناہ و معصیت زیادہ برائی و تباہی کا باعث ہیں کیونکہ ان کا نسبی تعلق براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اسی طرح پانچواں ملعون وہ آدمی قرار دیا گیا ہے جو ان چیزوں کو حرام سمجھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہو۔

چھٹا ملعون آدمی کو قرار دیا گیا ہے جو سنت نبوی کو ترک کرتا ہو۔ اس کا مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی سستی اور کسل کی بنا پر سنت کو ترک کرتا ہو وہ گناہ گار ہے اور جو آدمی سنت کو نعوذ باللہ نا قابل اعتناء سمجھ کر چھوڑتا ہو تو وہ کافر ہے لیکن اس لعنت میں دونوں شریک ہیں۔ مگر یہ کہا جائے گا کہ جو آدمی از راہ کسل و سستی سنت چھوڑتا ہے اس پر لعنت کرنا زجر و توبیخ کے لئے ہے اور جو آدمی نا قابل اعتناء سمجھ کر سنت کو ترک کرتا ہے اس پر حقیقۃ لعنت ہوگی ہاں اگر کوئی آدمی کسی وجہ سے کسی وقت سنت کو ترک کر دے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا لیکن یہ بھی مناسب نہیں ہے۔ حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ وعید سنت موکدہ کے ترک کرنے پر ہے۔

4692 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُمَرَ مَوْلَى غُفْرَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ أُمَّةٍ مَجُوسٌ وَمَجُوسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا قَدَرَ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ فَلَا تَشْهَدُوا جَنَازَتَهُ وَمَنْ مَرِضَ مِنْهُمْ فَلَا تَعُودُوهُمْ وَهُمْ شِيعَةُ الدَّجَّالِ وَحَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ يُلْحِقَهُمْ بِالدَّجَّالِ

✧✧ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان میں سے جو مر جائے تم اس کے جنازے میں شامل نہ ہو اور ان میں سے جو بیمار ہو جائے تم اس کی عیادت نہ کرو۔ یہ دجال کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے (کہ وہ آخرت میں یا جہنم میں) انہیں دجال کے ساتھ رکھے۔

قدر خیر و شر کا بیان

قدر خیر و شر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کے افعال خواہ نیک ہوں یا بد سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندے فاعل و کاسب ہیں اور کسب پر جزا اور سزا مرتب ہے، نیکی کے کسب سے اللہ پاک راضی ہے اور بدی کی کسب سے ناراض ہوتا ہے، تقدیر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھلا یا برا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی علم میں اس کا ایک اندازہ مقرر ہے۔ کوئی

اچھی یا بری بات اللہ تعالیٰ کے علم اور اندازے سے باہر نہیں اور اس کے ہونے سے پہلے بلکہ ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سب کچھ ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنی علم اور اندازے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے پس بندوں کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت و قضا و قدر سے ظاہر ہوتے ہیں، لیکن بندے کو اس کے افعال میں اختیار دیا ہے، پس جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو ایک قسم کی قدرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے۔ پس اگر وہ بندہ اس قدرت کو نیک کام پر لگادے تب بھی اس کو اختیار ہے اور اس اختیار کے نیک کام میں استعمال کرنے کی اس کو جزا یعنی اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برے کام میں خرچ کرے تب بھی اس کو اختیار ہے اور اس اختیار کو برے کام میں استعمال کرنے کی سزا یعنی برا بدلہ ملے گا، اسی قدرت و اختیار پر شرعی احکامات کا دارومدار ہے۔ تقدیر یعنی قدر خیر و شر پر ایمان لانا تواتر کی حد کو پہنچ گیا ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں زیادہ بحث مباحثہ نہ کرے، کیونکہ گمراہی کا خطرہ ہے اور کچھ فائدہ نہیں، اسی لئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے ساتھ اس بحث سے منع فرمایا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نیکی و بدی کا خالق ہے مگر صرف خالقِ خیر (یزدان) یا صرف خالقِ شر (اہرمن) کہنا کفر ہے اور مجوس کا عقیدہ ہے۔ وہ اس طرح دو خدا مانتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے۔

خَالِقُ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ يَا خَالِقَ كُلِّ شَيْءٍ

ہر چیز کا خالق و متصرف اللہ کو جانے، ستاروں و دیگر زمینی و آسمانی علامات کو کسی چیز کے ہونے میں موثرِ حقیقی نہ جانے کہ یہ شرک ہے، اسباب کے درجہ میں جاننا جائز ہے، یعنی مجازاً اُس فعل کو اس سبب کی طرف منسوب کرنا اور یہ سمجھنا کہ یہ تاثیرات ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں اور اسی کے ارادہ و اختیار سے ان کی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں جائز ہے

قضا کی تین قسمیں

قضا کی تین قسمیں ہوتی ہیں

۱ مبرم حقیقی یعنی جو علم الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں

۲ معلق محض جس کا کسی چیز پر معلق ہونا فرشتوں کے صحیفوں میں ظاہر فرمادیا گیا ہے

۳ معلق جو مبرم

تقدیر مبرم حقیقی

پہلی قسم تقدیر مبرم حقیقی ہے۔ یہ آخری فیصلہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوح محفوظ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ناممکن ہے اسی لیے جب فرشتے قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کا حکم لے کر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ خداوند میں عرض کے باوجود اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ

(فرشتوں نے کہا:) اے ابراہیم! اس (بات) سے درگزر کیجئے، بیشک اب تو آپ کے رب کا حکمِ (عذاب) آچکا ہے، اور انہیں عذاب پہنچنے ہی والا ہے جو پلٹایا نہیں جاسکتا۔

چونکہ یہ عذاب قضائے مبرم حقیقی تھا اس لیے نہ ٹل سکا۔

تقدیر مبرم غیر حقیقی

دوسری قسم تقدیر مبرم غیر حقیقی ہے، جو عام حالات میں تو طے شدہ ہوتی ہے مگر خاص حالات میں اکابر اولیاء وصالحین کی دعا سے اس میں تبدیلی ممکن ہے۔ اسی نسبت احادیث میں ارشاد ہوتا ہے:

1. لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ

صرف دعا ہی قضا کو ٹالتی ہے۔

2. اِنَّ الدُّعَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ

بے شک دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

تقدیر معلق

تیسری اور آخری قسم قضائے معلق کی ہے، جس تک اللہ تعالیٰ کے اکثر صالح اور نیک بندوں کی رسائی ہو سکتی ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہو یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہو یا اولیاء کرام کی دعاؤں سے، والدین کی خدمت سے یا صدقہ و خیرات سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ وعدہ ہے کہ اگر کوئی بندہ چاہے تو ہم اس کے بدلنے والے ارادے، نیت اور دعا کے ساتھ ہی اس کی تقدیر بھی بدل دیں گے۔ سورۃ الرعد میں ارشاد فرمایا

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتَابِ۔

اللہ جس (لکھے ہوئے) کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ثبت فرما دیتا ہے، اور اسی کے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) ہے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام میں طاعون کی وبا پھیلی اور اس زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شام کے سفر پر تھے۔ وباء کی وجہ سے انہوں نے وہاں سے نکلنے میں جلدی کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أَتَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟

کیا آپ تقدیر سے بھاگتے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا: أَفِرُّ مِنْ قَضَاءِ اللّٰهِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰهِ

میں اللہ کی قضا سے اس کی قدر کی طرف بھاگتا ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر طاعون جیسا مرض کسی علاقے میں وباء کی صورت میں پھیل جائے اور میں کسی دوسرے علاقے میں پہنچ کر اس مرض سے بچ جاؤں تو میرا بچ جانا خدا کی تقدیر یعنی علم میں ہوگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب

تک کہ وہ چار چیزوں پر ایمان نہ لائے۔(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔(۲) اور میں بلاشبہ اللہ کی جانب سے بھیجا ہوا رسول ہوں اور حق (دین اسلام) لے کر اس دنیا میں آیا ہوں۔(۳) موت اور مرنے کے بعد (میدان حشر میں) اٹھنے پر ایمان لانا۔(۴) اور تقدیر پر ایمان لانا۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوۃ المصابیح، جلد اول: رقم الحدیث، 100)

موت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو یقینی جانے کہ اس دنیا کی تمام زندگی عارضی اور فانی ہے جو اپنے وقت پر ختم ہو جائے گی۔ اور اس دنیا میں جو کچھ ہے سب ایک دن فنا کے گھاٹ اتر جائے گا یا اس سے یہ مراد ہے کہ اس بات پر صدق دل سے یقین و اعتقاد رکھا جائے کہ موت کا ایک دن مقرر ہے اور وہ خداوند کے حکم سے آتی ہے کوئی بیماری، حادثہ یا تکلیف موت کا حقیقی سبب نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں بادی النظر میں ظاہری اسباب ہوتے ہیں کسی انسان کی زندگی اور موت کلیۃً اللہ کے ہاتھ میں ہے جب تک اس کا حکم ہوتا ہے زندگی رہتی ہے اور جب وہ چاہتا ہے موت بھیج کر زندگی ختم کر دیتا ہے۔

انسان کی تخلیق مٹی سے ہونے کا بیان

4693 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ حَدَّثَاهُمْ قَالَا حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَسَامَةُ بْنُ زُهَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ جَاءَ مِنْهُمْ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ زَادَ فِي حَدِيثِ يَحْيَى وَبَيْنَ ذَلِكَ وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ

✧✧ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹھی (بھر مٹی) سے پیدا کیا وہ مٹی اس نے تمام روئے زمین سے لی تھی تو آدم کی اولاد زمین کے حساب سے ہوتی ہے۔ ان میں سے کچھ سفید ہیں، کچھ سرخ ہیں اور کچھ ان کے درمیان سیاہ فام ہیں۔ کچھ نرم ہیں کچھ سخت (غمگین) ہیں کچھ خبیث ہیں کچھ اچھے ہیں۔

یحییٰ کی حدیث میں یہاں بھی لفظ" ان کے درمیان" استعمال ہوا ہے۔

شرح

حضرت آدم کی تخلیق کے وقت ایک فرشتہ حضرت عزرائیل کو حکم دیا گیا کہ وہ ایک مٹھی بھر کے مٹی لے آئیں چنانچہ وہ تمام روئے زمین سے ہر خطہ و ہر جگہ کی تھوڑی مٹی اپنی مٹھی میں بھر لائے اسی سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی اسی لئے آدم کی اولاد میں مختلف رنگ و نسل اور مختلف طبائع کے انسان پیدا ہوتے ہیں کوئی کالا ہوتا ہے تو کوئی گورا اور کسی کا رنگ گندمی ہوتا ہے اسی طرح کچھ انسان اپنی طبیعت و مزاج کے اعتبار سے نرم خو، خوش اخلاق اور میٹھی زبان کے ہوتے ہیں کچھ لوگوں کی طبیعت سخت و تیز اور غیر معتدل ہوتی ہے، بعض انسان فطرتاً پاک و صاف ہوتے ہیں اور بعض گندگی و نجاست سے ملوث رہتے ہیں اور یہ فرق و اختلاف اسی بنیادی مادہ کی وجہ سے ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی تھی۔

4694- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ مَنْصُورَ بْنَ الْمُعْتَمِرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَبِيبٍ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِالْمِخْصَرَةِ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللهُ مَكَانَهَا مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللهِ أَفَلَا نَمْكُثُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ لَيَكُونَنَّ إِلَى السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشِّقْوَةِ لَيَكُونَنَّ إِلَى الشِّقْوَةِ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِلسَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشِّقْوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِلشِّقْوَةِ ثُمَّ قَالَ نَبِيُّ اللهِ (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى)

✧✧ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ ایک جنازے میں شریک تھے۔ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ یہ "بقیع غرقد" کی بات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔آپ تشریف فرما ہوئے۔آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔آپ اس کے ذریعے زمین کریدتے رہے پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: تم میں سے جو بھی شخص پیدا ہوا اس کا جہنم میں مخصوص ٹھکانہ یا جنت میں مخصوص ٹھکانہ طے کر دیا گیا۔اس کا خوش بخت ہونا یا بد بخت ہونا طے کر دیا گیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حاضرین میں سے ایک فرد نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! تو کیا ہم اس طے کئے ہوئے پر ٹھہر نہ جائیں اور اس عمل کو ترک نہ کر دیں؟ کیونکہ جو شخص سعادت مند ہے وہ سعادت کی طرف ضرور جائے گا اور جو بد بخت ہے وہ بد بخت ضرور ہوگا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمل کرو کیونکہ ہر ایک کے لئے (اس کے انجام کے اعتبار سے) آسانی کر دی جاتی ہے۔جہاں تک سعادت مندوں کا تعلق ہے ان کے لئے سعادت کو آسان کر دیا جاتا ہے اور جہاں تک بد بختوں کا تعلق ہے ان کے لئے بد بختی کو آسان کر دیا جاتا ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

"اور جو شخص عطا کرے اور پرہیز گاری اختیار کرے اور اچھائی کی تصدیق کرے تو ہم اس کے لئے آسانی فراہم کریں گے اور جو شخص کنجوسی کا مظاہرہ کرے اور لاتعلقی اختیار کرے اور اچھائی کی تکذیب کرے تو ہم اس کے لئے "تنگی" کو آسان کر دیں گے۔"

4695- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ

4694-إسناده صحيح، المعتمر: هو ابن سليمان. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (11614) عن محمد بن عبد الأعلى، عن المعتمر بن سليمان، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (1362)، ومسلم (2647) (6) من طريق جرير، و (2647) (6) من طريق أبي الأحوص، و (2647) (7) من طريق شعبة، والترمذي (3638) من طريق زائدة بن قدامة، أربعهم عن منصور، به. وأخرجه مسلم (2647) (7)، وابن ماجه (78)، والترمذي (2270)، والنسائي في "الكبرى" (11615) من طريق الأعمش، عن سعد، به. ورواياتهم أخصر مما هنا. وهو في "مسند أحمد" (621)، و"صحيح ابن حبان"، (334) و (335).

كَانَ اَوَّلَ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ اَوْ مُعْتَمِرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْ لَقِينَا اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ فَوُفِّقَ اللّٰهُ لَنَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ دَاخِلًا فِي الْمَسْجِدِ فَاكْتَنَفْتُهُ اَنَا وَصَاحِبِيْ فَظَنَنْتُ اَنَّ صَاحِبِيْ سَيَكِلُ الْكَلَامَ اِلَيَّ فَقُلْتُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَئُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ يَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا قَدَرَ وَالْاَمْرَ اُنُفٌ فَقَالَ اِذَا لَقِيتَ اُولٰئِكَ فَاَخْبِرْهُمْ اَنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ بُرَآءُ مِنِّيْ وَالَّذِيْ يَحْلِفُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ اَنَّ لِاَحَدِهِمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فَاَنْفَقَهُ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا نَعْرِفُهُ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْاَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ هَلْ تَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ

✧✧ یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں' تقدیر کے بارے میں سب سے پہلے ''معبد جہنی'' نے بصرہ میں گفتگو شروع کی۔ میں اور حمید بن عبدالرحمن حمیری حج کرنے کے لئے یا شاید عمرہ کرنے کے لئے گئے تو ہم نے سوچا اگر ہماری ملاقات نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی سے ہوئی تو ہم ان سے اس شخص کے نظریات کے بارے میں دریافت کریں گے: وہ لوگ تقدیر کے بارے میں کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا موقع فراہم کیا۔

یہ مسجد کے اندر کی بات ہے۔ میں اور میرا ساتھی ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میں نے یہ گمان کیا کہ میرا ساتھی مجھے گفتگو میں پہل کرنے کا موقع دے گا۔ میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! ہماری طرف کچھ لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علم میں مہارت حاصل کرتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں' تقدیر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ سارے معاملات خود بخود چل رہے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں سے ملو تو انہیں بتا دینا کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق

نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے نام سے عبداللہ حلف اٹھاتا ہے۔ ان میں سے اگر کسی شخص کے پاس ''احد'' پہاڑ جتنا سونا ہو اور وہ اسے خرچ کردے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اسے قبول نہیں کرے گا جب تک وہ شخص تقدیر پر ایمان نہ لے آئے پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ایک دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ہمارے پاس آیا اس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے' اس پر سفر کا کوئی نشان نظر نہیں آرہا تھا اور ہم اسے پہچانتے بھی نہیں تھے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیٹھا اس نے اپنے دونوں گھٹنے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے ساتھ ملائے۔ اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانوں پر رکھے اور بولا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) تم اس بات کی گواہی دو اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر گنجائش ہو تو بیت اللہ کا حج کرو، اس نے کہا: آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں اس پر حیرت ہوئی۔ وہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی آپ کی تصدیق کر رہا ہے' پھر اس نے کہا: آپ مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھو، اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں، آخرت کے دن پر ایمان رکھو اور تقدیر پر ایمان رکھو۔ وہ اچھی ہو یا بری ہو' وہ بولا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر وہ بولا: آپ مجھے احسان کے بارے میں بتایئے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی یوں عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ بولا: آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ وہ بولا: آپ مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتایئے؟ آپ نے فرمایا: کنیز اپنے آقا کو جنم دے گی اور تم برہنہ پاؤں اور برہنہ جسم' بکریوں کے غریب چرواہوں کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں بلند عمارات تعمیر کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر وہ شخص چلا گیا۔ کچھ دیر بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تم جانتے ہو یہ سوال کرنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے اور تمہارے پاس اس لئے آئے تھے کہ تمہیں تمہارے دین کی تعلیم دیں۔

4696- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا لَقِينَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فَذَكَرْنَا لَهُ الْقَدَرَ وَمَا يَقُولُونَ فِيهِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ زَادَ قَالَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِّنْ مُزَيْنَةَ أَوْ جُهَيْنَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فِيمَا نَعْمَلُ أَفِي شَيْءٍ قَدْ خَلَا أَوْ مَضَى أَوْ فِي شَيْءٍ يُسْتَأْنَفُ الْآنَ قَالَ فِي شَيْءٍ قَدْ خَلَا وَمَضَى فَقَالَ الرَّجُلُ أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ فَفِيمَ الْعَمَلُ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّ أَهْلَ النَّارِ يُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ

✧✧ یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں۔ ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی ہم نے ان کے سامنے تقدیر کا اور لوگوں کے اس بارے میں نظریات کا ذکر کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ایک شخص جو"مزینہ" یا "جہینہ" قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اس نے آپ سے دریافت کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! ہم عمل کیوں کریں؟ ایک ایسی چیز کے بارے میں جو پہلے سے طے ہو چکی ہے؟ یا یہ سوچ کر کریں کہ معاملہ اب رونما ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں! یہ سوچ کر کرو کہ جو پہلے سے طے ہو چکا ہے' تو اس شخص نے یا حاضرین میں سے کسی شخص نے کہا: پھر عمل کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کے لئے اہل جنت کے سے عمل آسان کر دیئے جاتے ہیں اور اہل جہنم کے لئے اہل جہنم کے سے عمل آسان کر دیئے جاتے ہیں۔

4697- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ ابْنِ يَعْمَرَ بِهَذَا الْحَدِيثِ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ قَالَ فَمَا الْإِسْلَامُ قَالَ إِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَحَجُّ الْبَيْتِ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ وَالِاغْتِسَالُ مِنَ الْجَنَابَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ عَلْقَمَةُ مُرْجِيٌّ

۱

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس میں کچھ اضافہ ہے۔

اس شخص نے دریافت کیا: اسلام سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا' رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا اور غسل جنابت کرنا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اس روایت کا ایک راوی) علقمہ مرجی ہے۔

4698- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ بَيْنَ ظَهْرَيْ أَصْحَابِهِ فَيَجِيءُ الْغَرِيبُ فَلَا يَدْرِي أَيُّهُمْ هُوَ حَتَّى يَسْأَلَ فَطَلَبْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَجْعَلَ لَهُ مَجْلِسًا يَعْرِفُهُ الْغَرِيبُ إِذَا أَتَاهُ قَالَ فَبَنَيْنَا لَهُ دُكَّانًا مِنْ طِينٍ فَجَلَسَ عَلَيْهِ وَكُنَّا نَجْلِسُ بِجَنْبَتَيْهِ وَذَكَرَ نَحْوَ هَذَا الْخَبَرِ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ فَذَكَرَ هَيْئَتَهُ حَتَّى سَلَّمَ مِنْ طَرَفِ السِّمَاطِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ کوئی اجنبی شخص آتا تو پہچان نہیں پاتا تھا کہ ان میں سے نبی اکرم ﷺ کون ہیں؟ تو وہ سوال کیا کرتا تھا ہم نے

4698-إسناده صحيح، جرير: هو ابن عبد الحميد، أبو فروة الهمداني: هو عروة ابن الحارث. وأخرجه البخاري في "خلق أفعال العباد" (189)، والنسائي في "المجتبى" 103 - 101 /8، وفي "الكبرى" (5843) من طرق عن جرير بن عبد الحميد، بهذا الإسناد. ورواية البخاري مقتصرة على قصة السؤال عن الإيمان" ورواية النسائي في "الكبرى" مقتصرة على قصة الدكان. وأخرجه البخاري (50)، ومسلم (9) (5) و(6)، وابن ماجه (64) و(4044) من طريق أبي حيان، ومسلم (10) (7) من طريق عمارة بن القعقاع، كلاهما عن أبي زرعة، عن أبي هريرة وحده. وروايتهم جميعاً دون قصة الدكان، ورواية ابن ماجه الثانية اقتصرت على السؤال عن أشراط الساعة. وهو في "مسند أحمد" (9501)، و"صحيح ابن حبان" (159)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ایسی چیز بنانے کا ارادہ کیا جس کے اوپر آپ بیٹھیں اور اجنبی شخص آپ کو پہچان سکے جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں' ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا۔ آپ اس پر تشریف فرما ہو جاتے تھے ہم آپ کے اردگرد بیٹھ جایا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے پھر ایک شخص آیا پھر انہوں نے اس کی شکل وصورت کا تذکرہ کیا ہے۔ اس نے حاضرین کے ایک طرف سے سلام کیا اور بولا: السلام علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔

4699- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ خَالِدٍ الْحِمْصِيِّ عَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ أَتَيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهُ وَقَعَ فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ فَحَدِّثْنِي بِشَيْءٍ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُذْهِبَهُ مِنْ قَلْبِي قَالَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمَاوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَأَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ وَلَوْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ

✧✧ ابن دیلمی بیان کرتے ہیں' میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے کہا: تقدیر کے بارے میں میرے ذہن میں ایک خیال ہے۔ آپ مجھے اس کے بارے میں بتائیے! ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نتیجے میں میرے اندیشے کو ختم کر دے تو انہوں نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور تمام زمین والوں کو عذاب دینا چاہے اور وہ انہیں عذاب دے تو وہ ان پر کوئی ظلم نہیں کرے گا اگر وہ ان سب پر رحم کرے تو یہ رحمت ان لوگوں کے لئے ان کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم ''اُحد'' پہاڑ جتنا سونا اللہ کی راہ میں خیرات کرو تو اللہ تعالیٰ اسے تمہاری طرف سے اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور اس بات کا یقین نہ رکھو کہ جو تمہیں ملنا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں نہ ملے اور جو تمہیں نہیں ملنا یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تمہیں مل جائے۔ اگر تم اس کے علاوہ کسی اور نظریے پر مرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔

راوی بیان کرتے ہیں' پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی یہی بات بیان کی۔

پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی یہی بات بیان کی۔

پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہی بات بیان کی۔

4700- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عَبْلَةَ عَنْ أَبِي حَفْصَةَ قَالَ قَالَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ لِابْنِهِ يَا بُنَيَّ إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِيقَةِ الْإِيمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اكْتُبْ قَالَ رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ قَالَ اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُوْمَ السَّاعَةُ يَا بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هٰذَا فَلَيْسَ مِنِّي

✧✧ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے تم ایمان کی حقیقت کا ذائقہ اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک تم اس بات کا یقین نہ کرو کہ جو تم کو ملنا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ تمہیں نہ ملے اور جو تمہیں نہیں ملنا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ تمہیں مل جائے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر اسے حکم دیا کہ تم لکھو! اس نے عرض کی: اے میرے پروردگار! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ہر چیز کی تقدیر لکھو۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے (یعنی قیامت قائم ہونے تک کی تقدیر لکھو)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اے میرے بیٹے! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ ارشاد سنا ہے' جو شخص اس کے علاوہ کسی دوسرے نظریے پر مرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

4701 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ الْمَعْنَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوْسَى فَقَالَ مُوْسَى يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُوْنَا خَيَّبْتَنَا وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ آدَمُ أَنْتَ مُوْسَى اصْطَفَاكَ اللهُ بِكَلَامِهِ وَخَطَّ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهِ تَلُوْمُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَحَجَّ آدَمُ مُوْسَى قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ایک دفعہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان بحث ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا اے آدم! آپ ہمارے جد امجد ہیں۔ آپ نے ہمیں محروم کیا اور جنت سے نکلوا دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: آپ وہی موسیٰ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے لئے منتخب کیا اور آپ کے لئے اپنے دست قدرت سے ''تورات'' تحریر کی۔ آپ ایک ایسے معاملے میں مجھے ملامت کر رہے ہیں جو اس نے میرے مقدر میں' مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھوا یا تھا۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) یوں حضرت آدم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

4702 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ

4701-إسناده صحيح. وأخرجه البخاري (6614)، ومسلم (2652) (13)، وابن ماجه (80)، والنسائي في "الكبرى" (11123) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3409) و (4736) و (4738) و (7515)، ومسلم (2652) (14) (15)، والترمذي (2268)، والنسائي في "الكبرى" (10918) و (10919) و (10994) و (11065) و (11122) و (11266) و (11379) من طرق عن أبي هريرة. وبعضهم يزيد فيه على بعض. وهو في "مسند أحمد" (7387)، و"صحيح ابن حبان" (6179) و (6180).

عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰى قَالَ يَا رَبِّ اَرِنَا اٰدَمَ الَّذِيْ اَخْرَجَنَا وَنَفْسَهُ مِنَ الْجَنَّةِ فَاَرَاهُ اللّٰهُ اٰدَمَ فَقَالَ اَنْتَ اَبُوْنَا اٰدَمُ فَقَالَ لَهُ اٰدَمُ نَعَمْ قَالَ اَنْتَ الَّذِيْ نَفَخَ اللّٰهُ فِيْكَ مِنْ رُوْحِهِ وَعَلَّمَكَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا وَاَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ اَخْرَجْتَنَا وَنَفْسَكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهُ اٰدَمُ وَمَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا مُوْسٰى قَالَ اَنْتَ نَبِيُّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الَّذِيْ كَلَّمَكَ اللّٰهُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ لَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ رَسُوْلًا مِنْ خَلْقِهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَمَا وَجَدْتَ اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فِيْمَ تَلُوْمُنِيْ فِيْ شَيْءٍ سَبَقَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِ الْقَضَاءُ قَبْلِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى

✧✧ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار تو حضرت آدم علیہ السلام سے میری ملاقات کروادے جنہوں نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے ان کی ملاقات کروائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: آپ ہمارے جدامجد ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: آپ وہی ہیں جن کے اندر اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی تھی اور آپ کو تمام اسماء کا علم عطا کیا تھا اور اس کے حکم کے تحت فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا تھا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: پھر آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے کیوں نکلوایا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں موسیٰ (علیہ السلام) ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: آپ وہ نبی ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے؟ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حجاب کے پیچھے سے کلام کیا تھا اور آپ کے اور اپنے درمیان اپنی مخلوق میں سے کوئی پیغام رساں (فرشتہ) نہیں رکھا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: کیا آپ نے یہ بات نہیں پائی ہے کہ اللہ کی کتاب میں یہ بات میری تخلیق سے پہلے طے کر دی گئی تھی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: آپ ایک ایسے معاملے میں مجھے کیسے ملامت کر سکتے ہیں؟ جس کے بارے میں مجھ سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ فرمایا: یوں حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

شرح

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جو دلیل پیش کی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ نے چونکہ میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے یہ لکھ دیا تھا کہ میں شیطان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے بہک جاؤں گا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کر کے شجر ممنوع کا استعمال کرلوں گا۔ لہٰذا اس میں میرے کسب واختیار کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ یہ گمراہی میرے مقدر میں لکھی گئی تھی اس لئے اس کا مجھ سے صادر ہونا لازم وضروری تھا لہٰذا میں مورد الزام نہیں ٹھہر سکتا۔ علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس گمراہی کو میری پیدائش سے بھی پہلے میرے لئے لوح محفوظ میں مقدر فرما دیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ضرور

بروقت وقوع پذیر ہوگی، لہٰذا جب وقت مقدر آ پہنچا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ امر مقدر اور اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف وہ عمل ممنوع سرزدنہ ہوتا چنانچہ تم مجھ پر یہ الزام تو ڈال رہے ہو اور تمہیں سبب ظاہری یعنی میرا کسب واختیار تو یاد رہا لیکن اصل چیز یعنی مقدر سے تم صرف نظر کر گئے۔

حضرت آدم وموسیٰ علیہما السلام کا مناظرہ اس عالم دنیا میں نہیں ہوا جہاں اسباب سے قطع نظر درست نہیں ہے بلکہ یہ مناظرہ عالم بالا میں ان دونوں کی روحوں کے درمیان ہوا تھا۔ اسی لئے یہاں یہ بات بطور خاص ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگر کوئی عاصی وگناہ گار اس قسم کی دلیل کا سہارا لینے لگے تو وہ اس کے لئے کارآمد نہیں ہوگی، کیونکہ حضرت آدم کا معاملہ اس جہاں میں تھا جہاں وہ اسباب کے مکلف نہیں تھے اور پھر ان کی یہ خطاء بارگارہ الوہیت سے معاف بھی کر دی گئی تھی، لہٰذا یہاں تو کسب واختیار اور ابواب کی بنا پر مواخذہ ہوگا کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ پر جو تختیاں اتری تھیں وہ زمرد کی تھیں اور ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھیں، ان تختیوں میں ان کی قوم کے لئے اللہ کی جانب سے احکام ومسائل لکھے ہوئے تھے، ان تختیوں میں جو مضامین مذکور تھے وہ قدیم ہیں لہٰذا چالیس سال کی تحدید ان مضامین کے بارہ میں نہیں ہوگی بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ مضامین جو ان تختیوں پر لکھے گئے تھے، ان کے لکھنے کی مدت آدم کی پیدائش سے چالیس سال قبل ہے۔

4703 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أُنَيْسَةَ أَنَّ عَبْدَ الْحَمِيدِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ أَخْبَرَهُ عَنْ مُّسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ (وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ) قَالَ قَرَأَ الْقَعْنَبِيُّ الْآيَةَ فَقَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ اٰدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِيْنِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰٓؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُوْنَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰٓؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَفِيمَ الْعَمَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلَهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَإِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلَهُ بِهِ النَّارَ

◇◇ مسلم بن یسار بیان کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا

''اور جب تمہارے پروردگار نے اولاد آدم کو ان کی پشت سے نکالا''۔

راوی بیان کرتے ہیں' قعنبی نامی راوی نے اس پوری آیت کو پڑھا ہے۔

4703- صحیح لغیرہ، وھذا إسناد ضعیف، مسلم بن یسار الجھنی لم یسمع من عمر، ثم إنه لم یوثقه غیر ابن حبان والعجلی، ولم یرو عنه غیر عبد الحمید بن عبد الرحمن ابن زید بن الخطاب، فھو فی عداد المجھولین. مالک: ھو ابن أنس. وأخرجه الترمذی (3330) من طریق عن، والنسائی فی "الکبری" (11126) عن قتیبة بن سعید، کلاھما، عن مالک بن أنس، بھذا الإسناد. وھو فی "مسند أحمد" (311)، و "صحیح ابن حبان" (6166).

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ سے اس بارے میں
گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا تو اس میں دریافت کیا
سے ان کی اولاد کو نکال دیا' پھر فرمایا: میں نے ان لوگوں کو جنت کے لئے اور اہل جنت کے عمل کے لئے پیدا کیا ہے جو یہ کریں گے۔
پھر ان کی پشت پر ہاتھ پھیر کر ان کی کچھ اولاد کو نکالا اور فرمایا: میں نے انہیں جہنم کے لیے اور اہل جہنم کے سے عمل کرنے کے لیے
پیدا کیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! پھر عمل کیوں کیا جاتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ
تعالیٰ جب بندے کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے سے عمل لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اہل جنت کے سے عمل
کرتے ہوئے مرتا ہے تو اس وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جب کسی شخص کو جہنم کے لئے پیدا کرتا ہے۔ تو اس سے اہل
جہنم کے سے عمل لیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بندہ مرتا ہے تو اہل جہنم کے سے عمل کر رہا ہوتا ہے تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جہنم
میں داخل کر دیتا ہے۔

ہر روح نے اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق مانا

اولاد آدم سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ان کی پیٹھوں سے روز اول میں نکالیں۔ پھر ان سب سے اس بات کا اقرار لیا کہ
رب، خالق، مالک، معبود صرف وہی ہے۔ اسی فطرت پر پھر دنیا میں ان سب کو ان کے وقت پر اس نے پیدا کیا۔ یہی وہ فطرت ہے
جس کی تبدیلی ناممکن ہے، بخاری و مسلم میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس دین پر پیدا ہوتا ہے
پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے کہ بکری کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے لیکن پھر لوگ اس کے کان
کاٹ دیتے ہیں۔

حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد و مخلص پیدا کیا پھر شیطان نے آ کر انہیں ان کے سچے دین سے بہکا کر
میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیں۔ قبیلہ بن سعد کے ایک صحابی حضرت اسود بن سریع فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار غزدے کئے لوگوں نے لڑنے والے کفار کے قتل کے بعد ان کے بچوں کو بھی پکڑ لیا جب آپ کو اس کا علم ہوا
تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا لوگ ان بچوں کو کیوں پکڑ رہے ہیں؟ کسی نے کہا حضور وہ بھی تو مشرکوں کے ہی بچے ہیں؟ فرمایا سنو تم
میں سے بہتر لوگ مشرکین کی اولاد میں ہیں یاد رکھو ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر زبان چلنے پر اس کے ماں باپ یہودیت یا
نصرانیت کی تعلیم دینے لگتے ہیں۔ اس کے راوی حضرت حسن فرماتے ہیں اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ اللہ نے اولاد آدم سے
اپنی توحید کا اقرار لیا ہے۔ (ابن جریر)

اس اقرار کے بارے میں کئی ایک حدیثیں مروی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن دوزخی سے کہا جائے گا اگر تمام دنیا
تیری ہوتو کیا تو خوش ہے کہ اسے اپنے فدیئے میں دے کر میرے عذابوں سے آج بچ جائے؟ وہ کہے گا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا
میں نے تو اس سے بہت ہی ہلکے درجے کی چیز تجھ سے طلب کی تھی اور اس کا وعدہ بھی تجھ سے لے لیا تھا کہ میرے سوا تو کسی اور کی
عبادت نہ کرے لیکن تو عہد توڑے بغیر نہ رہا اور دوسرے کو میرا شریک عبادت ٹھہرایا۔ مسند میں ہے نعمان نامی میدان میں اللہ تعالیٰ

نے پشت آدم میں سے عرفے کے دن ان کی تمام اولاد ظاہر فرمائی سب کو اس کے سامنے پھیلا دیا اور فرمایا کہ میں تم سب کا رب نہیں
ہوں؟ سب نے کہا ہاں ہم گواہ ہیں پھر آپ نے مبطلون تک تلاوت فرمائی۔ یہ روایت موقوف ابن عباس سے بھی مروی ہے واللہ
اعلم۔ اس وقت لوگ چیونٹیوں کی طرح تھے اور تر زمین پر تھے۔ حضرت ضحاک بن مزاحم کے چھ دن کی عمر کے صاحبزادے کا انتقال
ہو گیا تو آپ نے فرمایا جابر اسے دفن کر کے اس کا منہ کفن سے کھول دینا اور گرہ بھی کھول دینا کیونکہ میرا یہ بچہ بٹھا دیا جائے گا اور اس
سے سوال کیا جائے گا جابر نے حکم کی بجا آوری کی، پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے بچے سے کیا سوال ہوگا اور کون سوال کرے گا؟
اس میثاق کے بارے میں جو صلب آدم میں لیا گیا ہے سوال کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا وہ میثاق کیا ہے؟ فرمایا میں نے
حضرت ابن عباس سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو جتنے انسان قیامت تک پیدا ہونے والے
ہیں سب کی روحیں آ گئیں اللہ نے ان سے عہد و پیمان لیا کہ وہ اسی کی عبادت کریں گے اس کے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانیں گے خود
ان کے رزق کا کفیل بنا پھر انہیں صلب آدم میں لوٹا دیا۔ پس یہ سب قیامت سے پہلے ہی پہلے پیدا ہوں گے۔ جس نے اس وعدے کو
پورا کیا اور اپنی زندگی میں اس پر قائم رہا اسے وہ وعدہ نفع دے گا اور جس نے اپنی زندگی میں اس کی خلاف ورزی کی اسے پہلے کا
وعدہ کچھ فائدہ نہ دے گا۔ بچپن میں ہی جو مر گیا وہ میثاق اول پر اور فطرت پر مرا۔

ان آثار سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اوپر والی حدیث کا موقوف ہونا ہی اکثر اور زیادہ ثبوت والا ہے۔ ابن جریر کی
حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بنی آدم کی پیٹھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسلیں ایسی نکالیں جیسے کنگھی بالوں
میں سے نکلتی ہے ان سے اپنی ربوبیت کا سوال کیا انہوں نے اقرار کیا فرشتوں نے شہادت دی اس لئے کہ یہ لوگ قیامت کے دن
اس سے غفلت کا بہانہ نہ کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا تو
آپ نے میرے سنتے ہوئے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم کو پیدا کیا اپنے داہنے ہاتھ سے ان کی پیٹھ کو چھوا اس سے اولاد نکلی
فرمایا میں نے انہیں جہنم کیلئے پیدا کیا ہے یہ جہنمیوں کے اعمال کریں گے تو آپ سے سوال ہوا کہ پھر عمل کس گنتی میں ہیں؟ آپ نے
فرمایا جو جنتی ہے اس سے مرتے دم تک جنتیوں کے ہی اعمال سرزد ہوں گے اور جنت میں جائیں گے ہاں جو جہنم کیلئے پیدا کیا گیا ہے
اس سے وہی اعمال سرزد ہوں گے انہی پر مرے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔ (ابوداؤد)

اور حدیث میں ہے کہ اولاد آدم کو نکال کر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور رکھ کر حضرت آدم کے سامنے پیش کیا
حضرت نے پوچھا کہ یا اللہ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد ہے ان میں سے ایک کے ماتھے کی چمک کو حضرت آدم کے سامنے پیش
کیا حضرت نے پوچھا کہ یا اللہ یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیری اولاد میں سے بہت دور جا کر ہیں ان کا نام داؤد ہے پوچھا ان کی عمر کیا
ہے؟ فرمایا ساٹھ سال کہا یا اللہ چالیس سال میری عمر میں سے ان کی عمر میں زیادہ کر پس جب حضرت آدم کی روح کو قبض کرنے
کیلئے فرشتہ آیا تو آپ نے فرمایا میری عمر میں سے تو ابھی چالیس سال باقی ہیں، فرشتے نے کہا آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے یہ چالیس
سال اپنے بچے حضرت داؤد کو ہبہ کر دیئے ہیں۔ بات یہ ہے چونکہ آدم نے انکار کیا تو ان کی اولاد بھی انکار کی عادی ہے آدم خود بھول

گئے ان کی اولاد بھی بھولتی ہے آدم نے خطا کی ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے، یہ حدیث ترمذی میں ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح لکھتے ہیں اور روایت میں ہے کہ جب آدم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ کوئی ان میں جذامی ہے کوئی کوڑھی ہے کوئی اندھا ہے کوئی بیمار ہے تو پوچھا کہ یا اللہ اس میں کیا مصلحت ہے؟ فرمایا یہ کہ میرا شکر یہ کیا جائے۔ حضرت آدم (علیہ السلام) نے پوچھا کہ یا اللہ ان میں یہ زیادہ روشن اور نورانی چہروں والے کون ہیں؟ فرمایا یہ انبیاء ہیں۔ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں یہ ہمارا ذاتی عمل ہے یا کہ فیصل شدہ ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو ان کی پیٹھوں سے نکالا انہیں گواہ بنایا پھر اپنی دونوں مٹھیوں میں لے لیا اور فرمایا یہ جنتی ہیں اور یہ جہنمی۔ پس اہل جنت پر تو نیک کام آسان ہوتے ہیں اور دوزخیوں پر برے کام آسان ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور قضیہ ختم کیا تو جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملنے والا ہے انہیں اپنی داہنی مٹھی میں لیا اور بائیں والوں کو بائیں مٹھی میں لیا پھر فرمایا اے دائیں طرف والو انہوں نے کہا لبیک وسعدیک فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں پھر سب کو ملا دیا کسی نے پوچھا یہ کیوں کیا؟ فرمایا اس لئے کہ ان کے لئے اور اعمال ہیں جنہیں یہ کرنے والے ہیں یہ تو صرف اس لئے کہلوایا گیا ہے کہ انہیں یہ عذر نہ رہے کہ ہم اس سے غافل تھے۔ پھر سب کو صلب آدم میں لوٹا دیا۔ حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں اس میدان میں اس دن سب کو جمع کیا، صورتیں دیں، بولنے کی طاقت دی، پھر عہد و میثاق لیا اور اپنے رب ہونے پر خود انہیں گواہ بنایا اور ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور حضرت آدم کو گواہ بنایا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں علم نہ تھا جان لو کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں نہ میرے سوا کوئی اور مربی ہے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا میں اپنے رسولوں کو بھیجوں گا جو تمہیں یہ وعدہ یاد دلائیں گے میں اپنی کتابیں اتاروں گا تا کہ تمہیں یہ عہد و میثاق یاد دلاتی رہیں سب نے جواب میں کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ہی ہمارا رب ہے تو ہی ہمارا معبود ہے تیرے سوا ہمارا کوئی مربی نہیں۔

پس سب سے اطاعت کا وعدہ لیا اب جو حضرت آدم (علیہ السلام) نے نظر اٹھا کر دیکھا تو امیر غریب اور اس کے سوا مختلف قسم کے لوگوں پر نظر پڑی تو آپ کہنے لگے کیا اچھا ہوتا کہ سب برابر ایک ہی حالت کے ہوتے تو جواب ملا کہ یہ اس لئے ہے کہ ہر شخص میری شکر گزاری کرے۔ آپ نے دیکھا کہ ان میں اللہ کے پیغمبر بھی ہیں ان سے پھر علیحدہ ایک اور میثاق لیا گیا جس کا بیان آیت وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (الاحزاب:7)، میں ہے۔ اسی عام میثاق کا بیان آیت (فطرۃ اللہ) میں ہے اسی لئے فرمان ہے آیت (ھذا نذیر من النذر الاولی) اسی کا بیان اس آیت میں ہے (وما وجدنا لاکثرھم من عھد) (مسند احمد)

حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت قتادہ، حضرت سدی اور بہت سے سلف سے ان احادیث کے مطابق اقوال مروی ہیں جن سب کے وارد کرنے سے بہت طول ہو جائے گا ماحصل سب کا یہی ہے جو ہم نے بیان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو آپ کی پیٹھ سے نکالا جنتی دوزخی الگ الگ کئے اور وہیں ان کو اپنے رب ہونے پر گواہ کر لیا یہ جن دو احادیث میں ہے وہ دونوں مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہیں اسی لئے سلف و خلف میں اس بات کے قائل گذرے ہیں کہ اس سے مراد

فطرت پر پیدا کرنے ہے جیسے کہ مرفوع اور صحیح احادیث میں وارد ہے۔یہی وجہ ہے کہ آیت (من بنی آدم) فرمایا اور آیت (من ظہورھم) کہا ورنہ من آدم اور من ظہرہ ہوتا۔ان کی نسلیں اس روز نکالی گئیں جو کہ یکے بعد دیگرے مختلف قرنوں میں ہونے والی تھیں۔ جیسے فرمان ہے آیت (وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰئِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (الانعام:165) اللہ ہی نے تمہیں زمین میں دوسروں کا جانشین کیا ہے اور جگہ ہے وہی تمہیں زمین کے خلیفہ بنا رہا ہے اور آیت میں ہے جیسے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد میں کیا۔الغرض حال وقال سے سب نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کیا۔شہادت قولی ہوتی ہے جیسے آیت (شهدنا علی انفسانا) میں اور شہادت کبھی حال سے ہوتی ہے جیسے آیت (مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَن يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنفُسِهِم بِالْكُفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ (التوبہ:17) میں یعنی ان کا حال ان کے کفر کی کھلی اور کافی شہادت ہے اس طرح کی آیت (وانه علی ذالك لشهيد) ہے۔اسی طرح سوال بھی کبھی زبان سے ہوتا ہے کبھی حال سے۔ جیسے فرمان ہے: (وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ (ابراہیم:34) اس نیت میں تمہارے کا منہ مانگا دیا۔کہتی ہیں کہ اس بات پر یہ دلیل بھی ہے کہ ان کے شرک کرنے پر یہ حجت ان کے خلاف پیش کی۔پس اگر یہ واقع میں ہوا ہوتا جیسا کہ ایک قول ہے تو چاہئے تھا کہ ہر ایک کو یاد ہوتا تاکہ اس پر حجت رہے۔

اگر اس کا جواب یہ ہو کہ فرمان رسول سے خبر پالینا کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو رسولوں کو ہی نہیں مانتے وہ رسولوں کی دی ہوئی خبروں کو کب صحیح جانتے ہیں؟

حالانکہ قرآن کریم نے رسولوں کی تکذیب کے علاوہ خود اس شہادت کو مستقل دلیل ٹھہرایا ہے پس اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد فطرت ربانی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور وہ فطرت توحید باری تعالیٰ ہے۔اسی لئے فرماتا ہے کہ یہ اس لئے کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم توحید سے غافل تھے اور یہ بھی نہ کہہ سکو کہ شرک تو ہمارے اگلے باپ دادوں نے کیا تھا ان کے اس ایجاد کردہ گناہ پر ہمیں سزا کیوں؟ پھر تفصیل وار آیات کے بیان فرمانے کا راز ظاہر کیا کہ اس کو سن کر برائیوں سے باز آجانا ممکن ہوجاتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

امام ابوعبداللہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس میں چھ مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱ :

قولہ تعالیٰ: آیت: واذاخذ ربك یعنی تم انہیں یاد دلاؤ اس کے باوجود کہ معاہدوں کا ذکر ان کی کتابوں میں پہلے گزر چکا ہے وہ میثاق جو میں نے بندوں سے اس دن لیا جس دن حضرت آدم (علیہ السلام) کی پشت سے اولاد کو نکالا۔یہ ایک مشکل آیت ہے اور علماء نے اس کی تاویل اور اس کے احکام کے بارے کافی گفتگو کی ہے، جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے ہم حسب توفیق اسے ذکر کریں گے۔پس ایک گروہ نے کہا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بنی آدم کی پشتوں سے بعض کو نکالا۔انہوں نے کہا: آیت: اشهدهم علی انفسهم الست بربکم کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے ساتھ انہیں اپنی توحید پر دلیل

بنایا، کیونکہ ہر بالغ بالضرور یہ جانتا ہے کہ اس کا رب واحد و یکتا ہے۔ آیت: الست بربکم یعنی فرمایا: (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں!) پس یہ ان پر گواہ بنانے کے لیے قائم مقام اور ان کی طرف سے اقرار ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کے بارے میں فرمایا: آیت: قالتا اتینا طائعین (فصلت) (دونوں نے عرض کی ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں) قفال اور اطبب نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جسموں کو پیدا کرنے سے پہلے ارواح کو نکالا۔ اور ان میں معرفت رکھ دی جس کے سبب انہوں نے اس خطاب کو جان لیا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: حدیث طیبہ میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں قولوں کے سوا اور مروی ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کی پشت سے جسموں کو نکالا جن میں روحیں تھیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے پوچھا گیا آیت: واذا اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا ان تقولوا يوم القيمة انا كنا عن هذا غفلين تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے پوچھا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو تخلیق فرمایا (ا) پھر اپنے دست قدرت کے ساتھ ان کی پشت کو مس کیا اور اس سے اولاد نکالی اور فرمایا میں نے انہیں جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل جنت کے اعمال کریں گے پھر آپ کی پشت کو مس کیا اور اس سے اولاد نکالی اور فرمایا میں نے انہیں جہنم کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ اہل نار کے اعمال کریں گے۔ تو ایک آدمی نے عرض کی: تو پھر عمل کس لیے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا فرماتا ہے تو وہ اس سے اہل جنت کے اعمال کی طرح عمل کراتا ہے یہاں تک کہ وہ اہل جنت کے اعمال کی مثل عمل کرتے ہوئے فوت ہو جاتا ہے پس وہ اسے جنت میں داخل فرما دے گا اور جب کسی بندے کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جہنم کے اعمال کی مثل عمل کراتا ہے یہاں تک کہ وہ اہل جہنم کے اعمال میں سے کوئی عمل کرتے ہوئے مر جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرما دے گا۔

ابو عمر نے کہا ہے: یہ حدیث منقطع الاسناد ہے، کیونکہ مسلم بن یسار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی۔ اور اس میں یحییٰ بن معین نے کہا ہے: مسلم بن یسار معروف نہیں، ان کے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان نعیم بن ربیعہ ہیں، اسے نسائی نے ذکر کیا ہے، اور نعیم علمی اعتبار سے غیر معروف ہے، لیکن اس حدیث کا معنی کئی وجوہ سے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہے جو ثابت بھی ہیں اور زیادہ بھی ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر سے مروی ہیں۔ (جامع ترمذی کتاب القدر عن رسول اللہ، رقم الحدیث، ۲۰۶۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے انہوں نے بیان کیا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو تخلیق فرمایا تو ان کی پشت کو مس کیا تو ان کی پشت سے ہر وہ روح گری جسے قیامت تک ان کی اولاد میں سے پیدا ہونا تھا اور ان میں سے ہر آدمی کی دونوں آنکھوں کے درمیان

نور کی چمک رکھ دی اور پھر انہیں آدم (علیہ السلام) پر پیش فرمایا تو انہوں نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون ہیں؟ رب کریم نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے، پس آپ نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا تو اس کی آنکھوں کے درمیان پائی جانے والی چمک نے انہیں متعجب کر دیا۔ تو انہوں نے پوچھا: اے میرے رب! یہ کون ہے؟ تو رب کریم نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد میں سے آخری امتوں میں سے ایک فرد ہے، اسے داود کہا جائے گا، تو آپ نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تو نے اس کی عمر کتنی بنائی ہے؟ رب کریم نے فرمایا: ساٹھ برس۔ تو انہوں نے عرض کی اے میرے پروردگا! اس کی عمر میں میری عمر میں سے چالیس سال کا اضافہ کر دے پس جب حضرت آدم (علیہ السلام) کی عمر گزر چکی تو حضرت ملک الموت (علیہ السلام) ان کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا ابھی میری عمر میں چالیس برس باقی نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا آپ نے وہ اپنے بیٹے حضرت داود (علیہ السلام) کو نہیں دے دیئے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) نے انکار کر دیا۔ پس آپ کی اولاد نے بھی انکار کر دیا۔ حضرت آدم (علیہ السلام) بھولے تو آپ کی اولاد بھی بھولنے لگی۔ (جامع ترمذی کتاب القدر عن رسول اللہ، سورۃ التوبۃ، رقم الحدیث، ۳۰۰۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔

اور ترمذی کے علاوہ میں ہے، پس اس وقت اللہ تعالیٰ نے کتاب اور گواہوں کو حکم فرمایا۔ ایک روایت میں ہی پس آپ نے ان میں ضعیف، غنی، فقیر (ذلیل) بیماری اور تکلیف میں مبتلا اور صحت مند کو دیکھا، تو آدم (علیہ السلام) نے پوچھا: اے میرے پروردگار! یہ کیا ہے؟ تو نے ان کے درمیان مساوات قائم نہیں فرمائی؟ تو رب کریم نے فرمایا: میں نے چاہا کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: انہیں آپ کی پشت سے نکالا گیا جیسے کنگھی سر سے نکالی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی چیونٹی کی طرح عقل عطا فرمادی اور ان سے وعدہ لیا اس بارے میں کہ وہ ان کا رب ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس انہوں نے اس کا اقرار کیا اور اسے لازم پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ وہ عنقریب ان کی طرف انبیاء و رسل علیہم الصلوات والتسلیم مبعوث فرمائے گا، پس ان میں سے بعض بعض پر گواہ ہو گئے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان پر سات آسمانوں کو شاہد بنایا، پس اب قیامت تک جو بھی پیدا ہوگا اس سے وہ عہد لے لیا گیا ہے۔ اس جگہ اور مقام کے بارے اختلاف ہے جس میں اس وقت یہ میثاق لیا گیا اس بارے میں چار اقوال ہیں:

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ جگہ بطن نعمان ہے، یہ عرفات کے پہلو میں ایک وادی ہے۔ یحییٰ بن سلام نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے تحت فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو ہند میں اتارا، پھر آپ کی پشت کو مس کیا اور اس سے ہر روح کو نکالا جسے یوم قیامت تک پیدا کرنا تھا، پھر فرمایا: آیت: الست بربکم قالوا بلی شھدنا یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے کہا ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت آدم (علیہ السلام) کی صلب میں لوٹا دیا۔

اور کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ جگہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ اور سدی نے کہا ہے: وہ آسمان دنیا میں ہے جب اللہ

تعالیٰ نے آپ کو جنت سے اس کی طرف اتارا تو آپ کی پشت کو مس کیا تو آپ کی پشت کی دائیں جانب سے موتیوں کی شکل سفید اولاد کو نکالا اور انہیں فرمایا: تم میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور آپ کی پشت کی بائیں جانب سے سیاہ رنگ کی اولاد کو نکالا اور ان کے لیے فرمایا: تم جہنم میں داخل ہو جاؤ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ابن جریج نے کہا ہے: ہر نفس جو جنت کے لیے پیدا کیا گیا وہ سفید رنگ میں نکلا اور ہر نفس جو جہنم کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ سیاہ رنگ میں نکلا۔

مسئلہ نمبر ۲

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اگر یہ کہا جائے اس کا مخلوق کو عذاب دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۸۰۱) حالانکہ انہوں نے گناہ نہیں کیے، یا وہ انہیں اس پر سزا دے جس کا اس نے ان سے ارادہ کیا ہے اور ان پر وہ لکھ دیا اور اس کی طرف انہیں چلایا ہے؟ تو ہم کہیں گے: یہ کہاں سے ممتنع ہے، کیا عقلاً یا شرعاً؟ پس اگر کہا جائے: کیونکہ ہم میں سے رحیم و حکیم کا اس طرح کرنا جائز نہیں ہوتا، تو ہم کہیں گے: اس لیے کہ اس سے اوپر تو ایک امر (حکم دینے والا) ہوتا ہے جو اسے حکم دیتا ہے اور منع کرنے والا ہوتا ہے جو اسے منع کرتا ہے، روکتا ہے۔ اور ہمارا رب تعالیٰ وہ ہے کہ اس سے اس کے بارے نہیں پوچھا جا سکتا جو وہ کرتا ہے اور ان لوگوں سے پوچھا جا سکتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ مخلوق کو خالق پر قیاس کیا جائے اور بندوں کے افعال کو معبود کے افعال پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

فی الحقیقت تمام کے تمام افعال اللہ تعالیٰ عزوجل کے لیے ہیں اور مخلوق ساری کی ساری اسی کی ہے، وہ ان میں تصرف کرتا ہے جیسے چاہے اور ان کے درمیان اسی کے بارے فیصلہ کر سکتا ہے جس کا وہ ارادہ کرے۔ اور یہی وہ شے ہے جسے آدمی پاتا ہے کہ فطری نرمی، جنسی شفقت اور ثنا و مدح کی محبت اس پر ابھارتی اور برانگیختہ کرتی ہے، ہر اس شے کے لیے جس میں اسے نفع کی توقع ہوتی ہے۔ اور رب کریم کی ذات ان تمام سے پاک ہے، لہٰذا اس میں اس کا اعتبار کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۔

اس آیت کے بارے اختلاف ہے، کیا یہ خاص ہے یا عام؟ بعض نے کہا ہے: یہ آیت خاص ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت: من بنی ادم من ظهورهم پس اس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اولاد آدم میں سے جو ہے وہ آپ کی صلب سے نکلا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آیت: او تقولوا انما اشرك اباونا من قبل پس اس سے یہ نکلا کہ ہر وہ جو آپ کے آباء نہ تھے وہ مشرک تھے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت انکے بارے میں مخصوص ہے جن سے انبیاء علیہم السلام کی زبانوں پر عہد لیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: بلکہ یہ تمام لوگوں کے لیے عام ہے، کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ بچہ تھا پس اسے غذا دی گئی اور اس کی تربیت کی گئی اور بلاشبہ اس کا مدبر (تدبیر کرنے والا) اور خالق ہے۔ اور یہی معنی آیت: واشهدهم على انفسهم کا ہے۔ اور قالوا بلى کا معنی ہے بلاشبہ یہ ان پر واجب ہے۔ پس جب مخلوق نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اعتراف کر لیا کہ وہ رب ہے پھر وہ اس سے غافل ہو گئے تو اللہ

تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے سبب انہیں یاد دلایا اور اس تذکیر کو اپنے منتخب اور اصفیاء میں سے افضل ترین کے ساتھ ختم کیا تا کہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے حجت اور دلیل قائم ہو جائے پس اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: آیت: فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر (الغاشیہ) پس آپ انہیں سمجھاتے رہا کریں، آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے۔ آپ ان کو جبر سے منوانے والے تو نہیں ہیں) پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جبر کرنے کی قدرت بھی عطا فرمائی اور آپ کو سلطنت اور قوت عطا فرمائی اور آپ کے لیے آپ کے دین کو زمین میں غالب کر دیا۔ طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: بے شک یہ عہد ہر بشر کو لازم ہے اگرچہ وہ اسے اس دنیا میں نہ یاد کرتے ہوں، جیسا کہ اس کی طلاق لازم ہو جاتی ہے جس پر اس کی شہادت دے دی جائے حالانکہ وہ اسے بھول چکا ہو۔

مسئلہ نمبر ۴۔

اس آیت سے استدلال کیا ہے جنہوں نے کہا ہے: بے شک وہ جو صغرسنی میں ہی فوت ہو گیا تو وہ اپنے میثاق اول کے اقرار کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گا اور جو سن بلوغت کو پہنچ گیا تو میثاق اول اس کے لیے نفع مند نہیں۔ یہ کہنے والا یہ بھی کہتا ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہوں گے اور اس بارے میں صحیح ہے۔ البتہ اس مسئلہ میں آثار مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف ہے اور صحیح وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ اس بارے میں گفتگو سورۃ الروم میں آئے گی ان شاء اللہ اور ہم نے اس کا ذکر کتاب التذکرہ میں بھی کیا ہے۔ والحمد للہ

مسئلہ نمبر ۵۔

قولہ تعالیٰ: آیت: من ظھورھم یہ قول باری تعالیٰ آیت: من بنی ادم سے بدل اشتمال ہے۔ اور آیت کے الفاظ یہ تقاجا کرتے ہیں کہ یہ عہد اولاد آدم سے لیا گیا ہے ملفظ کے اعتبار سے آیت میں حضرت آدم (علیہ السلام) کا ذکر نہیں ہے اس پر الفاظ کی توجیہ ہے: آیت: واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم (اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا) ظہر آدم کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ یہ تو معلوم ہے کہ وہ سب کے سب آپ کی اولاد ہیں اور یہ کہ انہیں میثاق کے دن آپ کی پشت سے نکالا گیا۔ پس وہ اپنے ارشاد آیت: من بنی ادم کے سبب آپ کے ذکر سے مستغنی ہو گیا۔

ذریتھم کوفیوں اور ابن کثیر نے اسے واحد اور تا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ واحد اور جمع دونوں کے لیے آتا ہے (جیسے) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آیت: ھب لی من لدنك ذریۃ طیبۃ (آل عمران: ۳۸) یہ واحد کے لیے ہے، کیونکہ انہوں نے بچہ عطا کرنے کی التجا کی تو آپ کو یحییٰ (علیہ السلام) کی بشارت دی گئی اور قراء نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد آیت: من ذریۃ ادم (مریم: ۵۸) میں اس کے واحد ہونے پر اجماع کیا ہے اور ذریت آدم سے زیادہ اور کوئی شے نہیں۔ اور فرمایا: آیت: و کنا ذریۃ من بعدھم یہ جمع کے لیے ہے۔ اور باقیوں نے ذریاتھم صیغہ جمع کے ساتھ قراءت کی ہے، کیونکہ ذریت کا لفظ جب واحد کے لیے واقع ہوتا ہے تو یہ ایسے لفظ کے ساتھ آتا ہے جو واحد کے لیے واقع نہیں ہوتا تو یہ جمع ہوتا ہے، کیونکہ کلمہ اپنے معنی مقصود کے لیے خالص ہوتا ہے اور اس (معنی) میں کوئی شے شریک نہیں ہوتی اور وہ معنی جمع ہے، کیونکہ بنی آدم کی پشتوں سے کثیر تعداد میں مناسب

اولادوں کو ایک دوسرے کے پیچھے نکالا گیا، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس جمع اس معنی کے لیے ہے۔

مسئلہ نمبر ٦

قولہ تعالیٰ: بلی اس کے بارے میں گفتگو سورۃ البقرہ میں ارشاد گرامی: آیت: بلی من کسب سیئۃ (البقرہ:۸۱) کے تحت مکمل طور پر گزر چکی ہے، پس وہیں غور کرلو او تقولوا۔

او تقولوا ابوعمر نے دونوں مقام میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ انہوں نے ان دونوں کو اس سے قبل غیب منکرر کے لفظ پر لوٹایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: آیت: من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسھم اور قول باری تعالیٰ: قالوا بلی بھی لفظ غیب ہے۔

اور اسی طرح آیت: و کنا ذریۃ من بعدھم بھی ہے ولعلھم پس اسے اپنے ماقبل اور اپنے مابعد پر لفظ غیب کے ساتھ محمول کیا ہے۔ اور باقیوں نے دونوں میں تا پڑھی ہے۔ انہوں نے اسے سابقہ لفظ خطاب پر راجع کیا ہے جو اس قول باری تعالیٰ میں ہے: آیت: الست بربکم قالوا بلی اور شھدنا ملائکہ کے قول میں سے ہوگا۔ (یعنی) جب انہوں نے کہا ہے: بلی (تو) ملائکہ نے کہا: شھدنا ان تقولوا او تقولوا یعنی تاکہ تم نہ کہو۔ اور بعض نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ جب انہوں نے بلی کہا، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرلیا، اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا: تم گواہ ہوجاؤ (تو) انہوں نے کہا: ہم تمہارے اقرار پر گواہ ہیں تاکہ تم نہ کہو یا کہو۔ یہ حضرت مجاہد، ضحاک اور سدی رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔

اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ قول باری تعالیٰ شھدنا یہ بنی آدم کے قول میں سے ہے اور اس کا معنی ہے: ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب اور ہمارا معبود ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر گواہ بنایا، پس اس کے مطابق یہ ہوگا انہوں نے کہا: ہاں (کیوں نہیں) ہم بعض بعض پر گواہ ہیں۔

جب یہ ملائکہ کے قول میں سے ہو تو پھر وقف بلی پر کیا جائے گا اور اس پر وقف اچھا نہیں ہوگا جب یہ بنی آدم کے قول میں سے ہو کیونکہ ان، بلی سے ماقبل کے متعلق ہے۔ اور وہ یہ قول باری تعالیٰ ہے: آیت: واشھدھم علی انفسھم (اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نفسوں پر گواہ بنادیا) تاکہ وہ نہ کہیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولادوں کو اس طرح نکالا جیسے سر سے کنگھی نکال لی جاتی ہے (جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد ۲، صفحہ ۱۳۳) اور ان سے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: بے شک تو ہی ہمارا رب ہے (تو) ملائکہ نے کہا ہے: ہم تمہارے اس قول پر گواہ ہیں۔ یعنی ہم تم پر ربوبیت کا اقرار کرنے پر گواہ ہیں تاکہ تم یہ نہ کہو۔ پس یہ (مفہوم) تا پر دلالت کرتا ہے۔ مکی نے کہا ہے: معنی کے صحیح ہونے کی وجہ سے یہی پسندیدہ ہے اور اس لیے بھی کہ جمہور کا نظیرہ یہی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قول باری تعالیٰ آیت: شھدنا اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے قول میں سے ہے۔ اور معنی یہ ہے: پس ہم تمہارے اقرار پر گواہ ہیں۔ یہ ابو مالک نے کہا ہے۔ اور سدی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔ آیت: و کنا ذریۃ من بعدھم یعنی ہم نے ان کی اقتدار

کی۔ آیت: افتھلکنا بما فعل المبطلون یعنی معنی یہ ہے کہ تو یہ نہیں کرے گے (کہ تو ہمیں اس شرک کی وجہ سے ہلاک کرے جو باطل پرستوں نے کیا) اور توحید (کے معاملہ) میں تقلید کرنے والوں کے لیے کوئی عذر نہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ اعراف، بیروت)

4704- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ جُعْثُمٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَحَدِيثُ مَالِكٍ أَتَمُّ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' نعیم بن ربیعہ کہتے ہیں: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول حدیث زیادہ مکمل ہے۔

4705- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَقَبَةَ بْنِ مَصْقَلَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامُ الَّذِي قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَأَرْهَقَ أَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وہ لڑکا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اس کی تقدیر میں کافر ہونا لکھا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو سرکشی اور کفر کی طرف کھینچ لیتا۔

4706- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ إِسْرَائِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي قَوْلِهِ (وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ) وَكَانَ طُبِعَ يَوْمَ طُبِعَ كَافِرًا

✧✧ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے'

''اور جہاں تک لڑکے کا تعلق ہے اس کے ماں باپ مومن تھے''۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) اسے فطری طور پر کافر پیدا کیا گیا تھا۔

4707- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبْصَرَ الْخَضِرُ غُلَامًا

4707-إسناده صحيح، عمرو: هو ابن دينار. وأخرجه مطولاً البخاري (122) و(3401) و(4725) و(4726) و(4727)، ومسلم (2380) (170)، والترمذي (3416)، والنسائي في "الكبرى" (11245) من طرق عن سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وأخرجه مطولاً البخاري (4726) من طريق يعلى بن مسلم، عن سعيد بن جبير، به.

يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَتَنَاوَلَ رَأْسَهُ فَقَلَعَهُ فَقَالَ مُوسٰى (اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً) الْآيَةَ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے مجھے یہ بات بتائی ہے: حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا جو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ انہوں نے اس کا سر پکڑا اور اس کو جسم سے الگ کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام! نے کہا: ''کیا آپ نے ایک پاک جان کو قتل کر دیا ہے۔''

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب ان کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی پس اس (خضر) نے اس لڑکے کو قتل کر دیا (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے ایک بے قصور شخص کو بغیر کسی شخص کے بدلہ کے قتل کر دیا آپ نے یہ بہت معیوب کام کیا ہے۔ (الکھف:74)

حضرت خضر نے جس لڑکے کو قتل کیا تھا وہ بالغ تھا یا نابالغ اور اس کے قتل کی کیفیت

سعید نے کہا وہ لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، وہ کافر تھا۔ حضرت خضر نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا پھر اس کو چھری سے ذبح کر دیا، وہ لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:4725،صحیح مسلم رقم الحدیث:2380)

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں کشتی سے اترے جس وقت دونوں سمندر کے کنارے کنارے جا رہے تھے تو حضرت خضر نے دیکھا کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ حضرت خضر نے اس کے سر کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اکھاڑ کر اس کو قتل کر ڈالا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:3149)

بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ لڑکا بالغ تھا اور وہ دو بستیوں کے درمیان ڈاکے ڈالتا تھا اور اس کا باپ ان میں سے ایک بستی کا رئیس تھا اور اس کی ماں دوسری بستی کی رئیسہ تھی۔ حضرت خضر نے اس کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا۔ کلبی نے کہا اس لڑکے کا نام شمعون تھا، ضحاک نے کہا اس کا نام حیسون تھا، سہیلی نے کہا اس کے باپ کا نام ازیر تھا اور اس کی ماں کا نام سھوی تھا۔ وھب نے کہا اس کے باپ کا نام سلاس تھا اور اس کی ماں کا نام رحمی تھا۔

جمہور نے کہا وہ نابالغ تھا اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ بے قصور شخص تھا۔ قرآن مجید میں اس کے لئے غلام کا لفظ ہے اور غلام کا معنی ہے لڑکا۔ کیونکہ عرب مردوں میں غلام اسی کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو اور حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے دل پر کفر کی مہر لگ چکی ہے، اسی وجہ سے حدیث صحیح میں ہے اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر میں مبتلا کر دیتا اور اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کے حکم کے بغیر نابالغ لڑکے کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ ابن جبیر نے یہ کہا کہ وہ لڑکا سن تکلیف کو پہنچ چکا تھا کیونکہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرات میں ہے، رہا لڑکا تو وہ کافر تھا اور اس کے ماں باپ مومن تھے اور کفر اور ایمان مکلفین بالغین کی صفات میں سے ہے اور غیر مکلف پر کافر یا مومن کا اطلاق اس کے ماں باپ کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج10 ص296،مطبوعہ دارالفکر بیروت،1415ھ)

4708- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنَى وَاحِدٌ وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يُبْعَثُ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيُكْتَبُ رِزْقُهُ وَأَجَلُهُ وَعَمَلُهُ ثُمَّ يُكْتَبُ شَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ أَوْ قِيدُ ذِرَاعٍ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ أَوْ قِيدُ ذِرَاعٍ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا

✧✧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بات بتائی ہے' آپ سچے ہیں اور آپ کی تصدیق کی گئی ہے: تم میں سے کسی ایک شخص کے نطفے کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک رکھا جاتا ہے پھر وہ اتنے ہی عرصے تک جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے پھر وہ اتنے ہی عرصے تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جسے چار چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے۔ وہ اس کے رزق، اس کی زندگی اور اس کے عمل کو لکھتا ہے پھر وہ یہ تحریر کرتا ہے کہ یہ بدبخت ہے یا نیک بخت ہے پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) تم میں سے کوئی ایک شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر کا لکھا ہوا اس پر غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کرتا رہتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی شخص اہل جہنم کا سا عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر کا لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جنت کا سا عمل کرتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

4709- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ قَالَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعُلِمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ قَالَ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ

✧✧ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا یہ طے ہو چکا ہے کہ اہل جہنم اور اہل جنت کون ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جی ہاں! اس نے دریافت کیا: پھر عمل کرنے والے عمل کیوں کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک کے لئے وہ (کام) آسان ہو جاتا ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

4710- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ شَرِيكٍ الْهُذَلِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَيْمُونٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُجَالِسُوا أَهْلَ

الْقَدَرِ وَلَا تُفَاتِحُوهُمْ

❖❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' منکرین تقدیر کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ تعلق نہ رکھو۔

بَابٌ فِي ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ

باب: مشرکین کے بچوں کا حکم

4711- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ

❖❖ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنا تھا۔

4712- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ ح و حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمَذْحِجِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ذَرَارِيُّ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَذَرَارِيُّ الْمُشْرِكِينَ قَالَ مِنْ آبَائِهِمْ قُلْتُ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ

❖❖ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اہل ایمان کے بچوں (کا انجام کیا ہو گا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کسی عمل کے بغیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنا تھا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مشرکین کے بچوں کا کیا ہوگا؟ فرمایا: وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ ہوں گے۔ میں نے عرض کی: کسی عمل کے بغیر؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے انہوں نے کیا عمل کرنا تھا۔

4713- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ يُصَلِّي عَلَيْهِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ طُوبَى لِهَذَا لَمْ يَعْمَلْ شَرًّا وَلَمْ يَدْرِ بِهِ فَقَالَ أَوَ غَيْرُ ذَلِكَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَخَلَقَ لَهَا أَهْلًا وَخَلَقَهَا لَهُمْ وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَخَلَقَ النَّارَ وَخَلَقَ لَهَا أَهْلًا وَخَلَقَهَا لَهُمْ وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ

4711-إسناده صحيح، أبو عوانة: هو وضاح بن عبد الله اليشكري، وأبو بشر: هو جعفر بن إياس. وأخرجه البخاري (1383) و (6597)، والنسائي في "الكبرى" (2089) من طريق شعبة، والنسائي (2090) من طريق هشيم، كلاهما عن أبي بشر، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2660) عن يحيى بن يحيى، عن أبي عوانة، به.

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انصار کے ایک بچے کو لایا گیا تا کہ آپ اس کی نماز جنازہ ادا کریں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کتنا خوش نصیب ہے کہ اس نے کوئی برائی نہیں کی اور اسے کسی برائی تک پہنچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا اس سے مختلف معاملہ نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کر دیا ہے اور اس کے لئے اس کے اہل کو بھی پیدا کر دیا ہے۔ اس نے اس جنت کو ان کے لئے (اس وقت) پیدا کیا ہے جبکہ وہ اس وقت اپنی آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے اور اس نے جہنم کو بھی پیدا کیا ہے اور اس کے اہل کو بھی پیدا کیا ہے۔ اس نے جہنم کو ان لوگوں کے لئے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ اس وقت اپنی آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے۔

4714- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ كَمَا تَنَاتَجُ الْإِبِلُ مِنْ بَهِيمَةٍ جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّ مِنْ جَدْعَاءَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں جیسے ہر اونٹ کو اس کی ماں صحیح جنم دیتی ہے۔ کیا تم کو اس میں کوئی کان کٹا ہوا ملتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو بچپن میں فوت ہو جائے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو وہ عمل کرتا۔

4715- قَالَ أَبُو دَاوُدَ قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ وَأَنَا أَسْمَعُ أَخْبَرَكَ يُوسُفُ بْنُ عَمْرٍو أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا قِيلَ لَهُ إِنَّ أَهْلَ الْأَهْوَاءِ يَحْتَجُّونَ عَلَيْنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ مَالِكٌ احْتَجَّ عَلَيْهِمْ بِآخِرِهِ قَالُوا أَرَأَيْتَ مَنْ يَمُوتُ وَهُوَ صَغِيرٌ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت حارث بن مسکین کے سامنے پڑھی گئی میں اس وقت وہاں موجود تھا (اس کے بعد انہوں نے اس حدیث کی سند نقل کی ہے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا بدمذہب لوگ اس حدیث کے ذریعے ہمارے خلاف دلیل پیش کرتے ہیں' تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم ان کے خلاف اس حدیث کے آخری حصے کو بطور دلیل پیش کرو (یعنی) پھر لوگوں نے دریافت کیا تھا جو شخص بچپن میں فوت ہو جائے۔ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے جو وہ عمل کرتے۔

4716- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ يُفَسِّرُ حَدِيثَ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ هَذَا عِنْدَنَا حَيْثُ أَخَذَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ حَيْثُ قَالَ

4714- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وأبو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان، والأعرج: هو: عبد الرحمن بن هرمز. وهو في "الموطأ". 241 /1 وأخرجه البخاري (1359) و (1385) و (4775) و (6599) و (6600)، ومسلم (2658) (25 - 22)، والترمذي (2274) و (2275) من طرق عن أبي هريرة. والألفاظ بنحوه وبعضهم يزيد فيه على بعض. وهو في "مسند أحمد" (7181) و (7445)، و"صحيح ابن حبان" (128) و (133).

(اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى)

✧✧ حماد بن سلمہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہیں۔

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے''

وہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے آباؤ اجداد کی پشتوں میں ان سے یہ عہد لے لیا تھا اس وقت اس نے جب فرمایا تھا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

4717- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَائِدَةُ وَالْمَوْئُوْدَةُ فِي النَّارِ قَالَ يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ اَبِيْ فَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحٰقَ اَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُ بِذٰلِكَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✧✧ حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کی جانے والی جہنم میں ہوں گی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

4718- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ فِي النَّارِ فَلَمَّا قَفّٰى قَالَ اِنَّ اَبِيْ وَاَبَاكَ فِي النَّارِ

✧✧ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ جہنم میں ہے جب وہ مڑ کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا: میرا باپ (یعنی چچا) اور تمہارا باپ جہنم میں ہیں۔

4719- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِيْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: شیطان آدم کے بیٹے کی رگوں میں گردش کرتا ہے۔

4720- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْهَمْدَانِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيْعَةَ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَسَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ شَرِيْكٍ الْهُذَلِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ رَبِيْعَةَ الْجُرَشِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُجَالِسُوْا اَهْلَ الْقَدَرِ وَلَا تُفَاتِحُوْهُمُ الْحَدِيْثَ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قدریوں (یعنی تقدیر کا انکار کرنے والوں) کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ لین دین نہ کرو۔

بَابٌ فِي الْجَهْمِيَّةِ

باب: جہمیہ کا بیان

4721- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهَ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ ایک دوسرے سے (مختلف طرح کے) سوالات کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا اللہ تعالیٰ نے تو مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو جو شخص کوئی ایسی چیز پائے تو وہ یہ کہے: میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں۔

4722- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ مَوْلَى بَنِي تَيْمٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ فَإِذَا قَالُوا ذَلِكَ فَقُولُوا اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ثُمَّ لِيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ مِنَ الشَّيْطَانِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب وہ لوگ یہ کہیں تو تم یہ کہو اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور نہ ہی اس کو جنم دیا گیا ہے اور اس کا کوئی ہم سر نہیں ہے۔

پھر آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

4723- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمِيرَةَ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ كُنْتُ فِي الْبَطْحَاءِ فِي عِصَابَةٍ فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّتْ بِهِمْ سَحَابَةٌ فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَقَالَ مَا تُسَمُّونَ هَذِهِ قَالُوا السَّحَابَ قَالَ وَالْمُزْنَ قَالُوا وَالْمُزْنَ قَالَ وَالْعَنَانَ قَالُوا وَالْعَنَانَ قَالَ أَبُو دَاوُد لَمْ أُتْقِنِ الْعَنَانَ جَيِّدًا قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالُوا لَا نَدْرِي قَالَ إِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَهُمَا إِمَّا وَاحِدَةٌ أَوِ اثْنَتَانِ أَوْ ثَلَاثٌ وَسَبْعُونَ سَنَةً ثُمَّ السَّمَاءُ فَوْقَهَا كَذَلِكَ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّابِعَةِ بَحْرٌ بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذَلِكَ ثَمَانِيَةُ أَوْعَالٍ بَيْنَ أَظْلَافِهِمْ وَرُكَبِهِمْ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ ثُمَّ عَلَى ظُهُورِهِمُ الْعَرْشُ مَا بَيْنَ أَسْفَلِهِ وَأَعْلَاهُ مِثْلُ مَا بَيْنَ سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ ثُمَّ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَوْقَ ذَلِكَ

✧✧ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں چند لوگوں کے ہمراہ "بطحاء" میں موجود تھا۔ ان میں نبی

اکرم ﷺ بھی شامل تھے ایک بادل گزرا نبی اکرم ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم اسے کیا کہتے ہو لوگوں نے جواب دیا: ''سحاب''۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مزن'' بھی کہتے ہو لوگوں نے عرض کی: ''مزن'' بھی کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عنان'' بھی کہتے ہو لوگوں نے عرض کی: ''عنان'' بھی کہتے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ ''عنان'' کے بارے میں مجھے مستند طور پر یاد نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ آسمان اور زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ لوگوں نے عرض کی: ہم نہیں جانتے! تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے: جو 71 (راوی کو شک ہے یا شاید) 72 یا 73 برس کی مسافت پر محیط ہے پھر اس کے اوپر والا آسمان اتنے ہی فاصلے پر ہے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے سات آسمان گنوائے تو ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے۔ اس کے نیچے والے اور اوپر والے حصے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر اس کے اوپر آٹھ فرشتے ہیں جن کے پاؤں اور گھٹنوں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر ان کی پشت کے اوپر عرش ہے جس کے نیچے والے اور اوپر والے حصے کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے پھر اس کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔

4724- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي سُرَيْجٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي قَيْسٍ عَنْ سِمَاكٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4725- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ سِمَاكٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيثِ الطَّوِيلِ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4726- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الرِّبَاطِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ قَالَ اَحْمَدُ كَتَبْنَاهُ مِنْ نُسْخَتِهٖ وَهٰذَا لَفْظُهٗ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ اَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَضَاعَتِ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْاَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْاَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ اَتَدْرِي مَا تَقُولُ وَسَبَّحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِي وُجُوهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ اِنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ خَلْقِهٖ شَاْنُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَيْحَكَ اَتَدْرِي مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمَاوَاتِهٖ لَهٰكَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهٖ اِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ عَرْشِهٖ وَعَرْشُهٗ فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ

وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى وَابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ وَجُبَيْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ وَالْحَدِيثُ بِإِسْنَادِ أَحْمَدَ بْنِ سَعِيدٍ هُوَ الصَّحِيحُ وَافَقَهُ عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ يَحْيَى ابْنُ مَعِينٍ وَعَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَرَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنِ ابْنِ إِسْحَقَ كَمَا قَالَ أَحْمَدُ أَيْضًا وَكَانَ سَمَاعُ عَبْدِ الْأَعْلَى وَابْنِ الْمُثَنَّى وَابْنِ بَشَّارٍ مِنْ نُسْخَةٍ وَاحِدَةٍ فِيمَا بَلَغَنِي

✧✧ حضرت جبیر بن محمد اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک دیہاتی' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ (ﷺ) لوگ مصیبت کا شکار ہو چکے ہیں۔ گھر والے تباہ ہو رہے ہیں۔ مال برباد ہو رہے ہیں۔ مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا کیجئے! ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو شفیع کے طور پر پیش کرتے ہیں اور آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کی سفارش پیش کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ پھر نبی اکرم ﷺ نے سبحان اللہ پڑھا آپ سبحان اللہ مسلسل پڑھتے رہے' یہاں تک کہ اس بات کا اندازہ آپ کے اصحاب سے ہو گیا (یعنی ان کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے) پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق میں سے کسی کے سامنے شفیع کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند ہے۔ تمہارا ستیاناس ہو کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کتنا عظیم ہے؟ اس کا عرش اس کے آسمانوں کے اوپر اس طرح ہے پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ کر کے فرمایا: یوں جیسے اس کے اوپر ''قبہ'' ہوتا ہے اور وہ اس عرش پر یوں چرچراتا ہے جیسے سوار کی وجہ سے پالان چرچراتا ہے۔

ابن بشار نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ پھر بے شک اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر ہے اور اس کا عرش' تمام آسمانوں کے اوپر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احمد بن سعید کے حوالے سے منقول روایت زیادہ صحیح ہے۔ ایک جماعت نے اس کی تائید کی ہے جن میں یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی شامل ہیں۔

ایک جماعت نے اسے ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے جیسا کہ احمد نے بھی یہ بات بیان کی ہے۔

ہم تک جو اطلاع پہنچی ہے اس کے مطابق عبدالاعلیٰ اور ابن مثنیٰ اور ابن بشار نے ایک ہی نسخے سے سماع کیا ہے۔

4727- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللَّهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلَى عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: انہوں نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ اجازت دی گئی

ہے کہ میں عرش کو تھامنے والے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے بارے میں بتاؤں اس کے کان کی لو سے لے کر کندھے کے درمیان تک سات سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

4728- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ يَعْنِي ابْنَ عِمْرَانَ حَدَّثَنِي أَبُو يُونُسَ سُلَيْمُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقْرَأُ هَذِهِ الْآيَةَ (إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا) إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى (سَمِيعًا بَصِيرًا) قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ إِبْهَامَهُ عَلَى أُذُنِهِ وَالَّتِي تَلِيهَا عَلَى عَيْنِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا وَيَضَعُ إِصْبَعَيْهِ قَالَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ الْمُقْرِئُ يَعْنِي إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ يَعْنِي أَنَّ لِلَّهِ سَمْعًا وَبَصَرًا قَالَ أَبُو دَاوُد وَهَذَا رَدٌّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی۔

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرو"

یہ آیت یہاں تک ہے "سننے والا ہے دیکھنے والا ہے"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے' آپ نے اپنے انگوٹھے کو اپنے کان پر رکھا اور اپنی انگلی کو اپنی آنکھ پر رکھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے' آپ نے اس آیت کو تلاوت کیا اور اپنی دو انگلیوں کو رکھا۔

[illegible] بیان کرتے ہیں' مقری فرماتے ہیں: یعنی ان اللہ سمیع بصیر پڑھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی سماعت اور بصارت ہے۔ امام ابوداؤد [illegible]تے ہیں: یہ جہمیہ (فرقے کے ماننے والوں) کی تردید ہے۔

بَابٌ فِي الرُّؤْيَةِ

باب: دیدارِ الٰہی کا بیان

4729- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَوَكِيعٌ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوسًا فَنَظَرَ إِلَى

4729- إسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد، ووكيع: هو ابن الجراح، وأبو أسامة: هو حماد بن أسامة. وأخرجه مسلم (633) [illegible] عن أبو بكر بن أبي شيبة، عن أبي أسامة ووكيع، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن ماجه (177) عن علي بن محمد، والترمذي (2727) عن هناد، كلاهما عن وكيع، به. وقال الترمذي: هذا حديث صحيح. وأخرجه البخاري (4851) عن إسحاق بن إبراهيم، عن جرير، به. وأخرجه البخاري (554)، ومسلم (633) (211) و (212)، وابن ماجه (177)، والنسائي في "الكبرى" (460) و (7714) و (11267) و (11460) من طرق عن إسماعيل ابن أبي خالد، به.

الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْلَةَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَ(سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا)

✧✧ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا' یہ چودھویں رات کی بات ہے آپ نے فرمایا: تم لوگ عنقریب اپنے پروردگار کی اسی طرح زیارت کرو گے جیسے تم اس (چاند) کو دیکھ رہے ہو تمہیں اسے دیکھنے میں کوئی الجھن پیش نہیں آ رہی اگر تم سے ہو سکے تو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے والی نماز نہ چھوڑنا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔

''اپنے پروردگار کی حمد کے ہمراہ اس کی تسبیح بیان کرو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے''

4730- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ نَاسٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيْرَةِ لَيْسَتْ فِيْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِيْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' کچھ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا دوپہر کے وقت جب کوئی بادل نہ ہو تو تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی: نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا چودھویں رات میں جب کوئی بادل نہ ہو تو تمہیں چاند کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے میں بھی تمہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی جیسے تمہیں ان دونوں کو دیکھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

4731- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ الْمَعْنٰى عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ وَكِيْعٍ قَالَ مُوْسَى ابْنِ عُدُسٍ عَنْ اَبِيْ رَزِيْنٍ قَالَ مُوْسَى الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُلُّنَا يَرٰى رَبَّهٗ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ مُخْلِيًا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا اٰيَةُ ذٰلِكَ فِيْ خَلْقِهٖ قَالَ يَا اَبَا رَزِيْنٍ اَلَيْسَ كُلُّكُمْ يَرَى الْقَمَرَ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ لَيْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِيًا بِهٖ ثُمَّ اتَّفَقَا قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَاللّٰهُ اَعْظَمُ

4730- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وأبو صالح: هو ذكوان السمان. وأخرجه ابن ماجه (178)، والترمذي (2731) من طريق سليمان بن مهران الأعمش، عن أبي صالح، عن أبي هريرة. وأخرجه البخاري (806) و (6573)، ومسلم (182) (300) من طريق ابن شهاب الزهري، عن سعيد بن المسيب وعطاء بن يزيد، كلاهما عن أبي هريرة. وأخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (6573) و (7437)، ومسلم (182) (299)، والنسائي في "الكبرى" (11424) و (11573) من طريق ابن شهاب الزهري، عن عطاء بن يزيد، عن أبي هريرة.

قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ فَإِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِ اللهِ فَاللهُ أَجَلُّ وَأَعْظَمُ

✧✧ حضرت ابورزین موسیٰ عقیلی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی زیارت کرے گا؟

ابن معاذ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: کیا قیامت کے دن ہر شخص الگ سے پروردگار کی زیارت کرے گا اور اس کی نشانی اس کی مخلوق میں کیا ہوگی؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابورزین! کیا تم میں سے ہر ایک چاند کو نہیں دیکھ سکتا؟

ابن معاذ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: چودھویں رات میں تنہا چاند کو نہیں دیکھتا؟

میں نے عرض کی جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تو سب سے عظیم ہے۔

ابن معاذ فرماتے ہیں: یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان تو اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

شرح

رؤیۃ اللہ یا دیدار الٰہی کا" مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی یہ سعادت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جس کی تفصیل ووضاحت کے لئے یہ باب قائم کیا گیا اور اس موضوع سے متعلق احادیث اس میں نقل کی گئی ہیں۔

حق تعالیٰ کی رویت عقلا ناممکن نہیں: اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ایک ایسی حقیقت ہے جس کا وجود عقلا بھی درست ہے اور اس دیدار کے لئے اللہ تعالیٰ کا کسی خاص جگہ (مقام پر اور کسی خاص سمت وجہت میں موجود وقائم ہونا نیز اس کی ذات کا اور دیکھنے والوں کا آمنے سامنے ہونا قطعی ضروری اور شرط کے درجہ کی چیز نہیں ہے، بلکہ وہ اپنی ذات اور اپنے وجود کے اعتبار سے جو کچھ بھی ہے اسی حیثیت کے ساتھ اس کا دیکھا جانا ممکن ہے اگرچہ وہ جسم وجسمانیت سے ماوراء اور مکان وجہت کی قید سے آزاد ہے۔ رہی یہ بات کہ چیز مرئی (یعنی کھلی آنکھوں سے نظر آنے والی چیز) کو دیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ جسم ہو، کسی خاص جگہ ومقام پر موجود قائم ہو اور نگاہ کی سمت وجہت میں ہو تو دیکھنے میں ان چیزوں کا عمل دخل ہونا دراصل اس لئے ضروری ہے کہ قدرت نے اسی طرح کا نظام جاری فرمایا ہے اور انسانی نگاہ وبصر کو اپنا فعل انجام دینے کے لئے ان اسباب کا پابند بنا دیا ہے، اگر قادر مطلق اس جاری نظام اور عادت کے برخلاف ان عوامل کے بغیر بھی کسی کو کوئی چیز دکھانا چاہے تو بے شک اس پر قادر ہے اور ایسا ممکن ہوسکتا ہے۔ پس اس میں کوئی خلاف عقل بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن انسانی نگاہ میں بصیرت یعنی چشم قلب کی قوت رکھ دے کہ جس طرح آج دنیا میں اہل ایمان کو بصیرت سے پاتے اور دیکھتے ہیں کل کو آخرت میں بصر یعنی سر کی آنکھوں سے اس کو دیکھیں گے۔ رؤیت کا تعلق آخرت سے ہے: تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ دیدار تمام اہل ایمان کو آخرت میں نصیب ہوگا اس کا ثبوت وہ قرآنی آیات، احادیث صحیحہ، اجماع صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ جو اس ضمن میں مذکور ومنقول ہیں تاہم کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق تعالیٰ کے اس دیدار کے منکر ہیں انہوں نے دیدار الٰہی سے متعلق قرآنی آیات واحادیث اور منقول دلیل کی جس طرح تاویل کی ہے، اس کی تفصیل اور علماء حق کی طرف سے ان کی تاویلات کے مضبوط جوابات

تحقیقی کتابوں میں مذکور ہیں۔ عورتیں بھی روایت سے محروم نہ رہیں گی: عورتوں کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کو دیدار ہوگا اور بعض انکار کرتے ہیں لیکن درست یہ ہے کہ عورتیں اس سعادت سے محروم نہ رہیں گی مردوں کی طرح ان کو بھی حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان (عورتوں) کو بعض خاص ایام میں جیسے جمعہ کے ایام میں یا عیدین کے دن ہی دیدار کی سعادت ملے گی جو عام بازیابی کے اوقات ہونگے۔ جو حضرات مطلقاً عورتوں کے دیدار کے منکر ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ عورتیں چونکہ خیموں میں پردہ نشین ہوں گی جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے حور مقصورات فی الخیام لہٰذا ان کو دیدار کیسے ہوسکتا ہے، یہ ایک ناقابل التفات بات ہے کیونکہ اول تو دیدار الٰہی کے بارے میں جو آیات واحادیث منقول ہیں ان میں کوئی خصوص مذکور نہیں ہے بلکہ وہ سب عموم پر محمول ہیں اور مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہیں دوسرے یہ کہ عالم آخرت کو دنیا میں قیاس کرنا اور وہاں عورتوں کے خیمے میں رہنے کو دنیا کے پردہ پر منطبق کرنا بجائے خود غلط ہے کیونکہ جنت کے خیمے (کہ جن میں وہاں کی عورتیں رہیں گی) پردہ وحجاب کو مستلزم نہیں ہوں گے، علاوہ ازیں یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ فاطمہ زہراء، خدیجہ کبریٰ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن اور دوسری امہات المومنین نیز ان جیسی دیگر عظیم خواتین جو لاکھوں کروڑوں مردوں سے زیادہ عظمت وفضیلت رکھتی ہیں آخر کس طرح دیدار الٰہی کی سب سے بڑی سعادت سے محروم رہ سکتی ہیں۔ جنات اور ملائکہ کو بھی اللہ کی رویت حاصل ہوگی: جنات اور ملائکہ کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں کہ آیا ان کو دیدار الٰہی نصیب ہوگا یا نہیں؟ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ دیگر فرشتوں کو اللہ کے دیدار کی سعادت حاصل نہیں ہوگی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس سعادت سے ایک ہی بار مشرف ہوں گے اور اسی طرح جنات بھی دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے لیکن اس سلسلہ میں صحیح ودرست قول یہی ہے کہ دیدار الٰہی کی سعادت تمام اہل ایمان کے لئے ہے کیا انسان کیا فرشتے اور کیا جنات۔ دنیا میں اللہ کی رویت: یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ کیا اس دنیا میں بحالت بیداری کھلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار ہوسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں ارباب تحقیق نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا دیدار دنیا میں بھی ممکن تو ہے لیکن بالاتفاق غیر واقع ہے، رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اللہ کا دیدار ہونا امر واقع ہے تو یہ استثنائی صورت ہے اگرچہ بعض حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں بچشم سر اللہ کا دیدار ہوا تھا یہ ایک بحث ہے جو آگے متعلقہ احادیث کی تشریح میں بیان ہوگی، بہر حال محدثین فقہاء متکلمین اور مشائخ طریقت سب اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ نہ آج تک اس دنیا میں کسی کو بھی، خواہ وہ کوئی بڑے سے بڑا ولی ہی کیوں نہ ہو، اللہ کا دیدار حاصل ہوا ہے نہ اولیاء اللہ اور مشائخ میں سے کسی نے اس کا دعویٰ کیا ہے اور نہ آئندہ کسی کو حاصل ہوسکتا ہے، بلکہ مشائخ نے متفقہ طور پر یہاں تک کرتے ہیں) تو اس کی تکذیب کرنا اور اس کو گمراہ قرار دینا لازم ہے۔ فقہ شافعی کی مستند کتاب "انوار" میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں اس دنیا میں بچشم سر عیاناً خدا کو دیکھتا ہوں اور اللہ مجھ سے بالمشافہ گفتگو کرتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ جب اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت ممکن ہے اور انسانی حاسہ بصر میں ایسا کوئی نقص بھی نہیں کہ کسی چیز کو دیکھنے میں رکاوٹ پیش آئے تو پھر حق تعالیٰ کے دیدار نہ ہونے کا سبب کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھنا اور نظر آنا دراصل نظام قدرت اور تخلیق الٰہی کا سبب ہے نہ کہ اس کی اصل علت اور حاسہ بصر ہے۔ جو انسان

اپنی آنکھوں میں لئے پھرتا ہے۔ حاسہ بصر تو صرف ایسا ظاہری سبب ہے جس کو حق تعالیٰ نے ایک خاص نظام اور معمول کے تحت ذریعہ بنا دیا ہے اگر وہ کسی کو دیکھنا چاہے تو آنکھوں کی بینائی کے بغیر بھی دکھا سکتا ہے اور اگر کسی کو نہ دکھانا چاہے تو وہ کھلی آنکھ اور مضبوط بینائی رکھنے کے باوجود نہیں دیکھ سکتا مثلاً ایک بڑا پہاڑ سامنے ہو اور اللہ کسی کی آنکھوں میں دیکھنے کی صفت پیدا نہ کرے تو وہ اس پہاڑ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا اسی طرح اگر کوئی اندھا شخص دنیا کے مشرقی کنارے پر ہو اور دنیا کے مغربی کنارے پر ایک مچھر پڑا ہو اور اللہ تعالیٰ اس اندھے کو وہ مچھر دکھانا چاہے تو یہ یقیناً دیکھ سکتا ہے پس واضح ہوا کہ دیکھنا یا دکھانا نظام قدرت کے تحت ہے آنکھ کا عمل یا غیر عمل بے شک ہے لیکن آنکھ کا وہ عمل یا اس عمل کی وہ طاقت جس سے انسان دیکھنے پر قادر ہوتا ہے غیر محدود اور خود مختار نہیں ہے بلکہ اس کی کارکردگی اس حد تک ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو کارگر کیا ہے حق تعالیٰ کی مصلحت چونکہ یہی ہے کہ وہ انسان کو دنیا میں اپنا دیدار نہ کرائے اس لئے اس نے حاسہ بصر میں وہ توانائی ہی نہیں رکھی جس سے اللہ کو دیکھا جا سکے۔ اس بات کو دنیا کی عام چیزوں پر قیاس کرنا ذہن وقیاس کی مہمل تابعداری ہے۔ خواب کی حالت میں اللہ کی رویت: کیا خواب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو سکتا ہے اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ خواب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ صرف ممکن امر واقع بھی ہے اور یہ از روئے عقل ونقل کچھ بعید بھی نہیں ہے ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ایک قلبی مشاہدہ ہے جس کا تعلق مثال سے ہوتا ہے نہ کہ مثل سے اور اللہ کا مثل نہیں ہے۔ بہر حال بحالت خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اللہ رسیدہ لوگوں سے ثابت ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے، میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو دریافت کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا تلاوت قرآن کریم۔" پھر پوچھا کہ معانی ومطالب سمجھنے کے ساتھ یا اس کے بغیر! فرمایا" خواہ معانی سمجھنے کے ساتھ تلاوت کرے یا اس کے بغیر ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی رویت ہو سکتی ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" وہ وقت آنے والا ہے جب (قیامت میں) تم اپنے پروردگار کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھو گے۔" ایک روایت میں ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ (ایک دن) ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں شب کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا:" تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اس (پروردگار کو دیکھنے میں تم کوئی رکاوٹ اور پریشانی محسوس نہیں کرو گے پس اگر تم سے ہو سکے تو تم اس نماز کو جو سورج نکلنے سے پہلے کی ہے (یعنی نماز فجر) اور اس نماز کو جو سورج ڈوبنے سے پہلے کی ہے (یعنی عصر) نہ چھوڑو تو یقیناً ایسا کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (ق:39) اور اپنے پروردگار کی حمد و پاکی بیان کرو یعنی نماز پڑھو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 221)

جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔" یہ تشبیہ" دیکھنے" کی" دیکھنے" کے ساتھ ہے نہ کہ" دیکھی جانے والی چیز" کی" دیکھی جانے والی چیز" کے ساتھ اس جمال و ابہام کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ تم جس طرح اس وقت چودھویں شب کے چاند کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور اس چاند کے نظر آنے میں تمہیں کوئی شک وشبہ نہیں یہ مراد ہرگز نہیں تھی کہ جس طرح یہ چاند تمہارے سامنے ہے اور ایک خاص جگہ پر اور ایک خاص سمت میں محدود وقائم نظر آ رہا ہے اسی طرح تمہارے پروردگار کی ذات بھی تمہارے سامنے کسی خاص جگہ اور کسی خاص سمت میں محدود وقائم نظر آئے گی۔" **لاتضامون فی رویة**" (اس کو دیکھنے میں تم کوئی رکاوٹ و پریشانی محسوس نہیں کرو گے)" میں لفظ تضامون اس طرح بھی منقول ہے اور تضامون بھی نقل کیا گیا ہے لیکن زیادہ تضامون ہی نقل ہوا ہے اور اس صورت یہ لفظ ضم سے ہوگا جس کے معنی" ضرر اور ظلم" کے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ" پروردگار کے دیدار میں تم پر ظلم نہیں ہوگا کہ کوئی دیکھے اور کوئی محروم رہے یا اس کے دیدار میں تم آپس میں ایک دوسرے پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں کرو گے کہ ایک دوسرے کے دیکھنے کا انکار کرو اور کسی کو جھٹلاؤ" دوسری صورت میں یہ لفظ تضام سے ہوگا جس کے معنی ہیں آپس میں ایک دوسرے سے ملنا، اژدہام کرنے، دھکا پیل مچانے اور ایک دوسرے پر گرنے پڑنے کی نوبت نہیں آئے گی بلکہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ رہ کر نہایت اطمینان وفراغت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا جیسا کہ چودھویں شب میں چمکتے چاند کو دیکھنے کے لئے اس طرح کی زحمت وپریشانی اٹھانا نہیں پڑتی، بخلاف پہلی تاریخ کے چاند کے، وہ دھندلا اور باریک ہونے کی وجہ سے صاف نظر نہیں آتا اور اس کے دیکھنے کے لئے خاصا اہتمام اور جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔" اگر تم سے ہو سکے کہ تم اس نماز کو۔ الخ۔ کا مطلب یہ ہے کہ فجر اور عصر کا وقت بہت بابرکت اور اس وقت کی نمازیں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اس لئے تم ان نمازوں کی پابندی کا زیادہ خیال رکھو اور مقدور بھر کوشش کرو کہ یہ نمازیں فوت نہ ہونے پائیں، نیز اس بات کو ذہن میں رکھو کہ نماز کی پابندی کرنے والا اس امر کا زیادہ لائق ہے کہ اس کو پروردگار کا دیدار نصیب ہو کیونکہ نماز کی پابندی ہی سے شہود ذات کا وصف وملکہ میسر ہوتا ہے! یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی **جعلت قرة عینی فی الصلوٰة** میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے) میں اشارہ فرمایا ہے واضح رہے کہ یوں تو یہ اہمیت تمام نمازوں کی ہیں لیکن اس موقع پر فجر وعصر کی نماز کو اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ ان دونوں وقتوں کی نمازیں باقی اوقات کی نمازوں پر فضیلت وبرتری رکھتی ہیں اور اس فضیلت وبرتری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ صبح کے وقت تو لوگ نیند واستراحت کے جال میں پھنسے رہتے ہیں اور عصر کا وقت دنیا کے کاروبار مثلاً بازار جانے وغیرہ۔ کے چکر میں پھنسنے کا ہے، جو شخص ان دونوں اوقات میں سستی و کوتاہی کا شکار نہیں ہوگا اور روکاوٹوں کے باوجود ان دونوں نمازوں کا خیال رکھے گا وہ دوسرے اوقات کی نمازوں کا خیال بدرجہ اولیٰ رکھے گا جو نسبتاً زیادہ سہل وآسان ہیں حدیث میں دونوں اوقات کی نمازوں کو خاص طور پر ذکر کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ دونوں وقت دوسرے اوقات کی بہ نسبت زیادہ فضیلت وشرف رکھتے ہیں اور یہ کہ آخرت میں پروردگار کا دیدار ان ہی اوقات میں ہوا کرے گا۔

بَابٌ فِي الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ

باب: جہمیہ فرقے کی تردید

4732- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ أَبَا أُسَامَةَ أَخْبَرَهُمْ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ قَالَ قَالَ سَالِمٌ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِي اللَّهُ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنَى ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ بِيَدِهِ الْأُخْرَى ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑے گا پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں! زمین کے حکمران کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر تمام زمینوں کو لپیٹے گا پھر انہیں پکڑے گا۔

ابن علاء کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: اپنے دوسرے ہاتھ میں پکڑے گا اور پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، زمینی حکمران کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟

4733- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا حَتّٰى يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ فَيَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ

✧✧ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارا پروردگار روزانہ آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے جب رات کا آخری حصہ باقی رہ جاتا ہے پھر وہ فرماتا ہے' کون ہے جو مجھ سے دعا کرے؟ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے؟ میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں؟

بَابٌ فِي الْقُرْآنِ

باب: قرآن (کے بارے میں جو کچھ منقول ہے)

4734- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَى النَّاسِ فِي الْمَوْقِفِ فَقَالَ أَلَا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَى قَوْمِهِ فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي

✧✧ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں لوگوں کے سامنے تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے: کیا کوئی شخص مجھے اپنی قوم کے پاس لے جائے گا۔ قریش تو مجھے اس بات سے روکتے ہیں کہ میں اپنے

پروردگار کے کلام کی تبلیغ کروں۔

4735- حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ يَعْنِي الشَّعْبِيَّ عَنْ عَامِرِ بْنِ شَهْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّجَاشِيِّ فَقَرَأَ ابْنٌ لَهُ آيَةً مِنَ الْإِنْجِيلِ فَضَحِكْتُ فَقَالَ أَتَضْحَكُ مِنْ كَلَامِ اللهِ

✧✧ حضرت عامر بن شہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نجاشی کے پاس موجود تھا۔اس کے بیٹے نے انجیل کی ایک آیت پڑھی تو میں ہنس پڑا تو نجاشی بولا: کیا تم اللہ کے کلام پر ہنس رہے ہو؟

4736- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ قَالَتْ وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلٰى

✧✧ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' میرے نزدیک میری اتنی حیثیت نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسا کلام (نازل کرے) جس کی تلاوت کی جائے۔

4737- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ثُمَّ يَقُولُ كَانَ أَبُوكُمْ يُعَوِّذُ بِهِمَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحٰقَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْقُرْآنَ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ

✧✧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ پڑھ کر دم کرتے تھے۔

''میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے پناہ میں دیتا ہوں' ہر شیطان' اذیت دینے والی چیز اور لگ جانے والی نظر کے شر سے''

پھر آپ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: تمہارے جدامجد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ذریعے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو دم کیا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔

4738- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالُوا

4737-إسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد، ومنصور: هو ابن المعتمر. وأخرجه البخاري (3371) عن عثمان بن أبي شيبة، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (10779) عن محمد بن قدامة، عن جرير، به. وأخرجه ابن ماجه (3525)، والترمذي (2188)، والنسائي في "الكبرى" (7679) و(10778) من طريق سفيان الثوري، عن منصور، به. وهو في "مسند أحمد" (2112)، و"صحيح ابن حبان" (1012) و(1013).

حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الاَعْمَشُ عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَكَلَّمَ اللهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ اَهْلُ السَّمَاءِ لِلسَّمَاءِ صَلْصَلَةً كَجَرِّ السِّلْسِلَةِ عَلَى الصَّفَا فَيُصْعَقُونَ فَلاَ يَزَالُونَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ جِبْرِيلُ حَتّٰى اِذَا جَاءَهُمْ جِبْرِيلُ فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالَ فَيَقُولُونَ يَا جِبْرِيلُ مَاذَا قَالَ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ الْحَقَّ فَيَقُولُونَ الْحَقَّ الْحَقَّ

✧✧ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ وحی سے متعلق کلام کرتا ہے تو آسمان والے اسے سنتے ہیں اور بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ اسی حالت میں رہتے ہیں یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آتے ہیں تو ان کے دلوں کی کچھ کیفیت ٹھیک ہوتی ہے تو وہ دریافت کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں اے جبرائیل علیہ السلام! تمہارے پروردگار نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو جبرائیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں: حق فرمایا ہے! تو وہ سب یہ کہتے ہیں: حق فرمایا ہے' حق فرمایا ہے۔

بَابٌ فِي الشَّفَاعَةِ

باب: شفاعت کا بیان

4739- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا بِسْطَامُ بْنُ حُرَيْثٍ عَنْ اَشْعَثَ الْحُدَّانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِي لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِي

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی۔

4740- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ حَدَّثَنَا اَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّينَ

✧✧ حضرت عمران بن حصین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے کچھ لوگ نکلیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے اور انہیں ''جہنمیوں'' کا نام دیا جائے گا۔

عقیدہ شفاعت سے متعلق احادیث کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام زمین مسجد

4739-إسناده صحيح. أشعث الحدانی: هو أشعث بن عبد الله بن جابر الحدانی. وأخرجه الترمذی (2604) من طريق معمر، عن ثابت، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (13222)، و"صحيح ابن حبان" (6468).

اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی لہٰذا میری امت میں سے جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں پڑھ لے، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، مجھے شفاعت عطا کی گئی، پہلے ہر نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ مجھے تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن حبان، دارمی، ابن ابی شیبہ اور دیگر بہت سے ائمہ نے روایت کیا ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التوحيد، باب: كلام الرب عز وجل يوم القيامة مع الأنبياء وغيرهم، 6/2727، الرقم: 7072، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/182-184، الرقم: 193، والنسائي في السنن الكبرى، 6/330، الرقم: 11131، وأبو يعلى في المسند، 7/311، الرقم: 4350، وابن منده في الإيمان، 2/841، الرقم: 873.

معبد بن ہلال عنزی سے روایت ہے کہ ہم اہلِ بصرہ اکٹھے ہو کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے اور ہم ان کے پاس اپنے ساتھ ثابت بُنانی کو لے گئے تاکہ وہ ان سے ہمارے لیے حدیثِ شفاعت کا سوال کریں؟ وہ اپنے گھر میں تھے۔ ہم نے انہیں نماز چاشت پڑھتے ہوئے پایا اور داخل ہونے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی آپ اپنے بچھونے پر بیٹھے تھے۔ ہم نے ثابت سے کہا: حدیث شفاعت سے قبل آپ ان سے کوئی اور سوال نہ کریں تو انہوں نے عرض کیا: ابوحمزہ! یہ آپ کے بھائی بصرہ سے آئے ہیں اور آپ سے حدیثِ شفاعت کے بارے پوچھنا چاہتے ہیں؟

انہوں نے کہا: ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی مانند بے قرار ہوں گے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے جس پر وہ فرمائیں گے: یہ میرا منصب نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس شفاعت کے قابل نہیں تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

پس لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: ہاں! اس شفاعت کے لیے تو میں ہی مخصوص ہوں۔ پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور مجھے ایسے حمدیہ کلمات الہام کئے جائیں گے جن کے ساتھ میں اللہ کی حمد و ثنا کروں گا وہ اب مجھے مستحضر نہیں ہیں۔ پس میں ان محامد سے اللہ کی تعریف و توصیف کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ سو مجھے کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیں، اپنی بات کہیں، آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت، پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے ہر ایسے امتی کو نکال لو جس کے دل میں جَو کے برابر بھی ایمان ہو پس میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر ان محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس کہا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے

اور کہیے! آپ کو سنا جائے گا، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے اسے بھی نکال لو جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس میں جا کر ایسے ہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثناء بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! میری امت، میری امت، پس وہ فرمائے گا: جاؤ اور اسے بھی جہنم سے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم بہت ہی کم بہت ہی کم ایمان ہو۔ پس میں خود جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔

جب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو میں نے اپنے بعض ساتھیوں سے کہا: ہمیں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلنا چاہئے جو کہ ابو خلیفہ کے مکان میں روپوش ہیں اور انہیں وہ حدیث بیان کرنی چاہئے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کی ہے۔ چنانچہ ہم ان کے پاس آئے اور انہیں سلام کیا پھر انہوں نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے ان سے کہا: ابو سعید! ہم آپ کے پاس آپ کے بھائی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں سے ہو کر آئے ہیں اور انہوں نے ہم سے جو شفاعت کے متعلق حدیث بیان کی ہے اس جیسی حدیث ہم نے نہیں سنی۔ انہوں نے کہا: بیان کرو، ہم نے ان سے حدیث بیان کی جب اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے کہا: (مزید) بیان کرو، ہم نے ان سے کہا: اس سے زیادہ انہوں نے بیان نہیں کی۔ انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ آج سے بیس سال قبل جب صحت مند تھے تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی، مجھے معلوم نہیں کہ وہ باقی بھول گئے ہیں یا اس لئے بیان کرنا ناپسند کیا ہے کہ کہیں لوگ بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ ہم نے کہا: ابو سعید! پھر آپ ہم سے وہ حدیث بیان کیجئے اس پر آپ ہنسے اور فرمایا: انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ میں نے اس کا ذکر ہی اس لئے کیا ہے کہ تم سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح تم سے بیان کی۔

(مگر اس میں اتنا اضافہ کیا کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چوتھی دفعہ واپس لوٹوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! مجھے اُن کی (شفاعت کرنے کی) اجازت بھی دیجئے جنہوں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا ہے، پس وہ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلال اور عظمت و کبریائی کی قسم! میں انہیں ضرور جہنم سے نکالوں گا جنہوں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التوحيد، باب قول الله: لما خلقت بيدي، 6/2695.2696، الرقم: 6975، وأيضاً في كتاب: التفسير، باب قول الله: وعلم آدم الأسماء كلها، 4/1624، الرقم: 4206، وأيضاً في كتاب: الرقاق، باب: صفة الجنة والنار، 5/2401، الرقم: 6197، ومسلم في الصحيح، كتاب: الايمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/180، الرقم: 193، وابن ماجه في السنن، كتاب: الزهد، باب: ذكر الشفاعة، 2/1442، الرقم: 4312، وأحمد بن حنبل في المسند، 3/

الرقم:12174، اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔

116۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسی طرح قیامت کے دن مومنوں کو جمع فرمائے گا۔ وہ کہیں گے: کاش ہم اپنے رب کے پاس کوئی سفارش لے جاتے تا کہ وہ ہمیں اس حالت سے آرام عطا فرماتا۔ چنانچہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے: اے آدم! کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھتے، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے لہٰذا ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کیجئے تا کہ وہ ہمیں ہماری اس حالت سے آرام عطا فرمائے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں، پھر وہ اپنی لغزش کا ان کے سامنے ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی البتہ تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ نے زمین والوں پر بھیجا تھا۔ چنانچہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور وہ اپنی لغزش یاد کریں گے جو اُن سے ہوئی، البتہ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے خلیل ہیں۔ سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی کہیں گے: میں اس قابل نہیں اور اپنی لغزشوں کا ذکر لوگوں سے کریں گے۔ البتہ تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے ہیں اور اللہ نے انہیں توریت دی تھی اور ان سے کلام کیا تھا۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں اور ان کے سامنے اپنی لغزش کا ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی، البتہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے: میں بارگاہ الٰہی میں لب کشائی کے قابل نہیں، تم سب لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ ایسے محبوب ہیں کہ ان کی عظمت کے صدقے ان کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیے گئے ہیں۔

چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اپنے رب سے اِذن چاہوں گا تو مجھے اذن دے دیا جائے گا۔ پھر اپنے رب کو دیکھتے ہی اس کے لئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہے گا اسی حالت میں مجھے رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں، عطا کیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت منظور کی جائے گی، پس میں اپنے رب کی تعریف ان کلماتِ تعریف سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا، میرے لئے حد مقرر کی جائے گی تو میں اس کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوسری بار لوٹوں گا اور اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جتنی دیر تک چاہے گا مجھے اسی حالت میں رہنے دے گا۔ پھر کہا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کی حمد ان کلماتِ حمد سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی پس میں انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں تیسری بار لوٹوں گا تو اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اسی حالت پر مجھے برقرار رکھے گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کیا جائے

گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی تو میں اپنے رب کی ان کلماتِ حمد سے تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا، پھر میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی تو میں انہیں جنت میں داخل کروں گا پھر میں لوٹ کر عرض کروں گا: اے رب اب جہنم میں کوئی باقی نہیں رہا سوائے ان کے جنہیں قرآن نے روک دیا ہے اور انہیں ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم سے وہ نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کا اقرار کیا ہوگا اور اس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر بھی خیر ہوگی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہا ہوگا اور اس کے دل میں گیہوں کے برابر بھی خیر ہوگی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کا اقرار کیا ہوگا اور اس کے دل میں ذرہ برابر خیر ہوگی۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے۔

أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التفسير، باب: ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدا شكورا، 4/1745.1747، الرقم: 4435، وأيضا في كتاب: الأنبياء، باب قول الله: ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه، 3/1215-1216، الرقم: 3162، وأيضا في كتاب: الأنبياء، باب قول الله تعالى: واتخذ الله إبراهيم خليلا، 3/1226، الرقم: 3182، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/184، الرقم: 194، والترمذي في السنن، كتاب: صفة القيامة، باب: ما جاء في الشفاعة، 4/622، الرقم: 2434، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/435، الرقم: 9623، إسناده صحيح على شرط الشيخين.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا تو دستی کا حصہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت بہت پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر تناول فرمانے لگے پھر ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں لوگوں کا سردار ہوں گا۔ تمہیں معلوم ہے وہ کون سا دن ہوگا؟ اس دن اللہ تعالیٰ دنیا کی ابتداء سے قیامت کے دن تک کی ساری خلقت ایک چٹیل میدان میں جمع فرمائے گا کہ ایک پکارنے والے کی آواز سب کے کانوں تک پہنچ سکے گی اور ایک نظر سب کو دیکھ سکے گی اور سورج بالکل قریب ہو جائے گا۔ پس لوگوں کی پریشانی اور بے قراری اس حد تک پہنچی ہوگی جس کی انہیں نہ طاقت ہوگی اور نہ وہ برداشت کر پائیں گے۔ لوگ کہیں گے: کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تمہیں کس طرح کی پریشانی لاحق ہو گئی ہے؟ کیا کوئی ایسا برگزیدہ بندہ نہیں ہے جو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے؟

بعض لوگ بعض سے کہیں گے: تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلنا چاہیے۔ لہٰذا سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے جدِ امجد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اپنی طرف سے آپ میں روح پھونکی اور اس نے فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا لہٰذا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر دیجئے۔ آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: بے شک میرا رب آج انتہائی غضب ناک ہے، اس سے پہلے اتنا غضب ناک وہ کبھی نہ ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی اتنا غضب ناک ہوگا۔ رب العزت نے مجھے درخت سے روکا تھا تو میں نے اس کا حکم نہ مانا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے نوح! آپ (طوفان

کے بعد) سب سے پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شکر گزار بندہ کا خطاب دیا ہے، آپ ہی ہمارے لئے اپنے رب کے حضور شفاعت کر دیجئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ گئے ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے: میرا رب آج اتنا غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی اتنا غضب ناک ہوگا، مجھے ایک مقبول دعا عطا کی گئی تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے، مجھے تو اپنی فکر ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور روئے زمین میں اللہ کے خلیل ہیں، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے: آج میرا رب بہت غضب ناک ہے۔ اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے ہوا تھا اور نہ آج کے بعد ہوگا۔ میں نے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹ بولے تھے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور اپنے کلام کے ذریعہ فضیلت دی۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے: آج اللہ تعالیٰ بہت غضب ناک ہے، اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا، میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا حالانکہ اللہ کی طرف سے مجھے اس کا حکم نہیں ملا تھا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا تھا اور اللہ کی طرف سے روح ہیں، آپ نے بچپن میں گہوارے میں لوگوں سے کلام کیا تھا، (لہٰذا آپ) ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہماری کیا حالت ہو چکی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے: میرا رب آج اس درجہ غضب ناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ہوگا اور آپ کسی لغزش کا ذکر نہیں کریں گے (صرف اتنا کہیں گے) مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں محمد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔

سب لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ کے رسول اور سب سے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے تمام گناہوں سے معصوم رکھا ہے، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) میں آگے بڑھوں گا اور عرش تلے پہنچ کر اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد اور حسن تعریف کے ایسے دروازے کھولے گا کہ مجھ سے پہلے کسی اور پر اس نے نہیں کھولے تھے۔ پھر کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھا کر

عرض کروں گا: میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے داخل کیجئے ویسے انہیں اختیار ہے کہ جس دروازے سے چاہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دروازے کے دونوں کناروں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں ہے یا جتنا مکہ اور بصری میں ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الايمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1 / 187، الرقم: 195، وأبو يعلى في المسند، 11 / 81، الرقم: 6216، والحاكم في المستدرك، 4 / 631، الرقم: 8749، والبزار في المسند، 7 / 260، الرقم: 2840، وابن منده في الايمان، 2 / 753، الرقم: 883، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4 / 231، الرقم: 5493.

حضرات ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا تو مؤمنین کے کھڑے ہونے پر جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: اے ہمارے ابا جان! ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوایئے۔ وہ فرمائیں گے: تمہارے باپ کی ایک لغزش نے ہی تم کو جنت سے نکالا تھا۔ میرا یہ منصب نہیں، میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام، مقامِ شفاعت سے بہت پیچھے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی روح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرا یہ مقام نہیں۔

پس وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میں سے پہلا شخص پل صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بجلی کی طرح کونسی چیز گزرتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح گزرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے۔ پھر لوگ پل صراط سے آندھی کی طرح گزریں گے، اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے اور اس کے بعد آدمیوں کے دوڑنے کی آواز سے گزریں گے۔ ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے: اے رب! ان کو سلامتی سے گزار دے، ان کو سلامتی سے گزار دے پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ بندوں کے اعمال انہیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے پل صراط سے گزریں گے۔ پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کانٹے لٹکے ہوں گے اور جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اس کو یہ پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے

اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اسے امام مسلم، ابو یعلی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

(أخرجه الشافعي في السنن المأثورة، 1/ 242، الرقم: 185، والحميدي في المسند، 2/ 421، الرقم: 945)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے، اور مجھے ہر سرخ و سفید کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ اسے امام شافعی اور حمیدی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/ 301، الرقم: 2742، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/ 303، الرقم: 31643، وعبد بن حميد في المسند، 1/ 215، الرقم: 643، والطبراني في المعجم الكبير، 11/ 73، الرقم: 11085، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/ 258.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور میں انہیں فخریہ بیان نہیں کرتا: مجھے تمام لوگوں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، پس میں نے اسے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا تو وہ ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔

اسے امام احمد بن حنبل اور ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: امام احمد کے رُواۃ صحیح حدیث کے رجال ہیں سوائے یزید بن ابی زیاد کے، ان کی روایت حسن ہوتی ہے۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/ 416، الرقم: 19735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/ 304، الرقم: 31645، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/ 258.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں: مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور ہر نبی نے شفاعت کا سوال کیا تھا اور بے شک میں نے اپنی شفاعت کو ذخیرہ کر دیا ہے پھر میں اس کو اپنی امت کے لئے ہر اس شخص کے لیے کروں گا جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔

اسے امام احمد اور ابنِ ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: امام احمد کے رجال حدیثِ صحیح کے رجال ہیں۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5/ 161، الرقم: 21435، حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين، والدارمي في السنن، 2/ 295، الرقم: 2467 بالفاظ صلى الله عليه وسلم: وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ شَهْرًا يُرْعَبُ مِنِّي الْعَدُوُّ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَقِيلَ لِي: سَلْ تُعْطَهْ فَاخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي، والبزار في المسند، 9/ 461،

الرقم:4077، والطیالسی فی المسند، 1/ 64، الرقم: 472، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 8/ 259، وقال: رواہ أحمد، ورجالہ رجال الصحیح، وأیضاً 10/ 371، وقال: رواہ البزار بإسنادین حسنین.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنادی گئی، میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے ہر سرخ وسیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور وہ میری امت کے ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ حجاج (راوی) کہتے ہیں: جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اسے امام احمد، دارمی، بزار اور طیالسی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

أخرجہ أحمد بن حنبل فی المسند، 2/ 222، الرقم: 7068 صحیح بإسنادہ حسن، والبیہقی فی السنن الکبری، 1/ 222، 233، الرقم: 5497، وقال: رواہ أحمد بإسناد صحیح، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 10/ 367، وقال: رواہ أحمد، ورجالہ ثقات، واللالکائی فی شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ، 4/ 487، الرقم: 1451، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 2/ 256.

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا (عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سال ایک رات نماز پڑھتے ہوئے قیام فرمایا تو آپ کے صحابہ میں سے بعض اشخاص آپ کی حفاظت کرتے ہوئے آپ کے پیچھے جمع ہو گئے یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان کی طرف پلٹ کر ان سے فرمایا: اس رات مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام عامة الناس کی طرف بھیجا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے ہر نبی کو اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور رعب سے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی اگرچہ میرے اور ان کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تک کا فاصلہ ہو اس کو خوف سے بھر دیا جاتا ہے، اور میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے کہ میں انھیں کھاتا ہوں جبکہ مجھ سے پہلے اس کے کھانے کو بھاری سمجھتے تھے اور وہ اسے جلا دیتے تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مساجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی جہاں کہیں بھی نماز مجھے پائے میں مسح کر کے نماز پڑھ لوں جبکہ مجھ سے پہلے لوگ اس کی تعظیم کیا کرتے تھے وہ صرف کلیساؤں اور گرجا گھروں (عبادت گاہوں) میں عبادت کرتے تھے، اور پانچویں خصوصیت مجھ سے کہا گیا: سوال کیجیے؟ کیونکہ ہر نبی نے سوال کیا ہے تو میں نے اپنے سوال کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے، پس وہ تمہارے لیے ہے اور اس شخص کے لیے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسے امام احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ 11: أخرجہ ابن حبان فی الصحیح، 14/ 309، الرقم: 6399، والہیثمی فی موارد الظمآن، 1/ 523، الرقم: 2125.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چار ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور پانچویں عطا یہ کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اس نے مجھے عطا کیا: (ہر) نبی کو اس کی بستی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور وہ اس سے تجاوز نہیں کرتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، اور ہمارا دشمن

ہم سے ایک ماہ کی مسافت سے خوفزدہ ہو جاتا ہے، اور میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنے والی (جائے تیمم) اور مساجد بنا دی گئی، اور ہمارے لئے خمس حلال کر دیا گیا ہے جبکہ ہم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا اور میں نے اپنے رب سے پانچواں سوال کیا: میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ کوئی بھی میرا امتی جو اسے توحید کی حالت میں ملے پس وہ اسے جنت میں داخل فرمائے تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا۔ اسے امام ابنِ حبان نے روایت کیا ہے۔

أخرجه أحمد في المسند، 1 / 5.4، رقم: 15، وابن حبان في الصحيح، 14 / 395.393، الرقم: 6476، وأبو يعلى في المسند، 1 / 45.44، الرقم: 52، والبزار في المسند، 1 / 151.149، الرقم: 76، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10 / 375، وقال: رجاله ثقات.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے تو نمازِ فجر ادا کر کے تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ چاشت کا وقت ہو گیا تو آپ (کسی بات پر) مسکرائے، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے یہاں تک کہ نمازِ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی، اس دوران آپ نے کوئی گفتگو نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ عشاء ادا کر کے اپنے اہلِ خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ پس لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیوں نہیں کرتے کہ اس کی کیا وجہ ہے آج آپ نے جو کیا اس سے قبل کبھی اس طرح نہیں کیا؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! دنیا اور آخرت کے معاملات میں سے جو کچھ ہونے والا تھا مجھ پر پیش کیا گیا، اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا، پس لوگ گھبرا کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور قریب تھا کہ وہ پسینے میں ڈوب جاتے۔ عرض کریں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اور آپ ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے منتخب ہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے: مجھے بھی اس طرح پریشانی ہے جس طرح تمہیں ہے۔ تم اپنے (پہلے) باپ کے بعد دوسرے باپ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ (بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو سب جہان والوں پر (بزرگی میں) منتخب فرمایا ہے O) (آل عمران، 33:3) پس لوگ مل کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور روئے زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑا۔ آپ فرمائیں گے: شفاعت کا منصب میرے پاس نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو خلیل بنایا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ آپ فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں البتہ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بلاواسطہ گفتگو فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ انہوں نے مادرزاد اندھوں اور برص زدہ مریضوں کو (اللہ کے حکم سے) ٹھیک کر دیا اور مردوں کو زندہ کر دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرے پاس شفاعت کا یہ منصب نہیں البتہ تم اولادِ آدم کے سردار کے پاس چلے جاؤ کیونکہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کے لئے سب سے پہلے زمین پھٹ جائے گی تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلے جاؤ وہ اللہ کے حضور تمہاری شفاعت کریں گے۔

راوی فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رب کے پاس آئیں گے، پس اللہ رب العزت فرمائیں گے: اُن کو شفاعت کی اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ فرمایا: پھر جبرئیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جائیں گے (یہ خبر سننے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقدار جمعہ کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سرِ انور اٹھائیں گے تو یکا یک اپنے رب کا دیدار کرتے ہی پھر دوسری بار جمعہ کی مقدار کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے، کہیے سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ پھر سجدہ ریز ہونا چاہیں گے تو جبرئیل علیہ السلام آپ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ آپ پر ایسے دعائیہ کلمات منکشف فرمائے گا کہ آج تک کسی فرد بشر پر نہیں فرمائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے مجھے اولاد آدم کا سردار بنایا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ ہی سے زمین شق ہوگی یہاں تک کہ روز قیامت (بعد ازاں) مجھ پر حوض پیش کیا جائے گا جس کی حدود صنعاء اور ایلہ کے درمیانی علاقہ کے برابر ہوں گی ...الی آخر الحدیث۔

اسے امام احمد بن حنبل، ابن حبان، ابو یعلی اور بزار نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

(أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/281، الرقم: 2546، وأبو يعلى في المسند، 4/216.215، الرقم: 2328، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/372)

ابو نضرہ نے روایت کرتے ہوئے کہا: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے منبر پر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے حصہ میں مقبول دعا نہ آئی ہو جو دنیا میں پوری ہوئی اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے ذخیرہ کر دیا ہے۔ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، میں ہی وہ شخص ہوں جس پر سب سے پہلے زمین (قبر) کھل جائے گی مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میرے ہاتھوں میں لواءِ حمد ہوگا اور یہ بات بطور فخر نہیں کرتا، حضرت آدم اور ان کے علاوہ تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔ قیامت کا دن لوگوں کیلئے لمبا ہو جائے گا تو ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: ہمارے ساتھ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو تا کہ وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں جس کی وجہ سے اللہ رب العزت ہمارا فیصلہ فرمائے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہیں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا، آپ کو اس نے اپنی جنت میں ٹھہرایا اور اس نے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ پس وہ کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں اپنی لغزش کی وجہ سے میں جنت سے نکالا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو نبیوں کے سردار ہیں۔

پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے نوح علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ آپ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں میں نے ایک دعا کی جس سے اہل ارض

ہو گئے۔ آج کے دن مجھے اپنا غم ہے البتہ تم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: اے ابراہیم علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں میں نے اسلام میں (بظاہر) تین جھوٹ بولے تھے۔ خدا کی قسم اگر کوئی اور شخص ایسی باتوں کے ساتھ حیلہ طلب کرتا ہے تو وہ دین سے نکل جاتا ہے۔ (ان باتوں میں سے) آپ کا کہنا (میری طبیعت مضمحل ہے O) (القرآن، الصافات، 89:37) دوسری بات (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا تم ان (بتوں) سے ہی پوچھو اگر وہ بول سکتے ہیں O) (القرآن، الانبیاء، 89:21) اور آپ کا اپنی زوجہ کو جب آپ بادشاہ کے پاس آئے میری بہن کہنا۔ (ابراہیم علیہ السلام کہیں گے) آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور کلام سے منتخب کیا۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور آپ کے ساتھ کلام کیا لہٰذا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ پس آپ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کیا تھا اور یہ کہ آج مجھے اپنا غم ہے لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جو اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہے۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں، مجھے اللہ کے سوا معبود بنا لیا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن کیا تم لوگوں نے دیکھا ہے کہ اگر کوئی سامان کسی مہر لگے برتن کے اندر ہو تو کیا کوئی اس کے اندر تک بغیر مہر توڑے رسائی حاصل کر سکتا ہے؟ وہ کہیں گے: نہیں! تو آپ فرمائیں گے: بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ آج کے دن اس حال میں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے ہر گناہ سے معصوم رکھا ہوا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے: اے محمد! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تا کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے تو میں کہوں گا: یہ میرا ہی منصب ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا جس کو چاہے گا اور جس سے راضی ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرما دے، ایک آواز دینے والا آواز دے گا: کہاں ہیں احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت؟ پس ہم آخر میں آنے والے اور سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہیں، ہم آخری امت ہیں اور وہ ہیں جن کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا، ہمارے راستے سے باقی امتوں کو ہٹا دیا جائے گا۔ ہم اس حال میں چلیں گے کہ ہماری پیشانیاں وضو کے اثر کی وجہ سے چمک رہی ہوں گی۔ دوسری امتیں کہیں گی: امت کا یہ گروہ تو سارے کے سارے انبیاء لگتے ہیں۔ میں باب جنت پر آ جاؤں گا، دروازے کی کنڈی پکڑ کر دروازہ کھٹکاؤں گا تو پوچھا جائے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پس میرے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اللہ رب العزت (اپنی شان کے مطابق) اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوگا یا تخت پر تو میں اللہ رب العزت کیلئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور ایسے تعریفی

کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروں گا جن کے ساتھ نہ مجھ سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کسی نے تعریف کی ہے اور نہ میرے بعد کوئی ان کے ساتھ اللہ کی حمد وثنا کرے گا۔ کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھائیے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، کہیے آپ کو سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے رب! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر اس شخص کو جہنم سے نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار کا ایمان ہو (حماد راوی کو صحیح مقدار یاد نہیں رہی)۔ میں دوبارہ سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت تو وہ فرمائے گا: جہنم سے اسے بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ لوگ پہلے سجدہ سے نکالے جانے والوں کے علاوہ ہوں گے۔ پھر تیسری بار میں سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کر دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت تو وہ فرمائے گا: جہنم سے اس کو بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ تعداد پہلی تعدادوں کے علاوہ ہوگی۔

اسے امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: اس میں ایک راوی علی بن زید ہے جسے ضعف کی وجہ سے ثقہ قرار دیا گیا ہے باقی اِن کے رجال صحیح ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن جملہ مخلوقات میں سب سے پہلے میری زمین شق ہوگی اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا مجھے تھمایا جائے گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔

میں جنت کے دروازے کے پاس آ کر اس کی کنڈی پکڑ لوں گا تو فرشتے پوچھیں گے: یہ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے تو میں اندر داخل ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہوگا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے اور کلام کیجئے آپ کو سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنی امت کے پاس چلے جائیے اور جس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ میں آ کر جس کے دل میں اتنا ایمان پاؤں گا تو اُسے جنت میں داخل کر دوں گا۔

پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھا لیجیے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ

فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جایئے اور جس کے دل میں آدھے جَو کے دانے کے برابر ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ پس میں جاؤں گا اور جس کے دل میں اتنی مقدار میں ایمان پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کروں گا۔
پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ رب العزت میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جایئے اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان موجود ہو اس کو جنت میں داخل کیجئے، میں جاؤں گا اور جن کے دل میں ایمان کی اتنی مقدار پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کروں گا۔
اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا اور میری امت میں سے باقی جو لوگ بچ جائیں گے وہ اہل نار کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پس دوزخ والے لوگ ان کو طعنہ دیں گے: تمہیں اس چیز نے کوئی فائدہ نہیں دیا کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے؟ اس پر اللہ رب العزت فرمائے گا: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ان کو ضرور جہنم کی آگ سے نجات دوں گا۔ پس ان کی طرف فرشتہ بھیجے گا تو وہ اس حال میں اس سے نکلیں گے کہ بری طرح جھلس گئے ہوں گے، پھر وہ نہر حیات میں داخل ہوں گے تو اس میں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح پانی کے کنارے دانہ اگتا ہے۔ ان کے ماتھے کے درمیان لکھ دیا جائے گا یہ عُتَقاءُ اللہ (اللہ کے آزاد کردہ) ہیں۔ وہ فرشتہ ان کو لے جائے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔ اہل جنت انہیں کہیں گے: یہ لوگ جہنمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ عُتَقاءُ الجبّار (اللہ تعالیٰ جبّار کے آزاد کردہ) ہیں۔ اسے امام احمد اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اِسناد ٹھیک ہے۔

(أخرجه الدارمي في السنن، 2/421، الرقم: 2804، والطبراني في المعجم الكبير، 17/320، الرقم: 887)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب اللہ تعالیٰ اوّلین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور حساب کتاب کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا۔ مومن کہیں گے: ہمارے رب نے ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیا پس کون ہمارے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے گا؟ وہ (آپس میں) کہیں گے: حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور ان کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ وہ ان کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: کھڑے ہو جایئے اور اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے: تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانے کا کہیں گے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آئیں گے تو وہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے میں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لئے تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنے حضور کھڑا ہونے کی توفیق فرمائے گا، میری نشست سے ایسی خوشبو

پھیلے گی کہ اس جیسی مہک کسی نے کبھی نہیں سونگھی ہوگی۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کے حضور آؤں گا تو وہ مجھے حق شفاعت عطا فرمائے گا اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک سراپائے نور بنا دے گا۔ اس پر کافر ابلیس سے کہیں گے: ایمان والوں نے ایسی ہستی کو پالیا ہے جو ان کی شفاعت کرے گا پس تو کھڑا ہو اور اپنے رب سے ہماری شفاعت کر کیونکہ تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کھڑا ہوگا تو اس کی نشست سے اتنی سخت بدبو پھیلے گی کہ کسی نے اس جیسی کبھی نہ سونگھی ہوگی، پھر وہ عذاب جہنم کے لئے بڑا ہو جائے گا تو اس وقت وہ کہے گا: (اور شیطان کہے گا جبکہ فیصلہ ہو چکا ہوگا بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے (بھی) تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی ہے) (القرآن، ابراہیم، 22:14)۔ اسے امام دارمی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ أخرجه ابن أبي هيبة في المصنف، 6/308، الرقم: 31675، وابن أبي عاصم في السنة، 2/384، الرقم: 813.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج کو دس سال کی مسافت جتنی گرمی عطا کی جائے گی، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے سروں کے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ دو کمانوں جتنا فاصلہ ہوگا۔ لوگ پسینہ میں غرق ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ زمین پر ٹپک رہا ہوگا پھر سورج بلند ہوگا تو انسان اس کی حدت سے ہانڈی کے ابلنے کی طرح جوش مارے گا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہاں تک کہ کوئی شخص کہے گا: (ہمیں) ذبح کر دیا گیا پس جب وہ اپنی حالت دیکھیں گے، ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: کیا تم اپنی حالت نہیں دیکھ رہے؟ آؤ اپنے باپ آدم علیہ السلام کے پاس چلیں کہ وہ تمہارے رب سے تمہاری شفاعت فرمائیں، پس وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میں اس منصب پر فائز نہیں، تو (تمہارا کام مجھ سے) کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے شکر گزار بندے کے پاس جاؤ تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کو اللہ نے شکر گزار بنایا ہے، اور آپ ہماری حالت دیکھ رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو (مجھ سے یہ کام) کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: رحمان کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے خلیل الرحمان! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو کام کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں تو وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے کلمہ اور اس کی روح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے کلمہ اور اس کی روح! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں، تو کام کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اس بندہ کے پاس جاؤ جس کے ذریعہ اللہ نے باب نبوت کھولا اور نبوت ختم فرمائی اور اس کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے، اور آج کے دن ہم (ان کی عظمت کو متعارف کرانے کے) امین ہیں۔

پس وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے باب نبوت کھولا اور آپ پر نبوت کا خاتمہ فرمایا اور آپ کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے اور آپ اس دن امن میں ہیں، آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں تو اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے تو آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں، پس آپ لوگوں کے درمیان سے نکل کر جنت کے دروازے تک آئیں گے اور دروازے میں لگا سونے کا کنڈا پکڑ کر دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ آپ فرمائیں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اراوی فرماتے ہیں: آپ کے لئے اسے کھول دیا جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور حاضر ہو کر سجدوں کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، پس آپ سجدہ ریز ہوں گے تو رب تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پھر سجود کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، آپ سجدہ ریز ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی حمد وثنا اور بزرگی کے ایسے کلمات کشف فرمائے گا کہ خلائق میں سے کسی پر ایسا نہیں کیا گیا۔ پس وہ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھا کر عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! دو بار یا تین بار فرمائیں گے۔ (حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شخص کی شفاعت فرمائیں گے جس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہوگا یا جَو کے برابر ایمان ہوگا یا رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا، وہی مقام محمود ہوگا۔ اسے امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے اس حدیث کی اِسناد کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

(أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 12/413، الرقم: 13522، والهیثمی فی مجمع الزوائد، 1/261)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام لوگوں سرخ وسیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ ہر نبی صرف اپنی بستی کی طرف مبعوث ہوتا تھا، رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی کہ میرا دشمن ایک ماہ کی مسافت پر مجھ سے مرعوب ہو جاتا ہے، مجھے مال غنیمت سے نوازا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی جسے میں نے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 7/154، الرقم: 6674، والهیثمی فی مجمع الزوائد، 8/259، والسیوطی فی الخصائص الکبریٰ، 2/332.)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزوں کی وجہ سے تمام انبیاء پر فضیلت سے نوازا گیا: مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا، میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر دیا، میری رعب کے ذریعے ایک ماہ آگے اور ایک ماہ پیچھے مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے

تیمم) بنادی گئی، اور میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (أخرجه الطبراني في المعجم الاوسط، 8/211، الرقم: 7435)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، مجھے مالِ غنیمت کھلایا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں کھلایا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنادی گئی، اور ہر نبی کو اس کا طلب کیا ہوا عطا کر دیا گیا جس میں اس نے جلدی کی تھی جبکہ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دیا ہے، اور وہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه الطبراني في المعجم الاوسط، 7/269، الرقم: 7471)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی جبکہ ہم سے پہلے لوگ مخصوص مقامات پر نماز پڑھتے تھے، مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے حالانکہ کسی بھی خاص شخص (نبی) کو اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، میرے آگے ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے مدد فرمائی گئی ہے، کوئی قوم میرے بارے میں سنتی ہے حالانکہ ان کے اور میرے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو وہ مجھ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں یعنی رعب و دبدبہ کو میرا مددگار بنایا گیا، اور مجھے کہا گیا: سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا تو میں نے اسے اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه الطبراني في المعجم الاوسط، 5/202، الرقم: 5082، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/375)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی ایک خادمہ ان کی خدمت سرانجام دیتی تھی جس کا نام بریرہ تھا، ایک شخص نے اس سے مل کر کہا: اپنے بالوں کی چھوٹی زلفوں کو ڈھانپ کر رکھا کر کیونکہ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہرگز کسی چیز کا کوئی نفع نہیں پہنچا ئیں گے۔ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی تو آپ چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے اپنے سرخ رخساروں کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ (راوی فرماتے ہیں) ہم گروہ انصار آپ کے جلال کو چادر مبارک کے گھسیٹنے اور رخسار مبارک کے سرخ ہونے سے پہچانتے تھے لہٰذا ہم اپنا اسلحہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! آپ جو چاہیں ہمیں حکم فرمائیں، پس اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں ہمارے والدین اور اولاد کے بارے میں کوئی حکم بھی فرمائیں گے تو ہم آپ کے ارشاد کو ان کے بارے میں ضرور کر گزریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پوچھا: میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ اللہ

گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے) الیکن میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن مناف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور (مجھے اس پر) فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ ہی سے زمین شق ہوگی اور فخر نہیں، سب سے پہلے میرے ہی سر سے خاک جھاڑی جائے گی اور مجھے فخر نہیں اور میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ میرا رشتہ نفع نہیں پہنچائے گا؟ ایسا نہیں ہے جیسا انہوں نے گمان کیا، بے شک میں ضرور شفاعت کروں گا اور یہاں تک شفاعت کروں گا کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ بھی شفاعت کر سکے گا اور اس کی شفاعت بھی قبول کی جائے گی یہاں تک کہ ابلیس بھی میری شفاعت میں رغبت رکھے گا۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه الطبراني في المعجم الصغير، 1/ 80، الرقم: 103، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/ 236، الرقم: 5504، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 376)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت پر گامزن رہنے اور اطاعت کی مخالفت کے سبب اہلِ قبلہ میں سے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مجھے اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو میں اللہ جل جلالہ کی حالت سجدہ میں تعریف کروں گا جیسے میں اس کی قیام میں تعریف کروں گا... (اور راوی نے حدیث ذکر کی اسکا آخری حصہ اس طرح ہے) پس مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیے، اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔ (أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 8/ 97، الرقم: 7483، والهيثمي في مجمع الزوائد 10/ 377)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے بدتر لوگوں کے لئے بہترین ہوں۔ آپ کے ہم نشینوں میں سے کسی شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ان کے بہترین لوگوں کے لئے کیسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بدترین لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کے بہترین کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا۔ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجه ابن راهويه في المسند، 1/ 94، الرقم: 10، وابن حيان في العظمة، 3/ 835، الرقم: 386، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 2/ 148-149)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث صور میں روایت ہے کہ لوگوں کے پل صراط کے پار ہو جانے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس جب اہل جنت کو جنت کی طرف اور اہل جہنم کو جہنم کی طرف پہنچایا جائے گا۔ وہ کہیں گے: کون ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کرے گا کہ وہ ہمیں جنت میں داخل فرمائے؟ راوی فرماتے ہیں: پس وہ کہیں گے: تمہارے باپ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر کون شخص اس کا زیادہ حق دار ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی اور سب سے پہلے ان سے کلام کیا۔ پس آدم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ انکار کریں گے اور فرمائیں گے: تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ اپنا (بظاہر) گناہ یاد کر کے عرض کریں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، لیکن تم ابراہیم

علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیل بنایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قریب کر کے سرگوشی کی ہے اوران پر تورات اتاری ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن تم اللہ کی روح اور اس کے کلمہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پاس لازمی جاؤ۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن میں تمہاری رہنمائی کروں گا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لازمی جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے، میرے لئے اپنے رب کے ہاں تین شفاعتیں ہیں جن کا اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: میں جنت کی طرف آؤں گا اور دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا تو اسے میرے لئے کھول دیا جائے گا۔ پس مجھے سلام کیا جائے گا اور مرحبا کہا جائے گا تو میں جنت میں داخل ہوں گا۔ جب میں اس میں داخل ہوں گا تو اپنے رب کو عرش پر دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اس وقت تک سجدہ میں رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ میں سجدہ میں رہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد اور بڑائی کرنے کا ایسے کلمات سے اذن دے گا کہ مخلوق میں سے کسی کو ایسا اذن نہیں دیا گیا، بعد ازاں وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھایئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عرض کروں گا: اے میرے رب! جو میرے امتی جہنم میں گر گئے ہیں (ان کی بخشش چاہتا ہوں)؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ جس کی تم صورت پہچانو اسکو جہنم سے نکال لو۔ پس ان کو نکال لیا جائے گا حتی کہ ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ پس جس کے دل میں دینار کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو، پھر فرمائے گا: دو تہائی دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: آدھے دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: ایک قیراط (دینار کے دسویں حصے کے نصف برابر) پھر فرمائے گا: تم جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو (اس کو نکال لو) فرماتے ہیں: پس انہیں نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم دنیا میں اپنے گھروں اور بیویوں کو اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے گھروں اور بیویوں سے زیادہ پہچان رکھنے والے نہیں ہو۔ اسے امام ابن راہویہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی جبکہ پہلے انبیاء میں سے کوئی نبی بھی مخصوص مقام کے علاوہ کسی جگہ نماز نہیں پڑھتا تھا، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے اور مشرکوں کے درمیان ابھی ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے، ہر نبی کو اس کی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے جن وانس کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، انبیاء خمس مال کو جدا کر کے رکھ دیتے تھے تو آگ آکر ان کو کھا جاتی جبکہ مجھے اسے اپنی امت کے فقراء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور ہر نبی کو اس کا طلب کیا

ہوا عطا کر دیا گیا جبکہ میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخر کر دیا ہے۔ اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

(أخرجہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق الکبیر، 14/296)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا، اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے روز قیامت میری امت کے گناہ گاروں کے لئے شفاعت عطا کی گئی ہے۔ اسے امام ابنِ عساکر نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی۔۔۔ یا فرمایا: میرے لئے تمام روئے زمین پاکیزہ، پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی۔۔۔ تو ابو عامر سے کہا گیا کہ کیا آپ کو شک ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔۔۔ اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میرے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میری امت کو مالِ فئی کھلایا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی امت کو اسے نہیں کھلایا گیا، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ اسے امام لالکائی نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے روز لوگ گروہ در گروہ اپنے اپنے نبی کے پیچھے چلیں گے اور عرض کریں گے: اے فلاں! ہماری شفاعت فرمایئے، اے فلاں! ہماری شفاعت فرمایئے حتی کہ طلبِ شفاعت کا سلسلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہو جائے گا۔ یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ اس حدیث کو امام بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

أخرجہ البخاری فی الصحیح، کتاب: الزکاۃ، باب: من سأل الناس تکثرا، 2/536، الرقم: 1405، وابن مندہ فی الایمان، 2/854، الرقم: 884، والبیہقی فی شعب الایمان، 3/269، الرقم: 3509، والدیلمی فی الفردوس بمأثور الخطاب، 2/377، الرقم: 3677، والطبری فی جامع البیان فی تفسیر القرآن، 15/146، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 3:56.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص (دنیا میں بھکاری بن کر) لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ ہوگا۔ اور فرمایا: قیامت کے دن سورج (مخلوق کے) اتنا قریب ہوگا کہ (ان کا) پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا۔ پس وہ اس حال میں حضرت آدم علیہ السلام سے مدد طلب کریں گے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کرنے جائیں گے۔ عبد اللہ بن جعفر نے اتنا زیادہ بیان کیا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا ان سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ آپ جائیں گے حتی کہ جنت کے دروازے کا کنڈا پکڑ لیں گے۔ پس وہ

دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور سارے اہل محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں گے۔ اسے امام بخاری، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الايمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/ 179، الرقم: 191، وأبو عوانة في المسند، 1/ 154، الرقم: 448، وابن منده في الايمان، 2/ 829، الرقم: 858، والبيهقي في شعب الايمان، 1/ 289، الرقم: 315، وأيضا في الاعتقاد، 1/ 195.

یزید الفقیر کہتے ہیں: مجھے خوارج کی رائے نے گھیر لیا تھا (کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے)۔ ہم لوگوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ حج کرنے کے لئے نکلے (اور سوچا کہ بعد میں) ہم لوگوں کے پاس (اپنے اس عقیدہ کو بیان کرنے کے لئے) جائیں گے۔ فرماتے ہیں: ہمارا گزر مدینہ منورہ سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ایک ستون کے پاس بیٹھے لوگوں کو احادیث بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: اچانک انہوں نے جہنمیوں کا ذکر فرمایا تو میں نے ان سے عرض کیا: اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ یہ کیا بیان کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو (جہنمیوں کے بارے) فرماتا ہے: (بے شک تو جسے دوزخ میں ڈال دے تو تُو نے اسے واقعۃً رسوا کر دیا) (آل عمران، 3: 192) اور ایک مقام پر ہے (دوزخی) جب بھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے) (السجدة، 32: 20) آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: کیا تم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے جس پر اللہ تعالیٰ انہیں فائز فرمائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ایسا مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا جہنم سے نکالے گا۔ فرماتے ہیں: پھر انہوں نے پل صراط اور لوگوں کے اس پر گزرنے کو بیان فرمایا۔ کہتے ہیں: مجھے ڈر ہے کہ شاید میں اسے یاد نہ رکھ سکوں۔ تاہم انہوں نے یہ بیان کیا کہ لوگ جہنم میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکلیں گے۔ ابو نعیم کہتے ہیں: وہ ایسے نکلیں گے جیسا کہ آبنوس کی جلی ہوئی لکڑیاں، پھر جنت کی نہر میں غسل کر کے کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے۔ پس ہم وہاں سے لوٹے اور ہم نے آپس میں کہا: تم پر افسوس ہو کیا یہ شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ پس ہم میں سے ایک شخص کے سوا سبھی خوارج کے عقیدہ سے تائب ہو گئے جیسا کہ ابو نعیم نے بیان کیا ہے۔ اسے امام مسلم، ابو عوانہ، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: تفسير القرآن، باب: من سورة بني إسرائيل، 5/ 303، الرقم: 3137، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/ 444، الرقم: 9735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/ 319، الرقم: 31745، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 364، الرقم: 784، والبيهقي في شعب الايمان، 1/ 681، الرقم: 299، والصيداوي في معجم الشيوخ، 2/ 664، الرقم: 293، والطبري في جامع البيان في تفسير القرآن، 15/ 145، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/ 59، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10/ 309، والعسقلاني في فتح الباري، 11/ 426.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گاo) (بنی اسرائیل، 17: 79) کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مقامِ شفاعت ہے۔ اسے امام ترمذی، احمد، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی

نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔ (أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: تفسير القرآن، باب: ومن سورة بني إسرائيل، 5/308، الرقم: 3148)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا قائد ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سارے لوگ اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ میں ہی وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ تین بار گھبرانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہمارے باپ ہیں اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ فرمائیں گے: مجھ سے لغزش واقع ہوئی جس کے باعث مجھے زمین پر اترنا پڑا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، پھر وہ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے زمین پر ایک دعا مانگی جس کے باعث سارے لوگ ہلاک کر دیئے گئے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے میں نے تین مرتبہ (بظاہر) خلاف واقعہ بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے ان تینوں باتوں سے دین الٰہی کو بچانے کے لئے حیلہ کیا، حضرت ابراہیم فرمائیں گے حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: لوگوں نے اللہ عزوجل کے علاوہ مجھے بھی معبود بنالیا تھا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پھر وہ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا۔ ابنِ جدعان (راوی حدیث) کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا کہ میں اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا، تو کہا جائے گا: کون؟ جواب دیا جائے گا: حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے اور مجھے مرحبا کہیں گے، میں (اللہ عزوجل کے سامنے) سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد وثناء کا کچھ حصہ الہام فرمائے گا۔ مجھے کہا جائے گا: سر اٹھایئے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور فرمایئے آپ کی بات مانی جائے گی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا O) (بنی اسرائیل، 17:79)۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض راویوں نے بواسطہ ابونضرہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مفصل روایت کیا ہے۔ (أخرجه الخوارزمي في جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، 1/148)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا O) (بنی اسرائیل، 17:79) کے بارے میں فرمایا: مقامِ محمود شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں میں سے ایک قوم کو ان کے گناہوں کے باعث عذاب دے گا، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انہیں (جہنم) سے نکال کر ایسی نہر کے پاس لایا جائے گا جسے حیات آور کہا جاتا ہے۔ پس وہ اس میں غسل کریں گے اور پھر جنت میں داخل ہو جائیں

گے، انہیں (جنت میں) جہنمی کہہ کر پکارا جائے گا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے (اس نام کے خاتمہ کا) مطالبہ کریں گے تو وہ اس نام کو ان سے ختم کر دے گا۔ اسے امام ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے۔ (أخرجه الخوارزمي في جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، 1/152.)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) (بنی اسرائیل، 17:79) کے بارے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور اہل قبلہ میں سے ایک قوم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے نکالے گا، یہی مقامِ محمود ہے۔ پس انہیں ایسی نہر کے پاس لایا جائے گا جسے حیات آور کہا جاتا ہے۔ پھر انہیں اس میں ڈال دیا جائے گا تو وہ اس میں ایسے اگیں گے جیسے سفید ککڑیاں اگتی ہیں، بعد ازاں وہ (اس نہر سے نکل کر) جنت میں داخل ہو جائیں گے تو انہیں (اس میں) جہنمی کہہ کر پکارا جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے (اس نام کے خاتمے کا) مطالبہ کریں گے تو وہ اس نام کو ان سے ختم کر دے گا۔ اسے امام ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2/478، الرقم: 10200، والبيهقي في شعب الإيمان، 1/281، الرقم: 299، وأبو نعيم الأصبهاني في حلية الأولياء، 8/372.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقامِ محمود شفاعت ہے۔ اسے امام احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2/441، الرقم: 9684، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/59، والمباركفوري في تحفة الأحوذي، 8/454.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) (بنی اسرائیل، 17:79) کے بارے فرمایا: یہ وہ مقام ہے جس میں، میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3/178، الرقم: 12824، والمقدسي في الأحاديث المختارة، 7/249، الرقم: 2695، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/235، الرقم: 5503، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/373.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پل صراط پر کھڑا اپنی امت کے اسے عبور کرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ اس اثناء میرے پاس عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا کر کہیں گے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ انبیاء آپ کے پاس التجا لے کر آئے ہیں یا آپ کے پاس اکٹھے ہیں (راوی کو شک ہے) اور اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے ہیں کہ وہ تمام گروہوں کو اپنی منشاء کے مطابق الگ کر دے تاکہ انہیں پریشانی سے نجات مل جائے۔ اس دن ساری مخلوق پسینے میں ڈوبی ہوگی، مومن پر اس کا اثر ایسے ہوگا جیسے زکام (میں ہلکا پھلکا پسینہ) اور جو کافر ہوگا اس پر جیسے موت وارد ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میں عیسیٰ سے کہوں گا: ذرا ٹھہریئے جب تک کہ میں آپ کے پاس لوٹوں۔ راوی کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں گے یہاں تک کہ عرش کے نیچے کھڑے ہوں گے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ شرف باریابی حاصل ہوگا جو کسی برگزیدہ فرشتہ کو حاصل ہوا نہ کسی نبی مرسل کو۔ پھر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو وحی فرمائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہو: اپنا سر

اٹھائیے، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میری امت کے حق میں میری شفاعت قبول کی جائے گی کہ ہر 99 لوگوں میں سے ایک کو نکالتا جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بار بار اپنے رب کے حضور جاؤں گا اور جب بھی اس کے حضور کھڑا ہوں گا میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کا مکمل اختیار عطا کر کے فرمائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی امت اور اللہ کی مخلوق میں سے ہر اس شخص کو بھی جنت میں داخل کر دیجیے جس نے ایک دن بھی اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی پر اس کو موت آئی ہو۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کے اشخاص صحیح حدیث کے اشخاص ہیں۔

(أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3/244، الرقم: 13562، وابن أبي عاصم في السنة، 2/374، الرقم: 804)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایمان والوں کو روک لیا جائے گا تو وہ اس سے غمگین ہو کر آپس میں کہیں گے: ہمیں اپنے پروردگار کے ہاں کوئی سفارشی چاہئے جو ہمیں اس سے راحت فراہم کرے۔ پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہمارے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا اور آپ کے لئے ملائکہ کو سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھلا دیئے تو آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے درخت سے کھانے کا ذکر کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا، لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی خطا کا ذکر کریں گے، بلکہ تم اللہ الرحمن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹوں کی خطا کا ذکر کریں گے۔ ان کا یہ کہنا (بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں O) (القرآن، الصافات، 89:37) اور ان کا قول (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا) (القرآن، الانبیاء، 63:21) اور جب وہ مع اہلیہ ظالم صاحب ثروت (حکمران) کے پاس آئے تو اہلیہ سے فرمایا: تم اسے کہنا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں اسے بتاؤں گا کہ تو میری بہن ہے۔ (اس سبب کی وجہ سے وہ لوگوں نے فرمائیں گے) تم اس کے بندہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور ان کو تورات عطا کی ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس پر فائز نہیں اور ایک شخص کو قتل کرنے کی اپنی خطا کا ذکر کریں گے، لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اللہ کے کلمے اور اس کی روح ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر نہیں، لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو پہلے اور بعد کی تمام تقصیرات کی مغفرت سنا دی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے اس کے گھر میں داخلے کی اجازت چاہوں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس رب کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اسی حالت پر رکھے گا پھر

فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے کلمات سے حمد و ثنا کروں گا۔ پھر میں سفارش کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا لہٰذا میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا سر اٹھائیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھائیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ جہنم میں صرف وہ رہ جائے گا جسے قرآن نے روکا ہے یعنی جس نے ہمیشہ رہنا ہے۔

پھر حضرت قتادہ نے آیت مبارکہ تلاوت کی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گاo) (بنی اسرائیل، 17: 79) فرمایا: یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے۔ اسے امام احمد اور ابنِ ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الحاكم في المستدرك، 2/ 395، الرقم: 3384، والنسائي في السنن الكبرى، 6/ 381، الرقم: 11295، وابن أبي شيبة في المصنف، 7/ 139، الرقم: 34800، والطبراني في المعجم الأوسط، 2/ 36، الرقم: 1062، والطيالسي في المسند، 1/ 55، الرقم: 414، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 377، وقال: رجاله رجال الصحيح.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاo) (القرآن، بنی اسرائیل، 17: 79) کے بارے فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روز آخرت لوگوں کو ایک ہموار میدان میں اکٹھا فرمائے گا، جہاں پکارنے والے کی آواز سب سنیں گے اور سب نظر آتے ہوں گے، لوگ اسی طرح عریاں ہوں گے جس طرح پیدا ہوئے تھے اور سب خاموش ہوں گے اذن الٰہی کے بغیر کسی کو بولنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ (اللہ رب العزت) آواز دے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تیری اطاعت کے لئے مستعد ہوں، ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے، اور کسی شر کو تیرے آگے کوئی چارہ نہیں، جس کو تو ہدایت سے نوازے وہی ہدایت یافتہ ہے، تیرا بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے، میں تیرے ہی لئے ہوں اور میری دوڑ تیری ہی جانب ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی پناہ گاہ اور جائے نجات نہیں۔ تیری ذات بابرکات بلند اور پاک ہے، اے

بیت اللہ کے رب۔ یہی مقام محمود ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاO)
(بنی اسرائیل، 79:17)

اسے امام حاکم، نسائی، ابنِ ابی شیبہ اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

أخرجه الحاكم في المستدرك، 4:614، الرقم: 8701، والحارث في المسند، 2/1008، الرقم: 1131، وابن المبارك في الزهد، 1/111، الرقم: 375، وأبو نعيم الاصبهاني في حلية الاولياء، 3/145.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سطح زمین کو عظمتِ رحمن کے سبب اتنا کم کر دیا جائے گا کہ کسی بھی بشر کے لئے فقط اپنا پاؤں رکھنے کے لئے جگہ ہوگی۔ پھر سب انسانوں سے پہلے مجھے بلایا جائے گا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر مجھے اذنِ کلام دیا جائے گا تو میں کھڑا ہو کر عرض کروں گا: اے میرے رب! یہ ہے وہ جبرئیل جس نے مجھے خبر دی، اور وہ اللہ کے دائیں طرف ہوں گے، اللہ کی قسم! میں نے جبرئیل کو ایسی حالت میں پہلے کبھی نہیں دیکھا، تُو نے اس کو میری طرف بھیجا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل خاموش کھڑے ہوں گے، کچھ کلام نہیں کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس نے سچ کہا، پھر مجھے اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا: اے میرے رب! تیرے بندے زمین میں ہر جگہ تیری عبادت کرتے تھے یہی وہ مقام (جہاں کھڑا ہو کر میں شفاعت کروں گا) مقامِ محمود ہوگا۔ اسے امام حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے: شیخین کی شرط پر اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 6/247، الرقم: 6117، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/308، الرقم: 31675، وابن أبي عاصم في السنة، 2/383، الرقم: 813، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/235، الرقم: 5502، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/372.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج دس سال کی مسافت سے گرم ہوگا، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے سروں سے قریب ہو جائے گا، (انہوں نے پوری حدیث ذکر کی پھر) فرماتے ہیں: لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ذات ہیں جن سے اللہ نے معاملۂ تخلیق اور نبوت کا آغاز فرمایا اور آپ کی خاطر آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ آپ ہماری حالت مشاہدہ فرما رہے ہیں لہٰذا آپ ہی اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں، آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں تو آپ لوگوں کو جمع کرتے ہوئے جنت کے دروازے تک پہنچ جائیں گے، پس آپ سونے کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ فرمایا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اسے کھول دیا جائے گا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس یہی مقامِ محمود ہے۔ اسے امام طبرانی، ابنِ ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے کہا ہے: اس کی اسناد صحیح ہے۔

(أخرجه الطيالسي في المسند، 1/51، الرقم: 389، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/58. وأخرج الطبري في جامع البيان في تفسير القرآن، 30/113،

وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 3: 59، 4)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا تو روح القدس جبرئیل علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر عیسیٰ یا موسیٰ علیہما السلام شفاعت فرمائیں گے۔ ابو زعراء کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون ہوگا؟ فرماتے ہیں: پھر (عموماً) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چوتھے شفاعت فرمائیں گے، آپ اتنی کثرت سے شفاعت کریں گے کہ آپ کے بعد کوئی بھی التجا نہ کرے گا۔ یہی مقام محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا○) (القرآن، بنی اسرائیل، 79:17) اسے امام طیالسی نے روایت کیا ہے۔

4741- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُوْنَ فِيْهَا وَيَشْرَبُوْنَ

✧✧ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' اہل جنت اس میں کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی۔

بَابٌ فِيْ ذِكْرِ الْبَعْثِ وَالصُّوْرِ

باب: دوبارہ زندہ ہونے اور صور کا تذکرہ

4742- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا اَسْلَمُ عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّوْرُ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيْهِ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' صور ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔

شرح

جس کو پھونکا جائے گا " کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو مرتبہ پھونکیں گے ایک بار تو سب کو مارنے کے لئے اور دوسری بار سب جگانے کے لئے۔ بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ اس سینگ یعنی صور کا وہ سرا جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام اپنے منہ میں لگائے پھونکنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، گول ہے اور اس کی گولائی زمین اور آسمانوں کے برابر ہے۔

صور" اصل میں نرسنگا (سنکھ) اور قرنا کو کہتے ہیں جس میں پھونکنے سے ایک بلند آواز پیدا ہوتی ہے اور یہاں وہ مخصوص نرسنگا (سنکھ) مراد ہے جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا یہ صور پھونکنا دو مرتبہ ہوگا ایک بار تو اس وقت جب قیامت آنے کو ہوگی اور اس صور کی آواز سے تمام لوگ مر جائیں گے اور دوسری بار اس وقت جب تمام لوگوں کو میدان

حشر میں جمع کرنے کے لئے دوبارہ زندہ کرنا مقصود ہوگا چنانچہ اس صور کی آواز سے تمام لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دونوں نفخوں (یعنی ایک مرتبہ مارنے کے لئے اور دوسری مرتبہ جلانے کے لئے دونوں مرتبہ پھونکے جانے والے صور کے درمیان کا وقفہ چالیس ہوگا لوگوں نے (یہ سن کر) پوچھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! کیا (چالیس سے) چالیس دن مراد ہیں؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم! پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیا چالیس مہینے مراد ہیں؟ ابوہریرہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم ان لوگوں نے پھر پوچھا کہ کیا چالیس سال مراد ہیں؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر یہی جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان حدیث کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور اس پانی سے لوگ (یعنی انسان اور تمام جاندار) اس طرح اگیں گے جیسے سبزہ اگتا ہے "نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسان کے جسم و بدن کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو پرانی اور بوسیدہ نہ ہو جاتی ہو (یعنی گل سڑ کر ختم نہ ہو جاتی ہو) علاوہ ایک ہڈی کے جس کو عجب الذنب کہتے ہیں اور قیامت کے دن ہر جاندار کی اسی ہڈی سے اس کے تمام جسم کو مرکب کیا جائے گا۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 93)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب دینا کہ مجھے نہیں معلوم، اس بنا پر تھا کہ یا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو اسی طرح مجملا سنا تھا یا سنا تو مفصل تھا مگر وہ یہ بھول گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "چالیس" کے بعد کیا فرمایا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے مذکورہ جواب کے ذریعہ واضح کیا کہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ "چالیس" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد چالیس دن تھے، یا چالیس مہینے اور یا چالیس سال بہرحال اس حدیث میں چالیس کا لفظ مجمل نقل ہوا ہے جب کہ ایک دوسری حدیث میں یہ لفظ تفصیل کے ساتھ ہے اور وہ چالیس برس ہے پس دونوں نفخوں کے درمیان جو وقفہ ہوگا وہ چالیس سال کے برابر ہوگا۔

عجب الذنب" اس ہڈی کو کہتے ہیں جو ریڑھ کے نیچے دونوں کولھوں کے درمیان ہوتی ہے جہاں جانور کی دم کا جوڑ ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو ریڑھ کی ہڈی سے تعبیر کیا جاتا ہے بعض روایتوں میں عجب الذنب میں "عجب" کے بجائے "عجم" کا لفظ ہے ویسے جوڑ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عجب الذنب یا عجم الذنب ہے حاصل یہ کہ ریڑھ کی ہڈی گویا انسان کا بیج ہے کہ اسی سے ابتدائی تخلیق ہوتی ہے اور قیامت کے دن دوبارہ اسی کے ذریعہ تمام اعضاء جسمانی کو از سر نو ترتیب دیا جائے گا بس مرنے کے بعد انسان یا کوئی بھی جاندار گل سڑ کر نابود ہو جاتا ہے اور اس کے پورے جسم کی ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی نہ تو گلتی سڑتی ہے اور نہ اس کو مٹی کھاتی ہے واضح رہے کہ یہ ان لوگوں کی حالت کا بیان ہے جن کے بدن گل سڑ جاتے ہیں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کا سارا بدن محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے، یہی بات ان لوگوں کے حق میں کہی جا سکتی ہے جو اس بارے میں انبیاء کے حکم میں ہیں یعنی شہداء اور اولیاء اللہ اور وہ مؤذن جو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اذان دیتے ہیں چنانچہ یہ سب لوگ اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح اس دنیا میں زندہ لوگ ہیں۔

4743 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُ الْأَرْضُ إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ

❖❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ابن آدم (کے جسم کے) ہر حصے کو زمین کھا لے گی سوائے ریڑھ کی ہڈی کے مخصوص حصے کے کیونکہ اس سے اسے تخلیق کیا گیا اور اس سے اسے دوبارہ بنایا جائے گا۔

شرح

حضرت ابورزین عقیلی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ وند تعالیٰ مخلوقات کو دوبارہ کس طرح زندہ کر کے اٹھائے گا (جب کہ ان کے جسم و بدن گل سڑ کر خاک ہو چکے ہوں گے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کبھی قحط اور خشک سالی کے زمانہ میں اپنی قوم کے جنگل اور کھیتوں کے درمیان سے گزرے ہو، وہاں سبزہ کا نام و نشان تک نظر نہیں آیا ہوگا (بلکہ ساری زمین بالکل بنجر اور خشک نظر آئی ہوگی) پھر جب تم (بارش کے بعد وہاں سے گزرے ہوگے تو تمہیں (پورے علاقہ میں) لہلہاتا ہوا سبزہ نظر آیا ہوگا میں نے عرض کیا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پس مخلوقات میں قدرت الٰہی کی یہی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو اس طرح زندہ کرے گا۔ ان دونوں روایتوں کو زرین نے نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف، جلد پنجم، رقم الحدیث، 103)

بَابٌ فِي خَلْقِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

باب: جنت اور جہنم کی تخلیق

4744 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرِيلَ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ قَالَ فَلَمَّا خَلَقَ اللَّهُ النَّارَ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ

4743- إسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد، والمعتمر: هو ابن سليمان بن طرخان التيمي. وأسلم: هو العجلي الربعي. وأخرجه الترمذي (2599) و (3525)، والنسائي في "الكبرى" (11250) و (11317) و (11392) من طرق عن سليمان بن طرخان التيمي، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (6507)، و "صحيح ابن حبان" (7312).

4744- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، ومالك: هو ابن أنس، وأبو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان، والأعرج: هو عبد الرحمن بن هرمز. وهو عند مالك في "الموطأ" 1/ 239، ومن طريقه أخرجه النسائي في "المجتبى" 4/ 111 - 112.

إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو جبرائیل علیہ السلام سے کہا: جاؤ اور اس کو دیکھو۔ جب وہ گئے اور اسے دیکھا تو واپس آ کر عرض کی: اے میرے پروردگار' تیری عزت کی قسم! جو بھی شخص اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ناپسندیدہ صورتحال کے ذریعے ڈھانپ دیا اور فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام جاؤ اور اس کا جائزہ لو۔ جب وہ گئے اور انہوں نے اس کا جائزہ لیا تو واپس آ کر انہوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار' تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس میں داخل نہیں ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! جاؤ اور اس کا جائزہ لو وہ گئے اور انہوں نے اسے دیکھا تو واپس آ کر عرض کی: اے میرے پروردگار' تیری عزت کی قسم! جو بھی شخص اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے شہوات کے ذریعے ڈھانپ دیا اور فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام جاؤ اور اسے دیکھو۔ جب جبرائیل علیہ السلام نے اسے دیکھا تو عرض کی: تیرے جلال اور عزت کی قسم! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ ہر شخص اس میں چلا جائے گا۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو بنایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ ذرا جنت کی طرف نگاہ اٹھا کر تو دیکھو، (میں نے کتنی اچھی اور کس قدر نازک اور دیدہ زیب چیز بنائی ہے چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اور اس کی ان تمام چیزوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے بنائی ہیں دیکھا، پھر واپس آ کر عرض کیا کہ پروردگار تیری عزت کی قسم (تو نے اتنی اعلی اور نفیس جنت بنائی ہے اور اس کو ایسی ایسی نعمتوں اور خوبیوں سے معمور کیا ہے کہ) جو کوئی بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخلہ کی یقیناً خواہش کرے گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے جنت کے چاروں طرف ان چیزوں کا احاطہ قائم کر دیا، جو نفس کو ناگوار ہیں اور فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام جا کر جنت کو دوبارہ دیکھ آؤ چنانچہ وہ گئے اور جنت کو اس اضافہ کے ساتھ جو چاروں طرف احاطہ کی صورت میں ہوا تھا) دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت کی قسم مجھے یہ خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی جنت میں داخل ہونے کی خواہش کرے (کیونکہ اس کے گرد مکروہات نفس کا جو احاطہ قائم کر دیا گیا ہے اس کو عبور کرنے کے لئے نفسانی خواہشات کو مارنا پڑے گا اور ظاہر ہے کہ انسان خواہشات نفس کو مار کر جنت تک پہنچنا دشوار سمجھے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے دوزخ بنائی تو حکم دیا کہ جبرائیل علیہ السلام! جاؤ دوزخ کو دیکھ کر آؤ کہ میں نے کتنی ہولناک اور بری چیز بنائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس جبرائیل گئے اور دوزخ کو دیکھ کر واپس آئے تو عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم جو کوئی بھی دوزخ کے بارے میں سنے گا وہ ڈر کے مارے اس سے دور رہے گا اور اس میں جانے کی خواہش نہ کرے گا، تب اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے چاروں طرف خواہشات اور لذات دنیا کا احاطہ قائم کر دیا اور جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جبرائیل! جاؤ دوزخ کو دوبارہ دیکھ کر آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنانچہ حضرت جبرائیل گئے اور دوزخ کو اس احاطہ کے اضافہ کے ساتھ دیکھ کر واپس آئے

اور عرض کیا کہ پروردگار! تیری عزت وجلال کی قسم، مجھے خدشہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی باقی بچے جو دوزخ میں نہ جائے کیونکہ جن خواہشات نفس اور لذات دنیا کا احاطہ دوزخ کے چاروں طرف کر دیا گیا ہے وہ اس قدر دلفریب اور اتنی زیادہ مزیدار ہیں کہ نفس طبیعت کی پیروی کرنے والوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو ان خواہشات ولذات کی طرف نہ لپکے اور اس کے نتیجہ میں دوزخ میں نہ جانا پڑے۔ (مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 260)

مکارہ اصل میں مکرہ کی جمع ہے جس کی معنی ہیں مکروہ یعنی ناپسندیدہ ودشوار چیز یہاں مکارہ سے مراد وہ شرعی امور ہیں جن کا انسان کو مکلف قرار دیا گیا ہے کہ فلاں فلاں کو اختیار کیا جائے اور فلاں فلاں سے اجتناب کیا جائے پس جنت کے چاروں طرف مکارہ کا احاطہ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور گناہوں سے اجتناب کرنے کی تکلیف ومشقت اٹھائی جائے گی نفس کی خواہشات اور اس کی تمناؤں کو ختم نہ کر دیا جائے گا اس وقت تک جنت میں داخل ہونا ناممکن ہوگا۔

جنت ودوزخ کی آپس میں بحث کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت ودوزخ نے آپس میں بحث وتکرار کی چنانچہ دوزخ نے تو یہ کہا کہ مجھے سرکش ومتکبر اور ظالموں کے لئے چھانٹا گیا ہے اور جنت نے یہ کہا کہ میں اپنے بارے میں کیا کہوں میرے اندر بھی تو وہی لوگ داخل ہوں گے جو ضعیف وکمزور ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے ہیں اور جو بھولے بھالے اور فریب میں آجانے والے ہیں۔ (یہ سن کر) اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت کے اظہار کا ذریعہ اور میرے کرم کی آماجگاہ کے علاوہ اپنے بندوں سے جس کو اپنی رحمت سے نوازنا چاہتا ہوں اس کے لئے تجھے ہی ذریعہ بناتا ہوں۔ اور دوزخ سے فرمایا تو میرے عذاب کا محل ومظہر ہونے کے علاوہ کچھ نہیں میں اپنے بندوں میں سے جس کو عذاب دینا چاہتا ہوں اس لئے تجھے ہی ذریعہ بناتا ہوں اور میں تم دونوں ہی کو لوگوں سے بھر دوں گا البتہ دوزخ کے ساتھ تو یہ معاملہ ہوگا کہ وہ اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک کہ اس پر اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں نہ رکھ دے گا، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ رکھ دے گا تو دوزخ پکار اٹھے گی کہ بس، بس، بس، اس وقت دوزخ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھر جائے گی اور اس کے حصوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا جائے گا (پس وہ سمٹ جائے گی) مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا رہا جنت کا معاملہ تو (اس کے بھرنے کے لئے) اللہ تعالیٰ نئے لوگ پیدا کر دے گا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ المصابیح، جلد پنجم: رقم الحدیث، 258)

جنت ودوزخ نے آپس میں بحث وتکرار کی" کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے گویا اپنے اپنے بارے میں ایک طرح کا شکوہ شکایت کیا دوزخ کا کہنا اگر یہ تھا کہ سرکش وظالم لوگوں کے لئے مجھے ہی کیوں مخصوص کیا گیا تو جنت نے یہ کہا کہ میرا معاملہ بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے میرے اندر بھی تو انہی لوگوں کو داخل کیا جائے گا دنیا میں جن کی کوئی شان وشوکت نہیں ہے اور کمزور جسم لاغر بدن خستہ حال ومفلس اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعت ہیں ان دونوں کا شکوہ سن کر اللہ تعالیٰ نے ان پر واضح کیا کہ تم میں سے کسی کا بھی اس کے علاوہ کوئی معاملہ نہیں کہ تم دونوں کو محض میری مشیت اور مصلحت کے نتیجہ میں وجود میں لایا گیا ہے کہ میں نے ایک کو اپنی رحمت اور لطف وکرم کا اور دوسری کو اپنے قہر وغضب کا محل ومظہر بنایا پس مؤمن اور کافر کی طرح تم دونوں بھی، یعنی جنت ودوزخ

دراصل خدائی جمال وجلال کے مظاہر کا نقطہ کمال ہو اور تم دونوں میں سے کسی کو بھی ایسی کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہے جس سے دوسرے کے مقابلہ پر اس کی فضیلت و برتری ظاہر ہو اگرچہ اتنی بات ضرور ہے کہ دوزخ کے معاملات کا تعلق عدل وانصاف سے اور جنت کے معاملات "فضل وکرم" سے تعلق رکھتے ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے ہیں" یعنی وہ لوگ جو اگرچہ اپنے عقیدہ وعمل اور اخلاق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر و منزلت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں یعنی علماء صلحاء اور ارباب باطن کی نظروں میں بھی انہیں قدر و منزلت ہی حاصل ہوتی ہے لیکن ظاہری طور پر ان کے کمزور وضعیف خستہ حال اور غریب ونادار ہونے کی وجہ سے اکثر دنیا والے ان کو حقیر و کمتر اور نا قابل اعتناء سمجھتے ہیں نیز میرے اندر وہی لوگ داخل ہوں گے۔

جو کمزور وضعیف ہیں میں جو حصر ہے اس سے مراد اکثر واغلب" ہے کہ جنت میں زیادہ تر لوگ اسی زمرہ کے ہوں گے، ورنہ جنت میں جانے والے تو انبیاء ورسول بھی ہوں گے اور سلاطین وامراء بھی! یا یہ کہا جائے کہ ضعفاء (ضعیف وکمزور) سے مراد وہ بندے ہیں جو پروردگار کے سامنے بھی ذلت وفروتنی ظاہر کرتے ہیں، مخلوق کے ساتھ بھی تو تواضع وانکساری کا رویہ اختیار کرتے ہیں اور خود اپنی نظر میں بھی اپنے کو گرائے رکھتے ہیں۔" جو بھولے بھالے اور فریب میں آ جانے والے ہیں۔" یعنی وہ لوگ فکر آخرت میں سرگرداں رہنے کی وجہ سے دنیاوی امور سے غافل اور دنیاوی معاملات میں ناتجربہ کار رہتے ہیں اس لئے دنیا ان کو بڑی آسانی کے ساتھ بیوقوف بنا دیتے ہیں اپنے مکر وفریب کے جال میں پھانس لیتے ہیں اسی اعتبار سے ایک حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے کہ اہل جنت کی اکثریت دنیاوی امور سے نابلد اور نادان) لوگوں پر مشتمل ہوگی ان کے مقابلہ پر کافر ومنافق دنیاوی معاملات میں بڑے چالاک اور مکار ہوتے ہیں کیونکہ وہ دنیا کے معاملات کو سب کچھ سمجھ کر اپنے فکر وعمل کی پوری توانائی ادھر ہی لگائے رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **یعلمون ظاهرا من الحیوة الدنیا وهم عن الاخرة هم غافلون** وہ دوزخ اس وقت تک نہیں بھرے گی۔۔ الخ۔ یعنی جتنے لوگوں کا دوزخ میں جانا مقدر ہوگا ان سب کے دوزخ میں پہنچ جانے کے بعد بھی جب دوزخ کا پیٹ نہیں بھرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے مزید دوزخیوں کا مطالبہ کرے گی، قرآن کریم میں ہے: **یوم نقول لجهنم هل امتلئت وتقول هل من مزید** لیکن اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ بھرنے کے لئے یہ نہیں کرے گا کہ بے گناہ لوگوں کو جہنم میں بھر دے یا جو گناہ گار بخشے جانے والے ہوں گے۔

انہیں کو دوزخ کے سپرد کر دے یا نئے لوگ اس لئے پیدا کرے کہ ان کو دوزخ کا پیٹ بھرنے کے کام میں لایا جائے، بلکہ یہ کرے گا کہ اپنا پیر دوزخ پر رکھ دے گا جس سے دوزخ کے تمام اطراف ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں گی اور دوزخ کا پیٹ سمٹ کر وہاں موجود لوگوں سے بھر جائے گا، یہ جو فرمایا گیا ہے کہ" اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ظلم نہیں کرے گا تو اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخ کا پیٹ بھرنے کے لئے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کرے گا جس کو صورتاً ظلم سے تعبیر کیا جا سکتا ہو، ورنہ اصل بات یہ ہے اگر پروردگار بے گناہ لوگوں ہی کو دوزخ میں ڈال کر اس کا پیٹ بھرے تو حقیقت میں اس کو ظلم نہیں کہیں گے کیونکہ اپنی ملکیت میں کسی طرح کے بھی تصرف کو ظلم قرار نہیں دیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ صورۃً ظلم بھی نہیں کرے گا اس ضمن میں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ

کی طرف" پاؤں" کی نسبت متشابہات میں سے ہے جیسا کہ اس کے لئے ہاتھ آنکھ اور چہرے کے ذکر کو متشابہات میں شمار کیا جاتا ہے اور متشابہات کے سلسلے میں قرآن وحدیث میں ہے وہ یہ ہے کہ بس یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس سے جو کچھ مراد ہے وہی درست اور حق ہے اس کی حقیقت وکیفیت کی جستجو میں نہ پڑا جائے یہی سب سے بہتر راستہ ہے اور اسی کو سلف نے اختیار کیا ہے۔

تاہم متاخیرین ارباب طویل میں سے بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے" پیر" سے مراد اس کی مخلوق میں سے کسی کا پیر ہے، اس کے علاوہ بعض لوگوں نے کچھ اور ایسی تاویلیں بھی کی ہیں جو ذات اقدس تعالیٰ کی شان کے مطابق ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔ جنت کو بھرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نئے لوگ پیدا کرے گا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جمع کر کے جنت میں داخل کر دے گا جنہوں نے کبھی کوئی عمل نہیں کیا ہوگا اور جنت کے مستحق نہیں ہوں گے پس یہ رب کریم کی شان رحمت کا اظہار ہوگا کہ وہ دوزخ کو بھرنے کے لئے بے گناہ لوگوں کو تو اس میں نہیں ڈالے گا لیکن بہشت کو بھرنے کے لئے بے عمل لوگوں کو اس میں داخل کر دے گا۔

بَابٌ فِي الْحَوْضِ

باب: حوض کا بیان

حوض کے معنی ومفہوم کا بیان

حوض کے معنی: لغت میں" حوض کے معنی ہیں" پانی جمع ہونا اور بہنا۔ اسی لئے جو گندا خون عورتوں کو ہر مہینہ آتا ہے۔" حیض" کہلاتا ہے اور یہ لفظ بھی" حوض" ہی سے مشتق ہے یہاں حوض سے وہ" حوض" (ہز) مراد ہے جو قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہوگا اور جس کی صفات وخصوصیات اس باب میں نقل ہونے والی احادیث سے معلوم ہوں۔ قرطبی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو حوض ہوں گے۔ ایک حوض تو میدان محشر میں پل صراط سے پہلے عطا ہوگا اور دوسرا حوض جنت میں ہوگا اور دونوں کا نام کوثر ہوگا۔ واضح رہے کہ عربی میں" کوثر" کے معنی ہیں خیر کثیر یعنی بیشار بھلائیاں اور نعمتیں! پھر زیادہ صحیح یہ ہے کہ میدان حشر میں جو حوض عطا ہوگا وہ" میزان" کے مرحلہ سے پہلے ہی ہوگا پس لوگ اپنی قبروں سے پیاس کی حالت میں نکلیں گے اور پہلے حوض پر آئیں گے۔ اس کے بعد میزان (یعنی اعمال کے تولے جانے) کا مرحلہ پیش آئے گا۔

اسی طرح میدان حشر میں ہر پیغمبر کا اپنا حوض ہوگا جس پر اس کی امت آئے گی چنانچہ اس وقت تمام پیغمبر آپس میں فخر کا اظہار کریں گے کہ دیکھیں کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میرے حوض پر آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

4745- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

4745-إسناده صحيح، أيوب: هو ابن أبي تميمة. وأخرجه مسلم (2299) عن أبي الربيع الزهراني وأبي كامل الجحدري، كلاهما عن حماد بن زيد، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (6577)، ومسلم (2299)، من طريق عبيد الله، ومسلم (2299) (34) من طريق موسى بن عقبة، و (2299) من طريق عمر بن محمد، ثلاثتهم عن نافع، به. وهو في "مسند أحمد" (4723)، و"صحيح ابن حبان" (6453).

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمَامَکُمْ حَوْضًا مَا بَیْنَ نَاحِیَتَیْہِ کَمَا بَیْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرُحَ

✧✧ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تمہارے آگے حوض ہوگا' اس کے دونوں کناروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا ''جرباء'' اور ''اذرح'' کے درمیان ہے۔

4746- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِیُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ جُزْءٌ مِّنْ مِائَةِ اَلْفِ جُزْءٍ مِمَّنْ یَرِدُ عَلَیَّ الْحَوْضَ قَالَ قُلْتُ کَمْ۔ کُنْتُمْ یَوْمَئِذٍ قَالَ سَبْعُ مِائَةٍ اَوْ ثَمَانِ مِائَةٍ

✧✧ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ آپ نے فرمایا: جتنے لوگ میرے حوض پر آئیں گے تم ان کا ایک لاکھواں حصہ بھی نہیں ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' آپ لوگوں کی تعداد اس وقت کتنی تھی۔ انہوں نے جواب دیا: سات سو تھی یا شاید آٹھ سو تھی۔

4747- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِیِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَقُوْلُ اَغْفٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِغْفَائَةً فَرَفَعَ رَاْسَهُ مُتَبَسِّمًا فَاِمَّا قَالَ لَهُمْ وَاِمَّا قَالُوْا لَهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ ضَحِکْتَ فَقَالَ اِنَّهُ اُنْزِلَتْ عَلَیَّ اٰنِفًا سُوْرَةٌ فَقَرَاَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ) حَتّٰی خَتَمَهَا فَلَمَّا قَرَاَهَا قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْکَوْثَرُ قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهُ نَهْرٌ وَّعَدَنِیْهِ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِی الْجَنَّةِ وَعَلَیْهِ خَیْرٌ کَثِیْرٌ عَلَیْهِ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَیْهِ اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اٰنِیَتُهُ عَدَدُ الْکَوَاکِبِ

✧✧ مختار بن فلفل بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آ گئی۔ جب آپ نے سر مبارک اٹھایا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ لوگوں نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: ابھی میرے اوپر یہ سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے (ان آیات کی) تلاوت کی۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں جو رحمان اور رحیم ہے (وہ فرماتا ہے):

بے شک ہم نے تمہیں الکوثر عطا کی ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پوری سورت کو تلاوت کیا۔ جب آپ نے اسے پڑھ لیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو ''کوثر'' سے مراد کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک نہر ہے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے' یہ جنت میں ہے۔ اس میں بہت زیادہ بھلائی ہے' اس پر ایک حوض ہے' میری امت کے لوگ قیامت کے دن اس حوض پر آئیں گے۔ اس کے کوزے ستاروں کی تعداد جتنے ہیں۔

کوثر کی تفسیر سے متعلق روایات کا بیان

۱۔ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سورۃ انا اعطینا ک الکوثر مکہ میں نازل ہوئی۔

۲۔ابن مردویہ نے ابن الزبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح روایت کیا۔

۳۔ابن ابی شیبہ نے عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا اور لوگ مضطرب اور بکھر گئے تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے قرآن میں سب سے چھوٹی سورتیں پڑھیں اور نماز مکمل کی۔یعنی آیت انا اعطینک الکوثر اور آیت اذا جاء نصر اللہ والفتح۔

۴۔بیہقی نے اپنی سنن میں ابن شبرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ قرآن میں تین آیات سے کم کوئی سورۃ نہیں ہے۔

۵۔طستی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نافع بن ازرق رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول آیت انا اعطینك الکوثر کے بارے میں بتائیے۔تو انہوں نے فرمایا کہ جنت کے اندر کے حصے میں ایک نہر ہے۔اس کے کناروں پر موتی اور یاقوت کے گنبد ہیں۔جن میں آپ کی ازواج اور خدام ہیں۔پھر پوچھا کونسی چیز ہے کہ جس کے سبب اس کا ذکر کیا گیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب صفا سے داخل ہوئے اور باب المروہ سے باہر نکل گئے۔عامر بن وائل السہمی آپ کے سامنے آ گیا۔پھر عاص قریش کی طرف لوٹ آیا۔قریش نے اس سے کہا اے ابو عمرو! ابھی ابھی تیرے سامنے کون آیا؟ اس نے کہا وہ ابتر تھا۔اور اس لفظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا۔تب اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ کوثر نازل فرمائی آیت انا اعطینك الکوثر فصل لربك وانحر،ان شانیك هو الابتر۔ بے شک ہم نے آپ کو کوثر دی پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے،بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔یعنی آپ کا دشمن عاص بن وائل ہی خیر سے خالی اور بے نام ونشان ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جہاں میرا ذکر کیا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! وہاں آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔اور جس نے میرا ذکر کیا اور آپ کا ذکر نہ کیا تو اس کے لیے جنت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔پھر پوچھا کیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔

وحباء الالہ بالکوثر الاکبر فیه النعیم والخیرات

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر عطا فرمائی اس میں بے شمار نعمتیں اور خیرات وبرکات ہیں۔

۶۔ابن ابی شیبہ واحمد ومسلم وابوداود والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں انس بن مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ اونگھ آئی۔اور پھر مسکراتے ہوئے اپنے سر مبارک کو اٹھایا اور فرمایا کہ مجھ پر ابھی ابھی ایک سورۃ نازل ہوئی اور آپ نے سورۃ کوثر پڑھی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطینك الکوثر یہاں تک کہ اس کو ختم فرمایا۔پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا وہ ایک نہر ہے میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے جنت میں اس میں خیر کثیر ہے۔میری امت اس پر آئے گی قیامت کے دن۔اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔ایک بندے کو اس میں سے کھینچ کر نکال لیا جائے گا

تو میں کہوں گا اے میرے رب یہ میری امت میں ہے کہا جائے گا۔ آپ نہیں جانتے کہ جو کچھ اس نے آپ کے بعد کیا۔

۷۔ مسلم اور بیہقی نے ایک دوسری سند سے اس طرح بیان کیا پھر آپ نے اپنے سر مبارک کو اٹھایا اور یہ سورۃ آخر تک پڑھی اور بیہقی نے کہا کہ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اہل التفاسیر والمغازی کے درمیان کہ یہ سورۃ مکی ہے اور یہ الفاظ اس کے مخالف نہیں ہے۔ پس اس کا مشابہ ہونا اولیٰ ہے۔

۸۔ الطبرانی والحاکم وصححہ وابن مردویہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ انا اعطینک الکوثر۔

۹۔ احمد وابن المنذر وابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے یہ آیت انا اعطینک الکوثر پڑھی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کوثر عطا کی گئی ہے پس یہ جنت میں ایک نہر ہے جو جاری ہے اور اس میں کوئی شگاف نہیں۔ اس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے گنبد ہیں۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کی مٹی تک مارا تو وہ انتہائی خوشبودار کستوری تھی۔

۱۰۔ الطیالسی وابن ابی شیبہ واحمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا اچانک میں ایسی نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے تو میں نے اپنا ہاتھ وہاں تک مارا جہاں پانی چل رہا تھا۔ تو وہ انتہائی خوشبودار کستوری تھی۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

کوثر کیا چیز ہے؟

۱۱۔ احمد والترمذی وابن جریر وابن المنذر والحاکم وابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ جنت میں ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے اور وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ اس میں ایسے پرندے ہیں کہ ان کی گردنیں اونٹ کے گردنوں کی طرح ہی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ بے شک وہی بڑے موٹے تازے ہوں گے۔ تو آپ نے فرمایا اے عمر! اس کے پھل اس سے بڑھ کر لذیذ اور ملائم ہوں گے۔

۱۲۔ ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کوثر عطا کی گئی ہے میں نے کہا یارسول اللہ! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک نہر ہے جنت میں اس کا عرض اور لمبائی اتنی ہے جیسے مشرق اور مغرب کے درمیان کا فاصلہ ہے اس میں سے جو کوئی پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اور اس میں جو کوئی وضو کرے گا تو وہ کبھی غبار آلود نہ ہوگا اس میں سے وہ نہیں پیئے گا۔ جس نے میرے عہد کو توڑ دیا اور نہ ہی وہ پیئے گا جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی کو قتل کیا۔

۱۳۔ ابن ابی شیبہ واحمد والترمذی وصححہ وابن ماہ وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ نے عطا بن سائب رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ مجھ کو محرب بن دثار نے کہا کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کوثر کے بارے میں کیا فرمایا؟ میں نے کہا کہ انہوں نے ہم کو ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا کہ اس سے مراد خیر کثیر ہے تو اس نے کہا تو نے سچ کہا اللہ کی قسم! بلاشبہ وہ خیر کثیر ہے۔ لیکن ہم ابن
عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ آیت انا اعطینک الکوثر نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر جنت میں ایک
نہر ہے اس کے کنارے سونے کے ہیں وہ موتیوں اور یاقوت پر جاری ہے۔ اس کی مٹی عمدہ مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اس کا پانی
دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

کوثر جنتی نہر ہے

۱۴۔ ابن ابی شیبہ والبخاری وابن جریر وابن مردویہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول
آیت انا اعطینک الکوثر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی
ہے جنت کے اندر اور اس کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتی ہیں جس میں برتن اور لوٹے ستاروں کی تعداد میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۵۔ ابن جریر وابن مردویہ نے ابن ابی نجیح کے طریق سے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا آیت انا اعطینک الکوثر میں الکوثر سے
مراد خیر کثیر ہے اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا وہ ایک جنت
میں نہر ہے کوئی آدمی اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کرے گا وہ اس نہر کے چلنے کی آواز سنے گا۔

۱۶۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کوثر دی گئی۔ اس کے
برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

۱۷۔ ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۱۸۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت انا اعطینك الكوثر کے بارے میں روایت کیا کہ وہ ایک نہر
ہے جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں عطا فرمائی۔

۱۹۔ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے اس کے دونوں کنارے سونے اور
چاندی کے ہیں۔ وہ یاقوت اور موتیوں پر جاری ہے۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

۲۰۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت انا اعطینك الكوثر سے مراد ایک نہر ہے جنت
میں۔ اس کی گہرائی ستر ہزار فرسخ ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اس کے دونوں کنارے موتی،
یاقوت اور زبرجد کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص فرمایا دوسرے انبیاء میں سے۔

۲۱۔ بخاری وابن جریر والحاکم نے ابی بشر کے طریق سے سعید بن جبیر سے روایت کیا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کوثر وہ خیر ہے جو اللہ تعالیٰ خاص طور پر آپ کو عطا فرمائی۔ ابو بشر نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر
سے کہا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ کوثر جنت کی نہر ہے تو انہوں نے کہا وہ نہر جو جنت میں ہے وہ بھی اسی خیر میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ
نے خاص کر آپ کو عطا فرمائی۔

۲۲۔ طبرانی نے الاوسط میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے آیت انا اعطینك الكوثر کے بارے میں روایت کیا کہ کوثر جنت

میں ایک وسیع نہر ہے۔ جس میں سونے اور چاندی کے برتن ہے ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۲۳۔ ابن جریر و ابن مردویہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حمزہ بن عبد المطلب کے گھر تشریف لائے۔ اس کو نہ پایا تو ان کی بیوی سے ان کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے کہا ابھی باہر گئے ہیں۔ یارسول اللہ! کیا آپ اندر تشریف نہیں لاتے۔ آپ اندر داخل ہوئے تو اس نے کہا ابھی باہر گئے ہیں یارسول اللہ! کیا آپ اندر نہیں لاتے۔ آپ اندر داخل ہوئے تو اس نے آپ کو حیس (ایک قسم کا حلوا) پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے کھایا۔ تو ان کی بیوی نے کہا مبارک ہو آپ کو یارسول اللہ! آپ تشریف لائے۔ اور میں ارادہ رکھتی تھی کہ میں آپ کے پاس آؤں تا کہ آپ کو مبارک باد پیش کروں۔ کیونکہ مجھے ابو عمارہ نے یہ خبر دی کہ بلاشبہ آپ کو نہر عطا کی گئی ہے جنت میں جس کو کوثر کہا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اور اس کی زمین یاقوت، مرجان اور زبرجد اور موتیوں کی ہے۔

۲۴۔ ابن مردویہ نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اس کا عرض اتنا ہے جتنا ایلہ سے پھر اس نے کہا اس کے سنگریزے اور کنکریاں بھی ہیں؟ فرمایا ہاں اس کی کنکریاں ہیرے اور جواہر ہیں۔ اور اس کے سنگریزے موتی ہی۔ پھر اس نے کہا اس کے لیے درخت بھی ہیں؟ فرمایا ہاں اس کے دونوں کناروں پر سونے کے درخت ہیں جن کی لمبی شاخیں اس پر جھکی ہوئی ہیں۔ پھر پوچھا کیا ان شاخوں کے ساتھ پھل بھی ہیں۔ فرمایا ہاں وہاں سرخ یاقوت اور زبرجد کی قسمیں اگی ہیں۔ اس میں آبخورے اور برتن، پیالے بھی ہیں۔ وہ دوڑ کر آئیں گے اس کی طرف جو ان سے پینے کا ارادہ کرے گا۔ جو بکھرے ہوئے ہیں اس کے درمیان میں گویا کہ وہ چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔

۲۵۔ ابن المنذر نے ضحاک رحمہ اللہ آیت انا اعطینك الكوثر کے بارے میں روایت کیا کہ یہ ایک نہر ہے جنت میں اس کے دونوں کنارے موتیوں کے گنبد ہیں اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہوں گی۔

۲۶۔ ہناد و ابن جریر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ کوثر کے چلنے کی آواز کو سنے تو وہ اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھے۔

۲۷۔ ابن جریر و ابن عساکر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ کوثر سے مراد دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

۲۸۔ ہناد و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن عساکر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کوثر سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت، خیر اور قرآن عطا فرمایا۔ ۲۹۔ ابن ابی حاتم نے حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ کوثر سے مراد ہے قرآن۔ (تفسیر درمنثور، سورہ کوثر، بیروت)

4748۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ

4748-إسناده صحيح. المعتمر: هو ابن سليمان بن طرخان. وأخرجه البخاری (4964) و (6581)، والترمذی (3653) و (3654)، والنسائي في "الكبرى" (11469) من طرق عن قتادة، عن أنس. وأخرجه النسائي (11642) من طريق حميد الطويل، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (12008) و (12675)، و"صحيح ابن حبان" (6474).

مَالِكٍ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِنَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ اَوْ كَمَا قَالَ عُرِضَ لَهُ نَهْرٌ حَافَتَاهُ الْيَاقُوتُ
الْمُجَيَّبُ اَوْ قَالَ الْمُجَوَّفُ فَضَرَبَ الْمَلَكُ الَّذِي مَعَهُ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِسْكًا فَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِلْمَلَكِ الَّذِي مَعَهُ مَا هٰذَا قَالَ الْكَوْثَرُ الَّذِي اَعْطَاكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ جنت میں تھے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) آپ کے سامنے ایک نہر پیش کی گئی جس کے دونوں کنارے کھوکھلے یاقوت کے تھے۔ فرشتے نے جو آپ کے ساتھ تھا' اپنا ہاتھ اس پر مارا اور اس میں سے مشک نکال کر دکھائی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس فرشتے سے جو آپ کے ساتھ تھا' دریافت کیا' یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا' یہ وہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔

4749- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ اَبُو طَالُوتَ قَالَ شَهِدْتُ اَبَا
بَرْزَةَ دَخَلَ عَلَى عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ فَحَدَّثَنِي فُلَانٌ سَمَّاهُ مُسْلِمٌ وَكَانَ فِي السِّمَاطِ فَلَمَّا رَآهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ
مُحَمَّدِيَّكُمْ هٰذَا الدَّحْدَاحُ فَفَهِمَهَا الشَّيْخُ فَقَالَ مَا كُنْتُ اَحْسَبُ اَنِّي اَبْقَى فِي قَوْمٍ يُعَيِّرُونِي بِصُحْبَةِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ اِنَّ صُحْبَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ زَيْنٌ غَيْرُ شَيْنٍ قَالَ اِنَّمَا
بَعَثْتُ اِلَيْكَ لِاَسْاَلَكَ عَنِ الْحَوْضِ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ فِيهِ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ اَبُو
بَرْزَةَ نَعَمْ لَا مَرَّةً وَلَا ثِنْتَيْنِ وَلَا ثَلَاثًا وَلَا اَرْبَعًا وَلَا خَمْسًا فَمَنْ كَذَّبَ بِهِ فَلَا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ ثُمَّ خَرَجَ مُغْضَبًا

✧✧ ابوطالوت بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ میں حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا جب وہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے' جب عبید اللہ نے انہیں دیکھا تو بولا: یہ چھوٹے قد کا موٹا محمدی ہے۔ وہ بزرگ اس بات کو سمجھ گئے اور بولے: مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ میں ایسی قوم میں باقی رہوں گا جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہونے کی وجہ سے مجھے طعنہ دیں گے تو عبید اللہ نے ان سے کہا: حضرت محمد ﷺ کا صحابی ہونا آپ کے لئے عزت کا باعث ہے' رسوائی کا باعث نہیں ہے۔ پھر اس نے بتایا: میں نے آپ کو اس لیے بلوایا ہے تاکہ آپ سے حوض کوثر کے بارے میں دریافت کروں' کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں کوئی تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے؟ تو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں' تین مرتبہ نہیں' چار مرتبہ نہیں' پانچ مرتبہ نہیں (بلکہ اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے) اور جو شخص آپ کے حوالے سے کوئی جھوٹی بات بیان کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس حوض سے پینا نصیب نہ کرے پھر حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ غضب کے عالم میں وہاں سے چلے گئے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ سو آپ اپنے رب کی رضا کے لئے نماز پڑھتے رہیے اور قربانی کرتے رہیں۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل ہے۔ (الکوثر: ۳-۱)

اس آیت میں انا اور اعطاء کے فوائد اور نکات

اس آیت کے شروع میں لفظ انا ہے اور یہ جمع کا لفظ ہے اور اس لفظ سے کبھی جمعیت مراد ہوتی ہے اور کبھی تعظیم مراد ہوتی ہے

اور چونکہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس لئے اس سے جمعیت مراد نہیں ہو سکتی، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کوثر عطا فرمائی ہے، اس میں کئی افراد وسیلہ ہیں، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے آپ کو اہل مکہ میں رسول بنا کر بھیجنے کی دعا کی:

(البقرہ:۱۲۹) اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے امت احمد میں سے بنا دے۔

حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے آپ کی آمد کی بشارت دی:

(الصف:۶) اور میں اپنے بعد ایک آنے والے رسول کی تم کو بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

لفظ انا میں جمع کے لفظ کی دوسری وجہ تعظیم ہے یعنی آپ کو کوثر عطا کرنے والا تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہے اور جب آپ کو عطا کرنے والا اس قدر عظیم ہے تو اس کا عطیہ بھی بہت عظیم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ماضی کے صیغہ سے فرمایا ہے: ہم نے آپ کو کوثر عطا کر دی اور مستقبل کے صیغہ سے نہیں فرمایا کہ ہم آپ کو کوثر عطا کریں گے، یہ اس کی دلیل ہے کہ کوثر آپ کو ماضی میں حاصل ہو چکی ہے اور اس میں حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) جس کو ماضی میں بہت عظیم نعمت حاصل ہو چکی ہو، وہ اس سے بہت افضل ہے جس کو مستقبل میں وہ نعمت حاصل ہو، اسی لئے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا: اس وقت جب حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث:۳۶۰۹)

(۲) گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: ہم نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کی سعادت کے اسباب مہیا کر دیئے تھے تو ہم آپ کی ولادت اور آپ کی عبادت کے بعد آپ کو کب فراموش کرنے والے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو کوثر عطا کرنے کا ذکر کیا، اس کے بعد آپ کو نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو کوثر عطا کرنا محض اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل اور احسان ہے، آپ کی کسی عبادت اور ریاضت کا معاوضہ نہیں ہے۔

(۴) نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ہم نے کوثر آپ کو دی ہے، یوں نہیں فرمایا کہ ہم نے یہ کوثر نبی کو دی ہے یا رسول کو دی ہے کیونکہ اگر فرماتا: یہ کوثر نبی کو دی ہے تو یوں سمجھا جاتا کہ یہ کوثر نبوت کا مقتضیٰ ہے، سو جو بھی نبی ہوگا اس کو یہ کوثر مل گئی ہوگی اور اگر فرماتا یہ کوثر رسول کو دی ہے تو یوں سمجھا جاتا کہ یہ کوثر رسالت کا تقاضا ہے، سو جو بھی رسول ہوگا اس کو یہ کوثر مل گئی ہوگی اور جب فرمایا: بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے تو پتا چلا کہ یہ کوثر نہ نبوت کا تقاضا ہے نہ رسالت کا تقاضا ہے، یہ کوثر تو صرف آپ کی ذات کا تقاضا ہے۔

(۵) عربی میں اعطاء اور ایتاء دونوں کا معنی دینا اور نوازنا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اعطاء کا لفظ فرمایا ایتاء کا لفظ نہیں فرمایا کیونکہ اعطاء کا متبادر معنی ہے: محض اپنے فضل سے دینا، نیز اعطاء کا معنی ہے، کسی چیز کا مالک بنا دینا اور ایتاء سے یہ متبادر نہیں ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو کوثر کا مالک بنا دیا ہے، آپ جس کو چاہیں اس کو کوثر میں سے دیں اور

جس کو چاہیں نہ دیں، اللہ تعالیٰ نے جب حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا کیا تو فرمایا:

(ص:۳۹) یہ ہماری عطا ہے، اب آپ کسی پر احسان کر کے اس کو دے دیں یا روک کر رکھیں۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر عطا کی تو آپ کو اس کا مالک بنا دیا، چاہے آپ کسی کو دیں یا نہ دیں۔

لفظ کوثر کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الکوثر جنت میں نہر ہے، اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں، اس میں موتی اور یاقوت جاری ہیں، اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۶۱ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے)

(۲) کوثر سے مراد حوض ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اچانک آپ کو اونگھ آ گئی، آپ نے مسکراتے ہوئے سر بلند کیا اور فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے، پھر آپ نے پڑھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انا اعطینٰک الکوثر۔ فصل لربک وانحر۔ ان شانئک ھو الابتر۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: یہ وہ نہر ہے جس کا میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس میں خیر کثیر ہے اور یہ وہ حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی، اس کے برتن ستاروں کے عدد کے برابر ہیں، اس پر ان میں سے ایک بندہ وہاں سے نکالا جائے گا، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرا امتی ہے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آپ ازخود نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد دین میں کیا نیا کام نکالا تھا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۰۰)

اس حدیث سے مخالفین یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا علم نہیں تھا ورنہ آپ کو ازخود معلوم ہوتا کہ یہ شخص آپ کے دین اور آپ کی امت سے نکل چکا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ (الوفا ص 810 مطبوعہ مصر 1369ھ) سو جس شخص نے دین میں نیا کام نکالا اس کا عمل بھی آپ پر پیش کیا گیا تھا، لہٰذا اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی نہیں ہوتی، البتہ اس میں آپ کی توجہ کی نفی ہے۔

کوثر سے مراد حوض ہو یا جنت میں نہر، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر ہے، اس لئے یہ تفسیر تمام اقوال پر راجح اور فائق ہے۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوثر سے مراد خیر کثیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر خیر کثیر آپ کو عطا کر دی اور اسلام، قرآن، نبوت اور دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین اور ثناء جمیل خیرات کثیرہ ہیں اور جنت کی سب نعمتیں خیر کثیر ہیں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۹۶۶)

(۴) عکرمہ نے کہا: کوثر سے مراد نبوت اور کتاب ہے۔

(۵) حسن بصری نے کہا: کوثر سے مراد قرآن ہے۔

(۶) المغیرہ نے کہا: کوثر سے مراد اسلام ہے۔

(۷) الحسین بن الفضل نے کہا: کوثر سے مراد قرآن کو آسان کرنا اور احکام شرعیہ میں تخفیف ہے۔

(۸) ابوبکر بن عیاش نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے اصحاب آپ کی امت اور آپ کے متبعین کی کثرت ہے۔

(۹) الماوردی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے ذکر کی بلندی ہے۔

(۱۰) الماوردی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے ذکر کی بلندی ہے۔

(۱۱) الکوثر سے مراد آپ کے دل کا وہ نور ہے، جس نے آپ کو اللہ کے ماسوا سے منقطع کر دیا۔

(۱۲) کوثر سے مراد شفاعت ہے۔

(۱۳) الثعلبی نے کہا: کوثر سے مراد آپ کے معجزات ہیں، جن سے آپ کی امت کو ہدایت حاصل ہوئی۔

(۱۴) ہلال بن یساف نے کہا: کوثر سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور ایک قول ہے: کوثر سے مراد دین کی فقہ ہے اور ایک قول ہے: پانچ نمازیں ہیں۔

ان اقوال میں سے صحیح ترین قول اول اور ثانی ہے یعنی کوثر سے مراد جنت میں ایک نہر ہے یا حوض ہے، جو محشر میں قائم ہوگا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۹۴، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

حوض کوثر کے متعلق یہ ایمان افروز حدیث ہے

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ نے شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی، پھر آپ منبر پر گئے، پس فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا اور میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا، اور بے شک اللہ کی قسم! میں اپنے حوض کو اب بھی ضرور دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم (سب) مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم سے یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 1344۔ 6590 (سنن ترمذی رقم الحدیث:: ۳۲۲۳، مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۸)

بَابٌ فِي الْمَسْأَلَةِ فِي الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

باب: قبر میں سوال جواب ہونا اور قبر میں عذاب ہونا!

4750- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ فَشَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ

4750- إسناده صحيح. أبو الوليد الطيالسي: هو هشام بن عبد الملك. وأخرجه البخاري (4699) عن أبي الوليد الطيالسي، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (1369) وبإثره، ومسلم (2871) (73)، وابن ماجه (4268)، والترمذي (3385)، والنسائي في "الكبرى" (2195) و (11200)

إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَلِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ)

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب قبر میں مسلمان سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ذریعے ثابت رکھے گا''۔

شرح

ا:۔ امام طیالسی، بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی ابن ماجہ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جائے گا تو وہ گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ

۲:۔ امام ابن مردویہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ کے بارے میں روایت کیا کہ یہ قبر کے بارے میں ہے اگر وہ نیک آدمی ہے تو وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) توفیق مل جاتی ہے بولنے کی اور وہ ایسا آدمی ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہوتی تو وہ کچھ نہیں بتا سکتا۔

عذاب قبر سے پناہ مانگتے رہنا

۳:۔ امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، نے مصنف میں، احمد بن حنبل، ھناد بن السری نے زہد میں، عبد بن حمید، ابوداود، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ حاکم نے (اس کو صحیح بھی کہا ہے) اور بیہقی نے کتاب عذاب القبر میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں گئے جو انصار میں سے ایک آدمی کا تھا ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی اس کی لحد تیار نہیں ہوئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے (اور اتنے ادب سے بیٹھے ہوئے تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو دو یا تین مرتبہ آپ نے فرمایا پھر فرمایا کہ مومن بندہ جس دنیا سے جاتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے سفید چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن ہوتا ہے اور جنت کے خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس سے حد نگاہ تک (دور) بیٹھ جاتے ہیں پھر موت کے فرشتے تشریف لاتے ہیں وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے اطمینان پکڑنے والی جان تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل تو وہ روح نکل آتی ہے اور اس طرح آسانی سے نکلتی ہے جیسے مشکیزہ میں سے (پانی کے) قطرے نکلتے ہیں اگرچہ تم اس

کے علاوہ دیکھتے ہو موت کا فرشتہ اس کو پکڑ لیتا ہے جب اس کو لے لیتے ہیں اور اس کو جنتی کفن میں رکھ دیتے ہیں اور اس کو جنت کی خوشبو لگاتے ہیں پس وہ کستوری جو زمین پر پائی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ خوشبو مہکتی ہے وہ فرشتے اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں میں سے کسی فرشتہ پر سے گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ یہ فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے وہ اس کا اچھا نام لیتے ہیں جو دنیا میں اس کا نام لیا جاتا تھا یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں وہ فرشتے اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو وہ ان کے لئے کھول دیا جاتا ہے ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس روح کو اوپر والے آسمان تک الوداع کہنے جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ روح ساتویں آسمان تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے اس بندے کی کتاب کو علیین میں لکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو اسی سے میں نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی میں سے ان کو دوبارہ نکالوں گا اس کی روح اس کے جسم، میں لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بیٹھا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں یہ آدمی کون ہے تمہارے پاس بھیجا گیا وہ کہے گا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا علم کیا تھا وہ کہے میں نے اللہ کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی تو آسمان سے ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا جنت میں سے اس کا بچھونا بچھا دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت میں سے ایک دروازہ کھول دو پس اسے جنت کی خوشبو اور مہک آتی رہتی ہے۔ اور اس کی قبر حد نگاہ تک کھول دی جاتی ہے اس کے پاس ایک آدمی خوبصورت چہرے والا اور خوبصورت کپڑوں والا اور پاکیزہ خوشبو والا آتا ہے اور کہتا ہے تجھے مبارک ہو اس چیز کی جو تجھ کو خوش لگتی ہے یہ وہ تیرا دن ہے جس کا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا وہ اس سے پوچھے گا تو کون ہے؟ اور تیرا چہرہ کیا ہی خوبصورت ہے تو خیر کے ساتھ آیا ہے وہ اس سے کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں بندہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم کر اے رب قیامت قائم کر یہاں تک میں لوٹ جاؤں اپنے اہل وعیال اور اپنے مال کی طرف۔

اور فرمایا جب کافر بندہ اس دنیا سے جاتا ہے اور آخرت کی طرف آتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے فرشتے آتے ہیں سیاہ چہروں والے ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں وہ اس سے حد نگاہ پر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے یہاں تک کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے ناپاک روح اللہ کی ناراضگی اور غضب کی طرف چل اور وہ (روح) اس کے جسم سے نکلتی ہے اور وہ اس کے جسم سے اس طرح نکلتی ہے جس طرح سیخ نکلتی ہے بھیگی ہوئی اون سے ملک الموت اس کو پکڑ لیتا ہے پھر دوسرے فرشتے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے پاس اس روح کو نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ وہ اس کو ان ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس میں سے مردار جیسی بدبو نکلتی ہے جو زمین پر پڑا ہوا ہو اور وہ اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور فرشتوں میں سے جس گروہ پر بھی گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ کس خبیث کی روح ہے تو وہ کہتے ہیں فلاں بن فلاں کہ اس کا سب سے برے نام لیتے ہیں جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں اس کے لئے دروازہ کھلوایا جاتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (آیت) لا تفتح لھم ابواب السمآء (الاعراف آیت ۴۰) پڑھی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی کتاب کو زمین کے نچلے حصے میں سجین

میں لکھ دو اور اس کی روح کو نیچے پھینک دیا جاتا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (آیت) ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق (الحج آیت ۳۱) پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھلا کر اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں وہ آدمی کون تھا جو تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کہے گا ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں وہ آدمی کون تھا جو تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کہے گا ھاہ ھاہ میں نہیں جانتا تو ایک آواز لگانے والا آسمان سے آواز لگاتا ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھو دو اور اس کے لئے جہنم کا دروازہ کھول دو تو اس کے پاس دوزخ کی گرمی اور اس کی گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس پر قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور اس کے پاس ایک برے چہرے والا آدمی آتا ہے برے کپڑوں والا بدبو والا اور کہتا ہے تجھے خوشخبری ہو اس چیز کے ساتھ جس کو تو ناپسند کرتا تھا یہ وہ دن ہے جس کا تو وعدہ دیا جاتا تھا وہ کہے گا تو کون ہے؟ تیرا چہرا ایسا برا چہرہ ہے جو شر کو لاتا ہے وہ کہے گا میں تیرا خبیث عمل ہوں، بندہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم فرما۔

قبر میں سوالات وجوابات کا بیان

۴:۔امام ابن ابی شیبہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ سے مراد ہے کہ تثبیت دنیا کی زندگی کی اس وقت ہوتی ہے (پھر) جب دو فرشتے اس آدمی کے پاس قبر میں آتے ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ میرا دین اسلام ہے پھر وہ کہتے ہیں تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ تثبیت ہے دنیا کی زندگی میں۔

۵:۔امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا اس میں وفی الاخرۃ سے مراد ہے قبر یعنی یہ قبر سے متعلق ہے۔

۶:۔امام ابن منذر، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ یعنی یہ سوال وجواب میں ہوگا تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟

۷:۔امام ابن مردویہ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ کے بارے میں فرمایا یہ آیت قبر کے متعلق ہے یعنی قبر میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت سے ثابت قدم رکھتا ہے۔

۸:۔امام بیہقی نے عذاب القبر میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری وجہ سے قبر والوں کو بھی آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ نازل ہوئی۔

۹:۔امام بزار نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ امت آزمائی جاتی ہے اپنی قبروں میں میرے ساتھ کیا ہوگا اور میں ایک ضعیف عورت ہوں آپ نے جواب میں یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ تلاوت فرمائی۔

۱۰:۔امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی روح قبض کرنے کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اس کے پاس آنے والا آتا ہے اور پوچھتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ پھر وہ کہتا ہے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے اسلام پھر وہ کہتا ہے تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر دوسری مرتبہ اسی طرح کا سوال کیا جاتا ہے تو وہ اسی طرح جواب دیتا ہے پھر تیسری مرتبہ سوال کیا جاتا ہے تو اسے سختی سے پکڑا جاتا ہے اور وہ اسی طرح جواب دیتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت

مومن کی قبر میں فرشتوں کی آمد

۱۱:۔امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے عذاب القبر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ مومن کو جب موت حاضر ہوتی ہے تو اس کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں اس کو سلام کرتے ہیں اور اس کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جب وہ مرجاتا ہے۔ تو اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں پھر لوگوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھتے ہیں جب اس کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں اور اسے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر اس سے پوچھتے ہیں تیرا رسول کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس سے پوچھتے ہیں تیری شہادت کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے میں اس بات میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا تو اس کی قبر کو حد نگاہ تک وسیع کردیا جاتا ہے لیکن کافر پر جب فرشتے نازل ہوتے ہیں وہ کافروں کو موت کے وقت مارتے ہیں ان کے چہروں پر ان کی پیٹھوں پر جب وہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تو وہ ان کو کوئی جواب نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ اس کو جواب بھلا دیتے ہیں اور جب اس سے پوچھا جاتا ہے وہ رسول کون ہیں؟ جن کو تمہاری طرف بھیجا گیا تو وہ ان کو کوئی جواب نہیں دیتا۔ (آیت) ویضل اللہ الظلمین سے یہی مراد ہیں۔

۱۲:۔امام ابن جریر، طبرانی اور بیہقی نے عذاب القبر میں روایت کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب مومن مرجاتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اسے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس کی قبر کو انتہائی کشادہ کردیا جاتا ہے اور اس کے غم

کوزائل کر دیا تھا ہے، پھر آپ نے یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت تلاوت فرمائی۔
لیکن کافر کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کو بھی بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہیں؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا تو اس پر قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے اور اس میں عذاب دیا جاتا ہے۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی (آیت) ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا (طٰہٰ آیت ۱۲۴)۔

۱۳:۔ امام ابن ابی حاتم، ابن منذر اور طبرانی نے الاوسط میں ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مومن جب مرجاتا ہے تو اس کو اس کی قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ اللہ (میرا رب ہے) پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ محمد بن عبداللہ، اس سے تین مرتبہ کہا جاتا ہے پھر اس کے لئے پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا ٹھکانہ دیکھ لے اگر تو راہ راست سے بھٹک جاتا ہے پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور سے کہا جاتا ہے کہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے اس لئے کہ تو ثابت قدم رہا۔
اور جب کافر مرتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا لوگوں سے میں سنتا تھا وہ کہتے تھے پھر اس سے کہا جاتا ہے تو کبھی نہ جانے، پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول کر کہا جاتا ہے اپنے گھر کی طرف دیکھ اگر تو ایمان میں ثابت قدم رہتا تو تیرا یہ ٹھکانا ہوتا، پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنے گھر کی طرف دیکھ جب کہ تو رہ راست سے ہٹ چکا ہے۔ اسی کو فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا اور فرمایا کہ قول ثابت سے مراد لا الہ الا اللہ اور فی الاخرۃ سے مراد اور آخرت میں ثابت قدم رکھنے سے مراد ہے قبر میں سوال کے وقت ثابت قدم رکھنا۔

قبر میں پٹائی اور مردے کی آواز

۱۴:۔ امام احمد، ابن ابی الدنیا نے ذکر الموت میں، ابن ابی عاصم نے سنۃ میں، بزار، ابن جریرہ ابن مردویہ اور بیہقی نے عذاب القبر میں سند صحیح کے ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنازہ میں حاضر تھا آپ نے فرمایا اے لوگوں یہ امت مبتلا کی گئی اپنی قبروں میں جب انسان دفن کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھی اس سے جدا ہوجاتے ہیں ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوتا ہے اس کو بٹھا کر پوچھتا ہے تو اس ذات کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اگر وہ مومن ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو وہ فرشتہ کہتا ہے تو نے سچ کہا پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے تیرا ٹھکانہ ہوتا اگر تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتا اب جب کہ تو ایمان لے آیا تو تیرا یہ ٹھکانہ ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے تو وہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ اس کی طرف چلا جائے تو وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے تو ٹھہر جا اور اس کے لئے اس کی قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ کافر یا منافق ہوتا ہے تو اس سے (جب) کہا جاتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے نہیں جانتا میں لوگوں سے سنتا تھا کہ کچھ (اس بارے میں) کہتے تھے پھر وہ فرشتہ کہتا ہے تو کبھی نہ جانے اور نہ تجھے جاننے کی

طاقت ہو اور نہ کبھی ہدایت حاصل کرے پھر اس کے لئے پہلے جنت کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانہ ہوتا اگر تو اپنے رب پر ایمان لاتا اب جب کہ تو نے اس کے ساتھ کفر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو تجھ سے بدل دیا ہے پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھولا جاتا ہے پھر اس کے سر پر ہتھوڑے کے ساتھ مارا جاتا ہے اس (کی آواز) کو اللہ کی ساری مخلوق سنتی ہے سوائے انسان اور جنات کے بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس شخص کے اوپر ایسا فرشتہ کھڑا ہوگا جس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوگا تو وہ اس وقت عقل گم کر بیٹھے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت پڑھی۔

۱۵:۔ امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر تھے جب اس کے دفن سے فارغ ہو گئے اور لوگ واپس جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب وہ میت سن رہی ہے تمہارے جوتوں کی آہٹ کو اس کے پاس (دو فرشتے) منکر نکیر آئے ہیں ان کی آنکھیں تانبے کی ہانڈیوں کی طرح ہیں اور ان کے دانت گائے کے سینگوں کی طرح ہیں اور ان آواز کڑک کی طرح (گرجدار) ہے دونوں فرشتے اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کس کی عبادت کرتا تھا اور اس کا نبی کون ہے؟ اگر وہ اللہ کی عبادت کرنے والوں میں سے تھا تو وہ کہے گا میں اللہ کی عبادت کرتا تھا اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم ان پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا اتباع کیا اسی کو فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو یقین پر رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا پھر اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کے لئے قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ شک کرنے والوں میں سے ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں لوگوں سے سنتا تھا کہ جو کچھ وہ کہتے تھے تو میں بھی وہی کہتا تھا میں نہیں جانتا اس سے کہا جائے گا تو شک پر زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھا جائے گا پھر اس کے لئے دوزخ میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس پر بچھو اور اژدھے مسلط کر دیئے جاتے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی ایک دنیا میں پھونک مار دے تو زمین کچھ نہ اگائے اور سانپ اور بچھو اس کو ڈسیں گے اور زمین کو حکم ہوگا اس پر تنگ ہو جا یہاں تک کہ اس کی پسلیاں (ایک دوسرے میں) گھس جائیں گی۔

۱۶:۔ امام ابن ابی شیبہ، ھناد نے زہد میں، ابن جریر، ابن منذر ابن حبان، طبرانی نے الاوسط میں، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب میت کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں اگر وہ مومن ہے تو نماز اس کے سر کے پاس ہوتی ہے اور زکوٰۃ اس کی دائیں طرف اور روزہ اس کے بائیں طرف ہوتا ہے اور نیک کام اور احسان کرنا لوگوں کی طرف اس کے قدموں کی جانب ہوتے ہیں ایک فرشتہ اس کے سر کی طرف سے آتا ہے اور نماز اس سے کہتی ہے میری طرف سے داخلے کا راستہ نہیں ہے پھر وہ اس کے دائیں طرف آتا ہے تو زکوٰۃ کہتی ہے میری طرف سے داخلہ کا راستہ نہیں ہے پھر اس کے شمال کی جانب سے آتا ہے تو وہ کہتا ہے میری طرف سے داخلے کا راستہ نہیں ہے اس سے کہا جاتا ہے بیٹھ

جاتو وہ اٹھ جاتا ہے اس کے لئے سورج کی ایک شکل بنادی جاتی ہے اور اسے یوں لگتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہے اس سے کہا جاتا ہے ہم کو بتا ان باتوں کے بارے میں جو ہم تجھ سے سوال کریں گے تو وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو یہاں تک کہ میں نماز پڑھ لوں اس سے کہا جاتا ہے تو وہ نماز پڑھ لے گا پہلے ہمارے سوالوں کے جواب دے وہ کہے گا کس چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال کرتے اس سے پوچھا جاتا ہے تو کیا کہتا ہے اس آدمی کے بارے میں جو تمہارے اندر تھا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں ہمارے پاس معجزات لے کر آئے اپنے رب کی طرف سے ہم نے انکی تصدیق کی اور ان کا اتباع کیا اس سے کہا جائے گا تو نے سچ کہا اسی پر تو جیتا رہا اور اسی پر تو مرا اسی پر ان شاء اللہ اٹھا جائے گا اور اس کے لئے اس کی قبر کو حد نگاہ تک کشادہ کر دیا جاتا ہے اور یہی قول ہے اللہ تعالیٰ کا اس (آیت) **یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ** اور کہا جاتا ہے اس کے لئے دوزخ کی طرف کھول دو اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ تھا اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور اضافہ ہو جائے گا اس کی کامیابی کی خوشی میں اور لوٹا دیا جائے گا اس کے جسم کو اس مٹی میں جس سے وہ بنا دیا اور اس کی روح نسیم میں رکھی جائے گی اور وہ ایک سبز پرندہ ہوتا ہے جو معلق رہتا ہے جنت کے درخت میں اگر وہ کافر ہوتا تو اس کی قبر میں آئے گا اس کے سر کی طرف سے تو کبھی موجود نہ ہو گا اس کے پاؤں کی جانب سے آئے گا تو کچھ بھی موجود نہ ہو گا وہ ڈرتے ہوئے اور مرعوب ہو کر بیٹھ جائے گا اس سے پوچھا جائے گا کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا جانتا ہے جو تمہارے درمیان تھا تو اس کے متعلق کیا گواہی دیتا تھا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو نہ پہچان سکے گا اسے کہا جائے گا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ کہے گا میں لوگوں سے سنتا تھا میں بھی وہی کہتا تھا جیسے وہ کہتے تھے اس سے کہا جائے گا تو نے سچ کہا اس پر تو جیتا رہا اسی پر تو مرا اور اسی پر تو مرا تو ان شاء اللہ اٹھا جائے گا اس پر اس کی قبر کو تنگ کر دیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) **ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا** (طٰہٰ آیت ۲۴) کہا جائے اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو تو جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جائے گا اس سے کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کر رکھا تھا اگر تو اس کی اطاعت کرتا (اس کے لئے) اضافہ ہو گا اس کی حسرت اور ناکامی میں پھر کہا جائے گا اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو تو اس کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کیا ہے (یہ سن کر) اس کی حسرت اور ناکامی اور زیادہ اضافہ ہو گا۔

۱۷:۔ امام ابن جریر، اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (آیت) **یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ** تلاوت کی اور فرمایا یہ اس وقت ہو گا جب قبر میں کہا جائے گا تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہمارے پاس دلائل لے کر آئے اور ہدایت لے کر آئے اللہ کی طرف سے میں ان پر ایمان لایا اور میں نے تصدیق کی اس سے کہا جائے گا تو نے سچ کہا اسی پر تو زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔

۱۸:۔ امام ابن جریر نے طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) **یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت**

سے قبر کا فتنہ مراد ہے۔

۱۹:۔ امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے مسیب بن رافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲۰:۔ امام ابن جریر نے ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اس میت کے بارے میں نازل ہوئی جس سے اس کی قبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارے میں پوچھا جائے گا۔

۲۱:۔ امام ابن جریر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا کے بارے میں روایت کیا کہ یہ قبر کے بارے میں ہے اور اس سے خطاب مراد ہے۔

۲۲:۔ امام ابن جریر، عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے طاوس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا سے مراد ہے لا الہ الا اللہ اور (فی الاخرہ) سے مراد قبر میں سوال کرنا ہے۔

۲۳:۔ امام عبد بن حمید، ابن منذر، اور ابن ابی حاتم نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ کے بارے میں روایت کیا کہ اس کلمہ طیبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا میں ثابت قدم رکھتا ہے خیر اور نیک عمل کے ساتھ اور (فی الاخرۃ) سے مراد ہے قبر میں سوال کے وقت ثابت قدم رکھتا ہے۔

۲۴:۔ امام ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا کے بارے میں فرمایا کہ مومن اپنی قبر میں ہوتا ہے تو اس کی آزمائش کے وقت اس کے پاس دو آزمانے والے آتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ میرا رب ہے میرا دین اسلام ہے پھر وہ فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ثابت قدم رکھا اس کام میں جو وہ پسند کرتا ہے۔ اور راضی ہوتا ہے پھر دونوں فرشتے اس کے لئے اس کی قبر کو حد نگاہ تک کشادہ کر دیتے ہیں۔ اور اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ بھی کھول دیتے اور کہتے ہیں آنکھیں ٹھنڈی کر کے اور اس نوجوان کی طرح سو جا جو اپنی بہترین آرام گاہ میں امن سے ہوتا ہے اور اس بارے میں یہ (آیت) اصحب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلا (الفرقان آیت: ۲۴) نازل ہوئی لیکن کافر کے لئے وہ دونوں کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا تو وہ فرشتے کہتے ہیں نہ تو نے جانا اور نہ تو نے ہدایت حاصل کی پھر اس کو آگ کے کوڑے مارتے ہیں خوف زدہ ہو جاتے ہیں اس کے لئے ہر جانور سوائے جنات اور انسانوں کے پھر اس کے لئے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اور اس پر قبر کو تنگ کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کا دماغ نکل جاتا ہے اس کے ناخنوں اور اس کے گوشت کے درمیان سے۔

۲۵:۔ امام ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھ دیا

جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں تو کیا کہتا ہے اس آدمی کے بارے میں جو تمہارے درمیان تھا جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو ثبات کی تلقین فرماتے ہیں اور قبر کی ثبات پانچ ہیں کہ بندہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر وہ دونوں اس سے کہتے ٹھہر جا کیونکہ وہ مومن ہو کر زندہ رہا اور مومن ہو کر مرا اور مومن ہو کر تو اٹھایا جائے گا پھر وہ دونوں اس کو جنت میں سے گھر دکھاتے ہیں جو چمک رہا ہوتا ہے رحمن کے عرش کے نور سے۔

۲۶:۔ امام بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن مردویہ نے قتادہ کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے دوست اس کو پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں تو وہ اس کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا ابن مردویہ نے زائد کہا جو تمہارے درمیان تھا جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا پھر فرمایا مومن کہتا ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جاتا ہے آگ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جنت میں ٹھکانہ بنایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آدمی اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم کو ذکر کیا کہ وہ اس کی قبر کو ستر ہاتھ وسیع کر دیتے ہیں اور اس میں سبزہ بھر دیتے ہیں (لیکن) منافق اور کافر اس سے کہا جاتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں وہی کہتا ہوں جیسا کہ لوگ کہتے تھے پھر اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے جانا ہے نہ تو نے پڑھا پھر اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارتے ہیں وہ شخص اتنا چیختا ہے کہ اس کے قریبی سب جانور اس کی چیخ کو سنتے ہیں مگر جنات اور انسان نہیں سنتے۔

۲۷:۔ امام احمد، ابوداود، ابن مردویہ اور بیہقی نے عذاب القبر میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے مومن جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آ کر پوچھتا ہے تو کس چیز کی عبادت کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ خود اس کی رہنمائی فرماتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کرتا تھا پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا تھا وہ کہے گا وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس کے بعد پھر کوئی چیز نہیں پوچھی جاتی وہ اسے دکھاتا ہے جو اس کے لئے آگ میں ہوتا ہے اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا گھر ہے جو تیرا آگ میں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بچایا اور تجھ پر رحم کیا اور تیرا گھر جنت میں بنا دیا وہ کہتا ہے مجھ کو چھوڑ دو یہاں تک کہ میں جاؤں اپنے گھر والوں کو (اپنی کامیابی کی) خوشخبری دے دوں اس سے کہا جاتا ہے تو ٹھہر جا۔

اور جب کافر کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اس کو ڈانٹتا ہے اور اس کو کہتا ہے تو کس کی عبادت کرتا تھا وہ کہے گا میں نہیں جانتا وہ پوچھتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا جانتا ہے؟ وہ کہتا ہے میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے وہ فرشتے ان کو لوہے کے ہتھوڑے سے مارتے ہیں ان کے کانوں کے درمیان وہ چیختا ہے جسے ساری مخلوق سنتی ہے سوائے جنات اور

انسانوں کے۔

۲۸:۔امام احمد، ابن ابی الدنیا، طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے ابن الزبیر کے طریق سے روایت کیا کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے قبر کے دوفتنہ ڈالنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے جب ایک مومن اپنی قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کے دوست احباب اس سے پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں تو ایک فرشتہ سخت جھڑکنے والا اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا تو مومن آدمی کہتا ہے میں کہتا تھا کہ وہ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں پھر وہ فرشتہ اس سے کہتا ہے اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ جو دوزخ میں تیرے لئے تیار کیا گیا تھا لیکن اللہ تعالی نے تجھ کو اس سے بچالیا اور اس کے بدلے میں جنت میں تیرے لئے مکان تیار کیا ہے جس کو تو نے دیکھا ہے پس مومن اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے اور مومن کہے گا مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے گھر والوں کو خوشخبری دیدوں تو اس سے کہا جائے گا تو ٹھہر جا۔

لیکن منافق وہ (اٹھ کر) بیٹھ جاتا ہے جب اس سے اس کے گھر والے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں اس سے کہا جاتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے اس سے کہا جائے گا تو کبھی نہ جانے اس بات کو یہ تیرا پہلا ٹھکانہ جو جنت میں تھا اس کی جگہ اللہ نے تیرا ٹھکانہ دوزخ میں بدل دیا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر آدمی اسی (دین) پر اٹھایا جائے گا قبر سے جس پر وہ مرا تھا مومن اپنے ایمان پر اور منافق اپنے نفاق پر (اٹھایا جائے گا)۔

مومن کے قبر میں جنتی بچھونا

۲۹:۔امام ابن ابی عاصم نے سنہ میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے ابوسفیان کے طریق سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مومن کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس کو جھڑکتے ہیں تو وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور جاگ جاتا ہے جیسے نیند کرنے والا جاگ جاتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے اور اسلام میرا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں تو ایک آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا جنت میں سے اس کا بچھونا بچھادو اور جنت کا لباس پہنادو تو وہ کہے گا مجھ کو چھوڑ دو میں اپنے گھر والوں کو اپنی کامیابی کا بتادوں اس سے کہا جائے گا ٹھہر جا۔

۳۰:۔امام بیہقی نے عذاب القبر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! تیری کیا حالت ہوگی جب تو پہنچایا جائے گا زمین کے اندر تیرے لئے تین ہاتھ گھڑا کھودا جائے گا اور ایک ذراع میں ایک بالشت چوڑا ہوگا پھر تیرے پاس منکر نکیر آئیں گے جو کالے ہوں گے جو اپنے بال کھینچ رہے ہوں گے ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہوگی اور گویا ان کی آنکھیں برق خاطف ہوں گی وہ زمین کو اپنے دانتوں سے کھودیں گے اور تجھ کو اٹھا کر بیٹھا دیں گے جبکہ تو گھبرایا ہوا ہوگا اور وہ تجھ کو ڈرائیں گے اور وہ تجھ کو گھبرا دیں گے عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس دن میں (اسی ہوش وحواس)

میں ہوں گا جیسے آج ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ کی اذن سے میں ان
کے سامنے آپ کے بارے میں صحیح جواب دوں گا۔

۳۱:۔ امام بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت ان کے جوتوں کی
آہٹ کو سنتی ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر جاتے ہیں پھر وہ (مردہ) بیٹھ جاتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ
میرا رب ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا اسلام پھر اس سے کہا جائے گا تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہے گا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اس سے کہا جائے گا تجھے کیسے علم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے ان کو پہچان لیا اور ان پر ایمان لایا اور میں نے تصدیق کی جو آپ
کتاب لے آئے پھر اس کی قبر حد نگاہ وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کی روح کو مومنین کی ارواح میں رکھ دیا جاتا ہے۔

۳۲:۔ امام طبرانی نے الاوسط میں روایت نقل کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ دو فرشتے جو قبر میں آتے ہیں ان کا نام
منکر نکیر ہیں۔

۳۳:۔ امام احمد، ابن ابی الدنیا، طبرانی، الآجری نے الشریعہ میں اور ابن عدی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں فتنہ میں مبتلا کرنے والوں کا ذکر فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہماری
عقلیں ہماری طرف لوٹ آئیں گئیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تمہارے آج کے دن کی طرح، عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا اس کے منہ میں پتھر۔

منکر نکیر کے حالات کا بیان

۳۴:۔ امام ابن ابی داود نے بعث میں، حاکم نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب القبر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اس وقت تیری کیا حالت ہوگی جب تو چار ہاتھ گہری اور دو ہاتھ چوڑی قبر میں
ہوگا اور تو منکر نکیر کو دیکھے گا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! منکر نکیر کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر کے دو فتنہ میں مبتلا
کرنے والے (فرشتے) وہ زمین کو اپنے دانتوں سے کریدتے ہیں اور اپنے بالوں کو روندتے ہیں (یعنی ان کے بال لمبے ہوں
گے) ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہوگی اور ان کی آنکھیں برق خاطف کی طرح ہیں ان کے پاس لوہے کا بھاری گرز ہوتا ہے اگر
جمع ہے جائیں ان پر سارے اہل زمین والے تو طاقت نہیں رکھیں گے اس کے اٹھانے کی مگر ان فرشتوں پر آسان ہوگا اس کا اٹھانا
میری اس لاٹھی سے بھی وہ تجھ کو آزمائیں گے اگر تو نے صحیح جواب نہ دیا تو تجھ کو اس گرز کے ساتھ ماریں گے اور تو راکھ ہو جائے گا۔
میں نے عرض کیا پھر میں ان دونوں کو کافی ہو جاوں گا۔

۳۵:۔ امام ترمذی، ابن ابی الدنیا، ابن ابی عاصم، آجری، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے (ترمذی نے اس کو حسن بھی کہا ہے) ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے تو
وہ فرشتے کالے اور نیلی آنکھوں والے اس کے پاس آتے ہیں ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے فرشتے پوچھتے
ہیں کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ

کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا پھر اس کے لئے اس کی قبر ستر ہاتھ لمبی اور ستر ہاتھ چوڑی کردی جاتی ہے پھر اس کے لئے قبر میں نور بھر دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے سوجا پھر وہ کہتا ہوں واپس جاتا ہوں اپنے گھروالوں کی طرف کہ ان کو خبر دوں وہ فرشتے کہتے ہیں کہ تو سوجا جیسے دلہن ہوتی ہے جس کو نہیں جگاتا ہے مگر جب محبوب ہوتا ہے اس کے گھر والوں میں سے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے اس کو اس کی خواب گاہ سے۔

اگر میت منافق ہو تو وہ کہتا ہے میں لوگوں سے جو سنتا تھا میں اسی طرح کہتا تھا میں نہیں جانتا (کہ وہ کون ہیں) تو وہ فرشتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو اسی طرح کہے گا پھر زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اس پر مل جا تو اسکی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اسی طرح وہ عذاب میں رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی خواب گاہ سے اٹھائیں گے۔

۳۶:۔امام ابن ابی الدنیا نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو منکر نکیر کو دیکھے گا عرض کیا منکر نکیر کیا ہیں؟ فرمایا قبر میں فتنہ میں ڈالنے والے ان کی آواز سخت کڑک کی طرح ہے اور ان کی آنکھیں مانند بجلی کے اچک لینے والے کی طرح ہیں وہ دونوں روندتے ہیں (زمین) کو اپنے بالوں میں اور اپنے دانتوں سے زمین کو کھودتے ہیں ان کے اپس ایک لاٹھی لوہے کی ہوتی ہے اگر ان پر ہمارے سارے اہل زمین اکٹھے ہو جائیں تو اس کو نہ اٹھا سکیں۔

۳۷:۔امام بخاری نے اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری طرف وحی کی گئی کہ تم آزمائے جاؤ گے قبروں میں پوچھا جائے گا کہ تم اس آدمی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ لیکن مومن یا یقین کرنے والا کہے گا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم نے ان کی بات کو قبول کیا اور ہم نے آپ کی اتباع کی اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ ہمیں معلوم تھا کہ تو مومن پھر نیک تھا مگر منافق یا شک کرنے والا تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں لوگوں سے سنتا تھا وہ جو کچھ کہتے تھے تو میں نے بھی وہی کہتا تھا۔

۳۸:۔امام احمد نے اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان اپنی قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے اگر وہ مومن ہے تو اس کو اس کے عمل گھیر لیتے ہیں اس کے پاس ایک فرشتہ نماز کی جانب سے آتا ہے تو وہ (نماز) اس کو لوٹا دیتی ہے اسی طرح روزہ کی جانب سے آتا ہے تو وہ اس کو لوٹا دیتا ہے (پھر) فرشتہ اس کو آواز دیتا ہے (اٹھ کر) بیٹھ جا تو وہ بیٹھ جاتا ہے پھر اس سے کہتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہ وہ کون ہیں؟ تو وہ کہتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو وہ فرشتہ کہتا ہے تجھ کو یہ کیسے معلوم ہوا (ان کے بارے میں) تو نے یہ کیسے علم حاصل کیا؟ انسان کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں وہ فرشتہ کہتا ہے اسی پر تو زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی (عقیدہ) پر تو (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔

اور اگر وہ فاجر یا کافر ہے تو اس کے پاس (جب) فرشتہ آتا ہے تو اس کے اور اس کے درمیان کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو اس کو

لوٹا دے وہ اس کو بیٹھا دیتا ہے اور کہتا ہے تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کون سا آدمی؟ فرشتہ کہتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ کہتا ہے اللہ کی قسم میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو سنا کہ وہ کچھ کہتے تھے پس میں اسی طرح کہتا تھا وہ فرشتہ کہتا ہے اسی (عقیدہ) پر تو زندہ رہا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔ اور ایک جانور اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے اس کی قبر میں جس کے پاس ایک کوڑا ہوتا ہے اس کے سرے کی گانٹھ ایک انگارہ ہوتی ہے اونٹ کی بلند جگہ (یعنی کوہان) کی طرح اس سے وہ اس کو مارتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اس کو آواز کو نہیں سنائی دے گی تا کہ وہ اس پر رحم کرے۔

یہودیہ نے عذاب قبر سے پناہ مانگی

۳۹: ۔ امام احمد اور بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک یہودیہ عورت نے میرے دروازے پر آکر کھانا مانگا اور اس نے کہا مجھ کو کھانا کھلا و اللہ تعالیٰ تم کو دجال کے فتنے سے اور عذاب کے فتنے سے بچائے میں نے اس (عورت) کو روکے رکھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ یہودی عورت کیا کہتی ہے؟ آپ نے پوچھا کیا کہتی ہے؟ میں نے کہا یہ کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو دجال کے فتنے سے اور عذاب قبر کے فتنے سے بچائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی دجال کے فتنے سے اور عذاب پھر فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا کہ اس دجال کے فتنے سے اپنی امت کو نہ ڈرایا ہو اور میں عنقریب تم کو اس سے ڈراوں گا ایسی بات کے ساتھ جو کسی نبی نے اپنی امت کو بیان نہیں کی وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانے نہیں ہیں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا ہر مومن اس کو پڑھ لے گا (لیکن) قبر کا فتنہ تو میری وجہ سے تمہاری آزمائش ہوگا اور میرے بارے میں بھی تم سے پوچھا جائے گا اگر نیک صالح آدمی ہوگا تو قبر میں اٹھ بیٹھے گا بغیر کسی گھبراہٹ اور بغیر کسی فتنہ کے پھر اس سے کہا جائے گا تو کس مذہب میں تھا؟ وہ کہے گا اسلام پر تھا پھر اس سے کہا جائے گا وہ آدمی کون ہے جو تمہارے درمیان تھا؟ وہ کہے گا محمد اللہ کے رسول ہیں ہمارے درمیان نشانیاں اللہ کی طرف سے لے کر آئے تو ہم نے ان کی تصدیق کی پھر اس کے لئے آگ کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ اس کی طرف دیکھے گا کہ اس کا بعض (حصہ) بعض کو توڑ رہا ہے اس سے کہا جائے گا کہ اس چیز کی طرف دیکھ جس سے تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا پھر اس کے لئے جنت کی ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ اس کی رونق کی طرف دیکھے گا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے کہا جائے گا یہ تیرا ٹھکانہ ہے اس میں سے اور کہا جائے گا تو یقین پر تھا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا (قیامت کے دن) اگر اللہ نے چاہا۔

اور اگر برا آدمی ہے تو وہ اپنی قبر میں بٹھایا جائے گا گھبرایا ہوا فتنہ میں مبتلا ہوگا اس سے پوچھا جائے گا تو کس دین پر تھا؟ وہ کہے گا میں نہیں جانتا اس سے پھر پوچھا جائے گا وہ آدمی کون ہے جو تمہارے اندر تھا؟ وہ کہے گا میں لوگوں سے سنتا تھا جو وہ کہتے ہیں اور میں بھی ویسے ہی کہتا تھا پھر ایک کھڑکی جنت کی طرف کھولی جائے گی وہ اس کی رونق کو دیکھے گا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے کہا جائے گا تو دیکھ لے اس مقام کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اس کو تجھ سے جدا کر دیا ہے پھر اس کے لئے ایک کھڑکی دوزخ کی طرف کھولی گی۔ وہ اس کی طرف دیکھے گا کہ توڑ دیا ہے اس کا بعض حصہ بعض کو اور اس سے کہا جائے گا کہ دوزخ میں یہ تیرا ٹھکانہ ہے شک پر زندگی گزارنے کی وجہ سے اسی شک پر تو مرا اور اس پر تو اٹھایا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۴۰:۔ امام احمد نے زہد میں اور ابونعیم نے حلیہ میں طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مردے فتنہ میں ڈالے جاتے ہیں اپنی قبروں میں سات دن تک اور وہ اس بات کو محبوب رکھتے ہیں کہ ان کی طرف سے ان دونوں میں کھانا کھلایا جائے۔

۴۱:۔ امام ابن جریر نے مصنف میں حارث بن ابی حارث سے اور انہوں نے عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو آدمی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں مومن اور منافق مومن کو سات دنوں تک آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور منافق کو چالیس دنوں تک آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔

۴۲:۔ امام ابن شاہین نے سنہ میں راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے تم اپنی حجت کو سیکھو کیونکہ تم سے سوال کیا جائے گا یہاں تک کہ انصار میں سے کس کی موت کا وقت قریب آتا تو گھر والے اسے قبر کے سوال و جواب کی وصیت کرتے تھے اور لڑکا جب عقل مند ہوتا تو اس کو کہتے تھے کہ جب فرشتے تجھ سے سوال کریں گے تیرا رب کون ہے؟ تو کہہ اللہ میرا رب ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ تو کہہ اسلام میرا دین ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ تو کہہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

۴۳:۔ امام ابونعیم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے کسی کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ کلمات کہتے (آیت) انا للہ وانا الیہ راجعون اے یہ تیرے پاس آیا ہے اور آپ اس کو بہتر جگہ عطا فرمانے والے ہیں اس کے پہلو سے زمین کو جدا کر دے اور اس کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دے اور اس کو قبول فرمایئے اپنی بارگاہ میں اچھی قبولیت کے ساتھ اور سوالات کے وقت اس کی زبان کو ثابت رکھ۔

۴۴:۔ امام ابوداود، حاکم اور بیہقی نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے اس کے دوست احباب اس کو دفن کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

۴۵:۔ امام سعید بن منصور نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہوتے تھے جب قبر پر مٹی برابر کر دی جاتی تھی اور آپ فرماتے تھے اے اللہ! ہمارا ساتھی آپ کے پاس آیا ہے اور دنیا کو اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آیا ہے اے اللہ اس کی زبان ثابت رکھ سوالات کے وقت اور اس کو اس کی قبر میں ایسے فتنے میں نہ ڈال جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

۴۶:۔ امام طبرانی اور ابن مندہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائیوں میں سے جب کوئی فوت ہو جائے اور اس پر مٹی برابر کر دو تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر یوں کہے یا فلاں بن فلاں کیونکہ وہ سنتا ہے لیکن جواب نہیں دے سکتا پھر کہے اے فلاں بن فلاں کیونکہ وہ سیدھا بیٹھا ہوتا ہے پھر کہے فلاں بن فلاں کیونکہ وہ کہتا ہے ہماری رہنمائی کر اللہ تجھ پر رحم کرے گا لیکن لوگ اس بات کا شعور نہیں رکھتے چاہیے کہ وہ یوں کہے یاد کر شہادت کو جس پر تو دنیا چھوڑ آیا ہے یعنی لا الہ الا اللہ وان محمد عبدہ ورسولہ کی گواہی اور تو راضی تھا اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور قرآن کے امام ہونے پر کیونکہ منکر نکیر میں سے ہر ایک

دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے اور کہتا ہے ہم اس کے پاس چلیں جس کو حجت تلقین کی گئی پس اس کی حجت ان دونوں کے پیچھے ہوگی ہے
ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ اگر ہمیں اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو کیسے پکارا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی نسبت
حوا رضی اللہ عنہ کی طرف! (یوں کہو) یا فلاں بن حوا۔

۴۷:۔ امام ابن مندہ نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو دفن کر دینا چاہئے کہ کوئی شخص قبر
کے سر پر کھڑا ہو کر یوں کہے اے صدی بن عجلان تو اس کو یاد کر کہ جس شہادت پر تو دنیا میں قائم تھا یعنی یہ شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی
معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

قبر کے کنارے تلقین کرنا

۴۸:۔ امام سعید بن منصور نے راشد بن سعد رضی اللہ عنہ، ضمیرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر رحمہم اللہ سے روایت کیا کہ جب
میت پر مٹی برابر کر دی جائے اور لوگ اس سے واپس جانے لگیں تو مستحب یہ ہے کہ اس کی قبر کے پاس اس طرح تلقین کرے اے
فلاں کہہ لا الہ الا اللہ تین مرتبہ اے فلاں کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر چلا
جائے۔

۴۹:۔ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عمرو بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ لوگ پسند کرتے تھے کہ جب میت
کو قبر میں رکھ دیا جائے تو کہا جائے اے اللہ! اس کو بچا دے شیطان مردود سے۔

۵۰:۔ امام حکیم ترمذی نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب میت سے سوال کیا جاتا ہے تیرا رب کے بارے
میں تو اس کو شیطان ایک شکل میں میں دکھائی دیتا ہے اور وہ اشارہ کرتا ہے اپنی ذات کی طرف کہ میں تیرا رب ہوں (اللہ تعالیٰ
بچائے)۔

۵۱:۔ امام نسائی نے راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آزمائش میں
ڈالے جاتے ہیں سب مومن اپنی قبروں میں شہید کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے سر پر تلوار کی چمک فتنہ سے
کفایت کرتی ہے۔

۵۲:۔ امام ابن مردویہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اشعریین میں سے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
سات سال خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے ہمارے اوپر حق ہے اس کو بلاؤ تا کہ وہ ہماری طرف اپنی حاجت
کو پیش کرے اس نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھ کو چھوڑ دو صبح تک میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کروں گا جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کو بلایا اس نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ پھر آپ نے
فرمایا میری مدد کر سجدوں کی کثرت کے ساتھ اپنے نفس پر (یعنی نفل نماز کثرت سے پڑھ)۔

۵۳:۔ امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے میمون بن ابی شبیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے جمعہ (کی نماز) کا

ارادہ کیا حجاج کے زمانے میں، میں جانے کے لئے تیار ہوا تو مجھے خیال آیا کہ میں نماز پڑھنے کے لئے کہاں جا رہا ہوں اور کس کے پیچھے نماز پڑھنے جا رہا ہوں ایک مرتبہ میں نے کہا جاؤں اور ایک مرتبہ میں نے کہا کہ نہ جاؤں مجھ کو ایک آواز دینے والے نے آواز دی ایک جہت سے (آیت) یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع (الجمعۃ آیت ۹) اور فرمایا کہ میں ایک مرتبہ بیٹھ گیا (تا کہ) کتاب لکھوں مجھ کو ایک بات پیش آ گئی اگر میں اس کو لکھ دیتا تو میری کتاب کے لئے زینت بن جاتی جبکہ میں جھوٹ بولنے والا ہوتا اور اگر میں اسے چھوڑ دیتا جو میری کتاب میں قبح کا باعث ہوتی جبکہ میں سچا ہوتا میں کبھی خیال کرتا کہ لکھ دوں کبھی خیال کرتا کہ لکھ دوں کبھی خیال کرتا کہ نہ لکھوں پھر میری رائے ہوئی کہ اس کو چھوڑ دوں تو میں نے اس کو چھوڑ دیا پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی گھر کی ایک جانب سے (آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔ (تفسیر در منثور، سورہ ابراہیم، بیروت)

ابن ماجہ وبیہقی سعید بن مسیب سے راوی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ وفی سبیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی! اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے، پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں:

کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد ان یقولوا اللھم اعذہ من الشیطان الرجیم۔

یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں" اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر، الٰہی! اسے عذاب قبر وعذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

ابن ابی شیبہ اُستاذ امام بخاری ومسلم اپنے مصنف میں خثیمہ سے راوی:

کانوا یستحبون اذا وضعوا المیت ان یقولوا بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملّۃ رسول اللہ اللھم اجرہ من عذاب القبر وعذاب النار ومن شر الشیطان الرجیم۔

مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں" اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر، الٰہی! اسے عذاب قبر وعذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اس وقت عیاذاً باللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یونہی یہ بھی واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنّت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اوّل سے واضح کہ اذان رفع شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود شارع کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوئی۔

4751- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ الْخَفَّافُ أَبُو نَصْرٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ نَخْلًا لِبَنِي النَّجَّارِ فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ فَقَالَ مَنْ أَصْحَابُ هَذِهِ الْقُبُورِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ نَاسٌ مَاتُوا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ

عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوا وَمِمَّ ذَاكَ يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ اَتَاهُ مَلَكٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ مَا كُنْتَ تَعْبُدُ فَاِنِ اللهُ هَدَاهُ قَالَ كُنْتُ اَعْبُدُ اللهَ فَيُقَالُ لَهٗ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهٗ فَمَا يُسْاَلُ عَنْ شَيْءٍ غَيْرِهَا فَيُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰى بَيْتٍ كَانَ لَهٗ فِي النَّارِ فَيُقَالُ لَهٗ هٰذَا بَيْتُكَ كَانَ لَكَ فِي النَّارِ وَلٰكِنَّ اللهَ عَصَمَكَ وَرَحِمَكَ فَاَبْدَلَكَ بِهٖ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ دَعُوْنِيْ حَتّٰى اَذْهَبَ فَاُبَشِّرَ اَهْلِيْ فَيُقَالُ لَهُ اسْكُنْ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ اَتَاهُ مَلَكٌ فَيَنْتَهِرُهٗ فَيَقُوْلُ لَهٗ مَا كُنْتَ تَعْبُدُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ فَيُقَالُ لَهٗ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ فَيُقَالُ لَهٗ فَمَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ كُنْتُ اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيَضْرِبُهٗ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيْدٍ بَيْنَ اُذُنَيْهِ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا الْخَلْقُ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ

✧✧ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی بخار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ آپ نے ایک آواز سنی تو آپ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ آپ نے دریافت کیا: یہ قبر والے لوگ کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کچھ لوگ ہیں جو زمانہ جاہلیت میں مرگئے تھے۔ آپ نے فرمایا: جہنم کے عذاب سے اور دجال کی آزمائش سے اللہ کی پناہ مانگو۔ لوگوں نے عرض کی: وہ کیوں؟ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فرمایا: جب مومن کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے اگر اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نصیب کردے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ اس سے دریافت کیا جاتا ہے ان صاحب کے بارے میں تم کیا کہتے تھے؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس سے اس کے علاوہ اور کسی چیز کے بارے میں دریافت نہیں کیا جاتا۔ پھر اسے لے کر ایک گھر کی طرف جایا جاتا ہے جو اس کیلئے جہنم میں ہونا تھا پھر اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا گھر تھا جو جہنم میں تمہارے لیے ہونا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچالیا اور تم پر رحم کیا اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں گھر دیدیا تو وہ مردہ یہ کہتا ہے تم مجھے چھوڑ دو تاکہ میں واپس جاکر اپنے گھر والوں کو اس کی خوشخبری دوں تو اسے کہا جاتا ہے تم سکون سے رہو! اور جب کافر کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے جھڑک کر کہتا ہے تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ جواب دیتا ہے مجھے نہیں معلوم۔ اسے کہا جاتا ہے تمہیں علم بھی نہیں ہے اور تم نے تلاوت بھی نہیں کی تو اس سے کہا جاتا ہے ان صاحب کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ وہ جواب دیتا ہے میں نے وہی بات کہی تھی جو لوگ کہتے تھے تو وہ فرشتہ لوہے کے گرز اس کے دونوں کانوں پر مارتا ہے۔ وہ اتنی زور سے چیختا ہے کہ انسانوں اور جنات کے علاوہ ہر مخلوق اس کی آواز کو سن لیتی ہے۔

4752- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بِمِثْلِ هٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ فَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ فَذَكَرَ قَرِيْبًا مِنْ حَدِيْثِ الْاَوَّلِ قَالَ فِيْهِ وَاَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ زَادَ الْمُنَافِقَ وَقَالَ يَسْمَعُهَا مَنْ وَلِيَهٗ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے۔ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں اس کے بعد تقریباً گزشتہ روایت کی طرح روایت کیا گیا ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: اگر وہ کافر یا منافق ہو تو یہ کہتے ہیں یعنی اس میں لفظ ''منافق'' کا اضافہ ہے اور اس روایت میں یہ بھی الفاظ ہیں: انسانوں اور جنات کے علاوہ اس کے پاس موجود ہر مخلوق اس آواز کو سنتی ہے۔

4753 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ ح و حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَهٰذَا لَفْظُ هَنَّادٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَبْرِ وَلَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ كَاَنَّمَا عَلٰى رُءُوْسِنَا الطَّيْرُ وَفِيْ يَدِهٖ عُوْدٌ يَنْكُتُ بِهٖ فِي الْاَرْضِ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ اسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا زَادَ فِيْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ هٰهُنَا وَقَالَ وَاِنَّهٗ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ حِيْنَ يُقَالُ لَهٗ يَا هٰذَا مَنْ رَّبُّكَ وَمَا دِيْنُكَ وَمَنْ نَّبِيُّكَ قَالَ هَنَّادٌ قَالَ وَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ قَالَ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلَانِ وَمَا يُدْرِيْكَ فَيَقُوْلُ قَرَاْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ زَادَ فِيْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) الْاٰيَةَ ثُمَّ اتَّفَقَا قَالَ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِيْ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ فَيَاْتِيْهِ مِنْ رَّوْحِهَا وَطِيْبِهَا قَالَ وَيُفْتَحُ لَهٗ فِيْهَا مَدَّ بَصَرِهٖ قَالَ وَاِنَّ الْكَافِرَ فَذَكَرَ مَوْتَهٗ قَالَ وَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ كَذَبَ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى النَّارِ قَالَ فَيَاْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا قَالَ وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهٗ زَادَ فِيْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ قَالَ ثُمَّ يُقَيَّضُ لَهٗ اَعْمٰى اَبْكَمُ مَعَهٗ مِرْزَبَّةٌ مِّنْ حَدِيْدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَارَ تُرَابًا قَالَ فَيَضْرِبُهٗ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيْرُ تُرَابًا قَالَ ثُمَّ تُعَادُ فِيْهِ الرُّوْحُ

✧✧ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری شخص کے جنازے میں شریک ہوئے۔ جب ہم قبرستان پہنچ گئے اور اس کو لحد میں رکھ دیا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد

بیٹھ گئے۔ یوں جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں' نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی جس کے ذریعے
آپ زمین کو کرید رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ یہ بات آپ نے دو یا
تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

جریر نامی راوی نے اس روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جب لوگ واپس جاتے ہیں تو وہ مردہ
ان کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے۔ جب اسے یہ کہا جاتا ہے اے بندے! تیرے پروردگار کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون
ہے؟

ہناد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں' دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے بٹھا لیتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے
ہیں' تیرا پروردگار کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں' تمہارا دین کیا
ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا دین اسلام ہے۔ فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں ان صاحب کے بارے میں جنہیں تمہارے
درمیان مبعوث کیا گیا ہے کیا کہتے ہو' تو وہ جواب دیتا ہے یہ اللہ کے رسول ہیں تو وہ دونوں فرشتے اسے کہتے ہیں' تمہیں اس بارے
میں کیسے پتہ چلا؟ تو وہ جواب دیتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب کی تلاوت کی ہے اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

یہاں جریر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت پر دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت رکھے گا''۔

اس کے بعد ان دونوں راویوں کا ان الفاظ پر اتفاق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے
میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھا دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف
دروازہ کھول دو تو اس شخص کو جنت کی ہوا اور وہاں کی خوشبو آتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کے لئے قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جب کافر مرتا ہے آپ نے اس کی موت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اس کی روح کو واپس
اس کے جسم میں لایا جاتا ہے دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اسے بٹھا لیتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں تمہارا پروردگار
کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس! ہائے افسوس! مجھے نہیں معلوم۔ فرشتے اس سے دریافت کرتے ہیں تمہارا دین کون سا
ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے افسوس' ہائے افسوس مجھے نہیں معلوم۔ فرشتے دریافت کرتے ہیں ان صاحب کے بارے میں تم کیا
کہتے ہو جنہیں تمہارے درمیان مبعوث کیا گیا ہے وہ جواب دیتا ہے' ہائے افسوس ہائے افسوس مجھے نہیں معلوم تو آسمان سے آواز
دینے والا آواز لگاتا ہے اس نے جھوٹ کہا ہے اس کے لئے جہنم کا بستر بچھا دو' اسے جہنم کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جہنم کی طرف کا
دروازہ کھول دو تو اس شخص کو جہنم کی تپش اور گرمی آتی ہے اور اس کی قبر کو اتنا تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں
گھس جاتی ہیں۔

یہاں جریر نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: پھر ایک اندھا اور بہرہ فرشتہ اس پر مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس

لوہے سے بنا ہوا گرز ہوتا ہے۔ اگر وہ اس گرز کو کسی پہاڑ پر مارے تو اسے مٹی کر دے۔
نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: وہ اس گرز کے ذریعے اس پر ایک ضرب لگاتا ہے (تو اس کی چیخ کی آواز) مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز سنتی ہے۔ صرف انسان اور جنات نہیں سنتے تو وہ شخص مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں دوبارہ روح ڈالی جاتی ہے۔

4754- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا الْمِنْهَالُ عَنْ أَبِي عُمَرَ زَاذَانَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

✧✧ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

قبروں والے سنتے ہیں

1۔ کیا مردے سنتے ہیں؟ 2۔ کیا غیر اللہ سے مدد طلب کر سکتے ہیں؟ 3۔ اونچی قبریں بنانا کیسا؟

پہلا سوال: کیا مردے سنتے ہیں؟

جواب: کثیر صحیح و قوی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بعدِ موت مردے شعور رکھتے ہیں، اور انہیں جو کچھ سنایا جائے وہ اسے سنتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے اور اسے لوگ اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں، اگر وہ مردہ نیک ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے: مجھے جلدی آگے لیے چلو۔ لیکن اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ اپنے گھر والوں سے کہتا ہے: ہائے بربادی! مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟ اس کی یہ آواز انسانوں کے سوا ہر مخلوقِ خدا سنتی ہے اور اگر یہ آواز انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول المیت وھو علی الجنازۃ: قدمونی)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ مردوں کو شعور ہوتا ہے کہ اسے اٹھا لیا گیا ہے اور اب اسے لئے جا رہے ہیں، اور اسے اس بات کی بھی مکمل معرفت ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ اچھا یا برا، کیا ہونے والا ہے۔

معترض جیسی سوچ رکھنے والوں کے نزدیک قرآن و حدیث کی بات سے بڑھ کر ان کے امام و اکابر کی تصانیف زیادہ قابل حجت ہوتی ہیں، اس لیے میں یہاں ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے متفق علیہ امام، ابن تیمیہ کے "مجموع الفتاویٰ" سے ایک سوال و جواب نقل کرتا ہوں۔

سوال: کیا میت زائر (یعنی قبر پر آنے والے) کا کلام سنتی ہے اور کیا اس شخص کو دیکھتی ہے؟

جواب: بالکل، وہ میت اس کی آواز سنتی ہے جیسا کہ صحیحین (یعنی بخاری اور مسلم) میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت لوگوں کے قدموں کی چاپ تک سنتی ہے جب وہ اسے دفنا کر لوٹتے ہیں۔

ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے بدر میں قتل ہونے والوں (کی لاشوں) کو تین دن تک چھوڑے رکھا، اور پھر ان کے پاس تشریف لائے پھر فرمایا: یا ابا جہل بن ہشام، یا امیۃ بن خلف، یا عتبۃ بن ربیعۃ، یا شعبۃ بن ربیعۃ

، کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا جو اس نے تم سے کیا تھا؟ بے شک میں نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا جو اس نے مجھ سے کیا، جب حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو عرض کی، یارسول اللہ! وہ کیونکر سنیں گے اور جواب دیں گے؟ یہ تو مردار ہو کر سڑ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اس بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے جو میں ان سے کہہ رہا ہوں، لیکن یہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور وہ کھینچے گئے اور بدر کے کنوؤں میں ڈال دیئے گئے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب عرض مقعد المیت)

ابن تیمیہ مزید لکھتا ہے کہ صحیحین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں والوں کو سلام کرنے کا حکم فرمایا، اور فرمایا: تم لوگ کہو: السلام علیکم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين. یہ ان مردوں سے خطاب ہے اور خطاب اسی سے ہوتا ہے جو سن سکتا ہے۔ (مجموع الفتاوی، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ج:24، ص:363، دار الوفاء)

اس سے معلوم ہوا کہ مردے زندوں سے بھی زیادہ سنتے ہیں اور یہ بھی پتا چلا کہ فوت شدگان کو "یا" کے ساتھ ندا کرنا شرک نہیں ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار کو یا عتبۃ یا شعبۃ کہہ کر ہرگز نہ پکارتے۔ وہ لوگ غور کریں جو یارسول اللہ، یا علی، یا غوث اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم، ورضی اللہ عنہما)" کہنے پر مسلمانوں کو کافر ومشرک کہتے نہیں تھکتے، کہ اب یہاں کیا فتویٰ لگائیں گے؟

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان آیات سے کیا مراد ہے جن میں کہا گیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مُردوں کو، قبر والوں کو نہیں سنا سکتے اور قبروں والے سنتے نہیں۔

یہ سوال پہلے تو ان سے پوچھنا چاہیے جو ان آیات سے مُردوں نے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں کہ وہ اس کا جواب دیں کہ کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام، قرآن اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث آپس میں متعارض (ٹکراتی) ہیں، اور پھر ان کے امام پر کیا فتویٰ ہوگا، جو یہ فرماتے ہیں کہ بے شک مردے سنتے ہیں، کیا وہ مشرک ہوگیا؟ اور اس کا کلام قرآن سے متعارض ہے؟

اور خوش عقیدہ حضرات کی تشفی کے لیے اس کا جواب یہ ہے:

اولاً: یہ آیات مبارکہ کفار اور ان کے باطل خداؤں کے حق میں نازل ہوئیں، انہیں مسلمانوں اور خاص طور پر انبیاء کرام واولیاء عظام کی مقدس ذوات پر چسپاں کرنا انتہاء درجہ ظلم اور بے ادبی ہے اور خوارج کا طریقہ ہے کہ جنہوں نے قرآنی آیات پڑھ کر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر شرک کا فتویٰ لگایا تھا اور جن کے بارے میں امام بخاری اپنی "صحیح" میں حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ خوارج کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کافروں کے حق میں نازل شدہ آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب استتابۃ المرتدین، باب قتل الخوارج والملحدین)

ثانیاً: قطع نظر اس بات سے کہ یہ آیات کفار کے حق میں نازل ہوئیں، پھر بھی ان آیات سے اہل قبور کے نہ سننے پر استدلال درست نہیں۔ آیئے ان آیات کی تفسیر انہیں کے امام ابن تیمیہ کی زبانی سنتے ہیں:

ابن تیمیہ کہتا ہے: "إنك لا تسمع الموتى، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے، سے مراد ایسا سننا ہے کہ

جسے سننے کے بعد قبول کرلیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے کافروں کو میت کی طرح کہا جو کہ پکارنے والے کا جواب نہیں دیتی، اور کافروں کو جانوروں کی طرح کا کہا، جو کہ آواز تو سنتے ہیں لیکن بات کا مطلب و مقصود نہیں سمجھتے۔ اور میت، اگرچہ کلام سنتی اور اس کا مطلب سمجھتی ہے لیکن اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ پکارنے والے کا جواب دے سکے اور اس کے امر و نہی کا امتثال کر سکے، میت کو امر و نہی سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، اسی طرح کافر کو بھی امر و نہی کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا اگرچہ وہ خطاب سنتا ہے اور اس کا معنی سمجھتا ہے، جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ولو علم اللہ فیھم خیراً لأسمعھم یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا۔ (مجموع الفتاویٰ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ج:24، ص:364، دار الوفاء)

اس سے پتا چلا کہ یہاں مردوں سے مراد کافر ہی اور ان سے بھی مطلقاً ہر کلام کے سننے کی نفی مراد نہیں ہے، بلکہ پند و موعظت اور کلام ہدایت کے بسمع قبول سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر، مُردہ دل ہیں کہ نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ تو اس طرح کی آیت کے معنی یہ بتانا کہ مردے نہیں سنتے بالکل غلط ہے کیونکہ صحیح احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے جیسا کہ ماقبل گزر چکا۔

دوسرا سوال: کیا غیر اللہ سے مدد طلب کر سکتے ہیں؟

سب سے پہلے تو یہ کہ قرآن و حدیث میں انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے سے کہیں منع ہی نہیں کیا گیا، اور معترض نے جو آیات پیش کیں ان کی تفسیر اپنے ہی امام کی زبانی سن چکے کہ وہاں کون مراد ہیں۔ پھر بھی تشفی قلب کے لیے کچھ آیات و احادیث پیش خدمت ہے جن سے انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے کا ثبوت حاصل ہوتا۔ مگر اس سے پہلے دو باتیں ذہن نشین کر لیجیے، ان شاء اللہ تعالیٰ بہت سے شبہات و وساوس دور ہوں گے اور یہ اصول بہت جگہ کارآمد ہوگا۔ پہلی بات یہ یاد رکھیے کہ شرک ہر حال میں شرک ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی چیز حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ مبارکہ میں تو شرک تھی اور آج نہ ہو، یا کوئی بات ان کے دور میں شرک نہیں تھی اور آج آکر وہ بات شرک ہوجائے، دوسری بات یہ کہ یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک کام جس کا تعلق اگر زندہ کے ساتھ ہو تو وہ شرک نہ ہو اور اگر وہی کام مردہ سے متعلق ہوجائے تو شرک ٹھہرے، کیونکہ اگر مردہ خدا کا شریک نہیں ہوسکتا تو زندہ بھی نہیں ہوسکتا۔

عقیدہ: ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ دینے والی ذات اللہ کریم ہی کی ہے اگر وہ نہ چاہے تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور وہ جسے چاہے عطا کرے تو وہ اسی کی عطا سے اسی کی نعمتیں جس کو چاہے اور جتنا چاہے تقسیم کرسکتا ہے۔ اور جب وہ تقسیم کرسکتا ہے تو اس سے مانگنے میں کیا حرج ہے؟ مزید یہ کہ غیر اللہ سے مدد مانگنے کو ہم فرض یا واجب نہیں سمجھتے اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ جو غیر اللہ سے مدد نہ مانگے وہ گنہگار ہے، بلکہ یہ ایک جائز فعل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: واستعینو بالصبر والصلاۃ نماز اور صبر سے مدد مانگو۔ (البقرۃ:45) کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے، کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے: وتعاونوا علی البر والتقویٰ) آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیز گاری پر۔ (المائدۃ:02) کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا، انتھی۔

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مزاروں پر جا کر بیٹے مانگتے ہیں، ابھی آپ نے سنا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ آیات کریمہ کا حوالہ دے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا؟ اب قرآن پاک کی زبانی سنیے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی باذن الٰہی بیٹا دے سکتا ہے:

حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں: "میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں" (مریم:19)۔

اس موضوع پر دلائل کا احاطہ ممکن نہیں، طوالت کے خوف سے مزید صرف چند آیات واحادیث لکھ کر اختتام چاہوں گا:

قال ربنا تبارك وتعالىٰ: "اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ انہیں دولت مند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے "۔(التوبۃ:74)

ہاں یہ جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دولتمند کر دیا اپنے فضل سے۔ اے اللہ کے رسول! مجھے اور سب اہلسنت کو دین ودنیا کا دولتمند فرما اپنے فضل سے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا　　　نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

مزید فرماتا ہے: "اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیئے پر، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ کی طرف راغبت والے ہیں"۔(التوبۃ:59)

یہاں رب العزت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ ورسول سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں: "میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرند اللہ کے اذن سے، اور میں شفاء دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو، اور میں زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کے اذن سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو تا کہ میں حلال کر دوں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں"۔(آل عمران:49)

اب بتایئے جو شفاء دیتا ہو، جس کے پاس نابینا پن کا علاج ہو، جو بگڑے بدن کو صحت یاب کر دے، اس سے مانگنے میں کیا حرج ہے؟

اس بارے میں احادیث کا تو شمار ہی نہیں؟ لیکن میں یہاں صرف ایک حدیث پاک پر اکتفاء کروں گا جو کہ جامع مانع ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین زندہ ہستیوں سے بھی مدد طلب کرتے تھے اور بعد وصال بھی انہیں وسیلہ بنایا کرتے تھے، اگرچہ میں یہ اصول پہلے ذکر کر چکا کہ شرک ہر طرح سے شرک ہے، چاہے زندہ سے ہو یا مردہ سے کیونکہ نہ تو کوئی زندہ رب کریم کا شریک ہو سکتا ہے نہ ہی کوئی مردہ لیکن جاہل عقل سے عاری ہیں۔

حضرت سیّدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی حاجت کے سبب امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوتا، لیکن حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ (کسی وجہ سے) اس کی طرف متوجہ

نہ ہوتے اور اس کی حاجت کی طرف نظر نہ فرماتے، وہ شخص حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اپنا یہ معاملہ ان سے بیان کیا، انہوں نے اس سے فرمایا کہ وضو کا برتن لاؤ پھر وضو کرو پھر مسجد جا کر وہاں دو رکعت نفل ادا کرو پھر یہ دعا پڑھو: "Al_Mushaf=FONT")اللهم إني أسئلك وأتوجه إليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم نبي الرحمة يا محمد إني أتوجه بك إلى ربي فتقضي لي حاجتي (/FONT)" یعنی اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نبی رحمت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو۔ (اس دعا کے بعد) پھر اپنی حاجت ذکر کرنا پھر وہ آدمی چلا گیا اور وہی کیا جو حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا (ایسا کرنے کے بعد) وہ شخص حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دربان نے اسے بازو سے تھاما اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر کر دیا، انہوں نے اس شخص کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، اس نے اپنی حاجت بیان کی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی حاجت پوری کی اور پھر اس سے فرمایا: تم نے ابھی تک مجھ سے اپنی حاجت کا تذکرہ کیوں نہ کیا؟ اور فرمایا آئندہ تمہیں جو بھی حاجت ہو تو ضرور بتانا، پھر وہ شخص امیر المؤمنین کی بارگاہ سے رخصت ہو گیا، اور حضرت سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہنے لگا: جزاک اللہ خیراً، وہ میری حاجت کی طرف نظر نہ کرتے تھے اور نہ ہی میری طرف متوجہ ہوتے یہاں تک کہ آپ نے ان سے میرے بارے میں بات کی، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے ہرگز ان سے تمہارا تذکرہ نہیں کیا، (معاملہ کچھ یوں ہے کہ) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا کہ ایک بیمار شخص حاضر ہوئے جنہوں نے اپنی بینائی چلے جانے کی شکایت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر کا مشورہ دیا، انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (چلنے پھرنے میں) میری رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں اور یہ میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کا برتن لاؤ پھر وضو کر کے دو رکعتیں ادا کرو پھر یہ (مذکورہ بالا) دعا مانگو۔ خدا کی قسم! کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ شخص اس حال میں ہمارے پاس لوٹا گویا کہ وہ نابینا تھا ہی نہیں۔ (المعجم الکبیر، باب العین، ج:9، ص:30، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کوئی پریشانی درپیش ہوتی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی حاجت روائی کے لیے حاضر ہوتے۔ مزید یہ حدیث پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد کے واقعے کی طرف نشاندہی کرتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ بزرگان دین کو "یا" کے ساتھ پکارنا، اور ان سے مدد مانگنا اور انہیں وسیلہ بنانا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔

تیسرا سوال: اونچی قبریں بنانا کیسا؟ جبکہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو قبریں ہموار کرنے پر مامور فرمایا؟

اولاً: یہ حدیث پاک مشرکین کی قبروں کے بارے میں ہے، جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرح بخاری، "فتح الباری" میں اس کی وضاحت فرمائی کہ مشرکین کی قبروں کے علاوہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے متبعین کی قبروں کو

گرانا منع ہے کیونکہ ایسا کرنے میں ان کی گستاخی ہے برخلاف مشرکین کے کیونکہ ان کی کوئی حرمت نہیں۔
(فتح الباری، قولہ باب ہل تنبش قبور مشرکی جاہلیۃ، ج:1، ص:524، دار المعرفۃ بیروت)

ثانیا: اگر ایسا نہ ہوتو بخاری شریف میں ہے حضرت سیدنا سفیان بن تمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی جو کہ کوہان نما، اٹھی ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(حدیث پاک میں لفظ "مُسَنَّمًا" استعمال ہوا جس کا مطلب ہے، زمین سے بالشت بھر اٹھی ہوئی یا اونٹ کے کوہان سے زیادہ اٹھا ہونا)۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کس نے بنائی؟ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تو کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ اونچی قبریں بنانا ممنوع ہے! اگر اونچی قبریں بنانا ممنوع ہے تو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیا فتویٰ ہوگا؟

مزید سنئے: حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جوان تھا، (اس زمانے میں) چھلانگ لگانے میں سب سے زیادہ وہ سمجھا جاتے تھا جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر چھلانگ لگا کر اس پار کود جایا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر)

اب کہیے! کتنی اونچی قبریں ہوا کرتی زمانہ صحابہ میں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر اتنی اونچی تھی کے سب سے زیادہ اونچی چھلانگ لگانے والا ہی اسے پھلانگ سکتا۔ امید ہے کہ میرے ان جوابات سے آپ کو تسلی ہوگئی ہوگی، اور قبول کرنے والے کے لیے ایک ہی بات کافی ہے اور جسے "میں نہ مانوں" کا مرض لگ گیا ہو اس کے لیے دفتر کے دفتر (رجسٹر) ناکافی ہیں۔

زیارت قبور کی شرعی حیثیت اور اس کے فوائد کا بیان

قرآن حکیم میں مقابر ذکر صرف اس سورت میں ہوا ہے قبروں کی زیارت سخت دل والے کے لیے زبردست دوا ہے کیونکہ یہ عمل موت اور آخرت کی یاد دلاتا ہے یہ چیز انسان کی امیدیں کم رکھنے، دنیا میں زہد اختیار کرنے اور اس میں رغبت کی کمی پر برانگیختہ کرتا ہے۔ نبی کریم کا فرمان ہے: کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروا القبور فانها تزهد فى الدنيا وتذكر الآخرة. میں تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ چیز دنیا میں زہد پیدا کرتی ہے اور موت کی یاد دلاتی ہے؛ اسے حضرت ابن مسعود نے روایت کیا ابن ماجہ نے اسے نقل کیا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ہے: یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ ترمذی میں حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس میں حضرت ابوہریرہ سے روایت مروی ہے کہ رسول اللہ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں میں لعنت کی ہے، کہا: اس باب میں حضرت ابن عباس اور حضرت حسان بن ثابت سے روایت مروی ہے۔ ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ عورتوں پر لعنت والا حکم اس سے قبل کا ہے جس میں رسول اللہ نے قبروں کی زیارت کی رخصت دی۔ جب حضور نے رخصت دی تو اس رخصت میں مرد اور عورتیں شامل ہوگئیں۔ بعض علماء نے کہا: عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت اس لیے مکروہ ہے کیونکہ وہ کم صبر والی اور زیادہ جزع فزع کرنے والی ہوتی ہیں۔

علماء نے کہا: جو آدمی اپنے دل کا علاج کرنا چاہتا ہے اور ظلم وقہر کی زنجیروں سے آزاد ہو کر اپنے رب کی طاعت کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ لذات کو ختم کرنے والی، جماعتوں کو جدا کرنے والی، بیٹوں اور بیٹیوں کو یتیم کرنے والی کا ذکر کثرت سے کرے جو لوگ موت وحیات کی کشمکش میں ہیں ان کی ملاقات پر مواظبت اختیار کرے اور مسلمانوں کی قبروں کی زیارت میں ہمیشگی اختیار کرے۔ یہ تین امور ہیں جس آدمی کا دل سخت ہو، گناہ اس کی اپنی گرفت میں لے چکا ہو تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف اس سے مدد لے اور شیطان اور اس کے دوستوں کے فتنوں کے خلاف ان سے مدد لے اگر موت کا ذکر کثرت سے کرنے سے اس نے فائدہ اٹھالیا اور اس کے دل کی سختی چھوٹ گئی تو یہی اس کا مقصود ہے اگر اس پر دل کا میل بڑھ گیا اور گناہ کے اسباب مستحکم ہو گئے تو موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا لوگوں کے پاس جانا اور مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرنا ان گناہوں کو دور کرنے میں وہاں تک پہنچ سکتا ہے جہاں تک پہلی صورت نہ پہنچ پائی تھی۔ کیونکہ کوت کا ذکر دل کے لیے ایک خبر ہے جس کی طرف اس کا ٹھکانہ ہے اور یہ اسے خبردار کرنے کے قائم مقام ہے۔ جو آدمی موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے اس کے پاس جانا اور مسلمانوں میں سے جو کوئی مر چکا ہے اس کی قبر کی زیارت کرنا یہ آنکھوں سے مشاہدہ ہے اس وجہ سے دوسری صورت پہلی سے زیادہ موثر ہے رسول اللہ کا ارشاد ہے: لیس الخبر کالمعاینۃ خبر آنکھوں دیکھی چیز جیسی نہیں ہوتی۔ اسے حضرت ابن عباس نے روایت کیا ہے۔ جو لوگ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں ان کے حال سے عبرت حاصل کرنا ہر وقت ممکن نہیں ہوتا جو آدمی اپنے دل کا علاج کرنا چاہتا ہے اس کا علاج بعض اوقات ایک لمحے میں نہیں ہو پاتا، جہاں تک زیارت قبول کا تعلق ہے تو اس کا وجود یعنی اثر بہت تیز ہوتا ہے اور ان سے نفع حاصل کرنا زیادہ مناسب اور موزوں ہوتا ہے۔ جو آدمی قبروں کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے مناسب یہ ہے وہ اس کے آداب اپنائے، آتے وقت اس کا دل حاضر ہو اس کے پیش نظر صرف قبر کی زیارت نہ ہو کیونکہ یہ تو صرف اس کی ایسی حالت ہے جس میں حیوان بھی اس کے ساتھ شریک ہیں ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، بلکہ اس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنے فاسد دل کی اصلاح ہونی چاہیے۔ یا میت کو نفع پہنچانے کا ارادہ ہونا چاہیے جو زیارت کرنے والا اس کے پاس قرآن پڑھے گا، دعا کرے گا، قبروں کے اوپر چلنے اور ان پر بیٹھنے سے اجتناب کرے جب قبرستان میں داخل ہو تو وہ انہیں سلام کرے جب وہ اپنے میت کی قبر تک پہنچے جسے وہ پہچانتا ہے تو اسے بھی سلام کرے اور اس کے چہرے کی جانب سے آئے کیونکہ وہ اس کی زیارت میں اس طرح ہے جس طرح وہ زندہ حالت میں اس سے مخاطب تھا اگر زندہ حالت میں اس سے خطاب کرتا تو آداب یہی ہوتے کہ اس کے چہرے کے بالمقابل ہوتا یہاں بھی اسی ہے پھر جو مٹی کے نیچے جا چکا ہے اپنے گھر والوں اور احباب سے الگ ہو چکا ہے اس سے عبرت حاصل کرنے کے بعد کہ اس میت نے چھوٹے بڑے لشکروں کی قیادت کی ہوگی، ساتھیوں اور قبائل سے مقابلہ کیا ہوگا اموال اور ذخائر کو جمع کیا ہوگا تو اسے موت ایسے وقت میں آ پہنچی کہ اسے گمان تک نہ تھا ایسی ہولناکی میں موت آئی جس کا اسے کوئی انتظار نہ تھا تو زیارت کرنے والے کو اس بھائی کی حالت میں غور کرنا چاہیے جو گزر چکا ہے اور ان ساتھیوں میں شامل ہو چکا ہے جنہوں نے امیدوں کو پایا اور اموال کو جمع کیا کہ ان کی آرزوئیں کیسے ختم ہو گئیں، ان کے اموال نے انہیں کوئی نفع نہ دیا، مٹی نے ان کے چہروں کے محاسن کو مٹا دیا اور قبروں میں ان کے اجزا بکھر گئے، ان کے بعد ان کی

بیویاں بیوہ ہوگئیں ان کی اولادیں یتیم ہوگئیں، دوسروں نے ان کے عمدہ اموال کو تقسیم کرلیا تاکہ اسے ان کا مقاصد میں گھومنا پھرنا، حصول مطالب میں ان کا حرص، اسباب کے حصول میں ان کا دھوکہ اور جوانی اور صحت کی طرف ان کا میلان سب کو یاد کرسکے اور یہ بھی جان سکے کہ اس کا لہو ولعب کی طرف میلان ان کے میلان اور غفلت کی طرح ہے جس کے سامنے خوفناک موت اور تیز ہلاکت ہے یقیناً وہ اس طرف جا رہا ہے جس طرف وہ گئے تھے اسے اپنے دل میں اس آدمی کے ذکر کو یاد کرنا چاہیے جو اپنی اغراض میں متردد تھا کہ اس کے پاؤں کیسے ٹوٹ گئے، وہ اپنے دوستوں کو دیکھ کر لذت حاصل کرتا تھا جبکہ اب اس کی آنکھیں بہہ چکی ہیں، وہ اپنی قوت گویائی کی بلاغت سے حملہ کیا کرتا تھا جبکہ کیڑے اس کی زبان کو کھا گئے ہیں، وہ لوگوں کی موت پر ہنسا کرتا تھا جب کہ مٹی نے اس کے دانتوں کو بوسیدہ کردیا ہے، وہ یقین کرلے کہ اس کا حال اس کے حال جیسا ہوگا اور اس کا انجام اس کے انجام جیسا ہوگا۔ اس یاد اور عبرت کی وجہ سے اس سے تمام دنیوی غیرتیں زائل ہوجائیں گی اور اور وہ اخروی اعمال پر متوجہ ہوگا۔ وہ دنیا میں زہد اختیار کرے گا اپنے رب کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوگا اس کا دل نرم ہوجائے گا اور اعضاء میں خشوع واقع ہوجائے گا۔

(تفسیر قرطبی، سورہ کوثر، بیروت)

بَابٌ فِيْ ذِكْرِ الْمِيْزَانِ

باب: میزان کا تذکرہ

میزان" اس چیز سے تعبیر ہے جس کے ذریعہ بندوں کے اعمال کی مقدار وحیثیت جانی جاسکے اور جمہور علماء کا قول ہے کہ وہ چیز میزان یعنی ترازو ہی کی شکل میں ہوگی جس کے دو پلے ہوں گے اور ایک زبان ہوگی اور دونوں پلوں کے درمیان مشرق ومغرب جیسا فاصلہ ہوگا اس میزان کے ذریعہ بندوں کے اعمال تولے جائیں گے یعنی ایک پلے میں نیکیوں کے اعمال نامے اور دوسرے پلے میں برائیوں کے اعمال نامے رکھے جائیں گے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حسنات یعنی نیک اعمال کو اچھی صورتوں میں اور سیأت یعنی برے عمل کو بری صورتوں میں ڈھال دیا جائے گا اور ان دونوں کو تولا جائے گا لیکن بعض روایتوں میں پہلا قول ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں جو نصوص ہیں ان کا ظاہری مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے۔

4755- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ أَنَّ إِسْمَعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَوْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِينَ يُقَالُ (هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ) حَتَّى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ أَفِي يَمِينِهِ أَمْ فِي شِمَالِهِ أَمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ قَالَ يَعْقُوبُ عَنْ يُونُسَ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِهِ

✧✧ حسن بصری بیان کرتے ہیں' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جہنم کو یاد کرتے ہوئے رو پڑیں تو نبی اکرم ﷺ نے

دریافت کیا: تم کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی: مجھے جہنم کا خیال آ گیا تو میں رو پڑی۔ کیا آپ قیامت کے دن اپنی بیوی کو یاد رکھیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین مقامات کے اوپر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا۔ میزان کے قریب جب تک اسے یہ علم نہ ہو جائے کہ اس کا میزان ہلکا ہے یا بھاری ہے۔ کتاب (نامہ اعمال) ملنے کے نزدیک جب یہ کہا جائے گا آؤ اور اپنی کتاب کو پڑھو۔ جب تک یہ علم نہ ہو جائے کہ اس کی کتاب کہاں واقع ہوتی ہے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا اس کے پیچھے اور پل صراط کے قریب جب اسے جہنم کے اوپر رکھ دیا جائے گا۔

اس روایت کو یعقوب نامی راوی نے یونس سے نقل کیا ہے اور یہ اسی کی حدیث کے الفاظ ہیں۔

بَابٌ فِي الدَّجَّالِ

باب: دجال کا تذکرہ

4756- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُرَاقَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوحٍ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهُ وَإِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ فَوَصَفَهُ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَعَلَّهُ سَيُدْرِكُهُ مَنْ قَدْ رَآنِي وَسَمِعَ كَلَامِي قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ قُلُوبُنَا يَوْمَئِذٍ أَمِثْلُهَا الْيَوْمَ قَالَ أَوْ خَيْرٌ

◇◇ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا' حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔ میں بھی تمہیں اس سے ڈرا رہا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے اس کا حلیہ بیان کیا اور فرمایا: ہوسکتا ہے کوئی ایک شخص اسے پالے جس نے میری زیارت کی ہوئی ہے۔ میرا کلام سنا ہوا ہے۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! اس وقت ہمارے دلوں کا کیا عالم ہوگا۔ کیا یہ آج کی طرح ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے بھی بہتر ہوں گے۔

4757- حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ فَذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلَكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ

◇◇ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اس کی شان کے مطابق بیان کی۔ آپ نے دجال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اسے ڈرایا ہے۔ میں تمہیں اس کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی بھی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی تم یہ بات جان لو کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ

کانا نہیں ہے۔

دجال سب سے بڑا فتنہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت آنے تک دجال سے زیادہ بڑا اور کوئی فتنہ نہیں ہے۔ (مسلم)

دجال کے شعبدے

حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کے جسم پر بہت گھنے بال ہوں گے اور اس کے ساتھ اس کی جنت اور دوزخ بھی ہوگی لیکن جو اس کی جنت نظر آئے گی دراصل وہ اس کی دوزخ ہوگی اور جو دوزخ نظر آئے گی وہ اصل میں جنت ہوگی (لہٰذا جس کو وہ جنت بخشے گا وہ دوزخی ہوگا اور جس کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا وہ جنتی ہوگا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتادوں جو حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی نبی نے اپنی امت کو نہ بتائی ہو دیکھو وہ کانا ہوگا اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ کے نام سے دو شعبدے بھی ہوں گے تو جس کو وہ جنت کہے گا وہ درحقیقت دوزخ ہوگی دیکھو دجال سے میں بھی تم کو اسی طرح ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔ (متفق علیہ)

دجال سے دور رہو

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو جو شخص دجال کی خبر سنے اس کو چاہئے کہ وہ اس سے دور ہی رہے بخدا کہ ایک شخص کو اپنے دل میں یہ خیال ہوگا کہ وہ مومن آدمی ہے لیکن ان عجائبات کو دیکھ کر جو اسکے ساتھ ہوں گے وہ بھی اس کے پیچھے لگ جائے گا۔ (ابوداؤد)

دجال کا حلیہ

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دجال کے متعلق کچھ تفصیلات تم لوگوں سے بیان کیں لیکن مجھ کو خطرہ ہے کہ کہیں تم پورے طور پر اس کو نہ سمجھے ہو دیکھو مسیح دجال کا قد ٹھگنا ہوگا اس کے دونوں پیر ٹیڑھے، سر کے بال شدید خمیدہ، ایک چشم مگر ایک آنکھ بالکل پٹ صاف نہ اوپر کو ابھری ہوئی نہ اندر کو دھنسی ہوئی اگر اب بھی تم کو شبہ رہے تو یہ بات یاد رکھنا کہ تمھارا رب یقیناً کانا نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

ہر نبی نے دجال سے ڈرایا

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد جو نبی آیا ہے اس نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا ہے اور میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں اس کے بعد آپ نے اس کی صورت

وغیرہ بیان فرمائی اور کہا ممکن ہے جنہوں نے مجھ کو دیکھا ہے یا میرا کلام سنا ہو۔ اس میں کوئی ایسا نکل آئے جو اس کا زمانہ پاسکے انہوں نے پوچھا اس دن ہمارے دلوں کا حال کیسا ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ہی جیسا آج ہے یا اور بھی بہتر۔

(ترمذی وابوداؤد)

دجال کے ظہور کی علامات

اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا کہ اس کے ظہور سے پہلے تین قحط پڑیں گے ایک سال آسمان کی ایک تہائی بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار بھی ایک تہائی کم ہوجائے گی دوسرے سال آسمان کی دو حصے بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار دو حصے کم ہوجائے گی اور تیسرے سال آسمان سے بارش بالکل نہ برسے گی اور زمین کی پیداوار بھی کچھ نہ ہوگی حتیٰ کہ جتنے حیوانات ہیں خواہ وہ کھر والے ہوں یا ڈاڑھ سے کھانے والے سب ہلاک ہوجائیں گے اور اس کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک گنوار آدمی کے پاس آ کر کہے گا اگر میں تیرے اونٹ زندہ کردوں تو کیا اس کے بعد بھی تجھ کو یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا ضرور، اس کے بعد شیطان انہی کے اونٹ کی سی شکل بن کر اس کے سامنے آئے گا جیسے اچھے تھن اور بڑے کوہان والے اونٹ ہوا کرتے ہیں اسی طرح ایک اور شخص کے پاس آئے گا جس کا باپ اور سگا بھائی گزر چکا ہوگا اور اس سے آکر کہے گا بتلا اگر میں تیرے باپ بھائی کو زندہ کردوں تو کیا پھر بھی یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں وہ کہے گا کیوں نہیں؟ بس اس کے بعد شیطان اس کے باپ بھائی کی صورت بن کر آجائے گا۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ یہ بیان فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اسکے بعد لوٹ کر دیکھا تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان کے بعد سے بڑے فکر وغم میں پڑے ہوئے تھے۔ اسماء کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کے دونوں کواڑ پکڑ کر فرمایا اسماء کہو کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دجال کا ذکر سن کر ہمارے دل تو سینے سے نکلے پڑتے ہیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں اس سے نمٹ لوں گا ورنہ میرے بعد پھر ہر مومن کا نگہبان میرا رب ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا حال جب آج یہ ہے کہ ہم آٹا گوندھنا چاہتے ہیں مگر غم کے مارے اس کو اچھی طرح گوندھ بھی نہیں سکتے چہ جائے کہ روٹی پکا سکیں بھوکے ہی رہتے ہیں تو بھلا اس دن مومنوں کا حال کیا ہوگا جب یہ فتنہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن ان کو وہ غذا کافی ہوگی جو آسمان کے فرشتوں کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس۔ (احمد)

دجال کی بدخلقی

دجال قوم یہود میں سے ہوگا عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا دائیں آنکھ میں پھلی ہوگی۔ گھونگر دار بال ہوں گے۔ سواری میں ایک بڑا گدھا ہوگا اولاً اس کا ظہور ملک عراق وشام کے درمیان ہوگا۔ جہاں نبوت ورسالت کا دعویٰ کرتا ہوگا پھر وہاں سے اصفہان چلا جائے گا یہاں اس کے ہمراہ ستر ہزار یہودی ہوں گے یہیں سے خدائی دعویٰ کر کے چاروں طرف فساد برپا کرے گا۔ اور زمین کے اکثر مقامات پر گشت کر کے لوگوں سے اپنے تئیں خدا کہلوائے گا۔

دجال کی جادوگریاں اور مومنوں کی آزمائش

لوگوں کی آزمائش کیلئے خداوند کریم اس سے بڑے خرق عادات ظاہر کرائے گا اس کی پیشانی پر لفظ (ک، ف، ر) لکھا ہوگا جس کی شناخت صرف اہل ایمان کر سکیں گے اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو دوزخ سے تعبیر کرے گا اور ایک باغ جو جنت کے نام سے موسوم ہوگا مخالفین کو آگ میں موافقین کو جنت میں ڈالے گا مگر وہ آگ درحقیقت باغ کے مانند ہوگی اور باغ آگ کی خاصیت رکھتا ہوگا نیز اس کے پاس اشیائے خوردنی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہوگا جس کو چاہے گا دے گا جب کوئی فرقہ اس کی الوہیت کو تسلیم کریگا تو اس کیلئے اس کے حکم سے بارش ہوگی اناج پیدا ہوگا درخت پھلدار مویشی موٹے تازے اور شیر دار ہو جائیں گے۔ جو فرقہ اس کی مخالفت کرے گا تو اس سے اشیائے مذکورہ بند کر دے گا اور اسی قسم کی بہت سی ایذائیں مسلمانوں کو پہنچائے گا مگر خدا کے فضل سے مسلمانوں کو تسبیح و تہلیل کھانے پینے کا کام دے گی اس کے خروج کے بیشتر دو سال تک قحط رہ چکا ہوگا تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا زمین کے مدفون خزانے اس کے حکم سے اس کے ہمراہ ہو جائیں گے بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمھارے مردہ ماں باپوں کو زندہ کرتا ہوں تا کہ تم اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کر لو پس شیاطین کو حکم دے گا کہ زمین میں سے ان کے ماں باپوں کے ہم شکل ہو کر نکلو چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے۔

دجال مکہ و مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا

اس کیفیت سے بہت سے ممالک پر اس کا گزر ہوگا یہاں تک کہ وہ جب سرحد یمن میں پہنچے گا اور بد دین لوگ بکثرت اس کے ساتھ ہو جائیں گے تو وہاں سے لوٹ کر مکہ معظمہ کے قریب مقیم ہو جائے گا مگر بسبب محافظت فرشتوں کے مکہ معظمہ میں داخل نہ ہو سکے گا پس وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے کی محافظت کیلئے خداوند کریم دو دو فرشتے متعین فرمائے گا جن کے ڈر سے دجال کی فوج داخل شہر نہ ہو سکے گی نیز مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے بدعقیدے و منافق لوگ خائف ہو کر شہر سے نکل کر دجال کے پھندے میں گرفتار ہو جائیں گے۔

مدینہ کے ایک بزرگ کے ہاتھوں دجال کی رسوائی

اس وقت مدینہ منورہ میں ایک بزرگ ہوں گے جو دجال سے مناظرہ کرنے کیلئے نکلیں گے دجال کی فوج کے قریب پہنچ کر ان سے پوچھیں گے کہ دجال کہاں ہے وہ اس کی گفتگو کو خلاف ادب سمجھ کر قتل کرنے کا قصد کریں گے مگر بعض ان میں قتل سے مانع ہوں گے اور کہیں گے کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارے اور تمھارے خدا (دجال) نے منع کیا ہے کہ کسی کو بغیر اجازت کے قتل نہ کرنا۔

پس وہ دجال کے سامنے جا کر بیان کریں گے کہ ایک گستاخ شخص آیا ہے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے دجال ان کو اپنے پاس بلائے گا جب وہ بزرگ دجال کے چہرے کو دیکھیں گے تو فرمائیں گے میں نے تجھے پہچان لیا تو وہی ملعون ہے جس کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور تیری گمراہی کی حقیقت بیان فرمائی تھی دجال غصہ میں آ کر کہے گا کہ اس کو آرے سے چیر دو بس وہ آپ کو ٹکڑے کر کے دائیں بائیں جانب ڈال دیں گے پھر دجال خود ان دونوں ٹکڑوں کو جمع کر کے زندہ ہونے کا حکم دے گا چنانچہ وہ خدائے قدوس کی حکمت و ارادے سے زندہ ہو کر کہیں گے کہ اب تو مجھ کو پورا یقین ہو گیا تو وہی مردود دجال ہے کہ جس کی

ملوہیت کی خبر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ دجال جھنجھلا کر اپنے معتقدین کو حکم دے گا کہ اس کو ذبح کر دو پس وہ آپ کے حلق پر چھری پھیریں گے مگر اس سے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ دجال شرمندہ ہو کر ان بزرگ کو اپنی دوزخ میں جس کا ذکر اوپر گزر چکا ڈال دے گا مگر خداوند کریم کی قدرت سے وہ آپ کے حق میں برد وسلام ہو جائیگی اس کے بعد دجال کسی مردہ کے زندہ کرنے پر قدرت نہ پائے گا اور یہاں سے ملک شام کی جانب روانہ ہو جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

دجال کے دمشق پہنچنے سے پہلے حضرت امام مہدی علیہ السلام دمشق آچکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری وترتیب فوج کر چکے ہوں گے جنگ کا ساز وسامان وآلات تقسیم ہوں گے کہ موذن فجر کی اذان دے گا لوگ نماز کی تیاری ہی میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ کئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے کہ سیڑھی لے آؤ۔ پس سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی کی ملاقات

آپ اس کے ذریعہ سے نیچے اتر کر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع وخوش خلقی کے ساتھ آپ سے پیش آئیں گے اور فرمائیں گے یا نبی اللہ امامت کیجئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو کیونکہ تمہارے بعض بعض کے لئے امام ہیں اور یہ عزت اس امت کو خدا نے دی ہے پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے حضرت عیسیٰ اقتدا کریں گے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا عجیب وغریب واقعہ

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والے کو سنا وہ اعلان کر رہا تھا چلو نماز ہونے والی ہے میں نماز کے لئے نکلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر منبر پر بیٹھ گئے اور آپ کے چہرے پر اس وقت مسکراہٹ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھا رہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو میں نے تم کو کیوں جمع کیا ہے انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے آپ نے فرمایا بخدا میں نے تم کو نہ تو مال وغیرہ تقسیم کیلئے جمع کیا ہے نہ کسی جہاد کی تیاری کیلئے بس صرف اس بات کیلئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری پہلے نصرانی تھا وہ آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے اور مجھ سے ایک قصہ بیان کرتا ہے جس سے تم کو میرے اس بیان کی تصدیق ہو جائے گی جو میں نے کبھی دجال کے متعلق تمہارے سامنے ذکر کیا تھا وہ کہتا ہے کہ وہ ایک بڑی کشتی پر سوار ہوا جس پر سمندر میں سفر کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی اور تھے سمندر کا طوفان ایک ماہ تک ان کا تماشا بناتا رہا۔ آخر مغربی جانب ان کو ایک جزیرہ نظر پڑا جس کو دیکھ کر وہ بہت مسرور ہوئے اور چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس جزیرہ پر اتر گئے سامنے سے ان کو جانور کی شکل کی ایک چیز نظر پڑی جس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے کہ اس میں اس کے اعضائے مستورہ تک کچھ نظر نہ آتے تھے لوگوں نے اس سے کہا کمبخت تو کیا بلا ہے؟ وہ بولی میں دجال کی جاسوس ہوں چلو اس گرجے چلو وہاں ایک

شخص ہے جس کو تمہارا بڑا انتظار لگ رہا ہے یہ کہتے ہیں کہ جب اس نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو اب ہم کو ڈر لگا کہ کہیں وہ جن نہ ہو ہم لپک کر اسے گرجے میں پہنچے تو ہم نے ایک بڑا قوی ہیکل شخص دیکھا کہ اس سے قبل ہم نے ویسا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا اس کے ہاتھ گردن سے ملا کر اور اس کے پیر گھٹنوں سے لے کر ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے نہایت مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھے ہم نے اس سے کہا تیرا ناس ہو تو کون ہے؟ وہ بولا تم کو تو میرا پتہ کچھ نہ کچھ لگ ہی گیا اب تم بتاؤ تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا کہ ہم عرب کے باشندے ہیں ہم ایک بڑی کشتی میں سفر کر رہے تھے سمندر میں طوفان آیا اور ایک ماہ تک رہا اس کے بعد ہم اس جزیرہ میں آئے تو یہاں ہمیں ایک جانور نظر پڑا جس کے تمام جسم پر بال ہی بال تھے اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس۔خبر رساں) ہوں چلو اس شخص کی طرف چلو جو اس گرجے میں ہے اس لئے ہم جلدی جلدی تیرے پاس آگئے اس نے کہا مجھے یہ بتا کہ بیسان (شام میں ایک بستی کا نام ہے) کی کھجوروں میں پھل آتا ہے یا نہیں۔ ہم نے کہا ہاں آتا ہے۔ اس نے کہا وہ وقت قریب ہے جب اسمیں پھل نہ آئیں پھر اس نے پوچھا اچھا بحیرہ طبریہ کے متعلق بتا اسمیں پانی ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا بہت ہے اس نے کہا وہ زمانہ قریب ہے جبکہ اس میں پانی نہ رہے گا پھر اس نے پوچھا زغر (شام میں ایک بستی) کے چشمہ کے متعلق بتا اس میں پانی ہے یا نہیں اور اس بستی والے اس کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں ہم نے کہا اس میں بھی بہت پانی ہے اور لوگ اسی کے پانی ہے اور لوگ اسی کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں پھر اس نے کہا اچھا نبی الامیین کا کچھ حال سنا۔ ہم نے کہا وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہیں اس نے پوچھا عرب کے لوگوں نے اس کے ساتھ جنگ کی ہے ہم نے کہا ہاں اس نے پوچھا اچھا پھر کیا نتیجہ رہا ہم نے بتایا کہ وہ اپنے گردونواح پر تو غالب آچکے ہیں اور لوگ ان کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اس نے کہا سن لو ان کے حق میں یہی بہتر تھا کہ ان کی اطاعت کر لیں اور اب میں تم کو اپنے متعلق بتاتا ہوں میں مسیح دجال ہوں اور وہ وقت قریب ہے جبکہ مجھ کو یہاں سے باہر نکلنے کی اجازت مل جائے گی میں باہر نکل کر تمام زمین گھوم جاؤں گا اور چالیس دن کے اندر اندر کوئی بستی ایسی نہ رہ جائے گی جس میں میں داخل نہ ہوں بجز مکہ اور طیبہ کے ان دونوں مقامات میں میرا داخلہ ممنوع ہے جب میں ان دونوں میں سے کسی بستی پر داخل ہونے کا ارادہ کروں گا اس وقت ایک فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے سامنے سے آکر مجھ کو داخل ہونے سے روک دیگا اور ان مقامات (مقدسہ) کے جتنے راستے ہیں ان سب پر فرشتے ہوں گے کہ وہ ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لکڑی منبر پر مار کر فرمایا کہ وہ طیبہ یہی مدینہ ہے یہ جملہ تین بار فرمایا۔ دیکھو کیا یہی بات میں نے تم سے بیان نہیں کی تھی لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے بیان فرمائی تھی اس کے بعد فرمایا دیکھو وہ بحر شام یا بحر یمن (راوی کو شک ہے) بلکہ مشرق کی جانب ہے او اسی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

دجال کا ساتھی اور دجال کا قتل

حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے دیکھا تو میں رو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں رو رہی ہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اس غم میں مجھ کو بے ساختہ رونا آگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ نکلا اور میں اس وقت موجود ہوا تو تمہاری طرف سے میں اس سے نمٹ لونگا اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو پھر یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے (اور وہ کانا ہوگا) جب وہ نکلے گا تو

اس کے ساتھی اصفہان کے یہودی ہوں گے یہاں تک کہ جب مدینہ آئے گا تو وہاں ایک طرف آ کر اترے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو دو فرشتے نگران ہوں گے (جو اس کے اندر آنے سے مانع ہوں گے) مدینہ میں جو بداعمال آباد ہیں وہ نکل کر خود اس کے پاس چلے جائیں گے اس کے بعد وہ فلسطین میں باب لد پر آئے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما چکے ہوں گے اور یہاں وہ اسکو قتل کریں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک ایک منصف امام کی حیثیت سے زمین پر زندہ رہیں گے۔ (مسند احمد)

آگ پانی اور پانی آگ

ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عقبہ بن عمرو نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے دجال کے متعلق جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ ہم کو بھی سنا دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ دجال جب ظاہر ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ دونوں ہوں گے مگر لوگوں کو جو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جھلسا دینے والی آگ ہوگی لہٰذا تم میں جس کو بھی یہ زمانہ ملے اس کو چاہئے کہ جو آگ معلوم ہو رہی ہو اس میں داخل ہو جائے کیونکہ درحقیقت وہ آب خنک ہوگا۔ (بخاری شریف) یہاں مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ دجال کی ایک آنکھ میں موٹا سا ناخونہ ہوگا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر کے حروف علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے ہوں گے جس کو ہر مومن پڑھ لے گا چاہے وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر اور ایک روایت میں کاف، الف، را ہوگا۔

حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ کا مل کر دجال کی فوج سے لڑنا اور دجال کو قتل کرنا

پھر حضرت عیسیٰ سے کہیں گے یا نبی اللہ اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے جس طرح چاہیں انجام دیں وہ فرمائیں گے نہیں یہ کام بدستور آپ ہی کے تحت میں رہے گا میں تو صرف قتل دجال کے واسطے آیا ہوں جس کا مارا جانا میرے ہی ہاتھ سے مقدر ہے رات امن وامان کے ساتھ بسر کر کے امام مہدی فوج ظفر موج کو لے کر میدان کارزار میں تشریف لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کہ میرے لئے گھوڑا اور نیزہ لاتا کہ اس ملعون کے شر سے زمین کو پاک کر دوں پس حضرت عیسیٰ دجال پر اور اسلامی فوج اس کے لشکر پر حملہ آور ہوگی نہایت خوفناک اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو جائے گی اس وقت دم عیسوی کی یہ خاصیت ہوگی کہ جہاں تک آپ کی نظر کی رسائی ہوگی وہیں تک یہ بھی پہنچے گا اور جس کافر تک آپ کا سانس پہنچے گا تو وہ نیست ونابود ہو جایا کرے گا۔

دجال کا فرار

دجال آپ کے مقابلہ سے بھاگے گا آپ اس کا تعاقب کرتے کرتے مقام لد میں جالیں گے اور نیزے سے اس کا کام تمام کر کے لوگوں پر اس کی ہلاکت کا اظہار کریں گے کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ اس کے قتل میں عجلت نہ کرتے تو بھی وہ آپ کے سانس سے اس طرح پگھل جاتا جیسے پانی میں نمک۔ اسلامی فوج دجال کے لشکر کے قتل وغارت کرنے میں مشغول ہو جائے گی یہودیوں کو

جو اسکے لشکر میں ہونگے کوئی چیز پناہ نہ دیگی یہاں تک کہ اگر بوقت شب کسی پتھر یا درخت کی آڑ میں ان میں سے کوئی پناہ گزین ہوتو وہ بھی آواز دیگا اے خدا کے بندے دیکھ اس یہودی کو پکڑ اور قتل کر۔ مگر درخت غرقد ان کو پناہ دیکر اخفائے حال کریگا۔

دجالی فتنہ کے چالیس روز

زمین پر دجال کے شر وفساد کا زمانہ چالیس روز تک رہے گا کہ جن میں سے ایک دن ایک سال کے ایک ایک مہینہ کے اور ایک ہفتہ کے برابر ہوگا باقی ماندہ ایام معمولی دنوں کے برابر ہوں گے بعض روایتوں میں ہے کہ دنوں کی درازی بھی دجال کے استدراج کی وجہ سے ہوگی کیونکہ وہ ملعون آفتاب کو حبس کرنا چاہے گا خداوند کریم اپنی قدرت کاملہ سے اس کی حسب مرضی آفتاب کو روک دے گا اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو روز ایک سال کے برابر ہوگا اس میں ایک دن کی نماز پڑھنی چاہئے یا سال بھر کی؟ آپ نے فرمایا اندازہ وتخمینہ کر کے ایک سال ہی کی نماز ادا کرنی چاہیے شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جو ارباب کشف وشہود کے محققین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ اس دن کی تصویر دل میں یوں آتی ہے کہ آسمان پر ایک ابر محیط طاری ہوگا اور ضعیف وخفیف روشنی جو عموماً ایسے ایام میں ہوا کرتی ہے تاریکی محض سے مبدل نہ ہوگی اور آفتاب بھی نمایاں نہ ہوگا پس لوگ بموجب شرع اندازہ تخمینہ سے اوقات نماز کے مکلف ہوں گے۔

دجالی شر انگیزیوں سے متاثرہ شہروں کی تعمیر نو اور روئے زمین پر انصاف کا قیام

دجال کے فتنہ کے خاتمہ پر حضرت امام مہدی وحضرت عیسیٰ ان شہروں میں کہ جن کو دجال نے تاخت وتاراج کر دیا ہوگا دورہ فرمائیں گے دجال سے تکلیف اٹھائے ہوئے لوگوں کو خدا کے یہاں اجر عظیم ملنے کی خوشخبری دیکر دلاسا وتسلی دیں گے اور اپنی عنایات ونوازشات عامہ سے ان کے دنیاوی نقصانات کی تلافی کریں گے۔ حضرت عیسیٰ قتل خنزیر شکست صلیب اور کفار سے جزیہ قبول کرنے کے احکام صادر فرما کر تمام کفار کو اسلام کی طرف مدعو کریں گے خدا کے فضل وکرم سے کوئی کافر بلاد اسلام میں نہ رہے گا تمام زمین حضرت مہدی کے عدل وانصاف کے چمکاروں سے منور وروشن ہو جائے گی ظلم وبے انصافی کی بیخ کنی ہوگی تمام لوگ عبادت واطاعت الٰہی میں سرگرم ومشغول ہوں گے آپ کی خلافت کی میعاد سات، آٹھ یا نو سال ہوگی

واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنہ اور ملک کے انتظام میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ کی معیت میں گزرے گا اس حساب سے آپ کی عمر 49 سال ہوگی۔

بَابٌ فِيْ قَتْلِ الْخَوَارِجِ

باب: خارجیوں کو قتل کرنا

4758 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ وَمَنْدَلٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِي جَهْمٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ وَهْبَانَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ایک بالشت کے برابر بھی مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے تو اس نے اسلام کے پٹے کو اپنی گردن میں سے نکال دیا۔

4759 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُطَرِّفُ بْنُ طَرِيفٍ عَنْ اَبِي الْجَهْمِ عَنْ خَالِدِ بْنِ وَهْبَانَ عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ وَاَئِمَّةٌ مِّنْ بَعْدِي يَسْتَاْثِرُوْنَ بِهٰذَا الْفَيْءِ قُلْتُ اِذَنْ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اَضَعُ سَيْفِي عَلَى عَاتِقِي ثُمَّ اَضْرِبُ بِهٖ حَتّٰى اَلْقَاكَ اَوْ اَلْحَقَكَ قَالَ اَوَلَا اَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكَ تَصْبِرُ حَتّٰى تَلْقَانِي

✧✧ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تم کیا کرو گے جب میرے بعد آنے والے حکمران اس مال فے کے بارے میں تم لوگوں کے ساتھ امتیازی سلوک کریں گے۔ میں نے عرض کی' اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے۔ اس وقت میں اپنی تلوار اپنی گردن پر رکھوں گا اور ان لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کرتا رہوں گا جب تک آپ سے آ کر مل نہیں جاتا (یعنی شہید نہیں ہو جاتا) نبی اکرم نے فرمایا: کیا میں اس سے بہتر صورت کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کروں۔ تم صبر سے کام لینا جب تک مجھ سے مل نہیں جاتے (یعنی مرتے دم تک صبر سے کام لینا)۔

4760 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ وَهِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اَئِمَّةٌ تَعْرِفُوْنَ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ اَنْكَرَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ هِشَامٌ بِلِسَانِهٖ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَقْتُلُهُمْ قَالَ ابْنُ دَاوُدَ اَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا

✧✧ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جن کی کچھ باتیں تمہیں اچھی لگیں گی اور کچھ باتیں تمہیں بری لگیں گی تو جو شخص ناپسند کرے۔

یہاں ہشام نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ اپنی زبان کے ذریعے ناپسند کرے تو وہ بری ہو گیا اور جو شخص اپنے دل کے ذریعے پر ناپسند کرے' وہ سلامت رہا لیکن جو شخص راضی ہوا اور اس نے اس کی پیروی کی (وہ ہلاک ہو جائے گا) عرض کی گئی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم لوگ انہیں قتل نہ کریں۔

یہاں پر ابن داؤد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کیا ہم ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں جب تک یہ لوگ نماز ادا کرتے رہیں (تم ان کے ساتھ جنگ نہ کرو)۔

4760- إسناده صحيح. الحسن: هو البصري. وأخرجه مسلم (1854) (64) عن أبي الربيع، عن حماد، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (1854) (64) من طريق عبد الله بن المبارك، والترمذي (2418) من طريق يزيد بن هارون، كلاهما عن هشام بن حسان، به. وهو في "مسند أحمد" (2418).

4761- حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ الْعَنَزِيِّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ قَالَ قَتَادَةُ يَعْنِي مَنْ أَنْكَرَ بِقَلْبِهِ وَمَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ

✧✧ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جو شخص ناپسند کرے گا' وہ بری ہو جائے گا اور جو انکار کرے گا وہ سلامت رہے گا۔

قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جو شخص اپنے دل کے ذریعے انکار کرے گا اور جو شخص اپنے دل کے ذریعے ناپسند کرے گا۔

4762- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتَكُونُ فِي أُمَّتِي هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ وَهُمْ جَمِيعٌ فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ

✧✧ حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ عنقریب میری امت میں فساد ہوں گے' فساد ہوں گے' فساد ہوں گے تو جو شخص مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرے گا جبکہ وہ اکٹھے ہوں تو تم اسے تلوار کے ذریعے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔

خوارج کا تعارف

قبل اس کے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں خوارج کی علامات اور عقائد ونظریات کا جائزہ لیا جائے' بعض کتب اسلاف سے خوارج کی چند واضح تعریفات درج کی جارہی ہیں تاکہ ابتداء میں ہی واضح ہو جائے کہ خارجی کسے کہا جاتا ہے۔

1۔ امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی' خوارج کی تعریف میں لکھتے ہیں:

كل من خرج عن الامام الحق الذى اتفقت الجماعة عليه يسمى خارجيًا سواءً كان الخروج فى أيام الصحابة على الائمة الراشدين أو كان بعدهم على التابعين بإحسان والائمة فى كل زمان. شهرستاني، (الملل والنحل: 114)

ہر وہ شخص جو عوام کی متفقہ مسلمان حکومتِ وقت کے خلاف مسلح بغاوت کرے اسے خارجی کہا جائے گا؛ خواہ یہ خروج وبغاوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں خلفائے راشدین کے خلاف ہو یا تابعین اور بعد کے کسی بھی زمانہ کی مسلمان حکومت کے خلاف ہو۔

4762- إسناده صحيح، مسدد: هو ابن مسرهد، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، وشعبة: هو ابن الحجاج. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (3471) عن عمرو بن علي، عن يحيى بن سعيد، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (1852) (59) من طريق محمد بن جعفر، عن شعبة، به. وأخرجه مسلم (1852) (59)، والنسائي في "الكبرى" (3469) و (3470) من طرق عن زياد بن علاقة به. وزاد النسائي في روايته الأولى: "فإن يد الله على الجماعة، وإن الشيطان مع من فارق الجماعة يركض." وأخرجه بنحوه مسلم (1852) من طريق رقدان العبدي، عن عرفجة، به. وهو في "مسند أحمد" (18295)، و"صحيح ابن حبان" (4577).

2۔ امام نووی، خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الخوارج :صنف من المبتدعة يعتقدون أن من فعل كبيرة كفر، وخلد فى النار، ويطعنون لذلك فى الائمة ولا يحضرون معهم الجمعات والجماعات. نووي، (روضة الطالبين، 51 : 10)

خوارج بدعتیوں کا ایک گروہ ہے۔ یہ لوگ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کے کافر اور دائمی دوزخی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے مسلم اُمراء وحکام پر طعن زنی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جمعہ اور عیدین وغیرہ کے اجتماعات میں شریک نہیں ہوتے۔

3۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

كانوا أهل سيف وقتال، ظهرت مخالفتهم للجماعة؛ حين كانوا يقاتلون الناس. وأما اليوم فلا يعرفهم أكثر الناس.... ومروقهم من الدين خروجهم باستحلالهم دماء المسلمين وأموالهم.

(ابن تیمیہ، النبوات:222)

وہ اسلحہ سے لیس اور بغاوت پر آمادہ تھے، جب وہ لوگوں سے قتال کرنے لگے تو اُن کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے مخالفت وعداوت ظاہر ہوگئی۔ تاہم عصرِ حاضر میں (بظاہر دین کا لبادہ اوڑھنے کی وجہ سے) لوگوں کی اکثریت انہیں پہچان نہیں پاتی۔۔۔۔وہ دین سے نکل گئے کیوں کہ وہ مسلمانوں کے خون اور اَموال (جان ومال) کو حلال ومباح قرار دیتے تھے۔

ابن تیمیہ مزید بیان کرتے ہیں:

وهؤلاء الخوارج ليسوا ذلك المعسكر المخصوص المعروف فى التاريخ، بل يخرجون إلى زمن الدجال. وتخصيصه صلى الله عليه وسلم للفئة التى خرجت فى زمن على بن أبى طالب، إنما هو لمعان قامت بهم. وكل من وجدت فيه تلك المعانى ألحق بهم. لأن التخصيص بالذكر لم يكن لاختصاصهم بالحكم، بل لحاجة المخاطبين فى زمنه عليه الصلاة والسلام إلى تعيينهم.

(ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، 28:495، 496 (2) ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، 28:476، 477)

اور یہ خوارج (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد کا) وہ مخصوص لشکر نہیں ہے جو تاریخ میں معروف ہے بلکہ یہ دجال کے زمانے تک پیدا ہوتے اور نکلتے رہیں گے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس ایک گروہ کو خاص فرمانا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نکلا تھا، اس کے کئی معانی ہیں جو ان پر صادق آتے ہیں۔ ہر وہ شخص یا گروہ جس میں وہ صفات پائی جائیں اسے بھی ان کے ساتھ ملایا جائے گا۔ کیونکہ ان کا خاص طور پر ذکر کرنا ان کے ساتھ حکم کو خاص کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ان مخاطبین کو (مستقبل میں) ان خوارج کے تعین کی حاجت تھی۔

4۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

الخوارج : فهم جمع خارجة أى طائفة، وهم قوم مبتدعون سموا بذلك لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيار المسلمين. (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 12:283)

خوارج، خارجۃ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے : گروہ۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے۔ ان کو (اپنے نظریہ عمل اور اقدام کے باعث) دینِ اسلام سے نکل جانے اور خیارِ اُمت کے خلاف (مسلح جنگ اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا۔

5۔ امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں:

طائفة خرجوا عن الدين وهم قوم مبتدعون سموا بذلك لأنهم خرجوا على خيار المسلمين.

(عینی، عمدۃ القاری، 84:24)

وہ ایسے لوگ ہیں جو دین سے خارج ہو گئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو بدعات کا ارتکاب کرتے تھے (یعنی وہ اُمور جو دین میں شامل نہ تھے ان کو دین میں شامل کرتے تھے)۔ (دینِ اسلام سے نکل جانے اور) بہترین مسلمانوں کے خلاف (مسلح بغاوت اور دہشت گردی کی) کارروائیاں کرنے کی وجہ سے انہیں خوارج کا نام دیا گیا۔

6۔ علامہ ابن نجیم حنفی، خوارج کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الخوارج: قومٌ لهم منعة وحمية خرجوا عليه بتأويل يرون أنه على باطل كفر أو معصية توجب قتاله بتأويلهم يستحلون دماء المسلمين وأموالهم. (ابن نجیم، البحر الرائق، 284:2)

خوارج سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس طاقت اور (نام نہاد دینی) حمیت ہو اور وہ حکومت کے خلاف بغاوت کریں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ کفر یا نافرمانی کے ایسے باطل طریق پر ہے جو ان کی خود ساختہ تاویل کی بنا پر حکومت کے ساتھ قتال کو واجب کرتی ہے۔ وہ مسلمانوں کے قتل اور ان کے اموال کو لوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔

اِس ابتدائی تعارف کے بعد ہم خوارج کی دہشت گردی، انتہاء پسندی اور مسلم اُمہ کے خلاف بربریت اور ظالمانہ کارروائیوں کی مذمت میں ترتیب وار آیاتِ مقدسہ اور احادیثِ مبارکہ کے مطالعے کے ساتھ ساتھ ان کے مفاہیم سے آگاہ ہونے کے لئے کتبِ تفاسیر، شروحاتِ حدیث اور دیگر مصادر ومآخذ کا بھی مطالعہ کریں گے۔

فتنۂ خوارج قرآن حکیم کی تفاسیر کی روشنی میں

قرآن حکیم نے کئی مقامات پر لوگوں کے ناحق بے دردانہ قتل، دہشت گردانہ بمباری، پُراَمن آبادیوں پر خودکش حملوں جیسے انتہائی سفاکانہ اقدامات اور انسانی قتل وغارت گری کی نفی کی ہے۔ دہشت گردی کی یہ ساری بہیمانہ صورتیں شرعی طور پر حرام اور اسلامی تعلیمات سے صریح انحراف ہیں اور اَز رُوئے قرآن بغاوت ومحاربت، فساد فی الارض اور اِجتماعی قتلِ انسانی میں داخل ہیں (جیسا کہ گزشتہ ابواب میں بالتفصیل ان پر بحث ہو چکی ہے)۔ قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں کئی مقامات پر بالصراحت خوارج کی علامات و بدعات اور ان کی فتنہ پروری وسازشی کارروائیوں اور بغاوت کے بارے میں واضح ارشادات ملتے ہیں۔ سورتوں کی ترتیب کے لحاظ سے ذیل میں چند ارشاداتِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہوں:

1)) خوارج اہلِ زیغ (کج رو) ہیں

سورۃ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِه ج وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ م وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِه كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ (آل عمران، 7:3)

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں سے کچھ آیتیں محکم (یعنی ظاہراً بھی صاف اور واضح معنی رکھنے والی) ہیں وہی (احکام) کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ (یعنی معنی میں کئی احتمال اور اشتباہ رکھنے والی) ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اس میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں (فقط) فتنہ پروری کی خواہش کے زیرِ اثر اور اصل مراد کی بجائے من پسند معنی مراد لینے کی غرض سے، اور اس کی اصل مراد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور علم میں کامل پختگی رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، ساری (کتاب) ہمارے رب کی طرف سے اتری ہے، اور نصیحت صرف اہلِ دانش کو ہی نصیب ہوتی ہےo

1۔ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ آیت مذکورہ کے ذیل میں بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم : أَنَّهُمُ الْخَوَارِجُ. ابن أبي حاتم رازي، تفسير القرآن العظيم، (584:2)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ (سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) کی تفسیر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ اِن سے مراد خوارج ہیں۔

2۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث بیان فرمائی ہے، اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل زیغ۔ جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ سے مراد خوارج ہیں۔ (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 347:1)

3۔ مفسر شہیر امام خازن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر لباب التاویل میں اہلِ زیغ کی تفسیر فرماتے ہوئے جن گمراہ فرقوں کا نام لیا ہے ان میں خوارج کا نام بھی شامل ہے۔ (خازن، لباب التاویل، 217:1)

4۔ ابو حفص الحنبلی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی جو مفصل روایت بیان فرمائی ہے، وہ بڑی ہی فکر انگیز، حقیقت کشا اور قابلِ غور ہے۔ یہ روایت اہلِ زیغ کی اصلیت اور ان کے باطنی انجام کو پوری طرح بے نقاب کر دیتی ہے۔ ابو حفص الحنبلی مذکورہ آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

وقال الحسن: هم الخوارج، وكان قتادة إذا قرأ هذه الآية فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ قال: إن لم يكونوا الحرورية فلا أدري مَنْ هُمْ.... وعن أبي غالب قال: كنت أمشي مع أبي أمامة، وهو على حمار حتى إذا انتهى إلى درج مسجد دمشق. فقال أبو أمامة: كلابُ النار، كلابُ النار، كلابُ النار، أو قتلى تحت ظل السماء، طوبى لمن قتلهم وقتلوه. يقولها ثلاثاً. ثم بكى، فقلت: ما يُبكيك يا أبا أمامة؛ قال

: رحمةً لهم. إنهم كانوا من أهل الاسلام (فصاروا كفارًا) فخرجوا منه. فقلت: يا أبا أمامه. هم هؤلاء قال: نعم. قلت: أشيء تقوله برأيك، أم شيء سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقال: إني إذن لجريء، إني إذاً لجريءٌ، بل سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم غيرَ مرةٍ ولا مرّتين، ولا ثلاث، ولا أربع، ولا خمس، ولا ست، ولا سبع، ووضع أصبعيه في أذنيه. قال: وإلّا فصُمَّتا. قالها ثلاثاً. (ابوحفص الحنبلي، اللباب فی علوم الکتاب، 437:3)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ (آیت مذکورہ میں اہل زیغ سے) مراد خوارج ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جب بھی یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے تو فرماتے: میں نہیں سمجھتا کہ اہل زیغ سے خوارج کے علاوہ کوئی اور گروہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔۔۔۔ ابو غالب روایت کرتے ہیں: میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی جامع مسجد کی طرف چل رہا تھا اور وہ دراز گوش پر سوار تھے۔ جب وہ مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ انہوں نے یہ تین بار فرمایا۔ پھر انہوں نے ان کی حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بتایا: آسمان کے نیچے یہ بدترین لوگ ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے انہیں قتل کیا اور وہ بھی خوش نصیب ہیں جو ان کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ یہ بتا کر ابوامامہ رونے لگ گئے۔ ان کی بدنصیبی پر بہت ہی افسردہ ہوئے اور بتایا: یہ مسلمان تھے لیکن اپنی کرتوتوں سے کافر ہو گئے۔ پھر یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس میں اہل زیغ کا ذکر ہے۔ ابو غالب روایت کرتے ہیں: میں نے ابوامامہ سے پوچھا: کیا یہی (خوارج) وہ (اہل زیغ) لوگ ہیں؟ بولے: ہاں! میں نے پوچھا: آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا ان کے بارے میں آپ نے یہ سب کچھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر ایسی بات ہوتب تو میں بڑی جسارت کرنے والا کہلاؤں گا۔ میں نے ایک، دو یا سات بار نہیں بلکہ بارہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اگر یہ بات سچی نہ ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات تین بار فرمائے۔

5۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو امام سیوطی نے بھی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل زیغ سے خوارج مراد لیے ہیں۔ سیوطی، الدرالمنثور، 148:2

6۔ النحاس نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اہل زیغ، خوارج ہی ہیں۔ النحاس، معانی القرآن، 349:1

خوارج سیاہ رو اور مرتد ہیں

سورۃ آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ ۚ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (آل عمران، 106:3)

جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لوo

1۔ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے آیتِ مذکورہ کے ذیل میں حدیث روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم: أَنَّهُمُ الْخَوَارِجُ. (ابن أبی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، 594:2)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (آیت میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جانے والوں) سے خوارج مراد ہیں۔

2۔ حافظ ابن کثیر نے بھی آیت مذکورہ کے تحت اس سے خوارج ہی مراد لیے ہیں۔ (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 347:1)

یہ قول ابن مردویہ نے حضرت ابو غالب اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام احمد نے اسے اپنی مسند میں، امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابو غالب کے طریق سے روایت کیا ہے۔

3۔ امام سیوطی کا بھی یہی موقف ہے۔ انہوں نے بھی اس آیت میں مذکور لوگوں سے خوارج ہی مراد لئے ہیں۔

(سیوطی، الدر المنثور، 148:2)

خوارج فتنہ پرور اور کینہ ور ہیں

سورۃ آل عمران میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاط وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ج قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ج وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ

(آل عمران، 118:3)

اے ایمان والو! تم غیروں کو (اپنا) راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری نسبت فتنہ انگیزی میں (کبھی) کمی نہیں کریں گے، وہ تمہیں سخت تکلیف پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں، بغض تو ان کی زبانوں سے خود ظاہر ہو چکا ہے، اور جو (عداوت) ان کے سینوں نے چھپا رکھی ہے وہ اس سے (بھی) بڑھ کر ہے۔ ہم نے تمہارے لیے نشانیاں واضح کر دی ہیں اگر تمہیں عقل ہوo

1۔ امام ابن ابی حاتم رازی نے آیت مذکورہ کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ: هُمُ الْخَوَارِجُ.

(ابن أبی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، 742:3)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان (فتنہ انگیزی کرنے والوں) سے مراد خوارج ہیں۔

2۔ امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد خوارج ہیں۔ وہ تمہارے درمیان فساد پھیلانے سے باز نہیں آئیں گے۔ اگر دہشت گردی نہ کر سکے، تو مکر و فریب اور دھوکہ بازی ترک نہیں کریں گے۔ (قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 179:4)

خوارج اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے برسرپیکار ہیں اس لئے واجب القتل ہیں

سورۃ المائدۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (المائدۃ، 5:33)

بے شک جولوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔

1۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

من شهر السلاح في فئة الاسلام، وأخاف السبيل ثم ظفر به، وقدر عليه فإمام المسلمين فيه بالخيار، إن شاء قتله وإن شاء صلبه وإن شاء قطع يده ورجله.

(طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 6:214، 2. ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 2:51)

جس نے مسلم آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کر کے لوگوں کا پرامن طریقے سے گزرنا دشوار کر دیا، تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے چاہے تو اسے قتل کرے، چاہے تو پھانسی دے اور چاہے تو حسب قانون کوئی اذیت ناک سزا دے۔

2۔ امام طبری اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم النخعی اور ضحاک نے بھی اسی معنی کو روایت کیا ہے۔ 1. ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 2:51، 2. طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 6:214، 3۔ اس کو امام سیوطی نے بھی الدر المنثور (3:68) میں روایت کیا ہے۔

4۔ امام قرطبی نے الجامع لأحکام القرآن (6:148) میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک ایسے گروہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مدینہ کے باہر دہشت گردی کا ارتکاب کیا، قتل اور املاک لوٹنے کے اقدامات کیے جس پر انہیں عبرت ناک سزا دی گئی۔

5۔ علامہ زمخشری نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

يُحَارِبُونَ رسُولَ الله، ومحاربة المُسْلِمِينَ في حكم مُحَارَبَتِه. (زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، 1:661)

یُحَارِبُونَ رَسُولَ اللهِ (یعنی) مسلمانوں کے ساتھ جنگ برپا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے حکم میں

6۔ علامہ ابو حفص الحنبلی، علامہ زمخشری کی مذکورہ بالا عبارت تحریر کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں:

أَنَّ المقصود أَنَّهم يُحَارِبون رَسُول الله صلى الله عليه وسلم وإنما ذكر اسم الله تبارك وتعالى تعظيمًا وتفخيمًا لمن يُحَارَبُ. كقوله تعالى: إِنَّ الذين يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ الله

(الفتح، 10:48، (2) أبو حفص الحنبلي، اللباب في علوم الكتاب، 303:7)

مقصد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے ہیں اور (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ کا نام جنگ کا نشانہ بننے والوں کی عظمت اور قدر و منزلت بڑھانے کے لئے مذکور ہوا۔ جیسا کہ بیعتِ رضوان کے حوالے سے قرآن مجید میں فرمایا گیا: (اے حبیب!) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔)

7۔ اس آیت سے یہ مفہوم بھی اَخذ ہوتا ہے کہ راہزنی کرنے والوں کا اذیت ناک قتل جائز ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

أجمعوا على أن المراد بالمحاربين المفسدين في هذه الآية قطاع الطريق سواء كانوا مسلمين أو من أهل الذمة. واتفقوا على أن من برز و شهر السلاح مخيفا مغيرا خارج المصر بحيث لا يدركه الغوث فهو محارب قاطع للطريق جارية عليه أحكام هذه الآية....

(وقال البغوي: المكابرون في الامصار داخلون في حكم هذه الآية. قاضي ثناء الله، تفسير المظهري، 86:3)

اس پر سب کا اجماع ہے کہ محاربین سے مراد فساد بپا کرنے والے اور راہ زن ہیں؛ خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، سب کے لئے حکم برابر ہے۔ اس اَمر پر بھی اتفاق ہے کہ جو کھل کر ہتھیار اٹھالیں یا شہر سے باہر لوگوں کو خوفزدہ کریں اور غارت گری کریں جہاں کوئی مددگار بھی نہ پہنچ سکے، ایسا شخص جنگجو اور راہ زن ہے۔ اُس پر اس آیت کے احکام جاری ہوں گے۔۔۔۔ امام بغوی فرماتے ہیں۔: شہروں میں دہشت گردی کرنے والے بھی اس آیت کے حکم میں شامل ہیں۔

اس آیت مبارکہ اور اکابرین کے بیان کردہ تفسیری اقوال سے یہ مفہوم اَخذ ہوتا ہے کہ مسلمان ریاست کی رعایا میں سے مسلمانوں کو اسلحہ کے ذریعے خوف زدہ کرنے والوں کا خاتمہ ضروری ہے کیوں کہ جو زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں وہ پوری انسانیت کے قاتل ہیں۔ جو کسی مسلم ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں اور اس کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں، ان کے لیے اذیت ناک سزائیں اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

خوارج فتنہ پرور اور مستحقِ لعنت ہیں

سورۃ الرعد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (الرعد، 25:13)

اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہےO

یہ آیت صراحتاً بتا رہی ہے کہ زمین میں فساد پھیلانے والے خارجی ہیں۔ اس کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے، جسے

اور قرطبی نے بیان کیا ہے:

وقال سعد بن أبي وقاص: والله الذي لا إله إلا هو! إنهم الحرورية. (قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 9:314)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد الحروریہ یعنی خوارج ہیں۔

2۔ انسانی جان کی ہلاکت اور اموال و املاک کی تباہی فساد فی الارض ہے، جیسا کہ ابو حفص الحنبلی کی درج ذیل روایت سے عیاں ہوتا ہے:

قال: وَيُفْسِدُونَ فِي الأرض إما بالدعاء إلى غير دين الله، وإما بالظلم كما في النفوس والاموال وتخريب البلاد. (ابو حفص الحنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، 9:425)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں)۔ یا تو اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور طرف جبراً دعوت دینے سے یا لوگوں کی جان و مال پر ظلم سے اور ملک میں تخریب کاری سے۔

علامہ ابو حفص کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ جان و مال لوٹنے کے علاوہ اسلام سے ہٹ کر اپنے خود ساختہ عقائد کی طرف جبراً دعوت دینا بھی فساد فی الارض کے زمرے میں آتا ہے۔

3۔ امام رازی نے بھی التفسیر الکبیر (9:176) میں اسی معنی کو نقل فرمایا ہے۔

خوارج حسن عمل کے دھوکے میں رہتے ہیں

خوارج نماز، روزے اور تلاوت قرآن جیسے اعمال کی ادائیگی میں بظاہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی آگے نظر آتے تھے (اس پر آئندہ صفحات میں احادیث مبارکہ آئیں گی۔) یہی حالت دور حاضر کے خوارج کی ہے۔ وہ بھی بظاہر شکل و صورت اور حسن عمل میں بڑے نیک، پرہیز گار اور پابندِ شریعت نظر آتے ہیں مگر باطن میں اعتقادی اور تشدد پسندانہ فتنوں کا شکار ہیں جن سے امت مسلمہ کو نقصان ہو رہا ہے اور باہمی خون خرابے سے اس کی قوت و شوکت متاثر ہو رہی ہے۔

1۔ سورۃ الکہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا) الکہف، 18:103، 104)

فرما دیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کر دیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں ۝

امام طبری نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں درج ذیل روایات نقل کی ہیں:

(1) اس آیت میں ان اہلِ کتاب کا ذکر ہے جو اپنا سماوی دین چھوڑ کر کفر کی راہ پر چل نکلے اور دین میں باطل بدعات کو شامل کر لیا۔

(2) دوسری روایت یہ ہے کہ ان خسارہ پانے والوں سے مراد خوارج ہیں کیونکہ جب ابن الکواء خارجی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: أنت وأصحابك (تو اور تیرے ساتھی)۔

(3) ایک روایت میں ہے جسے حضرت ابو طفیل بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن الکواء نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بِالْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا (اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والوں) سے کون لوگ مراد ہیں تو آپ نے فرمایا: اے اہلِ حروراء! تم مراد ہو۔ (طبری، جامع البیان، 16:33، 34)

اسی آیت کے ذیل میں علامہ سمرقندی اپنی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

قال علي بن أبي طالب: هُمُ الْخَوارِجُ. (سمرقندی، بحر العلوم، 2:364)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے خوارج مراد ہیں۔

2۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ان کے اس زعم باطل کی مذمت یوں بیان کی گئی ہے:

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ لا قَالُوْا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (البقرة، 2:11، 12)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد بپا نہ کرو، تو کہتے ہیں: ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں ○ آگاہ ہو جاؤ! یہی لوگ (حقیقت میں) فساد کرنے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) احساس تک نہیں ○

سورۃ فاطر میں ارشاد ہوتا ہے:

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْءُ عَمَلِهِ فَرَاٰهُ حَسَنًا. (فاطر، 35:8)

بھلا جس شخص کے لیے اس کا برا عمل آراستہ کر دیا گیا ہو اور وہ اسے (حقیقتاً) اچھا سمجھنے لگے (کیا وہ مومنِ صالح جیسا ہو سکتا ہے)۔

علامہ ابو حفص الحنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فقال قتادة: منهم الخوارج الذين يستحلون دماء المسلمين وأموالهم.

(ابو حفص الحنبلی، اللباب فی علوم الکتاب، 13:175)

حضرت قتادہ نے فرمایا: ایسے لوگوں میں سے خوارج بھی ہیں جو مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کے اموال لوٹنا حلال سمجھتے ہیں۔

فتنہ خوارج کا آغاز

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی فتنہ خوارج کا آغاز ہو گیا تھا۔ امام بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث کے مطابق حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

بَيْنَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قِسْمًا فَقَالَ ذُوالْخُوَيْصِرَةِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اعْدِلْ، قَالَ: وَيْلَكَ مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ فَقَالَ عُمَرُ: إِئْذَنْ لِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ: لَا،

إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمُرُوْقِ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

1. بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب ما جاء فی قول الرجل ویلک، 5:2281، رقم: 5811، 2. بخاری، الصحیح، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالہم، باب من ترک قتال الخوارج للتألف وأن لا ینفر الناس عنہ، 6:2540، رقم: 6534، 3. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتہم، 2:744، رقم: 1064

ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مال (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو بنو تمیم کے ذوالخویصرہ نامی شخص نے کہا: یا رسول اللہ! انصاف کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) مجھے اجازت دیں کہ اس (گستاخ) کی گردن اڑا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، (اس اکیلے کی گردن اُڑانا کیوں کر) بے شک اس کے (ایسے) ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے۔

خوارج کے فتنے کا آغاز گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ذوالخویصرہ تمیمی نامی گستاخ شخص کی گستاخی ہی دراصل اس بدترین فتنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس نے بعد ازاں امت مسلمہ میں انتشار وافتراق پیدا کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اَدوار خلافت میں اسلامی ریاست کی اتھارٹی کو چیلنج کرنے والے باغی اور مسلح گروہ درحقیقت اُسی ذوالخویصرہ تمیمی کی فکر کا تسلسل تھے۔

1. امام ابو بکر الآجُری (م 360ھ) کتاب الشریعۃ کے باب ذم الخوارج وسوء مذهبهم وإباحة قتالهم وثواب من قتلهم أو قتلوه میں لکھتے ہیں:

وأول قرن طلع منهم على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو رجل طعن على النبي صلى الله عليه وسلم، وهو يقسم الغنائم بالجعرانة، فقال: اعدل يا محمد، فما أراك تعدل، فقال صلى الله عليه وسلم: ويلك، فمن يعدل إذا لم أكن أعدل؟

خوارج کا اوّلین فرد عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نمودار ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت طعنہ زنی کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مقام پر مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس بدبخت نے کہا: اے محمد! عدل کیجیے! میرے خیال میں آپ عدل نہیں کر رہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو ہلاک ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟

2۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اسی ذوالخویصرہ تمیمی کا ہم خیال گروہ ہی بعد ازاں خوارج کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ (عن عبد الرزاق فقال: ذي الخويصرة التميمي وهو حرقوص بن زهير، أصل الخوارج. ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 12:292)

عبدالرزاق سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ذوالخویصرہ تمیمی کا اصل نام حرقوص بن زہیر تھا اور وہ خوارج کا بانی تھا۔

3۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ (49:2) میں بھی یہی تحقیق بیان کی ہے۔

4۔علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

وقال الذهبی : ذو الخويصرة القائل : فقال : يارسول الله، إعدل. يقال هو حرقوص بن زهير، رأس الخوارج قتل فی الخوارج يوم النهر.... وفی تفسير الثعالبی : بينا رسول الله صلی الله عليه وسلم يقسم غنائم هوازن، جاءه ذو الخويصرة التميمی، أصل الخوارج.

(1) بدرالدین العینی، عمدۃ القاری، 62:15، (2) بدرالدین العینی، عمدۃ القاری، 142:16

امام ذہبی فرماتے ہیں: ذوالخویصرہ نے ہی یہ کہا تھا: یارسول اللہ! عدل کیجیے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حرقوص بن زہیر تھا۔ یہ خوارج کا فکری قائد اور بانی تھا جو کہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں) مقام نہروان (پر ہونے والی جنگ) میں مارا گیا۔۔۔ تفسیر ثعلبی میں ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معرکہ ہوازن کے غنائم تقسیم فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذوالخویصرہ تمیمی آیا اور وہ خوارج کا بانی تھا۔

عہد عثمانی میں فتنہ خوارج کی فکری تشکیل

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اُمت میں کئی فتنوں نے جنم لیا، جن میں جھوٹی نبوت کے دعوے، دین سے ارتداد، زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار اور دیگر کئی بنیادی تعلیماتِ اسلام سے انحراف شامل ہے۔ انہی فتنوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خارجی فکر کے حاملین اپنے باغیانہ نظریات کی ترویج کرتے رہے اور اپنے آپ کو ایک منظم شکل دینے کی طرف سرگرم عمل رہے۔ یہاں تک کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ اواخر میں بلوائیوں کی تحریک میں آپ کو قتل کرنے کی سازش تیار کرنے والے لوگ بھی اس انتہاء پسندانہ رجحان کے حامل تھے جن میں سے ایک نمایاں شخص عبداللہ بن سباء تھا۔ اس انتہاء پسند دہشت گرد گروہ نے پہلی مرتبہ مدینہ منورہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں خالص اسلامی حکومت کی اتھارٹی اور ریاستی نظم کو چیلنج کیا۔

امام حاکم المستدرک میں ایک تابعی حسین بن خارجہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

لمّا كانت الفتنة الاولى أشكلت علیّ فقلتُ : اللّهم أرنی أمراً من أمر الحق أتمسك به. قال : فأريت الدنيا والآخرة و بينهما حائط غير طويل، و إذا أنا بجائز فقلت : لو تشبثت بهذا الجائز لعلی أهبط إلى قتلی أشجع ليخبرونی قال : فهبطت بأرض ذات شجر وإذا أنا بنفر جلوس فقلت : أنتم الشهداء؟ قالوا : لا نحن الملائكة. قلت : فأين الشهداء؟ قالوا : تقدم إلى الدرجات العلى إلى محمد صلى الله عليه وسلم. فتقدمت فإذا أنا بدرجة الله أعلم ما هی السعة والحسن؟ فإذا أنا بمحمد صلى الله عليه وسلم و إبراهيم عليه السلام وهو يقول لإبراهيم عليه السلام : استغفر لأمتی. فقال له

إبراهيم عليه السلام: إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك؛ أراقوا دماءهم وقتلوا إمامهم، ألا فعلوا كما فعل خليلي سعد. قلت: أراني قد أريت أذهب إلى سعد، فأنظر مع من هو، فأكون معه فأتيته فقصصت عليه الرؤيا، فما أكثر بها فرحا. وقال: قد شقي من لم يكن له إبراهيم عليه السلام خليلا. قلت: في أي الطائفتين أنت؟ قال: لست مع واحد منهما. قلت: فكيف تأمرني؟ قال: ألك ماشية؟ قلت: لا. قال: فاشتر ماشية واعتزل فيها حتى تنجلي.

(حاکم، المستدرک، 4:499، رقم: 8394، 2. ابن عبد البر، التمہید، 19:2223. ذہبی، سیر أعلام النبلاء، 1:120)

(حضرت حسین بن خارجہ فرماتے ہیں:) جب پہلا فتنہ ظاہر ہوا تو مجھ پر فیصلہ مشکل ہو گیا (کہ اس میں حصہ لوں یا نہ لوں)۔ پس میں نے کہا: اے اللہ! مجھے امرِ حق دکھا جسے میں تھام لوں۔ فرماتے ہیں: پس مجھے (خواب میں) دنیا اور آخرت دکھائی گئی اور ان دونوں کے درمیان ایک دیوار تھی جو کہ زیادہ لمبی نہ تھی اور میں نے اپنے آپ کو دیوار پر دیکھا تو میں نے کہا کہ اگر میں اس دیوار پر معلق رہا تو ہو سکتا ہے کہ میں اشجع کے مقتولوں پر اتروں تا کہ وہ مجھے خبر دیں۔ فرماتے ہیں: پس میں ایسی زمین پر اترا جو کہ شجر دار یعنی سرسبز و شاداب تھی، تو میں نے ایک گروہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، میں نے کہا: تم شہداء ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں ہم فرشتے ہیں۔ میں نے کہا: شہید کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: بلند درجات کی طرف تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔ جب میں آگے بڑھا تو ایسا مقام دیکھا جس کی وسعت اور حسن و جمال اللہ ہی بہتر جانتا ہے، تو میں نے وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام سے فرما رہے تھے: آپ میری اُمت کے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا: آپ نہیں جانتے کہ ان میں سے بعضوں نے آپ کے بعد کیا نئے فتنے شروع کیے؟ انہوں نے اپنوں کا خون بہایا اور اپنے حاکم کو قتل کیا ہے۔ وہ ایسا کیوں نہیں کرتے جیسا میرے دوست سعد نے کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ نے مجھے جو دکھا دیا ہے اس میں یہ راہ سمجھا ہے کہ میں سعد کے پاس جاؤں۔ پس اس کا معاملہ دیکھوں تو اس کے ساتھ ہو جاؤں۔ لہٰذا میں ان کے پاس آیا اور ان کو خواب کا واقعہ سنایا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا: وہ شخص بدنصیب ہے جس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام نہ ہوں۔ میں نے کہا: آپ ان دو گروہوں میں سے کس کے ساتھ ہیں؟ انہوں نے کہا: میں ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں نے کہا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیا آپ کے پاس مویشی ہیں؟ میں نے کہا: نہیں، انہوں نے فرمایا: مویشی خرید کر علیحدہ ہو جاؤ یہاں تک کہ صورتِ حال واضح ہو جائے۔

امام ابن عبد البر نے التمہید (1) میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (2) میں روایت میں مذکور الفتنۃ الاولی سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر امتِ مسلمہ میں پیدا ہونے والا فتنہ لیا ہے۔ یہی فتنہ پرور دہشت گرد لوگ ہی ظاہراً دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے، جن دو گروہوں کا اشارہ مذکورہ بالا روایت میں ہے۔

(1) ابن عبد البر، التمہید، 19:222، (2) عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 2:172، رقم: 1979)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے لوگ فتنہ کی آگ بھڑکانے والے تھے۔

بھی دین میں بدعت کے مرتکب ہوئے اور یہی لوگ بدعتی کہلائے، یہی وہ فتنہ پرور، متعصب اور انتہا پسند لوگ تھے جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ صفین کے بعد خارجی گروہ کی باقاعدہ بنیاد رکھی تھی۔

عہد علوی میں خوارج کا تحریکی آغاز

فتنہ خوارج کے علم برداروں کے پیش نظر دین کے نام پر مسلم ریاست کو کرنا اور اس کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ حکومت وقت کے خلاف مسلح جدو جہد اور بغاوت کے ذریعے دہشت گردانہ کارروائیاں کرتے ہیں اور مساجد و عبادت گاہوں، گھروں، تعلیمی اداروں، مارکیٹوں اور پر شہریوں کا خون بہاتے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خوارج کا احتجاج مذاکرات اور پرامن مصالحت کے خلاف تھا جسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے موقع پر تحکیم کی صورت میں اپنایا تھا۔ جب تک فضا جنگ جاری رہنے کے حق میں تھی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں لڑنے کے لئے پیش پیش تھے۔ جونہی آپ رضی اللہ عنہ نے خون خرابے سے بچنے کے لئے تحکیم یعنی ثالثی کے راستے کو اپنایا تو وہ پرامن مصالحت اور ثالثی کے عمل کو رد کرتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہنے لگے اور واضح طور پر باغی اور دہشت گرد گروہ تیار کر کے نام نہاد جہاد کے نام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امت مسلمہ کے خلاف برسرپیکار ہوگئے۔ اپنے منظم ظہور کے وقت انہوں نے یہ نعرہ لگایا تھا:

لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ.

اللہ کے سوا کوئی حکم نہیں کر سکتا۔

1۔ خوارج کے اس عمل سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آگاہی ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا بَاطِلٌ.

1۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2:749، رقم:1066، 2۔ نسائی، السنن الکبریٰ، 5:160، رقم:8562، 3۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، 7:557، رقم:37907، 4۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، 8:171، رقم:16478

بات تو حق ہے لیکن اس کا مقصود باطل ہے۔

2۔ بعض کتب میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

إن سكتوا غممناهم وإن تكلموا حججناهم وإن خرجوا علينا قاتلناهم.

(ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 3:212، 213، 2۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، 3:114)

اگر وہ خاموش رہے تو ہم ان پر چھائے رہیں گے اور اگر انہوں نے کلام کیا تو ہم ان سے دلیل کے ساتھ بات کریں گے، اور اگر انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تو ہم ان سے لڑیں گے۔

3۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہوئے خوارج نے عراق کی سرحد پر واقع علاقے حروراء کو اپنا مرکز بنا لیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف شرک اور بدعت کے الزامات لگائے، آپ کو کافر قرار دیا اور آپ کے خلاف مسلح

بغاوت کردی۔ یہ قتل و غارت گری اور دہشت گردی کی ابتداء تھی۔ اُن کا ابتدائی نقطہ نظر ہی یہ تھا:

تحكمون فى أمر الله الرجال؛ لاحكم إلّا الله! (ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 196 : 3)

تم اللہ کے امر میں آدمیوں کو حکم بناتے ہو؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حکم نہیں کر سکتا۔

4۔ایک خارجی لیڈر یزید بن عاصم محاربی نے خروج کرتے ہوئے خطبہ پڑھا:

تمام حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس سے ہم مستغنی نہیں ہو سکتے۔ یا اللہ! ہم اس امر سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنے دین کے معاملے میں کسی قسم کی کمزوری اور خوشامد سے کام لیں کیونکہ اس میں ذلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کی طرف لے جاتی ہے۔ اے علی! کیا تم ہمیں قتل سے ڈراتے ہو؟ آ گاہ رہو! اللہ کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ ہم تمہیں تلواروں کی دھار سے ماریں گے تب تم جان لوگے کہ ہم میں سے کون عذاب کا مستحق ہے۔ (ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 3:313)

5۔اسی طرح ایک اور خارجی لیڈر کے خطبہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

أخرجوا بنا من هذه القرية الظالم أهلها إلى بعض كُور الجبال أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة. (ابن أثير، الكامل فى التاريخ، 3: 313، 314)

اِس شہر کے لوگ ظالم ہیں، اِس لیے تم (اِس شہر کو چھوڑ کر) ہمارے ساتھ پہاڑوں یا دوسرے شہروں کی طرف نکل جاؤ جہاں کے مکین ان گمراہ کن بدعتوں سے انکاری ہوں۔

6۔جب سب سرکردہ خوارج شریح ابن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے تو اس مجلس میں ابنِ وہب نے کہا:

اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ حكم الله، فإنكم أهل الحق. (ابن أثیر، الکامل فی التاریخ، 3:314)

اب تم ہمارے ساتھ کسی ایسے شہر کی طرف کوچ کرو جس میں ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کریں کیونکہ اہلِ حق اب تمہی لوگ ہو۔

7۔اب خوارج کا وہ بیان پڑھیے جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں دیا:

فانك لم تغضب لربك وإنما غضبت لنفسك، فان شهدت على نفسك بالكفر واستقبلت التوبة، نظرنا فيما بيننا وبينك، وإلا فقط نبذناك على سواء أن الله لا يحب الخائنين.

(ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 3:217)

اب تمہارا غضب خدا کے واسطے نہیں ہے اس میں تمہاری نفسانیت شریک ہے۔ تم اب بھی اگر اپنے کفر کا اقرار کرتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائے گا ورنہ ہم نے تم کو دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

خوارج کے ان خطبات اور جوابی خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہوئے خود کو توحید اور حق کے علم بردار جب کہ سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) شرک اور بدعت کا نمائندہ تصور کر رہے تھے۔ بدعت اور شرک سے ان کی بزعم خویش نفرت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہر کو بھی اس خیال سے کہ یہ بدعتیوں کا شہر ہے، چھوڑ دیا

جنگلوں، صحراؤں اور پہاڑوں میں گھات لگا کر بیٹھ گئے جہاں وہ اپنے مخالفین کو پکڑ کر ظلم وستم کا نشانہ بناتے اور انہیں قتل کر دیتے۔ بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر خوارج کی ریشہ دوانیوں، دین دشمن کارروائیوں اور سازشوں کے جواب میں ان کے خلاف عسکری کارروائی کی اور انہیں شکست فاش سے دوچار کیا۔ کیوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات گرامی میں ان کا قلع قمع کر دینے کی پیشین گوئی اور حکم فرمایا تھا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ریاستی سطح پر ان کی سرکوبی کی۔

امام مسلم اور دیگر محدثین نے یہ پورا واقعہ بالتفصیل حضرت زید بن وہب جہنی سے روایت کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ عَلِيٍّ رضی الله عنه الَّذِيْنَ سَارُوْا إِلَى الْخَوَارِجِ. فَقَالَ عَلِيٌّ رضی الله عنه: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَائَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ. يَقْرَئُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ. لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ. يَمْرُقُوْنَ مِنَ الإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِيْنَ يُصِيْبُوْنَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صلى الله عليه وسلم لَاتَّكَلُوْا عَنِ الْعَمَلِ. وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّ فِيْهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى رَأْسِ عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ. فَتَذْهَبُوْنَ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُوْنَ هٰؤُلَاءِ يَخْلُفُوْنَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُوْنُوْا هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوْا فِي سَرْحِ النَّاسِ فَسِيْرُوْا عَلَى اسْمِ اللهِ.

قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ فَنَزَّلَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا حَتَّى قَالَ مَرَرْنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ: أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوْا سُيُوْفَكُمْ مِنْ جُفُوْنِهَا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوْكُمْ كَمَا نَاشَدُوْكُمْ يَوْمَ حَرُوْرَاءَ، فَرَجَعُوْا فَوَحَّشُوْا بِرِمَاحِهِمْ وَسَلُّوا السُّيُوْفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ. قَالَ: وَقُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَمَا أُصِيْبَ مِنَ النَّاسِ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ. فَقَالَ عَلِيٌّ رضی الله عنه: الْتَمِسُوْا فِيْهِمُ الْمُخْدَجَ فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ. فَقَامَ عَلِيٌّ رضی الله عنه بِنَفْسِهِ حَتَّى أَتَى نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ قَالَ: أَخِّرُوْهُمْ فَوَجَدُوْهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ. ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ اللهُ، وَبَلَّغَ رَسُوْلُهُ. قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ عَبِيْدَةُ السَّلْمَانِيُّ: فَقَالَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هُوَ اللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعْتَ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم. فَقَالَ: إِي وَاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ! حَتَّى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا، وَهُوَ يَحْلِفُ لَهُ.

1. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2: 748، رقم: 1066، 2. ابوداود، السنن، کتاب السنۃ، باب فی قتال الخوارج، 4: 244، رقم: 4768، 3. نسائی، السنن الکبریٰ، 5: 163، رقم: 8571، 4. احمد بن حنبل، المسند، 1: 91، رقم: 7065. عبدالرزاق، المصنف، 10: 1476. بزار، المسند، 2:

197، رقم: 581۔

وہ (حضرت زید بن وہب) اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج سے جنگ کے لئے گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک گروہ ظاہر ہوگا وہ ایسا (خوبصورت) قرآن پڑھے گا کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت نہ ہوگی، ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف حجت ہوگا۔ نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی اور وہ اسلام سے ایسے خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ جو لشکر ان کی سرکوبی کے لیے جا رہا ہوگا اگر وہ اس ثواب کو جان لے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر کیا ہے تو وہ باقی اعمال کو چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا جس کے شانہ میں ہڈی نہیں ہوگی اور اس کے شانہ کا سر عورت کے پستان کی طرح ہوگا جس پر سفید رنگ کے بال ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنے لشکر سے) فرمایا: تم معاویہ اور اہل شام کی طرف جاتے ہو مگر ان خوارج کو چھوڑ جاتے ہو تاکہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور تمہارے اموال کو ایذا دیں، بخدا! مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے جس نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کی چراگاہوں یعنی اموال کو لوٹ لیا، تم اللہ کا نام لے کر ان سے قتال کے لیے روانہ ہو جاؤ۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: پھر مجھ سے (اس کے راوی) زید بن وہب نے ایک ایک منزل کا تذکرہ کیا اور بیان کیا کہ جب ہم جا کر ان سے ملے تو ہمارا ایک پل سے گزر ہوا، اس وقت خوارج کا سپہ سالار عبد اللہ بن وہب راسبی تھا، اس نے حکم دیا کہ اپنے نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ تم پر اس طرح حملہ کریں گے جس طرح یوم حروراء میں کیا تھا۔ چنانچہ وہ پھرے، انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں، لوگوں نے ان پر اپنے نیزوں سے حملہ کیا اور بعض نے بعض کو قتل کرنا شروع کر دیا، اس روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں اسی ناقص آدمی کو تلاش کرو، انہوں نے اسے ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اٹھے اور وہاں گئے جہاں ان کی لاشیں ایک دوسرے پر پڑی تھیں، آپ نے فرمایا: ان لاشوں کو اٹھاؤ۔ تو اس (علامت والے مطلوب) شخص کو زمین پر لگا ہوا پایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک صحیح احکام پہنچائے۔ عبیدہ سلمانی کھڑے ہوئے اور کہا: امیر المؤمنین! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا آپ نے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اللہ رب العزت کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ حلف لیا اور آپ نے تین مرتبہ قسم کھائی۔

بعض روایات میں اس ناقص بازو والے شخص کی علامات بھی بیان کی گئی ہیں کہ وہ شخص سیاہ رنگ کا ہوگا اور اس کا ہاتھ بکری کے تھن یا عورت کے پستان کے سر کی طرح ہوگا۔ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گروہ خوارج کا قلع قمع کر چکے تو

فرمایا: اس نشانی والے آدمی کو تلاش کرو۔ انہوں نے اسے ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا، فرمایا: اس کو پھر جا کر تلاش کرو، بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے، یہ بات انہوں نے دو یا تین بار کہی، حتیٰ کہ لوگوں نے اسے ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا اور اس کی لاش لا کر حضرت علی کے سامنے رکھ دی۔ اس واقعے کے راوی عبید اللہ کہتے ہیں: میں اس سارے معاملہ میں ان کے پاس موجود تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ان خوارج کے بارے میں ہی تھا۔

1. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2: 749، رقم: 1066، 2. نسائی، السنن الکبریٰ، 5: 160، رقم: 8562، 3. ابن حبان، الصحیح، 15: 387، رقم: 6939، 4. بیہقی، السنن الکبریٰ، 8: 171، رقم: 16478

خوارج کا یہ حال دیگر کتب حدیث میں مزید تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے جسے حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

لما فارقت الخوارج عليًا خرج في طلبهم وخرجنا معه. فانتهينا إلى عسكر القوم فإذا لهم دوى كدوى النحل من قراءة القرآن، وفيهم أصحاب الثفنات وأصحاب البرانس. فلما رأيتهم دخلني من ذلك شدة فتنحيت فركزت رمحي ونزلت عن فرسي ووضعت برنسي، فنشرت عليه درعي، وأخذت بمقود فرسي فقمت أصلي إلى رمحي وأنا أقول في صلاتي: اللّٰهم إن كان قتال هؤلاء القوم. لك طاعة فإذن لي فيه. وإن كان معصية فأرني براء تك فأنا كذلك إذا أقبل عليٌّ بن أبي طالب رضي الله عنه على بغلة رسول الله صلى الله عليه وسلم. فلما حاذاني قال: تعوذ بالله يا جندب، من شر الشك. فجئت أسعى إليه، ونزل، فقام يصلي إذا أقبل رجل على برذون يقرب به. فقال: يا أمير المؤمنين. قال: ما شأنك حاجة في القوم؟ قال: وما ذاك؟ قال: قد قطعو النهر. فذهبوا. قلت: الله أكبر. فقال عليٌّ: ما قطعوه. ثم جاء آخر يستحضر بفرسه. فقال: يا أمير المومنين. قال: ما تشاء؟ قال: ألك حاجة في القوم؟ قال وما ذاك؟ قال: قد قطعوا النهر. فقال عليٌّ: ما قطعوه ولا يقطعوه، وليقتلن دونه عهد من الله ورسوله صلى الله عليه وسلم. ثم ركب. فقال لي: يا جندب! أما أنا فأبعث إليهم رجلا يقرأ المصحف، يدعو إلى كتاب ربهم وسنة نبيهم. فلا يقبل علينا بوجه حتى يرشقوه بالنبل، يا جندب، أما أنه لا يقتل منا عشرة ولا ينجو منهم عشرة. ثم قال: من يأخذ هذا المصحف فيمشي به إلى هؤلاء القوم فيدعوهم إلى كتاب ربهم وسنة نبيهم وهو مقتول وله الجنة فلم يجبه إلا شاب من بني عامر بن صعصعة. فقال له عليٌّ: خذ. فأخذ المصحف. فقال: أما إنك مقتول. ولست تقبل علينا بوجهك حتى يرشقوك بالنبل. فخرج الشاب يمشي بالمصحف إلى القوم. فلما دنا منهم حيث سمعوا القتال قبل أن يرجع فرماه إنسان، فأقبل علينا بوجه. فقعد فقال عليٌّ: دونكم القوم. قال جندب

:فقتلت بكفي هذه ثمانية قبل أن أصلي الظهر وما قتل منا عشرة ولا نجا منهم عشرة.

(طبرانی، المعجم الاوسط، 227:4، رقم: 4051، 2، ہیثمی، مجمع الزوائد، 227:4، 3، عسقلانی، فتح الباری، 296:12، 4، شوکانی، نیل الاوطار، 349:7)

جب خوارج علیحدہ ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکلے اور ہم بھی ساتھ تھے۔ جب ہم ان کے لشکر کے قریب پہنچے تو قرآن شریف پڑھنے کا ایک شور سنائی دیا۔ ان خوارج کی یہ حالت تھی کہ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات نمایاں تھے۔ وہ ٹوپیاں اوڑھے ہوئے کمال درجہ کے زاہد و عابد نظر آ رہے تھے۔ ان کا یہ حال دیکھ کر تو ان سے قتال مجھ پر نہایت شاق ہوا۔ میں اپنے گھوڑے سے اترا اور الگ ہو کر اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور اپنی ٹوپی اس پر رکھ دی اور زرہ لٹکا دی۔ پھر میں نے گھوڑے کی لگام پکڑی اور نیزہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی اور میں نماز کے دوران میں دل میں کہہ رہا تھا: الٰہی! اگر اس قوم کا قتل کرنا تیری طاعت ہے تو مجھے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجھے اس رائے پر اطلاع ہو۔ ہنوز اس دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا: اے جندب! شک کے شر سے پناہ مانگو۔ میں یہ سنتے ہی ان کی طرف دوڑا تو وہ اتر کر نماز پڑھنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا: یا امیر المومنین! کیا آپ کو ان کی جنگ کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ اُس نے کہا: وہ سب نہر عبور کر کے پار چلے گئے ہیں، (اب ان کا تعاقب مشکل ہے)۔ میں نے کہا: اللہ اکبر۔ پھر ایک اور شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا حاضر ہوا، اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ ان لوگوں سے کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: کیا آپ کو اس قوم سے جنگ کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا: انہوں نے نہر عبور کر لی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، وہ پار گئے ہیں نہ جا سکیں گے۔ جو ان کے مقابلے میں مارا جائے گا، اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔ پھر آپ سوار ہوئے اور مجھے فرمایا: اے جندب! میں ان کی طرف آدمی بھیجوں گا جو انہیں قرآنی احکام پڑھ کر سنائے گا اور انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دے گا۔ وہ رُخ نہیں پھیرے گا حتی کہ وہ لوگ اس کو تیروں کی باڑ پر رکھ لیں گے۔ اے جندب! ہمارے دس شہید نہیں ہوں گے اور ان کے دس آدمی نہیں بچیں گے۔ پھر فرمایا: کوئی ہے جو یہ مصحف (قرآن) اس قوم کی طرف لے جائے اور ان کو اللہ کی کتاب اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلائے، وہ مارا جائے گا اور اس کے لیے جنت ہوگی۔ بنی عامر کے ایک جوان کے سوا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے اسے فرمایا: یہ مصحف لے جاؤ! اُس نے مصحف لے لیا۔ آپ نے فرمایا: اب تم لوٹ کر نہیں آؤ گے، وہ تمہیں تیروں کی باڑ پر رکھ لیں گے۔ وہ جوان قرآن لے کر ان کی طرف روانہ ہوا اور جب ایسی جگہ پہنچا جہاں سے وہ ان کی آواز سن سکتا تھا تو وہ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور تیر چلانے شروع کر دیے، پس اُس نے ہماری طرف رُخ کیا اور (تیر لگنے کی وجہ سے) گر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آدمیوں سے فرمایا: اب تم بھی حملہ کر دو۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نمازِ ظہر تک ان کے آٹھ ساتھی قتل کر ڈالے۔ (جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا) ہمارے دس آدمی شہید نہ ہوئے اور ان کے دس آدمی نہ بچے۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ پر خوارج کی ظاہری پارسائی، ان کی دین داری اور عبادت و ریاضت کا بہت اثر تھا باوجودیکہ وہ

تمام علامات ان میں موجود تھیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی تھیں اور ساری پیشین گوئیاں بھی صحیح ثابت ہوئی تھیں مگر ان کی وضع قطع اور پرہیزگاری دیکھ کر پھر بھی ان کا دل ڈرتا تھا کہ کہیں ان کے ہاتھ سے حق پرست لوگ قتل نہ ہو جائیں۔

مسند احمد بن حنبل، السنن الکبری للنسائی اور دیگر کتب میں طارق بن زیاد کا بیان ہے:

خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَتَلَهُمْ. ثُمَّ قَالَ: انْظُرُوا فَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِنَّهُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ يَتَكَلَّمُونَ بِالْحَقِّ لَا يُجَاوِزُ حَلْقَهُمْ. يَخْرُجُونَ مِنَ الْحَقِّ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. سِيمَاهُمْ أَنَّ فِيهِمْ رَجُلًا أَسْوَدَ مُخْدَجَ الْيَدِ، فِي يَدِهِ شَعَرَاتٌ سُودٌ. إِنْ كَانَ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ شَرَّ النَّاسِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَقَدْ قَتَلْتُمْ خَيْرَ النَّاسِ. فَبَكَيْنَا ثُمَّ قَالَ: اطْلُبُوا. فَطَلَبْنَا. فَوَجَدْنَا الْمُخْدَجَ فَخَرَرْنَا سُجُودًا وَخَرَّ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ مَعَنَا.

1. نسائی، السنن الکبری، 5: 161، رقم: 8566، 2. احمد بن حنبل، المسند، 1: 107، رقم: 8483، احمد بن حنبل، فضائل الصحابۃ، 2: 714، رقم: 1224، 4. خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 14: 362، رقم: 7689، 5. مروزی، تعظیم قدر الصلاۃ، 1: 256، رقم: 247

ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوارج کی طرف (ان سے جنگ کے لیے) نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا خاتمہ کیا، پھر فرمایا: دیکھو بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایسے لوگ نکلیں گے کہ حق کی بات کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی، وہ حق سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک شخص سیاہ فام ہوگا جس کا ہاتھ ناقص اور اس پر سیاہ بال ہوں گے۔ اس کو ڈھونڈو۔ اگر وہ شخص ان میں ہے تو سمجھ جاؤ کہ تم نے بدترین لوگوں کو مارا اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھ لو کہ تم نے بہترین لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ سن کر ہمیں سخت پریشانی ہوئی اور ہم رونے لگے۔ آپ نے فرمایا: ڈھونڈو تو سہی۔ جب خوب تلاش کی گئی تو اس شخص کی لاش مل گئی۔ تمام اہلِ لشکر سجدۂ شکر میں گر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہمارے ساتھ سجدۂ شکر ادا کیا۔

خوارج کے عقائد و نظریات

اب تک کی گئی بحث سے واضح ہو گیا کہ بعض اوقات معاشرے میں ایسا کج فہم اور تنگ نظر طبقہ بھی پیدا ہو جاتا ہے، جو بالکل نادان، دینی حکمت و بصیرت اور اس کے تقاضوں سے مکمل طور پر ناآشنا ہوتا ہے۔ وہ ظاہری طور پر صالح اعمال کی سختی سے پابندی کرتا ہے جس کے باعث وہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ پکا مسلمان اور دین کا پاسبان ہے اور اسے اللہ کے مقرب ہونے کا درجہ حاصل ہے، اس کے سوا باقی سب کفر و شرک میں مبتلا اور خدا کے نافرمان ہیں۔ اس لئے اس کا حق بنتا ہے کہ وہ بزورِ بازو دوسروں کو بھی راہِ راست پر لائے، وہ گروہ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (1) (اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلایئے) اور لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (2) (دین میں کوئی زبردستی نہیں) کو بالکل بھول جاتا ہے۔ شیطان اس کے ذہن میں ڈال دیتا ہے کہ وہ سب سے افضل و اعلیٰ اور سچا مسلمان ہے بلکہ اس کے مقابلے میں دوسرے لوگ مسلمان ہی نہیں۔ اس لئے اس کا حق بنتا ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال بنائے۔ یہی وہ موڑ ہے جہاں پر شیطان ان کو اپنے ڈھب پر لے آتا ہے اور ان کے ذہن

میں یہ فاسد خیال ڈال دیتا ہے کہ تم جیسا کوئی نہیں۔ تم ان بے عمل مسلمانوں کو اپنے طریق پر لانے یا انہیں ختم کرنے کے لیے ان کے ساتھ جو چاہے سلوک کرو، خوں ریزی اور دہشت گردی کرو، مال ومتاع لوٹو، تمہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا، تم جو کچھ کرو گے سب جہاد ہوگا۔ ان ہی کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ہاں یہ خسارہ پانے والا گروہ ہوگا، مگر وہ خود کو بڑا نیکوکار سمجھے گا اور اس گھمنڈ میں مبتلا ہوگا کہ وہ بڑی خیر پھیلا رہا ہے۔

(1) النحل، 125:16 (2) البقرة، 256:2

(3) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (الکہف، 18:103، 104)

فرمادیجیے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کردیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں ٥ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں ٥

1۔ خوارج کے باطل عقائد ومزعومات کے بارے میں امام شہرستانی (م 548ھ) الملل والنحل میں لکھتے ہیں:

كبار فرق الخوارج ستة: الازارقة والنجدات والعجاردة والثعالبة والاباضية والصفرية والباقون فروعهم. ويرون الخروج على الامام إذا خالف السنة حقا واجبا.... هم الذين خرجوا على أمير المؤمنين علي رضي الله عنه حين جرى أمر الحكمين واجتمعوا بحروراء من ناحية الكوفة ورئيسهم عبد الله بن الكواء وعتاب بن الاعور وعبد الله بن وهب الراسبي وعروة بن جرير ويزيد بن عاصم المحاربي وحرقوص بن زهير البجلي المعروف بذي الثدية وكانوا يومئذ في اثني عشر ألف رجل أهل صلاة وصيام أعني يوم النهروان. . . . وهم الذين أولهم ذو الخويصرة وآخرهم ذو الثدية. شهرستاني، (الملل والنحل: 115)

خوارج کے بڑے بڑے گروہ چھ ہیں: ازارقہ، نجدات، عجاردہ، ثعالبہ، اباضیہ، صفریہ اور بقیہ خوارج ان کی فروع ہیں (اس طرح ان کے کل فرقے بیس بن جاتے ہیں) اور جب کوئی حکومت، سنت کی مخالفت کرے تو یہ اس کے مقابلہ میں بغاوت کو واجب سمجھتے ہیں۔۔۔۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اس وقت بغاوت کی جب تحکیم (ثالثی) کا حکم جاری ہوا تھا، اور جو لوگ حروراء کے مقام پر کوفہ کی ایک جانب جمع ہو گئے تھے۔ ان کے بانیان عبد اللہ بن الکواء، عتاب بن الاعور، عبد اللہ بن وہب راسبی، عروہ بن جریر، یزید بن عاصم محاربی، حرقوص بن زہیر بجلی المعروف بہ ذو الثدیہ تھے۔ اُس وقت یعنی نہروان کی جنگ کے وقت ان کی تعداد بارہ ہزار تھی اور یہ صوم وصلاۃ کے بہت پابند تھے۔۔۔۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا پہلا شخص ذو الخویصرہ اور (پہلے منظم ظہور میں) آخری ذو الثدیہ ہے۔

2۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

وقال القاضي أبو بكر بن العربي: الخوارج صنفان أحدهما يزعم أن عثمان وعليا وأصحاب الجمل وصفين وكل من رضي بالتحكيم كفار والأخر يزعم أن كل من أتى كبيرة فهو كافر مخلد في النار أبدا.

وزاد لهجة على معتقد الخوارج أن من لم يخرج ويحارب المسلمين فهو كافر، ولو اعتقد معتقدهم.

(ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 12: 283، 285)

قاضی ابو بکر بن عربی نے فرمایا: خوارج کی دو قسمیں ہیں۔ جن میں سے ایک گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضی، جنگ جمل و صفین میں حصہ لینے والے تمام لوگ اور ہر وہ شخص جو تحکیم (arbitration) سے راضی ہوا، سب کافر ہیں۔ اور دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس شخص نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ کافر ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور (یمامہ کے خارجی لیڈر) نجدہ بن عامر نے خوارج کے ان مذکورہ بالا عقائد پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص امتِ مسلمہ کے خلاف بغاوت اور ان (خوارج) کے ساتھ مل کر مسلح جنگ نہ کرے تو وہ بھی کافر ہے چاہے وہ ان (خوارج) جیسے عقائد ہی رکھتا ہو۔

3۔ خوارج کے کفریہ عقائد اور مسلمانوں کے خلاف ان کے انتہاء پسندانہ، ظالمانہ اور متعصبانہ رویے کو بیان کرتے ہوئے ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

فكانوا كما نعتهم النبي صلى الله عليه وسلم: يقتلون أهل الاسلام ويدعون أهل الاوثان وكفروا على بن أبي طالب وعثمان بن عفان ومن والاهما. وقتلوا على بن أبي طالب مستحلين لقتله. قتله عبد الرحمن بن ملجم المرادي منهم. وكان هو وغيره من الخوارج مجتهدين في العبادة. لكن كانوا جهالاً فارقوا السنة والجماعة: فقال هؤلاء: ما الناس الا مؤمن أو كافر، والمؤمن من فعل جميع الواجبات وترك جميع المحرمات: فمن لم يكن كذلك فهو كافر: مخلد في النار. ثم جعلوا كل من خالف قولهم كذلك. فقالوا: ان عثمان وعلياً ونحوهما حكموا بغير ما أنزل الله، وظلموا فصاروا كفاراً.

(1) 1. بخاری، الصحیح، کتاب الانبیاء، باب قصة أجوج و مأجوج، 3: 1219، رقم: 3166، 2. مسلم، الصحیح، کتاب الزکوة، باب إعطاء المؤلفة، 2: 741، رقم: 1064، 3. ابو داود، السنن، 4: 243، رقم: 2764، 4. نسائی، السنن، 5: 87، رقم: 2578، 5. أحمد بن حنبل، المسند، 3: 68، رقم: 11666، (2) ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ، 7: 481

خوارج ایسے لوگ تھے جن کی صفت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کی تھی کہ وہ اہلِ اسلام سے لڑیں گے اور بت پرستوں سے صلح رکھیں گے۔ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور اُن کا ساتھ دینے والوں کی تکفیر کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خون کو مباح قرار دیتے ہوئے اُنہیں شہید کیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبد الرحمن بن ملجم المرادی نے شہید کیا جو کہ خارجیوں میں سے تھا۔ یہ اور اس کے علاوہ دیگر خوارج بہت عبادت گذار تھے لیکن حقیقت میں وہ حکمتِ دین سے نابلد تھے کیوں کہ انہوں نے سنت اور جماعت کو چھوڑ دیا تھا۔ ان کے عقیدے کے مطابق انسان مؤمن ہوگا یا کافر۔ لہٰذا ان کے نزدیک مؤمن وہ ہے جو تمام واجبات پر عمل کرے اور تمام محرمات کو ترک کرے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ کافر اور دائمی جہنمی ہے۔ پھر انہوں نے ہر اُس شخص کی بھی اسی طرح تکفیر کرنا شروع کر دی جس نے ان کی باتوں کی مخالفت کی۔

انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی طرح دیگر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف حکومت کی ہے اور وہ ظلم کا ارتکاب کرتے رہے۔ پس یہ سارے کافر ہو گئے ہیں۔ (نعوذ باللہ۔)

اگر خوارج کے عقائد اور ان کی خصوصیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ خوارج نے نہ صرف سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کی بلکہ مسلمانوں کا خون بہانا بھی جائز قرار دے دیا۔ ابن تیمیہ خوارج کی معروف ومشہور خصوصیات بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

ولهم خاصتان مشهورتان فارقوا بهما جماعة المسلمين وأئمتهم : أحدهما : خروجهم عن السنة، وجعلهم ما ليس بسيئة سيئة، أو ما ليس بحسنة حسنة. الفرق الثاني في الخوارج وأهل البدع : إنهم يكفرون بالذنوب والسيئات. ويترتب على تكفيرهم بالذنوب استحلال دماء المسلمين وأموالهم وإن دار الاسلام دار حرب ودارهم هي دار الايمان. (ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، 19:72، 73)

خوارج میں دو بدعات ایسی ہیں جو ان ہی کا خاصہ ہیں اور جن کی آڑ لے کر انہوں نے اہلِ اسلام اور اسلامی ریاست کا ساتھ چھوڑا: ایک یہ کہ انہوں نے سنت سے انحراف کیا؛ دوسری یہ کہ امورِ حسنہ کو امور سیئہ اور امور سیئہ کو امور حسنہ بنا دیا۔

خوارج اور اہل بدعت میں دوسرا گروہ وہ ہے جو گناہوں اور معصیتوں پر بھی لوگوں کو کافر قرار دیتا ہے اور اس بنا پر یہ مسلمانوں کا خون بہانا اور ان کے اموال لوٹنا مباح جانتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دار الاسلام، دار الحرب ہے اور صرف ان کے اپنے گھر ہی دار الایمان ہیں۔

4۔ خوارج کا ایک نام حروریہ بھی ہے کیوں کہ دہشت گردوں کا پہلا گروہ عہد علوی رضی اللہ عنہ میں حروراء کے مقام پر خوارج کے نام سے منظر عام پر آیا تھا۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم میں لکھتے ہیں:

قوله صلى الله عليه وسلم : عَن الحَرُورِيَّةِ إلخ : هم الخوارج جمع خارجة، أي طائفة، وهم قوم مبتدعون سُمّوا بذلك لخروجهم عن الدين، وخروجهم على خيار المسلمين، وأصل ذلك أنّ بعض أهل العراق أنكروا سيرة بعض أقارب عثمان، فطعنوا على عثمان بذلك، وكان يقال لهم : القُرَّاء، لشدّة اجتهادهم في التلاوة والعبادة، إلّا أنهم كانوا يتأوّلون القرآن على غير المراد منه، ويستبدّون برأيهم، ويتنطعون في الزهد والخشوع و غير ذلك. فلمّا قتل عثمان قاتلوا مع عليّ رضي الله عنه، واعتقدوا كفر عثمان ومن تابعه، واعتقدوا إمامة علي رضي الله عنه و كفر من قاتله من أهل الجمل، (فانكروا التحكيم، فتركوه بصفين وصاروا خوارج). (شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، 5:158)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول عن الحروریۃ میں حروریہ سے مراد خوارج ہیں اور خوارج خارجۃ کی جمع ہے جس کا مطلب ہے گروہ۔ یہ بدعتی لوگ ہیں جنہیں یہ نام ان کے دین سے خارج ہونے اور نیکوکار مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی وجہ سے دیا گیا۔ اس واقعہ کی اصل یہ ہے کہ بعض اہل عراق نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض قرابت داروں کے کردار پر اعتراض کیا اور

اس وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی برا بھلا کہا، ان خارجیوں کو ان کی تلاوت اور عبادت میں سخت ریاضت کی وجہ سے قراء کہا جاتا تھا، مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قرآن کی من مانی تاویلیں کرتے تھے، اپنی رائے کو حتمی سمجھتے تھے اور زہد و خشوع وغیرہ میں غلو سے کام لیتے تھے۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر قتال کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکاروں کے کفر کا عقیدہ بنالیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت کو مانا اور اہل جمل میں سے جن لوگوں نے آپ کے ساتھ لڑائی کی ان کو کافر قرار دیا۔ (پھر انہوں نے تحکیم کا انکار کیا اور صفین کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور خوارج قرار پائے)۔

وہ مزید لکھتے ہیں:

وهم ثمانية آلاف. وقيل: كانوا أكثر من عشرة آلاف.... فتنادوا من جوانب المسجد: لا حكم إلا الله. فقال: كلمة حق يراد بها باطل. فقال لهم: لكم علينا ثلاثة: أن لا نمنعكم من المساجد، ولا من رزقكم من الفيء، ولا نبدؤكم بقتال ما لم تحدثوا فساداً. وخرجوا شيئاً بعد شيء إلى أن اجتمعوا بالمدائن،... فأصرّوا على الامتناع حتى يشهد على نفسه بالكفر لرضاه بالتحكيم.... ثم اجتمعوا على أن من لا يعتقد معتقدهم يكفر ويباح دمه وماله وأهله... فقتلوا من اجتاز بهم من المسلمين. (شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، 158:5)

ان کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس ہزار سے زیادہ تھی۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خطاب فرمارہے تھے) تو انہوں نے مسجد کے ایک کونے سے نعرہ لگایا: لا حكم إلا الله. تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بات تو حق ہے مگر اس کا مقصود باطل ہے۔ پھر آپ نے انہیں فرمایا: تمہاری تین باتیں ہم اپنے ذمے واجب کرتے ہیں: ایک یہ کہ ہم تمہیں مساجد سے نہیں روکیں گے۔ اور (دوسرا) نہ ہی مال غنیمت میں سے تمہارے رزق کو روکیں گے۔ اور (تیسرا) ہم تمہارے ساتھ جنگ میں پہل نہیں کریں گے جب تک کہ تم فساد انگیزی کے مرتکب نہ ہوئے۔ پھر وہ تھوڑے تھوڑے نکلتے رہے، یہاں تک کہ مدائن میں جمع ہوگئے۔ پھر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے (اور یہ شرط رکھی) کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تحکیم اور پر راضی ہونے کی وجہ سے اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں (نعوذ باللہ)۔ پھر وہ تمام خوارج اس بات پر متفق ہوئے کہ جو کوئی بھی ان کا عقیدہ نہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کا خون، مال اور اہل وعیال مباح اور حلال ہیں۔ پھر جو مسلمان بھی ان کے قریب سے گزرتا اسے قتل کردیتے۔

اس کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی مزید بیان کرتے ہیں:

فهذا ملخص أوّل أمرهم. فكانوا مختفين في خلافة علي رضي الله عنه حتى كان منهم عبد الرحمن بن ملجم الذي قتل عليّا رضي الله عنه بعد أن دخل عليّ رضي الله عنه في صلاة الصبح.... فظهر الخوارج حينئذٍ بالعراق مع نافع بن الازرق، وباليمامة مع نجدة بن عامر. وزاد نجدة على معتقد الخوارج أن من لم يخرج ويحارب المسلمين فهو كافر، ولو اعتقد معتقدهم.... وكفروا من ترك الامر

بالمعروف والنهي عن المنكر إن كان قادراً. وإن لم يكن قادراً فقد ارتكب كبيرة. وحكم مرتكب
الكبيرة عندهم حكم الكافر. قال أبو منصور البغدادي في المقالات: عدة فرق الخوارج عشرون
فرقة. (شبیر احمد عثمانی، فتح الملہم، 5:159)

یہ ان کے آغاز کا خلاصہ ہے۔ پس یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں روپوش ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان میں سے
عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُس وقت شہید کر دیا جب آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز شروع کر چکے تھے۔۔۔۔۔پھر
اس وقت خوارج نافع بن ازرق کے ساتھ عراق میں اور یمامہ میں نجدہ بن عامر کے ساتھ ظاہر ہو گئے۔ اور نجدہ نے خوارج کے
عقیدہ میں یہ اضافہ بھی کیا کہ جو شخص (مسلمانوں کی جماعت سے) بغاوت نہ کرے اور مسلمان کے ساتھ جنگ نہ کرے وہ بھی کافر
ہے اگر چہ وہ خوارج کا عقیدہ بھی مانتا ہو۔۔۔۔۔انہوں نے قدرت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تارک کو کافر قرار دیا
اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے؛ اور گناہِ کبیرہ کے مرتکب کا حکم بھی ان کے نزدیک کافر کا ہے۔ ابو منصور بغدادی
نے المقالات میں خوارج کے فرقوں کی تعداد بیس بتائی ہے۔

خوارج کی ذہنی کیفیت اور نفسیات

امام ابن اثیر الکامل فی التاریخ میں خوارج کے منظم ہونے، دین کے نام پر لوگوں کو جمع کرنے، صحابہ کرام وتابعین عظام رضی
اللہ عنہم کو بدعتی اور کافر ومشرک قرار دینے اور اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتے ہوئے مسلم علاقوں پر بزور شمشیر قبضہ کرنے کا ذکر کرتے
ہوئے لکھتے ہیں:

ثم إن الخوارج لقي بعضهم بعضاً واجتمعوا في منزل عبد الله بن وهب الراسبي. فخطبهم
فزهّدهم في الدنيا وأمرهم بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر. ثم قال: اخرجوا بنا من هذه
القرية الظالم أهلها إلى بعض كور الجبال أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة.
ثم اجتمعوا في منزل شريح بن أوفى العبسي. فقال ابن وهب: اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ
حكم الله فإنكم أهل الحق. قال شريح: نخرج إلى المدائن فننزلها ونأخذها بأبوابها ونخرج منها
سكانها. (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 3:213، 214)

پھر خوارج ایک دوسرے کے ساتھ ملتے گئے اور وہ عبداللہ بن وہب راسبی کے گھر میں جمع ہوئے تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور
انہیں دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کی۔ انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا۔ پھر اس نے کہا: تم ہمارے ساتھ اِس بستی۔ جس
کے رہنے والے لوگ ظالم ہیں۔ سے الگ تھلگ کسی پہاڑی علاقے یا ان شہروں میں سے کسی ایسے شہر کی طرف نکل چلو جس کے
رہنے والے ان گمراہ کن بدعتوں کو مسترد کرتے ہوں۔ پھر وہ شریح بن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے تو وہاں ابن وہب نے کہا:
ہمارے ساتھ ایسے شہر کی طرف نکل چلو جہاں ہم حکمِ الٰہی کو نافذ کرنے کے لئے جمع ہو جائیں کیونکہ تم ہی اہلِ حق ہو۔ شریح نے کہا: ہم

مدائن کی طرف نکلتے ہیں ہم وہاں جا کر پڑاؤ ڈالیں گے اور اس شہر پر قبضہ کر کے اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔
آگے چل کر امام ابن اثیر اس خط کا ذکر کرتے ہیں کہ جو منظم ہو کر مسلح گروہ تشکیل دینے کے بعد خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تحریر کیا، جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں عہد علوی میں خوارج کا تحریکی آغاز کے تحت ہو چکا ہے۔
امام ابن الاثیر نے خوارج کی اسی ذہنی کیفیت اور دہشت گردی و بربریت کو واضح کرنے کے لیے چند واقعات بیان کیے ہیں:

1۔ خوارج نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر نہ کہنے پر ذبح کر دیا۔ امام طبری، امام ابن الاثیر اور حافظ ابن کثیر روایت کرتے ہیں:

فأضجعوه، فذبحوه، فسال دمه في الماء، وأقبلوا إلى المرأة. فقالت: أنا امرأة، ألا تتقون الله فبقروا بطنها، وقتلوا ثلاث نسوة من طيء.

(1. ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 3:219، 2. طبری، تاریخ الامم والملوک، 3:119، 3. ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 7:288)

پس خوارج نے حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو چت لٹا کر ذبح کر دیا۔ آپ کا خون پانی میں بہ گیا تو وہ آپ کی زوجہ کی طرف بڑھے۔ انہوں نے خوارج سے کہا: میں عورت ہوں، کیا تم (میرے معاملے میں) اللہ سے نہیں ڈرتے؟ (لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور) اُنہوں نے ان کا پیٹ چاک کر ڈالا اور (ان سے ہمدردی جتانے پر) قبیلہ طے کی تین خواتین کو بھی قتل کر ڈالا۔

2۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے حارث بن مُرہ العبدی کو خوارج کے پاس دریافتِ احوال کے لیے بھیجا کہ معلوم کریں کیا ماجرا ہے؟ جب وہ خوارج کے پاس پہنچے اور حضرت عبداللہ کو شہید کرنے کا سبب پوچھا تو خوارج نے انہیں بھی شہید کر دیا۔ ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 3:219

3۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنھایہ میں لکھتے ہیں کہ خوارج نے اس واقعے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواب بھجوایا کہ:

كلنا قتل إخوانكم، ونحن مستحلون دماء هم ودماء كم. ابن كثير، (البدایہ والنہایہ، 7:288، 289)

ہم سب نے تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے خون کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور ان کے خون کو بھی۔

4۔ خوارج اسلامی ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کرتے اور صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کو مشرک قرار دیتے ہوئے ان کا خون جائز سمجھتے تھے۔ اس کا اندازہ اُس واقعے سے بھی ہوتا ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو خوارج کی طرف مذاکرات کے لیے روانہ کیا تو انہوں نے خوارج سے کہا:

عباد الله، أخرجوا إلينا طلبتنا منكم، وادخلوا في هذا الأمر الذي خرجتم منه... فإنكم ركبتم عظيما من الأمر تشهدون علينا بالشرك وتسفكون دماء المسلمين. (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 3:219)

اے اللہ کے بندو! تم ہمارے مطلوبہ افراد ہمارے حوالے کر دو اور اس ریاست کی اتھارٹی میں داخل ہو جاؤ جس کے نظم اور عمل داری کو تم نے چیلنج کیا ہے۔۔۔۔ بے شک تم نے ایک بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے، تم ہمیں مشرک گردانتے ہو اور مسلمانوں کا

خون بہاتے ہو۔

5۔اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نمائندہ کے طور پر خوارج کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان سے یہ کہا:

عباد الله، إنا وإياكم على الحال الاولى التي كنا عليها، ليست بيننا وبينكم عداوة، فعلام تقاتلوننا؟ (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 3:219)

اے اللہ کے بندو! بے شک ہم اور تم بنیادی طور پر اسی حالت پر ہیں جس پر ہم پہلے تھے! ہمارے اور تمہارے درمیان اصلاً کوئی دشمنی نہیں ہے۔ پھر تم کس بنیاد پر ہمارے ساتھ قتال کرتے ہو؟

6۔خوارج کی دہشت گردانہ اور باغیانہ ذہنی کیفیت کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خوارج سے درج ذیل خطاب سے بھی ہوتی ہے:

فبينوا لنا بم تستحلون قتالنا والخروج عن جماعتنا، وتضعون أسيافكم على عواتقكم، ثم تستعرضون الناس تضربون رقابهم، إن هذا لهو الخسران المبين، والله لو قتلتم على هذا دجاجة لعظم عند الله قتلها، فكيف بالنفس التي قتلها عند الله حرام.

(ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 3:220، 2. ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 7:226)

ہمیں بتاؤ کہ تم کس وجہ سے ہمارے ساتھ جنگ کو حلال سمجھتے ہو اور ریاست کی اتھارٹی سے خارج ہوئے ہو اور ہمارے خلاف ہتھیار اٹھاتے ہو؟ پھر تم معصوم لوگوں کی گردنیں مارنے کے لئے سامنے آجاتے ہو۔ یقیناً یہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم! اگر تم اس ارادے سے کسی مرغی کو بھی قتل کرو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں یہ برا کام ہوگا۔ اس لیے غور کرو کہ پھر اُس انسان کو قتل کرنا کتنا بڑا جرم ہوگا جس کا خون بہانا اللہ نے حرام قرار دیا ہے؟

7۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو امن کا جھنڈا عطا فرمایا تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جا کر منادی کی:

من جاء تحت هذه الراية فهو آمن، ومن لم يقتل ولم يستعرض فهو آمن، ومن انصرف منكم إلى الكوفة أو إلى المدائن وخرج من هذه الجماعة فهو آمن. (ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 3:221)

جو کوئی اس جھنڈے کے نیچے آجائے گا وہ امن والا یعنی محفوظ و مامون ہو جائے گا؛ اور جس نے کوئی قتل کیا نہ مقابلہ کے لیے سامنے آیا اُسے بھی امان ہوگی اور تم میں سے جو کوئی کوفے یا مدائن کی طرف چلا گیا اور (خوارج کی) اس جماعت سے نکل گیا اُسے بھی امان مل جائے گی۔

مذکورہ بالا تمام بیانات اور استفسارات سے اس امر کی تصریح ہو جاتی ہے کہ خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عامۃ المسلمین کو کافر و مشرک قرار دیتے اور واجب القتل اور مباح الدم سمجھتے تھے، اور موقع ملنے پر

انہیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

خوارج مذہبی جذبات بھڑکا کر کس طرح ذہن سازی کرتے تھے؟

خوارج اپنی دعوت کی بنیاد قرآنی آیات پر استوار کرتے۔ وہ دینی غیرت وحمیت کو بھڑکا کر سادہ لوح مسلمانوں کا اپنا ہم نوا بناتے۔ انہیں جہاد کے نام پر مسلمانوں کے قتل عام کے لیے تیار کرتے اور ان کو جنت کا لالچ دے کر مرنے مارنے کے لیے تیار کرتے۔ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنھایۃ میں خوارج کے ایک گروہ سے زید بن حصن طائی سنبسی کے خطبہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

واجتمعوا أيضا في بيت زيد بن حصن الطائي السنبسي فخطبهم وحثهم على الامر بالمعروف والنهي عن المنكر. وتلا عليهم آيات من القرآن منها قوله تعالى: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰكَ خَلِيۡفَةً فِى الۡاَرۡضِ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ بِالۡحَـقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الۡهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ(1) وقوله تعالى: وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ(2) وكذا التي بعدها وبعدها الظالمون الفاسقون. ثم قال: فأشهد على أهل دعوتنا من أهل قبلتنا أنهم قد اتبعوا الهوى، ونبذوا حكم الكتاب، وجاروا في القول والاعمال، وأن جهادهم حق على المؤمنين. فبكى رجل منهم يقال له عبد الله بن سخبرة السلمي، ثم حرض أولئك على الخروج على الناس، وقال في كلامه: واضربوا وجوههم وجباههم بالسيوف حتى يطاع الرحمن الرحيم، فإن أنتم ظفرتم وأطيع الله كما أردتم أثابكم ثواب المطيعين له العاملين بأمره، وإن قتلتم فأي شيء أفضل من المصير إلى رضوان الله وجنته۔

(ص،38:26(2)المائدۃ،5:44(3)ابن کثیر،البدایۃ والنہایۃ،7:286)

خوارج کا گروہ زید بن حصن طائی سنبسی کے گھر میں جمع ہوا تو اس نے انہیں خطبہ دیا اور انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ترغیب کے ذریعے تیار کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی آیات تلاوت کیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: (اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا سو تم لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلے (یا حکومت) کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ (یہ پیروی) تمہیں راہ خدا سے بھٹکا دے گی۔) اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے، سو وہی لوگ کافر ہیںo) اس کے بعد اگلی آیت (اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ ظالم ہیںo) اور پھر اس سے اگلی آیت (اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ (وحکومت) نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیںo)۔ یہ آیاتِ مبارکہ ان پر تلاوت کرنے کے بعد اس نے کہا: پس میں مسلمانوں میں سے اپنے مخاطبینِ دعوت پر گواہی دیتا ہوں کہ بے شک انہوں نے خواہشِ نفس کی پیروی کی اور کتاب اللہ کا حکم ترک کر دیا۔ انہوں نے قول اور عمل میں ظلم کا ارتکاب کیا، سو مومنوں پر ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے۔ (اس خطاب میں وہ خود کو یعنی گروہ خوارج کو مومن کہہ رہا تھا اور خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والے ظالم، جن کے خلاف جہاد واجب ہے، سے

اس کی مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔) اس پر سامعین میں سے ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن سخبرہ السلمی تھا رو پڑا۔ پھر اس (زید بن حصن طائی) نے سامعین یعنی خوارج کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف خروج وبغاوت پر اکسایا اور دوران کلام کہا: ان کے چہروں اور پیشانیوں پر تلواروں سے وار کرتے رہو یہاں تک کہ خدائے رحمن ورحیم کی اطاعت کی جائے۔ پس اگر تم کامیاب وکامران ہو گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت تمہارے حسب منشا کی گئی تو اللہ رب العزت تمہیں اپنی اطاعت کرنے والوں اور اس کے حکم پر عمل پیرا ہونے والوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم قتل کر دیے گئے تو اللہ کی رضا اور اس کی جنت حاصل کر لینے سے افضل کون سی چیز ہو سکتی ہے؟

آج ہم اپنے گردوپیش ہونے والی دہشت گردوں کی سرگرمیوں اور ان کے طریقہ کار کا جائزہ لیں تو یہ بھی ناپختہ ذہنوں، کم عمروں اور جوانوں کی brain washing کے لئے بالکل وہی حربہ اور طریقہ استعمال کر رہے ہیں جو اُس دور کے خوارج کرتے تھے۔ ان دہشت گردوں کے تصور اسلام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک طرف تو مسلمانوں کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے لیکن دوسری طرف اسلام کی تعلیمات پر نہایت سختی سے عمل پیرا ہوتے۔ حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران کسی درخت سے ایک کھجور گری، ایک خارجی نے وہ اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ دوسرا خارجی معترض ہوا کہ تو نے مالک سے اجازت لیے اور قیمت دیے بغیر یہ کھجور منہ میں کیوں ڈال لی ہے؟ اس نے فوراً پھینک دی۔ (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 288:7)

اسی طرح امام ابن الاثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خارجیوں کے پاس سے غیر مسلم شہریوں کا ایک خنزیر گزرا تو ان میں سے ایک خارجی نے اسے تلوار سے مار ڈالا۔ دیگر خارجیوں نے اسے سخت ملامت کی کہ ایک غیر مسلم شہری کے خنزیر کو کیوں مار ڈالا۔ جب خنزیر کا مالک آیا تو اُس خارجی نے خنزیر کے مالک سے معافی مانگی اور اُسے (قیمت دے کر) راضی کیا۔

(ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، 218:3)

ایک طرف خوارج کی ظاہری دین داری دیکھیے اور دوسری طرف ان کی دہشت گردی، سفاکی اور بربریت ملاحظہ کیجیے۔ حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں مزید لکھتے ہیں:

ومع هذا قدموا عبد الله بن خبّاب فذبحوه، وجاؤوا إلى امرأته فقالت: إني امرأة حبلى، ألا تتقون الله. فذبحوها وبقروا بطنها عن ولدها. فلما بلغ الناس هذا من صنيعهم خافوا إن هم ذهبوا إلى الشام واشتغلوا بقتال أهله أن يخلفهم هؤلاء في ذراريهم وديارهم بهذا الصنع، فخافوا غائلتهم، وأشاروا على علي بأن يبدأ بهؤلاء. ثم إذا فرغ منهم ذهب إلى أهل الشام بعد ذلك والناس آمنون من شر هؤلاء فاجتمع الرأي على هذا وفيه خيرة عظيمة لهم ولأهل الشام أيضا. فأرسل علي رضي الله عنه إلى الخوارج رسولا من جهته وهو الحرب بن مرة العبدي. فقال: أخبر لي خبرهم، وأعلم لي أمرهم وا كتب إلي به على الجلية. فلما قدم عليهم قتلوه ولم ينظروه. فلما بلغ ذلك عليا عزم على الذهاب إليهم أولا قبل أهل الشام. فبعثوا إلى علي يقولون: كلنا قتل إخوانكم ونحن مستحلون

دماءهم ودماءكم. فتقدم إليهم قيس بن سعد بن عبادة فوعظهم فيما ارتكبوه من الأمر العظيم والخطب الجسيم، فلم ينفع وكذلك أبو أيوب الانصاري وتقدم أمير المؤمنين علي بن أبي طالب إليهم، فإنكم قد سولت لكم أنفسكم أمرا تقتلون عليه المسلمين، والله لو قتلتم عليه دجاجة لكان عظيما عند الله، فكيف بدماء المسلمين. (ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، 7:288)

وہ حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو نہر کے کنارے پر لائے اور ذبح کر دیا اور پھر ان کی اہلیہ کے پاس آئے تو اُس نے کہا: میں حاملہ ہوں، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ انہوں نے اس کو بھی ذبح کر ڈالا اور اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ باہر نکال پھینکا۔ جب لوگوں تک ان کے یہ کرتوت پہنچے تو وہ ڈر گئے کہ اگر وہ شام کی طرف چلے گئے اور اہل شام کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے تو یہ لوگ ان کے پیچھے ایسی ہی دہشت گردی ان کے اہل خانہ کے ساتھ انجام دیں گے۔ وہ اپنے اہل وعیال کے انجام سے ڈر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ جنگ کا آغاز ان ہی دہشت گردوں سے کریں، پھر جب ان کے خاتمہ سے فارغ ہو جائیں تب اہل شام کی طرف متوجہ ہوں۔ اس طرح ان کے خاتمہ کے بعد لوگ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس رائے پر اتفاق ہو گیا کیونکہ سب کی بہتری اسی میں تھی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حرب بن مرہ عبدی کو سفارت کار بنا کر خوارج کی طرف بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: مجھے اُن کی خبر دینا اور اُن کے معاملہ سے آگاہ کرتے رہنا اور میری طرف واضح طور پر لکھ بھیجنا۔ پس جب وہ ان (خارجیوں) کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور انہیں کچھ بھی مہلت نہ دی۔ جب ان کے قتل کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُن (خارجیوں) کی طرف ملک شام سے پہلے جانے کا عزم کر لیا۔ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا۔ ہم نے مل کر تمہارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور ہم تمہارے اور ان کے خون کو جائز سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت قیس بن سعد بن عبادہ ان (خارجیوں) کے پاس تشریف لے گئے اور اُنہیں سمجھایا کہ تم نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے لیکن آپ کے سمجھانے کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی اُنہیں سمجھایا مگر بے سود! پھر امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اُن کی طرف پیغام بھیجا کہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے حرام کو آراستہ کر دیا ہے اور اس بنا پر تم مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھنے لگ گئے ہو۔ بخدا! اگر اس انداز فکر سے مرغی بھی مارتے تو گناہ عظیم ہوتا، بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے جرم کی سنگینی کا تو اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

کتب تاریخ کے مذکورہ اقتباسات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ خوارج اِنسانی خون کو نہایت ارزاں گردانتے تھے اور اِنسانی جان کو قتل کرنا ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا تھا حتی کہ انہوں نے اُن نفوس قدسیہ کی خوں ریزی سے بھی گریز نہیں کیا جنہوں نے براہِ راست حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تربیت و پرورش پائی تھی۔

چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر یہ بات سمجھادی تھی کہ لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ (یہ خوارج ہمیشہ نکلتے رہیں گے) اس لئے موجودہ دور کے خوارج (دہشت گرد) بھی انہی صفات سے متصف ہونے کی بنا پر پہچانے جاتے ہیں۔ یہ بھی اپنے پیش رووں کی طرح لوگوں کا خون بہاتے ہیں، خواتین اور بچوں پر حملے کر کے انہیں اذیت ناک موت دیتے ہیں، ریاستی بالا دستی اور

نظام کو تسلیم نہیں کرتے، مساجد پر حملے کر کے انہیں مسمار کرتے ہیں، آبادیوں اور عوام الناس کو اپنے حملوں کا نشانہ بناتے ہیں اور لوگوں کو ذبح کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ لوگ اپنے نظریات کے مخالف لوگوں کو قتل کرنے اور تباہی پھیلانے کو جہاد سمجھتے ہیں۔ یہ تمام انسانیت کش کارروائیاں بلاشک وشبہ ان خوارج کے فکر و عمل کا ہی تسلسل ہیں۔

خوارج کی نمایاں بدعات

گزشتہ صفحات میں دی گئی بنیادی مباحث سے یہ اَمر مترشح ہوجاتا ہے کہ خوارج دین میں نئی نئی بدعات ایجاد کرتے تھے۔ وہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کا خودساختہ اطلاق کرتے اور غلط تاویل کے ذریعے اپنے مخالف مسلمانوں کو واجب القتل ٹھہراتے تھے۔ ذیل میں ان کی چند نمایاں بدعات درج کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی آگاہ فرمادیا تھا:

1۔ وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مومنین پر کریں گے۔

بخاری، الصحیح، کتاب، استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالہم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامۃ الحجۃ علیہم، 6:2539

2۔ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: تعرج الملائکۃ والروح إلیہ، 6:2702، رقم: 6995

3۔ غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔ (حاکم، المستدرک، 2:166، رقم: 2657

4۔ عبادت میں بہت متشدد اور غلو کرنے والے (extremist) ہوں گے۔ (أبو یعلی، المسند، 1:90، رقم: 90

5۔ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو دائمی جہنمی اور اس کا خون اور مال حلال قرار دیں گے۔

6۔ جس نے اپنے عمل اور غیر صائب رائے سے قرآن کی نافرمانی کی وہ کافر ہے۔

7۔ ظالم اور فاسق حکومت کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج کو فرض قرار دیں گے۔

(1۔ عبد القاہر بغدادی، الفرق بین الفرق: 73، 2۔ ابن تیمیہ، مجموع فتاوی، 13:31)

ابتدائی تاریخ سے ہی یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ خوارج اپنے عقائد و نظریات اور بدعات میں اس قدر انتہاء پسند تھے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی (نعوذ باللہ) کافر خیال کرتے اور ان پر کفر کے فتوے لگانے سے نہ ہچکچاتے۔ امام شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھا ہے کہ زیاد بن اُمیہ نے عروہ بن ادیہ/اذینہ نامی خارجی سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کیا حال تھا؟ اُس نے کہا: اچھے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا؟ اُس نے کہا: ابتدا کے چھ سال تک اُن کو میں بہت دوست رکھتا تھا، پھر جب انہوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں تو ان سے علیحدہ ہوگیا اس لئے کہ وہ آخر میں کافر ہو گئے تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا تو اُس نے کہا: وہ بھی اوائل میں اچھے تھے، جب اُنہوں نے حَکَم بنایا تو (نعوذ باللہ) کافر ہوگئے۔ اس لئے ان سے بھی علیحدہ ہوگیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا تو اُس نے اُن کو سخت گالی دی۔ (العیاذ باللہ۔ (شہرستانی، الملل والنحل، 1:118)

امام شہرستانی نے مزید لکھا ہے کہ خوارج حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سمیت تمام اہل اسلام کی جوان کے ساتھ تھے سب کی تکفیر کیا کرتے تھے اور سب کو دائمی دوزخی کہتے تھے۔ (2)(نعوذ باللہ من ذالک۔)

(2) شہرستانی، الملل والنحل، 1:121

امام ابوبکر الاجری کی تحقیق

امام ابوبکر الاجری (م 360ھ) نے کتاب الشریعۃ میں خوارج کی نمایاں بدعات سیئہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مذمت میں نہایت مفصل تحقیق درج کی ہے اور اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے:

باب ذم الخوارج وسوء مذهبهم وإباحة قتالهم، وثواب من قتلهم أو قتلوه:

خوارج کی مذمت، ان کی بدعقیدگی، ان کے ساتھ جنگ کرنے کے جواز اور ان کو قتل کرنے والے یا ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے کے اجر وثواب کا بیان۔

امام ابوبکر الاجری لکھتے ہیں:

لم يختلف العلماء قديماً وحديثاً أن الخوارج قوم سوء، عصاة الله عزوجل ولرسوله صلى الله عليه وسلم، وإن صلوا وصاموا، واجتهدوا في العبادة، فليس ذلك بنافع لهم، وإن أظهروا الامر بالمعروف والنهي عن المنكر، وليس ذلك بنافع لهم، لأنهم قوم يتأولون القرآن على ما يهوون، ويموهون على المسلمين. وقد حذرنا الله عزوجل منهم، وحذرنا النبي صلى الله عليه وسلم، وحذرناهم الخلفاء الراشدون بعده، وحذرناهم الصحابة رضي الله عنهم ومن تبعهم بإحسان رحمة الله تعالىٰ عليهم.

الخوارج هم الشراة الانجاس الارجاس، ومن كان على مذهبهم من سائر الخوارج يتوارثون هذا المذهب قديماً وحديثاً، ويخرجون على الائمة والامراء ويستحلون قتل المسلمين.

وأوّل قرن طلع منهم على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم: هو رجل طعن على النبي صلى الله عليه وسلم، وهو يقسم الغنائم بالجعرانة، فقال: اعدل يا محمد، فما أراك تعدل، فقال صلى الله عليه وسلم: ويلك، فمن يعدل إذا لم أكن أعدل؟ فأراد عمر رضي الله عنه قتْلَه، فمنعه النبي صلى الله عليه وسلم من قتله، وأخبر عليه الصلاة والسلام: أن هذا وأصحاباً له يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم، وصيامه مع صيامهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية.

وأمر عليه الصلاة والسلام في غير حديث بقتالهم، وبين فضل من قتلهم أو قتلوه. ثم إنهم بعد ذلك خرجوا من بلدان شتى، واجتمعوا وأظهروا الامر بالمعروف والنهي عن المنكر. حتى قدموا

المدينة. فقتلوا عثمان بن عفان رضى الله عنه. وقد اجتهد أصحاب رسول الله رضى الله عنه ممن كان في المدينة في أن لا يقتل عثمان، فما أطاقوا ذلك. ثم خرجوا بعد ذلك على أمير المؤمنين على بن أبي طالب رضى الله عنه، ولم يرضوا بحكمه، وأظهروا قولهم. وقالوا: لا حكم إلا الله. فقال على رضى الله عنه: كلمة حق أرادوا بها الباطل. فقاتلهم على رضى الله عنه فأكرمه الله عزوجل بقتلهم. وأخبر النبى صلى الله عليه وسلم بفضل من قتلهم أو قتلوه. وقاتل معه الصحابة رضى الله عنهم. فصار سيف على بن أبي طالب في الخوارج سيف حق إلى أن تقوم الساعة.

ائمہ متقدمین ومتاخرین کا اس امر پر اجماع ہے کہ خوارج ایک فساد انگیز گروہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمانوں کا گروہ ہے۔ یہ صوم وصلوٰۃ کی خواہ کتنی پابندی کریں اور عبادت میں کتنی ہی محنت وریاضت کریں، انہیں کچھ نفع نہ دے گا اور یہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خواہ کتنا پرچار کریں، انہیں یہ بھی کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا کیونکہ یہ ایسا گروہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق قرآن کی تفسیر وتاویل کرتا ہے اور مسلمانوں پر امور دین خلط ملط کر دیتا ہے۔ اللہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان سے خبردار فرمایا ہے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ہمیں ان سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان سے خبردار رہنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

خوارج فتنہ پرور، شرانگیز اور پلید وناپاک افراد کا گروہ ہے، اور باقی تمام خوارج میں سے جس کسی نے بھی ان کا مذہب اور طریق اختیار کیا، وہ بھی ان کے حکم میں ہے کیونکہ قدیم خوارج ہوں یا آج کے دور کے جدید؛ یہ مذہب انہیں ایک دوسرے سے وراثت میں ملتا ہے۔ یہ حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین کی خوں ریزی کو جائز قرار دیتے ہیں۔

خوارج کا اوّلین فرد عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نمودار ہوا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت طعنہ زنی کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مقام پر مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس بدبخت نے کہا: اے محمد! عدل کیجیے! میرے خیال میں آپ عدل نہیں کر رہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو ہلاک ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کے قتل سے (حکمتِ نبوت کے تحت) روک دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا: اس کے ایسے ساتھی ہوں گے کہ تم میں سے ہر کوئی ان کے مقابلے میں اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر جانے گا، یہ دین سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم فرمایا اور ان کو قتل کرنے والے اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے کی فضیلت بیان فرمائی۔ پھر یہ لوگ مختلف علاقوں سے نکل کر جمع ہوئے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا پرچار کرنے لگے تا آنکہ یہ مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں موجود تھے انہوں نے بہت کوشش کی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل ہونے سے بچائیں مگر وہ

کا مقابلہ نہ ہو سکے۔ پھر انہی لوگوں نے بعد ازاں (جنگِ صفین میں اَمرِ تحکیم کے بعد) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی اور آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ایک نعرے کا پرچار شروع کر دیا کہ حکومت صرف اللہ کی ہے یا قانون صرف اللہ کا ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بات تو حق ہے مگر ان کی مراد باطل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہیں قتل کرنے کی سعادت بخشی کیوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے والوں اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے والوں کی اَفضلیت کی بشارت دی تھی۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان کے خلاف جنگ کی۔ پس حضرت علیؓ کی خوارج کے خلاف مسلح جد و جہد قیامت تک کے لیے حق کی مثال بن گئی۔

امام ابو بکر الآجری مزید فرماتے ہیں:

فلا ينبغي لمن رأى اجتهاد خارجي قد خرج على إمام، عادلاً كان الامام أم جائراً، فخرج وجمع جماعة وسل سيفه، واستحل قتال المسلمين، فلا ينبغي له أن يغتر بقراء ته للقرآن، ولا بطول قيامه في الصلاة، ولا بدوام صيامه، ولا بحسن ألفاظه في العلم إذا كان مذهبه مذهب الخوارج.

حکومت وقت عدل و انصاف کی علم بردار ہو یا فسق و فجور کی راہ پر گامزن ہو، دونوں صورتوں میں جب کوئی شخص کسی خارجی کو دیکھے کہ اس نے حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کر دی ہے اور اس کے خلاف کوئی لشکر تشکیل دے کر ہتھیار اٹھا لئے ہیں اور پر امن مسلمان شہریوں کے ساتھ جنگ کرنا جائز قرار دے دیا ہے، تو جو شخص یہ سب کچھ دیکھے اس پر لازم ہے کہ وہ کسی خارجی کے قرآن پڑھنے، نماز میں طویل قیام کرنے، دائمی روزے رکھنے اور خوبصورت الفاظ میں علمی نکات بیان کرنے سے مرعوب نہ ہو اور نہ ہی اس کے دھوکے میں آئے۔ جب کہ ایسے اعمال کرنے والا شخص خوارج کے مذہب پر چلنے والا ہو۔

زیرِ بحث موضوع سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث مروی ہیں جنہیں امت مسلمہ کے کثیر علماء نے قبول کیا ہے۔

اس کے بعد امام آجری نے خوارج کے ساتھ جنگ کرنے، ان کو واصل جہنم کرنے اور ان کے ہاتھوں شہید ہونے کے اجر و ثواب کے حوالے سے باب قائم کیا ہے اور اس میں احادیث بیان کی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وسلم: يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ النَّاسِ. يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ. مَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيَقْتُلْهُمْ. فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ اللهِ.

1. بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، 6:2539، رقم: 6531، 2. مسلم، الصحیح، کتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، 2:746، الرقم: 1066، 3. ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب في صفة المارقة، 4:481، رقم: 2188

امام ترمذی نے السنن میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: یہ روایت حضرت علی، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ذر

رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں ایسے لوگ (ظاہر ہوں گے یا) نکلیں گے جو کم عمر (نوجوان)، ناپختہ ذہن اور عقل سے کورے ہوں گے۔ وہ بظاہر لوگوں سے اچھی بات کریں گے مگر دین سے یوں خارج ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس دورانِ جنگ جہاں بھی ان سے سامنا ہو انہیں قتل کیا جائے کیونکہ ان کو قتل کرنا اللہ کے ہاں اَجر و ثواب کا باعث ہوگا۔

2. عَنْ أَبِي أُمَامَةَ: طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُمْ. 1. أبوداود، السنن، كتاب السنة، 4:243، رقم: 4765، 2. أحمد بن حنبل، المسند، 3:224، رقم: 13362، 3. حاكم، المستدرك على الصحيحين، 2:161، رقم: 2649

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا): خوشخبری ہو اُسے جو انہیں قتل کرے اور جسے وہ قتل کریں۔

3. وَعَنْهُ قَالَ صلى الله عليه وسلم: كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، كِلَابُ النَّارِ، كِلَابُ النَّارِ، ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: شَرُّ قَتْلٰى قُتِلُوْا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ، وَخَيْرُ قَتْلٰى الَّذِيْنَ قَتَلُوْهُمْ.

(1. ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب في ذكر الخوارج، 1:62، رقم: 176، 2. حاكم، المستدرك، 2:163، رقم: 2654)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (خوارج) اہل دوزخ کے کتے ہیں، دوزخ کے کتے ہیں، دوزخ کے کتے ہیں۔ تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا: یہ آسمان کے سائے تلے (یعنی زمین پر) قتل ہونے والے بدترین مقتول ہیں، اور بہترین مقتول وہ ہیں جنہیں یہ لوگ قتل کریں گے۔

4. عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ. فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

1. بخاري، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، 6:2539، رقم: 65312. مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، 2:746، رقم: 1066

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: پس تم انہیں جہاں کہیں پاؤ تو قتل کر دو کیونکہ ان کے قاتلوں کو روزِ قیامت بے حد و حساب اجر ملے گا۔

5. عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْخَوَارِجَ فَقَالَ: هُمْ شِرَارُ أُمَّتِي يَقْتُلُهُمْ خِيَارُ أُمَّتِي. (هيثمي، مجمع الزوائد، 6:239)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کا ذکر کیا اور فرمایا: وہ میری امت کے بدترین لوگ ہیں اور انہیں قتل کرنے والے میری اُمت کے بہترین لوگ ہوں گے۔

(دہشت گردی اور فتنہ خوارج، علامہ طاہر القادری)

بَابٌ فِي قِتَالِ الْخَوَارِجِ

باب: خوارج کے ساتھ جنگ کرنا

4763- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيدَةَ أَنَّ عَلِيًّا ذَكَرَ أَهْلَ النَّهْرَوَانِ فَقَالَ فِيهِمْ رَجُلٌ مُودَنُ الْيَدِ أَوْ مُخْدَجُ الْيَدِ أَوْ مَثْدُونُ الْيَدِ لَوْلَا أَنْ تَبْطَرُوا لَنَبَّأْتُكُمْ مَا وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْهُ قَالَ قَالَ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

✧✧ عبیدہ بیان کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ان میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا دایاں ہاتھ نامکمل ہوگا اگر تم لوگ یقین کرو تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے ساتھ کیا وعدہ کیا ہے؟ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں! رب کعبہ کی قسم!

4764- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةٍ بَيْنَ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ وَبَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَبَيْنَ زَيْدِ الْخَيْلِ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ وَبَيْنَ عَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ قَالَ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ وَقَالَتْ يُعْطِي صَنَادِيدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا فَقَالَ إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ قَالَ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوقٌ قَالَ اتَّقِ اللهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُطِيعُ اللهَ إِذَا عَصَيْتُهُ أَيَأْمَنُنِي اللهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُونِي قَالَ فَسَأَلَ رَجُلٌ قَتْلَهُ أَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ قَالَ فَمَنَعَهُ قَالَ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا أَوْ فِي عَقِبِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ قَتَلْتُهُمْ قَتْلَ عَادٍ

4764-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد بن مسروق الثوري، وابن أبي نعم: هو عبد الرحمن. وعلقه البخاري (3344) وقال، قال ابن كثير (وهو محمد شيخ أبي داود) عن سفيان، بهذا الإسناد، ووصله عنه في تفسير سورة براءة برقم (4667) ولم يسقه بتمامه. وأخرجه البخاري (7432)، والنسائي في "الكبرى" (3550) من طريق عبد الرزاق، والبخاري (7432) عن قبيصة، كلاهما عن سفيان الثوري، به. وأخرجه مسلم (1064) (143)، والنسائي في "الكبرى" (2370) و(11157) من طريق أبي الأحوص سلام بن سليم، عن سعيد بن مسروق والد سفيان، به. وأخرجه البخاري (4351)، ومسلم (1064) من طريق عمارة بن القعقاع، عن عبد الرحمن بن أبي نعم، به. وهو في "مسند أحمد" (11008)، و"صحيح ابن حبان" (25).

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو مٹی میں ملا ہوا کچھ سونا بھیجا تو آپ نے چار افراد کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اقراع بن حابس حنظلی' عیینہ بن بدر فزاری' زید الخیل طائی اور علقمہ بن علاثہ عامری (ان کے درمیان تقسیم کیا) اس پر قریش اور انصار ناراض ہو گئے اور وہ بولے: کہ انہوں نے نجد کے سرداروں کو عطا کر دیا ہے اور ہمیں نہیں دیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ان کی تالیف قلب کرنا چاہتا ہوں۔ پھر ایک شخص آیا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور اس کے رخسار ابھرے ہوئے تھے۔ اس کی پیشانی تنگ تھی' اس کی داڑھی گھنی تھی اور اس کا سر منڈا ہوا تھا اور وہ بولا: اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں گا تو اس کی اطاعت کون کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے زمین والوں کے لئے امین بنایا ہے' تم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں' ایک صاحب نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ میرا خیال ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں منع کر دیا جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کی اولاد میں سے (یا اس کی پشت میں سے) وہ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا اور وہ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ وہ لوگ اہل اسلام کے ساتھ جنگ کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میں نے ان کا زمانہ پایا تو میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا یوں جیسے قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا۔

4765- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْاَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ وَمُبَشِّرٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمٰعِيْلَ الْحَلَبِيَّ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو قَالَ يَعْنِي الْوَلِيْدَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِيْ قَتَادَةُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ اخْتِلَافٌ وَّفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُّحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ عَلٰى فُوْقِهٖ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ يَدْعُوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ مَّنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ اَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا سِيْمَاهُمْ قَالَ التَّحْلِيْقُ

✧✧ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' عنقریب میری امت میں اختلاف اور فرقہ بندی ہوگی۔ کچھ لوگ وہ ہوں گے جو باتیں اچھی کریں گے لیکن ان کے عمل برے ہوں گے۔ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا اور وہ دین سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے اور پھر وہ واپس نہیں آتا یہاں تک وہ اوپر کی طرف سے لوٹ کر آئے۔ وہ مخلوق میں سے سب سے برے لوگ ہوں گے۔ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو ان کے ساتھ جنگ کرے اور جس کے ساتھ وہ لوگ جنگ کریں۔ وہ لوگ انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلائیں گے لیکن ان کا ان کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ جو شخص ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مقرب ہوگا۔ لوگوں نے عرض کی ان لوگوں کی مخصوص نشانی کیا ہے یارسول اللہ (ﷺ)! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سر منڈوانا۔

4766- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ سِيمَاهُمُ التَّحْلِيقُ وَالتَّسْبِيدُ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَأَنِيمُوهُمْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ التَّسْبِيدُ اسْتِئْصَالُ الشَّعْرِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند ایک روایت منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ان کی مخصوص نشانی سر منڈوانا ہے اور بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ جب تم انہیں دیکھو تو انہیں فنا کر دو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لفظ "التسبید" کا مطلب بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔

4767- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَام إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا فَلَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكْذِبَ عَلَيْهِ وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فَإِنَّمَا الْحَرْبُ خَدْعَةٌ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تمہیں کوئی بات بتاؤں تو میرے نزدیک یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے گر جاؤں بہ نسبت اس کے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کروں اور جب میں تمہیں اپنے اور تمہارے مسئلے کے بارے میں کچھ کہوں تو جنگ دھوکہ دہی کا نام ہے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جن کی عمریں کم ہوں گی اور ان میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اُن کے حوالے سے نقل کریں گے لیکن اسلام سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے تیر نشانے سے خارج ہو جاتا ہے۔ وہ قرآن یاد کریں گے لیکن ان کا قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ جہاں کہیں بھی تم ان کا سامنا کرو تو ان کے ساتھ جنگ کرنا کیونکہ ان کو قتل کرنے کا اجر ملے گا۔ اس شخص کے لئے جو انہیں قتل کرے گا اور اس کو اجر قیامت کے دن ملے گا۔

4768- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِيُّ أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَام أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَتْ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ شَيْئًا وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ شَيْئًا وَلَا صِيَامُكُمْ إِلَى صِيَامِهِمْ شَيْئًا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُونَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِينَ يُصِيبُونَهُمْ مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَكَلُوا عَنِ الْعَمَلِ وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّ فِيهِمْ

رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ عَلَى عَضُدِهِ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ أَفَتَذْهَبُونَ اِلٰى
مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُونَ هٰؤُلَاءِ يَخْلُفُونَكُمْ فِي ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونُوا
هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَأَغَارُوا فِي سَرْحِ النَّاسِ فَسِيرُوا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ قَالَ سَلَمَةُ بْنُ
كُهَيْلٍ فَنَزَّلَنِي زَيْدُ ابْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا مَنْزِلًا حَتّٰى مَرَّ بِنَا عَلَى قَنْطَرَةٍ قَالَ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا وَعَلَى الْخَوَارِجِ عَبْدُ
اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ أَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوا السُّيُوفَ مِنْ جُفُونِهَا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُنَاشِدُوكُمْ
كَمَا نَاشَدُوكُمْ يَوْمَ حَرُورَاءَ قَالَ فَوَحَّشُوا بِرِمَاحِهِمْ وَاسْتَلُّوا السُّيُوفَ وَشَجَرَهُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِهِمْ
قَالَ وَقَتَلُوا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضِهِمْ قَالَ وَمَا أُصِيبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ إِلَّا رَجُلَانِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُم الْتَمِسُوا فِيهِمُ الْمُخْدَجَ فَلَمْ يَجِدُوا قَالَ فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم بِنَفْسِهِ حَتّٰى أَتٰى نَاسًا قَدْ قُتِلَ
بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ أَخْرِجُوهُمْ فَوَجَدُوهُ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ فَكَبَّرَ وَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَبَلَّغَ رَسُولُهُ فَقَامَ
إِلَيْهِ عَبِيدَةُ السَّلْمَانِيُّ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِي وَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ حَتّٰى اسْتَحْلَفَهُ ثَلَاثًا وَهُوَ يَحْلِفُ

✧✧ حضرت زید بن وہب جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' یہ اس لشکر میں شامل تھے جو خوارج کی طرف گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے ارشاد فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن کی تلاوت
کریں گے تمہاری قرأت کی ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ ان کی نماز کے سامنے تمہاری نماز کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ ان
کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ یہ ان کے حق
میں ہے لیکن وہ ان کے خلاف ہوگا۔ ان کی نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گی اور وہ اسلام سے یوں خارج ہو جائیں گے جیسے
تیر نشانے سے خارج ہوتا ہے۔ جو لشکر ان لوگوں کا مقابلہ کرے گا اگر اسے اس بات کا علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی
ان کے لئے کیا فیصلہ کیا ہے تو وہ اسی عمل پر بھروسہ کر لیں گے۔ ان کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا بازو ہوگا لیکن
اس کی کلائی نہیں ہوگی۔ اس کے بازو کے اوپر پستان کے سرے کی طرح ابھار ہوگا جس پر سفید بال موجود ہوں گے۔ (حضرت
علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کیا تم لوگ معاویہ اور اہل شام (سے لڑنے) کے لئے چلے جاتے ہو اور ان لوگوں کو اپنے پیچھے اپنے بال بچوں
اور اموال میں چھوڑ جاتے ہو۔ اللہ کی قسم! میرا خیال ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں کیونکہ انہوں نے خون بہانے کو مباح قرار دیا ہے اور
لوگوں کے مال واسباب پر غارت گری کی ہے تم اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔

سلمہ بن کہیل بیان کرتے ہیں' حضرت زید بن وہب نے مجھے وہ جگہ دکھائی جب ہم پل کے اوپر سے گزرے تو حضرت زید
نے بتایا: جب ہمارا ان دشمنوں سے سامنا ہوا تو خوارج کا امیر عبداللہ بن وہب تھا۔ اس نے ان سے کہا: تم اپنے نیزے رکھ دو اور
تلواریں نکال لو! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ لوگ تمہیں اسی طرح قسم دیں گے جیسا کہ انہوں نے حروراء کے دن قسم دی تھی۔ راوی بیان
کرتے ہیں' تو انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیئے اور تلواریں نکال لیں تو ہم لوگوں نے انہیں اپنے نیزوں کے اوپر رکھ لیا۔ ان

سے بہت سے لوگ مارے گئے لیکن ہم میں سے صرف دو افراد شہید ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے درمیان اس میں سے شخص کو تلاش کرو جس کا ایک بازو نامکمل ہو۔ لوگوں کو وہ شخص نہیں ملا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بذات خود اٹھے اور ان مرے ہوئے لوگوں کے پاس گئے جو ایک دوسرے پر مرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: ان میں سے نکالو تو لوگوں نے اسے زمین کے ساتھ ملا ہوا پایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور بولے: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور اس کے رسول نے تبلیغ کر دی ہے۔ حضرت عبیدہ سلمانی' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کی: اے امیر المومنین کیا اللہ کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے؟ کیا آپ نے نبی اکرم کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا: ہاں! اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ تو عبیدہ سلمانی نے تین مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قسم لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر یہ بات بیان کی۔

4769 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ جَمِيلِ بْنِ مُرَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَضِيءِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اطْلُبُوا الْمُخْدَجَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَاسْتَخْرَجُوهُ مِنْ تَحْتِ الْقَتْلَى فِي طِينٍ قَالَ اَبُو الْوَضِيءِ فَكَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَيْهِ حَبَشِيٌّ عَلَيْهِ قُرَيْطِقٌ لَهُ اِحْدَى يَدَيْنِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ عَلَيْهَا شُعَيْرَاتٌ مِثْلُ شُعَيْرَاتِ الَّتِي تَكُونُ عَلَى ذَنَبِ الْيَرْبُوعِ

✧✧ ابوالوضی بیان کرتے ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نامکمل ہاتھ والے شخص کو تلاش کرو (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے۔ پھر ان لوگوں نے مقتولین کے نیچے سے مٹی میں ملے ہوئے اس شخص کو نکالا۔ ابوالوضی بیان کرتے ہیں' میں اسے گویا ابھی بھی دیکھ رہا ہوں۔ وہ حبشی تھا اس نے قریطق پہنا ہوا تھا۔ اس کا ایک بازو اس طرح تھا جیسے عورت کی چھاتی ہوتی ہے۔ اس پر کچھ بال موجود تھے جیسے جنگلی چوہے کی دم پر موجود ہوتے ہیں۔

4770 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ اَبِي مَرْيَمَ قَالَ اِنْ كَانَ ذٰلِكَ الْمُخْدَجُ لَمَعَنَا يَوْمَئِذٍ فِي الْمَسْجِدِ نُجَالِسُهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَكَانَ فَقِيرًا وَّرَاَيْتُهُ مَعَ الْمَسَاكِينِ يَشْهَدُ طَعَامَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ النَّاسِ وَقَدْ كَسَوْتُهُ بُرْنُسًا لِي قَالَ اَبُو مَرْيَمَ وَكَانَ الْمُخْدَجُ يُسَمَّى نَافِعًا ذَا الثُّدَيَّةِ وَكَانَ فِي يَدِهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ عَلَى رَاْسِهِ حَلَمَةٌ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ عَلَيْهِ شُعَيْرَاتٌ مِثْلُ سِبَالَةِ السِّنَّوْرِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَهُوَ عِنْدَ النَّاسِ اسْمُهُ حَرْقُوسُ

✧✧ ابومریم بیان کرتے ہیں' وہ نامکمل ہاتھ والا شخص ہمارے ساتھ مسجد میں موجود تھا۔ ہم رات اور دن اس کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ وہ غریب آدمی تھا میں نے اسے ان غریبوں کے ساتھ دیکھا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا کھانے کے لئے لوگوں کے ساتھ آیا کرتے تھے۔ میں نے اسے اپنی ٹوپی بھی پہننے کے لئے دی تھی۔ ابومریم بیان کرتے ہیں' اس نامکمل ہاتھ والے شخص کا نام چھاتی والا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ عورت کی چھاتی کی طرح تھا۔ اس پر اسی طرح گھنڈی بنی ہوئی تھی جیسے چھاتی کے اوپر گھنڈی بنی ہوتی ہے اور اس پر کچھ بال تھے جیسے بلی کی مونچھ کے بال ہوتے ہیں۔

بَابٌ فِي قِتَالِ اللُّصُوصِ

باب: چوروں کے ساتھ لڑائی کرنا

4771 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَنٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي
اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أُرِيدَ مَالُهُ
بِغَيْرِ حَقٍّ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ

✧✧ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جس شخص کے مال کو ناحق طور پر چھینا جانے لگا
ہو اور وہ لڑتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید ہوگا۔

4772 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ يَعْنِي أَبَا أَيُّوبَ
الْهَاشِمِيَّ عَنْ اِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ
بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ
قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ أَوْ دُونَ دَمِهِ أَوْ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ

✧✧ حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بیان نقل کرتے ہیں، جو شخص اپنے مال کی حفاظت
کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنے اہلخانہ کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنی جان یا
اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

4771-إسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان، وسفيان: هو الثوري. وأخرجه النسائي في "الكبرى "(3537) عن عمرو بن علي، عن
يحيى بن سعيد، بهذا الإسناد. وآخرجه الترمذي (1479) من طريق محمّد بن عبد الوهاب، و (1480) من طريق عبد الرحمن بن مهدي،
كلاهما عن سفيان الثوري، به. وآخرجه الترمذي (1478) من طريق عبد العزيز بن المطلب، عن عبد الله بن الحسن، به. وأخرجه النسائي في
"الكبرى "(3538)

4772-إسناده صحيح. وأخرجه النسائي في "الكبرى "(3544) عن محمّد بن رافع ومحمد بن إسماعيل، كلاهما عن سليمان بن داود
وحده، بهذا الإسناد. وأخرجه الترمذي (1481) من طريق يعقوب بن إبراهيم بن سعد، والنسائي (3543) من طريق عبد الرحمن بن
مهدي، كلاهما عن إبراهيم بن سعد، به. وأخرجه مختصراً ابن ماجه (2580)، والنسائي في "الكبرى "(3539) من طريق سفيان،
والنسائي (3540) من طريق محمّد بن إسحاق، كلاهما عن الزهري، عن طلحة، به. وهو في "مسند أحمد "(1628) و (1652)،
و "صحيح ابن حبان "(3194). وأخرجه الترمذي (1477) من طريق معمر، عن الزهري،

کِتَابُ الْاَدَبِ

یہ کتاب ادب کے بیان میں ہے

بَابٌ فِي الْحِلْمِ وَاَخْلَاقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور بُردباری کا تذکرہ

4773 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشُّعَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: قَالَ اَنَسٌ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا، فَاَرْسَلَنِي يَوْمًا لِحَاجَةٍ، فَقُلْتُ: وَاللهِ لَا اَذْهَبُ وَفِي نَفْسِي اَنْ اَذْهَبَ لِمَا اَمَرَنِي بِهِ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ، حَتّٰى اَمُرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي السُّوقِ، فَاِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَابِضٌ بِقَفَايَ مِنْ وَرَائِي فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ: يَا اُنَيْسُ اذْهَبْ حَيْثُ اَمَرْتُكَ قُلْتُ: نَعَمْ، اَنَا اَذْهَبُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ اَنَسٌ: وَاللهِ لَقَدْ خَدَمْتُهُ سَبْعَ سِنِينَ، اَوْ تِسْعَ سِنِينَ، مَا عَلِمْتُ قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُ: لِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا، وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُ: هَلَّا فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کے سلسلے میں بھیجا، میں نے عرض کی: اللہ کی قسم میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میرے ذہن میں یہ تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے مجھے جس کام کے لیے حکم دیا ہے، اس کام کے لیے جاؤں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں وہاں سے نکلا، میرا گزر کچھ بچوں کے پاس سے ہوا، جو بازار میں کھیل رہے تھے، نبی اکرم ﷺ نے مجھے میرے پیچھے سے میری گدی سے پکڑ لیا، میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا، تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "اے انس! تم وہاں جاؤ، جہاں کے بارے میں، میں نے تمہیں ہدایت کی ہے۔ میں نے عرض کی: جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ میں جاتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے سات سال تک (راوی کو شک ہے) نو سال تک، نبی کریم ﷺ کی خدمت کی۔ مجھے نہیں یاد کہ آپ ﷺ نے میرے کیے ہوئے کام کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ تم نے ایسا، ایسا کیوں کیا؟ یا جو کام

4773- إسناده صحيح. وأخرجه مسلم (2309) عن أبي معن الرقاشي زيد بن يزيد، عن عمر بن يونس، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (2768) و(6911)، ومسلم (2309) و(52) و(53) و(55) من طرق عن أنس، به وجاءت رواياتهم بنحو حديثنا، وفي بعضها اختصار وزيادة. وهو في "مسند أحمد" (11974) و(13021)، و"صحيح ابن حبان" (2893).

میں نے نہیں کیا، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا"

4774 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ بِالْمَدِينَةِ وَأَنَا غُلَامٌ لَيْسَ كُلُّ أَمْرِي كَمَا يَشْتَهِي صَاحِبِي أَنْ أَكُونَ عَلَيْهِ مَا قَالَ لِي فِيهَا أُفٍّ قَطُّ، وَمَا قَالَ لِي لِمَ فَعَلْتَ هَذَا أَوْ أَلَّا فَعَلْتَ هَذَا

❁❁ "حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں: میں نے مدینہ منورہ میں دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی ہے، میں اس وقت کم سن لڑکا تھا، میرے تمام کام اس طرح کے نہیں ہوتے تھے، جس طرح میرے آقا ﷺ کی خواہش ہوتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے مجھے کسی بھی کام کے سلسلے میں کبھی "اف" نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا؟ تم نے یہ کیوں کیا؟"

4775 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يُحَدِّثُ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَهُوَ يُحَدِّثُنَا: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُنَا، فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتَّى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ، فَحَدَّثَنَا يَوْمًا فَقُمْنَا حِينَ قَامَ، فَنَظَرْنَا إِلَى أَعْرَابِيٍّ قَدْ أَدْرَكَهُ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ فَحَمَّرَ رَقَبَتَهُ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَكَانَ رِدَاءً خَشِنًا، فَالْتَفَتَ، فَقَالَ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ: احْمِلْ لِي عَلَى بَعِيرَيَّ هَذَيْنِ فَإِنَّكَ لَا تَحْمِلُ لِي مِنْ مَالِكَ وَلَا مِنْ مَالِ أَبِيكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ، لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ، لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ لَا أَحْمِلُ لَكَ حَتَّى تُقِيدَنِي مِنْ جَبْذَتِكَ الَّتِي جَبَذْتَنِي فَكُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللهِ لَا أُقِيدُكَهَا، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: ثُمَّ دَعَا رَجُلًا فَقَالَ لَهُ احْمِلْ لَهُ عَلَى بَعِيرَيْهِ هَذَيْنِ: عَلَى بَعِيرٍ شَعِيرًا، وَعَلَى الْآخَرِ تَمْرًا ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا فَقَالَ: انْصَرِفُوا عَلَى بَرَكَةِ اللهِ تَعَالَى

❁❁ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ مسجد میں ہمارے ساتھ بیٹھ کر ہمارے ساتھ بات چیت کیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہم یہ دیکھ لیتے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں داخل ہو گئے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ بات چیت کر رہے تھے جب آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے ہم نے ایک دیہاتی کو دیکھا جو نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گیا اس نے نبی اکرم ﷺ کی چادر کو کھینچا جس سے آپ ﷺ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی۔ حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں: وہ ایک کھردری چادر تھی نبی اکرم ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس دیہاتی نے کہا: آپ ﷺ سواری کے لیے مجھے یہ دو اونٹ دیں، کیونکہ آپ ﷺ اپنے مال سے یا اپنے باپ کے مال سے مجھے کچھ نہیں دے رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، جی

4774- إسناده صحيح. وأخرجه بنحوه البخاري (6038) من طريق سلام بن مسكين، ومسلم (2309) من طريق حماد بن زيد، والترمذي -وفيه زيادة- (2134) من طريق جعفر بن سليمان، ثلاثتهم، عن ثابت، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (13021) و(13534)، و"صحيح ابن حبان" (2893) و(2894).

نہیں ابھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، میں اس وقت تک تمھیں نہیں دوں گا جب تک کہ تم مجھے چھوڑ نہیں دیتے، جو تم نے مجھے پکڑا ہوا ہے، تو دیہاتی ہر مرتبہ یہی کہتا رہا: اللہ کی قسم ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا'' اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا ''تم اسے سواری کے لیے ایک اونٹ دے دو، اور ایک اونٹ پر جو اور کھجوریں بھی لاد دو۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ تم لوگ چلے جاؤ''

اخلاقِ نبوت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے بارے میں خلق خدا سے کیا پوچھنا؟ جب کہ خود خالق اخلاق نے یہ فرما دیا کہ

إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

یعنی اے حبیب! بلاشبہ آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر ہیں۔

آج تقریباً چودہ سو برس گزر جانے کے بعد دشمنان رسول کی کیا مجال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بداخلاق کہہ سکیں اس وقت جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں کے مجمعوں میں اپنے عملی کردار کا مظاہرہ فرما رہے تھے۔ خداوند قدوس نے قرآن میں اعلان فرمایا کہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران)

(اے حبیب) خدا کی رحمت سے آپ لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتے ہیں اگر آپ کہیں بداخلاق اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے ہٹ جاتے۔

دشمنانِ رسول نے قرآن کی زبان سے یہ خدائی اعلان سنا مگر کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ اس کے خلاف کوئی بیان دیتا یا اس آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت کو جھٹلاتا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے سے بڑے دشمن نے بھی اس کا اعتراف کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی بلند اخلاق، نرم خو اور رحیم و کریم ہیں۔

بہر حال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محاسن اخلاق کے تمام گوشوں کے جامع تھے۔ یعنی حلم و عفو، رحم و کرم، عدل و انصاف، جود و سخا، ایثار و قربانی، مہمان نوازی، عدم تشدد، شجاعت، ایفاء عہد، حسن معاملہ، صبر و قناعت، نرم گفتاری، خوش روئی، ملنساری، مساوات، غمخواری، سادگی و بے تکلفی، تواضع و انکساری، حیاداری کی اتنی بلند منزلوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فائز و سرفراز ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک جملے میں اس کی صحیح تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ یعنی تعلیمات قرآن پر پورا پورا عمل یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے۔

اخلاق نبوت کا ایک مفصل وعظ ہم نے اپنی کتاب ''حقانی تقریریں'' میں تحریر کر دیا ہے یہاں بھی ہم اخلاق نبوت کے ''شجرۃ الخلد'' کی چند شاخوں کے کچھ پھول پھل پیش کر دیتے ہیں تا کہ ہم اور آپ ان پر عمل کر کے اپنی اسلامی زندگی کو کامل و اکمل بنا کر عالم

اسلام میں مکمل مسلمان بن جائیں اور دارالعمل سے دارالجزاء تک خداوند عزوجل کے شامیانہ رحمت میں اس کے اعلیٰ وافضل انعاموں کے میٹھے میٹھے پھل کھاتے رہیں۔ واللہ تعالیٰ ہوالموفق والمعین۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل:۔

چونکہ تمام علمی وعملی اور اخلاقی کمالات کا دارومدار عقل ہی پر ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل کے بارے میں بھی کچھ تحریر کردینا انتہائی ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ہم یہاں صرف ایک حوالہ تحریر کرتے ہیں:

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اکہتر (۷۱) کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ جب سے دنیا عالم وجود میں آئی ہے اس وقت سے قیامت تک کے تمام انسانوں کی عقلوں کا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل شریف سے موازنہ کیا جائے تو تمام انسانوں کی عقلوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل شریف سے وہی نسبت ہوگی جو ایک ریت کے ذرے کو تمام دنیا کے ریگستانوں سے نسبت ہے۔ یعنی تمام انسانوں کی عقلیں ایک ریت کے ذرے کے برابر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل شریف تمام دنیا کے ریگستانوں کے برابر ہے۔ اس حدیث کو ابونعیم محدث نے حلیہ میں روایت کیا اور محدث ابن عساکر نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (زرقانی ج ۴ ص ۲۵۰ وشفاء شریف ج ۱ ص ۴۲)

حلم وعفو:۔

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ جو پہلے ایک یہودی عالم تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کھجوریں خریدی تھیں۔ کھجوریں دینے کی مدت میں ابھی ایک دو دن باقی تھے کہ انہوں نے بھرے مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی تلخ وترش لہجہ میں سختی کے ساتھ تقاضا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اور چادر پکڑ کر نہایت تند وتیز نظروں سے آپ کی طرف دیکھا اور چلا چلا کر یہ کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سب عبدالمطلب کی اولاد کا یہی طریقہ ہے کہ تم لوگ ہمیشہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں دیر لگایا کرتے ہو اور ٹال مٹول کرنا تم لوگوں کی عادت بن چکی ہے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہوگئے اور نہایت غضب ناک اور زہریلی نظروں سے گھور گھور کر کہا کہ اے خدا کے دشمن! تو خدا کے رسول سے ایسی گستاخی کر رہا ہے؟ خدا کی قسم! اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب مانع نہ ہوتا تو میں ابھی ابھی اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ تمہیں تو یہ چاہیے تھا کہ مجھ کو ادائے حق کی ترغیب دے کر اور اس کو نرمی کے ساتھ تقاضا کرنے کی ہدایت کر کے ہم دونوں کی مدد کرتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ اس کو اس کے حق کے برابر کھجوریں دے دو، اور کچھ زیادہ بھی دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حق سے زیادہ کھجوریں دیں تو حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر! میرے حق سے زیادہ کیوں دے رہے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چونکہ میں نے ٹیڑھی ترچھی نظروں سے دیکھ کر تم کو خوفزدہ کر دیا تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری دلجوئی ودلداری کے لئے تمہارے حق سے کچھ زیادہ دینے کا مجھے حکم دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو میں زید بن سعنہ ہوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم وہی زید بن سعنہ ہو جو یہودیوں کا بہت بڑا عالم ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ یہ سن کر حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ پھر تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی گستاخی کیوں کی؟ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے توراۃ میں نبی آخر الزمان کی جتنی نشانیاں پڑھی تھیں ان سب کو میں نے ان کی ذات میں دیکھ لیا مگر دو نشانیوں کے بارے میں مجھے ان کا امتحان کرنا باقی رہ گیا تھا۔ ایک یہ کہ ان کا حلم جہل پر غالب رہے گا اور جس قدر زیادہ ان کے ساتھ جہل کا برتاؤ کیا جائے گا اسی قدر ان کا حلم بڑھتا جائے گا۔ چنانچہ میں نے اس ترکیب سے ان دونوں نشانیوں کو بھی ان میں دیکھ لیا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ یقیناً یہ نبی برحق ہیں اور اے عمر! رضی اللہ عنہ میں بہت ہی مالدار آدمی ہوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنا آدھا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر صدقہ کر دیا پھر یہ بارگاہ رسالت میں آئے اور کلمہ پڑھ کر دامن اسلام میں آگئے۔ (دلائل النبوۃ ج۱ ص ۲۳ و زرقانی ج ۴ ص ۲۵۳)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ حنین سے واپسی پر دیہاتی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گئے اور آپ سے مال کا سوال کرنے لگے، یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمٹے کہ آپ پیچھے ہٹتے ہٹتے ایک ببول کے درخت کے پاس ٹھہر گئے۔ اتنے میں ایک بدوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اچک کر لے بھاگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میری چادر تو مجھے دے دو اگر میرے پاس ان جھاڑیوں کے برابر چوپائے ہوتے تو میں ان سب کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا، تم لوگ مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بزدل۔ (بخاری ج۱ ص ۴۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چل رہا تھا اور آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے اور کھردرے تھے۔ ایک دم ایک بدوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور اتنے زبردست جھٹکے سے چادر مبارک کو اس نے کھینچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم و نازک گردن پر چادر کی کنارے سے خراش آ گئی پھر اس بدوی نے یہ کہا کہ اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے آپ حکم دیجئے کہ اس میں سے مجھے کچھ مل جائے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس بدوی کی طرف توجہ فرمائی تو کمال حلم و عفو سے اس کی طرف دیکھ کر ہنس پڑے اور پھر اس کو کچھ مال عطا فرمانے کا حکم صادر فرمایا۔ (بخاری ج۱ ص ۴۴۶ باب ما کان یعطی النبی المولفۃ)

جنگ اُحد میں عتبہ بن ابی وقاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو شہید کر دیا اور عبداللہ بن قمیہ نے چہرۂ انور کو زخمی اور خون آلود کر دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لئے اس کے سوا کچھ بھی نہ فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْ یعنی اے اللہ! عزوجل میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں۔

خیبر میں زینب نامی یہودی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا، لبید بن اعصم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا اور بذریعہ وحی اس کا سارا حال معلوم ہوا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ مواخذہ نہیں فرمایا، غورث بن الحارث نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ سے آپ کی تلوار لے کر نیام سے کھینچ لی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو غورث کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اب کون ہے جو آپ کو مجھ سے بچا لے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ"۔ نبوت کی ہیبت سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار ہاتھ

میں لے کر فرمایا کہ بول! اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچانے والا ہے؟ غورث گڑگڑا کر کہنے لگا کہ آپ ہی میری جان بچا دیں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا۔ چنانچہ غورث اپنی قوم میں آ کر کہنے لگا کہ اے لوگو! میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو تمام دنیا کے انسانوں میں سب سے بہتر ہے۔ (شفا قاضی عیاض جلد ا ص ۶۲)

کفار مکہ نے وہ کون سا ایسا ظالمانہ برتاؤ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ کیا ہو مگر فتح مکہ کے دن جب یہ سب جباران قریش، انصار و مہاجرین کے لشکروں کے محاصرہ میں محصور و مجبور ہو کر حرم کعبہ میں خوف و دہشت سے کانپ رہے تھے اور انتقام کے ڈر سے ان کے جسم کا ایک ایک بال لرز رہا تھا۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجرموں اور پاپیوں کو یہ فرما کر چھوڑ دیا اور معاف فرما دیا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو۔

ایک کافر کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پکڑ کر لائے کہ یارسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا وہ شخص خوف و دہشت سے لرزہ براندام ہو گیا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کوئی خوف نہ رکھو بالکل مت ڈرو اگر تم نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا تھا تو کیا ہوا؟ تم کبھی میرے اوپر غالب نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ خداوند تعالیٰ نے میری حفاظت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ (شفاء قاضی عیاض جلد ا ص ۶۳ وغیرہ)

الغرض اس طرح کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہزاروں واقعات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ حلم وعفو یعنی ایذاؤں کا برداشت کرنا اور مجرموں کو قدرت کے باوجود بغیر انتقام کے چھوڑ دینا اور معاف کر دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت کریمہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا وہ عظیم شاہکار ہے جو ساری دنیا میں عدیم المثال ہے۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ

(شفاء شریف جلد ا ص ۶۱ وغیرہ و بخاری جلد ا ص ۵۰۳)

اپنی ذات کے لئے کبھی بھی رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے انتقام نہیں لیا ہاں البتہ اللہ عزوجل کی حرام کی ہوئی چیزوں کا اگر کوئی مرتکب ہوتا تو ضرور اس سے مواخذہ فرماتے۔

تواضع:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع بھی سارے عالم سے نرالی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو شاہانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو ایک بندے کی زندگی گزاریں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تواضع دیکھ کر فرمایا کہ یارسول اللہ! آپ کی اس تواضع کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے اٹھائے جائیں گے اور میدان حشر میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔

(زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۲ و شفاء جلد ا ص ۸۶)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عصاء مبارک پر ٹیک لگاتے ہوئے کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے تو ہم سب صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر تواضع کے طور پر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس طرح نہ کھڑے رہا کرو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے رہا کرتے ہیں میں تو ایک بندہ ہوں بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۸۶)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے پیچھے سواری پر اپنے کسی خادم کو بھی بٹھالیا کرتے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جنگ قریظہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے جانور کی لگام چھال کی رسی سے بنی ہوئی تھی۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کی دعوت کو بھی قبول فرماتے تھے۔ جو کی روٹی اور پرانی چربی کھانے کی دعوت دی جاتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعوت کو قبول فرماتے تھے۔ مسکینوں کی بیمار پرسی فرماتے، فقراء کے ساتھ ہم نشینی فرماتے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان مل جل کر نشست فرماتے۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۷۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھریلو کام خود اپنے دست مبارک سے کرلیا کرتے تھے۔ اپنے خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور گھر کے کاموں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خادموں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۷۷)

ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا تو جلالت نبوت کی ہیبت سے ایک دم خائف ہو کر لرزہ براندام ہو گیا اور کانپنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بالکل مت ڈرو۔ میں نہ کوئی بادشاہ ہوں، نہ کوئی جبار حاکم، میں تو قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کی بوٹیاں کھایا کرتی تھی۔ (زرقانی ج ۴ ص ۲۶۷ و شفاء جلد ۱ ص ۷۸)

فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ شان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکروں کے ہجوم میں شہر مکہ کے اندر داخل ہونے لگے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تواضع اور انکسار کی ایسی تجلی نمودار تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی پیٹھ پر اس طرح سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک کجاوہ کے اگلے حصہ سے لگا ہوا تھا۔ (شفاء جلد ۱ ص ۷۷)

اسی طرح جب حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لاکھ شمع نبوت کے پروانوں کے ساتھ اپنی مقدس زندگی کے آخری حج میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر ایک پرانا پالان تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور پر ایک چادر تھی جس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ تھی اسی اونٹنی کی پشت پر اور اسی لباس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند ذوالجلال کے نائب اکرم اور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے اپنا شہنشاہی خطبہ پڑھا جس کو ایک لاکھ سے زائد فرزندان توحید ہمہ تن گوش بن کر سن رہے تھے۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۸)

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین اقدس کا تسمہ ٹوٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے اس کو درست فرمانے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے دیجئے میں اس کو درست

کروں، میری اس درخواست پر ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ تم اس کو ٹھیک کردو گے مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تم لوگوں پر اپنی برتری اور بڑائی ظاہر کروں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام میں مشغول دیکھ کر بار بار درخواست عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! آپ خود یہ کام نہ کریں اس کام کو ہم لوگ انجام دیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ یہ سچ ہے کہ تم لوگ میرا سب کام کردو گے مگر مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کے درمیان کسی امتیازی شان کے ساتھ رہوں۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۵)

حسن معاشرت:۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اپنے احباب، اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم، اپنے رشتے داروں، اپنے پڑوسیوں ہر ایک کے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا گرویدہ اور مداح تھا، خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس برس تک سفر و وطن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے جو کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتا تو آپ لبیک کہہ کر جواب دیتے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پاس آنے سے نہیں روکا اور جس وقت بھی مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے خوش طبعی بھی فرماتے اور سب کے ساتھ مل جل کر رہتے اور ہر ایک سے گفتگو فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں سے بھی خوش طبعی فرماتے اور ان بچوں کو اپنی مقدس گود میں بٹھا لیتے اور آزاد نیز لونڈی غلام اور مسکین سب کی دعوتیں قبول فرماتے اور مدینہ کے انتہائی حصہ میں رہنے والے مریضوں کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے اور عذر پیش کرنے والوں کے عذر کو قبول فرماتے۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۷۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کوئی سرگوشی کی بات کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک اپنا سر اس کے منہ سے الگ نہ فرماتے جب تک وہ کان میں کچھ کہتا رہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا آپ سلام کرنے میں پہل کرتے اور ملاقاتیوں سے مصافحہ فرماتے اور اکثر اوقات اپنے پاس آنے والے ملاقاتیوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک بچھا دیتے اور اپنی مسند بھی پیش کر دیتے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو ان کی کنیتوں اور اچھے ناموں سے پکارتے کبھی کسی بات کرنے والے کی بات کو کاٹتے نہیں تھے۔ ہر شخص سے خوش روئی کے ساتھ مسکرا کر ملاقات فرماتے، مدینہ کے خدام اور نوکر چاکر برتنوں میں صبح کو پانی لے کر آتے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے برتنوں میں دست مبارک ڈبو دیں اور پانی متبرک ہو جائے تو سخت جاڑے کے موسم میں بھی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے برتن میں اپنا مقدس ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے اور جاڑے کی

سردی کے باوجود کسی کو محروم نہیں فرماتے تھے۔ (شفاء شریف جلد ا ص ۷۲)

حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ یعنی حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا ایک حصہ ان کے لئے بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا باقی حصہ ان کے لئے بچھا دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی آئے تو آپ نے ان کو اپنے سامنے بٹھالیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہمیشہ کپڑا وغیرہ بھیجتے رہتے تھے یہ ابولہب کی لونڈی تھیں اور چند دنوں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے بھی دودھ پلایا تھا۔ (شفاء شریف ج ا ص ۷۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے کوئی مخصوص بستر نہیں رکھتے تھے بلکہ ہمیشہ ازواجِ مطہرات کے بستروں ہی پر آرام فرماتے تھے اور اپنے پیار و محبت سے ہمیشہ اپنی مقدس بیویوں رضی اللہ عنہن کو خوش رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پیالے میں پانی پی کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پیالہ دیتی تو آپ پیالے میں اسی جگہ اپنا لب مبارک لگا کر پانی نوش فرماتے جہاں میرے ہونٹ لگے ہوتے اور میں گوشت سے بھری کوئی ہڈی اپنے دانتوں سے نوچ کر دہ ہڈی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتی تو آپ بھی اسی جگہ سے گوشت کو اپنے دانتوں سے نوچ کر تناول فرماتے جس جگہ میرا منہ لگا ہوتا۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۶۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ملاقات فرماتے اور اپنی صاحبزادیوں کے گھروں پر بھی رونق افروز ہو کر ان کی خبر گیری فرماتے اور اپنے نواسوں اور نواسیوں کو بھی اپنے پیار و شفقت سے بار بار نوازتے اور سب کی دلجوئی و رواداری فرماتے اور بچوں سے بھی گفتگو فرما کر ان کی بات چیت سے اپنا دل خوش کرتے اور ان کا بھی دل بہلاتے اپنے پڑوسیوں کی بھی خبر گیری اور ان کے ساتھ انتہائی کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ فرماتے الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرزِ عمل اور اپنی سیرت مقدسہ سے ایسے اسلامی معاشرہ کی تشکیل فرمائی کہ اگر آج دنیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے لگے تو تمام دنیا میں امن و سکون اور محبت و رحمت کا دریا بہنے لگے اور سارے عالم سے جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا جہنم بجھ جائے اور عالم کائنات امن و راحت اور پیار و محبت کی بہشت بن جائے۔

حیاء:۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی "حیاء" کے بارے میں حضرت حق جل جلالہ کا قرآن میں یہ فرمان سب سے بڑا گواہ ہے کہ

اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِى النَّبِىَّ فَيَسۡتَحۡىٖ مِنۡكُمۡ

بے شک تمہاری یہ بات نبی کو ایذا پہنچاتی ہے لیکن وہ تم لوگوں سے حیا کرتے ہیں (اور تم کو کچھ کہہ نہیں سکتے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان حیاء کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک معزز صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پردہ نشین عورت سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے۔" (زرقانی جلد ۴ ص ۲۸۴ و بخاری جلد ا ص ۵۰۳ باب صفۃ النبی)

اس لئے ہر قبیح قول و فعل اور قابل مذمت حرکات و سکنات سے عمر بھر ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن عصمت پاک و صاف

ہی رہا اور پوری حیات مبارکہ میں وقار و مروت کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عمل سرزد نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش کلام تھے نہ بے ہودہ گو نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے تھے بلکہ معاف فرما دیا کرتے تھے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ کمال حیا کی وجہ سے میں نے کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ نہیں دیکھا۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۶۹)

وعدہ کی پابندی:۔

ایفاء عہد اور وعدہ کی پابندی بھی درخت اخلاق کی ایک بہت ہی اہم اور نہایت ہی ہری بھری شاخ ہے۔ اس خصوصیت میں بھی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم بے مثال ہی ہے۔ حضرت ابو الحمساء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اعلان نبوت سے پہلے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سامان خریدا اسی سلسلے میں آپ کی کچھ رقم میرے ذمے باقی رہ گئی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ یہیں ٹھہریئے میں ابھی ابھی گھر سے رقم لا کر اسی جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ ٹھہرے رہنے کا وعدہ فرما لیا مگر میں گھر آ کر اپنا وعدہ بھول گیا پھر تین دن کے بعد مجھے جب خیال آیا تو رقم لے کر اس جگہ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ ٹھہرے ہوئے میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر ذرا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بل نہیں آیا اور اس کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کچھ نہیں فرمایا کہ اے نوجوان! تم نے تو مجھے مشقت میں ڈال دیا کیونکہ میں اپنے وعدے کے مطابق تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (شفاء شریف ص ۷۴)

عدل:۔

خدا عزوجل کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان میں سب سے زیادہ امین سب سے بڑھ کر عادل اور پاک دامن و راست باز تھے۔ یہ وہ روشن حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے دشمنوں نے بھی اس کا اعتراف کیا۔ چنانچہ اعلان نبوت سے قبل تمام اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "صادق الوعد" اور "امین" کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے۔ حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مکہ والوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے امین اور عادل ہیں اسی لئے اعلان نبوت سے پہلے اہل مکہ اپنے مقدمات اور جھگڑوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فیصلوں کو انتہائی احترام کے ساتھ بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ امین کا فیصلہ ہے۔

(شفاء شریف جلد ۱ ص ۷۸، ۷۹)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر بلند مرتبہ عادل تھے اس بارے میں بخاری شریف کی ایک روایت سب سے بڑھ کر شاہد عدل ہے۔ قبیلہ قریش کے خاندان بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، اسلام میں چوری کی یہ سزا ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ پہنچوں سے کاٹ ڈالا جائے۔ قبیلہ قریش کو اس واقعہ سے بڑی فکر دامن گیر ہوگئی کہ اگر ہمارے قبیلہ کی اس عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو یہ ہماری خاندانی شرافت پر ایسا بدنما داغ ہوگا جو کبھی مٹ نہ سکے گا اور ہم لوگ تمام عرب کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہو جائیں گے اس لئے ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ بارگاہ رسالت میں کوئی زبردست سفارش پیش کر دی جائے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس

عورت کا ہاتھ نہ کاٹیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو جو نگاہ نبوت میں انتہائی محبوب تھے دباؤ ڈال کر اس بات کے لئے آمادہ کرلیا کہ وہ دربار اقدس میں سفارش پیش کریں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اشراف قریش کے اصرار سے متاثر ہوکر بارگاہ رسالت میں سفارش عرض کردی یہ سن کر پیشانی نبوت پر جلال کے آثار نمودار ہوگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی غضب ناک لہجہ میں فرمایا کہ اَتَشْفَعُ فِی حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ کہ اے اسامہ! تو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سے ایک سزا کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر ایک خطبہ دیا اور اس خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَکُمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا سَرَقَ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ وَ اِذَا سَرَقَ الضَّعِیْفُ فِیْھِمْ اَقَامُوْا عَلَیْہِ الْحَدَّ وَ اَیْمُ اللّٰہِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ یَدَھَا

(بخاری جلد ۲ ص ۱۰۰۳ باب کراہیۃ الشفاعت فی الحدود)

اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے گمراہ ہوگئے کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر سزائیں قائم کرتے تھے خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو یقیناً محمد اس کا ہاتھ کاٹ لے گا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست و برخاست، رفتار و گفتار، ہر ادا میں ایک خالص پیغمبرانہ وقار پایا جاتا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت نبوت کا جاہ و جلال آفتاب عالم تاب کی طرح ہر خاص و عام کی نظروں میں نمودار رہتا تھا۔

زاہدانہ زندگی:۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہنشاہ کونین اور تاجدار دو عالم ہوتے ہوئے ایسی زاہدانہ اور سادہ زندگی بسر فرماتے تھے کہ تاریخ نبوت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی، خوراک و پوشاک، مکان و سامان، رہن سہن غرض حیات مبارکہ کے ہر گوشہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا عالم اس درجہ نمایاں تھا کہ جس کو دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت میں ایک مچھر کے پر سے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں کبھی تین دن لگاتار ایسے نہیں گزرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم سیر ہوکر روٹی کھائی ہو ایک ایک مہینہ تک کاشانہ نبوت میں چولہا نہیں جلتا تھا اور کھجور و پانی کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی کوئی دوسری خوراک نہیں ہوا کرتی تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کی پہاڑیوں کو سونا بنادوں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں اور آپ ان کو جس طرح چاہیں خرچ کرتے رہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں کیا اور بارگاہ خداوندی عزوجل میں عرض کیا کہ اے میرے رب! عزوجل مجھے یہی زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانا کھاؤں تاکہ بھوک کے دن خوب گڑگڑا کر تجھ سے دعائیں مانگوں اور آسودگی کے دن تیری حمد کروں اور تیرا شکر بجالاؤں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا گدا تھا جس میں روئی کی جگہ

درختوں کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری باری کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک موٹے ٹاٹ پر سویا کرتے تھے جس کو میں دوتہ کر کے بچھا دیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے اس ٹاٹ کو چارتہ کر کے بچھا دیا تو صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے کی طرح اس ٹاٹ کو تم دوہرا کر کے بچھا دیا کرو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس بستر کی نرمی سے کہیں مجھ پر گہری نیند کا حملہ ہو جائے تو میری نماز تہجد میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ روایت ہے کہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی چارپائی پر بھی آرام فرمایا کرتے تھے جو کھردرے بان سے بنی ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر بچھونے کے اس چارپائی پر لیٹتے تھے تو جسم نازک پر بان کے نشان پڑ جایا کرتے تھے۔ (شفاء شریف جلد ا ص ۸۲، ۸۳ وغیرہ)

شجاعت:۔

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شجاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے بہادر صحابی کا یہ قول ہے کہ جب لڑائی خوب گرم ہو جاتی تھی اور جنگ کی شدت دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کی آنکھیں پتھرا کر سرخ پڑ جایا کرتی تھیں اس وقت میں ہم لوگ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر اپنا بچاؤ کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب لوگوں سے زیادہ آگے بڑھ کر اور دشمنوں کے بالکل قریب پہنچ کر جنگ فرماتے تھے۔ اور ہم لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر وہ شخص شمار کیا جاتا تھا جو جنگ میں رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہ کر دشمنوں سے لڑتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر اور طاقتور، سخی اور پسندیدہ میری آنکھوں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت براء بن عازب اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا ہے کہ جنگ حنین میں بارہ ہزار مسلمانوں کا لشکر کفار کے حملوں کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا تھا اور کفار کی طرف سے لگا تار تیروں کا مینہ برس رہا تھا اس وقت میں بھی رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے بلکہ ایک سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے دشمنوں کے دل بادل لشکروں کے ہجوم کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اور رجز کے یہ کلمات زبان اقدس پر جاری تھے کہ

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ　　　أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ (بخاری جلد ۲ ص ۶۱۷ باب قول اللہ ویوم حنین وزرقانی جلد ۴ ص ۲۹۳)

طاقت:۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی طاقت بھی حد اعجاز کو پہنچی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس معجزانہ طاقت و قوت سے ایسے ایسے محیر العقول کارناموں اور کمالات کا مظاہرہ فرمایا کہ عقل انسانی اس کے تصور سے حیران رہ جاتی ہے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب خندق کھود رہے تھے ایک ایسی چٹان ظاہر ہوگئی جو کسی طرح کسی شخص سے بھی نہیں

نوٹ سکی مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طاقت نبوت سے اس پر پھاوڑا مارا تو وہ ریت کے بھر بھرے ٹیلے کی طرح بکھر کر پاش پاش ہوگئی جس کا مفصل تذکرہ جنگ خندق میں ہم تحریر کر چکے ہیں۔

رکانہ پہلوان سے کشتی:۔

عرب کا مشہور پہلوان رکانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ کہنے لگا کہ اے محمد! اگر آپ مجھ سے کشتی لڑکر مجھے پچھاڑ دیں تو میں آپ کی دعوت اسلام کو قبول کرلوں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو گئے اور اس سے کشتی لڑکر اس کو پچھاڑ دیا، پھر اس نے دوبارہ کشتی لڑنے کی دعوت دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ بھی اپنی پیغمبرانہ طاقت سے اس کو اس زور کے ساتھ زمین پر پٹک دیا کہ وہ دیر تک اٹھ نہ سکا اور حیران ہو کر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی قسم! آپ کی عجیب شان ہے کہ آج تک عرب کا کوئی پہلوان میری پیٹھ زمین پر نہیں لگا سکا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم زدن میں مجھے دو مرتبہ زمین پر پچھاڑ دیا۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ رکانہ فوراً ہی مسلمان ہو گیا مگر بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ رکانہ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۹۱)

یزید بن رکانہ سے مقابلہ:۔

اسی رکانہ کا بیٹا یزید بن رکانہ بھی مانا ہوا پہلوان تھا یہ تین سو بکریاں لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھ سے کشتی لڑیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں نے تمہیں پچھاڑ دیا تو تم کتنی بکریاں مجھے انعام میں دو گے اس نے کہا کہ ایک سو بکریاں میں آپ کو دے دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو گئے اور اس سے ہاتھ ملاتے ہی اس کو زمین پر پٹک دیا اور وہ حیرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ تکنے لگا اور وعدہ کے مطابق ایک سو بکریاں اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیں۔ مگر پھر دوبارہ اس نے کشتی لڑنے کے لئے چیلنج دیا آپ نے دوسری مرتبہ بھی اس کی پیٹھ زمین پر لگا دی اس نے پھر ایک سو بکریاں آپ کو دے دیں۔ پھر تیسری بار اس نے کشتی کے لئے للکارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا چیلنج قبول فرمالیا اور کشتی لڑکر اس زور کے ساتھ اس کو زمین پر دے مارا کہ وہ چت ہو گیا، اس نے باقی ایک سو بکریوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا، مگر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) سارا عرب گواہ ہے کہ آج تک کوئی پہلوان مجھ پر غالب نہیں آسکا، مگر آپ نے تین بار جس طرح مجھے کشتی میں پچھاڑا ہے اس سے میرا دل مان گیا کہ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا عزوجل کے نبی ہیں، یہ کہا اور کلمہ پڑھ کر دامن اسلام میں آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مسلمان ہو جانے سے بے حد خوش ہوئے اور اس کی تین سو بکریاں واپس کر دیں۔ (زرقانی جلد ۴ ص ۲۹۲)

بَابٌ فِي الْوَقَارِ

باب (وقار کا بیان)

4776- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا قَابُوسُ بْنُ أَبِي ظَبْيَانَ، أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ

بْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ، وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ، وَالِاقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک نیک چال چلن، اچھا کردار اور میانہ روی اختیار کرنا نبوت کا پچیسواں جز ہے''۔

وقار:۔

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلسوں میں جس قدر وقار کے ساتھ رونق افروز رہتے تھے بڑے سے بڑے بادشاہوں کے دربار میں بھی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس حلم وحیاء اور خیر وامانت کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کبھی کوئی بلند آواز سے گفتگو نہیں کرسکتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تھے تو تمام اہل مجلس اس طرح سر جھکائے ہوئے ہمہ تن گوش بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی وقار کے ساتھ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملوں کو گننا چاہتا تو وہ گن سکتا تھا۔ (شفاء شریف جلد ۱ ص ۸۰، ۸۱ و بخاری جلد ۱ ص ۵۰۳)

بَابُ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا

جو شخص غصہ پی جائے

4777 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ، دَعَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ اللهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ مَا شَاءَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اسْمُ أَبِي مَرْحُومٍ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَيْمُونٍ

❀❀ سہل بن معاذ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص اس وقت اپنے غصے پر قابو پالے، جب وہ اس پر عمل کی قدرت رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کی موجودگی میں اسے بلوائے گا اور اسے یہ اختیار دے گا کہ وہ جس بھی حور عین کو چاہے، اسے حاصل کرلے''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابومرحوم راوی کا نام عبدالرحمن بن میمون ہے۔

4777- إسناده حسن من أجل أبي مرحوم - واسمه عبد الرحيم بن ميمون - وسهل ابن معاذ بن أنس، وباقي رجاله ثقات. وابن السرح: هو أحمد بن عمرو بن عبد الله ابن عمرو بن السرح. وأخرجه ابن ماجه (4186) عن حرملة بن يحيى، عن عبد الله بن وهب، بهذا الإسناد. وأخرجه الترمذي (2140) و (2661) من طريق عبد الله بن يزيد المقرء، عن سعيد بن أبي أيوب، به. وهو في "مسند أحمد" (15619) و (15637).

4778 - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، عَنْ بِشْرٍ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَبْنَاءِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْوَهُ قَالَ: مَلَاَهُ اللّٰهُ اَمْنًا وَاِيْمَانًا لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ دَعَاهُ اللّٰهُ زَادَ وَمَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ بِشْرٌ: اَحْسِبُهُ قَالَ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ وَمَنْ زَوَّجَ لِلّٰهِ تَعَالٰى تَوَّجَهُ اللّٰهُ تَاجَ الْمُلْكِ

سوید بن وہب ایک صحابی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں

تاہم اس روایت میں یہ الفاظ ہیں ”اللہ تعالیٰ اسے امن اور ایمان سے بھر دے گا“

اس راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے کہ اللہ تعالیٰ (اسے قیامت کے دن) بلوائے گا۔

اس راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ”جو شخص عمدہ لباس پہننا ترک کر دے، حالانکہ وہ اس کی قدرت رکھتا ہو“

بشر نامی راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”تواضع کی وجہ سے ترک کرے تو (اللہ تعالیٰ قیامت کے دن) اسے عزت کا جوڑا پہنائے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے شادی کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے بادشاہوں کا تاج پہنائے گا“

4779 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَعُدُّوْنَ الصُّرَعَةَ فِيْكُمْ؟ قَالُوْا: الَّذِيْ لَا يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ: لَا، وَلٰكِنَّهُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تم لوگ اپنے درمیان پہلوان کسے سمجھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی: وہ شخص جسے کوئی دوسرا پچھاڑ نہ سکے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں۔ طاقت ور وہ ہوتا ہے، جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔“

بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْغَضَبِ

باب: غصے کے عالم میں کیا پڑھا جائے؟

4778-حديث حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة الرجل من أبناء الصحابة. وهو عند البيهقي في "الشعب "(8354) من طريق أبي داود، بهذا الإسناد. وأخرجه القضاعي في "مسند الشهاب "(437) من طريق عبد الرحمن بن محمد ابن منصور، عن عبد الرحمن بن مهدي، به.

4779-إسناده صحيح. أبو معاوية: هو محمد بن خازم، والأعمش: هو سليمان ابن مهران، وإبراهيم التيمي: هو ابن يزيد. وأخرجه مسلم (2608) عن أبي بكر بن أبي شيبة، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2608) عن أبي غريب، عن أبي معاوية، به. وأخرجه مسلم (2608) من طريق جرير، و (2658) من طريق عيسى بن يونس، كلاهما عن الأعمش، به. وعند مسلم في أوله زيادة. وهو في "مسند أحمد "(3626)، و "صحيح ابن حبان "(2950) و (5691).

4780 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَضِبَ أَحَدُهُمَا غَضَبًا شَدِيدًا حَتَّى تُخُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّ أَنْفَهُ يَتَمَزَّعُ مِنْ شِدَّةِ غَضَبِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُهُ مِنَ الْغَضَبِ، فَقَالَ: مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ قَالَ: فَجَعَلَ مُعَاذٌ يَأْمُرُهُ، فَأَبَى وَمَحِكَ، وَجَعَلَ يَزْدَادُ غَضَبًا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں، دو آدمیوں کے درمیان تکرار ہوگئی، ان میں سے ایک کو دوسرے پر شدید غصہ آ گیا، یہاں تک کہ غصے کی شدت کی وجہ سے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی ناک چڑ جائے گی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مجھے ایک ایسے کلمہ کے بارے میں علم ہے کہ اگر یہ شخص اسے پڑھ لے، تو اسے جو غصہ آیا ہوا ہے، وہ ختم ہو جائے گا۔ اس شخص نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا کلمہ ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ پڑھے

"اے اللہ! میں مردود شیطان سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

راوی کہتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو یہ کہنا شروع کیا (یہ پڑھ لے) لیکن اس نے انکار کر دیا اور وہ لڑنے لگا اور اس کے غصے میں اضافہ ہو گیا

4781 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ، قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ أَوْدَاجُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا هٰذَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالَ الرَّجُلُ: هَلْ تَرَى بِي مِنْ جُنُونٍ؟

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں کے درمیان تکرار ہوگئی ان میں سے ایک آدمی کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور رگیں پھول گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"مجھے ایک ایسے کلمہ کے بارے میں علم ہے کہ اگر یہ شخص اسے پڑھ لے، تو اسے جو صورتحال درپیش ہے، وہ ختم ہو جائے گی۔ (وہ کلمہ یہ ہے) "میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"

تو اس شخص نے کہا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں پاگل ہوں

4780-حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد رجاله ثقات إلا أن فيه انقطاعاً بين عبد الرحمن ابن أبي ليلى ومعاذ بن جبل. وقد اختلف فيه على عبد الملك بن عمير، فرواه مرة من حديث معاذ بن جبل، ومرة من حديث أبي بن كعب كما سيأتي في التخريج. وأخرجه الترمذي (3754) و (3755)، والنسائي في "الكبرى" من كتاب عمل اليوم والليلة (10149) من طريق سفيان، والنسائي كذلك (10150) من طريق زائدة، كلاهما عن عبد الملك بن عمير، بهذا الإسناد

4781-إسناده صحيح. أبو معاوية: هو محمد بن خازم. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (100153) عن هناد بن السري، عن أبي معاوية، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3282)، ومسلم (2610)، والنسائي في "الكبرى" (10152) من طرق عن الأعمش، به. وهو في "مسند أحمد" (27205)، و"صحيح ابن حبان" (5692).

4782 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا: إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو سخت غصہ آئے اور وہ اس وقت کھڑا ہوا ہو، تو اسے بیٹھ جانا چاہیے، اس طرح اس کا غصہ ختم ہو جائے گا، یا پھر اسے لیٹ جانا چاہیے''۔

4783 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا ذَرٍّ بِهَذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَصَحُّ الْحَدِيثَيْنِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت ان دونوں سے زیادہ مستند ہے۔

4784 - حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو وَائِلٍ الْقَاصُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُرْوَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيِّ، فَكَلَّمَهُ رَجُلٌ فَأَغْضَبَهُ، فَقَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ وَقَدْ تَوَضَّأَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي عَطِيَّةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ، وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ، فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ

ابووائل جو ایک خطیب ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: ہم عروہ بن محمد سعدی کے پاس آئے، کسی شخص نے ان سے بات کرتے ہوئے انہیں غصہ دلا دیا، تو وہ اٹھے، انہوں نے وضو کیا، پھر واپس آئے تو وہ وضو کر کے آئے تھے، انہوں نے بتایا: میرے والد نے مجھے میرے دادا عطیہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا ہے:

''بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ کو پانی کے ذریعے بجھایا جاتا ہے، جب کسی شخص کو غصہ آئے، تو اس کو پانی سے وضو کر لینا چاہیے''۔

بَابٌ فِي التَّجَاوُزِ فِي الْأَمْرِ

باب: کسی کام میں درگزر کرنا

4785 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ

يَكُنْ إِثْمًا، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ تَعَالَى فَيَنْتَقِمُ لِلهِ بِهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو امور کے بارے میں اختیار دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار کیا، جو زیادہ آسان ہو، بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو، اگر وہ کوئی گناہ کا کام ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس سے دور رہتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا، البتہ جب اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کو پامال کیا جاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا انتقام لیتے تھے"

4786 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَادِمًا وَلَا امْرَأَةً قَطُّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو، یا اپنی اہلیہ کو نہیں مارا"

4787 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ، فِي قَوْلِهِ (خُذِ الْعَفْوَ) (الاعراف: 199) قَالَ: أُمِرَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْخُذَ الْعَفْوَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں نقل کرتے ہیں: (ارشادِ باری تعالیٰ ہے:)
"تم درگزر کرنے کو اختیار کرو"

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا، کہ وہ لوگوں کے اخلاق میں سے، معاف کرنے (کی عادت) کو اختیار کریں۔

بَابٌ فِي حُسْنِ الْعِشْرَةِ
حسن سلوک

4785-إسناده صحيح. وأخرجه البخاري (6126) عن عبد الله بن مسلمة، بهذا الإسناد. وهو عند مالك في "الموطأ" 2/ 902 - 903 ومن طريقه أخرجه البخاري (3560)، ومسلم (2327). وأخرجه البخاري (6786) و (6853)، ومسلم (2327)، والنسائي في "الكبرى" (9118) و (9119) من طرق عن ابن شهاب الزهري، به.

4786-إسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد، ومعمر: هو ابن راشد. وعروة: هو ابن الزبير. وأخرجه بزيادة فيه النسائي في "الكبرى" (9118) من طريق محمد وموسى، و (9119) من طريق بكر بن وائل، ثلاثتهم عن ابن شهاب الزهري، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2328)، وابن ماجه (1984)، والنسائي (9120) من طريق هشام بن عروة، عن أبيه عروة، به. وعند مسلم والنسائي زيادة. وهو في "مسند أحمد" (24034) و (25715)، و"صحيح ابن حبان" (488) و (6444)

4787-حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن عبد الرحمن الطفاوي. وأخرجه البخاري (4643) من طريق وكيع، والنسائي في "الكبرى" (11131) من طريق عبدة، كلاهما عن هشام بن عروة، بهذا الإسناد. وعلقه البخاري (4644) من طريق أبي أسامة، عن هشام بن عروة، به.

4788- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي الْحِمَّانِيَّ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَلَغَهُ عَنِ الرَّجُلِ الشَّيْءُ لَمْ يَقُلْ: مَا بَالُ فُلَانٍ يَقُولُ؟ وَلَكِنْ يَقُولُ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا؟

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کے بارے میں کسی چیز کا علم ہوتا، (جو نامناسب بات ہوتی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں کہتے تھے کہ فلاں کو کیا ہوا ہے کہ وہ یوں کہتا ہے، یا یوں کرتا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یوں کہتے ہیں''۔

4789- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا سَلْمٌ الْعَلَوِيُّ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُوَاجِهُ رَجُلًا فِي وَجْهِهِ بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ: لَوْ أَمَرْتُمْ هَذَا أَنْ يَغْسِلَ ذَا عَنْهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَلْمٌ لَيْسَ هُوَ عَلَوِيًّا، كَانَ يُبْصِرُ فِي النُّجُومِ، وَشَهِدَ عِنْدَ عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ عَلَى رُؤْيَةِ الْهِلَالِ فَلَمْ يُجِزْ شَهَادَتَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس پر زرد رنگ کا نشان موجود تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر ایسا نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ناراضگی کا اظہار ہو، جب وہ شخص چلا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس سے یہ کہہ دو کہ وہ (زرد رنگ کو) دھو دے، (تو یہ بہتر ہوگا)''

سلم نامی راوی علوی نہیں ہے، یہ علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا، اس نے عدی بن ارطاۃ کے سامنے پہلی کا چاند دیکھنے کی گواہی دی، تو انہوں نے اس کی گواہی کو درست قرار نہیں دیا۔

4790- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ فُرَافِصَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَفَعَاهُ جَمِيعًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ، وَالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مومن سیدھا سادہ اور معزز ہوتا ہے، جبکہ فاجر (کافر) دھوکے باز اور کنجوس ہوتا ہے''۔

4791- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ، أَوْ بِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيرَةِ، ثُمَّ قَالَ: ائْذَنُوا لَهُ فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ وَقَدْ قُلْتَ لَهُ مَا قُلْتَ،

قَالَ: إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَدَعَهُ، أَوْ تَرَكَهُ النَّاسُ لِاتِّقَاءِ فُحْشِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے (الفاظ میں راوی کو شک ہے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو اندر آنے کی اجازت دے دو، جب وہ شخص اندر آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات چیت کی (لیکن بعد میں) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ بات کی ہے، حالانکہ پہلے آپ ﷺ اس کے بارے میں فلاں بات ارشاد فرما رہے تھے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، سب سے برا شخص وہ ہوگا، جسے لوگ اس کی بدزبانی سے بچنے کی خاطر چھوڑ دیں۔ (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)"

4792 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ انْبَسَطَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَهُ، فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمَّا اسْتَأْذَنَ قُلْتَ: بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ انْبَسَطْتَ إِلَيْهِ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے، جب وہ اندر آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے بات کی، جب وہ شخص چلا گیا، تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب اس شخص نے اندر آنے کی اجازت مانگی تھی، تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا: یہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے، جب وہ اندر آیا، تو آپ ﷺ نے اس کے ساتھ خوش دلی سے بات چیت کی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

"اے عائشہ! بے شک اللہ تعالیٰ کسی فحش گفتگو کرنے والے اور بدزبانی کا اظہار کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا مطلب دریافت کیا گیا "وہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے" تو انہوں نے کہا: یہ نبی اکرم ﷺ کی خصوصیت ہے۔

4793 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَائِشَةَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَتْ: فَقَالَ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ الَّذِينَ يُكْرَمُونَ اتِّقَاءَ أَلْسِنَتِهِمْ

4791- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، ابن المنكدر: هو محمد، وعروة: هو ابن الزبير. وأخرجه البخاري (6054) و (6131)، ومسلم (2591)، والترمذي (2114) من طرق عن سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (6032) من طريق روح بن القاسم، ومسلم (2591)، وإسحاق بن راهويه في "مسنده" (833).

سیدہ عائشہ صدیقہ ﷺ کے حوالے سے یہی واقعہ ایک اور سند کے ہمراہ موجود ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے عائشہ! لوگوں میں سب سے برے وہ لوگ ہیں، جن کی بدزبانی سے بچنے کے لیے ان کی عزت کی جائے''۔

4794- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا اَبُو قَطَنٍ، اَخْبَرَنَا مُبَارَكٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: مَا رَاَيْتُ رَجُلًا الْتَقَمَ اُذُنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُنَحِّي رَاْسَهُ، حَتّٰى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِي يُنَحِّي رَاْسَهُ، وَمَا رَاَيْتُ رَجُلًا اَخَذَ بِيَدِهِ فَتَرَكَ يَدَهُ، حَتّٰى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِي يَدَعُ يَدَهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے سرگوشی میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات کرنا چاہی ہو، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا سر پیچھے کر لیا ہو، جب تک وہ آدمی خود اپنا سر پیچھے نہیں کر لیتا، اور میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی نبی اکرم ﷺ کا کسی نے ہاتھ پکڑا ہو اور آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا ہو، جب تک کہ وہ شخص خود نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ چھوڑ نہیں دیتا تھا۔

بَابٌ فِي الْحَيَاءِ

باب: حیاء کا بیان

4795- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيمَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک انصاری کے پاس سے ہوا، جو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں سمجھا رہا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''اسے چھوڑ دو! بے شک حیا ایمان کا حصہ ہے''

4796- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ اَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَثَمَّ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ فَحَدَّثَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ، اَوْ قَالَ: الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ اِنَّا نَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ اَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً، وَوَقَارًا، وَمِنْهُ ضَعْفًا. فَاَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيثَ وَاَعَادَ بُشَيْرٌ الْكَلَامَ قَالَ: فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتّٰى

4794-وإسناده ضعيف. مبارك-وهو ابن فضالة-مدلس وقد عنعن. أبو قطن: هو عمرو بن الهيثم. وهو عند البيهقي في "الدلائل" 1/320 321 - من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه أبو يعلى في "مسنده" (3471)، وابن حبان في "صحيحه" (6435)

4795-إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة. وهو في "الموطأ" 905 /2. ومن طريق مالك أخرجه البخاري (24)، والنسائي في "المجتبى" 121 /8، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (6118)، ومسلم (36)، وابن ماجه (58)، والترمذي (2803) من طرق عن ابن شهاب الزهري، به. وهو في "مسند أحمد" (4554) و(5183)، و"صحيح ابن حبان" (610).

احمرت عیناہ وقال: ألا أراني أحدثك عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتحدثني عن کتبک قال: قلنا یا أبا نجید: إیہ إیہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اس وقت بشیر بن کعب بھی موجود تھے، تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان فرمائی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''حیا ساری کی ساری بھلائی ہے'' (یہاں الفاظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

اس پر بشیر بن کعب نے کہا: ہم نے اپنی بعض کتابوں میں یہ بات پائی ہے کہ اس کی وجہ سے سکون اور وقار حاصل ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے کچھ کمزوری بھی آجاتی ہے، حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث دہرائی، بشیر نے اپنا کلام دہرایا۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عمران رضی اللہ عنہ غصے میں آگئے، یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سرخ ہوگئیں، انہوں نے فرمایا: یہ کیا ہوا؟ میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حدیث بیان کر رہا ہوں، اور تم مجھے اپنی کتابوں کے حوالے سے بات بیان کر رہے ہو۔ تو ہم نے کہا: اے ابونجید (یعنی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ) بس کر دیں، بس کر دیں۔

4797- حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ، حدثنا شعبۃ، عن منصور، عن ربعي بن حراش، عن أبي مسعود قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن مما أدرک الناس من کلام النبوۃ الأولی إذا لم تستح فافعل ما شئت

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام میں سے جو پایا ہے، اس میں ایک بات یہ بھی ہے: ''جب تمہیں حیا نہ آئے، تو جو چاہے کرو''

حیاء:۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ''حیاء'' کے بارے میں حضرت حق جل جلالہ کا قرآن میں یہ فرمان سب سے بڑا گواہ ہے کہ

إن ذلکم کان یؤذي النبي فیستحي منکم

بے شک تمہاری یہ بات نبی کو ایذا پہنچاتی ہے لیکن وہ تم لوگوں سے حیا کرتے ہیں (اور تم کو کچھ کہہ نہیں سکتے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان حیاء کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک معزز صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پردہ نشین عورت سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے۔'' (زرقانی جلد ۴ ص ۲۸۴ و بخاری جلد ۱ ص ۵۰۳ باب صفۃ النبی)

اس لئے ہر قبیح قول و فعل اور قابل مذمت حرکات و سکنات سے عمر بھر ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن عصمت پاک و صاف ہی رہا اور پوری حیات مبارکہ میں وقار و مروت کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عمل سرزد نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ

4797- إسنادہ صحیح. منصور: هو ابن المعتمر. أبو مسعود الصحابي: هو عقبة ابن عمرو البدري. وأخرجه البخاري (3484) عن آدم، عن شعبة، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3483) و (6120) من طريق زهير، وابن ماجه (4183) من طريق جرير، كلاهما عن منصور، به. وهو في "مسند أحمد" (17090)، و"صحيح ابن حبان" (607)، و"شرح مشكل الآثار" للطحاوي (1533) وما بعده.

عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش کلام تھے نہ بے ہودہ گو نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے تھے بلکہ معاف فرما دیا کرتے تھے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ کمال حیا کی وجہ سے میں نے کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ نہیں دیکھا۔ (شفاء شریف جلد ا ص ۶۹)

بَابٌ فِي حُسْنِ الْخُلُقِ

باب: حسن اخلاق کا تذکرہ

4798 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللَّهُ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے:

''بے شک مومن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے، روزہ دار اور نوافل ادا کرنے والے شخص کے درجے تک پہنچ جاتا ہے''

4799 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَزَّةَ، عَنْ عَطَاءٍ الْكَيْخَارَانِيِّ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ قَالَ: أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءً الْكَيْخَارَانِيَّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ عَطَاءُ بْنُ يَعْقُوبَ وَهُوَ خَالُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ يُقَالُ: كَيْخَارَانِيٌّ وَكَوْخَارَانِيٌّ

⊛⊛ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''(قیامت کے دن) نامہ اعمال میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہیں ہوگی''

ولید کہتے ہیں: میں نے عطاء کیخارانی کو سنا: یہ عطا بن یعقوب ہے، یہ ابراہیم بن نافع کا ماموں ہے، اس کے اسم منسوب میں کیخارانی یا کوخارانی کہا جاتا ہے۔

4800 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ أَبُو الْجَمَاهِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو كَعْبٍ أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ حَبِيبٍ الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ

⊛⊛ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں اس شخص کو جنت کے ایک طرف محل ملنے کی ضمانت دیتا ہوں، جو حق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑے کو چھوڑ

دے، اور اس شخص کو جنت کے درمیان محل ملنے کی ضمانت دیتا ہوں، جو جھوٹ بولنا چھوڑ دے، خواہ وہ مزاح کے طور پر ہی کیوں نہ ہو، اور میں اس شخص کو جنت میں بلند درجہ میں ایک محل ملنے کی ضمانت دیتا ہوں، جو اپنے اخلاق کو عمدہ بنا لے"۔

4801- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ حَارِثَةَ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ قَالَ: وَالْجَوَّاظُ: الْغَلِيظُ الْفَظُّ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جنت میں بدمزاج شخص داخل نہیں ہوگا اور تکبر سے چلنے والا بھی داخل نہیں ہوگا"

جواظ سے مراد سخت مزاد اور برے اخلاق کا مالک شخص ہے۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الرِّفْعَةِ فِي الْأُمُورِ

امور میں بلندی کا ناپسندیدہ ہونا

4802 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ لَهُ فَسَابَقَهَا، فَسَبَقَهَا الْأَعْرَابِيُّ فَكَأَنَّ ذَلِكَ شَقَّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: حَقٌّ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی) عضباء کو مقابلے میں ہرایا نہیں جا سکتا تھا، ایک مرتبہ ایک دیہاتی ایک اونٹ پر بیٹھ کر آیا، اس دیہاتی نے اس اونٹنی کے ساتھ مقابلہ کیا، تو وہ جیت گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو یہ بات بہت گراں گزری، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ پر یہ بات لازم ہے کہ وہ دنیا میں جس شخص کو بلندی عطا کرے، اسے (کبھی) پستی بھی عطا کر دے"

4803 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ حَقًّا عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ

4801-إسناده صحيح. وكيع: هو ابن الجراح الرؤاسي، وسفيان: هو الثوري. وهو بهذا اللفظ في "المصنف 8/ 516 "لأبي بكر بن أبي شيبة، ومن طريقه أخرجه عبد بن حميد في "مسنده "(480)، وأبو يعلى في "مسنده "(1476). وأخرجه بنحوه ومعناه مسلم(2853) عن محمد بن عبد الله بن نمير، عن وكيع، به. وأخرجه كذلك بنحوه ومعناه البخاري (4918) و (6071)، وابن ماجه (4116)، والترمذي (2788)، من طرق عن سفيان، به. وأخرجه كذلك البخاري (6657)، ومسلم (2853)، والنسائي في "الكبرى "(11551) من طريق شعبة، عن معبد بن خالد، به. وهو في "مسند أحمد "(18728)، و"صحيح ابن حبان"، (5679).

⊛⊛ یہی واقعہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کے ذمہ یہ بات لازم ہے کہ جب وہ دنیا میں کسی چیز کو بلندی عطا کرے تو اسے نیچا بھی دکھائے''

بَابٌ فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّمَادُحِ

باب: ایک دوسرے کی تعریف کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

4804- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ فَاَثْنَى عَلٰى عُثْمَانَ فِيْ وَجْهِهٖ، فَاَخَذَ الْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ تُرَابًا فَحَثَا فِيْ وَجْهِهٖ، وَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا لَقِيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ

⊛⊛ ہمام بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی تعریف کرنا شروع کی، تو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے مٹی لی اور اس کے چہرے پر پھینکی اور یہ بات بیان کی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم (منہ پر) تعریفیں کرنے والوں سے ملو، تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دو''

4805- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ رَجُلًا اَثْنٰى عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ: اِذَا مَدَحَ اَحَدُكُمْ صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: اِنِّيْ اَحْسِبُهُ، كَمَا يُرِيْدُ اَنْ يَّقُوْلَ، وَلَا اُزَكِّيْهِ عَلَى اللّٰهِ

⊛⊛ عبدالرحمن بن ابی بکرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں، دوسرے

4803- إسناده صحيح. النفيلي: هو عبدالله بن محمد بن علي، وزهير: هو ابن معاوية، وحميد: هو ابن أبي حميد. وأخرجه البخاري (2872) و(6501) عن مالك بن إسماعيل، عن زهير، بهذا الاسناد. وأخرجه البخاري (6501)، والنسائي في "الكبرى" (4413) و(4417)، والطحاوي في "شرح شكل الآثار" (1903)، والبغوي في شرح "السنة" (2652) من طرق عن حميد، به. وهو في "مسند أحمد" (12015)، و"صحيح ابن حبان" (703).

4804- إسناده صحيح. سفيان: هو الثوري، ومنصور: هو ابن المعتمر، وإبراهيم: هو ابن يزيد النخعي، وهمام: هو ابن الحارث. وأخرجه مسلم (3002) من طريق عبيد الله بن عبيد الله، عن سفيان، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (3002) من طريق شعبة، عن منصور، به. وأخرجه مسلم (3002) من طريق الأعمش، عن إبراهيم، به. وأخرجه مسلم (3002)، وابن ماجه (3742)، والترمذي (2555) من طريق حبيب بن أبي حبيب، عن مجاهد، عن أبي معمر عبدالله بن سخبرة، عن المقداد. وهو في "مسند أحمد" (23823) و(23824) و(23827).

4805- إسناده صحيح. أبو شهاب: هو عبد ربه بن نافع، والحذاء: هو خالد بن مهران، ووالد عبد الرحمن: هو نفيع بن الحارث. وأخرجه البخاري (2662) و(6061) و(6162)، ومسلم (3000)، وابن ماجه (3744)، والنسائي في "الكبرى" (9997) من طرق عن شعبة، عن خالد الحذاء، بهذا الإسناد. ولم يذكر النسائي في روايته أبا بكرة والد عبد الرحمن، وهي في رواية محمد بن جعفر - وهو الراوي نفسه في حديث النسائي - عند أحمد (20422)، ومسلم (3500).

شخص کی تعریف کی، تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی، یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

''اگر کسی نے اپنے ساتھی کی ضرور تعریف کرنی ہو، تو اسے یہ کہنا چاہئے: میں اس کے بارے میں یہ سمجھتا ہوں، پھر وہ باتیں کہے جو وہ کہنا چاہتا ہے، اور میں اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں، اسے پاکیزہ قرار نہیں دیتا''۔

4806 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا أَبُو مَسْلَمَةَ سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، قَالَ: قَالَ أَبِي: انْطَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْنَا: أَنْتَ سَيِّدُنَا. فَقَالَ: السَّيِّدُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قُلْنَا: وَأَفْضَلُنَا فَضْلًا وَأَعْظَمُنَا طَوْلًا. فَقَالَ: قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، أَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ

❁❁ مطرف بیان کرتے ہیں: میرے والد نے یہ بات بیان کی ہے: میں بنی عامر کے وفد کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم نے عرض کی: آپ ﷺ ہمارے سردار ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''سردار تو اللہ تعالیٰ ہے'' ہم نے عرض کی: آپ ﷺ ہمارے سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والے شخص ہیں اور سب سے زیادہ عظمت والے شخص ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم یہ بات کہہ سکتے ہو (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) البتہ شیطان تمہیں اپنا نمائندہ نہ بنالے''۔

بَابٌ فِي الرِّفْقِ

باب: نرمی کا بیان

نرمی کے معنی ومفہوم کا بیان

نرمی کا مفہوم امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''الرفق هو لين الجانب بالقول والفعل والاخذ بالاسهل وهو ضد العنف'' (فتح الباری فی شرح البخاری)

''آدمی قول وکردار اور ہر معاملہ میں آسان تر پہلو اختیار کرے اور اس کے مقابل لفظ شدت، تلخی اور سختی ہے''۔

4807 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يُونُسَ، وَحُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ: يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

4806-إسناده صحيح. أبو نضرة: هو المنذر بن مالك بن قطعة، ومطرف: هو ابن عبد الله بن الشخير. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (10005) عن حمد بن مسعدة، عن بشر بن المفضل، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي (10003) من طريق قتادة، و (10004) من طريق غيلان بن جرير، كلاهما عن مطرف، به. وهو في "مسند أحمد" (16307).

''اللہ تعالیٰ نرمی کا اظہار کرنے والا ہے، اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور وہ نرمی پر وہ چیز عطا کرتا ہے، جو کہ ختگی پر عطا نہیں کرتا''

4808- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَأَبُو بَكْرٍ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، قَالُوا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْبَدَاوَةِ، فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْدُو إِلَى هَذِهِ التِّلَاعِ، وَإِنَّهُ أَرَادَ الْبَدَاوَةَ مَرَّةً فَأَرْسَلَ إِلَيَّ نَاقَةً مُحَرَّمَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لِي: يَا عَائِشَةُ، ارْفُقِي فَإِنَّ الرِّفْقَ لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا نُزِعَ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ فِي حَدِيثِهِ: مُحَرَّمَةٌ يَعْنِي لَمْ تُرْكَبْ

مقدام بن شریح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیابان میں رہائش اختیار کرنے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیابان کا علاقہ آیا، تو آپ نے بیابان میں رہائش اختیار کرنے کا ایک مرتبہ ارادہ فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی میری طرف بھیجی، جس پر ابھی کوئی سواری نہیں ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم نرمی اختیار کرو: کیونکہ نرمی جس چیز میں ہوگی، اُسے آراستہ کر دے گی اور جس بھی چیز سے الگ کی جائے گی، اُسے بدصورت کر دے گی''۔

ابن سبا نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: محرمة سے مراد وہ اونٹنی ہے، جس پر سواری نہ کی گئی ہو۔

4809- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص نرمی سے محروم رہا، وہ پوری بھلائی سے محروم رہا''

4807- وأخرجه ابن أبي شيبة 8/ 512، وأحمد في "مسنده "(16802)، وعبد بن حميد (504)، والدارمي في "سننه (2793)، وابن أبي عاصم (1091)، والبيهقي في "الأسماء والصفات" ص 52 - 51، والطبراني في "مكارم الأخلاق "(23) من طريق عن حماد بن سلمة، به. وأخرجه الخرائطي في "مكارم الأخلاق "(678) من طريق موسى بن إسماعيل التبوذكي، عن حماد، عن حميد وحده، به. وأخرجه أحمد في "مسنده "(16805) عن أسود، عن حماد، عن يونس وحده، به. ويشهد له حديث عائشة عند مسلم (2593) وحديث أنس بن مالك عند البزار (1961) و (1962)، ومن حديث أبي هريرة عند ابن ماجه (3688)، والبزار (1964) بسند حسن، ومن حديث علي رضي الله عنه عند أحمد (902)، والبزار (1960).

4809- إسناده صحيح. أبو معاوية: هو محمد بن خازم، ووكيع: هو ابن الجراح، والأعمش: هو سليمان بن مهران. وأخرجه مسلم (2592) عن أبي بكر بن أبي شيبة، عن وكيع وحده، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2592) عن أبي غريب، عن أبي معاوية وحده، به. وأخرجه مسلم (2592)، وابن ماجه (3687) من طرق عن وكيع وحده، به. وأخرجه مسلم (2592) من طريق جرير، و (2592) من طريق حفص، كلاهما عن الأعمش، به. وأخرجه مسلم (2592) من طريق منصور، عن تميم بن سلمة، به. وأخرجه مسلم (2592) من طريق محمد بن أبي إسماعيل، عن عبد الرحمن بن هلال، به. وهو في "مسند أحمد "(19208) و (19252)، و "صحيح ابن حبان "(548).

نرم برتاؤ کے بارے میں احادیث

1۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ نرم ہے اور نرمی ہی کو پسند کرتا ہے جو انعامات وہ نرمی پر عطا کرتا ہے وہ سختی پر عطا نہیں کرتا۔ نرمی کے بغیر اللہ تعالیٰ نعمتیں عطا نہیں کرتا''۔ (رواہ مسلم)

2۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہے: ''نرمی اختیار کر، سختی اور بدزبانی سے پرہیز کر جس چیز میں نرمی ہوتی ہے وہ اسے زینت بخشتی ہے۔ اور جس چیز سے نرمی ختم ہو جائے تو وہ عیب دار ہو جاتی ہے''۔ (رواہ مسلم)

3۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! نرمی اختیار کر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی اہل خانہ سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان میں نرمی پیدا کر دیتا ہے''۔ (رواہ احمد)

4۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نرمی سے محروم ہوا وہ ہر بھلائی سے محروم ہوا''۔ (رواہ مسلم)

5۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو نرمی کا حصہ ملا، اسے بھلائی عطا کر دی گئی۔ اور جو شخص نرمی سے محروم ہو گیا وہ بھلائی سے محروم ہو گیا''۔ (رواہ احمد والترمذی)

6۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کسی معاملے میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجتے تھے تو فرماتے تھے: ''خوشخبری دینا، نفرت نہ دلانا، آسانی پیدا کرنا اور تنگی پیدا نہ کرنا''۔ (متفق علیہ)

7۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نماز شروع کرتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ اسے لمبا کروں مگر میں بچے کا رونا سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے سے اس کی ماں کو سخت غم ہوتا ہے''۔ (متفق علیہ)

4810 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: الْأَعْمَشُ وَقَدْ سَمِعْتُهُمْ يَذْكُرُونَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ الْأَعْمَشُ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: التُّؤَدَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي عَمَلِ الْآخِرَةِ

مصعب بن سعد (اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کسی بھی کام میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے، البتہ آخرت سے متعلق عمل میں (ایسا کرنا چاہیے)۔

بَابٌ فِي شُكْرِ الْمَعْرُوفِ

باب: بھلائی پر شکریہ ادا کرنا

4811 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ

4811-إسناده صحيح. محمد بن زياد: هو القرشي الجمحي مولاهم. وأخرجه الترمذي (2069) من طريق عبد الله بن المبارك، عن الربيع بن مسلم، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (7504)، و"صحيح ابن حبان" (3407).

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ

٭٭ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا''

4812 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ الْمُهَاجِرِينَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ ذَهَبَتِ الْأَنْصَارُ بِالْأَجْرِ كُلِّهِ قَالَ: لَا مَا دَعَوْتُمُ اللهَ لَهُمْ وَأَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ

٭٭ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مہاجرین نے عرض کی: یارسول اللہ! انصار سارے کا سارا اجر لے گئے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! جب تک تم اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعا کرتے رہو گے اور ان کی تعریف کرتے رہو گے، تو تمہیں بھی اجر ملتا رہے گا''۔

4813 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ قَوْمِي عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ بِهِ، فَمَنْ أَثْنَى بِهِ فَقَدْ شَكَرَهُ، وَمَنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ شُرَحْبِيلَ، عَنْ جَابِرٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ شُرَحْبِيلُ يَعْنِي رَجُلًا مِنْ قَوْمِي كَأَنَّهُمْ كَرِهُوهُ فَلَمْ يُسَمُّوهُ

٭٭ عمارہ بن غزیہ بیان کرتے ہیں: میری قوم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بیان کیا:

''جس شخص کو کوئی چیز عطیہ کے طور پر دی جائے، تو اگر اس کے پاس گنجائش ہو، تو وہ اس کے بدلے میں کوئی چیز دے، اور اگر گنجائش نہ ہو تو اس کی تعریف کردے، کیونکہ جب وہ اس شخص کی تعریف کردے گا، تو وہ اس شخص کا شکریہ ادا کر دے گا، اور جو چھپا کر رکھے گا، وہ کفران نعمت کرے گا''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ان کی قوم کے ایک فرد سے مراد شرحبیل نامی راوی ہے، گویا کہ محدثین نے اس کا نام ذکر کرنا پسند نہیں کیا۔

4814 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أُبْلِيَ بَلَاءً فَذَكَرَهُ فَقَدْ شَكَرَهُ، وَإِنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ

٭٭ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

4812- إسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة، وثابت: هو ابن أسلم البناني. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (9938) من طريق يحيى بن حماد، عن حماد، بهذا الإسناد. وأخرجه الترمذي (2654) من طريق ابن أبي عدي، عن حميد، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (13075) و(13122).

''جس شخص پر کوئی احسان کیا جائے اور پھر وہ اس کا ذکر کر دے، تو گویا اس نے اس کا شکریہ ادا کر دیا، اور اگر وہ اسے چھپالے، تو گویا کہ اس نے اس کی ناشکری کی''۔

بَابٌ فِي الْجُلُوسِ فِي الطُّرُقَاتِ

باب: راستے میں بیٹھنا

4815 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا بُدَّ لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ أَبَيْتُمْ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم لوگ راستے میں بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارے لیے اس طرح بیٹھنے کے بغیر گزارہ نہیں ہے، کیونکہ ہم اس طرح بیٹھ کر بات چیت کر لیتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اصرار کرتے ہو، تو تم راستے کو اس کا حق دو۔ لوگوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نگاہ جھکا کے رکھنا، تکلیف دہ چیز ہٹا دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا''۔

4816 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَإِرْشَادُ السَّبِيلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''مسافر کو راستے کی راہنمائی کرنا''

4817 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيسَى النَّيْسَابُورِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنِ ابْنِ حُجَيْرٍ الْعَدَوِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَتُغِيثُوا الْمَلْهُوفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

4815- إسناده صحيح. عبد العزيز بن محمد: هو الدراوردي. وأخرجه مسلم (2121) 1704 /4 عن يحيى بن يحيى، عن عبد العزيز بن محمد، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (2465) و (6229)، ومسلم (2121)، وبإثر (2161) من طرق عن زيد بن أسلم، به. وهو في "مسند أحمد" (11309)، و"صحيح ابن حبان" (595).

"تم پریشان حال شخص کی مدد کرو، اور راستہ بھول جانے والے کی راہنمائی کرو"

4818 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، قَالَ ابْنُ عِيسَى: قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ لَهَا: يَا أُمَّ فُلَانٍ اجْلِسِي فِي أَيِّ نَوَاحِي السِّكَكِ شِئْتِ حَتَّى أَجْلِسَ إِلَيْكِ قَالَ: فَجَلَسَتْ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهَا حَتَّى قَضَتْ حَاجَتَهَا لَمْ يَذْكُرُ ابْنُ عِيسَى حَتَّى قَضَتْ حَاجَتَهَا، وَقَالَ كَثِيرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے آپ سے کام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام فلاں! تم کسی گلی کے کونے میں بیٹھ جاؤ، میں تمہارے ساتھ بیٹھ جاؤں گا (اور تمہاری بات سن لوں گا) وہ خاتون بیٹھ گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے، یہاں تک کہ اس نے اپنی ضرورت کو پورا کرلیا۔

ابن عیسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے: "اس نے اپنی ضرورت پوری کرلی"

کثیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حمید نامی راوی کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے

4819 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ امْرَأَةً كَانَ فِي عَقْلِهَا شَيْءٌ بِمَعْنَاهُ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت کی عقل میں کچھ خرابی تھی، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

بَابٌ فِي سَعَةِ الْمَجْلِسِ

محفل میں کشادگی اختیار کرنا

4820 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: خَيْرُ الْمَجَالِسِ أَوْسَعُهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيُّ

4820- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة. وهو عند البيهقي في "الآداب" (307) من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه عبد بن حميد (981)، والقضاعي في "مسند الشهاب" (1223) من طريق عبد الله بن مسلمة القعنبي، به. وأخرجه أحمد في "مسنده" (11137) و(11663)، والبخاري في "الأدب المفرد" (1136) والقضاعي في "مسند الشهاب" (1222)، والخطيب في "الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع" 64 /2، والحاكم في "المستدرك" 269 /4، والبيهقي في "الشعب" (8241) من طرق عن عبد الرحمن بن أبي الموال، به.

راوی: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''سب سے بہترین محفل وہ ہے، جو زیادہ کشادہ ہو''۔
یہ راوی عبدالرحمن بن عمرو بن ابوعمرہ انصاری ہے۔

بَابٌ فِي الْجُلُوسِ بَيْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ

باب: دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا

4821 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الشَّمْسِ، وَقَالَ مَخْلَدٌ: فِي الْفَيْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ، وَصَارَ بَعْضُهُ فِي الشَّمْسِ، وَبَعْضُهُ فِي الظِّلِّ فَلْيَقُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''جب کوئی شخص دھوپ میں بیٹھا ہو (ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:) سائے میں بیٹھا ہو، اور پھر اس کا سایہ چڑھ جائے، اور اس کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو جائے، اور کچھ حصہ سائے میں ہو، تو اسے وہاں سے اٹھ جانا چاہیے''۔

4822 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَيْسٌ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ جَاءَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَامَ فِي الشَّمْسِ، فَأَمَرَ بِهِ فَحُوِّلَ إِلَى الظِّلِّ

قیس اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے، وہ صاحب دھوپ میں کھڑے ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا، تو وہ سائے میں آ گئے''

بَابٌ فِي التَّحَلُّقِ

باب: دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا

4823 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْمُسَيَّبُ بْنُ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ

4822-إسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان. وإسماعيل: هو ابن أبي خالد، وقيس: هو ابن أبي حازم. وهو عند البيهقي في "السنن" 3/ 218من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري في الأدب المفرد، (1174) عن مسدد، به. وأخرجه أحمد في "مسنده" (15515)، وابن حبان في "صحيحه" (2800) من طريق يحيى بن سعيد، به. وأخرجه الطيالسي (1298)، وابن أبي شيبة 94 /8، وأحمد في "مسنده" (15516) و (15517) و (15518) و (18305)، وابن خزيمة في "صحيحه"، (1453)، والطبراني في "الكبير" (7281)، والدولابي في "الأسماء والكنى" (1650)، والحاكم 271 /4و272، والبيهقي في السنن" 218 /3من طرق عن إسماعيل بن أبي خالد، به.

4823-إسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان. وأخرجه مسلم (430) بمعناه وأتم منه، والنسائي في "الكبرى" (11558) من طرق عن الأعمش، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (20874) و (20958).

طَرَفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَهُمْ حِلَقٌ فَقَالَ: مَالِي أَرَاكُمْ عِزِينَ

⊛⊛ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو لوگ حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں الگ الگ بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

4824- حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا قَالَ: كَأَنَّهُ يُحِبُّ الْجَمَاعَةَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ موجود ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجتماعیت کو پسند کرتے تھے۔

4825- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرْكَانِيُّ، وَهَنَّادٌ، أَنَّ شَرِيكًا، أَخْبَرَهُمْ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي

⊛⊛ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، تو آدمی وہاں بیٹھتا تھا جہاں تک لوگ بیٹھے ہوتے تھے (یعنی محفل کے آخر میں بیٹھتا تھا)

بَابٌ فِي الْجُلُوسِ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

باب: حلقے کے درمیان میں بیٹھنا

4826- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مِجْلَزٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

⊛⊛ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے، جو حلقے کے درمیان میں بیٹھتا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُومُ لِلرَّجُلِ مِنْ مَجْلِسِهِ

باب: ایسے شخص کا بیان جو کسی دوسرے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ جائے

4827- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، مَوْلَى آلِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: جَاءَنَا أَبُو بَكْرَةَ فِي شَهَادَةٍ فَقَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهِ فَأَبَى أَنْ يَجْلِسَ فِيهِ وَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ ذَا، وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمْسَحَ الرَّجُلُ يَدَهُ بِثَوْبِ مَنْ لَمْ يَكْسُهُ

4826- رجاله ثقات، إلا أن أبا مجلز لم يدرك حذيفة، قاله شعبة كما في المسند" لأحمد (23376). وقال ابن معين: لم يسمع منه. أبان: هو ابن يزيد العطار، قتادة: هو ابن دعامة. أبو مجلز: هو لاحق بن حميد. وأخرجه الترمذي (2956) من طريق شعبة، عن قتادة، بهذا الإسناد. وقال: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند أحمد" (23263).

سعید ابوحسن بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ایک گواہی کے سلسلہ میں، ہمارے پاس تشریف لائے تو ایک شخص ان کی خاطر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، انہوں نے اس جگہ بیٹھنے سے انکار کر دیا اور یہ بات بیان کی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے بھی منع کیا ہے: کہ آدمی اپنا ہاتھ کسی ایسے کپڑے سے پونچھے، جسے اس نے پہنا ہوا نہ ہو"

4828 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَقِيلِ بْنِ طَلْحَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْخَصِيبِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهِ، فَذَهَبَ لِيَجْلِسَ فِيهِ فَنَهَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو الْخَصِيبِ اسْمُهُ: زِيَادُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ایک شخص اس کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ گیا، وہ شخص وہاں بیٹھنے لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوخصیب نامی راوی کا نام زیاد بن عبدالرحمن ہے

بَابُ مَنْ يُؤْمَرُ أَنْ يُجَالِسَ

باب: کس شخص کی ہم نشینی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے

4829 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ، وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَلَا رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ، رِيحُهَا طَيِّبٌ، وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ، وَلَا رِيحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْهُ شَيْءٌ أَصَابَكَ مِنْ رِيحِهِ، وَمَثَلُ جَلِيسِ السُّوءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْكِيرِ، إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْ سَوَادِهِ أَصَابَكَ مِنْ دُخَانِهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو مومن قرآن کا عالم ہو، اس کی مثال نارنگی کی سی ہے، جس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے اور اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہوتا ہے، اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا، اس کی مثال کھجور کی طرح ہے، جس کا ذائقہ اچھا ہوتا ہے، لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی اور جو فاجر قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال ریحانہ کی مانند ہوتی ہے، جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے، لیکن ذائقہ کڑوا ہوتا ہے، اور جو فاجر قرآن نہیں پڑھتا، اس کی مثال حنظلہ کی طرح ہوتی ہے، جس کا ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس کی خوشبو بھی نہیں ہوتی۔ نیک ہم نشین کی مثال 'مشک والے شخص کی طرح ہے، اگر تم اس سے مشک حاصل نہیں بھی کر پاتے، تو

بھی اس کی خوشبو تم تک پہنچ جائے گی، اور برے ہم نشین کی مثال لوہار کی طرح ہے، کہ اگر تمہیں اس کی کالک نہیں بھی لگتی تو بھی اس کی بھٹی کا دھواں ضرور پہنچے گا"

4830- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْكَلَامِ الْأَوَّلِ إِلَى قَوْلِهِ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَزَادَ ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ مَثَلَ جَلِيسِ الصَّالِحِ وَسَاقَ بَقِيَّةَ الْحَدِيثِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلا کلام ان الفاظ میں منقول ہے "اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے"

ابن معاذ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"ہم یہ بات چیت کیا کرتے تھے، اچھے ہم نشین کی مثال" اس کے بعد راوی نے بقیہ روایت نقل کی ہے۔

4831- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُبَيْلِ بْنِ عَزْرَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"نیک ہم نشین کی مثال" اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

4832- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ غَيْلَانَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَوْ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تم صرف مومن کی ہم نشینی اختیار کرو اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار لوگ کھائیں"

صحبت صالحین کے فوائد

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ط وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ

"اور اپنے آپ کو ان لوگوں کی صحبت میں پائے رکھو جو صبح شام اپنے رب کی رضا چاہتے اسے پکارتے ہیں اور ان سے اپنی نگاہیں نہ ہٹائیں۔" (الکہف 18:28)

امام بغوی لکھتے ہیں کہ: یہ آیت کریمہ عیینہ بن حصین کے متعلق نازل ہوئی جو قبیلہ مضر کا سردار تھا اسلام لانے سے پہلے ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں فقراء صحابہ کرام کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی، گرمی کا موسم تھا انکے اونی کپڑوں سے پسینہ کی بو آرہی تھی۔ عیینہ کہنے لگا کیا یہ بدبو آپ کو تنگ نہیں کرتی ہم مضر قبیلہ کے سردار ہیں۔ اگر ہم اسلام قبول کر لیں تو سب لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ ہم ان بدبودار اور فقراء لوگوں کی وجہ سے آپ کی اتباع نہیں کرتے۔ ہمارے آنے

پران لوگوں کومجلس سے اُٹھادیا کریں تو ہم آپکی اتباع کریں گے۔شاید آپ ﷺ ان کے ایمان لانے کی حرص میں ان فقراء کی محفل سے اُٹھ جاتے۔فوراً طائر سدرہ حضرت جبریل امین بارگاہِ خداوندی سے فرمانِ الٰہی لے کرنازل ہوئے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ اللہ تعالیٰ کوان مغرور اور متکبر لوگوں کی ہم نشینی پسند نہیں آپ ان متکبر لوگوں کیلئے انکی صحبت ترک نہ کریں، جن کی زندگیوں کا مقصد وحید صرف اپنے رب تعالیٰ کی رضا جن کی زندگیوں کے شب و روز بلکہ ایک ایک لمحہ اس کی یاد میں بسر ہوتا ہے۔صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے ہیں۔

جن کی ساری کی ساری عبادت وریاضت قیام وقعود ورکوع وسجود اور شب خیزی کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا ہے۔اے محبوب ﷺ آپ کی نگاہِ ناز ان سے پھرنے نہ پائے ورنہ عاشقانِ پاک طینت یہ صدمہ برداشت نہ کرسکیں گے۔ وَلَا تَعْدُ عَيْنَكَ عَنْهُمْ: حضرت عبدالرحمن بن سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سرکارِ ابد قرار ﷺ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے آپ نے دیکھا (مسجد میں) کچھ آدمی بیٹھے اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں۔انکے بال بکھرے ہوئے اور خود پرانے کپڑوں میں ملبوس تھے۔حضور ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو انکے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری اُمت میں ایسے لوگ رکھے ہیں۔جن کی صحبت میں بیٹھنے کا اس نے مجھے حکم دیا ہے۔یہ آیت مذکورہ بالا شان نزول کے اعتبار سے اگرچہ خاص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے۔

بظاہر خطاب تو رسول اکرم ﷺ کو ہے لیکن درحقیقت آپ کی وساطت سے امت مسلمہ کو یہ تعلیم فرمائی جارہی ہے کہ تم اپنے آپ کو اللہ کے ان نیک اور برگزیدہ بندوں کی صحبت میں جمائے رکھو۔محبت واطمینان کی کیفیت میں اپنے آپکو ان اللہ والوں سے وابستہ رکھو جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں جن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ اللہ کی یاد میں بسر ہوتا ہے۔ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ سے پتہ چلا کہ شیخ کامل یا پیر کامل کی بنیادی نشانی یہ ہوگی وہ نیک وپرہیزگار ہونگے۔

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ: یعنی ان لوگوں کی عبادت وریاضت اور قیام وقعود اور رکوع وسجود کا مقصد عام لوگوں کی طرح نہ تو دنیاوی جاہ وجلال یا منصب وکمال کا حصول ہوتا ہے، نہ شہرت ونا موری انکا مطمع نظر ہوتا ہے، نہ حاجی ونمازی کہلانا یا حلقہ اثر وارادت بڑھانا مقصود ہوتا ہے۔تصنع وریاکاری یا نمود ونمائش کی ادنیٰ سی جھلک بھی انکے ہاں دیکھنے میں نہیں آتی۔انکے ہر ہر عمل سے اخلاص وللہیت کی خوشبو آتی ہے۔یہ ہمہ وقت فقط اسکی رضا کے طالب اور اسی کی خوشنودی کے خواہاں رہتے ہیں۔

تفسیری مفہوم: آیت مقدسہ میں خطاب اگر مصطفےٰ کریم ﷺ کو ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اے محبوب ﷺ! یہ فقراء صحابہ اپنا گھر بار کنبہ وقبیلہ چھوڑ کر آپکی بارگاہ بے کس پناہ میں پہنچے تو اے محبوب ﷺ! آپ انہیں اپنی صحبت سے محروم نہ کیجئے، بلکہ انہیں اپنے فیوض وبرکات سے مشرف فرمانے کیلئے ان میں جلوہ فرما رہیں۔آپکی ایک نگاہِ کرم اور محبت فیض رساں کے صدقے انہوں نے اپنی ساری خوشیاں قربان کردی ہیں۔اور اگر خطاب عام مسلمانوں کو ہو تو معنی یہ ہوگا اے بندہ مومن! اگر تو خود کامل نہیں تو اللہ کے ان نیک اور برگزیدہ بندوں کی محبت وہم نشینی اختیار کر جو کبھی اس کی یاد سے غافل نہیں رہتے۔

انکی معیت وسنگت اختیار کرکے تو دیکھ ان کی محفل میں جاکر تو دیکھ کہ تیرے بیقرار دل کو کیسے سکون وقرار کی دولت نصیب ہوتی

کیسی کیسی برکات وانوارات کا تجھ پر نزول ہوتا ہے حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مذکورہ بالا آیت کے تحت لکھا اور کیا خوب لکھا فرماتے ہیں کہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقراء کی مجلس میں بیٹھنے کا جو حکم ہوا وہ اسلئے نہیں کہ انکی صحبت سے فیض یاب ہوں بلکہ ان فقراء کو اپنی صحبت سے مشرف فرمائیں، کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے تھے وہ رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوجایا کرتے تھے اور جب روئے زیبا کو دیکھتے تو انہیں نئی زندگی مل جایا کرتی تھی۔ آگے چل کر فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور لوگ جو اللہ والوں کی صحبت سے مشرف ہوتے ہیں اسکا فائدہ اُنہیں بہر حال نصیب ہوتا ہے کیونکہ اللہ کو یاد کرنیوالوں کا گروہ ایسا ہوتا ہے جن کا ہم نشین کبھی بد بخت نہیں رہتا۔'' (تفسیر روح المعانی)

صحبت صالحین کے فوائد و برکات: آیئے! ذرا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی بارگاہ میں بیٹھنے کا تاکیدی حکم کیوں دیا اسکا کوئی فائدہ ہے سارا واقعہ سنانا مقصود نہیں، صرف ایک نقطہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں ایک کتا اصحاب کہف کیساتھ ہو گیا یہ اللہ والے ایک غار میں سو گئے۔ کتا غار کے دہانے پر بازو پھیلا کر بیٹھ گیا، مدت دراز تک سب پر نیند طاری رہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ۔ ''ہم انکی کروٹیں بدلتے رہے کبھی دائیں جانب کبھی بائیں جانب۔'' (سورۃ الکہف)

کتب تفاسیر میں ہے انکے پہلو بدلنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ڈیوٹی لگادی، جب وہ ان اللہ والوں کے پہلو بدلانے آتے ہیں تو ساتھ ہی کتے کے پہلو بھی بدلا جاتے ہیں۔ ولیوں کی صحبت میں بیٹھنے کا یہ صلہ ملا کہ فرشتوں کو اس کی خدمت پر معمور کردیا گیا۔ صالحین کیساتھ اسے بھی لمبی زندگی مل گئی اُسے حاصل ہونے والی برکتیں اس دنیا تک محدود نہ رہیں بلکہ جنت تک اُسے اللہ والوں کی سنگت نصیب ہوگئی۔ چنانچہ امام ابن کثیر دمشقی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''اللہ والوں کی صحبت کی برکتیں نیند کی حالت میں لگا تار کتے کو ملتی رہیں اور اس کتے کو انکی برکتوں کے ایصال سے کبھی نظر انداز نہ کیا گیا یہ دلیل ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی صحبت سے کثیر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر)

خالد بن معدان نے کہا! کہ دنیاوی جانوروں میں سے جنت میں سوائے اصحاب کہف کے کتے اور بلغام کے گدھے کے کوئی نہ جائیگا۔ امام سدی نے کہا کہ جب اصحاب کہف کے پہلو بدلائے جاتے تو انکے ساتھ انکی چوکھٹ پر بیٹھنے والے کتے کے بھی پہلو تبدیل کر دیئے جاتے۔'' (تفسیر مظہری سورۃ الکہف)

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ مرید کیلئے صحبت شیخ سے بڑھ کر کوئی شے نہیں جو کچھ سالک اور راہ طریقت کے مسافر کو مرد صالح کی صحبت سے میسر آتا ہے وہ شاید سالہا سال کی عبادت و ریاضت اور چلہ کشی سے بھی حاصل نہ کر سکے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنا بلند مرتبہ و مقام کیسے ملا کہ ساری اُمت کے غوث قطب، ابدال مل کر بھی ایک صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر صوفیاء کی زبان اور تصوف کے رنگ میں بیان کیا جائے تو یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ فقط صحبت شیخ کا ثمر ہے۔ جس نے انبیائے کرام کے بعد عالم انسانیت میں انہیں سب سے بلند بالا مقام پر پہنچا دیا پھر ان میں سے بھی جس کو جتنی شیخ کی معیت وہم

نشینی نصیب ہوئی۔ دوسرے برادران طریقت سے ممتاز ہو گیا میری مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے واصبر نفسک۔ پر عمل کرتے ہوئے ہمیشہ اپنے آپ کو صحبت شیخ میں جمائے رکھا اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جیسے غلام کو بھی اس محبت شیخ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عاشقوں کا امام بنا دیا۔

4833 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، وَأَبُو دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ وَرْدَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے، تو ہر شخص کو اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ اس کا دوست کون ہے؟''

4834 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ الْأَصَمِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْفَعُهُ قَالَ: الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''روحیں مل جل کے رہتی ہیں، ان میں سے جن کا (عالمِ ارواح) میں ایک دوسرے سے تعارف ہو (وہ دنیا میں بھی) ایک دوسرے سے مانوس ہوتی ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف ہوں، ان کے درمیان دنیا میں بھی (واقفیت) نہیں ہو پاتی''۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْمِرَاءِ

باب: جھگڑے کا ناپسندیدہ ہونا

4835 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَعَثَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ قَالَ: بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا، وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا

❁❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے کسی کو، کسی کام کے سلسلے میں بھیجتے،

4835-إسناده صحيح. أبو أسامة: هو حماد بن أسامة. وأبو بردة: هو عامر بن عبد الله ابن قيس. وأخرجه مسلم (1732) (6) عن أبي بكر بن أبي شيبة وأبي غريب، كلاهما عن أبي أسامة، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3038) و (6124)، ومسلم (1733) وص 1586 (70) وص 1587 - 1586 (71) من طريق سعيد بن أبي بردة، عن أبيه أبي بردة، به. وأخرجه البخاري (4341) و (4342) من طريق عبد الملك، و (4344) و (4345) و (7172) من طريق سعيد بن أبي بردة، كلاهما عن أبي بردة قال: بعث رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أبا موسى ومعاذ ...إلخ. وهذا وإن كان ظاهره الإرسال لكنه متصل كما سلف تخريجه. وهو في "مسند أحمد" (19572) و (19742) و (19699)، و "صحيح ابن حبان" (5373) و (5376).

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے:
''تم خوشخبری سنانا،تم متنفر نہ کرنا، آسانیاں فراہم کرنا،تم تنگی کا شکار نہ کرنا''

دین میں جبر نہیں ہے

اسلام سلامتی اور خیر خواہی کا دین ہے، اسلام دین فطرت ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جس طبیعت پر پیدا کیا ہے اُس کا اصل تقاضا دینِ اسلام ہی ہے۔اسلام ہی انسان کی جسمانی اور روحانی ضرورتوں کا کفیل ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے مبلغین اور معلمین کو ہمیشہ یہ تاکید فرمائی کہ وہ دین کو پیچیدہ اور دشوار بنا کر پیش نہ کریں۔

☆ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو، ان پر سختی نہ کرو، لوگوں کوخوش خبری سناؤ اور (انہیں دین سے) متنفر نہ کرو۔(بخاری)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کوفرمایا: اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دو کیونکہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تمہیں تنگی پیدا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔(بخاری)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین کے کاموں میں شدت اختیار کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا،لہٰذا تم درست کام کرو اور دین کے قریب رہو اور ثواب کی خوش خبری دو اور صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے مدد حاصل کرو۔(بخاری)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اور اگر گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا لیکن جب کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کرتا تو آپ اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے انتقام لیتے۔(بخاری) ☆ ایک دفعہ نجران کے چودہ عیسائی حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے مدینہ منورہ آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور انہیں اپنے عیسائی طریقہ کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت دی۔چنانچہ عیسائی حضرات نے مسجد نبوی کے ایک کونے میں مشرق کی طرف رخ کر کے اپنی عبادت کی۔(تفسیر قرطبی)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک عیسائی غلام تھا آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔اس نے انکار کر دیا تو آپ نے قرآن مجید کا حوالہ دیا کہ دین میں جبر نہیں ہے اور اس سے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس عیسائی غلام کو آزاد کر دیا۔(عمر بن الخطاب ابن جوزی)

4836 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ قَائِدِ السَّائِبِ، عَنِ السَّائِبِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلُوا يُثْنُونَ عَلَيَّ وَيَذْكُرُونِّي،

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَعْلَمُكُمْ يَعْنِي بِهِ. قُلْتُ: صَدَقْتَ بِاَبِي اَنْتَ وَاُمِّي: كُنْتَ شَرِيكِي فَنِعْمَ الشَّرِيْكُ، كُنْتَ لَا تُدَارِي، وَلَا تُمَارِي

⊛⊛ حضرت سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو لوگ میری تعریف کرنے لگے، انہوں نے میرا ذکر کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں (یعنی اس شخص کے بارے میں زیادہ جانتا ہوں) میں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ میرے شراکت دار تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین شراکت دار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو مخالفت کرتے تھے، اور نہ ہی لڑائی جھگڑا کیا کرتے تھے۔

بَابُ الْهَدْيِ فِي الْكَلَامِ

باب: کلام کرنے کا طریقہ

4837 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُ، اَنْ يَرْفَعَ طَرْفَهُ اِلَى السَّمَاءِ

⊛⊛ یوسف بن عبداللہ بن سلام اپنے والد کا یہ کلام بیان کرتے ہیں:

"جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے بات چیت کر رہے ہوتے تھے، تو اکثر اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ آسمان کی طرف ہوتی تھی"

4838 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُوْلُ: كَانَ فِي كَلَامِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيلٌ، اَوْ تَرْسِيلٌ

⊛⊛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ٹھہراؤ ہوتا تھا، (یہاں ایک لفظ راوی نے مختلف بیان کیا ہے، لیکن مفہوم ایک ہی ہے)

4839 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَاَبُوْ بَكْرٍ، ابْنَا اَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اُسَامَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللهُ، قَالَتْ: كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام واضح ہوتا تھا، جسے سننے والا ہر شخص سمجھ لیتا تھا"

4839-إسناده حسن. أسامة- :وهو ابن زيد-حسن الحديث. وكيع: هو ابن الجراح، وسفيان: هو الثوري، والزهري: هو محمد بن مسلم بن شهاب. وأخرجه الترمذي (3968) من طريق حميد بن الأسود، عن أسامة بن زيد، بهذا الإسناد. ولفظه: ما كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يسرد سردكم هذا، ولكنه كان يتكلم بكلام بيّنه فصل، يحفظه من جلس إليه. وقال: حديث حسن صحيح. وأخرجه بنحو لفظ الترمذي النسائي في "الكبرى "(10173) من طريق سفيان، عن أسامة بن زيد، عن القاسم بن محمد بن أبي بكر، عن عائشة. وهو بلفظهما عند أحمد في "مسنده "(25077) و (26209).

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ يَحْيَى مُخْتَصَرٌ قَالَ اَبُو دَاوُدَ: مَيْمُونٌ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ

میمون بن ابی شبیہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ایک سائل گزرا، تو انہوں نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دے دیا، پھر ان کے سامنے سے ایک اور شخص گزرا، جس نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اس کی حالت بھی عمدہ محسوس ہو رہی تھی، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بٹھا کر کھانا کھلایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''لوگوں کو ان کے مخصوص مقام پر رکھو (یعنی اسی حساب سے ان سے سلوک کرو)''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یحییٰ کی راویت کردہ روایت مختصر ہے۔ میمون نامی راوی نے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

4843- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الصَّوَّافُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُمْرَانَ، اَخْبَرَنَا عَوْفُ بْنُ اَبِي جَمِيلَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ مِخْرَاقٍ، عَنْ اَبِي كِنَانَةَ، عَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللهِ اِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ، وَاِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ

❁❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے اجلال میں یہ بات شامل ہے کہ بوڑھے مسلمان اور قرآن کے عالم کی عزت کی جائے، جو اس میں غلو اور تقصیر سے بچتا ہو، اور عادل حکمران کی عزت کی جائے''۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجْلِسُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ بِغَيْرِ اِذْنِهِمَا

باب: آدمی کا' دو آدمیوں کے درمیان' ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنا

4844- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا عَامِرٌ الْاَحْوَلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُجْلَسْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھا کرو، البتہ ان کی اجازت سے (بیٹھا جا سکتا ہے)

4845- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ دو آدمیوں کے درمیان (بیٹھ کر) تفریق کردے۔ البتہ ان کی اجازت سے (ان کے درمیان بیٹھ سکتا ہے)"۔

بَابٌ فِي جُلُوسِ الرَّجُلِ

باب: آدمی کا بیٹھنا

4846 - حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَلَسَ احْتَبَى بِيَدِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ شَيْخٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب بیٹھتے تھے، تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ کے ذریعے احتباء کر لیتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن ابراہیم نامی راوی بزرگ ہے لیکن منکر الحدیث ہے۔

4847 - أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتَايَ، صَفِيَّةُ، وَدُحَيْبَةُ، ابْنَتَا عُلَيْبَةَ، قَالَ: مُوسَى بِنْتِ حَرْمَلَةَ وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ وَكَانَتْ جَدَّةَ أَبِيهِمَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُمَا أَنَّهَا، رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخْتَشِعَ وَقَالَ مُوسَى: الْمُتَخَشِّعَ، فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ

سیدہ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ قرفصاء کے طور پر بیٹھے ہوئے تھے، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کو میں نے اتنی عاجزی وانکساری کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا، تو میں خوف سے لرز گئی (ایک راوی نے لفظ مختلف نقل کیا ہے)

4847-إسناده حسن. وراوي الحديث عن النبي -صلى الله عليه وسلم- هو قيلة بنت مخرمة. وهو عند البيهقي في "السنن" 235 /3من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري في "الأدب المفرد" (1178) عن موسى بن إسماعيل، عن عبد الله بن حسان، به. وأخرجه الترمذي في "الشمائل" (119) من طريق عفان بن مسلم، عن عبد الله ابن حسان، به. وأخرجه ضمن حديث مطول ابن سعد في "الطبقات" 320 - 317 /1عن عفان ابن مسلم، والطبراني في "الكبير" /25(1)،

بَابٌ فِي الْجِلْسَةِ الْمَكْرُوهَةِ

باب: بیٹھنے کا ناپسندیدہ طریقہ

4848- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ الشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ هَكَذَا، وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرَى خَلْفَ ظَهْرِي وَاتَّكَأْتُ عَلَى أَلْيَةِ يَدِي، فَقَالَ: أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ؟

❁❁ حضرت شرید بن سوید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس بیٹھے، تو میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف کر کے انگوٹھے کی طرف دباؤ ڈالا ہوا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھے ہو، جن پر غضب نازل ہوا''

بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

باب: عشاء کے بعد بات چیت کرنا

4849- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَوْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النَّوْمِ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثِ بَعْدَهَا

❁❁ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس (عشاء) سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے سے منع کرتے تھے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجْلِسُ مُتَرَبِّعًا

باب: آدمی کا چوکڑی مار کر بیٹھنا

4850- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ

❁❁ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز ادا کر لیتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر چوکڑی مار کر بیٹھ جاتے تھے اور اس وقت تک بیٹھے رہتے تھے، جب تک سورج اچھی طرح طلوع نہیں ہو جاتا تھا۔

[illegible]

[illegible]

4851 - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا [illegible]

[illegible] بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ [illegible]

[illegible] عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَنْتَجِي اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ، فَاِنَّ ذٰلِكَ [illegible]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''دو آدمی اپنے ساتھی کو چھوڑ کر سرگوشی میں بات چیت نہ کریں کیونکہ یہ چیز اسے [illegible]

4852 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: [illegible]

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. قَالَ اَبُو صَالِحٍ: فَقُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ فَاَرْبَعَةٌ، قَالَ: لَا يَضُرُّكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی مانند روایت نقل کی ہے

ابو صالح کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اگر چار آدمی ہوں؟ انہوں نے کہا: تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ اِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ

باب: جب کوئی شخص اپنی جگہ اٹھ کر جانے کے بعد واپس آ جائے

4853 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِي صَالِحٍ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ اَبِي جَالِسًا، وَعِنْدَهُ غُلَامٌ فَقَامَ ثُمَّ رَجَعَ فَحَدَّثَ اَبِي، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلَيْهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص محفل سے اٹھ جائے اور پھر اس میں واپس آئے' تو وہ (اس) جگہ کا زیادہ حقدار ہوگا''۔

4854 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ الْحَلَبِيُّ، عَنْ تَمَّامِ بْنِ نَجِيحٍ، عَنْ كَعْبٍ الْاِيَادِيِّ، قَالَ: كُنْتُ اَخْتَلِفُ اِلَى اَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ: اَبُو الدَّرْدَاءِ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا جَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَامَ، فَاَرَادَ الرُّجُوعَ نَزَعَ نَعْلَيْهِ، اَوْ بَعْضَ مَا يَكُونُ عَلَيْهِ، فَيَعْرِفُ ذٰلِكَ اَصْحَابُهُ

4852- إسناده صحيح. أبو صالح: هو ذكوان السمان. وأخرجه ابن حبان في "صحيحه" (584) عن أبي خليفة، عن مسدد، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد في "مسنده" (4685) عن يحيى بن سعيد، و (5023) من طريق شعبة، كلاهما عن الأعمش، به. وأخرجه دون سؤال أبي صالح البخاري (6288)، ومسلم (2183) من طريق نافع، وابن ماجه (3776) من طريق عبد الله بن دينار، كلاهما عن ابن عمر. وهو في "المسند" (4450) من طريق محمد بن يحيى بن حبان، ومن طريق عبد الله ابن دينار (4564)، ومن طريق نافع (4874).

فَيَثْبُتُونَ

⊛⊛ کعب ایادی بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم ﷺ جب تشریف فرما ہوتے تھے، تو ہم آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے۔ جب کوئی شخص وہاں سے اٹھتا اور اس کا واپس آنے کا ارادہ ہوتا، تو وہ اپنا جوتا یا اپنے جسم پر موجود کوئی چیز (عمامہ یا چادر وغیرہ) اتار کر (وہاں رکھ دیتا) جس سے اس کے ساتھی یہ جان لیتے کہ وہ واپس آئے گا، تو وہ اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے''۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ وَلَا يَذْكُرَ اللَّهَ

باب: اس بات کا ناپسندیدہ ہونا کہ آدمی اپنی محفل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر اٹھ جائے

4855 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِ، إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب کچھ لوگ کسی محفل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیے بغیر اٹھ جائیں، تو وہ یوں اٹھتے ہیں جیسے مردار گدھے کے پاس سے اٹھے ہوں اور (آخرت میں یہ محفل) ان کے لیے حسرت کا باعث ہوگی''۔

4856 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تِرَةٌ، وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تِرَةٌ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی جگہ پر بیٹھے اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے نقصان ہوگا اور جو شخص کسی جگہ لیٹے اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے نقصان ہوگا''۔

4855- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن. إسماعيل بن زكريا صدوق حسن الحديث. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (10169) من طريق عبد العزيز بن أبي حازم، عن سهيل بن أبي صالح، بهذا الإسناد. وهو من طريق أبي صالح، عن أبي هريرة عند أحمد في "مسنده" (9052)، و"صحيح ابن حبان" (590) ولفظ ابن حبان: "ما اجتمع قوم في مجلس، فتفرقوا من غير ذكر الله، والصلاة على النبي -صلى الله عليه وسلم- إلا كان عليهم حسرة يوم القيامة." وأخرجه الترمذي (3677)

4856- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن. ابن عجلان -وهو محمد- صدوق حسن الحديث، والليث: هو ابن سعد. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (10164) و (10585) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الإسناد. ورواية النسائي الثانية مختصرة. وهو عند ابن حبان في "صحيحه" (853). وأخرجه بنحوه ومعناه النسائي في "الكبرى" (10165) و (10584)

یعنی جسم کے اندر وجود باطنی انسان ایک جیتا جاگتا وجود ہے جو انسان کی توجہ کا طالب ہے۔ جس طرح مادی جسم کی تندرستی کے لیے غذا ضروری ہے اسی طرح باطنی وجود کی بھی غذا ہے جس سے وہ سکون محسوس کرتا ہے، تندرست و توانا ہوتا اور قوت حاصل کرتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: بے شک ذکر سے ہی قلوب کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

یعنی اللہ کے اسم کے ذکر سے انسانی قلب یا روح کو سکون حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہی اس کی غذا اور قوت کا باعث ہے۔ جو انسان اس ذکر سے روگردانی کرتا ہے اس کی روح کو غذا اور رزق نہیں ملتا جو اس کی زندگی اور قوت کے لیے ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: بے شک جو ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے ہم اس کی (باطنی) روزی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اسے اندھا اٹھائیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں رزق سے مراد یقیناً باطنی رزق ہے کیونکہ ظاہری رزق تو اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو بھی بہت دیا ہے جو اسے قطعاً یاد نہیں کرتے۔

دنیا و آخرت میں انسان کے خسارے کی وجہ اس کی ذکر سے غفلت ہے کیونکہ ذکر نہ کرنے کے باعث اس کی روح وہ قوت حاصل نہیں کر پاتی جو اسے نفس کے حجاب چیر کر اس مقام تک لے جائے جہاں وہ دیدار و معرفتِ الٰہی حاصل کر سکے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو ذکر الٰہی سے غافل نہ کر دیں جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اللہ کے مختلف ناموں کی تسبیح و ذکر کر رہی ہے جیسا کہ وہ قرآن میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے سبھی اس کی تسبیح کرتے ہیں اور مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

بَابٌ فِيْ كَفَّارَةِ الْمَجْلِسِ

باب: محفل کا کفارہ

4857۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ اَبِيْ هِلَالٍ حَدَّثَهُ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَنَّهُ قَالَ: كَلِمَاتٌ لَا يَتَكَلَّمُ بِهِنَّ اَحَدٌ فِيْ مَجْلِسِهِ عِنْدَ قِيَامِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اِلَّا كُفِّرَ بِهِنَّ عَنْهُ، وَلَا يَقُوْلُهُنَّ فِيْ مَجْلِسِ خَيْرٍ وَمَجْلِسِ ذِكْرٍ اِلَّا

يُخْتَمُ لَهُ بِهِنَّ عَلَيْهِ كَمَا يُخْتَمُ بِالْخَاتَمِ عَلَى الصَّحِيفَةِ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، انہوں نے فرمایا: کچھ کلمات ایسے ہیں، جنہیں آدمی محفل سے اٹھتے وقت تین مرتبہ پڑھ لے، تو یہ اس کے لیے ان چیزوں کا کفارہ بن جائیں گے، جو (اس نے اس محفل میں غلطیاں کی تھیں) اور جو شخص کسی بھلائی کی محفل یا ذکر کی محفل میں ان کلمات کو پڑھ لے گا، تو ان کلمات کے ذریعے اس محفل (کی نیکیوں یا اجر وثواب) پر یوں مہر لگا دی جائے گی، جس طرح صحیفے پر مہر لگائی جاتی ہے (وہ کلمات یہ ہیں:)

"تو ہر عیب سے پاک ہے، اے اللہ! حمد تیرے لیے مخصوص ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں"۔

4858- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: وَحَدَّثَنِي بِنَحْوِ ذٰلِكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي عَمْرٍو، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

4859- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرْجَرَائِيُّ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، اَنَّ عَبْدَةَ بْنَ سُلَيْمَانَ اَخْبَرَهُمْ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ اَبِي هَاشِمٍ، عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ، عَنْ اَبِي بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: بِاٰخِرَةٍ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَقُومَ مِنَ الْمَجْلِسِ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اِنَّكَ لَتَقُولُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُولُهُ فِيمَا مَضٰى، فَقَالَ: كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُونُ فِي الْمَجْلِسِ

❁❁ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ اسلمی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری (عمر) میں جب کسی محفل سے اٹھتے تو یہ پڑھتے تھے:

"تو پاک ہے، اے اللہ! اور حمد تیرے لیے مخصوص ہے، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں"۔

ایک صاحب نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج ایسے کلمات پڑھے ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نہیں پڑھے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس چیز کا کفارہ بن جاتے ہیں، جو کچھ محفل میں ہوتا ہے"

بَابٌ فِي رَفْعِ الْحَدِيثِ مِنَ الْمَجْلِسِ

باب: محفل میں شکایات کرنے کا بیان

4860- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ اِسْرَائِيلَ، عَنِ الْوَلِيدِ- قَالَ: اَبُو دَاوُدَ

وَنَسَبَهُ لَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ حُسَيْنِ ابْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: الْوَلِيدُ ابْنُ أَبِي هِشَامٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ زَائِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا، فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے اصحاب کی طرف سے کوئی بات مجھ تک نہ پہنچے، کیونکہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میں تمہاری طرف آؤں، تو میرا سینہ صاف ہو''۔

بَابٌ فِي الْحَذَرِ مِنَ النَّاسِ

باب: لوگوں سے بچ کے رہنا

4861 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ سَيَّارٍ الْمُؤَدِّبُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيهِ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ عِيسَى بْنِ مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْفَغْوَاءِ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: دَعَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَنِي بِمَالٍ إِلَى أَبِي سُفْيَانَ يَقْسِمُهُ فِي قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: الْتَمِسْ صَاحِبًا قَالَ: فَجَاءَنِي عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ، فَقَالَ: بَلَغَنِي أَنَّكَ تُرِيدُ الْخُرُوجَ وَتَلْتَمِسُ صَاحِبًا، قَالَ: قُلْتُ: أَجَلْ، قَالَ: فَأَنَا لَكَ صَاحِبٌ، قَالَ: فَجِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: قَدْ وَجَدْتُ صَاحِبًا، قَالَ: فَقَالَ: مَنْ؟ قُلْتُ: عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ، قَالَ: إِذَا هَبَطْتَ بِلَادَ قَوْمِهِ فَاحْذَرْهُ فَإِنَّهُ قَدْ قَالَ الْقَائِلُ: أَخُوكَ الْبِكْرِيُّ وَلَا تَأْمَنْهُ فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِالْأَبْوَاءِ قَالَ: إِنِّي أُرِيدُ حَاجَةً إِلَى قَوْمِي بِوَدَّانَ فَتَلَبَّثْ لِي، قُلْتُ: رَاشِدًا، فَلَمَّا وَلَّى ذَكَرْتُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَدَدْتُ عَلَى بَعِيرِي حَتَّى خَرَجْتُ أُوضِعُهُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِالْأَصَافِرِ إِذَا هُوَ يُعَارِضُنِي فِي رَهْطٍ، قَالَ: وَأَوْضَعْتُ، فَسَبَقْتُهُ، فَلَمَّا رَآنِي قَدْ فُتُّهُ انْصَرَفُوا، وَجَاءَنِي فَقَالَ: كَانَتْ لِي إِلَى قَوْمِي حَاجَةٌ، قَالَ: قُلْتُ: أَجَلْ، وَمَضَيْنَا حَتَّى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَدَفَعْتُ الْمَالَ إِلَى أَبِي سُفْيَانَ

❀❀ عبداللہ بن عمرو خزاعی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ مال کے ہمراہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجنا چاہ رہے تھے، تا کہ وہ مکہ میں قریش کے درمیان اسے تقسیم کر دے، یہ فتح مکہ کے بعد کی بات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ساتھی تلاش کرو، راوی کہتے ہیں: تو عمرو بن امیہ ضمری میرے ساتھ آ گئے انہوں نے کہا: مجھے یہ پتا چلا ہے کہ تم روانہ ہونا چاہتے ہو اور کوئی ساتھی تلاش کر رہے ہو، میں نے کہا: جی ہاں! تو انہوں نے کہا: میں تمہارا ساتھی ہوں۔ راوی کہتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا: میں نے عرض کی: مجھے ایک ساتھی مل گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون؟ میں نے کہا: عمرو بن امیہ ضمری، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم کسی قوم کے علاقے میں پڑاؤ کرو تو بچ کے رہنا، کیونکہ کسی کہنے والے نے یہ کہا ہے: بکر قبیلے سے تعلق رکھنے والا تمہارا جو بھائی ہے، تم اس سے محفوظ نہیں ہو (یعنی تم اس سے بات نہ کرنا)''

ہم لوگ روانہ ہو گئے، جب ہم ابواء کے مقام پر پہنچے، تو اس شخص نے کہا: مجھے ودان کے مقام پر اپنی قوم سے کچھ کام ہے، تم یہاں رک کر میرا انتظار کرنا، میں نے کہا: سلامتی کے ساتھ جاؤ، جب وہ چلا گیا، تو مجھے نبی اکرم ﷺ کی بات یاد آئی۔ میں اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور وہاں سے نکل کھڑا ہوا، یہاں تک کہ میں اصافر کے مقام پر آ گیا، تو وہاں میں نے دیکھا کہ امیہ کچھ لوگوں کے ساتھ میرے مقابل آیا ہوا ہے، راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے اونٹ کو دوڑایا اور آگے نکل گیا۔ جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ میں ان سے آگے جا چکا ہوں تو وہ لوگ واپس چلے گئے۔ پھر امیہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا: مجھے اپنی قوم میں ایک کام ہے، میں نے کہا: ٹھیک ہے، پھر ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم مکہ آ گئے۔ تو میں نے وہ مال حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا''

4862 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مومن ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا''۔

بَابٌ فِي هَدْيِ الرَّجُلِ

باب: پیدل چلنے کا طریقہ

4863 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشَى كَأَنَّهُ يَتَوَكَّأُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب چلتے تھے، تو آگے کی طرف ذرا جھک کر چلتے تھے۔

4864 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ خُلَيْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: كَيْفَ رَأَيْتَهُ؟ قَالَ: كَانَ أَبْيَضَ مَلِيحًا، إِذَا

4862- إسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد، وعقيل: هو ابن خالد. وأخرجه البخاري (6133)، ومسلم (2998) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن ماجه (3982) عن محمد بن الحارث المصري، عن الليث، به. وأخرجه مسلم (2998) من طريق ابن أخي ابن شهاب، عن عمه ابن شهاب، به. وهو في "مسند أحمد" (8928)، و"صحيح ابن حبان" (663).

4864- إسناده صحيح. سعيد الجريري: وهو سعيد بن إياس - ثقة وقد اختلط بأخرة لكن رواية عبد الأعلى - وهو ابن عبد الأعلى السامي - عنه قبل اختلاطه. أبو الطفيل: هو عمرو بن واثلة. وأخرجه مسلم (2340)، وابن قانع في "معجم الصحابة" 242 /2 من طريق عبيد الله بن عمر، عن عبد الأعلى، بهذا الإسناد. وفيه في وصف النبي - صلى الله عليه وسلم - عندهما: كان أبيض مليحاً مقصداً، وليس عند مسلم: كأنما يهوي في صبوب. وأخرجه مسلم (2340) من طريق خالد بن عبد الله، والترمذي في "الشمائل" (13) من طريق يزيد بن هارون، كلاهما عن سعيد، به. وهو في "مسند أحمد" (23797)

مَشٰى كَاَنَّمَا يَهْوِي فِي صَبُوْبٍ

❁❁ حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے، راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دریافت کیا: آپ نے انہیں کیسا دیکھا؟ تو انہوں نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگت کے مالک دلکش شخص تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے، تو یوں لگتا تھا، جیسے بلندی سے نیچے کی طرف آ رہے ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَضَعُ اِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرَى

باب: آدمی کا اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھنا

4865 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّضَعَ - وَقَالَ قُتَيْبَةُ: يَرْفَعَ - الرَّجُلُ اِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرَى زَادَ قُتَيْبَةُ: وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے، کہ کوئی شخص اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے

قتیبہ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: جبکہ وہ پشت کے بل چت لیٹا ہوا ہو۔

4866 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، ح وحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ، عَنْ عَمِّهٖ، اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا - قَالَ الْقَعْنَبِيُّ فِي الْمَسْجِدِ - وَاضِعًا اِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرَى

❁❁ عباد بن تمیم اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چت لیٹے ہوئے دیکھا۔

قعنبی نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: مسجد میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

4867 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَا يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ

❁❁ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ منقول ہے: وہ ایسا کر لیتے تھے (یعنی لیٹنے کے دوران ایک ٹانگ دوسری پر رکھ لیتے تھے)

بَابٌ فِي نَقْلِ الْحَدِيْثِ

باب: کوئی بات پھیلا دینا

4868 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِيثِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب کوئی شخص کوئی بات کر رہا ہو اور وہ ادھر اُدھر دیکھ رہا ہو (کہ کہیں کوئی اور تو نہیں سن رہا) تو وہ بات امانت ہوتی ہے''

4869- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ نَافِعٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ أَخِي جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ إِلَّا ثَلَاثَةَ مَجَالِسَ: سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ، أَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ، أَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجالس امانت ہوتی ہیں، البتہ تین مجالس کا حکم مختلف ہے، وہ جس میں حرام طور پر خون بہانے کی بات ہو، یا جس میں حرام طور پر شرم گاہ (استعمال کرنے) کا ذکر ہو، یا جس میں ناحق طور پر کسی کا مال ہتھیانے کی بات ہو''

راز پھیلانے کی ممانعت کا بیان

4870- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ إِبْرَاهِيمُ: هُوَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَعْظَمَ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، سب سے بڑی امانت یہ ہوگی کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں ہو، اور وہ عورت اس کے ساتھ خلوت میں ہو، اور پھر وہ اس عورت کے راز کو فاش کر دے''۔

شرح

علامہ طیبی (ان اعظم الامانۃ) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہت بڑی امانت کہ جس میں خیانت کرنیوالے سے قیامت کے دن سخت باز پرس ہوگی شوہر و بیوی کے درمیان جنسی معاملات اور نجی امور سے متعلق باتیں ہیں یعنی خاوند بیوی کے درمیان جنسی افعال اور راز و نیاز کی باتیں ایک بہت بڑی امانت ہے جس کی حفاظت ہر شوہر کی ذمہ داری ہے جو شوہر اس امانت کی حفاظت نہیں کرے گا بایں طور کہ وہ اپنی بیوی سے ہمبستری کے بعد اس کے راز افشاء کرے گا اس سے قیامت کے دن باز پرس کی جائے گی اور اشرف کے قول کے مطابق اس ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت میں خیانت اس شخص کی خیانت ہوگی جو اپنی بیوی سے ہمبستری کرے اور پھر اس کے راز کو افشاء کرے۔ اور افشاء کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان راز و نیاز کی جو باتیں ہوئی ہوں اور جنسیات سے متعلق جو افعال

ہوئے ہوں ان کو لوگوں سے کہتا پھرے جیسا کہ بے حیاء لوگوں کی عادت ہے یا اپنی بیوی کے کسی عیب کو بیان کرتا پھرے اور یا یہ کہ اپنی بیویوں کی ان خوبیوں اور اوصاف کو ذکر کرتا پھرے جن کو چھپانا شرعاً اخلاقاً اور عرفاً واجب ہے۔

ابن ملک کہتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ خاوند و بیوی میں سے ہر ایک اپنے دوسرے کے افعال واقوال کا امین ہے لہٰذا ان میں سے جو بھی اپنے دوسرے کے ان افعال واقوال کو ظاہر کرے گا جن کو ظاہر کرنا وہ دوسرا ناپسند کرتا ہو تو وہ خیانت کرنیوالا کہلائے گا۔

بہرکیف حدیث کا حاصل یہ ہے کہ خاوند و بیوی کے درمیان جنسی معاملات اور ذاتی امور سے متعلق جو باتیں ہوتی ہیں یا جو افعال ہوتے ہیں ان کو غیروں کے سامنے بیان کرنا یا ایک دوسرے کے عیوب وغیرہ کو ظاہر کرنا اخلاقی نکتہ نظر ہی سے معیوب نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر آخرت میں مؤاخذہ الٰہی کا موجب ہے۔

اس سلسلہ میں ایک سبق آموز واقعہ بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ایک مرتبہ ایک صاحب علم و دانش نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کے عیوب کیونکر ذکر کروں (یعنی اگر میں طلاق کی وجہ بیان کروں تو گویا میں اس کے عیوب کو جو طلاق کی وجہ ہیں تمہارے سامنے بیان کر دوں اور یہ مجھے گوارا نہیں ہے کہ جب تک وہ میری بیوی ہے اس کے عیوب دوسروں کے سامنے آئیں) پھر جب اس نے طلاق دیدی تو پھر کچھ اور لوگوں نے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق کیوں دی؟ اس نے کہا کہ میں ایک اجنبی عورت کے عیوب کیسے ظاہر کروں یعنی اگر میں طلاق کی وجہ بیان کروں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک اجنبی عورت کے عیوب تمہارے سامنے بیان کر دوں اور اسے میں مطلقاً مناسب نہیں سمجھتا)

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ خاوند و بیوی کے لئے ایک دوسرے کی باتوں کو ظاہر کرنے کی یہ ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ اس کا کوئی فائدہ اور مقصد نہ ہو، ہاں اگر اس کا کوئی فائدہ یا اس کی کوئی معقول وجہ ہو تو پھر یہ ممانعت نہیں ہوگی مثلاً اگر عورت کا دعویٰ ہو کہ اس کا خاوند اس کی جنسی خواہش کی تسکین کا اہل نہیں ہے، یا بیوی یہ شکایت کرے کہ اس کا شوہر اس کے ساتھ بیزاری اور لا پرواہی کا برتاؤ کرتا ہے تو اس صورت میں بیوی کے لئے ان چیزوں کا ذکر کرنا غیر پسندیدہ نہیں ہوگا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔(لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم)

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی بری بات کو اعلانیہ بیان کیا جائے ہاں اگر کسی پر ظلم کیا گیا ہے تو وہ اسے اعلانیہ بھی بیان کر سکتا ہے۔

بَابٌ فِي الْقَتَّاتِ

باب: چغل خوری کرنا

4871۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ

⊛⊛ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''چغل خوری کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا''

شرح

چغل خوری معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والی بیماری ہے۔ چغل خور شخص لوگوں کے پاس جا کر ادھر اُدھر کی باتیں بتا کر آپس تعلقات کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ایک شخص کے پاس جا کر کہتا ہے کہ فلاں آدمی یہ بری بات تم سے منسوب کر رہا ہے یا برائی کے ساتھ تمہارا ذکر کر رہا تھا۔ پھر دوسرے شخص کے پاس جا کر دیسی ہی بے تکی باتیں بنا کر پیش کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ چغل خور دو آدمیوں کے درمیان ہی تعلقات نہیں بگاڑ دیتا بلکہ میاں بیوی، بھائی بھائی، باپ بیٹے، بھائی بہن، امیر و مامور غرض ہر طرح کے لوگوں کے تعلقات تباہ و برباد کر دیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چغل خور کی برائی اور تباہی کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''طعنے دینے والے اور چغلیاں کرنے والے کے لئے ہلاکت اور تباہی ہے۔ (القلم۔۱۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز کے بارے میں نہیں بلکہ وہ بڑی ہی چیز ہے۔ ایک تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کرتے وقت ستر پوشی نہیں کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

مسلمانوں کو لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرنے والا اور بھلائی کی رغبت دلانے والا ہونا چاہئے نہ اُن کے درمیان بغض و عداوت کرنے والا۔ سورۃ النساء آیت ۱۱۴ میں ارشاد باری ہے، لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کیلئے لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کیلئے کسی سے کچھ کہے تو یہ بھلی بات ہے، اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایسا کرے گا اسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دن کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے لوگوں پر (ان کے بدن کے) ہر جوڑ کے بدلے صدقہ واجب ہوتا ہے۔ تم دو آدمیوں کے درمیان انصاف (سے صلح صفائی) کرا دو تو یہ بھی صدقہ ہے، کسی انسان کو سواری پر چڑھنے میں یا اس کا سامان اُٹھا کر لادنے میں مدد دے دو تو یہ بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات بھی صدقہ ہے، نماز کے لئے جاتے وقت تمہارا ہر قدم صدقہ ہے اور راستے سے کوئی تکلیف دہ چیز اٹھا دینا بھی صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

قرآن و سنت کی تعلیمات معاشرے کی بھلائی اور اصلاح کے لئے مسلمانوں سے ہر قسم کی روحانی بیماریوں کے نقصان سے بچاؤ اور تشخیص مرض کے ساتھ ساتھ علاج بھی کرتی ہیں۔ چغل خوری سے ہر مسلمان مرد اور عورت کو دور رہنا چاہئے تاکہ کل روز حشر میں عذاب جہنم سے بچ پائیں اور جنت نصیب ہوگا۔

بَابٌ فِي ذِي الْوَجْهَيْنِ

باب: دوغلے شخص کا بیان

4872- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ، الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ، وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''لوگوں میں سب سے برا وہ شخص ہے، جو دوغلہ ہو، جو اِن کے پاس اس منہ کے ساتھ آئے، اور اُن کے پاس اس منہ کے ساتھ جائے۔''

4873 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَنْظَلَةَ، عَنْ عَمَّارٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا، كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص کے دنیا میں دو منہ ہوں گے، (یعنی دوغلہ ہوگا) قیامت کے دن اس کی آگ سے بنی ہوئی دو زبانیں ہوں گی''

بَابٌ فِي الْغِيبَةِ

باب: غیبت کا بیان

4874 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالَ: ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ: أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عرض کی گئی: یارسول اللہ! غیبت سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا تذکرہ اس چیز کے ساتھ کرنا: جو اسے ناپسند ہو: عرض کی گئی: اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کہ میں نے جو بات کی ہے وہ میرے بھائی میں موجود ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم نے کہا ہے، وہ اس میں موجود ہو، تو تم نے اس کی غیبت کی، اور جو تم نے کہا وہ اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا''

4875 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا. قَالَ غَيْرُ مُسَدَّدٍ: تَعْنِي

4872-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وأبو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان، والأعرج: هو عبد الرحمن بن هرمز. وأخرجه البخاري (3494)، ومسلم (2526) من طريق المغيرة بن شعبة، ومسلم ص 2011(98) من طريق مالك، كلاهما عن أبي الزناد، بهذا الإسناد. وعند مسلم في أوله زيادة. وأخرجه البخاري (6058)، والترمذي (2144) من طريق أبي صالح، عن أبي هريرة

4874-إسناده صحيح. العلاء: هو ابن عبد الرحمن الحرقي مولاهم. وأخرجه الترمذي (2047) عن قتيبة بن سعيد، عن عبد العزيز بن محمد، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2589) (75)، والنسائي في "الكبرى" (11454)، والبغوي في "شرح السنة" (3565) من طريق إسماعيل بن جعفر، عن العلاء، به. وهو في "مسند أحمد" (7146)، و"صحيح ابن حبان" (5758).

قَصِيرَةٌ فَقَالَ: لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ قَالَتْ: وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ إِنْسَانًا وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: صفیہ (سے دور ہونے کے لیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ، یہ چیز کافی ہے: دیگر راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ان کی مراد یہ تھی کہ ان کا قد چھوٹا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم نے ایک ایسی بات کہی ہے، کہ اگر اسے سمندر میں ملایا جائے، تو یہ اسے بھی کڑوا کر دے''۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کی نقل اتاری، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں کسی شخص کی نقل اتاروں، اگرچہ اس کے عوض میں مجھے اتنا اور اتنا (مال مل جائے)''۔

4876 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي حُسَيْنٍ، حَدَّثَنَا نَوْفَلُ بْنُ مُسَاحِقٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الْاِسْتِطَالَةَ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ آدمی کسی کی عزت کے ساتھ ناحق طور پر کھیلے''۔

4877 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اسْتِطَالَةَ الْمَرْءِ فِي عِرْضِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَمِنَ الْكَبَائِرِ السَّبَّتَانِ بِالسَّبَّةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی ناحق طور پر کسی مسلمان کی عزت کے درپے ہو، اور کبیرہ گناہوں میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک گالی کے بدلے میں دو گالیاں دی جائیں''۔

4878 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، وَأَبُو الْمُغِيرَةِ، قَالَا: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ قَالَ: حَدَّثَنِي رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمُشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ. فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ، قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ

4876- إسناده صحيح. أبو اليمان: هو الحكم بن نافع، وشعيب: هو ابن أبي حمزة، وعبد الله بن أبي حسين: هو عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي حسين. وأخرجه أحمد في "مسنده" (1651)، ويعقوب بن سفيان في "تاريخه" 292 /1، والبزار في "مسنده" (1264)، والشاشي في "مسنده" (208) و (230)، والطبراني في "الكبير" (357)، وفي "الشاميين" (2937)، والبيهقي في "السنن" 241 /10، وفي "شعب الإيمان" (6710).

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ بَقِيَّةَ، لَيْسَ فِيهِ أَنَسٌ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب مجھے معراج کروائی گئی، تو میرا گزر کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا کہ جن کے ناخن تانبے کے بنے ہوئے اور وہ ان کے ذریعے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں، جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (یعنی ان کی غیبت کرتے تھے) ان کی عزتوں پر حملے کرتے تھے''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، لیکن اس کی سند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

4879 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَبِي عِيسَى السَّيْلَحِينِيُّ، عَنْ أَبِي الْمُغِيرَةِ، كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُصَفَّى

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4880 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ، لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے ان لوگوں کے گروہ! جو اپنی زبان کے ذریعے ایمان لے آئے لیکن ایمان ان کے دل میں داخل نہیں ہوا، تم لوگ ان کی غیبت نہ کرو، اور ان کے پوشیدہ معاملات کی جستجو نہ کرو، کیونکہ جو شخص ان کے پوشیدہ معاملات کے پیچھے جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرے گا اور جس شخص کے پوشیدہ معاملات کی، اللہ تعالیٰ تحقیق کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں موجود ہونے کے باوجود اسے رُسوا کر دے گا''

4881 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ وَقَّاصِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْلَةً فَإِنَّ اللهَ يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَإِنَّ اللهَ يَكْسُوهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ، فَإِنَّ اللهَ يَقُومُ بِهِ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی مسلمان کی وجہ سے ایک لقمہ کھائے (یعنی اس کی غیبت کرے) تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مانند جہنم میں سے کھلائے گا اور جس شخص کو کسی مسلمان کی جانب سے کپڑا پہنایا جائے، یعنی (کسی مسلمان کی غیبت کرنے یا برائی بیان کرنے کی وجہ

سے ایسا کیا جائے) تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں اس کی مانند پہنائے گا اور جو شخص کسی شخص کی وجہ سے کسی مقام پر کھڑا ہو، جو دکھاوے اور ریاکاری کا مقام ہو، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے شہرت اور ریاکاری کے مقام پر کھڑا کرے گا (یعنی اس کو دیئے جانے والے عذاب کی شہرت ہوگی)۔

4882 - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ، وَعِرْضُهُ، وَدَمُهُ حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر، مال، اس کی عزت اور اس کا خون حرام ہے، آدمی کے برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے"

غیبت کے معنی ومفہوم کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرام سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت یہ ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ جس کو وہ اگر سن لے تو ناپسند کرے۔ بعض صحابہ کرام نے یہ سن کر عرض کیا یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ اگر میرے اس بھائی میں جس کا میں نے برائی کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ عیب ہوں جو میں نے بیان کیا ہے تو کیا جب بھی غیبت ہوگی یعنی میں نے ایک شخص کے بارے میں اس کے پیٹھ پیچھے یہ ذکر کیا کہ اس میں فلاں برائی ہے جب کہ اس میں وہ واقعتا برائی ہو اور میں نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہو اور ظاہر ہے کہا اگر وہ شخص اپنے بارے میں میرے اس طرح ذکر کرنے کو سنے تو یقینا خوش ہوگا تو کیا میرا اس کی طرف کسی برائی کو منسوب کرنا جو درحقیقت اس میں ہے غیبت کہلائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کی جس برائی کا ذکر کیا ہے اگر وہ واقعی اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ برائی موجود نہیں ہے جس کو تم نے ذکر کیا ہے تم نے اس پر بہتان لگایا یعنی یہی تو غیبت ہے کہ تم کسی کا کوئی عیب اس کے پیٹھ پیچھے بالکل سچ بیان کرو اور اگر تم اس کے عیب کو بیان کرنے میں سچے نہیں ہو کہ تم نے اس کی طرف جس عیب کی نسبت کی ہے وہ اس میں موجود نہیں ہے تو یہ افتراء اور بہتان ہے جو بذات خود ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ (مسلم)

مسلم ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اپنے کسی مسلمان بھائی کی وہ برائی بیان کی جو واقعی اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر تم نے اس کی طرف ایسی برائی کی نسبت کی جو اس میں موجود نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 766)

غیبت یعنی پیٹھ پیچھے کسی کا کوئی عیب بیان کرنا نہ صرف ایک گناہ لوگوں میں زیادہ پھیلا ہوا ہے ایسے لوگ بہت کم ہوں گے جو اس برائی سے بچے ہوئے ہیں ورنہ عام طور پر ہر شخص کسی نہ کسی صورت میں غیبت کرتا نظر آتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس بات میں

کچھ تفصیل بیان کردی جائے۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے غیبت اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی ایسے شخص کے بارے میں جو موجود نہ ہو اس طرح کا ذکر کرے جس سے اس کا کوئی عیب ظاہر ہو اور وہ اس عیب کے ذکر کئے جانے کو ناپسند کرے اور اس عیب کا تعلق خواہ اس کے بدن سے ہو یا عقل سے خواہ اس کے دین سے ہو یا دنیا سے، خواہ اس کے اخلاق وافعال سے ہو یا نفس سے خواہ اس کے مال واسباب سے، ہو یا اولاد سے خواہ اس کے ماں باپ سے ہو یا بیوی وخادم وغیرہ سے خواہ اس کے لباس وغیرہ سے ہو یا رفتار وگفتار سے، خواہ اس کی ہیبت کذائی سے یا نشست وبرخاست سے، خواہ اس کے حرکات وسکنات سے ہو یا عادات واطوار سے، خواہ اس کی کشادہ روئی سے ہو یا ترش روئی سے اور خواہ اس کی تندخوئی وسخت گوئی سے ہو یا نرم خوئی اور خاموشی سے اور یا ان چیزوں کے علاوہ کسی بھی ایسی چیز سے ہو جو اس سے متعلق ہو سکتی ہے نیز اس عیب کے ساتھ اس کا ذکر کرنا خواہ الفاظ کے ذریعہ ہو یا اشارہ و کنایہ اور رمز کے ذریعہ اور اشارہ کنایہ بھی خواہ لفظ وبیان کے ذریعہ ہو یا ہاتھ آنکھ، ابرو اور سر وغیرہ کے ذریعہ۔

اس سلسلہ میں یہ قاعدہ کلیہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ اگر کسی شخص کا کوئی عیب اس کی عدم موجودگی میں بیان کیا جائے جو دوسروں کی نظروں میں اپنے ایک مسلمان بھائی کی حیثیت وشخصیت کو گھٹاتا ہے تو یہ سخت غیبت ہے اور حرام ہے اور اگر کسی کے منہ پر اس کے کسی عیب کو اس طرح بیان کیا جائے جس سے اس کو ناگواری اور دل شکنی ہو تو یہ ایک طرح کی بے حیائی، سنگدلی اور ایذاء رسانی ہے کہ یہ اور بھی سخت گناہ ہے۔

غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے غیبت کرنے والا اس سے معافی طلب کرے بشرطیکہ اس غیبت کی خبر اس تک پہنچی ہو اور اس سے معافی کی طلب کے وقت تفصیل بیان کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اجمالی طور پر اتنا ہی کافی ہے کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے مجھے معاف کردو اور اگر وہ غیبت اس تک نہ پہنچی بایں طور کہ وہ مرگیا ہو یا کسی دور دراز جگہ پر ہو تو اس صورت میں استغفار کافی ہے یعنی اپنے اس گناہ پر اللہ سے مغفرت وبخشش طلب کرے نیز احادیث میں یہ بھی منقول ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس کے حق میں استغفار کرنا غیبت کے کفارہ میں داخل ہے۔

غیبت کس صورت میں جائز ہے: علماء نے لکھا ہے کہ کسی کا عیب اس کے پیٹھ پیچھے بیان کرنا بعض صورتوں میں جائز ہے مثلاً کوئی شرعی صورت لاحق ہو، جیسے ظالم کا ظلم بیان کرنا، حدیث کے راویوں کا حال ظاہر کرنا، نکاح کے مشورہ کے وقت کسی کا نسب یا حال روبیہ بیان کرنا، یا کوئی مسلمان کسی سے امانت وشرکت وغیرہ کا کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہے تو اس مسلمان کو نقصان سے محفوظ رکھنے کے لئے اس شخص کا رویہ بیان کردینا وغیرہ وغیرہ اسی طرح کوئی شخص ظاہری طور پر دین دار زندگی کا حامل ہے یعنی نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے اور دیگر فرائض بھی پورے کرتا ہے مگر اس میں یہ عیب ہے کہ لوگوں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے تکلیف ونقصان پہنچاتا ہے تو لوگوں کے سامنے اس کے اس عیب کا ذکر کرنا غیبت نہیں کہلائے۔

اور اگر اس شخص کے بارے میں ذمہ داران حکومت کو اطلاع دے دی جائے تا کہ وہ اس کو متنبہ کردیں اور اس کی ایذاء رسانی سے لوگ محفوظ رہیں تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں۔ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ بطریق اصلاح واہتمام کسی شخص کے عیب کو ذکر کرنا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب کہ اس کے عیب کو ذکر کرنے کا مقصد اس شخص کی برائی بیان کرنا اور اس

کو نقصان و تکلیف پہنچانا ہو اسی طرح کسی شخص کی کسی شہر والوں یا کسی بستی کے لوگوں کی غیبت نہیں کہیں گے جب تک کہ وہ متعین طور پر کسی جماعت کا نام لے کر اس کی غیبت نہ کرے۔

غیبت کے کفارے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس شخص کی مغفرت و بخشش کی دعا مانگو جس کی تم نے غیبت کی ہے اور اس طرح دعا مانگو کہ اے اللہ ہم کو اور اس شخص کو جس کی میں نے غیبت کی ہے بخش دے اس روایت کو بیہقی نے اپنی کتاب دعوات کبیر میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 808)

دعاء مغفرت کے الفاظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے والا پہلے خواہ اپنے حق میں مغفرت کی دعا کرے اس میں نکتہ یہ ہے کہ استغفار کرنے والے کے بارے میں حق تعالیٰ کا وعدہ یہ ہے کہ اس کی دعاء مغفرت کو قبول کیا جائے گا لہٰذا غیبت کرنے والا جب پہلے خود اپنے حق میں استغفار کرے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اس معصیت سے پاک ہو جائے گا تو دوسرے کے حق میں بھی اس کی دعاء مغفرت قبول ہوگئی۔ "اغفرلنا" میں جمع متکلم کا صیغہ اس صورت کے اعتبار سے ہے کہ جب کہ غیبت کا صدور بھی لوگوں سے ہوا ہو یعنی اگر غیبت کرنے والے کئی لوگ ہوں تو سب اس طرح دعا مانگیں اور اگر غیبت کرنے والا ایک شخص ہو تو پھر "اغفرلی" کے الفاظ استعمال ہوں گے یا یہ مراد کہ استغفار کرنے والا اپنی دعاء مغفرت میں تمام مسلمانوں کو شامل کرے اس صورت میں اس دعا کے معنی یہ ہوں گے کہ اے اللہ ہم سب مسلمانوں کو اور خاص طور پر اس شخص کو کہ جس کی میں نے غیبت کی ہے بخش دے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت کی دعا کرنا اس صورت سے متعلق ہے جبکہ اس کی غیبت کی خبر اس شخص کو نہ پہنچی ہو جس کی غیبت کی گئی ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس کو معلوم ہو گیا کہ فلاں شخص نے میری یہ غیبت کی ہے تو غیبت کرنے والے کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس شخص سے اپنے آپ کو معاف کرائے بایں طور کہ پہلے اس کو یہ بتائے کہ میں نے تمہاری غیبت میں اس طرح کہا ہے اور پھر اس سے معاف اپنے آپ کو معاف کرائے اور اگر غیبت کرنے والا کسی مجبوری اور عذر کی بناء پر ایسا نہ کر سکے تو پھر یہ ارادہ رکھے کہ جب بھی ہو سکے گا اس سے اپنے آپ کو معاف کراؤں گا، چنانچہ اس کے بعد جب بھی وہ اپنے آپ کو معاف کروالے اس سے تو اس ذمہ داری سے بری ہو جائے گا۔

اور اس غیبت کے سلسلہ میں اس پر کوئی حق و مواخذہ باقی نہیں رہ جائے گا، ہاں اگر وہ اپنے آپ کو معاف کرانے سے بالکل عاجز رہا بایں سبب کہ جس شخص کی اس نے غیبت کی ہے وہ مثلاً مر گیا یا اتنی دور رہائش پذیر ہے کہ اس سے ملاقات کا کوئی امکان نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش کا طلب گار رہو اور اس کے فضل و کرم سے یہ امید رکھے کہ وہ اس شخص کو اس کے تئیں راضی کر دے گا۔

فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے کہ علماء نے غیبت کرنے والے کی توبہ کے بارے میں کلام کیا ہے کہ آیا اس کے لئے یہ جائز ہے یا نہیں؟ کہ اس نے جس شخص کی غیبت کی ہے اس سے معاف کرائے بغیر توبہ کرے چنانچہ بعض علماء نے اس کو جائز کہا ہے کہ جب کہ

ہمارے نزدیک اس کی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر اس کی غیبت کی خبر اس شخص کو پہنچ گئی ہے جس کی اس نے غیبت کی ہے تو اس کی توبہ بس یہی ہے کہ وہ اس سے معاف کرائے اور دوسرے یہ کہ اگر کسی شخص کو اس کی غیبت کی خبر پہنچی ہے تو اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش کی دعا مانگے اور دل میں یہ عہد کرلے کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ بیہقی نے اس روایت کو گویا ضعیف قرار دیا ہے لیکن اس کا ضعف ہونا حدیث کے اصل مفہوم پر اثر انداز نہیں ہوتا کیونکہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث سے بھی استدلال کرنا کافی ہوجاتا ہے۔

علاوہ ازیں جامع صغیر میں بھی اس طرح کی ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جو اس روایت کو تقویت پہنچاتی ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ کفارۃ من الغیبۃ ان تستغفر لہ یعنی غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ اس شخص کے حق میں مغفرت کی دعا کی جائے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

لوگوں کو ڈرانے والے بدترین لوگوں کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو آنے دو۔ وہ اپنی قوم کا برا آدمی ہے پھر وہ شخص جب آ کر بیٹھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کی اور مسکرا مسکرا کر اس سے باتیں کرتے رہے جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے تو اس شخص کے بارے میں ایسا ایسا کہا تھا یعنی یہ فرمایا تھا کہ وہ شخص اپنی قوم کا برا آدمی ہے مگر آپ نے اس سے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات فرمائی اور مسکرا مسکرا کر اس سے باتیں کرتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ کو فحش گو کب پایا۔ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک درجہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے بدتر شخص وہ ہوگا جس کو لوگ اس کی برائی کے ڈر سے چھوڑ دیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جس کی فحش گوئی سے۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 767)

حدیث میں جس شخص کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے اس کا نام عیینہ بن حصین تھا، یہ شخص اپنی سنگدلی بدخلقی اور سخت مزاجی کے اعتبار سے بہت ہی مشہور تھا اور اپنی قوم کا سردار بھی تھا اس کا شمار مولفۃ القلوب میں ہوتا تھا تا کہ اس کو اسلام پر قائم و ثابت قدم رکھا جا سکے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں اس کے دین و بیان میں نقصان و اضمحلال کا اظہار ہونے لگا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دین و ایمان سے پوری طرح منحرف ہوکر مرتد ہوگیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو گرفتار کرلیا پھر اس نے دوبارہ ایمان قبول کیا اور اسلام کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوا بہرحال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کے بارے میں ذکر کیا کہ اس نے اپنے ابتدائی زمانہ اسلام میں جب ایک دن ہمارے دروازے پر پہنچ کر بارگاہ نبوت میں حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کو آنے کی اجازت دیدی اور حاضرین مجلس سے فرمایا کہ یہ شخص اپنی قوم کا ایک برا شخص ہے اس نے اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کیا اگرچہ اس کا اسلام کامل اور اس کا ایمان راسخ نہیں تھا۔

اس سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ علامات نبوت میں سے ایک علامت اور آپ کا ایک معجزہ تھا کہ آپ نے مذکورہ ارشاد کے ذریعہ اس کے بارے میں آئندہ پیش آنے والے واقعات اور اس کے حقیقی احوال سے لوگوں کو پہلے ہی مطلع کر دیا اور آخر کار اس کی برائی و بدی بصورت ارتداد وغیرہ آشکار ہوئی اس کے باطن واضح ہوئی کہ آپ نے اس کے حق میں مذمت کے جو الفاظ فرمائے یا یوں کہے کہ اس کے جس عیب کو ظاہر فرمایا اس کا مقصد اس کے احوال کو منکشف کرنا تھا تا کہ لوگ اس کو جان لیں اور اس کی حقیقت حال سے باخبر رہ کر اس کے فریب اور اس کی وجہ سے کسی فتنہ و فساد میں مبتلا نہ ہو سکیں لہٰذا اس کو غیبت نہ کہا جائے گا۔

امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ملنا اور مسکرا کر اس سے باتیں کرنا اس کی تالیف قلب کی خاطر تھا اس سے معلوم ہوا کہ اس شخص کی مدارت کرنا جائز ہے جس کی فحش گوئی بد خلقی اور اس کے ضرر کا خوف ہو نیز اس سے یہ بھی ہوا کہ کسی فاسق کے عیب کو ظاہر کرنا یعنی اس کی غیبت کرنا جائز ہے اس موقع پر مدارات اور مداہنت کے درمیان فرق سمجھ لینا چاہیے۔

مدارات تو اس کو کہتے ہیں کسی شخص کی دنیا یا دین اور یا دونوں کی اصلاح کے لئے اس پر دنیا کی چیز کو خرچ کیا جائے اور یہ مباح ہے بلکہ بسا اوقات اس کی حیثیت ایک اچھی چیز کی ہو جاتی ہے اس کے برخلاف مداہنت اس کو کہتے ہیں کہ کسی کی اصلاح و مدد کے لئے اس پر دین قربان کیا جائے، مداراب اور مداہنت کے درمیان اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اور اس فرق کو نہ جاننے کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تم نے مجھ کو فحش کب پایا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خیال کو صحیح کرنے کے لئے تھا جنہوں نے اپنے قول کے ذریعہ گویا اپنی حیرت کا اظہار کیا کہ آپ نے اس شخص کے بارے میں مختلف رویہ اختیار فرمایا جب وہ آپ کے سامنے نہیں تھا تو آپ نے اس کی مذمت فرمائی اور جب وہ آپ کے سامنے آیا تو اس کے ساتھ ملاطفت و یگانگت کا برتاؤ کیا جب آپ نے اس کی عدم موجودگی میں اس کو برا کہا تو اس کی موجودگی میں بھی اس کو برا کہتے اور اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے جو کسی برے آدمی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کے جواب پر واضح فرمایا کہ اگر میں اس کے سامنے بھی وہی بات کہتا جو اس کی عدم موجودگی میں کہی تھی اور ایک نازیبا اور لچر بات ہوتی جب کہ تم نے مجھے کبھی بھی لچر باتیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہو گا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ واضح فرمایا کہ میں نے اس شخص کے منہ پر اس کو اس لئے برا نہیں کہا کہ میں سخت گو قرار نہ پاسکوں اور میرا شمار ان لوگوں میں نہ ہونے لگے جن کی سخت اور کڑوی باتوں کی وجہ سے لوگ ان سے ملنا چھوڑ دیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ کے ذریعہ گویا ظاہر فرمایا کہ وہ شخص چونکہ بہت شریر اور بد باطن تھا لہٰذا میں نے اس کی بد باطنی کی وجہ سے اس سے اجتناب کیا اور اس کے منہ پر اس کو برا نہیں کہا اور حقیقت میں برا شخص وہی ہے جس کی برائی سے بچنے کے لئے لوگ اس سے اجتناب کریں اور اس کے عیوب سے بھی آگاہ نہ کریں۔

اپنا عیب ظاہر کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پوری عافیت میں ہے علاوہ ان لوگوں کے جو اپنے عیوب اور گناہ کو ظاہر کرتے ہیں یعنی میری امت کے وہ سارے گنہگار جو ایمان کی حالت میں مریں اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے البتہ وہ لوگ یقیناً سخت ترین عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے جو نہ صرف گناہ کرتے ہیں بلکہ اپنے گناہ کو دنیا والوں پر ظاہر بھی کرتے پھرتے ہیں بلاشبہ یہ بات بڑی بے پروائی کی ہے کہ کوئی شخص رات میں برا کام کرے اور پھر صبح ہونے پر جب کہ اللہ نے اس کے اس برے کام کو چھپالیا تھا تو وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ اے فلاں شخص میں نے آج رات میں ایسا ایسا (یعنی فلاں برا کام) کیا حالانکہ اس کے پروردگار نے رات میں اس کے گناہ کی پردہ پوشی کی تھی اور اس نے صبح ہوتے ہیں اللہ کے پردہ کو چاک کر دیا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 768)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب میں لفظ معافا کے معنی سلامت ومحفوظ رہنا لکھے ہیں گویا ان کے نزدیک کل امتی معافا الا المجاہرون، کا ترجمہ یوں ہوں گا کہ میری امت کے تمام لوگ غیبت سے محفوظ و مامون ہیں یعنی شریعت الٰہی میں کسی مسلمان کی غیبت کرنے کو روا نہیں رکھا گیا ہے علاوہ ان لوگوں کے جو گناہ ومعصیت کے کھلم کھلا ارتکاب کرتے ہیں ایک دوسرے شارح حدیث طیبی نے بھی یہی معنی لکھے ہیں کہ لیکن ملاعلی قاری نے یہ لکھا ہے کہ حدیث کا سیاق وسباق اور اس کا حقیقی مفہوم اس معنی پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ ان کے نزدیک زیادہ مبنی برحقیقت کے معنی وہی ہیں جو ترجمہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے حدیث کی وضاحت میں لکھا ہے کہ شریعت نے جس غیبت کو حرام قرار دیا ہے وہ اس شخص کی غیبت ہے جو پوشیدہ طور پر کوئی گناہ کرتا ہے اور اپنے عیب کو چھپاتا ہے لیکن جو لوگ کھلم کھلا اور ڈھٹائی کے ساتھ گناہ کرتے ہیں اور اپنے عیب کو خود ظاہر کرتے پھرتے ہیں کہ نہ تو اللہ سے شرماتے ہیں اور نہ بندوں سے تو ان کی غیبت کرنا درست ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ فاسق معلن یعنی کھلم کھلا فسق وفجور کرنے والے کی غیبت کرنا جائز ہے نیز ظلم کرنے والے حاکم وسلطان اور مبتدع داعی کی اور دادخواہی واظہار ظلم کے لئے غیبت کرنا بھی درست ہے اسی طرح اصلاح عیوب کی خاطر اور بقصد نصیحت کسی کی برائی کو بیان کرنا کسی کے گواہ وشاہد کے حالات کی چھان بین اور اس کے بارے میں صحیح اطلاعات بہم پہنچانے کی خاطر اس کے عیوب کو بیان کرنا اور اخبار واحادیث کے راویان کی حیثیت وشخصیت کو واضح کرنے کے لئے ان کے عیوب کو ظاہر کرنا غیبت میں داخل نہیں ہے۔

غیبت کے زنا سے بدتر ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا غیبت کرنا زنا کرنے سے زیادہ سخت برائی ہے، صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ غیبت زنا سے زیادہ سخت برائی کس طرح سے ہے؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہ جب آدمی زنا کرتا ہے تو توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔

لیکن غیبت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا جب تک کہ اس کو وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی اس نے غیبت کی ہے یعنی زنا

کاری چونکہ اللہ کی معصیت و نافرمانی ہے اس لئے وہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اس کو بخش دیتا ہے جبکہ غیبت کرنا حق العباد سے
تعلق رکھتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ غیبت کرنے والے کو اس وقت تک نہیں بخشا جب تک وہ شخص اس کو معاف نہ کر دے جس کی اس
نے غیبت کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا کرنے والا توبہ
کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کے لئے توبہ نہیں ہے۔ (شعب الایمان، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 807)
اور غیبت کرنے والے کے لئے توبہ نہیں ہے، غالباً اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ جو شخص زنا میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کے دل
پر اللہ کا خوف طاری ہو جاتا ہے اور اس تصور سے لرزنے لگتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مواخذہ کر لیا تو نجات کا راستہ نہیں ملے گا اس لئے
وہ اپنے اس فعل شنیع پر نادم و شرمسار ہو کر توبہ کرتا ہے جب کہ غیبت اگرچہ اللہ کے نزدیک بڑے گناہ کی چیز ہے کہ مگر غیبت کرنے
والا اس کو ایک ہلکی چیز سمجھتا ہے کیونکہ جب کوئی برائی عام ہو جاتی ہے تو اس کی قباحت دل سے نکل جاتی ہے اور لوگ اس میں مبتلا ہو
جانے کی برائی محسوس نہیں کرتے یا یہ بات بھی بعید از مکان نہیں ہو سکتی ہے کہ غیبت کرنے والا غیبت کو سرے سے کوئی برا فعل ہی نہ
سمجھے بلکہ اس کو جائز و حلال جانے اور اس طرح وہ کفر کے بھنور میں پھنس جائے اور یا اس جملہ کے یہ معنی ہیں کہ غیبت کرنے والا توبہ
کرتا ہے تو اس کی توبہ بذات خود کارگر نہیں ہوتی بلکہ اس توبہ کا صحیح و مقبول ہونا اس شخص کی رضامندی اور اس کی طرف سے معاف کر
دیئے جانے پر موقوف ہوتا ہے جس کی اس نے غیبت کی ہے چنانچہ اوپر کی حدیث سے یہی واضح ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ رَدَّ عَنْ مُسْلِمٍ غِيبَةً

باب آدمی کا اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرنا

4883 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ بْنِ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَحْيَى الْمُعَافِرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ حَمَى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ أُرَاهُ قَالَ: بَعَثَ اللهُ مَلَكًا يَحْمِي لَحْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ، وَمَنْ رَمَى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيدُ شَيْنَهُ بِهِ، حَبَسَهُ اللهُ عَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ

❁ حضرت سہل بن معاذ جہنی رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی منافق سے کسی مومن کا بچاؤ کرے (راوی کہتا ہے: میرا خیال ہے، روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں) تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجے گا، جو قیامت کے دن اس شخص کے گوشت کو جہنم کی آگ سے بچائے گا اور جو شخص کسی مسلمان پر الزام عائد کرے، جس کے ذریعے وہ اسے رسوا کرنا چاہتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے پل پر روک لے گا اور اس وقت تک روکے رکھے گا، جب تک وہ اپنی کہی ہوئی بات (کے عذاب) سے نکل نہیں آتا''

4884 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ إِسْمَاعِيلَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، وَأَبَا طَلْحَةَ بْنَ سَهْلٍ الْأَنْصَارِيَّ

بُوْلَانِ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنِ امْرِءٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ، إِلَّا خَذَلَهُ اللهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ، وَمَا مِنِ امْرِءٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ، إِلَّا نَصَرَهُ اللهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَهُ

قَالَ يَحْيَى: وَحَدَّثَنِيهِ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَعُقْبَةُ بْنُ شَدَّادٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، هٰذَا هُوَ ابْنُ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ بَشِيرٍ مَوْلَى بَنِي مَغَالَةَ، وَقَدْ قِيلَ: عُتْبَةُ بْنُ شَدَّادٍ مَوْضِعَ عُقْبَةَ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی مسلمان کو کسی ایسی جگہ پر بے یار و مددگار چھوڑ دے، جہاں اسے بے عزت کیا جا رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایسی جگہ پر بے یار و مددگار چھوڑے گا، جہاں وہ اس بات کا خواہش مند ہو گا کہ اس کی مدد کی جائے۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسی جگہ پر مدد کرے گا جہاں اسے بے عزت کیا جا رہا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ایسی جگہ مدد کرے گا کہ جہاں وہ چاہے گا کہ اس کی مدد کی جائے۔''

یحییٰ بن سلیم (کے والد سلیم) حضرت زید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اسماعیل بن بشیر، بنو مغالہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور ایک روایت میں عقبہ کی بجائے عتبہ نقل کیا گیا ہے۔

کسی مسلمان کی بے عزتی کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ کسی مسلمان کی عزت و آبرو کو ناحق بگاڑنے کے لئے زبان درازی کی جائے۔

(ابوداؤد، بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 973)

مطلب یہ ہے کہ کسی شرعی مصلحت کے بغیر اور نا روا طور پر کسی مسلمان کے بارے میں اپنی زبان سے برے الفاظ نکالنا اس کی غیبت کرنا اس کے ساتھ تکبر کرنا اور اپنی بڑائی جتانے کے لئے اس کی حقارت و توہین کرنا اور اس طرح اس کی عزت کے درپے ہونا ایک ایسی خصلت ہے جو حرام ہونے اور گناہ لازم کرنے کے اعتبار سے بہ نسبت اور سودوں کے سخت ترین سود ہے واضح رہے کہ لغت میں ربوہ کے معنی ہیں زیادہ ہونا بڑھنا اور اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم ہے خرید و فروخت اور قرض میں واجب حق اور اصل رقم سے زیادہ لینا۔ لہٰذا کسی مسلمان کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کرنا یا ایسے الفاظ اپنی زبان سے نکالنا جس کا اس مسلمان کے بارے میں اس کو کوئی حق نہیں ہے اور نہ اس کا تعلق کسی ایسے معاملہ سے ہو جس میں اس طرح کا رویہ اختیار کرنا یا اس طرح کے الفاظ کے استعمال کی شرعی طور پر اجازت ہو گویا اس چیز کی طرح ہے جو اپنے حق سے زیادہ اور نہایت ظلم کے ساتھ لی گئی ہو۔ اس اعتبار سے کسی کی آبرو ریزی کے لئے زبان درازی کو ربو کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور پھر اس کو اربی یعنی سب سے بڑا سود کہا گیا ہے کیونکہ کسی مسلمان کے نزدیک اس کی عزت و آبرو اس کے مال و زر سے زیادہ حیثیت رکھتی ہے اور مال و زر کی بہ نسبت عزت و آبرو کا نقصان

زیادہ تکلیف اور زیادہ سخت ہوتا ہے۔

شارحین نے حدیث نے لکھا ہے کہ ناحق کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ بعض صورتوں میں ایسا رویہ اختیار کرنا اور ایسی بات کہنا کہ جس سے عزت و آبرو مجروح ہوتی ہو مباح قرار دیا ہے مثلاً کسی شخص پر کسی شخص کا کوئی حق ہے اور وہ اس حق کو ادا نہ کر رہا ہو تو صاحب حق کو اجازت ہے کہ وہ اس شخص کو ظالم جیسے سخت الفاظ کہہ کر اس کو بدنام و بے عزت کرے۔ یا کوئی شخص کسی کے حق میں گواہی دے رہا ہو تو اس پر جرح کرنا اور اس کے گواہ کے عیوب بیان کرنا درست ہے اسی قسم سے راویان حدیث پر جرح کرنا بھی ہے یعنی محدثین کا حدیث کے راویوں کے عیوب ظاہر کرنا بھی درست ہے کیونکہ اس کا مقصد حدیث کی صحت کو محفوظ رکھنا ہے اور دین کی حفاظت کرنا ہے اسی طرح لوگوں کو نقصان و فساد سے بچانے کے لئے نکاح کا پیغام دینے والے کے صحیح احوال یعنی اس کی برائیوں کو ظاہر کرنا اور بدعتی وفاسق کی مذمت و بے عزتی کرنا بھی درست ہے۔

بدزبانی کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن مجلس نبوی میں کسی شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ فلاں عورت کا زیادہ نماز، روزے اور کثرت صدقہ وخیرات کی وجہ سے بڑا چرچا ہے یعنی لوگ کہتے ہیں کہ وہ عورت بہت زیادہ عبادت کرتی ہے اور کثرت سے صدقہ وخیرات کرتی رہتی ہے لیکن وہ اپنی زبان کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی۔ یعنی وہ عورت چونکہ اپنی زبان اور گالم گلوچ کے ذریعہ اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے اس لئے وہ دوزخ میں ڈالی جائے گی اور باوجودیکہ نماز روزہ اور صدقہ وخیرات افضل ترین عبادات میں سے ہیں لیکن اس کی یہ عبادتیں بھی اس کے گناہ کا کفارہ نہیں ہوں گی اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ فلاں عورت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہت کم روزے رکھتی ہے بہت کم صدقہ دیتی ہے اور بہت کم نماز پڑھتی ہے اور حقیقت میں اس کا صدقہ وخیرات قروط کے چند ٹکڑوں سے آگے نہیں بڑھتا لیکن وہ اپنی زبان کے ذریعہ اپنے ہمسائیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت جنت جائے گی۔ (احمد وبیہقی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 923)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اصل میں دین کا مدار جس چیز پر ہے وہ اکتساب فرائض اور اجتناب معاصی ہے یعنی انسان کی اخروی فلاح نجات محض اس بات پر منحصر ہے کہ وہ دینی فرائض وواجبات پر عمل کرے اور گناہ ومعصیت سے پرہیز کرے اور گناہ ومعصیت خواہ ترک فرائض وواجبات کی صورت میں ہوں یا بدعملیوں کی شکل میں اس بات سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں کہ فضول یعنی نفلی عبادات وطاعات کو اختیار کیا جائے اور اصول یعنی واجبات کو ضائع کیا جائے جیسا کہ اکثر علماء اور صلحاء اس کمزوری میں مبتلا ہیں چنانچہ علماء تو ان چیزوں کو ترک کرتے ہیں جن پر عمل کرنا واجب ہے اور صلحاء اس علم کو حاصل نہیں کرتے جس کو حاصل کرنا واجب ہے گویا دونوں طبقے ترک واجب کی معصیت کے مرتکب ہیں۔

البتہ وہ مشائخ اور صوفیاء جو علم وعمل دونوں کے حامل ہوتے ہیں وہ واجبات پر عمل کرنے کو جو درجہ دیتے ہیں وہی ترک واجب کی معصیت سے اجتناب کو بھی دیتے ہیں بلکہ ایک طرح سے ان کے نزدیک اجتناب کی اہمیت مقدم ہے اور وہ حکمائے طب کے

اصول کو اختیار کرتے ہیں کہ تحلیہ پر تخلیہ مقدم ہے لہٰذا جس طرح اطباء مریض کو پرہیز پہلے کراتے ہیں اور دواء بعد میں دیتے ہیں اس طرح وہ مشائخ وصوفیا بھی سالکین طریقت کے لئے پہلی منزل توبہ قرار دیتے ہیں اور حقیقت بھی ہے کہ جس طرح مریض مضر چیزوں سے پرہیز نہ کرے تو لاکھ دوائیں بھی اس کے لئے بے فائدہ ہیں اسی طرح کوئی مسلمان گناہ معصیت سے اجتناب نہ کرے اور ترک واجبات سے دامن نہ بچائے تو لاکھ عبادات کرے اور نوافل واوراد میں مشغول ہو اس کو خاص فائدہ نہیں ہوگا چنانچہ کلمہ توحید میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ پہلے نفی ہے پھر اثبات اور یہ کہ صفات ثبوتیہ پر صفات سلبیہ مقدم ہیں کیونکہ صفات ثبوتیہ کا حصول تو لازم آتا ہے لیکن ثبوتیہ سے صفات سے سلبیہ کا حصول لازم نہیں آتا۔

غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کی مثال مردار کھانے سے دی ہے، کیونکہ جس طرح جس مردار کا گوشت کھایا جائے اس کو علم نہیں ہوتا کہ اس کا گوشت کھایا جارہا ہے، اسی طرح جس شخص کا پس پشت عیب بیان کیا جائے اس کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا پس پشت عیب بیان کیا جارہا ہے، نیز جس طرح مردار کا گوشت کھانا حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کی غیبت کرنا بھی حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے نیز کسی مسلمان کی جب غیبت کی جائے تو وہ اپنے واقف لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہوجاتا ہے اور کسی مسلمان کو بے عزت کرنا اس کو قتل کردینے کے مترادف ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر جس طرح ایک دوسرے کی جان اور مال کو حرام کیا ہے، اسی طرح اس کی عزت کو بھی حرام کیا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کردیا ہے جیسے آج کے دن، اس مہینہ میں تمہارے اس شہر کی حرمت ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:1742، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:4686، سنن نسائی رقم الحدیث:4125، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:3943)

نیز اس آیت کا یہ معنی بھی ہے: جس طرح تم میں سے کوئی شخص مردار کھانے سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح کو غیبت کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

غیبت کرنے پر عذاب کی وعیدیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ تو وہ غیبت نہیں ہے اور اگر اس کے متعلق ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے، کہا گیا: یہ بتائیں اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اگر تم جو عیب بیان کررہے ہو وہ عیب اس میں ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں تو پھر وہ بہتان ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث:2589، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:4874)

بہتان اور تہمت ایک ہی چیز ہیں اس کی مثال وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تھی، غیبت کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے، اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ (جن کو زنا کا اعتراف کرنے کے بعد رجم کر دیا گیا تھا) کے اصحاب میں سے دو شخص نبی ﷺ کے پاس آئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: دیکھو! اس شخص (حضرت ماعز) پر اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا تھا، اور اس شخص نے خود اپنی جان نہیں چھوڑی حتیٰ کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا، نبی ﷺ نے دونوں کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ ایک مردہ گودھے کے پاس سے گزر، آپ نے فرمایا: وہ فلاں، فلاں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم یہاں ہیں، یارسول الہ! آپ نے فرمایا: آؤ اور اس مردہ گدھے کو کھاؤ، انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! اس کو، کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا: تم نے جو ابھی اپنے بھائی کی عزت پامال کی ہے وہ اس مردہ کو کھانے سے زیادہ سخت تھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! وہ تو اب جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4428)

غیبت کرنے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دینے کی وجوہ

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کی مثال مردار کھانے سے دی ہے، کیونکہ جس طرح جس مردار کا گوشت کھایا جائے اس کو علم نہیں ہوتا کہ اس کا گوشت کھایا جارہا ہے، اسی طرح جس شخص کا پسِ پشت عیب بیان کیا جائے اس کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا پسِ پشت عیب بیان کیا جارہا ہے، نیز جس طرح مردار کا گوشت کھانا حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کی غیبت کرنا بھی حرام ہے اور گھناؤنا فعل ہے نیز کسی مسلمان کی جب غیبت کی جائے تو وہ اپنے واقف لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہو جاتا ہے اور کسی مسلمان کو بے عزت کرنا اس کو قتل کر دینے کے مترادف ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر جس طرح ایک دوسرے کی جان اور مال کو حرام کیا ہے، اسی طرح اس کی عزت کو بھی حرام کیا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اور تمہاری عزتوں کو ایک دوسرے پر اس طرح حرام کر دیا ہے جیسے آج کے دن، اس مہینہ میں تمہارے اس شہر کی حرمت ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 1742، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4686، سنن نسائی رقم الحدیث: 4125، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3943)

نیز اس آیت کا یہ معنی بھی ہے: جس طرح تم میں سے کوئی شخص مردار کھانے سے اجتناب کرتا ہے اسی طرح کو غیبت کرنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

غیبت کرنے پر عذاب کی وعیدیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے پیتل کے ناخن تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث، 4878)

حضرت مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان شخص کا گوشت کھایا، اللہ تعالیٰ اس کو اتنی ہی دوزخ کی آگ کھلائے گا، اور جس شخص نے کسی مسلمان شخص کا (حرام) کپڑا پہنا، اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ہی دوزخ کا کپڑا پہنائے گا، اور جس نے کسی شخص کو دکھاوے اور ستانے کے لیے کھڑا کیا، اللہ سبحانہٗ اس کو قیامت کے دن دکھاوے اور ستانے کے لیے کھڑا کرے گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:488)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مومن یا مومنہ پر بہتان باندھا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن خبال (دوزخ کے ایک طبقہ کی کیچڑ) میں بند رکھے گا حتیٰ کہ وہ اپنے بہتان سے نکل آئے اور وہ اس سے نہیں نکل سکے گا۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث:13435، تاریخ بغداد ج8 ص201، مسند الشامیین رقم الحدیث:2460، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج10 ص91)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا اس کے پاس اس کے بھائی کا گوشت لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: تم جس طرح دنیا میں اپنے زندہ بھائی کا گوشت کھاتے تھے اب مردہ گوشت کھاؤ، وہ اس کو چیخ مارتا ہوں اور منہ بگاڑتا ہوا کھائے گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث:1677، اس حدیث کی روایت میں مجہول رواوی بھی ہیں۔ مجمع الزوائد رقم الحدیث:13129)

حضرت ابو سعید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! غیبت کرنا زنا سے زیادہ سخت گناہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ایک آدمی زنا کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور غیبت کرنے والے کو اس وقت تک مغفرت نہیں ہوتی حتیٰ کہ جس کی غیبت کی ہے وہ اس کو معاف نہ کردے۔ (شعب الایمان ج5 ص306، الترغیب والترہیب ج3 ص511، مشکوٰۃ رقم الحدیث:4874)

یحییٰ بن جابر بیان کرتے ہیں کہ جس نے کسی شخص کا عیب بیان کیا اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی عیب میں مبتلا کردیتا ہے۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6354)

مالک بن دینار کہتے تھے کہ کسی شخص کے بُرے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ خود نیک نہ ہو اور نیک لوگوں کی برائی کرتا ہو۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6359)

غیبت کا کفارہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لئے استغفار کرو جس کی غیبت کی ہے۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6368، اللآلی المصنوعۃ ج2 ص303)

عبداللہ بن مبارک نے کہا: جب کوئی شخص کسی کی غیبت کرے تو اس کو نہ بتائے لیکن اللہ سے استغفار کرے۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6366)

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے استغفار کرو۔

(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6367)

جن صورتوں میں پس پشت عیب بیان کرنا جائز ہے

شعبہ نے کہا: شکایت کرنے کے لیے اور لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لیے کسی کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔
(الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6372)

ابن عیینہ نے کہا: تین آدمیوں کا عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے، (1) ظالم حکمران (2) جو شخص لوگوں کے سامنے اللہ کی نافرمانی کرتا ہو (3) وہ بدعتی جو لوگوں کو اپنی بدعت کی دعوت دیتا ہو۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث:6374)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جس سبب صحیح اور غرض شرعی کو کسی کا پس پشت عیب بیان کیے بغیر پورا نہ کیا جا سکے اس غرض کو پورا کرنے کے لیے غیبت کرنا مباح ہے اور اس کے چھ اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ مظلوم اپنی دادرسی کے لیے سلطان، قاضی یا اس کے قائم مقام شخص کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ کسی برائی کو ختم کرنے اور بدکار کو نیکی کی طرف راجع کرنے کے لیے کسی صاحب اقتدار کے سامنے اس کی غیبت کی جائے کہ فلاں شخص یہ برا کام کرتا ہے اس کو اس برائی سے روکو اور اس سے مقصود صرف برائی کا ازالہ ہو، اگر یہ مقصد نہ ہو تو غیبت حرام ہے۔

تیسرا سبب ہے استفسار، کوئی شخص مفتی سے پوچھے: فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ ظلم یا یہ برائی کی ہے کیا یہ جائز ہے؟ میں اس ظلم سے کیسے نجات پاؤں؟ یا اپنا حق کس طرح حاصل کروں؟ اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اس شخص کی تعیین کیے بغیر سوال کرے کہ ایسے شخص کا کیا شرعی حکم ہے؟ تاہم تعیین بھی جائز ہے۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اور اس کو کسی شخص کے ضرر سے بچانا اور اس کی متعدد صورتیں ہیں (ا) مجروح راویوں پر جرح کرنا اور فاسق گواہوں کے عیوب نکالنا، یہ اجماع مسلمین سے جائز ہے بلکہ ضرورت کی وجہ سے واجب ہے (ب) کوئی شخص کسی جگہ شادی کرنے کے لیے مشورہ کرے، یا کسی شخص سے شراکت کے لیے مشورہ کرے یا کسی بھی قسم کا معاملہ کرنے کے لیے مشورہ کرے اور اس شخص میں کوئی عیب ہو تو مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس عیب کو ظاہر کردے (ج) جب انسان یہ دیکھے کہ ایک طالب علم کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کر رہا ہے اور اس سے علم حاصل کرنے میں اس کے ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ اس کی خیر خواہی کے لیے اس بدعتی یا فاسق کی بدعت اور فسق پر اسے متنبہ کرے۔ (د) کسی ایسے شخص کو علاقہ کا حاکم بنایا ہوا جو اس منصب کا اہل نہ ہو، اس کو صحیح طریقہ پر انجام نہ دے سکتا ہو یا غافل ہو یا اور کوئی عیب ہو تو ضروری ہے کہ حاکم اعلیٰ کے سامنے اس کے عیوب بیان کیے جائیں، تاکہ اہل اور کارآمد شخص کو حاکم بنایا جا سکے۔

پانچواں سبب یہ ہے کہ کوئی شخص علی الاعلان فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہو، مثلاً شراب نوشی، جواء کھیلنا، لوگوں کے اموال لوٹنا وغیرہ تو ایسے شخص کے ان عیوب کو پس پشت بیان کرنا جائز ہے، جن کو وہ علی الاعلان کرتا ہو، ان کے علاوہ اس کے دوسرے عیوب کو بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

اور چھٹا سبب ہے تعریف اور تعیین مثلاً کوئی شخص اعرج (لنگڑے)، اصم (بہرے)، امی (اندھے) احول (بھینگے) کے لقب سے مشہور ہو تو اس کی تعریف اور تعیین کے لیے اس کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ کرنا جائز ہے اور اس کی تنقیص کے ارادے سے ان اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر جائز نہیں ہے اور اگر اس کی تعریف اور تعیین کسی اور طریقہ سے ہو سکے پھر بھی اس عیب کا ذکر جائز نہیں ہے۔ (ریاض الصالحین ص579-581، کراچی)

بَابُ مَنْ لَيْسَتْ لَهُ غِيبَةٌ

باب کون سی چیز غیبت شمار نہیں ہوگی؟

4885 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، مِنْ كِتَابِهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجُشَمِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا جُنْدُبٌ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ عَقَلَهَا، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى رَاحِلَتَهُ فَأَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادَى اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلَا تُشْرِكْ فِي رَحْمَتِنَا أَحَدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَقُولُونَ هُوَ أَضَلُّ أَمْ بَعِيرُهُ أَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى مَا قَالَ، قَالُوا: بَلَى

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اس نے اپنی سواری کو بٹھایا اسے باندھ دیا، پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو وہ اپنی سواری کے پاس آیا اور اسے کھولا اس پر سوار ہوا اور پھر اس نے پکار کر کہا: اے اللہ! تو مجھ پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر، تو ہم پر کیے جانے والے رحم میں کسی اور کو شریک نہ کرنا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"کیا تم لوگ یہ کہتے ہو کہ یہ زیادہ گمراہ ہے یا اس کا اونٹ؟ کیا تم نے سنا؟ جو اس نے کہا ہے، تو لوگوں نے کہا: جی ہاں!

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُحِلُّ الرَّجُلَ قَدِ اغْتَابَهُ

باب: آدمی کے اپنی غیبت کے معاف کر دینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4886 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ أَبِي ضَيْغَمٍ أَوْ ضَمْضَمٍ - شَكَّ ابْنُ عُبَيْدٍ - كَانَ إِذَا أَصْبَحَ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِعِرْضِي عَلَى عِبَادِكَ

قتادہ بیان کرتے ہیں: کیا کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ابوضیغم کی طرح ہو جائے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) ابوضمضم کی طرح ہو جائے، یہ شک ابن عبید راوی کو ہے، وہ شخص صبح کے وقت یہ دعا کرتا تھا:

"اے اللہ! میں نے اپنی عزت تیرے بندوں پر صدقہ کر دی (یعنی جس نے میری غیبت کی، میں اسے معاف کرتا ہوں)"

4887- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَجْلَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ أَبِي ضَمْضَمٍ؟ قَالُوا: وَمَنْ أَبُو ضَمْضَمٍ؟ قَالَ: رَجُلٌ فِيمَنْ كَانَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِمَعْنَاهُ قَالَ: عِرْضِي لِمَنْ شَتَمَنِي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْعَمِّيِّ، عَنْ ثَابِتٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ حَمَّادٍ أَصَحُّ

❁❁ حضرت عبدالرحمن بن عجلان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کیا کوئی شخص اس بات سے عاجز ہے کہ وہ ابو ضمضم کی طرح ہو جائے، لوگوں نے دریافت کیا: ابو ضمضم کون ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے زمانے میں ایک شخص ہوا ہے'' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''جو شخص میری عزت پر حملہ کرتے ہوئے مجھے برا کہے''

(یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حماد کی نقل کردہ روایت زیادہ درست ہے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ

باب: کسی کی ٹوہ لینے کی ممانعت

4888- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّمْلِيُّ، وَابْنُ عَوْفٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ، أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةٌ سَمِعَهَا مُعَاوِيَةُ مِنْ رَسُولِ اللهِ نَفَعَهُ اللهُ تَعَالَى بِهَا

❁❁ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اگر تم لوگوں کے پوشیدہ معاملات کی ٹوہ لو گے، تو تم انہیں خراب کر دو گے (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ) خراب ہونے کے قریب کر دو گے''۔

4888- إسناده صحيح. ابن عوف: هو محمد، والفريابي: هو محمد بن يوسف، وسفيان: هو الثوري، وثور: هو ابن يزيد. وأخرجه أبو يعلى في "مسنده"، (7389)، وابن حبان في "صحيحه "(5760)، والطبراني في "الكبير" /19(890)، وفي "الشاميين "(473)، وأبو نعيم في "الحلية" 118 /6، والبيهقي في "السنن" 333 /8 من طرق عن محمد بن يوسف الفريابي، بهذا الاسناد. وأخرجه الطبراني في "الكبير" /19(702) من طريق بشر بن جبلة، عن أبي عبد الرحمن، عن أبي الدرداء، عن معاوية. وبشر: ضعيف، ولفظه" :لا تفتشوا الناس فتفسدوهم." وأخرجه البخاري في "الأدب المفرد "(248)، والطبراني في "الكبير" /19(859)، وفي "الشاميين "(1871)

تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ایک ایسی بات ہے، جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے انہیں فائدہ پہنچایا۔

شک وشبہ تلاش کرنے والے حکمران کا قوم کو تباہ کرنے کا بیان

حضرت ابوامامہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے کہ آپ نے فرمایا" حکمران جب لوگوں میں شک وشبہ کی بات ڈھونڈتا ہے تو لوگوں کو خراب کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 840)

اس ارشاد گرامی کے ذریعہ آئین جہانبانی کے ایک بڑے اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ ملک وقوم کی سالمیت عوام کی فلاح وبہبودی اور عام اطمینان وامن کے لئے یہ ضروری ہے کہ حکمران اور رعایا کے درمیان مکمل اعتماد ہو بطور خاص حکمران کو یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اس کو اپنی رعایا کے تئیں اپنے اعتماد کا اظہار کرنا ہے! جو تنگ نظر اور کم ظرف حکمران اپنی مملکت کے عام لوگوں یا کسی خاص طبقے کے بارے میں مستقل طور پر شک وشبہ میں مبتلا رہتے ہیں اور ان کی وفاداری پر یا ان کی حرکات وسکنات پر بدگمانی کرتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کر کے ان سے مؤاخذہ کرتے ہیں اور ان کو مختلف قسم کی سزاؤں اور عقوبتوں میں گرفتار کرتے ہیں اور اپنے ہی ہاتھوں اپنی حکمرانی کی جڑیں کھودتے ہیں کیونکہ اس صورت حال سے نہ صرف یہ کہ جن طبقوں پر مستقل شک وشبہ کا اظہار کیا جاتا ہے ان کے حالات دگرگوں ہو جاتے ہیں بلکہ ملک وقوم میں بے اطمینانی اور اضطراب وانتشار کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کا مقصد جہاں لوگوں کے احوال کے تجسس اور ان کے عیوب تلاش کرنے سے منع کرنا ہے وہیں اس بات کا حکم دینا بھی ہے کہ اگر لوگوں میں کچھ عیوب ہوں تو ان کی پردہ پوشی کی جائے اور ان جو گناہ ولغزشیں سرزد ہوں ان سے درگزر کیا جائے۔ اور حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ" جب تم لوگوں کے (پوشیدہ) عیوب کو تلاش کرو گے تو ان کو خرابی میں مبتلا کرو گے۔ (بیہقی)

غیبت سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

۱:۔ ابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ اور بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) "یایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن" (اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو) سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو منع فرمایا کہ وہ کسی مؤمن کے ساتھ برا گمان کرے۔

۲:۔ مالک واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بڑی جھوٹی بات ہے کسی کے عیب کی ٹوہ میں نہ لگو نہ ایک دوسرے کے عیب تلاش کرو نہ آپس میں بغض رکھو اور نہ آپس میں حسد کرو اور تم اللہ کے بندوں کے ساتھ بھائی بھائی ہو جاؤ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نکاح نہ دے یہاں تک کہ وہ نکاح کر لے یا چھوڑ دے۔

۳:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ برا گمان کیا تو یقینی طور پر اس نے اپنے رب کے ساتھ اس برائی کا ارتکاب کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(آیت)''اجتنبوا کثیرا من الظن''(یعنی بہت سے گمانوں سے بچو)

٤:۔ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گمان غلط بھی ہوتا ہے اور صحیح بھی ہوتا ہے۔

٥:۔ابن ماجہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور آپ فرمارہے تھے (اے کعبہ) تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے تو کتنا عظمت وشان والا ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے ایک مؤمن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے عظیم ہے یعنی زیادہ ہے اور (اسی طرح) اس کا مال اور اس کا خون زیادہ حرمت والا ہے اور اس کے بارے میں خیر کا گمان رکھا جائے۔

٦:۔احمد نے الزھد میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تو ہرگز اس کلمہ کو برا گمان نہ کر جو تیرے بھائی کے بارے میں تجھ سے نکلے اور تو اس کے لئے خیر میں جگہ پالے (یعنی اس کلمہ کو خیر اور بھلائی پر محمول کر)

٧:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں سعید بن المسیب رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے میرے بعض بھائیوں نے مجھے لکھا کہ اپنے بھائی کے معاملہ کو اس کی اچھائی پر محمول کر (یعنی اس کے معاملہ میں اچھا گمان رکھ) جب تک تیرے پاس کوئی ایسی دلیل نہ آئے جو تجھ پر غالب آجائے اور جو کلمہ بھی کسی مسلمان کے بارے میں نکلے اسے برا گمان نہ کر حالانکہ تو بھلائی اور خیر میں اس کا محل بنا سکتا ہے۔اور جس شخص نے اپنے آپ کو تہمت کے لئے پیش کیا تو وہ ہرگز ندامت نہ کرے مگر اپنے آپ کو اور جس نے اپنے راز کو چھپایا تو اختیار اس کے ہاتھ میں ہے اور تو اس آدمی کے غم پہ نہیں ہے جس نے تیرے بارے میں اللہ کی نافرمانی کی اس طرح کہ تو جواب میں اس بارے میں اللہ کی اطاعت کرلے اور سچ بولنے والے بھائیوں کو لازم پکڑ بس تو ہو جا اس کے سامنے میں یعنی ان کا بھائی بنانے میں بلاشبہ وہ زینت ہیں اور طاقت وقوت ہیں بڑی مصیبت کے وقت اور حق کو حقیر نہ جان ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے حقیر وذلیل کردے گا اور ہرگز سوال نہ کر اس چیز کے بارے میں جو ابھی تک نہ ہو یہاں تک کہ وہ ہوجائے اور اپنی بات نہ کر مگر اس شخص سے جو اس کو چاہتا ہے اور لازم پکڑ سچائی کو اگرچہ سچائی تجھے قتل کردے اور اپنے دشمن سے الگ رہ اور اپنے دوست سے پرہیز کر مگر جبکہ وہ امین ہو اور امین وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اور مشورہ کر اپنے کام میں ان لوگوں سے جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈر جاتے ہیں۔

٨:۔البزار نے الموفقیات میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے (اپنے آپ کو) پیش کیا تہمت کے لئے وہ اسے ہرگز ملامت نہ کرے جس نے اس کے ساتھ برا گمان کیا اور جس شخص نے اپنے راز کو چھپالیا تو اسی کے پاس اختیار ہے اور جس نے اس کو فاش کردیا تو اب اس پر اختیار اس پر مسلط کی جائے گی اور اپنے بھائی سے معاملہ کو اس کی اچھائی پر محمول کر جب تک تیرے پاس ایسی دلیل آجائے جو تجھ کو مغلوب کردے اور تو ہرگز ایسے کلمہ کو برا گمان نہ کر جو تیرے بھائی کے بارے میں نکلے حالانکہ تو اس کے لئے خیر میں محل پاتا ہے اور تو بھائی بنانے میں مصروف رہ کیونکہ وہ خوشحال کے دور میں ڈھال ہیں قوت وطاقت مصیبت کے وقت اور بھائیوں کے ساتھ بھائی چارہ کر تقویٰ کی بنیاد پر اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کر جو اللہ تعالیٰ

سے ڈرتے ہیں۔

۹:۔ابن سعد واحمد فی الزھد والبخاری فی الادب سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں اپنے خادم پر گوشت دار ہڈیوں کو گن لیتا ہوں (یعنی اپنے خادم کو گن کر دیتا ہوں) بدگمانی کے خوف سے۔

۱۰:۔البخاری فی الادب ابوالعالیہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو حکم دیا گیا تھا کہ ہم خادم کو (کوئی چیز) دیتے وقت مہر لگا دیں اور ہم ناپ لیں اور ہم اس کی گنتی کر لیں کیونکہ یہ مکروہ اور ناپسندیدہ ہے کہ وہ برے اخلاق کے عادی ہو جائیں اور ہم میں سے کوئی برا گمان رکھنے لگے۔

حسد اور بدگمانی سے بچنا لازمی ہے:

۱۱:۔الطبرانی نے حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں میری امت کی لازمی چیزوں میں سے ہیں بدشگونی حسد اور براگمان ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی چیز ان کو ختم کر سکتی ہے جس میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں؟ آپ نے فرمایا جب تو حسد کرے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور جب تو گمان کرے تو اس کو تحقیق نہ کر اور جب تو بدشگونی کرے تو اس سے گزر جا (یعنی اس کی طرف التفات نہ کر)

۱۲:۔ابن النجار نے اپنی تاریخ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کے ساتھ براگمان کیا تو یقینی طور پر اس نے اپنے آپ کے ساتھ براگمان کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (آیت) ''اجتنبوا کثیرا من الظن'' (اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو)

اما قولہ تعالیٰ: (آیت) ''ولا تجسسوا''

۱۳:۔ابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) ''ولا تجسسوا'' (اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو) سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو منع فرمایا کہ وہ اپنے مؤمن بھائی کو پوشیدہ باتوں کے پیچھے لگے۔

۱۴:۔عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''ولا تجسسوا'' یعنی اس چیز کو لے لو جو تمہارے لئے ظاہر ہو اور اس چیز کو چھوڑ دو جو کو اللہ تعالیٰ نے چھپایا۔

۱۵:۔عبد بن حمید وابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تم جانتے ہو کہ تجسس کیا چیز ہے وہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کے عیب تلاش کرے اور اس کے بعید پر مطلع ہو جاؤ۔

کسی کا تجسس کرنا بڑا گناہ ہے:

۱۶:۔عبدالرزاق رحمہ اللہ علیہ وعبد بن حمید والخرائطی نے مکارم الاخلاق میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک رات مدینہ منورہ میں چوکیداری کی اس درمیان کہ وہ چل رہے تھے دیکھا کہ ایک گھر میں چراغ روشن ہے چنانچہ وہ اس کے ارادے سے اس کی جانب چل پڑے۔ جب وہ اس کے قریب ہوئے تو دیکھا

کہ دروازہ بند ہے اندر بہت سے لوگ ہیں ان کی غلط اور بے ہودہ آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا تو جانتا ہے یہ کس کا گھر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کا گھر ہے اور وہ اب شراب پی رہے ہیں تمہاری کیا رائے ہے تو عبدالرحمن نے فرمایا میرا خیال تو یہ ہے کہ ہم نے وہ کام کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) ''ولا تجسسوا'' (اور کسی کی ٹوہ نہ لگاؤ) اور ہم نے ان کی ٹوہ لگائی ہے (اس خیال کے آنے سے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے واپس لوٹ آئے اور ان کو چھوڑ دیا۔

۱۷:۔ سعید بن منصور وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے شعبی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے ایک ساتھی کو گم پایا ابن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہمارے ساتھ فلاں کے گھر کی طرف چلو ہم دیکھیں گے (کہ وہ کیوں نہیں آیا) چنانچہ دونوں حضرات ان کے گھر تشریف لائے اور اس کے دروازے کو کھلا پایا اور وہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کی بیوی اس کے لئے برتن میں کچھ انڈیل رہی تھی پھر وہ برتن اس کو دے دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ کام ہے جس نے اسے ہم سے غافل کر دیا ابن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا آپ نہیں جانتے ہیں اس کے برتن میں کیا ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ تجسس نہ ہو عوف نے فرمایا بلکہ یہ تجسس ہی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے توبہ کیسے ہو سکتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ اسے نہ جتائیں کہ آپ اس کے جس کام پر مطلع ہوئے ہیں اور آپ کے دل میں خیر کے سوا اور کچھ نہ ہو پھر وہ دونوں حضرات واپس چلے گئے۔

۱۸:۔ سعید بن منصور رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا فلاں آدمی بے ہوشی سے افاقہ نہیں پاتا عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے فلاں میں اس سے شراب کی بو پاتا ہوں کیا تو بھی اس سے ساتھ ہے؟ اس آدمی نے کہا اے خطاب کے بیٹے اور تم بھی اس کے ساتھ ہو کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع نہیں فرمایا کہ کسی کی ٹوہ میں نہ لگو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سمجھ لیا وہاں سے چل دیئے اور اس کو چھوڑ دیا۔

۱۹:۔ عبدالرزاق رحمہ اللہ علیہ وابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ وعبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابوداؤد وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ اور بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں زید بن وھب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ فلاں آدمی ہے اور اس کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے۔ عبداللہ نے فرمایا ہم کو کسی کی ٹوہ لگانے سے منع کیا گیا لیکن اگر ہمارے لئے کوئی چیز ظاہر ہو جائے تو ہم اس کے سبب پکڑیں گے۔

۲۰:۔ ابوداؤد وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے وہ جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان اس کے دلوں میں داخل نہیں ہوا مسلمانوں کے بھید کے پیچھے نہ لگو کیونکہ جو مسلمان کے بھیدوں کے پیچھے پڑا اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دیں گے اس کے گھر کے اندرونی حصہ میں۔

۲۱:۔الخرائطی فی مکارم الاخلاق میں ثور الکندی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ منورہ میں پہرہ دیتے ہوئے گھوم رہے تھے گھر میں ایک آدمی کی آواز سنی جو گا رہا تھا۔آپ دیوار پھاند کر اندر تشریف لے گئے اس کے پاس ایک عورت کو اور شراب کو پایا فرمایا اے اللہ کے دشمن کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو چھپا دے اور تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے۔اس آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین جلدی نہ کیجئے کہ میں نے اللہ کی نافرمانی کی اور آپ نے تین باتوں میں اللہ کی نافرمانی کی اللہ نے فرمایا اور کسی کی ٹوہ نہ لگاؤ۔اور آپ نے ٹوہ لگائی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) ''واتوا البیوت من ابوابھا'' (البقرۃ آیت ۸۹) (گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ) اور آپ مجھ پر دیوار پھاند کر آئے بغیر اجازت کے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) ''لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا'' (النور آیت ۲۷) اور اپنے گھروں کے علاوہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہو یہاں تک کہ اجازت لے لو اور اس کے رہنے والوں کو سلام کرو) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تجھ سے خیر اور نیکی کی توقع ہو سکتی ہے تو اگر میں تجھ کو معاف کر دوں) اس نے کہا ہاں (اور) آپ نے اس کو معاف کر دیا اور اسے چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے۔

۲۲:۔ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو خطبہ بلند آواز کے ساتھ ارشاد فرمانے لگے کہ اے وہ جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو اور اپنے دل میں ایمان کی راسخ نہیں کیا تم مسلمان کی غیبت نہ کرو اور ان کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے نہ لگو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے لگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے لگے گا اور اللہ تعالیٰ جس کی چھپی ہوئی باتوں کے پیچھے لگے تو اس کو اپنے گھر ہی میں رسوا کر دے گا۔

۲۳:۔ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھی جب فارغ ہوئے تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے انتہائی غصہ اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اور آپ اتنی بلند آواز سے گفتگو فرمانے لگے کہ وہ پردوں کے پیچھے کنواری عورتوں کو بھی سنائی دینے لگی آپ نے فرمایا اے وہ جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائے اور ابھی ایمان ان کے دلوں میں داخل نہ ہوا کہ تم مسلمان کی مذمت نہ کرو اور نہ تم ان کی پوشیدہ چیزوں کو تلاش کرو کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی پوشیدہ باتوں کو تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پردے کو پھاڑ دیتا ہے اور اس کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہو۔

۲۴:۔ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے وہ جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائے اور ان پر دلوں کی طرف ایمان خالص نہ ہوا تم مسلمان کو تکلیف نہ دو اور ان کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے نہ لگو کیونکہ جو آدمی اپنے مسلمان بھائی کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے لگے رہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے لگے گا یہاں تک کہ اس پاس کو پھاڑ دے گا یعنی ظاہر فرما دے گا اس کے گھر کے اندرونی حصہ میں (یعنی اس کے گھر میں)

۲۵:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کو چھپی

ہوئی بات کو برائی سے شہور کر دیا کہ وہ بغیر حق کے اس کے عیب ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق میں اس کا عیب ظاہر کر دے گا۔

۲۶:۔ الحاکم والترمذی نے جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی جب آپ فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اتنی بلند آواز کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اسے پردے کے اندر رہنے والے بھی سننے لگے اور آپ نے فرمایا اے وہ جماعت جو اسلام لائے اپنی زبانوں کے ساتھ اور ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تم مسلمانوں کو تکلیف مت دو اور ان کو عار نہ دلاؤ اور ان کے عیب اور لغزشوں کے پیچھے نہ پڑو۔ کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اور اللہ تعالیٰ جس کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا تو اس کو رسوا کر دے گا حالانکہ وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہوگا تو ایک کہنے والے نے کہا کیا مسلمانوں پر کوئی پردہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہر مؤمن پر اللہ تعالیٰ کے پردے گننے سے بھی زیادہ ہیں۔ بلاشبہ مؤمن البتہ گناہ کرتا ہے تو اس سے اس کے پردے ایک ایک کر کے اتر جاتے ہیں یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز اس پر باقی نہیں رہتی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں لوگوں سے میرے بندے پر پردہ کر دو بلاشبہ لوگ اس کو عار دلائیں گے اور اس کو نہیں بدلیں گے تو فرشتے اس کو اپنے پروں کے ساتھ اس کو ڈھانپ لیتے ہیں اور اسے لوگوں سے چھپا لیتے ہیں اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں اور اس پر اس کی پردوں کو واپس کر دیتے ہیں اور ہر پردے کے ساتھ نو پردے ہوتے ہیں اگر وہ گناہوں میں لگا رہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے رب وہ ہم پر غالب آ گیا ہے اس نے ہمیں معذور کر دیا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں میرے بندوں کو لوگوں سے چھپاؤ کیونکہ لوگ اسے عار دلائیں گے اور اسے تبدیل نہیں کریں گے تو فرشتے اس کو اپنے پروں کے ساتھ ڈھانپ لیتے ہیں اور لوگوں سے اس کو چھپا دیتے ہیں اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس سے قبول کر لیتے ہیں اور اس پر اس کے پردے لوٹا دیتے ہیں اور ہر پردے کے ساتھ نو پردے ہوتے ہیں اگر وہ گناہوں (کی طرف) لوٹ آئے تو فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے رب کہ وہ ہم پر غالب آ گیا اور اس نے ہم کو معذور کر دیا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں اس کو اکیلا چھوڑ دو پھر اگر اس نے گناہ کیا ہے اندھیرے گھر میں اندھیری رات میں کس کمرے میں تو اللہ تعالیٰ اسے اور اس کو خفیہ عمل کر ظاہر کر دیں گے۔

کثرت گناہ سے ستاری کا پردہ پھٹ جاتا ہے:

۲۷:۔ الحکیم الترمذی نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مؤمن نور کے ستر پردوں میں ہوتا ہے جب وہ برا عمل کرتا ہے تو پھر اس کو بھول جاتا ہے یہاں تک کہ دوسرا برا عمل کر لیتا ہے تو ان پردوں میں سے کچھ پردے اس سے پھٹ جاتے ہیں جب وہ بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ کرتا ہے تو سارے پردے اس سے پھٹ جاتے ہیں مگر حیاء کا پردہ اس سے نہیں پھٹتا۔ اور وہ بڑا پردہ ہوتا ہے اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں اور سارے پردے اس پر لوٹا دیتے ہیں اگر بڑے گناہوں کے بعد پھر وہ گناہ کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کو بھول جاتا ہے یہاں تک کہ دوسرا گناہ کر لیتا ہے پھر وہ اس کو بھول جاتا ہے یہاں تک کہ دوسرا گناہ کر لیتا ہے توبہ کرنے سے پہلے تو حیاء کا پردہ بھی پھٹ جاتا ہے اور وہ نہیں ملاقات کرے گا (قیامت کے دن) مگر

قابل نفرت اور مبغوض ہر کر اور جب وہ قابل نفرت اور مبغوض ہوجاتا ہے تو اس سے امانت چھین لی جاتی ہے جب اس سے امانت چھین لی جاتی ہے تو وہ نہیں ملاقات کرے گا مگر خائن (خیانت کرنے والے اور مخلوق) (جس سے خیانت کیجائے) ہوگا تو اس سے رحمت چھین لی جائے گی جب اس سے رحمت چھین لی جائے گی تو نہیں ملاقات کرے گا مگر انتہائی بدخلق اور سخت مزاج ہوگا اور جب وہ بدخلق اور سخت مزاج ہوجائے گا تو اس سے اسلام کا قلادہ اتارلیا جائے گا جب اس سے اسلام کا قلادہ اتارلیا جائے گا تو نہیں ملاقات کرے گا مگر لعین ملعون اور شیطان رجیم ہوگا۔

وقولہ تعالیٰ: (آیت) ''ولا یغتب بعضکم بعضًا''

۲۸:۔ابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن ابی حاتم والبیہقی نے شعب الایمان میں بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) ''ولا یغتب بعضکم بعضا'' (اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے) سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے ساتھ کسی مؤمن کی غیبت کو اس طرح حرام فرمادیا ہے جیسے مردار کو حرام قرار دیا ہے۔

۲۹:۔ابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے ابن جریج رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''ولا یغتب بعضکم بعضا'' کے بارے میں روایت کیا کہ لوگوں نے گمان کیا کہ یہ آیت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے کھانا کھایا پھر سو گئے اور ان کے پیٹ میں ہوا بھر گئی دو آدمیوں نے ان کا ذکر کیا کہ انہوں نے کھانا کھایا اور ان کو نیند آگئی (یعنی زیادہ کھانے سے نیند آگئی) تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

غیبت مسلمان بھائی کا گوشت کھانا ہے:

۳۰:۔ابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ نے سعد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں دو آدمی تھے کہ یہ ان کی خدمت کرتے تھے اور ان کو کھانا بھی پہنچاتے تھے ایک دن سلمان سو گئے ان کے ساتھیوں نے ان کو تلاش کیا مگر ان کو نہ پایا دونوں خیمے میں آئے اور کہا کہ سلمان اس کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہیں رکھتے کہ تیار کھانے ملے۔جب سلمان رضی اللہ عنہ آئے تو ان دونوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کے لئے سالن لے آئیں وہ چلے اور آپ کے پاس آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھیوں نے مجھے بھیجا تاکہ میں ان کے لئے سالن لے آؤں اگر آپ کے پاس موجود ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے ساتھی سالن کو کیا کریں گے جب وہ پہلے ہی کھا چکے تھے سلیمان واپس لوٹے اور ان دونوں کو اطلاع دی کہ (سالن نہیں ہے) پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم نے کھانا نہیں کھایا جب سے ہم اس جگہ اترے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تم دونوں نے اپنی بات کے ساتھ سلمان کا گوشت کھایا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی (آیت) ''ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا'' (تاکہ تم پسند کروگے کہ تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ)

۳۱:۔ابن ابی حاتم رحمہ اللہ علیہ نے مقاتل رحمہ اللہ علیہ سے اس (آیت) ''ولا یغتب بعضکم بعضا'' کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا بعض صحابہ نے اس کے

پاس کسی کو بھیجا تا کہ آپ سے سالن طلب کرے تو اس نے انکار کر دیا تو انہوں نے اس کے بارے میں کہا کہ بلاشبہ وہ بخیل اور ست آدمی ہے (یہ غیبت ہو گئی) تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی)

۳۲:۔ ابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے ضحاک رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) "ولا یغتب بعضکم بعضا" سے مراد ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پیٹھ پیچھے یہ بات کہے کہ وہ اس طرح سے ہے یعنی اس کی برائی بیان کرے (یہ غیبت ہے)

۳۳:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے (آیت) "ولا یغتب بعضکم بعضا" کے بارے میں روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی ہے کہ غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ایسی چیز کے ساتھ ذکر کرے تو اس کیلئے معیوب ہو اور اس کے ایسے عیب بیان کرے جو اس میں موجود ہوں اور اگر تو نے اس پر جھوٹ کہا تو یہ بہتان ہے پھر فرماتے ہیں کہ جیسے تو اس کو ناپسند کرتا ہے کہ اگر تو مردار پڑا ہوا پائے تو اس میں سے کچھ کھائے اور بس اس طرح تو اس کا گوشت کھانا پسند کر حالانکہ وہ زندہ ہے۔

۳۴:۔ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ وعبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ وابوداؤد والترمذی (وصححہ) وابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ غیبت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے اپنے بھائی کا ذکر کرنا ایسی بات کے ساتھ جو وہ ناپسند کرتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بتائیے اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہے جو میں نے کہی آپ نے فرمایا اگر وہ عیب اس میں موجود ہے جو کچھ تو نے کہا تو تو نے اس کی غیبت کی اگر وہ اس میں موجود نہیں ہے جو تو نے بیان کی تو پھر تو نے اس پر بہتان لگایا ہے۔

۳۵:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ والخرائطی فی مساوی الاخلاق مطلب بن حنطب رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور فرمایا ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر ہم ان چیزوں کا ذکر کریں جو اس میں موجود نہیں تو وہ بہتان ہے۔

۳۶:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی پھر چلی گئی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ یہ عورت کتنی خوبصورت کا اور حسین تھی اگر اس کا قد چھوٹا نہ ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تو نے اس کی غیبت کی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے وہی بات کہی جو اس میں موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) جب تو نے وہ بات کہی جو اس کے اندر موجود ہے یہی تو غیبت ہے اور جب تو ایسی بات کہے جو اسکے اندر موجود نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

غیبت اور بہتان میں فرق:

۳۷:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب تو کسی آدمی کے بارے میں ایسی بات کہے جو اس کے اندر موجود ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور جب تو ایسی بات کہے اس کے اندر موجود نہیں تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

۳۸:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اگر وہ تیرے پاس سے ڈاکو گزرا اور تو یہ کہے

یہ ڈاکو ہے تو یہ بھی غیبت ہے۔

۳۹:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ کالا ہے فرمایا میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ تو نے اس کی غیبت کی۔

۴۰:۔ عبد بن حمید وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا'' کے بارے میں لوگوں نے کہا کہ اس کو ناپسند کرتے ہیں آپ نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو۔

۴۱:۔ ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبہ میں والخرائطی فی مساوی الاخلاق وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ بعض تمہارا بعض کی غیبت نہ کرے کیونکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی ایک عورت لمبے دامن والی گزری میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ لمبے دامن والی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تو تھوک تو میں نے گوشت کے ٹکرے تھوکے۔

۴۲:۔ عبد بن حمید رحمہ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث میں روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ ایک قوم سے ملے ہم نے آج قطعاً کوئی کھانا نہیں کھایا نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم بلاشبہ میں تمہارے دانتوں کے درمیان فلاں کا گوشت دیکھتا ہوں اور انہوں نے اس کی غیبت کی تھی۔

۴۳:۔ الضیاء المقدسی نے المختارہ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عرب میں یہ رواج تھا کہ سفروں میں بعض لوگ بعض کی خدمت کیا کرتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی تھا جو ان دونوں حضرات کی خدمت کیا کرتا تھا یہ حضرات سو گئے جب جاگے تو اس نے ان کے لئے کھانا تیار نہیں کیا ان دونوں میں سے بلاشبہ یہ بہت سونے والا ہے چنانچہ انہوں نے اس کو جگایا دونوں نے اس سے کہا رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ سے اجازت مانگتے ہیں آپ نے فرمایا ان دونوں نے کھانا کھا لیا (یہ سن کر) دونوں حضرات آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس چیز کے ساتھ ہم نے کھانا کھایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے گوشت کے ساتھ، اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ میں اس کے گوشت کو تمہارے دانتوں کے درمیان دیکھتا ہوں (یہ سن کر) دونوں حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے استغفار کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا اس سے کہو کہ تمہارے لئے استغفار کرے۔

۴۴:۔ الحکیم الترمذی نے نوادر الاصول میں یحیی بن ابی کثیر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اللہ نے نبی ﷺ سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف (ایک آدمی کو) بھیجا تا کہ وہ آپ سے گوشت کا سوال کرے آپ نے فرمایا کیا تم گوشت سے سیر نہیں ہو گئے عرض کیا کہاں سے اللہ کی قسم ہمارے لئے کوئی گوشت نہیں ہے ان دونوں میں آپ نے فرمایا اپنے ساتھی کے گوشت سے جس کا تم نے ذکر کیا عرض کیا اے اللہ کے نبی! ہم نے صرف یہ کہا کہ یہ کمزور کس کام میں ہماری مدد کرے گا آپ ﷺ نے فرمایا یہی غیبت ہے پس تم (ایسا) نہ کہا کرو۔ وہ آدمی ان کی طرف

لوٹ آیا اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ سب کچھ ان کو بتادیا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے میرے کانوں کو میرے تابع ہونے کی دعا فرمایئے اور میرے لئے استغفار کیجئے تو آپ ﷺ نے (ان کے لئے) ایسا ہی کیا پھر عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرے کانوں کو میرے تابع ہونے کی دعا فرمایئے اور میرے لئے استغفار کیجئے تو آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

۴۵:۔ ابو یعلی وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کا گوشت دنیا میں کھایا اس کیلئے اس کا گوشت آخرت میں اس کے قریب کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا اس مرے ہوئے کو کھاؤ جیسے تو نے اس کو زندگی میں کھایا تھا پس وہ اس کو کھائے گا (اس حال میں) کہ ماتھے میں تیوری چڑھائے اور چیخے گا (یعنی ناگواری کی حالت میں کھائے گا)

دو روزہ دار عورتوں کا غیبت کرنا:

۴۶:۔ احمد وابن الدنیا وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ دو عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں روزہ رکھا ان میں سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئی اور دونوں نے لوگوں کا گوشت کھانا شروع کردیا (یعنی غیبت کرنے لگیں) ان دونوں کی جانب سے ایک قاصد نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہاں دو عورتوں نے روزہ رکھا اور دونوں مرنے کے قریب ہو چکی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ وہ دونوں آئیں آپ نے ایک بڑا برتن یا پیالہ منگوایا ان میں سے ایک سے فرمایا قے کرو اس نے خالص پیپ اور خون ملی پیپ کے ساتھ قے کی یہاں تک کہ اس نے آدھا پیالہ قے کی یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا رسول اللہ نے فرمایا ان دونوں عورتوں نے ان چیزوں سے روزہ رکھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حلال کیا تھا اور ایسی چیز سے افطار کیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حرام کیا تھا کہ ان میں سے ایک دوسری کے پاس بیٹھی اور لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں۔

۴۷:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ان سے غیبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس طرح بیان کیا کہ جمعہ کے دن انہوں نے صبح کی اور رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کی طرف چل دیئے ان کے پاس انصار کی عورتوں میں سے ایک لڑکی آئی۔ دونوں نے مردوں اور عورتوں کے بارے میں غیبت کی اور خوب ہنستی رہیں اور برابر غیبت میں لگی رہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے آئے جب ان دونوں نے آپ کی آواز سنی تو چپ ہوگئیں جب آپ گھر کے دروازے کے ساتھ کھڑے ہوئے آپ نے اپنی چادر کے ایک کنارے کو اپنی ناک پر ڈالا (بدبو کی وجہ سے) پھر فرمایا اف تم دونوں نکل جاؤ اور قے کرو پھر پانی سے طہارت کرو، ام سلمہ رضی اللہ عنہا باہر نکلیں اور بہت سے گوشت کی قے کی جسے بدل دیا گیا تھا جب انہوں نے گوشت کو دیکھا تو یاد کیا کہ میں نے کوئی تازہ گوشت کھایا ہے؟ تو یہ بات یاد آئی کہ گزشتہ دو جمعوں سے گوشت کھایا تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے قے کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے قے کے بارے میں بتایا آپ نے فرمایا یہ وہ گوشت تھا جو تو اور تیری سہیلی مل کر کھاتی رہی دوبارہ غیبت نہ کرنا۔ جو تم دونوں غیبت میں لگی رہوں پھر ان کی سہیلی

نے بھی ان کو بتایا کہ اس نے بھی اسی طرح گوشت کی قے کی ہے۔

۴۸:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ نے کعب بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن، مؤمن پر حرام ہے اس کا گوشت اس پر حرام ہے کہ اس کو کھائے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی غیبت کرنا اور اس کی عزت پر اس پر حرام ہے کہ اس کو پھاڑ دے (یعنی اس کو بے عزت کرے) اور اس کا چہرہ اس پر حرام ہے کہ اس پر طمانچہ مارے۔

۴۹:۔ عبدالرزاق رحمہ اللہ علیہ والبخاری فی الادب وابویعلی رحمہ اللہ علیہ وابن المنذر رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں صحیح سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ماعز رضی اللہ عنہ کو جب رجم کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک ان میں سے اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا تو نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے (اس کے گناہوں کو) اس پر چھپایا تھا مگر اس کے نفس نے اس کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ کتے کی طرح رجم کردیا گیا نبی کریم ﷺ چلتے رہے اور ایک مردہ گدھے کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا فلاں اور فلاں کہاں ہیں دونوں (سواریوں سے) اتر آؤ اور اس مردہ میں سے کھاؤ انہیں نے عرض کیا کیا اسے کھایا جاسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا ابھی اپنے بھائی کا گوشت کھانا اس کے کھانے سے زیادہ مشکل ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ابھی وہ جنت کے نہروں میں غوطے مار رہا ہے۔

۵۰:۔ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ علیہ واحمد فی الزھد والبخاری فی الادب والخرائطی نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ ایک مردہ خچر پر سے گزرے اور وہ اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھے (اس کو دیکھ کر) فرمایا اللہ کی قسم کہ کوئی تم میں سے اس (مردار میں سے کھائے یہاں تک کہ اس کا پیٹ بھر جائے یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ کسی مسلمان بھائی کے گوشت میں سے کھائے (یعنی اس کی غیبت کرے)

دو قبر والوں پر عذاب کا واقعہ:

۵۱:۔ البخاری فی الادب وابن ابی الدنیا نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ دو قبروں میں آئے کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کسی بڑے گناہ میں میں عذاب نہیں دیئے جارہے اور آپ رو پڑے (پھر فرمایا) ان میں سے ایک لوگوں کی غیبتیں کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا (پھر) آپ نے کھجور کی ایک تازہ ٹہنی منگوائی اس کو توڑا (یعنی اس کے دو ٹکڑے کئے) پھر ہر ٹکڑے کے بارے میں حکم فرمایا کہ اس کو قبر پر گاڑ دو اور فرمایا عنقریب ان کا عذاب ہلکا ہوجائے گا جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی۔

۵۲:۔ البخاری نے الادب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس کے پاس کسی مؤمن کی غیبت کی جائے پھر وہ اس کی مدد کرے (یعنی اس کا دفاع کرے) اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو دنیا اور آخرت میں اچھا بدلہ دیں گے۔ اور جس کے پاس کسی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کو برا بدلہ دیں گے۔ اور کسی نے مؤمن کی غیبت سے بڑھ کر شر کا لقمہ نہیں کھایا اگر اس نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جو وہ جانتا ہے تو یقینی بات ہے کہ اس نے اس کی غیبت کی

اور اگر اس نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جو وہ نہیں جانتا تو یقینی بات ہے کہ اس نے اس پر بہتان باندھا۔

٥٣:۔ احمد نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ہوا نے ایک بدبودار مردار کو اٹھایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ ہوا کیسی ہے یہ ان لوگوں کی ہوا ہے جو لوگوں کی غیبتیں کرتے ہیں۔

٥٤:۔ ابن ابی الدنیا نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی واقع ہو جائے کسی آدمی میں (یعنی کسی کی غیبت کرنے لگے) اور تو اس جماعت میں ہو تو اس آدمی کی مدد کرنے والا بن جا (یعنی ان کو جھڑک دے) اور ان کے پاس سے کھڑا ہو جا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی (آیت) "ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ" (کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے کہ تم اس کو ناپسند کرو گے)

سود کی ادنیٰ اپنی ماں سے بدکاری کے برابر ہے:

٥٥:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے الشعب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سود کے ستر سے زیادہ دروازے ہیں ان میں سے سب سے آسان دروازہ حالت اسلام میں اپنی ماں سے نکاح کرنے کی طرح ہے۔ اور سود کا ایک درہم پینتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ سب سے برا سود اور سب سے زیادہ سود خوری اور سب سے زیادہ ناپاک سود مسلمان کی عزت اور اس کی حرمت کو پہنچا دیا ہے (یعنی سود خوری نے مسلمان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے پر آمادہ کیا)

٥٦:۔ احمد وابوداؤد والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے معراج پر لے جایا گیا میرا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا کہ ان کے تانبے کے ناخن تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں کو اور سینوں کو نوچ رہے تھے میں نے پوچھا اے جبرائیل (علیہ السلام) یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتوں میں واقع ہوتے ہیں (یعنی ان کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں)

٥٧:۔ احمد وابوداؤد والبیہقی رحمہ اللہ علیہ وابو یعلی رحمہ اللہ علیہ والطبرانی والحاکم رحمہ اللہ علیہ نے مستورد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کا (گوشت) کھایا یعنی اس کی غیبت کی تو اللہ تعالیٰ اسی طرح اس کو جہنم میں سے کھلائے گا اور جس نے کسی مسلمان کا کپڑا پہن لیا تو اللہ تعالیٰ اسی کی مثل جہنم میں سے اس کو پہنائے گا اور جو آدمی کسی آدمی کے ساتھ شہرت اور ریا کے مقام پر کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو قیامت کے دن شہرت اور ریاکاری کے مقام پر کھڑا کرے گا۔

٥٨:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن (سب صحابہ کو) روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور (یہ بھی فرمایا کہ کوئی افطار نہ کرے جب تک میں اس کو اجازت نہ دوں صحابہ نے روزہ رکھا جب شام ہوئی تو ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں آج کے دن روزے سے رہا مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کو افطار کرلوں آپ نے اس کو اجازت فرمادی۔ یہاں تک کہ دوسرا آدمی آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ کے اہل

سے دونوں جوان عورتیں ہیں وہ دونوں آج دن سے روزہ دار تھیں آپ ان کے لئے اجازت فرمادیں کہ وہ روزہ کو افطار کرلیں آپ نے اس سے منہ پھیر لیا پھر اس نے دوبارہ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان عورتوں کا روزہ نہیں اور ان کو کس طرح روزہ ہوگا جو لوگوں کا گوشت کھائے تو جا اور ان کو حکم کر اگر وہ روزے سے تھیں تو قے کریں۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا ان میں سے ہر ایک نے خون کی لوتھڑوں کی قے کی۔ وہ آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو (اس معاملہ کی) خبر دی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ان دونوں کا روزہ ہوتا اور یہ گوشت ان دونوں میں باقی رہتا تو ان دونوں کو آگ کھاتی۔

۵۹:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ تم میں سے کوئی نجس (یعنی ناپاک) کلمہ کہنے کے بعد وضو نہیں کرتا جو وہ اپنے بھائی کے بارے میں کہتا ہے جبکہ وہ حلال کھانے سے وضو کرتا ہے۔

۶۰:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حدیث یعنی (وضوٹوٹنا) دو قسم کا ہے ایک حدث تیرے منہ سے ہوتا ہے اور ایک حدث تیرے سو جانے سے ہوتا ہے۔ اور منہ کا حدث سخت جھوٹ اور غیبت ہے۔

۶۱:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابراہیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وضو کرنا حدث پیش آجانے سے اور مسلمان کو اذیت پہنچانے سے لاحق ہوتا ہے۔

۶۲:۔ الخرائطی فی مساوی الاخلاق والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ دو آدمیوں نے نماز ظہر یا عصر پڑھی۔ اور دونوں روزے سے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے نماز کو پورا کیا تو ان سے فرمایا دوبارہ لوٹا ؤ اپنے وضو اور اپنی نمازوں کو اور اپنے روزے کو پورا کرو اور دوسرے دن اس کی جگہ قضا کرو دونوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیوں (ہم ایسا کریں) فرمایا تحقیق تم دونوں نے فلاں کی غیبت کی۔

۶۳:۔ الخرائطی وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک چھوٹے قد کی عورت آئی اور نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اپنے انگوٹھوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی طرف اشارہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس کی غیبت کی۔

۶۴:۔ ابن جریر رحمہ اللہ علیہ وابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس سے کھڑا ہوا اور اس کے کھڑے ہونے میں کمزور کو دیکھا گیا (یعنی وہ کمزور ہونے کی وجہ سے مشکل سے اٹھ رہا تھا) بعض لوگوں نے کہا فلاں کتنا کمزور ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقینی بات ہے کہ تم نے اس آدمی کا گوشت کھایا ہے اور تم نے اس کی غیبت کی۔

۶۵:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کے بارے میں ذکر کیا گیا تو صحابہ نے فرمایا یہ کتنا عاجز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اس آدمی کی غیبت کی۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم نے وہ بات کہی جو اس میں ہے آپ نے فرمایا اگر تم وہ بات کہتے جو اس میں نہ ہوتی تو یقینی بات ہے کہ تم اس پر بہتان لگانے والے تھے۔

غیبت کرنے والے پر ضعف طاری ہونا:

٦٦:۔ابن جریر رحمہ اللہ علیہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے صحابہ نے ایک آدمی کا ذکر کیا اور کہا کہ جب تک اس کو نہ کھلایا جائے وہ نہیں کھا سکتا اور وہ نہیں چل سکتا مگر جتنا اس کو چلایا جائے اور وہ بہت ضعیف اور کمزور ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی غیبت کی۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ غیبت ہے کہ ہم نے وہی بات کہی جو اس میں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تم اپنے بھائی کے بارے میں ایسے عیب کے متعلق بات کرو جو اس میں موجود ہے۔

٦٧:۔ابوداؤد، دارقطنی فی الافراد والخرائطی والطبرانی رحمہ اللہ علیہ والحاکم رحمۃ اللہ علیہ وابونعیم رحمہ اللہ علیہ والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص کی سفارش حائل ہوئی اللہ کی حدود میں سے کی حد میں یقینی بات ہے کہ اس نے اللہ کے حکم میں اس کی مخالفت کی اور جو شخص مر گیا اور اس پر قرضہ تھا اب اس کا بدلہ دینار اور درہم نہیں بلکہ انکی بجائے نیکیاں ہیں۔(جو اس کے بدلے میں دی جائیں گی) اور جس شخص نے ناحق کسی سے جھگڑا کیا حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے وہ برابر اللہ کے غصہ میں رہے گا یہاں تک کہ اس سے نکل جائے (یعنی جھگڑا ختم ہوجائے) اور جس کسی نے مؤمن کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دوزخیوں کی پیپ اور خون کے کیچڑ میں ٹھہرائیں، یہاں تک کہ وہ ان باتوں سے نکل جائے جو اس نے کہیں اور اب وہ نکلنے والا نہ ہوگا۔

٦٨:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو یاد کرو بندہ جب ''سبحان اللہ وبحمدہ'' کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتے ہیں پھر دس سے سو تک پھر سو سے ہزار تک اور جو شخص اس سے زیادہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ کر دیتے ہیں اور جو شخص استغفار کہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں اور جس شخص کی سفارش حائل ہوگئی اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں یقینی بات ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کو اس کی مخالفت کی اور جس شخص نے مدد کی کسی جھگڑے پر بغیر علم کے تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی کا انکار کیا اور جس شخص نے کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکت اور نقصان کے کیچڑ میں قید کردے گا یہاں تک کہ وہ نکلنے کے راستے پر آجائے اور جو شخص مر گیا اور اس پر قرضہ ہے تو اس کی نیکیوں میں سے لیا جائے گا کیونکہ وہاں نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔

٦٩:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابن عمر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی آدمی کے بارے میں ایسا کلمہ کہتا ہے جو اس کے عیب کو بیان کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہلاکت اور نقصان کے کیچڑ میں قید کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے نکلنے کا راستے آجائے۔

٧٠:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے اوزاعی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ قیامت کے دن بندے سے کہا جائے گا کھڑا ہو جا اور اپنا حق فلاں سے لے لے وہ کہے گا میرے لئے اس کی طرف کوئی حق نہیں تو اس سے کہا جائے گا کیوں نہیں بلکہ فلاں فلاں دن اس نے تیرے بارے میں اس طرح ذکر کیا تھا۔

غیبت زنا سے بڑا گناہ ہے:

۷۱:۔ ابن مردویہ رحمہ اللہ علیہ والبیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابوسعید و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے آپ نے فرمایا ایک آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتے ہیں اور غیبت والے کی مغفرت نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ آدمی اس کو معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی ہے۔

۷۲:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت زیادہ سخت ہے زنا سے کہ زنا والا توبہ کر سکتا ہے اور غیبت کرنے والے کے لئے کوئی توبہ نہیں۔

۷۳:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے غیاث بن کلوب الکوفی کے طریق سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مبغوض اور ناپسند کرتے ہیں گوشت والے گھر کو تو میں نے مطرف سے پوچھا کہ گوشت والے گھر سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ گھر جس میں لوگوں کی غیبت کی جاتی ہوں اور اسی سند کے ساتھ انہوں نے اپنے والد سے یہ بھی بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو پچھنے لگانے والے کے سامنے تھا اور یہ رمضان شریف کا مہینہ تھا اور وہ دونوں ایک آدمی کی غیبت کر رہے تھے آپ نے فرمایا پچھنا لگانے والا اور جس کو پچھنا لگایا گیا دونوں روزے کو افطار کریں البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ غیاث مجہول ہے۔

۷۴:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑھ کر سود خوری یہ ہے کہ اپنے بھائی کی عزت و آبرو میں دست درازی کرے۔

۷۵:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب کوئی آدمی کسی آدمی کی غیبت کرے تو اس کو خبر نہ دے لیکن اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

۷۶:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے ضعیف سند کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ اس شخص سے معافی مانگے جس کی تو نے غیبت کی۔

۷۷:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے الشعب میں شعبہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ شکایت کرنا (کسی حاکم کے سامنے) اور تحذیر غیبت میں سے نہیں ہے۔

۷۸:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کی کوئی غیبت نہیں ہے۔ ظالم بادشاہ اور فاسق جس کا فسق کھلا ہوا اپنے فسق کے سبب اور بدعت میں مبتلا ہونے والا جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہے۔

۷۹:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اہل بدعت کی کوئی غیبت نہیں۔

۸۰:۔ البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے زید بن اسلم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ بلاشبہ غیبت اس آدمی کی ہے جو گناہوں کے سبب ملعون نہ ہو۔

۸۱:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے (اور اس کو ضعیف کہا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حیا کی چادروں ڈال دیں (یعنی حیا کا پردہ اتار دیا) اس کی بھی کوئی غیبت نہیں ہے۔

۸۲:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے (اس کو ضعیف کہا) اور بہز بن حکیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو فاجر کے ذکر سے ڈرتے ہو جو اس میں عیوب ہیں ان کو بیان کرو تا کہ لوگ اس کو پہچان لیں اور لوگ اس سے بچیں۔

جن لوگوں کی غیبت حرام نہیں:

۸۳:۔البیہقی رحمہ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی غیبت کرنا حرام نہیں۔ ایسا فاسق جس کے فسق پر لعنت کی گئی ہو اور ظالم حکمران اور بدعت والا جس پر بدعت کی وجہ سے لعنت کی گئی۔

۸۴:۔الحکیم الترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بندہ قیامت کے دن لایا جائے گا ایک پلڑے میں اس کی نیکیاں رکھی جائیں گی اور دوسرے پلڑے میں برائیاں رکھی جائیں گی تو برائیاں بڑھ جائیں گے پھر ایک کاغذ کا پرزہ لایا جائے گا وہ نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس کی وجہ سے نیکیاں بھاری ہو جائیں گی تو وہ عرض کرے گا اسے میرے رب کاغذ کا ٹکڑا کیا ہے، میں نے جو اپنے لئے دن اور رات میں عمل کئے تھے اسے میں نے پالیا ہے تو اس کو یہ بتایا جائے گا یہ وہ ہے جو تیرے بارے میں کہا گیا حالانکہ تو ان سے بری ہے پس اسی کے سبب وہ نجات پا جائے گا۔

۸۵:۔الحکیم الترمذی نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کسی بری الذمہ آدمی پر بہتان لگانا آسمانوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (تفسیر در منثور، سورہ حجرات، بیروت)

4889- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا ضَمْضَمُ بْنُ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، وَكَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، وَعَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ، وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، وَأَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْأَمِيرَ إِذَا ابْتَغَى الرِّيبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدَهُمْ

٭٭ حضرت عمرو بن اسود رضی اللہ عنہ، حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"بے شک امیر اگر الزامات کی وجہ سے لوگوں کے بارے میں شک و شبہ کا شکار ہو گا تو انہیں خراب کر دے گا"

4890- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أُتِيَ

4889- حديث حسن. وأخرجه البيهقي في "السنن" 8/ 333 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. وأخرجه ابن أبي عاصم في "السنة" (1073)، والطحاوي في "شرح المشكل" (89)، والطبراني في "الكبير" (7515) و (7516) من طرق عن إسماعيل بن عياش، به. وزاد ابن أبي عاصم في الاسناد: ونفر من الفقهاء. وأخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (88) من طريق سعيد بن سليمان، عن إسماعيل بن عياش، به. ولم يذكر في الإسناد جبير بن نفير. وأخرجه الحاكم في "المستدرك" 4/ 378 من طريق محمد بن عبد العزيز عن إسماعيل بن عياش، به. ولم يذكر في الاسناد عمرو بن الأسود. وأخرجه الطحاوي (90) من طريق بقية بن الوليد، عن إسماعيل بن عياش، به.

ابْنُ مَسْعُودٍ فَقِيلَ هٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْيَتُهُ خَمْرًا، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: إِنَّا قَدْ نُهِينَا عَنِ التَّجَسُّسِ وَلٰكِنْ إِنْ يَظْهَرْ لَنَا شَيْءٌ نَأْخُذْ بِهِ

⊛ زید بن وہب بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا اور کہا گیا: یہ فلاں شخص ہے، جس کی داڑھی سے شراب کے قطرے ٹپک رہے تھے، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں ٹوہ لگانے سے منع کیا گیا ہے، البتہ جو چیز ہمارے سامنے ظاہر ہوگی، ہم اس کا مواخذہ کریں گے۔"

ظن اور گمان کے جواز اور عدم جواز کے محمل

امام محمد ابن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ لکھتے ہیں:

شیطان آدمی کے دل میں بدگمانی ڈالتا ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ شیطان کی تصدیق نہ کرے اور اس کو خوش نہ کرے حتیٰ کہ اگر کسی کے منہ سے شراب کی بو آرہی ہو تو پھر بھی اس حد لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس نے شراب کا ایک گھونٹ پی کر گلی کردی ہو یا کسی نے اس کو جبراً شراب پلادی ہو اور اس کا احتمال ہے، تو وہ دل کے خون کو، اس کے مال کو اور اس کے متعلق بدگمانی کا حرام کردیا ہے، اس لئے جب تک وہ خود کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے یا اس پر دو نیک گواہ قائم نہ ہو جائیں اس وقت تک مسلمان کے متعلق بدگمانی کرنا جائز نہیں ہے اور جب اس طرح نہ ہو اور شیطان تمہارے دل میں کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی کا وسوسہ ڈالے تو تم اس وسوسہ کو دور کرو اور اس پر جمے رہو کہ اس کا حال تم سے مستور ہے اور اس شخص کے حق میں نیک پر قائم رہنے اور گناہ سے باز رہنے کی دعا کرو اور شیطان کو ناکام اور نامراد کر کے اس کو غضب میں لاؤ۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۳۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص نیکی میں مشہور ہو تو اس کے متعلق بدگمانی جائز نہیں اور جو علانیہ گناہ کبیرہ کو مرتکب ہو اور فسق میں مشہور ہو اس کے متعلق بدگمانی کرنا جائز ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶ ص ۳۰۰، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام غزالی کا قول صائب اور صحیح ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۶۶ ھ لکھتے ہیں:

جو گمان ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور نیک مسلمانوں کے متعلق برا گمان کیا جائے اور جس گمان کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جس حکم کے حصول کی دلیل قطعی میسر نہ ہو اور کسی معاملہ میں اس پر حکم نافذ کرنا مقصود ہو تو اس معاملہ میں ظن غالب پر عمل کر کے حکم نافذ کرنا واجب ہے، جس طرح ہم پر واجب ہے کہ ہم نیک مسلمانوں کی شہادت قبول کریں (اور ان کا نیک ہونا ظن غالب سے معلوم ہوگا) اور جنگل میں غور و فکر کر کے ظن غالب سے سمت قبلہ معلوم کرنا، اسی طرح اگر محرم نے کسی جانور کا شکار کر کے اس کو ہلاک کردیا اور شریعت میں اس جانور کی مقدار اور قیمت متعین نہیں ہے تو اس کا تاوان ادا کرنے کے لئے ظن غالب سے اس کی قیمت کو تعین کرنا۔ اس قسم کی مثالوں میں ہمیں ظن غالب کے تقاضے پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور جو ظن مباح ہے وہ یہ ہے کہ جب امام کو رکعات کی تعداد میں شک پڑ جائے تو وہ غور و فکر کرے اور جتنی تعداد پر ظن غالب ہو اس پر عمل کرے، اگرچہ دوبارہ نماز

پڑھنا افضل ہے اور جو ظن مستحب ہے وہ یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے متعلق نیک گمان کرے، خواہ لوگ اس کو بلا دلیل برا کہہ رہے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنے کی ممانعت کا بیان

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور تجسس نہ کرو یعنی کسی مسلمان کے عیوب اور اس کی کوتاہیوں کو تلاش نہ کرو۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان کے ظاہر حال پر عمل کرو اور اس کے عیوب کو تلاش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے جس مسلمان کے عیوب پر پردہ رکھا ہوا ہے اس کے پردہ کو چاک نہ کرو۔ حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تم لوگوں کے عیوب تلاش کرو گے تو تم ان کو خراب کر دو گے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۸۸۸)

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کی ڈاڑھی سے شراب چمک رہی تھی، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم کو تجسس کرنے سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوگی تو ہم کے تقاضے پر عمل کریں گے۔ (سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۴۴۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۹۵۱، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۸۹۳، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۳۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کے گمراہ ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ لوگوں میں وہ چیزیں دیکھے جو اس کو اپنے اندر نظر نہیں آتیں اور جو کام وہ خود کرتا ہے ان کاموں پر دوسروں کی مذمت کرے، اور لایعنی باتوں سے اپنے ہم نشین کو ایذاء پہنچائے۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کو بھول جاتا ہے۔ (الجامع لشعب الایمان رقم الحدیث: ۶۳۳۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۷۳۱، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۹)

عام لوگوں کے لئے لوگوں کے احوال کو تلاش کرنا ممنوع ہے لیکن حکومت داخلی اور خارجی معاملات کی حفاظت کے لئے جاسوسی کا محکمہ قائم کرے تو یہ جائز ہے۔ تو وہ غیبت نہیں ہے اور اگر اس کے متعلق ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں نہیں ہے تو پھر وہ بہتان ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہے، کہا گیا: یہ بتائیں اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کو میں بیان کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اگر تم جو عیب بیان کر رہے ہو وہ عیب اس میں ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب نہیں تو پھر وہ بہتان ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 2589، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: 4874)

بہتان اور تہمت ایک ہی چیز ہیں اس کی مثال وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تھی، غیبت کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ غیبت کرنا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے، اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ (جن کو زنا کا اعتراف کرنے کے بعد رجم کر دیا گیا تھا) کے اصحاب میں سے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: دیکھو! اس شخص (حضرت ماعز) پر اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا تھا، اور اس شخص نے خود اپنی جان نہیں چھوڑی حتیٰ کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ ایک مردہ گودھے کے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا: وہ فلاں، فلاں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم یہاں ہیں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: آؤ اور اس مردہ گدھے کو کھاؤ، انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! اس کو، کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا: تم نے جو ابھی اپنے بھائی کی عزت پامال کی ہے وہ اس مردہ کو کھانے سے زیادہ سخت تھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! وہ تو اب جنت کے دریاؤں میں غوطے لگا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4428)

بَابٌ فِي السَّتْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ

باب مسلمان کی پردہ پوشی کرنا

4891 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَشِيطٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ رَأَى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا، كَانَ كَمَنْ أَحْيَا مَوْءُودَةً

❀❀ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی کی پوشیدہ چیز دیکھے اور اس پر پردہ ڈال دے، تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا، جس نے زندہ دفن کی جانے والی لڑکی کو بچا لیا''۔

مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کی اہمیت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو آدمی دنیا کی سختیوں میں سے کسی مسلمان کی کوئی سختی اور تنگی دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن وہاں کی سختیاں اس سے دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندوں کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو آدمی علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کے راستہ کو آسان کر دیتا ہے اور جب کوئی جماعت اللہ کے گھر میں قرآن پڑھتی پڑھاتی ہے تو اس پر تسکین نازل ہوتی ہے۔ رحمت الٰہی اس کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے اور فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ اس جماعت کا ذکر ان (فرشتوں) میں کرتا ہے جو اس کے پاس رہتے ہیں اور جس نے عمل میں تاخیر کی آخرت میں اس کا نسب کام نہیں آئے گا۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 199)

اس حدیث سے اسلام کی اخلاقی تعلیمات کی عظمت و برتری کا پتہ چلتا ہے، اسلام اپنی تعلیمات کے ذریعہ پوری انسانی برادری کے درمیان محبت و مروت، انسانی ہمدردی و رواداری، امداد و معاونت اور حسن سلوک کی اعلیٰ روح پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ انسان اخلاق و محبت کی ایک کڑی میں منسلک ہو کر پورے امن و سکون اور چین و راحت کے ساتھ حقوق عبدیت ادا کر سکیں۔ چنانچہ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم قیامت کے دن کی سختی سے بچنا چاہتے ہو تو تم اپنے بھائی کی خبر گیری کرو جو دنیا کی سختی میں پھنسا ہوا ہے، اگر اس پر کوئی سخت وقت آپڑا ہے تو اس کی مدد کرو۔ اگر وہ زندگی کی کسی الجھن میں پھنسا ہوا ہے تو اسے چھٹکارا دلاؤ۔ اگر وہ مصائب و تکلیف میں مبتلا ہے تو ان کو اس سے دور کرو۔ اس لئے کہ حسن سلوک کا یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر تم آخرت کی سختیوں سے نہایت آسانی کے ساتھ گزر جاؤ گے۔ اعلان کیا جا رہا ہے کہ اگر تم دین و دنیا دونوں جگہ کی آسانیاں چاہتے ہو، اگر تم اس کے متمنی ہو کہ دنیا کی کامیابی و کامرانی تمہارے قدم چومے اور آخرت کی فلاح و سعادت تمہارے حصہ میں آئے تو اپنے اس بھائی کی مدد کرو جو تنگدست ہے۔ مفلسی و متلاشی کے جال میں پھنسا ہوا ہے، بے روزگاری و تباہ حالی کی چکی میں پس رہا ہے، مثلاً اگر وہ مقروض ہے اور اللہ نے تمہیں وسعت دی ہے تو اس کا قرض ادا کر دو۔ اگر کوئی خود تمہارا مقروض ہے اور تم جانتے ہو کہ وہ قرض ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو تم اس کا قرض معاف کر دو، اگر کوئی انتہائی تباہ حال و پریشان ہے تو اس کی مدد کر کے تنگدستی سے اسے چھٹکارا دلاؤ۔ اگر کوئی اپنی ناداری و مفلسی کی بناء پر اپنی کسی سخت ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا تو تم اس کی اس ضرورت کو پورا کر دو اور پھر دیکھو اللہ کی رحمت کس طرح بڑھ کر تمہیں اپنے دامن میں چھپاتی ہے۔ دنیا کی عزت و عظمت تمہارے قدموں میں کھیلتی نظر آئے گی اور زندگی کی ہر آسانی تمہارے لئے مہیا ہو گی اور نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی اللہ کی رحمت تمہارے ساتھ ہوگی، وہاں کی ہر سختی اور ہر آزمائش میں تمہارا ہی حسن سلوک مددگار و معاون ہوگا اور تم وہاں کے ہر امتحان میں کامیاب رہو گے۔ اسی طرح فرمایا گیا ہے کہ اگر تم دنیا و آخرت میں اپنے عیوب کی پردہ پوشی چاہتے ہو تو تم دنیا میں اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرو۔ یعنی کسی کے عیب کو لوگوں کے سامنے بیان کر کے اسے رسوا اور ذلیل نہ کرو۔ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اسے لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے اور برسر عام اچھال کے اسے شرمندہ نہ کرو کیونکہ یہ اللہ کا معاملہ ہے وہ اگر چاہے گا تو اسے دنیا ہی میں یا آخرت میں سزا دے گا ورنہ اپنی رحمت سے اسے معاف کر دے گا۔ یا پردہ پوشی کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی ناداری و مفلسی کی بنا پر لباس کی نعمت سے محروم ہے اور اتنا تنگدست و غریب ہے کہ اپنے ستر کو بھی نہیں چھپا سکتا تو چاہئے کہ اپنے اس نادار بھائی کی ستر پوشی کرے اس لئے کہ جو اپنے بھائی کی ستر پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں اور قیامت میں اس کے عیوب اور گناہوں کی پردہ پوشی فرمائے گا اور آخر میں عمومی طور پر یہ کلیہ بتا دیا گیا ہے کہ جب تک کوئی بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اور اللہ کی مخلوق کی خبر گیری میں مصروف رہتا ہے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت رہتی ہے۔ حدیث میں طلب علم اور طالب علم کی فضیلت بھی ظاہر فرمائی جا رہی ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ جو آدمی علم دین کے حصول کے لئے اپنے وطن و شہر کو چھوڑ کر عزیز و اقارب سے جدا ہو کر اور عیش و آرام

پر لات مار کر حصول علم کے جذبہ سے باہر نکلتا ہے اور تلاش علم کے لئے راہ مسافرت پر گامزن ہوتا ہے تو رب قدوس اس کی ریاضت ومشقت اور جان کاہی و پریشانی کی وجہ سے اس پر بہشت کی راہ آسان کر دیتا ہے یعنی طالب علم کی کوششوں کے صلہ میں اسے جنت میں داخل کیا جائے گا یا یہ کہ اسے خداوند کیجانب سے اس عظیم سعادت کی توفیق ہوگی کہ اس نے جس علم کی تلاش میں اتنی مصیبتوں اور پریشانیوں کو برداشت کیا اس پر وہ نیک عمل بھی کرے جو جنت میں داخل ہونے کا سبب اور باعث ہے۔

اسی طرح جو لوگ مساجد و مدارس میں حصول علم میں منہمک ہوتے ہیں اور قرآن کے علوم و معارف سے استفادہ کرنے اور دوسروں کو پڑھانے میں مشغول ہوتے ہیں ان پر اللہ کی جانب سے بے پایاں رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان پر اللہ کی جانب سے تسکین کا نزول ہوتا ہے یعنی طلب علم کے سلسلہ میں ان کے اندر خاطر جمعی اور دل بستگی ودیعت فرمائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کے قلوب دنیا کے عیش و عشرت، راحت و آرام اور غیر اللہ کے خوف و ڈر سے پاک صاف ہوکر ہر وقت اللہ کی طرف لولگائے رہتے ہیں اور ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل نور الٰہی کی مقدس روشنی سے جگمگا اٹھتے ہیں نیز فرشتے ان کی عزت و توقیر کرتے ہیں اور فرط عقیدت سے ان لوگوں کو گھیرے رہتے ہیں اور پھر رب قدوس اس مقدس جماعت کا تذکرہ جو درس و تدریس میں مشغول ہوتی ہے اپنے ان فرشتوں کے درمیان کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں یہ اس جماعت کی انتہائی عظمت و فضیلت کی دلیل ہے۔

آخر حدیث میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ آخرت کی کامیابی و کامرانی اور فلاح و سعادت کا دارو مدار عمل پر ہے۔ اگر دنیا میں عمل خیر میں کوتاہی نہیں تو آخرت میں عزت و عظمت کا حقدار ہوگا اور دنیا میں کسی نے عمل میں کوتاہی کی اگر چہ وہ دنیا میں کتنا ہی با اقبال و باعظمت کیوں نہ رہا ہو اور کتنا ہی بڑا حسب و نسب والا کیوں نہ ہو آخرت میں اس سے باز پرس ہوگی اور وہاں دنیا کی عالی نسبی اور وجاہیت کچھ کام نہیں دے گی بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست (یعنی اے جامی) جب تم اسیر عشق ہو گئے تو حسب و نسب کے چکر میں نہ پڑو کیونکہ اس راہ میں فلاں ابن فلاں کوئی چیز نہیں ہے۔

4892 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَشِيطٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الْهَيْثَمِ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ دُخَيْنًا كَاتِبَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: كَانَ لَنَا جِيرَانٌ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ فَنَهَيْتُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا، فَقُلْتُ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: إِنَّ جِيرَانَنَا هَؤُلَاءِ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ وَإِنِّي نَهَيْتُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا، فَأَنَا دَاعٍ لَهُمُ الشُّرَطَ. فَقَالَ: دَعْهُمْ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى عُقْبَةَ مَرَّةً أُخْرَى فَقُلْتُ: إِنَّ جِيرَانَنَا قَدْ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ وَأَنَا دَاعٍ لَهُمُ الشُّرَطَ. قَالَ: وَيْحَكَ دَعْهُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مُسْلِمٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ لَيْثٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: لَا تَفْعَلْ وَلَكِنْ عِظْهُمْ وَتَهَدَّدْهُمْ

❀❀ دخین، جو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے نائب تھے، وہ بیان کرتے ہیں: ہمارے کچھ پڑوسی تھے، جو شراب پیتے

پیتے تھے، میں نے انہیں منع کیا لیکن وہ باز نہیں آئے، میں نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے یہ پڑوسی شراب پیتے ہیں، میں نے انہیں منع کیا ہے، لیکن یہ باز نہیں آتے، اب میں ان کے لیے کوتوال کو بلوانے لگا ہوں، تو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم انہیں کرنے دو۔ پھر میں دوبارہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ہمارے پڑوسیوں نے شراب پینے سے باز آنے سے انکار کر دیا ہے، تو اب میں ان کے لیے کوتوال کو بلاتا ہوں، تو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو، تم انہیں چھوڑ دو، کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے

(اس کے بعد راوی نے مسلم کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہاشم بن قاسم نے لیث کے حوالے سے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''تم ایسا نہ کرو، بلکہ تم انہیں وعظ و نصیحت کرو اور انہیں دھمکی دو''

بَابُ الْمُؤَاخَاةِ

باب: بھائی چارہ (قائم کرنا)

4893- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ فَإِنَّ اللهَ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

✿✿ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، وہ اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑتا، جو شخص کسی بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے، اور جو شخص کسی مسلمان سے تکلیف کو دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیف دور کرے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا''۔

اجسام وارواح کی باہمی محبت والفت کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روحیں جسموں میں داخل کئے جانے سے پہلے لشکر کی طرح ایک جگہ مجتمع تھیں اور پھر ان کو الگ الگ کر کے ایک ایک جسم میں داخل کیا گیا چنانچہ جسموں میں داخل ہونے سے پہلے جو روحیں ایک دوسرے کے صفات سے مناسبت ومشابہت رکھنے کی وجہ سے آپس میں مانوس ومتعارف تھیں وہ جسموں میں پہنچنے کے بعد اس دنیا میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ محبت والفت رکھتی ہیں اور جو روحیں ایک دوسرے سے انجان ونامانوس تھیں وہ اس دنیا میں بھی اختلاف رکھتی ہیں۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 933)

جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ دنیا میں اب تک جتنے اجسام پیدا ہو چکے ہیں یا قیامت تک جتنے پیدا ہوں گے ان سب کی روحیں اپنے جسمانی وجود سے بھی بہت پہلے پیدا کی جا چکی تھیں جو عالم ارواح میں جمع ہیں اور دنیا میں جب کسی روح کا جسم پیدا ہوتا ہے تو وہ روح اس جسم میں بھیج دی جاتی ہے چنانچہ ابتداء خلقت میں اور روز ازل اللہ نے اپنی ربوبیت کا عہد اقرار کرنے کے لئے جب پوری کائنات انسانی کی روحوں کو چیونٹیوں کی صورت میں جمع کیا تو اس وقت وہاں جو روحیں آپس میں ایک دوسرے سے مانوس و متعارف ہوئیں اور جن روحون کے درمیان صفات کی مناسبت اور موانست پیدا ہوئی یا جو روحیں آپس میں نامانوس ہو چکی اور جن روحوں کے درمیان اختلاف وتفرقہ رہا وہ دنیا میں بھی اپنے اجسام میں آنے کے بعد آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت و موانست ایک دوسرے کی صفات سے مناسبت ومشابہت رکھتے ہیں۔

لہٰذا جیسے نیک لوگ اور اچھے ہوتے ہیں وہ نیک اور اچھے لوگوں سے محبت تعلق رکھتے ہیں اور جو لوگ فاسق اور بدکار ہوتے ہیں وہ فاسقوں اور بدکاروں کے محبت تعلق رکھتے ہیں یا جو لوگ ایس دنیا میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف وعناد رکھتے ہیں جیسے نیک لوگ برے لوگوں سے اجتناب کرتے ہیں اور برے لوگ نیک لوگوں سے اختلاف کرتے ہیں تو وہ دراصل اپنی روحوں کے ازلی اتحاد وموانست یا اختلاف کا مظہر ہیں روز ازل جن روحوں میں محبت وموانست تھی ان کے درمیان دنیا میں بھی محبت و موانست ہے اور جن روحوں میں وہاں اختلاف تھا وہ یہاں بھی اختلاف وعناد رکھتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ روحوں کے درمیان جو روز ازل جو تعارف وتعلق پیدا ہو گیا تھا اس کا ظہور دنیا میں الہام الٰہی کے سبب ہوتا ہے بایں طور کہ جب روحیں اس دنیا میں اپنے جسموں میں آتی ہیں تو اللہ ان کی وہاں روز ازل کی محبت کے سبب یہاں دنیا میں بھی ان لوگوں کے دل میں محبت ڈال دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت رکھتا ہے یعنی جب وہ اپنے بندوں میں کسی بندے کے تئیں اپنی خوشنودی کو ظاہر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو جبرائیل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت رکھتا ہوں تم بھی اس سے محبت رکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل یہ سن کر اس بندے سے محبت رکھتے ہیں اور پھر وہ اللہ کے حکم سے آسمان میں یہ اعلان کرواتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے تم سب بھی اس بندے سے محبت رکھو چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر اس بندے کے لئے زمین میں مقبولیت ہو جاتی ہے یعنی زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے اور تمام جن وانس اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو جبرائیل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے نفرت کرتا ہوں تم بھی اس سے نفرت کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل بھی اس سے نفرت کرنے لگتا ہے چنانچہ آسمان والے بھی اس شخص سے نفرت کرنے لگتے ہیں یہاں تک اس شخص کے لئے زمین میں بھی عداوت ونفرت رکھ دی جاتی ہے جس کی وجہ سے تمام جن وانس اس شخص سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ (مسلم مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 934)

اللہ تعالیٰ کا کسی بندے کو دوست محبوب رکھنے کا مطلب دراصل اس بندے پر حق تعالیٰ کی طرف سے خیر وبھلائی اور ہدایت و

فلاح کی بارش ہونا اور اس پر رحمت الٰہی کا نازل ہونا ہے اسی طرح اللہ کا کسی شخص سے نفرت کرنا گویا اس شخص کو عذاب میں مبتلا کرنے کی ارادہ الٰہی کو ظاہر کرنا، اس سے حق ہدایت کی توفیق کسی بندے کے حق میں ان کی محبت کو دو صورتوں پر محمول کیا جاسکتا ہے، ایک تو یہ کہ وہ اس بندے کے حق میں استغفار کرتے ہیں اس کی مدح و تعریف کرتے ہیں اور اس کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں دوسرے یہ کہ محبت کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جو عام طور پر مفہوم ہوتے ہیں یعنی ان کے دل میں اس بندے کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اس سے ملاقات کا اشتیاق رکھتے ہیں۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ دوسری صورت یعنی محبت کو اس کے اپنے ظاہر معنی پر محمول کرنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ جب کسی لفظ کو اس کے پہلے حقیقی معنی پر محمول کرنا صحیح ہو تو مجازی معنی مراد لینا غیر موزوں ہے علاوہ ازیں محبت کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنے کی صورت میں پہلے معنی یعنی اس بندے کے حق میں جبرائیل اور فرشتوں کا دعا استغفار اور مدح تعریف کرنا ضمنی طور پر خود بخود محقق ہو جاتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوۃ، بیروت)

بَابُ الْمُسْتَبَّانِ

باب گالی گلوچ کرنے والے (دو افراد کا تذکرہ)

4894- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”گالی گلوچ کرنے والے دو افراد جو کچھ بھی کہتے ہیں، تو اس کا وبال ان میں سے پہل کرنے والے شخص پر ہوتا ہے، جب تک مظلوم زیادتی نہیں کرتا“

گالی کے فسق اور گناہ ہونے کا بیان

حدیث میں آتا ہے: "سباب المسلم فسوق" مسلمان کو گالی دینا فسق اور گناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے: "لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور بدگو تھے نہ بہ تکلف بدگو تھے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش گو اور خوش کلام تھے۔

گالی گلوچ معاشرہ کے لیے ایک بڑی خطرناک برائی ہے، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی معمولی، ناگوار کاموں کی وجہ سے گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ گالی دینا ان کی بری عادت ہوتی ہے اور اسی عادت میں اتنی دور تک چلے جاتے ہیں کہ بعض اوقات انتہائی فحش گالیاں ان کی زبان سے اور منہ سے نکلتی ہیں، لیکن ان کو احساس تک نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عادت والا کام بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ ایسے لوگوں سے صادر ہوتا ہے، اس کے لیے کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ گالیاں ایسے لوگ

ر لیے دیتے ہیں کہ اپنی انا کی تسکین کے ساتھ اپنے خیال میں دوسرے لوگوں کی مرمت اور علاج بھی اس گالی میں سمجھتے ہیں۔ اگر گالی دینے والے کو جواب نہ ملے تو گالی دینے والا اس کو اپنی برتری سمجھتا ہے اور اس کے نفس اور انا کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ ایسے وگ دوسروں کو گالیاں ان کو تکلیف اور ایذا پہنچانے کے لیے دیتے ہیں۔ بعض لوگ دوسروں کو ایذا کی خاطر گالیاں تو نہیں دیتے، لیکن ان کی عادت کچھ ایسی بن گئی ہوتی ہے کہ گویا گالی ان کی غذا ہے، بات بات میں اور عام گپ شپ میں ہر ایک کو گالی دے کر پکارتے ہیں، یہ بھی بری عادت ہے۔ کیوں کہ اسلامی تعلیمات کا تعلق تو خوش اخلاقی کے ساتھ ہے۔ خوش اخلاقی کے کام تو بہت ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان با اخلاق اور خوش اخلاق ہے، لیکن خوش اخلاقی کا سب سے بڑا تعلق منہ، زبان اور گفت گو کے ساتھ ہے۔ انسان اپنی زبان کھولتا ہے تو فوراً دوسروں کو پتہ چل جاتا ہے کہ خوش اخلاق ہے یا نہیں؟ بعض لوگوں کے بارے میں پتہ نہیں چلتا کہ منہ پھٹ ہے یا نہیں؟ جب کبھی کوئی موقع بن جائے تو اس وقت پتہ چلتا ہے، مثلاً کسی بات پر غصہ آیا تو پھر گفت گو سے پتہ چلتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ منہ اور زبان کو کنٹرول میں رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہر حالت میں حق اور سچ بات نکلتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء اور خواص کو بھی اپنی زبان کنٹرول میں کرنی چاہیے۔ کبھی انسان مغلوب الحال ہو جاتا ہے، لیکن عقل اور ہوش باقی ہوتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کبھی کوئی اپنے سے کم تر پر غصہ کی حالت میں اس کو برا بھلا کہتا ہے اگر اسی حالت میں غصہ کرنے والے کے سامنے اس سے کوئی بڑا علم وفضل والا یا عہدے والا آجائے تو فوراً اس کا غصہ کافور ہو جاتا ہے، معلوم ہوا کہ عقل ہوشیار ہے۔ تمام آفات کا تعلق زبان کے ساتھ ہے۔ بڑے بڑے جرائم کی ابتدا زبانی تکرار اور معمولی گالی گلوچ سے ہوتی ہے۔

گالی کی حقیقت

گالی کیا ہے؟ غصہ کی حالت میں یا بغیر غصہ کے کسی کو کوئی ایسی نامناسب بات کہہ دینا، جس کو تقریباً سب لوگ پسند نہیں کرتے۔ مثلاً کسی کو براہ راست برے قول یا فعل کی طرف منسوب کرنا یا کسی کے متعلقین میں سے کسی کے بارے میں غلط بات کہہ دینا۔ مثلاً کسی کے ماں باپ یا بیوی کو برا بھلا کہنا۔ عام طور پر حیوانات کے نام کے ساتھ گالیاں ایجاد ہوئی ہیں، مثلاً کتا، گدھا، بیل اور گیدڑ وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض انسانوں کی اندر کی صفات مسخ ہو جاتی ہیں، صحیح انسانی صفات اور اخلاق کی بجائے ان میں حیوانی صفات پرورش پالیتی ہیں۔ یعنی اس کے اندر درندگی اور زہریلا پن پیدا ہو جاتا ہے، پھر معاشرے میں جو کردار ادا کرتا ہے، اس میں درندگی اور زہریلا پن ہوتا ہے، بہ ظاہر انسان ہوتا ہے، اندر سے سانپ بچھو یا کوئی درندہ ہوتا ہے۔ اگر اندر سے اس بگڑے ہوئے انسان کو برا بھلا کہا جائے تو یہ بھی برداشت نہیں کرتا۔ حیوانات میں ہر نوع کی فطری اور نوعی اوصاف اور صفات ہوتی ہیں، کسی حیوان کی نوعی صفات میں سے کسی انسان کے لیے کوئی صفت ثابت کرنا یا اس کے ساتھ پکارنا گالی بن جاتا ہے۔

گالی دینے والے کی حیثیت مجروح ہونا

گالی دینے والا تو اپنے تئیں اپنی برتری ثابت کرتا ہے، اپنی انا کو تسکین دیتا ہے، بہت سے لوگ اس زعم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ میں بڑا زور آور ہوں، کسی کو گالی دے دوں تو اس کی کیا مجال کہ جواب دے، لوگ اس سے دب یا ڈر جاتے ہیں، پھر اس کے

سامنے کوئی بولتا نہیں۔ گالی دینے والے کو سوچنا چاہیے کہ گالی کے اثرات کیا ہیں؟ کبھی تو جس کو گالی دی جاتی ہے وہ طیش میں آکر کسی قسم کی جوابی کارروائی کر سکتا ہے یا پھر کسی موقع کی تلاش میں رہتا ہے، گالی دینے والا اپنے دشمن زیادہ کر دیتا ہے، خود کو معاشرہ میں بداخلاقی کے نام سے متعارف کروا دیتا ہے۔ لوگوں کی نظر میں اس کی حیثیت گر جاتی ہے۔ خاص کر بڑے بڑے عہدے والوں اور صاحب حیثیت لوگوں کو بہت محتاط رہنا چاہیے۔ مثلاً استاذ، والدین، مرشد اور علمائے کرام وغیرہ ہرگز کسی کو گالی نہ دیں، نہ سامنے اور نہ پیٹھ پیچھے۔ بعض لوگ کسی کو سامنے گالی نہیں دے سکتے، جن کو گالی دینا ہو وہ چلا جائے یا خود دور چلا جائے تو گالیاں بکنا شروع کر دیتا ہے، یہ بھی گناہ ہے۔ ضروری نہیں کہ جس کو گالی دے رہا ہے وہ سن بھی رہا ہو اور لوگ تو سن رہے ہیں کہ فلاں کو گالیاں دے رہا ہے۔ بعض اوقات سننے والے اس بندے کو اطلاع کر دیتے ہیں جس کو گالیاں دی تھیں۔ اس کو جب پتہ چلتا ہے تو انتقامی کارروائی پر اتر آتا ہے۔

الحاصل گالی کسی بھی حالت میں نہیں دینی چاہیے، کیوں کہ اس کے اثرات کسی بھی وقت ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے اثرات ظاہر نہ ہونے پائیں تو گناہ والی حیثیت تو کبھی بھی ختم نہیں ہوتی، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق یعنی گناہ ہے۔

بڑے لوگوں کی حیثیت تو بہت جلد مجروح ہو جاتی ہے۔ بڑے لوگوں کا معاشرہ میں ایک نام ہوتا ہے، لوگوں کے دلوں میں قدر و منزلت ہوتی ہے لیکن گالی دینے کے ساتھ اس کی حیثیت دھڑام سے نیچے آگرتی ہے۔ لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ اگر گالی دینے والا صرف یہ سوچے کہ میری ~~گالیوں~~ سے خود میری حیثیت مجروح ہوتی ہے، لوگوں کی نظروں میں گر رہا ہوں تو شاید اس کے علاج کے لیے یہی کافی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفنك الذین لا یوقنون

ترجمہ: سو آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بدیقین لوگ آپ کو خفیف نہ کرنے پاویں۔

یستخفنك خفت سے ہے، خفت کا معنی ہیں: ہلکا اور سبک ہونا۔ جو آدمی طیش میں آجائے اس کو بھی خفیف کہتے ہیں اور جس میں وقار ہو اس کو ثقیل کہتے ہیں۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ولا یحملنك علی الخفة والقلق جزعا بما یقولون ویفعلون" یعنی یہ بدیقین لوگ اپنے قول اور فعل کے ساتھ آپ کو خفت اور قلق کی طرف نہ لے جائیں۔

میں اس آیت کے بارے میں سوچتا ہوں تو ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ کفار اور اغیار یعنی بدیقین لوگ اپنے قولی اور فعلی ایذا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طیش میں لانے کی کوشش کرتے تھے۔ تاکہ طیش میں آکر آپ ان کو زبان سے کچھ نہ کچھ نامناسب جملہ کہیں، جس سے آپ کی عالی شان مجروح ہو جائے، کفار کی کوشش یہی تھی کہ آپ کی بلند و بالا شان کسی نہ کسی طرح مجروح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے آپ کی عالی شان کے دفاع کے لیے آپ کو مطلع کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو آپ طیش میں آکر بے برداشت ہو جائیں اور کوئی نامناسب بات یا جملہ آپ کی زبان پر آجائے تو اس کی وجہ سے آپ کی شان گویا باوجود ثقیل اور باوقار ہونے کے خفیف اور سبک ہو جائے گی۔ حالاں کہ آپ رفیع الشان ہیں۔ خفیف اور ہلکی باتوں سے ثقیل اور باوقاری آدمی خفیف ہو

ربک ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مبلغین اور مصلحین کو بھی اس بات کا بہت اہتمام کرنا چاہیے کہ کہیں زبان پر نامناسب جملے یا گالی وغیرہ نہ آئے، ورنہ شان گھٹ جائے گی۔ خاص کر علماء کرام کو بہت احتیاط کرنی چاہیے کیوں کہ اب انبیائے کرام اور رسول نہیں آتے، یہی علماء ان کے نائب اور قائم مقام اور لوگوں کے راہ نما ہیں، اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھیں، کفار اور اغیار ان کو غصہ میں لانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو اپنی زبان اور قلم شائستہ رکھنا ہوگا، کسی کو گالی نہ دیں، برا بھلا نہ کہیں، نہ زبان سے اور نہ قلم سے۔ کیوں کہ بڑے اور باوقار لوگوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح ان کا وقار گھٹ جاتا ہے، حالاں کہ ان کو وقار میں رہنا چاہیے۔

بعض لوگ بعض مخصوص افراد کو چھیڑنے اور چڑانے کے لیے کوئی لفظ استعمال کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ آدمی فوراً غلیظ غلیظ گالیاں بکنا شروع کر دیتا ہے۔ ہم نے کئی ایسے افراد کو دیکھا ہے۔ اس کا گناہ ایک طرف، اگر گالیاں بکنے والے کو گناہ ملتا ہے تو دوسری طرف ان کو بھی بڑا گناہ ملتا ہے جو اس گناہ پر ابھارتے ہیں۔ جب کسی کو چڑا کر اس کو گالیاں بکنے کا موقع دیتے ہیں تو سننے والے اس کی غلیظ گالیوں سے محظوظ ہوتے ہیں، یہ کوئی اچھا کام نہیں۔ اکوڑہ خٹک بازار میں ایک لنگڑا تھا، اس کو ایک مخصوص لفظ کے ساتھ لوگ چھیڑتے، پھر وہ جو غلیظ اور فحش گالیاں دیتا، ایسی گالیاں میں نے زندگی بھر نہیں سنیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں، یوں لگتا تھا کہ اس کا ذہنی توازن مکمل درست نہ تھا، لیکن مکمل پاگل بھی نہیں تھا۔

ہمارے ایک رشتہ دار تھے، بچپن کے زمانہ میں، میں نے ان کو بڑھاپے کے زمانے میں دیکھا ہے، بڑے سادہ آدمی تھے، نمازی اور دین دار تھے، ان کو کبھی بچے چھیڑتے تو وہ زبان سے ایک جملہ کہتے "شیطان کی دُم" یہ بھی نہ کہتے کہ تو شیطان کی دُم ہے بس ویسے ہی کہہ دیتے شیطان کی دُم۔ آج میں سوچتا ہوں تو ان کی سادہ اداؤں اور اس جملہ پر بڑا رشک آتا ہے کہ کتنا عجیب جملہ ہے، گالی تو اس لیے نہیں کہ یہ جملہ کسی کی طرف منسوب کر کے نہیں کہتے کہ تو مثلاً شیطان کی دم ہے، ویسے ہی مرکب لفظ اپنے ساتھ دہرا دیتے اور وہ بھی بار بار نہیں، بلکہ صرف ایک بار کہہ دیتے۔

گھروں میں گالی گلوچ

بے شمار گھروں میں گالی گلوچ کا عام استعمال ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ گھر کا سربراہ تو کسی سے ڈرتا نہیں، نہ خوف نہ ملامت ہے اس لیے بڑے دھڑلے سے ماتحتوں کو گالیاں دیتا ہے۔ عموماً بچوں کو معمولی معمولی غلطیوں پر گالیاں دینے سے گھر کے ماحول پر بڑے برے اثرات پڑتے ہیں۔ گھر کے بچے ایسی گالیاں سیکھ کر بہن بھائی معمولی معمولی باتوں اور رنجشوں پر ان کو دہراتے ہیں۔ تجربہ ہو چکا ہے جو گالی گھر کا سربراہ تکیہ کلام کے طور پر استعمال کرتا ہے، اس کے زیر تربیت افراد بھی وہی گالی دیتے ہیں پھر وہی بچے یہ گالی باہر دوسرے بچوں کو معمولی معمولی خفگیوں پر دیتے ہیں۔ اس طرح گالیاں گھر سے نکل کر باہر معاشرہ میں پھیل جاتی ہیں۔ باہر سے پھر اور بچے ان گالیوں کو اپنے گھروں کی طرف منتقل کر دیتے ہیں، جن میں گالیوں کا رواج نہیں ہوتا۔ بہت سے والدین کو شکایت ہوتی ہے کہ ہمارے گھروں میں یہ گالیاں کہاں سے آ گئیں؟ ان بچوں نے یہ گالیاں کہاں سے سیکھیں؟ یہ نہیں سوچتے کہ ان گالیوں کی ابتدا خود ہم نے کی۔

گالیوں سے دفاع

گالیاں دینے والا یہ سوچے کہ اگر گالی دینے سے ایک طرف اس کی انا کی تسکین ہے تو دوسری طرف خود اس کی حیثیت بھی گرا دیتی ہے۔ لوگوں کی نظروں سے گر کر انتہائی حقیر بن جاتا ہے۔ لہٰذا گالیاں دینا خود اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔ اس طرح یہ بھی سوچیں کہ گالیاں دینے والے کی معاشرہ میں عزت نہیں ہوتی، بلکہ بدنام ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ کوئی بھی نہیں چاہتا کہ اس کی عزت معاشرہ میں گر جائے۔ ہمت سے کام لے کر خود کو زبردستی گالیوں سے روکنا ہوگا۔ عموماً نیک لوگ گالیاں نہیں دیتے۔ اس لیے کہ ان کی زبان ہر وقت نیک باتوں اور ذکر و تلاوت میں مشغول ہوتی ہے۔ ایسی پاک زبان کو پلید نہیں کرتے۔ گالیوں سے بچاؤ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ذکر کرے اور ہر موقع کی مسنون دعا پڑھے اور خود یہ فیصلہ کرے کہ آئندہ کسی کو گالی دی تو اتنی رقم صدقہ کروں گا۔ اس کے ساتھ نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور جس گناہ میں مبتلا ہے اس سے چھٹکارا بھی ملے گا۔

گالی کا علاج

غصہ کے وقت "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھے، غصہ ختم ہو جائے گا۔ جن کی عادت گالیاں دینے کی ہو ان کو چاہیے کہ استغفار زیادہ کرے، حصن حصین میں ہے: "شکوت الی رسول الله ذرب لسانی، فقال این انت من الاستغفار؟ انی لاستغفر فی کل یوم مائة مرة"

ایک صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بدکلامی کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ سے استغفار کہاں کھو گیا؟ میں روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ بدگوئی، فحش گوئی اور بدکلامی کا علاج روزانہ سو مرتبہ استغفار کرنا ہے۔

بَابٌ فِي التَّوَاضُعِ

باب: تواضع کا بیان

4895 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ

❁❁ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی بھیجی ہے کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو، جب تک کوئی شخص کسی دوسرے پر ظلم نہیں کرتا اور کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے فخر کا اظہار نہیں کرتا''۔

عاجزی کے سبب آخرت مرتبہ بلند ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدقہ دینا مال میں کمی نہیں کرتا اور جو شخص

کسی کی خطا معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے نیز جو شخص اللہ کے لئے تواضع و عاجزی اختیار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 389)

یہاں تین باتیں بتائی جارہی ہیں ایک تو یہ کہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اگرچہ ظاہری طور پر مال میں کمی ونقصان کا سبب ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں صدقہ وخیرات مال میں زیادتی کا سبب ہوتا ہے بایں طور کہ صدقہ وخیرات کرنے والے کے مال میں برکت عطا فرمائی جاتی ہے وہ اور اس کا مال آفت وبلاء سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں ثواب کی زیادتی ہوتی ہے بلکہ دنیا میں بھی اسے اس طرح نعم البدل عطا فرمایا جاتا ہے کہ اس کا مال بڑھتا رہتا ہے۔ دوسری بات یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کا قصور لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کر دیتا ہے اور اس کی خطا سے درگزر کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی عزت بڑھاتا ہے چنانچہ ایک عارف کا قول منقول ہے کہ کوئی بھی انتقال عفو ودرگزر کے برابر نہیں ہے۔ تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ جو شخص کسی غرض ومنفعت کی خاطر نہیں بلکہ صرف اللہ جل شانہ کی رضاء وخوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کے جذبے سے تواضع وعاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔

حقیر شخص کا خود کو بلند مرتبہ سمجھنے والے کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے چنانچہ وہ اپنی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کو ذلت وحقارت کی نظر میں دیکھتا ہے اور جو شخص لوگوں کے ساتھ تکبر وغرور کرتا ہے اللہ اس کے مرتبہ کو گرا دیتا ہے چنانچہ وہ لوگوں کی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے لیکن اپنی نظر میں خود کو بلند مرتبہ سمجھتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے یا سور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1042)

مطلب یہ ہے کہ متکبر ومغرور اگرچہ خود کو بڑا اور عزت دار سمجھتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی مصنوعی بڑائی اور عزت دکھاتا ہے لیکن وہ اللہ کے نزدیک بھی ذلیل وحقیر ہوتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں بھی نہایت کمتر وبے وقعت رہتا ہے اس کے برخلاف جو شخص تواضع فروتنی اختیار کرتا ہے وہ اگرچہ اپنی نظر میں خود کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگوں کے سامنے بھی اپنے آپ کو کمتر وبے وقعت ظاہر کرتا ہے مگر اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے اور لوگوں کے نظروں میں بھی اس کی بڑی عزت وقعت ہوتی ہے۔

فقیری وامیری دونوں احوال میں میانہ روی وعاجزی اختیار کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں آخرت میں ہلاک کرنے والی ہیں جو چیزیں نجات دینے والی ہیں ان میں سے ایک تو ظاہر میں اللہ سے ڈرنا ہے یعنی جلوت وخلوت ہر حالت میں اور ہر حرکت وعمل کے وقت اللہ کا خوف غالب ہو یا یہ کہ بندہ کا ظاہر بھی خوف اللہ کے احساس کا مظہر ہو اور اس کا باطن بھی خوف اللہ سے معمور ہو) دوسری چیز خوشی وناخوشی ہر حالت میں حق بات کہنا ہے، تیسری چیز دولت مندی وفقیری

[illegible] کرتا ہے اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں ان میں سے ایک تو [illegible]
[illegible] بخل ہے انسان جس کا غلام بن جائے اور وہ تیسری چیز مرد کا اپنے نفس پر گھمنڈ کرنا ہے [illegible]
[illegible] خصلت ہے۔ (شعب الایمان، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1045)

[illegible] کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت بیانی اور حق گوئی کو اپنی کسی مصلحت کسی مفاد اور اپنے کسی جذبہ [illegible] خوشی کا پابند نہیں بنانا چاہیے بلکہ اگر کسی سے راضی وخوشی ہے تو اس کے سامنے بھی وہی بات کہے جو حق ہے اور اگر اس سے [illegible] ہو تو اس صورت میں بھی حق بات ہی کہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص خود کو کسی ایسے شخص سے کوئی نفع و فائدہ پہنچتا ہے دوسروں کے [illegible] جس کا ظلم اور جس کا فسق ظاہر ثابت ہو تو اس کی ناحق تعریف وستائش اور خلاف واقعہ بات محض اس لئے بیان نہ کرے کہ ذاتی فائدہ [illegible] حاصل ہونے کی وجہ سے اس سے خوش ہے اس طرح اگر کسی صالح و بزرگ شخصیت سے کسی معاملہ میں کوئی اختلاف اور ناراضگی کی صورت پیدا ہو جائے تو محض اپنی ذاتی ناراضگی کی وجہ سے اس کی برائی اور مذمت نہ کرے حاصل یہ کہ خواہ کسی سے خوش ہو یا ناراض دونوں صورتوں میں راہ استقامت پر گامزن رہے اور حق گوئی کے فریضہ کو کسی بھی حالت میں پس پشت نہ ڈالے۔

میانہ روی اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خرچ واخراجات میں نہ تو اس قدر وسعت وفراخ دستی کا طور اپنائے کہ اس پر اسراف کا اطلاق ہونے لگے اور نہ اس قدر تنگی وسختی اختیار کرے کہ فقر وافلاس ظاہر ہونے لگے یا یہ کہ مراد ہے کہ فقر غناء کے درمیان اعتدال قائم کرے اور درمیانی راستہ کو اختیار کرے کہ جیسا کہ علماء نے کہا ہے کہ حصول معاش کی جدوجہد میں اس حد پر اکتفا کرنا کہ جس سے ضروریات زندگی کی تکمیل اور بقاء کا سامان فراہم ہو جاتا ہو غنا اور فقر دونوں سے افضل ہے۔ خواہش نفس کی پیروی کی جائے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح کا تابع کر دینا ہے کہ اس کی ہر خواہش پوری کرنے لگے وہ جو کچھ کہے اور جس طرف لے جائے ادھر چل پڑے ایک ایسی خصلت ہے جو ہلاکت وتباہی میں ڈال دیتی ہے اس کے برخلاف ایمان کا کامل ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ اپنے نفس کو فرمان اور شریعت مصطفوی کا تابع بنایا جائے۔

بخل وحرص کا غلام بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ بخل وحرص انسان کی طبیعت میں داخل ہے اور اس کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان بخل وحرص کے مادہ سے بالکل خالی ہو، لیکن اپنے آپ کو بخل وحرص کا اس طرح غلام بنا دینا کہ کسی بھی صورت میں ان چیزوں سے خود کو محفوظ رکھنا ممکن نہ ہو، ایک ایسی خصلت ہے جو انسان کو اخروی تباہی وہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ہلاکت میں ڈالنے والی جن تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں از روئے گناہ اور نقصان سب سے بدتر خصلت عجب یعنی خود بینی وخود ستائی ہے جس کی وجہ سے انسان تکبر وغرور میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ خواہش نفس کی اتباع اور بخل و حرص کی غلامی یہ دونوں برائیاں اس طرح کی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں گرفتار ہو تو ان کے پھندے سے اپنے آپ کو نکال لینا اور توبہ وانابت کی راہ اختیار کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا مگر خود بینی وخود ستائی ایک ایسا مرض ہے جو اگر لاحق ہو جاتا ہے تو کم ہی پیچھا چھوڑتا ہے اور انسان کو کبر ونخوت میں اس طرح مبتلا کر دیتا ہے کہ وہ اپنے کسی برے فعل کی اچھائی وبرائی کے احساس تک سے خالی ہو جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی برے فعل پر نادم نہیں ہوتا اور توبہ وانابت کی راہ اس سے دور ہوتی چلی جاتی ہے۔

بَابٌ فِي الِانْتِصَارِ

باب: بدلہ لینا

4896 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ الْمُحَرَّرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَمَعَهُ أَصْحَابُهُ وَقَعَ رَجُلٌ بِأَبِي بَكْرٍ، فَآذَاهُ، فَصَمَتَ عَنْهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ آذَاهُ الثَّانِيَةَ، فَصَمَتَ عَنْهُ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ آذَاهُ الثَّالِثَةَ، فَانْتَصَرَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ حِينَ انْتَصَرَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَوَجَدْتَ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَزَلَ مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ يُكَذِّبُهُ بِمَا قَالَ لَكَ، فَلَمَّا انْتَصَرْتَ وَقَعَ الشَّيْطَانُ، فَلَمْ أَكُنْ لِأَجْلِسَ إِذْ وَقَعَ الشَّيْطَانُ

❁❁ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے اصحاب بھی تھے، ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ کر انہیں تکلیف پہنچائی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں اسے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے دوسری مرتبہ تکلیف پہنچائی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے، اس نے تیسری مرتبہ انہیں تکلیف پہنچائی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے بدلہ لے لیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بدلہ لے لیا تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا، جو اس بات کو جھوٹ قرار دیتا رہا، جو اس شخص نے کہی تھی، لیکن جب تم نے بدلہ لے لیا تو شیطان نازل ہوا، اس لیے میں اس جگہ پر نہیں بیٹھوں گا، جہاں شیطان آ گیا ہو"۔

4897 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَسَاقَ نَحْوَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، كَمَا قَالَ سُفْيَانُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا کہنا شروع کیا (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ اسی طرح منقول ہے، جس طرح سفیان نے نقل کی ہے۔

4898 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: كُنْتُ أَسْأَلُ عَنِ الِانْتِصَارِ (وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ) (الشوری: 41) فَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ، عَنْ أُمِّ مُحَمَّدٍ، امْرَأَةِ أَبِيهِ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: وَزَعَمُوا أَنَّهَا كَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَنَا زَیْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ، فَجَعَلَ یَصْنَعُ شَیْئًا بِیَدِهٖ، فَقُلْتُ بِیَدِهٖ، حَتّٰی فَطَّنْتُهٗ لَهَا. فَاَمْسَكَ، وَاَقْبَلَتْ زَیْنَبُ تَقَحَّمُ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا فَنَهَاهَا. فَاَبَتْ اَنْ تَنْتَهِیَ، فَقَالَ لِعَائِشَةَ: سُبِّیهَا فَسَبَّتْهَا. فَغَلَبَتْهَا. فَانْطَلَقَتْ زَیْنَبُ اِلٰی عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ فَقَالَتْ: اِنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا وَقَعَتْ بِكُمْ، وَفَعَلَتْ، فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَقَالَ لَهَا: اِنَّهَا حِبَّةُ اَبِیكِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَانْصَرَفَتْ، فَقَالَتْ لَهُمْ: اَنِّی قُلْتُ لَهٗ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ لِی كَذَا وَكَذَا، قَالَ: وَجَاءَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهٗ فِی ذٰلِكَ

⚙⚙ عبداللہ بن عون بیان کرتے ہیں: میں بدلہ لینے کے بارے میں دریافت کرتا رہا (جس کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے:)

''جو شخص ظلم کے بعد بدلہ لے، تو یہ وہ لوگ ہیں''

علی بن زید نے ام محمد کے حوالے سے جو ان کے والد کی بیوی تھیں، یہ بات نقل کی: لوگ یہ بات بیان کرتے ہیں: وہ خاتون ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس خاتون نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

ام المومنین بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اس وقت ہمارے درمیان سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے مجھے چھونا چاہا، تو میں نے اپنے ہاتھ کے ذریعے آپ ﷺ کو اشارہ کیا (کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی موجود ہیں) یہاں تک کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو سمجھا دیا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی موجود ہیں، تو نبی اکرم ﷺ رک گئے، تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہنا شروع کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا، لیکن وہ باز نہیں آئیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم بھی اسے جواب دو۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جواب دینا شروع کیا تو ان پر غالب آ گئیں۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور کہا: عائشہ نے تم لوگوں کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کہی ہیں، اور یہ کچھ کہا ہے، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ظاہر ہوئیں (اور آپ کو اس کے بارے میں بتایا) تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

''وہ تمہارے باپ کی محبوب ترین شخصیت ہے، رب کعبہ کی قسم!'' تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں اور انہوں نے ان لوگوں (حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ) کو بتایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ، یہ گزارش کی، تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ، یہ جواب دیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بارے میں آپ ﷺ کے ساتھ بات چیت کی''۔

بدلہ لینے کی تین اقسام کا بیان

ولمن انتصر بعد ظلمه جو مسلمان کافر سے بدلہ لے تو اس مسلمان پر ملامت کرنے کی کوئی صورت نہیں بلکہ مسلمان کی اس وجہ سے تعریف کی جائے گی، اگر کوئی مسلمان مسلمان ظلام سے بدلہ لے تو پھر بھی اس پر کوئی ملامت نہیں۔ کافر سے انتقام لینا حتی

بات ہے اور مسلمان سے بدلہ لینا مباح ہے اور معاف کردینا مستحب ہے۔ ولمن انتصر بعد ظلمه فا ولئك ما عليهم من سبيل. اس امر پر دلیل ہے کہ وہ اپنا پورا پورا بدلہ لے۔ یہ تین قسموں میں منقسم ہے۔

(1) وہ بدن میں قصاص ہو جس کا ایک آدمی مستحق ہوتا ہے اگر وہ زیادتی کے بغیر پورا پورا حق لیتا ہے اور حکام کے نزدیک اس کا حق ثابت ہوتا ہے تو اس پر کوئی حرج نہ ہوگا لیکن امام اسے جھڑکے کیونکہ اس پر خون بہانے پر جرأت کا اظہار کرتا ہے اگر اس کا حق حاکم کے نزدیک ثابت نہ ہو تو اس پر کوئی حرج نہ ہوگا لیکن امام اسے جھڑکے کیونکہ اس پر خون بہانے پر جرأت کا اظہار کرتا ہے اگر اس کا حق حاکم کے نزدیک ثابت نہ ہو تو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو معاملہ ہے اس میں اس پر کوئی حرج نہ ہوگا وہ ظاہر میں مطالبہ کرنے والا ہے اور اپنے فعل کے ساتھ مواخذہ کرنے والا ہے اور سزا دینے والا ہے۔

2۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حد ہو کسی آدمی کا اس میں کوئی حق نہ ہو جس طرح حد زنا' چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا اگر یہ حکم کے نزدیک ثابت نہ ہو تو اس کا مواخذہ کیا جائے گا اور اس کو سزا دی جائے گی اگر حاکم کے نزدیک وہ ثابت ہو تو انتظار کیا جائے گا اگر چوری میں کاٹنا ہی سزا ہو تو حد ساقط ہو جائیگی کیونکہ جس عضو کا کاٹنا لازم ہوا تھا وہ عضو زائل ہو چکا ہے اس پر اس بارے میں کوئی حق ثابت نہیں ہوا۔ کیونکہ تعزیر ادب سکھانے کے لیے ہے' اگر اس آدمی کی سزا کوڑے مارنا ثابت ہو تو اس سے حد ساقط نہ ہوگی کیونکہ اس نے بعدی کی ہے جبکہ اس کا محل باقی ہے تو وہ اس میں ماخوذ ہوگا۔

3۔ مال میں اس کا حق ثابت ہو تو مالک کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے حق پر غلبہ حاصل کرے یہاں تک کہ اگر وہ جانتا ہے تو اس مال تک رسائی حاصل کرے اگر وہ نہیں جانتا تو مہلت دی جائے اگر مطالبہ کی صورت میں مال تک پہنچنا ممکن ہو تو خفیہ طریقہ سے لینا جائز نہیں اگر مطالبہ کے ساتھ پہنچنا ممکن نہیں کیونکہ جس پر حق لازم ہوتا ہے وہ انکاری ہے کوئی گواہ بھی نہیں جو گواہی دے تو خفیہ طریقہ سے مال لینے میں دو مذہب ہیں: یہ جائز ہے؛ یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے، اس طرح لینا منع ہے؛ یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ شوریٰ، لاہور)

برائی کا بدلہ کے جواز کا بیان

ارشاد ہوتا ہے کہ برائی کا بدلہ لینا جائز ہے۔ جیسے فرمایا آیت (فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:194) اور آیت میں ہے (وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (النحل:126) یعنی خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر اسے معاف کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گا۔ یہاں بھی فرمایا جو شخص معاف کر دے اور صلح وصفائی کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ حدیث میں ہے درگذر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت اور بڑھا دیتا ہے لیکن جو بدلے میں اصل جرم سے بڑھ جائے وہ اللہ کا دشمن ہے۔ پھر برائی کی ابتدا اسی کی طرف سے سمجھی جائے گی پھر فرماتا ہے جس پر ظلم ہوا سے بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔

ابن عون فرماتے ہیں، میں اس لفظ (انتصر) کی تفسیر کی طلب میں تھا تو مجھ سے علی بن زید بن جدعان نے بروایت اپنی والدہ ام محمد کے جو حضرت عائشہ کے پاس جایا کرتی تھیں بیان کیا کہ حضرت عائشہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم گئے اس وقت حضرت

زینب وہاں موجود تھیں آپ کو معلوم نہ تھا صدیقہ کی طرف جب آپ نے ہاتھ بڑھایا تو صدیقہ نے اشارے سے بتایا اس وقت آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

حضرت زینب نے صدیقہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور ﷺ کی ممانعت پر بھی خاموش نہ ہوئیں آپ نے حضرت عائشہ کو اجازت دی کہ جواب دیں۔ اب جو جواب ہوا تو حضرت زینب عاجز آگئیں اور سیدھی حضرت علی کے پاس گئیں اور کہا عائشہ تمہیں یوں یوں کہتی ہیں اور ایسا ایسا کرتی ہیں یہ سن کر حضرت فاطمہ حاضر حضور ہوئیں آپ نے ان سے فرمایا قسم رب کعبہ کی عائشہ سے میں محبت رکھتا ہوں یہ تو اسی وقت واپس چلی گئیں۔

اور حضرت علی سے سارا واقعہ کہہ سنایا پھر حضرت علی آئے اور آپ سے باتیں کیں۔ یہ روایت ابن جریر میں اسی طرح ہے لیکن اس کے راوی اپنی روایتوں میں عموماً منکر حدیثیں لایا کرتے ہیں اور یہ روایت بھی منکر ہے نسائی اور ابن ماجہ میں اس طرح ہے کہ حضرت زینب غصہ میں بھری ہوئی بلا اطلاع حضرت عائشہ کے گھر چلی آئیں اور حضور ﷺ سے حضرت صدیقہ کی نسبت کچھ کہا پھر حضرت عائشہ سے لڑنے لگیں لیکن مائی صاحبہ نے خاموشی اختیار کی جب وہ بہت کہہ چکیں تو آپ نے عائشہ سے فرمایا تو اپنا بدلہ لے لے پھر جو صدیقہ نے جواب دینے شروع کیے تو حضرت زینب کا تھوک خشک ہو گیا۔ کوئی جواب نہ دے سکیں اور حضور ﷺ کے چہرے سے وہ صدمہ ہٹ گیا۔ حاصل یہ ہے کہ مظلوم ظالم کو جواب دے اور اپنا بدلہ لے لے۔

بزار میں ہے ظالم کے لیے جس نے بد دعا کی اس نے بدلہ لے لیا۔ یہی حدیث ترمذی میں ہے لیکن اس کے ایک راوی میں کچھ کلام ہے پھر فرماتا ہے حرج و گناہ ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور زمین میں بلا وجہ شر و فساد کریں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے دو برا کہنے والے جو کچھ کہیں سب کا بوجھ شروع کرنے والے پر ہے جب کہ مظلوم بدلے کی حد سے آگے نہ نکل جائے ایسے فسادی قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔

حضرت محمد بن واسع فرماتے ہیں میں مکہ جانے لگا تو دیکھا کہ خندق پر پل بنا ہوا ہے میں ابھی وہیں تھا جو گرفتار کر لیا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس پہنچا دیا گیا اس نے مجھ سے کہا ابو عبداللہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا یہی کہ اگر تم سے ہو سکے تو بنو عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ پوچھا وہ کون ہے؟ کہا علا بن زیاد کہ اپنے ایک دوست کو ایک مرتبہ کسی صیغہ پر عامل بنایا تو انہوں نے اسے لکھا کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ کرنا کہ تیری کمر بوجھ سے خالی رہے تیرا پیٹ حرام سے بچ جائے تیرے ہاتھ مسلمانوں کے خون و مال سے آلودہ نہ ہوں تو جب یہ کرے گا تو تجھ پر کوئی گناہ کی راہ باقی نہ رہے گی یہ راہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کریں اور بے وجہ ناحق زمین میں فساد پھیلائیں۔

مروان نے کہا اللہ جانتا ہے اس نے سچ کہا اور خیر خواہی کی بات کہی۔ اچھا اب کیا آرزو ہے؟ فرمایا یہی کہ تم مجھے میرے گھر پہنچا دو مروان نے کہا بہت اچھا۔ (ابن ابی حاتم) پس ظلم و اہل ظلم کی مذمت بیان کر کے بدلے کی اجازت دے کر اب افضلیت کی طرف رغبت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو ایذا برداشت کر لے اور برائی سے درگزر کر لے اس نے بڑی بہادری سے کام کیا جس پر وہ بڑے ثواب اور پورے بدلے کا مستحق ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض کا فرمان ہے کہ جب تم سے آکر کوئی شخص کسی اور کی شکایت کرے تو اسے تلقین کرو کہ بھائی معاف کر دو معافی میں ہی بہتری ہے اور یہی پرہیزگاری کا ثبوت ہے اگر وہ نہ مانے اور اپنے دل کی کمزوری کا اظہار کرے تو خیر کہہ دو کہ جاؤ بدلہ لے لو لیکن اس صورت میں کہ پھر کہیں تم بڑھ نہ جاؤ ورنہ ہم تو اب بھی یہی کہیں ورنہ ہم تو اب بھی یہی کہیں گے کہ معاف کر دو یہ دروازہ بہت وسعت والا ہے اور بدلے کی راہ بہت تنگ ہے سنو معاف کر دینے والا تو آرام سے میٹھی نیند سو جاتا ہے اور بدلے کی دھن والا دن رات متفکر رہتا ہے۔ اور توڑ جوڑ سوچتا ہے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق کو برا بھلا کہنا شروع کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہیں تشریف فرما تھے آپ تعجب کے ساتھ مسکرانے لگے حضرت صدیق خاموش تھے لیکن جب کہ اس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو کر وہاں سے چل دیئے۔ حضرت ابوبکر سے رہا نہ گیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مجھے برا بھلا کہتا رہا تو آپ بیٹھے سنتے رہے اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراض ہو کر اٹھ کے چلے؟ آپ نے فرمایا سنو جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم آپ بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں وہاں کیسے بیٹھا رہتا؟

پھر فرمایا سنو ابوبکر تین چیزیں بالکل حق ہیں (۱) جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کر لے تو ضرور اللہ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا (۲) جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائے گا (۳) اور جو شخص مال بڑھانے کے لئے سوال کا دروازہ کھول لے گا اور دوسروں سے مانگتا پھرے گا اللہ اس کے ہاں بے برکتی کر دے گا اور کمی میں ہی وہ مبتلا رہے گا یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شوریٰ، بیروت)

مثلی بدلہ سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدیٰ علیکم یہ عموم متفق علیہ ہے، خود لینا ممکن ہو تو لے لے یا حکام کے ذریعے لے لے۔ لوگوں کا بدلہ لینے میں اختلاف ہے۔ کیا بدلہ کو لینے میں اختلاف ہے۔ کیا بدلہ کو عدوان کہا جائے گا یا نہیں جس نے کہا: قرآن میں مجاز نہیں ہے۔ مقابلہ عدوان ہے اور وہ مباح عدوان ہے جیسا کہ کلام عرب میں مجاز کذب ہے۔ کیونکہ کہنے والے کا قول ہے: فقالت له العینان سمعًا وطاعة۔۔۔ اس کی آنکھوں نے اسے کہا ہم سنیں گی اور اطاعت کریں گی۔ اسی طرح قول ہے: امتلا الحوض وقال قطنی۔ حوض بھر گیا اور اس نے کہا مجھے کافی ہے۔ اسی طرح جملہ ہے: شکا الی جملی طول السری۔ میرے اونٹ نے مجھ سے طویل چلنے کی شکایت کی۔

یہ معلوم شدہ ہے کہ یہ اشیاء بولتی نہیں ہیں اور جھوٹ کی تعریف یہ ہے کہ چیز کے متعلق اس کی حقیقت کے خلاف خبر دینا۔ اور جنہوں نے کہا: قرآن میں مجاز ہے، انہوں نے اسے مجاز کے طریق پر عدوان کا نام دیا۔ کلام کا مقابلہ اس کی مثل ہے۔ جیسے عمرو بن کلثوم نے کہا:

الا لا يجهلن احد علينا فنجهل فوق جهل الجاهلينا

خبردار! ہم پر کوئی جہالت کا مظاہرہ نہ کرے ورنہ ہم اس کی جہالت سے زیادہ جہالت کا مظاہرہ کریں گے۔ اسی طرح ایک اور نے کہا:

ولی فرس للحلم بالحکم ملجم ولی فرس للجهل بالجهل مسرج

میرے لئے ایک گھوڑا حلم کے لئے ہے جسے حلم کی لگام دی گئی ہے اور ایک جہالت کا گھوڑا ہے جسے جہالت کی زین پہنائی گئی ہے۔

ومن رام تقویمی فانی مقوم ومن رام تعویجی فانی معوج

جس نے میری تقویم کا ارادہ کیا تو میں مقوم (سیدھا کیا گیا) ہوں اور جس نے میرے ٹیڑھے پن کا ارادہ کیا تو میں ٹیڑھا ہوں۔ اس کی مراد ہے: میں جاہل اور ٹیڑھے شخص کو بدلہ دیتا ہوں۔ وہ اپنی جہالت اور ٹیڑھے پن سے مدح نہیں کر رہا ہے۔

مثلی بدلہ سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس شخص کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جس نے کوئی حیوان یا سامان ضائع کر دیا جس کا نہ کیل کیا جاتا ہے نہ وزن کیا جاتا ہے۔ امام شافعی۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور علماء کی ایک جماعت نے کہا: اس پر اس کی مثل ہے قیمت کی طرف نہیں پھیرا جائے گا پھر مگر مثل کے نہ پائے جانے کے وقت۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فمن اعتدٰی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدٰی علیکم** اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به** (النحل: 126) (اگر تم انہیں سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔)

علماء فرماتے ہیں: یہ تمام اشیاء میں عام ہے اور انہوں نے اس سے تائید حاصل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زوجہ کے گھر ٹوٹا ہوا پیالہ رکھ لیا تھا جس نے دوسری زوجہ محترمہ کا پیالہ توڑا تھا اور صحیح پیالہ واپس کیا تھا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: برتن کے بدلے برتن اور کھانے کے بدلے کھانا ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ فرمایا: ہمیں مسدد نے بتایا انہوں نے فرمایا: ہمیں یحییٰ نے بتایا دوسری سند میں ہے ہمیں محمد بن مثنی نے بتایا: انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے بتایا انہوں نے حمید سے انہوں نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی کسی زوجہ محترمہ کے پاس تھے۔ تو دوسری امہات المومنین میں سے کسی نے اپنے خادم کے ساتھ ایک پیالہ بھیجا جس میں کوئی کھانا تھا۔ فرمایا: جس کے پاس رسول اللہ ﷺ موجود تھے اس نے ہاتھ مارا اور پیالہ توڑ دیا۔

حضرت ابن مثنی نے کہا: نبی کریم ﷺ نے دونوں ٹکڑے لئے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا اور اس میں کھانے کو جمع کرنا شروع کر دیا اور فرمایا: تمہاری ماں نے غیرت کی ہے۔ حضرت ابن مثنی نے یہ زائد بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ۔ پس حاضرین مجلس نے وہ کھانا کھایا حتیٰ کہ جس نے وہ پیالہ توڑا تھا وہ اپنا وہ پیالہ لے آئی جو اس کے گھر میں موجود تھا۔

پھر ہم مسدد کی حدیث کے الفاظ کی طرف لوٹتے ہیں۔ فرمایا: کھاؤ اور آپ ﷺ نے اس خادم اور پیالے کو روک لیا حتیٰ کہ

لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے صحیح پیالہ خادم کو دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ اپنے گھر میں روک لیا۔ ہمیں ابوداؤد نے بتایا، فرمایا: ہمیں مسدد نے بتایا، فرمایا: ہمیں یحییٰ نے بتایا انہوں نے سفیان سے روایت کیا فرمایا: "ہمیں فلیت عامری نے بتایا، ابوداؤد نے کہا: یہ افلت بن خلیفہ ہے انہوں نے جسرہ بنت دجاجہ سے روایت کیا، فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے کوئی ایسا کھانا تیار کرنے والا نہیں دیکھا جو حضرت صفیہ کی طرح کھانا تیار کرتا ہو۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا پھر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ شدت غیرت کی وجہ سے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی میں نے برتن توڑ دیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اسکا کیا کفارہ ہے جو میں نے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا برتن کی مثل برتن، کھانے کی مثل کھانا۔ امام مالک اور ان کے اصحاب نے فرمایا: جس شخص پر حیوان یا سامان ہو جن کا نہ کیل کیا جاتا ہو نہ وزن کیا جاتا ہو اس کی قیمت ہوگی، مثل نہیں ہوگی۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو غلام کے نصف کی قیمت اپنے شریک کو دینے کو کہا جس نے غلام کا نصف آزاد کر دیا۔ آپ نے اس غلام کے نصف کی مثل کی ضمانت کا حکم نہ دیا۔ اور علماء کے درمیان کھانے، پینے والی چیزوں اور وزنی چیزوں میں مثل کی ضمانت دینے پر کوئی اختلاف نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: طعام کے بدلے طعام ہے۔

علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت قصاص میں برابری میں اصل ہے جس نے کسی کو جس چیز سے قتل کیا ہوگا اسے اس چیز کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ یہ جمہور کا قول ہے جب تک کہ اس نے کسی برائی سے قتل نہ کیا ہو۔ جیسے لواطت سے قتل کیا ہو یا شراب پلا کر قتل کیا ہو تو اسے تلوار کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔

شوافع کے دو قول ہیں: اسے اس کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ اس صفت پر ایک لکڑی بنائی جائے گی اور وہ اس کی دبر میں ماری جائے گی حتیٰ کہ وہ بھی مرجائے اور اسے شراب کی جگہ پانی پلایا جائے گا حتیٰ کہ وہ مرجائے۔ ابن ماجشون نے کہا: جس نے اگ یا زہر سے قتل کیا تو اس کے ساتھ قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سوا آگ کے ساتھ کوئی عذاب نہ دے۔ اور زہر پوشیدہ آگ ہے۔ جمہور علماء کا خیال ہے: وہ اس کے ساتھ قتل کیا جائے گا کیونکہ آیت میں عموم ہے۔

لاٹھی کے ساتھ قصاص لینا: امام مالک کی ایک روایت میں ہے کہ اگر لاٹھی سے قتل کرنے میں زیادہ وقت لگتا ہو اور عذاب ہوتا ہو تو تلوار کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔ یہ ابن وہب نے مالک سے روایت کیا ہے اور ابن قاسم کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام مالک سے دوسری روایت یہ ہے کہ اسے لاٹھی کے ساتھ قتل کیا جائے گا اگرچہ اس میں تطویل وتعذیب بھی ہو۔ یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اشہب اور ابن نافع نے مالک سے پتھر اور لاٹھی سے قتل کرنے والے کے متعلق روایت کیا ہے کہ ان دونوں کے ساتھ کو قتل کیا جائے گا۔ جب ایک ضرب سے اس کا کام تمام ہو جائے اور اگر بہت سی ضربوں کی ضرورت ہو تو پھر نہیں۔ پتھر اور تیر مارے جائیں گے کیونکہ اس میں تعذیب ہے۔ یہ عبدالملک کا قول ہے۔

ابن عربی نے کہا: علماء کے اقوال میں سے صحیح یہ ہے کہ مماثلت (برابری) واجب ہے، مگر یہ کہ تعذیب ہوتی ہو تو پھر تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اور ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ جب کسی کا ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی اور اس نے اسے عذاب دینے کا قصد کیا تھا تو اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جائے گا۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے بیت المال کے اونٹوں کے چرواہے کے

قاتلوں کے ساتھ کیا تھا۔ اگر وہ مدافعت یا لڑائی میں تھا اور قتل کیا جائے گا۔ ایک جماعت کا قول اس کے خلاف ہے۔ وہ فرماتے تھا: قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ یہ امام ابوحنیفہ، شعبی اور نخعی کا قول ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قصاص نہیں ہے۔ مگر لوہے کے ساتھ اور مثلہ سے نہی کی گئی ہے۔ نیز فرمایا: آگ کے ساتھ صرف آگ کا رب ہی عذاب دے گا۔

صحیح مذہب جمہور کا ہے کیونکہ ائمہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ایک لونڈی کا سر دو پتھروں میں رکھ کر کچلا گیا ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا: تیرے ساتھ یہ کس نے کیا تھا، کیا فلاں نے کیا فلاں نے؟ حتیٰ کہ جب انہوں نے یہودی کا ذکر کیا تو اس نے سر سے (ہاں) میں اشارہ کیا۔ وہ یہودی پکڑا گیا تو اس نے اقرار کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس یہودی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلنے کا حکم دیا۔ ایک روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے دو پتھروں کے درمیان قتل کیا۔ یہ صریح صحیح نص ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به (النحل: 126) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم۔ اور انہوں نے حدیث جابر سے جو استدلال کیا ہے وہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے وہ صحیح طریق سے مروی نہیں ہے۔ اگر صحیح ہوتی تو ہم اس کے مطابق قول کرتے۔ جب لوہے کے ساتھ قتل کرے گا تو اسے لوہے کے ساتھ قتل کیا جائے گا اس پر حضرت انس کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

ایک یہودی نے ایک بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلنے کا حکم دیا۔ رہی مثلہ کرنے سے نہی تو بھی یہی کہتے ہیں کہ جب اس قاتل نے مثلہ نہ کیا ہو تو اس کا مثلہ نہیں کیا جائے گا۔ جب وہ مثلہ کرے گا تو ہم بھی اس کا مثلہ کریں گے۔ اس پر عرنیین کی حدیث دلالت کرتی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اسے ائمہ نے نقل کیا ہے۔ اور رہا کہ آگ کے ساتھ صرف آگ کا مالک عذاب دے گا۔ صحیح ہے جب اس نے نہ جلایا ہو اگر اس نے جلایا ہوگا تو اسے جلایا جائے گا۔ اس پر قرآن کا عموم دلالت کرتا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: اگر قاتل جان بوجھ کر مقتول کو آگ میں ڈالا ہوگا تو اسے بھی آگ میں ڈالا جائے گا حتیٰ کہ وہ مرجائے۔ وقار نے اپنی مختصر میں مالک سے یہ روایت کیا ہے۔ یہی محمد بن عبدالحلیم کا قول ہے۔

ابن منذر نے کہا: بہت سے اہل علم کا قول، اس شخص کے بارے میں جو کسی کا گلہ دبا دیتا ہے یہ ہے کہ اس پر قصاص ہوگا۔ امام محمد بن حسن نے اس میں مخالف کی ہے۔ انہوں نے کہا: اگر اس نے گلا دبایا اور آدمی مرگیا یا اسے کنویں میں پھنکا اور وہ مرگیا یا اس نے اسے پہاڑ سے گرایا یا کسی بلند جگہ سے گرایا اور وہ مرگیا تو اس پر قصاص نہ ہوگا اور اس کے عاقلہ (خاندان) پر دیت ہوگی۔ اگر وہ شخص اس جرم میں معروف ہو اس نے کئی شخصوں کا گلا دبایا ہو تو اس پر قتل ہے۔ ابن منذر نے کہا: جب نبی کریم ﷺ نے اس یہودی سے قصاص لیا جس نے بچی کا سر پتھروں سے کچلا تھا تو یہ بھی اس کے مفہوم میں ہے۔ پس امام محمد بن حسن کے قول کا کوئی معنی نہیں۔

میں کہتا ہوں: یہی قول امام ابوحنیفہ سے حکایت کیا گیا ہے، نقل کرنے والے نے کہا: امام ابوحنیفہ سے حکایت کیا گیا ہے، نقل کرنے والے نے کہا: امام ابوحنیفہ کا قول منفرد ہے۔ انہوں نے اس شخص کے بارے میں کہا جس نے گلا دبا کر قتل کیا ہو یا

زہر دے کر قتل کیا ہو یا پہاڑ سے گرایا ہو یا کنویں میں گرایا ہو یا لکڑی کے ساتھ مارا ہو اسے قتل کیا جائے گا اور نہ اس سے قصاص لیا جائے گا مگر جس نے اس کو تیز دھار آلہ کے ساتھ یا پتھر کے ساتھ یا لکڑی کے ساتھ قتل کیا ہو وہ گلا دبانے میں معروف ہو یا پہاڑ سے گرانے میں معروف ہو تو اسکے عاقلہ پر دیت ہوگی۔ یہ انکی طرف سے کتاب وسنت کو چھوڑنا ہے اور امت کا معاملہ جس پر قائم تھا اس میں بدعت نکالنا ہے اور یہ قصاص کو دور کرنے کا ذریعہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے نفوس کیلئے مشروع کیا ہے۔ اس سے بھاگنا ممکن نہیں۔

اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس نے کسی کو روکا اور دوسرے نے اسے قتل کر دیا۔ عطا نے کہا: قاتل کو قتل کیا جائے گا اور روکنے والے کو قید کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔ امام مالک نے کہا: اگر اس نے اسے روکا اور بھی اسے قتل کرنا چاہتا تھا۔ تو دونوں کو قتل کیا جائے گا۔ امام شافعی، ابوثور، نعمان کے قول میں روکنے والے کو سزا دی جائیگی۔ ابن منذر نے اسکو اختیار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: عطا کا قول صحیح ہے یہ نزول قرآن کا مقتضا ہے۔ دار قطنی نے حضرت ابن عمر سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے، فرمایا: جب کوئی کسی شخص کو روک لے اور دوسرا اسے قتل کر دے تو قاتل کو قتل کیا جائے گا اور کو روکنے والا ہوگا اسے قید کیا جائے گا۔ اس حدیث کو سفیان ثوری نے اسماعیل بن امیہ سے انہوں نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو معمر اور ابن جریج نے اسماعیل سے مرسلا روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فمن اعتدیٰ**، الاعتداء کا معنی حد سے تجاوز کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ومن یتعد حدود اللہ**، جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا۔ پس جس نے تجھ پر ظلم کیا تو اپنے ظلم کی مقدار اس سے اپنا حق وصول کر لے اور جس نے تمہیں گالی دی تو اس کو اس کی مثل قول لوٹا دے۔ جس نے تیری عزت کو تار تار کیا تو بھی اس کی عزت کے ساتھ ایسا کر۔ تو اس کے والدین تک تجاوز نہ کر نہ اس کے بیٹے اور اس کے قریبی تک تجاوز کر اور تیرے لئے اس پر جھوٹ لولنا جائز نہیں اگرچہ اس نے تجھ پر جھوٹ بولا ہے کیونکہ معصیت کا مقابلہ معصیت کے ساتھ نہیں کیا جاتا۔

اگر مثلاً اس نے تجھے کہا: اے کافر! تو بھی اسے کہہ سکتا ہے: تو کافر۔ اگر اس نے تجھے کہا: اے زانی! تو تیرا قصاص اسے یہ کہنا ہے: اے جھوٹا! جھوٹ کی گواہی دینے والا۔ اگر تو اسے اے زانی! کہے تو تو جھوٹا ہوگا اور جھوٹ میں تو گنہگار ہوگا۔ اگر وہ قرضہ وغیرہ کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہے حالانکہ وہ غنی ہے کوئی عذر بھی نہیں ہے تو تو اسے کہہ: اے ظالم! اے لوگوں کا مال کھانے والا! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غنی کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔ عرض سے مراد وہی ہے جو ہم نے تفسیر بیان کی ہے اور عقوبت سے مراد قید خانہ ہے جس میں اسے قید کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ اسلام کے قوی ہونے سے پہلے نازل ہوا تھا۔ مسلمانوں میں سے جس کو اذیت دی جاتی تھی اسے اپنی ذات کے برابر اذیت کا حکم تھا یا وہ صبر کرے یا معاف کر دے پھر اس کو اس قول کے ساتھ منسوخ کر دیا **وقاتلوا المشرکین کافۃ** (التوبہ:36) بعض علماء نے فرمایا اس کو سلطان کی طرف لوٹانے کے ساتھ منسوخ کیا اور کسی کے لئے سلطان کی اجازت کے بغیر کسی قصاص لینا جائز نہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الْمَوْتَى

باب مرحومین کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

4899 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ، وَلَا تَقَعُوا فِيهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے، تو اُسے چھوڑ دو اور اس کے عیب بیان نہ کرو"۔

4900 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَنَسٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اپنے مرحومین کی اچھی باتوں کا ذکر کرو، اور ان کی (برائیاں ذکر کرنے سے) باز آ جاؤ"۔

مُردوں کو برا کہنے کی ممانعت کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے: تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ، (البقرة:134)

یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی، ان کی کمائی ان کے لئے ہے اور تمہاری کمائی تمہارے لئے اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے باز پرس نہ ہوگی۔

ارشاد نبوی ہے:

"لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الى ما قدموا"۔

مردوں کو گالی نہ دو، اس لئے کہ جو کچھ اچھے برے اعمال وہ آگے بھیجے اس تک پہنچ گئے۔

{صحیح بخاری:1393، الجنائز سنن النسائی:1936، الجنائز مسند احمد 6/180، بروایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا}

بلکہ ہمیں حکم یہ ہے کہ مردوں کے عیبوں کو ظاہر کرنے سے بچیں اور ان کی خوبیوں کو واضح کریں"

ارشاد نبوی ہے:

"اذكروا محاسن موتاكم و كفوا عن ساوئهم"

"اپنے مردوں کی خوبیوں کا ذکر کرو اور ان کے عیوب کو نہ چھیڑو"۔

{سنن ابوداود:4900، الادب سنن الترمذی:1019، الجنائز مستدرک الحاکم:1/358، بروایت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما}

4900- حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف عمران بن أنس المكي، قال البخاري فيه: منكر الحديث. وأخرجه الترمذي (1040)، وابن حبان في "صحيحه"، (3020) من طريق محمد ابن العلاء، بهذا الإسناد.

ایک مجلس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: یزید بن قیس کا اس پر اللہ کی لعنت ہو کیا حال ہے؟[واضح رہے کہ یہ یزید وہی شخص ہے جو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں کا سردار تھا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھلے عام برا بھلا کہتا تھا] لوگوں نے جواب دیا: وہ تو مر گیا، یہ سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا استغفار پڑھنے لگیں، لوگوں نے کہا: ابھی تک تو آپ اسے گالیاں دے رہی تھیں اور اب استغفار پڑھ رہی ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مردوں کو برا بھلا نہ کہو اس لئے کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گئے ہیں۔
{صحیح ابن حبان: 5/43 نمبر: 2010}

سنن ابوداود میں یہ حدیث مختصر ہے جس کے الفاظ ہیں: "اذا مات صاحبكم فدعوه ولا تقعوا فيه" جب تمہارا ساتھی مرجائے تو اس کو چھوڑ دو اور اس کی عیب جوئی کے پیچھے نہ پڑو" {سنن ابوداود: 4899، الادب} خاص کر اگر کسی مردے کو برا بھلا کہنے سے زندوں کو تکلیف پہنچ رہی ہو تو اس کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

"لا تسبوا الاموات فتوذوا به الاحياء". مردوں کو گالی نہ دو کہ اس سے زندوں کو تکلیف پہنچے"
{سنن ابوداود: 1983، الجنائز مسند احمد: 4/252 صحیح ابن حبان: 3011، 5/43، بروایت مغیرہ بن شعبہ}

ان احادیث کے پیش نظر اگر کوئی مصلحت راجحہ نہ ہو تو کسی مردہ کو برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے بلکہ بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر کسی مردہ کافر کو برا بھلا کہنے سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اسے بھی برا بھلا نہ کہا جائے گا۔ {فتح الباری: 3/258-259}

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبَغْيِ
باب: سرکشی کی ممانعت

4901 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمُ بْنُ جَوْسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مُتَوَاخِيَيْنِ، فَكَانَ أَحَدُهُمَا يُذْنِبُ، وَالْآخَرُ مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ، فَكَانَ لَا يَزَالُ الْمُجْتَهِدُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى الذَّنْبِ فَيَقُولُ: أَقْصِرْ، فَوَجَدَهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ فَقَالَ لَهُ: أَقْصِرْ، فَقَالَ: خَلِّنِي وَرَبِّي أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيبًا؟ فَقَالَ: وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لَكَ، أَوْ لَا يُدْخِلُكَ اللهُ الْجَنَّةَ، فَقَبَضَ أَرْوَاحَهُمَا، فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَقَالَ لِهَذَا الْمُجْتَهِدِ: أَكُنْتَ بِي عَالِمًا، أَوْ كُنْتَ عَلَى مَا فِي يَدِي قَادِرًا؟ وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي، وَقَالَ لِلْآخَرِ: اذْهَبُوا بِهِ إِلَى النَّارِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

بنی اسرائیل میں دو آدمی ایک دوسرے کے بھائی بنے ہوئے تھے، ان میں سے ایک گناہگار تھا، اور دوسرا انتہائی عبادت گزار تھا، عبادت گزار شخص جب بھی دوسرے کو گناہ کا مرتکب ہوتے دیکھتا، تو اس سے یہی کہتا: باز آ جاؤ! ایک دن اس نے دوسرے شخص کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا، تو اس سے کہا: باز آ جاؤ! دوسرے شخص نے کہا: تم میرے اور میرے پروردگار کے معاملے کو ہمارے درمیان رہنے دو، کیا تمہیں میرا نگران بنا کر بھیجا گیا ہے؟ تو پہلے شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت نہیں کرے گا، (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں:) اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل نہیں کرے گا، جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا، تو وہ دونوں تمام جہانوں کے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، پروردگار نے اس عبادت گزار سے فرمایا: کیا تم میرے (ارادے کے) بارے میں علم رکھتے تھے، یا تم میری قدرت میں دخل رکھتے تھے؟ پروردگار نے گناہگار سے فرمایا: تم میری رحمت کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ، جبکہ دوسرے (عبادت گزار) کے بارے میں پروردگار نے (فرشتوں سے) فرمایا: اسے جہنم میں لے جاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس نے ایک ایسا کلمہ کہا، جس نے اس کی دنیا و آخرت کو تباہ کر دیا۔

4902- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ تَعَالَى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کوئی بھی گناہ اس لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کرنے والے کو جلدی سزا دے دے، نیز آخرت میں بھی اس کے لیے سزا تیار رکھے، جو گناہ، سرکشی کرنے اور قطع رحمی کرنے کی مانند ہو"۔

تکبر کی تعریف اور اس کی اقسام

تکبر کی تعریف یہ ہے کہ دوسروں کو حقیر جاننا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَلْکِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ" تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: تکبر کی تین قسمیں ہیں۔

(1)......وہ تکبر جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ہو جیسے ابلیس، نمرود اور فرعون کا تکبر یا ایسے لوگوں کا تکبر جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے نفرت کے طور پر منہ پھیرتے ہیں۔

(2)......وہ تکبر جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے مقابلے میں ہو، جس طرح کفار مکہ نے کیا اور کہا کہ ہم آپ جیسے بشر کی اطاعت نہیں کریں گے، ہماری ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی فرشتہ یا سردار کیوں نہیں بھیجا، آپ تو ایک یتیم شخص ہیں۔

4902- إسناده صحيح. ابن علية: هو إسماعيل بن إبراهيم بن مقسم، وعُلَيَّة أمه، ووالد عيينة: هو عبد الرحمن بن جوشن. وأخرجه ابن ماجه (4211) عن الحسين بن الحسن المروزي، والترمذي (2679) عن علي بن حجر، كلاهما عن ابن علية، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: هذا حديث صحيح. وأخرجه ابن ماجه (4211) من طريق عبد الله بن المبارك، عن عيينة، به. وهو في "مسند أحمد" (20374) و (20398)، و"صحيح ابن حبان" (455) و (456).

(3)......وہ تکبر جوآدمی عام انسانوں پر کرے، جیسے انہیں حقارت سے دیکھے، حق کو نہ مانے اور خود کو بہتر اور بڑا جانے۔

تکبر کی تینوں اقسام کا حکم

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جناب میں تکبر کرنا کفر ہے جبکہ عام بندوں پر تکبر کرنا کفر نہیں لیکن اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے۔

بَابٌ فِي الْحَسَدِ

باب: حسد کرنا

حسد کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: اذا تمنی ان تتحول الیہ نعمتہ وفضیلتہ او یسلبھما ھو۔ (لسان العرب) یعنی کسی کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلنا اور یہ آرزو کرنا کہ کاش یہ دولت اس کے بجائے مجھے ملتی، اس عزت وفضیلت سے اس کے بجائے میں بہرہ ور ہوتا۔ اور اگر یہ چیزیں میرے نصیب میں تھیں، تو کم از کم اس سے چھین لی جاتیں، اس کو بھی ان سے محروم کر دیا جاتا۔

حسد کی تعریف یہ ہے کہ انسان کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ خواہش کرے کہ اس کے پاس سے وہ نعمت زائل ہو جائے، خواہ اس کو وہ نعمت نہ ملے، اگر اس کی قدرت میں اس نعمت کو چھیننا ہو تو وہ اس نعمت کو چھین لے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حسد سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہی اور اس سورت میں ہر وہ شر داخل ہے، جس کا انسان کے دین یا اس کی دنیا میں خطرہ ہو۔

اگر انسان کسی شخص کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور اللہ تعالیٰ مجھے بھی یہ نعمت عطا کر دے تو اس کو رشک کہتے ہیں، رشک کرنا جائز ہے اور حسد کرنا حرام ہے۔

یہ جذبہ انسان کی کمینگی اور خست طبع پر دلالت کرتا ہے، لیکن بات یہاں تک محدود نہیں رہتی۔ بسا اوقات یہ بڑے بڑے جور وستم کا سبب بن جاتی ہے۔ جو انسان حسد کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے۔ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا نہیں رہتا بلکہ ایسی تدبیریں سوچتا ہے، ایسی سازشیں کرتا ہے، اس قسم کے گٹھ جوڑ کرتا ہے جس سے وہ اپنی ناپاک آرزو کو پورا کر سکے۔ اس سے ایسی ایسی مذموم حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو شرف انسانی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ قابیل نے ہابیل کو حسد کی وجہ سے ہی قتل کیا تھا۔ ابوجہل اور دیگر اکابر قریش یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں، محض حسد کی وجہ سے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے تھے۔

جس انسان پر اللہ تعالیٰ کا کوئی خصوصی کرم ہوتا ہے، اس کے بدخواہ اکثر پیدا ہو جاتے ہیں، وہ ان کی عزت کرتا ہے، ان کی دلجوئی کرتا ہے، جہاں تک بن پڑے ان کی خدمت سے بھی گریز نہیں کرتا، اس کے باوجود حاسدو کے سینوں میں حسد کی آگ بھڑکتی رہتی ہے، وہ بلاوجہ جلتے رہتے ہیں۔ انسان نہ تو خود ہر حاسد کو پہچان سکتا ہے اور نہ حاسدوں کے منصوبوں سے آگاہ ہو سکتا ہے اور اگر آگاہ ہو بھی جائے تو بسا اوقات ان کا تدارک کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ اس لیے حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اپنے رب کریم کے دامن عاطفت میں پناہ لے لو۔ بے شک ان حاسدوں کی شر انگیزیوں سے وہی بچ سکتا ہے جسے اس کی پناہ حاصل ہو جائے۔

الٰہی! تیرا یہ زار وناتواں، ضعیف وبے نوا بندہ تیرے دامن لطف وکرم میں پناہ طلب کرتا ہے۔ تیری پناہ کے بغیر اس کا کوئی

ٹھکانا نہیں۔

4903 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي أَسِيدٍ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ - أَوْ قَالَ: الْعُشْبَ -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) گھاس کو کھا جاتی ہے''۔

4904 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الْعَمْيَاءِ، أَنَّ سَهْلَ بْنَ أَبِي أُمَامَةَ، حَدَّثَهُ، أَنَّهُ دَخَلَ هُوَ وَأَبُوهُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِالْمَدِينَةِ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، فَإِذَا هُوَ يُصَلِّي صَلَاةً خَفِيفَةً دَقِيقَةً كَأَنَّهَا صَلَاةُ مُسَافِرٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ أَبِي: يَرْحَمُكَ اللهُ، أَرَأَيْتَ هَذِهِ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ أَوْ شَيْءٌ تَنَفَّلْتَهُ، قَالَ: إِنَّهَا الْمَكْتُوبَةُ، وَإِنَّهَا لَصَلَاةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْطَأْتُ إِلَّا شَيْئًا سَهَوْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللهُ عَلَيْهِمْ، فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ (وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ) (الحدید: 27) ثُمَّ غَدَا مِنَ الْغَدِ فَقَالَ: أَلَا تَرْكَبُ لِتَنْظُرَ وَلِتَعْتَبِرَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَرَكِبُوا جَمِيعًا فَإِذَا هُمْ بِدِيَارٍ بَادَ أَهْلُهَا وَانْقَضَوْا وَفَنُوا خَاوِيَةٍ عَلَى عُرُوشِهَا، فَقَالَ: أَتَعْرِفُ هَذِهِ الدِّيَارَ؟ فَقُلْتُ: مَا أَعْرَفَنِي بِهَا وَبِأَهْلِهَا، هَذِهِ دِيَارُ قَوْمٍ أَهْلَكَهُمُ الْبَغْيُ وَالْحَسَدُ، إِنَّ الْحَسَدَ يُطْفِئُ نُورَ الْحَسَنَاتِ، وَالْبَغْيُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ، وَالْعَيْنُ تَزْنِي، وَالْكَفُّ، وَالْقَدَمُ، وَالْجَسَدُ، وَاللِّسَانُ، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ

سہل بن ابوامامہ بیان کرتے ہیں: وہ اور ان کے والد مدینہ منورہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ عمرو بن عبدالعزیز کے دور حکومت کی بات ہے، جو ان دنوں مدینہ منورہ کے گورنر تھے، (جب ہم ان کے ہاں پہنچے) تو انہوں نے مختصر نماز ادا کی، جیسے کوئی مسافر شخص نماز ادا کرتا ہے، یا اس کے قریب کی نماز ادا کی، جب انہوں نے سلام پھیر دیا، تو میرے والد نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، آپ کیا کہتے ہیں؟ یہ فرض نماز تھی یا آپ نفل نماز ادا کر رہے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ فرض نماز تھی اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی، میں نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی، البتہ بھول کر کوئی غلطی ہوگئی ہو، تو (حکم مختلف ہوگا)، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے:

''اپنے آپ پر شدت نہ کرو، ورنہ تم پر شدت کی جائے گی، کچھ لوگوں نے اپنے اوپر شدت کی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر شدت کو مسلط کر دیا، تو ان کی باقیات جنگلوں میں، عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں محفوظ ہے، یہ وہ رہبانیت ہے''

جس کا انہوں نے خود آغاز کیا تھا، ہم نے ان پر لازم نہیں کی تھی"۔

اگلے دن ہم ان کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا: کیا تم سوار ہو کر (سفر کر کے) دیکھتے نہیں کہ تم جائزہ لو اور عبرت حاصل کرو، انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! پھر یہ سب لوگ سوار ہوئے، وہاں کچھ بستیاں تھیں، جن کے رہائشی لوگوں نے ویرانوں میں رہائش اختیار کی، وہ لوگ گزر چکے تھے اور ان کی بستیاں چھتوں کے بل گری ہوئی تھیں، تو انہوں نے فرمایا: کیا تم ان بستیوں کو جانتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: مجھے ان بستیوں کے بارے میں اور یہاں رہنے والوں کے بارے میں کچھ علم نہیں، تو انہیں بتایا گیا کہ یہ اس قوم کی بستیاں تھیں، جنہیں بغاوت اور حسد نے ہلاک کر دیا تھا، بے شک حسد سے نیکیوں کا نور بجھ جاتا ہے اور بغاوت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے یا وہ اس کی تکذیب کرتی ہے، آنکھ زنا کا ارتکاب کرتی ہے اور ہاتھ، پاؤں، جسم، زبان اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتے ہیں، یا اس کی تکذیب کرتے ہیں"

بَابٌ فِي اللَّعْنِ

باب: لعنت کرنا

4905- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ نِمْرَانَ يَذْكُرُ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لُعِنَ، فَإِنْ كَانَ لِذَلِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ: هُوَ رَبَاحُ بْنُ الْوَلِيدِ، سَمِعَ مِنْهُ، وَذَكَرَ أَنَّ يَحْيَى بْنَ حَسَّانَ وَهِمَ فِيهِ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے، تو وہ لعنت آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے، تو اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف نیچے آتی ہے، تو اس کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں طرف جاتی ہے اور بائیں طرف جاتی ہے، اگر اسے کوئی راستہ نہیں ملتا، تو وہ اس شخص کی طرف واپس آتی ہے، جس پر لعنت کی گئی تھی، اگر وہ اس کے حقدار ہو، تو ٹھیک ہے ورنہ وہ کہنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مروان بن محمد کہتے ہیں: اس راوی کا نام رباح بن ولید ہے، انہوں نے اس سے سماع کیا ہے، انہوں نے یہ بات بھی کی ہے، یحییٰ بن حسان نامی راوی اس کا ذکر کرتے ہوئے وہم کا شکار ہوئے ہیں۔

4906- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَلَاعَنُوا بِلَعْنَةِ اللهِ، وَلَا بِغَضَبِ اللهِ، وَلَا بِالنَّارِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی لعنت (کا نام لے کر) لعنت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور جہنم (کا نام لے کر بددعا نہ کرو)''۔

4907 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ، وَزَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، اَنَّ اُمَّ الدَّرْدَاءِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ، وَلَا شُهَدَاءَ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''لعنت کرنے والے لوگ سفارشی یا گواہ نہیں ہوں گے''

4908 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، ح حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَخْزَمَ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ - قَالَ زَيْدٌ -: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيحَ - وَقَالَ مُسْلِمٌ اِنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيحُ رِدَاءَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَعَنَهَا - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلْعَنْهَا، فَاِنَّهَا مَاْمُورَةٌ، وَاِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے ہوا پر لعنت بھیجی، مسلم نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ایک شخص کی چادر ہوا کی وجہ سے اڑ گئی، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی بات ہے اس شخص نے ہوا پر لعنت کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم اس پہ لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ حکم کی پابند ہے، جو شخص کسی چیز پر لعنت کرتا ہے اور وہ چیز اس کی اہل نہ ہو، تو وہ لعنت اس شخص پہ لوٹ آتی ہے''۔

بَابٌ فِيمَنْ دَعَا عَلَى مَنْ ظَلَمَهُ

باب: جو شخص اس شخص کو بددعا دے، جس نے اس پر ظلم کیا ہو

4909 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سُرِقَ لَهَا شَيْءٌ فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُسَبِّخِي عَنْهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے: ان کی کوئی چیز چوری ہوگئی، تو انہوں نے اس کے لیے بددعا کرنا شروع کردی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''تم اس کی سزا کو ہلکا نہ کرو''

بَابٌ فِيمَنْ يَهْجُرُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ
باب: آدمی کا اپنے بھائی سے لاتعلقی اختیار کرنا

4910 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، کسی بھی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے لاتعلق رہے''

4911 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا، وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ

❁❁ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ لاتعلق رہے، جب ان کی ملاقات ہو تو یہ بھی منہ پھیر لے اور وہ بھی منہ پھیر لے، ان دونوں میں سے زیادہ بہتر وہ ہے، جو سلام میں پہل کرے''

4912 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ السَّرْخَسِيُّ، أَنَّ أَبَا عَامِرٍ، أَخْبَرَهُمْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ، فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْأَجْرِ، وَإِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ زَادَ أَحْمَدُ وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کسی بھی مومن کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مومن سے تین دن سے زیادہ لاتعلقی اختیار کرے، اگر ان میں تین دن گزر جائیں، تو اس کی اس سے ملاقات ہو، تو اسے سلام کرے، اگر وہ سلام کا جواب دے دیتا ہے، تو اجر میں حصہ دار ہوں گے اور اگر وہ سلام کا جواب نہیں دیتا، تو گناہ کا وبال اسی کے ذمہ ہوگا''

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: سلام کرنے والا لاتعلقی کے حکم سے نکل جائے گا۔

4910-إسناده صحيح. وهو في "الموطأ" 907 /2، ومن طريقه أخرجه البخاري (6076)، ومسلم (2559) (23). وأخرجه البخاري (6565)، ومسلم (2559) (23)، والترمذي (2048) من طرق عن الزهري، به. وأخرجه مسلم (2559) من طريق قتادة، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (12073)، و"صحيح ابن حبان" (5660).

4913- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُنِيبِ يَعْنِي الْمَدَنِيَّ قَالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَكُونُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثَةٍ، فَإِذَا لَقِيَهُ سَلَّمَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ كُلُّ ذَلِكَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِإِثْمِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

"مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ لاتعلقی رکھے، جب وہ اس سے ملے تو اسے تین مرتبہ سلام کرے، اگر وہ ہر مرتبہ اس کا جواب نہیں دیتا، تو اس کا گناہ اس کے سر ہوگا"۔

4914- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ لاتعلقی اختیار کرے، جو شخص تین دن سے زیادہ لاتعلقی اختیار کرتے ہوئے انتقال کر جائے، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا"۔

4915- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حَيْوَةَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ أَبِي خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ

حضرت ابوخراش سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو شخص ایک سال تک اپنے بھائی سے لاتعلقی رکھے تو یہ اس کا خون بہانے کے مترادف ہے"

4916- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ، وَخَمِيسٍ فَيُغْفَرُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمَيْنِ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَجَرَ بَعْضَ نِسَائِهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَابْنُ عُمَرَ هَجَرَ ابْنًا لَهُ إِلَى أَنْ مَاتَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلَّهِ فَلَيْسَ مِنْ هَذَا بِشَيْءٍ وَإِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ غَطَّى وَجْهَهُ عَنْ رَجُلٍ

ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ’نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

’’ہر پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ان دونوں میں ہر اس بندے کی مغفرت ہو جاتی ہے، جو کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو، البتہ اگر کسی شخص کی اس کے بھائی ساتھ ناراضگی چل رہی ہو، تو (اس کا حکم مختلف ہے) کہا جاتا ہے: ان دونوں کو رہنے دو، جب تک یہ آپس میں صلح نہیں کر لیتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعض ازواج سے چالیس دن کے لیے لاتعلقی اختیار کی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک بیٹے سے مرتے دم تک لاتعلقی اختیار کیے رکھی تھی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب یہ لاتعلقی اللہ کے لیے ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ کر اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا، (یعنی وہ اس سے ملے نہیں تھے)

بَابٌ فِي الظَّنِّ

باب: گمان کا بیان

4917 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا

ﷺ ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ’نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

’’تم لوگ گمان کرنے سے بچو، کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور تم ٹوہ نہ لگاؤ اور جاسوسی نہ کرو‘‘

بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ وَالْحِيَاطَةِ

باب: خیر خواہی اور حفاظت

4918 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ، وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ

ﷺ ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ’نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

’’ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے، ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے، وہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے مال کا بچاؤ کرتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرتا ہے‘‘

بَابٌ فِي إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ

باب: آپس کے تعلقات میں بہتری پیدا کرنا

4919 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کیا میں تمہیں اس عمل کے بارے میں بتاؤں؟ جو روزہ رکھنے، نماز ادا کرنے اور صدقہ کرنے سے زیادہ فضیلت والا درجہ ہے، لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آپس میں بہتری پیدا کرنا اور آپس میں فساد، خراب کردینے والی چیز ہے"

4920 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّويَهِ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَمْ يَكْذِبْ مَنْ نَمَى بَيْنَ اثْنَيْنِ لِيُصْلِحَ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُسَدَّدٌ: لَيْسَ بِالْكَاذِبِ مَنْ أَصْلَحَ بَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ خَيْرًا أَوْ نَمَى خَيْرًا

حمید بن عبدالرحمن، اپنی والدہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"وہ شخص جھوٹا شمار نہیں ہوگا، جو دو آدمیوں میں صلح کروانے کے لیے غلط بیانی کرتا ہے"

احمد بن محمد اور مسدد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "وہ شخص جھوٹا نہیں ہوگا، جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے، وہ بھلائی کی بات کرتا ہے، اور بھلائی پھیلانا چاہتا ہے"

4921 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْجِيزِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ، عَنْ نَافِعٍ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِي، أَنَّ عَبْدَ الْوَهَّابِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ، حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ، قَالَتْ: مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْكَذِبِ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ، كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا أَعُدُّهُ كَاذِبًا، الرَّجُلُ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، يَقُولُ: الْقَوْلَ وَلَا يُرِيدُ بِهِ إِلَّا الْإِصْلَاحَ، وَالرَّجُلُ يَقُولُ: فِي الْحَرْبِ، وَالرَّجُلُ يُحَدِّثُ امْرَأَتَهُ، وَالْمَرْأَةُ تُحَدِّثُ زَوْجَهَا

سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے متعلق کسی بھی صورت میں رخصت

دیتے ہوئے نہیں سنا، البتہ تین صورتوں میں اس کی اجازت ہے، نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے:
''میں ایسے شخص کو جھوٹا شمار نہیں کروں گا، جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے، وہ کوئی بات کہتا ہے تو اس کا مقصد صرف لوگوں کے درمیان صلح کروانا ہوتا ہے، اور اس شخص کو جھوٹا قرار نہیں دوں گا، جو جنگ میں (دشمن کو دھوکا دینے کے لیے) غلط بیانی کرتا ہے اور اس شخص کو (جھوٹا قرار نہیں دوں گا) جو اپنی بیوی کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے، یا جو عورت اپنے شوہر کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے (کوئی غلط بیانی کر جاتی ہے)۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْغِنَاءِ

باب: گانے کی ممانعت کا بیان

4922- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيَّ صَبِيحَةَ بُنِيَ بِي، فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِدُفٍّ لَهُنَّ، وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ، إِلَى أَنْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي الْغَدِ، فَقَالَ: دَعِي هَذِهِ وَقُولِي الَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ

⊛⊛ سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ میری رخصتی والے دن کی صبح میرے ہاں تشریف لائے، اور میرے بستر پر اسی طرح تشریف فرما ہوئے، جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو، چھوٹی بچیاں دف بجانے لگیں اور ان آباء کا ذکر کرنے لگیں، جو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک لڑکی نے کہا:
''ہمارے درمیان ایسا نبی موجود ہے، جو آئندہ کی باتیں جانتا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو! اور وہی گاؤ، جو تم پہلے گا رہی تھیں''

4923 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ لِقُدُومِهِ فَرَحًا بِذَلِكَ، لَعِبُوا بِحِرَابِهِمْ

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
''جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کی تشریف آوری پر حبشیوں نے اپنے ہتھیاروں کے ذریعے جنگی کرتب دکھائے''

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْغِنَاءِ وَالزَّمْرِ

باب: گانے اور آلاتِ موسیقی کا ناپسندیدہ ہونا

4924- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ الْغُدَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ،

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ مِزْمَارًا قَالَ: فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ، وَنَأَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَقَالَ لِي: يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا؟ قَالَ: فَقُلْتُ: لَا. قَالَ: فَرَفَعَ إِصْبَعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ، وَقَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ مِثْلَ هٰذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ اللُّؤْلُؤِيُّ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُولُ: هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ

⊛⊛ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی، تو انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں پر رکھ لیں، جب وہ اس جگہ سے کچھ آگے چلے گئے، تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا: اے نافع! کیا تم کوئی چیز سن رہے ہو؟ میں نے جواب دیا: جی نہیں! تو انہوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں ہٹائیں اور یہ بات بیان کی: ایک مرتبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مانند آواز سنی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی طرزِ عمل اختیار کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔

4925 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُطْعِمُ بْنُ الْمِقْدَامِ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَافِعٌ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ ابْنِ عُمَرَ إِذْ مَرَّ بِرَاعٍ يَزْمُرُ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أُدْخِلَ بَيْنَ مُطْعِمٍ وَنَافِعٍ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى.

⊛⊛ نافع بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے سواری پہ سوار تھا، اسی دوران ان کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا، جو بانسری بجا رہا تھا (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مطعم اور نافع کے درمیان سلیمان بن موسیٰ نامی راوی کا ذکر کیا گیا ہے۔

4926 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، عَنْ مَيْمُونٍ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَسَمِعَ صَوْتَ زَامِرٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا أَنْكَرُهَا

⊛⊛ نافع بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ انہوں نے بانسری بجانے والے کی آواز سنی، (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت زیادہ منکر ہے۔

4927 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، عَنْ شَيْخٍ، شَهِدَ أَبَا وَائِلٍ فِي

4924- حديث حسن. الوليد بن مسلم، وإن كان يدلس تدليس التسوية إلا أنه قد توبع. وسليمان بن موسى: فقيه صدوق حسن الحديث، وقد تابعه المطعم بن المقدام وميمون بن مهران عند المصنف. وأخرجه البيهقي في "السنن" 10/ 222 من طريق المصنف، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن سعد في "الطبقات" 4/ 163، وأحمد في "مسنده" (4535) و (4965)، وابن حبان في "صحيحه" (693) من طرق عن الوليد بن مسلم، به. وأخرجه أحمد (4965)، وابن أبي الدنيا في "الورع" (79)، والطبراني في "الشاميين" (322) من طرق عن سعيد بن عبد العزيز، به.

وَلِيمَةٍ فَجَعَلُوا يَلْعَبُونَ يَتَلَعَّبُونَ يُغَنُّونَ، فَحَلَّ أَبُو وَائِلٍ حَبْوَتَهُ، وَقَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ

⊛ سلام بن مسکین ایک عمر رسیدہ شخص کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: جو ابووائل کے ساتھ ایک ولیمے کی دعوت میں شریک ہوا تھا، ان لوگوں نے کھیل کو شروع کیا، وہ لوگ کھیل کو داختیار کر رہے تھے (گا بجا رہے تھے) تو ابووائل نے اپنی کمر پر بندھے ہوئے کپڑے کو کھولا اور بیان کیا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"بے شک گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے"

بَابٌ فِي الْحُكْمِ فِي الْمُخَنَّثِينَ

باب: ہیجڑوں سے متعلق احکام

4928- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ أَبَا أُسَامَةَ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ يُونُسَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ أَبِي يَسَارٍ الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَبَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِالْحِنَّاءِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَالُ هَذَا؟ فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ، فَأَمَرَ بِهِ فَنُفِيَ إِلَى النَّقِيعِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا نَقْتُلُهُ؟ فَقَالَ: إِنِّي نُهِيتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّينَ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: وَالنَّقِيعُ نَاحِيَةٌ عَنِ الْمَدِينَةِ وَلَيْسَ بِالْبَقِيعِ

⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک ہیجڑا لایا گیا، جس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگائی ہوئی تھی، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ تو عرض کی گئی: یارسول اللہ! یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے، تو نبی اکرم ﷺ کے اس کے بارے میں حکم کے مطابق، اسے نقیع کی طرف جلاوطن کر دیا گیا، لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے نماز ادا کرنے والوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ابواسامہ کہتے ہیں: نقیع، مدینہ منورہ کا ایک نواحی علاقہ ہے، یہ بقیع نہیں ہے۔

4929- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا مُخَنَّثٌ وَهُوَ يَقُولُ لِعَبْدِ اللهِ أَخِيهَا: إِنْ يَفْتَحِ اللهُ الطَّائِفَ غَدًا دَلَلْتُكَ عَلَى امْرَأَةٍ تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ، وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْمَرْأَةُ كَانَ لَهَا أَرْبَعُ عُكَنٍ فِي بَطْنِهَا

سیدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے، تو ان کے ہاں ایک ہیجڑا بیٹھا ہوا تھا، جو ان کے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ رہا تھا: اگر اللہ تعالیٰ نے کل طائف کو تمہارے لیے فتح کر دیا، تو میں تمہاری راہنمائی ایک ایسی عورت کی طرف کروں گا، جو چار (سلوٹوں) کے ساتھ آتی ہے، اور آٹھ سلوٹوں کے ساتھ واپس جاتی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کو (اپنے) گھروں سے نکال دو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ عورت ایسی تھی کہ اس کے پیٹ پر چار بل پڑتے تھے۔

4930 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ: أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ وَأَخْرِجُوا فُلَانًا وَفُلَانًا - يَعْنِي الْمُخَنَّثِينَ -

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہیجڑے بننے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ان لوگوں کو اپنے گھروں سے نکال دو تم فلاں کو اور فلاں کو نکال دو"

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہیجڑوں کے بارے میں یہ بات بیان فرمائی۔

بَابٌ فِي اللَّعِبِ بِالْبَنَاتِ

باب: گڑیا کے ساتھ کھیلنا

4931 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ فَرُبَّمَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي الْجَوَارِي، فَإِذَا دَخَلَ خَرَجْنَ، وَإِذَا خَرَجَ دَخَلْنَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں گڑیا کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لاتے، تو میری سہیلیاں میرے پاس ہوتی تھیں، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے، تو وہ چلی جاتی تھیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے، تو وہ آ جایا کرتی تھیں۔

4932 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا،

4930- إسناده صحيح. هشام: هو ابن أبي عبد الله الدستوائي، ويحيى: هو ابن أبي كثير. وأخرجه البخاري (6834) عن مسلم بن إبراهيم، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (9207) و(9210) من طرق عن هشام، به. وأخرجه الترمذي (2992) من طريق معمر، عن يحيى، به. ولفظه دون قوله": أخرجوهم من بيوتكم " ...إلخ. وأخرجه الترمذي (2992) من طريق أيوب، عن عكرمة، به. وهو في "مسند أحمد "(1982)، و"صحيح ابن حبان "(5750).

قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ، أَوْ خَيْبَرَ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ، فَهَبَّتْ رِيحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ، فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ؟ قَالَتْ: بَنَاتِي، وَرَأَى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ، فَقَالَ: مَا هٰذَا الَّذِي أَرَى وَسْطَهُنَّ؟ قَالَتْ: فَرَسٌ، قَالَ: وَمَا هٰذَا الَّذِي عَلَيْهِ؟ قَالَتْ: جَنَاحَانِ، قَالَ: فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟ قَالَتْ: أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ؟ قَالَتْ: فَضَحِكَ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے، تو ان کے اطاق کے آگے پردہ پڑا ہوا تھا، جب ہوا چلی، تو پردے کا ایک کونہ اٹھ گیا، جس کی وجہ سے میرے کھلونے اور گڑیا نظر آنے لگے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یہ میری گڑیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں کپڑے کا بنا ہوا ایک گھوڑا ملاحظہ کیا، جس کے دو پر بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ میں ان کے درمیان کیا چیز دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کی: یہ گھوڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اس کے اوپر کیا ہے؟ میں نے عرض کی: اس کے دو پر ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا گھوڑے کے پر ہوتے ہیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات نہیں سن رکھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے بھی پر تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پہ اتنا ہنسے کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف کے دانت نظر آنے لگے۔

بَابٌ فِي الْأُرْجُوحَةِ

باب: جھولے کا بیان

4933 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَزَوَّجَنِي وَأَنَا بِنْتُ سَبْعٍ أَوْ سِتٍّ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَتَيْنَ نِسْوَةٌ، وَقَالَ بِشْرٌ: فَأَتَتْنِي أُمُّ رُومَانَ، وَأَنَا عَلَى أُرْجُوحَةٍ، فَذَهَبْنَ بِي، وَهَيَّأْنَنِي، وَصَنَعْنَنِي، فَأُتِيَ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَنَى بِي وَأَنَا ابْنَةُ تِسْعٍ، فَوَقَفَتْ بِي عَلَى الْبَابِ، فَقُلْتُ: هِيهْ هِيهْ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَيْ تَنَفَّسْتُ، فَأُدْخِلْتُ بَيْتًا فَإِذَا فِيهِ نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقُلْنَ: عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ، دَخَلَ حَدِيثُ أَحَدِهِمَا فِي الْآخَرِ

❀❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کی، تو اس وقت میری عمر سات سال یا چھ سال تھی، جب ہم لوگ مدینہ منورہ آئے، تو کچھ خواتین آئیں (راوی کو شک ہے، یا شاید یہ الفاظ ہیں) سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں، میں اس وقت جھولا لے رہی تھی، وہ خواتین مجھے اپنے ساتھ لے گئیں، انہوں نے مجھے تیار کیا، بنایا سنوارا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

میری رخصتی ہوگئی، اس وقت میری عمر 9 سال تھی، میں دروازے پر کھڑی ہوئی تو میں یہ کہہ رہی تھی: ھیہ، ھیہ
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ میں گہرے سانس لے رہی تھی، پھر مجھے گھر میں داخل کیا گیا تو وہاں انصار کی خواتین موجود تھیں، تو انہوں نے کہا: بھلائی اور برکت کے ساتھ (آپ کی) شادی ہو۔
ان دونوں راویوں میں سے ایک کی روایت دوسرے کی روایت میں شامل ہوگئی ہے۔

4934 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، مِثْلَهُ قَالَ: عَلَى خَيْرِ طَائِرٍ، فَسَلَّمَتْنِي إِلَيْهِنَّ فَغَسَلْنَ رَأْسِي وَأَصْلَحْنَنِي، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى، فَأَسْلَمْنَنِي إِلَيْهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:
''آنے والی بھلائی کے ساتھ (آپ کی رخصتی ہو)'' سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا نے مجھے ان خواتین کے سپرد کیا، تو انہوں نے میرا سر دھویا مجھے تیار کیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت تشریف لائے اور ان خواتین نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کردیا۔

4935 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ جَاءَنِي نِسْوَةٌ وَأَنَا أَلْعَبُ عَلَى أُرْجُوحَةٍ، وَأَنَا مُجَمَّمَةٌ فَذَهَبْنَ بِي فَهَيَّأْنَنِي وَصَنَعْنَنِي، ثُمَّ أَتَيْنَ بِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَنَى بِي وَأَنَا ابْنَةُ تِسْعِ سِنِينَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب ہم لوگ مدینہ منورہ آئے، تو خواتین میرے پاس آئیں، میں اس وقت جھولے پر کھیل رہی تھی، میرے بال کانوں سے نیچے تک آتے تھے، وہ مجھے لے گئیں، انہوں نے مجھے تیار کیا، بنایا سنوارا، پھر وہ مجھے ساتھ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاس آئیں اور میری رخصتی ہوگئی، اس وقت میری عمر نو سال تھی۔

4936 - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، بِإِسْنَادِهِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ: وَأَنَا عَلَى الْأُرْجُوحَةِ، وَمَعِي صَوَاحِبَاتِي، فَأَدْخَلْنَنِي بَيْتًا فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ.

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: میں جھولے میں تھی اور میرے ساتھ میرے سہیلیاں بھی تھیں، ان خواتین نے مجھے میرے گھر میں داخل کیا، وہاں کچھ انصاری خواتین بھی موجود تھیں، انہوں نے کہا: بھلائی اور برکت کے ساتھ (آپ کی شادی ہو)۔

4937 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَالَتْ: فَوَاللَّهِ إِنِّي لَعَلَى أُرْجُوحَةٍ بَيْنَ عِذْقَيْنِ فَجَاءَتْنِي أُمِّي فَأَنْزَلَتْنِي وَلِي جُمَيْمَةٌ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم لوگ مدینہ منورہ آئے تو ہم نے بنو حارث بن خزرج کے محلے میں پڑاؤ کیا، آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! میں اس وقت کھجور کی دو لکڑیوں کے درمیان لگے ہوئے جھولے میں موجود تھی، جب میری

والدہ میرے پاس آئیں، انہوں نے مجھے اس سے اتارا اور میرے بال چھوٹے چھوٹے تھے (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے)

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ اللَّعِبِ بِالنَّرْدِ

باب: چوسر کھیلنے کی ممانعت

4938 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص چوسر کھیلتا ہے، اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی''

4939 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيرِ فَكَأَنَّمَا غَمَسَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ

سلیمان بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص چوسر کھیلتا ہے، وہ اپنے ہاتھ گویا خنزیر کے گوشت اور خون سے لت پت کر لیتا ہے''

بَابٌ فِي اللَّعِبِ بِالْحَمَامِ

باب: کبوتر بازی

4940 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ: شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو کبوتر کے پیچھے جا رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''شیطان شیطانہ کے پیچھے جا رہا ہے''

بَابٌ فِي الرَّحْمَةِ

باب: رحمت کا بیان

4941 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي قَابُوسَ، مَوْلًى لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الرَّاحِمُونَ

4939- إسناده صحيح. ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وسفيان: هو الثوري. وأخرجه مسلم (2660)، وابن ماجه (3763) من طرق عن سفيان الثوري، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (22979)، و"صحيح ابن حبان" (5873).

يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارْحَمُوا اَهْلَ الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ لَمْ يَقُلْ مُسَدَّدٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ان تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پہنچا ہے:
''رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے، تم اہل زمین پر رحم کرو، وہ ذات تم پر رحم کرے گی، جو آسمان میں ہے''
مسدد نامی راوی نے اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے غلام کا ذکر نہیں کیا، انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

4942 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: كَتَبَ اِلَيَّ مَنْصُورٌ، قَالَ: ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ وَقَرَاْتُهُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ: اَقُولُ: حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ فَقَالَ: إِذَا قَرَاْتَهُ عَلَيَّ فَقَدْ حَدَّثْتُكَ بِهِ ثُمَّ اتَّفَقَا عَنْ اَبِي عُثْمَانَ، مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَ هٰذِهِ الْحُجْرَةِ يَقُولُ: لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے، اس حجرے والی ہستی حضرت ابوالقاسم صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''رحمت صرف بدبخت سے الگ ہوتی ہے''

4943 - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ، عَنِ ابْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، - يَرْوِيهِ قَالَ: ابْنُ السَّرْحِ - عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا

❁❁ ایک اور سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے:
''جو شخص ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑے کے حق کو پہچانتا نہیں ہے، وہ ہم میں سے نہیں ہے''

بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ

باب: خیرخواہی کا بیان

4944 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ اِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ اِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: لِلّٰهِ وَكِتَابِهِ وَرَسُولِهِ، وَاَئِمَّةِ الْمُؤْمِنِينَ، وَعَامَّتِهِمْ، اَوْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ

4944- إسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية. وأخرجه مسلم (55)، والنسائي في "الكبرى" (8700) من طريق سفيان، ومسلم (55) من طريق روح، كلاهما عن سهيل بن أبي صالح، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (8700) من طريق سفيان، عن عمرو بن دينار، عن القعقاع، عن أبي صالح، عن عطاء بن يزيد، عن تميم. فذكره.

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک دین خیر خواہی کا نام ہے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کس کے لیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اہل ایمان کے حکمرانوں کے لیے اور ان کے عام افراد (رعایا) کے لیے، (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) مسلمان حکمرانوں کے لیے اور ان کے عام افراد کے لیے''

4945- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَأَنْ أَنْصَحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قَالَ: وَكَانَ إِذَا بَاعَ الشَّيْءَ أَوِ اشْتَرَاهُ قَالَ: أَمَا إِنَّ الَّذِي أَخَذْنَا مِنْكَ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا أَعْطَيْنَاكَ فَاخْتَرْ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اطاعت و فرمانبرداری کی بیعت کی، اور اس بات کی بیعت کی کہ میں ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: وہ جب کوئی چیز فروخت کرتے، یا خریدتے تھے، تو یہ فرماتے تھے:

''بے شک وہ چیز جو ہم نے تم سے حاصل کی ہے، وہ ہمارے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے، جو تم نے ہمیں دی ہے، تو تم اختیار کر سکتے ہو (یعنی سودے کو ختم کر سکتے ہو)''۔

بَابٌ فِي الْمَعُونَةِ لِلْمُسْلِمِ

باب: مسلمان کی مدد کرنا

4946- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: عُثْمَانُ وَجَرِيرٌ الرَّازِيُّ، ح وحَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، - وَقَالَ وَاصِلٌ: قَالَ: حُدِّثْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ثُمَّ اتَّفَقُوا - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ، يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ سَتَرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی مسلمان سے کوئی دنیاوی پریشانی دور کریگا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے قیامت کی پریشانی دور

کرے گا، جو شخص کسی تنگ دست کو آسانی فراہم کردے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آسانی فراہم کرے گا، جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا، اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عثمان نامی راوی نے ابومعاویہ سے روایت نقل کرتے ہوئے یہ الفاظ نقل نہیں کیے:
"جو شخص کسی تنگ دست کو آسانی فراہم کرے گا"۔

4947 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ

❀❀ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:
"ہر نیکی صدقہ ہے"۔

بَابٌ فِي تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ

باب: نام تبدیل کردینا

4948 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي زَكَرِيَّا، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ، وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ أَبَا الدَّرْدَاءِ

❀❀ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"تم لوگوں کو، قیامت کے دن، تمہارے ناموں اور تمہارے آباؤ اجداد کے ناموں سے پکارا جائے گا، تو تم لوگ اپنے نام اچھے رکھو"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن ابوزکریا نامی راوی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

4949 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ زِيَادٍ، سَبَلَانَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ تَعَالَى عَبْدُ اللهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں"

4950 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالَقَانِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَقِيلُ ابْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَبْدُ اللهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ، وَهَمَّامٌ، وَأَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةُ

حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "انبیاء کے ناموں پر نام رکھو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارا نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے، اور سب سے زیادہ سچے نام حارث اور ہمام ہیں اور سب سے زیادہ برے نام حرب اور مرہ ہیں"۔

4951 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: ذَهَبْتُ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ وُلِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَبَاءَةٍ يَهْنَأُ بَعِيرًا لَهُ قَالَ: هَلْ مَعَكَ تَمْرٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَنَاوَلْتُهُ تَمَرَاتٍ فَأَلْقَاهُنَّ فِي فِيهِ فَلَاكَهُنَّ ثُمَّ فَغَرَ فَاهُ فَأَوْجَرَهُنَّ إِيَّاهُ فَجَعَلَ الصَّبِيُّ يَتَلَمَّظُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُبُّ الْأَنْصَارِ التَّمْرَ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب عبداللہ بن ابوطلحہ پیدا ہوا، تو میں اسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ایک عبا پہنی ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ کو کچھ کھلا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، کیا تمہارے پاس کھجور ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کھجوریں پیش کیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے منہ میں ڈال کر انہیں چبایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھجور اس بچے کے منہ میں ڈال دی، وہ بچہ اسے چوسنے لگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ انصار کی کھجور سے محبت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔

بَابٌ فِي تَغْيِيرِ الِاسْمِ الْقَبِيحِ

باب: برا نام تبدیل کر دینا

4952 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ، وَقَالَ: أَنْتِ جَمِيلَةُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسیہ (نامی خاتون) کا نام تبدیل کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جمیلہ ہو۔

4953 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ، سَأَلَتْهُ: مَا سَمَّيْتَ ابْنَتَكَ؟ قَالَ: سَمَّيْتُهَا مُرَّةَ، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ هَذَا الِاسْمِ، سُمِّيتُ بَرَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا

تُزَكُّوا اَنْفُسَكُمْ، اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ فَقَالَ: مَا نُسَمِّيهَا؟ قَالَ: سَمُّوهَا زَيْنَبَ

⊛⊛ حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں محمد بن عمرو نقل کرتے ہیں، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے محمد بن عمرو سے دریافت کیا: تم نے اپنی بیٹی کا کیا نام رکھا ہے؟ تو محمد بن عمرو نے جواب دیا، میں نے اس کا نام برہ (یعنی نیک اور صالح) رکھا ہے، تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رکھنے سے منع کیا ہے، میرا نام بھی برہ رکھا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خود کو نیک قرار نہ دو، اللہ تعالیٰ تم میں سے نیک لوگوں کو زیادہ جانتا ہے۔

سائل نے دریافت کیا: پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کا نام زینب رکھو"

4954 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنِي بَشِيرُ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ عَمِّهِ اُسَامَةَ بْنِ اَخْدَرِيٍّ، اَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ اَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ اَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: اَنَا اَصْرَمُ، قَالَ: بَلْ اَنْتَ زُرْعَةُ

⊛⊛ حضرت اسامہ بن اخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص کا نام اصرم تھا، وہ کچھ لوگوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کی: میرا نام اصرم (کاٹنے والا) ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جی نہیں!) تم زرعہ (کاشتکاری کرنے والے) ہو۔

4955 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيهِ هَانِئٍ اَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يَكْنُونَهُ بِاَبِي الْحَكَمِ، فَدَعَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ، وَاِلَيْهِ الْحُكْمُ، فَلِمَ تُكْنَى اَبَا الْحَكَمِ؟ فَقَالَ: اِنَّ قَوْمِي اِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ اَتَوْنِي، فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اَحْسَنَ هٰذَا، فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟ قَالَ: لِي شُرَيْحٌ، وَمُسْلِمٌ، وَعَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ: فَمَنْ اَكْبَرُهُمْ؟ قُلْتُ: شُرَيْحٌ، قَالَ: فَاَنْتَ اَبُو شُرَيْحٍ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: شُرَيْحٌ هٰذَا هُوَ الَّذِي كَسَرَ السِّلْسِلَةَ، وَهُوَ مِمَّنْ دَخَلَ تُسْتَرَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَبَلَغَنِي اَنَّ شُرَيْحًا كَسَرَ بَابَ تُسْتَرَ، وَذٰلِكَ اَنَّهُ دَخَلَ مِنْ سِرْبٍ

⊛⊛ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب وہ اپنی قوم کے ساتھ وفد کی شکل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھیوں کو سنا، جو انہیں ابوالحکم کی کنیت سے بلا رہے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے حکم ہے اور حکم اسی کی طرف سے ہے، تو پھر تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میری قوم کے لوگ جب کسی بات کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، تو وہ میرے پاس آجاتے ہیں، میں ان کے درمیان جو فیصلہ دیتا ہوں، اس پر دونوں فریق راضی ہوتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے کتنے بچے ہیں؟ راوی کہتے ہیں: میں نے جواب دیا: میرا ایک بیٹا شریح ہے، ایک مسلم ہے اور ایک عبداللہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ان میں سے بڑا کون ہے؟ میں نے

عرض کی: شریح، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم ابوشریح ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شریح نامی یہ وہ صاحب ہیں، جنہوں نے زنجیر توڑی تھی اور یہی وہ صاحب ہیں، جو تستر (کے قلعے) میں داخل ہوئے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھ تک یہ روایت بھی پہنچی ہے، کہ شریح نے تستر کا دروازہ توڑا تھا، اور یہی وہ صاحب ہیں، جو سرنگ میں داخل ہوئے تھے۔

4956 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: حَزْنٌ، قَالَ: اَنْتَ سَهْلٌ قَالَ: لَا، السَّهْلُ يُوطَأُ وَيُمْتَهَنُ، قَالَ سَعِيدٌ: فَظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُصِيبُنَا بَعْدَهُ حُزُونَةٌ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَغَيَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَ الْعَاصِ، وَعَزِيزٍ، وَعَتَلَةَ، وَشَيْطَانٍ، وَالْحَكَمِ، وَغُرَابٍ، وَحُبَابٍ، وَشِهَابٍ، فَسَمَّاهُ هِشَامًا، وَسَمَّى حَرْبًا سَلْمًا، وَسَمَّى الْمُضْطَجِعَ الْمُنْبَعِثَ، وَاَرْضًا تُسَمَّى عَفِرَةَ سَمَّاهَا خَضِرَةَ، وَشَعْبَ الضَّلَالَةِ، سَمَّاهُ شَعْبَ الْهُدَى، وَبَنُو الزِّنْيَةِ، سَمَّاهُمْ بَنِي الرِّشْدَةِ، وَسَمَّى بَنِي مُغْوِيَةَ، بَنِي رِشْدَةَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: تَرَكْتُ اَسَانِيدَهَا لِلِاخْتِصَارِ

✿✿ سعید بن مسیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حزن (سخت زمین) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم سہل ہو، (یعنی آسان زمین) ہو، انہوں نے عرض کی: جی نہیں! نرم چیز کو تو روند دیا جاتا ہے اور کمتر سمجھا جاتا ہے۔

سعید کہتے ہیں: مجھے اندازہ ہوا کہ اس کے بعد ہمیں غم لاحق ہوں گے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عاص (یعنی نافرمان)، عزیز (غالب)، شیطان، حکم (ثالث) غراب (کوا)، حباب (سانپ) شہاب (شعلہ) جیسے نام تبدیل کیے تھے، آپ ﷺ نے شہاب کا نام ہشام رکھا تھا، حرب کا نام سلم رکھا تھا، مضطجع کا نام منبعث رکھا تھا، ایک زمین کا نام عفرہ (بنجر) تھا، اس کا نام آپ ﷺ نے خضرہ (سرسبز وشاداب) رکھ دیا، گمراہی کی گھاٹی والی زمین کا نام آپ ﷺ نے راہنمائی کی گھاٹی والا رکھا، جو لوگ زنا کی اولاد قرار دیے جاتے تھے آپ ﷺ نے انہیں ہدایت کی اولاد قرار دیا، اور جو لوگ بنو مغویہ کہلاتے تھے، آپ ﷺ نے ان کا نام بنو رشدیہ (ہدایت یافتہ لوگ) رکھ دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اس کی اسانید اختصار کے پیش نظر ترک کر دی ہیں۔

4957 - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا اَبُو عَقِيلٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: لَقِيتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَنْ اَنْتَ؟ قُلْتُ مَسْرُوقُ بْنُ الْاَجْدَعِ، فَقَالَ عُمَرُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْاَجْدَعُ: شَيْطَانٌ

مسروق بیان کرتے ہیں: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملا، انہوں نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کی: مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "اجدع، شیطان (کا نام) ہے"۔

4958 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ عُمَيْلَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا، وَلَا رَبَاحًا، وَلَا نَجِيحًا، وَلَا أَفْلَحَ، فَإِنَّكَ تَقُولُ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَيَقُولُ: لَا إِنَّمَا هُنَّ أَرْبَعٌ فَلَا تَزِيدَنَّ عَلَيَّ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تم اپنے بچے کا نام یسار، رواح، نجیح یا افلح نہ رکھو، کیونکہ اگر تم نے دریافت کیا: کیا وہ یہاں ہے؟ تو وہ جواب دے گا: جی نہیں! (راوی بیان کرتے ہیں: یہ چار نام ہیں) تم مزید میری طرف کوئی بات منسوب نہ کرنا۔

4959 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ الرُّكَيْنَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُسَمِّيَ رَقِيقَنَا أَرْبَعَةَ أَسْمَاءٍ أَفْلَحَ، وَيَسَارًا، وَنَافِعًا، وَرَبَاحًا

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے، کہ ہم اپنے کسی غلام کا نام ان چار میں سے کوئی رکھیں، افلح، یسار، نافع اور رباح۔

4960 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللهُ أَنْهَى أُمَّتِي أَنْ يُسَمُّوا نَافِعًا، وَأَفْلَحَ، وَبَرَكَةَ قَالَ الْأَعْمَشُ: وَلَا أَدْرِي ذَكَرَ نَافِعًا أَمْ لَا. فَإِنَّ الرَّجُلَ يَقُولُ إِذَا جَاءَ أَثَمَّ بَرَكَةُ فَيَقُولُونَ لَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرْ بَرَكَةَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اگر اللہ نے چاہا اور میں زندہ رہا، تو میں اپنی امت کو اس بات سے منع کردوں گا کہ وہ (اپنے بچوں کے نام) نافع، افلح یا برکت رکھیں۔

اعمش بیان کرتے ہیں: مجھے نہیں، معلوم کہ راوی نے لفظ نافع بیان کیا ہے یا نہیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیونکہ جب کوئی شخص آئے اور دریافت کرے گا: کیا یہاں برکت ہے؟ تو لوگ جواب دیں: جی نہیں!

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے، تاہم اس میں لفظ برکت موجود نہیں ہے۔

4961 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: أَخْنَى اسْمٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں پتا چلا ہے:

''قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ نام یہ ہوگا کہ کسی کو شہنشاہ کہا جائے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں ایک لفظ مختلف ہے، تاہم اس کا مفہوم یہی ہے۔

بَابٌ فِي الْأَلْقَابِ

باب: القاب کا حکم

4962 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَبِيرَةَ بْنُ الضَّحَّاكِ، قَالَ: فِينَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي بَنِي سَلِمَةَ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ (الحجرات: 11) قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ إِلَّا وَلَهُ اسْمَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَا فُلَانُ فَيَقُولُونَ: مَهْ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ يَغْضَبُ مِنْ هَذَا الِاسْمِ، فَأُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ) (الحجرات: 11)

حضرت ابوجبیرہ بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت ہمارے بارے (یعنی بنوسلمہ) کے بارے میں نازل ہوئی:

''اور تم ایک دوسرے کو (برے) القاب سے مت پکارو کیونکہ ایمان لے آنے کے بعد فسق بری چیز ہے''

راوی بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ) میں ہمارے پاس تشریف لائے، تو ہم میں سے ہر شخص کے دو یا تین نام ہوتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بلانا، اے فلاں! تو لوگوں نے عرض کرنی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ کہیں، کیونکہ وہ اس نام سے غصے میں آجاتا ہے، تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''تم ایک دوسرے کو (برے) القاب سے نہ پکارو''

بَابٌ فِيمَنْ يَتَكَنَّى بِأَبِي عِيسَى

باب: جو شخص ابوعیسیٰ کنیت اختیار کرے (اس کا حکم)

4963 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ

أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، ضَرَبَ ابْنًا لَهُ تَكَنَّى أَبَا عِيسَى، وَأَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ تَكَنَّى بِأَبِي عِيسَى فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَمَا يَكْفِيكَ أَنْ تُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللهِ؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَنَّانِي فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، وَإِنَّا فِي جَلْجَتِنَا. فَلَمْ يَزَلْ يُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللهِ حَتَّى هَلَكَ

زید بن اسلم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کی پٹائی کی، جس نے ابوعیسیٰ کنیت اختیار کی تھی، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ابوعیسیٰ کنیت اختیار کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں؟ کہ تم ابوعبداللہ کنیت اختیار کرلو، تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ نے میری یہ کنیت رکھی تھی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے رسول کے تمام گزشتہ اور آئندہ ذنب کی مغفرت ہو چکی ہے، لیکن ہم تو عام سے لوگ ہیں۔

(راوی کہتے ہیں:) اس کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ مرتے دم تک ابوعبداللہ کی کنیت اختیار کیے رہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِابْنِ غَيْرِهِ يَا بُنَيَّ

باب: آدمی کا کسی کے بیٹے کو "اے میرے بیٹے" کہنا

4964 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح، وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، وَسَمَّاهُ ابْنُ مَحْبُوبٍ الْجَعْدَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا بُنَيَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يُثْنِي عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ مَحْبُوبٍ وَيَقُولُ كَثِيرُ الْحَدِيثِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "اے میرے بیٹے!"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن معین کو، محمد بن محبوب نامی راوی کی تعریف کرتے ہوئے سنا ہے، وہ یہ کہتے تھے کہ یہ صاحب، علم حدیث کے بڑے ماہر تھے (یا بکثرت احادیث روایت کرتے تھے)۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَكَنَّى بِأَبِي الْقَاسِمِ

باب: آدمی کا ابوالقاسم کنیت اختیار کرنا

4965 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسَمَّوْا بِاسْمِي، وَلَا تَكْتَنُوا

4964- إسناده صحيح. أبو عوانة: هو وضاح بن عبد الله اليشكري، وأبو عثمان: هو جعد بن دينار. وأخرجه مسلم (2151) عن محمد بن عبيد الغبري، والترمذي (3043) عن محمد بن عبد الملك بن أبي الشوارب، كلاهما عن أبي عوانة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (12366) و (14038).

بِكُنْيَتِي
قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَ كَذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُو صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، وَ كَذٰلِكَ رِوَايَةُ اَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ، وَسَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ، وَسُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ عَنْ جَابِرٍ، وَابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ نَحْوَهُمْ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میرے نام کے مطابق نام رکھ لو، لیکن میری کنیت کے مطابق کنیت اختیار نہ کرو''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ مَنْ رَاٰى اَنْ لَا يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا

باب: جن حضرات کے نزدیک ان دونوں (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک اور کنیت کو) جمع کرنا جائز نہیں ہے

4966 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي، وَمَنْ تَكَنَّى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّى بِاسْمِي قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى بِهٰذَا الْمَعْنَى ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، وَرُوِيَ عَنْ اَبِي زُرْعَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ مُخْتَلِفًا عَلَى الرِّوَايَتَيْنِ وَ كَذٰلِكَ رِوَايَةُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي عَمْرَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اخْتُلِفَ فِيهِ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَلٰى مَا قَالَ: اَبُو الزُّبَيْرِ وَرَوَاهُ مَعْقِلُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَلٰى مَا قَالَ: ابْنُ سِيرِينَ وَاخْتُلِفَ فِيهِ عَلٰى مُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَيْضًا عَلَى الْقَوْلَيْنِ اخْتَلَفَ فِيهِ حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، وَابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص میرے نام کے مطابق نام رکھ لے، وہ شخص میری کنیت کے مطابق کنیت اختیار نہ کرے، اور جو شخص میری کنیت کے مطابق کنیت اختیار کرے، وہ میرے نام کے مطابق اپنا نام نہ رکھے''۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جس کی سند میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا

باب: ان دونوں کو جمع کرنے کی رخصت

4965- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وأيوب السختياني: هو ابن أبي تميمة. وأخرجه مسلم (2134)، وابن ماجه (3735) عن أبي بكر بن أبي شيبة، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3539) و (6188)، ومسلم (2134) من طرق عن سفيان بن عيينة، به. وهو في "مسند أحمد" (7377).

4967 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ فِطْرٍ، عَنْ مُنْذِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَحِمَهُ اللهُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنْ وُلِدَ لِي مِنْ بَعْدِكَ وَلَدٌ أُسَمِّيهِ بِاسْمِكَ وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ وَلَمْ يَقُلْ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ کے بعد اگر میرے ہاں کوئی بچہ ہو، اتو کیا میں آپ ﷺ کے نام کے مطابق اس کا نام رکھ دوں اور آپ ﷺ کی کنیت کے مطابق اس کی کنیت رکھ دوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں!

ابوبکر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے، میں نے کہا، انہوں نے یہ بیان کیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی۔

4968 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ الْحَجَبِيُّ، عَنْ جَدَّتِهِ، صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي قَدْ وَلَدْتُ غُلَامًا فَسَمَّيْتُهُ مُحَمَّدًا وَكَنَّيْتُهُ أَبَا الْقَاسِمِ، فَذُكِرَ لِي أَنَّكَ تَكْرَهُ ذَلِكَ، فَقَالَ: مَا الَّذِي أَحَلَّ اسْمِي وَحَرَّمَ كُنْيَتِي أَوْ مَا الَّذِي حَرَّمَ كُنْيَتِي، وَأَحَلَّ اسْمِي

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے، مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کیا چیز ہے، جس نے میرے نام کو حلال قرار دے دیا اور میری کنیت کو حرام قرار دے دیا، یا جس نے میری کنیت کو حرام قرار دے دیا اور میرے نام کو حلال قرار دے دیا، (یعنی الفاظ کی تقدیم وتاخیر میں راوی کو شک ہے)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَتَكَنَّى وَلَيْسَ لَهُ وَلَدٌ

باب: ایسے شخص کا کنیت اختیار کرنا، جس کی اولاد نہ ہو

4969 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدْخُلُ عَلَيْنَا وَلِي أَخٌ صَغِيرٌ يُكْنَى أَبَا عُمَيْرٍ وَكَانَ لَهُ نُغَرٌ يَلْعَبُ بِهِ، فَمَاتَ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَرَآهُ حَزِينًا، فَقَالَ: مَا شَأْنُهُ؟ قَالُوا: مَاتَ نُغَرُهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لاتے تھے، میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، جس کی کنیت ابوعمیر تھی اس کی ایک چڑیا تھی، جس سے وہ کھیلتا تھا وہ چڑیا مرگئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس ایک دن تشریف لائے تو اسے غمگین دیکھا تو دریافت کیا: یہ غمگین کیوں ہے؟ اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اس کی چڑیا مرگئی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تُكْنَى

باب: عورت کا کنیت اختیار کرنا

4970 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، كُلُّ صَوَاحِبِي لَهُنَّ كُنًى، قَالَ: فَاكْتَنِي بِابْنِكِ عَبْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ أُخْتِهَا قَالَ مُسَدَّدٌ: عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: فَكَانَتْ تُكَنَّى بِأُمِّ عَبْدِ اللهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَكَذَا قَالَ قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ، وَمَعْمَرٌ، جَمِيعًا عَنْ هِشَامٍ، نَحْوَهُ وَرَوَاهُ أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ حَمْزَةَ، وَكَذَلِكَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَمَسْلَمَةُ بْنُ قَعْنَبٍ، عَنْ هِشَامٍ كَمَا قَالَ: أَبُو أُسَامَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے ایک مرتبہ عرض کی: یارسول اللہ! میری تمام سہیلیوں کی کوئی نہ کوئی کنیت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بیٹے (یعنی بھانجے) عبداللہ کے نام سے کنیت اختیار کرلو، مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: عبداللہ نام کی کنیت اختیار کرلو، تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ام عبداللہ کنیت اختیار کرتی تھیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْمَعَارِيضِ

باب: ذو معنی بات کرنا

4971 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، إِمَامُ مَسْجِدِ حِمْصَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ ضُبَارَةَ بْنِ مَالِكٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدٍ الْحَضْرَمِيِّ،

4969-إسناده صحيح. وحماد: هو ابن سلمة، وثابت: هو ابن أسلم البناني. وأخرجه البخاري في "الأدب المفرد "(847) عن موسى بن إسماعيل، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد في "مسنده "(14071) عن عفان، وابن حبان في "صحيحه "(109) من طريق حوثرة بن أشرس، كلاهما عن حماد، به. وأخرجه أحمد في "مسنده "(13325)، والبخاري في "الأدب المفرد "(384) من طريق سليمان بن المغيرة، عن ثابت، به. وانظر تمام تخريج طريق ثابت عن أنس، عند أحمد في الموضعين السابقين، وعند ابن حبان. وأخرجه من طريق أبي التياح - يزيد بن حميد الضبعي - عن أنس، البخاري (6129) و (6203)، ومسلم (2150) (30)، وابن ماجه (3720) و (3740)، والترمذي (333) و (2106) و (2107)، والنسائي في "الكبرى "(10093) و (10094) و (10095) . وهو في "المسند "(12199)، و "صحيح ابن حبان "(2308). وأخرجه من طريق حميد، عن أنس النسائي في "الكبرى "(10092)، وهو في "المسند "(12137)

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ، وَاَنْتَ لَهٗ بِهٖ كَاذِبٌ

⊛⊛ حضرت سفیان بن اسید حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''یہ بڑی خیانت ہوگی کہ تم اپنے بھائی سے کوئی ایسی بات کرو، جس میں وہ تمہاری تصدیق کر رہا ہو، لیکن تم غلط بیانی کر رہے ہو''۔

بَابٌ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ: زَعَمُوْا

باب: آدمی کا یہ کہنا: کہ ان لوگوں کا یہ کہنا ہے

4972- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ لِاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ اَوْ قَالَ: اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لِاَبِيْ مَسْعُوْدٍ مَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: فِيْ زَعَمُوْا؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ زَعَمُوْا
قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا: حُذَيْفَةُ

⊛⊛ ابوقلابہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے؟
''ان لوگوں نے یہ گمان کیا (یا یہ بیان کیا)'' تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''آدمی کی بری سواری یہ ہے: کہ وہ یہ کہے: ان لوگوں نے یہ گمان کیا، (یا یہ کہے: ان لوگوں نے یہ بیان کیا)''
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعبداللہ نامی راوی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهٖ: اَمَّا بَعْدُ

باب: آدمی کا اپنے خطبے میں ''اما بعد'' کہنا

4973- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَهُمْ فَقَالَ: اَمَّا بَعْدُ

4972- إسناده ضعيف، أبو عبد الله: هو حذيفة بن اليمان كما جاء مصرحا به بإثر الرواية هذه، وأبو قلابة - وهو عبد الله بن زيد الجرمي - لم يدرك أبا مسعود البدري، وقد أخرج أحمد الحديث في "مسنده" (17575) من روايته عن أبي مسعود، وأما روايته عن حذيفة، فقد جزم الحافظ ابن حجر في "التهذيب" بأنها مرسلة، وقال الذهبي في "السير" 4/ 468: روى عن حذيفة ولم يلحقه، قلنا: مات حذيفة سنة 36هـ، وأبو قلابة سنة 104 أو 107 فيكون بين وفاتيهما 68 أو 71 سنة. وهو عند ابن أبي شيبة في "مصنفه" 8/ 636 - 637. وأخرجه أحمد في "مسنده" (23403) عن وكيع، بهذا الإسناد.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اما بعد۔

بَابٌ فِي الْكَرْمِ وَحِفْظِ الْمَنْطِقِ

باب: (انگور کے لیے لفظ) کرم اختیار کرنا اور گفتگو میں محتاط رہنا

4974 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ الْكَرْمَ، فَإِنَّ الْكَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ، وَلَكِنْ قُولُوا حَدَائِقَ الْأَعْنَابِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کوئی بھی شخص (انگور کو) کرم ہرگز نہ کہے، کیونکہ "کرم" مسلمان شخص ہوتا ہے، بلکہ تم لوگ یہ کہو: انگوروں کے باغات"

بَابُ لَا يَقُولُ الْمَمْلُوكُ رَبِّي وَرَبَّتِي

باب: مملوک (اپنے آقا کو یہ نہ کہے:) میرا رب

4975 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَحَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي، وَلَا يَقُولَنَّ الْمَمْلُوكُ رَبِّي وَرَبَّتِي، وَلْيَقُلِ الْمَالِكُ فَتَايَ وَفَتَاتِي، وَلْيَقُلِ الْمَمْلُوكُ سَيِّدِي وَسَيِّدَتِي، فَإِنَّكُمُ الْمَمْلُوكُونَ وَالرَّبُّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کوئی شخص یہ نہ کہے: کہ میرا بندہ یا میری بندی، کوئی مملوک یہ نہ کہے: کہ میرا رب یا میری ربہ، مالک کو یہ کہنا چاہیے: میرا جوان یا میری کنیز، اور مملوک کو یہ کہنا چاہیے: میرا آقا یا میری مالکن (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) بے شک تم سب لوگ مملوک ہو اور رب اللہ تعالیٰ ہے"۔

4976 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا يُونُسَ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذَا الْخَبَرِ وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَلْيَقُلْ سَيِّدِي وَمَوْلَايَ

یہی روایت ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، تاہم اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے، (یعنی یہ موقوف روایت ہے) اور اس میں یہ الفاظ ہیں: (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:)

"اسے یہ کہنا چاہیے: میرا سردار اور میرا آقا"۔

4977 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ،

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْلُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ سَيِّدًا فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ

❁❁ عبداللہ بن بریدہ، اپنے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کسی منافق کو سیّد نہ کہو، کیونکہ اگر وہ سیّد ہوا، توتم اپنے پروردگار کو ناراض کردو گے''۔

بَابُ لَا يُقَالُ خَبُثَتْ نَفْسِي

باب: آدمی یہ نہ کہے: میرا نفس خبیث ہوگیا ہے

4978 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي، وَلْيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي

❁❁ ابوامامہ بن سہل اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی شخص یہ ہرگز نہ کہے: میرا نفس خبیث ہوگیا ہے، بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے: میرا نفس تھکاوٹ کا شکار ہوگیا ہے''۔

4979 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ جَاشَتْ نَفْسِي، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''کوئی شخص یہ ہرگز نہ کہے: میرا نفس جوش مارتا ہے، بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے: میرا نفس پریشان ہے''۔

4980 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَشَاءَ فُلَانٌ، وَلٰكِنْ قُولُوا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ

❁❁ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تم لوگ یہ نہ کہو: جو اللہ چاہے اور جو فلاں چاہے، بلکہ تم یہ کہو: جو اللہ چاہے اور پھر جو فلاں چاہے''

4981 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ، عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ خَطِيبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَالَ: قُمْ أَوْ قَالَ: اذْهَبْ فَبِئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ

❁❁ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک خطیب نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں خطبہ دیتے ہوئے کہا:

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی (راوی کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اٹھ جاؤ (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) تم چلے جاؤ، تم برے خطیب ہو"

4982 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْحَذَّاءَ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ رَجُلٍ، قَالَ كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَثَرَتْ دَابَّةٌ، فَقُلْتُ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ: لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَعَاظَمَ حَتّٰى يَكُونَ مِثْلَ الْبَيْتِ، وَيَقُولُ: بِقُوَّتِي، وَلٰكِنْ قُلْ: بِسْمِ اللهِ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَصَاغَرَ حَتّٰى يَكُونَ مِثْلَ الذُّبَابِ

ابوملیح ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا تو اس سواری کو ٹھوکر لگی، تو میرے منہ سے نکلا: شیطان برباد ہو جائے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ نہ کہو: شیطان برباد ہو جائے، کیونکہ جب تم یہ کلمہ کہو گے: تو وہ پھولتا جائے گا اور گھر کی مانند ہو جائے گا، اور وہ یہ کہے گا: میری قوت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، بلکہ تمہیں یہ کہنا چاہیے: میں اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں، کیونکہ جب تم یہ کہو گے: تو وہ چھوٹا ہونا شروع ہو جائے گا، یہاں تک کہ مکھی کی مانند ہو جائے گا"

4983 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتَ وَقَالَ مُوسَى: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: إِذَا قَالَ ذٰلِكَ تَحَزُّنًا لِمَا يَرَى فِي النَّاسِ يَعْنِي فِي أَمْرِ دِينِهِمْ فَلَا أَرَى بِهِ بَأْسًا، وَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهِ وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ فَهُوَ الْمَكْرُوهُ الَّذِي نُهِيَ عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب تم سنو (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) جب کوئی شخص یہ کہے: لوگ ہلاکت کا شکار ہو گئے، تو وہ شخص سب سے زیادہ ہلاکت کا شکار ہو گا"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کوئی شخص لوگوں میں دین کے معاملے میں کمزوری دیکھ کر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہے، تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب وہ خود پسندی کی بناء پر، یا لوگوں کو کمتر سمجھتے ہوئے ایسا کہے، تو وہ یہ ناپسندیدہ صورت ہو گی، جس سے منع کیا گیا ہے۔

بَابٌ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ

باب: اندھیرے کی نماز

4984 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَبِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ

ابْنَ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ، اَلَا وَاِنَّهَا الْعِشَاءُ، وَلٰكِنَّهُمْ يَعْتِمُوْنَ بِالْاِبِلِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمہاری نماز کے نام کے حوالے سے دیہاتی لوگ تم پر غالب نہ آ جائیں، یہ عشاء کی نماز ہے، کیونکہ وہ لوگ اونٹوں کا دودھ دوہنے میں اندھیرا کر دیتے ہیں (اس لیے اسے اندھیرے کی نماز کہتے ہیں)۔

4985 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ مِنْ خُزَاعَةَ: لَيْتَنِي صَلَّيْتُ فَاسْتَرَحْتُ، فَكَاَنَّهُمْ عَابُوا عَلَيْهِ ذٰلِكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَا بِلَالُ اَقِمِ الصَّلَاةَ اَرِحْنَا بِهَا

❀❀ سالم بن ابوجعد ایک شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، اس کا تعلق خزاعہ قبیلے سے تھا، اس شخص نے کہا: کاش میں نماز پڑھ لیتا تو مجھے سکون مل جاتا، اس پر لوگوں نے اس کی بات پر اعتراض کیا، تو اس نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اے بلال! تم نماز کے لیے اقامت کہو اور اس کے ذریعے ہمیں راحت پہنچاؤ''

4986 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، قَالَ: انْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبِي، اِلَى صِهْرٍ لَنَا مِنَ الْاَنْصَارِ نَعُودُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَالَ لِبَعْضِ اَهْلِهِ: يَا جَارِيَةُ ائْتُونِي بِوَضُوءٍ لَعَلِّي اُصَلِّي فَاَسْتَرِيحَ قَالَ: فَاَنْكَرْنَا ذٰلِكَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: قُمْ يَا بِلَالُ فَاَرِحْنَا بِالصَّلَاةِ

❀❀ محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے عبداللہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ہمراہ، ان کے سسرالی عزیزوں کے پاس گیا، جن کا تعلق انصار سے تھا، وہ ان کے ہاں کسی کی عیادت کے لیے گئے تھے، نماز کا وقت ہو گیا، تو گھر والوں سے (یا اپنی بیوی سے) کہا: اے لڑکی! میرے لیے وضو کا پانی لے آؤ، تاکہ میں نماز ادا کر کے راحت حاصل کر لوں۔

راوی کہتے ہیں: ہم نے ان کی اس بات پہ اعتراض کیا: تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اے بلال! تم اٹھو اور نماز کے ذریعے ہمیں راحت پہنچاؤ''

4987 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسِبُ اَحَدًا اِلَّا اِلَى الدِّينِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی، (کسی چیز کی طرف نسبت کرتے ہوئے نہیں سنا،) مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی طرف نسبت کرتے تھے''

بَابُ مَا رُوِيَ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں جو رخصت روایت کی گئی ہے

4988 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ، فَقَالَ: مَا رَأَيْنَا شَيْئًا - أَوْ مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ - وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ میں افواہ پھیل گئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں کوئی چیز نظر نہیں نہیں آئی (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) ہم نے کوئی پریشانی کی چیز نہیں دیکھی، اور ہم نے اسے (گھوڑے) کو سمندر پایا ہے۔

بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي الْكَذِبِ

باب: جھوٹ بولنے کی شدید مذمت

4989 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا، وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے کر جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے، آدمی جھوٹ بولتا ہے، اور جھوٹ بولنے کے درپے رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے کذاب (جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے، سچ کو اختیار کرو، کیونکہ سچ نیکی کی طرف لے کر جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے کر جاتی ہے، جو شخص سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی

4989- إسناده صحيح. وكيع: هو ابن الجراح، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو وائل: هو شقيق بن سلمة. وأخرجه مسلم (2607) (105) عن محمد بن عبد الله بن نمير، عن وكيع، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2607) (105) من طرق عن أبي معاوية، عن الأعمش، به. وأخرجه البخاري (6094)، ومسلم (2607) (103) من طريق منصور، عن أبي وائل، به.

کوشش کرتا رہتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچا لکھ دیا جاتا ہے"۔

4990 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ

❀❀ بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اس شخص کے لیے بربادی ہے، جو بات کرتے ہوئے صرف اس لیے جھوٹ بولتا ہے، تاکہ اس سے لوگوں کو ہنسائے، اس شخص کے لیے بربادی ہے، اس شخص کے لیے بربادی ہے"۔

4991 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ الْعَدَوِيِّ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا، فَقَالَتْ: هَا تَعَالَ أُعْطِيكَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ؟ قَالَتْ: أُعْطِيهِ تَمْرًا، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری والدہ نے مجھے بلایا: اس دن نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف فرما تھے، اس خاتون نے کہا: تم آگے آؤ، تو میں تمہیں کچھ دوں، تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے دریافت کیا: تم اسے کیا دینے کا ارادہ رکھتی ہو؟ تو اس نے عرض کی: میں اسے کھجور دوں گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں، تو تمہارا جھوٹ نوٹ کیا جاتا۔

4992 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، قَالَ: ابْنُ حُسَيْنٍ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَذْكُرْ حَفْصٌ أَبَا هُرَيْرَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يُسْنِدْهُ إِلَّا هَذَا الشَّيْخُ يَعْنِي عَلِيَّ بْنَ حَفْصٍ الْمَدَائِنِيَّ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو آگے بیان کردے"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حفص نامی راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا، اس روایت کو صرف اس بزرگ نے سند کے ساتھ (مرفوع روایت کے ساتھ نقل کیا ہے) یعنی علی بن حفص مدائنی نے۔

بَابٌ فِي حُسْنِ الظَّنِّ

باب: اچھا گمان رکھنا

4993- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ مُهَنَّا أَبِي شِبْلٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ أَفْهَمْهُ مِنْهُ جَيِّدًا عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ وَاسِعٍ، عَنْ شُتَيْرٍ، قَالَ: نَصْرٌ ابْنُ نَهَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - قَالَ نَصْرٌ - عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مُهَنَّا ثِقَةٌ بَصْرِيٌّ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اچھا گمان رکھنا' عبادت کے حسن کا حصہ ہے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مہنا' نامی راوی ثقہ ہے اور بصرہ کا رہنے والا ہے۔

4994- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ صَفِيَّةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا، فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا، فَحَدَّثْتُهُ وَقُمْتُ، فَانْقَلَبْتُ، فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، فَخَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا أَوْ قَالَ: شَرًّا

❀❀ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ' سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کیا ہوا تھا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے رات کو حاضر ہوئی، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کرتی رہی، پھر میں جانے کے لیے اٹھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجھے رخصت کرنے کے لیے کھڑے ہوگئے (راوی کہتے ہیں:) سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے احاطے میں تھی (مسجد کے دروازے کے پاس پہنچے) تو وہاں سے انصار کے دو افراد گزر رہے تھے، جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاتون کو دیکھا) تو وہ تیزی سے گزرنے لگے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر جاؤ! یہ صفیہ بنت حیی ہے (یعنی میری بیوی ہے) ان دونوں نے عرض کی: سبحان اللہ! یارسول اللہ! (بھلا ہم ایسا سوچ سکتے ہیں؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان' انسان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ کہیں تمہارے دل میں

4993- إسناده ضعيف لجهالة حال شتير بن نهار -ويقال: سمير. وكذا جاء عند الترمذي في روايته الآتي تخريجها. وأخرجه الترمذي (3927) من طريق صدقة بن موسى، عن محمد بن واسع، بهذا الإسناد. وقال: هذا حديث غريب من هذا الوجه. وهو في "مسند أحمد" (7956)، و"صحيح ابن حبان" (631).

کوئی چیز نہ ڈال دے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کوئی خرابی نہ ڈال دے۔

بَابٌ فِي الْعِدَةِ

باب: وعدہ پورا کرنا

4995 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ، عَنْ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ، وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَفِيَ لَهُ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ

❁❁ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص اپنے بھائی کے ساتھ کوئی وعدہ کرے اور اس کی نیت ہو کہ وہ اسے پورا کرے گا، اور پھر وہ اسے پورا نہ کر سکے اور طے شدہ مدت میں نہ آئے، تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا''۔

4996 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ بُدَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْحَمْسَاءِ قَالَ: بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعٍ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ وَبَقِيَتْ لَهُ بَقِيَّةٌ فَوَعَدْتُهُ أَنْ آتِيَهُ بِهَا فِي مَكَانِهِ، فَنَسِيتُ، ثُمَّ ذَكَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، فَجِئْتُ فَإِذَا هُوَ فِي مَكَانِهِ، فَقَالَ: يَا فَتًى، لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ، أَنَا هَاهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ أَنْتَظِرُكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى: هٰذَا عِنْدَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰكَذَا بَلَغَنِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَلَغَنِي أَنَّ بِشْرَ بْنَ السَّرِيِّ، رَوَاهُ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن ابوحمساء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سودا کیا تھا، جس میں سے کچھ ادائیگی رہ گئی تھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کیا کہ میں فلاں جگہ پر آپ کے پاس آ جاؤں گا، پھر میں یہ بات بھول گیا، تین دن بعد مجھے یہ بات یاد آئی، میں وہاں آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوان! تم نے مجھے مشقت کا شکار کیا ہے، میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن یحییٰ نامی راوی کہتے ہیں: ہمارے نزدیک یہ راوی عبدالکریم بن عبداللہ بن شقیق ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھ تک یہ روایت بھی پہنچی ہے، بشر بن سری نے یہ روایت عبدالکریم بن عبداللہ بن شقیق سے نقل کی ہے۔

بَابٌ فِي الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يُعْطَ

باب: جو خود کو، کسی ایسی چیز کے ذریعے سیر ظاہر کرے، جو اسے نہ دی گئی ہو

4997 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَةً - تَعْنِي ضَرَّةً - هَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ لَهَا بِمَا لَمْ يُعْطِ زَوْجِي، قَالَ: الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ

ترجمہ: سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! میری ایک پڑوسن ہے اس خاتون کی مراد یہ تھی: میری ایک سوکن (سوتن) ہے، تو کیا مجھ پر گناہ ہوگا کہ اگر میں اس کے سامنے خود کو کسی ایسی چیز کے حوالے سے سیر ظاہر کروں، جو میرے شوہر نے مجھے نہیں دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز نہ دی گئی ہو، اس کے حوالے سے سیر ظاہر کرنے والا شخص، دوہرے جھوٹے کی مانند ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمِزَاحِ

باب: مزاح کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4998 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ احْمِلْنِي، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا حَامِلُوكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ قَالَ: وَمَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے سواری کے لیے کچھ دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دیں گے، اس نے عرض کی: اونٹنی کے بچے کے ساتھ میں کیا کروں گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کو اونٹنی ہی جنم دیتی ہے"

4999 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا، فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا، وَقَالَ: أَلَا أَرَاكِ تَرْفَعِينَ صَوْتَكِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجِزُهُ، وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُغْضَبًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ؟ قَالَ: فَمَكَثَ أَبُو بَكْرٍ أَيَّامًا، ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا، فَقَالَ لَهُمَا: أَدْخِلَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَدْخَلْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا

ر ترجمہ) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اندر آنے کی اجازت
مانگی، انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سنی، جب وہ اندر آئے، تو وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھے، تا کہ انہیں تھپڑ رسید
کریں، انہوں نے کہا: کیا تم اللہ کے رسول کے سامنے اپنی آواز بلند کر رہی ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکڑ لیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
غصے کے عالم میں تشریف لے گئے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھا میں نے تمہیں کیسے اس سے
بچا لیا، کچھ دن بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی، اس دوران ان دونوں کی صلح ہو چکی تھی،
تو انہوں نے ان دونوں سے کہا: آپ اپنی صلح میں مجھے اسی طرح اندر آنے دیں، جس طرح اپنی لڑائی میں آنے دیا تھا، تو نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ایسا ہی کرتے ہیں، ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

5000 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَلَاءِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ
عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ وَقَالَ: ادْخُلْ فَقُلْتُ: أَكُلِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:
كُلُّكَ فَدَخَلْتُ

ترجمہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا، آپ اس وقت چمڑے کے بنے ہوئے خیمے میں موجود تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب
دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اندر آ جاؤ! میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا پورا (اندر آ جاؤں؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پورے
(اندر آ جاؤ!) تو میں اندر آ گیا۔

5001 - حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ قَالَ: إِنَّمَا قَالَ:
أَدْخُلُ كُلِّي مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: خیمہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے انہوں نے یہ کہا تھا: کیا میں پورا اندر آ جاؤں؟

5002 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "اے دو کانوں والے!"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ میل جول میں مزاح فرماتے تھے، چنانچہ
میرا ایک چھوٹا بھائی تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے یا ابا عمیر ما فعل النغیر اے ابو عمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی؟
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ ایک شخص جنگل کے رہنے والے جن کا نام زاہر بن حرام تھا، وہ جب حاضر خدمت ہوتے جنگل کے ہدایا سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہری سامان خورد ونوش کا ان کو عطا فرماتے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی تعلق تھا زاہر کچھ بدشکل بھی تھے ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے ان کی کولی (جپھی) اس طرح بھری کی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے انہوں نے کہا ارے کون ہے مجھے چھوڑ دے لیکن جب کن انکھیوں وغیرہ سے دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ملنے لگے (کہ جتنی دیر بھی تلبس رہے ہزاروں نعمتوں اور لذتوں سے بڑھ کر ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے؟ زاہر نے عرض کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے فروخت فرمادیں تو کھوٹا اور قیمت پائیں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو یا یہ فرمایا کہ بیش قیمت ہو۔

حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرما دیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ مجھے جنت میں داخل فرمادے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہوسکتی وہ عورت رونے لگی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ جل شانہ سب اہل جنت عورتوں کو نوعمر کنواریاں بنادیں گے اور حق تعالیٰ جل شانہ کے اس قول انا انشانٰھن انشاء فجعلنٰھن ابکارا۔ الایۃ میں اس کا بیان ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے۔ یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔ (بیان القرآن) یعنی ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں صحبت کے بعد پھر کنواریاں بن جاتی ہیں۔

مزاح کا شرعی حکم

ہماری شریعت تمام امور میں اعتدال پسند واقع ہوئی ہے، لہٰذا مزاح اور خوش طبعی میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ موقع اور محل کی مناسبت سے احیاناً مزاح مباح بلکہ مستحب ہے۔ تو اس کی کثرت اور اس پر مداومت مذموم قرار دی گئی ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: اعلم ان المزاح المنهى عنه هو الذى فيه افراط ويداوم عليه فانه يورث الضحك وقسوة القلب ويشغل عن ذكر الله والفكر فى مهمات الدين ويؤول فى كثير من الاوقات الى الايذاء ويورث الاحقاد ويسقط المهابة والوقار فاما من سلم من هذه الامور فهو المباح الذى كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله على الندرة لمصلحة تطييب نفس المخاطب ومؤانسة وهو سنة مستحبة (مرقاۃ ج ۸ ص ۶۱۷)

جان لو کہ مزاح وہ ممنوع ہے جو حد سے زیادہ ہو اور اس پر مداومت کی جائے کیونکہ یہ بہت زیادہ ہنسنے اور دل کے سخت ہونے کا باعث ہے، ذکر الٰہی سے غافل کر دیتا ہے اور اہم دینی امور میں غور و فکر سے باز رکھتا ہے۔ بسا اوقات ایذا رسانی تک پہنچاتا ہے۔ بغض و عناد پیدا کرتا ہے رعب و داب ختم ہو جاتا ہے لیکن جو شخص ان امور سے محفوظ ہو تو اس کے لئے مباح ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار کسی مصلحت کے پیش نظر مخاطب کو بے تکلف اور مانوس بنانے کے لئے انجام دیا اور یہ سنت مستحبہ ہے۔

بَابُ مَنْ يَأْخُذُ الشَّيْءَ عَلَى الْمِزَاحِ

باب: جو شخص مذاق میں کوئی چیز حاصل کرے

5003 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا يَأْخُذَنَّ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ أَخِيهِ لَاعِبًا، وَلَا جَادًّا وَقَالَ سُلَيْمَانُ: لَعِبًا وَلَا جِدًّا وَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيهِ فَلْيَرُدَّهَا لَمْ يَقُلِ ابْنُ بَشَّارٍ: ابْنَ يَزِيدَ وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ عبداللہ بن سائب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے بارے میں یہ نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"کوئی شخص اپنے بھائی کی کوئی چیز ہنسی مذاق یا سنجیدگی سے ہرگز حاصل نہ کرے"

سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "کھیل کود کے طور پر یا سنجیدگی کے طور پر بھی حاصل نہ کرے" (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) "جو شخص اپنے بھائی کا عصا لیتا ہے، تو وہ اُسے بھی واپس کر دے"

ابن یسار نامی راوی نے ابن یزید نامی راوی کے یہ الفاظ نقل نہیں کیے اور انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

5004 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُمْ كَانُوا يَسِيرُونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَانْطَلَقَ بَعْضُهُمْ إِلَى حَبْلٍ مَعَهُ فَأَخَذَهُ، فَفَزِعَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا

❁❁ عبدالرحمن بن ابو لیلیٰ بیان کرتے ہیں: حضرت محمد ﷺ کے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بیان کی: وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، ایک شخص ان میں سے اکیلا رہ گیا، ان میں سے دوسرا شخص رسی لینے گیا، جو اس کے پاس تھی، اس نے اسے لیا، تو وہ شخص گھبرا گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''کسی بھی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بھی مسلمان کو خوفزدہ کرے''

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُتَشَدِّقِ فِي الْكَلَامِ

باب: تکلف کے ساتھ بات چیت کرنا

5005 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الْبَاهِلِيُّ، وَكَانَ يَنْزِلُ الْعَوَقَةَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ ابْنُ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ تَخَلُّلَ الْبَاقِرَةِ بِلِسَانِهَا

(ح) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے ناراض ہوتا ہے، جو بلاغت کے ساتھ یوں گفتگو کرتا ہے کہ اپنی زبان کو موڑ لیتا ہے، جس طرح گائے اپنی زبان کو موڑ لیتی ہے''۔

5006 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهِ قُلُوبَ الرِّجَالِ، أَوِ النَّاسِ، لَمْ يَقْبَلِ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

(ح) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اس لیے گفتگو کا فن سیکھے تاکہ اس کے ذریعے مردوں (راوی کو شک ہے، یا شاید یہ الفاظ ہیں) لوگوں کے دل قید کر لے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کرے گا''۔

5007 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ، فَخَطَبَا، فَعَجِبَ النَّاسُ - يَعْنِي لِبَيَانِهِمَا - فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا أَوْ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرٌ

(ح) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مشرق کی طرف سے دو آدمی آئے، انہوں نے خطاب کیا، تو لوگوں کو ان کا بیان بہت پسند آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ''بیانوں میں سے بعض جادو ہوتے ہیں''۔

5008 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْبَهْرَانِيُّ، أَنَّهُ قَرَأَ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ وَحَدَّثَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ابْنُهُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ظَبْيَةَ، أَنَّ عَمْرَو ابْنَ الْعَاصِ، قَالَ: يَوْمًا - وَقَامَ رَجُلٌ فَأَكْثَرَ الْقَوْلَ - فَقَالَ عَمْرٌو: لَوْ قَصَدَ فِي قَوْلِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُ،

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَقَدْ رَأَيْتُ، أَوْ أُمِرْتُ، أَنْ أَتَجَوَّزَ فِي الْقَوْلِ، فَإِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَيْرٌ

ابوظبیہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے طویل گفتگو کی تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ اپنے کلام میں میانہ روی اختیار کرتا، تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر تھا، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "میری یہ رائے ہے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں درمیانی گفتگو کروں، کیونکہ میانہ روی ُ بھلائی ہوتی ہے"

بَابُ مَا جَاءَ فِي الشِّعْرِ

باب: شاعری کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

5009 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: بَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ: وَجْهُهُ أَنْ يَمْتَلِئَ قَلْبُهُ حَتَّى يَشْغَلَهُ عَنِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ، فَإِذَا كَانَ الْقُرْآنُ وَالْعِلْمُ الْغَالِبَ فَلَيْسَ جَوْفُ هٰذَا عِنْدَنَا مُمْتَلِئًا مِنَ الشِّعْرِ، وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا، قَالَ: كَأَنَّ الْمَعْنَى أَنْ يَبْلُغَ مِنْ بَيَانِهِ أَنْ يَمْدَحَ الْإِنْسَانَ فَيَصْدُقَ فِيهِ حَتَّى يَصْرِفَ الْقُلُوبَ إِلَى قَوْلِهِ، ثُمَّ يَذُمَّهُ فَيَصْدُقَ فِيهِ حَتَّى يَصْرِفَ الْقُلُوبَ إِلَى قَوْلِهِ الْآخَرِ، فَكَأَنَّهُ سَحَرَ السَّامِعِينَ بِذٰلِكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "کسی شخص کا پیٹ ُ پیپ سے بھر جائے ، یہ اس کے حق میں، اس سے زیادہ بہتر ہے، کہ وہ شعر سے بھر جائے"

ابوعلی کہتے ہیں: ابوعبید کے بارے میں مجھے یہ بات پتا چلی ہے، وہ یہ فرماتے ہیں: اس کی صورت یہ ہے کہ اس کا ذہن شعر سے یوں بھر جائے، کہ وہ اسے قرآن اور اللہ کے ذکر سے غافل کر دے، تو جب قرآن اور علم غالب ہوں، تو اس وقت ہمارے نزدیک آدمی کا ذہن شعر سے بھرا ہوا شمار نہیں ہوگا، اور روایت کے یہ الفاظ "بعض بیان جادو ہوتے ہیں" اس کا مطلب یہ ہے: کہ کچھ لوگوں کا بیان ُ کسی آدمی کی مدح سرائی پر ہو، اور وہ اس قدر عمدگی سے کی جائے ، کہ لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہو جائیں اور جب آدمی کسی کی مذمت کرے تو یوں کرے کہ لوگ اس کی دوسری بات کے پیچھے چل پڑیں، تو گویا ایسے شخص نے اپنے سننے والوں پر جادو کر دیا۔

5010 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا

5009- إسناده صحيح. أبو الوليد الطيالسي: هو هشام بن عبد الملك، وأبو صالح: هو ذكوان السمان. وأخرجه البخاري (6155)، ومسلم (2257) (7)، وابن ماجه (3759)، والترمذي (3065) من طرق عن الأعمش، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (7874)، و"صحيح ابن حبان" (5777) و (5779).

أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"بعض شعر حکمت ہوتے ہیں"۔

5011 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا، وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں: ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور گفتگو کرنے لگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض بیان جادو ہوتے ہیں اور بعض شعر حکمت آموز ہوتے ہیں۔

5012 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ النَّحْوِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَخْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا، وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا، وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا، وَإِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا

فَقَالَ صَعْصَعَةُ بْنُ صُوحَانَ: صَدَقَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا فَالرَّجُلُ يَكُونُ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَهُوَ أَلْحَنُ بِالْحُجَجِ مِنْ صَاحِبِ الْحَقِّ، فَيَسْحَرُ الْقَوْمَ بِبَيَانِهِ فَيَذْهَبُ بِالْحَقِّ، وَأَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا فَيَتَكَلَّفُ الْعَالِمُ إِلَى عِلْمِهِ مَا لَا يَعْلَمُ فَيُجَهِّلُهُ ذٰلِكَ، وَأَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا فَهِيَ هٰذِهِ الْمَوَاعِظُ، وَالْأَمْثَالُ الَّتِي يَتَّعِظُ بِهَا النَّاسُ، وَأَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا فَعَرْضُكَ كَلَامَكَ وَحَدِيثَكَ عَلَى مَنْ لَيْسَ مِنْ شَأْنِهِ وَلَا يُرِيدُهُ

صخر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"بے شک بعض بیان جادو ہوتے ہیں اور کچھ علم جہالت ہوتے ہیں، بعض شعر حکمت ہوتے ہیں اور کچھ باتیں صرف بوجھ ہوتی ہیں"۔

صعصعہ بن صوحان فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا تعلق ہے "بعض بیان جادو ہوتے ہیں" تو کوئی شخص ایسا ہوتا ہے، جس کے ذمے دوسرے کا کوئی حق ہوتا ہے، لیکن وہ حق دار کے مقابلے میں دلیل پیش کرنے میں زیادہ چرب زبان ہوتا ہے، تو وہ سننے والے کو اپنی گفتگو کے ذریعے مسحور کر لیتا ہے اور حق کو حاصل کر لیتا ہے۔

جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا تعلق ہے: "بعض بیان جادو ہوتے ہیں اور بعض علم جہالت ہوتے ہیں" تو بعض

اوقات کوئی عالم ان چیزوں کے بارے میں تکلف سے بات کرتا ہے، جس کا اسے علم نہیں ہوتا، تو اس طرح وہ اپنے آپ کو جاہل قرار دیتا ہے۔

جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا تعلق ہے "بعض شعر حکمت ہوتے ہیں" تو یہ وہ اشعار ہوتے ہیں، جو وعظ و نصیحت اور مثالوں پر مبنی ہوتے ہیں، جن کے ذریعے لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

جہاں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا تعلق ہے: "بعض اقوال وزن ہوتے ہیں" تو اس کی صورت یہ ہے کہ آپ اپنا کلام ایسے شخص کے سامنے کریں، جس کا وہ مزاج نہ ہو یا وہ خواہش مند نہ ہو"

5013 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: مَرَّ عُمَرُ بِحَسَّانَ وَهُوَ يُنْشِدُ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَحَظَ إِلَيْهِ فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ

❁❁ سعید بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، جو مسجد میں شعر سنا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں گھور کر دیکھا، تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس (مسجد) میں اس وقت بھی شعر سنایا کرتا تھا، جب یہاں وہ صاحب موجود ہوتے تھے، جو آپ سے بہتر تھے (یعنی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایسا کرتا تھا)

5014 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِمَعْنَاهُ زَادَ فَخَشِيَ أَنْ يَرْمِيَهُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَازَهُ

❁❁ سعید بن مسیب، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں: جس میں یہ الفاظ زائد ہیں: تو حضرت عمر کو یہ اندیشہ ہوا، کہیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حضرت حسان پر الزام عائد نہ کر دیں، تو انہوں نے اس کی اجازت دیدی"

5015 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيصِيُّ لُوَيْنٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ، وَهِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ فَيَقُومُ عَلَيْهِ يَهْجُو مَنْ قَالَ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ مَعَ حَسَّانَ مَا نَافَحَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھواتے تھے، وہ اس پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کو ہجو کیا کرتے تھے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بولتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک روح القدس اس وقت تک حسان کے ساتھ ہوتا ہے، جب تک یہ اللہ کے رسول کی طرف سے جواب دیتا رہتا ہے"

5016 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ،

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: ﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ﴾ (الشعراء: 224) فَنَسَخَ مِنْ ذٰلِكَ وَاسْتَثْنَى فَقَالَ: ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا﴾ (الشعراء: 227)

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''شاعروں کی پیروی بھٹکے ہوئے لوگ کرتے ہیں''

تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ قرار دیا اور اس میں اس بات استثناء کرلیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''سوائے ان لوگوں کے، جو ایمان لائے، انہوں نے نیک اعمال کیے اور اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کیا''

شعراء سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

۱۔ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانی میں دو آدمیوں (یعنی دو شاعروں) باہم ہجو کا مقابلہ کیا ایک انصاری تھا اور دوسرا کسی اور قبیلہ سے تھا دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھیوں میں کچھ بے وقوف قسم کے لوگ تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی آیت'' والشعراء یتبعھم الغاون '' الآیات۔ ابن جریر نے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح روایت کیا۔

۲۔ ابن ابی حاتم نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں دو شاعروں نے باہم ہجو کا مقابلہ کیا اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی جماعتیں تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی آیت'' والشعراء یتبعھم الغاون'' (یعنی شاعروں کی راہ پر بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔

۳۔ ابن سعد وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن عساکر نے عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت'' والشعراء'' سے لے کر آیت'' مالا یفعلون'' تک نازل ہوئی تو عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا یارسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیات کو نازل فرمایا آیت'' الا الذین امنوا وعملوا الصلحت'' لے کر آیت'' ینقلبون'' تک۔

۴۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابوداؤد فی ناسخہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابوحسن سالم البراد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا جب پہلی آیات'' الشعراء'' سے نازل ہوئی تو عبداللہ بن رواحہ کعب بن مالک اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور وہ رو رہے تھے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ وہ جانتے کہ ہم بھی شعراء ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیت کو نازل فرمایا آیت'' الا الذین امنوا وعملوا الصلحت'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوایا اور ان پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اسلامی شعراء کے لیے تسلی

۵۔ عبد بن حمید والحاکم نے ابوالحسن مولی بنی نوفل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عبداللہ بن رواحہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب پہلی آیت'' والشعراء'' نازل ہوئی اور وہ دونوں روتے ہوئے یہ آیت پڑھ

رہے تھے آیت ''والشعراء یتبعھم'' یہاں تک پہنچے آیت ''الا الذین اٰمنوا و عملوا الصلحت'' آپ نے فرمایا وہ تم ہو آیت ''وذکروا اللہ کثیرا'' پھر فرمایا وہ تم ہو آیت ''وانتصروا من بعد ماظلمو'' اور فرمایا وہ تم ہو آیت ''وسیعلم الذین ظلمو ای منقلب ینقلبون'' سے مراد کفار ہیں۔

٦۔ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ''یتبعھم الغاوٗن'' میں الغاوٗن سے مراد کفار ہیں۔ جنوں اور انسانوں میں سے گمراہوں کی اور آیت ''کل واد یھیمون'' یعنی وہ ہر بیہودہ کام میں گھس جاتے ہیں آیت ''وانھم یقولون مالا یفعلون'' یعنی وہ اکثر ایسی باتیں کرتے ہیں جو کرتے نہیں اور ان کو جھٹلایا جاتا ہے پھر اس میں استثناء کرتے ہوئے فرمایا آیت ''الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحات واذکروا اللہ کثیرا'' یعنی وہ اپنے کلام میں کثرت سے ذکر کرنے والے ہیں آیت ''وانتصروا من بعد ما ظلموا'' یعنی وہ کفار کے جواب دیتے ہیں جب وہ مسلمانوں کی ہجو کرتے ہیں

٧۔ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ''والشعراء'' سے مراد مشرک ہیں جو نبی ﷺ کا پیچھا کرتے تھے آیت ''یتبعھم الغاوٗن'' یعنی سرکش جنات آیت ''فی کل واد یھیمون'' یعنی کلام کے ہر فن میں کچھ حصہ لیتے ہیں پھر اس میں استثنا کرتے ہوئے فرمایا آیت '''الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت'' اس سے مراد حسان بن ثابت عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں کہ یہ شعراء نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف ہجو کا جواب دیتے ہیں۔

٨۔الفریابی وابن جریر وابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ''والشعراء یتبعھم الغاوٗن'' کو منسوخ کر دیا گیا اور اس سے استثنا کرتے ہوئے فرمایا آیت ''الا الذین آمنوا وعملو الصلحت وذکروا اللہ کثیرا'' مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا۔

١٠۔ابن مردویہ وابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ''الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیرا'' سے مراد ہیں ابوبکر وعمر، علی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔

٢١۔احمد والبخاری فی تاریخہ وابویعلی وابن مردویہ نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شعراء کے بارے میں جو کچھ اتارا ہے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بلا اشبہ مومن جہاد کرتا ہے اپنی تلوار سے اور اپنی زبان سے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے گویا وہ ایسے چہروں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں جو تیر کی طرح پکے ہوئے ہیں۔

١٢۔ابن ابی شیبہ واحمد نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اس درمیان کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے اچانک ایک شاعر شعر کہتا ہوا آگے آیا نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہوا ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ واشعروں سے بھرا ہوا ہو۔

۱۳۔ الدیلمی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا کہ وہ شعراء جو اسلام کی حالت میں فوت ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیں گے کہ وہ شعر کہیں جیسے جنت میں ان کی بیویاں جو حور عین ہوں گی۔ گائیں گی اور جو شعراء حالت شرک میں مر گئے وہ جہنم میں ہلاکت کو پکاریں گے۔

بعض شعر حکمت بھرے ہوتے ہیں

۱۴۔ ابن مردویہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ بعض شعر حکمت ہیں اور آپ کے پاس قرظہ بن کعب عبداللہ بن رواحہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا ہم شعر کہتے ہیں اور یہ آیت نازل ہوئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پڑھو آیت ''والشعراء'' سے لے کر آیت ''الا الذین امنوا وعملوا الصلحت'' تک پھر آپ نے فرمایا یہ تم ہی ہو آیت ''وذکروا اللہ کثیرا'' اور یہ بھی تم ہی ہو آیت ''وانتصروا من بعد ماظلموا'' اور فرمایا یہ بھی تم ہی ہو۔

۱۵۔ الفریابی وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت ''والشعراء یتبعھم الغاون'' سے مراد ہے جنات میں سے نافرمان لوگ۔

۱۷۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت ''والشعراء یتبعھم الغاون'' سے مراد ہے شیاطین آیت ''الم تر انھم فی کل واد یھیمون'' یعنی وہ تعریف کرتے ہیں کسی قوم کی ناحق اور کسی قوم کی برائی بیان کرتے ہیں ناحق۔

۱۸۔ الفریابی وابن جریر وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا آیت ''والشعراء یتبعھم الغاون'' سے مراد ہے شیاطین۔ آیت ''الم تر انھم فی کل واد یھیمون'' یعنی وہ گفتگو کرتے ہیں آیت ''الا الذین امنوا وعملوا الصلحت'' سے مراد ہیں عبداللہ بن رواحہ اور ان کے ساتھی۔

۱۹۔ عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت ''الا الذین امنو وعملو الصلحت یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے شعراء اور دوسروں کا استثناء ہے آیت ''وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ماظلموا'' بعض قراءتوں میں آیت ''من بعد ما ظلموا'' کی بجائے آیت ''بمثل ماظلموا'' ہے یہ آیت انصار کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کفار کی ہجو کا جواب دیا ان میں سے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ آیت ''وسیعلم الذین ظلموا'' یعنی عنقریب جان لیں گے شعراء میں اور ان کے غیر میں سے آیت ''ای منقلب ینقلبون'' کہ ان کو کسی بری جگہ لوٹ کر جانا ہے۔

۲۰۔ ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے آیت ''الا الذین امنوا وعملوا الصلحت'' کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت عبداللہ بن رواحہ اور انصار کے شعراء کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲۱۔ ابن سعد وابن ابی شیبہ نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضی

اللہ عنہ کو فرمایا کہ مشرکین کی ہجو کرو کیونکہ جبرئیل تیرے ساتھ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مدافعت میں اشعار

۲۲۔ ابن سعد نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ پوچھا گیا یا رسول اللہ سفیان بن حرث بن عبدالمطلب آپ کی ہجو کرتا ہے ابن رواحہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس کی ہجو کرنے کی اجازت دیجیے آپ نے فرمایا تو وہی ہے جو تو کہتا ہے ثبت اللہ عبداللہ نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ میں نے کہا

ثبت اللہ ما اعطاك من احسن تثبيت موسیٰ ونصر مثل ما نصرا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو اچھائیاں عطا فرمائیں اسی ہی طرح قائم رکھے جس طرح موسیٰ (علیہ السلام) کو قائم رکھا اور اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے جیسے اس نے موسیٰ (علیہ السلام) کی مدد کی۔ اور فرمایا کہ تو بھی وہی ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس طرح معاملہ کرے گا پھر کعب رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس بارے میں اجازت دیجیے رسول اللہ ﷺ اور نکالا اپنی کالی زبان کو اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے اور نکالا اپنی کالی زبان کو اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس چیز کی اجازت دیجیے آپ نے فرمایا ابوبکر کے پاس جاؤ وہ تم کو قوم کے واقعات بتائے گا ان کی ہجو کرو جبرئیل (علیہ السلام) تیرے ساتھ ہیں۔

۲۳۔ ابن سعد نے ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جبرئیل (علیہ السلام) نے مدد فرمائی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ان ستر اشعار میں جو انہوں نے نبی ﷺ کی تعریف میں کہے۔

۲۴۔ ابن سعد واحمد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے اور وہ مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ نے ان کو دیکھا اور حضرت حسان بن ثابت نے بھی آپ کو دیکھا حضرت حسان نے عرض کیا میں اس مسجد میں شعر پڑھا کرتا تھا جبکہ اس مسجد میں وہ ہستی تھی جو آپ سے بہتر تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے پھر حسان رضی اللہ عنہ ابوہریرہ رضی نہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تجھ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ تو میری طرف سے جواب دے اے اللہ روح القدس یعنی جبرئیل (علیہ السلام) کے ساتھ اس کی مدد فرما ابوہریرہ نے فرمایا ہاں (میں نے سنا ہے)

اشعار کے ذریعہ کفار کی مذمت

۲۵۔ ابن سعد نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات فرمایا اور صحابہ سفر میں تھے کہ حسان بن ثابت کہاں ہے حسان نے سن کر کہا لبيك وسعديك میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا حدی کے اشعار پڑھو۔ تو انہوں نے شعر پڑھنا شروع کیے اور آپ توجہ سے سننے لگے یہاں تک کہ حسان فارغ ہو گئے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ان مشرکین کے لیے قبروں سے زیادہ سخت ہیں۔

۲۶۔ ابن عساکر نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ سے فرمایا شعر کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ ایک چیز ہوتی ہے جو آدمی کے سینے میں کھٹکتی ہے تو وہ اس کو زبان پر لاتا ہے۔ شعر کی صورت میں۔

۲۷۔ابن سعد نے مدرک بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو شعر کہتا ہے تو تو کس طرح شعر کہتا ہے گویا کہ وہ اس پر تعجب فرما رہے تھے میں نے عرض کیا میں اس میں غور وفکر کرتا ہوں پھر کہتا ہوں پھر آپ نے فرمایا تجھ پر لازم ہے مشرکین کے بارے میں کہا کرو۔ ۲۸۔ابن سعد نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون حفاظت کرے گا مسلمانوں کی عزت کی۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا میں بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون اچھا شعر کہتا ہے حسان بن ثابت نے فرمایا میں اچھے شعر کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان مشرکوں کی ہجو بیان کر کیونکہ روح القدس یعنی جبرئیل عنقریب تیری مدد کرے گا۔

۲۹۔ابن منذر نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب قوم اپنے ہتھیاروں کے ساتھ دفاع کرے تو ان کی زبانیں زیادہ حق دار ہیں کہ ان کے ذریعہ بھی حفاظت کریں ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میں زبان سے مدد کروں گا۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے ناممکن ہے۔ یعنی تو اس لائق نہیں وہ بیٹھ گیا پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو وہ بھی بیٹھ گیا حسان کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی بات خوش نہیں کرے گی صنعا اور بصری کے درمیان اور بلاشبہ میں نے کسی قوم کی ہجو نہیں کی اور ہجو ان پر زیادہ شدید ہے اس چیز سے جو وہ اس کو پہنچاتے ہیں مجھے کسی ایسے آدمی کے بارے میں حکم دیجیے جو ان کے واقعات اور ان کے خاندان والوں کے بارے میں آگاہ ہو کہ میں ان کے متعلق اپنی زبان استعمال کروں تو آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف حکم فرمایا۔

۳۰۔ابن سعد نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ کفار قریش میں سے تین آدمیوں ابوسفیان بن حرث عمرو بن عاص اور ابن زہری نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہ کی ہجو کی ایک کہنے والے نے علی سے کہا ان لوگوں کی ہجو کرو جنہوں نے ہماری ہجو کی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھ کو رسول اللہ ﷺ اجازت دیں تو میں ایسا کرلوں گا اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! علی کو اجازت دیجیے تا کہ وہ ہماری طرف سے ہجو کریں اس قوم کی جنہوں نے ہماری ہجو کی آپ نے فرمایا یہ مناسب نہیں پھر آپ نے انصار سے فرمایا کس چیز نے منع کیا اس قوم کو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی اپنے ہتھیاروں اور اپنی جانوں کے ساتھ کہ وہ اس کی مدد کریں اپنی زبانوں کے ساتھ؟ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس کام کے لیے حاضر ہوں۔ یا رسول اللہ! آپ نے اپنی زبان کا کنارہ پکڑا اور عرض کیا ان کے بارے میں گفتگو سے بڑھ کر مجھے بات بصری اور صنعاء کے درمیان خوش نہ کرے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تم کس طرح ان کی ہجو کرو گے اور میں بھی ان کے خاندان سے ہوں تو انہوں نے عرض کیا کہ میں ان میں سے آپ کو ایسے نکال لوں گا جیسے بال کو گندھے ہوئے آٹے میں سے نکالا جاتا ہے اور قریش کی ہجو انصار میں سے تین آدمی کرتے تھے اور ان کو جواب دیتے تھے حسان بن ثابت کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حسان اور کعب رضی اللہ عنہ ان کا مقابلہ انہیں کے اشعار جیسے اشعار میں کرتے تھے یعنی واقعات اور جنگوں سے اور اعلیٰ اوصاف کے ساتھ ان کو عار دلاتے تھے اور ابن رواحہ ان کو عار دلاتے تھے ان کے کفر پر ہونے پر اور ان کو کفر وشرک کی طرف منسوب کرتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ ان میں کوئی چیز کفر سے زیادہ بری نہیں ہے جب تک وہ مسلمان نہ ہوتے تھے اور ان کے لیے حضرت

حسان اور کعب رضی اللہ عنہ کا قول زیادہ سخت ہوتا تھا اور ان پر سب سے زیادہ ابن رواحہ کا قول ہلکا ہوتا تھا قریش مسلمان ہو گئے اور اسلام کو سمجھ لیا تو ان پر زیادہ سخت قول ابن رواحہ کا قول ہوتا تھا۔

۳۱۔ ابن ابی شیبہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بعض شعر حکمت ہیں۔

۳۲۔ ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ بے شک بعض شعر حکمت ہیں۔

۳۳۔ ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ بعض شعر حکمت ہیں اور بعض بیان جادو ہیں۔

۳٤۔ ابن ابی حاتم نے فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے آیت ”وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون“ کے بارے میں روایت کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں کو برباد کرتے ہیں۔

۳۵۔ احمد نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم حبشہ کو چھوڑے رکھو جب تک وہ چھوڑے رکھیں۔ کیونکہ کعبہ کا خزانہ حبشہ کا چھوٹی پنڈلیوں والا نکالے گا۔

۳٦۔ ابن ابی شیبہ والحاکم وصححہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی رکن اور مقام کے درمیان بیعت لے گا۔ اس بیعت کو کوئی حلال نہیں کرے گا مگر یہاں کے رہنے والے ہی اسے حلال کریں گے۔ جب وہ لوگ اس بیعت کو حلال جانیں گے تو مت سوال کر عرب کی ہلاکت کے بارے میں پھر حبشی آئیں گے اور اس کو برباد کردیں گے اس کے بعد یہ کبھی آباد نہیں ہوگا۔ وہ لوگ وہ ہوں گے جو اس کے خزانے کو نکالیں گے۔

۳۷۔ الحاکم وصححہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حبشیوں کو چھوڑے رکھ جب تک وہ تم کو چھوڑے رکھیں کیونکہ کعبہ کا خزانہ نہیں نکالے گا مگر حبشیوں میں سے دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا۔

۳۸۔ الحاکم وصححہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کعبہ شریف کے آخری واقعات میں سے یہ ہوگا کہ حبشہ والے بیت اللہ پر حملہ کریں گے مسلمان ان کی طرف متوجہ ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر مشرق کی جانب سے ایک ہوا بھیج دیں گے تو وہ ہوا اللہ کے کسی بندے کو نہیں چھوڑے گی۔ جس میں ذرہ برابر بھی تقویٰ ہوگا تو اس کی روح کو قبض کرلے گی۔ یہاں تک کہ اچھے لوگ ختم ہوجائیں گے۔ تو کمینے لوگ باقی رہ جائیں گے۔

۳۹۔ ابن ابی شیبہ والبخاری ومسلم والنسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ شریف کو حبشیوں میں سے دو چھوٹی پنڈلیوں والا گرائے گا۔

٤۰۔ ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ گنجے سر والا ٹیڑھے پاؤں والا اس پر کھڑا ہے اپنی کدال کے ساتھ اس کو گرا رہا ہے۔

٤۲۔ ابن ابی حاتم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میرے والد نے اپنے وصیت نامے میں دو سطریں لکھیں بسم

اللہ الرحمن الرحیم یہ وصیت ہے جو ابوبکر بن ابوقحافہ نے دنیا سے نکلتے وقت وصیت کی ہے وہ وقت ہے جب کافر بھی ایمان لاتا ہے اور فاجر متقی بن جاتا ہے۔ اور جھوٹا بھی سچ بولتا ہے میں نے تم پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اگر وہ انصاف کریں تو ان کے متعلق میرا یہی خیال اور امید ہے اور اگر وہ ظلم کریں اور معاملات کو بدل ڈالیں تو میں غیب کو نہیں جانتا آیت ''وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون'' (یعنی عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا معلوم ہو جائے گا کہ ان کو کسی بری جگہ لوٹ کر جانا ہے۔

۴۳۔ ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ صفوان بن محرز جب یہ آیت ''وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون'' پڑھتے تھے تو رو دیتے تھے۔ (تفسیر درمنثور، سورۂ شعراء، بیروت)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّؤْيَا

باب: خوابوں کا بیان

5017 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ زُفَرَ بْنِ صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ يَقُولُ: هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا، وَيَقُولُ: إِنَّهُ لَيْسَ يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے، تو دریافت کرتے؟ گزشتہ رات تم لوگوں نے کوئی خواب دیکھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد، نبوت میں سے سچے خوابوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں رہ گئی۔

5018 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ

❀❀ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مومن کا خواب، نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے''۔

5019 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ أَنْ تَكْذِبَ، وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثًا، وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللهِ، وَالرُّؤْيَا تَحْزِينٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَرُؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهِ الْمَرْءُ نَفْسَهُ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ، فَلْيَقُمْ، فَلْيُصَلِّ وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا النَّاسَ

قَالَ: وَأُحِبُّ الْقَيْدَ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ، وَالْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ يَعْنِي إِذَا اقْتَرَبَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ يَعْنِي يَسْتَوِيَانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب زمانہ (قیامت کے) قریب آجائے گا، تو مسلمان شخص کے اکثر خواب جھوٹ نہیں ہوں گے اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ سچے خواب اس شخص کے ہوں گے، جو سب سے زیادہ سچا ہوگا، خواب تین طرح کے ہوتے ہیں، خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتے ہیں، غم دلانے والے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور کچھ ایسے خواب ہوتے ہیں، جن میں آدمی اپنے آپ کے ساتھ بات چیت کرتا ہے (یعنی اس کے اپنے خیالات ہوتے ہیں) تو جب کوئی شخص کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پسند نہ آئے، تو اسے اٹھ کر نوافل ادا کرنے چاہیے اور وہ خواب کسی کو بیان نہیں کرنا چاہیے"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (یا محمد بن سیرین کہتے ہیں:) مجھے (خواب میں) بیڑی دیکھنا پسند ہے، اور طوق دیکھنا پسند نہیں ہے، کیونکہ بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زمانے کے قریب آنے سے مراد یہ ہے: جب رات اور دن ایک دوسرے کے قریب آجائیں، یعنی برابر ہوجائیں۔

5020 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيعِ بْنِ عُدُسٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِينٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرُّؤْيَا عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ، مَا لَمْ تُعَبَّرْ فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَلَا تَقُصَّهَا إِلَّا عَلَى وَادٍّ، أَوْ ذِي رَأْيٍ

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"خواب کی جب تک تعبیر بیان نہ کی جائے، اس وقت تک وہ پرندے کے پاؤں پر ہوتا ہے، جب اس کی تعبیر بیان کر دی جائے، تو وہ واقع ہوجاتا ہے"

راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ شاید یہ الفاظ بھی ہیں: "تم اسے کسی مخلص شخص کے سامنے، یا صاحب علم شخص کے سامنے بیان کرو"

5021 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ زُهَيْرًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الرُّؤْيَا مِنَ اللَّهِ، وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ لِيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، جو شخص کوئی ناپسندیدہ چیز (خواب میں) دیکھے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دے اور پھر اس خواب کے شر سے پناہ مانگ لے، تو وہ

خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گا''

5022 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا، وَيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص' کوئی ایسا خواب دیکھے، جو اسے ناپسند ہو، تو اسے اپنے بائیں طرف تھوک دینا چاہیے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے، ایسا تین مرتبہ کرنا چاہیے اور پھر جس پہلو کے بل وہ لیٹا ہوا تھا، اسے تبدیل کرکے (سوجانا چاہیے)''

5023 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ، فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ، أَوْ لَكَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ، وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جس نے مجھے خواب میں دیکھا، وہ عنقریب بیداری کے عالم میں مجھے دیکھ لے گا'' (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) گویا کہ اس نے مجھے بیداری کے عالم میں دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا''۔

5024 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ صَوَّرَ صُورَةً عَذَّبَهُ اللهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ، وَمَنْ تَحَلَّمَ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ شَعِيرَةً، وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ يَفِرُّونَ بِهِ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کوئی تصویر بنائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن، اس کی وجہ سے اس شخص کو عذاب دے گا، کہ وہ اس میں پھونک مار کر (اسے زندہ کرے) اور وہ اسے پھونک مار کر (اسے زندہ) نہیں کرسکے گا اور جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے گا، اسے اس بات کا پابند کیا جائے گا کہ وہ جَو کے دانوں کے درمیان گرہ لگائے اور جو شخص کچھ لوگوں کی بات چھپ کر سننے کی کوشش کرے گا، حالانکہ وہ لوگ اسے وہ بات نہ سنانا چاہتے ہوں، تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ ڈالا جائے گا''

5025 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ كَأَنَّا فِي دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ، وَأُتِينَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ

فَاَوَّلْتُ اَنَّ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْعَاقِبَةَ فِي الْآخِرَةِ وَاَنَّ دِيْنَنَا قَدْ طَابَ

⊛⊛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''گزشتہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم لوگ عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں اور ہمارے پاس ابن طاب (مخصوص قسم کی کھجور) لائی گئی ہے، میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی ہے، کہ دنیا میں ہمیں سربلندی حاصل ہوگی اور آخرت میں اچھا انجام ہوگا اور ہمارا دین' بہترین ہے''

خواب اور اس کی تعبیر کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا میں نے دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ (یوسف: ۴)

حضرت یوسف (علیہ السلام) کا خواب میں ستاروں، سورج اور چاند کو دیکھنا زمخشری نے کہا لفظ یوسف عبرانی زبان کا لفظ ہوتا تو یہ منصرف ہوتا کیونکہ یہ صرف علم ہے اور اس میں تنوین سے مانع کوئی چیز نہیں ہے سو اس پر تنوین نہ آنا اور اس کا غیر منصرف ہونا اس کے عبرانی ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے خواب میں یہ دیکھا کہ گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند نے ان کو سجدہ کیا ہے اور حضرت یوسف کے گیارہ بھائی تھے اس لیے گیارہ ستاروں کی گیارہ بھائیوں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سورج اور چاند کی باپ اور ماں کے ساتھ تعبیر کی گئی اور سجدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ حضرت یوسف کے سامنے تواضع سے جھک جائیں گے اور ان کے احکام کی پیروی کریں گے۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے جو کہا تھا کہ میں نے گیارہ ستاروں کو دیکھا اس دیکھنے کو خواب میں دیکھنے پر محمول کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں ستارے سجدہ نہیں کرتے اس وجہ سے اس کلام کو خواب میں محمول کرنا واجب ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے حضرت یوسف (علیہ السلام) سے فرمایا تھا: ''اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے نہ بیان کرنا۔''

ان ستاروں کے اسماء امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بستانہ نام کا ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان ستاروں کے نام بتایئے جن کو حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اس وقت حضرت جبرئیل (علیہ السلام) نازل ہوئے اور آپ کو ان ستاروں کے نام بتائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو بلوایا اور فرمایا: اگر میں تم کو ان ستاروں کے نام بتادوں تو تم مان لوگے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر آپ نے یہ نام بتائے: جربان، الطارق، الذیال، ذوالکتفین، قابس، وثاب، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، وذوالفرغ، الضیاء اور النور۔ اس یہودی نے کہا: اللہ کی قسم! ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ (جامع البیان رقم الحدیث: ۱٤٤٤١، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: ۱۱۳۳۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۱۹، دلائل النبوۃ ج ٦ ص ۲۷۷، کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۱ ص ۲۵۹، الکشاف ج ۲ ص ٤١٧، تفسیر کبیر ج ٦ ص ٤١٩، امام حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے، المستدرک ج ٤ ص ۳۹٦، امام عقیلی نے لکھا ہے کہ یہ سند صحیح کے

ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، ان کے نزدیک یہ ضعیف ہے، امام ابن جوزی کی نزدیک یہ حدیث موضوع ہے کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۲۲۶، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے ائمہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے)

خواب دیکھنے کے وقت حضرت یوسف (علیہ السلام) کی عمر امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ ھ لکھتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے سات سال کی عمر میں خواب دیکھا کہ گیارہ لاٹھیاں ایک دائرہ کی شکل میں زمین میں مرکوز ہیں اور ایک چھوٹی لاٹھی نے ان گیارہ بڑی لاٹھیوں کو نگل لیا، حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والد سے اس خواب کو بیان کیا حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا: خبردار یہ خواب اپنے بھائیوں سے ہرگز نہ بیان کرنا پھر بارہ سال کی عمر میں حضرت یوسف (علیہ السلام) نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند حضرت یوسف کو سجدہ کر رہے ہیں انہوں نے پھر حضرت یعقوب (علیہ السلام) سے یہ خواب بیان کیا حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں سے یہ خواب بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی سازش کریں گے ایک قول یہ ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کے خواب اور اس کی تعبیر مکمل ہونے میں چالیس سال کا عرصہ لگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں اسی سال کا عرصہ لگا۔

(تفسیر کبیر ج ٦ ص ٤١٩، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤١٥ھ)

نیند کی تعریف جب موثرات خارجیہ منقطع ہو جاتے ہیں اور حواس ظاہرہ سے اتصال نہیں رہتا انسان آنکھیں بند کر لیتا ہے اور اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور حواس ظاہرہ کے اوراکت بتدریج منقطع ہو جاتے ہیں تو یہ وہ حالت ہے جس کو نیند سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خواب کی تعریف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک خواب کی صحیح تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سوئے ہوئے شخص کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے جیسا کہ بیدار شخص کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے۔ خواب کی نظیر یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کی علامت بنا دیا ہے لیکن کبھی بادل گھر کر آتے ہیں اور بارش نہیں ہوتی خواب میں جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں کبھی ان میں فرشتے کا دخل ہوتا ہے اور کبھی شیطان کا، فرشتے کے دخل سے جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بعد انسان خوش ہوتا ہے اور شیطان کے دخل کے بعد جو ادراکات حاصل ہوتے ہیں ان کے بعد انسان غمگین ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے بعض اہل علم سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو اشیاء کو سونے والے کے محل ادراک (ذہن) پر پیش کرتا ہے اور ان اشیاء کو مختلف صورتوں متمثل کرتا ہے، بعض اوقات وہ صورتیں بعد میں واقع ہونے والی تعبیر کے موافق ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہ صورتیں معانی معقولہ کی مثالیں ہوتی ہیں اور ہر دو صورتیں خوش خبری دینے والی بھی ہوتی ہیں اور ڈرانے والی بھی ہوتی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب: خیال میں چند منضبط مثالوں کا ادراک ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مستقبل میں پیش آنے والے امور کے لیے علامت بنا دیا ہے۔

(فتح الباری ج ١٢ ص ٣٥٢، مطبوعہ لاہور ١٤٠١ھ)

خواب کی اقسام

علماء اسلام نے خواب کی حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں: (۱) بعض اوقات انسان کو نیند میں ایسی بے ربط اور خلاف واقع چیزیں نظر آتی ہیں جو لائق توجہ نہیں ہوتیں مثلاً انسان خواب میں یہ دیکھے کہ آسمان میں ایک درخت اگا ہوا ہے یا دیکھے کہ زمین میں ستارے طلوع ہو رہے ہیں یا دیکھے کہ ہاتھ چیونٹی پر سوار ہو رہا ہے۔ ایسے خوابوں کو عربی میں اضغاث احلام کہتے ہیں اردو میں ان کو خواب پریشان کہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ اس قسم کے خواب شیطانی عمل کی وجہ سے نظر آتے ہیں اور اطباء کہتے ہیں کہ ہاضمے کی خرابی یا بلڈ پریشر ہائی ہونے کی وجہ سے اس قسم کے خواب نظر آتے ہیں۔ (۲) انسان جو کچھ سوچتا رہتا ہے وہ اس کو خواب میں نظر آتا ہے بعض اوقات وہ اپنی ناتمام خواہشوں کو خواب میں پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیتا ہے مثلاً بھوکا شخص خواب میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو کھاتے ہوئے دیکھتا ہے اور پیاسا شخص لذیذ اور خوش ذائقہ مشروبات پیتے ہوئے خود کو دیکھتا ہے اور محبوب کے فراق میں غم زدہ عاشق خود کو محبوب کے قرب میں دیکھتا ہے، اس قسم کے خواب نفس کے وسوسے اور نفس کے خیالات کہلاتے ہیں۔ (۳) کبھی سونے والے شخص کے منہ پر لحاف کا دباؤ ہوتا ہے جس سے اس کا سانس گھٹ رہا ہوتا ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہے کبھی بارش کے چھینٹے کھڑکی کے شیشے سے ٹکراتے ہیں یا ہوا کے زور سے کوئی چیز کھڑکھڑاتی ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ میدان کارزار میں ہے اور گولیاں چل رہی ہیں اور کبھی سونے والے کے چہرے پر دھوپ پڑنے سے اس کا چہرہ تمتمانے لگتا ہے اور وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ آگ میں جل رہا ہے اس قسم کے خواب دیکھ کر بعض اوقات وہ ڈر جاتا ہے اس قسم کے خوابوں کو محسوسات کا اثر کہا جاتا ہے۔ (۴) بعض اوقات انسان کے ذہن میں غیر شعوری خواہشیں ہوتی ہیں جن کو وہ کسی کے احترام یا کسی اور مانع کی وجہ سے پورا کرنا نہیں چاہتا پھر اس کو خواب میں ایسی مثالیں نظر آتی ہیں جن کی تعبیر بعینہ واقع نہیں ہو سکتی لیکن ان مثالوں میں کسی اور چیز کی طرف رمز اور اشارہ ہوتا ہے مثلاً باپ اپنے جوان بیٹے کو مارے تو غیر شعوری طور پر اس کے دل میں باپ سے انتقام لینے کا خیال آتا ہے لیکن باپ کا احترام اس خواہش کو پورا کرنے سے مانع ہوتا ہے پھر بیٹا خواب میں دیکھتا ہے کہ اس نے کسی شیر کو مار دیا ہے یا کسی اژدہے کو مار دیا یا کسی ظالم بادشاہ کو قتل کر دیا اور ظالم بادشاہ یا اژدہا غیر شعوری طور پر اس کے باپ سے کنایہ ہوتا ہے۔ خواب میں صرف اشارے اور رمز کی مثال سورۃ یوسف کی یہ آیت ہے: اذ قال یوسف لابیہ یابت انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتھم لی سجدین۔ (یوسف: ۴) جب یوسف نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا! بے شک میں نے گیارہ ستاروں اور چاند کو دیکھا وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ سورج اور چاند سے ان کے باپ اور ماں کی طرف اشارہ ہے اور گیارہ ستاروں سے ان کے گیارہ بھائیوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے خواب کو رمزی خواب کہتے ہیں۔ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک شخص کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۸۳، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۹۳، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۲۹۷، عالم الکتب مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ قدیم صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۴۳، ۷، شرح السنہ رقم الحدیث: ۲۲۷۳، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۳۴۳۰، ۳۷۰۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲) ان خوابوں میں مشکل حقائق منکشف ہو جاتے ہیں مثلاً مشہور صوفی شاعر حضرت شرف الدین بوصیری کو فالج ہو گیا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح

اچھے اور برے خوابوں کا شرعی حکم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو پسند ہو تو وہ اللہ کی جانب سے ہے وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور وہ اس خواب کو بیان کرے اور جب وہ کوئی ناپسند یہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے وہ اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور وہ خواب کسی کے سامنے نہ بیان کرے پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۸۴) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہیں پس جب کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور شیطان سے پناہ طلب کرے تو پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا اور شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۹۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۲۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۶۱، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۷۳۵، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۹۳۲، عالم الکتب مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶، قدیم، موطا امام مالک رقم الحدیث: ۲۰۱۳، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۴۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۳۶، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۱۴۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۰۵۹، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۴۹۷۲، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۷۴)

رسول اللہ ﷺ کی خواب اور بیداری میں زیارت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا، شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۹۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۶۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۷۳۷۱، ۱۳۸۸۵، شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۴۱۳)

حافظ ابوالعباس احمد بن عمر المالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں: نبی ﷺ کا اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ انسان خواب میں نبی ﷺ کو کسی حال میں بھی دیکھے آپ کو دیکھنا برحق ہے وہ کوئی پریشان خواب نہیں ہے جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے: جس نے مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا ہے اور آپ نے جو فرمایا ہے: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اس کے متعلق علامہ قرطبی لکھتے ہیں: یہ نعمت مجھ کو کئی مرتبہ مل چکی ہے ایک مرتبہ جب میں حج کے ارادہ سے تونس پہنچا تو میں نے وہاں سنا کہ دشمن مصر پر حملہ کر رہا ہے حتیٰ کہ دمیاط پر قبضہ ہو گیا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ جب تک امن نہیں ہو جاتا تو میں تونس میں رہوں گا۔ وہاں مجھے خواب دکھایا گیا کہ میں نبی ۷ کی مسجد میں ہوں اور میں آپ کے منبر شریف کے قریب بیٹھا ہوا ہوں اور لوگ آکر نبی ﷺ کو سلام عرض کر رہے ہیں پس جو لوگ سلام عرض کر رہے تھے ان میں سے کسی نے مجھ کو ڈانٹا اور کہا کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرو میں نے کھڑے ہو کر نبی ﷺ کو سلام عرض کیا ابھی میں آپ کو سلام عرض کر رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی اللہ تعالیٰ نے میرے حج کے ارادہ کو پھر تازہ کر دیا اور حج کی روانگی کے جو اسباب میرے لیے مشکل تھے وہ آسان کر دیئے اور میرے دل میں دشمن کے حملہ کا جو خوف تھا وہ زائل کر دیا۔ میں نے سفر شروع کیا اور تقریباً ایک ماہ بعد اسکندریہ پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ مصر کے لوگ بہت خوفزدہ تھے اور دشمن کا بہت غلبہ تھا ابھی مجھے اسکندریہ میں پہنچے ہوئے دس دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کی شوکت توڑ دی اور محض ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین کے رحم اور کرم سے وہاں امن اور سلامتی ہو گئی پھر اللہ نے مجھ پر اپنا احسان اور انعام مکمل کیا اور بیت اللہ کے حج کے بعد مجھے اپنے نبی ﷺ کی قبر مبارک اور مسجد شریف میں پہنچا دیا اللہ کی قسم! پھر

میں ایک قصیدہ کہنا شروع کیا اثنا قصیدہ میں انہوں نے ایک مصرع کہا: ''ومبلغ العلم فیه انه بشر'' اوران میں اس کے دوسرے مصرع کو مکمل کرنے کی طاقت نہ رہی انہوں نے بہت کوشش کی لیکن دوسرا مصرع ان کی زبان پر نہیں آیا وہ بستر پر سو گئے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زیارت سے مشرف فرمایا ان کا حال پوچھا۔ حضرت بوصیری نے شکایت کی کہ وہ دوسرا مصرع نہیں بنا سکے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوسرا مصرع اس طرح بنادو: ''وانہ خیر خلق اللہ کلھم'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چادر پہنائی اور جس جگہ ان کے جسم پر فالج تھا اس جگہ پر اپنا شفا آفریں دست مبارک پھیرا۔ حضرت بوصیری خوشی سے مدہوشی کی حالت میں نیند سے بیدار ہوئے اور وہ اپنے مرض سے مکمل شفایاب ہو چکے تھے اور انہوں نے اس قصیدہ کا نام ''البردۃ'' رکھا۔ اس قسم کے خوابوں کا ابن سینا، ابن رشد اور ابن خلدون نے بھی اعتراف کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بہت سے خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں لاینحل مسائل ہوجاتے ہیں۔ (شاہ ولی اللہ نے ''انفاس العارفین'' میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم کا ایک ایسا ہی خواب ذکر کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شفا عطا فرمائی اور اپنے تین موہائے مبارک (بال) عطا فرمائے تے) یہ وہ خواب ہیں جن کو حدیث میں رویا المومن (مومن کا خواب) فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٩٨٧، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٢٢٦٤، مسند احمد رقم الحدیث: ٧١٨٣ عالم الکتب، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٣٨٩٤، سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٢٧٢) چھٹی قسم ہے الرویاء الصادقہ (سچے خواب) قرآن مجید میں چھ سچے خوابوں کا ذکر ہے چار خوابوں کا ذکر سورۃ یوسف میں ہے ایک خواب حضرت یوسف رقم الحدیث: نے دیکھا تھا جس میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا (یوسف: ٤) دو خواب قید خانہ میں دو قیدیوں نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کو سنائے تھے۔ ایک نے کہا تھا کہ میں خواب میں شراب (انگور) نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا تھا کہ میں سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن کو پرندے کھا رہے ہیں۔ (یوسف: ٣٦) اور ایک خواب مصر کے بادشاہ نے دیکھا تھا کہ سات فربہ گائیں سات لاغر گایوں کو کھا رہی ہیں اور سات ہرے بھرے خوشے ہیں اور سات سوکھے ہوئے خوشے ہیں۔ (یوسف: ٤٣) موخر الذکر تینوں خوابوں کی تعبیر حضرت یوسف (علیہ السلام) نے بیان فرمائی جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب تفسیر میں آئے گا اور ایک خواب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا ہے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے (حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کو ذبح کر رہے ہیں۔ (الصافات: ١٠٢) اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خواب کا ذکر ہے کہ مسلمان امن کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ (الفتح: ٢٧) بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں مستقبل میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارے ہوتے ہیں۔ سورۃ یوسف میں جو چار خواب ذکر کیے گئے ہیں ان چاروں میں اس کی مثالیں ہیں اور حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے: حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کی گئی تو سب سے پہلے آپ کو سچے خواب دکھائے گئے آپ جو خواب بھی دیکھتے اس کی تعبیر سپیدہ سحر کی طرح آجاتی، الحدیث۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٣، صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٦٠، مسند احمد رقم الحدیث: ٢٥٧١٧ عالم الکتب، مسند احمد ج ٦ ص ١٥٣ قدیم، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ٩٧١٩، مسند ابوعوانہ ج ١ ص ١١٠، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٣٣، الشریعہ لاجری ص ٤٣٩، دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ١ ص ٢٧٥، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ١٣٥، شرح السنہ رقم الحدیث: ٣٧٣٥، سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣٦٣٢)

ہیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعینہ بغیر کسی کمی اور زیادتی کے بیداری میں اسی حال میں دیکھا جس طرح میں نے آپ کو نیند میں خواب میں دیکھا تھا اور اگر کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پھر بیداری میں آپ کی زیارت نہیں ہوئی تو جاننا چاہیے کہ اس صورت سے اس کا معنی مقصود ہے بعینہ صورت مقصود نہیں ہے اسی طرح خواب میں اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صورت میں دیکھا وہ آپ کی اصل صورت کے مطابق نہیں تھی اس میں کوئی زیادتی تھی یا کوئی کمی تھی یا رنگ متغیر تھا یا اس میں کوئی عیب تھا یا کوئی عضو زیادہ تھا یا کوئی اور تغیر تھا تو اس صورت سے اس کا معنی مراد ہے اور ہوسکتا ہے اس صورت سے مراد آپ کا دین اور آپ کی شریعت ہو اور دیکھنے والے نے آپ کی صورت میں جو زیادتی یا کمی یا اچھائی یا برائی دیکھی ہے اس کو اس کے دین سے تعبیر کیا جائے گا یعنی اس کے دین میں زیادتی یا کمی یا اچھائی یا برائی ہے اسی طرح اگر کسی شخص نے آپ کو آپ کی معروف صورت کے علاوہ کسی اور شکل میں دیکھا تو وہ صورت بھی اس کے دین اور شریعت سے عبارت ہوگی۔ (المفہم ج ۶ ص ۲۶۔ ۲۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا اس کے حسب ذیل محامل ہیں: (۱) اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے آپ کو نیند میں دیکھا اور اس نے ہجرت نہیں کی اللہ تعالیٰ اس کو ہجرت کی توفیق دے گا اور وہ آپ کو بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔ (۲) جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں آپ کی رویت کی تصدیق اور صحت کو دیکھ لے گا۔ (۳) جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ آپ کو آخرت میں خصوصیت کے ساتھ دیکھے گا اور اس کو آپ کا قرب حاصل ہوگا۔ (۴) ابن ابی جمرہ اور ایک جماعت نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ جس نے آپ کو نیند میں دیکھا وہ دنیا میں آپ کا حقیقتاً دیکھ لے گا اور آپ سے کلام کرے گا اور اس کو اولیاء اللہ کی کرامات سے ایک کرامت شمار کیا گیا ہے۔

صالحین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں دیکھا، پھر اس کے بعد انہوں نے آپ کو بیداری میں دیکھا پھر جن چیزوں میں وہ خوف زدہ تھے ان کے متعلق آپ سے سوال کیے اور آپ نے ان کا خوف دور کرنے کی طرف رہنمائی کی۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر لازم آئے گا کہ بعد کے اولیاء اللہ صحابہ ہوجائیں اور صحابی ہونے کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے (علامہ سیوطی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ صحابی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم دنیا میں وفات سے پہلے دیکھے اور جس نے آپ کی وفات کے بعد آپ کو عالم برزخ میں دیکھا اس دیکھنے سے اس کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہوگا علامہ ابن حجر کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کئی لوگوں نے نیند میں آپ کو دیکھا اور پھر بیداری میں انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا اور اگر اس حدیث کا یہ معنی ہو تو ہر خواب میں آپ کی زیارت کرنے والے کو بیداری میں آپ کی زیارت ہونی چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ خواص کو تو زندگی میں کئی بار آپ کی زیارت ہوتی ہے اور عوام کو اس وقت آپ کی زیارت ہوگی جب ان کی روح ان کے جسم سے نکل رہی ہوگی۔ بیداری میں آپ کی زیارت کے امکان اور اس کے وقوع کی علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے ان میں سے حجۃ الاسلام امام غزالی ہیں اور قاضی ابوبکر بن العربی ہیں اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام ہیں اور ابن ابی حمزہ ہیں اور ابن الحاج ہیں اور الیافعی ہیں اور میں نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ (الدیباج، ج ۲ ص ۸۷۴۔ ۸۷۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۲ھ)

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی حنفی المصری الشعرانی التوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں: ائمہ اور مجتہدین بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرتے ہیں اور کتاب وسنت سے انہوں نے جو کچھ سمجھا ہوتا ہے اس کو لکھنے سے پہلے نبی ﷺ سے سوال کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! ہم نے فلاں حدیث کا یہ معنی سمجھا ہے آیا آپ اس پر راضی ہیں اور بہت سے اولیاء جو مجتہدین سے کم درجہ کے ہیں ان کو آپ سے بیداری میں ملاقات کا شرف حاصل ہے جیسے شیخ عبدالرحیم القناوی اور شیخ ابومدین المغربی، شیخ ابوالحسن الشاذلی، شیخ ابو العباس المرسی اور بہت ہیں اور میں نے شیخ جلال الدین سیوطی کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط پڑھا ہے انہوں نے اس شخص کو جواب لکھا جو سلطان کے پاس ان سے سفارش کرانا چاہتا تھا انہوں نے لکھا اے میرے بھائی! میں اس وقت تک رسول اللہ ﷺ سے بیداری میں پچھتر مرتبہ بالمشافہ ملاقات کر چکا ہوں اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ حکام کے پاس جانے سے میں اس نعمت سے محروم ہو جاؤں گا تو میں سلطان سے تمہاری شفاعت کر دیتا اور میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا خادم ہوں اور جن احادیث کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے ان کی صحت معلوم کرنے کے لیے مجھے نبی ﷺ سے سوال کرنے کی حاجت ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے میرے بھائی کہ یہ نفع تمہارے نفع پر مقدم ہے اور علامہ سیوطی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سیدی محمد بن زین جو رسول اللہ ﷺ کے شاگرد تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی بیداری میں بالمشافہ زیارت کرتے تھے اور جب وہ حج کے لیے جاتے تھے تو رسول اللہ ﷺ قبر کے اندر سے ان سے ہم کلام ہوتے ایک مرتبہ کسی شیخ کے کہنے سے انہوں نے حاکم شہر سے ان کی سفارش کی تو پھر وہ اس نعمت سے محروم ہو گئے اور ہم کو شیخ ابوالحسن شاذلی اور شیخ ابوالعباس المرسی اور دوسرے اولیاء اللہ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ بزرگ یہ کہتے تھے کہ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی ہم کو رسول اللہ کی زیارت نہ ہو تو ہم اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتے۔

(المیزان الکبریٰ ج۱ ص ۵۵۔۵۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں: علامہ شعرانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ کے سامنے صحیح بخاری پڑھی ہے ان میں سے ایک حنفی تھا جب صحیح البخاری ختم ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی لہٰذا بیداری میں زیارت محقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

(فیض الباری ج۱ ص ۲۰۴، مطبوعہ مطبع حجازی القاہرہ، ۱۳۵۷ھ)

چند خوابوں کی تعبیروں کے متعلق احادیث

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میں سویا ہوا تھا تو مجھے (خواب میں) دودھ کا پیالہ دیا گیا میں نے اس سے دودھ پی لیا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ میرے ناخنوں سے سیرابی نکل رہی ہے اور میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب کو دے دیا آپ کے گرد بیٹھے ہوئے صحابہ نے پوچھا آپ نے اس (دودھ) سے کیا تعبیر لی ہے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: علم۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۰۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ ص ۷۰، مسند احمد ج۲، ص ۸۳، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۲۱۶۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۹۱، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۸۷۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۴۹، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۱۲۳، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۸۸۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ قمیص پہنے ہوئے میرے سامنے پیش ہو رہے ہیں بعض کی قمیص پستانوں تک تھی اور بعض کی قمیص اس سے بھی کم تھی پھر عمر بن الخطاب آئے اور ان کی قمیص پیروں کے نیچے گھسٹ رہی تھی۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے قمیص سے کیا تعبیر لی ہے؟ فرمایا: دین۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۹۰، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۸۵، مصنف عبدالرزاق ۲۰۳۸۰، مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۳، قدیم مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۸۳۶، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۱۲۱)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں اور باغ کے وسط میں ایک ستون ہے اور ستون کے اوپر ایک دستہ ہے مجھ سے کہا گیا اس درخت پر چڑھو۔ میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا پھر ایک لڑکا آیا۔ اس نے میرے کپڑے اوپر اٹھائے میں اس درخت پر چڑھا اور میں نے اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور میں اس حال میں بیدار ہوا کہ میں اس دستہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا میں نے نبی ﷺ کے سامنے یہ خواب بیان کیا آپ نے فرمایا: یہ باغ اسلام کا باغ ہے اور دستہ سے مراد مضبوط دستہ ہے تم تادم مرگ اسلام پر مضبوطی سے قائم ہو گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۱۴، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸٤، مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب زمانہ قریب ہو جائے گا تو زیادہ تر مسلمان کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن (کامل) کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

محمد بن سیرین نے کہا میں بھی یہی کہتا ہوں انہوں نے کہا اور یہ کہا جاتا تھا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں: انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ خواب میں دیکھتا ہے اور شیطان ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے اور اللہ کی طرف سے خواب میں بشارتیں ملتی ہیں سو جو شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے وہ اس خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھے اور وہ خواب میں (گلے میں) طوق دیکھنا ناپسند کرتے تھے اور خواب میں بیڑیاں دیکھنا پسند کرتے تھے اور یہ کہا جاتا تھا کہ بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدم رہنا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۱۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۷۸۲، عالم الکتب، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۹٤، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۳۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱ ص ۵۰)

حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی جب مہاجرین کی رہائش کے انصار نے قرعہ اندازی کی تو رہائش کے لیے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے حصہ میں آگئے۔ وہ بیمار پڑ گئے ہم نے ان کی تیمارداری کی وہ فوت ہو گئے۔ ہم نے ان کو کفن میں لپیٹ دیا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابو السائب! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تمہاری تکریم فرمائے گا۔ آپ نے پوچھا: تم کو یہ کیسے پتا چلا؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہیں جانتی۔ آپ نے فرمایا: رہے عثمان بن مظعون تو ان پر موت آ چکی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے خیر کی توقع کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! اس کے بعد میں نے کسی کی ستائش نہیں کی۔ انہوں نے کہا: میں نے خواب دیکھا کہ حضرت عثمان کے لیے ایک چشمہ بہہ رہا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خواب

کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: اس سے مراد اس کا جاری رہنے والا عمل ہے۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۱۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۸۰۰۴، مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجور کے درخت ہیں مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ جگہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن وہ مدینہ یثرب تھی اور میں نے اس میں گائے کو دیکھا اور اللہ کی قسم خیر کو دیکھا۔ گائے سے مراد وہ ہے کہ جنگ احد میں جب مسلمانوں نے کفار کی یورش سے بھاگنے کا ارادہ کیا تھا اور خیر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ جنگ بدر میں خیر (فتح) لایا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۳۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۲۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۷۲، عالم الکتب) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ مدینہ سے باہر نکلی اور جحفہ میں جا کر ٹھہر گئی میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۳۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۶۱، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۸۴۹، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۱۶۷، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۵۵۲۵، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۶۵۱، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۱۴۷، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۶۸، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۹۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں نے تلوار کو لہرایا تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس کی تعبیر وہ تھی جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی پھر میں نے دوبارہ تلوار کو لہرایا وہ پہلے سے اچھی حالت میں آگئی اور اس کی تعبیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی تھی اور مسلمان مجتمع ہو گئے تھے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۲۱، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۷۶۵، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۷۲۹۸، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۲۷۵، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۲۹۶، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۷۲، عالم الکتب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو جو کے درمیان گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا اور وہ ان میں ہرگز گرہ نہیں لگا سکے گا اور جس شخص نے کچھ لوگوں کی باتیں کان لگا کر سننے کی کوشش کی جب کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جس شخص نے تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں ہرگز روح نہیں پھونک سکے گا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴۲، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۲۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۱۰، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۹۷۸۵، سنن النسائی رقم الحدیث: ۵۳۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں نے آج رات یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک سائبان سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے میں نے دیکھا کہ لوگ اس کو ہتھیلیوں میں جمع کر رہے ہیں بعض لوگ زیادہ جمع کر رہے ہیں اور بعض کم اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین تک ایک رسی پہنچ رہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگے پھر ایک شخص نے اس رسی کو پکڑا اور اس کی پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا پھر دوسرا شخص اس رسی کو پکڑ کر

اوپر چڑھا، پھر تیسرے شخص نے رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی پھر رسی جڑ گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میاباپ فدا ہو اللہ کی قسم! اس خواب کی تعبیر بتانے کی آپ مجھے اجازت دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تعبیر بیان کرو۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: اس سائبان سے مراد اسلام ہے اور جو شہد اور گھی سائبان سے ٹپک رہا تھا وہ قرآن مجید اور اس کی حلاوت ہے پس بعض لوگ زیادہ قرآن مجید حاصل کرتے ہیں اور بعض کم اور وہ رسی جو آسمان سے زمین تک پہنچ رہی ہے اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں آپ اس حق سے عمل کرتے رہیں گے پھر اللہ آپ کو اپنے پاس بلالے گا پھر آپ کے بعد ایک اور شخص اس پر عمل کرے گا پھر وہ حق منقطع ہو جائے گا پھر اس شخص کے لیے جوڑ دیا جائے گا اور وہ اس پر عمل کرے گا یارسول اللہ! آپ پر میرا باپ فدا ہو مجھے یہ بتایئے کہ میں نے صحیح تعبیر کی ہے یا غلط۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری بعض تعبیر صحیح ہے اور بعض غلط۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ مجھے ضرور بتایئے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے، آپ نے فرمایا: قسم مت کھاؤ۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰۴٦، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲٦۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۱۱۳، عالم الکتب، سنن داری رقم الحدیث: ۲۱٦۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۹، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۵۳٦)

خواب کی تعبیر بتانے کی اہلیت خواب کی تعبیر بتانا ہر شخص کا کام نہیں ہے اور نہ ہر عالم خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے خواب کی تعبیر بتانے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں خواب کی جو تعبیریں بیان کی گئیں ہیں ان پر عبور ہو الفاظ کے معانی ان کے کنایات اور مجازات پر نظر ہو اور خوب دیکھنے والے کے احوال اور اس کے معمولات سے واقفیت ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ شخص متقی اور پرہیزگار ہو اور عبادت گزار اور شب زندہ دار ہو کیونکہ یہ وہبی علم ہے۔

اور جب تک کسی شخص کا دل گناہوں کی کثافت کی آلودگی سے پاک اور صاف نہ ہو اس وقت تک اس کا دل محرم اسرار الہیہ نہیں ہوگا، اس علم کے ماہرین نے اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی ہیں، ان میں امام ابن سیرین کی تعبیر الرویاء اور علامہ عبدالغنی نابلسی کی تعبیر المنام بہت مشہور ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ علماء کرام ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد خواب کی تعبیر بتائیں اور محض انکل پچو سے خواب کی تعبیر بتانے سے گریز کریں۔ (تبیان القرآن، سورہ یوسف، لاہور)

حضرت یوسف (علیہ السلام) کا خواب:

۱:۔ احمد والبخاری رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن کریم ابن کریم ابن کریم (یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق ابن ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔

۲:۔ ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ والحاکم وابن مردویہ رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''انی رایت احد عشر کوکبا'' کے بارے میں فرمایا کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

۳:۔ سعید بن نصر والبزار ابویعلی وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم والعقیلی وابن حبان نے الضعفاء میں وابوالشیخ اور حاکم نے اور آپ نے اس کو صحیح کہا وابن مردویہ وابونعیم والبیہقی دونوں نے دلائل النبوۃ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مالی یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان ستاروں کے بارے میں بتایئے جن کو یوسف

(علیہ السلام) نے دیکھا تھا کہ وہ ان کو سجدہ کر رہے ہیں انکے کیا نام تھے نبی کریم ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا جبرائیل نازل ہوئی اور ان کو ان کے نام بتائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو مومن ہر جائے گا اگر میں تجھ کو ان کے نام بتادوں؟ اس نے کہا ہاں آپ نے (نام بتایئے) حرثان، طارق، زیال، ذوالکتفان قابس، وثان، ھوادن، فلیق، مصبح، ضروح، فریخ، ضیاء اور نور۔ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے آسمان کے افق میں ان ستاروں کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے جب یوسف (علیہ السلام) نے یہ قصہ (اپنے والد) یعقوب کو سنایا تو انہوں نے فرمایا یہ منتشر امر ہے اللہ تعالیٰ اسے بعد میں جمع کردے گا یہودی نے کہا اللہ کی قسم! بلاشبہ ان کے یہی نام ہیں۔

٤:۔ ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''احد عشر کو کبا'' کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد یوسف (علیہ السلام) کے بھائی اور سورج ہے پھر فرمایا اس کی ماں ہے اور چاند سے فرمایا انکا باپ ہے اور اس کی والدہ راحیل تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی والدہ کو حسن کا تہائی حصہ عطا فرمایا۔

٥:۔ عبدالرزاق وابن جریر وابوالشیخ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''احد عشر کو کبا والشمس والقمر'' کے بارے میں فرمایا کہ ستاروں سے اس کے بھائی مراد ہیں اور سورج اور چاند سے اس کے والدین مراد ہیں۔

٦:۔ ابن جریر نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''انی رایت احد عشر کو کبا'' کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے دیکھا اپنے والد کو اور اپنے بھائیوں کو کہ وہ اس کو سجدہ کر رہے ہیں۔

٧:۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ یہ آپ کے بھائی تھے اور یہ انبیاء (علیہ السلام) تھے نہ کہ اس کے بھائی اس کو سجدہ کریں یہاں تک کہ اس کے والدین نے اس کو سجدہ کیا جب آپ ان کے پاس (مصر میں) پہنچے تھے۔

٨:۔ ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ یوسف (علیہ السلام) کا خواب لیلۃ القدر میں واقع ہوا تھا۔ (تفسیر درمنثور، سورہ یوسف، بیروت)

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّثَاؤُبِ

باب: جماہی لینا

5026 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ

5026-إسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية، وسهيل: هو ابن أبي صالح، وابن أبي سعيد الخدري: هو عبد الرحمن. وأخرجه مسلم (2995) من طريق بشر بن المفضل، و (2995) من طريق عبد العزيز، كلاهما عن سهيل، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2995)، وابن حبان في "صحيحه" (2360) من طريق جرير، عن سهيل عن أبيه. وعن ابن أبي سعيد، عن أبي سعيد. وهو في "مسند أحمد" (11889)، و (11916).

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ عَلَى فِيهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کو جماہی آئے، تو وہ اپنے منہ کو بند کرلے، کیونکہ شیطان (منہ کے ذریعے اندر) داخل ہوجاتا ہے''

5027 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلٍ، نَحْوَهُ قَالَ: فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''جب نماز کے دوران (جماہی آجائے) آدمی سے جہاں تک ہوسکے، منہ بند رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے''

5028 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، وَلَا يَقُلْ هَاهْ هَاهْ، فَإِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ يَضْحَكُ مِنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جماہی کو ناپسند کرتا ہے، جب کسی شخص کو جماہی آئے، تو جہاں تک ہو سکے، اسے روکنے کی کوشش کرے اور ہاہ، ہاہ، نہ کہے، کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، اور شیطان اس پر ہنستا ہے''

شرح

جماہی سے مراد وہ سانس ہے جس کی وجہ سے منہ کھلتا ہے اور یہ حواس کی کدورت نفس کے بوجھل ہونے اور پیٹ کے بھرے ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس کے نتیجہ میں سوء فہم، سستی اور غفلت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اسے ناپسند اور شیطان اسے پسند کرتا ہے اور اس کی وجہ سے مسکراتا ہے۔

شیطان کی طرف نسبت سے خوشنودی اور ارادہ مراد ہے۔ یعنی شیطان انسان کو جماہی کی حالت میں دیکھنا محبوب رکھتا ہے کیونکہ اس حالت میں انسانی شکل متغیر ہوجاتی ہے جس کی بناء پر شیطان کو ہنسنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ جماہی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے (اور شیطان خواہشات کی دعوت دیتا ہے) کیونکہ یہ بدن کی کسل مندی (پیٹ کے)، بھاری اور بھرے ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

مراد اس سبب سے ڈرانا جس کی وجہ سے جماہی پیدا ہوتی ہے اور وہ کھانے کی کثرت اور وسعت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماہی کو دبانے، روکنے اور منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا تاکہ انسانی صورت کی تبدیلی، منہ میں داخلے اور ہنسنے کی شیطانی مراد پوری نہ ہوسکے۔

فلیردہ......: یعنی روکنے کا کوئی طریقہ اختیار کرے، یہ مطلب نہیں کہ انسان اس کو روکنے کا مالک ہے کیونکہ ایک مرتبہ جماہی آ جائے تو روکی نہیں جا سکتی۔ چنانچہ اس کا روکنا ہتھیلی سے منہ بند کرنے سے ہوتا ہے یا اگر ابھی منہ بند ہو تو کھلنے سے بچانے کے لیے اس پر ہاتھ رکھنا مراد ہے، کپڑا وغیرہ بھی رکھنا ممکن ہے جس سے مقصود حاصل ہو جائے۔ ہاتھ کو معین اس لیے کیا کیونکہ اس کے بغیر جماہی نہیں رکتی۔ یہاں روکی گئی جماہی کی قباحت بتانے اور اس سے نفرت دلانے کے لیے اسے کتے کے بھونکنے کی آواز سے مشابہت دی گئی ہے کیونکہ جب کتا سر اٹھاتا ہے تو منہ کھول کر بھونکنا شروع کر دیتا ہے، اسی طرح جب جماہی لینے والا جمائی میں افراط کرتا ہے تو کتے کے مشابہہ ہو جاتا ہے۔

یہاں سے شیطان کے خوش ہونے کی وجہ کا نکتہ بھی واضح ہوتا ہے کیونکہ اس حالت میں انسان نے اپنی صورت بگاڑ کر شیطان کے لیے کھیل کا سامان مہیا کیا ہے۔

جماہی ہر حالت میں روکنی چاہیے لیکن نماز کو اس لیے خاص کیا گیا کہ یہ سب سے اعلیٰ حالت ہے۔ اور روکنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ ایک تو آدمی اعتدال کی ہیئت سے نکل جاتا ہے اور دوسرا اس میں صورت بگڑ جاتی ہے۔ جماہی لینے والے نمازی کو جماہی ختم ہونے تک قرأت روکنے کا بھی حکم ہے تاکہ اس کی قرات کا نظم متغیر نہ ہو۔

فان الشیطان یدخل......: اس سے حقیقی دخول مراد لینے کا احتمال ہے، گو شیطان انسان کے خون کے جاری ہونے کی جگہ پر چلتا ہے لیکن جب تک انسان اللہ رب تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے اس وقت تک یہ داخلے پر قدرت نہیں رکھتا اور جماہی لینے والا چونکہ اس وقت ذکر اللہ سے رک جاتا ہے اس لیے شیطان کا اس میں حقیقی دخول ممکن ہو جاتا ہے۔

یہ احتمال بھی ہے کہ لفظ تو دخول کا استعمال ہوا لیکن مراد قادر ہونا اور قابو پانا ہے کیونکہ کسی چیز میں داخلے کی یہ صورت بھی ہے کہ اس پر قابو پا لیا جائے۔ (فتح الباری، ص: ۶۱۲/ ۱۰۔ شرح مسلم للنووی، ص: ۱۲۲، ۱۲۳/ ۱۸۔ تحفۃ الاحوذی، ص: ۱۷/ ۸)

بَابٌ فِي الْعُطَاسِ

باب: چھینک کا بیان

5029 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهُ أَوْ ثَوْبَهُ عَلَى فِيهِ، وَخَفَضَ أَوْ غَضَّ بِهَا صَوْتَهُ۔ شَكَّ يَحْيَى۔

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو جب چھینک آتی تھی، تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ، یا اپنا کپڑا منہ پر رکھ لیتے تھے اور اس کی آواز کو پست رکھنے کی کوشش کرتے تھے''

(یہاں ایک لفظ کے بارے میں) یحییٰ نامی راوی کو شک ہے۔

5030 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، وَخُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا

مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ، رَدُّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کے حوالے پانچ چیزیں لازم ہیں: سلام کا جواب دینا، چھینک کا جواب دینا، دعوت قبول کرنا، بیمار کی عیادت کرنا اور جنازے میں جانا''

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ

باب: چھینکنے والے کو جواب کیسے دیا جائے؟

5031 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ سَالِمٌ: وَعَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ مِمَّا قُلْتُ لَكَ، قَالَ: لَوَدِدْتُ أَنَّكَ لَمْ تَذْكُرْ أُمِّي بِخَيْرٍ وَلَا بِشَرٍّ، قَالَ: إِنَّمَا قُلْتُ لَكَ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّا بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ ثُمَّ قَالَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ قَالَ: فَذَكَرَ بَعْضَ الْمَحَامِدِ، وَلْيَقُلْ لَهُ مَنْ عِنْدَهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ وَلْيَرُدَّ - يَعْنِي عَلَيْهِمْ - يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ

❀❀ ہلال بن یساف بیان کرتے ہیں: ہم لوگ سالم بن عبید کے ساتھ تھے، حاضرین میں سے ایک شخص کو چھینک آ گئی، تو اس نے کہا: السلام علیکم، تو سالم نے کہا: تم پر اور تمہاری ماں پر بھی سلامتی ہو، اس کے بعد انہوں نے کہا: شاید تم نے اس بات کا برا مانا ہے جو میں نے تم سے کہی ہے، تو اس شخص نے کہا: میری یہ خواہش تھی کہ آپ میری ماں کا ذکر نہ کرتے، خواہ وہ بھلائی کے ساتھ ہو یا برائی کے ساتھ ہو، تو سالم نے کہا: میں نے یہ بات اسی طرح تمہارے سامنے بیان کی ہے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی، ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران حاضرین میں سے ایک شخص کو چھینک آ گئی، تو اس نے کہا، السلام علیکم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر اور تمہاری والدہ پر (بھی سلامتی ہو)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کو چھینک آئے، تو اسے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہیے، اس کے بعد راوی نے حمد کے کچھ الفاظ ذکر کیے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) جو شخص اس چھینکنے والے کے پاس موجود ہو، اسے یہ کہنا چاہیے: ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے'' اور پھر (چھینکنے والے شخص کو) یہ جواب دینا چاہیے: ''اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے''

5032 - حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ وَرْقَاءَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ

بن يساف، عن خالد بن عرفجة، عن سالم بن عبيد الأشجعي بهذا الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سالم بن عبید کے حوالے سے منقول ہے۔

5033 - حدثنا موسى بن اسماعيل، حدثنا عبد العزيز بن عبد الله بن ابي سلمة، عن عبد الله بن دينار، عن ابي صالح، عن ابي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: اذا عطس احدكم فليقل الحمد لله على كل حال، وليقل أخوه أو صاحبه يرحمك الله، ويقول هو يهديكم الله ويصلح بالكم

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ یہ پڑھے:

''ہر حال میں ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے''

تو اس کے بھائی (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) اس کے ساتھی کو یہ الفاظ کہنے چاہئیں:

''اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے'' اور وہ (جسے چھینک آئی تھی) اسے یہ کہنا چاہیے:

''اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور تمہارے معاملات درست رکھے''

بَابُ كَمْ مَرَّةً يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ

باب: چھینکنے والے کو کتنی مرتبہ جواب دیا جائے؟

5034 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ شَمِّتْ أَخَاكَ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَهُوَ زُكَامٌ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تم تین مرتبہ اپنے بھائی کو چھینک کا جواب دو، اس کے بعد (جو چھینک آئے گی) وہ زکام ہوگا۔

5035 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنَّهُ رَفَعَ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، راوی کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع حدیث کے طور پر وہ روایت نقل کی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

5036 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ

یَزِیدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ یَحْیَی بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّهِ، حُمَیْدَةَ أَوْ عُبَیْدَةَ بِنْتِ عُبَیْدِ بْنِ رِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِیهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: تُشَمِّتُ الْعَاطِسَ ثَلَاثًا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تُشَمِّتَهُ فَشَمِّتْهُ وَإِنْ شِئْتَ فَكُفَّ

حمیدہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) عبیدہ بنت عبید بن رفاعہ زرقی اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''تم چھینکنے والے کو تین مرتبہ جواب دو، پھر اگر تم چھینک کا جواب دینا چاہو، تو اسے جواب دو، اگر چاہو تو اس سے رک جاؤ''

5037 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ مُوسٰی، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ إِیَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِیهِ، أَنَّ رَجُلًا، عَطَسَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: یَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: الرَّجُلُ مَزْكُومٌ

ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس چھینک ماری، تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے'' اس نے پھر چھینک ماری، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو زکام ہے''

بَابُ كَیْفَ یُشَمَّتُ الذِّمِّيُّ

باب: ذمی کو کس طرح چھینک کا جواب دیا جائے؟

5038 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَیْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِیعٌ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنْ حَكِیمِ بْنِ الدَّیْلَمِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِیهِ، قَالَ: كَانَتِ الْیَهُودُ تَعَاطَسُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجَاءَ أَنْ یَقُولَ لَهَا یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ، فَكَانَ یَقُولُ: یَهْدِیكُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ

ابو بردہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: یہودی نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں اس امید کے تحت چھینک مار دیا کرتے تھے، کہ آپ ﷺ انہیں یہ فرمائیں گے: ''اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر رحم کرے''، لیکن نبی اکرم ﷺ یہ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت نصیب کرے اور تمہارے احوال کو ٹھیک کرے''

5037- إسناده صحیح. ابن أبي زائدة: هو یحیی بن زكریا. وأخرجه مسلم (2993) من طریق وكیع وهاشم بن القاسم، والترمذي (2943) من طریق عبد الله بن المبارك، والنسائي في "الكبرى" (9980) من طریق سلیم بن أخضر، أربعتهم عن عكرمة، بهذا الإسناد. وأخرجه الترمذي (2944) من طریق یحیی بن سعید، و(2945) من طریق شعبة، و(2946) من طریق عبد الرحمن بن مهدي،

5038- إسناده صحیح. سفیان: هو الثوري، وأبو بردة: هو عامر بن عبد الله بن قیس الأشعري. وحكیم بن الدیلمي -یقال في اسمه أیضاً: ابن الدیلم-، وكلاهما صحیح. وأخرجه الترمذي (2937) من طریق عبد الرحمن بن مهدي، والنسائي في "الكبرى" (9990) من طریق معاذ بن معاذ، كلاهما عن حكیم بن الدیلم، بهذا الإسناد، وقال الترمذي: هذا حدیث حسن صحیح.

بَابٌ فِيمَنْ يَعْطِسُ وَلَا يَحْمَدُ اللهَ

باب: جو شخص چھینک مارے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان نہ کرے

5039 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا، وَتَرَكَ الْآخَرَ، قَالَ: فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ: رَجُلَانِ عَطَسَا فَشَمَّتَّ أَحَدَهُمَا قَالَ أَحْمَدُ: أَوْ فَسَمَّتَّ أَحَدَهُمَا، وَتَرَكْتَ الْآخَرَ. فَقَالَ: إِنَّ هَذَا حَمِدَ اللهَ، وَإِنَّ هَذَا لَمْ يَحْمَدِ اللهَ

❀❀ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں نے چھینک ماری، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک کو چھینک کا جواب دیا، دوسرے کو نہیں دیا، تو عرض کی گئی: یارسول اللہ! دو آدمیوں نے چھینک ماری، آپ نے ایک کو جواب دیا، (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) اور دوسرے کو نہیں دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی تھی اور اس (دوسرے نے) اللہ تعالیٰ کی حمد بیان نہیں کی"۔

أَبْوَابُ النَّوْمِ
یہ ابواب سونے سے متعلق ہیں

سونے کے آداب

سورج کا غروب ہونا رات کی دلیل ہے، رات ایک طرف تھکے ہارے کے لیے پرسکون نیند کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف اس میں شیاطین اور شریروں کی چلت پھرت تیز ہوجاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج غروب ہوتے وقت اپنے بچوں اور جانوروں کو باہر نہ چھوڑیں اس لیے کہ سورج غروب ہونے کے وقت سے عشاء کا اندھیرا چھانے تک شیطان گھومتے پھرتے ہیں۔ (مسلم)

رات کی تاریکی میں بہت سی برائیاں اور مصائب رونما ہوتی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سورہ فلق میں رات کی تاریکی سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی: وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (فلق: ۳) "اور (میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں) تاریک رات کے شر سے جب اس کی تاریکی پھیل جائے"۔ نیند زندگی کی ایک اہم ترین ضرورت ہے، اللہ کی ایک نشانی ہے اور ایک بڑی نعمت ہے؛ اللہ نے اپنے بندوں پر اس نعمت کا احسان جتلاتے ہوئے فرمایا: "رات اور دن میں تمہارا نیند کرنا اور تمہارا اس کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرنا بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے، جو لوگ (کان لگا کر) سننے کے عادی ہیں ان کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں" (الروم ۲۳) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا، اور رات کو ہم نے پردہ بنایا، اور دن کو ہم نے وقتِ روزگار بنایا" (النبا ۹، ۱۰، ۱۱)

اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے۔ انسانی زندگی کے تمام مراحل میں اس کی رہنمائی فرمائی ہے، یہاں تک کہ نیند کی حالت کو بھی فراموش نہیں کیا، وہ نیند جس میں انسان تقریباً اپنی ایک تہائی زندگی گزار دیتا ہے، اسلام نے اس کے بہت سے آداب اور سنتیں ذکر فرمائی ہے، جو شخص ان پر عمل کرے گا اسے سکون واطمینان کی نیند نصیب ہوگی پریشانی، بے چینی اور بے خوابی سے نجات ملے گی۔

نیند سے متعلق نبی کریم ﷺ سے جو آداب وارد ہیں وہ دو قسم کے ہیں:

(۱) سوتے وقت کے قولی اور فعلی سنتیں اور آداب:

(۲) نیند سے بیدار ہوتے وقت کی قولی اور فعلی سنتیں اور آداب:

سوتے وقت کی قولی اور فعلی سنتیں اور آداب

جلد سے جلد سونا اور بغیر ضرورت کے جاگنے سے پرہیز کرنا:

ابو برزۃ اسلمی سے روایت ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ عشاء سے قبل سونے کو اور عشاء کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عشاء سے قبل سونے سے عشاء کی نماز فوت ہوسکتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا وقت مختار بھی ختم ہوسکتا ہے۔

اور عشاء کے بعد گفتگو کرتے رہنے سے فجر کی نماز یا قیام اللیل (تہجد) فوت ہوسکتی ہے، عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے والوں کو مارتے تھے اور کہتے تھے کہ: "کیا اول لیل میں گفتگو اور آخر لیل میں نیند.....!؟" (فتح الباری)

لیکن ضرورت کے تحت عشاء کے بعد گفتگو کرنا جائز ہے: حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر کے ساتھ مسلمانوں کے اہم امور میں عشاء کے بعد گفتگو کرتے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوتا تھا (ترمذی) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل علم سے نقل کیا ہے کہ: اگر طلب علم یا کوئی اہم ضرورت ہو تو عشاء کے بعد گفتگو کرسکتے ہیں۔ (ترمذی)

سونے سے پہلے ہاتھ اور منہ میں گوشت یا چربی وغیرہ کا اثر یا مہک ہو تو اس کو دھولینا چاہیے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے ہاتھ میں (گوشت یا چربی کی) مہک یا اس کا اثر موجود ہو اور اسے دھوئے بغیر سو گیا، پھر اسے کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرے"۔ (ترمذی، احمد، ابوداود، صحیح الجامع)

سونے سے قبل وضو کرنا:

براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تم اپنے بستر پر آؤ تو وضو کرلو جیسے نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے" (بخاری مسلم) مقصود یہ ہے کہ سوتے وقت باوضو رہنا سنت ہے۔

باوضو سونے سے انسان ڈراونی خواب اور شیطان کے کھلواڑ سے محفوظ رہے گا۔ اگر اس رات اس کی موت ہوجائے تو طہارت کی حالت میں موت ہوگی، اگر کوئی اچھا خواب دیکھے تو وہ سچا ہوسکتا ہے۔ (شرح مسلم النووی)

سونے سے پہلے وتر پڑھنا:

"جو شخص رات کے آخری حصہ میں بیدار نہ ہوسکے تو ابتدائی رات میں وتر پڑھ لے" (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی۔ (بخاری، مسلم)

سونے سے پہلے بسم اللہ کہہ کر دروازے بند کردیں

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دروازے بند کرو اور (انہیں بند کرتے وقت) بسم اللہ کہو، اس لیے کہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا" (بخاری، مسلم)

ایسا کرنے سے شیطان سے دوری اور اس سے بچاؤ کا ذریعہ بھی ہے اور جان و مال کی حفاظت بھی ہے۔

سونے سے قبل کھانے پینے کے برتنوں کو بسم اللہ کہہ کر ڈھانک دیں،

اگر کوئی چیز نہ ملے تو کم سے کم ایک لکڑی ہی سہی بسم اللہ کہہ کر ان پر رکھ دیں، اس لیے کہ شیطان بند دروازوں کو اور ڈھکے ہوئے برتنوں کو نہیں کھولتا۔ (مسلم)

ایک حدیث میں آپ انے اس کا سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ: "سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وبا اور بلا نازل ہوتی ہے، اور جس چیز کا منہ بند نہ ہو اور جو برتن ڈھکا ہوا نہ ہو اس میں یہ وبا اتر پڑتی ہے" (مسلم)

سونے سے قبل بسم اللہ کہہ کر تین بار بستر کو اچھی طرح جھاڑ لینا چاہیے۔

"جو اپنے بستر سے اٹھ جائے پھر دوبارہ سونے کے لیے آئے تو دوبار اس کو جھاڑ لے، کیونکہ معلوم نہیں کہ اس کے جانے کے بعد وہاں کیا کچھ آیا ہے"۔ (بخاری، مسلم)

سونے سے پہلے آگ اور چراغ بجھا دیں

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رات میں جب تم سونے جاؤ تو چراغ بجھا دو اور دروازے بند کر دو"۔ (بخاری، مسلم) ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی کریم انے فرمایا: "سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ کو جلتے ہوئے نہ چھوڑو" (بخاری، مسلم) ایک اور روایت میں ہے کہ چراغ بجھا دو کیونکہ بسا اوقات چوہا چراغ کی بتی کو بھڑکا کر گھر والوں کو جلا ڈالتا ہے۔ (بخاری)

مسئلہ: آگ یا چراغ جلائے رکھنے کی ضرورت پڑے تو اس سے محفوظ رہنے اور اس کے نہ بھڑکنے کے اسباب اختیار کر لیے جائیں تو پھر اسے بجھائے بغیر سونا جائز ہے اس لیے کہ حدیث میں جو سبب ذکر کیا گیا ہے اگر وہ ختم ہو جائے تو منع کا حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ (شرح مسلم نووی: ۱۳/۱۵۱) امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آگ بجھا دے یا پھر ایسے طریقے اپنا لے کہ وہ بھڑک نہ سکے" (فتح الباری: ۱۱/۹۸)

دائیں کروٹ لیٹے اور اپنے داہنے ہاتھ کو اپنے گال کے نیچے رکھ لے:

رسول اللہ ﷺ نے براء بن عازب کو سیدھی کروٹ سونے کے لیے کہا (بخاری) حفصہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ سے روایت ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر سوتے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھ لیتے تھے" (احمد)

پیٹ کے بل سونا منع ہے

ایسا سونے سے اللہ تعالیٰ غصہ ہوتا ہے اور اس کو ناپسند کرتا ہے اس لیے کہ یہ دوزخیوں کا طریقہ ہے: رسول اللہ ﷺ نے طہفہ غفاری کو مسجد میں اپنے پیٹ کے بل سوتے دیکھا تو انہیں اپنے پیر سے حرکت دی اور فرمایا: "تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسا سو رہے ہو؟! ایسا سونا تو اللہ کو ناپسند ہے، ایسا سونے سے اللہ ناراض ہوتا ہے"۔ (صحیح ابن ماجہ)

ایک بار ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے پیٹ کے بل سو رہے تھے رسول اللہ ﷺ انکے پاس سے گزرے تو انہیں اپنے پیر

سے حرکت دی اور فرمایا: "اے جنیدب! ایسا سونا دوزخیوں کا طریقہ ہے" (ابن ماجہ)

چت لیٹ کر ایک پیر کو دوسرے پیر کے گھٹنے پر رکھ کر سونا مکروہ ہے:

اس لیے کہ اس میں ستر کھلنے کا امکان ہے؛ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی ایک پیر کو دوسرے پر اٹھا کر رکھ لے جبکہ وہ چت لیٹا ہوا ہو" (مسلم)

اگر ستر کھلنے کا امکان نہ ہو تو ایسا سونے میں کوئی حرج نہیں ہے! اس لیے کہ عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھ کر لیٹے ہوئے دیکھا (بخاری، مسلم)

ایسی چھت پر سونا منع ہے جس کے اطراف کوئی آڑ نہ ہو جو گرنے پڑنے سے روک سکے؛ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص ایسی چھت پر سوئے جس کے اطراف کوئی آڑ (بھی) نہ ہو (اور وہ اوپر سے گر کر مر جائے یا اسے کوئی نقصان پہنچ) تو وہ اللہ کی ذمہ داری سے بری ہے" (احمد، ابوداود۔ صححہ الالبانی) یعنی گویا اس نے خودکشی کرلی۔ اور اگر حفاظت کے ذرائع اپنانے کے بعد بھی وہ ہلاک ہوگیا تو ان شاء اللہ وہ شہید کہلائے گا۔

بچے اگر دس سال کے ہو جائیں تو ان کو الگ الگ بستروں میں سلانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیں اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر ماریں، اور ان کے بستروں کو الگ کر دیں۔ (احمد، ابوداود۔ صحیح)

سونے سے قبل مسنون دعائیں پڑھ کر سوئیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص سوتے وقت اللہ کا ذکر نہ کرے (دعائیں نہ پڑھے) تو قیامت کے دن اس پر حسرت اور ندامت چھائی ہوگی"۔ (ابوداود)

سونے سے قبل پڑھنے کی نبی کریم ﷺ سے بہت سی دعائیں ثابت ہیں، جو بہت ہی عظیم معنی اور مفہوم پر مشتمل ہیں ان میں توحید کی تمام قسموں کا ذکر ہے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی گی ہے، اس کے سامنے بندے کی محتاجی کا اظہار ہے، ان میں اللہ سے مغفرت، توبہ اور آخرت کے عذاب سے نجات کا سوال کیا گیا ہے۔ ان میں نفس اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر معانی ان میں ذکر ہیں۔ لہٰذا سونے سے قبل جتنی دعائیں ممکن ہو پڑھ لینا چاہیے۔ یہ دعائیں دو قسم کی ہیں:

(۱) کچھ تو قرآنی آیات اور سورتیں ہیں۔ (۲) اور کچھ عام مسنون دعائیں ہیں۔

پہلی قسم: قرآنی آیات اور سورتیں

آیۃ الکرسی: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ .... "جو شخص سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس پر ایک نگہبان مقرر ہوتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے اور شیطان اس کے قریب تک نہیں آتا" (بخاری)

سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھے: (آمن الرسول سے آخر تک) (البقرۃ: ۲۸۵-۲۸۶) "جو شخص رات میں ان دونوں آیتوں کو پڑھ لے تو یہ اس کے لیے (ہر شر سے بچنے کے لئے) کافی ہیں"۔ (بخاری) (یعنی شیطان اور دیگر آفتوں سے بچنے کے لیے

کافی ہے نیز تہجد سے بھی کفایت کر جاتے ہیں)۔(شرح مسلم نووی)

سورہ سجدہ اور سورہ تبارک پڑھے۔(بخاری فی الادب المفرد: صحیح لغیرہ)

سورہ کافرون پڑھے: اس لیے کہ اس میں شرک سے براءت کا اعلان ہے۔(ابوداؤد)

سورہ اخلاص او معوذتین (یعنی قرآن کی آخری تین سورتیں) پڑھے: اپنے دونوں ہاتھوں کو جما کر ان میں پھونک دے اور ان سورتوں کو پڑھے، پھر جہاں تک ممکن ہو اپنے سارے بدن پر پھیر لے؛ پہلے اپنے چہرے، سر اور بدن کے اگلے حصہ پر (پھر بدن کے دیگر حصہ پر) پھیر لے، اس طرح تینوں سورتیں تین بار پڑھے اور تینوں بار بدن پر پھیر لے۔(بخاری، مسلم)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْبَطِحُ عَلَى بَطْنِهِ

باب: آدمی کا پیٹ کے بل اُلٹا ہو کر (لیٹنا)

5040 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَعِيشَ بْنِ طَخْفَةَ بْنِ قَيْسٍ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: كَانَ أَبِي مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْطَلِقُوا بِنَا إِلَى بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَانْطَلَقْنَا، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ أَطْعِمِينَا فَجَاءَتْ بِحَشِيشَةٍ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَالَ: يَا عَائِشَةُ أَطْعِمِينَا فَجَاءَتْ بِحَيْسَةٍ مِثْلِ الْقَطَاةِ فَأَكَلْنَا، ثُمَّ قَالَ: يَا عَائِشَةُ اسْقِينَا فَجَاءَتْ بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَالَ: يَا عَائِشَةُ اسْقِينَا فَجَاءَتْ بِقَدَحٍ صَغِيرٍ فَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَالَ: إِنْ شِئْتُمْ بِتُّمْ، وَإِنْ شِئْتُمُ انْطَلَقْتُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ قَالَ: فَبَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ مِنَ السَّحَرِ عَلَى بَطْنِي إِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِي بِرِجْلِهِ، فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ ضِجْعَةٌ يُبْغِضُهَا اللهُ قَالَ: فَنَظَرْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت یعیش بن طخفہ بن قیس غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے والد اصحاب صفہ میں سے ایک تھے، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے ساتھ عائشہ کے گھر کی طرف چلو، ہم لوگ چلے گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کھانے کے لیے کچھ دو، تو وہ حشیشہ لے آئیں، ہم نے اسے کھایا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کھانے کے لیے کچھ دو، تو وہ تھوڑا سا حیسہ لے آئیں، ہم نے اسے بھی کھا لیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پینے کے لیے کچھ دو، تو وہ دودھ کا پیالہ لے آئیں، ہم نے اسے بھی پی لیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پینے کے لیے کچھ دو، تو وہ ایک چھوٹا سا پیالہ لے کر آئیں ہم نے اسے بھی پی لیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم لوگ چاہو، تو یہاں سو جاؤ، اگر چاہو تو مسجد چلے جاؤ۔

راوی کہتے ہیں: سحری کے وقت میں مسجد میں لیٹا ہوا تھا، میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا، اسی دوران کسی نے مجھے اپنے پاؤں کے ذریعے حرکت دی، تو وہ شخص یہ کہہ رہا تھا: یہ لیٹنے کا ایسا طریقہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے، راوی کہتے ہیں: میں نے دیکھا

تو وہ نبی اکرم ﷺ تھے۔

بَابٌ فِي النَّوْمِ عَلَى سَطْحٍ غَيْرِ مُحَجَّرٍ

باب: ایسی چھت پر سونا، جس کے آس پاس منڈیر نہ ہو

5041 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَالِمٌ يَعْنِي ابْنَ نُوحٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ جَابِرٍ الْحَنَفِيِّ، عَنْ وَعْلَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَثَّابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَعْنِي ابْنَ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَاتَ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ لَيْسَ لَهُ حِجَارٌ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ

❁❁ عبدالرحمن بن علی بن شیبان اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی ایسی چھت پر سوئے، جس پر پتھر نہ ہوں (یعنی منڈیر نہ ہو) تو وہ شخص ذمہ سے بری ہو جاتا ہے''۔

بَابٌ فِي النَّوْمِ عَلَى طَهَارَةٍ

باب: باوضو حالت میں سونا

5042 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي ظَبْيَةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَبِيتُ عَلَى ذِكْرٍ طَاهِرًا، فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ قَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ: قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو ظَبْيَةَ، فَحَدَّثَنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ ثَابِتٌ: قَالَ فُلَانٌ: لَقَدْ جَهِدْتُ أَنْ أَقُولَهَا حِينَ أَنْبَعِثُ فَمَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا

❁❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو بھی مسلمان ذکر کرتے ہوئے، باوضو حالت میں، رات بسر کرتا ہے، وہ رات کے وقت جب بھی بیدار ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی جس بھی بھلائی کا سوال کرے گا، اللہ تعالیٰ وہ اسے عطا کر دے گا''

ثابت بنانی بیان کرتے ہیں: ابوظبیہ ہمارے پاس آئے، تو ہم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے انہیں یہ حدیث بیان کی: ثابت بیان کرتے ہیں: فلاں شخص نے یہ کہا: میں نے بڑی کوشش کی کہ جب بیدار ہوتا ہوں، تو یہ دعا پڑھ لیا کروں، لیکن میں اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

5043 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ، وَيَدَيْهِ، ثُمَّ نَامَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي بَالَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے، وہ بیان کرتے ہیں: رات کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت ادا کی، آپ نے چہرے اور دونوں بازوں کو دھویا اور پھر سو گئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پیشاب کیا تھا۔

بَابُ كَيْفَ يَتَوَجَّهُ

باب: آدمی کس طرف رخ کرے؟

5044 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ بَعْضِ، آلِ اُمِّ سَلَمَةَ كَانَ فِرَاشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِمَّا يُوضَعُ الْاِنْسَانُ فِي قَبْرِهِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَاْسِهِ

ابوقلابہ، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان میں سے کسی شخص کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر تقریباً اتنا ہوتا تھا، جتنا کسی شخص کے لیے اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے ہوتی تھی۔

بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ النَّوْمِ

باب: سوتے وقت کیا پڑھا جائے؟

5045 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَوَاءٍ، عَنْ حَفْصَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ثَلَاثَ مِرَارٍ

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں دست مبارک اپنی رخسار کے نیچے رکھتے پھر یہ پڑھتے تھے:

''اے اللہ! اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچانا، جس دن تو اپنے بندوں کو زندہ کرے گا''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ یہ کلمات پڑھتے تھے۔

5046 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ مَنْصُورًا، يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، وَقُلِ اللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِي اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ اَمْرِي اِلَيْكَ، وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِي اِلَيْكَ، رَهْبَةً وَرَغْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي

أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ قَالَ فَإِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ قَالَ الْبَرَاءُ: فَقُلْتُ: أَسْتَذْكِرُهُنَّ، فَقُلْتُ: وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، قَالَ: لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ

❀❀ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:
''جب تم اپنے بستر پر آؤ، تو پہلے نماز کے وضو کی طرح وضو کرلو، پھر دائیں پہلو کے بل لیٹ کر یہ دعا پڑھو:
''اے اللہ! میں نے اپنا رخ تیری طرف کرلیا، میں نے اپنے معاملات تیرے سپرد کردیے، میں نے اپنی پشت تیرے ساتھ لگالی، ڈرتے ہوئے بھی اور تیری طرف رغبت رکھتے ہوئے بھی، تیری بارگاہ میں تیرے علاوہ اور کوئی جائے پناہ اور جائے نجات نہیں ہے، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا، جو تو نے نازل کی ہے اور اس نبی پر ایمان لایا، جسے تو نے بھیجا ہے''۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم (اس رات میں) مر گئے، تو حق پر مروگے، تم انہیں سونے سے پہلے اپنا آخری کلام بنالو۔
حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: میں اسے یاد کرتا ہوں، اس کو یاد کرتے ہوئے میں نے یہ الفاظ کہہ دیے ''تیرے اس رسول پر ایمان لایا، جسے تو نے بھیجا ہے'' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھو:
''تیرے اس نبی پر ایمان لایا، جسے تو نے بھیجا ہے''۔

5047 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيفَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ وَأَنْتَ طَاهِرٌ فَتَوَسَّدْ يَمِينَكَ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ

❀❀ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:
''جب تم بستر پر آؤ تو باوضو ہو اور اپنے دائیں ہاتھ کو تکیہ بنالو (یا دائیں پہلو کے بل لیٹو)''
اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

5048 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْغَزَّالُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَمَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ أَحَدُهُمَا إِذَا أَتَيْتَ فِرَاشَكَ طَاهِرًا وَقَالَ الْآخَرُ تَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ وَسَاقَ مَعْنَى مُعْتَمِرٍ

❀❀ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تاہم ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''جب تم باوضو ہو کر اپنے بستر پر آؤ''، اور دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''تم نماز کے وضو کی طرح وضو کرلو''

5049 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ قَالَ: اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَحْيَا وَأَمُوتُ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا، وَإِلَيْهِ النُّشُورُ

⊛⊛ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے لگتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

"اے اللہ! میرے تیرے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں"

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

"ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندگی عطا کی اور اسی کی طرف لوٹنا ہے"۔

5050 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَوَى أَحَدُكُمْ إِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَضْطَجِعْ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص اپنے بستر پر آئے، تو اسے اپنے تہبند کے پلو کے ذریعے بستر کو جھاڑ لینا چاہیے، کیونکہ وہ شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد اس پر کیا چیز آئی تھی؟ اور پھر اسے دائیں پہلو کی جانب لیٹ جانا چاہیے اور یہ پڑھنا چاہیے:

"اے میرے پروردگار! تیرے اسم کی برکت سے میں اپنا پہلو رکھتا ہوں، اور تیری مدد سے اسے اٹھاؤں گا، اگر تو نے میری جان کو روک لیا، تو اس پر رحم کرنا اور اگر اس کو چھوڑ دیا، تو اس کی اسی طرح حفاظت کرنا، جس طرح تو اپنے بندوں میں سے، نیک لوگوں کی حفاظت کرتا ہے"

5051 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ نَحْوَهُ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ: اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى، مُنَزِّلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي شَرٍّ، أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، زَادَ وَهْبٌ فِي حَدِيثِهِ اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ، وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر آتے تھے، تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"اے اللہ! اے آسمانوں کے پروردگار، اے زمین کے پروردگار، اے ہر چیز کے پروردگار، اے دانے اور گٹھلی کو چیر دینے والے، اے تورات، انجیل اور قرآن کو نازل کرنے والے! میں ہر شر والی چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، جس کی پیشانی کو تو نے پکڑا ہوا ہے، تو ایسا پہلا ہے کہ تجھ سے پہلے کوئی اور نہیں، تو ایسا آخری ہے کہ تیرے بعد کوئی اور

نہیں ہوگا، تو ایسا ظاہر ہے کہ تیرے اوپر کوئی اور نہیں ہے، تو ایسا باطن ہے کہ تیرے نیچے کوئی اور نہیں ہے"

وہب نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"تو میرے قرض کو ادا کروا دے، اور مجھے محتاجی سے بے نیاز کر دے"

5052 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ يَعْنِي ابْنَ جَوَّابٍ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، وَأَبِي مَيْسَرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَحِمَهُ اللَّهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ مَضْجَعِهِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيمِ، وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّةِ، مِنْ شَرِّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اللَّهُمَّ أَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَأْثَمَ، اللَّهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ، وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت یہ کلمات پڑھتے تھے:

"اے اللہ! میں تیری معزز ذات اور تیرے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے، جس کی پیشانی کو تو نے پکڑا ہوا ہے، اے اللہ! قرض اور گناہ کو تو ہی ختم کر سکتا ہے، اے اللہ! تیرے لشکر کو پسپا نہیں کیا جا سکتا، تیرے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی اور تیری مرضی کے مقابلے میں کسی مالدار شخص کا مال اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا، تو پاک ہے اور ہر طرح کی حمد تیرے لیے مخصوص ہے"

5053 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا، وَسَقَانَا، وَكَفَانَا، وَآوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ، وَلَا مُؤْوِيَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر آتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

"ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے ہمیں کھلایا، جس نے ہمیں پلایا، جس نے ہماری کفایت کی، جس نے ہمیں پناہ دی، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کی کفایت کرنے والا اور انہیں پناہ دینے والا کوئی نہیں ہے؟"

5054 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي الْأَزْهَرِ الْأَنْمَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ وَضَعْتُ جَنْبِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَأَخْسِئْ شَيْطَانِي، وَفُكَّ رِهَانِي، وَاجْعَلْنِي فِي النَّدِيِّ الْأَعْلَى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو هَمَّامٍ الْأَهْوَازِيُّ، عَنْ ثَوْرٍ، قَالَ: أَبُو زُهَيْرٍ الْأَنْمَارِيُّ

حضرت ابوازہر انماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب بستر پر جاتے تھے، تو یہ پڑھتے

ترجمہ:

''اللہ تعالیٰ کے اسم سے برکت حاصل کرتے ہوئے، میں اپنا (بدن) بستر پر رکھتا ہوں، اے اللہ! میرے ذنب کی مغفرت کردے اور میرے شیطان کو دور کردے، میرے نفس کو (آگ کے عذاب سے) آزاد کردے اور مجھے بلند محفل والوں میں شامل کردے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت ابوہمام اہوازی نے ثور کے حوالے سے نقل کی ہے، انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت ابوزہیر انماری۔

5055 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِنَوْفَلٍ: اقْرَأْ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ نَمْ، عَلٰى خَاتِمَتِهَا، فَاِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْكِ

❀❀ فروہ بن نوفل اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت نوفل سے فرمایا:

''تم سورہ کافرون کی تلاوت کر کے اس پر اپنی بات چیت ختم کر کے سویا کرو، کیونکہ یہ شرک سے بری الذمہ ہونے کا اظہار ہے''

5056 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، وَيَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ، - يَعْنِيَانِ ابْنَ فَضَالَةَ - عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوَى اِلٰى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا، وَقَرَاَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ: يَبْدَاُ بِهِمَا عَلٰى رَاْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ، يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کو روزانہ جب اپنے بستر پر جاتے تھے، تو دونوں ہتھیلیاں ملا کر ان پر پھونک مارتے تھے اور یہ پڑھ کر پھونک مارتے تھے: سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ الناس، پھر آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو اپنے جسم پر جہاں تک ہوسکتا تھا' پھیرتے تھے، سر اور چہرے سے آغاز کرتے تھے اور پھر جسم کے سامنے (اگلے) حصے پر ہاتھ پھیرتے تھے، ایسا آپ ﷺ تین مرتبہ کرتے تھے۔

5057 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ بِلَالٍ، عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ اَنْ يَرْقُدَ، وَقَالَ: اِنَّ فِيهِنَّ اٰيَةً اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ اٰيَةٍ

❀❀ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سونے سے پہلے مسبحات کی تلاوت کرتے تھے، آپ ﷺ یہ فرماتے تھے: ''ان میں ایک آیت ایسی ہے، جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے''

5058 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَفَانِي وَآوَانِي، وَأَطْعَمَنِي وَسَقَانِي، وَالَّذِي مَنَّ عَلَيَّ فَأَفْضَلَ، وَالَّذِي أَعْطَانِي فَأَجْزَلَ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ، اللّٰهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ وَإِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ، أَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد، اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جس نے میری کفایت کی، مجھے پناہ دی، جس نے مجھے کھلایا، پلایا اور جس نے مجھ پر احسان کیا اور سب سے بہترین احسان کیا اور جس نے مجھے عطا کیا اور بھرپور عطا کیا ہر حالت میں، ہر طرح کی حمد، اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، اے اللہ! اے ہر چیز کے پروردگار اور اس کے مالک، اے ہر چیز کے معبود! میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں''

5059 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ تَعَالَى فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص بستر پر لیٹے اور اس پر اللہ کا نام نہ لے، تو یہ چیز قیامت کے دن اس کے لیے حسرت کا باعث ہوگی اور جو شخص کسی جگہ پر بیٹھے اور وہاں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے، تو وہ محفل قیامت کے دن، اس کے لیے حسرت کا باعث ہوگی''

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ

باب: آدمی نیند سے بیدار ہو تو کیا پڑھے؟

5060 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ حِينَ يَسْتَيْقِظُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ دَعَا: رَبِّ اغْفِرْ لِي قَالَ الْوَلِيدُ: أَوْ قَالَ: دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ، فَإِنْ قَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ

❀❀ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص رات کے وقت بیدار ہو اور بیدار ہو کر یہ پڑھ لے:

''اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے، حمد اسی کے لیے

مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے، میں اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک قرار دیتا ہوں اور ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا''

پھر وہ شخص دعا مانگتے ہوئے یہ کہے: ''اے اللہ! میری مغفرت فرما''۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: پھر وہ شخص اگر دعا مانگے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر وہ شخص اٹھ کر نوافل ادا کرے، تو اس کی نماز قبول ہوتی ہے۔

5061 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ، اللّٰهُمَّ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اللّٰهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي، وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت بیدار ہوتے تھے، تو یہ پڑھتے تھے: ''تیرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے، تو ہر عیب سے پاک ہے، اے اللہ! میں اپنے گناہوں کی تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری رحمت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میرے علم میں اضافہ کردے اور جب تو نے مجھے ہدایت دیدی ہے، تو اس کے بعد میرے دل کو گمراہ نہ کرنا اور مجھے اپنی بارگاہ سے رحمت عطا کرنا، بے شک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے''۔

بَابٌ فِي التَّسْبِيحِ عِنْدَ النَّوْمِ

باب: سوتے وقت تسبیح پڑھنا

5062 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ الْمَعْنَى عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ: شَكَتْ فَاطِمَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى، فَأُتِيَ بِسَبْيٍ، فَأَتَتْهُ تَسْأَلُهُ فَلَمْ تَرَهُ، فَأَخْبَرَتْ بِذٰلِكَ عَائِشَةَ، فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ، فَأَتَانَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا، فَذَهَبْنَا لِنَقُومَ، فَقَالَ: عَلَى مَكَانِكُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى صَدْرِي فَقَالَ: أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا، إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بات کی شکایت کی، کہ چکی

پینے کی وجہ سے میرے ہاتھوں میں بہت تکلیف ہوتی ہے، کچھ (قیدی) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے گئے، تو سیدہ
فاطمہ ؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تا کہ ان سے کوئی ملازم مانگ لیں، انہیں نبی اکرم ﷺ نظر نہیں آئے،
انہوں نے سیدہ عائشہ ؓ کو اس صورت حال کے بارے میں بتایا، نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، تو سیدہ عائشہ ؓ نے نبی
اکرم ﷺ کو اس صورتحال کے بارے میں بتایا: نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم اس وقت بستر پر لیٹ چکے تھے، ہم
اٹھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی جگہ پر رہو، آپ تشریف لائے اور ہمارے درمیان بیٹھ گئے، یہاں تک کہ آپ کے قدموں
کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے پر محسوس کی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو فرمائش کی ہے، کیا میں اس سے زیادہ بہتر چیز کی طرف
تمہاری رہنمائی نہ کروں؟ جب تم بستر پر جاؤ، تو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ، 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے
خادم (ملنے) سے بہتر ہے۔

5063 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ الْيَشْكُرِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْوَرْدِ بْنِ ثُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ لِابْنِ أَعْبُدَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ أَحَبَّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ، وَكَانَتْ عِنْدِي فَجَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ بِيَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا، وَقَمَّتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا، وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتَّى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا، وَأَصَابَهَا مِنْ ذَلِكَ ضُرٌّ، فَسَمِعْنَا أَنَّ رَقِيقًا أُتِيَ بِهِمْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: لَوْ أَتَيْتِ أَبَاكِ فَسَأَلْتِيهِ خَادِمًا يَكْفِيكِ، فَأَتَتْهُ، فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا، فَاسْتَحْيَتْ، فَرَجَعَتْ، فَغَدَا عَلَيْنَا وَنَحْنُ فِي لِفَاعِنَا، فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا فَأَدْخَلَتْ رَأْسَهَا فِي اللِّفَاعِ حَيَاءً مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ: مَا كَانَ حَاجَتُكِ أَمْسِ إِلَى آلِ مُحَمَّدٍ؟ فَسَكَتَتْ، مَرَّتَيْنِ، فَقُلْتُ: أَنَا وَاللَّهِ أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذِهِ جَرَّتْ عِنْدِي بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ فِي يَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا، وَكَسَحَتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا، وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتَّى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا، وَبَلَغَنَا أَنَّهُ قَدْ أَتَاكَ رَقِيقٌ أَوْ خَدَمٌ، فَقُلْتُ لَهَا: سَلِيهِ خَادِمًا، فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ الْحَكَمِ وَأَتَمَّ

✿✿ ابوورد بن ثمامہ کہتے ہیں: حضرت علی ؓ نے ابن اعبد سے فرمایا: کیا میں تمہیں اپنے اور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ ؓ کے واقعہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جو نبی اکرم ﷺ کے اہل خانہ میں، آپ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھیں، وہ میری زوجیت میں تھیں، وہ چکی چلایا کرتی تھیں جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ سخت ہو گئے تھے، وہ مشکیزے سے پانی بھر کے لایا کرتی تھیں، جس کی وجہ سے ان کے سینے پر نشان پڑ چکے تھے، وہ گھر میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان کے کپڑے غبار آلود ہو جاتے، وہ ہنڈیا کے نیچے آگ جلاتی تھیں، جس کے نتیجے میں ان کے کپڑے خراب ہو جاتے تھے اور انہیں ایسا کرنے میں مشکل بھی پیش آتی تھی، ہمیں یہ پتا چلا کہ کچھ غلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے گئے ہیں، تو میں نے کہا: اگر تم اپنے والد کے پاس جاؤ اور ان سے کوئی خادم مانگ لو جو تمہارے لیے کفایت کرے (یعنی تمہارے حصے کے کام کر دیا کرے) سیدہ فاطمہ ؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے پاس بات چیت

کرنے والے کچھ لوگوں کو پایا: انہیں (یہ گزارش کرنے سے شرم آ گئی) تو وہ واپس آ گئیں، اگلے دن نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم ابھی اپنے لحاف میں موجود تھے، نبی اکرم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سرہانے کی طرف بیٹھ گئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے حیاء کی وجہ سے اپنا سر لحاف میں کر لیا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کل تمہیں محمد کے گھر کیا کام تھا؟ دو مرتبہ (نبی اکرم ﷺ نے یہ سوال کیا) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں، تو میں نے کہا: خدا کی قسم!

یارسول اللہ! میں آپ ﷺ کو بتاتا ہوں، یہ میرے یہاں چکی چلاتی ہیں، جس کے نشان ان کے ہاتھوں پر پڑ گئے ہیں، یہ مشکیزے میں پانی بھر کے لاتی ہیں، جس کے نشان ان کے سینے پر پڑ گئے ہیں، یہ گھر میں جھاڑو دیتی ہیں، جس کی وجہ سے ان کے کپڑے غبار آلود ہو جاتے ہیں، یہ ہنڈیا کے نیچے آگ جلاتی ہیں، جس کی وجہ سے ان کے کپڑے خراب ہو جاتے ہیں، ہمیں یہ پتا چلا کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) خادم آئے ہیں، تو میں نے اس سے کہا: تم نبی اکرم ﷺ سے کوئی خادم مانگ لو۔

اس کے بعد راوی نے حکم نامی راوی کے روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، جو زیادہ مکمل ہے۔

5064 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنْ شَبَثِ بْنِ رِبْعِيٍّ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فِيهِ قَالَ عَلِيٌّ: فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا لَيْلَةَ صِفِّينَ فَإِنِّي ذَكَرْتُهَا مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَقُلْتُهَا

❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: جس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کی زبانی میں نے جب سے یہ کلمات سنے ہیں، اس کے بعد میں نے انہیں کبھی ترک نہیں کیا البتہ صفین کی رات یہ مجھ سے رہ گئے تھے، رات کے آخری حصے میں یہ مجھے یاد آئے، تو میں نے انہیں پڑھ لیا۔

5065 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَصْلَتَانِ، أَوْ خَلَّتَانِ لَا يُحَافِظُ عَلَيْهِمَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ، هُمَا يَسِيرٌ، وَمَنْ يَعْمَلُ بِهِمَا قَلِيلٌ، يُسَبِّحُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا، وَيَحْمَدُ عَشْرًا، وَيُكَبِّرُ عَشْرًا، فَذَلِكَ خَمْسُونَ وَمِائَةٌ بِاللِّسَانِ، وَأَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فِي الْمِيزَانِ، وَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ، وَيَحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَيُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، فَذَلِكَ مِائَةٌ بِاللِّسَانِ، وَأَلْفٌ فِي الْمِيزَانِ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُهَا بِيَدِهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ هُمَا يَسِيرٌ وَمَنْ يَعْمَلُ بِهِمَا قَلِيلٌ؟ قَالَ: يَأْتِي أَحَدَكُمْ - يَعْنِي الشَّيْطَانَ - فِي مَنَامِهِ فَيُنَوِّمُهُ قَبْلَ أَنْ يَقُولَهُ، وَيَأْتِيهِ فِي صَلَاتِهِ فَيُذَكِّرُهُ حَاجَةً قَبْلَ أَنْ يَقُولَهَا

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دو خصوصیات ایسی ہیں کہ جو بھی مسلمان بندہ انہیں باقاعدگی سے سرانجام دے گا، وہ جنت میں داخل ہوجائے گا، یہ دونوں کرنے میں آسان ہیں، لیکن ان دونوں پر عمل کرنے والے لوگ کم ہیں، ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمدللہ، دس مرتبہ اللہ اکبر کہنا، اور یہ زبان سے پڑھنے کے حوالے سے 150 ہوں گے اور میزان میں 1500 ہوں گے، اور جب آدمی بستر پر جائے، تو 34 مرتبہ اللہ اکبر، 33 مرتبہ الحمدللہ اور 33 مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا، یہ زبان سے پڑھنے کے لحاظ سے 100 ہوں گے، مگر لیکن میزان میں ایک ہزار ہوں گے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی سے اشارہ کر کے اس کی گنتی بتائی، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ یہ دونوں آسان ہیں، لیکن ان پر عمل کرنے والے لوگ کم ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص سونے کے لیے جاتا ہے، تو شیطان اس کے پاس آجاتا ہے اور اسے یہ پڑھنے سے پہلے ہی سلا دیتا ہے اور پھر اس کی نماز کے دوران شیطان اس کے پاس آتا ہے، اور ان کلمات کو پڑھنے سے پہلے اسے کوئی کام یاد کروا دیتا ہے۔

5066 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عُقْبَةَ الْحَضْرَمِيُّ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ حَسَنٍ الضَّمْرِيِّ، أَنَّ ابْنَ أُمِّ الْحَكَمِ، أَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَيِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، عَنْ إِحْدَاهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ: أَصَابَ رَسُولُ اللهِ سَبْيًا، فَذَهَبْتُ أَنَا وَأُخْتِي فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيهِ، وَسَأَلْنَاهُ أَنْ يَأْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنَ السَّبْيِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبَقَكُنَّ يَتَامَى بَدْرٍ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةَ التَّسْبِيحِ، قَالَ: عَلَى أَثَرِ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَذْكُرِ النَّوْمَ

⊛⊛ سیدہ ام حکم رضی اللہ عنہا یا سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے، ان دونوں میں سے ایک خاتون کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے۔ میں، میری بہن اور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے (گھریلو کام کاج کے لیے) پریشانی کا ذکر کیا اور آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ ہمیں کوئی قیدی دینے کا حکم دیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بدر کے یتیم تم سے سبقت لے جاچکے ہیں، اس کے بعد راوی نے تسبیح کا واقعہ نقل کیا ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ بیان کیے ہیں: (ہر نماز کے بعد یہ تسبیح پڑھنی ہے) اس میں سوتے وقت تسبیح پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ

باب: صبح کے وقت آدمی کیا پڑھے؟

5067 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَبَا

بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مُرْنِي بِكَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ إِذَا أَصْبَحْتُ، وَإِذَا أَمْسَيْتُ، قَالَ: قُلْ: اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي، وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ قَالَ قُلْهَا إِذَا أَصْبَحْتَ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ، وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کلمات کی ہدایت کیجئے، جو میں صبح کے وقت پڑھا کروں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھا کرو:

"اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! اے غیب اور شہادت کا علم رکھنے والے، اے ہر چیز کے پروردگار اور اس کے مالک، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے میں اپنی ذات کے شر سے، شیطان کے شر سے اور اس کے شریک ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم صبح کے وقت اور شام کے وقت اور جب بستر پر (سونے کے لیے جانے لگو) تو اس وقت انہیں پڑھ لیا کرو۔

5068 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ: اللَّهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ وَإِذَا أَمْسَى قَالَ: اللَّهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت یہ پڑھتے تھے:

"اے اللہ! تیری مدد سے ہم نے صبح کی اور تیری مدد سے ہم نے شام کی، تیری مدد سے ہم زندہ ہیں اور تیری مدد سے ہی ہم مریں گے اور تیری ہی طرف اٹھیں گے"

شام کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے:

"اے اللہ! تیری مدد سے ہم نے شام کی، تیری مدد سے ہم زندہ ہیں اور تیری ہی مرضی سے ہم مریں گے اور تیری ہی طرف اٹھائے جائیں گے"۔

5069 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَازِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ مَكْحُولٍ الدِّمَشْقِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ أَوْ يُمْسِي: اللَّهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ، وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ أَعْتَقَ اللهُ رُبُعَهُ مِنَ النَّارِ، فَمَنْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَعْتَقَ اللهُ نِصْفَهُ، وَمَنْ قَالَهَا ثَلَاثًا أَعْتَقَ اللهُ ثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ، فَإِنْ قَالَهَا أَرْبَعًا أَعْتَقَهُ اللهُ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت یہ کلمات پڑھے:
''اے اللہ! میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں اور تیرے عرش کو اٹھانے والوں کو اور تیرے فرشتوں کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں، کہ بے شک تو اللہ ہے، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں''۔
(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک چوتھائی حصے کو آگ سے آزاد کر دے گا، جو شخص ان کلمات کو دو مرتبہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے نصف حصے کو آگ سے آزاد کر دے گا، جو شخص تین مرتبہ پڑھے گا اس کے تین چوتھائی حصے کو آگ سے آزاد کر دے گا، اور جو شخص چار مرتبہ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے مکمل طور پر آگ سے آزاد کر دے گا''۔

5070 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ الطَّائِيُّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ أَوْ حِينَ يُمْسِي: اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ بِنِعْمَتِكَ، وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ أَوْ مِنْ لَيْلَتِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''جو شخص صبح کے وقت یا شام کے وقت یہ کلمات پڑھے:
''اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے، تیرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے، تو نے مجھے پیدا کیا ہے، میں تیرا بندہ ہوں، میں تیرے عہد اور وعدے پہ اپنی استطاعت کے مطابق کار بند ہوں، میں اس چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو میں نے کیا ہے، میں تیری نعمت کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، تو میری مغفرت کر دے، گناہوں کی مغفرت صرف تو ہی کر سکتا ہے''۔
(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) اگر وہ اسی دن فوت ہو جائے، یا اسی رات فوت ہو جائے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا''

5071 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَقُولُ إِذَا أَمْسَى: أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ زَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَأَمَّا زُبَيْدٌ كَانَ يَقُولُ: كَانَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَمِنْ سُوءِ الْكِبَرِ، أَوِ الْكُفْرِ، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ، وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذَلِكَ أَيْضًا: أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلَّهِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: مِنْ سُوءِ الْكِبَرِ وَلَمْ يَذْكُرْ سُوءَ الْكُفْرِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: شام کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات پڑھا کرتے تھے:

''ہماری شام ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں بھی شام ہوگئی، ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہی ایک معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے''

جریر نامی راوی کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: زبید نامی راوی کہا کرتے تھے: ابراہیم بن سوید یہ کہتے تھے: ''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہی ایک معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے، حمد اسی کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے، اے میرے پروردگار! میں اس رات میں موجود بھلائی اور اس کے بعد والی بھلائی کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور میں اس رات میں موجود شر اور اس کے بعد والے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے میرے پروردگار! میں سستی، برے بڑھاپے اور کفر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے میرے پروردگار! میں جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

جب صبح ہوتی تھی تو اس میں بھی اسی طرح پڑھتے تھے اس میں یہ الفاظ پڑھتے تھے:

''ہماری صبح ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں بھی صبح ہوگئی''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''تکبر (یا بڑی عمر) کی برائی'' اس میں یہ مذکور نہیں ہے: ''کفر کی برائی''

5072 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي عَقِيلٍ، عَنْ سَابِقِ بْنِ نَاجِيَةَ، عَنْ اَبِي سَلَّامٍ، اَنَّهُ كَانَ فِي مَسْجِدِ حِمْصَ فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالُوا: هٰذَا خَدَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَامَ اِلَيْهِ فَقَالَ: حَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَتَدَاوَلْهُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ الرِّجَالُ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُولُ: مَنْ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ وَاِذَا اَمْسَى: رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا. وَبِالْاِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ اَنْ يُرْضِيَهُ

ابوسلام بیان کرتے ہیں: وہ حمص کی مسجد میں موجود تھے، ان کے پاس سے ایک شخص گزرا، تو لوگوں نے بتایا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہے ہیں، تو ابوسلام اٹھ کر ان کے پاس گئے اور بولے: آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے، جو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبانی سنی ہو، اور وہ حدیث آپ کے علم میں ہو، دوسرے لوگ اسے بیان نہ کرتے ہوں، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت یہ کلمات پڑھے:

''ہم اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں (یعنی

اس پر ایمان رکھتے ہیں)''۔

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:) تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ یہ بات ہوگی کہ وہ اس شخص کو (جنت میں داخل کر کے) راضی کر دے۔

5073 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، وَاِسْمَاعِيلُ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَنْبَسَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَنَّامٍ الْبَيَاضِيِّ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ اللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِي مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْكَ وَحْدَكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ، فَلَكَ الْحَمْدُ، وَلَكَ الشُّكْرُ، فَقَدْ اَدّٰى شُكْرَ يَوْمِهِ، وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ حِيْنَ يُمْسِي فَقَدْ اَدّٰى شُكْرَ لَيْلَتِهِ

حضرت عبداللہ بن غنام بیاضی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھے:

''اے اللہ! صبح کے وقت مجھے جو بھی نعمت حاصل ہے، وہ تیری طرف سے ملی ہے، صرف تیری طرف سے ملی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، حمد تیرے لیے مخصوص ہے اور شکر تیرا ہی کیا جا سکتا ہے''۔

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:) تو وہ اس دن کا شکر ادا کر دے گا اور جو شخص شام کے وقت یہ کلمات پڑھے گا وہ اس شام کا شکر ادا کر دے گا۔

5074 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ مُسْلِمٍ الْفَزَارِيُّ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ اَبِي سُلَيْمَانَ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ، حِيْنَ يُمْسِي، وَحِيْنَ يُصْبِحُ: اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِيْنِي وَدُنْيَايَ وَاَهْلِي وَمَالِي، اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِي، وَقَالَ عُثْمَانُ: عَوْرَاتِي وَاٰمِنْ رَوْعَاتِي، اللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِيْنِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَاَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: قَالَ وَكِيعٌ يَعْنِي الْخَسْفَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ شام کے وقت اور صبح کے وقت ان کلمات کو پڑھنا کبھی ترک نہیں کرتے تھے:

''اے اللہ! میں دنیا اور آخرت میں عافیت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میں اپنے دین، اپنی دنیا، اپنے اہل خانہ اور اپنے مال کے بارے میں معافی اور عافیت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میری پوشیدہ چیزوں کی پردہ پوشی رکھنا اور مجھے خطرات سے امن عطا کرنا، اے اللہ! میرے آگے، میرے پیچھے میرے دائیں، میرے بائیں، میرے اوپر سے، میری حفاظت کرنا اور میں تیری عظمت کی پناہ مانگتا ہوں، اس چیز سے کہ مجھے نیچے کی طرف سے ہلاکت کا شکار کر دیا جائے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وکیع کہتے ہیں: اس سے مراد زمین میں دھنسنا ہے۔

5075 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ سَالِمًا الْفَرَّاءَ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ الْحَمِيدِ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّهُ حَدَّثَتْهُ وَكَانَتْ تَخْدُمُ بَعْضَ بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ ابْنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهَا فَيَقُولُ: قُولِي حِينَ تُصْبِحِينَ سُبْحَانَ اللهِ، وَبِحَمْدِهِ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ مَا شَاءَ اللهُ، كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ فَإِنَّهُ مَنْ قَالَهُنَّ حِينَ يُصْبِحُ حُفِظَ حَتَّى يُمْسِيَ، وَمَنْ قَالَهُنَّ حِينَ يُمْسِي حُفِظَ حَتَّى يُصْبِحَ

❁❁ عبدالحمید، جو بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: ان کی والدہ نے انہیں یہ بات بتائی: وہ نبی اکرم ﷺ کی ایک صاحبزادی کی خدمت کیا کرتی تھیں، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی نے انہیں یہ بات بتائی: نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ کلمات تعلیم دیے اور فرمایا: تم صبح کے وقت یہ پڑھ لیا کرو:

"میں اللہ تعالیٰ کے ہر عیب سے پاک ہونے کا اعتراف کرتا ہوں اور اس کی حمد بیان کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہ ہوتا ہے، جو وہ نہیں چاہتا، وہ نہیں ہوتا"

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) جو شخص صبح کے وقت ان کلمات کو پڑھ لے گا، وہ شام تک محفوظ رہے گا اور جو شام کے وقت ان کلمات کو پڑھ لے گا، وہ صبح تک محفوظ رہے گا۔

5076 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرٍ النَّجَّارِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبَيْلَمَانِيِّ، قَالَ الرَّبِيعُ: ابْنُ الْبَيْلَمَانِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ (فَسُبْحَانَ اللهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ) إِلَى (وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ) (الروم: 19) أَدْرَكَ مَا فَاتَهُ فِي يَوْمِهِ ذَلِكَ، وَمَنْ قَالَهُنَّ حِينَ يُمْسِي أَدْرَكَ مَا فَاتَهُ فِي لَيْلَتِهِ قَالَ الرَّبِيعُ، عَنِ اللَّيْثِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص صبح کے وقت یہ پڑھ لے:

"اللہ تعالیٰ کی پاکی ہے، جب تم لوگ شام کرتے ہو، یا جب تم لوگ صبح کرتے ہو، حمد اسی کے لیے مخصوص ہے، جو آسمانوں اور زمین میں ہو، اور شام کے وقت اور دوپہر کے وقت بھی (حمد اسی کے لیے مخصوص ہے) یہ آیت یہاں تک ہے "اسی طرح تمہیں نکالا جائے گا"

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:) تو وہ شخص اس (اجر وثواب) کو پا لے گا، جو اس کا اس دن میں رہ گیا تھا اور جو شخص شام کو ان کلمات کو پڑھ لے گا، وہ اس کا اجر وثواب پا لے گا، جو اس رات رہ گیا ہوگا۔

ربیع نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: لیث سے منقول ہے۔

5077 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، وَوُهَيْبٌ، نَحْوَهُ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَائِشٍ، وَقَالَ حَمَّادٌ: عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، كَانَ لَهُ عِدْلَ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَكُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ، وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ، وَكَانَ فِي حِرْزٍ مِنَ الشَّيْطَانِ حَتَّى يُمْسِيَ، وَإِنْ قَالَهَا إِذَا أَمْسَى كَانَ لَهُ مِثْلُ ذَلِكَ حَتَّى يُصْبِحَ قَالَ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ: فَرَأَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا عَيَّاشٍ يُحَدِّثُ عَنْكَ بِكَذَا وَكَذَا، قَالَ: صَدَقَ أَبُو عَيَّاشٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَمُوسَى الزَّمْعِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَائِشٍ

حضرت ابو عیاش رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھ لے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے حمد بھی اسی کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے''۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) تو یہ اس کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا، اور اس شخص کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کر دیے جائیں گے اور وہ شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا اور اگر وہ شخص شام کے وقت یہ کلمات پڑھ لے گا، تو صبح تک یہی کچھ حاصل ہوگا۔

حماد کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں: ''ایک شخص نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی: اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابو عیاش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس طرح کی حدیث نقل کی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابو عیاش نے درست بیان کیا ہے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

5078 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ مُسْلِمٍ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ، وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ، وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيعَ خَلْقِكَ، أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا أَصَابَ فِي يَوْمِهِ ذَلِكَ مِنْ ذَنْبٍ، وَإِنْ قَالَهَا حِينَ يُمْسِي غُفِرَ لَهُ مَا أَصَابَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص صبح کے وقت یہ کلمات پڑھے:

"اے اللہ! میں نے ایسی حالت میں صبح کی کہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں، اور تیرے عرش کو اٹھانے والوں کو اور تیرے فرشتوں کو اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ بے شک تو اللہ ہے، تیرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں، صرف تو ہی معبود ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں"۔

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:) تو اس نے اس دن میں جو بھی گناہ کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دے گا اور اگر کوئی شخص شام کے وقت یہی کلمات پڑھ لے گا، تو اس نے اس میں جو گناہ کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دے گا۔

5079 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو النَّضْرِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْفِلَسْطِينِيُّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَسَّانَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيمِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ أَسَرَّ إِلَيْهِ فَقَالَ: إِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْ: اللَّهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ ثُمَّ مِتَّ فِي لَيْلَتِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا، وَإِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ كَذَلِكَ، فَإِنَّكَ إِنْ مِتَّ فِي يَوْمِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا أَخْبَرَنِي أَبُو سَعِيدٍ، عَنِ الْحَارِثِ، أَنَّهُ قَالَ: أَسَرَّهَا إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَحْنُ نَخُصُّ بِهَا إِخْوَانَنَا

حضرت مسلم بن حارث تمیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں سرگوشی میں فرمایا: جب تم مغرب کی نماز پڑھ کے فارغ ہو جاؤ، تو یہ کلمات پڑھو:

"اے اللہ! تو مجھے جہنم سے بچا لے"۔

یہ کلمات سات مرتبہ پڑھو، اگر تم یہ کلمات پڑھ لو گے اور پھر تم اسی رات میں انتقال کر جاؤ، تو جہنم سے بچاؤ نوٹ کر لیا جائے گا اور اگر تم صبح کی نماز کے بعد یہ کلمات پڑھ لو، تو اگر تم اسی دن میں فوت ہو گئے، تو تمہارے لیے جہنم سے بچاؤ نوٹ کر لیا جائے گا"

ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے، راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں رازداری سے یہ بات بتائی تھی اور ہم اپنے مخصوص بھائیوں کو یہ بات بتاتے ہیں۔

5080 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، وَمُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَسَّانَ الْكِنَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ التَّمِيمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَحْوَهُ إِلَى قَوْلِهِ جِوَارٌ مِنْهَا إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِيهِمَا قَبْلَ أَنْ يُكَلِّمَ أَحَدًا قَالَ: عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ فِيهِ: إِنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، وَقَالَ عَلِيٌّ وَابْنُ الْمُصَفَّى بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَمَّا بَلَغْنَا الْمُغَارَ اسْتَحْثَثْتُ فَرَسِي فَسَبَقْتُ أَصْحَابِي وَتَلَقَّانِي الْحَيُّ بِالرَّنِينِ، فَقُلْتُ لَهُمْ: قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ تُحْرَزُوا. فَقَالُوهَا. فَلَامَنِي أَصْحَابِي وَقَالُوا: حَرَمْتَنَا

الْغَنِيمَةَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ، فَدَعَانِي فَحَسَّنَ لِي مَا صَنَعْتُ، وَقَالَ: أَمَا إِنَّ اللهَ قَدْ كَتَبَ لَكَ مِنْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ كَذَا وَكَذَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فَأَنَا نَسِيتُ الثَّوَابَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا إِنِّي سَأَكْتُبُ لَكَ بِالْوَصَاةِ بَعْدِي قَالَ: فَفَعَلَ وَخَتَمَ عَلَيْهِ، فَدَفَعَهُ إِلَيَّ، وَقَالَ لِي، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُمْ، وَقَالَ ابْنُ الْمُصَفَّى: قَالَ: سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيمِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ

یہی روایت ایک سند کے ساتھ مسلم بن حارث تمیمی کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے جوان الفاظ تک ہے: ''جوار منہا (اس سے بچاؤ)''

تاہم اس روایت میں راوی نے دونوں مقام پر (یعنی صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے) بعد یہ الفاظ نقل کیے ہیں: کسی سے بات کرنے سے پہلے (ان کلمات کو پڑھ لو)۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے، راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک جنگی مہم پر بھیجا، جب ہم لڑائی کے مقام پر پہنچ گئے، تو میں نے اپنے گھوڑے کو تیز دوڑایا اور اپنے دشمن سے آگے مجھے قبیلے کے گھوڑوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں، تو میں نے ان سے کہا: تم لا الہ الا اللہ پڑھ لو، تو تم بچ جاؤ گے، ان لوگوں نے یہ کلمہ پڑھ لیا، میرے ساتھیوں نے مجھے ملامت کرتے ہوئے کہا: تم نے ہمیں مال غنیمت سے محروم کر دیا ہے، جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میرے ساتھیوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور جو کچھ میں نے کیا اس بارے میں بتایا، تو نبی اکرم ﷺ نے میرے اس طرز عمل کی تعریف کی اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ان میں ہر، ہر بندے کے عوض تمہارے لیے اتنا اور اتنا ثواب نوٹ کر لیا ہے''

عبدالرحمن نامی راوی بیان کرتے ہیں: اس ثواب کی تفصیل کے بارے میں الفاظ بھول گئے ہیں۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک میں اپنے بعد تمہارے لیے وصیت لکھ دوں گا'' اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا اور آپ نے اس تحریر پر مہر لگا کر میرے حوالے کر دی اور پھر مجھ سے فرمایا: اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔ (نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ تھا: میں وصیت کر دوں گا کہ تمہیں میرے بعد والا خلیفہ اتنی اتنی ادائیگی کر دے)

5081 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ مُسْلِمٍ الدِّمَشْقِيُّ، وَكَانَ مِنْ ثِقَاتِ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْمُتَعَبِّدِينَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُدْرِكُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: يَزِيدُ شَيْخٌ ثِقَةٌ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَى، حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، سَبْعَ مَرَّاتٍ، كَفَاهُ اللهُ مَا أَهَمَّهُ صَادِقًا كَانَ بِهَا أَوْ كَاذِبًا

سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: وہ فرماتے ہیں:

''جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت یہ کلمات پڑھے:

''میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں نے اسی پر توکل کیا، وہ عظیم عرش کا پروردگار ہے''

جو شخص سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام امور میں کفایت کرے گا، جو اس کے لیے پریشانی کا باعث ہوں، خواہ وہ آدمی سچے دل سے اسے پڑھے، یا جھوٹے دل سے اسے پڑھے۔

5082 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنْ اَبِي اَسِيدٍ الْبَرَّادِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُبَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا فِي لَيْلَةِ مَطَرٍ، وَظُلْمَةٍ شَدِيدَةٍ، نَطْلُبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ لَنَا، فَاَدْرَكْنَاهُ فَقَالَ: اَصَلَّيْتُمْ؟ فَلَمْ اَقُلْ شَيْئًا. فَقَالَ: قُلْ فَلَمْ اَقُلْ شَيْئًا، ثُمَّ قَالَ: قُلْ فَلَمْ اَقُلْ شَيْئًا، ثُمَّ قَالَ: قُلْ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا اَقُولُ؟ قَالَ: قُلْ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِينَ تُمْسِي، وَحِينَ تُصْبِحُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

⊛⊛ معاذ بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم ایک بارانی اور تاریک رات میں نکلے، ہم نبی اکرم ﷺ کو تلاش کر رہے تھے، تاکہ آپ ﷺ ہمیں نماز پڑھائیں، ہم نے آپ ﷺ کو پالیا تو آپ نے فرمایا: تم پڑھو، میں نے کچھ نہیں پڑھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم پڑھو، تو میں نے کچھ نہیں پڑھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم پڑھو، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھو، تم صبح اور شام کے وقت تین مرتبہ انہیں پڑھ لو، یہ تمہارے لیے ہر چیز کے حوالے سے کافی ہوں گی۔

5083 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنِي اَبِي - قَالَ ابْنُ عَوْفٍ: وَرَاَيْتُهُ فِي اَصْلِ اِسْمَاعِيلَ - قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحٍ، عَنْ اَبِي مَالِكٍ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ حَدِّثْنَا بِكَلِمَةٍ نَقُولُهَا اِذَا اَصْبَحْنَا، وَاَمْسَيْنَا، وَاضْطَجَعْنَا، فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَقُولُوا: اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ، وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، اَنْتَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ اَنَّكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، فَاِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ اَنْفُسِنَا، وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، وَشِرْكِهِ، وَاَنْ نَقْتَرِفَ سُوءًا عَلَى اَنْفُسِنَا اَوْ نَجُرَّهُ اِلَى مُسْلِمٍ

⊛⊛ حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہمیں ایسے کلمے کے بارے میں بتائیں، جسے ہم صبح کے وقت، شام کے وقت اور سوتے ہوئے پڑھ لیا کریں، تو نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ یہ پڑھیں:

''اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، اے غیب اور شہادت کا علم رکھنے والے، تو ہر شے کا پروردگار ہے، فرشتے اس بات کی گواہی دیتے ہیں، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، ہم اپنی ذات کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور مردود شیطان کے شر اور اس کے شریک ہونے سے پناہ مانگتے ہیں اور اس بات سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم اپنی

ذات سے کسی برائی کا ارتکاب کریں، یا ہم اس برائی کو کسی مسلمان کی طرف لے کے جائیں"۔

5084 - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْيَوْمِ فَتْحَهُ وَنَصْرَهُ، وَنُورَهُ، وَبَرَكَتَهُ، وَهُدَاهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ، ثُمَّ إِذَا أَمْسَى فَلْيَقُلْ مِثْلَ ذٰلِكَ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی منقول ہے: جب کوئی شخص صبح کرے، تو اسے یہ کلمات پڑھنے چاہیے:

"ہم نے صبح کی اور تمام جہانوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں بھی صبح ہوگئی، اے اللہ! میں اس دن کی بھلائی، اس کی فتح، اس کی کامیابی، اس کے نور، اس کی برکت اور اس کی ہدایت کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اس دن میں موجود شر اور اس کے بعد آنے والے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

جب شام ہو، تو آدمی کو اس کی مانند کلمات پڑھنے چاہئیں۔

5085 - حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ جُعْثُمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الأَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَرَازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَرِيقٌ الْهَوْزَنِيُّ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَسَأَلْتُهَا: بِمَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ، كَانَ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ عَشْرًا، وَحَمِدَ عَشْرًا، وَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَشْرًا وَقَالَ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ عَشْرًا وَاسْتَغْفَرَ عَشْرًا، وَهَلَّلَ عَشْرًا، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا، وَضِيقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَشْرًا ثُمَّ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ

⊛⊛ شریق ہوزنی بیان کرتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے ان سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت بیدار ہوتے تھے، تو سب سے پہلے کیا پڑھتے تھے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے مجھ سے ایک ایسی چیز کے بارے میں دریافت کیا ہے، کہ تم سے پہلے کسی نے مجھ سے اس بارے میں دریافت نہیں کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت بیدار ہوتے تھے، تو دس مرتبہ اللہ اکبر اور دس مرتبہ الحمد للہ پڑھتے تھے، دس مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتے تھے، دس مرتبہ سبحان الملک القدوس پڑھتے تھے اور دس مرتبہ استغفر اللہ پڑھتے تھے اور دس مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور پھر یہ دعا مانگتے تھے:

"اے اللہ! میں دنیا کی تنگی اور قیامت کے دن کی تنگی سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس مرتبہ یہ کلمات پڑھتے تھے اور پھر نماز کا آغاز کرتے تھے۔

5086 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ فَأَسْحَرَ يَقُولُ: سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللهِ وَنِعْمَتِهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا، اللّٰهُمَّ صَاحِبْنَا فَأَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللهِ مِنَ

النَّارِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سفر میں ہوتے، تو سحری کے وقت یہ پڑھتے تھے: "سننے والا سن لے، کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں، اس بات پر، جو اس نے ہمیں نعمت عطا کی ہے، جو ہم پر فضل وکرم کیا ہے، اے اللہ! تو ہمارے ساتھ رہنا اور ہم پر اپنا فضل کرنا، ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں"

5087 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ قَالَ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ يَقُولُ: مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ: اللَّهُمَّ مَا حَلَفْتُ مِنْ حَلِفٍ أَوْ قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ أَوْ نَذَرْتُ مِنْ نَذْرٍ، فَمَشِيئَتُكَ بَيْنَ يَدَيْ ذَلِكَ كُلِّهِ: مَا شِئْتَ كَانَ وَمَا لَمْ تَشَأْ لَمْ يَكُنْ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَتَجَاوَزْ لِي عَنْهُ اللَّهُمَّ فَمَنْ صَلَّيْتَ عَلَيْهِ فَعَلَيْهِ صَلَاتِي، وَمَنْ لَعَنْتَ فَعَلَيْهِ لَعْنَتِي، كَانَ فِي اسْتِثْنَاءٍ يَوْمَهُ ذَلِكَ، أَوْ قَالَ: ذَلِكَ الْيَوْمَ

❁❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص صبح کے وقت یہ دعا پڑھ لے:

"اے اللہ! میں نے جو بھی حلف اٹھایا، یا جو بھی بات کہی، یا جو بھی نذر مانی، تو تیری مشیت اور تیرا ارادہ ان سب سے آگے ہے، جو تو چاہتا ہے، وہ ہوتا ہے اور جو تو نہیں چاہتا، وہ نہیں ہوتا، اے اللہ! تو میری مغفرت کر دے اور اس حوالے سے مجھ سے درگزر کر، اے اللہ! جس پر تو اپنی رحمت نازل کرتا ہے، تو میری طرف سے بھی اس کے لیے رحمت کے نزول کی دعا قبول کر لے اور جس پر تو لعنت کرتا ہے، میری طرف سے اس پر لعنت ہو"۔

(حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) ان کلمات کو پڑھنے والا اس دن غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔

5088 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مَوْدُودٍ، عَمَّنْ سَمِعَ، أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَعْنِي ابْنَ عَفَّانَ، يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ، وَلَا فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُصْبِحَ، وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ، لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتَّى يُمْسِيَ، وَقَالَ: فَأَصَابَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ الْفَالِجُ فَجَعَلَ الرَّجُلُ الَّذِي سَمِعَ مِنْهُ الْحَدِيثَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: مَا لَكَ تَنْظُرُ إِلَيَّ؟ فَوَاللَّهِ مَا كَذَبْتُ عَلَى عُثْمَانَ وَلَا كَذَبَ عُثْمَانُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنَّ الْيَوْمَ الَّذِي أَصَابَنِي فِيهِ مَا أَصَابَنِي غَضِبْتُ فَنَسِيتُ أَنْ أَقُولَهَا

❁❁ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

جو یہ کلمات تین مرتبہ پڑھ لے:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، جس کے اسم کی موجودگی میں، اس زمین میں اور آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔

تو صبح تک اس شخص کو اچانک کوئی آزمائش درپیش نہیں ہوگی اور جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ ان کلمات کو پڑھ لے، اسے شام تک اچانک کوئی مصیبت لاحق نہیں ہوگی"

راوی بیان کرتے ہیں: ابان بن عثمان کو فالج ہوگیا، تو ایک شخص جس نے ان سے یہ حدیث سنی ہوئی تھی، ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا، تو ابان نے اس سے کہا: تم میری طرف ایسی نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کوئی غلط بیانی نہیں کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی غلط بیانی نہیں کی، جس دن مجھے یہ مصیبت لاحق ہوئی، اس دن میں غصے میں تھا اور میں ان کلمات کو پڑھنا بھول گیا تھا۔

5089 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مَوْدُودٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْفَالِجِ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اس میں راوی کے فالج شکار ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

5090 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْجَلِيلِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ لِأَبِيهِ: يَا أَبَتِ إِنِّي أَسْمَعُكَ تَدْعُو كُلَّ غَدَاةٍ اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي، اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي، اللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، تُعِيدُهَا ثَلَاثًا، حِينَ تُصْبِحُ، وَثَلَاثًا حِينَ تُمْسِي، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهِنَّ فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ، قَالَ عَبَّاسٌ فِيهِ: وَتَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ، وَالْفَقْرِ، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ تُعِيدُهَا ثَلَاثًا حِينَ تُصْبِحُ، وَثَلَاثًا حِينَ تُمْسِي، فَتَدْعُو بِهِنَّ فَأُحِبُّ أَنْ أَسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعَوَاتُ الْمَكْرُوبِ اللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو، فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، وَبَعْضُهُمْ يَزِيدُ عَلَى صَاحِبِهِ

❀❀ جعفر بن میمون بیان کرتے ہیں: عبدالرحمن بن ابوبکر نے مجھے یہ بات بتائی: انہوں نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا جان! میں نے آپ کو سنا ہے کہ آپ ہر صبح یہ دعا پڑھتے ہیں:

"اے اللہ! میرے جسم میں مجھے عافیت نصیب فرما، میری سماعت میں مجھے عافیت نصیب کر، اے اللہ! میری بصارت میں مجھے عافیت نصیب کر، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے"

آپ صبح کے وقت بھی ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھتے ہیں اور شام کے وقت بھی تین مرتبہ پڑھتے ہیں، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمات پڑھتے ہوئے سنا ہے، اس لیے مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی کروں۔

عباس نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ یہ پڑھتے ہیں:

''اے اللہ! میں کفر اور غربت سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تیرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے''

آپ صبح کے وقت بھی ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھتے ہیں اور شام کے وقت بھی تین مرتبہ پڑھتے ہیں

(تو انہوں نے جواب دیا:) میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کروں۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: پریشان حال شخص کی دعا یہ ہے:

''اے اللہ! میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں، تو مجھے پلک جھپکنے کے عرصے کے لیے بھی، میرے نفس کے سپرد نہ کرنا، تو میرے تمام معاملات کو ٹھیک کر دے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے''

اس روایت میں بعض راویوں نے بعد میں کچھ کمی و بیشی نقل کی ہے۔

5091 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ، وَبِحَمْدِهِ، مِائَةَ مَرَّةٍ، وَاِذَا اَمْسَى كَذٰلِكَ، لَمْ يُوَافِ اَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ بِمِثْلِ مَا وَافَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص صبح کے وقت ایک سو مرتبہ یہ کلمات پڑھ لے: ''سبحان اللہ العظیم وبحمدہ'' اور پھر شام کے وقت بھی ان کلمات کو پڑھے، تو مخلوق میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہوگا جو، اس شخص کے جتنا اجر و ثواب حاصل کرے''۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ

باب: آدمی جب پہلی کا چاند دیکھے، تو کیا پڑھے؟

5092 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ قَالَ: هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ، آمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا، وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا

قتادہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب پہلی کا چاند دیکھتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

''یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہو، یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہو، یہ بھلائی اور ہدایت کا چاند ہو، میں اس ذات پر ایمان لایا، جس نے تجھے پیدا کیا ہے''

یہ کلمات آپ ﷺ تین مرتبہ پڑھتے تھے، پھر یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جو فلاں مہینے کو لے گیا اور فلاں مہینے کو لے آیا''

5093 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، اَنَّ زَيْدَ بْنَ حُبَابٍ، اَخْبَرَهُمْ عَنْ اَبِي هِلَالٍ، عَنْ قَتَادَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ اِذَا رَاَى الْهِلَالَ صَرَفَ وَجْهَهُ عَنْهُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْبَابِ حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ صَحِيْحٌ

قتادہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب پہلی کا چاند دیکھتے تھے، تو اپنا چہرہ اس کی طرف سے پھیر لیتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی مرفوع مستند حدیث منقول نہیں ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ

باب: آدمی جب گھر سے نکلے، تو کیا پڑھے؟

5094 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: مَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِيْ قَطُّ اِلَّا رَفَعَ طَرْفَهُ اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ، اَوْ اُضَلَّ، اَوْ اَزِلَّ، اَوْ اُزَلَّ، اَوْ اَظْلِمَ، اَوْ اُظْلَمَ، اَوْ اَجْهَلَ، اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب بھی میری گھر سے نکلتے تھے، تو آپ ﷺ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ دعا پڑھتے تھے:

''اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں گمراہ ہو جاؤں، یا مجھے گمراہ کر دیا جائے، میں پھسل جاؤں، یا مجھے پھسلا دیا جائے، میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، میں جہالت کا مظاہرہ کروں، یا میرے خلاف جہالت کا مظاہرہ کیا جائے''۔

5095 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، قَالَ: يُقَالُ حِيْنَئِذٍ: هُدِيْتَ، وَكُفِيْتَ، وَوُقِيْتَ، فَتَتَنَحَّى لَهُ الشَّيَاطِيْنُ، فَيَقُوْلُ لَهُ شَيْطَانٌ آخَرُ: كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نکلے اور یہ دعا پڑھے:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا، اس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا''۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تو اسے یہ کہا جاتا ہے: تمہیں ہدایت نصیب ہوئی، تمہیں کفایت نصیب ہوئی، تمہیں بچا لیا گیا،

5094- إسناده صحيح. وأخرجه ابن ماجه (3884)، والترمذي (3725)، والنسائي في "الكبرى" (7868) و (7869) و (7870) و (9834) و (9835) من طرق عن منصور بن المعتمر، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح.

شیاطین اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور دوسرا شیطان یہ کہتا ہے: ایسے شخص کے ساتھ تم کیا کر سکتے ہو؟ جسے ہدایت بھی نصیب ہو گئی، اسے کفایت بھی نصیب ہو گئی، اسے بچا بھی لیا گیا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

باب: آدمی جب گھر میں داخل ہو، تو کیا پڑھے؟

5096 - حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: ابْنُ عَوْفٍ، وَرَأَيْتُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ، فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ، وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللهِ وَلَجْنَا، وَبِسْمِ اللهِ خَرَجْنَا، وَعَلَى اللهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ عَلَى أَهْلِهِ

⊛⊛ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کوئی شخص گھر میں داخل ہو تو اسے پڑھنا چاہیے:

"اے اللہ! میں تجھ سے داخلے کی بھلائی اور باہر جانے کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، ہم اندر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، ہم باہر جاتے ہیں، اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ہم توکل کرتے ہیں"

پھر اس شخص کو چاہیے کہ اپنے اہل خانہ کو سلام کرے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا هَاجَتِ الرِّيْحُ

باب: جب تیز ہوا چلے، تو کیا پڑھنا چاہیے؟

5097 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، وَسَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ شَبِيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: الرِّيْحُ مِنْ رَوْحِ اللهِ قَالَ سَلَمَةُ: فَرَوْحُ اللهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ، وَتَأْتِي بِالْعَذَابِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَلَا تَسُبُّوْهَا، وَسَلُوا اللهَ خَيْرَهَا، وَاسْتَعِيْذُوْا بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے"

سلمہ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہوا ہے، جو رحمت بھی لے کر آتی ہے اور عذاب بھی لے کر آتی ہے، جب تم اسے

دیکھو، تو اسے برا نہ کہو، اس کی بھلائی کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو"۔

5098 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو، أَنَّ أَبَا النَّضْرِ، حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ، إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ، وَكَانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوا رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْمَطَرُ، وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَتْ فِي وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةُ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، مَا يُؤَمِّنُنِي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ؛ قَدْ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ، وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَ(قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا) (الاحقاف: 24)

❁❁ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی پورا منہ کھول کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، کہ آپ ﷺ کے حلق کا کوا نظر آ جائے، آپ ﷺ صرف مسکرایا کرتے تھے، جب آپ ﷺ بادل یا تیز ہوا کو دیکھتے تھے، تو اس کی پریشانی آپ ﷺ کے چہرے سے محسوس ہوتی تھی، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں، تو وہ خوش ہوتے ہیں، یہ امید رکھتے ہوئے کہ ان پر بارش نازل ہوگی، لیکن میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ ﷺ اسے دیکھتے ہیں، تو آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! مجھے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس میں عذاب نہ ہو، ایک قوم کو ہوا کے ذریعے عذاب دیا گیا تھا، اس قوم نے جب عذاب (یعنی ہوا) کو دیکھا، تو ان لوگوں نے یہ کہا: (جس کا ذکر ان الفاظ میں قرآن میں ہے:)

"یہ بادل ہے، جو ہم پر بارش نازل کرے گا"

5099 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا رَأَى نَاشِئًا فِي أُفُقِ السَّمَاءِ تَرَكَ الْعَمَلَ وَإِنْ كَانَ فِي صَلَاةٍ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا فَإِنْ مُطِرَ قَالَ: اللَّهُمَّ صَيِّبًا هَنِيئًا

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب آسمان پر بادل کا کوئی کنارہ دیکھتے تھے، تو آپ ﷺ کام چھوڑ دیتے تھے، خواہ آپ ﷺ نماز ادا کر رہے ہوتے، پھر آپ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

"اے اللہ! میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

اگر بارش نازل ہونا شروع ہوتی، تو آپ ﷺ یہ دعا مانگتے تھے:

5099- إسناده صحيح. ابن بشار: هو محمّد العبدي، وعبد الرحمن: هو ابن مهدي، وسفيان: هو ابن سعيد الثوري. وأخرجه ابن ماجه (3889)، والنسائي في "الكبرى" (1843) و(10684) من طريق يزيد بن المقدام، عن المقدام بن شريح، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (2557)، و"صحيح ابن حبان" (994). وأخرجه البخاري (1023)، وابن ماجه (3890)، والنسائي (10690 - 10687) من طريق القاسم بن محمّد، عن عائشة بلفظ: أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- كان إذا رأى المطر قال" :صيبا نافعا". وهو في "مسند أحمد" (24589)، و"صحيح ابن حبان" (993).

''اے اللہ! یہ خوب برسنے والی اور مبارک ہو''

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَطَرِ

باب: بارش کا بیان

5100 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَطَرٌ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَسَرَ ثَوْبَهُ عَنْهُ حَتَّى أَصَابَهُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ قَالَ: لِأَنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم پر بارش ہوگئی، ہم اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم سے کپڑا ہٹایا، تو وہ آپ کے جسم پر پڑنے لگی، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیونکہ یہ میرے پروردگار کی بارگاہ سے آئی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدِّيكِ وَالْبَهَائِمِ

مرغ اور دیگر جانوروں کا بیان

5101 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ

❁❁ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم لوگ مرغ کو برا نہ کہو، کیونکہ یہ نماز کے لیے بیدار کرتا ہے''

مرغ کے احکام

یہ حلال جانور ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے''۔ (بخاری: ۵۵۱۷، مسلم: ۱۶۴۹، ۴۲۶۵) امام ابوداؤد نے اس حدیث پر باب باندھا ہے کہ: ''مرغی کا گوشت کھانا مباح ہے''۔ (ابوداؤد قبل ح: ۳۷۹۷)

علامہ کمال الدین الدمیری فرماتے ہیں کہ: ''یہ حلال جانور ہے اور مرغی کا بھی یہی حکم ہے''۔ (حیوۃ الحیوان: ۱/ ۱۱۱، ۳۵۰)

گندگی کھانے والے جانور

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندگی خور جانور کے کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد: ۳۷۸۶، نسائی: ۴۴۴۸، ترمذی: ۱۸۲۵)

یاد رہے یہ حرمت اس وقت تک ہے جب تک اس کی حالت نہیں بدلتی، جلالہ کی گندگی والی حالت بدلنے سے حرمت بھی حلت میں بدل جاتی ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما تین دن گندگی کھانے والی مرغی کو قید کر کے رکھتے تھے (تین دنوں کے بعد اسے کھالیتے تھے) (ابن ابی شیبہ، صححہ ابن حجر، فتح الباری ۹/ ۸۰۸) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ: ''جلالہ جانور پر سوار ہونے کی کراہت کا بیان اور یہ گندگی کھانے والا اونٹ یا اونٹنی (وغیرہ) ہے اگر وہ پاس گھاس کھائے اور اسی کا گوشت پاکیزہ ہوجائے تو پھر کراہت کا حکم باقی نہیں رہے گا۔ (ریاض الصالحین قبل ح: ۱۶۹۲، ط دار السلام) اس مسئلے پر تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے (فتح الباری: ۹/ ۸۰۸، ۸۰۹)

مرغ کی آواز سن کر اللہ کا فضل مانگنے کا بیان

5102 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ، فَسَلُوا اللهَ تَعَالَى مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ، فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تم مرغ کی آواز سنو، تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہوتا ہے اور جب تم کسی گدھے کے رینکنے کی آواز سنو، تو اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہوتا ہے''۔

5103 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ، وَنَهِيقَ الْحُمُرِ بِاللَّيْلِ، فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم رات کے وقت کتوں کے بھونکنے یا گدھوں کے رینکنے کی آواز سنو، تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، کیونکہ انہوں نے اس چیز کو دیکھا ہوتا ہے، جسے تم نہیں دیکھتے''

رات کے وقت گھر سے باہر نہ نکلنے کا بیان

5104 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، وَغَيْرِهِ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقِلُّوا الْخُرُوجَ بَعْدَ هَدْأَةِ الرِّجْلِ، فَإِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى دَوَابَّ يَبُثُّهُنَّ فِي الْأَرْضِ قَالَ ابْنُ مَرْوَانَ: فِي تِلْكَ السَّاعَةِ وَقَالَ: فَإِنَّ لِلَّهِ خَلْقًا ثُمَّ ذَكَرَ نُبَاحَ الْكَلْبِ وَالْحَمِيرِ، نَحْوَهُ وَزَادَ فِي حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ الْهَادِ، وَحَدَّثَنِي شُرَحْبِيلُ الْحَاجِبُ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

⊛⊛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''(رات کے وقت) جب لوگوں کی آمد ورفت ختم ہو جائے، تو باہر کم نکلا کرو، کیونکہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ مختلف جانوروں کو زمین میں پھیلا دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق ہے''۔

اس کے بعد راوی نے کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے رینکنے کا ذکر کیا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

بَابٌ فِي الصَّبِيِّ يُولَدُ فَيُؤَذَّنُ فِي أُذُنِهِ

باب: جب بچہ پیدا ہو، تو اس کے کان میں اذان دی جائے

5105 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ

⊛⊛ عبیداللہ بن ابورافع اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی پیدائش کے وقت ان کے کان میں اسی طرح اذان دی، جو نماز کے لیے دی جاتی ہے۔

شرح

بچوں کو اِسلامی تعلیمات سے شناسا کرنے اور انہیں اِسلامی آدابِ زندگی سکھانا ماں باپ کا فرضِ اوّلین ہے۔ بچے کے کان میں اذان کہنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ایک تو بچے کے کان میں سب سے پہلے ذکرِ الٰہی کی آواز پہنچتی ہے، دوسرا اذان سے شیطان بھاگتا ہے اور بچہ شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ گویا جب نومولود اذان کی صورت میں عشقِ الٰہی کا ترانہ سنتا ہے تو پیدائش کے وقت سے ہی اس آفاقی حکم سے مانوس ہو جاتا ہے جو زندگیوں میں انقلاب لانے کے لئے بھیجا گیا۔

بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اِقامت کہی جاتی ہے۔ اِس کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ اذان نہ صرف بچے بلکہ اس کی ماں کے لیے بھی برکت کا باعث بنتی ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے ہاں بچے کی ولادت ہو تو وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اِقامت کہے، اس کی برکت سے بچے کی ماں کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی۔'' (ابویعلی، المسند، 12:150، رقم:6780)

5106 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، ح وحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيَدْعُو لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ زَادَ يُوسُفُ وَيُحَنِّكُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ بِالْبَرَكَةِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچوں کو لایا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے برکت کی دعا کرتے تھے۔

یوسف نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گھٹی دیا کرتے تھے، اس راوی نے لفظ برکت کا ذکر نہیں کیا۔

5107 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَطَّارُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ حُمَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ رُئِيَ، أَوْ كَلِمَةً غَيْرَهَا، فِيكُمُ الْمُغَرِّبُونَ؟ قُلْتُ: وَمَا الْمُغَرِّبُونَ؟ قَالَ: الَّذِينَ يَشْتَرِكُ فِيهِمُ الْجِنُّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تمہارے درمیان "مغربون" دکھائی دیے ہیں، (راوی کہتے ہیں: یا شاید) اس کے علاوہ کوئی کلمہ ارشاد فرمایا: میں نے دریافت کیا: "مغربون" سے مراد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں جن شریک ہوا ہو۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْتَعِيذُ مِنَ الرَّجُلِ

باب: آدمی کا دوسرے آدمی سے پناہ مانگنا

5108 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: نَصْرٌ: ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَهِيكٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللَّهِ، فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِوَجْهِ اللَّهِ، فَأَعْطُوهُ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: مَنْ سَأَلَكُمْ بِاللَّهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام پر پناہ مانگے، اسے پناہ دیدو اور جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے واسطے سے تم سے کچھ مانگے، اسے دیدو"

عبیداللہ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "جو شخص اللہ تعالیٰ کے واسطے سے تم سے کچھ مانگے"۔

5109 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ الْمَعْنَى عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَعَاذَكُمْ بِاللَّهِ فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ وَقَالَ سَهْلٌ: وَعُثْمَانُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ - ثُمَّ اتَّفَقُوا - وَمَنْ آتَى إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ قَالَ مُسَدَّدٌ، وَعُثْمَانُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَادْعُوا اللَّهَ لَهُ حَتَّى تَعْلَمُوا أَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام پر تم سے پناہ مانگے، اسے پناہ دیدو، اور جو اللہ کے واسطے سے تم سے کچھ مانگے، اسے دیدو''
سہل بیان کرتے ہیں: عثمان نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''جو شخص تمہاری دعوت کرے، اسے قبول کرو (یا جو تمہیں بلائے، اسے جواب دو) پھر تمام راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں:
''جو شخص تمہارے ساتھ کوئی اچھائی کرے، اسے بدلہ دو''
مسدد کہتے ہیں: عثمان نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اگر تمہیں (بدلے میں دینے کے لیے) کچھ نہیں ملتا، تو تم اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے اتنی دعا کرو، کہ تمہیں محسوس ہو، کہ تم نے اسے بدلہ دے دیا ہے''

بَابٌ فِي رَدِّ الْوَسْوَسَةِ

باب: وسوسہ کو مسترد کرنا

5110 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ، قَالَ: وحَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ: مَا شَيْءٌ أَجِدُهُ فِي صَدْرِي؟ قَالَ: مَا هُوَ؟ قُلْتُ: وَاللَّهِ مَا أَتَكَلَّمُ بِهِ، قَالَ: فَقَالَ لِي: أَشَيْءٌ مِنْ شَكٍّ؟ قَالَ: وَضَحِكَ، قَالَ: مَا نَجَا مِنْ ذَلِكَ أَحَدٌ، قَالَ: حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ) الْآيَةَ، قَالَ: فَقَالَ لِي: إِذَا وَجَدْتَ فِي نَفْسِكَ شَيْئًا فَقُلْ (هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ)

ابوزمیل بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: اس چیز کا کیا حکم ہوگا؟ جو میں اپنے سینے میں سوچتا ہوں، انہوں نے دریافت کیا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اسے بیان نہیں کروں گا، انہوں نے دریافت کیا: کیا وہ شک سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز ہے؟ پھر وہ مسکرا دیے، اور بولے: اس سے کسی کو نجات نہیں ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (اس بارے میں) یہ آیت نازل کردی: ''اگر تم اس چیز کے بارے میں شک کرتے ہو، جسے ہم نے تمہاری طرف نازل کیا، تو تم ان لوگوں سے دریافت کرلو، جو تم سے پہلے کی کتابوں کا علم رکھتے ہیں''
راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا: جب تمہیں اس نوعیت کا کوئی خیال آئے، تو تم یہ (آیت) پڑھ لو:
''وہی اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے''

5111 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا الشَّيْءَ نُعْظِمُ أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهِ، أَوِ الْكَلَامَ بِهِ، مَا نُحِبُّ أَنَّ لَنَا وَأَنَّا تَكَلَّمْنَا بِهِ، قَالَ: أَوَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اپنے ذہن میں (بعض اوقات کوئی) ایسا خیال پاتے ہیں، جس کے بارے میں بات کرنا، ہم بڑا (مشکل) سمجھتے ہیں، ہم یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ اس بارے میں بات کر کے ہمیں کچھ بھی (دنیاوی فائدہ) حاصل ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم یہ (صورتحال) پاتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صریح ایمان ہے۔

5112 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ قُدَامَةَ بْنِ اَعْيَنَ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنَّ اَحَدَنَا يَجِدُ فِي نَفْسِهِ، يُعَرِّضُ بِالشَّيْءِ، لَاَنْ يَكُونَ حُمَمَةً اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ. فَقَالَ: اللهُ اَكْبَرُ، اللهُ اَكْبَرُ، اللهُ اَكْبَرُ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَهُ اِلَى الْوَسْوَسَةِ قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ: رَدَّ اَمْرَهُ مَكَانَ رَدَّ كَيْدَهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی ایک بعض اوقات کوئی قبیح خیال پاتا ہے، وہ جل کر کوئلہ ہو جائے یہ اس کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہوگا کہ وہ اس (خیال) کے بارے میں کلام کرے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، ہر طرح کی حمد، اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جس نے اس (شیطان) کے فریب کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا''

ابن قدامہ نے لفظ ''فریب'' کی جگہ لفظ ''معاملہ'' نقل کیا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْتَمِي اِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ

باب: جب کوئی (آزاد ہونے والا غلام) آدمی، اپنے آزاد کرنے والے کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے

5113 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي اَبُو عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهُ قَالَ: مَنِ ادَّعَى اِلَى غَيْرِ اَبِيهِ، وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ غَيْرُ اَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ قَالَ: فَلَقِيتُ اَبَا بَكْرَةَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ: فَقُلْتُ يَا اَبَا عُثْمَانَ، لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ اَيُّمَا رَجُلَيْنِ فَقَالَ: اَمَّا اَحَدُهُمَا فَاَوَّلُ مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ اَوْ فِي الْاِسْلَامِ، يَعْنِي سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ، وَالْاٰخَرُ قَدِمَ مِنَ الطَّائِفِ فِي بِضْعَةٍ وَعِشْرِينَ رَجُلًا عَلَى اَقْدَامِهِمْ، فَذَكَرَ فَضْلًا قَالَ النُّفَيْلِيُّ حَيْثُ حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، وَاللهِ اِنَّهُ عِنْدِي اَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ، يَعْنِي قَوْلَهُ حَدَّثَنَا وَحَدَّثَنِي قَالَ اَبُو عَلِيٍّ: وَسَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ يَقُولُ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ يَقُولُ لَيْسَ لِحَدِيثِ اَهْلِ الْكُوفَةِ نُورٌ، قَالَ: وَمَا رَاَيْتُ مِثْلَ اَهْلِ الْبَصْرَةِ كَانُوا تَعَلَّمُوهُ مِنْ شُعْبَةَ

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے کانوں نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، اور میرے ذہن نے اسے محفوظ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے اور وہ جانتا ہو کہ وہ (دوسرا شخص) اس کا باپ نہیں ہے، تو اس پر جنت حرام ہوگی''۔

راوی کہتے ہیں: میرے ملاقات حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی، میں نے ان کے سامنے یہ روایت ذکر کی، تو انہوں نے فرمایا: میرے کانوں نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، اور میرے ذہن نے اسے محفوظ کیا۔

عاصم کہتے ہیں: میں نے ابوعثمان سے کہا: دو آدمیوں نے آپ کے سامنے گواہی دی (یعنی یہ روایت بیان کی) وہ دو آدمی کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: ان میں سے ایک وہ صاحب ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا، (راوی کو شک ہے، یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسلام میں، یعنی حضرت سعد بن مالک، اور دوسرے وہ صاحب ہیں، جو بیس کے لگ بھگ افراد کے ہمراہ، پیدل چل کر، طائف سے آئے تھے، پھر انہوں نے ان کی فضیلت کا ذکر کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نفیلی نے جب یہ حدیث بیان کی: تو بولے: اللہ کی قسم! یہ میرے نزدیک شہد سے زیادہ میٹھا ہے، یعنی لفظ حدثنا، یا حدثنی۔

ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اہل کوفہ کی حدیث میں نور نہیں ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا: میں نے اہل بصرہ کی مانند کوئی نہیں دیکھا، انہوں نے شعبہ سے اس کا علم حاصل کیا تھا۔

5114 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ، وَلَا صَرْفٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص اپنے آقا کی اجازت کے بغیر، خود کو کسی اور قوم کی طرف منسوب کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے دن اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں ہوگی''

5115 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ اَبِي سَعِيدٍ، وَنَحْنُ بِبَيْرُوتَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنِ ادَّعَى اِلَى غَيْرِ اَبِيهِ، اَوِ انْتَمَى اِلَى غَيْرِ مَوَالِيهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ الْمُتَتَابِعَةُ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص اپنے باپ کی بجائے، کسی اور کی طرف (ولدیت) کا دعویٰ کرے گا، یا اپنے آزاد کرنے والے آقا کی

بجائے، کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی قیامت تک لگاتار لعنت ہوگی‘‘۔

بَابٌ فِي التَّفَاخُرِ بِالْأَحْسَابِ

باب: حسب نسب پر فخر کرنا

5116 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعَافَى، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، وَهَذَا حَدِيثُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ، أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ، لَيَدَعَنَّ رِجَالٌ فَخْرَهُمْ بِأَقْوَامٍ، إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الْجِعْلَانِ الَّتِي تَدْفَعُ بِأَنْفِهَا النَّتِنَ

❀❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کو دور کر دیا ہے (لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں) ایمان دار اور پرہیز گار شخص، یا گناہ گار اور بدبخت شخص، تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، یا تو لوگ ان لوگوں پر فخر کا اظہار ترک کر دیں، جو لوگ جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں، یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس سے زیادہ ذلیل ہو جائیں گے، جو کیڑا اپنی ناک کے ذریعے گندگی کو دھکیلتا ہے‘‘۔

نسب پر فخر کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نسب کوئی ایسی چیز نہیں جس کے سبب تم کسی کو برا کہو اور عار دلاؤ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو جس طرح ایک صاع دوسرے صاع کے برابر ہوتا ہے کہ جس کو تم نے بھرا نہ ہو کسی کو کسی پر کوئی فضیلت و ترجیح نہیں ہے علاوہ دین اور تقویٰ کے آدمی کی برائی کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ زبان دراز اور فحش گوئی اور لچر باتیں کرنے والا بخیل ہو۔ اس روایت کو احمد اور شعب الایمان میں بیہقی نے نقل کیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 840)

صاع" سے مراد پیمانہ یا پیمانہ ہے ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ایک صاع یعنی پیمانہ اپنے ہی جیسے دوسرے پیمانہ کے بالکل برابر ہوتا ہے یا ان دونوں پیمانوں میں جو چیزیں بھری ہوتی ہیں وہ یکساں اور برابر مقدار وزن کی حامل ہوتی ہیں کہ ان کو ایک دوسرے پر کوئی ترجیح حاصل نہیں ہوتی اسی طرح تمام انسان ایک باپ آدم کی اولاد ہونے کی حیثیت میں برابری کا درجہ رکھتے ہیں اور کسی انسان کو دوسرے انسان پر محض نسب کے اعتبار سے کوئی فوقیت و برتری حاصل نہیں ہوتی۔ "تقویٰ" سے مراد شرک جلی و خفی سے بچنا اور صغیرہ۔ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنا ہے اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ انسان، انسان ہونے کی حیثیت سے ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا بلکہ انسانی جبلت اور نفسانی تقاضوں کے اختیار سے تمام انسان، نقصان و خسران کے مقام پر

ہوتے ہیں البتہ جو انسان ایمان و اسلام کی دولت رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی کمال تقویٰ و دین داری کے حامل ہوتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ آخرت کے نقصان سے محفوظ ہوتے ہیں بلکہ انسانیت کا اعلیٰ مظہر ہونے کی وجہ سے دوسرے لوگوں پر فضیلت و برتری بھی رکھتے ہیں چنانچہ اسی حقیقت کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے" وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ "(العصر:1) قسم ہے زمانے کی انسان بڑے ہی خسارہ میں ہے علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث نے طیبی کے حوالہ سے حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ" طف صاع" کے معنی ہیں وہ پیانہ جو پورا بھرا ہوا ہو لہٰذا انسان کو طف صاع کے ساتھ تشبیہ دے کر گویا اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ تم تمام انسانوں کے باپ چونکہ آدم ہیں اور آدم کو خاک سے پیدا کیا گیا ہے اس لئے تم سب اپنے اصل نسب کے اعتبار سے نقصان اور درجہ کمال تک نہ پہنچنے میں ایک دوسرے کے بالکل قریب اور برابر ہو کہ ہر انسان اپنی طبعی جبلت کی وجہ سے نقصان اور ٹوٹے میں مبتلا ہے ہاں وہ انسان اس نقصان اور ٹوٹے سے محفوظ ہیں جو ایمان و اسلام کے حامل اور تقویٰ و کمال دین داری کے مرتبہ پر فائز ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ صرف تقویٰ اور کامل دین داری ایک ایسا وصف ہے جو کسی انسان کو معزز و مکرم اور افضل و برتر قرار دے سکتا ہے جو شخص مومن اور متقی و پرہیز گار ہے اور دین دار کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے بس وہی انسان فضیلت کا حامل ہو سکتا ہے اور اس وصف کے علاوہ نہ نسب کی وجہ سے کوئی انسان برتر قرار پا سکتا ہے اور نہ محض خاندانی وجاہت و شوکت اور نسلی و قبائل شرف و امتیاز کسی انسان کو دوسرے انسانوں پر فوقیت و برتری کا درجہ دے سکتا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص زمانہ جاہلیت کی نسبت کے ساتھ اپنے کو منسوب کرے تو اس کے باپ ہن کو کٹواؤ اور اس میں اشارہ کنایہ سے کام نہ لو۔

(شرح السنہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 832)

ھن" ہر اس قبیح اور بری چیز کو کہتے ہیں کہ جو صاف صاف نام لے کر بیان نہیں کی جاتی اسی لئے اس لفظ کا اطلاق شرمگاہ پر بھی ہوتا ہے یعنی اگر کسی موقع پر شرمگاہ کا نام لینا ہو تو اس مقصد کے لئے ہن کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ دادا پر فخر کرے جو زمانہ جاہلیت میں گزرے ہیں تو اس کو صاف صاف باپ کی گالی دو اور اس کے باپ کی شرمگاہ کا ذکر کرتے ہوئے اشارہ کنایہ سے کام نہ لو بلکہ اس کا صریح نام لو یعنی اس سے مہذب گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں سیدھا صاف کہہ دو کہ ابے جا اپنے باپ کی شرمگاہ۔ اور اس ارشاد کا مطلب گویا باپ دادا اور خاندانی ثروت وجاہت پر فخر کرنے والوں کو تئیں شاید نفرت کا اظہار اور ان کو سخت تنبیہ کرنا مقصود ہے تاکہ کوئی شخص اپنے باپ دادا کے تئیں فخر و مباہات میں مبتلا نہ ہو۔

بعض حضرات نے من تعزی بعزاء الجاہلیۃ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص زمانہ جاہلیت کی رسموں اور عادتوں کو اختیار کرے جیسے نوحہ بال نوچنے کپڑے پھاڑنے وغیرہ کے ذریعہ غمی منائے تو اس کو صاف صاف باپ کی گالی دو یا جو شخص زمانہ جاہلیت کی طرح لوگوں کو برا بھلا کہے اور ان کو عار دلائے اور ان کے ساتھ گالم گلوچ کرے تو اس کے سامنے اس کے باپ کی برائیاں اشارہ کنایوں

میں نہیں بلکہ صریح الفاظ میں بیان کرو یعنی یوں کہو کہ تمہارا باپ بتوں کو پوجتا تھا، فسق وفجور کی زندگی اختیار کیے ہوئے تھا اور زنا کاری وشراب نوشی جیسی قبیح برائیوں میں مبتلا تھا اگر اس کے سامنے اس طرح کی بات کرو گے تو آئندہ کسی شخص کو برا بھلا کہنے، گالم گلوچ کرنے اور کسی کی آبروریزی کرنے کی وہ کبھی جرات نہیں کرے گا۔

معزز ومکرم تقویٰ کے سبب ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون شخص زیادہ معزز ومکرم ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ معزز ومکرم وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ومتقی ہے یعنی اگر تمہارے سوال کا مطلب یہ ہے کہ خاندانی عظمت باپ دادا کی بڑائی اور اپنے فضائل واچھی عادات سے قطع نظر ذاتی بزرگی و کرامت کیا چیز تو ہے جان لو کہ وہ تقویٰ ہے لہٰذا جو شخص لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے وہی سب سے زیادہ معزز ومکرم ہے خواہ وہ اپنے حسب ونسب، خاندانی عظمت وجاہت اور اپنے اوصاف وخصائل کے اعتبار سے کم تر ہو یا برتر، صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مطلب یہ نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ذاتی بزرگی وکرامت کے بارے میں نہیں پوچھ رہے تو اس اعتبار سے انسانوں میں سب سے زیادہ شریف وبزرگ حضرت یوسف ہیں جو اللہ کے نبی (حضرت یعقوب کے بیٹے، اللہ کے (حضرت اسحق کے پوتے اور اللہ کے دوست حضرت ابراہیم کے پڑپوتے ہیں یعنی حضرت یوسف میں کئی طرح کی شرافت و بزرگیاں جمع ہیں کہ خود بھی نبی ہیں اور ان تین پشتوں میں نبوت رہی ہے ان کے پردادا کو خلیل اللہ کا لقب ملا ہے کہ اللہ نے ان کو خالص دوست قرار دیا ہے پھر وہ علم ودانائی، حسن وجمال، عفو وکرم اخلاق واحسان، عدل وانصاف اور دینی دنیاوی سرداری وحکمرانی کے اوصاف سے بھی متصف تھے لہٰذا اس اعتبار سے وہ انسانوں میں سب سے زیادہ بزرک وشریف انسان تھے، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے ہمارے سوال کا یہ مطلب نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عربوں کی خاندانی شرافت اور ذات و حسب کی اعلیٰ خصوصیات کے اعتبار سے پوچھ رہے ہو؟

کہ اہل عرب جو اپنے اور باپ دادا کے کارناموں ذاتی بزرگی وعزت اور اس طرح کے اور دوسرے اوصاف کے ذریعہ ایک دوسرے سے کے سامنے اظہار فخر کرتے ہیں اور اپنی بزرگی وبرائی کا دعویٰ کرتے ہیں نیز وہ اپنے میں ایک دوسرے کی عزت و شرافت کا معیار تقویٰ اور نسب کے بجائے مذکورہ اوصاف وخصوصیات کو قرار دیتے ہیں تو ان میں واقعتا سب سے زیادہ معزز ومکرم کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں ہمارے سوال کا مطلب یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سنو! تم میں سے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر تھے وہی اسلام میں سب سے بہتر ہیں جبکہ وہ فقیہ ہوں (یعنی تم میں سے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں اپنی خاندانی شرافت شریف النفسی بہادری، سرداری اور عمدہ اخلاق وعادات کے اعتبار سے سب سے پسندیدہ اور سب سے بہتر شمار کیے جاتے تھے اسلام کے زمانہ میں بھی وہی لوگ سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے بہتر ہیں بشرطیکہ وہ اسلامی احکام وشرائع کے سمجھنے والے اور دین کا علم حاصل کرنے والے ہوں۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 827)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری جواب کا مطلب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کی ذات اور شخصیت کی وجہ سے ان کو

سب سے بہتر سمجھا جاتا تھا وہ لوگ اپنی انہی خصوصیات کی بنا پر زمانہ اسلام میں بھی معزز ومکرم قرار دیئے جائیں گے بشرطیکہ انہوں نے ایمان واسلام قبول کر کے دین کا علم اور شریعت کے احکام ومسائل حاصل کئے ہوں فرق یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان پر کفر کا سایہ معصیت کی تاریکی اور جہل کا غبار چھایا ہوا تھا اور خواہش نفس کے دام فریب میں مبتلا تھے اور اس اعتبار سے ان کی ذاتی شرافت وصفات کی کوئی حیثیت نہیں تھی مگر اب ایمان واسلام کی پاکیزگی اور عبادات وعلم دین کے نور نے ان کی ذات وشخصیت کو نکھار دیا ہے ان کی زندگی کو روشن کر دیا ہے اور ان کو حق کا تابعدار بنا دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معادن سے مراد وہ لوگوں کی اپنی ذات وشخصیات ہیں جو عمدہ وصفات واعلی خصوصیات سے متصف ہوں جیسا کہ کتاب میں یہ روایت نقل کی جاچکی ہے کہ الناس معادن کمعادن الذهب والفضة الخ۔ یعنی لوگوں کی بھی کانیں ہوتی ہیں جیسے سونے اور چاندی کی کانیں، پس جو خاندان وافراد اپنی اعلی خصوصیات کے اعتبار سے زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر شمار کئے جاتے تھے اسلام کے زمانہ میں بھی وہی سب سے بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کا علم حاصل کریں۔

بَابٌ فِي الْعَصَبِيَّةِ

باب: عصبیت کا بیان

عصبیت کے معنی ومفہوم کا بیان

عصبیت" کے معنی ہیں عصبی یا متعصب ہونا یعنی اپنے مذہب یا اپنے خیال کی پچ کرنا اور اپنی قوم کی قوت وسختی کے اظہار کے لے جدل وخصومت کرنا چنانچہ عصبہ اس شخص کہتے ہیں جو اپنی بات یا اپنی قوم کی حمایت کرے اور یا اپنی قوم وجماعت کی پچ کے لئے غصہ ہو تعصب بھی اگر حق کے معاملہ میں ہو اور ظلم وتعدی کے ساتھ نہ ہو تو مستحسن ہے اگر تعصب کا تعلق حق بات کو نہ ماننے، ظلم وتعدی اختیار کرنے اور اپنی قوت وشان وشوکت کے بیجا اظہار کی خاطر ہو تو مذموم ہے عام طور پر تعصب کا اطلاق اپنی بات وخیال اور اپنے مذہب قوم کے حق میں ناروا سختی اختیار کرنے اور دوسروں کو تئیں ظلم وتعدی کرنے پر ہوتا ہے جیسا کہ اس باب میں نقل کی جانے والے احادیث سے معلوم ہوگا۔

5117 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ، فَهُوَ كَالْبَعِيرِ الَّذِي رُدِّيَ، فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهِ

❁❁ عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود اپنے والد کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص ناحق طور پر کسی قوم کی مدد کرے، تو وہ ایسے اونٹ کی مانند ہے، جو کنویں میں گر گیا ہو اور اسے اس کی دُم کی ذریعے کھینچا گیا ہو"۔

5118 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

⊛⊛ عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت چمڑے سے بنے ہوئے خیمے میں موجود تھے، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

5119 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ بِشْرٍ الدِّمَشْقِيُّ، عَنْ بِنْتِ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ أَبَاهَا، يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْعَصَبِيَّةُ؟ قَالَ: أَنْ تُعِينَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ

⊛⊛ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! عصبیت کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تم ظلم کے معاملے میں اپنی قوم کی مدد کرو۔

5120 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يُحَدِّثُ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ الْمُدْلِجِيِّ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيرَتِهِ، مَا لَمْ يَأْثَمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ ضَعِيفٌ

⊛⊛ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تم میں سب سے بہتر شخص ہے، جو اپنے خاندان کا دفاع کرے، جب کہ وہ (ایسا کرتے ہوئے) کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرے''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایوب بن سوید نامی راوی ضعیف ہے۔

5121 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَكِّيِّ يَعْنِي ابْنَ أَبِي لَبِيبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ

⊛⊛ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی طرف بلائے، وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی بنیاد پر لڑائی کرے، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرجائے''۔

5122 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ مِخْرَاقٍ، عَنْ أَبِي كِنَانَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ

⊛⊛ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''قوم کا بھانجا' ان کا ایک فرد ہوتا ہے''

5123 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي عُقْبَةَ، وَكَانَ مَوْلًى مِنْ أَهْلِ فَارِسَ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُحُدًا، فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَقُلْتُ: خُذْهَا مِنِّي وَأَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِيُّ، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: فَهَلَّا قُلْتَ خُذْهَا مِنِّي، وَأَنَا الْغُلَامُ الْأَنْصَارِيُّ

٭٭ حضرت ابوعقبہ' جو اہل فارس کے آزاد کردہ غلام ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ اُحد میں شریک ہوا، میں نے مشرکین کے ایک شخص پر حملہ کیا اور کہا: لو سنبھالو، میں ایک فارسی نوجوان ہوں، نبی اکرم ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم نے یہ کیوں نہیں کہا؟ اس کو میری طرف سے سنبھالو، میں ایک انصاری نوجوان ہوں''۔

بَابُ إِخْبَارِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِمَحَبَّتِهِ إِيَّاهُ

باب: آدمی کا کسی شخص کی بھلائی دیکھ کر اس سے محبت کرنا

5124 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ثَوْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، وَقَدْ كَانَ أَدْرَكَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ

٭٭ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب آدمی اپنے کسی بھائی سے محبت رکھے' تو اسے اس کو بتا دینا چاہیے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے''۔

5125 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَأُحِبُّ هٰذَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْلَمْتَهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: أَعْلِمْهُ قَالَ: فَلَحِقَهُ، فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللهِ، فَقَالَ: أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ

٭٭ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا، وہاں سے ایک شخص گزرا، تو اس نے عرض کی: میں اس سے محبت کرتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم نے اسے بتایا ہے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں! آپ نے فرمایا: تم اسے بتاؤ، تو وہ پہلا شخص (اس) دوسرے شخص کے پیچھے گیا اور اس سے جا کر کہا: میں اللہ کی خاطر تم سے محبت کرتا ہوں، تو اس نے جواب دیا: جس ذات کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو، وہ ذات تم سے بھی محبت کرے''۔

5126 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ،

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ: الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ، وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَعْمَلَ كَعَمَلِهِمْ، قَالَ: أَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ، قَالَ: فَإِنِّي أُحِبُّ اللهَ، وَرَسُولَهُ، قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ: فَأَعَادَهَا أَبُو ذَرٍّ فَأَعَادَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آدمی کسی قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن وہ ان جیسے عمل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تم اس کے ساتھ ہو گے، جس سے تم محبت رکھتے ہو، تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس سے محبت رکھتے ہو، تم اس کے ساتھ ہو گے۔

راوی کہتے ہیں: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بات دہرائی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی جواب دہرادیا۔

5127 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرِحُوا بِشَيْءٍ لَمْ أَرَهُمْ فَرِحُوا بِشَيْءٍ أَشَدَّ مِنْهُ، قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، الرَّجُلُ يُحِبُّ الرَّجُلَ عَلَى الْعَمَلِ مِنَ الْخَيْرِ يَعْمَلُ بِهِ وَلَا يَعْمَلُ بِمِثْلِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا کہ وہ اس بات پر اتنے خوش ہوئے کہ وہ کسی اور بات پر اس سے زیادہ خوش نہیں ہوئے تھے، ہوا یوں کہ ایک شخص نے عرض کی:

یا رسول اللہ! ایک شخص کسی دوسرے شخص کے کیے ہوئے، کسی بھلائی کے عمل کی وجہ سے، اس دوسرے شخص سے محبت کرتا ہے، لیکن وہ خود (اس جیسا عمل نہیں کرسکتا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہوگا، جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔

بَابٌ فِي الْمَشُورَةِ

باب: مشورہ (دینا)

5128 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس سے مشورہ مانگا گیا ہو، وہ امین ہوتا ہے''

مشورہ کا لغوی اور عرفی معنی

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

مشاورت اور مشورہ کا معنی ہے: بعض کا بعض کی طرف رجوع کر کے ان کی رائے کو حاصل کرنا' جب عرب والے کسی جگہ سے شہد کو نکالتے ہیں اور حاصل کرتے ہیں تو کہتے ہیں "شرت العسل" جس امر میں مشورہ طلب کیا جائے اس کو شوری کہتے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے: (آیت) "وامرھم شوری بینھم" اور ان کا کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے۔
(المفردات ص ۲۷۰ 'مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران' ۱۳۴۲ھ)

مشورہ کے ذریعہ مختلف آراء ظاہر ہوتی ہیں' اور مشورہ طلب کرنے والا ان مختلف آراء میں غور و فکر کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ کس کی رائے کتاب و سنت' حکمت اور موقع اور محل کے مناسب ہے اور جب اللہ اسے کسی رائے کی طرف ہدایت دے دے تو وہ اس رائے پر عمل کرنے کا عزم کرے اور اللہ پر توکل کر کے اس رائے کو نافذ کر دے۔

مشورہ کے متعلق احادیث کا بیان

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔
(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۳ 'مطبوعہ لاہور)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے استخارہ کیا وہ نامراد نہیں ہوگا اور جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہیں ہوگا' اور جس نے میانہ روی کی وہ کنگال نہیں ہوگا' اس حدیث کو امام طبرانی نے مجعم اوسط اور معجم صغیر میں روایت کیا ہے اس کی سند میں عبدالسلام بن عبدالقدوس ایک ضعیف راوی ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اور اس میں کسی مسلمان شخص سے مشورہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کو درست کام کی ہدایت دے دیتا ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند میں عمرو بن الحصین العقیلی متروک راوی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۶ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ سے مشورہ لینے کا حکم کیوں دیا گیا:
اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مسائل اور معاملات میں امکان وحی کے باوجود اجتہاد کرنا جائز ہے' اور ظن غالب پر عمل کرنا صحیح ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کن امور میں اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے' بعض علماء نے کہا اس کا تعلق جنگی چالوں سے ہے کہ جب دشمن کا سامنا ہو تو اس کا مقابلہ کرنیکے لیے کس طریقہ پر عمل کیا جائے' اور اس کی حکمت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تالیف قلب کی جائے' اور جنگ احد میں شکست کی وجہ سے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دل شکستہ ہو گئے تھے انکی دلجوئی کی جائے' اور ان کے مرتبہ کی بلندی کو ظاہر کیا جائے' ہر چند کہ اللہ تعالیٰ ان کی رائے سے مستغنی ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر کے صحیح سمت کی طرف آپ کی رہنمائی پر قادر ہے' قتادہ' ربیع' ابن اسحاق اور امام شافعی وغیرہ کی یہی رائے ہے کیونکہ عرب سرداروں سے جب کسی

اہم معاملہ میں مشورہ نہ لیا جائے تو ان پر گراں گذرتا تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو یہ حکم دیا کہ اہم جنگی معاملات میں ان سے مشورہ کریں اس سے ان کی قدر افزائی اور دلجوئی ہو گئی۔

حسن بصری اور ضحاک نے یہ بیان کیا ہے جن معاملات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل نہیں کی ان میں آپ کو اپنے صحابہ سے مشورہ کی تعلیم دی جائے' ان کو مشورہ کی فضیلت کا علم ہو اور آپ کے بعد آپ کی امت مشورہ کرنے میں آپ کی اقتداء اور اتباع کرے۔ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن غنم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر تم دونوں کسی مشورہ پر متفق ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۷) اور علامہ آلوسی نے امام ابن عدی اور امام بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ اور اس کا رسول مشورہ سے مستغنی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مشورہ کو میری امت کے لیے رحمت بنا دیا۔ (روح المعانی: ج ۴ ص ۱۰۷)

کس قسم کے لوگوں سے مشورہ کیا جائے

مشورہ اس شخص سے طلب کرنا چاہئے جو عالم دین ہو اور صاحب فہم و فراست ہو' اور جب کسی ایسے شخص مشورہ لیا جائے اور وہ اس مسئلہ کا صحیح حل معلوم کرنے کی پوری کوشش کرے اس کے باوجود اگر اس کو خطا لاحق ہو جائے تو اس کو ملامت نہیں کی جائے گی۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جو بندہ مشورہ لے وہ کبھی بد بخت نہیں ہوتا اور جو بندہ خود رائے ہو اور دوسروں کے مشوروں سے مستغنی ہو وہ کبھی نیک بخت نہیں ہوتا' بعض علماء نے کہا ہے کہ کسی تجربہ کار شخص مشورہ لینا چاہئے' کیونکہ وہ تم کو ایسی چیز بتلائے گا جس میں وہ زیادہ تر کامیاب رہا ہوگا' امام اور خلیفہ کو نصب کرنا کس قدر اہم مسئلہ تھا لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو ارباب حل و عقد کے باہمی مشورہ اور اتفاق پر چھوڑ دیا' امام بخاری نے کہا نبی کریم ﷺ کے بعد ائمہ مباح کاموں میں امین لوگوں اور علماء سے مشورہ کیا کرتے تھے' سفیان ثوری نے کہا متقی اور امانت دار شخص سے مشورہ کرنا چاہئے۔ حسن بصری نے کہا خدا کی قسم! جو لوگ مشورہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی صحیح حل کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۵۱ ۔ ۲۵۰ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب آپ (کسی کام کا) عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کریں بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (آل عمران: ۱۵۹) رضی اللہ عنہ اجمعین

کسی کام کو کرنے کے پختہ ارادہ کو عزم کہتے ہیں۔ نیت' عزم اور قصد یہ الفاظ مترادفہ ہیں' اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب آپ اپنے اصحاب سے مشورہ کر کے کسی کام کا عزم کر لیں تو پھر اس کام سے رجوع نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور جب آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے کسی کام کا عزم کر لیں تو اس مشورہ پر توکل نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور جب آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے کسی کام کا عزم کر لیں تو پھر اس کام سے رجوع نہ کریں' جس طرح جنگ احد میں جب مسلمانوں سے مشورہ کیا گیا' تو نبی کریم

ﷺ اور پختہ کاروں کی رائے یہ تھی کہ شہر کے اندر رہ کر کافروں سے مدافعانہ جنگ کی جائے اور بعض نوجوان مسلمانوں کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نکل کر جنگ کی جائے' نبی کریم ﷺ نے اس رائے کو قبول کرلیا اور جمعہ کی نماز کے بعد گھر گئے اور ہتھیار پہن کر باہر آئے' وہ نوجوان صحابہ نادم ہوئے کہ ہم نے حضور ﷺ کی بات نہیں مانی انہوں نے آپ سے معذرت کی اور اپنی رائے سے رجوع کرلیا' نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب نبی ہتھیار پہن لے تو بغیر جنگ اللہ کیے اس کے لیے ہتھیار اتارنا جائز نہیں ہے' اور یہی اس آیت پر عمل ہے کہ جب آپ نے مسلمانوں سے مشورہ کے بعد اللہ پر توکل کر کے کسی کام کا عزم کرلیا ہے تو پھر اس سے رجوع نہ کریں اور اس کام کر کر ڈالیں۔

بَابٌ فِي الدَّالِّ عَلَى الْخَيْرِ

باب: بھلائی کی طرف رہنمائی کرنا

5129 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُبْدِعَ بِي فَاحْمِلْنِي، قَالَ: لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكَ عَلَيْهِ، وَلَكِنِ ائْتِ فُلَانًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَحْمِلَكَ فَأَتَاهُ فَحَمَلَهُ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ

❀❀ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میری سواری نہیں رہی، آپ ﷺ مجھے سواری کے لیے کچھ دیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تمہیں سواری کے لیے، دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، تم فلاں کے پاس جاؤ، شاید وہ تمہیں سواری کے لیے کچھ دے دے، وہ شخص اس کے پاس آیا اس دوسرے شخص نے اس کو سواری کے لیے جانور دے دیا، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص بھلائی کی طرف راہنمائی کرے، اسے بھلائی کرنے والے کے اجر کی مانند اجر ملتا ہے''۔

بَابٌ فِي الْهَوَى

باب: خواہش نفس کا بیان

5130 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الثَّقَفِيِّ، عَنْ بِلَالِ بْنِ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ

5129- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو عمرو الشيباني: هو سعد بن إياس. وأخرجه مسلم بإثر (1893) (133) من طريق سفيان، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (1893)، والترمذي (328) من طرق عن الأعمش، به.

۞۞ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''تمہارا کسی چیز سے محبت کرنا' اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے''۔

شرح

اس ارشادِ گرامی کے ذریعہ اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ محبت کا جنون انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے کہ وہ غلبہ محبت کی وجہ سے اپنی محبوب چیز کے عیب نہ دیکھنے کی صلاحیت باقی رکھتا ہے اور نہ سننے کی اگر محبوب میں کوئی برائی دیکھتا بھی ہے تو اس کو اچھی سمجھتا ہے اور اگر اس سے کوئی بری بات سنتا بھی ہے تو اس کو اچھا جانتا ہے یا یہ مراد ہے کہ محبت انسان کو محبوب کے علاوہ ہر چیز سے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ وہ جمال یار کے سوا نہ کسی چیز پر نظر ڈالتا ہے اور نہ محبوب کے سوا بات سننا پسند کرتا ہے۔ اس باب میں اس حدیث کو نقل کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ارشادِ گرامی اس شخص کے حق میں فرمایا گیا ہے جو کسی کی محبت سے مغلوب ہو باطل و ناروا امور میں اسی کی حمایت و مدد کرتا ہے وہ حق کو نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے بلکہ محض محبت کی وجہ سے ناحق و باطل کا حامی و مددگار بن جاتا ہے۔

☆ جس کسی نے ظالم کی مدد کی' اس نے گویا غضب الٰہی خود اپنے سر لے لیا۔

☆ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے' جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے' جو اپنے والدین کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔

☆ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ کینہ اس شخص کے دل میں ہے جو بہت جھگڑے بکھیڑے اور مباحثے کرتا رہتا ہے۔

☆ چار شخص مرفوع القلم ہیں ''لڑکا جب تک بالغ نہ ہو' سویا ہوا جب تک بیدار نہ ہو دیوانہ جب تک تندرست نہ ہو' وہ بڈھا جس کی عقل زیادتی عمر کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو۔

☆ جو شخص اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے خط کو دیکھے گا وہ آگ کو دیکھے گا۔

☆ کسی انسان کے دل میں ایمان اور حسد اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

☆ انسان جب عمر رسیدہ ہو جاتا ہے تو اس میں دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں' ایک مال کی حرص' دوسری عمر کی۔

☆ آپس میں سلام کا عام رواج کرو' محبت بڑھے گی۔

☆ ہر ایک دین کے واسطے خلق ہے اور اسلام کا خلق حیاء ہے۔

☆ جو چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی' وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوش خلقی ہے۔

☆ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں وہ اس قدر فساد برپا نہیں کرتے جس قدر انسان کی دولت اور مرتبہ کی حرص اس کے دین میں فساد ڈالتی ہے۔

☆ جس چیز میں فحش پن ہوگا اس کا انجام تباہی ہوگا اور جس میں حیا ہے اس کا انجام اس کی زینت ہے۔

☆ قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ بدگو بدزبان کو بہت

برا سمجھتا ہی۔

☆اگر مرتے دم تک تم حاکم، منشی یا کاردار نہ ہوئے تو سمجھو مزے میں رہے اور مواخذے سے بچ گئی۔

☆حکومت طلب مت کر، کیونکہ وہ اگر تجھے مانگنے سے ملی تو اس کا سب بوجھ تجھ پر پڑ جائے گا اور اگر بن مانگے ملی تو تیری ہر طرح سے مدد ہوگی۔

☆اپنی جانوں، اپنی اولاد، اپنے خدام اور اپنے مال کے حق میں بددعا نہ کیا کرو، ایسا نہ ہو جائے کہ وہ گھڑی اجابت کی ہو اور تمہاری بددعا قبول ہو جائی۔

☆اونچی آواز سے تکبیر نہ پڑھو، کیونکہ تم کسی بہرے یا غیر حاضر شخص کو نہیں پکار رہی، تم اس کو پکار رہے ہو جو سنتا اور دیکھتا ہے اور وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہی۔

☆اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے اور غم کے دور ہونے اور آسائش کے حاصل ہونے کا انتظار کرنا بہت اچھی عبادت ہی۔

☆تم میں سے ہر ایک کو اپنی ساری حاجتیں اپنے رب سے مانگنی چاہئیں۔

☆تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ دیکھو تم ایسا نہ کرنا، میں تم کو منع کرتا ہوں۔

☆دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے اور کسی بھی چیز کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہی۔

بَابٌ فِي الشَّفَاعَةِ

باب: شفاعت کا بیان

5131 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْفَعُوا إِلَيَّ لِتُؤْجَرُوا، وَلْيَقْضِ اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میرے سامنے سفارش کیا کرو، تا کہ تمہیں اجر ملے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جو چاہے، فیصلہ دے دیتا ہے''۔

5132 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَخِيهِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ: اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا فَإِنِّي لَأُرِيدُ الْأَمْرَ، فَأُؤَخِّرُهُ كَيْمَا تَشْفَعُوا فَتُؤْجَرُوا، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا

5131-إسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الأسدي. وأخرجه البخاري (1432) و (6028،6027) و (7476)، ومسلم (2627)، والترمذي (2865)، والنسائي في "الكبرى" (2348) من طرق عن بريدة بن أبي بردة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (19584)، و"صحيح ابن حبان" (531).

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، انہوں نے فرمایا: تم لوگ سفارش کیا کرو، تا کہ تمہیں اجر ملے، کیونکہ میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں لیکن اسے موخر کر دیتا ہوں، تا کہ تم لوگ سفارش کر کے اجر حاصل کرلو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''تم لوگ سفارش کیا کرو، تمہیں اجر ملے گا''۔

5133 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ يَبْدَأُ بِنَفْسِهِ فِي الْكِتَابِ

باب: خط لکھتے ہوئے آدمی کا اپنا ذکر پہلے کرنا

5134 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ مَرَّةً يَعْنِي هُشَيْمًا عَنْ بَعْضِ وَلَدِ الْعَلَاءِ، أَنَّ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ، كَانَ عَامِلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْبَحْرَيْنِ فَكَانَ إِذَا كَتَبَ إِلَيْهِ بَدَأَ بِنَفْسِهِ

حضرت علاء بن حضرمی، رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحرین کے گورنر تھے، وہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خط لکھا، تو آغاز اپنی ذات کے ذکر سے کیا۔

5135 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ الْعَلَاءِ، عَنِ الْعَلَاءِ يَعْنِي ابْنَ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَدَأَ بِاسْمِهِ

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے خط لکھا، تو پہلے اپنا نام تحریر کیا۔

شرح

عن ابن العلاء الحضرمی ان العلاء الحضرمی، حضرمی اصل میں مشہور شہر حضرت موت کی طرف نسبت ہے کیونکہ حضرت علاء حضر موت کے رہنے والے تھے اور مشکوۃ کے اکثر نسخوں میں آگے کی عبارت ان العلاء الحضرمی ہے لیکن ایک نسخہ میں ان العلاء الحضرمی لکھا ہوا ہے۔" تقریب میں لکھا ہے کہ حضرت علاء بنو امیہ کے حلیف تھے یہ ایک جلیل القدر اور بزرگ صحابی ہیں۔ نبی کریم نے ان کو بحرین کا عامل مقرر کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں ان کو وہاں کا عامل باقی رہا اور اسی عہدے پر ان کا انتقال ہوا۔" اپنی طرف سے شروع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خط کی ابتداء ان الفاظ سے کرتے، من العلاء الحضرمی الی رسول اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ (یعنی علاء حضرمی کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ) اس عبارت کے بعد خط کا مضمون ہوتا اور حضری خط لکھنے کا یہ طریقہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اختیار کرتے تھے کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات گرامی کی ابتداء اسی طرح ہوتی تھی۔ من محمد رسول اللہ الی فلاں اس عبارت کے بعد سلام کے الفاظ ہوتے تھے اگر مکتوب الیہ مسلمان ہوتا تو اس کا مخاطب خاص طور پر اسی کو بنایا جاتا یعنی سلام علیک جیسے الفاظ ہوتے اور اگر مکتوب الیہ مسلمان ہوتا تو پھر علی العموم سلام کے الفاظ ہوتے یعنی یوں لکھتے سلام علی من اتبع الھدی۔ (جو شخص راہ راست کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو) سلام کے بعد اصل مضمون ہوتا چنانچہ نبی نے ہرقل کو جو مکتوب ارسال کیا تھا وہ اسی ترتیب کے ساتھ لکھا گیا نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے بیٹے کی تعزیت میں جو خط بھیجا تھا اس کے ابتدائی الفاظ یوں تھے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم، من محمد رسول اللہ الی معاذ بن جبل سلام علیك فانی احمد الیك اللہ الذی لا الہ الا ھو، اما بعد الخ۔۔ یہ حدیث جو یہاں نقل کی گئی ہے بظاہر باب کے موضوع سے تعلق نہیں رکھتی لیکن یہ حدیث چونکہ سلام کے مقدی حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس لئے یہ اس باب میں نقل کی گئی ہے اسی طرح آگے جو تین حدیثیں آ رہی ہیں جن میں خط سے متعلق کچھ باتیں بیان کی گئی ہیں چونکہ ان کا تعلق بھی بایں اعتبار سلام سے ہے کہ سلام جس طرح زبانی پیش کیا جاتا ہے اسی طرح وہ خط میں بھی لکھا جاتا ہے لہٰذا ان حدیثوں کو بھی اس باب میں نقل کیا گیا ہے اور مشکوۃ کے مولف کا یہ محمول بھی ہے کہ وہ فصل کے آخر میں ان احادیث کو بھی نقل کرتے ہیں جو اگرچہ براہ راست باب سے تعلق نہیں رکھتیں لیکن باب اور اس کے موضوع کے مناسب اور بالواسطہ طور پر تعلق رکھنے والی ضرور ہوتی ہے۔

بَابُ كَيْفَ يُكْتَبُ إِلَى الذِّمِّيِّ

باب: ذمی کی طرف کیسے خط لکھا جائے؟

5136 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَتَبَ إِلَى هِرَقْلَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى قَالَ ابْنُ يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ قَالَ: فَدَخَلْنَا عَلَى هِرَقْلَ فَأَجْلَسَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے نام خط لکھا اس کے الفاظ یہ ہیں: ''یہ

5136- إسناده صحيح. عبد الرزاق: هو الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (9846)، ومن طريقه أخرجه مطولاً البخاري (4553)، ومسلم (1773). وأخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (7) و (2941) و (6261)، والترمذي (2914)، والنسائي في "الكبرى" (10998) من طرق عن الزهري، به. وهو في "مسند أحمد" (2372)، و"صحيح ابن حبان" (6555).

اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی طرف سے، روم کے حکمران ہرقل کے نام ہے، اس شخص پر سلام ہو، جو ہدایت کی پیروی کرلے"

ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا، وہ بیان کرتے ہیں: ہم ہرقل کے پاس گئے، اس نے ہمیں اپنے سامنے بٹھادیا اور نبی اکرم ﷺ کا مکتوب منگوایا تو اس میں یہ تحریر تھا:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، یہ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی طرف سے، روم کے حکمران ہرقل کے نام ہے، وہ شخص سلامت رہے، جو ہدایت کی پیروی کرلے"

بَابٌ فِي بِرِّ الْوَالِدَيْنِ

باب: والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

5137 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدَهُ، إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَه

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کوئی اولاد، اپنے والد کو بدلہ نہیں دے سکتی، البتہ یہ صورت ہے کہ وہ اسے غلام ہونے کی حالت میں پائے، تو اسے خرید کر آزاد کردے"۔

5138 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِي الْحَارِثُ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ وَكُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ: لِي طَلِّقْهَا فَأَبَيْتُ فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَلِّقْهَا

❀❀ حمزہ بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میری ایک بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پسند نہیں کرتے تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا: تم اسے طلاق دے دو، میں نے ان کی بات نہیں مانی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے طلاق دے دو"۔

5139 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ: مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّكَ، ثُمَّ أُمَّكَ، ثُمَّ أُمَّكَ، ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ، فَالْأَقْرَبَ، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ

5137-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري، وأبو صالح: هو السمان. وأخرجه مسلم بإثر (1510) من طرق عن سفيان، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (1510)، وابن ماجه (3659)، والترمذي (2018)، والنسائي في "الكبرى" (4876) من طريق جرير بن عبد الحميد، عن سهيل، به

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَسْأَلُ رَجُلٌ مَوْلَاهُ مِنْ فَضْلٍ هُوَ عِنْدَهُ، فَيَمْنَعُهُ إِيَّاهُ إِلَّا دُعِيَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَضْلُهُ الَّذِي مَنَعَهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْأَقْرَعُ: الَّذِي ذَهَبَ شَعْرُ رَأْسِهِ مِنَ السُّمِّ

بہز بن حکیم اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! سب سے زیادہ اچھا سلوک میں کس سے کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی والدہ کے ساتھ، پھر اپنی والدہ کے ساتھ، پھر اپنی والدہ کے ساتھ، پھر اپنے والد کے ساتھ اور پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتے داروں کے ساتھ۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص آزاد کردہ غلام سے، اس کے پاس موجود کوئی اضافی چیز مانگے، اور وہ اسے دینے سے انکار کردے، تو قیامت کے دن، اس کے اضافی مال کو، جسے دینے سے اس نے انکار کیا تھا، اس کے لیے، ایک گنجے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اقرع' اس سانپ کو کہتے ہیں، جس کے زہر کی وجہ سے اس کے بال اڑ جائیں۔

5140 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ مُرَّةَ حَدَّثَنَا كُلَيْبُ بْنُ مَنْفَعَةَ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَبَرُّ؟، قَالَ: أُمَّكَ، وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ، وَأَخَاكَ، وَمَوْلَاكَ الَّذِي يَلِي ذَاكَ حَقٌّ وَاجِبٌ، وَرَحِمٌ مَوْصُولَةٌ

کلیب بن منفعہ اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں کس کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی والدہ کے ساتھ، اپنے والد کے ساتھ، اپنی بہن کے ساتھ، اپنے بھائی کے ساتھ، اپنے غلام کے ساتھ (یا اپنے آزاد کرنے والے کے ساتھ) ان کے بعد ہر وہ شخص جس کا حق لازم ہے اور جس کے ساتھ صلہ رحمی کرنا لازم ہے۔

5141 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟، قَالَ: يَلْعَنُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَلْعَنُ أَبَاهُ، وَيَلْعَنُ أُمَّهُ، فَيَلْعَنُ أُمَّهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''بڑے کبیرہ گناہوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ پر لعنت کرے، عرض کی گئی: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنے ماں باپ پر کیسے لعنت کرسکتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص دوسرے کے باپ پر لعنت کریگا، وہ اس کے باپ پر لعنت کرے گا، جو دوسرے کی ماں پر لعنت کریگا، وہ اس کی ماں پر لعنت کریگا''

5142 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنَى قَالُوا: حَدَّثَنَا

عَبْدُ اللهِ بْنُ اِدْرِيسَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَسِيدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُبَيْدٍ، مَوْلٰى بَنِىْ سَاعِدَةَ عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِىْ اُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِىْ سَلَمَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، هَلْ بَقِىَ مِنْ بِرِّ اَبَوَىَّ شَىْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ: نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِىْ لَا تُوصَلُ اِلَّا بِهِمَا، وَاِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا

❀❀ حضرت ابوسید مالک ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، اسی دوران بنوسلمہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے ساتھ کس طرح اچھا سلوک کرسکتا ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے لیے دعائے مغفرت کرو، ان کے بعد ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرو، ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو، جن کے ساتھ صرف ماں باپ کی وجہ سے صلہ رحمی کی جاسکتی ہے، اور ان کے دوستوں کی عزت افزائی کرو۔

5143 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ اُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْمَرْءِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيهِ، بَعْدَ اَنْ يُوَلِّيَ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''سب سے اچھا سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے انتقال کے بعد، اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ اچھائی کرے''۔

5144 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ ثَوْبَانَ، اَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ ثَوْبَانَ، اَنَّ اَبَا الطُّفَيْلِ، اَخْبَرَهُ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ، قَالَ اَبُو الطُّفَيْلِ: وَاَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ اَحْمِلُ عَظْمَ الْجَزُورِ، اِذْ اَقْبَلَتِ امْرَاَةٌ حَتّٰى دَنَتْ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهُ، فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: مَنْ هِىَ؟ فَقَالُوا: هٰذِهِ اُمُّهُ الَّتِىْ اَرْضَعَتْهُ

❀❀ حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جعرانہ کے مقام پر گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا، میں ان دنوں کم عمر لڑکا تھا، میں اونٹ کی ہڈی اٹھا سکتا تھا، وہاں ایک عورت آئی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کے لیے اپنی چادر بچھادی، وہ اس پر بیٹھ گئی، میں نے دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں۔

5145 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِىُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ السَّائِبِ، حَدَّثَهُ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَاَقْبَلَ اَبُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَوَضَعَ لَهُ بَعْضَ ثَوْبِهِ، فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ اَقْبَلَتْ اُمُّهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الْاٰخَرِ،

فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ أَخُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَامَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ

⊛⊛ عمر بن سائب بیان کرتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے، ایک دن نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے، اس دوران آپ کے رضاعی والد آ گئے، نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے کپڑا بچھا دیا، وہ اس پر تشریف فرما ہوئے، پھر نبی اکرم ﷺ کی رضاعی والدہ آئیں، نبی اکرم ﷺ نے اس کپڑے کا دوسرا حصہ ان کے لیے بچھا دیا، وہ اس پر بیٹھ گئیں پھر نبی اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی تشریف لائے، تو نبی اکرم ﷺ انہیں اٹھ کر ملے اور انہیں اپنے سامنے بٹھا لیا۔

بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ عَالَ يَتِيمًا

باب: یتیموں کی پرورش کرنے والے کی فضیلت

5146 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنِ ابْنِ حُدَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا، - قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ - أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ وَلَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ يَعْنِي الذُّكُورَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کی بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے، اس کی توہین نہ کرے، اور بیٹے کو اس پر ترجیح نہ دے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا''

یہاں عثمان نامی راوی نے ایک لفظ کا ذکر نہیں کیا۔

5147 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْأَعْشَى، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُكْمِلٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ، وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص تین بیٹیوں کی پرورش کرے، ان کی تعلیم و تربیت کر کے شادی کرے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اسے جنت ملے گی''

5148 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ: ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، أَوْ بِنْتَانِ، أَوْ أُخْتَانِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: تین بہنوں یا تین بیٹیوں کی یا دو بیٹیوں اور دو

بہنوں کی (پرورش کرے، تو یہ اجر و ثواب حاصل کرے)۔

5149 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا النَّهَّاسُ بْنُ قَهْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَدَّادٌ أَبُو عَمَّارٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوْمَأَ يَزِيدُ بِالْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَى يَتَامَاهَا حَتَّى بَانُوا أَوْ مَاتُوا

❀❀ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میں اور سیاہ رخساروں والی عورت' قیامت کے دن اس طرح (ساتھ) ہوں گے''

یہاں یزید نامی راوی نے اپنی درمیانی اور شہادت والی انگلی کو ملا کر اشارہ کر کے دکھایا: (اس سیاہ فام عورت سے مراد) وہ عورت ہے، جو بیوہ ہو، اور یتیم بچوں کی خاطر (دوسری شادی نہ کرے) یہاں تک کہ وہ بچے بڑے ہو جائیں، یا انتقال کر جائیں۔

بَابٌ فِي مَنْ ضَمَّ الْيَتِيمَ

باب: جو شخص کسی یتیم کو (اپنے بچوں کے ساتھ تربیت میں) شامل کرلے

5150 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ سَهْلٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَقَرَنَ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ الْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ

❀❀ حضرت سہل رضی اللہ عنہ 'نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا' جنت میں ان دو کی طرح ہوں گے''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر یہ بات ارشاد فرمائی۔

بَابٌ فِي حَقِّ الْجِوَارِ

باب: پڑوسی کا حق

5151 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى قُلْتُ لَيُوَرِّثَنَّهُ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''جبرائیل علیہ السلام پڑوسی کے بارے میں مجھے مسلسل تلقین کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے یہ سوچا، کہیں یہ اسے وارث نہ قرار دے دیں''۔

5152 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ بَشِيرٍ أَبِي إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّهُ ذَبَحَ شَاةً فَقَالَ: أَهْدَيْتُمْ لِجَارِي الْيَهُودِيِّ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ، حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے ایک بکری ذبح کی اور سوال کیا: کیا تم نے میرے یہودی ہمسائے کو کچھ گوشت بھیجا ہے؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل تلقین کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے وارث قرار دیں گے''

5153 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو جَارَهُ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَاصْبِرْ فَأَتَاهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ: اذْهَبْ فَاطْرَحْ مَتَاعَكَ فِي الطَّرِيقِ فَطَرَحَ مَتَاعَهُ فِي الطَّرِيقِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ فَيُخْبِرُهُمْ خَبَرَهُ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَلْعَنُونَهُ: فَعَلَ اللّٰهُ بِهِ، وَفَعَلَ، وَفَعَلَ، فَجَاءَ إِلَيْهِ جَارُهُ فَقَالَ لَهُ: ارْجِعْ لَا تَرٰى مِنِّي شَيْئًا تَكْرَهُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پڑوسی کی شکایت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور صبر سے کام لو، وہ گیا اور دو یا تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور اپنا سامان راستے میں ڈال دو، اس نے اپنا سامان راستے میں ڈال دیا، لوگوں نے اس سے دریافت کرنا شروع کیا (کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟) تو اس نے اپنے پڑوسی کی صورت حال بتائی، تو لوگوں نے اسے لعنت ملامت کرنا شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہ کرے اور وہ کرے۔ اس کا پڑوسی اس کے پاس آیا اور اسے کہا: تم واپس جاؤ، آئندہ تمہیں میری طرف کوئی بھی ناپسندیدہ چیز نہیں دیکھنی پڑے گی۔

5154 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے مہمان کی عزت افزائی کرنی چاہیے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے بھلائی کی بات کہنی چاہیے، یا پھر خاموش رہنا چاہیے''۔

5155 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ عُبَيْدٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ

الْجَوْنِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ: إِنَّ لِي جَارَيْنِ بِأَيِّهِمَا أَبْدَأُ، قَالَ: بِأَدْنَاهُمَا بَابًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ طَلْحَةُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان میں سے کس سے آغاز کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

بَابٌ فِي حَقِّ الْمَمْلُوكِ

باب: غلام کا حق

5156- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ أُمِّ مُوسَى، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: كَانَ آخِرُ كَلَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ، اتَّقُوا اللهَ فِيمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام یہ تھا:

''نماز کا خیال رکھنا اور جو تمہارے زیرِ ملکیت ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا''

5157- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ غَلِيظٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ، قَالَ: فَقَالَ الْقَوْمُ: يَا أَبَا ذَرٍّ، لَوْ كُنْتَ أَخَذْتَ الَّذِي عَلَى غُلَامِكَ فَجَعَلْتَهُ مَعَ هٰذَا فَكَانَتْ حُلَّةً وَكَسَوْتَ غُلَامَكَ ثَوْبًا غَيْرَهُ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ إِنِّي كُنْتُ سَابَبْتُ رَجُلًا وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً، فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ، فَشَكَانِي إِلَى رَسُولِ اللهِ فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ قَالَ: إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ فَضَّلَكُمُ اللهُ عَلَيْهِمْ، فَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ فَبِيعُوهُ وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللهِ

معرور بن سوید بیان کرتے ہیں: میں نے ربذہ کے مقام پر حضرت ابوذر غفاری کو دیکھا، انہوں نے موٹی اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی، ان کے غلام کے جسم پر بھی اس طرح کی چادر تھی، تو لوگوں نے کہا: اے ابوذر! اگر آپ اپنے غلام والی چادر حاصل کر لیتے، تو اس طرح آپ کا پورا جوڑا بن جاتا اور اپنے غلام کو آپ کوئی دوسرا کپڑا پہنا دیتے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ میری ایک شخص کے ساتھ لڑائی ہوگئی، اس کی ماں عجمی تھی، میں نے اسے اس کی ماں کے حوالے سے عار دلائی، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری شکایت کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تم ایک ایسے شخص ہو، جس کے اندر ابھی بھی جاہلیت کے اثرات موجود ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر تم کو فضیلت دی ہے، تو جو تمہارے لیے موزوں نہ ہو، تم اسے فروخت کر دو، لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔

5158 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا عَلَيْهِ بُرْدٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ فَقُلْنَا يَا أَبَا ذَرٍّ لَوْ أَخَذْتَ بُرْدَ غُلَامِكَ إِلَى بُرْدِكَ فَكَانَتْ حُلَّةً وَكَسَوْتَهُ ثَوْبًا غَيْرَهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيَكْسُهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا يُكَلِّفُهُ مَا يَغْلِبُهُ فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ

معرور بن سوید بیان کرتے ہیں: وہ ربذہ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ان کے جسم پر ایک چادر موجود تھی اور ان کے غلام کے جسم پر بھی اس کی مانند چادر موجود تھی، ہم نے کہا: اے ابوذر! اگر آپ اپنے غلام کی چادر لے کر اپنی چادر کے ساتھ ملا دیتے تو یہ حلہ بن جاتا اور آپ اس کو کوئی دوسرا کپڑا پہنا دیتے، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''یہ (غلام) تمہارے بھائی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت کیا ہے، جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو، وہ جو خود کھاتا ہے، اس میں سے اسے کھلائے اور جو خود پہنتا ہے، اس میں سے اسے پہنائے اور اسے کسی ایسے کام کا پابند نہ کرے، جو اس سے نہ ہو سکے، اور اگر وہ اسے کسی ایسے کام کا پابند کرے، جو اس سے نہیں ہو سکتا، تو خود بھی اس کی مدد کرے''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

5159 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي، فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: مَرَّتَيْنِ لَلَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللَّهِ تَعَالَى، قَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَعَتْكَ النَّارُ أَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے غلام کو مار رہا تھا، اسی دوران میں نے اپنے پیچھے آواز سنی: ''اے ابومسعود! تم یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے، جتنی تمہیں اس پر حاصل ہے'' میں نے مڑ کر دیکھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے، تو آگ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

5160 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ. وَمَعْنَاهُ نَحْوَهُ قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي أَسْوَدَ بِالسَّوْطِ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الْعِتْقِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''میں اپنے غلام کو کوڑے کے ساتھ مار رہا تھا'' اس میں راوی نے غلام کو آزاد کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

5161 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَاءَمَكُمْ مِنْ مَمْلُوكِيكُمْ، فَأَطْعِمُوهُ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَاكْسُوهُ مِمَّا تَلْبَسُونَ، وَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ مِنْهُمْ، فَبِيعُوهُ، وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللَّهِ

⊛⊛ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہارے غلاموں میں سے جو تمہارے لیے مناسب ہو، اسے تم اس میں سے کھلاؤ، جو تم کھاتے ہو، اسے وہ پہناؤ، جو تم پہنتے ہو، ان میں سے جو تمہارے لیے مناسب نہ ہو، اسے فروخت کر دو، لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب نہ دو''۔

5162 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ بَعْضِ بَنِي رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ، وَسُوءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ

⊛⊛ عثمان بن زفر اپنی سند کے ساتھ حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: یہ وہ صحابی ہیں، جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اپنے ماتحت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' برکت ہے، اور برا سلوک کرنا' نحوست ہے''

5163 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ زُفَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، عَنْ عَمِّهِ الْحَارِثِ بْنِ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ، وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ جُهَيْنَةَ قَدْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ، وَسُوءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ

⊛⊛ حضرت رافع رضی اللہ عنہ، جن کا تعلق جہینہ قبیلے ہے، انہیں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں شرکت کا شرف حاصل ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ماتحت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا برکت ہے اور برے اخلاق نحوست ہیں''۔

5164 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَهَذَا حَدِيثُ الْهَمْدَانِيِّ وَهُوَ أَتَمُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ جُلَيْدٍ الْحَجْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَمْ نَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ؟ فَصَمَتَ، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ. فَصَمَتَ، فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ، قَالَ: اعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ

سَبْعِينَ مَرَّةً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم خادم کو کتنا معاف کریں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اس نے دوبارہ یہی سوال کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، جب اس نے تیسری مرتبہ یہی سوال کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے روزانہ ستر مرتبہ معاف کرو۔

5165 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ يَعْنِي ابْنَ غَزْوَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْقَاسِمِ نَبِيُّ التَّوْبَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ وَهُوَ بَرِيءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَدًّا

قَالَ مُؤَمَّلٌ: حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنِ الْفُضَيْلِ يَعْنِي ابْنَ غَزْوَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم، جو نبی التوبہ ہیں، انہوں نے ہم سے فرمایا: ''جو شخص اپنے غلام پر الزام عائد کرے، حالانکہ وہ اس الزام سے بری الذمہ ہو، تو قیامت کے دن اس (الزام لگانے والے) پر حد جاری کی جائے گی''۔

ایک راوی نے سند کچھ مختلف بیان کی ہے۔

5166 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: كُنَّا نُزُولًا فِي دَارِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ وَفِينَا شَيْخٌ فِيهِ حِدَّةٌ وَمَعَهُ جَارِيَةٌ لَهُ، فَلَطَمَ وَجْهَهَا، فَمَا رَأَيْتُ سُوَيْدًا أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ ذَاكَ الْيَوْمَ، قَالَ: عَجَزَ عَلَيْكَ إِلَّا حُرُّ وَجْهِهَا، لَقَدْ رَأَيْتُنَا سَابِعَ سَبْعَةٍ مِنْ وَلَدِ مُقَرِّنٍ، وَمَا لَنَا إِلَّا خَادِمٌ، فَلَطَمَ أَصْغَرُنَا وَجْهَهَا، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِتْقِهَا

ہلال بن یسار بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کے ہاں پڑاؤ کیا، ہمارے درمیان ایک عمر رسیدہ شخص تھے، جن کے مزاج میں کچھ تیزی تھی، ان کے ساتھ ان کی کنیز بھی تھی، ان صاحب نے اس کنیز کے منہ پر تھپڑ مارا، تو میں نے حضرت سوید رضی اللہ عنہ کو اس سے زیادہ غصے میں پہلے کبھی نہیں دیکھا، انہوں نے فرمایا: کیا تم اتنے مغلوب ہو گئے تھے کہ اسے مارنے کے لیے تمہیں اس کا صرف چہرہ ملا تھا؟ مجھے یاد ہے کہ حضرت مقرن رضی اللہ عنہ کے سات بیٹے تھے اور صرف ایک خادم تھا، ہم میں سے جو سب سے چھوٹا تھا، اس نے خادم کے منہ پر تھپڑ مارا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم اس کو آزاد کر دیں۔

5167 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ، قَالَ: لَطَمْتُ مَوْلًى لَنَا فَدَعَاهُ أَبِي وَدَعَانِي، فَقَالَ: اقْتَصَّ مِنْهُ، فَإِنَّا مَعْشَرَ بَنِي مُقَرِّنٍ كُنَّا سَبْعَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا خَادِمٌ، فَلَطَمَهَا رَجُلٌ مِنَّا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْتِقُوهَا قَالُوا: إِنَّهُ لَيْسَ لَنَا خَادِمٌ غَيْرُهَا، قَالَ: فَلْتَخْدُمْهُمْ حَتَّى يَسْتَغْنُوا، فَإِذَا اسْتَغْنَوْا فَلْيُعْتِقُوهَا

حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، معاویہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے ایک غلام کو تھپڑ رسید کر دیا، میرے والد نے اسے بلایا اور پھر مجھے بھی بلایا اور پھر فرمایا: اس سے بدلہ لے لو، ہم جو حضرت مقرن رضی اللہ عنہ کی اولاد تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم سات بھائی تھے اور ہمارا صرف ایک (خادم یا خادمہ) تھا، ہم میں سے ایک نے اسے طمانچہ رسید کر دیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے آزاد کر دو، ان لوگوں نے عرض کی: ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی خادم نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خادم اس وقت تک ان کی خدمت کرے، جب تک وہ اس سے بے نیاز نہیں ہو جاتے (یعنی جب تک کوئی اور خادم نہیں مل جاتا) جب وہ بے نیاز ہو جائیں، تو وہ اسے آزاد کر دیں۔

5168 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو كَامِلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ذَكْوَانَ عَنْ زَاذَانَ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَقَدْ أَعْتَقَ مَمْلُوكًا لَهُ فَأَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ عُودًا، أَوْ شَيْئًا، فَقَالَ: مَا لِي فِيهِ مِنَ الْأَجْرِ مَا يَسْوَى هَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ لَطَمَ مَمْلُوكَهُ، أَوْ ضَرَبَهُ، فَكَفَّارَتُهُ أَنْ يُعْتِقَهُ

زاذان بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا، پھر زمین سے ایک تنکا لے کر یا کوئی چیز لے کر ارشاد فرمایا: مجھے اس کا اتنا اجر بھی نہیں ملے گا، جو اس (تنکے) کے برابر ہو، کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ رسید کرے، یا اس کی پٹائی کرے، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے''

آزادی کے مندوب تصرف کا بیان

اعتاق کا تصرف مندوب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی مؤمن کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کرے گا۔ لہٰذا مستحب ہے کہ مرد غلام کو اور عورت باندی کو آزاد کرے تاکہ اعضاء کا اعضاء کیساتھ تقابل ہو جائے۔

فرمایا: آزادی ہر اس بالغ عاقل سے صحیح ہوتی ہے جس کی ملکیت ہو۔ اور آزادی کی شرط یہ ہے کہ وہ صرف ملکیت سے صحیح ہوتی ہے۔ جبکہ مملوک کی ملکیت نہیں ہوتی۔ اور بچہ اس لئے اہل نہیں ہے کیونکہ اس کا نقصان ظاہر ہے۔ کیونکہ ولی بچے پر اعتاق کی ملکیت نہیں رکھتا۔ اور عاقل ہونے کی شرط اس لئے بیان کی ہے کہ مجنون تصرف کی اہلیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا جب کسی بالغ شخص نے کہا کہ میں نے آزاد کیا جبکہ میں بچہ ہوں تو اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح اگر معتق نے کہا کہ میں نے آزاد کیا لیکن میں مجنون ہوں اور اس کا جنون بھی ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ اعتاق کا اسناد انتفائے حالت عتق کی طرف کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح جب کسی بچے نے کہا کہ جس میں مالک ہوں وہ آزاد ہے جب میں بالغ ہو جاؤں تو اس صورت میں بھی اعتاق درست نہ ہوگا کیونکہ نابالغ کسی ایسے قول کی اہلیت نہیں رکھتا جو حکم لازم کرنے والا ہو۔ اور غلام کا معتق کی ملکیت ہونا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ جب کسی نے شخص نے دوسرے کے غلام کو آزاد کیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کا انسان مالک نہیں اس میں عتق نہیں ہے۔

غلام کی آزادی اعضاء کو جہنم سے بچانے والی ہے

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے اس شخص کے جسم کے بھی ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔ سعید بن مرجانہ نے بیان کیا کہ پھر میں علی بن حسین (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے یہاں گیا (اور ان سے حدیث بیان کی) وہ اپنے ایک غلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس کی عبداللہ بن جعفر دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار قیمت دے رہے تھے اور آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۲۵۱۷)

حضرت زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن مرجانہ سے یہ حدیث سن کر اس پر فوراً عمل کر دکھایا اور اپنا ایک ایسا قیمتی غلام آزاد کر دیا جس کی قیمت دس ہزار درہم مل رہے تھے۔ جس کا نام مطرف تھا۔ مگر حضرت زین العابدین نے روپے کی طرف نہ دیکھا اور ایک عظیم نیکی کی طرف دیکھا۔ اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ انسان پروری اور ہمدردی کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اولیاء اللہ یا عباد الرحمن ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت عروہ ابومرواح ابوذرع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا میں نے پوچھا کس قسم کا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بہت زیادہ بیش قیمت ہو اور اس کے مالکوں کو بہت پسند ہو میں نے پوچھا اگر میں یہ نہ کرسکوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کاریگر کی مدد کر دو یا کسی بے ہنر کے لیے کام کر دو انہوں نے پوچھا اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھ (یعنی ان کے ساتھ برائی کرنے سے باز آ) اس لیے کہ وہ بھی ایک صدقہ ہے جو تو اپنے آپ پر کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2370)

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت میں احادیث وآثار

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں عقبہ جہنم کے ایک پھسلنے پہاڑ کا نام ہے حضرت کعب احبار فرماتے ہیں اس کے جہنم میں ستر درجے ہیں قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ داخلے کی سخت گھاٹی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے داخل ہو جاؤ پھر اسکا داخلہ بتایا یہ کہہ کر کہ تمہیں کس نے بتایا کہ یہ گھاٹی کیا ہے؟ تو فرمایا غلام آزاد کرنا اور اللہ کے نام کھانا دینا ابن زید فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ نجات اور خیر کی راہوں میں کیوں نہ چلا؟ پھر ہمیں تنبیہ کی اور فرمایا تم کیا جانو عقبہ کیا ہے؟ آزادگی گردن یا صدقہ طعام فک رقبۃ جو اضافت کے ساتھ ہے اسے فک رقبۃ بھی پڑھا گیا یعنی فلع فاعل دونوں قرأتوں کا مطلب قریبا ایک ہی ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کی گردن چھڑوائے اللہ تعالیٰ اس کا ہر ایک عضو اس کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں اور شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ حضرت علی بن حسین یعنی امام زید العابدین نے جب یہ حدیث سنی تو سعید بن مرجانہ راوی حدیث سے پوچھا کہ کیا تم نے خود حضرت ابوہریرہ کی زبانی یہ حدیث سنی

ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مطرف کو بلا لو جب وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ تم اللہ کے نام پر آزاد ہو بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔

صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ یہ غلام دس ہزار درہم کا خریدا ہوا تھا اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد ہو جاتی ہے (ابن جریر) مسند میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے اور جو مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا سے قیامت کے دن نور ملے گا۔ اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں تیر چلائے خواہ وہ لگے یا نہ لگے اسے اولاد اسمٰعیل میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور حدیث میں ہے جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے مر جائیں اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کریگا اور جو شخص اللہ کی راہ میں جوڑے دے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا جس سے چاہے چلا جائے ان تمام احادیث کی سندیں نہایت عمدہ ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنایئے جس میں کوئی کمی زیادتی نہ ہو تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے تم میں سے کوئی پڑھے اور اس کا قرآن شریف اس کے گھر میں ہو تو کیا وہ کمی زیادتی کرتا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہمارا مطلب یہ نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث ہمیں سناؤ، آپ نے فرمایا ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی تھی تو آپ نے فرمایا اس کی طرف سے غلام آزاد کرو، اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا، یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے، اور حدیث میں ہے جو شخص کسی کی گردن آزاد کرائے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے۔ ایسی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں،

مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا کام بتا دیجئے جس سے میں جنت میں جا سکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھوڑے سے الفاظ میں بہت ساری باتیں تو پوچھ بیٹھا۔ نسمہ آزاد کر، رقبہ چھڑا، اس نے کہا حضرت کیا یہ دونوں ایک چیز نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادی کے معنی تو ہیں اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور فک رقبہ کے معنی ہیں کہ تھوڑی بہت مدد کرے دودھ والا جانور دودھ پینے کے لیے کسی مسکین کو دینا، ظالم رشتہ دار سے نیک سلوک کرنا، یہ جنت کے کام ہیں، اگر اس کی تجھے طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلا، پیاسے کو پلا، نیکیوں کا حکم کر، برائیوں سے روک، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سوائے بھلائی کے اور نیک بات کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکال۔ ذی مسغبۃ کے معنی ہیں بھوک والا، جبکہ کھانے کی اشتہا ہو، غرض بھوک کے وقت کا کھلانا اور وہ بھی اسے جو نادان بچہ ہے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے اور اس کا رشتہ دار بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسکین کو صدقہ دینا اکہرا ثواب رکھتا ہے، اور رشتے دار کو دینا دوہرا اجر دلواتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

غلاموں کے حقوق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمات

خلفائے راشدین کا یہ بھی یہی دستور تھا کہ اگر کسی غلام کا مالک اس کی کفالت کرنے میں مشکل محسوس کرتا ہو تو اس کی مدد کیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مَخْلَدٍ الْغِفَارِيِّ أَنَّ ثَلَاثَةَ مَمْلُوكِينَ شَهِدُوا بَدْرًا، فَكَانَ عُمَرُ يُعْطِي كُلَّ رَجُلٍ مِنْهُمْ كُلَّ سَنَةٍ ثَلَاثَةَ آلَافٍ ثَلَاثَةَ آلَافٍ. (ابن ابی شیبة؛ حدیث 33553)

تین غلاموں نے جنگ بدر میں حصہ لیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو سالانہ تین تین ہزار درہم دیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ هَارُونَ بْنِ عَنْتَرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا يَرْزُقَانِ أَرِقَّاءَ النَّاسِ. (ابن ابی شیبة؛ حدیث 33554)

سیدنا عثمان اور علی رضی اللہ عنہما (اپنے ادوار میں) لوگوں کے غلاموں کو ان کی ضروریات کا سامان پہنچایا کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بہت سوں نے تو غلاموں کو معمولی سے خراج کے عوض خود کمانے اور کھانے کی اجازت دے دی تھی۔ یہ خراج صرف ایک درہم روزانہ ہوا کرتا تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب غلاموں کی قیمتیں 40,000 درہم تک پہنچ چکی تھیں۔ اس طریقے سے یہ غلام عملاً آزاد ہو چکے تھے۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى بْنِ الْفَضْلِ الصَّيْرَفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ: مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ أَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ أَخْبَرَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنَّا يُقَالُ لَهُ نَهِيكُ بْنُ يَرِيمَ حَدَّثَنِي مُغِيثُ بْنُ سُمَيٍّ قَالَ: كَانَ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَلْفُ مَمْلُوكٍ يُؤَدِّي إِلَيْهِ الْخَرَاجَ فَلَا يُدْخِلُ بَيْتَهُ مِنْ خَرَاجِهِمْ شَيْئًا. (بیہقی؛ سنن الکبریٰ؛ حدیث 15787)

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں خراج ادا کیا کرتے تھے۔ اس خراج میں سے کوئی رقم ان کے گھر میں داخل نہ ہوا کرتی تھی۔ یعنی وہ سب کی سب رقم انہی غلاموں اور دیگر غرباء پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ بْنُ أَبِي الْمَعْرُوفِ أَخْبَرَنَا أَبُو عَمْرِو بْنُ نُجَيْدٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ دِرْهَمٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: ضَرَبَ عَلَيَّ مَوْلَايَ كُلَّ يَوْمٍ دِرْهَمًا فَأَتَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ وَأَدِّ حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوْلَاكَ. (بیہقی؛ سنن الکبریٰ؛ حدیث 15788)

سیدنا عبدالرحمٰن (بن عوف) رضی اللہ عنہ کے سابقہ غلام درہم کہتے ہیں، "میرے آقا نے مجھ پر روزانہ ایک درہم کا خراج مقرر کیا تھا۔ (ایک دن) میں نے یہ درہم سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا تو انہوں نے فرمایا، "اللہ سے ڈرو اور اللہ کا اور اپنے آقا کا حق (انہی کو) ادا کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس کسی کو اپنے غلام پر زیادتی کرتے ہوئے دیکھتے تو فوراً اسے اچھا سلوک کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

وروی ان اباھریرہ رای رجلا راکبا و غلامہ یسعی خلفہ، فقال: یا عبداللہ احملہ، فانہ اخوک، و روحک مثل روحہ۔ (بغوی، شرح السنۃ، کتاب النکاح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سوار ہے اور اس کا غلام اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا، "اے عبداللہ! اسے بھی سوار کرو۔ یہ تمہارا بھائی ہی ہے۔ تمہارے اندر جو روح ہے وہ بھی اسی کی روح کی طرح ہی ہے۔

آزادی غلام کی شرعی حیثیت کا بیان

آزاد کرنے کی چار قسمیں ہیں: واجب، مندوب، مباح، کفر،

غلام کی آزادی کے وجوب کا بیان

قتل و ظہار و قسم اور روزہ توڑنے کے کفارے میں آزاد کرنا واجب ہے، مگر قسم میں اختیار ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس مساکین کو کھانا کھلائے یا کپڑے پہنائے، یہ نہ کر سکے تو تین روزے رکھ لے۔ باقی تین میں اگر غلام آزاد کرنے پر قدرت ہو تو یہی متعین ہے۔

غلام کی آزادی میں استحباب کا بیان

مندوب وہ ہے کہ اللہ (عزوجل) کے لیے آزاد کرے اوس وقت کہ جانب شرع سے اس پر یہ ضروری نہ ہو۔

غلام کی آزادی میں اباحت کا بیان

جب کسی شخص نے بغیر کسی قسم کی نیت کرتے ہوئے غلام کو آزاد کر دیا تو یہ مباح ہے۔ اور اس کی شرعی حیثیت کو مباح کہتے ہیں یا اس کو غلام کی آزادی کو اباحت سے تعبیر کرتے ہیں۔

غلام کی آزادی کے کفر ہونے کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی نے بتوں یا شیطان کے نام پر آزاد کیا کہ غلام اب بھی آزاد ہو جائے گا، مگر اس کا یہ فعل کفر ہوا۔ کہ ان کے نام پر آزاد کرنا دلیل تعظیم ہے اور ان کی تعظیم کفر ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب العتاق)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَمْلُوكِ إِذَا نَصَحَ

باب: جب غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرے

5169 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللَّهِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ

غلاموں کو مکاتب بنانے کا بیان

غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے یہ شرط کرلی جائے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر رقم ادا کر کے آزاد ہو سکتے ہیں یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ فَکَاتِبُوھُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْھِمْ خَیْرًا۔ (النور)

اگر تم کو غلاموں میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکاتبت کرلو۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہیں سمجھا جاتا تھا؛ لیکن آقا کو معاہدہ مکاتبت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عملاً اس حکم کو وجوبی قرار دیا؛ چنانچہ جب سیرین نے اپنے آقا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی اور انہوں نے اس کو منظور کرنے سے انکار کردیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوا کر درے سے مارا اور قرآن مجید کی اس آیت کے رو سے ان کو معاہدہ کتابت کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المکاتب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے، ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کر کے بدل کتابت ادا کرنا چاہا؛ لیکن آقا نے یکمشت رقم لینے سے انکار کردیا اور بااقساط لینا چاہا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے کل رقم لے کر بیت المال میں داخل کروادی اور کہا، تم شام کو آنا میں تمہیں آزادی کا فرمان لکھدوں گا، اس کے بعد لینے یا نہ لینے کا تمہارے آقا کو اختیار ہوگا، آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آکر یہ رقم وصول کرلی۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ ابوسعید المقبری)

اسیران جنگ سے اعزہ واقارب کو جدا نہ کرنا

اگرچہ صحابہ کرام مذہباً اور اخلاقاً خود ہی قیدیوں کو ان کے اعزہ واقارب سے جدا کرنا ناجائز سمجھتے تھے؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قانوناً وحکماً اس کی ممانعت فرمادی؛ چنانچہ تمام امرائے فوج کے نام فرمان بھیجے کہ بھائی کو بھائی سے اور لڑکی کو ماں سے جدا نہ کیا جائے، ایک بار بازار میں شور سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دربان یرقاء کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ ایک لونڈی کی ماں فروخت کی جارہی ہے، انہوں نے تمام مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور یہ آیت پڑھی:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ "(محمد)

پھر اگر تم نے منہ موڑا تو تم سے کیا توقع رکھی جائے؟ یہی کہ تم زمین میں فساد مچاؤ اور اپنے خونی رشتہ کاٹ ڈالو

اور کہا کہ اس سے بڑھ کر کیا قطع رحم ہوسکتا ہے کہ لڑکی کو ماں سے جدا کیا جائے؛ چنانچہ اس کے بعد تمام امراء کے نام فرمان بھیج دیا کہ اس قسم کا قطع رحم جائز نہیں۔ (کنز العمال، جلد، صفحہ ۴، ۱۱۲)

غلاموں کے وظیفے

بیت المال سے مسلمانوں کو جو وظیفہ ملتا تھا، اس میں غلام برابر کے شریک تھے، اول اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غلاموں کو بیت المال میں تمام مسلمانوں کا شریک بنایا، ابوداود کتاب الخراج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

کان ابی یقسم للحر والعبد میرے باپ غلام اور آزاد کو مال تقسیم فرما دیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب باضابطہ طور پر تمام مسلمانوں کے وظائف مقرر فرمائے تو آقا کے برابر غلاموں کے وظائف بھی مقرر فرمائے، (فتوح البلدان، صفحہ) ان کو اس بات میں اس قدر فکر تھی کہ جب ایک عامل نے غلاموں کو وظیفہ نہیں دیا، تو اس کو لکھ بھیجا کہ کسی مسلمان کا اپنے بھائی مسلمان کو حقیر سمجھنا نہایت بری بات ہے، (فتوح البلدان) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور مختلف طریقوں سے غلاموں کو مالی اعانتیں دیں اہل عوالی کے مزدوری پیشہ غلاموں کی مردم شماری کرائی اور ان کے روزینے جاری کئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اور ترقی دی اور خوراک کے ساتھ کپڑے بھی مقرر فرمائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ ہفتہ کے روز عوالی کو جاتے اور جو غلام ضعیف نظر آتے ان کے ٹیکس معاف کر دیتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عام طور پر یہ ہدایت کی کہ جو لونڈی کوئی پیشہ نہیں جانتی اور جو غلام صغیر السن ہیں ان کو کسی پیشہ کی تکلیف نہ دی جائے ورنہ ناجائز طریقے سے وہ روزینہ پیدا کریں گے، لیکن اس کے ساتھ ان کو عمدہ کھانا دیا جائے۔
(موطا امام مالک کتاب الجامع باب الامر بالرفق بالملوک)

غلاموں کو تعلیم دینے کا بیان

سب سے بڑھ کر یہ کہ صحابہ کرام نے غلاموں کو تعلیم بھی دلائی، ایک بار چند عیسائی غلام پکڑ کر آئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکتب میں داخل کر دیا۔ (فتوح البلدان)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حمران بن ابان کو خرید کر لکھنا سکھایا اور اپنا میر منشی بنایا، (فتوح البلدان) بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب میں آزاد بچوں کے ساتھ بہت سے غلاموں کے لڑکے بھی تعلیم پاتے تھے؛ چنانچہ ایک بار حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اون صاف کرنے کے لئے مکتب سے لڑکے طلب کئے تو کہلا بھیجا کہ آزاد بچے نہ بھیجے جائیں۔
(بخاری کتاب الدیات باب من استعان عبدا او صبیا)

غلاموں کو امان دینے کا حق دینا

امان دینے کا حق صرف فاتح قوم کو حاصل ہوتا ہے؛ لیکن خلفاء نے یہ حق خود غلاموں کو بھی دیا، چنانچہ ایک بار مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تو ایک غلام نے محصور فوج کو امان دیدی، تمام مسلمانوں نے کہا اس کا اعتبار نہیں ہے؛ لیکن ان لوگوں نے کہا ہم آزاد اور غلام کو نہیں جانتے، اب اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ مسلمانون کے غلاموں کا معاہدہ خود مسلمانوں کا معاہدہ ہے۔ (فتوح البلدان)

غلاموں کی عزت وآبرو کی حفاظت

خلفاء راشدین لونڈیوں اور غلاموں کی عزت وآبرو کا اسی قدر پاس کرتے تھے جس قدر ایک آزاد مرد یا آزاد عورت کا کیا جا سکتا ہے، ایک بار ایک غلام نے کسی لونڈی کی ناموس پر ناجائز حملہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو غلام کو جلا وطن کر دیا۔
(موطا امام محمد باب الاستکراہ فی الزنا)

حقوق میں مساوات

ان حقوق کے علاوہ ذاتی طور پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ غلاموں کو عام مسلمانوں کے برابر سمجھتے تھے؛ چنانچہ اس کی بعض مثالیں حسن معاشرت کے عنوان میں گذر چکی ہیں۔

ان تمام مراتب کے پیش نظر ہو جانے کے بعد صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں شخصی اور ملکی دونوں حیثیتوں سے غلام غلام نہیں رہے تھے؛ بلکہ مسلمانوں کے ایک فرد بن گئے تھے۔

بَابٌ فِي الِاسْتِئْذَانِ

باب: اجازت مانگنا

5171 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ، أَوْ مَشَاقِصَ، قَالَ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتِلُهُ لِيَطْعَنَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک حجرہ مبارک میں جھانکا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی لے کر اس کی طرف بڑھے، راوی کہتے ہیں: میں گویا اس وقت بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس (کنگھی کو) اس کی طرف یوں لہرا رہے تھے، کہ گویا اس کو چبھو دیں گے۔

5172 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنِ اطَّلَعَ فِي دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ، فَفَقَئُوا عَيْنَهُ فَقَدْ هَدَرَتْ عَيْنُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''جو شخص کسی کے گھر میں، ان کی اجازت کے بغیر جھانکے، اور وہ لوگ اس کی آنکھ پھوڑ دیں، تو اس کی آنکھ ضائع جائے گی (اس کا قصاص نہیں لیا جا سکتا)''۔

5173 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ كَثِيرٍ، عَنِ الْوَلِيدِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا دَخَلَ الْبَصَرُ فَلَا إِذْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب نگاہ اندر چلی گئی، تو پھر اجازت نہ رہی''

5174 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ هُزَيْلٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ - قَالَ عُثْمَانُ -: سَعْدٌ، فَوَقَفَ عَلَى بَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ - قَالَ عُثْمَانُ: مُسْتَقْبِلَ الْبَابِ - فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَكَذَا - عَنْكَ - أَوْ هَكَذَا، فَإِنَّمَا الْاِسْتِئْذَانُ مِنَ النَّظَرِ

ہذیل بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا، یہاں عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت سعد رضی اللہ عنہ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت مانگنے لگے، وہ دروازے پر کھڑے ہو گئے، عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: دروازے کے سامنے کھڑے ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اس طرح (یعنی ایک طرف ہو جاؤ) کیونکہ اجازت لینے کا حکم اس لیے ہے، تاکہ گھر کے اندر (نگاہ) نہ پڑے''۔

5175 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ سَعْدٍ نَحْوَهُ عَنِ النَّبِيِّ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ كَيْفَ الْاِسْتِئْذَانُ

باب: اجازت کیسے لی جائے؟

5176 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ اَبِي سُفْيَانَ، اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ، اَخْبَرَهُ عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ، اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ، بَعَثَهُ اِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَبَنٍ وَجَدَايَةٍ وَضَغَابِيسَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَعْلَى مَكَّةَ فَدَخَلْتُ وَلَمْ اُسَلِّمْ فَقَالَ: ارْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ بَعْدَمَا اَسْلَمَ صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ قَالَ عَمْرٌو: وَاَخْبَرَنِي ابْنُ صَفْوَانَ بِهٰذَا اَجْمَعَ عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ، قَالَ: اَبُو دَاوُدَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، اُمَيَّةُ بْنُ صَفْوَانَ، وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ، وَقَالَ يَحْيَى: اَيْضًا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَفْوَانَ، اَخْبَرَهُ اَنَّ كَلَدَةَ بْنَ الْحَنْبَلِ اَخْبَرَهُ

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دودھ، ہرن کا بچہ، اور ککڑیاں دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ میں موجود تھے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں حاضر ہوا، میں نے سلام نہیں کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم واپس جاؤ اور السلام علیکم کہو، راوی کہتے ہیں: یہ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد کا واقعہ ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس کے الفاظ میں کچھ فرق ہے۔

5177 - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرٍ اَنَّهُ اسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتٍ فَقَالَ: اَلِجُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَادِمِهِ: اخْرُجْ إِلَى هٰذَا فَعَلِّمْهُ الْاِسْتِئْذَانَ، فَقُلْ لَهُ: قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ، فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ

❁❁ ربعی بیان کرتے ہیں: بنو عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے یہ بات بیان کی: اس نے نبی اکرم ﷺ سے اجازت مانگی، نبی اکرم ﷺ اس وقت گھر میں موجود تھے، اس نے دریافت کیا: میں اندر آجاؤں؟ نبی اکرم ﷺ نے اپنے خادم سے دریافت کیا: تم باہر اس کے پاس جاؤ اور اسے اجازت لینے کا طریقہ سکھاؤ اور تم اس سے کہو: تم یوں کہو: السلام علیکم! کیا میں اندر آجاؤں؟ اس شخص نے یہ آواز سنی، تو کہا: السلام علیکم، کیا میں اندر آجاؤں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے اسے اجازت دی، تو وہ اندر آیا۔

5178 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي عَامِرٍ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، وَلَمْ يَقُلْ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ

❁❁ ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں: مجھے یہ بات بتائی گئی ہے: بنو عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس کی سند میں کچھ اختلاف ہے۔

5179 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ، أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: فَسَمِعْتُهُ فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ

❁❁ ربعی بیان کرتے ہیں: بنو عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی، تو میں نے کہا: السلام علیکم! کیا میں اندر آجاؤں؟

بَابُ كَمْ مَرَّةً يُسَلِّمُ الرَّجُلُ فِي الْاِسْتِئْذَانِ

باب: آدمی اجازت لیتے ہوئے، کتنی مرتبہ سلام کرے گا؟

5180 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي

5186- حديث صحيح، بقية - وهو ابن الوليد - قد صرح بالتحديث، وقد روى الحديث من طريقين آخرين حسنين كما سيأتي. محمد بن عبد الرحمن هو ابن عزق اليحصبي. وأخرجه البيهقي في "السنن الكبرى" 8/ 339 من طريق أبي داود، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد في "مسنده "(17694)، والبخاري في "الأدب المفرد "(1078)، ويعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ" 2/ 351 من طرق عن بقية، به. وأخرجه أحمد في "مسنده "(17692) من طريق إسماعيل بن عياش، والبيهقي في "شعب الإيمان "(8822).

سعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا فِي مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ، فَجَاءَ أَبُو مُوسَى فَزِعًا، فَقُلْنَا لَهُ: مَا أَفْزَعَكَ؟ قَالَ: أَمَرَنِي عُمَرُ أَنْ آتِيَهُ، فَأَتَيْتُهُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، فَرَجَعْتُ، فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي؟ قُلْتُ: قَدْ جِئْتُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ قَالَ: لَتَأْتِيَنَّ عَلَى هَذَا بِالْبَيِّنَةِ، فَقَالَ: أَبُو سَعِيدٍ: لَا يَقُومُ مَعَكَ إِلَّا أَصْغَرُ الْقَوْمِ، قَالَ: فَقَامَ أَبُو سَعِيدٍ مَعَهُ فَشَهِدَ لَهُ

❀❀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں انصار کی ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا، اسی دوران حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے آئے، ہم نے ان سے دریافت کیا: آپ کیوں پریشان ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوں، میں ان کے پاس آیا اور میں نے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی، تو میں واپس آ گیا (بعد میں) انہوں نے دریافت کیا؟ تم میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ میں نے عرض کیا: میں آیا تھا، میں نے تین مرتبہ اجازت مانگی تھی، مجھے اجازت نہیں ملی تو میں واپس چلا گیا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے واپس چلے جانا چاہیے''

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا تو آپ میرے پاس کوئی گواہ لے کر آئیں، راوی کہتے ہیں: تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے ساتھ وہ شخص جائے گا، جو سب سے چھوٹا ہو۔

راوی کہتے ہیں: تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ اٹھ کر گئے اور انہوں نے گواہی دی۔

5181 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّهُ أَتَى عُمَرَ فَاسْتَأْذَنَ ثَلَاثًا فَقَالَ: يَسْتَأْذِنُ أَبُو مُوسَى، يَسْتَأْذِنُ الْأَشْعَرِيُّ، يَسْتَأْذِنُ عَبْدُ اللهِ بْنُ قَيْسٍ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، فَرَجَعَ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ عُمَرُ: مَا رَدَّكَ؟ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسْتَأْذِنُ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا، فَإِنْ أُذِنَ لَهُ وَإِلَّا فَلْيَرْجِعْ قَالَ: ائْتِنِي بِبَيِّنَةٍ عَلَى هَذَا، فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: هَذَا أُبَيٌّ فَقَالَ أُبَيٌّ: يَا عُمَرُ لَا تَكُنْ عَذَابًا عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أَكُونُ عَذَابًا عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❀❀ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے، انہوں نے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی، انہوں نے کہا: ابوموسیٰ اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے، اشعری اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے، عبداللہ بن قیس اندر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت نہیں دی، وہ واپس چلے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے پیغام بھجوایا اور دریافت کیا: کہ کیوں واپس چلے گئے؟ تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی شخص تین مرتبہ اجازت مانگے، اگر سے اجازت مل جائے، تو ٹھیک ہے، ورنہ واپس چلا جائے''

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ میرے پاس اس بات کا کوئی ثبوت لے کے آئیں (کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی یہ بات

ارشادفرمائی ہے) تو وہ گئے اور پھر واپس آئے اور بولے: یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں، جو میری اس بات کی گواہی دیں گے،
حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حضرت عمر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے سختی نہ بنیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے سختی نہیں ہوں"

5182 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، أَنَّ أَبَا مُوسَى، اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيهِ: فَانْطَلَقَ بِأَبِي سَعِيدٍ فَشَهِدَ لَهُ فَقَالَ: أَخَفِيَ عَلَيَّ هَذَا مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَلْهَانِي السَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ، وَلَكِنْ سَلِّمْ مَا شِئْتَ، وَلَا تَسْتَأْذِنْ،

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی، اس کے بعد حسب سابق واقعہ ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: "تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ گئے اور انہوں نے ان کے حق میں گواہی دی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مجھ سے مخفی رہا؟ بازار کے لین دین نے مجھے غافل کر دیا ہوگا، البتہ آپ جب چاہیں سلام کر کے (اندر آجایا کریں) آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

5183 - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: لِأَبِي مُوسَى إِنِّي لَمْ أَتَّهِمْكَ وَلَكِنَّ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيدٌ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ موجود ہیں:
"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں آپ پر الزام عائد نہیں کر رہا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول حدیث کا معاملہ انتہائی اہم ہے"

5184 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَعَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ عُلَمَائِهِمْ فِي هَذَا فَقَالَ عُمَرُ: لِأَبِي مُوسَى أَمَا إِنِّي لَمْ أَتَّهِمْكَ وَلَكِنْ خَشِيتُ أَنْ يَتَقَوَّلَ النَّاسُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ موجود ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں آپ پر الزام عائد نہیں کر رہا، لیکن مجھے یہ اندیشہ تھا کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف باتیں خواہ مخواہ منسوب کرنا شروع کر دیں گے۔

5185 - حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَبُو مَرْوَانَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْمَعْنَى - قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ يَقُولُ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: زَارَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلِنَا فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا. قَالَ قَيْسٌ: فَقُلْتُ: أَلَا تَأْذَنُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: ذَرْهُ يُكْثِرُ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ تَسْلِيْمَكَ وَأَرُدُّ عَلَيْكَ رَدًّا خَفِيًّا لِتُكْثِرَ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ. قَالَ: فَانْصَرَفَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُ سَعْدٌ بِغُسْلٍ، فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ نَاوَلَهُ مِلْحَفَةً مَصْبُوْغَةً بِزَعْفَرَانٍ، أَوْ وَرْسٍ، فَاشْتَمَلَ بِهَا، ثُمَّ رَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلَى آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ: ثُمَّ أَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطَّعَامِ. فَلَمَّا أَرَادَ الْإِنْصِرَافَ قَرَّبَ لَهُ سَعْدٌ حِمَارًا قَدْ وَطَّأَ عَلَيْهِ بِقَطِيْفَةٍ، فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ سَعْدٌ: يَا قَيْسُ اصْحَبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ قَيْسٌ: فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ارْكَبْ فَأَبَيْتُ، ثُمَّ قَالَ: إِمَّا أَنْ تَرْكَبَ وَإِمَّا أَنْ تَنْصَرِفَ قَالَ: فَانْصَرَفْتُ. قَالَ هِشَامٌ أَبُوْ مَرْوَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ.

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، وَابْنُ سَمَاعَةَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرَا قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ

❀❀ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ملنے کے لیے ہمارے گھر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پست آواز میں جواب دیا۔ اس پر قیس نے کہا: کیا آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی اجازت پیش نہیں کریں گے؟ انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر بکثرت سلام بھیج دینے دو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پھر پست آواز میں جواب دیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپسی کے لیے مڑ گئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آئے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کرنے کی آواز سن رہا تھا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پست آواز میں جواب دے رہا تھا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر زیادہ سلام بھیجیں، راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ واپس تشریف لائے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا انتظام کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، پھر انہوں نے زعفران یا ورس سے رنگی ہوئی چادر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لپیٹ لیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے:

''اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کا نزول فرما''

پھر نبی اکرم ﷺ نے کچھ کھانا کھایا، جب آپ ﷺ واپس تشریف لے جانے لگے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے گدھا آگے کیا جس کی پشت پر کپڑا ڈال دیا گیا تھا، نبی اکرم ﷺ اس پر سوار ہوئے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اے قیس! تم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جاؤ، حضرت قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم سوار ہو جاؤ، میں نے یہ بات نہیں مانی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یا تو تم سوار ہو جاؤ، یا تم واپس چلے جاؤ، راوی کہتے ہیں: میں واپس آ گیا۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس کی سند میں کچھ اختلاف ہے۔

5186 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى بَابَ قَوْمٍ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهِ، وَلَكِنْ مِنْ رُكْنِهِ الْأَيْمَنِ، أَوِ الْأَيْسَرِ، وَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَذَلِكَ أَنَّ الدُّورَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا يَوْمَئِذٍ سُتُورٌ

❀❀ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کسی کے گھر تشریف لاتے تھے، تو آپ ﷺ دروازے کے عین سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے، بلکہ آپ ﷺ کچھ دائیں طرف یا بائیں طرف کھڑے ہوتے تھے اور السلام علیکم فرماتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَسْتَأْذِنُ بِالدَّقِّ

باب: آدمی کا دستک دے کر اجازت لینا

5187 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّهُ ذَهَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَيْنِ أَبِيهِ فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قُلْتُ: أَنَا، قَالَ: أَنَا أَنَا كَأَنَّهُ كَرِهَهُ

❀❀ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ اپنے والد کے قرض کے معاملے میں، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ کہتے ہیں: میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: میں ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ہوں، میں ہوں، یعنی آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا۔

5188 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ يَعْنِي الْمَقَابِرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلْتُ حَائِطًا، فَقَالَ لِي: أَمْسِكِ الْبَابَ فَضُرِبَ الْبَابُ فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي حَدِيثَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ فِيهِ: فَدَقَّ الْبَابَ

❀❀ حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلا، یہاں تک کہ میں ایک باغ میں داخل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم دروازے کا خیال رکھنا، دروازہ کھٹکھٹایا گیا، میں نے دریافت کیا: کون ہے؟ اس

کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُدْعَى أَيَكُونُ ذٰلِكَ إِذْنَهُ

باب: جس کسی شخص کو بلایا جائے، تو کیا یہ اس کے لیے اذن شمار ہوگا؟

5189 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبٍ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رَسُولُ الرَّجُلِ إِلَى الرَّجُلِ إِذْنُهُ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی کا کسی دوسرے شخص کی طرف قاصد کو بھیجنا' اس کی طرف سے اذن ہے''

5190 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَجَاءَ مَعَ الرَّسُولِ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَهُ إِذْنٌ قَالَ أَبُو عَلِيٍّ اللُّؤْلُؤِيُّ: سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُولُ: قَتَادَةُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي رَافِعٍ شَيْئًا

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کسی شخص کو کھانے کی دعوت میں بلایا جائے اور وہ قاصد کے ساتھ آ جائے، تو یہ اس کے لیے اذن شمار ہوگا''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات کہی جاتی ہے: قتادہ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں سنی ہے۔

بَابُ الِاسْتِئْذَانِ فِي الْعَوْرَاتِ الثَّلَاثِ

باب: پردے کے تین اوقات میں اجازت لینا

5191 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، وَابْنُ عَبْدَةَ، وَهٰذَا حَدِيثُهُ قَالَا: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: لَمْ يُؤْمَرْ بِهَا أَكْثَرُ النَّاسِ آيَةَ الْإِذْنِ، وَإِنِّي لَآمُرُ جَارِيَتِي هٰذِهِ تَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ عَطَاءٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِهِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اجازت لینے کے حکم سے متعلق آیت پہ اکثر لوگ عمل نہیں کرتے، میں اپنی کنیز کو یہ ہدایت کرتا ہوں، کہ تم میرے ہاں اندر آنے سے پہلے اجازت لیا کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عطاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہی روایت نقل کی ہے کہ وہ یہ

ہدایت کیا کرتے تھے۔

5192 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالُوا: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ تَرَى فِي هٰذِهِ الْآيَةِ الَّتِي أُمِرْنَا فِيهَا بِمَا أُمِرْنَا، وَلَا يَعْمَلُ بِهَا أَحَدٌ؟ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ) (النور: 58) لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ قَرَأَ الْقَعْنَبِيُّ إِلَى (عَلِيمٌ حَكِيمٌ) (النور: 58) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ اللهَ حَلِيمٌ رَحِيمٌ بِالْمُؤْمِنِينَ يُحِبُّ السَّتْرَ، وَكَانَ النَّاسُ لَيْسَ لِبُيُوتِهِمْ سُتُورٌ وَلَا حِجَالٌ، فَرُبَّمَا دَخَلَ الْخَادِمُ أَوِ الْوَلَدُ أَوْ يَتِيمَةُ الرَّجُلِ وَالرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ، فَأَمَرَهُمُ اللهُ بِالِاسْتِئْذَانِ فِي تِلْكَ الْعَوْرَاتِ، فَجَاءَهُمُ اللهُ بِالسُّتُورِ وَالْخَيْرِ، فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَعْمَلُ بِذٰلِكَ بَعْدُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ عُبَيْدِ اللهِ وَعَطَاءٍ يُفْسِدُ هٰذَا الْحَدِيثَ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: اہل عراق کے کچھ لوگوں نے کہا: اے عبداللہ بن عباس! اس آیت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جس میں ہمیں جو حکم دیا گیا ہے، اس پر کوئی عمل نہیں کرتا اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اے ایمان والو! جو تمہارے زیر ملکیت ہیں، انہیں بھی چاہیے کہ وہ پہلے اجازت لیں اور وہ بچے بھی جو بالغ نہیں ہوئے' یہ تین مواقع پر ہوگا، فجر کی نماز سے پہلے، اور جب تم دوپہر کے وقت اپنے اضافی کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تمہارے پردے کے تین اوقات ہیں، تم پر اور ان لوگوں پر، ان کے علاوہ کوئی گناہ نہیں ہے، ان لوگوں کے لیے جو تمہارے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں''۔

قعنبی نامی راوی نے اس آیت کو یہاں تک تلاوت کیا: ''علم رکھنے والا حکمت والا''۔

توحضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ بردبار ہے، مومنوں پر رحم فرمانے والا ہے، وہ پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے، پہلے لوگوں کے گھروں میں پردے نہیں ہوتے تھے اور اوٹ نہیں ہوتی تھی، تو بعض اوقات ایسا ہوتا، کہ کوئی خادم، یا بچہ، یا آدمی کی زیر پرورش یتیم لڑکی اندر داخل ہوتی، تو آدمی اپنی بیوی کے ساتھ مصروف ہوتا، تو اللہ تعالیٰ نے ان اوقات میں اجازت لینے کا حکم لوگوں کو دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پردے اور دیگر بھلائیاں، یعنی ساز و سامان، دروازے وغیرہ عطا کر دیئے، تو میں نے کسی شخص کو اس کے بعد اس پر عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبیداللہ اور عطاء کی نقل کردہ روایت اس کو غلط قرار دیتی ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمہارے مملوک غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو (گھروں میں داخل ہونے کے لئے تین

اوقات میں اجازت طلب کرنی چاہئے، نماز فجر سے پہلے اور ظہر وقت جب تک اپنے (فالتو) کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں، ان تین اوقات کے بعد (بلا اجازت) آنے میں) نہ تم پر کوئی حرج ہے اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس گھروں میں آنے جانے والے ہیں، اللہ اسی طرح اپنی آیتیں تمہارے لئے بیان فرماتا ہے اور اللہ خوب علم والا، بے حد حکمت والا ہے۔ (النور:۵۸)

تین اوقات میں گھر میں دخول کے لئے نوکروں اور نابالغ لڑکوں کو اجازت لینے کا حکم

امام عبدالرحمن بن محمد ابن ابی حاتم المتوفی ۳۲۷ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عکرمہ بین کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو آدمیوں نے اس آیت کے متعلق سوال کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے پردے کے ان تین اوقات میں اجازت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ ستر کرنے والا ہے اور ستر کو پسند کرتا ہے لوگوں کے گھروں کے دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے اور نہ ان کے گھروں پر حجاب ہوتا تھا، بسا اوقات اچانک اس کے گھر میں اس کا خادم یا اس کا بیٹا یا اس کی لے پالک بیٹی آجاتی اور وہ اس وقت اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہوتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ان اوقات میں اجازت طلب کر کے گھر میں داخل ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر وسعت اور کشادگی کر دی اور انہوں نے اپنے گھروں میں پردے ڈال لئے اور لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ان کا پردے ڈال دینا کافی ہے اور اب اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:14787)

موسیٰ بن ابی عائشہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبی سے اس آیت کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث 14790)

حسن بصری نے کہا جب کوئی شخص اپنے خادم کو رات میں اپنے پاس ٹھہرائے تو وہ اس کی طرف سے اجازت ہے اور اگر وہ اس کو رات میں اپنے پاس ٹھہراتا تو وہ ان تین اوقات میں اجازت طلب کر کے اندر آئے۔ (تفسیر امام ابی حاتم رقم الحدیث:14791)

مقاتل بن حیان اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری اور اس کی بیوی اسماء بنت مرشدہ دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور لوگ ان سے اجازت لئے بغیر ان کے گھر میں داخل ہو گئے تو حضرت اسماء نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کتنی بری بات ہے! کہ ایک عورت اور اس کا خاوند ایک کپڑا اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کا خادم بغیر اجازت لئے ہوئے گھر میں داخل ہو جاتا ہے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:14795)

سدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ان اوقات میں اپنی ازواج سے جماع کرنے کو پسند کرتے تھے، پھر وہ غسل کر کے نماز پڑھنے کے لئے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان اوقات میں بغیر اجازت کے گھروں میں داخل نہ ہوں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث:14796)

اجازت مذکورہ کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا باقی ہے۔

عالمہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ نے اس آیت کے منسوخ ہونے نہ ہونے کے متعلق حسب ذیل اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۱) ابن المسیب اور ابن جبیر نے کہا یہ آیت منسوخ ہے۔

(۲) ابو قلابہ نے کہا یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں ہے، ان کی مصلحت کے اعتبار سے یہ حکم دیا گیا تھا۔

(۳) ابو عبدالرحمٰن اسلمی نے کہا اس حکم کی مخاطب خواتین ہیں۔

(٤) حضرت ابن عمر نے کہا اس حکم کے مخاطب مرد ہیں۔

(٥) یہ حکم پہلے واجب تھا کیونکہ پہلے گھروں کے نہ کواڑ تھے نہ دروازے، اور اگر پھر ایسے گھر ہوں تو یہ حکم پھر واجب ہوگا۔

(٦) قاسم، جابر بن زید، شعبی اور اکثر اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ یہ حکم واجب اور ثابت ہے، مردوں اور عورتوں دونوں پر۔

اس مسئلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ جب لوگوں کے گھروں میں دروازے اور پردے نہیں تھے اس وقت اس آیت کے حکم پر عمل کرنا واجب تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر وسعت عطا کر دی تو اب اس حکم پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی طرح فرماتے تھے جیسا کہ ہم نے تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم الحدیث: 14787 کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ٥١٢٢)

اس آیت میں جو ثلاث مرات فرمایا ہے اس کا معنیٰ تین اوقات ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر وقت میں تین مرتبہ اجازت لینا ضروری ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١٢ ص ٢٨٢، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤١٥ھ)

تین اوقات میں خصوصی بغاوت کی تاکید

۱۔ ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی اور اس کی بیوی اسماء بنت مرثدہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اسماء نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کتنی بری بات ہے؟ کہ ایک آدمی بیوی اور اس کے شوہر کے پاس اس حال میں آتا ہے میاں اور بیوی ایک ہی کپڑے میں ہوتے ہیں اور ان سے اجازت بھی نہیں لیتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آیت: یا ایھا الذین اٰمنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم ''غلاموں اور باندیوں میں سے آیت'' والذین لم یبلغوا الحلم منکم ''اور تمہارے آزاد مردوں اور عورتوں میں سے۔

۲۔ ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ اس بات سے ناخوش ہوتے تھے کہ ان اوقات میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کریں تاکہ پھر وہ غسل کریں اور نماز کے لیے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے غلاموں اور لڑکوں کا حکم کریں کہ وہ ان اوقات میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوں۔

۳۔ ابن مردویہ نے ثعلبہ القرظی سے روایت کیا اور انہوں نے عبداللہ بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان تین پردوے کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا جب میں دوپہر کے بعد اپنے کپڑے اتاردوں اس وقت خدا میں سے اور ان لڑکوں میں جو ابھی بالغ نہیں ہوئے میرے پاس نہ آئے نہ مرد و زن میں سے کوئی بغیر اجازت کے آئے ہو اور جب میں اپنے کپڑے اتاردوں عشاء کی نماز کے اور صبح سے پہلے۔

۴۔عبد بن حمید والبخاری فی الادب وثعلبہ بن ابی مالک قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ عبداللہ بن سوید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جو بنی حارثہ بن حارث سے تعلق رکھتا تھا تا کہ ان سے ثلاث عورات کے بارے میں پوچھوں اور وہ ان پر عمل کرتے تھے انہوں نے پوچھا تیرا کیا ارادہ ہے۔ میں نے کہا میں ارادہ کرتا ہوں کہ میں بھی ان پر عمل کروں تو انہوں نے فرمایا جب میں کپڑوں کو دوپہر کے بعد اتار دوں تو میرے اہل وعیال میں سے کوئی بالغ میرے پاس اندر نہ آئے مگر میری اجازت سے مگر یہ کہ میں اس کو بلاؤ تو یہ اس کی اجازت ہوگی اور نہ اس وقت کوئی داخل ہو جب فجر طلوع ہوا اور لوگ حرکت کر رہے ہوں یہاں تک کہ فجر کی نماز پڑھ لیں اور نہ اس وقت داخل ہوں جب عشاء کی نماز پڑھ لی جائے اور میں اپنے کپڑوں کو اتار دوں یہاں تک کہ سو جاؤ پھر فرمایا یہ تین پردے کے اوقات ہیں۔

۵۔ابن سعد نے سوید بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان سے تین پردوں کے اوقات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا جب میں اپنے کپڑے دوپہر کو اتار دو تو میرے گھر والوں میں سے کوئی داخل نہ ہو مگر یہ کہ میں اس کو بلاؤ تو یہ اس کی اجازت ہوگی اور جب فجر طلوع ہو جائے اور لوگ حرکت کرنے لگیں یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھ لی جائے اور جب میں عشاء پڑھ لوں اور اپنے کپڑے اتار دوں تو یہ تین اوقات پردے کے ہیں۔

۶۔سعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابوداؤد وابن مردویہ والبیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک آیت ایسی ہے کہ اس کا اکثر لوگوں نے یقین نہیں کیا اور وہ اجازت والی آیت ہے بلاشبہ میں حکم کرنے والا ہوں اپنی اس لونڈی کو بھی جو چھوٹے قد والی میرے پاس کھڑی ہے کہ وہ مجھ سے اجازت لیا کرے۔

۷۔سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اس آیت کے بارے میں لوگ سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آیت یایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم اور یہ کبھی بھی منسوخ نہیں ہوئی۔

۸۔ابن ابی شیبہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آیت لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم. یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ کہا گیا کہ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ فرمایا واللہ المستعان.

۹۔ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ان اوقات میں غلام اور نابالغ لوگ ان کے پاس نہ آتے تھے۔

۱۰۔ابن جریر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لوگوں نے تین آیات کو چھوڑ دیا ہے ان پر عمل نہیں کرتے (۱) آیت یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملك ایمانکم'' (۲) جو سورۃ نساء میں ہے آیت واذا حضر القسمة اور وہ آیت جو حجرات میں ہے آیت ''ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔

۱۱۔ابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی فی السنن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت ''لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم '' کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ اکیلا عشاء کے بعد ہو تو اس کے پاس کوئی خادم یا کوئی بچہ اندر نہ جائے مگر اس کی اجازت سے یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھ لی جائے۔ اور جب دوپہر کے وقت اپنی بیوی کے ساتھ

اکیلا ہوتو بھی یہی حکم ہے اوران کے علاوہ بغیر اجازت کے داخل ہونے کی رخصت دی گئی ہے اور یہی قول ہے اللہ تعالیٰ کا آیت لیس علیکم ولا علیھم جناح بعدھن اور وہ لڑکا جو بالغ ہوگیا وہ بھی کسی میاں بیوی کے پاس اندر داخل نہ ہو مگر ان کی اجازت سے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے آیت واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلھم۔

۱۲۔ ابوداؤد وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی فی السنن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ دو آدمیوں نے ثلاث عورات کے بارے میں پوچھا جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم فرمایا ابن عباس نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ستر والا پردہ پوشی کو پسند فرماتے اور لوگوں کے دروازوں پر پردے نہیں تھے اور نہ ان کے کمروں میں پردے ہوتے تھے کسی وقت اس کا خادم یا اس کا لڑکا یا اس کا یتیم بچہ اس کے کمرے میں آجاتا تھا اور وہ اپنی بیوی کے پاس ہوتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا بعد میں اللہ تعالیٰ نے ستر کا حکم دیا اور ان کے لیے رزق میں کشادگی کر دی تو ان لوگوں نے دروازوں پر پردے بنائے اور کمروں میں بھی پردے بنا لیے لوگوں نے خیال کیا کہ اجازت کیلئے یہی کافی ہے جس کا وہ حکم دیئے گئے۔

۱۳۔ ابن ابی شیبہ والبخاری فی الادب وابن جریر وابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت ''لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم کے بارے میں روایت کیا کہ یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں۔

۱۴۔ الفریابی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت ''ثلث عورت لکم. لیس علیکم ولا علیھم جناح بعدھم. طوافون علیکم، کے بارے میں روایت کیا کہ یہ حکم عورتوں کیلئے مردوں کے لیے نہیں کہ وہ بغیر اجازت کے داخل ہوں۔

۱۵۔ ابن مردویہ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت ''یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم '' سے مراد ہے کہ یہ عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ وہ ہم پر اندر آنے کے لیے اجازت لیا کریں۔

۱۶۔ الحاکم وصححہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم سے عورتیں مراد ہیں۔ کیونکہ مرد تو اجازت لے ہی لیتے ہیں۔

عورتیں بھی اجازت لے کر داخل ہوا کریں

۱۷۔ الفریابی وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابوعبدالرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ خاص طور پر عورتوں کے بارے میں ہے اور مرد تو ہر حال میں دن اور رات میں اجازت لے کر داخل ہوتے ہیں۔

۱۸۔ الفریابی نے موسیٰ بن ابو عائشہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے شعبی سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کیا یہ آیت یا ایھا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم منسوخ ہے فرمایا نہیں۔

۱۹۔ ابن ابی حاتم نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا آیت والذین لم یبلغوا الحلم منکم سے تمہارے بیٹے مراد ہیں۔

۲۰۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ طوافون علیکم سے افراد مراد ہیں جو صبح شام بغیر اجازت کے آتے جاتے اور آیت واذا بلغ الاطفال یعنی چھوٹے بچے آیت منکم الحلم یعنی آدمی کی اپنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کی اولاد فلیستاذنو کما استاذن الذین من قبلھم وہ اسی طرح اجازت طلب کرے جس طرح آدمی کی اپنی بڑی اولاد اور رشتہ داروں کی اولاد اجازت طلب کرتی ہے۔

۲۱۔ ابن ابی حاتم نے مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت کما استاذن الذین من قبلھم سے مراد ہے جیسے وہ جو اس سے قبل ہی بالغ ہو چکے ہیں وہ اجازت لیتے ہیں کہ جن کو اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے ہر حال میں۔

۲۲۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی کو اپنی ماں سے بھی اجازت لینی چاہیے کیونکہ یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت واذا بلغ الاطفال منکم الحلم اس بارے میں۔

۲۳۔ ابن ابی شیبہ وابن جریر والبیہقی فی السنن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے ایک آدمی نے ماں سے اجازت لینے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا ہاں اجازت لینی چاہیے۔ کہ تو اس کے ہر حال میں اس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا ہوگا۔

۲۴۔ ابن ابی شیبہ والبخاری فی الادب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنی اولاد اور اپنی ماں سے اندر آنے کی اجازت لے۔ اگرچہ وہ بوڑھی ہو اور اپنے بھائی اور اپنی بہن اور اپنے باپ سے بھی اجازت لے۔

۲۵۔ سعید بن منصور والبخاری فی الادب وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنی بہن سے اجازت لینے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہاں اجازت لینی چاہیے میں نے کہا کہ وہ میری پرورش میں ہے اور میں اس پر خرچ کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ میرے گھر میں ہے کیا میں اس سے اندر آنے کی اجازت لوں؟ فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آیت "لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم" الآیۃ۔ ان کا اجازت لینے کا حکم نہیں دیا گیا ہے مگر ان تین اوقات میں اور فرمایا آیت واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استئذن الذین من قبلھم تو پھر اجازت لینا واجب ہے تمام امت پر۔

۲۶۔ ابن جریر نے زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے ماں سے اجازت لینے کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا ہاں اجازت لو کیا تو پسند کرتا ہے کہ اس کو برہنہ حالت میں دیکھے۔

اپنی ماں سے اجازت لینا

۲۷۔ ابن جریر والبیہقی فی السنن عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی ماں سے اجازت لوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اجازت لو اس نے کہا کہ میں اس کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں آپ نے فرمایا اس

سے اجازت لو اس نے پھر کہا میں اس کا خادم ہوں کیا میں اس سے اجازت لوں جب بھی میں داخل ہوں فرمایا کیا تو اس بات کو پسند کرے گا کہ تو اس کو ننگی حالت میں دیکھے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر اس سے اجازت لے لیا کرو۔

۲۸۔ ابن ابی شیبہ والبخاری فی الادب والبیہقی حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے سوال کیا گیا ایک آدمی اپنی والدہ سے اندر آنے کی اجازت لے۔ انہوں نے فرمایا ہاں اجازت لے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کا وہ حصہ دیکھے گا جس کو تو ناپسند کرے گا۔

۲۹۔ ابن ابی شیبہ نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے آیت ''والذین لم یبلغوا الحلم منکم'' کے بارے میں فرمایا کہ وہ لوگ ہم کو سکھاتے ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی آئے اور السلام علیکم کہہ کر یوں کہے کیا فلاں اندر داخل ہو جائے۔

۳۰۔ ابن ابی شیبہ وابن المنذر وابن ابی حاتم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم پر دیہاتی غالب نہ آجائیں تمہاری نماز کے نام پر اللہ کی کتاب میں یہ نام عشاء ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آیت ''ومن بعد صلوٰۃ العشاء'' اور عتمہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔

۳۱۔ ابن ابی شیبہ وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم پر دیہاتی غالب نہ آجائیں تمہاری عشاء کی نماز کے نام پر کیونکہ اللہ کی کتاب میں اس کا نام عشاء ہے اور عتمہ اونٹنی کے دوہنے کو کہتے ہیں۔

۳۲۔ عبد بن حمید نے عاصم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ آیت ثلث عورت کو نصب کے ساتھ پڑھتے تھے۔

(تفسیر درمنثور، سورہ نور، ۵۸، بیروت)

بَابٌ فِي إِفْشَاءِ السَّلَامِ

باب: سلام کو عام کرنا (یا پھیلانا)

5193 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَفَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَمْرٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو گے، جب تک تم ایمان نہیں لاتے اور تم لوگ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو گے، جب تک ایک دوسرے سے محبت نہیں رکھتے، میں تماری راہنمائی اس چیز کی طرف کروں کہ جب تک تم وہ چیز کر لو گے، تو تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے تم اپنے درمیان سلام کو پھیلا دو''۔

5194 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَجُلًا، سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ،

وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کون سا اسلام زیادہ بہتر ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جسے تم جانتے ہو اور جسے تم نہیں جانتے ہو اسے سلام کرو''۔

سلام کے معنی ومفہوم کا بیان

سلام کے معنی ہیں نقائص وعیوب سے برأت ونجات پانا۔ سلام اللہ تعالیٰ کا ایک اسم پاک ہے جس کے معنی ہیں وہ ذات جو ہر عیب وآفت اور تغیر وفنا سے پاک اور محفوظ ہے۔ سلام اسلامی تہذیب ومعاشرت کا ایک خاص رکن ہے اس کے لئے جو الفاظ مقرر کئے گئے وہ السلام علیک ہے اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے واقف ہے لہٰذا غفلت اختیار نہ کر، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کا تجھ پر سایہ ہے یعنی اللہ کی حفاظت ونگہبانی میں ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اللہ معک۔ یعنی اللہ تیرے ساتھ ہے اکثر علماء کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ تجھ پر سلامتی ہو یعنی تو مجھ سے سلامتی میں ہے اور مجھ کو بھی اپنے سے سلامتی میں رکھ۔ اس صورت میں سلام سلم سے مشتق ہوگا جس کے معنی مصالحت کے ہیں اور اس کلمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ تو مجھ سے حفظ وامان میں رہ اور مجھ کو بھی حفظ وامان میں رکھ۔ منقول ہے کہ سلام کرنے کا طریقہ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ میں مشروع ہوا تھا اور اس کا مقصد ایک ایسی علامت کو رائج کرنا تھا جس کے ذریعہ مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز کیا جاسکے تاکہ ایک مسلمان، دوسرے مسلمان سے تعرض نہ کرے گویا اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرنے والا اس بات کا اعلان کرتا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور پھر یہ طریقہ مستقل طور پر مشروع قرار پایا۔

فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ گز کی تھی جب اللہ نے ان کو بنایا تو ان سے فرمایا جاؤ اور اس جماعت کو سلام کرو اور وہ جماعت فرشتوں کی تھی جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی پھر سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتی ہے وہ جو جواب دے گا وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا جواب ہے۔ چنانچہ حضرت آدم اس حکم الٰہی کی تعمیل میں فرشتوں کی اس جماعت کے پاس گئے اور کہا کہ السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ (یعنی تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو) آنحضرت نے فرمایا کہ گویا آدم کے سلام کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا لفظ فرشتوں نے زیادہ کیا پھر آپ نے فرمایا کہ پس جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ آدم کی صورت پر ہوگا بایں طور پر کہ اس کی لمبائی ساٹھ گز کی ہوگی یعنی جنت میں جانے والے حضرت آدم کے قد کی مذکورہ بلندی اور ان کے حسن وجمال کے ساتھ وہاں داخل ہوں گے۔ پھر حضرت آدم کے بعد لوگوں کی ساخت برابر کم ہوتی رہی یہاں تک کہ موجودہ مقدار کو پہنچی۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 562)

5194- إسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد المصري، وأبو الخير: هو مَرْثَد بن عبد الله اليَزَني. وأخرجه البخاري (28)، ومسلم (39)، والنسائي في "المجتبى" (5000) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (12) و (6236)، ومسلم (39)، وابن ماجه (3253) من طرق عن الليث، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (6581)، و"صحيح ابن حبان" (505).

اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ اس ارشاد گرامی کے معنی میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی احادیث صفات میں سے ہے جس کے حقیقی مفہوم و مطلب تک رسائی ممکن نہیں ہے اس لئے اس بارے میں کوئی تاویل و توجیہ کرنے کے بجائے سکوت ہی بہتر ہے جیسا کہ اس قسم کے ان اقوال و ارشادات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جاتا ہے جو متشابہات کہلاتے ہیں علماء سلف اسی قول کی طرف مائل ہیں جب کہ بعض دوسرے حضرات اس ارشاد گرامی کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں جن سے مشہور تاویل یہ ہے کہ فلاں معاملہ کی صورت مسئلہ یہ ہے یا صورت حال یوں ہے ظاہر ہے کہ جس طرح کسی مسئلہ یا حال کی کوئی ظاہر صورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ صورت کا لفظ استعمال کر کے حقیقت میں اس مسئلہ یا حال کی صفت و کیفیت مراد ہوتی ہے اس طرح یہاں اللہ کی صورت کا لفظ سے مراد اللہ کی صفت جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت پر بنایا اور ان کو صفات کے ساتھ موصوف کیا جو صفات کریمہ باری تعالیٰ کا پرتو ہے چنانچہ اللہ نے ان کو، حی، عالم، قادر، مرید، متکلم، سمیع اور بصیر بنایا۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صورتہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف، شرف و عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ جیسا کہ روح اللہ اور بیت اللہ میں بروح اور بیت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس لطیف و جمیل صورت پر پیدا کیا جو اسرار و لطائف پر مشتمل ہے اور جس کو اس نے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ اپنے پاس سے عطا کیا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صورتہ کی ضمیر حضرت آدم کی طرف راجع ہے یعنی اللہ نے آدم کو انہی کی صورت پر بنایا مطلب یہ ہے کہ وہ ابتداء آفرینش سے ہی شکل پر تھے دوسرے انسانوں کی طرح ان کی تخلیق اس تدریجی طور پر نہیں ہوئی تھی کہ پہلے وہ نطفہ تھے پھر مضغہ ہوئے پھر جنین، پھر طفل، پھر صبی اور پھر پورے مرد ہوئے بلکہ وہ ابتداء ہی میں تمام اعضاء و جوارح، کامل شکل و صورت اور ساٹھ گز کے قد کے پورے انسان بنائے گئے تھے لہٰذا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا سے مراد آدم کی تخلیق و پیدائش کی حقیقت کو واضح کرنا ہے اور چونکہ دیگر صفات کے برخلاف قد کی لمبائی ایک غیر معروف چیز تھی اس لئے اس کو خاص طور پر ذکر کیا اسی طرح چونکہ لمبائی پر چوڑائی بھی قیاس کی جاسکتی ہے اور اجمالی طور پر اس کا تصور ذہن میں آسکتا ہے لہٰذا چوڑائی کو ذکر نہیں کیا۔

ورحمۃ اللہ کا لفظ فرشتوں نے زیادہ کیا اس کے ذریعہ سلام کے جواب کے سلسلے میں ایک تہذیب و شائستگی اور ادب فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا چنانچہ افضل طریقہ یہی ہے کہ اگر کوئی شخص السلام علیک کہے تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے اسی طرح اگر کوئی السلام علیک ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے ایک روایت میں ورحمۃ اللہ کے بعد ومغفرۃ کا لفظ بھی منقول ہے حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کے جواب میں وعلیک السلام کے بجائے السلام علیک کہنا بھی درست ہے کیونکہ معنی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک افضل یہی ہے کہ جواب میں وعلیک السلام یا وعلیکم السلام ہی کہا جائے رہی یہ بات کہ فرشتوں نے حضرت آدم کے سلام کے جواب میں وعلیک کے بجائے السلام علیک کیوں کہا تو ہوسکتا ہے کہ ملائکہ نے بھی یہ چاہا ہوگا کہ سلام کرنے میں وہ خود ابتداء کریں، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ جب دو آدمی ملتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک سلام میں ابتداء کرنا چاہتا ہے تو

دونوں ہی ایک دوسرے سے السلام علیک یا السلام علیکم کہتے ہیں۔

لیکن یہ بات واضح رہے کہ جواب کے درست وصحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جواب سلام کے بعد واقع ہو نہ کہ دونوں ایک ساتھ واقع ہوں جیسا کہ فاستمع مایحیونك سے واضح ہوتا ہے چنانچہ فاسمتع میں حرف فا تعقیب کے لئے ہے جو مذکورہ وضاحت کی دلیل ہے عام طور پر لوگ اس مسئلہ سے بہت غافل ہیں اس لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اگر دو شخص ملیں اور دونوں ایک ہی ساتھ السلام علیکم کہیں تو دونوں میں سے ہر ایک پر جواب دینا واجب ہوگا۔ حدیث کا آخری جملہ، تقدیم و تاخیر، پر دلالت کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کا قد ساٹھ گز تھا ان کے بعد لوگوں کے قد بتدریج کوتاہ ہوتے گئے پھر جنت میں داخل ہوں گے تو سب کے قد دراز ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت آدم کا قد تھا۔

بَابُ كَيْفَ السَّلَامُ؟

باب: سلام کیسے کیا جائے؟

5195 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: عِشْرُونَ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَرَدَّ عَلَيْهِ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: ثَلَاثُونَ

❁❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام علیکم کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا، پھر وہ شخص بیٹھ گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دس نیکیاں ملیں، پھر ایک اور شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی جواب دیا، وہ بیٹھ گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے بیس نیکیاں ملیں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک اور شخص آیا: اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیا، وہ بیٹھ گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے تیس نیکیاں ملیں گی۔

5196 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: أَظُنُّ أَنِّي سَمِعْتُ نَافِعَ بْنَ يَزِيدَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو مَرْحُومٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، زَادَ: ثُمَّ أَتَى آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ، فَقَالَ: أَرْبَعُونَ قَالَ: هَكَذَا تَكُونُ الْفَضَائِلُ

❁❁ سہل اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مانند نقل کرتے ہیں، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''پھر ایک اور شخص آیا، تو اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس (یعنی

اسے چالیس نیکیاں ملیں گی) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فضائل اسی طرح ہوتے ہیں''۔

بَابٌ فِيْ فَضْلِ مَنْ بَدَأَ السَّلَامَ

باب: جو شخص سلام میں پہل کرے، اس کی فضلیت

5197 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ وَهْبٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ الْحِمْصِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ

❁❁ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہوگا، جو سلام کرنے میں پہل کرے گا''

بَابُ مَنْ أَوْلَى بِالسَّلَامِ؟

باب: کون پہلے سلام کرے؟

5198 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ، وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''چھوٹا بڑے کو سلام کرے، گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں''۔

5199 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ، أَخْبَرَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي زِيَادٌ، أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''سوار پیدل کو سلام کرے (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے)''

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُفَارِقُ الرَّجُلَ ثُمَّ يَلْقَاهُ أَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ؟

باب: جب آدمی کسی سے جدا ہوا اور پھر اس سے ملے، تو کیا وہ اسے سلام کرے گا؟

5200 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي

مُوسٰی، عَنْ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ جِدَارٌ، أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ أَيْضًا قَالَ مُعَاوِيَةُ، وحَدَّثَنِي عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ بُخْتٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ سَوَاءً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب کوئی شخص اپنے بھائی سے ملے، تو اسے سلام کرے، اگر ان دونوں کے درمیان کوئی درخت، کوئی دیوار یا پتھر رکاوٹ بن جائے، پھر جب وہ اس سے ملے، تو پھر سلام کرے۔

معاویہ نامی راوی کہتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اتنے معمولی وقفہ کی جدائی و مفارقت کے بعد بھی سلام کرنا مستحب ہے چہ جائیکہ زیادہ عرصہ کے بعد ملاقات ہو، گویا یہ حدیث سلام کے استحباب اور ہر موقع پر اس ادب کے ملحوظ رکھنے کو مبالغہ کے طور پر بیان کرتی ہے، واضح رہے کہ سلام کی اہمیت کے باوجود بعض صورتیں ایسی ہیں جو سلام کرنے سے مستثنیٰ ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص پیشاب کر رہا ہے یا پاخانہ میں ہو، یا جماع میں مصروف ہو یا اسی طرح کوئی حالت ہو اور اس وقت اس شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے اور جواب دینا اس پر واجب نہیں ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص سو رہا یا اونگھ رہا ہو یا نماز پڑھ رہا ہو یا اذان دے رہا ہو یا حمام میں ہو یا کھانا کھا رہا ہو اور نوالہ اس کے منہ میں ہو اور ان صورتوں میں اس کو کوئی سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا نیز خطبہ کے وقت نہ تو سلام کرنا چاہیے اور نہ سلام کو جواب دینا چاہیے جو شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہو اس کو بھی سلام نہ کیا جائے اگر کوئی سلام کرے تو تلاوت کرنے والے کو چاہیے کہ تلاوت روک کر سلام کا جواب دے اور پھر اعوذ پڑھ کر تلاوت شروع کر دے۔

5201 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيَدْخُلُ عُمَرُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے بالا خانے میں موجود تھے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی نازل ہو، کیا عمر اندر آ جائے؟

بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ

باب: بچوں کو سلام کرنا

5202 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ:

أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى غِلْمَانٍ يَلْعَبُونَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بچوں کے پاس سے گزرے، جو کھیل رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کیا۔

5203 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: انْتَهَى إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَنَا غُلَامٌ فِي الْغِلْمَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَأَرْسَلَنِي بِرِسَالَةٍ وَقَعَدَ فِي ظِلِّ جِدَارٍ، أَوْ قَالَ إِلَى جِدَارٍ حَتَّى رَجَعْتُ إِلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، میں اس وقت لڑکا تھا، جو دوسرے بچوں میں موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک پیغام دے کر بھیج دیا اور خود ایک دیوار کے سائے میں (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) دیوار کے پاس آ کر بیٹھ گئے، جب تک میں واپس نہیں آ گیا۔

بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى النِّسَاءِ

باب: عورتوں کو سلام کرنا

5204 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، سَمِعَهُ مِنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ يَقُولُ: أَخْبَرَتْهُ أَسْمَاءُ ابْنَةُ يَزِيدَ: مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم خواتین کے پاس سے گزرے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا۔

بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ

باب: ذمیوں کو سلام کرنا

5205 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ أَبِي إِلَى الشَّامِ، فَجَعَلُوا يَمُرُّونَ بِصَوَامِعَ فِيهَا نَصَارَى فَيُسَلِّمُونَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَبِي لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ، فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَبْدَءُوهُمْ بِالسَّلَامِ، وَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فِي الطَّرِيقِ فَاضْطَرُّوهُمْ إِلَى أَضْيَقِ الطَّرِيقِ

سہیل بن ابوصالح بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ شام گیا، وہ لوگ گرجا گھروں کے پاس سے گزرے، جن میں عیسائی موجود تھے، وہ انہیں سلام کر رہے تھے، تو میرے والد نے کہا: تم لوگ انہیں سلام میں پہل نہ کرو: کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ حدیث ہمیں بیان کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا ہے:

"تم لوگ انہیں سلام میں پہل نہ کرو، جب تمہارا ان لوگوں سے راستے میں سامنا ہو، تو تم لوگ انہیں تنگ راستے کی طرف جانے پر مجبور کرو"۔

5206 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْيَهُودَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَحَدُهُمْ فَإِنَّمَا يَقُولُ السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ فِيهِ: وَعَلَيْكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"یہودیوں میں سے کوئی جب تمہیں سلام کرتا ہے، تو وہ کہتا ہے: السام علیکم (تمہیں موت آئے) تو تم لوگ یہ کہو: وعلیکم (تمہیں بھی آئے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

5207 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا لِلنَّبِيِّ: إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يُسَلِّمُونَ عَلَيْنَا فَكَيْفَ نَرُدُّ عَلَيْهِمْ؟ قَالَ: قُولُوا وَعَلَيْكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رِوَايَةُ عَائِشَةَ، وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُهَنِيِّ، وَأَبِي بَصْرَةَ يَعْنِي الْغِفَارِيَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، اہل کتاب ہمیں سلام کرتے ہیں، ہم انہیں کیسے جواب دیں،؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ یہ کہو "تم پر بھی"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

اہل ذمہ کو سلام کرنے میں پہل کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو اور جب تم راستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ ترین راستے پر چلے جانے پر مجبور کرو۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 569)

سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو۔ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تم ان کو السلام علیکم نہ کہو کیونکہ سلام میں پہل کرنا درحقیقت اسلامی تہذیب کا بخشا ہوا ایک اعزاز ہے جس کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی تہذیب کے پیرو ہوں اور مسلمان ہیں اس اعزاز کا استحقاق ان لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا جو دین دشمن اور اللہ کے باغی ہیں اسی طرح ان باغیوں اور دشمنوں کے ساتھ سلام اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ذریعہ الفت و محبت کے مراسم کو قائم کرنا بھی جائز نہیں ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے۔ آیت (لا تجد قوما

یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ)۔ترجمہ۔آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور
قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں۔ہاں اگر وہ
لوگ سلام میں خود پہل کریں اور السلام علیک یا السلام علیکم کہیں تو اس کے جواب میں صرف علیک یا علیکم کہہ دیا جائے اور علماء نے لکھا
ہے کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ غیر مسلم کے جواب میں ھداک اللہ کہا جائے نیز بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی ضرورت و مجبوری کی بناء پر
یہود و نصاری کے ساتھ سلام میں پہل کرنی جائز ہے اور یہی حکم ان مسلمانوں کا بھی ہے جو بدعت اور فسق میں مبتلا ہوں۔اسلامی
سلطنت میں رہنے والے کسی مسلمان نے کسی اجنبی کو سلام کیا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہے تو اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ اپنے
سلام کو واپس کرنے کا مطالبہ کرے یعنی یوں کہے کہ استرجعت سلامی میں اپنے سلام کو واپس کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاری جو دین کے دشمن ہیں اور اپنے مکر و فریب کی طاقتوں کے ذریعہ اللہ
کے جھنڈے کو سرنگوں کرنا چاہتے ہیں اس سلوک کے مستحق ہیں کہ جب وہ راستہ میں ملیں تو ان پر اتنا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ یکسو ہو کر
گزرنے پر مجبور ہو جائیں اور ان پر راستہ تنگ ہو جائے تا کہ اسلام کی عظمت و شوکت اور مسلمانوں کا دبدبہ ظاہر ہو۔مشکوۃ کے بعض
حواشی میں یہ مطلب لکھا ہے کہ ان کو یہ حکم دو کہ وہ ایک طرف ہو جائیں اور کنارے پر چلیں تا کہ راستے کا درمیانی حصہ مسلمانوں کی
آمد و رفت کے لئے مخصوص رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اہل کتاب یعنی یہود و نصاری تمہیں سلام
کریں تو تم ان کے جواب میں کہو علیکم۔(بخاری ومسلم،مشکوۃ شریف:جلد چہارم:حدیث نمبر 571)

پہلی روایت میں لفظ "فقل" اور "وعلیک" بصیغہ مفرد ہے اور اس روایت میں "فقولوا" اور وعلیکم" بصیغہ جمع ہے اسی طرح اور
روایتوں میں "وعلیک" اور "وعلیکم" واؤ کے ساتھ اور بغیر واؤ کے دونوں طرح منقول ہے مشکوۃ کے مؤلف نے یہاں جو روایت نقل
کی ہے اس میں ان دونوں کو واؤ کے ساتھ نقل کیا ہے موطا کی روایت میں علیک بغیر واؤ کے اور دار قطنی کی روایت میں علیکم بغیر واؤ
کے منقول ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ زیادہ صحیح اور مختار قول یہ ہے کہ مذکورہ لوگوں کے سلام کے جواب میں یہ لفظ بغیر واؤ کے یعنی"
علیک" یا "علیکم" ہی کہا جائے تا کہ اس چیز میں مشارکت لازم نہ آئے جو ان کی زبان سے ادا ہوتی ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں
کہ اس لفظ کا مطلب یہ ہوگا کہ جس موت کو برا سمجھ کر گویا ہمیں اس کی بددعا دے رہے ہو اس میں ہم اور تم برابر ہیں کہ ہم سب ہی کو
موت یعنی مرنا ہے۔

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ حرف واؤ یہاں مشارکت کے نہیں ہے بلکہ استیناف کے لئے ہے اس صورت میں یہ لفظ مفہوم
کے اعتبار سے اس جملہ کا قائم مقام ہوگا کہ وعلیکم ما تستحقونہ من الذم۔اور تجھ پر وہ برائی پڑے جس کا تو مستحق
ہے) تاہم یہ بات واضح رہے کہ یہ لفظ احادیث میں چونکہ دونوں طرح منقول ہے کہ بعض روایتوں میں واؤ کے ساتھ اور بعض
روایتوں میں بغیر واؤ کے،اس لئے اس سلسلے میں درست بات یہ ہے کہ دونوں طرح کہنا جائز ہے۔نووی کہتے ہیں کہ علماء کا اس بات
پر اتفاق ہے کہ اہل کتاب کے سلام کا جواب دیا جائے لیکن وعلیکم السلام نہ کہا جائے یعنی جواب دینے والا نہ تو علیکم السلام کہے اور نہ

علیک السلام بلکہ صرف وعلیکم یا علیک کہے بلکہ وعلیکم بھی اس صورت میں کہے جب وہ ایک سے زائد ہوں اگر ایک ہی ہو تو علیکم نہ کہے۔ کیوں کہ اس طرح اس کی تعظیم و توقیر لازم آئے گی۔

بَابٌ فِي السَّلَامِ إِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ

باب: محفل سے اٹھتے وقت سلام کرنا

5208 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِيَانِ ابْنَ الْمُفَضَّلِ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، قَالَ مُسَدَّدٌ: سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ، فَلْيُسَلِّمْ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ، فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو کوئی شخص محفل میں آئے تو اسے سلام کرنا چاہیے اور جب وہ اٹھے، تو اسے سلام کرنا چاہیے، کیونکہ پہلا دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں ہے''۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُولَ: عَلَيْكَ السَّلَامُ

باب: یہ کہنے کا ناپسندیدہ ہونا ''علیک السلام''

5209 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ أَبِي غِفَارٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ أَبِي جُرَيٍّ الْهُجَيْمِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ، فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتَى

❀❀ حضرت ابوجری ہجیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے کہا: یارسول اللہ! علیک السلام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم علیک السلام نہ کہو، کیونکہ علیک السلام مردوں کو سلام کرنے کا طریقہ ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي رَدِّ الْوَاحِدِ عَنِ الْجَمَاعَةِ

باب: ایک آدمی کا جواب دینا، جماعت کی طرف سے کافی ہوتا ہے

5210 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْجُدِّيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْخُزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَفَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: يُجْزِءُ عَنِ الْجَمَاعَةِ، اِذَا مَرُّوا، اَنْ يُسَلِّمَ اَحَدُهُمْ، وَيُجْزِءُ عَنِ الْجُلُوسِ اَنْ يَرُدَّ اَحَدُهُمْ۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (حسن نامی راوی نے اسے مرفوع روایت کے طور پر نقل کیا ہے)
"جب کچھ لوگ کہیں سے گزریں تو ان میں کوئی ایک سلام کر دے تو یہ بھی کافی ہے اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی ایک کا جواب دے دینا کافی ہے"۔

بَابٌ فِي الْمُصَافَحَةِ

باب: مصافحہ کرنا

5211 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ اَبِي بَلْجٍ، عَنْ زَيْدٍ اَبِي الْحَكَمِ الْعَنَزِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا، وَحَمِدَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ کی حمد بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں، تو ان لوگوں کی مغفرت ہو جاتی ہے"۔

5212 - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُو خَالِدٍ، وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْاَجْلَحِ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ، فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَفْتَرِقَا

حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"جب بھی دو مسلمان ملیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں، تو ان دونوں کے ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے، ان دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے"

5213 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا جَاءَ اَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ جَاءَكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ، وَهُمْ اَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب اہل یمن تشریف لائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اہل یمن تمہارے پاس آئے ہیں، یہ وہ پہلے لوگ ہیں، جنہوں نے (مصافحہ کرنے کا رواج شروع کیا)۔

مصافحہ کرنے کے احکام کا بیان

باہمی ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت ہے نیز دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہیے محض ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا غیر مسنون

ہے کسی خاص موقع پر یا کسی خاص تقریب کے وقت مصافحہ ضروری سمجھنا غیر شرعی بات ہے چنانچہ بعض مقامات پر جو یہ رواج ہے کہ کچھ لوگ عصر کی نماز یا جمعہ کے بعد ایک دوسرے کو مصافحہ کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ تخصیص وقت کے سبب اس طرح کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اور بدعت مذمومہ ہے ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں آئے اور لوگ نماز میں مشغول ہوں یا نماز شروع کرنے والے ہوں اور وہ شخص نماز ہو جانے کے بعد ان لوگوں سے مصافحہ کرے تو یہ مصافحہ بلاشبہ مسنون مصافحہ ہے بشرطیکہ اس نے مصافحہ سے پہلے سلام بھی کیا ہو تاہم یہ واضح رہے کہ اگرچہ کسی متعین اور مکروہ وقت میں مصافحہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی شخص اس وقت مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اس کی طرف سے ہاتھ کھینچ لینا اور اس طرح بے اعتنائی برتنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ اس کی وجہ سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھانے والے شخص کو دکھ پہنچے گا اور کسی مسلمان کو دکھ نہ پہنچانا آداب کی رعایت سے زیادہ اہم ہے۔ جوان عورت سے مصافحہ کرنا حرام ہے اور اس بوڑھی عورت سے مصافحہ کرنے سے کوئی مضائقہ نہیں ہے جس کی طرف جنسی جذبات مائل نہ ہو سکتے ہوں۔

منقول ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں ان بوڑھیوں سے مصافحہ کرتے تھے جن کا انہوں نے پیا تھا اسی طرح وہ بڑھا مرد جو جنسی جذبات کی فتنہ خیزیوں سے بے خوف ہو چکا ہو اس کو جوان عورت سے مصافحہ کرنا جائز ہے، عورت کی طرح خوش شکل مرد سے بھی مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے۔ واضح رہے کہ جس کو دیکھنا حرام ہے اس کو چھونا بھی حرام ہے بلکہ چھونے کی حرمت دیکھنے کی حرمت سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ مطالب المومنین میں مذکور ہے۔

صلوۃ مسعودی میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص سلام کرے تو اپنا ہاتھ بھی دے یعنی مصافحہ کے لئے ہاتھ دینا سنت ہے لیکن مصافحہ کا یہ طریقہ ملحوظ رہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر رکھے محض انگلیوں کے سروں کو پکڑنے پر اکتفا نہ کرے کیوں کہ محض انگلیوں کے سروں کو پکڑنا مصافحہ کا ایسا طریقہ ہے جس کو بدعت کہا گیا ہے۔ معانقہ یعنی ایک دوسرے کو سینے سے لگانا مشروع ہے خاص طور سے اس وقت جب کہ کوئی شخص سفر سے آیا ہو جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کی حدیث منقول ہے کہ لیکن اس کی اجازت اسی صورت میں ہے جب کہ اس کی وجہ سے کسی برائی میں مبتلا ہو جانے یا کسی شک وشبہ کے پیدا ہو جانے کا خوف نہ ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے بارے میں منقول ہے کہ یہ دونوں حضرات معانقہ اور تقبیل یعنی ہاتھ کو منہ اور آنکھوں کے ذریعہ چومنے کی کراہت کے قائل ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ معانقہ کے بارے میں نہی (ممانعت) منقول ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ نہی ثابت ہوتی ہے یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ جن روایتوں سے معانقہ کی اجازت ثابت ہوتی ہے ان کا تعلق اس زمانہ سے ہے جب کہ معانقہ کو ممنوع نہیں قرار دیا گیا تھا بہر حال اس سلسلے میں جو احادیث منقول ہیں اور جن کے درمیان بظاہر اختلاف نظر آتا ہے کہ بعض سے ممانعت کی اجازت ثابت ہوتی ہے اور بعض معانقہ کا تعلق محبت واکرام کے جذبہ سے ہو وہ بلاشک وشبہ جائز ہے بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ معانقہ کے بارے میں فقہاء کے درمیان جو اختلاف ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ جسم پر کپڑے نہ ہوں بدن پر قمیص وجبہ وغیرہ ہونے کی صورت میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ بالاتفاق جائز ہے۔ تقبیل یعنی ہاتھ یا پیشانی وغیرہ چومنا بھی جائز ہے بلکہ بزرگان دین اور متبعین سنت علماء کے ہاتھ پر بوسہ دینے کو

بعض حضرات نے مستحب کہا ہے لیکن مصافحہ کے بعد خود اپنا ہاتھ چومنا کچھ اصل نہیں رکھتا بلکہ یہ جاہلوں کا طریقہ ہے اور مکروہ ہے۔ امرائے سلطنت اور علماء و مشائخ کے سامنے زمین بوسی کرنا حرام ہے زمین بوسی کرنے والا اس زمین بوسی پر راضی ہونے والا دونوں ہی گناہگار ہوتے ہیں۔

فقیہ ابوجعفر کہتے ہیں کہ سلطان و حاکم کے سامنے زمین بوسی اور سجدہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کی زمین بوسی و سجدہ عبادت کی نیت نہ ہونے کی صورت میں بھی کافر ہو جاتا ہے واضح رہے کہ اکثر علماء کے نزدیک زمین بوسی کرنا، زمین پر ماتھا ٹیکنے یا رخسارہ رکھنے سے ہلکا فعل ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ کسی عالم یا سلطان و حاکم کے ہاتھ کو چومنا ان کے علم و انصاف کی بناء پر اور دین کے اعزاز و اکرام کے جذبہ سے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر ان کے ہاتھ چومنے کا تعلق کسی دنیاوی غرض و منفعت سے ہو تو سخت مکروہ ہوگا اگر کوئی شخص کسی عالم یا کسی بزرگ سے اس کا پیر چومنے کی درخواست کرے تو اس کو ہرگز نہیں ماننا چاہیے بچوں کو بوسہ سے پیار کرنے کی اجازت ہے اگر چہ غیر کا بچہ ہو بلکہ وہاں طفل پر بوسہ دینا مسنون ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ جو بوسہ شرعی طور پر جائز ہے اس کی پانچ صورتیں ہیں ایک تو مودت و محبت کا بوسہ جیسے والدین کا اپنے بچہ کے رخسار کو چومنا، دوسرے احترام و اکرام اور رحمت کا بوسہ، جیسے اولاد کا اپنے والدین کے سر پر بوسہ دینا، تیسرے جنسی جذبات کے تحت بوسہ دینا جیسے شوہر کا بیوی کے چہرہ پر بوسہ لینا، چوتھے تحیۃ سلام کا بوسہ جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ چومنا اور پانچویں وہ بوسہ جو بہن اپنے بھائی کی پیشانی کا لیتی ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ اور چہرہ کا بوسہ دینا مکروہ ہے بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ چھوٹے بچے کا بوسہ لینا واجب ہے۔ امام نووی نے یہ لکھا ہے کہ شوہر بیوی کے علاوہ کسی اور جنسی جذبات کے تحت بوسہ لینا بالاتفاق حرام ہے خواہ وہ باپ ہو یا کوئی اور دوسرا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا تو ایک صحابی اقرع ابن حابس رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہا کہ میرے دس بچے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کا کبھی بوسہ نہیں لیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا یعنی جو شخص اپنی اولاد یا مخلوق اللہ پر لطف و شفقت نہیں کرتا اس پر اللہ کی رحمت و شفقت نہیں ہوتی۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 615)

مصافحہ کی برکت وفضیلت کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ملتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اللہ ان کو بخش دیتا ہے۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 616)

ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ملیں، ایک دوسرے سے مصافحہ کریں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور بخشش چاہیں تو ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔

حکیم ترمذی اور ابوالشیخ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوع یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان ملتے ہیں اور ان میں ایک اپنے دوسرے ساتھی کو سلام کرتا ہے تو ان میں سے وہ مسلمان اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے جو کشادہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ اپنے دوسرے ساتھی سے ملتا ہے اور پھر جب دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سو رحمتیں نازل کرتا ہے نوے رحمتیں تو اس پر جس نے پہل کی اور دس رحمتیں اس پر جس سے مصافحہ کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا آپ نے اس کا بوسہ لیا اور فرمایا کہ جان لو یہ اولاد بخل کا باعث اور بزدلی کا سبب ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اولاد اللہ کی عطا کردہ نعمت اور رزق بھی ہے۔ (شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 628)

اولاد کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اولاد ہی ہے جو انسان سے سب کچھ کراتی ہے ایک باپ اپنے بچوں کے لئے نہ صرف مختلف ذرائع و وسائل اختیار کر کے روپیہ پیسہ کماتا ہے اور مال و اسباب فراہم کرتا ہے بلکہ بچوں کا مستقبل اس کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ اس نے جو کچھ کمایا ہے اس کو پیسہ پیسہ جوڑ کر رکھے، یہاں تک کہ اولاد کی فکر اس کو بخیل بنا دیتی ہے کہ وہ اپنے روپے پیسے اور مال واسباب کو نہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے نہ بھلائی و انسانی ہمدردی کے کام میں مدد دیتا ہے اور پھر یہ کہ آل و اولاد کی محبت ہی ہوتی ہے جو انسان کو اس حد تک بزدل و نامرد بنا دیتی ہے کہ وہ اعلاء کلمۃ الحق اور دین وحق کی سربلندی کے اپنے فرض کو بھی فراموش کر دیتا ہے چنانچہ جہاد کرنے سے کتراتا ہے اور لڑائی میں جانے سے دل چراتا ہے اس کو یہ خوف، شجاعت و بہادری دکھانے سے باز رکھتا ہے کہ اگر میں میدان جنگ میں مارا گیا یا مجھے پکڑ لیا گیا تو میرے بچے کا کیا حال ہوگا ان کی دیکھ بھال اور پرورش کیسے ہوگی اور میرے بچے باپ کے سایہ سے محروم ہو کر کس کس طرح تکلیف و مشقت برداشت کریں گے۔

پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اولاد کے بارے میں اس طرح کی برائی بیان کی اور پھر بعد میں اولاد کی ایک خوبی اور اس کی تعریف بھی بیان فرمائی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ یہ بچے ریحان ہیں ریحان کے معنی روزی اور نعمت کے بھی ہیں اور ریحان ہر اس پودے اور گھاس کو بھی کہتے ہیں جو خوشبودار ہو، دونوں ہی صورتوں میں اولاد کی مدح ظاہر ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ بچے ماں باپ کے حق رزق کا درجہ رکھتے ہیں کہ اگر والدین کی گود اولاد سے خالی ہو تو ان کی مامتا اور ان کے جذبات اسی طرح مضطرب و پریشان رہتے ہیں جس طرح کوئی بھوکا روزی نہ ملنے کی صورت میں مضطرب رہتا ہے اسی طرح بچے دراصل اللہ کی طرف سے ماں باپ کو ایک عظیم نعمت کے طور پر عطا ہوتے ہیں، ایسی نعمت جو ان کی زندگی کا سہارا بھی ہوتی ہے اور ان کے گھر کا چراغ بھی۔ اور اگر ریحان سے خوشبودار پودا مراد لیا جائے تو بلاشک وشبہ بچے اپنے ماں باپ اور اہل خاندان کی نظر میں پھول کا درجہ رکھتے ہیں کہ جس طرح کوئی شخص خوشبودار پھول کو دیکھ کر سرور حاصل کرتا ہے اور سونگھ کر مشام جان کو معطر کرتا ہے اسی طرح بچوں کو دیکھ کر خوشی محسوس ہوتی ہے ان کو پیار کر کے، ان کو چوم کر اور ان کے ساتھ خوش طبعی کر کے سرور حاصل کیا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي الْمُعَانَقَةِ

باب: معانقہ کرنا

5214 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ يَعْنِي خَالِدَ بْنَ ذَكْوَانَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبٍ الْعَدَوِيِّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ عَنَزَةَ، أَنَّهُ قَالَ: لِأَبِي ذَرٍّ حَيْثُ سُيِّرَ مِنَ الشَّامِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذًا أُخْبِرُكَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ سِرًّا قُلْتُ: إِنَّهُ لَيْسَ بِسِرٍّ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ إِذَا لَقِيتُمُوهُ، قَالَ: مَا لَقِيتُهُ قَطُّ إِلَّا صَافَحَنِي، وَبَعَثَ إِلَيَّ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ أَكُنْ فِي أَهْلِي فَلَمَّا جِئْتُ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ أَرْسَلَ لِي فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيرِهِ فَالْتَزَمَنِي، فَكَانَتْ تِلْكَ أَجْوَدَ وَأَجْوَدَ

⊛⊛ ایوب بن بشیر، عنزہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے شخص کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے کہا، جب وہ شام جا رہے تھے، میں آپ ﷺ سے نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے فرمایا: اگر کوئی راز کی بات نہ ہوئی تو میں تمہیں بتاؤں گا، میں نے کہا: کوئی راز کی بات نہیں ہے، آپ لوگ نبی اکرم ﷺ سے جب ملاقات کرتے تھے، تو کیا نبی اکرم ﷺ آپ لوگوں کے ساتھ مصافحہ کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: میں جب بھی نبی اکرم ﷺ سے ملتا تھا، تو نبی اکرم ﷺ مجھ سے مصافحہ کرتے تھے، ایک دن آپ ﷺ نے مجھے بلوایا میں اس وقت گھر نہیں تھا، جب میں واپس آیا تو مجھے آپ ﷺ کے بلاوے کے بارے میں بتایا گیا، میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت چارپائی پہ تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے مجھ سے معانقہ کیا اور یہ بڑی بہترین (کیا خوب) بات ہے۔

شرح

امام احمد رضا قادری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

مولوی صاحب لکھنوی کا بے دلیل وسند لکھنا مسموع نہیں ہوسکتا۔ بلکہ معانقہ مثل تقبیل اظہار سرور وبشاشت و وداد ومحبت ہے جیسے تقبیل خاص ابتدائے لقاسے مخصوص نہیں، یوں ہی معانقہ۔

جناب نے فتوی فقیر میں حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مروی کتاب السنۃ ابن شاہین ومعجم کبیر امام طبرانی ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تالاب پیرنے میں امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا ونیز حدیث اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ مروی سُنن ابی داؤد کہ انھوں نے باتیں کرتے کرتے حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم سے کُرتا اٹھانے کی درخواست کی حضور نے قبول فرمائی، وہ حضور کے بدن اقدس سے لپٹ گئے اور تہی گاہ مبارکہ پر بوسہ دیا ونیز حدیث صحیح مستدرک کہ اثنائے مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ذی النورین سے معانقہ فرمایا ونیز حضرت بتول زہرا رضی اللہ عنہا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: عورت کے لئے سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی: یہ کہ کوئی نامحرم اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے

گلے سے لگالیا ان سب صورتوں میں ابتدائے لقا کا وقت کہاں تھا کہ معانقہ فرمایا گیا، یوں ہی پیار سے اپنے بچوں۔ بھائیوں، زوجہ کو گلے لگانا شاید اول ملاقات ہی پر جائز ہوگا۔ پھر ممانعت کی جائے گی؟

یوں ہی مصافحہ بعد نماز فجر وعصر اگر کسی وقت کے روافض نے ایجاد کیا اور خاص ان کا شعار رہا ہو، اور بدیں وجہ اس وقت علماء نے اہلسنت کے لئے اسے ناپسند رکھا ہو تو معانقہ عید کا زبردستی اسی پر قیاس کیونکر ہو جائے گا، پہلے ثبوت دیجئے کہ یہ" رافضیوں کا نکالا اور انھیں کا شعار خاص ہے" ورنہ کوئی امر جائز کسی بدمذہب کے کرنے سے ناجائز یا مکروہ نہیں ہوسکتا۔ لاکھوں باتیں ہیں جن کے کرنے میں اہلسنت وروافض بلکہ مسلمین وکفار سب شریک ہیں۔ کیا وہ اس وجہ سے ممنوع ہو جائیں گی؟

بحر الرائق ودر مختار وردالمحتار وغیرہا ملاحظہ ہوں کہ" بدمذہبوں سے مشابہت اُسی امر میں ممنوع ہے جو فی نفسہٖ شرعاً مذموم یا ۲ اس قوم کا شعار خاص یا ۳ خود فاعل کو ان سے مشابہت پیدا کرنا مقصود ہو ورنہ زنہار وجہ ممانعت نہیں۔

رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا نہ کرنا، یہ دلیل منع نہیں ہوسکتا، آپ تینوں کتب مُستَنَدہ اعنی مجموعہ فتاوٰی وردالمحتار ومرقاۃ شریف اور ان کے سوا صدہا کتب معتمدہ اسکے بطلان پر گواہ ہیں، فقہاء کرام سیکڑوں چیزوں کو یہ تصریح فرما کر کہ نو پیدا ہیں، جائز بلکہ مستحب ومستحسن بلکہ واجب بتاتے اور مُحدَثات کو اقسامِ خمسہ کی طرف تقسیم فرماتے ہیں۔ مجموعہ فتاوٰی کی عبارتیں گزریں۔ ردالمحتار میں ہے:

قوله اى صاحب بدعة اى محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة للردعلى اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم الكتاب والسنة ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسانٍ لم يكن فى الصدر الاول ومكروهة كزَخْرَفَةِ المساجد ومباحة كالتوسع بلذيذ المأكل والمشارب و الثياب كما فى شرح الجامع الصغير للمناوى عن تهذيب النووى ومثله فى الطريق المحمدية للبركوى (ردالمحتار باب الامامت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶۰)

شارح کا قول" جو صاحب بدعت" یہاں بدعت سے مراد حرام بدعت ہے، ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے، جیسے گمراہ فرقوں کا رد کرنے کے لئے دلائل قائم کرنا علم نحو سیکھنا جس سے کتاب وسنت سمجھ سکیں، مستحب بھی جیسے سرائے اور مدرسہ جیسی چیزیں تعمیر کرنا، اور ہر وہ نیک کام جو زمانہ اول میں نہ رہا ہو، مکروہ بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ ومنقش کرنا۔ مباح بھی جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور کپڑوں میں وسعت وفراخی کی راہ اختیار کرنا، جیسا کہ علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں علامہ نووی کی کتاب تہذیب سے منقول ہے، اور اسی طرح علامہ برکوی کی کتاب" الطریق المحمدیہ" میں مذکور ہے۔

مرقاۃ شریف میں ہے: احداث مالاينازع الكتاب والسنة كما سنقرره بعدليس بمذموم [مرقاۃ شرح مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۱]

ایسا فعل ایجاد کرنا جو کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو برا نہیں، جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے۔ (ت)

پھر ایک صفحہ کے بعد بدعت کا واجب وحرام ومندوب ومکروہ ومباح ہونا مفصلاً ذکر فرمایا۔ عالمگیری میں ہے:

لاباس بكتابة اسامى السور وعدد الآى

مصحف شریف میں سورتوں کے نام، اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ اگر چہ نئی ایجاد اور بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو نوایجاد تو ہیں مگر بدعتِ حسنہ ہیں۔

امام ابن الہمام فتح القدیر میں رکعتیں قبل مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کرکے بتاتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا هو نفي المندوبية اما ثبوت الكراهة فلا الا ان يدل دليل اخر

[فتح القدیر، باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹]

پھر اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب و مستحب نہیں لیکن مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوتِ کراہت پر کوئی اور دلیل ہو تو البتہ۔

مع ہذا حضرات مانعین زمانہ تین قرن تک اختیار تشریع مانتے، اور محدثاتِ تابعین کو بھی غیر مذموم جانتے ہیں تو صرف فعل صحابہ سے استدلال ان کے طور پر بھی ناقص و ناتمام ہے ف۱۔ کلام ان مباحث میں طویل ہے کہ ہم نے اپنے رسائل عدیدہ میں ذکر کیا یہاں بھی دو حرف مجمل کافی ہیں و باللہ التوفیق۔

پنجم: ردالمحتار و مرقات کی یہ عبارتیں اگر جناب نے دیکھیں تو درر و غرر و کنز الدقائق و وقایہ و نقایہ و مجمع و ملتقی و اصلاح و ایضاح و تنویر وغیرہا عامہ متونِ مذہب کے اطلاق ملاحظہ فرمائے ہوتے جنھوں نے مطلقاً بلا تقیید و تخصیص مصافحہ کی اجازت دی، درمختار و حاشیہ علامہ طحطاوی و شرح علامہ شہاب شلبی وغیرہ۔

مانعین کسی چیز کی ایجاد اور جائز و مشروع قرار دینے کا اختیار صرف تین زمانوں تک محدود مانتے ہیں:

(۱) زمانہ رسالت (۲) زمانہ صحابہ (۳) زمانہ تابعین

ان کے اس نظریہ سے اتنا ثابت ہے کہ زمانہ تابعین کی ایجادات بھی بری نہیں، تو مصافحہ مذکورہ کی ممانعت کے ثبوت میں صرف صحابہ کرام کے نہ کرنے سے استدلال ناقص و ناتمام ہے، اپنے ہی نظریہ کے مطابق یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ زمانہ تابعین میں بھی اس کا وجود و ثبوت نہیں۔ (عالمگیری (فتاوی ہندیہ) باب آداب المسجد مطبوعہ پشاور ۵/ ۳۲۳)

فتح اللہ المعین حاشیہ کنز و غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر و حاشیہ مراقی الفلاح و نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض و مجمع بحار الانوار و مطالب المومنین و مسوی شرح مؤطا و تکملہ شرح اربعین علامہ برکوی للعلامہ محمد آفندی و حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ للعلامۃ النابلسی و فتوی امام شمس الدین بن امام سراج الدین حانوتی وغیرہم علمائے حنفیہ کی تصریحات جلیلہ بھی دیکھی ہوتیں کہ صاف صاف مصافحہ مذکورہ اور اسی طرح مصافحہ عید کو بھی جائز بلکہ مستحسن بلکہ سنت بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

اطلاق المصنف تبعاللدرر والكنز والوقاية و المجمع والملتقى وغيرها يفيد جوازها مطلقا ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة اى مباحة حسنة كما افاده النووى فى اذكاره وغيره فى غيره۔

(درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۳۸۱)

درر، کنز، وقایہ، مجمع، ملتقی، وغیرہا کے اتباع میں مصنف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقا جائز ہے خواہ بعد عصر ہی کیوں نہ ہو، اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ بدعت ہے تو اس سے مراد بدعت مباحہ حسنہ ہے، جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔

اصلاح وایضاح میں ہے:

کُرہ تقبیل الرجل وعناقه فی ازار واحد وجاز مع قمیص کمصافحته۔ (اصلاح وایضاح)

آدمی کا بوسہ دینا اور معانقہ کرنا ایک ازار میں مکروہ ہے اور کرتا پہن کر ہو تو جائز ہے۔ جیسے مصافحہ جائز ہے۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

بعض المتاخرین من الحنفیة صرح بالکراهة فی ذلك ادعاء بانه بدعة مع انه داخل فی عموم سنة المصافحة مطلقا۔ (الحدیقۃ الندیہ الخلق الثامن والاربعون الخ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۰)

بعض متاخرین حنفیہ نے اس مصافحہ کے بدعت ہونے کا دعوی کرتے ہوئے اسے صراحۃ مکروہ بتایا ہے باجودیکہ وہ مطلق مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر مسنون ہے۔

مجمع البحار میں ہے: هِیَ مِنَ الْبِدَعِ الْمُبَاحَةِ، یہ مصافحہ ان بدعتوں سے ہے جو مباح ہیں۔

(مجمع البحار ااانوار تحت لفظ صلح مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۵۰)

آپ کی اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت امام نووی ہے:

شیخ ابوالحسن بکری فرماتے ہیں امام نووی نے بعد فجر وعصر کی قید کے ساتھ مصافحہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ان کے زمانے میں یہی رائج تھا، ورنہ بعد فجر وعصر کی طرح تمام نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ یہی علامہ شرنبلالی کے اس رسالہ میں ہے جو انھوں نے مصافحہ کے بارے میں لکھا ہے اور اسی کے مثل علامہ شمس الدین حانوتی سے منقول ہے۔ انھوں نے جواز مصافحہ کے بارے میں واردشدہ احادیث اور نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے اس مصافحہ کے بھی جائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔ اور یہی اس کے موافق ہے جو شارح (صاحب درمختار علاء الدین حصکفی) نے متونِ فقہ کا اطلاق ذکر کیا ہے۔

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۳۸۱)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِيَامِ

باب: (کسی کے لیے) کھڑے ہونا

5215 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ أَهْلَ قُرَيْظَةَ لَمَّا نَزَلُوا عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ أَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ أَقْمَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ إِلَى خَيْرِكُمْ، فَجَاءَ حَتَّى

قَعَدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب بنو قریظہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ثالث تسلیم کرلیا، تو نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا، وہ ایک سفید گدھے پر سوار ہو کر آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کے لیے
(راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) اپنے بہترین فرد کے لیے کھڑے ہوجاؤ، وہ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھ
گئے۔

5216 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ
قَرِيْبًا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: ''اپنے سردار کے لیے کھڑے ہوجاؤ''

5217 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيْلُ، عَنْ مَيْسَرَةَ
بْنِ حَبِيْبٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّهَا
قَالَتْ: مَا رَاَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا - وَقَالَ الْحَسَنُ: حَدِيْثًا، وَكَلَامًا، وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَسَنُ
السَّمْتَ، وَالْهَدْيَ، وَالدَّلَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهَا كَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ
عَلَيْهِ قَامَ اِلَيْهَا فَاَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَبَّلَهَا، وَاَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهِ، وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ اِلَيْهِ فَاَخَذَتْ
بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ، وَاَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا

⊛⊛ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عادات و اطوار، گفتگو، چال چلن میں ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا
(یہاں ایک راوی نے کچھ الفاظ مختلف نقل کیے ہیں) جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہو، وہ جب نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ان سے ملتے تھے، ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتے تھے اور
انہیں اپنے ساتھ بٹھاتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، تو وہ اٹھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھیں،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتی تھیں اور اپنے ساتھ بٹھاتی تھیں۔

بَابٌ فِيْ قُبْلَةِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ

باب: آدمی کا اپنی اولاد کو بوسہ دینا

5217-إسناده صحيح :. الحسن بن علي: هو ابن محمد الهذلي الخلال الحلواني، وابن بشار: هو محمد العبدي، وعثمان بن عمر: هو ابن فارس العبدي، وإسرائيل: هو ابن يونس السبيعي. وأخرجه الترمذي (4210)، والنسائي في "الكبرى" (8311) عن محمد بن بشار، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (9193) و (9192) من طريق النضر بن شميل، كلاهما عن إسرائيل، به. وهو في "صحيح ابن حبان" (6953).

5218 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ، أَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُقَبِّلُ حُسَيْنًا فَقَالَ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا فَعَلْتُ هٰذَا بِوَاحِدٍ مِنْهُمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اقرع بن حابس تمیمی نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے تھے، انہوں نے عرض کی: میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کے ساتھ بھی یہ عمل نہیں کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرتا' اس پر رحم نہیں کیا جاتا''

5219 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: ثُمَّ قَالَ - تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَنْزَلَ عُذْرَكِ وَقَرَأَ عَلَيْهَا الْقُرْآنَ. فَقَالَ أَبَوَايَ: قُومِي فَقَبِّلِي رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: أَحْمَدُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا إِيَّاكُمَا

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم خوشخبری حاصل کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بے گناہ ہونے میں حکم نازل کر دیا ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی، تو میرے والدین نے کہا: تم اٹھو اور نبی اکرم ﷺ کے سر کو بوسہ دو، میں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کروں گی، آپ دونوں کی (تعریف) نہیں کروں گی۔

بَابٌ فِي قُبْلَةِ مَا بَيْنَ الْعَيْنَيْنِ

باب: دونوں آنکھوں کے درمیان (یعنی پیشانی پر) بوسہ دینا

5220 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ أَجْلَحَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَلَقَّى جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَالْتَزَمَهُ، وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ

❁❁ امام شعبی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، تو آپ ﷺ نے انہیں گلے لگالیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

بَابٌ فِي قُبْلَةِ الْخَدِّ

باب: رخسار پر بوسہ دینا

5221 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ دَغْفَلٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا نَضْرَةَ قَبَّلَ خَدَّ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

ایاس بن دغفل بیان کرتے ہیں: میں نے نضرہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے رخسار پر بوسہ دیا۔

5222 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ أَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَإِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ أَصَابَتْهَا حُمَّى، فَأَتَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَهَا: كَيْفَ أَنْتِ يَا بُنَيَّةُ؟ وَقَبَّلَ خَدَّهَا

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ (ہجرت کرکے) آئے، تو ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت ان کی صاحبزادی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں، انہیں بخار ہوا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے ان سے دریافت کیا: اے میری بیٹی! تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے ان کے رخسار پر بوسہ بھی دیا۔

بَابٌ فِي قُبْلَةِ الْيَدِ

باب: دست بوسی کرنا

5223 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، حَدَّثَهُ وَذَكَرَ قِصَّةً قَالَ: فَدَنَوْنَا يَعْنِي مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک واقعہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے، اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کی۔

بزرگانِ دین کے ہاتھ پاؤں چومنے کا بیان

تقبیلِ رجلین یعنی بزرگ اور صالح شخصیات کے پاؤں چومنا نہ صرف ثابت شدہ شرعی امر ہے، بلکہ براہِ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو بوسہ دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک چومتے۔

اس سے متعلقہ چند احادیث و آثار درج ذیل ہیں:

1۔ زارع بن عامر جو وفدِ عبدالقیس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے، سے مروی ہے:

لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا، فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم وَرِجْلَهُ.

جب ہم مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو اپنی سواریوں سے کود کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس اور پاؤں مبارک کو چومنے لگے۔

اس حدیث کو صحاح ستہ میں سے سنن ابی داؤد (کتاب الادب، باب قبلة الجسد، 4:357، رقم:5225) میں روایت کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں

اسے امام بیہقی نے السنن الکبری (102:7) میں اور امام طبرانی نے اپنی دو کتب المعجم الکبیر (275:5، رقم:5313) اور المعجم الاوسط (133:1، رقم:418) میں روایت کیا ہے۔

2۔ امام بخاری نے "الادب المفرد" میں باب تقبیل الرجل قائم کیا ہے یعنی "پاؤں کو بوسہ دینے کا بیان۔" اس باب کے اندر صفحہ نمبر 339 پر حدیث نمبر 975 کے تحت انہوں نے مذکورہ بالا حدیث کو حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

قَدِمْنَا، فَقِيْلَ: ذَاكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وآله وسلم. فَأَخَذْنَا بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نُقَبِّلُهَا.

ہم مدینہ حاضر ہوئے تو (ہمیں) کہا گیا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور قدموں سے لپٹ گئے اور انہیں بوسہ دینے لگے۔

یہ الفاظ خاص مفہوم کے حامل ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے صرف ہاتھ مبارک پکڑنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ہاتھوں کے علاوہ پاؤں مبارک کو بھی بوسہ دینے کا عمل جاری رکھا در آں حالیکہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک پکڑ رکھے تھے۔

3۔ امام ترمذی نے اس مضمون پر ایک حدیث حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قوم یہود کے بعض افراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کرنے کے بعد اعلانیہ گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں:

فَقَبَّلُوْا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ. وَقَالُوْا: نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ.

انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا، اور کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کو امام نسائی نے السنن (کتاب تحریم الدم، 111:7، رقم:4078) میں اور امام ابن ماجہ نے السنن (کتاب الادب، باب الرجل یقبل ید الرجل، 1221:2، رقم:3705) میں روایت کیا ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو الجامع میں دو جگہ روایت کیا ہے: پہلی بار ابواب الاستئذان والآداب میں باب فی قبلة الید والرجل (77:5، رقم:2733) میں اور دوسری بار ابواب التفسیر کے باب ومن سورة بنی اسرائیل (305:5، رقم:3144) میں۔

امام احمد بن حنبل نے المسند (239:4، 240) میں، امام حاکم نے المستدرک (52:1، رقم:20) میں، امام طیالسی نے المسند (ص:160، رقم:1164) میں اور امام مقدسی نے الاحادیث المختارہ (29:8، رقم:18) میں روایت کیا ہے۔

اتنے اجل محدثین کے اس حدیث کو روایت کرنے اور اس سے استشہاد کرنے کے باوجود بھی کوئی متعصب کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک یہودی کا فعل تھا، ہم اسے کس طرح لازمی شہادت کا درجہ دے سکتے ہیں۔ اس سوچ پر سوائے افسوس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ معترض کو یہودی کا عمل تو نظر آ گیا مگر جس کے ساتھ کیا جا رہا ہے وہ بابرکت ہستی نظر نہیں آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو تقبیل سے منع نہیں فرمایا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ تقریری ہوا۔

4۔ علامہ ابن تیمیہ کے جلیل القدر شاگرد حافظ ابن کثیر سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 101 کی تفسیر میں ایک واقعہ بیان کرتے
ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات پر خفا ہو کر جلال میں آ گئے تو:

فَقَامَ إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی الله عنه فَقَبَّلَ رِجْلَهُ وَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، رَضِيْنَا بِاللهِ رَبًّا وَبِكَ
نَبِيًّا وَبِالإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللهُ عَنْكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى رَضِيَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک چوم کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اللہ
تعالیٰ کے رب ہونے، آپ کے نبی ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور قرآن کے امام و راہنما ہونے پر راضی ہیں، ہمیں معاف فرما
دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مزید راضی ہوگا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل عرض کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
راضی ہو گئے۔

اس روایت کو دیگر مفسرین نے بھی متعلقہ آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے اجل صحابی کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک چومنا اور خود
تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں منع نہ فرمانا کیا (معاذ اللہ) عقیدہ توحید کی خلاف ورزی تھا۔

5۔ امام مقری (م 381ھ) اپنی کتاب تقبیل الید (ص:64، رقم:5) میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ نقل کرتے
ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے آ کر عرض کیا: میں نے اسلام
قبول کر لیا ہے لیکن میں کچھ مزید چاہتا ہوں تاکہ میرے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت
دی تو اعرابی کے بلاوے پر ایک درخت اس کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو۔ اس کے بعد طویل روایت
ہے اور آخر میں اعرابی نے تمام نشانیاں دیکھنے کے بعد عرض کیا:

يا رسول الله! ائذن لي أن أقبل رأسك ورجلك.

اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ کا سر اقدس اور قدم مبارک چوم لوں۔

اس کے بعد روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو اجازت مرحمت فرمائی۔ اور پھر اس اعرابی نے
سجدہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔

امام مقری کی روایت کردہ اس حدیث کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (57:11) میں نقل کیا ہے۔

نیز علامہ مبارک پوری نے بھی تحفۃ الاحوذی (437:7) میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

یہ روایت بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم چومنے کی اجازت تو دی لیکن
سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اگر قدم چومنا اور سجدہ کرنا برابر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کے مابین فرق نہ فرماتے اور
دونوں سے منع فرما دیتے۔

یہاں تک آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک چومے جانے پر چند احادیث کا حوالہ دیا گیا، جس سے یہ ثابت

ہوگیا ہے کہ قدم بوسی ہرگز کوئی شرکیہ عمل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات اقدس کے لیے بھی کبھی اس کی اجازت نہ دیتے۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُنہیں اس عمل سے نہ روکنا اور سکوت فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی اجازت نہ تھی؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عمل سنتِ تقریری نہ قرار پایا؟ اگر پاؤں چومنا نعوذ باللہ سجدہ ہے تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کر رہے تھے؟ کیا (معاذ اللہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو توحید کا پیغام عام کرنے اور شرک کے خاتمے کے لیے مبعوث ہوئے خود شرک کے عمل کی اجازت دے رہے تھے؟

کاش! قدم بوسی یا دست بوسی پر اعتراض کرنے والے پہلے قرآن وحدیث کا اچھی طرح مطالعہ ہی کرلیں۔

مشائخ عظام اور اکابر اسلام کی دست بوسی وقدم بوسی کی کیا حقیقت ہے؟

کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ قدم بوسی صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے۔ لہٰذا ذیل میں ہم اِس اَمر کا جائزہ لیتے ہیں کہ غیر انبیاء صالحین اور مشائخ عظام اور اکابر اسلام کی دست بوسی وقدم بوسی کی کیا حقیقت ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ علمائے کرام اور مشائخ عظام کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کی نسبت سے تعظیم واحترام بجالانا منشاء اِسلام ہے۔ اِن کی تعظیم کو شرک کہنا باطل اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ کتب سیر واحادیث کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ اکابرین کی قدم بوسی ہمیشہ اہل محبت وادب کا معمول رہی ہے۔ اِس سلسلے میں چند نظائر پیش خدمت ہیں:

1۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، وہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُقَبِّلُ يَدَ الْعَبَّاسِ وَرِجْلَيْهِ وَيَقُوْلُ: يَا عَمِّ ارْضَ عَنِّي.

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں چومتے دیکھا اور آپ ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے: اے چچا! مجھ سے راضی ہوجائیں۔

اسے امام بخاری نے الادب المفرد (ص:339، رقم:976) میں، امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (94:2) میں، امام مزی نے تہذیب الکمال (240:13، رقم:2905) میں اور امام مقری نے تقبیل الید (ص:76، رقم:15) میں روایت کیا ہے۔

2۔ آسمان علم کے روشن ستارے اور ہر مسلک ومکتبہ فکر کے متفقہ محدث امام بخاری نے بھی اپنی کتاب الادب المفرد میں ہاتھ چومنے پر ایک پورا باب (نمبر 444) قائم کیا ہے۔ امام بخاری نے باب تقبیل الید میں "ہاتھ چومنے" کے حوالے سے تین احادیث بیان کی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہی ہے کہ صحابہ کرام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارکہ کو چوما کرتے تھے؛ اور جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ چومتے تو اسی طرح تابعین، صحابہ کرام کے ہاتھ چومتے۔ ان احادیث کو ذکر کرکے امام بخاری آدابِ زندگی بتارہے ہیں کہ بزرگوں کی سنت یہ تھی کہ شیوخ اور اکابر کا ہاتھ چوما کرتے تھے۔ یہاں تک کہ امام بخاری نے دین میں اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کا الگ باب قائم کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ امام بخاری اِس باب

کے فوری بعد پاؤں چومنے کا باب بَابُ تَقْبِيلِ الرِّجْلِ لائے ہیں۔

ظاہر ہے کہ امام بخاری نے کتاب الادب میں ان ابواب کو ترتیب دے کر یہ واضح کیا ہے کہ ان کے نزدیک ہاتھ پاؤں قدم چومنا آداب میں سے ہے۔ اگر وہ اس عمل کو شرک یا سجدہ سمجھتے تو کبھی بھی آداب زندگی کے بیان پر مشتمل اپنی کتاب میں یہ ابواب قائم نہ کرتے اور نہ ہی ایسی احادیث لاتے۔

3۔ اسی طرح امام بخاری کے بعد امت مسلمہ کے نزدیک ثقہ ترین محدث امام مسلم کے شہر نیشاپور میں جب امام بخاری تشریف لائے اور امام مسلم ان کے پاس حاضر ہوئے تو ائمہ کے احوال پر مبنی تمام کتب میں درج ہے کہ امام مسلم نے امام بخاری کا ماتھا چوما اور پھر ان سے اجازت مانگی کہ:

دعني حتى أقبل رجليك، يا أستاذ الاستاذين وسيد المحدثين وطبيب الحديث في علله.

اے استاذوں کے استاذ، سید المحدثین اور عللِ حدیث کے طبیب! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے پاؤں کا بوسہ لے لوں۔

امام بخاری اور امام مسلم کا یہ واقعہ ابن نقطہ نے 'التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید (1:33)' میں، امام ذہبی نے 'سیر اعلام النبلاء (12:432،436)' میں، امام نووی نے 'تہذیب الاسماء واللغات (1:88)' میں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری (ص:488)' میں اور برصغیر کے نامور غیر مقلد نواب صدیق حسن قنوجی نے 'الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ (ص:339)' میں روایت کیا ہے۔

4۔ علامہ شروانی شافعی 'حواشی (4:84)' میں لکھتے ہیں:

قد تقرر أنه يسن تقبيل يد الصالح بل ورجله.

یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ صالح شخص کے ہاتھ اور پاؤں چومنا مسنون عمل ہے۔

5۔ مسلک دیوبند کے نامور عالم اور جامع الترمذی کے شارح علامہ ابو العلاء عبد الرحمان بن عبد الرحیم مبارک پوری کا علم الحدیث میں ایک نمایاں مقام ہے۔ انہوں نے تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی کی جلد سات کے صفحہ نمبر 437 پر ہاتھ اور پاؤں چومنے پر مذکورہ بالا تمام روایات بطور استشہاد درج کی ہیں، جس کے اُن کے مسلک و مشرب کا واضح پتا چلتا ہے۔

اس طرح کی بے شمار روایات بطور حوالہ پیش کی جاسکتی ہیں، جو کہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ صلحاء اور اتقیاء کی دست بوسی و قدم بوسی کرنا جائز اور پسندیدہ عمل ہے۔ اہل تصوف و روحانیت مانتے ہیں کہ قدم بوسی معمول کا عمل نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنے والا عقیدت ومحبت سے کرتا ہے۔ اور ایسا عمل بالخصوص قدم بوسی کا عمل ایسی شخصیت کے لیے بجالایا جاتا جو علم وعمل میں اپنے دور کے امام کی حیثیت رکھتی ہو۔ لہٰذا ہمیں مسلک وجانب داریت کی عینک اُتار کر قرآن وسنت، عمل صحابہ اور عمل سلف صالحین کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

بَابٌ فِي قُبْلَةِ الْجَسَدِ

باب: جسم پر بوسہ دینا

5224 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، رَجُلٍ مِنَ الأَنْصَارِ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيهِ مِزَاحٌ بَيْنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاصِرَتِهِ بِعُودٍ فَقَالَ: أَصْبِرْنِي فَقَالَ: اصْطَبِرْ قَالَ: إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيصٌ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَمِيصِهِ، فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ، قَالَ إِنَّمَا أَرَدْتُ هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ

❁❁ عبدالرحمان بن ابولیلیٰ، انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ اپنی قوم کے افراد کے ساتھ بات چیت کر رہے تھے، ان کے مزاج میں مزاح تھا، وہ انہیں ہنسا رہے تھے، اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہلو میں لکڑی چبھوئی، تو انہوں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بدلہ دیجئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بدلہ لے لو، انہوں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص پہنی ہوئی ہے اور میں نے قمیص نہیں پہنی ہوئی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اوپر کردی، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر بوسہ دینے لگے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دینا چاہتا تھا۔

بَابٌ فِي قُبْلَةِ الرِّجْلِ

باب: قدم بوسی کرنا

5225 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَعْنَقُ، حَدَّثَتْنِي أُمُّ أَبَانَ بِنْتُ الْوَازِعِ بْنِ زَارِعٍ، عَنْ جَدِّهَا زَارِعٍ وَكَانَ فِي وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا، فَنُقَبِّلُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهُ، قَالَ: وَانْتَظَرَ الْمُنْذِرُ الأَشَجُّ حَتَّى أَتَى عَيْبَتَهُ فَلَبِسَ ثَوْبَيْهِ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ فِيكَ خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمُ وَالأَنَاةُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا أَتَخَلَّقُ بِهِمَا أَمِ اللهُ جَبَلَنِي عَلَيْهِمَا؛ قَالَ: بَلِ اللهُ جَبَلَكَ عَلَيْهِمَا قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ وَرَسُولُهُ

❁❁ ام ابان بنت وازع اپنے دادا زارع کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: جو عبدالقیس قبیلے کے وفد میں شامل تھے، وہ بیان کرتے ہیں: جب ہم مدینہ منورہ آئے، تو ہم تیزی سے اپنی سواریوں سے اترے اور ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی اور قدم بوسی شروع کی، صرف منذر اشج نے انتظار کیا، وہ اپنے سامان کے پاس آئے انہوں نے دو عمدہ کپڑے اوڑھے اور پھر وہ نبی

اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے اندر دو خصوصیات ہیں، جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ تمہیں پسند کرتا ہے، بردباری اور وقار، انہوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! کیا میں ان دو خصوصیات کا تکلف سے اظہار کرتا ہوں؟ یا اللہ تعالیٰ نے یہ میری فطرت میں رکھی ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمہاری فطرت میں رکھی ہیں، تو انہوں نے عرض کی: ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے وہ چیزیں میری فطرت میں رکھی ہیں، جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ: جَعَلَنِيَ اللهُ فِدَاكَ

باب: آدمی کا یہ کہنا: ''اللہ تعالیٰ مجھے تم پر فدا کرے''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لبیک کہنے کا بیان

5226 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حَمَّادٍ يَعْنِيَانِ ابْنَ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ فَقُلْتُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَأَنَا فِدَاؤُكَ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے آواز دی: اے ابوذر! میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں، یارسول اللہ! میں آپ ﷺ پر فدا ہو جاؤں''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فداء ہونے والے اصحاب کا بیان

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبہ ایثار و محبت

سفرِ ہجرت کے آخری مرحلے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں قیام پذیر تھے۔ مسجد قبا کی تعمیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم یثرب۔۔۔ جسے بعد میں مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بننے کا اعزاز حاصل ہونا تھا۔۔۔ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق یہ 12 ربیع الاول کا دن تھا، یثرب کے شہری جوق در جوق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ بنو نجار کی خوش بخت بچیاں دف کے ساتھ استقبالیہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔ عورتیں، مرد، بچے تمام مہمانِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوئے تھے۔ ہر قبیلے کے سردار کی خواہش تھی کہ اُسے والیٔ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہو لیکن یہ شرفِ عظیم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر نچلی منزل میں قیام پذیر ہوئے جبکہ وہ میاں بیوی بالا خانے پر رہنے لگے تاکہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے میں آسانی رہے۔ ایک دن بالائی منزل میں پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ میاں بیوی کو خدشہ ہوا کہ کہیں چھت نہ ٹپکنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے پانی جذب کرنے کے لئے اس پر لحاف ڈال دیا اور خود ساری رات دونوں میاں بیوی سردی سے ٹھٹھرتے رہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا اور پانی بہہ گیا، پس میں اور (میری اہلیہ) اُم ایوب اپنے واحد لحاف سے پانی صاف کرتے رہے اس خوف سے کہ کہیں پانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ٹپک جائے اور انہیں تکلیف پہنچے۔''
(طبرانی، المعجم الکبیر، 119:4، رقم:23855)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تبرکاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکاتِ مقدسہ محفوظ تھے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی:
''مجھے اس قمیض میں کفنایا جائے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنایا تھا اور اسے ان کے جسم پر (اس طرح) ڈال دیا جائے (کہ درمیان میں کوئی اور کپڑا حائل نہ ہو)۔'' (ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، 2203:5)
علاوہ ازیں ان کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تراشے ہوئے مبارک ناخن تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ ان مبارک ناخنوں کو باریک پیس کر ان کی آنکھوں اور منہ میں ڈال دیا جائے پھر فرمایا میں جیسا کہتا ہوں ایسا ہی کرنا اور باقی معاملہ میرے اور ارحم الرحمین کے درمیان چھوڑ دینا۔

حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت

غزوۂ بدر کے موقع پر ایک کم سن نوجوان مجاہدینِ اسلام کی صفوں میں چھپتا پھر رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی کے دوران اس نوجوان کو دیکھ کر فرمایا: بیٹا! ابھی تمہاری عمر لڑنے کی نہیں ہے، اس لیے تم واپس چلے جاؤ۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سن کر وہ نوجوان جو کم عمری کے باوجود دل میں شہادت کی شدید آرزو رکھتا تھا آبدیدہ ہوگیا، اور عرض پرداز ہوا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں جنگ میں شریک ہونے کی اجازت کا طلب گار ہوں، شاید میرا لہو اللہ کی راہ میں کام آجائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کا جذبۂ ایمان دیکھ کر اُسے اجازت مرحمت فرمادی اور اسے تلوار بھی عطا کی۔ تاریخ اس نوجوان کو حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ جنگ کا آغاز ہوا تو حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ دشمن پر ٹوٹ پڑے، آخر دادِ شجاعت دیتے ہوئے فقط سولہ سال کی عمر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے اور اپنا نام اسیرانِ مصطفیٰ کی فہرست میں لکھوانے کی سعادت حاصل کی۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 2149:3)

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کا پاسِ عہد

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ عشقِ رسول کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے اور اپنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کر دینے کا عہد کرلیا۔ اس کی پاداش میں ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، کفار و مشرکین مکہ نے اس جاں نثارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو زنجیروں میں جکڑ دیا لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ صلح حدیبیہ کی دستاویز حیطۂ تحریر میں لائی جا چکی تھی کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کفار و مشرکین کی قید سے بھاگ کر پناہ کے لئے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ سے تمام تر ہمدردی کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاہدے کی خلاف ورزی ہرگز گوارا نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دل پر پتھر رکھ کر ابو جندل رضی اللہ عنہ کی واپسی کی تجویز سے اتفاق کیا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا:

''اے ابو جندل! ہمارے اور اس قوم کے درمیان صلح مکمل ہو گئی ہے، اس لئے تم صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش اور نکلنے کی راہ پیدا کر دے۔'' (ابن سعد، الطبقات الکبری، 297:2)

ابو جندل رضی اللہ عنہ نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل کر کے اطاعت و اتباع کی ایک نئی داستان قلمبند کی اور اپنے عمل سے ایفائے عہد کے چراغ کو بجھنے نہ دیا۔

رئیس المنافقین کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لافانی کردار

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا، مدینہ منورہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل اسے یثرب کا بادشاہ بنانے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا اور ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا۔ عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقینِ مدینہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ روکنے کے لئے در پردہ سازشوں کا جال بننے لگے اور مہاجرینِ مکہ کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ اسی طرح منافقینِ مدینہ طبقاتی کشمکش کو ہوا دے کر ریاستِ مدینہ کے امن کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی عبداللہ بن اُبی کے بیٹے تھے لیکن منافق باپ کے سازشی ذہن سے انہیں دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابی تھے اور اپنے باپ کی حرکتوں پر اندر ہی اندر کھولتے رہتے تھے۔ وہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے باپ کی جملہ منفی سرگرمیوں کے پس منظر میں عرض پرداز ہوئے۔ یارسول اللہ! مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے باپ کا کانٹا راستے سے ہٹا دوں تاکہ دینِ مبین کی پیش رفت میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

''(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کو قتل نہ کر۔'' (حاکم، المستدرک، 679:3، رقم: 26490)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''عبداللہ بن ابی ایک بلند ٹیلہ کے سایہ میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو عبداللہ بن ابی کہنے لگا: ابن ابی کبشہ کا یہاں سے گذر ہوا۔ اس پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مکرم و محترم بنایا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں (اپنے) اس (بدبخت باپ) کا سر (قلم کر کے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اپنے والد کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسنِ محبت سے پیش آؤ۔'' ھیثمی نے 'مجمع الزوائد (318:9)' میں کہا ہے کہ اُسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

یہ بات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایسا مخلص شخص ہی کہنے کی جرات کرسکتا ہے جس نے محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی ذات کو گم کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب اپنا حقیقی باپ ابن ابی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کی دیوار بنتا نظر آیا تو انہوں نے اس دیوار کو ہی گرانے کا فیصلہ کرلیا۔

غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر ایک مقام پر ابن ابی نے حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بعض گستاخانہ الفاظ کہے۔ اس پر اس کا حقیقی بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تلوار سونت کر اپنے باپ کے سر پر کھڑے ہوگئے اور اسے خوب ذلیل کیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی المصطلق سے واپس لوٹے تو ابن عبداللہ بن ابی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ پر تلوار سونتی اور فرمایا: بخدا! میں اس وقت تک اپنی تلوار میان میں نہیں رکھوں گا جب تک تو زبان سے یہ نہیں کہہ دیتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ اس نے کہا: تو ہلاک ہو، محمد ﷺ معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جرات کو پسند فرمایا اور سراہا۔ (حمیدی، المسند، 2:520، رقم:31240

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا سے روحِ ایمانی کو جدا نہ کیا جاسکا

جس طرح سب سے پہلے اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے کا اعزاز ایک معزز خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا اُسی طرح سب سے پہلے حق کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت بھی ایک خاتون کو حاصل ہوئی۔ یہ خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں، جنہوں نے ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کی۔ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی ان کے جذبۂ ایمانی کو طرح طرح سے آزمایا گیا لیکن جان کا خوف بھی ان کے جذبۂ ایمان کو شکست نہ دے سکا۔ روایات میں مذکور ہے کہ انہیں گرم کنکریوں پر لٹایا جاتا، لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا، لیکن تشنہ لبوں پر محبتِ رسول کے پھول کھلتے رہے اور پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ عورت تو نازک آبگینوں کا نام ہے جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ایمان کا حصارِ آہنی بن گئیں۔

''روایت ہے کہ ابوجہل نے ان کے جسم کے نازک حصے پر برچھی کا وار کیا جس سے وہ شہید ہوگئیں، یہ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں، جن کو ہجرت سے پہلے شہید کر دیا گیا اور یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار کیا تھا۔'' (ابن ابی شیبہ، المصنف، 7:13، رقم:233869)

ابن اسحاق نے آلِ عمار بن یاسر کے کسی شخص سے روایت نقل کی ہے کہ: ''اُمِ عمار حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بنی مغیرہ نے اسلام لانے کی پاداش میں تکلیفیں پہنچائیں مگر اس نے (اقرارِ اسلام کے سوا) ہر چیز کا انکار کیا حتی کہ انہوں نے اسے شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب حضرت عمار اور ان کے والد اور والدہ کے پاس سے گزر ہوتا جن کو کفار کی طرف سے مکہ کی شدید گرمی میں وادی ابطح میں عذاب دیا جا رہا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے آلِ یاسر! صبر کرو، جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔'' (حاکم، المستدرک، 3:432، رقم:35646)

حضرت عداس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں

طائف کے بازاروں میں اوباش لڑکوں نے شقاوتِ قلبی کی انتہا کر دی تھی، جسمِ اطہر پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ٹخنوں سے خون بہنے لگا۔ مضروبِ طائف حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کے لئے ایک باغ میں رکے، یہ باغ ربیعہ نامی شخص کا تھا جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن تھا۔ اس کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اس وقت باغ میں موجود تھے۔ اُنہوں نے ایک طشتری میں انگور کا ایک خوشہ دے کر اپنے غلام عداس کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ آقائے محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کے دانے توڑے تو عداس کی نظریں چہرۂ اقدس پر جم کر رہ گئیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں کے لوگ بسم اللہ پڑھ کر کھانا نہیں کھاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے پوچھا: تم کس ملک کے رہنے والے ہو۔ اور تمہارا تعلق کس دین سے ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں ایک عیسائی ہوں اور نینوی کا رہنے والا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نینوی جو یونس بن متی کا شہر ہے؟ عداس تصویرِ حیرت بن گیا اور بولا: آپ یونس بن متی کو جانتے ہیں؟ ارشادِ گرامی ہوا کہ یونس بن متی میرے بھائی ہیں، وہ بھی ربِ ذوالجلال کے نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس فرطِ عقیدت سے اُٹھ کھڑا ہوا، پہلے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور کو چوما اور پھر آقائے مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اقدس کے بوسے لینے لگا۔ واپس اپنے مالکان کی خدمت میں پہنچا تو اُنہوں نے اسے ڈانٹا لیکن غلامِ بےنوا کے لبوں پر یہ الفاظ مچل اُٹھے: ''روئے زمین پر آج ان سے بہتر کوئی نہیں۔'' (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، 2:268، 2269)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک چادر سے کفن بنانے کی آرزو

کسی خاتون نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک چادر پیش کی۔ آقائے محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زیبِ تن فرمایا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفل میں تشریف لائے۔ ایک صحابی عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ چادر مجھے عنایت فرما دیجئے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چادر اسے عطا فرما دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس شخص کا یہ عمل پسند نہ آیا اور اسے کہا کہ جب تمہارے علم میں تھا کہ حضور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تو تم نے یہ چادر کیوں مانگ لی؟ وہ شخص جو ایک عاشقِ رسول تھا، جواب میں گویا ہوا: ''جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہن لیا تو میں نے اس کی برکت کی آرزو کی کہ میں اس میں کفنایا جاؤں۔'' (بخاری، الصحیح، 5:2245، کتاب الادب، رقم: 25689)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسے اسی چادر میں دفنایا گیا۔

حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا کی داستانِ استقامت

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ شہید کر دیئے گئے۔ اس خبر کا سننا تھا کہ مدینے میں ہر طرف کہرام مچ گیا۔ اہلِ مدینہ شہر سے باہر نکل آئے۔ ان میں قبیلہ انصار کی ایک خاتون حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا بھی تھی جس کا باپ، بھائی اور خاوند حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے، اور تمام کے تمام اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔

جب اس خاتون سے کوئی صحابی ملتا تو وہ اطلاع دیتا کہ تیرا باپ وہاں شہید ہو گیا اور کوئی اس کے خاوند کی شہادت کا تذکرہ کرتا تو کوئی بھائی کی شہادت کی خبر دیتا۔ وہ عظیم خاتون سن کر کہتی کہ یہ بات نہ کرو بلکہ یہ بتلاؤ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: ''الحمد للہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح خیریت سے ہیں جس طرح تو پسند کرتی ہے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کی خبر سن کر وہ کہنے لگی: 'مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کراؤ، حتیٰ کہ میں خود اُنہیں دیکھ لوں۔'' جب اس خاتون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا تو پکار اٹھی: ''یا رسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے ہر غم و پریشانی ہیچ ہے۔'' (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، 250:4)

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مقام عشق

ایک نوجوان صحابی حضرت حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ شادی کی پہلی رات اپنی بیوی کے ساتھ حجلۂ عروسی میں تھے کہ کسی پکارنے والے نے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جہاد کے لئے پکارا۔ وہ صحابی اپنے بستر سے اُٹھے۔ دلہن نے کہا کہ آج رات ٹھہر جاؤ، صبح جہاد پر روانہ ہو جانا۔ مگر وہ صحابی جو صہبائے عشق سے مخمور تھے، کہنے لگے: اے میری رفیقۂ حیات! مجھے جانے سے کیوں روک رہی ہو؟ اگر جہاد سے صحیح سلامت واپس لوٹ آیا تو زندگی کے دن اکٹھے گزار لیں گے ورنہ کل قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔''

اس صحابی رضی اللہ عنہ کے اندر عقل و عشق کے مابین مکالمہ ہوا ہوگا۔ عقل کہتی ہوگی: ابھی اتنی جلدی کیا ہے؟ جنگ تو کل ہوگی، ابھی تو محض اعلان ہی ہوا ہے۔ شب عروسی میں اپنی دلہن کو مایوس کر کے مت جا۔ مگر عشق کہتا ہوگا: دیکھ! محبوب کی طرف سے پیغام آیا ہے، جس میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا نہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اسی جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اللہ رب العزت کے فرشتوں نے انہیں غسل دیا اور وہ 'غسیل الملائکہ' کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب جنگ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائکہ کو انہیں غسل دیتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوئے:

''تمہارے ساتھی حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا ان کے اہل خانہ سے پوچھو کہ ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے فرشتے اسے غسل دے رہے ہیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنگ کی پکار پر حالتِ جنابت میں گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اسے غسل دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے مقام و مرتبے کے لئے یہی کافی ہے۔'' (ابن اثیر، اسد الغابہ، 286:2)

اسی جذبے کے احیاء کی آج پھر ضرورت ہے۔ اگر ہم جوان نسل میں کردار کی پاکیزگی، تقدس اور ایمان کی حلاوت نئے سرے سے پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان میں اس تعلق عشقی کو کوٹ کوٹ کر بھرنا ہوگا۔

فراقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب انہیں ان کے بیٹے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

وصال مبارک کی خبر دی وہ اس وقت اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر غمزدہ ہو گئے اور
بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: ''اے میرے اللہ! میری آنکھوں کی بینائی اب ختم کر دے تاکہ میں اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں۔'' (قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 94:2)
اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت اُن کی دعا قبول فرمالی۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے ایک صحابی کی بینائی (فراقِ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم میں) جاتی رہی تو لوگ ان کی عیادت کے لئے گئے۔''
جب ان کی بینائی ختم ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا تو وہ کہنے لگے: ''میں ان آنکھوں کو فقط اس لئے پسند کرتا تھا کہ ان کے
ذریعے مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوتا تھا۔ اب چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اس لئے اگر مجھے چشمِ
غزال (ہرن کی آنکھیں) بھی مل جائیں تو کوئی خوشی نہ ہوگی۔'' (بخاری، الادب المفرد، 188:1، رقم:533)

سفیرِ قریش اور معیارِ ایمان

کتب حدیث وسیر میں درج ہے کہ قبل از اسلام کفار و مشرکین نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بارگاہِ
مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑتے ہی ایمان کی روشنی دل میں اتر گئی اور وہ عرض
گزار ہوئے: آقا! اب واپس جانے کو جی نہیں چاہتا، مجھے اپنے قدموں میں ہی رہنے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: نہیں، آدابِ سفارت کا تقاضا ہے کہ تم واپس جاؤ۔ تم ایک سفیر کی حیثیت سے میرے پاس آئے تھے اور سفیر کو روکنا مجھے
گوارا نہیں، اس لئے واپس لوٹ جاؤ۔ چنانچہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ
واپس لوٹ گئے، لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ واپس آ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ عاطفت میں پناہ لے لی۔
وہ فرماتے ہیں: ''مجھے قریش نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف
ہوا تو اِسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزاری: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اب لوٹ
کر کفار کی طرف نہیں جاؤں گا (بلکہ ساری زِندگی آپ کے قرب میں گزاردوں گا۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عہد کی
خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور نہ سفیر کو اپنے پاس روکے رکھنا میرے طریق میں سے ہے۔ اِس وقت لوٹ جاؤ، اگر محبت کا یہی عالم
برقرار رہا تو پھر واپس چلے آنا۔'' (ابن حبان، الصحیح، 233:11، رقم:54877)
حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اپنی داستانِ وفا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اُس وقت
میں واپس لوٹ آیا لیکن کفار و مشرکین میں میرا جی نہ لگتا تھا، پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اِسلام لے
آیا۔ (ابن حبان، الصحیح، 233:11، رقم:54877)

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کے محبت آمیز جذبات

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا واقعہ کی مثل ایک اور روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ وہ

فرماتے ہیں کہ جب لشکرِ یمامہ کے سپہ سالار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر کے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو مسجدِ نبوی کے ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔ تین دن تک ثمامہ مسجدِ نبوی کے ستون سے بندھے رہے۔ تیسرے دن اُنہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کا اعزاز حاصل ہوا، جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو رہا کر دیا جائے۔ جب ثمامہ کو رہا کر دیا گیا تو وہ مسجدِ نبوی کے قریب کھجوروں کے ایک باغ میں چلے گئے۔ وہاں جا کر اُنہوں نے غسل کیا اور دوبارہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضرِ خدمت ہوئے، سرِ تسلیم خم کیا اور ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے کے لئے یہ تاریخی کلمات عرض کئے: ''یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! قسم ہے ربِ کائنات کی! رُوئے زمین پر مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرے سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسندیدہ نہ تھی، مگر (اَب رُوئے اَنور کی زیارت کے بعد) آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اَنور سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں۔ قسم ہے ربِ ذُوالجلال کی! آپ صلی اللہ علیک وسلم کا دِین میرے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھا، لیکن اَب یہ دین تمام اَدیان سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ قسم ہے خدائے رحیم و کریم کی! مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسندیدہ نہ تھا، لیکن اَب آپ صلی اللہ علیک وسلم کا شہرِ دِلنواز مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔'' (مسلم، الصحیح، 3:1386، کتاب الجہاد والسیر، رقم:21764)

فراقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نالۂ شوق

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ہجر و فراق کے ان لمحات میں یہ کلمات عرض کئے:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام ہو، آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپ ہمیں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، کثرتِ صحابہ کے پیشِ نظر منبر بنوایا گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیک وسلم اُس تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کی جدائی میں سسکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیک وسلم نے اس پر دستِ شفقت رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ جب اس بے جان کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو اِس اُمت کو آپ صلی اللہ علیک وسلم کے فراق پر نالۂ شوق کا زیادہ حق ہے۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کو کتنی فضیلت عطا فرمائی ہے کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے دیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔'' (عبدالحلیم محمود، الرسول: 22، 23)

دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیک وسلم پر قربان ہوں، آپ کا یہ عالم ہے کہ (عرش کے مہمان ہو کر) ہم خاک نشینوں کے ساتھ رہے، ہم لوگوں کے ساتھ نکاح کیا اور ہمارے ساتھ کھایا، صوف کا لباس پہنا، عام جانور پر سواری فرمائی بلکہ ہم جیسوں کو اپنے پیچھے بٹھایا اور اپنی تواضع کے پیشِ نظر زمین پر دسترخواں بچھایا۔'' (عبدالحلیم محمود، الرسول: 22، 23)

جبرئیلِ امیں کا شوقِ زیارت

سورۃ الضحیٰ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بعض اہم حکمتوں کی بناء پر کچھ عرصہ کیلئے سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا تو مخالفین نے یہ طعنہ دینا شروع کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رب نے (معاذ اللہ) اسے چھوڑ دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ الضحیٰ نازل فرمائی۔ جب جبرئیل امین علیہ السلام اس سورۂ مبارکہ کی صورت میں رب کریم کا پیار بھرا پیغام لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اے جبرئیل!) تم نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ مجھے تمہاری ملاقات کا اشتیاق ہونے لگا۔'' (خازن، تفسیر، 2485:4)

اس پر جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! مجھے آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق آپ سے بڑھ کر تھا مگر میں حکم کا غلام ہوں اور آپ کے رب کے حکم کے بغیر ہم نازل نہیں ہو سکتے۔''

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراما کاتبین را ہم خبر نیست

اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں راز و نیاز کا وہ معاملہ ہوتا ہے جس کی خبر کراماً کاتبین کو بھی نہیں ہوتی۔

آئینۂ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت نظر آتی

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب محبوب کی یاد ستاتی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدارِ فرحت آثار کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک حجروں میں تلاش کرتے۔ اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن سے عرض کرتے کہ ہمیں اب دیدارِ محبوب کے بغیر چین نہیں آ رہا۔ چنانچہ بعض اوقات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ استعمال رہنے والا آئینہ لاتیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم اس آئینے کو دیکھتے تو بجائے اپنے آپ کو دیکھنے کے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جلوہ افروز پاتے۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''روایت ہے کہ (جب محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد) بعض صحابہ رضی اللہ عنہم (کو تڑپاتی اور وہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت چاہتے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آجاتے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی آئینہ اس صحابی کو دے دیتیں۔ جب وہ صحابی اس آئینہ مبارک کو دیکھتا تو بجائے اپنی صورت کے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک نظر آتی۔'' (آلوسی، روح المعانی، 39:22)

بعد از محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آرزو جینے کی کیا کروں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے آئی اور مجھ سے کہنے لگی: ''مجھے حجرۂ انور کھول دیں (میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس کی زیارت کرنا چاہتی ہوں۔) میں نے اسے کھول دیا۔ وہ عورت (ہجرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدمے سے) بہت روئی حتی کہ واصل بحق ہوگئی۔''

(قاضی عیاض، الشفاء، 2570:3)

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ فداء ہونے کے جذبے کا بیان

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا نام ہونٹوں پر آتا ہے تو دیدہ و دل میں خوشبو کے چراغ جھلملانے لگتے ہیں اور پلکیں اس عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں جھک جاتی ہیں۔ جنگِ اُحد میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور اس سچے عاشقِ رسول تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ایک ایک کر کے اپنے سارے دانت شہید کر ڈالے کہ معلوم نہیں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا دانت شہید ہوا ہوگا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو بظاہر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت نصیب نہیں ہوئی، لیکن چشمِ تصور ہر لمحہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے طواف میں مصروف رہتی۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ قرن کے رہنے والے تھے۔ وہ اپنی ضعیف والدہ کو تنہا چھوڑ کر طویل سفر اختیار نہیں کر سکتے تھے اور پھر یہ خیال بھی دامنگیر تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کی تاب بھی لا سکوں گا کہ نہیں۔ آقائے محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا کہ قرن میں اویس نام کا ایک شخص ہے، جو روز محشر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری اُمت کے لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غلام سے کتنی محبت فرماتے ہوں گے۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تابعین میں سب سے افضل شخص ایک آدمی ہے، جس کا نام اویس ہوگا، اور اُس کی والدہ (حیات) ہے، اُس کو برص کی بیماری ہے، پس اُس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دُعا کرے۔''

(ابن ابی شیبہ، المصنف، 6:397، رقم:232344، ابو یعلی، المسند، 1:187، 188، رقم:3212)

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس عاشقِ رسول کے پاس پہنچ گئے، اس وقت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بارگاہِ خُداوندی میں سجدہ ریز تھے۔ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی خاطر دعا کے لئے عرض کیا۔

ایک یہودی عالم کی حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فداء ہونا

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد کسی ایک جمعرات کی صبح کو ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اونٹ پر سوار ایک سفید ریش بوڑھا آیا۔ اس نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر باندھا اور یہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوا:

السلام علیکم و رحمة الله! هل فیکم محمد رسول الله؟ ''تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو، کیا تم میں اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔'' (ابن عساکر، تاریخ، 1:342)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے پوچھنے والے! تجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کام ہے؟''

اس نے کہا کہ میں یہودی علماء میں سے ہوں اور اُسی (80) سال سے تورات کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اس میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے اور میں اس ذکر سے متاثر ہو کر آیا ہوں۔ اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''اور میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کیلئے حاضر ہوا ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہو چکا ہے۔ اس پر اس عالم نے افسوس کا اظہار شروع کر دیا اور کہا: ''کیا تم میں ان کی اولاد ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ۔ وہاں جا کر اس نے اپنا تعارف کروایا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں سے کسی کپڑے کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیدۂ عالم رضی اللہ عنہا نے اپنے شہزادے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا:

''وہ کپڑا لاؤ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ وصال پہنا ہوا تھا۔ جب وہ کپڑا لایا گیا تو اس عالم نے اسے اپنے چہرے پر ڈال لیا۔ وہ اس کی خوشبو کو سونگھتا اور خوشبو سونگھتے ہوئے بار بار کہتا کہ اس صاحبِ ثوب پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔''

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: ''حضور کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اس طرح کرد کہ گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔'' یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ شدت کے ساتھ رو پڑے اور کہنے لگے: اے سائل خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا جس قدر تجھے اشتیاق ہے مجھے اس سے کہیں بڑھ کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شوق ہے۔'' (ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1: 342، 343)

بعد ازاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ اور سراپا مبارک کا ذکر بڑی تفصیل سے فرمایا، جس کی من وعن تصدیق اس یہودی عالم نے سابقہ کتبِ سماوی کی روشنی میں کی اور مسلمان ہو گیا۔

وصالِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر سواری کا غم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ مبارک کے بعد ہجر و فراق کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی نے مرتے دم تک کچھ کھایا اور نہ پیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو عجیب کیفیات رونما ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جس دراز گوش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری فرماتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں اتنا مغموم ہوا کہ اس نے ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی اور اپنی جان جاں آفریں کے حوالے کر دی۔'' (عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، 2: 2444)

استنِ حنانہ: ایک ایمان افروز واقعہ اور فداء ہونے کا بیان

اسلام کے ابتدائی دور میں آقاو دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرمایا

کرتے تھے اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی دیر کھڑے رہنا پڑتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مشقت شاق گزری۔ ایک صحابی جس کا بیٹا بڑھئی تھا، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر بنانے کی درخواست کی تاکہ اُس پر بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو پذیرائی بخشی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے تنے کو چھوڑ کر اس منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ اس تنے سے گریہ وزاری کی آوازیں آنے لگیں۔ اُس مجلسِ وعظ میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس کے رونے کی آواز سنی۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کیفیت دیکھی تو منبر سے اُتر کر اس ستون کے پاس تشریف لے گئے اور اُسے اپنے دستِ شفقت سے تھپکی دی تو وہ بچوں کی طرح سسکیاں بھرتا ہوا چپ ہو گیا۔ (طبرانی، المعجم الاوسط، 2:367، رقم:2250)

اُس ستون کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس طرح ہے: ''رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اُس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس پر دستِ شفقت رکھا۔''

(بخاری، الصحیح، 3:1314، کتاب المناقب، رقم:23390)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

''کھجور کے تنے نے بچوں کی طرح گریہ وزاری شروع کر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُتر کر اُس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اُسے اپنی آغوش میں لے لیا، اس پر وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا خاموش ہو گیا۔''

(بخاری، الصحیح، 3:1314، رقم:23391 بیہقی، السنن الکبری، 3:195، رقم:5489)

حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اُس تنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہم نے اُس تنے کے رونے کی آواز سنی، وہ اُس طرح رویا جس طرح کوئی اُونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر اُس پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔''

(بیہقی، السنن الکبری، 3:195، رقم:45487 ابن سعد، طبقات الکبری، 1:5253)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ''اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کو بانہوں میں لے کر چپ نہ کراتے تو قیامت تک روتا رہتا۔'' (ابو یعلی، المسند، 6:114، رقم:53384 عبد بن حمید، المسند، 1:396، رقم:1336)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشتِ اقدس کے لمس کا اثر تھا کہ ایک بے جان اور بے زبان لکڑی میں آثارِ حیات نمودار ہوئے جس کا حاضرینِ مجلس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیثِ مبارکہ میں اس طرح ہیں: ''مسجد نبوی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے لئے جمعہ کے دن یا کسی ایسے وقت میں جب لوگوں کو کوئی حکمِ الٰہی پہنچانا ہوتا، کھجور کے ایک ستون سے پشت مبارک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو آپ کے لئے کوئی ایسی شے تیار کی جائے جس پر آپ کھڑے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایسا کر سکتے ہو تو اجازت ہے۔ چنانچہ تین درجوں

والا ایک منبر تیار کرایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے لگے تو ستون سے رونے کی آواز سنی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً منبر سے اُترے، اُسے سینہ سے لگایا اور (جیسا کہ بچوں کے چپ کرانے کے لئے کیا جاتا ہے) اُس پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرتے رہے، یہاں تک کہ وہ پرسکون ہو گیا۔''

(احمد بن حنبل، المسند، 109:2)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُوْلُ: أَنْعَمَ اللهُ بِكَ عَيْنًا

باب: آدمی کا یہ کہنا: اللہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے

5227 - حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، أَوْ غَيْرِهِ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، قَالَ: كُنَّا نَقُولُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْعَمَ اللهُ بِكَ عَيْنًا، وَأَنْعِمْ صَبَاحًا، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ نُهِينَا عَنْ ذٰلِكَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: قَالَ مَعْمَرٌ: يُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ أَنْعَمَ اللهُ بِكَ عَيْنًا، وَلَا بَأْسَ أَنْ يَقُولَ أَنْعَمَ اللهُ عَيْنَكَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم زمانہ جاہلیت میں یہ کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے اور تمہاری صبح اچھی ہو، جب اسلام آیا، تو ہمیں اس سے منع کر دیا گیا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: معمر بیان کرتے ہیں: یہ بات مکروہ ہے کہ بندہ یہ کہے: اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی رکھے: البتہ یہ کہنے میں حرج نہیں ہے: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُوْلُ: لِلرَّجُلِ حَفِظَكَ اللهُ

باب: آدمی کا دوسرے کو یہ کہنا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے''

5228 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ فَعَطِشُوا، فَانْطَلَقَ سَرَعَانُ النَّاسِ، فَلَزِمْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَقَالَ: حَفِظَكَ اللهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کر رہے تھے، لوگوں کو پیاس لاحق ہو گئی، جلد باز لوگ آگے بڑھے، اس رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو تم نے اللہ کے نبی کی حفاظت کی ہے، اس کی بناء پر اللہ تعالیٰ تمہاری بھی حفاظت کرے''

آنکھ پہلے سے زیادہ روشن ہو گئی

غزوہ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا، جس کی وجہ سے آپ کی آنکھ باہر آ گئی، حضرت قتادہ رضی

اللہ عنہ فوراً آنکھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کرنے لگے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قتادہ! اگر تم چاہو تو صبر کر لو جنت تمہارے لئے ہے اور اگر تم چاہو تو آنکھ لوٹا دوں گا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ!! یقیناً جنت بڑی جزا اور عظیم عطاء ہے۔ یا رسول اللہ! ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ آنکھ بھی لوٹا دیں اور جنت بھی عطا فرمائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے، پھر آپ نے اپنے دست کرم سے آنکھ اس کی جگہ پر رکھ دی، پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن و منور ہو گئی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے جنت کی دعا بھی فرما دی۔

(زرقانی علی المواہب۔ ج2۔ ص432)

امام واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی کبر سنی میں بھی اس آنکھ میں دوسری آنکھ کی بنسبت قوت بصارت اور حسن و جمال زیادہ تھا۔

بَابٌ فِيْ قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ

باب: آدمی کا کسی دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانا

یہاں کھڑے ہونے سے مراد کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا ہے تعظیمی قیام ممنوع بھی ہے جائز بھی۔ فاسق دنیاداروں کے لیے کھڑا ہونا ان کی خوشامد میں، یونہی جب مخدوم بیٹھا ہوا اور خدام سامنے دست بستہ کھڑے ہوں، یوں ہی جو اپنی تعظیم کرانا چاہے اس کے لیے کھڑا ہونا یہ سب ممنوع ہے اگر یہ تین چیزیں نہ ہوں تو قیام تعظیمی جائز ہے لہٰذا قیام کی ممانعت اور جواز کی احادیث درست ہیں ان میں تعارض نہیں۔

5229 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَابْنِ عَامِرٍ فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَامِرٍ: اجْلِسْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

ابو مجلز بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عامر رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے، تو ابن عامر کھڑے ہو گئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر سے کہا: تم بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص یہ بات پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے رہیں، اسے جہنم میں ٹھکانے تک پہنچنے کے لیے تیار رہنا چاہیے''

5230 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ أَبِي

الْعَنْبَسِ، عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ، عَنْ أَبِي غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَكِّئًا عَلَى عَصًا فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَقَالَ: لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ عصاء سے ٹیک لگا کر ہمارے پاس تشریف لائے ہم آپ ﷺ کے لیے کھڑے ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اس طرح کھڑے نہ ہو، جس طرح عجمی کھڑے ہوتے ہیں جن میں کوئی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔

قیام تعظیمی کا بیان

روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ جب بنی قریظہ حضرت سعد کے حکم پر اترنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور وہ حضور سے قریب ہی تھے چنانچہ وہ ایک گدھے پر سوار آئے۔ تو جب مسجد سے قریب ہوئے ۳ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اٹھ کر جاؤ اپنے سردار کی طرف۔ (مسلم، بخاری)

غزوہ خندق جسے احزاب بھی کہتے ہیں اس میں یہود مدینہ یعنی بنی قریظہ اور بنی نضیر کا ہاتھ تھا انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری کر کے کفار مکہ سے مدینہ پر چڑھائی کرائی تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ سے فارغ ہو کر پچیس دن بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا یہ لوگ تنگ آ کر بولے کہ ہم سعد ابن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں ہم کو منظور ہے یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد ابن معاذ کو بلوایا تا کہ وہ اپنا فیصلہ دیں یہاں وہ واقعہ مذکور ہے۔ حضرت سعد ابن معاذ اس غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے زخم سے خون جاری تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر خون قدرتی طور پر بند ہو گیا تھا۔ (اشعہ)

یہاں مسجد سے مراد مسجد نبوی شریف نہیں ہے بلکہ وہ جگہ ہے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس محاصرہ کے زمانہ میں نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے محلہ کے اردگرد مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے وہاں حضرت سعد بلائے گئے تھے۔ (مرقات)

اس فرمان عالی میں حضور انور نے تمام انصار کو دو حکم دیئے: ایک حضرت سعد کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا، دوسرے ان کے استقبال کے لیے کچھ آگے جانا ان کو لے کر آنا بزرگوں کی آمد پر یہ دونوں کام یعنی تعظیمی قیام اور استقبال جائز بلکہ سنت صحابہ ہیں بلکہ حضور کی سنت قولی بھی اس لیے الی سیدکم فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم حضرت سعد کی بیماری کی وجہ سے تھا تا کہ لوگ انہیں سواری سے اتار لاویں مگر یہ درست نہیں ورنہ صرف ایک دو آدمیوں کو کہا جاتا اور بجائے سیدکم کے مریضکم ارشاد ہوتا تمام انصار کو قیام کا حکم نہ ہوتا۔

جمہور علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا ہے بزرگوں کے لیے قیام تعظیمی مستحب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمہ ابن ابوجہل اور عدی ابن حاتم کی آمد پر ان کی عزت افزائی کے لیے قیام فرمایا، حضرت فاطمہ زہرا حضور انور کی تشریف آوری پر تعظیم قیام کرتی تھیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام تعظیمی بار ہا کیا ہے، دیکھو۔ (مرقات، اشعہ اور لمعات)

کھڑے ہو کر استقبال کرنا خلاف سنت نہیں ہے، بلکہ یہ عین سنت ہے، لیکن دونوں چیزوں میں توازن ہونا چاہیے، آنے والے سے فرمایا کہ تو اس بات کی توقع اور خواہش نہ کر کہ جب تو مجلس میں آئے تو لوگ تمہارے لئے کھڑے ہوں۔ تمہارے لئے نعرے لگائیں تمہاری تعریفیں شروع کر دیں، اور اگر کھڑے ہو کر استقبال نہ کریں تو تمہیں برا لگے تو ناراضگی کا اظہار کرے۔ کیونکہ یہ تکبر اور غرور کی علامت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھڑے ہو کر استقبال کرنے کا حکم دیا۔

عن ابی سعید الخدری قال، لما نزلت بنو قریظة علی حکم سعد ھو ابن معاذ بعث رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وکان قریبا منه فجاء علی حمار فلما دنا قال رسول الله قوموا الی سیدکم (متفق علیہ) بخاری ومسلم کتاب المغازی)

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر یہود بن قریظہ (قلعہ سے) نیچے اتر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے ان کی طرف ایک آدمی بھیجا اور وہ قریب ہی موجود تھے سو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے نزدیک پہنچے تو رسول اللہ نے لوگوں سے فرمایا اپنے سردار کے لئے (تعظیما) کھڑے ہو جاؤ۔

اس حدیث کی شرح میں امام العسقلانی نے فتح الباری میں بہت اچھی شرح کی ہے جس سے مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

(ذکر العسقلانی فی فتح الباری 11/5049-51)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا ایک حصہ ہے اور اسی طرح قرآن مجید کے عالم کی جو اس میں تجاوز نہ کرتا ہو اس بادشاہ کی تعظیم جو انصاف کرتا ہو، ان تینوں کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہی کا ایک حصہ ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب) ابن ابی شیبہ، المعجم الاوسط الطبرانی

درج ذیل احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علماء کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ اسی طرح، مکرم اور معظم، بوڑھے، اور اہل مناصب لوگوں کے احترام کے لئے کھڑے ہونا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ البتہ اگر کوئی اس کی خواہش کرتا ہے، اور توقع کرتا ہے تو وہ خود گنہگار ہوگا۔ کھڑے ہونے والے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو ناپسند کیا وہ یہی ہے کہ تکبر وغرور کی وجہ نہ ہو۔

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ:

یارسول اللہ: آپ نے مجھے مارا درانحالیکہ میرا پیٹ ننگا تھا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا، یہ دیکھ کر تمام مسلمان چیخ وپکار کرنے لگے اور کہنے لگے: ہائے عجب! عکاشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرب لگانے والا ہے۔ پس جب حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن مبارک کی سفیدی دیکھی گویا وہ مصر کی بنی ہوئی عمدہ پارلین ہے، تو ان سے رہا نہ گیا اور بطن اقدس سے لپٹ گئے اور وہ کہہ رہے تھے: (یارسول اللہ) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کس شخص

کا نفس یہ طاقت رکھتا ہے کہ وہ آپ سے قصاص لے، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: یا تو مارے گا یا معاف کرے گا۔ تو انہوں نے عرض کیا: میں نے معاف کیا یہ امید کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت مجھے معاف فرمائے گا، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ جنت میں میرے ساتھی کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے، پس لوگ کھڑے ہوئے اور عکاشہ کی آنکھوں کے درمیان بوسے دینے لگے اور کہنے لگے: تمہیں مبارک تمہیں مبارک ہو بے شک تم نے بلند درجات پالئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت بھی۔۔۔۔ الحدیث، اس کو امام طبرانی اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔

امام عسقلانی نے فتح الباری میں کہا ہے ابن بطال نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کے بڑوں کا احترام کرنے، اور اپنی مجلس میں اہل فضیلت کے احترام کی مشروعیت، اور اسی مجلس میں اپنے علاوہ اپنے اصحاب کے لئے کھڑے ہونے، اور تمام لوگوں کو بڑوں کے لئے احتراما اٹھنے کو لازم پکڑنے کا حکم دیا، اور بعض لوگوں نے اس سے منع کیا اور انہوں نے ابو امامہ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے، جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف عصی مبارک پر ٹیک لگائے ہوئے آئے تو ہم سارے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ایسے کھڑے نہ ہوا کرو جیسے عجمی لوگوں میں سے بعض بعض کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔

طبری نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی سند میں اضطراب ہے اس میں ایسا راوی بھی ہے جو غیر معروف ہے، اور (عدم قیام والوں نے) عبداللہ بن بریدہ کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ ان کے والد حضرت معاویہ کے پاس گئے اور انہیں بتلایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے بتوں کی طرح کھڑے ہوں تو اس پر دوزخ کی آگ واجب ہے، اور امام طبری نے اس حدیث کا جواب یوں دیا، ہے کہ اس حدیث میں اس شخص جو جس کے لئے قیام کیا جاتا ہے اس قیام سے خوش ہونے سے منع کیا گیا نہ کہ اس شخص کو منع کیا گیا ہے جو اس کے لئے احتراما کھڑا ہوتا ہے۔ اور ابن قتیبہ نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ منع اس شخص کو کیا گیا ہے جو چاہتا ہے کہ لوگ آ کے اس کے سر پر یوں کھڑے ہوں جیسے عجمیوں کے بادشاہوں کے سر پر کھڑے ہوتے ہیں، اور اس میں ایک شخص کو اپنے بھائی کے لئے اس وقت قیام کرنے سے منع نہیں کیا گیا جب وہ اس کو سلام کرے۔ اور ابن بطال نے جواز قیام کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام نسائی نے عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آتے ہوئے دیکھتے تو ان کا استقبال کرتے اور کھڑے ہو کر ان کو بوسہ دیتے پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے جگہ پر بٹھائے۔

اور امام عسقلانی نے ہی ''فتح الباری'' میں کہا ہے کہ قیام چار طرح کا ہوتا ہے:

پہلا ممنوع ہے اور وہ ایسا قیام ہے جو ایسے شخص کے لئے ہو جو چاہتا ہے کہ اس کے لئے قیام کیا جائے اور قیام کرنے والے پر تکبر اور بڑا پن بھی جتلائے۔

دوسرا قیام مکروہ ہے اور یہ وہ قیام ہے جو اس شخص کے لئے ہو جو اپنے لئے کھڑے ہونے والوں پر تکبر اور بڑا پن ظاہر نہیں

کرتا لیکن اس کو خدشہ ہے کہ اس وجہ سے اس کے نفس میں وہ کچھ داخل ہو جائے گا جس کا اسے ڈر ہے، اور اس لئے بھی کہ ایسا کرنے میں جبابرہ (جابر لوگوں) کے ساتھ مشابہت ہے،

تیسرا قیام وہ جائز ہے، اور یہ وہ قیام ہے جو بطور نیکی اور احترام کے ہو، اور اس شخص کے لئے ہو جو اس قیام کے باوجود جبابرہ کے ساتھ مشابہت سے محفوظ رہے،

چوتھا قیام مندوب ہے، اور یہ وہ قیام جو سفر سے آنے والے کے لئے اس کے آنے کی خوشی میں اور اسے سلام کرنے کی غرض سے کیا جائے یا اس شخص کے لئے کیا جائے جو کو کوئی نعمت حاصل ہوئی ہو تو اسے حصول نعمت کی مبارکباد دینے کے لئے قیام کیا جائے یا کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچی ہو تو اس کے ساتھ تعزیت کرنے کے لئے کھڑا ہو جائے۔

حماد بن زید سے روایت ہے کہ ہم حضرت ایوب کے پاس تھے تو حضرت یونس آئے تو حضرت حماد نے کہا اپنے سردار یا کہا ہمارے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت ایوب محمد کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن ابو لیلی اور ان کے اصحاب کو ان کی تعظیم بجالاتے اور ان کو سردار بناتے اور کسی امیر کی طرح ان کی عزت بجالاتے ہوئے دیکھا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ: فُلَانٌ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ

باب: آدمی کا یہ کہنا: فلاں نے آپ کو سلام بھیجا ہے

5231 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ غَالِبٍ، قَالَ: إِنَّا لَجُلُوسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، قَالَ: بَعَثَنِي أَبِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: ائْتِهِ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ. قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ. فَقَالَ: عَلَيْكَ السَّلَامُ، وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ

❁❁ غالب بیان کرتے ہیں: ہم حسن بصری کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران ایک شخص آیا اور بولا: میرے والد نے میرے دادا کا یہ بیان نقل کیا ہے: میرے والد نے مجھے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے عرض کی: تم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور انہیں میرا سلام کہنا، راوی کہتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے کہا: میرے والد نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم پر اور تمہارے والد پر سلامتی ہو۔

5232 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ زَكَرِيَّا، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ

5231-إسناده ضعيف لجهالة الرجل وأبيه، وقد قال المنذري في "مختصر السنن" :95 - 94 /8وهذا الإسناد فيه مجاهيل. إسماعيل: هو ابن إبراهيم، المعروف بابن علية، وغالب: هو ابن خطّاف القطان. وهو عند ابن أبي شبة في "مصنفه.613 - 612 /8 "وأخرجه ابن أبي شيبة122 /9، وأحمد في "مسنده "(23104)، والنسائي في "الكبرى "(10133) - ومن طريقه ابن السني في "عمل اليوم والليلة "(238) - من طريق شعبة، وابو نعيم في "حلية الأولياء 7 /258 "من طريق منغر، كلاهما عن غالب، به.

أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهَا: إِنَّ جِبْرِيلَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ. فَقَالَتْ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: جبرائیل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ان پر بھی سلام ہو اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہو"

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُنَادِي الرَّجُلَ فَيَقُولُ: لَبَّيْكَ

باب: جب آدمی کسی بلند آواز سے پکارے، تو دوسرے کا بلند آواز میں لبیک کہنا

5233 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هَمَّامٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفِهْرِيَّ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَسِرْنَا فِي يَوْمٍ قَائِظٍ شَدِيدِ الْحَرِّ، فَنَزَلْنَا تَحْتَ ظِلِّ الشَّجَرَةِ، فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ لَبِسْتُ لَأْمَتِي وَرَكِبْتُ فَرَسِي، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي فُسْطَاطِهِ، فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، قَدْ حَانَ الرَّوَاحُ، قَالَ: أَجَلْ ثُمَّ قَالَ: يَا بِلَالُ قُمْ فَثَارَ مِنْ تَحْتِ سَمُرَةٍ كَأَنَّ ظِلَّهُ ظِلُّ طَائِرٍ، فَقَالَ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَأَنَا فِدَاؤُكَ، فَقَالَ: أَسْرِجْ لِي الْفَرَسَ فَأَخْرَجَ سَرْجًا دَفَّتَاهُ مِنْ لِيفٍ لَيْسَ فِيهِ أَشَرٌ وَلَا بَطَرٌ، فَرَكِبَ وَرَكِبْنَا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفِهْرِيُّ لَيْسَ لَهُ إِلَّا هَذَا الْحَدِيثُ وَهُوَ حَدِيثٌ نَبِيلٌ جَاءَ بِهِ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ

❀❀ حضرت ابوعبدالرحمان فہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں غزوہ حنین میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود تھا، ہم ایک انتہائی شدید گرم دن میں سفر کر رہے تھے، ہم نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا، جب سورج ڈھل گیا تو میں نے اپنی زرہ پہنی

5232-إسناد صحيح. زكريا: هو ابن أبي زائدة، والشعبي: هو عامر بن شراحيل، وأبو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف الزهري. وهو عند ابن أبي شيبة في "مصنفه" 68 /13، و133 - 132 /12، وعنه أخرجه مسلم (2447) (90)، وابن ماجه (3696). وأخرجه البخاري (6253)، ومسلم (2447) (90) وبإثره، والترمذي (2888) و(4220) من طرق، عن زكريا، به. وأخرجه البخاري (3217) و(3768) و(6201) و(6249)، ومسلم (2447) (91)، والترمذي (4219)، والنسائي في "الكبرى" (8850) و(8851) و(10136) و(10137) من طريق ابن شهاب الزهري، عن أبي سلمة، به. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (8324) و(8849) من طريق صالح بن ربيعة بن هدير، و(8850) و(10135) من طريق عروة، كلاهما عن عائشة. وهو في "مسند أحمد" (24281)، و"صحيح ابن حبان" (7098).

5233-حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة أبي همام عبد الله بن يسار. حماد: هو ابن سلمة البصري. وأخرجه ابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" (863)، وابن الأثير في "أسد الغابة" 200 /6 من طريق أبي داود، بهذا الإسناد. وأخرجه الطيالسي في "مسند" (1371)، والدارمي في "سننه" (2452)، وابن سعد في "طبقاته" 156 /2، وابن أبي شيبة في "مصنفه" 530 - 529 /14، وأحمد في "مسنده" (22467) و(22468)، والطبري في "تفسيره" 102 /10، والطبراني في "المعجم الكبير" 22/ (741).

گھوڑے پر سوار ہوا اور نبی اکرم ﷺ کے پاس آ گیا، تو آپ ﷺ اپنے خیمے میں موجود تھے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! روانگی کا وقت ہو گیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اٹھو تو وہ کیکر کے درخت کے نیچے سے اچھل کر کھڑے ہو گئے، ان کا سایہ یوں لگ رہا تھا، جیسے کسی پرندے کا سایہ ہو، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ پر قربان، انہوں نے ایک زین نکالی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اس میں کسی بڑائی یا اپنے آپ کو نمایاں کرنے کا پہلو نہیں تھا، نبی اکرم ﷺ اس پر سوار ہوئے تو ہم بھی سوار ہو گئے، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوعبدالرحمان رضی اللہ عنہ نامی راوی سے صرف یہی حدیث منقول ہے، اور بہت عمدہ حدیث ہے، جسے حماد بن سلمہ نے نقل کیا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِلرَّجُلِ: أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ

باب: آدمی کا دوسرے شخص سے یہ کہنا:
''اللہ تعالیٰ تمہارے دانتوں کو مسکراتا ہوا رکھے''

5234- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبِرَكِيُّ وَسَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيِّ، - وَأَنَا لِحَدِيثِ عِيسَى أَضْبَطُ - قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ السَّرِيِّ يَعْنِي السُّلَمِيَّ، حَدَّثَنَا ابْنُ كِنَانَةَ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: ضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لَهُ: أَبُو بَكْرٍ أَوْ عُمَرُ أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ - وَسَاقَ الْحَدِيثَ -

ابن کنانہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: ''اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دانتوں کو مسکراتا رکھے''۔
اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے تبسم کا بیان

ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس (ان کے زمانہ خلافت میں) ایک مرتبہ (گھوڑا وغیرہ) کوئی سواری لائی گئی آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے بسم اللہ کہا اور جب سوار ہو چکے تو الحمد للہ کہا پھر یہ دعا پڑھی: سبحن الذی سخر لنا هذا وما كناله مقرنين وانا الی ربنا لمنقلبون۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرما دیا اور ہم کو اس کے مطیع بنانے کی طاقت نہ تھی اور واقعی ہم سب لوگ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں علماء فرماتے ہیں کہ سواری چونکہ اسباب ہلاکت میں سے ہے اس لئے سواری کی تسخیر پر حق تعالیٰ جل شانہ کے شکریہ کے ساتھ اپنی موت کے ذکر کو بھی متصل فرما دیا

5234- إسناده ضعيف لضعف عبد القاهر بن السرى السلمي، وجهالة ابن كنانة - واسمه عبد الله - وأبيه. وأخرجه مطولاً ابن ماجه (3013) عن أيوب بن محمد الهاشمي، عن عبد القاهر ابن السرى، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (16207)

کہ ہم آخر کار مرنے کے بعد لوٹ کر اسی کی طرف جانے والے ہیں۔) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الحمد للہ تین مرتبہ کہا پھر اللہ اکبر تین مرتبہ کہا پھر سبحنك انی ظلمت نفسی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت۔ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور میں نے تیری نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے میں اور اوامر کی اطاعت نہ کرنے میں اپنے ہی نفس پر ظلم کیا ہے۔ پس یا اللہ! آپ میری مغفرت فرمائیں۔ کیونکہ مغفرت تو آپ کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا اس دعا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے۔ ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو حضرت علی نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح دعائیں پڑھی تھیں۔ اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تبسم کی وجہ پوچھی تھی جیسا کہ تم نے مجھ سے پوچھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ بندہ کے اس کہنے پر کہ میرے گناہ تیرے سوا کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی شخص گناہ معاف نہیں کرسکتا۔ (شمائل ترمذی)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبِنَاءِ

باب: کچھ تعمیر کرنا

5235 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي السَّفَرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: مَرَّ بِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أُطَيِّنُ حَائِطًا لِي أَنَا وَأُمِّي، فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا عَبْدَ اللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ شَيْءٌ أُصْلِحُهُ، فَقَالَ: الْأَمْرُ أَسْرَعُ مِنْ ذٰلِكَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷛ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے، تو میں اس وقت اپنی دیوار پر لیپ کر رہا تھا، میں تھا اور میرے ساتھ میری والدہ تھیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ چیز ہے جسے میں ٹھیک کر رہا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: معاملہ اس سے زیادہ تیزی سے ہوگا"

5236 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَنَّادُ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، بِإِسْنَادِهِ بِهٰذَا، قَالَ: مَرَّ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا وَهَى، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقُلْنَا: خُصٌّ لَنَا وَهَى فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ

❁❁ ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس سے گزرے، ہم اپنی کوٹھڑی کو ٹھیک کر رہے تھے، جو بوسیدہ ہوگئی تھی، ہم اسے ٹھیک کر رہے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: معاملے کے بارے میں میرا یہ خیال

5235- إسناده صحيح. حفص: هو ابن غياث بن طلق النخعي، والأعمش: هو سليمان بن مهران الأسدي، وأبو السفر: هو سعيد بن يحمد الهمداني الثوري. وانظر ما بعده.

5236- إسناده صحيح. هناد: هو ابن السري، وأبو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير. وأخرجه الترمذي (2489) عن هناد، بهذا الإسناد. وقال: حديث حسن صحيح. وأخرجه ابن ماجه (4160) عن أبي غريب، عن أبي معاوية، به. وهو في "مسند أحمد" (6502)، و"صحيح ابن حبان" (2996) و (2997).

ہے کہ وہ اس سے جلدی ہوگا۔

5237 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ الْقُرَشِيُّ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ الْأَسَدِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَرَجَ فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ: مَا هَذِهِ؟ قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ: هَذِهِ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِي نَفْسِهِ حَتَّى إِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ أَعْرَضَ عَنْهُ، صَنَعَ ذَلِكَ مِرَارًا، حَتَّى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ، فَشَكَا ذَلِكَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأُنْكِرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: خَرَجَ فَرَأَى قُبَّتَكَ، قَالَ: فَرَجَعَ الرَّجُلُ إِلَى قُبَّتِهِ فَهَدَمَهَا حَتَّى سَوَّاهَا بِالْأَرْضِ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا، قَالَ: مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ؟ قَالُوا: شَكَا إِلَيْنَا صَاحِبُهَا إِعْرَاضَكَ عَنْهُ، فَأَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا، فَقَالَ: أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ إِلَّا مَا لَا، إِلَّا مَا لَا يَعْنِي مَا لَا بُدَّ مِنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے کر جارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک اونچا گھر آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ کس کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے عرض کی: کہ یہ فلاں شخص کا ہے یعنی انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا ہے، راوی کہتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ بات رہی جب اس گھر کا مالک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے لوگوں کی موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا، اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا، یہاں تک کہ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا اندازہ ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ پھیر رہے ہیں، یہاں تک کہ اس نے اس بات کی شکایت اپنے ساتھیوں سے کی، اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج ناگوار محسوس ہو رہا ہے، ان لوگوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف لے جارہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا اونچا مقام دیکھا (شاید اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے ناراض ہوئے ہیں) وہ شخص اپنے گھر واپس گیا، تو اس نے اسے گرا کر زمین کے برابر کر دیا، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جارہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ گھر نظر نہیں آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اس گھر کا کیا بنا؟ لوگوں نے عرض کی: اس کے مالک نے ہمارے سامنے اس بات کی، شکایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ پھیر رہے ہیں، ہم نے اسے اس منہ پھیرنے کی وجہ کے بارے میں بتایا، تو اس نے اسے منہدم کر دیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر تعمیر اپنے مالک کے لیے وبال کا باعث ہوگی، سوائے اس کے جس کے بغیر چارہ نہ ہو''۔

5237- أبو طلحة الأسدي وإبراهيم بن محمد بن حاطب القرشي، روى عنهما جمع وذكرهما ابن حبان في "الثقات"، وباقي رجاله ثقات. وقال الحافظ العراقي في تخريج "الإحياء" 4/ 236: إسناده جيد. وأخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (956) عن أحمد بن عبد الله بن يونس، بهذا الإسناد.

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْغُرَفِ

باب: بالا خانے بنانا

5238 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّؤَاسِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ دُكَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ الْمُزَنِيِّ، قَالَ: أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ الطَّعَامَ، فَقَالَ: يَا عُمَرُ اذْهَبْ فَأَعْطِهِمْ فَارْتَقَى بِنَا إِلَى عِلِّيَّةٍ فَأَخَذَ الْمِفْتَاحَ مِنْ حُجْرَتِهِ فَفَتَحَ

حضرت دکین بن سعید مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اناج مانگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! جاؤ اور انہیں اناج کی ادائیگی کردو، وہ ہمیں ساتھ لے کر ایک بالا خانے پر چڑھے، انہوں نے اپنے ڈب میں سے چابی نکالی اور دروازہ کھولا۔

بَابٌ فِي قَطْعِ السِّدْرِ

باب: بیری کا درخت کاٹنا

5239 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُبْشِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ سُئِلَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ مَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: هَذَا الْحَدِيثُ مُخْتَصَرٌ، يَعْنِي مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً فِي فَلَاةٍ يَسْتَظِلُّ بِهَا ابْنُ السَّبِيلِ، وَالْبَهَائِمُ عَبَثًا، وَظُلْمًا بِغَيْرِ حَقٍّ يَكُونُ لَهُ فِيهَا صَوَّبَ اللهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ

حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص بیری کا درخت کاٹتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے سر کو جہنم میں داخل کرے گا''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث مختصر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص بے آب وگیاہ جگہ پر موجود بیری کے درخت کو کاٹتا ہے، جس کے سائے میں مسافر اور درندے بیٹھ جاتے ہیں اور بلاوجہ کاٹتا ہے، یا ناحق ظلم کے طور پر کاٹتا ہے، جس کا اسے کوئی حق نہیں ہوتا، تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

5240 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، وَسَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

عروہ بن زبیر نے یہ روایت مرفوع حدیث کے طور پر بیان کی ہے۔

5241 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَأَلْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ عَنْ قَطْعِ السِّدْرِ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى قَصْرِ عُرْوَةَ فَقَالَ: أَتَرَى هٰذِهِ الْأَبْوَابَ وَالْمَصَارِيعَ؟ إِنَّمَا هِيَ مِنْ سِدْرِ عُرْوَةَ، كَانَ عُرْوَةُ يَقْطَعُهُ مِنْ أَرْضِهِ، وَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ زَادَ حُمَيْدٌ فَقَالَ: هِيَ يَا عِرَاقِيُّ جِئْتَنِي بِبِدْعَةٍ قَالَ: قُلْتُ إِنَّمَا الْبِدْعَةُ مِنْ قِبَلِكُمْ سَمِعْتُ مَنْ يَقُولُ بِمَكَّةَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَطَعَ السِّدْرَ ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ

﴿﴾ حسان بن ابراہیم بیان کرتے ہیں: میں نے ہشام بن عروہ سے دریافت کیا: بیری کے درخت کو کاٹنا کیسا ہے؟ وہ اس وقت عروہ کے گھر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے فرمایا: کیا تم یہ دروازے اور ان کی چوکھٹیں دیکھ رہے ہو؟ عروہ اپنی زمین سے انہیں کاٹ لیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حمید نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: اے عراقی! تم ایک بدعت لے کر میرے پاس آئے ہو، میں نے عرض کیا: بدعت تو آپ لوگوں کی طرف سے ہے، کیونکہ میں نے مکہ میں ایک شخص کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی ہے، جو بیری کے درخت کو کاٹ دیتا ہے، اس کے بعد راوی نے حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

بَابٌ فِي إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ

باب: راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا

5242 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ، يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: فِي الْإِنْسَانِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّونَ، مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوا: وَمَنْ يُطِيقُ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللهِ؟ قَالَ: النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا، وَالشَّيْءُ تُنَحِّيهِ عَنِ الطَّرِيقِ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحَى تُجْزِئُكَ

﴿﴾ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور اس پر لازم ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے، لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اس کی طاقت کون رکھے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد میں پڑی ہوئی تھوک کو دفن کر دینا، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا (یہ صدقہ شمار ہوتے ہیں) اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے، تو چاشت کے وقت دو رکعت نفل ادا کر لینا (ان جوڑوں کے صدقہ کے لیے کافی ہو

5242- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل علي بن الحسين -وهو ابن واقد- فهو صدوق حسن الحديث. ولكنه متابع. وأخرجه محمد بن نصر في "تعظيم قدر الصلاة "(820)، وابن خزيمة (1226)، وابن شاهين في "الترغيب "(124) من طريق علي بن الحسين، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد (22998) و (23037)، والبزار (4417)، وابن حبان في "صحيحه "(1642) و (2540)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار "(99)، والبيهقي في "شعب الإيمان "(11164) من طريقين عن حسين بن واقد، به.

گا)۔

5243 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ وَهُوَ أَتَمُّ عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُصْبِحُ عَلَى كُلِّ سُلَامَى مِنَ ابْنِ آدَمَ صَدَقَةٌ، تَسْلِيمُهُ عَلَى مَنْ لَقِيَ صَدَقَةٌ، وَأَمْرُهُ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيُهُ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَإِمَاطَتُهُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ، وَبُضْعَتُهُ أَهْلَهُ صَدَقَةٌ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ يَأْتِي شَهْوَةً، وَتَكُونُ لَهُ صَدَقَةٌ؟ قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ وَضَعَهَا فِي غَيْرِ حَقِّهَا أَكَانَ يَأْثَمُ؟ قَالَ: وَيُجْزِئُ مِنْ ذَلِكَ كُلِّهِ رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحَى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ حَمَّادٌ الْأَمْرَ وَالنَّهْيَ

❁❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''روزانہ ابن آدم کے ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرنا لازم ہوتا ہے، آدمی کا اپنے ملنے والے کو سلام کرنا صدقہ ہے، کسی کو نیکی کی بات بتانا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے، بیوی کے ساتھ حق زوجیت ادا کرنا بھی صدقہ ہے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا اپنی خواہش پوری کرنا بھی صدقہ ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر وہ اسے ناحق طور پر اختیار کرتا تو گناہ ہوتا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تمام کی جگہ' چاشت کی دو رکعت کفایت کر جائیں گی''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حماد نامی راوی نے حکم دینے اور منع کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

5244 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَسَطِهِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

5245 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: نَزَعَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ غُصْنَ شَوْكٍ عَنِ الطَّرِيقِ، إِمَّا كَانَ فِي شَجَرَةٍ فَقَطَعَهُ وَأَلْقَاهُ، وَإِمَّا كَانَ مَوْضُوعًا فَأَمَاطَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ بِهَا فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا، اس نے راستے سے ایک کانٹوں کی ٹہنی ہٹا دی، یا تو وہ درخت پر لگی ہوئی تھی، اسے اس نے کاٹ کر ایک طرف رکھ دیا، یا شاید راستے میں پڑی ہوئی تھی، جسے اس نے ہٹا دیا (یہ شک راوی کو ہے:) تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا''۔

بَابٌ فِي إِطْفَاءِ النَّارِ بِاللَّيْلِ

باب: رات کے وقت آگ بجھا دینا

5246 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، رِوَايَةً وَقَالَ: مَرَّةً يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ

❁❁ سالم اپنے والد کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتا چلا ہے:

''سوتے وقت تم اپنے گھروں میں آگ کو جلتا ہوا نہ چھوڑو''

5247 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّمَّارُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ طَلْحَةَ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَتْ فَأْرَةٌ فَأَخَذَتْ تَجُرُّ الْفَتِيلَةَ فَجَاءَتْ بِهَا فَأَلْقَتْهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُمْرَةِ الَّتِي كَانَ قَاعِدًا عَلَيْهَا فَأَحْرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ فَقَالَ: إِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوا سُرُجَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هٰذِهِ عَلَى هٰذَا فَتُحْرِقُكُمْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک چوہیا آئی، اس نے چراغ کی بتی گھسیٹی اور اسے نبی اکرم ﷺ کے سامنے چٹائی پر ڈال دیا، جہاں آپ ﷺ تشریف فرما تھے، تو اس وجہ سے ایک درہم جتنی جگہ جل گئی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم سونے لگو، تو چراغ بجھا دیا کرو، کیونکہ شیطان اس طرح کے جانوروں کی اس نوعیت کے کاموں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور وہ چیزوں کو جلا دیتے ہیں۔

بَابٌ فِي قَتْلِ الْحَيَّاتِ

باب: سانپ کو مار دینا

5248 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنَّ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُنَّ خِيفَةً، فَلَيْسَ مِنَّا

5246-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، والزهري: هو محمد بن مسلم، وسالم: هو ابن عبد الله بن عمر. وأخرجه البخاري (6293)، ومسلم (2015)، وابن ماجه (3769)، والترمذي (1916) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (4546).

5247-وأخرجه عبد بن حميد (591)، والبخاري في "الأدب المفرد" (1222)، والبزار في "مسنده" (4779)، وابن حبان (5519)، والحاكم في "المستدرك" 4/ 284 - 285 من طرق عن عمرو بن حماد بن طلحة، بهذا الاسناد. وفي الباب ما يشهد له عن جابر في "مسند أحمد" (14228)، والبخاري في "صحيحه" (6295) وفي "الأدب المفرد" (1221)، ومسلم (2012).

5248-وأخرجه أحمد في "مسنده" (9588) و (10741)، والبزار (8372)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (1338) و (2929).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''جب سے ہم نے ان کے ساتھ لڑائی شروع کی ہے، ہم نے انہیں سلامت نہیں رہنے دیا، جو شخص ڈر کی وجہ سے، ان میں سے کسی کو چھوڑ دے گا، وہ ہم میں سے نہیں''۔

5249 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ السُّكَّرِيُّ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَأْرَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّي

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''ہر طرح کے سانپوں کو مار دو، جو شخص ان کے بدلے سے ڈرے، وہ مجھ سے نہیں ہے''۔

5250 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ، يَرْفَعُ الْحَدِيثَ فِيمَا أُرَى إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ الْحَيَّاتِ مَخَافَةَ طَلَبِهِنَّ، فَلَيْسَ مِنَّا مَا سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنَّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص سانپوں کو صرف اس لیے چھوڑ دے کہ کہیں وہ ہمارے پیچھے نہ پڑ جائے، وہ ہم میں سے نہیں ہے، جب سے ہم نے ان کے ساتھ لڑائی کی ہے، ہم نے ان کے ساتھ صلح نہیں کی''۔

5251 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ مُوسَى الطَّحَّانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَابِطٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ قَالَ: لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَكْنُسَ زَمْزَمَ وَإِنَّ فِيهَا مِنْ هٰذِهِ الْجِنَّانِ - يَعْنِي الْحَيَّاتِ الصِّغَارَ - فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهِنَّ

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: ہم زمزم کو صاف کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس میں یہ چھوٹے چھوٹے سانپ ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں مار دینے کا حکم دیا۔

5252 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ، وَذَا الطُّفْيَتَيْنِ، وَالْأَبْتَرَ، فَإِنَّهُمَا يَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ وَيُسْقِطَانِ الْحَبَلَ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَقْتُلُ كُلَّ حَيَّةٍ وَجَدَهَا فَأَبْصَرَهُ أَبُو لُبَابَةَ، أَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُطَارِدُ حَيَّةً فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ نُهِيَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمام سانپوں کو ماردو اور دودھاری اور دم کٹے ہوئے کو بھی ماردو، کیونکہ وہ نظر کو زائل کر دیتے ہیں اور حمل ضائع کر دیتے ہیں''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جو بھی سانپ ملتا تھا، وہ اسے مار دیتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ یا حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا، وہ اس وقت ایک سانپ کا پیچھا کر رہے تھے، انہوں نے بتایا: گھر میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کیا گیا ہے۔

5253 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ اَبِي لُبَابَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهٰى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ الَّتِي تَكُونُ فِي الْبُيُوتِ، اِلَّا اَنْ يَّكُونَ ذَا الطُّفْيَتَيْنِ، وَالْاَبْتَرَ، فَاِنَّهُمَا يَخْطِفَانِ الْبَصَرَ، وَيَطْرَحَانِ مَا فِي بُطُونِ النِّسَاءِ

⊛⊛ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کیا ہے، البتہ ان سانپوں کا حکم مختلف ہے، جو دودھاری ہوتے ہیں، یا جن کی دم نہیں ہوتی، کیونکہ یہ نظر کو اُچک لیتے ہیں اور عورتوں کے پیٹ میں موجود (حمل کو) ضائع کر دیتے ہیں۔

5254 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَجَدَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَعْنِي بَعْدَ مَا حَدَّثَهُ اَبُو لُبَابَةَ حَيَّةً فِي دَارِهِ، فَاَمَرَ بِهَا فَاُخْرِجَتْ يَعْنِي اِلَى الْبَقِيعِ

⊛⊛ نافع بیان کرتے ہیں: اس کے بعد یعنی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے انہیں یہ حدیث بیان کرنے کے بعد، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر میں ایک سانپ دیکھا، تو اس کے بارے میں حکم دیا، تو اسے گھر سے باہر کی جانب نکال دیا گیا، یعنی کھلے میدان کی جانب نکال دیا گیا۔

5255 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَاَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي اُسَامَةُ، عَنْ نَافِعٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ نَافِعٌ: ثُمَّ رَاَيْتُهَا بَعْدُ فِي بَيْتِهِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، نافع بیان کرتے ہیں: میں نے ان کے گھر میں سانپ دیکھا۔

5256 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي اَبِي اَنَّهُ انْطَلَقَ هُوَ وَصَاحِبٌ لَهُ اِلَى اَبِي سَعِيدٍ يَعُودَانِهِ، فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ فَلَقِيَنَا صَاحِبٌ لَنَا وَهُوَ يُرِيدُ اَنْ يَّدْخُلَ عَلَيْهِ، فَاَقْبَلْنَا نَحْنُ فَجَلَسْنَا فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ فَاَخْبَرَنَا اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الْهَوَامَّ مِنَ الْجِنِّ، فَمَنْ رَاَى فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فَلْيُحَرِّجْ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَاِنْ عَادَ فَلْيَقْتُلْهُ فَاِنَّهُ شَيْطَانٌ

⊛⊛ محمد بن ابو یحییٰ بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ بات بیان کی ہے: وہ اور ان کے ساتھی، حضرت ابوسعید

خدری رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم ان کے پاس سے نکلے، تو ہماری اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ملاقات ہوئی، جو ان کے ہاں داخل ہونے لگا تھا، تو ہم آئے اور مسجد میں آکر بیٹھ گئے، پھر وہ شخص آیا اور اس نے بتایا: اس نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''کچھ سانپ جن ہوتے ہیں، جو شخص اپنے گھر میں ان کو دیکھے، تو وہ تین مرتبہ ان کو تنبیہ کرے، اگر وہ پھر نظر آئے، تو اسے مار دے، کیونکہ وہ شیطان ہوگا''۔

5257 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ صَيْفِيٍّ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى الْأَنْصَارِ عَنْ أَبِي السَّائِبِ، قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ سَمِعْتُ تَحْتَ سَرِيرِهِ تَحْرِيكَ شَيْءٍ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا حَيَّةٌ، فَقُمْتُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: مَا لَكَ؟ قُلْتُ: حَيَّةٌ هَاهُنَا. قَالَ: فَتُرِيدُ مَاذَا؟ قُلْتُ: أَقْتُلُهَا. فَأَشَارَ إِلَى بَيْتٍ فِي دَارِهِ تِلْقَاءَ بَيْتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ عَمٍّ لِي كَانَ فِي هَذَا الْبَيْتِ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ اسْتَأْذَنَ إِلَى أَهْلِهِ، وَكَانَ حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَذْهَبَ بِسِلَاحِهِ، فَأَتَى دَارَهُ فَوَجَدَ امْرَأَتَهُ قَائِمَةً عَلَى بَابِ الْبَيْتِ، فَأَشَارَ إِلَيْهَا بِالرُّمْحِ، فَقَالَتْ: لَا تَعْجَلْ حَتَّى تَنْظُرَ مَا أَخْرَجَنِي، فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَإِذَا حَيَّةٌ مُنْكَرَةٌ، فَطَعَنَهَا بِالرُّمْحِ ثُمَّ خَرَجَ بِهَا فِي الرُّمْحِ تَرْتَكِضُ، قَالَ: فَلَا أَدْرِي أَيُّهُمَا كَانَ أَسْرَعَ مَوْتًا الرَّجُلُ أَوِ الْحَيَّةُ، فَأَتَى قَوْمُهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: ادْعُ اللهَ أَنْ يَرُدَّ صَاحِبَنَا. فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِصَاحِبِكُمْ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ أَسْلَمُوا بِالْمَدِينَةِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ أَحَدًا مِنْهُمْ فَحَذِّرُوهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ إِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدُ أَنْ تَقْتُلُوهُ فَاقْتُلُوهُ بَعْدَ الثَّلَاثِ

ابوسائب بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اسی دوران میں نے ان کی چارپائی کے نیچے کسی چیز کے حرکت کرنے کی آواز سنی، میں نے جائزہ لیا، تو ان کی چارپائی کے نیچے سانپ تھا، میں اٹھا تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، تو میں نے کہا: یہاں سانپ موجود ہے، انہوں نے دریافت کیا: پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں اسے ماردوں گا، تو انہوں نے اپنے محلے میں موجود ایک گھر کی طرف اشارہ کیا، جو ان کے گھر کے سامنے تھا، انہوں نے فرمایا: میرا ایک چچازاد اس گھر میں رہتا تھا، غزوہ احزاب کے موقع پر، اس نے اپنے گھر جانے کی

5257- حديث صحيح، وهذا إسناد قوي من أجل ابن عجلان -وهو محمد- لكنه متابع فيما سيأتي برقم (5259) . يزيد: هو ابن خالد بن يزيد بن مَوْهَب الرملي، والليث: هو ابن سعد، وصيفي: هو ابن زياد الأنصاري مولاهم، وأبو السائب: هو عبد الله بن السائب الأنصاري. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (10740) من طريق شعيب بن الليث بن سعد، عن أبيه، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2236) والنسائي في "الكبرى" (15743) من طريق أسماء بن عبيد، عن السائب -هكذا سماه السائب-، به. وأخرجه النسائي (10739) من طريق سفيان بن عيينة، عن ابن عجلان، عن سعيد المقبري، عن صيفي، به. فزاد سعيداً المقبري بين ابن عجلان وصيفي! ولم يتابعه أحد على ذلك. ولهذا وهمه الدارقطني في "العلل"، 279 /11.

اجازت مانگی، اس کی نئی شادی ہوئی تھی، نبی اکرم ﷺ نے اسے اجازت دیدی، آپ ﷺ نے اس ہدایت کی کہ وہ ہتھیار لے کر جائے، وہ گھر آیا، تو اس نے اپنی بیوی کو گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا پایا، اس نے نیزے کی انی طرف سے اس عورت کی طرف اشارہ کیا، تو اس عورت نے کہا: آپ جلد بازی نہ کریں، جب تک آپ یہ دیکھ نہ لیں کہ میں دروازے سے باہر کیوں آئی ہوں؟ وہ گھر کے اندر داخل ہوا، تو وہاں گھر کے اندر ایک عجیب وغریب سانپ موجود تھا، اس نے اس سانپ کو نیزہ مارا اور پھر اس نیزے کو لے کر اس سانپ سمیت باہر آیا، وہ سانپ تڑپ رہا تھا، راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں میں سے کون جلدی مرا، وہ آدمی یا وہ سانپ؟ اس کی قوم کے افراد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان لوگوں نے عرض کی: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے ساتھی کو لوٹا دے (یعنی اسے دوبارہ زندہ کردے) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی کے بارے میں دعائے مغفرت کرو، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مدینہ منورہ میں کچھ جنات نے اسلام قبول کرلیا ہے، جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو، تو تم ان کو تین مرتبہ تنبیہ کرو، پھر اگر وہ تمہارے سامنے آئے، تو تین مرتبہ تنبیہ کے بعد اسے ماردو، اگر تمہیں یہ مناسب لگے۔

5258 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ مُخْتَصَرًا، قَالَ: فَلْيُؤْذِنْهُ ثَلَاثًا فَإِنْ بَدَا لَهُ بَعْدُ فَلْيَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: اس کے بعد اگر اُسے مناسب لگے، تو اسے ماردے، کیونکہ وہ شیطان ہوگا۔

5259 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ صَيْفِيٍّ مَوْلَى ابْنِ أَفْلَحَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَأَتَمَّ مِنْهُ قَالَ: فَآذِنُوهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاقْتُلُوهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ

❁❁ ابوسائب بیان کرتے ہیں: وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، جو اس سے زیادہ مکمل ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

"تم تین دن تک اسے تنبیہ کرو، اس کے بعد اگر تمہیں مناسب لگے، تو اسے ماردو، کیونکہ وہ شیطان ہوگا"

5260 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ هَاشِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سُئِلَ عَنْ حَيَّاتِ الْبُيُوتِ، فَقَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُنَّ شَيْئًا فِي مَسَاكِنِكُمْ، فَقُولُوا: أَنْشُدُكُنَّ الْعَهْدَ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْكُنَّ نُوحٌ، أَنْشُدُكُنَّ الْعَهْدَ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْكُنَّ سُلَيْمَانُ، أَنْ لَا تُؤْذُونَا فَإِنْ عُدْنَ فَاقْتُلُوهُنَّ

5258-حديث صحيح، وهذا إسناد قوی من أجل ابن عجلان - وهو محمد- لكنه قد توبع. مسدد: هو ابن مسرهد الأسدی، ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وأخرجه مسلم (2236)، والنسائی فی "الكبرى" (10741) من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الإسناد.

5259-إسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله. وهو عند مالك فی "الموطأ" 977 - 976 /2، ومن طريقه أخرجه مسلم (2236) (139)، والترمذی (1555)، والنسائی فی "الكبرى" (8820) و (10742). وهو فی "صحيح ابن حبان" (5637).

⊛⊛ عبدالرحمان بن ابولیلیٰ، اپنے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: گھروں سے نکل آنے والے سانپوں کے بارے میں اپنے گھر میں دیکھو تو یہ کہو، میں تمہیں اس عہد کا واسطہ دیتا ہوں، جو حضرت نوح علیہ السلام نے تم سے لیا تھا، اور میں تمہیں اس عہد کا واسطہ دیتا ہوں، جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تم سے لیا تھا کہ تم ہمیں ایذا نہ پہنچانا، اگر وہ پھر سامنے آئیں، تو تم انہیں مار دینا۔

5261 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ قَالَ: اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهَا إِلَّا الْجَانَّ الْأَبْيَضَ، الَّذِي كَأَنَّهُ قَضِيبُ فِضَّةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فَقَالَ لِي إِنْسَانٌ الْجَانُّ لَا يَنْعَرِجُ فِي مِشْيَتِهِ، فَإِذَا كَانَ هَذَا صَحِيحًا كَانَتْ عَلَامَةٌ فِيهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر قسم کے سانپ کو مار دیا کرو، سوائے ایسے سفید سانپ کے، جو چاندی کی چھڑی مانند ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے مجھے بتایا: سانپ اپنی چال میں نہیں کرتا، اگر یہ بات درست ہو، تو انشاءاللہ یہ اس بارے میں نشانی ہوگی۔

بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَوْزَاغِ

باب: چھپکلی کو مار دینا

5262 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا

⊛⊛ عامر بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے چھپکلی کو مار دینے کا حکم دیا ہے اور اسے چھوٹے فاسق کا نام دیا ہے''

5263 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً، أَدْنَى مِنَ الْأُولَى، وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ، فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً أَدْنَى مِنَ الثَّانِيَةِ

5262-إسناده صحيح. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (8390)، ومن طريقه أخرجه مسلم (2238). وهو في "مسند أحمد" (1523)، و"صحيح ابن حبان" (5635).

5263-إسناده صحيح. سهيل: هو ابن أبي صالح السمان. وقد ذكر الحافظ الذهبي هذا الحديث في "سير أعلام النبلاء" 5/ 459، وعدّه من غرائب سهيل. وأخرجه مسلم (2240) من طريق إسماعيل بن زكريا، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2240)، وابن ماجه (3229)، والترمذي (1552)، من طرق عن سهيل بن أبي صالح، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند أحمد" (8659).

ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص پہلی ضرب میں چھپکلی کو مار دے، اسے اتنا ثواب ملتا ہے، جو شخص اسے دوسری ضرب میں مار دے اسے اتنا اتنا ثواب ملتا ہے (یعنی پہلے سے کم ثواب ملتا ہے،) اور جو تیسری ضرب میں مار دے، اسے اتنا اتنا ثواب ملتا ہے، یعنی یہ دو ضربوں میں بھی مارنے سے کم ہوتا ہے''

5264 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ سُهَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي أَوْ أُخْتِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ سَبْعِينَ حَسَنَةً

ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''چھپکلی کو پہلی مرتبہ مارنے سے ستر نیکیاں ملتی ہیں''

بَابٌ فِي قَتْلِ الذَّرِّ

باب: چیونٹوں کو مار دینا

5265 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ، فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ، فَأَمَرَ بِجَهَازِهِ، فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً

ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ایک نبی نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا، ایک چیونٹی نے انہیں کاٹ لیا ان کے حکم کے تحت ان کے نیچے سے چیونٹوں کا بل نکالا گیا اور پھر انہیں جلا دیا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: تم نے صرف ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہیں مارا''۔

5266 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ

5264-إسناده صحيح. وأخرجه مسلم (2240) عن محمد بن الصباح البزاز، بهذا الإسناد.

5265-وأخرجه مسلم (2241)، والنسائي في "الكبرى" (8561) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (3319) من طريق مالك، والنسائي (8561) من طريق محمد ابن عجلان، كلاهما عن أبي الزناد، به. وأخرجه مسلم (2241) من طريق همام بن منبه، والنسائي في "الكبرى" (4852 /2) من طريق محمد بن سيرين، كلاهما عن أبي هريرة. وهو في "مسند أحمد" (8130) و (9801)، و "صحيح ابن حبان"، (5647).

5266-إسناده صحيح. يونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري. وأخرجه البخاري (3019)، ومسلم (2241) وابن ماجه (3225) و (3225م)، والنسائي في "الكبرى" (4851) من طريق يونس بن يزيد، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (9229)، و "صحيح ابن حبان" (5614).

نَمْلَةٌ قَرَصَتْ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَفِي أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَهْلَكْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ایک چیونٹی نے ایک نبی کو کاٹ لیا، تو انہوں نے چیونٹوں کی بستی کو جلا دینے کا حکم دے دیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: کیا ایک چیونٹی کو تمہیں کاٹنے کے وجہ سے، تم نے پوری امت کو ہلاک کر دیا، جو تسبیح کرتی تھی''۔

5267 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ: النَّمْلَةُ، وَالنَّحْلَةُ، وَالْهُدْهُدُ، وَالصُّرَدُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کو مارنے سے منع کیا ہے، چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صرد۔

5268 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ سَعْدٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ الْحَسَنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ، فَرَأَيْنَا حُمَرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَرَةُ، فَجَعَلَتْ تُفَرِّشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا، فَقَالَ: مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟ قُلْنَا: نَحْنُ، قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ

عبدالرحمان بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، ہم نے ایک چڑیا دیکھی، اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے، ہم نے اس کے بچے پکڑ لیے، تو چڑیا اوپر گھومنے لگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بچوں کے حوالے سے، اسے کس نے پریشان کیا ہے؟ تم اس کے بچے اسے واپس کر دو، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ چیونٹوں کے ایک بل کو ہم نے آگ لگا دی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اسے آگ کس نے لگائی ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم نے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ کے ذریعے عذاب دینا، صرف آگ کے پروردگار کے لیے مناسب ہے''۔

5267-وهو في "مصنف عبدالرزاق "(84105)، ومن طريقه أخرجه ابن ماجه (3224) .وهو في "مسند أحمد "(3066)، و"صحيح ابن حبان "(5646).

بَابٌ فِيْ قَتْلِ الضِّفْدَعِ

باب: مینڈک کو مار دینا

5269 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ: أَنَّ طَبِيبًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضِفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِي دَوَاءٍ فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا

❁❁ عبدالرحمان بن عثمان بیان کرتے ہیں: ایک طبیب نے نبی اکرم ﷺ سے مینڈک کے بارے میں دریافت کیا: جسے وہ دوا میں شامل کرتا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے اسے مینڈک کو مارنے سے منع کیا۔

مینڈک اور شہد کی مکھی کو مارنے کی ممانعت

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ أَرْبَعَةٍ مِنَ الدَّوَابِّ النَّمْلَةِ وَالنَّحْلَةِ وَالْهُدْهُدِ وَالصُّرَدِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا چار طرح کے جانوروں کو مارنے سے منع کیا ہے۔ چیونٹی، شہد کی مکھی اور ہدہد اور صرد۔

بَابٌ فِي الْخَذْفِ

باب: کنکری مارنا

5270 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ قَالَ: إِنَّهُ لَا يَصِيدُ صَيْدًا، وَلَا يَنْكَأُ عَدُوًّا، وَإِنَّمَا يَفْقَأُ الْعَيْنَ، وَيَكْسِرُ السِّنَّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کنکری مارنے سے منع کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے ذریعے کوئی شکار نہیں ہوتا، اور نہ ہی دشمن زخمی ہوتا ہے، یہ آنکھ پھوڑ دیتی ہے یا دانت توڑ دیتی ہے۔

من طرق عن شعبة، بهذا الإسناد. (3227) وابن ماجه (1954)، ومسلم (6220)، و(4841) وأخرجه البخاري

5270- إسناده صحيح. وأخرجه البخاري (5479)، ومسلم (1954)، والنسائي في "الكبرى"

ولفظ البخاري في الموضع الأول مختصر بالنهي عن الخذف. كلاهما عن عبد الله بن مغفل، من طريق سعيد بن جبير، (3226) و(17) وابن ماجه (1954)، ومسلم

(6990) من طريق عبد الله بن بريدة، و"صحيح ابن حبان" (5949).

به. ولفظ النسائي مختصر بالنهي عن الخذف. وهو في "مسند أحمد" (16194) و(20540)،

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخِتَانِ

باب: ختنہ کرنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

5271- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْأَشْجَعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْكُوفِيُّ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُنْهِكِي فَإِنَّ ذَلِكَ أَحْظَى لِلْمَرْأَةِ، وَأَحَبُّ إِلَى الْبَعْلِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، بِمَعْنَاهُ وَإِسْنَادِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ مُرْسَلًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ مَجْهُولٌ وَهَذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ

❀❀ سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مدینہ منورہ میں ایک خاتون ختنے کیا کرتی تھی، تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: ختنہ گہرانہ کیا کرو، کیونکہ اس سے عورت کو زیادہ لذت ملتی ہے اور شوہر کو بھی یہ زیادہ اچھا لگتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ قوی نہیں ہے، یہ روایت مرسل روایت کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن حسان نامی راوی مجہول ہے اور یہ روایت ضعیف ہے۔

ختنہ سے متعلق شرعی احکام کا بیان

ختنہ سنت ہے اور یہ شعار اسلام میں ہے کہ مسلم وغیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے اسی لئے عرف عام میں اس کو مسلمانی بھی کہتے ہیں صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ختنہ کیا اس وقت ان کی عمر شریف اسی برس کی تھی۔ ختنہ کی مدت سات سال سے بارہ سال کی عمر تک ہے اور بعض علماء نے یہ فرمایا کہ ولادت سے ساتویں دن کے بعد ختنہ کرنا جائز ہے۔ لڑکے کے ختنہ کرائی گئی مگر پوری کھال نہیں کٹی اگر نصف سے زائد کٹی ہے تو ختنہ ہوگئی باقی کو کاٹنا ضروری نہیں اور نصف یا نصف سے زائد باقی رہ گئی تو نہیں ہوئی یعنی پھر سے ہونی چاہئے۔ (عالمگیری)

بچہ پیدا ہی ایسا ہوا کہ ختنہ میں جو کھال کاٹی جاتی ہے وہ اس میں نہیں ہے تو ختنہ کی حاجت نہیں اور اگر کچھ کھال ہے جس کو کھینچا جاسکتا ہے مگر اسے بہت تکلیف ہوگی اور حشفہ (سپاری) ظاہر ہے تو حجاموں کو دکھایا جائے اگر وہ کہہ دیں کہ نہیں ہوسکتی تو چھوڑ دیا جائے بچہ کو خواہ مخواہ تکلیف نہ دی جائے۔ سنا جاتا ہے کہ جس بچہ میں پیدائشی ختنہ کی کھال نہیں ہوتی اس کے باپ وغیرہ اولیاء اس رسم کی ادا کے لئے اعزہ اقربا کو بلاتے ہیں اور ختنہ کے قائم مقام پان کی گلوری کاٹی جاتی ہے گویا اس سے ختنہ کی رسم ادا کی گئی۔ یہ ایک لغو حرکت ہے جس کا کچھ محصل و فائدہ نہیں۔ بوڑھا آدمی مشرف باسلام ہوا جس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں تو ختنہ کرنے کی حاجت نہیں۔ بالغ شخص مشرف باسلام ہوا اگر وہ خود ہی اپنی مسلمانی کرسکتا ہے تو اپنے ہاتھ سے کرلے ورنہ نہیں ہاں اگر ممکن ہو کہ کوئی عورت جو کہ ختنہ کرنا جانتی ہو اس سے نکاح کرے تو نکاح کرکے اس سے ختنہ کرالے۔ (عالمگیری)

ختنہ ہوچکی ہے مگروہ کھال پھر بڑھ گئی اور حشفہ کو چھپالیا تو دوبارہ ختنہ کی جائے اور اتنی زیادہ نہ بڑھی ہو تو نہیں۔ ختنہ کرانا باپ کا کام ہے وہ نہ ہو تو اس کا وصی اس کے بعد دادا پھر اس کے وصی کا مرتبہ ہے۔ ماموں اور چچا یا ان کے وصی کا یہ کام نہیں ہاں اگر بچہ ان کی تربیت وعیال میں ہو تو کر سکتے ہیں۔

عورتوں کے کان چھدوانے میں حرج نہیں اور لڑکیوں کے کان چھدوانے میں بھی حرج نہیں۔ اس لئے کہ زمانہ رسالت میں کان چھدتے تھے اور اس پر انکار نہیں ہوا۔ (عالمگیری) بلکہ کان چھدوانے کا سلسلہ اب تک برابر جاری ہے صرف بعض لوگوں نے نصرانی عورتوں کی تقلید میں موتوف کردیا جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ انسان کو خصی کرنا حرام ہے اسی طرح ہیجڑا کرنا بھی۔ گھوڑے کو خصی کرنے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جائز ہے دوسرے جانوروں کو خصی کرنے میں اگر فائدہ ہو مثلاً اس کا گوشت اچھا ہوگا یا خصی نہ کرنے میں شرارت کرے گا۔ لوگوں کو ایذا پہنچائے گا انہیں مصالح کی بنا پر بکرے اور بیل وغیرہ کو خصی کیا جاتا ہے یہ جائز ہے اور اگر منفعت یا دفع ضرر دونوں باتیں نہ ہوں تو خصی کرنا حرام ہے۔ (ہدایہ، عالمگیری)

جس غلام کو خصی کیا گیا ہو اس سے خدمت لینا ممنوع ہے جیسا کہ امراؤ سلاطین کے یہاں اس قسم کے لوگوں سے خدمت لی جاتی ہے جن کو خواجہ سرا کہتے ہیں ان سے خدمت لینے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ اس کی وجہ سے خصی کرنے کی جرات کرتے ہیں اور اس حرام فعل کا ارتکاب کرتے ہیں اور اگر ایسے غلام سے کام ہی نہ لیا جائے تو خصی کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے گا۔ گھوڑی کو گدھے سے گابھن کرنا جس سے خچر پیدا ہوتا ہے اس میں حرج نہیں حدیث صحیح میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی سواری کا جانور بغلہ بیضا تھا اور اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو حضور ایسے جانور کو اپنی سواری میں نہ رکھتے۔ (ہدایہ)

بَابٌ فِي مَشْيِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الطَّرِيقِ

باب: عورتوں کا مردوں کے ساتھ راستے میں چلنا

5272 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي الْيَمَانِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَبِي عَمْرِو بْنِ حِمَاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنِّسَاءِ: اسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيقِ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتَّى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا بِهِ

5272-إسناده ضعيف لجهالة شداد بن أبي عمرو وأبي اليمان -وهو كثير الرحال -.وأخرجه يعقوب بن سفيان الفسوي في "المعرفة والتاريخ" 344 /1، والشاشي في "مسنده" (1515)، والطبراني 19/ (580)، والبيهقي في "شعب الإيمان" (7822) من طريق عبد العزيز بن محمد، بهذا الإسناد. ابن مسلمة محمد بن عثمان. وأخرجه الطبراني في "الأوسط" (13018) ، والدولابي في "الكنى" 1/ 45، والبيهقي في "شعب الإيمان" (7821) من طريق الحارث بن الحكم، عن أبي عمرو ابن حماس مرسلاً بلفظ" :ليس للنساء سراة الطريق ."ووقع عند الطبراني أن له صحبة، لكن في إسناده عند الطبراني إسحاق بن محمد المسيبي، وهو ضعيف الحديث. وهذا المرسل يعل الموصول، فهذه علة ثانية للخبر. وله شاهد من حديث أبي هريرة عند ابن حبان (5601)، وابن عدي 1321 /4، والبيهقي في "شعب الإيمان" (7823)

❁❁ حمزہ بن ابواسید انصاری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا: آپ اس وقت مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے اور راستے میں مرد اور عورتیں ایک ساتھ جارہے تھے، نبی اکرم ﷺ نے خواتین سے فرمایا: تم پیچھے رہو، تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم راستے کے درمیان میں چلو، بلکہ راستے کے اطراف میں چلا کرو، تو خاتون دیوار کے ساتھ مل کر چلا کرتی تھی، یہاں تک کہ اس کا کپڑا بعض اوقات دیوار کے ساتھ اٹک جاتا تھا، یعنی وہ دیوار کے بالکل ساتھ ملی ہوئی ہوتی تھی۔

5273 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ الْمَدَنِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى أَنْ يَمْشِيَ يَعْنِي الرَّجُلَ بَيْنَ الْمَرْأَتَيْنِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسُبُّ الدَّهْرَ

باب: آدمی کا زمانے کو برا کہنا

5274 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ، وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِي الْأَمْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

قَالَ ابْنُ السَّرْحِ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، مَكَانَ سَعِيدٍ وَاللهُ أَعْلَمُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم مجھے ایذاء دیتا ہے، جب وہ زمانے کو برا کہتا ہے، حالانکہ میں زمانہ ہوں۔ زمانہ میرے دستِ قدرت میں ہے، میں رات اور دن کو پیدا کرتا ہوں''۔

ابن سرح نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ابن مسیب سے منقول ہے۔ ابن سرح نے ''سعید'' کی جگہ ''ابن مسیب'' نقل کیا ہے۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (سورۃ الجاثیۃ 45:24)

5273- وأخرجه البخاري في "التاريخ الكبير" 3/ 234، والعقيلي في "الضعفاء" 2/ 33، وابن عدي 3/ 955، والحاكم في "المستدرك" 4/ 280، والبيهقي في "شعب الإيمان" (5446) و (5447) من طريق عن سلم بن قتيبة، بهذا الإسناد.

5274- وأخرجه البخاري (4826) و (7491)، ومسلم (2246)، والنسائي في "الكبرى" (11423) من طريق عن سفيان، بهذا الإسناد. وأخرجه مسلم (2246) من طريق معمر، عن الزهري، به. وأخرجه البخاري (6181)، ومسلم (2246)، والنسائي في "الكبرى" (11422) من طرق عن أبي هريرة. وأخرجه البخاري (6182)، ومسلم (2246) و (2247)، والنسائي (11423)

"اور وہ کہتے ہیں ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے۔ ہم یہاں مرتے اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں مار دیتا ہے۔ انہیں حقیقت کا کچھ علم نہیں۔ اور وہ محض گمان سے کام لیتے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ)

(صحیح البخاری، التفسیر، سورۃ حم الجاثیۃ، باب وما یھلکنا الا الدھر، ح:4826، صحیح مسلم، الالفاظ من الادب وغیرھا، باب النھی عن سب الدھر، ح:2246)

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم زمانے کو گالیاں دے کر (برا بھلا کہہ کر) مجھے ایذا پہنچاتا ہے کیونکہ (درحقیقت) میں ہی زمانہ (کا خالق اور مالک) ہوں۔ دن اور رات کو میں ہی تبدیل کرتا ہوں۔"

اور ایک روایت میں ہے:

(لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ) (صحیح مسلم، الالفاظ من الادب، باب النھی عن سب الدھر، ح:2246)

"زمانہ کو گالی مت دو (برا بھلا مت کہو) کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔"

1) ان احادیث میں زمانے کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کی ممانعت ہے۔

2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانے کو برا بھلا کہنا، اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف قرار دیا ہے۔

3) "فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ" درحقیقت اللہ ہی زمانہ ہے۔ یہ جملہ ازحد قابل توجہ ہے۔

4) انسان کو سب وشتم سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ بسا اوقات لاشعوری طور پر انسان سب وشتم کا مرتکب ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اس کا ارادہ نہ بھی کرے۔

(1) زمانے کو گالی دینا یا برا بھلا کہنا ہرگز جائز نہیں۔ یہ بات توحید کے منافی ہے۔ اس لیے اس سے احتراز ضروری ہے۔ جہلاء کی عادت ہے کہ جب کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف ہو تو زمانے کو برا بھلا کہنے یا گالیاں دینے لگتے ہیں اور اس دن، ماہ یا سال کو لعنتی قرار دے کر شر یا برائی کی نسبت زمانہ کی طرف کرتے ہیں کہ زمانہ بڑا خراب ہے، بڑا خراب زمانہ آ گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ زمانہ تو کوئی کام ہی نہیں کرتا۔ زمانے میں حقیقی متصرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس کا خالق بھی وہی ہے لہٰذا زمانے کو برا بھلا کہنا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے۔ البتہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ سال بڑے سخت ہیں، یہ دن بڑے سیاہ ہیں، یہ مہینے بڑے منحوس ہیں تو اس قسم کے الفاظ پر کوئی مواخذہ نہیں کیونکہ ان سے متکلم کی مراد یہ ہوتی ہے کہ میرے لیے یہ سال بڑے سخت، یہ مہینے بڑے منحوس (نامبارک) یا یہ دن بڑے سیاہ ہیں۔ اس سے وہ زمانے کو برا نہیں کہتا بلکہ اپنے حالات بیان کر رہا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ الفاظ مذموم نہیں۔

(2) حالات و واقعات کی نسبت زمانہ کی طرف کرنا مشرکین کا طریقہ ہے۔ جبکہ اہل توحید تمام امور کی نسبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کرتے ہیں۔

(3) اس کا مطلب یہ نہیں کہ "الدہر" (زمانہ) اللہ تعالیٰ کا نام ہے بلکہ اس سے بتلانا یہ مقصود ہے کہ زمانہ ازخود نہ تو کسی چیز کا مالک ہے اور نہ کچھ کر سکتا ہے بلکہ زمانے میں حقیقی مصرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا زمانے کو برا بھلا کہنا، اس میں تصرف کرنے والے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔

بعض الفاظ غلط ہونے کے باوجود اس قدر عام ہو جاتے ہیں کہ ان کی غلطی کا احساس کم ہی لوگوں کو ہوتا ہے مثلاً کسی کا شکریہ ادا کرنے کیلئے اکثر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں "میں آپ کا مشکور ہوں" حالانکہ مشکور وہ شخص ہوتا ہے جس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے، ایسے الفاظ میں شرعاً چونکہ کوئی قباحت نہیں ہوتی لہٰذا لغت کے اعتبار سے غلط ہونے کے باوجود کسی گناہ کا باعث نہیں بنتے لیکن بعض الفاظ یا فقرات لغت اور مفہوم و معانی کے اعتبار سے درست ہونے کے باوجود شرعاً درست نہیں ہوتے اور ان کا استعمال گناہ کا باعث بنتا ہے مثلاً کسی غیر متوقع یا افسوسناک حادثہ کے موقع پر یہ کہا جاتا ہے "زمانے نے ستم یہ کیا" یا "بے رحم زمانے کو ترس نہ آیا"۔ یا "ظالم زمانہ کیا جانے؟" یا "وقت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو" بعض اوقات کسی انتہائی قریبی عزیز کی وفات پر اس دن، مہینے یا سال کو بے رحم، ظالم یا ستم گر کہہ دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے فقرات استعمال کرنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے زمانے کو برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ تو میں خود ہوں رات اور دن کا الٹ پھیر میں کرتا ہوں" دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ابن آدم یہ کہہ کر مجھے اذیت پہنچاتا ہے ہائے کم بخت زمانہ لہٰذا تم میں سے کوئی بھی یوں ہرگز نہ کہے ہائے کم بخت زمانہ کیونکہ زمانہ تو میں خود ہوں میں ہی زمانے کے دن رات کا الٹ پھیر کرتا ہوں اور جب چاہوں گا دن رات کا الٹ پھیر ختم کر دوں گا" یہ دونوں حدیثیں مسلم شریف کی کتاب میں ہیں جن کا مفہوم بالکل صاف اور واضح ہے۔ زمانہ، وقت، سال، مہینہ، ہفتہ، اور دن یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾

"جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس دن سے کتاب اللہ کی رو سے اللہ کے ہاں مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے جن میں سے چار مہینے مروت والے ہیں۔" (سورت توبہ: ۳۶)

ان مہینوں میں یا وقت میں پیش آنے والے واقعات بھی اللہ تعالیٰ کے امر سے ہی پیش آتے ہیں جس کا قرآن مجید میں مختلف انداز میں مختلف جگہ پر ذکر کیا گیا ہے:

﴿لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا﴾

"یعنی ہم پر کوئی مصیبت نہیں آتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے۔" (سورت توبہ: ۵۱)

﴿تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

"یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔" (سورت آل عمران: ۱۴۰)

جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ناگوار یا افسوسناک حادثہ کی وجہ سے زمانے کو وقت کو یا ماہ و سال کو ظالم، بے رحم یا ستم گر وغیرہ کہنا جائز نہیں۔ بعض اوقات ناگوار حادثات کے موقع پر ایسے فقرات بھی استعمال کئے جاتے ہیں جن کا تعلق زمانے سے تو نہیں ہوتا لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہے مثلاً "تقدیر نے ستم یہ کیا۔۔" حالانکہ تقدیر کا خالق تو خود اللہ تعالیٰ ہے اور اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لانا ارکان ایمان میں شامل ہے لہٰذا ایسا کہنا بھی جائز نہیں۔ اس طرح بعض اوقات کہا جاتا ہے "قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔۔" قدرت سے مراد اللہ تعالیٰ کی طاقت اور شان ہے اسی لئے بعض اوقات یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لہٰذا ایسا کہنا بھی جائز نہیں۔ بعض لوگ کائنات میں مامور من اللہ اشیاء کو برا بھلا کہتے ہیں مثلاً

"سمندر کی بے رحم لہروں نے اسے نگل لیا" یا "ظالم سورج آگ برسا رہا تھا" سورج کا طلوع وغروب ہونا یا گرمی روشنی دنیا یا سمندروں کی لہروں کا اتار چڑھاو یا مدوجزر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے امر سے ہے سورج، چاند، ستارے، آسمان، زمین، پہاڑ، سمندر، ہوا، آگ وغیرہ یہ سب مامور من اللہ ہیں ان کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں۔ ہوا کے بارے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح الفاظ موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "ہوا کو برا مت کہو جب ہوا کے متعلق کوئی ناگوار چیز دیکھو (یعنی آندھی یا طوفان وغیرہ) تو یوں کہو یا اللہ! ہم آپ سے اس ہوا کی بھلائی طلب کرتے ہیں اور جو کچھ اس میں (پوشیدہ) ہے اس کی بھلائی طلب کرتے ہیں اور جس کام کے لئے وہ مامور کی گئی ہے اس کی بھلائی طلب کرتے ہیں نیز اس ہوا کے شر سے پناہ طلب کرتے ہیں اور اس ہوا میں جو شر (پوشیدہ) ہے اس سے بھی پناہ طلب کرتے ہیں اور جس کام پر یہ ہوا مامور کی گئی اس کے شر سے بھی پناہ طلب کرتے ہیں۔" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا سلسلہ میں ایک واقعہ بھی ہے کہ ایک شخص کی چادر ہوا سے اڑ گئی تو اس نے ہوا پر لعنت ڈالی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا "ہوا پر لعنت نہ کر کیونکہ یہ تو مامور من اللہ ہے۔" (ابوداؤد)۔ پس ہوا کی طرح باقی تمام مامور من اللہ اشیاء کو بھی برا کہنا یا گالی دینا یا ان پر لعن طعن کرنا جائز نہیں۔

ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کو برا کہنے سے بھی منع فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "بخار کو گالی نہ دو، کیونکہ یہ بنی آدم (مومن) کے گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کو گند سے پاک صاف کر دیتی ہے۔" (مسلم)

بخار کی طرح دیگر بیماریوں کو بھی برا کہنا جائز نہیں کیونکہ وہ بھی انسانوں کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں بشرطیکہ ان بیماریوں پر صبر کیا جائے۔ پس ناگوار حادثات، اعزہ واقارب کی وفات، بیماریوں اور مامور من اللہ اشیاء کے بارے میں ہمیں اپنی زبان سے کوئی ایسا کلمہ یا فقرہ نہیں نکالنا چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہوتی ہو یا رسول اللہ! کے حکم کی نافرمانی ہوتی ہو بلکہ ایسے مواقع پر ان ادعیہ واذکار کا اہتمام کرنا چاہیے جن کی تعلیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں ناگوار ہوا کے چلنے پر دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وصلی اللہ علیٰ نبینا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ **من عرف نفسه فقد عرف ربه** کی شرح میں فرماتے ہیں:

اے انسان! تجھ سے قریب ترین اگر کوئی چیز ہے تو تیری اپنی ہی ذات ہے اس لیے اگر تو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا تو کسی دوسرے کو کیوں کر پہچان سکے گا؟ فقط یہ جان لینا کہ یہ میرے ہاتھ ہیں یہ میرے پاؤں ہیں، یہ میری ہڈیاں ہیں اور یہ میرا جسم ہے۔ اپنی ذات کی شناخت تو نہیں ہے۔ اتنی شناخت تو اپنے لیے دیگر جانور بھی رکھتے ہیں۔ یا فقط یہ جان لینا کہ بھوک لگے تو کچھ کھا لینا چاہیے غصہ آجائے تو جھگڑا کر لینا چاہیے۔ شہوت کا غلبہ ہو جائے تو جماع کر لینا چاہیے یہ تمام باتیں تو جانوروں میں بھی تیرے برابر ہیں پھر تو ان سے اشرف وافضل کیوں کر ہوا؟ تیری اپنی ذات کی معرفت و پہچان کا تقاضا یہ ہے کہ تو جانے کہ تو خود کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا؟ اور جو تو آیا ہے تو کس کام کے لئے آیا ہے؟ تجھے پیدا کیا گیا ہے تو کس غرض کے لئے پیدا کیا گیا؟ تیری نیک بختی وسعادت کیا ہے؟ اور کس چیز میں ہے؟ تیری بدبختی وشقاوت کیا ہے اور کس چیز میں ہے؟ اور یہ صفات جو تیرے اندر جمع کر دی گئی ہیں اور ان میں سے بعض صفات حیوانی ہیں۔ بعض وحشی درندوں کی، بعض شیطانی بعض جناتی اور بعض

ملکوتی ہیں۔تو ذرا غور تو کر کہ تو ان میں سے کون سی صفات کا حامل ہے؟ تو ان میں سے کون ہے؟ تیری حقیقت ان میں سے کس کے قریب تر ہے؟ اور وہ کون کون سی صفات ہیں جن کی حیثیت تیرے باطن میں غریب واجنبی اور عارضی ہے؟ جب تک تو ان حقائق کو نہیں پہچانے گا اپنی ذات کی شناخت سے محروم رہے گا۔ اور اپنی نیک بختی وسعادت کا طلب گار نہیں بنے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی غذا علیحدہ علیحدہ ہے اور سعادت بھی الگ الگ ہے۔ چوپایوں کی غذا اور سعادت یہ ہے کہ کھائیں پئیں سوئیں اور مجامعت میں مشغول رہیں۔ اگر تو بھی یہی کچھ ہے تو دن رات اسی کوشش میں لگا رہ کہ تیرا پیٹ بھرتا رہے اور تیری شہوت کی تسکین ہوتی رہے۔ درندوں کی غذا اور سعادت لڑنے بھڑنے مرنے مارنے اور غیظ وغضب میں ہے۔ شیطانوں کی غذا اور سعادت شرانگیزی اور مکروحیلہ سازی میں ہے اگر تو ان میں سے ہے تو ان ہی جیسے مشاغل اختیار کرلے تاکہ تو اپنی مطلوبہ راحت ونیک بختی حاصل کرلے۔ فرشتوں کی غذا اور سعادت ذکر وتسبیح وطواف میں ہے جب کہ انسان کی غذا اور سعادت قرب الٰہی میں اللہ تعالیٰ کے انوار جمال کا مشاہدہ ہے۔ اگر تو انسان ہے تو کوشش کر کہ تو ذات باری تعالیٰ کو پہچان سکے اور اس کے انوار وجمال کا مشاہدہ کر سکے اور اپنے آپ کو غصہ اور شہوت کے ہاتھ سے رہائی دلا سکے اور تو طلب کرے تو اس ذات یکتا کو کرے تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ تیرے اندر ان حیوانی وبہیمی صفات کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اور تجھ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوجائے کہ پیدا کرنے والے نے ان صفات کو تیرے اندر جو پیدا کیا ہے تو کیا اس لیے کہ وہ تجھے اپنا اسیر بنالیں اور تجھ پر غلبہ حاصل کر کے خود فاتح بن جائیں؟ یا اس لیے کہ تو ان کو اپنا اسیر ومسخر بنالے اور خود ان پر غالب آجائے اور اپنے ان اسیروں اور مفتوحین میں سے کسی کو اپنے سفر کا گھوڑا بنالے اور کسی کو اپنا اسلحہ بنالے تاکہ یہ چند دن جو تجھے اس منزل گاہ فانی میں گزارنا ہیں۔ ان میں سے اپنے ان غلاموں سے کام لے کر اپنی سعادت کا بیج حاصل کر سکے اور جب سعادت کا بیج تیرے ہاتھ آجائے تو تو ان کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہوا اپنی اس قرارگاہِ سعادت میں داخل ہوسکے جسے خواص کی زبان میں 'حضورِ حق' کہا جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں تیرے جاننے کی ہیں۔ جس نے ان کو نہ جانا وہ راہ دین سے دور رہا اور لامحالہ دین کی حقیقت سے حجاب میں رہا۔ (کیمیائے سعادت)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے طالب تو پہچان اپنی ذات کو اور کون ہے تو اور کیا ہے حقیقت تیری اور کیا ہے تیری نسبت حق تعالیٰ کی طرف اور کس وجہ سے تو حق ہے اور کس وجہ سے تو عالم (جہان) ہے۔ (شرح فصوص الحکم والایقان)

شرح سنن ابوداؤد جلد ہشتم کے اختتامی کلمات دعا

الحمد للہ! شرح سنن ابوداؤد کی یہ جلد مکمل ہوچکی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری غلطیوں وکوتاہیوں کو معاف کردے اور میں یہ بھی دعا کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے دین کو سنوار دے جو کہ میری آخرت کے کام کا حافظ اور نگہبان ہے اور میری دنیا کو سنوار دے کہ جس میں میری روزی اور زندگی ہے۔ اور میری آخرت کو سنوار دے کہ جس میں میری واپسی ہے۔ اور میری زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی میں زیادتی اور میری موت کو ہر شر سے میری راحت کا سبب بنادے۔ یا اللہ مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع نصیب فرما اور مجھ پر باطل واضح فرما اور مجھے باطل سے بچنے کی توفیق عطاء فرمادے۔ یا اللہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے مجھے حق وایمان پر استقامت نصیب فرما۔ اور دنیا میں آنے فتنوں سے مجھے اور تمام مسلمانوں کو محفوظ فرما۔ آمین۔

محمد لیاقت علی عفی عنہ

شرح ابوداؤد شریف

جلد 7

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

اَدامَ اللہُ تعالیٰ معالیہٗ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

فہرست مضامین

عنوان | صفحہ

كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ

عنوان	صفحہ

كِتَابُ التَّرَجُّلِ

عنوان	صفحہ

| **كِتَابُ الْخَاتَمِ** | |

| **كِتَابُ الْفِتَنِ وَالْمَلَاحِمِ** | |

عنوان | صفحہ

كِتَابُ الْمَهْدِيِّ

كِتَابُ الْمَلَاحِمِ

عنوان	صفحہ

مقدمہ رضویہ

الْحمد لله الَّذِي أوضح وُجُوه معالم الدّين وأفضح وُجُوه الشَّك بكشف النقاب عَن وَجه الْيَقِين بالعلماء المستنبطين الراسخين والفضلاء الْمُحَقِّقين الشامخين الَّذين نزهوا كَلَام سيد الْمُرْسلين مميزين عَن زيف المخلطين المدلسين وَرفعُوا مناره بنصب العلائم وأسندوا عمده بأقوى الدعائم حَتَّى صَار مَرْفُوعا بِالْبِنَاءِ العالي المشيد وبالأحكام الموثق المدمج الْمُؤَكّد مسلسلا بسلسلة الْحِفْظ والإسناد غير مُنْقَطع وَلَا واه إِلَى يَوْم التناد وَلَا مَوْقُوف على غَيره من المباني وَلَا معضل مَا فِيهِ من الْمعَانِي (وَالصَّلَاة) على من بعث بِالدّينِ الصَّحِيح الْحسن وَالْحق الصَّرِيح السّنَن الْخَالِي عَن الْعِلَل القادحة والسالم من الطعْن فِي أدلته الراجحة مُحَمَّد المستأثر بالخصال الحميدة والمجتبى الْمُخْتَص بالخلال السعيدة وعَلى آله وَصَحبه الْكِرَام مؤيدي الدّين ومظهري الْإِسْلَام وعَلى التَّابِعين بِالْخَيرِ وَالْإِحْسَان وعَلى عُلَمَاء الْأمة فِي كل زمَان مَا تغرد قمري على الْورْد والبان وناح عندليب على نور الأقحوان (وَبعد) فَإِن عاني رَحْمَة ربه الْغَنِيّ مُحَمَّد لياقت على الرضوي الْحَنَفِيّ عَامله ربه ووالديه بِلُطْفِهِ الْخَفي يَقُول أَن السّنة إِحْدَى الْحجَج القاطعة وأوضح المحجة الساطعة وَبهَا ثُبُوت أَكثر الْأَحْكَام وَعَلَيْهَا مدَار الْعلمَاء الْأَعْلَام وَكَيف لَا وَهِي القَوْل وَالْفِعْل من سيد الْأَنَام فِي بَيَان الْحَلَال وَالْحرَام الَّذين عَلَيْهِمَا مَبْنِيّ الْإِسْلَام فصرف الإعمار فِي اسْتِخْرَاج كنوزها من أهم الْأُمُور وتوجيه الأفكار فِي استكشاف رموزها من تعمير العمور لَهَا منقبة تجلت عَن الْحسن والبها ومرتبة جلت بالبهجة والسنا وَهِي أنوار الْهِدَايَة ومطالعها ووسائل الدِّرَايَة وذرائعها وَهِي من مختارات الْعُلُوم عينهَا وَمن متنقدات نقود المعارف فضها وعينها ولولاها لما بَان الْخَطَأ عَن الصَّوَاب وَلَا تميز الشَّرَاب من السراب وَلَقَد تصدت طَائِفَة من السّلف الْكِرَام مِمَّن كساهم الله تَعَالَى جلابيب الْفَهم والأفهام ومكنهم من انتقاد الْأَلْفَاظ الفصيحة المؤسسة على الْمعَانِي الصَّحِيحَة وأقدرهم على الْحِفْظ بالحفاظ من الْمُتُون والألفاظ إِلَى جمع سنَن من سنَن سيد الْمُرْسلين هادية إِلَى طرائق شرائع الدّين وَتَدْوِين مَا تفرق مِنْهَا فِي أقطار بِلَاد الْمُسلمين بتفرق الصَّحَابَة وَالتَّابِعِينَ الحاملين والفقهاء مذاهب الاربعة۔

اَبْوَابُ الْاِجَارَةِ

یہ ابواب اجارہ کے بیان میں ہیں

اجارہ کے لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم کا بیان

معاوضہ دینا (مجازاً) قبضہ ایک معین مدت تک کے لیے اجرت یا معاوضہ دے کر کسی شے پر تصرف بلاشرکت غیرے تسلط بیوعات کی ایک قسم (کرایہ) لغوی معنے کرایے پر دینا مکان یا زمین کرایہ یا ٹھیکہ پر دینا کامل تصرف مکان یا زمین جو ٹھیکہ پر دی جائے کسی شخص یا اشخاص کا کسی کاروبار وغیرہ میں بلاشرکت غیرے امتیازی اور مراعاتی عمل دخل، جس سے دوسرے محروم رہیں۔

اجارہ کے لغوی معنی: کرایہ پر دینا۔ اجارہ کی اصطلاحی معنی: ہر اس معاملہ کو کہتے ہیں کہ جس میں مال (پیسے وغیرہ) کے بدلے کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کا مالک بنایا گیا ہو، مثلاً ایک آدمی کا مکان ہو جس میں وہ کسی آدمی کو رہنے کی اجازت دی ہو اور اس میں رہنے والا اس کا کرایہ ادا کرتا ہو تو یہ اجارہ ہے۔

کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں۔ مالک کو آجر، موجر اور مواجر اور کرایہ دار کو مستاجر اور اُجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔

اجارہ کے معنی ہیں کسی چیز کو کرایہ پر دینا اور اصطلاح شریعت میں اجارہ کا مفہوم ہے اپنی کسی چیز کی منفعت کا کسی کو مالک بنا۔ فقہی طور پر قیاس تو یہ کہتا ہے کہ اجارہ میں چونکہ منفعت معدوم ہوتی ہے اس لئے اجارہ جائز ہو؟ چاہیے لیکن شریعت نے لوگوں کی احتیاج وضرورت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ اجارہ حدیث وآثار سے ثابت ہے۔

کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں۔ مالک کو آجر، موجر اور مواجر اور کرایہ دار کو مستاجر اور اُجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔

کسی سے کوئی چیز مقررہ کرائے پر لینا یا مقررہ اجرت پر کسی سے مزدوری کروانا اجارہ کہلاتا ہے۔ اس کے چند شرائط یاد رکھ کر اس پر عمل کرنا ہوتا ہے ورنہ اجارہ فاسد ہو جائے گا۔ اس طرح اگر کوئی اپنا اجارہ توڑنا چاہے تو اس کا شریعت نے طریقہ بتایا ہے۔ اس بارے میں تفصیل درج ذیل ہے۔

جب کسی نے مہینہ بھر کے لیے گھر کرایہ پر لیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا چاہے اس میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا رہا ہو۔ کرایہ بہر حال واجب ہے۔

درزی کپڑا سی کر یا رنگریز رنگ کر یا دھوبی کپڑا دھو کر لایا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک وہ اس کی مزدوری نہ لے لیوے تب

تک کپڑا نہ دے۔ بغیر مزدوری دیئے اس سے زبردستی لینا درست نہیں۔ اور اگر کسی مزدور سے غلے کا ایک بورا ایک پانچ روپے کے وعدہ پر اٹھوایا تو وہ اپنی مزدوری مانگنے کے لیے غلہ نہیں روک سکتا۔ کیونکہ وہاں سے لانے کی وجہ سے غلہ میں کوئی بات نہیں پیدا ہوئی۔ اور پہلی صورتوں میں ایک نئی بات کپڑے میں پیدا ہوگئی۔

اگر کسی نے یہ شرط کرلی کہ میرا کپڑا تم ہی سینا یا تم ہی رنگنا یا تم ہی دھونا تو اس کو دوسرے سے دھلوانا درست نہیں۔ اور اگر یہ شرط نہیں کی تو کسی اور سے بھی وہ کام کروایا جاسکتا ہے۔

اجارہ کے حکم کا بیان

اجارہ کا حکم یہ ہے کہ طرفین بدلین کے مالک ہوجاتے ہیں مگر یہ مِلک ایک دم نہیں ہوتی بلکہ وقتاً فوقتاً ہوتی ہے۔ مگر جبکہ تعجیل یعنی پیشگی لینا شرط ہو تو عقد کرتے ہی اُجرت کا مالک ہوجائے گا۔ (عالمگیری)

اجارہ کے عقد کا محل منافع ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک عقد اجارہ کا محل نفع ہے اور امام مالک، امام احمد اور کثیر فقہاء شوافع کا قول بھی اسی طرح ہے جبکہ بعض فقہاء شوافع نے کہا ہے کہ عقد اجارہ کا محل نفع نہیں بلکہ عین ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے معقود علیہ عقد کو گھیرنے والا ہے اور وہ نفع ہے نہ کہ عین ہے کیونکہ اعیان میں ایسا نہیں ہوتا۔ (شرح الوقایہ، کتاب اجارہ، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اجارہ کے ارکان ایجاب وقبول ہیں خواہ لفظ اجارہ ہی سے ہوں یا دوسرے لفظ سے۔ لفظ عاریت سے بھی اجارہ منعقد ہوسکتا ہے مثلاً یہ کہا میں نے یہ مکان ایک مہینے کو دس روپے کے عوض میں عاریت پر دیا دوسرے نے قبول کرلیا اجارہ ہوگیا۔ یوہیں اگر یہ کہا کہ میں نے اس مکان کے نفع اتنے کے بدلے میں تم کو ہبہ کیے اجارہ ہوجائے گا۔ اور جو چیز بیع کا ثمن ہوسکتی ہے وہ اُجرت بھی ہوسکتی ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جو اُجرت ہوسکے وہ ثمن بھی ہوجائے مثلاً ایک منفعت دوسری منفعت کی اُجرت ہوسکتی ہے جبکہ دونوں دو جنس کی ہوں اور منفعت ثمن نہیں ہوسکتی۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

اجارہ کی شرائط کا بیان

اجارہ کے شرائط حسب ذیل ہیں۔ (۱) عاقل ہونا یعنی مجنون اور ناسمجھ بچہ نے اجارہ کیا وہ منعقد ہی نہ ہوگا۔ بلوغ اس کے لیے شرط نہیں یعنی نابالغ عاقل نے اپنے نفس کے متعلق اجارہ کیا یا مال کے متعلق کیا اگر وہ ماذون ہے یعنی اُس کے ولی نے اُسے اجازت دیدی ہے تو اجارہ منعقد ہے اور اگر ماذون نہیں ہے تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے جائز کردے گا جائز ہوجائے گا۔ اور اگر نابالغ نے بغیر اجازت ولی کام کرنے پر اجارہ کیا اور اُس کام کو کرلیا مثلاً کسی کی مزدوری چار آنے روز پر کی تو اب ولی کی اجازت درکار نہیں بلکہ اُجرت کا یہ مستحق ہوگیا۔ (۲) مِلک وولایت یعنی اجارہ کرنے والا مالک یا ولی ہو اجارہ کرنے کا اسے اختیار حاصل ہو فضولی نے جو اجارہ کیا وہ مالک یا ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور وکیل نے عقدِ اجارہ کیا یہ جائز ہے۔ (۳) مستاجر کو وہ چیز سپرد کردینا جبکہ اُس چیز کے منافع پر اجارہ ہوا ہو۔ (۴) اُجرت کا معلوم ہونا۔ (۵) منفعت کا معلوم ہونا اور ان دونوں کو اس طرح بیان کردیا ہو کہ نزاع کا احتمال نہ رہے، اگر یہ کہہ دیا کہ ان دو مکانوں میں سے ایک کو کرایہ پر دیا یا دو غلاموں میں سے ایک کو مزدوری پر دیا یہ اجارہ صحیح

نہیں۔ (۶) جہاں اجارہ کا تعلق وقت سے ہو وہاں مدت بیان کرنا مثلاً مکان کرایہ پر لیا تو یہ بتانا ضرور ہے کہ اتنے دنوں کے لیے یا یہ بیان کرنا ضروری نہیں ہے کہ اس میں کیا کام کریگا۔ (۷) جانور کرایہ پر لیا اس میں وقت بیان کرنا ہوگا یا جگہ مثلاً گھنٹہ بھر سواری لے گا یا فلاں جگہ تک جائے گا اور کام بھی بیان کرنا ہوگا کہ اس سے کون سا کام لیا جائے گا مثلاً بوجھ لادنے کے لیے یا سواری کے لیے۔ (۸) وہ کام ایسا ہو کہ اُس کا استیفاء قدرت میں ہو اگر حقیقۃً مقدور نہ ہو مثلاً غلام کو اجارہ پر دیا اور وہ بھاگا ہوا ہے یا شرعاً غیر مقدور ہو مثلاً گناہ کی باتوں پر اجارہ یہ دونوں باتوں پر اجارہ صحیح نہیں۔ (۹) وہ عمل جس کے لیے اجارہ ہوا اُس شخص پر فرض و واجب نہ ہو۔ (۱۰) منفعت مقصود ہو۔ (۱۱) اُسی جنس کی منفعت اُجرت نہ ہو۔ (۱۲) اجارہ میں ایسی شرط نہ ہو جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ منفعت کی مقدار کا علم مدت بیان کرنے سے ہوتا ہے مثلاً پانچ روپے میں ایک مہینہ کے لیے مکان کرایہ لیا یا ایک سال کے لیے کھیت اجارہ پر لیا۔ یہ اختیار ہے کہ جس مدت کے لیے اجارہ ہو وہ قلیل مدت ہو مثلاً ایک گھنٹہ یا ایک دن یا طویل دس برس، بیس برس، پچاس برس۔ اگر اتنی مدت کے لیے اجارہ ہو کہ عادۃً اُتنے دنوں تک زندگی متوقع نہ ہو جب بھی اجارہ درست ہے۔ وقف کے اجارہ کی مدت تین سال سے زیادہ نہ ہونی چاہیے مگر جبکہ اتنے دنوں کے لیے کوئی کرایہ دار نہ ملتا ہو یا مدت بڑھانے میں زیادہ فائدہ ہے تو بڑھا سکتے ہیں۔ (بحرالرائق، کتاب اجارہ، بیروت)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کبھی عمل کا بیان خود اُس کا نام لینے سے ہوتا ہے مثلاً اِس کپڑے کی رنگائی یا اس کی سلائی یا اس زیور کی بنوائی مگر کام کو اس طرح بیان کرنا ہوگا کہ جہالت باقی نہ رہے کہ جھگڑا ہو لہٰذا جانور کو سواری کے لیے لیا اس میں فقط فعل بیان کرنا کافی نہیں جب تک جگہ یا وقت کا بیان نہ ہو۔ کبھی اشارہ کرنے سے منفعت کا پتہ چلتا ہے مثلاً کہہ دیا یہ غلہ فلاں جگہ لیجانا ہے۔ (درمختار، کتاب اجارہ، بیروت)

فِيْ كَسْبِ الْمُعَلِّمِ

باب: معلم کی کمائی

3416 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيُّ، عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: عَلَّمْتُ نَاسًا مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ الْكِتَابَ، وَالْقُرْاٰنَ فَاَهْدٰى اِلَيَّ رَجُلٌ مِنْهُمْ قَوْسًا فَقُلْتُ: لَيْسَتْ بِمَالٍ وَاَرْمِيْ عَنْهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَاٰتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاَسْاَلَنَّهُ فَاَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَجُلٌ اَهْدٰى اِلَيَّ قَوْسًا مِمَّنْ كُنْتُ اُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْقُرْاٰنَ، وَلَيْسَتْ بِمَالٍ وَاَرْمِيْ عَنْهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَالَ: اِنْ كُنْتَ تُحِبُّ اَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا.

✿✿ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اہل صفہ کے کچھ افراد کو قرآن اور لکھنے کی تعلیم دی، تو ان

میں سے ایک شخص نے مجھے تحفے کے طور پر کمان دیدی، میں نے سوچا یہ کوئی ایسا خاص مال نہیں ہے، میں جہاد کے دوران اس کے ذریعے تیراندازی ہی کرسکتا ہوں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ایک شخص نے مجھے کمان تحفے کے طور پر دی ہے یہ ان لوگوں میں سے ایک ہے جنہیں میں نے لکھنا اور قرآن پڑھنا سکھایا ہے، یہ کوئی خاص مال نہیں ہے، میں صرف اس کے ذریعے اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) تیراندازی کرسکتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر تم اس بات کو پسند کرتے ہو، کہ تمہیں آگ کا طوق پہنایا جائے، تو تم اسے قبول کرلو''۔

3417- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَسَارٍ - قَالَ عَمْرٌو: وحَدَّثَنِي - عُبَادَةُ بْنُ نُسَيٍّ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ نَحْوَ هَذَا الْخَبَرِ وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ. فَقُلْتُ: مَا تَرَى فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ: جَمْرَةٌ بَيْنَ كَتِفَيْكَ تَقَلَّدْتَهَا أَوْ تَعَلَّقْتَهَا

❁❁ یہ روایت ایک سند کے ہمراہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی مانند منقول ہے تاہم پہلی روایت زیادہ مکمل ہے (اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:) میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ایک انگارہ ہے، جسے تم نے اپنے کندھوں کے درمیان ڈال لیا ہے (راوی کو شک ہے شاید الفاظ ہیں) لٹکالیا ہے۔

دینی امور پر اجرت کا جواز کا بیان

آج کل عذابِ قبر کے منکرین نے عذابِ قبر کے علاوہ دینی امور پر اجرت کے مسئلہ کو بھی اپنا ایشو بنا رکھا ہے اور اس بات کی وہ دن رات تبلیغ کررہے ہیں کہ دینی امور پر اجرت ناجائز ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے کچھ لٹریچر بھی شائع کیا ہے جس میں کچھ روایات سے انہوں نے اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے۔ یہ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ عذابِ قبر کی صحیح وصریح اور متواتر احادیث کو تو یہ فرقہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

لیکن دینی امور پر اجرت کے مسئلہ کے لیے ضعیف روایات کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں جو روایت اجرت کے جواز کا ثبوت فراہم کرتی ہیں ان کا دور از کار قسم کی تاویلات پیش کی گئی ہیں۔ حالانکہ ایسی باطل تاویلات ان محدثین کرام کے وہم وخیال میں بھی نہ تھیں کہ جنہوں نے ان احادیث کو روایت کیا ہے۔ اس سلسلے میں جو صحیح احادیث ہیں انہیں پیش کیا جاتا ہے اور جن ضعیف روایات کو منکرین عذاب القبر نے پیش کیا ہے ان کی حقیقت بھی واضح کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز

دلیل نمبر ا:

❁عن ابی سعید: انطلق نفر من اصحاب النبی ﷺ فی سفرۃ سافروھا. حتی نزلوا علی حی من احیاء العرب فاستضافوھم فابوا ان یضیفوھم. فلدغ سید ذلك الحی. فسعوا له شيئ لا ينفعه شيئ. فاتوھم فقالوا: یایھا الرھط ان سیّدنا الدغ وسعینا له بکل شئی لا ینفعه فھل عند احد منکم من شئی؟ فقال بعضھم نعم الله. انی لارقی. ولکن والله لقد استضفنا کم فلم تضیفونا. فما انا براق لکم.

آپ ﷺ نے اپنا حصہ بھی مقرر کرنے کا حکم دیا۔ تا کہ صحابہ کرام کو اس مال کے حلال وطیب ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے علاوہ ازیں آپ ﷺ نے اس واقعہ پر ہنس کر خوشی کا اظہار بھی فرمایا۔

عام روایات میں دم کرنے والے کا نام ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ مسند احمد (۱۰/ ۳) اور جامع الترمذی کی روایات میں ہے کہ دم کرنے والے خود راوی حدیث جناب ابو سعید خدری ہی تھے۔ صحیح بخاری، مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایات میں بکریوں کی تعداد تیس (۳۰) ذکر کی گئی ہے، اور مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایات میں ہے کہ سورۃ فاتحہ کو سات مرتبہ پڑھ کر اس شخص پر دم کیا گیا اور جو تھوک جمع ہو جاتا ہے اسے صحابی زخم کی جگہ پر تھتکار دیتے۔ بخاری کی اس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے یہ واقعہ سنے کے بعد فرمایا: ''قد اصبتم'' (تم نے بالکل ٹھیک کیا) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے: ''احسنتم'' (تم نے اچھا کیا) مسلم وغیرہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ کی ایک خاتون نے صحابہ کرام کو یہ بتایا کہ انکے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ نیز قبیلہ والوں نے اجرت کے علاوہ صحابہ کرام کی دودھ سے تواضع بھی کی۔ (مسلم) اور اس طرح انہوں نے صحابہ کرام سے میزبانی کے معاملے میں جو بے اعتنائی برتی تھی اس کا انہوں نے ازالہ کر دیا۔

اس حدیث کی مزید وضاحت سیدنا عبداللہ بن عباس کی روایت سے ہوتی ہے جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ جس طرح قرآن حکیم کی ایک آیت کی وضاحت دوسری آیت کرتی ہے، اسی طرح ایک حدیث کی وضاحت بھی دوسری حدیث کرتی ہے۔ سیدنا ابن عباس کی حدیث یہ ہے:

﴿عن ابن عباس ان نفرا من اصحاب النبي ﷺ مروا بماء فيهم لديغ او سليم فعرض لهم رجل من اهل الماء فقال: هل فيكم من راق؟ ان في الماء رجلا لديغا او سليما فانطلق رجل منهم فقرا بفاتحة الكتاب على شاء فبرء بالشاء الى اصحابه فكرهوا ذالك وقالوا اخذت على كتاب الله اجراء حتى قدموا المدينة فقالوا: يا رسول الله اخذ على كتاب الله اجرا فقال رسول الله ﷺ ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله﴾

(صحیح بخاری، کتاب الطب باب الشرط فی الرقیۃ بفاتحۃ الکتاب (۵۷۳۷) موارد الظمآن (۱۱۳۱) السنن الکبری للبیہقی (۱/۴۳۰) (۶/۱۲۴) ۳۳/۷، شرح السنۃ للبغوی ۲۶۵/۴، الدارقطنی (۶۵/ ۳) مشکاۃ (۲۹۸۵)

(عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے چند صحابہ ایک پانی سے گزرے جس کے پاس کے قبیلہ میں سانپ یا بچھو کا کاٹا ہوا (لدیغ یا سلیم راوی کو ان دونوں الفاظ کے متعلق شک ہے۔) ایک شخص تھا۔ قبیلہ کا ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا کیا آپ لوگوں میں کوئی دم کرنے والا ہے۔ ہمارے قبیلہ میں ایک شخص کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا ہے۔ چنانچہ صحابہ کی اس جماعت میں سے ایک صحابی اس شخص کے ساتھ گئے اور چند بکریوں کی شرط کے ساتھ اس شخص پر سورۃ فاتحہ پڑھی اس سے وہ اچھا ہو گیا وہ صاحب شرط کے مطابق بکریاں اپنے ساتھیوں کے پاس لائے تو انہوں نے اسے قبول کر لینا پسند نہیں کیا اور کہا کہ اللہ کی کتاب پر تم نے اجرت لی ہے۔ آخر جب سب لوگ مدینہ آئے تو (پورا واقعہ) عرض کیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! ان صاحب نے اللہ کی

کتاب پر اجرت لی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اس کی مستحق اللہ کی کتاب ہے۔) (کہ اس پر اجرت حاصل کی جائے۔)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جب دم کرنے والے صحابی نے وہ بکریاں لے لیں تو دوسرے صحابہ کرام نے ان سے اختلاف کیا اور ان سے کہا کہ تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے یہ تمام واقعہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ''ان حق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله'' (جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں کتاب اللہ سب سے زیادہ مستحق ہے (کہ اس پر اجرت لی جائے))۔ صحابہ کرام کے اس طرز عمل سے معلوم ہوا کہ جب ان میں کسی بات پر اختلاف ہو جاتا تو وہ اس کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ سے کروایا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ پر وہ راضی ہو جاتے۔ اور یہی ایمان خالص ہے کہ ایک مومن اللہ اور اس کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کر لے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے اس عمل کو درست قرار دیا اور فرمایا:

''قد اصبتم'' (تم نے بالکل درست کیا) (بخاری) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے: ''احسنتم'' (تم نے اچھا کیا)

اس حدیث سے درج ذیل باتیں ثابت ہوئیں:

دم پر اجرت لینا جائز ہے اور یہ احادیث اس مسئلہ پر نص قطعی کا درجہ رکھتی ہیں۔

اس واقعہ کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عام اصول اور قاعدہ بھی بیان فرمایا اور وہ یہ ہے:

''ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله''

جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اللہ کی کتاب سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس پر اجرت لی جائے۔

اس حدیث نے یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ دم کے علاوہ تعلیم القرآن وغیرہ پر بھی اجرت لی جا سکتی ہے۔

ان احادیث میں لدیغ اور سلیم کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ لدغ = ڈنگ مارنا جیسے لسع ہے۔ بعضوں نے کہا سانپ کے کاٹے کو لسع کہتے ہیں اور بچھو کے کاٹے کو لدغ اور ہر ایک لفظ دوسرے میں مستعمل ہوتا ہے۔ (لغات القرآن ۳۰/۴) عموماً لدغ بچھو کے ڈسنے اور سلم سانپ کے ڈسنے پر استعمال ہوتا ہے، لیکن کبھی یہ ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''واستدل به للجمهور فی جواز اخذ الاجرة علی تعلیم القرآن، وخالف الحنفیة فمنعوه فی التعلیم واجازوه فی الرقی کالدوا قالو لان تعلیم القرآن عبادة والاجر فیه علی الله وهو القیاس فی الرقی الا انهم اجازوه فیها لهذا الخبر، وحمل بعضهم الاجر فی هذا الحدیث علی الثواب وسیاق القصة التی فی الحدیث یابی هذا التاویل. وادعی بعضهم نسخه بالاحادیث الوارده فی الوعید علی اخذ الاجرة علی تعلیم القرآن وقد رواها ابو داؤد وغیره. وتعقب بانه اثبات للنسخ بالاحتمال وهو مردود. وبان الاحادیث لیس فیها تصریح بالمنع علی الاطلاق بل هی وقائع احوال متحملة للتاویل لتوافق

الاحاديث الصحيحة كحديثي الباب. وبان الاحاديث المذكورة ايضا ليس فيها ما تقوم به الحجة فلا تعارض الاحاديث الصحيحة وسيكون لنا عودة الى البحث في ذلك في كتاب النكاح في التزويج على تعليم القرآن﴾ (فتح الباری کتاب الاجارۃ ۴/۵۴۴)

جمہور علماء کرام نے اس حدیث سے تعلیم القرآن پر اجرت لینے کے جواز پر استدلال کر کے اجرت کو درست قرار دیا ہے۔ اور حنفیہ نے جمہور کی مخالفت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تعلیم القرآن پر اجرت لینا درست نہیں ہے۔ البتہ جھاڑ پھونک پر اجرت لینا درست ہے۔ کیونکہ جھاڑ پھونک دوا کی طرح ہے (اور دوا علاج پر اجرت لی جاتی ہے) حنفیہ کا استدلال یہ ہے کہ تعلیم القرآن عبادت ہے اور اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اور قیاس چاہتا ہے کہ اس سے جھاڑ پھونک پر بھی اجرت نہ لی جائے، لیکن حنفیہ نے اس حدیث کی بنا پر اسے جائز قرار دیا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اجر سے مراد ثواب ہے، لیکن اس حدیث کا سیاق اس تاویل کو رد کرتا ہے اور بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ احادیث ان احادیث کی وجہ سے منسوخ ہیں کہ جن میں تعلیم القرآن پر اجرت لینے پر وعید آئی ہے۔ اور جسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے لیکن ایسے لوگوں کا تعقب کیا گیا کہ انہوں نے نسخ کا دعویٰ صرف احتمال کی بناء پر کیا ہے اور احتمال سے نسخ ثابت کرنا مردود ہے اور ان احادیث میں مطلق منع کی صراحت نہیں ہے۔ بلکہ وہ مختلف اوقات سے متعلق ہیں کہ جو تاویل کا احتمال رکھتی ہیں تاکہ اس طرح وہ روایات صحیح احادیث کے موافق ہو جائیں جیسا کہ اس باب کی حدیث ہے۔ نیز یہ احادیث اس قابل نہیں ہیں کہ ان (ضعیف روایات) کے ذریعے کوئی حجت قائم ہو سکے، پس وہ روایات احادیث صحیحہ کے معارض نہیں ہیں اور اس کی بحث ہم کتاب النکاح باب التزویج علی تعلیم القرآن (تعلیم القرآن کے عوض نکاح کرنے کا بیان) میں کریں گے۔)

امام نووی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

﴿قوله ﷺ: (خذوا منهم واضربوا لي بسهم معكم) هذا تصريح بجواز اخذ الاجرة على الرقية بالفاتحة والذكر وانها حلال كراهية فيها وكذا الاجرة على تعليم القرآن وهذا مذهب الشافعي ومالك واحمد واسحاق وابي ثور واخرين من السلف ومن بعدهم ومنعها ابو حنيفه في تعليم القرآن واجازها في الرقية... قوله ﷺ واضربوا لي بسهم فانما قاله تطيبا لقلوبهم ومبالغهم في تعريفهم انه حلال لا شبهة فيه﴾ (شرح صحیح مسلم للامام نووی ۲/۲۲۴)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اس مال کو لے لو اور اس میں میرا حصہ بھی لگاؤ۔ اس فرمان میں وضاحت ہے کہ سورۃ فاتحہ اور ذکر کے ذریعے جھاڑ پھونک پر اجرت لینا جائز ہے۔ اور بلاشبہ یہ حلال ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔ اس طرح تعلیم القرآن پر بھی اجرت لینا جائز ہے اور یہ مذہب امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام اسحاق، امام ابوثور کا سلف میں سے اور ان کے بعد لوگوں کا ہے اور امام ابوحنیفہ نے تعلیم القرآن پر اجرت سے منع کیا ہے اور رقیہ پر اجرت کی اجازت دی ہے (اور آگے فرماتے ہیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "کہ اس میں میرا حصہ بھی لگاؤ" صحابہ کرام کے دلوں کو پاک صاف کرنے کے لیے تھا اور اس مال کی

تعریف میں مبالغہ کے لیے تھا کہ بلاشبہ یہ مال حلال ہے۔)

﴿ورخص الشافعي للمعلم ان ياخذ على تعليم القرآن اجرا ويرى له ان يشترط على ذلك واحتج بهذا الحديث﴾ (جامع ترمذی ۲۰۶۳)

اور امام شافعی نے معلم کو تعلیم القرآن پر اجرت لینے کی رخصت دی ہے، اور اس بات کی بھی کہ وہ اسے مشروط کر سکتا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے:

﴿باب ما يعطى في الرقية على احياء العرب بفاتحة الكتاب﴾

یعنی سورۃ فاتحہ پڑھ کر عربوں پر پھونکنا اور اس پر اجرت لینا۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک دم پر شرط لگانا کہ اس کام پر اتنی بکریاں یا مال لوں گا بھی جائز ہے۔

علاوہ ازیں امام بخاری نے کتاب النکاح میں باب التزویج علی تعلیم القرآن (تعلیم القرآن کے عوض نکاح کرنے کا بیان) قائم کیا ہے۔ جس سے انہوں نے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے تعلیم القرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔ امام بخاری نے کتاب الاجارہ کے باب کے تحت سب سے پہلے سیدنا عبداللہ بن عباس کی حدیث کے یہ آخری الفاظ نقل کیے ہیں۔

﴿ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله﴾

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کتاب اللہ سب سے زیادہ اس کی مستحق ہے کہ تم اس پر اجرت حاصل کرو۔'' پھر امام بخاری نے امام الشعبی کا یہ قول نقل کیا ہے:

﴿لا يشترط المعلم الا ان يعطى شيئا فليقبله﴾

معلم تعلیم پر کوئی شرط نہ لگائے البتہ جو کچھ اسے بن مانگے دیا جائے وہ اسے لے لے۔

اور امام حاکم کا قول ہے ''لم اسمع احدا كره اجر المعلم'' میں سے کسی (عالم) شخص نے یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت کو اس نے ناپسند کیا ہو'' اور امام حسن بصری نے (معلم کو) دس درہم اجرت کے دیے۔

ان احادیث اور آثار کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہی ہے کہ تعلیم القرآن پر اجرت جائز ہے۔

امام ابن العربی المالکی (المتوفی ۵۴۳ھ) سیدنا ابو سعید الخدری کی روایت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿جواز اخذ الاجرة على القرآن وقف اتبعه بقوله في الصحيح ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله(عارضة الاحوذي بشرح صحيح الترمذي ۸/۱۲۸، طبع دار الكتب العلمية بيروت)

اس حدیث سے قرآن پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں کتاب اللہ سب سے زیادہ مستحق ہے کہ تم اس پر اجرت حاصل کرو۔

امام بیہقی اس حدیث کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

﴿وهو عام في جواز اخذ الاجرة على كتاب الله تعالىٰ بالتعليم وغيره واذا جاز اخذ الاجرة عليه جاز ان يكون مهرا وحديث ابن عباس اصح من حديث عبادة. (معرفة السنن والآثار ۵/۳۸۱)

اور ابن عباس کی حدیث کتاب اللہ کی تعلیم وغیرہ پر اجرت لینے کے جواز کے سلسلے میں عام ہے اور جب کتاب اللہ کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے تو جائز ہے کہ تعلیم قرآن مہر مقرر ہو اور حدیث ابن عباس حدیث عبادہ سے زیادہ صحیح ہے۔

امام بیہقی عدم جواز کی ضعیف اور موضوع روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿ويشبه ان كان شئ من هذا ثابتا ان يكون منسوخا بحديث ابن عباس وبما روى في معناه عن ابي سعيد الخدري ويستدل على ذلك بذهابة عامة اهل العلم على ترك ظاهره وبان ابا سعيد وابن عباس انما حملا الحديث على اواخر عهد النبي ﷺ ويشبه ان يكون عبادة بن الصامت حمله في الابتداء والله اعلم﴾ (معرفة السنن والآثار ۵_۳۸۱،۳۸۲)

اور اگر عدم جواز کی کوئی روایت ثابت بھی ہو تو وہ ابن عباس کی حدیث سے منسوخ ہوگی، اور اسی طرح کی حدیث ابوسعید الخدری سے بھی مروی ہے اور عام اہل علم نے ان احادیث کے ظاہر کی وجہ سے ان (ضعیف) روایات کے ترک پر استدلال کیا ہے۔

امام ابوسلیمان الخطابی اس حدیث کے تحت رقم طراز ہیں:

﴿وفي هذا بيان جواز اخذ الاجرة على تعليم القرآن، ولو كان ذلك حراما لامرهم النبي ﷺ برد القطيع، فلم صوب فعلهم، وقال لهم "احسنتم" ورضى الاجرة التي اخذوها لنفسه، "فقال اضربوا لي معكم بسهم ثبت انه طلق مباح. وان المذهب الذي ذهب اليه من جمع بين اخبار الاباحة والكراهة في جواز اخذ الاجرة على لا يتعين الفرض فيه على معلمه ونفي جوازه على ما يتعين في التعليم: مذهب سديد، وهو قول ابي سعيد الاصطخري.

وفي الحديث دليل: على جواز بيع المصاحف. واخذ الاجرة على كتبها وفيه: اباحة الرقية بذكر الله في اسمائه وفيه: اباحة اجر الطب والمعالج. وذلك ان القراة والرقية والنفث: فعل من الافعال المباحة وقد اباحله اخذ الاجرة عليها، وفكذالك ما يفعله الطبيب من قول ووصف علاج: فعل لا فرق بينهما﴾

اس حدیث میں تعلیم القرآن پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ اجرت حرام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ انہیں بکریوں کا ریوڑ لوٹانے کا حکم دیتے۔ پس جب آپ نے اسے درست قرار دیا اور ان سے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا اور ان کی اس اجرت پر آپ راضی ہوئے جو انہوں نے اپنی ذات کے لیے حاصل کی تھی، اور آپ نے فرمایا اس میں میرا بھی حصہ لگاؤ، ثابت ہوا

اجرة ولا مشارطة وهم يجيزون هذا الوجه فهو هوا بإيراد احاديث ليس فيها شئ مما منعوا. وهم مخالفون لما فيها فبطل كل ما في هذا الباب. والصحابة رضي الله عنهم قد اختلفوا فبقي الاثران الصحيحان عن رسول الله ﷺ اللذان اوردنا لا معارض لهما وبالله تعالىٰ التوفيق﴾۔ (المحلی بالآثار لابن حزم اندلسی ۷/۲۱)

پھر اگر یہ روایات صحیح بھی ثابت ہو جائیں تو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے ان کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ ان تمام روایات میں جو تحفہ دینے کا ذکر ہے وہ بغیر اجرت اور بغیر شرط کے ہے (یعنی ان روایات میں اجرت اور شرط کا کوئی ذکر نہیں ہے) اور وہ اس طریقہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔ پس انہوں نے ملمع سازی کرتے ہوئے ایسی روایات (اس مسئلہ میں) وارد کی ہیں جن میں اس چیز کی ممانعت نہیں جس سے انہوں نے منع کیا اور ان روایات میں جو کچھ ہے وہ خود اس کے مخالف ہیں۔ پس (اس وضاحت سے) جو اس باب میں ہے سب باطل ہو گیا۔ اور صحابہ کرام نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، باقی رہ گئیں وہ دو صحیح حدیثیں جو ہم نے وارد کیں ان دونوں کے لیے کوئی معارض نہیں۔ و باللہ تعالیٰ التوفیق۔)

علامہ سید محمد آلوسی الحنفی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں۔

﴿والا كثرون من الشافعية ان ما كان له ﷺ من خمس الخمس يصرف لمصالح المسلمين كالثغور وقضاة البلاد والعماء المشتغلين بعلوم الشرع وآلاتها ولو مبتدئين والائمة والمؤذنين ولو اغنيا وسائر من يشتغل عن نحو كسبه بمصالح المسلمين لعموم نفعهم﴾ (روح المعانی ۱۴/۶ پ ۲۸)

اور اکثر شافعی علماء کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خمس (اور مال فے) کو مسلمین کے بھلائی کے کاموں میں استعمال فرمایا کرتے تھے، جیسے دشمن کی سرحد پر پہرہ دینے والوں اور شہروں میں مقرر کیے گئے قاضی حضرات اور وہ علماء جو شرعی علوم کی تحصیل میں مشغول ہوں اور اس کے آلات اور اگر چہ ان آلات کو ایجاد کیا گیا ہو۔ اور اماموں اور مؤذنین کے لیے اگر چہ وہ امیر ہوں اور وہ تمام لوگ جو مسلمین کے بھلائی کے کاموں میں لگے ہوئے ہوں اور ان کے عمومی نفع کی وجہ سے ان تمام کو مال خمس اور مال فے میں سے وظائف دیے جاتے تھے۔)

﴿وفي الحديث اعظم دليل على ان يجوز الاجرة على الرقى والطب كما قاله الشافعي ومالك وابو حنيفه واحمد واما الاجرة على تعليم القرآن فاجازها الجمهور بهذا الحديث وبرواية البخاري ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله وحرمه ابو حنيفه قاله ابن رسلان قلت ولكن اجازه متاخرو الحنفيه لضرورة﴾ (بذل المجهود في حل ابي داود، ج ۶ ص ۱۱)

اس حدیث میں رقیہ اور طب پر اجرت لینے کی بہت بڑی دلیل ہے جیسا کہ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے کہا اور رہی تعلیم القرآن پر اجرت تو جمہور نے اس حدیث کی بناء پر اس کی اجازت دی ہے اور صحیح بخاری کی یہ روایت "بیشک جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اللہ کی کتاب اجرت لینے کی زیادہ مستحق ہے۔" (بھی اس کی دلیل ہے) اور امام ابوحنیفہ نے اجرت کو حرام قرار دیا ہے جیسا کہ ابن رسلان نے کہا۔ میں کہتا ہوں لیکن متاخرین حنفیہ نے ضرورت کی بناء پر اجرت کی اجازت دی

ہے۔

اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ رقیہ پر تمام علماء کا اجماع ہے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ بھی اس کے قائل ہیں اور تعلیم القرآن پر جمہور کا اتفاق ہے۔ یعنی امت کے علماء کی اکثریت تعلیم القرآن پر اجرت کی قائل ہے۔ اور اس سلسلے میں جو روایات آئی ہیں ان کے صحیح ہونے پر بھی پوری امت کا اتفاق ہے۔ البتہ جن روایات کو ممانعت کے سلسلے میں پیش کیا جاتا ہے وہ نہ تو صحیح ہیں اور نہ ہی اس مسئلہ میں صریح ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

احناف کا موقف:

امام ابوحنیفہ دم کے علاوہ دیگر دینی امور پر اجرت کے قائل نہیں تھے۔ چونکہ اس دور میں بیت المال موجود تھا اور دینی امور انجام دینے والوں کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے لیکن جب بیت المال کا سلسلہ ختم ہو گیا تو علماء احناف نے بھی اپنے مؤقف میں تبدیلی پیدا کی اور وہ دینی امور پر اجرت کے قائل ہو گئے اور اس طرح اس مسئلہ پر گویا پوری امت کا اجماع ہو گیا۔ چنانچہ احناف کے بہت بڑی وکیل امام قاضی خان الحنفی فرماتے ہیں کہ:

﴿انما كره المتقدمون الاستيجار لتعليم القرآن وكرهوا اخذ الاجر على ذلك لانه كان للمعلمين عطيات فى بيت المال فى ذلك الزمان وكان لهم زيادة رغبة فى امر الدين واقامة الحسبة وفى زماننا انقطعت عطياتهم وانتقصت رغائب الناس فى امر الاخرة فلو اشتغلوا بالتعليم بالحاجة الى مصالح المعاش لاختل معاشهم قلنا بصحة الاجارة ووجوب الاجرة للمعلم بحيث لو امتنع الوالد عن اعطاء الاجر حبس فيه اه﴾ (فتاویٰ قاضی خان ۳/ ۳۴۴ طبع نولکشور لکھنؤ)

بلاشبہ حضرات متقدمین نے تعلیم قرآن کریم پر کسی کو اجرت دے کر ملازم رکھنا مکروہ سمجھا ہے اور اس پر اجرت لینا بھی مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ اس زمانہ میں معلمین کے لیے بیت المال میں عطیات مقرر ہوتے تھے۔ نیز امور دین اور للہ فی اللہ کام کرنے میں ان حضرات کی رغبت زیادہ تھی۔ اور ہمارے زمانہ میں عطیات بھی منقطع ہو چکے ہیں اور آخرت کے معاملے میں لوگوں کی رغبتیں بھی کم ہو چکی ہیں سو اگر ایسے لوگ ناداری کی حالت میں تعلیم کا شغل جاری رکھتے ہوئے روزی کمانے میں مصروف ہوئے تو ان کی کمائی میں سخت خلل پڑے گا۔ اس لیے ہم نے یہ کہا کہ یہ اجارہ صحیح ہے اور معلم کے لیے اجرت واجب ہے۔ اب اگر تعلیم پانے والے شاگرد کا والد (اور موجود اصطلاح میں مدرسہ، ادارہ اور مہتمم) معلم کو تنخواہ دینے سے گریز کرے تو اسے گرفتار کیا جائے گا۔)

علامہ ابن النجیم الحنفی (الملقلب بابی حنیفۃ الثانی) فرماتے ہیں:

﴿اما على المختار للفتوى فى زماننا فيجوز اخذ الاجر للامام والمؤذن والمعلم والمفتى﴾

(بحر الرائق، ج ا، ص ۲۵۴)

بہر حال ہمارے زمانہ میں فتویٰ کے لیے مختار قول یہ ہے کہ امام اور مؤذن اور معلم اور مفتی کو اجرت لینا جائز ہے۔

اور صاحب ہدایہ بھی یہی تصریح فرماتے ہیں کہ اب فتویٰ جواز پر ہے۔ (ہدایہ، ج ۴، ص ۱۵) اور اسی طرح علامہ بدرالدین العینی

الحنفی صراحت فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو بنایہ شرح ہدایہ، ج ۳، ص ۶۵۵)

دوسری دلیل:

جناب سہل بن سعد الساعدی کی روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ایک خاتون نے اپنے آپ کو نبی ﷺ سے نکاح کرنے کے لیے پیش کیا لیکن آپ کو اس کی خواہش نہ تھی۔ ایک صحابی نے نبی ﷺ سے اس خاتون کے ساتھ نکاح کی درخواست پیش کی، لیکن اس کے پاس مہر میں دینے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ بالآخر آپ نے اس سے پوچھا کہ اسے کچھ قرآن یاد ہے؟ آخر میں آپ نے فرمایا:

﴿اذهب فقد انكحتكها بما معك من القرآن

جا میں نے اس خاتون کا نکاح تیرے ساتھ اس قرآن کے عوض کردیا جو تیرے پاس ہے) (اور جسے تو مہر کے عوض اسے سکھا دے گا۔

دوسری روایت میں ہے: قد زوجتكها بما معك من القرآن

ایک روایت میں ہے: وقد زوجنا كها بما معك من القرآن

ایک اور روایت میں ہے: اذهب فقد ملكتكها بما معك من القرآن

جا میں نے تجھے اس خاتون کا مالک بنایا اس قرآن کے عوض جو تیرے پاس ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: املكنا كها بما معك من القرآن

اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں تیرہ مقامات پر ذکر کیا ہے اور ہر مقام پر اس حدیث سے کسی مسئلہ کا استخراج کیا ہے۔ ایک مقام پر امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب بھی قائم کیا ہے ''باب التزويج على القرآن وبغير صداق'' (قرآن کے عوض نکاح کرنا اور بغیر مہر کے) حافظ ابن حجر العسقلانی اس باب کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''مطلب یہ ہے کہ تعلیم القرآن کے عوض اور بغیر ظاہری مال کے نکاح کرنا۔''

علامہ سندھی کہتے ہیں ''على ما معك اى على تعليمها'' یعنی جو قرآن آپ کے پاس ہے اور جس کی آپ اسے تعلیم دیں گے۔

اس روایت کی تخریج ملاحظہ فرمائیں:

صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۳۱۰، ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۸۷، ۵۱۲۱، ۵۱۲۶، ۵۱۳۲، ۵۱۳۵، ۵۱۴۱، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۸۱۷، ۷۴۱۷، ۔ صحیح مسلم کتاب النکاح باب الصداق، ابوداؤد کتاب النکاح باب فی التزویج علی العمل یعمل، الترمذی کتاب النکاح باب فی مہور النساء النسائی کتاب النکاح باب ہبۃ المراۃ نفسہا بغیر صداق۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

﴿هذا حديث حسن صحيح وقد ذهب الشافعي الى هذا الحديث فقال ان لم يكن له شئ يصدقها

فتزوجها على سورة من القرآن فالنكاح جائز. ويعلمها سورة من القرآن فالنكاح جائز. ويعلمها سورة من القرآن وقال بعض اهل العلم النكاح جائز ويجعل لها صداق مثلها وهو قول اهل الكوفه واحمد واسحاق ﴾ (سنن الترمذی کتاب النکاح باب ماجاء فی مہور النساء)

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور امام شافعی اس حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ اگر مہر موجود نہ ہو تو قرآن کی کسی سورۃ کے بدلے خاتون کا نکاح ہو سکتا ہے۔ پس یہ نکاح جائز ہے اور وہ شخص اس خاتون کو قرآن کی وہ سورۃ سکھائے گا اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ نکاح جائز ہے اور وہ شخص اس خاتون کو مہر مثل دے گا اور یہ قول اہل کوفہ اور امام احمد اور امام اسحاق کا ہے۔

اس مسئلہ کو ایک دوسری مثال سے بھی سمجھایا جا سکتا ہے۔ اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ مالک اگر اپنی لونڈی کو غلامی سے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اور اس آزادی کو مہر قرار دے ڈالے تو یہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ سیدنا انس سے روایت ہے:

﴿ان رسول الله ﷺ اعتق صفية وجعل عتقها صداقها

رسول اللہ ﷺ نے صفیہ کو آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کر لیا اور ان کو آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔

صحيح بخاری کتاب المغازی باب اتخاذ السراری. کتاب النكاح باب من اعتق جارية ثم تزوجها. صحيح مسلم کتاب النكاح باب فضيلة اعتاق الامة ثم يزوجها. ابو داؤد کتاب النكاح باب فی الرجل یعتق امة ثم یزوجها. (الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی الرجل یعتق الامۃ ثم یزوجہا، الدارمی کتاب النکاح مسند احمد ۲۹۱/۳، ۲۸۰، ۲۴۲، ۲۳۹، ۲۰۳، ۱۸۱، ۱۷۰، ۱۶۵، ۹۹)

لونڈی خود مال ہے اور اسے فروخت کر کے مال حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی آزادی کو اس حدیث میں مہر کا بدل قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح تعلیم القرآن کو بھی مہر کا بدل قرار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن پر اجرت جائز ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں:

حديث انس حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ وغيره موهو قول الشافعي واحمد واسحاق وكره بعض اهل العلم ان يجعل عتقها صداقها حتى يجعل لها مهر اسوه العتق والقول الاول اصح.

انس بن مالک کی حدیث صحیح ہے اور اس پر نبی ﷺ کے صحابہ کرام اور دیگر لوگوں میں بعض اہل علم کا عمل ہے اور یہ امام شافعی اور امام احمد امام اسحاق کا قول ہے۔ اور بعض اہل علم نے اسے ناپسند کیا ہے کہ عورت کا مہر اس کی آزادی کو قرار دیا جائے۔ یہاں تک کہ اس عورت کے لیے مہر مقرر کیا جائے سوائے آزادی کے، لیکن قول اول زیادہ صحیح ہے۔

جناب انس بن مالک سے ان کے شاگرد جناب ثابت نے دریافت کیا:

يا ابا حمزة ما اصدقها، قال نفسها اعتقها وتزوجها ﴾ (صحیح بخاری ۴۲۰۱)

اے ابوحمزہ! یہ انس کی نیت ہے۔ صفیہ کا مہر کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا ان کا نفس (جان) رسول اللہ ﷺ نے ان کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا۔)

ایک روایت میں ہے کہ ام سلیم کا مہر ابوطلحہ کا اسلام لانا قرار پایا:

﴿عن انس قال تزوج ابو طلحه ام سلیم فکان صداق ما بینهما الاسلام اسمت ام سلیم قبل ابی طلحة فخطبها فقالت انی قد اسلمت فان اسلمت نکحتك فاسلم فکان صداق ما بینهما﴾

(نسائی، کتاب النکاح باب التزویج علی الاسلام)

انس فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم سے نکاح کیا۔ ان کے درمیان ابوطلحہ کا اسلام لانا مہر قرار پایا۔ ام سلیم ابوطلحہ سے پہلے اسلام لے آئیں تھیں۔ جب ابوطلحہ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں اگر تم اسلام قبول کرلو تو میں تم سے نکاح کرلوں گی۔ پس ابوطلحہ نے اسلام قبول کرلیا۔ پس یہی ان کا مہر قرار پایا۔

﴿عن انس قال خطب ابو طلحة ام سلیم فقالت والله ما مثلك یا ابا طلحة یرد ولکنك رجل کافر وانا امراة مسلمة ولا یحل لی ان اتزوجك فان تسلیم فذاك مهری ولا اسالك غیره فاسلم فکان ذلك مهرها﴾ (ایضاً)

سیدنا انس فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ نے ام سلیم کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ابوطلحہ تمہاری طرح کے آدمی کو رد نہیں کیا جاتا لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمہ اور میرے لیے جائز نہیں کہ تم سے نکاح کروں، ہاں اگر تم اسلام قبول کرلو تو یہی میر مہر ہوگا اور اس کے علاوہ میں تم سے کچھ نہ طلب کروں گی۔ چنانچہ ابوطلحہ نے اسلام قبول کرلیا اور یہی ان کا مہر رہا۔)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابوطلحہ کی راہ میں غربت حائل نہ تھی البتہ ام سلیم نے خود ہی ان کو اپنا مہر معاف کردیا تھا اور ان کے اسلام لانے ہی کو ان کا مہر قرار دیا۔ معترض نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام قبول کرنے پر مال و دولت لینا جائز ہوا یا مال و دولت کے عوض اسلام قبول کرنا مستحسن قرار پایا۔ (ص ۲۰)

اسلام قبول کرنے کی تو کوئی قیمت ہی نہیں لگائی جاسکتی اب یہ ام سلیم رضی اللہ عنہا پر ہی منحصر ہے کہ انہوں نے ابوطلحہ کو مہر کیوں معاف کردیا اور ان کے اسلام لانے پر کیوں راضی ہوگئیں؟ قرآن کریم میں ایک مقام پر آیا ہے:

''والمؤلفة قلوبهم'' اس کا موصوف کیا مطلب لیں گے۔ اسلام کی طرف راغب کافر و مشرک یا نیا نیا اسلام قبول کرنے والوں کی اگر مالی اعانت کی جائے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ان لوگوں نے مال و دولت کے لیے اسلام قبول کیا تھا؟ معترض جیسے لوگوں کو اپنی نیتوں کا علاج کرنا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کی اپنی نیتوں میں فتور ہے اور اس کا الزام یہ دوسروں پر لگا رہے ہیں۔ ایک دور وہ تھا کہ اسلام کے چاہنے والوں نے پیٹ پر پتھر باندھ کر بھی اسلام کو سینہ سے لگائے رکھا اور پھر ایک ایسا دور بھی آیا کہ انہی صحابہ کرام نے اسلامی برکت سے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو حاصل کیا۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے لوٹنے والوں کے متعلق معترض کیا فتویٰ لگائیں گے؟ دین کی برکت سے اللہ تعالیٰ اگر اہل ایمان کو مالا مال کردے تو اس پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟ کیا جہاد کے ذریعے جو مال غنیمت حاصل ہوتا ہے معترض اس کے بھی منکر ہیں؟

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نکاح میں اسلام کو بھی بطور مہر مقرر کیا جاسکتا ہے اور اسلام اسی طرح مہر مقرر ہوسکتا ہے جیسا کہ

قرآن کو نبی ﷺ نے مہر کے طور پر مقرر فرمایا۔ اور قرآن گویا اس مال کا بدل ہے جو مہر میں مقرر کیا جاتا ہے اور چونکہ قرآن کے سکھانے میں محنت کرنی پڑتی ہے۔ لہٰذا اس محنت کے عوض مال و دولت (تنخواہ) لی جا سکتی ہے۔ اس کی ایک اور مثال جناب موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے بھی واضح ہوتی ہے۔

جناب موسیٰ کا نکاح:

حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے جب ایک قبطی ہلاک ہو گیا تو آپ گرفتاری کے خوف سے مصر سے نکلے اور مدین جا پہنچے۔ اور آخر کار شعیب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی بیٹیاں موسیٰ کی قوت و امانت کا مشاہدہ کر چکی تھیں۔ لہٰذا ایک بیٹی کہنے لگی۔

﴿قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ○ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ ۖ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ ۖ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ○ قَالَ ذَٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ۖ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ﴾ (القصص: ۲۶۔۲۸)

ان میں سے ایک بولی ابا جان! اسے اپنا نوکر رکھ لیجیے بہترین آدمی جسے آپ نوکر رکھنا چاہیں وہی ہو سکتا ہے جو طاقتور اور امین ہو۔ شعیب علیہ السلام نے (موسیٰ علیہ السلام سے) کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا تجھ سے اس شرط پر نکاح کر دوں کہ تم میرے ہاں آٹھ برس ملازمت کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو تمہاری مہربانی۔ میں اس معاملے میں تم پر سختی نہیں چاہتا ان شاء اللہ تم مجھ کو ایک خوش معاملہ آدمی پاؤ گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہو گئی جونسی مدت بھی میں پوری کروں مجھ پر کچھ دباؤ نہ ہو گا اور جو کچھ ہم قول و قرار کر رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کا نکاح اس شرط پر ہوا کہ وہ شعیب علیہ السلام کے ہاں آٹھ برس تک ملازمت کریں اور ان کی بکریاں چرائیں گے۔ اور اگر وہ دس سال پورے کریں تو یہ انکا احسان ہو گا۔ گویا موسیٰ علیہ السلام کا مہر شعیب علیہ السلام کے ہاں ملازمت کرنا قرار پایا۔ یہ واقعہ اوپر نقل کردہ احادیث کی پوری طرح وضاحت اور تشریح کرتا ہے اور اس مسئلہ کی اس سے زیادہ وضاحت ممکن نہیں ہے۔ البتہ جس نے نہ ماننا ہو تو ''میں نہ مانوں'' کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

جہاں تک گزر اوقات کی بات ہے اس کی ذمہ دار اسلامی حکومت ہوتی ہے۔ لیکن جب یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور زندگی کے جھنجھٹ بڑھ گئے تو پرائیوٹ سطح پر ان کی کفالت کے لیے جتن کئے گئے، ورنہ یہ عظیم سلسلہ ختم ہو کر دین کی نشر و اشاعت کا سلسلہ بند ہو جاتا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مؤذن، امام، قراء اور علوم عربیہ کے معلمین کی تقرریاں کیں اور ان کے بیش بہا وظیفے مقرر کیے۔

إن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان كانا يرزقان المؤذنين والأئمة والمعلمين (سیرة العمرين لابن الجوزی) وفي رواية: كانا يرزقان المؤذنين والأئمة (ایضا) وقال الزيلعي في نصب الراية: وروى عن عمر بن الخطاب أنه كان يرزق المعلمين ثم أسند عن إبراهيم بن سعد عن أبيه أن عمر بن الخطاب كتب إلى

بعض عماله أن أعط الناس على تعليم القرآن (نصب الرایہ)

قراء صحابہ کو قرآن کی تعلیم کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور دراز مقامات پر تعینات کیا، وہ جا کر ان کو قرآن پڑھاتے اور تفقہ فی الدین کے لیے تیاری کراتے۔ ان میں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ابوایوب رضی اللہ عنہ، ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، کا نام بالخصوص تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے امام ابن الجوزی نے تصریح کی ہے کہ باقاعدہ ان کی تنخواہیں مقرر کی گئی تھیں۔ (الفاروق 2 ص 138)

بَابٌ فِيْ كَسْبِ الْأَطِبَّاءِ

باب: طبیبوں کی کمائی

3418 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا فَنَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ. قَالَ: فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الْحَيِّ فَشَفَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ نَزَلُوا بِكُمْ لَعَلَّ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ يَنْفَعُ صَاحِبَكُمْ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَشَفَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ، فَلَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ يَشْفِي صَاحِبَنَا؛ يَعْنِي رُقْيَةً. فَقَالَ رَجُلٌ: مِنَ الْقَوْمِ إِنِّي لَأَرْقِي وَلٰكِنِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَأَبَيْتُمْ أَنْ تُضَيِّفُونَا مَا أَنَا بِرَاقٍ حَتّٰى تَجْعَلُوا لِي جُعْلًا فَجَعَلُوا لَهُ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ، فَأَتَاهُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ بِأُمِّ الْكِتَابِ، وَيَتْفِلُ حَتّٰى بَرَءَ كَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَأَوْفَاهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُ عَلَيْهِ، فَقَالُوا: اقْتَسِمُوا، فَقَالَ الَّذِي رَقَى: لَا تَفْعَلُوا حَتّٰى نَأْتِيَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْتَأْمِرَهُ، فَغَدَوْا عَلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ أَيْنَ عَلِمْتُمْ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؛ أَحْسَنْتُمْ وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ.

✿✿ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا ایک گروہ سفر پر روانہ ہوا، انہوں نے ایک عرب قبیلے کے پاس پڑاؤ کیا، انہوں نے ان سے مہمان نوازی کے لیے کہا تو ان لوگوں نے انہیں مہمان بنانے سے انکار کر دیا، راوی بیان کرتے ہیں: اس قبیلے کے سردار کو کسی زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا، ان لوگوں نے ہر چیز کو دوا کے طور پر استعمال کیا، لیکن اس سردار کو کوئی فائدہ نہیں ہوا، تو ان میں سے کسی نے کہا اگر تم ان لوگوں کے پاس جاؤ، جو تمہارے پاس آ کر پڑاؤ کیے ہوئے ہیں، تو ہو سکتا ہے، ان میں سے کسی کے پاس ایسی چیز ہو، جو تمہارے آقا کو فائدہ دیدے، تو ان میں سے ایک شخص (ہمارے پاس آیا،

3418- واخرجه بنحوه البخاری (2276) و (5736) و (5749)، ومسلم (2201)، وابن ماجه (2156/م)، والترمذی (2193)، والنسائی فی "الکبری" (7491) و (15800) و (10801) من طرق عن ابی بشر جعفر بن ایاس، به. وهو فی "مسند احمد" (15985) و (11399). واخرجه ابن ماجه (2156)، والترمذی (2192)، والنسائی فی "الکبری" (10799) و (10802)

اور اس نے) کہا، ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا ہے، ہم نے اسے ہر طرح سے ٹھیک کرنے کی کوشش کی لیکن کسی چیز نے فائدہ نہیں دیا، کیا تم میں سے کسی کے پاس ایسی چیز ہے، جس کے ذریعے وہ ہمارے ساتھی کو شفاء دے سکے، اس کی مراد یہ تھی، کسی کو کوئی دم کرنا آتا ہے، تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا، میں دم کردوں گا لیکن ہم نے تمہیں کہا تھا کہ ہمیں مہمان بنالو، لیکن تم نے ہمیں مہمان بنانے سے انکار کردیا، میں اس وقت تک دم نہیں کروں گا، جب تک تم ہمارا معاوضہ مقرر نہیں کرتے ۔تو ان لوگوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ معاوضے کے طور پر طے کردیا، وہ شخص اس سردار کے پاس آیا، اس نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اس پر دم کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ سردار ٹھیک ہوگیا، یوں جیسے اس کی رسیاں کھول دی گئیں ہوں، راوی بیان کرتے ہیں، ان لوگوں نے طے شدہ معاوضہ ادا کردیا، ان لوگوں نے کہا تم اسے تقسیم کرلو، دم کرنے والے شخص نے کہا تم لوگ ایسا اس وقت تک نہ کرو، جب تک ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اس کی اجازت نہیں لے لیتے ،پھر وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات ذکر کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ''تم لوگوں کو کیسے پتہ چلا کہ اس کا دم ہوتا ہے،تم نے اچھا کیا ہے،تم لوگ اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو''۔

3419 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَخِيهِ مَعْبَدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ

⊙⊙ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

3420 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ فَأَتَوْهُ فَقَالُوا: إِنَّكَ جِئْتَ مِنْ عِنْدِ هَذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ فَارْقِ لَنَا هَذَا الرَّجُلَ فَأَتَوْهُ بِرَجُلٍ مَعْتُوهٍ فِي الْقُيُودِ فَرَقَاهُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً وَكُلَّمَا خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ ثُمَّ تَفَلَ فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَأَعْطَوْهُ شَيْئًا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَهُ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلْ فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةٍ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةٍ حَقٍّ

⊙⊙ خارجہ بن صلت اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ان کا گزر کسی قوم کے پاس سے ہوا، وہ لوگ ان کے پاس آئے اور بولے: تم ان صاحب کی طرف سے بھلائی لے کر آئے ہو،تو تم ہمارے شخص کو دم کردو، وہ لوگ اس شخص کو ساتھ لے کر آئے، جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، ان صحابی نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر تین دن تک صبح وشام اسے دم کیا، وہ جب بھی مکمل سورۃ پڑھ لیتے، اپنا لعاب اکٹھا کرتے اور اپنا لعاب اس پر ڈال دیتے تو وہ شخص یوں ٹھیک ہوگیا جیسے اسے رسیوں سے آزاد کردیا گیا ہو، ان لوگوں نے اس صحابی کو کچھ دیا، وہ صحابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کا تذکرہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم اسے کھالو، میری زندگی کی قسم لوگ باطل دم کر کے کھاتے ہیں اور تم حق دم کر کے کھا رہے ہو''

بَابٌ فِيْ كَسْبِ الْحَجَّامِ

باب: پچھنے لگانے والے کی کمائی

3421- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ قَارِظٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ، وَثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ.

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''پچھنے لگانے والے کی آمدن حرام ہے، کتے کی قیمت حرام ہے اور فاحشہ عورت کی آمدن حرام ہے''

کتے کی قیمت اور گھر میں رکھنے سے متعلق احکام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا فَإِنَّهُ يَنْقُص كل يوم من عمله قِيْرَاطٌ إِلَّا كلب حرثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ.

جس نے کتا رکھا اس کے نیک اعمال سے ہر روز ایک قیراط نیکیاں کم ہو جائیں گی، سوائے کھیتی اور مویشیوں کی (حفاظت کی خاطر رکھے گئے کتے کے)۔

دوسری روایت میں ہے ہاں وہ کتا رکھنا جائز ہے جو بکریوں یا کھیتی یا شکار کے لئے رکھا جائے۔

(بخاری ج1،ص312،طبع کراچی)، (مسلم ج2،ص27،طبع لاہور)

ائمہ وفقہاء کے نزدیک

آیئے: اس معاملے میں ائمہ کبار اور فقہاء کرام کی آراء اور موقف جانتے ہیں:

امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

فمذهبنا انه يحرم اقتناء الكلب بغير حاجة ويجوز اقتناؤه للصيد وللزرع وللماشية.

''ہمارا مذہب یہ ہے کہ بلاضرورت کتا پالنا حرام ہے ہاں شکار، کھیتی اور مویشیوں کی حفاظت کے لئے جائز ہے''۔

(نووی، شرح مسلم ج2،ص28،طبع لاہور)

امام قرطبی اندلسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ:

امام قرطبی اندلسی مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک کا مذہب مشہور یہ ہے کہ کتا رکھنا جائز ہے اور اس کی خرید وفروخت کرنا مکروہ ہے۔ اگر بیع ہوگئی تو فسخ نہ ہوگی۔ تو گویا ان کے نزدیک یہ نجس نہ ہوا اور انہوں نے اس کے جائز منافع حاصل کرنے کی اجازت دی ہے اور اس کا حکم باقی اموال تجارت کی طرح ہے، ہاں شریعت نے اس کی خرید وفروخت سے منع فرمایا تو یہ کراہت تنزیہی ہے کہ اخلاق حسنہ کے خلاف ہے۔ (امام ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، شرح بخاری ج4،ص427،طبع دارالفکر)

امام ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

على جواز تربية الجرو الصغير لاجل المنفعة التي يؤل امره اليها اذا كبر. ويكون القصد لذلك قائما مقام وجود المنفعة به كما يجوز بيع مالم ينتفع به في الحال لكونه ينتفع به في المال.

"کتے کا چھوٹا بچہ ان فوائد کے لئے پالنا جو اس کے بڑا ہونے سے وابستہ ہیں، جائز ہے اور ان فوائد کی نیت وارادہ، ان کے حصول کے قائم مقام ہوگا جیسے ان اشیاء کو بیچنا جائز ہے جن سے ابھی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا مگر مستقبل میں ان سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں"۔ (فتح الباری، ج5،ص7،طبع دار الفکر)

حنفی مذہب:

عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، امام محمد، ابن کنانہ سحنون مالکی اور امام مالک (ایک روایت کے مطابق) علیہم الرحمۃ والرضوان نے فرمایا:

الكلاب التي ينتفع بها يجوز بيعها ويباح اثمانها وعن ابي حنيفة ان الكلب العقور لا يجوز بيعه ولا يباح ثمنه.

"جن کتوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ان کو خریدنا، بیچنا جائز اور ان کی قیمت حلال ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کاٹنے والے کتے کو نہ بیچنا جائز اور نہ ہی اس کی قیمت جائز ہے۔

اسی طرح بدائع میں ہے کہ خنزیر کے علاوہ مندرجہ ذیل درندوں کی خرید وفروخت جائز ہے۔

اما بيع ذي ناب من السباع سوى الخنزير، كالكلب والفهد والاسد والنمر والذئب والهر ونحوها فجائز عند اصحابنا. ثم عندنا لا فرق بين المعلم وغير المعلم في الاصل فيجوز بيعه كيف ما كان وروي عن ابي يوسف انه لا يجوز بيع الكلب العقور كما روي عن ابي حنيفة.

"خنزیر کے علاوہ تمام درندوں مثلاً تیندوا، بھیڑیا، شیر، چیتا، بلی وغیرہ کی خرید وفروخت ہمارے اصحاب (حنفیہ) کے نزدیک جائز ہے۔ پھر ہمارے نزدیک اصل میں اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ یہ جانور پڑھائے سدھائے ہوں، یا نہ ہوں۔ سو جیسے بھی ہوں ان کی تجارت جائز ہے۔ امام ابو یوسف اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک پاگل کتے کی بیع جائز نہیں"۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج12،ص59)

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ:

يجوز بيع الكلب والفهد والسباع المعلم وغير المعلم في ذالك سواء.

"خنزیر اور کاٹنے والے کتے کے علاوہ کتا، تیندوا یا بھیڑیا اور سدھائے سکھائے یا غیر معلم درندوں کی خرید وفروخت جائز ہے"۔ (امام ابن ہمام ہدایہ مع فتح القدیر، ج6،ص345)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ:

شکار، مویشیوں، گھروں اور فصل کی حفاظت کے لئے کتا پالنا، بالاجماع جائز ہے مگر گھر میں نہ رکھے۔ ہاں اگر چوروں یا دشمنوں کا ڈر ہو تو گھر میں (بھی) رکھ سکتا ہے۔ اس حدیث صحیح کی بناء پر کہ جس نے شکار اور مویشیوں کی حفاظت کے علاوہ (گھر میں) کتا پالا، ہر دن اس کے اجر و ثواب میں دو قیراطوں کی کمی کر دی جائے گی۔ گڑیا کی بیع اور بچوں کا اس سے کھیلنا جائز ہے۔ سوائے خنزیر کے، کتے، بھیڑیے، ہاتھی، بندر اور تمام درندوں، یہاں تک کہ بلی اور پرندے سدھائے ہوں یا نہ، سب کی خرید و فروخت جائز ہے۔ (شامی، الدر المختار مع رد المحتار ج 5 ص 226 طبع کراچی، عالمگیری)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ

''سانپوں کی تجارت جائز ہے بشرطیکہ ان سے دوائیں بنائی جائیں۔ اگر اس کے لئے مفید نہیں تو بیع جائز نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ہر چیز جس سے نفع اٹھایا جائے اس کی تجارت جائز ہے۔ ہمارے نزدیک سکھائے ہوئے کتے کی بیع جائز ہے اور اسی طرح بلی اور وحشی درندوں اور پرندوں کی خرید و فروخت درست ہے۔ اگرچہ سکھائے سدھائے ہوں یا نہ ہوں جس کتے کو سدھایا پڑھایا نہ جائے اگر وہ قابل تعلیم ہے تو اس کا لین دین بھی جائز ہے۔ اگر قابل تعلیم نہیں (پاگل ہے) تو اس کی بیع درست نہیں''۔

''امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیر کے بارے میں بھی یہی ہے کہ اگر قابل تعلیم و تربیت ہے اور اس سے شکار کیا جائے تو اس کی بیع جائز ہے۔ بھیڑیا اور باز ہر حال میں تعلیم قبول کرتے ہیں لہٰذا ان کی ہر حال میں تجارت بھی جائز ہے۔۔۔ بھیڑیے یا (تیندوے) کے چھوٹے بچے کو جو قابل تعلیم نہ ہو، ان کو بیچنا بھی جائز ہے''۔

''امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا چھوٹے بڑے کا ایک ہی حکم ہے۔ ہاتھی کی تجارت جائز ہے۔ بندر کی خرید و فروخت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت جواز کی ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے اور خنزیر کے علاوہ تمام حیوانوں کی خرید و فروخت جائز ہے، یہی مذہب مختار ہے''۔ (فتاویٰ عالمگیری ج 3 ص 114 طبع کوئٹہ)

مذاہب ائمہ اربعہ

1۔ مالکیہ: کتے کی بیع جائز نہیں، خواہ اسے کسی مقصد کے لئے رکھا جائے حدیث پاک میں اس کے بیع کی ممانعت ہے۔ بعض مالکیہ کے نزدیک شکار اور حفاظت کے لئے کتا رکھنا بھی جائز اور اس کی بیع و شراء بھی جائز ہے۔

2۔ حنابلہ: کتے کی خرید و فروخت کسی صورت جائز نہیں، ہاں شکار، مویشیوں اور کھیتی کی حفاظت کے لئے کتا پالنا جائز ہے۔ بشرطیکہ سیاہ رنگ نہ ہو۔۔۔ بلی کی بیع میں اختلاف ہے۔ مذہب مختار یہ ہے کہ نا جائز ہے۔۔۔ درندوں کی بیع جائز ہے جیسے ہاتھی اور باقی درندے۔۔۔ اسی طرح شکاری پرندوں کی بیع جائز ہے جیسے باز، شکرا۔۔۔ حشرات الارض کی بیع جائز نہیں جیسے بچھو، سانپ، مگر ریشم کے کیڑوں کی بیع جائز ہے اور شکار کے لئے استعمال ہونے والے کیڑوں کی بیع بھی جائز ہے۔

3۔ حنفیہ: گوبر، بیٹھ وغیرہ کی خرید و فروخت اور ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ بطور ایندھن ان کا استعمال جائز اور بیع درست ہے۔۔۔ کتا، شکار یا حفاظت کے لئے ہو تو اس کی بیع بھی جائز ہے۔۔۔ یونہی خنزیر کے علاوہ دیگر درندے مثلاً شیر، بھیڑیا، ہاتھی وغیرہ، جب ان سے یا ان کے چمڑوں سے فائدہ اٹھایا جائے مذہب مختار کی رو سے ان کو پالنا اور ان کی خرید و فروخت جائز

ہے۔۔۔اسی طرح حشرات الارض، کیڑے مکوڑے مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ سے جب فائدہ اٹھایا جائے تو ان کو رکھنا، پالنا اور لین دین جائز ہے۔ جیسے شکاری پرندوں کی بیع و شراء جائز ہے مثلاً شکرا، باز۔۔۔قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز میں فائدہ ہو اور شرعاً اجازت ہو، اس کی بیع و شراء جائز ہے۔ (علامہ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی مذاہب الاربعہ، ج2، ص232 بیع)

3422 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ مُحَيِّصَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِجَارَةِ الْحَجَّامِ فَنَهَاهُ عَنْهَا فَلَمْ يَزَلْ يَسْأَلُهُ وَيَسْتَأْذِنُهُ حَتَّى أَمَرَهُ أَنْ أَعْلِفْهُ نَاضِحَكَ وَرَقِيقَكَ

ابن محیصہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھنے لگانے والے کے معاوضے کے بارے میں اجازت لی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع کر دیا، وہ مسلسل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کرتے رہے اور ان سے اجازت حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ (اس کی آمدن کو) اپنے اونٹ کو کھلا دیں، یا غلام کو کھلا دیں۔

3423 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَلَوْ عَلِمَهُ خَبِيثًا لَمْ يُعْطِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے، آپ نے پچھنے لگانے والے کو اس کا معاوضہ ادا کیا، اگر آپ کو یہ علم ہوتا کہ یہ حرام ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ دیتے۔

3424 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجوروں کا ایک صاع دینے کا حکم دیا آپ نے اس کے آقا کو یہ ہدایت دی کہ وہ اس کے خراج میں تخفیف کر دے۔

3423-اسناده صحيح. خالد: هو ابن مهران الحذاء، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخاري (2103) و (2279) من طريق خالد الحذاء، به. وهو في "مسند احمد" (3284). واخرجه البخاري (2278)، ومسلم باثر (1577)، وباثر (2208)، وابن ماجه (2162)، والنسائي في "الكبرى" (1580) من طريق طاووس اليماني، عن ابن عباس. دون قوله: ولو كان خبيثاً لم يعطه. وهو في "مسند احمد" (2249) و (2337)، و "صحيح ابن حبان" (5150). واخرجه مسلم باثر (1577) من طريق الشعبي

3424-اسناده صحيح. حميد الطويل: هو ابن ابي حميد، والقعنبي: هو عبد الله ابن مسلمة بن قعنب. وهو في "موطا مالك" 974.2/ : حرجه البخاري (2102) و (2210) و (2277) و (2281)، ومسلم (1577)، والترمذي (1324) من طرق عن حميد الطويل، به. وهو في "مسند احمد" (11966). واخرجه البخاري (2280)، ومسلم باثر (2208)

بَابٌ فِيْ كَسْبِ الْإِمَاءِ

باب: کنیز کی (جسم فروشی کی) کمائی

3425 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنیزوں کی کمائی سے منع کیا ہے۔

3426 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنِي طَارِقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: جَاءَ رَافِعُ بْنُ رِفَاعَةَ إِلَى مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: لَقَدْ نَهَانَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ، فَذَكَرَ أَشْيَاءَ وَنَهَى عَنْ كَسْبِ الْأَمَةِ إِلَّا مَا عَمِلَتْ بِيَدِهَا، وَقَالَ: هٰكَذَا بِأَصَابِعِهِ نَحْوَ الْخَبْزِ وَالْغَزْلِ وَالنَّفْشِ

❀❀ طارق بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: حضرت رافع بن رفاعہ رضی اللہ عنہ انصاریوں کی ایک محفل میں آئے، اور بولے: انہوں نے فرمایا: اللہ کی نبی نے ہمیں آج منع کر دیا ہے، اس کے بعد انہوں نے کچھ چیزوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کنیزوں کی آمدن سے بھی منع کیا ہے، ماسوائے اس چیز کے، جو وہ اپنے ہاتھ کے ذریعے کام لے کر (کماتی ہیں)۔

راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنی انگلیوں کے ذریعے اس طرح اشارہ کیا، جیسے روٹی پکانا یا سوت کاتنا یا روئی وغیرہ دھنکنا۔

3427 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ هُرَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعٍ هُوَ ابْنُ خَدِيجٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْأَمَةِ حَتّٰى يُعْلَمَ مِنْ أَيْنَ هُوَ

❀❀ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنیز کی آمدن سے منع کیا ہے، جب تک یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ آمدن کہاں سے آتی ہے۔

بَابٌ فِيْ حُلْوَانِ الْكَاهِنِ

باب: کاہن کی مٹھائی (نذرانہ)

3428 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ

ترجمہ: حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے کتے کی قیمت فاحشہ عورت کی آمدن اور کاہن کے نذرانے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي عَسْبِ الْفَحْلِ

باب: جانور کے جفتی کرانے کی اجرت لینا

3429 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نر جانور کو جفتی کے لیے، معاوضے کے عوض میں دینے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي الصَّائِغِ

باب: سناروں کا بیان

3430 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ، قَالَ: قَطَعْتُ مِنْ أُذُنِ غُلَامٍ، أَوْ قُطِعَ مِنْ أُذُنِي فَقَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ حَاجًّا فَاجْتَمَعْنَا إِلَيْهِ فَرَفَعَنَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ هَذَا قَدْ بَلَغَ الْقِصَاصَ ادْعُوا لِي حَجَّامًا لِيَقْتَصَّ مِنْهُ، فَلَمَّا دُعِيَ الْحَجَّامُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنِّي وَهَبْتُ لِخَالَتِي غُلَامًا، وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يُبَارَكَ لَهَا فِيهِ، فَقُلْتُ لَهَا: لَا تُسَلِّمِيهِ حَجَّامًا وَلَا صَائِغًا وَلَا قَصَّابًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ ابْنُ مَاجِدَةَ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَهْمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ،

ترجمہ: ابوماجد بیان کرتے ہیں: میں نے ایک لڑکے کا کان کاٹ لیا، (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرا کان کاٹ لیا گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حج کرنے کے لیے ہمارے علاقے میں تشریف لائے، ہم ان کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف بھجوا دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک یہ (یعنی کٹا ہوا کان) قصاص کی حد تک پہنچا ہے، تو میرے پاس کسی پچھنے لگانے والے کو لاؤ، جو قصاص لے، جب پچھنے لگانے والے کو بلایا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

3428-اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وقتيبة: هو ابن سعيد البغلاني. واخرجه البخاري (2237)، ومسلم (1567)، وابن ماجه (2159)، والترمذي (1164) و (1321) و (2201)، والنسائي (4292) و (4666) من طرق عن الزهري، به. وهو في "مسند احمد" (17070)، و"صحيح ابن حبان" (5157).

3429-اسناده صحيح. اسماعيل: هو ابن ابراهيم بن مقسم، المعروف بابن عُلَيّة. واخرجه البخاري (2284)، والترمذي (1319)، والنسائي (4671) من طريقين عن علي بن الحكم، به. وهو في "مسند احمد" (4630)، و"صحيح ابن حبان" (5156).

''میں نے اپنی خالہ کو ایک غلام تحفے کو طور پر دیا، مجھے یہ امید ہے کہ اس خالہ کے لیے اس میں برکت رکھی جائے گی، میں نے اس خاتون سے کہا، آپ اسے کسی پچھنے لگانے والے، یا سنار یا قصائی کے حوالے نہ کیجیے گا، (کہ کہیں وہ ان سے یہ پیشہ نہ سیکھ لے)''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

3431 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُرَقِيِّ، عَنِ ابْنِ مَاجِدَةَ السَّهْمِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

3432 - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُرَقِيُّ، عَنِ ابْنِ مَاجِدَةَ السَّهْمِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْعَبْدِ يُبَاعُ وَلَهُ مَالٌ

باب: جس غلام کو فروخت کیا جائے اور اس کے پاس مال موجود ہو

3433 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ، وَمَنْ بَاعَ نَخْلًا مُؤَبَّرًا فَالثَّمَرَةُ لِلْبَائِعِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کوئی غلام فروخت کرے اور اس غلام کے پاس مال بھی موجود ہو، تو وہ مال فروخت کرنے والے کی ملکیت ہو گا، اگر خریدار نے اس کی شرط عائد کی ہوگی، تو حکم مختلف ہوگا، جو شخص پیوند شدہ کھجوروں کا باغ فروخت کرتا ہے، تو اس کا پھل فروخت کرنے والی کی ملکیت ہوگا، البتہ اگر خریدار نے شرط عائد کی ہو، تو (حکم مختلف) ہوگا''۔

3434 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِصَّةِ الْعَبْدِ، وَعَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِصَّةِ النَّخْلِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَاخْتَلَفَ الزُّهْرِيُّ، وَنَافِعٌ فِي أَرْبَعَةِ أَحَادِيثَ هَذَا أَحَدُهَا

3433- اسناده صحیح. سالم: هو ابن عبد الله بن عمر بن الخطاب، وسفیان: هو ابن عیینة. واخرجه البخاری (2379)، ومسلم (1543)، وابن ماجه (2211)، والترمذی (1288)، والنسائی فی "المجتبى" (4636) من طرق عن ابن شهاب الزهری، به. وهو فی "مسند احمد" (4552)، و"صحیح ابن حبان" (4922).

ﷺ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ نے غلام کا واقعہ نقل کرتے ہیں، جبکہ نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے کھجور والا مسئلہ نقل کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زہری اور نافع نے چار روایات میں اختلاف کیا ہے، یہ ان میں سے ایک ہے۔

3435 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَاعَ عَبْدًا، وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ، اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کوئی غلام فروخت کرے، اور اس غلام کا کوئی مال ہو، تو وہ مال فروخت کرنے والے کو ملے گا، البتہ اگر خریدار نے شرط عائد کی ہو، (تو حکم مختلف ہوگا)''۔

بَابٌ فِي التَّلَقِّي

باب: (سوداگروں سے، منڈی سے باہر) ملاقات کرنا

3436 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا الْاَسْوَاقَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی شخص کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ ہی تم لوگ، سامان (لانے والے سوداگروں سے منڈی سے باہر) ملو، جب تک وہ بازار میں اتر نہیں جاتا''۔

3437 - حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُوْ تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو الرَّقِّيَّ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنِ ابْنِ

3435-واخرجه ابن ابی شيبة /1127 و /22614، واحمد (14214)، وابو يعلی (2139)، والبيهقی /3265 من طريق سفيان الثوری، بهذا الاسناد. واخرجه احمد (14325)، والنسائی فی "الكبری" (4964)، وابن حبان (4924) من طريق عطاء بن ابی رباح، عن جابر. واخرجه ابو حنيفة (338)، وعنه ابو يوسف فی "الآثار" (829)، والبيهقی /3265

3436-اسناده صحيح. وهو فی "موطا مالک" برواية ابی مصعب الزهری (2701). وهو كذلک فی "الموطا" برواية يحيی بن يحيی الليثی /6832 دون ذكر تلقی السلع. وفی "الموطا" برواية محمد بن الحسن الشيبانی (772) و (784) مفرقاً بين المساومة وتلقی السلع. واخرجه البخاری (2165) عن عبد الله بن يوسف، عن مالک، به. تاماً. واخرج الشطر الاول منه وهو المساومة البخاری (2139) عن اسماعيل بن ابی اويس، ومسلم باثر (1514) عن يحيی بن يحيی النيسابوری، وابن ماجه (2171) عن سويد بن سعيد، ثلاثتهم عن مالک، به

3437-اسناده صحيح. ابن سيرين: هو محمد، وايوب: هو ابن ابی تميمة السختيانی. واخرجه الترمذی (1264) من طريق عبيد الله بن عمرو الرقی، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1519)، وابن ماجه (2178)، والنسائی (4501) من طريق هشام بن حسان، عن محمد بن سيرين، به. واخرجه البخاری (2727)، ومسلم (1515)، والنسائی (4491) من طريق ابی حازم سلمان الاشجعی، والبخاری (2162) من طريق سعيد المقبری، كلاهما عن ابی هريرة وهو فی "مسند احمد" (7825) و (10324)، و "صحيح ابن حبان" (4961). وسياتی ضمن الحديث (3443).

سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ، فَاِنْ تَلَقَّاهُ مُتَلَقٍّ مُشْتَرٍ فَاشْتَرَاهُ، فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ بِالْخِيَارِ اِذَا وَرَدَتِ السُّوْقَ. قَالَ اَبُوْ عَلِيٍّ: سَمِعْتُ اَبَا دَاوُدَ: يَقُوْلُ: قَالَ سُفْيَانُ: لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ اَنْ يَقُوْلَ: اِنَّ عِنْدِي خَيْرًا مِنْهُ بِعَشَرَةٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (منڈی سے باہر) سوداگروں سے ملنے سے منع کیا ہے، اگر کوئی شخص ان سے ملا ہو، اور اس نے کوئی چیز خرید لی ہو تو پھر سامان والے کو اختیار ہوگا، جب وہ بازار میں وارد ہوگا (اگر وہ چاہے تو اس سودے کو کالعدم قرار دے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان کہتے ہیں: کوئی شخص کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ یہ کہے: یہ چیز میرے پاس، اس سے دس گنا بہتر موجود ہے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ النَّجْشِ

باب: مصنوعی بولی لگانے کی ممانعت

3438 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَنَاجَشُوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''مصنوعی بولی نہ لگاؤ''

بَابٌ فِي النَّهْيِ اَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ

باب: شہری کے، دیہاتی کے لیے خرید و فروخت کرنے کی ممانعت

3439 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ فَقُلْتُ: مَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ قَالَ: لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا

3438-اسنادہ صحیح. سفیان: ھو ابن عیینة. واخرجه البخاری (2140)، ومسلم (1413)، وابن ماجه (2174)، والترمذی (1352)، والنسائی (3239) و (4502). و (4506) و (4507) من طرق عن الزھری، واخرجه البخاری (2150) و (6066)، ومسلم (1515)، والنسائی (4496) من طریق عبد الرحمن بن ھرمز الاعرج، والبخاری (2727)، ومسلم (1515)، والنسائی (4491) من طریق ابی حازم سلمان الاشجعی، ومسلم (2563) من طریق ابی صالح السمان، و (2564) من طریق ابی سعید مولی عامر بن کریز، والنسائی (4506) من طریق ابی سلمة بن عبد الرحمن، خمستھم عن ابی ھریرة. وھو فی "مسند احمد" (7248).

3439-واخرجه البخاری (2158)، ومسلم (1521)، وابن ماجه (2177)، والنسائی (4500) من طریق معمر بن راشد، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (3482).

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے، کہ شہری شخص دیہاتی کے لیے کوئی چیز فروخت کرے۔

راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: شہری شخص کے دیہاتی کے لیے فروخت کرنے سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ کہ وہ اس کا ایجنٹ بن جائے۔

3440 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الزِّبْرِقَانِ اَبَا هَمَّامٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ زُهَيْرٌ وَكَانَ ثِقَةً، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ اَوْ اَبَاهُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: حَدَّثَنَا اَبُو هِلَالٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ يُقَالُ: لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَهِيَ كَلِمَةٌ جَامِعَةٌ لَا يَبِيعُ لَهُ شَيْئًا، وَلَا يَبْتَاعُ لَهُ شَيْئًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی شہری شخص کسی دیہاتی کے لیے خرید وفروخت نہ کرے، اگرچہ وہ اس کا باپ یا بھائی ہی کیوں نہ ہو''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، وہ بیان کرتے ہیں، یہ کہا جاتا ہے، کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے کوئی چیز خرید وفروخت نہ کرے، یہ ایک جامع کلمہ ہے، یعنی وہ اس کے لیے کوئی چیز فروخت نہ کرے اور اس کے لیے کوئی چیز خریدے نہیں۔

3441 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ سَالِمٍ الْمَكِّيِّ، اَنَّ اَعْرَابِيًّا، حَدَّثَهُ اَنَّهُ، قَدِمَ بِحَلُوبَةٍ لَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ عَلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، فَقَالَ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى اَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَكِنِ اذْهَبْ اِلَى السُّوقِ فَانْظُرْ مَنْ يُبَايِعُكَ، فَشَاوِرْنِي حَتَّى آمُرَكَ اَوْ اَنْهَاكَ

سالم مکی بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نے انہیں بتایا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک دودھ والی اونٹنی لے کر آیا، اس نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں پڑاؤ کیا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے کوئی چیز فروخت کرے، تم بازار جاؤ، اور اس بات کا جائزہ لو کہ کون تمہارے ساتھ سودا کرنا چاہتا ہے، تم مجھ سے مشورہ لے لینا، تاکہ میں تمہیں (سودا کرنے کی) ہدایت کروں، یا تمہیں اس سے منع کر دوں۔

3442 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ

3442-اسنادہ صحیح. وقد صرح ابو الزبیر -وھو محمد بن مسلم بن تدرس المکی- بسماعہ من جابر عند احمد و النسائی، فانتفت شبھة تدلیسه. زھیر: ھو ابن معاویة الجعفی. واخرجه مسلم (1522)، و ابن ماجه (2176)، و الترمذی (1266)، و النسائی (4495) من طریقین عن ابی الزبیر، به. وھو فی "مسند احمد" (14291)، و "صحیح ابن حبان" (4960) و (4963) و (4964).

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَذَرُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے خرید و فروخت نہ کرے، تم لوگوں کو (ان کے حال پر) چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ انہیں ایکدوسرے کے ذریعے رزق عطا کردے گا''۔

بَابُ مَنِ اشْتَرَى مُصَرَّاةً فَكَرِهَهَا

باب: جو شخص ''تصریہ'' والے جانور کو (غلطی سے) خرید لے اور پھر اسے ناپسند کرے

3443 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِلْبَيْعِ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ، بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا، وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''خرید و فروخت کے لیے سواروں کو (منڈی سے باہر راستے میں) نہ ملو اور کوئی شخص کسی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور تم اونٹوں اور بکریوں کا تصریہ نہ کرو، جو شخص اسے خرید لیتا ہے، اس کے بعد، اسے دو میں سے ایک چیز کا اختیار ہوگا، جبکہ وہ اس کا دودھ دوہ چکا ہو، اگر چہ وہ چاہے تو اسے اپنے پاس رہنے دے، اگر نہ چاہے تو وہ واپس کردے، اور ساتھ کھجور کا ایک صاع بھی واپس کرے''۔

3444 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَهِشَامٍ، وَحَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِنْ شَاءَ رَدَّهَا، وَصَاعًا مِنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص تصریہ والی کوئی بکری خرید لیتا ہے، تو تین دن تک اسے (اس کو واپس کردے) ساتھ میں اناج کا ایک صاع دے، جو عمدہ قسم کی گندم نہ ہو۔

3445 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَخْلَدٍ التَّمِيمِيُّ، حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي زِيَادٌ، أَنَّ ثَابِتًا، مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اشْتَرَى غَنَمًا مُصَرَّاةً احْتَلَبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص تصریہ والی بکری خرید کر، پھر اس کا دودھ دوہ لے، تو اگر بعد میں وہ راضی ہو، تو اسے اپنے پاس رکھے اگر پسند نہ کرے، تو اس نے جو دودھ دوہ لیا تھا، اس کے عوض میں کھجور کا ایک صاع دیدے''۔

3446 - حَدَّثَنَا اَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ ابْتَاعَ مُحَفَّلَةً، فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا مِثْلَ، اَوْ مِثْلَيْ لَبَنِهَا قَمْحًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس نے محفلہ جانور خریدا، تین دن تک اسے اختیار ہوگا، اگر وہ چاہے تو اسے واپس کردے اور اس کے ہمراہ، اس کے دودھ کی مانند (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس سے دوگنی گندم بھی واپس کرے''۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْحُكْرَةِ

باب: ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

3447 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ اَبِي مَعْمَرٍ، اَحَدِ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحْتَكِرُ اِلَّا خَاطِئٌ فَقُلْتُ لِسَعِيدٍ: فَاِنَّكَ تَحْتَكِرُ، قَالَ وَمَعْمَرٌ: كَانَ يَحْتَكِرُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَسَاَلْتُ اَحْمَدَ مَا الْحُكْرَةُ قَالَ: مَا فِيهِ عَيْشُ النَّاسِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ: الْمُحْتَكِرُ: مَنْ يَعْتَرِضُ السُّوقَ

حضرت معمر بن ابو معمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''(کوئی) گناہگار شخص ہی، ذخیرہ اندوزی کرسکتا ہے''

راوی کہتے ہیں: میں سعید بن مسیب سے کہا: آپ بھی تو ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں، انہوں نے کہا، حضرت معمر رضی اللہ عنہ خود بھی ذخیرہ کیا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا: ذخیرہ اندوزی سے مراد کیا ہے، انہوں نے فرمایا: یہ ان چیزوں کے بارے میں ہوتی ہے، جو لوگوں کی بنیادی ضروریات ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ذخیرہ اندوزہ ہوتا ہے، جو بازار سے متعلق ہو۔

3448 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَيَّاضٍ، حَدَّثَنَا اَبِي ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَيَّاضِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: لَيْسَ فِي التَّمْرِ حُكْرَةٌ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قَالَ: عَنِ الْحَسَنِ، فَقُلْنَا لَهُ: لَا تَقُلْ عَنِ الْحَسَنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيثُ عِنْدَنَا بَاطِلٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ يَحْتَكِرُ النَّوَى، وَالْخَبَطَ وَالْبِزْرَ وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ يُونُسَ، يَقُولُ: سَأَلْتُ سُفْيَانَ، عَنْ كَبْسِ الْقَتِّ فَقَالَ: كَانُوا يَكْرَهُونَ الْحُكْرَةَ وَسَأَلْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ فَقَالَ: اكْبِسْهُ

❀❀ قتادہ فرماتے ہیں: کھجور میں ذخیرہ اندوزی نہیں ہوتی، ابن مثنیٰ نے یہ بات بیان کی، یہ روایت حسن بصری سے منقول ہے، تو ہم نے ان سے کہا، آپ اسے ان کے حوالے سے نقل نہ کریں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہمارے نزدیک یہ روایت باطل ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سعید بن مسیب گٹھلیوں پتوں اور بیج کا ذخیرہ کیا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے احمد بن یونس کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: میں نے سفیان سے جانوروں کے چارے کی
ذخیرہ اندوزی کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا: پہلے زمانے کے لوگ ذخیرہ اندوزی کو مکروہ سامان قرار دیتے تھے۔

میں نے ابوبکر بن عیاش سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: تم اسے ذخیرہ کر سکتے ہو۔

بَابٌ فِي كَسْرِ الدَّرَاهِمِ

باب: دراہم کو توڑنا

3449 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ فَضَاءٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُكْسَرَ سِكَّةُ الْمُسْلِمِينَ الْجَائِزَةُ بَيْنَهُمْ إِلَّا مِنْ بَأْسٍ

❀❀ علقمہ بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مسلمانوں میں رائج سکے کو توڑ دیا جائے، البتہ اگر انتہائی ضرورت ہو، تو (حکم مختلف ہے)

بَابٌ فِي التَّسْعِيرِ

باب: نرخ مقرر کرنا

3450 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ بِلَالٍ، حَدَّثَهُمْ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا جَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، سَعِّرْ، فَقَالَ: بَلْ أَدْعُو ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، سَعِّرْ، فَقَالَ: بَلِ اللهُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللهَ وَلَيْسَ لِأَحَدٍ

عِنْدِی مَظْلَمَةٌ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص آیا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! (بازار میں) چیزوں کے نرخ مقرر کر دیجیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! بلکہ میں دعا کر دیتا ہوں، پھر ایک اور شخص آیا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! نرخ مقرر کر دیجیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ (چیزوں کی قیمتوں کو) گھٹاتا اور بڑھاتا ہے، مجھے یہ امید ہے کہ جب میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا، تو کوئی بھی شخص میری طرف سے ظلم کا دعویدار نہیں ہوگا۔

3451 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَقَتَادَةُ وَحُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: النَّاسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، غَلَا السِّعْرُ فَسَعِّرْ لَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللَّهَ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يُطَالِبُنِي بِمَظْلَمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! چیزوں کے نرخ مہنگے ہو گئے ہیں، آپ ہمارے لیے نرخ مقرر کر دیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نرخ مقرر کرنے والا ہے، وہ تنگی کرنے والا اور وسعت دینے والا ہے، رزق عطا کرنے والا ہے، مجھے یہ امید ہے کہ میں ایسی حالت میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص جان یا مال کے حوالے سے، مجھ سے زیادتی کا مطالبہ نہیں کرے گا"۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْغِشِّ

باب: ملاوٹ کرنے کی ممانعت

3452 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ يَبِيعُ طَعَامًا فَسَأَلَهُ كَيْفَ تَبِيعُ، فَأَخْبَرَهُ فَأُوحِيَ إِلَيْهِ أَنْ أَدْخِلْ يَدَكَ فِيهِ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ فَإِذَا هُوَ مَبْلُولٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا، جو کوئی اناج فروخت کر رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: تم اسے کیسے فروخت کر رہے ہو؟ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ بات وحی کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ اس اناج میں داخل کریں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس میں داخل کیا، تو وہ اناج اندر سے گیلا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دھوکہ دیتا ہے، وہ ہم میں سے نہیں۔

3451- اسناده صحيح. حميد: هو ابن ابى حميد الطويل، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وثابت: هو ابن اسلم الطويل، وعفان: هو ابن مسلم. واخرجه ابن ماجه (2200)، والترمذي (1361) من طريق حماد بن سلمة، به. وهو في "مسند احمد" (12591).

3453 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنْ يَحْيَى، قَالَ: كَانَ سُفْيَانُ يَكْرَهُ هٰذَا التَّفْسِيرَ لَيْسَ مِنَّا لَيْسَ مِثْلَنَا

⊛⊛ یحییٰ بیان کرتے ہے: سفیان اس وضاحت کو ناپسند کرتے تھے "وہ ہم میں سے نہیں" سے مراد "وہ ہماری مانند نہیں" ہے۔

بَابٌ فِيْ خِيَارِ الْمُتَبَايِعَيْنِ

باب: خرید وفروخت کرنے والوں کے لیے اختیار ہونا

3454 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلٰى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا اِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"خرید وفروخت کرنے والوں کو (سودا ختم کرنے کا) اس وقت تک اختیار رہتا ہے، جب تک وہ دونوں جدا نہیں ہو جاتے، البتہ اگر بیع خیار ہو، تو حکم مختلف ہوگا"۔

3455 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: اَوْ يَقُولُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: اخْتَرْ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"یا پھر ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے یہ کہہ دے: تم اختیار کرلو"

3456 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُتَبَايِعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا، اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَفْقَةَ خِيَارٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يُفَارِقَ صَاحِبَهُ خَشْيَةَ اَنْ يَسْتَقِيلَهُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"خرید وفروخت کرنے والوں کو (سودا ختم کرنے کا) اختیار اس وقت تک رہتا ہے، جب تک وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو جاتے، اگر وہ سودا اختیار والا ہو، پھر (حکم مختلف ہوگا) اور آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اس اندیشے کے تحت اپنے ساتھی سے جدا ہو جائے، کہ وہ سودا ختم ہو سکتا ہے"۔

3457 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ جَمِيلِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ اَبِي الْوَضِيءِ، قَالَ: غَزَوْنَا غَزْوَةً لَنَا، فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَبَاعَ صَاحِبٌ لَنَا فَرَسًا بِغُلَامٍ، ثُمَّ اَقَامَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتِهِمَا فَلَمَّا اَصْبَحَا مِنَ الْغَدِ حَضَرَ الرَّحِيلُ، فَقَامَ اِلٰى فَرَسِهِ يُسْرِجُهُ فَنَدِمَ، فَاَتَى الرَّجُلَ وَاَخَذَهُ بِالْبَيْعِ فَاَبَى الرَّجُلُ اَنْ يَدْفَعَهُ اِلَيْهِ، فَقَالَ:

بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَبُو بَرْزَةَ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيَا أَبَا بَرْزَةَ فِي نَاحِيَةِ الْعَسْكَرِ فَقَالَا لَهُ: هٰذِهِ الْقِصَّةَ. فَقَالَ: أَتَرْضَيَانِ أَنْ أَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. قَالَ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ: حَدَّثَ جَمِيلٌ أَنَّهُ. قَالَ: مَا أَرَاكُمَا افْتَرَقْتُمَا

ابو وضی بیان کرتے ہیں: ہم نے ایک جنگ میں حصہ لیا، ہم نے ایک جگہ پر پڑاؤ کیا، ہمارے ایک ساتھی نے دوسرے کو ایک غلام کے عوض میں اپنا گھوڑا فروخت کر دیا، اس کے بعد وہ دونوں ایک دن اور ایک رات اکٹھے رہے، جب اگلا دن ہوا، کوچ کرنے کا وقت آیا تو گھوڑے کا خریدار اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا، اس نے اس پر زین رکھ کر اس کو تیار کرنا چاہا، تو گھوڑے کو فروخت کرنے والے کو، اپنے کیے ہوئے سودے پر ندامت ہوئی، وہ اس کے پاس آیا اور اس سے یہ کہا کہ وہ سودا منسوخ کرنا چاہتا ہے، لیکن جس شخص نے گھوڑا خریدا تھا، اس نے واپس کرنے سے انکار کر دیا، اس نے کہا میرے اور تمہارے درمیان حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ثالث ہوں گے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، وہ دونوں آدمی لشکر کے ایک طرف سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انہیں پورا واقعہ بیان کیا، تو انہوں نے دریافت کیا: کیا تم دونوں اس بات پر راضی ہو کہ میں تمہارے درمیان وہ فیصلہ کروں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''خرید و فروخت کرنے والوں کو (سودا ختم کرنے کا) اس وقت تک اختیار رہتا ہے، جب تک وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو جاتے''۔

ہشام بن حسان کہتے ہیں: جمیل نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے خیال میں تم جدا نہیں ہوئے۔

3458 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرْجَرَائِيُّ، قَالَ: مَرْوَانُ الْفَزَارِيُّ، أَخْبَرَنَا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، قَالَ: كَانَ أَبُو زُرْعَةَ إِذَا بَايَعَ رَجُلًا خَيَّرَهُ، قَالَ: ثُمَّ يَقُولُ: خَيِّرْنِي، وَيَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَفْتَرِقَنَّ اثْنَانِ إِلَّا عَنْ تَرَاضٍ

یحییٰ بن ایوب بیان کرتے ہیں: ابوزرعہ جب کسی شخص کے ساتھ کوئی سودا کرتے تھے، تو اسے اختیار دیتے تھے، پھر وہ یہ فرماتے تھے: تم مجھے بھی اختیار دو، پھر وہ یہ بیان کرتے تھے، میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''دو آدمی باہمی رضامندی کے بغیر، ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں''

3459 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتِ الْبَرَكَةُ مِنْ بَيْعِهِمَا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَ كَذٰلِكَ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ، وَحَمَّادٌ. وَاَمَّا هَمَّامٌ، فَقَالَ: حَتّٰى يَتَفَرَّقَا، اَوْ يَخْتَارَا ثَلَاثَ مِرَارٍ

⊛⊛ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''خرید و فروخت کرنے والوں کو (سودا ختم کرنے کا) اختیار، اس وقت تک رہتا ہے، جب تک وہ دونوں جدا نہیں ہو جاتے، اگر وہ دونوں سچ بولتے ہیں اور سب کچھ بیان کرتے ہیں، تو ان دونوں کے لیے ان کے سودے میں برکت رکھی جائے گی، اور اگر وہ (کسی بھی قسم کی خرابی) چھپاتے ہیں اور غلط بیانی کرتے ہیں، تو ان کے سودے میں سے برکت کو مٹا دیا جاتا ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''یہاں تک کہ وہ جدا ہو جائیں، یا وہ دونوں اختیار کر لیں (یعنی اختیار کی شرط عائد کر دیں)''

یہ الفاظ تین مرتبہ ہیں۔

بَابٌ فِيْ فَضْلِ الْاِقَالَةِ

باب: اقالہ کی فضیلت

3460 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهُ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی مسلمان کے ساتھ اقالہ کرلے، اللہ تعالیٰ اس کی لغزشوں سے درگزر کرے گا''

بَابٌ فِيْمَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ

باب: جو شخص ایک ہی سودے میں، دو سودے کرے

3461 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ، فَلَهُ اَوْكَسُهُمَا اَوِ الرِّبَا

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص ایک ہی سودے میں، دو سودے کرے گا، تو یا تو اس کے حصے میں کم قیمت آئے گی، یا پھر سود آئے گا''

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْعِيْنَةِ

باب: بیع عینہ کی ممانعت

3462 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِيْ حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ ح وحَدَّثَنَا جَعْفَرُ

بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى الْبُرُلُّسِيُّ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ إِسْحَاقَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ سُلَيْمَانُ: عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْخُرَاسَانِيِّ، أَنَّ عَطَاءً الْخُرَاسَانِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْإِخْبَارُ لِجَعْفَرٍ وَهٰذَا لَفْظُهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جب تم بیع عینہ کرو گے اور تم بیلوں کی دُمیں پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی سے مطمئن ہو جاؤ گے، اور جہاد ترک کر دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا، جو کسی بھی صورت میں زائل نہیں ہو گی، جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہیں آ جاتے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت جعفر کی نقل کردہ ہے اور یہ الفاظ بھی اسی کے ہیں۔

بَابٌ فِي السَّلَفِ

باب: بیع سلف کا بیان

3463 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي التَّمْرِ السَّنَةَ، وَالسَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَسْلَفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ. وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ. إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، تو لوگ کھجوروں میں ایک، ایک دو، دو، تین، تین سال تک کے لیے بیع سلف کر لیتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص کھجور میں بیع سلف کرتا ہے، اسے متعین ماپ، متعین وزن میں، متعین مدت کے لیے سودا کرنا چاہیے"

3464 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ، أَوْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُجَالِدٍ، قَالَ: اخْتَلَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ، وَأَبُو بُرْدَةَ. فِي السَّلَفِ فَبَعَثُونِي. إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى، فَسَأَلْتُهُ. فَقَالَ: إِنْ كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ وَالتَّمْرِ، وَالزَّبِيبِ زَادَ ابْنُ كَثِيرٍ. إِلَى قَوْمٍ مَا هُوَ عِنْدَهُمْ، ثُمَّ اتَّفَقَا. وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى. فَقَالَ:

3463-واخرجه البخاری (2239) و (2240)، ومسلم (1604)، وابن ماجه (2280)، والترمذی (1358)، والنسائی (4616) من طريق عبدالله بن ابی نجيح، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (1868)، و"صحيح ابن حبان" (4925).

مِثْلَ ذٰلِكَ

⊛⊛ محمد بن مجالد یا شاید، عبداللہ بن مجالد بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ میں، بیع سلف کے بارے میں اختلاف ہوگیا، انہوں نے مجھے حضرت ابن ابواوفیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، میں نے ان سے سوال کیا، تو انہوں نے جواب دیا: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں، گندم، جو، کھجور اور کشمش میں بیع سلف کر لیتے تھے۔

ابن کثیر نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ہم ان لوگوں کے ساتھ بیع سلف کرتے تھے، جن کے پاس وہ چیزیں موجود نہیں ہوتی تھیں'' اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں: میں نے حضرت ابن ابزی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بھی اس کی مانند جواب دیا۔

3465 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، وَابْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: عِنْدَ قَوْمٍ مَا هُوَ عِنْدَهُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الصَّوَابُ ابْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ، وَشُعْبَةُ أَخْطَأَ فِيهِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں

''ان لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ کرتے تھے، جن کے پاس وہ چیزیں نہیں ہوتی تھیں''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) درست یہ ہے کہ راوی کا نام ابن ابومجالد ہے جبکہ شعبہ نے اس روایت میں (راوی کا نام ذکر کرتے ہوئے) غلطی کی ہے۔

3466 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي غَنِيَّةَ، حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّامَ فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْبُرِّ وَالزَّيْتِ سِعْرًا مَعْلُومًا وَأَجَلًا مَعْلُومًا، فَقِيلَ لَهُ: مِمَّنْ لَهُ ذٰلِكَ قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن ابواوفیٰ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شام کی طرف جنگ کے لیے سفر کیا، تو شام کے رہنے والے نبطی لوگ ہمارے پاس آتے اور ہم ان کے ساتھ گندم، زیتون کے تیل میں بیع سلف کر لیتے، جو متعین نرخ کے اعتبار سے متعین مدت کے لیے ہوتی، ان سے دریافت کیا گیا: یہ چیزیں ان سے خریدتے تھے، جن کے پاس ہوں، تو انہوں نے فرمایا: ہم ان سے یہ دریافت نہیں کرتے تھے۔

بَابٌ فِي السَّلَمِ فِي ثَمَرَةٍ بِعَيْنِهَا

باب: کسی متعین پھل کی بیع سلم کرنا

3467 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ رَجُلٍ، نَجْرَانِيٍّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا أَسْلَفَ رَجُلًا فِي نَخْلٍ فَلَمْ تُخْرِجْ تِلْكَ السَّنَةَ شَيْئًا فَاخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَهُ ارْدُدْ عَلَيْهِ مَالَهُ، ثُمَّ قَالَ: لَا تُسْلِفُوا فِي النَّخْلِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے کھجور کے درخت میں، ایک شخص کے ساتھ بیع سلف کر لی تو کھجور کے اس درخت کی اس سال پیداوار نہیں ہوئی، وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم کس بنیاد پر اس کے مال کو حلال قرار دیتے ہو؟ تم اس کا مال اسے واپس کر دو، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ کھجور کے بارے میں، اس وقت تک بیع سلف نہ کرو، جب تک اس کی صلاحیت ظاہر نہیں ہو جاتی۔

بَابُ السَّلَفِ لَا يُحَوَّلُ

باب: سلف کو تبدیل کرنا

3468 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ خَيْثَمَةَ، عَنْ سَعْدٍ يَعْنِي الطَّائِيَّ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَلَا يَصْرِفْهُ إِلَى غَيْرِهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی چیز میں بیع سلف کرتا ہے، تو وہ اسے دوسری چیز میں تبدیل نہ کرے''

بَابٌ فِي وَضْعِ الْجَائِحَةِ

باب: آفت آنے کی صورت میں ادائیگی معاف (یا کم) کرنا

3469 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے پھل خریدے، جو آفت کا شکار ہو گئے، تو اس شخص کا قرض زیادہ ہو گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اسے صدقہ دو، لوگوں نے اسے صدقہ دیا،

لیکن پھر بھی اس کے پورے قرض کی ادائیگی کا بندوبست نہ ہو سکا، تو نبی اکرم ﷺ نے (اس کے قرض خواہوں سے) فرمایا: تمہیں جو مل رہا ہے، اسے حاصل کرلو، تمہارے لیے صرف یہی ہے۔

3470 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ الْمَعْنَى، أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ، أَخْبَرَهُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ تَمْرًا فَأَصَابَتْهَا جَائِحَةٌ، فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اگر تم اپنے بھائی کو کھجور فروخت کرو، اور پھر اسے کوئی آفت لاحق ہو جائے، تو تمہارے لیے اس میں سے کچھ بھی لینا حلال نہیں ہے، تم کسی حق کے بغیر کس بنیاد پر اپنے بھائی کا مال حاصل کرو گے"۔

بَابٌ فِي تَفْسِيرِ الْجَائِحَةِ

باب: آفت کی وضاحت

3471 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: الْجَوَائِحُ: كُلُّ ظَاهِرٍ مُفْسِدٍ مِنْ مَطَرٍ، أَوْ بَرَدٍ، أَوْ جَرَادٍ، أَوْ رِيحٍ، أَوْ حَرِيقٍ

عطاء بیان کرتے ہیں: آفات سے مراد تمام ظاہری اسباب ہیں، جو خرابی پیدا کر دیتے ہیں، جس میں بارش، سردی، آندھی یا جل جانا وغیرہ شامل ہیں۔

3472 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ الْحَكَمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: لَا جَائِحَةَ فِيمَا أُصِيبَ دُونَ ثُلُثِ رَأْسِ الْمَالِ، قَالَ يَحْيَى: وَذَلِكَ فِي سُنَّةِ الْمُسْلِمِينَ

یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: جس آفت کے نتیجے میں پورے مال کا ایک تہائی سے کم کا نقصان ہو، وہ آفت شمار نہیں ہوتی، یحییٰ کہتے ہیں: مسلمانوں کا یہی طریقہ ہے۔

بَابٌ فِي مَنْعِ الْمَاءِ

باب: پانی سے روکنا

3473 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ

3470- واخرجه مسلم (1554)، وابن ماجه (2219)، والنسائي (4527) و (4528) من طريق ابن جريج، به. وهو في "صحيح ابن حبان" (5034) و (5035).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اضافی پانی استعمال کرنے سے نہ روکا جائے، کیونکہ اس کے نتیجے میں گھاس اُگنا بند ہو جائے گی''

3474 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيلِ فَضْلَ مَاءٍ عِنْدَهُ وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ يَعْنِي كَاذِبًا. وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا فَإِنْ أَعْطَاهُ وَفَى لَهُ وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ لَمْ يَفِ لَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تین لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کلام نہیں کرے گا، ایک وہ شخص جس نے مسافر کو اپنے پاس موجود اضافی پانی استعمال کرنے سے روک دیا ہو، ایک وہ شخص جس نے عصر کے بعد کسی سامان پر قسم اٹھائی ہو (راوی کہتے ہیں: جس نے جھوٹی قسم اٹھائی ہو) اور ایک وہ شخص جو کسی حکمران کی بیعت کرے، اگر حکمران اسے کچھ دیدے، تو وہ اس بیعت کو پورا کرے، اگر وہ اسے کچھ نہ دے تو وہ اس بیعت کو پورا نہ کرے۔

3475 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ: وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَقَالَ فِي السِّلْعَةِ بِاللَّهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا كَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ الْآخَرُ فَأَخَذَهَا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا تزکیہ نہیں کرے گا، ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہوگا''

سامان کے بارے میں وہ شخص یہ کہے گا: اللہ کی قسم! مجھے اس کے عوض میں اتنے اور اتنے پیسے دیئے جا رہے تھے، تو دوسرا شخص اس کی تصدیق کرتے ہوئے، اسے حاصل کر لے۔

3476 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنْ سَيَّارِ بْنِ مَنْظُورٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ امْرَأَةٍ يُقَالُ لَهَا بُهَيْسَةُ عَنْ أَبِيهَا قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ أَبِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَمِيصِهِ فَجَعَلَ يُقَبِّلُ وَيَلْتَزِمُ ثُمَّ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ. قَالَ: الْمَاءُ. قَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ، قَالَ: الْمِلْحُ قَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا الشَّيْءُ الَّذِي لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ، قَالَ: أَنْ تَفْعَلَ الْخَيْرَ خَيْرٌ لَكَ

بہیسہ نامی خاتون اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: میرے والد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے درمیان داخل ہو گئے، آپ کو بوسہ دینے لگے اور اپنے ساتھ چمٹانے لگے، پھر انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! وہ کون سی چیز ہے، جسے روکنا جائز نہیں ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! کون سی چیز ہے، جسے روکنا جائز نہیں ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نمک، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! کون سے

چیز ہے جس سے روکنا جائز نہیں ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا بھلائی کرتے رہنا تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔

3477 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ اللُّؤْلُؤِيُّ، أَخْبَرَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ حِبَّانَ بْنِ زَيْدٍ الشَّرْعَبِيِّ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ قَرْنٍ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو خِدَاشٍ، وَهَذَا لَفْظُ عَلِيٍّ عَنْ رَجُلٍ، مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا أَسْمَعُهُ يَقُولُ: الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْكَلَإِ، وَالْمَاءِ، وَالنَّارِ

❁❁ ابوخداش ایک مہاجر صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تین غزوات میں شرکت کی ہے، میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''مسلمان تین چیزوں میں ایک دوسرے کے حصے دار ہیں، گھاس، پانی اور آگ''۔

بَابٌ فِي بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ

باب: اضافی پانی کو فروخت کرنا

3478 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَطَّارُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ

❁❁ حضرت ایاس بن عبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ نے اضافی پانی کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے''

بَابٌ فِي ثَمَنِ السِّنَّوْرِ

باب: بلی کی قیمت (کا حکم)

3479 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، ح وحَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، وَعَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى، وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: أَخْبَرَنَا عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت (استعمال کرنے) سے منع کیا ہے۔

3480 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ زَيْدٍ الصَّنْعَانِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْهِرَّةِ

3479- واخرجه الترمذی (1325) من طريق عيسى بن يونس، به. وضعف هو وابن عبد البر في "التمهيد" /4028-403 طريق ابی سفيان هذه للاختلاف فيها على الاعمش، وهذا غير مسلَّم لهما، لان الحديث لم ينفرد ابو سفيان به، بل تابعه ابو الزبير محمد ابن مسلم المكی، على انه صححه من طريق ابی سفيان: ابن الجارود (580)، والحاكم /342، والبيهقی /11.6 وانظر مابعده وما سياتی برقم (3807).

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کی قیمت سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي أَثْمَانِ الْكِلَابِ

باب: کتوں کی قیمت (کا حکم)

3481 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، فاحشہ عورت کی کمائی اور کاہن کے نذرانے سے منع کیا ہے۔

3482 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ حَبْتَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَإِنْ جَاءَ يَطْلُبُ ثَمَنَ الْكَلْبِ فَامْلَأْ كَفَّهُ تُرَابًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے منع کیا ہے اور اگر کوئی شخص آ کر کتے کی قیمت کا مطالبہ کرے، تو تم اس کی ہتھیلی کو مٹی سے بھر دو۔

3483 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَوْنُ ابْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ، أَنَّ أَبَاهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ

عون بن ابوجحیفہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے منع کیا ہے۔

3484 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مَعْرُوفُ بْنُ سُوَيْدٍ الْجُذَامِيُّ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبَاحٍ اللَّخْمِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ ثَمَنُ الْكَلْبِ وَلَا حُلْوَانُ الْكَاهِنِ، وَلَا مَهْرُ الْبَغِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کتے کی قیمت' کاہن کا نذرانہ اور فاحشہ عورت کی کمائی جائز نہیں ہے"

بَابٌ فِي ثَمَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ

باب: شراب اور مردار کی قیمت (کا حکم)

3485 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ بُخْتٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ

اللهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا، وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا، وَحَرَّمَ الْخِنْزِيرَ وَثَمَنَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب' اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے۔ اس نے مردار اور اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دیا ہے، اس نے خنزیر اور اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دیا ہے''

3486 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: اِنَّ اللهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ، وَالْخِنْزِيرِ، وَالْاَصْنَامِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ اَرَاَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهُ يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: لَا هُوَ حَرَامٌ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ: قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، اِنَّ اللهَ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا اَجْمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَاَكَلُوا ثَمَنَهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے، عرض کی گئی:

یارسول اللہ! مردار کی چربی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیونکہ ہم اسے کشتیوں کے تختوں پر لگاتے ہیں اور ان کے ذریعے چمڑوں کو دھونی لگاتے ہیں اور لوگ اس کے ذریعے روشنی بھی حاصل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں! یہ حرام ہے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے، جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چربی کو حرام قرار دیا، تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچنا شروع کر دیا، اور اس کی قیمت کھانے لگے''۔

3487 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ، قَالَ: كَتَبَ اِلَيَّ عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ نَحْوَهُ لَمْ يَقُلْ هُوَ حَرَامٌ

یزید بن ابوحبیب بیان کرتے ہیں: عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت مجھے لکھ کر بھیجی، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، جس میں یہ الفاظ نہیں ہیں: ''وہ حرام ہے''

3488 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، اَنَّ بِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ، وَخَالِدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَاهُمُ الْمَعْنَى، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ بَرَكَةَ، قَالَ مُسَدَّدٌ: فِي حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ بَرَكَةَ اَبِي الْوَلِيدِ، ثُمَّ اتَّفَقَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا عِنْدَ الرُّكْنِ، قَالَ: فَرَفَعَ بَصَرَهُ اِلَى السَّمَاءِ فَضَحِكَ، فَقَالَ:

3486- اسنادہ صحیح. الليث: هو ابن سعد. واخرجه البخاري (2236)، ومسلم (1581)، وابن ماجه (2167)، والترمذي (1343)، والنسائي (4256) و (4669) من طريق يزيد بن ابي حبيب، به. وهو في مسند احمد (14472)، و "صحيح ابن حبان" (4937).

لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ. ثَلَاثًا إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ فَبَاعُوهَا وَاَكَلُوا اَثْمَانَهَا. وَاِنَّ اللهَ إِذَا حَرَّمَ عَلَى قَوْمٍ اَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ وَلَمْ يَقُلْ فِي حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الطَّحَّانِ: رَاَيْتُ وَقَالَ: قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کے پاس تشریف فرما دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی، پھر مسکرا دیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی، (پھر فرمایا) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے، چربی کو حرام قرار دیا، انہوں نے اسے فروخت کرنا شروع کر دیا، اور اس کی قیمت کو کھانا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے لیے کسی چیز کو کھانا حرام قرار دیتا ہے، تو اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دے دیتا ہے۔

خالد بن عبداللہ کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں ''میں نے دیکھا''۔

انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کر دے''۔

3489 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ، وَوَكِيعٌ، عَنْ طُعْمَةَ بْنِ عَمْرٍو الْجَعْفَرِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ بَيَانٍ التَّغْلِبِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَاعَ الْخَمْرَ فَلْيُشَقِّصِ الْخَنَازِيرَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص شراب فروخت کرتا ہے، اسے خنزیر کو بھی حلال سمجھنا چاہیے''

3490 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتِ الْآيَاتُ الْاَوَاخِرُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَهُنَّ عَلَيْنَا، وَقَالَ: حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب سورۃ البقرہ کی آخری آیات نازل ہوگئیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ان آیات کی تلاوت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شراب کی تجارت کو حرام قرار دے دیا گیا ہے''

3491 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، بِاِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ: الْآيَاتُ الْاَوَاخِرُ فِي الرِّبَا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں ''وہ آخری آیات، جو سود سے متعلق ہیں''

بَابٌ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ اَنْ يَسْتَوْفِيَ

باب: پوری طرح اپنے قبضے میں لینے سے پہلے، اناج کوفروخت کرنا

3492 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جوشخص کوئی اناج خریدے، تو وہ اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کرے، جب تک پہلے اپنے قبضے میں نہیں لے لیتا''

3493 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّهُ قَالَ: كُنَّا فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَأْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي ابْتَعْنَاهُ فِيْهِ اِلٰى مَكَانٍ سِوَاهُ، قَبْلَ اَنْ نَبِيْعَهُ يَعْنِي جُزَافًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم غلے کی خرید وفروخت کیا کرتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف کسی شخص کو بھیجتے اور ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ ہم اس اناج کو اس جگہ سے منتقل کرلیں، جس جگہ پر ہم نے اسے خریدا ہے، یا اسے کسی ایسی جگہ پر منتقل کریں، جو اس جگہ کے علاوہ ہو، ایسا ہم اس اناج کو آگے فروخت کرنے سے پہلے کریں۔

راوی کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ اندازے کے تحت (کی گئی، خرید وفروخت) ممنوع ہے۔

3494 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، اَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانُوْا يَتَبَايَعُوْنَ الطَّعَامَ جُزَافًا بِاَعْلَى السُّوْقِ فَنَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَبِيْعُوْهُ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پہلے لوگ بازار کے بالائی حصے کی جانب اندازے کے تحت اناج کی خرید وفروخت کرلیا کرتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اس طرح فروخت کرنے سے منع کردیا، جب تک وہ اسے (دوسری جگہ) منتقل نہیں کرلیتے۔

3495 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ عُبَيْدٍ الْمَدِيْنِيِّ، اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَهُ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَبِيْعَ اَحَدٌ طَعَامًا اشْتَرَاهُ بِكَيْلٍ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص کسی اناج کو فروخت کرے، جس کو اس نے متعین ماپ کے ہمراہ خریدا ہو، ایسا اس وقت تک نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اسے پوری طرح اپنے قبضے میں نہیں لے لیتا۔

3496 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا اَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَكْتَالَهُ زَادَ اَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: لِمَ؟ قَالَ: اَلَا تَرٰى اَنَّهُمْ يَتَبَايَعُوْنَ بِالذَّهَبِ وَالطَّعَامُ مُرَجًّى

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کوئی اناج خریدتا ہے، تو وہ اسے اس وقت تک فروخت نہ کرے، جب تک اسے ماپ نہیں لیتا''

ابوبکر نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا تم لوگوں نے یہ بات نہیں دیکھی کہ لوگ سونے کے عوض میں خرید و فروخت کر لیتے ہیں، اور اناج ابھی دور ہوتا ہے۔

3497 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ - وَهٰذَا لَفْظُ مُسَدَّدٍ - عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اشْتَرٰى اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَقْبِضَهُ، قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ، زَادَ مُسَدَّدٌ، قَالَ: وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَاَحْسِبُ اَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَ الطَّعَامِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص کوئی اناج خریدے تو اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے جب تک اسے اپنے قبضے میں نہیں لیتا''

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میرا خیال ہے ہر چیز اناج کی مانند ہے۔

3498 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّاسَ يُضْرَبُوْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَرَوُا الطَّعَامَ جُزَافًا اَنْ يَبِيْعُوْهُ حَتّٰى يُبْلِغَهُ اِلٰى رَحْلِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ان کی اس بات پر پٹائی ہوتی تھی، جب وہ اناج کو کسی اندازے کے تحت خرید لیتے تھے اور پھر اسے اپنے پالان تک پہنچانے سے پہلے اسے فروخت کر دیتے تھے۔

3499 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِي

3497-اسنادہ صحیح کسابقہ۔ ابو عوانۃ: ھو الوضاح بن عبد اللہ الیشکری، وحماد: ھو ابن زید۔ واخرجہ البخاری (2135)، ومسلم (1525)، وابن ماجہ (2227)، والترمذی (1337)، والنسائی (4598) من طریق عمرو بن دینار، بہ۔ وھو فی "مسند احمد" (1847)، و"صحیح ابن حبان" (4980).

الزِّنَادِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: ابْتَعْتُ زَيْتًا فِي السُّوقِ، فَلَمَّا اسْتَوْجَبْتُهُ لِنَفْسِي، لَقِيَنِي رَجُلٌ فَأَعْطَانِي بِهِ رِبْحًا حَسَنًا، فَأَرَدْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى يَدِهِ، فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي بِذِرَاعِي فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، فَقَالَ: لَا تَبِعْهُ حَيْثُ ابْتَعْتَهُ، حَتَّى تَحُوزَهُ إِلَى رَحْلِكَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُبَاعَ السِّلَعُ حَيْثُ تُبْتَاعُ، حَتَّى يَحُوزَهَا التُّجَّارُ إِلَى رِحَالِهِمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے بازار سے زیتون کا تیل خریدا جب میں نے اسے مکمل طور پر وصول کرلیا، تو ایک شخص کی مجھ سے ملاقات ہوئی وہ مجھے مناسب سا معاوضہ دے رہا تھا، تو میں نے یہ ارادہ کیا میں اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہوں (تاکہ سودا طے شمار ہو) تو ایک شخص نے پیچھے سے، میری کلائی پکڑ لی، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے فرمایا: تم اسے فروخت نہ کرو، جہاں تم نے اسے خریدا تھا، جب تک تم اسے اپنے پالان کے قریب نہیں لے جاتے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ سامان کو اسی جگہ فروخت کر دیا جائے، جہاں اسے خریدا تھا، جب تک تاجر لوگ اسے اپنے پالان کے قریب نہیں لے جاتے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ فِي الْبَيْعِ لَا خِلَابَةَ

باب: آدمی کا سودے وقت یہ کہنا: ''کوئی دھوکہ نہیں ہے''

3500 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا بَايَعَ يَقُولُ: لَا خِلَابَةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ ذکر کیا کہ خرید وفروخت میں اس کے ساتھ دھوکہ ہو جاتا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جب تم کوئی سودا کرو تو یہ کہہ دو: دھوکہ نہیں چلے گا، تو جب وہ شخص کوئی سودا کرتا تھا، تو یہ کہتا تھا: کہ دھوکہ نہیں چلے گا۔

3501 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَرُزِّيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو ثَوْرٍ الْكَلْبِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: مُحَمَّدٌ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْتَاعُ وَفِي عُقْدَتِهِ ضَعْفٌ، فَأَتَى أَهْلُهُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، احْجُرْ عَلَى فُلَانٍ، فَإِنَّهُ يَبْتَاعُ وَفِي عُقْدَتِهِ ضَعْفٌ، فَدَعَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَهَاهُ عَنِ الْبَيْعِ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنِّي لَا أَصْبِرُ عَنِ الْبَيْعِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

3500- اسناده صحیح. وهو في "موطا مالک" 685/2، واخرجه البخاری (2117)، ومسلم (1533)، والنسائی (4484) من طريق عبد الله بن دينار به. وهو في "مسند احمد" (5036) و (5970)، و "صحيح ابن حبان" (5051).

إِنْ كُنْتَ غَيْرَ تَارِكٍ الْبَيْعَ فَقُلْ: هَاءَ وَهَاءَ وَلَا خِلَابَةَ. قَالَ أَبُو ثَوْرٍ: عَنْ سَعِيدٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص خرید وفروخت کیا کرتا تھا، اس کی زبان میں کچھ لکنت تھی، اس کے اہل خانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی اے اللہ کے نبی! آپ فلاں شخص کو تصرف کرنے سے روک دیں، کیونکہ وہ خرید وفروخت کرتا ہے اور اس کی زبان میں کچھ لکنت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا اور اسے خرید وفروخت کرنے سے منع کر دیا، تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں خرید وفروخت کے بغیر نہیں رہ سکتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے خرید وفروخت ترک نہیں کرنی' تو پھر یہ کہہ دیا کرو: یہ اور یہ، کوئی دھوکہ نہیں چلے گا۔

ابوثور کہتے ہیں: یہ روایت سعید سے منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْعُرْبَانِ

باب: عربان (بیعانہ دبا لینے کا حکم)

3502 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ، قَالَ مَالِكٌ: وَذَلِكَ فِيمَا نَرَى وَاللهُ أَعْلَمُ أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الْعَبْدَ، أَوْ يَتَكَارَى الدَّابَّةَ، ثُمَّ يَقُولُ: أُعْطِيكَ دِينَارًا عَلَى أَنِّي إِنْ تَرَكْتُ السِّلْعَةَ أَوِ الْكِرَاءَ فَمَا أَعْطَيْتُكَ لَكَ

عمرو بن شعیب، اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربان کے سودے سے منع کیا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس سے مراد یہ ہے، باقی اللہ بہتر جانتا ہے، کہ کوئی شخص کسی سے کوئی غلام خریدتا ہے، یا کوئی جانور کرائے پر لیتا ہے اور پھر یہ کہتا ہے، میں تمہیں ایک دینار دے رہا ہوں، اس شرط پر' اگر میں نے تمہیں سامان' یا کرایہ نہیں دیا' تو جو میں نے تمہیں دیا ہے' وہ تمہارا ہو جائے گا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَبِيعُ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ

باب: آدمی کا کوئی ایسی چیز فروخت کرنا، جو اس کے پاس نہ ہو

3503 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَأْتِينِي الرَّجُلُ فَيُرِيدُ مِنِّي الْبَيْعَ لَيْسَ عِنْدِي أَفَأَبْتَاعُهُ لَهُ مِنَ السُّوقِ؟ فَقَالَ: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ

ہے کوئی ایسی چیز خریدنا چاہتا ہے، جو میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا میں (اسے فروخت کرنے کے لیے) بازار سے وہ چیز خرید لوں؟ (اور اس کے ساتھ سودا پہلے طے کرلوں؟) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ایسی چیز فروخت نہ کرو، جو تمہارے پاس نہیں ہے۔

3504 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، حَتَّى ذَكَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ، وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ، وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ تَضْمَنْ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''سلف (ادھار) اور بیع (سودا)، اور ایک ہی بیع میں دو شرطیں عائد کرنا، اور ایسا منافع' جس میں تاوان کی پابندی نہ ہو، اور ایسی چیز کو فروخت کرنا، جو تمہارے پاس نہ ہو، یہ سب جائز نہیں ہے''۔

بَابٌ فِي شَرْطٍ فِي بَيْعٍ

باب: سودے میں کوئی شرط عائد کرنا

3505 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا عَامِرٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: بِعْتُهُ يَعْنِي بَعِيرَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَرَطْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي، قَالَ فِي آخِرِهِ: تُرَانِي إِنَّمَا مَاكَسْتُكَ لِأَذْهَبَ بِجَمَلِكَ، خُذْ جَمَلَكَ وَثَمَنَهُ فَهُمَا لَكَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے اسے فروخت کردیا (یعنی اونٹ کو فروخت کردیا) میں نے وہ نبی اکرم ﷺ کو فروخت کیا اور میں نے یہ شرط عائد کی کہ میں اپنے گھر تک اس پر سوار ہوکر جاؤں گا، اس روایت کے آخر میں' وہ بیان کرتے ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) ''تم یہ سمجھ رہے تھے کہ میں نے تمہارے ساتھ یہ سودا اس لیے کیا ہے، تاکہ تمہارا اونٹ حاصل کرلو، تم اپنا اونٹ بھی لے جاؤ، اور اس کی قیمت بھی، یہ دونوں تمہارے ہوئے۔

بَابٌ فِي عُهْدَةِ الرَّقِيقِ

باب: غلام کی ضمانت

3506 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عُهْدَةُ الرَّقِيقِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''غلام کی ضمانت تین دن تک ہوتی ہے''

3507 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ

زَادَ اِنْ وَجَدَ دَاءً فِي الثَّلَاثِ لَيَالِي رُدَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ، وَاِنْ وَجَدَ دَاءً بَعْدَ الثَّلَاثِ كُلِّفَ الْبَيِّنَةَ اَنَّهُ اشْتَرَاهُ وَبِهِ هٰذَا الدَّاءُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا التَّفْسِيرُ مِنْ كَلَامِ قَتَادَةَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''اگر تین دن میں آدمی غلام میں' کوئی بیماری پائے تو وہ کسی ثبوت کے بغیر اسے واپس کر دے گا، اور اگر تین دن کے بعد کوئی بیماری کو پاتا ہے، تو پھر وہ ثبوت پیش کرنے کا پابند ہوگا کہ اس نے اس شخص سے اسے خریدا تھا، تو اس وقت اس میں یہ بیماری موجود تھی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ وضاحت قتادہ کا کلام ہے۔

بَابٌ فِيمَنِ اشْتَرَى عَبْدًا فَاسْتَعْمَلَهُ ثُمَّ وَجَدَ بِهِ عَيْبًا

باب: جو شخص غلام خرید کر، اس سے مزدوری کروائے اور پھر اس میں کوئی عیب پائے

3508 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''خراج' ضمان کے حساب سے ہوتا ہے''

3509 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مَخْلَدِ بْنِ خُفَافٍ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ اُنَاسٍ شَرِكَةٌ فِي عَبْدٍ فَاقْتَوَيْتُهُ وَبَعْضُنَا غَائِبٌ، فَاَغَلَّ عَلَيَّ غَلَّةً فَخَاصَمَنِي فِي نَصِيبِهِ اِلَى بَعْضِ الْقُضَاةِ، فَاَمَرَنِي اَنْ اَرُدَّ الْغَلَّةَ فَاَتَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، فَحَدَّثْتُهُ فَاَتَاهُ عُرْوَةُ، فَحَدَّثَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ

حضرت مخلد بن خفاف غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں دوسرے کچھ لوگوں کے ساتھ' ایک غلام میں حصہ دار تھا' میں نے اسے کام پر لگا دیا۔ ہم حصہ داروں میں سے چند لوگ موجود نہیں تھے' وہ غلام میرے لیے کما کر لایا، تو میرے شراکت دار نے اپنے حصے کے بارے میں، ایک قاضی کے سامنے مقدمہ پیش کر دیا، قاضی نے مجھے ہدایت دی کہ میں وہ کمائی واپس کر دوں، میں عروہ بن زبیر کے پاس آیا، انہیں یہ بات بتائی، عروہ' قاضی کے پاس آئے، اور اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بتایا:

''خراج، ضمان کے حساب سے ہوتا ہے''

3510 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَنَّ رَجُلًا، ابْتَاعَ غُلَامًا فَاَقَامَ عِنْدَهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يُقِيمَ، ثُمَّ

وَجَدَ بِهِ عَيْبًا فَخَاصَمَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ قَدِ اسْتَغَلَّ غُلَامِي. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا إِسْنَادٌ لَيْسَ بِذَاكَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے غلام خریدا، پھر جب تک اللہ کو منظور تھا، وہ غلام اس کے پاس رہا، پھر اس نے اس غلام میں عیب پایا، وہ اس کا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ غلام واپس کروادیا، اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے غلام کی آمدن بھی ہوئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''خراج، ضمان کے حساب سے ہوتا ہے''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ سند زیادہ مستند نہیں ہے۔

بَابٌ إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَالْمَبِيعُ قَائِمٌ

باب: جب خرید وفروخت کرنے والوں میں اختلاف ہوجائے اور فروخت شدہ سامان موجود ہو

3511 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَيْسِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: اشْتَرَى الْأَشْعَثُ رَقِيقًا مِنْ رَقِيقِ الْخُمُسِ، مِنْ عَبْدِ اللهِ بِعِشْرِينَ أَلْفًا فَأَرْسَلَ عَبْدُ اللهِ إِلَيْهِ فِي ثَمَنِهِمْ. فَقَالَ: إِنَّمَا أَخَذْتُهُمْ بِعَشَرَةِ آلَافٍ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: فَاخْتَرْ رَجُلًا يَكُونُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ. قَالَ الْأَشْعَثُ: أَنْتَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِكَ. قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُولُ: إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَهُوَ مَا يَقُولُ رَبُّ السِّلْعَةِ. أَوْ يَتَتَارَكَانِ.

عبدالرحمن بن قیس اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے خمس کے غلاموں میں سے، ایک غلام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے 20 ہزار کے عوض میں خریدا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے غلاموں کی قیمت کے لیے آدمی ان کے پاس بھجوایا، تو حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تو یہ دس ہزار کے عوض میں خریدے ہیں، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کسی ایسے شخص کو چن لو، جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردے، تو اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے اور اپنے درمیان آپ ہی فیصلہ کریں، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب خرید وفروخت کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہوجائے، ان میں سے کسی کے پاس ثبوت نہ ہو، تو پھر یا تو فروخت کرنے والے کی بات معتبر ہوگی، یا پھر وہ دونوں سودے کو ترک کردیں گے''۔

3512 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ

الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ بَاعَ مِنَ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ، رَقِيقًا فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَالْكَلَامُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ

قاسم بن عبدالرحمن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیس کو ایک غلام فروخت کیا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، جس کے الفاظ میں کچھ کمی وبیشی ہے۔

بَابٌ فِي الشُّفْعَةِ

باب: شفعہ کا بیان

3513 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شِرْكٍ رَبْعَةٍ، اَوْ حَائِطٍ لَا يَصْلُحُ اَنْ يَبِيعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ شَرِيكَهُ، فَاِنْ بَاعَ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ حَتّٰى يُؤْذِنَهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''شفعہ ہر مشترکہ زمین یا باغ میں کیا جا سکتا ہے اسے اس وقت تک فروخت کرنا درست نہیں ہے جب تک آدمی اپنے شراکت دار کو اطلاع نہیں دیتا، اگر آپ نے (اطلاع دیئے بغیر) فروخت کر دیا ہے، تو وہ شراکت دار اس بات کا زیادہ حقدار ہوگا، یا پھر یہ ہے کہ وہ اس کی اجازت دیدے''

3514 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: اِنَّمَا جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا حق ہر ایسے مال میں رکھا ہے، جو تقسیم نہ ہوا ہو، لیکن جب حدود متعین ہو جائیں، اور راستے الگ ہو جائیں، تو اسے شفعہ کا حق نہیں رہے گا۔

3515 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، اَوْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، اَوْ عَنْهُمَا جَمِيعًا، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا قُسِمَتِ الْاَرْضُ وَحُدَّتْ، فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب زمین تقسیم ہو جائے اور حدود متعین ہو جائیں، پھر اس میں شفعہ نہیں ہو سکتا''

3514-اسنادہ صحیح، وھو فی "مصنف عبد الرزاق" (14391) ومن طریقہ اخرجہ البخاری (2213)، وابن ماجہ (2499)، والترمذی (1422).

3516 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، سَمِعَ عَمْرَو بْنَ الشَّرِيدِ، سَمِعَ أَبَا رَافِعٍ، سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پڑوسی، اپنے پڑوس کا زیادہ حقدار ہوتا ہے''

3517 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِدَارِ الْجَارِ أَوِ الْأَرْضِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''گھر کا پڑوسی، اپنے پڑوس کے گھر کا، (راوی کا شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) زمین کا زیادہ حقدار ہوتا ہے''

3518 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَةِ جَارِهِ يُنْتَظَرُ بِهَا، وَإِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''پڑوسی اپنے پڑوس کا زیادہ حقدار ہوتا ہے، اگر وہ موجود نہ ہو، تو اس کا انتظار کیا جائے گا، یہ اس صورت میں ہے، جب ان دونوں کا راستہ ایک ہو''۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُفْلِسُ فَيَجِدُ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَهُ

باب: جب کوئی شخص مفلس ہو جائے اور پھر کوئی اپنا مال بعینہ اس کے پاس پائے

3519 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ الْمَعْنَى، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَيُّمَا رَجُلٍ أَفْلَسَ فَأَدْرَكَ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ

3516-اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. واخرجه البخاری (2258)، وابن ماجه (2495) و (2498)، والنسائی (4702) من طريق ابراهيم بن ميسرة، به. وهو فی "مسند احمد" (23871) و (27180)، و"صحيح ابن حبان" (5181) و (5183). واخرجه ابن ماجه (2496)، والنسائی (4703)

3519-اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية الجعفی، والنفيلی: هو عبد الله بن محمد بن علی بن نفيل. وهو فی "موطا مالک" 2/678. واخرجه البخاری (2402)، ومسلم (1559)، وابن ماجه (2358)، والترمذی (1308)، والنسائی (4676) و (4677) من طريق ابی بكر بن محمد، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (7124)، و"صحيح ابن حبان" (5036) و (5037). واخرجه مسلم (1559) من طريق بشير بن نهيک، و (1559)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص مفلس ہو جائے، کوئی شخص اپنے سامان کو اس کے پاس آئے تو وہ اس سامان کا دوسرے کسی سے زیادہ حقدار ہوگا"۔

3520 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: أَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ مَتَاعًا فَأَفْلَسَ الَّذِي ابْتَاعَهُ وَلَمْ يَقْبِضِ الَّذِي بَاعَهُ مِنْ ثَمَنِهِ شَيْئًا، فَوَجَدَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ، وَإِنْ مَاتَ الْمُشْتَرِي فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ.

ابوبکر بن عبدالرحمن، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کوئی سامان فروخت کرے، اور پھر اسے خریدنے والا شخص مفلس ہو جائے، اور فروخت کرنے والے نے، اس کی قیمت میں سے کچھ بھی وصول نہ کیا ہو، اور پھر وہ اپنے مال کو اس شخص کے پاس بعینہ پائے، تو اس سامان کا مالک دیگر قرض خواہوں کے برابر شمار ہوگا"

3521 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ، زَادَ: وَإِنْ كَانَ قَدْ قَضَى مِنْ ثَمَنِهَا شَيْئًا فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ فِيهَا.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوبکر بن عبدالرحمن کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

"اگر اس نے قیمت میں سے کچھ ادائیگی کی بھی ہو، تو وہ اس بارے میں دیگر قرض خواہوں کی مانند شمار ہوگا"۔

3522 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ يَعْنِي الْخَبَايِرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ أَبُو الْهُذَيْلِ الْحِمْصِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ: فَإِنْ كَانَ قَضَاهُ مِنْ ثَمَنِهَا شَيْئًا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ، وَأَيُّمَا امْرِئٍ هَلَكَ وَعِنْدَهُ مَتَاعُ امْرِئٍ بِعَيْنِهِ اقْتَضَى مِنْهُ شَيْئًا أَوْ لَمْ يَقْتَضِ فَهُوَ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ مَالِكٍ أَصَحُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں: جس میں یہ الفاظ ہیں:

"اگر اس نے اس کی قیمت میں سے کچھ بھی وصول کر لیا ہو تو باقی بچ جانے والی رقم کے بارے میں وہ دیگر قرض خواہوں کی مانند شمار

ہوگا اور جو شخص فوت ہوجائے اس کے پاس کسی شخص کا سامان بعینہ موجود ہو، تو خواہ اس دوسرے شخص نے اس کی قیمت میں سے کچھ وصول کیا ہو، یا نہ کیا ہو، وہ دیگر قرض خواہوں کی مانند شمار ہوگا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت زیادہ درست ہے

3523 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ هُوَ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنْ اَبِي الْمُعْتَمِرِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ خَلْدَةَ، قَالَ: اَتَيْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ فِي صَاحِبٍ لَنَا اَفْلَسَ، فَقَالَ: لَاَقْضِيَنَّ فِيكُمْ بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ اَفْلَسَ، اَوْ مَاتَ فَوَجَدَ رَجُلٌ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ

عمر بن خلدہ بیان کرتے ہیں: ہم اپنے ایک ساتھی کے سلسلے میں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو مفلس ہوگیا تھا، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم لوگوں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ جو شخص مفلس ہوجائے یا فوت ہوجائے اور پھر کوئی شخص اپنے سامان کو بعینہ اس کے پاس پائے، تو وہ اس سامان کا زیادہ حقدار ہوگا''

بَابٌ فِيمَنْ اَحْيَا حَسِيرًا

باب: جو شخص انتہائی بیمار جانور کو زندگی فراہم کرے

3524 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا اَبَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، وَقَالَ عَنْ اَبَانَ: اَنَّ عَامِرًا الشَّعْبِيَّ، حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ وَجَدَ دَابَّةً قَدْ عَجَزَ عَنْهَا اَهْلُهَا اَنْ يَعْلِفُوهَا فَسَيَّبُوهَا، فَاَخَذَهَا فَاَحْيَاهَا فَهِيَ لَهُ. قَالَ: فِي حَدِيثِ اَبَانَ، قَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَقُلْتُ: عَمَّنْ، قَالَ: عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا حَدِيثُ حَمَّادٍ وَهُوَ اَبْيَنُ وَاَتَمُّ

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کوئی ایسا جانور پائے، جس کے مالکان اسے چارہ فراہم کرنے سے عاجز آچکے ہوں اور پھر انہوں نے اس جانور کو چھوڑ دیا ہو، تو جو شخص اس جانور کو لے کر اسے زندگی فراہم کرے گا (یعنی چارہ فراہم کرے گا) وہ جانور اسی کا ہوگا''۔

ابان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: عبیداللہ کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: یہ کس کے حوالے سے منقول ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ کئی صحابہ کرام کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت حماد کی نقل کردہ ہے، یہ زیادہ واضح اور زیادہ مکمل ہے۔

3525 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ حَمَّادٍ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، يَرْفَعُ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ تَرَكَ دَابَّةً بِمَهْلَكٍ فَأَحْيَاهَا رَجُلٌ فَهِيَ لِمَنْ أَحْيَاهَا

شعبی مرفوع حدیث کے طور پر نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی جانور کو تباہ کن حالت میں چھوڑ دے اور پھر کوئی شخص اسے زندگی فراہم کرے (یعنی اسے چارہ فراہم کرے) تو وہ جانور اس کا ہوگا جس نے اسے زندگی فراہم کی''۔

بَابٌ فِي الرَّهْنِ

باب: رہن کا بیان

3526 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ زَكَرِيَّا، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَبَنُ الدَّرِّ يُحْلَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَالظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَحْلِبُ النَّفَقَةُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ عِنْدَنَا صَحِيحٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دودھ والے جانور کو جب رہن رکھا گیا ہو، تو اس کے خرچ کے عوض میں اس کا دودھ دوہ لیا جائے گا، اور سواری والے جانور کو جب رہن رکھا گیا ہو، تو اس کے خرچ کے عوض میں، اس پر سواری کی جائے گی، جو شخص دودھ دوہتا ہے اور سواری کرتا ہے، خرچ اس پر لازم ہوگا''۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ہمارے نزدیک یہ روایت درست ہے۔

3527 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ لَأُنَاسًا مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ، وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللهِ تَعَالَى قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ، قَالَ: هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ، وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا، فَوَاللهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ، وَإِنَّهُمْ عَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ، وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ (أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ) (یونس: 62)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ وہ انبیاء بھی نہیں ہیں اور شہید بھی نہیں ہیں، لیکن انبیاء اور شہداء قیامت کے دن، اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ میں، ان کے مرتبہ ومقام پر رشک کریں گے، لوگوں نے عرض کی:
یارسول اللہ! آپ ہمیں بتائیں وہ کون لوگ ہوں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے، جو آپس میں اللہ کی کتاب کی وجہ سے، ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں گے، حالانکہ ان کے درمیان آپس میں کوئی رشتہ یا مالی لین دین نہیں ہو گا، اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور ہوں گے، وہ لوگ نور پر موجود ہوں گے، اس دن جب لوگ خوفزدہ ہوں گے، انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا، جب لوگ غمگین ہوں گے، انہیں کوئی غم نہیں ہوگا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی
''خبردار! بے شک اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے''

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَأْكُلُ مِنْ مَالِ وَلَدِهِ

باب: آدمی کا اپنی اولاد کے مال میں سے کھانا

3528 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَمَّتِهِ، أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فِي حِجْرِي يَتِيمٌ أَفَآكُلُ مِنْ مَالِهِ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَطْيَبِ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهِ وَوَلَدُهُ مِنْ كَسْبِهِ

❁❁ عمارہ بن عمیر، اپنی پھوپھی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ عائشہ ؓ سے دریافت کیا: میرے زیر کفالت ایک یتیم لڑکا ہے، کیا میں اس کے مال میں سے کچھ کھا سکتی ہوں، سیدہ عائشہ ؓ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی جو کچھ کھاتا ہے، اس میں سے پاکیزہ چیز وہ ہے، جو وہ اپنی کمائی میں سے کھاتا ہے اور آدمی کی اولاد اس کی کمائی
کا حصہ ہے''۔

3529 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: وَلَدُ الرَّجُلِ مِنْ كَسْبِهِ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِهِ، فَكُلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ زَادَ فِيهِ إِذَا احْتَجْتُمْ وَهُوَ مُنْكَرٌ

❁❁ سیدہ عائشہ ؓ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

3528- واخرجه ابن ماجه (2290)، والترمذی (1408)، والنسائی (4449) و (4450) من طريق عمارة بن عمير، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (2137)، والنسائی (4451) و (4452) من طريق الاعمش، عن ابراهيم النخعی، عن الاسود، عن عائشة. وهذا اسناد صحيح. وهو فی "مسند احمد" (24148)، و "صحيح ابن حبان" (4260) و (4261) من طريق الاسود. واخرجه الدارقطنی فی "العلل" 5/ ورقة 60، وابن حزم فی "المحلی" 1028/

''آدمی کی اولاد اس کی کمائی کا حصہ ہے، بلکہ اس کی کمائی کا بہترین حصہ ہے، تو تم ان کے اموال کھا سکتے ہو''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن ابوسلیمان نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں ''جب تم ضرورت مند ہو'' لیکن یہ الفاظ منکر ہیں۔

3530 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لِي مَالًا وَوَلَدًا، وَإِنَّ وَالِدِي يَجْتَاحُ مَالِي؟ قَالَ: أَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ، إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ، فَكُلُوا مِنْ كَسْبِ أَوْلَادِكُمْ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس مال بھی ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہوتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اور تمہارا مال' تمہارے والد کا ہے، بے شک تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ ترین کمائی ہے، تو تم اپنی اولاد کی کمائی کھا سکتے ہو۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجِدُ عَيْنَ مَالِهِ عِنْدَ رَجُلٍ

باب: جب کوئی شخص، کسی کے پاس اپنا مال بعینہ پائے

3531 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ السَّائِبِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ عِنْدَ رَجُلٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ وَيَتَّبِعُ الْبَيِّعُ مَنْ بَاعَهُ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اپنا مال بعینہ کسی شخص کے پاس پاتا ہے، تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہوگا، اور خریدار اس شخص کے پاس جائے گا، جس نے اسے فروخت کیا تھا''۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَأْخُذُ حَقَّهُ مِنْ تَحْتِ يَدِهِ

باب: آدمی کا حاصل ہونے والے مال میں سے اپنا حق حاصل کر لینا

3532 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ

3532-اخرجه البخاری (2211) و (5364) و (5375) و (7180)، ومسلم (1714)، وابن ماجه (2293)، والنسائی فی "المجتبی" (5420) من طرق عن هشام بن عروة، وهو فی "مسند احمد" (24117)، و"صحیح ابن حبان" (4256).

هِنْدًا أُمَّ مُعَاوِيَةَ، جَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ وَإِنَّهُ لَا يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَبَنِيَّ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ شَيْئًا، قَالَ: خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَبَنِيكِ بِالْمَعْرُوفِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت معاویہ کی والدہ ہند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے، وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے، جو میرے بچوں کے لیے کافی ہو، تو اگر میں ان کے مال میں سے (ان کی لاعلمی میں) کچھ حاصل کرلوں، تو کیا مجھے کوئی گناہ ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مناسب طور پر اتنا حاصل کرلو، جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے کافی ہو۔

3533 - حَدَّثَنَا خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مُمْسِكٌ، فَهَلْ عَلَيَّ مِنْ حَرَجٍ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى عِيَالِهِ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُنْفِقِي بِالْمَعْرُوفِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہند، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ابوسفیان کنجوس شخص ہے، کیا مجھے کوئی گناہ ہوگا اگر میں ان کے مال میں سے ان کی اجازت کے بغیر ان کی اولاد پر کچھ خرچ کر دوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم مناسب طور پر خرچ کرتی ہو، تو تمہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

3534 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ يَعْنِي الطَّوِيلَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ الْمَكِّيِّ، قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ لِفُلَانٍ نَفَقَةَ أَيْتَامٍ كَانَ وَلِيَّهُمْ فَغَالَطُوهُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، فَأَدَّاهَا إِلَيْهِمْ فَأَدْرَكْتُ لَهُمْ مِنْ مَالِهِمْ مِثْلَيْهَا، قَالَ: قُلْتُ: أَقْبِضُ الْأَلْفَ الَّذِي ذَهَبُوا بِهِ مِنْكَ؟ قَالَ: لَا، حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ

یوسف بن ماہک مکی بیان کرتے ہیں: میں فلاں شخص کا خرچ لکھتا تھا، جو کچھ یتیم بچوں کا خرچ ہوتا تھا، جن بچوں کا وہ شخص نگران تھا، تو ان بچوں نے اس کو مغالطے کا شکار کر کے ایک ہزار درہم حاصل کر لیے، اس نے وہ رقم ان کو ادا کر دی، جب میں نے ان یتیموں کے مال میں زیادہ ادائیگی پائی تو میں نے کہا: آپ وہ ایک ہزار وصول کرلیں، جو وہ آپ سے لے گئے ہیں، تو اس نے جواب دیا: جی نہیں، میرے والد نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو تمہیں امین بنائے، تم اسے امانت ادا کردو، اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے، تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرنا''۔

3535 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَأَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا: حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، عَنْ شَرِيكٍ - قَالَ: ابْنُ الْعَلَاءِ، وَقَيْسٌ - عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص تمہیں امین بنائے، اسے تم امانت ادا کردو، اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے، تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرنا''

بَابٌ فِي قَبُولِ الْهَدَايَا

باب: تحائف قبول کرنا

3536 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، وَعَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّؤَاسِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول کر لیتے تھے، اور اس کے بدلے میں تحفہ دیا کرتے تھے۔

3537 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَايْمُ اللهِ، لَا أَقْبَلُ بَعْدَ يَوْمِي هَذَا مِنْ أَحَدٍ هَدِيَّةً، إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُهَاجِرًا قُرَشِيًّا، أَوْ أَنْصَارِيًّا، أَوْ دَوْسِيًّا، أَوْ ثَقَفِيًّا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ کی قسم! میں آج کے بعد کسی شخص سے تحفہ قبول نہیں کروں گا، صرف کسی قریشی مہاجر سے یا انصاری سے یا دوس قبیلے سے تعلق رکھنے والے شخص سے یا ثقیف قبیلے سے تعلق رکھنے والے شخص سے تحفہ قبول کروں گا''۔

بَابُ الرُّجُوعِ فِي الْهِبَةِ

باب: ہبہ واپس لینا

3538 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، وَهَمَّامٌ، وَشُعْبَةُ، قَالُوا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ

3537- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن لولا عنعنة محمد بن اسحاق، وهو متابع. واخرجه الترمذي (4290) من طريق محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد، وقال: حسن غريب صحيح من هذا الوجه. واخرجه احمد (7363)، والنسائي (3759) من طريق محمد بن عجلان، والترمذي (4289)

3538- اسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وشعبة: هو ابن الحجاج، وهمام: هو ابن يحيى العوذي، وابان: هو ابن يزيد العطار. واخرجه البخاري (2621)، ومسلم (1622)، وابن ماجه (2385)، والنسائي (3696) و (3697) من طريق قتادة به. واخرجه البخاري (2622) و (6975)، والترمذي (1344)، والنسائي (3698)، من طريق عكرمة، عن ابن عباس. ولفظه: "ليس لنا مثل السوء، الذي يعود في هبته كالكلب يرجع في قيئه." وهو في "مسند احمد" (1872) و (2529)، و "صحيح ابن حبان" (5121).

قَالَ هَمَّامٌ: وَقَالَ قَتَادَةُ: وَلَا نَعْلَمُ الْقَيْءَ إِلَّا حَرَامًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینے والا شخص اپنی قے کو چاٹ لینے والے کی مانند ہے''

ہمام اور قتادہ نے یہ بات بیان کی ہے: ہمارے نزدیک قے چاٹنا حرام ہے۔

3539 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً أَوْ يَهَبَ هِبَةً فَيَرْجِعَ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ، وَمَثَلُ الَّذِي يُعْطِي الْعَطِيَّةَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فِيهَا كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَأْكُلُ فَإِذَا شَبِعَ قَاءَ، ثُمَّ عَادَ فِي قَيْئِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی چیز عطیہ کے طور پر دے، یا کوئی چیز ہبہ کرے، اور پھر اسے واپس لے، البتہ والد نے اپنی اولاد کو جو چیز دی ہو (اس کا حکم مختلف ہے) جو شخص کوئی عطیہ دینے کے بعد واپس لے لیتا ہے، اس کی مثال اس کتے کی مانند ہے، جو کچھ کھاتا ہے، پھر جب وہ سیر ہو جاتا ہے، تو قے کر دیتا ہے، پھر دوبارہ اس قے کو کھانے لگتا ہے''۔

3540 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ شُعَيْبٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَثَلُ الَّذِي يَسْتَرِدُّ مَا وَهَبَ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِيءُ فَيَأْكُلُ قَيْئَهُ، فَإِذَا اسْتَرَدَّ الْوَاهِبُ فَلْيُوَقَّفْ فَلْيُعَرَّفْ بِمَا اسْتَرَدَّ ثُمَّ لِيُدْفَعْ إِلَيْهِ مَا وَهَبَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لے لیتا ہے اس کی مثال اس کتے کی مانند ہے، جو قے کرتا ہے، پھر اپنی قے کو کھا لیتا ہے، جب ہبہ کرنے والا شخص اس چیز کو واپس لینے لگے، تو اسے کھڑا کیا جائے اور جو چیز وہ واپس لے رہا ہے، اس کی شناخت حاصل کی جائے، پھر وہ چیز اسے واپس دیدی جائے، جو اس نے ہبہ کی تھی''۔

بَابٌ فِي الْهَدِيَّةِ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ

باب: کوئی کام کرنے پر تحفہ دینا

3539-اسناده صحيح. حسين المعلم: هو ابن ذكوان، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه ابن ماجه (2377)، والترمذي (1345) و (2266)، والنسائي (3690) و (3703) من طريق حسين المعلم، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (2119) و (4810)، و"صحيح ابن حبان" (5123).

ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں!

تو یہاں بعض محدثین نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) یہ ظلم ہے۔

جبکہ بعض محدثین نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: یہ زیادتی ہے، تم میری بجائے کسی اور کو اس پر گواہ بنالو۔

مغیرہ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ فرمانبرداری اور مہربانی کرنے میں، وہ سب تمہارے ساتھ یکساں سلوک کریں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میری بجائے کسی اور کو اس پر گواہ بنالو۔

مجالد نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ان بچوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے درمیان انصاف سے کام لو، اس طرح تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہاری فرمانبرداری کریں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: زہری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

بعض راویوں نے یہ نقل کیا ہے: ''کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو''

جبکہ بعض راویوں نے یہ لفظ نقل کیا ہے: ''اپنی اولاد کو''

ابن ابوخالد نے شعبی کے حوالے سے اس میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''کیا تمہارے اس کے علاوہ اور بیٹے بھی ہیں''

ابوضحیٰ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''کیا تمہارا اس کے علاوہ کوئی اور بچہ بھی ہے''

3543 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ، قَالَ: أَعْطَاهُ أَبُوهُ غُلَامًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا هٰذَا الْغُلَامُ؟ قَالَ: غُلَامِي أَعْطَانِيهِ أَبِي، قَالَ: فَكُلَّ إِخْوَتِكَ أَعْطَى كَمَا أَعْطَاكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَارْدُدْهُ

❁❁ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں ایک غلام عطا کیا' نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: یہ غلام کس کا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ میرا ہے، میرے والد نے مجھے دیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا انہوں نے تمہارے تمام بھائیوں کو اسی طرح دیا ہے جس طرح تمہیں دیا ہے؟ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم اسے واپس کردو۔

3544 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَاجِبِ بْنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ الْمُهَلَّبِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ اعْدِلُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ

❁❁ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

3544- اسناده حسن من اجل المفضل بن المهلب - وهو ابن ابي صفرة - حماد: هو ابن زيد. واخرجه النسائي (3687) من طريق سليمان بن حرب، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (18422).

''اپنی اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو، اپنی اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو''۔

3545 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَتِ امْرَأَةُ بَشِيرٍ انْحَلِ ابْنِي غُلَامَكَ وَأَشْهِدْ لِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ، سَأَلَتْنِي أَنْ أَنْحَلَ ابْنَهَا غُلَامًا، وَقَالَتْ لِي: أَشْهِدْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَهُ إِخْوَةٌ، فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَيْسَ يَصْلُحُ هَذَا، وَإِنِّي لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلَى حَقٍّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے کہا: آپ ﷺ میرے بیٹے کو اپنا غلام تحفے کے طور پر دے دیں، اور نبی اکرم ﷺ کو اس پر گواہ بنالیں، تو حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: فلاں کی صاحبزادی (یعنی میری بیوی) نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں اس کے بیٹے کو یہ غلام عطیہ کے طور پر دے دوں، اس نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کو گواہ بنالوں، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا اس بچے کے اور بھی بھائی ہیں؟ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جی ہاں، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: ان سب کو تم نے اسی طرح دیا ہے؟ جس طرح اسے دیا ہے، حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ ٹھیک نہیں ہے، میں صرف حق کے کام پر گواہ بنتا ہوں۔

بَابٌ فِي عَطِيَّةِ الْمَرْأَةِ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا

باب: عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی عطیہ دینا

3546 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، وَحَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ أَمْرٌ فِي مَالِهَا إِذَا مَلَكَ زَوْجُهَا عِصْمَتَهَا

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عورت کے لیے اپنے مال میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے، جبکہ اس کا شوہر اس کی عصمت کا مالک بن چکا ہو''۔

3547 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ أَبَاهُ، أَخْبَرَهُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ، إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عورت کے لیے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی عطیہ دینا جائز نہیں ہے''

بَابٌ فِي الْعُمْرَى

باب: عمریٰ کا بیان

3548 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعُمْرَى جَائِزَةٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عمریٰ جائز ہے''

عمریٰ کے فقہی مفہوم کا بیان

جان لیجیے کہ عمریٰ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں نے اپنا یہ مکان تمہیں تمہاری زندگی تک کے لئے دیا یہ جائز ہے اس صورت میں جب تک وہ شخص جس کو مکان دیا گیا ہے زندہ ہے اس سے وہ مکان واپس نہیں لیا جاسکتا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد وہ مکان واپس لیا جاسکتا ہے یا نہیں اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ عمریٰ کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

اول یہ کہ کوئی شخص مثلاً اپنا مکان کسی کو دے اور یہ کہے کہ میں نے اپنا یہ مکان تمہیں دے دیا جب تک تم زندہ رہو گے یہ تمہاری ملکیت میں رہے گا تمہارے مرنے کے بعد تمہارے وارثوں اور اولاد کا ہو جائے گا اس صورت کے بارے میں تمام علماء کا بالاتفاق یہ مسلک ہے کہ یہ ہبہ ہے اس صورت میں مکان مالک کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور جس شخص کو دیا گیا ہے اس کی ملکیت میں آجاتا ہے اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء اس مکان کے مالک ہو جاتے ہیں اگر ورثاء نہ ہوں تو بیت المال میں داخل ہو جاتا ہے۔

عمریٰ کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ دینے والا بلا کسی قید و شرط کے یعنی مطلقاً یہ کہے کہ یہ مکان تمہاری زندگی تک تمہارا ہے اس صورت کے بارے میں علماء کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ اس کا بھی حکم وہی ہے جو پہلی صورت کا حکم ہے چنانچہ حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے اور بعد اس کے وارثوں کا حق نہیں ہوتا بلکہ اصل مالک یعنی جس نے اس شخص کو دیا تھا کی ملکیت میں واپس آجاتا ہے۔

موت کے بعد عمریٰ کو واپس لوٹانے میں مذاہب اربعہ

تیسری صورت یہ ہے کہ دینے والا یوں کہے کہ یہ مکان تمہاری زندگی تک تمہارا ہے تمہارے مرنے کے بعد میری اور میرے وارثوں کی ملکیت میں آجائے گا اس صورت کے بارے میں بھی زیادہ صحیح یہی بات ہے کہ اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی صورت ہے حنفیہ کے نزدیک یہ شرط کہ تمہارے مرنے کے بعد میری اور میرے وارثوں کی ملکیت میں آجائے گا فاسد ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ کسی

3548-اسنادہ صحیح. قتادۃ: ھو ابن دعامۃ، وھمام: ھو ابن یحیی العوذی، وابو الولید الطیالسی: ھو ھشام بن عبد الملک. واخرجہ البخاری (2626)، ومسلم (1626)، والنسائی (3754) من طریق قتادۃ بہ. وجاء عند مسلم فی احدی روایتیہ: "العمری میراث لاھلھا" او قال: "جائزۃ." وھو فی "مسند احمد" (8567). واخرج ابن ماجہ (2379)، والنسائی (3753)

فاسد شرط کی وجہ سے فاسد نہیں ہوتا۔
حضرت امام شافعی کا بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے لیکن حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ عمری کی یہ صورت ایک فاسد شرط کی وجہ سے فاسد ہے۔ عمری کے بارے میں حضرت امام مالک کا یہ قول ہے کہ اس کی تمام صورتوں میں بنیادی مقصد دی جانے والی چیز کی منفعت کا مالک کرنا ہوتا ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب ہبہ، بیروت)

عمری معمرلہ کے ورثاء کی ملکیت بن جاتا ہے

حضرت جابر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری اپنے مالک یعنی معمرلہ کے ورثاء کی میراث ہو جاتا ہے (مسلم)
معمرلہ اس شخص کو کہتے ہیں جسے بطور عمری کوئی چیز دی جاتی ہے چنانچہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو مثلاً کوئی مکان بطور عمری دیا جاتا ہے وہ مکان اس کی زندگی تک تو اس کی ملکیت رہتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت بن جاتا ہے گویا یہ حدیث اپنے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے جمہور علماء کے مسلک کی دلیل ہے۔

عمری ورقبی سے انتقال ملکیت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی شخص اور اس کے ورثاء کو کوئی چیز بطور عمری دی جاتی ہے تو وہ عمری اسی شخص کا ہو جاتا ہے جسے وہ دیا گیا ہے (یعنی وہ چیز اس کی ملکیت ہو جاتی ہے) عمری دینے والے کی ملکیت میں واپس نہیں آتا کیونکہ دینے والے نے اس طرح دیا ہے کہ اس میں میراث جاری ہو جاتی ہے (بخاری ومسلم)
حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز کسی شخص کو بطور عمری دی جاتی ہے وہ اس شخص کی ہو جاتی ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کی ملکیت میں چلی جاتی ہے دینے والے کی ملکیت میں واپس نہیں آتی۔ حضرت ابوہریرہ: کی جو روایت (۲) اوپر گزری ہے اس کی تشریح کے ضمن میں عمری کی تین صورتیں بیان کی گئی تھیں اس حدیث میں انہیں سے پہلی صورت کا بیان ہے اس بارے میں جو فقہی اختلاف ہے اس کی تفصیل وہاں ذکر کی جا چکی ہے
حضرت جابر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقبی کرو اور نہ عمری کرو کیونکہ جو چیز یعنی مثلاً مکان یا زمین) بطور رقبی یا بطور عمری دی جاتی ہے وہ اس کے ورثاء کی ملکیت میں چلی جاتی ہے (سنن ابوداؤد)
عمری کی طرح رقبی بھی ہبہ ہی کی ایک شاخ ہے اس کی وضاحت بھی ابتداء باب کے حاشیہ میں کی جا چکی ہے چنانچہ رقبی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے یہ کہے کہ میں اپنا مکان تمہیں اس شرط کے ساتھ دیتا ہوں کہ اگر میں تم سے پہلے مر گیا تو یہ مکان تمہاری ملکیت میں رہے گا اور اگر تم مجھ سے پہلے مر گئے تو پھر یہ میری ملکیت میں آ جائے گا رقبی مشتق ہے ارقاب سے جو مراقبہ کے معنی میں ہے گویا رقبی میں ہر ایک دوسرے کی موت کا منتظر رہتا ہے۔
اس حدیث میں عمری اور رقبی سے منع کیا گیا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ تم جو چیز بطور عمری یا رقبی کسی کو دیتے ہو وہ اس شخص کی ملکیت میں چلی جاتی ہے اور تمہاری ملکیت چونکہ کلیۃً ختم ہو جاتی ہے اس لئے اس شخص کے مرنے کے بعد وہ چیز اس کے

ورثاء کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے لہٰذا تم اپنے مال کو بطور عمریٰ یا رقبیٰ اپنی ملکیت سے نکال کر اپنا نقصان نہ کرو۔
اب رہی یہ بات کہ جب پہلے ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ عمریٰ اور رقبیٰ جائز ہیں تو پھر اس ممانعت کا محمول کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو یہ ممانعت اس وقت فرمائی گئی ہوگی جب یہ دونوں جائز نہیں تھے اس صورت میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا پھر اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ظاہر کرنا ہے کہ عمریٰ اور رقبیٰ اگرچہ مصلحت کے خلاف ہیں لیکن جب یہ وقوع پذیر ہو جاتے ہیں (یعنی کسی کو کوئی چیز بطور عمریٰ یا رقبیٰ دے دی جاتی ہے) تو شرعی طور پر یہ صحیح ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز نہ صرف اس کی ملکیت میں آ جاتی ہے کہ جس کو دی گئی ہے بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کی ملکیت میں پہنچ جاتی ہے اس صورت میں اس حدیث کو منسوخ قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔
عمریٰ کے بارے میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ حنفیہ کے ہاں جائز ہے لیکن رقبیٰ کے بارے میں ملا علی قاری یہ لکھتے ہیں کہ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد کے نزدیک تو جائز نہیں ہے لیکن حضرت امام ابویوسف کے قول کے مطابق جائز ہے۔
حنفی علماء میں سے بعض شارحین حدیث نے اس حدیث کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ یہ نہی (ممانعت) ارشادی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنا مال کسی مدت متعینہ تک کے لئے ہبہ نہ کرو کہ جب وہ مدت پوری ہو جائے تو اپنا مال واپس لے لو کیونکہ جب تم اپنی کوئی چیز کسی کو دے دو تو وہ تمہاری ملکیت سے نکل گئی اب وہ تمہاری ملکیت میں نہیں آئے گی خواہ تم وہ چیز ہبہ کی صراحت کر کے دو یا عمریٰ اور رقبیٰ کے طور پر دو۔

رقبیٰ کے صحیح ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم، امام محمد اور ایک قول کے مطابق امام مالک علیہم الرحمہ کے نزدیک رقبیٰ درست نہیں ہے۔
حضرت امام ابویوسف، امام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک رقبیٰ درست ہے کیونکہ یہ ایسی شرط پر مشتمل ہے جس کے سبب موت کے بعد اس کو لوٹا دیا جاتا ہے۔ پس یہ عمریٰ کے حکم میں ہو جائے گا۔ جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایسی تعلیق کے معلق ہے جو خود خطرناک یعنی موت ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب ہبہ، بیروت)

3549 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3550 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: الْعُمْرَى لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ

3550- اسناده صحيح. ابو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف، ويحيى: هو ابن ابي كثير، وابان: هو ابن يزيد العطار. واخرجه البخاري (2625)، ومسلم (1625)، والنسائي (3750) و (3751) من طرق عن يحيى بن ابي كثير، به. وهو في "مسند احمد" (14243) و (14270)، و"صحيح ابن حبان"، (5130).

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے:

''عمریٰ اس کا ہوتا ہے، جسے ہبہ کیا گیا ہو''

3551 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أُعْمِرَ عُمْرَى فَهِيَ لَهُ، وَلِعَقِبِهِ يَرِثُهَا مَنْ يَرِثُهُ مِنْ عَقِبِهِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جس شخص کو عمریٰ کے طور پر کوئی چیز دی گئی ہو، تو یہ اس شخص کو اور اس کے پسماندگان کو ملے گی، اس کا وارث وہ شخص ہوگا، جو اس کے پسماندگان میں وارث ہوگا''۔

شرح

رقبیٰ ارقاب سے ہے جو مراقبۃ سے بنا، رقب گردن کو کہتے ہیں، سوچنا، انتظار کرنا رقبیٰ کہلاتا ہے کہ وہ بھی گردن ڈال کر ہی ہوتا ہے، رقبیٰ یہ ہے کہ کہے یہ چیز تجھے دیتا ہوں لیکن اگر تو پہلے مرجائے تو میری ہوگی اور اگر میں پہلے مرجاؤں تو مستقل تیری ہوگی، چونکہ اس صورت میں ہر ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے اس لیے اسے رقبیٰ کہتے ہیں، عمریٰ کے معنی پہلے عرض ہو چکے۔ لاترقبوا کی نہی بطور مشورہ ہے نہ کہ حرمت کے لیے یا یہ مطلب ہے کہ واپسی کی نیت سے رقبیٰ عمریٰ نہ کرو۔

یعنی رقبیٰ ہو یا عمریٰ چونکہ یہ ہبہ بالشرط ہے لہٰذا ہبہ درست ہے اور شرط باطل اور وہ شے کبھی بھی واہب کو نہ واپس ہوگی یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ رقبیٰ اور ہر طرح کا عمرہ موہوب لہ کو مستقل مالک کردیتا ہے، چونکہ حدیث مرفوع ہے لہٰذا موقوف کے مقابل یہی راجح ہے۔

3552 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْحَوَارِيِّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَعُرْوَةَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَكَذَا رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ فِيهِ وَلِعَقِبِهِ

باب: جس نے اس کے بارے میں یہ کہا ہے کہ یہ (حاصل کرنے والے کے) پسماندگان کے لیے بھی ہے

3553 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ يَعْنِي ابْنَ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: أَيُّمَا رَجُلٍ أُعْمِرَ عُمْرَى لَهُ وَلِعَقِبِهِ فَإِنَّهَا لِلَّذِي يُعْطَاهَا لَا تَرْجِعُ إِلَى الَّذِي أَعْطَاهَا لِأَنَّهُ أَعْطَى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيثُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جس شخص کو عمریٰ کے طور پر کوئی چیز دی گئی ہو، تو اس شخص کی اور اس کے پسماندگان کی ہوگی، کیونکہ یہ اس کی ملکیت ہے، جسے وہ دیدی گئی ہے، یہ اس شخص کی طرف واپس نہیں جائے گی، جسے نے وہ دی ہو، کیونکہ اس نے ایک ایسا عطیہ دیا ہے، جس میں وراثت کے احکام جاری ہوں گے''۔

3554 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَاخْتُلِفَ عَلَى الْأَوْزَاعِيِّ فِي لَفْظِهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَرَوَاهُ فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، مِثْلَ حَدِيثِ مَالِكٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن شہاب کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ ابن شہاب کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس کے الفاظ میں کچھ اختلاف ہے۔

3555 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: إِنَّمَا الْعُمْرَى الَّتِي أَجَازَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَقُولَ: هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ فَأَمَّا إِذَا قَالَ: هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ فَإِنَّهَا تَرْجِعُ إِلَى صَاحِبِهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عمریٰ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا ہے کہ آدمی یہ کہے: یہ تمہارے لیے اور تمہارے ورثاء کے لیے ہے۔ لیکن جب آدمی یہ کہے: یہ تمہاری اس وقت تک ہے، جب تک تم زندہ رہو، تو پھر یہ چیز اس کے مالک کی طرف واپس آجائے گی۔

3556 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُرْقِبُوا وَلَا تُعْمِرُوا فَمَنْ أُرْقِبَ شَيْئًا أَوْ أُعْمِرَهُ فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

3553-اسناده صحيح. وهو في "موطا مالک" 7562/، ومن طريقه اخرجه مسلم (1625)، والترمذی (1400)، والنسائی (3745). واخرجه مسلم (1625)، والنسائی (3747) من طريق ابن ابی ذئب، ومسلم (1625) من طريق ابن جريج، والنسائی (3746) من طريق شعيب بن ابی حمزة، ومسلم (1625)، وابن ماجه (2380)، والنسائی (3744) من طريق الليث بن سعد، والنسائی (3749) من طريق يزيد بن ابی حبيب، خمستهم عن الزهری، به. وهو في "مسند احمد" (14131) و (14871) و (15290)، و "صحيح ابن حبان" (5137) و (5138) و (5139).

''تم لوگ رقبیٰ کے طور پر، یا عمریٰ کے طور پر کوئی چیز نہ دو، جس شخص کو رقبیٰ یا عمریٰ کے طور پر کوئی چیز دے جائے، وہ اس کے ورثاء کو ملے گی''۔

3557 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيْبٍ يَعْنِي ابْنَ اَبِي ثَابِتٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الْاَعْرَجِ عَنْ طَارِقٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَضٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَاَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ اَعْطَاهَا ابْنُهَا حَدِيْقَةً مِنْ نَخْلٍ، فَمَاتَتْ، فَقَالَ ابْنُهَا: اِنَّمَا اَعْطَيْتُهَا حَيَاتَهَا وَلَهُ اِخْوَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ لَهَا حَيَاتَهَا وَمَوْتَهَا، قَالَ: كُنْتُ تَصَدَّقْتُ بِهَا عَلَيْهَا، قَالَ: ذٰلِكَ اَبْعَدُ لَكَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری خاتون کے بارے میں فیصلہ دیا تھا، اس خاتون کو اس کے بیٹے نے کھجوروں کا ایک باغ دیا تھا، اس خاتون کا انتقال ہوگیا، تو اس کے بیٹے نے کہا، یہ تو میں نے ان کی زندگی تک کے لیے دیا تھا، اس لڑکے کے اور بھی بھائی تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس خاتون کی ملکیت شمار ہوگا، اس کی زندگی میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی، اس لڑکے نے کہا: یہ تو میں نے انہیں صدقہ کے طور پر دیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس صورت میں تو یہ اور بھی زیادہ دور ہو جائے گا۔

بَابٌ فِي الرُّقْبٰى

باب: رقبیٰ کا بیان

3558 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، اَخْبَرَنَا دَاوُدُ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْعُمْرٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا، وَالرُّقْبٰى جَائِزَةٌ لِاَهْلِهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عمریٰ اس کے اہل کے لیے جائز ہے اور رقبیٰ اس کے اہل کے لیے جائز ہے (یعنی جسے یہ دیا گیا ہے، اس کی ملکیت شمار ہوگا)''۔

3556- اسناده صحيح، ورواية ابن جريج - وهو عبد الملك بن عبد العزيز - وان لم يصرح بسماعه من عطاء - وهو ابن ابی رباح - محمولة على الاتصال، كما صرح هو نفسه بذلك فيما رواه ابن ابی خيثمة فی "تاريخه" (858). سفيان: هو ابن عيينة، واسحاق بن اسماعيل: هو الطالقانی. واخرجه النسائی (3731) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الاسناد. واخرجه البخاری (2626)، ومسلم (1625)، والنسائی (3729) و (3755) من طريق قتادة بن دعامة، والنسائی (3727) من طريق مالک بن دينار، كلاهما عن عطاء بن ابی رباح، به. بلفظ: "العمری جائزة"، وفی رواية لمسلم: "العمری ميراث لاهلها" واخرجه النسائی (3728) من طريق عبد الكريم بن مالک الجزری، و (3730) من طريق عبد الملک بن ابی سليمان، كلاهما عن عطاء بن ابی رباح مرسلاً. وهو فی "مسند احمد" (14174)، و"صحيح ابن حبان" (5129).

3558- اخرجه ابن ماجه (2383)، والترمذی (1401)، والنسائی (3738) (3739) من طريق داود بن ابی هند، به. وقال الترمذی: حديث حسن. واقتصر النسائی فی الموضع الاول علی ذكر الرقبی. وهو فی "مسند احمد" (14254)، و"صحيح ابن حبان" (5136)

3559 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَعْقِلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ حُجْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْمَرَ شَيْئًا فَهُوَ لِمُعْمَرِهِ مَحْيَاهُ وَمَمَاتَهُ، وَلَا تُرْقِبُوا فَمَنْ أَرْقَبَ شَيْئًا فَهُوَ سَبِيلُهُ

⊛⊛ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کوئی چیز عمریٰ کے طور پر دے دیتا ہے، تو وہ جس شخص کو دی گئی ہو، اس کی ملکیت شمار ہوگی، اس کی زندگی میں بھی اس کے مرنے کے بعد بھی اور تم لوگ کوئی چیز رقبیٰ کے طور پر نہ دو، جو شخص رقبیٰ کے طور پر کوئی چیز دے گا، تو اس کا راستہ وہی ہوگا (یعنی اس میں وراثت کے احکام جاری ہوں گے۔)''

3560 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوسَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: الْعُمْرَى أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ هُوَ لَكَ مَا عِشْتَ فَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ فَهُوَ لَهُ وَلِوَرَثَتِهِ وَالرُّقْبَى هُوَ أَنْ يَقُولَ الْإِنْسَانُ هُوَ لِلْآخِرِ مِنِّي وَمِنْكَ

⊛⊛ مجاہد فرماتے ہیں: عمریٰ سے مراد یہ ہے: ایک شخص دوسرے شخص سے یہ کہے: جب تک تم زندہ رہے یہ تمہاری ہوئی، جب کوئی شخص یہ کہہ دے تو یہ اس دوسرے شخص کی اور اس کے ورثاء کی ملکیت ہوگی، اور رقبیٰ سے مراد یہ ہے: وہ یہ کہے: یہ مجھ میں اور تم میں سے اس شخص کی ہوگی، جو بعد میں فوت ہو۔

بَابٌ فِي تَضْمِينِ الْعَوَرِ

باب: عاریت کا ضمان ادا کرنا

عاریت کی تعریف وفقہی مفہوم کا بیان

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے عاریت کی تعریف یہ کی ہے کہ کسی معین اور مباح چیز کا نفع لینا جس کا نفع لینا مباح ہو اور نفع حاصل کرنے کے بعد اصل چیز کو مالک کو واپس کرنا۔تو اس تعریف سے وہ چیز خارج ہوگی جس کا نفع حاصل کیا جائے تو وہ ضائع ہو جائے مثلاً کھانے پینے والی چیزیں۔

دوسرے شخص کو چیز کی منفعت کا بغیر عوض مالک کر دینا عاریت ہے جس کی چیز ہے اُسے معیر کہتے ہیں اور جس کو دی گئی مستعیر ہے اور چیز کو مستعار کہتے ہیں۔ عاریت کے لیے ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے اگر کوئی ایسا فعل کیا جس سے قبول معلوم ہوتا ہو تو یہ فعل ہی قبول ہے مثلاً کسی سے کوئی چیز مانگی اُس نے لا کر دیدی اور کچھ نہ کہا عاریت ہوگئی اور اگر وہ شخص خاموش رہا کچھ نہیں بولا تو عاریت نہیں۔ (بحرالرائق، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت کے شرعی مأخذ کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے) : اور استعمال کرنے والی چیزوں سے روکتے ہیں) (الماعون، ۷)

یعنی وہ چیزیں جو لوگ عام طور پر آپس میں لیتے دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ضرورت کی چیزوں سے لوگوں کو روکتے اور عاریت نہیں دیتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک دن (ایک دن اس خیال سے کہ کفار کا لشکر مدینہ کے قریب آ گیا ہے) مدینہ میں گھبراہٹ اور خوف کی ایک فضا پیدا ہو گئی ہے۔ (یہ دیکھ کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ کا گھوڑا کہ جسے مندوب یعنی سست کہا جاتا تھا عاریۃً مانگا اور اس پر سوار ہو کر تحقیق حال کے لیے مدینہ سے باہر نکلے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو فرمایا کہ میں نے خوف وگھبراہٹ کی کوئی چیز نہیں دیکھی ہے نیز میں نے اس گھوڑے کو کشادہ قدم یعنی تیز رفتار پایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوطلحہ کا گھوڑا پہلے بہت ڈھیلا اور سست رفتار تھا اسی واسطے اس کا نام ہی مندوب یعنی سست رکھ دیا گیا تھا مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے وہ گھوڑا بڑا چاق وچوبند اور تیز رفتار ہو گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی جانور کو عاریۃً مانگنا اور اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے نیز کسی جانور کو کسی نام سے موسوم کر دینا بھی جائز ہے اسی طرح سامان جنگ کا نام رکھنا بھی جائز ہے۔

یہ حدیث جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت وبہادری اور کمال جانبازی کو ظاہر کرتی ہے کہ جب دشمن کی فوج کے مدینہ کے قریب آ جانے کے خوف سے پورے مدینہ میں اضطراب وگھبراہٹ کی ایک عام فضا پیدا ہو گئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بے خوف ہو کر تحقیق حال کے لئے تن تنہا مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے وہیں یہ حدیث اس بات کی بھی غماز ہے کہ دشمنوں کی ٹوہ لینی اور ان کے حالات پر مطلع ہونے کے لئے سعی کرنا ضروری ہے۔ نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خوف واضطراب کے موقع پر خوف کے خاتمہ کی خوشخبری لوگوں کو دینا مستحب ہے۔

عاریت کا بغیر عوض کے تملیک ہونے کا بیان

کوئی چیز بطور ادھار لینا دینا جائز ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ عاریت ''کسی کو بلاعوض اپنی چیز کے منافع کا مالک بنا دینا'' ہے اور یہ اس طرح کا قول کرنے سے درست ہو جاتی ہے۔ مثلاً کہنا کہ میں نے تجھے تیری مانگی شئے ادھار دیدی۔ اور میں نے تمہیں یہ زمین کھانے کیلئے دیدی۔ اور میں نے یہ کپڑا تمہیں دیدیا عطا کر دیا۔ اور میں نے تمہیں اس جانور پر سوار کر دیا۔ مگر یہ اس وقت ہوگا۔ جب اس نے اپنے اس قول سے جانور کو ہبہ کرنے کا ارادہ نہ کیا اور میں نے تمہیں یہ غلام خدمت کے لئے دیدیا میرا گھر تیرے لئے رہائش ہے اور میرا گھر زندگی بھر تیرے لئے رہائش ہے۔

اور معیر (یعنی بطور ادھار چیز دینے والے) کے لئے جب چاہے اپنی چیز واپس لے لینا جائز ہے اور عاریت (ادھار دی گئی شئے مستعیر (یعنی جس نے ادھار چیز لے رکھی ہو) کے پاس امانت کے طور پر ہوتی ہے۔ اس لئے جب وہ مستعیر کی زیادتی کے علاوہ ہلاک ہوئی۔ تو اسے تاوان نہیں دینا پڑے گا۔ اور مستعیر کے لئے جو چیز اس نے ادھار لے رکھی ہو اسے آگے کرائے پر چڑھا دینا جائز نہیں ہے۔ جب اس نے اسے کرائے پر دیا تھا اور وہ ہلاک ہو گئی تو اسے جرمانہ بھرنا پڑے گا۔ اس

کیلئے مانگی شئے کو آگے دینا اس صورت میں جائز ہوسکتا ہے۔ کہ جب استعمال کرنے والے کی تبدیلی میں مستعار (یعنی ادھار لی گئی) چیز تبدیل نہ ہو جاتی ہو اور درہم، دینار، پیمائش والی اشیاء اور وزن والی جن کا وزن کیا جاتا ہو ان اشیاء کو بطور عاریت دینا بطور قرض شمار ہوگا۔ (قدوری، کتاب عاریت، لاہور)

مستعار لی ہوئی چیز کے امانت ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت شریح، حضرت نخعی حضرت سفیان ثوری اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ جو چیز مستعار لی جاتی ہے وہ مستعار لینے والے کے پاس بطور امانت ہوتی ہے کہ اگر وہ تلف وضائع ہو جائے تو اس کا بدلہ دینا واجب نہیں ہوتا ہاں اگر مستعار لینے والا اس چیز کو قصداً ضائع کردے تو پھر اس پر اس چیز کا بدل واجب ہوتا ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

لیکن حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ حضرت امام شافعی اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ اگر وہ چیز ضائع وتلف ہو جائے تو مستعار لینے اولے پر اس کا بدل یعنی اس چیز کی قیمت ادا کرنا واجب ہوتا ہے اسی لئے ان حضرات کے نزدیک لفظ مضمونۃ جو واپس کردی جائیں گی کے یہ معنی ہیں تلف ہو جانے کی صورت میں ان کا بدل ادا کیا جائے گا۔ (شرح الوقایہ، کتاب عاریت، بیروت)

موزونی وعددی چیزوں کی عاریت کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مکیل وموزون وعددی متقارب کو عاریت لیا اور عاریت میں کوئی قید نہیں تو عاریت نہیں بلکہ قرض ہے مثلاً کسی سے روپے، پیسے، گیہوں، جَو وغیرہا عاریت لیے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو خرچ کریگا اور اسی قسم کی چیز دے گا یعنی روپیہ لیا ہے تو روپیہ دے گا پیسہ لیا ہے تو پیسہ دے گا اور جتنا لیا اُتنا ہی دے دیگا یہ عاریت نہیں بلکہ قرض ہے کیونکہ عاریت میں چیز کو باقی رکھتے ہوئے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اور یہاں ہلاک وخرچ کر کے فائدہ اُٹھانا ہے لہٰذا فرض کرو کہ قبل انتفاع یہ چیزیں ضائع ہو جائیں جب بھی تاوان دینا ہوگا کہ قرض کا یہی حکم ہے کہ لینے والا مالک ہو جاتا ہے نقصان ہوگا تو اس کا ہوگا دینے والے کا نہیں ہوگا ہاں اگر ان چیزوں کے عاریت لینے میں کوئی ایسی بات ذکر کردی جائے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہو کہ حقیقۃً عاریت ہی ہے قرض نہیں تو اُسے عاریت ہی قرار دیں گے مثلاً روپے یا پیسے مانگتا ہے کہ اس سے کوئی چیز وزن کریگا یا اس سے تول کر باٹ بنائے گا یا اپنی دوکان کو سجائے گا تو عاریت ہے۔ (درمختار، کتاب عاریت، بیروت)

اور جب اس نے پہننے کے کپڑے قرض مانگے یہ عرفاً عاریت ہے پیوند مانگا کہ کرتے میں لگائے گا یا اینٹ یا کڑی مکان میں لگانے کے لیے عاریت مانگی اور ان سب میں یہ کہہ دیا ہے کہ واپس دیدوں گا تو عاریت ہے اور یہ نہیں کہا ہے تو قرض ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب عاریت، بیروت)

کسی سے ایک پیالہ سالن مانگا یہ قرض ہے اور اگر دونوں میں انبساط وبے تکلفی ہو تو اباحت ہے۔ گولی، چھرے عاریت لیے یہ قرض ہے اور اگر نشانہ پر مارنے کے لیے یعنی چاند ماری کے لیے گولی لی ہے تو عاریت ہے کیونکہ اُسے واپس دے سکتا ہے۔

عاریت والی چیز کو عاریت پر دینے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے عاریت والی چیز کسی کو بطور عاریت دی تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اگر چہ معیر نے معین نہ کیا اور یہی مذہب امام مالک اور ایک دلیل کے مطابق امام شافعی کا ہے۔ کیونکہ وہ منافع کی ملکیت ہے۔ جبکہ امام شافعی کا صحیح مذہب اور امام احمد علیہما الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ عاریت کو کسی دوسرے شخص پر بطور عاریت دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عاریت میں ملکیت منافع صرف اسی کیلئے مباح ہوئے ہیں کسی دوسرے کیلئے مباح نہیں ہوئے۔

(شرح الوقایہ، کتاب عاریت، بیروت)

3561 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ اَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَى الْيَدِ مَا اَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَ. ثُمَّ اِنَّ الْحَسَنَ نَسِيَ، فَقَالَ: هُوَ اَمِينُكَ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہاتھ جو وصول کرتا ہے وہ اس پر لازم ہے، جب تک وہ اسے ادا نہیں کر دیتا (یعنی واپس نہیں کر دیتا)''

پھر حسن اس روایت کو بھول گئے اور انہوں نے یہ کہا: جو شخص تمہارا امین ہو، اس پر ضمان نہیں ہوگا۔

3562 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ اُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَارَ مِنْهُ اَدْرَاعًا يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ: اَغَصْبٌ يَا مُحَمَّدُ، فَقَالَ: لَا بَلْ عَمِّقٌ مَضْمُونَةٌ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهٰذِهِ رِوَايَةُ يَزِيدَ بِبَغْدَادَ وَفِي رِوَايَتِهِ بِوَاسِطٍ تَغَيُّرٌ عَلَى غَيْرِ هٰذَا

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ حنین کے موقع پر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ زرہیں عاریت کے طور پر طلب کیں، تو انہوں نے عرض کی: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ غصب کرنا چاہ رہے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! بلکہ عاریت کے طور پر ہیں اور ان کا ضمان بھی ہوگا

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت یزید نے بغداد میں بیان کی تھی، جب انہوں نے واسط میں یہ روایت نقل کی، تو وہ کچھ متغیر تھی۔

3563 - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ اُنَاسٍ، مِنْ آلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا صَفْوَانُ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ سِلَاحٍ، قَالَ: عَوَرٌ اَمْ غَصْبًا، قَالَ: لَا بَلْ عَوَرٌ فَاَعَارَهُ مَا بَيْنَ الثَّلَاثِينَ اِلَى الْاَرْبَعِينَ دِرْعًا، وَغَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

3561- اخرجه ابن ماجه (2400)، والترمذي (1312)، والنسائي في "الكبرى" (5751) من طريق سعيد بن ابي عروبة، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. وهو في "مسند احمد" (20086).

وَسَلَّمَ حُنَيْنًا. فَلَمَّا هُزِمَ الْمُشْرِكُونَ جُمِعَتْ دُرُوعُ صَفْوَانَ فَفَقَدَ مِنْهَا أَدْرَاعًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَفْوَانَ: إِنَّا قَدْ فَقَدْنَا مِنْ أَدْرَاعِكَ أَدْرَاعًا. فَهَلْ نَغْرَمُ لَكَ؟ قَالَ: لَا. يَا رَسُولَ اللهِ، لِأَنَّ فِي قَلْبِي الْيَوْمَ مَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَانَ أَعَارَهُ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ. ثُمَّ أَسْلَمَ.

حضرت عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کچھ لوگوں نے یہ بات نقل کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے صفوان! کیا تمہارے پاس ہتھیار ہیں؟ انہوں نے دریافت کیا: آپ عاریت کے طور پر لینا چاہتے ہیں یا غصب کرنا چاہتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاریت کے طور پر لینا چاہتے ہیں، تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو 30 سے لے کر 40 تک زرہیں عاریت کے طور پر دیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین میں شرکت کی، جب مشرکین پسپا ہو گئے، تو حضرت صفوان کی زرہیں اکٹھی کی گئیں، ان میں سے کچھ زرہیں گم ہو چکی تھیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تمہاری زرہوں میں سے کچھ زرہیں ہمیں نہیں ملی ہیں، تو کیا ہم تمہیں اس کا تاوان ادا کریں، انہوں نے عرض کی: جی نہیں، یارسول اللہ آج میرے دل میں (اسلام کی) جو جگہ ہے وہ اس دن نہیں تھی''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہیں اسلام قبول کرنے سے پہلے عاریت کے طور پر دی تھیں، بعد میں وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

3564 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ نَاسٍ، مِنْ آلِ صَفْوَانَ قَالَ: اسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی آل میں سے کچھ لوگوں نے یہ بات نقل کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاریت کے طور پر لیں، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

3565 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوْطِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ، وَلَا تُنْفِقُ الْمَرْأَةُ شَيْئًا مِنْ بَيْتِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَلَا الطَّعَامَ. قَالَ: ذَاكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا ثُمَّ قَالَ: الْعَوَرُ مُؤَدَّاةٌ، وَالْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ، وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ، وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لیے وارث کے لیے وصیت نہیں ہو سکتی اور عورت اپنے گھر میں سے کوئی بھی چیز، اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے، عرض کی گئی: یارسول اللہ! اناج بھی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہمارا افضل مال ہے، پھر آپ نے فرمایا عاریت کے طور پر لی ہوئی چیز واپس کی جائے گی،

عطیہ کے طور پر ملنے والی چیز واپس کی جائے گی، قرض کو ادا کیا جائے گا، اور ضامن شخص تاوان ادا کرنے کا پابند ہو گا"۔

3566 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُسْتَمِرِّ الْعُصْفُرِيُّ، حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَتَتْكَ رُسُلِي فَاَعْطِهِمْ ثَلَاثِينَ دِرْعًا، وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا قَالَ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ: اَعَوَرٌ مَضْمُونَةٌ، اَوْ عَوَرٌ مُؤَدَّاةٌ، قَالَ: بَلْ مُؤَدَّاةٌ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: حَبَّانُ خَالُ هِلَالٍ الرَّائِيِّ

صفوان بن یعلی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

جب میرے قاصد تمہارے پاس آئیں گے، تم انہیں 30 زرہیں اور 30 اونٹ دے دینا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا یہ ایسی عاریت کے طور پر ہیں، جن کا ضمان ادا کیا جائے گا یا یہ وہ عاریت ہیں، جسے واپس کیا جائے گا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ وہ عاریت ہے، جسے واپس کیا جائے گا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حبان نامی راوی، ہلال رائی کے ماموں ہیں۔

بَابٌ فِيمَنْ اَفْسَدَ شَيْئًا يَغْرَمُ مِثْلَهُ

باب: جو شخص کسی چیز کو خراب کر دے، وہ اس کی مثل جرمانہ ادا کرے گا

3567 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَاَرْسَلَتْ اِحْدَى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمِهَا قَصْعَةً فِيهَا طَعَامٌ، قَالَ: فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِسْرَتَيْنِ فَضَمَّ اِحْدَاهُمَا اِلَى الْاُخْرَى، فَجَعَلَ يَجْمَعُ فِيهَا الطَّعَامَ، وَيَقُولُ: غَارَتْ اُمُّكُمْ زَادَ ابْنُ الْمُثَنَّى كُلُوا فَاَكَلُوا حَتَّى جَائَتْ قَصْعَتُهَا الَّتِي فِي بَيْتِهَا، ثُمَّ رَجَعْنَا اِلَى لَفْظِ حَدِيثِ مُسَدَّدٍ قَالَ كُلُوا وَحَبَسَ الرَّسُولَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوا فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ اِلَى الرَّسُولِ وَحَبَسَ الْمَكْسُورَةَ فِي بَيْتِهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنی ایک زوجہ محترمہ کے گھر میں موجود تھے، امہات المومنین میں سے کسی نے ایک خادم کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا جس میں کھانا موجود تھا راوی کہتے ہیں: تو اس خاتون نے (جس کے گھر میں نبی

3567- اسناده صحيح. حميد: هو ابن ابي حميد الطويل. وخالد: هو ابن الحارث الهُجيمي، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخاري (2481)، و (5225)، وابن ماجه (2334)، والترمذي (1409)، والنسائي (3955) من طرق عن حميد الطويل، به. ورواية الترمذي مختصرة. وهو في "مسند احمد" (12027).

اکرم ﷺ موجود تھے) اپنا ہاتھ مار کر وہ پیالہ توڑ دیا، نبی اکرم ﷺ نے اس کے دونوں ٹکڑے پکڑے اور انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملایا، پھر آپ ﷺ اس اناج کو اکٹھا کرنے لگے (جو نیچے گر گیا تھا) آپ یہ فرماتے جا رہے تھے: تمہاری امی کو غصہ آ گیا۔ ابن مثنیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) تم اسے کھا لو، لوگوں نے اسے کھا لیا، یہاں تک کہ وہ خاتون اپنا برتن لے کر آئی، جس کے گھر میں نبی اکرم ﷺ موجود تھے، مسدد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: تم لوگ کھا لو، نبی اکرم ﷺ نے اس آنے والے شخص کو (اور ٹوٹے ہوئے) پیالے کو روک لیا، یہاں تک کہ جب لوگ کھا کر فارغ ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے صحیح پیالہ اس قاصد کے سپرد کیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ اس گھر میں رکھ لیا (جس میں آپ ﷺ موجود تھے)۔

3568 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي فُلَيْتٌ الْعَامِرِيُّ، عَنْ جَسْرَةَ بِنْتِ دَجَاجَةَ، قَالَتْ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: مَا رَأَيْتُ صَانِعًا طَعَامًا مِثْلَ صَفِيَّةَ، صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَبَعَثَتْ بِهِ، فَأَخَذَنِي أَفْكَلٌ، فَكَسَرْتُ الْإِنَاءَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا كَفَّارَةُ مَا صَنَعْتُ؟ قَالَ: إِنَاءٌ مِثْلُ إِنَاءٍ وَطَعَامٌ مِثْلُ طَعَامٍ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی، جو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جیسا عمدہ کھانا پکاتی ہو، ایک مرتبہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا اور وہ کھانا بھجوایا، اس پر مجھے غصہ آ گیا، میں نے وہ برتن توڑ دیا (بعد میں) میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے جو کیا ہے، اس کا کفارہ کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ایسا برتن' جو اس برتن کی مانند ہو، ایسا کھانا' جو اس کھانے کی مانند ہو"

زمین کو ادھار پر لینے کا بیان

جب کسی نے کسی سے زمین اس لئے مستعار لی کہ وہ اس میں تعمیر کرے گا یا شجر کاری کرے گا تو یہ جائز ہے لیکن معیر اس سے اپنی زمین کسی بھی وقت واپس لے لینے کا برابر حقدار ہوگا۔ اور اسے اس کو اپنی عمارت اور درخت اکھاڑ لینے پر مجبور کر دینے کا حق حاصل ہوگا۔ پھر اس صورت میں دینے والے سے جب عاریت کا کوئی وقت طے نہیں ہوا تھا تو اس پر کوئی جرمانہ وغیرہ نہ ہوگا۔ لیکن جب پہلے اس نے وقت مقرر کر دیا تھا اب جب وہ وقت سے پہلے لینے کی کوشش کرے گا تو اس پر مستعیر کے مکان اکھاڑنے اور درخت اکھاڑنے سے جو نقصان ہوگا اس کا جرمانہ دینا لازم ہوگا۔ البتہ عاریت کی چیز کو واپس کرنے کی مزدوری مستعیر کے ذمے ہوگی اور اجرت پر دی گئی چیز کو واپس کرنے کی اجرت مؤجر (یعنی جسے چیز اجرت پر دی گئی) پر ہوتی ہے اور غصب کردہ شئے کو لوٹانے کی اجرت غاصب پر ہوتی ہے۔ اور ودیعت رکھی گئی شئے کو واپس لوٹانے کی مزدوری مودع کے ذمہ ہوتی ہے۔ جب کسی نے کسی سے کوئی جانور' سواری مستعار لی پھر اس نے اسے اس کے مالک کے اصطبل میں واپس لوٹا بھی دیا۔ اس کے بعد وہ جانور ہلاک ہو گیا۔ تو اس کا مستعیر ضامن نہ ہوگا۔ اور جب اس نے کوئی شئے مستعار لی پھر اسے اس کے مالک کے گھر پہنچا دیا مگر اسے بنفس نفیس اس کے مالک کے حوالے نہیں کیا تھا تو پھر بھی وہ اس کا ضامن نہ ہوگا۔ لیکن جب اس نے "ودیعت" مالک کے گھر تو پہنچا دی تھی مگر اسے اس کے مالک کے حوالے نہیں کیا تھا تو اس کا اسے جرمانہ دینا ہوگا۔ اور اللہ

تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔ (قدوری، کتاب عاریت، لاہور)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمین عاریت پر لی کہ اس میں مکان بنائے گا یا درخت نصب کریگا یہ عاریت صحیح ہے اور مالک زمین کو یہ اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی زمین خالی کرالے کیونکہ عاریت میں کوئی پابندی مالک پر لازم نہیں اور اگر مکان یا درخت کھود کر نکالنے میں زمین خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اِس ملبہ کی جو مکان کھودنے کے بعد قیمت ہوگی یا درخت کے کاٹنے کے بعد جو قیمت ہوگی مالکِ زمین سے دلادی جائے اور مالک مکان و درخت اپنے مکان و درخت کو بجنسہٖ چھوڑ دے۔ اور جب مالکِ زمین نے مستعیر کے لیے کوئی مدت مقرر کردی تھی مثلاً دس سال کے لیے یہ زمین مکان بنانے کو یا درخت لگانے کو عاریت دی اور مدت پوری ہونے سے پہلے زمین واپس لینا چاہتا ہے اگرچہ یہ مکروہ و وعدہ خلافی ہے مگر واپس لے سکتا ہے، کیونکہ یہ عقد اُس کے ذمہ قضاءً لازم نہیں مگر اس عمارت اور درخت کی وجہ سے مستعیر کا جو کچھ نقصان ہوگا مالک زمین اُس کو ادا کرے یعنی کھڑی عمارت کی قیمت لگائی جائے اور ملبہ جدا کردینے کے بعد جو قیمت ہو اس میں عمارت کی قیمت سے جو کمی ہو مالکِ زمین یہ رقم مستعیر کو دے۔ (درمختار، کتاب عاریت، بیروت)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب زمین زراعت کے لیے عاریت دی اور واپس لینا چاہتا ہے جب تک فصل طیار نہ ہو اور کھیت کاٹنے کا وقت نہ آئے واپس نہیں لے سکتا وقت مقرر کر کے دی ہو یا مقرر نہ کیا ہو دونوں کا ایک حکم ہے یہ البتہ ہے کہ فصل طیار ہونے تک زمین کی جو اُجرت ہو مالک زمین کو دلادی جائے گی۔ اگر کھیت بولیا ہے مگر ابھی تک جما نہیں ہے مالک زمین یہ کہتا ہے کہ بیج لے لو اور جو کچھ صرفہ ہوا ہے وہ لے لو اور کھیت چھوڑ دو یہ نہیں کرسکتا اگرچہ کاشتکار اس پر راضی بھی ہو کیونکہ جمنے سے پہلے زراعت کی بیع نہیں ہوسکتی اور کھیت جم گیا ہے تو ایسا کیا جاسکتا ہے۔ (بحرالرائق، کتاب عاریت، بیروت)

عاریت کی واپسی کے صرفہ کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جب ایک شخص نے یہ وصیت کی ہے کہ میرا غلام فلاں شخص کی خدمت کرے یعنی وہ وارث کی ملک ہے اور موصیٰ لہ کی اتنے دنوں خدمت کرے اس میں بھی واپسی کا صرفہ موصیٰ لہ کے ذمہ ہے۔ غصب و رہن میں واپسی کی ذمہ داری و مصارف غاصب و مرتہن پر ہیں۔ مالک نے اپنی چیز اُجرت پر دی تو واپسی کی ذمہ داری و مصارف مالک پر ہیں۔ یہ اُس وقت ہے کہ وہاں سے لے جانا مالک کی اجازت سے ہو مثلاً کہیں جانے کے لیے گھوڑا کرایہ پر لیا وہاں تک گیا سواری واپس کرنا اس کا کام نہیں بلکہ مالک کا کام ہے اور اگر اُس کے حکم سے نہیں لے گیا ہے تو پہنچانا اس کے ذمہ ہے۔ مثلاً کرسی کرایہ پر لی اور شہر سے باہر لے گیا تو واپس کرنا اس کا کام ہوگا۔ شرکت و مضاربت اور موہوب شے جس کو مالک نے واپس کرلیا ان سب کی واپسی مالک کے ذمہ ہے۔ اجیر مشترک جیسے درزی دھوبی کپڑے کی واپسی ان کے ذمہ ہے۔ (شامی)

بَابُ الْمَوَاشِي تُفْسِدُ زَرْعَ قَوْمٍ

باب: جب مویشی کسی کا کھیت خراب کردیں

3569 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ،

عَنْ حَرَامِ بْنِ مُحَيِّصَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ نَاقَةً لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطَ رَجُلٍ فَاَفْسَدَتْهُ عَلَيْهِمْ، فَقَضٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ الْاَمْوَالِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ، وَعَلٰى اَهْلِ الْمَوَاشِيْ حِفْظَهَا بِاللَّيْلِ

حرام بن محیصہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک شخص کے باغ میں داخل ہوگئی اور اس نے وہاں کی پیداوار خراب کردی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ زمین کے مالک پر اس کی حفاظت کرنا، دن کے وقت لازم ہے، اور مویشی کے مالک پر، رات کے وقت اس کی حفاظت کرنا لازم ہے۔

شرح

یعنی اگر اونٹنی نے رات میں باغ کو نقصان پہنچایا ہے تو اونٹنی کا مالک اس نقصان کو پورا کرے گا، اور اگر دن میں نقصان پہنچائے تو باغ کا مالک اس نقصان کو برداشت کرے، کیونکہ باغ کی حفاظت خود اسی کی اپنی ذمہ داری تھی۔

3570 - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حَرَامِ بْنِ مُحَيِّصَةَ الْاَنْصَارِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كَانَتْ لَهُ نَاقَةٌ ضَارِيَةٌ فَدَخَلَتْ حَائِطًا فَاَفْسَدَتْ فِيْهِ، فَكُلِّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا: فَقَضٰى اَنَّ حِفْظَ الْحَوَائِطِ بِالنَّهَارِ عَلٰى اَهْلِهَا، وَاَنَّ حِفْظَ الْمَاشِيَةِ بِاللَّيْلِ عَلٰى اَهْلِهَا، وَاَنَّ عَلٰى اَهْلِ الْمَاشِيَةِ مَا اَصَابَتْ مَاشِيَتُهُمْ بِاللَّيْلِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کی ایک اونٹنی تھی، جو نقصان پہنچایا کرتی تھی، وہ ایک باغ میں داخل ہوئی، اس نے وہاں نقصان کردیا، اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی گئی، تو آپ نے یہ فیصلہ دیا: دن کے وقت باغات کی حفاظت کرنا، ان کے مالکان پر لازم ہے، اور رات کے وقت مویشیوں کی حفاظت کرنا، ان کے مالکان پر لازم ہے۔ مویشی رات کے وقت جو نقصان کریں گے، اس کی ادائیگی مویشی کے مالک کے ذمے ہوگی۔

3570-اسناده ضعيف لانقطاعه، و الصحيح انه مرسل كما سلف قبله. و حرام بن محيّصة لم يسمع من البراء بن عازب. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5753) من طريق الاوزاعي، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (2332م)، والنسائي (5752) من طريق معاوية بن هشام القصار، عن سفيان الثوري، عن عبدالله بن عيسى -وقرن به النسائي اسماعيل بن امية- عن الزهري، به. ومعاوية بن هشام -وان كان حسن الحديث- لكنه يغرب عن الثوري باشياء كما قال ابن عدي. واخرجه النسائي (5755).

كِتَابُ الْأَقْضِيَةِ

یہ کتاب عہدہ قضاء کے بیان میں ہے

بَابٌ فِي طَلَبِ الْقَضَاءِ

باب: عہدہ قضا مانگنا

منصب قضاء کے ابتلاء کا بیان

3571 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ وَلِيَ الْقَضَاءَ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص قضاء کا نگران بنے، وہ چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا''۔

3572 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَخْنَسِيِّ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، وَالْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جسے لوگوں کے درمیان قاضی بنادیا گیا، اسے چھری کے بغیر ذبح کر دیا گیا''

شرح

ذبح" سے اس کے متعارف معنی (یعنی ہلاکت بدن) مراد نہیں ہے بلکہ غیر متعارف معنی" ذہنی و روحانی ہلاکت" مراد ہے۔ چنانچہ جس شخص کو قاضی مقرر کیا جاتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ ہمہ وقت کی الجھن و پریشانی اور روحانی، (اذیت) یا یوں کہیے۔ کہ درد بے

3571-حديث قوى، وهذا اسناد حسن فى المتابعات من اجل فضيل بن سليمان، فهو ضعيف يعتبر به، وقد توبع. سعيد المقبرى: هو ابن ابى سعيد كيسان. وسياتى بعده من طريق آخر بسند حسن. واخرجه الترمذى (1374) من طريق فضيل بن سليمان، بهذا الاسناد. وقال: حديث حسن غريب. واخرجه النسائى فى "الكبرى" (5892) من طريق داود بن خالد العطار، عن سعيد المقبرى، به. وداود العطار فى عداد المجهولين. وهو فى "مسند احمد" (7145).

3572-واخرجه ابن ماجه (2308)، والنسائى فى "الكبرى" (5895) من طريق عبد الله ابن جعفر المخرمى، والنسائى (5893) من طريق ابن ابى ذئب، و (5894)

دواء اور مفت کی بیماری میں مبتلا رہتا ہے بلکہ اس کو اپنی عاقبت کی خرابی کا خوف بھی رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ چھری سے ذبح ہو جانا صرف لمحہ بھر کے لئے اذیت برداشت کرنا ہے جب کہ یہ اذیت عمر بھر کی ہے بلکہ اس کی حسرت و پشیمانی قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔

بَابٌ فِي الْقَاضِي يُخْطِئُ

باب: قاضی کا (فیصلہ دیتے ہوئے) غلطی کرنا

تین قسم کے قاضی ہونے کا بیان

3573 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ السَّمْتِيُّ، حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَاثْنَانِ فِي النَّارِ. فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ، وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ، فَهُوَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا أَصَحُّ شَيْءٍ فِيهِ يَعْنِي حَدِيثَ ابْنِ بُرَيْدَةَ الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ

ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک جنت میں جائے گا اور دو جہنم میں جائیں گے، جہاں تک اس قاضی کا تعلق ہے جو جنت میں جائے گا، یہ وہ شخص ہے جو حق کو جانتا ہے اور اس کے مطابق فیصلہ دے دیتا ہے ایک وہ شخص ہے جو حق کو جانتا ہے لیکن فیصلے میں زیادتی کر جاتا ہے، وہ جہنم میں جائے گا، ایک وہ شخص ہے جو علم نہ ہونے کے باوجود لوگوں کے فیصلے کرتا ہے، وہ بھی جہنم میں جائے گا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں یہ روایت سب سے زیادہ مستند ہے، یعنی بریدہ کی نقل کردہ یہ روایت ''قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں''

شرح

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص مسلمانوں کے منصب قضاء کا طالب اور خواستگار ہوا یہاں تک کہ اس نے اس کو حاصل بھی کر لیا اور پھر اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں) اس کا عدل و انصاف ظلم پر غالب ہوگا تو جنت ملے گی اور اگر ظلم غالب ہوگا تو دوزخ ملے گی۔ لیکن علماء نے لکھا ہے کہ دونوں ہی صورتوں میں" غالب" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس درجہ کا ہو کہ دوسرے کے لئے رکاوٹ بن جائے۔ مثلاً اس کے عدل و انصاف کا وصف اس طرح حاوی ہو کہ اس کا ظلم سر نہ اٹھا سکے۔ یا اس کے ظلم کی خصلت اتنی حاوی ہو کہ اس کے مقابلہ پر اس کا عدل ظاہر نہ ہو سکے۔

3574 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ، مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ فَحَدَّثْتُ بِهِ أَبَا بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، فَقَالَ: هَكَذَا حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی حاکم فیصلہ دیتے ہوئے اجتہاد کرے اور درست فیصلہ دے، تو اسے دو اجر ملیں گے اور جب فیصلہ دیتے ہوئے اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملے گا''۔

راوی کہتے ہیں: میں نے ابوبکر بن حزم کو یہ روایت سنائی تو وہ بولے: ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث اسی طرح مجھے بیان کی ہے۔

مجتہد قاضی کے لیے اجر کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوہریرہ دونوں کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب کوئی حاکم فیصلہ دینے کا ارادہ کرے اور اجتہاد کرے یعنی غور وفکر کے ذریعہ حکم وفیصلہ دے) اور پھر اس کا وہ حکم وفیصلہ صحیح یعنی کتاب وسنت کے موافق ہو تو اس کو دوہرا اجر ملے گا (ایک اجر تو اجتہاد کرنے کا اور دوسرا اجر صحیح فیصلہ پر پہنچنے کا) اور اگر اس نے کوئی ایسا حکم وفیصلہ دیا جس میں اس نے اجتہاد کیا لیکن (نتیجہ اخذ کرنے میں) چوک گیا (یعنی صحیح حکم تک پہنچنے میں خطا کر گیا) تو اس کو ایک اجر ملے گا۔"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 860)

مطلب یہ ہے کہ اگر حاکم وقاضی کسی سے قضیہ ومعاملہ کا حکم وفیصلہ دینا چاہے جس کے بارے میں کتاب وسنت اور اسلامی فقہ میں کوئی صریح اور واضح ہدایت نہیں ہے اور پھر وہ اجتہاد کرے یعنی کتاب وسنت کے احکام وتعلیمات وفقہ اسلامی کے مسائل اور اسلامی عدالتوں کے نظائر میں پوری طرح غور وفکر کرنے کے بعد وہ کسی ایسے نتیجہ پر پہنچ جائے جس کے بارے میں اس کے ضمیر کی رہنمائی یہ ہو کہ یہ مبنی برحق ہے اور پھر وہی نتیجہ اس کا حکم وفیصلہ بن جائے تو وہ حکم وفیصلہ ظاہری قانون کے اعتبار سے تو بالکل صحیح تسلیم کیا جائے گا البتہ حقیقی کے لحاظ سے اس کی دو صورتیں ہوں گی ایک تو یہ کہ اگر حقیقت میں بھی وہ فیصلہ کتاب وسنت کی منشاء کے موافق رہا تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر اس کا فیصلہ کتاب وسنت کے موافق نہیں ہوا ہے تو اس کو ایک ہی اجر ملے گا۔ بالکل یہی حکم مجتہد کا ہے کہ اگر وہ استنباط مسائل کے وقت اپنے اجتہاد کے نتیجے میں کتاب وسنت کی منشاء تک پہنچ گیا تو اس کو دو اجر ملیں گے۔

3574-حديث صحيح، وهذا اسناد قوي من اجل عبد العزيز بن محمد - وهو الدراوردي- فهو صدوق لا باس به، وهو متابع. عبيد الله بن ميسرة: هو ابن عمر بن ميسرة، نسب هنا الى جده. واخرجه البخاري (7352)، ومسلم (1716)، وابن ماجه (2314)، والنسائي في "الكبرى" (5887) و (5888) من طريق يزيد بن عبد الله بن الهاد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (17774) و (17820)، و "صحيح ابن حبان" (5061). واخرج حديث ابي هريرة وحده الترمذي (1375)، والنسائي في "المجتبى" (5381) من طريق يحيى بن سعيد، عن ابي بكر بن حزم، به.

اور اگر کتاب وسنت کی منشاء تک پہنچنے میں خطا کر گیا تو اس کو ایک ثواب ملے گا۔ لہٰذا یہ حدیث جہاں اس بات کی دلیل ہے کہ قاضی اسلام کو ایسی جزئیات میں اجتہاد کا اختیار حاصل ہے جو اسلامی قانون کے ماخذ میں صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہیں اور جن کا کوئی حکم واضح نہیں وہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد میں کبھی تو صحیح حکم تک پہنچ جاتا ہے اور کبھی خطا کر جاتا ہے یعنی صحیح حکم تک نہیں پہنچ پاتا لیکن اجر وثواب اس کو بہر صورت ملتا ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی چیز کا حکم ومسئلہ، نصوص یعنی کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت میں مذکور نہ ہونے کی وجہ سے قیاس پر عمل کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہو تو اس صورت میں قیاس پر عمل کرنا تحری قبلہ کی مانند ہوگا (جس طرح اگر کسی شخص کو کسی وجہ سے قبلہ کی سمت کا پتہ نہ چلے اور وہ نماز کے وقت غور وفکر اور تحری کر کے اپنے گمان غالب کے مطابق قبلہ کی کوئی سمت مقرر کر لے اور اس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہوگی اگرچہ حقیقت میں قبلہ اس سمت نہ ہو اسی طرح قیاس پر عمل کرنے والا، مصیبت یعنی درست عمل کرنے والا ہوگا اگرچہ اس قیاس میں اس سے خطا (غلطی) ہوگئی ہو۔

3575 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ نَجْدَةَ، عَنْ جَدِّهِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَهُوَ أَبُو كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى يَنَالَهُ، ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهُ جَوْرَهُ، فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهُ عَدْلَهُ فَلَهُ النَّارُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص مسلمانوں کے قاضی کے منصب کا طلبگار ہو، یہاں تک کہ وہ اس پر فائز ہو جائے، پھر اس کا انصاف اس کے ظلم پر غالب آ جائے، تو اسے جنت ملے گی اور جس کا ظلم اس کے انصاف پر غالب آ جائے، اسے جہنم ملے گی"۔

شرح

حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قاضی جب تک ظلم وناانصافی کی راہ اختیار نہیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے یعنی حق تعالیٰ کی توفیق وتائید اس کے شامل حال ہوتی ہے لیکن جب وہ ظلم وناانصافی کی راہ اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے الگ ہو جاتا ہے (یعنی اس کے اوپر سے حق تعالیٰ کی تائید وتوفیق کا سایہ ہٹ جاتا ہے اور شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 868)

اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ قاضی جب ظلم وناانصافی کی راہ اختیار کر لیتا ہے تو (اللہ تعالیٰ) اس کے کام کو اس کے سپرد کر دیتا ہے (یعنی اس کو اپنی توفیق وتائید سے محروم کر دیتا ہے۔" اور حضرت سعید ابن مسیب راوی ہیں کہ (ایک دن) حضرت عمر فاروق کی خدمت میں ایک مسلمان اور ایک یہودی اپنا جھگڑا لے کر آئے حضرت عمر نے جب (قضیہ کی تحقیق کے بعد)

3575- اسناده ضعيف لجهالة موسى بن نجدة. عباس الغنبري: هو ابن عبد العظيم. واخرجه البيهقي 10/ 88 من طريق المصنف بهذا الاسناد.

یہ دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو انہوں نے اس (یہودی) کے حق میں فیصلہ دیا اس یہودی نے (اپنے حق میں فیصلہ سن کر) کہا" اللہ کی قسم ! آپ نے حق کے مطابق فیصلہ دیا ہے حضرت عمر نے (یہ سن کر) اس کے ایک درہ مارا اور فرمایا تجھے کیسے علم ہوا کہ میں نے حق کے مطابق فیصلہ دیا ہے؟ یہودی نے کہا" اللہ کی قسم ! ہم نے توراۃ میں (یہ لکھا ہوا) پایا ہے کہ جو بھی قاضی حق کے مطابق فیصلہ دیتا ہے اس کے دائیں ایک فرشتہ ہوتا ہے اور اس کے بائیں ایک فرشتہ ہوتا ہے او وہ دونوں فرشتے اس کو تقویت پہنچاتے ہیں اور حق کی توفیق دیتے ہیں جب تک وہ حق پر رہتا ہے اور جب قاضی حق کو چھوڑ کر دیتا ہے تو وہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (مالک)

ایک خلجان تو یہ واقع ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس یہودی کو اپنے درے سے کیوں مارا درآنحالیکہ اس نے ان کے فیصلہ کے منصفانہ اور برحق ہونے کا اقرار و اعتراف کیا تھا؟ اور ایک اشکال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر کے سوال" تجھ کو یہ کیسے معلوم ہوا الخ" اور یہودی کے جواب" ہم نے توارۃ میں پایا ہے الخ" میں مطابقت کیا ہوئی۔" پہلے خلجان کا جواب تو یہ ہے کہ حضرت عمر نے یہودی کو کسی سزا یا غصہ کے طور پر نہیں مارا تھا بلکہ نرمی اور خوش طبعی کے طور پر مارا تھا اور دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس بات کو یہودی سے زیادہ کون جان سکتا تھا کہ اس تنازعہ میں حق پر کون ہے۔ لہٰذا جب اس یہودی نے دیکھا کہ اگر حضرت عمر حق سے انحراف کرتے تو فریق مخالف یعنی مسلمان کے حق میں فیصلہ کرتے، اس صورت میں ان کا فیصلہ مبنی بر انصاف ہوتا اور نہ ان کا حق پر قائم رہنا ظاہر ہوتا۔ لہٰذا جب انہوں نے مسلمان کے خلاف یہودی کے حق میں فیصلہ دیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر حق پر قائم ہیں اور انہوں نے انصاف سے انحراف نہیں کیا ہے۔

3576 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي يَحْيَى الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ) (المائدة: 44)، إِلَى قَوْلِهِ: (الْفَاسِقُونَ) (المائدة: 47) هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ الثَّلَاثُ نَزَلَتْ فِي الْيَهُودِ خَاصَّةً فِي قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''وہ لوگ جو اس چیز کے مطابق فیصلہ نہیں دیتے، جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو یہی لوگ کافر ہیں''۔

یہ آیت یہاں تک ہے: ''فاسق ہیں''۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) یہ تین آیات یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں، بطور خاص قریظہ اور نضیر (قبیلوں سے تعلق رکھنے والے، یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں)

3576- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل ابن ابي الزناد - وهو عبد الرحمن - لكنه متابع. واخرجه سعيد بن منصور - قسم التفسير من "سننه" (750)، واحمد (2212)، والطبراني (10732) من طريق ابن ابي الزناد، بهذا الاسناد.

شرح

ولیحکم اهل الانجیل بما انزل الله فیه اور (حکم دے دیا گیا کہ) انجیل والے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم دیں۔

ایک شبہ: نزول قرآن کے بعد انجیل کو منسوخ کر دیا گیا۔ پھر ولیحکم بصیغۂ امر کس طرح صحیح ہوگا۔ امر تو حال یا استقبال کے لئے آتا ہے (امر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فوراً یا آئندہ اس حکم کی تعمیل کی جائے۔ گزشتہ کے متعلق اب حکم دینا نا قابل تصور ہے)۔

جواب: انجیل کے تمام احکام منسوخ نہیں کئے گئے اور جو احکام منسوخ کئے گئے ہیں اور قرآن کی وجہ سے ان کو ترک کر دیا گیا ہے تو اس کا حکم بھی انجیل میں ہی موجود تھا (تو گویا یہ بھی حکم انجیل کی تعمیل ہوئی) اب اگر منسوخ ہونے کے بعد اس منسوخ پر عمل کیا جائے گا تو حکم انجیل کی خلاف ورزی ہوگی۔ اہل انجیل سے مراد ہے حضرت عیسیٰ کی وہ امت جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے گزر چکی اور امت اسلامیہ جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد امت محمدیہ قرار پائی (یعنی حضور ﷺ کی بعثت کے بعد یہی امت اسلامیہ انجیل والی ہے کیونکہ انجیل کے احکام پر یہ ہی چلتی ہے اور قرآن سے جو احکام انجیل منسوخ کر دیئے گئے ان پر نہیں چلتی کیونکہ قرآن سے ان کے منسوخ ہو جانے کی صراحت خود انجیل میں پہلے سے موجود تھی اس طرح منسوخ شدہ احکام پر نہ چلنا بھی حکم انجیل کے مطابق ہے) (۱) [شبہ کا زیادہ واضح جواب وہ ہے جو مترجم نے ترجمہ میں اشارتاً بین القوسین عبارت کو زیادہ کر کے ظاہر کر دیا ہے اس پر غور کیا جائے]

ومن لم یحکم بما انزل الله فاولٰئک هم الفاسقون اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکم نہیں دیتے وہ اللہ کی اطاعت سے باہر ہونے والے ہیں۔ یا (فاسقوں سے مراد کافر ہیں یعنی) ایمان سے خارج ہیں۔ کیونکہ اللہ کے احکام کو حقیر جانتے ہیں۔

بَابٌ فِيْ طَلَبِ الْقَضَاءِ وَالتَّسَرُّعِ اِلَيْهِ

باب: عہدہ قضا مانگنا، اور اس کی طرف جلدی کرنا

3577 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، قَالَا: اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ رَجَاءٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرٍ الْاَنْصَارِيِّ الْاَزْرَقِ، قَالَ: دَخَلَ رَجُلَانِ مِنْ اَبْوَابِ كِنْدَةَ وَاَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ، جَالِسٌ فِيْ حَلْقَةٍ، فَقَالَا: اَلَا رَجُلٌ يُنَفِّذُ بَيْنَنَا. فَقَالَ: رَجُلٌ مِنَ الْحَلْقَةِ اَنَا فَاَخَذَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ كَفًّا مِنْ حَصًى فَرَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: مَهْ اِنَّهُ كَانَ يُكْرَهُ التَّسَرُّعُ اِلَى الْحُكْمِ

⊛⊛ عبدالرحمن بن بشر انصاری بیان کرتے ہیں: کندہ کے دروازوں سے دو آدمی اندر داخل ہوئے، اس وقت حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ ایک محفل میں تشریف فرماتے تھے، ان دونوں نے کہا: کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ہمارے درمیان فیصلہ کر دے،

3577- اسناده ضعيف لجهالة رجاء الانصاري. الاعمش: هو سليمان بن مهران، وابو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير. واخرجه ابو خيثمة زهير بن حرب في "العلم" (11)، والبيهقي 10110/ من طريق ابي معاوية الضرير، بهذا الاسناد. واخرجه البيهقي 10010/ من طريق سفيان الثوري، عن الاعمش، به.

تو محفل میں موجود ایک شخص نے کہا: میں کرتا ہوں، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں کنکریاں پکڑ کر اس کو ماریں، اور بولے: رک جاؤ! ثالث بننے کی طرف جلد بازی کو ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا۔

3578 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ بِلَالٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ طَلَبَ الْقَضَاءَ وَاسْتَعَانَ عَلَيْهِ وُكِلَ إِلَيْهِ، وَمَنْ لَمْ يَطْلُبْهُ وَلَمْ يَسْتَعِنْ عَلَيْهِ، أَنْزَلَ اللهُ مَلَكًا يُسَدِّدُهُ. وَقَالَ وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ بِلَالِ بْنِ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ: عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ بِلَالِ بْنِ مِرْدَاسٍ الْفَزَارِيِّ، عَنْ خَيْثَمَةَ الْبَصْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص قاضی کے منصب کا طلب گار ہوتا ہے اور اس کے لیے مدد مانگتا ہے، اسے اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور جو شخص اس کا طلبگار نہیں ہوتا، اور اس کے لیے مدد حاصل نہیں کرتا (یعنی سفارش نہیں کرواتا) تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ نازل کرتا ہے جو اس کی رہنمائی کرتا رہتا ہے''۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

3579 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو مُوسَى: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ نَسْتَعْمِلَ، أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہم اپنے کام کے لیے کسی ایسے شخص کو عامل مقرر نہیں کریں، جو اس کا طلبگار ہو''۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الرِّشْوَةِ

باب: رشوت کا حرام ہونا

3580 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي

3578-واخرجه ابن ماجه (2309)، والترمذی (1372) من طريق اسرائيل، بهذا الاسناد. واخرجه الترمذی (1373) من طريق ابی عوانة

3579-اسناده صحيح. واخرجه البخاری (2261)، ومسلم باثر الحديث (1823)، والنسائی (4) من طريق يحيی بن سعيد القطان، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (19666)، و "صحيح ابن حبان" (1071). واخرجه البخاری (7149)، ومسلم باثر (1823) من طريق ابی اسامة، عن بريد ابن عبدالله بن ابی بردة، عن ابی بردة، به. وهو فی "صحيح ابن حبان"، (4481).

3580-واخرجه ابن ماجه (2313)، والترمذی (1386) من طريق ابن ابی ذئب، بهذا الاسناد. لكن جاء فی رواية ابن ماجه: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: - "لعنة الله علی الراشی والمرتشی." وهو فی "مسند احمد" (6532)، و "صحيح ابن حبان" (5077).

(ت) (ق) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے۔

شرح

بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رائش یعنی وہ شخص جو رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے کے درمیان واسطہ و ذریعہ بنے اس پر بھی لعنت فرمائی ہے۔" تشریح: رشوت (یا راء کے پیش کے ساتھ یعنی رُشوت) اس مال کو کہتے ہیں جو کسی (حاکم و عامل وغیرہ) کو اس مقصد کے لئے دیا جائے کہ وہ باطل (ناحق) کو حق کر دے اور حق کو باطل کر دے۔ ہاں اگر اپنا حق ثابت کرنے یا اپنے اوپر ہونے والے کے دفعیہ کے لئے کچھ دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

رشوت کے حرام ہونے کا بیان

اسلام جس معاشرے کا تصور دیتا ہے وہ بے غرض اور ایثار پسند معاشرہ ہے۔ جس میں ہر شخص بے غرض ہو کر دوسرے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا ہے۔ اسلامی تعلیمات تو یہ ہیں کہ مسکرا کر دیکھنا بھی صدقہ ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔ رشوت کا تصور صرف اسی معاشرے میں پنپ سکتا ہے جہاں صلاحیت کی بجائے سفارش یا پھر روپے پیسے کو میرٹ بنالیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے"۔ (طبرانی)

اصطلاحی معنوں میں رشوت سے مراد وہ مال ہے جو اپنے جائز یا ناجائز کام کی تکمیل کے لئے کسی دوسرے شخص کو دیا جائے یا کوئی فرد کسی کا جائز یا ناجائز کام کرنے کے بدلے جو رقم حاصل کرے وہ بھی رشوت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ"۔ (البقرہ)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے رشوت کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے"۔ (کنزالعمال)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشوت لینے، رشوت دینے اور رشوت کی دلالی کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے"۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "قاضی کا کسی سے رشوت لے کر اس کے حق میں فیصلہ کرنا کفر کے برابر ہے اور عام لوگوں کا ایک دوسرے سے رشوت لینا حرام کمائی ہے"۔ (طبرانی)

یہی وجہ ہے کہ رشوت کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے چنانچہ کسی بھی معاشرے میں جب کوئی کام انصاف کے مطابق نہیں ہوتا تو اس معاشرے کی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔ لوگوں میں عدل و انصاف کو قائم رکھنے اور حق داروں کو ان کا حق پہنچانے کے لیے ہی تو اللہ تعالیٰ نے آخرت کی یقین دہانی کروائی ہے تاکہ لوگوں میں یہ شعور پیدا ہو کہ عدل و انصاف کے ساتھ معاملات نمٹانے میں ہی بھلائی ہے ورنہ دنیا میں نہ سہی آخرت میں اس کی سزا ضرور ملے گی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے کے لئے

سوت لینے کے ساتھ ساتھ رشوت دینے سے بھی احتراز کرنا چاہیے اور اس کی ہر جگہ مذمت کرنی چاہیے۔اس کے علاوہ رشوت کی وجوہات کا تجزیہ کر کے ان کی تلافی کی جائے تو بھی کافی حد تک ہم اپنے معاشرے سے اس ناسور کو ختم کر سکتے ہیں۔

ماہنامہ دارالعلوم ،شمارہ 7-8 ،جلد: 97 ،رمضان شوال 1434 ہجری مطابق جولائی-اگست 2013ء

رشوت پر وعید اور اس کا شرعی حکم

از: مولانا غفران ساجد قاسمی، حی النسیم ،ریاض، سعودی عرب

رشوت کیا ہے؟

آج جب کہ زمانہ بہت تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے اور آئے دن نت نئی ایجادات سامنے آرہی ہیں،ایسے ترقی یافتہ دور میں رشوت کی کوئی خاص شکل وصورت متعین نہیں ہے، اور اب صرف کاغذ کے چندنوٹوں کے لین دین کا نام رشوت نہیں ہے؛ بلکہ زمانہ اور حیثیت کے اعتبار سے رشوت کی شکلیں بھی مختلف ہوتی رہتی ہیں،اگر کوئی عام آدمی کسی کلرک کو رشوت دیتا ہے تو وہ وہ چندنوٹوں کی شکل میں ہوتا ہے،لیکن اگر یہی رشوت کوئی خاص شخص کسی بڑے عہدہ دار، مثلاً وزیر یا کسی بڑے صاحب منصب کو دیتا ہے تو وہ کبھی بنگلہ،موٹر کار یا پھر کسی بیرون ملک کے سیاحتی ٹکٹ وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے، جسے وہ ہدیہ یا نذرانہ کا خوبصورت نام دے دیتا ہے؛لیکن درحقیقت وہ رشوت کی ترقی یافتہ شکل ہوتی ہے؛اس لیے صرف کاغذ کے چندنوٹوں کے لین دین کو ہی رشوت نہیں کہہ سکتے ،اس کے علاوہ بھی ہر وہ شی جو اپنے جائز یا ناجائز مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کسی اہل منصب کو دیا جائے گا وہ رشوت ہی ہوگا۔

مجمع البحار میں علامہ فتنی نے بھی رشوت کی تعریف کی ہے:"رشوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی باطل غرض اور ناحق مطالبہ کے پورا کرنے کے لیے کسی ذی اختیار یا کار پرداز شخص کو کچھ دے"۔(مجمع البحار بحوالہ علامہ سید سلیمان ندوی)

رشوت کی مذمت اور اس کے لینے اور دینے والوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی سخت وعیدیں بتائی ہیں،حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ کی لعنت برستی ہے"۔(رواہ ابن ماجہ)

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ"رشوت لینے اور دینے والا دونوں ہی دوزخ میں جائیں گے"۔(طبرانی)

رشوت کی دلالی کرنے والا بھی ملعون:

اسلام کی نظر میں جس طرح رشوت لینے اور دینے والا ملعون اور دوزخی ہے، اسی طرح اس معاملہ کی دلالی کرنے والا بھی حدیث رسول کی روشنی میں ملعون ہے۔صحابی رسول حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے اور رشوت کی دلالی کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے"۔(رواہ احمد وطبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ قاضی کا کسی سے رشوت لے کر اس کے حق میں فیصلہ کرنا کفر کے برابر ہے، اور عام لوگوں کا ایک دوسرے سے رشوت لینا "سحت" یعنی حرام ناپاک کمائی ہے۔ (طبرانی) یہی وجہ ہے کہ پوری امت رشوت کے حرام ہونے پر متفق ہے۔

رشوت دینے کی گنجائش کب ہو سکتی ہے؟

لغت میں "رشوت" کے معنی ہیں وہ نذرانہ جو اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کسی کو پیش کیا جائے، خواہ وہ مقصد جائز ہو یا ناجائز؛ اسی لیے امام ابوسلیمان خطابی اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "رشوت لینے اور دینے والے دونوں شخص گناہ و سزا کے مستحق اس وقت ہوں گے، جب کہ دونوں کا مقصد باطل اور ناحق کی حمایت کرنا ہو، کسی پر ظلم کرنا یا کرانا ہو یا شرعی حکم کی پامالی ہو، مثلاً ایک شخص جس کا ایک چیز میں شرعاً کوئی حق نہیں بنتا، وہ صاحب اختیار کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لیتا ہے یا ایک چیز ایک شخص کی ملکیت یا اس کا حق ہے، اس کے پاس ثبوت بھی ہیں، جو اس نے فراہم کر دیے، مگر دوسرا شخص رشوت کے زور پر صاحب اختیار سے اس کے خلاف فیصلہ کرا لیتا ہے، تا کہ حق دار کو اس کا حق نہ مل سکے، مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ رشوت دینا بلاشبہ لعنت کا سبب ہے۔

اسی طرح رشوت لینے والا شخص بھی وعید کا مصداق اس وقت ہوگا، جب اس نے ایسے حق یا عمل کی انجام دہی پر رشوت لی ہو جو اس کے اوپر از روئے شریعت واجب ہے، یا وہ کوئی کام ایسا کر رہا ہے، جس کے کرنے کا کوئی جواز نہیں اور دوسرے کا اس سے نقصان ہو رہا ہے، جب تک اس کی مٹھی گرم نہ کی جائے، وہ اپنے اس ناحق عمل سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہ ہو، مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں ایسا شخص ملعون ہے۔

البتہ ایک شخص کا حق ہے کہ جو اسے ملنا چاہیے، رشوت دیے بغیر نہیں ملے گا، یا اتنی دیر سے ملے گا، جس میں اسے غیر معمولی مشقت برداشت کرنی پڑے گی۔ اسی طرح اس کے اوپر کسی فرد کی طرف سے ظالمانہ مطالبات عائد ہو گئے ہیں اور رشوت دیے بغیر ان سے خلاصی مشکل ہے تو امید ہے کہ دینے والا شخص گناہ گار نہ ہوگا، البتہ دیانت شرط ہے جس کی ذمہ داری خود اس پر ہوگی۔ اسی طرح ایک شخص حکام اور ارباب اختیار کے نزدیک اپنی ذاتی وجاہت کی وجہ سے باحیثیت مانا جاتا ہے، اگر ایسے شخص کے ذریعے اپنا جائز حق وصول کرنے کے لیے حاکم تک رسائی حاصل کی جائے اور وہ شخص جس پر اس کام کی شرعاً کوئی ذمہ داری نہیں ہے، حق الخدمت کے طور پر کچھ وصول کرتا ہے تو یہ اس کے لیے حلال ہوگا، کیوں کہ یہ نہ تو باطل کی اعانت ہے، نہ کسی پر ظلم ہے اور نہ ہی اس پر یہ کام کرنا از روئے شریعت واجب ہے، لیکن نہ لینا موجب اجر و ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سفارش کرو، ثواب پاؤ گے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جن ناگوار حالات میں رشوت دینی پڑتی ہے، ان میں دینے والا تو مجبور ہوتا ہے، مگر لینے والا مجبور نہیں ہوتا۔

رشوت اور قوم یہود کا شیوہ:

سید سلیمان ندوی نے اسلام سے قبل زمانۂ جاہلیت میں رشوت کے چلن پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ عرب کے کاہن اپنی

مفروضہ غیبی طاقت کی بنا پر بعض مقدموں کے فیصلے کرتے تھے، اہل غرض ان کو اس کے لیے مزدوری یا رشوت کے طور پر کچھ نذرانہ دیتے تھے، اس کو حلوان (مٹھائی) کہتے تھے، اسلام آیا تو اوہام کا یہ دفتر ہی اڑ گیا، اس پر بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاہن کے حلوان کی خاص طور سے ممانعت فرمائی۔ (ترمذی، باب ماجاء فی کراہیۃ مہر البغی)

اسی طرح عرب میں یہودیوں کے مقدمے ان کے احبار اور رئیس فیصل کرتے تھے، قانون کی زد سے بچنے کے لیے مال دار اور اہل ثروت طبقہ علانیہ رشوت دیتے اور ان کے کاہن اور قاضی یہ رشوت لے کر ان کے حق میں فیصلہ سنا دیتے تھے، اور اتنا ہی نہیں؛ بلکہ توراۃ کے احکام پر پردہ ڈالتے تھے۔ (صحیح بخاری) چنانچہ توراۃ کے قوانین میں تحریف کا ایک بڑا سبب یہی رشوت خوری تھی، قرآن مجید کی اس آیت میں اسی گناہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (بقرۃ:۲۱)

ترجمہ: خدا نے کتاب سے جو اتارا اس کو جو چھپاتے ہیں اور اس کے ذریعہ معمولی معاوضہ حاصل کرتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے ہیں، خدا ان سے قیامت کے دن بات نہ کرے گا، نہ ان کو پاک صاف کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

پیٹ میں آگ بھرنے سے مراد یہی حرام کی کمائی رشوت ہے۔

عہد نبوت میں خیبر کے یہودیوں سے زمین کی آدھے آدھ پیداوار پر مصالحت ہوئی تھی، جب پیداوار کی تقسیم کا وقت آتا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجتے، وہ ایمانداری سے پیداوار کے دو حصے کر دیتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ ان دو میں سے جو چاہو لے لو، یہودیوں نے اپنی عادت کے مطابق ان کو بھی رشوت دینی چاہی، آپس میں چندہ کر کے اپنی عورتوں کے کچھ زیورات اکٹھے کیے اور کہا کہ یہ قبول کرو، اور اس کے بدلہ تقسیم میں ہمارا حصہ بڑھا دو، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اے یہودیو! خدا کی قسم تم خدا کی ساری مخلوق میں مجھے مبغوض ہو، لیکن یہ مجھے تم پر ظلم کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتا اور جو تم نے رشوت پیش کی ہے وہ حرام ہے، ہم (مسلمان) اس کو نہیں کھاتے۔" یہودیوں نے ان کی تقریر سن کر کہا کہ "یہی وہ انصاف ہے جس سے آسمان و زمین قائم ہیں۔" (موطا امام مالک، کتاب المساقاۃ)

عاملین زکوٰۃ کا ہدیہ یا نذرانہ قبول کرنا:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمال کو رعایا سے ہدیہ اور تحفہ قبول کرنے کی ممانعت فرمائی ہے (ابوداؤد، کتاب الاقضیہ)، ایک دفعہ ایک عامل نے آ کر کہا کہ یہ صدقہ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے، یہ سن کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی، حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"عامل کا کیا حال ہے کہ ہم اس کو بھیجتے ہیں تو آ کر کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ میرا ہے، تو اپنے باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھ کر نہیں دیکھتا کہ اس کو تحفے ملتے ہیں یا نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ اس میں سے جو لے جائے

گا وہ قیامت میں اپنی گردن پر لاد کر لائے گا، اونٹ، گائے، بکری جو ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر تین بار فرمایا: "خداوندا میں نے پہنچا دیا۔" (صحیح بخاری، باب ہدایا العمال)

اس حدیث میں غور کریں اور موجودہ دور کے عمال (یعنی مدرسہ اور ملی تنظیموں کے سفراء) پر نظر ڈالیں کہ جب وہ رمضان میں سفر سے واپس اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو ان کے پاس ہدایا و تحائف کی کتنی بڑی تعداد ہوتی ہے بالخصوص مہتمم، نظماء اور سکریٹری حضرات، پھر فیصلہ کریں کہ ان کا یہ ہدایا اور تحائف قبول کرنا مذکورہ حدیث کی روشنی میں کیسا ہے؟

رشوت کی برائی قرآن میں:

رشوت کی ممانعت میں قرآن کریم کی ایک اور آیت صریح طور پر دلالت کرتی ہے:

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ: (البقرۃ:۱۸۸)

ترجمہ: اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہونچاؤ ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے۔

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس کسی کا حق ہو؛ لیکن حق والے کے پاس ثبوت نہ ہو، اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر وہ عدالت یا حاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کروالے۔ اور اس طرح دوسرے کا حق غصب کرلے۔ یہ ظلم ہے اور حرام ہے۔ عدالت کا فیصلہ ظلم اور حرام کو جائز اور حلال نہیں کر سکتا۔ یہ ظالم عند اللہ مجرم ہوگا۔ (ابن کثیر)

شریعت اسلام میں جتنے معاملات باطل یا فاسد اور گناہ کہلاتے ہیں ان سب کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان میں وجوہِ مذکورہ میں کسی وجہ سے خلل ہوتا ہے، کہیں دھوکہ فریب ہوتا ہے، کہیں نامعلوم چیز یا نامعلوم عمل کا معاوضہ ہوتا ہے، کہیں کسی کا حق غصب ہوتا ہے، کہیں کسی کو نقصان پہونچا کر نفع حاصل کیا جاتا ہے، کہیں حقوق عامہ میں ناجائز تصرف ہوتا ہے، سود، قمار وغیرہ کو حرام قرار دینے کی اہم وجہ یہ ہے کہ وہ حقوق عامہ کے لیے مضر ہیں، ان کے نتیجہ میں چند افراد پلتے بڑھتے ہیں، اور پوری ملت مفلس ہوتی ہے، ایسے معاملات فریقین کی رضامندی سے بھی اس لیے حلال نہیں کہ وہ پوری امت کے خلاف ایک جرم ہے، آیت مذکورہ ان تمام ناجائز صورتوں پر حاوی ہے۔

یہ آیت اپنے ترجمہ کے لحاظ سے رشوت کی ممانعت میں صاف وصریح ہے؛ کیوں کہ رشوت بھی ایک ایسا عمل ہے جس کا اثر حقوق عامہ پر براہ راست پڑتا ہے، اور اس کی وجہ سے حقدار کا حق مارا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں رشوت کا اطلاق کن چیزوں پر ہوگا؟

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں کن طریقوں کو رشوت کہیں گے، تو اس کا سیدھا اور آسان جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا احادیث اور قرآنی آیتوں کی روشنی میں ہر وہ لین دین جو شریعت کے خلاف ہو، اور کسی کا حق مارنے کے لیے

ہو یا اسی طرح کہ غیر شرعی افعال کو انجام دینے کے لیے کچھ لیا یا دیا جار ہا ہو وہ سب رشوت کے دائرہ میں آئیں گے۔

مثلاً: اس وقت ذرائع ابلاغ سب سے موثر اور طاقتور ذریعہ ہے اپنی بات لوگوں تک پہونچانے اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کا۔ تو ہر وہ شخص جو غیر شرعی طور پر اپنی بات اخبار میں شائع کرانے کے لیے یا اپنے کسی مد مقابل کو نیچا دکھانے کے لیے کوئی خبر اخبار میں شائع کراتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی خبریں جو شخصی ہوتی ہیں اخبار والے بھی بغیر کچھ لیے دیے شائع نہیں کرتے تو یہ دینا اور اخبار والے کا لینا دونوں شرعاً بھی حرام ہیں اور صحافتی وقانونی نقطہ نظر سے بھی حرام ہے۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال تھی، آج کی دنیا میں قدم قدم پر رشوت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اس کا چلن سب سے زیادہ سرکاری دفاتر اور محکموں میں دیکھنے کو ملتا ہے اور یہ جگہیں ایسی ہیں جہاں ایک نیک اور دین دار شخص کو بھی اپنا حق حاصل کرنے کے لیے رشوت کا سہارا لینا پڑتا ہے؛ کیوں کہ اگر وہ رشوت نہیں دیتے ہیں تو وہ اپنے حق سے محروم رہ جائیں گے، ایسے معاملات میں جہاں اپنا حق حاصل کرنے کے لیے بہ جبر واکراہ رشوت دینی پڑتی ہے، اسے تو فقہاء نے کسی حد تک جائز قرار دیا ہے؛ لیکن رشوت لینا ہر حال میں حرام اور ناجائز ہے۔

جان یا مال پر خوف کی وجہ سے رشوت دینے کی گنجائش:

"رشوت لینا جس طرح حرام ہے، اسی طرح اصولی طور پر رشوت کا دینا بھی حرام ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں ایک متفق علیہ اصول ہے کہ جس چیز کا لینا جائز نہیں اس کا دینا بھی جائز نہیں۔ "مَا حَرُمَ أَخْذُہُ حَرُمَ إِعْطَائُہُ" البتہ چوں کہ رشوت لینا کبھی بھی مجبوری نہیں بن سکتی اور رشوت دینا بعض دفعہ مجبوری بن جاتی ہے؛ اس لیے فقہاء نے ضرورت اور مجبوری کے مواقع پر رشوت دینے کی اجازت دی ہے اور اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو پیش نظر رکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ شر پسند شعراء کو اس لیے کچھ دیا کرتے تھے کہ وہ بے ہودہ ہجو پر مبنی اشعار کہنے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے سے اجتناب کریں۔

رشوت دینے کی گنجائش کب ہوگی؟ اس سلسلہ میں فقہاء نے یہ اصول متعین کیا ہے کہ اگر رشوت نہ دے تو ناحق طریقہ پر اس کو جانی یا مالی نقصان کا اندیشہ ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ جس ذمہ دار کے پاس اس کی درخواست زیر غور ہے، وہ اس کے ساتھ انصاف سے کام نہ لے گا اور اس کے اور دوسرے امیدواروں کے درمیان مساویانہ سلوک روا نہیں رکھے گا۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

"اَلرِّشْوَۃُ لِخَوْفٍ عَلٰی نَفْسِہٖ أَوْ مَالِہٖ أَوْ لِیُسَوِّیَ أَمْرَہٗ عِنْدَ السُّلْطَانِ أَوْ أَمِیْرٍ"

(رد المحتار ۱/۴ ۳۴۰ بحوالہ جدید فقہی مسائل ۱۱/ ۳۰۰)

جان یا مال پر خوف کی وجہ سے نیز اس لیے کہ سلطان یا امیر کے پاس معاملہ کی صحیح صورت حال رکھے رشوت دینے کی گنجائش ہے یہ ممنوع صورتوں سے مستثنیٰ ہے۔

بَابٌ فِي هَدَايَا الْعُمَّالِ

باب: (ریاستی) اہلکاروں کو ملنے والے تحائف

3581 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنِي قَيْسٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ عَمِيرَةَ الْكِنْدِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عُمِلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلَى عَمَلٍ، فَكَتَمَنَا مِنْهُ مِخْيَطًا، فَمَا فَوْقَهُ فَهُوَ غُلٌّ يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَسْوَدُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اقْبَلْ عَنِّي عَمَلَكَ، قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟، قَالَ: سَمِعْتُكَ تَقُولُ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: وَأَنَا أَقُولُ ذَلِكَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَلْيَأْتِ بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ فَمَا أُوتِيَ مِنْهُ أَخَذَهُ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهَى

حضرت عدی بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اے لوگو! تم میں سے جس کسی کو بھی ہمارے کام کا عامل مقرر کیا جائے، اور پھر وہ اس میں سے ایک دھاگہ یا اس سے کم تر کوئی چیز چھپالے، تو یہ خیانت ہوگی جسے ساتھ لے کر وہ قیامت کے دن آئے گا، تو انصار سے تعلق رکھنے والا سیاہ رنگ کا ایک شخص کھڑا ہوا، یہ منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام مجھ سے واپس لے لیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوا کیوں؟ اس نے عرض کی: میں نے آپ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں یہ کہتا ہوں کہ ہم جس کو کسی کام کے لیے عامل مقرر کریں، تو وہ تھوڑی اور زیادہ تمام چیزیں لے کر آئے، اور اس کو جو دیا جائے، وہ حاصل کرلے اور جس چیز سے منع کیا جائے، اس سے باز آجائے۔

بَابٌ كَيْفَ الْقَضَاءُ

باب: فیصلہ کیسے دیا جائے؟

3582 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام، قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تُرْسِلُنِي وَأَنَا حَدِيثُ السِّنِّ، وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ، وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ، فَإِذَا جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْكَ الْخَصْمَانِ، فَلَا تَقْضِيَنَّ حَتَّى تَسْمَعَ مِنَ الْآخَرِ، كَمَا سَمِعْتَ مِنَ الْأَوَّلِ، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ

3581- اسنادہ صحیح، قیس: هو ابن ابی حازم، و یحیی: هو ابن سعید القطان، و اخرجه مسلم (1833) من طریق عن اسماعیل بن ابی خالد، به، و هو فی "مسند احمد" (17717)، و "صحیح ابن حبان" (5078).

3582- و اخرجه الترمذی (1380) من طریق (الدا بن قدامة، والنسائی فی "الکبری" (8366) من طریق شریک، کلاهما عن سماک، به

قَالَ: فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا، أَوْ مَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قاضی بنا کر یمن بھیجا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ مجھے بھیج رہے ہیں، میری عمر کم ہے اور مجھے قضاء (یعنی فیصلہ کرنے) کے بارے میں علم بھی نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت نصیب کرے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا، جب تم دو مخالف فریقوں کے درمیان بیٹھو، تو تم اس وقت تک فیصلہ ہرگز نہ کرنا، جب تک تم دوسرے فریق کو نہیں سن لیتے، جس طرح تم نے پہلے کو سنا ہے، کیونکہ یہ اس بات کے زیادہ لائق ہوگا کہ تمہارے لیے فیصلہ واضح ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں قاضی رہا (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں) اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوا۔

بَابٌ فِي قَضَاءِ الْقَاضِي إِذَا أَخْطَأَ

باب: جب قاضی (فیصلہ دیتے ہوئے) غلطی کر جائے

3583 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ بِشَيْءٍ، فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ،

حضرت سیدہ زینب بنت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''میں بھی ایک انسان ہوں، تم لوگ اپنے مقدمات میرے پاس لے کر آتے ہو، ہو سکتا ہے تم میں سے کوئی ایک اپنی بات ثابت کرنے میں، دوسرے سے زیادہ تیز ہو، تو میں نے جب اس سے بات سنی ہو تو اس کے مطابق میں اس کے حق فیصلہ دے دوں، تو جس شخص کے حق میں، میں اس کے بھائی کے حق سے متعلق کسی چیز کا فیصلہ دوں، تو وہ اس میں سے کچھ بھی حاصل نہ کرے، کیونکہ میں نے اس کے لیے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دیا ہوگا''۔

3584 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

3583-اسنادہ صحیح. واخرجہ البخاری (2680) و (6967) و (7169)، ومسلم (1713)، وابن ماجہ (2317)، والترمذی (1388)، والنسائی (5401) و (5422) من طریق ھشام بن عروۃ، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (25670)، و "صحیح ابن حبان" (5070). واخرجہ البخاری (2458) و (7181) و (7185)، ومسلم (1713) من طریق الزھری، عن عروۃ، بہ. وھو فی "مسند احمد" (26626).

3584-اسنادہ حسن اسامۃ بن زید -وھو اللیثی- صدوق حسن الحدیث، وباقی رجالہ ثقات. واخرجہ ابن ابی شیبۃ 7/ 233 - 234، واسحاق بن راھویہ فی "مسندہ" (1823)، وابو یعلی (7027)، وابن الجارود (1000)، والطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" (755-760)، وفی "شرح معانی الآثار" 4/ 155، والطبرانی فی "الکبیر" 23/ (663)، والدارقطنی (4580) و (4581)، والحاکم 4/ 95، والبیھقی 666/، والبغوی فی "شرح السنۃ" (2508) من طرق عن اسامۃ بن زید اللیثی، بہ

رَافِعٍ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي مَوَارِيثَ لَهُمَا، لَمْ تَكُنْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ إِلَّا دَعْوَاهُمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ، فَبَكَى الرَّجُلَانِ، وَقَالَ: كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَقِّي لَكَ، فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا إِذْ فَعَلْتُمَا مَا فَعَلْتُمَا فَاقْتَسِمَا، وَتَوَخَّيَا الْحَقَّ، ثُمَّ اسْتَهِمَا، ثُمَّ تَحَالَّا.

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: دو آدمی وراثت کا مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، دونوں کے پاس ثبوت کوئی نہ تھا، صرف ان دونوں کا دعویٰ تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ دونوں شخص رونے لگ پڑے، اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے یہ کہا: میرا حق بھی تمہارا ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: اگر تم ایسا کر رہے ہو تو پھر تم حق کو دو حصوں میں تقسیم کرو، پھر قرعہ اندازی کر لو اور پھر ایک دوسرے سے معافی تلافی کر لو''۔

3585 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا أُسَامَةُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: يَخْتَصِمَانِ فِي مَوَارِيثَ وَأَشْيَاءَ قَدْ دَرَسَتْ، فَقَالَ: إِنِّي إِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ بِرَأْيِي فِيمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهِ

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتی ہیں: تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں، ان دونوں کا وراثت کے بارے میں چند دوسری چیزوں کے بارے میں اختلاف چل رہا تھا، جس کے نشانات ختم ہو چکے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے درمیان اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا، اس چیز کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔

3586 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ الرَّأْيَ إِنَّمَا كَانَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصِيبًا لِأَنَّ اللّٰهَ كَانَ يُرِيهِ، وَإِنَّمَا هُوَ مِنَّا الظَّنُّ وَالتَّكَلُّفُ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے منبر پر ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! نبی اکرم ﷺ کی رائے بالکل درست ہوتی تھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں ٹھیک راہ دکھا دیتا تھا، ہماری رائے صرف گمان اور اپنی سوچ پر مبنی ہوتی ہے''

3587 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عُثْمَانَ الشَّامِيُّ: وَلَا

3585-اسناده حسن كسابقه. عيسى: هو ابن يونس بن ابي اسحاق السبيعي. واخرجه ابو يعلى (6897)، والبيهقي 10/ 260 من طريق اسامة بن زيد، به.

3586-رجاله ثقات الا ان فيه انقطاعاً، ابن شهاب الزهري لم يدرك عمر بن الخطاب. واخرجه البيهقي 10/ 117 من طريق ابن وهب، بهذا الاسناد.

إِنَّمَا الَّذِي رَأَيْتُ شَامِيًّا أَفْضَلَ مِنْهُ يَعْنِي حَرِيزَ بْنَ عُثْمَانَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابُ كَيْفَ يَجْلِسُ الْخَصْمَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْقَاضِي؟

باب: مقابل فریق، قاضی کے سامنے کیسے بیٹھیں گے؟

3588 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَكَمِ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ (کسی مقدمے کے) دونوں مخالف فریق، حاکم (قاضی) کے سامنے بیٹھیں گے۔

بَابُ الْقَاضِي يَقْضِي وَهُوَ غَضْبَانُ

باب: قاضی کا غصے کے عالم میں فیصلہ کرنا

3589 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْضِي الْحَكَمُ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ

عبدالرحمن بن ابوبکرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو خط میں یہ لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی قاضی غصے کے عالم میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ دے''

بَابُ الْحُكْمِ بَيْنَ أَهْلِ الذِّمَّةِ

باب: ذمی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا

3587-هذا ليس بحديث وانما هو تنوية بفضل حريز بن عثمان. وحريز بن عثمان هو الحمصي من صغار التابعين، قال ابن حجر في "هدى الساري" ص: 396 وثقه احمد وابن معين والائمة، لكن قال الفلاس وغيره: انه كان ينتقص علياً، وقال ابو حاتم: لا اعلم بالشام اثبت منه، ولم يصح عندي ما يقال عنه

3588-اسناده ضعيف لضعف مصعب بن ثابت - وهو ابن عبد الله بن الزبير بن العوام ولانقطاعه، مصعب بن ثابت لم يدرك جده عبد الله بن الزبير. بينهما ثابت ما سياتي. واخرجه احمد (16104)، والطبراني في "الكبير" - قطعة من الجزء 13 - (246)، والبيهقي 10/135 من طريق عبد الله بن المبارك، به. واخرجه الحاكم 4/94 من طريق عبدان، عن مصعب بن ثابت، عن ابيه ثابت، ان اباه عبد الله بن الزبير... وقال: هذا حديث صحيح ولم يخرجاه وسكت عنه الذهبي او له شاهد لا يفرح به من حديث ام سلمة عند ابي يعلى (5867) و (6924)، والطبراني في "الكبير" 23/(622)، والدارقطني (4466) و (4467)، والبيهقي 10/135،

3590 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ، أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ)، فَنُسِخَتْ، قَالَ: (فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ) (المائدة: 48)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''اگر وہ تمہارے پاس آئیں، تو تم ان کے درمیان فیصلہ کر دو، یا پھر ان سے اعراض کرو (تمہاری مرضی ہے) یہ آیت منسوخ ہوگئی اور ارشاد ہوا:

''اللہ تعالیٰ نے جو نازل کیا ہے، اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرو''

3591 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ، أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ) الْآيَةَ، قَالَ: كَانَ بَنُو النَّضِيرِ إِذَا قَتَلُوا مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ أَدَّوْا نِصْفَ الدِّيَةِ، وَإِذَا قَتَلَ بَنُو قُرَيْظَةَ مِنْ بَنِي النَّضِيرِ أَدَّوْا إِلَيْهِمُ الدِّيَةَ كَامِلَةً، فَسَوَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''جب وہ تمہارے پاس آئیں، تو تم ان کے درمیان فیصلہ کرو، یا ان سے اعراض کرو (تمہاری مرضی ہے) اگر تم ان سے اعراض کرتے ہو، تو وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اگر تم فیصلہ کرتے ہو، تو ان کے درمیان انصاف کے مطابق فیصلہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے وضاحت کی: پہلے یہ ہوتا تھا کہ بنو نضیر سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص جب بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تھا، تو وہ لوگ نصف دیت ادا کرتے تھے اور بنو قریظہ کا کوئی فرد بنو نضیر کے کسی فرد کو قتل کر دیتا تھا، تو وہ لوگ مکمل دیت ادا کرتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ان دونوں کو برابر قرار دیا۔

بَابُ اجْتِهَادِ الرَّأْيِ فِي الْقَضَاءِ

باب: فیصلہ کرتے ہوئے اپنی رائے سے اجتہاد کرنا

3589-اسنادہ صحیح. سفیان: هو الثوری، ومحمد بن كثیر: هو العبدی. واخرجه البخاری (7158)، ومسلم (1717)، وابن ماجه (2316)، والترمذی (1383)، والنسائی (5406) و (5421) من طرق عن عبد الملک بن عمیر، به. وهو فی "مسند احمد" (20379)، و "صحیح ابن حبان" (5063).

3591-حدیث صحیح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن اسحاق، وقد صرح بالسماع عند ابن هشام فی "السیرة" 2/215، وعند النسائی (4733)، وقد توبع. وهو فی "السیرة النبویة" لابن هشام 2/215. واخرجه النسائی فی "الکبری" (6959) من طریق ابراهیم بن سعد الزهری، عن محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (3434). واخرجه باطول مما هنا احمد (2212)

3592 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو ابْنِ أَخِي الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أُنَاسٍ مِنْ أَهْلِ حِمْصٍ، مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ؟، قَالَ: أَقْضِي بِكِتَابِ اللَّهِ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟، قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَ: أَجْتَهِدُ رَأْيِي، وَلَا آلُو فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ، وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ، رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللَّهِ،

❁❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ کیا، تو آپ نے دریافت کیا: جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ آئے گا، تو تم کیسے فیصلہ کرو گے، انہوں نے عرض کی: میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اگر تم اللہ کی کتاب میں (اس کا حکم) نہ پاؤ، تو انہوں نے عرض کی: میں اللہ کے رسول کے سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اگر تم (اس مسئلے کا حل) اللہ کے رسول کی سنت میں اور اللہ کی کتاب میں بھی نہ پاؤ؟ تو انہوں نے عرض کی: میں اپنی رائے کے ذریعے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

''ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو، اس بات کی توفیق عطا کی جو اللہ کے رسول کو راضی کردے''۔

3593 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو عَوْنٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

❁❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا (تو اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

اجتہاد کی تربیت

ان اصولی ہدایات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو اجتہاد کے موقعے پر اجتہاد کرنے کی ہدایت کی اور عملاً اس کی تربیت دی۔

3592- وقد خرج البخاري (360) الذي شرط الصحة حديث عروة البارقي: سمعت الحي يحدثون عن عروة، ولم يكن ذلك الحديث في المجهولات. وقال مالك في "القسامة" /2: 877 اخبرني رجل من كبراء قومه، وفي "صحيح مسلم" (945) (52) عن ابن شهاب

3593- اسناده كسابقه. قال الخطابي: قوله: "اجتهد رايي" يريد الاجتهاد في رد القضية من طريق القياس الى معنى الكتاب والسنة، ولم يرد الراى الذي يسنح له من قبل نفسه او يخطر بباله من غير اصل من كتاب او سنة، وفي هذا اثبات القياس، وايجاب الحكم به. وفيه دليل على ان للحاكم ان يقلد غيره فيما يريد ان يحكم به، وان كان المقلد اعلم منه وافقه، حتى يجتهد فيما يسمعه منه، فان وافق رايه واجتهاده امضاه، والا توقف عنه، لان التقليد خارج من هذه الاقسام المذكورة في الحديث. وقوله: "لا آلو" معناه: لا اقصر في الاجتهاد، ولا اترك بلوغ الوسع فيه

ایک خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی، لیکن اپنی نذر پوری کرنے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہوگیا، کیا میں اُس کی طرف سے حج کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: بتاؤ اگر تمھاری ماں پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تم اُسے ادا نہ کرتیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں ضرور کرتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس قرض کو بھی ادا کرو۔ یہ تو دوسرے قرضوں سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ وہ ادا ہو۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں بعض پہلوؤں سے مشابہت ہے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جانا چاہیے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں اپنے مال کا حق ادا کرے تو یہ مال آخرت میں اس کی فلاح اور کامیابی کا ذریعہ ہوگا، لیکن جس مال کا حق ادا نہ کیا جائے وہ آخرت میں وبال ثابت ہوگا۔ اس سلسلے میں آپ نے دولت کی مختلف صنفوں: سونے، چاندی، اونٹ، گائے، بکری اور گھوڑے کا تفصیل سے ذکر کیا کہ وہ کس صورت میں ہلاکت کا باعث ہوں گے اور کب سبب نجات بنیں گے؟ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے گدھے اور خچر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سلسلے میں الگ سے کوئی ہدایت نہیں نازل ہوئی ہے، البتہ یہ جامع اور اپنی نوعیت کی منفرد آیت موجود ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ (الزلزال:۷۔۸)

جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے (وہاں) وہ دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا اسے بھی وہ دیکھ لے گا۔

یہ درحقیقت اصول وکلیات سے تفصیلات اخذ کرنے کی ہدایت ہے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے کسی معاملے میں اجتہاد سے کام لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی ہمت افزائی فرمائی۔

جنگِ 'احزاب' کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں سے کہا کہ وہ فوراً 'بنی قریظہ' پہنچ جائیں اور وہیں عصر کی نماز پڑھیں، لیکن یہ لوگ راستے ہی میں تھے کہ عصر کا وقت ہوگیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ ہم 'بنو قریظہ' پہنچنے میں جلدی کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ نہیں تھا کہ اس کی وجہ سے نمازِ عصر میں تاخیر کردی جائے۔ چناں چہ ان لوگوں نے وقت پر نماز پڑھ لی، لیکن بعض دوسرے لوگوں نے اس سے اختلاف کیا، چوں کہ آپ نے عصر کی نماز 'بنو قریظہ' میں پڑھنے کی ہدایت کی تھی، اس لیے وہیں پہنچ کر رات میں انھوں نے نماز پڑھی، پہلے گروہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کو سمجھنے کی کوشش کی اور دوسرے گروہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو سامنے رکھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی گروہ کو ملامت نہیں کی۔

دو صحابہ رضی اللہ عنہم سفر میں تھے، نماز کا وقت آیا تو وضو کے لیے پانی نہیں تھا، چناں چہ انھوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی، لیکن وقت کے ختم ہونے سے پہلے ہی پانی مل گیا، تو ایک صاحب نے نماز دہرائی اور دوسرے نے نہیں دُہرائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو درست قرار دیا۔ جنھوں نے نماز نہیں دہرائی اُن سے کہا: تم نے سنت کے مطابق عمل کیا، تمھارے لیے یہ نماز کافی ہے،

دوسرے سے کہا کہ تمھیں دوگنا اجر ملے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کے عمل کو جاری رکھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع رہا ہے کہ جس مسئلے میں شریعت کا منصوص حکم نہ ہو وہاں رائے اور اجتہاد سے کام لیا جائے، اسی پر انھوں نے اپنے دور میں عمل کیا۔ یہ اس قدر تواتر سے ثابت ہے کہ اس میں شک وشبہ کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی متعدد مثالیں پیش کی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے اہم مسئلہ خلافت کا پیش آیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مستحق خلافت ہونے کی ایک دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دی کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنی زندگی میں نماز کی امامت کے لیے آگے بڑھایا تھا۔ یہ ان کے نزدیک اس بات کا ثبوت تھا کہ خلافت کے لیے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی سب سے زیادہ آپ کی نظر میں مستحق تھے۔ اس طرح انھوں نے 'امامت صغریٰ' پر 'امامت کبریٰ' کو قیاس کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے 'مانعین زکوٰۃ' سے جنگ کرنی چاہی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے اختلاف کیا۔ ان کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد تھا کہ اسلام لانے کے بعد لوگوں کے جان و مال محفوظ ہیں، الّا یہ کہ حق اس کا تقاضا کرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اُسی میں زکوٰۃ بھی داخل ہے۔ جس طرح نماز کے انکار پر جنگ کی جائے گی، اسی طرح زکوٰۃ کے انکار پر بھی جنگ کی جائے گی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا ایک ساتھ اور یکساں اہمیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں خلیفۂ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ رفاہِ عام کے لیے لی تھی، اس مقصد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ اس طرح یہ پورا مسئلہ اجتہادی تھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے وظائف متعین ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اُن کی دینی خدمات اور قربانیوں کے لحاظ سے اُن کے وظائف متعین کیے جائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ خدمات اور قربانیاں اللہ کے لیے انجام دی گئی تھیں، اس کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا۔ دنیا کی ضروریات سب کے ساتھ لگی ہوئی ہیں، اس لیے اس معاملے میں برابری ہونی چاہیے، چناں چہ انھوں نے بغیر کسی فرق کے سب کا ایک وظیفہ مقرر کیا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس فیصلے کو بدل دیا اور دینی خدمات اور قربانیوں کے لحاظ سے وظائف کا تعین کیا۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کے اور بھی اجتہادات نقل کیے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو اُن کے اجتہادات میں سے صرف چند ہیں، سب کا نقل کرنا ممکن نہیں ہے۔

فتویٰ دینے والے صحابہ

جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف موضوعات پر فتوے دیے ان کی تعداد ایک سوتیس (۱۳۰) سے زیادہ ہے، ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن

ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابومحمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے فتووں سے ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ ابوبکر محمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتووں کے بیس مجموعے مرتب کیے تھے۔ ان کے علاوہ بیس صحابہ وہ ہیں جنھوں نے اتنے زیادہ فتوے تو نہیں دیے، لیکن پھر بھی ان میں سے ہر ایک کے فتووں سے ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثان رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ داخل ہیں۔ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بہت کم فتوے دیے ہیں۔ کسی نے ایک مسئلے میں، کسی نے دو مسئلوں میں، کسی نے کچھ زیادہ مسائل میں فتوے دیے۔ ان سب فتووں کو اکٹھا کیا جائے تو ایک مختصر سا مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔

تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں بھی بڑے بڑے فقہا پیدا ہوئے۔ صرف مدینے میں بیک وقت سات فقہاء تھے۔ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، شام، مصر، یمن، خراسان اور دوسرے علاقوں میں فقہاء کی بڑی تعداد تھی جنھوں نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک مدت گزاری، جن کی کتاب وسنت پر گہری نظر تھی اور جو اجتہاد و استنباط کر سکتے تھے۔ ان سے انھوں نے بھرپور استفادہ کیا اور فتویٰ دینے اور اجتہاد کرنے کی تربیت حاصل کی۔ خود اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُن کے علم و فضل کی تعریف کی۔ ان میں اصحاب درس بھی تھے، جن کے طالب علموں اور شاگردوں کا بڑا وسیع حلقہ تھا۔ ان میں مفتی بھی تھے، جن کی طرف دینی احکام معلوم کرنے کے لیے لوگ رجوع کرتے تھے۔ ان میں قاضی بھی تھے، جن کو مختلف مسائل کے سلسلے میں کتاب وسنت کی روشنی میں فیصلے کرنے پڑتے تھے۔

غرض سینکڑوں تابعین رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کو مورخین نے مفتی، مجتہد، فقیہ اور عالم کے القاب سے یاد کیا ہے۔ ان میں سے بعض افراد تو اپنے علم وفہم، فقہی بصیرت اور اجتہادی صلاحیت میں خاص شہرت رکھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے بڑے راوی حدیث ہیں۔ حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ ان کے داماد تھے۔ انھوں نے سب سے زیادہ ان کی حدیثیں روایت کی ہیں۔ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی انھوں نے استفادہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فتاویٰ اور صحابہ کے اسوہ سے سب سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے، خصوصیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کے حامل سمجھے جاتے تھے، خود بھی فقیہ تھے، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو سب سے بڑا فقیہ کہا ہے۔

فقہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام بہت نمایاں ہے۔ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے ممتاز شاگردوں میں شمار ہوتا ہے۔ خاص طور پر فقہ میں انھوں نے ان سے تربیت حاصل کی تھی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جتنا کچھ میں جانتا ہوں اتنا علقمہ رضی اللہ عنہ بھی جانتے ہیں، اور جو کچھ میں پڑھ سکتا ہوں وہ علقمہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ قابوس بن ظبیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے پوچھا: کیا بات ہے کہ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس

میں پہنچ جاتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ بھی علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مسائل معلوم کرتے اور فتوی حاصل کرتے تھے۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم سے انھوں نے استفادہ کیا تھا۔ ان کو ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے 'علامۂ تابعین' کہا ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ اُن کے دور میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے لیکن اس کے باوجود اُن سے فتوے لیے جاتے تھے۔ ان کا اپنا ایک حلقہ تھا۔ جہاں تک قیاس اور اجتہاد کا تعلق ہے، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام اُن سے بھی اونچا تھا۔ ابن عون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: شعبی رحمۃ اللہ علیہ خوش مزاج اور ہنسنے بولنے والے آدمی تھے، لیکن کوئی فتوی سامنے آتا تو وہ خاموش ہو جاتے، اس کے برخلاف ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ خاموش طبع تھے، لیکن فتوی دیتے وقت اُن کی خاموشی ختم ہو جاتی اور کھل کر اظہار خیال فرماتے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا تھا۔ بے شمار مسائل میں فتوے دیے، بعض علماء نے ان کے فتاوی سات ضخیم مجموعوں میں مرتب کیے تھے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے ہر فتوی کی بنیاد کوئی حدیث ہوتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ اپنی دانست میں جس بات کو ہم سائل کے حق میں خود اس کی رائے سے بہتر سمجھتے ہیں، اُسے پیش کرتے ہیں۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا محدثین میں بڑا اونچا مقام ہے۔ اس کے ساتھ وہ مفتیٔ وقت اور مجتہد بھی تھے۔ محمد بن نوح رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے فتاوی کو تین جلدوں میں فقہی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا تھا۔

ربیعہ بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ فقیہ اور مجتہد تھے، اور رائے اور قیاس میں بڑی بصیرت رکھتے تھے، اسی وجہ سے ان کو 'ربیعۃ الرأی' کہا جاتا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ربیعہ ہماری مشکلات حل کرتے تھے، وہ صاحب علم اور ہم سب میں افضل تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ میں ان سے استفادہ کیا تھا۔ ان کے انتقال پر انھوں نے کہا: فقہ کی لذت ختم ہو گئی۔

حدیث و فقہ کے وسیع ذخیرہ میں تابعین رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی اور اجتہادات بکھرے ہوئے ہیں۔ ان سب کو جمع کر کے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے کن مسائل میں استنباط کیا اور اس سلسلے میں ان کے سامنے کیا اصول تھے؟ ان کے فتاوی اور اجتہادات باقاعدہ مرتب ہو جائیں تو ان کے اجتہادی کام سے بہتر طریقہ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

تابعین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی لیلی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ جیسے بہت سے ائمہ فقہ پیدا ہوئے۔ ان ائمہ رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار مسائل میں نہ صرف یہ کہ اپنی رائے ظاہر کی، بلکہ مسائل کے استنباط کے اُصول بھی بتائے۔ ان ہی کے دور میں ایک فن کی حیثیت سے فقہ کی ترتیب کا عمل شروع ہوا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ

علماء نے فقہ کے اصول اور استنباط و اجتہاد کے طریقے مدون کیے۔ اس کے بعد 'فقہ' کے ساتھ ساتھ 'اصولِ فقہ' نے بھی ایک مخصوص علم اور فن کی شکل اختیار کر لی۔

ان ائمہ کے اندازِ فکر میں تھوڑا بہت اختلاف رہا ہے، لیکن اتنی بات طے ہے کہ یہ سب مجتہد تھے اور انھوں نے قیاس اور اجتہاد کو ایک اصول کی حیثیت سے تسلیم کیا اور اس پر عمل کرتے رہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مسلمان کو جو بھی مسئلہ درپیش ہو، شریعت میں اس کا حکم صراحتاً یا دلالتاً موجود ہوگا۔ اگر بعینہٖ اس مسئلہ کے بارے میں کوئی حکم ہو تو اُسے اس کی اتباع کرنی چاہیے، اگر ایسا نہ ہو تو اسے اجتہاد کے ذریعہ حق بات دریافت کرنی چاہیے۔ اسی کو اجتہاد اور قیاس کہا جاتا ہے۔

امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر ہمارے زمانے تک فقہاء تمام دینی احکام میں قیاس سے کام لیتے رہے ہیں، اس بات پر ان کا اجماع رہا ہے کہ حق کی نظیر حق اور باطل کی نظیر باطل ہے۔ اس لیے قیاس کا انکار کسی بھی شخص کے لیے صحیح نہیں ہے۔ یہ ایک طرح کی تشبیہ اور تمثیل ہے۔

محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جو شخص کتاب وسنت اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عالم ہو اور فقہائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو چیزیں مستحسن رہی ہیں ان کو جانتا ہو، تو اسے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کا حق ہے۔ وہ نماز، روزہ، حج اور تمام مامورات ومنہیات کے بارے میں فتویٰ دے سکتا اور اسے نافذ کر سکتا ہے، اگر اس نے غور وفکر اور اجتہاد میں اور مسئلہ سے ملتے جلتے احکام پر قیاس کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے تو اس پر عمل بھی کر سکتا ہے، چاہے وہ عملاً صحیح نتیجہ تک نہ پہنچ سکا ہو۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک کہا ہے کہ قیاس کا انکار بدعت ہے۔

مختلف اسباب کی بنا پر اس دور کے ائمہ میں ائمہ اربعہ کو خاص شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور ان کے ذریعہ فقہ اور اجتہاد کے اس عمل کو جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے شروع ہوا تھا، بڑی ترقی ہوئی۔

فقہِ حنفی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا بیج بویا، علقمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی آب پاشی کی، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کھیتی کو کاٹا، حماد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کوفی نے اس کے دانے الگ کیے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا آٹا بنایا، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے خمیر کی شکل دی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روٹی تیار کی، ان کے بعد سب لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے چلے جارہے ہیں۔

یہی بات دوسری فقہوں کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے کہ ان کے ائمہ نے اپنے اپنے طور پر بتدریج فقہ کو کمال تک پہنچانے کی کوشش کی۔

ان ائمہ اور ان کے تلامذہ نے اجتہاد اور مسائل کے استنباط کے جو اصول وضع کیے ان کی روشنی میں مزید استنباط کا کام صدیوں تک جاری رہا۔ ہر فقہ کے ماننے والوں میں مختلف سطح کے علماء پیدا ہوتے رہے۔

فقہاء احناف کے درجات

فقہ حنفی میں مجتہدین اور ان کی اتباع کرنے والے علماء و فقہاء کے سات طبقات بتائے گئے ہیں:

پہلا طبقہ 'مجتہدین فی الشرع' کا ہے، جنھوں نے شریعت کے احکام سے براہِ راست اجتہاد کیا۔ جیسے ائمہ اربعہ یا ان جیسے دوسرے ائمہ، جنھوں نے کتاب و سنت کو سامنے رکھا اور ان کی روشنی میں اجتہاد کے اصول وضع کیے اور ان پر عمل کیا۔

دوسرا طبقہ 'مجتہدین فی المذہب' کا ہے۔ فقہ حنفی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے تلامذہ کا شمار اسی طبقہ میں ہوتا ہے۔ یہ لوگ فروع اور جزئیات میں بسا اوقات امام صاحب سے اختلاف بھی کرتے ہیں، لیکن اصول میں وہ ان سے متفق ہیں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ فقہ حنفی کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو اصول سے بھی اختلاف ہے، اس لیے ان کا فقہی مسلک دوسرا سمجھا جاتا ہے۔

تیسرا طبقہ 'مجتہدین فی المسائل' کا ہے۔ یہ لوگ فقہ حنفی کے اصول و فروع کسی بھی چیز سے اختلاف نہیں کر سکتے، البتہ جن مسائل میں ان کے ائمہ نے صراحت نہیں کی ہے، ان کی بتائی ہوئی تفصیلات کی روشنی میں ان کا حکم بیان کر سکتے ہیں۔ اس طبقہ میں خصاف رحمۃ اللہ علیہ، طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، کرخی رحمۃ اللہ علیہ، شمس الائمہ حلوائی رحمۃ اللہ علیہ، شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ بزدوی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ جیسے اصحاب علم داخل ہیں۔

چوتھا طبقہ 'اصحاب تخریج' کا ہے، جو اجتہاد کی صلاحیت تو نہیں رکھتے، البتہ اپنے ائمہ کے اصول اور ان کے ماخذ سے اچھی طرح واقف ہیں اور انھوں نے جو مسائل مستنبط کیے ہیں ان پر قیاس کر سکتے ہیں۔ اس لیے ان کے کسی بھی مجمل یا مبہم قول کی، جس کے ایک سے زیادہ پہلو ہو سکتے ہیں، تعیین اور توضیح کر سکتے ہیں، جیسے رازی رحمۃ اللہ علیہ اور کرخی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

پانچواں طبقہ 'اصحاب ترجیح' کا ہے۔ یہ لوگ اپنے مذہب کی مختلف روایات میں کسی ایک کو ترجیح دے سکتے ہیں۔ ابوالحسن قدوری رحمۃ اللہ علیہ اور صاحب ہدایہ اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

چھٹا طبقہ ان علماء کا ہے جو اپنے مذہب کی مختلف روایات میں یہ فرق کر سکتے ہیں کہ ان میں کون قوی ہے اور کون ضعیف؟ اور ظاہر روایت کیا ہے اور شاذ روایت کیا؟ جیسے 'کنز الدقائق'، 'در مختار'، 'وقایہ' وغیرہ کے مصنفین۔

ساتواں طبقہ ان مقلدین کا ہے جو اپنے مذہب کی کمزور اور مضبوط اور غلط اور صحیح روایات میں کوئی فرق نہیں کر پاتے۔

یہ فقہ حنفی کی تاریخ کو سمجھانے کی ایک کوشش ہے۔ اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور یہ بحث کی جا سکتی ہے کس امام یا فقیہ کا کیا مقام ہے اور اسے کس طبقہ میں جگہ ملنی چاہیے؟ (مقالہ جلال الدین عمری)

بَابٌ فِي الصُّلْحِ

باب: صلح کا بیان

صلح حدیبیہ کیونکر ہوئی

حدیبیہ میں سب سے پہلا شخص جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بدیل بن ورقاء خزاعی تھا۔ ان کا قبیلہ اگرچہ

ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف اور انتہائی مخلص و خیر خواہ تھے۔ بدیل بن ورقاء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ کفار قریش نے کثیر تعداد میں فوج جمع کر لی ہے اور فوج کے ساتھ راشن کے لئے دودھ والی اونٹنیاں بھی ہیں۔ یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہیں پہنچنے دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قریش کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم جنگ چاہتے ہیں۔ ہم یہاں صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ مسلسل لڑائیوں سے قریش کو بہت کافی جانی و مالی نقصان پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا ان کے حق میں بھی یہی بہتر ہے کہ وہ جنگ نہ کریں بلکہ مجھ سے ایک مدت معینہ تک کے لئے صلح کا معاہدہ کرلیں اور مجھ کو اہل عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اگر قریش میری بات مان لیں تو بہتر ہوگا اور اگر انہوں نے مجھ سے جنگ کی تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ میری گردن میرے بدن سے الگ ہو جائے۔

بدیل بن ورقاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام لے کر کفار قریش کے پاس گیا اور کہا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو میں ان کا پیغام تم لوگوں کو سناؤں۔ کفار قریش کے شرارت پسند لونڈے جن کا جوش ان کے ہوش پر غالب تھا شور مچانے لگے کہ نہیں ہرگز نہیں ہمیں ان کا پیغام سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کفار قریش کے سنجیدہ اور سمجھدار لوگوں نے پیغام سنانے کی اجازت دے دی اور بدیل بن ورقاء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت صلح کو ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ سن کر قبیلہ قریش کا ایک بہت ہی معمر اور معزز سردار عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ اے قریش! کیا میں تمہارا باپ نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم لوگ میرے بچے نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ میرے بارے میں تم لوگوں کو کوئی بدگمانی تو نہیں؟ سب نے کہا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت ہی سمجھداری اور بھلائی کی بات پیش کر دی۔ لہٰذا تم لوگ مجھے اجازت دو کہ میں ان سے مل کر معاملات طے کروں۔

سب نے اجازت دے دی کہ بہت اچھا آپ جائیے۔ عروہ بن مسعود وہاں سے چل کر حدیبیہ کے میدان میں پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ بدیل بن ورقاء کی زبانی آپ کا پیغام ہمیں ملا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اگر آپ نے لڑ کر قریش کو برباد کر کے دنیا سے نیست و نابود کر دیا تو مجھے بتائیے کہ کیا آپ سے پہلے بھی کسی عرب نے اپنی ہی قوم کو برباد کیا ہے؟ اور اگر لڑائی میں قریش کا پلہ بھاری پڑا تو آپ کے ساتھ جو یہ لشکر ہے میں ان میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود کا یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صبر و ضبط کی تاب نہ رہی۔ انہوں نے تڑپ کر کہا کہ اے عروہ! چپ ہو، جا اپنی دیوی "لات" کی شرمگاہ چوس، کیا ہم بھلا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

عروہ بن مسعود نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ "یہ ابوبکر ہیں۔" عروہ بن مسعود نے کہا کہ مجھے اس

ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اے ابوبکر! اگر تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا بدلہ میں اب تک تجھ کو نہیں دے سکا ہوں تو میں تیری اس تلخ گفتگو کا جواب دیتا۔ عروہ بن مسعود اپنے کو سب سے بڑا آدمی سمجھتا تھا۔ اس لئے جب بھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کہتا تو ہاتھ بڑھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک پکڑ لیتا تھا اور بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس داڑھی پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو ننگی تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ عروہ بن مسعود کی اس جرأت اور حرکت کو برداشت نہ کر سکے۔ عروہ بن مسعود جب ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ پر مار کر اس سے کہتے کہ ریش مبارک سے اپنا ہاتھ ہٹا لے۔ عروہ بن مسعود نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ تو عروہ بن مسعود نے ڈانٹ کر کہا کہ اے دغاباز! کیا میں تیری عہد شکنی کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں؟ (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جس کا خون بہا عروہ بن مسعود نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا یہ اسی طرف اشارہ تھا)

اس کے بعد عروہ بن مسعود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے لگا اور پوری لشکر گاہ کو دیکھ بھال کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ عروہ بن مسعود نے حدیبیہ کے میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیرت انگیز اور تعجب خیز عقیدت و محبت کا جو منظر دیکھا تھا اس نے اس کے دل پر بڑا عجیب اثر ڈالا تھا۔ چنانچہ اس نے قریش کے لشکر میں پہنچ کر اپنا تاثر ان لفظوں میں بیان کیا:

"اے میری قوم! خدا کی قسم! جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا کھنکار تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں پڑتا ہے اور وہ فرط عقیدت سے اس کو اپنے چہرے اور اپنی کھال پر مل لیتا ہے۔ اور اگر وہ کسی بات کا ان لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو سب کے سب اس کی تعمیل کے لئے جھپٹ پڑتے ہیں۔ اور وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے اصحاب ان کے وضو کے دھوون کو اس طرح لوٹتے ہیں کہ گویا ان میں تلوار چل پڑے گی اور وہ جب کوئی گفتگو کرتے ہیں تو تمام اصحاب خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں ان کی اتنی زبردست عظمت ہے کہ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر دیکھ نہیں سکتا۔ اے میری قوم! خدا کی قسم! میں نے بہت سے بادشاہوں کا دربار دیکھا ہے۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی باریاب ہو چکا ہوں۔ مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔"

عروہ بن مسعود کی یہ گفتگو سن کر قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام "حلیس" تھا، کہا کہ تم لوگ مجھ کو اجازت دو کہ میں ان کے پاس جاؤں۔ قریش نے کہا کہ "ضرور جایئے" چنانچہ یہ شخص جب بارگاہ رسالت کے قریب پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ قربانی کے جانوروں کو اس کے سامنے کھڑا کر دو اور سب لوگ "لبیک" پڑھنا شروع کر دو۔ اس شخص نے جب قربانی کے جانوروں کو دیکھا اور احرام کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "لبیک" پڑھتے ہوئے سنا تو کہا کہ سبحان اللہ! بھلا ان لوگوں کو کس طرح مناسب ہے کہ بیت اللہ سے روک دیا جائے؟ وہ فوراً ہی پلٹ کر کفار قریش کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آرہا

ہوں کہ قربانی کے جانوران لوگوں کے ساتھ ہیں اور سب احرام کی حالت میں ہیں۔ لہٰذا میں کبھی بھی یہ رائے نہیں دے سکتا کہ ان لوگوں کو خانہ کعبہ سے روک دیا جائے۔ اس کے بعد ایک شخص کفار قریش کے لشکر میں سے کھڑا ہو گیا جس کا نام مکرز بن حفص تھا اس نے کہا کہ مجھ کو تم لوگ وہاں جانے دو۔ قریش نے کہا: "تم بھی جاؤ" چنانچہ یہ چلا۔ جب یہ نزدیک پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مکرز ہے۔ یہ بہت ہی لچا آدمی ہے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ناگہاں "سہیل بن عمرو" آگیا اس کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک فالی کے طور پر یہ فرمایا کہ سہیل آگیا، لو! اب تمہارا معاملہ سہل ہو گیا۔ چنانچہ سہیل نے آتے ہی کہا کہ آیئے ہم اور آپ اپنے اور آپ کے درمیان معاہدہ کی ایک دستاویز لکھ لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منظور فرمالیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دستاویز لکھنے کے لئے طلب فرمایا۔ سہیل بن عمرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دیر تک صلح کے شرائط پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر چند شرطوں پر دونوں کا اتفاق ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے کہا کہ ہم "رحمٰن" کو نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے؟ آپ "باسمك اللهم" لکھوایئے جو ہمارا اور آپ کا پرانا دستور رہا ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سوا کوئی دوسرا لفظ نہیں لکھیں گے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کی بات مان لی اور فرمایا کہ اچھا۔ اے علی! باسمك اللهم ہی لکھ دو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عبارت لکھوائی۔ ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ یعنی یہ وہ شرائط ہیں جن پر قریش کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کا فیصلہ کیا۔ سہیل پھر بھڑک گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم! اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے نہ آپ کے ساتھ جنگ کرتے لیکن آپ "محمد بن عبداللہ" لکھیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ تم لوگ میری رسالت کو جھٹلاتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ کو مٹا دو اور اس جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کون مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار ہو سکتا ہے؟ لیکن محبت کے عالم میں کبھی کبھی ایسا مقام بھی آجاتا ہے کہ سچے محب کو بھی اپنے محبوب کی فرمانبرداری سے محبت ہی کے جذبہ میں انکار کرنا پڑتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے نام کو تو کبھی ہرگز ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا مجھے دکھاؤ میرا نام کہاں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جگہ پر انگلی رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دیا۔ بہر حال صلح کی تحریر مکمل ہو گئی۔ اس دستاویز میں یہ طے کر دیا گیا کہ فریقین کے درمیان دس سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔ صلح نامہ کی باقی دفعات اور شرطیں یہ تھیں کہ

(۱) مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔

(۲) آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔

(۳) تلوار کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ آئیں۔ تلوار بھی نیام کے اندر رکھ کر تھیلے وغیرہ میں بند ہو۔

(۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں

رہنا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

(۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ میں چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کرلیں۔

یہ شرطیں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر بڑی زبردست ناگواری ہو رہی تھی مگر وہ فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دم مارنے سے مجبور تھے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۳۱۷، بیروت)

3594 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، أَوْ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ شَكَّ الشَّيْخُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ زَادَ أَحْمَدُ، إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا، أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا وَزَادَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے''

احمد راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: البتہ وہ صلح جائز نہیں ہے، جو کسی حلال چیز کو حرام قرار دے، یا حرام چیز کو حلال قرار دے۔

سلیمان بن داؤد نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مسلمان اپنی آپس کی طے کی جانے والی شرائط کے پابند ہوں گے''

صلح کے معنی ومفہوم کا بیان

صلح" اصل میں صلاح اور صلوح کا اسم ہے جو فساد بمعنی تباہی کے مقابلہ پر استعمال ہوتا ہے۔ اسلامی مملکت کے سربراہ کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ نظریہ توحید کے مطابق عالمگیر امن کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے، تبلیغ اسلام کی مطمح نظر کی خاطر انسانی سلامتی و آزادی کی حفاظت اور سیاسی و جنگی مصلح کے پیش نظر دشمن اقوام سے معاہدہ صلح و امن کرلے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ھ میں اپنے سب سے بڑے دشمن کفار مکہ سے صلح کی جو "صلح حدیبیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ صلح کی

3594-اسناده حسن من اجل كثير بن زيد -وهو الاسلمي- والوليد بن رباح فهما صدوقان حسنا الحديث. واخرجه احمد (8784)، وابن الجارود (637) و (638)، وابن حبان (5091)، وابن عدي في "الكامل" /20886، والدارقطني (2890)، والحاكم /492 و/1014، والبيهقي /636 و 64-65 و 65 من طرق عن كثير بن زيد به. وبعضهم يزيد فيه الزيادات التي اشار اليها المصنف. واخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار" /904 من طريق كثير بن زيد به مختصرا بقوله: "المسلمون عند شروطهم." واخرجه الدارقطني (2891)، والحاكم /502

مقدار دس سال مقرر کی گئی تھی اور حدیث وتاریخ کے اس متفقہ فیصلہ کے مطابق کہ حدیبیہ کا یہی وہ معاہدہ صلح ہے جس نے نہ صرف اسلام کی تبلیغ واشاعت کی راہ میں بڑی آسانیاں پیدا کی بلکہ دنیا کو معلوم ہوگیا کہ اسلام، انسانیت اور امن کے قیام کا حقیقی علم دار ہے اور مسلمان اس راہ میں اس حد تک صادق ہیں کہ جنگ جو عرب اور بالخصوص کفار مکہ کے وحشیانہ تشدد اور عیارانہ سازشوں کے باوجود اس معاہدہ کی پوری پوری پابندی کرتے رہے لیکن اس معاہدہ صلح کی مدت پر تین سال ہی گذرے تھے کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بنوخزاعہ کے مقابلہ پر جنگ کرنے والے بنوبکر کی مدد کر کے اس معاہدہ کو توڑ ڈالا۔

3595 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ، وَنَادَى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ: يَا كَعْبُ. فَقَالَ: لَبَّيْكَ، يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَشَارَ لَهُ بِيَدِهِ، أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ. قَالَ كَعْبٌ: قَدْ فَعَلْتُ، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُمْ فَاقْضِهِ

عبداللہ بن کعب بیان کرتے ہیں: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے ابن ابوحدرد سے قرض کا مطالبہ کیا، جو انہوں نے اس سے واپس لینا تھا، اس وقت وہ مسجد میں موجود تھے، ان دونوں کی آواز بلند ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے یہ آواز سن لی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر ان دونوں کے پاس تشریف لائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے کا پردہ ہٹایا اور بلند آواز میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے کعب! انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے دست مبارک کے ذریعے سے اشارہ کر کے فرمایا کہ تم نصف قرض معاف کر دو، حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے ایسا ہی کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوسرے فریق سے) فرمایا: تم اٹھو اور اسے (بقیہ قرض) ادا کرو۔

بَابٌ فِي الشَّهَادَاتِ

یہ باب گواہیوں کے بیان میں ہے

قضاء وشہادت کے معنی کا بیان

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قضاء کی مجلس میں گواہی کے الفاظ کے ساتھ حق کو ثابت کرنے کیلئے سچی

3595-اسناده صحيح. ابن شهاب: هو الزهري، ويونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن وهب: هو عبد الله. واخرجه البخاري (457)، ومسلم (1558)، وابن ماجه (2429)، والنسائي (5408) من طريق يونس بن يزيد الايلي، به. واخرجه النسائي (5414)-وهو عند مسلم (1558) معلقا-من طريق عبد الرحمن ابن هرمز الاعرج، عن عبد الله بن كعب، عن ابيه. وهو في مسند احمد" (27173) و (27177)، و "صحيح ابن حبان" (5048).

گواہی دینے کا نام شہادت ہے۔ اور ہر ایسا لفظ جو بھلائی کے معنی کیلئے ہو اور وہ قسم کے معنی میں نہ ہو تو وہ اس کا رکن ہوگا۔

(فتح القدیر، کتاب شہادات)

قضیہ اس نزاعی معاملے کو کہتے ہیں جو حاکم وقاضی کے پاس اس غرض سے لے جایا جائے کہ وہ فریقین کے درمیان کوئی حکم وفیصلہ کرے۔ اور "شہادت" "گواہی دینے کو کہتے ہیں اور" گواہی" کا مطلب ہے" دو فریقوں میں سے ایک فریق کے مقابلہ پر دوسرے فریق کے حق کا اقرار واثبات کرنا۔

گواہ بنانے کی اہمیت کا بیان

اب رہی شہادت تو سعید بن مسیب تو فرماتے ہیں کہ ادھار ہو یا نہ ہو، ہر حال میں اپنے حق پر گواہ کرلیا کرو، دیگر بزرگوں سے مروی ہے کہ (آیت فان امن الخ،) فرما کر اس حکم کو بھی ہٹا دیا، یہ بھی ذہن نشین رہے۔

جمہور کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں بلکہ استحباب کے طور پر اچھائی کیلئے ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید وفروخت کی جبکہ اور کوئی گواہ شاہد نہ تھا، چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ کی طرف رقم لینے کیلئے چلا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ذرا جلد نکل آئے اور وہ آہستہ آہستہ آرہا تھا، لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ گھوڑا بک گیا ہے، انہوں نے قیمت لگانی شروع کی یہاں تک کہ جتنے داموں اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچا تھا اس سے زیادہ دام لگ گئے، اعرابی کی نیت پلٹی اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دے کر کہا حضرت یا تو گھوڑا اسی وقت نقد دے کر لے لو یا میں اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر کے اور فرمانے لگے تو تو اسے میرے ہاتھ بیچ چکا ہے پھر یہ کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم میں نے تو نہیں بیچا، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلط کہتا ہے، میرے تیرے درمیان معاملہ طے ہو چکا ہے، اب لوگ ادھر اُدھر سے بیچ میں بولنے لگے، اس گنوار نے کہا اچھا تو گواہ لایئے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچ دیا، مسلمانوں نے ہر چند کہا کہ بدبخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے پیغمبر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تو حق ہی نکلتا ہے، لیکن وہ یہی کہے چلا جائے کہ لاؤ گواہ پیش کرو، اتنے میں حضرت خزیمہ آ گئے اور اعرابی کے اس قول کو سن کر فرمانے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے بیچ دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ تو فروخت کر چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیسے شہادت دے رہا ہے، حضرت خزیمہ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور سچائی کی بنیاد پر یہ شہادت دی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج سے حضرت خزیمہ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے۔ پس اس حدیث سے خرید وفروخت پر گواہی دو گواہوں کی ضروری نہ رہی، لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ تجارت پر بھی دو گواہ ہوں،

کیونکہ ابن مردویہ اور حاکم میں ہے کہ تین شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں کی جاتی، ایک تو وہ کہ جس کے گھر بداخلاق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے، دوسرا وہ شخص جو کسی یتیم کا مال اس کی بلوغت کے پہلے اسے سونپ دے، تیسرا وہ شخص جو کسی کو مال قرض دے اور گواہ نہ رکھے، امام حاکم اسے شرط و بخاری ومسلم پر صحیح بتلاتے ہیں، بخاری مسلم اس لئے نہیں لائے

کہ شعبہ کے شاگرد اس روایت کو حضرت ابو موسیٰ اشعری پر موقوف بتاتے ہیں۔

حکم شہادت کے شرعی ماخذ کا بیان

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ

(المائدہ،١٠٦)

اے ایمان والو! تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں کسی کو موت آئے، وصیت کرتے وقت تم میں کے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں کے دو جب تم ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے، ان دونوں کو نماز کے بعد روکو، وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں کچھ شک پڑے، ہم حلف کے بدلے کچھ مال نہ خریدیں گے، اگرچہ قریب کا رشتہ دار ہو اور اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے ایسا کریں تو ہم ضرور گنہگاروں میں ہیں۔ (کنزالایمان)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شان نزول : مہاجرین میں سے بدیل جو حضرت عمرو بن العاص کے مَوالی میں سے تھے بقصد تجارت ملک شام کی طرف دو نصرانیوں کے ساتھ روانہ ہوئے، ان میں سے ایک کا نام تمیم بن اوس داری تھا اور دوسرے کا عدی بن بداء، شام پہنچتے ہی بدیل بیمار ہو گئے اور انہوں نے اپنے تمام سامان کی ایک فہرست لکھ کر سامان میں ڈال دی اور ہمراہیوں کو اس کی اطلاع نہ دی، جب مرض کی شدت ہوئی تو بدیل نے تمیم و عدی دونوں کو وصیت کی کہ ان کا تمام سرمایہ مدینہ شریف پہنچ کر ان کے اہل کو دے دیں اور بدیل کی وفات ہوگئی، ان دونوں نے ان کی موت کے بعد ان کا سامان دیکھا، اس میں ایک چاندی کا جام تھا جس پر سونے کا کام بنا تھا اس میں تین سو مثقال چاندی تھی، بدیل یہ جام بادشاہ کو نذر کرنے کے قصد سے لائے تھے ان کی وفات کے بعد ان کے دونوں ساتھیوں نے اس جام کو غائب کر دیا اور اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب یہ لوگ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے بدیل کا سامان ان کے گھر والوں کے سپرد کر دیا، سامان کھولنے پر فہرست ان کے ہاتھ آگئی جس میں تمام متاع کی تفصیل تھی، سامان کو اس کے مطابق کیا تو جام نہ پایا اب وہ تمیم اور عدی کے پاس پہنچے اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا بدیل نے کچھ سامان بیچا بھی تھا؟ انہوں نے کہا نہیں، کہا کوئی تجارتی معاملہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں پھر دریافت کیا بدیل بہت عرصہ بیمار رہے اور انہوں نے اپنے علاج میں کچھ خرچ کیا؟ انہوں نے کہا نہیں، وہ تو شہر پہنچتے ہی بیمار ہو گئے اور جلد ہی ان کا انتقال ہو گیا، اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ان کے سامان میں ایک فہرست ملی ہے اس میں چاندی کا ایک جام سونے سے منقش کیا ہوا جس میں تین سو مثقال چاندی ہے، یہ بھی لکھا ہے تمیم و عدی نے کہا ہمیں نہیں معلوم، ہمیں تو جو وصیت کی تھی اس کے مطابق سامان ہم نے تمہیں دے دیا، جام کی ہمیں خبر بھی نہیں، یہ مقدمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش ہوا، تمیم و عدی وہاں بھی انکار پر جمے رہے اور قسم کھالی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خازن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ پھر وہ جام مکہ مکرمہ میں پکڑا گیا، جس شخص کے پاس تھا اس نے کہا کہ

میں نے یہ جام تمیم و عدی سے خریدا ہے، مالک جام کے اولیاء میں سے دو شخصوں نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ احق ہے، یہ جام ہمارے مورث کا ہے۔ اس باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی)

3596 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ السَّرْحِ. قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ. أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ. أَنَّ أَبَاهُ. أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ. أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيَّ. أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ. أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ. أَوْ يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ. قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا. شَكَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَيَّتَهُمَا قَالَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: الَّذِي يُخْبِرُ بِشَهَادَتِهِ وَلَا يَعْلَمُ بِهَا الَّذِي هِيَ لَهُ. قَالَ الْهَمْدَانِيُّ: وَيَرْفَعُهَا إِلَى السُّلْطَانِ. قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: أَوْ يَأْتِي بِهَا الْإِمَامَ وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: ابْنُ أَبِي عَمْرَةَ لَمْ يَقُلْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو سب سے بہتر گواہ کے بارے میں نہ بتاؤں، یہ وہ شخص ہے جو اپنی گواہی دیتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) گواہی کے بارے میں خبر دیتا ہے اس سے پہلے کے اس سے گواہی کا مطالبہ کیا جائے"۔

روایت کے الفاظ میں شک عبداللہ بن ابوبکر نامی راوی کو ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی گواہی کے بارے میں خبر دیتا ہے حالانکہ اس شخص کو بھی اس گواہی کا پتہ نہیں ہوتا، جس کے حق میں گواہی دی جانی ہے۔

ہمدانی کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ حاکم وقت کے سامنے اپنی گواہی پیش کرتا ہے۔

ابن سرح یہ کہتے ہیں: یا وہ اپنی گواہی حاکم کے پاس لے کر آتا ہے۔

اخبار کے الفاظ ہمدانی کے نقل کردہ روایت میں ہیں، ابن سرح نامی راوی نے راوی کا نام ابن ابوعمرہ نقل کیا ہے انہوں نے نام عبدالرحمن ذکر نہیں کیا۔

گواہی دینے کے لازم ہونے کا بیان

گواہی فرض ہے جو گواہوں پر لازم ہوتی ہے۔ جب مدعی انہیں طلب کرے تو اس کے چھپانے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

3596- اسناده صحیح، ابن وهب: هو عبد الله، واحمد بن السرح: هو احمد بن عمرو ابن عبد الله بن عمرو بن السرح ابو الطاهر، نسب هنا لاحد اجداده، وهو مشهور بكنيته. وهو في "الموطا" برواية محمد بن الحسن الشيباني (849). واخرجه مسلم (1719) عن يحيى بن يحيى النيسابوري، والترمذي (1449) من طريق عبد الله بن مسلمة القعنبي، كلاهما عن مالك، به. الا انهما قالا: عن ابن ابي عمرة لم يسماه. وهو في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى الليثي /7202، وبرواية ابي مصعب الزهري (2931). واخرجه كذلك الترمذي (2448) من طريق معن بن عيسى، والنسائي في "الكبرى" (5985)

حدود کی گواہی میں گواہ کو چھپانے اور ظاہر کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور ان میں چھپانا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

البتہ مال کی چوری میں گواہی واجب ہو جاتی ہے۔ پس وہ یوں کہے گا کہ اس نے لیا ہے یہ نہیں کہے گا کہ اس نے چرایا ہے۔

اور گواہی کے کچھ درجے ہیں۔ ان تمام میں سے زنا کی گواہی دینا ہے۔ اس میں چار مردوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہوگی اور ان مراتب میں سے باقی حدود اور قصاص کی گواہی دینا ہے۔ جس میں دو مردوں کی گواہی قبول کی جائے گی اور یہاں بھی عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس کے علاوہ حقوق میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔ وہ چاہے مال میں ہو یا مال کے علاوہ کسی اور چیز میں ہو مثلاً نکاح، طلاق، عتاق، وکالت اور وصیت وغیرہ میں۔ (قدوری، کتاب شہادات، لاہور)

ادائے شہادت کے وجوب کی شرائط کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ادائے شہادت واجب ہونے کے لیے چند شرائط ہیں۔ (۱) حقوق العباد میں مدعی کا طلب کرنا اور اگر مدعی کو اس کا گواہ ہونا معلوم نہ ہو اور اس کو معلوم ہو کہ گواہی نہ دے گا تو مدعی کی حق تلفی ہوگی اس صورت میں بغیر طلب گواہی دینا واجب ہے۔

(۲) یہ معلوم ہو کہ قاضی اس کی گواہی قبول کرلے گا اور اگر معلوم ہو کہ قبول نہیں کریگا تو گواہی دینا واجب نہیں۔

(۳) گواہی کے لیے یہ معین ہے اور اگر معین نہ ہو یعنی اور بھی بہت سے گواہ ہوں تو گواہی دینا واجب نہیں جب کہ دوسرے لوگ گواہی دے دیں اور وہ اس قابل ہوں کہ اُن کی گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر ایسے لوگوں نے شہادت دی جن کی گواہی مقبول نہ ہو گی اور اس نے نہ دی تو یہ گنہگار ہے اور اگر اس کی گواہی دوسروں کی بہ نسبت جلد قبول ہوگی اگرچہ دوسروں کی بھی قبول ہوگی اور اُس نے نہ دی گنہگار ہے۔

(۴) دو عادل کی زبانی اس امر کا بطلان معلوم نہ ہوا ہو جس کی شہادت دینا چاہتا ہے مثلاً مدعی نے دَین کا دعویٰ کیا ہے جس کا یہ شاہد ہے مگر دو عادل سے معلوم ہوا کہ مدعی علیہ دَین ادا کر چکا ہے یا زوج نکاح کا مدعیہ اور گواہ کو معلوم ہوا کہ تین طلاقیں دے چکا ہے یا مشتری غلام خریدنے کا دعویٰ کرتا ہے اور گواہ کو معلوم ہوا ہے کہ مشتری اُسے آزاد کر چکا ہے۔ یا قتل کا دعویٰ ہے اور معلوم ہے کہ ولی معاف کر چکا ہے ان سب صورتوں میں دَین و نکاح و بیع و قتل کی گواہی دینا درست نہیں۔ اور اگر خبر دینے والے عادل نہ ہوں تو گواہ کو اختیار ہے گواہی دے اور قاضی کے سامنے جو کچھ سنا ہے ظاہر کر دے اور یہ بھی اختیار ہے کہ گواہی سے انکار کر دے۔ اور اگر خبر دینے والا ایک عادل ہو تو گواہی سے انکار نہیں کر سکتا۔ نکاح کے دعوے میں گواہ سے دو عادل نے کہا کہ ہم نے خود معاینہ کیا ہے کہ دونوں نے ایک عورت کا دودھ پیا۔ یا گواہوں نے دیکھا ہے کہ مدعی اُس چیز میں اُس طرح تصرف کرتا ہے جیسے مالک کیا کرتے ہیں اور دو عادل نے ان کے سامنے یہ شہادت دی کہ وہ چیز دوسرے شخص کی ہے تو گواہی دینا جائز نہیں۔

(۵) جس قاضی کے پاس شہادت کے لیے بلایا جاتا ہے وہ عادل ہو۔

(۶) گواہ کو یہ معلوم نہ ہو کہ مقر نے خوف کی وجہ سے اقرار کیا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے تو گواہی نہ دے مثلاً مدعی علیہ نے

جبراً ایک چیز کا اقرار کرایا گیا تو اس اقرار کی شہادت درست نہیں۔

(۷) گواہ ایسی جگہ ہو کہ وہ کچہری سے قریب ہو یعنی قاضی کے یہاں جا کر گواہی دے کر شام تک اپنے مکان کو واپس آ سکتا ہو اور اگر زیادہ فاصلہ ہو کہ شام تک واپس نہ آ سکتا ہو تو گواہی نہ دینے میں گناہ نہیں اور اگر بوڑھا ہے کہ پیدل کچہری تک نہیں جا سکتا اور خود اُسکے پاس سواری نہیں ہے مدعی اپنی طرف سے اُسے سوار کر کے لے گیا اس میں حرج نہیں اور گواہی مقبول ہے اور اگر اپنی سواری پر جا سکتا ہو اور مدعی سوار کر کے لے گیا تو گواہی مقبول نہیں۔ (بحرالرائق، کتاب شہادات)

حدود کی گواہی میں پردہ رکھنے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسلم میں سے ایک آدمی جسے ماعز بن مالک کہا جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں برائی کو پہنچا ہوں (زنا کیا ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر حد قائم کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بار بار رد کیا۔ پھر آپ نے ان کی قوم سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہمیں اس میں کوئی بیماری معلوم نہیں لیکن اندازاً معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے جس کہ بارے میں اسے گمان ہے کہ سوائے حد قائم کیے کے اس سے نہ نکلے گی۔ راوی کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے سنگسار کر دیں اسے بقیع غرقد کی طرف لے چلے نہ ہم نے اسے باندھا اور نہ اس کے لیے گڑھا کھودا۔ ہم نے اسے ہڈیوں ڈھیلوں اور ٹھکریوں سے مارا وہ بھاگا اور ہم بھی اس کے پیچھے دوڑے۔ یہاں تک کہ وہ حرہ کے عرض میں آ گیا اور ہمارے لیے رکا تو ہم نے اسے میدان حرہ کے پتھروں سے مارا۔ یہاں تک کہ اس کا جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر شام کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا ہم جب بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے نکلتے ہیں تو کوئی آدمی ہمارے اہل میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ اس کی آواز بکرے کی آواز کی طرح ہوتی ہے مجھ پر یہ ضروری ہے کہ جو بھی آدمی جس نے ایسا عمل کیا ہو اور وہ میرے پاس لایا جائے تو میں اسے عبرتناک سزا دوں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے نہ مغفرت مانگی اور نہ اسے برا بھلا کہا۔

(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1935)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالی بالجزم یہ کہتے ہیں کہ: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جو کوئی بھی گناہ کر بیٹھے اور اللہ نے اس کا پردہ رکھ لیا تو وہ اپنے آپ کو پردہ میں ہی رہنے دے اور اسے چاک مت کرے، انہوں نے ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ قصہ سے استدلال کیا ہے۔

اور اس میں یہ بھی ہے کہ جو کوئی برائی کر بیٹھے اور وہ اپنے کیے پر نادم ہو تو وہ جلد توبہ کر لے، اور کسی کو بھی اس کے متعلق مت بتائے اور اللہ کے پردہ کو چاک مت کرے، اور اگر اتفاق سے کسی کو اس کی خبر بھی ہو جائے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ برائی کرنے والے کو توبہ کرنے کا حکم دے، اور لوگوں سے اسے چھپائے جس طرح ماعز رضی اللہ عنہ کا عمر اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قصہ میں ہے۔ (فتح الباری (12/124))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی کسی مسلمان سے دنیاوی

مصائب میں سے کوئی مصیبت دور کرے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن مصیبت دور فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ اسکی دنیا وآخرت میں پردہ پوشی کریں گے۔ اللہ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں رہے اس باب میں حضرت عقبہ بن عامر اور ابن عمر سے بھی روایات منقول ہیں حضرت ابوہریرہ کی حدیث کو کئی راوی اعمش سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ اعمش، ابوصالح سے وہ ابوہریرہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوعوانہ ہی کی حدیث کی طرح نقل کرتے ہیں۔ اسباط بن محمد، اعمش سے وہ ابوہریرہ سے اور وہ نبی سے نقل کرتے ہیں ہم سے یہ حدیث عبید بن اسباط بن محمد اپنے والد کے واسطے سے اعمش سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1463)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حدود کی گواہی میں دونوں پہلو ہیں ایک ازالہ منکر و رفع فساد اور دوسرا مسلم کی پردہ پوشی کرنا، گواہ کو اختیار ہے کہ پہلی صورت اختیار کرے اور گواہی دے یا دوسری صورت اختیار کرے اور گواہی دینے سے اجتناب کرے اور یہ دوسری صورت زیادہ بہتر ہے مگر جب کہ وہ شخص بیباک ہو۔ حدود شرعیہ کی محافظت نہ کرتا ہو۔ (درمختار، کتاب شہادات)

زنا کی شہادت سے مراد تو ایسی شہادت ہے جس میں وضاحت کے ساتھ فعل زنا کی شہادت ہو اور تہمت زنا کی شہادت سے مراد ایسے قرائن کی شہادت ہے جیسے کوئی یہ گواہی ہے کہ میں نے فلاں اجنبی مرد اور عورت کو خلوت میں دیکھا ہے۔ یا بوس وکنار کرتے دیکھا ہے یا کوئی کسی کو ولدالزنا یا ولدالحرام کہے۔ ایسے مدعی کے لئے چار شہادتوں کا پیش کرنا ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی چار شہادتیں میسر آنا نہایت مشکل ہے۔ لہٰذا شہادتوں کے اس سخت نصاب اور پھر سخت سزا سے اصل مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی برائی دیکھ بھی لے تو اس کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو وہ پردہ پوشی کرے اور مطلقاً اس کی تشہیر نہ کرے۔ یا پھر چار شہادتیں مہیا کر کے صرف حکومت کو مطلع کرے تاکہ حکومت ملزموں کا جرم ثابت ہو جانے پر انہیں سزا دے کر اس گندگی کا سدباب کرے۔ تیسری راہ اختیار کرنا یعنی عام لوگوں میں ایسی باتیں پھیلانا معاشرہ کے حق میں اور خود اس کے حق میں انتہائی خطرناک ہے۔

دوسری بات محصنت کے لفظ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو مرد یا عورت پہلے ہی بدنام مشہور ہو چکے ہوں یا پہلے ہی سزا یافتہ ہوں ان پر الزام لگانے سے نہ حد پڑے گی اور نہ ہی وہ غیر مقبول الشہادت قرار پائیں گے تاہم انہیں ایسے کام سے پرہیز کرنا چاہئے۔

یعنی خواہ ایسے لوگ اپنی بات یا دعویٰ میں حقیقتاً سچ ہوں مگر مکمل ثبوت فراہم نہ ہونے کے باعث جھوٹے قرار پاگئے ہوں تب بھی ایسے لوگ بدکردار ہیں۔ اللہ کے ہاں بھی اور لوگوں کے ہاں بھی۔ اور ان کی بدکرداری یہ ہے کہ اس فحاشی کی بات کو معاشرے میں پھیلانا شروع کر دیا۔ جسے وہ ثابت نہیں کر سکے۔ لہٰذا مسلمانوں کے لئے راہ نجات پردہ پوشی میں ہی ہے۔

حدود کی گواہی میں اظہار واخفاء کی نوعیت کا بیان

البتہ حدود میں یعنی حدود کی گواہی میں دو پہلو ہیں ایک ازالہ منکر یعنی برائی کا ازالہ اور رفع فساد کہ معاشرہ میں فساد برپا نہ ہو اور دوسرا مسلمان کی پردہ پوشی۔ اس لیے حدود کی گواہی میں گواہ کو اظہار واخفاء کا اختیار ہے کہ پہلی صورت اختیار کرے اور گواہی دے تاکہ مجرم اپنی سزا کو پہنچے۔ یا دوسری صورت اختیار کرے اور گواہی دینے سے اجتناب وپرہیز برتے اور یہ دوسری صورت زیادہ بہتر

ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اُس کی ستاری کرے گا (اور اُس کے جرائم پر پردہ ڈال دے گا۔

ہاں جس پر جرم ثابت ہو چکا وہ بیباک و بدلحاظ ہو۔ حدود شرعیہ کی محافظت نہ کرتا ہو اور مسلمان اس کے کرتوتوں سے نالاں ہوں اور اس کی غلط روی سے دوسروں کے اخلاق و عادات اور کردار کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو پہلی صورت اختیار کرے تاکہ لوگ اس کی شرارتوں اور بدکرداریوں سے محفوظ رہیں۔ اور اسی طرح چوری میں مال لینے کی شہادت دینا واجب ہے تاکہ جس کا مال چوری ہوگیا ہے اُس کا حق تلف نہ ہو۔ اتنی احتیاط کرسکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ کہے۔ اتنا کہنے پر اکتفاء کرے کہ اُس نے فلاں شخص کا مال لیا یہ نہ کہے کہ چوری کی۔ اس طرح احیاء حق بھی ہو جاتا ہے اور پردہ پوشی بھی۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی کے عدم قبول کا بیان

جمہور فقہا حدود اور قصاص کے معاملات میں خواتین کی گواہی کو قبول نہ کرنے پر متفق ہیں، جبکہ عطاء بن ابی رباح، حماد بن ابی سلیمان اور ابن حزم کی رائے میں تمام معاملات میں عورتوں کی گواہی قابل قبول ہوگی، البتہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر سمجھی جائے گی۔ امام جعفر صادق سے بھی خواتین کی گواہی کی بنیاد پر زنا کی سزا دینے کی رائے مروی ہے۔ اسی طرح سیدنا علی سے قتل کے ایک مقدمے میں خواتین کی گواہی قبول کرنا ثابت ہے۔ بعض معاصر اہل علم نے بھی اس معاملے میں جمہور کے موقف سے اختلاف کرتے ہوئے حدود و قصاص میں خواتین کی گواہی کو قابل قبول قرار دیا یا کم از کم اس رائے کو قابل غور ضرور تسلیم کیا ہے۔ یا در ہے جو مؤقف جمہور فقہاء کا ہے وہی تمام اہل اسلام کا عمل ہے۔ جمہور فقہا کی طرف سے اپنے نقطہ نظر کے حق میں بنیادی طور پر حسب ذیل دلیلیں پیش کی گئی ہیں

ایک یہ کہ قرآن مجید نے زنا کے اثبات کے لیے 'اَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ' کی گواہی کو ضروری قرار دیا ہے جس سے مراد چار مرد گواہ ہیں۔ یہ استدلال اس نحوی قاعدے پر مبنی ہے کہ عربی زبان میں تین سے دس تک معدود اگر مذکر ہو تو اس کے لیے عدد مونث استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اربعۃ کا مونث لایا جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شہداء سے مراد مرد گواہ ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خواتین کے بدکاری کا مرتکب ہونے کی صورت میں فرمایا ہے کہ 'فاستشهدوا عليهن اربعة منكم' یعنی ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو۔ چونکہ یہاں مشہود علیہ خواتین ہیں اور مشہود علیہ، خود شاہد نہیں ہوسکتا، اس لیے منکم' سے مراد بھی خواتین نہیں، بلکہ مرد ہی ہوسکتے ہیں۔

تیسری دلیل امام زہری کا یہ بیان ہے کہ 'مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين من بعده ان لا تجوز شهادة النساء في الحدود' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد دونوں خلفا کے زمانے سے سنت یہ چلی آرہی ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ خواتین گواہی دیتے ہوئے نسیان اور ضلال کا شکار ہوسکتی ہیں، اس لیے ان کی گواہی میں شبہ پایا جاتا ہے اور چونکہ شریعت میں شبہات کی بنا پر حدود کو ٹال دینے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے خواتین کی گواہی کی بنا پر کسی کو زنا کی سزا نہیں دی جا

سکتی۔ (ابن قدامہ، المغنی ۱۰/ ۱۷۰)

مالی وحکم مالی معاملات میں نصاب شہادت کا بیان

اور امام مالک نے امام زہری سے بیان کیا ہے۔ یہ طریقہ اور سنت چل رہی ہے کہ حدود اور نکاح اور طلاق میں عورت کی گواہی جائز نہیں، اور جس میں مذکورہ شرط پائی جائے اسے بھی اس پر قیاس کرو۔

احناف کہتے ہیں: وہ معاملات جس میں دو مرد گواہ یا پھر ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول ہوتی ہے وہ حدود اور قصاص کے معاملات کے علاوہ باقی معاملات ہیں، چاہے وہ مال ہو یا غیر مال، مثلاً نکاح، طلاق، آزادی، وکالت، وصیت اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو، اگر مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کر لو، تاکہ ایک بھول چوک کو دوسری یاد کرا دے۔ (البقرۃ، ۲۸۲)

اور جمہور نے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو صرف مال یا مال کے معنی والے معاملات میں ہی اقتصار کیا ہے، مثلاً بیع، اور حوالہ، ضمان، مالی حقوق، مثلاً اختیار، اور مدت وغیرہ۔

د اور کچھ ایسے معاملات ہیں جس میں صرف عورتوں کی ہی گواہی قبول کی جاتی ہے، اور وہ ولادت اور رضاعت، اور پیدائش کے وقت بچے کا چیخنا، اور وہ چھپے عیوب جن پر اجنبی مرد مطلع نہیں ہو سکتا، اس میں صرف عورت کی گواہی ہی قبول کی جائیگی۔

لیکن ان امور کے ثبوت میں گواہوں کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے، کہ ان امور میں کتنی عورتوں کی گواہی ہو تو وہ معاملہ پایا ثبوت تک پہنچے گا، اس میں پانچ قول ہیں۔

اور کچھ ایسے معاملات بھی ہیں جس میں صرف ایک گواہ کی گواہی قبول کی جاتی ہے، چنانچہ رمضان المبارک کا چاند دیکھنے میں ایک عادل شخص کی گواہی قبول کی جائیگی، اس کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے: "لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے چاند دیکھا ہے، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا" اسے ابوداود نے روایت کیا ہے۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ (26/ 226-229)

بَابٌ فِيمَنْ يُعِينُ عَلَى خُصُومَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَعْلَمَ أَمْرَهَا

باب: جب کوئی شخص کسی مقدمے میں، حقیقت جانے بغیر کسی ایک فریق کی حمایت کرے

3597 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ رَاشِدٍ، قَالَ: جَلَسْنَا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَخَرَجَ إِلَيْنَا فَجَلَسَ. فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ، فَقَدْ ضَادَّ اللَّهَ، وَمَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ، لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ

3597-اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية، واحمد بن يونس: هو ابن عبد الله ابن يونس، نسب هنا لجده. واخرجه احمد (5385)، والحاكم/272، والبيهقي في "السنن الكبرى"/826 و/3328، وفي "شعب الايمان" (6309) و (7267) من طريق زهير بن معاوية، بهذا الاسناد. واخرج القسم الاول منه، وهو: "من حالت شفاعته..." الحاكم/3834، والطبراني في "الكبير" (13084)

اللهِ حَتَّى يَنْزِعَ عَنْهُ، وَمَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ أَسْكَنَهُ اللهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ.

یحییٰ بن راشد بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور بتایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جس شخص کی سفارش اللہ کی کسی حد کے بارے میں رکاوٹ بن جائے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی اور جو شخص باطل کے بارے میں مقدمہ بازی کرے، حالانکہ وہ یہ جانتا ہو (کہ وہ باطل ہے) تو وہ شخص مسلسل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہتا ہے، جب تک وہ اس چیز سے الگ نہیں ہو جاتا اور جو شخص کسی مومن کے بارے میں کوئی ایسی بات کہے، جو اس میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے جہنمیوں کی پیپ میں ڈالے گا، جب تک وہ اس چیز سے باہر نہیں نکل آتا، جو اس نے بات کہی ہے''۔

3598 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ الْعُمَرِيُّ، حَدَّثَنِي الْمُثَنَّى بْنُ يَزِيدَ، عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: وَمَنْ أَعَانَ عَلَى خُصُومَةٍ بِظُلْمٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کسی ظالم کے مقدمے میں مدد کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ واپس آتا ہے''

اسلام میں گواہی کی اہمیت

اللہ تعالیٰ اس جہاں کا خالق ہے۔ کائنات میں حسن پیدا کرنے کے لئے انسان بنایا۔ انسان کے ملنے سے معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔ جب معاشرہ میں دینی اور دنیاوی معاملات بعض اوقات ایسی صورت اختیار کرلیں کہ صاحب معاملہ کسی پر کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا حق ہے لیکن تنہا اُس کے اقراری دعویٰ یا بیان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا، اس لیے نہیں کہ وہ ناقابل اعتبار ہے۔ بلکہ اس لے ہے کہ اگر محض دعویٰ و بیان کی رو سے کسی کا کسی پر کوئی حق ثابت ہو جایا کرے تو دنیا سے امان اُٹھ جائے اور لوگوں کا جینا دوبھر ہو جائے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اگر لوگوں کو محض دعویٰ کی وجہ سے دے دیا جایا کرے تو کتنے ہی لوگ خون اور مال کا دعویٰ کر ڈالیں گے۔ لیکن مدعی (دعویدار) کے ذمہ بیّنہ (گواہ) ہے اور منکر پر قسم''۔ (مسلم بیہقی)

تو ثابت ہوا کہ مدعی اپنے دعویٰ کے ثبوت، یا اپنے کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے حاکم اسلام کی مجلس میں ایسے اشخاص کو پیش کرے جو اس کے دعویٰ کی تصدیق کریں۔ لفظ شہادت کے ساتھ کسی کی تصدیق کرنے یا سچی خبر دینے کو شہادت یا گواہی کہتے ہیں۔

3598-حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف لجهالة المثنى بن يزيد وقد سلف الحديث قبله بسند صحيح. مطر الرزاق: هو ابن طهمان. واخرجه ابن ماجه (2320) من طريق حسين المعلم، عن مطر الرزاق، به. واسناده حسن في المتابعات من اجل مطر الوراق.

پھر چونکہ شہادت بھی شرعاً ایک خاص اعزاز و منصب ہے اس لیے ہر کس و ناکس نہ اس شہادت کا اہل ہے اور نہ ایرا غیرا، گواہی کے لیے موزوں اس کے اہل وہی ہیں جن کی سیرت و کردار پر اسلامی معاشرہ کو اطمینان ہو اور جو اپنے اخلاق و دیانت کے لحاظ سے عام لوگوں کے درمیان قابل اعتماد سمجھے جاتے ہوں جن کی بات پر اعتبار کیا جاتا ہو اور جن کی دیانت کم از کم عام طور پر مشتبہ نہ ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ۔ "ایسے گواہ جن کو تم پسند کرو۔"

اور ظاہر ہے کہ ایک مسلمان، ایسوں ہی کو گواہ بنانا اور اس کی گواہی کو قبول کرنا پسند کرے گا جو اُس کے نزدیک متقی، عادل اور قابل اعتبار ہوں اور جن کے صالح ہونے پر اُسے اعتماد ہو۔ جو عاقل ہوں، بالغ ہوں۔ آزاد ہوں اور دیندار ہوں۔

اسلام نے مسلمان عورتوں کو بھی یہ حق دیا اور عورت کی گواہی کو قابل قبول مانا۔ لیکن ساتھ ہی اپنے علم کامل اور تحقیق مطلق کی بنا پر عورت کی گواہی کا مرتبہ، مرد کے مقابلہ پر نصف مانا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ۔ لہٰذا تنہا عورتوں کی گواہی کسی معاملہ میں، اگر چہ وہ چار ہوں، شرعاً معتبر نہیں۔ مگر جن اُمور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔ جیسے ولادت و بکارت یعنی عورت کا بچہ جننا یا اُس کا باکرہ ہونا۔ یونہی نسوانی عیوب، یعنی عورتوں کے وہ عیوب جن پر مردوں کو اطلاع نہیں ہوتی اُن میں ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے، جبکہ وہ آزاد و مسلمان ہو اور دو عورتیں ہوں تو اور بہتر۔

قرآن حکیم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب مدعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی چھپانا جائز نہیں۔ بلکہ مدعی کے طلب کرنے پر گواہی دینا لازمی ہے۔ بلکہ اگر گواہ کو اندیشہ ہو کہ اگر میں نے گواہی نہ دی تو صاحب حق کا حق تلف ہو جائے گا۔ یعنی اُسے معلوم ہی نہیں ہے کہ فلاں شخص معاملہ کو جانتا ہے تو اُسے گواہی کے لئے کیسے طلب کرے گا۔ اس صورت میں بغیر طلب بھی گواہی دینا لازم ہے۔

البتہ حدود میں یعنی حدود کی گواہی میں دو پہلو ہیں ایک ازالہ منکر یعنی برائی کا ازالہ اور رفع فساد کہ معاشرہ میں فساد برپا نہ ہو اور دوسرا مسلمان کی پردہ پوشی۔ اس لیے حدود کی گواہی میں گواہ کو اظہار و اخفاء کا اختیار ہے کہ پہلی صورت اختیار کرے اور گواہی دے تا کہ مجرم اپنی سزا کو پہنچے۔ یا دوسری صورت اختیار کرے اور گواہی دینے سے اجتناب و پرہیز برتے اور یہ دوسری صورت زیادہ بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اُس کی ستاری کرے گا (اور اُس کے جرائم پر پردہ ڈال دے گا۔)

ہاں جس پر جرم ثابت ہو چکا وہ بیباک و بدلحاظ ہو۔ حدود شرعیہ کی محافظت نہ کرتا ہو اور مسلمان اس کے کرتوتوں سے نالاں ہوں اور اس کی غلط روی سے دوسروں کے اخلاق و عادات اور کردار کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو پہلی صورت اختیار کرے تا کہ لوگ اس کی شرارتوں اور بدکرداریوں سے محفوظ رہیں۔ یونہی چوری میں مال لینے کی شہادت دینا واجب ہے تا کہ جس کا مال چوری ہو گیا ہے اُس کا حق تلف نہ ہو۔ اتنی احتیاط کر سکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ کہے۔ اتنا کہنے پر اکتفاء کرے کہ اُس نے فلاں شخص کا مال لیا۔ یہ نہ کہے کہ چوری کی۔ اس طرح احیاء حق بھی ہو جاتا ہے اور پردہ پوشی بھی۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ)

جھوٹی گواہی کا وبال

حدیث میں ہے۔رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں" جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر ہے۔جھوٹی گواہی بت پرستی کے برابر ہے۔جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے۔" تین بار فرما کر، حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

" بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔ اللہ کے لئے باطل سے حق کی طرف مائل ہو جاؤ۔ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔" (ترمذی، ابن ماجہ وغیرہما)

نیز رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ" جھوٹے گواہ کے پاؤں، جگہ سے ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم واجب کر دے گا۔

اور بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:" جو شخص لوگوں کے ساتھ یہ ظاہر کرتے ہوئے چلا کہ یہ بھی گواہ ہے، حالانکہ یہ گواہ نہیں۔ وہ بھی جھوٹے گواہ کے حکم میں ہے اور جو بغیر جانے ہوئے کسی کے مقدمہ کی پیروی کرے، وہ اللہ تعالیٰ کی ناخوشی میں ہے۔ جب تک اُس سے جدا نہ ہو جائے۔" اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو گواہی کے لئے بلایا گیا اور اُس نے گواہی چھپائی یعنی ادا کرنے سے گریز کیا وہ ویسا ہی ہے جیسا جھوٹی گواہی دینے والا۔" (طبرانی)

شہادت کے احکام و مسائل میں اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ مندرجہ ذیل افراد کی گواہی شرعاً مقبول و معتبر نہیں۔

1:۔کافر کی گواہی مسلم کے خلاف اور مرتد کی گواہی مقبول نہیں۔

2:۔دو شخصوں میں دنیاوی عداوت ہو تو ایک کی گواہی دوسرے کے خلاف قبول نہیں۔

3:۔جو شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہو کہ وہ اس کی عادت سی ہو گئی ہے۔ تو ایسے شخص کی گواہی بھی قبول نہیں۔

4: بچے کی گواہی اور ایسے لوگوں کی گواہی جو دنیاوی باتوں سے بے خبر رہتے ہیں۔

5:۔جس پر حد قذف قائم کی گئی ہو۔

6:۔جس کا جھوٹا ہونا مشہور ہے یا جھوٹی گواہی دے چکا ہے۔

7:۔زوج و زوجہ میں سے ایک کی گواہی دوسرے کے حق میں اور خلاف ہو تو مقبول۔

8:۔اولاد کی گواہی ماں باپ دادا دادی کے حق میں، اور اُن کی گواہی اولاد کے حق میں۔

9:۔کسی کاریگر کے پاس کام سیکھنے اور اس کی کفالت میں رہنے والوں کی گواہی اُستاد کے حق ہیں۔

10:۔گویے، گانے والی یا پیشہ ور ڈرامے کرنے والے۔

11:۔جو شخص اٹکل پچو باتیں اڑاتا ہو۔

12:۔جو کثرت سے قسم کھاتا یا اپنے بچوں کو یا دوسروں کو گالی دینے کا عادی ہو۔

13:۔جس کا پیشہ دلالی ہو کہ کثرت سے جھوٹ بولتا ہے۔

14:۔مختاری کا پیشہ کرنے والے کہ خود جھوٹ سچ بولنے اور دوسروں کو تلقین کرتے ہیں۔

15:۔مرغ بازی، کبوتر بازی، اور دوسرے ایسے ہی کھیل کود میں وقت گنوانے والے۔

16:۔جو شخص گناہ وحرام کی مجلس میں بیٹھتا ہے اگر چہ وہ خود اس حرام کا مرتکب نہیں۔

17:۔سود خور، جواری، یا علی الاعلان شطرنج کھیلنے والا۔

18:۔بغیر عذر شرعی نماز روزہ قضا کرنے والا یا جماعت ترک کرنے والا جبکہ کوئی عذر شرعی نہ ہو۔

19:۔حقیر و ذلیل افعال میں گرفتار و مشغول رہنے والا۔

20:۔جو شخص بزرگان دین، پیشوایان اسلام مثلاً صحابہ و تابعین، وائمہ اہلبیت خصوصاً امام حسین شہید کرب و بلا اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کو برے الفاظ سے اعلانیہ یاد کرتا ہو، اس کی گواہی بھی مقبول نہیں۔انہی بزرگان دین سلف صالحین میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔اور جو بیہودہ گوئی کو اپنا جز و ایمان سمجھتے ہیں، ہرگز ہرگز کسی دینی یا دنیاوی معاملہ میں شہادت کے اہل نہیں۔ (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری وغیرہا)

کیونکہ سچی گواہی سے معاملہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔حق اور باطل دونوں میں تمیز ہو جاتی ہے۔لہٰذا سچی گواہی مسلمان کی عزت میں اضافہ کرتی ہے جبکہ جھوٹی گواہی ذلت ورسوائی کا باعث بنتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سچی گواہی دینے والا بنائے۔آمین

ولادت وبکارت میں ایک عورت کی گواہی کا بیان

اور ولادت و پردہ بکارت اور عورتوں کے وہ عیب جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔ان میں صرف ایک عورت کی گواہی بھی قبول کرلی جائے گی۔البتہ ان سب میں عادل وانصاف والا ہونا' اور لفظ شہادت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔جب گواہ نے لفظ شہادت ذکر نہ کیا' اور کہا کہ میں جانتا ہوں یا میں یقین رکھتا ہوں۔تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حاکم ایک مسلمان آدمی کے ظاہری طور پر عادل ہونے پر ہی اکتفاء کرے گا۔مگر حدود اور قصاص میں ایسا نہیں کرے گا بلکہ ان میں گواہوں کے بارے سوال کرے گا۔جب مدعی علیہ ان کے بارے طعنہ زنی کرے' تو حاکم ان کے بارے معلومات حاصل کرے گا۔صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے بارے میں خفیہ طور پر اور علانیہ طور پر دونوں طرح تحقیق کرنا ضروری ہے۔

اور وہ چیز جسے کسی گواہ نے دو طرح سے اٹھا رکھا ہوتا ہے۔ان میں سے ایک تو وہ ہے جس کا حکم اس کی ذات کے ساتھ ہی ثابت ہو جاتا ہے۔اس کی مثال جیسے بیع' اعتراف' غصب' قتل اور حاکم کا حکم وغیرہ ہے پس جب گواہ نے انہیں خود دیکھا ہو یا سنا ہو' تو اسے جبکہ گواہ نہ بھی بنایا گیا ہو۔اس کے لئے ان کی گواہی دینا جائز ہے' اور وہ کہے گا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس نے بیچ دیا ہے یہ نہیں کہے گا کہ اس نے مجھے گواہ بنایا ہے۔ (قدوری، کتاب شہادات، لاہور)

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ولادت وبکارت اور عورتوں کے وہ عیوب جن پر مردوں کو اطلاع نہیں ہوتی ان میں ایک عورت حرہ مسلمہ کی گواہی کافی ہے اور دو عورتیں ہوں تو بہتر اور بچہ زندہ پیدا ہوا، پیدا ہونے کے وقت رویا تھا اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے حق میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔مگر حق وراثت میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک عورت کی گواہی

کافی نہیں۔عورتوں کے وہ عیوب جن پر مردوں کو اطلاع نہیں ہوتی اور ولادت کے متعلق اگر ایک مرد نے شہادت دی تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر کہتا ہے میں نے بالقصد اُدھر نظر کی تھی گواہی مقبول نہیں کہ مرد کو نظر کرنا جائز نہیں۔اور اگر یہ کہتا ہے کہ اچانک میری اُس طرف نظر چلی گئی تو گواہی مقبول ہے۔(ردمحتار، کتاب شہادات، لاہور)

قرآن وسنت کے مطابق عورت کی آدھی گواہی کا بیان

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔(البقرہ،۲۸۲)

اور دو گواہ کرلو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے۔

قرآن پاک میں یہاں نص قطعی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوگی۔اس آیت سے نام نہاد گمراہ کن سکالر جو اسلام کے نام پر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں ان کو توبہ کرنی چاہے کیونکہ وہ عورت کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دیتے ہیں جس کے سبب اس قرآنی آیت کی مخالفت ضروری آتی ہے جو عذاب الٰہی کا سبب ہوگی۔پتہ نہیں عورت کی گواہی آدھی کہنے سے یہ لوگ کیوں آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔حالانکہ آگ سے شیطان بنا ہے۔اور یہ سراپا شیطان کے چیلے بننے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ہمیں ان کے شیطانی کردار سے کوئی غرض نہیں کیونکہ وہ جہنم میں جائیں یا جہاں جانا چاہیں جائیں لیکن خدا کیلئے ہماری مسلمان عوام سے گزارش ہے کہ وہ اس کے جہلاء سکالرز کے شر و فساد سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔

اسی طرح ایسے لوگوں کو قانون وراثت میں غور کرنے چاہے کہ وہاں بھی مرد کی بہ نسبت آدھا حصہ دیا گیا ہے وہاں پر بھی ان لوگوں کو یہ قانون نافذ کرتے ہوئے مردوں کے برابر حصہ دینا چاہے وہاں ان کو کیسے سمجھ آگیا ہے کہ عورت کا حصہ نصف ہے۔اور وہاں عورت کو نصف حصہ دینا عورت کے شرف کے خلاف نہیں ہے تو یہاں نصف گواہی ہونے کے سبب عورت کی عزت میں کیونکر کمی آئے گی۔بلکہ آدھی گواہی کے سبب عورت کو گھر میں پردہ رہنے کا اہتمام ہے اور یہی شیطان کو برداشت نہیں ہے۔کیونکہ جب عورت کثرت سے عدالتوں کی زینت بنے اور غیر محرموں کے آمنے سامنے آزادانہ طور پر آئے یہی شیطان اور اہل شیطان کو پسند ہے

شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل

حدیث کے الفاظ بالکل صاف صاف بیان کر رہے ہیں کہ : عورت کی گواہی، مرد کی گواہی سے نصف ہے، یہ حدیث صرف ایک کتاب حدیث میں درج ہوتی تو پھر بھی کسی کے لئے "مطالعے کی کمی" کہا جا سکتا مگر مسئلہ یہی ہے کہ یہ حدیث صحیحین کے علاوہ درج ذیل 10 کتب احادیث میں درج ہے۔

1۔ابو داؤد، باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه 2۔ترمذی، باب ما جاء في استكمال الايمان وزيادته ونقصانه 3۔ابن ماجه، باب فتنة النساء 4۔مسند احمد، جلد:25۔صحيح ابن خزيمه، باب اسقاط فرض الصلاة عن الحائض ايام حيضها 6۔سنن دارمی، باب الحائض تسمع السجدة فلا تسجد 7۔سنن بيهقی کبری، باب الحائض تفطر في شهر رمضان كتاب الصوم 8۔ابن حبان، ذكر الزجر للنساء عن اكثار اللعن واكفار العشير 9۔مستدرک الحاكم، جلد:410۔مجمع الزوائد، باب الصدقة على الاقارب وصدقة المراة على زوجها۔

حضرت ابو ہریرہ وزید بن خالد شبل سے روایت ہے انہوں نے کہا ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اس دوران ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند قدوس کی قسم دیتا ہوں ہمارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرمائیں اللہ کی کتاب کے موافق۔ پھر اس کا مخالف اٹھ کھڑا ہوا وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا اس نے عرض کیا سچ کہتا ہے کتاب اللہ کے موافق آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہہ دو۔ اس نے کہا میرا لڑکا اس کے پاس مزدوری کا کام کرتا تھا تو اس کی بیوی سے زنا کرلیا۔ میں نے ایک سو بکریاں اور ایک خادم دے کر اس کو چھڑا لیا۔ کیونکہ مجھ سے لوگوں نے کہا تھا کہ تمہارے لڑکے پر رجم (یعنی پتھروں سے مار ڈالنا ہے) تو میں نے فدیہ ادا کردیا پھر میں نے چند جاننے والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا تمہارے لڑکے کو ایک سو کوڑے لگنے چاہئیں تھے۔ ایک سال کے واسطے ملک بدر ہوتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ کے موافق کردوں گا لیکن ایک سو بکریاں اور خادم تم اپنے لے لو اور تمہارے لڑکے کو ایک سو کوڑے لگیں گے اور صبح کو اس دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جا اگر وہ اقرار زنا کرے تو اس کو پتھروں سے مار ڈال۔ چنانچہ صبح کے وقت انیس اس کے پاس پہنچے اس نے اقرار کرلیا انہوں نے اس کے اوپر پتھر برسائے۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1715)

امام نسائی علیہ الرحمہ نے سنن نسائی میں اس حدیث پر فقہی باب قائم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عورت کو گواہی کیلئے عدالت میں جانے سے جس قدر ہوسکے دور رکھا جائے۔ کیونکہ عورت چھپانے کی چیز ہے۔

بَابٌ فِي شَهَادَةِ الزُّورِ

باب: جھوٹی گواہی دینا

3599 - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنِي سُفْيَانُ يَعْنِي الْعُصْفُرِيَّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ النُّعْمَانِ الْأَسَدِيِّ، عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا، فَقَالَ: عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّورِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللَّهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ، ثُمَّ قَرَأَ (فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ) (الحج: 31)

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز ادا کی، جب آپ نے نماز مکمل کی تو آپ کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جھوٹی گواہی کو، کسی کو اللہ کا شریک قرار دینے کے برابر قرار دیا گیا ہے''

یہ بات آپ نے تین بار ارشاد فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

''بتوں کی ناپاکی سے اجتناب کرو، اور جھوٹی گواہی سے اجتناب کرو، اللہ تعالیٰ کے لیے خالص رہتے ہوئے اور اس

3599- اسنادہ ضعیف، ابو سفیان العصفری - واسمہ زیاد - وحبیب بن النعمان مجھولان. واخرجہ ابن ماجہ (2372) من طریق محمد بن عبید، بھذا الاسناد. واخرجہ الترمذی (2453) من طریق مروان بن معاویة الفزاری،

کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوئے"۔

شرح

واجتنبوا قول الزور اور جھوٹی بات کہنے سے پرہیز رکھو۔

زُور کا لفظ زور سے مشتق ہے۔ زور کا معنی ہے مڑ جانا' جھوٹی بات بھی حق سے منحرف ہوتی ہے جس طرح افک کا لفظ افک (پھیر دینا موڑ دینا) سے بنا ہے اور جھوٹی بات صداقت سے برگشتہ ہوتی ہی ہے۔ زور کا لفظ اگرچہ عام ہے ہر قسم کی جھوٹی بات اس میں شامل ہے لیکن اس جگہ کافروں کے لئے مشرکانہ مقولے مراد ہیں مثلاً وہ کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ بت اللہ کے دربار میں ہماری سفارش کریں گے۔ لبیک کہنے کے وقت کہتے تھے لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ۔ تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک کے جس کا تو مالک ہے وہ (تیرا) مالک نہیں۔

امام احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ' طبرانی اور ابن المنذر نے حضرت حزیم بن فاتک کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو گئے اور فرمایا جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر ہے یہ بات تین بار فرمائی پھر آیت فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ۔ تلاوت فرمائی۔

قتادہ نے کہا دور شرک میں لوگ حج کرتے تھے لیکن ماؤں' بیٹیوں اور بہنوں کو رد کرتے تھے اور اپنے کو حنیف کہتے تھے یعنی دین ابراہیمی پر قائم۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ دین ابراہیمی پر قائم ہونا چاہتے ہو تو بت پرستی چھوڑ دو اس گندگی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے اجتناب رکھو۔ (تفسیر مظہری، سورہ حج، لاہور)

جھوٹی قسم کھانے پر وعید کا بیان

حضرت عبداللہ بن انیس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بڑے گناہوں میں سب سے بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا (۳) اور جھوٹی قسم کھانی (یاد رکھو) جس قسم کھانے والے نے بھی مجبوری وقید کی حالت میں اللہ کی قسم کھائی اور اس قسم میں مچھر کے بازو کے برابر (یعنی تھوڑا سا) بھی جھوٹ شامل کیا تو اس کے دل میں قیامت تک کے لئے ایک نکتہ پیدا ہو جائے گا (جس کا وبال آخرت میں ظاہر ہوگا)" اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 902)

غموس" دراصل "غمس" سے ہے جس کے معنی ہیں" غوطہ دینا" اور" یمین غموس" کسی گذری بات پر دیدہ و دانستہ جھوٹی قسم کھانے کو کہتے ہیں۔ حنفی مسلک کے مطابق ایسی قسم کھانے والے پر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ لیکن اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ توبہ استغفار کرے اور آئندہ اس طرح جھوٹی قسم نہ کھانے کا پختہ عہد کرے کیونکہ یمین غموس کے بارے میں دوزخ کی آگ سے ڈرایا گیا ہے چنانچہ ایسی قسم" کو غموس" اسی اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ ایسی قسم کھانے والے کو دوزخ کی آگ میں غوطہ دے گی۔ نیز غیر کا حق دوسرے کا مال ہڑپ کرنے کے لئے جو جھوٹی قسم کھائی جاتی ہے وہ اسی قبیل سے (یعنی یمین غموس کی قسم سے) ہے۔

متیجہ کے اعتبار سے "یمین صبر" بھی "یمین غموس" کے مفہوم میں داخل ہے کہ جس طرح یمین غموس سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ آخرت کی سزا (یعنی دوزخ کی آگ) ملتی ہے اسی طرح "یمین صبر" میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی سزا بھی آخرت میں ہی ملے گی۔ حدیث (جعلت نکتة فی قلبه الی یوم القیامة) (اس دل میں قیامت تک کے لئے ایک نکتہ پیدا ہو جائے گا) کا مطلب یہ ہے کہ اس نکتہ (داغ) کا اثر زنگ کی طرح ہے کہ وہ اپنی قسم میں تھوڑے سے بھی جھوٹ کی آمیزش کرنے والے شخص کے دل پر قیامت تک ہوگا پھر قیامت میں اس کا وبال اس طرح ظاہر ہوگا کہ اس کو عذاب الٰہی میں مبتلا کیا جائے گا۔ اس سے عبرت پکڑنی چاہئے جب کہ تھوڑے سے جھوٹ کی آمیزش کرنے کا انجام یہ ہے کہ تو اس صورت میں کیا حشر ہوگا جب کہ جس بات پر قسم کھائی جائے وہ سرے جھوٹ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں تین چیزوں کو ذکر کیا ہے جو بڑے گناہوں میں سب سے بڑے گناہ ہیں اور پھر ان تینوں میں سے صرف آخر کے بارے میں وعید بیان فرمائی تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ بھی سب سے بڑے گناہ ہیں اور پھر ان تینوں میں سے صرف آخر میں کے بارے میں وعید بیان فرمائی تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ بھی سب سے بڑے گناہوں میں داخل ہے اور لوگ یہ گمان کر کے عدالت میں جھوٹی قسم کھانا گناہ کے اعتبار سے شرک اور ماں باپ کی نافرمانی کی طرح نہیں ہے اس کو کمتر نہ جائیں اسی طرح آگے حضرت خزیمہ ابن فاتک کی جو روایت آئے گی اس کے یہ الفاظ (عدلت شهادة الزور بالا شراك بالله) سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ بھی "اکبر کبائر میں داخل ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو بھی شخص میرے منبر کے پاس قسم کھاتا ہے اور اس کی وہ قسم جھوٹی ہوتی ہے اگر چہ وہ ایک مسواک ہی کے لئے کیوں نہ ہو تو وہ (دوزخ کی) آگ میں اپنا ٹھکانہ تیار کرتا ہے۔ یا یہ فرمایا کہ۔ اس کے لئے (دوزخ کی) آگ واجب ہوتی ہے۔ (مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ)

منبر کے پاس قسم کھانے کی قید اس لئے لگائی کہ وہ ایک مقدس و باعظمت جگہ ہے وہاں جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ ورنہ مطلق جھوٹی قسم کھانا خواہ جہاں بھی کھائی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے عذاب کو واجب کرتا ہے۔ "سبز مسواک" کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ وہ ایک حقیر ترین چیز ہے۔ جب کہ خشک ہو جانے کے بعد اس میں قدر و قیمت پیدا ہو جاتی ہے۔ حاصل یہ کہ مسواک بذات خود بہت معمولی و حقیر چیز ہے۔ جب کہ خشک ہونے سے پہلے تو اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہوتی۔ جب اس کے لئے جھوٹی قسم کھانا اتنی بڑی وعید کا محمول ہے تو جو لوگ عدالتوں میں بڑی بے باکی کے ساتھ بڑی سے بڑی چیز کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں ان کا حشر کیا ہوگا؟

بَابُ مَنْ تُرَدُّ شَهَادَتُهُ

باب: کس کی گواہی مسترد کر دی جائے گی؟

3600 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسٰى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ شَهَادَةَ الْخَائِنِ، وَالْخَائِنَةِ وَذِي الْغِمْرِ

عَلَى أَخِيهِ، وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ، وَأَجَازَهَا لِغَيْرِهِمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْغِمْرُ: الْحِنَةُ، وَالشَّحْنَاءُ، وَالْقَانِعُ: الْأَجِيرُ التَّابِعُ مِثْلُ الْأَجِيرِ الْخَاصِّ.

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کرنے والے مرد خیانت کرنے والی عورت اور اپنے بھائی سے بغض رکھنے والے شخص کی گواہی کو مسترد کر دیا تھا، آپ نے کسی ملازم کی اس کے گھر والوں کے خلاف گواہی کو مسترد کر دیا تھا، البتہ دوسروں کے حق میں اس کی گواہی کو درست قرار دیا تھا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) غمر کا مطلب بغض اور عداوت ہے جبکہ قانع کا مطلب تابع رہنے والا ملازم ہے، جیسے خاص ملازم ہوتا ہے۔

3601 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفِ بْنِ طَارِقٍ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ الْخُزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، بِإِسْنَادِهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ، وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِيَةٍ، وَلَا ذِي غِمْرٍ عَلَى أَخِيهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی گواہی جائز نہیں ہے، اور نہ ہی زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورت کی جائز ہے اور نہ ہی اپنے بھائی کے خلاف بغض رکھنے والے کی جائز ہے''۔

شرح

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ان لوگوں کی گواہی جائز ومعتبر نہیں۔ (۱) خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت (۲) جس شخص پر تہمت کی حد جاری کی گئی ہو (۳) دشمن جو اپنے (مسلمان) بھائی کے خلاف ہو (٤) وہ شخص جو ولاء کے بارے میں متہم ہو (٥) وہ شخص جو قرابت کے بارے میں متہم ہو۔ (٦) وہ شخص جو کسی ایک گھر پر قانع ہو۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے نیز اس حدیث کا ایک راوی یزید ابن زیاد دمشقی منکر الحدیث ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 904)

اسلام کی رو سے گواہ کا عادل ہونا اتنا ہی ضروری ہے جس قدر حاکم کا عادل ہونا کیونکہ گواہی ایک ایسا اہم درمیانی وسیلہ ہے جو عدالت کو عدل تک پہنچنے میں فیصلہ کن مدد دیتا ہے، اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حدیث میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا

3600-اسناده حسن. محمد بن راشد: هو المكحولي، وحفص بن عمر: هو ابو عمر الحوضي. واخرجه ابن ماجه (2366) من طريق حجاج بن ارطاة، عن عمرو بن شعيب، به بنحو اللفظ الآتي بعده. الا انه قال: "لا محدود في الاسلام" بدل: "ولا زان ولا زانية". ولم يذكر في روايته شهادة القانع. وهو في "مسند احمد" (6698) و(6899) و(6940) و(7102).

3601-اسناده حسن كسابقه. محمد بن خلف بن طارق الدّاري نسبة الى داريّا، ويقال في النسبة اليها ايضاً: الداراني، وهي اكبر قرى الغوطة الجنوبية، وثانية قرى الغوطة اليوم على الاطلاق، تبعد عن دمشق نحو ثمانية كيلو مترات جنوباً الى غرب.

...ونکہ عدل کے معیار پر پورے نہیں اترتے اس لئے ان کی گواہی کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے خیانت کرنے والا مرد الخ ...یانت سے" لوگوں کی امانتوں میں خیانت مراد ہے، یعنی ان مردوں اور عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جو لوگوں کی ...نتوں میں خیانت کرنے والے مشہور ہوں اور ان کا جرم خیانت بار بار سرزد ہونے کی وجہ سے لوگوں پر عیاں ہو۔ ورنہ تو ظاہر ہے ...(خیانت) ایک ایسا مخفی جرم ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے مگر عام طور سے بندوں پر عیاں نہیں ہوتا۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یہاں" خیانت" سے مراد فسق ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور گناہ صغیرہ پر اصرار کی صورت میں ہو یا احکام دین اور فرائض دین کی عدم بجا آوری کی شکل میں ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دین کے احکام کو بھی" امانت" فرمایا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے۔(اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاحزاب:72)"تحقیق ہم نے امانت (یعنی اپنے دین کے بار کو) آسمانوں اور زمین پر پیش کیا الخ اور دین کے احکام کو بجا نہ لانے کو" خیانت" فرمایا جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے۔(لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ ،(الانفال ۸:۲۷)" نہ تو اللہ اور اس کے رسول کی امانت (یعنی دین کے امور) میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو" اس صورت میں اول تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو مرد و عورت احکام شرع اور فرائض دین کی بجا آوری نہ کرتے ہوں یا گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور گناہ صغیرہ پر اصرار کرتے ہوں ان کی گواہی معتبر نہیں ہوگی۔

دوسرے یہ کہ آگے آنے والی حدیث میں" خیانت کے بعد" زنا" کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ تخصیص بعد تعمیم" کے طور پر ہے علماء لکھتے ہیں کہ یہ تاویل (یعنی خیانت سے فسق مراد لینا اولیٰ ہے ورنہ دوسری صورت میں تمام برائیوں اور گناہوں کا ذکر باقی رہ جائے گا۔ جن کا ارتکاب قبول گواہی سے مانع ہے اور ان سب کو چھوڑ کر صرف خیانت کا ذکر کرنا سمجھ میں نہیں آئے گا۔ جس شخص پر تہمت کی حد جاری کی گئی ہو" کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی پاکدامن پر زنا کی تہمت لگائی ہو اور اس کی سزا میں اس پر حد قذف جاری کی گئی ہو تو اس شخص کی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی اگرچہ وہ اس سے توبہ بھی کر لے۔

اس بارے میں فقہی مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ حد قذف کے علاوہ اور دوسرے تمام حدود میں یہ رعایت حاصل ہے کہ جس شخص پر حد جاری ہوئی ہو اگر وہ توبہ کرے تو اس کی گواہی قبول ہوگی، توبہ سے پہلے تو اس کی گواہی ناقابل اعتبار قرار پائے گی جب کہ حد قذف میں یہ سزا ہے کہ جس شخص پر یہ حد جاری ہوئی اگر وہ توبہ بھی کرے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی لیکن دوسرے آئمہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام ہی حدود سے متعلق ہے کہ اگر کسی شخص پر حد جاری ہو گئی تو اس کے توبہ کر لینے کے بعد اس کی گواہی قبول کی جائے گی خواہ وہ حد تہمت کے جرم میں جاری ہوئی ہو یا کسی اور گناہ (جیسے زنا) کی وجہ سے۔" دشمن جو اپنے خلاف ہو" کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص آپس میں ایک دوسرے سے دشمنی و عداوت رکھتے ہوں ان کی ایک دوسرے کے بارے میں گواہی معتبر نہیں ہوگی خواہ وہ دونوں آپس میں نسبی بھائی ہوں یا اجنبی" یعنی دینی بھائی" ہوں۔" وہ شخص جو ولاء کے بارے میں متہم ہو" کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص زید ایک دوسرے بکر کا غلام تھا اور بکر نے اس کو آزاد کر دیا تھا اب زید اپنی آزادی کو ایک تیسرے شخص کی طرف منسوب کرتا یعنی یوں کہتا ہے کہ میں عمرو کا آزاد کیا ہوا ہوں، حالانکہ وہ اپنی بات میں

جھوٹا ہے اور وہ اپنے اس جھوٹ میں مشہور ہے کہ لوگ عام طور پر اس کے جھوٹے انساب پر اس کو متہم کرتے ہیں اور اس کی تکذیب کرتے ہیں ایسے شخص کی گواہی بھی قابل قبول نہیں ہوگی کیونکہ وہ اپنے اس کہنے کی وجہ سے "فاسق" ہے چنانچہ آزاد کرنے والے کی ولاء (یعنی آزاد کرنے پر حاصل ہونے والے حق کو قطع کرنا اور اس کی ولاء کی نسبت کسی ایسے شخص کی طرف کرنا جس نے حقیقت میں اس کو آزاد نہیں کیا ہے گناہ کبیرہ ہے، اور اس کے مرتکب کے بارے میں سخت وعید وتنبیہ وارد ہے۔

یہ حکم قرابت کے بارے میں بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی قرابت میں غلط بیانی کرے یعنی یوں کہے کہ میں فلاں شخص مثلاً زید کا بیٹا ہوں لیکن اس کی غلط بیانی پر لوگ اس کو متہم کرتے ہوں اور اس کی تکذیب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ زید کا بیٹا نہیں ہے بلکہ حقیقت میں بکر کا بیٹا ہے تو اس کی گواہی بھی قابل قبول نہیں ہوگی کیونکہ اس کا یہ جھوٹ بھی "فسق" ہے اور اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی طرف اپنی نسبت کرنے والے کے بارے میں لعنت وارد ہوئی ہے۔ وہ شخص جو کسی ایک گھر پر قانع ہو۔" ایسا شخص وہ سائل ہے جو کم سے کم پیٹ بھرنے پر قناعت کرلیتا ہو یا جس کی روزی کسی ایک گھر سے متعلق ہو اور یا جو کسی ایک گھر کا ہو رہا ہو۔ لیکن یہاں وہ شخص مراد ہے جو کسی کے زیر نفقہ ہو یعنی جس کا گزر کسی کے دینے پر ہوتا ہو جیسے خادم وتابع۔

ایسے شخص کی گواہی اس کے مخدوم ومتبوع کے حق میں قبول نہیں ہوگی کیونکہ اول تو یہ احتمال ہے کہ وہ اپنی محتاجی کی وجہ سے اپنے مخدوم متبوع کی ناروا طرف داری کرے اور سچی بات نہ کہے اور دوسرے یہ کہ اپنے مخدوم ومتبوع کے حق میں گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ گویا وہ اپنی گواہی کے ذریعہ اس چیز کے منافع کو اپنی ذات سے متعلق کرتا ہے جو اس کی گواہی کے نتیجہ میں اس کے مخدوم ومتبوع کو حاصل ہوگی یا بایں طور کہ جب اس کا کھانا پینا اس کے مخدوم ومتبوع کے ذمہ ہے جس کے حق میں وہ گواہی دے رہا ہے تو اس مخدوم ومتبوع کو اس کی گواہی کا وہی حکم ہوگا جو باپ اور بیٹے یا شوہر اور بیوی کی گواہی کا حکم ہے کہ جس طرح اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کے حق میں یا بیٹا اپنے باپ کے حق میں گواہی دے یا شوہر اپنی بیوی کے حق میں یا بیوی شوہر کے حق میں گواہی دے تو اس کی گواہی درست نہیں ہوگی اور اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کا آپس میں ایک دوسرے کے حق میں گواہی دینا گویا اپنی ذات کے فائدے کے لئے گواہی دینا ہے اسی طرح مخدوم ومتبوع کے حق میں تابع وخادم کی گواہی بھی درست نہیں ہے اور اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا! البتہ یہ واضح رہے کہ بھائی کے حق میں بھائی کی گواہی درست رہے گی اور اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

بَابُ شَهَادَةِ الْبَدَوِيِّ عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ

باب: دیہاتی کا شہریوں کے خلاف گواہی دینا

3602 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَنَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلَى صَاحِبِ قَرْيَةٍ

3602-اسناده صحيح. ابن الهاد: هو يزيد بن عبد الله بن الهاد، وابن وهب: هو عبد الله. واخرجه ابن ماجه (2367) عن حرملة بن يحيى، عن عبد الله بن وهب، عن نافع بن يزيد وحده، بهذا الاسناد. قال الذهبي في "تلخيص المستدرك" 4/ 99: هو حديث منكر على نظافة اسناده.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
"کسی دیہاتی کی شہری کے خلاف گواہی جائز نہیں ہے"

بَابُ الشَّهَادَةِ فِي الرَّضَاعِ

باب: رضاعت کے بارے میں گواہی

3603- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ - وَحَدَّثَنِيهِ صَاحِبٌ لِي عَنْهُ وَأَنَا لِحَدِيثِ صَاحِبِي أَحْفَظُ - قَالَ: تَزَوَّجْتُ أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ أَبِي إِهَابٍ فَدَخَلَتْ عَلَيْنَا امْرَأَةٌ سَوْدَاءُ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْنَا جَمِيعًا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَأَعْرَضَ عَنِّي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا لَكَاذِبَةٌ، قَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ وَقَدْ قَالَتْ مَا قَالَتْ دَعْهَا عَنْكَ.

ابن ابوملیکہ بیان کرتے ہیں: حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی: میں نے ام یحییٰ بنت ابواہاب کے ساتھ شادی کر لی، ایک سیاہ فام عورت ہمارے پاس آئی اس نے کہا: میں نے ان دونوں (میاں بیوی کو بچپن میں) دودھ پلایا ہے، راوی کہتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کے سامنے یہ صورتحال ذکر کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے منہ پھیر لیا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ عورت جھوٹ بول رہی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا پتہ؟ اس نے جو کہنا تھا وہ کہہ دیا، اب تم اسے (یعنی اپنی بیوی کو) چھوڑ دو۔

ولادت میں تنہا دایہ کی گواہی کے مقبول ہونے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ وقت نکاح سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں اور چھ مہینے یا زیادہ پر ہوا تو ثابت ہے جبکہ شوہر اقرار کرے یا سکوت اور اگر کہتا ہے کہ بچہ پیدا ہی نہ ہوا تو ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جائیگی اور اگر شوہر نے کہا تھا کہ جب تو جنے تو تجھ کو طلاق اور عورت بچہ پیدا ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر انکار کرتا ہے تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوگی تنہا جنائی کی شہادت ناکافی ہے۔ یونہی اگر شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا یا حمل ظاہر تھا جب بھی طلاق ثابت ہے اور نسب ثابت ہونے کے لیے فقط جنائی کا قول کافی ہے۔ اور اگر دو بچے پیدا ہوئے ایک چھ مہینے کے اندر دوسرا چھ مہینے پر یا چھ مہینے کے بعد تو دونوں میں کسی کا نسب ثابت نہیں۔ نکاح میں جہاں نسب ثابت ہونا کہا جاتا ہے وہاں کچھ یہ ضرور نہیں کہ شوہر دعوے کرے تو نسب ہوگا بلکہ سکوت سے بھی نسب ثابت ہوگا اور اگر انکار کرے تو نفی نہ ہوگی جب تک لعان نہ ہو او

3603- اسنادہ صحیح. ابن ابی ملیکۃ: ھو عبداللہ، والرجل المبھم ھنا فی ھذا الاسناد: ھو عبید بن ابی مریم المکلی، الآتی فی الطریق التالی، وھو مجھول، فالاعتماد فی ھذا الحدیث علی روایۃ ابن ابی ملیکۃ عن عقبۃ بن الحارث. واخرجہ البخاری (88) و (2052) و (2640) و (2659) و (2660) من طرق عن عبداللہ بن ابی ملیکۃ بہ. زاد البخاری فی بعض طرقہ: ففارقھا عقبۃ ونکحت زوجا غیرہ. وھو فی "مسند احمد" (16148)، و"صحیح ابن حبان" (4216-4218).

راگر کسی وجہ سے لعان نہ ہو سکے جب بھی ثابت ہوگا۔ (عالم گیری، باب ثبوت نسب)

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ایک خاتون غنیّہ سے نکاح کر لیا۔ ایک عورت نے ان سے کہا کہ میں تمہیں اور تمہاری منکوحہ دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے۔ حضرت عقبہ نے کہا کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے نہ تم نے پہلے کبھی مجھ سے یہ بات کہی۔ پھر انہوں نے اپنی بیوی کے رشتہ داروں سے معلوم کروایا انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس عورت نے عقبہ کو دودھ پلایا ہے۔ آخر کار حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرہ بیان کیا۔ دودھ پلانے والی عورت تن تنہا یہ واقعہ بیان کر رہی تھی۔ دوسرا کوئی گواہ اس کی گواہی نہیں دے رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رضاعت کے بارے میں اس عورت کا کہا تسلیم فرمایا۔ غنیّہ کو عقبہ کی رضاعی بہن قرار دیا۔ عقبہ رضی اللہ عنہ نے غنیّہ کو چھوڑ دیا اور دوسری جگہ نکاح کیا۔

3604 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ الْبَصْرِيُّ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ كِلَاهُمَا، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ - وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ عُقْبَةَ وَلَكِنِّي لِحَدِيثِ عُبَيْدٍ أَحْفَظُ - فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: نَظَرَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ إِلَى الْحَارِثِ بْنِ عُمَيْرٍ، فَقَالَ: هَذَا مِنْ ثِقَاتِ أَصْحَابِ أَيُّوبَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے حارث بن عمیر کو دیکھا ہے، یہ ایوب کے ثقہ شاگردوں میں سے ایک تھا۔

بَابُ شَهَادَةِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَفِي الْوَصِيَّةِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر کے دوران کی گئی (کسی مسلمان کی) وصیت کے بارے میں ذمیوں کا گواہی دینا

3605 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ بِدَقُوقَاءَ هَذِهِ وَلَمْ يَجِدْ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُشْهِدُهُ عَلَى وَصِيَّتِهِ فَأَشْهَدَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقَدِمَا الْكُوفَةَ فَأَتَيَا أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، فَأَخْبَرَاهُ وَقَدِمَا بِتَرِكَتِهِ وَوَصِيَّتِهِ، فَقَالَ الْأَشْعَرِيُّ: هَذَا أَمْرٌ لَمْ يَكُنْ بَعْدَ الَّذِي كَانَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَحْلَفَهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ بِاللَّهِ مَا خَانَا وَلَا كَذَبَا وَلَا بَدَّلَا، وَلَا كَتَمَا وَلَا غَيَّرَا وَإِنَّهَا لَوَصِيَّةُ الرَّجُلِ وَتَرِكَتُهُ فَأَمْضَى شَهَادَتَهُمَا

3604- اسناده صحيح من طريق ابن ابى مليكة عن عقبة بن الحارث. احمد بن ابى شعيب الحرانى: هو احمد بن عبد الله بن ابى شعيب نسب هنا لجده. واخرجه البخارى (5104)، والترمذى (1185)، والنسائى (3330) من طريق اسماعيل بن ابراهيم - وهو ابن علية - بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (16148)، و"صحيح ابن حبان" (4216).

3605- واخرجه سعيد بن منصور فى قسم التفسير من "سننه" (857)، والطبرى فى "تفسيره" /1057، وابن حزم فى "المحلى" /4079، والبيهقى /16510 من طريق هشيم بن بشير، بهذا الاسناد. واخرجه عبد الرزاق (15539)

امام شعبی بیان کرتے ہیں: دقوقاء کے مقام پر ایک مسلمان کا آخری وقت قریب آ گیا، اسے کوئی ایسا مسلمان نہیں ملا جسے وہ اپنی وصیت کے بارے میں گواہ بنالیتا، تو اس نے اہل کتاب سے تعلق رکھنے والے دو آدمیوں کو گواہ بنالیا، وہ دونوں آدمی کوفہ آئے، وہ دونوں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں اس بارے میں بتایا وہ اس کا ترکہ اور اس کی وصیت ساتھ لے کر آئے تھے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد کبھی پیش نہیں آیا، پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عصر کے بعد ان دونوں سے، اللہ کے نام کی قسم لی، کہ انہوں نے کوئی خیانت نہیں کی، کوئی غلط بیانی نہیں کی، کوئی تبدیلی نہیں کی، کوئی چیز چھپائی نہیں ہے، کوئی چیز متغیر نہیں کی ہے، یہ اسی شخص کی وصیت ہے اور اسی کا ترکہ ہے، پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دونوں کی گواہی کو برقرار رکھا (یعنی قبول کیا)

3606 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَهْمٍ مَعَ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ بَدَّاءٍ، فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا مُسْلِمٌ، فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوا جَامَ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا بِالذَّهَبِ فَأَحْلَفَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ، فَقَالُوا: اشْتَرَيْنَاهُ مِنْ تَمِيمٍ وَعَدِيٍّ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَاءِ السَّهْمِيِّ، فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا. وَإِنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ قَالَ: فَنَزَلَتْ فِيهِمْ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ) (المائدة: 106) الْآيَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بنوسہم سے تعلق رکھنے والا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا، اس سہمی شخص کا انتقال ایک ایسی جگہ پر ہوا، جہاں کوئی مسلمان نہ تھا، جب وہ دونوں اس کا ترکہ لے کر آئے، تو اس کے پسماندگان نے چاندی سے بنے ہوئے ایک برتن کو غیر موجود پایا، جس پر سونے کے پترے لگے ہوئے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے حلف لیا، پھر بعد میں وہ برتن مکہ میں مل گیا، ان لوگوں نے بتایا کہ ہم نے تو یہ تمیم اور عدی سے خریدا ہے، تو سہمی شخص کے وارثوں میں سے دو آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ قسم اٹھائی کہ ہماری گواہی' ان دونوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے، اور یہ برتن ہمارے ساتھی کا ہے، تو ان کے بارے میں آیت نازل ہوئی۔

''اے ایمان والو! تمہارے درمیان گواہی کا حکم یہ ہوگا، جب کسی شخص کو موت آ جائے''۔

حدیث میں بیان کردہ آیت کی تفسیر اور گواہی کا بیان

اس میں ستائیس مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ مکی نے کہا: یہ تین آیات اہل معانی کے نزدیک قرآن میں اعراب، معنی اور حکم کے اعتبار سے مشکل ہیں۔ ابن

3606- اسنادہ قوی من اجل عبد الملک بن سعید بن جبیر، فھو صدوق لا باس بہ. واخرجہ البخاری (2780)، والترمذی (3312) من طریق یحیی بن آدم، بھذا الاسناد. وھو فی "شرح مشکل الآثار" (4546).

عطیہ نے کہا: یہ اس کا کلام ہے جس کے لیے اس کی تفسیر میں اطمینان واقع نہیں ہوا یہ ان کی کتاب میں واضح ہے۔

(المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۲۰۰)

میں کہتا ہوں: مکی نے جو ذکر کیا ہے ابو جعفر نحاس نے بھی اس سے پہلے یہ ذکر کیا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیات تمیم داری اور عدی بن بداء کے سبب نازل ہوئیں۔ بخاری، دارقطنی وغیرہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرمایا: تمیم داری اور عدی بن بداء مکہ کی طرف جاتے تھے تو ان کے ساتھ بنی سہم کا ایک نوجوان بھی نکلا، وہ ایسے علاقہ میں فوت ہوا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا اس نے تمیم اور عدی کو وصیت کی اور اپنا ترکہ اپنے اہل کی طرف ان کے ہاتھ بھیج دیا ان دونوں نے چاندی کے جام کو اپنے پاس رکھ لیا جس پر سونے کے نقش ونگار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے قسم طلب کی کہ تم نے نہ چھپایا اور نہ تمہیں اطلاع ہے پھر وہ پیالہ مکہ میں پایا گیا انہوں نے کہا: یہ ہم نے عدی اور تمیم سے خریدا ہے۔ سہمی کے ورثاء میں سے دو آدمی آئے انہوں نے قسم اٹھائی کہ یہ پیالہ سہمی کا ہے اور ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ ٹھیک ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا۔ فرمایا: پھر انہوں نے پیالہ لے لیا اس میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ دارقطنی کے الفاظ ہیں، ترمذی نے تمیم داری سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے: (آیت) یایھا الذین امنوا شھادۃ بینکم۔

اس آیت سے میرے اور عدی بن بداء کے علاوہ لوگ بری ہیں۔ یہ دونوں نصرانی تھے اسلام سے پہلے شام کی طرف جاتے تھے پھر وہ تجارت کی غرض سے شام آئے، ان کے پاس بنی سہم کا ایک آدمی تجارت کی غرض سے آیا جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا۔ اس کے پاس چاندی کا پیالہ تھا اس کے ذریعے بادشاہ کا ارادہ کرتا تھا وہ اس کی تجارت کا بڑا حصہ تھا۔ وہ مریض ہو گیا تو انہیں اس نے وصیت کی اور انہیں حکم دیا کہ میرا مال میرے گھر والوں کو پہنچا دینا، تمیم نے کہا: جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ پیالہ لے لیا اور ہم نے وہ پیالہ ہزار درہم کے عوض بیچ دیا پھر ہم نے انہیں تقسیم کیا، جب ہم ان کے گھر والوں کے پاس آئے تو ہم نے وہ سب کچھ ان کے حوالے کیا جو ہمارے پاس تھا، انہوں نے پیالہ سامان میں نہ پایا پس انہوں نے ہم سے اس پیالہ کے متعلق سوال کیا۔ ہم نے کہا: اس کے علاوہ اس نے کچھ نہیں چھوڑا اور اس کے علاوہ ہمیں کچھ نہیں دیا۔ تمیم نے کہا: پھر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد مسلمان ہوا تو میں نے اسے گناہ سمجھا پھر میں اس کے گھر والوں کے پاس آیا اور انہیں سب کچھ بتایا اور میں نے انہیں پانچ سو درہم ادا کر دیئے اور میں نے انہیں بتایا کہ اس کی مثل رقم میرے ساتھی کے پاس ہے۔ پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دلیل مانگی تو انہوں نے دلیل نہ پائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ عدی سے اس کے ساتھ قسم طلب کریں جو ان کے دین داروں پر عظیم ہے۔ پس عدی نے قسم اٹھا دی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

یایھا الذین امنو اشھادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیۃ اثنن ذوا عدل منکم او اخران من غیرکم ان انتم ضربتم فی الارض فاصابتکم مصیبۃ الموت تحبسونھما من بعد الصلوۃ فیقسمن باللہ ان ارتبتم لانشتری بہ ثمنا ولو کان ذاقربی ولانکتم شھادۃ اللہ انا اذالمن الاثمین فان عثر علی انھما استحقا اثما فاخران یقومان مقامھما من الذین استحق علیھم الاولین فیقسمن باللہ

شہادتنا احق من شہادتہما وما اعتدینا انا اذالمن الظلمین ذٰلک ادنیٰ ان یاتوا بالشہادۃ علی وجہہا او یخافوا ان ترد ایمان بعد ایمانہم۔ عمرو بن العاص اوران میں سے ایک اور آدمی اٹھا اور قسم اٹھائی پس عدی بن بداء کے انہوں سے پانچ سو درہم چھین لیے گئے۔

ابوعیسیٰ نے کہا: یہ حدیث غریب ہے اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ تین آیات تمیم اور اس کے ساتھی عدی کے بارے میں نازل ہوئیں یہ دونوں نصرانی تھے اور ان کے کاروبار کی جگہ مکہ تھی، جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ابن ابی مریم مولی عمرو بن العاص مدینہ طیبہ آیا وہ شام میں تجارت کا ارادہ رکھتا تھا اس کے ساتھ تمیم اور اس کا ساتھی عدی تھا۔ الحدیث۔ نقاش نے ذکر کیا ہے فرمایا: یہ بدیل بن ابی مریم مولی العاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی وہ سمندر میں نجاشی کی طرف سفر کرتے ہوئے نکلا۔ اس کے ساتھ دو نصرانی تھے ایک کو تمیم کہا جاتا تھا وہ لخم سے تھا اور عدی بن بداء۔ بدیل فوت ہوا وہ کشتی میں تھے اسے دریا میں پھینکا گیا تھا اس نے وصیت لکھی تھی اور اسے سامان میں رکھ دیا تھا اس نے کہا: میرا یہ سامان میرے گھر پہنچا دینا، جب بدیل فوت ہو گیا تو ان دونوں نے سامان پر قبضہ کرلیا اور اس مال میں سے جو انہیں پسند آیا وہ خود لے لیا اور جو مال انہوں نے لیا تھا اس میں چاندی کا ایک برتن بھی تھا اس میں تین سو مثقال تھا اور وہ سونے کے ساتھ منقش تھا مکمل حدیث ذکر کی۔ اس کو سنید نے ذکر کیا فرمایا: جب شام میں آئے تو بدیل مریض ہو گیا وہ مسلمان تھا۔ الحدیث۔

مسئلہ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) شہادۃ بینکم، شہد کا لفظ کتاب اللہ میں کئی معانی کے لیے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے: (آیت) واستشہدوا شہیدین من رجالکم (بقرہ:۲۸۲) بعض علماء نے فرمایا: اس کا معنی ہے احضروا (حاضر کرو) شہد بمعنی قضی یعنی اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا: یہ ابوعبیدہ کا قول ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو (آل عمران:۱۸) اور شہد بمعنی اقر بھی آیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) والملائکۃ یشہدون فرشتے اقرار کرتے ہیں اسی طرح شہد بمعنی حکم بھی آیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) شہد شاہد من اہلہا (یوسف:۲۶) اسی سے شہد بمعنی حلف (قسم اٹھانا) ہے جیسا کہ لعان میں ہے۔ شہد بمعنی وصی بھی آیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) یایہا الذین امنوا شہادۃ بینکم۔ بعض علماء نے فرمایا: یہاں اس کا معنی وصیت کے لیے حاضر ہونا ہے کہا جاتا ہے: شہدت وصیۃ فلان یعنی میں فلاں کی وصیت کے وقت حاضر تھا۔ طبری کا خیال ہے کہ شہادۃ بمعنی قسم ہے پس معنی ہوگا جو تمہارے درمیان جھگڑا ہے اس کی دو آدمی قسم اٹھائیں اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ یہ اس شہادت کے علاوہ جو مشہود لہ (جس کے لیے گواہی دی گئی ہو) کے لیے دی جاتی ہے کہ وہ اللہ کے لیے حکم معلوم نہیں ہے جس میں گواہ پر قسم واجب ہے۔ اس قول کو قفال نے اختیار کیا ہے اور یمین (قسم) کو شہادت کہا گیا ہے، کیونکہ اس کے ساتھ حکم ثابت ہوتا ہے جس طرح شہادت کے ساتھ حکم ثابت ہوتا ہے۔ ابن عطیہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ یہاں شہادت اسی شہادت کے معنی میں جس کی حفاظت کی جاتی ہے اور ادا کی جاتی ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲ صفحہ ۲۵۲)، اور انہوں نے حضور اور یمین کے معنی میں ہونے کو ضعیف قرار دیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بینکم۔ بعض علماء نے فرمایا: اس کا معنی مابینکم۔ ما کو حذف کیا گیا ہے اور

شہادت کوظرف کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔اسم حقیقت میں استعمال ہوا ہے نحویوں کے نزدیک اس کو وسعت کی بنا پر مفعول کہا جاتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا: ویوما شهدناہ سلیما وعامرا شاعر کی مراد شهدنا فیه ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) مکر الیل والنهار (سبا:۳۳) یعنی مکر کم فیهما۔ شاعر نے کہا: نصافح من لاقیت لی ذا عداوة صفاحا وعنی بین عینیك منزوی مراد ما بین عینیك ہے پس ما کو حذف کیا گیا۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) هذا فراق بینی وبینك (الکہف:۷۸) یعنی ما بینی وبینک۔

مسئلہ نمبر ٤ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اذا حضر اس کا معنی ہے جب موت قریب ہو ورنہ جب موت آجاتی ہے تو میت گواہی نہیں دیتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے: (آیت) فاذا قراءت القرآن فاستعذ بالله (النحل:۹۸) اسی طرح ارشاد ہے: (آیت) اذا طلقتم النساء فطلقوهن (طلاق:۱) اس کی مثل بہت سی آیات ہیں۔ اذا میں عامل مصدر ہے جو شهادة ہے۔

مسئلہ نمبر ٥۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) حین الوصیة اثنن حین ظرف زمان ہے اور اس میں عامل حضر ہے اور اثنان اپنے اطلاق کے ساتھ دو شخصوں کا تقاضا کرتا ہے اور رجلین کا احتمال رکھتا ہے مگر اس کے بعد کہا: ذواعدل تو واضح کر دیا کہ مراد دو آدمی ہیں کیونکہ یہ لفظ مذکر کا تقاضا کرتا ہے جیسا کہ ذواتا مونث کا تقاضا کرتا ہے۔ اثنان کو رفع مبتدا کی خبر کی حیثیت سے ہے اور وہ شهادة ہے ابو علی نے کہا: شهادة کو رفع مبتدا کی حیثیت سے ہے اور خبر اثنان ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے شهادة بینکم فی وصایاکم شهادة اثنین مضاف کو حذف کیا گیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام رکھا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) وازوجه امهتهم (الاحزاب:٦) یعنی مثل امهاتهم اور اثنان کو رفع شهادہ کی وجہ سے دینا بھی جائز ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی:۔ وفیما انزل علیکم اولیکن منکم ان یشهد اثنان لیقم الشهادة اثنان.

مسئلہ نمبر ٦۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ذوا عدل منکم، ذواعدل صفت ہے اثنن کی او منکم دوسری صفت ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲)۔ اور او اخران من غیر کم اس کا مطلب ہے یا تمہارے علاوہ دوسروں کی گواہی۔ من غیر کم، اخران کی صفت ہے۔ اس آیت میں یہ فصل مشکل ہے۔ اس میں تحقیق یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس میں علماء کے تین اقوال ہیں:

(۱) منکم میں ضمیر مسلمانوں کے لیے ہے اور او اخران من غیر کم کفار کے لیے ہے اس بنا پر اہل کتاب کی گواہی مسلمانوں پر سفر میں جائز ہوگی جب وصیت ہو۔ یہ سیاق آیت کے زیادہ مناسب ہے۔

نیز احادیث سے یہ بھی ثابت ہے یہ ان تین صحابہ کا قول ہے جنہوں نے نزول قرآن کو دیکھا یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ قیس (سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، باب الشهادة اهل الذمة وفی الوصیة فی السفر، حدیث نمبر ۳۱۲۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اور حضرت عبداللہ بن عباس۔ آیت کا معنی اول سے آخر تک اس قول کی بنا پر یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ موصی (وصیت کرنے والا) پر شہادت میں اس کا حکم، جب آجائے موت یہ ہے کہ دو عادل آدمیوں کی شہادت ہو اگر وہ سفر میں ہو۔ الضرب فی الارض کا یہی معنی ہے اور اس کے ساتھ مومنین میں سے کوئی نہ ہو تو دو گواہ بنالے ان کفار میں سے جو موجود ہیں جب وہ آئیں اور عصر کی نماز کے بعد حلفا اس کی وصیت پر گواہی دیں کہ انہوں نے جھوٹ نہیں بولا اور نہ انہوں نے وصیت کو بدلا ہے اور جو انہوں نے گواہی دی ہے صحیح

ہے انہوں نے اس میں گواہی کو چھپایا نہیں ہے اور ان کی شہادت کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا پھر اس کے بعد پتہ چلا کہ انہوں نے جھوٹ بولا یا خیانت کی اور اس جیسی چیز کی جو گناہ ہے سفر میں موصی کے اولیاء میں سے دو آدمی قسم اٹھائیں اس کی جوان پہلے گواہوں پر ثابت ہو وہ ادا کریں۔ یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری، سعید بن مسیب، یحییٰ بن یعمر، سعید بن جبیر، ابومجلز، ابراہیم، شریح، عبیدہ سلمانی، ابن سیرین، مجاہد، قتادہ، سدی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہم کے مذہب پر آیت کا معنی ہے فقہاء میں سفیان ثوری نے یہ کہا ہے۔ ابوعبید القاسم بن سلام کا میلان بھی اسی طرف ہے، کیونکہ بہت سے لوگوں نے یہ کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اس کو اختیار کیا ہے۔ فرمایا: اہل ذمہ کی مسلمانوں پر سفر میں گواہی جائز ہے جب کہ مسلمان نہ ہوں۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۷۲۳)۔ یہ تمام علماء کہتے ہیں کہ منکم سے مراد مومنین ہیں اور من غیرکم سے مراد کفار ہیں۔ بعض نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب صرف مدینہ میں مومن تھے اور مومنین اہل کتاب کی معیت میں بت پرستوں کی صحبت میں اور مختلف کفار کے ساتھ تجارتی سفر کرتے تھے یہ حضرت ابوموسیٰ اور شریح وغیرہما کے مذہب پر محکم آیت ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۲۵۱)

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (آیت) **اواخران من غیرکم**۔ منسوخ ہے یہ زید بن اسلم نخعی، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ وغیرہم فقہاء کا قول ہے مگر امام ابوحنیفہ ان کی مخالفت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: کفار کی ایک دوسرے پر گواہی جائز ہے اور مسلمان پر کفار کی گواہی جائز نہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (آیت) **ممن ترضون من الشھداء** (بقرہ: ۲۸۲) اور (آیت) **واشھدو اذوی عدل منکم** (الطلاق: ۲) سے حجت پکڑی ہے۔ ان علماء کا خیال ہے کہ آیت دین آخر میں نازل ہوئی اور اس میں ہے (آیت) **ممن ترضون من الشھداء** اس کی ناسخ ہے اور اس وقت اسلام صرف مدینہ میں تھا پس اہل کتاب کی شہادت جائز تھی آج زمین پر مسلمان پھیل چکے ہیں اور کفار کی شہادت ساقط ہو چکی ہے اور مسلمان کا اجماع ہے کہ فساق کی شہادت جائز نہیں اور کفار فساق ہیں پس ان کی شہادت جائز نہیں۔

میں کہتا ہوں: جو تم نے ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے لیکن ہم بھی اس کے مطابق کہتے ہیں اور یہ اہل ذمہ کی شہادت مسلمانوں کے اوپر وصیت میں سفر کی حالت میں خاص ضرورت کے لیے جائز ہے جہاں مسلمان موجود نہ ہوں لیکن مسلمان موجود ہوں تو پھر جائز نہیں اور جو تم نے نسخ کا دعویٰ کیا ہے جو قرآن کے نزول کے وقت موجود تھے ان میں سے کسی سے یہ مروی نہیں ہے۔ پہلا قول صحابہ میں تین کا ہے اور یہ اس کے علاوہ میں نہیں ہے اور صحابہ کی مخالفت کرنا اور دوسرے کی طرف جانا اس کو اہل علم اچھا نہیں سمجھتے اور اس کو یہ بات بھی تقویت دیتی ہے کہ سورۃ مائدہ نزول کے اعتبار سے قرآن کی آخری سورتوں میں سے ہے حتیٰ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن وغیرہما نے کہا: اس میں منسوخ نہیں ہے۔ اور جو ان علمائے نے نسخ کا دعویٰ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ نسخ کے لیے ناسخ کا اثبات ہونا اس کا صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ ایک واقعہ میں ہے جو وصیت کے واقعہ کے علاوہ ہے اس میں حاجت اور ضرورت کا عنصر ہے اور ضروریات کے وقت حکم کا اختلاف ممتنع نہیں نیز کبھی کافر مسلمان کے نزدیک ثقہ (معتمد) ہوتا ہے اور ضرورت کے وقت اسے پسند کرتا ہے، پس انہوں نے کہا: اس میں ناسخ نہیں ہے۔

(۳) آیت میں نسخ نہیں ہے یہ زہری، حسن اور عکرمہ کا قول ہے اور منکم کا معنی ہے تمہارے قرابتداروں سے اور رشتہ داروں

سے کیونکہ وہ زیادہ حفظ اور ضبط والے ہوتے ہیں اور نسیان سے دور ہوتے ہیں اور (آیت) او اخران من غیرکم کا معنی ہے جو قریبی اور خاندان کے نہیں ہیں۔ نحاس نے کہا: یہ عربی میں گہری نظر رکھنے پر مبنی ہے آخر کا معنی عربی میں پہلے کی جنس سے ہوتا ہے تو کہتا ہے: مررت بکریم وکریم آخر پس آخر کا قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ پہلے کی جنس سے ہے۔ اہل عرب کے نزدیک مررت بکریم وخمیس آخر اور مررت برجل وحمار آخر کہنا جائز نہیں اس بنیاد پر معنی (آیت) او اخران من غیرکم کا معنی ہوگا دو عادل آدمی اور کفار عادل نہیں ہوتے اس بنا پر اس کا قول صحیح ہوگا جس نے من غیرکم کا معنی، مسلمان میں سے تمہارے خاندان کے علاوہ، کیا ہے یہ لغت کی جہت سے عمدہ معنی ہے اس امام مالک اور ان کے ہمنوا علماء کے لیے حجت پکڑی گئی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک من غیرکم کا معنی ہے جو تمہارے قبیلے سے نہ ہوں، اس بنا پر کہ اس قول کا آیت کے آغاز میں (آیت) یایھا الذین امنوا سے مقابلہ کیا گیا ہے پس مومنین کی جماعت خطاب کیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷۔ امام ابوحنیفہ نے اس آیت سے ذمی کفار کی آپس میں شہادت کے جواز پر استدلال کیا ہے فرمایا: (آیت) او اخران من غیرکم کا معنی ہے جو تمہارے دین والوں کے علاوہ ہیں پس یہ ان کی ایک دوسرے پر شہادت کی جواز کی دلیل ہے، انہیں کہا جائے گا: تم اس آیت کے مقتضی کے مطابق نہیں کہتے: کیونکہ یہ آیت اہل ذمہ کی مسلمانوں پر شہادت کی قبولیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور تم یہ نہیں کہتے ہو پس تمہارا اس کے ساتھ حجت پکڑنا درست نہیں۔ اگر کہا جائے کہ یہ آیت طریق النطق کے اعتبار سے اہل ذمہ کی مسلمانوں پر شہادت کی قبولیت کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور طریق تنبیہ کے اعتبار سے اہل ذمہ کی آپس میں شہادت کی قبولیت پر دلالت کرتی ہے، یہ اس طرح کہ جب ان کی گواہی مسلمانوں پر قبول ہے تو ان کی آپس میں گواہی کی قبولیت بدرجہ اولی ہوگی پھر مسلمان پر ان کی شہادت کے قبول نہ ہونے پر دلیل دلالت کرتی ہے پس ان کی آپس میں گواہی پر قبولیت ثابت و باقی ہوگی، یہ کچھ نہیں ہے، کیونکہ اہل ذمہ کی اہل ذمہ پر گواہی کی قبولیت، مسلمانوں پر ان کی گواہی کی قبولیت کی فرع ہے جب مسلمانوں پر ان کی شہادت باطل ہوئی جو اصل ہے تو اہل ذمہ پر بھی ان کی شہادت باطل ہوگی جو فرع ہے۔

مسئلہ نمبر ۸۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ان انتم ضربتم فی الارض۔ یعنی تم سفر پر ہو۔ اس کلام میں حذف ہے تقدیر عبارت یہ ہے (آیت) ان انتم ضربتم فی الارض فاصابتکم مصیبة الموت۔ یعنی اگر تم زمین میں سفر پر ہو اور تمہیں موت کی مصیبت پہنچے تو تم اپنے گمان میں دو عادل آدمیوں کو وصیت کرو اور تم اپنا مال ان کے حوالے کردو پھر تم مرجاؤ اور وہ تمہارے ورثاء کی طرف ترکہ لے جائیں پھر انہیں دونوں کے معاملہ میں شک ہو اور وہ ان پر خیانت کا دعوی کریں تو حکم یہ ہے کہ تم انہیں نماز کے بعد روک لو، یعنی ان دونوں سے توثیق کرلو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے موت کو مصیبت کا نام دیا ہے۔ ہمارے علماء نے فرمایا: موت اگرچہ مصیبت عظمیٰ اور مصیبت کبریٰ ہے لیکن اس سے بڑی مصیبت موت سے غفلت ہے اور اس کے ذکر سے اعراض ہے اور اس میں فکر کا ترک ہے اور اس کے لیے عمل کا ترک ہے اگرچہ عبرت کی نگاہ رکھنے والے کے لیے اس میں عبرت ہے اور فکر کرنے والے کے لیے مقام فکر ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر جانور موت کو جانتے جتنا کہ تم جانتے ہو تو تم ان میں سے کوئی موٹا جانور نہ

کھانے"۔روایت ہے کہ ایک اعرابی ایک اونٹ پر سفر کر رہا تھا تو اس کا اونٹ گرا اور مر گیا، وہ اعرابی اونٹ سے اترا اور اونٹ کے ارد گرد چکر لگانے لگا اور اس میں متفکر ہوا اور کہنے لگا: تجھے کیا ہوا ہے کہ تو کھڑا نہیں ہوتا ہے؟ تجھے کیا ہوا ہے کہ تو اٹھتا نہیں ہے؟ یہ تیرے اعضاء تو مکمل ہیں اور اعضاء سلامت ہیں، تجھے کیا ہوا ہے؟ کون تجھے اٹھائے ہوئے تھا اور کون تجھے کھڑا کیے ہوئے تھا اور کس نے تجھے گرا دیا اور کس نے تجھے حرکت سے روک دیا؟ پھر اس کے متعلق سوچتے ہوئے اور اس کے معاملہ میں تعجب کرتے ہوئے اسے چھوڑ گیا۔

مسئلہ نمبر ۹۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) تحبسونهما۔ ابوعلی نے کہا: یہ آخران کی صفت ہے۔ موصوف اور صفت کے درمیان ان اتم معترضہ ہے۔ یہ آیت اس شخص کو قید کرنے کی دلیل ہے جس پر حق ہو۔ حقوق کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا جلدی طلب کرنا ممکن ہوتا ہے اور کچھ وہ ہوتے ہیں جو صرف تاخیر سے پورے کرنا ممکن ہوتے ہیں اگر اسے چھوڑ دیا جائے جس پر حق ہے اور وہ غائب ہو جائے اور چھپ جائے تو حق باطل ہو جائے گا اور مال ضائع ہو جائے گا پس اس سے توثیق لینا ضروری ہے یا تو حق کے بدلے کوئی مال لیا جائے جسے رہن کہا جاتا ہے یا مطالبہ اور ذمہ میں قائم مقام کوئی شخص لیا جاتا ہے اور وہ کفیل ہے یہ پہلے سے کم رتبہ ہے، کیونکہ جائز ہوتا ہے کہ وہ بھی غائب ہو جائے اور اس کا وجود معتذر ہو جس طرح پہلے شخص کا وجود معتذر تھا لیکن یہ اکثر کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ اگر یہ تمام مشکل ہوں اور کوئی صورت باقی نہ رہے گی تو اسے قید کرنے کا ساتھ توثق ہے حتی کہ اس سے حق کی ادائیگی کر لی جائے یا اس کا تنگ دست ہونا واضح ہو جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ اگر حق بدنی ہو تو بدل قبول نہیں کیا جائے گا جسے حدود اور قصاص میں اس کا جلدی پورا کرنا ممکن نہیں ہوتا اس میں قید کرنے کے ساتھ ہی وثوق ممکن ہوتا ہے اس حکمت کے پیش نظر ہی قید خانہ کا نظام شروع کیا گیا ہے۔ ابو داؤد، ترمذی وغیرہما نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت کے سبب قید کیا تھا۔ ابو داؤد نے عمرو بن شرید عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرمایا: "مال دار کا حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے"۔ (صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، جلد ۱، صفحہ ۳۲۳، ایضاً سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، حدیث نمبر ۳۱۴۴، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز)۔ ابن المبارک نے کہا: اس کی عزت کو حلال کرتا ہے اس پر سختی کی جاتی ہے۔ اور عقوبت سے مراد یہ ہے کہ اسے قید کیا جاتا ہے۔ خطابی نے کہا: حبس (قید کرنا) کی دو قسمیں ہیں: حبس عقوبت اور حبس استظہار پس عقوبت صرف واجب میں ہوتی ہے اور جو تہمت میں ہوتی ہے وہ اس لیے ہوتی ہے جو کچھ پیچھے ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو تہمت میں دن کا کچھ وقت قید کیا پھر اسے چھوڑ دیا۔

معمر نے ایوب سے انہوں نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے فرمایا شریح کسی کے حق کے لیے کسی کے خلاف فیصلہ کرتے تھے تو اس مجلس سے اٹھنے تک مسجد میں اسے قید کر دیتے تھے، اگر وہ حق ادا کر دیتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا ورنہ اسے قید خانہ میں لے جانے کا حکم دیا جاتا۔

مسئلہ نمبر ۱۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) من بعد الصلوۃ اس سے مراد نماز عصر ہے۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے، کیونکہ اہل

ادیان اس وقت کی تعظیم کرتے ہیں اور اس وقت میں جھوٹ بولنے اور جھوٹی قسم اٹھانے سے اجتناب کرتے ہیں۔ حسن نے کہا: اس سے مراد صلوۃ ظہر ہے۔ بعض نے فرمایا: کوئی بھی نماز ہو۔ بعض نے فرمایا: ان کی نماز کے بعد، کیونکہ وہ دونوں کافر تھے۔ یہ طبری کا قول ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: نماز کی شرط لگانے کا فائدہ وقت کی تعظیم کرنا ہے اور اسے ڈرانا ہے، کیونکہ اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ صحیح میں ہے: جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم اٹھائی وہ اللہ سے ملاقات کرے گا جبکہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۲۔ یہ آیت قسموں میں سختی کرنے میں اصل ہے اور سختی چار چیزوں کے ساتھ ہوتی ہے: (۱) زمانہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے (۲) مکان جیسے مسجد اور منبر۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس کسی سے قسم طلب کرنا واجب نہیں اور نہ رکن اور مقام کے درمیان، نہ تھوڑی اشیاء میں نہ زیادہ اشیاء میں اسی قول کی طرف بخاری کا رجحان ہے، کیونکہ باب باندھا ہے "مدعی علیہ قسم اٹھائے جہاں اس پر قسم واجب ہوا سے کسی دوسری جگہ کی طرف پھیرا نہیں جائے گا"۔ امام مالک اور امام شافعی نے کہا: قسامت کی قسموں میں سے مکہ کی طرف لے جایا جائے گا جو اس کے متعلقہ لوگوں سے ہوگا اور رکن اور مقام کے درمیان قسم لی جائے گی اور جو مدینہ طیبہ سے متعلقہ لوگوں سے ہوگا اسے مدینہ طیبہ لے جایا جائے گا اور منبر کے پاس قسم لی جائے گی۔ (۳) حالت، مطرف، ابن الماجشون اور بعض اصحاب شافعی نے روایت کیا ہے وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے قسم اٹھائے گا، کیونکہ یہ روکنے میں زیادہ بلیغ ہے۔ ابن کنانہ نے کہا: وہ بیٹھ کر قسم اٹھائے گا۔ ابن عربی نے کہا: میرے نزدیک وہ اسی حالت میں قسم اٹھائے جس حالت میں اس پر حکم لگایا گیا ہے اگر وہ کھڑا ہو تو کھڑا ہو کر اٹھائے بیٹھا ہو تو بیٹھ کر اٹھائے، کیونکہ کھڑے ہونے یا بیٹھنے کے متعلق کوئی اثر اور نظر ثابت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: بعض علماء نے علقمہ بن وائل عن ابیہ کی حدیث میں فانطلق لیحلف سے کھڑے ہو کر قسم اٹھانے کا مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ واللہ اعلم یہ حدیث مسلم نے روایت کی ہے (۴) لفظ کے ساتھ تغلیظ۔ علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ اللہ کی قسم سے زائد کچھ نہ کہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) فیقسمن باللہ اور ارشاد ہے (آیت) قل ای وربی (یونس: ۵۳) اور فرمایا: (آیت) وتاللہ لاکیدن اصنامکم (الانبیاء: ۵۷) اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من کان حالفا فلیحلف باللہ اولیصمت (صحیح بخاری، کتاب الشہادات، جلد ۱، صفحہ ۳۶۸) جو قسم اٹھائے وہ اللہ کی قسم اٹھائے یا خاموش رہے اور آدمی کا قول: واللہ لازیدن علیھن (اللہ کی قسم میں ان پر زیادتی نہیں کروں گا) اور امام مالک نے کہا: وہ اس طرح قسم اٹھائے باللہ الذی لا الہ الا ھو میرے پاس فلاں کا حق نہیں ہے اور جو اس نے مجھ پر دعوی کیا ہے وہ باطل ہے اور امام مالک کی حجت ابوداؤد کی روایت ہے جو اس سند سے مروی ہے حدثنا مسدد قال حدثنا ابوالاحوص قال حدثنا عطاء بن السائب عن ابی یحیی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یعنی قسم اٹھانے والے شخص کو فرمایا "تو اس طرح قسم اٹھا باللہ الذی لا الہ الا ھو تیرے پاس اس کے لیے کوئی چیز نہیں۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۷۲۶)" یعنی مدعی کے لیے۔

ابوداؤد نے کہا: ابو یحیی کا نام زیاد ہے جو کوفی ہے ثقہ اور ثبت ہے۔ کوفیوں نے کہا: صرف باللہ کے ساتھ قسم اٹھائے۔ اگر قاضی اسے متہم کرے تو اس پر قسم کو مغلظ کردے وہ اس طرح قسم اٹھائے۔ باللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب

وبسم اللہ الرحمن الرحیم الذی یعلم من السر ما یعلم من العلانیة الذی یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور۔ اصحاب شافعی نے قرآن کے ساتھ قسم کو مغلظ کیا ہے۔ ابن عربی نے کہا: قرآن کے ساتھ تغلیظ بدعت ہے صحابہ میں سے کسی نے یہ نہیں کہا ہے۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۷۲۵) (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۷۲۵)۔ امام شافعی نے فرمایا: انہوں نے صنعاء کے قاضی ابن مازن کو دیکھا وہ قرآن کے ساتھ قسم اٹھواتا تھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کا حکم دیتا تھا اور یہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جب کہ وہ صحیح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: المہذب کتاب میں ہے اگر قرآن اور جو کچھ اس میں ہے اس کی قسم اٹھائے تو امام شافعی نے مطرف سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن زبیر قرآن پر قسم لیتے تھے فرمایا: میں نے مطرف کو صنعاء میں دیکھا وہ قرآن پر قسم لیتے تھے۔ امام شافعی نے فرمایا: یہ عمدہ ہے۔ ابن المنذر نے کہا: علماء کا اجماع ہے کہ حاکم کے لیے طلاق، عتاق اور مصحف کی قسم لینا مناسب نہیں۔ میں کہتا ہوں: ایمان میں گزر چکا ہے۔ حضرت قتادہ قرآن کی قسم لیتے تھے احمد اور اسحاق نے کہا یہ مکروہ نہیں ہے ان دونوں سے یہ ابن المنذر نے حکایت کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳۔ امام مالک اور امام شافعی کا اختلاف ہے کہ کتنے حق کے ضیاع پر قسم لی جائے گی؟ امام مالک نے فرمایا: کم از کم تین دراہم ہوں، انہوں نے قطع ید پر قیاس کیا ہے۔ ہر وہ مال جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور جس کے لیے عضو کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے وہ عظیم ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: قسم اس مال کے لیے اٹھائی جائے جو کم از کم بیس دینار ہو انہوں نے زکوۃ پر قیاس کیا ہے۔ اسی طرح ہر مسجد کے منبر کے پاس قسم اٹھوانے کا یہی حکم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) **فیقسمن باللہ**۔ **فیقسمن** میں فا عاطفہ ہے جملہ کا جملہ پر عطف ہے یا جزا کا جواب ہے، کیونکہ **تحبسونهما** کا معنی ہے **احبسوهما** یعنی انہیں قسم کے لیے روک لو پس یہ جواب امر ہے جس پر کلام دلیل ہے گویا فرمایا: **اذا احبستموهما اقسما** جب تم انہیں روکو تو وہ قسمیں اٹھائیں۔ ذوالرمہ نے کہا: **وانسان عینی یحسر الماء مرة فیبدو وتارات یجم فیغرق** اس کی تقدیر ہے اذا حسر بدا۔

مسئلہ نمبر ۱۵۔ علماء کا اختلاف ہے کہ **فیقسمن** سے کیا مراد ہے۔ بعض نے فرمایا: اس سے مراد وصی ہے جب ان کے قول پر شک کیا گیا ہو۔ بعض نے فرمایا: گواہ ہیں جب وہ عادل نہ ہوں اور حاکم ان کے قول پر شک کرے تو ان سے قسمیں اٹھوائے۔ ابن عربی نے اس قول کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا جو میں نے سنا ہے۔ یہ بدعت ہے۔ ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ وہ دو گواہوں کے ساتھ طالب سے بھی قسم لے کہ جس کے متعلق ان دونوں نے گواہی دی وہ حق ہے اور اس کے لیے حق کا فیصلہ کیا جائے گا۔ میرے نزدیک اس کی تاویل یہ ہے کہ جب حاکم کو قبضہ پر شک ہو تو وہ قسم اٹھائے کہ ابھی حق باقی ہے وگرنہ کسی دوسری صورت میں اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا یہ مدعی کے بارے میں ہے، پس گواہ کو کیسے روکا جائے گا یا اس سے حلف لیا جائے گا؟ یہ ایسی چیز ہے جو قابل التفات نہیں۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۷۲۵)

میں کہتا ہوں: طبری کے قول سے گزر چکا ہے کہ اللہ کا حکم معلوم نہ ہو تو اس صورت میں گواہ پر قسم واجب ہو گی۔ بعض نے کہا:

متصل ہوتی ہے اور وہ لا، ما جو نفی کا معنی دیتے ہیں اور ان اور لام ایجاب کا معنی دیتے ہیں۔ بہ میں ضمیر اسم جلالت کی طرف لوٹ رہی ہے یہ قریب ترین ذکر ہے معنی یہ ہے کہ ہم اس کے عوض کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے حصہ کو نہیں بیچتے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ شہادت کی طرف راجع ہو اور قول کے معنی پر وہ ذکر کی گئی ہو جیسے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: واتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینھا وبین اللہ حجاب۔ (صحیح بخاری، کتاب المظالم والقصاص، جلد ۱، صفحہ ۳۳۱) مظلوم کی بددعا سے بچو، کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب نہیں ہے۔ ضمیر کا مرجع دعوۃ ہے جس کا معنی دعا ہے یہ سورۃ النساء میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثمنا کوفیوں نے کہا: رضی اللہ عنہ اس کا معنی ہے ذا ثمن ایسا مال جو قیمت والا ہے پس مضاف کو حذف کیا گیا ہے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام رکھا گیا ہے اور ہمارے نزدیک اور بہت سے علماء کے نزدیک ثمن کبھی مراد ہوتی ہے اور کبھی سامان مراد ہوتا ہے۔ ثمن ہمارے نزدیک خریدی گئی چیز ہے جس طرح ثمن والی چیز خریدی جاتی ہے، پس ثمن اور ثمن چیز دونوں مبیع ہوتی ہیں بیع سامان، نقدی پر یا دونوں عرض (سامان) پر یا دونوں نقدی پر گھومتی رہتی ہے اس اصل پر مسئلہ پیدا ہوتا ہے جب مشتری مفلس قرار دیا جائے اور بائع اپنا سامان پائے تو کیا وہ اس کا زیادہ مستحق ہوگا؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: وہ اس کا زیادہ مستحق نہیں اور انہوں نے اس اصل پر بنیاد رکھی ہے۔ اور ان کے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں: دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ برابر کا شریک ہوگا۔ امام مالک نے فرمایا: افلاس کی صورت میں وہ زیادہ حق دار ہے موت کی صورت میں نہیں۔ امام شافعی نے فرمایا: افلاس اور موت دونوں صورتوں میں اس کا مالک زیادہ مستحق ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس دلیل سے حجت پکڑی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے اور اس اصل کلی سے کہ مفلس اور میت کے ذمہ میں اور جوان کے ہاتھوں میں ہے وہ قرض کو پورا کرنے کا محل ہے پس تمام قرض خواہ اپنے اپنے مال کی مقدار کے مطابق اس میں برابر کے شریک ہوں گے اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ سامان بعینہ موجود ہو یا نہ ہو، کیونکہ وہ بائع کی ملکیت سے مال نکل گیا ہے اور اس کی قیمت واجب ہوگئی ہے۔ اس پر اجماع ہے، پس ان کے لیے اس مال کی قیمت ہوگی یا جو اس میں سے موجود ہوگا۔ امام مالک اور امام شافعی نے اس قاعدہ کو ان اخبار کے ساتھ خاص کیا ہے جو اس باب میں مروی ہیں جنہیں ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب ابواب الاجارہ، باب فی الرجل یفلس فیجد الرجل الخ، حدیث نمبر ۳۰۵۶۔۳۰۵۵، ۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسئلہ نمبر ۲۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ولا نکتم شھادۃ اللہ یعنی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں شہادت میں سے علم عطا فرمایا ہے۔ اس میں سے سات قراءتیں ہیں، جو ان کو جاننے کا ارادہ کرے تو وہ ''التحصیل'' وغیرہ کتب میں پالے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) فان عثر علی انھما استحقا اثما حضرت عمر نے فرمایا: اس سورت میں جو احکام ہیں ان میں مشکل ترین آیت ہے۔ زجاج نے کہا: اور قرآن میں ترکیب کے اعتبار سے مشکل ترین یہ ارشاد ہے: (آیت) من الذین استحقا علیھم الاولین۔ عثر علی کذا۔ یعنی وہ اس پر مطلع ہوا، کہا جاتا ہے: عثرت منہ علی خیانۃ یعنی میں مطلع ہوا۔ اعثرت غیری علیہ، اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) و کذلک اعثرنا علیھم (الکہف: ۲۱)

کیونکہ وہ انہیں طلب کرتے تھے ان پر ان کی جگہ مخفی ہوگئی تھی اور العثور کا اصل معنی کسی شی پر گرنا اور واقع ہونا ہے اسی سے

عربوں کا قول ہے: عثر الرجل یعثر عثورا جب اس کی انگلی کسی چیز کے ساتھ لگے اور اس کے ساتھ ٹکرا جائے۔ عثرت اصبع فلان بکذا جب اس کی انگلی کسی چیز کو لگے اور اس پر واقع ہو۔ عثر الفرس عثارا۔ اعشی نے کہا: بذات لوث عفرناۃ اذا عثرت فالتعس ادنی لھا من ان اقول لعا العثیر اڑنے والا غبار، کیونکہ وہ چہرے پر گرتا ہے۔ العثیر مخفی اثر، کیونکہ وہ پوشیدگی سے اس پر واقع ہوتا ہے۔ انھما میں ضمیر ان وصیوں کی طرف لوٹ رہی ہے جو اثنان کے ارشاد میں ذکر کیے گئے ہیں یہ سعید بن جبیر سے مروی ہے بعض علماء نے فرمایا: ضمیر کا مرجع گواہ ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے استحقا یعنی استوجبا مستحق ہوا، اثما۔ خیانت کر کے انہوں نے وہ لیا جو ان کے لیے نہیں تھا۔ جھوٹی قسم کے ساتھ باطل گواہی کے ساتھ۔ ابوعلی نے کہا: اثم اس چیز کا نام ہوتا ہے جو بغیر حق کے ظلما لی جاتی ہے، کیونکہ اس کے بدلے میں اس کا لینا اثم ہے اس کو اثم کہا جاتا ہے جیسا کہ اس چیز کو اثم کہا جاتا ہے جو بغیر حق کے ظلما لی جاتی ہے سیبویہ نے کہا: مظلمۃ وہ ہے جو تجھ سے لی جاتی ہے، اسی طرح جو چیز لی جاتی ہے اسے مصدر کا نام دیا جاتا ہے اور وہ الجام ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مسئلہ نمبر ۲۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) فاخران یقومان مقامھما یعنی قسموں یا گواہی میں دو ان کی جگہ کھڑے ہوں اور فرمایا: فاخران اس کے مطابق کہ ورثاء دو تھے اور فاخران کو رفع مضمر فعل کے ساتھ دیا گیا ہے اور یقومان صفت ہے اور مقامھما مصدر ہے اس کی تقدیر یوں ہے مقاما مثل مقامھا پھر صفت کو موصوف کی جگہ رکھا گیا ہے اور مضاف الیہ کی جگہ رکھا گیا۔

مسئلہ نمبر ۲۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) من الذین استحقا علیھم الاولین، ابن السری نے کہا: اس کا معنی ہے جن کو وصیت کرنے کا حق دیا گیا تھا۔ نحاس نے کہا: یہ سب سے بہتر ہے، کیونکہ ایک حرف کو دوسرے حرف کا بدل نہیں بنایا جاتا۔ ابن عربی نے اس کو اختیار کیا ہے تفسیر بھی اسی کے مطابق ہے، کیونکہ اہل تفسیر کے نزدیک اس کا معنی ہے: من الذین استحقت علیھم الوصیۃ جب پر وصیت کرنے کا حق رکھا گیا تھا اور الاولین، فاخران سے بدل ہے۔ یہ ابن السری کا قول ہے۔ نحاس نے اس کو اختیار کیا ہے یہ نکرہ سے معرفہ بدل بن رہا ہے اور نکرہ سے معرفہ کو بدل بنانا جائز ہے۔

بعض علماء نے فرمایا: جب نکرہ پہلے ذکر کیا گیا ہو پھر اس کا ذکر دوبارہ کیا جائے تو وہ معرفہ بن جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) کمشکوۃ فیھا مصباح (النور: ۳۵) پھر فرمایا: (آیت) المصباح فی زجاجۃ (النور: ۳۵) پھر فرمایا: الزجاجۃ۔ بعض علماء نے فرمایا: الاولین اس ضمیر سے بدل ہے جو یقومن میں ہے گویا فرمایا: فیقوم الاولین یا مبتدا محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی فاخران یقومان مقامھما الاولین۔ ابن عیسیٰ نے کہا: الاولیان، مضاف کے حذف پر استحق کا مفعول ہے یعنی استحق فیھم وبسببھم اثم الاولین، پس فعلیھم بمعنی فیھم ہے جیسے علی ملک سلیمان۔ یعنی فی ملک سلیمان۔ شاعر نے کہا: متی ماتنکروھا تعرفوھا علی اقطارھا علق نفیث اس شعر میں بھی علی بمعنی فی استعمال ہوا ہے یعنی فی اقطارھا۔

یحییٰ بن وثاب، اعمش اور حمزہ نے الاولین پڑھا ہے۔ اول کی جمع اس بنا پر کہ یہ الذین سے بدل ہے یا علیھم کی ضمیر سے بدل

حفص نے استحق تا اور حا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے اور اس کا فاعل الاولیان ہے اور مفعول محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے: من الذین استحق علیهم الاولیان بالمیت وصیته التی اوصی بها۔ بعض علماء نے فرمایا: اس کی تقدیر یہ ہے استحق علیهم الاولین رد الایمان یعنی ان پر قریبی دو شیخ قسموں کو لوٹانے کے حقدار ہیں۔ حسن سے اولان مروی ہے۔ ابن سیرین سے الاولین مروی ہے۔ نحاس نے کہا: دونوں قراءتیں غلط ہیں ثنی میں مثان نہیں کہا جاتا مگر حسن سے الاولان مروی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۵۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) فیقسمن بالله یعنی وہ دو قسمیں اٹھائیں جو گواہوں کے قائم مقام ہوں۔ یہ کہیں کہ جو ہمارے ساتھی نے وصیت میں کہا وہ حق ہے اور وہ مال جس کی اس نے تمہیں وصیت کی وہ اس سے زیادہ جو تم نے ہمیں دیا ہے اور یہ برتن ہمارے اس ساتھی کے سامان سے ہے۔ جس کو وہ لے کر گیا تھا اور اس نے اس کو اپنی وصیت میں لکھا ہے اور تم دونوں نے خیانت کی ہے، پھر یہ ارشاد فرمایا: (آیت) لشهادتنا احق من شهادتهما یعنی ہماری قسمیں تمہاری قسموں سے زیادہ ٹھیک ہے۔ پس صحیح ہے کہ شہادت کبھی یمین (قسم) کے معنی میں ہوتی ہے اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) فشهادة احدهم اربع شهادات (النور:۶)

معمر نے ایوب سے انہوں نے ابن سیرین سے انہوں نے عبیدہ سے روایت کیا ہے فرمایا: میت کے اولیا میں سے دو آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں۔ لشهادتنا احق یہ مبتدا خبر ہے اور وما اعتدینا یعنی ہم نے اپنی قسموں میں حق سے تجاوز نہیں کیا (آیت) انا اذلمن الظالمین یعنی پھر تو ہم نے باطل پر قسمیں اٹھائیں اور ہم نے وہ لیا جو ہمارا نہیں تھا۔

مسئلہ نمبر ۲۶۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ذالك ادنیٰ یہ مبتدا خبر ہے ان محل نصب میں ہے۔ یاتوا، ان کی وجہ سے منصوب ہے۔ او یخافوا اس پر معطوف ہے۔ ان ترد، یخافوا کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ (آیت) ایمان بعد ایمانهم بعض علماء نے فرمایا یاتوا اور یخافو کی ضمائر موصی الیهما (جن کو وصیت کی گئی) کی طرف راجع ہیں، یہ آیت کے سیاق کے زیادہ مناسب ہے۔ بعض نے فرمایا: اس سے مراد ہیں یعنی یہ لائق ہے کہ لوگ خیانت سے بچیں اور وہ رسوائی کے خوف سے سچی سچی گواہی دیں کہیں ایسا نہ کہ مدعی پر قسم لوٹائی جائے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۲۷۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) واتقوا الله واسمعوا یہ امر کے صیغے ہیں اسی وجہ سے نون حذف کی گئی ہے یعنی جو تمہیں کہا جاتا ہے اسے قبول کرتے ہوئے سنو اور اللہ کے امر کی اس پر اتباع کرتے ہوئے سنو۔ (آیت) والله لایهدی القوم الفسقین فسق یفسق ویفسق بولا جاتا ہے جب کوئی اطاعت سے معصیت کی طرف نکل جائے۔

(تفسیر قرطبی، سورہ المائدہ، لاہور)

بَابٌ إِذَا عَلِمَ الْحَاكِمُ صِدْقَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَحْكُمَ بِهِ

باب: جب قاضی کو ایک ہی گواہ کے سچے ہونے کا یقین ہو تو اس کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ (اس ایک گواہ کی گواہی کی بنیاد پر) فیصلہ دیدے

3607 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمْ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ، أَنَّ عَمَّهُ، حَدَّثَهُ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَ فَرَسًا مِنْ أَعْرَابِيٍّ، فَاسْتَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْضِيَهُ ثَمَنَ فَرَسِهِ، فَأَسْرَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَشْيَ وَأَبْطَأَ الْأَعْرَابِيُّ، فَطَفِقَ رِجَالٌ يَعْتَرِضُونَ الْأَعْرَابِيَّ، فَيُسَاوِمُونَهُ بِالْفَرَسِ وَلَا يَشْعُرُونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَهُ، فَنَادَى الْأَعْرَابِيُّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ مُبْتَاعًا هَذَا الْفَرَسِ وَإِلَّا بِعْتُهُ؟ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ سَمِعَ نِدَاءَ الْأَعْرَابِيِّ، فَقَالَ: أَوْ لَيْسَ قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: لَا، وَاللهِ مَا بِعْتُكَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلَى، قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ فَطَفِقَ الْأَعْرَابِيُّ يَقُولُ هَلُمَّ شَهِيدًا، فَقَالَ خُزَيْمَةُ بْنُ ثَابِتٍ: أَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهُ، فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خُزَيْمَةَ فَقَالَ: بِمَ تَشْهَدُ؟ فَقَالَ: بِتَصْدِيقِكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ

عمارہ بن خزیمہ اپنے چچا کے حوالے سے، جو نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں، یہ بات نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے ایک دیہاتی سے گھوڑا خریدا، نبی اکرم ﷺ نے اس سے کہا: میرے ساتھ چلو تاکہ میں تمہیں گھوڑے کی قیمت ادا کر دوں، تو نبی اکرم ﷺ تیزی سے چل پڑے، جبکہ دیہاتی آہستہ آہستہ آ رہا تھا، پھر کچھ لوگ دیہاتی کے سامنے آئے، اور اس کے ساتھ گھوڑے کا سودا کرنے کی کوشش کرنے لگے، انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ نبی اکرم ﷺ اسے خرید چکے ہیں، اس دیہاتی نے بلند آواز میں نبی اکرم ﷺ کو پکارا، اگر تو آپ ﷺ نے یہ گھوڑا لینا ہے، تو ٹھیک ہے، ورنہ میں اسے فروخت کر دیتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے جب اس دیہاتی کی آواز سنی، تو آپ ٹھہر گئے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے اسے تم سے خرید نہیں لیا؟ اس دیہاتی نے کہا: جی نہیں! اللہ کی قسم! میں نے اسے آپ کو فروخت نہیں کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! میں اسے تم سے خرید چکا ہوں، تو وہ دیہاتی یہ کہنے لگا کوئی گواہ لے کر آئیں، تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم نے نبی اکرم ﷺ کو یہ گھوڑا فروخت کر دیا ہے، نبی اکرم ﷺ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ نے دریافت کیا: تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟ تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کی تصدیق کی وجہ سے (یعنی ہم آپ کو سچا

3607- اسناده صحيح. الزهري: هو محمد بن مسلم، وشعيب: هو ابن ابي حمزة. واخرجه النسائي (4647) من طريق يحيى بن حمزة عن ابن شهاب الزهري، به. وهو في "مسند احمد" (21883).

سمجھتے ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو، دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا۔

گواہی پر گواہی دینے کا بیان

دوسری قسم وہ ہے جس کا حکم اس کی ذات کے ساتھ یعنی خود ثابت نہیں ہوتا ہے اس کی مثال جیسے کسی کی گواہی پر گواہی دینا ہے۔ پس جب کسی گواہ نے کسی اور کو گواہی دیتے ہوئے سن لیا ہو تو اس کے لئے اسے گواہ بنائے بغیر کسی کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں ہے۔ یوں ہی جب کوئی کسی کو کسی کی گواہی پر گواہی دیتے ہوئے سن لے تو سننے والے کے لئے اس پر گواہی دینے کی گنجائش اور وسعت نہیں ہوگی۔ کوئی گواہ جب اپنا لکھا ہوا دیکھ لے تو اس کے لئے گواہی کو خوب یاد کرنے کے بغیر گواہی دینا جائز نہیں ہوگا۔

اندھے آدمی کی غلام کی اور زناء کی تہمت میں آ کر کے سزا پانے والے کی گواہی جبکہ اس نے توبہ بھی کر لی ہو قبول نہیں کی جائے گی۔ بیٹے اور پوتے کے لئے والد کی گواہی کے لئے والدین اور دادوں کے لئے بیٹے کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ زوجین میں سے ایک کی دوسرے کے خلاف، ایک آقا کی اپنے غلام اور مکاتب کے خلاف اور ایک شریک کی گواہی کسی دوسرے شریک کے خلاف اس چیز میں جس میں دونوں کی شراکت ہو قبول نہیں کی جائے گی۔

(قدوری)

شہادت میں اصل علم ویقین ہے قاعدہ فقہیہ

الاصل فی الشہادۃ علم (الفروق ص ۱۳)

شہادت میں اصل علم ویقین ہے۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ کسی بات کی گواہی اسی وقت دی جاسکتی ہے جبکہ وہ کسی ایسے طریقے سے معلوم ہو جس سے علم کامل حاصل ہو سکے۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی شخص کی شہادت دینے کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابن عباس: صرف اس چیز پر گواہی دو جو تمہارے لئے سورج کی روشنی کی طرح روشن ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے سورج کی طرف اشارہ فرمایا۔ یہ حدیث صحیح السند ہے اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۴ ص ۹۹ مطبوعہ بیروت)

شہادت کی تعریف

کسی حق کو ثابت کرنے کیلئے (میں گواہی دیتا ہوں) کے الفاظ کے ساتھ فیصلے کی مجلس میں سچی خبر دینا شہادت کہلاتا ہے۔

(فتح القدیر ج ۲ کتاب الشہادات مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر)

شہادت کی اقسام:

شہادت کی تین اقسام ہیں۔ ۱۔ عینی شہادت ۲۔ سمعی شہادت ۳۔ شہادت علی شہادت

۱۔عینی شہادت۔

وہ شہادت جس میں گواہ آنکھوں سے دیکھے ہوئے کسی واقعہ کو بیان کرے یہی فیصلہ کن شہادت ہوتی ہے۔

۲۔سمعی شہادت۔

وہ شہادت جس کو گواہ کسی سے سن کر شہادت دے۔جن امور کا تعلق سننے والی اشیاء سے ہو ان میں سمعی شہادت اتنی ہی معتبر ہوتی ہے جتنی عینی شہادت معتبر ہوتی ہے۔

۳۔شہادت علی شہادت۔

وہ شہادت جس میں اصل گواہ اپنی شہادت پر کسی اور شخص کو گواہ بنائے۔تب یہ گواہ اصل کی شہادت دے سکتا ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۶۰۔۱۵۸،مطبوعہ المجتبائی دہلی)

حصول شہادت کے ذرائع:

۱۔عقل ۲۔حواس خمسہ ۳۔نقل متواتر ۴۔نظر واستدلال،

فقہاء مالکیہ نے ان چاروں ذرائع کی شہادت کو قبول کیا ہے۔اور نظر واستدلال کی وضاحت اس روایت سے کرتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ شہادت ہے جبکہ ایک شخص نے قئے کی اور اس میں شراب نکلی تو اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم گواہی دے سکتے ہو کہ اس نے شراب پی ہے؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس نے شراب کی قئے کی ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس پر گہرائی کا کیا مطلب ہے ایسی بات نہیں ہے تمہارے پرودگار کی قسم: اس نے شراب پی کر قئے کی ہے۔(الفروق ص ۱۳ مطبوعہ تونس مصر)

غلام و باندی کی شہادت میں مذاہب اربعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غلام اگر عادل ہے تو اس کی گواہی جائز ہے،شریح اور زرارہ بن اوفی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ابن سیرین نے کہا کہ اس کی گواہی جائز ہے،سوا اس صورت کے جب غلام اپنے مالک کے حق میں گواہی دے (کیوں کہ اس میں مالک کی طرف داری کا احتمال ہے) حسن اور ابراہیم نے معمولی چیزوں میں غلام کی گواہی کی اجازت دی ہے۔
قاضی شریح نے کہا کہ تم میں سے ہر شخص غلاموں اور باندیوں کی اولاد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تم سب لونڈی غلام ہو،اس لیے کسی کو کسی پر فخر کرنا جائز نہیں ہے۔امام احمد بن حنبل نے اسی کے موافق حکم دیا ہے کہ لونڈی غلام کی جب وہ عادل اور ثقہ ہوں،گواہی مقبول ہے۔مگر ائمہ ثلاثہ نے اس کو جائز نہیں رکھا۔حضرت امام بخاری رحمہ اللہ لونڈی غلاموں کی شہادت جب وہ عادل ثقہ ہوں ثابت فرما رہے ہیں۔

نابینا کی گواہی کے قبول میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نابینا کی گواہی مقبول نہیں ہے امام زفر فرماتے ہیں کہ جن چیزوں میں

تسامع جاری ہے ان میں نابینا کی گواہی مقبول ہے اوراسی طرح امام اعظم سے بھی روایت ہے اس لئے کہ اس میں صرف سماع کی ضرورت ہے اور نابینا کی سماعت میں کوئی خلل نہیں ہے امام ابو یوسف اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ نابینا اگر تحمل شہادت کے وقت بینا ہوتو اس کی شہادت جائز ہے اس لئے کہ معائنہ سے اسے علم حاصل ہو چکا ہے اور ادائے شہادت قول کے ساتھ خاص ہے اور نابینا کی زبان عیب دار نہیں ہوتی۔ حضرت امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ کا قول ہے۔ (فتح القدیر، ج ۷، ص ۱۰۵، بیروت)

مملوک کی شہادت کے قبول نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مملوک کی شہادت بھی جائز نہیں اس لئے کہ شہادت باب ولائیت میں سے ہے اور مملوک اپنی ذات کا ولی نہیں ہوتا اس لئے اس کو دوسرے پر بدرجہ اولی ولائیت ثابت نہیں ہوگی۔

حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے جبکہ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مملوک و آزاد کی گواہی قبول کی جائے گی۔ اور یہی قول حضرت انس بن مالک اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اور امام بتی اور امام اسحاق اور امام داؤد کا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۷، ص ۱۰۸، بیروت)

حد قذف والے کی گواہی کے قبول ہونے کا بیان

حضرت سلیمان بن یسار وغیرہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص کو حد قذف پڑی پھر اس کی گواہی درست ہے انہوں نے کہا ہاں جب وہ توبہ کرلے اور اس کی توبہ کی سچائی اس کے اعمال سے معلوم ہو جائے۔ ابن شہاب سے بھی یہ سوال ہوا انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہی حکم ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا جو لوگ لگاتے ہیں نیک بخت بیبیوں کو پھر چار گواہ نہیں لاتے ان کو اسی کوڑے مارو پھر کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو وہی گنہگار ہیں مگر جو لوگ توبہ کریں بعد اس کے اور نیک ہو جائیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے پس جو شخص حد قذف لگایا جائے پھر توبہ کرلے اور نیک ہو جائے اس کی گواہی درست ہے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1309)

حد قذف والے کی گواہی میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہا اور محدود فی القذف کی گواہی بھی جائز نہیں اگر چہ اس نے توبہ کرلی ہو اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ محدودین کی گواہی کو قبول نہ کرو کبھی بھی اور اس لئے کہ ان کی گواہی قبول نہ کرنا تمامیت حد میں سے ہے۔ جبکہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جب وہ توبہ کرلیتا ہے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

(فتح القدیر، ج ۷، ص ۱۰۸، بیروت)

فرع واصل کا ایک دوسرے کیلئے گواہی دینے کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فرع کی گواہی اصل کے لیے اور اصل کی فرع کے لیے یعنی اولاد اگر ماں باپ دادا دادی وغیرہم اصول کے حق میں گواہی دیں یا ماں باپ دادا دادی وغیرہم اپنی اولاد کے حق میں گواہی دیں یہ نامقبول ہے۔ ہاں اگر باپ بیٹے کے مابین مقدمہ ہے اور دادا نے باپ کے خلاف پوتے کے حق میں گواہی دی تو مقبول ہے اور اصل نے فرع کے خلاف یا

فرع نے اصل کے خلاف گواہی دی تو مقبول ہے۔ مگر میاں بی بی میں جھگڑا ہے اور بیٹے نے باپ کے خلاف ماں کے موافق گواہی دی تو مقبول نہیں یہاں تک کہ اس کی سوتیلی ماں نے اس کے باپ پر طلاق کا دعویٰ کیا اور اس کی ماں زندہ ہے اور اس کے باپ کے نکاح میں ہے اس نے طلاق کی گواہی دی یہ مقبول نہیں کہ اس میں اس کی ماں کا فائدہ ہے۔ (درمختار، کتاب شہادات)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی جس کی گواہی بیٹے دیتے ہیں اور وہ شخص طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اسکی دو صورتیں ہیں ان کی ماں طلاق کا دعویٰ کرتی ہے یا نہیں اگر کرتی ہے تو بیٹوں کی گواہی قبول نہیں اور مدعی نہیں ہے تو مقبول ہے۔

اور جب بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ ہماری سوتیلی ماں معاذ اللہ مرتدہ ہوگئی اور وہ منکر ہے اگر ان لڑکوں کی ماں زندہ ہے یہ گواہی مقبول نہیں اور اگر زندہ نہیں ہے تو دو صورتیں ہیں باپ مدعی ہے یا نہیں اگر باپ مدعی ہے جب بھی مقبول نہیں ورنہ مقبول ہے۔ اور جب ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی پھر نکاح کیا بیٹے یہ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں دی تھیں اور بغیر حلالہ کے نکاح کیا باپ اگر مدعی ہے تو مقبول نہیں ورنہ مقبول ہے۔ (بحرالرائق، کتاب شہادات)

رشتہ داروں کی باہمی شہادت کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خائن مرد و عورت کی گواہی یا کسی ایسے مرد و عورت کی گواہی جن پر حد جاری ہو چکی ہو یا کسی دشمن کی گواہی یا ایسے شخص کی گواہی جو ایک مرتبہ جھوٹا ثابت ہو چکا ہے یا کسی کے ملازم کی اس کے حق میں گواہی اور ولاء، یا قرابت میں تہمت زدہ کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی یعنی ان تمام مذکورہ اشخاص کی گواہی قابل قبول نہیں فزاری کہتے ہیں کہ قانع سے مراد تابع ہے یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف یزید بن زیاد دمشقی کی روایت سے جانتے ہیں اور یہ ضعیف ہیں پھر یہ حدیث ان کے علاوہ کوئی راوی بھی زہری سے نقل نہیں کرتے۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے بھی روایت ہے ہمیں اس حدیث کا مفہوم کا علم نہیں اور میرے نزدیک اس کی سند بھی صحیح نہیں۔ اہل علم کا عمل اس طرح ہے کہ قریب کی قریب کے لئے شہادت جائز ہے ہاں باپ کی بیٹے کے لئے شہادت میں اختلاف ہے اس طرح بیٹے کی باپ کے لئے پس اکثر علماء ان دونوں کی ایک دوسرے کے لئے شہادت کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

لیکن بعض اہل علم اس کی اجازت دیتے ہیں بشرطیکہ وہ دونوں عادل ہوں پھر بھائی کی بھائی کے لئے شہادت اور قرابت داروں کی آپ میں شہادت کے متعلق علماء میں کوئی اختلاف نہیں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی دشمن کی کسی پر شہادت کسی صورت بھی جائز نہیں اگرچہ گواہ عادل ہی کیوں نہ ہوں ان کی دلیل عبدالرحمن سے منقول حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا صاحب عدوات کی گواہی جائز نہیں ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 182)

بچوں کی باہمی گواہی کا بیان

حضرت ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیر لڑکوں کی گواہی پر حکم کرتے تھے ان کے آپس کی مار پیٹ کے حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ لڑکے لڑ کر ایک دوسرے کو زخمی کریں تو ان کی گواہی درست ہے لیکن لڑکوں کی گواہی اور

مقدمات میں درست نہیں ہے یہ بھی جب درست ہے کہ لڑلڑا کر جدا نہ ہو گئے ہوں مگر نہ کیا ہو اگر جدا جدا چلے گئے ہوں تو پھر ان کی گواہی درست نہیں ہے مگر جب عادل لوگوں کو اپنی شہادت پر شاہد کر گئے ہوں۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1314)

بعض عائلی قوانین میں بیٹے کی گواہی کے قبول ہونے کا بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیٹے کی گواہی باپ کے خلاف کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے جائز ہے بشرطیکہ وہ گواہی اس کے بیٹے کی ماں یا اس کی سوکن کے حق میں نہ ہو کیونکہ یہ گواہی باپ کے خلاف ہے (نہ کہ اس کے حق میں جو ناجائز ہے) اور اگر وہ گواہی بیٹے کی ماں یا اس کی سوکن کے حق میں ہو تو ناجائز ہے کیونکہ یہ شاہد کی شہادت اس کی ماں کے لئے ہوئی۔ صاحب بحر نے اس پر مفصل کلام کیا اور اس سے ظاہر ہوا کہ یہی اصح اور شہادت کے بارے میں ان مسائل کثیرہ کے لئے معتمد علیہ ہے جو جامع کبیر سے منقول ہے۔ (الاشباہ والنظائر)

بچوں کی گواہی کے عدم قبول پر مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بچوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہے اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔ جبکہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں کے مجمع عام میں وہ جرح کر لے تو اس کی گواہی جائز ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱۷، ص ۱۰۹، بیروت)

شوہر بیوی کی باہمی شہادت کے عدم قبول پر مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور میاں بیوی میں کسی کی گواہی دوسرے کے حق میں قبول نہ کی جائے گی جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ قبول ہوگی۔ اور امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ کا مذہب وہی ہے جو احناف کا مذہب ہے۔ اور اسی طرح ابن ابی لیلیٰ، امام ثوری، امام نخعی علیہم الرحمہ بھی کہتے ہیں کہ گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں اور اس لئے بھی کہ زوجین کی منفعت عادتاً متصل ہوتی ہے اور یہی مقصود ہے۔

بَابُ الْقَضَاءِ بِالْيَمِينِ وَالشَّاهِدِ

باب: قسم اور ایک گواہ کی بنیاد پر فیصلہ دینا

3608 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ الْحُبَابِ، حَدَّثَهُمْ. حَدَّثَنَا سَيْفٌ الْمَكِّيُّ، قَالَ: عُثْمَانُ سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قسم اور ایک گواہ کی بنیاد پر فیصلہ دے

3608- اسناده صحيح. الحسن بن علي: هو الخلال. واخرجه مسلم (1712)، وابن ماجه (2370)، والنسائي في "الكبرى" (5967) من طريق سيف بن سليمان، بهذا الاسناد. وقال النسائي: هذا اسناد جيد

دیا تھا۔

3609- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ سَلَمَةُ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ عَمْرٌو: فِي الْحُقُوقِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''وہ فیصلہ حقوق کے بارے میں تھا''۔

3610- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَبُو مُصْعَبٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الشَّافِعِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِسُهَيْلٍ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي رَبِيعَةُ وَهُوَ عِنْدِي ثِقَةٌ أَنِّي حَدَّثْتُهُ إِيَّاهُ وَلَا أَحْفَظُهُ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: وَقَدْ كَانَ أَصَابَتْ سُهَيْلًا عِلَّةٌ أَذْهَبَتْ بَعْضَ عَقْلِهِ وَنَسِيَ بَعْضَ حَدِيثِهِ فَكَانَ سُهَيْلٌ بَعْدُ يُحَدِّثُهُ عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ کے ساتھ قسم کی بنیاد پر فیصلہ دے دیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت منقول ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ اس روایت کے ایک راوی کو بیماری کی وجہ سے یادداشت کی شکایت ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے وہ کئی روایات بھول گئے تھے اور انہوں نے اس روایت کو نقل کرنے میں غلطی کی ہے۔

3611- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا زِيَادٌ يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ رَبِيعَةَ، بِإِسْنَادِ أَبِي مُصْعَبٍ، وَمَعْنَاهُ قَالَ سُلَيْمَانُ: فَلَقِيتُ سُهَيْلًا فَسَأَلْتُهُ، عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، فَقَالَ: مَا أَعْرِفُهُ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ رَبِيعَةَ أَخْبَرَنِي بِهِ عَنْكَ، قَالَ: فَإِنْ كَانَ رَبِيعَةُ أَخْبَرَكَ عَنِّي فَحَدِّثْ بِهِ عَنْ رَبِيعَةَ عَنِّي

3609- حدیث صحیح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن مسلم - وهو الطائفی - وقد توبع فی السالف قبله. واخرجه البیهقی 16810/ من طریق عبد الرزاق، بهذا الاسناد. واخرجه الطبرانی فی "الکبیر" (11185)، والبیهقی 16810/

3610- واخرجه ابن ماجه (2368)، والترمذی (1392) من طریق عبد العزیز بن محمد الدراوردی، بهذا الاسناد. وقال الترمذی: حدیث حسن غریب. واخرجه النسائی فی "الکبری" (5969) من طریق المغیرة بن عبد الرحمن الحزامی، عن ابی الزناد، عن الاعرج، عن ابی هریرة. واسناده حسن. وهو فی "صحیح ابن حبان" (5073)

3611- اسناده صحیح. محمد بن داود: هو ابن ابی ناجیة. واخرجه ابن الجارود (1007)، وابن حبان (5073)، والبیهقی 16810/ من طریق سلیمان بن بلال، بهذا الاسناد.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے جس میں ایک راوی کی غلطی کا ذکر ہے۔

3612 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ شُعَيْثِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْبِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي الزُّبَيْبَ، يَقُولُ بَعَثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا إِلَى بَنِي الْعَنْبَرِ فَأَخَذُوهُمْ بِرُكْبَةَ مِنْ نَاحِيَةِ الطَّائِفِ فَاسْتَاقُوهُمْ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَرَكِبْتُ فَسَبَقْتُهُمْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. أَتَانَا جُنْدُكَ فَأَخَذُونَا وَقَدْ كُنَّا أَسْلَمْنَا وَخَضْرَمْنَا آذَانَ النَّعَمِ. فَلَمَّا قَدِمَ بَلْعَنْبَرِ. قَالَ لِي نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَكُمْ بَيِّنَةٌ عَلَى أَنَّكُمْ أَسْلَمْتُمْ قَبْلَ أَنْ تُؤْخَذُوا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: مَنْ بَيِّنَتُكَ؟ قُلْتُ: سَمُرَةُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الْعَنْبَرِ وَرَجُلٌ آخَرُ سَمَّاهُ لَهُ فَشَهِدَ الرَّجُلُ، وَأَبَى سَمُرَةُ أَنْ يَشْهَدَ. فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَبَى أَنْ يَشْهَدَ لَكَ. فَتَحْلِفُ مَعَ شَاهِدِكَ الْآخَرِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. فَاسْتَحْلَفَنِي. فَحَلَفْتُ بِاللَّهِ لَقَدْ أَسْلَمْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَخَضْرَمْنَا آذَانَ النَّعَمِ. فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبُوا فَقَاسِمُوهُمْ أَنْصَافَ الْأَمْوَالِ، وَلَا تَمَسُّوا ذَرَارِيَّهُمْ لَوْلَا أَنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ ضَلَالَةَ الْعَمَلِ مَا رَزَيْنَاكُمْ عِقَالًا قَالَ الزُّبَيْبُ: فَدَعَتْنِي أُمِّي. فَقَالَتْ: هَذَا الرَّجُلُ أَخَذَ زِرْبِيَّتِي فَانْصَرَفْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي فَأَخْبَرْتُهُ. فَقَالَ لِي: احْبِسْهُ فَأَخَذْتُ بِتَلْبِيبِهِ، وَقُمْتُ مَعَهُ مَكَانَنَا. ثُمَّ نَظَرَ إِلَيْنَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمَيْنِ. فَقَالَ: مَا تُرِيدُ بِأَسِيرِكَ؟ فَأَرْسَلْتُهُ مِنْ يَدِي. فَقَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لِلرَّجُلِ: رُدَّ عَلَى هَذَا زِرْبِيَّةَ أُمِّهِ الَّتِي أَخَذْتَ مِنْهَا. فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّهَا خَرَجَتْ مِنْ يَدِي. قَالَ: فَاخْتَلَعَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْفَ الرَّجُلِ فَأَعْطَانِيهِ. وَقَالَ لِلرَّجُلِ: اذْهَبْ فَزِدْهُ آصُعًا مِنْ طَعَامٍ. قَالَ: فَزَادَنِي آصُعًا مِنْ شَعِيرٍ

حضرت زُبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوعنبر کی طرف ایک لشکر روانہ کیا، انہوں نے طائف کے اطراف میں موجود رکبہ کے مقام پر ان لوگوں کو پکڑ لیا، وہ انہیں ساتھ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے، راوی کہتے ہیں: میں (سواری پر) سوار ہوا اور ان سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا، میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہمارے پاس آیا، انہوں نے ہمیں پکڑ لیا، حالانکہ ہم پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور ہم نے جانوروں کے کان بھی کاٹ لیے تھے، جب بنوعنبر کے لوگ بھی آ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا:

3612-اسناده ضعيف لجهالة عمار بن شعيث، وابوه يقبل عند المتابعة، ولم يتابع، من اجل ذلك قال الخطابي: اسناده ليس بذاك. ومع ذلك فقد حسّن ابن عبد البر هذا الحديث في "الاستيعاب" في ترجمة الزبيب بن ثعلبة. واخرجه ابن ابي عاصم في "الآحاد والمثاني" (1209) وابن قانع /1 242، والخطابي في "غريب الحديث" /1 484، والبيهقي /10 171 من طريق احمد بن عبدة الضبي، بهذا الاسناد. ولفظ ابن قانع: قضى رسول الله - صلى الله عليه وسلم - باليمين مع الشاهد. واخرجه ابن قانع /1 242 والطبراني في "الكبير" (5299)

کیا تم لوگوں کے پاس کوئی ثبوت ہے کہ ان دنوں میں تمہیں پکڑے جانے سے پہلے تم لوگ اسلام قبول کر چکے تھے، میں نے جواب دیا جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارا ثبوت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سمرہ، یہ ایک شخص تھا، جس کا تعلق بنوعنبر سے تھا، اور ایک دوسرے شخص کا نام لیا، تو دوسرے شخص نے گواہی دی، لیکن سمرہ نے گواہی دینے سے انکار کر دیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تو گواہی دینے سے انکار کر دیا، تو کیا تم دوسرے گواہ کے ساتھ قسم اٹھا لو گے، میں نے کہا: جی ہاں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حلف لیا، میں نے اللہ کے نام کا حلف اٹھایا کہ میں نے فلاں فلاں دن اسلام قبول کر لیا ہوا تھا، اور اپنے جانوروں کے کان بھی کاٹ لیے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجاہدین سے) فرمایا: تم لوگ جاؤ اور ان کے نصف اموال لے لو، اور نصف واپس کر دو، اور ان کے بچوں اور عورتوں کو نہ پکڑنا، اگر ایسا نہ ہوتا، کہ اللہ تعالیٰ کسی کے بھی عمل کے ضائع ہونے کو ناپسند کرتا ہے، تو ہم تم سے رسی بھی نہ لیتے۔

حضرت زبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری والدہ نے مجھے پکار کر کہا: اس شخص نے میرا تھیلا لے لیا ہے، میں واپس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور آپ کو اس بارے میں بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے تم حاصل کر لو، تو میں نے اس شخص کو گریبان سے پکڑ لیا میں اس کے ساتھ اسی جگہ کھڑا ہوا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح کھڑے ہوئے دیکھا تو مجھ سے دریافت کیا، تم نے جسے پکڑا ہوا ہے، اس کے ساتھ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ تو میں نے اسے چھوڑ دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے: آپ نے اس شخص سے فرمایا: اس شخص کے مال کے تھیلے کو تم واپس کر دو، جو تم نے اس سے لیا ہے، تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! وہ مجھ سے ضائع ہو گیا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی تلوار اتاری اور وہ مجھے دے دی، آپ نے اس شخص سے فرمایا: تم جاؤ اور اسے اناج کے کچھ صاع بھی ادا کرو، راوی کہتے ہیں: تو اس شخص نے مجھے کچھ صاع دیئے۔

ایک گواہی وقسم سے فیصلہ کرنے میں مذاہب اربعہ

اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک قضیہ میں) ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ صادر فرمایا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 888)

حدیث کا ظاہری مفہوم یہ بتاتا ہے کہ اگر مدعی اپنے دعوی کے ثبوت میں صرف ایک گواہ پیش کر سکے تو اس (مدعی) سے دوسرے گواہ کے بدلے ایک قسم لے لی جائے اور اس قسم کو ایک گواہ کا قائم مقام قرار دے کر اس کا دعوی تسلیم کر لیا جائے چنانچہ حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد تینوں کا یہی مسلک ہے۔

لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے جس طرح قرآن کریم سے ثابت ہے، اور چونکہ قرآن کے حکم کو خبر واحد کے ذریعہ منسوخ کرنا جائز نہیں ہے اس لئے اس روایت کی بناء پر ایسے مسلک کی بنیاد صحیح نہیں ہو سکتی جو قرآن کے حکم کے منافی ہو ورآنحالیکہ اس رویت کے بارے میں یہ احتمال بھی ہے جب مدعی اپنا دعوی لے کر آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہو اور وہ اپنے دعوی کے ثبوت میں صرف ایک گواہ پیش کر سکا ہو تو چونکہ وہ اپنے ثبوت شہادت کی تکمیل نہ کر سکا اور آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وسلم نے صرف ایک گواہ کے وجود کے وجود کا اعتبار

نہیں کیا اس لئے مدعا علیہ کو قسم کھانے کا حکم دیا مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے اس قضیہ کا فیصلہ دیا۔ اسی کو راوی نے "ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ دینے سے تعبیر کیا۔

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ ائمہ کا یہ اختلاف بھی اس صورت میں ہے جب کہ قضیہ کا تعلق کسی مالی دعوی سے ہو اگر دعوی کا تعلق مال کے علاوہ کسی اور معاملہ سے ہو تو اس صورت میں متفقہ طور پر تمام ائمہ کا مسلک یہی ہے کہ گواہ اور قسم (یعنی مدعی) کی طرف سے مثلاً ایک گواہ پیش کرنے اور ایک قسم کھانے کا اعتبار نہ کیا جائے۔

غائب شخص کے خلاف فیصلہ نہ کرنے کا بیان

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قاضی کے لیے یہ درست نہیں کہ غائب کے خلاف فیصلہ کرے خواہ وہ شہادت کے وقت غائب ہو یا بعد شہادت و بعد تزکیہ شہود غائب ہوا ہو چاہے وہ مجلس قاضی سے غائب ہو یا شہر ہی میں نہ ہو یہ اُس وقت ہے کہ حق کا ثبوت گواہوں سے ہوا ہو۔ اور اگر خود مدعی علیہ نے حق کا اقرار کرلیا ہو تو اس صورت میں فیصلہ کے وقت اُس کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ اور جب مدعی علیہ غائب ہے مگر اُس کا نائب حاضر ہے نائب کی موجودگی میں فیصلہ کرنا درست ہے اگرچہ مدعی علیہ کی عدم موجودگی میں ہو مثلاً اُس کا وکیل موجود ہے تو فیصلہ صحیح ہے کہ یہ حقیقۃً اُس کا نائب ہے یا مدعی علیہ مرگیا ہے مگر اُس کا وصی موجود ہے یا نابالغ مدعی علیہ ہے اور اُس کے ولی مثلاً باپ یا دادا کی موجودگی میں فیصلہ ہوا یا وقف کا متولی کہ یہ واقف کا قائم مقام ہے اس کی موجودگی میں فیصلہ درست ہے۔ (ردمحتار، کتاب قضاء)

حدود وقصاص میں قاضی کے خط کے قبول نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور حدود وقصاص میں ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کی جانب قبول نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں بدلیت کا شبہہ ہے پس یہ شہادت علی شہادت کی طرح ہو جائے گا۔ اور ایک قول کے مطابق امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے جبکہ ان کے دوسرے قول کے مطابق قبول کیا جائے گا اور یہ مذہب امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ کا ہے ان ائمہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ شہادت پر اعتماد کرتے ہیں۔ (فتح القدیر، ج ۱۶، ص ۴۰۷، بیروت)

بَابُ الرَّجُلَيْنِ يَدَّعِيَانِ شَيْئًا وَلَيْسَتْ لَهُمَا بَيِّنَةٌ

باب: جب دو آدمی ایک ہی چیز کے بارے میں دعویٰ کردیں اور ان دونوں کے پاس ثبوت نہ ہو

3613 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ: أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيرًا أَوْ دَابَّةً إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ فَجَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو آدمیوں نے ایک اونٹ یا شاید ایک جانور کے بارے میں

3613- اخرجہ ابن ماجہ (2330)، والنسائی (5424) من طریق سعید بن ابی عروبۃ بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (19603).

دعویٰ پیش کیا، دونوں میں سے کسی کے پاس ثبوت نہیں تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان اسے برابر تقسیم کر دیا۔

3614 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3615 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ بِمَعْنَى إِسْنَادِهِ أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيرًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا شَاهِدَيْنِ فَقَسَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ

ایک اور سند کے ساتھ یہ الفاظ منقول ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں دو آدمیوں نے ایک اونٹ کے بارے میں دعویٰ پیش کیا، ان دونوں میں سے ہر ایک نے دو گواہ بھی پیش کر دیئے تھے، نبی اکرم ﷺ نے اس جانور کو ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا۔

3616 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ خِلَاسٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا فِي مَتَاعٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا بَيِّنَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِينِ مَا كَانَ أَحَبَّا ذَلِكَ أَوْ كَرِهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو آدمیوں نے کسی سامان کے بارے میں مقدمہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا، ان میں سے کسی کے پاس بھی ثبوت نہیں تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم اٹھانے کی بنیاد پر تم اسے دو حصوں میں تقسیم کرلو، خواہ یہ بات تم دونوں کو پسند ہو یا ناپسند ہو۔

3617 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَرِهَ الِاثْنَانِ الْيَمِينَ، أَوِ اسْتَحَبَّاهَا فَلْيَسْتَهِمَا عَلَيْهَا. قَالَ سَلَمَةُ: قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، وَقَالَ: إِذَا أُكْرِهَ الِاثْنَانِ عَلَى الْيَمِينِ.

3614-حديث معل كما بيناه في "مسند احمد" (19603). وانظر ما قبله.

3615-حديث معل كما بيناه في "مسند احمد" (19603). واخرجه ابن ابي شيبة 10/ 184، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (4754)، وابن الغطريف في "جزئه" (14) من طريق عفان، وابو يعلى (7280)

3616-اسناده صحيح. ابو رافع: هو نفيع الصائغ، وخلاس: هو ابن عمرو الهجري، ابن ابي عروبة: هو سعيد. واخرجه ابن ماجه (2346) من طريق عبد الاعلى بن عبد الاعلى، والنسائي في "الكبرى" (5957) من طريق اسحاق بن يوسف الازرق، كلاهما عن سعيد بن ابي عروبة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (10347).

3617-وهو في "مصنف عبد الرزاق" (15212)، ومن طريق البخاري (2674)، والنسائي في "الكبرى" (5958)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب دونوں فریق قسم اٹھانے کو ناپسند کریں یا پسند کریں، تو وہ دونوں اس پر قرعہ اندازی کریں گے''

ایک اور سند کے ساتھ یہ الفاظ منقول ہیں: ''جب ان دونوں کو قسم اٹھانے پر مجبور کیا جائے''

3618 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، بِإِسْنَادِ ابْنِ مِنْهَالٍ، مِثْلَهُ قَالَ: فِي دَابَّةٍ، وَلَيْسَ لَهُمَا بَيِّنَةٌ فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِينِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''ان کا اختلاف ایک جانور کے بارے میں تھا، ان دونوں کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ہدایت کی کہ وہ قسم اٹھانے کی بنیاد پر قرعہ اندازی کرلیں''۔

دو مدعیوں کا تیسرے شخص کے قبضہ میں ہونے والی چیز میں دعویٰ کرنے کا بیان

جب دو آدمیوں نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو تیسرے آدمی کے قبضہ میں ہے تو ان میں سے ہر مدعی شک کے ساتھ کہے گا کہ یہ چیز میری ہے اور ان میں سے ہر ایک گواہی پیش کردے تو دونوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کردیا جائے گا۔ حضرت امام شافعی کے ایک قول کے مطابق دونوں کا گواہی ساقط ہوجائے گا اور دوسرے قول کے مطابق ان دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی اس لئے کہ دونوں گواہیوں میں سے ایک گواہی یقینا جھوٹا ہے اس لئے ایک حالت میں دو ملکیتوں کا جمع ہونا متعذر ہے۔ اور ان میں امتیاز کرنا بھی مشکل ہے اس لئے دونوں بینے ساقط ہوجائیں گے یا قرعہ اندازی کی راہ اپنائی جائے گی اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے معاملات میں قرعہ اندازی کرکے اس طرح دعا فرمائی۔

اے اللہ! تو ہی ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے،، ہماری دلیل حضرت طرفہ بن تمیم والی یہ حدیث ہے کہ دو آدمیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹنی کے متعلق فیصلہ کرنے والا بنایا اور ان میں سے ہر ایک نے گواہی پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں آدمیوں کے لئے آدھی آدھی اونٹنی کا فیصلہ کردیا اور قرعہ اندازی والی حدیث کو ابتدائے اسلام پر محمول کیا جائے گا پھر وہ منسوخ ہوگئی اور اس لئے کہ دونوں گواہوں کے حق میں شہادت کو جائز قرار دینے والی چیز پائی جاسکتی ہے اس طرح کہ ایک کی گواہی کا مدار سبب ملک پر ہو اور دوسرے نے قبضہ پر اعتماد کیا ہو تو دونوں شہادتیں درست ہیں لہٰذا اس وقت دونوں پر عمل کرنا واجب ہوگا اور آدھا آدھا کرکے عمل کرنا ممکن بھی ہے اس لئے کہ محل دعویٰ نصف کو قبول کرتا ہے اور آدھا آدھا کرکے اس وجہ سے تقسیم کی جائے گی کہ مستحق ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ (ہدایہ، کتاب دعویٰ، لاہور)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب دو شخصوں نے ایک معین چیز کے متعلق جو تیسرے کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا

3618- اسناده صحيح. وهو في "مصنف ابن ابي شيبة" 3186/6، وعنه ابن ماجه (2329)، واخرجه النسائي (5956) عن عمرو بن علي الفلاس، عن خالد بن الحارث، بهذا الاسناد.

ہر ایک اُس شے کو اپنی ملک بتاتا ہے اور سبب ملک کچھ نہیں بیان کرتا اور نہ تاریخ بیان کرتا اور اپنے دعوے کو ہر ایک نے گواہوں سے ثابت کر دیا وہ چیز دونوں کو نصف نصف دلا دی جائے گی کیونکہ کسی کو ترجیح نہیں ہے۔ (درمختار، کتاب دعویٰ، بیروت)

مثال کے طور پر یہ زید کے قبضہ میں مکان ہے عمرو نے پورے مکان کا دعویٰ کیا اور بکر نے آدھے کا اور دونوں نے اپنی ملک گواہوں سے ثابت کی اُس مکان کی تین چوتھائی عمرو کو دی جائے گی اور ایک چوتھائی بکر کو کیونکہ نصف مکان تو عمرو کو بغیر منازعت ملتا ہے اس میں بکر نزاع ہی نہیں کرتا نصف میں دونوں کی نزاع ہے یہ نصف دونوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اگر مکان انہیں دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہے تو مدعی کل کو نصف بغیر قضا ملے گا کیونکہ اس نصف میں دوسرا نزاع ہی نہیں کرتا اور نصف دوم اسی کو بطور قضا ملے گا کیونکہ یہ خارج ہے اور خارج کے گواہ ذوالید کے مقابل میں معتبر ہوتے ہیں۔

بَابُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

باب: مدعیٰ علیہ کے خلاف قسم اٹھانا

3619- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

❁❁ ابن ابوملیکہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے تحریر کر کے بھیجا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ کے قسم اٹھانے کی بنیاد پر فیصلہ دے دیا تھا۔

شرح

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مدعیٰ علیہ نے انکار کیا اُس پر حلف دیا گیا حلف سے بھی انکار کر دیا خواہ یوں کہ اُس نے کہہ دیا میں حلف نہیں اٹھاؤ نگا یا سکوت کیا اور معلوم ہے کہ یہ سکوت کسی آفت کی وجہ سے نہیں ہے مثلاً بہرا نہیں ہے کہ سنا ہی نہیں اور یہ انکار یا سکوت مجلس قاضی میں ہے تو قاضی فیصلہ کر دے گا اور بہتر یہ ہے کہ اس صورت میں تین مرتبہ اُس پر حلف پیش کیا جائے بلکہ قاضی کو چاہے کہ اُس سے پہلے ہی کہہ دے میں تجھ پر تین مرتبہ قسم پیش کروں گا اگر تو نے قسم کھالی تو تیرے موافق فیصلہ کروں گا ورنہ تیرے خلاف فیصلہ کر دوں گا۔ اور حلف سے انکار پر فیصلہ کر دیا گیا اب کہتا ہے میں قسم کھاؤں گا اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ فیصلہ جو ہو چکا، ہو چکا مگر جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہے وہ اگر ایسی بات پر شہادت پیش کرنا چاہتا ہو جس سے فیصلہ باطل ہو جائے تو گواہ لیے جاسکتے ہیں۔ (بحرالرائق، کتاب دعویٰ، بیروت)

قاضی کا مدعیٰ علیہ پر تین بار قسم پیش کرنے کا بیان

قاضی کو چاہئے کہ وہ مدعیٰ علیہ کے لئے اس طرح کہے کہ میں تم پر تین بار قسم کو پیش کروں گا اگر تو نے قسم کھالی ٹھیک ہے ورنہ میں تجھ پر اس چیز کا فیصلہ کر دوں گا جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ انداز اسے قسم کے انکار کے حکم کی خبر دینے کے لئے ہے کیونکہ

3619- اسناده صحیح. ابن ابی مليكة: هو عبد الله بن عبيد الله. واخرجه البخاری (2514) و (2668)، ومسلم (1711)، والترمذی (1391)، والنسائی (5425) من طرق عن نافع بن عمر، به

پوشیدگی کا مقام ہے۔لہٰذا جب قاضی نے مدعیٰ علیہ پر تین بار قسم پیش کی تو اس کے انکار کے سبب اس کے خلاف فیصلہ کردے گا۔اور اس تکرار کو امام خصاف نے بیان کیا ہے اس لئے کہ اس میں احتیاط بھی زیادہ ہے۔اور عذر کو ظاہر کرنے میں مبالغہ بھی ہے۔

پس بہرحال مذہب تو یہ ہے کہ جب ایک بار پیش کرنے کے بعد انکار کے سبب اگر قاضی نے فیصلہ کردیا تو بھی جائز ہے۔اس دلیل کے سبب جو ہم بیان کر چکے ہیں اور یہی صحیح ہے لیکن پہلی صورت افضل ہے۔

پس انکار کبھی حقیقی ہوتا ہے جس طرح مدعیٰ علیہ یہ کہے کہ میں قسم نہیں کھاؤں گا اور کبھی حکمی ہوتا ہے جس طرح اس کا خاموش رہنا اور اس کا حکم بھی پہلے والے حکم کی طرح ہوگا۔مگر یہ کہ معلوم ہو جائے کہ مدعیٰ علیہ کو بہرہ یا گونگا ہونے کی آفت نہیں ہے۔یہی قول صحیح ہے۔

اور جب قاضی نے دومرتبہ قسم پیش کی اُس نے کہا مجھے تین دن کی مہلت دی جائے تین دن کے بعد آکر کہتا ہے میں قسم نہیں کھاؤں گا اُس کے خلاف فیصلہ نہ کیا جائے جب تک پھر قاضی اُس پر قسم پیش نہ کرے اور وہ انکار نہ کرے اور اس وقت بھی تین مرتبہ قسم پیش کرنا اور انکار کرنا ہو۔اور اسی طرح مدعیٰ علیہ کا جواب نہ دینا اس وجہ سے ہے کہ وہ گونگا ہے قاضی حکم دے گا کہ اشارہ سے جواب دے اگر اقرار کا اشارہ کیا اقرار صحیح ہے انکار کا اشارہ کیا اُس پر قسم دی جائے گی۔قسم کھا لینے کا اشارہ کیا قسم ہوگئی قسم سے انکار کا اشارہ کیا نکول ہوگا۔اور اُس کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

بَابُ كَيْفَ الْيَمِيْنُ

باب: قسم کیسے اٹھائی جائے

3620 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَعْنِي لِرَجُلٍ حَلَّفَهُ احْلِفْ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، مَا لَهُ عِنْدَكَ شَيْءٌ يَعْنِي لِلْمُدَّعِي،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو يَحْيَى: اسْمُهُ زِيَادٌ كُوفِيٌّ ثِقَةٌ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا' یعنی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف لینا تھا: کہ تم اس اللہ کے نام حلف اٹھاؤ' جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، کہ تمہارے پاس اس کی کوئی چیز نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ مدعی کی کوئی چیز نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابو یحییٰ نامی راوی جس کا نام زیاد تھا، کوفہ کا رہنے والا ہے، یہ ثقہ ہے۔

حدود وغیر حدود میں حلف لینے پر مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ حدود ولعان کے سواسب

3620-واخرجه النسائی فی "الکبری" (5964) عن هناد بن السری، عن ابی الاحوص، به، وهو فی "مسند احمد" (2695).

میں حلف لیا جائے گا۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ حد قذف اور قصاص میں حلف لیا جائے گا۔ اور باقی حدود میں حلف نہ لیا جائے گا۔ حضرت امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمہ تحالف صرف ان چیزوں میں جاری ہوتا ہے جو دو گواہوں سے ثابت ہوتی ہیں۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

انکار کے سبب حلف ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حلف اسی سے لیا جائے گا جو انکار کرے گا۔ کیونکہ مذکورہ عبارت میں بیان کردہ اشیاء سے معارضہ کرنے والا وہی ہے۔ حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ جبکہ امام زفر، امام شافعی اور امام مالک علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں سے حلف لیا جائے گا۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

انکار جان کے سبب قصاص کے عدم ثبوت پر مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی جان کا انکار کر دیا اور اس کو قید کر دیا گیا کہ وہ اقرار کرے یا حلف اٹھائے تو اس سے قصاص نہ لیا جائے گا۔ اور امام احمد علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔

حضرت امام مالک، امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے گا ہاں البتہ اس سے پہلے مدعی سے حلف لے لیا جائے گا۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

تعداد شہادت پر ترجیح نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب ایک مدعی نے دو گواہ پیش کئے اور دوسرے نے چار گواہ پیش کر دیئے تو پھر بھی دونوں برابر ہواں گے اس لئے کہ ہر دو گواہوں کی گواہی علت تامہ ہے جس طرح انفراد کی صورت میں دو کی گواہی علت تامہ ہے اور علت کی زیادتی سے ترجیح نہیں ہوتی بلکہ علت میں قوت کی بناء پر ترجیح ہوتی ہے

حضرت امام احمد اور امام شافعی کا قول جدید اور امام مالک کا مشہور قول یہی ہے۔ حضرت امام اوزاعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ ترجیح دی جائے اور امام شافعی کا قدیمی قول اور ایک روایت کے مطابق امام مالک علیہ الرحمہ کا قول یہی ہے۔ کیونکہ زیادہ گواہوں کی طرف قلوب مائل ہونے والے ہیں اور ان سے عدالت کی زیادہ توقع ہے۔ (شرح الوقایہ، کتاب دعویٰ، بیروت)

بَابٌ إِذَا كَانَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ ذِمِّيًّا أَيَحْلِفُ

باب: اگر مدعیٰ علیہ، ذمی ہو، تو کیا اس سے حلف لیا جائے گا؟

3621 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنِ الْأَشْعَثِ، قَالَ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ لِلْيَهُودِيِّ: احْلِفْ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِذًا يَحْلِفَ

3621- اسناده صحيح. وهو مكرر الحديث السالف برقم (3243).

وَيَذْهَبُ بِمَالِي، فَأَنْزَلَ اللهُ (إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا) (آل عمران: ۷۷) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

حضرت اشعث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا تنازعہ تھا، اس نے وہ مجھے دینے سے انکار کیا، تو میں اس کا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے، میں نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی سے فرمایا: تم قسم اٹھاؤ، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ تو قسم اٹھا کر میرا مال لے جائے گا۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''جو لوگ اللہ کے نام کے عہد اور اس کے نام کی قسموں کی عوض میں تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں''

یہ آیت کے آخر تک ہے۔

حدیث میں بیان کردہ آیت کی تفسیر اور عہد شکنی کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا' اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (آل عمران: ۷۷)

عہد شکنی کرنے اور قسم توڑنے والوں کے متعلق آیت کا نزول

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حاکم کے فیصلہ سے حلف اٹھایا تاکہ اس قسم کے ذریعہ کسی مسلمان شخص کا مال کھالے وہ جس وقت اللہ سے ملاقات کرے گا وہ اس پر غضبناک ہوگا' اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی: (آیت) ''ان الذین یشترون بعهد الله و ایمانهم ثمنا قلیلا'' الایہ (آل عمران: ۷۷) پھر حضرت اشعث بن قیس آئے اور پوچھا حضرت ابوعبدالرحمان نے تم سے کیا حدیث بیان کی ہے؟ انہوں نے بتایا اس اس طرح حدیث بیان کی ہے' انہوں نے کہا یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی' میرے عم زاد کی زمین میں میرا کنواں تھا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مقدمہ پیش کیا' آپ نے فرمایا تم اس کے ثبوت میں گواہ لاؤ' ورنہ پھر اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ تو اس پر قسم کھالے گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حاکم کے فیصلہ سے جھوٹی قسم کھائی تاکہ اس قسم کے ذریعہ وہ مسلمان کا مال کھالے وہ جب قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۸۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ روایت کرتے ہیں:

عدی بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ امرؤالقیس اور حضر موت کے ایک شخص کے درمیان کوئی تنازعہ تھا' دونوں نے اپنا مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا آپ نے حضرمی سے فرمایا تم گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' حضرمی نے کہا یا رسول اللہ!

اگر اس نے قسم کھائی وہ جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر غضبناک ہوگا' امرء القیس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ جو شخص حق پر ہونے باوجود قسم نہ کھائے اور اپنا حق ترک کردے اس کی کیا جزاء ہے؟ آپ نے فرمایا جنت! اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں قسم کو ترک کرتا ہوں' عدی نے کہا پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۲۸' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کی ہوئی کتاب کے ذریعہ جن لوگوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی اتباع کریں گے اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام لائے ہیں ان کی تصدیق اور ان کا اقرار کریں گے' ان میں سے کو لوگ اس عہد کو پورا نہیں کرتے' اور وہ جھوٹی قسمیں کھا کر لوگوں کا مال کھاتے ہیں' اور اس عہد شکنی اور جھوٹی قسموں کے ذریعہ دنیا کا تھوڑا مال خریدتے ہیں' ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ نے جنت اور جنت کی جو نعمتیں تیار کی ہیں' ان سے وہ محروم رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے کوئی ایسی بات نہیں کرے گا جس سے ان کو خوشی ہو اور نہ ان کی طرف رحمت کی نظر فرمائے گا اور نہ ان کو ان کے گناہوں کے میل اور زنگ سے پاک فرمائے گا اور ان کو دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔

عہد شکنی کرنے اور قسم توڑنے والوں کی سزا کا بیان

ہر چند کہ اس آیت کا شان نزول چند خاص لوگوں کے متعلق ہے لیکن اس آیت کے الفاظ عام ہیں: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں: اور اعتبار خصوصیت مورد کا نہیں عموم الفاظ کا ہوتا ہے' اس لیے ہر عہد شکنی کرنے والے اور مال دنیا کی خاطر جھوٹی قسم کھانے والے کا یہی حکم ہے' اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی پانچ سزائیں بیان فرمائیں ہیں۔

(۱) ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

(۲) آخرت میں اللہ ان سے کلام نہیں فرمائے گا۔

(۳) قیامت کے دن انکی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔

(٤) ان کا تزکیہ نہیں فرمائے گا۔

(۵) ان کے لیے دردناک عذاب ہے' ان پانچوں وعیدوں کی تشریح حسب ذیل ہے:

(۱) ان کے لیے آخرت کی خیر اور نعمتوں میں سے کوئی حصہ نہیں' معتزلہ اسی آیت سے استدلال کرتے تھے کہ عہد شکنی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے اور جو شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے اور بغیر توبہ کے مرجائے وہ آخرت میں اجر و ثواب سے محروم رہے گا بلکہ اس کو دائمی عذاب ہوگا' ہمارے نزدیک یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مشیت اور عدم عفو کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو دائمی عذاب دے گا یا اگر اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کرے تو اس کو دائمی عذاب دے گا' یا یہ آیت محض انشاء تخویف کے لیے ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے ڈرانے کیلیے فرمایا فی الواقع ایسا نہیں کرے گا اور وعید کے خلاف کرنا عین کرم ہے یا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے استحقاق بیان فرمایا ہے یعنی عہد شکنی اور جھوٹی قسم کھانے والے اس سزا کے مستحق ہیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ ان کو ضرور یہ سزا دے گا یا یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے یعنی یہ آیت کافروں کے ساتھ خاص ہے اور کافروں میں سے جو عہد شکنی کرے گا یا جھوٹی قسم کھائے گا اس

کی یہ سزا ہوگی۔

(۲) اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں فرمائے گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر شخص سے کلام فرمائے گا اور ان سے پوچھے گا:

(آیت) "فلنسئلن الذين ارسل اليهم ولنسئلن المرسلين"۔ (الاعراف:٦)

ترجمہ: پس ضرور ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے' اور ہم ضرور رسولوں سے بھی پوچھیں گے۔

(آیت) "فوربك لنسئلنهم اجمعين. عما كانوا يعملون"۔ (الحجر:۹۳۔۹۲)

ترجمہ: سو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے' ان سب کاموں کے متعلق جو وہ کرتے تھے۔

اور ظاہر ہے کہ سوال بغیر کلام کے متصور نہیں ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے سے کنایہ ہے کیونکہ جو شخص کسی سے ناراض ہو اور اس سے بات نہیں کرتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کاملین اور اولیاء عارفین سے براہ راست اور بالمشافہ بات کرے گا اور کفار اور ساق اور فجار سے بالمشافہ بات نہیں کرے گا بلکہ فرشتوں کے وساطت سے بات کرے گا' اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا محمل یہ ہے اللہ تعالیٰ ان سے خوشی سے بات نہیں کرے گا' اور نہ ان سے ایسی بات کرے گا جس سے وہ خوش ہوں۔

(۳) قیامت کے دن ان کی طرف نظر نہیں فرمائے گا: اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دیکھے گا نہیں کیونکہ کائنات کی کوئی چیز اللہ سے اوجھل اور مخفی نہیں ہے بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف محبت اور رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

(٤) اللہ تعالیٰ ان کا تزکیہ نہیں فرمائے گا: اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے گناہوں کے میل اور زنگ سے پاک اور صاف نہیں کرے گا بلکہ ان کے گناہوں کی ان کو سزا دے گا اور ان کو معاف نہیں کرے گا' دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے نیک بندوں کی تعریف اور ستائش کرے گا ان کی تعریف نہیں کرے گا' اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی تعریف فرشتوں کے واسطہ سے بھی کرے گا اور بلاواسطہ بھی ان کی تعریف فرمائے گا فرشتوں کے واسطہ سے یہ تعریف ہے:

(آیت)"۔ والملائكة يدخلون عليهم من كل باب . سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار" (الرعد:٢٤۔٢٣)

ترجمہ: اور فرشتے (جنت کے) ہر دروازہ سے (یہ کہتے ہوئے) ان پر داخل ہوں گے' تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا سو کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نیک بندوں کی دنیا میں بھی تعریف فرمائی ہے: (آیت) "التآئبون العابدون الحامدون السآئحون الراكعون الساجدون الامرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحفظون لحدود الله وبشر المؤمنين"۔ (التوبہ:١١٢)

ترجمہ: جو توبہ کرنے والے ہیں' عبادت کرنے والے ہیں' اللہ کی حمد کرنے والے ہیں' روزہ رکھنے والے ہیں' رکوع

کرنے والے ہیں' سجدہ کرنے والے ہیں' نیکی کا حکم دینے والے ہیں' برائی سے روکنے والے ہیں اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور مومنوں کو بشارت دیجئے۔

اور اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی ان کی تعریف فرمائے گا: (آیت) ''سلم قولا من رب رحیم ''۔ (یٰس: ۳۶)

ترجمہ: ان پر رب رحیم کا فرمایا ہوا سلام ہوگا:

(۵) انکے لیے دردناک عذاب ہے: پہلے چار امور میں اللہ تعالیٰ نے ان سے ثواب کی نفی کی ہے اور اس آخری امر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ آل عمران، لاہور)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا: صحیحین میں ابووائل کی وساطت سے حضرت عبداللہ کی روایت منقول ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کا مال مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا تو اللہ کے سامنے اس کی پیشی ایسی حالت میں ہوگی کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔ اس کی تصدیق میں آیت مذکورہ آخر تک نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ یہ حدیث بیان کر چکے تو حضرت اشعث بن قیس باہر سے اندر آئے اور پوچھا ابوعبدالرحمن نے تم سے کیا حدیث بیان کی تھی لوگوں نے بتا دیا کہ یہ یہ بیان کر رہے تھے حضرت اشعث نے کہا یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی۔ بات یہ ہوئی کہ میرا ایک کنواں میرا چچا کے بیٹے کی زمین میں تھا میں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گذارش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گواہ پیش کرو۔ ورنہ اس کی قسم کو مانو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ تو اس پر قسم کھالے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسلمان آدمی کا مال مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی اور (دانستہ) وہ قسم میں جھوٹا ہو تو قیامت کے دن جب اللہ کی پیشی میں جائے گا تو اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔

بخاری کے طریق سے بغوی نے اپنی سند سے یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے لیکن ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ کی روایت میں حضرت اشعث بن قیس کا قول اس طرح منقول ہے کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان کچھ زمین کا نزاع تھا۔ یہودی (میرے حق کا) منکر تھا) میں اس کو رسول اللہ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تیرے پاس گواہ ہیں میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا: تو قسم کھا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ تو قسم کھالے گا اور میرا مال لے جائے گا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بخاری نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک شخص کچھ تجارتی سامان بازار میں لایا اور کسی مسلمان کو پھانسنے کے لیے اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ مجھے اس کی اتنی قیمت ملتی تھی حالانکہ اس کو اس کی بیان کردہ قیمت نہیں ملتی تھی (یا یوں ترجمہ کیا جائے کہ اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے اس سامان کی اتنی قیمت دی ہے یعنی اتنے میں خریدا ہے حالانکہ اس نے اتنی قیمت نہیں دی تھی) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں (کہ ایک کو صحیح ماننے کی صورت میں دوسری کو غلط ماننا ہی پڑے) بلکہ ممکن ہے کہ نزول آیت کے دونوں سبب ہوں (ایک واقعہ بھی ہوا ہو اور دوسرا بھی)

ثَمَنًا قَلِیْلًا: سے مراد ہے متاع دنیا خواہ قلیل ہو یا کثیر کیونکہ جنت کی نعمتوں کے مقابل تو دنیا کا کثیر سامان بھی قلیل ہی

ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اداء امانت کے عہد اور جھوٹی قسموں کے عوض متاع دنیا حاصل کرتے ہیں ابن جریر نے عکرمہ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت کا نزول کعب بن اشرف حیی بن اخطب اور ان جیسے دوسرے یہودیوں کے حق میں ہوا جو توریت میں نازل شدہ اوصاف محمدی کو چھپاتے بدلتے اور ان کی جگہ دوسری چیزیں درج کیا کرتے تھے اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اس تبدیل وتحریف سے ان کی غرض یہ تھی کہ ان کو کھانے کو ملتا رہے اور جو رشوتیں وہ اپنے متبعین سے لیتے رہتے تھے ان میں فرق نہ آئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے آیت میں اس سبب نزول کا بھی احتمال ہے۔ لیکن اصل سبب نزول وہی ہے جو صحیح حدیث میں آیا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں آیت کی رفتار اور کلام کا سیاق ابن جریر از عکرمہ کی روایت کی صحت کو چاہتا ہے اور جس طرح دونوں مذکورۂ بالا حدیثوں میں باہم تضاد نہیں ہے اس طرح ان حدیثوں سے عکرمہ کی روایت کا بھی تضاد نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ اسباب نزول تینوں ہوں۔ علقمہ نے اپنے والد حضرت وائل کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہوئے ایک حضرموت کا دوسرا کندہ کا۔ حضرمی نے عرض کیا: یارسول اللہ اس نے میری زمین چھین لی۔ کندی نے جواب دیا وہ میری زمین ہے۔ میرے قبضہ میں ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہے رسول اللہ نے حضرمی سے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہیں۔ اس نے کہا نہیں فرمایا: تو تم کو اس سے قسم لینے کا حق ہے حضرمی نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ شخص تو علانیہ فاسق ہے کسی چیز سے اس کو باک نہیں۔ اس کو قسم کھانے کی پروا بھی نہ ہوگی فرمایا: اس کے علاوہ اس سے تم کو کوئی حق نہیں چنانچہ کندی جب قسم کھانے چلا اور پشت پھیری تو رسول اللہ نے فرمایا: اگر اس نے ناحق مال کھانے کے لیے قسم کھالی تو اللہ کی پیشی کے وقت خدا اس سے رخ پھیرے ہوئے ہوگا۔

(رواہ مسلم)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ کندی کا نام امراء القیس بن عابس اور اس کے حریف کا نام ربیعہ بن عبدان تھا۔ ابوداؤد کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ جو کوئی قسم کھا کر (کسی کا) کوئی مال مارے گا وہ اللہ کی پیشی کے وقت کوڑھی ہوگا۔ یہ سن کر کندی نے عرض کیا: یہ زمین اسی کی ہے۔ بغوی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ جب کندی نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اس پر امراء القیس (یعنی کندی) نے قسم کھانے سے انکار کردیا اور اپنے حریف کے حق کا اقرار کرلیا اور زمین اس کو دیدی۔

أُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ: ان لوگوں کا راحت آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

حضرت ابوامامہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس نے قسم کھا کر کسی مسلمان شخص کا حق مارا اللہ نے اس کے لیے دوزخ لازم کردی اور جنت اس پر حرام کردی۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو؟ فرمایا: اگرچہ درخت پیلو کی ایک ٹہنی ہو۔ (رواہ مسلم) ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور نے یہ آخری لفظ تین مرتبہ فرمایا۔

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: اور قیامت کے دن اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ بعض علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ ان سے ایسا کلام نہیں کرے گا جس سے ان کو خوشی ہو اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔ صحیح یہ ہے کہ (آیت کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ) بطور کنایہ غضبناک ہونا اور رخ پھیر لینا مراد ہے

گویا اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ اور حضرت اشعث کی روایت سے ذکر کردی گئی ہے کہ لقی اللہ وھو علیہ غضبان اور حضرت وائل کی روایت سے بیان کیا گیا ہے کہ لیلقین اللہ و ھو عنہ معرض.

وَلَا يُزَكِّيهِمْ: اور اللہ ان کو پاک نہیں بنائے گا یعنی ان کی (پاکی کی) تعریف نہیں کرے گے (یہ مطلب ضعیف ہے) صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ ان کا گناہ معاف نہیں کرے گا کیونکہ یہ بندوں کا حق ہے اس کا بدلہ تو ضرور ملنا ہے۔ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اعمالناموں کی تین مدیں ہیں ایک مدوہ ہے جس کی پروا (سختی کے ساتھ) اللہ نہیں کرے گا۔ دوسری مدوہ ہے جس میں سے کوئی چیز (بغیر عوض کے) نہیں چھوڑے گا تیسری مدوہ ہے جس کو معاف نہیں فرمائے گا۔ جس مد کو معاف نہیں فرمائے گا وہ تو شرک ہے اور جس مد کی کوئی خاص پرواہ نہیں کرے گا وہ خود انسان کا اپنی ذات پر ظلم ہے یعنی وہ حقوق جو براہ راست خدا کے انسان پر ہیں ان کو ادا نہ کرنا (جیسے) کوئی روزہ ترک کردیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اور وہ مد جس (کے اندراجات) میں سے کوئی چیز (بغیر بدلہ کے) نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کی باہم حق تلفیاں ہیں اس میں لامحالہ بدلہ دینا ہوگا۔ (رواہ الحاکم واحمد)

طبرانی نے بھی ایسی ہی حدیث حضرت سلمان اور حضرت ابوہریرہ کی روایت سے اور بزار نے حضرت انس کی روایت سے بیان کی ہے اگر اوصاف رسول اللہ کو چھپانے کی وجہ سے آیت کا نزول یہودیوں کے متعلق تسلیم کیا جائے تو عدم مغفرت کا حکم ان کے کفر کی وجہ سے قرار پائے گا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہوگا یعنی ان کے اعمال کی سزا میں حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تین بار تلاوت فرمائی حضرت ابوذر نے عرض کیا: یا رسول اللہ وہ ناکام اور نامراد ہوں گے مگر ہیں کون لوگ۔ فرمایا: (غرور سے) تہبند نیچی لٹکانے والا (یعنی ٹخنوں سے نیچے) اور وہ احسان جتلانے والا کہ جب کچھ دیتا ہے تو اس کا احسان ضرور جتلاتا ہے اور جھوٹی قسم کھا کر اپنے مال کی فروخت کو فروغ دینے والا۔

(رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی والنسائی)

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تین ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہوگا ایک وہ شخص جس کے پاس بیابان میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ دوسرے مسافر کو نہ دے ایک وہ شخص جس نے عصر کے بعد (جب کہ بازار میں رونق ہوتی ہے) کچھ سامان تجارت کا فروخت کرنا چاہا اور اللہ کی قسم کھا کر کہ میں نے یہ اتنے میں خریدا ہے حالانکہ بیان کردہ قیمت پر اس نے نہیں خریدا تھا اور لوگوں نے اس کی بات سچ مان لی اور ایک وہ آدمی جس نے امام کی بیعت کی اور صرف دنیا کے لیے کی اگر امام نے کچھ دنیا اسے دے دی تو وفادار رہا اور نہ دی تو اس نے بیعت کی وفا نہ کی (یعنی غداری کی) (رواہ اصحاب الستہ واحمد)

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ کی ایک مرفوع روایت اس طرح ہے کہ تین ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن بات بھی نہیں کرے گا اور نہ ان پر نظر فرمائے ایک وہ شخص جس نے کسی سامان کے فروخت پر جھوٹی قسم کھا کر کہا کہ میں نے یہ اتنے میں لیا ہے

حالانکہ جو قیمت اس نے دی تھی اس سے بتائی ہوئی قیمت زیادہ تھی۔ دوسرا وہ شخص جس نے کسی مسلمان کا مال مارنے کے لیے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی تیسرا وہ آدمی جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا پانی (حاجتمند مسافر کو دینے سے) روک لیا۔ (قیامت کے دن) اللہ اس سے فرمائے گا آج میں تجھ سے اپنا فضل روکتا ہوں جس طرح تو نے اپنے صرف سے بچی ہوئی وہ چیز روک رکھی تھی جو تو نے بنائی بھی نہ تھی (یعنی پانی)۔

طبرانی اور بیہقی نے تین آدمیوں کی تفصیل حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح نقل کی ہے ایک بوڑھا زانی دوسرا شیخی خور مفلس، تیسرا وہ شخص جس نے اپنا سرمایہ ہی اس بات کو بنا رکھا ہے کہ کچھ بیچے گا تو قسم کھا کر اور خریدے گا تو قسم کھا کر۔ طبرانی نے حضرت عصمہ بن مالک کی روایت سے بھی ایسی ہی مرفوع حدیث نقل کی ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ آل عمران، لاہور)

بَابُ الرَّجُلِ يَحْلِفُ عَلَى عِلْمِهِ فِيمَا غَابَ عَنْهُ

باب: آدمی جس موقعہ پر موجود نہیں تھا، اس کے بارے میں اس کے علم کی بنیاد پر، اس سے حلف لینا

3622 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي كُرْدُوسٌ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ كِنْدَةَ وَرَجُلًا مِنْ حَضْرَمَوْتَ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَرْضٍ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُو هَذَا، وَهِيَ فِي يَدِهِ قَالَ: هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ، قَالَ: لَا وَلَكِنْ أُحَلِّفُهُ، وَاللهِ مَا يَعْلَمُ أَنَّهَا أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُوهُ فَتَهَيَّأَ الْكِنْدِيُّ يَعْنِي لِلْيَمِينِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کندہ اور حضر موت سے تعلق رکھنے والے دو آدمیوں نے یمن میں موجود ایک زمین کے بارے میں مقدمہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، تو حضرمی نے عرض کی:

یا رسول اللہ! یہ میری زمین ہے: جسے اس شخص کے باپ نے مجھ سے غصب کر لیا تھا، اور وہ اب اس کے قبضے میں ہے، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں! لیکن میں اس سے حلف لوں گا، اللہ کی قسم یہ شخص یہ بات نہیں جانتا کہ اس کے باپ نے میری زمین غصب کر لی تھی، تو وہ کندی شخص قسم اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

3623 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: الْحَضْرَمِيُّ، يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ هَذَا غَلَبَنِي عَلَى أَرْضٍ كَانَتْ لِأَبِي فَقَالَ الْكِنْدِيُّ: هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي أَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ: أَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ: فَلَكَ

3622- اسنادہ ضعیف، وھو مکرر الحدیث السالف برقم (3244).

3623- اسنادہ صحیح، وھو مکرر الحدیث السالف برقم (3245).

يَمِينُهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ فَاجِرٌ لَيْسَ يُبَالِي مَا حَلَفَ لَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ. فَقَالَ: لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذٰلِكَ

حضرت وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرموت سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اور کندہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس شخص نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے، جو میرے والد کی زمین تھی، کندی شخص نے کہا: وہ میری زمین ہے میں اس پر کھیتی باڑی کرتا ہوں، اس شخص کا اس زمین پر کوئی حق نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تمہارے مقابلے میں اس کی قسم کافی ہوگی، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ گناہگار شخص ہے، یہ اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ کیا قسم اٹھا رہا ہے اور یہ بچنے کی کوئی کوشش نہیں کرے گا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے صرف یہی ہو سکتا ہے۔

بَابُ كَيْفَ يَحْلِفُ الذِّمِّيُّ؟

باب: ذمی سے کیسے حلف لیا جائیگا؟

3624 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ وَنَحْنُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي لِلْيَهُودِ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى، مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ عَلَى مَنْ زَنَى؟ - وَسَاقَ الْحَدِيثَ فِي قِصَّةِ الرَّجْمِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا: میں تم لوگوں کو اس اللہ کے نام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں، جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی تھی، تم لوگ زناء کرنے والے کے بارے میں توریت میں کیا حکم پاتے ہو" اس کے بعد راوی نے سنگسار سے متعلق پورا واقعہ نقل کیا ہے۔

3625 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَبِإِسْنَادِهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ مِمَّنْ كَانَ يَتَّبِعُ الْعِلْمَ وَيَعِيهِ، يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ

ابن شہاب زہری کے حوالے سے ایک اور روایت منقول ہے (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

3624-صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن، شيخ الزهري -وان كان مبهماً- قد اثنى عليه الزهري فذكر انه ممن يتبع العلم ويعيه كما سياتي بعده، وذكر ابن المبارك عند الطبري في "تفسيره" 2332/

3625-صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن كسابقه، وسياتي تخريجه برقم (4450).

3626 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: يَعْنِي لِابْنِ صُورِيَا: أُذَكِّرُكُمْ بِاللهِ الَّذِي نَجَّاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ، وَأَقْطَعَكُمُ الْبَحْرَ، وَظَلَّلَ عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ، وَأَنْزَلَ عَلَيْكُمُ الْمَنَّ، وَالسَّلْوَى، وَأَنْزَلَ عَلَيْكُمُ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى أَتَجِدُونَ فِي كِتَابِكُمُ الرَّجْمَ، قَالَ: ذَكَّرْتَنِي بِعَظِيمٍ، وَلَا يَسَعُنِي أَنْ أَكْذِبَكَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس سے (یعنی یہودیوں کے عالم) ابن صوریا سے فرمایا: میں تمہیں اس اللہ کی یاد دلاتا ہوں، جس نے تم لوگوں کی آل فرعون سے نجات عطا کی تھی اور تمہارے لیے دریا کو شق کردیا تھا، تم پر بادل کے ذریعے سایہ کردیا تھا، تم لوگوں پر من وسلویٰ نازل کیا تھا، جس نے تم لوگوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی، کیا تم لوگ اپنی کتاب میں سنگسار کرنے کا حکم پاتے ہو؟ تو اس یہودی عالم نے کہا: آپ نے مجھے ایک عظیم ذات کی یاد دلائی ہے، اب میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں آپ کے ساتھ غلط بیانی کروں، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَحْلِفُ عَلَى حَقِّهِ

باب: آدمی کا اپنے حق کے لیے قسم اٹھانا

3627 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، وَمُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ بَحِيرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ سَيْفٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، فَقَالَ الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ: لَمَّا أَدْبَرَ حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ يَلُومُ عَلَى الْعَجْزِ، وَلَكِنْ عَلَيْكَ بِالْكَيْسِ فَإِذَا غَلَبَكَ أَمْرٌ، فَقُلْ حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دو آدمیوں کے درمیان ایک فیصلہ دیا جس شخص کے خلاف فیصلہ دیا گیا تھا جب وہ واپس مڑا، تو اس نے یہ کہا: میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ عاجز ہوجانے پر ملامت کرتا ہے، تم پر لازم ہے کہ تم سمجھداری اختیار کرتے ہوئے (بھرپور طریقے سے کوئی کام کرو) اور اگر معاملہ تم پر غالب آجائے، تو پھر یہ کہو کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

بَابٌ فِي الْحَبْسِ فِي الدَّيْنِ وَغَيْرِهِ

باب: قرض کا بیان، کیا اس کی وجہ سے قید کیا جائے گا؟

3626- رجاله ثقات، لكنه مرسل. قال الزيلعي في "نصب الراية" 130:4/ جعله شيخنا علاء الدين مسنداً من رواية ابن عباس مقلداً لغيره في ذلك

3627- اسناده ضعيف بقية بن الوليد على ضعفه مدلس وقد عنعن. سيف - وهو الشامي - قال الذهبي: لا يعرف

3628 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ وَبْرِ بْنِ أَبِي دُلَيْلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ، وَعُقُوبَتَهُ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: يُحِلُّ عِرْضَهُ يُغَلَّظُ لَهُ، وَعُقُوبَتَهُ يُحْبَسُ لَهُ

❀❀ عمرو بن شرید اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''(قرض کی ادائیگی کی صلاحیت رکھنے والے) خوشحال شخص کا ٹال مٹول کرنا، اس کی عزت اور سزا کو حلال کر دیتا ہے''۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عزت کو حلال کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے گا اور اس کی سزا کو حلال کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے گا۔

قرض ادا کرنے کی استطاعت کے باوجود ادا نہ کرنا ظلم ہے

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب استطاعت کا ادائیگی قرض میں تاخیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو صاحب استطاعت کے حوالہ کیا جائے تو اسے اس حوالہ کو قبول کر لینا چاہئے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 128)

حدیث کے پہلے جزء کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کوئی چیز خریدے اور اس کی قیمت ادا کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود قیمت ادا نہ کرے یا کسی کا قرض دار ہو اور ادائیگی قرض پر قادر ہونے کے باوجود (قرض ادا کرنے میں تاخیر کرے تو یہ ظلم ہے) بلکہ بعض علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ یہ فسق ہے اور اس کی وجہ سے ایسے شخص کی گواہی رد ہوتی ہے اگرچہ یہ نادہندگی ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ظاہر ہوئی ہو لیکن بعض دوسرے علماء کا قول یہ ہے کہ اس شخص کی گواہی قابل رد ہے جو صاحب استطاعت ہونے کے باوجود بار بار نادہندگی میں مبتلا ہو اور ادائیگی میں تاخیر کرنا اس کی عادت بن چکی ہو۔

حدیث کے دوسرے جزء اور جب تم سے کسی کو صاحب استطاعت کے حوالہ کیا جائے الخ۔ کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص کا کسی پر قرض ہو اور وہ قرض دار ادائیگی قرض پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے کسی مالدار شخص سے یہ کہے کہ تم میرا قرض ادا کر دینا تو قرض خواہ کو چاہئے کہ وہ قرضدار کی اس بات کو فوراً قبول کر لے تاکہ اس کا مال ضائع نہ ہو یہ حکم استحباب کے طور پر ہے لیکن بعض علماء کا قول ہے کہ یہ حکم بطریق وجوب ہے جب کہ کچھ علماء اس حکم کو بطریق اباحت کہتے ہیں

قرض ادا نہ کرنے پر سخت وعید کا بیان

حضرت سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا، صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جنازہ کی نماز پڑھ لیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر قرض تو نہیں ہے صحابہ نے کہا

3628- اسناده حسن. محمد بن ميمون - وهو ابن مسيكة - روى عنه وبر الطائفي واثنى عليه خيراً، وقال ابو حاتم: روى عنه الطائفيون، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وصحح له هذا الحديث، وحسن هذا الاسناد الحافظ في "الفتح" 62.5/ واخرجه ابن ماجه (2427)، والنسائي (4689) و (4690) من طريق وبر بن ابي دليلة. وهو في "مسند احمد" (17946)، و "صحيح ابن حبان"، (5089).

کہ نہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر قرض تو نہیں؟ عرض کیا گیا کہ ہاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کچھ چھوڑ کر بھی مرا ہے یا نہیں صحابہ نے عرض کیا کہ تین دینار اس نے چھوڑے ہیں یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس پر قرض تو نہیں ہے صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں تین دینار اس پر قرض ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کچھ چھوڑ کر بھی مرا ہے یا نہیں عرض کیا گیا کہ کچھ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو ابوقتادہ نے جب یہ سنا تو کہا کہ یارسول اللہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی نماز جنازہ پڑھ لیجئے اس کا قرض میں ادا کر دوں گا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 130)

ہوسکتا ہے کہ تینوں جنازے ایک ہی دن اور ایک ہی مجلس میں لائے گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ الگ الگ دن اور الگ الگ مجلس میں یہ جنازے لائے گئے ہوں۔ دوسرے شخص پر جو قرض تھا اس کی مقدار انہیں تین دینار کے برابر رہی ہوگی جو وہ چھوڑ کر مرا تھا اس لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوگیا کہ اس شخص پر جتنا قرض ہے اس کی ادائیگی کے بقدر اثاثہ چھوڑ کر مرا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ تیسرا چونکہ اپنے قرض کی ادائیگی کے بقدر مال چھوڑ کر نہیں مرا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا اس انکار کی وجہ یا تو یہ تھی کہ اس سے لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور وہ قرض سے پرہیز کریں اور اگر بدرجہ مجبوری قرض لیں تو اس کی ادائیگی میں تاخیر وتقصیر سے باز رہیں یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس لئے مناسب نہیں سمجھا کہ میں اس کے لئے دعا کروں اور دعا قبول نہ ہو کیونکہ اس پر لوگوں کا حق تھا جس سے بری الذمہ ہوئے بغیر وہ مر گیا تھا۔ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ میت کی طرف سے ضامن ہونا جائز ہے خواہ میت نے ادائیگی قرض کے لئے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو چنانچہ حضرت امام شافعی اور اکثر علماء کا یہی مسلک ہے بخلاف حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

بعض حنفی علماء کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی حضرت امام احمد اور حنفیہ میں سے حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد نے اس حدیث سے اس بات کا استدلال کیا ہے کہ اس میت کی طرف سے کفالت جائز ہے جس نے کچھ بھی مال نہ چھوڑا ہو اور اس پر قرض ہو یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر میت کی طرف سے کفالت جائز نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تیسرے جنازہ کی نماز نہ پڑھتے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مفلس میت کی طرف سے کفالت صحیح نہیں ہے کیونکہ مفلس میت کی طرف سے کفالت دراصل دین ساقط کی کفالت ہے اور یہ بالکل صاف مسئلہ ہے کہ دین ساقط کی کفالت باطل ہے۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت ابوقتادہ نے میت کی طرف سے اس کے قرض کی کفالت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقتادہ کی کفالت کو تسلیم کر کے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی تو اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ ابوقتادہ نے اس شخص کی زندگی ہی میں اس کی طرف سے کفالت کر لی ہوگی اس موقع پر تو انہوں نے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا اقرار واظہار کیا کہ میں اس کی کفالت پہلے ہی کر چکا ہوں اب میں اس کے قرض کا ذمہ دار ہوں

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس اقرار واظہار پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ابوقتادہ نے اس وقت میت کی طرف سے کفالت کی نہیں تھی بلکہ از راہِ احسان وتبرع یہ وعدہ کیا تھا کہ میں اس کا قرض ادا کر دوں گا۔

3629 - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، أَخْبَرَنَا هِرْمَاسُ بْنُ حَبِيبٍ، رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَرِيمٍ لِي، فَقَالَ لِي: الْزَمْهُ، ثُمَّ قَالَ لِي: يَا أَخَا بَنِي تَمِيمٍ مَا تُرِيدُ أَنْ تَفْعَلَ بِأَسِيرِكَ؟

ہرماس بن حبیب، ایک دیہاتی شخص سے روایت کرتے ہیں، اس نے اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک مقروض کو لے کر حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم اس کے ساتھ رہو پھر آپ ﷺ نے مجھے سے فرمایا: اے بنوتمیم سے تعلق رکھنے والے فرد! تم اپنے ساتھی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟

3630 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلًا فِي تُهْمَةٍ

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے تہمت کی وجہ سے ایک شخص کو قید کر دیا تھا۔

3631 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ، وَمُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ - قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ - حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ، عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، - قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ إِنَّ أَخَاهُ أَوْ عَمَّهُ، وَقَالَ مُؤَمَّلٌ -: إِنَّهُ قَامَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: جِيرَانِي بِمَا أُخِذُوا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَلُّوا لَهُ عَنْ جِيرَانِهِ لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمَّلٌ وَهُوَ يَخْطُبُ

بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ان کے بھائی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ان کے چچا، اور ایک روایت کے مطابق، وہ خود نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو گئے، جبکہ نبی اکرم ﷺ اس وقت خطبہ دے رہے تھے، انہوں نے عرض کی: میرے ہمسایوں کو کس بنیاد پر پکڑا گیا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے دو مرتبہ ان سے اعراض کیا: پھر راوی نے کوئی چیز ذکر کی؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔

ایک راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے: نبی اکرم ﷺ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔

پڑوسی کے حقوق قرآن وسنت کی روشنی میں

اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور دیگر مذاہب کے برعکس

3629- اسناده ضعيف لجهالة الهرماس بن حبيب وابيه. واخرجه ابن ماجه (2428) من طريق النضر بن شميل، بهذا الاسناد

3630- اسناده حسن. بهز بن حكيم وابوه صدوقان. واخرجه الترمذي (1476)، والنسائي (4875) و (4876) من طريق بهز بن حكيم، به. وقال الترمذي: حديث بهز عن ابيه عن جده حديث حسن. وهو في "مسند احمد" (20019).

3631- اسناده حسن كسابقه. اسماعيل: هو ابن ابراهيم بن مقسم، المعروف بابن علية.

جس میں گھر بار، بیوی بچے اور رشتہ دار واقرباء سب کچھ چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جانے اور رہبانیت کی زندگی گزارنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کی جگہ اسلام نے یہ بتایا کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی بہت ضروری ہیں اور بعض اعتبار سے انہیں حقوق اللہ سے بھی آگے رکھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن اللہ پاک اپنا حق معاف کردیں گے لیکن اس نفسی نفسی کے عالم میں کوئی کسی کو معاف نہیں کرے گا۔ اس دن ہر ایک کو اپنی نجات کی فکر ہوگی۔ قرآن نے روز حشر کا بڑا ہولناک نقشہ کھینچا ہے کہ اس دن ہر شخص اپنے بھائی، ماں باپ، بیوی بچے سب سے گریزاں ہوگا۔

حقوق العباد میں سے ایک اہم حق پڑوسی کا حق ہے جس کی جانب اسلام نے بڑی توجہ دلائی ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ جبرئیل نے مجھ کو پڑوسی کے حقوق کی اتنی تاکید کی کہ مجھے خدشہ ہوگیا کہ پڑوسیوں کو بھی وراثت میں حقدار قرار دے دیا جائے۔ () یہ ارشاد رسول ہی اپنے آپ میں یہ بیان کررہا ہے کہ پڑوسیوں کے حقوق کی کتنی شدت سے تاکید بیان کی گئی ہے۔ دوسری طرف اگر ہم اپنی زندگی کو دیکھیں اور تھوڑا غور کریں کہ کیا کبھی ہم نے اپنے پڑوسی کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ کی ہے۔ کیا اسلام میں پڑوسی کے جو حقوق بیان کئے گئے ہیں اور بطور ایک پڑوسی قرآن وحدیث میں ہم پر جو ذمہ داری عائد کی گئی ہے اسے ہم نے پورا کیا ہے۔ اگر انصاف سے جواب کی تلاش کی جائے تو جواب یہی ہوگا نہیں؟ اور یہی وجہ ہے کہ آج ہماری زندگی سے چین وسکون اٹھ گیا ہے۔ ہر شخص کو اپنی فکر ہے۔ پڑوسی پڑوسی کے حالات سے بے خبر ہے اور کوئی ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات کو اپنایا جائے اور بالخصوص پڑوسی کے جو حقوق قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں ان کی جانب توجہ دی جائے تو شاید ہمارے معاشرے اور سماج سے جو چین وسکون اٹھ گیا ہے وہ دوبارہ واپس آجائے اور ہماری معاشرت بہت خوبصورت ہوجائے۔

قرآن کریم نے ایک مقام پر پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید ہے اور یہ حسن سلوک کس طرح ہو، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات گرامی سے واضح کیا ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی ہی یہی تھا کہ لتبین للناس ما نزل الیھم کہ قرآن کی آیتوں کو واضح کریں، کھول کر بیان کردیں۔ اس کے مفہوم ومعانی سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ نساء میں فرمایا: واعبدوا اللہ ولاتشرکوابہ شیئا وبالوالدین احسنا وبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل، وما ملکت ایمنکم، ان اللہ لایحب من کان مختالا فخورا (سورہ نساء، 36) اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرو بے شک اللہ اترانے والے بڑائی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں، یتیموں، مساکین کے ساتھ ساتھ پڑوسیوں کے ساتھ نیکی کرنے یعنی حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ الجار ذی القربی اور الجار الجنب کے ایک معنی حضرت ابن عباس سے یہ مروی ہیں کہ وہ پڑوسی جس سے تمہاری رشتہ داری ہو اور وہ پڑوسی جس سے تمہاری رشتہ داری نہ ہو دونوں کے ساتھ اللہ نے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک

حدیث آگے ذکر ہوگی۔ جس میں اسی اعتبار سے پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تفصیل کیلئے تفسیر طبری کی جانب رجوع کریں)

پڑوسی کا اکرام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ابوشریح العدوی الکعبی الخزاعی نے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: سمعت اذنای وابصرت عینای حین تکلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم جارہ (بخاری، کتاب الادب، باب من کان یومن باللہ والیوم الآخر، مسلم کتاب الایمان، حدیث 77,76، ابن ماجہ کتاب الادب، موطا امام مالک کتاب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) یہ روایت متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے۔ حافظ ذہبی نے اس روایت کو متواتر المعنی قرار دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اس حدیث کے الفاظ متواتر نہیں ہیں لیکن مجموعی طور پر پڑوسی کے اکرام کے بارے میں جو روایتیں متفرق طور پر ہیں وہ اس قدر ہیں کہ وہ درجہ تواتر کو پہنچتی ہیں۔ یہ حدیث حضرت ابوایوب انصاری، حضرت خالد الجہنی سے بھی منقول ہے۔

پڑوسی کے ساتھ بہتر سلوک کرنا حضرت ابوشریح خزاعی کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ پڑوسی کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے۔ (الادب المفرد، باب الوصاۃ بالجار، مسلم کتاب الایمان، باب ذلک کلہ من الایمان، سنن الدارمی، کتاب الاطعمہ، باب 11) یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان باب ذلک کلہ من الایمان)

مومن وہ ہے جو پڑوسی کو تکلیف نہ دے

حضرت ابوہریرہ رسول اللہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔

(بخاری کتاب الادب باب من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یوذ جارہ، مسلم المصدر السابق، ابوداؤد، کتاب الادب باب فی حق الجوار)

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کے علاوہ حضرت ابوسعید الخدری، حضرت عائشہ [illegible] بن مسعود سے بھی منقول ہے۔

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے والا ملعون (خدا کی رحمت سے دور) ہے

شریک ابوعمر سے اور وہ ابوجحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ کے پاس اپنے پڑوسی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سامان لے کر راستے پر آجاؤ۔ راوی کہتے ہیں لوگ راستے سے گزرتے اور اس پر (پورا واقعہ سن کر پڑوسی کو تکلیف پہنچانے والے) لعنت کرتے۔ (شدہ شدہ یہ خبر اس تک پہنچی) وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا اے اللہ کے رسول میں نے ایسا کیا کیا کہ لوگ مجھ پر لعنت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں کے لعنت کرنے سے پہلے اللہ نے تجھ پر لعنت کی ہے اس شخص نے پڑوسی کو تکلیف نہ دینے کا وعدہ کیا۔ جب وہ شخص آیا جو اپنے پڑوسی کے ظلم کا شکار تھا تو آپ نے فرمایا اپنا سامان (راستے سے) اٹھالو اب تم مامون و محفوظ ہو۔

(الادب المفرد، باب شکایۃ الجار ص 43/ 44، کنز العمال رقم 25510، مستدرک حاکم 4/ 166)

یہ روایت حضرت حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ تکلیف دینے والے پڑوسی نے خود آکر

اپنے پڑوسی سے سامان اٹھا کر گھر واپس چلنے کی گزارش کی اور آئندہ کبھی نہ ستانے کا بھی وعدہ کیا۔ حدیث کے الفاظ ہیں۔ ارجع الی منزلک، فو اللہ لااوذیک ابدا گھر واپس چلئے آئندہ میں کبھی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔

(بخاری ادب المفرد باب شکایۃ الجار، مجمع الزوائد 8 170.)

جب کہ شہر بن حوشب سے مروی روایت میں اسی واقعہ میں یہ منقول ہے کہ شکایت کرنے والے پڑوسی نے جب اولا اپنے پڑوسی کے ظلم وستم کی شکایت کی تو فرمایا صبر کرو دوبارہ آیا تو فرمایا صبر کرو، جب تیسری مرتبہ اس نے شکایت کی تو آپ نے گھر کا سامان راستے پر ڈال دینے کا مشورہ دیا۔ (کنز العمال 25607 علی متقی الھندی نے اس روایت کو ابونعیم کی المعرفۃ کی جانب منسوب کیا ہے)

برا پڑوس قیامت کی نشانیوں میں سے ہے

حضرت ابو ہریرہ مرفوعا (یعنی ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے) روایت کرتے ہیں کہ قیامت کی علامتوں مین سے برا پڑوس اور قطع رحمی (رشتہ داروں کے حقوق کا ادا نہ کرنا) بھی ہے۔ جب کہ ایک دوسری روایت جو حضرت ابو ہریرہ سے ہی منقول ہے اس میں قرب قیامت کی علامتوں مین سے ایک ترک جہاد بھی ہے۔

(الادب المفرد ص 41، اس میں من اشراط الساعۃ کی جگہ لاتقوم الساعۃ ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک یہ باتیں ظہور پذیر نہ ہو جائیں)

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے والا جنت میں نہیں جائے گا حضرت انس فرماتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ وہ مومن نہیں ہے جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔ (حدیث کے الفاظ ہیں غوائلہ، جب کہ ایک دوسری روایت میں بوائقہ کا لفظ ہے دونوں کا معنی قریب قریب ایک ہی ہے۔ شر، برائی تکلیف۔ (مستدرک حاکم، 4/165، کنز العمال 24905)

یہ روایت حضرت انس سے بھی منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو، ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، بوائق کا کیا مطلب ہے آپ نے فرمایا اس کا غصب اور اس کا ظلم۔ (مسند احمد بن حنبل۔ 4/336، مجمع الزوائد 8/169)

یہ روایت حضرت ابو شریح الخزاعی سے بھی منقول ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا خدا کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اس سے مراد کون ہے۔ آپ نے فرمایا وہ پڑوسی جس کے بوائق سے اس کا پڑوسی مامون نہ ہو، صحابہ نے عرض کیا بوائق کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا اس کی برائی۔ (بخاری کتاب الادب باب اثم من لایامن جارہ بوائقہ، امام بخاری نے بوائق کی تفسیر ہلاکت سے کی ہے۔ یوبقھن یھلکھن موبقا مھلکا)

حضرت انس مرفوعا نقل کرتے ہین مومن وہ ہے جس سے اس کا پڑوسی مامون ہو اور اس کے شر کا اس کو خوف نہ ہو۔

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے پتوں میں سے ایک پتہ پر لکھوایا (اصل لفظ کتب ہے) شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ وہ شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔ (مستدرک حاکم 4/165، حاکم نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ وہ صحیحین کی شرط پر ہے)

پڑوسی کے اہلخانہ پر بری نظر رکھنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جب کہ تجھ کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے۔میں نے پوچھا پھر کون سا گناہ،فرمایا:اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ اس کو بھی اپنے ساتھ کھلانا پڑے گا۔میں نے پوچھا،پھر کون سا گناہ،فرمایا۔اپنی پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا۔جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے،اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو نہیں پکارتے،اور نہ کسی نفس کو قتل کرتے ہیں جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہو مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر،کتاب الادب،باب قتل الولد خشیۃ ان یاکل معہ،کتاب الحدود باب20،مسلم کتاب الایمان 141،ابوداؤد کتاب الطلاق باب50،سنن الترمذی،کتاب التفسیر تفسیر سورۃ25،نسائی کتاب التحریم باب4،مسند احمد بن حنبل،1/ 380،1/ 431)

(نوٹ:اس روایت کے ایک دوسرے سند میں اس کی وضاحت ہے کہ سوال شروع سے حضرت عبداللہ بن مسعود نے ہی پوچھا تھا۔الفاظ ہیں:عن عمرو بن شرحبيل عن عبدالله قال:سالتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم۔یعنی سوال کرنے والے شروع سے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود تھے جب کہ جو حدیث پیش کی گئی اس کی سند میں ہے۔عن عمرو بن شرحبيل عن عبدالله ان النبي صلى الله عليه وسلم سئل۔یعنی اولاً سوال کسی اور نے کیا تھا بعد میں سوال انہوں نے کئے تھے۔)

حضرت مقداد بن الاسود کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا۔چوری کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ہم نے عرض کیا۔حرام ہے اس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس گھروں سے چوری کرنے کرنے سے زیادہ برا یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کے گھر میں چوری کرے۔(پھر فرمایا)تم زنا کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ہم نے عرض کیا اس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور وہ حرام ہے۔فرمایا دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنے سے زیادہ برا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی پڑوس کی عورت سے زنا کرے۔(مسند احمد بن حنبل6/ 8،مجمع الزوائد،8/ 16)

نوٹ:اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ذہبی لکھتے ہیں محمد بن سعید(جو اس روایت کا ایک راوی ہے)وہ متہم ہے۔اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ہیثمی لکھتے ہیں۔اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

حضرت سلمی اپنے والد حضرت ابو بریدہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جس نے کسی مسلمان سے اس کی بیوی اور پڑوسی کے بارے میں دھوکہ کیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(کنز العمال7830)

پڑوسی کو کھانے میں سے کچھ بھیج دینا

حضرت ابوذر سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جب تم شوربہ بناؤ تو اس میں پانی زیادہ کردو،پھر اپنے پڑوسیوں کے اہلخانہ کو دیکھو اور ان کو اس میں سے کچھ پہنچا دو۔(مسلم،کتاب البر والصلۃ،143،ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب58،سنن الدارمی کتاب الاطعمہ باب37،سنن الترمذی کتاب الاطعمہ30،مسند احمد بن حنبل5/ 161)

حضرت جابر سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی گوشت پکائے تو تو اس میں شوربہ زیادہ کردے اور کچھ پڑوسیوں کے یہاں بھی بھجوادے۔ (الادب المفرد، باب ماکثر ماء المرق فیقسم فی الجیران ص 40)

(نوٹ: حافظ ذہبی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں یہ حدیث اس سند سے منکر ہے لیکن متن صحیح ہے)

علقمہ بن عبداللہ المزنی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی گوشت خریدے تو اس میں شوربہ زیادہ کردے۔ اگر کسی کو گوشت نہ مل سکے تو (کم سے کم) شوربل جائے گا اور وہ بھی گوشت کا ہی ایک حصہ ہے۔ (سنن الترمذی کتاب الاطعمہ باب ماجاء فی اکثار ماء المرقۃ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ کنزالعمال 40733)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعا روایت کرتی ہیں کہ جب تم میں سے کوئی گوشت پکائے تو اس میں شوربہ زیادہ کرے اور کچھ پڑوسی کو بھی دے۔ (مجمع الزوائد 165/8) حافظ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں عبیداللہ بن سعید قائد الاعمش ہے جس کی توثیق ابن حبان نے کی ہے جب کہ دوسرے محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کیلئے بہتر ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کیلئے سب سے بہتر ہے۔ (مسند احمد بن حنبل 168/2، سنن الترمذی کتاب البر والصلہ 28، سنن الدارمی کتاب السیر باب 3، مستدرک حاکم 168/4، الادب المفرد، باب خیر الجیران ص 41/42)

پڑوسیوں میں زیادہ حق دار کون ہے

طلحہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول میرے دو پڑوسی ہیں تو میں (ہدیہ تحفہ وغیرہ) میں کس سے شروعات کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔

(بخاری باب حق الجوار فی قرب الابواب، الادب المفرد باب یبدی الی اقربھم بابا، مستدرک حاکم 167/4)

حضرت عائشہ رضی اللہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے دو پڑوسی ہیں تو میں کس سے شروع کروں (یعنی کوئی ہدیہ تحفہ یا کوئی اور چیز لینے دینے کے معاملہ میں کس پڑوسی کو مقدم رکھا جائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے شروعات کرو جو ہدیہ میں تم سے زیادہ قریب ہو۔

حضرت ابوہریرہ سے مرفوعا منقول ہے اپنے پڑوسی کے ساتھ بہتر برتاؤ کرو مومن بن جاؤ گے۔ (مسند احمد 310/2، سنن الترمذی کتاب الزہد باب 2 مجمع الزوائد 19/8، ہیثمی نے اس روایت کے متعلق کہا کہ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں۔)

پڑوسی کا حق شفعہ

نوٹ: یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ شفعہ فقہاء کی اصطلاح میں اس حق کو کہتے ہیں جو پڑوسی کو بطور پڑوسی کے حاصل ہوتا ہے کہ اگر کوئی اپنا مکان زمین جائیداد بیچنا چاہتا ہے تو اس کو خریدنے کا پہلا حق پڑوسی کا ہے۔ اگر وہ کسی وجہ سے عذر کر دیتا ہے تو پھر دوسرے کو بیچا جاسکتا ہے۔ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ حق شفعہ صرف استحباب کی حد تک ہے لازمی نہیں جب کہ دوسرے کہتے ہیں کہ حق شفعہ لازمی ہے اور پڑوسی کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

حضرت جابر سے مرفوعا منقول ہے پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے۔

(بخاری کتاب الشفعہ، باب 2، ابوداؤد کتاب البیوع باب 73، سنن النسائی کتاب البیوع، باب 19، ابن ماجہ کتاب الشفعہ باب 2 مسند احمد بن حنبل 10/6)

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی جائیداد بیچنے کا ارادہ کرے تو اس کو تب تک نہ بیچے جب تک کہ اپنے پڑوسی سے اس کی اجازت نہ لے لے۔ (ابن ماجہ کتاب الشفعہ باب من باع رباعا فلیوذن شریکہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی اپنے پڑوسی کے شفع کا زیادہ حقدار ہے۔ وہ اس کا انتظار کرے اگر وہ غائب ہو جب کہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔ اس کو سنن اربعہ کے مولفین نے روایت کیا ہے۔

(ابوداؤد کتاب البیوع باب 73، ترمذی کتاب الاحکام باب 32، ابن ماجہ کتاب الشفعہ باب 2،1، مسند احمد 303/3)

حضرت ابن عباس رضی سے مرفوعا روایت ہے کہ جس کے پاس کوئی زمین ہو اور وہ اس کو بیچنا چاہے تو اس (بیع کو پہلے پہل) پڑوسی کے سامنے رکھے۔ اس روایت کو قزوینی نے بیان کیا ہے۔ (کنز العمال 18692)

حضرت سمرہ بن جندب سے مرفوعا منقول ہے: گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حقدار ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الاحکام باب 31/ 33، امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابوداؤد کتاب البیوع باب 73)

پڑوسی کے حق میں سے ایک اس کو اپنے دیوار پر لکڑی گاڑنے کا حق بھی دینا ہے اس بارے میں حضرت ابوہریرہ کی روایت صحیح ہے اور یہی قول امام احمد بن حنبل کا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی سے اس کا پڑوسی اس کی دیوار میں لکڑی گاڑنے کی اجازت مانگے تو اس کو منع نہ کرے۔ متفق علیہ

(بخاری کتاب المظالم باب 20، مسلم کتاب المساقاۃ حدیث 136، ترمذی کتاب الاحکام باب 18، ابن ماجہ کتاب الاحکام باب 15، موطا امام مالک کتاب الاقضیہ 33)

کیا تم جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے

نہر بن حکیم اپنے والد سے کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے پڑوسی کا مجھ پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرو، اور اگر مر جائے تو جنازے کے ساتھ چلو، اگر تم سے قرض مانگے تو اسے قرض دو، اگر اسے کوئی خوشی اور بھلائی حاصل ہو تو اس کو مبارکباد دو، اور اگر اسے کوئی رنج اور تکلیف پہنچے تو اس کی تعزیت کرو اور اپنے عمارت اس سے اونچی نہ بناؤ تا کہ اس کے ہوا میں رکاوٹ نہ پہنچے۔ اور اپنے ہانڈی کی بو سے اس کو تکلیف مت پہنچاؤ ہاں مگر یہ کہ کچھ اس کو بھی پہنچادو۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حافظ ذہبی کہتے ہیں بیکار سند ہے۔ (الاحیاء فی علوم الدین 213/2، حافظ عراقی جنہوں نے احیاء کے احادیث کی تخریج کی ہے وہ کہتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے۔)

عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا حق کیا ہے؟ اگر وہ تم سے مدد مانگیے تو اس کی مدد کرو، اگر تم سے قرض مانگے تو اس کو قرض دو اور اگر وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرو اور اپنی عمارت کو زیادہ اونچی نہ بناؤ کہ اس کو ہوا کے پہنچے میں رکاوٹ ہو مگر پڑوسی کی اجازت سے۔ اور اگر تم میوہ خرید و تو کچھ اس کو بھی ہدیہ کرو، اگر ایسا نہ کر سکو تو پوشیدہ طور پر گھر لے جاؤ اور تمہارا بیٹا میوہ لے کر باہر نہ جائے کہ کہیں اس کے بیٹے کو رنج

ہو۔ اور اپنے ہانڈی کی بو سے اس کو تکلیف نہ دو مگر یہ کہ کچھ اس کو بھی پہنچا دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑوسی کے ساتھ خیر خواہی کے بارے میں بیان کرتے رہے یہاں کہ میں نے گمان کرلیا کہ آپ صلی اللہ پڑوسی کو وراثت میں حقدار قرار دے دیں گے۔

وہ مومن نہیں جو خود تو شکم سیر ہو کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مومن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ اس حدیث کے ایک راوی حکیم بن جبیر کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور ان پر جرح کی ہے لیکن اس حدیث دیگر شواہد ہیں۔ (الفردوس للدیلمی 5/20، مستدرک حاکم 4/167، سنن کبریٰ للبیہقی 3/10، طبرانی فی الکبیر 12/104، الترغیب والترہیب 3/358، امام منذری اس حدیث کو بیان فرما کر کہتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں)

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مومن نہیں ہے جو خود تو شکم سیر ہو اور اس کے بازو میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (الادب المفرد باب لایشبع دون جارہ ص 40، مسند احمد 1/55، مجمع الزوائد 8/167، حافظ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی اور بزار نے بھی روایت کیا ہے اور بزار کی سند حسن درجے کی ہے)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خود شکم سیر رہے اور اس کے بازو میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو اور وہ اس کے حال سے واقف بھی ہو تو اس نے مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ اس روایت کے ایک راوی اثرم کو ابو زرعہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ حدیث منکر ہے۔ (مجمع الزوائد 8/167، اس حدیث کو حافظ ہیثمی نے نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کو بزار نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سن حسن ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی اثرم کے بارے میں مزید معلومات کیلئے الکامل لابن عدی کی جانب رجوع کیا جائے۔ الکامل لابن عدی 6/291)

رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے: آدمی پڑوسی کو بھوکا چھوڑ کر خود شکم سیر نہ ہو۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ (کنز العمال حدیث 14331)

پڑوسی کو تکلیف دینے والی عورت جہنم میں جائے گی

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا فلانی عورت رات بھر نماز پڑھتی اور دن کو روزہ رکھتی ہے لیکن اپنے پڑوسی کو اپنی زبان سے تکلیف بھی پہنچاتی ہے (ایسی عورت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جہنمی ہے۔ صحابہ نے کہا اور فلاں عورت صرف فرض نمازیں پڑھتی ہے اور تھوڑا پنیر صدقہ کرتی ہے لیکن اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی ہے (ایسی عورت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جنتی ہے۔ (مسند احمد 2/440، مستدرک حاکم 4/166، مجمع الزوائد 8/169، حافظ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں)

اچھا پڑوسی

حضرت عبدالحارث فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی خوش نصیبی میں سے اچھا پڑوسی بھی ہے۔ (مسند احمد 3/407، الادب المفرد باب الجار الصالح ص 41 تھوڑی سی زیادتی اور اختلاف کے ساتھ، اسکے الفاظ ہیں کہ ایک مسلمان کی نیک بختی میں سے کشادہ گھر، نیک

پراوی اور محمد وسواری شامل ہیں۔ مستدرک حاکم 4/167، امام حاکم کہتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہے)۔

حضرت انس سے مرفوعاً منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پڑوسی گھر سے پہلے ہے۔ (مسند الفردوس للدیلمی 2624، والطبرانی کمافی مجمع الزوائد 8/164، حافظ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس میں ایک راوی ابان بن المحبر ہے) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کہیں بھی گھر خریدنے بنانے سے قبل پڑوس کو دیکھنا چاہئے اگر پڑوسی صالح اور نیک ہوں تو پھر وہاں قیام کا فیصلہ کرے ورنہ اس مقام کو چھوڑ دے۔

حضرت انس سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے پڑوسی اور اپنے بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جس کو وہ خود کیلئے پسند کرتا ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من خصال الایمان، کنز العمال 24886)

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بننے کا طریقہ

عبدالرحمن بن ابی قراد نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا محبوب بنے تو وہ اپنے پڑوس والوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی 2/201، رقم 1533)

اس سند میں ایک راوی حارث بن فضل ہے امام احمد نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن معین اور نسائی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی کے طرز عمل اور ان کے اس حدیث کو جید قرار دینے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس راوی کے بارے میں ان کی بھی رائے ابن معین اور امام نسائی کے ساتھ ہے۔ (الاوسط للطبرانی 6/320، رقم 6517)

پڑوسی کو حقیر سمجھنے سے بچو

حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی اپنے پڑوسی کو حقیر نہ سمجھے اگر چہ وہ بکری کے کھر ہی کیوں نہ بھیجے۔ (مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ اپنے پڑوسیوں اور ان کے ہدایا اور تحائف کو حقیر نہ سمجھے اگر چہ بظاہر وہ معمولی اور بے حیثیت ہی کیوں نہ ہو۔

نوٹ: حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی لیث کی متابعت ابو معشر السندی نے بھی کی ہے جب کہ لیث ایسے ثقہ راوی ہیں کہ ان کو متابعت کی ضرورت نہیں۔ (بخاری کتاب الھبۃ وفضلھا باب 1، مسلم کتاب البر باب الوصیۃ بالجار، حدیث 143، سنن الدارمی کتاب الزکاۃ 33، موطا امام مالک کتاب الصدقۃ 4، مسند احمد 2/264)

عمرو بن معاذ الاشھلی اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اے مومنہ عورتو! تم میں سے کوئی اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگر چہ بکری کے جلے ہوئے پائے ہی کیوں نہ ہو۔

مراد اس حدیث کی بھی وہی ہے کہ اپنے پڑوسی کے ہدایا اور تحائف بظاہر کتنے ہی معمولی کیوں نہ نظر آئیں لیکن اس کی وجہ سے اپنے پڑوسی کو حقیر نہ سمجھے۔ (مسند احمد 4/64، 5/377)

حضرت جابر سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پڑوسی تین طرح کے ہیں۔ ایسا پڑوسی جس کا صرف ایک حق ہے ایسا پڑوسی جس کے دو حق ہیں اور ایسا پڑوسی جس کا تین حق ہے اور تینوں طرح کے پڑوسیوں میں بہتر اور افضل وہی ہے۔ بہر حال وہ پڑوسی جس کا صرف ایک حق ہے تو وہ مشرک پڑوسی ہے جس کوئی رشتہ داری نہ ہو۔ صرف پڑوس کا حق ہو۔ اور وہ پڑوسی جس کا دو حق ہے تو وہ مسلم پڑوسی ہے جس سے کوئی قرابت داری نہ ہو۔ اس کیلئے اسلام اور پڑوس کا حق ہے۔ اور وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں تو وہ مسلم قرابت دار پڑوسی ہے اس کا ایک تو اسلام کا حق ہے دوسرے پڑوس کا حق ہے اور تیسرے قرابت داری کا حق ہے۔ اور پڑوسی کا ایک دوسرے پڑوسی پر کمتر حق یہ ہے کہ وہ اس کو اپنے ہانڈی کی خوشبو سے تکلیف نہ پہونچائے۔ (مراد یہ ہے کہ کچھ اچھا پکایا گوشت وغیرہ یا کوئی اور چیز تو اس کی خوشبو کو باہر نہ پھیلنے دے تا کہ پڑوسی جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا اسے تکلیف نہ ہو۔) ہاں یہ کہ اس میں سے کچھ تھوڑا اس کو بھی پہنچا دے۔

(مجمع الزوائد 8/164، حافظ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بزار نے بھی اپنے شیخ عبداللہ بن محمد الحارثی سے نقل کیا ہے اور وہ روایتیں گھڑنے والے ہیں۔

نوٹ: صاحب مجمع الزوائد نے اس حدیث کو ایک طریقہ سے نقل کر کے اس کے راوی کو وضاع قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث اس کے علاوہ دوسرے طرق سے بھی منقول ہے جس پر ضعیف کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث جتنے طرق سے منقول ہے اس سے کم از کم یہ حدیث حسن لغیرہ کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے۔

بَابٌ فِي الْوَكَالَةِ

باب: وکالت کا بیان

وکالت کے معنی ہیں اپنے حقوق و مال کے تصرف یعنی لینے دینے میں کسی دوسرے کو اپنا قائم مقام بنانا وکالت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مؤکل یعنی کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنانیوالا) تصرف یعنی لین دین کا مالک ہو اور جس شخص کو وکیل بنایا جا رہا ہو وہ اس معاملہ کو جانتا ہو جس میں وہ وکیل بنایا گیا ہے۔ اور جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جائز ہے اس میں دوسرے کو وکیل کرنا بھی جائز اور جو معاملہ آدمی کو خود کرنا جائز نہیں ہے اس میں وکیل کرنا بھی جائز نہیں ہے مثلاً کوئی شخص شراب یا سور وغیرہ حرام چیزوں کی خرید وفروخت کے لئے کسی کو وکیل کر دے تو یہ درست نہیں ہوگا تمام حقوق کو ادا کرنے اور ان کے حاصل کرنے میں وکیل کرنا جائز ہے اسی طرح حقوق پر قبضہ کرنے کے لئے بھی وکیل کرنا جائز ہے مگر حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہے کیونکہ ان کی انجام دہی پر باوجود مؤکل کے اس جگہ موجود نہ ہونے کے لئے وکالت درست نہیں ہوتی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حقوق کی جواب دہی کے لئے وکیل کرنا فریق ثانی کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے ہاں اگر مؤکل بیمار ہو یا تین منزل کی مسافت یا اس سے زائد کی دوری پر ہو تو جائز ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کہتے ہیں کہ فریق ثانی کی رضامندی کے بغیر بھی حقوق کی جاب دہی کے لئے وکیل کرنا جائز ہے۔

3632 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا عَمِّي، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي

نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ قَالَ: أَرَدْتُ الْخُرُوجَ إِلَى خَيْبَرَ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، وَقُلْتُ لَهُ: إِنِّي أَرَدْتُ الْخُرُوجَ إِلَى خَيْبَرَ فَقَالَ: إِذَا أَتَيْتَ وَكِيلِي فَخُذْ مِنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَسْقًا، فَإِنِ ابْتَغَى مِنْكَ آيَةً، فَضَعْ يَدَكَ عَلَى تَرْقُوَتِهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میں خیبر جانا چاہ رہا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میرے وکیل کے پاس پہنچو، تو اس سے پندرہ وسق وصول کر لینا، اگر وہ تم سے کوئی نشانی مانگے، تو تم اپنا ہاتھ اس کی گردن پہ رکھ دینا۔

شرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو خیبر میں اپنا وکیل مقرر کر رکھا تھا اسے یہ ہدایت دے رکھی ہوگی کہ اگر کوئی شخص میری طرف سے کچھ مانگنے آئے اور تم اس سے میرا فرستادہ ہونے کی کوئی نشانی وعلامت طلب کرو اور وہ اپنا ہاتھ تمہارے حلق پر رکھ دے تو سمجھ لینا کہ اس شخص کو میں نے بھیجا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کو یہی نشانی سکھا کر بھیجا تا کہ وکیل اس نشانی کے ذریعہ ان کو پندرہ وسق کھجوریں دیدے۔

وکالت سے متعلق بعض احکام کا بیان

وکالت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وکیل اور مؤکل مجنوں نابالغ غلام اور مجبور نہ ہو۔ 2۔ کسی ایسی چیز میں وکیل بنانا جائز نہیں جو کسی کی مملوک نہ ہو جیسے جنگ کی گھاس یا لکڑیا جمع کرنا دریا سے پانی لانا، غوطہ لگا کر موتی نکالنا یا صدقہ لینے کے لئے وکیل بنانا۔ 3۔ جائز ہے کہ وکیل چاہے تو مفت خدمات انجام دے چاہے اپنی اجرت وصول کر لے اور چاہے نفع میں شریک ہو۔ 4۔ ہر ایسے تصرف میں جس کی نسبت اپنی اور مؤکل دونوں کی طرف کر سکتا ہے وکیل مثل اصل کے مدعی اور مدعا علیہ بن سکتا ہے جیسے خرید وفروخت اور ہر ایسے امر میں جس کی نسبت اپنی طرف نہیں کر سکتا وکیل کو حقوق عقد سے کوئی واسطہ نہیں جیسے نکاح، طلاق۔

5 وکیل کو یہ حق حاصل نہیں کہ اپنی ذات کے لئے مالکانہ تصرف کرے کیونکہ وہ صرف امین ہے۔ 6۔ مؤکل اپنے وکیل کو تصرف سے پہلے معزول کر سکتا ہے تصرف کے بعد اسے وکیل کے انجام دیئے ہوئے کام کو قبول وتسلیم کر لینے کے علاوہ اور کوئی حق حاصل نہیں۔

7۔ وکیل کو حق ہے کہ وہ مؤکل کے لئے جو مال لایا ہے اس کے دام وصول کئے بغیر اس کے حوالے نہ کرے مگر دے کر واپس نہیں کر سکتا۔

8۔ جب کہ وکیل دام وصول کرنے کے لئے مال نہ روکے امین ہے اور روکنے کے بعد ضامن ہو جائے گا۔

3632- واخرجه ابو بكر بن ابى عاصم فى "البيوع" كما فى تغليق التعليق "/4773، والحسين بن اسماعيل المحاملى فى "المحامليات" كما فى "هدى السارى" ص 48، والدارقطنى (4304) والبيهقى /806، وابن حجر فى "تغليق التعليق" /4763-477 من طريق عبيد الله بن سعد، بهذا الاسناد.

9۔ وکیل کو جائز نہیں کہ جس چیز کے لئے وکیل بنایا گیا ہے اس کا معاملہ اپنی ذات کے لئے کرے۔

1 زید نے اپنے نوکر سے کسی دکان سے کوئی چیز منگوائی اور نوکر وہ چیز دکاندار سے ادھار لے آیا تو وہ دکاندار زید سے قیمت کا تقاضہ نہیں کرسکتا بلکہ اسی نوکر سے تقاضہ کرے اور وہ نوکر زید سے تقاضا کرے۔ بشرطیکہ زید نے قیمت اسے نہ دی ہو اسی طرح اگر زید نے اپنی کوئی چیز اپنے نوکر سے بکوائی تو زید کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ خریدار سے تقاضہ کرے یا اس سے قیمت وصول کرے بلکہ خریدار نے جس شخص سے وہ چیز حاصل کی ہے اسی کو قیمت ادا کرے گا ہاں اگر خریدار زید کو ازخود قیمت دیدے تو یہ جائز ہے مطلب یہ کہ اگر خریدار زید کو قیمت نہ دے تو زید زبردستی نہیں کرسکتا۔

2 زید نے اپنے نوکر سے ایک من گیہوں منگوایا تھا مگر وہ ڈیڑھ من اٹھالایا تو زید کو پورا ڈیڑھ من لینا واجب نہیں ہے بلکہ اگر وہ نہ لے تو آدھ من نوکر کو لینا پڑے گا۔

3 زید نے کسی سے کہا کہ فلاں بکری جو فلاں کے پاس ہے تم جا کر اس کو پندرہ روپے میں لے آؤ تو اب وہ شخص وہی بکری خود اپنے لئے نہیں خرید سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز خاص کر کے وکیل کو بتادی جائے اس وقت وکیل کو خود اپنے لئے اس کو خریدنا جائز نہیں ہے البتہ مؤکل نے جو دام بتائے ہیں اس سے زیادہ میں اگر وکیل اپنے لئے خریدے تو جائز ہے اور اگر مؤکل نے کچھ دام نہ بتائے ہوں صرف خریدنے کے لئے کہا ہو تو پھر کسی صورت میں بھی وہ چیز وکیل اپنے لئے نہیں خرید سکتا۔

4 زید کے وکیل نے زید کے لئے ایک بکری خریدی پھر ابھی وکیل زید کو دینے نہ پایا تھا کہ بکری مرگئی یا چوری ہوگئی تو اس بکری کے دام زید ہی کو دینا پڑیں گے۔ اگر زید وکیل سے یہ کہے کہ تم نے وہ بکری میرے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے خریدی تھی تو زید کی اس بات کا اعتبار نہیں ہوگا بشرطیکہ زید نے اس بکری کے دام وکیل کو پہلے ہی دیدیئے ہوں ہاں اگر اس نے دام پہلے نہیں دیئے تھے تو اس صورت میں اگر زید قسم کھا کر وکیل سے یہ کہے کہ تم نے وہ بکری اپنے لئے خریدی تھی تب اس کی بات کا اعتبار ہوگا اور اس بکری کا نقصان وکیل کو برداشت کرنا ہوگا اور اگر زید قسم نہ کھا سکے تو پھر وکیل ہی کی بات کا اعتبار کرنا ہوگا۔

5 زید کا نوکر اگر کوئی چیز گراں خرید لائے تو اگر تھوڑا ہی فرق ہو تو وہ چیز زید کو لینی پڑے گی اور اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی اور اگر بہت زیادہ گراں خرید لاتا ہے کہ وہ چیز اتنی قیمت میں کوئی نہیں خرید سکتا تو اس کا لینا واجب نہیں ہے اگر زید وہ چیز نہ لے تو خود نوکر اس چیز کا ذمہ دار ہوگا۔

6 زید نے اپنی کوئی چیز بکر کو دی کہ وہ اسے فروخت کردے تو بکر کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس چیز کو خود لے لیوے اور اس کے دام زید کو دیدے۔ اسی طرح اگر زید نے بکر سے کہا کہ فلاں کی چیز مجھے خرید لاؤ تو بکر کو یہ اجازت نہیں ہوگی کہ وہ اپنی چیز زید کو لا کر دیدے اور اس سے اس کی قیمت وصول کرلے اگر بکر اپنی چیز دینا یا خود لینا چاہے تو زید سے صاف صاف کہدے کہ یہ چیز میں لیتا ہوں مجھ کو دیدو یا یوں کہدے کہ یہ میری چیز لے لو اور اتنی قیمت مجھے دیدو بغیر بتلائے ہوئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

7 زید نے اپنے نوکر سے بکری کا گوشت منگوایا اور وہ بھینس کا لے آیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو لے چاہے نہ لے اسی طرح زید نے نوکر سے آلو منگوائے اور وہ بھنڈی لے آیا تو اس کا لینا ضروری نہیں ہے اگر زید لینے سے انکار کردے تو نوکر کو خود لینا

پڑے گا۔

8 زید نے دو آدمیوں کو بھیجا کہ بازار جا کر فلاں چیز لے آؤ تو اس چیز کی خریداری کے وقت ان دونوں آدمیوں کو موجود رہنا ضروری ہے صرف ایک آدمی کو خریدنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک ہی آدمی خریداری کرے تو بیع موقوف رہے گی۔ اگر زید صرف ایک آدمی کی خریداری کو منظور کر لے گا تو صحیح ہو جائے گا۔

9 زید نے کسی شخص سے کہا کہ بازار سے فلاں چیز خرید لاؤ مگر اس شخص نے وہ چیز خود نہیں خریدی بلکہ کسی دوسرے سے خریدنے کے لئے کہہ دیا تو اب اس چیز کو لینا زید پر واجب نہیں رہے گا چاہے وہ لے لے چاہے لینے سے انکار کر دے دونوں اختیار ہیں البتہ اگر وہ شخص خود خریدے تو پھر زید کو لینا پڑے گا۔

بَابٌ مِنَ الْقَضَاءِ

باب: قضاء کا بیان

3633 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبٍ الْعَدَوِيِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا تَدَارَأْتُمْ فِي طَرِيقٍ فَاجْعَلُوهُ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تمہارا کسی راستے کے بارے میں اختلاف ہو جائے، تو تم اسے (راستے کو) سات ذراع مقرر کرو''۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی افتادہ زمین پر راستہ بنا ہوا اور وہاں کچھ لوگ عمارت بنانا چاہیں تو بہتر ہی ہے کہ آپس کے اتفاق واتحاد سے مناسب راستہ کے لائق زمین کا کچھ حصہ چھوڑ کر اس کے اردگرد عمارت بنا لی جائے لیکن اگر راستہ کے لئے زمین کی کسی مقدار پر اتفاق نہ ہو اور آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس صورت میں واضح ہدایت یہ ہے کہ راستہ کے لئے چوڑائی میں سات ہاتھ زمین متعین کر دی جائے اور اس سات کے اندر کوئی کچھ نہ بنائے۔ مذکورہ بالا حدیث کی مراد تو یہ ہے کہ لیکن اس بارے میں ایک یہ مسئلہ بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ اگر کوئی چلتا ہوا راستہ سات ہاتھ سے زائد چوڑا ہو تو اس صورت میں کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے وہ اس پورے زائد حصے یا اس میں سے کچھ پر قابض ہو جائے اور یہ کہے کہ راستہ کی سات ہاتھ چوڑائی کافی ہے۔

3634 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَابْنُ اَبِي خَلَفٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي

3633-اسنادہ صحیح. واخرجہ ابن ماجہ (2338)، والترمذی (1406) من طریقین عن المثنی بن سعید، بھذا الاسناد. وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح. واخرجہ الترمذی (1405).

3634-اسنادہ صحیح. الاعرج: ھو عبدالرحمن بن ھرمز، وسفیان: ھو ابن عیینۃ، وابن ابی خلف: ھو محمد بن احمد بن ابی خلف السلمی مولاھم، ومسدد: ھو ابن مسرھد. واخرجہ البخاری (2463)، ومسلم (1609)، وابن ماجہ (2335)، والترمذی (1403) من طرق عن الزھری بہ. وھو فی "مسند احمد" (7278)، و"صحیح ابن حبان" (515).

ھُرَیْرَۃَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا اسْتَأْذَنَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ، اَنْ یَغْرِزَ خَشَبَۃً فِیْ جِدَارِہٖ، فَلَا یَمْنَعْہُ فَنَکَّسُوْا، فَقَالَ: مَالِیْ اَرَاکُمْ قَدْ اَعْرَضْتُمْ؟ لَاُلْقِیَنَّھَا بَیْنَ اَکْتَافِکُمْ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: وَھٰذَا حَدِیْثُ ابْنِ اَبِیْ خَلَفٍ وَھُوَ اَتَمُّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص اپنے بھائی سے اس بات کی اجازت مانگے کہ وہ اس کی دیوار میں اپنے شہتیر کو گاڑ لے، تو وہ بھائی اسے منع نہ کرے، (راوی بیان کرتے ہیں) لوگوں نے گردنیں جھکا لیں، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم لوگ اعراض کر رہے ہو، میں تمہارے کندھوں کے درمیان اسے رکھواؤں گا"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کے یہ الفاظ ابن ابوخلف کے نقل کردہ ہیں اور یہ روایت مکمل ہے۔

شرح

منع نہ کرنے کا یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ لکڑی گاڑنے کی وجہ سے کوئی نقصان وضرر نہ پہنچتا ہو حضرت امام احمد اور محدثین کے نزدیک مذکورہ بالا حکم وجوب کے طور پر ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحباب کے طور پر ہے۔

3635 - حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنْ یَحْیٰی، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْیَی بْنِ حَبَّانَ، عَنْ لُؤْلُؤَۃَ، عَنْ اَبِیْ صِرْمَۃَ - قَالَ: غَیْرُ قُتَیْبَۃَ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ، عَنْ اَبِیْ صِرْمَۃَ - صَاحِبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: مَنْ ضَارَّ اَضَرَّ اللہُ بِہٖ، وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللہُ عَلَیْہِ

حضرت ابوصرمہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص (کسی مسلمان کو) نقصان پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ اس کا نقصان کرے گا اور جو کسی (مسلمان) کو مشقت کا شکار کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں مبتلا کرے گا"۔

3636 - حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الْعَتَکِیُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا وَاصِلٌ، مَوْلٰی اَبِیْ عُیَیْنَۃَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ، یُحَدِّثُ عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ، اَنَّہٗ کَانَتْ لَہٗ عَضُدٌ مِنْ نَخْلٍ فِیْ حَائِطِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ: وَمَعَ الرَّجُلِ اَھْلُہٗ، قَالَ: فَکَانَ سَمُرَۃُ یَدْخُلُ اِلٰی نَخْلِہٖ فَیَتَاَذّٰی بِہٖ وَیَشُقُّ عَلَیْہِ، فَطَلَبَ اِلَیْہِ اَنْ یَبِیْعَہٗ فَاَبٰی، فَطَلَبَ اِلَیْہِ اَنْ یُنَاقِلَہٗ فَاَبٰی، فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ فَطَلَبَ اِلَیْہِ

3635-صحیح لغیرہ، وھذا اسناد ضعیف لجھالۃ لؤلؤۃ، فقد ذکرھا الحافظ الذھبی فی "المیزان" /6104 فی المجھولات. یحیی: ھو ابن سعید الانصاری. واخرجہ ابن ماجہ (2342)، والترمذی (2054) من طریق اللیث بن سعد، بھذا الاسناد. وقال الترمذی: حدیث حسن غریب. وھو فی "مسند احمد" (15755).

3636-اسنادہ ضعیف لانقطاعہ. ابو جعفر محمد بن علی - وھو ابن الحسین بن علی ابن ابی طالب الباقر - لم یدرک السماع من سمرۃ بن جندب

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَنْ يَبِيعَهُ فَاَبَى فَطَلَبَ اِلَيْهِ اَنْ يُنَاقِلَهُ فَاَبَى. قَالَ: فَهِبْهُ لَهُ وَلَكَ كَذَا وَكَذَا اَمْرًا رَغَّبَهُ فِيْهِ فَاَبَى. فَقَالَ: اَنْتَ مُضَارٌّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِيِّ: اذْهَبْ فَاقْلَعْ نَخْلَهُ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کے کھجوروں کے کچھ درخت ایک انصاری کے باغ میں لگے تھے، وہ بیان کرتے ہیں: اس انصاری کے اہل خانہ بھی وہیں رہتے تھے، جب حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ اپنے درختوں کے لیے وہاں جاتے تو اس کی وجہ سے اس شخص کو اذیت ہوتی تھی اور اسے ان کا وہاں اس طرح سے آنا جانا برا لگتا تھا، انصاری نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ یہ درخت اسے فروخت کردیں لیکن حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات نہیں مانی، اس نے یہ پیشکش کی کہ وہ اس کے بدلے میں، ان سے دوسرے درخت لے لیں، تو حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بھی نہیں مانی، وہ انصاری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس صورت حال کے بارے میں بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ان درختوں کو فروخت کردیں، تو انہوں نے یہ بات نہیں مانی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کہ وہ ان کے بدلے میں دوسرے درخت لے لیں، تو انہوں نے یہ بات بھی نہیں مانی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ درخت اسے ہبہ کردو، تو تمہیں اس کے عوض اتنا اور اتنا اجر ملے گا، یہ ایک ایسی صورت حال تھی، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ترغیب دی تھی، لیکن انہوں نے یہ بات بھی نہیں مانی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنا نقصان کروا کے رہو گے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے یہ فرمایا: تم جاؤ اور اس کے درخت اکھاڑ دو۔

3637 - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُوْنَ بِهَا فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَاَبَى عَلَيْهِ الزُّبَيْرُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ. ثُمَّ اَرْسِلْ اِلَى جَارِكَ. قَالَ: فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ. فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ قَالَ: اسْقِ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ، حَتَّى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ: فَوَاللهِ اِنِّي لَاَحْسَبُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ) (النساء: 65) الْاٰيَةَ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حرہ سے آنے والی پانی کی نالی کے بارے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا، جس سے لوگ کھیتوں کو پانی دیتے تھے، اس انصاری نے کہا کہ آپ پانی کو چھوڑ دیں، تاکہ وہ آگے جاتا رہے، تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات نہیں مانی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زبیر تم (اپنے کھیت کو) سیراب کرلو اور پھر اپنے (پڑوسی کے لیے) پانی چھوڑ دو، راوی کہتے ہیں، تو انصاری غصے میں آ گیا، اس نے عرض کی:

3637- واخرجه البخاری (2359)، و مسلم (2357)، وابن ماجه (15) و (2480)، والترمذی (1414) و (3276)، والنسائی (5416) من طریق اللیث بن سعد، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (16116)، و "صحیح ابن حبان" (24). واخرجه البخاری (2708) من طریق شعیب بن ابی حمزة، و (2361) و (4585) من طریق معمر بن راشد، و (2362)

رسول اللہ! کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد ہیں (اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے زبیر!) تم (اپنے کھیت کو) سیراب کرو، پھر پانی کو روکے رکھو، جب تک وہ پانی کھیت کی منڈیر تک نہیں پہنچ جاتا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں، یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تھی۔

''تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتے: جب تک یہ تمہیں ثالث نہیں بنالیتے''

3638 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي مَالِكِ بْنِ ثَعْلَبَةَ، عَنْ أَبِيهِ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ كُبَرَاءَهُمْ، يَذْكُرُونَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ كَانَ لَهُ سَهْمٌ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ، فَخَاصَمَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَهْزُورٍ يَعْنِي السَّيْلَ الَّذِي يَقْتَسِمُونَ مَاءَهُ: فَقَضَى بَيْنَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْمَاءَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ لَا يَحْبِسُ الْأَعْلَى عَلَى الْأَسْفَلِ

ثعلبہ بن ابو مالک بیان کرتے ہیں: انہوں نے بڑوں کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے:

قریش سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا بنو قریظہ میں زمین کا ایک ٹکڑا تھا، اس نے مہزور سے تعلق رکھنے والے پانی کی تقسیم میں، اپنا مقدمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان یہ فیصلہ دیا کہ جب پانی ٹخنے تک پہنچ جائے، تو پھر اوپر والا نیچے والے کے لیے اسے نہیں روکے گا (یعنی پہلے والا بعد والے کے لیے نہیں روکے گا)۔

3639 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِي السَّيْلِ الْمَهْزُورِ أَنْ يُمْسَكَ حَتَّى يَبْلُغَ الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ يُرْسِلُ الْأَعْلَى عَلَى الْأَسْفَلِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہزور سے آنے والے پانی کے نالے کے بارے میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ اسے اس حد تک روکا جائے گا، جب تک یہ ٹخنوں تک نہیں پہنچ جاتا، پھر پہلے والا اسے بعد والے کے لیے چھوڑ دے گا۔

3640 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عُثْمَانَ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي

3638-صحیح لغیرہ، وهذا اسناد ضعیف لجهالة حال ابی مالک -وقیل: مالک، وهو الاشهر فی اسمه- بن ثعلبة. وثعلبة مختلف فی صحبته. واخرجه ابن ماجه (2481) من طریق زکریا بن منظور بن ثعلبة بن ابی مالک، عن محمد بن عقبة بن ابی مالک، عن عمه ثعلبة بن ابی مالک.

3639-صحیح لغیرہ، وهذا اسناد حسن فی الشواهد من اجل عبد الرحمن بن الحارث -وهو ابن عبد الله بن عیاش المخزومی- فهو حسن الحدیث فی المتابعات والشواهد. واخرجه ابن ماجه (2482) عن احمد بن عبدة، بهذا الاسناد.

3640-اسناده قوی من اجل عبد العزیز بن محمد -وهو الدراوردی- فهو صدوق لا باس به. عمرو بن یحیی: هو ابن عمارة المازنی، وابو طوالة: هو عبد الله بن عبد الرحمن بن معمر الانصاری، ومحمد بن عثمان: هو التنوخی ابو الجماهر. واخرجه الطبرانی فی "الاوسط" (1898)، والبیهقی فی "السنن الکبری" 6/

طُوَالَةَ، وَعَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: اخْتَصَمَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فِي حَرِيمِ نَخْلَةٍ فِي حَدِيثِ أَحَدِهِمَا، فَأَمَرَ بِهَا فَذُرِعَتْ، فَوُجِدَتْ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ، وَفِي حَدِيثِ الْآخَرِ، فَوُجِدَتْ خَمْسَةَ أَذْرُعٍ فَقَضَى بِذَلِكَ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: فَأَمَرَ بِجَرِيدَةٍ مِنْ جَرِيدِهَا فَذُرِعَتْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو آدمیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش کیا ان میں سے ایک شخص کے کھجور کے درخت دوسرے کی زمین میں تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس درخت کو ناپا جائے اس درخت کو ناپا گیا تو وہ سات ذراع کا تھا (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:) وہ پانچ ذراع کا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ فیصلہ دیا (درخت کے اطراف کی اتنی زمین درخت کا حصہ شمار ہوگی)۔

عبدالعزیز نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ایک شاخ کے بارے میں حکم دیا، تو اسے ناپا گیا۔

كِتَابُ الْعِلْمِ

یہ کتاب علم کے بیان میں ہے

علم کی فضیلت پر چالیس احادیث کا بیان

۱۔علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور بے شک علم کے طلب کرنے والے کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے حتیٰ کہ مچھلیاں سمندر میں" اس کے لیے استغفار کرتی ہیں۔" (ابن عبدالبر فی العلم عن انس رضی اللہ عنہ)

۲۔ایک گھڑی علم کی طلب وتلاش کرنا پوری رات قیام کرنے سے بہتر ہے اور ایک دن علم کی تلاش وطلب کرنا تین ماہ کے روزوں سے بہتر ہے۔ (الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن العباس رضی اللہ عنہما)

۳۔علم، اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے اور جس نے علم سکھایا (تو) اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کا اجر وثواب پورا کرے گا۔ اور جو (علم) سیکھ کر (اس پر) عمل کرے گا (تو) اسے (وہ) سکھائے گا جو وہ نہیں جانتا۔ (ابوالشیخ عن ابن العباس رضی اللہ عنہما)

۴۔علم میری اور مجھ سے پہلے انبیا (علیہم السلام) کی میراث ہے۔ (الدیلمی فی مسند الفردوس عن ام ہانی رضی اللہ عنہا)

۵۔عالم زمین پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔ (ابن عبدالبر فی العلم عن معاذ رضی اللہ عنہ)

۶۔عالم، علم اور عمل جنت میں ہیں پس جب عالم اس پر عمل نہیں کرے گا جسے وہ جانتا ہے (تو) علم اور عمل جنت میں ہوں گے اور عالم (جہنم کی) آگ میں ہوگا۔ (الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

۷۔علماء انبیا (علیہم السلام) کے جانشین ہیں۔ آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور مچھلیاں سمندر میں ان کے لیے دعاے استغفار کرتی ہیں قیامت تک جب وہ فوت ہو جاتے ہیں۔ (ابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ)

۸۔جب تم جنت کے باغات سے گذرو تو کچھ چر لیا کرو۔ کسی نے عرض کی: جنت کہ باغات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: علم کی مجالس۔ (الطبرانی فی الکبیر عن ابن العباس رضی اللہ عنہما)

۹۔جو ایسا راستہ چلے جس میں وہ علم کی طلب کرے (تو) اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسان کر دے گا وہ راستہ جو جنت کی طرف ہے۔ (الترمذی عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

۱۰۔جس نے علم کی طلب وتلاش کی (تو) وہ تلاش گذشتہ گناہوں کے لیے کفارہ ہوگی۔ (الترمذی عن سخبرۃ رضی اللہ عنہ)

۱۱۔جس نے علم کی تلاش کی تو وہ اللہ کے راستے میں ہے یہاں تک کہ وہ واپس لوٹے۔ (ابونعیم فی الحلیۃ عن انس رضی اللہ عنہ)

۱۲۔جس نے (کسی کو) علم سکھایا تو اس کے لیے اس کا اجر وثواب ہے جو اس پر عمل کرے (اور) عمل کرنے والے کے اجر و

ثواب سے (بھی) کمی نہیں ہوگی۔ (ابن ماجۃ عن معاذ بن انس رضی اللہ عنہ)

۱۳۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین میں فقیہ وعلم شریعت کا (ماہر) بنادیتا ہے۔
(احمد، البیہقی عن معاویہ رضی اللہ عنہ، احمد الترمذی عن ابن العباس رضی اللہ عنہما، ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

۱۴۔ جو صبح وشام جائے اس حال میں (کہ) وہ اپنا دین سکھانے میں (مصروف) ہو تو وہ جنت میں ہے۔
(ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

۱۵۔ طالب علم کے لیے فرشتے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اس چیز کی رضا کے لیے جو وہ طلب کرتا ہے۔
(ابن عساکر عن انس رضی اللہ عنہ)

۱۶۔ علم کا متلاشی (تلاش کرنے والا) جاہلوں کے درمیان ایسا ہے جیسا مُردوں کے درمیان زندہ۔
(العسکری فی الصحابۃ وابوموسیٰ فی الذیل عن حسان بن سنان مرسلاً)

۱۷۔ تُو صبح کر اس حال میں (کہ) عالم ہو یا متعلم یا دھیان سے (دین کی باتیں) سننے والا یا محبت کرنے والا (عالم دین سے علم دین کی وجہ سے) اور تُو پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہوجائے گا۔ (البزار، الطبرانی فی الاوسط عن ابی بکر رضی اللہ عنہ)

۱۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی سمندر میں لوگوں کو بھلائی (کی باتیں) سکھانے والے کے لیے استغفار کرتی ہیں۔ (الطبرانی فی الکبیر والضیاء عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ)

۱۹۔ جس دل میں حکمت ودانائی سے کچھ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے پس تم سیکھو اور سکھاؤ اور (دین میں) سمجھ حاصل کرو اور جاہلوں کی موت مت مرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ لاعلمی کا عذر قبول نہیں فرماتا۔ (ابن السنی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

۲۰۔ علما کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے۔ (الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن العباس رضی اللہ عنہما)

۲۱۔ عالم کی دو رکعت (نماز پڑھنا) غیر عالم کی ستر رکعت (نماز پڑھنے) سے افضل ہے۔ (ابن النجار عن محمد بن علی مرسلاً)

۲۲۔ مومن عالم کو مومن عابد پر ستر درجہ فضیلت ہے۔ (ابن عبدالبر عن ابن العباس رضی اللہ عنہما)

۲۳۔ تھوڑا عمل (بھی) علم کے ساتھ نفع دیتا ہے اور زیادہ عمل جہالت کے ساتھ فائدہ نہیں دیتا۔
(الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

۲۴۔ ہر چیز کے لیے ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔ (الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

۲۵۔ جس نے میری امت کو ایک حدیث پہنچائی تا کہ اس کے ذریعے سنت کو قائم کیا جائے یا بدعت کو ختم کیا جائے تو وہ جنت میں ہے۔ (ابونعیم فی الحلیۃ عن ابن العباس رضی اللہ عنہما)

۲۶۔ جو شخص قدم اٹھائے تا کہ وہ علم سیکھے (تو) اس کے قدم اٹھانے سے پہلے اس کے (گناہوں کو) معاف کردیا جاتا ہے۔ (الشیرازی عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

۲۷۔ جو کوئی میری سنت سے چالیس احادیث یاد کرکے میری امت کو پہنچائے (تو) میں اسے قیامت کے دن اپنی شفاعت میں داخل کروں گا۔ (ابن النجار عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

۲۸۔جس نے کتاب اللہ (قرآن) کی ایک آیت یا علم (دین) کا ایک باب سکھایا تو اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کا اجر وثواب بڑھائے گا۔ (ابن عساکر عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

۲۹۔فقہ کا طلب کرنا ہر مسلمان پر لازم وواجب ہے۔ (الحاکم فی تاریخہ عن انس رضی اللہ عنہ)

۳۰۔جس نے علم کا ایک باب حاصل کیا تاکہ اس کے ذریعے اپنے نفس کی اصلاح کرے یا اپنے بعد والے کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ریگستان کی ریت کے برابر اجر لکھتا ہے۔ (ابن عساکر عن ابان عن انس رضی اللہ عنہ)

۳۱۔جو علم کی طلب میں ہے (تو) جنت اس کی طلب میں ہے اور جو معصیت کی طلب میں ہے (تو جہنم کی) آگ اس کی طلب میں ہے۔ (ابن النجار عن ابی عمر رضی اللہ عنہما)

۳۲۔جب تو علم کا ایک باب سیکھے گا (تو وہ) تیرے لیے ہزار رکعت مقبول نفلی نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور جب تو وہ علم لوگوں کو سکھائے گا اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے تو وہ تیرے لیے ہزار رکعت مقبول نفلی نماز سے بہتر ہے۔ (الدیلمی عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)

۳۳۔جس نے دو حدیثیں سیکھیں تو وہ نفع دیتا ہے ان کے ذریعے اپنی جان کو یا وہ اپنے سوا کو دو حدیثیں سکھاتا ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو یہ اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (الدیلمی عن البراء رضی اللہ عنہ)

۳۴۔جس شخص نے ایک کلمہ یا دو تین یا چار یا پانچ کلمے اس چیز سے سیکھے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کیا پھر ان کا علم رکھا اور انھیں سکھایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ابن النجار عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

۳۵۔تم علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اور تم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ (الدارقطنی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

۳۶۔نہیں ہے کوئی شخص مگر اس کے دروازے پر دو فرشتے ہوتے ہیں پس جب وہ نکلتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں صبح کر اس حال میں کہ تو عالم ہو یا متعلم اور تو تیسرا نہ ہونا۔ (ابونعیم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

۳۷۔حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! تو علما کی مجالس کو لازم کر اور حکما کا کلام غور سے سن کیوں کہ اللہ عزوجل مردہ دل کو حمت کے نور سے زندہ کرتا ہے جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار بارش کے ذریعے زندہ کرتا ہے۔

(الطبرانی فی الکبیر فی الامثال عن ابی امامۃ وسندہ ضعیف)

(۳۸)۔بے شک افضل ہدیہ یا افضل عطیہ کلام حکمت کا کلمہ ہے بندہ اسے سنتا ہے پھر اسے سیکھتا ہے اس کے بعد اسے اپنے بھائی کو سکھاتا ہے تو یہ اس کے لیے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (ابن عساکر عن انس رضی اللہ عنہ)

(۳۹)۔حکمت کی بات جسے آدمی سنتا ہے وہ اس کے لیے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور علمی مذاکرہ کے وقت ایک ساعت بیٹھنا ایک غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ (الدیلمی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

(۴۰)۔ہر چیز کے لیے ستون ہے اور اسلام کا ستون دین میں تفقہ (سمجھ) ہے اور ضرور ایک فقیہ (احکام شرعیہ کا تفصیلی علم رکھنے والا) شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (ابن عدی فی الکامل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ) {کنز العمال جلد دہم}

بَابُ الْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ

باب: علم کی فضیلت

3641-حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ جَمِيلٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ: إِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي، أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ. قَالَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ، وَمَنْ فِي الْأَرْضِ، وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ، كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا، وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ.

کثیر بن قیس بیان کرتے ہیں: میں دمشق کی مسجد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اسی دوران ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ! میں ایک حدیث کی خاطر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مبارک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: مجھے یہاں اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا، تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے:

"جو شخص علم کے حصول کے لیے کسی راستے پر چلتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلائے گا اور فرشتے طالب علم کی طلب سے راضی ہو کر اپنے پر اس کے پھیلا دیتے ہیں اور عالم شخص کے لیے آسمان میں بسنے والے، زمین میں رہنے والے یہاں تک کہ پانی کے اندر موجود مچھلیاں بھی دعائے مغفرت کرتی ہیں، عالم کو عبادت گزار پر وہی فضیلت حاصل ہے، جو چودھویں کے چاند کو تمام ستاروں پر حاصل ہوتی ہے، بیشک علماء، انبیاء کے وارث ہوتے ہیں، انبیاء وراثت میں درہم یا دینار نہیں چھوڑتے ہیں، وہ وراثت میں علم چھوڑتے ہیں، جو شخص اسے حاصل کر لیتا ہے، وہ وافر حصے کو حاصل کر لیتا ہے"۔

3642-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: لَقِيتُ شَبِيبَ بْنَ شَيْبَةَ، فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سَوْدَةَ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، يَعْنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

3641-وأخرجه ابن ماجه (223) من طريق عبد الله بن داود الخريبي، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (21716)، و "صحيح ابن حبان" (88). وأخرجه الترمذي (2877) من طريق محمد بن يزيد الواسطي،

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

3643 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَسْلُكُ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا، إِلَّا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقَ الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص علم کے حصول کے لیے کسی راستے پر چلتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے جنت کے راستے کو اس کے لیے آسان کر دیتا ہے اور جس شخص کا عمل اسے سست کر دے، اس کا نسب اسے تیز نہیں کر سکتا"۔

شرح

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک فقیہ (یعنی عالم دین) شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔ (جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 211)

مقابلہ کا یہ مسلم اصول ہے کہ کامیابی اس آدمی کے حصہ میں آتی ہے جو اپنے مدمقابل کے داؤ پیچ سے بخوبی واقف ہو اور اس کا توڑ جانتا ہو۔ چنانچہ ہم خود دیکھتے ہیں کہ مقابلہ کے اکھاڑہ میں وہ آدمی جو اپنے ظاہری قویٰ اور جسم کے اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا اپنے اس مقابل کو پچھاڑ دیتا ہے جو جسم و بدن کے اعتبار سے اس سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہوتا ہے کیونکہ وہ جب مقابلہ میں آتا ہے تو اس کا دماغ بنیادی طور پر مقابل کے ہر وار سے بچاؤ کی شکل اور اس کے ہر داؤ کا جواب اپنے خزانہ میں رکھتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کامیابی اسی ہی سے ہوتی ہے۔

دنیا میں باطنی طور پر انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے جو اپنے مکر و فریب کی طاقت سے لوگوں کو گمراہی کی وادی میں جھنکار رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو شیطان کے مکر و فریب سے واقف نہیں ہوتے اور اس کی طاقت و قوت کا جواب نہیں رکھتے وہ گمراہ ہو جاتے ہیں مگر ایسے لوگ جو اس کے ہر داؤ کا جواب رکھتے ہیں اور اس کی طاقت و قوت کی شہ رگ پر ان کا ہاتھ ہوتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ خود اس کی گمراہی سے محفوظ رہتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی محفوظ رکھتے ہیں اور یہ لوگ وہی عالم ہوتے ہیں جن کے قلب و دماغ نور الٰہی کی مقدس روشنی سے منور اور ان کے ذہن و فکر علم و معرفت کی طاقت سے بھر پور ہوتے ہیں۔

اسی لئے اس حدیث میں فرمایا جا رہا ہے کہ شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزار عابد جتنی طاقت رکھتے ہیں اتنی طاقت تنہا ایک عالم کے پاس ہوتی ہے کیونکہ جب شیطان لوگوں پر اپنے مکر و فریب کا جال ڈالتا ہے اور انہیں خواہشات نفسانی میں پھنسا کر گمراہی کے

3642- حسن، فإن كان شيخ الوليد - وهو ابن مسلم- فيه شبيب بن شيبة، فالحديث حسن بشواهده كما بيناه في الطريق السالف قبله، وإن كان شعيب بن زريق كما في رواية عمرو بن عثمان الحمصي عن الوليد بن مسلم - وقد أشار إليها المزي في "تهذيب الكمال" قائلاً: وهو أشبه بالصواب فالإسناد حسن، وعلى أية حالٍ فإن للحديث شواهد

3643- إسناده صحيح. أبو صالح: هو ذكوان السمان، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وزائدة: هو ابن قدامة. وأخرجه بأطول مما هاهنا مسلم (2699)، وابن ماجه (225)، والترمذي (2837) و (3174) من طريق الأعمش، به. وهو في "مسند أحمد" (7427)، و"صحيح ابن حبان" (84).

راستہ پر کو دینا چاہتا ہے تو عالم اس کی چال سمجھ لیتا ہے چنانچہ وہ لوگوں پر شیطان کی گمراہی کو ظاہر کرتا ہے اور ایسی تدابیر انہیں بتادیتا ہے جن پر عمل کرنے سے وہ شیطان کے ہر حملے سے محفوظ رہتے ہیں۔

برخلاف اس کے وہ عابد جو صرف عبادت ہی عبادت کرنا جانتا ہے اور علم و معرفت سے کوسوں دور ہوتا ہے وہ تو محض اپنی ریاضت و مجاہدہ اور عبادت میں مشغول رہتا ہے اسے یہ خبر بھی نہیں ہونے پاتی کہ شیطان کس چور دروازے سے اس کی عبادت میں خلل ڈال رہا ہے اور اس کی تمام سعی و کوشش کو ملیا میٹ کر رہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر وہ عبادت میں مشغول رہتا ہے، مگر علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ شیطان کے مکر و فریب میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اس لئے نہ وہ خود شیطان کی گمراہی سے محفوظ رہتا ہے اور نہ وہ دوسروں کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔

بَابُ رِوَايَةِ حَدِيثِ أَهْلِ الْكِتَابِ

باب: اہل کتاب سے کوئی بات روایت کرنا

3644 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي نَمْلَةَ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ مُرَّ بِجَنَازَةٍ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَتَكَلَّمُ هَذِهِ الْجَنَازَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُ أَعْلَمُ. فَقَالَ الْيَهُودِيُّ: إِنَّهَا تَتَكَلَّمُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا حَدَّثَكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ، وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ، وَقُولُوا: آمَنَّا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ، فَإِنْ كَانَ بَاطِلًا لَمْ تُصَدِّقُوهُ، وَإِنْ كَانَ حَقًّا لَمْ تُكَذِّبُوهُ

✪✪ ابن ابونملہ انصاری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے پاس ایک یہودی بھی بیٹھا ہوا تھا، اسی دوران ایک جنازہ گزرا یہودی نے کہا: ''اے حضرت محمد ﷺ! کیا یہ جنازہ کلام کرتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ بہتر جانتا ہے، یہودی نے کہا: یہ کلام کرتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل کتاب جو تمہیں بات بتائیں تم اس کی تصدیق بھی نہ کرو، اور جھوٹا بھی قرار نہ دو، بلکہ تم یہ کہو: ہم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، کیونکہ اگر وہ باطل ہوگی تو تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے اور اگر وہ حق ہوگی، تو تم اس کی تکذیب نہیں کرو گے''۔

3645 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ خَارِجَةَ يَعْنِي ابْنَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَعَلَّمْتُ لَهُ كِتَابَ يَهُودَ، وَقَالَ: إِنِّي وَاللَّهِ

3644-إسناده حسن. ابن أبي نملة - واسمه نملة - روى عنه جمع وذكره ابن حبان في "الثقات" فهو حسن الحديث. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (10160) و (19214) و (20059). وأخرجه أحمد (17225)، ويعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ" 380/1، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" (2121)، والدولابي في "الكنى" 58/1، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (5197) و (5198)، وابن حبان (6257) والطبراني في "الكبير" 22/(879 - 874)، والبيهقي في "السنن الكبرى" 10/2، وفي "شعب الإيمان" (5206)، والبغوي في "شرح السنة" (124)، وفي "التفسير" 196/5، وابن الأثير في "أسد الغابة" 315/6.

مَا آمَنُ يَهُودَ عَلَى كِتَابِي فَتَعَلَّمْتُهُ. فَلَمْ يَمُرَّ بِي إِلَّا نِصْفُ شَهْرٍ حَتَّى حَذَقْتُهُ. فَكُنْتُ أَكْتُبُ لَهُ إِذَا كَتَبَ وَأَقْرَأُ لَهُ إِذَا كُتِبَ إِلَيْهِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت کی تو میں نے یہودیوں کی تحریر سیکھ لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! یہودیوں سے میں جو کچھ لکھواتا ہوں، مجھے اس پر اعتماد نہیں ہے، راوی کہتے ہیں: میں نے اس زبان کو سیکھ لیا، نصف مہینے کے اندر میں اس کا ماہر ہو چکا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی خط وغیرہ لکھوانا ہوتا تھا، تو میں ہی اسے تحریر کرتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خط لکھا جاتا تھا، تو اسے میں ہی پڑھ کر سناتا تھا۔

بَابٌ فِي كِتَابِ الْعِلْمِ

باب: علم کو تحریر کرنا

3646 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُغِيثٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ وَقَالُوا: أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ، وَالرِّضَا، فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَوْمَأَ بِأُصْبُعِهِ إِلَى فِيهِ، فَقَالَ: اكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جو بات بھی سنتا تھا، اسے نوٹ کر لیتا تھا، میں یہ چاہتا تھا کہ اسے بعد میں یاد کر لیا کروں، قریش نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا، انہوں نے کہا: کیا تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی جانے والی ہر چیز نوٹ کر لیتے ہو؟ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک انسان ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے اور رضامندی (ہر طرح کی حالت میں) بات کرتے ہیں، تو میں تحریر کرنے سے رک گیا، میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کے ذریعے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

3645-صحيح. وهذا إسناد حسن من أجل ابن أبي الزناد -واسمه عبد الرحمن -أبو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان. وأخرجه الترمذي (2912) من طريق عبد الرحمن بن أبي الزناد، بهذا الإسناد. وقال: هذا حديث حسن صحيح. وعلقه البخاري (7195) بصيغة الجزم. وهو في "مسند أحمد" (21618). وأخرجه أحمد (21587)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (2038)، وابن حبان (7136)

3646-إسناده صحيح يحيى: هو ابن سعيد القطان. وأخرجه ابن أبي شيبة 9/ 49 - 50، وأحمد (6510)، والدارمي (484)، والحاكم 1/ 104 - 105، وابن عبد البر في "جامع بيان العلم" ص 89 - 90، والخطيب في "تقييد العلم" ص 80، والمزي في "تهذيب الكمال" 31/ 38 - 39 من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد (6930)، والحاكم 1/ 105، وابن عبد البر ص 89 من طريق عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده. وأخرجه الحاكم 1/ 105

"تم نوٹ کرلیا کرو، اس ذات کی قسم! جس کی قدرت میں میری جان ہے، اس (یعنی میرے منہ) سے صرف حق نکلتا ہے"

3647 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ قَالَ: دَخَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَسَأَلَهُ عَنْ حَدِيثٍ فَأَمَرَ إِنْسَانًا يَكْتُبُهُ فَقَالَ لَهُ زَيْدٌ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنَا أَنْ لَا نَكْتُبَ شَيْئًا مِنْ حَدِيثِهِ فَمَحَاهُ

مطلب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے ایک انسان کو یہ ہدایت کی، تو وہ اس نے نوٹ کرلی، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: بے شک اللہ کے رسول نے ہمیں یہ حکم دیا تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو نوٹ نہ کریں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے مٹادیا۔

3648 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنِ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: مَا كُنَّا نَكْتُبُ غَيْرَ التَّشَهُّدِ وَالْقُرْآنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم تشہد اور قرآن کے علاوہ اور کوئی چیز تحریری طور پر نوٹ نہیں کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اہتمام سماعت: حفظ و کتابتِ حدیث

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصاری ہمسایہ قبیلہ بنو اُمیہ بن زید میں رہتے تھے اور یہ قبیلہ مدینہ کے باہر پورب (مشرق) کی طرف رہتا تھا۔ ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باری باری حاضر ہوتے، ایک روز وہ جاتا اور ایک روز میں۔ میں جب جاتا تھا تو اس دن کی وحی وغیرہ سے متعلق خبریں اس انصاری کو بتادیتا اور جس دن وہ جاتا، وہ بھی یوں ہی کرتا تھا۔ (۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سن کر آتے تو مل کر دہرایا کرتے حتیٰ کہ وہ ازبر ہوجاتیں۔ (۸)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ خدری فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے ہوئے حدیث سنتے اور لکھتے تھے۔ (۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کے صحابہ رضی اللہ عنہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کو مجھ سے زائد حدیثیں یاد ہوں، ہاں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو (حدیثیں مجھ سے زائد یاد تھیں) کیونکہ وہ لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔ (۱۰)

3647-إسناده ضعيف لانقطاعه، المطلب بن عبد الله بن حنطب لم يسمع من زيد ابن ثابت. أبو أحمد: هو محمد بن عبد الله الزبيري. وأخرجه أحمد (21579)، والخطيب البغدادي في "تقييد العلم" ص 35، وابن عبد البر في "جامع بيان العلم" 1/ 63 من طريق كثير بن زيد، به. وأخرج الدارمي (474)

3648-إسناده صحيح. أبو المتوكل الناجي: هو علي بن داود، والحذاء: هو خالد ابن مهران، وأبو شهاب: هو عبد ربه بن نافع الكناني الحنّاط. وأخرجه الخطيب في "تقييد العلم" ص 93، وأبو إسماعيل الهروي في "ذم الكلام" (590)

حضرت سلمی فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ لکھنے کی تختیاں ان کے پاس تھیں، ان پر وہ ابو رافع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ افعال لکھ کر نقل کر رہے ہیں۔ (۱۱)

کتابتِ حدیث کے لیے احکام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

1. حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی احادیث روایت کروں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں دل کے ساتھ ہاتھ سے لکھنے کی مدد بھی لوں، اگر آپ پسند فرمائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن كان حديثي ثم استعن بيدك مع قلبك (۱۲)

اگر میری حدیث ہو تو اپنے دل کے ساتھ اپنے ہاتھ سے بھی مدد لو۔

2. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھا کرتے اور احادیث سنتے تھے۔ وہ انہیں بہت پسند آتیں لیکن یاد نہیں رہتی تھیں، چنانچہ انہوں نے آپ سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ! میں آپ سے حدیثیں سنتا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں رہتیں، آپ نے فرمایا:

استعن بيمينك وأومأ بيده الخط (۱۳)

اپنے دائیں ہاتھ سے مدد حاصل کرو اور آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ کیا۔

3. حضرت رافع رضی اللہ عنہ بن خدیج فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم آپ سے بہت سی باتیں سنتے ہیں کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں... آپ نے فرمایا: »اكتبوا ولا حرج« لکھ لیا کرو کوئی حرج نہیں (۱۴)

4. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیا۔ یہ سن کر ایک یمنی شخص (ابو شاہ) نے حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ (سب احکام) مجھے لکھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا:

»اكتبوا لأبي فلان« ابو فلاں کو لکھ دو۔ (۱۵) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ

»اكتبوا لأبي شاه« ابو شاہ کو لکھ دو (۱۶)

5. حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو لفظ سنتا تھا اسے یاد کرنے کے لیے لکھ لیا کرتا تھا۔ پھر قریش نے مجھے لکھنے سے منع کیا اور کہا تم ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ بشر ہیں۔ غصے اور خوشی دونوں حالتوں میں باتیں کرتے ہیں یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

أكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج منه إلا حق (۱۷)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، ان دونوں ہونٹوں کے درمیان (زبان) سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا، اس لیے تحریر کیا کرو۔

6 حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیدوا العلم قلت وما تقییدہ؛ قال کتابتہ (۱۸)

علم کو قید کرو... میں نے پوچھا: علم کی قید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے لکھنا...

7. حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

قیدوا العلم بالکتاب علم کو لکھ کر محفوظ کرلو (۱۹)

علم سے مراد علم حدیث ہے اسلئے کہ اسلاف کے ہاں یہ لفظ رائے کے مقابلے میں استعمال ہوتا ہے۔

8. نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے بھی احادیث لکھنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ (۲۰)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھی گئی احادیث اور ان کے مجموعے

(1) حضرت رافع رضی اللہ عنہ بن خدیج سے روایت ہے کہ مدینہ ایک حرم ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے اور یہ ہمارے پاس ایک خولانی چمڑے پر لکھا ہوا ہے۔ (۲۱)

(2) رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے قبضے میں سے ایک کاغذ ملا جس میں لکھا تھا کہ اندھے کو رستے سے بھٹکانے والا ملعون ہے، زمین کا چور ملعون ہے، احسان فراموش ملعون ہے۔ (۲۲)

(3) کتاب الصدقۃ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب زکوۃ لکھوائی لیکن ابھی اپنے عمال کو بھیج نہ پائے تھے کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ آپ نے اسے اپنی تلوار کے پاس رکھ دیا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے اپنی وفات تک اس پر عمل کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات تک۔ (۲۳)

(4) صحیفہ صادقہ: حضرت عبداللہ بن عمرو نے نبی کریم ﷺ کی احادیث سے ایک صحیفہ مرتب کیا جسے صحیفہ صادقہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ صادقہ ایک صحیفہ ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا ہے۔ (۲۴)

(5) صحیفہ علی: حضرت علی نے فرمایا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں، سوائے کتاب اللہ کے اور اس صحیفہ کے جو نبی ﷺ سے منقول ہے (۲۵)... صحیح بخاری کی دوسری روایت کے مطابق اس صحیفہ میں دیت اور قیدیوں کے چھڑانے کے احکام ہیں اور یہ حکم کہ کافر حربی کے (قتل کے) عوض مسلمان کو نہ مارا جائے۔ (۲۶)

(6) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تالیفات: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دس برس رہے۔ آپ نے عہد رسالت ہی میں احادیث کے کئی مجموعے لکھ کر تیار کر لیے تھے۔ ان کے شاگرد سعید بن ہلال فرماتے ہیں کہ ہم جب حضرت انس سے زیادہ اصرار کرتے تو وہ ہمیں اپنے پاس سے بیاض نکال کر دکھاتے اور کہتے کہ یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے نبی ﷺ سے سنتے ہی لکھ لی تھیں اور پڑھ کر بھی سنادی تھیں۔ (۲۷)

(7) صحیفہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ: ۱۰ھ میں جب یمن کا علاقہ نجران فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو یمن کا

بنا کر بھیجا تو انہیں ایک عہد نامہ تحریر فرما دیا جس میں آپ نے شرائع و فرائض و حدودِ اسلام کی تعلیم دی تھی۔(۲۸)

(8) قبیلہ جہینہ کے نام تحریر: عبداللہ بن عکیم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک تحریر (ہمارے قبیلہ جہینہ) کو پہنچی۔(۲۹)

(9) اہل جرش کے نام خط: نبی کریم ﷺ نے ایک نامہ مبارک اہل جرش کو بھیجا تھا جس میں کھجور اور کشمش کی مخلوط نبیذ کے متعلق حکم بیان فرمایا گیا تھا۔(۳۰)

(10) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن سے آنحضرت ﷺ سے لکھ کر دریافت کیا کہ کیا سبزیوں میں زکوٰۃ ہے؟ آپ نے تحریری جواب دیا کہ سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں۔(۳۱)

(11) عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط: عالم اسلام کے نامور مورخ ڈاکٹر حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ عہدِ نبوی کے کوئی پونے تین سو مکتوب یکجا کیے جا چکے ہیں۔(۳۲)

(12) تبلیغی خطوط: صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے دنیا کے چھ مشہور حکمرانوں کے نام تبلیغی خطوط روانہ فرمائے اور ان پر اپنی مہر بطور دستخط ثبت فرمائی۔(۳۳)... قیصر و کسریٰ وغیرہ کے نام خطوط کا ذکر صحیح بخاری میں بھی موجود ہے اور خط پر مہر لگانے کیلئے چاندی کی انگوٹھی تیار کرنے کا ذکر بھی موجود ہے۔(۳۴)

(13) نو مسلم وفود کے لیے صحائف: جب حضرت وائل بن حجر نے (مدینہ سے) اپنے وطن لوٹنے کے ارادے پر رسول اللہ ﷺ کے حضور عرض کیا یا رسول اللہ! میری قوم پر میری سیادت کا فرمان لکھوا دیجئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تین ایسے فرمان لکھوا کر وائل کے سپرد فرمائے (۳۵)... آپ نے مندرجہ ذیل وفود کو بھی اسلامی احکام پر مشتمل صحیفے الگ الگ لکھوا کر عنایت فرمائے: وفد قبیلہ خثعم، وفد الرہاویین ، وفد ثمالۃ والجدان۔(۳۶)

(14) ایک مرتبہ کسی لشکر کے سردار کو حضور نے ایک خط دیا اور فرمایا کہ جب تک تو فلاں فلاں مقام پر نہ پہنچ جائے اس کو نہ پڑھنا، وہ سردار جب مقامِ مقررہ پر پہنچا تو لوگوں کے سامنے حضور کا خط پڑھا اور سب کو اس کی اطلاع کر دی۔(۳۷)

(15) تحریری معاہدے: ہجرت کے فوراً بعد مختلف قبائل عرب اور دوسری اقوام سے آپ کے معاہدات کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے الوثائق السیاسیۃ میں ایسے تحریری معاہدات کی بہت بڑی تعداد جمع کر دی ہے۔ دستورِ مملکت جو ہجرت کے صرف پانچ ماہ بعد آپ نے نافذ فرمایا تھا، وہ بھی معاہدات ہی کے سلسلے کی اہم کڑی ہے۔(۳۸) اسی طرح چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کا معاہدہ تحریر کیا گیا۔(۳۹) اس معاہدے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا تھا۔ اس کی ایک نقل قریش نے لے لی اور ایک آنحضرت ﷺ نے اپنے پاس رکھی۔(۴۰)

(16) جاگیروں کے ملکیت نامے: رسول اللہ ﷺ نے بہت سے لوگوں کو جاگیریں عطا فرمائیں اور ان کے ملکیت نامے بھی تحریر کروا کے دیئے۔ مثلاً حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو ایک بڑی جاگیر عطا فرماتے وقت یہ دستاویز لکھوا کر دی:

یہ دستاویز محمد رسول اللہ ﷺ نے زبیر کو دی ہے ان کو سوارق پورا کا پورا بالائی حصے تک موضع مورع سے موضع موقت تک دیا

ہے، اس کے مقابلے میں کوئی اپنا حق اس میں نہ جتائے۔ (۳۱)

(17) اَمان نامے: آپ نے بہت سے افراد اور خاندانوں کو امان نامے لکھوا کر عطا فرمائے۔ ان کا ذکر طبقات ابن سعد میں بھی ملتا ہے اور البدایہ والنہایہ میں ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ سے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر اَمان نامہ سراقہ بن مالک کو لکھوا دیا۔

(18) بیع نامے: رسول اللہ ﷺ قیمتی اشیاء کی خرید و فروخت کے وقت ان کی دستاویز بھی لکھوایا کرتے تھے۔ عبدالمجید بن وہب روایت کرتے ہیں کہ عداء بن خالد بن ہوذہ نے ان سے کہا: کیا میں تمہیں ایسی تحریر نہ پڑھاؤں جو رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے تحریر کرائی تھی۔ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! اس پر انہوں نے ایک تحریر نکالی، اس میں لکھا تھا: یہ اقرار نامہ ہے کہ عداء بن خالد بن ہوذہ نے محمد رسول اللہ ﷺ سے خریداری کی۔ (۳۲)

حوالہ جات

(۱) حفاظت حدیث، ڈاکٹر خالد علوی ر ۵ ص ۵۲ تا ۶۵ (۲) مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الزہد ج ۶ ص ۵۰۱ (۳) کتاب العلم، بخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ج ۲ ص ۶۹۲ (۴) الجامع الصحیح، از بخاری، کتاب العلم ج ۱ ص ۱۳۵ (۵) جامع ترمذی از محمد بن عیسیٰ ترمذی ج ۲ ص ۱۲۵ (۶) خطبات مدراس از سید سلیمان ندوی ص ۳۴ (۷) الجامع الصحیح، از بخاری کتاب المظالم ج ۲ ص ۱۳۵ (۸) الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع از خطیب بغدادی ج ۱ ص ۲۳۶ (۹) مجمع الزوائد از نور الدین، الہیثمی ج ۱ ص ۱۶۱ (۱۰) الجامع الصحیح از بخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۱۵۸ (۱۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۲ ص ۳۷۱ (۱۲) سنن الدارمی از عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی ج ۱ ص ۱۲۶ (۱۳) جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۸ (۱۴) تدریب الراوی از حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۸۶ (۱۵) الجامع الصحیح از بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب العلم، ج ۱ ص ۱۵۷ (۱۶) جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۲۸ (۱۷) سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۱۱۷ (۱۸) المستدرک از حاکم ج ۱ ص ۱۰۶ (۱۹) جامع بیان العلم از ابن عبدالبر اندلسی ج ۱ ص ۷۲ (۲۰) مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ ص ۳۳ (۲۱) الجامع الصحیح از مسلم ج ۳ ص ۳۸۴ (۲۲) جامع بیان العلم از ابن عبدالبر اندلسی ج ۱ ص ۷۲ (۲۳) جامع ترمذی ج ۱ ص ۲۶۴ (۲۴) طبقات ابن سعد از ابن سعد ج ۲ ص ۳۰۸ (۲۵) الجامع الصحیح از بخاری ج ۲ ص ۳۳۶ (۲۶) الجامع الصحیح از بخاری ج ۱ ص ۱۵۷ (۲۷) المستدرک از حاکم، ذکر انس بن مالک، دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن (۲۸) طبقات ابن سعد از ابن سعد ج ۲ ص ۳۹ (۲۹) مشکوٰۃ المصابیح از خطیب بغدادی ج ۱ ص ۱۲۵ نسائی ج ۳ ص ۱۶۴ (۳۰) الجامع الصحیح لمسلم: ۲۴۰/۵ (۳۱) خطبات مدراس از سید سلیمان ندوی ص ۵۱ (۳۲) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ ص ۳۱۱ (۳۳) طبقات ابن سعد از ابن سعد ج ۲ ص ۲۹ (۳۴) الجامع الصحیح للبخاری ج ۱ ص ۱۳۴ (۳۵) الوثائق السیاسیۃ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ ص ۱۳۲ تا ۱۳۴ (۳۶) طبقات ابن سعد از ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۱ تا

3649- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، ح وحَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَمَّا فُتِحَتْ مَكَّةُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ الْخُطْبَةَ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ: أَبُو شَاةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اكْتُبُوا لِي. فَقَالَ: اكْتُبُوا لِأَبِي شَاةَ

3649- إسناده صحيح. الوليد: هو ابن مسلم الدمشقي، ومؤمل: هو ابن الفضل الحراني، والأوزاعي: هو عبد الرحمن بن عمرو. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (5824) عن العباس بن الوليد، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (112) من طريق أبي نعيم الفضل بن دكين حدثنا شيبان، عن يحيى بن أبي كثير بهذا الإسناد. وانظر ما سلف برقم (2017)، وما سيأتي برقم (4505).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب مکہ فتح ہوا، تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے، اس کے بعد راوی نے خطبے کا ذکر کیا ہے، یعنی نبی اکرم ﷺ نے جو خطبہ دیا تھا اس کا ذکر کیا ہے، راوی بیان کرتے ہیں: پھر اہل یمن سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کھڑا ہوا، جس کا نام ابوشاہ تھا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھے یہ لکھوا دیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوشاہ کو لکھ کر دے دو۔

3650 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَمْرٍو مَا يَكْتُبُوهُ، قَالَ: الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا يَوْمَئِذٍ مِنْهُ

ولید کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوشاہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ان لوگوں نے انہیں کیا لکھوا کے دیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ خطبہ جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنا تھا۔

بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم ﷺ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرنے کی شدید مذمت

3651 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْمَعْنَى، عَنْ بَيَانِ بْنِ بِشْرٍ، قَالَ: مُسَدَّدٌ أَبُو بِشْرٍ: عَنْ وَبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ: مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُحَدِّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ عَنْهُ أَصْحَابُهُ، فَقَالَ: أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُ وَجْهٌ وَمَنْزِلَةٌ، وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

عامر بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا وجہ ہے کہ آپ نبی اکرم ﷺ حوالے سے اس طرح احادیث بیان کرتے ہیں، جس طرح آپ کے ساتھی نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے احادیث بیان کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے بھی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں قدر و منزلت حاصل تھی، لیکن میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا، وہ جہنم میں اپنے ٹھکانے تک پہنچنے کے لیے تیار رہے''

بَابُ الْكَلَامِ فِي كِتَابِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ

باب: اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں، علم کے بغیر، بات کرنے کا تذکرہ

3652 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُقْرِئُ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا

3651-إسناده صحيح. خالد: هو ابن عبد الله الواسطي الطحان. وأخرجه البخاري (107)، وابن ماجه (36)، والنسائي في "الكبرى" (5881)

سُهَيْلُ بْنُ مِهْرَانَ أَخِي حَزْمٍ الْقُطَعِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ عَنْ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ: فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ، فَقَدْ أَخْطَأَ

حضرت جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اللہ کی کتاب کے بارے میں، اپنی رائے کے ذریعے کچھ کہتا ہے، وہ اگر ٹھیک بھی ہے، تو اس نے غلطی کی''

قرآن میں اپنی مرضی سے تفسیر کرنے کی ممانعت کا بیان

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے:

مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ۔ (ترمذی، باب ماجاء يفسر القرآن، حدیث نمبر: ۲۸۷۶)

جو شخص قرآن کریم کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ گفتگو کرے تو اگر صحیح بات بھی کہے تو اس نے غلطی کی

علامہ ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض غلو پسند لوگوں نے اس حدیث سے یہ مطلب سمجھا کہ قرآن کریم کے بارے میں کوئی بات فکر ورائے کی بنیاد پر کہنا جائز نہیں؛ یہاں تک کہ اجتہاد کے ذریعے قرآن کریم سے ایسے معانی بھی مستنبط نہیں کیے جاسکتے جو اصول شرعیہ کے مطابق ہوں؛ لیکن یہ خیال درست نہیں؛ کیونکہ خود قرآن کریم نے تدبر اور استنباط کو جابجا مستحسن قرار دیا ہے اور اگر فکر و تدبر پر بالکل پابندی لگادی جائے تو قرآن وسنت سے شرعی احکام وقوانین مستنبط کرنے کا دروازہ ہی بند ہوجائے گا؛ لہٰذا اس حدیث کا مطلب ہر قسم کی رائے پر پابندی لگانا نہیں ہے۔ (الاتقان: ۲/ ۱۸۰)

چنانچہ اس بات پر جمہور علماء متفق ہیں کہ خود قرآن وسنت کے دوسرے دلائل کی روشنی میں اس حدیث کا منشاء یہ ہرگز نہیں ہے کہ معاملہ میں غور وفکر اور عقل ورائے کو بالکل استعمال نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ اس کا اصل منشاء یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر کے لیے جو اصول اجماعی طور پر مسلم اور طے شدہ ہیں ان کو نظر انداز کرکے جو تفسیر محض رائے کی بنیاد پر کی جائے وہ ناجائز ہوگی اور اگر اس طرح تفسیر کے معاملہ میں دخل دے کر کوئی شخص اتفاقاً کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ جائے تو وہ خطاکار ہے، اب اصول تفسیر کو نظر انداز کرنے کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً:

۱۔ جو شخص تفسیر قرآن کے بارے میں گفتگو کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا وہ محض اپنی رائے کے بل بوتے پر تفسیر شروع کردے۔

۲۔ کسی آیت کی کوئی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ وتابعین سے ثابت ہو اور وہ اسے نظر انداز کرکے محض اپنی عقل سے کوئی معنی بیان کرنے لگے۔

۳۔ جن آیات میں صحابہ کرام وتابعین سے کوئی صریح تفسیر منقول نہیں ان میں لغت اور زبان وادب کے اصولوں کو پامال کرکے کوئی تشریح بیان کرے۔

۴۔ قرآن وسنت سے براہ راست احکام وقوانین مستنبط کرنے کے لیے اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو اور پھر بھی اجتہاد شروع

3652-إسناده ضعيف لضعف سهيل بن مهران -وهو سهيل بن أبي حزم- أبو عمران الجوني: هو عبد الملك بن حبيب. وأخرجه الترمذي (3183)، والنسائي في "الكبرى" (8032) من طريق سهيل بن أبي حزم مهران، به. وقال الترمذي: هذا حديث غريب، وقد تكلم بعض أهل الحديث في سهيل بن أبي حزم. وهو في "شرح السنة" للبغوي (120).

۵۔قرآن کریم کے متشابہ آیات (جن کے بارے میں قرآن نے خود کہہ دیا ہے کہ ان کی سو فیصد صحیح مراد سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا) ان کی جزم ووثوق کے ساتھ کوئی تفسیر بیان کرے اور اس پر مصر ہو۔

۶۔قرآن کریم کی ایسی تفسیر بیان کرے جس سے اسلام کے دوسرے اجماعی طور پر مسلم اور طے شدہ عقائد یا احکام مجروح ہوتے ہوں۔

۷۔تفسیر کے معاملہ میں جہاں عقل وفکر کا استعمال جائز ہے وہاں کسی قطعی دلیل کے بغیر اپنی ذاتی رائے کو یقینی طور پر درست اور دوسرے مجتہدین کی آراء کو یقینی طور سے باطل قرار دے۔

یہ تمام صورتیں اس تفسیر بالرائے کی ہیں جن سے مذکورہ بالا حدیث میں منع کیا گیا ہے؛ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ان تمام صورتوں کو اس مختصر جملے میں سمیٹ دیا گیا ہے:

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار (ترمذی، باب ماجاء یفسر القرآن، حدیث نمبر: ۲۸۷۴)

جو شخص قرآن کریم کے معاملے میں علم کے بغیر کوئی بات کہے تو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

البتہ تفسیر کے اصولوں اور اسلام کے اجماعی طور پر طے شدہ ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے اگر تفسیر میں کسی ایسی رائے کا اظہار کیا جائے جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو تو وہ حدیث کی وعید میں داخل نہیں ہے؛ البتہ اس قسم کا اظہار رائے بھی قرآن وسنت کے وسیع وعمیق علم اور اسلامی علوم میں مہارت کے بغیر ممکن نہیں اور علماء نے اس کے لیے بھی کچھ کار آمد اصول مقرر فرمائے ہیں جو اصول فقہ اور اصول تفسیر میں تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اور ان کا ایک نہایت مفید خلاصہ علامہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "البرہان فی علوم القرآن کی نوع ۴۱ میں بالخصوص اقسام التفسیر کے زیر عنوان (صفحہ: ۱۶۴۔۱۷۰) بیان فرمایا ہے، یہ پوری بحث نہایت قابل قدر ہے؛ لیکن چونکہ عربی زبان وعلوم کی مہارت کے بغیر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، اس لیے اس کا ترجمہ یہاں نقل کرنا بے فائدہ ہے جو عربی داں حضرات چاہیں وہاں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

تفسیر میں گمراہی کے اسباب کا بیان

علم تفسیر جہاں ایک انتہائی سعادت کی چیز ہے وہاں اس نازک وادی میں قدم رکھنا بے حد خطرناک بھی ہے؛ کیونکہ انسان اگر کسی آیت کی غلط تشریح کر بیٹھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک ایسی بات منسوب کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نہیں کہی اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہوسکتی ہے جن لوگوں نے ضروری شرائط پوری کیے بغیر قرآن کریم میں دخل اندازی کی ہے وہ کافی محنت خرچ کرنے کے باوجود اس بدترین گمراہی میں مبتلا ہو گئے، تفسیر قرآن میں گمراہی کا ایک خطرناک سبب یہ ہے کہ انسان اہلیت وصلاحیت کو دیکھے بغیر قرآن کریم کے معاملے میں رائے زنی شروع کردے، خاص طور سے ہمارے زمانے میں گمراہی کے اس سبب نے بڑی قیامت ڈھائی ہے، یہ غلط فہمی عام ہوتی جارہی ہے کہ صرف عربی زبان پڑھ لینے کے بعد انسان قرآن مجید کا عالم ہوجاتا ہے اور اس کے بعد جس طرح سمجھ میں آئے قرآن کریم کی تفسیر کرسکتا ہے، حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ

کوئی بھی علم وفن ایسا نہیں ہے جس میں زبان دانی کے بل بوتے پر مہارت پیدا ہوسکتی ہے، آج تک کبھی کسی ذی ہوش نے انگریزی زبان پر مکمل عبور رکھنے کے باوجود یہ دعویٰ نہیں کیا ہوگا کہ وہ ڈاکٹر ہوگیا ہے، اسی طرح کوئی شخص انجینیرنگ کی کتابیں پڑھ کر انجینیر ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا اور نہ قانون کی اعلیٰ کتابیں دیکھ کر ماہر قانون کہلا سکتا ہے، اگر کوئی شخص ایسا دعویٰ کرے تو یقیناً ساری دنیا اسے احمق اور بے وقوف کہے گی، اس لیے ہر شخص جانتا ہے کہ یہ تمام علوم وفنون محض زبان دانی اور نجی مطالعہ سے حاصل نہیں ہوتے؛ بلکہ ان کے لیے سالہا سال کی محنت درکار ہے، انھیں ماہر اساتذہ سے پڑھا جاتا ہے، اس کے لیے بڑی بڑی درسگاہوں میں کئی کئی امتحانات سے گزرنا ہوتا ہے، پھر کسی ماہر فن کے پاس رہ کر ان کا عملی تجربہ کرنا پڑتا ہے، تب کہیں انسان ان علوم کا مبتدی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔

جب ان علوم وفنون کا حال یہ ہے تو تفسیر قرآن جیسا علم محض عربی زبان سیکھ لینے کی بناء پر آخر کیسے حاصل ہوجائے گا؟ آپ گزشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں کہ علم تفسیر میں درک حاصل کرنے کے لیے کتنی وسیع معلومات درکار ہوتی ہیں؛ بلکہ وہ دنیا کی تمام کتابوں کے برخلاف اپنا ایک جداگانہ اور ممتاز اسلوب رکھتا ہے، لہٰذا کسی آیت کو قرار واقعی طور پر سمجھنے کے لیے اول تو یہ ضروری ہے کہ اس آیت کے مختلف قرأتوں، اس موضوع کی تمام دوسری آیات اور ان کے متعلقات پر پوری نگاہ ہو، پھر آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں کہ بہت سی آیتیں کسی خاص واقعاتی پس منظر سے وابستہ ہوتی ہیں جسے سبب نزول کہا جاتا ہے اور جب تک سبب نزول کی مکمل تحقیق نہ ہو اس کا پورا مفہوم نہیں سمجھا جاسکتا نیز یہ حقیقیت بھی آپ کے سامنے آچکی ہے قرآن کریم بہت سی مجمل باتوں کی تشریح وتفسیر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر چھوڑ دیتا ہے۔

لہٰذا ہر آیت میں یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اس تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی قولی یا عملی تعلیم موجود ہے یا نہیں اور اگر موجود ہے تو وہ تنقید روایات کے مسلم اصولوں پر پوری اترتی ہے یا نہیں نیز صحابہ کرام نے جو نزول قرآن کے عینی شاہد تھے اس آیت کا کیا مطلب سمجھا تھا اگر اس بارے میں روایات کے درمیان کوئی تعارض واختلاف ہے تو اسے کیونکر رفع کیا جاسکتا ہے، پھر عربی زبان ایک وسیع زبان ہے جس میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی اور ایک ایک معنی کے لیے کئی کئی لفظ ہوتے ہیں، لہٰذا جب تک اُس زمانے کے اہل عرب کے محاورات پر عبور نہ ہو کسی معنی کی تعیین بہت مشکل ہوتی ہے، اس کے علاوہ صرف الفاظ کے لغوی معنی جاننے سے کام نہیں چلتا؛ کیونکہ عربی میں نحوی ترکیبوں کے اختلاف سے معانی میں تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے اور یہ بات عربی لغت وادب پر مکمل عبور کے بغیر طے نہیں کی جاسکتی کہ اس مقام پر کونسی ترکیب محاوراتِ عرب کے زیادہ قریب ہے؟ اور سب سے آخر میں قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے اسرار ومعارف ایسے شخص پر نہیں کھولتا جو اس کی نافرمانیوں پر کمربستہ ہے؛ لہٰذا تفسیر قرآن کے لیے اللہ کی بندگی اس کے ساتھ تعلق خاص، طاعت وتقویٰ اور حق پرستی کے بے لاگ جذبے کی ضرورت ہے۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تفسیر قرآن کے لیے صرف عربی زبان کی معمولی واقفیت کام نہیں دے سکتی؛ بلکہ اس کے لیے علمِ اصولِ تفسیر، علم حدیث، اصول حدیث، اصول فقہ، علمِ فقہ، علم نحو، علم صرف، علمِ لغت، علم ادب اور علمِ بلاغت میں ماہرانہ بصیرت اور اس کے ساتھ طہارت وتقوی ضروری ہے، ان ضروری شرائط کے بغیر تفسیر کی وادی میں قدم رکھنا اپنے آپ کو گمراہی میں

ڈال دینے کے مرادف ہے اور اسی طرز عمل کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار"۔ (ترمذی، باب ما جاء فی تفسیر القرآن، حدیث نمبر: ۲۸۷۴)

جو شخص قرآن میں بغیر علم کے گفتگو کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ" (قمر: ۱۷) "اور بلاشبہ ہم نے قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے" اور جب قرآن کریم ایک آسان کتاب ہے تو اس کی تشریح کے لیے کسی لمبے چوڑے علم وفن کی ضرورت نہیں؛ لیکن یہ استدلال ایک شدید مغالطہ ہے جو خود کم فہمی اور سطحیت پر مبنی ہے واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ آیتیں ہیں جن میں عام نصیحت کی باتیں، سبق آموز واقعات اور عبرت وموعظت کے مضامین بیان کئے گئے ہیں، مثلاً دنیا کی ناپائیداری، جنت ودوزخ کے حالات، خوف خدا اور فکر آخرت پیدا کرنے والی باتیں اور زندگی کے دوسرے سیدھے سادے حقائق، اس قسم کی آیتیں بلاشبہ آسان ہیں اور جو شخص بھی عربی زبان سے واقف ہو وہ انھیں سمجھ کر نصیحت حاصل کرسکتا ہے، مذکورہ بالا آیت میں اسی قسم کی تعلیمات کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کو ہم نے آسان کر دیا ہے؛ چنانچہ خود اس آیت میں لفظ "لِلذِّكْرِ" (نصیحت کے واسطے) اس پر دلالت کر رہا ہے۔

اس کے برخلاف دوسری قسم کی آیتیں وہ ہیں جو احکام وقوانین، عقائد اور علمی مضامین پر مشتمل ہیں، اس قسم کی آیتوں کا کما حقہ سمجھنا اور ان سے احکام ومسائل مستنبط کرنا ہر شخص کا کام نہیں، جب تک اسلامی علوم میں بصیرت اور پختگی حاصل نہ ہو؛ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی مادری زبان اگرچہ عربی تھی اور عربی سمجھنے کے لیے انھیں کہیں تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی؛ لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے میں طویل مدتیں صرف کرتے تھے، علامہ سیوطی نے امام ابوعبدالرحمن سلمی سے نقل کیا ہے کہ جن حضرات صحابہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے مثلاً حضرت عثمان بن عفان اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہ انھوں نے ہمیں بتایا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی دس آیتیں سیکھتے تو اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک ان آیتوں کے متعلق تمام علمی اور عملی باتوں کا احاطہ نہ کرلیں، وہ فرماتے تھے کہ "نتعلمنا القرآن والعلم والعمل جميعًا" (اتقان: ۲/۱۷۶) "ہم نے قرآن اور علم وعمل ساتھ ساتھ سیکھا ہے" چنانچہ مؤطا امام مالک میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے صرف سورۂ بقرہ یاد کرنے میں پورے آٹھ سال صرف کئے اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جو شخص سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لیتا ہماری نگاہوں میں اُس کا مرتبہ بہت بلند ہوجاتا تھا۔ (اتقان: ۲/۱۷۶، نوع: ۷۷)

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ حضرات صحابہ جن کی مادری زبان عربی تھی، جو عربی کے شعر وادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور جن کو لمبے لمبے قصیدے معمولی توجہ سے ازبر ہوجایا کرتے تھے، انھیں قرآن کریم کو یاد کرنے اور اس کے معانی سمجھنے کے لیے اتنی طویل مدت کی کیا ضرورت تھی کہ آٹھ آٹھ سال صرف ایک سورت پڑھنے میں خرچ ہوجائیں؟ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قرآن کریم اور اس کے علوم کو سیکھنے کے لیے صرف عربی زبان کی مہارت کافی نہیں تھی؛ بلکہ اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت

اور تعلیم سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا، اب ظاہر ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عربی زبان کی مہارت اور نزولِ وحی کا براہِ راست مشاہدہ کرنے کے باوجود "عالم قرآن" بننے کے لیے باقاعدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت تھی تو نزولِ قرآن کے سینکڑوں سال بعد عربی کی معمولی شد بد پیدا کر کے یا صرف ترجمے دیکھ کر مفسر قرآن بننے کا دعویٰ کتنی بڑی جسارت اور علم و دین کے ساتھ کیسا افسوسناک مذاق ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ".

(ترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي الَّذِي يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ. حدیث نمبر: ۲۸۷۵)

جو شخص قرآن کریم کے معاملہ میں اپنی رائے سے کچھ گفتگو کرے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اگر کوئی تفسیر قرآن کے سلسلہ میں اپنی رائے سے ٹھیک بات بھی کہہ دے تب بھی وہ موجب عتاب قرار دیا گیا ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے:

"مَنْ قَالَ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ".

(ابوداؤد، بَابُ الْكَلَامِ فِي كِتَابِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ. حدیث نمبر: ۳۱۶۷)

جو شخص قرآن کریم کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ گفتگو کرے تو اگر صحیح بات بھی کہے تو اس نے غلطی کی۔

دراصل یہ ایک خدائی نظام ہے اس کتاب مقدس کے الفاظ و معانی کی نگہداشت کا، تاکہ یہ کلام من گھڑت خیالات شخصی تشریحات کی ملاوٹ سے بالکل پاک وصاف رہے، اس لیے علمائے امت اور مفسرین کرام نے تن و من قربان کرکے اس کی خدمت کی ہے اور صحیح وسقیم میں فرق، حق و باطل میں تمیز اور مراد ربانی ومنشائے نبوی کی تعیین کے لیے خود کو وقف کردیا اور اگر کسی مفسر نے راہِ حق سے سرمو انحراف کی کوشش کی یا اصول وضوابط کو فراموش کیا تو پھر وہ ساری امت کی نگاہوں میں مجرم قرار دیا گیا، چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر وتشریح میں غیر تحقیقی واقعات کے بیان اور بے جا قصص وامثال کے اظہار پر پابندی لگادی اور تفسیر قرآن کریم میں اسرئیلی روایات پر اعتماد کرنے سے اجتناب اوران کو بیان کرنے کے لیے اصول متعین فرمادئے ہیں۔

بَابُ تَكْرِيرِ الْحَدِيثِ

باب: بات کو دُہرادینا

3653 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ هَاشِمِ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ سَابِقِ بْنِ نَاجِيَةَ، عَنْ أَبِي سَلَّامٍ، عَنْ رَجُلٍ، خَدَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا حَدَّثَ حَدِيثًا أَعَادَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

3653-إسناده ضعيف لضعف عبد الأعلى -وهو ابن عامر الثعلبي- أبو عوانة: هو الوضاح بن عبد الله اليشكري. وأخرجه أحمد (2069)، والترمذي (3181) و (3182)، والنسائي في "الكبرى"، (8530) و (8031)، بلفظ" :من قال في القرآن بغير علم- وفي رواية: برأيه- فليتبوأ مقعده من النار" وقال الترمذي: هذا حديث حسن.

(ر) ابوسلام ایک شخص کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: جو نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے (وہ بیان کرتے ہیں) کہ نبی اکرم ﷺ جب کوئی بات کرتے تھے، تو آپ ﷺ اسے تین مرتبہ دہراتے تھے۔

بَابٌ فِي سَرْدِ الْحَدِيثِ

باب: جلدی، جلدی بات کرنا

3654- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: جَلَسَ أَبُو هُرَيْرَةَ، إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّي، فَجَعَلَ يَقُولُ: اسْمَعِي يَا رَبَّةَ الْحُجْرَةِ، مَرَّتَيْنِ فَلَمَّا قَضَتْ صَلَاتَهَا، قَالَتْ: أَلَا تَعْجَبُ إِلَى هَذَا، وَحَدِيثِهِ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحَدِّثُ الْحَدِيثَ لَوْ شَاءَ الْعَادُّ أَنْ يُحْصِيَهُ أَحْصَاهُ

❀❀ عروہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس بیٹھے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت نماز ادا کر رہی تھیں، تو انہوں نے دو مرتبہ یہ کہا: اے اس حجرے کی مالک خاتون! آپ ﷺ سنیے، جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز مکمل کی، تو فرمایا: کیا تمہیں ان پر اور ان کی طرزِ گفتگو پر حیرانی نہیں ہوتی؟ نبی اکرم ﷺ جب کوئی بات بیان کرتے تھے، تو اگر گنتی کرنے والا شخص چاہتا، تو (آپ ﷺ کے الفاظ کو) شمار کر سکتا تھا۔

3655- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: أَلَا يُعْجِبُكَ أَبُو هُرَيْرَةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَى جَانِبِ حُجْرَتِي يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُسْمِعُنِي ذَلِكَ وَكُنْتُ أُسَبِّحُ، فَقَامَ، قَبْلَ أَنْ أَقْضِيَ سُبْحَتِي وَلَوْ أَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُ عَلَيْهِ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيثَ مِثْلَ سَرْدِكُمْ

❀❀ عروہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تمہیں ابوہریرہ پر حیرانی نہیں ہوتی، وہ آئے، میرے حجرے کے پہلو میں بیٹھے اور نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے احادیث بیان کرنے لگے، وہ مجھے وہ حدیث سنا رہے تھے، میں اس وقت نوافل ادا کر رہی تھی، پھر میرے نوافل مکمل کرنے سے پہلے ہی اٹھ کر چلے بھی گئے، اگر میں انہیں پا لیتی، تو میں انہیں یہ جواب دیتی کہ نبی اکرم ﷺ اس طرح تیزی سے گفتگو نہیں کرتے تھے، جس طرح آپ لوگ تیزی سے بات چیت کرتے ہیں۔

3654- وأخرجه البخاري (3567) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وأخرجه بنحوه مسلم بإثر (3003) من طريق سفيان بن عيينة، عن هشام بن عروة، عن أبيه، به. وهو في "مسند أحمد" (24865)، و"صحيح ابن حبان" (100) و (7153).

3655- إسناده صحيح. يونس: هو ابن يزيد الأيلي، وابن وهب: هو عبد الله. وأخرجه مسلم (2493). من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الإسناد. وعلقه البخاري بصيغة الجزم (3568) عن الليث بن سعد، عن يونس، به. وأخرجه الترمذي (3968)، والنسائي في "الكبرى" (10174)

بَابُ التَّوَقِّي فِي الْفُتْيَا

باب: فتویٰ دینے میں احتیاط کرنا

3656 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الصُّنَابِحِيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْغُلُوطَاتِ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط مسئلے بیان کرنے سے منع کیا ہے۔

3657 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِءُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَفْتَى ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي نُعَيْمَةَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الطُّنْبُذِيِّ، رَضِيعِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ زَادَ سُلَيْمَانُ الْمَهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ، وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ وَهٰذَا لَفْظُ سُلَيْمَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کو (کسی) نے علم نہ ہونے کے باوجود شرعی مسئلہ بتایا ہو، تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا، جس نے اسے مسئلہ بتایا ہو''

ایک راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں ''جس شخص اپنے بھائی کو کسی ایسی چیز کے بارے میں مشورہ دیا، جس کے بارے میں وہ یہ جانتا ہو کہ اس کی بجائے دوسری صورت بہتر ہے، تو اس شخص نے اس کے ساتھ خیانت کی''

روایت کے یہ الفاظ سلیمان کے نقل کردہ ہیں۔

افتاء کی لغوی اور شرعی تعریف

افتاء کے لغوی معنی ہیں کسی بھی سوال کا جواب دینا؛ خواہ اس کا تعلق حکم شرعی سے ہو یا کسی دنیوی معاملے سے، اور شریعت کی اصطلاح میں افتاء کہتے ہیں کسی دینی اور شرعی مسئلہ کے بارے میں ادلہ شرعیہ کے ذریعہ حکم خداوندی اور منشاء الٰہی سے واقف کرانا،

"المصباح" کے مصنف افتاء کے لغوی اور شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

3656-وأخرجه سعيد بن منصور (1179)، وأحمد (23688)، ويعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ" 305 /1، والآجري في "أخلاق العلماء" ص 117 - 116، والطبراني في "الكبير" /19(892)، والخطابي في "غريب الحديث 354 /1 "، وتمام في "فوائده" (116 - 114)، والبيهقي في "المدخل" (305)، والخطيب في "الفقيه والمتفقه 11 /2 "، وابن عبد البر في "الاستذكار" - 365 /27 366، وفي "جامع بيان العلم وفضله" 139 /2، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" 46 /29،

3657-حديث حسن، وهذا إسناد رجاله ثقات، لكنه اختلف فيه كما ترى فمرة ذكر فيه عمرو بن أبي نعيمة، ومرة لم يذكر، وعمرو بن أبي نعيمة-وقيل: نعمة- مجهول، لكنه متابع. فقد أخرجه ابن ماجه (53) من طريق أبي هانىء حميد بن هانىء الخولاني

معنی الإفتاء فی اللغة: هو الجواب لأی سوال کان، سواء کان متعلقا بالأحکام الشرعیة أو بغیرها من المعاملات الأخری الدنیویة المحضة ویؤخذ مما قال علماء الفقه الإسلامی وأصوله أن الافتاء: هو الإخبار بحکم الله تعالی عن مسئلة بمقتضی الأدلة الشرعیة لمن سأل عنه

دین کے مخصوص خدام

یہ ایک حقیقت ہے کہ علماء کرام کے دو طبقے مخصوص طور پر دین کی خدمت میں نمایاں اور پیش پیش رہے ہیں ایک محدثین کا طبقہ ہے، جن کا مشغلہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت وصیانت ہے یعنی اس طبقہ کو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات اور ان کے بیان وضبط کا اہتمام رہا اور انہوں نے اسناد اور الفاظ حدیث پر گہری نظر رکھی۔

دوسرا طبقہ فقہاء امت کا ہے، جنہوں نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل واحکام کا استخراج کیا اور الفاظ حدیث سے زیادہ معانی اور اس سلسلہ کے اصول وقواعد پر ان کی نظر مرکوز رہی۔

ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی

مفتیوں کا تعلق اسی دوسرے طبقہ سے ہے، اور اس امت کے پہلے مفتی اعظم خود رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہے؛ اس لئے کہ بندوں کو امر الٰہی اور حکم خداوندی سے واقف کرانا انبیاء کرام کی مقدس جماعت کے واسطہ سے ہی ہوا ہے، اور انبیاء کی بعثت کا مقصد بھی یہی تھا کہ انسانیت کا رشتہ رب العالمین سے جوڑا جائے، مخلوق کو خالق سے ملایا جائے، اور بندوں کو رب کے احکام بتا کر حکم خدا پر لگایا جائے اس لئے اس عظیم الشان فریضے کو سب سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیا اور یہ دولت آپ تک خود رب العالمین کی جانب سے پہونچی تھی، قرآن پاک میں لفظ "افتاء" خود حق جل مجدہ کے لئے استعمال ہوا ہے، ارشاد ربانی ہے:

یستفتونك فی النساء قل الله یفتیکم فیهن وما یتلی علیکم فی الکتاب.

لوگ آپ سے عورتوں کے متعلق حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حکم دیتا ہے اور وہ آیات بھی جو قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ کلالہ کے سلسلہ میں آیت نازل ہوئی:

یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالة.

"لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے سلسلہ میں حکم دیتا ہے"۔

ان آیتوں کو پڑھتے چلئے تو صاف معلوم ہوگا کہ ان آیتوں میں افتاء کی نسبت خود اللہ رب العزت کی طرف کی گئی ہے، اس سے اس منصب کی عظمت اور جلالت شان کا بھی اندازہ ہوتا ہے، علامہ ابن القیم اپنی شہرہ آفاق تالیف "اعلام الموقعین" میں لکھتے ہیں:

اول من قام بمنصب الإفتاء سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ فکان یفتی عن الله سبحانه

وتعالى بوحيه المبين وكانت فتاواه عليه السلام جوامع الأحكام وهي اكبر مأخذ للشريعة الإسلامية بعد القرآن.

سب سے پہلے منصب افتاء پر آپ ﷺ فائز ہوئے اور آپ ﷺ وحی مبین کے ذریعہ فتویٰ دیتے تھے اور آپ کے فتاوی جامع الاحکام اور قرآن کے بعد شریعت کے سب سے بڑے ماخذ ہیں۔ (اعلام الموقعین)

چنانچہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور اپنے پیش آمدہ مسائل کے سلسلہ میں حکم دریافت کرتے اور آپ ﷺ وحی کی روشنی میں سب کو شاد کام فرماتے ان سوالات وجوابات کا بڑا ذخیرہ کتب حدیث میں محفوظ ہے اور علماء نے اس حصہ کو علیحدہ جمع کرنے کی بھی سعی پیہم کی ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ مَنْعِ الْعِلْمِ

باب: علم کی بات کو چھپانے کا ناپسندیدہ ہونا

3658 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَهُ اللهُ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص سے علم سے متعلق کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اسے چھپالے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالے گا''۔

علم چھپانا سخت گناہ ہے

جو شخص دین کا عالم ہے اس کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو سکھائے، اگر لوگ اس سے فیض نہیں حاصل کر پا رہے ہیں، تو صاحب علم کو سمجھنا چاہیے کہ اس کا علم نفع بخش نہیں ہے، اگر کسی عالم سے کوئی دینی بات پوچھی گئی اور اس نے جاننے کے باوجود لوگوں کو مطلع نہیں کیا تو ایسے شخص کے بارے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ" (۲۳) جس شخص سے علم دین کی کوئی بات پوچھی گئی اور اس نے جاننے کے باوجود چھپایا تو ایسے شخص کو قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی، قیامت کے دن اس کو اتنی سخت سزا اس وجہ سے دی جائے گی کہ اس نے علم کے مقصد نشر واشاعت کو زائل کر دیا، اس نے معلوم شدہ بات میں سکوت اختیار کر کے دنیا میں اپنے منھ میں لگام ڈالی لہٰذا آخرت میں

3658- إسناده صحيح. عطاء: هو ابن أبي رباح، وعلي بن الحكم: هو البناني البصري، وحماد: هو ابن سلمة. وأخرجه ابن ماجه (261)، والترمذي (2840) من طريق علي بن الحكم، به. وأخرجه ابن ماجه (266) من طريق إسماعيل بن إبراهيم الكرابيسي، عن عبد الله ابن عون، عن محمد بن سيرين، عن أبي هريرة. وإسماعيل الكرابيسي حسن الحديث. وهو في "مسند أحمد" (7571)، و"صحيح ابن حبان" (95).

آپ کی احکام اس کے منہ میں ڈالی جائے گی، اسی وجہ سے ہر عالم کو خوب متنبہ رہنا چاہئے، جو شخص بھی اس سے دین کی کوئی ضروری بات پوچھے تو اگر صحیح طور پر جانتا ہے تو اس کو بتانے سے ہرگز ہرگز دریغ نہ کرے؛ تاکہ اس وعید کا مستحق نہ بنے۔

علم کو صلاحیت کے مطابق سکھانا چاہئے

عالم دین کو خود علم کی وقعت اور عزت کرنا چاہئے علم کو سونے، چاندی اور ہیرے جواہرات سے بھی بہتر سمجھنا چاہئے جس طرح ایک دنیادار آدمی کبھی کتے اور خنزیر کی گردن میں ہیرے جواہرات کے زیور نہیں ڈالتا ہے؛ اسی طرح علماء دین کو بھی چاہئے کہ نا قدروں کو علم نہ سکھائیں، مسئلہ بتادینا یہ دوسری بات ہے؛ لیکن علم سکھانا اور علمی نکات بتانا یہ دوسری چیز ہے، مسئلہ تو جو بھی دریافت کرنے آئے اس کو اس کے فہم کے اعتبار سے بتادینا بہتر ہے؛ لیکن جہاں تک علم دین سکھانے کا تعلق ہے؛ تو وہ صرف قدردانوں تک ہی محدود رکھنا چاہئے۔ اسی طرح کسی شخص کی صلاحیت سے بڑھ کر، اس کو علم سکھانا بھی علم پر ظلم کرنا ہے؛ جو شخص معمولی باتیں نہ سمجھتا ہو اس کے سامنے تصوف کی باریکیاں بیان کرنا؛ یہ علم کے ساتھ مذاق کرنا ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ" (۲۴) نااہلوں کو علم سکھانے سے اس لئے منع فرمایا کہ وہ علمی باریکیوں کو سمجھ نہیں سکیں گے، اور بغیر سمجھے عمل شروع کرنے کے نتیجے میں شیطان کے دام میں پھنس کر گمراہ ہو جائیں گے۔ لہذا علماء دین کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ علم دین سکھاتے وقت طلباء وعوام کی صلاحیتوں کا خاص خیال رکھ کر ان کو مستفید کریں۔

علماء کرام کو اشاعت حدیث کا خاص خیال رکھنا چاہئے

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو یاد کرنا اور ان کو لوگوں تک پہنچانا بہت بڑی سعادت کی بات ہے اس امت کے سیکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگوں نے اس سعادت کا اپنے آپ کو مستحق بنایا ہے اور ساری زندگی اللہ کے نبی کے فرامین کی خدمت میں گزار دی یہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نَضَّرَ اللهُ إِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ (۲۵) اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے مجھ سے کچھ سنا پھر جس طرح سے اس نے سنا تھا اسی طرح دوسرے تک پہنچا دیا۔ اللہ کے نبی نے اپنے فرامین کی اشاعت کرنے والے کیلئے یہ دعاء کی ہے۔ بعض محققین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا فوراً قبول ہوگئی، یہی وجہ ہے کہ حدیث کی خدمت کرنے والوں کے چہروں پر نورانیت رہتی ہے۔ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا: مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِيْ أَمْرِ دِيْنِهَا بَعَثَهُ اللهُ فَقِيْهًا وَ كُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا وَشَهِيْدًا۔ جس شخص نے میری امت کے نفع کے لئے دینی امور سے متعلق چالیس حدیثیں یاد کرلیں تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو فقیہ بناکر اٹھائیں گے اور میں اس کی شفاعت کرنے والا اور اس کی نیکیوں پر گواہی دینے والا ہوں گا۔ حفظ حدیث اور نشر حدیث کرنے والے کیلئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شفارش کی ذمہ داری لی ہے اور اس بات کی بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ بناکر اٹھائیں گے ان تمام بشارتوں کے باوجود اہل علم کا ایک بہت بڑا طبقہ علم حدیث سے تغافل برت رہا ہے۔ اس طبقہ نے صرف حدیث کا پڑھ لینا ہی کافی سمجھ لیا ہے۔ حدیث کے یاد کرنے اور اس کے پھیلانے کی طرف کوئی قابل ذکر توجہ نہیں ہے۔ اگر کسی شخص

کی یہ خواہش ہے کہ قیامت کے روز اس کا شمار فقیہوں میں ہو تو اس کو اولین فرصت میں کم از کم چالیس اَحادیث یاد کر کے لوگوں تک پہنچانے کی تگ و دو کرنا چاہیے، لیکن اس کے ساتھ حدیث کے انتخاب اور اس کے یاد کر کے روایت کرنے میں پوری احتیاط برتنا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ موضوع روایات یا منسوخ و متروک روایات یاد کر کے اس کو نشر کر دے اور بجائے فائدہ کے نقصان اٹھانا پڑ جائے اس سلسلہ میں صد درجہ احتیاط لازم ہے اسی وجہ سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اتقو الحدیث الا ما علمتم فمن کذب علیّ متعمدًا فلیتبوا مقعدہ من النار" (۲۷) آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حدیث روایت کرنے سے بچو۔ صرف وہی حدیث نقل کرو جس کے بارے میں تم کو یقین ہو کہ یہ میری حدیث ہے جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا تو اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں ڈھونڈھنا چاہیے۔ لہٰذا احادیث یاد کرنے اور ان کو نقل کرنے میں یا تو کسی حدیث کی معتبر کتاب کا انتخاب کرنا چاہیے یا پھر کسی ماہر عالم کی طرف رجوع کریں۔ اور عام علماء کو اگر کسی چیز میں تشویش ہو تو وہ راسخ فی الدین اور جید الاستعداد عالم سے اپنا مسئلہ دریافت کریں اپنی طرف سے کوئی بات نہ کہہ دینا چاہیے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فما علمتم منه فقولوا وما جعلتم فکلوہ الی عالمه" (۲۸) تم لوگ وہی بات کہو جو علماء کے ذریعہ سے تمہارے علم میں ہے اور جس بات سے تم ناواقف ہو اس کو علم رکھنے والوں کے سپرد کر دو اپنی طرف سے دین میں دخل اندازی اور اپنے نفس سے حدیث کے بارے میں موشگافی نہ کرنا چاہیے۔

بَابُ فَضْلِ نَشْرِ الْعِلْمِ
باب: علم کی اشاعت کی فضیلت

3659 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَسْمَعُونَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ سَمِعَ مِنْكُمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم (مجھ سے احادیث) سنتے ہو، (آگے آنے والے وقت میں) تم سے سنا جائے گا اور پھر اُن سے سنا جائے گا، جنہوں نے تم سے سنا تھا''

3660 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، مِنْ وَلَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

3659- وأخرجه أحمد بن حنبل في "مسنده" (2945)، والحارث بن أبي أسامة (- 52 زوائده) وابن أبي حاتم في "الجرح والتعديل" 2/ 8 و 9 - 8 و 9، وابن حبان (62)، والرامهرمزي في "المحدث الفاصل" (92)، والحاكم في "المستدرك" 95 /1، وفي "معرفة علوم الحديث" ص 27، والبيهقي في "السنن الكبرى" 250 /10، وفي "دلائل النبوة" 539 /6، وفي "شعب الإيمان" (1740)، والخطيب البغدادي في "شرف أصحاب الحديث" (70)، وابن عبد البر في "جامع بيان العلم وفضله" 43 /1.

يَقُولُ: نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا، فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اللہ اس شخص کو خوش رکھے، جو ہم سے کوئی حدیث سن کر اسے محفوظ کر لے اور پھر اس کی تبلیغ کر دے، کیونکہ بعض اوقات علمی بات سیکھنے والا شخص اس شخص تک بات منتقل کر دیتا ہے جو اس سے بڑا عالم ہوتا ہے اور بعض اوقات علمی بات سیکھنے والا شخص اس شخص تک بات منتقل کر دیتا ہے، جو اس سے بڑا عالم ہوتا ہے اور بعض اوقات علمی بات سیکھنے والا شخص، خود عالم نہیں ہوتا''۔

3661 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَاللهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِهُدَاكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ تمہاری رہنمائی کی وجہ سے، ایک شخص کو ہدایت عطا کر دے، یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے''۔

بَابُ الْحَدِيثِ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ
بنی اسرائیل کے حوالے سے کوئی بات روایت ہونا

3662 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بنی اسرائیل کے حوالے سے بات بیان کر دیا کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے''

3660- وأخرجه الترمذي (2847) من طريق شعبة بن الحجاج، بهذا الإسناد. وقال: حديث حسن. وهو في "مسند أحمد" (21590)، و"صحيح ابن حبان" (67) و(680). وأخرجه ابن ماجه (230) من طريق عباد بن شيبان الأنصاري، عن زيد بن ثابت.

3661- إسناده صحيح. أبو حازم: هو سلمة بن دينار. وهو في "سنن سعيد بن منصور" (2472) و(2473). وأخرجه البخاري (2942)، ومسلم (2406)، والنسائي في "الكبرى" (8093) و(8348) و(8533) من طريق أبي حازم سلمة بن دينار، به. وهو في "مسند أحمد" (22821)، و"صحيح ابن حبان" (6932).

3662- صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن عمرو - وهو ابن علقمة الليثي - وهو في "مصنف ابن أبي شيبة" 9/ 62. وأخرجه الشافعي في "مسنده" 1/ 17، والحميدي (1165)، وأحمد (10130)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (135)، وابن حبان (6254) من طرق عن محمد ابن عمرو، به. وفي الباب عن عبد الله بن عمرو بن العاص عند البخاري (3461)، وأحمد (6486)، والترمذي (2860) و(2861). وعن أبي سعيد الخدري عند أحمد (11424)، والنسائي في "الكبرى" (5817)، وأبي يعلى (1209).

3663 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي حَسَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُنَا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ حَتَّى يُصْبِحَ مَا يَقُومُ إِلَّا إِلَى عُظْمِ صَلَاةٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بنی اسرائیل کے بارے میں بتارہے تھے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرض نماز کے لیے اٹھے''۔

اسرائیلیات کے حکم کا بیان

اس سلسلہ میں تقریباً علمائے امت نے ایک ہی جواب دیا، الفاظ وتعبیرات اگرچہ مختلف ہیں؛ لیکن حکم ایک ہی ہے، آگے ہم مختلف علماء کرام کی تحریریں پیش کریں گے، علامہ ابن کثیر رقمطراز ہیں کہ

(۱) پہلی قسم وہ اسرائیلیات ہیں جن کی تصدیق دوسرے خارجی دلائل سے ہوچکی ہے مثلاً: فرعون کا غرق ہونا وغیرہ، ایسی روایات اسی لیے قابلِ اعتبار ہیں کہ قرآن کریم یا صحیح احادیث نے ان کی تصدیق کردی ہے۔

(۲) دوسری قسم وہ اسرائیلیات ہیں جن کا جھوٹ ہونا خارجی دلائل سے ثابت ہوچکا ہے، مثلاً: یہ کہانی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام آخر عمر میں (معاذ اللہ) بت پرستی میں مبتلا ہوگئے تھے یہ روایت اس لیے قطعاً باطل ہے کہ قرآن کریم نے صراحۃً اس کی تردید فرمائی ہے۔

(۳) تیسری قسم ان اسرائیلیات کی ہے جن کے بارے میں خارجی دلائل سے نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ سچی ہیں اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹ ہیں، مثلاً تورات کے احکام وغیرہ ایسی اسرائیلیات کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا تصدقوها ولا تكذبوها"۔

اس قسم کی روایات کو بیان کرنا تو جائز ہے؛ لیکن ان پر نہ کسی دینی مسئلہ کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے نہ ان کی تصدیق یا تکذیب کی جاسکتی ہے اور اس قسم کی روایات کو بیان کرنے کا کوئی خاص فائدہ بھی نہیں۔ (علوم القرآن: ۳۶۴)

یہی بات علامہ محمد حسینی ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہی ہے۔ (التفسیر والمفسرون للذھبی، باب ثانیا: الاسرائیلیات: ۴/ ۱۴)

مسند الہند حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۱۷۶) نے نہایت اختصار کے ساتھ مگر جامع بات لکھی ہے کہ تفسیر میں اسرائیلی روایتوں کو بیان کرنا دراصل یہ بھی ایک سازش ہے جبکہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ ان کی تکذیب کرو؛ لہٰذا اس قاعدہ کی بنیاد پر دو باتیں نہایت ضروری ہیں:

3663- إسناده صحيح. أبو حسان: هو مسلم بن عبد الله الأعرج، ومعاذ: هو ابن هشام بن أبي عبد الله الدستوائي. وأخرجه أحمد (19922)، وابن خزيمة (1342)، وابن حبان (6255) من طريقين عن قتادة، به. وأخرجه أحمد (19921)، والبزار في "مسنده" (3596)، وابن خزيمة (1342)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (137)، والطبراني في "الكبير" /18 (510)، وابن عدي في "الكامل" 6/ 2221، والحاكم 2/ 379

(۱) جب حدیث میں قرآن کریم کے اشارہ کی تفصیل موجود ہو تو اسرائیلی روایات کو تفسیر میں نقل نہیں کرنا چاہئے۔
(۲) قرآن کریم میں جس واقعہ کی طرف اشارہ آیا ہو اس کی تفصیل ضرورت کے بقدر ہی بیان کرنی چاہئے تاکہ قرآن کریم کی گواہی سے اس کی تصدیق ہو کیونکہ یہ بھی قاعدہ ہے کہ ضروری بات بقدر ضرورت مانی جاتی ہے۔ (الفوز الکبیر مع شرح الخیر الکثیر: ۵۳۰)

بَابٌ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ لِغَيْرِ اللهِ تَعَالَى

باب: غیر اللہ کے لیے علم کے حصول (کی مذمت)

3664 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ أَبِي طُوَالَةَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِي رِيحَهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"جو شخص کوئی ایسا علم حاصل کرے، جسے اللہ کی رضا اور رسول کے لیے حاصل کیا جاتا ہے، لیکن وہ شخص اس کے ذریعے صرف کوئی دنیاوی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہو، تو ایسا شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا"۔

بَابٌ فِي الْقَصَصِ

باب: وعظ کہنا

3665 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْخَوَّاصُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَقُصُّ إِلَّا أَمِيرٌ، أَوْ مَأْمُورٌ، أَوْ مُخْتَالٌ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

3664- حديث صحيح لغيره, فليح - وهو ابن سليمان - وإن تكلم فيه, يعتبر به في المتابعات والشواهد, وباقي رجاله ثقات. وقد سكت عبد الحق الإشبيلي عن هذا الحديث مصححاً له. وهو في "مصنف ابن أبي شيبة" 731 /8, وعنه ابن ماجه (252). وهو في "مسند أحمد" (8457), و "صحيح ابن حبان" (78). ويشهد له حديث عبد الله بن عمر عند الترمذي (2846), وابن ماجه (258), والنسائي في "الكبرى" (5879).

3665- وأخرجه ابن قانع في "معجم الصحابة" 305 /2, والطبراني في "الكبير" 18/ (121). وفي "الشاميين" (61) و (855) من طريق ابراهيم بن أبي عبلة, عن يحيى بن أبي عمرو السيباني, عن عوف بن مالك. وأخرجه عبد الله بن وهب في "جامعه" (565), وأحمد (23974), والبخاري في "تاريخه" "الكبير", تعليقاً 266 /3, والطبراني "الكبير" 18/ (114), من طريق أزهر بن سعيد, عن ذي الكلاع, عن عوف بن مالك. وهذا إسناد حسن. وأخرجه أحمد (24005), وعمر بن شبة في "تاريخ المدينة" 8 /1, والبزار في "مسنده" (2762), والطبراني في "الكبير" 18/ (100)

''وعظ صرف حکمران کرے، یا جسے مقرر کیا گیا ہو وہ کرے، یا بڑائی کا اظہار کرنے والا کرے''۔

3666 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ بَشِيرٍ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: جَلَسْتُ فِي عِصَابَةٍ مِنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَإِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِنَ الْعُرْيِ، وَقَارِئٌ يَقْرَأُ عَلَيْنَا إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ، فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ؟ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ كَانَ قَارِئٌ لَنَا يَقْرَأُ عَلَيْنَا، فَكُنَّا نَسْتَمِعُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ أُمِرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ قَالَ: فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهِ فِينَا، ثُمَّ قَالَ: بِيَدِهِ هَكَذَا، فَتَحَلَّقُوا وَبَرَزَتْ وُجُوهُهُمْ لَهُ قَالَ: فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَ مِنْهُمْ أَحَدًا غَيْرِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَذَاكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں کچھ غریب مہاجرین کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے مناسب کپڑے نہ ہوئے کی وجہ سے ایک دوسرے کی اوٹ لی ہوئی تھی اور ایک تلاوت کرنے والا، ان کے سامنے قرآن پڑھ رہا تھا، اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کھڑے ہوئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو قرأت کرنے والا خاموش ہوگیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ایک قاری ہمارے سامنے قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، ہم اس سے اللہ کی کتاب کو سن رہے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہر طرح کی حمد وثناء، اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کیے ہیں، جن کے بارے میں مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے ساتھ رہوں''۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے، یوں کہ اپنے آپ کو، ہم میں شامل کرلیں، پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک کے ذریعے اس طرح اشارہ کیا، تو لوگوں نے حلقہ بنالیا اور ان سب کے چہرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میرے خیال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے علاوہ اور کسی (انصاری) کو ان میں شمار نہیں کیا ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے غریب مہاجرین! تم قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری حاصل کرو، تم خوشحال لوگوں سے نصف دن پہلے، جنت میں داخل ہوگے، وہ نصف دن پانچ سو سال کا ہوگا''۔

3667 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي عَبْدُ السَّلَامِ يَعْنِي ابْنَ مُطَهَّرٍ أَبُو ظَفَرٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ

مَلِكِ الْعَبْدِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللهَ تَعَالَى مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَةً مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَلَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللهَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَةً

⊙⊙ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر صبح کی نماز سے لے کر سورج نکلنے تک ذکر کرتا رہوں، یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار لوگوں کو آزاد کروں اور میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر صبح کی نماز سے لے کر سورج غروب ہونے تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں، یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں چار غلام آزاد کروں''

3668 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ عَلَيَّ سُورَةَ النِّسَاءِ قَالَ: قُلْتُ: أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ، قَالَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي، قَالَ: فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ حَتَّى إِذَا انْتَهَيْتُ إِلَى قَوْلِهِ (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ) (النساء: 41) الْآيَةَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا عَيْنَاهُ تَهْمِلَانِ

⊙⊙ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے سورہ نساء کی تلاوت کرو، میں نے عرض کی: کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت کروں؟ جبکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اِسے، اپنے علاوہ کسی اور کی زبان سے سنوں، راوی کہتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت شروع کی، یہاں تک کہ جب میں اس مقام تک پہنچا۔

''اس وقت کیا عالم ہوگا؟ جب ہم ہر امت میں سے، ایک گواہ کو لے کر آئیں گے''

میں نے اپنا سر اٹھایا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

تمام نبیوں کے صدق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا، اللہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا یعنی کافر کو جو عذاب دے گا وہ ظلم نہیں ہوگا' اور مومنوں کو بشارت دی تھی کہ ان کی نیکیوں کے اجر کو بڑھا دے گا' اب اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہ جزا اور سزا نبیوں اور رسولوں کی گواہی پر مترتب ہوگی جس کے خلاف وہ گواہی دیں گے اس کو سزا ملے گی اور جس کے حق میں گواہی دیں گے اس کو اجر وثواب بیش از بیش ملے

3667-إسناده حسن من أجل موسى بن خلف العمي، فهو صدوق حسن الحديث. وأخرجه الطبراني في "الدعاء" (1878) والبيهقي في "شعب الإيمان" (561) من طريقين عن موسى بن خلف، به. وأخرجه البيهقي في "السنن الكبرى" 8/ 79، وفي "شعب الإيمان" (562)

3668-إسناده صحيح. عبدالله: هو ابن مسعود، وعبيدة: هو ابن عمرو السلماني، وإبراهيم: هو ابن يزيد النخعي، والأعمش: هو سليمان بن مهران. وأخرجه البخاري (4582) و (5055)، ومسلم (800)، والترمذي (3273) و (3274)، والنسائي في "الكبرى" (8521) و (8024) و (8025) و (11039)

گا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے قرآن پڑھو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ آپ پر تو خود قرآن مجید نازل ہوا ہے' آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میں کسی اور سے قرآن سنوں' میں نے سورۃ النساء پڑھی جب میں آیت پر پہنچا (آیت) ''فکیف اذا جئنا من کل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا (النساء:۴۱)

میں نے سر اٹھا کر دیکھا یا کسی نے میرے پہلو میں ٹھوکا دیا اور میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۰۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا خوف خدا کے غلبہ سے تھا کیونکہ اس سے پہلی آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کسی پر ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں فرمائیگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دینے کا معنی یہ ہے کہ آپ انبیاء صادقین علیہم السلام کے صدق پر گواہی دیں گے' یا انبیاء سابقین کی تقویت کے لئے ان کی امت کے کافروں کے خلاف شہادت دیں گے' اور اس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم فضیلت ہے کیونکہ تمام نبیوں اور رسولوں کی شہادت آپ کی شہادت سے مانی جائے گی۔

كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ

کتاب: مشروبات کے بارے میں روایات

بَابٌ فِي تَحْرِيمِ الْخَمْرِ

باب: شراب کا حرام ہونا

3669 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ، حَدَّثَنِي الشَّعْبِيُّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ يَوْمَ نَزَلَ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ: مِنَ الْعِنَبِ، وَالتَّمْرِ، وَالْعَسَلِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالْخَمْرُ، مَا خَامَرَ الْعَقْلَ، وَثَلَاثٌ وَدِدْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُفَارِقْنَا حَتَّى يَعْهَدَ إِلَيْنَا فِيهِنَّ عَهْدًا نَنْتَهِي إِلَيْهِ: الْجَدُّ، وَالْكَلَالَةُ، وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا، تو اس وقت یہ پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی، انگور، کھجور، گندم اور جو، جبکہ خمر سے مراد وہ چیز ہے، جو عقل پر پردہ ڈال دے۔

تین چیزیں ایسی ہیں، جن کے بارے میں میری ہر خواہش تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا ہونے سے پہلے ان کے بارے میں بھرپور وضاحت کر دیتے، (وراثت) میں (دادا کا حصہ) کلالہ کا حکم اور سود سے متعلق کچھ مسائل۔

3670 - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ قَالَ عُمَرُ: اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً، فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ (يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ) (البقرة: 219) الْآيَةَ. قَالَ: فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً، فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي النِّسَاءِ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى) (النساء: 43) فَكَانَ مُنَادِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ يُنَادِي: أَلَا لَا يَقْرَبَنَّ الصَّلَاةَ سَكْرَانُ، فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ

3669-إسناده صحيح. أبو حيان: هو يحيى بن سعيد بن حيان. وأخرجه البخاري (5588)، ومسلم (3032) من طريق أبي حيان، بهذا الإسناد. وأخرجه مختصراً بذكر الخمر البخاري (4619)، والترمذي (1982)، والنسائي (5578) و (5579) من طريق أبي حيان، والبخاري (5589) م

3670-إسناده صحيح. عمرو: هو ابن شرحبيل الهمداني، وقد أثبت البخاري وأبو حاتم سماعه من عمر، وأبو إسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، وإسرائيل: هو ابن يونس بن أبي إسحاق. وأخرجه الترمذي (3301) من طريق محمد بن يوسف، والنسائي (5540) من طريق عبيد الله بن موسى.

بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شِفَاءً. فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ) (المائدة: 91) قَالَ عُمَرُ: انْتَهَيْنَا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی:

''اے اللہ! شراب کے بارے میں، ہمارے لیے ایسا واضح حکم بیان کر دے، جو شفاء ہو، تو یہ آیت نازل ہوئی جو سورۂ بقرہ میں ہے:

''لوگ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، تو تم فرما دو: ان دونوں میں بڑا گناہ ہے''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی، تو انہوں نے دعا کی۔

''اے اللہ! شراب کے بارے میں، ہمارے لیے ایسا واضح حکم بیان کر دے، جو شفا ہو''

تو یہ آیت نازل ہوئی، جو سورۂ نساء میں ہے:

''اے ایمان والو! نماز کے قریب مت جاؤ، جب تم نشے کی حالت میں ہو''

تو جب نماز قائم ہوتی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی یہ اعلان کرتا تھا: خبردار! کوئی شخص نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا گیا، ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی۔ تو انہوں نے دعا کی:

''اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے ایسا واضح حکم بیان کر دے، جو شفاء ہو تو یہ آیت نازل ہوئی:

''کیا تم باز آنے والے ہو''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہم باز آ گئے۔

3671 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ دَعَاهُ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ فَسَقَاهُمَا قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ، فَأَمَّهُمْ عَلِيٌّ فِي الْمَغْرِبِ فَقَرَأَ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ فَخَلَطَ فِيهَا، فَنَزَلَتْ (لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ) (النساء: 43)

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ایک انصاری نے ان کی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی دعوت کی اور انہیں شراب پلا دی، یہ شراب کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے، مغرب کی نماز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی امامت کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت کی:

''تم فرما دو: اے کافرو!'' اس آیت کی تلاوت میں ان سے غلطی ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

''تم لوگ نماز کے قریب نہ جاؤ، جبکہ تم نشے کی حالت میں ہو، جب تک کہ تمہیں پتا نہیں چلتا کہ تم کیا پڑھ رہے ہو''۔

3671- إسناده صحيح، ورواية سفيان -وهو الثوري- عن عطاء بن السائب قبل اختلاطه. يحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسدد: هو ابن مسرهد. وأخرجه الترمذي (3275)، والنسائي في "الكبرى" كما في "تحفة الأشراف" 7/ 402 من طريقين عن عطاء بن السائب به. قال الترمذي: حديث حسن غريب صحيح.

3672 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: قَالَ: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى) (النساء: 43) وَ (يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ) (البقرة: 219) نَسَخَتْهُمَا الَّتِي فِي الْمَائِدَةِ (إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ) (المائدة: 90) الْآيَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو، تو نماز کے قریب نہ جاؤ''

(ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''لوگ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، تم یہ فرمادو! ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدہ بھی ہے''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں) ان دونوں آیتوں کو، سورۂ مائدہ میں موجود اس آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''بے شک شراب، جوا، بت''

حدیث میں بیان کردہ آیت کی تفسیر اور حکم شراب کا بیان

مسئلہ نمبر: (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''یایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکری''۔ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب کے ساتھ مومنین کو خاص فرمایا، کیونکہ وہ نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے شراب پی تھی اور اس نے ان کے ذہنوں کو ختم کر دیا تھا پس وہ اس خطاب سے خاص کیے گئے، کیونکہ کفار تو نہ ہوش میں نماز پڑھتے تھے، نہ حالت نشہ میں، ابوداؤد نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا ہے فرمایا: جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم بیان فرما، تو سورۂ بقرہ کی آیت (آیت) ''یسئلونك عن الخمر والمیسر''۔ (بقرہ: ۲۱۹) نازل ہوئی، فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا ان پر یہ آیت پڑھی گئی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ ہمارے لیے شراب کے متعلق واضح حکم بیان فرما، تو سورۂ نساء کی آیت (آیت) ''یایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکری''۔ نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی ندا دیتا تھا جب نماز کھڑی ہوتی تھی کہ خبردار کوئی نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت پڑھی گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ ہمارے لیے شراب کے متعلق کوئی شافی حکم بیان فرما، تو یہ آیت نازل ہوئی (آیت) ''فھل انتم منتھون''۔ (المائدہ) حضرت عمر رضی اللہ

3672- صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل علي بن حسين - وهو ابن واقد المروزي- يزيد النحوي: هو ابن أبي سعيد، وأحمد بن محمد المروزي: هو ابن ثابت بن عثمان الخزاعي. وأخرجه البيهقي 8/ 285، وابن الجوزي في "نواسخ القرآن" ص 279 من طريق علي بن حسين بن واقد بهذا الإسناد

عنہ نے کہا: ہم رک گئے۔

(جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن باب ومن سورۃ المائدہ، حدیث نمبر ۲۹۷۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مسند امام احمد، حدیث نمبر ۳۷۸)

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگ زمانہ جاہلیت کے امر پر تھے حتیٰ کہ انہیں کسی کا حکم دیا گیا یا منع کیا گیا، وہ ابتدائے اسلام میں شراب پیتے تھے حتیٰ کہ (آیت) "یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس"۔ (بقرہ:۲۱۹) کا ارشاد نازل ہوا، لوگوں نے کہا: ہم منفعت کے لیے پیتے ہیں گناہ کے لیے نہیں پیتے، پھر ایک شخص نے شراب پی اور آگے بڑھ کر نماز پڑھانے لگا اس نے "قل یایها الکافرون اعبد ما تعبدون"۔ پڑھ دیا تو یہ آیت نازل ہوئی (آیت) "یایها الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکری"۔ لوگوں نے کہا: عین نماز کے علاوہ وقت میں ہم پئیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ ہم پر شراب کے بارے شافی بیان فرما، تو (آیت) "انما یرید الشیطن"۔ (المائدہ:۹۱) کا ارشاد نازل ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "انتهینا انتهینا"۔ ہم رک گئے، ہم رک گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے چکر لگایا اور کہا: خبردار شراب حرام کی گئی ہے۔

ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا ہمارے لیے حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کھانا تیار کیا ہمیں بلایا اور ہمیں شراب پلائی، شراب نے ہمیں مدہوش کر دیا، نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے مجھے آگے کیا، میں نے پڑھا (آیت) "قل یایها الکفرون لا اعبد ما تبدون"۔ ونحن نعبد ما تعبدون۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (آیت) "یایها الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکری"۔ (جامع ترمذی کتاب التفسیر جلد ۲، صفحہ ۱۲۷)

ابوعیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس آیت کا ماقبل سے اتصال کی وجہ اور مقابل سے ترتیب کی وجہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا: (آیت) "واعبدوا اللہ ولا تشرکوا به شیئا"۔ پھر ایمان کے بعد نماز کا ذکر فرمایا: جو عبادت کی اصل ہے اسی وجہ سے نماز کو تارک کو قتل کیا جاتا ہے، اور اس کا فرض ساقط نہیں ہوتا، کلام اس کی شروط میں جاری ہوئی جن کے بغیر یہ صحیح نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر: (۲) جمہور علماء اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ سکر سے مراد شراب کا نشہ ہے مگر ضحاک رضی اللہ عنہ نے کہا: سکر سے مراد نیند کا نشہ اور غلبہ کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا نعس احدکم فی الصلاۃ فلیرقد حتی یذهب عنه النوم فانه لا یدری لعله یستغفر و فیسب نفسه"۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضو، جلد ۱ صفحہ ۳۴) جب تم میں سے نماز میں کسی پر نیند کا غلبہ ہو جائے تو اسے سو جانا چاہیے کہ اس سے نیند کا غلبہ دور ہو جائے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ تو استغفار کرنا چاہتا ہو اور وہ اپنے نفس کو (نیند کے غلبہ کی وجہ سے) گالی دے رہا ہو، عبیدہ سلیمانی نے کہا: (آیت) "وانتم سکری"۔ کا مطلب ہے جب تم پیشاب کو روکے ہوئے ہو، کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی پیشاب روک کر نماز نہ پڑھے"۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ، صفحہ ۴۸) ایک روایت میں "جبکہ وہ اپنی رانوں کو ملائے ہوئے ہو"۔ (موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، کتاب قصر الصلوۃ فی سفر، صفحہ ۱۴۴)

میں کہتا ہوں: ضحاک رضی اللہ عنہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہ کا قول صحیح ہے، کیونکہ نماز سے مطلوب دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف

متوجہ ہوتا ہے اور غیر اللہ کی طرف التفات کو ترک کرنا ہے اور نیند، حقنہ اور بھوک میں جو اس کی توجہ کو مشغول کرتی ہے اور اس کے دل کو اللہ تعالیٰ سے جدا کرتی ہے اور حالت کو تبدیل کرتی ہے اس سے خالی ہونا ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب شام کو کھانا حاضر ہو اور نماز بھی کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا کھاؤ''۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد، جلد ۱، صفحہ ۲۰۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر تشویش پیدا کرنے والی چیز کے زوال کی رعایت فرمائی ہے۔

جس سے دل متعلق ہوتا ہے حتی کہ وہ اپنے رب کی عبادت کی طرف خالص دل کے ساتھ متوجہ ہو اور نماز میں خشوع کرے، اس آیت میں یہ ارشاد (آیت) ''قد افلح المؤمنون، الذین هم فی صلاتهم خشعون''۔ (المؤمنون) بھی داخل ہے۔ اس کا بیان آگے آئے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''یایها الذین امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکری''۔ سورۃ مائدہ کی آیت ''اذا قمتم الی الصلوة فاغسلوا''۔ (مائدہ: ۶) کے ساتھ منسوخ ہے، اس قول پر انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھیں پھر انہیں ہر حال میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، یہ تحریم سے پہلے ہے، مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا: شراب کی تحریم کے ساتھ منسوخ ہوگئی، اسی طرح عکرمہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث کی وجہ سے باب میں یہی صحیح ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: نماز کھڑی ہوگئی۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا دی: نشہ والا شخص نماز کے قریب نہ جائے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الاشربہ جلد ۲، صفحہ ۱۶۱) یہ نحاس نے ذکر فرمایا ہے، ضحاک رضی اللہ عنہ اور عبیدہ کے قول پر یہ آیت محکمہ ہے، اس میں نسخ نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر: (۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''لا تقربوا'' جب کہا جاتا ہے: لا تقرب (راء کے فتحہ کے ساتھ) تو اس کا معنی ہوتا ہے یہ فعل نہ کر اور جب راء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو معنی ہوتا ہے فعل کے قریب نہ جا، یہ حکم تمام امت کے غیر مدہوش لوگوں کے لیے ہے اور رہا نشہ والا، وہ چونکہ نشہ کی وجہ سے عقل ہی نہیں رکھتا تو وہ عقل نہ ہونے کی وجہ سے اس وقت اس کا مخاطب ہی نہیں ہوتا، وہ اس کی پیروی کا مخاطب ہے جو اس پر جو اس پر واجب ہے اور نشہ کے وقت جو احکام اس نے ضائع کیے جن کا وہ نشہ سے پہلے مکلف تھا ان کا کفارہ دینے کے ساتھ مخاطب ہے۔

مسئلہ نمبر: (۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''الصلوة''۔ یہاں ''الصلوة'' سے کیا مراد ہے؟ علماء کا اس میں اختلاف ہے، ایک طائفہ نے کہا: اس سے مراد عبادت معروفہ ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۷ دار الکتب العلمیہ) یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اسی وجہ سے فرمایا: (آیت) ''حتی تعلموا ما تقولون''۔ ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد نماز کی جگہیں ہیں، یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''حتی تعلموا ما تقولون''۔ ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد نماز کی جگہیں ہیں۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''لهدمت صوامع وبیع وصلوت''۔ (الحج: ۴۰) اس میں نماز کی جگہوں کو صلاۃ کہا گیا ہے اس تاویل پر دلیل یہ قول ہے، (آیت) ''ولا جنبا الا عابری سبیل''۔ یہ تقاضا کرتا ہے کہ جنبی شخص کے لیے مسجد سے گزرنا جائز ہے نہ اس میں نماز جائز ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: (آیت) ''ولا جنبا الا عابری سبیل''۔ سے مراد مسافر ہے

جب وہ پانی نہ پائے تو وہ تیمم کرے اور نماز پڑھے، اس کا بیان آگے آئے گا، ایک جماعت نے کہا: الصلاۃ سے نماز اور نماز کی جگہیں دونوں مراد ہیں، کیونکہ وہ مسجد میں نہیں آتے تھے مگر نماز کے لیے اور وہ نماز نہیں پڑھتے تھے مگر اکٹھے ہو کر اور وہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۵) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "وانتم سکری" ۔ یہ مبتدا خبر ہیں اور "تقربوا" سے حال ہے، سکری، سکران کی جمع ہے جیسے کسلان کی جمع کسالی ہے، نخعی نے سکری سین کے فتح کے ساتھ فعلی کے وزن پر پڑھا ہے، یہ سکران کی جمع مکسر ہے سکری پر اس کی جمع مکسر بنائی گئی، کیونکہ سکر ایک آفت ہے جو عقل کو لاحق ہوتی ہے پس یہ صرعی کے قائم مقام جاری ہوا اور اس کے باب پر جاری ہوا۔ اعمش نے اسے حبلی کے وزن پر سکری پڑھا ہے اور یہ صفت مفردہ ہے اور جمع کی خبر صفت مفردہ جائز ہے جس طرح جمع کے متعلق خبر واحد کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

السکر یہ صحو کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: سکر یسکر سکرا" ۔ یہ باب حمد یحمد سے ہے، سکرت عین تسکر" ۔ یعنی اس کی آنکھ حیران ہوئی، اسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔: (آیت) "انما سکرت ابصارنا" ۔ (الحجر: ۱۵) سکرت الشق کا مطلب ہے میں نے اسے بند کر دیا۔

پس نشہ والا شخص اس سے رک جاتا ہے جو عقل کی وجہ سے اس پر ثابت ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر: (٦) اس آیت میں دلیل ہے بلکہ نص ہے کہ ابتداء اسلام میں شراب کا پینا، حلال تھا حتی کہ وہ پینے والے کو نشہ تک پہنچا دیتا، ایک قوم نے کہا: نشہ عقلا حرام ہے اور کسی دین میں یہ مباح ہے نہیں کیا گیا اور انہیں نے السکر کو اس آیت میں نیند پر محمول کیا ہے قفال نے کہا: یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے لیے شراب مباح کی گئی تھی، کیونکہ یہ طبیعت میں سخاوت، شجاعت اور حمیت پیدا کرتی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہی معنی عربوں کے اشعار میں موجود ہے، حضرت حسان نے کہا:

ونشربها فتتركنا ملوكا:

ہم شراب پیتے ہیں یہ ہمیں بادشاہ بنا دیتی ہے۔ ہم نے اس معنی کا ارشاہ سورۃ بقرہ میں کیا تھا، قفال نے کہا: جب وہ شراب جو عقل کو زائل کر دے حتی کہ پینے والا جنون اور غشی کی حد کو پہنچ جائے تو قصدا اس کا پینا مباح نہیں کیا گیا اور اگر بغیر قصد کے اس حد تک پہنچ جائے تو وہ معاف ہے۔ میں کہتا ہوں: یہ صحیح ہے، اس کا بیان سورۃ المائدہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو مسلمان نماز کے اوقات میں شراب سے اجتناب کرتے تھے اور جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو پھر شراب پیتے وہ ہمیشہ اسی معمول پر رہے حتی کہ سورۃ مائدہ میں شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ (آیت) "فھل انتم منتھون" ۔ (المائدہ) (تفسیر قرطبی، سورۂ نساء، لاہور)

3673 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ

3673- إسناده صحيح. ثابت: هو ابن أسلم البناني. وأخرجه البخاري (2464) و (4620)، ومسلم (1980) من طريق حماد بن زيد به.

حَيْثُ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ، وَمَا شَرَابُنَا يَوْمَئِذٍ إِلَّا الْفَضِيخُ، فَدَخَلَ عَلَيْنَا رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ، وَنَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْنَا: هَذَا مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس وقت شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا، میں اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا، ان دونوں ہماری شراب فضیح (کچی کھجور سے بنی ہوئی شراب) ہوتی تھی، ایک شخص ہمارے پاس آیا اور بولا: شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اس کا اعلان کر دیا، تو ہم نے کہا: یہ اللہ کے رسول کا منادی ہے۔

بَابُ الْعِنَبِ يُعْصَرُ لِلْخَمْرِ

باب: شراب بنانے کے لیے انگور کو نچوڑنا

3674- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ، مَوْلَاهُمْ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْغَافِقِيِّ، أَنَّهُمَا سَمِعَا ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ اللَّهُ الْخَمْرَ، وَشَارِبَهَا، وَسَاقِيَهَا، وَبَائِعَهَا، وَمُبْتَاعَهَا، وَعَاصِرَهَا، وَمُعْتَصِرَهَا، وَحَامِلَهَا، وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے شراب پر، اسے پینے والے پر، اسے پلانے والے پر، اسے فروخت کرنے والے پر، اس کو خریدنے والے پر، اس کو نچوڑنے والے پر، اس کو نچڑوانے والے پر، اسے اٹھا کر لے جانے والے پر اور جس کی طرف اسے اٹھا کے لے جایا جا رہا ہو، (ان سب پر) لعنت کی ہے''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَمْرِ تُخَلَّلُ

باب: شراب کو سرکہ بنانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

3675- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ أَبِي هُبَيْرَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ

3674- حديث صحيح بطرقه وشواهده كما هو مبين في التعليق على" مسند أحمد "(4787)، وهذا إسناد حسن. وأخرجه ابن ماجه (3380) من طريق وكيع بن الجراح، بهذا الإسناد. ويشهد له حديث ابن عباس عند أحمد (2897) وغيره، وسنده حسن. وحديث أنس بن مالك عند الترمذي (1295) وابن ماجه (3381) ورواته ثقات.

3675- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل السُّدي -وهو إسماعيل بن عبد الرحمن- سفيان: هو الثوري. وأخرجه مسلم (1983)، والترمذي (1340) من طريق سفيان الثوري، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند أحمد "(12189). وأخرجه أحمد (13732)

حدیث ... أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَيْتَامٍ وَرِثُوا خَمْرًا، قَالَ: أَهْرِقْهَا قَالَ: أَفَلَا أَجْعَلُهَا خَلًّا، قَالَ: لَا

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان یتیم بچوں کے بارے میں دریافت کیا جنہیں وراثت میں شراب ملی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے بہادو۔ حضرت ابوطلحہ نے عرض کی: کیا میں اس کا سرکہ نہ بنالوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کو حضرت جعفر کے محبوب ہونے کی وجہ

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں ان کی چار خصلتیں اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو جعفر طیار کی چار خصلتیں پسند ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا انہوں نے عرض کیا (وہ چار خصلتیں یہ ہیں)

(۱) میں نے شراب کبھی نہیں پی یعنی حکم حرمت سے پہلے بھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جانتا تھا کہ اس سے عقل زائل ہوتی ہے اور میں چاہتا تھا کہ عقل اور بھی تیز ہو۔

(۲) دوسری خصلت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی میں نے کبھی کسی بت کی پوجا نہیں کی کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر۔

(۳) تیسری خصلت یہ ہے کہ میں کبھی بھی زنا میں مبتلاء نہ ہوا کہ اس کو بے غیرتی سمجھتا تھا۔

(۴) چوتھی خصلت یہ ہے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کیونکہ میں اس کو کمینہ پن خیال کرتا تھا۔

(تفسیر روح البیان، البقرہ، ۲۱۹، از علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ)(۲) خزائن العرفان، البقرہ ۲۱۹، از صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ)

حضرت علی کا تقویٰ اور شراب سے نفرت

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر شراب کا ایک قطرہ کنوئیں میں گر جائے پھر اس جگہ منارہ بنایا جائے تو میں اس پر اذان نہ کہوں گا۔

اور اگر دریا میں شراب کا قطرہ پڑے پھر دریا خشک ہو اور وہاں گھاس پیدا ہو اس میں اپنے جانوروں کو کبھی بھی نہ چراؤں۔

(تفسیر روح البیان، البقرہ، ۲۱۹، از علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ)(۲) خزائن العرفان، البقرہ ۲۱۹، از صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ)

سبحان اللہ! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شراب کو کس قدر نفرت تھی۔ اور کتنے اعلیٰ تقوے پر فائز تھے اور اگر کوئی آج کا خارجی، وہابی، دیوبندی یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شراب پی کر نماز پڑھائی تو یہ بات کیسے مانی جاسکتی ہے؟

دس شرابی زمین میں دھنس گئے

روض الافکار میں کسی نیک بخت کا بیان ہے کہ میں نے چاندنی رات میں دس آدمیوں کو شراب پیتے ہوئے دیکھا جب وہ چلتے چلتے مسجد کے قریب پہنچے تو کہنے لگے آئیں نماز ادا کریں۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر اپنی دائیں طرف والوں سے کہا قریب ہوجاؤ۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نہ فرمائے۔

بائیں طرف والوں سے مخاطب ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر راضی نہ ہو پھر نماز کی نیت باندھ کر نماز ادا کرنے لگے۔ بعد از فاتحہ یہ آیت تلاوت کی گئی۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللهُ وَمَنْ مَّعِيَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ۔

تم فرما۔ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمائے۔ تو وہ کون سا ہے جو کافروں کو دکھ کے عذاب سے بچالے گا۔

تو تم کیا کر سکو گے۔ پھر وہ نیک بخت کہنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ زمین پھٹ گئی اور وہ زمین کے اندر دھنس گئے یہاں تک کہ ان کا نشان تک باقی نہ رہا۔ (زینت المحافل، ترجمہ نزہۃ المجالس ج ۲، ص ۱۶۷، شبیر برادرز، لاہور)

بَابُ الْخَمْرِ مِمَّا هُوَ

باب: شراب کون سی چیزوں سے بنتی ہے؟

3676 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنَ الْعِنَبِ خَمْرًا، وَإِنَّ مِنَ التَّمْرِ خَمْرًا، وَإِنَّ مِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا، وَإِنَّ مِنَ الْبُرِّ خَمْرًا، وَإِنَّ مِنَ الشَّعِيرِ خَمْرًا

⊛⊛ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"بے شک انگور سے شراب بنتی ہے، کھجور سے شراب بنتی ہے، شہد سے شراب بنتی ہے، گندم سے شراب بنتی ہے اور جو سے شراب بنتی ہے"۔

3677 - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ أَبُو غَسَّانَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى الْفُضَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي حَرِيزٍ، أَنَّ عَامِرًا، حَدَّثَهُ أَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْخَمْرَ مِنَ الْعَصِيرِ، وَالزَّبِيبِ، وَالتَّمْرِ، وَالْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالذُّرَةِ، وَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ

⊛⊛ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے:

3676- صحيح من قول عمر بن الخطاب كما سلف برقم (3669)، وهذا إسناد اختلف فيه على الشعبي - وهو عامر بن شراحيل - فقد رواه عدد كرواية إبراهيم بن مهاجر - وفيه ضعف - وكلهم ضعاف، فقالوا: عن النعمان بن بشير مرفوعاً كما في الطريق الآتي بعده، وخالفهم أبو حيان يحيى بن سعيد التيمي الثقة وغيره كما سلف عند المصنف برقم (3669). فرووه عن الشعبي من قول عمر موقوفاً عليه، وقال المزي في التحفة: 24/ 9 وهو المحفوظ. وأخرجه الترمذي (1985) و (1981) من طريق إسرائيل، والنسائي في "الكبرى" (6756)

3677- صحيح من قول عمر بن الخطاب كسابقه، وهذا إسناد اختلف فيه عن الشعبي، وأبو حريز - وهو عبد الله بن حسين الأزدي - وإن تابعه غيره من الضعاف، خالفهم من هم أوثق منهم كما في الطريق السالف برقم (3669). عامر: هو الشعبي. وهو في "صحيح ابن حبان" (5398)

''خمر انگور، کشمش، کھجور، گندم، جو اور مکئی سے بنائی جاتی ہے اور میں تمہیں ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں''۔

3678 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ النَّخْلَةِ، وَالْعِنَبَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اسْمُ أَبِي كَثِيرٍ الْغُبَرِيِّ يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غُفَيْلَةَ السُّحَيْمِيِّ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: أُذَيْنَةُ وَالصَّوَابُ غُفَيْلَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''خمر ان دو درختوں سے بنتی ہے، کھجور اور انگور''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوکثیر عنبری کا نام یزید بن عبدالرحمن بن غفیلہ ہے، جبکہ بعض حضرات نے ''اذینہ'' نقل کیا ہے، جبکہ درست لفظ غفیلہ ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسْكِرِ

باب: نشے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

3679 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے، جو شخص ایسی حالت میں مرجائے کہ وہ باقاعدگی سے شراب پیتا ہو، تو وہ آخرت (میں جنت کا مشروب) نہیں پی سکے گا''۔

3680 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُمَرَ الصَّنْعَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ

3678-إسناده صحيح. يحيى: هو ابن أبي كثير، وأبان: هو ابن يزيد العطار. وأخرجه مسلم (1985)، وابن ماجه (3378)، والترمذي (1983)، والنسائي (5572) و (5573) من طرق عن أبي كثير، به. وهو في "مسند أحمد" (7753)، و"صحيح ابن حبان" (5344).

3679-إسناده صحيح. نافع: هو مولى ابن عمر، وأيوب: هو ابن أبي تميمة السختياني. وأخرجه البخاري (5575)، ومسلم (2003)، وابن ماجه (3373)، والترمذي (1969)، والنسائي (5586 - 5582) و (5671) و (5673) و (5674) من طرق عن ابن عمر. واقتصر البخاري وابن ماجه والنسائي في المواضع الثلاثة الأخيرة على حرمان مدمن الخمر من خمر الآخرة، واقتصر مسلم والنسائي في بعض المواضع عندهما على ذكر تحريم كل مسكر. وأخرجه ابن ماجه (3390)، والترمذي (1972)، والنسائي (5587) و (5588) و (5701) من طريق أبي سلمة، والنسائي (5605) من طريق طاووس، كلاهما عن ابن عمر. واقتصرا على ذكر تحريم كل مسكر. وأخرجه النسائي (5700) من طريق سالم بن عبد الله بن عمر، عن أبيه رفعه: "حرم الله الخمر، وكل مسكر حرام". وهو في "مسند أحمد" (4645)، و"صحيح ابن حبان"، (5354) و (5366) و (5368).

النُّعْمَانَ بْنَ أَبِي شَيْبَةَ، يَقُولُ: عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ مُخَمِّرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَنْ شَرِبَ مُسْكِرًا بُخِسَتْ صَلَاتُهُ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ، فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ، قِيلَ: وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: صَدِيدُ أَهْلِ النَّارِ، وَمَنْ سَقَاهُ صَغِيرًا لَا يَعْرِفُ حَلَالَهُ مِنْ حَرَامِهِ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر وہ چیز جو عقل پر پردہ ڈال دے، وہ خمر ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو شخص نشہ آور چیز پیے گا، چالیس دن تک، اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، اگر وہ توبہ کر لے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرے گا''۔

(تین مرتبہ کرنے کی صورت میں ایسا ہوگا) اگر وہ چوتھی مرتبہ پھر پیے گا، تو اللہ تعالیٰ کے ذمے یہ بات لازم ہے کہ وہ اسے ''طینۃ الخبال'' پلائے، عرض کی گئی: یارسول اللہ! طینۃ الخبال سے کیا مراد ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ جہنمیوں کی پیپ ہے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) جو شخص کسی بچے کو شراب پلائے، جس بچے کو یہ نہ پتا ہو، حلال کیا ہوتا ہے اور حرام کیا ہوتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کے ذمے یہ بات لازم ہے کہ وہ اسے ''طینۃ الخبال'' پلائے۔

3681 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ بَكْرِ بْنِ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ، فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شے کی زیادہ مقدار نشہ کرے، اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے''

3682 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ فَقَالَ: كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ

3680- وأخرجه البيهقي 8/ 288 من طريق أبي داود، بهذا الإسناد. وأخرجه الطبراني في "الكبير" (10927) من طريق وهيب بن خالد، عن عبد الله ابن طاووس عن أبيه، عن ابن عباس رفعه" : كل مسكر حرام" وسنده صحيح. وستأتي هذه القطعة من الحديث ضمن حديث قيس بن حبتر عن ابن عباس برقم (3696) وإسناده صحيح.

3681- صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل داود بن بكر بن أبي الفرات. وأخرجه ابن ماجه (3393) عن عبد الرحمن بن إبراهيم دحيم، عن أنس بن عياض، والترمذي (1973) من طريق إسماعيل بن جعفر، كلاهما (أنس بن عياض وإسماعيل) عن داود بن بكر، به. وقال الترمذي: حديث حسن غريب. وأخرجه ابن حبان (5382) من طريق رزق الله بن موسى، عن أنس بن عياض، عن موسى بن عقبة، عن محمد بن المنكدر، عن جابر. فذكر موسى بن عقبة بدل داود بن بكر. وخالفه دحيم الحافظ عند ابن ماجه كما مضى، وكذلك عمرو بن عثمان ابن سعيد الحمصي - وهو ثقة - عند المزي في "تهذيب الكمال" 8/ 377 في ترجمة داود بن بكر. ورزق الله بن موسى عنده أوهام. وهو في "مسند أحمد" (14703).

حَرَامٌ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: قَرَأْتُ عَلٰى يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ الْجُرْجُسِيِّ، حَدَّثَكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ بِاِسْنَادِهِ، زَادَ: وَالْبِتْعُ نَبِيْذُ الْعَسَلِ، كَانَ اَهْلُ الْيَمَنِ يَشْرَبُوْنَهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَا كَانَ اَثْبَتَهُ مَا كَانَ فِيْهِمْ مِثْلُهُ يَعْنِيْ فِيْ اَهْلِ حِمْصٍ يَعْنِي الْجُرْجُسِيَّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بتع (مخصوص قسم کی شراب) کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: ہر وہ مشروب جونشہ کردے حرام ہے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک اور سند کے ہمراہ یہ روایت منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

بتع، شہد سے بنی ہوئی شراب ہے، جسے اہل یمن پیتے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا: لا الہ الا اللہ یہ کتنا ثبت شخص ہے اور اہل حمص میں کوئی بھی اس کی مانند نہیں ہے، امام احمد کی مراد جرجسی ہے۔

3683 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ اِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ، عَنْ دَيْلَمٍ الْحِمْيَرِيِّ، قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّا بِاَرْضٍ بَارِدَةٍ نُعَالِجُ فِيْهَا عَمَلًا شَدِيْدًا، وَاِنَّا نَتَّخِذُ شَرَابًا مِنْ هٰذَا الْقَمْحِ نَتَقَوّٰى بِهِ عَلٰى اَعْمَالِنَا وَعَلٰى بَرْدِ بِلَادِنَا، قَالَ: هَلْ يُسْكِرُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاجْتَنِبُوْهُ قَالَ: قُلْتُ: فَاِنَّ النَّاسَ غَيْرُ تَارِكِيْهِ، قَالَ: فَاِنْ لَمْ يَتْرُكُوْهُ فَقَاتِلُوْهُمْ

حضرت دیلم حمیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، میں نے عرض کی:

''یارسول اللہ! ہم سرد علاقے میں رہتے ہیں، ہم نے وہاں شدید مشقت کرنی ہوتی ہے، ہم گندم سے ایک مشروب

3682- إسناده صحيح. أبو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري، ومالك: هو ابن أنس. وهو في "موطأ مالك" 2/ 845. وأخرجه البخاري (242)، ومسلم (2001)، وابن ماجه (3386)، والترمذي (1971)، والنسائي (5591 - 5594) من طرق عن ابن شهاب الزهري، به. وأخرجه الترمذي (1974) من طريق القاسم بن محمد، عن عائشة. وهو في "مسند أحمد" (24082)، و"صحيح ابن حبان" (5345) و(5371) و(5383).

3683- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن، ولا تضر عنعنة محمد بن إسحاق، لأنه متابع. وأخرجه ابن سعد في الطبقات الكبرى 5/ 534، وابن أبي شيبة 7/ 459 - 460، وأحمد في "مسنده" (18035)، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" (2683)، والطبراني في "الكبير" (4205)، والبيهقي 8/ 292، وابن الأثير في "أسد الغابة" في ترجمة ديلم بن فيروز 2/ 164، والمزي في ترجمة ديلم الحميري من "تهذيب الكمال" 8/ 504 و505 من طريق محمد بن إسحاق، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن سعد 5/ 533 - 534، وأحمد في "مسنده" (18034) و(18036)، وفي "الأشربة" (209) و(210)، والبخاري في "تاريخه" الكبير" 7/ 136، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" (2684) والطبراني (4204)

بناتے ہیں، جس کے ذریعے ہم اپنے کام میں قوت حاصل کرتے ہیں اور اپنے علاقے کی سردی سے بچتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا وہ نشہ کرتا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو اس سے اجتناب کرو، میں نے عرض کی: لوگ اسے چھوڑ نہیں پائیں گے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ نہیں چھوڑیں گے، تو تم ان سے لڑائی کرنا''

3684 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ مِنَ الْعَسَلِ، فَقَالَ: ذَاكَ الْبِتْعُ قُلْتُ: وَيُنْتَبَذُ مِنَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ، فَقَالَ: ذٰلِكَ الْمِزْرُ ثُمَّ قَالَ: أَخْبِرْ قَوْمَكَ أَنَّ كُلَّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

٭٭ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے شہد سے بنی ہوئی شراب کے بارے میں دریافت کیا، آپ نے فرمایا: یہ بتع ہے، میں نے عرض کی: جو یا مکئی سے جو نبیذ تیار کی جاتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ مزر ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی قوم کو بتا دو، ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

3685 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبَدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ، وَقَالَ: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ ابْنُ سَلَامٍ أَبُو عُبَيْدٍ: الْغُبَيْرَاءُ: السُّكُرْكَةُ تُعْمَلُ مِنَ الذُّرَةِ، شَرَابٌ يَعْمَلُهُ الْحَبَشَةُ

٭٭ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے شراب، جوئے، سارنگی اور غبیراء سے منع کیا ہے، آپ نے فرمایا ہے: ہر نشہ اور چیز حرام ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعبید بن سلام کہتے ہیں: غبیراء سے مراد جو سے بنایا جانے والا ایک نشہ آور مشروب ہے، جسے حبشی استعمال کرتے ہیں۔

3684- حديث صحيح، وهذا إسناد قوي من أجل عاصم بن كليب، فهو صدوق لا بأس به، وهو متابع. وتسمية نوعي النبيذ: البتع والمزر، إنما هو من قول أبي موسى الأشعري لا من قول النبي -صلى الله عليه وسلم-، وقد سأل -صلى الله عليه وسلم- أبا موسى عن تفسيرهما. وأخرجه البخاري (4343) و (6124)، ومسلم بإثر (2001)، وابن ماجه (3391)، والنسائي (5595) من طريق سعيد بن أبي بردة، والنسائي (5596) من طريق أبي إسحاق السبيعي، و (5597) و (5602) من طريق طلحة بن مصرف، و (5604) من طريق أبي إسحاق الشيباني، أربعتهم عن أبو بردة بن أبي موسى، والنسائي (5603) من طريق أبي بكر بن أبي موسى.

3685- وأخرجه يعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ" 518 /2، والبزار (2454)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" 217 /4، والبيهقي 221 /10 من طريق محمد بن إسحاق، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد (6591)، ويعقوب 519 /2، والطبراني في "الكبير - " قطعة من الجزء 13 (20)، والبيهقي 222 - 221 /10، وابن عبد البر في "التمهيد" 248 /1 و 167 /5 من طريق عبد الحميد بن جعفر، وأحمد (6478)

3686 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو الْفُقَيْمِيِّ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفَتِّرٍ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور سست کردینے والی چیز سے منع کیا ہے۔

3687 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ يَعْنِي ابْنَ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ، قَالَ: مُوسَى وَهُوَ عَمْرُو بْنُ سَلْمٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس چیز کا بڑا پیالہ نشہ کرتا ہو، اس کا ایک چلو بھی حرام ہے''

بَابٌ فِي الدَّاذِيِّ

باب: داذی (مخصوص قسم کی) شراب

3688 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ حَاتِمِ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَنْمٍ، فَتَذَاكَرْنَا الطِّلَاءَ، فَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا

مالک بن ابومریم بیان کرتے ہیں: عبدالرحمن بن غنم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم نے طلاء کے (یعنی مخصوص قسم کی شراب) کے بارے میں بات چیت کی، تو انہوں نے بتایا: حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

3686-صحیح لغیرہ دون قولها: ومفتر، فقد عده الحافظ صالح بن محمد البغدادی من تفردات شهر بن حوشب (وهو ضعيف)، لأنه لم يذكر في شيء من الحديث. وعده الحافظ الذهبي في "الميزان" من مناكيره. لكن حسّن إسناده الحافظ ابن حجر في "الفتح" 10/ 44! ونقل المناوی فی "فیض القدیر" 6/ 338 عن الحافظ العراقي أنه صحح إسناده! وأنه احتج به في مجلس حضره أكابر علماء العصر لبحث تحريم الحشيش فأعجب من حضر. وأخرجه ابن أبي شيبة 8/ 103، وأحمد في "مسنده" (26634)، وفي "الأشربة" (4)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" 4/ 216، والطبراني في "الكبير" 23/ (781)، وأبو الشيخ في "طبقات المحدثين بأصبهان" 3/ 122، والبيهقي 8/ 296 من طريق الحسن بن عمرو الفقيمي، بهذا الإسناد.

3688-صحیح لغیرہ، وهذا إسناد ضعيف لجهالة مالك بن أبي مريم، فلم يرو عنه غير حاتم بن حريث، ولم يؤثر توثيقه عن غير ابن حبان، وقال ابن حزم: لا يدرى من هو، وقال الذهبي: لا يعرف. وأخرجه ابن ماجه (4020) من طريق معن بن عيسى، عن معاوية بن صالح، بهذا الإسناد. وزاد: "يعزف على رؤوسهم بالمعازف والمغنيات، يخسف الله بهم الأرض، ويجعل منهم القردة والخنازير." وهو في "مسند أحمد" (22900)، و"صحيح ابن حبان" (6758)

''میری امت کے کچھ لوگ ضرور شراب پئیں گے، وہ اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے''

3689- قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ وَاسِطٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَنْصُورٍ الْحَارِثُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ، وَسُئِلَ عَنِ الدَّاذِيِّ فَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ الدَّاذِيُّ: شَرَابُ الْفَاسِقِينَ

⊛⊛ سفیان ثوری سے ''داذی'' کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''میری امت کے کچھ لوگ ضرور شراب پئیں گے اور وہ اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سفیان ثوری فرماتے ہیں: داذی فاسق لوگوں کا مشروب ہے۔

بَابٌ فِي الْأَوْعِيَةِ

باب: (شراب کے) برتنوں کا بیان

3690- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ حَيَّانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا: نَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالْمُزَفَّتِ، وَالنَّقِيرِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے بارے میں گواہی دے کر یہ بات بیان کرتے ہیں کہ آپ نے دباء، حنتم، مزفت، اور نقیر سے منع کیا ہے''

3691- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَعْلَى يَعْنِي ابْنَ حَكِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ فَخَرَجْتُ فَزِعًا مِنْ قَوْلِهِ حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ فَدَخَلْتُ عَلَى

3690-إسناده صحيح. وأخرجه مسلم (1997)، والنسائي (5643) من طريق منصور بن حيان، به. وأخرجه مسلم بإثر (1995)، والنسائي (5548) و (5549) من طريق حبيب بن أبي عمرة، ومسلم بإثر (1995)، والنسائي (5557) من طريق حبيب بن أبي ثابت ومسلم بإثر (1995) من طريق يحيى بن عبيد أبي عمر البهراني، ثلاثتهم عن ابن عباس وحده. وأخرجه مسلم (1997)، وابن ماجه (3402)، والنسائي (5631) من طريق نافع، ومسلم (1997)، والترمذي (1975)، والنسائي (5614) و (5615) و (5624) و (5625) من طريق طاووس اليماني، ومسلم (1997)، والنسائي (5634) من طريق محارب بن دثار، ومسلم (1997) من طريق عقبة بن حريث، ومسلم (1997)، والنسائي (5617) من طريق جبلة بن سحيم، ومسلم (1997)، والترمذي (1976)، والنسائي (5645) من طريق زاذان أبي عمر، ومسلم (1997)، والنسائي (5632) من طريق سعيد بن المسيب، ومسلم (1998)

3691-إسناده صحيح. جرير: هو ابن حازم. وأخرجه مسلم (1997) من طريق جرير بن حازم، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي (5619) من طريق هشام الدستوائي، عن أيوب السختياني، عن سعيد بن جبير، به. وهو في "مسند أحمد" (5090) و (5819).

ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ: اَمَا تَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ ابْنُ عُمَرَ؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قُلْتُ: قَالَ: حَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ. قَالَ: صَدَقَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ قُلْتُ: وَمَا الْجَرُّ؟ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ يُصْنَعُ مِنْ مَدَرٍ

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹکے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں ان کے بیان سے گھبرا کر باہر نکلا، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹکے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، میں نے کہا: کیا آپ نے سنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا بیان کیا ہے؟ انہوں نے دریافت کیا: کیا بیان کیا ہے؟ میں نے کہا: انہوں نے یہ کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹکے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے ٹھیک کہا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹکے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے، میں نے دریافت کیا: مٹکے سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہر وہ برتن، جو مٹی سے بنایا جاتا ہو"

3692 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ اَبِي جَمْرَةَ. قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: وَقَالَ مُسَدَّدٌ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ - وَهٰذَا حَدِيثُ سُلَيْمَانَ - قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ قَدْ حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ. وَلَيْسَ نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُ بِهِ وَنَدْعُوا إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا. قَالَ: آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ. وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: الْإِيمَانُ بِاللهِ، وَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَعَقَدَ بِيَدِهِ وَاحِدَةً. وَقَالَ مُسَدَّدٌ الْإِيمَانُ بِاللهِ، ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوا الْخُمُسَ مِمَّا غَنِمْتُمْ. وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالْمُقَيَّرِ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: النَّقِيرِ مَكَانَ الْمُقَيَّرِ. وَقَالَ مُسَدَّدٌ: وَالنَّقِيرِ وَالْمُقَيَّرِ. لَمْ يَذْكُرِ الْمُزَفَّتَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: اَبُوْ جَمْرَةَ: نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عبدالقیس قبیلے کا وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارا تعلق ربیعہ قبیلے سے ہے، ہمارے اور آپ کے درمیان مضر قبیلے کے کافر رہتے ہیں، اس لیے ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں، آپ ہمیں ایسی چیز کا حکم دیں، جسے ہم حاصل کر سکیں

3692- إسناده صحيح. حماد: هو ابن زيد. وأخرجه البخاري (53)، ومسلم (17) وبإثر (1995)، والترمذي (1689) و (1690) و (2797) و (2798)، والنسائي في "الكبرى" (320) و (5182) و (5818) من طرق عن أبي جمرة الضبعي، به. وروايات الترمذي مختصرة. وهو في "مسند أحمد" (2020)، و "صحيح ابن حبان" (157) و (7295). وسيأتي دون ذكر الأوعية المنهي عن الشرب فيها برقم (4677).

اور اپنے پیچھے والوں کو ان کی تعلیم دیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں۔
اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا اور اس کی بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور حضرت محمد، اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا، اور میں تم لوگوں کو دُباء، حنتم، مزفت اور مقیر سے منع کرتا ہوں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبید نے لفظ مقیر کی جگہ نقیر نقل کیا ہے، مسدد نے لفظ نقیر اور مقیر نقل کیے ہیں اور انہوں نے لفظ مزفت نقل نہیں کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوجمراء نامی راوی نصر بن عمران ضبعی ہے۔

3693 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ نُوحِ بْنِ قَيْسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ: أَنْهَاكُمْ عَنِ النَّقِيرِ وَالْمُقَيَّرِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالدُّبَّاءِ، وَالْمَزَادَةِ الْمَجْبُوبَةِ وَلَكِنِ اشْرَبْ فِي سِقَائِكَ وَأَوْكِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے عبدالقیس قبیلے کے وفد سے فرمایا: میں تمہیں نقیر، مقیر، حنتم، دباء اور ایسے بڑے مشکیزے سے، جو اوپر سے کاٹا گیا ہو، اور پیندے کی طرف سے سوراخ نہ ہو، اس سے منع کرتا ہوں، البتہ تم اپنے عام مشکیزوں میں پی لیا کرو اور اسے باندھ دیا کرو۔

3694 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قِصَّةِ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالُوا: فِيمَ نَشْرَبُ يَا نَبِيَّ اللهِ فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِأَسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يُلَاثُ عَلَى أَفْوَاهِهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے عبدالقیس قبیلے کا واقعہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ہم کن چیزوں میں پیا کریں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم چمڑے کے مشکیزے استعمال کیا کرو، جن کے منہ پر رسی لپیٹ دی جاتی ہے

3695 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي الْقَمُوصِ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، حَدَّثَنِي - رَجُلٌ كَانَ مِنَ الْوَفْدِ الَّذِينَ وَفَدُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ يَحْسَبُ عَوْفٌ أَنَّ اسْمَهُ -

3693-إسناده صحيح. وأخرجه مسلم (1993)، والنسائي (5646) من طريقين عن محمد بن سيرين، به. وأخرجه مسلم (1993) من طريق أبي صالح السمان، ومسلم (1993)، وابن ماجه (3401)، والنسائي (5589) و (5630) و (5635) من طريق أبي سلمة، والنسائي (5637) من طريق محمد بن زياد، ثلاثتهم عن أبي هريرة. ولم يذكر مسلم في روايته الدباء، ولم يذكر النسائي في رواية أبي سلمة الثانية النقير. وهو في "مسند أحمد" (7288) و (7752)، و"صحيح ابن حبان" (5401) و (5404)

3694-إسناده صحيح. أبان: هو ابن يزيد العطار. وقد صحح إسناده ابن منده في "الإيمان" (156). وأخرجه النسائي في "الكبرى" (6803) من طريق أبي هشام المغيرة بن سلمة المخزومي، عن أبان بن يزيد العطار، بهذا الإسناد.

قَيْسُ بْنُ النُّعْمَانِ، فَقَالَ: لَا تَشْرَبُوا فِي نَقِيرٍ، وَلَا مُزَفَّتٍ، وَلَا دُبَّاءٍ، وَلَا حَنْتَمٍ وَاشْرَبُوا فِي الْجِلْدِ الْمُوكَى عَلَيْهِ فَإِنِ اشْتَدَّ فَاكْسِرُوهُ بِالْمَاءِ فَإِنْ أَعْيَاكُمْ فَأَهْرِيقُوهُ

❁❁ زید بن علی بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے مجھے حدیث بیان کی، جو اس وفد میں شامل تھا، جو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، جن کا تعلق عبدالقیس قبیلے سے تھا، راوی نے یہ بات بیان کی ہے کہ ان صاحب کا نام حضرت قیس بن نعمان رضی اللہ عنہ تھا

''تم لوگ نقیر، مزفت، دباء، حنتم میں نہ پیو، تم لوگ چمڑے کے بنے ہوئے مشکیزے میں پی لو، جس کے منہ کو بند کر دیا جاتا ہے، اگر اس میں شدت آ جائے تو اس میں پانی ڈال کر شدت کو ختم کر دو، اگر شدت پھر بھی ختم نہ ہو تو اسے بہا دو''۔

3696- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ، حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ حَبْتَرٍ النَّهْشَلِيُّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ فِيمَ نَشْرَبُ؟ قَالَ: لَا تَشْرَبُوا فِي الدُّبَّاءِ، وَلَا فِي الْمُزَفَّتِ، وَلَا فِي النَّقِيرِ، وَانْتَبِذُوا فِي الْأَسْقِيَةِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَإِنِ اشْتَدَّ فِي الْأَسْقِيَةِ؟ قَالَ: فَصُبُّوا عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ لَهُمْ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ أَهْرِيقُوهُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيَّ، أَوْ حُرِّمَ الْخَمْرُ، وَالْمَيْسِرُ، وَالْكُوبَةُ قَالَ: وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ قَالَ سُفْيَانُ: فَسَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ بَذِيمَةَ عَنِ الْكُوبَةِ، قَالَ: الطَّبْلُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عبدالقیس قبیلے کے وفد نے دریافت کیا:

یارسول اللہ! ہم کن چیزوں میں پی سکتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دباء، مزفت اور نقیر میں نہ پیو، تم چمڑے کے مشکیزوں میں نبیذ تیار کرو، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر چمڑے کے مشکیزے میں نبیذ میں شدت آ جائے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس میں پانی ڈال لو، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر تیسری یا چوتھی مرتبہ آپ نے ان سے فرمایا: اگر (شدت ختم نہ ہو، تو) تم اس کو بہا دو، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حرام قرار دیا ہے، (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) حرام قرار دیا گیا ہے، شراب کو، جوئے کو، اور کوبہ کو''۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

3695- صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل أبي القموص زيد بن علي. عوف: هو ابن أبي جميلة الأعرابي، وخالد: هو ابن عبد الله الواسطي الطحان. وأخرجه أحمد (17829)، ويعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ" 1/ 297 - 298، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" (2934)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" 4/ 221، وابن قانع 2/ 346، والبيهقي 8/ 302 من طريق عوف الأعرابي، به.

3696- إسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري، وأبو أحمد: هو محمد بن عبد الله بن الزبير الأسدي. وأخرجه أحمد في "مسنده" (2476)، وفي "الأشربة" (192 - 194) وأبو يعلى (2729)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" 4/ 223، وابن حبان (5365)، والبيهقي 10/ 221 من طريق أبي أحمد الزبيري، بهذا الإسناد. وأخرجه الطبراني في "الكبير" (12598) و (12599)، والبيهقي 8/ 303 من طريق إسرائيل، عن علي بن بذيمة، به. وأخرج قوله: "كل مسكر حرام" الطبراني (12600)

سفیان کہتے ہیں: میں نے علی بن بذیمہ سے دریافت کیا: کوبہ کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے بتایا: طبلہ (ڈھول)۔

3697 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سُمَيْعٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالنَّقِيرِ، وَالْجِعَةِ

⊙⊙ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دباء، حنتم، نقیر اور جو کی شراب سے منع کیا ہے''

3698 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ، وَأَنَا آمُرُكُمْ بِهِنَّ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً، وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَشْرِبَةِ أَنْ تَشْرَبُوا إِلَّا فِي ظُرُوفِ الْأَدَمِ فَاشْرَبُوا فِي كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ أَنْ لَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ أَنْ تَأْكُلُوهَا بَعْدَ ثَلَاثٍ، فَكُلُوا وَاسْتَمْتِعُوا بِهَا فِي أَسْفَارِكُمْ

⊙⊙ ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میں نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا، اب میں تمہیں ان کی اجازت دیتا ہوں، میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، اب تم ان کی زیارت کرو، کیونکہ ان کی زیارت (آخرت یا موت) کی یاد دلاتی ہے، میں نے تمہیں مشروبات سے منع کیا تھا، میں نے کہا تھا تم صرف چمڑے کے بنے ہوئے برتنوں میں مشروب پی سکتے ہو، اب تم ہر طرح کے برتن میں پی سکتے ہو، البتہ تم کسی نشہ آور چیز کو نہ پینا، پہلے میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع کیا تھا، اب تم اسے کھا سکتے ہو، اور سفر کے دوران اسے استعمال کر سکتے ہو''۔

3699 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ

3697-وأخرجه النسائي (5170) من طريق مروان بن معاوية و (5171) و (5612) من طريق عبد الواحد كلاهما عن إسماعيل بن سميع، به. وأخرجه النسائي كذلك (5169)

3698-وأخرجه مسلم (977)، وبإثر (1975) و (1999)، والنسائي (2032) و (4429) و (5652) و (5653) من طريق محارب بن دثار، به. وقد سمي ابن بريدة في بعض الروايات عبد الله. وأخرجه مسلم (977) من طريق عطاء الخراساني، والنسائي (2033) من طريق المغيرة بن سبيع، و (5654) من طريق حماد بن أبي سليمان، و (5655) من طريق عيسى بن عبيد الكندي، أربعتهم بن عبد الله بن بريدة، عن أبيه. واقتصر بعضهم على ذكر الرخصة في الانتباذ في الأوعية واجتناب المسكر. وأخرجه مسلم (977) وبإثر (1975) و (1999)، والترمذي (1587) و (1977) من طريق علقمة بن مرثد، عن سليمان بن بريدة، عن أبيه. فذكر سيمان بدل أخيه عبد الله، وجاء في بعض الروايات: ابن بريدة غير مقيد. والحديث عند الترمذي مقطع. وأخرجه ابن ماجه (3405) من طريق القاسم بن مخيمرة، والنسائي (4430) و (5651) من طريق الزبير بن عدي، كلاهما عن ابن بريدة، عن أبيه. هكذا قالا: ابن بريدة غير مقيد. والذي جاء في "تهذيب الكمال" للمزي أن القاسم روى عن سليمان بن بريدة، والزبير روى عن عبد الله، واقتصر ابن ماجه على ذكر الإذن في الانتباذ. وهو في "مسند أحمد" (22958) و (23016)، و "صحيح ابن حبان" (3168) و (5390).

3699-إسناده صحيح. منصور: هو ابن المعتمر: وسفيان: هو الثوري، ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وأخرجه البخاري (5592)، والترمذي (1978)، والنسائي (5656) من طريق سفيان الثوري، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (14244).

بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: لَمَّا نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَوْعِيَةِ، قَالَ: قَالَتْ: الْأَنْصَارُ: إِنَّهُ لَا بُدَّ لَنَا قَالَ: فَلَا إِذَنْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مخصوص برتنوں سے منع فرمایا تو انصار نے کہا: ہمارا ان کے بغیر گزارہ نہیں ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

3700 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ زِيَادِ بْنِ فَيَّاضٍ، عَنْ أَبِي عِيَاضٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَوْعِيَةَ الدُّبَّاءَ، وَالْحَنْتَمَ، وَالْمُزَفَّتَ، وَالنَّقِيرَ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: إِنَّهُ لَا ظُرُوفَ لَنَا فَقَالَ: اشْرَبُوا مَا حَلَّ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ برتنوں کا ذکر کیا، یعنی دباء، حنتم اور نقیر، تو ایک دیہاتی نے عرض کی: ہمارے پاس تو ان کے علاوہ کوئی برتن ہی نہیں ہوتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اس کو پیو، جو حلال ہے۔

3701 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ يَعْنِي ابْنَ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، بِإِسْنَادِهِ قَالَ: اجْتَنِبُوا مَا أَسْكَرَ

یہی روایت ایک اور سند سے منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: تم اس چیز سے اجتناب کرو، جو نشہ کردے۔

3702 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَاءٍ، فَإِذَا لَمْ يَجِدُوا سِقَاءً نُبِذَ لَهُ فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکیزے میں نبیذ تیار کی جاتی تھی، جب مشکیزہ نہیں ملتا تھا تو پتھر کے پیالے میں تیار کی جاتی تھی۔

بَابٌ فِي الْخَلِيطَيْنِ

باب: دو چیزوں کو ملا کر (نبیذ تیار کرنا)

3703 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُنْتَبَذَ الزَّبِيبُ، وَالتَّمْرُ جَمِيعًا، وَنَهَى أَنْ يُنْتَبَذَ الْبُسْرُ وَالرُّطَبُ جَمِيعًا

3700-حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لسوء حفظ شريك -وهو ابن عبد الله النخعي- وقد توبع. أبو عياض: هو عمرو بن الأسود. وأخرجه البخاري (5593)، ومسلم (2000)، والنسائي (5650)

3702-إسناده صحيح. أبو الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي- قد صرح بسماعه من جابر عند أحمد (4914)، ومسلم (1999) وغيرهما، فانتفت شبهة تدليسه. زهير: هو ابن معاوية الجعفي. وأخرجه مسلم (1999)، وابن ماجه (3400)، والنسائي (5647) و (5648) من طرق عن أبي الزبير به.

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ نے کشمش اور کھجور کو ملا کر نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے، آپ نے تازہ اور پکی کھجور کو ملا کر نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے۔

3704 - حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ نَهَى عَنْ خَلِيطِ الزَّبِيبِ، وَالتَّمْرِ، وَعَنْ خَلِيطِ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ، وَعَنْ خَلِيطِ الزَّهْوِ، وَالرُّطَبِ، وَقَالَ، انْتَبِذُوا كُلَّ وَاحِدَةٍ عَلَى حِدَةٍ قَالَ: وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ

عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے کشمش اور کھجور کو ملا کر، تازہ اور خشک کھجور کو ملا کر، یا پکی اور کچی کھجور کو ملا کر نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے۔

آپ نے فرمایا ہے: ان میں سے ہر ایک کی نبیذ الگ سے بناؤ۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

3705 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ رَجُلٍ، قَالَ: حَفْصٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَهَى عَنِ الْبَلَحِ وَالتَّمْرِ، وَالزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ

ابن ابولیلیٰ، ایک صحابی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے پکی اور کچی کھجور کو ملا کر، یا کشمش اور کھجور کو ملا کر نبیذ تیار کرنے سے منع کیا ہے۔

3706 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُمَارَةَ، حَدَّثَتْنِي رَيْطَةُ، عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ أُمَّ سَلَمَةَ، مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُ؟ قَالَتْ: كَانَ يَنْهَانَا أَنْ نَعْجُمَ

3703-إسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد. وأخرجه البخاري (5601) في الأشربة: باب من رأى أن لا يخلط البسر والتمر إذا كان مسكراً، وأن لا يجعل إدامين في إدام، ومسلم (1986)، وابن ماجه بإثر (3395)، والترمذي (1984)، والنسائي (5556) من طرق عن عطاء بن أبي رباح، به. وأخرجه مسلم (1986)، وابن ماجه (3395)، والنسائي (5562) من طريق الليث بن سعد، عن أبي الزبير المكي، والنسائي (5560) من طريق عمرو بن دينار، كلاهما (أبو الزبير وعمرو بن دينار) عن جابر. وهو في "مسند أحمد" (14134) و (15177)، و"صحيح ابن حبان" (5379). وأخرج النسائي (5546) من طريق الأعمش، عن محارب بن دثار، عن جابر رفعه": الزبيب والتمر هو الخمر." وأخرج كذلك (5544) من طريق شعبة، و (5545)

3704-إسناده صحيح. يحيى: هو ابن أبي كثير، وأبان: هو ابن يزيد العطار. وأخرجه البخاري (5602)، ومسلم (1988)، وابن ماجه (3397)، والنسائي (5551) و (5561) و (5566) و (5567) من طريق يحيى بن أبي كثير، عن عبد الله ابن أبي قتادة، عن أبيه. وأخرجه مسلم (1988)، والنسائي (5552) من طريق يحيى بن أبي كثير، عن أبي سلمة، عن أبي قتادة. وهو في "مسند أحمد" (22521) و (22618).

3705-إسناده صحيح. ابن أبي ليلى: هو عبد الرحمن، والحكم: هو ابن عتيبة. وأخرجه النسائي (5547) من طريق شعبة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (18820).

النَّوَى طَبْخًا، أَوْ تَخْلِطَ الزَّبِيبَ وَالتَّمْرَ

⊙⊙ کبشہ بنت ابومریم بیان کرتی ہیں: میں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز سے منع کرتے تھے، انہوں نے جواب دیا: آپ ہمیں اس بات سے منع کرتے تھے کہ ہم کھجور کو اتنا پکائیں کہ اس کی گٹھلی ہی ختم ہو جائے، یا ہم کشمش اور جو کو ملا کر نبیذ تیار کریں۔

3707 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْبَذُ لَهُ زَبِيبٌ فَيُلْقَى فِيهِ تَمْرٌ، وَتَمْرٌ فَيُلْقَى فِيهِ الزَّبِيبُ

⊙⊙ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کشمش کی نبیذ تیار کی جاتی تھی، پھر اس میں کھجور ڈال دی جاتی تھی، یا پھر کھجور کی نبیذ تیار کی جاتی تھی اور اس میں کشمش ڈال دی جاتی تھی۔

3708 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَحْرٍ، حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْحِمَّانِيُّ، حَدَّثَتْنِي صَفِيَّةُ بِنْتُ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: دَخَلْتُ مَعَ نِسْوَةٍ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى عَائِشَةَ، فَسَأَلْنَاهَا عَنِ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ، فَقَالَتْ: كُنْتُ آخُذُ قَبْضَةً مِنْ تَمْرٍ، وَقَبْضَةً مِنْ زَبِيبٍ، فَأُلْقِيهِ فِي إِنَاءٍ، فَأَمْرُسُهُ، ثُمَّ أَسْقِيهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊙⊙ صفیہ بنت عطیہ بیان کرتی ہیں: میں عبدالقیس قبیلے کی کچھ خواتین کے ساتھ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، ہم نے ان سے کھجور اور کشمش کو ملا کر نبیذ تیار کرنے کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بتایا: میں ایک مٹھی کھجوریں لیتی ہوں اور ایک مٹھی کشمش لیتی ہوں، اسے پانی میں ڈال دیتی ہوں، پھر اسے مسلتی ہوں، پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پلا دیتی ہوں۔

بَابٌ فِي نَبِيذِ الْبُسْرِ

باب: کچی کھجور کی نبیذ تیار کرنا

3709 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَعِكْرِمَةَ، أَنَّهُمَا كَانَا يَكْرَهَانِ الْبُسْرَ وَحْدَهُ، وَيَأْخُذَانِ ذَلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَخْشَى أَنْ

3707-إسناده ضعيف لإبهام المرأة الأسدية، وقد اختلف فيه على مسعر - وهو ابن كدام- كما أوضحناه في "مسند أحمد "(24198).
وأخرجه البيهقي 8/ 307 من طريق أبي داود، بهذا الإسناد، وأخرجه الطبراني في "الأوسط "(7828).

3708-إسناده ضعيف لجهالة صفية بنت عطية، وضعف أبي بحر - وهو عبد الرحمن ابن عثمان البكراوي.- وأخرجه البيهقي 8/ 308 من طريق أبي داود، بهذا الإسناد. والصحيح عن عائشة ما سيأتي برقم (3711).

3709-إسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وهشام: هو ابن أبي عبد الله الدستوائي. وأخرجه أحمد في "مسنده "(2830) و (3095)، وفي "الأشربة "(217) والطبراني في "المعجم "الكبير"، (11837).

يَكُونَ الْمِزَّاءُ الَّذِي نُهِيَتْ عَنْهُ عَبْدُ الْقَيْسِ، فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: مَا الْمِزَّاءُ؟ قَالَ: النَّبِيذُ فِي الْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ

قتادہ، جابر بن زید اور عکرمہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: یہ دونوں حضرات صرف کچی کھجور کی نبیذ کو مکروہ قرار دیتے ہیں، انہوں نے یہ رائے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حاصل کی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے یہ اندیشہ ہے کہ شاید یہ "مزاء" نہ ہو، جس سے عبدالقیس قبیلے کے لوگوں کو منع کیا گیا تھا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے قتادہ سے دریافت کیا، مزاء سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: حنتم یا مزفت میں تیار کی جانے والی نبیذ۔

بَابٌ فِي صِفَةِ النَّبِيذِ

باب: نبیذ کی صفت کا بیان

3710 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ، عَنِ السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ عَلِمْتَ مَنْ نَحْنُ وَمِنْ أَيْنَ نَحْنُ فَإِلَى مَنْ نَحْنُ؟ قَالَ: إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ لَنَا أَعْنَابًا مَا نَصْنَعُ بِهَا؟ قَالَ: زَبِّبُوهَا قُلْنَا: مَا نَصْنَعُ بِالزَّبِيبِ؟ قَالَ: انْبِذُوهُ عَلَى غَدَائِكُمْ وَاشْرَبُوهُ عَلَى عَشَائِكُمْ، وَانْبِذُوهُ عَلَى عَشَائِكُمْ وَاشْرَبُوهُ عَلَى غَدَائِكُمْ، وَانْبِذُوهُ فِي الشِّنَانِ، وَلَا تَنْبِذُوهُ فِي الْقُلَلِ، فَإِنَّهُ إِذَا تَأَخَّرَ عَنْ عَصْرِهِ صَارَ خَلًّا

عبداللہ بن دیلمی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں ہم کون ہیں؟ ہمارا تعلق کہاں سے ہے، ہم کس کی طرف آئے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارے ہاں انگور ہوتے ہیں، ہم ان کے ذریعے کیا بنا سکتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم انہیں خشک کر کے (کشمش) بنالو، ہم نے عرض کی: ہم کشمش سے کیا بنا سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی نبیذ بنالو، جسے تم صبح تیار کرو اور شام کو پی لو، یا شام کے وقت تیار کرو اور صبح پی لو، اور تم مشکیزے میں نبیذ تیار کرنا، گھڑے میں تیار نہ کرنا، کیونکہ جب اسے نچوڑنے میں تاخیر ہو جائے، تو یہ سرکہ بن جاتی ہے۔

3711 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ،

3710- إسناده صحيح. الديلمي: هو. فيروز، والسَّيباني: هو يحيى بن أبي عمرو، وضمرة: هو ابن ربيعة الفلسطيني. وأخرجه النسائي (5735) و (5736) من طريقين عن يحيى بن أبي عمرو السيباني

3711- إسناده صحيح. واسم أم الحسن - وهو البصري - خيرة. وأخرجه مسلم (2005)، والترمذي (1979) عن محمد بن المثنى، بهذا الإسناد. وأخرجه بنحوه مسلم (2005)، والنسائي (5638) من طريق ثمامة بن حزن، عن عائشة. وهو في "مسند أحمد" (24198) و (24930)، و "صحيح ابن حبان" (5385).

عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَاءٍ يُوكَأُ أَعْلَاهُ، وَلَهُ عَزْلَاءُ يُنْبَذُ غُدْوَةً فَيَشْرَبُهُ عِشَاءً، وَيُنْبَذُ عِشَاءً فَيَشْرَبُهُ غُدْوَةً

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مشکیزے میں نبیذ تیار کی جاتی تھی، جس کے اوپری حصے پر ڈوری باندھ دی جاتی تھی اور اس کے نیچے کی طرف بھی سوراخ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صبح کے وقت نبیذ تیار کی جاتی تھی، تو آپ شام کے وقت پی لیتے تھے، یا اگر شام کے وقت نبیذ تیار کی جاتی تھی، تو آپ صبح پی لیتے تھے۔

3712 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ شَبِيبَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ، يُحَدِّثُ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَمَّتِي عَمْرَةُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ تَنْبِذُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُدْوَةً، فَإِذَا كَانَ مِنَ الْعَشِيِّ فَتَعَشَّى شَرِبَ عَلَى عَشَائِهِ، وَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ صَبَبْتُهُ، أَوْ فَرَّغْتُهُ، ثُمَّ تَنْبِذُ لَهُ بِاللَّيْلِ فَإِذَا أَصْبَحَ تَغَدَّى فَشَرِبَ عَلَى غَدَائِهِ، قَالَتْ: يُغْسَلُ السِّقَاءُ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً. فَقَالَ لَهَا أَبِي: مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ قَالَتْ: نَعَمْ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صبح کے وقت نبیذ تیار کرتی تھیں، جب شام کا وقت ہوتا اور آپ شام کا کھانا کھا لیتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے کھانے کے بعد اسے پی لیتے تھے، اگر اس میں سے کچھ بچ جاتا، تو میں اسے گرا دیتی۔

(یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) پھر آپ کے لیے رات کے وقت نبیذ تیار کی جاتی اور آپ صبح کے ناشتے کے بعد اسے پی لیتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم صبح و شام اس مشکیزے کو دھویا کرتے تھے۔

راوی کہتے ہیں: میرے والد نے اس خاتون سے دریافت کیا: کیا ایک دن میں دو مرتبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسے دھوتی تھیں؟ تو اس نے جواب دیا: جی ہاں!

3713 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي عُمَرَ يَحْيَى الْبَهْرَانِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ يُنْبَذُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّبِيبُ فَيَشْرَبُهُ الْيَوْمَ وَالْغَدَ وَبَعْدَ الْغَدِ إِلَى مَسَاءِ الثَّالِثَةِ، ثُمَّ يَأْمُرُ بِهِ فَيُسْقَى الْخَدَمُ، أَوْ يُهَرَاقُ

3712- وأخرجه أحمد (24930)، والبخاري في "تاريخه" "الكبير" 232 /4، وأبو الشيخ في "أخلاق النبي -صلى الله عليه وسلم" ص 210، والبيهقي 300 /8، والخطيب في "تاريخه" 470 /12 من طريق شبيب بن عبد الملك التيمي، بهذا الإسناد.

3713- إسناده صحيح. الأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو معاوية: هو محمد ابن خازم الضرير. وأخرجه مسلم (2004)، وابن ماجه (3399)، والنسائي (5738) و (5739) من طرق عن يحيى بن عبيد البهراني، به. وهو في "مسند أحمد" (1963)، و"صحيح ابن حبان" (5384) و (5386).

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: مَعْنَى يُسْقَى الْخَدَمُ يُبَادَرُ بِهِ الْفَسَادَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: اَبُو عُمَرَ: يَحْيَى بْنُ عُبَيْدٍ الْبَهْرَانِيُّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کشمش کی نبیذ تیار کی جاتی، تو آپ اس دن اسے پی لیتے، اس سے اگلے دن پیتے اور اس سے اگلے دن، یعنی تیسرے دن کی شام تک پیتے تھے، پھر آپ اس کے بارے میں حکم دیتے، وہ خادموں کو پلادی جاتی، یا اسے بہا دیا جاتا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خادموں کو پلائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے خراب ہونے سے پہلے اسے پلا دیا جاتا تھا

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعمر نامی راوی یحییٰ بن عبید بہرانی ہے۔

بَابٌ فِي شَرَابِ الْعَسَلِ

باب: شہد کی شراب کا بیان

3714 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: عَنْ عَطَاءٍ، اَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُخْبِرُ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا، فَتَوَاصَيْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ اَيَّتُنَا مَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ: اِنِّي اَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ، فَدَخَلَ عَلَى اِحْدَاهُنَّ، فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ اَعُوْدَ لَهُ فَنَزَلَتْ: (لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللهُ لَكَ تَبْتَغِي) (التحريم: 1) اِلَى (اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللهِ) (التحريم: 4) لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا (وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلَى بَعْضِ اَزْوَاجِهِ حَدِيْثًا) (التحريم: 3) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرتے تھے، اور ان کے ہاں شہد نوش فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ میں نے اور حفصہ نے یہ طے کیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائیں گے، (تو جس کے پاس بھی آئیں) وہ یہ کہے: مجھے آپ میں سے مغافیر کی بو محسوس ہو رہی ہے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی ایک کے پاس تشریف لائے، اس خاتون نے یہ بات عرض کردی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! میں

3714-إسناده صحيح. وابن جريج -وهو عبد الملك بن عبد العزيز- إذا لم يصرح بسماعه من عطاء -وهو ابن أبي رباح- فروايته عنه محمولة على الاتصال كما صرح هو نفسه بذلك فيما أسنده عنه ابن أبي خيثمة في "تاريخه "(858)، فكيف وقد صرح بسماعه منه عند مسلم(1474) وغيره. وأخرجه البخاري (5267) و (6691)، ومسلم(1474)، والنسائي (3421) و(3795) و(3958) من طريق حجاج بن محمد المصيصي، والبخاري (4912) من طريق هشام بن يوسف، كلاهما عن ابن جريج، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد "(25852)، و"صحيح ابن حبان "(4183).

نے تو زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پیا تھا، اب میں دوبارہ نہیں پیوں گا، (راوی بیان کرتے ہیں) تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''تم اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہو؟ جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال قرار دیا ہے''

''اگر تم دو (خواتین) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو'' اس سے مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(ارشاد باری تعالیٰ ہے) ''اور جب نبی نے ایک بیوی کے ساتھ راز کی بات کہی''

اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''میں نے شہد پیا ہے''

3715 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ، فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا الْخَبَرِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ اَنْ تُوجَدَ مِنْهُ الرِّيحُ، وَفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَتْ: سَوْدَةُ: بَلْ اَكَلْتَ مَغَافِيرَ. قَالَ: بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا سَقَتْنِيْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ: جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ. نَبْتٌ مِنْ نَبْتِ النَّحْلِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: الْمَغَافِيرُ: مُقْلَةٌ، وَهِيَ صَمْغَةٌ، وَجَرَسَتْ: رَعَتْ، وَالْعُرْفُطُ: نَبْتٌ مِنْ نَبْتِ النَّحْلِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور شہد پسند تھا، اس کے بعد راوی نے روایت کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت بری لگتی تھی کہ آپ میں سے یہ بدبو آئے۔ روایت میں یہ الفاظ ہیں: سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شہد پیا ہے جو مجھے حفصہ نے پلایا ہے، تو میں نے عرض کی: شاید اس کی شہد کی مکھی نے عرفط (کے پھول کو) چوسا ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں: یہ ایک بوٹی ہے جس پر شہد کی مکھی بیٹھتی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مغافیر ایک قسم کی گوند ہوتی ہے اور ''جرست'' کا مطلب ہے: اس نے چوس لیا، اور عرفط ایک بوٹی ہے جس پر شہد کی مکھی بیٹھتی ہے۔

بَابٌ فِي النَّبِيذِ إِذَا غَلَى

باب: جب نبیذ میں جوش آجائے

3716 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ

3715- إسناده صحيح. هشام: هو ابن عروة بن الزبير بن العوام، وأبو أسامة: هو حماد بن أسامة، والحسن بن علي: هو الخلال. وأخرجه البخاري (5216) و(5268) و(5431) و(5599) و(5614) و(5682) و(6972)، ومسلم (1474)، وابن ماجه (3323)، والترمذي (1936)، والنسائي في "الكبرى" (6670) و(6671) و(7519) من طريق هشام بن عروة، به

3716- حديث حسن، هشام بن عمار متابع، وخالد بن عبد الله بن حسين -وهو الدمشقي- روى عنه جمع، وذكره ابن حبان في "الثقات"، فهو حسن الحديث. وأخرجه ابن ماجه (3409) من طريق صدقة بن عبد الله السمين، والنسائي (5610) من طريق صدقة بن خالد، و(5704)

بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ، فَتَحَيَّنْتُ فِطْرَهُ بِنَبِيذٍ صَنَعْتُهُ فِي دُبَّاءٍ ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِهِ فَإِذَا هُوَ يَنِشُّ، فَقَالَ: اضْرِبْ بِهَذَا الْحَائِطِ، فَإِنَّ هَذَا شَرَابُ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رٹائٹؤ بیان کرتے ہیں: مجھے یہ پتہ ہے نبی اکرم ﷺ روزہ رکھا کرتے تھے، ایک مرتبہ میں آپ کی افطاری کے لیے نبیذ لے کر آیا، جسے میں نے دباء میں تیار کیا تھا، میں اسے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس پر کچھ جھاگ بنا ہوا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے اس دیوار پر دے مارو، کیونکہ یہ اس شخص کا مشروب ہے، جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔

بَابٌ فِي الشُّرْبِ قَائِمًا

باب: کھڑے ہو کر کچھ پینا

3717 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا

⊛⊛ حضرت انس رٹائٹؤ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر کچھ پیئے۔

3718 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ، أَنَّ عَلِيًّا، دَعَا بِمَاءٍ فَشَرِبَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ، قَالَ: إِنَّ رِجَالًا يَكْرَهُ أَحَدُهُمْ أَنْ يَفْعَلَ هَذَا، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ مِثْلَ مَا رَأَيْتُمُونِي أَفْعَلُهُ

⊛⊛ نزال بن سبرہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رٹائٹؤ نے پانی منگوایا اور اسے کھڑے ہو کر پی لیا، پھر انہوں نے فرمایا: بعض لوگ ایسا کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں، جبکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا، جس طرح تم لوگوں نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بَابُ الشَّرَابِ مِنْ فِي السِّقَاءِ

باب: مشکیزے کو منہ لگا کر پینا

3717-إسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وهشام: هو ابن أبي عبد الله الدستوائي. وأخرجه مسلم (2024) من طريق همام بن يحيى، ومسلم (2024)، وابن ماجه (3424)، والترمذي (1987) من طريق سعيد بن أبي عروبة، كلاهما عن قتادة، به. زاد مسلم في رواية سعيد: قال قتادة: فقلنا: فالأكل؟ فقال: ذاك أشر أو أخبث. وهو في "مسند أحمد" (12185)، و"صحيح ابن حبان" (5321) و (5323).

3718-إسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسدد: هو ابن مسرهد. وأخرجه البخاري (5615) و (5616)، والنسائي (130) من طريقين عن عبد الملك ابن ميسرة، به. وهو في "مسند أحمد" (583)، و"صحيح ابن حبان" (1057).

3719 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا قَتَادَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ، وَعَنْ رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ وَالْمُجَثَّمَةِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: الْجَلَّالَةُ: الَّتِي تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کے منہ سے، منہ لگا کر پینے سے اور گندگی کھانے والے جانور پر سوار ہونے سے، اور جانور کو باندھ کر نشانہ بازی کرنے سے منع کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جلالہ وہ جانور ہے، جو گندگی کھاتا ہے۔

بَابٌ فِي اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ

باب: مشکیزے کا منہ الٹ کر اس سے پینا

3720 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، اَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کا منہ الٹ کر پینے سے منع کیا ہے۔

3721 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعَا بِاِدَاوَةٍ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ: اخْنِثْ فَمَ الْاِدَاوَةِ ثُمَّ شَرِبَ مِنْ فِيهَا

عیسیٰ بن عبداللہ جو ایک انصاری شخص ہے، وہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ منگوایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے منہ کو الٹا دو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے پی لیا۔

بَابٌ فِي الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ

باب: پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینا

3719-إسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة. وأخرجه البخاري (5629)، وابن ماجه (3421)، والترمذي (1929)، والنسائي (4448) من طريقين عن عكرمة، به. واقتصر البخاري وابن ماجه على ذكر النهي عن الشرب من فم السقاء. وهو في "مسند أحمد" (1989)، و"صحيح ابن حبان" (5316) (5399).

3720-إسناده صحيح. عبيد الله بن عبد الله: هو ابن عتبة بن مسعود، وسفيان: هو ابن عيينة. وأخرجه البخاري (5625) و (5626)، ومسلم (2023)، وابن ماجه (3418)، والترمذي (1999) من طرق عن الزهري، به. وجاء في رواية البخاري الأولى زيادة: يعني أن تكسر أفواهها فيشرب منها، ونحوه جاء عند الباقين خلا الترمذي. وهو في "مسند أحمد" (11026)، و"صحيح ابن حبان" (5317).

3721-ضعيف، على وهم في إسناده وقع من عبد الأعلى - وهو ابن عبد الأعلى السامي - فقد سمى شيخه عبيد الله بن عمر، وإنما الصحيح عبد الله مكبرا، وهما أخوان، فعبيد الله ثقة، وأخوه عبد الله ضعيف. قال أبو داود فيما نقله عنه الآجري: هذا لا يعرف عن عبيد الله، والصحيح: عن عبد الله بن عمر، ونحوه قال البيهقي في "شعب الإيمان" (6024).

3722 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي قُرَّةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ، وَأَنْ يُنْفَخَ فِي الشَّرَابِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے اور مشروب میں پھونکنے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي الشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

باب: سونے یا چاندی کے برتن میں پینا

3723 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى، قَالَ: كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقٰى، فَأَتَاهُ دِهْقَانٌ بِإِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ، فَرَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَرْمِهِ بِهِ إِلَّا أَنِّي قَدْ نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهِ، وَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحَرِيرِ، وَالدِّيبَاجِ، وَعَنِ الشُّرْبِ فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: هِيَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ

ابن ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، مدائن میں تھے، انہوں نے پانی طلب کیا، تو ایک دہقان ان کے پاس چاندی کے برتن میں پانی لے کر آیا، انہوں نے اس برتن کو پھینک دیا، اور بولے: میں نے اس برتن کو اس لیے پھینکا ہے کیونکہ میں نے اسے منع کیا تھا، لیکن یہ شخص باز نہیں آیا، بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم اور دیباج پہننے اور سونے اور چاندی کے برتن میں پینے سے منع کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"یہ چیزیں، ان (کافروں) کے لیے دنیا میں ہیں اور تم (مسلمانوں) کے لیے آخرت میں ہوں گی"

بَابٌ فِي الْكَرْعِ

باب: (چشمے یا نہر وغیرہ میں سے) پانی پینا

3724 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي فُلَيْحٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ

3722-صحیح لغیره، وهذا إسناد حسن في الشواهد. قرة بن عبد الرحمن حديثه حسن في الشواهد، وقد روى له مسلم مقرونا. وأخرجه أحمد (11760)، وابن حبان (5315)، وتمام الرازي في "فوائده "(1011)، والبيهقي في "شعب الإيمان "(6019) من طريق عبد الله بن وهب بهذا الإسناد. وأخرج قسم النهي عن النفخ في الشراب مالک 925 /2، وأحمد (11203)، والترمذی (1996)

3723-إسناده صحيح. ابن أبي ليلى: هو عبد الرحمن، والحكم: هو ابن عتيبة، وحفص بن عمر: هو الحوضي أبو عمر. وأخرجه البخاری (5426)، ومسلم (2067)، وابن ماجه (3414) و (3590)، والترمذی (1986)، والنسائي (5301) من طريق عبد الرحمن بن أبي ليلى، به. وأخرجه مسلم (2067)، والنسائي (5301) من طريق عبد الله بن عكيم، عن حذيفة بن اليمان. وهو في "مسند أحمد " (23269)، و"صحیح ابن حبان "(5339) و (5343).

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَرَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِي شَنٍّ، وَإِلَّا كَرَعْنَا قَالَ: بَلْ عِنْدِي مَاءٌ بَاتَ فِي شَنٍّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ایک صحابی، ایک انصاری کے پاس گئے، وہ اس وقت اپنے باغ میں پانی لگا رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے پاس کوئی ایسا پانی ہو، جو رات سے مشکیزے میں موجود ہو، تو ٹھیک ہے ورنہ (ہم بہتے ہوئے پانی میں) سے پی لیتے ہیں، تو اس نے عرض کی: جی ہاں! میرے پاس ایسا پانی ہے، جو رات سے مشکیزے میں ہے۔

بَابٌ فِي السَّاقِي مَتَى يَشْرَبُ؟

باب: پلانے والا خود کب پیئے گا؟

3725 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْمُخْتَارِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں خود پیئے گا''

3726 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَشَرِبَ، ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ وَقَالَ: الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ لایا گیا، جس میں پانی ملایا گیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف ایک دیہاتی بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے

3724-إسناده حسن. فليح - وهو ابن سليمان - احتج البخاري بحديثه هذا وفيه كلام ينزل له عن رتبة الصحيح، فهو حسن الحديث لا سيما في ما انتقى له البخاري. وأخرجه البخاري (5613)، وابن ماجه (3432) من طريق فليح بن سليمان، به. وهو في "مسند أحمد" (14519)، و"صحيح ابن حبان" (5314).

3725-إسناده صحيح. أبو المختار - واسمه سفيان بن أبي حبيبة، وقيل: سفيان ابن المختار - وثقه ابن معين، وقال أبو حاتم الرازي: صدوق، نقله عنهما ابن أبي حاتم في "الجرح والتعديل" 220/4، وذكره ابن حبان في "الثقات" وقال المنذري في "مختصر السنن": رجال إسناده ثقات. وقد فات الحافظ المزي في "تهذيب الكمال" نقل ابن أبي حاتم، وفات كذلك الحافظ ابن حجر. وفاتنا نحن أيضاً فضعفنا الحديث في "مسند أحمد" (19121) فيستدرك من هنا. وأخرجه ابن أبي شيبة 231/8، وأحمد بن حنبل (19121)، وعبد بن حميد (528) وبحشل في "تاريخ واسط" ص 44، وأبو يعلى في "مسنده" كما في "إتحاف الخيرة" (5022)، والبيهقي في "السنن" 286/7، وفي "الشعب" (6036)، وفي "الآداب" (554)، والمزي في "تهذيب الكمال" في ترجمة أبي المختار، من طرق عن شعبة، به.

اسے پی لیا، پھر دیہاتی کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: دائیں طرف والے کا حق پہلے ہوتا ہے۔

3727 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِي عِصَامٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ: إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: هُوَ أَهْنَأُ، وَأَمْرَأُ، وَأَبْرَأُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ پیتے تھے، تو درمیان میں تین دفعہ سانس لیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: اس طرح پیاس بجھتی ہے، ہضم ہوتا ہے اور تندرستی کا باعث ہوتا ہے"

بَابٌ فِي النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ وَالتَّنَفُّسِ فِيهِ

باب: مشروب میں پھونک مارنا اور اس میں سانس لینا

3728 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ، أَوْ يُنْفَخَ فِيهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے، کہ برتن میں سانس لیا جائے، یا اس میں پھونک ماری جائے۔

3729 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ، مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ: جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي فَنَزَلَ عَلَيْهِ فَقَدَّمَ إِلَيْهِ طَعَامًا فَذَكَرَ حَيْسًا أَتَاهُ بِهِ، ثُمَّ

3726-إسناده صحيح، وهو في "الموطأ" 926 /2، ومن طريقه أخرجه البخاري (5619)، ومسلم (2029)، وابن ماجه (3425)، والترمذي (2002). وأخرجه البخاري (2352) و (5612)، ومسلم (2029)، والنسائي في "الكبرى" (6832) و (6833) من طرق عن الزهري، به. وأخرجه البخاري (2571)، ومسلم (2029) من طريق أبي طوالة عبدالله بن عبد الرحمن، عن أنس بن مالك

3727-حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل أبي عصام -وهو البصري-، وهو غير خالد بن عبيد العتكي الضعيف الراوي عن أنس أيضاً. وهو متابع. هشام: هو ابن أبي عبد الله الدستوائي. وأخرجه مسلم (2028)، والترمذي (1992)، والنسائي في "الكبرى" (6861) من طريق عبد الوارث بن سعيد، ومسلم (2028)، والنسائي (6860) من طريق هشام الدستوائي، كلاهما عن أبي عصام، به. وأخرجه البخاري (5631)، ومسلم (2028)، وابن ماجه (3416)، والنسائي (6857) و (6858) من طريق ثمامة بن عبد الله بن أنس، عن أنس. وهو في "مسند أحمد" (12133) و (12186)، و"صحيح ابن حبان" (5329) و (5330).

3728-إسناده صحيح. عبد الكريم: هو ابن مالك الجزري، ابن عيينة: هو سفيان. وأخرجه ابن ماجه (3429)، والترمذي (1997) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. واقتصر ابن ماجه على ذكر النفخ في الإناء. وأخرجه ابن ماجه (3288) من طريق شريك بن عبد الله النخعي، عن عبد الكريم الجزري، به بلفظ: لم يكن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- ينفخ في طعام ولا شراب ولا يتنفس في الإناء. وشريك سيء الحفظ. وأخرجه ابن ماجه (3428) من طريق خالد الحذاء، عن عكرمة، به بلفظ: نهى رسول الله -صلى الله عليه وسلم- عن التنفس في الإناء. وهو في "مسند أحمد" (1907)، و"صحيح ابن حبان" (5316).

3729-إسناده صحيح. وأخرجه مسلم (2042)، والترمذي (3893)، والنسائي في "الكبرى" (15051) و (10552) من طرق عن شعبة، به. وأخرجه النسائي (10050) من طريق يحيى بن حماد، عن شعبة، عن يزيد بن خمير، عن عبد الله بن بسر، عن أبيه. فزاد في الإسناد بسراً وجعله من مسنده. وأخرجه بنحوه النسائي (6730) من طريق صفوان بن عمرو، و (6873)

اَتَاهُ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ فَنَاوَلَ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ. وَاَكَلَ تَمْرًا فَجَعَلَ يُلْقِي النَّوَى عَلَى ظَهْرِ اُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى فَلَمَّا قَامَ قَامَ اَبِي فَاَخَذَ بِلِجَامِ دَابَّتِهِ فَقَالَ: اُدْعُ اللهَ لِي. فَقَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

حضرت عبداللہ بن بسر جن کا تعلق بنوسلیم سے ہے، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ میرے والد کے ہاں تشریف لائے انہوں نے وہاں پڑاؤ کیا، میرے والد نے آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا، راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حیس پیش کیا تھا، پھر وہ مشروب لے کر آئے، جسے آپ نے نوش فرمالیا، پھر آپ نے اسے اپنے دائیں طرف والے شخص کو دیا، آپ کھجوریں کھاتے ہوئے گٹھلی اپنی شہادت کی انگلی اور ساتھ والی انگلی کی پشت پر رکھتے تھے، جب آپ وہاں سے اٹھے، تو میرے والد نے اٹھ کر آپ کی سواری کی لگام کو پکڑا اور گزارش کی: آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے، تو نبی اکرم ﷺ نے دعا کی:

"اے اللہ! تو نے انہیں جو رزق عطا کیا ہے، اس میں ان کے لیے برکت دے اور ان کی مغفرت کر دے اور ان پر رحم کر۔"

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا شَرِبَ اللَّبَنَ

باب: جب آدمی دودھ پیئے، تو کیا پڑھے؟

3730 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَجَاءُوا بِضَبَّيْنِ مَشْوِيَّيْنِ عَلَى ثُمَامَتَيْنِ. فَتَبَزَّقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَالِدٌ: إِخَالُكَ تَقْذُرُهُ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ اَجَلْ ثُمَّ اُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ. وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ. وَإِذَا سُقِيَ لَبَنًا فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ. وَزِدْنَا مِنْهُ. فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا اللَّبَنُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا لَفْظُ مُسَدَّدٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود تھا، نبی اکرم ﷺ گھر میں تشریف لائے آپ کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے، لوگ بھنی ہوئی گوہ لے کر آئے، جو دو لکڑیوں پر رکھی ہوئی تھی، نبی اکرم ﷺ نے تھوک پھینکا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا خیال ہے آپ اسے ناپسند کرتے ہیں،

3730- حسن، وهذا إسناد ضعيف لضعف علي بن زيد - وهو ابن جدعان - وجهالة عمر بن حرملة، وأخرجه الترمذي (3758)، والنسائي في "الكبرى" (10045) من طريق إسماعيل ابن علية، عن علي بن زيد به، وأخرجه بنحوه مختصراً على ذكر الدعاء عند شرب اللبن ابن ماجه (3322)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جی ہاں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ لایا گیا، تو آپ نے اسے پی لیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص کچھ کھائے، تو یہ پڑھے:

''اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت کردے اور ہمیں اس سے بہتر کھانا کھلا''

اور جب کسی کو دودھ پلایا جائے تو اسے یہ دعا کرنی چاہیے:

''اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت کردے اور ہمیں یہ مزید عطا فرما''

کیونکہ کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے، جو کھانے اور پینے کی جگہ کافی ہو، صرف دودھ کی یہ خصوصیت ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روایت کے یہ الفاظ مسدد کے نقل کردہ ہیں۔

بَابٌ فِي إِيكَاءِ الْآنِيَةِ

باب: برتن کو ڈھانپ کر رکھنا

3731 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا، وَأَطْفِ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ، وَخَمِّرْ إِنَاءَكَ وَلَوْ بِعُودٍ تَعْرِضُهُ عَلَيْهِ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ، وَأَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''(رات کے وقت) اپنے گھر کا دروازہ بند کردو اور اس پر اللہ کا نام لو، کیونکہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھولتا اور اللہ کا نام لے کر اپنے چراغ کو بجھا دو، اور اللہ کا نام لے کر اپنے برتن کو ڈھانپ دو، خواہ اس پر کوئی لکڑی رکھ دو، اور اللہ کا نام لے کر اپنے مشکیزے کا منہ بند کردو''۔

3732 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِهَذَا الْخَبَرِ، وَلَيْسَ بِتَمَامِهِ، قَالَ: فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا غَلَقًا، وَلَا يَحُلُّ وِكَاءً، وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً، وَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى النَّاسِ بَيْتَهُمْ أَوْ بُيُوتَهُمْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم یہ مکمل نہیں ہے،

3731-إسناده صحيح. عطاء: هو ابن أبي رباح، وابن جريج: هو عبد الملك بن عبد العزيز المكي، ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وأخرجه البخاري (3280) و (3304)، ومسلم (2012)، والنسائي في "الكبرى" (10513) و (10514) من طريق ابن جريج، به. ولم يذكر البخاري في روايته الثانية إطفاء المصباح ولا تخمير الإناء ولا إيكاء السقاء. وهو في "مسند أحمد" (14434)، و"صحيح ابن حبان" (1272). وأخرجه مقتصرا على ذكر الأمر بإغلاق الباب البخاري (3304)، ومسلم (2012)، والنسائي في "الكبرى" (10514)

3732-إسناده صحيح. فقد روى هذا الحديث عن أبي الزبير - وهو محمد بن مسلم ابن تدرس المكي - الليث بن سعد عند مسلم وابن ماجه والليث قد روى عنه ما ثبت لديه أنه سمعه من جابر. وأخرجه مسلم (2012)، وابن ماجه (3410)، والترمذي (1915) من طرق عن أبي الزبير، عن جابر. وهو في "مسند أحمد" (14228)، و"صحيح ابن حبان" (1273).

اس میں یہ الفاظ ہیں:

''کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھولتا، بند منہ والا مشکیزہ نہیں کھولتا اور برتن پر رکھی ہوئی چیز نہیں ہٹاتا اور چوہا بعض اوقات لوگوں کے گھر کو جلا دیتا ہے''۔

3733 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَفُضَيْلُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ السُّكَّرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ شِنْظِيرٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، رَفَعَهُ قَالَ: وَاكْفِتُوا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْعِشَاءِ - وَقَالَ مُسَدَّدٌ: عِنْدَ الْمَسَاءِ - فَإِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً

⊛⊛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:)

''عشاء کے وقت (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) شام کے وقت، اپنے بچوں کو گھروں میں بند رکھو، کیونکہ اس وقت میں جنات پھیل جاتے ہیں اور اچک لیتے ہیں''۔

3734 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَسْقَى، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَلَا نَسْقِيكَ نَبِيذًا؟ قَالَ: بَلَى قَالَ: فَخَرَجَ الرَّجُلُ يَشْتَدُّ فَجَاءَ بِقَدَحٍ فِيهِ نَبِيذٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرِضَ عَلَيْهِ عُودًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ الْأَصْمَعِيُّ: تَعْرِضُهُ عَلَيْهِ

⊛⊛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب کیا تو ایک صاحب نے عرض کی: کیا ہم آپ کو نبیذ نہ پلائیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے، راوی بیان کرتے ہیں: تو وہ شخص ایک پیالہ لے کر آیا، جس میں نبیذ موجود تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے اسے ڈھانپ کیوں نہیں دیا، خواہ اس پر کوئی لکڑی رکھ دیتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصمعی نامی راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے۔

3735 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا

3733-وأخرجه البخاري (3316)، والترمذي (3068) من طريق حماد بن زيد، بهذا الإسناد. ولم يذكر الترمذي في روايته إمساك الصبيان عند العشاء. وأخرجه البخاري (3280) و (3304)، ومسلم (2012) من طريق ابن جريج، عن عطاء بن أبي رباح، والبخاري (3304)، ومسلم (2012) من طريق ابن جريج، عن عمرو بن دينار، كلاهما عن جابر. وهو في "مسند أحمد" (14898) و (15167)، و "صحيح ابن حبان" (1276)

3734-إسناده صحيح. لكن وقع في رواية أبي معاوية هذه وهم، فقال فيه: ألا نسقيك نبيذا؟ ورواية الجمهور عن الأعمش فيها ذكر اللبن بدل النبيذ. ويعضد رواية الجمهور حديث أبي الزبير عن جابر عند أحمد (14137) و (23608)، والنسائي في "الكبرى" (6599). وأخرجه مسلم (2011) من طريق أبي معاوية، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (5605)، ومسلم (2011) من طريق جرير بن عبد الحميد، والبخاري (5606)

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَاءُ مِنْ بُيُوتِ السُّقْيَا. قَالَ قُتَيْبَةُ: هِيَ عَيْنٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمَدِينَةِ يَوْمَانِ

٭٭ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میٹھا پانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سقیا کے گھروں سے لایا جاتا تھا۔

قتیبہ کہتے ہیں: یہ ایک چشمے کا نام ہے، جو مدینہ منورہ سے دو دن کی مسافت پر ہے۔

3735-إسناده جيد كما قال الحافظ في "الفتح" 10/ 740، عبد العزيز بن محمد -وهو الدراوردي- فيه كلام يحطه عن رتبة الصحيح. وأخرجه ابن سعد في "الطبقات" 1/ 494 و 506، وابن راهويه (841) و (905) و (1734)، وأحمد (24693) و (24770)، وعمر بن شبة في "تاريخ المدينة" 1/ 158، وأبو يعلى (4613)، وابن حبان (5332)، وأبو الشيخ في "أخلاق النبي -صلى الله عليه وسلم-" ص 227، والحاكم 4/ 138، وأبو نعيم في "أخبار أصبهان" 2/ 125، والبيهقي في "شعب الإيمان" (6032)، والخطيب في "تاريخ بغداد" 3/ 130، والبغوي في "شرح السنة" (3049)، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" 4/ 247 - 248 من طرق عن عبد العزيز بن محمد الدراوردي، بهذا الإسناد.

كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ

کتاب: کھانے سے متعلق روایات

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِجَابَةِ الدَّعْوَةِ

باب: دعوت قبول کرنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

3736 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کسی شخص کو ولیمے کی دعوت دی جائے، تو وہ اس میں شریک ہو''

دعوت ولیمہ کا بیان

ولیمہ اس کھانے کو کہتے ہیں جو نکاح میں کھلایا جاتا ہے اور چونکہ ولیمہ مشتق ہے التیام سے جس کے معنی اجتماع کے ہیں اس لئے اس کھانے کو ولیمہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اجتماع زوجین کی تقریب میں کھلایا جاتا ہے۔ ولیمہ کی شرعی حیثیت اور اس کا وقت اکثر علماء کے قول کے مطابق ولیمہ مسنون ہے جب کہ بعض علماء اسے مستحب کہتے ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک یہ واجب ہے اسی طرح ولیمہ کے وقت کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں۔ بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ کا اصل وقت دخول یعنی شب زفاف کے بعد ہے بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ ولیمہ عقد نکاح کے وقت کھلانا چاہئے۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عقد نکاح کے وقت بھی کھلانا چاہئے اور دخول کے بعد بھی۔ دو دن سے زیادہ وقت تک ولیمہ کھلانے کے بارے میں بھی علماء کے مختلف قول ہیں ایک طبقہ تو اسے مکروہ کہتا ہے یعنی علماء کے اس طبقہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ دو دن تک کھلایا جا سکتا ہے اس سے زیادہ وقت تک کھلانا مکروہ ہے حضرت امام مالک کے ہاں ایک ہفتہ تک کھلانا مستحب ہے لیکن اس سلسلہ میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کا انحصار خاوند کی حیثیت واستطاعت پر ہے اگر وہ صرف ایک ہی وقت پر اکتفا کرے اور اگر کئی دن اور کئی وقت تک کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے تو کئی دن اور کئی وقت تک کھلا سکتا ہے۔ ضیافت کی قسمیں: مجمع البحار میں لکھا ہے کہ ضیافت یعنی دعوت کی آٹھ قسمیں ہیں (ولیمہ) (خرس، اعذار، وکیرہ، نقیعہ، وضیمہ، عقیقہ، مادبہ: چنانچہ ولیمہ اس دعوت کو کہتے

3736- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة بن قعنب. وهو في "الموطأ" 546 /2، ومن طريقه أخرجه البخاري (5173)، ومسلم (1429)، والنسائي في "الكبرى" (6573). وأخرجه البخاري (5179)، ومسلم (1429) من طريق موسى بن عقبة، ومسلم (1429). والترمذي (1123) من طريق إسماعيل بن أمية، ومسلم (1429) من طريق عمر بن محمد.

ہیں جوشادی بیاہ کے موقعہ پر کی جائے۔

خرس اس دعوت کو کہتے ہیں کہ جو بچہ کی پیدائش کی خوشی میں کی جائے اعزار اس دعوت کو کہتے ہیں جو ختنہ کی تقریب میں کی جائے وکیرہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو مکان بننے کی خوشی میں کی جائے نقیعہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو مسافر کے آنے کی تقریب میں کی جائے عقیقہ اس دعوت کو کہتے ہیں جو بچہ کا نام رکھنے کی تقرب میں کی جائے اور مادبہ ہر اس دعوت کو کہتے ہیں جو بلا کسی خاص تقریب کے کی جائے ضیافت کی یہ تمام قسمیں مستحب ہیں البتہ ولیمہ کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دعوت واجب ہے۔

3737 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَعْنَاهُ زَادَ فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ، وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيَدْعُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''اگر اس نے روزہ نہ رکھا ہوا ہو، تو کھانا کھا لے اور اگر روزہ رکھا ہوا ہو، تو (میزبان) کے لیے دعا کر دے''

3738 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی کو کوئی دعوت دے، تو اسے (یعنی دوسرے شخص) کو دعوت قبول کر لینی چاہیے خواہ وہ شادی کی دعوت ہو، یا اس کی مانند کوئی اور ہو''

3739 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، بِإِسْنَادِ أَيُّوبَ وَمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3740 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دُعِيَ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ، وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

3737-إسناده صحيح. أبو أسامة: هو حماد بن أسامة، وعبيد الله: هو ابن عمر العمري. وأخرجه مسلم (1429) من طريق خالد بن الحارث، ومسلم (1429)، وابن ماجه (1914)

3738-إسناده صحيح. الحسن بن علي: هو الخلال الحلواني. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (19666)، ومن طريقه أخرجه مسلم (1429). وأخرجه مسلم (1429) من طريق حماد بن زيد، عن أيوب، به بلفظ: "ائتوا الدعوة إذا دعيتم". وهو في "مسند أحمد" (5367)، و"صحيح ابن حبان" (5289).

3740-إسناده صحيح. أبو الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي- قد صرح بسماعه من جابر عند الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (3030). وأخرجه مسلم (1430)، والنسائي في "الكبرى" (6575) من طريق سفيان الثوري، ومسلم (1430)، وابن ماجه (1751)

''جس شخص کو دعوت دی جائے ، اسے قبول کرنی چاہیے ، اگر وہ چاہے تو کھانا کھالے ، اگر چاہے تو نہ کھائے''

3741 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا دُرُسْتُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ أَبَانَ بْنِ طَارِقٍ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ، وَمَنْ دَخَلَ عَلَى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيرًا

قَالَ أَبُو دَاوُد: أَبَانُ بْنُ طَارِقٍ مَجْهُولٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کو دعوت دی جائے اور وہ اس کو قبول نہ کرے، تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، تو جو شخص دعوت کے بغیر چلا جائے، تو وہ چور کے طور پر داخل ہوا اور لٹیرے کے طور پر باہر نکلا''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابان بن طارق نامی راوی مجہول ہے۔

3742 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ، يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِينُ، وَمَنْ لَمْ يَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سب سے برا کھانا ولیمہ کا کھانا ہے، جس میں خوشحال لوگوں کو بلایا جاتا ہے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے''۔

دعوت کو قبول کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو شادی کے کھانے پر بلایا جائے تو اسے جانا چاہئے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ دعوت قبول کرنی چاہئے خواہ وہ ولیمہ کی دعوت ہو یا اسی قسم کی کوئی اور دعوت۔ (بخاری ومسلم مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 418)

3741- وأخرجه البزار (1245 كشف الأستار)، والعقيلي في "الضعفاء 161 /2 "، وابن حبان في "المجروحين" 294 /1، وابن عدي في "الكامل" في ترجمة أبان بن طارق 381 /1 وفي ترجمة دزست 968 /3، والقضاعي في "مسند الشهاب "(527) و(528) و(529)، والبيهقي في "السنن الكبرى" 68 /7 و265، وفي "شعب الإيمان "(9647) و(9648)، وفي "الآداب "(568)، وابن الجوزي في "العلل المتناهية "(871)، والمزي في لأتهذيب الكمال" في ترجمة درست بن زياد 485 /8 من طريق دزست بن زياد، وابن عدي 1/ 380، ومن طريقه ابن الجوزي في "العلل المتناهية "(870) من طريق خالد بن الحارث، كلاهما عن أبان بن طارق، به.

3742- وهو في "موطأ مالك" 546 /2، ومن طريقه أخرجه البخاري (5177)، ومسلم (1432)، وأخرجه مسلم (1432)، وابن ماجه (1913) من طريق سفيان بن عيينة، ومسلم (1432) من طريق معمر، ثلاثتهم (مالك وابن عيينة ومعمر) عن ابن شهاب الزهري، به. وأخرجه مسلم (1432) من طريق سفيان بن عيينة، عن أبي الزناد، عن الأعرج، به. وأخرجه أيضا (1432) من طريق سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة. وأخرجه (1432) من طريق ثابت الأعرج، عن أبي هريرة، عن النبي -صلى الله عليه وسلم- فرفعه! وهو في "مسند أحمد" (7279)، و"صحيح ابن حبان "(5304) و(5305)

یا اسی قسم کی کوئی اور دعوت سے ختنہ وعقیقہ وغیرہ کی دعوت مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان روایتوں میں ولیمہ سے مراد صرف وہی کھانا ہے جو شادی بیاہ کے موقع پر کھلایا جائے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ شادی بیاہ کے کھانے کی دعوت قبول کرنا واجب ہے اگر کوئی شخص بلا کسی عذر کے دعوت قبول نہ کرے تو وہ گنہگار ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جس شخص نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی۔ اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ قبول کرنے سے مراد دعوت میں جانا یعنی اگر کسی شخص کو شادی میں بلایا جائے تو اس کے لئے اس دعوت میں جانا بعض علماء کے نزدیک واجب ہے۔

اور بعض علماء کے نزدیک مستحب ہے اب رہی یہ بات کہ کھانے میں شریک ہونے کی تو اس کے بارے میں متفقہ طور پر مسئلہ یہ ہے کہ اگر روزے سے نہ ہو تو کھانے میں شریک ہونا مستحب ہے شادی کے کھانے کی دعوت کے علاوہ دوسری دعوتوں کا قبول کرنا مستحب ہے۔ طیبی اور ابن ملک نے یہ بھی لکھا ہے کہ دعوت قبول کرنے کا وجوب یا استحباب بعض صورتوں میں ساقط ہو جاتا ہے یہ شبہ ہونا کہ دعوت میں جو کھانا کھلایا جائے گا وہ حلال مال کا نہیں ہوگا یا اس دعوت میں مالداروں کی تخصیص ہو یا اس دعوت میں کوئی ایسا شخص شریک ہو جس سے یا تو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو یا وہ اس قابل نہ ہو کہ اس کے ساتھ کہیں بیٹھا جائے ان صورتوں میں اگر کوئی شخص دعوت قبول نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح اگر کسی شخص کو دعوت میں محض اس لئے بلایا جائے کہ اس کی خوشنودی مزاج حاصل ہو جائے اور اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے یا اس کی ذات وجاہ سے کوئی دنیاوی غرض پوری ہوئے تو ایسی دعوت کو قبول نہ کرنا ہی اولی ہے یا ایسے ہی اگر کچھ لوگ کسی شخص کو اس مقصد کے لئے دعوت میں بلائیں کہ وہ ان لوگوں کے باطل ارادوں یا غیر شرعی کاموں میں مدد کرے یا کسی دعوت میں ممنوع چیزیں جیسے شراب وغیرہ موجود ہو یا وہاں ناچ گانے یا غیر شرعی تفرحیات کی چیزیں ہوں یا جس جگہ دعوت ہو وہاں حریر وغیرہ کا فرش بچھا ہو تو ایسی دعوت میں شریک نہ ہونا چاہئے۔

یہ بات مدنظر رہنی چاہئے کہ آجکل کی مجالس مذکورہ بالا چیزوں سے خالی نہیں ہوتیں اگر سب چیزیں نہیں ہوتیں تو ان میں بعض چیزیں اکثر مجلسوں میں پائی جاتی ہیں اس لئے صوفیاء کا قول ہے کہ عزلت (گوشہ نشینی) حلال ہوگئی ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ آجکل گوشہ نشینی واجب ہوگی ہے لہٰذا جو شخص احتیاط کے پیش نظر گوشہ نشینی اختیار کرنا چاہے اور کسی بھی مجلس یا دعوت میں شریک ہونا مناسب نہ سمجھتا ہو تو اس کے لئے گوشہ نشینی ہی بہتر ہے۔

اور حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو شادی بیاہ اسی رسم کی کسی اور تقریب کے) کھانے پر بلایا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ دعوت قبول کرلے یعنی دعوت میں چلا جائے پھر وہاں جا کر اس کی مرضی پر موقوف ہو گا کہ چاہے تو کھائے چاہے تو نہ کھائے۔ (مسلم)

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوا کہ دعوت قبول کرنے کا مطلب داعی کے یہاں جانا ہے اور یہ واجب یا سنت ہے ہاں دعوت کے کھانے میں شریک ہونا سنت ہے بشرطیکہ روزہ سے نہ ہو۔ ابن ملک فرماتے ہیں کہ ارشاد گرامی میں دعوت کو قبول کا جو حکم دیا گیا

ہے وہ بطریق وجوب ہے لیکن اس کا تعلق اس شخص سے ہے جس کو کوئی عذر لاحق نہ ہو اگر کوئی شخص معذور ہو مثلاً دعوت کی جگہ اتنی دور ہے کہ وہاں جانا تکلیف ومشقت برداشت کرنے کا مرادف ہے تو اس صورت میں اس دعوت کو قبول نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابٌ فِي اسْتِحْبَابِ الْوَلِيمَةِ عِنْدَ النِّكَاحِ

باب: نکاح کے لیے ولیمے کا مستحب ہونا

3743 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: ذُكِرَ تَزْوِيجُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا أَوْلَمَ بِشَاةٍ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ایک مرتبہ ان کے سامنے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی شادی کا ذکر ہوا، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج میں سے، کسی بھی زوجہ محترمہ کے ساتھ شادی کے بعد، ایسا ولیمہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جیسا آپ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کے بعد کیا تھا، آپ نے اس میں ایک (بکری ذبح کر کے دعوت کی تھی)

3744 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا وَائِلُ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِهِ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلَمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِسَوِيقٍ، وَتَمْرٍ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمے میں ستو اور کھجور کھلائے تھے۔

شرح

حضرت صفیہ حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں جو خیبر میں آباد قبیلہ بنوقریظہ و بنونضیر کے سردار تھے جب خیبر کے یہودیوں سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح عطا کی تو صفیہ بھی ہاتھ لگیں اور بطور لونڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آئیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزادی کے خلعت سے نوازا اور پھر اپنی زوجیت میں لے کر انہیں دین و دنیا کی سب سے بڑی سعادت سے سرفراز کیا۔ اس مسئلہ میں اہل علم کے اختلافی اقوال ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے اور اس کی آزادی ہی کو اس کا مہر قرار دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ صحابہ کی ایک جماعت اور بعض علماء اس حدیث کے ظاہری مفہوم کے پیش نظر اس کے جواز کے قائل ہیں جب کہ صحابہ اور علماء کی ایک جماعت نے اسے جائز نہیں کہا ہے اور حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے ان کی طرف سے اس حدیث کی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

3743-إسناده صحيح. حماد: هو ابن زيد. وثابت: ابن أسلم البناني. وأخرجه البخاري (5168)، ومسلم (1428)، وابن ماجه (1908)، والنسائي في "الكبرى" (6567) من طريق حماد بن زيد، به. وأخرجه ضمن قصة زواجه -صلى الله عليه وسلم- بزينب مسلم (1428) من طريق سليمان بن المغيرة، عن ثابت، به

سے حضرت صفیہ کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا جانا ایک استثنائی صورت ہے جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ مختص ہے لہٰذا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا اور کسی کو جائز نہیں ہے۔

شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو آزاد کرے اور اس کی آزادی کو مہر قرار دے بایں طور کہ اس سے یہ کہے کہ میں نے تجھ کو اس شرط پر آزاد کیا کہ تو مجھ سے آزادی کے عوض نکاح کرلے اور پھر اس لونڈی نے اسے قبول کرلیا تو یہ آزاد کرنا صحیح ہو جائے گا یعنی وہ آزاد ہو جائیگی البتہ نکاح کے معاملے میں وہ خود مختار ہوگی یہاں تک کہ اگر اس نے اس شخص سے نکاح کرلیا تو اس کے لئے اس کا مہر مثل واجب ہوگا۔ حیس ایک کھانے کا نام ہے جو حلوے کی قسم کا ہوتا ہے اور کھجور گھی اور اقط سے بنتا ہے اقط کہ جس کا دوسرا نام قروط ہے پنیر کی طرح ہوتا ہے اور دہی سے بنایا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي كَمْ تُسْتَحَبُّ الْوَلِيمَةُ؟

باب: ولیمہ کتنے دنوں تک مستحب ہے؟

3745 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ الثَّقَفِيِّ، عَنْ - رَجُلٍ أَعْوَرَ مِنْ ثَقِيفٍ كَانَ يُقَالُ لَهُ مَعْرُوفًا أَيْ يُثْنِي عَلَيْهِ خَيْرًا إِنْ لَمْ يَكُنِ اسْمُهُ - زُهَيْرُ بْنُ عُثْمَانَ فَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْوَلِيمَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ، وَالثَّانِيَ مَعْرُوفٌ، وَالْيَوْمَ الثَّالِثَ سُمْعَةٌ وَرِيَاءٌ قَالَ قَتَادَةُ: وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ دُعِيَ أَوَّلَ يَوْمٍ فَأَجَابَ، وَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّانِيَ فَأَجَابَ، وَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَلَمْ يُجِبْ، وَقَالَ: أَهْلُ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ

❀❀ عبداللہ بن عثمان ثقیف قبیلے سے تعلق رکھنے والے، کانے شخص کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''(شادی کے بعد) پہلے دن ولیمہ کرنا حق ہے، دوسرے دن مناسب ہے اور تیسرے دن شہرت اور دکھاوا ہے''۔

قتادہ کہتے ہیں: ایک صاحب نے مجھے یہ بات بتائی کہ سعید بن مسیب کو پہلے دن دعوت دی جاتی، تو قبول کر لیتے، اگر دوسرے دن دعوت دی جاتی، تو قبول کر لیتے اور تیسرے دن دعوت دی جاتی، تو وہ قبول نہیں کرتے تھے وہ کہتے تھے: یہ شہرت اور دکھاوا کرنے والے لوگ ہیں۔

دعوت ولیمہ کتنے دن ہوتی ہے

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے دن شادی کا کھانا کھلانا حق ہے دوسرے دن کھانا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا اپنے آپ کو سنانا ہے اور جو اپنے آپ کو سنانے کا خواہشمند ہوگا اللہ تعالیٰ اسے سنائے گا۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 425)

مطلب یہ ہے کہ شادی بیاہ میں پہلے دن لوگوں کو کھانے پر بلانا اور لوگوں کا اس دعوت کو قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے اور جن علماء نے ولیمہ کی دعوت کو واجب کہا ہے ان کے نزدیک حق سے مراد واجب ہے اور دوسرے دن کو مدعو کرنا مسنون و مستحب ہے اور دو دن کے بعد جب تیسرے دن بھی کوئی مدعو کرے تو سمجھنا چاہئے کہ اب اس کی دعوت میں نام ونمود کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے یعنی اس نے تیسرے دن لوگوں کو کھانے پر اس لئے بلایا ہے تا کہ شہرت ہو جائے اور لوگ اس کی تعریف کریں اس کے بارے میں یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ جو شخص اپنے نام ونمود کے تحت تیسرے دن بھی لوگوں کو کھانے پر بلائے گا اور خواہش مند ہوگا کہ اس کی سخاوت کی تعریف کریں تا کہ وہ اظہار فخر کر سکے تو ایسے شخص کو جان لینا چاہئے کہ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں یہ اعلان کرائے گا کہ دیکھو یہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جس نے محض دکھانے سنانے کے لئے لوگوں کو کھانا کھلایا تھا چنانچہ وہ شخص تمام مخلوق اللہ کے سامنے سخت رسوا اور ذلیل ہوگا۔

طیبی کہتے ہیں کہ جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے (مثلاً اس کا نکاح ہو جائے) تو اس پر لازم ہے کہ وہ شکر ادا کرے اور شکر یہ ہے کہ دعوت ولیمہ میں لوگوں کو بلا کر کھانا کھلائے اور یہ (یعنی شکر ادا کرنا مثلاً دعوت کرنا پہلے دن تو ضروری ہے اور) دوسرے دن مستحب ہے تا کہ پہلے دن اگر کوتاہی ہوگئی ہو تو دوسرے دن ان کی تلافی ہو جائے اس لئے کہ سنت واجب کو مکمل کر دیتی ہے اور تیسرے دن دعوت کرنا بس دکھانے سنانے کے لئے ہے (یعنی تیسرے دن دعوت کرنے کا نہ صرف یہ کہ کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ نام ونمود کی وجہ سے آخرت کا نقصان ہی ہوتا ہے) اسی طرح جن لوگوں کی دعوت کی جائے ان کے بارے میں یہ مسئلہ ہے کہ پہلے دن کی دعوت قبول کرنا ان کے لئے واجب ہے دوسرے دن کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے اور تیسرے دن کی دعوت قبول کرنا مکروہ بلکہ حرام ہے۔ اس حدیث سے مالکیہ کے اس مسلک کی صریح تردید ہوتی ہے کہ سات دن تک ولیمہ کی دعوت کرتے رہنا مستحب ہے۔

3746 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَلَمْ يُجِبْ، وَحَصَبَ الرَّسُولَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

''اگر تیسرے دن انہیں بلایا جاتا تھا، تو وہ قبول نہیں کرتے تھے اور پیغام لانے والے کو کنکر مارتے تھے''

بَابُ الْإِطْعَامِ عِنْدَ الْقُدُومِ مِنَ السَّفَرِ

باب: سفر سے واپسی پر کھانا کھلانا

3747 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، نَحَرَ جَزُورًا أَوْ بَقَرَةً

3747- إسناده صحيح. وأخرجه البخاري (3089) من طريق وكيع، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (14213).

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ (راوی کو شک ہے شاید) ایک گائے ذبح کی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الضِّيَافَةِ

باب: مہمان نوازی کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

3748- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ. جَائِزَتُهُ يَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ. الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَمَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرِجَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرِءَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكُمْ أَشْهَبُ قَالَ: وَسُئِلَ مَالِكٌ عَنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ قَالَ: يُكْرِمُهُ وَيُتْحِفُهُ، وَيَحْفَظُهُ. يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ضِيَافَةً

حضرت ابوشریح کعبی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کرے، اہتمام کے ساتھ اس کی دعوت ایک دن اور ایک رات ہوگی اور عام مہمان نوازی تین دن ہوگی، اس کے بعد جو ہوگا وہ صدقہ ہوگا اور مہمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرے کہ اسے حرج میں مبتلا کردے''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا گیا:

''اہتمام کے ساتھ اس کی دعوت ایک دن ہوگی''

تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی عزت افزائی کرے، اس کو تحفہ دے اور ایک دن تک اس کا خوب خیال رکھے، جب کہ عام مہمان نوازی تین دن تک ہوگی۔

3749- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ

3748-إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة بن قعنب، وسعيد المقبري: هو ابن كيسان. وهو في "موطأ مالک" 929 /2. وأخرجه البخاري (6019) و (6135)، ومسلم بإثر (1726)، وابن ماجه (3675)، والترمذي (2082) و (2083)، والنسائي في "الكبرى" كما في "تحفة الأشراف" 224 /9 من طرق عن سعيد المقبري، به. وأخرجه مسلم (48)، وابن ماجه (3672) من طريق نافع بن جبير، عن أبي شريح الخزاعي. دون ذكر مدة الضيافة. وهو في "مسند أحمد" (16370) و (16371)

3749-حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل عاصم -وهو ابن أبي النجود- ولكنه متابع. حماد: هو ابن سلمة. وأخرجه أحمد (8645) من طريق حماد بن سلمة، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن أبي شيبة 477 /12، وأحمد (7873) و (9564)، والبخاري في "الأدب المفرد" (742)، والبيهقي 7/197 من طريق أبي سلمة بن عبد الرحمن، والطيالسي (5260)، وابن راهويه (305)، والبخاري في "تاريخه" الكبير" تعليقاً 367 /3، والبزار (1930 كشف الأستار) وأبو يعلى (6134) من طريق زياد بن أبي المغيرة، وأحمد (10628) من طريق محمد بن سيرين، وابن حبان (5284)، وأبو يعلى (6590) من طريق سعيد المقبري، وأبو يعلى (6218) من طريق أبي حازم، خمستهم عن أبي هريرة.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"میزبانی تین دن ہوتی ہے، جو اس کے علاوہ ہو، وہ صدقہ ہوگی"

3750 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي كَرِيمَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْلَةُ الضَّيْفِ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَمَنْ أَصْبَحَ بِفِنَائِهِ فَهُوَ عَلَيْهِ دَيْنٌ إِنْ شَاءَ اقْتَضَى وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ

حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ایک رات کی مہمان نوازی ہر مسلمان پر لازم ہے، جو شخص اس کے صحن میں اترتا ہے، تو یہ مہمان نوازی اس کے ذمہ قرض ہوتی ہے، اگر وہ چاہے، تو اس کو وصول کرلے، چاہے تو ترک کردے"

3751 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو الْجُودِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْمُهَاجِرِ، عَنِ الْمِقْدَامِ أَبِي كَرِيمَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا رَجُلٍ أَضَافَ قَوْمًا، فَأَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُومًا، فَإِنَّ نَصْرَهُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، حَتَّى يَأْخُذَ بِقِرَى لَيْلَةٍ مِنْ زَرْعِهِ وَمَالِهِ

حضرت مقدام ابوکریمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص کسی کا مہمان ہو، پھر وہ مہمان محروم رہے، تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے، یہاں تک کہ وہ شخص اس کے کھیت اور مال میں سے، ایک رات کی خوراک حاصل کرے"

3752 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَمَا يَقْرُونَنَا، فَمَا تَرَى؟ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذِهِ حُجَّةٌ لِلرَّجُلِ يَأْخُذُ الشَّيْءَ إِذَا كَانَ لَهُ حَقًّا

3750-إسناده صحيح. أبو كريمة: هو المقدام بن معدي كرب، وعامر: هو ابن شراحيل الشعبي، ومنصور: هو ابن المعتمر، وأبو عوانة: هو الوضاح بن عبد الله اليشكري. وأخرجه ابن ماجه (3677) من طريق سفيان الثوري، عن منصور، به. وهو في "مسند أحمد" (17172).

3751-إسناده ضعيف لجهالة سعيد بن أبي المهاجر -وقيل: ابن المهاجر.- وأخرجه الطيالسي (1149)، وأحمد (17178)، والدارمي (2037)، والحاكم 4/ 132، والبيهقي 9/ 197 و 270/ 10، والمزي في "تهذيب الكمال" 11/ 82 - 83 من طرق عن شعبة، به. وأخرجه الطبراني في "الكبير" 20/ (665) من طريق أبي يحيى الكلاعي، عن المقدام. وفي إسناده أبو فروة يزيد بن سنان ضعيف الحديث.

3752-إسناده صحيح. أبو الخير: هو مرثد بن عبد الله اليزني، والليث: هو ابن سعد. وأخرجه البخاري (2461) و (6137)، ومسلم (1727)، وابن ماجه (3676) من طريق الليث بن سعد، بهذا الإسناد. وأخرجه بنحوه الترمذي (1679) من طريق ابن لهيعة، عن يزيد بن أبي حبيب، به. وهو في "مسند أحمد" (17345)، و"صحيح ابن حبان" (5288).

﴿﴾ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہمیں کہیں بھیجتے ہیں، ہم کسی جگہ پر پڑاؤ کرتے ہیں، تو وہاں کے لوگ ہماری مہمان نوازی نہیں کرتے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اگر تم کسی قوم کے پاس پڑاؤ کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے اس بات کی ہدایت کرتے ہیں، جو مہمان کے لیے مناسب ہوتی ہے، تو تم اس کو قبول کرلو اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے، تو تم ان سے مہمان کا حق وصول کرلو، جو مہمان کے لائق ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب آدمی کا حق ہو، تو وہ اسے وصول کرسکتا ہے۔

بَابُ نَسْخِ الضَّيْفِ يَأْكُلُ مِنْ مَالِ غَيْرِهِ

باب: دوسرے کے مال میں سے کھانے کی ضیافت ہونے کا منسوخ ہونا

3753 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ) (النساء: 29) فَكَانَ الرَّجُلُ يُحْرَجُ أَنْ يَأْكُلَ عِنْدَ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ مَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ. فَنَسَخَ ذٰلِكَ الْآيَةُ الَّتِي فِي النُّورِ، قَالَ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ) (النور: 61) إِلَى قَوْلِهِ (أَشْتَاتًا) (النور: 61) كَانَ الرَّجُلُ الْغَنِيُّ يَدْعُو الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِهِ إِلَى الطَّعَامِ، قَالَ: إِنِّي لَأَجَّنَّحُ أَنْ آكُلَ مِنْهُ. وَالتَّجَنُّحُ: الْحَرَجُ وَيَقُولُ: الْمِسْكِينُ أَحَقُّ بِهِ مِنِّي، فَأُحِلَّ فِي ذٰلِكَ أَنْ يَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَأُحِلَّ طَعَامُ أَهْلِ الْكِتَابِ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''اور آپس میں ایک دوسرے کے مال، باطل طور پر نہ کھاؤ، البتہ باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت ہو، تو حکم مختلف ہو گا''۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:) اس آیت کے نازل ہونے کے بعد، لوگوں نے اس بات میں حرج محسوس کیا کہ کسی شخص کے ہاں کچھ کھائیں، تو سورہ نور میں موجود، اس آیت نے اسے منسوخ کردیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اگر تم اپنے گھروں میں سے کھاتے ہو''

یہ آیت یہاں تک ہے (اشتاتا)

پہلے یہ ہوتا تھا کہ کوئی شخص، کسی خوشحال شخص کو اپنے گھر آ کر کھانا کھانے کی دعوت دیتا، تو وہ یہ کہتا تھا کہ میں اسے گناہ سمجھتا

3753- إسناده حسن من أجل علي بن الحسين بن واقد، فقد روى عنه جمع من الحفاظ. وقال النسائي: ليس به بأس، ووصفه الحافظ الذهبي في "السير" بالإمام المحدث الصدوق، وبأنه كان عالماً صاحب حديث كأبيه، ويغلب على ظننا أن تضعيف أبي حاتم والعقيلي له للإرجاء، كالذي نقله البخاري عن إسحاق بن راهويه.

ہوں کہ میں وہاں سے کھاؤں، لفظ تحنج کا مطلب حرج ہے، وہ شخص یہ کہتا تھا: مسکین اس دعوت کا مجھ سے زیادہ حقدار ہے۔

تو اس آیت میں اس بات کو حلال قرار دیا گیا ہے، کہ جن چیزوں پر اللہ کا نام ذکر کر دیا گیا ہو، وہ لوگ اسے کھا سکتے ہیں اور اہل کتاب کے کھانے کو بھی حلال قرار دیا گیا۔

بَابٌ فِي طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ

باب: ایک دوسرے کے مقابلے میں کھانا کھلانا

3754 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْخِرِّيتِ، قَالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ، يَقُولُ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ أَنْ يُؤْكَلَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَكْثَرُ مَنْ رَوَاهُ عَنْ جَرِيرٍ لَا يَذْكُرُ فِيهِ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَهَارُونُ النَّحْوِيُّ ذَكَرَ فِيهِ ابْنَ عَبَّاسٍ أَيْضًا وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلے بازی میں کھانا کھلانے والوں کا کھانا کھانے سے منع کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کثر راویوں نے یہ روایت حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، انہوں نے اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا، ہارون نحوی نے اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کیا ہے، جبکہ حماد بن زید نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

بَابُ إِجَابَةِ الدَّعْوَةِ إِذَا حَضَرَهَا مَكْرُوهٌ

باب: آدمی کو دعوت میں بلایا جائے، اور وہاں وہ کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے

3755 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّ رَجُلًا، أَضَافَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَتْ: فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ

3754-إسناده صحيح. وقد صححه ابن القطان الفاسي في "بيان الوهم والأيهام" 428 /5، إذا على عبد الحق الإشبيلي إذ قال عقبه في "الأحكام الوسطى" :66 /4 أكثر من رواه لم يذكر ابن عباس. وأخرجه البيهقي في "السنن الكبرى" 274 /7 من طريق أبي داود السجستاني، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن عدي في الكامل" 509 /2 و551، والبيهقي في "شعب الإيمان "(6067) من طريق بقية بن الوليد، حدثني ابن المبارك، وأبو الفتح الأزدي في "من وافق اسمه اسم أبيه" ص 29 - 28 من طريق عباد بن عباد المهلبي، كلاهما (ابن المبارك وعباد) عن جرير بن حازم، به. وأخرجه أبو القاسم البغوي في "الجعديات "(3257) عن علي بن الجعد، عن جرير بن حازم، عن الزبير بن خريت، عن عكرمة مرسلاً. وأخرجه موصولاً الطبراني في "الكبير "(11942)، والحاكم 129 128 /4

3755-إسناده حسن من أجل سعيد بن جمهان، فهو صدوق حسن الحديث. وأخرجه ابن ماجه (3360) من طريق عفان بن مسلم، عن حماد بن سلمة، به. وهو في "مسند أحمد "(21922)، و"صحيح ابن حبان "(6354).

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَ مَعَنَا فَدَعَوْهُ فَجَاءَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى عِضَادَتَيِ الْبَابِ فَرَاَى الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ بِهِ فِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَرَجَعَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: لِعَلِيٍّ الْحَقْهُ فَانْظُرْ مَا رَجَعَهُ فَتَبِعْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا رَدَّكَ فَقَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ لِي اَوْ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا

سفینہ ابوعبدالرحمن بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی دعوت کی اوران کے لیے کھانا تیار کیا اوران کے گھر بھیج دیا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلوالیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کھانا کھالیں گے، ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے اپنا دست مبارک دروازے کی چوکھٹ پر رکھا، آپ نے وہاں ایک منقش پردہ دیکھا، جو گھر کے ایک طرف لگایا گیا تھا، تو آپ واپس تشریف لے گئے، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں اوراس بات کا جائزہ لیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں واپس تشریف لے گئے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں آپ کے پیچھے گیا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کیوں واپس تشریف لے آئے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) کسی نبی کے لے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی ایسے گھر میں داخل ہو، جہاں نقش ونگار بنے ہوئے ہوں۔

بَابٌ إِذَا اجْتَمَعَ دَاعِيَانِ اَيُّهُمَا اَحَقُّ

باب: جب دو دعوت دینے والے اکھٹے آجائیں، تو کس کا حق زیادہ ہوگا؟

3756 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ اَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ الْاَوْدِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِيَانِ فَاَجِبْ اَقْرَبَهُمَا بَابًا، فَإِنَّ اَقْرَبَهُمَا بَابًا اَقْرَبُهُمَا جِوَارًا، وَإِنْ سَبَقَ اَحَدُهُمَا فَاَجِبِ الَّذِي سَبَقَ

حمید بن عبدالرحمن حمیری، ایک صحابی کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب دو دعوت دینے والے، ایک ساتھ دعوت دے دیں، تو تم اس کی دعوت قبول کرو، جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو، اگر ان لوگوں کا دروازہ ایک جتنا قریب ہو، تو اس کی دعوت قبول کرو، جس کی ہمسائیگی زیادہ قریب ہو، اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے دعوت دے چکا ہو، تو اس کی دعوت قبول کرو، جس نے پہلے دعوت دی تھی''

3756-إسناده حسن من أجل أبي خالد الدالاني -وهو يزيد بن عبد الرحمن. أبو العلاء الأودي: هو داود بن عبد الله. وأخرجه إسحاق بن راهويه (1368)، وأحمد (23466)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (2798)، والبيهقي 7/ 275، وابن الأثير في "أسد الغابة" 6/ 413 414

بَابٌ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَالْعَشَاءُ

باب: جب نماز کا وقت ہو اور کھانا بھی آ جائے

3757 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى - قَالَ أَحْمَدُ - حَدَّثَنِي يَحْيَى الْقَطَّانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ، وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا يَقُومُ حَتَّى يَفْرُغَ زَادَ مُسَدَّدٌ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ إِذَا وُضِعَ عَشَاؤُهُ، أَوْ حَضَرَ عَشَاؤُهُ، لَمْ يَقُمْ حَتَّى يَفْرُغَ، وَإِنْ سَمِعَ الْإِقَامَةَ، وَإِنْ سَمِعَ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کسی شخص کا کھانا رکھ دیا جائے اور اس دوران نماز بھی کھڑی ہو جائے، تو وہ شخص اس وقت تک (نماز ادا کرنے کے لیے) نہ اٹھے، جب تک وہ (کھانے سے) فارغ نہیں ہو جاتا''۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا کھانا آ جاتا، تو وہ اس وقت تک (نماز کے لیے) نہیں اٹھتے تھے، جب تک (کھانا کھا کر) فارغ نہیں ہو جاتے تھے، اگرچہ انہیں اقامت کی آواز سنائی دے چکی ہو، اگرچہ وہ امام کی قرأت سن رہے ہوں۔

3758 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى يَعْنِي ابْنَ مَنْصُورٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُؤَخَّرُ الصَّلَاةُ لِطَعَامٍ وَلَا لِغَيْرِهِ

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''نماز کو کھانے، یا کسی اور وجہ سے موخر نہ کیا جائے''

3759 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي فِي زَمَانِ ابْنِ الزُّبَيْرِ إِلَى جَنْبِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: عَبَّادُ بْنُ

3757-إسناده صحيح. عبيد الله: هو ابن عمر العمري، ومسدد: هو ابن مسرهد. وأخرجه البخاري (673)، ومسلم (559)، والترمذي (354) من طريق عبيد الله ابن عمر، والبخاري (5464)، ومسلم (559)، وابن ماجه (934) من طريق أيوب السختياني، والبخاري تعليقاً (674)، ومسلم (559) من طريق موسى بن عقبة، ومسلم (559) من طريق ابن جريج، أربعتهم عن نافع، به. وهو في "مسند أحمد" (4709)، و"صحيح ابن حبان" (2067).

3758-إسناده ضعيف، محمد بن ميمون -وهو الزعفراني الكوفي- اختلف فيه وثقه بعضهم وضعفه آخرون، وقد إنفرد بهذا الحديث، ولا يحتمل تفرد مثله، كيف وقد خالف حديث ابن عمر السالف وهو في "الصحيحين". وأخرجه البيهقي 3/74، والمزي في "تهذيب الكمال" في ترجمة محمد بن ميمون الزعفراني 26/542 من طريق محمد بن ميمون، بهذا الإسناد.

عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ: إِنَّا سَمِعْنَا أَنَّهُ، يُبْدَأُ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: وَيْحَكَ مَا كَانَ عَشَاؤُهُمْ أَتُرَاهُ كَانَ مِثْلَ عَشَاءِ أَبِيكَ

⊛⊛ عبداللہ بن عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں موجود تھا، یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی بات ہے، تو عباد بن عبداللہ بن زبیر نے کہا: ہم نے یہ بات سنی ہے کہ نماز سے پہلے کھانا کھالینا چاہیے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو، بھلا ان کا کھانا ہوتا کیا تھا؟ تمہارا کیا خیال ہے، ان کا کھانا تمہارے باپ کے کھانے کی طرح ہوتا تھا۔

بَابٌ فِي غَسْلِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الطَّعَامِ

باب: کھانے کے وقت دونوں ہاتھ دھولینا

3760 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُدِّمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالُوا: أَلَا نَأْتِيكَ بِوَضُوءٍ فَقَالَ: إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کر کے تشریف لائے، آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا، لوگوں نے عرض کی: آپ وضو نہیں کریں گے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے وضو کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا ہے، جب میں نماز کے لیے اٹھوں"

بَابٌ فِي غَسْلِ الْيَدِ قَبْلَ الطَّعَامِ

باب: کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا

3761 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قَيْسٌ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ، وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ وَكَانَ سُفْيَانُ يَكْرَهُ الْوُضُوءَ قَبْلَ الطَّعَامِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ضَعِيفٌ

⊛⊛ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ کھانے میں برکت کی وجہ یہ ہے کہ کھانے سے پہلے وضو کرلیا جائے۔ میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے میں برکت یہ ہے کہ کھانے سے پہلے بھی وضو کیا جائے اور بعد میں بھی۔

سفیان کھانے سے پہلے وضو کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔

بَابٌ فِي طَعَامِ الْفُجَاءَةِ

باب: اچانک کھانا

3762 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا عَمِّي يَعْنِي سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ قَالَ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شِعْبٍ مِنَ الْجَبَلِ وَقَدْ قَضَى حَاجَتَهُ، وَبَيْنَ أَيْدِينَا تَمْرٌ عَلَى تُرْسٍ أَوْ حَجَفَةٍ، فَدَعَوْنَاهُ فَأَكَلَ مَعَنَا وَمَا مَسَّ مَاءً

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی کی طرف سے تشریف لائے، آپ نے قضائے حاجت کی تھی، ہمارے سامنے ڈھال پر کھجوریں رکھی ہوئی تھیں ہم نے آپ کو دعوت دی تو آپ نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو چھوا نہیں (یعنی وضو نہیں کیا)

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ ذَمِّ الطَّعَامِ

باب: کھانے کی برائی بیان کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

3763 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: مَا عَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ، وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا تھا، اگر آپ کو جو کھانے کی خواہش ہوتی، تو کھا لیتے تھے، اگر کوئی چیز ناپسند ہوتی، تو چھوڑ دیتے تھے۔

بَابٌ فِي الِاجْتِمَاعِ عَلَى الطَّعَامِ

باب: اکٹھے ہو کر کھانا

3764 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي وَحْشِيُّ بْنُ

3762- صحيح لغيره، وهذا إسناد رجاله ثقات إلا أن أبا الزبير - وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي - لم يصرح بسماعه من جابر، والليث بن سعد لم يروه عن أبي الزبير مباشرة فتحمل عنعنة أبي الزبير على السماع. سعيد بن الحكم: هو ابن أبي مريم. وأخرجه الطبراني في "الأوسط" (8674) و(9067)، والبيهقي في "السنن" 7/ 68 من طريق الليث بن سعد، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن حبان في "صحيحه" (1160)، والبيهقي في "السنن" 7/ 68 من طريق عمرو بن الحارث، وأحمد (15272) من طريق ابن لهيعة، والبيهقي في "الشعب" (5888)

3763- إسناده صحيح. أبو حازم: هو سلمان الأشجعي، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وسفيان: هو الثوري، ومحمد بن كثير: هو العبدي. وأخرجه البخاري (5409)، ومسلم (2064)، وابن ماجه (3259)، والترمذي (2150) من طرق عن الأعمش، به

حَرْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ، قَالَ: فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُونَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا كُنْتَ فِي وَلِيمَةٍ فَوُضِعَ الْعَشَاءُ فَلَا تَأْكُلْ حَتَّى يَأْذَنَ لَكَ صَاحِبُ الدَّارِ

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تم الگ الگ کھاتے ہو، لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مل جل کر کھایا کرو، اس پہ اللہ کا نام لے لیا کرو، تمہارے لیے اس میں برکت ڈالی جائے گی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب آپ ولیمے کی دعوت میں شریک ہوں اور کھانا رکھ دیا جائے، تو آپ اس وقت تک کھانا نہ کھائیں جب تک آپ کو میزبان اجازت نہیں دیتا۔

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ

باب: کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

3765- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللهَ عِنْدَ دُخُولِهِ، وَعِنْدَ طَعَامِهِ، قَالَ الشَّيْطَانُ: لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ، وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ، فَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ: أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جب کوئی شخص گھر میں داخل ہو اور گھر میں داخل ہونے کے وقت اور کھانا کھانے کے وقت، اللہ کا ذکر کرے، تو شیطان کہتا ہے (یعنی اپنے شیطانوں سے کہتا ہے:) تمہارے لیے اس گھر میں نہ تو رہنے کی جگہ ہے اور نہ رات کا کھانا ہے، (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) اگر کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت، اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے، تو شیطان کہتا ہے: تمہیں رہنے کی جگہ مل گئی ہے، جب وہ شخص کھاتے ہوئے، اللہ کا ذکر نہ کرے، تو شیطان کہتا ہے: تمہیں رہنے کی جگہ بھی مل گئی اور کھانا بھی مل گیا ہے۔

3764- حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف، وحشي بن حرب الحفيد لين الحديث، وأبوه مجهول، ومع ذلك فقد حسنه الحافظ العراقي في "تخريج أحاديث الإحياء" 5/ 2 "وأخرجه ابن ماجه (3286) من طريق الوليد بن مسلم، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (16078)، و"صحيح ابن حبان" (5224). ويشهد له حديث جابر عند أبي يعلى (2045)، والطبراني في "الأوسط" (7317)، والبيهقي في "الشعب" (9174) و (9175).

3765- إسناده صحيح، وقد صرح أبو الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي- بسماعه من جابر عند مسلم، فانتفت شبهة تدليسه، وابن جريج صرح بالسماع عند المصنف وغيره. وأخرجه مسلم (2018)، وابن ماجه (3887)، والنسائي في "الكبرى" (6724) و (9935) من طريق ابن جريج، به. وهو في "مسند أحمد" (14729)، و"صحيح ابن حبان" (819).

3766 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ يَضَعْ أَحَدُنَا يَدَهُ حَتَّى يَبْدَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ طَعَامًا، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ، فَذَهَبَ لِيَضَعَ يَدَهُ فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، ثُمَّ جَاءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّمَا تُدْفَعُ، فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا، وَقَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ الَّذِي لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ، وَإِنَّهُ جَاءَ بِهَذَا الْأَعْرَابِيِّ يَسْتَحِلُّ بِهِ، فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ، وَجَاءَ بِهَذِهِ الْجَارِيَةِ يَسْتَحِلُّ بِهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ يَدَهُ لَفِي يَدِي مَعَ أَيْدِيهِمَا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے تھے، تو ہم میں سے کوئی بھی شخص اپنا ہاتھ اس وقت تک برتن میں نہیں ڈالتا تھا، جب تک آپ کھانا شروع نہیں کر دیتے تھے، ایک مرتبہ ہم آپ کے ساتھ ایک کھانے کی دعوت میں شریک تھے اسی دوران ایک دیہاتی آیا، یوں جیسے اسے دھکیلا گیا ہو (یعنی وہ تیزی سے آیا) وہ اپنا ہاتھ کھانے میں داخل کرنے لگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک لڑکی آئی، یوں جیسے اسے دھکیلا جا رہا ہو (یعنی وہ تیزی سے چلتی ہوئی آئی) اور اپنا ہاتھ کھانے میں داخل کرنے لگی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، تو شیطان اس کو اپنے لیے حلال کروا لیتا ہے، وہ اس دیہاتی کو لے کر آیا کہ اس کے ذریعے کھانا حلال کرے، تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر وہ اس لڑکی کو لے کر آیا، تاکہ اس کے ذریعے اپنا کھانا حلال کرلے تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اس (شیطان) کا ہاتھ ان دونوں (دیہاتی اور لڑکی) کے ہاتھ کے ہمراہ میرے ہاتھ میں تھا۔

3767 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَبْدِ اللهِ الدَّسْتُوَائِيَّ، عَنْ بُدَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهَا - أُمُّ كُلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللهِ تَعَالَى، فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللهِ تَعَالَى فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''جب کوئی شخص کھانا کھائے تو اللہ کا نام ذکر کرے، اور اگر وہ کھانے کے آغاز میں اللہ کا نام ذکر کرنا بھول جائے تو (جب

3766-إسناده صحيح. أبو حذيفة: هو سلمة بن صهيب الأرحبي، وخيثمة: هو ابن عبد الرحمن بن أبي سبرة الجعفي. وأخرجه مسلم (2017)، والنسائي في "الكبرى" (6721) و(15531) من طريق الأعمش، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (23249).

3767-صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة أم كلثوم - وهي الليثية على ما رجحناه في "مسند أحمد" (25106). بديل: هو ابن ميسرة، وإسماعيل: هو ابن علية. وأخرجه الترمذي (1965) من طريق وكيع بن الجراح، والنسائي في "الكبرى" (10040) من طريق معتمر بن سليمان، كلاهما عن هشام الدستوائي، به. وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح. وأخرجه ابن ماجه (3264)

یاد آئے) تو یہ پڑھ لے:

''اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اس کے شروع میں بھی، آخر میں بھی''

3768 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ صُبْحٍ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخُزَاعِيُّ، عَنْ عَمِّهِ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَرَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ إِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ قَالَ: بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ. فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَقَاءَ مَا فِي بَطْنِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: جَابِرُ بْنُ صُبْحٍ جَدُّ سُلَيْمَانَ بْنِ حَرْبٍ مِنْ قِبَلِ أُمِّهِ

حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، ایک شخص کھانا کھانے لگا، اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی، یہاں تک کہ جب اس کے کھانے میں سے ایک لقمہ باقی رہ گیا اور اس نے اسے اپنے منہ کی طرف بلند کیا، تو اس نے یہ پڑھ لیا:

''اس کے آغاز میں اور آخر میں' اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور ارشاد فرمایا: شیطان مسلسل اس کے ساتھ کھا رہا تھا، جب اس نے اللہ کا نام لیا، تو شیطان نے اپنے پیٹ میں موجود کھانا قے کر کے (باہر نکال دیا)''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جابر بن صبح نامی راوی سلیمان بن حرب کے نانا ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

باب: ٹیک لگا کر کھانا

3769 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا آكُلُ مُتَّكِئًا

حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا''

3770 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ

3768-إسناده حسن في الشواهد، المثنى بن عبد الرحمن الخزاعي تفرد بالرواية عنه جابر بن صبح، ولم يؤثر توثيقه عن غير ابن حبان، لكن يشهد لحديثه حديث عائشة السالف قبله، وحديث ابن مسعود المشار إليه هناك. وقد صحح الحديث الحاكم 4/ 108 - 109 وسكت عنه الذهبي. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (6725) و (10041) من طريق جابر بن صبح، به. وهو في "مسند أحمد" (18963).

3769-إسناده صحيح. سفيان: هو الثوري، ومحمد بن كثير: هو العبدي. وأخرجه البخاري (5398) و (5399)، وابن ماجه (3262)، والترمذي (1935) من طرق عن علي بن الأقمر، عن أبي جحيفة. وهو في "مسند أحمد" (18754)، و"صحيح ابن حبان" (5240).

عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَا رُئِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مُتَّكِئًا قَطُّ، وَلَا يَطَأُ عَقِبَهُ رَجُلَانِ

❀❀ شعیب بن عبداللہ، اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی ٹیک لگا کر کھانا کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور نہ ہی آپ کے پیچھے کسی کو چلتے ہوئے دیکھا گیا۔''

3771 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سُلَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَوَجَدْتُهُ يَأْكُلُ تَمْرًا وَهُوَ مُقْعٍ

❀❀ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا، جب میں واپس آیا، تو میں نے آپ کو کھجوریں کھاتے ہوئے دیکھا، آپ اس وقت اقعاء کے طور پر بیٹھے ہوئے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَكْلِ مِنْ أَعْلَى الصَّحْفَةِ

باب: پیالے کے اوپری حصے میں سے کھانا

3772 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَأْكُلْ مِنْ أَعْلَى الصَّحْفَةِ، وَلَكِنْ لِيَأْكُلْ مِنْ أَسْفَلِهَا، فَإِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ مِنْ أَعْلَاهَا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص کھانا کھائے، تو وہ پیالے کے اوپر سے نہ کھائے، بلکہ نیچے سے کھائے، کیونکہ برکت اس کے اوپری حصے پر نازل ہوتی ہے''۔

3773 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عِرْقٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُسْرٍ، قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّاءُ يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ، فَلَمَّا أَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحَى أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ - يَعْنِي وَقَدْ ثُرِدَ فِيهَا - فَالْتَفُّوا عَلَيْهَا، فَلَمَّا كَثُرُوا جَثَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَا هَذِهِ الْجِلْسَةُ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ جَعَلَنِي عَبْدًا

3770-وأخرجه ابن ماجه (244) من طريق سويد بن عمرو، عن حماد بن سلمة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند أحمد "(6549). قال المناوي في "فيض القدير"5/

3771-إسناده قوي من أجل مصعب بن سليم، فهو صدوق لا بأس به. وأخرجه مسلم(2044)، والنسائي في "الكبرى "(6711) من طرق عن مصعب ابن سليم، عن أنس. وهو في "مسند أحمد "(12860)

3772-وأخرجه ابن ماجه (3277)، والترمذي (1908)، والنسائي في "الكبرى "(6729) من طرق عن عطاء بن السائب، به. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند أحمد "(2439)، و"صحيح ابن حبان "(5245).

3773-وأخرجه مختصرا ابن ماجه (3263) و (3275) عن عمرو بن عثمان، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد (17678)، والنسائي في "الكبرى "(6730) من طريق صفوان ابن عمرو

كَرِيمًا، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا مِنْ حَوَالَيْهَا، وَدَعُوا ذِرْوَتَهَا، يُبَارَكْ فِيهَا

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا برتن تھا، جسے چار آدمی اٹھاتے تھے، اس کا نام غراء تھا، جب چاشت کا وقت ہوا، لوگوں نے چاشت کی نماز ادا کی، تو اس برتن کو لایا گیا، یعنی اس برتن میں ثرید تیار کیا گیا تھا، لوگ اس کے گرد اکٹھے ہوگئے، جب لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹنے ٹیک لیے، ایک دیہاتی نے دریافت کیا: یہ بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے نرم بندہ بنایا ہے، اس نے مجھے متکبر اور سرکش نہیں بنایا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کے بالائی حصے کو (یعنی درمیانی حصے) کو رہنے دو، کیونکہ اس میں برکت نازل ہوتی رہے گی"۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجُلُوسِ عَلَى مَائِدَةٍ عَلَيْهَا بَعْضُ مَا يُكْرَهُ

باب: ایسے دسترخوان پر بیٹھنا، جس میں کچھ ناپسندیدہ چیزیں ہوں

3774 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَطْعَمَيْنِ: عَنِ الْجُلُوسِ عَلَى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ، وَأَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِحٌ عَلَى بَطْنِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَسْمَعْهُ جَعْفَرٌ مِنَ الزُّهْرِيِّ، وَهُوَ مُنْكَرٌ

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے کھانے سے منع کیا ہے، ایک یہ کہ آدمی ایسے دسترخوان پر بیٹھے، جہاں شراب پی جاتی ہو، اور یہ کہ آدمی پیٹ کے بل اوندھا لیٹ کر کھانا کھائے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت جعفر نے زہری سے نہیں سنی ہے، یہ روایت منکر ہے۔

3775 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری سے منقول ہے۔

3774- وأخرجه ابن ماجه (3370) عن محمد بن بشار، عن كثير بن هشام، بهذا الإسناد. بذكر النهي عن الأكل منبطحاً فقط. ويشهد للنهي عن الجلوس على مائدة يشرب عليها الخمر حديث عمر بن الخطاب عند أحمد (125)، وأبي يعلى (251)، والبيهقي 7/ 266. وحديث جابر بن عبد الله عند الترمذي (3009)، والنسائي في "الكبرى" (6708).

بَابُ الْأَكْلِ بِالْيَمِينِ

باب: دائیں ہاتھ سے کھانا

3776 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ جَدِّهِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص کھائے، تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے، اور پیئے تو بائیں ہاتھ سے پیئے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے''۔

3777 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ أَبِي وَجْزَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادْنُ بُنَيَّ فَسَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ

⊛⊛ حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے میرے بیٹے! میرے قریب ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ''

بَابٌ فِي أَكْلِ اللَّحْمِ

باب: گوشت کھانا

3778 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّكِّينِ فَإِنَّهُ مِنْ صَنِيعِ الْأَعَاجِمِ، وَانْهَسُوهُ فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ

3776-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. وأخرجه مسلم (2020)، والترمذي (1903)، والنسائي في "الكبرى "(6713) و (6715) و (6717) و (6863) من طرق عن الزهري، به. وأخرجه مسلم (2020)، والنسائي في "الكبرى "(6714) و (6862) و (6864) و (6865) من طريق سالم بن عبد الله بن عمر، عن أبيه. وأخرجه النسائي (6718) من طريق شريك النخعي، عن عبيد الله، عن نافع، عن ابن عمر. قال النسائي: هذا خطأ، والصواب الذي قبله، يعني رواية عبيد الله، عن الزهري، عن أبي بكر بن عبيد الله، عن جده ابن عمر. وهو في "مسند أحمد "(4537)، و"صحيح ابن حبان "(5226) و (5331).

3777-إسناده صحيح. أبو وجزة: هو يزيد بن عبيد السعدي. وأخرجه الطيالسي (1358)، وابن حبان في "صحيحه "(5211) من طريقين عن هشام بن عروة، عن أبي وجزة، عن عمر بن أبي سلمة. وأخرجه النسائي في "الكبرى "(6723) و (10035) و (10036)

3778-وأخرجه ابن حبان في "المجروحين" 60 /3، وابن عدي في "الكامل" 2518 /7، والبيهقي 280 /7 من طريق أبي معشر السندي، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن عدي /7

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"گوشت کو چھری کے ذریعے کاٹ کر (نہ کھاؤ) کیونکہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے، تم اسے دانت کے ذریعے نوچ کر کھاؤ، کیونکہ اس سے مزہ زیادہ آتا ہے اور یہ ہضم اچھی طرح ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت قوی نہیں ہے۔

3779 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، قَالَ: كُنْتُ آكُلُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآخُذُ اللَّحْمَ بِيَدِي مِنَ الْعَظْمِ، فَقَالَ: أَدْنِ الْعَظْمَ مِنْ فِيكَ فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عُثْمَانُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ صَفْوَانَ وَهُوَ مُرْسَلٌ

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا میں نے اپنے ہاتھ کے ذریعے ہڈی سے گوشت جدا کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہڈی کو اپنے منہ کے قریب کرو، (یعنی منہ کے ذریعے گوشت کو نوچ کر کھاؤ) کیونکہ اس سے زیادہ لذت محسوس ہوتی ہے اور یہ زیادہ اچھی طرح ہضم ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عثمان نامی راوی نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

3780 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: كَانَ أَحَبُّ الْعُرَاقِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرَاقَ الشَّاةِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ہڈی پسند تھی، جو بکری کی ہو، اور اس پر سے (زیادہ گوشت اتارا جا چکا ہو اور تھوڑا موجود ہو۔)

3781 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

3779-حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف، لضعف عبد الرحمن بن معاوية -وهو الزُّرَقي. ولانقطاعه: عثمان بن أبي سليمان لم يسمع من صفوان بن أمية. ابن عُلَية: هو إسماعيل بن إبراهيم بن مِقسم. وله طريقان آخران ضعيفان كذلك، لكن بمجموعها يحسن الحديث إن شاء الله، كما قال الحافظ في الفتح، 547 /9 وأخرجه أحمد (15309)، والطبراني في "الكبير"، (7333)، والحاكم 113 - 112 /4، والبيهقي في "السنن الكبرى" 280 /7، وفي "الشعب" (5901)، وفي "الآداب" (506)

3780-إسناده ضعيف لجهالة سعد بن عياض. وزهير -وهو ابن معاوية- سماعه من أبي إسحاق -وهو عمرو بن عبد الله السَّبيعي- بعد اختلاطه. أبو داود: هو سليمان ابن داود الطيالسي. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (6620) عن هارون بن عبد الله، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (3733).

3781-صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة سعد بن عياض. وزهير بن معاوية -وإن روى عن أبي إسحاق السبيعي بعد اختلاطه- قد توبع على هذه الرواية. أبو داود: هو سليمان بن داود الطيالسي. وهو في "مسند الطيالسي" (388)، ومن طريقه أخرجه أحمد (3733) الترمذي في "الشمائل" (169)، والبيهقي في شعب الإيمان (5897)، والمزي في "تهذيب الكمال" في ترجمة سعد بن عياض 294 /10. وأخرجه البخاري في "تاريخه الكبير" 61 /4، والشاشي في "مسنده" (785)، والطبراني في الأوسط" (2461) من طريق عمرو بن مرزوق، وأبو الشيخ في "أخلاق النبي -صلى الله عليه وسلم- ص 202 من طريق مالك بن إسماعيل، كلاهما عن زهير به.

يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ قَالَ: وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ وَكَانَ يَرَى أَنَّ الْيَهُودَ هُمْ سَمُّوهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، نبی اکرم ﷺ کو دستی پسند تھی۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کو زہر بھی دستی کے گوشت میں دیا گیا تھا، لوگ یہ بیان کرتے ہیں: یہودیوں نے آپ کو زہر دیا تھا۔

بَابٌ فِي أَكْلِ الدُّبَّاءِ

باب: کدو کھانا

3782 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقُرِّبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، قَالَ أَنَسٌ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الصَّحْفَةِ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمِئِذٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک درزی نے نبی اکرم ﷺ کی کھانے کی دعوت کی، جو اس نے آپ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس دعوت میں چلا گیا، اس نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے جو کی بنی ہوئی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ پیالے کے اطراف میں سے کدو تلاش کر رہے تھے، تو اس دن کے بعد میں کدو سے محبت کرتا ہوں۔

بَابٌ فِي أَكْلِ الثَّرِيدِ

باب: ثرید کھانا

3783 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ السَّمْتِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ أَحَبَّ الطَّعَامِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

3782- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة بن قعنب. وهو في "موطأ مالك" 546 /2، ومن طريقه أخرجه البخاري (2092)، ومسلم (2541)، والترمذي (1955)، والنسائي في "الكبرى" (6628). وأخرجه البخاري (5420) و(5433) و(5435)، ومسلم (2041)، وابن ماجه (3302) و(3303)، والنسائي في "الكبرى" (6629) و(6630) و(6728) من طرق عن أنس بن مالك. وهو في "مسند أحمد" (12052) و(12513)، و"صحيح ابن حبان" (4539) و(6380).

3783- وأخرجه البيهقي في "شعب الإيمان" (5908)، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" 241 /4 من طريق أبي داود السجستاني، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن سعد في "الطبقات الكبرى" 393 /1 عن سعيد بن سليمان سعدويه، عن المبارك بن سعيد، به. وأخرجه أبو الشيخ في "أخلاق النبي -صلى الله عليه وسلم-" ص 193 و211 من طريق الحسن بن عرفة، والحاكم 116 /4

وَسَلَّمَ الثَّرِيْدُ مِنَ الْخُبْزِ، وَالثَّرِيْدُ مِنَ الْحَيْسِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ضَعِيْفٌ

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے پسندیدہ کھانا روٹی سے بنا ہوا ثرید اور حیس کا ثرید تھا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت ضعیف ہے۔

بَابٌ فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّقَذُّرِ لِلطَّعَامِ

باب: کسی کھانے کو ناپسندیدہ قرار دینے، کا ناپسندیدہ ہونا

3784 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنِيْ قَبِيصَةُ بْنُ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ مِنَ الطَّعَامِ طَعَامًا أَتَحَرَّجُ مِنْهُ، فَقَالَ: لَا يَتَخَلَّجَنَّ فِيْ صَدْرِكَ شَيْءٌ ضَارَعْتَ فِيْهِ النَّصْرَانِيَّةَ

⊙⊙ قبیصہ بن ہلب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ سے ایک شخص نے سوال کیا، کچھ کھانے ایسے ہیں، جنہیں کھانے میں، میں حرج محسوس کرتا ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی ایسی چیز تمہارے ذہن میں شبہ نہ ڈالے، ورنہ اس میں نصرانیت کی آمیزش ہوگی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا

باب: نجاست کھانے والے جانوروں کا گوشت کھانے، یا ان کا دودھ پینے کی ممانعت

3785 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاست کھانے والے جانور کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع کیا ہے۔

3786 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِيْ أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ

3784-حسن من حديث عدى بن حاتم، وهذا إسناد ضعيف، قبيصة بن هلب مجهول كما قال ابن المديني والنسائي. زهير: هو ابن معاوية. وأخرجه ابن ماجه (2830)، والترمذي (1653) و (1654) من طريق سماك بن حرب، به. وهو في "مسند أحمد" (21965)، وأخرجه أحمد (18262)، وابن حبان (332)

3785-وأخرجه ابن ماجه (3189)، والترمذي في "الجامع الكبير" (1928)، وفي "العلل الكبير" 773 /2، والطبراني في "الكبير" (13506)، والحاكم 34 /2، وابن حزم في "المحلى" 183 /1، والبيهقي 332 /9، وابن عبد البر في "التمهيد" 182 /15، وابن الجوزي في "التحقيق" (1974) من طريق محمد بن إسحاق، بهذا الإسناد.

عَبَّاسٍ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ لَبَنِ الْجَلَّالَةِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاست کھانے والے جانور کا دودھ پینے سے منع کیا ہے"

3787 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِي سُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ جَهْمٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي قَيْسٍ، عَنْ اَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْإِبِلِ: اَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا، اَوْ يُشْرَبَ مِنْ اَلْبَانِهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاست کھانے والے جانور پر سواری کرنے اور نجاست کھانے والی اونٹنی کا دودھ پینے سے منع کیا ہے"

بَابٌ فِي اَكْلِ لُحُوْمِ الْخَيْلِ

باب: گھوڑے کا گوشت کھانے کا حکم؟

3788 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ، وَاَذِنَ لَنَا فِي لُحُوْمِ الْخَيْلِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "غزوہ خیبر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کر دیا، البتہ آپ نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔"

3789 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: ذَبَحْنَا يَوْمَ خَيْبَرَ الْخَيْلَ، وَالْبِغَالَ، وَالْحَمِيرَ، فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِغَالِ، وَالْحَمِيرِ، وَلَمْ يَنْهَنَا عَنِ الْخَيْلِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے دن ہم نے گھوڑے، گدھے اور خچر ذبح کیے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (خچروں اور گدھوں) کا گوشت کھانے سے منع کر دیا، البتہ آپ نے ہمیں گھوڑوں (کا گوشت کھانے) سے منع نہیں کیا۔

3790 - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ شَبِيْبٍ، وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ، قَالَ حَيْوَةُ: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ

3789- إسناده صحيح. لقد صرح أبو الزبير بسماعه من جابر عند مسلم وغيره، فانتفت شبهة تدليسه. حماد: هو ابن سلمة. وأخرجه مسلم (1941)، وابن ماجه (3191)، والنسائي (4343) من طريق ابن جريج، والنسائي (4329) من طريق الحسين بن واقد المروزي، كلاهما عن أبي الزبير، به. وهو في "مسند أحمد" (14450)، و"صحيح ابن حبان" (5269) و(5270) و(5272).

3790- إسناده ضعيف لضعف بقية - وهو ابن الوليد الحمصي -، ولضعف صالح بن يحيى بن المقدام، وجهالة أبيه، على نكارة في متنه في ذكر النهي عن لحوم الخيل. وقال الخطابي: في إسناده نظر، وصالح بن يحيى بن المقدام، عن أبيه، عن جده لا يعرف سماع بعضهم من بعض. وأخرجه ابن ماجه (3198)، والنسائي (4331) و(4332) من طريق بقية بن الوليد، بهذا الإسناد. وسيأتي عند المصنف برقم (3806)

يزيد، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ، وَالْبِغَالِ، وَالْحَمِيرِ. زَادَ حَيْوَةُ: وَكُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَا بَأْسَ بِلُحُومِ الْخَيْلِ، وَلَيْسَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا مَنْسُوخٌ قَدْ أَكَلَ لُحُومَ الْخَيْلِ جَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ: ابْنُ الزُّبَيْرِ، وَفَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَأَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ، وَسُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ، وَعَلْقَمَةُ، وَكَانَتْ قُرَيْشٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْبَحُهَا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر، گھوڑے اور گدھے کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے"۔

ایک راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ہر نوکیلے دانتوں والے درندے کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے،

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ امام مالک کا قول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گھوڑے کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عمل اسی بات پر ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حکم منسوخ ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت نے گھوڑے کا گوشت کھایا ہے، جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا، سوید بن غفلہ اور علقمہ شامل ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں قریش بھی گھوڑا ذبح کیا کرتے تھے۔

بَابٌ فِي أَكْلِ الْأَرْنَبِ

باب: خرگوش کھانا

3791 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا حَزَوَّرًا فَصِدْتُ أَرْنَبًا فَشَوَيْتُهَا، فَبَعَثَ مَعِي أَبُو طَلْحَةَ بِعَجُزِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَبِلَهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک کم عمر مضبوط جسم کا لڑکا تھا، میں نے ایک خرگوش کا شکار کیا، میں نے اسے بھون لیا، تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نچلا دھڑ میرے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، میں اسے لے کر

3791- إسناده صحيح. هشام بن زيد: هو ابن أنس بن مالك، وحماد: هو ابن سلمة. وأخرجه بنحوه البخاري (2572)، ومسلم (1953)، وابن ماجه (3243)، والترمذي (1892)، والنسائي (4312) من طريق شعبة، عن هشام بن زيد. وزاد البخاري وغيره: فقبله -يعني الورك. وهو في "مسند أحمد" (12182).

آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اسے قبول کرلیا۔

3792 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي خَالِدَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ، يَقُولُ: إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو كَانَ بِالصِّفَاحِ قَالَ: مُحَمَّدٌ مَكَانٌ بِمَكَّةَ وَإِنَّ رَجُلًا جَاءَ بِأَرْنَبٍ قَدْ صَادَهَا فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو مَا تَقُولُ: قَالَ: قَدْ جِيءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ فَلَمْ يَأْكُلْهَا، وَلَمْ يَنْهَ عَنْ أَكْلِهَا، وَزَعَمَ أَنَّهَا تَحِيضُ

خالد بن حویرث بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ "صفاح" (نامی جگہ) پر موجود تھے، راوی کہتے ہیں: یہ مکہ میں ایک جگہ ہے، ایک شخص خرگوش لے کر آیا، جسے اس نے شکار کیا تھا، اس نے دریافت کیا، اے عبداللہ بن عمرو! (اس کے کھانے کے بارے میں) آپ کیا کہتے ہیں، انہوں نے جواب دیا: یہ نبی اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا تھا: نہ آپ نے اسے کھایا اور نہ کھانے سے منع فرمایا۔

راوی نے یہ بات بیان کی: کہ خرگوش (یعنی مادہ خرگوش کو) حیض آتا ہے۔

بَابٌ فِي أَكْلِ الضَّبِّ

باب: گوہ کھانا

3793 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ خَالَتَهُ أَهْدَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمْنًا، وَأَضُبًّا، وَأَقِطًا، فَأَكَلَ مِنَ السَّمْنِ، وَمِنَ الْأَقِطِ، وَتَرَكَ الْأَضُبَّ تَقَذُّرًا، وَأُكِلَ عَلَى مَائِدَتِهِ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ان کی خالہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تحفے کے طور پر گھی، گوہ اور پنیر پیش کیے، نبی اکرم ﷺ نے گھی اور پنیر کو کھالیا، لیکن آپ نے گوہ کو نہیں کھایا، (راوی کہتے ہیں) نبی اکرم ﷺ کے دسترخوان پر اس کو کھایا گیا، اگر یہ حرام ہوتی، تو نبی اکرم ﷺ کے دسترخوان پر، اسے نہ کھایا جاتا

3794 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ

3792- إسناده ضعيف لجهالة محمد بن خالد بن الحويرث وأبيه. وأخرجه البيهقي 9/321 من طريق أبي داود، بهذا الإسناد. وفي الباب عن خزيمة بن جزء عند ابن ماجه (3245). وقد ضعف إسناده الحافظ في "الفتح" 9/662.

3793- إسناده صحيح. أبو بشر: هو جعفر بن إياس أبي وحشية. وأخرجه البخاري (2575)، ومسلم (1947)، والنسائي (4318) من طريق شعبة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (2299)، و"صحيح ابن حبان" (5221) و(5223) وانظر ما بعده، وما سلف برقم (3730).

3794- إسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة بن قعنب. وهو في "موطأ مالك"، برواية يحيى الليثي 2/968، وبرواية محمد بن الحسن (645). وأخرجه البخاري (5537) عن عبد الله بن مسلمة القعنبي، بهذا الإسناد. وأخرجه البخاري (5391)، ومسلم (1946)، من طريق يونس بن يزيد الأيلي، والبخاري (5400) من طريق معمر بن راشد، ومسلم (1946)، والنسائي (4317) من طريق صالح بن كيسان، وابن ماجه (3241)، والنسائي (4316) من طريق محمد ابن الوليد الزبيدي، أربعتهم عن الزهري، به.

بن عباس، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُونَةَ فَأُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، فَقَالَ: بَعْضُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ: أَخْبِرُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ، فَقَالُوا: هُوَ ضَبٌّ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: أَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ قَالَ خَالِدٌ: فَاجْتَرَرْتُهُ، فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو بھنی ہوئی گوہ پیش کی گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک دسترخوان کی طرف بڑھایا تو سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود ایک خاتون نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تو بتادو، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کھانے لگے ہیں؟ لوگوں نے بتایا: کہ یہ گوہ ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا، (حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں، البتہ یہ میرے علاقے کی خوراک نہیں ہے، اس لیے میں اس سے بچتا ہوں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور کھالیا، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمارہے تھے۔

3795 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ وَدِيعَةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي جَيْشٍ فَأَصَبْنَا ضِبَابًا، قَالَ: فَشَوَيْتُ مِنْهَا ضَبًّا، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، قَالَ: فَأَخَذَ عُودًا فَعَدَّ بِهِ أَصَابِعَهُ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ أُمَّةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُسِخَتْ دَوَابَّ فِي الْأَرْضِ، وَإِنِّي لَا أَدْرِي أَيُّ الدَّوَابِّ هِيَ قَالَ: فَلَمْ يَأْكُلْ وَلَمْ يَنْهَ

حضرت ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لشکر میں تھے ہم نے کچھ گوہ پکڑ لیں، میں نے ان میں سے ایک گوہ کو بھون لیا اور اس کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، اسے میں نے آپ کے سامنے رکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی پکڑ کر اس کے ذریعے اس کی انگلیاں گنیں، پھر آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک قوم کو جانوروں

3795-وهو في "مسند أحمد "(17931). وأخرجه مختصراً النسائي (4321) من طريق عدي بن ثابت، عن زيد بن وهب، به. وهو في "مسند أحمد "(17928). وأخرجه النسائي (4322) من طريق شعبة، عن الحكم بن عتيبة، والطيالسي (1222) عن شعبة، عن يزيد بن أبي زياد،

3796-حديث منكر. قال الخطابي: ليس إسناده بذاك، وقال البيهقي 9/ 326: هذا ينفرد به إسماعيل بن عياش، وليس بحجة، وقال الجورقاني في "الأباطيل "(608): هذا حديث منكر، وإسناده ليس بمتصل، وإسماعيل بن عياش ضعيف الحديث، وقال ابن الجوزي في "العلل "(1097): هذا حديث لا يصح، وإسماعيل بن عياش ضعيف، وقال المنذري في "اختصار السنن ": في إسناده إسماعيل بن عياش وضمضم ابن زرعة، وفيهما مقال، وقال الذهبي في "الميزان" و"سير أعلام النبلاء " في ترجمة إسماعيل بن عياش: هذا حديث منكر، زاد في "السير ": وأراه مرسلاً. وأخرجه يعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ" 1/ 291 و2/ 318 و447، والبيهقي 9/ 326، والجورقاني في "الأباطيل "(608)

کی شکل میں مسخ کر دیا گیا تھا، مجھے یہ نہیں معلوم کہ وہ کون سے جانور ہیں، راوی کہتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے نہ تو اسے کھایا اور نہ ہی اس سے منع کیا۔

3796 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، اَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ اَبِي رَاشِدٍ الْحُبْرَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ لَحْمِ الضَّبِّ

حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي اَكْلِ لَحْمِ الْحُبَارَى

باب: حباریٰ کا گوشت کھانا

3797 - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنِي بُرَيْهُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: اَكَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَى

بریہ بن عمر، اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا (حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حباریٰ کا گوشت کھایا ہے۔

بَابٌ فِي اَكْلِ حَشَرَاتِ الْاَرْضِ

باب: حشرات الارض کھانا

3798 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا غَالِبُ بْنُ حَجْرَةَ، حَدَّثَنِي مِلْقَامُ بْنُ التَّلِبِ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَسْمَعْ لِحَشَرَةِ الْاَرْضِ تَحْرِيْمًا

ملقام بن تلب، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، میں نے حشرات الارض کے حرام ہونے کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔

3799 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ الْكَلْبِيُّ اَبُوْ ثَوْرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ نُمَيْلَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَسُئِلَ عَنْ اَكْلِ الْقُنْفُذِ، فَتَلَا (قُلْ لَا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا) الْاٰيَةَ، قَالَ: قَالَ شَيْخٌ عِنْدَهُ: سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَبِيْثَةٌ مِنَ الْخَبَائِثِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اِنْ كَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا فَهُوَ كَمَا قَالَ مَا لَمْ نَدْرِ

عیسیٰ بن نمیلہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا ان سے قنفذ

کھانے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

"تم یہ فرمادو کہ جو چیز میری طرف وحی کی گئی ہے اس میں، میں اسے حرام نہیں پاتا"۔

راوی کہتے ہیں: ان کے پاس ایک عمر رسیدہ شخص موجود تھا، اس نے یہ کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے، کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس جانور کا ذکر کیا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خبیث جانور ہے، اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، تو ایسا ہی ہوگا، ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔

بَابُ مَا لَمْ يُذْكَرْ تَحْرِيمُهُ

باب: جس کی حرمت کا ذکر نہیں ہوا (اس کا کیا حکم ہے؟)

3800 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ صَبِيحٍ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ شَرِيكٍ الْمَكِّيَّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُونَ أَشْيَاءَ وَيَتْرُكُونَ أَشْيَاءَ تَقَذُّرًا، فَبَعَثَ اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ كِتَابَهُ، وَأَحَلَّ حَلَالَهُ، وَحَرَّمَ حَرَامَهُ، فَمَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ، وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ، وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ وَتَلَا (قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

✿ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگ کچھ چیزیں کھایا کرتے ہیں اور کچھ کو ناپسندیدہ سمجھتے ہوئے ترک کر دیتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث کیا اور ان پر کتاب نازل کی، تو انہوں نے کچھ چیزوں کو حلال قرار دیا اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دے دیا، تو جسے انہوں نے حلال قرار دیا، وہ حلال ہے اور جسے انہوں نے حرام قرار دیا، وہ حرام ہے، اور جس کے بارے میں انہوں نے خاموشی اختیار کی، تو یہ درگزر کیا ہے، (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی:)

"تم یہ فرمادو کہ جو چیز میری طرف وحی کی گئی ہے، تو اس میں، میں کسی ایسی چیز کو حرام نہیں پاتا"

بَابٌ فِي أَكْلِ الضَّبُعِ

باب: لگڑ بگڑ کھانا

3801 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ

3800-إسناده صحيح. كما قال الحافظ ابن كثير في "تخريج أحاديث التنبيه" 368/1 وأخرجه الحاكم 115/4، وابن مردويه في "تفسيره" كما في "تفسير ابن كثير" 347/3 من طريق أبي نعيم الفضل بن دكين، بهذا الإسناد. وصححه الحاكم، وسكت عنه الذهبي. وأخرجه الحاكم 317/2، وعنه البيهقي 330/9

الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمَّارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الضَّبُعِ فَقَالَ: هُوَ صَيْدٌ وَيُجْعَلُ فِيهِ كَبْشٌ اِذَا صَادَهُ الْمُحْرِمُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے ضبع کے بارے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: یہ ایک شکار ہے، اگر احرام والا شخص اس کا شکار کرتا ہے تو میں اس میں دنبے کی ادائیگی لازم ہوگی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ اَكْلِ السِّبَاعِ

باب: درندوں کا گوشت کھانے کی ممانعت

3802- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِي اِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهٰى عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''نبی اکرم ﷺ نے ہر نوکیلے دانتوں والے درندے (کا گوشت کھانے) سے منع کیا ہے''

3803- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ، عَنْ اَبِي بِشْرٍ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہر نوکیلے دانتوں والے درندے اور نوکیلے پنجوں والے پرندے کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

3804- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنْ مَرْوَانَ بْنِ رُؤْبَةَ التَّغْلِبِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي عَوْفٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا لَا يَحِلُّ ذُو نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، وَلَا الْحِمَارُ الْاَهْلِيُّ، وَلَا اللُّقَطَةُ مِنْ مَالِ مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا، وَاَيُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ يَقْرُوهُ فَاِنَّ لَهُ اَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''خبردار نوکیلے دانتوں والا درندہ، یا پالتو گدھا، یا کسی ذمی کا ملنے والا مال حلال نہیں ہے، البتہ اگر وہ کوئی ایسی چیز ہو، جس سے اس کا مالک بے نیاز ہو، تو حکم مختلف ہے، اور جو شخص کسی قوم کے پاس مہمان کے طور پر جائے اور وہ اس کی مہمان نوازی نہ کریں، تو اسے اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مہمان نوازی کی مقدار میں ان سے کوئی چیز لے''۔

3805- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، عَنِ ابْنِ اَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ اَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر، نوکیلے دانتوں والے درندے اور نوکیلے پنجوں والے پرندے کا گوشت کھانے سے منع کر دیا تھا۔

3806 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ جَدِّهِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، فَأَتَتِ الْيَهُودُ فَشَكَوْا أَنَّ النَّاسَ قَدْ أَسْرَعُوا إِلَى حَظَائِرِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا لَا تَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهَدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحَرَامٌ عَلَيْكُمْ حُمُرُ الْأَهْلِيَّةِ، وَخَيْلُهَا، وَبِغَالُهَا، وَكُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، وَكُلُّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں شرکت کی، یہودی آئے انہوں نے یہ شکایت کی کہ لوگوں نے ان کے مال مویشیوں کو لوٹ لیا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذمیوں کا مال ان کے حق کے بغیر حلال نہیں ہے، اور تم پر پالتو گدھوں، گھوڑوں اور خچروں اور ہر نوکیلے دانتوں والے درندے اور نوکیلے پنجوں والے (پرندے کا گوشت) حرام ہے۔

3807 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ زَيْدٍ الصَّنْعَانِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْهِرِّ. قَالَ: ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَكْلِ الْهِرِّ، وَأَكْلِ ثَمَنِهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کی قیمت سے منع کیا ہے۔

ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: بلی کھانے سے اور اس کی قیمت کھانے سے (منع کیا ہے)۔

بَابٌ فِي أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

باب: پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کا حکم

3808 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَسَنٍ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَخْبَرَنِي رَجُلٌ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَنْ نَأْكُلَ لُحُومَ الْحُمُرِ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَأْكُلَ لُحُومَ الْخَيْلِ، قَالَ عَمْرٌو: فَأَخْبَرْتُ هَذَا الْخَبَرَ أَبَا الشَّعْثَاءِ، فَقَالَ: قَدْ كَانَ الْحَكَمُ الْغِفَارِيُّ فِينَا يَقُولُ هَذَا، وَأَبَى ذَلِكَ الْبَحْرُ يُرِيدُ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کر دیا، کہ ہم گدھوں کا گوشت کھائیں، آپ نے ہمیں اجازت دی کہ ہم گھوڑوں کا گوشت کھا سکتے ہیں۔

عمرو بیان کرتے ہیں: میں نے یہ روایت ابوشعثاء کو سنائی، تو وہ بولے: حضرت حکم غفاری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس موجود تھے وہ بھی

یہی بات بیان کرتے تھے، لیکن اس "سمندر" نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا، ان کی مراد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے، (جو علم کا سمندر تھے)۔

3809 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِي زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ اِسْرَائِيلَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ عُبَيْدٍ اَبِي الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ غَالِبِ بْنِ اَبْجَرَ، قَالَ: اَصَابَتْنَا سَنَةٌ فَلَمْ يَكُنْ فِيْ مَالِي شَيْءٌ اُطْعِمُ اَهْلِي اِلَّا شَيْءٌ مِنْ حُمُرٍ، وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَصَابَتْنَا السَّنَةُ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ مَالِي مَا اُطْعِمُ اَهْلِي اِلَّا سِمَانَ الْحُمُرِ وَاِنَّكَ حَرَّمْتَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ، فَقَالَ اَطْعِمْ اَهْلَكَ مِنْ سَمِيْنِ حُمُرِكَ، فَاِنَّمَا حَرَّمْتُهَا مِنْ اَجْلِ جَوَّالِ الْقَرْيَةِ يَعْنِي الْجَلَّالَةَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: هٰذَا هُوَ ابْنُ مَعْقِلٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُبَيْدٍ اَبِي الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ نَاسٍ مِنْ مُزَيْنَةَ اَنَّ سَيِّدَ مُزَيْنَةَ اَبْجَرَ اَوِ ابْنَ اَبْجَرَ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں قحط سالی لاحق ہوگئی، میرے مال میں سے میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں بچی، جو میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکتا، صرف چند گدھے بچ گئے، جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دے چکے تھے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! ہمیں قحط سالی لاحق ہوگئی ہے، اور میرے مال میں کوئی ایسی چیز نہیں بچی ہے، جو میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکوں، صرف موٹے تازے گدھے ہیں، جبکہ آپ پالتو جانوروں کے گوشت کو حرام قرار دے چکے ہیں، تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کی اپنے موٹے گدھوں (کا گوشت) کھلا دو، میں نے انہیں اس لیے حرام قرار دیا تھا، کیونکہ یہ گندگی کھانے والے جانور ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالرحمن نامی راوی عبدالرحمن بن معقل ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے، راوی کہتے ہیں مزینہ قبیلے کے سردار حضرت ابجر رضی اللہ عنہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) حضرت ابن ابجر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔

3810 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عُبَيْدٍ، عَنِ ابْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ رَجُلَيْنِ مِنْ مُزَيْنَةَ اَحَدُهُمَا عَنِ الْآخَرِ اَحَدُهُمَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُوَيْمٍ وَالْآخَرُ غَالِبُ بْنُ الْاَبْجَرِ. قَالَ مِسْعَرٌ: اُرَى غَالِبًا الَّذِيْ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: راوی کا نام حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ ہے۔

3811 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ

جَدِّهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ، وَعَنِ الْجَلَّالَةِ، عَنْ رُكُوبِهَا وَأَكْلِ لَحْمِهَا

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے دن نبی اکرم ﷺ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے اور گندگی کھانے والے جانوروں کا گوشت کھانے اور ان پر سوار ہونے سے منع فرمادیا تھا۔

بَابٌ فِي أَكْلِ الْجَرَادِ

باب: ٹڈی دل کھانا

3812 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى، وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ، أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، فَكُنَّا نَأْكُلُهُ مَعَهُ

ابویعفور بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن ابواوفی رضی اللہ عنہ سے ٹڈی کھانے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چھ (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) سات غزوات میں شرکت کی ہے، ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے ہوئے، اسے کھالیا کرتے تھے۔

3813 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الزِّبْرِقَانِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرَادِ، فَقَالَ: أَكْثَرُ جُنُودِ اللّٰهِ، لَا آكُلُهُ، وَلَا أُحَرِّمُهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْمُعْتَمِرُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ سَلْمَانَ،

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے ٹڈی کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا لشکر ہے، لیکن میں اسے کھاتا نہیں ہوں اور میں اسے حرام قرار نہیں دیتا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے، تاہم اس میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

3814 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي الْعَوَّامِ الْجَزَّارِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ سَلْمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فَقَالَ مِثْلَهُ، فَقَالَ:

3812-إسناده صحيح. ابن أبي أوفى: هو عبد الله، وأبو يعفور: هو وقدان العبدي الكوفي. وأخرجه البخاري (5495)، ومسلم (1952)، والترمذي (1925) و(1926) و(1927)، والنسائي (4356) و(4357) من طرق عن أبي يعفور العبدي، عن ابن أبي أوفى. وهو في "مسند أحمد" (19112)، و"صحيح ابن حبان" (5257).

اَكْثَرُ جُنْدِ اللّٰهِ قَالَ عَلِيٌّ: اسْمُهُ فَائِدٌ يَعْنِي اَبَا الْعَوَّامِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي الْعَوَّامِ، عَنْ اَبِي عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ سَلْمَانَ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:) ''اللہ تعالیٰ کا بڑا لشکر ہے''

علی نامی راوی کہتے ہیں: اس راوی کا نام یعنی ابوعوام نامی راوی کا نام فائد ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، تاہم اس میں راوی نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

بَابٌ فِي اَكْلِ الطَّافِي مِنَ السَّمَكِ

باب: جو مچھلی مر کر اوپر آ جائے، اس کو کھانا

3815 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اُمَيَّةَ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا اَلْقَى الْبَحْرُ، اَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكُلُوهُ، وَمَا مَاتَ فِيهِ وَطَفَا، فَلَا تَاْكُلُوهُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَاَيُّوبُ، وَحَمَّادٌ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، اَوْقَفُوهُ عَلَى جَابِرٍ وَقَدْ اُسْنِدَ هٰذَا الْحَدِيثُ اَيْضًا مِنْ وَجْهٍ ضَعِيفٍ عَنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو (جانور) سمندر باہر پھینک دے، یا جو جانور پانی کے پیچھے ہٹ جانے کی صورت میں، زمین پر رہ جائے اسے تم کھالو اور جو پانی کے اندر مر جائے اور پھر اوپر آ جائے، اسے تم نہ کھاؤ''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے، تاہم ان راویوں نے اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے، اس روایت کو ایک ضعیف سند کے ساتھ مرفوع روایت کے طور پر بھی نقل کیا گیا ہے۔

بَابٌ فِي الْمُضْطَرِّ اِلَى الْمَيْتَةِ

باب: جب آدمی مردار کھانے کے لیے مجبور ہو جائے

3816 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، اَنَّ رَجُلًا

نَزَلَ الْحَرَّةَ وَمَعَهُ اَهْلُهُ وَوَلَدُهُ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ نَاقَةً لِي ضَلَّتْ فَاِنْ وَجَدْتَهَا فَاَمْسِكْهَا فَوَجَدَهَا. فَلَمْ يَجِدْ صَاحِبَهَا فَمَرِضَتْ فَقَالَتِ امْرَاَتُهُ: انْحَرْهَا فَاَبَى فَنَفَقَتْ فَقَالَتْ: اسْلُخْهَا حَتّٰى نُقَدِّدَ شَحْمَهَا. وَلَحْمَهَا. وَنَاْكُلَهُ فَقَالَ: حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاَتَاهُ فَسَاَلَهُ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ غِنًى يُغْنِيكَ. قَالَ: لَا قَالَ: فَكُلُوهَا قَالَ: فَجَاءَ صَاحِبُهَا فَاَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ: هَلَّا كُنْتَ نَحَرْتَهَا قَالَ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْكَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے حرہ کے مقام پر پڑاؤ کیا، اس کے ساتھ اس کے بیوی بچے بھی تھے، ایک شخص نے اس سے کہا: میری ایک اونٹنی گم ہوگئی ہے، وہ اگر تمہیں ملے، تو تم اسے پکڑ لینا، تو اس شخص نے (جس نے وہاں پڑاؤ کیا ہوا تھا) اس اونٹنی کو پالیا، لیکن پھر اسے اس اونٹنی کا مالک نہیں ملا، پھر وہ اونٹنی بیمار ہوگئی، تو (پڑاؤ کرنے والے شخص) کی بیوی نے اس سے کہا: تم اسے قربان کردو، لیکن اس نے یہ بات نہیں مانی، پھر وہ اونٹنی مرگئی، تو اس عورت نے کہا: تم اس کی کھال اتار لو، تاکہ ہم اس کی چربی اور گوشت کو خشک کرلیں اور کھائیں، تو اس نے کہا: جب تک میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت نہیں کرتا (اس وقت تک ایسا نہیں کروں گا) وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے اس بارے میں دریافت کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے؟ جو تمہیں اس سے بے نیاز کردے، اس نے عرض کی، جی نہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم اسے کھالو۔

راوی بیان کرتے ہیں: اسی دوران اس اونٹنی کا مالک بھی آگیا، اس شخص نے اسے ساری صورت حال بتائی، تو اس شخص نے کہا: تم نے اسے قربان کیوں نہیں کیا؟ تو اس شخص نے کہا: مجھے تم سے شرم آگئی۔

3817 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عُقْبَةَ الْعَامِرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبِي يُحَدِّثُ، عَنِ الْفُجَيْعِ الْعَامِرِيِّ، اَنَّهُ اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا يَحِلُّ لَنَا مِنَ الْمَيْتَةِ، قَالَ مَا طَعَامُكُمْ قُلْنَا: نَغْتَبِقُ وَنَصْطَبِحُ - قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ: فَسَّرَهُ لِي عُقْبَةُ. قَدَحٌ غُدْوَةً، وَقَدَحٌ عَشِيَّةً - قَالَ: ذَاكَ وَاَبِي الْجُوعُ فَاَحَلَّ لَهُمُ الْمَيْتَةَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: الْغَبُوقُ: مِنْ آخِرِ النَّهَارِ. وَالصَّبُوحُ: مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ

حضرت فجیع عامری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دریافت کیا: کون سا مردار ہمارے لیے حلال قرار ہوگا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہاری خوراک کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہم غبوق اور صبوح کھاتے ہیں: ابونعیم نامی راوی کہتے ہیں: عقبہ نے میرے سامنے اس کی وضاحت کی کہ ایک پیالہ صبح پیتے ہیں اور ایک پیالہ رات کو پیتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے باپ کی قسم! یہ تو سخت بھوک ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے اس صورت حال میں مردار کو حلال قرار دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غبوق سے مراد دن کے آخری حصے میں کوئی چیز کھانا اور پینا ہے اور صبوح سے مراد دن کے ابتدائی حصے میں (کوئی چیز کھانا اور پینا ہے)۔

بَابٌ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ لَوْنَيْنِ مِنَ الطَّعَامِ

باب: ایک وقت میں دو طرح کے کھانے ایک ساتھ کھانا

3818 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي خُبْزَةً بَيْضَاءَ مِنْ بُرَّةٍ سَمْرَاءَ مُلَبَّقَةً بِسَمْنٍ وَلَبَنٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّخَذَهُ، فَجَاءَ بِهِ، فَقَالَ: فِي أَيِّ شَيْءٍ كَانَ هَذَا، قَالَ: فِي عُكَّةِ ضَبٍّ، قَالَ: ارْفَعْهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَيُّوبُ لَيْسَ هُوَ السَّخْتِيَانِيُّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میرا جی چاہ رہا ہے کہ میں سفید گندم کی ایسی روٹی کھاؤں، جو گھی اور دودھ میں گوندھی گئی ہو، ایک شخص اٹھا وہ ایسی روٹی پکوا کر لے آیا، اس نے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ گھی کس چیز میں تھا؟ اس نے عرض کی: گوہ (کی کھال سے بنی ہوئی کپی میں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے اٹھالو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایوب نامی راوی سختیانی نہیں ہے۔

بَابُ أَكْلِ الْجُبْنِ

باب: پنیر کھانا

3819 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَنْصُورٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبْنَةٍ فِي تَبُوكَ، فَدَعَا بِسِكِّينٍ، فَسَمَّى وَقَطَعَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: تبوک میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری منگوائی، آپ نے اللہ کا نام لیا اور اسے کاٹ لیا۔

بَابٌ فِي الْخَلِّ

باب: سرکہ کھانا

3820 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بہترین سالن سرکہ ہے''

3821 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''سرکہ بہترین سالن ہے''

بَابٌ فِي أَكْلِ الثُّومِ

باب: لہسن کھانا

3822 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا، أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا، وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَإِنَّهُ أُتِيَ بِبَدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنَ الْبُقُولِ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا. فَسَأَلَ، فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ، فَقَالَ: قَرِّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ، فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ: كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: بِبَدْرٍ فَسَّرَهُ ابْنُ وَهْبٍ طَبَقٌ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص لہسن پیاز کھائے، وہ ہم سے دور رہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ہماری مسجد سے دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن لایا گیا، جس میں سبزیاں پکی ہوئی تھیں آپ کو اس میں سے بو محسوس ہوئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ کو ان سبزیوں کے بارے میں بتایا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قریب کردو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس موجود صحابی کے بارے میں فرمایا کہ اس کے قریب کردو، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ملاحظہ فرمایا کہ وہ بھی اس کو کھانے کو ناپسند کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا: تم اسے کھالو، کیونکہ میں اس کے ساتھ بات چیت کرتا ہوں، جس کے ساتھ تم بات چیت نہیں کرتے ہو۔

احمد بن صالح کہتے ہیں: لفظ ''بدر'' کے بارے میں ابن وہب نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہ لفظ طباق کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

3822- إسناده صحيح. ابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري، ويونس: هو ابن يزيد الأيلي، وابن وهب: هو عبد الله. وأخرجه البخاري (855)، ومسلم (564) من طريق ابن شهاب الزهري، به. وأخرجه البخاري (854)، ومسلم (564)، والترمذي (1909)، والنسائي (707) من طريق ابن جريج، عن عطاء بن أبي رباح، به. وأخرجه مسلم (564) من طريق هشام الدستوائي،

3823 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا النَّجِيبِ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الثُّومُ وَالْبَصَلُ، وَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَشَدُّ ذَلِكَ كُلِّهِ الثُّومُ، أَفَتُحَرِّمُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوهُ وَمَنْ أَكَلَهُ مِنْكُمْ فَلَا يَقْرَبْ هَذَا الْمَسْجِدَ حَتَّى يَذْهَبَ رِيحُهُ مِنْهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لہسن اور پیاز کا ذکر ہوا، عرض کی گئی: یارسول اللہ! سب چیزوں سے زیادہ بولہسن کی ہوتی ہے، کیا آپ اسے حرام قرار دیتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اسے کھا سکتے ہو، البتہ تم میں سے جو کوئی اس کو کھائے، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، اس وقت تک، جب تک اس کی بوختم نہیں ہو جاتی''۔

3824 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَظُنُّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ تَفَلَ تُجَاهَ الْقِبْلَةِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَفْلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَمَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ الْخَبِيثَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ثَلَاثًا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''جو شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکے گا، جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس کا تھوک، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگا ہوا ہوگا، اور جو شخص یہ ناپسندیدہ سبزی کھائے، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے''۔
یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

3825 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ الْمَسَاجِدَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''جو شخص اس درخت (کا پھل) کھائے، وہ ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے''

3826 - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: أَكَلْتُ ثُومًا فَأَتَيْتُ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سُبِقْتُ بِرَكْعَةٍ، فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِيحَ الثُّومِ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّا حَتَّى يَذْهَبَ رِيحُهَا أَوْ رِيحُهُ فَلَمَّا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَاللَّهِ لَتُعْطِيَنِّي يَدَكَ، قَالَ: فَأَدْخَلْتُ يَدَهُ فِي كُمِّ قَمِيصِي إِلَى صَدْرِي فَإِذَا أَنَا مَعْصُوبُ الصَّدْرِ، قَالَ: إِنَّ لَكَ عُذْرًا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے لہسن کھایا، میں مسجد میں حاضر ہوا، میری ایک رکعت

فوت ہو چکی تھی، جب میں مسجد میں داخل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے لہسن کی بو محسوس کر لی، نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کر لی، تو فرمایا:
''جو شخص یہ سبزی کھائے، وہ ہمارے قریب نہ آئے، جب تک اس کی بو ختم نہیں ہو جاتی''۔

راوی کہتے ہیں: جب میں نے نماز مکمل کر لی، تو میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! آپ اپنا ہاتھ مجھے ضرور پکڑا ئیے، راوی بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کا دست مبارک اپنی قمیص کی آستین میں سے لے جا کے، اپنے سینے پر رکھا، تو میرے سینے پر پٹی بندھی ہوئی تھی، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں عذر لاحق ہے (یعنی تم اسے کھا سکتے ہو)۔

3827 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَيْسَرَةَ يَعْنِي الْعَطَّارَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ، وَقَالَ: مَنْ اَكَلَهُمَا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ: اِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ آكِلِيهِمَا فَاَمِيتُوهُمَا طَبْخًا قَالَ: يَعْنِي الْبَصَلَ وَالثُّومَ

معاویہ بن قرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان دو سبزیوں سے منع کیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو انہیں کھائے، وہ ہماری مسجد کے قریب بالکل نہ آئے''

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''اگر تم نے ان کو ضرور ہی کھانا ہے، تو ان کو پکا کر ان کی بو ختم کر لو''

راوی کہتے ہیں: یعنی پیاز اور لہسن۔

3828 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ اَبُوْ وَكِيعٍ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: نُهِيَ عَنْ اَكْلِ الثُّومِ اِلَّا مَطْبُوخًا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: شَرِيكُ بْنُ حَنْبَلٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لہسن کھانے سے منع کیا گیا ہے، البتہ اگر پکایا گیا ہو، تو (حکم مختلف ہے)۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شریک نامی راوی سے مراد شریک بن حنبل ہے۔

3829 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، اَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ اَبِي زِيَادٍ خِيَارِ بْنِ سَلَمَةَ، اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ، عَنِ الْبَصَلِ، فَقَالَتْ: اِنَّ آخِرَ طَعَامٍ اَكَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ فِيهِ بَصَلٌ

ابوزیاد خیار بن سلمہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیاز کے بارے میں دریافت کیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے سب سے آخری مرتبہ جو کھانا تناول فرمایا تھا، اس میں پیاز شامل تھی۔

بَابٌ فِي التَّمْرِ

باب: کھجور (کھانا)

3830 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، عَنْ يَزِيدَ الأَعْوَرِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً، وَقَالَ: هٰذِهِ إِدَامُ هٰذِهِ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، حضرت یوسف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا، اس پر کھجور رکھی اور آپ نے فرمایا: یہ اس کا سالن ہے۔

3831 - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جس گھر میں کھجور موجود نہ ہو، اس گھر والے بھوکے ہوتے ہیں''

بَابٌ فِي تَفْتِيشِ التَّمْرِ الْمُسَوِّسِ عِنْدَ الأَكْلِ

باب: کھاتے وقت کیڑا لگی ہوئی کھجور کو صاف کرنا

3832 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ، حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ أَبُو قُتَيْبَةَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ عَتِيقٍ فَجَعَلَ يُفَتِّشُهُ يُخْرِجُ السُّوسَ مِنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پرانی کھجور پیش کی گئی، آپ نے اس کا اچھی طرح جائزہ لیا اور اس میں سے خراب حصہ نکال دیا۔

3833 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالتَّمْرِ فِيهِ دُودٌ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

اسحاق بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجور پیش کی گئی، جس میں کیڑا لگا ہوا تھا، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

بَابُ الْإِقْرَانِ فِي التَّمْرِ عِنْدَ الْأَكْلِ

باب: کھاتے وقت، کھجوریں ایک ساتھ کھانا

3834 - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ تَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کھجوریں ایک ساتھ کھانے سے منع کیا ہے، البتہ اگر تم اپنے ساتھی سے اجازت لے لو، (تو حکم مختلف ہے)۔

بَابٌ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ لَوْنَيْنِ فِي الْأَكْلِ

باب: کھاتے وقت، دو قسم کی چیزیں ایک ساتھ کھانا

3835 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ساتھ ککڑی ملا کر کھایا کرتے تھے۔

3836 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ نُصَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ فَيَقُولُ: نَكْسِرُ حَرَّ هَذَا بِبَرْدِ هَذَا، وَبَرْدَ هَذَا بِحَرِّ هَذَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کے ساتھ کھجور ملا کر کھایا کرتے تھے، آپ یہ فرماتے تھے: ہم اس کی گرمی کو، اس کی ٹھنڈک کے ذریعے اور اس کی ٹھنڈک کو، اس کی گرمی کے ذریعے ختم کر دیتے ہیں۔

3837 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مَزْيَدَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ جَابِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ، عَنِ ابْنَيْ بُسْرٍ السُّلَمِيَّيْنِ قَالَا: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ

سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں: بسر سلمی کے دو صاحبزادوں نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے، وہ کہتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے مکھن اور کھجور پیش کیا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکھن اور کھجور پسند تھے۔

بَابُ الْأَكْلِ فِي آنِيَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ

باب: اہل کتاب کے برتن استعمال کرنا

3838 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، وَإِسْمَاعِيلُ، عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ عَطَاءٍ

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُصِيبُ مِنْ آنِيَةِ الْمُشْرِكِينَ، وَأَسْقِيَتِهِمْ فَنَسْتَمْتِعُ بِهَا، فَلَا يَعِيبُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا، ہمیں مشرکین کے برتن اور مشکیزے ملے تو ہم نے انہیں استعمال کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حوالے سے لوگوں پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

3839 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدِ اللهِ مُسْلِمِ بْنِ مِشْكَمٍ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّا نُجَاوِرُ أَهْلَ الْكِتَابِ وَهُمْ يَطْبُخُونَ فِي قُدُورِهِمُ الْخِنْزِيرَ وَيَشْرَبُونَ فِي آنِيَتِهِمُ الْخَمْرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَكُلُوا فِيهَا وَاشْرَبُوا، وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا غَيْرَهَا فَارْحَضُوهَا بِالْمَاءِ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں، وہ لوگ اپنی ہنڈیاؤں میں خنزیر کا گوشت پکاتے ہیں، وہ اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں، (تو ان کی ہنڈیاؤں اور برتنوں کا کیا حکم ہوگا؟) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں ان کے علاوہ کوئی برتن مل جاتا ہے، تو تم اس میں کھاؤ اور پیو، اور اگر تمہیں اس کے علاوہ کوئی برتن نہیں ملتا، تو تم اسے پانی کے ذریعے اچھی طرح دھولو، اور (اس میں) کھالو اور پی لو۔

بَابٌ فِي دَوَابِّ الْبَحْرِ

باب: سمندری جانوروں کا حکم

3840 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ نَتَلَقَّى عِيرًا لِقُرَيْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ نَجِدْ لَهُ غَيْرَهُ، فَكَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ يُعْطِينَا تَمْرَةً تَمْرَةً، كُنَّا نَمُصُّهَا كَمَا يَمُصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ، فَتَكْفِينَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَاءِ، فَنَأْكُلُهُ، وَانْطَلَقْنَا عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَرُفِعَ لَنَا كَهَيْئَةِ الْكَثِيبِ الضَّخْمِ، فَأَتَيْنَاهُ فَإِذَا هُوَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ، فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ:

3840- إسناده صحيح. وأبو الزبير - وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي - قد صرح بالسماع عند أحمد (14337) فانتفت شبهة تدليسه، على أنه متابع. وأخرجه البخاري (4362) مختصراً، ومسلم (1935)، والنسائي (4353) و (4354) من طريق أبي الزبير المكي، به. وهو في "مسند أحمد" (14256)، و"صحيح ابن حبان" (5261 - 5259). وأخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (2483) و (2983) و (4365)، ومسلم (1935)، وابن ماجه (4159)، والترمذي (2643)، والنسائي (4351) من طريق وهب بن كيسان، والبخاري (4361) و (4362) و (5493) و (5494)، ومسلم (1935)، والنسائي (4352) من طريق عمرو بن دينار، ومسلم (1935) من طريق عبيد الله بن مقسم، ثلاثتهم عن جابر بن عبد الله. وهو في "مسند أحمد" (14286) و (14315) و (14337).

مَیْتَۃٌ وَلَا تَحِلُّ لَنَا. ثُمَّ قَالَ: لَا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي سَبِيْلِ اللهِ. وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ فَكُلُوا. فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا. فَلَمَّا قَدِمْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ. فَقَالَ: هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللهُ لَكُمْ. فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُونَا مِنْهُ، فَأَرْسَلْنَا مِنْهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَكَلَ

⊛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک (جنگی مہم) پر روانہ کیا، آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا کو ہمارا امیر مقرر کیا، ہم قریش کے ایک قافلے کی گھات میں تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زادراہ کے طور پر ہمیں کھجوروں کا ایک تھیلا عطا کر دیا، ہمیں اس کے علاوہ اور کوئی چیز (زادراہ) کے طور پر نہیں ملی تھی، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے، ہم اسے اس طرح چوستے تھے، جس طرح بچہ چوستا ہے، اس کے بعد ہم پانی پی لیتے تھے، تو یہ ہمارے لیے پورے دن کے لیے کافی ہو جاتا تھا، کبھی ہم اپنی لاٹھیوں کے ذریعے درختوں کے پتے جھاڑتے تھے اور انہیں ہم پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: ہم ساحل سمندر پر چلتے ہوئے جا رہے تھے، اسی دوران ایک بڑے ٹیلے جیسی کوئی چیز نظر آئی، جب ہم اس کے رضی اللہ عنہ پاس آئے، تو وہ ایک جانور تھا، جسے عنبر کہا جاتا تھا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مردار ہے، یہ ہمارے لیے حلال نہیں ہے، پھر انہوں نے فرمایا: جی نہیں، ہم اللہ کے رسول کے بھیجے ہوئے ہیں اور اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلے ہیں، تم لوگ اسے استعمال کرنے پر مجبور ہو، تو تم اسے کھا لو، راوی کہتے ہیں: ہم نے وہاں ایک مہینہ قیام کیا ہماری تعداد تین سو تھی، ہم نے اسے اتنا کھایا کہ موٹے تازے ہو گئے، جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ وہ رزق ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے نکالا تھا، کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے؟ اگر ہے، تو اس میں سے ہمیں بھی کھلاؤ، راوی کہتے ہیں: تو ہم نے اس میں سے کچھ گوشت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھا لیا۔

بَابٌ فِي الْفَأْرَةِ تَقَعُ فِي السَّمْنِ

باب: جب چوہا گھی میں گر جائے (تو اس کا حکم کیا ہے؟)

3841 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ، أَنَّ فَأْرَةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلْقُوا مَا حَوْلَهَا وَكُلُوا

⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک چوہا گھی میں گر گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں بتایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے آس پاس (کے گھی) کو نکال دو اور باقی کو کھا لو۔

3842 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ - وَاللَّفْظُ لِلْحَسَنِ - قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا

مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ فَإِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقُوهَا، وَمَا حَوْلَهَا، وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوهُ قَالَ: الْحَسَنُ، قَالَ: عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَرُبَّمَا حَدَّثَ بِهِ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب چوہا گھی میں گر جائے، تو اگر وہ گھی جما ہوا ہو، تو اس چوہے کو اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دو اور اگر پگھلا ہوا ہو، تو تم اس کے قریب نہ جاؤ''۔

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

3843 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بُوذَوَيْهِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی مانند روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الذُّبَابِ يَقَعُ فِي الطَّعَامِ

باب: جب مکھی کھانے میں گر جائے

3844 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَامْقُلُوهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً، وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً، وَإِنَّهُ يَتَّقِي بِجَنَاحِهِ الَّذِي فِيهِ الدَّاءُ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی کے برتن میں مکھی گر جائے، تو اُسے اُس کو (برتن) میں ڈبو لینا چاہیے، کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے، اور یہ اس پر کے ذریعے بچتی ہے، جس میں بیماری ہوتی ہے''

بَابٌ فِي اللُّقْمَةِ تَسْقُطُ

باب: جب لقمہ نیچے گر جائے؟

3845 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

اللہ علیہ وسلم: کان إذا أکل طعاما لعق أصابعہ الثلاث، وقال: إذا سقطت لقمۃ أحدکم فلیمط عنہا الأذی ولیأکلہا، ولا یدعہا للشیطان وأمرنا أن نسلت الصحفۃ، وقال: إن أحدکم لا یدری فی أی طعامہ یبارک لہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ کھاتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں کے ذریعے کھاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے: جب کسی شخص کا لقمہ گر جائے، تو اس کو چاہیے کہ اس پر لگی ہوئی آلودگی کو صاف کر کے اسے کھالے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم برتن کو انگلی سے پونچھ لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کونسے حصے میں اس کے لیے برکت رکھی گئی ہے؟

باب فی الخادم یأکل مع المولی

باب: خادم کا آقا کے ساتھ کھانا

3846 - حدثنا القعنبی، حدثنا داود بن قیس، عن موسی بن یسار، عن أبی ہریرۃ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إذا صنع لأحدکم خادمہ طعاما ثم جاءہ بہ وقد ولی حرہ ودخانہ، فلیقعدہ معہ لیأکل، فإن کان الطعام مشفوہا فلیضع فی یدہ منہ أکلۃ أو أکلتین

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کسی شخص کا خادم اس کے لیے کھانا تیار کرے اور پھر وہ اس کھانے کو لے کر آئے، تو اس نے تپش اور دھوئیں کو برداشت کیا ہے، تو آدمی کو چاہیے اس خادم کو اپنے ساتھ بٹھائے، تاکہ وہ بھی کھالے، اگر کھانا کم ہو تو آدمی کو کھانے میں سے دو یا تین لقمے، اس خادم کے ہاتھ میں رکھ دینے چاہئیں"۔

باب فی المندیل

باب: (کھانے کے بعد) رومال استعمال کرنا

3847 - حدثنا مسدد، حدثنا یحیی، عن ابن جریج، عن عطاء، عن ابن عباس، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إذا أکل أحدکم فلا یمسحن یدہ بالمندیل حتی یلعقہا أو یلعقہا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص کھانا کھائے، تو اپنے ہاتھ کو رومال سے اس وقت تک نہ پونچھے، جب تک وہ اس کو چاٹ نہیں لیتا، یا چٹوا نہیں لیتا"۔

3848 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ وَلَا يَمْسَحُ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں کے ذریعے کھاتے تھے، اور ہاتھ کو اس وقت تک کپڑے وغیرہ سے نہیں پونچھتے تھے، جب تک چاٹ نہیں لیتے تھے۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا طَعِمَ

باب: آدمی جب کھانا کھالے، تو کیا پڑھے؟

3849 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دسترخوان جب اٹھالیا جاتا (یعنی جب آپ کھانا کھا کر فارغ ہوتے) تو یہ دعا پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جو زیادہ ہو، پاکیزہ ہو، اس میں برکت موجود ہو، اس میں کفایت میں نہ کی گئی ہو، اور اس کو چھوڑا نہ گیا ہو، اور ہمارا پروردگار اس سے بے نیاز نہ ہو''۔

3850 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الْوَاسِطِيِّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رِيَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ غَيْرِهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا، وَسَقَانَا، وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھا کر فارغ ہوتے تو یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جس نے ہمیں کھلایا، جس نے ہمیں پلایا اور جس نے ہمیں مسلمان بنایا''

3851 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَ، وَسَقَى وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ کھا یا پی لیتے تھے، تو یہ پڑھتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے کھلایا اور پلایا اور اسے خوشگوار بنایا اور اس کے باہر نکلنے کا انتظام بھی

بَابٌ فِي غَسْلِ الْيَدِ مِنَ الطَّعَامِ

باب: کھانے کے بعد ہاتھ دھونا

3852 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَامَ وَفِي يَدِهِ غَمَرٌ، وَلَمْ يَغْسِلْهُ فَأَصَابَهُ شَيْءٌ، فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص ایسی حالت میں سو جائے، کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی ہوئی ہو، جسے اس نے دھویا نہ ہو، تو پھر اگر کوئی چیز اسے نقصان پہنچائے، تو وہ صرف اپنے آپ کو ہی ملامت کرے''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ لِرَبِّ الطَّعَامِ إِذَا أُكِلَ عِنْدَهُ

باب: کھانے کے بعد میزبان کے لیے دعا کرنا

3853 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: صَنَعَ أَبُو الْهَيْثَمِ بْنُ التَّيْهَانِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طَعَامًا فَدَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ فَلَمَّا فَرَغُوا قَالَ: أَثِيبُوا أَخَاكُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا إِثَابَتُهُ؟ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا دُخِلَ بَيْتُهُ فَأُكِلَ طَعَامُهُ، وَشُرِبَ شَرَابُهُ، فَدَعَوْا لَهُ فَذَلِكَ إِثَابَتُهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ابوہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بلوایا، جب یہ حضرات کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کو اس کو بدلہ دو، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کا بدلہ کیا ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کے گھر جایا جائے، تو اس کے لیے دعا کی جانی چاہیے، یہ اُس کے لیے، اس کا بدلہ ہوگا''

3854 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَجَاءَ بِخُبْزٍ وَزَيْتٍ، فَأَكَلَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے، تو وہ روٹی اور روغن زیتون لے کر آگئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھا لیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے پاس روزہ داروں نے افطاری کی ہے، نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا ہے اور فرشتوں نے تمہارے لیے دعائے رحمت کی ہے''۔

كِتَابُ الطِّبِّ

کتاب: طب کے بارے میں روایات

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَدَاوَى

باب: آدمی کا دوائی استعمال کرنا

3855 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُءُوسِهِمُ الطَّيْرُ، فَسَلَّمْتُ ثُمَّ قَعَدْتُ، فَجَاءَ الْأَعْرَابُ مِنْ هَا هُنَا وَهَا هُنَا، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَتَدَاوَى؟ فَقَالَ: تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً، غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ الْهَرَمُ

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب یوں تھے، جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا، کچھ دیہاتی اِدھر سے اور اُدھر سے آئے اور انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ہم دوا استعمال کریں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دوا استعمال کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری پیدا کی ہے، اس کے لیے دوا بھی بنائی ہے، صرف ایک بیماری کے لیے ایسا نہیں ہے، وہ بڑھاپا ہے۔

بَابٌ فِي الْحِمْيَةِ

باب: پرہیز کرنا

3856 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، وَأَبُو عَامِرٍ - وَهَذَا لَفْظُ أَبِي عَامِرٍ - عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ بِنْتِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَعَلِيٌّ نَاقِهٌ وَلَنَا دَوَالِي مُعَلَّقَةٌ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَامَ عَلِيٌّ لِيَأْكُلَ، فَطَفِقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ: مَهْ إِنَّكَ نَاقِهٌ حَتَّى كَفَّ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَتْ: وَصَنَعْتُ شَعِيرًا وَسِلْقًا، فَجِئْتُ بِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَصِبْ مِنْ هَذَا فَهُوَ أَنْفَعُ لَكَ

3855- إسناده صحيح. وأخرجه ابن ماجه (3436)، والترمذي (2159)، والنسائي في "الكبرى" (7511) و (7512) من طريق زياد بن علاقة به. وهو في "مسند أحمد" (18454)، و"صحيح ابن حبان" (6061).

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ هَارُونُ الْعَدَوِيَّةُ

سیدہ اُم منذر بنت قیس انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نقاہت کا شکار تھے ہماری کھجوروں کے خوشے لٹک رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانا شروع کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کھانے لگے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم رک جاؤ، کیونکہ تم ابھی نقاہت کا شکار ہو، (یعنی بیماری سے اٹھے ہو) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رک گئے، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے جو اور چقندر پکائے، میں انہیں لے کر آئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم انہیں لو، یہ تمہارے لیے زیادہ فائدہ مند ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہارون نامی راوی نے یہ کہا ہے کہ ابوداؤد نامی راوی یہ کہتے ہیں: وہ خاتون عدویہ تھیں۔

بَابٌ فِي الْحِجَامَةِ

باب: پچھنے لگوانا

3857 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِمَّا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ خَيْرٌ فَالْحِجَامَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تم لوگ دوا کے طور پر جو چیز استعمال کرتے ہو، اگر ان میں سے کسی میں بھلائی ہے تو وہ پچھنے لگانا ہے"۔

3858 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي، حَدَّثَنَا فَائِدٌ، مَوْلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ مَوْلَاهُ، عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ جَدَّتِهِ سَلْمَى خَادِمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: مَا كَانَ أَحَدٌ يَشْتَكِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَجَعًا فِي رَأْسِهِ إِلَّا قَالَ: احْتَجِمْ، وَلَا وَجَعًا فِي رِجْلَيْهِ إِلَّا قَالَ اخْضِبْهُمَا

سیدہ سلمہ رضی اللہ عنہا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، وہ بیان کرتی ہیں: جب بھی کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سر میں درد کی شکایت لے کر آیا، تو آپ یہی فرماتے: تم پچھنے لگواؤ اور جب کوئی پاؤں میں درد کی شکایت لے کر آتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے: تم مہندی لگاؤ۔

3857- صحیح لغیرہ، وھذا إسناد حسن من أجل محمد بن عمرو - وھو ابن علقمة اللیثی - أبو سلمة: ھو ابن عبد الرحمن بن عوف، و حماد: ھو ابن سلمة. وأخرجه ابن ماجه (3476) من طریق حماد بن سلمة، بھذا الإسناد. وھو في "مسند أحمد" (8513)، و"صحیح ابن حبان" (6078). وفي الباب عن أنس بن مالک عند البخاری (5696)، ومسلم (1577)، والترمذی (1324) بلفظ: "إن أمثل - وفي روایة: خیر - ما تداویتم به الحجامة والقسط البحری." وعن جابر بن عبد الله، عند البخاری (5683)، ومسلم (2205)

بَابٌ فِي مَوْضِعِ الْحِجَامَةِ

باب: پچھنے لگوانے کی جگہ

3859 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي كَبْشَةَ الْاَنْمَارِيِّ - قَالَ: كَثِيرٌ اِنَّهُ حَدَّثَهُ -: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْتَجِمُ عَلَى هَامَتِهِ، وَبَيْنَ كَتِفَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ: مَنْ اَهْرَاقَ مِنْ هٰذِهِ الدِّمَاءِ، فَلَا يَضُرُّهُ اَنْ لَا يَتَدَاوَى بِشَيْءٍ لِشَيْءٍ

⊙⊙ حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر اور دونوں کندھوں کے درمیان پچھنے لگواتے تھے، آپ یہ فرماتے تھے:

''جو شخص ان مقامات سے کچھ خون بہادے، تو اگر وہ کسی بیماری کے لیے کوئی اور دوا استعمال نہیں کرتا، تو بھی اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا''۔

3860 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسٍ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ ثَلَاثًا فِي الْاَخْدَعَيْنِ، وَالْكَاهِلِ قَالَ مُعَمَّرٌ: احْتَجَمْتُ فَذَهَبَ عَقْلِي حَتّٰى كُنْتُ اُلَقَّنُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فِي صَلَاتِي، وَكَانَ احْتَجَمَ عَلٰى هَامَتِهِ

⊙⊙ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کی دونوں طرف کی رگوں اور کندھے کے درمیان میں تین مرتبہ پچھنے لگوائے۔

معمر بیان کرتے ہیں: میں نے پچھنے لگوائے تو میری یادداشت خراب ہوگئی، یہاں تک کہ مجھے نماز کے دوران سورۃ فاتحہ میں بھی لقمہ دیا جاتا تھا، راوی کہتے ہیں: انہوں نے اپنے سر پر پچھنے لگوائے تھے۔

بَابُ مَتٰى تُسْتَحَبُّ الْحِجَامَةُ

باب: کب پچھنے لگوانا مستحب ہے

3861 - حَدَّثَنَا اَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُمَحِيُّ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ، وَتِسْعَ عَشْرَةَ، وَاِحْدَى وَعِشْرِينَ، كَانَ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ

⊙⊙ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص 17، 19 یا 21 تاریخ کو پچھنے لگوائے تو یہ ہر بیماری کے لیے شفا ہوگی''۔

3862- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ بَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَتْنِي عَمَّتِي كَبْشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرَةَ، وَقَالَ: غَيْرُ مُوسَى كَيِّسَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ أَبَاهَا، كَانَ يَنْهَى أَهْلَهُ عَنِ الْحِجَامَةِ، يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَيَزْعُمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ يَوْمُ الدَّمِ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَرْقَأُ

❁❁ کبشہ بنت ابوبکرہ بیان کرتی ہیں: ان کے والد اپنے گھر والوں کو منگل کے دن پچھنے لگوانے سے منع کرتے تھے، اور یہ بیان کرتے تھے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''منگل کا دن خون کا مخصوص دن ہے، اس میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے، جس میں خون رکتا نہیں ہے''۔

3863- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلَى وِرْكِهِ مِنْ وَثْءٍ كَانَ بِهِ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے درد کی وجہ سے، اپنے پہلو پر پچھنے لگوائے تھے۔

بَابٌ فِي قَطْعِ الْعِرْقِ وَمَوْضِعِ الْحَجْمِ

باب: فصد کھلوانا اور پچھنے لگوانے کی جگہ

3864- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُبَيٍّ طَبِيبًا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی طرف ایک معالج کو بھیجا، جس نے ان کی ایک رگ کو کاٹ دیا۔

بَابٌ فِي الْكَيِّ

باب: داغ لگوانا

3865- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَيِّ فَاكْتَوَيْنَا، فَمَا أَفْلَحْنَ، وَلَا أَنْجَحْنَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَانَ يَسْمَعُ تَسْلِيمَ الْمَلَائِكَةِ فَلَمَّا اكْتَوَى انْقَطَعَ عَنْهُ فَلَمَّا تَرَكَ رَجَعَ إِلَيْهِ

❁❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (علاج کے طور پر گرم چیز) کا داغ لگوانے سے منع

3864-إسناده قوى من أجل أبي سفيان - وهو طلحة بن نافع - فهو صدوق لا بأس به. الأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير. وأخرجه مسلم (2207) من طريق أبي معاوية، بهذا الإسناد، وزاد: ثم كواه عليه. وأخرجه مسلم (2207) من طريق جرير بن عبد الحميد، و (2207) من طريق سفيان الثوري، و (2207) من طريق شعبة، ثلاثتهم عن سليمان الأعمش، به. بذكر الكي دون ذكر قطع العرق. وهو في "مسند أحمد" (14252) و (14379).

کیا ہے، ہم نے (ایک مرتبہ علاج کے طور پر) داغ لگوائے لیکن نہ تو ان میں کامیابی حاصل ہوئی اور نہ ہی ان کا فائدہ ہوا۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: راوی کہتے ہیں: وہ فرشتوں کے سلام کرنے کی آواز سنا کرتے تھے، جب انہوں نے داغ لگوائے، تو یہ آواز آنا بند ہوگئی، جب انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا، تو وہ پھر آنے لگی۔

3866 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَى سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ مِنْ رَمِيَّتِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو تیر لگنے کی جگہ پر (زخم کی جگہ پر) داغ لگوائے تھے۔

بَابٌ فِي السَّعُوطِ

باب: ناک میں دوا ڈالنا

3867 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَطَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک میں ڈالی جانے والی دوائی استعمال کی تھی۔

بَابٌ فِي النُّشْرَةِ

باب: منتر پڑھنا

3868 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا عَقِيلُ بْنُ مَعْقِلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ مُنَبِّهٍ، يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ: هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منتر پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: یہ شیطانی عمل ہے۔

بَابٌ فِي التِّرْيَاقِ

باب: تریاق کا بیان

3869 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا شُرَحْبِيلُ بْنُ يَزِيدَ الْمُعَافِرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ التَّنُوخِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا أُبَالِي مَا أَتَيْتُ إِنْ أَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقًا، أَوْ تَعَلَّقْتُ

تَمِيمَةً، أَوْ قُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِي

قَالَ أَبُو دَاوُد: هٰذَا كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً وَقَدْ رَخَّصَ فِيهِ قَوْمٌ يَعْنِي التِّرْيَاقَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ میں کیا کرتا ہوں، اگر میں نے تریاق پیا ہوا ہو، یا تعویذ لٹکایا ہوا ہو، یا اپنی طرف سے شعر کہا ہوا ہو''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے، جب کہ بعض حضرات نے اس کے بارے میں رخصت دی ہے، یعنی تریاق کے بارے میں رخصت دی ہے۔

بَابٌ فِي الْأَدْوِيَةِ الْمَكْرُوهَةِ

باب: ناپسندیدہ دوائیں

3870 - قَالَ: لَنَا حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث دوا (استعمال کرنے) سے منع کیا ہے۔

3871 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ: أَنَّ طَبِيبًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضِفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِي دَوَاءٍ، فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا

⊛⊛ عبدالرحمن بن عثمان بیان کرتے ہیں: ایک معالج نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مینڈک کے بارے میں دریافت کیا، کہ کیا وہ اسے دوا میں استعمال کرسکتا ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مارنے سے منع کر دیا۔

3872 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَسَا سُمًّا فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص زہر پی لے گا (آخرت میں) وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا، جسے وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا''۔

3873 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ ذَكَرَ

3872-إسناده صحيح. أبو صالح: هو ذكوان السمان، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير. وأخرجه البخاري (5778)، ومسلم (109)، وابن ماجه (3460)، والترمذي (2167 - 2165)، والنسائي (1965) من طريق سليمان الأعمش، به. وهو في "مسند أحمد" (7448)، و"صحيح ابن حبان" (5986).

طَارِقُ بْنُ سُوَيْدٍ أَوْ سُوَيْدُ بْنُ طَارِقٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ، فَنَهَاهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَنَهَاهُ فَقَالَ لَهُ: يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّهَا دَوَاءٌ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، وَلٰكِنَّهَا دَاءٌ

حضرت طارق بن سوید رضی اللہ عنہ (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں: حضرت سوید بن طارق رضی اللہ عنہ) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے انہیں اس سے منع کر دیا، انہوں نے پھر آپ سے دریافت کیا تو آپ نے پھر منع کر دیا، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! یہ دوا (کے طور پر استعمال ہوتی ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ بیماری ہے۔

3874 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ

حضرت ابو درداء روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوائی (دونوں) نازل کی ہیں اور اس نے ہر بیماری کے لیے دوا مخصوص کی ہے، تو تم لوگ دوا استعمال کرو، لیکن حرام چیز کو دوا کے طور پر استعمال نہ کرو''۔

بَابٌ فِي تَمْرَةِ الْعَجْوَةِ

باب: عجوہ کھجور کا بیان

3875 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: مَرِضْتُ مَرَضًا أَتَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَهَا عَلَى فُؤَادِي فَقَالَ: إِنَّكَ رَجُلٌ مَفْئُودٌ، ائْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلَدَةَ أَخَا ثَقِيفٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَأْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِينَةِ فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے میرے پاس تشریف لائے، آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا تو مجھے اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا:

''تم دل کے مریض ہو، تم بنو ثقیف سے تعلق رکھنے والے حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ حکمت کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مدینہ منورہ کی سات عجوہ کھجوریں لے کر انہیں گٹھلیوں سمیت پیس لے اور پھر وہ تمہیں کھلا دے''۔

3876 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ

3876- إسناده صحيح. أبو أسامة: هو حماد بن أسامة. وأخرجه البخاري (5445)، ومسلم (2047)، والنسائي في "الكبرى" (6680) من طرق عن هاشم بن هاشم، به. وهو في "مسند أحمد" (1572). وأخرجه مسلم (2047)

اَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَّلَا سِحْرٌ

عامر بن سعد اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالے، تو اس دن کوئی زہر یا جادو، اسے نقصان نہیں پہنچائے گا''

بَابٌ فِي الْعِلَاقِ

باب: حلق کو ملنا

3877 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لِي قَدْ اَعْلَقْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ: عَلَامَ تَدْغَرْنَ اَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، فَاِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ اَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ: يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي بِالْعُودِ: الْقُسْطَ

سیدہ اُم قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں نے اس کا گلا ملا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس طرح گلا مل کے، اپنی اولاد کو کیوں تکلیف پہنچاتی ہو؟ تم خواتین عود ہندی استعمال کیا کرو، کیونکہ اس میں سات (بیماریوں) سے شفاء ہے، اسے ناک میں بھی ٹپکایا جاتا ہے اور ذات الجنب کی تکلیف میں اسے منہ میں ٹپکایا جاتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس عود سے مراد قسط ہے۔

بَابٌ فِي الْاَمْرِ بِالْكُحْلِ

باب: سرمہ لگانا

3878 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، وَاِنَّ خَيْرَ اَكْحَالِكُمُ الْاِثْمِدُ: يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم سفید کپڑے پہنا کرو، کیونکہ یہ تمہارا سب سے بہتر لباس ہے اور انہی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو اور تمہارے

سرموں میں سب سے بہتر اثمد ہے، یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے"۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَيْنِ

باب: نظر لگ جانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

3879 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعَيْنُ حَقٌّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"نظر لگ جانا حق ہے"

3880 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ يُؤْمَرُ الْعَائِنُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ الْمَعِينُ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس شخص کی نظر لگتی تھی اسے یہ حکم دیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے (اور اپنے وضو کا بچا ہوا پانی اسے دے، جس کو نظر لگی ہے) اور جسے نظر لگی ہے، وہ اس کے ذریعے غسل کرلے۔

بَابٌ فِي الْغَيْلِ

باب: دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ مباشرت کرنا

3881 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ بْنِ السَّكَنِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ سِرًّا، فَإِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيُدَعْثِرُهُ عَنْ فَرَسِهِ

سیدہ اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اپنی اولاد کو مخفی طور پر قتل نہ کرو، دودھ پلاتی عورت کے ساتھ صحبت کرنے کا اثر گھڑ سوار تک پہنچتا ہے اور اسے اس کے گھوڑے سے گرا دیتا ہے"۔

3882 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جُدَامَةَ الْأَسَدِيَّةِ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهٰى عَنِ الْغِيلَةِ حَتّٰى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّومَ، وَفَارِسَ يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ قَالَ مَالِكٌ: الْغِيلَةُ: أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ تُرْضِعُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جدامہ اسدیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے

شرح: "پہلے میں نے یہ ارادہ کیا کہ دودھ پلانے کے دوران (عورت کے ساتھ) صحبت کرنے سے منع کر دوں، لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ اہل روم اور اہل فارس ایسا کرتے ہیں، لیکن ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں ہوتا"۔

امام مالک بیان فرماتے ہیں: غیلہ سے مراد یہ ہے، آدمی اپنی بیوی کے ساتھ اس وقت صحبت کرے، جب وہ دودھ پلا رہی ہو۔

بَابٌ فِيْ تَعْلِيقِ التَّمَائِمِ

باب: تعویذ لٹکانا

3883 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنِ ابْنِ اَخِي زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ زَيْنَبَ، امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ الرُّقَى، وَالتَّمَائِمَ، وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ قَالَتْ: قُلْتُ: لِمَ تَقُوْلُ هٰذَا؟ وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِيْ تَقْذِفُ وَكُنْتُ اَخْتَلِفُ اِلٰى فُلَانٍ الْيَهُوْدِيِّ يَرْقِيْنِيْ فَاِذَا رَقَانِيْ سَكَنَتْ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: اِنَّمَا ذَاكِ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخُسُهَا بِيَدِهٖ فَاِذَا رَقَاهَا كَفَّ عَنْهَا، اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكِ اَنْ تَقُوْلِيْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

"بے شک جھاڑ پھونک (زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق) تعویذ گنڈے اور تولہ شرک ہیں"۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے کہا: آپ یہ بات کیوں کہہ رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! میری آنکھ میں تکلیف ہوتی ہے تو میں فلاں یہودی کے پاس جاتی ہوں، وہ مجھ پر دم کرتا ہے، وہ جب مجھ پر دم کرتا ہے، تو یہ ٹھیک ہو جاتی ہے، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شیطان کا عمل ہے وہ اس آنکھ پر اپنا ہاتھ مارتا ہے، جب وہ یہودی اس پر دم کر دیتا ہے، تو وہ ہاتھ مارنے سے رک جاتا ہے، تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم وہ پڑھ لیتی، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔

"اے لوگوں کے پروردگار! تو تکلیف کو دور کر دے، تو شفاء عطاء کر دے، تو شفاء عطاء کرنے والا ہے، تیرے علاوہ اور کوئی شفاء عطا نہیں کر سکتا، ایسی شفاء عطا کر، جو بیماری کو باقی نہ رہنے دے"۔

3884 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ، اَوْ حُمَةٍ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دم صرف نظر لگنے پر، یا زہریلے جانور کے کاٹنے پر کیا جاتا ہے''

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّقَى

باب: دم کرنا

3885 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَابْنُ السَّرْحِ - قَالَ: أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، وَقَالَ: ابْنُ السَّرْحِ. أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَقَالَ: ابْنُ صَالِحٍ: مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ - قَالَ: أَحْمَدُ وَهُوَ مَرِيضٌ - فَقَالَ: اكْشِفِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ ثُمَّ أَخَذَ تُرَابًا مِنْ بَطْحَانَ فَجَعَلَهُ فِي قَدَحٍ ثُمَّ نَفَثَ عَلَيْهِ بِمَاءٍ وَصَبَّهُ عَلَيْهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ ابْنُ السَّرْحِ يُوسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الصَّوَابُ

⊛⊛ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے ہاں آئے، وہ اس وقت بیمار تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی:

''اے لوگوں کے پروردگار! ثابت بن قیس بن شماس سے تکلیف کو دور کر دے''

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحان کی مٹی لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک پیالے میں ڈالا اور پھر پانی پر پھونک مار کر اس پر ڈال دیا اور پھر اسے ان پر چھڑک دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن سرح کہتے ہیں راوی کا نام یوسف بن محمد ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ درست ہے۔

3886 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ تَرَى فِي ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا

⊛⊛ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں ہم لوگ جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے دم کے الفاظ میرے سامنے پیش کرو، دم کرنے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ اس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔

3887 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، عَنِ الشِّفَاءِ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَ حَفْصَةَ فَقَالَ لِي: أَلَا تُعَلِّمِينَ هٰذِهِ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا

عَلَّمْتِيهَا الْكِتَابَةَ

سیدہ شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، میں اس وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

"تم نے جس طرح اسے لکھنا سکھایا ہے، اس طرح اسے پھوڑے پھنسیوں کا دم کیوں نہیں سکھاتی ہو"۔

3888 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي قَالَتْ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَقُولُ: مَرَرْنَا بِسَيْلٍ فَدَخَلْتُ فَاغْتَسَلْتُ فِيهِ فَخَرَجْتُ مَحْمُومًا فَنُمِيَ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مُرُوا أَبَا ثَابِتٍ يَتَعَوَّذُ قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا سَيِّدِي وَالرُّقَى صَالِحَةٌ فَقَالَ: لَا رُقْيَةَ إِلَّا فِي نَفْسٍ أَوْ حُمَةٍ أَوْ لَدْغَةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْحُمَةُ: مِنَ الْحَيَّاتِ وَمَا يَلْسَعُ

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک نہر کے پاس سے گزرا، میں اس میں داخل ہوا، میں نے اس میں غسل کیا، جب میں باہر نکلا تو مجھے بخار ہوگیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس بات کی اطلاع پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوثابت سے کہو کہ وہ دم کرے۔

راوی خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: اے میرے آقا کیا دم کرنا ٹھیک ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: دم صرف نظر لگنے پر یا سانپ کے کاٹنے پر یا بچھو کے ڈنگ مارنے پر ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ حمہ سانپ کے کاٹنے کے لیے اور ڈسنے والے جانور کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

3889 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، ح وحَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ ذَرِيحٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ الْعَبَّاسُ: عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ، أَوْ حُمَةٍ، أَوْ دَمٍ يَرْقَأُ لَمْ يَذْكُرِ الْعَبَّاسُ الْعَيْنَ وَهَذَا لَفْظُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"دم صرف نظر لگنے پر، یا زہریلے جانور کے کاٹنے پر، یا بہتے ہوئے خون پر ہوتا ہے"۔

3888-المرفوع منه صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن. الرباب جدة عثمان بن حكيم - وإن انفرد بالرواية عنها حفيدها عثمان - تابعية كبيرة سمعت من سهل بن حنيف المتوفى في خلافة علي بن أبي طالب يعني قبل الأربعين. وقد وردت قصة اغتسال سهل بن حنيف هذه من طريق آخر صحيح يعضد هذه الرواية عند مالك في "موطئه" 2/ 938 و 939 وابن ماجه (3509)، والنسائي في "الكبرى" (7571) و (7572)، وهي في "مسند أحمد" (15980). وأخرجه من طريق المصنف هنا النسائي في "الكبرى" (10015) و (10806) من طريق عبد الواحد بن زياد، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (15978). ويشهد للمرفوع منه حديث عائشة عند البخاري (5741) بلفظ رخص النبي -صلى الله عليه وسلم- الرقية من كل ذي حمة

عباس نامی راوی نے نظر لگنے کا ذکر نہیں کیا اور روایت کے یہ الفاظ سلیمان بن داؤد کے نقل کردہ ہیں۔

بَابُ كَيْفَ الرُّقَى

باب: کیسے دم کیا جائے؟

3890 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ يَعْنِي لِثَابِتٍ أَلَا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللهِ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَقَالَ: اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، اشْفِهِ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

❀❀ عبدالعزیز بن صہیب بیان کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ثابت سے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ دم نہ کروں؟ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دم ہے، انہوں نے عرض کی: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ پڑھا:

''اے اللہ! اے لوگوں کے پروردگار! اے تکلیف کو لے جانے والے! تو شفاء عطا کردے، تو شفاء عطا کرنے والا ہے، تیرے علاوہ اور کوئی شفاء عطا کرنے والا نہیں ہے، تو ایسی شفاء عطا کردے، جو بیماری کو رہنے ہی نہ دے''۔

3891 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ السُّلَمِيَّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُثْمَانُ: وَبِي وَجَعٌ قَدْ كَادَ يُهْلِكُنِي قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: امْسَحْهُ بِيَمِينِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَقُلْ: أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ قَالَ: فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ، فَأَذْهَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ بِي، فَلَمْ أَزَلْ آمُرُ بِهِ أَهْلِي وَغَيْرَهُمْ

❀❀ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مجھے اتنی تکلیف تھی کہ جو مجھے ہلاکت کے قریب پہنچا چکی تھی، راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنا دائیاں ہاتھ تکلیف کی جگہ پر سات مرتبہ پھیرو اور یہ پڑھو:

''میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ مانگتا ہوں، اس چیز کے شر سے، جسے میں پا رہا ہوں''

راوی کہتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف کو ختم کردیا اس کے بعد میں اپنے گھر والوں کو اور دوسرے لوگوں کو مسلسل اسی دم کی تلقین کرتا ہوں۔

3892 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ زِيَادَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

3902-إسناده صحيح. عروة: هو ابن الزبير بن العوام، وابن شهاب: هو الزهري، والقعنبي: هو عبد الله بن مسلمة بن قعنب. وهو في "موطأ مالك". 942 /2 وأخرجه البخاري (4439)، ومسلم (2192)، وابن ماجه (3528) و (3529)، والنسائي في "الكبرى" (7049) و (7488) و (7502) و (7506) و (7507) و (10781)

يَقُولُ: مَنِ اشْتَكَى مِنْكُمْ شَيْئًا، أَوِ اشْتَكَاهُ أَخٌ لَهُ فَلْيَقُلْ رَبَّنَا اللَّهُ الَّذِي فِي السَّمَاءِ، تَقَدَّسَ اسْمُكَ، أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ، اغْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَانَا، أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ، أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى هَذَا الْوَجَعِ، فَيَبْرَأَ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تم میں سے جو شخص بیمار ہوجائے، یا جس کے بھائی کو بیماری لاحق ہو، تو اسے یہ پڑھنا چاہیے:

"ہمارا پروردگار، وہ اللہ ہے جو آسمان میں ہے (اے اللہ!) تیرا اسم مقدس ہے، تیرا حکم آسمان اور زمین میں (نافذ ہوتا ہے) جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے، اس طرح اپنی رحمت زمین میں بھی کردے، تو ہمارے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کردے، تو پاکیزہ لوگوں کا پروردگار ہے، تو اپنی رحمت کا ایک حصہ اور اپنی شفاء کا ایک حصہ اس تکلیف پر بھی نازل کردے"۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) تو ایسا شخص ٹھیک ہوجائے گا۔

3893 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْفَزَعِ كَلِمَاتٍ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ عَقَلَ مِنْ بَنِيهِ، وَمَنْ لَمْ يَعْقِلْ كَتَبَهُ فَأَعْلَقَهُ عَلَيْهِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ کے موقع پر انہیں یہ کلمات پڑھنے کی تعلیم دیتے تھے:

"میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں، اس کے غضب سے اور اس کے بندوں کے شر سے، اور شیاطین کے وسوسوں سے اور ان کے میرے پاس آنے سے"۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے سمجھ دار بچوں کو ان کلمات کی تعلیم دیتے تھے اور جو بچے ابھی سمجھدار نہیں ہوئے ہوتے تھے (یعنی کم عمر ہوتے تھے) تو ان کے لیے یہ تحریر کرکے ان کے گلے میں لٹکا دیتے تھے۔

3894 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ: مَا هَذِهِ قَالَ: أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ: النَّاسُ أُصِيبَ سَلَمَةُ فَأُتِيَ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَنَفَثَ فِيَّ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ

یزید بن ابوعبید بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں (تلوار) کی ضرب کا نشان دیکھا تو میں نے دریافت کیا: یہ کیسے لگا؟ انہوں نے بتایا: یہ غزوہ خیبر کے موقع پر مجھے لگا تھا، (یہ اتنا شدید تھا) کہ لوگوں نے کہا کہ اب سلمہ مر جائے گا، مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ مجھ پر پھونک ماری، اس کے بعد مجھے آج تک اس میں

کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔

3895 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِلْإِنْسَانِ إِذَا اشْتَكَى يَقُولُ: بِرِيقِهِ ثُمَّ قَالَ بِهِ فِي التُّرَابِ: تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفَى سَقِيمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب کوئی شخص بیمار ہوتا، تو نبی اکرم ﷺ اپنے لعاب دہن کے ساتھ مٹی لگا کر اس شخص کو لگاتے اور یہ پڑھتے:

''ہماری زمین کی مٹی' ہم میں سے ایک شخص کے لعاب دہن کے ساتھ ہے، ہمارے پروردگار کے اذن کے تحت ہمارے بیمار کو شفاء نصیب ہوگی''۔

3896 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ زَكَرِيَّا، قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرٌ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ، ثُمَّ أَقْبَلَ رَاجِعًا مِنْ عِنْدِهِ، فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ عِنْدَهُمْ رَجُلٌ مَجْنُونٌ مُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ، فَقَالَ أَهْلُهُ: إِنَّا حُدِّثْنَا أَنَّ صَاحِبَكُمْ هٰذَا قَدْ جَاءَ بِخَيْرٍ، فَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ تُدَاوِيهِ؟ فَرَقَيْتُهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَبَرَأَ، فَأَعْطَوْنِي مِائَةَ شَاةٍ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: هَلْ إِلَّا هٰذَا وَقَالَ مُسَدَّدٌ: فِي مَوْضِعٍ آخَرَ هَلْ قُلْتَ غَيْرَ هٰذَا؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ خُذْهَا فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ

خارجہ بن صلت اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے اسلام قبول کرلیا، جب وہ واپس جارہے تھے، تو ان کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا، جن کے درمیان ایک پاگل شخص موجود تھا، جسے زنجیروں میں جکڑا گیا تھا، اس کے گھر والوں نے ان سے کہا: ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ کے یہ آقا بھلائی لے کر آئے ہیں، تو کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز ہے، جس کے ذریعے آپ اس کا علاج کردیں (راوی کہتے ہیں) میں نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا، تو وہ ٹھیک ہوگیا، ان لوگوں نے سو بکریاں دیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا تم نے صرف یہی سورۃ پڑھ کر دم کیا تھا؟ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: کیا تم نے اس کے علاوہ بھی کچھ پڑھا تھا؟ میں نے جواب دیا: جی نہیں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے حاصل کرلو، میری زندگی کی قسم! لوگ جھوٹا دم کرکے کھاتے ہیں اور تم حق دم کرکے کھاؤ گے''

3897 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ، عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ مَرَّ. قَالَ: فَرَقَاهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً، كُلَّمَا خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ ثُمَّ تَفَلَ، فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَأَعْطَوْهُ شَيْئًا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مُسَدَّدٍ

⊙⊙ خارجہ بن صلت اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ان کا گزر (کسی قوم) کے پاس سے ہوا تو وہ تین دن تک صبح وشام اس شخص کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرتے رہے، جب وہ سورۃ کو مکمل کرتے تو اپنا لعاب جمع کرتے اور اس مریض پر پھونک مار دیتے، تو وہ شخص (یوں ٹھیک ہو گیا) جیسے اُسے رسی سے آزاد کیا گیا ہو، ان لوگوں نے انہیں کچھ دیا، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس کے بعد راوی نے حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

3898 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لُدِغْتُ اللَّيْلَةَ فَلَمْ أَنَمْ حَتَّى أَصْبَحْتُ. قَالَ مَاذَا؟ قَالَ: عَقْرَبٌ قَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَوْ قُلْتَ حِينَ أَمْسَيْتَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

⊙⊙ سہیل بن ابوصالح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا، ایک مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اسی دوران آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص آیا اور عرض کی: یارسول اللہ! گزشتہ رات میں ایک زہریلے جانور کے ڈنگ مارنے کی وجہ سے سو نہیں سکا، مجھے صبح تک نیند نہیں آئی، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا چیز تھی؟ اس نے عرض کی: بچھو تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے شام کے وقت یہ کلمات پڑھ لیے ہوتے، تو انشاء اللہ یہ تمہیں نقصان نہ پہنچاتا (وہ کلمات یہ ہیں)

"میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے، جسے اس نے پیدا کیا ہے"

3899 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ طَارِقٍ يَعْنِي ابْنَ مُخَاشِنٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِلَدِيغٍ لَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ. قَالَ: فَقَالَ: لَوْ قَالَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يُلْدَغْ أَوْ لَمْ يَضُرَّهُ

⊙⊙ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا، جسے بچھو نے ڈنگ مارا تھا، راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے یہ پڑھا ہوتا:

"میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے، جسے اس نے پیدا کیا ہے"

تو اس شخص کو ڈنگ نہ مارا جاتا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نقصان نہ پہنچایا جاتا۔

3900 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا فَنَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ يَنْفَعُ صَاحِبَنَا. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: نَعَمْ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْقِي وَلَكِنِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَأَبَيْتُمْ أَنْ تُضَيِّفُونَا. مَا أَنَا بِرَاقٍ حَتَّى تَجْعَلُوا لِي جُعْلًا. فَجَعَلُوا لَهُ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ. فَأَتَاهُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ أُمَّ الْكِتَابِ وَيَتْفُلُ حَتَّى بَرَأَ كَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ. قَالَ: فَأَوْفَاهُمْ

جُعْلَهُمْ الَّذِيْ صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ فَقَالُوا: اقْتَسِمُوا فَقَالَ: الَّذِيْ رَقَى لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْتَأْمِرَهُ فَغَدَوْا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ أَيْنَ عَلِمْتُمْ أَنَّهَا رُقْيَةٌ، أَحْسَنْتُمْ، اقْتَسِمُوا، وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے کچھ اصحاب سفر پر روانہ ہوئے، راستے میں ایک جگہ انہوں نے ایک عرب قبیلے کے پاس پڑاؤ کیا، تو ان قبیلے والوں میں سے ایک نے کہا: ہمارے سردار کو زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہے، تو کیا تم میں سے کسی ایک پاس کوئی ایسی چیز ہے، جو ہمارے ساتھی کو فائدہ پہنچائے؟ تو ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: جی ہاں! اللہ کی قسم! میں دم کر سکتا ہوں، لیکن ہم نے تمہیں مہمان نوازی کے لیے کہا، تو تم نے ہمیں مہمان بنانے سے انکار کر دیا تھا، اب میں اس وقت تک دم نہیں کروں گا، جب تک تم میرے لیے معاوضہ طے نہیں کرو گے، تو ان لوگوں نے اس شخص کے لیے بکریوں کا ایک ریوڑ معاوضے کے طور پر طے کر دیا، وہ شخص اس سردار کے پاس آیا، اس نے سورہ فاتحہ پڑھ کر اسے دم کیا تو وہ سردار یوں ٹھیک ہو گیا، جیسے اسے رسیوں سے آزاد کر دیا گیا ہو، راوی کہتے ہیں: ان لوگوں نے انہیں پوری ادائیگی کی جو طے کی تھی، جس پر ان کے درمیان معاہدہ طے ہوا تھا، پھر ان لوگوں نے کہا، انہیں تقسیم کر لو، تو جس شخص نے دم کیا تھا، اس نے کہا: تم اس وقت تک ایسا نہ کرو، جب تک ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حکم دریافت نہیں کر لیتے، پھر وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگوں کو کیسے پتہ چلا، اس کا دم بھی ہوتا ہے، تم نے اچھا کیا ہے، تم اسے تقسیم کر لو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھنا''

3901 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح، وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَيْنَا عَلَى حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالُوا: إِنَّا أُنْبِئْنَا أَنَّكُمْ قَدْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِ هٰذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ، فَهَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رُقْيَةٍ فَإِنَّ عِنْدَنَا مَعْتُوهًا فِي الْقُيُودِ؛ قَالَ: فَقُلْنَا: نَعَمْ قَالَ: فَجَاءُوا بِمَعْتُوهٍ فِي الْقُيُودِ، قَالَ: فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً، كُلَّمَا خَتَمْتُهَا أَجْمَعُ بُزَاقِي ثُمَّ أَتْفُلُ فَكَأَنَّمَا نَشِطَ مِنْ عِقَالٍ، قَالَ: فَأَعْطَوْنِي جُعْلًا، فَقُلْتُ: لَا، حَتَّى أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كُلْ فَلَعَمْرِي مَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ

خارجہ بن صلت اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت سے واپس آ رہے تھے ہمارا گزر ایک عرب قبیلے کے پاس سے ہوا، ان لوگوں نے کہا: ہمیں یہ پتہ چلا ہے کہ تم ان صاحب کی طرف سے بھلائی لے کر آئے ہو، تو کیا تمہارے پاس کوئی ایسی دوا یا کوئی ایسا دم ہے؟ کیونکہ ہمارے یہاں ایک پاگل ہے، جسے زنجیروں میں جکڑا گیا ہے، تو ہم نے جواب دیا: جی ہاں! پھر وہ لوگ اس پاگل کو زنجیروں میں جکڑ کر لے کر آئے راوی کہتے ہیں: میں نے تین دن تک صبح وشام اس پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، جب میں سورۃ مکمل کر لیتا، تو میں اپنے لعاب کو جمع کرتا اور اس پر دم کر دیتا، تو اس کا یہ حال ہو گیا، جیسے اسے

رسیوں سے آزاد کر دیا گیا ہو، راوی کہتے ہیں: تو ان لوگوں نے مجھے اس کا معاوضہ دیا، میں نے کہا: نہیں! جب تک میں اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت نہیں کرتا (اس وقت تک انہیں استعمال نہیں کروں گا) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم کھالو! میری زندگی کی قسم! لوگوں کو باطل دم کے عوض میں کھا جاتے ہیں اور تم نے حق دم کے عوض میں کھانا ہے''

3902 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ فِي نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُ عَلَيْهِ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ، جو نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، وہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب بیمار ہوتے تھے، تو آپ ﷺ دل میں معوذات پڑھ کر دم کیا کرتے تھے، جب آپ ﷺ کی بیماری شدید ہوگئی تو میں آپ پر پڑھ کر آپ ﷺ کا دست مبارک آپ پر پھیرتی تھی، میں اس دستِ مبارک کی برکت امید رکھتے ہوئے (ایسا کرتی تھی)

بَابٌ فِي السُّمْنَةِ

موٹا ہونا

3903 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ سَيَّارٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَرَادَتْ أُمِّي أَنْ تُسَمِّنَنِي لِدُخُولِي عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَمْ أَقْبَلْ عَلَيْهَا بِشَيْءٍ مِمَّا تُرِيدُ حَتَّى أَطْعَمَتْنِي الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ، فَسَمِنْتُ عَلَيْهِ كَأَحْسَنِ السِّمَنِ

⊛⊛ ہشام بن عروہ اپنے والد کے حوالے سے سیدہ عائشہ ؓ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میری والدہ نے یہ ارادہ کیا کہ میں موٹی تازی ہو جاؤں، تاکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف میری رخصتی ہو جائے، سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں وہ جو چاہتی تھیں وہ نتیجہ صرف اس صورت میں حاصل ہوا، جب انہوں نے مجھے ککڑی اور کھجور ملا کر کھلائی، تو میں اس سے اچھی طرح صحت مند ہوگئی۔

بَابٌ فِي الْكَاهِنِ

باب: کاہنوں کا بیان

3904 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حَكِيمٍ الْأَثْرَمِ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَتَى كَاهِنًا قَالَ مُوسَى فِي حَدِيثِهِ فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ ثُمَّ اتَّفَقَا أَوْ أَتَى امْرَأَةً قَالَ مُسَدَّدٌ: امْرَأَتَهُ حَائِضًا أَوْ أَتَى امْرَأَةً قَالَ مُسَدَّدٌ: امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کاہن کے پاس جاتا ہے اور جو وہ کہتا ہے: اس کی تصدیق کرتا ہے، یا کسی حیض والی عورت کے ساتھ صحبت کرتا ہے، یا کسی عورت کے ساتھ اس کی پچھلی شرم گاہ میں صحبت کرتا ہے، تو وہ اس چیز سے لاتعلق ہو جاتا ہے، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا'' (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

بَابٌ فِي النُّجُوْمِ

باب: علم نجوم کا بیان

3905 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْاَخْنَسِ، عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُوْمِ، اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص علم نجوم کا ایک حصہ سیکھتا ہے، وہ جادو کا ایک حصہ سیکھتا ہے، اب وہ جتنا مزید حاصل کرے گا، اتنا ہی مزید (جادو سیکھ لے گا)''

شرح

سحر (جادو) عربی زبان میں مخفی عمل کو کہتے ہیں جو پوشیدہ طور پر ہوتا ہے اور ظاہری طور پر کچھ معلوم نہیں ہوتا، جادو کی وہ قسم جو کفر اور شرک اکبر کے قبیل سے ہے، اس میں شیطان کو استعمال کیا جاتا ہے اور اس سے مدد لی جاتی ہے، اور شیطان کی عبادت کر کے اس سے تقرب حاصل کیا جاتا ہے، اور اس کے ذریعے سے بعض مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں، سحر (جادو) کی فقہاء نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایسا جھاڑ پھونک اور ایسی تعویذ ہے جس میں پھونکا جاتا ہے، تو اس سے جادو ہو جاتا ہے، جو حقیقی طور پر نقصان پہنچاتا ہے اور حقیقی طور پر آدمی کو بیمار کر دیتا ہے، اور حقیقی طور پر قتل کر دیتا ہے، تو جادو کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی انسان پر تاثیر میں شیطان سے مدد لی جائے اور اس کو استعمال کیا جائے، اور جادوگر اپنے جادو کا اثر شیطان سے تقرب حاصل کئے بغیر انسان تک نہیں پہنچا سکتا، شیطان سے تقرب حاصل کرنے کی صورت میں وہ اسے جادو کئے گئے آدمی کے بدن میں پہنچا دیتے ہیں، ہر جادوگر کے پاس شیطانوں میں سے ایک ایسا خادم ہوتا ہے جو اس کی خدمت کرتا ہے، اور ہر ساحر (جادوگر) شیطان سے مدد چاہتا ہے، حقیقت میں شیطان سے تقرب حاصل کئے بغیر جادوگر کے جادو کا موثر ہونا ناممکن ہے، اسی لئے جادو اللہ کے ساتھ شرک ہے۔

علم نجوم (ستاروں کا علم) سے متعلق احکام کی دو قسمیں ہیں:

ایک جائز اور دوسری حرام، حرام جادو کی ایک قسم وہ ہے جو کفر و شرک ہے، علم نجوم (ستاروں کے علم) کے ذریعہ غیبی امور کا دعویٰ حرام اور مذموم ستارہ پرستی ہے جو کہانت اور جادو کی ایک قسم ہے۔

علم نجوم (ستاروں کے علم) سے لوگ تین طرح سے تعلق رکھتے ہیں:

۱۔ تنجیم (ستارہ پرستی) یعنی ستاروں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ چیزوں میں ان کی تاثیر بذات خود اور مستقلاً ہے، اور دنیاوی حادثات ستاروں یا ستاروں کے ارادے کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں، یہی ستارہ پرستی ہے، صابی فرقہ کا مذہب یہی ستارہ پرستی تھا، ان کا یہی اعتقاد تھا، جو ہر ستارے کا اسٹیچو (بت) بناتے تھے، جس میں شیطانی روحیں حلول کر جاتی تھیں، جو ان کو ان بتوں اور مجسموں کی پرستش کا حکم دیتی تھی، یہ باجماع امت کفر اکبر، اور قوم ابراہیم والا شرک ہے۔

۲۔ اس کی دوسری قسم ستارہ کی تاثیر کا علم ہے، یعنی ستاروں کی حرکت اور ان کے ملنے اور جدا ہونے سے، اور ان کے طلوع وغروب سے زمین پر ہونے والے اثرات پر استدلال، ستاروں کی چال کو وہ زمین پر مستقبل میں ہونے والے حوادث پر دلیل بناتے ہیں، یہ کام کرنے والے منجم کے نام سے جانے جاتے ہیں، اور یہ کاہن کی ایک قسم ہے، یہ نجومی افلاک کی گردشوں اور ستاروں کی چالوں سے استدلال کر کے غیبی امور کی اطلاع دیتے ہیں، اور یہ قسم حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور یہ کہانت کی ایک قسم ہے، اور کفر باللہ ہے، اس لئے کہ ستاروں کی تخلیق اس کام کے لئے نہیں ہوئی ہے، ان کاہنوں کے پاس شیاطین آتے ہیں، اور جو چاہتے ہیں ان کو بتاتے ہیں، اور جن میں مستقبل میں ہونے والی چیزیں بھی ہوتی ہیں، اور اس کام کے لئے وہ ستاروں کی حرکت سے استدلال کرتے ہیں۔

۳۔ علم نجوم میں ایک علم علم التسییر ہے یعنی ستاروں کی منزلیں اور ان کی حرکات کا علم تاکہ ان کی مدد سے قبلہ کا رخ جانا جائے، اوقات صلاۃ کی تعیین ہو، اور کھیتی باڑی کے لئے مناسب اور غیر مناسب موسم کا پتہ چلایا جاسکے، پورب، پچھم اور اتر دکھن کی سمت اس کے ذریعے سے معلوم کی جاسکے، ملک شہر اور بستیوں کی معرفت بھی ان کے ذریعے سے ہوسکے، اور ان کے ذریعے سے ہواؤں کے چلنے کا وقت، اور اللہ کی کائناتی سنت کے مطابق اس وقت کو جاننا جس میں بارش کا نزول ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

بعض اہل علم نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ ستاروں کی چالوں اور حرکتوں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے اور ان کے نکلنے اور ڈوبنے کو وقت اور زمانہ قرار دیا جائے، خود ان کو سبب نہ بنایا جائے، تو یہ ستارے ایسے زمانے کی علامت ہوں گے، جس میں فلاں فلاں چیز مفید ہوگی، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ستاروں کو علامات اور نشانیاں بنایا ہے:

وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ

تو یہ ستارے، بہت ساری چیزوں کی علامت ہوتے ہیں۔

جیسے یہ بات جانی جائے کہ فلاں ستارے کے نکلنے پر جاڑے کا وقت شروع ہوجاتا ہے، تو وقت کا شروع ہونا ستارہ کے طلوع ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، لیکن ستارہ کے طلوع ہونے سے جاڑے کے شروع ہونے پر استدلال کیا گیا، خود ستارہ کا نکلنا سردی کا سبب نہیں ہے، اور نہ ہی وہ گرمی اور برسات کا سبب ہے، اور نہ ہی کھجور کی کھیتی یا دوسری کھیتیوں کے موسم ہونے کا یہ سبب ہے، بلکہ یہ ان چیزوں کا ایک وقت ہے، اور ایسی صورت میں اس کے کہنے یا اس کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ ستاروں کے نکلنے اور ڈوبنے کو زمانہ قرار دیا گیا ہے، اور اس کی اجازت ہے۔

اور گزرا کہ علم نجوم جادو کی ایک قسم ہے، اس کے سلسلے میں حدیث رسول ہے:

مَنِ اقتبسَ شعبةً من النجومِ، فقد اقتبسَ شعبةً من السِّحر، زاد ما زاد

تو نجوم (ستاروں) کی تصدیق کرنے والا جادو کی تصدیق کرنے والا ہے، اور جادو کو سچ کہنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثلاثةٌ لا يدخلونَ الجنّةَ: مدمنُ الخمر، وقاطعُ الرحم، ومصدّقٌ بالسحر۔

تین آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے، عادی شرابی، قطع رحمی کرنے والا، اور جادو کی تصدیق کرنے والا، یہ تینوں کام گناہ کبیرہ ہیں۔ (مسند احمد: ۴۳۹۹، صحیح ابن حبان: ۳۶۶/۷)

عصر حاضر میں ستارہ پرستی کے رواج کی واضح دلیل اخبارات ومجلات اور دوسرے جدید وسائل ابلاغ (ریڈیو، ٹیلیویژن، انٹرنیٹ) میں ستاروں کی چال سے متعلق مستقل صفحات یا معلومات کا شائع ہونا ہے، جو برج کے نام سے مشہور ہے، اور اس پر سال بھر کے برج کا نقشہ ہوتا ہے، جیسے شیر، بچھو، بیل وغیرہ، اور ہر برج کے آگے اس میں جو کچھ واقع ہوگا وہ لکھا ہوتا ہے، جب مرد وعورت کی پیدائش فلاں برج میں ہوگی تو اس سے کہا جائے گا کہ تمہیں فلاں فلاں مہینے میں یہ اور یہ حاصل ہوگا، جیسا کہ کاہن اور نجومی آدمی کی کنڈلی نکال کر اور اس کا زائچہ بنا کر کرتے ہیں، اور وہ اس عمل سے کسی نہ کسی طرح متاثر ہوتا ہے، یہ ستاروں کی تاثیر کا علم ستاروں اور برجوں کے استدلال سے زمین میں اور زمین پر جو کچھ ہوگا، اس پر استدلال ہے، جو کہانت کی ایک قسم ہے، ذرائع ابلاغ میں اس طرح کی چیزوں کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ کاہنوں کا وجود ہے، اور ایسی صورت میں اس طرح کی شرکیات وکفریات پر نکیر ضروری ہے، اور غیب اور جادو اور ستاروں کی تاثیر کی معرفت کے مدعیان پر بھی نکیر ضروری ہے، اس لئے کہ ستارہ پرستی کا تعلق جادو سے ہے، جس پر نکیر ہر سطح پر اور ہر جگہ ہونی چاہئے، اور ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ یہ چیز نہ تو اس کے گھر داخل ہو، نہ اس کا مطالعہ کرے، اس لئے کہ صرف علم ومعرفت کے لئے ان برجوں اور ستاروں سے آگاہی اس ممانعت میں داخل ہے کہ وہ کاہن کی طرف بغیر اس پر نکیر کئے ہوئے رجوع ہوتا ہے، تو اس صفحے پر یہ پڑھ کر اور جان کر کہ وہ فلاں برج میں پیدا ہوا ہے یا فلاں برج اس کے مناسب ہے، گویا کہ اس نے اس سلسلے میں کاہن سے سوال کیا، تو ایسی صورت میں اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ ہوں گی، اور اگر برجوں اور ستاروں کی چالوں کی تصدیق کردی تو رسالت محمدیہ کا انکار کیا، تو ہر مسلمان بھائی کو اس طرح کے کبیرہ گناہ والے اعمال وافعال سے اپنے اور اپنے اہل وعیال اور خاندان والوں کو دور رکھنا چاہئے کہ اس سے کفر اور شرک میں پڑنے کا خطرہ ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں، خشکی میں اور دریا میں راستہ معلوم کرسکو۔ بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں۔

۱۔ ۹۷ ستاروں کا یہاں یہ ایک فائدہ اور مقصد بیان کیا گیا ہے، ان کے دو مقصد اور ہیں جو دوسرے مقام پر بیان کئے گئے ہیں۔ آسمانوں کی زینت اور شیطانوں کی مرمت۔ رجوما للشیطین. یعنی شیطان آسمان پر جانے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ ان پر شعلہ بن کر گرتے ہیں۔

بعض علماء کا قول ہے۔

من اعتقد فی ھذاہ النجوم غیر ثلاث فقد اخطاء و کذب علی اللہ

ان تینوں باتوں کے علاوہ ان ستاروں کے بارے میں اگر کوئی شخص کوئی اور عقیدہ رکھتا ہے تو وہ غلطی پر ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ملک میں جو علم نجوم کا چرچا ہے، جس میں ستاروں کے ذریعے سے مستقبل کے حالات اور انسانی زندگی یا کائنات میں ان کے اثرات بتانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ بے بنیاد ہے اور شریعت کے خلاف بھی۔

3906 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِي إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي، وَكَافِرٌ: فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں، ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، گزشتہ رات بارش ہو چکی تھی، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی، تو آپ نے لوگوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو، تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: آج صبح کچھ بندے مجھ پر ایمان رکھنے والے تھے اور کچھ بندے انکار کرنے والے تھے، جس شخص نے یہ کہا: ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی وجہ سے بارش نازل ہوئی ہے، تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا تھا اور ستاروں کا انکار کرنے والا تھا، اور جس شخص نے یہ کہا: فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش نازل ہوئی ہے، تو وہ میرا انکار کرنے والا ہے اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے۔

علم نجوم یا ستارہ شناسی کوئی باقاعدہ علم نہیں ہے۔ یہ محض اندازہ اور خیال آرائی ہے۔ علمِ نجوم کے ایسے کوئی اصول وقوانین نہیں کہ جن کے استعمال اور ستاروں براہ راست مشاہدے سے آئندہ ہونے والے واقعات کی یقینی خبر دی جاسکے۔

قدیم زمانے سے نجومی، رمال، جفار، جادوگر، طوطے والا، کاہن، نام نہاد درویش اور جنوں والے ہر دور میں مستقبل کی خبریں دینے کا دعویٰ کرتے رہے ہیں۔ اکثر لوگ بیماری، بے روزگاری، معلومات شادی و کاروبار وغیرہ کے سلسلہ میں پریشان رہتے ہیں۔ 'گرتے کو تنکے کا سہارا' کے مصداق پریشان حال لوگ ان سے رجوع کرتے ہیں۔ جوان سے نذرانے وصول کر کے الٹے سیدھے جواب دیتے ہیں اور پرامید رکھتے ہیں۔ ایسا صدیوں سے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقِ خدا کو ان چالاک شعبدہ بازوں سے

بچانے کے لئے قرآن کریم میں فرمایا:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ط

''فرمادیجیے کہ جولوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں (از خود) غیب کا علم نہیں رکھتے'' (النمل، 65:27)

احادیث مبارکہ میں بھی علم نجوم کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے:

أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ يَقُولُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُولَ اللهِ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ لَيْسُوا بِشَيْءٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ أَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُونُ حَقًّا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ قَرَّ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُونَ فِيهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ.

''حضرت یحییٰ بن عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: وہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! بعض اوقات وہ ایسی بات بتاتے ہیں جو درست ثابت ہو جاتی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ درست بات جنات کی طرف سے ہوتی ہے جسے وہ کاہن کے دل میں ڈالتے ہیں۔ جیسے ایک مرغ دوسرے مرغ کے کان میں آواز پہنچا دیتا ہے اور پھر کاہن اس میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا لیا کرتا ہے۔''

(بخاری، الصحیح، 2294:5، رقم: 5859، بیروت، لبنان: دار ابن کثیر الیمامۃ مسلم، الصحیح، 1750:4، رقم: 2228، بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی)

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

''حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر بارش والی رات کو ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ میرے بندوں نے صبح کی تو مجھ پر ایمان رکھنے والے اور ستاروں کے منکر تھے اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے نے بارش برسائی۔ وہ میرا منکر اور ستاروں پر یقین رکھنے والا ہے۔'' (بخاری، الصحیح، 351:1، رقم: 991 مسلم، الصحیح، 83:1، رقم: 71)

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أُمُورًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَأْتِي الْكُهَّانَ قَالَ: فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ، قُلْتُ: كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ: ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ.

''حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں چند کام کرتے تھے، ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کاہنوں کے پاس نہ جاؤ، میں نے عرض کیا ہم بدشگونی لیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (یعنی بدشگونی) محض تمہارے دل کا ایک خیال ہے تم اس کے در پے نہ ہو۔''

مسلم، الصحیح، 4: 1748، رقم: 537 أحمد بن حنبل، المسند، 5: 447، رقم: 23814، مصر: موسسۃ قرطبۃ عبد الرزاق، المصنف، 10: 402، رقم: 19500، بیروت: المکتب الاسلامی

عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ، قَالَ: مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً.

''حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کاہن کے پاس جا کر کوئی بات پوچھی اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔''

(مسلم، الصحیح، 4: 1751، رقم: 2230 أحمد بن حنبل، المسند، 5: 380، رقم: 23270)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور سوچ دی ہے۔ اسے ہر کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ نجومیوں، جادوگروں، عاملوں، طوطے والوں اور کاہنوں کی خبروں پر یقین رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ قدرت پر یقین کامل ہو تو پھر اس قسم کی توہم پرستی اور بدشگونی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

جب ستارہ شناسی باقاعدہ علم ہی نہیں اور آیات و روایات میں بھی اس کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے تو اس کا سیکھنا ایمان اور وسائل ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

علم نجوم کوئی سائنس نہیں ہے

علم نجوم کوئی سائنس نہیں ہے۔ اگر نجوم کا علم واقعی ایک سائنس قرار پا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو براہ راست مشاہدے اور تجربے کے ذریعے سے یہ یقینی خبر مل گئی ہے کہ آئندہ ہونے والے واقعات ستاروں کی مختلف گردشوں کے ذریعے سے ظاہر کیے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم براہ راست تجربے اور مشاہدے سے یہ جانتے ہیں کہ غلے کے اگنے میں بارش یا پانی ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ پھر اس صورت میں علم نجوم کو ایک سائنس قرار دیا جائے گا۔

ابھی تک اس علم کا سائنس ہونا اپنے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا اور روایات میں بھی اس علم کے حق ہونے کے بارے میں کوئی بیان موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یہ محض اندازہ اور خیال آرائی ہی ہے۔ اس کے اندر یا تو کوئی اصول اور قانون نہیں پایا جاتا یا پھر انسان ابھی تک اسے دریافت نہیں کر سکا۔ چنانچہ اس وقت انسان اسے نہ سائنس کے طور پر قبول کر سکتا ہے اور نہ کسی مذہبی خبر کی بنا پر، لہٰذا اس علم سے بچنا ہی چاہیے، کیونکہ یہ انسان کو شدید قسم کے وہموں میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ ستاروں کو موثر بالذات سمجھنے لگتا اور شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے یا ان کے بارے میں غیر مذہبی اور غیر سائنسی (غیر علمی) بنیادوں، یعنی اوہام کی بنا پر کچھ صفات کا قائل ہو جاتا ہے اور یوں وہ افتراء علی اللہ (خدا پر جھوٹ باندھنے) کا مجرم بنتا ہے۔

جہاں تک موسم کے بارے میں پیش گوئیوں کا تعلق ہے تو وہ خالصتاً مادی حالات کے سائنسی مشاہدہ کی بنا پر کی جاتی ہیں، جبکہ علم نجوم کا معاملہ یہ نہیں ہے۔

احادیث مبارکہ سے جادو کا ثبوت

احادیث مبارکہ سے سحر اور جادو کے بارے میں چند حقائق واحکام ظاہر ہوتے ہیں جنکی طرف ہم مختصر اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

حدیث مبارک سے سحر کا دوسرا ثبوت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کبائر سے امت کو بالخصوص متنبہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اسلام نے ستر کے لگ بھگ اعمال کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور قرونِ اولیٰ میں محدثین میں سے بعض حضرات نے صرف کبائر کو اپنا موضوع بنا کر اس موضوع پر احادیث نبوی جمع کی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا چیزیں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، ایسے شخص کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہو ماسوائے حق کے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد میں حملے کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا اور بھولی بھالی مؤمن خواتین پر تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری چھ حقیقتوں کے ساتھ سحر اور جادو کو بھی ایک زمینی حقیقت کے طور پر تسلیم فرماتے ہوئے جیسے دوسری چھ چیزوں سے منع فرمایا، اسی طرح جادو سیکھنے اور کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اگر آپ کے نزدیک جادو کا کوئی وجود نہ ہوتا، اس کی کوئی حقیقت نہ ہوتی، یہ محض لوگوں کا خرافاتی افسانہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول کی حیثیت سے اس کا شرعی حکم بیان نہ فرماتے اور اسے دیگر حرام چیزوں کے ساتھ حرام قرار نہ دیتے۔ جس چیز کا وجود ہی نہیں اس کے احکام حرام وحلال ہونے کا کیا معنی ہوسکتا ہے؟

حدیث شریف سے سحر کا تیسرا ثبوت

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علم نجوم میں سے کچھ حصہ سیکھا گویا اس نے جادو کا ایک شعبہ سیکھا۔ وہ اس کو جتنا سیکھے گا اتنا جادو میں آگے بڑھتا جائے گا''۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس حدیث میں علم نجوم کے سیکھنے کو جادوگری کا ایک شعبہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ جادوگری کے اعمال کا مدار علم نجوم کی طے کردہ ساعات کے تابع ہوتا ہے کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں ہو تو یہ عمل کریں، فلاں ستارے کا فلاں سے قران ہو تو یہ عمل کریں، فلاں ستارے کی فلاں ستارے سے نظرِ تثلیث ہو تو یہ کریں اور نظرِ تسدیس ہو تو یہ عمل کریں۔

نجوم کے اس شعبے میں آدمی جتنا آگے بڑھتا جائے گا، یہ حقیقت ہے کہ سحری علوم میں اس کا قدم آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

جادو کا انکار کرنے والے لوگ بھی علم نجوم سے انکار نہیں کرتے کہ یہ باقاعدہ ایک سائنسی علم ہے۔ اور دنیا بھر کے نجومیوں کے

پاس نجوم وکواکب کی رفتار اور چالوں کی جو معتبر ترین کتاب ہوتی ہے وہ کسی جادوگر کی نہیں بلکہ امریکی بحریہ کی تیار کردہ خالص سائنسی اصولوں پر ترتیب دی گئی کتاب ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے اس حدیث مبارک میں اس مسلمہ چیز کو جادو کا حصہ اور شعبہ قرار دیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جادو کا وجود علم نجوم سے بھی زیادہ مسلم ہونے کا حقدار ہے کیونکہ کل کا وجود جزء پر مقدم ہوتا ہے اور جزء کا وجود کل پر موقوف ہوتا ہے۔

حدیث مبارک سے جادو کا چوتھا ثبوت

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے خود بدشگونی خود کی یا اس کے لئے کسی نے بدشگونی کی، جس نے خود کہانت کی یا اس کے لئے کس نے کہانت کی، جس نے خود جادو کیا یا اس کے لئے کسی اور نے جادو کیا، ان میں سے کوئی آدمی ہم میں سے نہیں۔ اور جو آدمی کاھن کے پاس آئے اور اس کے جواب کو سچا سمجھے اس نے حضرت محمد پر اترنے والی وحی کا انکار کر دیا''۔ (مجمع الزوائد)

اس حدیث مبارک میں سحر کرنے کا بھی ذکر ہے اور کروانے کا بھی اور دونوں کی حرمت وشناعت کو آنحضرت ﷺ نے شدید ترین الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا وجود آپ ﷺ کے نزدیک مسلم ہے۔

حدیث شریف سے جادو کا پانچواں ثبوت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''نبی کریم ﷺ'' نے ارشاد فرمایا: دائمی شراب نوش، جادو پر یقین رکھنے والا اور قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ (صحیح ابن حبان)

سحر کے حوالے سے اس حدیث شریف میں ''جادو پر یقین رکھنے والا'' کے الفاظ ہیں جس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ جادو میں تاثیر اللہ کے حکم سے ہی پیدا ہوتی ہے، جیسے زہر وغیرہ میں ہوتی ہے۔ جو آدمی جادو کو مؤثر بالذات سمجھے وہ جنت میں جانے سے محروم ہے۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر (102) کی تفسیر بن جائے گی جس میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ''اور یہ لوگ (جادوگر) اس (جادو) کے ذریعے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ کے حکم سے''۔ (البقرہ:102) اس کا دوسرا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ اپنے مسائل کے حل کے لئے اللہ کا در چھوڑ کر جو آدمی جادو سیکھتا اور شیاطین کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، اللہ سے مدد مانگنے کی بجائے شیاطین سے مدد مانگتا ہے، اپنے مسائل کی حاجت روائی کے لئے اللہ سے زیادہ شیاطین پر بھروسہ کر کے جادو کا سہارا لیتا ہے، اللہ پر کم اور جادو پر زیادہ یقین رکھتا ہے وہ اللہ کی جنت سے محروم ہے۔

جادو ایک برحق زمینی صداقت ہے تو حضور اکرم ﷺ اس کا سہارا لینے اور اس کا دامن تھامنے سے منع فرما رہے ہیں۔ قرآن وسنت سے اس قدر دلائل وشواہد بہت کافی ہیں۔ جو لوگ اللہ اور اس کے عظیم القدر رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں ان کی تشفی ان سے یقیناً ہو جائے گی۔ اور جن لوگوں نے ماننے نہ ماننے کا فیصلہ پہلے سے کر رکھا ہے وہ لوگ اگر پورا قرآن بھی اس کا ثبوت مہیا کر رہا

ہو تو بھی انکار کا کوئی بہانہ تراش ہی لیں گے۔

یہودی صرف جنگی حکمتِ عملی، سماجی افراتفری، ذہنی تناؤ، اعصابی تشنج اور معاشرتی انارکی جیسے حربوں پر ہی اکتفاء کر کے بیٹھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ سحر اور جادو کے میدان میں ان کی مستقل ٹیمیں سرگرم عمل تھیں۔ اس کا ثبوت ان چند موٹی موٹی باتوں سے سامنے آجائے گا۔ ہم صرف دو امور سے پردہ اٹھا کر یہود کے اس خفیہ محاذ سے پردہ کشائی کریں گے:۔

مہاجرین صحابہ پر بندشِ اولاد کا سحر

حضور انور ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد مکہ مکرمہ سے صحابہ کرام بھی ہجرت کر کے پہنچ گئے۔ آپ ﷺ کی ہجرت کو تقریباً دو سال کا عرصہ گزر گیا تھا کہ کسی مسلمان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

مسلمانوں میں سے تو کسی نے اس پر توجہ نہ دی کہ آخر کیا بات ہے؟ کسی بھی مسلمان کے ہاں دو سالوں کے لگ بھگ عرصہ میں کوئی اولاد کیوں نہیں ہوئی؟۔ آخر یہودی خود پھٹ پڑے کہ ہم نے مسلمانوں پر (بندشِ اولاد کا) جادو کر رکھا ہے جس کی وجہ سے ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہو رہی۔

جو یہودی دو سال تک نہیں بولے وہ اپنی خباثت کو مزید بھی چھپائے رکھتے مگر اس کا برملا انہوں نے اظہار اس لئے کیا تا کہ وہ یہ پروپیگنڈہ کر سکیں کہ ہمارا جادو ان کی وحی پر (نعوذ باللہ) بھاری ہے۔ اور ہمارا وہ دین حق ہے جو جادو کی تعلیم دیتا ہے۔

چنانچہ ہجرت کے تقریباً دو سال بعد حضرت زبیر بن العوام کو سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا تو مدینہ منورہ کے تمام مہاجرین و انصار نے اس روز جشنِ فتح کے طور پر خوشی منائی۔ حضرت اسماء یوں بھی آپ کی خواہرِ نسبتی (سالی) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی ہمشیرہ، اول المؤمنین وخلیفہ اول سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک خوش نصیب صحابی رضی اللہ عنہ سیّدنا زبیر بن العوام کی اہلیہ تھیں۔ آپ کے بیٹے کی پیدائش پر آپ نے بھی بہت خوشی کا مظاہرہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے منہ میں سب سے پہلے اپنا لعاب دھن دیا۔ پھر ان کی تحنیک بھی خود فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پر جادو

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودِ مدینہ کے چوٹی کے عالم بھی تھے اور اپنے قبیلے کی شاخ کے سردار بھی تھے۔ آپ ﷺ کی ہجرت کے بعد فوراً اسلام لے آئے تھے۔

مگر اسلام لانے سے پہلے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اپنی قوم کی خباثت کا خوب تجربہ ہے۔ میرے اسلام لانے کا اعلان کرنے سے پہلے مدینہ کے یہودیوں کو بلا کر میرے بارے میں ان کی رائے لے لیں۔ وگرنہ اسلام لانے کے بعد وہ مجھ پر الزام تراشیوں کا ایک طوفان کھڑا کر دیں گے۔

آپ ﷺ نے چند یہودیوں کو بلا کر دینِ حق کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ جب تمہاری کتاب میں میری نشانیاں موجود ہیں تو پھر ایمان کیوں نہیں لے آتے؟ انہوں نے کہا کہ وہ نشانیاں آپ پر پوری نہیں آتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے

درمیان عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہے؟ یہودی بولے: وہ تو عالم کے بیٹے اور عالم ہیں، سردار کے بیٹے اور سردار ہیں، ہم میں ان کا ایک اونچا رتبہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ تمہارے سامنے تصدیق کر دیں اور گواہی دیدیں کہ میں ہی اللہ کا وہ سچا اور آخری رسول ہوں جس کا تم لوگ انتظار کر رہے ہو تو پھر مان جاؤ گے؟ یہودیوں نے (اس سوال پر ہاں یا ناں تو نہیں کی البتہ بات بدل کر) کہا کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس ساری گفتگو کے دوران ایک اوٹ میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ اب اچانک سامنے آئے اور تمام یہودیوں کو گواہ بنا کر کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

یہودیوں کے سینوں پر تو سانپ لوٹنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے چوٹی کے یہودی عالم کا مسلمان ہو جانا وہ ٹھنڈے پیٹوں کہاں برداشت کر لیتے؟ انہوں نے وہیں کھڑے کھڑے انہیں جلی کٹی سنائی شروع کر دیں اور طرح طرح کے جھوٹے الزامات ان پر لگانے شروع کر دیے۔

بَابٌ فِي الْخَطِّ وَزَجْرِ الطَّيْرِ

لکیر کھینچنے کا بیان

3907 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، حَدَّثَنَا حَيَّانُ، قَالَ: غَيْرُ مُسَدَّدٍ، حَيَّانُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ قَبِيصَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ الطَّرْقُ: الزَّجْرُ، وَالْعِيَافَةُ: الْخَطُّ

⊛⊛ قطن بن قبیصہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''عیافہ، طیرہ اور طرق شیطانی کام ہیں''

طرق سے مراد پرندے اڑانا ہے اور عیافہ سے مراد لکیریں کھینچنا (یعنی علم رمل) ہے۔

3908 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: قَالَ عَوْفٌ: الْعِيَافَةُ زَجْرُ الطَّيْرِ، وَالطَّرْقُ الْخَطُّ يُخَطُّ فِي الْأَرْضِ

⊛⊛ عوف کہتے ہیں: عیافہ سے مراد پرندہ اڑانا (اور اس سے شگون لینا) ہے اور طرق سے مراد زمین پر لکیریں کھینچنا ہے (یعنی علم رمل ہے)۔

3909 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ قَالَ: كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ

⊛⊛ حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں کھینچتے ہیں (یعنی علم رمل کرتے ہیں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک نبی لکیریں لگایا کرتے تھے، تو جس شخص کی لکیر ان کی لکیر کے

موافق ہوتی ہے، اس کا نتیجہ (درست ہوتا ہے)''۔

بَابٌ فِي الطِّيَرَةِ

باب: بدشگونی کا بیان

3910 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ ثَلَاثًا، وَمَا مِنَّا إِلَّا وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''طیرہ شرک ہے'' یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی (اور پھر فرمایا) ہم میں سے ہر ایک (بدشگونی کا وہم پاتا ہے) لیکن اللہ تعالیٰ توکل کے ذریعے اسے ختم کر دیتا ہے''۔

3911 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا صَفَرَ، وَلَا هَامَةَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: مَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا؛ قَالَ: فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ قَالَ مَعْمَرٌ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَحَدَّثَنِي رَجُلٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ قَالَ: فَرَاجَعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ: أَلَيْسَ قَدْ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا عَدْوَى، وَلَا صَفَرَ، وَلَا هَامَةَ؛ قَالَ: لَمْ أُحَدِّثْكُمُوهُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: قَدْ حَدَّثَ بِهِ وَمَا سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ نَسِيَ حَدِيثًا قَطُّ غَيْرَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عدویٰ بیماری (بیماری کا متعدی ہونا)، طیرہ (بدشگونی)، صفر (کے مہینے کا منحوس ہونا)، ہامہ (یہ بھی ایک قسم کی بدشگونی ہے)

3911-إسناده صحيح. أبو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف، ومعمر: هو ابن راشد، وعبد الرزاق: هو ابن همام، والحسن بن علي: هو الخلال الحلواني. وهو في "مصنف عبد الرزاق "(19507). وأخرجه مطولاً ومختصراً البخاري(5717) و(5770) و(5771) و(5773)، ومسلم(2220) و(2221) من طرق عن ابن شهاب الزهري، به. والرجل الذي حدث الزهري بالشطر الثاني من القصة هو أبو سلمة نفسه كما جاء موضحاً عند البخاري(5771)، وكما في بعض روايات مسلم. وهو في "مسند أحمد "(7620)، و"صحيح ابن حبان" (6115) و(6116). وأخرج الشطر الأول منه البخاري(5707) تعليقاً، و(5757) و(5775)، ومسلم(2220) وبإثر(2221) من طرق عن أبي هريرة. زاد البخاري في الموضع الأول" :وفرّ من المجذوم كما تفر من الأسد، واقتصر في الموضع الثالث على ذكر العدوى وسؤال الأعرابي. وأخرج البخاري(5754)، ومسلم(2223) من طريق عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، ومسلم بإثر(2224) من طريق محمد بن سيرين، كلاهما عن أبي هريرة -قال عبيد الله" :لا طيرة، وخيرها الفأل"، وقال ابن سيرين: "لا عدوى ولا طيرة وأحب الفأل الصالح" زاد عبيد الله: قالوا: وما الفأل؟ قال" :الكلمة الصالحة يسمعها أحدكم." وهو في "مسند أحمد "(7618)، و"صحيح ابن حبان "(5826)

کی کوئی حیثیت نہیں ہے، ایک دیہاتی نے عرض کی: کیا وجہ ہے کہ اونٹ ریگستان میں ہرنیوں کی طرح گھوم پھر رہے ہوتے ہیں، پھر ایک خارش زدہ اونٹ ان سے ملتا ہے، اوران سب کو خارش میں مبتلا کر دیتا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: پہلے کو کس نے خارش میں مبتلا کیا تھا؟

معمر بیان کرتے ہیں: زہری نے ایک شخص کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

''کسی بیمار شخص کو کسی تندرست کے پاس ہرگز نہ لایا جائے''

راوی بیان کرتے ہیں: تو ایک شخص نے انہیں یاد دلایا اور کہا: کیا آپ نے ہمیں یہ حدیث بیان نہیں کی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''بیماری کے متعدی ہونے، سفر کے منحوس ہونے اور حلمہ (مخصوص قسم کی بدشگونی) کی کوئی حیثیت نہیں ہے، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو ایسی کوئی حدیث نہیں سنائی۔

زہری کہتے ہیں: ابوسلمہ نے یہ بات بیان کی ہے، انہوں نے یہ حدیث بیان کی تھی، میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کبھی نہیں سنا کہ وہ کوئی حدیث بھول گئے ہوں، صرف یہ حدیث وہ بھول گئے تھے۔

3912 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَدْوَى، وَلَا هَامَةَ، وَلَا نَوْءَ، وَلَا صَفَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''بیماری کے متعدی ہونے، حلمہ، ستاروں کے مؤثر ہونے، اور صفر کے منحوس ہونے کی، کوئی حیثیت نہیں ہے''۔

3913 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ الْبَرْقِيِّ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَجْلَانَ، حَدَّثَنِي الْقَعْقَاعُ بْنُ حَكِيمٍ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مِقْسَمٍ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا غُولَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''غول کی کوئی حیثیت نہیں ہے''

3914 - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكُمْ أَشْهَبُ قَالَ: سُئِلَ مَالِكٌ عَنْ قَوْلِهِ: لَا صَفَرَ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يُحِلُّونَ صَفَرَ، يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَفَرَ

اشہب بیان کرتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کے ان الفاظ کے بارے میں دریافت کیا گیا

''صفر کی کوئی حیثیت نہیں ہے'' انہوں نے بتایا: زمانہ جاہلیت کے لوگ صفر کے مہینے کو ایک سال کے لیے حرمت والا مہینہ قرار

نہیں دیتے تھے اور ایک سال کے لیے حرمت والا مہینہ قرار دیتے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صفر کی کوئی حیثیت نہیں ہے (یعنی اس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا)۔

3915 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، قَالَ: قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ، قَوْلُهُ هَامَ قَالَ: كَانَتِ الْجَاهِلِيَّةُ تَقُولُ: لَيْسَ اَحَدٌ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ اِلَّا خَرَجَ مِنْ قَبْرِهِ هَامَةٌ. قُلْتُ: فَقَوْلُهُ صَفَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْتَشْئِمُونَ بِصَفَرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَفَرَ قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ سَمِعْنَا مَنْ يَقُولُ: هُوَ وَجَعٌ يَأْخُذُ فِي الْبَطْنِ، فَكَانُوا يَقُولُونَ: هُوَ يُعْدِي، فَقَالَ: لَا صَفَرَ

بقیہ کہتے ہیں: میں نے محمد بن راشد سے دریافت کیا: لفظ ھام کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے بتایا زمانہ جاہلیت کے لوگ یہ کہتے تھے کہ جب کسی مردے کو دفن کر دیا جاتا ہے، تو اس کی قبر سے ایک اُلّو نکلتا ہے (اسے ھام کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا: روایت کے یہ الفاظ ''صفر'' کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم نے یہ بات سن رکھی ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ صفر کو منحوس سمجھتے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صفر منحوس نہیں ہے۔

محمد بن راشد کہتے ہیں: ہم نے بعض لوگوں کو یہ بھی بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ اس سے مراد ایک بیماری ہے، جو پیٹ میں ہوتی ہے، تو لوگ یہ کہتے تھے: یہ متعدی ہو جاتی ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صفر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

3916 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الصَّالِحُ، وَالْفَأْلُ الصَّالِحُ: الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بیماری کے متعدی ہونے اور بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، البتہ مجھے اچھی فال پسند ہے، اچھی فال سے مراد اچھی بات ہے''۔

3917 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمِعَ كَلِمَةً فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ: اَخَذْنَا فَأْلَكَ مِنْ فِيكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک بات سنی جو آپ کو اچھی لگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے تمہاری زبانی فال (یعنی اچھا شگون) حاصل کر لیا ہے''

3918 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: يَقُولُ النَّاسُ: الصَّفَرُ وَجَعٌ يَأْخُذُ فِي الْبَطْنِ. قُلْتُ: فَمَا الْهَامَةُ؛ قَالَ: يَقُولُ النَّاسُ الْهَامَةُ: الَّتِي تَصْرُخُ هَامَةُ النَّاسِ، وَلَيْسَتْ بِهَامَةِ الْاِنْسَانِ، اِنَّمَا هِيَ دَابَّةٌ

3915-إسناده صحيح. سفيان: هو الثوري. وأخرجه ابن ماجه (3538)، والترمذي (1706) من طريق سفيان الثوري، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (3687)، و"صحيح ابن حبان" (6122).

عطاء بیان کرتے ہیں: لوگ یہ کہتے تھے: صفر سے مراد ایک درد ہے، جو پیٹ میں ہوتا ہے، میں نے دریافت کیا: ہامہ سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے یہ بتایا: لوگ یہ کہتے ہیں، کہ ہامہ وہ پرندہ ہے، جو لوگوں پر چیختا چلاتا ہے، اس سے مراد انسان کی روح نہیں ہے، بلکہ یہ ایک جانور ہے۔

3919 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: أَحْمَدُ: الْقُرَشِيُّ، قَالَ: ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ

احمد قرشی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں بدفالی کا ذکر کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے اچھی چیز فال ہے: لیکن وہ کسی مسلمان کو (کوئی کام کرنے سے) روکتی نہیں ہے، جب تم کسی ایسی چیز کو دیکھو، جو اس کو اچھی نہ لگے، تو آدمی کو یہ کہنا چاہیے:

"اے اللہ! بھلائی صرف تو ہی عطاء کرسکتا ہے: اور برائی صرف تو ہی دور کرسکتا ہے: تیری مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا"

3920 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ، وَكَانَ إِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَأَلَ عَنِ اسْمِهِ، فَإِذَا أَعْجَبَهُ اسْمُهُ فَرِحَ بِهِ وَرُئِيَ بِشْرُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهُ رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، وَإِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَأَلَ عَنِ اسْمِهَا فَإِنْ أَعْجَبَهُ اسْمُهَا فَرِحَ وَرُئِيَ بِشْرُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ، وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهَا رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذَلِكَ فِي وَجْهِهِ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کسی چیز کو بدشگونی قرار نہیں دیتے تھے، جب آپ کسی اہلکار کو کسی کام کے لیے روانہ کرنے لگتے، تو اس سے اس کا نام دریافت کر لیتے تھے، اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا، تو آپ اس سے خوش ہوتے تھے اور اس کی وجہ سے آپ کا خوش ہونا، آپ کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا، اگر اس کا نام آپ کو ناپسند آتا، تو اس کی ناپسندیدگی آپ کے چہرے سے محسوس ہو جاتی تھی نبی اکرم ﷺ جب کسی بستی میں داخل ہوتے تھے، تو آپ ﷺ اس کا نام دریافت کرتے تھے اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا تو آپ اس پر خوش ہوتے اور آپ کا اس وجہ سے خوش ہونا، آپ کے چہرے سے ظاہر ہو جاتا تھا اور اگر اس بستی کا نام آپ کو پسند نہیں آتا، تو اس کی ناپسندیدگی آپ کے چہرے سے محسوس ہو جاتی تھی۔

3921 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، أَنَّ الْحَضْرَمِيَّ بْنَ لَاحِقٍ، حَدَّثَهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: لَا هَامَةَ وَلَا

3921-صحيح لغيره، وهذا إسناد جيد من أجل الحضرمي بن لاحق، فهو صدوق لا بأس به. وأخرجه أحمد بن حنبل (1502) و (1554)، والدورقي في "مسند سعد بن أبي وقاص "(95)، وابن أبي عاصم في "السنة "(266) و(267) والبزار في "مسنده "(1582)، وأبو يعلى(766) و(898)، والطبري في مسند علي من "تهذيب الآثار" ص10و 11 - 10و 11و 21و22 - 21، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار "(1745) و(1746) و (2886)، وفي "شرح معاني الآثار" 4/ 314، والشاشي في "مسنده "(153)

عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَإِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِي شَيْءٍ فَفِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْاَةِ، وَالدَّارِ

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''ھامہ، بیماری کے متعدی ہونے اور بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اگر بدشگونی (یا نحوست) کسی چیز میں ہوتی تو گھوڑے یا عورت یا گھر میں ہوتی''

3922 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ، وَسَالِمٍ، ابْنَيْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الشُّؤْمُ فِي الدَّارِ، وَالْمَرْاَةِ، وَالْفَرَسِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: قُرِءَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِيْنٍ، وَاَنَا شَاهِدٌ اَخْبَرَكَ ابْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: سُئِلَ مَالِكٌ عَنِ الشُّؤْمِ فِي الْفَرَسِ، وَالدَّارِ قَالَ: كَمْ مِنْ دَارٍ سَكَنَهَا نَاسٌ فَهَلَكُوا، ثُمَّ سَكَنَهَا آخَرُوْنَ فَهَلَكُوا، فَهٰذَا تَفْسِيْرُهُ فِيْمَا نَرَى وَاللهُ اَعْلَمُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: حَصِيْرٌ فِي الْبَيْتِ خَيْرٌ مِنِ امْرَاَةٍ لَا تَلِدُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''نحوست گھر میں یا عورت میں یا گھوڑے میں ہوتی ہے''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن قاسم بیان کرتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے گھوڑے اور گھر میں نحوست موجود ہونے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: کتنے ہی گھر ایسے ہیں، جن میں کچھ لوگوں نے رہائش اختیار کی تو وہ ہلاکت کا شکار ہو گئے پھر اس میں دوسرے لوگوں نے رہائش اختیار کی تو وہ بھی ہلاکت کا شکار ہو گئے تو ہمارے نزدیک اس کی وضاحت یہی ہے، باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: گھر میں موجود چٹائی، اس عورت سے زیادہ بہتر ہوتی ہے، جو بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

3923 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، وَعَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَحِيْرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ مَنْ سَمِعَ فَرْوَةَ بْنَ مُسَيْكٍ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَرْضٌ عِنْدَنَا يُقَالُ لَهَا اَرْضُ اَبْيَنَ هِيَ اَرْضُ رِيْفِنَا، وَمِيْرَتِنَا، وَاِنَّهَا وَبِئَةٌ، اَوْ قَالَ وَبَاؤُهَا شَدِيْدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ: دَعْهَا عَنْكَ، فَاِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفَ

یحییٰ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: مجھے ان صاحب نے یہ بات بتائی، جنہوں نے حضرت فروہ بن مسیک رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہماری ایک زمین ہے، جسے ابین کہا جاتا ہے اس میں ہمارے کھیت ہیں، غلہ اگانے کی جگہ ہے، لیکن اس جگہ پر وباء پائی جاتی ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انتہائی شدید وباء والی جگہ ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس جگہ کو چھوڑ دو کیونکہ ایسی جگہ پر رہنے سے آدمی ہلاکت کا شکار ہو جاتا ہے۔

3924 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ: إِنَّا كُنَّا فِي دَارٍ كَثِيرٌ فِيهَا عَدَدُنَا، وَكَثِيرٌ فِيهَا أَمْوَالُنَا، فَتَحَوَّلْنَا إِلَى دَارٍ أُخْرَى فَقَلَّ فِيهَا عَدَدُنَا، وَقَلَّتْ فِيهَا أَمْوَالُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَرُوهَا ذَمِيمَةً

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! پہلے ہم ایک ایسی جگہ رہتے تھے، جہاں ہماری تعداد بھی زیادہ تھی اور ہماری زمینیں بھی زیادہ تھیں، پھر ہم وہاں سے ایک اور جگہ منتقل ہو گئے، تو وہاں ہماری تعداد بھی کم ہو گئی اور ہمارے اموال بھی کم ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو، کیونکہ وہ بری جگہ ہے۔

3925 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ، وَقَالَ: كُلْ ثِقَةً بِاللَّهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جذام زدہ شخص کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے پیالے میں ڈال کر ارشاد فرمایا: تم اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اور اس پر توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔

كِتَابُ الْعِتْقِ

غلام آزاد کرنے کے بارے میں روایات

بَابٌ فِي الْمُكَاتَبِ يُؤَدِّي بَعْضَ كِتَابَتِهِ فَيَعْجِزُ أَوْ يَمُوتُ

باب: جب کوئی مکاتب غلام، اپنی کتابت کی کچھ رقم ادا کرنے کے بعد، باقی ادائیگی سے عاجز آجائے یا مرجائے

3926 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عُتْبَةَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ مُكَاتَبَتِهِ دِرْهَمٌ

⭘⭘ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مکاتب اُس وقت تک غلام شمار ہوگا' جب تک اس کے ذمے کتابت کا ایک درہم بھی باقی ہو''

3927 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا عَبْدٍ كَاتَبَ عَلَى مِائَةِ أُوقِيَّةٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشَرَةَ أَوَاقٍ فَهُوَ عَبْدٌ، وَأَيُّمَا عَبْدٍ كَاتَبَ عَلَى مِائَةِ دِينَارٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشَرَةَ دَنَانِيرَ فَهُوَ عَبْدٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هُوَ عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ قَالُوا هُوَ وَهْمٌ وَلَكِنَّهُ هُوَ شَيْخٌ آخَرُ

⭘⭘ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو غلام ایک سو اوقیہ کے عوض میں کتابت کا معاہدہ کرتا ہے اور پھر وہ دس اوقیہ کے علاوہ باقی تمام ادائیگی کر دیتا ہے، تو وہ بھی غلام شمار ہوگا اور جو بھی غلام ایک سو دینار کے عوض میں کتابت کا معاہدہ کرتا ہے اور دس دینار کے علاوہ باقی سب ادائیگی کر دیتا ہے، تو بھی وہ غلام شمار ہوگا''

3926-إسناده حسن. إسماعيل بن عياش روايته عن أهل بلده مستقيمة وهذا منها، لأن شيخه هنا حمصي. على أنه متابع بمعنى حديثه في الحديث التالي. وأخرجه الطبراني في "مسند الشاميين" (1386) من طريق يحيى بن حمزة، والبيهقي 10/ 324 من طريق إسماعيل بن عياش، كلاهما عن أبي سلمة سليمان بن سليم، به. وانظر ما بعده.

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: راوی عباس جریری نے نہیں ہے،لوگ یہ کہتے ہیں: یہ وہم ہے، بلکہ یہ کوئی اور بزرگ ہے۔

3928- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ نَبْهَانَ، مُكَاتَبِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ، تَقُولُ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كَانَ لِإِحْدَاكُنَّ مُكَاتَبٌ، فَكَانَ عِنْدَهُ مَا يُؤَدِّي فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ

زہری سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکاتب غلام نبہان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا:

''جب تم خواتین میں سے کسی ایک کا کوئی غلام مکاتب ہو اور اس کے پاس اتنا مال موجود ہو، جس کے ذریعے وہ (کتابت کی رقم کی) ادائیگی کرسکتا ہو، تو اس عورت کو اس سے پردہ کرنا چاہیے''۔

مکاتب کے لغوی معنی ومفہوم کا بیان

مکاتب اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں جس کو مالک یہ کہہ دے کہ اگر تو اتنا روپیہ اتنی قسطوں میں ادا کردے تو تو آزاد ہے۔لفظ مکاتب تاء کے زبر اور زیر ہر دو کے ساتھ منقول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں و المکاتب بالفتح من تقع له الکتابة و بالکسر من تقع منه یعنی زبر کے ساتھ جس کے لیے کتابت کا معاملہ کیا جائے اور زیر کے ساتھ جس کی طرف سے کتابت کا معاملہ کیا جائے۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے مکاتب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

مکاتبت کے معنی ومفہوم کا بیان

مکاتبت اصطلاح شریعت میں غلام وآقا کے درمیان معاہدے کا نام ہے۔غلام اپنے آقا سے یہ کہے کہ میں کما کر اتنا مال تجھے دے دوں تو آزاد ہو جاؤں اور مالک اسے منظور کرے۔ یہ مکاتب اگرچہ ابھی غلام رہے گا۔لیکن پیشہ یا تجارت اختیار کرنے کے باب میں خودمختار ہو جائے گا۔پھر اگر شرط پوری ہوگئی تو آزاد ہو جائے گا۔نہ پوری ہونے کی صورت میں غلام یا تو خود ہی مکاتبت فسخ کرالے ورنہ قاضی کرادے گا۔

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کو ایک رقم معین کے ادا کرنے کے بعد آزادی کا حق حاصل ہو جاتا ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے غلاموں کو مکاتب بناتی تھیں؛ لیکن قبل اس کے کہ پورا معاوضہ یعنی بدل کتابت ادا کریں اس سے کسی قدر رقم لے کر جلد اسے جلد آزاد کر دیتی تھیں۔(موطا امام مالک کتاب العتق والولاء،باب القطاعة فی الکتابة)

مکاتبت کے شرعی احکام کا بیان

غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے یہ شرط کرلی جائے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر رقم ادا کر کے آزاد ہو سکتے ہیں یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا۔(النور)

اگر تم کو غلاموں میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکاتبت کرلو۔

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلے یہ حکم وجوبی نہیں سمجھا جاتا تھا؛ لیکن آقا کو معاہدہ مکاتبت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عملاً اس حکم کو وجوبی قرار دیا؛ چنانچہ جب سیرین نے آپنے آقا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی اور انہوں نے اس کو منظور کرنے سے انکار کردیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوا کر درے سے مارا اور قرآن مجید کی اس آیت کے رو سے ان کو معاہدہ کتابت کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المکاتب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے، ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال جمع کر کے کے بدل کتابت ادا کرنا چاہا؛ لیکن آقا نے یکمشت رقم لینے سے انکار کردیا اور بااقساط لینا چاہا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے کل رقم لے کر بیت المال میں داخل کروادی اور کہا، تم شام کو آنا میں تمہیں آزادی کا فرمان لکھدوں گا، اس کے بعد لینے یا نہ لینے کا تمہارے آقا کو اختیار ہوگا، آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آکر یہ رقم وصول کرلی۔

(طبقات ابن سعد، تذکرہ ابوسعید المقبری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی مدد کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے راہ خدا میں لڑنے والا اور وہ مکاتب غلام جس کا دل کتابت ادا کرنے کا ارادہ ہو اور وہ شادی شدہ جو پاکدامن رہنا چاہتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 676)

آقا کا غلام کو باندی کو مکاتب بنانے کا بیان

اور جب کسی آقا نے اپنے غلام یا اپنی باندی کو مال کی شرط پر مکاتب کیا ہے اور غلام نے اس کو قبول کرلیا ہے تو وہ مکاتب بن جائے گا۔ اور اس جواز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے سبب سے ہے۔ ''پس جب تم غلاموں میں خیر نظر آئے تو تم ان کو مکاتب بنادو۔ اور یہ امر فقہاء کے اجماع کے ساتھ وجوب کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔

کیونکہ اگر اس کو اباحت پر محمول کرتے تو اس کے سبب سے شرط لغو ہو جاتی تھی۔ اس لئے کہ مکاتبت بغیر شرط کے بھی مباح ہے لہذا مستحب ہونا اسی شرط کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ اور جو قرآن میں خیر کو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آزادی کے بعد وہ غلام مسلمانوں کو نقصان نہ دے۔ کیونکہ اگر وہ نقصان دیتا ہے تو پھر افضل یہی ہے اس کو مکاتب نہ بنایا جائے۔ اور اگر پھر بھی مکاتب بنادیا تو مکاتبت درست ہوگی۔ (ہدایہ، کتاب عتق، لاہور)

مکاتب بنانے کی شرعی حیثیت میں فقہی مذاہب کا بیان

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے فرماتا ہے جو غلاموں کے مالک ہیں کہ اگر ان کے غلام ان سے اپنی آزادگی کی بابت کوئی تحریر کرنی چاہیں تو وہ انکار نہ کریں۔ غلام اپنی کمائی سے وہ مال جمع کر کے اپنے آقا کو دے دے گا اور آزاد ہو جائے گا۔ اکثر علماء فرماتے ہیں یہ حکم ضروری نہیں فرض و واجب نہیں بلکہ بطور استحباب کے اور خیر خواہی کے ہے۔ آقا کو اختیار ہے کہ غلام جب کوئی ہنر جانتا ہو اور وہ کہے کہ مجھ سے اسی قدر روپیہ لے لو اور مجھے آزاد کردو تو اسے اختیار ہے خواہ اس قسم کا غلام اس سے اپنی آزادگی کی بابت تحریر چاہے

وہ اس کی بات کو قبول کر لے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا غلام سیرین نے جو مالدار تھا ان سے درخواست کی کہ مجھ سے میری آزادی کی کتابت کر لو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا، دربار فاروقی میں مقدمہ گیا، آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور ان کے نہ ماننے پر کوڑے لگوائے اور یہی آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ انہوں نے تحریر لکھوا دی۔ (بخاری)

عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں قول مروی ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہی تھا لیکن نیا قول یہ ہے کہ واجب نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے مسلمان کا مال بغیر اس کی دلی خوشی کے حلال نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ واجب نہیں۔ میں نے نہیں سنا کہ کسی امام نے کسی آقا کو مجبور کیا ہو کہ وہ اپنے غلام کی آزادگی کی تحریر کر دے، اللہ کا یہ حکم بطور اجازت کے ہے نہ کہ بطور وجوب کے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختار قول وجوب کا ہے۔ خیر سے مراد امانت داری، سچائی، مال اور مال کے حاصل کرنے پر قدرت وغیرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر تم اپنے غلاموں میں جو تم سے مکاتب کرنا چاہیں، مال کے کمانے کی صلاحیت دیکھو تو ان کی اس خواہش کو پوری کر دو ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالیں گے یعنی ان سے سوال کریں گے اور رقم پوری کرنا چاہیں گے اس کے بعد فرمایا ہے کہ انہیں اپنے مال میں سے کچھ دو۔ یعنی جو رقم ٹھہر چکی ہے، اس میں سے کچھ معاف کر دو۔ چوتھائی یا تہائی یا آدھا یا کچھ حصہ۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال زکوۃ سے ان کی مدد کرو آقا بھی اور دوسرے مسلمان بھی اسے مال زکوۃ دیں تا کہ وہ مقرر رقم پوری کر کے آزاد ہو جائے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جن تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ پر برحق ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ابوامیہ نے مکاتبہ کیا تھا جب وہ اپنی رقم کی پہلی قسط لیکر آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اپنی اس رقم میں دوسروں سے بھی مدد طلب کرو اس نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین آپ آخری قسط تک تو مجھے ہی محنت کرنے دیجئے۔ فرمایا نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کے اس فرمان کو ہم چھوڑ نہ بیٹھیں کہ انہیں اللہ کا وہ مال دو جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے۔ پس یہ پہلی قسطیں تھیں جو اسلام میں ادا کی گئیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ شروع شروع میں آپ نہ کچھ دیتے تھے نہ معاف فرماتے تھے کیونکہ خیال ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو آخر میں یہ رقم پوری نہ کر سکے تو میرا دیا ہوا مجھے ہی واپس آ جائے۔ ہاں آخری قسطیں ہوتیں تو جو چاہتے اپنی طرف سے معاف کر دیتے۔ ایک غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ چوتھائی چھوڑ دو۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

معاوضہ بننے والی چیز مکاتبت کرنے کا بیان

مُکاتبت کے لفظی معنی تو ہیں لکھا پڑھی، مگر اصطلاح میں یہ لفظ اس معنی میں بولا جاتا ہے کہ کوئی غلام یا لونڈی اپنی آزادی کے لیے اپنے آقا کو ایک معاوضہ ادا کرنے کی پیش کش کرے اور جب آقا اسے قبول کر لے تو دونوں کے درمیان شرائط کی لکھا پڑھی ہو

جائے۔ اسلام میں غلاموں کی آزادی کے لیے جو صورتیں رکھی گئی ہیں یہ ان میں سے ایک ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ معاوضہ مال ہی کی شکل میں ہو۔ آقا کے لیے کوئی خاص خدمت انجام دینا بھی معاوضہ بن سکتا ہے، بشرطیکہ فریقین اس پر راضی ہو جائیں۔ معاہدہ ہو جانے کے بعد آقا کو یہ حق نہیں رہتا کہ غلام کی آزادی میں بیجا رکاوٹیں ڈالے۔ وہ اس کو مال کتابت فراہم کرنے کے لیے کام کرنے کا موقع دے گا اور مدت مقررہ کے اندر جب بھی غلام نے اپنی مالکہ سے مکاتبت کی اور مدت مقررہ سے پہلے ہی مال کتابت فراہم کر کے اس کے پاس لے گیا۔ مالکہ نے کہا کہ میں تو یک مشت نہ لوں گی بلکہ سال بسال اور ماہ بماہ قسطوں کی صورت میں لوں گی۔ غلام نے حضرت عمر سے شکایت کی۔ انہوں نے فرمایا یہ رقم بیت المال میں داخل کر دے اور جا تو آزاد ہے۔ پر مالکہ کو کہا بھیجا کہ تیری رقم یہاں جمع ہو چکی ہے، اب تو چاہے یک مشت لے لے ورنہ ہم تجھے سال بسال اور ماہ بماہ دیتے رہیں گے۔

(دار قطنی، بروایت ابوسعید مقبری)

درخواست مکاتبت پر قبول مولیٰ میں مذاہب اربعہ

اس آیت کا مطلب فقہاء کے ایک گروہ نے یہ لیا ہے کہ جب کوئی لونڈی یا غلام مکاتبت کی درخواست کرے تو آقا پر اس کا قبول کرنا واجب ہے۔ یہ عطاء، عمرو بن دینار، ابن سیرین، مسروق، ضحاک، عکرمہ، ظاہریہ، اور ابن جریر طبری کا مسلک ہے اور امام شافعی بھی پہلے اسی کے قائل تھے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ مُستحب اور مندوب ہے۔

اس گروہ میں شعبی، مقاتل بن حیان، حسن بصری، عبدالرحمٰن بن زید، سفیان ثوری، ابوحنیفہ اور مالک بن انس جیسے بزرگ شامل ہیں، اور آخر میں امام شافعی بھی اسی کے قائل ہو گئے تھے۔ پہلے گروہ کے مسلک کی تائید دو چیزیں کرتی ہیں۔ یک یہ کہ آیت کے الفاظ ہیں کَاتِبُوْھُمْ، ان سے مکاتبت کر لو۔ یہ الفاظ صاف طور پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ دوسرے یہ کہ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ مشہور فقیہ (محدث حضرت محمد بن سیرین کے والد سیرین نے اپنے آقا حضرت انس سے جب مکاتبت کی درخواست کی اور انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو سیرین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت لے گئے۔ انہوں نے واقعہ سنا تو درہ لے کر حضرت انس پر پل پڑے اور فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ مکاتبت کر لو (بخاری)۔ اس واقعہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کا ذاتی فعل نہیں بلکہ صحابہ کی موجودگی میں کیا گیا تھا اور کسی نے اس پر اظہار اختلاف نہیں کیا، لہٰذا یہ اس آیت کی مستند تفسیر ہے۔

دوسرے گروہ کا استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف **فکاتبوھم** نہیں فرمایا ہے بلکہ **فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا** ارشاد فرمایا ہے، یعنی ان سے مکاتبت کر لو اگر ان کے اندر بھلائی پاؤ یہ بھلائی پانے کی شرط ایسی ہے جس کا انحصار مالک کی رائے پر ہے، اور کوئی متعین معیار اس کا نہیں ہے جسے کوئی عدالت جانچ سکے۔ قانونی احکام کی یہ شان نہیں ہوا کرتی۔ اس لیے اس حکم کو تلقین اور ہدایت ہی کے معنی میں لیا جائے گا نہ کہ قانونی حکم کے معنی میں۔ اور سیرین کی نظیر کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ اس زمانے میں کوئی ایک غلام تو نہ تھا جس نے مکاتبت کی درخواست کی ہو۔ ہزارہا غلام عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلافت راشدہ میں موجود تھے، اور بکثرت غلاموں نے مکاتبت کی ہے۔

ابن سیرین والے واقعہ کے سوا کوئی مثال ہم کو نہیں ملتی کہ کسی آقا کو عدالتی حکم کے ذریعہ سے مکاتبت پر مجبور کیا گیا ہو۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو ایک عدالتی فعل سمجھنے کے بجائے ہم اس معنی میں لیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے درمیان محض قاضی ہی نہ تھے بلکہ افرادِ ملت کے ساتھ ان کا تعلق باپ اور اولاد کا سا تھا۔ بسا اوقات وہ بہت سے ایسے معاملات میں بھی دخل دیتے تھے جن میں ایک باپ تو دخل دے سکتا ہے مگر ایک حاکم عدالت دخل نہیں دے سکتا۔

بھلائی سے مراد تین چیزیں ہیں

ایک یہ کہ غلام میں مال کتابت ادا کرنے کی صلاحیت ہو، یعنی وہ کما کر یا محنت کر کے اپنی آزادی کا فدیہ ادا کر سکتا ہو، جیسا کہ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان علمتم فيهم حرفة ولا ترسلوهم كلًّا على الناس**، اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ کما سکتا ہے تو مکاتبت کر دو۔ یہ نہ ہو کہ اسے لوگوں سے بھیک مانگتے پھرنے کے لیے چھوڑ دو۔ (ابن کثیر بحوالہ ابوداؤد)

دوسرے یہ کہ اس میں اتنی دیانت اور راست بازی موجود ہو کہ اس کے قول پر اعتماد کر کے معاہدہ کیا جا سکے۔ ایسا نہ ہو مکاتبت کر کے وہ مالک کی خدمت سے چھٹی بھی پالے اور جو کچھ اس دوران میں کمائے اسے کھا پی کر برابر بھی کر دے۔

تیسرے یہ کہ مالک اس میں ایسے بُرے اخلاقی رجحانات، یا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنی کے ایسے تلخ جذبات نہ پاتا ہو جن کی بنا پر یہ اندیشہ ہو کہ اس کی آزادی مسلم معاشرے کے لیے خطرناک ہوگی۔ بالفاظِ دیگر اس سے یہ توقع کی جا سکتی ہو کہ مسلم معاشرے کا ایک اچھا آزاد شہری بن سکے گا نہ کہ آستین کا سانپ بن کر رہے گا۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ معاملہ جنگی قیدیوں کا بھی تھا جن کے بارے میں یہ احتیاطیں ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت تھی۔ یہ عام حکم ہے جس کے مخاطب آقا بھی ہیں، عام مسلمان بھی اور اسلامی حکومت بھی ہے۔

مکاتب کے آقا کا کچھ حصہ مکاتبت کو معاف کرنے کا بیان

آقاؤں کی ہدایت ہے کہ مال کتابت میں سے کچھ نہ کچھ معاف کر دو، چنانچہ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام اپنے مکاتبوں کو مال کتابت کا ایک معتد بہ حصہ معاف کر دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو ہمیشہ حصہ معاف کیا ہے اور اس کی تلقین فرمائی ہے۔ (ابن جریر)

عام مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ جو مکاتب بھی اپنا مال کتابت ادا کرنے کے لیے ان سے مدد کی درخواست کرے، وہ دل کھول کر اس کی امداد کریں۔

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے جو مصارف بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک فی الرقاب بھی ہے، یعنی گردنوں کو بندِ غلامی سے رہا کرانا (سورہ توبہ، آیت 60) اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک فک رقبہ گردن کا بند کھولنا ایک بڑی نیکی کا کام ہے۔ (سورہ بلد آیت 13)

حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی نے آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے وہ عمل بتایئے جو مجھ کو جنت میں پہنچا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے بڑے مختصر الفاظ میں بہت بڑی بات پوچھ ڈالی۔ غلام آزاد کر، غلاموں کو آزادی حاصل کرنے میں مدد دے، کسی کو جانور دے تو خوب دودھ دینے والا دے، اور تیرا جو رشتہ دار تیرے ساتھ ظلم سے پیش آئے اس کے ساتھ نیکی کر۔

اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو بھوکے کو کھانا کھلا، پیاسے کو پانی پلا، بھلائی کی تلقین کر، برائی سے منع کر۔ اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو اپنی زبان کو روک کر رکھ۔ کھلے تو بھلائی کے لیے کھلے ورنہ بند رہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان عن البراء بن عازب)

اسلامی حکومت کو بھی ہدایت ہے کہ بیت المال میں جو زکوۃ جمع ہو اس میں سے مکاتب غلاموں کی رہائی کے لیے ایک حصہ خرچ کریں۔

اس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ قدیم زمانے میں غلام تین طرح کے تھے۔ ایک جنگی قیدی۔ دوسرے، آزاد آدمی جن کو پکڑ پکڑ کر غلام بنایا اور بیچ ڈالا جاتا تھا۔ تیسرے وہ جو نسلوں سے غلام چلے آرہے تھے اور کچھ پتہ نہ تھا کہ ان کے آباء واجداد کب غلام بنائے گئے تھے اور دونوں قسموں میں سے کس قسم کے غلام تھے۔ اسلام جب آیا تو عرب اور بیرون عرب، دنیا بھر کا معاشرہ ان تمام اقسام کے غلاموں سے بھرا ہوا تھا اور سارا معاشی نظام مزدوروں اور نوکروں سے زیادہ ان غلاموں کے سہارے چل رہا تھا۔ اسلام کے سامنے پہلا سوال یہ تھا کہ یہ غلام جو پہلے سے چلے آرہے ہیں ان کا کیا کیا جائے۔ اور دوسرا سوال یہ تھا کہ آئندہ کے لیے غلامی کے مسئلے کا کیا حل ہے۔

پہلے سوال کے جواب میں اسلام نے یہ نہیں کیا کہ یک لخت قدیم زمانے کے تمام غلاموں پر اسے لوگوں کے حقوق ملکیت ساقط کر دیتا، کیونکہ اس سے نہ صرف یہ کہ پورا معاشرتی و معاشی نظام مفلوج ہو جاتا، بلکہ عرب کو امریکہ کی خانہ جنگی سے بھی بدرجہا زیادہ سخت تباہ کن خانہ جنگی سے دوچار ہونا پڑتا اور پھر بھی اصل مسئلہ حل نہ ہوتا جس طرح امریکہ میں حل نہ ہو سکا اور سیاہ فام لوگوں کی ذات کا مسئلہ بہرحال باقی رہ گیا۔ اس احمقانہ طریق اصلاح کو چھوڑ کر اسلام نے فک رقبہ کی ایک زبردست اخلاقی تحریک شروع کی اور تلقین و ترغیب مذہبی احکام اور ملکی قوانین کے ذریعہ سے لوگوں کو اس بات پر ابھارا کہ یا تو آخرت کی نجات کے لیے طوعاً غلاموں کو آزاد کریں، یا اپنے قصوروں کے کفارے ادا کرنے کے لیے مذہبی احکام کے تحت انہیں رہا کریں، یا مالی معاوضہ لے کر ان کو چھوڑ دیں، اس تحریک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود 63 غلام آزاد کیے۔ آپ کی بیویوں میں سے صرف ایک بیوی حضرت عائشہ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد 67 تھی۔ حضور کے چچا حضرت عباس نے اپنی زندگی میں 70 غلاموں کو آزاد کیا۔

حکیم بن حزام نے 100، عبداللہ بن عمر نے ایک ہزار، ذوالکلاع حمیری نے آٹھ ہزار، اور عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار کو رہائی بخشی۔ ایسے ہی واقعات دوسرے صحابہ کی زندگی میں بھی ملتے ہیں جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کے نام بہت ممتاز ہیں۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کا ایک عام شوق تھا جس کی بدولت لوگ کثرت سے خود اپنے غلام بھی آزاد کرتے تھے اور دوسروں سے بھی غلام خرید خرید کر آزاد کرتے چلے جاتے تھے۔ اس طرح جہاں تک سابق دور کے غلاموں کا تعلق ہے، وہ خلفائے راشدین کا زمانہ ختم ہونے سے پہلے ہی تقریباً سب کے سب رہا ہو چکے تھے۔

اب رہ گیا آئندہ کا مسئلہ۔ اس کے لیے اسلام نے غلامی کی اس شکل کو تو قطعی حرام اور قانوناً مسدود کر دیا کہ کسی آزاد آدمی کو پکڑ کر غلام بنایا اور بیچا اور خریدا جائے۔ البتہ جنگی قیدیوں کو صرف اس صورت میں غلام بنا کر رکھنے کی اجازت (حکم نہیں بلکہ اجازت) دی جب کہ ان کی حکومت ہمارے جنگی قیدیوں سے ان کا تبادلہ کرنے پر راضی نہ ہو، اور وہ خود بھی اپنا فدیہ ادا نہ کریں۔ پھر ان

غلاموں کے لیے ایک طرف اس امر کا موقع کھلا رکھا گیا کہ وہ اپنے مالکوں سے مکاتبت کر کے رہائی حاصل کر لیں اور دوسری طرف وہ تمام ہدایات ان کے حق میں موجود رہیں جو قدیم غلاموں کے بارے میں تھیں کہ نیکی کا کام سمجھ کر رضائے الٰہی کے لیے انہیں آزاد کیا جائے، یا گناہوں کے کفارے میں ان کو آزادی بخش دی جائے، یا کوئی شخص اپنی زندگی تک اپنے غلام کو غلام رکھے اور بعد کے لیے وصیت کر دے کہ اس کے مرتے ہی وہ آزاد ہو جائے گا (جسے اسلامی فقہ کی اصطلاح میں تدبیر اور ایسے غلام کو مدبر کہتے ہیں)، یا کوئی شخص اپنی لونڈی سے تمتع کرے اور اس کے ہاں اولاد ہو جائے، اس صورت میں مالک کے مرتے ہی وہ آپ سے آپ آزاد ہو جائے گی خواہ مالک نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ یہ حل ہے جو اسلام نے غلامی کے مسئلے کا کیا ہے۔ جاہل معترضین اس کو سمجھے بغیر اعتراضات جڑتے ہیں، اور معذرت پیشہ حضرات اس کی معذرتیں پیش کرتے کرتے آخرکار اس امر واقعہ ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں کہ اسلام نے غلام کو کسی نہ کسی صورت میں باقی رکھا تھا۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا فُسِخَتِ الْكِتَابَةُ

باب: مکاتب کو فروخت کرنا جب کتابت کا معاہدہ منسوخ ہو جائے

3929 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ عَائِشَةَ تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: ارْجِعِي إِلَى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ بَرِيرَةُ لِأَهْلِهَا، فَأَبَوْا وَقَالُوا: إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ وَيَكُونُ لَنَا وَلَاؤُكِ. فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْتَاعِي فَأَعْتِقِي، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنْ شَرَطَهُ مِائَةَ مَرَّةٍ، شَرْطُ اللَّهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بریرہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، تاکہ اپنی کتابت کی رقم کی ادائیگی میں ان سے مدد حاصل کرے، وہ اپنی کتابت کی رقم میں سے کوئی بھی ادائیگی نہیں کر سکی تھی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا: تم اپنے مالکان کے پاس واپس جاؤ، اگر وہ پسند کریں، تو میں تمہاری طرف سے تمہاری کتابت کی تمام رقم ادا کر دیتی ہوں اور تمہاری ولاء کا حق مجھے حاصل ہوگا، بریرہ نے اس بات کا تذکرہ اپنے مالکان سے کیا تو انہوں نے بات نہیں مانی اور بولے: اگر وہ چاہیں تو تمہیں آزاد کر کے ثواب کی امید رکھ سکتی ہیں، لیکن تمہاری ولاء کا حق ہمیں حاصل ہوگا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم اسے خرید کر آزاد کر دو، کیونکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جن کی اجازت، اللہ کی کتاب میں نہیں ہے، تو جو شخص کوئی ایک شرط عائد کرے، جس کی اجازت اللہ کی کتاب میں نہ ہو، تو اس شخص کو اس کا حق حاصل نہیں ہوگا خواہ اس نے سو شرطیں عائد کی ہوں، اللہ تعالیٰ (کی جائز کردہ) شرط زیادہ حقدار اور زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

3930 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتْ بَرِيرَةُ لِتَسْتَعِينَ فِي كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ: إِنِّي كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُوقِيَّةٌ، فَأَعِينِينِي. فَقَالَتْ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا عَدَّةً وَاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ، فَذَهَبَتْ إِلَى أَهْلِهَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ نَحْوَ الزُّهْرِيِّ، زَادَ فِي كَلَامِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي آخِرِهِ مَا بَالُ رِجَالٍ يَقُولُ أَحَدُهُمْ: أَعْتِقْ يَا فُلَانُ وَالْوَلَاءُ لِي، إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بریرہ اپنی کتابت کی رقم کی ادائیگی کے سلسلے میں مدد حاصل کرنے کے لیے آئی، اس نے کہا: میں نے اپنے مالکان کے ساتھ نو اوقیہ کے عوض میں کتابت کا معاہدہ کیا ہے، جس میں ہر سال ایک اوقیہ کی ادائیگی کرنی ہے، تو آپ اس بارے میں میری مدد کیجئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تمہارے مالکان چاہیں، تو میں انہیں یک مشت ادائیگی کر کے تمہیں آزاد کر دیتی ہوں اور تمہاری ولاء کا حق مجھے حاصل ہوگا، وہ اپنے مالکان کے پاس گئی، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

تاہم اس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں، آخر میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی شخص یہ کہتا ہے: اے فلاں! تم آزاد کردو، اور ولاء کا حق میرے پاس رہے گا حالانکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کا ہوتا ہے''۔

3931 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: وَقَعَتْ جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ فِي سَهْمِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، أَوِ ابْنِ عَمٍّ لَهُ فَكَاتَبَتْ عَلَى نَفْسِهَا، وَكَانَتِ امْرَأَةً مَلَّاحَةً تَأْخُذُهَا الْعَيْنُ، قَالَتْ: عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَجَاءَتْ تَسْأَلُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كِتَابَتِهَا فَلَمَّا قَامَتْ عَلَى الْبَابِ فَرَأَيْتُهَا كَرِهْتُ مَكَانَهَا وَعَرَفْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَرَى مِنْهَا مِثْلَ الَّذِي رَأَيْتُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ: أَنَا جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ وَإِنَّمَا كَانَ مِنْ أَمْرِي مَا لَا يَخْفَى عَلَيْكَ وَإِنِّي وَقَعْتُ فِي سَهْمِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَإِنِّي كَاتَبْتُ عَلَى نَفْسِي فَجِئْتُكَ

3930- إسناده صحيح. وهيب: هو ابن خالد. وأخرجه البخاري (2060) و (2563)، ومسلم (1504)، وابن ماجه (2521)، والنسائي (3451) من طرق عن هشام بن عروة، به. وقد صرح هشام بسماعه من أبيه عند مسلم. وأخرجه بنحوه مختصراً مسلم (1554) من طريق هشام بن عروة، عن عبد الرحمن ابن القاسم، عن أبيه، عن عائشة. وهو في "صحيح ابن حبان" (4272)

...ك فِي كِتَابَتِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَهَلْ لَكِ إِلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ؟ قَالَتْ: وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: أُؤَدِّي عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَأَتَزَوَّجُكِ قَالَتْ: قَدْ فَعَلْتُ. قَالَتْ: فَتَسَامَعَ - تَعْنِي النَّاسَ - أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَزَوَّجَ جُوَيْرِيَةَ. فَأَرْسَلُوا مَا فِي أَيْدِيهِمْ مِنَ السَّبْيِ فَأَعْتَقُوهُمْ. وَقَالُوا: أَصْهَارُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا. أُعْتِقَ فِي سَبَبِهَا مِائَةُ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حُجَّةٌ فِي أَنَّ الْوَلِيَّ هُوَ يُزَوِّجُ نَفْسَهُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جویریہ بنت حارث، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ان کے چچا کے حصے میں آئی تھی، انہوں نے اپنی ذات کے حوالے سے کتابت کا معاہدہ کرلیا، وہ ایک خوبصورت خاتون تھیں، جو نظروں کو اپنی گرفت میں لے لیتی تھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ اپنی کتابت کے سلسلے میں مدد مانگنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوئیں، جب وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تھیں، تو میں نے انہیں دیکھا، تو ان کا یہاں آنا مجھے اچھا نہیں لگا، مجھے اندازہ ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ اسی طرح اچھی لگیں گی، جس طرح مجھے اچھی لگی ہیں، اس خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! میں جویریہ بنت حارث ہوں، میرا جو معاملہ ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں ہے، میں ثابت بن قیس کے حصے میں آئی ہوں اور میں نے اپنی ذات کے لیے کتابت کا معاہدہ کرلیا ہے، اب میں اپنی کتابت کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد حاصل کرنے کے لیے آئی ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم اس چیز میں دلچسپی لوگی، جو اس سے زیادہ بہتر ہو، اس نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری کتابت کی رقم کی ادائیگی کردیتا ہوں اور تمہارے ساتھ شادی کرلیتا ہوں، اس نے عرض کی: میں تیار ہوں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب لوگوں نے یہ بات سنی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرلی ہے تو انہوں نے اپنے اپنے قیدیوں کو آزاد کردیا، اور بولے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی عزیز ہیں۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:) میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی، جو اپنی قوم کے لیے، سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ برکت والی ثابت ہوئی ہو، ان کی وجہ سے بنو مصطلق کے ایک سو گھرانوں کے لوگ آزاد ہوئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ولی اپنا نکاح خود کرسکتا ہے۔

مکاتب کا قسط ادا کرنے سے عاجز ہوجانے کا بیان

اور جب مکاتب ایک قسط ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہے تو حاکم اس کی حالت کو دیکھے گا۔ لہٰذا جب کوئی قرض ملنے والا یا اس کے لئے کوئی مال آنے والا ہے تو اس کی عاجزی کا فیصلہ کرنے میں حاکم جلدی نہ کرے اور وہ دو یا تین دن تک انتظار کرے۔ تاکہ آقا اور غلام دونوں کے حق میں مہربانی ثابت ہوجائے۔ اور تین دن کی مدت ایسی مدت ہے جو عذروں کے اظہار کیلئے معین ہوئی ہے۔ جس طرح مدعی علیہ کو مدعی کے دعویٰ کا دفاع کرنے اور مقروض کو قرض ادا کرنے کیلئے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے پس اس پر

اضافہ نہ کیا جائے گا۔ اور جب تین دن کے بعد بھی مکاتب کے پاس مال آنے کوئی توقع نہ ہو جبکہ آقا کی عجز کا طالب ہو قاضی اس کو عاجز قرار دے گا۔ اور عقد کتابت کا ختم کر دے گا۔ اور یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جب وہ مسلسل دو اقساط ادا نہ کرے۔ اس وقت تک قاضی اس کو عاجز قرار نہ دے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب مکاتب مسلسل دو اقساط ادا نہ کرے تو وہ غلامی کی جانب لوٹا دیا جائے یعنی آپ نے اس کے رد کو اس شرط کے ساتھ معلق کر دیا ہے اور اس لئے بھی کہ عقد کتابت ایسا عقد ہے جو درگزر اور مہربانی پر ہونے والا ہے۔ یہاں تک کہ معجل اور مؤخر عقد کتابت اچھا ہوتا ہے جبکہ واجب کی ادائیگی کی حالت یہ قسط ادا ہونے کے بعد کا ہے پس ایک مدت تک اس کو مہلت دینا ضروری ہے۔ تا کہ مکاتب آسانی سے بدل کی قسط ادا کر سکے اور سب سے بہترین مدت وہ ہے جس پر عقد کرنے والوں نے اتفاق کیا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ختم کرنے کا سبب ثابت ہو چکا ہے اور وہ عجز ہے کیونکہ جب وہ ایک قسط ادا نہیں کر سکا ہے تو وہ دو اقساط کس طرح ادا کرے گا۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ قسط کی ادائیگی کے مکمل ہونے پر آقا کا مقصد یہ تھا کہ اس کو مال مل جائے جبکہ عدم ادائیگی کے سبب سے وہ مقصد ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ پس جب آقا قسط لیے بغیر عقد کو باقی رکھنے پر رضامند نہ ہو تو عقد کو ختم کر دیا جائے گا۔ بہ خلاف دو یا تین دن تک مہلت دینے کے کیونکہ اتنی مدت تک مہلت دینا ناگزیر ہے۔ اس لئے اس مدت میں ادا کرنا ممکن ہے۔ پس اتنی مدت کے بعد کوئی تاخیر نہ کی جائے گی۔ اور اس میں آثار میں تعارض ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مکاتبہ باندی ایک قسط کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوئی تو آپ نے اس کی غلامی کو واپس لوٹا دیا تھا۔ پس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اثر سے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا استدلال کرنا ساقط ہو جائے گا۔

اعتاق کا ملکیت کو زائل کرنے کا بیان

امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ ملک کو زائل کر کے عتق ثابت کرنے کا نام اعتاق ہے یا خود اعتاق ہی ملک زائل کرنے کا نام ہے کیونکہ ملک معتق کا حق ہے یا عوام کا حق ہے اور تصرف کا حکم اسی قدر ہوتا ہے جتنا کہ متصرف کی ولایت کے تحت داخل ہوتا ہے اور یہ اپنے حق کو ختم کرنا ہے نا کہ دوسروں کے حق کو۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ تصرف موضع اضافت تک محدود رہتا ہے۔

اور اس کے علاوہ کی طرف متعدی ہونا تجزی کے نہ پائے جانے کی ضرورت کے تحت ہوتا ہے اور ملک متجزی ہے جیسا کہ بیع اور ہبہ میں ہے اسی وجہ سے تصرف اعتاق اپنی اصل پر باقی رہے گا اور غلام پر سعی کرنا واجب ہوگا اس لئے کہ اس کے پاس کچھ مالیت محبوس ہے اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مستسعی مکاتب کے درجے میں ہے۔ اس لئے کہ بعض غلام کی طرف اعتاق کو منسوب کرنا پورے غلام میں ثبوت ملکیت کے موجب ہے لیکن بعض غلام میں ملکیت کی بقاء اس کے لئے مانع ہے لہٰذا ہم نے دونوں دلیلوں پر عمل کر کے اس کو مکاتب قرار دے دیا اس لئے کہ وہ تصرف کا مالک ہے نہ کہ رقبہ کا اور کمائی کرنا بدل کتابت کی

طرح ہے۔اس لئے آقا کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ غلام سے کمائی کروالے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اس کو آزاد کر دے اس لئے کہ مکاتب اعتاق کے لائق رہتا ہے لیکن اگر وہ کمائی کرنے سے عاجز ہو جائے تو اسے رقیت کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا۔اس لئے کہ یہ اسقاط لاالی احد ہے ہے اس لئے فسخ کو قبول نہیں کرے گا کتابت مقصودہ کے خلاف اس لئے کہ وہ ایسا عقد ہے جس کا اقالہ بھی ہو سکتا ہے اور جو فسخ بھی ہو سکتا ہے۔

مکاتبت میں فسخ کے جواز کا ایک فقہی بیان

جب مکاتب نے قاضی کے سوا کسی دوسرے مقام پر قسط ادا کرنے میں کوتاہی کر ڈالی اور وہ عاجز ہو گیا ہے تو اس کے آقا نے اس مکاتب کی رضامندی کے ساتھ اس کو دوبارہ غلام بنالیا ہے تو یہ رد اور فسخ جائز ہو جائے گا۔کیونکہ کتابت ایک دوسرے کی رضا مندی کے سوا محض عذر سے بھی ختم ہو جاتی ہے۔اور جب غلام اس پر رضامند نہ ہو تو قاضی کی قضاء کی ضرورت ہوگی۔کیونکہ یہ عقد لازم بھی ہے اور مکمل بھی ہے پس اس کو ختم کرنے کیلئے قضاء یا رضامندی لازم ہے جس طرح قبضہ کے بعد عیب ہونے کی صورت میں بیع میں قضاء یا رضا لازم ہوتی ہے۔

اور جب مکاتب بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز آ گیا ہے تو وہ غلامی کے احکام میں واپس چلا جائے گا کیونکہ عقد کتابت ختم ہو چکا ہے۔اور اس کے پاس جو کمائی ہے وہ اس کے آقا کیلئے ہوگی۔اس لئے کہ جب یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ اس کے آقا کی کمائی ہے اور یہ حکم بھی اسی دلیل کے سبب سے ہے کہ اس کی کمائی اس غلام پر یا اس کے آقا پر تھی پس عجز کے سبب اس کا موقوف ہونا ختم ہو چکا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنا حصہ کسی غلام میں آزاد کر دیا تو اس پر اس کا آزاد کرانا اپنے مال سے واجب ہے اگر اس کے پاس مال ہو ورنہ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس غلام سے محنت کرائی جائے گی لیکن اس کو مشقت میں نہ ڈالا جائے حجاج بن حجاج ابان اور موسیٰ بن خلف نے قتادہ سے روایت کی ہے اور اس کو شعبہ نے مختصر اطور پر بیان کیا۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2379)

مال والے مکاتب کی موت کے سبب عقد کتابت فسخ نہ ہوگا

اور جب مکاتب فوت ہو جائے اور اس کے پاس مال بھی ہے تو کتابت کا عقد ختم نہ ہوگا۔کیونکہ اس کے مال سے بدل کتابت کو ادا کیا جا سکتا ہے۔لہٰذا اس زندگی کے آخری لمحات میں بھی اس کی آزادی کا فیصلہ کیا جائے گا۔اور جو مال بچ جائے گا وہ اس کے وارثوں کیلئے میراث بن جائے گا۔اور اس کی اولاد آزاد ہوگی۔حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا فرمان بھی اسی طرح ہے۔اور ہمارے فقہاء نے بھی اسی کو اپنایا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کتابت باطل ہو جائے گی اور مکاتب حالت غلامی میں فوت ہونے والا ہوگا۔اور اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے آقا کیلئے ہوگا۔ان کے امام اس موقف میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔کیونکہ کتابت کا مقصد اس کی آزادی ہے جبکہ آزادی کو ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔پس کتابت باطل ہو جائے گی اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے

کہ آزادی کئی احوال سے خالی نہ ہوگی۔ کہ وہ موت کے بعد یا موت سے پہلے یا اس کے بعد حالت حیات کی جانب مضاف ہوکر ثابت ہوگی۔ پہلے کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ محل کالعدم ہے اور دوسرا بھی ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ شرط یعنی ادائیگی نہیں پائی جارہی اور تیسری حالت میں ثبوت کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اس حالت میں آزادی کا ثبوت ناممکن ہے اور کوئی بھی شئ ہو وہ پہلے ثابت ہوتی ہے اس کے بعد منسوب ہوتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ معاوضے کا عقد ہے اور ایک عاقد یعنی آقا کی موت سے باطل نہ ہوگا پس دوسرے کی موت کے سبب بھی باطل نہ ہوگا اور غلام و آقا کے درمیان جامع علت حق کو زندہ کرنے کیلئے عقد کو باقی رکھنے کی ضرورت ہے بلکہ مکاتب کے حق میں عقد کو باقی رکھنا تو زیادہ ضروری ہے کیونکہ مکاتب کا حق آقا کے حق سے زیادہ قوت والا ہے یہاں تک کہ اس کے حق میں عقد لازم ہونے والا ہے۔ اور موت ملکیت کے مقابلے میں مالک ہونے کو زیادہ ختم کرنے والی ہے پس اس کو بطور حکم زندہ سمجھا جائے گا۔ یا پھر ادائیگی کے سبب کی جانب مضاف ہونے کی وجہ سے آزادی کو موت سے پہلے کی حالت کی جانب مضاف کیا جائے گا اور مکاتب کے نائب کی ادائیگی اس کی ذاتی ادائیگی کی طرح ہوگی۔ اور ان میں سے ہر ایک چیز ممکن بھی ہے جس طرح خلافیات میں اس مسئلہ کو بیان کردیا گیا ہے۔

اہل شرف کیلئے صدقات کے عدم جواز کا بیان:

حضرت بردۃ بن الحصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک خوان لے کر آئے جس میں تازہ کھجوریں تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سلمان یہ کیسی کھجوریں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر صدقہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے اس لئے میرے پاس سے اٹھالو (اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ہم لوگ سے کیا مراد ہے۔

بعض کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جسے جمع کے لفظ سے تشریفاً تعبیر فرمایا اور بعض کے نزدیک جماعت انبیاء مراد ہیں اور بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقارب جن کو زکوۃ کا مال دینا جائز نہیں مراد ہیں۔ بندہ ناچیز کے نزدیک یہ تیسرا احتمال راجح ہے اور علامہ مناوی کے اعتراضات جو اس تیسری صورت میں ہیں زیادہ وقیع نہیں) دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ سلمان کھجوروں کا طباق لائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر سلمان نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی نوش فرمایا۔ (چنانچہ بیجوری نے اسکی تصریح کی ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا اس طرح پر دونوں دن لانا حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آقا بنانے کا امتحان تھا اس لئے کہ سلمان رضی اللہ عنہ پرانے زمانے کے علماء میں سے تھے اڑھائی سو برس اور بعض کے قول پر ساڑھے تین سو برس ان کی عمر ہوئی۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات میں جو پہلی کتب میں پڑھ رکھی تھیں یہ بھی دیکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نوش نہیں فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں

مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہے، پہلی دونوں علامتیں دیکھنے کے بعد) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی تو مسلمان ہو گئے سلمان رضی اللہ عنہ اس وقت یہود بنی قریظہ کے غلام بنے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خریدا (مجاز اخرید اکے لفظ سے تعبیر کر دیا ورنہ حقیقت میں انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو مکاتب بنایا تھا۔ مکاتب بنانا اس کو کہتے ہیں کہ، آقا غلام سے معاملہ کر لے کہ اتنی مقدار جو آپس میں طے ہو جائے کما کر دے دو، پھر تم آزاد ہو) اور بدل کتابت بہت سے درہم قرار پائے۔

اور نیز یہ کہ حضرت سلمان انکے لئے (تین سو) کھجور کے درخت لگائیں اور ان درختوں کے پھل لانے تک ان کی خبر گیری کریں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ درخت لگائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ سب درخت اسی سال پھل لے آئے مگر ایک درخت نہ پھلا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ درخت حضرت سلمان فارسی کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکالا اور دوبارہ اپنے دست مبارک سے لگایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ بے موسم لگایا ہوا درخت بھی اسی سال پھل لے آیا۔ (شمائل ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 20)

بَابٌ فِي الْعِتْقِ عَلَى الشَّرْطِ

باب: مشروط طور پر آزاد کرنا

3932 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ. قَالَ: كُنْتُ مَمْلُوكًا لِأُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ: أُعْتِقُكَ وَأَشْتَرِطُ عَلَيْكَ أَنْ تَخْدُمَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتَ فَقُلْتُ: وَإِنْ لَمْ تَشْتَرِطِي عَلَيَّ مَا فَارَقْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتُ فَأَعْتَقَتْنِي. وَاشْتَرَطَتْ عَلَيَّ

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا غلام تھا، انہوں نے فرمایا: میں تمہیں آزاد کرتی ہوں اور تم پر یہ شرط عائد کرتی ہوں کہ جب تک تم زندہ رہو گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہو گے، میں نے کہا: اگر آپ مجھ پر یہ شرط عائد نہ بھی کریں، تو بھی میں جب تک زندہ رہوں گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوں گا تو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے آزاد کر دیا اور انہوں نے مجھ پر یہ شرط بھی عائد کی۔

آزادی کو شرط کے ساتھ معلق کرنے کا بیان

جس شخص نے کہا اگر میں گھر میں داخل ہو تو اس دن میرا ہر غلام آزاد ہے اور اس کا کوئی غلام نہیں ہے پھر اس نے ایک غلام خریدا اور گھر میں داخل ہوا تو وہ غلام آزاد ہو گا کیوں کہ حالف کے قول یومئذ کی تقدیر یوم اذ دخلت ہے لیکن اسنے فعل کو ساقط کر کے اس کے عوض تنوین کر دیا لہٰذا بوقت دخول ملکیت کا قیام معتبر ہو گا ایسے ہی اگر قسم کھانے کے دن اس کی ملکیت میں کوئی غلام ہو اور اس

کے گھر میں داخل ہونے تک ہو غلام اس کی ملکیت پر برقرار رہے تو وہ بھی آزاد ہو جائے گا اس دلیل کی وجہ جو ہم بیان کر چکے ہیں۔
اور اگر حالف نے اپنی قسم میں یومئذ نہ کہا ہو تو (بعد میں خریدا ہوا غلام) آزاد نہیں ہوگا کیوں کہ اس کا قول مملوک لی فی الحال کے لیے اور اس قول کی جزاء یہ ہے کہ جو فی الحال اس کا غلام ہے وہی آزاد ہو لیکن جب شرط جزا پر داخل ہوئی تو جزا وجود شرط کے وقت تک مؤخر ہوگئی لہذا بوقت دخول جو غلام اس کی ملکیت میں رہے گا وہی آزاد گا اور جو حالف نے قسم کے بعد خریدا ہے اسے جزا شامل نہیں ہوگی۔

مالک کا مملوک کی ملکیت کے ساتھ آزادی مقید کرنے کا بیان

اور اگر حالف نے کہا ہر وہ مملوک جس کا میں مالک ہوں وہ کل کے بعد آزاد ہے یا یوں کہا میرا ہر مملوک کل کے بعد آزاد ہے اور اس کا ایک مملوک ہے پھر اس نے دوسرا خریدا اور غد کے بعد والا دن آیا تو وہی غلام آزاد ہوگا جو قسم کھانے کے دن اس کی ملکیت میں ہوگا، کیوں کہ حالف کا قول املکہ درحقیقت فی الحال موجود مملوک کی لیے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ میں اتنے اور اتنے کا مالک ہوں اور اس فی الحال جو مملوکہ چیزیں ہوتی ہیں وہی مراد ہوتی ہیں اور املک بغیر قرینہ کے حال کیلئے مستعمل ہے اور سین یا سوف کے قرینہ سے استقبال کیلئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے مطلق ملک حال کیلئے ہوگا لہذا جزاء جو فی الحال مملوک ہے اسکی آزادی ہوگی جو مابعد الغد کی طرف مضاف ہوگی اور حالف نے جسے یمین کے بعد خریدا ہے اسے جزاء شامل نہیں ہوگی۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب آقا نے آزادی کو کسی شرط پر معلق کیا مثلاً اگر تو فلاں کام کرے تو آزاد ہے اور وہ شرط پائی گئی تو غلام آزاد ہے جبکہ شرط پائی جانے کے وقت اوسکی ملک میں ہو اور اگر ایسی شرط پر معلق کیا جو فی الحال موجود ہے مثلاً اگر میں تیرا مالک ہو جاؤں تو آزاد ہے تو فوراً آزاد ہو جائے گا۔ لونڈی حاملہ تھی اوسے آزاد کیا تو اوس کے شکم میں جو بچہ ہے وہ بھی آزاد ہے اور اگر صرف پیٹ کے بچہ کو آزاد کیا تو وہی آزاد ہوگا لونڈی آزاد نہ ہوگی، مگر جب تک بچہ پیدا نہ ہولے لونڈی کو بیچ نہیں سکتا۔ (درمختار، کتاب عتق، ج ۵، ص ۴۰۰، بیروت)

بَابٌ فِيمَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ مِنْ مَمْلُوكٍ

باب: جو شخص کسی غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دے

3933 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْمَعْنَى، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ: عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا، أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ غُلَامٍ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَيْسَ لِلَّهِ شَرِيكٌ زَادَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ فَأَجَازَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِتْقَهُ

ابو ملیح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے ایک غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دیا، اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔

ابن کثیر نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

''تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے آزاد ہونے کو درست قرار دیا''۔

3934 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنِي هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ غُلَامٍ فَأَجَازَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِتْقَهُ، وَغَرَّمَهُ بَقِيَّةَ ثَمَنِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے ایک غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس کی آزادی کو برقرار رکھا اور اس کی قیمت کے بقیہ حصے کا تاوان اس شخص پر عائد کیا۔

3935 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ مَمْلُوكًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخَرَ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ سُوَيْدٍ

قتادہ اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی غلام کو آزاد کر دے، جو اس کی اور کسی دوسرے شخص کی مشترکہ ملکیت ہو، تو اس غلام کو مکمل آزاد کرنا اس شخص پر لازم ہوگا''۔

روایت کے یہ الفاظ ابن سوید کے نقل کردہ ہیں۔

3936 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ عَتَقَ مِنْ مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ وَلَمْ يَذْكُرْ ابْنُ الْمُثَنَّى، النَّضْرَ بْنَ أَنَسٍ وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ سُوَيْدٍ

قتادہ اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی غلام میں اپنے حصے کے آزاد کر دے، تو وہ غلام اس شخص کے مال میں سے آزاد شمار ہوگا، اگر اس شخص کے پاس مال موجود ہو''

ابن مثنیٰ نامی راوی نے نضر بن انس کا تذکرہ نہیں کیا اور روایت کے یہ الفاظ ابن سوید کے نقل کردہ ہیں۔

متعدد مالکوں کے مشترک غلام کی مکاتبت کا بیان

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک شخص متعدد مالکوں کا غلام ہوتا تھا۔ اس کی صورت ایسی ہی تھی جیسا کہ اگر کوئی کسی پارٹنر شپ کمپنی کا ملازم ہو۔ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اگر کوئی ایک پارٹنر غلام میں اپنے حصے کو آزاد کرے تو باقی پارٹنر بھی اپنے اپنے حصوں کو آزاد کر دیں۔ اگر وہ ایسا کرنے پر تیار نہ ہوں تو غلام خود بخود مکاتب کا درجہ اختیار کر جائے گا۔ وہ کما

کر اپنے باقی مالکان کوادائیگی کرے گااوراس معاملے میں اس پر سختی نہ کی جائے گی۔

قال الامام البخاری حدثنا بشر بن محمد: أخبرنا عبد الله: أخبرنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن النضر بن أنس، عن بشير بن نهيك، عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من أعتق شقيصا من مملوكه فعليه خلاصه في ماله، فإن لم يكن له مال، قوم المملوك قيمة عدل، ثم استسعي غير مشقوق عليه. (بخاری، کتاب الشرکۃ، حدیث 2492)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "اگر کسی نے غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کردیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مال میں سے اس غلام کو پورا آزاد کروائے۔ اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی مناسب قیمت لگوائی جائے اور اس کو کمانے کو کہا جائے گا اور اس پر سختی نہ کی جائے گی۔

دو بندوں میں مشترکہ غلام کی کتابت کا بیان

اور جب غلام دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہو اور ان میں سے ایک سے دوسرے کو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ایک ہزار کے بدلے میں اپنا حصہ مکاتب بنا کر بدل کتابت پر قبضہ کرے۔ پس اس نے اپنے حصہ کو مکاتب بناتے ہوئے بعض پر قبضہ کرلیا اس کے بعد وہ غلام بے بس ہوگیا۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بدل کتابت کے مال پر قبضہ کرنے والے شریک کا ہوگا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ ان دونوں کا مکاتب ہوگا۔ اور مکاتب جو بھی ادا کرے گا وہ ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہوگا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزادی کی طرح کتابت کے اجزاء بھی ہوتے ہیں۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک اجزاء نہیں ہوتے۔ کیونکہ کتابت بھی ایک طرح سے آزادی کا فائدہ دینے والی ہے۔ پس امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تجزی کے سبب سے ایک ہی شریک کے حصے پر کتابت میں تجزی ہوگی۔ اور دوسرے ساتھی کی اجازت دینے کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ اس کیلئے ختم کرنے کا حق نہ ہوگا۔ کیونکہ جب وہ اجازت نہ دیتا تو اس کیلئے فسخ کرنے کا حق باقی رہتا۔ اور اس کا بدل پر قبضہ کرنے کی اجازت دینا یہی غلام کو بدل ادا کرنے کی اجازت دینا ہے۔ پس اجازت دینے والا اپنے حصے کی کمائی سے اس پر احسان کرنے والا ہے۔ کیونکہ سارا قبضہ شدہ مال اسی کا ہے۔

صاحبین کے نزدیک کتابت میں تجزی نہیں ہے کیونکہ ایک ساتھی کے حصے کی کتابت کی اجازت سارے غلام کی کتابت کی اجازت ہے پس عقد کرنے والا نصف میں اصیل بن جائے گا اور بقیہ نصف میں وکیل بن جائے گا۔ کیونکہ بدل دونوں میں مشترک ہے اور جو چیز مقبوضہ ہے وہ دونوں میں مشترکہ ہے پس وہ بے بس ہونے کے بعد اشتراک پر باقی رہے گی۔

حضرت ابن تلب نے اپنے والد سے روایت کیا کہ ایک شخص نے اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کردیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شریک نہیں (مقصد یہ کہ اپنا پورا غلام آزاد کرتا) ابن کثیر نے اپنی روایت میں اتنا اضافہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آزادی کو جائز قرار دے دیا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 542)

مشترکہ مکاتبت سے متعلق بعض فقہی جزئیات کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ امر اتفاقی ہے کہ جو مکاتب دو آدمیوں میں مشترک ہو تو ایک شریک کو جائز نہیں کہ بغیر دوسرے شریک کی اذن کے اپنے حصے کی قطاعت کرے کیونکہ غلام اور اس کا مالک دونوں میں مشترک ہے ایک کو نہیں پہنچتا کہ اس کے مال میں تصرف کرے بغیر دوسرے شریک کے پوچھے ہوئے اگر ایک شریک نے قطاعت کے بغیر دوسرے سے پوچھے ہوئے اور زر قطاعت وصول کر لیا بعد اس کے مکاتب کچھ مال چھوڑ کر مر گیا تو قطاعت کر چکا اس کو اس مکاتب کے مالک میں استحقاق نہ ہوگا نہ یہ ہو سکے گا کہ زر قطاعت کو پھیر دے اور اس مکاتب کو پھر غلام کر لے البتہ جو شخص اپنے شریک کے اذن سے قطاعت کرے پھر مکاتب عاجز ہو جائے اور قطاعت کرنے والا یہ چاہے کہ زر قطاعت پھیر کر اس غلام کا اپنے حصے کے موافق مالک ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔ اگر مکاتب مر جائے اور مال چھوڑ جائے تو جس شریک نے قطاعت نہیں کی اس کا بدل کتابت ادا کر کے جو کچھ مال بچے گا اس کو دونوں شریک اپنے حصے کے موافق بانٹ لیں گے اگر ایک نے قطاعت کی اور دوسرے نے نہ کی اور دوسرے نے نہ کی بعد اس کے مکاتب عاجز ہو گیا تو جس نے قطاعت کی اس سے کہا جائے گا اگر تجھ کو منظور ہے تو جس قدر روپیہ تو نے قطاعت کا لیا ہے اس کا آدھا اپنے شریک کو پھیر دے غلام تم دونوں میں مشترک رہے گا ورنہ پورا غلام اس شخص کا ہو جائے گا جس نے قطاعت نہیں کی۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو مکاتب دو آدمیوں میں مشترک ہو ایک آدمی ان میں سے قطاعت کرے دوسرے کے اذن سے پھر جس نے قطاعت نہیں کی وہ بھی اسی قدر غلام سے وصول کرے جتنا قطاعت کرنے والے نے وصول کیا ہے یا اس سے زیادہ بعد اسکے مکاتب عاجز ہو جائے تو قطاعت والا قطاعت نہ کرنے والے سے کچھ پھیر نہ سکے گا اگر دوسرے شریک نے قطاعت سے کم وصول کیا پھر غلام عاجز ہو گیا تو قطاعت والے کو اختیار ہے اگر چاہے تو جتنی قطاعت زیادہ ہے اسکا نصف اپنے شریک کو دے کر غلام میں آدھم ساجھا کریں اگر نہ دے تو سارا غلام دوسرے شریک کا ہو جائے گا اگر مکاتب مر جائے اور مال چھوڑ گیا اور قطاعت والے نے چاہا کہ جتنا زیادہ لیا ہے اس کا نصف اپنے شریک کو پھیر دے اور میراث میں شریک ہو جائے تو ہو سکتا ہے اور جس نے قطاعت نہیں کی وہ بھی مکاتب سے قطاعت کے برابر یا اس سے زیادہ وصول کر چکا ہے اس صورت میں میراث دونوں کے ملے گی کیونکہ ہر ایک نے اپنا حق وصول کر لیا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو مکاتب دو آدمیوں میں مشترک ہو ایک اس سے قطاعت کرے اپنے حق کے نصف پر دوسرے کے اذن سے پھر جس نے قطاعت نہیں کی وہ بھی مکاتب سے قطاعت سے کم وصول کرے بعد اس کے مکاتب عاجز ہو جائے تو قطاعت والا اگر چاہے جتنی قطاعت زیادہ ہے اس کا آدھا اپنے شریک کو دے کر غلام میں آدھم ساجھا کر لیں ورنہ اس قدر حصہ غلام کا دوسرے شریک کا ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کی شرح یہ ہے کہ مثلاً ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو دونوں مل کر اس کو مکاتب کریں پھر ایک شریک اپنے نصف حق پر غلام سے قطاعت کر لے یعنی پورے غلام کے ربع پر بعد اس کے مکاتب عاجز ہو

جائے تو جس نے قطاعت کی ہے اس سے کہا جائے گا کہ جس قدر تو نے زیادہ لیا ہے اس کا نصف اپنے شریک کو پھیر دے اور غلام میں آدھم ساجھا رکھا اگر وہ انکار کرے تو قطاعت والے کا ربع غلام بھی اس شریک کو مل جائے گا اس صورت میں اس شریک کے تین ربع ہوں گے اور اس کا ایک ربع۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مکاتب سے اس مولیٰ قطاعت کرے اور وہ آزاد ہو جائے اور جس قدر قطاعت کا روپیہ مکاتب پر رہ جائے وہ اس پر قرض ہے بعد اس کے مکاتب مر جائے اور وہ مقروض ہو لوگوں کا تو مولیٰ دوسرے قرض خواہوں کے برابر نہ ہوگا بلکہ اس مال میں سے پہلے اور قرض خواہ اپنا قرضہ وصول کریں گے۔

کہا مالک نے جو مکاتب مقروض ہو اس سے مولیٰ قطاعت نہ کرے ایسا نہ ہو کہ وہ غلام آزاد ہو جائے بعد اس کے سارا مال اس کا قرض خواہوں کو مل جائے مولیٰ کو کچھ نہ ملے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مکاتب کرے پھر اس سے سونے پر قطاعت کرے اور بدل کتابت معاف کر دے اس شرط سے کہ زر قطاعت فی الفور دے دے تو اس میں کچھ قباحت نہیں ہے اور جس شخص نے اس کو مکروہ رکھا ہے اس نے یہ خیال کیا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کا میعادی قرضہ کسی پر ہو وہ اس کے بدلے میں کچھ نقد لے کر قرضہ چھوڑ دے حالانکہ یہ قرض کی مثل نہیں ہے بلکہ قطاعت اس لیے ہوتی ہے کہ غلام جلد آزاد ہو جائے اور اس کے لیے میراث اور شہادت اور حدود لازم آ جائیں۔

اور حرمت عتاقہ ثابت ہو جائے اور یہ نہیں لے کہ اس نے روپیوں کو روپیوں کے عوض میں یا سونے کو سونے کے عوض میں خریدا بلکہ اس کی مثال یہ ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا تو مجھے اس قدر اشرفیاں لا دے اور تو آزاد ہے پھر اس سے کم کر کے کہا اگر اتنے بھی لا دے تو بھی تو آزاد ہے۔ کیونکہ بدل کتابت دین صحیح نہیں ہے ورنہ جب مکاتب مر جاتا تو مولیٰ بھی اور قرض خواہوں کے برابر اس کے مال کا دعویٰ دار ہوتا ہے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1173)

مشترکہ باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

اور جب کوئی باندی دو بندوں کے درمیان مشترکہ تھی۔ اور ان دونوں نے اس کو مکاتبہ بنا دیا ہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک شریک نے اس کے ساتھ جماع کر لیا ہے۔ اور بچہ پیدا ہونے پر ان واطی نے اس پر دعویٰ کر دیا ہے۔ اس کے بعد دوسرے شریک نے بھی اس کے ساتھ جماع کیا ہے اور اس سے بھی بچہ پیدا ہو گیا اور دوسرے نے بچے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ باندی بدل کتابت دینے سے بے بس ہو گئی۔ تو وہ پہلے واطی کی ام ولد بن جائے گی۔ کیونکہ جب ایک شریک نے بچے کا دعویٰ کیا ہے تو وہ درست ہے کیونکہ اس باندی میں مدعی کی ملکیت موجود ہے۔ پس باندی اس مدعی کے حصے میں اس کا ام ولد بن جائے گی۔ کیونکہ مکاتبہ ایک ملکیت سے دوسری ملکیت کی جانب منتقل نہیں ہوتی۔ پس ام ولد ہونا یہ مدعی کے حصے پر رہے گا۔ جس طرح مدبرہ مشترکہ میں ہوتا ہے۔

اور جب دوسرے واطی نے دوسرے بچے کا دعویٰ کیا ہے تو اس کا دعویٰ بھی درست ہے۔ کیونکہ ظاہری طور پر اس کی ملکیت بھی

موجود ہے اور اس کے بعد باندی اگر بدل کتابت ادا نہ کر سکے تو کتابت کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ اور یہ اعتبار کیا جائے گا کہ ساری باندی واطی اول کی ام ولد بن گئی ہے۔ کیونکہ ملکیت کو نتقل کرنے سے جو چیز مانع تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ اور پہلے کی وطی مقدم بھی ہے اور پہلا اپنے شریک ثانی کیلئے باندی کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ استیلاد کے سبب وہ دوسرے کے حصے کا مالک بن چکا ہے اور اسی پر باندی کا نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ اس نے مشترکہ باندی سے جماع کیا ہے جبکہ دوسرا شریک سارے تاوان اور لڑکے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ لڑکا اسی کا بیٹا ہوگا۔ کیونکہ دوسرا مغرور کے حکم میں ہے۔ کیونکہ جب اس نے وطی کی تھی بہ ظاہر اس میں کی ملکیت موجود تھی اور مغرور کے لڑکے کا نسب اسی سے ثابت ہوگا۔ اور وہ قیمت کے بدلے میں آزاد ہوتا ہے۔ جس طرح معلوم کیا جا چکا ہے۔

لیکن حقیقت میں اس شخص نے دوسرے کی ام ولد سے وطی کی ہے پس اس پر سارا تاوان لازم آئے گا۔ اور ان میں سے جو بھی مکاتبہ کو تاوان ادا کرے گا جائز ہوگا۔ کیونکہ جب تک کتابت موجود رہے گی۔ اس وقت تک اس کو تاوان پر قبضہ کرنے کا حق حاصل رہے گا۔ کیونکہ وہی باندی اپنے منافع وکمائی کی مالکن ہے۔

اور جب وہ بدل ادا کرنے سے بے بس ہو چکی ہے تو تاوان آقا کو واپس دے گی کیونکہ اب آقا اس کے منافع کا مالک بن چکا ہے۔ یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں جب کسی شخص کی کنیز اسکے بچے کو جنم دے تو وہ اس شخص کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 419)

خارجہ قیس غیلان کے قبیلہ کی عورت تھی کہتی ہیں کہ میرا چچا مجھے زمانہ جاہلیت میں لے کر آیا اور حباب بن عمرو جو ابوالیسر بن عمرو کا بھائی تھا، کے ہاتھ مجھے فروخت کر دیا، میں نے اس کے لیے عبدالرحمن بن الحباب کو جنم دیا، پھر حباب مر گیا تو اس کی بیوی کہنے لگی کہ خدا کی قسم، تجھے حباب کے قرضہ (کی ادائیگی) کے لیے فروخت کیا جائے گا سو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بنی خارجہ قیس غیلان کی عورت ہوں۔

اور مجھے میرا چچا مدینہ لے کر آیا تھا زمانہ جاہلیت میں، پس اس نے مجھے حباب بن عمرو، ابوالیسر بن عمرو کے بھائی کے ہاتھ فروخت کر دیا پس میں نے اس کے واسطے عبدالرحمن بن حباب کو جنم دیا، اب حباب کی بیوی کہتی ہے کہ حباب کے قرضہ میں تجھے فروخت کیا جائے گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا حباب کا والی وارث کون ہے؟ کہا گیا کہ اس کا بھائی ابوالیسر بن عمرو، حضور نے اس کے پاس نامہ بھیجا اور فرمایا کہ اسے (سلامہ) کو آزاد کرو اور جب تم یہ سنو کہ میرے پاس غنیمت میں غلام وغیرہ آئے ہیں تو میرے پاس آنا میں تمہیں اس کا عوض دوں گا، سلامہ کہتی ہیں کہ انہوں نے مجھے آزاد کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام آئے تو انہیں میرے بدلہ میں غلام دیا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 562)

صاحبین کے نزدیک باندی کا واطی اول کی ام ولد ہونے کا بیان

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ باندی واطی اول کی ام ولد بن جائے گی۔ اور دوسرے کیلئے وطی کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ جب واطی اول

نے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے تو پوری باندی اس کی ام ولد بن جائے گی کیونکہ ممکن حد تک ام ولد کی تکمیل بہ اتفاق واجب ہے اور عقد کتابت کو ختم کر کے اس کی تکمیل ممکن ہے کیونکہ کتابت کا عقد ختم ہونے کے قابل ہے پس جس چیز میں مکاتبہ کو نقصان نہ ہو اس میں کتابت کو ختم کر دیا جائے گا۔ جبکہ اس کے سوا میں مکاتبت باقی رہ جائے گی۔ بہ خلاف تدبیر کے کیونکہ وہ فسخ کو قبول کرنے والی نہیں ہے۔ بہ خلاف مکاتب کی بیع کے کیونکہ بیع کو جائز قرار دینے میں کتابت کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ کیونکہ مشتری غلام کے مکاتب رہنے پر راضی نہ ہوگا۔

البتہ جب پوری باندی واطی اول کی ام ولد بن جائے گی تو دوسرا شخص کسی دوسرے کی ام ولد سے وطی کرنے والا ہوگا پس اس پر پورا تاوان لازم آئے گا۔ کیونکہ وطی دونوں میں سے کسی ایک کے تاوان سے خالی نہ ہوگی۔

اور جب نقصان کے سوا میں مکاتبت باقی ہو اور یہ باندی مکمل طور پر مکاتبہ بھی بن گئی ہے تو ایک قول کے مطابق اس باندی پر نصف بدل واجب ہوگا۔ کیونکہ کتابت میں انہی چیزوں کو ختم کیا گیا ہے جو باندی کیلئے نقصان دہ نہیں ہیں۔ اور نصف بدل کے ساقط ہونے میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

دوسرے قول کے مطابق اس پر پورا بدل واجب ہوگا کیونکہ ضرورت کے مطابق صرف ملکیت کے حق میں عقد کتابت ختم ہوا ہے۔ پس نصف بدل کے سقوط پہ فسخ اثر انداز نہ ہوگا کیونکہ نصف بدل کے حق میں عقد کو باقی رکھنے میں آقا کا فائدہ ہے۔ اگر چہ اس کے ساقط ہونے میں مکاتبہ کا نقصان نہ ہوگا۔ اور مکاتبہ کے اپنے منافع کے ساتھ خاص ہونے کے سبب سے اس کو تاوان ملتا ہے۔ مگر جب وہ بدل کے کتابت سے بے بس ہو جائے اور دوبارہ رقیت کی جانب لوٹ کر جائے تو اب تاوان آقا کو دیا جائے گا۔ کیونکہ اب آقا کا حق اور خصوصیت ظاہر ہو چکی ہے۔ جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔

مشترکہ حصے کی قیمت کی ادائیگی کا بیان

حضرت بشیر بن نہیک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے غلام (مشترک) میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آزاد کرنے کو جائز قرار دیا اور باقی غلام کی قیمت بطور تاوان مالک کو دلوائی (کیونکہ آدھا آزاد ہو آدھا غلام) یہ ناممکن ہے لہٰذا اعتق تو جائز ہے البتہ آزاد کرنے والا اپنے شریک کے حصہ کی قیمت اپنے شریک کو ادا کرے گا۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 543)

اس تفصیلی مدلل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ غلام لونڈی اگر اپنے آقاؤں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مکاتبت کا معاملہ کرنا چاہیں اور ان میں اتنی اہلیت بھی ہو کہ کسی نہ کسی طرح اس معاملہ کو باحسن طریق پورا کریں گے تو آقاؤں کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ معاملہ کر کے ان کو آزاد کر دیں۔ آیت کریمہ ان علمتم فیھم خیرا (النور:33) (اگر تم ان میں خیر دیکھو تو ان سے مکاتبت کرلو) میں خیر سے مراد یہ ہے کہ وہ کمائی کے لائق اور ایماندار ہوں، محنت مزدوری کر کے بدل کتابت ادا کر دیں، لوگوں کے سامنے بھیک مانگتے نہ پھریں۔ واتوھم من مال اللہ الذی اتکم (النور:33) (اور اپنے مال میں سے جو اللہ نے تم کو دیا ہے ان کی کچھ مدد بھی کرو) سے مراد یہ کہ اپنے پاس ان کو بطور امداد کچھ دو، تاکہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکیں یا بدل کتابت میں سے کچھ معاف کر دو۔

روح کے اثر کو اسماعیل قاضی نے احکام القرآن میں اور عبدالرزاق اور شافعی نے وصل کیا ہے۔ حضرت عطاء نے واجب قرار دیا کہ بشرط مذکور آقا غلام کی مکاتبت قبول کرلے۔ امام ابن حزم اور ظاہریہ کے نزدیک اگر غلام مکاتبت کا خواہاں ہوتو مالک پر مکاتبت کردینا واجب ہے۔ کیوں کہ قرآن میں **فکاتبوھم** امر کے لیے ہے جو وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ مگر جمہور یہاں امر کو بطور استحباب قرار دیتے ہیں۔ حضرت عطاء نے جب اپنا خیال ظاہر کیا تو عمرو بن دینار نے ان سے سوال کیا کہ وجوب کا قول آپ نے کسی صحابی سے سنا ہے یا اپنے قیاس اور رائے سے ایسا کہتے ہو۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن دینار نے عطاء سے یہ پوچھا لیکن حافظ نے کہا یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ابن جریج نے عطاء سے یہ پوچھا۔ جیسے عبدالرزاق اور شافعی کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔ اس صورت میں قال عمرو بن دینار جملہ معترضہ ہوگا۔ اور نسفی کی روایت میں یوں ہے وقالہ عمرو بن دینار یعنی عمرو بن دینا بھی وجوب کے قائل ہوئے ہیں اور ترجمہ یوں گا اور عمرو بن دینا نے بھی اس کو واجب کہا ہے ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا یہ تم کسی سے روایت کرتے ہو؟

حضرت سیرین جن کا قول آگے مذکور ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور یہ محمد کے والد ہیں، جو محمد بن سیرین سے مشہور ہیں۔ تابعی، فقیہ اور ماہر علم تعبیر رؤیا ہیں۔ اس روایت کو عبدالرزاق اور طبری نے وصل کیا ہے۔

آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مذکور ہے اور عمل بھی ظاہر ہے کہ وہ بشرط مذکور مکاتبت کو واجب کہتے تھے۔ جیسے ابن حزم اور ظاہریہ کا قول ہے۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر پانچ اوقیہ چاندی پانچ سال میں ادا کرنی مقرر ہوئی تھی۔ اسی سے باب کا مطلب نکلا۔ بعض علماء نے کہا کہ آیت کریمہ **واتوھم من مال اللہ الذی اتکم**(النور:33) سے مکاتب کو مال زکوٰۃ میں سے بھی امداد دی جاسکتی ہے۔ دور حاضرہ میں ناحق مصائب قید میں گرفتار ہوجانے والے مسلمان مرد عورت بھی حق رکھتے ہیں کہ ان کی آزادی کے لیے ان طریقوں سے مدد دی جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج سے تھے۔ ان کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ان کی عمر دس سال کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بصرہ میں قیام کیا۔ وہاں لوگوں کو 91ھ تک علوم دین سکھاتے رہے۔ عمر سو سال کے لگ بھگ پائی۔ ان کی اولاد کا بھی شمار سو کے قریب ہے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔

واطی اول کا اپنی مکاتبہ باندی کے نصف ضمان کا بیان

حضرت امام ابویوسف علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ واطی اول اپنے شریک کیلئے مکاتبہ باندی کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ واطی اول اس حالت میں اپنے شریک کے حصے کا مالک بنا ہے کہ وہ مکاتبہ ہے۔ پس وہ مکاتبہ ہونے کی حالت میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اگرچہ وہ تنگ دست ہو یا خوشحال ہو۔ کیونکہ یہ ضمان ملکیت کا ہونا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک قیمت اور بقیہ بدل کے نصف میں سے جو کم ہوگا۔ اول اسی کا ضامن بنے گا۔ کیونکہ باندی کی بے بسی کو دیکھتے ہوئے اس کے شریک کا حق نصف رقبہ میں ہے اور ادا کو دیکھتے ہوئے نصف بدل میں اسی کا حق ہے پس

دونوں میں شک کے سبب کم از کم لازم ہو جائے گا۔

اور جب دوسرے شریک نے باندی سے وطی نہیں کی لیکن اس نے اس کو مدبرہ بنایا ہے اس کے بعد ... تدبیر باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ ملکیت سے ملی ہوئی نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک اس کا واقع نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ ان کے نزدیک مستولد صرف دعویٰ سے اظہار علوق ... مالک بن چکا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا واقع نہ ہونا اس سبب سے ہے کہ اظہار علوق سے یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ پہلا وطی کے وقت سے ہی ثانی کے حصے کا مالک ہو گیا تھا۔ اور دوسرے کی تدبیر یہ دوسرے کی ملکیت سے ملی ہوئی تھی۔ حالانکہ تدبیر کا مدار ملکیت پر ہے۔ بہ خلاف نسب کے کیونکہ مدار غرور پر ہے جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔

اور جب یہ باندی واطی اول کی ام ولد ہو چکی ہے کیونکہ وہ اپنے شریک کے حصے کا مالک بن چکا ہے اور استیلاد مکمل ہو چکا ہے جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اول اپنے شریک کیلئے نصف تاوان کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس نے مشترکہ باندی سے وطی کی ہے اور اس پر باندی کی نصف قیمت بھی واجب ہوگی۔ کیونکہ نصف کا استیلاد کے سبب سے وہ مالک بنا ہے اور استیلاد میں مالک بھی بنا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں جو بچہ ہے وہ پہلے کا ہوگا۔ کیونکہ اس کا دعویٰ صحیح ہے۔ اس لئے بھی کہ دعویٰ کو درست قرار دینے والی چیز موجود ہے۔ یہی سب فقہاء کا قول ہے اور اس کی دلیل وہی ہے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

مکاتبین کی باہمی عدم کفالت و وراثت کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا کہ جب غلام ایک ہی عقد میں مکتب کیے جائیں اور ان میں آپس میں ایسی قرابت نہ ہو جس کے سبب سے ایک دوسرے وارث نہ ہوں تو وہ سب ایک دوسرے کے کفیل ہوں گے کوئی ان میں سے بغیر دوسرے کے آزاد نہ ہو سکے گا۔ یہاں تک کہ بدل کتابت پورا پورا ادا کر دیں اگر ان میں سے کوئی مرجائے اور اس قدر مال چھوڑ گیا جو سب کے بدل کتابت سے زیادہ ہے تو اس مال میں سے بدل کتابت ادا کیا جائے گا اور جو کچھ بچ رہے گا مولیٰ لے لے گا اس کے ساتھیوں کو نہ ملے گا پھر ایک غلام کی آزادی میں جس قدر روپیہ اس مال میں صرف ہوا ہے اس کو مولیٰ ہر ایک غلام سے مجرا لے گا۔ کیونکہ جو غلام مر گیا ہے وہ ان کا کفیل تھا جس قدر روپیہ اس کا ان کی آزادی میں اٹھا ان کو ادا کرنا پڑے گا۔ اگر اس مکاتب کا جو مر گیا کوئی آزاد لڑکا ہو جو حالت کتابت میں پیدا نہ ہوا ہو نہ عقد کتابت اس پر واقع ہوا ہو تو وہ اس کا وارث نہ ہوگا کیونکہ مکاتب مرتے وقت آزاد نہ تھا۔

(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1172)

دو مالکوں کا باندی کو مکاتبہ بنانے کا بیان

اور جب دو مالکوں نے اپنی باندی کو مکاتبہ کیا اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے اس کو آزاد کر دیا ہے اس حالت میں کہ وہ مالدار ہے اس کے بعد مکاتبہ بدل کتابت کو ادا کرنے میں بے بس ہو گئی ہے تو معتق اپنے شریک کیلئے نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک معتق کو اس مکاتبہ سے رقم واپس لینے کا حق ہوگا۔ جبکہ صاحبین نے کہا ہے کہ معتق

اسے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بے بس ہوئی ہے تو وہ غلامی میں لوٹا دی گئی ہے اور وہ ایسے ہو جائے گی کہ ہمیشہ غلامی میں رہی ہو۔ اور اس میں رجوع کے بارے میں جو اختلاف ہے۔ وہی اختلاف خیارات میں بھی ہے۔ جس طرح آزادی کی تجزی میں اختلاف ہے۔ اور اس کو ہم اعتاق میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکاتبہ کے اظہار عجز سے پہلے غیر معتق کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ معتق کو ضامن بنائے۔ کیونکہ اس کے شریک کے حصے میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اس سے پہلے بھی مکاتبہ بن چکی ہے۔

صاحبین کے نزدیک اعتاق میں تجزی نہیں ہے لہٰذا ایک کی آزادی کے سبب سے ساری باندی آزاد ہو جائے گی۔ اور غیر معتق کو یہ حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ معتق کو اپنے حصے کی مکاتبت والی قیمت کا ضامن بنادے۔ جب عتق خوشحال ہو یا اور اگر وہ تنگ دست ہو تو اس سے کمائی کرائے۔ کیونکہ یہ ضمان اعتاق ہے پس معتق کے خوشحال ہونے یا تنگدست ہونے کی صورت میں اس میں تبدیلی ہوگی۔

ام ولد ہونے کے دعویٰ شریک پر ایک دن کے توقف کا بیان

اور اگر ایک لونڈی دو مالکوں کے درمیان مشترکہ تھی اور پھر ان میں سے کسی ایک نے دعویٰ کر دیا کہ وہ اس کے شریک کی ام ولد ہے جبکہ دوسرے نے اس کا انکار کر دیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک دن توقف کیا جائے گا اور وہ ایک دن منکر شریک کی خدمت کرے۔

صاحبین کے نزدیک اگر منکر چاہے تو نصف قیمت میں باندی سے کمائی کرائے تو پھر وہ باندی آزاد ہو جائے گی۔ اور اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ صاحبین کے دلیل یہ ہے کہ جب اقرار کرنے والے نے اس کے ساتھی سے تصدیق نہیں کی تو مقر کا اقرار اسی پر لوٹ آئے گا۔ گویا باندی کو ام ولد بنانے والا ہی وہی ہے اور یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح مشتری نے بائع پر اقرار کیا کہ بائع نے فروخت کرنے سے پہلے ہی مبیع کو آزاد کر دیا ہے اور یہ اقرار اس طرح ہو جائے' جس طرح مشتری نے خود آزاد کیا ہو۔ اور یہاں بھی اسی طرح حکم ہے۔ پس خدمت لینا ممتنع ہے اور منکر کا حصہ اس کی ملکیت میں حکمی طور پر باقی ہے۔ پس اعتاق کیلئے سعایہ کے سبب تخریج کی جائے گی۔ جس طرح نصرانی کی ام ولد جب وہ مسلمان ہو جائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر اقرار کرنے والے کی تصدیق کی جاتی تو منکر کیلئے پوری قیمت ہوتی اور جب اس کو جھٹلایا گیا تو منکر کے لئے آدھی خدمت ہوگی۔ لہٰذا حکم اسی کا ثابت ہوگا جو یقین سے ثابت ہوگی۔ اور وہ نصف ہے اور موجودہ شریک کیلئے نہ خدمت کا حق ہے اور نہ ہی سعایہ کا حق ہے کیونکہ یہ شریک استیلاد اور ضمان کا دعویٰ کرتے ہوئے ان سب سے بری ہے اور ام ولد کا اقرار نسبی اقرار کی طرح ثابت ہو جائے گا۔ اور حکم لازم ہے جو رد کرنے سے رد ہو جائے گا۔ پس اقرار کرنے والا مستولد کی طرح نہ ہوگا۔

مشترکہ باندی سے جماع کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

اگر باندی دو مالکوں کے درمیان مشترک ہے تو ان دونوں کا باندی سے جماع کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح کسی شادی

شدہ باندی سے جماع حرام ہے اور اس پر فقہاء اربعہ کا اجماع ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ المغنی میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں۔ کہ اگر مالک اپنی لونڈی کی شادی کر دے تو مالک کا اس کے ساتھ جماع کرنا حرام ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں۔

شادی شدہ لونڈی سے جماع کی تحریم میں کوئی شک وشبہ نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی اختلاف ہے، وہ تو صرف خاوند کے لیے مباح ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ ایک عورت دو مردوں کے لیے حلال نہیں اگر مالک نے اس سے جماع کیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اسے تعزیر کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اور ایک جگہ پر ان کا قول ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور سنگسار نہیں کیا جائے گا، یعنی اسے کوڑوں کی صورت میں تعزیر لگائی جائے گی۔ (المغنی لابن قدامہ (9/497)

مشترکہ غلام کو مدبر یا آزاد کرنے کا بیان

اور جب غلام دو بندوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اور ان میں سے ایک نے اس کو مدبر بنا دیا ہے جبکہ دوسرے نے اس کو آزاد کر دیا ہے اور وہ آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اب اگر مدبر چاہے تو وہ معتق سے نصف قیمت کا ضمان ہے اور اگر وہ چاہے تو اس غلام سے کمائی کرائے۔ اور اگر وہ چاہے تو خود بھی اسکو آزاد کر دے۔

اور جب دونوں شرکاء میں سے پہلے نے اپنے حصہ سے آزاد کر دیا ہے اور اس کے بعد دوسرے نے مدبر کیا ہے تو اب اس کیلئے معتق سے ضمان لینے کا حق کا نہ ہوگا۔ بلکہ یا وہ غلام سے کمائی کرائے یا وہ اس کو آزاد کرائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اس کی دلیل وہی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک تدبیر میں اجزاء ہوتے ہیں۔ پس ایک شریک کا حصہ اس کے حصے تک رہے گا۔ مگر اس تدبیر کے سبب سے دوسرے کا حصہ فاسد ہو جائے گا۔ پس اس کیلئے آزادی، ضمان اور سعی میں سے کسی ایک میں اختیار دیا جائے گا۔ جس طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

اور جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے تو اس سے ضمان اور سعی کا اختیار بھی ساقط ہو جائے گا۔ اور اس کی آزادی اس کے حصے تک موقوف رہے گی۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزادی میں اجزاء ہوتے ہیں۔ پس اسی اعتاق کے سبب سے اسکے ساتھی کا حصہ ساقط ہو جائے گا۔ پس اس مدبر کو معتق سے آزادی، ضمان اور سعی کا کوئی حق نہ ہوگا جس طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

اور مدبر معتق سے مدبر غلام کی قیمت کا ضمان لے گا۔ کیونکہ آزادی مدبر غلام سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ایک قول یہ بھی ہے کہ مدبر کی قیمت مقومین کی تقویم سے معلوم ہو جائے گی۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ خالص غلام کی قیمت کا وہ دو تہائی واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں منافع تین طرح کے ہیں۔ (۱) بیع اور بیع کے مشابہ جس طرح عقود، ہبہ، صدقہ اور وصیت ہے۔

(۲) خدمت لینا اور اس کی طرح کوئی کام جس طرح اجارہ، اعارہ وغیرہ ہیں۔

(۳) اعتاق اور کے تابع دوسرے عقود جس طرح کتابت اور تدبیر وغیرہ ہے۔ اور مدبر میں بیع ختم ہو چکی ہے۔ پس اس میں

سے ایک نفع فوت ہو جانے کے سبب سے ایک تہائی ساقط ہو جائے گی۔ اور دو تہائی ضمان کے طور لازم ہو جائیں گے۔ اور مدبر کا ضمان لینا کے بعد معتق غلام یعنی مدبر حصہ تدبیر کا مالک نہ ہوگا کیونکہ یہ ضمان حیلولہ ہے یہ ضمان ملکیت نہیں ہے اور اس لئے بھی کہ مدبر ایک ملکیت سے دوسری ملکیت کی جانب منتقل ہونے والا نہیں ہے۔ جس طرح جب کسی شخص نے کوئی مدبر غلام غصب کیا ہے اور اس کے بعد وہ غاصب کے پاس بھاگ گیا ہے تو غاصب پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی۔

اور جب دونوں میں سے ایک نے پہلے آزاد کر دیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسرے کو وہی تینوں اختیارات دیئے جائیں گے۔ دوسرے اپنا حصہ مدبر بنایا ہے تو ضمان کا اختیار ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ آزادی اور سعی کا اختیار باقی رہ جائے گا۔ کیونکہ مدبر آزاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے کمائی بھی کروائی جا سکتی ہے۔

صاحبین نے کہا ہے کہ ایک کے مدبر بنانے کے بعد دوسرے کا آزاد کرنا باطل ہوگا۔ کیونکہ ان کے نزدیک تدبیر میں اجزاء نہیں ہوا کرتے پس مدبر تدبیر کے ذریعے سے اپنے ساتھی کے حصے کا مالک بن جائے گا۔ اور ساتھی اس غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اگر چہ مدبر خوشحال ہو یا تنگدست ہو۔ کیونکہ یہ ملکیت کا ضمان ہے اور ملکیت کا ضمان حالت تنگی وخوشحالی دونوں میں مختلف نہیں ہوا کرتا اور ان کے نزدیک ایک فرق یہ بھی ہے کہ مدبر خالص غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ حالت خالص غلام ہونے میں تدبیر اسی غلام سے ملی ہوئی ہے۔

اور جب دونوں میں سے ایک نے پہلے اپنے حصہ کو آزاد کر دیا ہے تب بھی دوسرے کی تدبیر باطل ہے کیونکہ آزادی میں اجزاء نہیں ہوتے لہٰذا سارا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور تدبیر ملکیت سے متصل نہیں ہوا کرتی۔ حالانکہ ملکیت ہی تدبیر کا دارومدار ہے۔ اور اگر اب معتق خوشحال ہے تو اپنے ساتھی کیلئے نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ تنگدست ہے تو غلام غیر معتق کیلئے اس کے حصے کی کمائی کرے گا۔ کیونکہ ضمان آزادی ہے اور یہ تنگی وخوشحالی میں صاحبین کے نزدیک مختلف ہوتا رہتا ہے۔

تدبیر کا ممانعت بیع میں سبب بننے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے کہ مدبر کو مولیٰ نہ بیچے اور نہ کسی طرح سے اس کی ملک نقل کرے اور مولیٰ اگر قرضدار ہو جائے تو اس کے قرضخواہ مدبر کو بیچ نہیں سکتے جب تک اس کا مولیٰ زندہ ہے اگر مر جائے اور قرض دار نہ ہو تو ثلث مال میں کل مدبر آزاد ہو جائے گا کیونکہ اگر کل مال میں سے آزاد ہو تو سراسر مولیٰ کا فائدہ ہے کہ زندگی بھر اس سے خدمت لی پھر مرتے وقت آزادی کو بھی ثواب کمالیا اور ورثاء کا بالکل نقصان ہے اگر سوا اس مدبیر کے مولیٰ کا کچھ مال نہ ہو تو ثلث مدبر آزاد ہو جائے گا اور دو ثلث وارثوں کا حق ہوگا اگر مدبر کا مولیٰ مر جائے اور اس قدر مقروض ہو کہ مدبر کی کل قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ تو مدبر کو بیچیں گے کیونکہ مدبر جب آزاد ہوتا ہے کہ ثلث مال میں گنجائش ہو اگر قرضہ غلام کے نصف قیمت کے برابر ہو تو نصف مدبر کو قرضہ ادا کرنے کے لیے بیچیں گے اور نصف جو باقی ہے اس کا ایک ثلث آزاد ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مدبر کا بیچنا درست نہیں اور نہ کسی کو اس کا خریدنا درست ہے مگر مدبر اپنا آپ مولیٰ سے خرید سکتا ہے یہ جائز ہے اور یہ بھی جائز کہ کوئی شخص مدبیر کے مولیٰ کو کچھ مال دے تا کہ وہ اپنے مدبر کو آزاد کر دے مگر ولاء اس

کے مولی کو ملے گی جس نے اس کو مدبر کیا تھا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو اور یہ شخص ان میں سے اپنے حصے کو مدبر کر دے تو اس کی قیمت لگا دیں گے اگر جس شخص نے مدبر کیا ہے اس نے دوسرے شریک کا بھی حصہ خرید لیا تو کل غلام مدبر ہو جائے گا اگر نہ خریدا تو اس کی تدبیر باطل ہو جائے گی مگر جس صورت میں جس نے مدبر نہیں کیا وہ اپنے شریک سے قیمت لینے پر راضی ہو جائے اور قیمت لے لے تو غلام مدبر ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر نصرانی اپنے نصرانی غلام کو مدبر کرے بعد اس کے غلام مسلمان ہو جائے تو اس کو مولی سے الگ کر دیں گے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1189)

بَابُ مَنْ ذَكَرَ السِّعَايَةَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ

باب: جس نے اس روایت میں مشقت کرانے کا ذکر کیا ہے

3937 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ يَعْنِي الْعَطَّارَ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا فِي مَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَهُ كُلَّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اپنے غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دے، تو اب اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اس پورے غلام کو آزاد کرے، اگر اس کے پاس مال موجود ہو، ورنہ غلام کو مشقت کا شکار کیے بغیر، اس سے مزدوری کروائی جائے (اور مکمل آزاد کیا جائے)۔

3938 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، وَهٰذَا لَفْظُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ، أَوْ شَقِيصًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ فَخَلَاصُهُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ الْعَبْدُ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ اسْتُسْعِيَ لِصَاحِبِهِ فِي قِيمَتِهِ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا فَاسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ عَلِيٍّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی غلام میں اپنے حصے کو آزاد کر دے تو اب اس غلام کو مکمل آزاد کرنا اس شخص پر لازم ہوگا، جو اس کے مال

3938-إسناده صحيح. وأخرجه البخاري (2492) و (2527)، ومسلم (1503) وبإثر (1667)، وابن ماجه (2527)، والترمذي (1397)، والنسائي في "الكبرى" (4943) و (4944) و (4945) من طرق عن سعيد بن أبي عروبة، بهذا الإسناد. ورواية ابن ماجه مختصرة. وهو في "مسند أحمد" (7468)، و"صحيح ابن حبان" (4318) و (4319).

میں سے کیا جائے گا، اگر اس کے پاس مال موجود ہو، اگر اس کے پاس مال موجود نہیں ہے، تو غلام کی انصاف کے تقاضوں کے مطابق قیمت مقرر کرلی جائے گی اور پھر وہ اپنی قیمت کے حوالے سے اپنے آقا کے لیے مزدوری کرے گا اور اس حوالے سے اسے مشقت کا شکار نہیں کیا جائے گا''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان دونوں روایتوں میں یہ الفاظ منقول ہیں: ''اس سے مزدوری کروائی جائے گی، لیکن اسے مشقت کا شکار نہیں کیا جائے گا'' روایت کے یہ الفاظ علی بن عبداللہ کے نقل کردہ ہیں۔

3939 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، لَمْ يَذْكُرِ السِّعَايَةَ، وَرَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، وَمُوسَى بْنُ خَلَفٍ، جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ، بِإِسْنَادِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ وَمَعْنَاهُ وَذَكَرَا فِيهِ السِّعَايَةَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روح بن عبادہ نے یہ روایت سعید بن ابوعروبہ کے حوالے سے نقل کی ہے، انہوں نے مزدوری کروانے کا ذکر نہیں کیا۔

جبکہ دیگر راویوں نے یہ روایت اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے اور انہوں نے مزدوری کروانے کا ذکر کیا ہے۔

غلام سے سعایہ لینے متعلق فقہی تصریحات

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غلام (مشترک) میں سے اپنے حصہ کو آزاد کردیا تو اسے چھڑانا اس کے مال میں ہے اگر اس کے پاس مال ہو اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام کی درمیانی قیمت لگائی جائے گی اور دوسرے حصہ کے شرکاء کے حصوں کی قیمت کے برابر غلام سے مزدوری کرائی جائے گی بغیر اس پر مشقت ڈالے ہوئے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ پھر غلام سے محنت مزدوری کروائی گئی بغیر مشقت ڈالے ہوئے اس پر۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 547)

احادیث سے واضح ہے کہ کسی غلام سے اتنا ہی کام اور وہی کام لیا جاسکتا ہے جو اس کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کے مطابق ہو۔ اگر وہ کوئی کام سرانجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو مالک پر لازم ہے کہ وہ خود اس کی مدد کرے۔ ایسے مالک کو اللہ تعالیٰ بہت اجر سے نوازے گا۔

أخبرنا أبو يعلى قال حدثنا أبو خيثمة قال حدثنا عبد الله بن يزيد قال حدثني سعيد بن أبي أيوب قال حدثني أبو هانئ قال حدثني عمرو بن حريث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما خففت عن خادمك من عمله كان لك اجرا في موازينك. (صحیح ابن حبان، حدیث 4314)

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جو اپنے خادم کے کام میں کمی کرتا ہے، اسے اس کا اجر اپنے اعمال کے وزن کے وقت ملے گا۔"

امام بغوی شرح السنہ میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی غلام پر بوجھ لادنے سے متعلق ہوئے فرماتے ہیں:

قال شافعي: و معنى قوله "لا يكلف من العمل الا ما يطيق" يعني.. والله اعلم..: الا ما يطيق الدوام عليه، لا ما يطيق يوما اور يومين، او ثلاثه، و نحو ذلك ثم يعجز. و جملة ذلك ما لا يضر ببدنه الضرر البين، فان عمي او زمن، انفق عليه مولاه، و ليس له ان يسترضع الامة غير ولدها الا ان يكون فيها فضل عن ربه، او يكون ولدها يغتذي بالطعام. فيقيم بدنه، فلا باس به. (بغوی، شرح السنہ، کتاب النکاح)

حضرت امام شافعی کہتے ہیں، اس ارشاد کہ "غلام پر کام کا اتنا ہی بوجھ لادا جائے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے۔" کا معنی یہ ہے، (اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے) کہ اس سے ایسا کام نہ لیا جائے جس کا ہمیشہ کرتے رہنا اس کے لئے ممکن نہ ہو۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ایک، دو یا تین دن کسی کام کو تو کر لے اور اس کے بعد (بیمار پڑ کر) اس سے عاجز آ جائے۔ اس میں وہ تمام کام شامل ہیں جن کے نتیجے میں اس کی صحت کو واضح نقصان پہنچ سکتا ہو جیسے وہ کسی کام کے نتیجے میں نابینا ہو جائے یا بیمار پڑ جائے۔

(بیماری کی صورت میں) مالک پر لازم ہے کہ وہ اس پر خرچ کرے۔ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی لونڈی کو اپنے بچے کے علاوہ دوسرے کسی بچے کو دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے سوائے اس کے کہ اس پر اپنے رب کا فضل ہو (یعنی ایک بچے کی ضرورت سے زیادہ دودھ اترتا ہو)، یا پھر اس کا اپنا بچہ کچھ اور کھا کر نشو ونما پا رہا ہو (اور اس کا دودھ فالتو ہو گیا ہو) تو پھر کسی اور کے بچے کو دودھ پلانے میں حرج نہیں ہے۔

سعایہ میں غلاموں سے حسن سلوک کرنے کا بیان

کسی کو یہ خیال نہ رہے کہ ان حقوق کی تلقین محض اخلاقی نوعیت کی تھی۔ اگر ایسا بھی ہوتا تب بھی صحابہ کرام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہی کافی تھا، لیکن ان حقوق کو قانونی طور پر بھی نافذ کر دیا گیا۔ اس کی تفصیل ان روایات میں بیان کی گئی ہے۔

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَذْهَبُ إِلَى الْعَوَالِي كُلَّ يَوْمِ سَبْتٍ، فَإِذَا وَجَدَ عَبْدًا فِي عَمَلٍ لَا يُطِيقُهُ، وَضَعَ عَنْهُ مِنْهُ. (موطاء مالک، کتاب الجامع، حدیث 2807)

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہر ہفتے کے دن مدینہ کے گردونواح میں (واقع کھیتوں وغیرہ) میں جایا کرتے اور اگر انہیں کوئی ایسا غلام مل جاتا جو اپنی طاقت سے بڑھ کر کام کر رہا ہوتا تو آپ اس کا بوجھ کم کروا دیتے۔

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَهُوَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ: لَا تُكَلِّفُوا الْأَمَةَ غَيْرَ ذَاتِ الصَّنْعَةِ الْكَسْبَ، فَإِنَّكُمْ مَتَى كَلَّفْتُمُوهَا ذَلِكَ كَسَبَتْ بِفَرْجِهَا. وَلَا تُكَلِّفُوا الصَّغِيرَ الْكَسْبَ، فَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يَجِدْ سَرَقَ. وَعِفُّوا إِذْ أَعَفَّكُمُ اللَّهُ، وَعَلَيْكُمْ مِنَ الْمَطَاعِمِ بِمَا طَابَ مِنْهَا. (موطا، مالک، کتاب الجامع، حدیث 2808)

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، "اگر تمہاری لونڈیاں کوئی ہنر نہ جانتی ہوں تو انہیں کمانے کے لئے مت کہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اس کے نتیجے میں وہ عصمت فروشی کرنا شروع کر دیں گی۔ بچوں کو بھی کمانے کے لئے مت کہو کیونکہ اگر انہیں روزگار نہ ملے گا تو وہ چوری شروع کر دیں گے۔ ان سے مہربانی کا سلوک کرو کیونکہ اللہ نے تم سے مہربانی کی ہے۔ تم پر یہ لازم ہے کہ انہیں خوراک اور علاج کی سہولیات مہیا کرو۔

غلاموں کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے مالکوں کے مال میں سے رواج کے مطابق بنیادی ضروریات کا سامان لے سکتے تھے۔

عبد الرزاق عن بن جریج قال سمعت نافعا یحدث أن عبد الله بن عمر یقول إن المملوك لا یجوز له أن یعطی من ماله أحدا شیئا ولا یعتق ولا یتصدق منه بشیء إلا بإذن سیده ولکنه یأکل بالمعروف ویکتسی هو وولده وامرأته. (مستدرک حاکم، حدیث 2856)

حضرت نافع کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے، "غلام کو اس کی اجازت تو نہیں ہے کہ وہ اپنے مالک کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کوئی چیز دے یا مالک کا غلام آزاد کرے یا اس میں سے صدقہ کرے۔ لیکن اسے دستور کے مطابق اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے خوراک اور کپڑا لینے کا حق حاصل ہے۔"

غلاموں کے ان حقوق کا تقدس اس درجے کا تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حقوق فراہم نہ کرنے والے مالک پر غلام کے جرم کی سزا نافذ کی۔

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ، أَنَّ رَقِيقاً لِحَاطِبٍ سَرَقُوا نَاقَةً لِرَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ، فَانْتَحَرُوهَا فَرُفِعَ ذَلِكَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَمَرَ عُمَرُ كَثِيرَ بْنَ الصَّلْتِ أَنْ يَقْطَعَ أَيْدِيَهُمْ. ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: أَرَاكَ تُجِيعُهُمْ. ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ لأُغَرِّمَنَّكَ غُرْماً يَشُقُّ عَلَيْكَ. ثُمَّ قَالَ: لِلْمُزَنِيِّ كَمْ ثَمَنُ نَاقَتِكَ؛ فَقَالَ الْمُزَنِيُّ: قَدْ كُنْتُ وَاللَّهِ أَمْنَعُهَا مِنْ أَرْبَعِ مِئَةِ دِرْهَمٍ. فَقَالَ عُمَرُ: أَعْطِهِ ثَمَانَ مِئَةِ دِرْهَمٍ. (موطاء مالک، کتاب الاقضیہ، حدیث 2178)

حضرت عبدالرحمن بن حاطب بیان کرتے ہیں کہ (ان کے والد) حاطب کے ایک غلام نے بنو مزینہ کے کسی شخص کی اونٹنی چرا کر اسے ذبح کر (کے کھا گیا۔) یہ معاملہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (کی عدالت میں) لایا گیا۔ (پہلے) سیدنا عمر نے کثیر بن الصلت کو اس غلام کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا لیکن پھر (آقا سے) ارشاد فرمایا، "مجھے لگتا ہے تم انہیں بھوکا رکھتے ہو۔" پھر فرمایا، "اللہ کی قسم! میں تم پر ایسا جرمانہ عائد کروں گا جو تمہیں ناگوار گزرے گا۔" اس کے بعد بنو مزینہ کے اس مدعی سے پوچھا، "تمہاری اونٹنی کی قیمت کیا ہے؟" اس نے کہا، "واللہ میں نے تو اس کے چار سو درہم قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آقا سے فرمایا، "اسے آٹھ سو درہم ادا کر دو۔"

مشترک غلام کو کسی ایک کے آزاد کرنے کا بیان

اور جب ایک غلام دو شریکوں میں مشترک ہو اور ان میں سے کسی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہو تو اس کا حصہ آزاد ہو جائے گا پھر

اگر وہ شریک مالدار ہو تو اسکے ساتھی کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو اپنے حصے کو آزاد کردے اور اگر چاہے تو اپنے شریک سے اپنے حصے کی ضمان لے لے اور اگر چاہے تو غلام سے کمائی کرالے۔ (ہدایہ)

مشترکہ غلام سے استسعاء میں شوافع واحناف کا اختلاف

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص کسی (مشترک) غلام کے اپنے حصہ کو آزاد کرے (تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ) اگر اس کے پاس اتنا مال موجود ہو جو (اس غلام کے باقی حصوں) کی قیمت کے بقدر ہو تو انصاف کے ساتھ (یعنی بغیر کمی بیشی کے) اس غلام کے (باقی ان حصوں) کی قیمت لگائی جائے گی اور وہ اس غلام کے دوسرے شریکوں کو ان کے حصوں کی قیمت دے دے وہ غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو پھر اس غلام کا جو حصہ اس شخص نے آزاد کیا ہے وہ آزاد ہو جائے گا (اور دوسرے شرکاء کے حصے مملوک رہیں گے۔"

(بخاری ومشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 574 مسلم)

اس حدیث کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر ایک غلام کے مثلاً دو مالک ہوں اور ان میں سے ایک حصہ دار اپنا حصہ آزاد کرنا چاہے تو اگر وہ آزاد کرنے والا شخص صاحب مقدور ہو تو وہ دوسرے شریک کو اس کے حصہ کے بقدر قیمت ادا کر دے اس صورت میں وہ غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر آزاد کرنے والا شخص صاحب مقدور نہ ہو (اور دوسرے شریک کو اس کے حصہ کی قیمت ادا نہ کرسکتا ہو) تو اس صورت میں وہ غلام اس شخص کے حصہ کے بقدر تو آزاد ہو جائے گا اور دوسرے شریک کے حصہ کے بقدر غلام رہے گا۔

نیز حدیث کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آزادی اور غلامی متجزی ہوسکتی ہیں (یعنی کسی غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو جانا اور کچھ حصہ غلام رہنا جائز رہتا ہے) اور دوسرے شریک کو اپنا حصہ آزاد کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس غلام سے استسعاء (محنت) کرائی جائے! چنانچہ حضرت امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ باوجودیکہ آزادی اور غلامی کے متجزی ہونے کا قائل ہیں لیکن اس صورت میں ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والا شخص صاحب مقدور ہو تو وہ دوسرے شریک کا حصہ بھر دے (یعنی وہ اس کو اس کے حصہ کی قیمت ادا کر دے) یا دوسرا شریک اپنے حصے کے بقدر اس غلام سے استسعاء کرائے یا وہ شریک بھی اپنا حصہ آزاد کردے اور اگر آزاد کرنے والا شخص صاحب مقدور نہ ہو تو پھر وہ اپنے شریک کو اس کا حصہ نہ پھیر دے۔ بلکہ وہ شریک یا تو اس غلام سے استسعاء کے ذریعہ اپنے حصے کی قیمت وصول کرلے یا اپنا حصہ آزاد کردے اس صورت میں حق ولاء دونوں کو حاصل ہوگا! اس بارے صاحبین یعنی حضرت امام ابویوسف اور امام محمد کا یہ قول ہے کہ آزاد کرنے والا شخص اگر صاحب مقدور ہو تو دوسرے شریک کا حصہ پھیر دے اور اگر صاحب مقدور نہ ہو دوسرا شریک اس غلام سے استسعاء کے ذریعہ اپنے حصہ کی قیمت حاصل کرلے، اور چونکہ آزادی متجزی نہیں ہوتی اس لئے اس صورت میں حق ولاء صرف آزاد کرنے والے کو حاصل ہوگا۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 573)

اس باب میں جن مسائل واحکام سے متعلق احادیث نقل کی جائیں گی ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی غلام مشترک ہو

مثلاً دو شخص زید اور بکر مشترک طور پر ایک غلام کے مالک ہوں اور ان میں سے ایک شریک مثلاً زید اپنا حصہ آزاد کر دے تو دوسرا کیا کرے؟ چنانچہ اس بارے میں جزوی آزادی (یعنی ایک غلام کا مثلاً آدھا حصہ آزاد ہو جائے اور آدھا غلام ہی رہے) معتبر ہے یا نہیں خود حنفیہ کے ہاں مختلف اقوال ہیں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ "جزوی آزادی معتبر ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کا قول یہ ہے کہ جزوی آزادی معتبر نہیں ہے، اقوال کے اس اختلاف کا تعلق مسئلہ کے صرف اسی ایک جزو سے نہیں ہے بلکہ اس سے دوسرے احکام و مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

باب کا دوسرا جزء یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے غلام کو خریدے جو اس کا قرابت دار ہو تو وہ غلام محض خرید لینے ہی سے آزاد ہو جائے گا خواہ وہ شخص اس کو آزاد کرے یا نہ کرے! البتہ اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ" قرابت دار" سے کس کس رشتہ کے لوگ مراد ہیں اس کی تفصیل بھی آگے آئے گی۔

باب کا تیسرا جزء یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیماری کی حالت میں غلام کو آزاد کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ چنانچہ اس کے متعلق احکام و مسائل بھی حسب موقع احادیث کی تشریح کے ضمن میں بیان کئے جائیں گے۔

مشترک غلام کے بارے میں صاحبین کی استدلال کردہ حدیث

حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص (مشترک) غلام کے اپنے حصہ کو آزاد کرے گا تو وہ غلام پورا آزاد ہو جائے گا (اور یہ آزادی اس آزاد کرنے والے شخص کی طرف سے متصور ہوگی) اور اگر اس شخص کے پاس (اتنا) مال ہو (کہ وہ اپنے حصہ کے علاوہ باقی حصوں کی قیمت کی ادائیگی کر سکے تو دوسرے شرکاء کو ان کے حصوں کی قیمت دے دے) اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو پھر ہو غلام (ان باقی حصوں) کے بقدر محنت مزدوری یا دوسرے شرکاء کی خدمت پر مامور کیا جائے لیکن غلام کو (کسی ایسے کام اور محنت کی) مشقت میں مبتلا نہ کیا جائے (جو اس کی طاقت سے باہر ہو)۔" (بخاری و مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 575 مسلم)

متعدد مالکوں کے مشترک غلام کی مکاتبت

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک شخص متعدد مالکوں کا غلام ہوتا تھا۔ اس کی صورت ایسی ہی تھی جیسا کہ اگر کوئی کسی پارٹنر شپ کمپنی کا ملازم ہو۔ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اگر کوئی ایک پارٹنر غلام میں اپنے حصے کو آزاد کرے تو باقی پارٹنر بھی اپنے اپنے حصوں کو آزاد کر دیں۔ اگر وہ ایسا کرنے پر تیار نہ ہوں تو غلام خود بخود مکاتب کا درجہ اختیار کر جائے گا۔ وہ کما کر اپنے باقی مالکان کو ادائیگی کرے گا اور اس معاملے میں اس پر سختی نہ کی جائے گی۔

قال الامام البخاری حدثنا بشر بن محمد: أخبرنا عبد الله: أخبرنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن النضر بن أنس، عن بشير بن نهيك، عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (من أعتق شقيصا من مملوكه فعليه خلاصه في ماله. فإن لم يكن له مال، قوم المملوك قيمة عدل، ثم استسعي غير مشقوق عليه). (بخاری، کتاب الشرکۃ، حدیث 2492)

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "اگر کسی نے غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کردیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے مال میں سے اس غلام کو پورا آزاد کروائے۔ اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی مناسب قیمت لگوائی جائے اور اسے سے اسے کمانے کو کہا جائے گا اور اس پر سختی نہ کی جائے گی۔

بَابٌ فِيمَنْ رَوَى أَنَّهُ لَا يُسْتَسْعَى

باب: جس نے یہ روایت کیا ہے: ایسے شخص سے مشقت نہیں کروائی جائے گی

3940 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ أُقِيمَ عَلَيْهِ قِيمَةُ الْعَدْلِ فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ وَأُعْتِقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کسی غلام میں اپنے حصے کو آزاد کردے، تو اس غلام کی انصاف کے مطابق قیمت مقرر کی جائے گی، پھر وہ شخص اپنے شراکت داروں کو ان کے حصے کے مطابق رقم دے گا اور وہ غلام اس شخص کی طرف سے آزاد کردیا جائے گا، ورنہ اس غلام کا صرف وہ حصہ آزاد ہوگا، جو آزاد کیا گیا ہے"۔

3941 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: وَكَانَ نَافِعٌ رُبَّمَا قَالَ: فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ وَرُبَّمَا لَمْ يَقُلْهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

نافع بعض اوقات یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

"تو اس کا وہ حصہ آزاد ہوگا، جو آزاد ہوا" بعض اوقات وہ ان الفاظ کو ذکر نہیں کرتے۔

3942 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ أَيُّوبُ: فَلَا أَدْرِي هُوَ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ شَيْءٌ قَالَهُ نَافِعٌ وَإِلَّا عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

ایوب کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ روایت کے یہ الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، یا یہ بات نافع نے کہی ہے:

"ورنہ اس کا وہ حصہ آزاد ہوگا، جو آزاد ہوا ہے"

3943 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا مِنْ مَمْلُوكٍ لَهُ فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ إِنْ

كَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ عَتَقَ نَصِيبَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص اپنے غلام میں اپنے حصے کو آزاد کر دے گا، تو اس پورے غلام کو آزاد کرنا اس پر لازم ہوگا، اگر اس شخص کے پاس اتنا مال موجود ہو، جو اس غلام کی قیمت تک پہنچتا ہو اور اگر اس شخص کے پاس مال موجود نہ ہو، تو اس کے حصے کا غلام آزاد ہو جائے گا"

3944 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُوسَى

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3945 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ، حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى مَالِكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ انْتَهَى حَدِيثُهُ إِلَى وَأُعْتِقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ عَلَى مَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے، جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے، تاہم اس میں یہ مذکور نہیں ہے۔

"ورنہ اس کا وہ حصہ آزاد ہوگا، جو آزاد ہوا ہے"

یہ روایت یہاں تک مکمل ہوتی ہے "اور اس کی طرف سے غلام آزاد ہو جائے گا" اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

3946 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، عَتَقَ مِنْهُ مَا بَقِيَ فِي مَالِهِ إِذَا كَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص کسی غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دے، تو اس کے باقی مال میں سے وہ غلام اس شخص کی طرف سے آزاد ہوگا، اگر اس کے پاس اتنا مال موجود ہو، جو اس غلام کی قیمت تک پہنچتا ہو"

3947 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ، فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيمَةً لَا وَكْسَ، وَلَا شَطَطَ ثُمَّ يُعْتَقُ

سالم اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

3947-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. وأخرجه البخاري (2521)، ومسلم بإثر (1667)، والنسائي في "الكبرى" (4921) و (4922) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (4589).

''جب کوئی غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے کوئی ایک اپنے حصے کو آزاد کر دے، تو اگر وہ شخص خوش حال ہو، تو اس غلام کی ایسی قیمت لگائی جائے گی، جس میں کوئی کمی یا پیشی نہ ہو اور پھر اس غلام کو آزاد کر دیا جائے گا''۔

3948 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِي بِشْرٍ الْعَنْبَرِيِّ، عَنِ ابْنِ التَّلِبِّ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ مِنْ مَمْلُوكٍ فَلَمْ يُضَمِّنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحْمَدُ: اِنَّمَا هُوَ بِالتَّاءِ يَعْنِي التَّلِبَّ وَكَانَ شُعْبَةُ اَلْثَغَ لَمْ يُبَيِّنِ التَّاءَ مِنَ الثَّاءِ

ابن ملب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنے غلام میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے ادائیگی کا ذمے دار قرار نہیں دیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لفظ ''ت'' کے ساتھ، یعنی ملب ہے، جبکہ شعبہ تو تلے تھے، اس لیے ان کی ادائیگی میں ''ت'' اور ''ث'' کی ادائیگی کا فرق پتہ نہیں چلتا تھا۔

بَابٌ فِيمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ

باب: جو شخص کسی محرم رشتے دار کا مالک بن جائے

3949 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُوسَى: فِي مَوْضِعٍ آخَرَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ فِيمَا يَحْسِبُ حَمَّادٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، وَعَاصِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ الْحَدِيثِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يُحَدِّثْ ذٰلِكَ الْحَدِيثَ اِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَقَدْ شَكَّ فِيهِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اپنے کسی محرم رشتے دار کا مالک بن جائے، تو وہ رشتے دار آزاد شمار ہوگا''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3949- صحيح لغيره، وهذا إسناد رجاله ثقات، لكن الحسن - وهو البصري - لم يصرح بسماعه من سمرة - وهو ابن جندب. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي. وأخرجه ابن ماجه (2524)، والترمذي (1416)، والنسائي في "الكبرى" (4882 - 4878) من طرق عن حماد بن سلمة، بهذا الإسناد. وقرن عند ابن ماجه والنسائي (4882) بقتادة عاصماً الأحول. وقد رواه غير حماد بن سلمة، عن قتادة فلم يرفعه إلى النبي - صلى الله عليه وسلم -، وإنما جعله من كلام عمر بن الخطاب وبعضهم يجعله من كلام الحسن البصري. وهو في "مسند أحمد" (20167) و (20227). ويشهد له حديث ابن عمر عند ابن ماجه (2525)، والنسائي في "الكبرى" (4877)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت صرف حماد بن سلمہ نے (مرفوع حدیث کے طور پر) نقل کی ہے اور انہیں اس کے بارے میں شک ہے۔

3950 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جو شخص کسی محرم رشتے دار کا مالک بن جائے، تو وہ (رشتے دار) آزاد ہوگا''۔

3951 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص کسی محرم رشتے دار کا مالک بن جائے، تو وہ (رشتے دار) آزاد شمار ہوگا۔

3952 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَالْحَسَنِ مِثْلَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَعِيدٌ أَحْفَظُ مِنْ حَمَّادٍ

یہی روایت قتادہ نے جابر بن زید اور حسن بصری کے حوالے سے اس کی مانند نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سعید، حماد سے بڑے حافظ الحدیث ہیں۔

جب دو مالکوں میں کسی ایک نے بیٹا خرید لیا

اور جب دو اشخاص نے آپس میں سے کسی ایک کے بیٹے کو خریدا تو باپ والا حصہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ وہ اپنے قریبی حصے کا مالک ہوا ہے اور اسی خریدنا ہی آزادی ہے جس طرح پہلے گزر چکا ہے اور اس پر کوئی ضمان نہیں ہے اگر چہ دوسرے کو اس کی بات کا علم ہو کہ وہ غلام اس کے حصے دار کا بیٹا ہے یا اس کا علم نہ ہو اور اسی طرح جب وہ دونوں وارث ہوئے ہیں تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ چاہے تو وہ اپنے حصے کو آزاد کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس سے محنت کرائے اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک خریداری کی صورت میں اگر باپ مالدار ہے تو غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ تنگدست ہے تو غلام بیٹا اپنے باپ کے شریک کیلئے آدھی قیمت کیلئے کمائی کرے گا اور یہ مسئلہ اسی اختلاف پر ہے اور جب وہ دونوں ہبہ، صدقہ یا وصیت کے ذریعے اس کے مالک ہو جائیں۔ اور یہ اختلاف اس طرح بھی ہے کہ جب دو آدمیوں نے کسی غلام کو خریدا اور ان میں سے ایک نے یہ قسم اٹھا رکھی تھی کہ اگر اس نے غلام کا نصف خریدا تو وہ آزاد ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے شریک نے آزاد کر کے اپنے ساتھی کے حصے کو باطل کر دیا ہے کیونکہ قریبی شخص کو خریدنا آزادی ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح غلام دو اجنبی مالکوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک نے اپنا آزاد کر دیا ہو

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں شریک اپنا حصہ خراب کرنے پر خود راضی ہوا ہے لہٰذا معتق اس کا ضامن نہ ہوگا جس طرح جب اس نے دوسرے کو صراحت کے طور پر اپنا حصہ آزاد کرنے کی اجازت دی اور اس کی رضامندی کی دلیل یہ ہے کہ اس نے باپ کے ساتھ اس طرح چیز میں شرکت کی ہے جو آزادی کی علت ہے اور وہ چیز خریدنا ہے کیونکہ قربت کی خریداری آزادی ہے حتیٰ کہ ہمارے نزدیک شرائے قریب کے سبب مشتری کفارے سے بری الذمہ ہوجائے گا۔

صاحبین کے ظاہری فرمان کے مطابق یہ ضمان افساد ہے۔ کیونکہ عسر ویسر کے سبب حکم مختلف ہوتا رہتا ہے۔ پس رضا کے سبب ضمان ساقط ہوجائے گا۔ جبکہ علم وعدم علم کے سبب حکم مختلف نہ ہوگا اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ظاہر الروایت کے مطابق اسی طرح روایت ہے کیونکہ حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ، رضوی عفی عنہ) جس طرح کسی شخص نے کہا کہ کھانا کھاؤ جبکہ حکم دینے والا غلام ہے اور آمر کو اپنی ملکیت کا علم ہی نہیں ہے۔ (ہدایہ)

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بیٹا اپنے باپ کا بدلہ نہیں اتار سکتا مگر اس صورت میں کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے اور اس کو خرید کر آزاد کردے۔ (مسلم)

اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ محض بیٹے کے خرید لینے سے ہی آزاد ہوجاتا بلکہ جب اسے اس کا بیٹا خرید کر آزاد کرے تب آزاد ہوتا ہے۔ چنانچہ اصحاب ظواہر کا یہی مسلک ہے۔ لیکن جمہور علماء کا یہ مسلک ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی محض ملکیت میں آجانے سے آزاد ہوجاتا ہے، اس کی صراحت دوسری فصل کی پہلی حدیث سے بھی ہوتی ہے اور اس حدیث کے معنی بھی یہی ہیں۔ چنانچہ حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ فیعتقہ میں حرف فا سبب کے لئے ہے۔ اس صورت میں حدیث کے آخری جزء کا ترجمہ یہ ہوگا کہ جب کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے اور اس کو آزاد کرنے کے لئے خرید لے لہٰذا خریدنے کے بعد اس کی ضرورت نہیں ہوگی کہ بیٹا اس باپ سے یوں کہے کہ میں نے تمہیں آزاد کیا بلکہ وہ محض بیٹے کے خرید لینے ہی سے آزاد ہوجائے گا۔

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا عمل بہتر ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا ابوذر کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا کونسا بردہ آزاد کرنا بہتر ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو گراں قیمت ہو اور اپنے مالک کو بہت پیارا ہو میں نے عرض کیا کہ اگر ایسا نہ کرسکوں؟ (یعنی از راہ کسل نہیں بلکہ از راہ عجز وعدم استطاعت ایسا غلام آزاد نہ کرسکوں؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کام کرنے والے کی مدد کرو یا جو شخص کسی چیز کو بنانا نہ جانتا ہو اس کی وہ چیز بنادو میں نے عرض کیا اگر میں یہ (بھی) نہ کرسکوں (تو کیا کروں؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو برائی پہنچانے سے اجتناب کرو یاد رکھو یہ ایک اچھی خصلت ہے جس کے ذریعہ تم اپنے نفس کے ساتھ بھلائی کرتے ہو۔ (بخاری ومسلم)

ایمان کا بہتر ہونا تو بالکل بدیہی بات ہے کہ خیر وبھلائی کی بنیاد ہی ایمان ہے، اگر ایمان کی روشنی موجود نہ ہو تو پھر کوئی بھی عمل مقبول نہیں ہوتا خواہ وہ کتنا ہی اہم ہو اور کتنا ہی افضل کیوں نہ ہو! اور جہاد اس اعتبار سے بہتر عمل ہے کہ وہ دین کی تقویت اور مسلمانوں کی برتری وعظمت اور غلبہ کا باعث ہوتا ہے۔ جہاں تک نماز، روزہ کا تعلق ہے وہ تو دوسری حیثیات اور دوسری وجوہ کی بناء

پر (ایک دوسرے) عمل سے برتر اور بہتر ہیں لہٰذا یہاں جہاد کو نماز و روزہ پر فوقیت دینا مراد نہیں ہے۔ یا پھر یہ کہ اس موقع پر جہاد سے مراد مطلق مشقت برداشت کرنا ہے جس کا تعلق جہاد سے بھی ہے اور دوسری طاعات وعبادات سے بھی، چنانچہ مامورات پر عمل کرنے اور منہیات سے بچنے کی نفسانی مشقت اور ریاضت کو جہاد اکبر فرمایا گیا ہے اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ سب سے بہتر عمل، ایمان لانا اور ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے قل آمنت باللہ ثم استقم کام کرنے والے کی مدد کرو میں کام سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انسان کے معاش کا ذریعہ ہو خواہ وہ صنعت و کاریگری ہو یا تجارت ہو۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اپنے کسی پیشہ وکسب میں لگا ہوا ہو اور اس کا وہ پیشہ وکسب اسکی اور اسکے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا نہ کرتا ہو وہ شخص اپنے ضعف ومجبوری کی وجہ سے اس کسب و پیشہ کو پوری طرح انجام نہ دے سکتا ہو تو تم اس شخص کی مدد کرو ! اسی طرح جو شخص کسی چیز کو بنانا نہ جانتا ہو الخ کا مطلب بھی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے اپنے پیشے کے کام کو نہ کرسکتا ہو تو تم اس کا کام کردو تا کہ وہ تمہارے سہارے اپنی ضروریات زندگی کو پورا کر سکے۔ لوگوں کو برائی پہنچانے سے اجتناب کرو کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو برے کام میں مبتلا نہ کرو کسی کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے ایذا نہ پہنچاؤ اور نہ کسی کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچاؤ، کیونکہ لوگوں کو برائی پہنچانے سے اجتناب کرنا بھی خیر و بھلائی ہے خصوصا ایسی صورت میں جب کہ برائی (یعنی کسی کو ایذاء ونقصان) پہنچانے پر قدرت بھی حاصل ہو۔ مرا ز خیر تو امید نیست شر مرساں اس موقع پر عبارت کے ظاہری اسلوب کا تقاضہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے کہ یہ ایک اچھی خصلت ہے جس کے ذریعہ تم لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہو لیکن چونکہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنا درحقیقت اپنے نفس کے ساتھ بھلائی کرنا ہے بایں طور کے اس بھلائی کے مختلف فوائد اسے حاصل ہوتے ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس کے ذریعہ تم اپنے نفس کے ساتھ بھلائی کرتے ہو۔

بَابٌ فِي عِتْقِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ

باب: اُم ولد کو آزاد کرنا

3953 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ خَطَّابِ بْنِ صَالِحٍ، مَوْلَى الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ مَعْقِلٍ، - امْرَأَةٍ مِنْ خَارِجَةِ قَيْسِ عَيْلَانَ - قَالَتْ: قَدِمَ بِي عَمِّي فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَبَاعَنِي مِنَ الْحُبَابِ بْنِ عَمْرٍو أَخِي أَبِي الْيُسْرِ بْنِ عَمْرٍو، فَوَلَدْتُ لَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْحُبَابِ، ثُمَّ هَلَكَ، فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: الْآنَ وَاللهِ تُبَاعِينَ فِي دَيْنِهِ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ مِنْ خَارِجَةِ قَيْسِ عَيْلَانَ، قَدِمَ بِي عَمِّي الْمَدِينَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَبَاعَنِي مِنَ الْحُبَابِ بْنِ عَمْرٍو أَخِي أَبِي الْيُسْرِ بْنِ عَمْرٍو، فَوَلَدْتُ لَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْحُبَابِ، فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: الْآنَ وَاللهِ تُبَاعِينَ فِي دَيْنِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَلِيُّ الْحُبَابِ؟ قِيلَ: أَخُوهُ أَبُو الْيُسْرِ بْنُ عَمْرٍو، فَبَعَثَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَعْتِقُوهَا، فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَقِيقٍ قَدِمَ عَلَيَّ فَأْتُونِي أُعَوِّضْكُمْ مِنْهَا قَالَتْ:

فَأَعْتَقُونِي، وَقَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقِيقٌ فَعَوَّضَهُمْ مِنِّي غُلَامًا

سیدہ سلامہ بنت معقل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: زمانہ جاہلیت میں میرا چچا مجھے ساتھ لے کر آیا اور اس نے مجھے حباب بن عمرو کو فروخت کر دیا، جو ابو یسر بن عمرو کا بھائی تھا، میں نے اس کے بیٹے عبدالرحمن بن حباب کو جنم دیا، پھر حباب کا انتقال ہو گیا، تو اس کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! اب تمہیں حباب کے قرض کی ادائیگی کے لیے فروخت کر دیا جائے گا، تو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں، جس کا تعلق خارجہ قیس عیلان قبیلے سے ہے، میرا چچا زمانہ جاہلیت میں، مجھے مدینہ منورہ لے آیا اور اس نے مجھے حباب بن عمرو کو فروخت کر دیا، جو ابو یسر بن عمرو کا بھائی ہے، میں نے اس کے بیٹے عبدالرحمن کو جنم دیا، اس کی بیوی یہ کہتی ہے: اب اللہ کی قسم! تمہیں اس کے قرض کی ادائیگی کے لیے فروخت کر دیا جائے گا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: حباب کا وارث کون ہے؟ بتایا گیا: اس کا بھائی ابو یسر بن عمرو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا آپ نے فرمایا: اس عورت کو آزاد کر دو، جب تمہیں پتہ چلے میرے پاس غلام آئے ہیں، تو تم میرے پاس آنا، میں اس کے عوض میں (کوئی غلام) دے دوں گا۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: ان لوگوں نے مجھے آزاد کر دیا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے عوض میں انہیں ایک غلام عطا کر دیا۔

3954 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: بِعْنَا أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ نَهَانَا فَانْتَهَيْنَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہم اُم ولد کنیزوں کو فروخت کر دیا کرتے تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، تو انہوں نے ہمیں (ایسا کرنے سے) منع کر دیا، تو ہم اس سے باز آ گئے۔

مشترکہ باندی سے جماع کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

اگر باندی دو مالکوں کے درمیان مشترک ہے تو ان دونوں کا باندی سے جماع کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح کسی شادی شدہ باندی سے جماع حرام ہے اور اس پر فقہاء اربعہ کا اجماع ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ المغنی میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں: اگر مالک اپنی لونڈی کی شادی کر دے تو مالک کا اس کے ساتھ جماع کرنا حرام ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں:

3954- إسناده صحيح. عطاء: هو ابن أبي رباح، وقيس: هو ابن سعد المكي، وحماد: هو ابن سلمة. وأخرجه ابن ماجه (2517)، والنسائي في "الكبرى" (5021) و (5022)، من طريق ابن جريج، قال: أخبرني أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله يقول: كنا نبيع سرارينا وأمهات أولادنا، والنبي -صلى الله عليه وسلم- حيّ، لا نرى بذلك بأساً. وإسناده صحيح. وهو في "مسند أحمد" (14446)، و"صحيح ابن حبان" (4323) و (4324). قال البيهقي في سننه "الكبرى" 10/ 348: ليس في شيء من هذه الأحاديث أن النبي -صلى الله عليه وسلم- علم بذلك فأقرهم عليه، وقد روينا ما يدل على النهي، والله أعلم.

شادی شدہ لونڈی سے جماع کی تحریم میں کوئی شک وشبہ نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی اختلاف ہے، وہ تو صرف خاوند کے لیے مباح ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ ایک عورت دو مردوں کے لیے حلال نہیں اگر مالک نے اس سے جماع کیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اسے تعزیر کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اور ایک جگہ پر ان کا قول ہے: امام احمد رحمہ اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور سنگسار نہیں کیا جائے گا، یعنی اسے کوڑوں کی صورت میں تعزیر لگائی جائے گی۔ (المغنی لابن قدامہ (9/497)

بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

باب: مدبر غلام کو فروخت کرنا

3955 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ مِنْهُ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِيعَ بِسَبْعِ مِائَةٍ أَوْ بِتِسْعِ مِائَةٍ

⊛⊛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کے طور پر آزاد کر دیا، اس شخص کا اس غلام کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اس غلام کو سات سو، یا شاید نو سو کے عوض میں فروخت کر دیا گیا۔

3956 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بِهَذَا زَادَ وَقَالَ: يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ أَحَقُّ بِثَمَنِهِ، وَاللَّهُ أَغْنَى عَنْهُ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم اس کی قیمت کے زیادہ حقدار ہو، اور اللہ تعالیٰ اس سے، تم سے زیادہ بے نیاز ہے"

3957 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَجُلًا، مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ: لَهُ أَبُو مَذْكُورٍ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ يُقَالُ لَهُ يَعْقُوبُ عَنْ دُبُرٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَدَعَا بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ يَشْتَرِيهِ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فَقِيرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ فَإِنْ كَانَ فِيهَا فَضْلٌ فَعَلَى عِيَالِهِ. فَإِنْ كَانَ فِيهَا فَضْلٌ فَعَلَى ذِي قَرَابَتِهِ أَوْ قَالَ: عَلَى ذِي رَحِمِهِ. فَإِنْ كَانَ فَضْلًا فَهَاهُنَا وَهَاهُنَا

⊛⊛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص جس کا نام ابومذکور تھا، اس نے اپنے غلام

یعقوب کو مدبر کے طور پر آزاد کر دیا، ابو مذکور کا اس غلام کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا اور دریافت کیا: کون اسے خریدے گا؟ تو حضرت نعیم بن عبداللہ نے آٹھ سو درہم کے عوض میں اسے خرید لیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رقم ابو مذکور کے سپرد کی اور پھر ارشاد فرمایا:

''جب کوئی شخص غریب ہو، تو وہ اپنی ذات پر پہلے خرچ کرے، اگر اس میں سے بچ جائے، تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے، اگر اس میں سے بھی بچ جائے، تو اپنے قریبی رشتے داروں پر خرچ کرے''۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہے) ''اپنے ذی رحم رشتے داروں پر خرچ کرے اور اگر اس سے بھی بچ جائے، تو ادھر اور اُدھر (یعنی دوسرے لوگوں) پر خرچ کرے''۔

مدبر کی خرید وفروخت کا بیان

مدبر کی خرید وفروخت اس کا ہبہ اور اس کو ملکیت سے نکالنا جائز نہیں ہے۔ البتہ آزاد کیا جاسکتا ہے جس طرح کتابت میں ہوتا ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جائز ہے۔ کیونکہ تدبیر آزادی کو شرط پر معلق کرنے والا ہے۔ پس تدبیر کے سبب بیع وہبہ منع نہ ہوں گے۔ جس طرح تمام معلقات میں ہوتا ہے اور جس طرح مقید مدبر میں ہوتا ہے اور اس سبب کے پیش نظر بھی کہ تدبیر وصیت ہے اور وصیت بیع وغیرہ سے مانع نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے اپنے غلام سے کہا تو میری موت کے بعد آزاد ہے (اس کو مدبر کہتے ہیں) پھر وہ آدمی فوت ہو گیا اور اس نے اس غلام کے علاوہ ترکے میں کچھ نہیں چھوڑا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو نعیم بن انحام کے ہاتھوں بیچ دیا۔ جابر کہتے ہیں کہ وہ قبطی تھا اور ابن زبیر کی امارت کے پہلے سال فوت ہوا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت جابر سے ہی منقول ہے بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ مدبر کے بیچنے میں کوئی حرج نہیں امام شافعی، احمد، اسحاق، کا بھی یہی قول ہے۔ سفیان ثوری مالک، اوزاعی، اور بعض علماء کے نزدیک مدبر کی بیع مکروہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک انصاری نے اپنے غلام کو مدبر کیا اور اس کے پاس اس غلام کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" اس غلام کو مجھ سے کون خریدتا ہے؟ چنانچہ ایک شخص نعیم ابن نحام نے اس غلام کو آٹھ سو درہم کے عوض خرید لیا ہے۔ (بخاری ومسلم مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 578)

مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ" چنانچہ نعیم ابن عبداللہ عدوی نے اس غلام کو آٹھ سو درہم کے عوض خرید لیا۔ انہوں نے آٹھ سو درہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ درہم اس شخص کو دے دیئے (جس کا وہ غلام تھا) اور فرمایا کہ تم اس رقم کو سب سے پہلے اپنی ذات پر خرچ کرو اور اس کے ذریعہ ثواب حاصل کرو اور اس کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو اس کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو، اگر ان پر خرچ کرنے کے بعد بھی بچ جائے تو رشتہ داروں پر خرچ کرو اور اگر ان پر خرچ کرنے کے بعد بھی کچھ بچ جائے تو اس کو اس طرح اور اس طرح خرچ کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس طرح سے مراد یہ ہے کہ اس کو اپنے آگے، اپنے دائیں اور اپنے بائیں خرچ کرو (یعنی تمہارے لئے آگے اور دائیں بائیں جو سائل جمع ہوں ان کو اللہ واسطے دے دو)"۔

"مدبر" کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنے غلام سے یہ کہہ دے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو، چنانچہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم کے مطابق ایسے غلام کو بیچنا حضرت امام شافعی اور حضرت امام محمد کے نزدیک جائز ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ مدبر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو مدبر مطلق اور دوسرا مدبر مقید۔ مدبر مطلق تو وہ غلام ہے جس کا مالک اسے یوں کہے کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو۔ اور مدبر مقید وہ غلام ہے جس سے اس کا مالک یوں کہے کہ اگر میں اس بیماری میں مرجاؤں تو تم آزاد ہو۔ "مدبر مطلق کا حکم تو یہ ہے کہ ایسے غلام کو آزادی کے علاوہ کسی اور صورت میں اپنی ملکیت سے نکالنا مالک کے لئے جائز نہیں ہے یعنی وہ مالک اس غلام کو آزاد تو کر سکتا ہے لیکن نہ تو اس کو فروخت کر سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے، ہاں اس سے خدمت لینا جائز ہے ،اسی طرح اگر لونڈی ہو تو اس سے جماع کرنا بھی جائز ہے اور اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کرنا بھی جائز ہے ایسا غلام اپنے مالک کے مرنے کے بعد اس کے تہائی مال میں سے آزاد ہو جاتا ہے اور اگر تہائی مال میں سے پورا آزاد نہ ہو سکا ہو تو پھر تہائی مال کے بقدر (جزوی طور پر ہی آزاد ہوگا) مدبر مطلق کے برخلاف مدبر مقید کو بیچنا جائز ہے اور اگر وہ شرط پوری ہو جائے یعنی مالک اس مرض میں مرجائے تو پھر جس طرح مدبر مطلق اپنے مالک کے مرجانے کے بعد آزاد ہو جاتا ہے اسی طرح مدبر مقید بھی آزاد ہو جائے گا! لہٰذا امام ابوحنیفہ اس حدیث کے مفہوم میں تاویل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مدبر کو فروخت فرمایا وہ مدبر مقید ہوگا۔

مدبر کرنے کے بعد اب اپنے اس قول کو واپس نہیں لے سکتا۔ مدبر مطلق کو نہ بیچ سکتے ہیں۔ نہ ہبہ کر سکتے نہ رہن رکھ سکتے نہ صدقہ کر سکتے ہیں۔ (عالمگیری، کتاب عتاق)

مدبر کی بیع میں فقہی مذاہب اربعہ

مدبر وہ غلام جس کے لیے آقا کا فیصلہ ہو کہ وہ اس کی وفات کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان اور حدیث کا مفہوم یہی بتلاتا ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ اس بارے میں امام قسطلانی نے چھ اقوال نقل کئے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں:

وقال النووی الصحیح ان الحدیث علی ظاھرہ و انه یجوز بیع المدبر بکل حال مالم یمت السید (قسطلانی)

یعنی نووی نے کہا کہ صحیح یہی ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ہر حال میں مدبر کی بیع جائز ہے جب تک اس کا آقا زندہ ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے کہ مدبر کی بیع جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور مالکیہ کا مذہب ہے کہ اگر مولیٰ مدیون ہو اور دوسری کوئی ایسی جائیداد نہ ہو جس سے قرض ادا ہو سکے تو مدبر بیچا جائے گا ورنہ نہیں۔ حنفیہ نے ممانعت بیع پر جن حدیثوں سے دلیل لی ہے۔ ان کا استدلال قوی و مضبوط ہے لہٰذا ترجیح مذہب احناف کو ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ اَعْتَقَ عَبِيدًا لَهُ لَمْ يَبْلُغْهُمُ الثُّلُثُ

باب: جو شخص اپنے ایسے غلاموں کو آزاد کردے، جو (اس کی وراثت کے) ایک تہائی مال تک نہ پہنچتے ہوں

3958 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ.

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، اَنَّ رَجُلًا اَعْتَقَ سِتَّةَ اَعْبُدٍ عِنْدَ مَوْتِهِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا، ثُمَّ دَعَاهُمْ فَجَزَّاَهُمْ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ، فَاَقْرَعَ بَيْنَهُمْ: فَاَعْتَقَ اثْنَيْنِ، وَاَرَقَّ اَرْبَعَةً

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے مرنے کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا، اس شخص کا ان غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا، اس بات کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی، تو آپ نے اس بارے میں سخت ناراضگی کا اظہار کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو بلوا کر، ان کے تین حصے کیے، ان کے درمیان قرعہ اندازی کروائی اور ان میں سے دو کو آزاد قرار دیا اور چار کو غلام رہنے دیا۔

3959 - حَدَّثَنَا اَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ بِاِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَلَمْ يَقُلْ: فَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں سخت بات ارشاد فرمائی''

3960 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ هُوَ الطَّحَّانُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ اَبِي زَيْدٍ، اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ بِمَعْنَاهُ وَقَالَ: يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ شَهِدْتُهُ قَبْلَ اَنْ يُدْفَنَ لَمْ يُدْفَنْ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر میں اس کے دفن کے وقت موجود ہوتا، تو اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاتا''

3961 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ، وَاَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، اَنَّ رَجُلًا، اَعْتَقَ سِتَّةَ اَعْبُدٍ عِنْدَ مَوْتِهِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَقْرَعَ بَيْنَهُمْ: فَاَعْتَقَ اثْنَيْنِ، وَاَرَقَّ اَرْبَعَةً

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے مرنے کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا اس شخص کا ان غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا اس بات کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کے درمیان قرعہ اندازی کی اور ان میں سے دو کو آزاد قرار دیا اور چار کو غلام رہنے دیا۔

بَابٌ فِيمَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ

باب: جو شخص کسی غلام کو آزاد کر دے اور اس کے پاس مال بھی موجود ہو

3962 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ

اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا، وَلَهُ مَالٌ فَمَالُ الْعَبْدِ لَهُ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ السَّيِّدُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی غلام کو آزاد کردے اور اس غلام کا مال بھی موجود ہو تو غلام کا مال اس کا ہی شمار ہوگا، البتہ اگر آقا نے اس کی شرط عائد کی ہو تو حکم مختلف ہے۔''

بَابٌ فِي عِتْقِ وَلَدِ الزِّنَا

باب: زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کو آزاد کرنا

3963 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَدُ الزِّنَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَأَنْ أُمَتِّعَ بِسَوْطٍ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ وَلَدَ زِنْيَةٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بچہ تینوں میں سے برا ہے''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اللہ کی راہ میں، ایک کوڑا کسی کو دے دوں، یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کو آزاد کروں۔

بَابٌ فِي ثَوَابِ الْعِتْقِ

باب: غلام کو آزاد کرنے کا ثواب

3964 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عَبْلَةَ، عَنِ الْغَرِيفِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، قَالَ: أَتَيْنَا وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ فَقُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا حَدِيثًا لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ، وَلَا نُقْصَانٌ، فَغَضِبَ وَقَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَقْرَأُ وَمُصْحَفُهُ مُعَلَّقٌ فِي بَيْتِهِ فَيَزِيدُ، وَيَنْقُصُ، قُلْنَا: إِنَّمَا أَرَدْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَاحِبٍ لَنَا أَوْجَبَ - يَعْنِي النَّارَ - بِالْقَتْلِ، فَقَالَ: أَعْتِقُوا عَنْهُ يُعْتِقِ اللهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ

غریف بن دیلمی بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے ان سے کہا: آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے، جس میں کوئی کمی وبیشی نہ ہو، تو وہ غصے میں آگئے اور بولے: ایک شخص تلاوت کر رہا ہوتا ہے، حالانکہ اس کا قرآن اس کے گھر میں موجود ہوتا ہے، تو کیا وہ کوئی کمی وبیشی کر دیتا ہے؟ ہم نے کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کوئی ایسی حدیث بیان کریں، جو آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہو، تو انہوں نے بتایا: ہم اپنے ایک ساتھی کے سلسلے میں، نبی

اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو قتل کرنے کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو چکا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''اس کی طرف سے غلام آزاد کر دو، اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر ایک عضو کے عوض میں، اس کے ہر ایک عضو کو جہنم سے آزاد کر دے گا''۔

بَابُ اَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ

باب: کون سے غلام کو آزاد کرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟

3965 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي اَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيِّ، عَنْ اَبِي نَجِيحٍ السُّلَمِيِّ، قَالَ: حَاصَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَصْرِ الطَّائِفِ - قَالَ مُعَاذٌ: سَمِعْتُ اَبِي يَقُولُ بِقَصْرِ الطَّائِفِ بِحِصْنِ الطَّائِفِ كُلَّ ذٰلِكَ - فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَهُ دَرَجَةٌ وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ اَعْتَقَ رَجُلًا مُسْلِمًا فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَاعِلٌ وِقَاءَ كُلِّ عَظْمٍ مِنْ عِظَامِهِ عَظْمًا مِنْ عِظَامِ مُحَرَّرِهِ مِنَ النَّارِ، وَاَيُّمَا امْرَاَةٍ اَعْتَقَتِ امْرَاَةً مُسْلِمَةً فَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ وِقَاءَ كُلِّ عَظْمٍ مِنْ عِظَامِهَا عَظْمًا مِنْ عِظَامِ مُحَرَّرِهَا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت ابونجیح سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ طائف کے محل کا محاصرہ کیا ہوا تھا ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: طائف کے قلعے میں موجود طائف کے محل کا محاصرہ کیا ہوا تھا، اسی دوران میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں تیر کو (نشانے تک) پہنچائے، اسے ایک درجہ ملے گا''۔

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:
''جو مسلمان کسی مسلمان شخص کو آزاد کرے گا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (آزاد ہونے والے) کی ہر ایک ہڈی کو، اس (آزاد کرنے والے) کی ہر ایک ہڈی کے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بنا دے گا، اور جو عورت کسی مسلمان عورت کو آزاد کرے گی، تو اللہ تعالیٰ (اس آزاد ہونے والی) عورت کی، ہر ایک ہڈی کو اس (آزاد کرنے والی) عورت کی ہر ایک ہڈی کے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بنا دے گا''۔

3966 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ، اَنَّهُ قَالَ: لِعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً كَانَتْ فِدَاءَهُ مِنَ النَّارِ

سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں: شرحبیل بن سمط نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث

سنایئے، جو آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہو، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''جو کسی مومن کو آزاد کرے گا، تو وہ اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا فدیہ ہو جائے گا''

3967 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ، أَنَّهُ قَالَ: لِكَعْبِ بْنِ مُرَّةَ، أَوْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى مُعَاذٍ إِلَى قَوْلِهِ وَأَيُّمَا امْرِءٍ أَعْتَقَ مُسْلِمًا، وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ أَعْتَقَتِ امْرَأَةً مُسْلِمَةً زَادَ وَأَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأَتَيْنِ مُسْلِمَتَيْنِ، إِلَّا كَانَتَا فِكَاكَهُ مِنَ النَّارِ، يُجْزِءُ مَكَانَ كُلِّ عَظْمَيْنِ مِنْهُمَا عَظْمٌ مِنْ عِظَامِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَالِمٌ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ شُرَحْبِيلَ مَاتَ شُرَحْبِيلُ بِصِفِّينَ

❁❁ سالم بن ابو جعد، شرحبیل بن سمط کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں:

انہوں نے حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ کہا: آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنایئے، جو آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہو، اس کے بعد راوی نے معاذ کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، جو ان الفاظ تک ہے: ''جو شخص کسی مسلمان کو آزاد کرے گا اور جو عورت کسی مسلمان عورت کو آزاد کرے گی''۔

اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: جو مرد، دو مسلمان عورتوں کو آزاد کرے گا، تو وہ دونوں اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائیں گی، ان دونوں کی ہر ہڈی، اس شخص کی ہر ہڈی کی جگہ (جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائے گی۔)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: سالم نے شرحبیل سے کوئی روایت نہیں سنی، کیونکہ شرحبیل کا انتقال صفین میں ہو گیا تھا۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْعِتْقِ فِي الصِّحَّةِ

باب: تندرستی کے دوران غلام آزاد کرنے کی فضیلت

3968 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَبِيبَةَ الطَّائِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الَّذِي يَعْتِقُ عِنْدَ الْمَوْتِ، كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي إِذَا شَبِعَ

❁❁ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص مرنے کے وقت غلام آزاد کرتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے، کہ جو خود سیر ہو جائے، تو پھر (بچ جانے والی چیز) تحفے کے طور پر دیتا ہے''۔

3967-صحيح دون قوله" :وأيما رجل أعتق امرأتين مسلمتين " ...وهذا إسناد ضعيف لانقطاعه، لأن سالم بن أبي الجعد لم يسمع من شرحبيل بن السمط كما قال المصنف بإثر الحديث. وأخرجه ابن ماجه (2522)، والنسائي في "الكبرى" (4863) من طريق الأعمش، عن عمرو بن مرة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (18059).

كِتَابُ الْحُرُوفِ وَالْقِرَاءَاتِ

کتاب: (قرآن کی) مختلف لہجوں اور قراءتوں کا بیان

قرآن کو درست پڑھنے اور سیکھنے کا بیان

یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے جو مستند نسخے لکھوا کر مملکت کے مختلف مراکز میں رکھوائے تھے ان کے ساتھ ایک ایک ماہر قراءت کو بھی مقرر کیا تھا تا کہ وہ ان نسخوں کو ٹھیک طریقے سے پڑھنا لوگوں کو سکھائے۔ مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس خدمت پر مقرر تھے۔ مکہ میں حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر اسی کام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ شام میں مغیرہ بن شہاب رضی اللہ عنہ، کوفہ میں ابوعبدالرحمن السلمی رضی اللہ عنہ اور بصرہ میں عامر بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ اس منصب پر مامور کئے گئے تھے۔ ان کے علاوہ جہاں جو صحابی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یا آپ کے بعد قراء صحابہ سے قرآن کی پوری قراءت سیکھے ہوئے تھے، ان کی طرف ہزار ہا آدمی اس مقصد کے لیے رجوع کرتے تھے کہ قرآن کا صحیح تلفظ اور صحیح اعراب لفظ بلفظ ان سے سیکھیں۔

قرآن کو سات قرأتوں پر پڑھنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کریم سات طرح پر نازل کیا گیا ہے ان میں سے ہر آیت ظاہر ہے اور باطن ہے، اور ہر حد کے واسطے ایک جگہ خبردار ہونے کی ہے۔

(شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 227)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص وہاں آیا اور نماز پڑھنے لگا اس نے نماز ہی میں یا نماز کے بعد ایسی قرأت پڑھی (یعنی ایسے لہجے میں قرآن شریف پڑھا) کہ میں نے اسے درست نہیں سمجھا پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے پہلے شخص کے خلاف طریقہ سے قرأت پڑھی جب ہم سب نماز سے فارغ ہو چکے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مسجد ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہ یا آپ کے حجرہ مبارک میں) حاضر ہوئے میں نے عرض کیا کہ حضرت! اس شخص نے ایسی قرأت پڑھی جسے میں نے درست نہیں سمجھا اس کے بعد یہ دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کے خلاف طریقہ سے قرأت پڑھی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر دونوں کو اپنے سامنے قرآن پڑھنے کا حکم دیا ان دونوں نے پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی قرأت کی تحسین وتوثیق کی یہ دیکھ کر میرے دل میں اس بات کی تکذیب کا وسوسہ پیدا ہو گیا ایسا وسوسہ اور شبہ جو ایام جاہلیت میں پیدا نہیں ہوا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ کیفیت دیکھی جو مجھ پر طاری تھی یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میرے دل میں تردد وشبہ پیدا ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے

سینے پر مارا تا کہ اس کی برکت سے وسوسہ ختم ہو جائے چنانچہ میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف کی وجہ سے میری ایسی حالت ہو گئی کہ گویا میں خدا کو دیکھ رہا ہوں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ابی! جب قرآن نازل ہوا تو میرے پاس حضرت جبرائیل کے ذریعہ سے یہ حکم بھیجا گیا کہ میں ایک طریقہ یعنی ایک قرأت پر یا ایک لغت پر قرآن پڑھوں میں نے بارگاہ الوہیت میں درخواست پیش کی کہ میری امت پر آسانی عطا فرمائی جائے تا کہ آسانی ہو بایں طور کہ ایک ہی قرأت میں قرآن پڑھنا مشکل ہے اس لیے کئی قرأتوں کے مطابق پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تا کہ آسانی ہو چنانچہ دوسری مرتبہ مجھے حکم یہ دیا گیا کہ میں دو قرأتوں پر قرآن پڑھوں! میں نے پھر درخواست پیش کی کہ میری امت کو مزید آسانی عطا فرمائی جائے چنانچہ تیسری مرتبہ مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں قرآن کریم کو سات طریقوں سے یعنی سات لغات یا سات قرأت کے مطابق پڑھوں اور یہ بھی فرمایا کہ جتنی مرتبہ ہم نے آپ کو حکم دیا ہے اتنی ہی مرتبہ آپ ہم سے دعا مانگئے ہم اسے قبول کریں گے چنانچہ میں نے بارگاہ الوہیت میں دو مرتبہ یہ دعا کی کہ اے اللہ میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کو بخش دے اے اللہ میری امت میں سے صغیرہ گناہ کرنے والوں کو بخش دے اور تیسری دعا میں نے اس دن کے لئے رکھ چھوڑی ہے جس دن مخلوق مجھ سے سفارش و شفاعت کی خواہش کرے گی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مجھ سے شفاعت کی خواہش کریں گے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 731)

دنیا کی ہر زبان میں فصاحت و بلاغت اور لب ولہجہ کے اعتبار سے مختلف اسلوب اور مختلف لغات ہوتی ہیں۔ اسی طرح عربی زبان میں بھی سات لغات عرب میں مشہور تھیں، اس کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم سات طرح یعنی سات لغات پر نازل ہوا ہے۔

معروف سات لغات عرب کا بیان

ان سات لغات کی تفصیل اس طرح ہے۔ لغت قریش، لغت طی، لغت ہوازن، لغت اہل یمن، لغت ثقیف، لغت ہذیل اور لغت بنی تمیم۔

قرآن کریم سب سے پہلے قریش کی لغت کے مطابق نازل ہوا تھا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت تھی لیکن جب تمام عرب میں اس لغت کے مطابق قرآن کا پڑھنا جانا اس لیے دشوار و مشکل ہوا کہ ہر قبیلہ اور ہر قوم کی اپنی ایک مستقل لغت اور زبان کے لب ولہجہ کا الگ الگ انداز تھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الوہیت میں درخواست پیش کی کہ اس سلسلہ میں وسعت بخشی جائے تو حکم دے دیا گیا کہ ہر آدمی قرآن کو اپنی لغت کے مطابق پڑھ سکتا ہے چنانچہ حضرت عثمان غنی کے رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اسی طرح چلتا رہا اور لوگ اپنی اپنی لغت کے اعتبار سے قرآن پڑھتے رہے۔

لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کلام اللہ کو جمع کیا اور اس کی کتابت کرا کر اسلامی سلطنت کے ہر ہر خطہ میں اسے بھیجا تو انھوں نے اسی لغت کو مستقل قرار دیا جس پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے قرآن کو جمع کیا تھا اور وہ لغت قریش تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ حکم بھی فرمایا کہ تمام لغات منسوخ کر دی جائیں صرف اس ایک لغت کو باقی رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم

تھا۔ مگر ان میں خاص طور پر جن لوگوں کا نام علم قراءت کے امام کی حیثیت سے ... سے مشہور ہوا ہے۔

1۔ نافع بن عبدالرحمن رحمہ اللہ متوفی ۱۶۹ھ جو اپنے وقت میں مدینہ منورہ میں امام قراءت مانے جاتے تھے۔ ان کا سب سے اونچا معتبر سلسلہ تلمذ یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھا تھا، انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

2۔ عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ جو مکہ کے امام قراءت تھے۔ ۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے خاص استاد عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ تھے جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کا سرکاری نسخہ دے کر مکہ بھیجا تھا اور عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پورا قرآن پڑھا تھا۔

3۔ ابوعمرو بن العلاء البصری رحمہ اللہ ۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔ انہوں نے بہت سے ائمہ قراءت سے علم حاصل کیا۔ ان کے سب سے زیادہ معتبر سلسلے دو تھے۔ ایک مجاہد رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطے سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا تھا۔ دوسرا حسن بصری رحمہ اللہ کا سلسلہ جن کے اساتذہ ابوالعالیہ تھے اور وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔

4۔ عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ۔ یہ اہل شام میں قراءت کے امام مانے گئے۔ ۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ بڑے بڑے صحابہ سے قراءت سیکھی تھی۔ ان کے خاص استاد مغیرہ بن شہاب مخزومی رحمہ اللہ تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قراءت کا علم حاصل کیا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن کا جو سرکاری نسخہ شام بھیجا گیا تھا اس کے ساتھ بھی مغیرہ بن شہاب رحمہ اللہ تعلیم قراءت پر مامور کرکے بھیجے گئے تھے۔

5۔ حمزہ بن حبیب الکوفی رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ ان کا خاص سلسلہ سند عن الاعمش عن یحیی بن وثاب، عن زر بن حبیش، عن علی وعثمان وابن مسعود رضی اللہ عنہم ہے۔ اپنے وقت میں یہ کوفہ کے امام القراءت مانے جاتے تھے۔

6۔ علی الکسائی رحمہ اللہ۔ یہ حمزہ کے بعد کوفہ کے امام قراءت مانے گئے۔ یہ بیک وقت نحو کے امام بھی تھے اور قراءت کے امام بھی۔ ان کی مجلس میں سینکڑوں آدمی اپنے اپنے مصاحف لے کر بیٹھ جاتے اور یہ قرآن کے ایک ایک لفظ کا صحیح تلفظ، طریق ادا اور اعراب بتاتے جاتے تھے۔ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

7۔ عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ۔ کوفہ کے شیخ القراء، ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ ان کے معتبر ترین ذریعہ علم قراءت دو تھے۔ ایک زر بن حبیش رحمہ اللہ جنہوں نے حضرات علی وعثمان وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے قراءت کا علم حاصل کیا تھا۔ دوسرے عبداللہ بن حبیب السلمی رحمہ اللہ جنہوں نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے قرآن

کی تعلیم حاصل کی تھی اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا معلم قراءت مقرر کیا تھا۔ آج قرآن کا جو نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ انہی عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ کے مشہور ترین شاگرد حفص رحمہ اللہ (۹۰ھ، ۱۸۰ھ) کی روایت کے مطابق ہے۔

3969 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ: (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى) (البقرة: 125)

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ اپنے والد (امام محمد باقر رحمہ اللہ) کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلاوت کیا: (وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى)

3970 - حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَجُلًا، قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَرَأَ فَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَرْحَمُ اللهُ فُلَانًا كَائِنْ مِنْ آيَةٍ أَذْكَرَنِيهَا اللَّيْلَةَ كُنْتُ قَدْ أَسْقَطْتُهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص رات کے وقت نوافل ادا کرتے ہوئے تلاوت کر رہا تھا وہ بلند آواز میں قرآن پڑھ رہا تھا، صبح کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم کرے، اس نے گزشتہ رات مجھے کتنی ایسی آیات کروا دیں، جو میری توجہ میں نہیں تھیں۔

3971 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا خُصَيْفٌ، حَدَّثَنَا مِقْسَمٌ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ) (آل عمران: 161) فِي قَطِيفَةٍ حَمْرَاءَ فُقِدَتْ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ: بَعْضُ النَّاسِ لَعَلَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا. فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ) (آل عمران: 161) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَغُلَّ مَفْتُوحَةُ الْيَاءِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہ آیت نازل ہوئی:

"نبی کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے"

یہ آیت ایک سرخ چادر کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جو غزوہ بدر کے موقع پر غیر موجود پائی گئی تھی، تو بعض لوگوں نے کہا: شاید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حاصل کر لیا ہو، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

3971- حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف خصيف - وهو ابن عبد الرحمن - لكن روى الحديث بنحوه من طريقين آخرين يصح بهما إن شاء الله. وأخرجه الترمذي (3255) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الإسناد. وقال: حسن غريب. وهو في "شرح مشكل الآثار" (5601) و (5602). وأخرجه بنحوه الطبراني في "الكبير" (11174)، وفي "الأوسط" (5313)، وفي "الصغير" (803).

''نبی کے لیے یہ مناسب ہی نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے'' یہ آیت کے آخر تک ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ یغل میں ''ی'' پر زبر پڑھی جائے گی۔

3972 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْهَرَمِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے اللہ! میں کنجوسی اور بڑھاپے سے تیری پناہ مانگتا ہوں''

3973 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ: كُنْتُ وَافِدَ بَنِي الْمُنْتَفِقِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْسِبَنَّ وَلَمْ يَقُلْ لَا تَحْسَبَنَّ

عاصم بن لقیط اپنے والد حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان کرتے ہیں: بنو منتفق کے وفد میں شامل ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ لَا تَحْسَبَنَّ نہیں کہا۔

3974 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَحِقَ الْمُسْلِمُونَ رَجُلًا فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَتَلُوهُ، وَأَخَذُوا تِلْكَ الْغُنَيْمَةَ فَنَزَلَتْ (وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) (النساء: 94) تِلْكَ الْغُنَيْمَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ کچھ مسلمان ایک شخص کے پاس آئے، جو اپنی بکریوں میں موجود تھا، اس نے کہا، السلام علیکم، لیکن مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا، اس کی بکریوں حاصل کرلیں، تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

''جو شخص تمہیں سلام کرتا ہے، تم اسے یہ نہ کہو تم مومن نہیں ہو، تم لوگ صرف دنیاوی زندگی کا ساز وسامان حاصل کرنا چاہتے ہو''

اس سے مراد وہ چند بکریاں تھیں۔

3975 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ وَهُوَ أَشْبَعُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ (غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ) (النساء: 95) وَلَمْ يَقُلْ سَعِيدٌ كَانَ يَقْرَأُ

خارجہ بن بن زید اپنے والد (حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں تلاوت

کرتے تھے: غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ

سعید نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے "آپ ﷺ یوں تلاوت کرتے تھے"

3976 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اسے یوں پڑھا ہے: وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ

3977 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَرَأَ: (وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ تلاوت کیا ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ

اور اس میں ہم نے ان پر یہ لازم کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ۔

3978 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ الْعَوْفِيِّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: (اللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ) (الروم: 54) فَقَالَ: (مِنْ ضُعْفٍ) قَرَأْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأْتَهَا عَلَيَّ، فَأَخَذَ عَلَيَّ كَمَا أَخَذْتُ عَلَيْكَ

عطیہ بن سعد عوفی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں تلاوت کرتے ہوئے یہ لفظ یوں پڑھا اللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ تو انہوں نے کہا یوں پڑھو، مِنْ ضُعْفٍ کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اسے اسی طرح پڑھا ہے، جس طرح تم میرے سامنے پڑھا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ پر یونہی گرفت فرمائی، جس طرح میں نے تم پر گرفت کی ہے۔

3979 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ عَقِيلٍ، عَنْ هَارُونَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ضُعْفٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ لفظ نقل کرتے ہیں: مِنْ ضُعْفٍ

3980 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَسْلَمَ الْمِنْقَرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، قَالَ: قَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ: (بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْتَفْرَحُوا)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بِالتَّاءِ

⊛⊛ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ یوں پڑھتے تھے: بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوا

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی "ت" کے ساتھ

3981 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْأَجْلَحِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُبَيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَرَأَ: (بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا تَجْمَعُونَ)

⊛⊛ حضرت ابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا تَجْمَعُونَ

3982 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْرَأُ (إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ)

⊛⊛ سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں تلاوت کرتے ہوئے سنا:

إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ

3983 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أُمَّ سَلَمَةَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ هٰذِهِ الْآيَةَ (إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ) (هود: 46)؟ فَقَالَتْ: قَرَأَهَا (إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ هَارُونُ النَّحْوِيُّ، وَمُوسَى بْنُ خَلَفٍ، عَنْ ثَابِتٍ، كَمَا قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ

⊛⊛ شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس تلاوت کو کس طرح تلاوت کرتے تھے إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ

تو انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یوں پڑھتے تھے: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت ہارون نحوی اور موسیٰ بن خلف نے ثابت کے حوالے سے اسی طرح روایت کی ہے جس طرح عبدالعزیز نے بیان کی ہے۔

3984 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا بَدَأَ بِنَفْسِهِ

3984- إسناده صحيح. أبو إسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، وحمزة الزيات: هو ابن حبيب، وعيسى: هو ابن يونس بن أبي إسحاق السبيعي. وأخرجه مسلم (2380)، والنسائي في "الكبرى" (11244) من طريق رقبة بن مصقلة، ومسلم (2380) (5813) من طريق إسرائيل بن يونس بن أبي إسحاق السبيعي، و (11248) من طريق حمزة الزيات، ثلاثتهم عن أبي إسحاق السبيعي، بهذا الإسناد. ورواية رقبة وإسرائيل مطولة. ولم يسق مسلم رواية إسرائيل. ولم يذكر إسرائيل في روايته قوله: (قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا). وأخرجه ضمن حديث مطول البخاري (3401) و (4725)، ومسلم (2380)، والترمذي (3416)، والنسائي في "الكبرى" (11245)

وَقَالَ: رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْنَا وَعَلَى مُوسَى لَوْ صَبَرَ لَرَاَى مِنْ صَاحِبِهِ الْعَجَبَ، وَلٰكِنَّهُ قَالَ (اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلاَ تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي) (الكهف: 76) طَوَّلَهَا حَمْزَةُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تھے، تو سب سے پہلے اپنے لیے دعا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں کہتے تھے:

''اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر ہو اور حضرت موسیٰ پر بھی ہو، اگر وہ صبر سے کام لیتے، تو اپنے ساتھی کی طرف سے حیران کن چیزیں دیکھ لیتے، لیکن انہوں نے یہ کہہ دیا: (اس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ہے:)

''اگر میں نے اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ میرے ساتھ نہ رہیے گا، آپ کو میری طرف سے''

حمزہ نامی راوی نے اسے طول دے کر پڑھا ہے۔

3985 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُو عَبْدِ اللهِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اَبُو الْجَارِيَةِ الْعَبْدِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ: قَرَاَهَا (قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي) (الكهف: 76) وَثَقَّلَهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے: قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي

آپ نے اسے ثقل کے ساتھ پڑھا

3986 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ اَوْسٍ، عَنْ مِصْدَعٍ اَبِي يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: اَقْرَاَنِي اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ كَمَا اَقْرَاَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ) (الكهف: 86) مُخَفَّفَةً

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے اسی طرح پڑھایا، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پڑھایا تھا: یعنی یہ آیت فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ یہ تخفیف کے ساتھ ہے۔

3987 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو النَّمَرِيَّ، اَخْبَرَنَا هَارُونُ، اَخْبَرَنِي اَبَانُ بْنُ تَغْلِبَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الرَّجُلَ مِنْ اَهْلِ عِلِّيِّينَ لَيُشْرِفُ عَلَى اَهْلِ الْجَنَّةِ فَتُضِيءُ الْجَنَّةُ لِوَجْهِهِ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ - قَالَ: وَهٰكَذَا جَاءَ الْحَدِيثُ دُرِّيٌّ مَرْفُوعَةُ الدَّالِ لاَ تُهْمَزُ - وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمِنْهُمْ وَاَنْعَمَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''علیین سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص اہل جنت کی طرف جھانک کر دیکھے گا، تو اس کے چہرے کی وجہ سے جنت یوں روشن ہو

جائے گی، جیسے وہ کوئی چمکتا ہوا ستارہ ہو"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روایت میں اس طرح منقول ہے دُرِّی جس میں "د" پر پیش ہے اور اس پر ہمزہ نہیں ہے۔

"(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:) ابوبکر اور عمر ان لوگوں میں سے ایک ہیں، جو (علیین میں ہوں گے) اور یہ دونوں اچھے لوگ ہیں"۔

3988 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو سَبْرَةَ النَّخَعِيُّ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُسَيْكٍ الْغُطَيْفِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنَا عَنْ سَبَأٍ مَا هُوَ أَرْضٌ أَمْ امْرَأَةٌ، فَقَالَ: لَيْسَ بِأَرْضٍ وَلَا امْرَأَةٍ، وَلَكِنَّهُ رَجُلٌ وَلَدَ عَشْرَةً مِنَ الْعَرَبِ فَتَيَامَنَ سِتَّةٌ وَتَشَاءَمَ أَرْبَعَةٌ

قَالَ عُثْمَانُ الْغَطَفَانِيُّ، مَكَانَ الْغُطَيْفِيِّ، وَقَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ

حضرت فروہ بن مسیک غطیفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے، حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سبا کے بارے میں بتائیں، وہ کیا ہے؟ کیا یہ علاقہ ہے یا عورت کا نام ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نہ تو کوئی علاقہ ہے اور نہ ہی عورت ہے، بلکہ یہ ایک شخص تھا، جو عرب تھا، اس کے دس بچے تھے، ان میں سے چھ نے یمن میں سکونت اختیار کی، چار نے شام میں سکونت اختیار کی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس کی سند میں کچھ اختلاف ہے۔

3989 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو مَعْمَرٍ الْهُذَلِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً فَذَكَرَ حَدِيثَ الْوَحْيِ قَالَ: فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ) (سبا: 23)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ نقل کرتے ہیں: جس میں وحی سے متعلق روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے:

حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ

"یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ختم ہوتی ہے"

3990 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّيْسَابُورِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ، سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ، يَذْكُرُ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

3988-صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل أبي سبرة النخعي، فقد روى عنه ثلاثة وذكره ابن حبان في "الثقات"، وقد جود إسناده الحافظ ابن كثير في "تفسيره". 492 /6 وأخرجه الترمذي (3501) من طريق أبي أسامة حماد بن أسامة بهذا الإسناد. وقال: هذا حديث حسن غريب. وهو في "مسند أحمد" (87 /24009 و89 و90). وفي الباب عن عبد الله بن عباس عند أحمد في "مسنده" (2898)، وفي "فضائل الصحابة" (1616)، والطبراني (12992)، وابن عدي في "الكامل" 1470 /4، والحاكم 423 /2 وإسناده حسن.

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بَلٰى قَدْ جَاءَتْكِ آيَاتِي فَكَذَّبْتِ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتِ وَكُنْتِ مِنَ الْكَافِرِينَ) (الزمر: 59)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا مُرْسَلٌ الرَّبِيعُ لَمْ يُدْرِكْ أُمَّ سَلَمَةَ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت یوں تلاوت کرتے تھے:

بَلٰى قَدْ جَاءَتْكِ آيَاتِي فَكَذَّبْتِ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتِ وَكُنْتِ مِنَ الْكَافِرِينَ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت مرسل ہے کیونکہ ربیع نامی راوی نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

3991 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى النَّحْوِيُّ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا (فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ) (الواقعة: 89)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت یوں تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے: فَرُوحٌ وَرَيْحَان

3992 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عَطَاءٍ - قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ: لَمْ أَفْهَمْهُ جَيِّدًا - عَنْ صَفْوَانَ - قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: ابْنُ يَعْلَى - عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقْرَأُ: (وَنَادَوْا يَا مَالِكُ) (الزخرف: 77)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي بِلَا تَرْخِيمٍ

صفوان بن یعلیٰ اپنے والد حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر یہ آیت تلاوت کر رہے تھے: وَنَادَوْا يَا مَالِک

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی یہ ترخیم کے بغیر ہے۔

3993 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مجھے یوں پڑھائی تھی:

إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِين

3994 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَقْرَؤُهَا (فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ) (القمر: 15) يَعْنِي مُثَقَّلًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَضْمُومَةُ الْمِيمِ مَفْتُوحَةُ الدَّالِ مَكْسُورَةُ الْكَافِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت یوں تلاوت کرتے تھے:

نَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ یعنی شد کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس میں "م" پر پیش ہوگی اور "د" پر زبر ہوگی اور "ک" پر زیر ہوگی۔

3995 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الذِّمَارِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ (اَيَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ) (الهمزة: 3)

⊛⊛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت یوں تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ہے:

اَيَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ

3996 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَمَّنْ اَقْرَاَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذَّبُ عَذَابَهٗ اَحَدٌ وَّلَا يُوْثَقُ) (الفجر: 26) وَثَاقَهٗ اَحَدٌ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: بَعْضُهُمْ اَدْخَلَ بَيْنَ خَالِدٍ وَاَبِي قِلَابَةَ رَجُلًا

⊛⊛ ابوقلابہ، اس صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت یوں تلاوت کروائی تھی:

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذَّبُ عَذَابَهٗ اَحَدٌ وَّلَا يُوْثَقُ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بعض حضرات نے خالد اور ابوقلابہ کے درمیان ایک اور شخص کا ذکر کیا ہے۔

3997 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: اَنْبَاَنِي مَنْ اَقْرَاَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ مَنْ اَقْرَاَهُ مَنْ اَقْرَاَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذَّبُ) (الفجر: 25)

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: قَرَاَ عَاصِمٌ، وَالْاَعْمَشُ، وَطَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، وَاَبُوْ جَعْفَرٍ يَزِيْدُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، وَشَيْبَةُ بْنُ نَصَاحٍ، وَنَافِعُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَثِيْرٍ الدَّارِيُّ، وَاَبُوْ عَمْرِو بْنُ الْعَلَاءِ، وَحَمْزَةُ الزَّيَّاتُ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجُ، وَقَتَادَةُ، وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ، وَمُجَاهِدٌ، وَحُمَيْدٌ الْاَعْرَجُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي بَكْرٍ، لَا يُعَذِّبُ وَلَا يُوْثِقُ اِلَّا الْحَدِيْثَ الْمَرْفُوْعَ، فَاِنَّهٗ يُعَذَّبُ بِالْفَتْحِ

⊛⊛ ابوقلابہ بیان کرتے ہیں: مجھے اس شخص نے یہ بات بتائی جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھائی تھی، (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) مجھے اس شخص نے یہ بات بتائی جسے اس شخص نے یہ آیت پڑھائی تھی، جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھائی تھی، (اور وہ آیت یوں ہے:) فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذَّبُ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عاصم، اعمش، طلحہ بن مصرف، ابوجعفر یزید بن قعقاع، شیبہ بن نصاح، نافع بن عبدالرحمن، عبداللہ بن کثیر داری، ابوعمرو بن اعلیٰ، حمزہ زیات، عبدالرحمن اعرج، قتادہ، حسن بصری، مجاہد، حمید اعرج، عبداللہ بن عباس، عبدالرحمن بن ابوبکر، ان سب حضرات نے یہ آیت یوں تلاوت کی ہے، لَا يُعَذِّبُ وَلَا يُوْثِقُ

البتہ مرفوع حدیث کا معاملہ مختلف ہے، کیونکہ اس میں یہ لفظ یوں ہے: یُعَذَّبُ یعنی زبر کے ساتھ ہے۔

3998- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي عُبَيْدَةَ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعْدٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا ذَكَرَ فِيهِ جِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَقَالَ: جِبْرَائِلُ وَمِيكَائِلُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ خَلَفٌ مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً لَمْ أَرْفَعِ الْقَلَمَ عَنْ كِتَابَةِ الْحُرُوفِ مَا أَعْيَانِي شَيْءٌ مَا أَعْيَانِي جِبْرَائِلُ وَمِيكَائِلُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گفتگو کی، جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا تذکرہ کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ذکر کیے جِبْرَائِلُ وَمِيكَائِلُ (یعنی ان کے ناموں کا تلفظ یوں کیا۔)

3999- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ، قَالَ: ذُكِرَ كَيْفَ قِرَاءَةُ جِبْرَائِلَ وَمِيكَائِلَ عِنْدَ الْأَعْمَشِ، فَحَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ سَعْدٍ الطَّائِيِّ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَاحِبَ الصُّورِ فَقَالَ: عَنْ يَمِينِهِ جِبْرَائِلُ، وَعَنْ يَسَارِهِ مِيكَائِلُ

محمد بن خازم بیان کرتے ہیں: اعمش کے سامنے لفظ جبرائیل اور لفظ میکائیل کی قرأت کی کیفیت کا ذکر کیا گیا، تو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صور پھونکنے والے فرشتے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کے دائیں طرف جِبْرَائِلُ ہوگا اور بائیں طرف مِيكَائِلُ ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خلف کہتے ہیں: میں چالیس سال سے کتابت کر رہا ہوں، لیکن مجھے اتنی مشکل اور کسی لفظ میں نہیں ہوئی جتنی مشکل لفظ جبرائیل اور میکائیل میں ہوئی۔

4000- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: مَعْمَرٌ وَرُبَّمَا ذَكَرَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، يَقْرَءُونَ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ)، وَأَوَّلُ مَنْ قَرَأَهَا (مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ) مَرْوَانُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ، وَالزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یوں تلاوت کرتے تھے، مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ سب سے پہلے مروان نے اسے یوں پڑھا: مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زہری کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کردہ روایت، اور زہری کی سالم کے حوالے

4009- إسناده ضعيف لجهالة أبي غذرة. وأخرجه ابن ماجه (3749)، والترمذي (3010) من طريق حماد بن سلمة بهذا الإسناد. وقال الترمذي: إسناده ليس بذاك القائم. وهو في "مسند أحمد" (25006).

4001 حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ أَوْ كَلِمَةً غَيْرَهَا قِرَاءَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ) يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ آيَةً آيَةً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ الْقِرَاءَةُ الْقَدِيمَةُ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ):

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی قرأت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بیان کیا کہ آپ ﷺ یوں تلاوت کرتے تھے: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: قدیم قرأت یہ ہے: مالک یوم الدین

4002 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى حِمَارٍ، وَالشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَقَالَ: هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ هَذِهِ. قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَامِيَةٍ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ اس وقت گدھے پر سوار تھے اور سورج غروب ہونے والا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ کہاں غروب ہوگا، میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ (یعنی آپ ﷺ نے یہ آیت یوں تلاوت کی) تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَامِيَةٍ

4003 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءٍ، أَنَّ مَوْلًى لِابْنِ الْأَسْقَعِ، رَجُلَ صِدْقٍ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ الْأَسْقَعِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُمْ فِي صُفَّةِ الْمُهَاجِرِينَ فَسَأَلَهُ إِنْسَانٌ: أَيُّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ أَعْظَمُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ) (البقرۃ: 255)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مہاجرین کے چبوترے پر ان کے پاس تشریف لائے، ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا: قرآن مجید میں کون سی آیت سب سے زیادہ عظیم ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (یہ آیت ہے) اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ

4004 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ الْمِنْقَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ قَرَأَ (هَيْتَ لَكَ) (یوسف: 23) فَقَالَ: شَقِيقٌ: إِنَّا

يَقْرَؤُهَا (هِيتَ لَكَ) يَعْنِي فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْتُ أَحَبُّ إِلَيَّ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، انہوں نے یہ آیت یوں تلاوت کی: ھَیْتَ لَکَ
شقیق نے کہا: کچھ لوگ اسے یوں پڑھتے ہیں: ھِئْتُ لَکَ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسے اسی طرح تلاوت
کروں گا جس طرح مجھے اس کی تعلیم دی گئی اور میرے نزدیک یہی محبوب ہے۔

4005 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، قَالَ: قِيلَ لِعَبْدِ اللَّهِ إِنَّ أُنَاسًا يَقْرَءُونَ هَذِهِ الْآيَةَ (وَقَالَتْ هِيتَ لَكَ) (یوسف: 23) فَقَالَ: إِنِّي أَقْرَأُ كَمَا عُلِّمْتُ أَحَبُّ إِلَيَّ (وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ) (یوسف: 23)

شقیق بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کچھ لوگ اس آیت کو یوں تلاوت کرتے ہیں، وَقَالَتْ هِيتَ لَكَ تو انہوں نے کہا: میں نے تو اسے اسی طرح تلاوت کرنا ہے، جس طرح مجھے اس کی تعلیم دی گئی تھی اور مجھے اسی طرح تلاوت کرنا پسند ہے: وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ

4006 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ: (ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ تُغْفَرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا: ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ تُغْفَرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ)
''تم لوگ سجدے کی حالت میں دروازے میں داخل ہو، اور حِطَّة کہو، تو تمہارے گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی''

4007 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4008 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَرَأَ عَلَيْنَا (سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا) (النور: 1)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي مُخَفَّفَةً حَتَّى أَتَى عَلَى هَذِهِ الْآيَاتِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے یہ تلاوت کی سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی اسے تخفیف کے ساتھ پڑھا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات تک پہنچے۔

كِتَابُ الْحَمَّامِ

کتاب: حمام کے بارے میں روایات

4009 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ أَبِي عُذْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ دُخُولِ الْحَمَّامَاتِ، ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ أَنْ يَدْخُلُوهَا فِي الْمَيَازِرِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمام میں جانے سے منع کیا، پھر آپ نے مردوں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ تہبند باندھ کر وہاں جاسکتے ہیں۔

4010 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، جَمِيعًا عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، قَالَ: ابْنُ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ: دَخَلَ نِسْوَةٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: مِمَّنْ أَنْتُنَّ قُلْنَ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ قَالَتْ: لَعَلَّكُنَّ مِنَ الْكُورَةِ الَّتِي تَدْخُلُ نِسَاؤُهَا الْحَمَّامَاتِ قُلْنَ: نَعَمْ قَالَتْ: أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنَ امْرَأَةٍ تَخْلَعُ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِهَا إِلَّا هَتَكَتْ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثُ جَرِيرٍ وَهُوَ أَتَمُّ، وَلَمْ يَذْكُرْ جَرِيرٌ أَبَا الْمَلِيحِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوملیح بیان کرتے ہیں: شام سے تعلق رکھنے والی کچھ خواتین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: تم کہاں سے تعلق رکھتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اہل شام سے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: شاید تم اس علاقے کی رہنے والی ہو، جہاں عورتیں حمام میں جاتی ہیں، ان خواتین نے جواب دیا: جی ہاں! تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو بھی عورت، اپنے گھر کے علاوہ کہیں اپنے کپڑے اتارتی ہے، وہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردے کو چاک کر دیتی ہے"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت جریر کی نقل کردہ ہے اور یہ زیادہ مکمل ہے، جریر نے ابوملیح کا یہ بیان نقل نہیں کیا کہ

نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

4011- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّهَا سَتُفْتَحُ لَكُمْ اَرْضُ الْعَجَمِ وَسَتَجِدُونَ فِيهَا بُيُوتًا يُقَالُ لَهَا الْحَمَّامَاتُ، فَلَا يَدْخُلَنَّهَا الرِّجَالُ اِلَّا بِالْاُزُرِ، وَامْنَعُوهَا النِّسَاءَ اِلَّا مَرِيضَةً اَوْ نُفَسَاءَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عنقریب تمہارے لیے عجم کے علاقے فتح ہوں گے، تمہیں وہاں کچھ گھر ملیں گے، جنہیں حمام کہا جاتا ہوگا مرد اس میں صرف تہبند باندھ کر داخل ہوں، اور عورتوں کو وہاں جانے سے منع کرنا، البتہ بیمار عورت یا نفاس والی عورت (کا حکم مختلف ہے)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّعَرِّي

باب: برہنہ ہونے کی ممانعت

4012- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي سُلَيْمَانَ الْعَرْزَمِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ يَعْلَى، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ بِلَا اِزَارٍ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ تہبند باندھے بغیر ایک کھلی جگہ پر غسل کر رہا تھا، نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ حیا والا اور پردہ پوشی کرنے والا ہے، وہ حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے، تو جب کوئی شخص غسل کرے تو وہ پردہ کر لے''۔

4013- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِي خَلَفٍ، حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى، عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: الْاَوَّلُ اَتَمُّ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ صفوان بن یعلیٰ کے حوالے سے ان کے والد سے منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پہلی روایت زیادہ مکمل ہے۔

4014- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ، عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَرْهَدٍ،

عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: كَانَ جَرْهَدٌ هٰذَا مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ قَالَ: جَلَسَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَنَا وَفَخِذِي مُنْكَشِفَةٌ فَقَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ

❀❀ عبدالرحمن بن جرہد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت جرہد رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے، اس وقت میرے زانوں سے کپڑا ہٹا ہوا تھا، تو آپ نے فرمایا: کیا تم یہ بات نہیں جانتے؟ کہ زانوں پردے کی چیز ہے۔

4015 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: اُخْبِرْتُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَكْشِفْ فَخِذَكَ، وَلَا تَنْظُرْ اِلٰى فَخِذِ حَيٍّ، وَلَا مَيِّتٍ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيثُ فِيهِ نَكَارَةٌ

❀❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم اپنے زانوں سے کپڑا نہ ہٹاؤ، اور کسی زندہ یا مردہ شخص کے زانوں کی طرف نہ دیکھو''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت کچھ منکر ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّعَرِّي

باب: برہنہ ہونے کا بیان

4016 - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْاُمَوِيُّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ اَبِي اُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: حَمَلْتُ حَجَرًا ثَقِيلًا، فَبَيْنَا اَمْشِي فَسَقَطَ عَنِّي ثَوْبِي، فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْ عَلَيْكَ ثَوْبَكَ وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً

❀❀ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک وزنی پتھر اٹھا کر جا رہا تھا، وہ مجھ سے گر گیا (یعنی میرا کپڑا گر گیا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم اپنا کپڑا لو، اور برہنہ ہو کر نہ چلو۔

4017 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا اَبِي ح، وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، نَحْوَهُ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ: عَوْرَاتُنَا مَا نَاْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ؟ قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ؟ قَالَ: اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَا يَرَيَنَّهَا اَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِذَا كَانَ اَحَدُنَا خَالِيًا؟ قَالَ: اللهُ اَحَقُّ اَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ

❀❀ بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ستر کے

بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ کہ ہم کسے پردے میں رکھیں اور کسے پردے کے بغیر رکھ سکتے ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (تم سب لوگوں سے) اپنی ستر کی حفاظت کرو، البتہ تمہاری بیوی اور تمہاری کنیز کا حکم مختلف ہے، راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب لوگ مل جل کے بیٹھے ہوئے ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک تم سے ہوسکے، کوئی تمہارا ستر ہرگز نہ دیکھے، راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب کوئی شخص تنہا ہو، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ لوگوں کی بہ نسبت اس سے زیادہ حیاء کی جائے۔

4018- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰى عُرْيَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْاَةُ اِلٰى عُرْيَةِ الْمَرْاَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْاَةُ اِلَى الْمَرْاَةِ فِي ثَوْبٍ

عبدالرحمن بن ابوسعید خدری اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی مرد کسی دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے اور کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ ہی کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں نہ لیٹے۔

4019- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى، اَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، ح وحَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ اَبِي نَضْرَةَ، عَنْ رَجُلٍ، مِنَ الطُّفَاوَةِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُفْضِيَنَّ رَجُلٌ اِلٰى رَجُلٍ، وَلَا امْرَاَةٌ اِلَى امْرَاَةٍ، اِلَّا وَلَدًا اَوْ وَالِدًا قَالَ: وَذَكَرَ الثَّالِثَةَ فَنَسِيْتُهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں نہ لیٹے اور کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں نہ لیٹے، البتہ باپ بیٹے کے ساتھ ایسے لیٹ سکتا ہے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے تیسری بات بھی ذکر کی تھی، لیکن میں اسے بھول گیا ہوں۔

4018- إسناده قوي من أجل الضحاك بن عثمان - وهو الحزامي - فهو صدوق لا بأس به. ابن أبي فديك: هو محمد بن إسماعيل بن مسلم. وأخرجه مسلم (338)، وابن ماجه (661)، والترمذي (3001)، والنسائي في "الكبرى" (9185) من طريق الضحاك بن عثمان، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (11601)، و"صحيح ابن حبان" (5574).

کِتَابُ اللِّبَاسِ

یہ کتاب لباس کے بیان میں ہے

لباس کے معنی ومفہوم کا بیان

لباس" اصل میں تو مصدر ہے، لیکن استعمال "ملبوس" کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ "کتاب" کا لفظ مصدر ہونے کے باوجود "مکتوب" کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لباس" کے ماضی اور مضارع کے صیغے باب علم یعلم سے آتے ہیں، ویسے اس کا مصدر لبس (لام کے پیش کے ساتھ) بھی آتا ہے۔ اور لبس جو لام کے زبر کے ساتھ آتا ہے۔ اس کے معنی التباس وخلط کے ہیں جس کا باب ضرب یضرب ہے۔

لباس کے آغاز کا بیان

لباس اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جو کائنات میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ قرآن اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

لباس کی کہانی ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے۔ تخلیق آدم علیہ السلام وحوا کے بعد اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لئے بہشت میں ٹھکانہ بنایا اور اپنے حسن انتظام سے انکے ستر ڈھانکنے کے لئے لباس مہیا کیا۔

اس کے بعد قرآن حضرت آدم علیہ السلام حوا اور شیطان کی کہانی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔ پس شیطان دونوں کے بہکانے لگا تا کہ انکی ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ تھیں کھول دے اور کہنے لگا کہ تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے رہو اور ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ (الاعراف)

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ سلام حوا کی ستر پوشی کی ہوئی تھی اور انکا ستر اپنے انتظام سے ڈھانکا ہوا تھا۔ اور شیطان نے جو پہلی چال انسان کو سیدھی راہ سے ہٹانے کے لئے چلی وہ یہی تھی کہ اس کو بیلباس کرے اس کے جذبہ شرم حیاء پر ضرب لگائے۔ قرآن اس قصے کو جاری رکھتے ہوئے مزید کہتا ہے کہ آخر کار جب انہوں نے اس درخت کا مزہ چکھا تو انکے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ (القرآن)

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کے اندر شرم وحیا کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے یہ کوئی ارتقائی یا اکتسابی چیز نہیں بلکہ فطرتا انسان اپنے پوشیدہ اعضاء کو دوسروں کے سامنے کھولنے میں شرم محسوس کرتا ہے۔

لباس کی ضرورت

لباس کا بنیادی مقصد اور ضرورت شرمگاہ کو ڈھانکا ہے باقی تمام ضرورتیں ثانوی حیثیت کی حامل ہیں۔ اور انسان کو ایسا لباس پہننا چاہیے جس سے اس کی شرمگاہ ظاہر نہ ہو۔ شیطان کا اولین اور مہلک ہتھیار یہی برہنگی ہے جس کی روک تھام کیلئے انسان کو لباس دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے آدم علیہ السلام کی اولاد ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے تا کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت کرے۔ اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔ (الاعراف)

یہ آیت ان لوگوں کے لئے تازیانہ ہے جو لباس کو صرف زینت اور موسمی اثرات سے بچاؤ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ لباس کے یہ فوائد بھی ہیں مگر اس کا بنیادی مقصد ستر پوشی ہے۔ مزید یہ کہ لباس کا ذریعہ ستر پوشی اور وسیلہ زینت و حفاظت ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت اس معاملے میں جس بھلائی تک انسان کو پہنچنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اس کا لباس تقویٰ کا لباس ہو یعنی پوری طرح ساتر بھی ہو زینت میں بھی حد سے بڑھا ہوا یا آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا نہ ہو۔ فخر وغرور اور تکبر وریا کی شان لئے ہوئے بھی نہ ہو اور پھر اس ذہنی امراض کی نمائندگی بھی نہ کرتا ہو جن کی بناء پر مرد زنانہ پن اختیار کرتے ہیں۔ عورتیں مردانہ پن کی نمائش کرنے لگتی ہیں اور ایک قوم دوسری قوم کے مشابہہ بننے کی کوشش کر کے خود کو ذلت کا زندہ اشتہار بنالیتی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کوئی بنا بنایا لباس نہیں دے دیا بلکہ اس کی فطرت پر لباس کا الہام کیا (انزلنا علیکم لباس) تا کہ وہ اپنی عقل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ مواد سے اپنے لئے لباس فراہم کرے۔

مزید یہ کہ لباس اللہ تعالیٰ کے بیشمار نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو حقیقت تک پہنچنے میں انسان کی مدد کرتی ہیں بشرطیکہ انسان خود ان سے سبق لینا چاہے۔

لباس اور زینت اختیار کرنے کا بیان

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ (الاعراف، ۳۲)

(اے نبی مکرم ﷺ! آپ کہیے، اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے، اور اس کی دی ہوئی پاک چیزوں کو، آپ کہیے یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن تو خصوصا ان ہی کے لیے ہیں، ہم جاننے والے لوگوں کے لیے اسی طرح تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں۔

لباس پہنتے وقت دعا کرنے اور شکر ادا کرنے کے اور شکر ادا کرنے کے متعلق احادیث: اس آیت میں زینت سے مراد لباس ہے: امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کھاؤ اور پیو اور لباس پہنو اور صدقہ کرو بغیر فضول خرچی اور تکبر کے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

فرمایا: تم جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو، جب تک فضول خرچ یا تکبر نہ ہو۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب 1 ج 7، ص 43، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگ کعبہ کا برہنہ طواف کرتے تھے اور پاک اور حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ ان لوگوں سے فرمایئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے زینت پیدا کی ہے تم خوبصورت لباس پہنو اور اللہ کے رزق میں سے حلال چیزیں کھاؤ۔

(جامع البیان ج 8، ص 15، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، 1415ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے۔ خواہ قمیص ہو یا عمامہ ہو، پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے کہ تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا، میں تجھ سے اس کپڑے کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کپڑے کے شر سے اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4020، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1773)

حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کچھ کپڑے آئے ان میں ایک چھوٹی اونی چادر تھی۔ آپ نے پوچھا: تمہاری رائے میں اس کا کون زیادہ مستحق ہے؟ لوگ خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس ام خالد کو لاؤ۔ ان کو بلایا گیا تو آپ نے وہ چادر ان کو پہنادی آپ نے دوبار فرمایا: تم اس کو پرانا کرو اور دوسروں کے لیے چھوڑ دو۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4024، صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5845)

لباس کی انواع اور اقسام کے متعلق احادیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام کپڑوں میں قمیص سب سے زیادہ پسند تھی۔ (سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4025، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1768)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شیروانیاں تقسیم کیں اور مخرمہ کو کچھ نہیں دیا۔ مخرمہ نے کہا: اے بیٹے مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو میں ان کو لے گیا۔ پھر کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرے لیے بلاؤ۔ میں نے آپ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے درآنحالیکہ آپ کے پاس ان شیروانیوں میں سے ایک شیروانی تھی۔ آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے اس کو چھپا کر رکھا ہوا تھا۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4028، صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5800)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کو تہبند میسر نہ ہو وہ شلوار پہنے اور جس شخص کو جوتے میسر نہ ہوں، وہ موزے پہنے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5804)

حضرت معتمر کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو زرد رنگ کی اونی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5802)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ (المعجم الاوسط ج 7 رقم الحدیث:

(2302) حضرت ... رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سفید ٹوپی پہنتے تھے۔
(المعجم الاوسط ج 7، رقم الحدیث: 6179، مجمع الزوائد ج 5 ص 121)

حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قضاء حاجت کے لیے گئے۔ پھر آپ آئے میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا آپ نے وضو کیا۔ اس وقت آپ نے شامی کوٹ پہنا ہوا تھا۔ آپ نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا اور چہرہ دھویا۔ پھر آپ اپنی کلائیوں کو آستینوں سے نکالنے لگے۔ وہ آستینیں تنگ تھیں پھر آپ نے کوٹ کے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا اور کلائیوں کو دھویا اور سر پر اور موزوں پر مسح کیا۔
(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5798، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 616، سنن النسائی، رقم الحدیث: 123)

جعفر بن عمرو بن حریث کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر تشریف فرما تھے اور آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا اور عمامہ کی ایک طرف (شملہ) کو دو کندھوں کے درمیان ڈالا ہوا تھا۔
(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 4077، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1359، سنن النسائی، رقم الحدیث: 5345، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 2821-3587)

لباس کے رنگوں کے متعلق احادیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم سفید لباس پہنو وہ تمہارا بہترین لباس ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو اور بہترین سرمہ اثمد ہے یہ نظر تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔
(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4061۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3566)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) متوسط قامت کے تھے۔ میں نے آپ کو سرخ حلہ (ایک قسم کی دو چادریں۔ ایک بطور تہبند باندھی جائے اور ایک بالائی بدن پر لپیٹ لی جائے) میں دیکھا۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5842)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سرخ حلہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ حسین کوئی ذی لمہ (جس کے بال کانوں کی لو سے متجاوز ہوں) نہیں دیکھا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2337، سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4183، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1730، سنن النسائی، رقم الحدیث: 5248، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 4767)

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دو سرخ قمیصیں پہنے ہوئے آئے وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر سے اترے اور ان کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ الحدیث۔ (جن احادیث میں سرخ لباس کی ممانعت ہے وہ مرجوح اور ضعیف ہیں یا مؤول ہیں)۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 4781، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 3600، سنن ابوداود، رقم الحدیث: سنن النسائی، رقم الحدیث: 1412)

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے حتی کہ ان کے کپڑے بھی زرد رنگ سے بھر جاتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ زرد رنگ سے کیوں رنگتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا ہے۔آپ کو اس سے زیادہ اور کوئی رنگ پسند نہیں تھا اور آپ اپنے تمام کپڑوں کو رنگتے تھے حتی کہ عمامہ کو بھی۔(جن احادیث میں زرد لباس کی ممانعت ہے، وہ بھی ضعیف یا مووّل ہیں)۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث:4064،سنن النسائی، رقم الحدیث:5088۔صحیح البخاری، رقم الحدیث:5851،صحیح مسلم، رقم الحدیث:1187)

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف گیا۔ میں نے دیکھا آپ پر دو سبز رنگ کی چادریں تھیں۔(سنن ابوداود، رقم الحدیث:4065،سنن النسائی، رقم الحدیث:5321،سنن الترمذی، رقم الحدیث:2821،صحیح ابن حبان، رقم الحدیث:5995،مسند احمد، رقم الحدیث:7131،المعجم الکبیر، ج22، رقم الحدیث:721،سنن کبریٰ للبیہقی، ج8،ص27)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک صبح کو باہر گئے اور آپ کے اوپر سیاہ رنگ کی اونی چادر تھی۔(سنن الترمذی، رقم الحدیث:2822۔صحیح مسلم، رقم الحدیث:2081۔سنن ابوداود، رقم الحدیث:4032)

اجلے، صاف اور عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ایک شخص نے کہا: ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپرے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ایک شخص نے کہا: ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو۔آپ نے فرمایا: اللہ جمیل (حسین) ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث:91۔سنن الترمذی، رقم الحدیث:2006۔سنن ابوداود رقم الحدیث:4091۔سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:59۔شعب الایمان، ج5، رقم الحدیث:6192)

امام احمد کی روایت میں ہے اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ میرے کپڑے دھلے ہوئے ہوں اور میرے سر میں تیل لگا ہوا ہو اور میری جوتی نئی ہو۔اس نے اور بھی کئی چیزیں ذکر کیں حتی کہ اپنے چابک کی ڈوری کا بھی ذکر کیا اور پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ چیزیں تکبر سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں یہ جمال ہے اور بے شک اللہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔لیکن تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔(مسند احمد، ج2، رقم الحدیث:3789 طبع جدید، دارالفکر، شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔مسند احمد، ج4، رقم الحدیث:3789 طبع دار الحدیث، قاہرہ، 1416ھ)

ابوالاحوص کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ نے مجھے گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! میرے پاس ہر قسم کا مال ہے۔(دوسری روایت میں ہے: میرے پاس اونٹ، بکریاں، گھوڑے، غلام ہر قسم کا مال ہے) آپ نے فرمایا جب اللہ نے تمہیں مال دیا ہے تو تم پر اس کا اثر ظاہر ہونا چاہیے۔

(سنن النسائی، رقم الحدیث:5239،5238،5309۔سنن ابوداود، رقم الحدیث،4063۔شعب الایمان، ج5، رقم الحدیث:6197)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا

:اللہ تعالیٰ یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔

(سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2828۔ مسند احمد، ج 7، رقم الحدیث: 19954، دار الفکر طبع جدید)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آئے آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال غبار آلود اور بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا اس کو کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس کے ساتھ یہ اپنے بالوں کو سنوار سکے؟ ایک اور شخص کو دیکھا جو میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا اس شخص کو پانی میسر نہیں ہے جس سے یہ اپنے کپڑوں کو دھو سکے۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 4062۔ شعب الایمان، ج 5، رقم الحدیث: 6224)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اسلام صاف ستھرا ہے سو تم صاف ستھرے رہو، کیونکہ جنت میں صرف صاف ستھرے لوگ داخل ہوں گے۔ (المعجم الاوسط، ج 5، رقم الحدیث: 4890) (اس کی سند ضعیف ہے)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے۔ جس وقت ہم ایک درخت کے نیچے ٹھہرے ہوئے تھے تو میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ لیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سائے کی طرف آ جائیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے۔ اس وقت مجھے دسترخوان میں ایک چھوٹی سی ککری ملی۔ آپ نے پوچھا یہ تم کو کہاں سے ملی؟ پھر آپ نے کوئی بات ذکر کی۔ پھر ایک شخص چلا گیا جس نے دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیا اس کے پاس ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے دو کپڑے صندوق میں رکھے ہوئے ہیں جو میں نے اس کو پہنائے تھے۔ آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ اور اس سے کہو کہ وہ دو کپڑے پہن لے۔ اس نے جا کر وہ کپڑے پہن لیے۔ (الحدیث) امام بزار نے اس حدیث کو متعدد اسانید سے روایت کیا ہے جن میں سے ایک کی سند صحیح ہے۔ (مسند البزار، رقم الحدیث: 2964، 2963، 2962)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟ پھر ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو حضرت عمر نے کہا: جب اللہ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔ (الحدیث) (صحیح البخاری، رقم الحدیث، 365)

محمد بن سیرین نے کہا: تمیم نے ایک ہزار درہم کی چادر خریدی جس کو پہن کر وہ نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج 8، رقم الحدیث: 4965)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ میں سے ایک شخص کو سات سو درہم کا لباس خرید کر پہنایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج 8، رقم الحدیث: 4966)

قیمتی اور معمولی لباس پہننے کی احادیث میں تطبیق: بعض احادیث میں خوب صورت لباس نہ پہننے اور معمولی کپڑے پہننے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ہم پہلے وہ احادیث بیان کریں گے اور پھر ان کی توجیہات ذکر کریں گے۔

سہل بن معاذ بن انس جہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص

نے اللہ کے لیے تواضع کرتے ہوئے (نہایت قیمتی) لباس کو ترک کر دیا، حالانکہ وہ اس پر قادر تھا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو لوگوں کے سامنے بلائے گا حتیٰ کہ اس کو اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے حلوں میں سے جس حلہ کو چاہے پہن لے۔ (یہ حدیث حسن ہے)۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2489۔ سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4033۔ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 3562، مسند احمد، ج 7، رقم الحدیث: 19779۔ المستدرک، ج 1، ص 61، ج 4 ص 184۔ شعب الایمان، ج 5، رقم الحدیث: 6148)

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وآلہ وسلم کے ایک صحابی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے قدرت کے باوجود خوبصورت لباس کو تواضعاً ترک کر دیا اللہ اس کو عزت کے حلے پہنائے گا۔ (یہ حدیث ضعیف ہے)۔

(سنن ابوداود، رقم الحدیث: 4778)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا: اللہ عزوجل اس شخص سے محبت کرتا ہے جو روزمرہ استعمال کے عام کپڑے پہنتا ہے اور اس کی پروا نہیں کرتا کہ اس نے کیا پہنا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابولہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: 6176)

ان روایات کا ایک جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں عمدہ اور قیمتی کپڑے پہننے کی ترغیب دی گئی ہے، وہ صحیح السند ہیں اور یہ احادیث حسن یا ضعیف ہیں۔ اس لیے یہ روایات ان احادیث سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اسلام کا منشاء اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت دینا ہے۔ انسان نہ تو ایسا کرے کہ اچھے اور صاف ستھرے لباس پر قدرت کے باوجود پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے اور نہ ایسا کرے کہ نہایت فاخرانہ اور طمطراق والی پوشاک پہنے۔ نہ اس قدر گھٹیا اور معمولی کپڑے پہنے جس سے اس کی خساست اور دناءت ظاہر ہو اور نہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر قیمتی لباس پہنے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ مسلمان کی قلبی واردات اور دلی کیفیات بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی اس پر صبر اور زہد کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ روزمرہ کے معمولی کپڑے پہنتا ہے اور کبھی اس پر اللہ کی نعمتوں کے اظہار اور شکر کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ عمدہ اور قیمتی لباس پہنتا ہے۔ ہم جس آیت کی تفسیر کر رہے ہیں۔ اس میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زینت کے اظہار کا حکم ہے، اس لیے عمدہ اور قیمتی لباس کے سلسلے میں مزید چند احادیث بیان کر رہے ہیں۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن الحنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: تم اپنے بھائیوں کے سردار ہو سو تم اپنی جوتیوں کو ٹھیک کرو اور حسین لباس پہنو۔ (الحدیث)

(شعب الایمان، ج 5، رقم الحدیث: 604)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے وہب بن کیسان نے بتایا، میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چھ اصحاب کو دیکھا جو خز (ریشم اور اون کا مخلوط لباس پہنتے تھے۔ (شعب الایان، ج 5، رقم الحدیث: 6212)

مالک بن انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر کے تمام فقہاء کو حسین لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

(شعب الایمان، ج 5، رقم الحدیث: 6220)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کبھی میلے کپڑوں میں نہیں دیکھا۔ آپ
کبھی کبھی تیل لگانا پسند کرتے تھے اور سر میں کنگھی کرتے تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میلے
کپڑوں اور پراگندہ بالوں کو ناپسند کرتا ہے۔ (شعب الایمان، ج5، رقم الحدیث: 6226)

لباس پہننے کے شرعی اور فقہی احکام کا بیان

علامہ سید محمد ابن ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: لباس پہننا بعض صورتوں میں فرض ہے، بعض میں واجب،
بعض میں مستحب، بعض میں مباح، بعض میں مکروہ اور بعض صورتوں میں حرام ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

فرض: لباس کی جتنی مقدار شرم گاہ چھپانے کے لیے ضروری ہو اتنی مقدار کا لباس پہننا فرض ہے۔ (مرد کی شرمگاہ ناف سے
گھٹنے تک ہے اور عورت کا تمام بدن شرم گاہ ہے سوائے چہرہ، ہاتھ اور پیروں کے، محارم کے سامنے چہرے، ہاتھ اور پیروں کو ظاہر کرنا
جائز ہے اور اجنبی مردوں کے سامنے بلاضرورت شرعی ان کا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے)

واجب: سردی اور گرمی کے اثرات سے محفوظ کرنے کے لیے جس قدر لباس پہننا ضروری ہو، اس کا پہننا واجب ہے۔

مستحب: اظہار زینت کے لیے قدر زائد اور خوبصورت لباس پہننا مستحب ہے۔ کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا
: اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے کے اوپر اس کی نعمت کے آثار دکھائی دیں۔ اسی طرح سفید، سیاہ اور سبز رنگ کا لباس
پہننا مستحب ہے۔

مباح: جمعہ اور عید کے مواقع پر اور تقریبات اور محافل میں قیمتی اور نفیس لباس پہننا مباح ہے۔ اسی طرح رنگنے کے بعد
حیوانوں اور درندوں کی کھالوں کا لباس پہننا بھی مباح ہے۔

مکروہ: ہر وقت قیمتی اور نفیس پوشاک پہننا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس سے ضرورت مندوں کے دلوں میں بغض پیدا ہوتا ہے اور
اس میں اسراف ہے اور تکبر کا خطرہ ہے۔ تکبر یہ ہے کہ وہ قیمتی اور فاخرانہ لباس پہن کر معمولی کپڑے پہننے والوں کو کمتر اور حقیر
جانے۔

حرام: ریشم کا لباس مردوں کے لیے حرام ہے البتہ اگر کسی کپڑے پر چار انگل کی مقدار ریشم کے بیل بوٹے بنے ہوئے ہوں تو
پھر جائز ہے۔ اسی طرح اگر چار انگل کی مقدار سونے کا کام کیا ہوا ہو تو پھر بھی جائز ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے: حضرت عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا سوا دو یا تین
یا چار انگلیوں کی مقدار کے۔ (صحیح مسلم، اللباس: 15 (2069) 5318، سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1727۔ سنن کبریٰ للنسائی، رقم الحدیث: 963، صحیح
ابن حبان، رقم الحدیث: 5441، مسند احمد، ج1، رقم الحدیث: 365)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جبہ ہے۔ انہوں نے ایک طالسی کسروانی جبہ نکالا جس کی
آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ حضرت اسماء نے کہا یہ جبہ حضرت عائشہ کی وفات تک ان کے پاس تھا
اور جب ان کی وفات ہوئی تو پھر میں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس جبہ کو پہنتے تھے۔ ہم اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی

بیماروں کو پلاتے ہیں اور اس جبہ سے ان کے لیے شفاء طلب کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4054۔ صحیح مسلم اللباس: 10(2069)
5310۔ سنن کبریٰ للنسائی ج 7، رقم الحدیث: 9588، ردالمحتار، ج 5 ص 224۔223۔ ملخصاً وموضحاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

زینت اور تجمل کے متعلق مفسرین مذاہب اربعہ کی تحقیق

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ آیات عمدہ اور نفیس کپڑوں کے پہننے پر دلالت کرتی ہیں۔ عید، جمعہ، لوگوں سے ملاقات اور رشتہ داروں کی ملاقات کے وقت قیمتی اور خوبصورت لباس پہننا چاہئے۔ امام ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ مسلمان جب ایک دوسرے کی زیارت کرتے تھے تو خوبصورت لباس پہنتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا، انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ جمعہ اور وفود سے ملاقات کے وقت پہننے کے لیے یہ حلہ خرید لیتے تو اچھا ہوتا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اس کپڑے کو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس لباس کے خوبصورت ہونے کی بناء پر اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کے ریشمی ہونے کی وجہ سے منع فرمایا تھا۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار درہم کا ایک حلہ خریدا جس کو پہن کر وہ نماز پڑھتے تھے۔ اور مالک بن دینار عدن کی ایک نہایت قیمتی پوشاک منگا کر پہنتے تھے۔ امام احمد بن حنبل ایک دینار کا لباس خرید کر پہنتے تھے۔ یہ حضرات کب قیمتی کپڑوں سے اعراض کر کے موٹے جھوٹے کپڑوں کو ترجیح دینے والے تھے؟ اور "لباس التقویٰ ذالك خیر" کا معنی معمولی اور گھٹیا کپڑے پہننا نہیں ہے، ورنہ یہ نفوس قدسیہ لباس التقویٰ کو ترک کرنے والے نہیں تھے، بلکہ یہی لوگ اصحاب علم، ارباب معرفت اور اہل تقویٰ تھے اور ٹاٹ اور گاڑھا پہننے والے دوسرے لوگ تو فقط اہل دعویٰ ہیں اور ان کے دل تقویٰ سے خالی ہیں۔ خالد بن شوذب بیان کرتے ہیں کہ میں حسن بصری کے پاس گیا، ان سے فرقد ملنے کے لیے آئے۔ حسن بصری نے ان کی چادر دیکھ کر کہا اے ام فرقد کے بیٹے! اس چادر میں نہیں ہے، نیکی سینے میں ہوتی اور اس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے، اسی طرح معروف کرخی کے بھتیجے ابومحمد، ابوالحسن کے پاس اونی جبہ پہن کر گئے، ابوالحسن نے ان سے کہا: اے ابومحمد آیا تم نے اپنے دل کو صوفی بنایا ہے یا اپنے جسم کو؟ اپنے دل کو صاف رکھو خواہ لباس کسی قسم کا پہنو! علامہ ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ نے کہا: میں معمولی اور پیوند لگا ہوا لباس چار وجہ سے ناپسند کرتا ہوں۔

1۔ یہ سلف صالحین کا لباس نہیں ہے اور سلف صالحین بلا ضرورت لباس میں پیوند نہیں لگاتے تھے۔

2۔ اس قسم کے لباس سے غربت کا اظہار ہوتا ہے، حالانکہ انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے آثار کو ظاہر کرے۔

3۔ اس قسم کا لباس پہننے سے زہد کا اظہار ہوتا ہے حالانکہ ہمیں زہد کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔

4۔ اس قسم کا لباس عموماً ان لوگوں کا شعار ہے جو ظاہر شریعت سے خارج ہیں اور جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے، اس کا شمار اسی قوم سے ہوتا ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جس شخص نے بالوں اور اون کے لباس کو سوتی لباس کے حصول کے باوجود ترجیح دی، اس نے خطاء

کی، اسی طرح اس شخص نے بھی خطا کی جس نے گوشت ترک کر کے دال اور سبزی کھانا شروع کر دی۔ (یہاں اون کے کپڑوں سے یہ مراد ہے کہ بعض لوگ صوفیت کا اظہار کرنے کے لیے اون والی کھال کا لباس بنا لیتے تھے، جس کی ہیئت کذائی آج کل کے گاڑھے اور ٹاٹ سے بھی زیادہ بدنما ہوتی تھی۔ آج کل کپڑے کی صنعت بہت ترقی کر چکی ہے اور اون کو متعدد کیمیائی مراحل سے گزار کر اس کا نہایت صاف شفاف اور قیمتی لباس تیار کیا جاتا ہے۔ ایسا لباس اس حکم میں داخل نہیں ہے، (سعیدی غفرلہ) بشر بن حارث سے اون پہننے کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کو برا لگا اور ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے انہوں نے کہا شہروں میں اونی کپڑے پہننے سے میرے نزدیک زرد رنگ کا اور ریشم اور اون کا مخلوط کپڑا پہننا بہتر ہے۔

علامہ ابوالفرج نے کہا سلف صالحین متوسط کپڑوں کا لباس پہنتے تھے، بہت قیمتی لباس پہنتے تھے نہ بہت گھٹیا کپڑے پہنتے تھے اور جمعہ، عید اور رشتہ داروں سے ملاقات کے وقت بہت عمدہ لباس پہنتے تھے اور بہت معمولی اور حقیر کپڑے پہننا فقر اور زہد کے اظہار کو متضمن ہے اور یہ ایک طرح سے اللہ تعالیٰ سے شکایت کرنا ہے اور اس قسم کے لباس سے لباس پہننے والے کی تحقیر ہوتی ہے اور یہ تمام باتیں مکروہ اور ممنوع ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ عمدہ لباس پہننا خواہش نفس کی پیروی ہے، اور ہمیں نفسانی خواہشوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے، نیز اس میں مخلوق کو اپنی زیبائش دکھانا ہے، حالانکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہمارے تمام افعال اللہ کے لیے ہوں مخلوق کے لیے نہ ہوں، اس کا جواب یہ ہے کہ نفس کی ہر خواہش مذموم نہیں ہے اور نہ مخلوق کے لیے ہر زینت مکروہ ہے۔ اس چیز سے اس وقت ممانعت کی جائے گی جب شریعت نے اس سے منع کیا ہو یا اس کی بنیاد دین اور عبادات میں ریاکاری ہو۔ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ خوبصورت دکھائی دے اور اس چیز میں شریعت نے اس پر ملامت نہیں کی۔ اسی وجہ سے بالوں میں کنگھی کی جاتی ہے اور آئینہ دیکھا جاتا ہے اور عمامہ درست کیا جاتا ہے اور اندر معمولی کپڑے اور اوپر قیمتی پوشاک پہنی جاتی ہے اور ان میں سے کوئی چیز مکروہ اور مذموم نہیں ہے اور مکحول نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ کچھ صحابہ دروازہ کے باہر حضور کے منتظر تھے، آپ ان سے ملنے کے لیے جانا چاہتے تھے، گھر میں ایک چھاگل میں پانی تھا آپ پانی میں دیکھ کر اپنی داڑھی اور بالوں کو درست کرنے لگے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں جب کوئی شخص اپنے بھائیوں سے ملنے جائے تو اپنے آپ کو تیار کر کے جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل (خوب رو) ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے کہا: ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر، حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ اس معنی میں بکثرت احادیث ہیں جو صفائی اور حسن و جمال کے حصول پر دلالت کرتی ہیں۔ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کنگھی، آئینہ، تیل، مسواک اور سرمہ کو ساتھ لے کر سفر میں جاتے تھے۔ امام ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سر میں بہت تیل لگاتے تھے اور پانی سے داڑھی کو درست کرتے تھے اور حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اور آپ سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن، جز7، ص178-176، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، 1415ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی 606ھ لکھتے ہیں: اس آیت میں زینت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔

1۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ زینت سے مراد لباس ہے جس سے انسان اپنی شرم گاہ کو چھپاسکے۔

2۔ زینت سے مراد عام ہے اور اس میں زینت کی تمام اقسام شامل ہیں۔ اس میں بدن کو صاف کرنا، سواریاں رکھنا اور انواع واقسام کے زیورات شامل ہیں اور اگر مردوں پر سونے، چاندی اور ریشم کی حرمت کے متعلق نص نہ آئی ہوتی تو وہ بھی اس عموم میں شامل ہوتے اور پاکیزہ رزق سے مراد بھی عام ہے اس میں تمام پسندیدہ اور لذیذ کھانے پینے کی چیزیں داخل ہیں اور اس میں ازواج سے لذت اندوزی اور خوشبو لگانا بھی داخل ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں گوشت نہ کھاؤں! آپ نے فرمایا: نرم روی اختیار کرو، کیونکہ مجھے جب گوشت مل جاتا ہے تو میں گوشت کھاتا ہوں اور اگر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ مجھے ہر روز گوشت کھلائے تو وہ ایسا کرے گا۔ حضرت عثمان بن مظعون نے کہا میرے دل میں آتا ہے کہ میں خوشبو نہ لگاؤں! آپ نے فرمایا: سختی نہ کرو۔ کیونکہ جبرئیل نے مجھے کبھی کبھی خوشبو لگانے کا حکم پہنچایا ہے اور یہ کہا ہے کہ جمعہ کے دن خوشبو لگانے کو ترک نہ کریں پھر آپ نے فرمایا: اے عثمان! میری سنت سے اعراض نہ کرو، کیونکہ جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا اور توبہ سے پہلے مرگیا تو فرشتے اس کا چہرے میرے حوض سے پھیر دیں گے۔ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں زینت کی تمام اقسام جائز ہیں اور ان سے متصف ہونے کی اجازت ہے۔ ماسوا ان چیزوں کے جن کی کسی دلیل سے ممانعت ہو، اسی لیے ہم نے کہا کہ قل من حرم زینۃ اللہ میں زینت کی تمام اقسام داخل ہیں۔

(تفسیر کبیر، ج5، ص231-230، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت 1415ھ)

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں: زینت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔

1۔ زینت سے مراد کپڑے ہیں اور اس کی تفسیر میں تین قول ہیں۔

(الف) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری اور علماء کی ایک جماعت نے کہا اس سے یہ مراد ہے کہ کپڑے پہن کر طواف کیا کرو۔

(ب)۔ مجاہد اور زجاج وغیرہ نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ نماز میں شرمگاہ کو ڈھانپا جائے۔

(ج)۔ علامہ ماوردی نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ اور عید وغیرہ میں خوبصورت اور دیدہ زیب لباس پہنا جائے۔

2۔ ابورزین نے کہا زینت سے کنگھی وغیرہ کرنا مراد ہے۔ (زادالمسیر، ج2، ص187، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: خذوا زینتکم عند کل مسجد یہ آیت اس

بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد میں جانے کے لیے زینت والا لباس پہننا مستحب ہے اور روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جمعہ اور عید میں اس کو میرے لیے مستحب کیا گیا ہے۔ (احکام القرآن، ج3، ص33، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، 1400ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد بعض مفسرین نے یہاں زینت سے خوبصورت لباس مراد لیا ہے۔ کیونکہ اس لفظ سے یہی معنی متبادر ہے۔ امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی یہی تفسیر منسوب ہے۔ روایت ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے جاتے تو نہایت عمدہ لباس پہنتے۔ ان سے کہا گیا کہ اے ابن رسول اللہ! آپ اس قدر عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تو میں اپنے رب کے لیے جمال اختیار کرتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ زینت سنت ہے واجب نہیں ہے۔ (روح المعانی، ج8، ص109، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

قل من حرم زینۃ اللہ (الایہ) کی تفسیر میں علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں۔ روایت ہے کہ جس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انہوں نے خز (ریشم اور اون کا مخلوط کپڑا) کا جبہ پہنا ہوا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خوارج کی طرف بھیجا تو انہوں نے سب سے افضل کپڑے پہنے، سب سے اچھی خوشبو لگائی اور سب سے اچھی سواری پر سوار ہوئے اور جب خوارج نے ان کو دیکھ کر یہ کہا کہ آپ ہم میں سب سے افضل ہیں اور آپ متکبرین کا لباس پہن کر اور ان کی سواری پر بیٹھ کر آئے ہیں تو حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ اور حق بات یہ ہے کہ جس زینت کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے اور اس کے استعمال میں کوئی توقف نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ اس میں تکبر کا دخل ہو۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ہزار درہم کی چادر اوڑھ کر تشریف لے گئے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ چار سو دینار کی چادر اوڑھتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے تھے اور امام محمد بھی بہت قیمتی لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے میں اس لیے زیب وزینت کے ساتھ رہتا ہوں کہ میری بیویاں کسی اور کی زیب وزینت کی طرف نہ دیکھیں۔ اور فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ خوبصورت لباس پہننا مستحب ہے۔

کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کوئی نعمت دیتا ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ اس بندے پر اس نعمت کے آثار نظر آئیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیوند لگی ہوئی قمیص نہیں پہنتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمال ان کی اتباع کرتے تھے اور یہ خدشہ تھا کہ اگر آپ نے قیمتی لباس پہنا تو آپ کے عمال بھی قیمتی لباس پہنیں گے اور اگر ان کے پاس پیسے نہ ہوئے تو پھر وہ لوگوں سے یا اموال مسلمین سے ناجائز طور پر پیسے حاصل کریں گے۔ (روح المعانی ج8، ص111، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اشیاء میں اباحت کے اصل ہونے کی تحقیق

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جو مسلمانوں کے لیے زینت اور نفع کے حصول کا باعث ہو، وہ حلال ہے۔ ماسوا اس کے کہ اس کی حرمت یا کراہت پر قرآن اور سنت میں کوئی نص موجود ہو، اور اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کے حصول میں

مسلمانوں کے لیے ضرر ہو، اس کا ترک کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے ترک کرنے میں ہی مسلمانوں کا نفع ہے اور موجب ضرر اشیاء کی حرمت پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے: "ولا تلقوا بایدیکم الی الھلکۃ: اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(البقرہ:195)

اس آیت سے یہ قاعدہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی تمام کاموں کا کرنا اصل میں جائز اور مباح تھا پھر جن کاموں کی قرآن اور حدیث میں ممانعت آ گئی، وہ ممنوع ہو گئے اور باقی تمام کام اپنی اصل پر جائز رہے۔ مثلاً پہلے شراب پینا اور جوا کھیلنا مباح تھا۔ اسی طرح پہلے چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا مباح اور جائز تھا اور جب ان کاموں کی ممانعت شریعت میں آ گئی تو یہ کام ممنوع ہو گئے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: تحریر (از علامہ ابن ہمام) میں یہ تصریح ہے کہ جمہور احناف اور شوافع کا مختار مذہب یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ (التحریر مع شرحہ التیسیر، ج1، ص172، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض) اور علامہ ابن ہمام کے شاگرد علامہ قاسم نے بھی ان کی اتباع کی ہے اور ہدایہ کی فصل حداد میں بھی مذکور ہے۔ اباحت اصل ہے۔ (ھدایہ اولین، ص 428۔ مطبوعہ مکتبہ شرکہ علمیہ، ملتان) اور قاضی خان نے الحظر والاباحۃ کے اوائل میں لکھا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

(فتاویٰ قاضی خاں علی ھامش الہندیہ، ج3، ص400، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق، مصر، 11310)

اور تحریر کی شرح میں مذکور ہے کہ یہ بصرہ کے معتزلہ، بہ کثرت شافعیہ اور اکثر حنفیہ خصوصاً عراقیوں کا قول ہے اور امام محمد نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ایک شخص کو کسی نے کہا مردار کھاؤ یا شراب پیو، ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا اور اس نے اس شخص کا کہنا نہ مانا اور اس شخص نے اس کو قتل کر دیا تو مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ گنہ گار ہو گا، کیونکہ مردار کھانا اور شراب پینا صرف اللہ کے منع کرنے سے حرام ہوا ہے۔ اس عبارت میں امام محمد نے اباحت کو اصل قرار دیا ہے اور حرمت کو ممانعت کے عارض ہونے کی وجہ سے مشروع قرار دیا ہے۔ (تیسیر التحریر، ج2، ص161، مطبوعہ ریاض)

اور شیخ اکمل الدین نے اصول بزدوی کی شرح میں لکھا ہے کہ استیلاء کفار کے باب میں شارح نے جو یہ لکھا ہے کہ اباحت معتزلہ کی رائے ہے (درمختار علی ہامش ردالمحتار، ج3، ص244) اس پر اعتراض ہے۔

(ردالمحتار، ج1، ص72، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1407ھ)

نیز علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: شارح (صاحب درمختار) کا یہ کہنا کہ اباحت معتزلہ کی رائے ہے کتب اصول کے مخالف ہے، کیونکہ علامہ ابن ہمام نے تحریر میں لکھا ہے کہ جمہور احناف اور شوافع کا یہ مذہب ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور اصول بزدوی کی شرح میں علامہ اکمل الدین نے فرمایا ہے ہمارے اکثر اصحاب اور اکثر اصحاب شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جن کاموں کے متعلق یہ جائز ہے کہ شریعت ان کے مباح ہونے کا حکم دے یا ان کے حرام ہونے کا حکم دے وہ تمام کام احکام شرع وارد ہونے سے پہلے اپنی اصل پر مباح ہیں۔ حتیٰ کہ جس شخص تک شریعت نہ پہنچی ہو اس کے لیے مباح اور جائز ہے کہ وہ جو چاہے کھائے۔ امام محمد نے کتاب الاکراہ میں اسی طرح اشارہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا مردار کھانا اور شراب پینا صرف شرعی

ممانعت کی وجہ سے حرام ہے۔ پس انہوں نے اباحت کو اصل قرار دیا ہے اور حرمت کو عارضہ ممانعت کی وجہ سے مشروع قرار دیا ہے۔ جبائی (معتزلی) ابو ہاشم اور غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے اور ہمارے بعض اصحاب اور بعض اصحاب شافعی اور معتزلہ بغداد کا مذہب یہ ہے کہ اشیاء میں اصل ممانعت ہے اور اشاعرہ اور عام محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اشیاء میں اصل توقف ہے۔ حتیٰ کہ جس شخص تک شرعی احکام نہ پہنچے ہوں وہ کسی چیز کو نہ کھائے اگر اس نے کھایا تو اس کے فعل کو نہ حلال کہا جائے گا نہ حرام۔

(ردالمحتار، ج3، ص244، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی 685ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں اور انواع تجملات میں اصل اباحت ہے۔

(انوار التنزیل مع الکازرونی، ج3، ص17، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، 1416ھ)

قرآن مجید کی زیر بحث آیت کے علاوہ حسب ذیل حدیث سے بھی اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گھی، پنیر اور پوستین کے متعلق سوال کیا گیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس چیز کو اللہ نے کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جس چیز کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا وہ حرام ہے۔ اور جس چیز سے اللہ نے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔

(سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1732۔ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 3367۔ المستدرک ج4 ص115)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی 1014ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ (مرقات، ج8، ص193، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، 1390ھ)

قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی المتوفی 543ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت سلمان کا قول ہے لیکن اس کا معنی حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں چند چیزوں کا حکم دیا ہے ان پر عمل کرو اور چند چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرو۔ اور اس نے اپنی رحمت سے چند چیزوں سے سکوت فرمایا ان کے متعلق سوال نہ کرو۔ (سنن کبریٰ للبیہقی، ج10، ص13۔ سنن دارقطنی، ج4، رقم الحدیث: 4350)

اور جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی چیز کا حکم دیں تو اس کی تعمیل کرنے پر بھی اتفاق ہے اگرچہ اس کی صفت میں اختلاف ہے کہ وہ امر واجب ہے یا مستحب۔ اور جب کسی چیز سے منع فرمائیں تو اس سے اجتناب پر بھی اتفاق ہے اگرچہ اس کی صفت میں اختلاف ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی اور جس چیز سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سکوت فرمائیں اس کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اصل میں مباح ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اصل میں موقوف ہے۔

(عارضۃ الاحوذی، ج7، ص229، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1415ھ)

معمولات اہل سنت کا جواز اور استحسان

جب یہ واضح ہو گیا کہ تمام کاموں میں اباحت اصل ہے اور جس چیز کے عدم جواز یا کراہت پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اس

کام کو کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ اس اصول پر اہل سنت کے تمام معمولات جائز ہیں مثلاً بغیر تعیین شرعی کی نیت کے سال کے مختلف ایام میں میلاد شریف منعقد کرنا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فضائل اور آپ کی سیرت کا بیان کرنا، خلفاء راشدین اور اہل بیت اطہار کے ایام شہادت اور وفات میں ان کا تذکرہ کرنا اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب اور اہل بیت کو قرآن خوانی اور طعام کے صدقہ کا ثواب پہنچانا۔ اسی طرح اولیاء کرام کے ایام وصال میں ان کا تذکرہ کرنا اور ان کو عبادات اور طعام کے صدقہ کا ثواب پہنچانا۔ ہر چند کہ خصوصیت کے ساتھ یہ کام عہد رسالت میں نہیں کیے گئے لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کاموں سے منع نہیں فرمایا اور یہ کام اسلام کے کسی حکم سے متصادم نہیں ہیں اس لیے یہ اپنی اصل پر مباح ہیں اور حسن نیت سے موجب ثواب اور باعث خیر و برکت ہیں۔ عہد صحابہ اور تابعین میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابوبکر اور دیگر اکابر صحابہ کا قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح کو جماعت سے پڑھوانے کا اہتمام کرنا اور اس کو بدعت حسنہ قرار دینا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید کی قرات کو باقی لغات سے ختم کر کے صرف لغت قریش پر باقی رکھنا، عبدالملک بن مروان کے حکم سے قرآن مجید کے حروف پر نقطے اور حرکات اور اعراب کا لگایا جانا۔

عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں مساجد کی عمارتوں میں محراب کا بنایا جانا اور قرآن مجید کے نسخوں میں سورتوں کے اسماء اور آیتوں اور رکوعوں کی تعداد کو لکھنا یہ سب بدعات حسنہ ہیں جس کو تمام امت مسلمہ نے قبول کر لیا ہے۔ سو اہل سنت کے معمولات کو بھی ان ہی نظائر کی روشنی میں جائز سمجھنا چاہیے اور بلاوجہ ان پر یہ بدگمانی نہیں کرنی چاہیے کہ انہوں نے ان معمولات کو فرض اور واجب سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح سوئم، چہلم اور عرس کی عرفی تعیینات کو تعیینات شرعی نہیں قرار دینا چاہیے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جیسے مساجد میں گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات متعین کر لیے جاتے ہیں اور کسی شخص کو بھی یہ بدگمانی نہیں ہوتی کہ یہ تعیین شرعی ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: آیت اپنے عموم پر ہے ہر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے کہ جس کی حرمت پر نص وارد نہ ہوئی ہو تو جو لوگ توشہ گیارہویں، میلاد شریف، بزرگوں کی فاتحہ، عرس، مجالس شہادت وغیرہ کی شیرینی، سبیل کے شربت کو ممنوع کہتے ہیں، وہ اس آیت کے خلاف کر کے گنہ گار ہوتے ہیں اور اس کو ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہی بدعت وضلالت ہے۔

(حاشیہ خزائن العرفان، ص 248، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، تبیان القرآن، لاہور)

عمدہ لباس پہننے کا بیان

مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو حلال وحرام ٹھہرانا صرف اس ذات پاک کا حق ہے جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، کسی دوسرے کی اس میں مداخلت جائز نہیں، اس لئے وہ لوگ قابل عتاب وعذاب ہیں جو اللہ کی حلال کی ہوئی عمدہ پوشاک یا پاکیزہ اور لذیذ خوراک کو حرام سمجھیں، وسعت ہوتے ہوئے پھٹے حالوں گندہ پراگندہ رہنا نہ کوئی اسلام کی تعلیم ہے، نہ کوئی اسلام میں پسندیدہ چیز

ہے، جیسا کہ بہت سے جاہل خیال کرتے ہیں۔

سلف صالحین اور ائمہ اسلام میں بہت سے اکابر جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی تھی اکثر عمدہ اور بیش قیمت لباس استعمال فرماتے تھے، خواجہ دو عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب وسعت ہوئی عمدہ سے عمدہ لباس بھی زیب تن فرمایا ہے، ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ایسی چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ چار سو گنی کی قیمت کی چادر استعمال فرمائی، اسی طرح حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ نفیس اور عمدہ لباس استعمال فرماتے تھے، ان کے لئے تو کسی صاحب نے سال بھر کے لئے تین سو ساٹھ جوڑوں کا سالانہ انتظام اپنے ذمہ لیا ہوا تھا، اور جو جوڑا امام رحمۃ اللہ علیہ کے بدن پر ایک مرتبہ پہنچا تھا دوبارہ استعمال نہ ہوتا تھا، کیونکہ صرف ایک روز استعمال کر کے کسی غریب طالب علم کو دیدتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی نعمت اور وسعت عطا فرما دیں تو اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتے ہیں کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے لباس وغیرہ میں دیکھا جائے، اس لئے کہ اظہار نعمت بھی ایک قسم کا شکر ہے، اس کے بالمقابل وسعت ہوتے ہوئے پھٹے پرانے یا میلے کچیلے کپڑے استعمال کرنا ناشکری ہے۔ ہاں ضروری بات یہ ہے کہ دو چیزوں سے بچے، ایک ریاء و نمود، دوسرے فخر و غرور، یعنی محض لوگوں کو دکھلانے اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے لباس فاخر استعمال نہ کرے، اور ظاہر ہے کہ سلف صالحین ان دونوں چیزوں سے بری تھے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ سے جو عام حالات میں معمولی قسم کا لباس یا پیوند زدہ کپڑے استعمال کرنا منقول ہے اس کی دو وجہ تھیں، ایک تو یہ کہ اکثر جو کچھ مال آتا وہ فقراء، مساکین اور دینی کاموں میں خرچ کر ڈالتے تھے، اپنے لئے باقی ہی نہیں رہتا تھا، جس سے عمدہ لباس آسکے، دوسرے یہ کہ آپ مقتدائے خلائق تھے، اس سادہ اور سستی پوشاک کے رکھنے سے دوسرے امراء کو اس کی تلقین کرنا تھا، تاکہ عام غرباء فقراء پر ان کی مالی حیثیت کا رعب نہ پڑے۔

4020 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ إِمَّا قَمِيصًا، أَوْ عِمَامَةً ثُمَّ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهِ وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ، وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ قَالَ أَبُو نَضْرَةَ: فَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم إِذَا لَبِسَ أَحَدُهُمْ ثَوْبًا جَدِيدًا قِيلَ لَهُ: تُبْلِي وَيُخْلِفُ اللهُ تَعَالَى

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے، تو آپ اس کا نام لیتے، یعنی وہ قمیص ہے، یا عمامہ ہے، اور پھر یہ دعا کرتے:

''اے اللہ! حمد تیرے لیے مخصوص ہے، تو نے ہی مجھے یہ پہنایا ہے، میں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور جس کے لیے اس کا بنایا

گیا، اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے اور جس کے لیے اسے بنایا گیا، اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

ابونضرہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے جب کوئی شخص نیا کپڑا پہنتا، تو اسے یوں دعا دی جاتی: ''تم اسے پرانا کردو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی جگہ اور عطا کردے''۔

4021- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4022- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَبَا سَعِيدٍ، وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَالثَّقَفِيُّ سَمَاعُهُمَا وَاحِدٌ

یہی روایت اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حماد بن سلمہ نامی راوی اور ثقفی نامی راوی کا سماع ایک جیسا ہے۔

4023- حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا الطَّعَامَ، وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ: وَمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي هَذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي، وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے:

''ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے، جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور اس نے میری اپنی کسی ذاتی قوت اور کوشش کے بغیر یہ رزق مجھے عطا کیا''

تو اس شخص کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: جو شخص کوئی کپڑا پہنے اور یہ دعا کرے۔

''ہر طرح کی حمد و ثناء اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور میری کسی ذاتی کوشش اور قوت کے بغیر مجھے یہ رزق عطا کیا''

تو اس شخص کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

بَابٌ فِيمَا يُدْعَى لِمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا

باب: جو شخص نیا کپڑا پہنے، اسے کیا دعا دی جائے؟

4024- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ الْجَرَّاحِ الْأَذَنِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِكِسْوَةٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ صَغِيرَةٌ فَقَالَ: مَنْ تَرَوْنَ أَحَقُّ بِهٰذِهِ فَسَكَتَ الْقَوْمُ، فَقَالَ: ائْتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ فَأُتِيَ بِهَا، فَأَلْبَسَهَا إِيَّاهَا، ثُمَّ قَالَ: أَبْلِي وَأَخْلِقِي مَرَّتَيْنِ، وَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَلَمٍ فِي الْخَمِيصَةِ أَحْمَرَ أَوْ أَصْفَرَ وَيَقُولُ سَنَاهْ سَنَاهْ يَا أُمَّ خَالِدٍ وَسَنَاهْ فِي كَلَامِ الْحَبَشَةِ الْحَسَنُ

سیدہ اُم خالد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑے آئے، جن میں ایک چھوٹی چادر بھی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارے خیال میں اس کی زیادہ حقدار کون ہے؟ تو لوگ خاموش رہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُم خالد کو میرے پاس لاؤ، انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر انہیں اوڑھا دی اور پھر فرمایا: اسے پہن کر پرانا کر دو، آپ نے دو مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کے سرخ یا زرد رنگ کے نشانات کو دیکھ کر فرمایا: اے اُم خالد! یہ اچھے ہیں، یہ اچھے ہیں۔

(راوی کہتے ہیں) لفظ "سنا" حبشیوں کی زبان میں اچھی چیز کو کہا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقَمِيصِ

باب: قمیص کا بیان

4025- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ الْحَنَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصَ

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے پسندیدہ لباس قمیص تھی۔

4026- حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمُؤْمِنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ ثَوْبٌ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَمِيصٍ

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قمیص سے زیادہ اور کوئی لباس پسند نہیں تھا۔

4027 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ

مَيْسَرَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ، قَالَتْ: كَانَتْ يَدُ كُمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّسْغِ

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین گٹے تک ہوتی تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَقْبِيَةِ

باب: قبا (پہننے) کا بیان

4028 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْمَعْنَى، أَنَّ اللَّيْثَ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، قَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي، قَالَ: فَدَعَوْتُهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قِبَاءٌ مِنْهَا، فَقَالَ: خَبَأْتُ هَذَا لَكَ قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ، زَادَ ابْنُ مَوْهَبٍ: مَخْرَمَةُ، ثُمَّ اتَّفَقَا، قَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةُ قَالَ: قُتَيْبَةُ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، لَمْ يُسَمِّهِ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قبائیں تقسیم کیں، آپ نے حضرت مخرمہ کو کچھ نہیں دیا، حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ بولے: اے میرے بیٹے! تم مجھے ساتھ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، میں ان کے ساتھ چلا گیا، انہوں نے فرمایا: تم اندر جا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ۔

راوی کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تو آپ نکل کر باہر تشریف لائے آپ نے ان میں سے ایک قباء پکڑی ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میں نے تمہارے لیے سنبھال کر رکھی تھی۔

راوی کہتے ہیں: جب حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا:

مخرمہ راضی ہو گیا۔ (راوی کو اس میں ایک جگہ پر شک ہے)

بَابٌ فِي لُبْسِ الشُّهْرَةِ

باب: مشہور ہونے کے لیے لباس پہننا

4029 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عِيسَى، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي زُرْعَةَ، عَنِ الْمُهَاجِرِ الشَّامِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ - قَالَ فِي حَدِيثِ شَرِيكٍ: يَرْفَعُهُ - قَالَ: مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَلْبَسَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْبًا مِثْلَهُ زَادَ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ ثُمَّ تُلَهَّبُ فِيهِ النَّارُ

4028- إسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد. وأخرجه البخاري (2599)، ومسلم (1058)، والترمذي (3028)، والنسائي (5324) من طريق عبد الله بن عبيد الله ابن أبي مليكة، به. وهو في "مسند أحمد" (18927)، و"صحيح ابن حبان" (4817).

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے)
''جو شخص شہرت کا لباس پہنے گا، اسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی مانند لباس پہنائے گا''
ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں ''پھر اس میں آگ کو بھڑکایا جائے گا''

4030 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ، قَالَ: ثَوْبَ مَذَلَّةٍ

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اسے ذلت کا لباس پہنائے گا''

4031 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، عَنْ اَبِي مُنِيبٍ الْجُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ ان کا حصہ شمار ہوتا ہے''

بَابٌ فِي لُبْسِ الصُّوفِ وَالشَّعَرِ

باب: اونی یا بال سے بنا ہوا لباس پہننا

4032/a - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، وَحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي زَائِدَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ اَسْوَدَ. وَقَالَ حُسَيْنٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی اونی چادر پہنی ہوئی تھی۔

ایک راوی نے اس کی سند کچھ مختلف نقل کی ہے۔

4032/b - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْعَلَاءِ الزُّبَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَقِيلِ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ لُقْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ، قَالَ: اسْتَكْسَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

4032-إسناده حسن. عقيل بن مدرك، قال عنه الحافظ الذهبي في "تاريخ الإسلام": "شامي صدوق، وهو كما قال، وإسماعيل بن عياش روايته عن أهل بلده صالحة، وهذا منها. وأخرجه أحمد (17656)، ويعقوب بن سفيان في "المعرفة والتاريخ" 2/ 350، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" (1362)، والطبراني في "الكبير" 17/ (307)، وفي "الشاميين" (1610)، وأبو نعيم في "الحلية" 2/ 15، والبيهقي في "شعب الإيمان" (6181/م)، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" 38/ 277، والمزي في ترجمة عقيل بن مدرك من "تهذيب الكمال" 20/ 239 من طريق إسماعيل بن عياش، بهذا الإسناد.

فَكَسَانِي حَيْشَتَيْنِ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي وَأَنَا أَكْسَى أَصْحَابِي

حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہننے کے لیے کچھ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کتان کے دو کپڑے عطا کیے (بعد میں) میں نے خود کو دیکھا کہ میرا لباس اپنے تمام ساتھیوں سے بہتر تھا۔

4033 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: قَالَ لِي أَبِي يَا بُنَيَّ لَوْ رَأَيْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ أَصَابَتْنَا السَّمَاءُ، حَسِبْتَ أَنَّ رِيحَنَا رِيحُ الضَّأْنِ

ابوبردہ بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کاش تم نے ہمیں دیکھا ہوتا، جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے، بعض اوقات بارش ہو جاتی، تو تمہیں یہ محسوس ہوتا کہ ہم میں سے بھیڑوں کی بو آ رہی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے: انہوں نے اونی لباس پہنا ہوتا تھا۔

4034 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ مَلِكَ ذِي يَزَنَ أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً أَخَذَهَا بِثَلَاثَةٍ وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا، أَوْ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ نَاقَةً فَقَبِلَهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ذی یزن کے بادشاہ نے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفے کے طور پر ایک حُلّہ بھیجا، جو اس نے 33 اونٹوں (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) 33 اونٹنیوں کے عوض میں خریدا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا۔

4035 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرَى حُلَّةً بِبِضْعَةٍ وَعِشْرِينَ قَلُوصًا، فَأَهْدَاهَا إِلَى ذِي يَزَنَ

اسحاق بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے 20 سے کچھ زیادہ اونٹوں کے عوض میں ایک حُلّہ خریدا، جو آپ نے ذی یزن کی طرف تحفے کے طور پر بھجوایا۔

بَابُ لِبَاسِ الْغَلِيظِ

باب: موٹا لباس پہننا

4036 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ

4034-وأخرجه أحمد (13315)، والحسين المروزي في زياداته على "البر والصلة" لابن المبارك (271)، والدارمي (2494)، وأبو يعلى (3418)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (4344) و (4345)، والطبراني في "الأوسط" (8858)، وأبو الشيخ في "أخلاق النبي" ص 105، والحاكم 4/ 187 من طرق عن عمارة بن زاذان، به. زاد الحاكم: فلبسها النبي -صلى الله عليه وسلم- مرة، وصححه، وسكت عنه الذهبي. وأخرج أحمد (15323)، وابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" (592)، والطبراني (3125)، والحاكم 3/ 484 485

الْمُغِيرَةِ الْمَعْنَى، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا إِزَارًا غَلِيظًا مِمَّا يُصْنَعُ بِالْيَمَنِ وَكِسَاءً مِنَ الَّتِي يُسَمُّونَهَا الْمُلَبَّدَةَ فَأَقْسَمَتْ بِاللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ فِي هَذَيْنِ الثَّوْبَيْنِ

⊛⊛ ابوبردہ بیان کرتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے ایک موٹا تہبند نکال کر دکھایا، جو یمن میں بنایا جاتا تھا اور ایک چادر دکھائی، جسے ملبدہ کہا جاتا تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے نام کی قسم اٹھا کر یہ بات بیان کی: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان کپڑوں میں ہوا تھا۔

4037 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو ثَوْرٍ الْكَلْبِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ بْنِ الْقَاسِمِ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا خَرَجَتِ الْحَرُورِيَّةُ أَتَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: ائْتِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَلَبِسْتُ أَحْسَنَ مَا يَكُونُ مِنْ حُلَلِ الْيَمَنِ - قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ: وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَجُلًا جَمِيلًا جَهِيرًا - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَتَيْتُهُمْ فَقَالُوا: مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا هَذِهِ الْحُلَّةُ قَالَ: مَا تَعِيبُونَ عَلَيَّ لَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ مَا يَكُونُ مِنَ الْحُلَلِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اسْمُ أَبِي زُمَيْلٍ سِمَاكُ بْنُ الْوَلِيدِ الْحَنَفِيُّ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب خوارج کا ظہور ہوا، تو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے فرمایا: تم ان لوگوں کے پاس جاؤ، میں نے یمن کا بہترین لباس پہنا، ابوزمیل نامی راوی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک خوبصورت اور باوقار شخصیت کے مالک تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں ان لوگوں کے پاس آیا، تو ان لوگوں نے کہا: اے ابن عباس! آپ کو خوش آمدید! یہ آپ نے کیسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم مجھ پر کیسے اعتراض کر سکتے ہو؟ حالانکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عمدہ لباس پہنتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوزمیل نامی راوی کا نام سماک بن ولید حنفی ہے۔

فتنہ خوارج

جنگ صفین کے بارے میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس جنگ میں جب حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین صلح ہوئی تو باغیوں کو یہ امر سخت ناگوار گزرا۔ ان کے ایک گروہ نے حضرت علی سے علی الاعلان علیحدگی اختیار کر لی اور ان دونوں صحابہ کو معاذ اللہ کافر قرار دے کر ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے انہیں بہت سمجھایا لیکن یہ کسی طرح نہیں مانے۔ انہوں نے مسلم آبادیوں پر حملے شروع کر دیے۔ اس پر حضرت علی نے ان کے خلاف کاروائی کی جس سے ان کا زور ٹوٹ گیا۔ بعد میں اسی گروہ نے سازش کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

خوارج سے متعلق بھی بعض سوالات تاریخ کے ایک طالب علم سے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو کہ یہ ہیں:

1. خوارج کیسے پیدا ہوئے اور باغی جماعت میں گروپنگ کیسے ہوئی؟

2. خوارج کا نقطہ نظر کیا تھا؟

3. حضرت علی نے خوارج سے کیا معاملہ کیا؟

4. خوارج سے جنگ کے نتائج کیا نکلے؟

اب ہم ان سوالات کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خوارج کیسے پیدا ہوئے اور باغی جماعت میں گروپنگ کیسے ہوئی؟

خوارج (واحد خارجی) کے بارے میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ ان کی اپنی کوئی کتب موجود نہیں ہیں کیونکہ باقاعدہ کتب لکھے جانے کے زمانے (767/150 کے بعد) تک وہ ختم ہو چکے تھے۔ ان کے آغاز کے بارے میں زیادہ تر تفصیلات کا ماخذ وہی ابو مخنف ہے جو تاریخ طبری میں مسلسل ہمارے ساتھ ہے۔ یہ بات بہرحال معلوم و معروف ہے کہ ان کے بہت سے گروپ ہو گئے تھے جن میں سے ایک گروپ جو "اباضیہ" کہلاتا ہے، اب تک موجود ہے۔ اباضی خود کو خوارج سے الگ قرار دیتے ہیں اور یہ عمان، لیبیا اور الجزائر میں موجود ہیں۔ ان کی کتب میں بھی ہمیں خوارج کے ارتقاء سے متعلق کچھ زیادہ تفصیلات نہیں مل سکی ہیں۔ اس وجہ سے اس سلسلے میں کوئی حتمی بات کہنا مشکل ہے۔

خوارج کے بارے میں جو روایات طبری میں بیان ہوئی ہیں، ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گروہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے زمانے سے باغی تحریک کا حصہ بن گیا تھا۔ یہ لوگ "قراء" کہلاتے تھے۔ قراء کا لفظ ان لوگوں کے بارے میں بولا جاتا ہے جو خاص کر قرآن مجید کی قراءت کا فن سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت عابد و زاہد قسم کے لوگ تھے اور نماز روزہ کے معاملے میں بڑے تشدد سے کام لیتے تھے۔ سجدوں کی کثرت سے ان کی پیشانیوں پر سیاہ نشان بن گئے تھے۔ عام طور پر ایسا ہو جاتا ہے کہ جو لوگ عبادت گزاری میں شدت پسند بن جائیں، وہ عام طور پر ان لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں، جو دنیاوی کاموں میں مشغول ہوں۔ یہ رویہ جب پختگی اختیار کر جائے تو ایسے لوگ بات بات پر دوسروں کو جھڑکتے ہیں، ان پر کفر، فسق اور گمراہی کے فتوے عائد کرتے ہیں اور اپنے سوا سب کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ انگریزی میں ایسے لوگوں کے لیے اور کے محاورے موجود ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے لوگ اہل مغرب کے ہاں بھی پائے جاتے ہیں۔

خوارج سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث بھی صحیح بخاری و مسلم میں نقل ہوئی ہیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

ابو سلمہ اور عطاء بن یسار، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے حروریہ (حرورہ کے خوارج) کے متعلق پوچھا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے نہیں معلوم کہ یہ حروریہ کیا چیز ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "اس امت میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے (یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے

پیدا ہوں گے۔ آپ اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھیں گے۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر اس طرح کہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے آر پار ہو جاتا ہے اور شکاری اپنے تیر اور اس کے پھل کو اور اس کے پروں کو دیکھتا ہے اور شک کرتا ہے کہ اس میں کچھ خون تو لگا ہوا ہے یا نہیں۔"

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ عبداللہ بن ذی الخویصر وتمیمی آیا اور کہنے لگا: "اے اللہ کے رسول! عدل سے کام لیجیے۔" آپ نے فرمایا: "تمہاری خرابی! اگر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کرے گا؟" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "مجھے اجازت دیجیے کہ اس کی گردن اڑا دوں۔" آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دیجیے۔ اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ آپ میں سے کوئی شخص، ان کی نماز کے مقابلے میں اپنی نماز کو حقیر سمجھے گا اور اپنے روزے کو ان کے روزے کے مقابلے میں حقیر سمجھے گا۔ یہ لوگ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور اس کے پروں کو دیکھا جائے تو کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ پھر اس (تیر کے) پھل کو دیکھا جائے تو معلوم نہیں ہوتا ہے (کہ یہ شکار کے اندر سے گزرا ہے) حالانکہ وہ خون اور گوبر سے ہو کر گزرا ہے۔ ان کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا جس کا ایک ہاتھ یا ایک چھاتی، عورت کی چھاتی کی طرح ہوگی۔ یا فرمایا کہ گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگی اور ہلتی ہوگی۔ یہ لوگوں میں خانہ جنگی کے وقت نکلیں گے۔" ابوسعید کہتے ہیں: "میں گواہی دیتا ہوں کہ جب حضرت علی نے ان لوگوں کو قتل کیا تو میں ان کے پاس تھا۔ اس وقت (ان کے سامنے) ایک شخص اسی صورت کا لایا گیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ انہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: "ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو آپ پر صدقات کے بارے میں طعنہ زنی کرتے ہیں۔"[1]

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوارج کا یہ سیلف رائچس گروپ عہد رسالت میں بھی موجود تھا۔ ان لوگوں کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ بہت زیادہ عبادات کرتے تھے اور اس بنا پر ایک نوعیت کے تکبر کا شکار تھے۔ یہ خود کو اتنا حق پرست سمجھتے تھے کہ اپنے مقابلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاذ اللہ ناانصافی کرنے والا سمجھتے تھے۔ تاہم آپ نے اس وجہ سے ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی کہ اب تک انہوں نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ محسوس ہوتا ہے کہ ان خوارج کے کچھ ساتھیوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بعض جرائم کی وجہ سے سزائیں دی تھیں، جس کے سبب یہ آپ کے خلاف ہو گئے تھے۔ موجودہ دور کے لیبیا کے اباضی عالم سلیمان البارونی نے عبداللہ بن اباض (خوارج کی ایک پارٹی کے لیڈر، جن کے نام سے اباضی فرقہ موسوم ہے) کا عبدالملک بن مروان ایک خط اپنی کتاب "مختصر تاریخ الاباضیہ" میں نقل کیا ہے۔ اس خط میں ابن اباض نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق لکھا ہے:

پھر انہوں (عثمان) نے ایسے نئے امور ایجاد کیے، جب پر ان کے پہلے دو ساتھیوں (ابوبکر و عمر) نے عمل نہ کیا تھا اور نہ ہی ان لوگوں نے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دیکھا تھا۔ جب اہل ایمان (یعنی باغیوں) نے ان نئی باتوں کو دیکھا تو ان (عثمان) کے پاس آئے اور ان سے بات کی اور انہیں کتاب اللہ اور پہلے سے چلی آ رہی سنت کی طرف توجہ دلائی۔ اس پر انہوں نے ان پر سختی کی کہ وہ انہیں اللہ کی آیات کی طرف توجہ کیوں دلاتے ہیں اور انہیں قوت سے پکڑا۔ ان میں سے جسے چاہا، مارا اور

جسے چاہا جیل میں ڈال دیا یا پھر جلاوطن کر دیا۔[2]

ان باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ تہمت لگائی کہ آپ نے کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف یاد دہانی کی وجہ سے ان کے خلاف کاروائی کی تھی حالانکہ اگر آپ ایسے ہوتے تو پھر اس وقت زیادہ شدت سے کاروائی کرتے جب ان باغیوں نے مدینہ کے گرد گھیرا ڈالا تھا۔ اس کے برعکس آپ نے ہمیشہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیے رکھا، یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں جان دے دی مگر ان کے خلاف کاروائی نہ کی۔ عبداللہ بن اباض کے اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ خوارج کی بغاوت کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے بعض ساتھیوں کو سزا دی تھی۔ بہر حال یہ گروہ باغیوں کا حصہ بنا رہا اور جنگ جمل اور جنگ صفین میں ان کے ساتھ شریک رہا۔ اس وقت تک ان کی کوئی علیحدہ شناخت نہیں تھی بلکہ یہ اسی باغی تحریک کا حصہ تھا۔ جنگ صفین میں جب صلح کی گفت وشنید ہونے لگی تو یہ منظر عام پر آئے۔ ظاہر ہے کہ کوئی گروہ ایک دم نہیں بن جاتا۔ یہ گروہ بھی ایک دم ہی نہیں بنا ہوگا بلکہ طویل عرصے سے اس کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ باغی پارٹی کے اندر ایک پارٹی تھی جو الگ سے موجود تھی لیکن جنگ صفین کے خاتمے پر ظاہر ہوگئی۔ بعض روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ باغیوں کے اندر یہ تقسیم خفیہ طور پر جنگ جمل کے بعد ہی وجود میں آگئی تھی۔ سیف بن عمر کی روایت کے مطابق جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد بصرہ کے خزانے سے فوجیوں کو تنخواہ دی تو انہی باغیوں کو سخت ناگوار گزرا کیونکہ وہ خود پورے مال پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ ایک راوی راشد کا بیان ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اصول تھا کہ وہ کسی بھاگتے ہوئے اور زخمی کو قتل نہ کرتے تھے، نہ کسی کا پردہ فاش کرتے تھے اور نہ کسی کا مال لیتے تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا: "یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان لوگوں کا خون تو ہمارے لیے حلال ہے اور ان کا مال حرام۔" حضرت علی نے یہ سن کر فرمایا: "یہ تمہارے بھائی ہیں۔ جس نے ہم سے تعرض نہ کیا (یعنی غیر جانبدار رہا)، وہ ہمارا حصہ ہے اور ہم اس کا حصہ ہیں۔ جو شخص ہمارے مقابلے میں قتل ہوا، وہ ہماری جانب سے ابتداء کے باعث ہوا، اس لیے ان کے مال کا خمس (1/5) نہیں لیا جا سکتا۔" اسی وقت سے وہ لوگ، جو بعد میں خارجی ہو گئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔[3]

مالک الاشتر کی اس تقریر سے پارٹی کے اندر اس پارٹی کی نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ تقریر موصوف نے انہی خارجیوں کے سامنے کی تھی:

تم لوگوں کو دھوکہ دیا گیا اور واللہ! تم دھوکے میں مبتلا ہو گئے۔ تمہیں (صفین میں) جنگ بندی کی دعوت دی گئی، تم نے فریب میں آ کر اسے قبول کر لیا۔ اے سیاہ پیشانیوں والو! ہم تو تمہاری نمازیں دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ تمہیں دنیا سے کوئی غرض نہیں۔ تم جو یہ عبادات کر رہے ہو، اللہ عزوجل کی ملاقات کے شوق میں کر رہے ہو، لیکن اب تمہارے فرار سے یہ ظاہر ہوا کہ تم دنیا کی طلب میں موت سے بھاگنا چاہتے ہو۔ افسوس صد افسوس! اے بڑے بڑے جبے پہننے والو! آج کے بعد تم ہمیشہ دورایوں پر چلتے رہو ہو گے اور ایک رائے پر کبھی متفق نہ ہو گے۔ تم بھی ہمارے سامنے سے اسی طرح دفع ہو جاؤ جیسے ظالم قوم (یعنی اہل شام) دور ہو گئی ہے۔[4]

ابومخنف نے بڑا زور لگایا ہے کہ جنگ صفین میں صلح کے "جرم" کا سارا ملبہ اسی خارجی پارٹی پر ڈال دیا جائے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنی تقاریر اور خطوط سے واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی صلح چاہتے تھے اور آپ کی جنگ صفین میں شرکت

کا مقصد ہی یہ تھا کہ ان باغیوں کو کنٹرول کیا جائے۔ ابو مخنف کا کہنا ہے کہ خارجیوں کے لیڈر مسعر بن فدکی تمیمی اور زید بن حصین
الطائی نے حضرت علی سے بڑی بدتمیزی کی اور کہا:

علی! جب تمہیں کتاب اللہ کی دعوت دی جا رہی ہے، تم اسے قبول کرو ورنہ ہم تمہیں اور تمہارے مخصوص ساتھیوں کو انہی لوگوں
کے ہاتھوں میں دے دیں گے۔ یا پھر جو سلوک ہم نے (عثمان) ابن عفان کے ساتھ کیا، وہی تمہارے ساتھ کریں گے (یعنی تمہیں
قتل کر دیں گے۔)[5]

اگر یہ روایتیں درست ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ خوارج کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی حیثیت نہ تھی اور وہ اپنے زہد
و تقویٰ کے زعم میں ان جلیل القدر صحابہ کو بھی اپنے سامنے کچھ نہ سمجھتے تھے۔ بہر حال ابو مخنف ان خوارج کے خلاف بھی متعصب ہے
کیونکہ باغیوں کے ان دونوں فرقوں میں بعد میں زبردست نفرت پیدا ہوئی۔

خوارج کا نقطہ نظر کیا تھا؟

ابو مخنف کی روایت کے مطابق ان خوارج کی بغاوت کی بنیاد ان کا یہ نقطہ نظر تھا کہ قرآن مجید کے مطابق باغیوں سے اس وقت
تک جنگ کی جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لیں یا پھر بالکل ہی ختم نہ ہو جائیں۔ حضرت علی نے چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما
سے صلح کر لی تھی، اس وجہ سے انہوں نے قرآن کی خلاف ورزی کی۔ قرآن کی خلاف ورزی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور ایسا کرنے والا
کافر ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما، معاذ اللہ دونوں ہی کافر ہو گئے۔ ان خوارج نے جس آیت کی بنیاد پر
اپنے نقطہ نظر کی بنیاد رکھی تھی، وہ یہ ہے:

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا
الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ.

اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کروا دیا کیجیے۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے
کے خلاف سرکشی کرے تو اس سرکشی کرنے والے سے جنگ کیجیے یہاں تک کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ
آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کروا دیجیے۔ اور انصاف کیا کیجیے کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
(الحجرات 9:49)

خوارج اس آیت کا مطلب یہ اخذ کرتے تھے کہ جو گروہ بغاوت کرے، اس سے جنگ کرنا قرآن کی رو سے فرض ہے اور اس
کے علاوہ کچھ اور کرنا جائز نہیں ہے بلکہ قرآن کی مخالفت کی وجہ سے کفر ہے۔ چونکہ معاویہ نے بغاوت کی تھی، اس وجہ سے علی پر لازم
تھا کہ وہ ان سے جنگ کرتے۔ اب چونکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ دو فیصلہ کرنے والے حکم مقرر کر دیے ہیں، اس وجہ سے انہوں
نے حکم قرآنی کی خلاف ورزی کی ہے جس کے باعث وہ نعوذ باللہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں۔ اس کے برعکس حضرت
علی اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کا موقف یہ تھا کہ حکم مقرر کرنا اس آیت کریمہ میں صلح کروانے کے حکم سے متعلق ہے اور حضرت
علی نے اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔

خوارج کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ قرآن کے ایک حکم کی خلاف ورزی بھی گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس عام مسلمانوں کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا گناہ گار ضرور ہوتا ہے مگر کافر نہیں ہوتا۔ خوارج اسی نقطۂ نظر کی بنیاد پر کثرت سے مسلمانوں پر کفر کا فتوٰی عائد کیا کرتے تھے۔ بہت مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ وہ اپنے کسی لیڈر کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر کفر کا مرتکب قرار دے دیا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ ان کی اپنی جماعت فرقوں میں تقسیم ہوتی چلی گئی۔ [6] اسی وجہ سے آپس میں لڑنے لگے اور بالآخر روئے زمین ان کے وجود سے خالی ہو گئی۔

آیت کریمہ پر غور کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹھیک ٹھیک اس آیت پر عمل کیا تھا اور "اصلحوا بینہما" کے تحت اصلاح کی کوشش کی تھی۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو انہیں قائل کرنے کے لیے بھیجا اور پھر خود تشریف لے گئے لیکن خوارج نے آپ کی کسی وضاحت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ حضرات کسی طرح ماننا ہی نہ چاہتے تھے اور ہر صورت میں فتنہ و فساد پھیلانا چاہتے تھے۔

یہ بالکل اس کہانی کا سا معاملہ تھا جس میں ایک بھیڑیے نے پانی پیتے ہوئے ایک بھیڑ کے بچے کو دیکھا تو اسے کھانے کی ٹھانی۔ کہنے لگا: "تم پانی گندا کر کے میری طرف کیوں بھیج رہے ہو؟" اس نے جواب دیا: "جناب! پانی تو آپ کی طرف سے آ رہا ہے۔" بھیڑیا بولا: "تم نے مجھے پچھلے سال گالیاں کیوں دی تھیں؟" اس نے جواب دیا: "جناب! میری عمر تو ابھی چھ ماہ ہے۔" بھیڑیا بولا: "پھر تمہاری ماں ہو گی جس نے مجھے گالیاں دی ہوں گی۔" یہ کہہ کر اس نے بھیڑ کے بچے پر حملہ کر دیا اور اسے چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ خوارج کا معاملہ بھی یہی تھا۔ انہوں نے چونکہ فتنہ و فساد کی ٹھان رکھی تھی، اس وجہ سے وہ کسی بھی دلیل سے قائل نہیں ہونے والے تھے اور انہوں نے ہر صورت میں کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر جنگ کرنا تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ ان کے مقابلے پر کوئی بھیڑ کا بچہ نہیں تھا بلکہ شیر خدا علی رضی اللہ عنہ تھے۔

خوارج دیگر باغیوں سے الگ کیوں ہوئے؟ اس پر ہمیں تاریخ کی کتب میں سے کچھ نہیں مل سکا۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ باغیوں کے مابین مفادات کی جنگ ہو گئی ہو گی، جس کی وجہ سے یہ الگ ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا فلسفہ گھڑ لیا۔ مزاج کے اعتبار سے چونکہ یہ بالکل ہی اکھڑ قسم کے متکبر بدو تھے، اس وجہ سے انہوں نے کسی چالبازی کی بجائے سیدھی سیدھی خودکش جنگ چھیڑی اور اس میں اجتماعی خودکشی کر لی۔

حضرت علی نے خوارج کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

ابو مخنف نے جو واقعات بیان کیے ہیں، ان کے مطابق خوارج کے کچھ سرکردہ لیڈر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ آپ نے معاویہ سے صلح کا معاہدہ کر کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اس پر توبہ کیجیے اور جنگ دوبارہ شروع کیجیے۔ ہم آپ کے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ حضرت علی نے اس سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ہم معاہدہ کر چکے ہیں، جس کی خلاف ورزی کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ اس پر ان خوارج نے کہا کہ اگر آپ اس معاہدہ کرنے کے گناہ سے توبہ نہ کریں گے تو ہم آپ سے جنگ کریں گے۔ یہ کہہ کر وہ "لا حکم الا اللہ" کا نعرہ لگاتے چلے گئے۔ [7]

اس وقت تک خوارج عام مسلمانوں میں مل جل کر رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو مسجد کے مختلف کونوں سے "لا حکم الا اللہ" کی صدائیں بلند ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں اپنی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ اکبر! یہ ایک حق کلمہ (لا حکم الا اللہ) ہے جس کے ذریعے باطل کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ جب تک آپ لوگ ہمارے ساتھ ہیں، میری جانب سے آپ کے لیے تین فیصلے ہیں: اول یہ کہ ہم آپ کو اس وقت تک مسجد میں آنے سے نہ روکیں گے، جب تک آپ مسجد میں اللہ کا ذکر کرتے رہیں گے۔ (دوسرے یہ کہ) جب تک آپ ہمارا ساتھ دیں گے، ہم مال غنیمت کو بھی آپ سے نہ روکیں گے۔ (تیسرے یہ کہ) جب تک آپ ہم سے جنگ کی ابتدا نہ کریں گے، ہم آپ سے جنگ نہیں کریں گے۔ [8]

یہ روایت طبری نے ابومخنف کے علاوہ اور ذرائع سے بھی بیان کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پالیسی یہی تھی۔ جب فیصلے کے لیے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے تو خوارج نے باہمی مشورے سے عبداللہ بن وہب الراسبی کو اپنا امیر بنا لیا۔ ان کے نزدیک یہ شخص پانچواں خلیفہ راشد کہلاتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی قوت کو منظم کر کے مدائن کا رخ کیا جو کوفہ کے شمال میں واقع ہے۔ یہاں ان کی مدائن کے گورنر سعد بن مسعود سے جھڑپ بھی ہوئی اور اس کے بعد یہ نہروان کے علاقے میں اکٹھے ہو گئے۔ بصرہ کی خارجی جماعت بھی ان سے آملی۔

اس دوران باغی تحریک کے بقیہ عناصر شام پر دوبارہ حملے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ بقول ابومخنف کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو خطوط بھی لکھے اور انہیں شام پر حملے کی ترغیب دی لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت علی کا جو کردار ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، اس سے یہ بات بہت بعید ہے کہ آپ کے نزدیک اہل شام کا مقابلہ، ان باغیوں کے مقابلے سے زیادہ اہم تھا۔ یقینی طور پر باغی عناصر ہی شام پر حملہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے عزائم میں اب بھی سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ ابومخنف ہی کا بیان ہے کہ بہت کم لوگ شام پر حملے کے لیے تیار ہوئے۔ بالآخر غلاموں، آزاد کردہ غلاموں اور بالکل ہی نوجوان لڑکوں کو ملا کر 57000 کا لشکر تیار ہوا۔ [9]

اس دوران خارجیوں نے جنگی کارروائیاں شروع کر دیں۔ انہوں نے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان سے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں رائے طلب کی۔ انہوں نے ان سب حضرات کی تعریف کی تو انہیں شہید کر دیا۔ ان کے ساتھ ان کی ایک لونڈی بھی تھی جو حاملہ تھی۔ اسے شہید کر کے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ ان خوارج کے زہد و تقویٰ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسان کا قتل ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا لیکن بقیہ معاملات میں یہ بڑے محتاط تھے۔ ایک جگہ ایک درخت سے کھجور گری تو ایک خارجی نے اسے منہ میں ڈال لیا۔ اس کے ساتھی نے ٹوکا کہ یہ کھجور لینا تمہارے لیے حرام ہے۔ اس نے منہ سے کھجور نکال پھینکی اور اپنا ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ ایک جگہ ایک غیر مسلم کا خنزیر چرتا دیکھا تو اسے ایک خارجی نے مار دیا۔ دوسروں نے اسے تنبیہ کی تو اس نے جا کر اس کے مالک سے معافی مانگی۔ [10] اس کردار کے لوگ اب بھی ہمارے ہاں نظر آتے ہیں جو انسانوں کے قتل کو تو بڑا مسئلہ نہیں سمجھتے لیکن چھوٹے چھوٹے معاملات میں زہد و تقویٰ کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن خباب کی شہادت کا سن کر حضرت علی نے ان خوارج کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم کی سرکردگی میں ایک فوج خوارج کی طرف بھیجی۔ انہوں نے بھی براہ راست حملہ کرنے کی بجائے پہلے خوارج کو دعوت دی کہ وہ قاتلین کو ان کے حوالے کریں اور توبہ کر کے مسلمانوں سے آملیں لیکن خوارج نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن یہ کسی طرح نہ مانے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک سفید جھنڈا کھڑا کر کے اعلان کیا کہ جو شخص جنگ کیے بغیر اس جھنڈے کے نیچے آجائے، اسے امان حاصل ہوگی اور جو یہاں سے نکل کر کوفہ یا مدائن چلا جائے، اسے بھی امان حاصل ہوگی۔ متعدد خوارج نے اس آفر سے فائدہ اٹھا کر امان حاصل کی۔ خوارج کی کل تعداد محض چار ہزار تھی جن میں سے اب 2800 آدمی عبداللہ بن وہب الراسبی کے ساتھ رہ گئے تھے۔ انہوں نے جان توڑ کر جنگ کی لیکن بالآخر مارے گئے۔[11]

جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے چار سو زخمیوں کی مرہم پٹی کروائی اور انہیں ان کے قبائل میں بھیج دیا۔ آپ نے ان کا مال واسباب بھی واپس کر دیا۔ اس سے زیادہ اچھا سلوک شاید ہی کسی نے باغیوں سے کیا ہوگا۔

اس کے بعد مین اسٹریم باغی لیڈروں نے ایک مرتبہ پھر شام پر حملے کا ارادہ کیا اور فوج کو لشکر گاہ میں مقیم رہنے کی ہدایت کی لیکن لوگ اہل شام کا مقابلہ نہ کرنا چاہتے تھے چنانچہ وہ آہستہ آہستہ کھسکنا شروع ہو گئے اور چند سرداروں کے سوا لشکر گاہ خالی ہو گئی۔[12] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ اہل شام کو مسلمان سمجھتے تھے اور ان باغیوں کے لیے شامیوں سے جنگ کو درست نہ سمجھتے تھے۔ ابومخنف نے اپنے الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے کہلوا کر ان لوگوں کو بڑی لعن طعن کی ہے اور ان کا نوحہ کہا ہے کیونکہ انہی لوگوں کی وجہ سے باغی پارٹی کا مشن ناکام ہو گیا تھا۔

خوارج سے جنگ کے نتائج کیا نکلے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شروع میں خوارج سے جنگ کرنے سے پرہیز کیا تھا، اس کی وجہ وہی تھی کہ جنگ کے نتیجے میں ان کے قبائل بغاوت نہ کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے خوارج کو آخر تک ڈھیل دی اور جب کسی طرح ان کا معاملہ نہ سلجھا، تو ان سے جنگ کی۔ بہر حال جنگ کا نتیجہ وہی نکلا جس سے آپ بچنا چاہ رہے تھے۔ طبری نے شعبی کا یہ بیان نقل کیا ہے:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل نہروان کو قتل کیا تو ایک بہت بڑی جماعت آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئی اور گردونواح میں ہر جانب بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ بنو ناجیہ بھی مخالف بن گئے، اہل اہواز نے بھی بغاوت کر دی، بصرہ میں ابن الحضرمی نے پہنچ کر ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور ذمیوں نے بھی خراج دینے سے انکار کر دیا۔ ایرانیوں نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، جو وہاں کے گورنر تھے، نکال باہر کیا۔ حضرت علی نے ابن عباس رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ (حضرت معاویہ کے بھائی) زیاد (بن ابی سفیان) کو ایران روانہ کر دو۔ حضرت ابن عباس کوفہ سے بصرہ آئے اور زیاد کو ایک بڑا لشکر دے کر ایران روانہ کیا۔ زیاد نے اہل ایران کو خوب روندا اور انہوں نے بالآخر خراج ادا کیا۔[13]

اگر ہم اس قبائلی ماحول کا تصور کریں تو اس سے بات کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ یہ روایت دنیا بھر کے قبائلی معاشروں میں عام

ہے کہ ہر قیمت پر اپنے قبیلے کے آدمی کا ساتھ دینا ہے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ چنانچہ ہم اپنے دور میں بھی دیکھتے ہیں کہ لوگ کوئی جرم جیسے قتل، اغوا وغیرہ میں ملوث ہوتے ہیں اور پھر اپنے قبیلے میں جا کر پناہ لے لیتے ہیں۔ پولیس اگر ان کے خلاف کوئی اقدام کرنا چاہے تو پورا قبیلہ ہی اس ملزم کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پولیس، عدالت اور دیگر حکومتی اداروں پر دباؤ ڈال کر تفتیش کا رخ کسی اور جانب پھیرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قبائل تو کیا، موجودہ دور کی سیاسی پارٹیوں کا معاملہ بھی یہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ جرم کرتے ہیں اور عدالتیں انہیں سزا سناتی ہیں لیکن پارٹی کے کارکن عدالت کا گھیراؤ کر کے اس کے فیصلے پر عمل درآمد نہیں ہونے دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابتدا میں باغیوں کے خلاف کاروائی نہ کی تھی کہ کہیں ان کے قبائل ان کی حمایت میں اٹھ نہ کھڑے ہوں۔ پھر ان کے ایک گروہ "خوارج" نے حضرت علی کے خلاف بھی بغاوت کر دی اور لوگوں کی جان و مال کے لیے خطرہ بن گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف کاروائی کی تو ان کے قبائل اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد یہ خوارج ہی تھے جنہوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ اس کی تفصیل ہم بعد میں بیان کریں گے۔

خوارج کی مختلف پارٹیاں بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانوں میں مسلسل بغاوت کرتی رہیں۔ تاریخ میں خوارج کی متعدد بغاوتوں کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں متعدد بغاوتیں کیں جن میں 57/677 کی بغاوت کافی بڑی تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ان کے ساتھ آ ملے لیکن جلد ہی انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے بغض کا اظہار کیا تو ابن زبیر نے ان سے براءت کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد ان خوارج نے مغربی ایران کے مختلف علاقوں کو اپنا مرکز بنا لیا اور پہاڑوں میں چھپ کر گوریلا جنگ جاری رکھی۔ یہاں سے یہ شہروں پر حملہ کر کے لوٹ مار کرتے۔ انہوں نے 65/684 میں انہوں نے پھر بغاوت کی جسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرو کیا۔ 68/687 میں انہوں نے ایران میں بغاوت برپا کر دی جسے مصعب بن زبیر نے فرو کیا۔ 72/691 میں انہوں نے عبدالملک بن مروان کے خلاف بغاوت کی۔[14]

خوارج کا نقطہ نظر یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا کافر ہے۔ جو شخص بھی ان کے خیال میں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا، اسے یہ بلاتکلف کافر قرار دے کر اس سے جنگ شروع کر دیا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک سوائے ان کے گروپ کے، پورا عالم اسلام کافر تھا۔ یہ اپنے ساتھیوں کو بھی معاف نہ کرتے تھے بلکہ ذرا سی غلطی پر انہیں بھی کافر قرار دے دیا کرتے تھے۔ اس طرح ان کی جماعت مختلف گروپوں میں تقسیم ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے تک ان کے بہت سے فرقے بن چکے تھے جن میں ازارقہ، صفاریہ اور اباضیہ نمایاں تھے۔ اباضیہ کے سوا یہ سب بار بار حکومت کے خلاف بغاوت کرتے رہے، جس کی وجہ سے ان کی قوت کمزور پڑ گئی اور دو صدیوں کے اندر اندر یہ فرقہ ختم ہو گیا۔ اباضیہ نسبتاً اعتدال پسند تھے اور جنگ و جدال سے پرہیز کرتے تھے، اس وجہ سے یہ باقی رہے اور آج تک یہ موجود ہیں۔

[1] بخاری۔ کتاب استتابۃ المرتدین۔ حدیث 6534 and 6532۔ [2] ابو الربیع سلیمان البارونی مختصر تاریخ الاباضیہ ص 24۔ www.scribd.com (ac 3, Oct 2011) [3] طبری۔ 3/2۔160 [4] ایضاً۔ 3/2۔244 [5] ایضاً۔ 3/2۔243 [6] Fazal ur Rahman. Revival and Reform in Islam. London: One World Publications (2006) P 36. [7] طبری۔ 3/2۔269 [8] ایضاً۔ 3/2۔270 [9] ایضاً۔ 3/2۔277 [10] ایضاً۔ 3/2۔280 [11] ایضاً۔ 3/2۔285 [12] ایضاً۔ 3/2۔290 [13] ایضاً۔ 3/811 [14] ایضاً۔

واقعہ تحکیم

واقعہ تحکیم تاریخ صحابہ کا نہایت ہی مبارک واقعہ ہے جس کی بدولت مسلمانوں میں خونریزی رک گئی اور وہ ایک نتیجے پر پہنچ گئے لیکن اس واقعے کو باغیوں کو سخت نقصان پہنچا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں میں اتفاق رائے کا پیدا ہو جانا ان کی موت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان باغیوں نے واقعہ تحکیم کی ایسی مکروہ تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس سے ظاہر ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہم دشمنی تھی اور ان کا کردار ہمارے دور کے دنیادار سیاستدانوں سے مختلف نہ تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ تاریخ طبری میں جنگ صفین کی طرح واقعہ تحکیم کی بھی کل روایات بھی ابومخنف ہی کی روایت کردہ ہیں۔ ان صاحب کے بارے میں یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ وہ انہی باغیوں کے ساتھی ہیں۔

فیصلہ کرنے والے کون تھے اور ان کا تعین کیسے ہوا؟

فیصلہ کرنے کے لیے جن دو حضرات کے نام پر مسلمانوں کا اتفاق ہوا، وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان دونوں حضرات کی جلالت شان کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان دونوں حضرات کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظامی عہدے دیے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری پہلے تینوں خلفائے راشدین کے دور میں مختلف علاقوں کے گورنر رہے اور حضرت عثمان کی شہادت کے وقت آپ کوفہ کے گورنر تھے۔ آپ ایسے صائب الرائے تھے کہ طویل عرصہ حکومتی امور چلاتے رہے۔ آپ کی روایت کردہ احادیث سے آپ کے فہم دین و دنیا کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تحکیم کی روایات میں انہیں معاذ اللہ ایک بے وقوف شخص کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

دوسری طرف حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایسی ہستی ہیں جن پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد فرمایا۔ آپ نے حضرت عمرو کو کئی لشکروں کا امیر بنایا اور انہیں عمان کا گورنر مقرر فرمایا۔ اسی طرح آپ نے حضرت ابوموسیٰ کو یمن کے علاقے عدن کا گورنر مقرر فرمایا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے: ''اے عمرو! آپ صاحب رائے ہیں اور اسلام کے معاملے میں ہدایت یافتہ ہیں۔''[1] اور فرمایا: ''عمرو بن عاص قریش کے صالح لوگوں میں سے ہیں۔''[2]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ابومخنف اور ان کی قبیل کے راویوں نے دنیا پرست ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے برعکس آپ کی دنیا سے بے رغبتی کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مہم کا سربراہ بنا کر بھیجا اور فرمایا:

''عمرو! میں آپ کو ایک سمت میں بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھیں گے اور آپ کو مال غنیمت عطا فرمائیں گے اور اس مال سے ہم بھی آپ کو دیں گے۔'' انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میں نے مال کے لالچ میں اسلام قبول نہیں کیا۔ میں تو جہاد کی رغبت اور آپ کی صحبت میں رہنے کے لیے مسلمان ہوا ہوں۔'' آپ نے فرمایا: ''اے عمرو! صالح مال، صالح شخص کے لیے اچھا ہوتا ہے۔''[3]

عہد فاروقی میں حضرت عمرو ایک اعلیٰ پایہ کے منتظم اور جرنیل بن کر ابھرے۔ فلسطین اور مصر آپ کے ہاتھوں فتح ہوئے۔

حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں آپ مصر کے گورنر رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ حضرت معاویہ سے جا ملے اور ان کی حکمت عملی نے باغی تحریک کو ناکوں چنے چبوائے۔

حضرت علی کی جانب سے بطور حکم (جج) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا گیا جو نہایت ہی جلیل القدر صحابی تھے اور جنگ صفین میں غیر جانبدار رہے تھے۔ ابومخنف نے اپنی روایتوں میں یہ زور لگانے کی کوشش کی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ سے خوش نہیں تھے اور مالک الاشتر کو حکم (فیصلہ کرنے والا) بنانا چاہتے تھے مگر آپ کے ساتھیوں نے آپ کو مجبور کر کے انہی کو مقرر کروا دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بھی حکم بننے پر خوش نہ تھے۔

سوال یہ ہے کہ اوپر بیان کردہ روایت میں یہ شرط طے کی گئی تھی: ''آپ اپنے میں سے ایک ایسا شخص فیصلے کے لیے متعین کیجیے جس پر ہم راضی ہوں اور ہم بھی اپنے میں سے ایک شخص کو متعین کر دیتے ہیں (جس پر آپ راضی ہوں۔)'' مالک الاشتر کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کس طرح قبول کر سکتے تھے جبکہ یہی قاتلین عثمان کا سربراہ تھا۔ دوسری طرف اگر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ویسے ہی تھے، جیسا کہ روایات میں بیان کیا گیا ہے، تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قبول کیوں کر لیا؟ حکم کے لیے یہ شرط طے کی گئی تھی کہ وہ غیر جانبدار ہوں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ غیر جانبدار نہیں تھے بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج کے سربراہ تھے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی امانت و دیانت پر اعتماد نہ ہوتا، تو انہیں کیسے بطور حکم کے قبول کر لیتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو ان دونوں جلیل القدر صحابہ پر کوئی اعتراض نہ تھا مگر یہ باغی چاہتے تھے کہ ان کا لیڈر مالک الاشتر حکم بنے تا کہ ان کے مفادات پورے ہوں۔ جب ایسا نہ ہو سکا تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی کردار کشی کی بھرپور کوشش کی۔ اس کے برعکس بلاذری کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اور معاویہ دونوں ہی ان دونوں حضرات سے راضی تھے۔

معاویہ نے کہا: ''میں عمرو کو نامزد کرتا ہوں۔'' علی نے کہا: ''میں ابو موسیٰ اشعری کو نامزد کرتا ہوں۔'' وہ دونوں ان کے ناموں پر راضی ہو گئے۔ اس بات پر ایک معاہدہ تحریر کیا گیا جس پر دونوں لشکروں کے دس دس افراد نے بطور گواہ دستخط کیے۔''[4]

صلح کا معاہدہ کیا تھا؟

ابومخنف نے صلح کا معاہدہ بھی نقل کیا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ یہ کام انہوں نے ٹھیک کیا ہے کیونکہ بلاذری نے دیگر اسناد سے اس معاہدے کا متن دیا ہے۔ معاہدے کے الفاظ یہ تھے:

یہ وہ معاہدہ ہے جو علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے باہم کیا ہے۔ علی کا فیصلہ اہل عراق اور ان لوگوں پر نافذ ہوگا جو لوگ ان کی جماعت میں سے ہیں یا عام مومنین میں سے ان کے ساتھ ہیں۔ معاویہ کا فیصلہ اہل شام اور ان صاحب ایمان لوگوں پر نافذ ہوگا جو معاویہ کے ساتھ ہیں۔ ہم اللہ عزوجل کے حکم اور اس کی کتاب کو قبول کرتے ہیں اور کتاب اللہ کے علاوہ ہمیں کوئی فیصلہ قبول نہ ہوگا۔ اللہ عزوجل کی کتاب میں اول تا آخر جو کچھ بھی موجود ہے، ہم اس پر عمل کریں گے۔ جس چیز کے احیاء کا یہ کتاب

حکم دیتی ہے، اسے رائج کریں گے اور جس چیز کے ختم کرنے کا حکم دیتی ہے، اسے ختم کر دیں گے۔ دونوں حکم یعنی ابو موسیٰ اشعری یعنی عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص القرشی کتاب اللہ میں جو حکم پائیں گے، اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ اگر اس معاملہ میں کتاب اللہ میں یہ دونوں کوئی حکم نہ پائیں تو اس سنت پر عمل پیرا ہوں گے جو عدل و انصاف پر مبنی ہو گی اور جس پر سب کا اتفاق ہو گا اور کسی کو اس سے اختلاف نہ ہو گا۔

دونوں حکم علی اور معاویہ اور ان کے لشکروں سے عہد و پیمان لیں گے، اسی طرح دیگر معتبر لوگوں سے بھی وعدہ لیں گے کہ ان دونوں کی جان و مال محفوظ رہے گی۔ جو فیصلہ یہ دونوں کریں گے، اس پر تمام امت ان کی معاون و مددگار ہو گی۔ دونوں فریقوں کے مسلمانوں پر اللہ کے نام پر یہ عہد لازم ہو گا کہ جو کچھ اس معاہدہ میں تحریر ہے، وہ ہمیں قبول ہے اور ہم نے ان دونوں ثالثوں کا فیصلہ تمام مسلمانوں پر لازم کر دیا ہے۔ یہ سب لوگ ہتھیار اتار کر رکھ دیں گے اور سب لوگوں کو امن حاصل ہو گا۔ جہاں چاہیں، وہ چلے جائیں، ان کی جان و مال اور اہل و عیال محفوظ رہیں گے۔ وہ تمام لوگ جو یہاں موجود ہیں اور جو غائب ہیں، سب لوگوں کو یہ امن حاصل ہو گا۔ عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص پر اللہ کا یہ عہد و میثاق ہو گا کہ وہ اس امت کا فیصلہ کر دیں اور انہیں دوبارہ جنگ اور اختلاف میں مبتلا نہ کریں۔ یہ دوسری چیز ہے کہ کوئی ان کا فیصلہ قبول نہ کرے۔

اس معاہدے کی مدت رمضان تک ہو گی، اگر یہ دونوں حکم اس مدت کو بڑھانا چاہیں تو باہمی رضامندی سے بڑھا سکتے ہیں۔ اگر دونوں حکموں میں سے کسی ایک حکم کا انتقال ہو جائے تو اس کی پارٹی کا امیر اس کی جگہ دوسرا حکم مقرر کرے گا اور وہ شخص اہل عدل و انصاف میں سے منتخب کیا جائے گا۔ ان دونوں کے فیصلے کا مقام، جس میں وہ فیصلہ کریں گے، وہ جگہ ہو گی جو اہل کوفہ اور اہل شام کے درمیان واقع ہے۔ یہ دونوں حکم فیصلہ پر جن لوگوں کی گواہی لینا چاہیں، لے سکتے ہیں اور ان کی گواہی وہ اس فیصلہ پر تحریر کر دیں گے۔ یہ گواہ اس فیصلے کی ان لوگوں کے مقابلے میں حمایت کریں گے، جو اسے مٹانا چاہے یا اس کی مخالفت کرے۔ اے اللہ! ہم آپ سے اس شخص کے مقابلے میں امداد طلب کرتے ہیں، جو اس فیصلہ کو چھوڑ دے۔[5]

اہل تشیع کی کتاب اخبار الطوال کی روایت کے مطابق اس میں یہ الفاظ بھی موجود تھے:

عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ) اور عمرو بن عاص نے علی اور معاویہ سے اللہ کے نام پر میثاق لیا ہے کہ یہ دونوں ثالثوں کے فیصلے پر راضی ہوں گے جو کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت کی بنیاد پر کیا جائے۔ ان دونوں (علی اور معاویہ) کو اجازت نہ ہو گی کہ وہ ثالثوں کے فیصلے کو توڑ دیں اور اس کی خلاف ورزی کر کے کسی اور چیز کی طرف مائل ہوں۔[6]

معاہدے کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتنا مبارک معاہدہ تھا کہ اس کی بدولت مسلمانوں کی طاقت اکٹھی ہو رہی تھی۔ معاہدے کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں ہی کے دل میں اسلام کے بارے میں کس درجے کا خلوص پایا جاتا تھا۔ معاہدے کے آغاز میں هذا ما تقاضى عليه علي بن أبي طالب ومعاوية بن أبي سفيان، قاضى علي على أهل الكوفة ومن معهم من شيعتهم من المؤمنين والمسلمين، وقاضى معاوية على أهل الشام ومن كان معهم من المؤمنين والمسلمين کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ

عنہما ایک دوسرے کے ساتھیوں کو صاحب ایمان اور مسلمان سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد صحابہ نے بطور گواہ اس پر دستخط کیے اور اس معاہدے پر عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ابو مخنف ہی کے بیان کے مطابق معاہدے کے بعد دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

باغیوں نے صلح کے اس معاہدے کے سلسلے میں کس رد عمل کا اظہار کیا؟

جہاں اہل اسلام کے لیے یہ معاہدہ نہایت مبارک ثابت ہوا وہاں باغیوں کے لیے یہ معاہدہ موت کے مترادف تھا۔ ان کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔ خود ابو مخنف نے باغی تحریک کے لیڈر مالک الاشتر کی حالت کچھ یوں نقل کی ہے:

جب یہ معاہدہ تحریر کیا گیا تو اس کی گواہی کے لیے اشتر کو بھی طلب کیا گیا۔ اس نے کہا: ''اللہ کرے، یہ دایاں ہاتھ میرے پاس نہ رہے اور نہ میں اس بائیں ہاتھ سے کوئی نفع حاصل کر سکوں، اگر میں اس معاہدے پر دستخط کروں جو صلح کے نام پر تحریر کیا گیا ہے۔ کیا میں اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر نہیں ہوں اور میں اپنے دشمن کی گمراہی پر یقین رکھتا ہوں۔'' اشعث بن قیس، (جنہوں نے اس معاہدے کی تکمیل میں بنیادی کردار ادا کیا) بولے: "واللہ! تم نے نہ کوئی کامیابی دیکھی اور نہ کوئی ظلم دیکھا۔ ہمارے ساتھ آؤ، ہمیں تم سے کوئی دشمنی نہیں۔" اشتر بولا: "کیوں نہیں ہے؟ واللہ! میں تم سے دنیا میں دنیا کی خاطر اور آخرت میں آخرت کی خاطر نفرت کرتا ہوں۔ اللہ عز وجل نے میری اس تلوار کے ذریعے بہت سے افراد کا خون بہایا ہے اور تم میرے نزدیک ان سے بہتر نہیں ہو اور نہ ہی میں تمہارا خون حرام سمجھتا ہوں۔" عمارہ (راوی) کہتا ہے کہ میں نے اس شخص (اشعث) کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی ناک پر کوئلے رکھ دیے گئے ہوں، یعنی وہ (غصے سے) اتنی سیاہ تھی۔[7]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باغیوں کی اس معاہدے کے بارے میں کیا رائے تھی؟ اشعث بن قیس رحمہ اللہ نے چونکہ صلح کے اس معاہدے میں بنیادی کردار ادا کیا، اس وجہ سے وہ ان باغی راویوں کے غیض و غضب کا نشانہ بنے۔ انہی ابو مخنف نے اپنے ساتھیوں سے نقل کیا ہے انہی اشعث نے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر کے خارجی جماعت بنائی۔ ظاہر ہے کہ ان پر یہ تہمت اسی وجہ سے لگائی گئی ہے کہ وہ صلح میں پیش پیش تھے اور اس صلح کے ذریعے انہوں نے باغیوں کی لٹیا ڈبو دی تھی۔ خود ابو مخنف ہی کی روایت میں یہ بات موجود ہے کہ اشعث بن قیس خوارج کے مقابلے میں پیش پیش تھے۔[8]

اشعث کے باغی ہونے کو طبری نے اس سند سے بیان کیا ہے۔ فحدثني عبد الله بن أحمد، قال: حدثني أبي، قال: حدثني سليمان بن يونس بن يزيد، عن الزهري، اس سند کے بارے میں ہم کئی جگہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ سند کمزور ہے۔ یونس بن یزید الایلی کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا کہنا یہ ہے کہ یہ زہری سے منکر (انتہائی عجیب و غریب) قسم کی روایتیں کرتے ہیں۔[9] پھر ایلی اس روایت کو ابن شہاب الزہری سے منسوب کرتے ہیں جو کہ اس واقعہ کے 21 برس بعد 58/677 میں پیدا ہوئے۔ اگر زہری نے واقعی یہ روایت بیان کی ہے تو عین ممکن ہے کہ انہوں نے یہ روایت کسی ایسے شخص سے سنی ہو جو کہ باغی تحریک کا حصہ ہو۔

صلح کے معاہدے کے بعد دونوں افواج واپس چلی گئیں۔ ابو مخنف کی روایت کے مطابق اس کے بعد باغیوں میں پھوٹ پڑ

گئی۔ جو کچھ ہوا، وہ ان کے اپنے الفاظ میں پڑھیے:

ابومخنف نے ابوخباب الکلبی کے واسطے عمارہ بن ربیعہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: جب شیعان علی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان صفین میں گئے تھے تو باہم ایک دوسرے کے دوست تھے اور ہر ایک دوسرے سے محبت کرتا تھا۔ جب یہ میدان صفین سے واپس لوٹ کر آئے تو یہ سب ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ہر ایک، دوسرے سے کینہ رکھتا تھا۔ یہ لوگ میدان صفین میں جب تک علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں رہے، خوش رہے لیکن جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو یہ سب ایک دوسرے کی راہ روکنے لگے۔ آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیتے اور ایک دوسرے کو کوڑے مارتے۔[10]

ابومخنف کی اس گھر کی گواہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ صفین کے بعد اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا حرکت میں آیا اور باغیوں کی پیٹھ پر بری طرح برسا۔ اب اس تحریک میں پھوٹ پڑ گئی اور ان میں باہمی دشمنی عروج کو پہنچ گئی۔ ابومخنف (d. 157/774) کی ان روایات کے مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان صاحب کا مقصد اپنے زمانے کی باغی تحریک کو تاریخی دلائل کی بنیاد پر منظم کرنا تھا۔ انہوں نے جنگ صفین، تحکیم اور پھر کربلا کے واقعات پر کتابیں لکھیں اور ان میں اپنی تحریک کی غلطیاں بھی بیان کر دیں تا کہ اس کے ساتھی آئندہ ان غلطیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ باغی تحریک میں بہت سے عناصر شامل تھے جن کے مفادات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ یقینی طور پر اب ان کے مابین مفادات کا ٹکراؤ ہوا ہوگا جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو مخلص مسلمان تھے، وہ پہلے ہی ان باغیوں سے نفرت کرتے تھے۔ دوسری جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو لوگ تھے، وہ نہایت ہی مخلص اور یکجان تھے اور ان کے اندر کسی قسم کا کوئی اختلاف موجود نہ تھا۔ اسی موقع پر باغی تحریک دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور ان کے الگ ہو جانے والے گروہ کو "خوارج" کا نام دیا گیا۔ اس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

واقعہ تحکیم کی روایات کس حد تک درست ہیں؟

طبری میں واقعہ تحکیم کی بھی تمام تر روایات ابومخنف ہی کی روایت کردہ ہیں اور ان صاحب نے صحابہ کرام سے متعلق اپنے بغض کو حسب عادت ان روایات میں داخل کر دیا ہے۔ ان صاحب نے حضرت ابوموسیٰ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما دونوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے اور حضرت ابوموسیٰ کو معاذ اللہ بے وقوف اور حضرت عمرو کو مکار اور دھوکے باز ظاہر کیا ہے۔ اس تاثر کا جھوٹ اسی سے واضح ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو ذمے دار اور حساس عہدوں پر فائز کیا تھا۔

ابومخنف کے بیان کے مطابق رمضان 37/657 میں دومۃ الجندل کے مقام پر دونوں حکم اکٹھے ہوئے۔ دونوں کے ساتھ چار چار سو ساتھی تھے۔[11] راوی کا کہنا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں زبردست پھوٹ پڑی ہوئی تھی کیونکہ ان کی بڑی تعداد آپ سے مخلص نہیں تھی۔ تفصیل ان صاحب کے اپنے الفاظ میں پڑھیے:

ابومخنف نے مجالد بن سعید اور شعبی کے واسطے زیاد بن النضر الحارثی کا بیان نقل کیا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چار سو افراد روانہ فرمائے اور ان کا امیر شریح بن ہانی الحارثی کو مقرر کیا۔ ان کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے، جو لوگوں کو نماز

پڑھاتے اوران آدمیوں کے کاموں کا انتظام کرتے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ انہی کے ساتھ تھے۔ معاویہ نے عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ چار سو افراد روانہ کیے تھے۔ یہ دونوں گروہ اذرح میں دومۃ الجندل کے مقام پر جمع ہوئے۔

معاویہ جب بھی کسی قاصد کو عمرو بن عاص کے پاس بھیجتے تو وہ آتا اور واپس چلا جاتا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی کہ وہ کیا پیغام لایا ہے اور کیا پیغام لے کر واپس چلا گیا ہے؟ اہل شام اس سے کوئی سوال نہ کرتے۔ اس کے برعکس جب حضرت علی کا کوئی قاصد ابن عباس کے پاس آتا تو اہل عراق فوراً ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کرتے کہ امیر المومنین نے کیا لکھا ہے؟ اگر ابن عباس کچھ چھپاتے تو یہ لوگ ان پر مختلف قسم کی بدگمانیاں کرتے اور کہتے، ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے ایسا ایسا لکھا ہوگا؟ ابن عباس نے مجبور ہو کر فرمایا: "کیا تم لوگوں میں ذرا سی بھی عقل نہیں ہے؟ کیا تم معاویہ کے قاصد کو نہیں دیکھتے کہ وہ پیغام لے کر آتا ہے اور کسی کو خبر نہیں ہوتے۔ یہاں سے پیغام لے کر جاتا ہے تو کسی کو علم نہیں ہوتا کہ کیا پیغام لے کر گیا ہے۔ نہ اس پر شامی چیختے چلاتے ہیں اور نہ زبان سے کوئی لفظ نکالتے ہیں۔ ایک تم ہو کہ ہر وقت نئی نئی بدگمانیاں کرتے ہو۔[12]

ابومخنف اور دیگر باغی راویوں نے واقعہ تحکیم سے متعلق لکھا ہے کہ اس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے مابین تنہائی میں گفتگو ہوئی۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ وہ پوری ہی گفتگو مکالے کی صورت میں اس طرح نقل کرتے ہیں کہ گویا خود ان حضرات کے ساتھ موجود تھے اور یا تو ٹیپ ریکارڈر ان کے پاس تھا یا پھر شارٹ ہینڈ میں نوٹس لے رہے تھے۔ اس ضمن میں وہ ان کا پورا مکالمہ نقل کرتے ہیں جس کی دو روایتیں ہیں جو ایک دوسرے کے متضاد ہیں:

پہلی روایت

روایت یہ ہے:

فحدثني عبد الله بن أحمد، قال: حدثني أبي، قال: حدثني سليمان بن يونس بن يزيد، عن الزهري.
اس روایت کے مطابق حضرت عمرو نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بنانے کی تجویز پیش کی تو حضرت ابوموسیٰ نے اس کی تردید کی اور پھر یہ دونوں ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہوئے باہر آئے۔ حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عمرو کے متعلق یہ آیت پڑھی: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا یعنی "انہیں اس شخص کا قصہ سنائیے جسے ہم نے اپنی آیات دیں تو وہ ان سے نکل گیا۔" اس پر حضرت عمرو نے ان کے بارے میں یہ آیت پڑھی: مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا یعنی "جنہیں تورات دی گئی، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس نے کتابوں کا بوجھ اٹھایا ہو۔"[13]

دوسری روایت

دوسری روایت کے مطابق حضرت عمرو اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں ہی کو معزول کر دیا جائے اور فیصلہ عام مسلمانوں پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں اپنا خلیفہ بنا لیں۔ اس کے بعد یہ حضرت باہر آئے۔ حضرت عمرو نے حضرت ابوموسیٰ کو کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں،

اس وجہ سے آپ اعلان پہلے کیجیے۔ ابن عباس نے حضرت ابوموسیٰ کو کہا بھی کہ انہیں ہی پہلے اعلان کرنے دیجیے، آپ پہلے اعلان نہ کریں مگر انہوں نے بات نہ مانی۔ آگے کی روایت یہ ہے:

قال أبو مخنف: حدثني أبو جناب الكلبي: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پہلے اعلان کیا: لوگو! ہم نے اس امت کی خلافت کے معاملے پر غور کیا تو اس سے بہتر کوئی صورت نہیں دیکھی جس پر میرا اور عمرو کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ یہ کہ علی اور معاویہ دونوں کو ہم معزول کر دیں اور اس خلافت کو امت پر چھوڑ دیں کہ وہ جسے پسند کریں، اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔ اس لیے میں نے علی اور معاویہ دونوں کو معزول کیا۔ آپ لوگ اس کام میں خود غور کر لیجیے اور جسے آپ اس خلافت کا اہل سمجھیے، اسے یہ خلافت سونپ دیجیے۔" اس کے بعد آپ پیچھے ہٹ گئے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا:

"انہوں (ابوموسیٰ) نے جو کہا، وہ آپ نے سن لیا۔ انہوں نے اپنے امیر کو معزول کر دیا ہے، میں بھی انہیں معزول کرتا ہوں جنہیں انہوں نے معزول کیا لیکن میں اپنے امیر معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ عثمان بن عفان کے وارث اور ان کے قصاص کے طلب گار ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ اس مقام کے حق دار ہیں۔"

اس پر ابوموسیٰ نے فرمایا: "عمرو! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نیک کام کی توفیق دے، تم نے وعدہ خلافی کی اور دھوکہ دیا۔ تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث" اس کی مثال اس کتے کی سی ہے اگر اسے کچھ ڈالو، تب بھی زبان نکالے رہتا ہے اور اگر چھوڑ دو، تب بھی زبان نکالے رہتا ہے۔" اس پر عمرو نے جواب دیا کہ تمہاری مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں۔

اس کے بعد شریح بن ہانی نے عمرو پر کوڑے کے ذریعے حملہ کر دیا۔ اس پر عمرو کے بیٹے نے شریح کو کوڑے مارنے شروع کر دیے اور مار کٹائی شروع ہو گئی۔ شامیوں نے ابوموسیٰ کو تلاش کیا تو وہ مکہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ اس فیصلے کی اطلاع جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے نمازوں میں حضرت معاویہ، عمرو بن عاص، ابوالاعور اسلمی، حبیب بن مسلمہ، عبدالرحمن بن خالد، ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہم پر لعنت بھیجنا شروع کر دی۔ جب حضرت معاویہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے نمازوں میں حضرت علی، ابن عباس، اشتر، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر لعنت بھیجنا شروع کر دی۔[14] انا لله و انا اليه راجعون۔

افسوس کہ بعد کے مورخین نے اسی دوسری روایت کو سوچے سمجھے بغیر بیان کرنا شروع کر دیا، جس سے یہ مشہور ہو گئی۔ نہ تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسی بدگمانی کر سکتے ہیں کہ جن صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن قرار دیا، ان کے لیے دوران نماز لعنت کا اہتمام فرمائیں اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بدگمانی رکھتے ہیں کہ وہ حضرت علی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر لوگوں کے خلاف ایسی جوابی کاروائی کریں۔

اب ہم ان دونوں روایات کا موازنہ اور تجزیہ کرتے ہیں۔ اگر آپ نے اب تک پہلے دو ابواب کا مطالعہ نہیں کیا تو روایت کے تجزیہ و تنقید کے اصولوں کا وہاں مطالعہ ضرور کر لیجیے۔ ان روایات کی سند اور متن میں غور کیا جائے تو یہ امور سامنے آتے ہیں:

1۔ پہلی روایت کی سند طبری نے یہ بیان کی ہے: فحدثني عبد الله بن أحمد، قال: حدثني أبي، قال: حدثني سليمان بن يونس بن يزيد، عن الزهري۔ باغیوں نے اس سند کو ابن شہاب الزہری (58-124/677-741) سے منسوب کیا ہے جو واقعہ تحکیم کے 21 سال بعد پیدا ہوئے۔ وہ واقعے کے عینی شاہد نہیں تھے اور معلوم نہیں کہ انہوں نے کس سے سن کر یہ روایت بیان کی ہے۔ اگر بیس برس کی عمر میں بھی انہوں نے اس روایت کو سنا ہو، تو کم از کم ایک ایسا شخص ہے جو اس سند میں نامعلوم ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نامعلوم شخص باغی تحریک کا کوئی کارکن ہو۔ پھر زہری سے اس روایت کو سلیمان بن یونس بن یزید ایلی روایت کر رہے ہیں۔ سلیمان براہ راست زہری کے شاگرد نہیں ہیں بلکہ ان کے والد یونس بن یزید الایلی زہری کے شاگرد ہیں اور ان کا ناقابل اعتماد ہونا ہم اس کتاب میں بار بار بیان کر چکے ہیں۔

2۔ دوسری روایت کی سند طبری نے یوں بیان کی ہے: قال أبو مخنف: حدثني أبو جناب الكلبي۔ اس سند میں سب سے پہلے تو یہی ابو مخنف (d.157/774) ہیں جو صحابہ کرام سے متعلق دل میں نہایت بغض رکھتے ہیں اور ان کے جھوٹ گھڑنے پر محدثین کا اتفاق ہے۔ دوسرے صاحب ابو جناب الکلبی (d.150/766) ہے جن کا اصلی نام یحییٰ بن ابی الحیہ الکلبی الکوفی ہے۔ ان کے بارے میں جرح و تعدیل کے مختلف ماہرین کے ارشادات یہ ہیں: یحییٰ القطان کہتے ہیں: میں جائز نہیں سمجھتا کہ اس کی روایتیں نقل کروں۔ نسائی اور دارقطنی کا قول ہے کہ یہ ضعیف راوی ہے۔ ابوزرعہ اور یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے مگر تدلیس کرتا ہے۔ ابن الدورقی عن یحییٰ: ابو جناب میں ویسے تو حرج نہیں مگر یہ تدلیس کرتا ہے۔ فلاس کا کہنا ہے کہ متروک راوی ہے۔[15] ابن عدی بیان کرتے ہیں کہ یہ کوفہ کے شیعہ گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔[16] ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ اس سے کوئی بات نہ لکھو، وہ قوی نہیں ہے۔[17]

اس روایت کو ابو مخنف اور ابو جناب الکلبی کے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا ہے اور ابو جناب سے لے کر واقعہ تحکیم کے عینی شاہدوں تک کسی کا نام بیان نہیں ہوا۔ ابو جناب الکلبی 150 / 766 میں فوت ہوئے اور انہوں نے یہ روایت واقعہ تحکیم کے سو برس بعد بیان کی ہوگی لیکن درمیان کے تمام راوی غائب ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کس قسم اور کس درجے کے لوگ ہیں؟

3۔ دونوں روایات میں شدید تضاد پایا جاتا ہے۔ پہلی روایت کے مطابق حضرت ابوموسیٰ اور عمرو رضی اللہ عنہما میں اختلاف تنہائی ہی میں ہو گیا تھا اور وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے باہر نکلے اور پھر باہر نکل کر ایک دوسرے کی قصیدہ گوئی فرمائی۔ دوسری روایت کے مطابق دونوں اتفاق رائے کر کے بڑے اچھے انداز میں نکلے۔ پھر اپنے اپنے اعلانات کیے اور اس کے بعد ان میں تلخ کلامی ہوئی جس میں انہوں نے آیات پڑھیں۔ اب ان دونوں متضاد روایتوں میں سے کس روایت کو مانا جائے؟

4۔ حضرت ابوموسیٰ نے جو آیت پڑھی، اس کے بارے میں یہ روایتیں متضاد تصاویر پیش کرتی ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق آیت 7:175 کا ایک ٹکڑا آپ نے تلاوت کیا جبکہ دوسری روایت کے مطابق آیت 7:176 کا ایک حصہ پڑھا۔ اگر یہ دونوں جلیل القدر حضرات ایک دوسرے کے خلاف ایسی بدزبانی کرتے تو معاملہ پھر یہیں تک محدود نہ رہتا۔ فریقین کے چار چار سو آدمی موجود تھے، ان میں جنگ بھی چھڑ سکتی تھی۔ پھر معاملہ صرف کوڑوں سے پیٹنے تک محدود نہ رہتا بلکہ تلواریں نکل آتیں۔

5۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ واقعہ تحکیم کے وقت دونوں جانب سے چار چار سو افراد وہاں موجود تھے لیکن کسی نے یہ تفصیلات بیان نہیں کی ہیں۔ صرف زہری اور ابو جناب الکلبی اسے بیان کرتے ہیں جن میں سے ایک اس واقعے کے اکیس برس بعد پیدا ہوئے اور دوسرے کا زمانہ بھی اس واقعے کے سو برس بعد کا ہے۔

6۔ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی حالت نماز میں ایک دوسرے پر لعنت کی بات ایسی ہے جو عقل میں نہیں آتی۔ کہاں تو یہ حضرات ایک دوسرے کی تعریفیں کرتے ہیں اور کہاں ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اوپر بیان کردہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خط ہی دیکھ لیجیے، اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا ارشادات ہیں۔ اسی طرح حضرت معاویہ کی حضرت علی سے متعلق رائے ہم آگے بیان کریں گے۔ یہ محض ان راویوں کا بغض ہے جسے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے کہلوانے کی ناکام کوشش کی ہے۔

7۔ اگر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے دھوکہ دہی کی ہوتی، جیسا کہ ان روایات میں بیان کیا گیا ہے، تو مخلص مسلمانوں کی کثیر تعداد، جو ابھی غیر جانبدار تھی، اس صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملتی۔ اسی طرح آپ کے کیمپ میں جو لوگ ابھی تردد کا شکار تھے، ان کا تردد بھی دور ہو جاتا۔ بعد کے واقعات سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔

8۔ ابو جناب کلبی اور ابو مخنف نے یہ روایت گھڑتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ حضرت عمرو اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما میں سے عمر میں کون بڑا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بڑے دھڑلے سے حضرت عمرو کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں۔ اس لیے آپ پہلے اعلان کریں تو میں بھی اعلان کروں۔'' عمرو ہر معاملہ میں اسی طرح ابو موسیٰ کو آگے کر دیتے تھے اور اسی طرح ہر معاملہ میں انہیں کہہ دیا کرتے تھے اور چاہتے یہ تھے کہ ان سے علی کی خلافت ختم کرنے کا اعلان کرا دیں۔[18]

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے 63 برس کی عمر میں 50 / 673 میں وفات پائی۔[19] اس حساب سے ان کی تاریخ پیدائش سن ہجری کی ابتدا سے تیرہ برس پہلے 609ء میں ہوئی۔ اس کے برعکس حضرت عمرو نے 43 / 664 میں 80 برس سے زائد عمر میں وفات پائی۔[20] اگر وفات کے وقت ان کی عمر کو بالفرض 81 سال بھی مان لیں تو اس حساب سے ان کا سن پیدائش سن ہجری کی ابتدا سے 38 سال پہلے 585ء بنتا ہے۔ اس طرح، حضرت عمرو، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے عمر میں کم از کم 24-25 سال بڑے ضرور تھے۔ پھر اس بات کا کیا مطلب ہے کہ ''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں۔ اس لیے آپ پہلے اعلان کریں تو میں بھی اعلان کروں۔'' حضرت عمرو بن عاص کی طویل العمری کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ وہ سن ہجری کی ابتدا سے آٹھ برس پہلے 614ء میں ہجرت حبشہ کے موقع پر نجاشی کے دربار میں قریش کے سفیر کے طور پر گئے تھے۔[21] اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری پانچ سال کے ہوں گے۔ اگر حضرت عمرو ان سے چھوٹے تھے تو کیا قریش نے کسی دو تین سال کے بچے کو سفیر بنا کر بھیج دیا تھا؟ سچ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔

محدثین نے اگرچہ واضح کر دیا تھا کہ ابو مخنف ایک جھوٹے آدمی ہیں اور ان کی بیان کردہ روایات کا کوئی اعتبار نہیں۔ افسوس

کہ طبری اور بلاذری جیسے محقق علماء نے ابومخنف کی ان روایات کو جوں کا توں اپنی کتاب میں درج کر لیا اور محض سند میں اس کا نام
دے کر یہ فرض کر لیا کہ بعد کی نسلوں کے لوگ اس کا نام دیکھ کر ان روایات کو پرکھ لیں گے۔ یقیناً محققین تو ایسا کر سکتے تھے لیکن عام
مورخین نے ایسا نہ کیا کیونکہ انہیں ابومخنف سے ہٹ کر کسی اور کی روایات نہ ملیں۔ اس طرح سے یہ روایات ایک کتاب سے دوسری
کتاب میں نقل ہوتی چلی گئیں اور کچھ ہی عرصہ میں اس جھوٹے پراپیگنڈے کو "مستند تاریخ" کی حیثیت مل گئی۔ ابن کثیر نے البتہ
ان روایات کا جعلی ہونا بیان کر دیا ہے۔[22]

واقعہ تحکیم کی صحیح تفصیلات کیا ہیں؟

اوپر کی تفصیل سے واضح ہو چکا ہے کہ واقعہ تحکیم کی جو روایات طبری میں بیان ہوئی ہیں، ان کا کوئی سر پاؤں نہیں ہے اور وہ
انہی باغی راویوں کا گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر صحیح روایات سے اس واقعے کی کیا تصویر سامنے آتی ہے۔
یہ ایک ایسا سوال ہے جس کے جواب نے ہمیں اس مجبور کر دیا ہے کہ ہم احادیث و آثار اور تاریخ کے پورے ذخیرے کا جائزہ لیں۔
عجیب بات یہ ہے کہ تحکیم جیسا اہم واقعہ، جس کے عینی شاہدین 800 کے قریب تھے، کے بارے میں کتب تاریخ میں بہت کم مواد
موجود ہے۔ جو روایتیں ملتی ہیں، وہ یہی یونس بن یزید ایلی اور ابومخنف کی بیان کردہ ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس واقعے کی
تفصیلات کو جان بوجھ کر یا تو چھپایا گیا ہے، یا اس درجے میں مسخ کر دیا گیا ہے کہ حقیقت تک رسائی ممکن نہیں۔ البتہ بعد میں جو
تعات پیش آئے، ان سے ہم یہ نتائج اخذ کر سکتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے
انہوں نے معاملے کو مہاجرین و انصار کے سپرد کر دیا تھا۔ ہاں یہ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ جب تک اتفاق رائے
نہ ہو جاتا، اس وقت تک حضرت علی عراق پر، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما شام پر حکومت کرتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
ان میں اتفاق کی کوئی صورت پیدا کر دے۔

واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے خوارج اور پھر ایرانیوں کی جانب سے بغاوت کا سامنا کرنا پڑا، جس کی وجہ
سے اہل شام کے ساتھ اتفاق کی کوئی صورت نہ نکل سکی۔ خوارج کے ساتھ جنگ کے نتیجے میں حضرت علی شہید ہوئے اور پھر حضرت
حسن رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کو اتفاق رائے تک پہنچا دیا۔

[1] ابن عساکر۔ 134/46۔ باب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ [2] ایضاً۔ 137/46 [3] ایضاً۔ 143/46 [4] بلاذری۔ 107/3 [5] طبری۔
3۔ 248 [6] نامعلوم مصنف (منسوب بہ ابوحنیفہ الدینوری)۔ الاخبار الطوال۔ 208۔ لندن: مطبع بریل (1888)۔ www.al-mostafa.com (Apr 2012 E; ac
[7] طبری۔ 3/2۔ 249 [8] ایضاً۔ 3/2۔ 281 [9] ذہبی۔ راوی 9932۔ 320/7 [10] طبری۔ 3/2۔ 258 [11] ایضاً۔ 3/2۔ 263 [12] ایضاً [13] ایضاً۔ 3/2۔ 252 [14] ایضاً۔ 3/2۔ 267 [15] میزان الاعتدال، راوی نمبر 9499 [16] ابن عدی، الکامل فی
الضعفاء۔ ص 2669 [17] ابن ابی حاتم الرازی۔ الجرح و التعدیل۔ 138/9۔ راوی نمبر 587۔ www.waqfeya.com (ac 8 Aug 2012) [18] طبری۔ 3/2۔ 266 [19] ابن عبدالبر۔ الاستیعاب۔ صحابی نمبر 1650۔ 588/1 [20] ایضاً۔ صحابی نمبر 1941۔ 100/2 [21]
ایضاً۔ 2/1۔ 79 [22] ابن کثیر۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَزِّ

باب: خز کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4038 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْمَاطِيُّ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرَّازِيُّ. ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، أَخْبَرَنِي أَبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا بِبُخَارَى عَلَى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ عَلَيْهِ عِمَامَةُ خَزٍّ سَوْدَاءُ، فَقَالَ: كَسَانِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا لَفْظُ عُثْمَانَ وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِهِ

❁❁ عبداللہ بن سعد اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے بخارا میں ایک شخص کو دیکھا جو سفید خچر پر سوار تھا اور اس نے اپنے سر پر خز کی سیاہ پگڑی باندھی ہوئی تھی، اس نے یہ بات بیان کی، نبی اکرم ﷺ نے یہ مجھے پہنائی تھی۔

اس کی سند میں ایک راوی نے لفظ مختلف نقل کیے ہیں۔

4039 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيَّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ، وَاللهِ يَمِينٌ أُخْرَى مَا كَذَّبَنِي، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْخَزَّ وَالْحَرِيرَ وَذَكَرَ كَلَامًا، قَالَ: يُمْسَخُ مِنْهُمْ آخَرُونَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَعِشْرُونَ نَفْسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَكْثَرُ لَبِسُوا الْخَزَّ مِنْهُمْ أَنَسٌ، وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ

❁❁ عبدالرحمن بن غنم اشعری بیان کرتے ہیں: حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) حضرت ابومالک رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی ہے: اللہ کی قسم! انہوں نے مجھ سے غلط بیانی نہیں کی، وہ کہتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''میری امت میں ایسے لوگ ضرور پیدا ہوں گے، جو خز اور ریشم کو حلال قرار دیں گے''

اس کے بعد راوی نے کچھ کلام ذکر کیا، جس میں آگے چل کر یہ الفاظ ہیں۔

''ان میں سے بعد میں آنے والے لوگوں کے چہرے مسخ کر کے انہیں بندر اور خزیر بنا دیا جائے گا، اور ایسا قیامت تک کے لیے ہوگا''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے 20 حضرات، یا اس سے زیادہ حضرات کے بارے میں یہ بات منقول ہے کہ وہ خز پہنا کرتے تھے، ان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ

باب: ریشم پہننے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4040 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ تُبَاعُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ جَاءَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَأَعْطَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ: عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَخًا لَهُ مُشْرِكًا بِمَكَّةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے کے قریب ایک ریشمی حلہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور وفود سے ملاقات کے دن اسے زیب تن کیا کریں، تو یہ مناسب ہوگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے وہ شخص پہنے گا، جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ حلّے آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھی عطا کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ نے مجھے پہننے کے لیے دے دیا ہے؟ حالانکہ آپ نے عطارد (نامی شخص) کے حلّے کے بارے میں فلاں بات ارشاد فرمائی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میں نے تمہیں اس لیے نہیں دیا' تا کہ تم اسے پہن لو۔

(راوی کہتے ہیں) تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وہ حلّہ اپنے ایک مشرک کو پہننے کے لیے دے دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔

4041 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: حُلَّةُ إِسْتَبْرَقٍ وَقَالَ: فِيهِ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ وَقَالَ: تَبِيعُهَا وَتُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ

سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں:

جس میں یہ الفاظ ہیں: "ریشمی حلّہ"۔

اور اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیباج کا حلّہ بھجوایا اور آپ نے ارشاد فرمایا: تم اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کے ذریعے اپنی ضروریات پوری کرو۔

4042 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ، إِلَى عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنِ الْحَرِيرِ إِلَّا مَا كَانَ هٰكَذَا،

وَهٰكَذَا اُصْبُعَيْنِ وَثَلَاثَةً وَاَرْبَعَةً

ابوعثمان نہدی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن فرقد کو خط میں لکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم استعمال کرنے سے منع کیا ہے، البتہ اگر وہ اتنا یا اتنا ہو، یعنی دو یا تین یا چار انگلیوں کے برابر ہو، (تو یہ جائز ہے)۔

4043-حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِي عَوْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اُهْدِيَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةٌ سِيَرَاءُ فَاَرْسَلَ بِهَا اِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا، فَاَتَيْتُهُ فَرَاَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ وَقَالَ: اِنِّي لَمْ اُرْسِلْ بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا، وَاَمَرَنِي فَاَطَرْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشمی حلہ تحفے کے طور پر دیا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھے بھجوا دیا، میں نے اسے پہنا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو مجھے آپ کے چہرے پر غصے کے آثار محسوس ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میں تمہیں اس لیے نہیں بھیجا تھا، تاکہ تم اسے پہن لو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اسے خاندان کی خواتین میں تقسیم کر دوں۔

بَابُ مَنْ كَرِهَهُ

باب: جس نے اسے مکروہ قرار دیا ہے

4044-حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهٰى عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ، وَعَنْ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ، وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ، وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسی پہننے، معصفر پہننے، سونے کی انگوٹھی پہننے سے اور رکوع کے دوران قرأت کرنے سے منع کیا ہے۔

4045-حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي الْمَرْوَزِيَّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا قَالَ: عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

4043-إسناده صحيح. أبو صالح: هو عبد الرحمن بن قيس الحنفي. وأخرجه مسلم (2071)، والنسائي في "الكبرى" (9493) من طريق أبي عون الثقفي، به. وأخرجه البخاري (2614)، ومسلم (2071)، والنسائي في "الكبرى" (9494) من طريق زيد بن وهب، عن علي. وأخرجه ابن ماجه (3596) من طريق يزيد بن أبي زياد، عن أبي فاختة، عن هبيرة بن يريم، عن علي: أنه أهدى لرسول الله -صلى الله عليه وسلم- حلة مكفوفة بحرير إما سداها، وإما لحمتها فأرسل بها إلي. فأتيته، فقلت: يا رسول الله -صلى الله عليه وسلم-، ما أصنع بها؟ ألبسها؟ قال: "لا ولكن اجعلها خمرا بين الفواطم". ويزيد رديء الحفظ. وهو في "مسند أحمد" (698) و(755) و(1154).

''رکوع اور سجدے میں قرأت کرنے سے''

4046 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بِهَذَا زَادَ وَلَا أَقُولُ نَهَاكُمْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''(حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) میں یہ نہیں کہتا کہ نبی اکرم ﷺ نے تم لوگوں کو منع کیا ہے''

4047 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ مَلِكَ الرُّومِ، أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتُقَةً مِنْ سُنْدُسٍ، فَلَبِسَهَا، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يَدَيْهِ تَذَبْذَبَانِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى جَعْفَرٍ فَلَبِسَهَا، ثُمَّ جَاءَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَمْ أُعْطِكَهَا لِتَلْبَسَهَا قَالَ: فَمَا أَصْنَعُ بِهَا؟ قَالَ: أَرْسِلْ بِهَا إِلَى أَخِيكَ النَّجَاشِيِّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: روم کے بادشاہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں باریک ریشم کا ایک لباس بھیجا، نبی اکرم ﷺ نے اسے پہن لیا، اس کی لہراتی ہوئی، آستینوں کا منظر گویا آج بھی میری نگاہ میں ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بھجوا دیا انہوں نے بھی اسے پہن لیا، پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ میں نے تمہیں اس لیے نہیں دیا، تاکہ تم اسے پہن لو، انہوں نے عرض کی: پھر میں اس کا کیا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے تم اپنے بھائی نجاشی کو بھجوا دو''۔

4048 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا أَرْكَبُ الْأُرْجُوَانَ، وَلَا أَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ، وَلَا أَلْبَسُ الْقَمِيصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيرِ قَالَ: وَأَوْمَأَ الْحَسَنُ إِلَى جَيْبِ قَمِيصِهِ، قَالَ: وَقَالَ أَلَا وَطِيبُ الرِّجَالِ رِيحٌ لَا لَوْنَ لَهُ، أَلَا وَطِيبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيحَ لَهُ قَالَ سَعِيدٌ: أُرَاهُ قَالَ: إِنَّمَا حَمَلُوا قَوْلَهُ فِي طِيبِ النِّسَاءِ عَلَى أَنَّهَا إِذَا خَرَجَتْ فَأَمَّا إِذَا كَانَتْ عِنْدَ زَوْجِهَا فَلْتَتَطَيَّبْ بِمَا شَاءَتْ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میں ارجوان پر سوار نہیں ہوتا اور معصفر نہیں پہنتا، اور ایسی قمیص نہیں پہنتا جس کی آستین ریشم سے کاڑھی گئی ہو''

راوی کہتے ہیں: حسین بصری نے اپنی قمیص کے دامن کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا: خبردار! مردوں کی خوشبو وہ ہوتی ہے، جس میں رنگ نہیں ہوتا، بلکہ خوشبو ہوتی ہے، اور عورتوں کی خوشبو وہ ہوتی ہے، جس میں رنگ ہوتا ہے، خوشبو نہیں ہوتی۔

سعید کہتے ہیں: میرا خیال ہے، انہوں نے یہ بھی بیان کیا: عورتوں کی خوشبو کے بارے میں ان کے قول کو علماء نے اس صورت حال پر محمول کیا ہے، جب عورت باہر نکلتی ہے، البتہ جب وہ اپنے شوہر کے پاس ہو، تو وہ جیسی چاہے، خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔

4049 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي الْحُصَيْنِ يَعْنِي الْهَيْثَمَ بْنَ شَفِيٍّ، قَالَ: خَرَجْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي يُكْنَى أَبَا عَامِرٍ رَجُلٌ مِنَ الْمَعَافِرِ لِنُصَلِّيَ بِإِيلِيَاءَ، وَكَانَ قَاصُّهُمْ رَجُلٌ مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ: لَهُ أَبُو رَيْحَانَةَ مِنَ الصَّحَابَةِ قَالَ أَبُو الْحُصَيْنِ: فَسَبَقَنِي صَاحِبِي إِلَى الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَدِفْتُهُ فَجَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَسَأَلَنِي هَلْ أَدْرَكْتَ قَصَصَ أَبِي رَيْحَانَةَ قُلْتُ: لَا قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَشْرٍ، عَنِ الْوَشْرِ، وَالْوَشْمِ، وَالنَّتْفِ، وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ، وَعَنْ مُكَامَعَةِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ بِغَيْرِ شِعَارٍ، وَأَنْ يَجْعَلَ الرَّجُلُ فِي أَسْفَلِ ثِيَابِهِ حَرِيرًا، مِثْلَ الْأَعَاجِمِ، أَوْ يَجْعَلَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ حَرِيرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ، وَعَنِ النُّهْبَى، وَرُكُوبِ النُّمُورِ، وَلُبُوسِ الْخَاتَمِ إِلَّا لِذِي سُلْطَانٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ ذِكْرُ الْخَاتَمِ

ابوحصین بیان کرتے ہیں: میں اور میرا ایک ساتھی، جس کی کنیت ابوعامر تھی اور اس کا تعلق معافر سے تھا، ہم ایلیا میں نماز ادا کرنے کے لیے نکلے، وہاں کا واعظ (امام مسجد) ازد قبیلے سے تعلق ایک شخص تھا، جس کی کنیت ابوریحانہ تھی، وہ صحابی تھے، ابوحصین بیان کرتے ہیں: میرا ساتھی مجھ سے پہلے مسجد چلا گیا، میں اس کے بعد آیا اور اس کے پہلو میں آ کر بیٹھ گیا، اس نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تم نے حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ کی تقریر سنی ہے؟ میں نے جواب دیا: جی نہیں! اس نے کہا: میں نے انہیں بیان کرتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشر (یعنی دس چیزوں سے منع کیا، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:)، وشر (خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان خلا پیدا کرنے)، وشم (مصیبت کے وقت عورت کے سر مونڈ لینے)، نتف (ابرو وغیرہ کے بال اکھیڑنا) اور آدمی کے دوسرے آدمی کے ساتھ، چادر کے بغیر لیٹنے، یا عورت کے، دوسری عورت کے ساتھ چادر کے بغیر لیٹنے سے، عجمیوں کی طرح اپنے نیچے ریشم پہننے، یا عجمیوں کی طرح اپنے کندھوں پر ریشم رکھنے، کوئی چیز اچک لینے، درندوں کی کھال پر بیٹھنے، انگوٹھی پہننے سے منع کیا ہے، البتہ حکمران (یا سرکاری اہلکار کا، مہر کے طور پر استعمال ہونے والی) انگوٹھی پہننے کا حکم مختلف ہے۔

یہ راوی اس روایت میں انگوٹھی کا ذکر کرنے میں منفرد ہیں۔

4050 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نُهِيَ عَنْ مَيَاثِرِ الْأُرْجُوَانِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میاثر ارجوان (نیچے بچھائی جانے والی مخصوص قسم کی چادروں) سے منع کیا گیا ہے۔

4051 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هُبَيْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ، وَعَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمِيثَرَةِ الْحَمْرَاءِ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے، قسی (مخصوص قسم کا کپڑا) پہننے اور سرخ میاثر (مخصوص چادریں) استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

4052 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا فِي صَلَاتِي، وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّتِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو جَهْمِ بْنُ حُذَيْفَةَ مِنْ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ غَانِمٍ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منقش چادر اوڑھ کر نماز ادا کی، نماز کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظران نقش ونگار پر پڑی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا: میری یہ چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ کیونکہ اس نے ابھی میرے نماز ادا کرنے کے دوران میری توجہ منتشر کی تھی اور اس کی انبجانی (سادہ) چادر میرے پاس لے آؤ۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنوعدی بن کعب بن غانم سے تھا۔

4053 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ وَالْأَوَّلُ أَشْبَعُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، تاہم پہلی روایت زیادہ سیر کرتی ہے۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْعَلَمِ وَخَيْطِ الْحَرِيرِ

باب: نشانات والے، یا ریشم کی کڑھائی والے کپڑے کی اجازت

4054 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَبُو عُمَرَ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي السُّوقِ اشْتَرَى ثَوْبًا شَامِيًّا، فَرَأَى فِيهِ خَيْطًا أَحْمَرَ فَرَدَّهُ، فَأَتَيْتُ أَسْمَاءَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهَا فَقَالَتْ: يَا جَارِيَةُ نَاوِلِينِي جُبَّةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَخْرَجَتْ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ مَكْفُوفَةَ الْجَيْبِ، وَالْكُمَّيْنِ، وَالْفَرْجَيْنِ بِالدِّيبَاجِ

ابوعمر عبداللہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بازار میں دیکھا، انہوں نے ایک شامی کپڑا خریدنا چاہا، پھر انہیں اس میں سرخ دھاگہ نظر آیا، تو انہوں نے وہ واپس کر دیا، میں سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا تو سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے لڑکی! تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مجھے لا کر دو، اس نے وہ جبہ نکالا تو وہ

4051- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل هبيرة - وهو ابن يريم -، لكنه متابع. أبو إسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي. وأخرجه ابن ماجه (3654)، والترمذي (3016)، والنسائي في "الكبرى" (9404) و (9405) و (9406) من طريق أبي إسحاق السبيعي، به. وهو في "مسند أحمد" (722)، و "صحيح ابن حبان" (5438).

طیالسی تھا، جس کا دامن، دونوں کف اور دونوں طرف کے چاک دیباج سے کاڑھے ہوئے تھے۔

4055 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا خُصَيْفٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمَتِ مِنَ الْحَرِيرِ، فَأَمَّا الْعَلَمُ مِنَ الْحَرِيرِ، وَسَدَى الثَّوْبِ فَلَا بَأْسَ بِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص ریشمی کپڑے سے منع کیا ہے، البتہ اگر ریشم کے ذریعے کڑھائی ہوئی ہو، یا کپڑے کا تانہ ریشمی ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابٌ فِي لُبْسِ الْحَرِيرِ لِعُذْرٍ

باب: عذر کی وجہ سے ریشم پہننا

4056 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَلِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِي قُمُصِ الْحَرِيرِ فِي السَّفَرِ مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو خارش لاحق ہونے کی وجہ سے، سفر کے دوران ریشمی قمیص پہننے کی اجازت دی تھی۔

بَابٌ فِي الْحَرِيرِ لِلنِّسَاءِ

باب: خواتین کا ریشم پہننا

4057 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي أَفْلَحَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زُرَيْرٍ يَعْنِي الْغَافِقِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخَذَ حَرِيرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمِينِهِ، وَأَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پکڑ کر اسے اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور سونا لے کر اسے اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا اور پھر فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں۔

4058 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْحِمْصِيَّانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَى عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُرْدًا سِيَرَاءَ قَالَ: وَالسِّيَرَاءُ الْمُضَلَّعُ بِالْقَزِّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو

دیکھا کہ انہوں نے سیراء کی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔

راوی کہتے ہیں: سیراء، قز سے بنی ہوئی چادر ہوتی ہے، جس میں چوکور خانے ہوتے ہیں۔

4059 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ يَعْنِي الزُّبَيْرِيَّ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا نَنْزِعُهُ عَنِ الْغِلْمَانِ، وَنَتْرُكُهُ عَلَى الْجَوَارِي قَالَ مِسْعَرٌ: فَسَأَلْتُ عَمْرَو بْنَ دِينَارٍ عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم اسے (یعنی ریشمی کپڑے کو) لڑکوں سے اتار لیتے تھے اور لڑکیوں کے جسم پر رہنے دیتے تھے۔

مسعر بیان کرتے ہیں: میں عمرو بن دینار سے اس بارے میں دریافت کیا، تو وہ اس سے واقف نہیں تھے۔

بَابٌ فِي لُبْسِ الْحِبَرَةِ

باب: نقش ونگار والے کپڑے کو پہننا

4060 - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْنَا لِأَنَسٍ يَعْنِي ابْنَ مَالِكٍ: أَيُّ اللِّبَاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَعْجَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: الْحِبَرَةُ

قتادہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ پسندیدہ لباس کون سا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: حبرہ۔

بَابٌ فِي الْبَيَاضِ

باب: سفید کپڑوں کا بیان

4061 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، وَإِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ: يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم سفید کپڑے پہنا کرو، کیونکہ یہ تمہارے سب سے بہترین کپڑے ہیں، اور ان میں ہی اپنے مردوں کو کفن دیا کرو، اور تمہارا سب سے بہتر سرمہ اثمد ہے، جو بینائی کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے''۔

4060-إسناده صحيح. همام: هو ابن يحيى العوذي. وأخرجه البخاري (5812) و (5813)، ومسلم (2079)، والترمذي (1890)، والنسائي في "الكبرى" (9568) من طريق قتادة، به. وهو في "مسند أحمد" (12377)، و"صحيح ابن حبان" (6396).

بَابٌ فِيْ غَسْلِ الثَّوْبِ وَفِي الْخُلْقَانِ

باب: کپڑے کو دھونے اور پرانے کپڑے پہننے کا بیان

4062 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. عَنْ وَكِيعٍ. عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، نَحْوَهُ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهُ فَقَالَ: أَمَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِهِ شَعْرَهُ، وَرَأَى رَجُلًا آخَرَ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ. فَقَالَ أَمَا كَانَ هٰذَا يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا یہ شخص اس چیز کو نہیں پاتا جس کے ذریعے یہ اپنے بال سنوار لے؟ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور شخص کو دیکھا، جس نے میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ اس چیز کو نہیں پاتا، جس کے ذریعے اپنے کپڑے کو دھولے؟

4063 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ دُونٍ، فَقَالَ: أَلَكَ مَالٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: مِنْ أَيِّ الْمَالِ؟ قَالَ: قَدْ آتَانِيَ اللهُ مِنَ الْإِبِلِ، وَالْغَنَمِ، وَالْخَيْلِ، وَالرَّقِيقِ، قَالَ: فَإِذَا آتَاكَ اللهُ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللهِ عَلَيْكَ، وَكَرَامَتِهِ

ابواحوص اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں معمولی کپڑے پہن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس مال ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون سی قسم کا مال ہے؟ انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ' بکریاں' گھوڑے غلام سب کچھ دیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال عطا کیا ہے، تو تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کی عطا کردہ بزرگی کا اثر بھی نظر آنا چاہیے۔

بَابٌ فِي الْمَصْبُوغِ بِالصُّفْرَةِ

باب: زرد رنگ کے کپڑے پہننا

4064 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ أَسْلَمَ. أَنَّ ابْنَ عُمَرَ. كَانَ يَصْبُغُ لِحْيَتَهُ بِالصُّفْرَةِ حَتَّى تَمْتَلِئَ ثِيَابُهُ مِنَ الصُّفْرَةِ فَقِيلَ لَهُ لِمَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا. وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهَا. وَقَدْ كَانَ يَصْبُغُ ثِيَابَهُ كُلَّهَا حَتَّى عِمَامَتَهُ

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی پر زرد رنگ لگایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کے کپڑے زرد رنگ سے بھر جاتے تھے، ان سے دریافت کیا گیا: آپ زرد رنگ کیوں لگاتے ہیں انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رنگ استعمال کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔

راوی کہتے ہیں: وہ اپنے کپڑوں کو بھی یہی رنگ لگایا کرتے تھے، یہاں تک کہ عمامے پر بھی یہی لگاتے تھے۔

بَابٌ فِي الْخُضْرَةِ

باب: سبز کپڑے پہننا

4065 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ إِيَادٍ، حَدَّثَنَا إِيَادٌ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَرَأَيْتُ عَلَيْهِ بُرْدَيْنِ أَخْضَرَيْنِ

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے آپ کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

بَابٌ فِي الْحُمْرَةِ

باب: سرخ رنگ کا بیان

4066 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْغَازِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: هَبَطْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةٍ، فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَعَلَيَّ رَيْطَةٌ مُضَرَّجَةٌ بِالْعُصْفُرِ، فَقَالَ: مَا هٰذِهِ الرَّيْطَةُ عَلَيْكَ؟ فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ، فَأَتَيْتُ أَهْلِي وَهُمْ يَسْجُرُونَ تَنُّورًا لَهُمْ، فَقَذَفْتُهَا فِيهِ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ، مَا فَعَلَتِ الرَّيْطَةُ؟ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: أَلَا كَسَوْتَهَا بَعْضَ أَهْلِكَ، فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ لِلنِّسَاءِ

عمرو بن شعیب، اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک گھاٹی سے نیچے اتر رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف توجہ کی، میں نے اس وقت چادر لی ہوئی تھی، جو عصفر سے رنگی ہوئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ تم نے کیسی چادر اوڑھی ہوئی ہے؟ مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند کیا ہے، میں اپنی بیوی کے پاس آیا: وہ اس وقت تنور دہکا رہی تھی، میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی، اگلے دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے دریافت کیا: اے عبداللہ! تمہاری چادر کا کیا بنا؟ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا، تو آپ نے فرمایا: یہ تم نے اپنی بیوی کو کیوں نہیں پہنا دی؟ کیونکہ عورتوں کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

4067 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ الْغَازِ: الْمُضَرَّجَةُ:

الَّتِي لَيْسَتْ بِمُشَبَّعَةٍ وَلَا الْمُوَرَّدَةُ

ہشام بیان کرتے ہیں: مضرجہ سے مراد یہ ہے کہ وہ بہت سرخ بھی نہیں تھی اور بالکل گلابی بھی نہیں تھی۔

4068- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ شُفْعَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: رَآنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَبُو عَلِيٍّ اللُّؤْلُؤِيُّ: أُرَاهُ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ مَصْبُوغٌ بِعُصْفُرٍ مُوَرَّدٌ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَانْطَلَقْتُ فَأَحْرَقْتُهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا صَنَعْتَ بِثَوْبِكَ؟ فَقُلْتُ: أَحْرَقْتُهُ. قَالَ: أَفَلَا كَسَوْتَهُ بَعْضَ أَهْلِكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ثَوْرٌ، عَنْ خَالِدٍ، فَقَالَ: مُوَرَّدٌ، وَطَاوُسٌ قَالَ: مُعَصْفَرٌ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا، میرے جسم پر عصفر سے رنگی ہوئی گلابی چادر تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ میں گیا اور میں نے اسے جلا دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے اپنے کپڑے کا کیا کیا؟ میں نے عرض کی: میں نے اسے جلا دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے وہ اپنی بیوی کو کیوں نہیں پہنا دیا۔

خالد نامی راوی نے لفظ مورد (یعنی گلابی) نقل کیا ہے، جبکہ طاؤس نامی راوی نے لفظ معصفر (یعنی کسم سے رنگی ہوئی) نقل کیا ہے۔

4069- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُزَابَةَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْمَرَانِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا جس نے سرخ چادریں اوڑھی ہوئی تھیں، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔

4070- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَوَاحِلِنَا وَعَلَى إِبِلِنَا أَكْسِيَةً فِيهَا خُيُوطُ عِهْنٍ حُمْرٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَرَى هٰذِهِ الْحُمْرَةَ قَدْ عَلَتْكُمْ، فَقُمْنَا سِرَاعًا لِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَفَرَ بَعْضُ إِبِلِنَا، فَأَخَذْنَا الْأَكْسِيَةَ فَنَزَعْنَاهَا عَنْهَا

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر روانہ ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری اونٹنیوں پر اور ہمارے اونٹوں پر کچھ چادریں دیکھیں، جن میں سرخ رنگ کی اون کے دھاگے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا میں یہ نہیں دیکھ رہا کہ سرخ رنگ تم پر غالب آ گیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر ہم اتنی تیزی سے اٹھے کہ

بعض اونٹ بھاگ پڑے، ہم نے ان چادروں کو پکڑا، اور انہیں ان پر سے اتار دیا۔

4071 - حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي أَبِي - قَالَ ابْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، وَقَرَأْتُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ - قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ يَعْنِي ابْنَ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ حُرَيْثِ بْنِ الْأَبَحِّ السَّلِيحِيِّ، أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ، قَالَتْ: كُنْتُ يَوْمًا عِنْدَ زَيْنَبَ امْرَأَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَصْبُغُ ثِيَابًا لَهَا بِمَغْرَةٍ، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَى الْمَغْرَةَ رَجَعَ، فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ عَلِمَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرِهَ مَا فَعَلَتْ، فَأَخَذَتْ فَغَسَلَتْ ثِيَابَهَا، وَوَارَتْ كُلَّ حُمْرَةٍ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ فَاطَّلَعَ، فَلَمَّا لَمْ يَرَ شَيْئًا دَخَلَ

بنو اسد سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون بیان کرتی ہیں: ایک دن میں نبی اکرم ﷺ کی اہلیہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھی، ہم نے گیروے رنگ کے ساتھ کپڑے رنگے تھے، ہم ابھی وہیں موجود تھے، اسی دوران نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے، جب آپ نے گیروے رنگ کو ملاحظہ فرمایا، تو آپ ﷺ واپس چلے گئے، جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ صورت حال دیکھی، تو انہیں اندازہ ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ کو ان کا یہ عمل پسند نہیں آیا، انہوں نے وہ کپڑا لیا اور اسے دھو دیا اور اس کی ساری سرخی کو چھپا دیا، پھر جب نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے جھانک کے دیکھا تو آپ کوئی (ناپسندیدہ) چیز نظر نہیں آئی، تو آپ اندر تشریف لے آئے۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: اس کی اجازت

4072 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ، وَرَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے بال آپ کے کانوں کی لوتک آتے تھے، میں نے آپ ﷺ کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا ہے، میں نے آپ ﷺ سے زیادہ خوب صورت کوئی نہیں دیکھا۔

4073 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى يَخْطُبُ عَلَى بَغْلَةٍ، وَعَلَيْهِ بُرْدٌ أَحْمَرُ، وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَامَهُ يُعَبِّرُ عَنْهُ

ہلال بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو منیٰ میں، اپنے خچر پر سوار ہو کر خطبہ دیتے

4072- إسناده صحيح. أبو إسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي. وأخرجه البخاري (3551)، ومسلم (2337)، وابن ماجه (3599)، والترمذي (1821) و (3020) و (3963)، والنسائي في "الكبرى" (9274 - 9277) من طرق عن أبي إسحاق السبيعي، به. وهو في "مسند أحمد" (18473)، و"صحيح ابن حبان" (6284).

ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے سرخ چادر اوڑھی ہوئی تھی، آپ کے آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، جو آپ ﷺ کی بات لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔

بَابٌ فِي السَّوَادِ

باب: سیاہ لباس پہننا

4074 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: صَنَعْتُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْدَةً سَوْدَاءَ، فَلَبِسَهَا، فَلَمَّا عَرِقَ فِيهَا وَجَدَ رِيحَ الصُّوفِ، فَقَذَفَهَا - قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: - وَكَانَ تُعْجِبُهُ الرِّيحُ الطَّيِّبَةُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے ایک چادر پر سیاہ رنگ کیا، نبی اکرم ﷺ نے اسے پہنا، جب آپ ﷺ کو اس میں پسینہ آیا، اور آپ کو اس میں سے روئی کی بو محسوس ہوئی، تو آپ نے اسے اتار دیا۔

راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے، روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: نبی اکرم ﷺ کو عمدہ خوشبو پسند تھی۔

بَابٌ فِي الْهُدْبِ

باب: کپڑے کے کنارے پر (نقش و نگار وغیرہ بنانا)

4075 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدَةَ أَبِي خِدَاشٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ جَابِرٍ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْتَبٍ بِشَمْلَةٍ، وَقَدْ وَقَعَ هُدْبُهَا عَلَى قَدَمَيْهِ

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ اس وقت گھٹنوں کو اٹھا کر کپڑا لپیٹ کر بیٹھے ہوئے تھے اور اس کا کنارا آپ ﷺ کے پاؤں پر پڑ رہا تھا۔

بَابٌ فِي الْعَمَائِمِ

باب: عمامہ باندھنا

4076 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر، جب نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے، تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

4077 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔

4078 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ الْعَسْقَلَانِيُّ، عَنْ أَبِي جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رُكَانَةَ صَارَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَرَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُكَانَةُ: وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ، الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ

ابوجعفر بن محمد، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کشتی کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پچھاڑ دیا۔

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''ہمارے اور مشرکین کے درمیان (عمامہ باندھنے کے طریقے میں) بنیادی فرق، ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے''۔

4079 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ الْغَطَفَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ خَرَّبُوذَ، حَدَّثَنِي شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ، يَقُولُ: عَمَّمَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَدَلَهَا بَيْنَ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عمامہ باندھا، آپ نے اس کے کنارے کو میرے آگے کی طرف کر دیا اور کچھ کو پیچھے کی طرف رکھا۔

جمعہ کے دن عمامہ باندھنے کی فضیلت

{1} حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ تَعَالَى وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ یعنی بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے جمعہ کے روز عمامہ باندھنے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (کنز العمال، کتاب الصلاۃ، الفصل الثالث فی آداب الجمعۃ، الجزء: ۷، ۴/ ۳۰۲، حدیث: ۲۱۱۹۲، مجمع الزوائد، کتاب الصلاۃ، باب اللباس للجمعۃ، ۲/ ۳۹۴، حدیث: ۳۰۷۵)

4077- إسناده صحيح. أبو أسامة: هو حماد بن أسامة. والحسن بن علي: هو الخلواني الخلال. وأخرجه مسلم (1359)، وابن ماجه (1104) و(2821) و(3584) و(3587)، والنسائي في "الكبرى" (9674) من طريق مساور الوراق، به. وهو في "مسند أحمد" (18734). وأخرجه النسائي في "الكبرى" (9675)

{2} حضرت سیّدنا ابو طالب مکی اور سیّدنا امام محمد غزالی (1) رَحِمَہُمَا اللہُ تَعَالٰی نے یہی روایت حضرت سیّدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے۔ (قوت القلوب، الفصل الحادی والعشرون ۱/۱۱۹، احیاء علوم الدین، الباب)

مذکورہ حدیث پاک میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے فرشتوں کا جمعہ کے دن عمامہ شریف باندھنے والوں پر درود بھیجنے کا ذکر ہے یہ درود ہے اس سے معروف دُرود مراد نہیں بلکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا اپنے بندوں پر درود بھیجنے کا مطلب ہے رحمت نازل فرمانا اور فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب ہے اِستغفار کرنا (یعنی مغفرت طلب کرنا)۔ (فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی، ۱۲/۱۳۱)

حضرت علامہ محمد بن عمر نَوَوِی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرشتوں کے درود پڑھنے کی شرح یوں فرماتے ہیں کہ: فرشتے عمامے والوں کے لئے برکت کی دعا اور استغفار کرتے ہیں۔ (تنقیح القول الحثیث شرح لباب الحدیث، الباب الثانی عشر فی فضائل العمائم، ص ۲۲)

{3} حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ عمامہ شریف پر لکھے گئے اپنے رسالے میں روایت نقل فرماتے ہیں: بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے فرشتے جمعہ کے روز عمامہ پہننے والوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

(المقالۃ العذبۃ فی العمامۃ والعذبۃ، ص ۱۰، الدعامۃ فی احکام سنۃ العمامۃ، ص ۹)

فرشتوں کا سلام

{4} حضرت سیّدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے (اپنے بیٹے سالم سے) فرمایا: اے فرزند! عمامہ باندھ! کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامے باندھ کر آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامے والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔ (تاریخ ابن عساکر، ۳۷/۳۵۵)

باعمامہ نمازِ جمعہ کی ادائیگی مرحبا

{5} حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ (جامع صغیر، حرف الصاد، الجزء الثانی ص ۳۱۴، حدیث: ۵۱۰۱ مختصراً)

اس حدیث پاک کے تحت علامہ عبد الرءوف مناوی عَلَیہِ رَحمَۃُ اللہِ القَوِی نقل فرماتے ہیں کہ نمازِ جمعہ کے بارے میں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا طریقہ تھا کہ آپ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام عمامہ باندھ کر ہی ادا فرماتے حتی کہ مَنقول ہے کہ اگر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی جمعہ کے وقت عمامہ شریف نہ پاتے تو مختلف کپڑے جوڑ کر ان کا عمامہ باندھ لیا کرتے۔

(فیض القدیر، حرف الصاد، ۴/۲۹۷، تحت الحدیث: ۵۱۰۱)

{6} حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جمعہ کے دن ہمارے پاس عمامہ شریف باندھ کر ہی تشریف لاتے اور (عام دنوں میں) کبھی کبھار تہبند و چادر مبارک میں تشریف لاتے اور اگر (جمعہ کے روز) کبھی عمامہ شریف نہ پاتے تو مختلف کپڑے جوڑ کر ان کا عمامہ باندھ لیا کرتے۔

(سبل الھدی والرشاد، جماع ابواب سیرتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لباسہ الخ، الباب الثانی فی العمامۃ والعذبۃ الخ، ۷/۲۷۱)

بَابٌ فِيْ لِبْسَةِ الصَّمَّاءِ

باب: صماء کے طور پر کپڑا لپیٹنا

4080 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ، اَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ مُفْضِيًا بِفَرْجِهِ اِلَى السَّمَاءِ، وَيَلْبَسَ ثَوْبَهُ وَاَحَدُ جَانِبَيْهِ خَارِجٌ وَيُلْقِيْ ثَوْبَهُ عَلٰى عَاتِقِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے لباس سے منع کیا ہے، ایک یہ کہ آدمی احتباء کے طور پر، اس طرح کپڑا لپیٹے کہ اس کی شرم گاہ کھلی ہو، اور یہ کہ آدمی یوں کپڑا لپیٹے کہ اس کا ایک کنارا باہر نکال کر کپڑے کو اپنے کندھے پر ڈال دے۔

4081 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّمَّاءِ، وَعَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے کو صماء کے طور پر اور احتباء کے طور پر پہننے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِيْ حَلِّ الْاَزْرَارِ

باب: بٹن کھولے رکھنا

4082 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، وَاَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ - قَالَ ابْنُ نُفَيْلٍ: ابْنُ قُشَيْرٍ اَبُوْ مَهَلٍ الْجُعْفِيُّ - حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ، فَبَايَعْنَاهُ وَاِنَّ قَمِيْصَهُ لَمُطْلَقُ الْاَزْرَارِ، قَالَ: فَبَايَعْتُهُ ثُمَّ اَدْخَلْتُ يَدِيْ فِيْ جَيْبِ قَمِيْصِهِ، فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ قَالَ عُرْوَةُ: فَمَا رَاَيْتُ مُعَاوِيَةَ وَلَا ابْنَهُ قَطُّ، اِلَّا مُطْلِقَيْ اَزْرَارِهِمَا فِيْ شِتَاءٍ وَلَا حَرٍّ، وَلَا يُزَرِّرَانِ اَزْرَارَهُمَا اَبَدًا

معاویہ بن قرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں مزینہ قبیلے کے کچھ لوگوں کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی، آپ کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے راوی کہتے ہیں: ہم نے آپ کی بیعت کر لی، تو میں نے اپنا ہاتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے دامن میں ڈال دیا اور مہر نبوت کو چھولیا۔

عروہ کہتے ہیں: میں معاویہ بن قرہ اور ان کے صاحبزادے کو سردی یا گرمی میں کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے بٹن بند ہوں، ان کے

بٹن ہمیشہ کھلے ہوتے تھے۔

بَابٌ فِي التَّقَنُّعِ

باب: سر اور چہرے کا کچھ حصہ ڈھانپ کر رکھنا

4083 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ فِي بَيْتِنَا فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ، قَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: هَذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا، فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَأْذَنَ، فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ

سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ ہم دوپہر کے وقت اپنے گھر میں موجود تھے، اسی دوران کسی نے حضرت ابوبکر ﷜ سے کہا، نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اس وقت منہ کو ڈھانپا ہوا تھا اور آپ ایسے وقت تشریف لائے تھے کہ آپ اس وقت میں ہمارے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے، نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ کو اجازت پیش کی گئی، تو آپ ﷺ اندر آ گئے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِسْبَالِ الْإِزَارِ

باب: تہبند کو لٹکا کر رکھنا

4084 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي غِفَارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيُّ - وَأَبُو تَمِيمَةَ اسْمُهُ طَرِيفُ بْنُ مُجَالِدٍ - عَنْ أَبِي جُرَيٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ، لَا يَقُولُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوا عَنْهُ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللهِ، مَرَّتَيْنِ، قَالَ: لَا تَقُلْ: عَلَيْكَ السَّلَامُ، فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ، قُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكَ قَالَ: قُلْتُ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ؟ قَالَ: أَنَا رَسُولُ اللهِ الَّذِي إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ، وَإِنْ أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَهَا لَكَ، وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرَاءَ - أَوْ فَلَاةٍ - فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهُ، رَدَّهَا عَلَيْكَ، قَالَ: قُلْتُ: اعْهَدْ إِلَيَّ، قَالَ: لَا تَسُبَّنَّ أَحَدًا قَالَ: فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهُ حُرًّا، وَلَا عَبْدًا، وَلَا بَعِيرًا، وَلَا شَاةً، قَالَ: وَلَا تَحْقِرَنَّ شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوفِ، وَأَنْ تُكَلِّمَ أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنَ الْمَعْرُوفِ، وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ، فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ، وَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ، وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَيَّرَكَ بِمَا يَعْلَمُ فِيكَ، فَلَا تُعَيِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِيهِ، فَإِنَّمَا وَبَالُ ذَلِكَ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت ابوجری جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ لوگ ان کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے، وہ صاحب جو بھی ارشاد فرماتے تھے، لوگ اس کی پیروی کرتے تھے، میں نے دریافت کیا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ اللہ کے رسول ہیں، میں نے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) عرض کی: علیک السلام یا رسول اللہ! میں نے دو مرتبہ ایسا کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم علیک السلام نہ کہو، راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اُس اللہ کا رسول ہوں کہ جب تمہیں تکلیف لاحق ہو، تو تم اس سے دعا کرو، تو وہ اس تکلیف کو تم سے دور کردے گا، اور جب تمہیں قحط سالی لاحق ہو اور تم اس سے دعا کرو، تو وہ تمہارے لیے کھیت اُگا دے گا، اور جب تم کسی ویران یا بے آب وگیاہ جگہ پر موجود ہو، تو تمہاری سواری گم ہوجائے، تو پھر تم اس سے دعا کرو، تو وہ تمہیں وہ سواری واپس کردے گا، میں نے عرض کی: آپ مجھے کوئی تلقین کیجئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی کو بھی برا نہ کہنا، راوی کہتے ہیں: اس کے بعد میں نے کبھی کسی آزاد یا غلام یا اونٹ یا بکری تک کو بھی برا نہیں کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی بھی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا اور جب بھی تم اپنے کسی بھائی سے بات کرو، تو تم مسکرا کر اس سے بات کرنا، کیونکہ یہ بھی نیکی میں شامل ہے اور تم اپنے تہبند کو نصف پنڈلی تک اونچا رکھنا، اگر تم نہیں مانتے، تو ٹخنوں (سے کچھ اوپر) تک رکھنا، اور تہبند کو لٹکانے سے بچنا، کیونکہ یہ تکبر کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا ہے، اگر کوئی شخص تمہیں برا کہے اور اس کے حوالے سے تمہیں عار دلائے، جو وہ جانتا ہے، یہ چیز تمہارے اندر ہے، تو تم اُسے اس چیز کے حوالے سے عار نہ دلانا جس کے بارے میں تم یہ جانتے ہو کہ یہ اس کے اندر ہے، کیونکہ اس کا وبال اُس شخص پر ہوگا۔

4085 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: اِنَّ اَحَدَ جَانِبَيْ اِزَارِي يَسْتَرْخِي، اِنِّي لَاَتَعَاهَدُ ذٰلِكَ مِنْهُ. قَالَ: لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص تکبر کے طور پر اپنا کپڑا لٹکاتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے تہبند کا ایک پلو ڈھیلا ہوجاتا ہے اور لٹک جاتا ہے، مجھے اس کا بڑا خیال رکھنا پڑے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو، جو تکبر کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔

4086 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلًا اِزَارَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ. فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ. ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا لَكَ اَمَرْتَهُ اَنْ يَتَوَضَّاَ، ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ. قَالَ: اِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَهُ، وَاِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ

4105-إسناده صحيح. الليث -وهو ابن سعد- لم يرو عن أبي الزبير -وهو محمد ابن مسلم بن تدرس المكي- إلا ما ثبت له في سماعه من جابر. وأخرجه مسلم (2206)، وابن ماجه (3480) من طريق الليث بن سعد، به. وهو في "مسند أحمد" (14775)، و"صحيح ابن حبان" (5602).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص تہبند لٹکا کر نماز ادا کر رہا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جاؤ اور وضو کرو، وہ شخص گیا اور اس نے وضو کیا، پھر وہ آیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور وضو کرو، ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا اور پھر خاموش بھی رہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اپنے تہبند کو اپنے (ٹخنوں سے نیچے) لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا، اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز کو قبول نہیں کرتا، جس نے (تہبند کو ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا ہو۔

4087 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا؟ فَأَعَادَهَا ثَلَاثًا، قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ خَابُوا وَخَسِرُوا؟ فَقَالَ: الْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ، وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ - أَوِ الْفَاجِرِ -

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تین لوگ ہیں، جن کے ساتھ، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور ان کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا اور ان کا تزکیہ نہیں کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ وہ تو گھاٹے میں رہے اور خسارے کا شکار ہو گئے، نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ وہ تو گھاٹے میں رہے اور خسارے کا شکار ہو گئے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (ٹخنوں سے نیچے کپڑا) لٹکانے والا شخص، احسان جتلانے والا شخص، اور جھوٹی قسم اٹھا کر اپنا سامان فروخت کرنے والا شخص (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

متکبر کے بارے میں سخت وعید کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اور وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1031)

ایمان سے مراد اصل ایمان نہیں ہے بلکہ ایمان کے ثمرات مراد ہیں جن کو فضائل و اخلاق سے تعبیر کیا جاتا ہے خواہ ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے اور جو نور ایمان اور ظہور ایقان سے صادر ہوتے ہیں جہاں تک اصلی ایمان کا تعلق ہے وہ چونکہ تصدیق قلبی کا نام ہے اس لئے اس میں نہ تو زیادتی ہو سکتی ہے اور نہ کمی، اس اعتبار سے اس کو اجزاء میں منقسم بھی نہیں کیا جا سکتا البتہ اس کے شعبے اور

4107- إسناده صحيح. عروة: هو ابن الزبير بن العوام، ومحمد بن عبيد: هو ابن حساب الغبري. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (9202) من طريق رباح بن زيد، عن معمر، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (25185)، و"صحيح ابن حبان" (4488). وانظر ما سيأتي بالأرقام (4108) و(4109) و(4110). وأخرجه البخاري (4324) و(5235) و(5887)، ومسلم (2185)، وابن ماجه (1902) و(2614)، والنسائي في "الكبرى" (9251) و(9205)

شاخیں بہت ہیں جو اصل ایمان کی حقیقت و ماہیت سے خارج ہیں جیسے نماز روزہ اور زکوۃ وغیرہ اور اسی طرح اسلام کے ظاہری
دوسرے تمام احکام یا جیسے تواضع اور ترحم اور اسی طرح وہ تمام چیزیں جو باطنی اوصاف وخصائل کا درجہ رکھتی ہیں چنانچہ اس حدیث
میں فرمایا گیا ہے کہ الایمان بضع وسبعون شعبۃ۔ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ شاخوں اور اس کی اصل کے درمیان اتنا گہرا اور قریبی تعلق ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم کا
درجہ رکھتی ہیں لیکن اس کے باوجود حقیقت و ماہیت کے اعتبار سے کوئی بھی شاخ اپنی اصل کا مترادف نہیں ہوسکتی اس طرح اصل
ایمان ایک الگ چیز ہے اور اسلام کے تمام ظاہری احکام و باطنی اخلاق وخصائل جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں جن کو اصل ایمان کی
حقیقت و ماہیت میں شامل نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد الحیاء شعبۃ من الایمان۔ مذکورہ بالا قول کی
ہے کیونکہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حیاء ایمان کے مفہوم میں داخل نہیں ہے۔ حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ
کہ کوئی اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے نامہ اعمال میں تکبر کا گناہ موجود رہے گا جب وہ تکبر اور دوسر
بری خصلتوں کی آلائش سے پاک وصاف ہو جائے گا تو اس وقت جنت میں داخل کیا جائے گا اور یہ کہ پاکی وصفائی یا تو اس صورت
میں حاصل ہوگی کہ اللہ اس کو عذاب میں مبتلا کرے گا اور وہ عذاب اس آلائش کو دھودے گا یا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو معاف
کردے گا اور معافی اس آلائش کو زائل کردے گی۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ حدیث کے اس جزء کی دو تاویلیں ہیں ایک تو یہ کہ کبر سے کفر وشرک مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کفر و
شرک کے مرتکب پر جنت کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ بند رہیں گے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ کبر سے مراد تو اس کے اپنے معنی ہی ہیں
یعنی اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے برتر و بلند سمجھنا اور غرور گھمنڈ میں مبتلا ہونا البتہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ متکبر شخص اس وقت
تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ اللہ کی رحمت اس پر متوجہ نہ ہو چنانچہ جب حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرنا چاہے گا تو
اس کے دل میں سے کبر کو نکال باہر کرے گا اور پھر اس کی کدورتوں سے پاک وصاف کر کے جنت میں داخل کردے گا۔

4088- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُسْهِرٍ، عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ. قَالَ الْمَنَّانُ: الَّذِي لَا يُعْطِي شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ:

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے،
تاہم پہلی روایت زیادہ مکمل ہے اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں:
''احسان جتلانے والا وہ شخص کہ وہ جو بھی چیز دیتا ہے، تو اس پر احسان جتاتا ہے''

4089- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ بِشْرٍ التَّغْلِبِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي وَكَانَ جَلِيسًا لِأَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ: ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، وَكَانَ رَجُلًا مُتَوَحِّدًا، قَلَّمَا يُجَالِسُ

يَدْرُس، إِنَّمَا هُوَ صَلَاةٌ، فَإِذَا فَرَغَ، فَإِنَّمَا هُوَ تَسْبِيحٌ وَتَكْبِيرٌ حَتَّى يَأْتِيَ أَهْلَهُ، فَمَرَّ بِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ. قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فَقَدِمَتْ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِي يَجْلِسُ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ إِلَى جَنْبِهِ: لَوْ رَأَيْتَنَا حِينَ الْتَقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ فَحَمَلَ فُلَانٌ فَطَعَنَ، فَقَالَ: خُذْهَا مِنِّي وَأَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ، كَيْفَ تَرَى فِي قَوْلِهِ؟ قَالَ: مَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ بَطَلَ أَجْرُهُ. فَسَمِعَ بِذَلِكَ آخَرُ، فَقَالَ: مَا أَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا. فَتَنَازَعَا حَتَّى سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤْجَرَ. وَيُحْمَدَ فَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذَلِكَ، وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَيْهِ وَيَقُولُ: أَأَنْتَ سَمِعْتَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ. فَمَا زَالَ يُعِيدُ عَلَيْهِ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ: لَيَبْرُكَنَّ عَلَى رُكْبَتَيْهِ. قَالَ: فَمَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ. قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ كَالْبَاسِطِ يَدَهُ بِالصَّدَقَةِ لَا يَقْبِضُهَا ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ. فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ. قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ. لَوْلَا طُولُ جُمَّتِهِ، وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ. فَبَلَغَ ذَلِكَ خُرَيْمًا فَعَجِلَ، فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلَى أُذُنَيْهِ، وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ. ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ. فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ. فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلَى إِخْوَانِكُمْ، فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ، وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ، حَتَّى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ، وَلَا التَّفَحُّشَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ قَالَ: أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ: حَتَّى تَكُونُوا كَالشَّامَةِ فِي النَّاسِ

⭘⭘ قیس بن بشر تغلبی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا کرتے تھے، وہ بیان کرتے ہیں: دمشق میں ایک صحابی تھے، جن کا نام حنظلیہ تھا، وہ تنہائی پسند شخص تھے اور لوگوں کے ساتھ کم میل ملاقات رکھتے تھے، وہ نماز پڑھا کرتے تھے، پھر تسبیح اور تکبیر پڑھنے میں مصروف رہتے تھے، پھر اپنے گھر واپس چلے جاتے تھے، ایک مرتبہ ہم حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران وہ ہمارے پاس سے گزرے، تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ کوئی ایسی بات بیان کیجئے، جس سے ہمیں کوئی فائدہ ہو اور اس میں آپ کا کوئی نقصان بھی نہیں ہوگا تو انہوں نے بتایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو کہیں بھیجا، جب وہ لوگ واپس آئے، تو ان میں سے ایک شخص اس محفل میں آیا، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص سے کہا: کاش! تم ہمیں اس وقت دیکھتے، جب ہمارا دشمن سے سامنا ہوا، تو فلاں نے نیزہ مارتے ہوئے کہا: لو یہ میری طرف سے سنبھالو! میں غفار قبیلے سے تعلق رکھنے والا نوجوان ہوں (پھر اس شخص نے دریافت کیا) تمہاری اس کلمے کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو اس کے ساتھی نے کہا: میرے خیال میں اس کا اجر ضائع

ہوگیا، ایک اور شخص نے یہ بات سنی، تو وہ بولا: میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ان دونوں کے درمیان اس بات پر تکرار ہوئی، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ بات پتہ چلی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسے اجر و ثواب بھی ملے گا اور اس کی تعریف بھی ہوگی۔

راوی کہتے ہیں: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا کہ وہ اس بات پر بہت خوش ہوئے، انہوں نے سر اٹھا کر دریافت کیا: آپ نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا، جی ہاں! حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بار بار ان سے یہ بات دریافت کی، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ان کے قریب ہوتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ ان کے گھٹنے پر بیٹھ جائیں گے۔

وہی صحابی ایک اور دن ہمارے پاس سے گزرے، تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ کوئی ایسی بات ہمیں بیان کیجئے جس میں ہمیں فائدہ ہو، اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا:

''گھوڑے پر خرچ کرنے والا شخص ایسے ہے، جیسے اس نے صدقہ کے لیے ہاتھ کھول کر رکھا ہو، جسے وہ بند نہ کرتا ہو''۔

ایک مرتبہ وہ صحابی ہمارے پاس سے گزرے تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ ﷺ کوئی اچھی بات بیان کیجئے جس سے ہمیں فائدہ ہو، اس میں آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، تو انہوں نے بتایا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''خریم اسدی اچھا آدمی ہے، اگر اس کے بال لمبے نہ ہوں اور وہ تہبند کو لٹکائے نہیں''

اس بات کی اطلاع حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے چھری پکڑی اور اپنے بالوں کو کانوں تک کاٹ لیا اور اپنے تہبند کو نصف پنڈلی تک اونچا کر لیا۔

ایک مرتبہ وہ صحابی ہمارے پاس سے گزرے، تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ ہمیں کوئی حدیث بیان کریں، جو ہمارے لیے فائدہ مند ہو، اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں ہے، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''تم اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو، تم لوگ اپنی سواریوں کو درست کر لو، اپنا لباس ٹھیک کر لو اور یوں ہو جاؤ، جیسے تم ان میں سے نمایاں فرد ہو، بے شک اللہ تعالیٰ فحش بات اور فحش چیز کے اظہار کو پسند نہیں کرتا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابونعیم نے ہشام کے حوالے سے یہ الفاظ اسی طرح نقل کیے ہیں:

''یہاں تک کہ تم لوگوں کے درمیان نمایاں ہو جاؤ''

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكِبْرِ

باب: تکبر کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4090 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا هَنَّادٌ يَعْنِي ابْنَ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي

الْأَحْوَصِ الْمَعْنَى، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ مُوسَى: عَنْ سَلْمَانَ الْأَغَرِّ، وَقَالَ هَنَّادٌ: عَنِ الْأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - قَالَ هَنَّادٌ: - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي، وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي، فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا، قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی میری اوپر کی چادر ہے اور عظمت میری نیچے کی چادر ہے، جو شخص ان کے بارے میں میرے ساتھ مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا، میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا''۔

شرح

میری چادر اور میرا تہبند ہے جیسے الفاظ حق تعالیٰ نے مثال کے طور پر فرمائے ہیں اور اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ دونوں صفتیں یعنی کبرائی اور عظمت صرف میری ذات سے تعلق رکھتی ہیں جن میں کوئی بھی میرا ساجھی شریک نہیں ہو سکتا جیسے کسی کے لباس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا چنانچہ حق تعالیٰ کی کچھ صفات تو ایسی ہیں کہ جن میں کچھ حصہ بندوں کو بھی دیا گیا ہے جو صرف حق تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہیں اور جن کے ساتھ کوئی بندہ اپنے آپ کو بطریق مجاز بھی موصوف نہیں کر سکتا۔ اسی حقیقت کو مثال کے طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ جس طرح کوئی شخص ان کپڑوں کو نہیں پہن سکتا جو کسی دوسرے شخص کے جسم پر ہوں اسی طرح کبریائی اور حقیقی عظمت بڑائی کا بھی کوئی بندہ دعوی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ دونوں صفتیں صرف میری ذات کے لئے موزوں ہیں اور مخصوص ہیں۔

کبریاء اور عظمہ، یہ دونوں لفظ لغت میں ایک ہی معنی کے حامل ہیں یعنی بزرگی اور بڑا ہونا لیکن حدیث کے ظاہری اسلوب سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے کہ ایک کو چادر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور دوسرے کو تہبند کے ساتھ لہٰذا اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ کبریا تو صفت ذاتی ہے یعنی اللہ کی ذات کبیر و متکبر ہے خواہ دوسری اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے اور عظمت کا لفظ حق تعالیٰ کی اس برائی کو بیان کرتا ہے جس کا ظہور اس کے غیر پر بھی ہوتا ہے کہ ساری مخلوق جانتی ہے کہ وہ ایسا بڑ ہے پس یہ حق تعالیٰ کی صفت اضافی ہوئی اور ذاتی صفت کا اضافی صفت سے اعلیٰ ہونا ضروری ہوتا ہے لہٰذا کبریائی کو چادر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ چادر تہبند سے اعلیٰ ہوتی ہے اور عظمت کو تہبند کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

4091 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيمَانٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْقَسْمَلِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، مِثْلَهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، جس کے دل میں رائی کے وزن جتنا تکبر ہوگا اور ایسا شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا، جس کے دل میں رائی کے وزن جتنا ایمان ہوگا''۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4082 - حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَكَانَ رَجُلًا جَمِيلًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي رَجُلٌ حُبِّبَ إِلَيَّ الْجَمَالُ، وَأُعْطِيتُ مِنْهُ مَا تَرَى، حَتَّى مَا أُحِبُّ أَنْ يَفُوقَنِي أَحَدٌ، إِمَّا قَالَ: بِشِرَاكِ نَعْلِي، وَإِمَّا قَالَ: بِشِسْعِ نَعْلِي، أَفَمِنَ الْكِبْرِ ذَلِكَ، قَالَ لَا، وَلَكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطِرَ الْحَقَّ، وَغَمَطَ النَّاسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ ایک وجیہہ شخص تھا اس نے عرض کی: میں ایک ایسا شخص ہوں کہ خوبصورتی کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی ہے اور مجھے اس میں سے جو چیز عطا کی گئی ہے وہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں یہاں تک کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ کسی کا جوتے کا تسمہ بھی مجھ سے بہتر ہو (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) اس نے دریافت کیا: کیا یہ چیز تکبر میں شمار ہوگی؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! تکبر وہ ہوتا ہے، جو حق کو ٹھکرائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

بَابٌ فِي قَدْرِ مَوْضِعِ الْإِزَارِ

باب: تہبند کے رکھنے کی جگہ

4083 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ عَنِ الْإِزَارِ، فَقَالَ: عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِزْرَةُ الْمُسْلِمِ إِلَى نِصْفِ السَّاقِ، وَلَا حَرَجَ - أَوْ لَا جُنَاحَ - فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ، مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ

علاء بن عبدالرحمن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے تہبند کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: تم نے ایک عالم شخص سے رجوع کیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''مسلمان کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے، اس میں کوئی حرج نہیں (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) کوئی گناہ نہیں ہے، جب کہ وہ نصف پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان ہو، لیکن جو ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ جہنم میں ہوگا اور جو شخص تکبر کے طور پر اپنے تہبند کو لٹکائے گا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا''

4084 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِسْبَالُ فِي الْإِزَارِ، وَالْقَمِيصِ، وَالْعِمَامَةِ، مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلَاءَ، لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

سالم بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے

ہیں: "لٹکانا قمیص میں، تہبند میں اور عمامے میں ہوتا ہے، جو شخص ان میں سے کوئی بھی چیز تکبر کے طور پر لٹکائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہیں کرے گا"

4095 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُمَيَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِزَارِ، فَهُوَ فِي الْقَمِيصِ

یزید بن ابوسمیہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: نبی اکرم ﷺ نے تہبند کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے، قمیص کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

4096 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ، أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْتَزِرُ، فَيَضَعُ حَاشِيَةَ إِزَارِهِ مِنْ مُقَدَّمِهِ عَلَى ظَهْرِ قَدَمَيْهِ، وَيَرْفَعُ مِنْ مُؤَخَّرِهِ، قُلْتُ: لِمَ تَأْتَزِرُ هَذِهِ الْإِزْرَةَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتَزِرُهَا

عکرمہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے تہبند باندھا ان کے تہبند کا اگلا کنارہ ان کے پاؤں کی پشت کو چھو رہا تھا اور پیچھے کی طرف سے وہ تہبند اٹھا ہوا تھا، میں نے دریافت کیا، آپ اس طرح سے تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح تہبند باندھے ہوئے دیکھا ہے۔

بَابٌ فِي لِبَاسِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کے لباس کا بیان

4097 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ، وَالْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ نے مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی خواتین، اور خواتین کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔

4098 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ، وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے، جو عورت کا سا لباس پہنتا ہے اور ایسی عورت پر لعنت کی ہے، جو مرد کا سا لباس پہنتی ہے۔

4099 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ، وَبَعْضُهُ قِرَاءَةً عَلَيْهِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي

مُلَيْكَةَ. قَالَ: قِيلَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: إِنَّ امْرَأَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ. فَقَالَتْ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَاءِ

ابن ابوملیکہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کی گئی: ایک عورت (مردوں کا مخصوص) جوتا پہن لیتی ہے (اس کا کیا حکم ہو گا؟) تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

بَابٌ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالَى: (يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ) (الأحزاب: 59)

باب: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تذکرہ ''وہ اپنے چادریں آگے لٹکا کر رکھیں''

4100 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا ذَكَرَتْ نِسَاءَ الْأَنْصَارِ، فَأَثْنَتْ عَلَيْهِنَّ، وَقَالَتْ لَهُنَّ مَعْرُوفًا، وَقَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ سُورَةُ النُّورِ عَمِلْنَ إِلَى حُجُورٍ - أَوْ حُجُوزٍ، شَكَّ أَبُو كَامِلٍ - فَشَقَقْنَهُنَّ فَاتَّخَذْنَهُ خُمُرًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے انصار کی خواتین کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی تعریف کی، ان کی اچھائی بیان کی، اور فرمایا: جب سورۃ نور نازل ہوئی، تو ان خواتین نے اپنے تہبند لیے، انہیں چیر کر ان کی (سر پہ لینے والی) چادریں بنالیں۔

4101 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ: (يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ) (الأحزاب: 59)، خَرَجَ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِهِنَّ الْغِرْبَانَ مِنَ الْأَكْسِيَةِ

سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ اپنی چادر اپنے اوپر لٹکا لے''

تو انصار کی خواتین نکلیں، تو یوں تھا، جیسے ان کے سروں پر کوّے بیٹھے ہوئے ہوں، اس کی وجہ وہ چادریں تھیں (جو انہوں نے سر پر لی ہوئی تھیں)۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہیے کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (اپنے منہ پر) لٹکا لیا کریں، یہ اس کے بہت قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے (کہ یہ آزاد عورتیں ہیں) تو ان کو ایذا نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (الاحزاب: ۵۹)

جلباب کی تحقیق

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ازواج مطہرات، نبی ﷺ کی صاحبزادیاں اور مسلمان عورتیں اپنی جلابیب (چادروں) کا کچھ حصہ اپنے (چہروں) پر ڈال لیں۔ جلابیب جلباب کی جمع ہے اس لئے دیکھنا چاہئے کہ جلباب کا معنی کیا ہے۔

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری متوفی 398ھ لکھتے ہیں:

والجلباب الملحفة۔ (صحاح ج۱ ص101، دار العلم بیروت، ۱٤۰٤ھ) جلباب ملحفہ ہے یعنی لحاف اور کمبل کی طرح وسیع وعریض چادر ہے۔

جلباب وہ چادر ہے جس کو عورت کمبل کی طرح اوپر سے اوڑھ لیتی ہے، ابوعبید نے کہا ہے کہ ازہری نے یہ بیان کیا ہے کہ ابن الاعرابی نے جو یہ کہا ہے کہ جلباب آزار (تہبند) ہے۔ اس سے مراد وہ چادر نہیں ہے جو کمر پر باندھی جاتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ چادر ہے جس سے تمام جسم کو ڈھانپ لیا جاتا ہے۔ (لسان العرب ج۱ ص273، ایران 1405ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جلباب سے مراد وہ وسیع وعریض چادر ہے جس سے عورت تمام جسم کو ڈھانپ لیتی ہے۔

چہرہ ڈھانپنے کی تحقیق

اس آیت میں یہ الفاظ: یدنین علیهن من جلابیبهن اور یہ من تبعیضیہ ہے، یعنی عورتیں اپنی جلباب کا کچھ حصہ اپنے اوپر ڈال لیں، مفسرین نے لکھا ہے کہ علیهن میں حذف مضاف ہے یعنی علی وجوههن "چادروں کا کچھ حصہ اپنے چہروں پر ڈال لیں" یعنی کا ایک پلو یا آنچل یا گھونگھٹ اپنے چہروں پر اس طرح ڈال لیں کہ چہرہ ڈھک جائے اور یہی حجاب کا تقاضا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر، حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں سے سر کو اور چہرے کو اس طرح ڈھانپ لیں کہ فقط ایک آنکھ کھلی رہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث: 21861)

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی نے اس تفسیر کو عبیدہ سے نقل کیا ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص 371 مطبوعہ لاہور)

قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یغطین وجوههن وابدانهن اذا برزن لحاجة ومن للتبعیض فان المراة ترخی بعض جلبابها وتتلفع ببعض۔ جب عورتیں کسی کام سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے اور بدن کو ڈھانپ لیں، من تبعیض کے لئے ہے کیونکہ عورتیں چادر کے بعض حصے کو (چہرہ پر) لٹکا لیتی ہیں اور بعض کو بدن کے گرد لپیٹ لیتی ہیں۔

(بیضاوی علی حاشیہ الخفاجی ج ۷ ص 185، دار صادر بیروت)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

کشاف میں ہے کہ اس آیت کے دو محمل ہیں یا تو ایک چادر کو پورے بدن پر لپیٹنے کا حکم دیا ہے یا چادر کے ایک حصہ سے سر

اور چہرے کو ڈھانپ لیں اور دوسرے حصے سے باقی بدن ڈھانپ لیں۔ (عنایۃ القاضی ج ۷ ص 185، دار صادر بیروت)

علامہ آلوسی حنفی نے بھی اس تفسیر کو نقل کیا ہے۔ (ج ۲۲ ص 89، دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ تو ایک کھلی ہوئی بدیہی بات ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے مسلمان عورتیں جب کسی ضرورت کی بناء پر گھر سے باہر نکلتی تھیں تو چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ ان کا سارا جسم مستور ہوتا تھا خصوصاً سورۃ نور میں احکام ستر نازل ہونے کے بعد تو اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اب سورۃ الاحزاب میں احکام حجاب نازل ہونے کے بعد بھی اگر مسلمان عورتیں اسی طرح کھلے منہ پھرتی رہتیں یا ان کا اسی طرح کھلے منہ پھرنا جائز ہوتا تو احکام حجاب نازل ہونے کا کیا ثمرہ مرتب ہوا اور آیات حجاب کو نازل کرنے سے کیا مقصد حاصل ہوا؟ اس لئے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ آیات حجاب میں عورتوں کو اپنے منہ اور ہاتھوں کو چھپانے کا حکم دیا ہے اور حجاب ستر سے زائد چیز ہے، ستر عورت کے جسم کے اس حصہ کو چھپانا ہے جس کو شوہر کے سوا کسی اور شخص کے سامنے ظاہر نہیں کیا جا سکتا اور یہ ہاتھوں اور چہرے کے سوا عورت کا سارا جسم ہے، عورت اپنے محارم (باپ، بھائی وغیرہ) کے سامنے صرف چہرہ اور ہاتھ ظاہر کر سکتی ہے اور باقی جسم چھپائے گی اور حجاب کا تقاضا یہ ہے کہ عورت غیر محرم اجنبیوں کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو بھی چھپائے گی، چونکہ پہلے مسلمان عورتیں اور ازواج مطہرات اجنبی مردوں کے سامنے چہرے کو نہیں چھپاتی تھیں اسی لئے حضرت عمر مضطرب رہتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے آیات حجاب نازل کر دیں تو ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں نے اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کو حجاب میں مستور کر لیا۔

عورت کے حجاب کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(الاحزاب: ۵۳) اور جب تم نبی کی ازواج (مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے لئے بہت ہی پاکیزگی کا سبب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(الاحزاب: ۵۹) اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو یہ حکم دیں کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (آنچل، پلو یا گھونگھٹ) اپنے چہروں پر لٹکائے رہیں، یہ پردہ ان کی اس شناخت کے لئے بہت قریب ہے (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں) سو ان کو ایذاء نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

ذالك ادنیٰ ان یعرفن سے چہرہ ڈھانپنے پر استدلال

(الاحزاب: ۵۹) یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے (کہ وہ آزاد عورتیں ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں) سو ان کو ایذا نہ دی جائے۔

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

جب کوئی باندی راستہ سے گذرتی تھی تو فساق فجار اس کو ایذاء پہنچاتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو باندیوں کی مشابہت سے منع فرمادیا، مجاہد نے یدنین علیہن من جلابیبہن کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ "آزاد عورتیں اپنے چہروں پر آنچل ڈال لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ آزاد عورتیں ہیں اور فساق ان کو آوازیں کس کر یا چھیڑ خانی کر کے اذیت نہ پہنچائیں۔" اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ذلك ادنی ان یعرفن فلا یوذین "یہ ان کی (باندیوں سے) شناخت کے زیادہ قریب ہے تاکہ ان کو ایذاء نہ پہنچائی جائے۔" (جامع البیان ج۲۲ ص57-58 دار الفکر بیروت)

امام رازی متوفی 606ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں آزاد عورتیں اور باندیاں چہرہ کھول کر باہر نکلتی تھیں اور فساق اور فجار ان کے پیچھے دوڑتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو چادر سے چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا۔ (تفسیر کبیر ج۹ ص184)

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا کہ آزاد عورتیں اور باندیاں دونوں قمیص اور دوپٹے میں چہرہ کھول کر نکلتی تھیں اور جب وہ رات کے وقت قضاء حاجت کے لئے کھجوروں کے جھنڈ اور نشیبی زمینوں میں جاتیں تو بدکار لوگ بھی ان کے پیچھے جاتے اور بعض اوقات وہ آزاد عورت پر بھی دست درازی کرتے اور یہ کہتے کہ ہم نے اس کو باندی گمان کیا تھا۔ تب آزاد عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ باندیوں سے مختلف وضع قطع اختیار کریں بایں طور کہ بڑی چادروں اور کمبلوں سے اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیں تاکہ وہ باحیاء اور معزز رہیں اور کوئی شخص ان کے متعلق بری خواہش نہ کرے۔ (البحر المحیط ج۷ ص250 دار الفکر بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

آزاد عورتیں چادروں سے اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیں تاکہ معلوم ہو جائے وہ آزاد عورتیں ہیں۔

(زاد المسیر ج۶ ص۴۲۲)

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

عورتیں جب کسی کام سے جائیں تو چادروں سے اپنے چہروں اور بدنوں کو چھپالیں۔

(تفسیر ابوسعود ج۵ ص239، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

ابوعبیدہ سلمانی بیان کرتے ہیں کہ جب ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تم چادر کو اپنی پیشانی پر رکھ کر چہرے کے اوپر لپیٹ لو، سدی نے کہا ایک آنکھ کے سوا باقی چہرے کو ڈھانپ لو (علامہ ابوالحیان کہتے ہیں) اندلس کے شہروں کا بھی یہی طریقہ ہے عورتیں ایک آنکھ کے سوا باقی چہرے کو ڈھانپ کر رکھتی ہیں، حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا چادر سے چہرے کو ڈھانپ لے اور دونوں آنکھوں کو دکھلا رکھے۔ من جلابیبھن کا مطلب یہ ہے کہ چادر کے ایک پلو سے چہرہ کو ڈھانپ لیا جائے یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے کیونکہ جب آزاد عورتیں اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں گی تو وہ بے پردہ پھرنے والی بے حیا باندیوں سے ممتاز ہو جائیں گی اور فساق اور فجار کی ایذاء رسانی اور چھیڑ خانی سے محفوظ رہیں گی۔ (البحر المحیط ج۸ ص504 دار الفکر)

مشہور شیعہ مفسر شیخ ابوجعفر بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

(التبیان ج، ص 361) حسن نے کہا کہ جلابیب سے مراد وہ چادریں ہیں جن کو عورتیں اپنے چہروں پر ڈال لیتی ہیں۔
جلباب کی تفسیر جو ہم نے معتمد مفسرین اسلام سے نقل کی ہے، ان میں علامہ ابن جریر طبری، علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی، علامہ ابن کثیر حنبلی، علامہ ابن جوزی حنبلی، قاضی بیضاوی شافعی، علامہ ابوسعود حنفی، علامہ خفاجی حنفی، علامہ آلوسی حنفی، علامہ ابوالحیان اندلسی اور شیعہ مفسر شیخ طوسی وغیرہ سب اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت پر نبی ﷺ کی ازواج آپ کی صاحبزادیوں اور عام مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر گھر سے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کا پلو اپنے چہرے پر ڈال کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیں۔

ان تفسیر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ سورۃ نور میں عورتوں کو جو چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کے ستر کا حکم دیا گیا تھا اس آیت میں اس سے زائد حکم بیان کیا گیا ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ کر رکھیں۔
مصنف یہ کہتا ہے کہ آج بھی یہی طریقہ ہے جو عورت مکمل پردہ میں باہر نکلتی ہے وہ کسی شخص کی ہوا و ہوس کا نشانہ نہیں بنتی اس پر کوئی بری نظر ڈالتا ہے نہ کوئی آواز کستا ہے، نہ اس کا پیچھا کرتا ہے اور جو عورت بے پردہ تنگ اور چست لباس پہن کر، سرخی پاؤڈر سے میک اپ کر کے اور اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کر کے خوشبوؤں کی لپٹوں میں گھر سے نکلتی ہے وہ تمام ہوس ناک نگاہوں کا ہدف بنتی ہے اوباش لوگ اس پر آوازیں کستے ہیں اور چھیڑ خانی کرتے ہیں اور بسا اوقات اس کی عزت لٹ جاتی ہے۔ العیاذ باللہ!
ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو کہتے ہیں اسلام عورت کو پردے کی بو بو بنانا چاہتا ہے! مغربی ممالک میں جہاں کوئی پردہ ہے نہ کوئی حدود و قیود ہیں لڑکیاں نیم عریاں لباس میں برسرعام پھرتی ہیں اور راہ چلتے برسرعام مرد اور عورت بوس و کنار کرتے ہیں، پارکوں اور تفریح گاہوں میں بغیر کسی پردے اور حجاب کے حیوانوں کی طرح مرد اور عورتیں ہم آغوش ہوتے ہیں اور جنسی عمل کرتے ہیں، ایک لڑکی کئی کئی بوائے فرینڈز رکھتی ہے، دفتروں، کارخانوں، ہوٹلوں اور سیر گاہوں میں ہر جگہ مرد اور عورت ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور ایک ساتھ کام کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ناجائز بچوں سے ان کی سڑکیں بھری رہتی ہیں اور ہسپتالوں میں اسقاط حمل کرانے والی عورتوں کی بھرمار رہتی ہے اور اس جنسی بے راہ روی سے ان کا ذہنی سکون جاتا رہتا ہے اور وہ لوگ مالیخولیائی کیفیات میں مبتلا ہو جاتے ہیں پھر وہ سکون اور نروان کی تلاش میں سستے نشوں کی تلاش میں پھرتے ہیں۔ پہلے وہ اپنے آپ کو شراب میں ڈبو دیتے تھے لیکن اس سے بھی ان کو سکون نہیں ملا، اب وہ چرس، کوکین، ہیروئن اور راکٹ کی پناہ لیتے ہیں وہ ایسا تیز سے تیز نشہ چاہتے ہیں جو ان کے ذہن کو زیادہ سے زیادہ دیر کے لئے سلا دے، بے حس کر دے اور دنیا اور مافیہا سے بے خبر کر دے۔ مغربی ممالک کی حکومتیں ان منشیات پر پابندیاں لگا رہی ہیں اس کے باوجود منشیات کی کھپت بڑھتی جا رہی ہے، پابندیوں سے کام نہیں چلے گا لوگ سکون چاہتے ہیں ان کو سکون مہیا کیجیے راکٹ اور مارفیا کا سکون ناپائیدار اور عارضی ہے، صحت کے لئے تباہ کن ہے، حقیقی سکون صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہے:

(الانعام: ۸۲) جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کے ساتھ انہوں نے گناہ نہ کئے (یعنی اسلامی احکام کی مخالفت اور ان سے

بغاوت نہیں کی) انہی کے لئے امن اور سکون ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جنسی بے اعتدالی اور بے راہ روی انسان کے ذہنی سکون کو ختم کر دیتی ہے، اس لئے اگر ہم دنیا کو ذہنی سکون فراہم کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو جنسی بے راہ روی اور بدچلنی کو ختم کرنا ہوگا اور اس کی پہلی بنیاد پردہ اور حجاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(الاحزاب: ۵۹) یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے (کہ وہ آزاد و تریں ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں) سو ان کو ایذا نہ دی جائے۔

علامہ محمد امین بن مختار جکنی شنقیطی لکھتے ہیں:

صحابہ کرام اور مابعد کے تمام مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ اہل مدینہ کی خواتین رات کو قضاء حاجت کے لئے گھروں سے باہر نکلتیں تھیں اور مدینہ میں بعض فساق تھے جو باندیوں کے پیچھے پڑ جاتے تھے اور آزاد عورتوں سے تعرض نہیں کرتے تھے اور بعض آزاد عورتیں ایسی وضع میں نکلتی تھیں جس سے وہ باندیوں سے ممتاز نہیں ہوتی تھیں، سو وہ فساق ان کو بھی باندیاں سمجھ کر ان کے پیچھے پڑ جاتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی ازواج اپنی صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیں کہ وہ اپنی وضع قطع میں باندیوں سے ممتاز رہیں بایں طور کہ چادروں سے اپنا چہرہ چھپائے رکھیں اور جب وہ ایسا کریں گی تو فساق کو پتا چل جائے گا کہ یہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو ستایا نہیں جائے گا، اہل علم نے اس کی یہی تفسیر کی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فساق کا باندیوں کو چھیڑنا اور ان سے فحش حرکات کرنا جائز ہے بلکہ یہ حرام ہے اور ان فحش کاموں کے درپے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہیں والذین فی قلوبھم مرض ''وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔''

(اضواء البیان ج ۶ ص 587-588)

مذاہب اربعہ کے بعض متقدمین فقہاء اور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ عورت کے چہرہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور بلا شہوت دیکھنا جائز ہے، اسی طرح انہوں نے کہا کہ عورت اپنے چہرہ کو چھپانا واجب نہیں ہے اس کے برخلاف بعض دور سے فقہاء اور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے اور یہی قول قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے کیونکہ چہرہ کے علاوہ باقی جسم کو چھپانا تو عورت پر پہلے بھی فرض تھا جیسا کہ سورۃ نور میں ستر کے احکام نازل ہونے سے ظاہر ہو گیا ہے اور اس کے بعد سورۃ الاحزاب میں جو حجاب کی آیات نازل ہوئیں ان میں ستر سے ایک زائد حکم بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ غیر محرم اور اجنبی مردوں کے سامنے عورتیں اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ رکھیں۔

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی، مجتہد فی المسائل ہیں، وہ لکھتے ہیں:

ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جوان عورتوں کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور گھر سے باہر نکلتے وقت پردہ کرنے اور پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ آوارہ لوگوں کے دلوں میں بری خواہش پیدا نہ ہو۔

(احکام القرآن ج ۳ ص 372 لاہور)

چونکہ بوڑھی عورتوں کے حجاب کے متعلق قرآن مجید میں تخفیف کی گئی ہے اس لئے علامہ ابوبکر رازی نے حجاب کی اس آیت کو جوان عورتوں پر محمول کیا ہے اور اس عبارت میں یہ تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جوان عورتوں کو چہرہ ڈھانپنے کا امر کیا ہے اور امر کا تقاضہ وجوب ہے اس لئے جو عورتیں بوڑھی نہ ہوں ان پر اپنے چہرہ کو چھپانا واجب ہے۔

بوڑھی عورتوں کے حجاب میں تخفیف سے عمومی حجاب پر استدلال

جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کے حجاب میں تخفیف کی ہے وہ یہ ہے:

(النور: ۶۰) وہ بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہیں ہے اگر وہ اپنے (چہرہ ڈھانپنے کے) کپڑے اتار دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے درآں حالیکہ وہ اپنی زینت دکھاتی نہ پھریں اور اگر وہ اس سے بچیں (یعنی نقاب نہ اتاریں) تو یہ ان کے لئے بہتر ہے۔

اس آیت میں بوڑھی عورتوں کو جن کپڑوں کے اتارنے کی اجازت دی ہے اس سے مراد وہ چادریں ہیں جن سے آیت جلباب میں چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت سے یہ تو ہرگز مراد نہیں ہے کہ بوڑھی عورت قمیض اور شلوار اتار کر بالکل برہنہ ہو جائے کیونکہ یہ کھلی بے حیائی ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ بوڑھی عورت سینہ سے دوپٹہ اتار کر اپنے سینہ کا ابھار لوگوں کو دکھاتی پھرے کیونکہ غیر متبرجات بزینۃ میں اس سے منع کر دیا ہے، تو پھر متعین ہو گیا کہ اس آیت میں بوڑھی عورتوں کو چہرہ سے صرف نقاب اتارنے کی اجازت دی ہے یا اس چادر کو اتارنے کی اجازت دی ہے جس سے آیت جلباب میں چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا ہے۔ نیز یہ فرمایا کہ ان کے لئے بھی افضل اور مستحب یہی ہے کہ وہ اس چادر کو نہ اتاریں اور چہرہ ڈھانپ کر رکھیں اور اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ جو عورتیں سن ایاس کو نہ پہنچی ہوں ان پر چہرہ چھپانا لازم اور واجب ہے۔

علامہ ابوبکر رازی جصاص الحنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود اور مجاہد نے بیان کیا کہ یہاں وہ بڑھی عورتیں مراد ہیں جو نکاح کا ارادہ نہ رکھتی ہوں اور جن کپڑوں کو اتارنے کی اجازت دی اس سے مراد جلابیب (وہ چادریں جن کے پلو سے چہرہ ڈھانپتے ہیں) ہیں، حسن نے کہا جلابیت اور پٹکے مراد ہیں، ابراہیم اور ابن جبیر نے کہا چادر مراد ہے جابر بن زید سے چادر اور دوپٹے کی روایت ہے، علامہ ابوبکر اس روایت کو مسترد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بوڑھی عورت کے بال بالاتفاق ستر ہیں جس طرح جوان عورت کے بال ستر ہیں، اس لئے اجنبی شخص کا بوڑھی عورت کے بالوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے، اور اگر بوڑھی عورت نے ننگے سر نماز پڑھی تو جوان کی طرح اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اس لئے اس آیت سے یہ مراد نہیں ہو سکتا کہ بوڑھی عورت اجنبی مردوں کے سامنے اپنا دوپٹہ اتار دے۔ اگر یہ سوال ہو کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورت کو تنہائی میں دوپٹہ اتارنے کی اجازت دی ہے، جبکہ اسے کوئی دیکھ نہ رہا ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ پھر بوڑھی عورتوں کی تخصیص کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جوان عورت بھی تنہائی میں اپنا دوپٹہ اتار سکتی ہے، اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جب بوڑھی عورت کا سر ڈھکا ہوا ہو تو وہ لوگوں کے سامنے اپنی جلباب اتار سکتی ہے اور اس کے لئے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھولنا جائز ہے کیونکہ اس پر شہوت نہیں آتی۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۲۴۳، لاہور)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ وہ بوڑھی عورت بھی ستر میں جوان عورت کی طرح ہے مگر بوڑھی عورت اس جلباب کو اتار سکتی ہے جو قمیص اور دوپٹہ کے اوپر اوڑھا ہوا ہوتا ہے حضرت ابن مسعود اور ابن جبیر وغیرہ کا یہی قول ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کو تمام کپڑے اتارنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ اس سے ہر ستر کا کھولنا لازم آئے گا اس لئے مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں کپڑے سے مراد وہ جلباب چادریں اور اوڑھنیاں ہیں جن کو دوپٹہ کے اوپر اوڑھا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص 307 دارالفکر بیروت، 1398ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں کپڑوں سے مراد وہ جلباب، چادریں اور اوڑھنیاں ہیں جو دوپٹہ کے اوپر ہوتی ہیں، تمام کپڑے اتارنا مراد نہیں ہیں، قاضی ابویعلی نے کہا بوڑھی عورت کا اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھولنا جائز ہے اور اس کے بالوں کو دیکھنا جوان عورت کے بالوں کو دیکھنے کی طرح ناجائز ہے۔ (زادالمسیر ج ۶ ص 63 بیروت)

مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ بوڑھی عورت جس کو نکاح کی امید نہ ہو اور جو سن ایاس کو پہنچ چکی ہو صرف اس کو اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت دی ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے وہ جلباب اتار سکتی ہیں جس کے آنچل سے چہرے کو ڈھانپا جاتا ہے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر کر سکتی ہے پھر بھی اس کے لئے افضل اور مستحب یہی ہے کہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر رکھے۔

اب اگر بوڑھی عورتوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے لئے بھی اجنبی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا جائز ہو تو بتلائے اس آیت میں بوڑھی عورتوں کی تخصیص کا کیا فائدہ ہوا؟ اور جب بوڑھی عورتوں کے لئے بھی اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ چھپانا مستحب ہے تو جوان عورتوں کے چہرہ چھپانے کے واجب ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے!

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حجاب اور نقاب کے معمولات

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خیبر سے) مدینہ تشریف لائے درآں حالیکہ آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے شادی کی ہوئی تھی انصار کی عورتوں نے آ کر حضرت صفیہ کے متعلق بیان کیا میں نے اپنا حلیہ بدلا اور نقاب پہن کر (انہیں دیکھنے) گھر سے نکلی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ کو دیکھ کر پہچان لیا، میں (واپس) تیزی سے دوڑی، آپ نے مجھے پکڑ کر گود میں اٹھا لیا اور فرمایا: تم نے (ان کو) کیسا پایا، میں نے کہا اس یہودی عورت کو یہودیوں میں بھیج دیجئے۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 1980)

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نقاب پہننے کا ذکر ہے اور یہ کہ ازواج مطہرات اور مسلم خواتین جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلتی تھیں تو نقاب پہنتی تھیں یا چادروں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتی تھیں۔

امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ افک کی حدیث میں روایت کرتے ہیں:

میں اپنے پڑاؤ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور میں سوگئی اور حضرت صفوان بن معطل اسلمی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے، وہ رات کے آخری حصہ میں چلے اور صبح کے وقت میرے پڑاؤ پر پہنچے تو انہوں نے ایک انسانی ہیولا دیکھا، جب وہ میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے پہچان لیا کیونکہ انہوں نے حجاب کے حکم سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا انہوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میں یہ سن کر بیدار ہوگئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:4141)

یہ حدیث اس بات کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات چادروں سے اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں۔ وللہ الحمد۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ احرام میں ہمیں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قمیض اور شلواریں نہ پہنو، عمامے اور ٹوپیاں نہ پہنو، البتہ اگر کسی کے پاس جوتیاں نہ ہوں تو وہ موزے پہن سکتا ہے لیکن ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے اور کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس کو زعفران یا ورس (ایک گھاس جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے) سے رنگا ہوا ہو اور احرام کی حالت میں عورت نقاب ڈالے نہ دستانے پہنے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:1838، سنن ابوداؤد رقم الحدیث:1823، صحیح مسلم رقم الحدیث:1177 سنن النسائی رقم الحدیث:2666)

احرام میں نقاب ڈالنے کی ممانعت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عام حالات میں خواتین نقاب ڈالتی تھیں۔

حضرت شماس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام خلاد نام کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی درآں حالیکہ اس نے نقاب پہنی ہوئی تھی۔ اس کا بیٹا شہید ہوگیا تھا وہ اس کے متعلق پوچھنے آئی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا: تم اپنے بیٹے کے متعلق پوچھ رہی ہو اور اس حال میں بھی تم نے نقاب پہنی ہوئی ہے! اس نے کہا میں نے اپنے بیٹا کھویا ہے اپنی حیا نہیں کھوئی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث:2488)

عہد توریت میں نقاب اور حجاب کا معمول

اسلام سے پہلے دوسرے آسمانی مذاہب میں بھی حجاب اور نقاب کے ساتھ گھروں سے باہر نکلنے کی ہدایت کی جاتی تھی، توریت میں ہے:

اور ربقہ نے نگاہ کی اور اضحاق کو دیکھ کر اونٹ سے اتر پڑی۔ اور اس نے نوکر سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے جو ہم سے ملنے کو میدان میں چلا آ رہا ہے اس نوکر نے کہا یہ میرا آقا ہے۔ تب اس نے برقع لے کر اپنے اوپر ڈال لیا۔ (پیدائش: باب ۲۴، آیت 65-66)

اور تم کو یہ خبر ملی کہ تیرا خسرا اپنی بھیڑوں کو پشم کترنے کے لئے تمنت کو جا رہا ہے۔

تب اس نے اپنے رنڈاپے کے کپڑوں کو اتار پھینکا اور برقع اوڑھا اور اپنے کو ڈھانکا۔ (پیدائش: باب 37، آیت:14-15)

پھر وہ اٹھ کر چلی گئی اور برقع اتار کر رنڈاپے کا جوڑا پہن لیا۔ (پیدائش: باب 38، آیت:20)

بعض احادیث بظاہر حجاب کے خلاف ہیں جن میں اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے اور عورتوں کے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا

ثبوت ہے اسی لئے ہم ان احادیث کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں، امام مسلم روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی درآں حالیکہ وہ (جنگی کھیل) کھیل رہے تھے، میں اس وقت لڑکی تھی، سوچو کہ کم عمر شائقہ لڑکی کے شوق کا کیا عالم ہوگا!

(صحیح مسلم رقم الحدیث:2029)

اس حدیث میں مردوں کے کھیل کی طرف دیکھنے کا جواز ہے، جبکہ مردوں کے بدن کی طرف (پسندیدگی سے) نہ دیکھا جائے اور عورتوں کا اجنبی مرد کے چہرہ کی طرف شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور بغیر شہوت کے دیکھنے میں دو قول ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن** "آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ (بلکہ حضرت میمونہ) سے فرمایا "تم دونوں تو نابینا نہیں ہو، تم اس سے (یعنی حضرت ابن ام مکتوم سے) پردہ کرو' یہ حدیث حسن ہے اس کو امام ترمذی اور دوسرے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے دو جواب ہیں، قوی جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے ان کے چہروں اور بدنوں کی طرف (بالذات) دیکھا تھا اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ان کے کھیل اور ان کی جنگ کی طرف دیکھا تھا اور ان کی جنگی مشقوں کے دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عائشہ نے ان کے بدن کی رطف دیکھا ہو اور اگر بالفرض حضرت عائشہ کی نظر بلا قصد ان کے بدن پر پڑ گئی تو آپ نے فوراً نظر کو ہٹا یا تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ حجاب نازل ہونے سے پہلے کا ہو اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ اس وقت کمسن تھیں اور حد بلوغ کو نہیں پہنچیں تھیں۔

دوسری حدیث جس سے حجاب کے خلاف شبہ پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک شخص نے سوال کیا آپ عید الفطر یا عید الاضحی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہاں! اگر میں اس وقت کمسن نہ ہوتا تو حاضر نہ ہوتا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عیدگاہ) گئے اور آپ نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا اور راذان کا ذکر کیا نہ اقامت کا، پھر آپ عورتوں کے پاس گئے ان کو وعظ ونصیحت کی اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا پھر میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے کانوں اور گلوں کی طرف ہاتھ بڑھائے اور حضرت بلال کو زیورات دیئے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:977)

اس حدیث سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت بلال نے اس موقع پر اجنبی عورتوں کو دیکھا، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کا جواب تو خود اس حدیث میں ہے کہ وہ کم سن تھے اور حضرت بلال اگرچہ اس وقت آزاد ہو چکے تھے لیکن وہ عورتیں حجاب میں لپٹی ہوئی تھیں اور اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت بلال نے ان کے چہروں کی طرف دیکھا یا ان کے چہرے کھلے ہوئے اور بے حجاب تھے۔

ایک اور حدیث جس سے حجاب کے خلاف شبہ پیش کیا جاتا ہے یہ ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت فضل بن عباس، رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھا، حضرت فضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی، نبی ﷺ نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری رخ کر دیا، اس عورت نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے سواری پر بیٹھ کر حج نہیں کر سکتا، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 6228)

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے چہرہ پر نقاب ڈالنا اور حجاب کرنا واجب نہیں ہے ورنہ وہ عورت بے پردہ نہ آتی اور اگر آ ہی گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ اس کو چہرہ چھپانے کا حکم دیتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ عورت محرمہ تھی البتہ اس کے برخلاف اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے، اس لئے نبی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے حضرت فضل بن عباس کی گردن پھیر دی، جامع ترمذی میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں نے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا اور میں ان پر شیطان (کے حملہ) سے بے خوف نہیں ہوا" اس وجہ سے آپ نے حضرت فضل بن عباس کی گردن کو دوسری طرف پھیر دیا۔ اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے معاملہ میں جب رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کرام پر اعتماد نہیں تھا حالانکہ خوف خدا اور تقوئی اور پرہیزگاری میں ان کا سب سے اونچا مقام تھا تو پھر بعد کے لوگوں پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اگر ان کو شہوت کا خطرہ نہ ہو تو پھر وہ اجنبی عورتوں کو دیکھ سکتے ہیں، اس لئے جن بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر شہوت کا خطرہ نہ ہو تو اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہے، یہ صحیح نہیں ہے، صحیح یہی ہے کہ اجنبی عورتوں کو دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے، البتہ ضرورت کے مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں جن کو ہم نے اس سے پہلے تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اس لئے اس حدیث پر غور کرنا چاہئے:

(سنن الترمذی الحدیث: 885) حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے عم زاد کی گردن کیوں پھیر دی آپ نے فرمایا میں نے مرد اور جوان عورت کو دیکھا اور میں ان پر شیطان (کے حملہ) سے بے خوف نہیں ہوا۔

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں غض بصر "نگاہیں نیچی رکھنے کا" حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ چہرہ چھپانا ضروری نہیں ہے بس نگاہیں نیچی کر لینا کافی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف غض بصر کا حکم نہیں ہے چہرہ چھپانے کا بھی حکم ہے جیسا کہ ہم نے آیات حجاب میں اس کو بیان کر دیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ جب عورتوں کو کھلے منہ پھرنے کی چھپانے کا بھی حکم ہے جیسا کہ ہم نے آیات حجاب میں اس کو بیان کر دیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ جب عورتوں کو کھلے نہ پھرنے کی اجازت ہی نہیں ہے تو پھر غض بصر کے حکم کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کے نقاب اور حجاب میں رہنے کے باوجود ایسے مواقع پیش آ سکتے ہیں جب اچانک کسی مرد اور عورت کا سامنا ہو جائے اور ایک باپردہ عورت کو بھی نماز اور حج کے مواقع پر چہرہ کھولنے سے سابقہ پڑ جاتا ہے سو ایسے تمام مواقع پر مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بَابٌ فِي قَوْلِهِ (وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ) (النور:31)

باب: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا تذکرہ ''انہیں چاہیے کہ اپنی چادریں اپنے گریبان پر رکھیں''

4102 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، وَابْنُ السَّرْحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالُوا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي قُرَّةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَعَافِرِيُّ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: يَرْحَمُ اللهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ، لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ: (وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ) (النور: 31)، شَقَقْنَ أَكْنَفَ - قَالَ ابْنُ صَالِحٍ: أَكْثَفَ - مُرُوطِهِنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ ﷝ بیان کرتی ہیں: اللہ تعالیٰ ہجرت کرنے والی ابتدائی خواتین پر رحم کرے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''وہ اپنی چادریں اپنے گریبان پر ڈال لیں''

تو ان خواتین نے اون کی موٹی چادریں پھاڑ کر ان کی اوڑھنیاں بنالیں۔ (یہاں ایک راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے)

4103 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: رَأَيْتُ فِي كِتَابِ خَالِي، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

نظر اور شرمگاہ کی حفاظت بہت ضروری ہے:

۱۔ ابن ابی حاتم نے مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اسماء بنت مرشد اپنے کھجور کے باغ میں رہتی تھیں جو بنو حارثہ میں تھا عورتوں نے وہاں تہہ بندوں کے بغیر داخل ہونا شروع کر دیا ان کے پازیب ظاہر ہوتے اور ان کے سینے اور زلفیں بھی ننگی ہوتیں اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر کہا یہ کتنی بری صورت ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نازل فرمایا آیت ''وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن'' الایۃ

۲۔ عبدالرزق والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والترمذی والحاکم وصححہ وابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت ولا یبدین زینتھن کے بارے میں روایت کیا کہ زینت مراد ہے کنگن بازو بند پازیب بالی اور ہار آیت الا ما ظھر منھا یعنی کپڑے اور اوڑھنی۔

۳۔ ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ زینت سے مراد دو قسم کی زینتیں ہیں ظاہری زینت اور باطنی زینت کو خاوند کے سوا کوئی نہیں دیکھتا اور ظاہری زینت سے مراد ہے کپڑے اور باطنی

زینت سے مراد ہے سرمہ، کنگن انگوٹھی ابن جریر کے لفظ میں یوں ہے کہ اس میں سے ظاہری زینت کپڑے ہیں اور جو چیزیں چھپی ہوتی ہیں دو پازیب ہیں اور دونوں بالیاں ہیں اور کنگن ہیں۔

عورت کے لیے عطر لگا کر گھر سے باہر نکلنا گناہ ہے

۴۔ احمد والنسائی والحاکم والبیہقی فی سننہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس عورت نے عطر لگایا اور باہر نکلی تو جن لوگوں پر وہ گزری اور انہوں نے اس کی خشبو کو پایا تو وہ زانیہ عورت ہے۔

۵۔ ابن المنذر نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت **ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا** سے مراد ہے سرمہ اور انگوٹھی۔

۶۔ سعید بن منصور وابن جریر وعبد بن حمید وابن المنذر والبیہقی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت **ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا** سے مراد ہے سرمہ انگوٹھی بالی اور ہار۔

۷۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ **الا ماظھرہ منھا** سے مراد ہے ہتھیلی کا خضاب اور انگوٹھی۔

۸۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت **الا ماظھر منھا** سے مراد ہے اس کا چہرہ اس کی ہتھیلیا اور انگوٹھی۔

۹۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت **الا ماظھر منھا** چہرہ کی رنگت اور ہتھیلی کا اندرونی حصہ۔

۱۰۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن المنذر والبیہقی فی سننہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ظاہری زینت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کنگن انگوٹھے کا چھلہ اور اپنی آستین کی ایک طرف کو بند کر کے رکھو۔

۱۱۔ ابن ابی شیبہ نہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت **الا ماظھر منھا** سے مراد ہے چہرہ اور ہنسلی کی ہڈیوں کے درمیان کا گڑھا۔

۱۲۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت **الا ماظھر منھا** سے مراد ہے چہرہ اور ہتھیلی۔

۱۳۔ ابن جریر نے عطار رحمۃ اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آیت **الا ماظھر منھا** سے مراد ہے ہتھلیاں اور چہرہ۔

۱۴۔ عبدالرزاق وابن اجریر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ **ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا** سے مراد ہے کنگن انگوٹھی اور سرمہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کسی عورت کے لیے یہ حلال نہیں کہ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ یہاں سے آگے تک ہاتھ نکالے اور آپ نے آدھے بازو کو بند کر لیا۔

۱۵۔ عبدالرزاق وابن جریر نے سمور بن مخرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت **الا ماظھر منھا** سے مراد ہیں کنگن انگوٹھی اور سرمہ۔

۱۶۔سعید وابن جریر سے روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا آیت ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا سے رماد ہے انگوٹھی اور کنگن ابن جریج نے کہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے کنگن اور انگوٹھے کا چھلہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس میری بھتیجی آئی جو میری ماں کی طرف سے بھائی عبداللہ بن طفیل مزینہ کی بیٹی تھی اور میں نبی ﷺ کے پاس آئی رسول اللہ ﷺ نے اعراض فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ میرے بھائی کی بیٹی اور بچی ہے۔آپ نے فرمایا جب عورت بالغ ہوجائے تو اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ چہرہ کے سوا اپنے جسم کے کو ظاہر کرے یا اس سے زائد حصہ ظاہر کرے اور اپنے بازو پر مٹھی رکھے اور اپنی مٹھی اور ہتھیلی کے درمیان ایک مٹھی کا حصہ چھوڑ دے۔

۱۷۔ابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی والبیہقی فی سننہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ وہ اور میمونہ نبی ﷺ کے پاس موجود تھیں اس درمیان کہ ہم آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اچانک ابن ابی مکتوم سامنے آگئے اور آپ کے پاس اندر آگئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے پردہ کرو ام سلمہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ اندھا نہیں ہے کہ وہ ہم کو نہیں دیکھ رہا آپ نے فرمایا کیا تم اندھی ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھ رہی ہو۔

۱۸۔ابوداؤد وابن مردویہ والبیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس گائیں اور ان پر باریک کپڑے تھے۔آپ نے اس سے اعراض فرمایا اور فرمایا اے اسماء کہ عورت بالغہ ہوجائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس کے جسم کا کئی حصہ دکھائی دے۔مگر یہ اور آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلی کی طرف اشارہ کیا۔

۱۹۔ابوداؤد دفی مراسیلہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا بچی جب بالغہ ہوجائے تو مناسب نہیں کہ اس کے جسم میں سے دیکھا جائے مگر اس کے چہرے کو اور اس کے ہاتھوں کے جوڑوں کو واللہ اعلم۔

۲۰۔البخاری وابوداؤد والنسائی وابن جریر وابن ابی حاتم ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی سنن میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ پہلی ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے جب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا آیت ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن تو عورتوں نے اپنی چادروں کو لیا اور ان کے کناروں کی جانب سے پھاڑ کر اس سے اوڑھنیاں بنالیں۔

۲۱۔ابن جریر وابن مردویہ وحاکم وصححہ وعائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی چادروں کے کناروں کو پھاڑ لیا اور اس سے اوڑھنیاں بنالیں۔

۲۲۔الحاکم وصححہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور وہ اوڑھنی پہنے ہوئے تھیں آپ نے فرمایا ایک پیچ دو دو پیچ نہ دو (تاکہ مردون کی پگڑی کے مشابہ نہ ہوجائے)

۲۳۔ابوداؤد وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے صفیہ بنت شیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اس درمیان کہ ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں عورتوں نے قریش کی عورتوں اور ان کی فضیلت کا ذکر کیا۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بے شک قریش کو فضیلت حاصل ہے اور اللہ کی قسم! میں نے انصار کی عورتوں پر فضیلت رکھنے والی کوئی عورت نہیں دیکھی جو اللہ کی کتاب کی تصدیق میں ان سے بڑھ کر ہو اور جو قرآن مجید پر ایمان لانے میں ان سے بڑھ کر ہو۔سورۃ نور کو نازل کیا گیا آیت ولیضربن

بخمرھن علی جیوبھن '' تو ان کے مرد ان کی طرف پلٹے اللہ تعالیٰ نے جو حکم نازل کیا اور وہ مرد اسے اپنی عورت اپنی بیٹی اور بہنوں پر تلاوت کر رہا تھا اور اپنے رشتہ داروں پر پھر عورت اپنی چادر کی طرف کھڑی ہوتی اور اسے اپنے اوپر لپیٹ لیتی اس فرمان کی تصدیق اور اس پر ایمان لاتے ہوئے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اتارا اور صبح کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چادریں پہنے ہوئے تھیں گویا کہ ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوئے تھے۔

۲۴۔ سعید بن منصور و ابن مردویہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک عورت ان کے پاس آئی اور اس پر ایک باریک اوڑھنی تھی جس سے اس کی پیشانی نیچے سے نظر آ رہی تھی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی اوڑھنی کو پکڑ کر پھاڑ دیا پھر فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں جو حکم نازل فرمایا پھر اس کے لیے ایک دوپٹہ منگوایا اور اس کو پہنایا۔

۲۵۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت '' ولیضربن '' یعنی باندھ لیں آیت بخمرھن علی جیوبھن۔ یعنی اپنی اوڑھنی کو سینے کے بالائی حصہ پر اور سینے پر تاکہ اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہ دے۔

۲۶۔ ابوداؤد فی الناسخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ سورۃ نور میں ہے آیت ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا والیضربن بخمرھن علی جیوبھن، اور فرمایا آیت یدنین علیھن من جلابیبھن۔ پھر اس میں سے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا آیت والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن۔ اور متبرجات وہ عورتیں ہیں جو اس حال میں نکلتی ہیں جبکہ ان کے سینے کے اوپر والا حصہ ننگا ہو۔

۲۷۔ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی سننہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا اور ظاہری زینت سے مراد ہے چہرہ اور آنکھوں کا سرمہ ہتھیلی کا خضاب اور انگوٹھی عورت اس پر اسے ظاہر کر سکتی ہے جو بھی اس کے گھر میں داخل ہو پھر فرمایا ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰباء ھن یعنی عورت اپنے خاوندوں اور اپنے آباء کے لیے زینتیں ظاہر کر سکتی ہے جیسے بالیاں ہار اور کنگن لیکن پازیب پاؤں میں ڈالے جانے والے زیور اور سینے کے بالائی حصہ اور بال تو نہیں ظاہر کر سکتی ہے مگر اپنے شوہر کے لیے۔

۲۸۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت ولا یبدین زینتھن سے مراد ہے کہ وہ بڑی چادر اتاریں بعض کے اوپر سے آیت الا لبعولتھن او اٰبائھن مگر اپنے خاوندوں اور آباء پر کیونکہ وہ محرم ہیں اسی طرح چچا اور خالو کا بھی یہی حکم ہے۔ آیت او اٰبائھن یعنی مومن عورتیں، آیت او ما ملکت ایمانھن۔ یعنی عورت کا غلام۔

۲۹۔ ابن ابی شیبہ و ابن المنذر نے شعبی و عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے بارے میں روایت کیا آیت ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن یہاں تک کہ اس آیت سے فارغ ہو گئے اور فرمایا چچا اور خالو کو ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ دونوں تعریف کرتے ہیں اپنے بیٹوں کے سامنے اس لیے وہ اوڑھنی چچا اور خالو کے سامنے نہ اتارے۔

۳۰۔ عبد بن حمید و ابن المنذر من طریق الکلبی ابو صالح سے روایت کیا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت او اٰبائھن یعنی مسلمان عورتوں میں سے کہ ان کے سامنے زینت کو ظاہر کر لیتی ہے لیکن کسی یہودی اور نصرانی عورت کے

لیے ظاہر نہ کرے اور زینت سے مراد ہے سینہ کا بالائی حصہ بالی ہار اور اس کے ارد گرد والا حصہ۔

۳۱۔سعید بن منصور وابن المنذر والبیہقی فی سننہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ کوئی بھی مسلمان عورت اپنے دوپٹے کو نہ اتارے یہ مشرکہ عورت کے سامنے اور نہ اس کا بوسہ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آیت اونسائہن، کہ وہ مسلمان عورتوں میں سے نہیں ہیں۔

۳۲۔سعید بن منصور والبیہقی فی سننہ وابن المنذر نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا امابعد مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ عورتیں مسلمان عورتوں میں سے حمامات میں مشرکہ عورتوں کے ساتھ داخل ہوتی ہیں کیونکہ کسی ایسی عورت کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ شرم گاہ کی طرف دیکھے مگر اس کی ہم مذہب عورتیں دیکھ سکتی ہیں۔

۳۳۔ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت او ما ملکت ایمانہن سے مراد ہے عورت کا غلام ایک مسلمان عورت کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ اپنے شوہر کے غلام کے سامنے اپنی اوڑھنی کو اتار دے۔

۳۴۔ابن ابی شیبہ وابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ غلام اپنی مالکہ کے بالوں کو دیکھ لے۔

۳۵۔ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عورت اپنے غالم کے سامنے اپنی اوڑھنی کو اتار سکتی ہے۔

۳۶۔ابوداؤد وابن مردویہ والبیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ ایک غلام کو فاطمہ کے پاس لائے جو آپ نے اس کے لیے حصہ کر دیا تھا اور فاطمہ پر ایک کپڑا تھا اگر وہ اس سے سر کو ڈھانپتی تھیں تو وہ ان کے پاؤں تک نہ پہنچتا تھا اور اگر اس سے اپنے پاؤں کو ڈھانپتی تو ان کے سر کو نہ پہنچتا تھا۔ جب نبی ﷺ نے ان کی اس مشقت کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کچھ حرج نہیں کیونکہ یہ تیرا باپ ہے اور وہ تیرا غلام ہے۔

۳۷۔عبدالرزاق واحمد نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا مکاتب ہو اور اس نے کچھ مال دیدیا تو اس عورت کو چاہیے کہ وہ اس مکاتب سے پردہ کرے۔

۳۸۔عبدالرزاق نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ غلام نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

۳۹۔ابن المنذر نے ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے آیت او ما ملکت ایمانہن کے بارے میں روایت کیا کہ پہلی قراءت میں یوں ہے آیت والذین لم یبلغوا الحلم مما ملکت ایمانکم۔

۴۰۔عبدالرزاق وابن المنذر نے طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مجاہد نے فرمایا کہ غلام اپنی مالکہ کے بالوں کو نہیں دیکھ سکتا اور دونوں نے کہا بعض قراءۃ میں یوں ہے آیت او ما ملکت ایمانکم الذین لم یبلغوا الحلم۔

۴۱۔عبدالرزاق نے عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان سے پوچھا گیا غلام اپنی مالکہ کے سر اور اس کے قدموں کو دیکھ سکتا ہے فرمایا میں اس کو پسند نہیں کرتا مگر یہ کہ غلام ابھی بچہ ہو لیکن داڑھی والے غلام کے لیے جائز نہیں۔

٤٢۔ ابن ابی شیبہ نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ تم کو یہ آیت **او ماملکت ایمانهن** تم دھوکہ میں نہ ڈالے بیشک اس سے مراد لونڈیاں ہیں اور غلام مراد نہیں لیے گئے۔

٤٣۔ ابن ابی شیبہ نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عورت اپنے غلام سے پردہ کرے۔

٤٤۔ الفریابی وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت **او التبعین غیر اولی الاربة** سے وہ آدمی مراد ہے کہ جس سے عورتیں شرم نہ کرتی ہوں۔

٤٥۔ ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی فی سننہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت **او التبعین غیر اولی الاربة** کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ آدمی ہے کہ لوگوں کے پیچھے پیچھے رہتا ہے اور یہ کم عقل ہوتا ہے عورتوں کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ عورتوں کی خواہش رکھتا ہے۔

٤٦۔ ابن جریر وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا آیت **او التبعین غیر اولی الاربة** سے مراد وہ آدمی ہے کہ پہلے زمانہ میں ایک آدمی اس کے پیچھے لگتا تھا اور اس پر غیرت کا اظہار نہ کیا جاتا اور عورت نہیں ڈرتی ہے اس بات سے کہ اپنے دوپٹے کو نیچے رکھ دے اور وہ احمق ہے جس کو عورتوں میں کوئی حاجت نہیں۔

٤٧۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر نے طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت **غیر اولی الاربة** سے مراد وہ احمق ہے کہ جس کو عورتوں میں کوئی دلچسپی اور ضرورت نہیں۔

٤٨۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت **غیر اولی الاربة** سے وہ بے وقوف مراد ہے جو عورتوں کے معاملات کو نہیں جانتا۔

٤٩۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت **غیر اولی الاربة** سے وہ مخنث مراد ہے جس کا عضو تناسل کھڑا نہ ہوتا ہو۔

٥٠۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت **غیر اولی الاربة من الرجال** سے بہت بوڑھا آدمی مراد ہے جو عورتوں کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

٥١۔ عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آیت **غیر اولی الاربه** سے مراد ہے ذکر کٹا ہوا۔

٥٢۔ ابن المنذر نے کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت **غیر اولی الاربة** سے مراد ہے خصی اور ذکر کٹا ہوا۔

٥٣۔ ابن ابی شیبہ وابن جریر نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ وہ آدمی مراد ہے جس کا عضو تناسل کھڑا نہ ہوتا ہے۔

٥٤۔ ابن ابی شیبہ وابن جریر نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ اس سے دیوانہ کم عقل مراد ہے۔

٥٥۔ ابن ابی شیبہ وابن جریر نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ شخص جسے خواہش نہ ہو کہ وہ عورتوں کی چھپی ہوئی چیزوں پر مطلع ہو۔

٥٦۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا

سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے بیویوں کے پاس اندر آجاتا ہے جو مخنث تھا اور اس کو آیت ''غیر اولی الاربة'' میں سے شمار کرتے تھے۔ ایک دن نبی ﷺ تشریف لائے تو آپ کی بعض بیویوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ایک عورت کی تعریف کر رہا تھا کہ وہ عورت خوب موٹی تازی ہے۔ جب سامنے آتی ہے تو اس کے جسم پر چار سلوٹ ہوتی ہیں اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو اس کی پیٹ پر آٹھ سلوٹیں ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ ان باتوں کو پہچانتا ہے یہ تم پر ہرگز داخل نہ ہو اور اس سے پردہ کرو۔

۵۷۔ ابن مردویہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک خلقی نبی ﷺ کی بیویوں کے پاس اندر داخل ہو جاتا تھا اور ازواج مطہرات اس کو غیر اولی الاربہ میں سے شمار کرتی تھیں ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور وہ ایک عورت کی تعریف کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ وہ خوب موٹی تازی ہے جب سامنے آتی ہے تو اس کے جسم پر چار سلوٹیں ہوتی ہیں جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو اس کی پیٹھ پر آٹھ سلوٹیں ہوتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نہیں سنتا تھا کہ وہ ان باتوں کو جانتا ہے۔ تم پر ہرگز یہ داخل نہ ہو رسول اللہ ﷺ نے اس کو جلا وطن کر دیا اور وہ مقام بیداء پر رہتا تھا ہر جمعہ کو کھانے پینے کی چیزیں لے کر جاتا تھا۔

۵۸۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی فی سننہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے آیت او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء'' کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد وہ ہیں جو نہیں جانتے کہ عورتیں کیا ہوتی ہیں اپنے بچپن کی وجہ سے بالغ ہونے سے پہلے۔

۵۹۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے آیت او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء کے بارے میں فرمایا کہ اس سے وہ لڑکا مراد ہے جو ابھی بالغ نہیں ہوا۔

۶۰۔ عبد بن حمید نے قتادہ سے اسی طرح روایت کیا ابن ابی شیبہ نے ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عورت کے جسم میں سے ہر حصہ چھپانے کے لائق ہے یہاں تک کہ اس کے ناخن بھی واللہ اعلم۔

۶۱۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک عورت نے چاندی کو دو پازیبیں بنوائیں اور ان میں گھنگرو لگوائے اور پھر لوگوں کے سامنے سے گزری اور پاؤں زمین پر مارا اس سے پازیب مہرے پر لگا تو آواز پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن اتاری۔

۶۲۔ ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت ولا یضربن بارجلھن کے بارے میں روایت کیا کہ وہ یہ ہے کہ وہ عورت ایک پازیب کو دوسرے کے ساتھ کھنکھنائے مردوں کے پاس یا اس کے پاؤں میں پازیب ہوں اور مردوں کے پاس ان کو حرکت دے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا کیونکہ وہ شیطان کے کاموں میں سے ہے۔

۶۳۔ عبد بن حمید نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے آیت ولا یضربن بارجلھن کے بارے میں روایت کیا کہ ایک عورت اپنے پاؤں کو زمین پر مارتی تھی تا کہ اس میں اس کے پازیب کی جھنکار سنائی دے تو اس سے منع کیا گیا۔

۶۴۔ عبد بن حمید نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ آیت ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من

زینتھن سے مراد پازیب ہیں اس بات سے منع کیا گیا کہ وہ اپنا پاؤں زمین پر مارے تا کہ پازیب کی آواز سنی جائے۔

۶۵۔عبد بن حمید نے معاویہ بن قرہ سے روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں بے آواز پازیب پہنتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔آیت ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن۔

اجنبی مردوں کے سامنے اظہار زینت حرام ہے

۶۶۔عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک عورت کسی مجلس کے پاس سے گزرتی تو اپنا پاؤں مارتی تا کہ مجلس والے آواز سنیں) تو یہ آیت ولا یضربن بارجلھن نازل ہوئی (جس پر مارنے سے منع کر دیا گیا)

۶۷۔ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک عورت کے پاؤں میں پازیب ہوتے تھے جس میں گھنگھرو بھی ہوتے تھے۔جب اس کے پاس کوئی اجنبی گزرتا تو اپنے پاؤں کو حرکت دیتی جان بوجھ کر تا کہ پازیب کی آواز کو سن لے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آیت ولا یضربن یعنی اپنے پاؤں کو حرکت مت دو آیت لیعلم ما یخفین تا کہ اجنبی جب اس کے پاس آئے تو اس کو اپنی چھپی ہوئی زینت سے آگاہ کرے۔

۶۸۔ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت لیعلم ما یخفین من زینتھن سے مراد ہے پازیب۔

۶۹۔الترمذی نے میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت اپنے لوگوں کے علاوہ مثلاً شوہر باپ، بھائی وغیرہ دوسرے لوگوں کے درمیان اپنے کپڑوں میں اترائے (ناز ونخرے سے پلو لٹکا کر چلے) اس کی مثال قیامت کے دن تاریکی ہے کہ اس کے لیے روشنی نہیں ہوگی۔

۷۰۔احمد والبخاری فی الادب ومسلم وابن مردویہ والبیہقی فی شعب الایمان اغر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے الوگو! سب اللہ کی طرف توبہ کرو بلاشبہ میں بھی اس کی طرف ہر دن سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

۱۷۔احمد نے روایت کیا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے گھر والوں کے بارے میں لغزش ہو جاتی تھی مگر میں اس کو کسی غیر کے لیے ایسا نہیں کرتا ہوں۔میں نے اس بات کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: اے حذیفہ تو استغفار کیوں نہیں کرتا میں ہر دن سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

۷۲۔ابن ابی الدنیا والبیہقی فی شعب الایمان ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ایمان والوں کے لیے کتنے پردے ہیں؟ فرمایا وہ گننے سے بھی زیادہ ہیں لیکن مومن جب کوئی برا کام کرتا ہے تو ان میں سے ایک پردہ کو پھاڑ دیتا ہے جب وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہی پردہ اس کی طرف واپس آ جاتا ہے۔اور تو نو پردے مزید آ جاتے ہیں جب اس پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں سے جس کو چاہتے ہیں فرماتے ہیں کہ کہ آدم کے بیٹے بے پردہ ہوتے ہیں وہ پردہ نہیں لیتے تم اس کو اپنے پروں سے ڈھانپ لو تو وہ اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں پھر وہ توبہ کرتا ہے تو تمہارے پردے لوٹ

آتے ہیں اور اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو فرشتے اس سے حجاب میں ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرماتے ہیں اس کو چھوڑ دو تو وہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ اس سے شرم گاہ بھی چھپی نہیں رہتی۔

۷۳۔ ابن المنذر نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ندامت توبہ (یعنی گناہ پر ندامت کرنا توبہ)

۷٤۔ الحکیم الترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ندامت توبہ ہے۔

گناہ پر ندامت توبہ ہے

۷۵۔ الحکیم الترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ندامت توبہ ہے۔

۷٦۔ ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ان سے پوچھا گیا اس مرد کے بارے میں جو ایک عورت سے زنا کرتا ہے پھر اس سے نکاح کر لیتا تو انہوں نے فرمایا پہلے تو بدکاری ہے اور آخر میں نکاح ہے۔ اور ان دونوں کی اکٹھے توبہ کرنا مجھے زیادہ محبوب ہے ان دونوں کی علیحدہ علیحدہ توبہ کرنے سے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ آتی ''وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون'' کہ اے ایمان والو تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو۔ (تفسیر درمنثور، سورہ نور، ۳۱، بیروت)

بَابٌ فِيمَا تُبْدِي الْمَرْأَةُ مِنْ زِينَتِهَا

باب: عورت کس حد تک زینت ظاہر کرسکتی ہے

4104 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْطَاكِيُّ، وَمُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ خَالِدٍ، قَالَ: يَعْقُوبُ ابْنُ دُرَيْكٍ: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ، دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: يَا أَسْمَاءُ، إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ يُرَى مِنْهَا إِلَّا هَذَا وَهَذَا وَأَشَارَ إِلَى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مُرْسَلٌ، خَالِدُ بْنُ دُرَيْكٍ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے، نبی اکرم ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا اور ارشاد فرمایا: اے اسماء! جب کوئی لڑکی حیض کی عمر تک پہنچ جائے، تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کے جسم میں سے اس کے اور اس کے علاوہ کچھ دکھائی دے، نبی اکرم ﷺ نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کی طرف ارشاد کر کے، یہ بات ارشاد فرمائی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت مرسل ہے، خالد بن دریک نامی راوی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔

بَابٌ فِي الْعَبْدِ يَنْظُرُ إِلَى شَعْرِ مَوْلَاتِهِ

باب: غلام اپنی مالکن کے بال دیکھ سکتا ہے

4105- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ مَوْهَبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ اسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحِجَامَةِ، فَأَمَرَ أَبَا طَيْبَةَ أَنْ يَحْجُمَهَا قَالَ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ أَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ أَوْ غُلَامًا لَمْ يَحْتَلِمْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے پچھنے لگوانے کی اجازت مانگی، تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ انہیں پچھنے لگا دے۔

راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ وہ صاحب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی تھے یا وہ ایسے لڑکے تھے، جو ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے۔

4106- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو جُمَيْعٍ سَالِمُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ كَانَ قَدْ وَهَبَهُ لَهَا، قَالَ: وَعَلَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ثَوْبٌ، إِذَا قَنَّعَتْ بِهِ رَأْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رِجْلَيْهَا، وَإِذَا غَطَّتْ بِهِ رِجْلَيْهَا لَمْ يَبْلُغْ رَأْسَهَا، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقَى قَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكِ بَأْسٌ، إِنَّمَا هُوَ أَبُوكِ وَغُلَامُكِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک غلام لے کر آئے، جو آپ نے انہیں ہبہ کر دیا تھا، راوی بیان کرتے ہیں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر ایسی چادر تھی کہ اگر وہ اس کے ذریعے اپنا سر ڈھانپ لیتیں، تو وہ ان کے پاؤں تک نہیں پہنچتی تھی اور اگر وہ اس کے ذریعے اپنے پاؤں ڈھانپ لیتیں، تو وہ سر تک نہیں پہنچتی تھی، جب نبی اکرم ﷺ نے ان کی یہ صورتِ حال دیکھی، تو آپ نے فرمایا: تمہارے لیے کوئی حرج کی بات نہیں ہے، کیونکہ یہاں صرف تمہارے والد ہیں اور تمہارا غلام ہے۔

بَابٌ فِي قَوْلِهِ: (غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ) (النور: 31)

باب: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ

4107- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخَنَّثٌ، فَكَانُوا يَعُدُّونَهُ مِنْ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ، فَدَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، وَهُوَ يَنْعَتُ امْرَأَةً، فَقَالَ: إِنَّهَا إِذَا أَقْبَلَتْ أَقْبَلَتْ بِأَرْبَعٍ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ أَدْبَرَتْ بِثَمَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَرَى هٰذَا يَعْلَمُ مَا هَاهُنَا، لَا يَدْخُلَنَّ عَلَيْكُنَّ هٰذَا فَحَجَبُوهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک ہیجڑا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ہاں آیا جایا کرتا تھا، لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اس میں عورتوں کی طرف کوئی میلان نہیں ہے، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ کے ہاں موجود تھا اور کسی عورت کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا کہ جب وہ آتی ہے تو چار بل پڑتے ہیں اور جب جاتی ہے تو آٹھ بل پڑتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں یہ نہیں دیکھ رہا کہ یہ ان چیزوں کو جانتا ہے، یہ تمہارے ہاں نہ آیا کرے، لوگوں نے اسے (گھروں میں آنے سے) روک دیا۔

4108 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِمَعْنَاهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

4109 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، زَادَ: وَأَخْرَجَهُ، فَكَانَ بِالْبَيْدَاءِ يَدْخُلُ كُلَّ جُمُعَةٍ يَسْتَطْعِمُ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اسے باہر نکال دیا گیا، وہ بیداء میں رہتا تھا، وہ ہر جمعہ کے دن (شہر میں) آتا تھا اور کھانے کی چیز مانگتا تھا''۔

4110 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ إِذَنْ يَمُوتُ مِنَ الْجُوعِ، فَأَذِنَ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ، فَيَسْأَلُ ثُمَّ يَرْجِعُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ مذکور ہے: عرض کی گئی: یا رسول اللہ! اس طرح تو یہ مر جائے گا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی کہ وہ ہر ہفتے میں دو مرتبہ آیا کرے اور کھانے کی چیزیں مانگا کرے اور چلا جایا کرے۔

بَابٌ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: (وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ) (النور: 31)

باب: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ''تم مومن عورتوں سے یہ فرما دو کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں''

4111 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، (وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ) (النور: 31) الْآيَةَ. فَنُسِخَ وَاسْتَثْنَى مِنْ ذٰلِكَ: (وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا) (النور: 60) الْآيَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تم مومن خواتین سے فرما دو کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:) اس آیت (کا حکم) منسوخ کر دیا گیا اور اس میں استثناء کر لیا گیا۔
(ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''خواتین میں سے بیٹھی رہ جانے والی (بوڑھی عورتیں) جو نکاح کی خواہش نہ رکھتی ہوں''

4112 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَبْهَانُ، مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ مَيْمُونَةُ، فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَذَلِكَ بَعْدَ أَنْ أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجِبَا مِنْهُ. فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَيْسَ أَعْمَى لَا يُبْصِرُنَا، وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا، أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، أَلَا تَرَى إِلَى اعْتِدَادِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، قَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ: اعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ عِنْدَهُ

❁❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے پاس موجود تھیں، اسی دوران حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، یہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کی بات ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم اس سے پردہ کرو، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں؟ یہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے اور ہمیں نہیں پہچان سکتے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم دونوں اسے نہیں دیکھ رہی ہو؟

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے لیے مخصوص تھا کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں عدت گزاری تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا تھا:

''تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزارو، کیونکہ وہ نابینا شخص ہے، اس کے ہاں تم اپنے سر سے چادر وغیرہ اتار سکتی ہو''۔

4113 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمَيْمُونِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَمَتَهُ، فَلَا يَنْظُرْ إِلَى عَوْرَتِهَا

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''جب کوئی شخص اپنے کسی غلام کی شادی اپنی کنیز کے ساتھ کر دے، تو پھر وہ اس کنیز کا ستر نہ دیکھے''۔

4114 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمُزَنِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ،

عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ- عَبْدَهُ، أَوْ أَجِيرَهُ- فَلَا يَنْظُرْ إِلَى مَا دُونَ السُّرَّةِ، وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَصَوَابُهُ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ الْمُزَنِيُّ الصَّيْرَفِيُّ، وَهِمَ فِيهِ وَكِيعٌ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص اپنے خادم کی (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) اپنے غلام کی (یا شاید یہ الفاظ ہیں) اپنے ملازم (یعنی اپنی کنیز) کی شادی کردے، تو پھر وہ اس کی ناف سے نیچے اور گھٹنے کے اوپری حصے کو نہ دیکھے''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: درست یہ ہے کہ راوی کا نام سوار بن داؤد مزنی صیرفی ہے اس کے بارے میں وکیع کو وہم ہوا ہے۔

بَابٌ فِي الِاخْتِمَارِ

باب: اوڑھنی کیسے لی جائے؟

4115 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ وَهْبٍ، مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَهِيَ تَخْتَمِرُ، فَقَالَ: لَيَّةً لَا لَيَّتَيْنِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَعْنَى قَوْلِهِ: لَيَّةً لَا لَيَّتَيْنِ، يَقُولُ: لَا تَعْتَمَّ مِثْلَ الرَّجُلِ، لَا تُكَرِّرُهُ طَاقًا أَوْ طَاقَيْنِ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے، وہ اس وقت سر پر چادر لے رہی تھیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مرتبہ بل دو، دو مرتبہ نہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان: ''ایک مرتبہ بل دو، دو مرتبہ نہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ تم مردوں کے عمامہ لپیٹنے کی طرح اس کو دو مرتبہ بل نہ دو۔

بَابٌ فِي لُبْسِ الْقَبَاطِيِّ لِلنِّسَاءِ

باب: عورتوں کا باریک لباس پہننا

4116 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ، حَدَّثَهُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ دِحْيَةَ بْنِ خَلِيفَةَ الْكَلْبِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبَاطِيَّ، فَأَعْطَانِي مِنْهَا قُبْطِيَّةً، فَقَالَ: اصْدَعْهَا صَدْعَيْنِ، فَاقْطَعْ أَحَدَهُمَا قَمِيصًا، وَأَعْطِ الْآخَرَ امْرَأَتَكَ تَخْتَمِرُ بِهِ، فَلَمَّا أَدْبَرَ، قَالَ: وَأْمُرِ امْرَأَتَكَ

اَنْ تَجْعَلَ تَحْتَهُ ثَوْبًا لَا يَصِفُهَا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ. فَقَالَ: عَبَّاسُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصری کپڑے لائے گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک کپڑا مجھے بھی عطاء کیا آپ نے ارشاد فرمایا: تم اس کے دو ٹکڑے کرلو، ایک کی تم قمیص بنالو اور دوسرا اپنی بیوی کو دے دو، وہ اس کی چادر بنالے گی، جب میں وہاں سے مڑ کے جانے لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ وہ اس کے نیچے کوئی اور کپڑا لگائے، تاکہ اس کا جسم ظاہر نہ ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یحییٰ بن ایوب نے اس روایت کو نقل کرتے ہوئے راوی کا نام عباس بن عبید اللہ بن عباس بیان کیا ہے۔

بَابٌ فِي قَدْرِ الذَّيْلِ

باب: عورت کی چادر کا پلو کتنا لمبا ہوگا

4117 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِي عُبَيْدٍ، اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ، اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ ذَكَرَ الْاِزَارَ، فَالْمَرْاَةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: تُرْخِي شِبْرًا. قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ: اِذًا يَنْكَشِفُ عَنْهَا. قَالَ: فَذِرَاعًا لَا تَزِيْدُ عَلَيْهِ

صفیہ بنت ابوعبید بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: اس وقت جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند کا ذکر کیا تھا، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! عورت کا کیا حکم ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک بالشت لٹکائے گی، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اس صورت میں تو اس سے (یعنی اس کے پاؤں سے) پردہ ہٹ جائے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ ایک ہاتھ جتنا لٹکا لے گی، لیکن اس سے زیادہ نہیں لٹکائے گی۔

4118 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى، اَخْبَرَنَا عِيْسٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ اِسْحَاقَ، وَاَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ صَفِيَّةَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن اسحاق اور ایوب بن موسیٰ نے یہ روایت نافع کے حوالے سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔

4119 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، اَخْبَرَنِي زَيْدٌ الْعَمِّيُّ، عَنْ اَبِي الصِّدِّيْقِ

النَّاجِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ فِي الذَّيْلِ شِبْرًا، ثُمَّ اسْتَزَدْنَهُ، فَزَادَهُنَّ شِبْرًا، فَكُنَّ يُرْسِلْنَ إِلَيْنَا فَنَذْرَعُ لَهُنَّ ذِرَاعًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المومنین کو اس بات کی اجازت دی تھی کہ وہ چادروں کے پلو ایک بالشت لمبے رکھیں، ان خواتین نے مزید کے اجازت دینے کی درخواست کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مزید ایک بالشت کی اجازت دے دی، وہ خواتین وہ کپڑے ہماری طرف بھجواتی تھیں، تو ہم ان کے ایک بالشت لمبے دامن رکھتے تھے۔

بَابٌ فِي أُهُبِ الْمَيْتَةِ

باب: مردہ جانور کی کھال پہننا

4120- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ، وَوَهْبٌ، عَنْ مَيْمُونَةَ، قَالَتْ: أُهْدِيَ لِمَوْلَاةٍ لَنَا شَاةٌ مِنَ الصَّدَقَةِ، فَمَاتَتْ، فَمَرَّ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَلَا دَبَغْتُمْ إِهَابَهَا وَاسْتَنْفَعْتُمْ بِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهَا مَيْتَةٌ، قَالَ: إِنَّمَا حُرِّمَ أَكْلُهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہماری ایک کنیز کو ایک بکری صدقے کے طور پر دی گئی، وہ بکری مر گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس کے پاس سے ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے اس کی کھال کی دباغت کیوں نہیں کی؟ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ مردار ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔

4121 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، لَمْ يَذْكُرْ مَيْمُونَةَ، قَالَ: فَقَالَ: أَلَا انْتَفَعْتُمْ بِإِهَابِهَا، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ، لَمْ يَذْكُرِ الدِّبَاغَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے اس کی کھال سے نفع حاصل کیوں نہیں کیا؟ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، تاہم اس میں دباغت کا ذکر نہیں کیا۔

4119-صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف، لضعف زيد العمي -وهو ابن الحواري-، سفيان: هو الثوري. وأخرجه ابن ماجه (3581) من طريق سفيان الثوري، به. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (9650) من طريق مطرف بن طريف، عن زيد العمي، عن أبي الصديق، عن ابن عمر عن عمر. فجعله من مسند عمر. وهو في مسند أحمد" (4683) و (4773) و (5637).

4121-إسناده صحيح. يزيد: هو ابن زريع. وأخرجه البخاري (2221) و (5531)، ومسلم (363) من طريق صالح بن كيسان، والبخاري (1492)، ومسلم (363) من طريق يونس بن يزيد الأيلي، والنسائي في "الكبرى" (4547) من طريق مالك بن أنس، و (4548) من طريق حفص ابن الوليد، كلهم عن ابن شهاب الزهري، به. ولم يذكر أحد منهم خلا حفص بن الوليد الدباغ. وهو في "مسند أحمد" (3016)، و"صحيح ابن حبان" (1284).

4122- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: قَالَ مَعْمَرٌ: وَكَانَ الزُّهْرِيُّ يُنْكِرُ الدِّبَاغَ، وَيَقُولُ: يُسْتَمْتَعُ بِهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرِ الْأَوْزَاعِيُّ وَيُونُسُ، وَعُقَيْلٌ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ الدِّبَاغَ، وَذَكَرَهُ الزُّبَيْدِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَحَفْصُ بْنُ الْوَلِيدِ، ذَكَرُوا الدِّبَاغَ

معمر بیان کرتے ہیں: زہری دباغت کا انکار کرتے ہیں، وہ یہ فرماتے ہیں: ہر حال میں اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام اوزاعی، یونس اور عقیل نے زہری کی روایت میں دباغت کا ذکر نہیں کیا، زبیدی نے اس کا ذکر کیا ہے، سعید بن عبدالعزیز اور حفص بن ولید نے بھی دباغت کا ذکر کیا ہے۔

4123- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَعْلَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ، فَقَدْ طَهُرَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"جب چمڑے کی دباغت کر لی جائے، تو وہ پاک ہو جاتا ہے"

4124- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَنْ يُسْتَمْتَعَ بِجُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ مردار کی کھال کی دباغت کے بعد اس سے فائدہ حاصل کیا جائے۔

4125- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَوْنِ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ أَتَى عَلَى بَيْتٍ، فَإِذَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ، فَسَأَلَ الْمَاءَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا مَيْتَةٌ، فَقَالَ: دِبَاغُهَا طُهُورُهَا

حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب کیا، تو لوگوں نے بتایا: یارسول اللہ! یہ مشکیزہ مردار سے بنا ہوا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی دباغت اسے پاک کرنے کا ذریعہ ہے۔

4126- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ فَرْقَدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ حُذَافَةَ، حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ الْعَالِيَةِ بِنْتِ سُبَيْعٍ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ لِي غَنَمٌ بِأُحُدٍ،

فَوَقَعَ فِيهَا الْمَوْتُ، فَدَخَلْتُ عَلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهَا، فَقَالَتْ لِي مَيْمُونَةُ: لَوْ أَخَذْتِ جُلُودَهَا فَانْتَفَعْتِ بِهَا، فَقَالَتْ: أَوَ يَحِلُّ ذٰلِكَ، قَالَتْ: نَعَمْ، مَرَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجَالٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَجُرُّونَ شَاةً لَهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا قَالُوا: إِنَّهَا مَيْتَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ

سیدہ عالیہ بن سبیع رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اُحد میں میری کچھ بکریاں تھیں، ان میں موت آنا شروع ہوئی، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان کے سامنے اس صورتِ حال کا تذکرہ کیا، تو سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا: اگر تم ان کی کھال اتار کر اس کے ذریعے نفع حاصل کرو (تو یہ مناسب ہوگا) اس خاتون نے عرض کی: کیا یہ جائز ہے؟ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: جی ہاں! ایک مرتبہ قریش کے کچھ لوگ اپنی ایک بکری کو گدھے کی طرح گھسیٹتے ہوئے لے کر گزرے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس کی کھال حاصل کر لیتے (تو یہ بہتر تھا) ان لوگوں نے عرض کی: یہ مردار ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی اور قرظ (درخت کے پتے) اسے پاک کر دیتے ہیں۔

دباغت کی تعریف

ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو ختم کرے اسے دباغت کہتے ہیں۔

مردار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اُمّ المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی کسی لونڈی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی تھی، وہ مرگئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ رنگ کر کام میں لاتے۔ تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! وہ مردار تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔

(رقم الحدیث، 117، صحیح مسلم ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد، بخاری، ابوداؤد، نسائی، بتصرف اسنادھا)

امام دارقطنی ۲۹ مختلف اسناد سے دباغت کے متعلق احادیث لائے ہیں۔

حدثنا أبو بكر النيشابوري نا محمد بن عقيل بن خويلد نا حفص بن عبد الله نا إبراهيم بن طهمان عن أيوب عن نافع عن بن عمر قال قال رسول صلى الله عليه و سلم أيما اهاب ديغ فقد طهر إسناد حسن۔ (سنن دارقطنی، ج۱، ص۲۸، دارالمعرفہ بیروت)

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دباغت کھال سے متعلق تین مسائل ہیں (۱) کھال کی طہارت۔ اس کا تعلق کتاب الصید سے ہے۔ (۲) اس کھال میں نماز پڑھنا یہ مسئلہ کتاب الصلوٰۃ سے متعلق ہے۔ (۳) اس سے وضو کرنا تاکہ قربت حاصل ہو یہ مسئلہ اس باب سے متعلق ہے۔ اور والصلوٰۃ فیہ کہا ہے جبکہ اس کو کپڑا بنایا جائے۔ اسی لئے ''والصلوٰۃ علیہ'' نہیں کہا۔ کہ نمازی اس پر نماز پڑھے اگرچہ دونوں کا حکم ایک ہے۔ کیونکہ کپڑے کا بیان نمازی پر زیادہ مشتمل ہے۔ اور وہ منصوص

علیہ بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وثیابك فطھر" اور جگہ کی طہارت اس کے ساتھ بطور دلالت ملی ہوئی ہے۔ آخری دونوں کا حکم اس میں بیان کیا ہے اور پہلی صورت اس لئے بیان کہ تا کہ امام مالک علیہ الرحمہ کے قول سے احتراز کیا جائے اور کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ کھال کا ظاہر پاک ہو جاتا ہے لیکن اس کا باطن پاک نہیں ہوتا لہٰذا کھال پر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اس کے اندر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اسی طرح استثناء میں خنزیر کو آدمی پر مقدم کیا ہے کیونکہ یہ محل نجاست ہے اور نجاست کے موقع کے اعتبار سے خنزیر نجس العین ہے لہٰذا وہ قابل اہانت ہے اور آدمی کو اس سے موخر ذکر کیا ہے کیونکہ وہ افضل ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۱۲۶، بیروت)

انسان اور مردار کی ہڈیوں کے پاک ہونے میں فقہ شافعی وحنفی کا اختلاف مع دلائل

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعی نے نزدیک مردار کی ہڈیاں اور بال نجس ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے یہ دونوں مردار کے اجزاء ہیں لہٰذا مردار کی طرح نجس ہیں۔ جبکہ احناف کے نزدیک پاک ہیں۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ ہر وہ عضو جس میں حیات حلول کرنے والی نہ ہو اس کا حکم جو ماقبل موت ہوگا وہی حکم مابعد موت ہوگا۔ کیونکہ جس طرح ماقبل موت اس میں حیات نے حلول نہیں کیا اسی طرح مابعد حیات اس میں موت بھی حلول نہیں کرے گی۔

امام شافعی کے نزدیک انسان کی ہڈیاں اور بال نجس ہیں اس لئے ان سے نفع حاصل کرنا اور ان کی بیع کرنا جائز نہیں۔ جبکہ احناف کے نزدیک ہڈیاں اور بال پاک ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حجامت کروائی اور اپنے بال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کیے یہی ان کی طہارت پر دلیل ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۱۳۴، بیروت)

امام شافعی علیہ الرحمہ نے بیع پر قیاس کیا ہے کہ جس چیز کی بیع درست نہیں لہٰذا وہ ناپاک ہوئی حالانکہ ان کا یہ قیاس درست نہیں کیونکہ بہت ساری چیزوں کی بیع منع ہے حالانکہ وہ پاک ہیں۔

دباغت سے چمڑے کے پاک ہونے میں مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب چمڑا دباغت دے دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 466)

چمڑے کو ناپاکی وغیرہ سے پاک کرنے کو دباغت کہتے ہیں۔ چمڑے کو دباغت کئی طرح دی جاتی ہے یا تو چمڑے کو چھالوں وغیرہ میں ڈال کر پکایا جاتا ہے یا دھوپ میں رکھ کر اسے خشک کر لیا جاتا ہے اور اگر چمڑا بغیر دھوپ کے خشک کیا جائے تو اس کو دباغت نہیں کہیں گے بہر حال دباغت کے ذریعے چمڑا چاروں ائمہ کرام کے نزدیک پاک کیا جاسکتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک تو سور اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ ہر طرح کا چمڑہ دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کا چمڑہ بھی پاک نہیں ہوتا حالانکہ حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح کا چمڑہ دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ البتہ آدمی اور سور کا چمڑا مستثنیٰ ہے کیونکہ آدمی کا چمڑا تو انسان کی عظمت و بزرگی کے پیش نظر پاک نہیں ہوتا اور سور کا چمڑا اس لیے پاک نہیں ہوتا کہ وہ نجس عین ہے۔

بَابُ مَنْ رَوَى أَنْ لَا يَنْتَفِعَ بِإِهَابِ الْمَيْتَةِ

باب: جس نے یہ روایت کیا ہے: مردہ جانور کی کھال سے نفع حاصل نہیں کیا جاسکتا

4127- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُكَيْمٍ، قَالَ: قُرِءَ عَلَيْنَا كِتَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْضِ جُهَيْنَةَ وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ: أَنْ لَا تَسْتَمْتِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ، وَلَا عَصَبٍ

❁❁ عبداللہ بن عکیم بیان کرتے ہیں: جہینہ کی سرزمین پر ہمارے سامنے، نبی اکرم ﷺ کا یہ خط پڑھ کر سنایا گیا اس وقت میں نوجوان تھا (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:)

''تم مردار کے چمڑے، یا اس کے پٹھوں کے ذریعے کوئی فائدہ حاصل نہ کرو''

4128- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ، عَنْ خَالِدٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، أَنَّهُ انْطَلَقَ هُوَ وَنَاسٌ مَعَهُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُكَيْمٍ، - رَجُلٌ مِنْ جُهَيْنَةَ - قَالَ الْحَكَمُ: فَدَخَلُوا وَقَعَدْتُ عَلَى الْبَابِ، فَخَرَجُوا إِلَيَّ فَأَخْبَرُونِي، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُكَيْمٍ، أَخْبَرَهُمْ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى جُهَيْنَةَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرٍ: أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ، وَلَا عَصَبٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: يُسَمَّى إِهَابًا مَا لَمْ يُدْبَغْ، فَإِذَا دُبِغَ لَا يُقَالُ لَهُ: إِهَابٌ، إِنَّمَا يُسَمَّى شَنًّا وَقِرْبَةً

❁❁ حکیم بن عتیبہ بیان کرتے ہیں: وہ اور ان کے ساتھ کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ جہینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب ہیں، راوی کہتے ہیں: لوگ اندر چلے گئے اور میں دروازے پر بیٹھ گیا، پھر وہ لوگ میرے پاس واپس آئے اور انہوں نے مجھے بتایا: حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بتایا ہے: نبی اکرم ﷺ نے اپنے وصال سے ایک ماہ پہلے اہل جہینہ کی طرف ایک خط لکھا (جس میں یہ بھی تحریر تھا)

''تم لوگ مردار کی کھال یا پٹھوں کے ذریعے نفع حاصل نہ کرو''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہاب اس چمڑے کو کہا جاتا ہے، جس کی دباغت نہ کی گئی ہو، جب اس کی دباغت ہو جائے، تو اسے اہاب نہیں کہا جاتا، بلکہ اسے شن یا قربہ کہا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي جُلُودِ النُّمُورِ وَالسِّبَاعِ

باب: چیتوں اور درندوں کی کھال کا بیان

4129- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ أَبِي الْمُعْتَمِرِ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: قَالَ

رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ، وَلَا النِّمَارَ. قَالَ: وَكَانَ مُعَاوِيَةُ لَا يُتَّهَمُ فِي الْحَدِيثِ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ لَنَا أَبُو سَعِيدٍ، قَالَ لَنَا أَبُو دَاوُدَ: أَبُو الْمُعْتَمِرِ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ طَهْمَانَ، كَانَ يَنْزِلُ الْحِيرَةَ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''خز اور چیتے کی کھال پر نہ بیٹھو''

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے معاملے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابومعتمر کا نام یزید بن طہمان ہے، انہوں نے حیرہ میں سکونت اختیار کی ہے۔

4130 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جِلْدُ نَمِرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''فرشتے ان لوگوں کے ساتھ سفر نہیں کرتے، جن کے درمیان چیتے کی کھال موجود ہو''

4131 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدٍ، قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ، وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ: أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَتَرَاهَا مُصِيبَةً؟ قَالَ لَهُ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً، وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَقَالَ: هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ؟ فَقَالَ الْأَسَدِيُّ: جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللہُ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ: فَقَالَ الْمِقْدَامُ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغَيِّظَكَ، وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ. ثُمَّ قَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي، وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي، قَالَ: أَفْعَلُ. قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللہِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللہِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللہِ، هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَوَاللہِ، لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ. قَالَ خَالِدٌ: فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ، فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ. قَالَ: وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ، وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ

(راوی) خالد بن معدان بیان کرتے ہیں: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن اسود رضی اللہ عنہ اور بنو اسد سے تعلق رکھنے والا ایک شخص، جس کا تعلق قنسرین سے تھا، یہ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا انتقال ہو گیا ہے؟ اس پر حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے انا للہ و انا الیہ راجعون کہا، تو فلاں شخص نے ان سے کہا: کیا آپ اسے مصیبت شمار کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں اسے مصیبت شمار کیوں نہ کروں؟ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں بٹھا کر انہیں یہ فرمایا تھا:

''یہ (یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور حسین، علی سے ہے''

اس پر اسدی شخص نے کہا: وہ ایک انگارہ تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا، تو حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر یہ بات ہے (یعنی تم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہو) تو میں آج تمہیں اور غصہ دلاؤں گا اور تمہیں وہ بات سناؤں گا جو تمہیں پسند نہیں ہوگی، پھر انہوں نے فرمایا: اے معاویہ! اگر میں سچ کہوں گا، تو تم میری تصدیق کرنا اور اگر میں نے غلط بیانی کی، تو تم مجھے جھوٹا قرار دے دینا، انہوں نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا، حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں اللہ کے نام کا واسطہ دے کر یہ کہتا ہوں، کیا تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سونا پہننے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر یہ دریافت کرتا ہوں: کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو؟ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں، کیا تم یہ بات جانتے ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے سے، یا ان کے اوپر بیٹھنے سے منع کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! تو حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اے معاویہ! میں نے یہ ساری چیزیں تمہارے گھر میں دیکھی ہیں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مقدام! مجھے پتہ تھا میں آپ سے بچ نہیں سکوں گا۔

خالد بیان کرتے ہیں: تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ کو اتنے عطیات دینے کی ہدایت کی، جتنے ان کے باقی دو ساتھیوں کے لیے نہیں کی تھی اور ان کے بیٹے کے لیے وہ حصہ مقرر کیا جو دو سو والا ہوتا ہے، حضرت مقدام نے وہ عطیات اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے لیکن اسد قبیلے سے تعلق رکھنے والے شخص نے جو کچھ حاصل کیا تھا، اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا، اس بات کی اطلاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملی، تو انہوں نے فرمایا: جہاں تک مقدام کا تعلق ہے، تو وہ ایک معزز آدمی ہے، جنہوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا ہوا ہے، لیکن جہاں تک اسد قبیلے سے تعلق رکھنے والے شخص کا تعلق ہے، تو وہ ایک اچھا آدمی ہے، جو اپنی چیز سنبھال کے رکھتا ہے۔

4132- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، اَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ، وَاِسْمَاعِيلَ بْنَ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَاهُمُ الْمَعْنَى، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِي الْمَلِيحِ بْنِ اُسَامَةَ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ

ابوملیح بن اسامہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے درندوں کی کھالوں (کو استعمال کرنے) سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي الِانْتِعَالِ

باب: جوتا پہننا

4133 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ: أَكْثِرُوا مِنَ النِّعَالِ، فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: اکثر جوتے پہن کر رکھا کرو، کیونکہ آدمی نے جب تک جوتا پہنا ہوا ہو، وہ سوار کی طرح (آرام دہ حالت میں) ہوتا ہے۔

4134 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ نَعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهَا قِبَالَانِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے جوتے میں دو پٹیاں (تسمے) ہوتے تھے۔

4135 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر جوتا پہنے۔

4136 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ

4133-إسناده صحيح. أبو الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي- وإن لم يصرح بسماعه من جابر في شيء من طرق الحديث، متابع، وقد صحح له مسلم هذا الحديث، وكذا ابن حبان. وأخرجه مسلم (2096)، والنسائي في "الكبرى" (9715) من طريق معقل بن عبيد الله، به. وهو في "مسند أحمد" (14626)، و"صحيح ابن حبان" (5457). وأخرجه البخاري في "التاريخ الكبير" 8/ 44، وابن عدي في "الكامل" 6/ 2419

4135-صحيح لغيره، وهذا إسناد رجاله ثقات إلا أن أبا الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي- لم يصرح بسماعه من جابر. أبو أحمد الزبيري: هو محمد ابن عبد الله الأسدي. وأخرجه البيهقي في "شعب الإيمان" (6273) من طريق أبي داود، بهذا الإسناد. وفي الباب عن عبد الله بن عمر عند ابن ماجه (3619) وإسناده صحيح. وعن أبي هريرة عند ابن ماجه (3618)، والترمذي (1877)، وإسناد ابن ماجه رجاله ثقات، لكنه اختلف في رفعه ووقفه. وعن أنس عند الترمذي (1878) وإسناده ضعيف.

4136-إسناده صحيح. الأعرج: هو عبد الرحمن بن هرمز، وأبو الزناد هو عبد الله ابن ذكوان. وهو في "موطأ مالك" 2/ 916، ومن طريقه أخرجه البخاري (5855)، ومسلم (2097)، والترمذي (1876). وأخرجه مسلم (2097) من طريق محمد بن زياد، وابن ماجه (3617) من طريق سعيد بن أبي سعيد المقبري، كلاهما عن أبي هريرة. ولفظ مسلم: "إذا انتعل أحدكم فليبدأ باليمنى، وإذا خلع فليبدأ بالشمال، ولينعلهما جميعاً أو ليخلعهما جميعاً". وزاد ابن ماجه: "ولا خف واحد". وهو في "مسند أحمد" (7349)، و"صحيح ابن حبان" (5459).

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَمْشِي اَحَدُكُمْ فِي النَّعْلِ الْوَاحِدَةِ لِيَنْتَعِلْهُمَا جَمِيعًا، اَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے، یا تو وہ دونوں پہن لے، یا دونوں کو اتار دے''

4137 - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ اَحَدِكُمْ فَلَا يَمْشِ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ حَتَّى يُصْلِحَ شِسْعَهُ، وَلَا يَمْشِ فِي خُفٍّ وَاحِدٍ، وَلَا يَأْكُلْ بِشِمَالِهِ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے، تو وہ جب تک اسے ٹھیک نہیں کرواتا، اس وقت تک صرف ایک جوتا پہن کر نہ چلے اور صرف ایک موزہ پہن کر نہ چلے اور بائیں ہاتھ کے ذریعے نہ کھائے''۔

4138 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ هَارُونَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ اَبِي نَهِيكٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ اَنْ يَخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بِجَنْبِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے ہیں: سنت یہ ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو اپنا جوتا اتار لے اور اسے اپنے پہلو میں رکھ لے۔

4139 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ، وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ، وَلْتَكُنِ الْيَمِينُ اَوَّلَهُمَا يَنْتَعِلُ، وَآخِرَهُمَا يَنْزِعُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص جوتا پہننے لگے، تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنے اور جب اتارنے لگے، تو بائیں سے آغاز کرے دایاں پاؤں پہنتے ہوئے پہلے ہونا چاہیے اور اتارتے ہوئے بعد میں ہونا چاہیے''۔

4140 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ، فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ، وَنَعْلِهِ قَالَ مُسْلِمٌ: وَسِوَاكِهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ.

4140- إسناده صحيح. سليم: هو ابن أسود المحاربي أبو الشعثاء، ومسروق: هو ابن الأجدع. وأخرجه البخاري (168)، ومسلم (268)، والترمذي (614)، والنسائي في "الكبرى" (115) و (9269) من طريق أشعث بن سليم، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (24627)، و"صحيح ابن حبان" (1091).

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ عَنْ شُعْبَةَ، مُعَاذٌ، وَلَمْ يَذْكُرْ سِوَاكَهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کو تمام کاموں میں جہاں تک ہو سکے، دائیں طرف آغاز کرنا پسند تھا، کنگھی کرنے میں، وضو کرنے میں، جوتا پہننے میں۔

مسلم نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: مسواک کرنے میں، انہوں نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے: تمام کاموں میں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں مسواک کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

4141 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا لَبِسْتُمْ، وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ، فَابْدَءُوا بِاَيَامِنِكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم لباس پہنو، یا جب تم وضو کرو، تو دائیں طرف سے آغاز کرو''

بَابٌ فِي الْفُرُشِ

باب: بچھونے رکھنا

4142 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ اَبِي هَانِئٍ، عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفُرُشَ، فَقَالَ: فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِلْمَرْاَةِ، وَفِرَاشٌ لِلضَّيْفِ، وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بستروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ایک بستر آدمی کے لیے اور ایک اس کی بیوی کے لیے اور ایک مہمان کے لیے ہونا چاہیے، جبکہ چوتھا شیطان کے لیے ہوتا ہے۔

4143 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ اِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ، فَرَاَيْتُهُ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ. زَادَ ابْنُ الْجَرَّاحِ: عَلٰى يَسَارِهِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ اِسْرَائِيلَ، اَيْضًا عَلٰى يَسَارِهِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کے گھر میں حاضر ہوا، تو میں نے آپ ﷺ کو ایک تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔

ابن جراح نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: بائیں پہلو کے بل (ٹیک لگائے ہوئے دیکھا)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسحاق بن منصور نے اسرائیل کے حوالے سے یہی الفاظ نقل کیے ہیں: بائیں پاؤں کے بل (بیٹھے ہوئے دیکھا)۔

4144 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ رَأَى رُفْقَةً مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ رِحَالُهُمُ الْأَدَمُ، فَقَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَشْبَهِ رُفْقَةٍ كَانُوا بِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَؤُلَاءِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے: انہوں نے یمن سے تعلق رکھنے والے کچھ مسافروں کو دیکھا، جن کے پالان چمڑے کے تھے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ وہ دیکھے، کون سے سوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں، تو وہ ان لوگوں کو دیکھ لے۔

4145 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَّخَذْتُمْ أَنْمَاطًا؟ قُلْتُ: وَأَنَّى لَنَا الْأَنْمَاطُ؟ قَالَ: أَمَا إِنَّهَا سَتَكُونُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ

⊛⊛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تمہارے گھر میں عمدہ قسم کے بچھونے ہیں؟ میں نے عرض کی: ہمارے پاس عمدہ قسم کے بچھونے کہاں سے آئیں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تمہیں مل جائیں گے۔

4146 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ وِسَادَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ ابْنُ مَنِيعٍ: الَّتِي يَنَامُ عَلَيْهَا بِاللَّيْلِ، ثُمَّ اتَّفَقَا - مِنْ أَدَمٍ، حَشْوُهَا لِيفٌ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تکیہ تھا (یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) چمڑے کا بنا ہوا تکیہ تھا، جس پر آپ رات کے وقت سوتے تھے (اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں:) وہ چمڑے سے بنا ہوا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

4147 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ حَيَّانَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَتْ ضِجْعَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گدا چمڑے کا بنا ہوا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

4148 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ فِرَاشُهَا حِيَالَ مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

4145-إسناده صحيح. ابن المنكدر: هو محمد، وسفيان: هو ابن عيينة، وابن السرح: هو أحمد بن عمرو بن عبد الله بن عمرو. وأخرجه البخاري (3631)، ومسلم (2083)، والترمذي (2979) من طريق سفيان الثوري، والبخاري (5161)، ومسلم (2083)، والنسائي في "الكبرى" (5548) من طريق سفيان بن عيينة، كلاهما عن محمد بن المنكدر، عن جابر. وهو في "مسند أحمد" (14132)، و (صحيح ابن حبان) (6683).

زوجۂ رسول سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ان کا بچھونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز کے سامنے ہوتا تھا۔

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ السُّتُورِ

باب: پردے لٹکانا

4149 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَوَجَدَ عَلَى بَابِهَا سِتْرًا، فَلَمْ يَدْخُلْ قَالَ: وَقَلَّمَا كَانَ يَدْخُلُ إِلَّا بَدَأَ بِهَا، فَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَرَآهَا مُهْتَمَّةً، فَقَالَ: مَا لَكِ؟ قَالَتْ: جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ فَلَمْ يَدْخُلْ، فَأَتَاهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَاطِمَةَ اشْتَدَّ عَلَيْهَا أَنَّكَ جِئْتَهَا فَلَمْ تَدْخُلْ عَلَيْهَا، قَالَ: وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا؟ وَمَا أَنَا وَالرَّقْمُ؟ فَذَهَبَ إِلَى فَاطِمَةَ فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: قُلْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ: قُلْ لَهَا فَلْتُرْسِلْ بِهِ إِلَى بَنِي فُلَانٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا دیکھا، تو گھر کے اندر داخل نہیں ہوئے، راوی بیان کرتے ہیں: اکثر ایسا ہوتا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب (تمام ازواج کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، تو سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جاتے تھے) حضرت علی رضی اللہ عنہ (اپنے گھر) آئے تو انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غمگین دیکھ کر دریافت کیا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تھے لیکن گھر کے اندر نہیں آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! فاطمہ بہت پریشان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف آئے لیکن گھر کے اندر تشریف نہیں لائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا اور دنیا کا کیا واسطہ؟ میرا اور نقش ونگار والے (پردوں کا) کیا واسطہ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں بتایا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیجئے: آپ مجھے اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس سے کہہ دو کہ وہ اسے بنوفلاں کو بھجوا دے۔

4150 - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: وَكَانَ سِتْرًا مَوْشِيًّا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ پردہ نقش ونگار والا تھا۔

بَابٌ فِي الصَّلِيبِ فِي الثَّوْبِ

باب: کپڑے پر صلیب کا نشان ہونا

4151 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حِطَّانَ، عَنْ عَائِشَةَ

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتْرُكُ فِي بَيْتِهٖ شَيْئًا فِيْهِ تَصْلِيْبٌ اِلَّا قَضَبَهٗ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جس بھی گھر میں صلیب کا نشان دیکھتے تھے، تو اسے مٹا دیتے تھے۔

بَابٌ فِي الصُّوَرِ

باب: تصاویر کا بیان

4152 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ اَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُجَيٍّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ، وَلَا كَلْبٌ، وَلَا جُنُبٌ

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''فرشتے کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویر یا کتا یا جنبی شخص موجود ہو''

4153 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، اَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ اَبِي طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ، وَلَا تِمْثَالٌ، وَقَالَ: انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ نَسْاَلُهَا عَنْ ذٰلِكَ، فَانْطَلَقْنَا، فَقُلْنَا: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ، اِنَّ اَبَا طَلْحَةَ حَدَّثَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا، وَكَذَا، فَهَلْ سَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ ذٰلِكَ؟ قَالَتْ: لَا، وَلٰكِنْ سَاُحَدِّثُكُمْ بِمَا رَاَيْتُهٗ فَعَلَ، خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَغَازِيْهِ، وَكُنْتُ اَتَحَيَّنُ قُفُوْلَهٗ، فَاَخَذْتُ نَمَطًا كَانَ لَنَا، فَسَتَرْتُهٗ عَلَى الْعَرَضِ، فَلَمَّا جَاءَ اسْتَقْبَلْتُهٗ، فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَعَزَّكَ وَاَكْرَمَكَ، فَنَظَرَ اِلَى الْبَيْتِ فَرَاَى النَّمَطَ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا، وَرَاَيْتُ الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِهٖ، فَاَتَى النَّمَطَ حَتّٰى هَتَكَهٗ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اللهَ لَمْ يَاْمُرْنَا فِيْمَا رَزَقَنَا اَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَاللَّبِنَ قَالَتْ: فَقَطَعْتُهٗ وَجَعَلْتُهٗ وِسَادَتَيْنِ، وَحَشَوْتُهُمَا لِيْفًا، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ

❁❁ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس گھر میں کتا یا بت موجود ہوں''

(راوی کہتے ہیں:) میں نے اپنے ساتھی سے کہا: تم میرے ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں چلو تاکہ ہم ان سے اس بارے میں دریافت کریں، ہم لوگ وہاں، گئے ہم نے عرض کی: اے ام المومنین! حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس طرح کی حدیث سنائی ہے، تو کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں کچھ ذکر کرتے ہوئے سنا

ہے"، سیدہ عائشہ ؓ نے جواب دیا: جی نہیں! البتہ میں نے جو دیکھا ہے میں تمہیں اس بارے میں بتا دیتی ہوں۔

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ایک غزوہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے، میں آپ ﷺ کی واپسی کی منتظر تھی، میں نے اپنا ایک حاشیے والے پردہ لیا اور اسے شہتیر کے ساتھ لٹکا دیا، جب نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لائے، تو میں نے آپ کا استقبال کیا، میں نے عرض کی: آپ ﷺ پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں، یارسول اللہ! ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے مخصوص ہے، جس نے آپ کو عزت اور اکرام سے نوازا ہے، جب نبی اکرم ﷺ کی گھر میں موجود (چیزوں پر) نظر پڑی، تو آپ کو حاشیے والا پردہ بھی نظر آیا، نبی اکرم ﷺ نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا، مجھے آپ ﷺ کے چہرے پر ناگواری کا احساس ہو گیا، نبی اکرم ﷺ اس نقش ونگار والے پردے کی طرف آئے اور آپ ﷺ نے اسے اتار کر رکھ دیا، پھر آپ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے جو رزق ہمیں عطا کیا ہے، اس کے بارے میں ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ ہم اسے پتھروں اور اینٹوں کو پہنا دیں"

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: میں نے اس کپڑے کو کاٹ دیا اور اس کے دو تکیے بنا دیئے اور اس میں کھجور کی چھال بھر دی، تو نبی اکرم ﷺ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

4154 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: يَا أُمَّهْ إِنَّ هَذَا حَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَقَالَ فِيهِ: سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي النَّجَّارِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: میں نے کہا: اے ام المؤمنین! انہوں نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

راوی نے اس کی سند میں سعید بن سیار، جو بنو نجار کے غلام ہیں، کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

4155 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ. قَالَ بُسْرٌ: ثُمَّ اشْتَكَى زَيْدٌ، فَعُدْنَاهُ، فَإِذَا عَلَى بَابِهِ سِتْرٌ فِيهِ صُورَةٌ، فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللهِ الْخَوْلَانِيِّ رَبِيبِ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَمْ يُخْبِرْنَا زَيْدٌ عَنِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْأَوَّلِ، فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: أَلَمْ تَسْمَعْهُ حِينَ قَالَ: إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ

حضرت ابوطلحہ ؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بے شک فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں تصویر موجود ہو"

بسر نامی راوی بیان کرتے ہیں: پھر زید بیمار ہو گئے ہم ان کی عیادت کے لیے گئے، تو ان کے دروازے پر پردہ لٹکا ہوا تھا، جس میں تصویر بنی ہوئی تھی، تو میں نے سیدہ میمونہ ؓ کے عزیز عبیداللہ خولانی سے کہا: کیا زید نے پہلے ایک دن تصویروں کے بارے میں حدیث نہیں سنائی تھی؟ تو عبیداللہ نے کہا: کیا تم نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا تھا؟ کہ اگر کوئی کپڑا نقش ونگار والا ہو، تو اس کا

حکم مختلف ہے۔

4156- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَهُمْ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ عَقِيلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ زَمَنَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ أَنْ يَأْتِيَ الْكَعْبَةَ، فَيَمْحُوَ كُلَّ صُورَةٍ فِيهَا، فَلَمْ يَدْخُلْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مُحِيَتْ كُلُّ صُورَةٍ فِيهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بطحاء میں موجود تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی کہ خانہ کعبہ میں جائیں اور اس میں موجود ہر تصویر کو مٹا دیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے اندر اس وقت تک داخل نہیں ہوئے، جب تک اس میں موجود تمام تصویروں کو مٹا نہیں دیا گیا۔

4157- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ السَّبَّاقِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ، زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ وَعَدَنِي أَنْ يَلْقَانِي اللَّيْلَةَ، فَلَمْ يَلْقَنِي، ثُمَّ وَقَعَ فِي نَفْسِهِ جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ بِسَاطٍ لَنَا، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَنَضَحَ بِهِ مَكَانَهُ، فَلَمَّا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ: إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، حَتَّى إِنَّهُ لَيَأْمُرُ بِقَتْلِ كَلْبِ الْحَائِطِ الصَّغِيرِ، وَيَتْرُكُ كَلْبَ الْحَائِطِ الْكَبِيرِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرائیل نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ گزشتہ رات مجھ سے ملنے کے لیے آئیں گے، لیکن وہ مجھ سے ملنے کے لیے نہیں آئے، راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں کتے کے اس پلے کا خیال آیا جو آپ کے بستر کے نیچے تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اسے باہر نکال دیا گیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی لے کر اپنے دست مبارک کے ذریعے اس جگہ پر چھڑک دیا، پھر حضرت جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے عرض کی: ہم (فرشتے) ایسے کسی گھر میں داخل نہیں ہوتے، جہاں کتا یا تصویر موجود ہو۔

اگلے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مار دینے کا حکم دیا، یہاں تک کہ آپ نے چھوٹے باغوں میں موجود کتوں کو بھی مار دینے کا حکم دیا، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے باغ کے (محافظ کتے) کو ترک کر دیا۔

4158- حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام، فَقَالَ لِي: أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَكُونَ دَخَلْتُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَمَاثِيلُ، وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، وَكَانَ فِي الْبَيْتِ كَلْبٌ، فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ الَّذِي فِي الْبَيْتِ يُقْطَعُ

فَيَصِيرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ، فَلْيُجْعَلْ مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ مَنْبُوذَتَيْنِ تُوطَآنِ، وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَلْيُخْرَجْ. فَفَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَإِذَا الْكَلْبُ لِحَسَنٍ - أَوْ حُسَيْنٍ - كَانَ تَحْتَ نَضَدٍ لَهُمْ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالنَّضَدُ: شَيْءٌ تُوضَعُ عَلَيْهِ الثِّيَابُ شِبْهُ السَّرِيرِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جبرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: گزشتہ رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا تھا، لیکن اندر میں اس لیے نہیں آسکا، کیونکہ دروازے پر تصویریں موجود تھیں (شاید راوی کے یہ الفاظ ہیں:) گھر کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا، جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں اور گھر میں ایک کتا بھی موجود تھا''

(حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تصویروں کے بارے میں جو گھر کے دروازے پر موجود ہیں یہ حکم دیں کہ انہیں کاٹ دیا جائے اور انہیں درخت کی طرح کر دیا جائے اور پردے کے بارے میں یہ حکم دیجئے کہ اس کے تکیے بنا لیے جائیں، جو نیچے رکھے جائیں اور روندے جائیں، اور کتے کے بارے میں حکم دیجئے کہ اسے باہر نکال دیا جائے (راوی کہتے ہیں:) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا، وہ اصل میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (جو بچے تھے) کا کتا تھا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت کے نیچے تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اسے باہر نکال دیا گیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نضد ایک ایسی چیز ہوتی ہے، جس پر کپڑے رکھے جاتے ہیں اور یہ پلنگ سے مشابہہ ہوتی ہے۔

كِتَابُ التَّرَجُّلِ

کتاب: بال سنوارنے کے بارے میں روایات

4159 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا

❁❁ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (روزانہ باقاعدگی سے) کنگھی کرنے سے منع کیا ہے، البتہ ایک دن چھوڑ کر ایک دن کی جائے (تو حکم مختلف ہے)۔

4160 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحَلَ إِلَى فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ وَهُوَ بِمِصْرَ، فَقَدِمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ آتِكَ زَائِرًا، وَلَكِنِّي سَمِعْتُ أَنَا وَأَنْتَ حَدِيثًا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَوْتُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ، قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَمَا لِي أَرَاكَ شَعِثًا وَأَنْتَ أَمِيرُ الْأَرْضِ؟ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَانَا عَنْ كَثِيرٍ مِنَ الْإِرْفَاهِ، قَالَ: فَمَا لِي لَا أَرَى عَلَيْكَ حِذَاءً؟ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَحْتَفِيَ أَحْيَانًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صاحب حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جو اس وقت میں مصر میں موجود تھے، وہ جب ان کے پاس آئے تو بولے: میں آپ کے پاس زیارت کرنے کے لیے نہیں آیا ہوں، میں اس لیے آیا ہوں، کیونکہ میں نے ایک حدیث نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہے اور آپ نے بھی وہ سن رکھی ہے، تو مجھے یہ امید ہے کہ آپ کے پاس اس کے حوالے سے علم ہوگا (یعنی آپ کو وہ حدیث یاد ہوگی) حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: وہ کون سی حدیث ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی وہ فلاں فلاں حدیث ہے، پھر ان صحابی نے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں، حالانکہ آپ یہاں کے علاقے کے امیر ہیں، تو حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں زیب وزینت کا زیادہ سامان جمع کرنے سے منع کیا ہے، ان صحابی نے دریافت کیا: کیا وجہ ہے کہ مجھے نظر نہیں آ رہا کہ آپ نے جوتے پہنے ہوں، تو حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم ﷺ ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ کبھی ہم ننگے پاؤں

4159- صحيح لغيره، وهذا إسناد اختلف في رفعه ووقفه وفي وصله وإرساله. فقد أخرجه الترمذي (1852) و (1853)، والنسائي في "الكبرى" (9264) من طريق هشام بن حسان، به. وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح! وخالف هشاماً قتادة، فرواه عند النسائي (9265) عن الحسن عن النبي -صلى الله عليه وسلم- مرسلاً. وخالفهما يونس بن عبيد عند النسائي أيضاً (9266) فرواه عن الحسن ومحمد ابن سيرين قالا: الترجل غب. فجعله من قولهما موقوفاً عليهما. وهو في "مسند أحمد" (16793).

بھی رہا کریں۔

4161۔ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُمَامَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تَسْمَعُونَ، أَلَا تَسْمَعُونَ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ يَعْنِي التَّقَحُّلَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ أَبُو أُمَامَةَ بْنُ ثَعْلَبَةَ الْأَنْصَارِيُّ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دنیا (کی آرائش وزیبائش یا زیب وزینت) کا ذکر کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم سنتے نہیں ہو؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ بے شک سادگی ایمان کا حصہ ہے، بے شک سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

(راوی کہتے ہیں:) اس سے مراد زیب وزینت کو ترک کرنا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ صحابی حضرت ابوامامہ بن ثعلبہ انصاری ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي اسْتِحْبَابِ الطِّيبِ

باب: خوشبو استعمال کرنے کا مستحب ہونا

4162۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، عَنْ شَيْبَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شیشی تھی، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو لگایا کرتے تھے۔

بَابٌ فِي إِصْلَاحِ الشَّعْرِ

باب: بالوں کو بنا سنوار کر رکھنا

4163۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ

4163-إسناده حسن من أجل ابن أبي الزناد -وهو عبد الرحمن- أبو صالح: هو ذكوان السّمان، وابن وهب: هو عبد الله. وقد حسن إسناده الحافظ في "فتح الباري". 368 /10 وأخرجه البيهقي في "شعب الإيمان" (6455)، وفي "الأداب" (695) من طريق سعيد بن منصور وداود بن عمرو، عن ابن أبي الزناد، بهذا الإسناد. وأخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (3365) من طريق داود بن عمرو، عن ابن أبي الزناد، عن أبيه، عن الأعرج، عن أبي هريرة. ويشهد له حديث عائشة عند بحشل في "تاريخ واسط" ص 242، والطحاوي في "شرح المشكل" (3360)، والبيهقي في الشعب" (6456) وحسّن إسناده أيضاً الحافظ في "الفتح". 368 /10

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''جس نے بال رکھے ہوں، اسے ان کی عزت افزائی کرنی چاہیے، (یعنی انہیں سنوار کے رکھنا چاہیے)''

بَابٌ فِي الْخِضَابِ لِلنِّسَاءِ

باب: خواتین کا خضاب لگانا

4164 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي كَرِيمَةُ بِنْتُ هَمَّامٍ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَسَأَلَتْهَا عَنْ خِضَابِ الْحِنَّاءِ، فَقَالَتْ: لَا بَأْسَ بِهِ، وَلَكِنْ أَكْرَهُهُ، كَانَ حَبِيبِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ رِيحَهُ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: تَعْنِي خِضَابَ شَعْرِ الرَّأْسِ

⊛⊛ کریمہ بنت ہمام بیان کرتی ہیں: ایک عورت نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مہندی لگانے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: اس میں حرج کوئی نہیں ہے، تاہم میں اسے ناپسند کرتی ہوں، کیونکہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بو کو ناپسند کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس عورت کی مراد یہ تھی کہ مہندی کو خضاب کے طور پر سر کے بالوں میں لگانا۔

4165 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَتْنِي غِبْطَةُ بِنْتُ عَمْرٍو الْمُجَاشِعِيَّةُ، قَالَتْ: حَدَّثَتْنِي عَمَّتِي أُمُّ الْحَسَنِ، عَنْ جَدَّتِهَا، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ، قَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ بَايِعْنِي، قَالَ: لَا أُبَايِعُكِ حَتَّى تُغَيِّرِي كَفَّيْكِ، كَأَنَّهُمَا كَفَّا سَبُعٍ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہند بنت عتبہ نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ مجھ سے بیعت لے لیجئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے بیعت اس وقت تک نہیں لوں گا، جب تک تم اپنی ہتھیلیوں کو صاف نہیں کرتی، کیونکہ یہ درندوں کی ہتھیلیوں کی طرح ہیں۔

4166 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصُّورِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا مُطِيعُ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ عِصْمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: أَوْمَتْ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا، كِتَابٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ، فَقَالَ: مَا أَدْرِي أَيَدُ رَجُلٍ، أَمْ يَدُ امْرَأَةٍ؟ قَالَتْ: بَلِ امْرَأَةٌ، قَالَ: لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ يَعْنِي بِالْحِنَّاءِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اشارہ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پیچھے کرلیا، آپ نے فرمایا: مجھے نہیں پتہ، کیا یہ کسی مرد کا ہاتھ ہے یا کسی عورت کا ہاتھ ہے؟ اس عورت نے عرض کی: یہ ایک عورت کا ہاتھ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم عورت ہوتی، تو اپنے ناخنوں کی رنگت تبدیل کرلیتی، راوی کہتے ہیں: یعنی

مصنوعی بال لگوانا

بَابٌ فِي صِلَةِ الشَّعْرِ
باب: مصنوعی بال لگوانا

4167 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِي يَدِ حَرَسِيٍّ يَقُولُ: يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هٰذِهِ، وَيَقُولُ: إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هٰذِهِ نِسَاؤُهُمْ

ابن شہاب زہری، حمید بن عبدالرحمن کے بارے میں نقل کرتے ہیں: انہوں نے حج کے موقعہ پر حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا، انہوں نے ایک سپاہی کے ہاتھ سے بالوں کا گچھا لے کر فرمایا: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کی چیزوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل اس وقت ہلاکت کا شکار ہوئے، جب ان کی خواتین نے اسے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

4168 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ، وَالْمُسْتَوْشِمَةَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بال جوڑنے والی اور بال لگوانے والی اور جسم گودنے والی اور جسم گدوانے والی عورت پر لعنت کی ہے۔

4169 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ

4167- إسناده صحيح. وهو في "موطأ مالك" 2/ 947. وأخرجه البخاري (3468) و (5932)، ومسلم (2127)، والترمذي (2987)، والنسائي في "الكبرى" (9314) من طريق عن الزهري، به. وأخرجه بنحوه البخاري (3488) و (5938)، ومسلم (2127) والنسائي في "الكبرى" (9315) و (9316) من طريق سعيد بن المسيب، عن معاوية بن أبي سفيان. وهو في "مسند أحمد" (16865)، و"صحيح ابن حبان" (5511) و (5512).

4168- إسناده صحيح. عبيد الله: هو ابن عمر العمري، ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وأخرجه البخاري (5937) و (5940) و (5947)، ومسلم (2124)، وابن ماجه (1987)، والترمذي (1857) و (2989) و (2990)، والنسائي في "الكبرى" (9322) من طريق عبيد الله بن عمر، والبخاري (5942)، ومسلم (2124) من طريق صخر بن جويرية، كلاهما عن نافع، به. وجاء عند بعضهم: "لعن الله" بدل: لعن رسول الله. وهو في "مسند أحمد" (4724)، و"صحيح ابن حبان" (5513).

4169- إسناده صحيح. علقمة: هو ابن قيس النخعي، وإبراهيم: هو ابن يزيد النخعي، ومنصور: هو ابن المعتمر، وجرير: هو ابن عبد الحميد، ومحمد بن عيسى: هو ابن الطباع. وأخرجه البخاري (4886)، ومسلم (2125)، وابن ماجه (1989)، والترمذي (2988)، والنسائي في "الكبرى" (9326) و (9327) و (11515) من طريق منصور ابن المعتمر، والنسائي (9328) من طريق الأعمش، كلاهما عن إبراهيم النخعي، به. وهو في "مسند أحمد" (3945)، و"صحيح ابن حبان" (5504) و (5505).

إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ، وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ. قَالَ مُحَمَّدٌ: وَالْوَاصِلَاتِ، وَقَالَ عُثْمَانُ: وَالْمُتَنَمِّصَاتِ ثُمَّ اتَّفَقَا - وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا: أُمُّ يَعْقُوبَ. - زَادَ عُثْمَانُ: كَانَتْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ اتَّفَقَا - فَأَتَتْهُ، فَقَالَتْ: بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ. - قَالَ مُحَمَّدٌ: وَالْوَاصِلَاتِ. وَقَالَ عُثْمَانُ: وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، ثُمَّ اتَّفَقَا: - وَالْمُتَفَلِّجَاتِ. - قَالَ عُثْمَانُ: لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ تَعَالَى. - فَقَالَ: وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى؟ قَالَتْ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ لَوْحَيِ الْمُصْحَفِ فَمَا وَجَدْتُهُ. فَقَالَ: وَاللهِ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ. ثُمَّ قَرَأَ: (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) (الحشر: ۷). قَالَتْ: إِنِّي أَرَى بَعْضَ هٰذَا عَلَى امْرَأَتِكَ. قَالَ: فَادْخُلِي فَانْظُرِي. فَدَخَلَتْ، ثُمَّ خَرَجَتْ. فَقَالَ: مَا رَأَيْتِ؟ - وَقَالَ عُثْمَانُ: - فَقَالَتْ: مَا رَأَيْتُ. فَقَالَ: لَوْ كَانَ ذٰلِكَ مَا كَانَتْ مَعَنَا

❀❀ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ جسم گدوانے والی اور گودنے والی عورتوں پر لعنت کرے۔
ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نقلی بال لگوانے والی عورتوں پر کرے۔
عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ان عورتوں پر کرے، جو چہرے کے بال اکھیڑتی ہیں، پھر تمام راوی اس بات کو نقل کرنے میں متفق ہیں:

"خوبصورتی حاصل کرنے کے لیے دانتوں میں خلا کروانے والی عورتوں پر لعنت کرے، جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کر دیتی ہیں"۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس بات کی اطلاع، بنو اسد سے تعلق رکھنے والی ایک عورت تک پہنچی، جسے ام یعقوب کہا جاتا تھا، عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: وہ قرآن کی حافظہ تھی، پھر دونوں راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وہ عورت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی: مجھے پتہ چلا ہے آپ نے جسم گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے، یہاں محمد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نقلی بال لگوانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے، عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: چہرے کے بال اکھاڑنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے، پھر دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں: خوبصورتی کے لیے دانتوں میں خلا کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے؟ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں؟ جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جس کا حکم اللہ کی کتاب میں موجود ہے وہ عورت بولی: میں نے پورا قرآن پڑھ رکھا ہے، مجھے تو یہ حکم کہیں نہیں ملا، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم حقیقی طور پر اسے پڑھا ہوتا، تو تم اسے پالیتی، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی:

"رسول جو تمہیں دے اسے حاصل کرلو اور جس سے تمہیں منع کرے اس سے باز آجاؤ"

تو وہ عورت بولی: میرا خیال ہے کہ آپ کی ایک اہلیہ بھی یہ کام کرتی ہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میرے گھر میں جاؤ اور جا کر خود دیکھ لو، وہ عورت گھر کے اندر گئی، پھر وہ باہر آئی تو انہوں نے دریافت کیا: تمہیں نظر نہیں آئی؟ تو وہ بولی: مجھے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ایسا ہوتا تو وہ عورت ہمارے ساتھ نہ رہتی۔

4170- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لُعِنَتِ الْوَاصِلَةُ، وَالْمُسْتَوْصِلَةُ، وَالنَّامِصَةُ، وَالْمُتَنَمِّصَةُ، وَالْوَاشِمَةُ، وَالْمُسْتَوْشِمَةُ، مِنْ غَيْرِ دَاءٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَتَفْسِيرُ الْوَاصِلَةِ: الَّتِي تَصِلُ الشَّعْرَ بِشَعْرِ النِّسَاءِ، وَالْمُسْتَوْصِلَةُ: الْمَعْمُولُ بِهَا، وَالنَّامِصَةُ: الَّتِي تَنْقُشُ الْحَاجِبَ حَتَّى تُرِقَّهُ، وَالْمُتَنَمِّصَةُ: الْمَعْمُولُ بِهَا، وَالْوَاشِمَةُ: الَّتِي تَجْعَلُ الْخِيلَانَ فِي وَجْهِهَا بِكُحْلٍ أَوْ مِدَادٍ، وَالْمُسْتَوْشِمَةُ: الْمَعْمُولُ بِهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نقلی بال لگوانے والی، چہرے کے بال اکھاڑنے والی، چہرے کے بال اکھڑوانے والی، جسم گدوانے والی اور جسم گودنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے، جبکہ یہ کسی بیماری کے بغیر ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لفظ واصلہ سے مراد وہ ہیں: جو عورتوں کو نقلی بال لگاتی ہیں اور لفظ مستوصلہ سے مراد وہ عورت ہے، جس کے ساتھ یہ کام کیا جائے (یعنی جسے نقلی بال لگائے جائیں) لفظ نامصہ سے مراد وہ عورت ہے، جو ابرو کے بال نوچتی ہے، تا کہ اسے باریک کر دے اور لفظ متنمصہ سے مراد وہ عورت ہے، جس کے ساتھ یہ کام کیا جائے لفظ واشمہ سے مراد وہ عورت ہے، جو چہرے پر سرمے یا سیاہی کے ذریعے تل وغیرہ بناتی ہے اور لفظ مستوشمہ سے مراد وہ عورت ہے، جس کے ساتھ یہ کام کیا جائے۔

4171- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالْقَرَامِلِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَأَنَّهُ يَذْهَبُ إِلَى أَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ شُعُورُ النِّسَاءِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ أَحْمَدُ يَقُولُ: الْقَرَامِلُ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: دھاگوں سے بنی ہوئی چوٹی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے لگتا ہے کہ ان کی یہ رائے ہے کہ ممنوع چیز یہ ہے کہ عورتوں کے بال استعمال کیے جائیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: دھاگوں سے بنی ہوئی چوٹی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابٌ فِي رَدِّ الطِّيبِ

باب: خوشبو واپس کرنا

4172- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، الْمَعْنَى، أَنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ

سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ اَيُّوبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ جَعْفَرٍ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ طِيبٌ فَلَا يَرُدَّهُ، فَاِنَّهُ طَيِّبُ الرِّيحِ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جسے خوشبو دی جائے وہ اسے واپس نہ کرے، کیونکہ اس کی بو عمدہ ہوتی ہے اور یہ وزنی بھی نہیں ہوتی''

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَرْاَةِ تَتَطَيَّبُ لِلْخُرُوجِ

باب: عورت کا باہر جاتے وقت خوشبو لگانا

4173 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، اَخْبَرَنَا ثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ، حَدَّثَنِيْ غُنَيْمُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ اَبِيْ مُوسٰى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اسْتَعْطَرَتِ الْمَرْاَةُ فَمَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيحَهَا، فَهِيَ كَذَا وَكَذَا قَالَ قَوْلًا شَدِيدًا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی عورت خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرے، تا کہ وہ مرد اس کی خوشبو کو محسوس کریں، تو وہ عورت ایسی اور ایسی ہوتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں سخت بات ارشاد فرمائی۔

4174 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عُبَيْدٍ، مَوْلَى اَبِيْ رُهْمٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَقِيَتْهُ امْرَاَةٌ وَجَدَ مِنْهَا رِيحَ الطِّيبِ يَنْفَحُ، وَلِذَيْلِهَا اِعْصَارٌ، فَقَالَ: يَا اَمَةَ الْجَبَّارِ، جِئْتِ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: وَلَهُ تَطَيَّبْتِ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: اِنِّيْ سَمِعْتُ حِبِّيْ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ لِامْرَاَةٍ تَطَيَّبَتْ لِهٰذَا الْمَسْجِدِ، حَتّٰى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: الْاِعْصَارُ غُبَارٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ان کے سامنے ایک عورت آئی جس میں سے خوشبو آ رہی تھی اور اس کے پلو پر بھی غبار لگا ہوا تھا، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے جبار (یعنی اللہ تعالیٰ) کی کنیز! تم مسجد سے آئی ہو، اس نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم نے مسجد کے لیے خوشبو لگائی تھی؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے محبوب حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اس عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی، جو مسجد میں آنے کے لیے خوشبو لگاتی ہے، جب تک وہ واپس جا کر غسل جنابت کی طرح غسل نہیں کرتی''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اعصار سے مراد غبار ہے۔

4175- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو عَلْقَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا، فَلَا تَشْهَدَنَّ مَعَنَا الْعِشَاءَ قَالَ ابْنُ نُفَيْلٍ: عِشَاءَ الْآخِرَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس عورت نے خوشبو کی دھونی لی ہوئی ہو، وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو''

یہاں ایک راوی نے لفظ عِشَاءَ الْآخِرَةِ نقل کیا ہے۔

بَابٌ فِي الْخَلُوقِ لِلرِّجَالِ

باب: مردوں کا زعفران کی مخصوص قسم کی خوشبو لگانا

4176- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى أَهْلِي لَيْلًا وَقَدْ تَشَقَّقَتْ يَدَايَ، فَخَلَّقُونِي بِزَعْفَرَانٍ، فَغَدَوْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، وَلَمْ يُرَحِّبْ بِي، وَقَالَ: اذْهَبْ فَاغْسِلْ هَذَا عَنْكَ، فَذَهَبْتُ فَغَسَلْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ وَقَدْ بَقِيَ عَلَيَّ مِنْهُ رَدْعٌ، فَسَلَّمْتُ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، وَلَمْ يُرَحِّبْ بِي، وَقَالَ: اذْهَبْ فَاغْسِلْ هَذَا عَنْكَ، فَذَهَبْتُ فَغَسَلْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ، وَرَحَّبَ بِي، وَقَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَحْضُرُ جَنَازَةَ الْكَافِرِ بِخَيْرٍ، وَلَا الْمُتَضَمِّخَ بِالزَّعْفَرَانِ، وَلَا الْجُنُبَ، قَالَ: وَرَخَّصَ لِلْجُنُبِ إِذَا نَامَ، أَوْ أَكَلَ، أَوْ شَرِبَ، أَنْ يَتَوَضَّأَ.

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رات کے وقت اپنے گھر آیا، میرے ہاتھ پھٹے ہوئے تھے، تو گھر والوں نے مجھے زعفران لگا دیا، اگلے دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ کو سلام کیا، تو آپ نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا اور مجھے خوش آمدید نہیں کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور اسے اپنے پر سے دھو دو، میں گیا میں نے اسے دھویا پھر جب میں آیا تو اس کا کچھ نشان مجھ پر باقی تھا، میں نے پھر سلام کیا، آپ نے پھر مجھے جواب نہیں دیا اور مجھے خوش آمدید نہیں کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور اسے اپنے پر سے دھو دو، میں گیا اور میں نے اسے دھو دیا پھر میں آیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب بھی دیا اور خوش آمدید بھی کہا اور فرمایا:

4176- إسناده ضعيف لانقطاعه، يحيى بن يعمر لم يسمع من عمار بن ياسر فيما قاله غير واحد من أهل العلم، ومنهم المصنف عند الحديث السالف برقم (225). وكما تدل عليه الرواية الآتية بعده. عطاء الخراساني: هو ابن أبي مسلم، وحماد: هو ابن سلمة. وأخرجه الطيالسي (646)، وابن أبي شيبة 62/1 و 414/4، وأحمد (18886)، والبزار (1402)، وأبو يعلى (1635)، والبيهقي 203/1 و 36/5، من طريق حماد ابن سلمة، بهذا الإسناد.

''فرشتے کافر کے جنازے میں، زعفران لگانے والے شخص کے پاس اور جنبی شخص کے پاس بھلائی کے ساتھ نہیں آتے ہیں''
راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جنبی شخص کو یہ رخصت دی ہے کہ وہ وضو کر کے سو سکتا ہے، یا کھا سکتا ہے، یا پی سکتا ہے۔

4177 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي الْخُوَارِ، أَنَّهُ سَمِعَ يَحْيَى بْنَ يَعْمَرَ، يُخْبِرُ عَنْ رَجُلٍ أَخْبَرَهُ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، زَعَمَ عُمَرُ أَنَّ يَحْيَى سَمَّى ذَلِكَ الرَّجُلَ، فَنَسِيَ عُمَرُ اسْمَهُ - أَنَّ عَمَّارًا قَالَ: تَخَلَّقْتُ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ بِكَثِيرٍ، فِيهِ ذِكْرُ الْغُسْلِ، قَالَ: قُلْتُ لِعُمَرَ: وَهُمْ حُرُمٌ، قَالَ: لَا، الْقَوْمُ مُقِيمُونَ

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ ہمراہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ پورا واقعہ مذکور ہے، تاہم پہلی روایت زیادہ مکمل ہے اور اس میں دھونے کا ذکر ہے۔

ابن جریج کہتے ہیں: میں نے عمر بن عطا نامی راوی سے دریافت کیا: کیا وہ لوگ اس وقت احرام کی حالت میں تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! وہ مقیم تھے۔

4178 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ الْأَسَدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ جَدَّيْهِ قَالَا: سَمِعْنَا أَبَا مُوسَى، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْبَلُ اللهُ تَعَالَى صَلَاةَ رَجُلٍ فِي جَسَدِهِ شَيْءٌ مِنْ خَلُوقٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: جَدَّاهُ زَيْدٌ وَزِيَادٌ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا، جس کے جسم پر ذرا سی خلوق (مخصوص قسم کی خوشبو) لگی ہوئی ہو''
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے دو دادوں سے مراد زید اور زیاد ہیں۔

4179 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ، وَإِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَاهُمْ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ، وَقَالَ: عَنْ إِسْمَاعِيلَ: أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مردوں کو زعفران لگانے سے منع کیا ہے۔
اسماعیل نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس بات سے منع کیا ہے کہ مرد زعفران لگائے۔

4180 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ: جِيفَةُ الْكَافِرِ، وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوقِ، وَالْجُنُبُ إِلَّا أَنْ يَتَوَضَّأَ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

... تین قسم کے لوگوں کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے، کافر لاش، خلوق لگانے والا شخص اور جنبی شخص، البتہ اگر وہ وضو کر لے تو حکم مختلف ہے۔

4181 - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْحَجَّاجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْهَمْدَانِيِّ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ: لَمَّا فَتَحَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ جَعَلَ أَهْلُ مَكَّةَ يَأْتُونَهُ بِصِبْيَانِهِمْ، فَيَدْعُو لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ، وَيَمْسَحُ رُءُوسَهُمْ. قَالَ: فَجِيءَ بِي إِلَيْهِ وَأَنَا مُخَلَّقٌ فَلَمْ يَمَسَّنِي مِنْ أَجْلِ الْخَلُوقِ

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو اہل مکہ اپنے بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لانے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے برکت کی دعا کرتے تھے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے، جب مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، اس وقت میرے جسم پر خلوق لگی ہوئی تھی، اس وجہ سے آپ نے مجھے چھوا نہیں۔

4182 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا سَلْمٌ الْعَلَوِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُوَاجِهُ رَجُلًا فِي وَجْهِهِ بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ: لَوْ أَمَرْتُمْ هَذَا أَنْ يَغْسِلَ هَذَا عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس پر زرد رنگ کا نشان موجود تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جب کسی شخص پر کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے تھے، تو اسے مخاطب نہیں کرتے تھے، جب وہ شخص چلا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اسے یہ ہدایت کر دو کہ وہ اس (نشان کو) اپنے پر سے دھو لے (تو یہ مناسب ہوگا)۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّعْرِ

باب: بالوں کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4183 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ: لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ، وَقَالَ شُعْبَةُ: يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے سرخ رنگ کے جوڑے میں، لمبے بالوں والا ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوب صورت ہو۔

محمد بن سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: جس کے اتنے لمبے بال ہوں، جو کندھوں تک آتے ہوں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: جو کندھوں تک آتے ہوں۔

جبکہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: جو کانوں کی لو تک آتے ہوں۔

4184 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بال رکھے ہوئے تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کانوں کی لو تک آتے تھے۔

4185 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کی لو تک آتے تھے۔

4186 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کان تک آتے تھے۔

4187 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ الْوَفْرَةِ وَدُونَ الْجُمَّةِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال وفرہ سے ذرا سے زیادہ تھے اور جمہ سے ذرا کم تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْفَرْقِ

باب: مانگ نکالنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4188 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ - يَعْنِي - يَسْدِلُونَ أَشْعَارَهُمْ، وَكَانَ

4185-إسناده صحيح. ثابت: هو ابن أسلم البناني، ومعمر: هو ابن راشد، وعبد الرزاق: هو ابن همّام الصنعاني. وهو في "مصنف عبد الرزاق "(20519) و (21033)، ومن طريقه أخرجه النسائي في "الكبرى "(9272) إلا أنه قال: إلى أنصاف أذنيه. وأخرجه البخاري (5905)، ومسلم (2338)، وابن ماجه (4634)، والنسائي في "الكبرى "(9260) من طريق جرير بن حازم، ومسلم (2338)، والنسائي في "الكبرى "(9273) من طريق همام بن يحيى، كلاهما عن قتادة، عن أنس. لفظ جرير: كان شعر رسول الله -صلى الله عليه وسلم- شعراً رجلاً بين أذنيه وعاتقه. ولفظ همام: أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- كان يضرب شعره منكبيه. وهو في "مسند أحمد "(12382) و(12389)، و"صحيح ابن حبان "(6291).

الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُءُوسَهُمْ. وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْجِبُهُ مُوَافَقَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ. فَسَدَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهُ، ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اہل کتاب کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے بال سیدھے پیچھے کی طرف لے جایا کرتے تھے اور مشرکین اپنے سر میں مانگ نکالا کرتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن چیزوں کے بارے میں کوئی باقاعدہ حکم نہیں دیا گیا ہوتا، ان کے بارے میں آپ کو اہل کتاب کی موافقت پسند تھی، تو پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بال پیچھے کی طرف لے جایا کرتے تھے، پھر آپ نے مانگ نکالنا شروع کر دی۔

4189 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كُنْتُ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَفْرُقَ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَدَعْتُ الْفَرْقَ مِنْ يَافُوخِهِ، وَأُرْسِلُ نَاصِيَتَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں مانگ نکالنے کا ارادہ کرتی، تو میں درمیان میں سے نکالتی تھی اور آپ کے پیشانی کے اوپر والے بالوں کو دونوں آنکھوں کے درمیان کر دیتی تھی (یعنی بالکل درمیان میں مانگ نکالتی تھی)۔

بَابٌ فِي تَطْوِيلِ الْجُمَّةِ

باب: لمبے بال رکھنا

4190 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُقْبَةَ السُّوَائِيُّ - هُوَ أَخُو قَبِيصَةَ - وَحُمَيْدُ بْنُ خُوَارٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِي شَعْرٌ طَوِيلٌ، فَلَمَّا رَآنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ذُبَابٌ ذُبَابٌ قَالَ: فَرَجَعْتُ فَجَزَزْتُهُ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَعْنِكَ، وَهَذَا أَحْسَنُ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے بال لمبے تھے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ملاحظہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ٹھیک نہیں ہے، یہ ٹھیک نہیں ہے، راوی کہتے ہیں: میں واپس گیا، میں نے انہیں کاٹ دیا، میں اگلے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں کوئی بری بات نہیں کی تھی، لیکن یہ زیادہ اچھے لگ رہے ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَعْقِصُ شَعْرَهُ

باب: آدمی کا اپنے بال گوندھ لینا

4191 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ: قَدِمَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ تَعْنِي عَقَائِصَ

⊛⊛ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مکہ تشریف لائے تو آپ کے بالوں کی چار لٹیں تھیں، ان سے مراد یہ ہے وہ گندھے ہوئے تھے۔

بَابٌ فِي حَلْقِ الرَّأْسِ

باب: سر منڈوا لینا

4192 - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، وَابْنُ الْمُثَنَّى قَالَا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي يَعْقُوبَ، يُحَدِّثُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْهَلَ آلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا أَنْ يَأْتِيَهُمْ، ثُمَّ أَتَاهُمْ، فَقَالَ: لَا تَبْكُوا عَلَى أَخِي بَعْدَ الْيَوْمِ، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا لِي بَنِي أَخِي فَجِيءَ بِنَا كَأَنَّا أَفْرُخٌ، فَقَالَ: ادْعُوا لِي الْحَلَّاقَ، فَأَمَرَهُ فَحَلَقَ رُءُوسَنَا

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت جعفر رضی اللہ عنہ (کی شہادت کے موقع پر) نبی اکرم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو تین دن مہلت دی، پھر آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد تم میرے بھائی پر نہ رونا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بھتیجوں کو میرے پاس لاؤ، تو ہمیں لایا گیا، ہم چڑیا کے بچوں کی طرح تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حجام کو بلا کر لاؤ، نبی اکرم ﷺ نے اسے ہدایت کی تو اس نے ہمارے سر مونڈ دیئے۔

بَابٌ فِي الذُّؤَابَةِ

باب: ایسا بچہ جس کی لمبی زلفیں ہوں

4193 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ - قَالَ أَحْمَدُ: كَانَ رَجُلًا صَالِحًا - قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ، وَالْقَزَعُ: أَنْ يُحْلَقَ رَأْسُ الصَّبِيِّ فَيُتْرَكَ بَعْضُ شَعْرِهِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قزع سے منع کیا ہے۔

4193- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل عثمان بن عثمان - وهو الغطفاني البصري - وقد توبع في الحديثين الآتيين بعده. وأخرجه البخاري (5920)، ومسلم (2120)، وابن ماجه (3637)، والنسائي في "الكبرى" (9253) و (9254) من طريق عبيد الله بن عمر العمري، ومسلم (2120) من طريق روح بن القاسم، و (2120) من طريق عثمان بن عثمان الغطفاني، ثلاثتهم عن عمر بن نافع، به. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (9255 - 9257) من طريق عن عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر، دون ذكر عمر بن نافع، وصوب النسائي رواية عبيد الله عن عمر بن نافع، عن أبيه، مع أن سماع عبيد الله من نافع معروف مشهور. وأخرجه مسلم (2120) من طريق عبد الرحمن السراج، عن نافع، به. وأخرجه البخاري (5921)، وابن ماجه (3638) من طريق عبد الله بن دينار، عن ابن عمر. وهو في "مسند أحمد" (4473)، و"صحيح ابن حبان" (5506).

قزع سے مراد یہ ہے: بچے کے سر کو مونڈ دیا جائے اور کچھ بال چھوڑ دیئے جائیں۔

4194 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ، وَهُوَ أَنْ يُحْلَقَ رَأْسُ الصَّبِيِّ فَتُتْرَكَ لَهُ ذُؤَابَةٌ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع کیا ہے، اور اس سے مراد یہ ہے: بچے کے سر کو مونڈ دیا جائے اور اس کی ایک لٹ کو چھوڑ دیا جائے۔

4195 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَى صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِهِ وَتُرِكَ بَعْضُهُ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذَلِكَ، وَقَالَ: احْلِقُوهُ كُلَّهُ، أَوِ اتْرُكُوهُ كُلَّهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا، جس کے کچھ سر کو مونڈ دیا گیا اور کچھ کو چھوڑ دیا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے منع کیا، آپ نے فرمایا: یا تو پورے سر کو مونڈ دو، یا پھر پورے کو رہنے دو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

4196 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَتْ لِي ذُؤَابَةٌ، فَقَالَتْ لِي أُمِّي: لَا أَجُزُّهَا، كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُدُّهَا، وَيَأْخُذُ بِهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری لمبی زلفیں تھیں، میری والدہ نے مجھ سے کہا: میں انہیں نہیں کاٹوں گی (حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان بالوں کو (پیار سے) کھینچتے تھے اور پکڑا کرتے تھے۔

4197 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَحَدَّثَتْنِي أُخْتِي الْمُغِيرَةُ، قَالَتْ: وَأَنْتَ يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ، أَوْ قُصَّتَانِ، فَمَسَحَ رَأْسَكَ، وَبَرَّكَ عَلَيْكَ، وَقَالَ: احْلِقُوا هَذَيْنِ - أَوْ قُصُّوهُمَا - فَإِنَّ هَذَا زِيُّ الْيَهُودِ

حجاج بن حسان بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے بتایا کہ میری بہن مغیرہ نے مجھے یہ بات بتائی ہے، وہ بیان کرتی ہیں: تم ان دنوں کم عمر لڑکے تھے، تمہاری دو لٹیں تھیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور تمہارے لیے برکت کی دعا کی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: انہیں مونڈ لو یا انہیں چھوٹا کروا لو، کیونکہ یہ یہودیوں کا مخصوص طریقہ ہے۔

بَابٌ فِي أَخْذِ الشَّارِبِ
باب: مونچھیں چھوٹی رکھنا

4198 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْفِطْرَةُ خَمْسٌ - أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ - الْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پہنچا ہے:

''فطرت پانچ چیزیں ہیں (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) پانچ چیزیں فطرت کا حصہ ہیں، ختنہ کروانا، زیر ناف بال صاف کرنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، ناخن تراشنا اور مونچھیں چھوٹی کرنا''۔

4199 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ، وَإِعْفَاءِ اللِّحَى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں منڈوانے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔

4200 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الدَّقِيقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: وَقَّتَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلْقَ الْعَانَةِ، وَتَقْلِيمَ الْأَظْفَارِ، وَقَصَّ الشَّارِبِ، وَنَتْفَ الْإِبِطِ، أَرْبَعِينَ يَوْمًا مَرَّةً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ أَنَسٍ، لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وُقِّتَ لَنَا وَهَذَا أَصَحُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: زیر ناف بال صاف کرنے، ناخن تراشنے، مونچھیں اور بغلوں کے بال اکھیڑنے کے لیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے، چالیس دن میں ایک مرتبہ کی مدت مقرر کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے، اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں: ہمارے لیے یہ مدت مقرر کی گئی ہے، اور یہی روایت زیادہ درست ہے۔

4201 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، وَقَرَأَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ عَلَى أَبِي الزُّبَيْرِ، وَرَوَاهُ أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا نُعْفِي السِّبَالَ إِلَّا فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ

4200- حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف صدقة الدقيقي - وهو ابن موسى - أبو عمران الجوني: اسمه عبد الملك بن حبيب. وأخرجه الترمذي (2962) من طريق صدقة بن موسى، به. وأخرجه مسلم (258)، وابن ماجه (295)، والترمذي (2963)، والنسائي في "الكبرى" (15)

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: الْاِسْتِحْدَادُ: حَلْقُ الْعَانَةِ

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم حج اور عمرے کے علاوہ، داڑھی کو چھوڑ دیتے تھے۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: استحداد سے مراد زیر ناف بال صاف کرنا ہے۔

بَابٌ فِي نَتْفِ الشَّيْبِ

باب: سفید بال نوچ لینا

4202 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، الْمَعْنَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَشِيبُ شَيْبَةً فِي الْاِسْلَامِ - قَالَ عَنْ سُفْيَانَ: اِلَّا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَقَالَ فِي حَدِيثِ يَحْيَى - اِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً

❀❀ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''سفید بال نہ نوچو، جس بھی مسلمان شخص کے مسلمان ہونے کے دوران بال سفید ہو جائیں (یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:) تو وہ قیامت کے دن اس شخص کے لیے نور ہوں گے (جبکہ دوسرے راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:) تو اللہ تعالیٰ ہر ایک بال کے عوض میں، اس شخص کے لیے ایک نیکی لکھے گا اور ہر بال کے عوض میں، اس کے ایک گناہ کو ختم کر دے گا''۔

بَابٌ فِي الْخِضَابِ

باب: خضاب لگانا

4203 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى، لَا يَصْبُغُونَ، فَخَالِفُوهُمْ

❀❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا پتہ چلا ہے:
''بے شک یہودی اور عیسائی (بالوں کو) رنگتے نہیں ہیں، تو تم ان کے برخلاف کرو''۔

4204 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَاَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: اُتِيَ بِاَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَاْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَيِّرُوا هٰذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ

❀❀ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، ان کے سر اور داڑھی کے بال ثغامہ پھول کی طرح سفید تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی چیز کے ذریعے ان کی رنگت تبدیل کر دو، البتہ سیاہ رنگ سے اجتناب کرنا''۔

4205 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ هٰذَا الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ، وَالْكَتَمُ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جس کے ذریعے سفید بالوں کی رنگت تبدیل کی جائے، اس میں سب سے بہتر مہندی اور کتم ہے''

4206 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ إِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِيَادٌ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا هُوَ ذُو وَفْرَةٍ بِهَا رَدْعُ حِنَّاءٍ، وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں تک آتے تھے اور ان میں مہندی کی کچھ جھلک تھی، اس وقت آپ نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی تھیں۔

4207 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبْجَرَ، عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، فِي هٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ أَبِي: أَرِنِي هٰذَا الَّذِي بِظَهْرِكَ، فَإِنِّي رَجُلٌ طَبِيبٌ، قَالَ: اللهُ الطَّبِيبُ، بَلْ أَنْتَ رَجُلٌ رَفِيقٌ، طَبِيبُهَا الَّذِي خَلَقَهَا

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی منقول ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنی پشت مجھے دکھائیے کیونکہ میں ایک طبیب ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طبیب اللہ تعالیٰ ہے، البتہ تم ایک مہربان شخص ہو، اس کا طبیب وہ ہے، جس نے اسے پیدا کیا ہے۔

4208 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ،

4205-إسناده صحيح. سعيد الجريري-وهو ابن إياس-سماع معمر منه قبل اختلاطه. وهو في "مصنف عبد الرزاق "(20174). وأخرجه ابن ماجه(6322)، والترمذي(1849)، والنسائي في "الكبرى "(9299 - 9297) من طريق الأجلح بن عبد الله، عن عبد الله بن بريدة، به. وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح. وأخرجه النسائي (9296) من طريق غيلان بن جامع، عن أبي إسحاق، عن ابن أبي ليلى، عن أبي ذر. وهذا إسناد صحيح. وهو في "مسند أحمد "(21307)، و"صحيح ابن حبان "(5474).

4207-إسناده صحيح. ابن أبجر: هو عبد الملك بن سعيد، وابن إدريس: هو عبد الله. وأخرجه قصة الخاتم الذي في ظهره -صلى الله عليه وسلم- الشافعي في "مسنده" 98 /2، والحميدي(866)، وابن أبي شيبة 4 /8، وابن أبي عاصم في "الآحاد "(1143)، وعبد الله بن أحمد في زوائده على "المسند" لأبيه(7110)، والطبراني في "الكبير" /22(715)، والبيهقي 27 /8، والبغوي في "شرح السنة "(2534) من طريق عبد الملك ابن سعيد بن أبجر، به. وأخرجه ابن سعد في "طبقاته" 426 /1، وأحمد(7109)، وعبد الله بن أحمد في زوائده على "المسند "(7116)، والدولابي في "الكنى" 29 /1، وابن حبان(5995)، والطبراني في "الكبير" /22(720) من طريق عبيد الله بن إياد، وأحمد(17493)، وابن أبي عاصم في "الآحاد "(1142)، والطبراني /22(718) والبيهقي في "شعب الإيمان "(1181) من طريق سفيان الثوري، كلاهما عن إياد بن لقيط، به. وانظر تمام تخريجه في "مسند أحمد "(7106) و(7108) و(7110) و(7118).

قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَبِي فَقَالَ لِرَجُلٍ - اَوْ لِاَبِيهِ - مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: ابْنِي، قَالَ: لَا تَجْنِي عَلَيْهِ وَكَانَ قَدْ لَطَخَ لِحْيَتَهُ بِالْحِنَّاءِ

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرے والد سے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ میرا بیٹا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارا تاوان ادا نہیں کرے گا (یعنی تمہارے اعمال کا ذمے دار نہیں ہوگا)

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی داڑھی مبارک میں مہندی لگائی ہوئی تھی۔

4209- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ اَنَّهُ لَمْ يَخْضِبْ، وَلٰكِنْ قَدْ خَضَبَ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا تھا، البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خضاب لگایا کرتے تھے۔

خضاب لگانے سے متعلق بحث کا بیان

خضاب یا دیگر اشیاء جن سے بالوں کو کلر کیا جاتا ہے شرعاً استعمال کر سکتے ہیں، اگر طبی طور پر ان کا کوئی برا اثر نہ پڑے۔ خواہ عام دن ہوں یا شادی کے مخصوص دن کوئی پابندی نہیں ہے۔

احادیث مبارکہ میں ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم ان اليهود والنصارى لا يصبغون فخالفوهم.

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہود اور نصاری خضاب نہیں کرتے لہٰذا تم ان کی مخالفت کیا کرو۔

بخاری، الصحیح، 5:2210، رقم: 5559، دار ابن کثیر الیمامۃ بیروت، مسلم، الصحیح، 3:1663، رقم: 2103، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ابوداود، السنن، 4: 85، رقم: 4203، دار الفکر، ابن ماجہ، السنن، 2:1196، رقم: 3621، دار الفکر بیروت

2. عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم غيروا الشيب ولا تشبهوا باليهود.

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑھاپے (بالوں کی سفیدی) کو بدلو اور یہودیوں سے مشابہت نہ رکھو۔

احمد بن حنبل، 2:261، رقم: 7536، موسسۃ قرطبۃ مصر، ترمذی، السنن، 4:232، رقم: 1752، دار احیاء التراث العربی بیروت، ابی یعلی، المسند، 10: 381، رقم: 5977، دار المامون للتراث دمشق، ابن حبان، الصحیح، 12:287، رقم: 5473، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

3. عن أبي ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان أحسن ما غير به هذا الشيب الحناء والكتم.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بڑھاپے کو تبدیل کرنے کے لیے مہندی اور وسمہ (خضاب) کیا ہی بہترین چیز ہیں۔

احمد بن حنبل، المسند، 5:147، رقم:21345 ابوداؤد، السنن، 4:85، رقم:4205 ترمذی، السنن، 4:232، رقم:1753 ابوحنیفہ، المسند، 1:264، مکتبۃ الکوثر الریاض ابن ماجہ، السنن، 2:1196، رقم:3622 بزار، المسند، 9:355، رقم:3922، موسسۃ علوم القرآن، مکتبۃ بیروت، المدینۃ نسائی، السنن الکبری، 5:416، رقم:9350، دار الکتب العلمیۃ بیروت ابن حبان، الصحیح، 12:287، رقم:5474 ابن ابی شیبۃ، المصنف، 5:182، رقم:25001، مکتبۃ الرشید الریاض طبرانی، المعجم الاوسط، 3:232، رقم:3010، دار الحرمین القاھرۃ بیہقی، السنن الکبری، 7:310، رقم:14595، مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ

4. عن أنس أنه سئل عن خضاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم فذكر أنه لم يخضب ولكن قد خضب أبو بكر وعمر رضي الله عنهما.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا آپ ﷺ خضاب نہیں لگاتے تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خضاب لگایا۔

(ابوداؤد، السنن، 4:86، رقم:4209)

5. عن محمد بن سيرين قال سالت أنسا أخضب النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال لم يبلغ الشيب الا قليلا.

محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خضاب لگایا کرتے تھے؟ فرمایا کہ آپ بڑھاپے کے نزدیک بہت کم گئے تھے۔ (بخاری، الصحیح، 5:2210، رقم:5555)

6. عن ثابت قال سئل أنس عن خضاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقال انه لم يبلغ ما يخضب لو شئت أن أعد شمطاته في لحيته.

حضرت ثابت کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ خضاب کی عمر کو پہنچے ہی نہیں تھے اگر میں چاہتا تو آپ کی داڑھی مبارک کے سفید بالوں کو گن سکتا تھا۔ (بخاری، الصحیح، 5:2210، رقم:5556)

7. عن سعيد بن المسيب كان سعد يخضب بالسواد.

حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب لگاتے تھے۔

(حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 3:567، رقم:6099، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

احادیث مبارکہ میں سفید بال ختم کرنے اور سیاہ خضاب سے منع کیا گیا ہے لیکن بالوں کو رنگنے سے منع نہیں کیا گیا۔ دوسری

طرف آثار صحابہ سے صحابہ کرام کا سیاہ خضاب لگانا بھی ثابت ہے۔ ان تمام احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کی تطبیق یوں کی جائے گی جو عقل وشعور بھی تسلیم کرتا ہے کہ سفید بالوں کو تبدیل کرنے کی اجازت ہے جو مذکورہ بالا احادیث میں واضح ہے لیکن عمر کے اعتبار سے بالوں کو رنگ لگایا جائے تو پھر ٹھیک ہے۔ مثلاً ایک اسی نوے سال کا بزرگ جس کے ہاتھ پاؤں حرکت کرنے سے عاری ہوں وہ سیاہ خضاب لگائے تو اس کے لیے مناسب نہیں ہوگا یا پندرہ سے تیس سال والے مرد سرخ مہندی لگائے پھرتے ہوں تو ان کے لیے بھی یہ مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا جس کے سفید بال خوبصورت لگ رہے ہوں اس کی تو ضرورت نہیں ہے کہ ان کو تبدیل کرلے۔ لیکن جس کے سفید بال مناسب نہ لگیں تو اس کو عمر کے مطابق رنگنے چاہیں، جوان ہے تو سیاہ کرلے اور بوڑھا ہے تو سرخ مہندی وغیرہ لگالے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔ (مفتی: عبدالقیوم ہزاروی، منہاج القرآن)

بَابُ مَا جَاءَ فِي خِضَابِ الصُّفْرَةِ

باب: زرد رنگ کا خضاب لگانا

4210- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ اَبُو سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَيُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سبتی جوتے استعمال کرتے تھے، آپ اپنی داڑھی پر ورس اور زعفران لگاتے تھے۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

4211- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ، فَقَالَ: مَا اَحْسَنَ هٰذَا قَالَ: فَمَرَّ آخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ، فَقَالَ: هٰذَا اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا، قَالَ: فَمَرَّ آخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَةِ، فَقَالَ: هٰذَا اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا كُلِّهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک ایسا شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، جس نے بالوں میں مہندی لگائی ہوئی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کتنا اچھا ہے، راوی بیان کرتے ہیں: پھر ایک اور شخص گزرا، اس نے مہندی اور کتم لگایا ہوا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اُس سے زیادہ اچھا ہے، پھر ایک اور شخص گزرا، جس نے زرد رنگ لگایا ہوا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اُن سب سے اچھا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خِضَابِ السَّوَادِ

باب: سیاہ رنگ کا خضاب لگانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4212- حَدَّثَنَا اَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ

عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے، جو سیاہ خضاب استعمال کریں گے، یوں جیسے وہ کبوتر کے سینے ہوتے ہیں، وہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پاسکیں گے''

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِنْتِفَاعِ بِالْعَاجِ

باب: ہاتھی کے دانت استعمال کرنا

4213 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ الشَّامِيِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْمُنَبِّهِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ، مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ كَانَ آخِرُ عَهْدِهِ بِإِنْسَانٍ مِنْ أَهْلِهِ فَاطِمَةَ، وَأَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهَا إِذَا قَدِمَ فَاطِمَةَ، فَقَدِمَ مِنْ غَزَاةٍ لَهُ وَقَدْ عَلَّقَتْ مِسْحًا - أَوْ سِتْرًا - عَلَى بَابِهَا، وَحَلَّتِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ قُلْبَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ، فَقَدِمَ فَلَمْ يَدْخُلْ، فَظَنَّتْ أَنَّ مَا مَنَعَهُ أَنْ يَدْخُلَ مَا رَأَى، فَهَتَكَتِ السِّتْرَ، وَفَكَّكَتِ الْقُلْبَيْنِ عَنِ الصَّبِيَّيْنِ، وَقَطَّعَتْهُ بَيْنَهُمَا، فَانْطَلَقَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا يَبْكِيَانِ، فَأَخَذَهُ مِنْهُمَا، وَقَالَ: يَا ثَوْبَانُ، اذْهَبْ بِهَذَا إِلَى آلِ فُلَانٍ - أَهْلِ بَيْتٍ بِالْمَدِينَةِ - إِنَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي أَكْرَهُ أَنْ يَأْكُلُوا طَيِّبَاتِهِمْ فِي حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا، يَا ثَوْبَانُ، اشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ، وَسِوَارَيْنِ مِنْ عَاجٍ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر روانہ ہونے لگتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ میں سے، سب سے آخر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے تھے اور جب آپ واپس تشریف لاتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے تشریف لائے (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے) تو انہوں نے دروازے پر ایک پردہ لٹکایا ہوتھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (جو اس وقت بچے تھے) ان کے ہاتھوں میں چاندی کے بنے ہوئے کنگن پہنائے ہوئے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف نہیں لائے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اندازہ ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دو کاموں کی وجہ سے اندر تشریف نہیں لائے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ پھاڑ دیا اور بچوں کے ہاتھوں سے کنگن اتار کر انہیں کاٹ دیا وہ دونوں بچے روتے ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے وہ لے لیا اور فرمایا: اے ثوبان! اس (چاندی) کو فلاں گھر والوں کے پاس لے جاؤ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے ایک گھرانے کے بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی (یعنی وہ تنگ دست ہوں گے، انہیں وہ کنگن بھجوا دیئے)

(پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) یہ میرے گھر والے، مجھے ان کے بارے میں یہ بات پسند نہیں ہے کہ یہ دنیاوی زندگی میں ہی اپنی نیکیوں کا پھل حاصل کرلیں، اے ثوبان! تم فاطمہ کے لیے پتھروں سے بنا ہوا ہار اور ہاتھی کے دانت سے بنے ہوئے کنگن خرید لو۔

كِتَابُ الْخَاتَمِ

کتاب: انگوٹھی کے بارے میں روایات

بَابُ مَا جَاءَ فِي اتِّخَاذِ الْخَاتَمِ

باب: انگوٹھی استعمال کرنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4214 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّوَاسِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَرَادَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى بَعْضِ الْأَعَاجِمِ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُونَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمٍ، فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمی حکمرانوں کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کیا، تو آپ کی خدمت میں عرض کی گئی: وہ لوگ صرف اس خط کو پڑھتے ہیں، جس پر مہر لگی ہوئی ہو، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں لفظ محمد رسول اللہ نقش کروایا۔

4215 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، بِمَعْنَى حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ، زَادَ: فَكَانَ فِي يَدِهِ حَتَّى قُبِضَ، وَفِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى قُبِضَ، وَفِي يَدِ عُمَرَ حَتَّى قُبِضَ، وَفِي يَدِ عُثْمَانَ، فَبَيْنَمَا هُوَ عِنْدَ بِئْرٍ إِذْ سَقَطَ فِي الْبِئْرِ، فَأَمَرَ بِهَا فَنُزِحَتْ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک، وہ آپ کے دست مبارک میں رہی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں ان کے وصال تک رہی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں رہی، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، تو ان کے ہاتھ میں رہی، ایک مرتبہ وہ ایک کنویں کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران وہ ان سے کنویں میں گر گئی، ان کے حکم کے تحت کنویں کا سارا پانی نکال لیا گیا، لیکن وہ اس انگوٹھی کو حاصل نہیں کر سکے۔

4216 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ،

4214- إسناده صحيح. قتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وسعيد: هو ابن أبي عروبة، وعيسى: هو ابن يونس السَّبيعي. وأخرجه البخاري (65)، ومسلم (2092)، والنسائي في "الكبرى" (5829) و(8797) و(9455) و(11448) من طرق عن قتادة، به. وأخرجه بنحوه البخاري (5874) و(5877)، ومسلم (2092)، وابن ماجه (3640)، والنسائي في "الكبرى" (9444) و(9445)

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرِقٍ فَصُّهُ حَبَشِيٌّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی، اس کا نگینہ حبشی تھا۔

4217 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ كُلُّهُ فَصُّهُ مِنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی پوری انگوٹھی چاندی کی تھی، اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔

4218 - حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اتَّخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي بَطْنَ كَفِّهِ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِمَ الذَّهَبِ فَلَمَّا رَآهُمْ قَدِ اتَّخَذُوهَا رَمَى بِهِ وَقَالَ: لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا. ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ. ثُمَّ لَبِسَ الْخَاتَمَ بَعْدَهُ أَبُو بَكْرٍ. ثُمَّ لَبِسَهُ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ. ثُمَّ لَبِسَهُ بَعْدَهُ عُثْمَانُ حَتَّى وَقَعَ فِي بِئْرِ أَرِيسٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَخْتَلِفِ النَّاسُ عَلَى عُثْمَانَ حَتَّى سَقَطَ الْخَاتَمُ مِنْ يَدِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھا، آپ نے اس میں ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ کندہ کروائے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، جب آپ ﷺ نے یہ بات ملاحظہ فرمائی کہ ان لوگوں نے بھی انگوٹھیاں بنوالیں ہیں، تو آپ ﷺ نے اپنی انگوٹھی اتار دی اور ارشاد فرمایا: میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا، پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں ''محمد رسول اللہ'' نقش کروایا، آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ انگوٹھی پہنی، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ پہنی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ پہنی، یہاں تک کہ وہ اریس نامی کنویں میں گرگئی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے لوگوں کے اختلافات اس وقت تک شروع نہیں ہوئے، جب تک ان کے ہاتھ سے انگوٹھی نہیں گرگئی۔

4216-إسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله، ويونس: هو ابن يزيد الأيلي. وأخرجه مسلم (2094)، وابن ماجه (3641) و (3646)، والترمذي (1836)، والنسائي في "الكبرى" (9448 - 9446) من طريق يونس بن يزيد، به. زاد بعضهم: كان يجعل فصه مما يلي كفه، وزاد بعضهم أيضاً: ونقشه: محمد رسول الله، وعند بعضهم أيضاً زيادة: في يمينه. وهو في "مسند أحمد" (13183)، و"صحيح ابن حبان" (6394).

4218-إسناده صحيح. عبيد الله: هو ابن عمر العمري، وأبو أسامة: هو حماد بن أسامة. وأخرجه البخاري (5865) و (5866) و (6651)، ومسلم (2091)، والترمذي (1838)، والنسائي في "الكبرى" (9476 - 9473) من طرق عن نافع، به. وأخرجه بنحوه البخاري (5867) و (7298)، والنسائي (9403) من طريق عبد الله ابن دينار، عن ابن عمر. وقد جاء في رواية الترمذي أنه لبسه في يمينه. وهو في "مسند أحمد" (4677) و (5249)، و"صحيح ابن حبان" (5491) و (5494) و (5499)

4219 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَقَالَ: لَا يَنْقُشُ اَحَدٌ عَلٰى نَقْشِ خَاتَمِيْ هٰذَا، ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيْثَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہی روایت نبی اکرم ﷺ کے بارے میں منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس میں "محمد رسول اللہ" نقش کروایا، آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

"کوئی شخص میری اس انگوٹھی کے نقش کی طرح کا نقش کندہ نہ کروائے"

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

4220 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْخَبَرِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ، فَاتَّخَذَ عُثْمَانُ خَاتَمًا، وَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَالَ: فَكَانَ يَخْتِمُ بِهٖ، اَوْ يَتَخَتَّمُ بِهٖ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کے بارے میں منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

"لوگوں نے اس انگوٹھی کو تلاش کیا، وہ انہیں نہیں ملی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اور انگوٹھی بنوائی اور اس میں "محمد رسول اللہ" کے الفاظ کندہ کروائے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کو مہر کے طور پر استعمال کرتے تھے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) انگوٹھی کے طور پر پہنتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ تَرْكِ الْخَاتَمِ

باب: انگوٹھی کو ترک کرنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4221 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّهٗ رَاٰى فِيْ يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَاحِدًا، فَصَنَعَ النَّاسُ، فَلَبِسُوْا، وَطَرَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَرَحَ النَّاسُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، وَشُعَيْبٌ، وَابْنُ مُسَافِرٍ كُلُّهُمْ قَالَ: مِنْ وَرِقٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک میں ایک دن چاندی سے بنی ہوئی انگوٹھی دیکھی، لوگوں نے بھی انگوٹھیاں بنوا کے پہن لیں، نبی اکرم ﷺ نے اسے اتار دیا، تو لوگوں نے بھی اسے اتار دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: وہ انگوٹھی چاندی کی

بنی ہوئی تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ الذَّهَبِ

باب: سونے کی انگوٹھی کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4222 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ الرُّكَيْنَ بْنَ الرَّبِيعِ، يُحَدِّثُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ، كَانَ يَقُولُ: كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ عَشْرَ خِلَالٍ: الصُّفْرَةَ - يَعْنِي الْخَلُوقَ - وَتَغْيِيرَ الشَّيْبِ، وَجَرَّ الْإِزَارِ، وَالتَّخَتُّمَ بِالذَّهَبِ، وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّينَةِ لِغَيْرِ مَحِلِّهَا، وَالضَّرْبَ بِالْكِعَابِ، وَالرُّقَى إِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَعَقْدَ التَّمَائِمِ، وَعَزْلَ الْمَاءِ لِغَيْرِ أَوْ غَيْرَ مَحِلِّهِ - أَوْ عَنْ مَحِلِّهِ - وَفَسَادَ الصَّبِيِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: انْفَرَدَ بِإِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيثِ أَهْلُ الْبَصْرَةِ وَاللهُ أَعْلَمُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس باتوں کو ناپسند کرتے تھے، زرد رنگ یعنی خلوق (مخصوص قسم کی مرکب خوشبو کو) سفید بالوں کی رنگت تبدیل کرنے کو، تہبند (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے کو، سونے کی انگوٹھی کو، کسی موقع ومحل کی مناسبت کے بغیر زیب و زینت اختیار کرنے کو، گوٹیوں کے ساتھ کھیلنے کو شرعی دعاؤں کے علاوہ دم کرنے کو، منکے وغیرہ لٹکانے کو، اور مادہ تولید کو ایسی جگہ ڈالنا، جو اس کے لیے حلال نہ ہو، (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) اور بچے کو خراب کرنے کو، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے حرام قرار نہیں دیتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کی سند نقل کرنے میں اہل بصرہ منفرد ہیں، باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ الْحَدِيدِ

باب: لوہے کی انگوٹھی کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4223 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ الْمَعْنَى، أَنَّ زَيْدَ بْنَ حُبَابٍ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ السُّلَمِيِّ الْمَرْوَزِيِّ أَبِي طَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا، جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ شَبَهٍ، فَقَالَ لَهُ: مَا لِي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ الْأَصْنَامِ فَطَرَحَهُ، ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ حَدِيدٍ، فَقَالَ: مَا لِي أَرَى عَلَيْكَ حِلْيَةَ أَهْلِ النَّارِ فَطَرَحَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ أَتَّخِذُهُ؟ قَالَ: اتَّخِذْهُ مِنْ وَرِقٍ، وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا

وَلَمْ يَقُلْ مُحَمَّدٌ: عَبْدَ اللهِ بْنَ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يَقُلْ الْحَسَنُ: السُّلَمِيَّ الْمَرْوَزِيَّ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے

پیتل کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم سے بتوں کی بو محسوس کر رہا ہوں؟ تو اس شخص نے وہ انگوٹھی اتار دی، وہ دوبارہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں؟ اس نے اسے بھی اتار دیا، پھر اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چاندی کی بنواؤ، اور اسے ایک مثقال سے کم رکھنا۔

محمد بن عزیز نامی راوی نے عبداللہ بن مسلم کا نام ذکر نہیں کیا، جب کہ حسن بن علی نے اس کا اسم منسوب ذکر نہیں کیا۔

4224- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، وَزِيَادُ بْنُ يَحْيَى، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ أَبُو عَتَّابٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَكِينٍ نُوحُ بْنُ رَبِيعَةَ، حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ الْمُعَيْقِيبِ، وَجَدُّهُ مِنْ قِبَلِ أُمِّهِ أَبُو ذُبَابٍ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِيدٍ مَلْوِيٌّ عَلَيْهِ فِضَّةٌ، قَالَ: فَرُبَّمَا كَانَ فِي يَدِهِ، قَالَ: وَكَانَ الْمُعَيْقِيبُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایاس بن حارث اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی لوہے کی بنی ہوئی تھی اور اس پر چاندی کا ملمع کیا گیا تھا، وہ بیان کرتے ہیں: بعض اوقات وہ میرے ہاتھ میں ہوتی تھی۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی کے نگران تھے۔

4225- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْ: اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي، وَاذْكُرْ بِالْهِدَايَةِ هِدَايَةَ الطَّرِيقِ، وَاذْكُرْ بِالسَّدَادِ تَسْدِيدَكَ السَّهْمَ. قَالَ: وَنَهَانِي أَنْ أَضَعَ الْخَاتَمَ فِي هَذِهِ أَوْ فِي هَذِهِ - لِلسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى، شَكَّ عَاصِمٌ - وَنَهَانِي عَنِ الْقَسِّيَّةِ، وَالْمِيثَرَةِ، قَالَ أَبُو بُرْدَةَ: فَقُلْنَا لِعَلِيٍّ: مَا الْقَسِّيَّةُ؟ قَالَ: ثِيَابٌ تَأْتِينَا مِنَ الشَّامِ، أَوْ مِنْ مِصْرَ مُضَلَّعَةٌ، فِيهَا أَمْثَالُ الْأُتْرُجِّ، قَالَ: وَالْمِيثَرَةُ: شَيْءٌ كَانَتْ تَصْنَعُهُ النِّسَاءُ لِبُعُولَتِهِنَّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم یہ پڑھو

''اے اللہ! مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور مجھے سیدھا رکھ''

نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: ہدایت مانگتے ہوئے تم راستے پر چلنے اور سیدھا رکھنے کے بارے میں دعا کرتے ہوئے تم تیر کے نشانے پر لگنے کا مفہوم ذہن میں رکھنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس بات سے منع کیا کہ میں اس یا اس انگلی میں انگوٹھی پہنوں انہوں نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا۔ یہاں پر شک عاصم نامی راوی کو ہے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے مجھے قسیہ اور میثرہ (استعمال کرنے) سے منع کیا۔

ابو بردہ بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: قسیہ کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ ایک کپڑا ہے جو شام سے، راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں: مصر سے ہمارے پاس آتا تھا، اس میں نارنگی کی طرح نقش و نگار بنے ہوتے تھے، میثرہ وہ چیزیں ہیں، جنہیں خواتین اپنے شوہروں کے لیے تیار کیا کرتی تھیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّخَتُّمِ فِي الْيَمِينِ أَوِ الْيَسَارِ

باب: دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4226 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ أَبِي نَمِرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ شَرِيكٌ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ

⊛⊛ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

4227 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهِ، وَكَانَ فَصُّهُ فِي بَاطِنِ كَفِّهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ، وَأُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، بِإِسْنَادِهِ فِي يَمِينِهِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن اسحاق اور اسامہ بن زید نامی راوی نے یہی روایت نافع کے حوالے سے اسی سند کے ساتھ نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

4228 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَدِهِ الْيُسْرَى

⊛⊛ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

4229 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَاتَمًا فِي خِنْصَرِهِ الْيُمْنَى، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ هٰكَذَا، وَجَعَلَ فَصَّهُ عَلَى ظَهْرِهَا، قَالَ: وَلَا يَخَالُ ابْنَ عَبَّاسٍ إِلَّا قَدْ كَانَ يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ كَذٰلِكَ

⊛⊛ محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں: میں نے صلت بن عبداللہ کو دیکھا، انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی

انگلی میں انگوٹھی پہنی ہوئی تھی، میں نے دریافت کیا: یہ کیوں ہے؟ انہوں نے بتایا: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کو دیکھا ہے: وہ اسی طرح انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور اس کا نگینہ باہر کی طرف رکھا کرتے تھے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے بارے میں یہی اندازہ ہے کہ انہوں نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ذکر کی ہوگی کہ نبی اکرم ﷺ انگوٹھی کو اسی طرح پہنتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَلَاجِلِ

باب: گھونگروں والی پازیب پہننے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4230 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، أَنَّ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ - قَالَ: عَلِيُّ بْنُ سَهْلِ بْنِ الزُّبَيْرِ - أَخْبَرَهُ، أَنَّ مَوْلَاةً لَهُمْ ذَهَبَتْ بِابْنَةِ الزُّبَيْرِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَفِي رِجْلِهَا أَجْرَاسٌ، فَقَطَعَهَا عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانًا

عامر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ان کی ایک کنیز حضرت زبیر ؓ کی ایک صاحبزادی کو ساتھ لے کر حضرت عمر بن خطاب ؓ کے پاس گئی، اس لڑکی کے پاؤں میں پازیبیں تھیں، حضرت عمر ؓ نے اسے کاٹ دیا، پھر انہیں بتایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''بے شک ہر گھنٹی کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے''

4231 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ بُنَانَةَ، مَوْلَاةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَّانَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بَيْنَمَا هِيَ عِنْدَهَا إِذْ دُخِلَ عَلَيْهَا بِجَارِيَةٍ وَعَلَيْهَا جَلَاجِلُ يُصَوِّتْنَ، فَقَالَتْ: لَا تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ تَقْطَعُوا جَلَاجِلَهَا، وَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ جَرَسٌ

بنانہ، جو عبدالرحمن انصاری کی کنیز ہے، وہ سیدہ عائشہ ؓ کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں: ایک مرتبہ میں ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اسی دوران ایک بچی ان کے پاس لائی گئی، جس نے پازیبیں پہنی ہوئی تھیں، جن میں سے آواز نکلتی تھی، تو سیدہ عائشہ ؓ نے فرمایا: تم اس بچی کو میرے پاس اس وقت تک نہ لانا جب تک اس کی پازیبیں کاٹ نہیں دیتے، سیدہ عائشہ ؓ نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں گھنٹی موجود ہو''

بَابُ مَا جَاءَ فِي رَبْطِ الْأَسْنَانِ بِالذَّهَبِ

باب: دانت کو سونے سے بندھوانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4232 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ طَرَفَةَ، أَنَّ جَدَّهُ عَرْفَجَةَ بْنَ أَسْعَدَ، قُطِعَ أَنْفُهُ يَوْمَ الْكُلَابِ، فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ وَرِقٍ، فَأَنْتَنَ عَلَيْهِ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ

✿✿ حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جنگ کلاب کے دن ان کی ناک کٹ گئی انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی، بعد میں وہ بودار ہوگئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت انہوں نے سونے کی ناک بنوالی۔

4233 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، وَأَبُو عَاصِمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ عَرْفَجَةَ بْنِ أَسْعَدَ، بِمَعْنَاهُ، قَالَ يَزِيدُ: قُلْتُ لِأَبِي الْأَشْهَبِ: أَدْرَكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ طَرَفَةَ جَدَّهُ عَرْفَجَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ.

✿✿ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: یزید نامی راوی کہتے ہیں: میں نے ابواشہب سے دریافت کیا: کیا عبدالرحمن بن طرفہ نامی راوی نے اپنے دادا حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

4234 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَبِي الْأَشْهَبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ طَرَفَةَ بْنِ عَرْفَجَةَ بْنِ أَسْعَدَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَرْفَجَةَ بِمَعْنَاهُ

✿✿ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الذَّهَبِ لِلنِّسَاءِ

باب: عورتوں کے لیے سونا پہننے کے بارے میں جو منقول ہے

4235 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِلْيَةٌ مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، أَهْدَاهَا لَهُ، فِيهَا خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ، قَالَتْ: فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُودٍ مُعْرِضًا عَنْهُ - أَوْ بِبَعْضِ أَصَابِعِهِ - ثُمَّ دَعَا أُمَامَةَ ابْنَةَ أَبِي الْعَاصِ، ابْنَةَ ابْنَتِهِ زَيْنَبَ، فَقَالَ: تَحَلَّيْ بِهَذَا يَا بُنَيَّةُ

✿✿ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نجاشی کے ہاں سے کچھ زیورات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے،

جواس نے آپ ﷺ کو تحفے کے طور پر بھجوائے تھے ان میں سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی، جس کا نگینہ حبشی تھا نبی اکرم ﷺ نے اس سے اعراض کرتے ہوئے، اسے لکڑی کے ذریعے اٹھایا: (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) ایک انگلی کے ذریعے اٹھایا، پھر آپ نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا، جو نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے میری بیٹی! اسے پہن لو۔

4236 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَسِيدِ بْنِ أَبِي أَسِيدٍ الْبَرَّادِ عَنْ نَافِعِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُحَلِّقَ حَبِيبَهُ حَلْقَةً مِنْ نَارٍ، فَلْيُحَلِّقْهُ حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُطَوِّقَ حَبِيبَهُ طَوْقًا مِنْ نَارٍ، فَلْيُطَوِّقْهُ طَوْقًا مِنْ ذَهَبٍ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسَوِّرَ حَبِيبَهُ سِوَارًا مِنْ نَارٍ، فَلْيُسَوِّرْهُ سِوَارًا مِنْ ذَهَبٍ، وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِالْفِضَّةِ، فَالْعَبُوا بِهَا

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو یہ پسند کرتا ہو کہ اپنی کسی محبوب شخصیت کو آگ کا حلقہ پہنا دے، تو اسے اس کو سونے کا حلقہ پہنا دینا چاہیے، جو شخص اپنی کسی محبوب شخصیت کو آگ کا طوق پہنانا چاہتا ہو، اسے اس کو سونے کا طوق پہنا دینا چاہیے اور جو کسی محبوب شخصیت کو آگ کے کنگن پہنانا چاہتا ہو، اسے اس کو سونے کے کنگن پہنا دینے چاہییں، البتہ تم چاندی استعمال کرلیا کرو اور اس کے ذریعے دل بہلالیا کرو''۔

4237 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنِ امْرَأَتِهِ، عَنْ أُخْتٍ لِحُذَيْفَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، أَمَا لَكُنَّ فِي الْفِضَّةِ مَا تَحَلَّيْنَ بِهِ، أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تَحَلَّى ذَهَبًا تُظْهِرُهُ، إِلَّا عُذِّبَتْ بِهِ

⊛⊛ ربعی بن حراش، اپنی بیوی کے حوالے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بہن کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے خواتین کے گروہ! کیا چاندی تمہارے زیور بنانے کے لیے کافی نہیں ہے، خبردار! تم میں سے جو بھی عورت سونے کا زیور پہنے گی اور اس کی نمائش کرے گی، تو اسے اس سونے کے ذریعے عذاب دیا جائے گا''۔

4238 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، أَنَّ مَحْمُودَ بْنَ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ يَزِيدَ، حَدَّثَتْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ تَقَلَّدَتْ قِلَادَةً مِنْ ذَهَبٍ، قُلِّدَتْ فِي عُنُقِهَا مِثْلَهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ جَعَلَتْ فِي أُذُنِهَا خُرْصًا مِنْ ذَهَبٍ، جُعِلَ فِي أُذُنِهَا مِثْلُهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

روایت ہے سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو عورت سونے کا ہار پہنے گی، اس کی گردن میں قیامت کے دن اس کی مانند آگ کا ہار پہنایا جائے گا اور جو عورت کان میں سونے کی بالی پہنے گی، قیامت کے دن اس کے کانوں میں اس کی مانند آگ کی (بالی) پہنائی جائے گی''۔

4239 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ مَيْمُونٍ الْقَنَّادِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ رُكُوبِ النِّمَارِ، وَعَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ إِلَّا مُقَطَّعًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو قِلَابَةَ لَمْ يَلْقَ مُعَاوِيَةَ

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کی کھال پر بیٹھنے اور سونے کو پہننے سے منع کیا ہے، البتہ اگر وہ تھوڑا سا ہو (تو حکم مختلف ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوقلابہ نامی راوی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں کی ہے۔

كِتَابُ الْفِتَنِ وَالْمَلَاحِمِ

فتنوں (کے بیان سے متعلق) روایات

فتنہ کا معنی ومفہوم

اَلْفَتَنَ کے معنی سونے کو آگ میں پگھلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (الذاریات: ۱۳) ''جب ان کو آگ کا عذاب دیا جائے گا۔'' اور اس کا اطلاق نفس عذاب پر بھی ہوتا ہے ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ (الذاریات۔ ۱۴) ''اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔'' اور کبھی اس کے معنی امتحان اور آزمائش کرنے کے آتے ہیں۔ جیسے فرمایا: وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (طٰہٰ: ۴۰) ''اور ہم نے تمہاری کئی بار آزمائش کی۔'' اور بلاء کی طرح فتنہ کا لفظ بھی تکلیف اور آزمائش دونوں قسم کی حالت پر بولا جاتا ہے۔ جن میں انسان کو مبتلا کر کے اس کی آزمائش کی جاتی ہے (اور اس کے صبر و شکر کا امتحان کیا جاتا ہے۔) وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرہ: ۱۹۱) اور فساد قتل وخوں ریزی سے کہیں بڑھ کر ہے۔

فتنة کا لفظ بلا، مصیبت، قتل اور عذاب وغیرہ، افعال کریہہ پر بولا جاتا ہے جن کا اسناد، اللہ تعالیٰ اور بندے دونوں کی طرف ہوتا ہے۔ (مفردات القرآن، جلد دوم)

فتن" اصل میں فتنہ کی جمع ہے جیسا کہ محن محنۃ کی جمع آتی ہے فتنہ کے مختلف معنی ہیں مثلاً آزمائش وامتحان، ابتلا، گناہ، فضیحت، عذاب، مال و دولت، اولاد، بیماری، جنون، محنت، عبرت، گمراہ کرنا و گمراہ ہونا اور کسی چیز کو پسند کرنا اور اس پر فریفتہ ہونا نیز لوگوں کی رائے میں اختلاف پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

لغت میں فتنہ کی تعریف

ازھری رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ: کلام عرب میں فتنہ کے جمیع معنی: ابتلاء، امتحان، کے ہیں، اور اس کا اصل یہ ہے جیسا کہ آپ کہیں فتنت الفضة والذھب. یعنی میں نے سونے اور چاندی کو آگ میں پگلایا تا کہ ردی اور اچھے کی تمیز ہو سکے۔

اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{یومھم علی النار یفتنون} یعنی انہیں آگ میں جلایا جائے گا۔ (تہذیب اللغۃ 14/ 296)

ابن فارس کا کہنا ہے: فاء، تاء اور نون اصل صحیح ہیں جو کہ ابتلاء اور امتحان پر دلالت کرتے ہیں۔ (مقاییس اللغۃ 4/ 472)

تو لغت میں فتنہ کا اصلی معنی یہی ہے۔

ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

الفتنة: امتحان اور اختبار (آزمائش) کو کہتے ہیں، اس کا کثرت سے استعمال ناپسندیدہ آزمائش میں نکلنے میں ہوتا ہے، پھر اس کا استعمال گناہ، کفر، اور قتال ولڑائی، جلانے اور زائل اور کسی چیز سے ہٹانے پر ہونے لگا (النہایۃ 3/ 410)

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی نے بھی فتح الباری میں اسی طرح بیان کیا ہے۔ (3/13)

اور ابن اعرابی نے فتنہ کے معانی کی تلخیص کرتے ہوئے کہا ہے:

امتحان فتنہ ہے اور آزمائش بھی فتنہ ہے اور مال واولاد فتنہ ہے، اور کفر اور لوگوں کا آراء میں اختلاف بھی فتنہ ہے، اور آگ کے ساتھ جلانا بھی فتنہ ہے۔ (لسان العرب لابن منظور)

کتاب وسنت میں فتنہ کے معانی کا بیان

1- ابتلاء اور اختبار کے معنی میں استعمال ہوا ہے

جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: {احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون} (کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ صرف ان کے اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمایا ہے وہی چھوڑ دیں گے؟) العنکبوت (2) یعنی انہیں آزمائے بغیر ہی اور اسی طرح ابن جریر میں بھی ہے۔

2-الصد عن السبیل والرد،

اللہ تعالی کے راستہ سے روکنے کے معنی میں: جیسا کہ اللہ تعالی کے اس فرمان میں ہے:

{واحذرهم ان یفتنوك عن بعض ما انزل الله الیك} آپ ان سے ہوشیار رہیے کہ کہیں وہ آپ کو اللہ تعالی کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کر دیں۔ المائدۃ (49) امام قرطبی کہتے ہیں کہ: آپ کو روک اور ہٹا دیں۔

3 عذاب کے معنی میں

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

{ثم ان ربك للذین هاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاهدوا وصبروا ان ربك من بعدها لغفور رحیم} جن لوگوں نے فتنوں میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کا ثبوت دیا بیشک آپ کا رب ان باتوں کے بعد انہیں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا ہے۔ النحل (110) یہاں فتنوا۔ عذبوا کے معنی میں استعمال ہوا ہے،

4- شرک اور کفر کے معنی میں:

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے فرمان میں ہے: {وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة} اور ان سے لڑو جب تک کہ شرک مٹ نہ جائے۔ البقرۃ (193) ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس کا معنی شرک ہے۔

5- معاصی اور نفاق میں وقوع کے معنی میں

جیسا کہ اللہ تبارک وتعالی کے اس فرمان میں ہے:

{ولکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم الامانی} لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں پھنسار کھا تھا اور انکار میں ہی رہے اور شک وشبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکے میں ہی رکھا۔ الحدید(14)

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: تم نے اسے نفاق میں ڈال دیا اور معاصی اور شھوات کے استعمال سے اسے ہلاک کر ڈالا۔

6-حق کا باطل سے اشتباہ کے معنی میں

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے اس فرمان میں ہے: {والذین کفروا بعضھم اولیاء بعض الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر} کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور زبردست فساد ہوگا۔ الانفال(73)

تو معنی یہ ہے کہ: اگر مومن کافر کے علاوہ دوستی نہیں لگائیں گے اگر چہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو تو زمین میں حق وباطل کے درمیان شبہ پیدا ہو جائے گا۔ (جامع البیان لابن جریر)

7-اضلال کے معنی میں

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے اس ارشاد میں استعمال ہوا ہے: {ومن یرد اللہ فتنتہ} اور جس کا اللہ تعالی کو گمراہ کرنا منظور ہو تو یہاں پر فتنہ کا معنی اضلال گمراہ کرنا ہے۔ البحر المحیط لابی حیان(4/262)

8-قتل اور قید کے معنی میں استعمال ہوا ہے

جیسا کہ اللہ تعالی کے اس فرمان ہے: {وان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا} اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔

یہاں پر کافروں کا مسلمانوں پر نماز میں سجدہ کی حالت میں حملہ کرنا مراد ہے تاکہ وہ انہیں قتل کر دیں یا پھر قیدی بنالیں۔ ابن جریر نے اسی طرح کہا ہے۔

9-لوگوں میں اختلاف اور دلوں کا مخالف ہونا کے معنی میں

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے فرمان میں ہے: {ولا وضعوا خلالکم یبغونکم الفتنۃ} بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑاتے اور تمہیں فتنہ میں ڈالنے کی تلاش میں رہتے۔

یعنی تمہارے درمیان اختلاف ڈالنے کی کوشش کرتے، الکشاف(2/277)

10 جنون کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: {بایکم المفتون} تو یہاں پر مجنون کے معنی میں ہے۔

11-آگ سے جلانے (عذاب) کے معنی میں

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: {ان الذین فتنوا المومنون والمومنات} بیشک جن لوگوں نے مومن مردوں اور

عورتوں کو ستایا۔ البروج (10)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اس کی مراد سیاق وسباق اور قرائن سے معلوم ہو رہی ہے۔ فتح الباری (11/176)

بَابُ ذِكْرِ الْفِتَنِ وَدَلَائِلِهَا

باب: فتنوں کا تذکرہ اور ان کے دلائل (نشانیاں)

4240- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا، فَمَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ فِي مَقَامِهِ ذٰلِكَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَهُ، حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ، قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابُهُ هٰؤُلَاءِ، وَإِنَّهُ لَيَكُونُ مِنْهُ الشَّيْءُ، فَأَذْكُرُهُ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ، ثُمَّ إِذَا رَآهُ عَرَفَهُ

❁❁ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ نے اسی جگہ کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والی ہر اہم بات کو بیان کر دیا جس نے جو یاد رکھا۔ اس نے اسے یاد رکھا اور جو اسے بھول گیا وہ اسے بھول گیا۔ میرے ساتھی جانتے ہیں' جب ان میں سے کوئی چیز رونما ہوتی ہے تو مجھے وہ بات یاد آ جاتی ہے جیسے کوئی شخص دوسرے شخص کو جانتا ہے۔ جب وہ شخص اس کے سامنے موجود نہیں ہوتا لیکن جب وہ اسے دیکھ لیتا ہے تو اسے پہچان لیتا ہے۔

4241- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ بَدْرِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَكُونُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَرْبَعُ فِتَنٍ فِي آخِرِهَا الْفَنَاءُ

❁❁ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اس امت میں چار فتنے ہوں گے۔ جن کے آخر میں (دنیا) فنا ہو جائے گی۔

4242- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ، حَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عُتْبَةَ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ الْعَنْسِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ، فَذَكَرَ الْفِتَنَ فَأَكْثَرَ فِي ذِكْرِهَا حَتّٰى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْأَحْلَاسِ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا فِتْنَةُ الْأَحْلَاسِ؟ قَالَ: هِيَ هَرَبٌ وَحَرْبٌ، ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّاءِ، دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَيْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَزْعُمُ

4240-إسناده صحيح. أبو وائل: هو شقيق بن سلمة، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وجرير: هو ابن عبد الحميد. وأخرجه البخاري (6604)، ومسلم (2891) من طريق سفيان الثوري، ومسلم (2891) من طريق جرير بن عبد الحميد، كلاهما عن الأعمش، به. وأخرجه بنحوه مسلم (2891) من طريق أبي إدريس الخولاني، و(2891) من طريق عبد الله بن يزيد الخطمي، كلاهما عن حذيفة بن اليمان. وهو في "مسند أحمد" (23274)، و"صحيح ابن حبان" (6636) و(6637). وانظر ما سيأتي برقم (4243).

4242-وأخرجه أحمد (6168)، والطبراني في "مسند الشاميين" (2551)، والحاكم 467 - 466 /4، وأبو نعيم في "الحلية" 5/ 158، والخطيب في "موضح أوهام الجمع والتفريق" 401 - 400 /2 والبغوي في "شرح السنة" (4226) من طريق أبي المغيرة الخولاني، بهذا الإسناد.

أَنَّهُ مِنِّي وَلَيْسَ مِنِّي وَإِنَّمَا أَوْلِيَائِي الْمُتَّقُونَ ثُمَّ يَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلَى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلَى ضِلَعٍ، ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَيْمَاءِ لَا تَدَعُ أَحَدًا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً. فَإِذَا قِيلَ: انْقَضَتْ، تَمَادَتْ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا حَتّٰى يَصِيرَ النَّاسُ إِلَى فُسْطَاطَيْنِ، فُسْطَاطِ إِيمَانٍ لَا نِفَاقَ فِيهِ، وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَا إِيمَانَ فِيهِ فَإِذَا كَانَ ذَاكُمْ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ مِنْ يَوْمِهِ أَوْ مِنْ غَدِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فتنوں کا تذکرہ کیا۔ آپ نے کثرت سے ان کا تذکرہ کیا۔ آپ نے "احلاس" کے فتنے کا تذکرہ کیا۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! "احلاس" کا فتنہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: (جان بچانے کے لئے) بھاگنا ہوگا اور جنگ ہوگی پھر آپ نے فتنہ "سراء" کا تذکرہ کیا جو میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے ظاہر ہوگا۔ وہ یہ سمجھے گا کہ اس کا مجھ سے تعلق ہے حالانکہ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا کیونکہ میرے ساتھی پرہیزگار لوگ ہیں۔ پھر لوگ ایسے شخص کو اپنا امیر مقرر کرلیں گے جو پسلی پر سرین کی طرح ہوگا پھر "دہیماء" کا فتنہ ہوگا جو اس امت کے کسی بھی فرد کو نہیں چھوڑے گا اسے کم از کم طمانچہ ضرور مارے گا اور جب یہ کہا جائے گا کہ اب یہ ختم ہونے لگا ہے تو وہ اور بھڑک اٹھے گا۔ اس میں صبح کے وقت بندہ مومن ہوگا اور شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہوں گے۔ ایک گروہ میں صرف ایمان ہوگا اور اس میں کوئی نفاق نہیں ہوگا اور ایک گروہ میں صرف نفاق ہوگا۔ اس میں کوئی ایمان نہیں ہوگا۔ جب ایسا ہو جائے تو اسی دن یا اس سے اگلے دن دجال کے آنے کا انتظار کرنا۔

فتنہ احلاس کا بیان

فتنہ احلاس" سے مراد یہ ہے کہ وہ فتنہ عرصہ دراز تک قائم رہے گا اور اس کے اثرات امت کے لوگوں کو بہت طویل عرصے تک مختلف آفات اور پریشانیوں میں مبتلا رکھیں گے۔ واضح رہے کہ احلاس اصل میں حلس کی جمع ہے اور حلس اس ٹاٹ کو کہتے ہیں جو کسی عمدہ فرش جیسے قالین وغیرہ کے نیچے زمین پر بچھا رہتا ہے اور وہ ہمیشہ اپنی جگہ پر پڑا رہتا ہے۔ یا حلس اس کملی کو کہتے ہیں جو پالان کے نیچے اونٹ کی پیٹھ پر ڈالی جاتی ہے۔ پس اس فتنہ کو فتنہ احلاس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح کسی اچھے فرش کے نیچے کا ٹاٹ مستقل طور پر اپنی جگہ پڑا رہتا ہے وہاں سے اٹھایا نہیں جاتا اسی طرح وہ فتنہ بھی لوگوں کو چھوڑنے والا نہیں۔ بلکہ برابر قائم رہے گا اور اس کے برے اثرات بہت دنوں تک لوگوں کو مبتلا رکھیں گے۔ یا یہ کہ اس فتنہ کو ظلمت وتاریکی اور برائی کے طور پر حلس سے تشبیہ دی گئی ہے اور یا یہ کہ اس فتنہ کو فتنہ احلاس فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جس طرح ٹاٹ ہمیشہ بچھا رہتا ہے اور اس کو اپنی جگہ سے ہٹایا نہیں جاتا اسی طرح لوگوں کو بھی چاہئے کہ اس فتنہ کے دوران اپنے گھروں میں پڑے رہنے کو لازم کرلیں اور گوشہ نشینی اختیار کرلیں۔ لفظ فتنۃ السراء رفع کے ساتھ ہے اور اس اعتبار سے یہ لفظ "ہرب" پر عطف ہے، یعنی جب کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا کہ فتنہ احلاس کی نوعیت وصورت کیا ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا یہ فرمایا کہ وہ فتنہ ہرب وحرب اور سراء کی صورت میں ہوگا ہرب اور حرب کے معنی تو اوپر ترجمے میں واضح کئے جا چکے ہیں، یعنی باہمی عداوت ودشمنی اور بغض ونفرت کی وجہ سے ایک دوسرے سے دور بھاگنا اور کسی کا مال لوٹ لینا۔

اور سراء کے معنی یہ ہیں کہ وہ فتنہ اندر ہی اندر اسلام کی بیخ کنی کرے گا، یعنی کچھ لوگ ایسے پیدا ہو جائیں گے جو ظاہر میں اسلام اور مسلمانوں کی ہمدردی کا دعویٰ کریں گے مگر باطن میں اسلام اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی چاہیں گے اور اپنی اس ناپاک خواہش کی تکمیل کے لئے طرح طرح کی سازشوں کے جال پھیلا کر مسلمانوں کو فتنہ و فساد میں مبتلا کریں گے۔ نہایہ میں لکھا ہے کہ سراء سے کنکریلا پتھریلا میدان مراد ہے، اس صورت میں فتنہ سراء سے واقعہ حرا کی طرف اشارہ مراد ہوگا جو یزید کی حکومت میں ہوا اور اس کی وجہ سے اہل مدینہ کا قتل عام ہوا، سینکڑوں صحابہ اور تابعین کو جام شہادت نوش کرنا پڑا اور حرم محترم کی سخت بربادی ہوئی یہ معنی اس صورت میں ہوں گے جب کہ سراء کو پوشیدہ کے مفہوم میں لیا جائے۔

اگر یہ لفظ سرور و شادمانی کے مفہوم میں ہو تو اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ فتنہ ایسے حالات پیدا کر دے گا جس میں عیش و عشرت کی چیزوں کی فراوانی ہو جائے گی اور لوگ اسراف و تنعم کے ذریعے راحت و آرام اور سرور و شادمانی کی زندگی میں پڑ کر اللہ اور آخرت کے خوف سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ یا یہ کہ اس فتنہ کی وجہ سے چونکہ اسلام اور مسلمانوں کی شوکت کو دھچکا لگے گا اور ملت اسلامیہ بہت زیادہ نقصان و تباہی میں مبتلا ہو جائے گی لہٰذا یہ صورت حال اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے لئے خوشی و شادمانی کا باعث بنے گی۔ اور ایک نسخے میں "فتنة السراء" کا لفظ نصب کے ساتھ ہے، اس صورت میں اس کا عطف فتنہ الاحلاس پر ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ آپ نے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد فتنہ اسراء کا ذکر کیا۔ "مگر وہ میرے اپنوں میں سے نہیں ہوگا" کا مطلب یہ ہے کہ خواہ وہ میرے اہل بیت میں سے ہونے کا کتنا ہی گمان رکھے۔

اور اگرچہ نسب اور خاندان کے اعتبار سے وہ واقعۃً میرے اہل بیت میں سے کیوں نہ ہو لیکن وہ اپنے طور طریقوں اور اپنے فعل و کردار کے لحاظ سے میرے اپنوں میں سے یقیناً نہیں ہوگا کیونکہ وہ میرے اپنوں میں سے ہوتا تو روئے زمین پر فتنہ و فساد کے ذریعے میری امت کو نقصان و ضرر میں مبتلا نہیں کرتا۔ اس ارشاد گرامی کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے آیت (انه ليس من اهلك)۔ یقیناً وہ تمہارے اپنوں میں سے نہیں ہے۔ یا یہ کہ اس جملے کا یہ مطلب ہے کہ وہ شخص خواہ نسب کے اعتبار سے میرے خاندان سے کوئی تعلق کیوں نہ رکھے لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ میرے محبوب اور دوستوں میں سے ہوگا کیونکہ میرا محبوب اور دوست صرف وہی مسلمان ہو سکتا ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے اور کبھی بھی ایسے قول و فعل کا ارتکاب نہ کرے جس سے اسلام اور مسلمانوں کو ذرہ برابر بھی نقصان پہنچ سکتا ہو۔

اس کی تائید حدیث کے اگلے جملے سے بھی ہوتی ہے۔ "جو پسلی کے اوپر کولہے کی مانند ہوگا" اس جملے کے ذریعے گویا اس شخص کو ذہنی و عملی کج روی اور غیر پائیداری کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ جس طرح اگر کولہے کی ہڈی کو پسلی کی ہڈی پر چڑھا دیا جائے تو وہ کولہا اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکتا اور پسلی کی ہڈی کے ساتھ اس کا جوڑ نہیں بیٹھ سکتا اسی طرح اگرچہ لوگ اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو اپنا امیر و حکمران تسلیم کر لیں گے لیکن حقیقت میں وہ امارت و سرداری کے لائق نہیں ہوگا کیونکہ وہ علم و دانائی سے محروم ہوگا، آئین حکمرانی سے بے بہرہ نہ ہوگا، قوت فیصلہ کی کمی اور رائے کی کمزوری میں مبتلا ہوگا، پس اس کا کوئی حکم اور کوئی فیصلہ محل موقع کے مطابق نہیں ہوگا اور جب یہ صورت حال ہوگی تو سلطنت و مملکت کا سارا نظام انتشار و بدامنی اور سستی و کمزوری کا شکار ہو کر رہ جائے

گا۔ "پھر دہیما کا فتنہ ظاہر ہوگا" کے سلسلے میں پہلے یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جس طرح فتنۃ الاحلاس کے دونوں اعراب، یعنی رفع اور نصب ذکر کئے گئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے مطابق معنی بیان کئے گئے تھے، اسی طرح فتنۃ الدہیما میں بھی فتنہ کے لفظ کے دونوں اعراب یعنی رفع اور نصب میں دہیماء (دال کے پیش اور ہا کے زبر کے ساتھ) اصل میں لفظ دہماء کی تصغیر ہے جس کے معنی سیاہی اور تاریکی کے ہیں اور یہاں تصغیر کا اظہار مذمت و برائی کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ حاصل یہ کہ فتنہ احلاس کے بعد جو فتنہ ظاہر ہوگا وہ اپنے اثرات کی ظلمت اور قتل و غارت گری کی شدت کے اعتبار سے ایک سیاہ اور تاریک شب کی مانند ہوگا اور جس کی سیاہ رات کی تاریکی ہر شخص کو اندھیرے میں مبتلا کر دیتی ہے اس طرح اس فتنہ کی ظلمت ہر شخص کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوگی اور ہر ایک کے قوائے فکر و عمل پر تاریک سایہ بن کر چھا جائے گی۔ "تا آنکہ لوگ دو خیموں میں تقسیم ہو جائیں گے" کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

ایک گروہ تو خالص ایمان والوں کا ہوگا کہ جن میں کفر اور نفاق کا نام نہ ہوگا اور ایک گروہ خالص کفر والوں کا ہوگا اور ان میں ایمان و اخلاص کا نام نہ ہوگا۔ اور بعض حضرات نے یہاں فسطاط کا ترجمہ خیمہ کے بجائے شہر کیا ہے یعنی اس زمانے کے لوگ دو شہریا دو ملکوں میں تقسیم ہو جائیں گے کہ ایک شہر یا ایک ملک میں صرف خالص مسلمانوں اہل ایمان ہوں گے اور ایک شہر یا ملک میں خالص کافر ہوں گے۔ واضح رہے کہ فسطاط اصل میں تو خیمے کو کہتے ہیں لیکن شہر پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور حدیث میں اس لفظ کا استعمال گویا اس اسلوب کے طور پر ہے کہ ذکر تو محل رہنے کی جگہ کا ہوا، لیکن مراد حال یعنی رہنے والوں کی حالت و کیفیت ہو۔ پس "لوگ دو خیموں میں تقسیم ہو جائیں گے" کا حاصل یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا کے لوگ واضح طور پر دو طبقوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک طبقہ اہل ایمان کا ہوگا اور ایک طبقہ اہل کفر کا ہوگا اور ان دونوں طبقوں کے لوگ خواہ دنیا کے کسی حصے میں اور شہر میں سکونت پذیر ہوں اس موقع پر ایک بات بھی ذہن میں رکھنے کی ہے کہ جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک خیمہ نفاق کا ہوگا کہ اس میں ایمان نہیں ہوگا۔

تو اس خیمہ یا اس طبقہ کے لوگوں میں سے ایمان کی نفی یا تو اصل کے اعتبار سے ہے یعنی اس خیمہ کے لوگوں میں سرے سے ایمان نہیں ہوگا یا کمال ایمان کی نفی بھی مراد ہے یعنی اس خیمہ یا اس طبقہ میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ظاہر کے اعتبار سے ایمان رکھتے ہوں مگر اہل نفاق کے سے اعمال اختیار کرنے، یعنی جھوٹ بولنے، خیانت کرنے اور عہد شکنی وغیرہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے مخلص اہل ایمان کے زمرے سے خارج ہوں گے۔ "دجال کے ظاہر ہونے کے منتظر رہنا" کا مطلب یہ ہے کہ جب فتنہ دہیما ظاہر ہو جائے تو سمجھنا کہ دجال کا ظہور ہوا ہی چاہتا ہے، چنانچہ اس فتنہ کے فوراً بعد دجال ظاہر ہوگا، اس وقت حضرت مہدی دمشق میں ہوگا، دجال دمشق کے شہر کو گھیر لے گا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال ان کے مقابلے میں پر اس طرح گھل جائے گا، جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو اپنے نیزے سے موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اس کی موت سے ان کو بہت زیادہ خوشی ہوگی۔ طیبی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ "فسطاط" شہر یا خیمے کو کہتے ہیں جس میں لوگ جمع ہوتے اور رہتے ہیں، نیز حدیث کے اس آخری جزو سے کہ جس میں فسطاط کا ذکر ہے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ فتنہ آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا لیکن علماء نے پہلے ذکر کئے گئے

فتنوں کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اور کہا ہے کہ یہ فتنے کب ظاہر ہوں گے اور کون سے واقعات ان کا مصداق ہیں خصوصاً فتنہ سراء کے بارے میں تو مکمل سکوت اختیار کیا ہے اور اس طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا ہے کہ اہل بیت نبوی میں سے وہ کون شخص ہے جس کو اس فتنہ کا بانی کہا گیا ہے۔

4243 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ فَرُّوخَ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَخْبَرَنِي ابْنٌ لِقَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: وَاللَّهِ مَا أَدْرِي أَنَسِيَ أَصْحَابِي، أَمْ تَنَاسَوْا؟ وَاللَّهِ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ، إِلَى أَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا، يَبْلُغُ مَنْ مَعَهُ ثَلَاثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا، إِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهِ، وَاسْمِ أَبِيهِ، وَاسْمِ قَبِيلَتِهِ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھی اس بات کو بھول چکے ہیں یا وہ جان بوجھ کر ایسا ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے فتنے کے قائد کے بارے میں بتا دیا ہے جو دنیا ختم ہونے سے پہلے آئے گا اور اس کے ساتھ تین سو یا اس سے زیادہ افراد ہوں گے۔ آپ نے ہمارے سامنے اس کا نام، اس کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام تک بیان کیا ہے۔

4244 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ سُبَيْعِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: أَتَيْتُ الْكُوفَةَ فِي زَمَنٍ فُتِحَتْ تُسْتَرُ، أَجْلُبُ مِنْهَا بِغَالًا، فَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا صَدْعٌ مِنَ الرِّجَالِ، وَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ تَعْرِفُ إِذَا رَأَيْتَهُ أَنَّهُ مِنْ رِجَالِ أَهْلِ الْحِجَازِ، قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَتَجَهَّمَنِي الْقَوْمُ، وَقَالُوا: أَمَا تَعْرِفُ هَذَا؟ هَذَا حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: إِنَّ النَّاسَ كَانُوا يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ، فَأَحْدَقَهُ الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقَالَ: إِنِّي أَرَى الَّذِي تُنْكِرُونَ، إِنِّي قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ هَذَا الْخَيْرَ الَّذِي أَعْطَانَا اللَّهُ، أَيَكُونُ بَعْدَهُ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: فَمَا الْعِصْمَةُ مِنْ ذَلِكَ؟ قَالَ: السَّيْفُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثُمَّ مَاذَا يَكُونُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ لِلَّهِ خَلِيفَةٌ فِي الْأَرْضِ فَضَرَبَ ظَهْرَكَ، وَأَخَذَ مَالَكَ، فَأَطِعْهُ، وَإِلَّا فَمُتْ وَأَنْتَ عَاضٌّ بِجِذْلِ شَجَرَةٍ، قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ مَعَهُ نَهْرٌ وَنَارٌ، فَمَنْ وَقَعَ فِي نَارِهِ، وَجَبَ أَجْرُهُ، وَحُطَّ وِزْرُهُ، وَمَنْ وَقَعَ فِي نَهْرِهِ، وَجَبَ وِزْرُهُ، وَحُطَّ أَجْرُهُ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ هِيَ قِيَامُ السَّاعَةِ

سبیع بن خالد بیان کرتے ہیں' میں کوفہ آیا یہ اس زمانے کی بات ہے جب ''تستر'' فتح ہوا تھا۔ میں نے وہاں سے ایک خچر خریدنا تھا میں مسجد میں آیا تو وہاں درمیانے قد کے کچھ لوگ موجود تھے اور وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ جب آپ اسے دیکھیں تو اسے پہچان جائیں کہ یہ اہل حجاز سے تعلق رکھتا ہوگا۔ سبیع بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے

مجھے غور کر دیکھا اور کہا تم انہیں نہیں جانتے؟ یہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ بھلائی کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے اور میں آپ سے برائی کے بارے میں دریافت کیا کرتا تھا۔ لوگ مکمل طور پر اس طرف متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے بتایا: میری وہ رائے ہے جو تمہیں پسند نہیں آئے گی۔ (انہوں نے بتایا) میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ بھلائی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے اس کے بعد کوئی برائی آئے گی۔ جیسا کہ اس سے پہلے برائی موجود تھی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: تلوار۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا زمین میں کوئی ایک خلیفہ ہوا اور وہ تمہاری پشت پر مارے اور تمہارے مال پر قبضہ کر لے تو بھی تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ تم اس حالت میں مرنا کہ تم درخت کی جڑیں چبا رہے ہو (یعنی جنگل میں زندگی بسر کر رہے ہو) پھر میں نے دریافت کیا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد دجال نکلے گا۔ اس کے پاس ایک نہر ہوگی اور آگ ہوگی جو شخص اس کی آگ میں چلا جائے گا۔ اس کا اجر لازم ہو جائے گا اور اس کے گناہ ختم ہو جائیں گے اور جو شخص اس کی نہر میں داخل ہوگا اس کے گناہ لازم ہو جائیں گے اور اس کا اجر ختم ہو جائے گا۔ میں نے دریافت کیا: پھر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: پھر ہی تو قیامت قائم ہوگی۔

4245 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ خَالِدٍ الْيَشْكُرِيِّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: قُلْتُ: بَعْدَ السَّيْفِ، قَالَ: بَقِيَّةٌ عَلَى أَقْذَاءٍ، وَهُدْنَةٌ عَلَى دَخَنٍ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ. قَالَ: وَكَانَ قَتَادَةُ يَضَعُهُ عَلَى الرِّدَّةِ الَّتِي فِي زَمَنِ أَبِي بَكْرٍ، عَلَى أَقْذَاءٍ، يَقُولُ: قَذًى، وَهُدْنَةٌ يَقُولُ: صُلْحٌ، عَلَى دَخَنٍ عَلَى ضَغَائِنَ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔ میں نے دریافت کیا: تلوار کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: کچھ لوگ باقی رہ جائیں گے جن کی زبانوں پر بھلائی ہوگی اور دلوں میں فساد ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے مکمل حدیث نقل کی ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کرتے ہیں۔

قتادہ نامی راوی بیان کرتے ہیں۔ وہ مرتدین ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مرتد ہوئے تھے کہ یہ لوگ ظاہری طور پر اصلاح کرتے تھے اور باطنی طور پر ان کے اندر فساد تھا۔

4246 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ: أَتَيْنَا الْيَشْكُرِيَّ فِي رَهْطٍ مِنْ بَنِي لَيْثٍ، فَقَالَ: مَنِ الْقَوْمُ؟ قُلْنَا: بَنُو لَيْثٍ، أَتَيْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنْ حَدِيثِ حُذَيْفَةَ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: فِتْنَةٌ وَشَرٌّ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ بَعْدَ هَذَا الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ: يَا حُذَيْفَةُ، تَعَلَّمْ كِتَابَ اللَّهِ وَاتَّبِعْ مَا فِيهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ بَعْدَ هَذَا الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ: هُدْنَةٌ عَلَى دَخَنٍ، وَجَمَاعَةٌ عَلَى أَقْذَاءٍ فِيهَا - أَوْ فِيهِمْ - قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، الْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ مَا هِيَ؟ قَالَ: لَا تَرْجِعُ قُلُوبُ أَقْوَامٍ عَلَى الَّذِي

كَانَتْ عَلَيْهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ، صَمَّاءُ، عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ النَّارِ، فَإِنْ تَمُتْ يَا حُذَيْفَةُ وَأَنْتَ عَاضٌّ عَلَى جِذْلٍ، خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَتَّبِعَ أَحَدًا مِنْهُمْ.

⊙⊙ نصر بن عاصم لیثی بیان کرتے ہیں' ہم لوگ یشکری کے پاس آئے ہم بنی لیث سے تعلق رکھنے والا ایک گروہ تھا۔ انہوں نے دریافت کیا: تم کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ ہم نے جواب دیا: ہم بنی لیث سے ہیں ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ آپ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں دریافت کریں۔ انہوں نے اس حدیث کو سنایا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا اس بھلائی کے بعد کوئی برائی ہوگی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے فرمایا: آزمائش بھی ہوگی اور برائی بھی ہوگی۔ وہ بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: اس برائی کے بعد کوئی بھلائی ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حذیفہ! تم اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرو اور اس میں جو حکم موجود ہے اس کی پیروی کرو۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا بھلائی کے بعد کوئی برائی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''ھدنۃ علی دخن وجماعۃ علی اقذاء فیہا او فیہم'' میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ''ھدنۃ علی دخن'' کا مطلب کیا ہے آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے دل تبدیل نہیں ہوں گے۔ اس صورتحال پر ہے جس پر وہ پہلے تھے۔ حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں' یارسول اللہ اس بھلائی کے بعد کوئی برائی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ایسی آزمائش ہوگی جو اندھا کردے گی، بہرا کردے گی۔ اس میں جہنم کی طرف بلانے والے لوگ ہوں گے۔ اے حذیفہ! اس وقت اگر تم اس حالت میں مرجاؤ (کہ تم جنگل میں تنہا زندگی بسر کرتے ہوئے) درخت کی جڑ چباتے ہوئے مرجاؤ! تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے کہ تم ان میں سے کسی ایک کی پیروی کرو۔

4247 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ صَخْرِ بْنِ بَدْرٍ الْعِجْلِيِّ، عَنْ سُبَيْعِ بْنِ خَالِدٍ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ، عَنْ حُذَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ يَوْمَئِذٍ خَلِيفَةً فَاهْرُبْ حَتّٰى تَمُوتَ، فَإِنْ تَمُتْ وَأَنْتَ عَاضٌّ وَقَالَ فِي آخِرِهِ: قَالَ: قُلْتُ: فَمَا يَكُونُ بَعْدَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا نَتَجَ فَرَسًا لَمْ تُنْتَجْ حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ

⊙⊙ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر تم اس وقت کسی خلیفہ کو نہ پاؤ تو تم بھاگ جانا یہاں تک کہ تم اس حالت میں مرو کہ تم درخت کی جڑ چبار ہے ہو۔

اس روایت کے آخر پر یہ الفاظ بھی ہیں: میں نے عرض کی' اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی گھوڑی کے ہاں بچہ ہونے کا انتظار کرے گا تو اس کے ہاں بچہ ہونے سے پہلے قیامت قائم ہوجائے گی۔

4248 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ بَايَعَ إِمَامًا، فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ، وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ، فَلْيُطِعْهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ، فَاضْرِبُوا رَقَبَةَ الْآخَرِ قُلْتُ:

عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَفْعَلَ وَنَفْعَلَ. قَالَ: أَطِعْهُ فِي طَاعَةِ اللهِ وَاعْصِهِ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ

أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِي. قُلْتُ: هٰذَا ابْنُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کرے پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے اور اپنا دل اس کے سپرد کر دے تو اس سے جہاں تک ہو سکے۔ اس کی پیروی کرنی چاہئے پھر اگر کوئی دوسرا شخص آ کر اس کی مخالفت کرے تو تم اس کی گردن اڑا دو۔

راوی کہتے ہیں: ہم نے دریافت کیا: کیا آپ نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میرے دونوں کانوں نے یہ بات سنی ہے اور میرے ذہن نے اسے محفوظ رکھا ہے۔ میں نے کہا: آپ کے چچازاد معاویہ رضی اللہ عنہ ہمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم یہ کریں؟ اور یہ کریں تو انہوں نے فرمایا: تم اللہ کی فرمانبرداری کے کام میں اس کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے میں ان کی نافرمانی کرو۔

4249 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، أَفْلَحَ مَنْ كَفَّ يَدَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس شر کی وجہ سے عربوں کی بربادی ہے جو قریب آ چکا ہے جو شخص اس سے ہاتھ روک لے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔

4250 - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حُدِّثْتُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يُحَاصَرُوا إِلَى الْمَدِينَةِ، حَتَّى يَكُونَ أَبْعَدَ مَسَالِحِهِمْ سَلَاحِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں گھیر لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کی حکومت صرف ''سلاح'' تک رہ جائے گی۔

4251 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَنْبَسَةَ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: وَسَلَاحِ قَرِيبٌ مِنْ خَيْبَرَ

زہری بیان کرتے ہیں' ''سلاح'' خیبر کے قریب ایک جگہ ہے۔

4252 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ - أَوْ قَالَ: - إِنَّ رَبِّي زَوَى لِيَ الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ مُلْكَ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا.

4250- حديث صحيح، وهذا إسناد فيه راو لم يسم، وقد توبع. ابن وهب: هو عبد الله. وأخرجه ابن حبان (6771)، والطبراني في "الأوسط" (6432)، وفي "الصغير" (873)، والحاكم 4/ 511، وتمام في "فوائده" (1733) من طرق عن عبد الله بن وهب، بهذا الإسناد.

وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ، وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ، وَلَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ، فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَإِنَّ رَبِّي قَالَ لِي: يَا مُحَمَّدُ، إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً، فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ، وَلَا أُهْلِكُهُمْ بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ، وَلَا أُسَلِّطُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ، فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِ أَقْطَارِهَا - أَوْ قَالَ بِأَقْطَارِهَا - حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا، وَحَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يَسْبِي بَعْضًا، وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ، وَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ، وَحَتَّى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ، وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ - قَالَ ابْنُ عِيسَى: ظَاهِرِينَ ثُمَّ اتَّفَقَا - لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرے پروردگار نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا اور مجھے زمین کا تمام مشرقی اور مغربی حصہ دکھا دیا گیا۔ میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین کو میرے لئے لپیٹا گیا۔ مجھے دو خزانے دیئے گئے سرخ اور سفید' میں نے اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لئے دعا کی کہ وہ اسے عام قحط سالی کے ذریعے ہلاک نہ کرے اور ان پر دشمن کو مکمل طور پر مسلط نہ کرے کہ وہ انہیں جڑ سے ختم کر دے اگرچہ دشمن ان کے خلاف دنیا بھر سے اکٹھا ہو جائے۔ البتہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑیں۔ یہاں تک کہ ان کا ایک حصہ دوسرے کو ہلاک کر دے اور ایک حصہ دوسرے حصے کو قیدی بنالے مجھے اپنی امت کے حوالے سے گمراہ کرنے والے پیشواؤں کا اندیشہ ہے۔ جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو ان سے قیامت تک کبھی نہیں اٹھائی جائے گی اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی۔ جب تک میری امت کے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ نہیں مل جائیں گے اور جب تک میری امت کے کچھ قبائل بتوں کی عبادت نہیں کریں گے اور میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

''خاتم النبیین'' ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر کاربند رہے گا اور کوئی بھی مخالفت کرنے والا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق احادیث صحیحہ کا بیان

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جس نے بہت حسین وجمیل ایک گھر بنایا' مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' لوگ اس گھر کے گرد گھومانے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی آپ نے فرمایا میں (قصر نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۸۶' السنن الکبری رقم الحدیث: ۱۴۲۲' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۴۷۹' عالم الکتب)

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے میرے لیے تمام روئے
زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (الی قولہ) عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے' ان
میں سے ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے' اور میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۲۵۲' صحیح
مسلم رقم الحدیث: ۲۸۸۹' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۰۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۵۲' صحیح البخاری ۷۱۲۱) میں ہے عنقریب تیس کذاب نکلیں
گے ان میں ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ رسول اللہ ہے)

(۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال
اس شخص کی طرح ہے جس نے گھر بنا کر مکمل کیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کو رکھ کر اس
گھر کو مکمل کر دیا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۹' حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۱۱۰۰۹' دار الحدیث قاہرہ ۱۴۱۶ھ)

(٤) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے چھ وجوہ سے انبیاء پر فضیلت دی گئی
ہے (۱) مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں (۲) اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے (۳) اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے
(٤) اور تمام روئے زمین کو میرے لیے آلہ طہارت اور نماز کی جگہ بنا دیا گیا ہے (۵) اور مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا
گیا ہے (٦) اور مجھ پر نبیوں کو ختم کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۳' سنن الترمذ رقم الحدیث: ۱۵۵۳' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲)

(۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم
میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے' مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۴۱٦' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۰۴' سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۳۱' سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۸۴۳۰' المعجم الکبیر رقم
الحدیث: ۳۳۴-۲۰۳۵-۲۰۳۶' المستدرک ج ۳ ص ۱۰۹ قدیم' رقم الحدیث: ۴۵۷۵ جدید' سنن بیہقی ج ۹ ص ۴۰' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٦۹۲۷' مصنف
عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۷۴۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ٦۰)

(٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کا ملکی انتظام ان کے انبیاء
کرتے تھے' جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا قائم مقام دوسرا نبی ہو جاتا' اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' اور میرے
بعد بہ کثرت خلفاء ہوں گے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۵۵' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۴۲' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۷۱' مسند احمد رقم الحدیث: ۷۹۴۷' عالم الکتب بیروت)

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک رسالت اور نبوت منقطع
ہو چکی ہے' پس میرے بعد کوئی نبی ہوگا نہ رسول ہوگا۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۲٦۷' مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۳۹۴۷' المستدرک ج ٤ ص ۳۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم آخر ہیں اور
قیامت کے دن سابق ہوں گے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۷٦' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۵۵' سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳٦۷)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی عنہ بیان کرتے ہیں میں آخرالانبیاء ہوں اور میری مسجد آخرالمساجد ہے (یعنی آخر مساجد الانبیاء ہے) (صحیح مسلم رقم الحدیث بلاتکرار: ۱۳۹٤ الرقم المسلسل: ۳۳۱۷)

(۱۰) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پیدائش میں سب سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔
(کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۹۱٦۔۳۲۱۲٦)

(۱۱) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین تھا اور بے شک (اس وقت) آدم اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔
(مسند احمد ج٤ ص ۱۲۷ المعجم الکبیر ۱۸ رقم الحدیث: ۲۵۲ مسند البزار رقم الحدیث: ۲۳٦۵)

(۱۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں لوگ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہیں گے یا محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں' اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ سب کاموں کی مغفرت کردی ہے' آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجیے۔ الحدیث
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤۷۱۲ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹٤ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲٤۳٤ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۰۷)

(۱۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں۔ (سنن الدارمی رقم الحدیث: ۵۰ کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۸۳)

(۱٤) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے گویا ہمیں رخصت فرمارہے ہوں پھر تین بار فرمایا میں محمد نبی امی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
(مسند احمد ج۲ ص ۱۷۲ احمد شاکر نے کہا اس کی سند حسن ہے' حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ٦٦۰٦ دارالحدیث قاہرہ)

(۱۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے سامنے فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنایا' مجھ پر قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو خیر امت بنایا جو لوگوں کے نفع کے لیے بنائی گئی ہے' اور میری امت کو معتدل امت بنایا اور میری امت کو اول اور آخر بنایا' اور اس نے میرا سینہ کھول دیا میرا بوجھ اتار دیا اور میرے لیے میرا ذکر بلند کیا اور مجھ کو افتتاح کرنے والا اور (نبیوں کو) ختم کرنے والا بنایا۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ۵۵ مجمع الزوائد ج۱ ص ۷۱)

(۱٦) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں کہ جب آپ بیت المقدس پہنچے آپ نے اپنی سواری کو ایک بڑے پتھر کے ساتھ باندھ دیا پھر آپ نے مسجد میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی' نماز کے بعد نبیوں نے حضرت جبریل سے پوچھا یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔
(المواہب اللدنیہ ج۲ ص ۳٦۲ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱٤۱٦ھ)

(۱۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔

وسنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۳۸، شمائل ترمذی رقم الحدیث: ۱۹-۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۵۱۲، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۶۹، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۶۲۰)

(۱۸) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (فتنہ دجال کے متعلق ایک طویل حدیث میں) فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۷۷)

(۱۹) حضرت ابوقتیلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے سو تم اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچ نمازیں پڑھو اپنے مہینہ کے روزے رکھو اپنے حکام کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (المعجم الکبیر ج ۲۲ رقم الحدیث: ۷۹۷، ج ۸ رقم الحدیث: ۷۵۳۵-۷۶۱۷)

(۲۰) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! پہلے رسول آدم ہیں اور آخری رسول محمد ﷺ ہیں۔ (کنز العمال رقم الحدیث: ۳۲۲۶۹)

(۲۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۲۸۶، مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۴، المستدرک ج ۳ ص ۸۵، المعجم الکبیر ج ۱۷ رقم الحدیث: ۸۵۷)

(۲۲) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے کئی اسماء ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں اللہ میرے سبب سے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۵۳۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۵۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۰، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۵۹۰)

(۲۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں احمد ہوں اور محمد ہوں اور حاشر ہوں اور مقفّی (سب نبیوں کے بعد مبعوث ہونے والا) ہوں اور خاتم ہوں۔ (المعجم الصغیر رقم الحدیث: ۱۵۶، مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۴۰۶۲)

(۲۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر فرماتے تھے کیا تم میں سے کسی ایک نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ پھر فرماتے میرے بعد نبوت میں سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۰۱۷)

(۲۶) وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) دراز قد تھے اور ان کے بال گھونگریالے تھے، گویا کہ وہ قبیلہ شنوۃ سے تھے اور ان کے داہنے ہاتھ میں مہر نبوت تھی، مگر ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی، اور ہمارے نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میرے شانوں کے درمیان وہ مہر نبوت ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں پر ہوتی تھی، کیونکہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا نہ رسول۔

(المستدرک ج ۲ ص ۵۰۷، قدیم المستدرک رقم الحدیث: ۴۱۰۵، جدید المکتبۃ العصریہ، ۱۴۲۰ھ)

(۲۷) اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا وہ کم سنی میں فوت ہو گئے اور اگر ان کے لیے رسول اللہ ﷺ

کے بعد زندہ رہنا مقدر ہوتا تو وہ نبی ہوتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۱۰، صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۱۹۴)

(۲۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم زندہ ہوتے تو سچے نبی ہوتے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳، تاریخ دمشق ج ۳ ص ۷۶، رقم الحدیث: ۵۷۹، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۷۴۵۳، کنز العمال رقم الحدیث: ۶۱۹۴)

(۲۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت میں سے صرف مبشرات باقی بچے ہیں، مسلمانوں نے پوچھا یارسول اللہ! مبشرات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھے خواب۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۹۰)

(۳۰) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ستائیس دجال اور کذاب ہوں گے ان میں سے چار عورتیں ہوں گی اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۶، حافظ زین نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے حاشیہ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۳۵۱، دار الحدیث قاہرہ)

(۳۱) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ اور چچا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے آئے اور آپ سے کہا آپ جو چاہے اس کی قیمت لے لیں اور اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیں! آپ نے ان سے فرمایا میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم لا الہ الا اللہ کی شہادت دو اور اس کی کہ میں خاتم الانبیاء والرسل ہوں میں اس کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا، انہوں نے اس پر عذر پیش کیا اور دیناروں کی پیش کش کی، آپ نے فرمایا اچھا زید سے پوچھو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہیے تو میں اس کو تمہارے ساتھ بلا معاوضہ بھیج دیتا ہوں، حضرت نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے باپ کو ترجیح دوں گا اور نہ اپنی اولاد کو، یہ سن کر حضرت زید کے والد حارثہ مسلمان ہو گئے اور کہا اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله، اور ان کے باقی رشتہ داروں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔

(المستدرک ج ۳ ص ۲۱۴ طبع قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۴۹۴۶ طبع جدید)

(۳۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک ہزار یا اس سے زائد انبیاء کا خاتم ہوں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۹۷ طبع قدیم، المستدرک رقم الحدیث: ۴۱۶۸ طبع جدید)

ایک ہزار سے زائد انبیاء سے مراد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں جیسا کہ المستدرک رقم الحدیث: ۴۱۶۸ میں اس کی تصریح ہے۔

(۳۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے درد ہو گیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور خود نماز پڑھنے لگے اور مجھ پر اپنی چادر کا پلو ڈال دیا، پھر فرمایا اے ابوطالب کے بیٹے! تم ٹھیک ہو گئے اور اب تم کو کوئی تکلیف نہیں ہے، میں نے اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا سوال کیا ہے، تمہارے لیے بھی اس چیز کا سوال کیا ہے، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ عطا فرما دی سوا اس کے کہ مجھ سے کہا گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۷۹۱۳، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے رجال صحیح ہیں، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۰)

(۳۴) بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم قیامت کے دن

سترامتوں کومکمل کریں گے ہم ان میں سب سے آخری اور سب سے بہتر امت ہیں۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٤٢٨٧ 'مسند احمد ج ٤ ص ٤٤٧ 'سنن دارمی رقم الحدیث: ...)

(٣٥) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی' آپ نے ان سے فرمایا: آپ اسی جگہ ٹھہریں جہاں آپ ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ پر اس طرح ہجرت کو ختم کرے گا جس طرح مجھ پر نبوت کو ختم کیا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ٥٨٢٨ 'مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٦٩ 'اس کی سند میں اسماعیل بن قیس متروک ہے)

(٣٦) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھتے: **واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح** (الاحزاب: ٧) تو آپ فرماتے مجھ سے خیر کی ابتداء کی گئی ہے اور میں بعث میں سب نبیوں میں آخر ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ٣١٧٥٣ 'دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٦ھ)

(٣٧) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے آسمانوں کی معراج کرائی گئی تو میرے رب عزوجل نے مجھے اپنے قریب کیا حتیٰ کہ میرے اور اس کے درمیان دو کمانوں کے سروں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک' بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک' اللہ عزوجل نے فرمایا اے میرے حبیب! اے محمد! کیا آپ کو اس کا غم ہے کہ آپ کو سب نبیوں کا آخر بنایا ہے' میں نے کہا اے میرے رب! نہیں! فرمایا: آپ اپنی امت کو میرا اسلام پہنچا دیں اور ان کو خبر دیں کہ میں نے ان کو آخری بنایا ہے تا کہ میں دوسری امتوں کو ان کے سامنے شرمندہ کروں اور ان کو کسی امت کے سامنے شرمندہ نہ کروں۔ (الفردوس بماثور الخطاب رقم الحدیث: ٥٢٢١ 'کنز العمال رقم الحدیث ٣٢١١١ 'تاریخ بغداد ج ٥ ص ١٣٠ 'تاریخ دمشق الکبیر ج ٣ ص ٢٩٦ '٢٩٥ رقم الحدیث: ٨١١ 'داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٢١ھ)

(٣٨) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم (علیہ السلام) کو ھند میں اتارا گیا تو وہ گھبرائے پس جبریل نے نازل ہو کر اذان دی' اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ دو دفعہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ دو دفعہ' حضرت آدم (علیہ السلام) نے پوچھا محمد کون ہیں' حضرت جبریل نے کہا وہ آپ کی اولاد میں سے آخر الانبیاء ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ٧ ص ٣١٩ 'رقم الحدیث: ١٩٧٩ 'داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٢١ھ)

(٣٩) حافظ سیوطی نے مسند ابویعلیٰ اور امام ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے حضرت تمیم داری کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے: فرشتے قبر میں مردہ سے سوال کریں گے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ وحدہ لاشریک ہے اور اسلام میرا دین ہے اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں اور وہ خاتم النبیین ہیں' فرشتے کہیں گے تم نے سچ کہا۔ (الدر المنثور ج ٨ ص ٣٢ 'داراحیاء التراث العربی بیروت ١٤٢١ھ)

(٤٠) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو اچھی طرح پڑھو' تم کو علم نہیں ہے شاید یہ درود آپ پر پیش کیا جائے گا' لوگوں نے کہا اے ابوعبدالرحمان آپ ہمیں تعلیم دیجئے انہوں نے کہا تم اس طرح درود

پڑھو: اللهم اجعل صلواتك ورحمتك وبركاتك على سيد المرسلين وامام المتقين و خاتم النبيين محمد عبدك ورسولك امام الخير وقائد الخير ورسول الرحمة.

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٩٠٦ 'مسند ابویعلی رقم الحدیث: ٥٢٦٧ 'المستدرک ج٢ ص ٢٦٩)

(٤١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شفاعت کبریٰ کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) فرمائیں گے میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں' میری اللہ کے سوا پرستش کی گئی ہے' آج مجھے صرف اپنی فکر ہے' یہ بتاؤ کہ اگر کسی سیل بند برتن میں کوئی چیز ہو تو کیا کوئی شخص سیل توڑے بغیر اس کو کھول سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں' حضرت عیسیٰ نے فرمایا پس (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور وہ یہاں موجود ہیں اللہ نے ان کے اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کام معاف فرما دیئے ہیں۔ (مسند ابویعلی رقم الحدیث: ٢٣٢٨' مسند احمد ج١ ص ٢٨١' مسند الطیالسی رقم الحدیث: ٢٧٩٨)

(٤٢) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا آپ رسول رب العلمین اور خاتم النبیین ہیں (حافظ عسقلانی' علامہ آلوسی اور مفتی شفیع دیوبندی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے) (المعجم الصغیر رقم الحدیث: ٩٤٨' مجمع الزوائد رقم الحدیث: ١٤٠٨٦)

(٤٣) ایاس بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر تمام لوگوں سے افضل ہیں مگر وہ نبی نہیں ہیں۔ (الکامل لابن عدی ج٦ ص ٤٨٤' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٨ھ)

(٤٤) حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب کے پاس دس نام ہیں' حضرت ابوالطفیل نے کہا مجھے ان میں سے آٹھ یاد ہیں' محمد' احمد' ابوالقاسم' الفاتح (نبوت کا افتتاح کرنے والا) الخاتم (نبوت کو ختم کرنے والا) العاقب (جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے) الحاشر الماحی (شرک کو مٹانے والا)۔

(دلائل النبوت لابی نعیم ج١ ص ٦١' رقم الحدیث: ٢٠)

(٤٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر تورات نازل کی گئی تو انہوں نے اس میں اس امت کا ذکر پڑھا پس انہوں نے کہا: اے میرے رب! میں نے تورات کی الواح میں پڑھا ہے کہ ایک امت تمام امتوں کے آخر میں ہوگی اور قیامت کے دن سب پر مقدم ہوگی اس کو میری امت بنا دے فرمایا وہ امت احمد ہے۔ (دلائل النبوت لابی نعیم ج١ ص ٦٨ رقم الحدیث: ٢١)

(٤٦) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر دیکھا ایک یہودی کے پاس آگ کا شعلہ تھا' لوگ اس کے گرد جمع تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا یہ احمد کا ستارہ ہے جو طلوع ہو چکا ہے یہ صرف نبوت کے موقع پر طلوع ہوتا ہے اور انبیاء میں سے اب صرف احمد کا آنا باقی رہ گیا ہے۔ (دلائل النبوت لابی نعیم ج١ ص ٧٦-٧٥' رقم الحدیث: ٣٥)

(٤٧) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ جب فوت ہو گئے تو ان پر جو کپڑا تھا اس کے نیچے سے آواز آ رہی تھی' لوگوں نے ان کے سینہ اور چہرہ سے کپڑا اٹھایا تو ان کے منہ سے آواز آ رہی تھی: محمد

رسول اللہ النبی الامی خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(رسائل ابن ابی الدنیا ج ۳ ص ۳۸۸' موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

(۴۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں مذکور ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نبیوں نے حضرت جبریل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: ھذا محمد رسول اللہ خاتم النبیین۔ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ (مسند البزار ج ۱ ص ۴۰' رقم الحدیث: ۵۵' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۶۹)

4253 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ ابْنُ عَوْفٍ: وَقَرَأْتُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ، عَنْ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ يَعْنِي الْأَشْعَرِيَّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ أَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثِ خِلَالٍ: أَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلَكُوا جَمِيعًا، وَأَنْ لَا يَظْهَرَ أَهْلُ الْبَاطِلِ عَلَى أَهْلِ الْحَقِّ، وَأَنْ لَا تَجْتَمِعُوا عَلَى ضَلَالَةٍ

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو جائز قرار دیا ہے۔ (یعنی طے کر دیا ہے) ایک یہ کہ تمہارا نبی تمہارے خلاف دعائے ضرر نہیں کرے گا کہ اس کے نتیجے میں تم سب ہلاکت کا شکار ہو جاؤ اور اہل باطل اہل حق پر مکمل طور پر غالب نہیں آئیں گے اور تم لوگ گمراہی پر متفق نہیں ہو گے۔

4254 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ نَاجِيَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَدُورُ رَحَى الْإِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَثَلَاثِينَ، أَوْ سِتٍّ وَثَلَاثِينَ، أَوْ سَبْعٍ وَثَلَاثِينَ، فَإِنْ يَهْلَكُوا فَسَبِيلُ مَنْ هَلَكَ، وَإِنْ يَقُمْ لَهُمْ دِينُهُمْ، يَقُمْ لَهُمْ سَبْعِينَ عَامًا، قَالَ: قُلْتُ: أَمِمَّا بَقِيَ أَوْ مِمَّا مَضَى؟ قَالَ: مِمَّا مَضَى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَنْ قَالَ خِرَاشٍ فَقَدْ أَخْطَأَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' اسلام کی چکی 35 (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) 36 یا 37 سال تک گھومتی رہے گی۔ اگر یہ لوگ ہلاک ہو گئے تو ہلاکت کے راستے میں ہلاک ہوں گے اور اگر یہ لوگ قائم رہے تو ستر سال تک قائم رہیں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں نے دریافت کیا: جو باقی رہ چکے ہیں یا جو گزر چکے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: جو گزر چکے ہیں۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: جس نے لفظ ''خراش'' استعمال کیا۔ اس نے غلطی کی۔

4255 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ، وَيُلْقَى الشُّحُّ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيَّةُ هُوَ؟ قَالَ: الْقَتْلُ، الْقَتْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: زمانہ سمٹ جائے گا علم کم ہو جائے گا فتنے

ظاہر ہوں گے بخل پھیل جائے گا''ہرج'' زیادہ ہوجائے گا۔عرض کی گئی: یارسول اللہ(ﷺ)!اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا:قتل،قتل۔

فتنہ قتل کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔وہ وقت بھی آنے والا ہے جب زمانے ایک دوسرے کے قریب ہوں گے علم اٹھالیا جائے گا، فتنے پھوٹ پڑیں گے بخل ڈالا جائے گا اور ہرج زیادہ ہوگا۔صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ ہرج کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قتل۔(بخاری ومسلم،مشکوٰۃ شریف:جلد چہارم:حدیث نمبر 1321)

زمانے ایک دوسرے کے قریب ہوں گے" کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اس وقت دنیا کا زمانہ اور آخرت کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہوجائیں گے،اس صورت میں قیامت کا قریب ہونا مراد ہوگا یا اس جملہ سے مراد زمانہ والوں میں سے بعض کا بعض کے ساتھ برائی اور بدی کے تعلق سے قریب ہونا ہے۔یعنی اس زمانہ میں جو برے اور بدکار لوگ ہوں گے وہ ایک دوسرے کے قریب ونزدیک آجائیں گے، یا یہ مطلب ہے کہ خود زمانہ کے اجزاء بدی وبرائی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب اور مشابہ ہوں گے یعنی ایک زمانہ برائی اور بدی کا ماحول لئے ہوئے آئے گا اور اس کے بعد پھر دوسرا زمانہ بھی اسی طرح آئے گا، یا یہ مطلب ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں حکومتیں دیرپا نہیں ہوں گی اور مختلف انقلابات اور عوامل بہت مختصر مختصر عرصہ میں حکومتوں کو بدلتے رہیں گے۔اور بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا کہ آخر میں جو زمانہ آئے گا۔

اس میں لوگوں کی عمریں بہت چھوٹی چھوٹی ہوں گی اور یہ احتمال بھی ہے کہ یہ جملہ دراصل گناہوں کے سبب زمانہ سے برکت کے ختم ہوجانے سے کنایہ ہو،یعنی آخر زمانہ میں جب کہ گناہوں کی کثرت ہوجائے اور لوگ دین شریعت کے تقاضوں اور اللہ وآخرت کے خوف سے بے پرواہ ہوکر عیش وعشرت اور راحت وغفلت میں پڑجائیں گے تو زمانہ سے برکت نکل جائے گی اور اس کے شب وروز کی گردش اتنی تیز اور دن رات کی مدت اتنی مختصر محسوس ہونے لگے گی کہ سالوں پہلے گزرا ہوا کوئی واقعہ کل کی بات معلوم ہوگا اور ہر وقت کی کمی کا شکوہ رنج نظر آئے گا۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں وقت اس طرح جلدی گزرے گا کہ ایک سال ایک مہینے کے برابر اور ایک مہینہ ایک ہفتہ کے برابر اور ایک ہفتہ ایک دن کے برابر معلوم ہوگا۔" علم اٹھالیا جائے گا" کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں مخلص، باعمل اور حقیقی علم کے حامل اٹھالئے جائیں گے اور اس طرح حقیقی علم مفقود ہوجائے گا نیز مختلف علمی فتنوں کا اندھیرا اس طرح پھیل جائے گا کہ علماء سو کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہوگا اور ہر طرف ایسا محسوس ہوگا جیسے علم کا چراغ گل ہوگیا ہے اور جہالت ونادانی کی تاریکی طاری ہوگئی ہے۔

بخل ڈالا جائے گا" مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لوگوں میں بخل کی خصلت نہایت پختہ ہوجائے گی اور یہ چیز یعنی بخل کی برائی ایک عام وبا کی طرح پھیل جائے گی، نیز لوگ اس بخل کے یہاں تک تابع ہوجائیں گے کہ صنعت وحرفت والے اپنی صنعتی اشیاء کو بنانے اور پیدا کرنے میں بخل وتنگی کرنے لگیں گے اور مال کی تجارت ولین دین کرنے والے لوگ اپنے مال کو چھپا کر بیٹھ

جائیں گے یہاں تک کہ ضروری اشیاء کو بھی فراہم کرنے اور دینے سے انکار کرنے لگیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بخل ڈالا جائے گا سے لوگوں میں اصل بخل کا پایا جانا مراد نہیں ہے کیونکہ اصل بخل تو انسان کی جبلت میں پڑا ہوا ہے اور اس اعتبار سے یہ بات پہلے زمانے کے لوگوں کے بارے میں بھی نہیں کی جاسکتی کہ ان میں سرے سے بخل کا وجود نہیں تھا۔

لیکن اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ نہیں کیا جاسکتا چونکہ اصل بخل انسان کی جبلت میں پڑا ہوا ہے اس لئے کوئی بھی شخص نہ پہلے زمانوں میں اس خصلت سے کلیۃً محفوظ رکھ سکتا ہے اور جیسا کہ اس آیت (وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التغابن:16) سے واضح ہوتا ہے ایسے پاک نفس انسان سے پہلے بھی گزرے ہیں اب بھی موجود ہیں اور آئندہ بھی موجود رہیں گے یہ اور بات ہے کہ زمانہ کے اثرات کی وجہ سے ایسے پاک نفسوں کی تعداد ہر آنے والے زمانہ میں پہلے سے کم ہوتی جائے۔" ہرج" کے معنی ہیں فتنہ اور خرابی میں پڑنا۔

جیسا کہ قاموس میں لکھا ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہرج الناس تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں لوگ فتنے میں پڑ گئے اور قتل واختلاط یعنی خونریزی اور کاموں کے خلط ملط ہوجانے کی وجہ سے اچھے برے کی تمیز نہ کر سکنے کی آفت میں مبتلا ہو گئے پس اس ارشاد گرامی "ہرج" سے مراد خاص طور پر وہ قتل وخونریزی ہے جو مسلمانوں کے باہمی افتراق وانتشار کے فتنہ کی صورت میں اور اچھے برے کاموں کی تمیز مفقود ہونے کی وجہ سے پھیل جائے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ السَّعْيِ فِي الْفِتْنَةِ

باب: فتنے کے بارے میں کوشش کرنے کی ممانعت

4256 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ يَكُونُ الْمُضْطَجِعُ فِيهَا خَيْرًا مِنَ الْجَالِسِ، وَالْجَالِسُ خَيْرًا مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَيْرًا مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي خَيْرًا مِنَ السَّاعِي. قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ إِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِإِبِلِهِ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهِ، وَمَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِهِ. قَالَ: فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ؟ قَالَ: فَلْيَعْمِدْ إِلَى سَيْفِهِ، فَلْيَضْرِبْ بِحَدِّهِ عَلَى حَرَّةٍ، ثُمَّ لِيَنْجُ مَا اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ.

حضرت مسلم بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب ایسا فتنہ آئے گا جس میں لیٹا ہوا شخص بیٹھے ہوئے شخص سے بہتر ہوگا اور بیٹھا ہوا کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ کسی نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ہمیں اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں میں مصروف رہے جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں مشغول رہے۔ جس کے پاس زمین ہو وہ اپنی زمین میں مصروف رہے۔ اس شخص نے عرض کی: جس کے پاس ان

میں سے کوئی چیز نہ ہو؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تو وہ اپنی تلوار کی طرف جائے اور اس کی ڈھال کو پتھر پر مارے (اور تلوار کو ناکارہ کردے) پھر جہاں تک (فتنے میں مبتلا ہونے سے) بچ سکتا ہو بچ جائے۔

4257 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ، عَنْ عَيَّاشٍ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَشْجَعِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ دَخَلَ عَلَيَّ بَيْتِي وَبَسَطَ يَدَهُ لِيَقْتُلَنِي، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُنْ كَابْنَيْ آدَمَ. وَتَلَا يَزِيدُ: (لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ) (المائدة: 28) الْآيَةَ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! آپ کا کیا خیال ہے اگر وہ میرے گھر میں داخل ہو جائے اور اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لئے پھیلائے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم آدم کے دو بیٹوں میں سے بہتر بیٹے کی طرح ہو جانا۔

یزید نامی راوی نے یہ آیت تلاوت کی "اگر تم میری طرف اپنے ہاتھ کو بڑھاؤ گے تا کہ تم مجھے قتل کر دو"

4258 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ خِرَاشٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ رَاشِدٍ الْجَزَرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ وَابِصَةَ الْأَسَدِيُّ، عَنْ أَبِيهِ وَابِصَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فَذَكَرَ بَعْضَ حَدِيثِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَتْلَاهَا كُلُّهُمْ فِي النَّارِ، قَالَ فِيهِ: قُلْتُ: مَتَى ذٰلِكَ يَا ابْنَ مَسْعُودٍ؟ قَالَ: تِلْكَ أَيَّامُ الْهَرْجِ حَيْثُ لَا يَأْمَنُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ. قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذٰلِكَ الزَّمَانُ؟ قَالَ: تَكُفُّ لِسَانَكَ وَيَدَكَ، وَتَكُونُ حِلْسًا مِنْ أَحْلَاسِ بَيْتِكَ. فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ طَارَ قَلْبِي مَطَارَهُ، فَرَكِبْتُ حَتّٰى أَتَيْتُ دِمَشْقَ. فَلَقِيتُ خُرَيْمَ بْنَ فَاتِكٍ فَحَدَّثْتُهُ، فَحَلَفَ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَدَّثَنِيهِ ابْنُ مَسْعُودٍ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اس کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکرہ والی حدیث کا کچھ حصہ سنایا جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس میں قتل ہونے والے تمام لوگ جہنم میں جائیں گے۔

اس میں یہ بھی ہے کہ راوی نے دریافت کیا: اے ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ کب ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ قتل و غارت کے زمانے میں ہوگا جب آدمی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے بھی محفوظ نہ ہوگا۔

میں نے دریافت کیا: آپ مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں اگر مجھے وہ زمانہ مل جائے؟ انہوں نے جواب دیا: تم اپنے ہاتھ اور زبان کو روک کے رکھنا اور اپنے گھر میں موجود کمبل کی طرح ہو جانا۔

راوی بیان کرتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو میرے دل میں یہی اندیشہ پیدا ہوا اس لئے میں وہاں سے سوار ہو کر دمشق آ گیا وہاں میری ملاقات حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے انہیں یہ حدیث سنائی تو انہوں نے اللہ کے

میری قسم! معبود نہیں کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور بتایا کہ انہوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کی زبانی اس حدیث کو اسی طرح سنا ہے جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث سنائی تھی۔

4259 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَرْوَانَ، عَنْ هُزَيْلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا، وَيُمْسِي مُؤْمِنًا، وَيُصْبِحُ كَافِرًا، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، فَكَسِّرُوا قِسِيَّكُمْ، وَقَطِّعُوا أَوْتَارَكُمْ، وَاضْرِبُوا سُيُوفَكُمْ بِالْحِجَارَةِ، فَإِنْ دُخِلَ - يَعْنِي - عَلَى أَحَدٍ مِنْكُمْ، فَلْيَكُنْ كَخَيْرِ ابْنَيْ آدَمَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت سے پہلے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنہ ہوگا جس میں آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا اور شام کے وقت کافر ہو چکا ہوگا یا شام کو مومن ہوگا تو صبح کافر ہو چکا ہوگا۔ اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا شخص دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ تم لوگ اپنی کمانوں کو توڑ دینا اس کی تانت کو کاٹ دینا اور اپنی تلواروں کو پتھروں پر مار دینا اگر کوئی شخص داخل ہو جائے (راوی کہتے ہیں) یعنی تمہارے گھر میں آجائے تو تم آدم کے دونوں بیٹوں میں سے بہتر والے کی طرح ہو جانا (یعنی اس داخل ہونے والے کو قتل کرنے دینا)

4260 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ رَقَبَةَ بْنِ مَصْقَلَةَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ سَمُرَةَ، قَالَ: كُنْتُ آخِذًا بِيَدِ ابْنِ عُمَرَ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ، إِذْ أَتَى عَلَى رَأْسٍ مَنْصُوبٍ، فَقَالَ: شَقِيَ قَاتِلُ هٰذَا، فَلَمَّا مَضَى، قَالَ: وَمَا أُرَى هٰذَا إِلَّا قَدْ شَقِيَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ مَشَى إِلَى رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي لِيَقْتُلَهُ، فَلْيَقُلْ: هٰكَذَا، فَالْقَاتِلُ فِي النَّارِ، وَالْمَقْتُولُ فِي الْجَنَّةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَوْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُمَيْرٍ أَوْ سُمَيْرَةَ، وَرَوَاهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، عَنْ عَوْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُمَيْرَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، وَقَالَ: هُوَ فِي كِتَابِي ابْنُ سَبَرَةَ، وَقَالُوا: سَمُرَةَ، وَقَالُوا: سُمَيْرَةَ، هٰذَا كَلَامُ أَبِي الْوَلِيدِ

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھام رکھا تھا ہم مدینہ منورہ کے ایک راستے سے گزر رہے تھے؟ ایک لٹکے ہوئے سر کے پاس سے گزرے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بولے: اس کا قاتل بدبخت ہے جب وہ آگے گزر گئے تو انہوں نے فرمایا: میں اسے بدبخت ہی سمجھتا ہوں کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے جب میری امت سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کے لئے چل پڑے تو اس کو یہی کہنا چاہیے کہ وہ قتل کرنے والا شخص جہنم میں داخل ہوگا اور جس کو قتل کیا جائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کو عون نے عبدالرحمن بن سمیر یا سمیرہ سے روایت کیا ہے۔ ایک سند میں ان کا نام عبدالرحمن بن سمیرہ ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حسن بن علی نے اس روایت کو ابوالولید کے حوالے سے ابوعوانہ سے نقل کیا ہے ابوالولید فرماتے ہیں: میرے نوٹس میں اس کا نام ''ابن سبرۃ'' ہے لیکن کچھ لوگ ''سمرۃ'' کہتے ہیں اور کچھ لوگ ''سمیرۃ'' کہتے ہیں۔ یہ ابولید کا کلام ہے۔

4261- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنِ الْمُشَعَّثِ بْنِ طَرِيفٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ. قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ فِيهِ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ يَكُونُ الْبَيْتُ فِيهِ بِالْوَصِيفِ؟ يَعْنِي الْقَبْرَ. قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. - أَوْ قَالَ: مَا خَارَ اللَّهُ لِي وَرَسُولُهُ -. قَالَ: عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ - أَوْ قَالَ: تَصْبِرُ - ثُمَّ قَالَ لِي: يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ. قَالَ: كَيْفَ أَنْتَ إِذَا رَأَيْتَ أَحْجَارَ الزَّيْتِ قَدْ غَرِقَتْ بِالدَّمِ؟ قُلْتُ: مَا خَارَ اللَّهُ لِي وَرَسُولُهُ. قَالَ: عَلَيْكَ بِمَنْ أَنْتَ مِنْهُ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا آخُذُ سَيْفِي وَأَضَعُهُ عَلَى عَاتِقِي؟ قَالَ: شَارَكْتَ الْقَوْمَ إِذَنْ قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: تَلْزَمُ بَيْتَكَ. قُلْتُ: فَإِنْ دُخِلَ عَلَيَّ بَيْتِي؟ قَالَ: فَإِنْ خَشِيتَ أَنْ يَبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ، فَأَلْقِ ثَوْبَكَ عَلَى وَجْهِكَ يَبُوءُ بِإِثْمِكَ وَإِثْمِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرِ الْمُشَعَّثَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ غَيْرُ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں حاضر ہوں اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس وقت تم کیا کرو گے جب لوگوں کو موت لاحق ہو جائے گی۔ اس وقت انہیں گھر (راوی کہتے ہیں) یعنی قبر بھی کسی غلام کے عوض میں ملے گا۔

(حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں' یا اللہ اور اس کے رسول مجھے جو حکم دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم صبر سے کام لینا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تم صبر کرنا۔

4261- حديث صحيح، وهذا إسناد تفرد فيه حماد بن زيد بزيادة المشعث بن طريف بين أبي عمران الجوني وبين عبد الله بن الصامت كما أشار إليه المصنف بإثر الحديث، وخالفه أصحاب أبي عمران فلم يذكروا المشعث هذا، والمشعث مجهول. أبو عمران الجوني: هو عبد الملك بن حبيب الأزدي. وأخرجه ابن ماجه (3958) من طريق حماد بن زيد، بهذا الإسناد. وأخرجه عبد الرزاق (20729)، ومن طريقه الحاكم 157 - 156 /2 و424 - 423 /4، والبغوي (4220) عن معمر بن راشد، وأحمد (21325)، والبزار في "مسنده" (3959) وابن حبان (6685) من طريق مرحوم بن عبد العزيز العطار، ونعيم بن حماد في "الفتن" (435) وابن أبي شيبة 12 /15، وأحمد (21445)، والخلال في "السنة" (104) من طريق عبد العزيز بن عبد الصمد، والبزار (3958) من طريق صالح بن رستم، وابن حبان (5960)، وابن المبارك في "مسنده" (245)، والحاكم 424 - 423 /4 من طريق حماد بن سلمة، والبيهقي 191 /8

پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کی: میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تم کیا کرو گے جب تم "احجار زیت" کو دیکھو گے کہ وہ خون میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول جو مجھے حکم دیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے علاقے میں واپس چلے جانا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں اپنی تلوار پکڑ کر اسے اپنے کندھوں پر رکھ کر (لڑائی میں شریک نہ ہوں) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس طرح تم بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے میں نے عرض کی: پھر آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں رہنا۔

میں نے عرض کی: اگر وہ میرے گھر میں داخل ہو جائیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تلوار کی چمک تمہیں خوفزدہ کر دے گی تو تم اپنے چہرے کے اوپر کپڑا ڈال لینا۔ اس طرح وہ (قاتل تمہیں قتل کر کے) تمہارے اور اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اس روایت کی سند میں مشعث نامی راوی کا ذکر حماد بن زید کے علاوہ اور کسی نے نہیں کیا۔

4262 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: كُونُوا أَحْلَاسَ بُيُوتِكُمْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: آگے آنے والے وقت میں ایسا فتنہ آرہا ہے جو تاریک رات کے ایک ٹکڑے کی طرح ہوگا۔ اس میں آدمی صبح کے وقت مومن ہوگا لیکن شام کو کافر ہو چکا ہوگا۔ اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ لوگوں نے دریافت کیا: پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر کا ٹاٹ بن جانا (یعنی گھر میں مقیم رہنا)

4263 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ جُبَيْرٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: ايْمُ اللهِ، لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنِ، إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنُ، وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

بے شک خوش نصیب وہ شخص ہے جو فتنے سے الگ رہے۔ بے شک خوش نصیب وہ شخص ہے جو فتنے سے الگ رہے۔

بیشک خوش نصیب وہ شخص ہے جو فتنے سے الگ رہے اور جس کو اس میں مبتلا کیا جائے اور وہ صبر سے کام لے تو اس کے کیا کہنے؟''

فتنوں سے بچنے کے لیے گوشہ عافیت اختیار کرنے کا بیان

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عنقریب فتنوں کا ظہور ہوگا، یاد رکھو پھر فتنے پیدا ہوں گے اور یاد رکھو ان فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ (یعنی مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی اور خونریزی کا حادثہ پیش آئے گا، اس فتنہ میں بیٹھا ہوا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا اور چلنے والا شخص اس فتنہ کی طرف دوڑنے والے شخص سے بہتر ہوگا۔ پس آگاہ رہو! جب وہ فتنہ پیش آئے تو جس شخص کے پاس جنگل میں اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں کے پاس جنگل میں چلا جائے جس شخص کے بکریاں ہوں وہ بکریوں کے پاس چلا جائے اور جس شخص کے پاس اس فتنہ کی جگہ کہیں دور کوئی زمین و مکان وغیرہ ہو وہ اپنی اس زمین پر یا اس مکان میں چلا جائے۔ (حاصل یہ کہ جس جگہ وہ فتنہ ظاہر ہو وہاں نہ ٹھہرے بلکہ اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں دور چلا جائے اور گوشہ عافیت پکڑ لے یا اس فتنہ سے غیر متوجہ ہو کر اپنے کاروبار میں مشغول و منہمک ہو جائے ایک شخص نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے یہ بتائیے کہ اگر کسی شخص کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں اور نہ کسی دوسری جگہ کوئی زمین و مکان وغیرہ ہو جہاں وہ جا کر گوشہ عافیت اختیار کرے اور اس فتنہ کی جگہ سے دور رہ سکے تو اس کو کیا کرنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو چاہئے کہ وہ اپنی تلوار کی طرف متوجہ ہو اور اس کو پتھر پر مار کر توڑ ڈالے۔ (یعنی اس کے پاس جو بھی آلات حرب اور ہتھیار ہوں ان کو بے کار اور ناقابل استعمال بنا دے تاکہ اس کے دل میں جنگ و پیکار کا خیال ہی پیدا نہ ہو اور وہ مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدل کے اس فتنہ میں شریک ہی نہ ہو سکے۔

یہ حکم اس لئے ہے کہ جس لڑائی میں دونوں طرف سے مسلمان برسرپیکار ہوں اور ایک دوسرے کی خونریزی کر رہے ہوں، اس میں شریک نہیں ہونا چاہئے۔ اور پھر اس شخص کو چاہئے کہ اگر وہ فتنہ کی جگہ سے بھاگ سکے تو جلد نکل بھاگے۔ تاکہ وہ اس فتنہ کے اثرات سے محفوظ رہ سکے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں نے تیرے احکام تیرے بندوں کو پہنچا دیئے۔ یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمائے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ بتائیے کہ اگر مجھے مجبور کر کے یعنی زور و زبردستی سے لڑنے والے دونوں فریق میں سے کسی ایک فریق کی صف میں لے جایا جائے اور وہاں سے کسی شخص کی تلوار سے مارا جاؤں یا کسی کا تیر آ کر مجھ کو لگے جو مجھے موت کی آغوش میں پہنچا دے تو اس صورت میں قاتل اور مقتول کا کیا حکم ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا وہ قاتل اپنے اور تمہارے گناہ کے ساتھ لوٹے گا اور دوزخیوں میں شمار ہوگا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1317)

علماء اسلام کے ہاں یہ ایک طویل بحث ہے کہ اگر افتراق و انتشار کا کوئی فتنہ ابھر آئے اور کچھ مسلمان دو فریق میں تقسیم ہو کر آپس میں جنگ و جدال کرنے لگیں تو اس وقت باقی مسلمانوں کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے؟ اہل علم کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ افتراق و انتشار اور مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی کی صورت میں کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قتل و قتال میں شریک ہو، بلکہ

جب مسلمانوں کے دو فریق آپس میں جنگ و جدال کریں تو اس میں شامل ہونے سے احتراز کرنا اور دونوں فریق سے یکسوئی وغیرہ و بے زاری اختیار کر کے گوشہ عافیت پکڑنا واجب ہے۔

ان حضرات کی دلیل مذکورہ بالا ارشاد گرامی اور اس طرح کی دوسری احادیث ہیں۔ مشہور صحابی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسلک بھی یہی تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ خونریزی کی ابتدا خود نہیں کرنی چاہیے لیکن اگر کوئی خونریزی کرے تو اس کا دفعیہ کرنا لازم ہے۔ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کا مسلک یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں باہمی پھوٹ پڑ جائے اور وہ ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہو کر قتل و قتال کرنے لگیں تو اس فریق کی حمایت کرنی چاہیے جو حق وانصاف پر ہو اور جو فریق ظلم و ناانصافی کی راہ اختیار کیے ہوئے ہو یا مسلمانوں کے امام و سردار سے بغاوت کر کے ملی افتراق وانتشار کا سبب بن رہا ہو اس کے خلاف قتال کرنا چاہیے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو جائے گا اور بغاوت و سرکشی کرنے والوں کی ہمت افزائی ہوگی۔

اس مسلک کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ آیت (وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا) 49۔ الحجرات: 9) چنانچہ آیت کریمہ اس امر کو واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ جب مسلمانوں کے دو دو فریق باہمی قتل و قتال اور خونریزی میں مبتلا ہوں تو ان کے درمیان صلح وصفائی کرانی چاہیے اور دونوں فریق کو اس فتنہ وانتشار سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن اگر ان دونوں میں سے کوئی فریق دوسرے فریق کے تئیں حد سے تجاوز کرے اور اس فتنہ کو جاری رکھنے اور بھڑکانے میں مصروف رہے تو پھر اس فریق کے خلاف کہ جو حد سے متجاوز اور فتنہ کو بھڑکانے کا باعث بن رہا ہو تلوار اٹھا لینی چاہیے اور اس کے ساتھ قتال کرنا چاہیے تاکہ وہ راہ حق پر آ جائے۔ " اپنے اور تمہارے گناہ کے ساتھ لوٹے گا" کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں ایک تو یہ کہ اس شخص پر دو گناہ ہوں گے ایک گناہ تو اس کے اس عمل کا کہ اس نے حقیقت میں تمہیں مارا اور دوسرا تمہارا گناہ بایں اعتبار کہ اگر بالفرض تم اس کو مارتے اور اس کا گناہ تمہیں ہوتا تو گویا وہ گناہ بھی اس کے سر ڈال دیا جائے گا۔

پس از راہ زجر و توبیخ اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ اس فتنہ میں کسی ایسے مسلمان کو قتل کرنے کا گناہ کہ جو اس جنگ سے بیزار ہو مگر مجبوراً اس میں شریک ہو گیا ہو الضاعف یعنی دو گناہ ہو کر سر پڑے گا۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس شخص پر دو گناہ ہوں گے، ایک گناہ تو اس بغض و عداوت کا جو وہ مسلمانوں سے رکھتا تھا اور جس کے سبب تمہارا قتل ہوا اور دوسرا گناہ تمہارے قتل کا جو اس سے سرزد ہوا۔ " اور دوزخیوں میں شمار ہوگا" اس کے بعد دوسرا جملہ یہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ اور تم جنتیوں میں سے ہو گے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا جملہ ارشاد نہیں فرمایا کیونکہ مذکورہ پہلے جملہ سے یہ مفہوم خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

بَابٌ فِي كَفِّ اللِّسَانِ

باب: زبان کو روکے رکھنا

4264 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ خَالِدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْبَيْلَمَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَتَكُونُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ بَكْمَاءُ عَمْيَاءُ مَنْ أَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهُ وَإِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيهَا كَوُقُوعِ السَّيْفِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب ایسا فتنہ آئے گا جو بہرہ گونگا اور اندھا ہوگا۔ جو شخص اس کی طرف جھانکے گا یہ اسے اپنی طرف کھینچ لے گا۔ اس میں زبان چلانا یوں ہوگا جیسے تلوار چلانا۔

شرح

فتنہ کو گونگا اور بہرہ کہنا، لوگوں کے اعتبار سے ہے، یعنی وہ فتنہ اتنا سخت اور اس قدر ہیبت ناک ہوگا کہ عام لوگ اس وقت حیران وسراسیمہ ہو کر رہ جائیں گے، نہ کوئی فریادرس نظر آئے گا کہ جس سے کوئی شخص گلوخلاصی کی درخواست کر سکے اور نہ کسی کو نجات دلا سکے اور نہ کوئی ایسی راہ دکھائی دے گی جس کے ذریعے اس فتنہ سے نجات اور خلاصی پائی جا سکے۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس فتنے کے وقت لوگ حق و باطل اور نیک و بد کے درمیان تمیز نہیں کریں گے۔ وعظ ونصیحت کو سننا اور اس پر عمل کرنا گوارہ نہیں کریں گے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی باتوں پر دھیان نہیں دیں گے، جو شخص ان کو نیک باتوں کی طرف بلائے گا [illegible] زبان سے حق بات نکالے گا اس کو روحانی وجسمانی اذیتوں میں مبتلا کریں گے اور اس کے ساتھ نہایت تکلیف دہ اور پریشان کن سلو[illegible]یں گے۔

جو شخص اس فتنہ کو دیکھے گا الخ" کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس فتنہ کی باتوں کی طرف متوجہ [illegible] اور ان لوگوں کی قربت وہمنشینی اختیار کرے گا جو اس فتنہ کا باعث ہوں گے، تو اس شخص کا اس فتنہ سے محفوظ رہنا اور اس کے [illegible] اثرات کے چنگل سے بچ نکلنا ممکن نہیں ہوگا، اس کے برخلاف جو شخص اس فتنہ سے دور اور فتنہ پردازوں سے بے تعلق رہے گا وہ فلاح یاب ہوگا۔

زبان درازی تلوار مارنے کی مانند ہوگی" کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت چونکہ لوگوں میں تعصب وعداوت، ضد وہٹ دھرمی اور حق کو قبول نہ کرنے پر اصرار، بہت زیادہ ہوگا اس لئے وہ کسی کی زبان سے کوئی ایسی بات سننا بھی گوارا نہیں کریں گے جو ان کی مرضی ومنشاء کے خلاف ہوگی۔ لہٰذا اس فتنہ میں زبان کھولنے والا گویا خون ریزی کو دعوت دے گا۔ اور یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ بعض وقت زبان سے نکلا ہوا لفظ اپنی تاثیر کے اعتبار سے تلوار کی دھار سے بھی زیادہ سخت وار کر جاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے جراحات السنان لہا التیام ولا یلتام ماجرح اللسان نیزے کے پھل کا زخم مندمل ہو جاتا ہے لیکن زبان کے گھاؤ کو کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

4265 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ زِيَادٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ، اللِّسَانُ فِيهَا أَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ الْأَعْجَمِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب ایسا فتنہ آئے گا جو عربوں کو گھیرے گا۔ اس میں قتل ہونے والے لوگ جہنم میں جائیں گے اس فتنے میں زبان تلوار کے حملے سے زیادہ تیز ہوگی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

4266- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ، قَالَ زِيَادٌ سِيمِينُ كُوشْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں عبداللہ بن عبدالقدوس نامی راوی کے یہ الفاظ ہیں:
زیاد نامی شخص "سیمیں گوش" یعنی پتلے کانوں کا مالک تھا۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب ایک بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جو پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور اس کے بڑے اثرات ہر ایک تک پہنچیں گے اس فتنہ میں قتل ہو جانے والے لوگ بھی دوزخ میں جائیں گے نیز اس فتنہ کے وقت زبان کھولنا یعنی کسی کو برا بھلا کہنا اور عیب جوئی و نکتہ چینی کرنا تلوار مارنے سے بھی زیادہ سخت مضر ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1333)

اس فتنہ سے مراد باہمی قتل وقتال اور لوٹ مار کا وہ فتنہ ہے جو مختلف گروہ، حق وسچائی کو ثابت کرنے اور دین کا جھنڈا بلند کرنے اور حق وانصاف کی مدد کے لئے نہیں بلکہ محض جاہ اقتدار اور دولت وسلطنت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کا خون بہانے اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے لگتے ہیں۔ اس وضاحت سے یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ اس فتنہ کے مقتولین بھی دوزخ میں کیوں جائیں گے، چنانچہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو شخص خانہ جنگی میں مبتلا ہو کر لوٹ مار کی خاطر کسی سے لڑے اور اس لڑائی کے دوران مارا جائے تو وہ نہ شہید کہلاتا ہے اور نہ اس کی موت کوئی با مقصد موت کہلاتی ہے بلکہ وہ ایک ایسی موت کے ہاتھوں مرتا ہے جو دین وشریعت کے تقاضوں اور اسلامی احکام کے خلاف جنگ وجدل کی صورت میں آتی ہے لہٰذا جس طرح ناحق خون بہانے والا قاتل دوزخ میں جائے گا اسی طرح وہ مقتول بھی دوزخ کی آگ کا مستوجب ہوگا۔

بَابُ مَا يُرَخَّصُ فِيهِ مِنَ الْبَدَاوَةِ فِي الْفِتْنَةِ

باب: فتنے کے زمانے میں ویرانوں میں جانے کی رخصت

4267- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ، وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: عنقریب وہ وقت آئے گا جب مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جنہیں ساتھ لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلا جائے گا یا جنگلات میں چلا جائے گا۔ وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے بھاگے گا۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْقِتَالِ فِي الْفِتْنَةِ

باب: فتنے کے زمانے میں جنگ کرنے کی ممانعت

4268 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، وَيُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: خَرَجْتُ وَأَنَا أُرِيدُ - يَعْنِي - فِي الْقِتَالِ، فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرَةَ، فَقَالَ: ارْجِعْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ: إِنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں' میں نکلا میرا ارادہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں) جنگ میں شریک ہونے کا تھا۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے فرمایا: تم واپس چلے جاؤ کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے مقابلے میں آ جائیں تو قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا جہنم میں جائیں گے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قاتل تو ٹھیک ہے مقتول کا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے مقابل فریق کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

4269 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ الْحَسَنِ، بِإِسْنَادِهِ، وَمَعْنَاهُ مُخْتَصَرًا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس کے مضامین مختصر ہیں۔

بَابٌ فِي تَعْظِيمِ قَتْلِ الْمُؤْمِنِ

باب: مومن کو قتل کرنے کا شدید (گناہ) ہونا

1/4270 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ دِهْقَانَ، قَالَ: كُنَّا فِي غَزْوَةِ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ بِذُلُقْيَةَ، فَأَقْبَلَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ فِلَسْطِينَ مِنْ أَشْرَافِهِمْ وَخِيَارِهِمْ، يَعْرِفُونَ ذَلِكَ لَهُ، يُقَالُ لَهُ: هَانِئُ بْنُ كُلْثُومِ بْنِ شَرِيكٍ الْكِنَانِيُّ، فَسَلَّمَ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي زَكَرِيَّا، وَكَانَ يَعْرِفُ لَهُ حَقَّهُ، قَالَ لَنَا خَالِدٌ: فَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زَكَرِيَّا، قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَغْفِرَهُ، إِلَّا مَنْ مَاتَ

4268-إسناده صحيح. الحسن: هو ابن أبي الحسن البصري، ويونس: هو ابن عبيد، وأيوب: هو ابن أبي تميمة، وأبو كامل: هو فضيل بن حسين الجحدري. وأخرجه البخاري (31)، ومسلم (2888)، والنسائي في "الكبرى" (3575) من طريق حماد بن زيد، بهذا الإسناد. زاد مسلم في إحدى روايتيه والنسائي: المعلى بن زياد مع أيوب ويونس. وأخرجه مسلم (2888) وابن ماجه (3965)، والنسائي في "الكبرى" (3568) من طريق ربعي بن حراش، عن أبي بكرة. وهو في "مسند أحمد" (20424) و (20439)، و"صحيح ابن حبان" (5945) و (5981)

مُشْرِكًا، أَوْ مُؤْمِنٌ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا،

خالد بن دہقان بیان کرتے ہیں' ہم لوگ قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھے۔ ہم اس وقت ''زلقیہ'' کے مقام پر موجود تھے۔ فلسطین سے تعلق رکھنے والا ایک شخص وہاں آیا جو وہاں کے معززین اور شرفاء میں شمار ہوتا تھا۔ لوگ اسے پہچانتے تھے۔ اس کا نام ہانی بن کلثوم بن شریک الکنانی تھا۔ اس نے حضرت عبداللہ بن ابی زکریا رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ وہ ان کی حیثیت سے واقف تھا۔ خالد بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن ابی زکریا رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حدیث سنائی وہ بتاتے ہیں' میں نے سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرماتی ہیں' میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

''اللہ تعالیٰ عنقریب ہر ایک کے گناہ کی مغفرت کر دے گا ماسوائے اس شخص کے جس نے شرک کیا ہو یا وہ مومن جس نے کسی دوسرے مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو''۔

ہانی بن کلثوم بیان کرتے ہیں' میں نے حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کسی مسلمان کو قتل کر دے اور جو شخص اس پر راضی ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نفل یا فرض عبادت قبول نہیں کرے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں' اس کے بعد خالد نے ہمیں ابن ابی زکریا کے حوالے سے سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مومن ہمیشہ بے غم اور نیک رہتا ہے جب تک وہ کسی حرام قتل کا ارتکاب نہیں کرتا۔ جب وہ حرام قتل کا ارتکاب کر لیتا ہے تو وہ بوجھل اور سست ہو جاتا ہے''۔

ہانی بن کلثوم نے محمود بن ربیع کے حوالے سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس کی مانند حدیث نقل کی ہے۔

2/4270 - فَقَالَ هَانِئُ بْنُ كُلْثُومٍ: سَمِعْتُ مَحْمُودَ بْنَ الرَّبِيعِ، يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ، لَمْ يَقْبَلِ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا، وَلَا عَدْلًا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مومن کو قتل کرے اور اس کے قتل کو درست سمجھے تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کرے گا۔

3/4270 - قَالَ لَنَا خَالِدٌ: ثُمَّ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا، فَإِذَا أَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ. وَحَدَّثَ هَانِئُ بْنُ كُلْثُومٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ سَوَاءً

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: مسلمان اس وقت تک ٹھیک اور نیک رہتا ہے جب تک وہ کسی حرام قتل کا مرتکب نہیں ہوتا جب وہ حرام قتل کا مرتکب ہو پھر وہ خراب ہو جاتا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4271 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُبَارَكٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، أَوْ غَيْرُهُ، قَالَ: قَالَ خَالِدُ بْنُ دِهْقَانَ، سَأَلْتُ يَحْيَى بْنَ يَحْيَى الْغَسَّانِيَّ عَنْ قَوْلِهِ: اعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ قَالَ: الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي الْفِتْنَةِ، فَيَقْتُلُ أَحَدُهُمْ، فَيَرَى أَنَّهُ عَلَى هُدًى، لَا يَسْتَغْفِرُ اللهَ يَعْنِي مِنْ ذٰلِكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فَاعْتَبَطَ: يَصُبُّ دَمَهُ صَبًّا

خالد بن دہقان بیان کرتے ہیں، میں نے یحییٰ بن یحییٰ غسانی سے حدیث کے ان الفاظ کے بارے میں دریافت کیا: اعتبط بقتله تو انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو فتنے کے زمانے میں قتل وغارت کریں گے۔ ان میں سے کوئی ایک شخص قتل کرے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ وہ ہدایت پر ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب نہیں کرے گا۔ یعنی اپنے اس عمل کی مغفرت طلب نہیں کرے گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فاعتبط کا مطلب خون بہا دینا ہے۔

4272 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُجَالِدِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ خَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، فِي هٰذَا الْمَكَانِ يَقُولُ: أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا) (النساء: 93) بَعْدَ الَّتِي فِي الْفُرْقَانِ (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ) (الفرقان: 68) بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس جگہ یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں: یہ آیت

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا''۔

یہ آیت اس آیت کے بعد نازل ہوئی جو سورۂ فرقان میں ہے:

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو البتہ حق کے ساتھ (قتل) کرتے ہیں''۔

یہ پہلی والی آیت دوسری کے چھ ماہ بعد نازل ہوئی تھی۔

4273 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَوْ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: لَمَّا نَزَلَتِ الَّتِي فِي الْفُرْقَانِ: (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ) (الفرقان: 68) قَالَ مُشْرِكُو أَهْلِ مَكَّةَ: قَدْ قَتَلْنَا

النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ، وَدَعَوْنَا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ، وَأَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: (إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ) (الفرقان: 70)، فَهَذِهِ لِأُولَئِكَ. قَالَ: وَأَمَّا الَّتِي فِي النِّسَاءِ: (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) (النساء: 93) الْآيَةَ. قَالَ: الرَّجُلُ إِذَا عَرَفَ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا، فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ لَا تَوْبَةَ لَهُ، فَذَكَرْتُ هَذَا لِمُجَاهِدٍ، فَقَالَ: إِلَّا مَنْ نَدِمَ.

ترجمہ: سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: سورۂ فرقان میں موجود یہ آیت جب نازل ہوئی:

"اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے کسی جان کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے البتہ حق کے ہمراہ (قتل کرتے ہیں)"۔

تو اہل مکہ سے تعلق رکھنے والے مشرکین نے کہا: ہم نے تو اس جان کو قتل کیا ہوا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے ہمراہ دوسرے معبود کی پرستش بھی کرتے رہے ہیں اور ہم گناہوں کا ارتکاب بھی کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"ماسوائے اس کے جو توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے یہی وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں میں تبدیل کر دیا ہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جہاں تک سورۂ نساء میں موجود اس آیت کا تعلق ہے۔

"اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب کوئی شخص اسلامی احکام کو جان لے اور پھر کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہوگا اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس بات کا تذکرہ مجاہد سے کیا تو انہوں نے بتایا: اگر وہ شخص ندامت کا شکار ہو (اور توبہ کر لے) تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔

4274 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي يَعْلَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ فِي (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ) (الفرقان: 68) أَهْلِ الشِّرْكِ. قَالَ: وَنَزَلَ (يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ) (الزمر: 53)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس قصے میں یہ نقل کرتے ہیں

"اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ دوسرے معبود کی عبادت کرتے ہیں"۔

اس سے مراد اہل شرک ہیں جبکہ (مسلمانوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی)

"اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو"۔

4275 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا) (النساء: 93)، قَالَ: مَا نَسَخَهَا شَيْءٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' یہ آیت

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے''۔ اس آیت کو کسی دوسری آیت نے منسوخ نہیں کیا۔

4276 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، فِي قَوْلِهِ: (وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ) (النساء: 93)، قَالَ: هِيَ جَزَاؤُهُ، فَإِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنْهُ فَعَلَ

ابومجلز اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہوگا''۔

ابومجلز کہتے ہیں یہ اس کا بدلہ ہے اگر اللہ تعالیٰ اس سے درگزر کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

بَابُ مَا يُرْجَى فِي الْقَتْلِ

باب: قتل ہونے والے کے لئے کس ثواب کی امید ہے

4277 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ فِتْنَةً، فَعَظَّمَ أَمْرَهَا، فَقُلْنَا: - أَوْ قَالُوا: - يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَئِنْ أَدْرَكَتْنَا هَذِهِ لَتُهْلِكَنَّا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَلَّا، إِنَّ بِحَسْبِكُمُ الْقَتْلَ، قَالَ سَعِيدٌ: فَرَأَيْتُ إِخْوَانِي قُتِلُوا

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آپ نے فتنے کا تذکرہ کیا اور اس کی شدید مذمت کی۔ ہم نے عرض کی: یا شاید لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر وہ ہم تک پہنچ جائے اور ہمیں برباد کرے تو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں۔ تمہارے لئے قتل ہو جانا کافی ہے۔

سعید نامی راوی بیان کرتے ہیں' میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا کہ انہیں قتل کر دیا گیا۔

4278 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمَّتِي هَذِهِ أُمَّةٌ مَرْحُومَةٌ، لَيْسَ عَلَيْهَا عَذَابٌ فِي الْآخِرَةِ، عَذَابُهَا فِي الدُّنْيَا الْفِتَنُ، وَالزَّلَازِلُ، وَالْقَتْلُ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت ''امت مرحومہ'' ہے۔ اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ اس کا عذاب دنیا میں فتنوں' قتلوں اور زلزلوں کی صورت میں ہوگا۔

4275-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري، وعبد الرحمن: هو ابن مهدي. وأخرجه البخاري (4590) و(4763)، ومسلم (3023)، والنسائي في "الكبرى" (3449) و (11050) من طريق المغيرة بن النعمان، به.

كِتَابُ الْمَهْدِيِّ

کتاب: مہدی کے بارے میں روایات

بارہ خلفاء کا قریش سے ہونے کا بیان

4279 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَزَالُ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى يَكُونَ عَلَيْكُمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً، كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ، فَسَمِعْتُ كَلَامًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ أَفْهَمْهُ، قُلْتُ لِأَبِي: مَا يَقُولُ؟ قَالَ: كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ

❀❀ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ دین اس وقت تک غالب رہے گا، جب تک تم پر بارہ خلفاء نہیں آ جائیں گے۔ ان میں سے ہر ایک پر امت کا اتفاق ہوگا۔

راوی بیان کرتے ہیں' پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا، میں اسے سمجھ نہیں سکا۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: وہ سب قریش سے تعلق رکھتے ہوں گے۔

شرح

اس حدیث کے معنی ومفہوم کے تعین میں مختلف اقوال بھی ہیں اور علماء نے اشکال کا اظہار بھی کیا ہے۔ اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث سے بظاہر جو بات مفہوم ہوتی ہے وہ یہ کہ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متصلاً یکے بعد دیگرے بارہ خلفاء ہوں گے جن کے زمانہ خلافت میں دین کا نظام مستحکم و برقرار رہے گا، ان کے وجود سے اسلام کو شان وشوکت حاصل ہوگی اور نہ صرف یہ کہ خود وہ تمام بارہ خلفاء دین ومذہب کے سچے پابند وتابعدار ہوں گے بلکہ ان کی خلافت وعدالت سے حق وانصاف کے مطابق احکام وہدایات کا اجراء ونفاذ ہوگا حالانکہ تاریخی اور واقعاتی طور پر جو کچھ پیش آیا ہے وہ اس بات کی شہادت نہیں دیتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب خلافت وامارت پر فائز ہونے والوں میں بنی مروان میں کہ وہ خلفاء وامراء بھی تھے جو نہ صرف یہ کہ اپنی سیرت اور طور طریقوں کے اعتبار سے دین ومذہب سے مناسبت نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کی ظالمانہ اور مفسدانہ کارروائیوں سے اسلام اور مسلمانوں کو شدید نقصانات اور مصائب برداشت کرنا پڑے علاوہ ازیں وہ صحیح حدیث بھی ہے جس کے

4279- حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لجهالة أبي خالد - والد إسماعيل - ولكنه متابع. كما في الطريقين التاليين وكما سيأتي في التخريج. وأخرجه البخاري (7222)، ومسلم (1821) من طريق عبد الملك بن عمير، ومسلم (1821) من طريق حصين بن عبد الرحمن، ومسلم (1821)، والترمذي (2372) من طريق سماك بن حرب، والترمذي (2373) من طريق أبي بكر بن أبي موسى، أربعتهم عن جابر بن سمرة. وهو في "مسند أحمد" (20814) و"صحيح ابن حبان" (6662) و (6663).

مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد تیس سال تک خلافت کا نظام قائم رہے گا اور اس کے بعد ظلم وزیادتی پر مبنی بادشاہت آجائے گی" چنانچہ تمام علماء کرام رحمہم اللہ علیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تیس برس کے عرصہ یعنی خلافت راشدہ کے بعد جو نظام حکومت ظاہر ہوا اس کو خلافت نہیں بلکہ بادشاہت وامارت کہنا چاہئے یہ ایک اہم اشکال ہے اور اسی بناء پر علماء کرام نے اس حدیث کی توجیہ وتاویل میں مختلف اقوال پیش کئے ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ "بارہ خلیفوں" سے مراد وہ بارہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سریرآرائے خلافت اور حکومت وسلطنت ہوئے۔

اور ان کے زمانہ اور اقتدار وحکومت میں مسلمانوں کے ظاہری حالات ومعاملات اور رعایا کے مفاد کے اعتبار سے سلطنت وحکومت کا نظام مستحکم ومتوازن رہا اگرچہ ان میں سے بعض برسر اقتدار لوگ ظلم وبے انصافی کے راستہ پر بھی چلے، باہمی اختلاف ونزاع اور خرابیوں کا بھیانک ظہور ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کے عہد اقتدار میں ہوا جو ان میں بارہواں شخص تھا، اس شخص کی امارت اس وقت قائم ہوئی جب اس کے چچا ہشام ابن عبدالملک کا انتقال ہوا پہلے تو لوگوں نے ولید ابن یزید کی امارت پر اتفاق کیا اور ان کا اتفاق چار برس تک قائم رہا لیکن چار برس کے بعد لوگ اس کے خلاف کھڑے ہوئے اور اس کو مار ڈالا، اس دن سے صورت حال میں تغیر پیدا ہو گیا اور فتنہ وفساد پوری طرح پھیل گیا یہ قول قاضی عیاض کی طرف منسوب ہے۔

اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ علیہ نے اس قول کی تحسین کی ہے اور کہا ہے کہ ا یث کی جتنی توجیہات کی گئی ہیں اور اس سلسلہ میں جتنے اقوال منقول ہیں ان سب میں یہی قول سب سے زیادہ مناسب اور سب زیادہ قابل ترجیح ہے اور اس کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے جو اسی حدیث کے جزء کے طور پر بعض صحیح طرق میں منقول ہیں کہ ہم یجتمع علیہ امر الناس" اور "جمع" سے مراد ان خلفاء کی بیت پر لوگوں کا اتفاق واجتماع اور ان کی قیادت وسرداری کرنا ہے اگرچہ کراہت کے ساتھ ہو۔ نیز اس حدیث سے ان خلفاء کی جو مدح وتوصیف مفہوم ہوتی ہے وہ دین عدالت اور حق کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ سیاسی وانتظامی معاملات میں استحکام واستواری اور حکومت وامارت کے تئیں اتفاق واتحاد کے اعتبا ہے رہی اس صحیح حدیث کی بات جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کو تیس سال میں منحصر بیان فرمایا ہے تو وہاں خلافت ادخلافت کبریٰ ہے جو اصل میں خلافت نبوت ہے جب کہ اس حدیث میں خلافت امارت" مراد ہے چنانچہ خلفائے راشدین بعد جو امراء (سربراہان حکومت) گذرے ان کو بھی خلیفہ ہی کہا جاتا ہے۔

اگرچہ ان کو خلیفہ کہنا مجازی معنی کے اعتبار سے ہے مذکورہ بالا پہلے قول کو اگرچہ علامہ ابن حجر نے اولی وارجح قرار دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ لایزال الاسلام عزیزا اور لایزال الدین قائما کے ساتھ یہ قول کھلی ہوئی عدم مناسبت کا حامل ہے کیونکہ یہ الفاظ ان بارہ خلفاء کی اس مدح وتعریف کا صریح مظہر ہیں کہ ان کے زمانہ خلافت وامارت میں دین کو استحکام حاصل رہے گا حق کا بول بالا ہوگا اور ان کے عدل وانصاف کے ذریعہ اسلام کی شان وشوکت اور قوت کا اظہار ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "خلفاء" سے مراد عادل وانصاف پرور خلفاء اور نیک طینت وپاکباز امراء ہیں جو اپنے ذاتی اوصاف حمیدہ کی بناء پر "خلافت" کا صحیح مصداق اور منصب امارت کے اہل ہوں، اس صورت میں حدیث کا لازمی مطلب یہ بیان کرنا نہیں ہوگا کہ یہ بارہ خلفاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد متصلاً یکے بعد دیگرے منصب خلافت وامارت پر متمکن ہوں گے جب کہ ہو سکتا

ہے کہ اصل مقصد اس طرح کے خلفاء وامراء کی محض تعداد بیان کرنا ہو خواہ ان کا ظہور کسی بھی عہد وزمانہ میں ہو اور بارہ کا عدد قیامت تک کسی وقت جا کر پورا ہو تو رپشتی کے مطابق اس حدیث اور اس بارہ میں منقول دوسری احادیث کے مفہوم ومعنی کے تعین میں یہی قول زیادہ بہتر ومناسب اور قابل ترجیح ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس حدیث میں اس طرح کے ان بارہ خلفاء وامراء کا ذکر مراد ہے جو حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد منصب خلافت وامارت پر فائز ہوں گے گویا مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش خبری فرمائی کہ آخر زمانہ میں قریش سے نسبی تعلق رکھنے والے ایسے بارہ افراد مسلمانوں کی ملی وملکی اور حکومتی قیادت کے امین بنیں گے جن کے زمانہ اقتدار وامارت میں دین ومذہب کو عروج حاصل ہوگا اور اسلام کی شان وشوکت دوبالا ہوگی ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب مہدی کا انتقال ہوگا تو قیادت واقتدار کے مالک، یکے بعد دیگرے جو پانچ آدمی ہوں گے وہ سبط اکبر یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے، ان کے بعد قیادت واقتدار کی باگ ڈور یکے بعد دیگرے ان پانچ آدمیوں کے ہاتھ میں آئے گی جو سبط اصغر حضرت سید نا حسین رضی اللہ عنہ شہید کی اولاد میں سے ہوں گے اور ان میں آخری شخص اپنا ولی عہد ایسے شخص کو بنائے گا جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوگا اور مملکت وملت کی امامت وسربراہی کے سلسلہ کا گیارہواں فرد ہوگا پھر جب یہ گیارہواں شخص اپنا زمانہ اقتدار پورا کر کے انتقال کرے گا تو اس کا جانشین اس کا بیٹا ہوگا اور مسند اقتدار کا مالک بنے گا۔

اس طرح بارہ کا عدد پورا ہو جائے گا اور ان بارہ میں کا ہر شخص امام عادل اور ہادی مہدی ہوگا جس کی عدالت انصاف پسندی، دینداری اور رعایا سے اسلام اور مسلمانوں کو زبردست شان وشوکت اور سربلندی وہردلعزیزی حاصل ہوگی اگر یہ حدیث صحیح ہے تو پھر مذکورہ بالا دوسرے قول کو ایک معقول اور بہترین توجیہ قرار دیا جاسکتا ہے ویسے ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی نقل کی جاتی ہے جس میں انہوں نے حضرت امام مہدی کے اوصاف ومحاسن بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان (امام مہدی) کے وجود سے ہر رنج وفکر کو دور کر دے گا اور ان کے عدل وفتنہ کا سد باب ہو جائے گا ان کے زمانہ کے بعد پھر قیادت واقتدار کی باگ ڈور ان بارہ آدمیوں کے ہاتھ میں آجائے گی جو یکے بعد دیگرے ڈیڑھ سو سال تک مملکت کی زمام کار سنبھالے رہیں گے۔

اور چوتھا قول یہ ہے کہ اصل مراد ایک ہی زمانہ میں بارہ خلفاء کا پایا جانا ہے جو اپنی اپنی جگہ خود مختیار حیثیت کا دعویٰ کریں گے اور ان میں سے ہر ایک کی اطاعت کرنے والے لوگوں کا الگ الگ گروہ ہوگا اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ (ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا) وہ وقت آنے والا ہے جب میرے بعد خلیفہ ہوں گے اور بہت ہونگے" اس ارشاد گرامی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصد یہ خبر دینا تھا کہ میرے بعد نت نئے فتنوں کا ظہور ہوگا اور طرح طرح کے اختلافی ونزاعی معاملات اٹھ کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ ایک زمانہ میں بارہ خلفاء اپنی الگ الگ خلافت کا دعویٰ کریں گے اس آخری قول کے مطابق حدیث کی مراد گویا یہ ہوگی کہ بیک وقت بارہ خلفاء کے وجود کے زمانہ سے پہلے کے زمانہ تک تو مسلمانوں کی موثر اجتماعی وتنظیمی حیثیت برقرار رہے گی دین کا نظام مستحکم واستوار رہے گا اور اسلام کی عزت وشوکت بڑھتی رہے گی لیکن اس زمانہ میں (جب کہ بیک وقت بارہ خلفاء ہوں گے) اختلاف ونزاع کا فتنہ پھوٹ پڑے گا اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی منتشر ہونے لگے گی۔ لیکن

پہلے اقوال کے مطابق حدیث کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان بارہ خلفاء کے زمانے تک اسلام اور مسلمانوں کا نظام مضبوط اور مستحکم و استوار رہے گا اس نظام میں جو خلل واختلاط اب پیدا ہو گا وہ ان زمانے کے بعد ہو گا۔ شیعوں نے اس حدیث میں بارہ خلفاء سے مراد اس پر محمول ومنطبق کیا ہے کہ وہ اہل بیت میں سے ہوں گے خواہ وہ منصب خلافت پر حقیقۃً فائز ہوں خواہ خلافت کا استحقاق رکھنے کے باوجود منصب خلافت پر فائز نہ ہو سکیں۔

4280 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّينُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً قَالَ: فَكَبَّرَ النَّاسُ وَضَجُّوا، ثُمَّ قَالَ كَلِمَةً خَفِيفَةً، قُلْتُ لِأَبِي: يَا أَبَتِ مَا قَالَ، قَالَ: كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا: آپ نے فرمایا: یہ دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک بارہ خلفاء رہیں گے۔ اس پر لوگوں نے بلند آواز میں تکبیریں کہیں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پست آواز میں کوئی کلمہ ارشاد فرمایا تو میں نے اپنے والد سے دریافت کیا: ابا جان! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: وہ سب قریش سے تعلق رکھتے ہوں گے۔

4281 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ زَادَ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ أَتَتْهُ قُرَيْشٌ فَقَالُوا: ثُمَّ يَكُونُ مَاذَا، قَالَ: ثُمَّ يَكُونُ الْهَرْجُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے، تو قریش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: پھر کیا ہوگا؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر قتل وغارت ہوگی۔

4282 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَهُمْ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا زَائِدَةُ ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ فِطْرٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ - قَالَ زَائِدَةُ فِي حَدِيثِهِ: لَطَوَّلَ اللهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا - حَتّٰى يَبْعَثَ فِيهِ رَجُلًا مِنِّي - أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي - يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي، وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمُ أَبِي زَادَ فِي حَدِيثِ فِطْرٍ: يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا وَقَالَ: فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ: لَا تَذْهَبُ، أَوْ لَا تَنْقَضِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ

4280- إسناده صحيح. عامر: هو ابن شراحيل الشعبي، وداود: هو ابن أبي هند. وأخرجه مسلم (1821) من طريق داود بن أبي هند، و (1821) من طريق عبدالله بن عون، كلاهما عن الشعبي، به. وهو في "مسند أحمد" (20879)، و"صحيح ابن حبان" (6663).

مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَفْظُ عُمَرَ وَأَبِي بَكْرٍ بِمَعْنَى سُفْيَانَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اگر دنیا ختم ہونے میں صرف ایک دن باقی رہ جائے۔
زائدہ نامی راوی اپنی روایت میں یہ الفاظ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس ایک دن کو طویل کر دے گا، یہاں تک کہ لوگ اتفاق کریں گے کہ اور وہ (اللہ تعالیٰ) اُن (لوگوں) میں' مجھ سے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو بھیجے گا۔ اس کا نام میرے نام جیسا ہوگا۔ اس کے والد کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا۔

فطر نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ شخص زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا، جیسے وہ پہلے ظلم اور زیادتی سے بھری ہوئی تھی۔

سفیان نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: دنیا اس وقت تک نہیں جائے گی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ختم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والا شخص عرب کا حکمران نہیں ہوگا۔ اس کا نام میرے نام جیسا ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمر اور ابوبکر نامی راویوں کی روایتوں کے الفاظ سفیان کی روایت جیسے ہیں۔

4283 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا فِطْرٌ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَزَّةَ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ، لَبَعَثَ اللهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي، يَمْلَؤُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں' آپ نے فرمایا ہے: اگر زمانہ ختم ہونے میں صرف ایک دن رہ جائے تو اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو بھیجے گا جو زمین کو عدل سے یوں بھر دے گا جیسے پہلے وہ ظلم سے بھری ہوئی تھی۔

4284 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ بَيَانٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ نُفَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِي، مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ: وَسَمِعْتُ أَبَا الْمَلِيحِ يُثْنِي عَلَى عَلِيِّ بْنِ نُفَيْلٍ، وَيَذْكُرُ مِنْهُ صَلَاحًا

4283- إسناده صحيح. أبو الطفيل: هو عامر بن واثلة، وفطر: هو ابن خليفة، وهذا الأخير -وإن رمي بالتشيع- لم يأت بما ينكر، وقد وافقه رواية ابن مسعود وغيره كما في الحديث السالف قبله. وقال العلامة العظيم آبادي: سنده حسن قوي. وأخرجه ابن أبي شيبة 15/ 198، وأحمد (773)، والبزار (493) وابن قانع في "معجم الصحابة" 2/ 259، وأبو عمرو الداني في "الفتن" (561)، والبيهقي في "الاعتقاد" ص 216، والبغوي في "شرح السنة" (4279) من طريق فطر بن خليفة، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد (773)، والبيهقي في "الاعتقاد" ص 215 و 216 من طريق فطر ابن خليفة، عن حبيب بن أبي ثابت، عن أبي الطفيل، عن علي بن أبي طالب. وحبيب ثقة أيضاً، فلا يضر هذا الاختلاف، لأن الحديث حيثما دار، دار على ثقة. وأخرج عبد الرزاق في "مصنفه" (20776)، ومن طريقه أبو عمرو الداني (422) و (552).

⊛⊛ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''مہدی'' میرے خاندان سے تعلق رکھتا ہوگا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوگا۔

عبداللہ بن جعفر نامی راوی بیان کرتے ہیں۔ میں نے اپنے استاد ابوالملیح کو سنا ہے وہ علی بن نفیل نامی راوی کی تعریف کر رہے تھے اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔

4285 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ تَمَّامِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَهْدِيُّ مِنِّي، أَجْلَى الْجَبْهَةِ، أَقْنَى الْأَنْفِ، يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا، كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا، يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ.

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: مہدی مجھ سے ہوگا اور وہ روشن پیشانی اور اونچی ناک کا مالک ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے یوں بھر دے گا جیسے پہلے ظلم و زیادتی سے بھری ہوئی تھی۔ وہ سات برس تک حکومت کرے گا۔

4286 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَ [illegible] نِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ صَاحِبٍ لَهُ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَ [illegible] عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَكُونُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ، فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِ [illegible] هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ، فَيَأْتِيهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُونَهُ وَهُوَ كَارِهٌ، فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَ [illegible] إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ، فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذَلِكَ أَ [illegible] لُ الشَّامِ، وَعَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، ثُمَّ يَنْشَأُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَ [illegible] لْبٌ، فَيَبْعَثُ إِلَيْهِمْ بَعْثًا، فَيَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ، وَذَلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ، وَالْخَيْبَةُ لِمَنْ لَمْ يَشْهَدْ غَنِيمَةَ [illegible] فَيَقْسِمُ الْمَالَ، وَيَعْمَلُ فِي النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُلْقِي الْإِسْلَامُ بِجِرَانِهِ فِي الْأَرْضِ، فَيَلْبَثُ سَبْعَ سِنِينَ، ثُمَّ يُتَوَفَّى وَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامٍ: تِسْعَ سِنِينَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: سَبْعَ سِنِينَ

⊛⊛ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایک خلیفہ کی موت کے وقت اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص نکل کر مکہ چلا جائے گا۔ اہل مکہ سے تعلق رکھنے والے افراد اس کے پاس آئیں گے اور اسے نکلنے کے لئے کہیں گے۔ وہ اس بات کو ناپسند کرے گا تو وہ لوگ ''رکن'' اور ''مقامِ ابراہیم'' کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے پھر ان کی طرف اہل شام کی طرف سے ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ ان لوگوں کو مکہ اور مدینہ کے درمیان ''بیداء'' کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا جب لوگ یہ دیکھیں گے تو شام اور عراق کے بڑے بڑے لوگ اس کے پاس آئیں گے اور حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے پھر قریش سے تعلق رکھنے والا ایک شخص بڑا ہوگا جس کے ننھیال بنی کلب ہوں

ہے۔ ان لوگوں کی طرف ایک لشکر بھیجے گا یہ لوگ ان پر غالب آ جائیں گے۔ یہ بنو کلب کا لشکر ہوگا۔ اس شخص کے لیے خرابی ہے جو بنو کلب کے مال غنیمت میں شامل نہیں ہوگا۔ پھر وہ (مہدی) مال کو تقسیم کرے گا اور لوگوں کے درمیان ان کے نبی علیہ السلام کی سنت کے مطابق حکومت کرے گا۔ وہ اسلام کو پوری دنیا میں پھیلا دے گا اور سات برس تک رہے گا پھر اس کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان اس کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں: بعض راویوں نے ''نو'' برس کا تذکرہ کیا ہے اور بعض راویوں نے سات برس کا تذکرہ کیا ہے۔

4287 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ: تِسْعَ سِنِيْنَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَقَالَ غَيْرُ مُعَاذٍ، عَنْ هِشَامٍ: تِسْعَ سِنِيْنَ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں نو برس کا ذکر ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: معاذ کے علاوہ دیگر راویوں نے ''نو'' برس کا ذکر کیا ہے۔

4288 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا اَبُو الْعَوَّامِ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَبِي الْخَلِيْلِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَحَدِيْثُ مُعَاذٍ اَتَمُّ.

عبداللہ بن حارث نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نقل کی ہے تاہم معاذ نامی راوی کی نقل کردہ حدیث زیادہ مکمل ہے۔

4289 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْقِبْطِيَّةِ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِصَّةِ جَيْشِ الْخَسْفِ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا؟ قَالَ: يُخْسَفُ بِهِمْ، وَلٰكِنْ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى نِيَّتِهِ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جس میں زمین میں دھنسائے جانے والے لوگوں کا قصہ بیان کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس شخص کا کیا انجام ہوگا جو زبردستی ساتھ لایا گیا ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سب کو دھنسا دیا جائے گا لیکن قیامت کے دن انہیں ان کی نیت کے مطابق زندہ کیا جائے گا۔

1/4290 - قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: حُدِّثْتُ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِيْ قَيْسٍ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَنَظَرَ اِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ، فَقَالَ: اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهِ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ، يُشْبِهُهُ فِي الْخُلُقِ، وَلَا يُشْبِهُهُ فِي الْخَلْقِ- ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً- يَمْلَاُ الْاَرْضَ عَدْلًا

امام ابوداؤد اپنے سند کے ہمراہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف

دیکھا اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہوگا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ نام دیا ہے اور عنقریب اس کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام تمہارے نبی علیہ السلام کے نام جیسا ہوگا۔ وہ اخلاق میں تمہارے نبی علیہ السلام کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوگا لیکن ظاہری شکل وصورت میں تمہارے نبی علیہ السلام سے مشابہت نہیں رکھتا ہوگا۔

راوی بیان کرتے ہیں' پھر اس کے بعد انہوں نے پورا قصہ بیان کیا جس میں یہ الفاظ ہیں: وہ شخص زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔

2/4290 - وَقَالَ هَارُوْنُ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِي قَيْسٍ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ طَرِيفٍ، عَنْ اَبِي الْحَسَنِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ النَّهْرِ يُقَالُ لَهُ: الْحَارِثُ بْنُ حَرَّاثٍ، عَلَى مُقَدِّمَتِهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: مَنْصُوْرٌ، يُوَطِّئُ - اَوْ يُمَكِّنُ - لِآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا مَكَّنَتْ قُرَيْشٌ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ... ب عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُهُ اَوْ قَالَ: اِجَابَتُهُ

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ہلال بن عمرو کہتے ہیں میں ... ضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''ماوراء النہر'' سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام حار ... حراث ہوگا۔ اس کے ہراول دستے میں ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔ وہ محمد (ﷺ) کے گھر والوں کی اس طرح تائید ... گا جیسے قریش نے نبی اکرم ﷺ کی تائید کی تھی۔ ہر مسلمان پر اس کی مدد کرنا واجب ہوگا۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس کی دعوت کو قبول کرنا لازم ہوگا۔

کِتَابُ الْمَلَاحِمِ

کتاب: (امت میں رونما ہونے والے اہم) معرکوں کا بیان

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي قَرْنِ الْمِائَةِ

باب: ایک صدی کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4291 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ شَرَاحِيلَ بْنِ يَزِيدَ الْمُعَافِرِيِّ، عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِيمَا أَعْلَمُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شُرَيْحٍ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ لَمْ يَجُزْ بِهِ شَرَاحِيلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ اس امت میں، ہر ایک سو سال بعد، اس شخص کو بھیجے گا، جو ان کے لیے دین (کے کام) کی تجدید کرے گا''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالرحمن نے یہ روایت نقل کی ہے، تاہم وہ شراحیل سے آگے نہیں بڑھا۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ مَلَاحِمِ الرُّومِ

باب: رومیوں کے ساتھ جنگ کے بارے میں جو کچھ مذکور ہے

4292 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، قَالَ: مَالَ مَكْحُولٌ وَابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا إِلَى خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ وَمِلْتُ مَعَهُمْ، فَحَدَّثَنَا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنِ الْهُدْنَةِ، قَالَ: قَالَ جُبَيْرٌ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى ذِي مِخْبَرٍ، رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَتَيْنَاهُ فَسَأَلَهُ

4291-إسناده صحيح، وقد احتج بهذا الحديث أحمد بن حنبل، فقال: إن الله يقيض للناس في رأس كل مئة من يعلمهم السنن وينفي عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- الكذب. وقد ذكره الحافظ في "توالي التأسيس" ص 49 - 46 من طرق عن أحمد بن حنبل، ثم قال: وهذا يشعر بأن الحديث كان مشهوراً في ذلك العصر، ففيه تقوية للسند المذكور، مع أنه قوي لثقة رجاله وصححه أيضاً ملا على القاري في "مرقاة المفاتيح" 248 /1 قلنا: أبو علقمة: هو الفارسي المصري سماه ابن عدي: مسلم بن يسار. وهو في كتاب "الرجال" لابن وهب كما في "الكامل" لابن عدي 123 /1، ومن طريقه أخرجه الطبراني في "الأوسط" "(6527)، وابن عدي في "الكامل في الضعفاء 123 /1 "، والحاكم 522 /4، وأبو عمرو الداني في "الفتن "(364)، والبيهقي في "معرفة السنن والآثار "(422)، وفي "مناقب الشافعي" 53 /1، والخطيب في "تاريخه" 62 - 61 /2، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" 338 /51،

جُبَيْرٌ عَنِ الْهُدْنَةِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ صُلْحًا آمِنًا، فَتَغْزُوْنَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ، فَتُنْصَرُوْنَ، وَتَغْنَمُوْنَ، وَتَسْلَمُوْنَ، ثُمَّ تَرْجِعُوْنَ حَتّٰى تَنْزِلُوْا بِمَرْجٍ ذِيْ تُلُوْلٍ، فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيْبَ، فَيَقُوْلُ: غَلَبَ الصَّلِيْبُ، فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَيَدُقُّهُ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَغْدِرُ الرُّوْمُ، وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ

❀❀ حسان بن عطیہ بیان کرتے ہیں: مکحول اور ابن ابوزکریا، خالد بن معدان کی طرف روانہ ہوئے، تو میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا، خالد نے جبیر بن نفیر کے حوالے سے ایک روایت نقل کی، جو مصالحت کے بارے میں تھی، تو جبیر نے کہا: آپ لوگ چلیں، ہم حضرت ذی مخبر کی طرف چلتے ہیں، یہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی ہیں، ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو جبیر نے ان سے (مسلمانوں اور عیسائیوں) کی مصالحت کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''عنقریب تم رومیوں کے ساتھ پُرامن صلح کرو گے اور ان کے ساتھ مل کر ایـ ـن سے جنگ کرو گے، جو ان کے پار رہتا ہوگا اور تم لوگ ان پر غالب آ جاؤ گے، تمہیں غنیمت بھی حاصل ہوگی، تم ـت بھی رہو گے۔ پھر تم وہاں سے واپس آ ؤ گے اور ٹیلوں والے ایک میدان پڑاؤ کرو گے، تو عیسائیوں میں سے ا ـص صلیب کو بلند کر کے یہ کہے گا: صلیب غالب آ گئی، تو ایک مسلمان غصے میں آ جائے گا، وہ اسے قتل کر دے ـ ـقت رومی معاہدے کی خلاف ورزی کریں گے اور جنگ کے لیے اکٹھے ہو جائیں گے''۔

4293- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِـ ـنَا أَبُوْ عَمْرٍو، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، وَزَادَ فِيْهِ: وَيَثُوْرُ الْمُسْلِمُوْنَ إِلٰى أَسْلِحَتِهِمْ، فَيَقْتَـ ـكْرِمُ اللّٰهُ تِلْكَ الْعِصَابَةَ بِالشَّهَادَةِ، إِلَّا أَنَّ الْوَلِيْدَ جَعَلَ الْحَدِيْثَ عَنْ جُبَيْرٍ، عَنْ ذِيْ مِخْبَرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ رَوْحٌ، وَيَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ الْأَوْزَا ـمَا قَالَ عِيْسٰى

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''مسلمان اپنے اسلحے کی طرف جائیں گے اور لڑائی شروع کر دیں گے، تو اللہ تعالیٰ اس گروہ کو شہادت سے سرفراز کرے گا''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جو حضرت ذی مخبر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4293- إسناده صحيح كسابقه وما سلف برقم (2767) . أبو عمرو: هو عبد الرحمن ابن عمرو الأوزاعي، والوليد: هو ابن مسلم. وهو في "صحيح ابن حبان" (6708) و (6709) من طريق الوليد بن مسلم، به.

رومیوں سے جنگ کے متعلق مسلم کی حدیث کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میراث کا تقسیم ہونا موقوف نہ ہو جائے گا۔ یعنی یا تو کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے کثرت سے مارے جانے کی وجہ سے میراث کی تقسیم بند ہو جائے گی کیونکہ اس وقت جو تھوڑے بہت مسلمان بچیں گے ان کو اتنا ہوش کہاں ہوگا کہ وہ اپنے مرنے والے مورثوں کے ترکہ تقسیم کی طرف دھیان دیں یا شرعی احکام پر عمل آوری میں کوتاہی کے سبب لوگ میراث تقسیم کرنا بند کر دیں گے اور یا یہ کہ مرنے والے لوگ اپنے ذمہ اتنے قرض اور مطالبات چھوڑ جائیں گے کہ ان کی ادائیگی کرنے کے بعد ترکہ میں سے اتنا بچے گا ہی نہیں کہ اس کی تقسیم کی نوبت آئے اور جب تک مال غنیمت سے خوش ہونا نہ چھوڑیں گے (یعنی قیامت قائم ہونے سے پہلے ایک بات تو یہ ہوگی میراث کی تقسیم نہ ہو پائے گی اور دوسری بات یہ ہوگی کہ مسلمان غنیمت کے مال سے خوش نہیں ہوا کریں گے اور یہ خوش نہ ہونا یا تو اس اعتبار سے ہوگا کہ مال غنیمت ملنا ہی بند ہو جائے گا اور جب مال ملے گا نہیں تو کوئی خوشی کہاں سے ہوگا اور یا خوش نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو لوگ مال غنیمت کی حفاظت و تقسیم کے ذمہ دار ہوں گے وہ خیانت و بددیانتی کا ارتکاب کرنے لگیں گے جس کی وجہ سے مال غنیمت ایماندار اور بادیانت لوگوں کے لئے کسی خوشی کا باعث نہیں ہوگا) پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان دونوں باتوں کی حقیقت کو واضح کرنے اور صورت واقعہ ظاہر کرنے کے لئے بیان کیا کہ دشمن یعنی کافر اہل شام سے لڑنے کے لئے فوج اور طاقت جمع کریں گے۔ ادھر مسلمان بھی ان کافروں سے مقابلہ کے لئے لشکر اور طاقت جمع کریں گے دشمن سے مراد رومی ہیں، چنانچہ مسلمان اپنے لشکر میں کچھ فوج منتخب کر کے آگے بھیجیں گے تا کہ وہ جنگ کرے اور مر جائے اور اگر واپس آئے تو فتح یاب اور غالب ہو کر آئے۔ پس دونوں طرف کے لشکر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہو جائیں گے اور جنگ شروع ہو جائے گی یہاں تک کہ دونوں لشکروں کے درمیان رات حائل ہو جائے گی اور جنگ کو روک دے گی نیز دونوں فریق اپنے اپنے ٹھکانوں میں واپس آ جائیں گے اور ان میں سے نہ کوئی غالب و فتح یاب ہوگا اور نہ کوئی مغلوب و مفتوح البتہ دونوں طرف کی فوج کے وہ چیدہ اور منتخب دستے جو لڑنے کے لئے آگے گئے ہوں گے فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے یعنی دونوں طرف کے لشکروں نے اپنے جن چیدہ فوجیوں کو لڑنے کے لئے آگے بھیجا ہوگا وہ اس دن کی جنگ میں کام آ جائیں گے۔ اور باقی تمام فوجی اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس آ جائیں گے، اس طرح اس دن کی جنگ میں دونوں فریق برابر سرابر رہیں گے، نہ کوئی غالب ہوگا نہ کوئی مغلوب پھر دوسرے دن مسلمان ایک دوسرے لشکر کو منتخب کر کے آگے بھیجیں گے تا کہ وہ جنگ کرے اور مر جائے اور واپس آئے تو فتح یاب ہو کر آئے پس دونوں طرف کے لشکر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہو جائیں گے یہاں تک کہ دونوں لشکروں کے درمیان رات حائل ہو جائے گی اور دونوں طرف کی فوجیں اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس آ جائیں گی ان میں سے نہ کوئی غالب ہوگا نہ کوئی مغلوب البتہ دونوں طرف کی فوج کے وہ چیدہ دستے جو لڑنے کے لئے آگے گئے ہوں گے فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے پھر تیسرے دن مسلمان ایک اور لشکر کو منتخب کر کے آگے بھیجیں گے تا کہ وہ جنگ کرے اور مر جائے اور اگر واپس آئے تو فتح یاب ہو کر آئے، پس دونوں طرف کے لشکر کو ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہو جائیں گے یہاں تک کہ شام ہو جائے گی اور دونوں اطراف کے فوجی اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس آ جائیں گے ان

میں سے نہ کوئی غالب ہوگا نہ کوئی مغلوب البتہ دونوں طرف کے چیدہ دستے جو لڑنے کے لئے آگے گئے ہوں گے فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اور پھر جب چوتھا دن ہوگا تو مسلمانوں کی باقی ماندہ فوج کفار سے جنگ کے لئے نکل کھڑی ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں کفار کو شکست دلوائے گا۔ بہر حال اس دن نہایت سخت اور خوفناک جنگ ہوگی اور مسلمان جان توڑ کر لڑیں گے اور ایسا لڑیں گے کہ اس طرح کی لڑائی کبھی نہیں دیکھی گئی ہوگی، یہاں تک کہ اگر کوئی پرندہ لشکر والوں کے اوپر سے گزر جانا چاہے گا تو ان کو پیچھے نہیں چھوڑ پائے گا یعنی ان سے آگے نہیں گزر سکے گا کہ مر کر زمین پر گر پڑے گا مطلب یہ کہ اس لڑائی میں اس کثرت سے لوگ مارے جائیں گے کہ پورا میدان جنگ لاشوں پٹا پڑا ہوگا اور اگر کوئی پرندہ ان لاشوں کے اوپر سے گزر کر جانا چاہے گا تو آگے نہیں جا پائے گا بلکہ لاشوں کے ناقابل برداشت بدبو کی وجہ سے مر کر گر پڑے گا یا یہ کہ وہ میدان جنگ اتنا وسیع اور طویل ہوگی کہ اگر کوئی پرندہ اس کے ایک سرے سے اڑ کر دوسرے سرے تک جانا چاہے گا تو نہیں جا پائے گا بلکہ اڑتے اڑتے تھک جائے گا اور مر کر گر پڑے گا۔ پھر جب ایک باپ کے بیٹے یعنی کسی ایک خاندان یا کسی ایک سلسلے کے لوگ کہ جن کی تعداد سو ہوگی اپنوں کو شمار کرنا شروع کریں تو ان میں سے صرف ایک مل پائے گا یعنی جنگ ختم ہونے کے بعد باقی ماندہ لشکر کے لوگ جانی نقصان کا جائزہ لینا شروع کریں گے، چنانچہ ہر شخص اپنے اقارب اور متعلقین کو شمار کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ اگر اس کے اقارب اور متعلقین سو کی تعداد میں جنگ میں شریک ہوئے تھے تو ان سو لوگوں میں سے ایک ہی شخص زندہ بچا ہے باقی سب کام آ گئے ہیں، حاصل یہ کہ اس جنگ میں جانی نقصان اس کثرت سے ہوگا کہ زندہ بچ رہنے والوں کا تناسب سو میں ایک ہوگا پس ایسی صورت میں جب کہ مرنے والوں کی تعداد اس قدر بڑی ہوگی کون سا مال غنیمت خوشی کا باعث ہوگا اور کونسی میراث تقسیم ہوگی؟ بہر حال مسلمان اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک ان کو ایک سخت لڑائی کی خبر معلوم ہوگی، جو پہلی لڑائی سے بھی زیادہ بڑی اور بھیانک ہوگی، پھر مسلمان یہ آواز سنیں گے کہ جیسے کوئی اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے کہ ان کی عدم موجودگی میں ان کے اہل وعیال کے درمیان دجال پہنچ گیا ہے (یہ خبر سنتے ہی وہ) مسلمان اپنے ہاتھ کی چیزوں یعنی مال غنیمت کی اشیاء کو کہ جو نہیں ملی ہوں گی پھینک پھینک کر دجال کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور پہلے وہ اپنے دس سواروں کو آگے بھیجیں گے تاکہ دشمن کے بارے میں واقفیت بہم پہنچائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسلمان جن سواروں کو آگے بھیجیں گے یقینا میں ان کے اور ان کے باپ کے نام بھی جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کے گھوڑے کس رنگ کے ہوں گے نیز وہ بہترین سوار ہوں گے، یا یہ فرمایا کہ وہ اس زمانہ کے روئے زمین کے بہتر سواروں میں سے ہوں گے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1361)

شرطہ" فوج کے اس جانباز دستہ کو کہتے ہیں جو لشکر کے بالکل آگے ہو اور اپنی جانیں تک قربان کر دینے کے عزم کے ساتھ میدان جنگ میں سب سے پہلے کود ے۔" یتشرط " کا لفظ اسی سے مشتق ہے جو باب تفعل سے نکالا گیا ہے نیز یہ لفظ باب افتعال سے" یشترط " بھی نقل کیا گیا ہے بہر حال یہ جملہ لاترجع الا غالبۃ اصل میں شرطہ للموت کی صفت کاشفہ مبینہ موضحہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کا لشکر اپنے جس جانباز دستہ کو آگے بھیجے گا اس کو یہ ہدایت ہوگی کہ وہ کسی بھی حالت میں دشمن کے مقابلے سے بھاگے گا نہیں بلکہ سخت سخت حالت میں بھی محاذ پر ڈٹا رہے، یہاں تک کہ دشمن کو فنا کے گھاٹ اتار کر سرخ رو لوٹے یا خود

نا کے گھاٹ اتر جائے۔ فیجعل اللہ الدبرۃ علیھم میں لفظ "دبر" ادبار کا اسم ہے۔

بعض روایتوں میں یہ لفظ دابر بھی منقول ہے لیکن معنی کے اعتبار سے دنوں میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ دونوں ہی سے مراد شکست اور ہزیمت ہے۔ "فبأی غنیمۃ" حرف ف تفریعہ یا فصیحہ ہے اور طیبی نے لکھا ہے کہ یہ جملہ نحوی ترکیب کے اعتبار سے جزاء ہے شرط محذوف کی کہ پہلے تو مبہم طور پر فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میراث کا تقسیم ہونا موقوف نہ ہو جائے گا اور مسلمان مال غنیمت سے خوش ہونا چھوڑ دیں گے۔ اس کے بعد جملہ کی وضاحت آگے کی عبارت عدو یجمعون الخ (دشمن یعنی کافر اہل اسلام سے لڑنے کے لئے فوج اور طاقت جمع کریں گے الخ۔) کے ذریعے کی اور اس وضاحت کو مذکورہ صفت (یعنی بڑی بھیانک اور خوفناک جنگ ہونے اور اس میں اس قدر جانی نقصان ہونے) کے ساتھ مقید کیا کہ میراث اس لئے تقسیم نہیں ہوگی اور مسلمانوں کو مال غنیمت سے اس لئے خوشی نہیں ہوگی کہ جہاں اتنا زیادہ جانی نقصان ہوا اور اس قدر کثرت سے لوگ مارے گئے ہوں وہاں تقسیم کہاں اور خوشی کہاں؟

طلیعہ" کریمہ کے وزن پر ہے اور اس کے معنی اس شخص کے ہیں جس کو دشمن کی خبر لانے کے لئے آگے بھیجا جائے۔ چنانچہ ان دس سواروں سے مراد فوجی جاسوسوں کی وہ ٹکڑی ہے جس کو دشمن کے حالات، ساز و سامان اور قوت و تعداد کی خبر لانے کے لئے دشمن کے ٹھکانوں کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "میں ان کے اور ان کے باپ کا نام جانتا ہوں الخ" اعجاز نبوت کی دلیل ہے، یعنی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ سینکڑوں سال بعد وقوع پذیر ہونے والے کسی واقعہ سے متعلق افراد کے نام اور ان کے باپ کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، نیز یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کی کلیات و جزئیات کو محیط ہے اور اس نے جس چیز کے بارے میں جس قدر مناسب جانا اس قدر علم اپنے رسول کو بھی عطا فرما دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ رومی اعماق یا دابق میں آنہ دھمکیں گے اور پھر مدینہ والوں کا ایک لشکر ان کے مقابلے کے لئے نکلے گا جس میں اس دن یعنی اس وقت کے روئے زمین کے سب سے بہتر لوگ شامل ہوں گے جب لڑائی کے لئے صف بندی ہوگی تو رومی یہ کہیں گے کہ ہمارے ان لوگوں کے درمیان کہ جو ہمارے لوگوں کو قید کر کے لائے ہیں، جگہ خالی کر دو تا کہ ہم ان سے لڑیں (یعنی جن مسلمانوں نے اس سے پہلے ہمارے خلاف جہاد کیا اور ہمارے کچھ لوگوں کو قیدی بنا کر لے آئے ان مسلمانوں کو ہمارے مقابلہ پر لاؤ کیونکہ ہم تم سب مسلمانوں سے لڑنا نہیں چاہتے بلکہ بدلہ اتارنے کے لئے صرف ان ہی مسلمانوں سے لڑنا چاہتے ہیں۔ گویا رومی یہ بات اس لئے کہیں تا کہ مسلمان ان کی باتوں میں آ کر اپنی اجتماعیت کھو دیں اور باہمی تفریق کا شکار ہو جائیں) لیکن مسلمان ان کو جواب دیں گے کہ واللہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم تمہارے اور اپنے ان مسلمان بھائیوں کے درمیان جگہ خالی نہیں کر سکتے یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ان مسلمان بھائیوں کو تو تمہارے مقابلہ پر لڑنے کے لئے آگے کر دیں اور خود ایک طرف ہو جائیں، اگر لڑیں تو ہم سب لڑیں گے اور ایک ساتھ لڑیں گے چنانچہ سارے مسلمان رومیوں سے لڑنا شروع کر دیں گے اور جب گھمسان کا رن پڑے گا تو ان مسلمانوں

میں سے ایک تہائی مسلمان پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے، جن کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اور ایک تہائی مسلمان جام شہادت نوش کریں گے، جو یقینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین شہید قرار پائیں گے۔ اور باقی ایک تہائی مسلمان فتح یاب ہوں گے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مدد ونصرت کے ذریعے رومیوں کے مقابلے پر کامیابی عطا فرمائے گا اور ان کے ہاتھوں رومیوں کے شہروں کو فتح کرائے گا ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کبھی فتنہ میں نہیں ڈالے گا۔ پھر مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے (یعنی اس شہر کو کافروں کے قبضہ سے لے لیں گے) اور اس کے بعد اس وقت جب کہ وہ مسلمان مال غنیمت تقسیم کرنے میں مصروف ہوں گے اور اپنی تلوار کو زیتون کے درختوں پر لٹکائے ہوئے ہوں گے اچانک شیطان ان کے درمیان یہ بات پھونک دے گا کہ مسلمانو! تم یہاں مصروف ہو جب کہ تمہاری عدم موجودگی میں مسیح دجال تمہارے گھروں میں پہنچ گیا ہے۔ اسلامی لشکر کے لوگ یہ سنتے ہی قسطنطنیہ سے نکل کھڑے ہوں گے لیکن شیطان کی یہ خبر سراسر جھوٹی ثابت ہوگی، البتہ جب مسلمان شام پہنچیں گے تو پھر دجال ظاہر ہوگا مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کریں گے اور صف بندی میں مشغول ہوں گے کہ نماز کا وقت آجائے گا اور مؤذن تکبیر کہنے کے لئے کھڑا ہو چکا ہوگا۔ اتنے میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے منارے پر اتریں گے پھر قدس آئیں گے اور مسلمانوں کی امامت کریں گے۔ پھر اللہ کا وہ دشمن یعنی دجال جو اس وقت مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح گھلنا شروع ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھلنے لگتا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو اس حالت میں چھوڑ دیں اور قتل نہ کریں تو وہ سارا گھل جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کئے بغیر خود مر جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت ومرضی چونکہ یہ ہوگی کہ اس کی موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں واقع ہو اس لئے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل کروائے گا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو یا کافروں کو اور یا سب کو دجال کا خون اپنے نیزے کے ذریعے دکھائے گا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس نیزے سے دجال کو قتل کریں گے اور جو اس کے خون سے آلودہ ہوگا اس کو لوگوں کو دکھائیں گے کہ دیکھو میں نے اس دشمن اللہ کا کام تمام کر دیا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1360)

" اعماق اطراف مدینہ میں ایک جگہ کا نام تھا اسی طرح " وابق " مدینہ کے ایک بازار کا نام تھا۔ لیکن ایک قول جو زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ اس حدیث میں مدینہ سے مراد شہر حلب ہے جو ملک شام میں واقع ہے اور اعماق ووابق حلب وانطاکیہ کے درمیان دو مقامات کے نام ہیں، چنانچہ کتاب ازہار میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ مدینہ سے مراد مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں جس زمانہ کے واقعہ کے بارے میں پیش گوئی فرمائی گئی ہے اس وقت مدینہ منورہ کسی طرح بھی تخریب کاری یا کسی اسلام دشمن حملہ سے بالکل محفوظ و مامن ہوگا بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ مدینہ سے مراد شہر دمشق ہے۔"

جن کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا، سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان لوگوں کی موت کفر کی حالت میں ہوگی اور وہ کبھی بھی عذاب سے نجات نہیں پائیں گے۔

ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کبھی فتنہ میں نہیں ڈالے گا" کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلمان اپنے جس ایمانی استقلال وعزیمت اور اسلامی شجاعت وبہادری کا ثبوت دیں گے اس کا انعام ان کو یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کبھی بھی کسی آفت وبلا میں نہیں ڈالے گا اور نہ

جان دخون کی کسی آزمائش سے دوچار کرے گا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو کبھی بھی عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا پس یہ اس بات کی بشارت ہے کہ ان لوگوں کا خاتمہ بخیر ہوگا۔ "قسطنطنیہ" کے بارے میں زیادہ مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ اصل میں یہ لفظ "قسطنطینیہ" ہے لیکن بعض حضرات نے قسطنطنیہ کو زیادہ صحیح کہا ہے

قسطنطنیہ تاریخ کا ایک مشہور شہر ہے جو اپنے زمانہ میں رومیوں کا دارالسلطنت تھا اور ان کے سب سے بڑے شہروں میں ایک بڑا شہر مانا جاتا تھا، یہ شہر قسطنطین بادشاہ کی طرف منسوب ہے جس نے اس کو ۳۳۰ء میں بسایا اور رومی سلطنت کا پایہ تخت قرار پایا۔ اب اس شہر کو جو آبنائے فاسفورس کے کنارے واقع ہے استنبول کہا جاتا ہے اور ترکی کی مملکت میں شامل ہے ترمذی نے وضاحت کی ہے کہ یہ شہر صحابہ کے زمانہ میں فتح ہو گیا تھا اور تاریخی روایات کے مطابق دوسری مرتبہ یہ شہر ۱۴۵۳ء میں عثمانی ترکوں کے ذریعے فتح ہوا اور اب تک اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہے لیکن اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور پھر آخری زمانہ میں جب کہ قیامت قریب ہوگی، مسلمان اس کو فتح کریں گے اور اسی زمانہ میں کانے دجال کا ظہور ہوگا۔ فاذا جاء الشام (جب مسلمان شام پہنچیں گے) میں "شام" سے مراد "قدس" ہے جس کو "بیت المقدس" کہا جاتا ہے چنانچہ بعض روایتوں میں اس کی تصریح بھی ہے اور اس وقت بیت المقدس ملک شام ہی کی حدود میں تھا اب یہ فلسطین میں ہے جو ایک مستقل ملک ہے۔

مسلمانوں کی امامت کریں گے" کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت نماز تیار ہوگی اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے اور ان مسلمانوں میں حضرت امام مہدی بھی ہوں گے۔ لیکن ایک روایت میں یہ ہے کہ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت کرنے کے لئے حضرت امام مہدی کو آگے بڑھائیں گے اور ان سے فرمائیں گے کہ اس نماز کی اقامت چونکہ تمہاری امامت کے لئے کہی گئی ہے اس لئے تم ہی نماز پڑھاؤ اس بات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصود اس طرف اشارہ کرنا بھی ہوگا کہ اب مسلمانوں کے امیر و امام چونکہ تم ہو اس لئے مجھے بھی تمہاری اتباع کرنا چاہئے، نہ کہ تم میری اتباع کرو گے، میں مستقل طور پر امام و امیر بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ میرا آنا صرف تمہاری مدد و معاونت اور تمہاری تائید و توثیق کے لئے ہے۔ چنانچہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اس نماز کی امامت فرمائیں گے۔

لیکن اس کے بعد نماز کی امامت برابر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ اس صورت میں کہا جائے گا کہ حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ فامہم (اور مسلمانوں کی امامت کریں گے) تو یہ تغلیباً ارشاد فرمایا گیا ہے یعنی بعد میں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مسلمانوں کو نماز پڑھایا کریں گے، پس اس اعتبار سے اس وقت کی نماز کے بارے میں بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی امامت کریں گے۔ یا یہ کہ امامت کریں گے" کے مجازی معنی مراد ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت مسلمانوں کے امام حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے کہیں گے۔

بَابٌ فِي أَمَارَاتِ الْمَلَاحِمِ

باب: ان معرکوں کی نشانیاں

4294- حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ يَخَامِرَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُمْرَانُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ يَثْرِبَ، وَخَرَابُ يَثْرِبَ خُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ، وَخُرُوجُ الْمَلْحَمَةِ فَتْحُ قُسْطَنْطِينِيَّةَ، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ خُرُوجُ الدَّجَّالِ، ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى فَخِذِ الَّذِي حَدَّثَهُ، أَوْ مَنْكِبِهِ- ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَا لَحَقٌّ كَمَا أَنَّكَ هَاهُنَا، أَوْ كَمَا أَنَّكَ قَاعِدٌ يَعْنِي مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ

⊛⊛ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بیت المقدس کا آباد ہونا، یثرب کی آبادی ختم ہونے کا سبب بنے گا اور یثرب کی آبادی ختم ہونے کے نتیجے میں جنگ شروع ہوگی قسطنطنیہ فتح ہوگا تو دجال نکلے گا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس شخص کے زانوں پر یا شاید اس کے کندھے پر مارا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ اس طرح ہوگا، جس طرح تم یہاں ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جس طرح تم بیٹھے ہوئے ہو''۔

(راوی کہتے ہیں:) اس سے مراد یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (کے زانوں یا کندھوں پر ہاتھ مارا تھا)۔

شرح

بیت المقدس کی مکمل آباد کاری کو مدینہ منورہ کی تخریب کا سبب اس اعتبار سے قرار دیا گیا ہے کہ بیت المقدس اور اس کے علاقوں میں غیر مسلموں کا غلبہ ہو جائے گا اور وہ اس کے چپہ چپہ پر قابض و آباد ہو جائیں گے اور جب وہ دشمن اللہ بیت المقدس پر چھا جائیں گے تو ان کی نظریں مدینہ منورہ پر پڑیں گی اور وہ اس پاک شہر کی تخریب کا منصوبہ بنائیں گے جس کی وجہ سے مدینہ کے سارے لوگ اپنے شہر سے نکل کر ان دشمنان دین سے جنگ کرنے میں مشغول ہوں گے۔

یہاں حدیث میں مدینہ منورہ کا ذکر اس کے قدیم نام یثرب کے ذریعے کیا گیا ہے واضح رہے کہ لفظ یثرب اصل ثرب سے مشتق ہے جس کے معنی ہلاکت کے ہیں یا یہ کہ یثرب مدینہ کا ایک گاؤں تھا جس کو یثرب نامی شخص نے بسایا تھا، اسی کا نام سارے

4294-حديث ضعيف. عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان حسن الحديث إذا لم يأت بما ينكر أو ينفرد بما لا أصل له، وقد تفرد بهذا الحديث ولا يحتمل تفرده مثله به، ولهذا عده الحافظ الذهبي في ترجمته من "الميزان" في جملة ما أنكره، على أنه اختلف عليه في إسناده، كما سيأتي. ومع ذلك جود إسناده ابن كثير في "النهاية" 1/ 94!! وأخرجه أبو القاسم البغوي في "الجعديات" (3530)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (520) والطبراني في "الكبير" 20/ (214)، وأبو محمد البغوي في "شرح السنة" (4252)، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" 56/ 520 من طريق علي بن الجعد، والطحاوي (519) من طريق الهيثم بن جميل، وابن أبي شيبة 15/ 135، والخطيب البغدادي في "تاريخه" 10/ 223 من طريق أبي النضر هاشم بن القاسم، ثلاثتهم عن عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان، بهذا الإسناد.

شہر کے لئے استعمال کیا جاتا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے تک یہ شہر یثرب ہی کہلاتا تھا، ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل دیا اور یہ شہر مدینۃ الرسول (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر کہا جانے لگا) یہ معنی المدینۃ سے بھی ادا ہوتے ہیں، لہٰذا عام طور پر المدینۃ کہا جاتا ہے یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا گیا ہے تو پھر اس حدیث میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب نام کیوں استعمال فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مدینہ کو یثرب فرمانا، یثرب کہنے کی ممانعت نافذ ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جن حوادث وقائع کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب مذکورہ ترتیب کے مطابق یکے بعد دیگرے قیامت کے قریب واقع ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کا وقوع پذیر ہونا دوسرے کے وقوع پذیر ہونے کی علامت اور نشانی ہوگی اگرچہ اس کا وقوع پذیر ہونا مہلت اور تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ اگر یہ سوال پیدا ہو کہ اس حدیث میں تو فتح قسطنطنیہ کو دجال کے ظاہر ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے جب کہ پہلے جو حدیث گزری ہے اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان شیطان اچانک یہ اعلان کرے گا کہ تمہاری عدم موجودگی میں دجال تمہارے گھروں تک جا پہنچا ہے۔ اور جب مسلمان یہ اعلان سن کر دجال کی تلاش میں نکلیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ ایک جھوٹا اعلان تھا۔ پس ان دونوں حدیثوں میں تضاد کیوں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد محض قسطنطنیہ کی فتح کو دجال کے نکلنے کی علامت قرار دینا ہے کہ جب قسطنطنیہ فتح ہو جائے تو سمجھنا کہ اب دجال کا خروج ہوگا اور دجال کا خروج کس طرح ہوگا اور مسلمانوں کو اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوگا؟ پس حقیقت میں ان دونوں حدیثوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ علاوہ ازیں شیطان کے اس جھوٹے اعلان کا تعلق دجال کے خروج سے کچھ نہیں ہوگا بلکہ وہ تو اس طرح کا جھوٹا اعلان صرف اس مقصد سے کرے گا، تا کہ مسلمانوں میں سراسیمگی اور بے اطمینانی پھیلا دی جائے اور وہ غنیمت کا مال تقسیم کرنے سے باز رہیں۔

بَابٌ فِي تَوَاتُرِ الْمَلَاحِمِ

باب: معرکوں کا یکے بعد دیگرے ہونا

4295 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سُفْيَانَ الْغَسَّانِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُطَيْبٍ السَّكُونِيِّ، عَنْ أَبِي بَحْرِيَّةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَلْحَمَةُ الْكُبْرٰى، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ، وَخُرُوجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''بڑی جنگ قسطنطنیہ کا فتح ہونا اور دجال کا ظہور سات مہینوں میں ہوگا''۔

4296 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَ الْمَلْحَمَةِ وَفَتْحِ الْمَدِينَةِ سِتُّ سِنِينَ، وَيَخْرُجُ الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ فِي السَّابِعَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ عِيسَى

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بڑی جنگ اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا، چھ سال میں ہوگا اور ساتویں سال میں دجال کا ظہور ہوگا''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت عیسیٰ کی روایت سے زیادہ درست ہے۔

بَابٌ فِي تَدَاعِي الْأُمَمِ عَلَى الْإِسْلَامِ

باب: دوسری اقوام کا اسلام کے خلاف اکٹھا ہونا

4297 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ السَّلَامِ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا. فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزَعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ. فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عنقریب ایسا وقت آئے گا، جب دوسری امتیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو یوں بلائیں گی، جس طرح کھانے والے اپنے پیالے پر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، تو کسی نے عرض کی: کیا ان دنوں ہماری قلت اور کمی کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جی نہیں) بلکہ تم ان دنوں زیادہ تعداد میں ہوگے، لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ہوگے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے دل سے تمہاری ہیبت کو نکال دے گا اور تمہارے دل میں وہن ڈال دے گا۔

سائل نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وہن سے کیا مراد ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا سے محبت کرنا اور موت کو ناپسند کرنا''

بَابٌ فِي الْمَعْقِلِ مِنَ الْمَلَاحِمِ

باب: ان جنگوں کے درمیان مسلمانوں کے مرکز کا بیان

4298 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَرْطَاةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جُبَيْرَ بْنَ نُفَيْرٍ، يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فُسْطَاطَ

الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوطَةِ إِلَى جَانِبِ مَدِيْنَةٍ يُقَالُ لَهَا: دِمَشْقُ، مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ.

حضرت ابودرداء نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بڑی جنگ کے موقع پر مسلمانوں کا خیمہ (یعنی پڑاؤ) غوطہ کے مقام پر ہوگا، جو ایک شہر کی ایک طرف ہے جس شہر کا نام دمشق ہے اور جو شام کا سب سے بہترین شہر ہے''۔

4299 - قَالَ أَبُو دَاوُدَ حُدِّثْتُ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يُحَاصَرُوا إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى يَكُونَ أَبْعَدَ مَسَالِحِهِمْ سَلَاحُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''عنقریب لوگ شہر (یعنی قسطنطنیہ) کا محاصرہ کرلیں گے، یہاں تک کہ ان کی سب سے دور کی چھاؤنی سلاح کے مقام پر ہوگی''۔

4300 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَنْبَسَةَ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَسَلَاحُ قَرِيبٌ مِنْ خَيْبَرَ.

زہری فرماتے ہیں: سلاح، خیبر کے قریب ہے۔

بَابُ ارْتِفَاعِ الْفِتْنَةِ فِي الْمَلَاحِمِ

باب: جنگوں کے دوران فتنہ ختم ہوجانا

4301 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَوَّارٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ، قَالَ هَارُونُ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يَجْمَعَ اللهُ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ سَيْفَيْنِ، سَيْفًا مِنْهَا، وَسَيْفًا مِنْ عَدُوِّهَا

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ اس امت میں دو تلواریں جمع نہیں کرے گا، ان میں سے ایک تلوار ان کی اپنی ہوگی اور ایک ان کے دشمن کی ہوگی''۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنْ تَهْيِيجِ التُّرْكِ وَالْحَبَشَةِ

باب: ترکوں اور حبشیوں سے بلاوجہ لڑائی مول لینے کی ممانعت

4302 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ، عَنِ السَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي سُكَيْنَةَ، رَجُلٌ مِنَ

الْمُحَرَّرِيْنَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعُوكُمْ، وَاتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوكُمْ

ابوسکینہ، ایک صحابی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''حبشیوں کو اس وقت تک ان کے حال پر رہنے دو، جب تک وہ تمہارے درپے نہیں ہوتے اور ترکوں کو اس وقت تک چھوڑے رکھو، جب تک انہوں نے تمہیں چھوڑا ہوا ہے''۔

شرح

یہاں ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے تو یہ حکم دیا ہے کہ آیت (وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً التوبہ: 36) (یعنی مشرکین سے قتال کرو وہ جہاں کہیں بھی ہوں) پس جب اس حکم میں عموم ہے تو حبشیوں اور ترکوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا ہے کہ تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، یعنی ان پر حملہ نہ کرو اور ان کے ملکوں اور شہروں پر چڑھائی سے گریز کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حبشہ اور ترک کا معاملہ اس آیت کے عمومی حکم سے خارج اور مخصوص استثنائی نوعیت رکھتا تھا کیونکہ جغرافیائی پوزیشن کے اعتبار سے یہ دونوں ملک اس زمانے کی اسلامی طاقت کے مرکز سے بہت دور دراز فاصلے پر واقع تھے اور اسلامی چھاؤنیوں اور ان ملکوں کے درمیان دشت و بیاباں کا ایک ایسا دشوار گزار سلسلہ حائل تھا جس کو عام حالات میں عبور کرنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنا پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان دونوں ملکوں کے خلاف کوئی اقدامی کاروائی نہ کی جائے اور ان لوگوں سے اس وقت تک کوئی تعرض نہ کیا جائے جب تک کہ وہ خود تم سے چھیڑ نہ نکالیں، پس اگر وہ تمہارے خلاف جارحیت کا ارتکاب کریں۔

اور اپنی فوج و طاقت جمع کر کے مسلمانوں کے شہروں اور اسلامی مراکز پر چڑھ آئیں تو اس صورت میں ان کے خلاف تبرد آزما ہو جانا اور ان کے ساتھ جنگ و قتال کرنا فرض ہوگا۔ یا ایک بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اسلام کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ اسلام اور مسلمانوں کے پاس اتنی طاقت اور اس قدر ذرائع نہیں تھے کہ وہ اتنے دور دراز علاقوں تک اسلام کی پیش رفت کو بڑھاتے، چنانچہ بعد میں جب مذکورہ آیت نازل ہوئی اور اسلام کو طاقت میسر ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم منسوخ قرار پا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم حبشیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو تا کہ وہ تم سے کچھ نہ کہیں اور تم سے تعرض نہ کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کعبہ کا خزانہ ایک حبشی ہی نکالے گا جس کی دونوں پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1368)

حدیث کے آخر میں جس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کا تعلق آخر زمانہ سے ہے جبکہ قیامت بالکل قریب ہوگی اس وقت اہل حبشہ کو غلبہ حاصل ہوگا اور ان کا بادشاہ اپنا لشکر لے کر مکہ پر چڑھ آئے گا اور کعبۃ اللہ کو ڈھا دے گا اور اس خزانہ کو نکال لے گا

جو خانہ کعبہ کے نیچے مدفون ہے، چنانچہ حدیث میں کعبہ کے خزانہ کو نکالنے والے جس حبشی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے یا تو حبشہ کا بادشاہ مراد ہے یا پھر لشکر مراد ہے نیز خزانہ سے مراد وہ پورا خزانہ ہے جو کعبہ اقدس کے نیچے مدفون ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ خزانہ سے مراد وہاں اسباب ہے جو نذر کے طور پر وہاں آتا ہے اور خانہ کعبہ کا خادم اس کو جمع کرتا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک حبشی خانہ کعبہ کا خزانہ نکال لے گا یا ایک اور روایت میں یوں فرمایا گیا ہے کہ ایک حبشی خانہ کعبہ کو تباہ و برباد کر دے گا تو یہ بات قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد و حرما آمنا (امن و امان والا حرم) کے خلاف اور معارض نہیں ہے کیونکہ حبشیوں کے ذریعہ خانہ کعبہ کی تخریب و تباہی کا یہ واقعہ قیامت کے قریب پیش آئے گا جبکہ روئے زمین پر کوئی شخص اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔ اور امنا کے معنی یہ ہیں کہ کعبہ اقدس قیامت تک مامون و محفوظ رہے گا۔

لہذا جب روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والوں تک کا کوئی اثر موجود نہ رہے گا اور جب قیامت ہی آجائے گی تو پھر اور کیا چیز باقی رہ جائے گی کہ کعبہ بھی باقی رہے۔ ویسے یہ بات بھی بجائے خود وزن دار ہے۔ لیکن بعض حضرات نے ایک اور وضاحت بیان کی ہے اور اس کو زیادہ صحیح کہا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ جو امن والا حرم قرار دیا ہے تو اس کے غالب احوال کے اعتبار سے قرار دیا ہے یعنی خانہ کعبہ کی اصل حقیقت تو یہی رہے گی کہ وہ با امن حرم کے طور پر ہمیشہ ہر قسم کی تخریب و پلیدگی سے محفوظ و مامون رہے گا۔ مگر کبھی کبھار ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا سخت حادثہ پیش آجائے جس سے اس کی تخریب کاری ہو چنانچہ کعبہ کی تاریخ میں ایسے حادثات پہلے بھی پیش آچکے ہیں جنہوں نے اس کو نقصان پہنچایا جیسا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عبدالملک بن مروان کی خلافت کی طرف سے اہل مکہ کے خلاف حجاج بن یوسف کے حملے کے دوران خانہ کعبہ کی سخت تخریب ہوئی یا قرامطہ کا واقعہ پیش آیا کہ اس نے خانہ کعبہ کو سخت نقصان پہنچایا۔

بس اگر زمانہ آئندہ میں بھی کعبہ کی تخریب کا پیش آنے والا کوئی واقعہ پیش آئے تو وہ واقعہ حرما امنا کے خلاف نہیں ہوگا یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ با امن حرام قرار دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو یہ حکم فرمایا کہ جو بھی شخص اس مقدس شہر اور حرم محترم میں آئے اس کو امن و عافیت عطا کرو اور یہاں کسی کے ساتھ بھی تعرض نہ کرو، چنانچہ منقول ہے کہ جب زندیقوں کی جماعت قرامطہ کا سردار فساد و تباہی مچا چکا اور لوگوں کے قتل و غارت گری اور شہریوں کو لوٹ مار سے فارغ ہوا تو ایک دن کہنے لگا کہ اللہ کا یہ فرمان کہاں گیا کہ آیت (ومن دخله كان امنا) (یعنی جو بھی شخص اس حرم محترم میں داخل ہوا اس کو امن و عافیت حاصل ہو گئی؟) اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔

اس نے کہا کہ قرآن کریم کے اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص کبھی بھی اہل مکہ اور خانہ کعبہ کی تخریب اور نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ اس فرمان الٰہی کی مراد یہ حکم دینا ہے کہ جو شخص حرم محترم میں داخل ہو جائے اس کو امن و عافیت عطا کرو اور اس میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے ذریعے کسی کے ساتھ تعرض نہ کرو۔

بَابٌ فِي قِتَالِ التُّرْكِ

باب: ترکوں کے ساتھ جنگ کا تذکرہ

4303 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ، عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ التُّرْكَ، قَوْمًا وُجُوهُهُمْ كَالْمَجَانِّ الْمُطْرَقَةِ، يَلْبَسُونَ الشَّعْرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک مسلمان ترکوں سے جنگ نہیں کریں گے، یہ ایسے لوگ ہوں گے، جن کے چہرے چمڑے کی ڈھالوں مانند ہوں گے اور یہ لوگ بالوں سے بنے ہوئے لباس پہنتے ہوں گے''۔

4304 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَابْنُ السَّرْحِ، وَغَيْرُهُمَا، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رِوَايَةً، قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: - أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا صِغَارَ الْأَعْيُنِ، ذُلْفَ الْأُنُفِ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک تم اس قوم کے ساتھ لڑائی نہیں کرو گے، جن کے جوتے بالوں سے بنے ہوتے ہیں، قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک تم اس قوم سے لڑائی نہیں کرو گے جن کی آنکھیں چھوٹی اور ناکیں چپٹی ہوں گی اور ان کے چہرے چمڑے کی ڈھالوں جیسے ہوں گے''۔

4305 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي حَدِيثٍ: يُقَاتِلُكُمْ قَوْمٌ صِغَارُ الْأَعْيُنِ يَعْنِي التُّرْكَ، قَالَ: تَسُوقُونَهُمْ ثَلَاثَ مِرَارٍ حَتَّى تُلْحِقُوهُمْ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، فَأَمَّا فِي السِّيَاقَةِ الْأُولَى، فَيَنْجُو مَنْ هَرَبَ مِنْهُمْ، وَأَمَّا فِي الثَّانِيَةِ فَيَنْجُو بَعْضٌ، وَيَهْلِكُ بَعْضٌ، وَأَمَّا فِي الثَّالِثَةِ، فَيُصْطَلَمُونَ أَوْ كَمَا قَالَ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں: جس میں یہ الفاظ ہیں:

''چھوٹی آنکھوں والی قوم تمہارے ساتھ لڑائی کرے گی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ترک تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین مرتبہ تم انہیں دھکیلو گے، یہاں تک کہ انہیں جزیرہ عرب کے کنارے تک پہنچا دو گے، جہاں تک پہلی مرتبہ ان کے دھکیلے جانے کا تعلق ہے، تو ان میں سے جو فرار اختیار کرے گا، وہ بچ جائے گا، جہاں تک دوسری مرتبہ دھکیلے جانے کا تعلق ہے، تو ان میں سے

کچھ لوگ بچ جائیں گے اور ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے، لیکن جہاں تک تیسری مرتبہ دھکیلے جانے کا تعلق ہے، تو وہ سرے سے ختم ہو جائیں گے (راوی کہتے ہیں: شاید جیسے بھی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا)

شرح

یعنی الترک" کے الفاظ راوی کے ہیں خواہ وہ صحابی ہو یا تابعی یعنی یا تو خود حضرت بریدہ نے یا ان سے روایت کرنے والے تابعی نے قوم صغار الاعین چھوٹی آنکھوں والی قوم کے بارے میں یعنی الترک کے ذریعے وضاحت کی اس قوم سے مراد ترک قوم ہے۔" جزیرۃ العرب" جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے۔ اس وقت کے جغرافیائی نقشہ کے مطابق حجاز، یمامہ اور یمن کے علاقوں کا نام تھا، اس علاقے کو جزیرۃ العرب اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ تقریبا چاروں طرف سے پانی سے گھرا ہوا ہے اس کے جنوب میں بحر عرب، مشرق میں خلیج عربی اور خلیج عمان، مغرب میں بحر احمر اور اس کے شمال میں دریائے فرات ہے۔ اوکما قال (یا اس کے مانند فرمایا) یہ جملہ کسی حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس صورت میں کہتے ہیں جب کہ حدیث بیان کرنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ حدیث کے معنی تو پوری طرح یاد ہیں جس کو میں نے بیان کر دیا ہے، البتہ حدیث کے اصل الفاظ پوری طرح یاد نہیں ہیں۔ گویا یہ جملہ حدیث کے راوی کے کمال احتیاط پر دلالت کرتا ہے۔

بَابٌ فِيْ ذِكْرِ الْبَصْرَةِ

باب: بصرہ کا تذکرہ

4306 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُمْهَانَ، حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَنْزِلُ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي بِغَائِطٍ يُسَمُّونَهُ الْبَصْرَةَ، عِنْدَ نَهْرٍ يُقَالُ لَهُ: دِجْلَةُ، يَكُونُ عَلَيْهِ جِسْرٌ، يَكْثُرُ أَهْلُهَا، وَتَكُونُ مِنْ أَمْصَارِ الْمُهَاجِرِينَ - قَالَ ابْنُ يَحْيَى: قَالَ أَبُو مَعْمَرٍ: وَتَكُونُ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ - فَإِذَا كَانَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ جَاءَ بَنُو قَنْطُورَاءَ عِرَاضُ الْوُجُوهِ، صِغَارُ الْأَعْيُنِ، حَتَّى يَنْزِلُوا عَلَى شَطِّ النَّهْرِ، فَيَتَفَرَّقُ أَهْلُهَا ثَلَاثَ فِرَقٍ: فِرْقَةٌ يَأْخُذُونَ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَالْبَرِّيَّةِ وَهَلَكُوا، وَفِرْقَةٌ يَأْخُذُونَ لِأَنْفُسِهِمْ وَكَفَرُوا، وَفِرْقَةٌ يَجْعَلُونَ ذَرَارِيَّهُمْ خَلْفَ ظُهُورِهِمْ، وَيُقَاتِلُونَهُمْ وَهُمُ الشُّهَدَاءُ

مسلم بن ابوبکرہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میری امت کے کچھ لوگ زیریں علاقے میں پڑاؤ کریں گے، جس کا نام بصرہ ہے وہ ایک دریا کے کنارے ہوگا جس کا نام دجلہ ہوگا، اس پر ایک پل ہوگا، اس کی آبادی بہت زیادہ ہوگی اور وہاں دوسرے علاقوں کے آنے والے لوگ رہتے ہوں گے''۔

ابن یحییٰ نے ابو عمر کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''یہ مسلمانوں کا شہر ہوگا، جب آخری زمانہ آئے گا، تو بنو قنطوراء آئیں گے، جن کے چہرے چوڑے اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی، وہ لوگ دریا کے کنارے پر پڑاؤ کریں گے، تو شہر کے لوگ تین حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک حصہ اپنے بیلوں کی دم پکڑے گا اور وہ جنگل کی طرف جائے گا، وہ لوگ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے، دوسرا گروہ ان سے اپنی جان کی امان حاصل کرے گا، یہ لوگ کافر شمار ہوں گے اور ایک گروہ اپنی اولاد کو ایک طرف کرے گا اور ان کے ساتھ لڑائی کرے گا، یہ لوگ شہید ہوں گے''۔

4307 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا مُوسَى الْحَنَّاطُ، لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا ذَكَرَهُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا أَنَسُ إِنَّ النَّاسَ يُمَصِّرُونَ أَمْصَارًا، وَإِنَّ مِصْرًا مِنْهَا يُقَالُ لَهُ: الْبَصْرَةُ - أَوِ الْبُصَيْرَةُ - فَإِنْ أَنْتَ مَرَرْتَ بِهَا، أَوْ دَخَلْتَهَا، فَإِيَّاكَ وَسِبَاخَهَا، وَكِلَاءَهَا، وَسُوقَهَا، وَبَابَ أُمَرَائِهَا، وَعَلَيْكَ بِضَوَاحِيهَا، فَإِنَّهُ يَكُونُ بِهَا خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَرَجْفٌ، وَقَوْمٌ يَبِيتُونَ يُصْبِحُونَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اے انس! لوگ نئے شہر آباد کریں گے، جن میں سے ایک شہر ہوگا جس کا نام بصرہ ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) بصیراء، اگر تمہارا وہاں سے گزر ہو، یا تم اس شہر میں داخل ہو، تو وہاں کی تھور زدہ زمین اور وہاں کی گھاس اور وہاں کے بازاروں اور وہاں کے امرا[illegible] دروازوں سے بچ کے رہنا اور اس شہر کے اطراف کے علاقے میں رہنا، کیونکہ اس شہر میں دھنس جانا ہوگا، [illegible] کی بارش اور زلزلے ہوں گے، وہاں ایسے لوگ ہوں گے، جو رات گزاریں گے، تو اگلے دن صبح وہ بندر اور خن[illegible] چکے ہوں گے''۔

4308 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، [illegible] إِبْرَاهِيمُ بْنُ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: انْطَلَقْنَا حَاجِّينَ، فَإِذَا رَجُلٌ، فَقَالَ لَنَا: [illegible]كُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا: الْأُبُلَّةُ، قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: مَنْ يَضْمَنُ لِي مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ [illegible] أَوْ أَرْبَعًا، وَيَقُولَ هَذِهِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: سَمِعْتُ خَلِيلِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ [illegible]حَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُهَدَاءَ، لَا يَقُومُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْمَسْجِدُ مِمَّا يَلِي النَّهْرَ

ابراہیم بن صالح بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا، ہم لوگ حج کے لیے روانہ ہوئے، وہاں ایک شخص تھا، اس نے ہم سے کہا: تمہارے پڑوس میں ایک بستی ہے، جس کا نام ابلہ ہے، ہم نے جواب دیا: جی ہاں، اس شخص نے کہا: تم میں سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ مسجد عشار میں میرے لیے دو رکعات (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) چار رکعات نوافل ادا کرے گا اور یہ کہے گا: یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے (ایصال ثواب) ہے، میں نے

اپنے خلیل حضرت ابوالقاسم ﷺ کو یہ الفاظ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسجد عشار سے شہداء کو اٹھائے گا، ان کے علاوہ اور کوئی بھی شہدائے بدر کے ساتھ
نہیں اٹھے گا''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ مسجد دریا کے کنارے ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْحَبَشَةِ

باب: حبشہ کا تذکرہ

4309 - حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ أَحْمَدَ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوكُمْ، فَإِنَّهُ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ إِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''حبشیوں کو اس وقت تک ان کے حال پر چھوڑے رکھو، جب تک وہ تمہارے درپے نہیں ہوتے، کیونکہ خانہ کعبہ کے خزانے کو چھوٹی پنڈلیوں والا ایک حبشی شخص ہی نکالے گا۔

بَابُ أَمَارَاتِ السَّاعَةِ

باب: علامات قیامت

4310 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، قَالَ: جَاءَ نَفَرٌ إِلَى مَرْوَانَ بِالْمَدِينَةِ، فَسَمِعُوهُ يُحَدِّثُ فِي الْآيَاتِ: أَنَّ أَوَّلَهَا الدَّجَّالُ، قَالَ: فَانْصَرَفْتُ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: لَمْ يَقُلْ شَيْئًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، أَوِ الدَّابَّةُ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، فَأَيَّتُهُمَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا، فَالْأُخْرَى عَلَى أَثَرِهَا قَالَ عَبْدُ اللهِ، وَكَانَ يَقْرَأُ الْكُتُبَ: وَأَظُنُّ أَوَّلَهُمَا خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا

ابوزرعہ بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ مدینہ منورہ میں مروان کے پاس آئے تو ان لوگوں نے انہیں (قیامت سے پہلے کی) نشانیوں کے بارے میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ان میں سب سے پہلی نشانی دجال کی ہوگی راوی کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں نے ان کے سامنے یہ بات بیان کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے کچھ نہیں کہا (یعنی اس نے غلط بات بیان کی ہے) میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا ہوگا (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) چاشت کے

وقت ایک جانور کا لوگوں کے سامنے آنا ہوگا، ان میں سے جو بھی نشانی دوسری سے پہلے ہوگی، تو دوسری اس کے فوراً بعد ہوگی''۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اس وقت تحریریں بھی دیکھتے جا رہے تھے، میرا خیال ہے ان دونوں میں پہلے سورج کے مغرب کی طرف سے نکلنے کا ظہور ہوگا۔

4311- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَهَنَّادٌ، الْمَعْنَى، قَالَ مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا فُرَاتٌ الْقَزَّازُ، عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ - وَقَالَ هَنَّادٌ: عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ - عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا قُعُودًا نَتَحَدَّثُ فِي ظِلِّ غُرْفَةٍ لِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرْنَا السَّاعَةَ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ تَكُونَ - أَوْ لَنْ تَقُومَ - السَّاعَةُ حَتَّى يَكُونَ قَبْلَهَا عَشْرُ آيَاتٍ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ، وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَالدَّجَّالُ، وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَالدُّخَانُ، وَثَلَاثَةُ خُسُوفٍ، خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذَلِكَ تَخْرُجُ نَارٌ مِنَ الْيَمَنِ، مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ، تَسُوقُ النَّاسَ إِلَى الْمَحْشَرِ

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالا خانہ کے سائے میں بیٹھے بات چیت کررہے تھے، ہم نے قیامت کا تذکرہ کیا، تو ہماری آوازیں بلند ہوگئیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں نمودار نہیں ہوجاتیں، سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا، جانور کا ظہور، یاجوج ماجوج کا خروج، دجال، حضرت عیسیٰ بن مریم، دھواں اور تین مرتبہ دھنسنا۔

ایک دھنسنا مغرب میں ہوگا اور ایک دھنسنا مشرق میں ہوگا اور ایک دھنسنا جزیرہ عرب میں ہوگا اور آخر میں یمن سے، عدن کے ایک گڑھے سے ایک آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ہانک کر میدان حشر کی طرف لے جائے گی۔

قیامت آنے کی دس بڑی نشانیوں کا بیان

حدیث میں قیامت کی جن دس بڑی نشانیوں اور علامتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں پہلی نشانی کے طور پر دھویں کا ذکر ہے، چنانچہ وہ ایک بڑا دھواں ہوگا جو ظاہر ہوکر مشرق سے مغرب تک تمام زمین پر چھا جائیگا اور مسلسل چالیس روز تک چھایا رہے گا اس کی وجہ سے تمام لوگ سخت پریشان ہوجائیں گے، مسلمان تو صرف دماغ وحواس کی کدورت اور زکام میں مبتلا ہوں گے مگر منافقین وکفار بیہوش ہوجائیں گے اور ان کے ہوش وحواس اس طرح مختل ہوجائیں گے کہ بعضوں کو کئی دن تک ہوش نہیں آئے گا واضح رہے کہ قرآن کریم میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ آیت (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ الدخان:10) تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تابعین کے قول کے مطابق اس آیت میں اسی دھویں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن حضرت ابن مسعود اور ان کے تابعین کے نزدیک اس آیت میں دھویں سے مراد غلہ کا وہ قحط ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قریش مکہ پر نازل ہوا تھا اور جس کا حقیقی سبب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بددعا تھی کہ اے اللہ! تو ان لوگوں پر (جو سرکشی اور اسلام دشمنی میں حد سے

بڑھ گئے ہیں سات سال کا قحط نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر نازل فرمایا تھا، چنانچہ اس بددعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو سخت ترین غذائی قحط میں مبتلا کیا یہاں تک کہ وہ چمڑے، ومردے اور دوسری الا بلا چیزیں کھانے لگے تھے اس عرصہ میں انہیں فضا میں دھویں کی مانند ایک چیز نظر آتی تھی جس کو وہ اپنے اوپر منڈلاتے ہوئے دیکھا کرتے تھے جیسا کہ کوئی بھوکا ضعف وکمزوری کی شدت کے سبب اپنی آنکھوں کے آگے تاریکی محسوس کرتا ہے اور فضا میں بھری ہوئی ہوا اس کو دھویں کی شکل میں دکھائی دیتی ہے، ویسے بھی جب کسی علاقہ میں قحط سالی پھیل جاتی ہے تو بارش نہ ہونے کی وجہ سے پورے ماحول میں خشکی اور گرد وغبار کی جو کثرت ہو جاتی ہے وہ فضا کو اس طرح مکدر کر دیتی ہے کہ چاروں طرف دھویں کی صورت میں اندھیرا معلوم ہونے لگتا ہے۔

دابۃ الارض" سے مراد ایک عجیب الخلقت اور نادر شکل کا جانور ہے جو مسجد حرام میں کوہ صفا ومروہ کے درمیان سے برآمد ہوگا اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ان الفاظ واخرجنا لهم دابة من الارض کے ذریعہ کیا گیا ہے! علماء نے لکھا ہے کہ وہ جانور چوپایہ کی صورت میں ہوگا جس کی درازی ساٹھ گز کی ہوگی اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس عجیب الخلقت جانور کی شکل یہ ہوگی کہ چہرہ انسانوں کی طرح پاؤں اونٹ کی طرح گردن گھوڑے کی طرح سرین ہرن کی طرح سینگ بارہ سنگے کی طرح اور ہاتھ بندر کی طرح ہوں گے! نیز اس کے نمودار ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کوہ صفا جو کعبہ کی مشرقی جانب واقع ہے، یکایک زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس میں سے یہ جانور نکلے گا، اس کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان کی انگشتری ہوگی تمام شہروں اور علاقوں میں اتنی تیزی کے ساتھ دورہ کرے گا کہ کوئی فرد بشر اس کا پیچھا نہ کر سکے گا اور دوڑ میں اس کا مقابلہ کر کے اس سے چھٹکارا نہ پاسکے گا جہاں جہاں جائے گا ہر شخص پر نشان لگا تا جائے گا جو صاحب ایمان ہوگا اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء سے چھوئے گا۔

اور اس کی پیشانی پر" مومن" لکھ دے گا اور جو کافر ہوگا اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے سیاہ مہر لگا دے گا اور اس کے منہ پر کافر لکھ دے گا! بعض حضرات نے کہا ہے کہ دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا ایک دفعہ تو حضرت امام مہدی کے زمانہ میں پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اور پھر آخری دفعہ آفتاب کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد۔

آفتاب کے مغرب کی طرف سے نکلنے کے سلسلے میں وضاحت آگے آنے والی ایک حدیث کی تشریح میں بیان ہوگی! آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول حضرت امام مہدی کے ظہور کے بعد ہوگا، چنانچہ آپ ایک دن شام کے وقت آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید منارہ پر اتریں گے اور پھر دجال کو تلاش کر کے اس کو دروازہ لد پر قتل کریں گے" لد" شام میں ایک موضع کا نام ہے اور بعض حضرات نے اس کو فلسطین کے ایک موضع کا نام بتایا ہے واضح رہے کہ یہاں حدیث میں جن دس نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی ترتیب کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ان میں سے سب سے پہلے جس نشانی کا ظہور ہوگا وہ دھواں ہے، اس کے بعد دجال نکلے گا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

پھر یاجوج ماجوج نکلیں گے، پھر دابۃ الارض نکلے گا اور پھر آفتاب مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا یہ بات اس لئے کہی جاتی

ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تمام روئے زمین پر اہل ایمان کے علاوہ کوئی نہیں ہوگا کیونکہ سارے کفار مسلمان ہونگے ان کا ایمان مقبول ہوگا، اس کے برخلاف اگر یہ کہا جائے کہ مغرب کی جانب سے آفتاب کا طلوع ہونا، دجال کے نکلنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے سے پہلے ہوگا تو ظاہر ہے کہ جو کفار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مسلمان ہوں گے ان کا ایمان مقبول قرار نہ پائے کیونکہ آفتاب مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے بعد تو یہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اس وقت کسی کافر کا ایمان قبول کرنا معتبر نہیں ہوگا جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایمان قبول کرنے والے تمام لوگوں کا ایمان معتبر ہوگا اور وہ مسلمان مانے جائیں گے۔

پس حدیث میں مذکورہ نشانیوں کو جس ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ ان نشانیوں کے وقوع پذیر ہونے کی اصل ترتیب نہیں ہے اور نہ یہاں اصل ترتیب کا ذکر کرنا مراد ہے بلکہ اصل مقصد ان نشانیوں کو ایک جگہ ذکر کرنا ہے سو بلا لحاظ ترتیب ان کو ایک جگہ ذکر کر دیا گیا لہٰذا یہ اشکال وارد نہیں ہوسکتا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آفتاب کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونے کے واقعہ سے پہلے ہوگا تو یہاں نزول آفتاب کے بعد کیوں ذکر کیا گیا۔

یاجوج ماجوج" دراصل دو قبیلوں کے نام ہیں جو یافث ابن نوح کی اولاد میں سے ہیں، یہ دونوں قبیلے بہت وحشی مگر طاقتور تھے ان کا خاص مشغلہ لوٹ مار اور زمین پر فساد پھیلانا تھا، یہ قبیلے جس گھاٹی میں رہا کرتے تھے اس کو ذوالقرنین نے ایک ایسی دیوار سے جس کی بلندی اس گھاٹی کے دونوں طرف کے پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچتی ہے اور موٹائی ۶۰ گز کی ہے، بند کرا دیا تھا تا کہ لوگ ان قبیلوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہ سکیں، جب قیامت آنے کو ہوگی اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت آئے گا تو دیوار ٹوٹ جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین خسوف کا ذکر فرمایا" کے بارے میں ابن مالک نے کہا ہے کہ عذاب الٰہی کے طور پر زمین کا دھنس جانا مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں واقع ہو چکا ہے لیکن احتمال ہے کہ یہاں حدیث میں جن تین خسوف کا ذکر فرمایا ہے وہ پہلے واقع ہو چکنے والے خسوف کے علاوہ ہوں گے اور ان سے بھی زیادہ سخت ہوں گے۔

اور لوگوں کو ہانک کر زمین حشر کی طرف لے جائے گی" میں زمین حشر سے مراد ملک شام کا وہ علاقہ ہے جہاں وہ آگ لوگوں کو لے جا کر چھوڑے گی بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس آگ کی ابتداء ملک شام سے ہوگی، یا یہ کہ ملک شام کو اس قدر وسیع و فراخ کر دیا جائے گا کہ پورے عالم کے لوگ ں میں جمع ہو جائیں گے بہر حال حدیث کے اس جملہ کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ اس آگ کا لوگوں کو ہانکنا، حشر کے بعد ہوگا۔

اگر زمین حشر سے مراد میدان حشر لیا جاتا تو یقیناً یہ مفہوم پیدا ہوتا اور اس پر اعتراض بھی واقع ہوتا، لیکن جب یہاں میدان حشر" مراد ہی نہیں ہے تو پھر کوئی اعتراض بھی پیدا نہیں ہوسکتا! نیز ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ وہ آگ حجاز کی سرزمین سے نمودار ہوگی، جب کہ یہاں حدیث میں اس کا یمن کی جانب سے نمودار ہونا بیان کیا گیا ہے) لہٰذا قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ قیامت کی نشانی کے طور پر جس آگ کا ذکر کیا گیا ہے وہ ایک نہیں دو ہوں گی اور وہ دونوں، لوگوں کو گھیر کر ہانک کر زمین حشر (یعنی ملک شام) کی طرف لے جائیں گی۔ یا یہ کہ وہ آگ تو ایک ہی ہوگی جو ابتداء میں یمن کی جانب سے نکلے گی لیکن اس کا ظہور حجاز کی

نرزمین سے ہوگا۔ اس موقع پر اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں بخاری کی جو روایت
ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے سب سے پہلی علامت وہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے گھیر ہانک کر مغرب کی طرف
لے جائے گی جب کہ حقیقت میں وہ آگ سب سے آخری علامت ہوگی جیسا کہ یہاں حدیث میں مذکور ترتیب سے بھی واضح ہوتا
ہے، پس اس تضاد کو اس تاویل کے ذریعہ دور کیا جائے گا کہ آگ کی سب سے آخری نشانی مذکورہ آگ ہوگی۔
اور بخاری کی روایت میں آگ کو جو سب سے پہلی نشانی قرار دیا گیا ہے تو وہ اس اعتبار سے کہ آگ، قیامت کی ان نشانیوں
میں سے سب سے پہلی نشانی ہوگی جن کے بعد دنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہے گی بلکہ ان نشانیوں کے وقوع پذیر
ہونے کے ساتھ ہی صور پھونکا جائیگا، ان کے برخلاف یہاں حدیث میں جن نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے ہر ایک نشانی
کے بعد بھی دنیا کی چیزیں باقی رہیں گی۔ ایک ایسی ہوا کا ذکر کیا گیا ہے جو لوگوں کو سمندر میں پھینک دے گی یہ روایت بظاہر اس
روایت کے خلاف ہے جس میں آگ کا ذکر ہے پس ان دونوں روایتوں کے درمیان مطابقت و یکسانیت پیدا کرنے کے لئے یہ کہا
گیا ہے کہ اس دوسری روایت میں لفظ ناس (لوگوں) سے مراد کفار ہیں اور ان کو ہانکنے والی آگ ہوا کے سخت جھکڑ کے ساتھ ملی ہوئی
ہوگی تا کہ ان کفار کو سمندر میں دھکیلنے کا عمل زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پورا ہو، نیز مذکورہ آگ جس کا پانی آگ کی صورت میں تبدیل
ہو جائے گا، چنانچہ قرآن کریم ان الفاظ واذا البحار سجرت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ تبدیل ہو جائے گا چنانچہ قرآن کریم کے ان
الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے برخلاف مومنین کے لئے جو آگ ہوگی وہ محض ان کو ڈرانے کے لئے ہوگی
اور کوڑے کی طرح اس کا کام یہ ہوگا کہ انہیں ہانک کر زمین حشر اور موقف اعظم کی طرف لے جائے۔

4312۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا،
فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا، فَذَاكَ حِينَ: (لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ
أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا) (الأنعام: 158) الْآيَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک سورج مغرب کی طرف سے نہیں نکل آتا، جب وہ نکل آئے گا اور
لوگ اسے دیکھ لیں گے، تو زمین پر موجود تمام لوگ ایمان لے آئیں گے، یہ وہ وقت ہوگا (جس کے بارے میں قرآن
نے یہ کہا ہے:)

4312- إسناده صحيح. أبو زرعة: هو ابن عمرو بن جرير بن عبد الله البجلي، وعمارة: هو ابن القعقاع بن شبرمة، ومحمد بن الفضيل: هو ابن
غزوان الضبي مولاهم، وأحمد بن أبي شعيب الحراني: هو أحمد بن عبد الله بن أبي شعيب. نسب هنا لجده. وأخرجه البخاري (4635)،
ومسلم (157)، وابن ماجه (4068)، والنسائي في "الكبرى" (11112) و(11113) من طريق عمارة بن القعقاع، به. وأخرجه بلفظه
وبنحوه البخاري (4636) و(6506) و(7121)، ومسلم (157) و(158) و(2703) و(2947)، والترمذي (3326)، والنسائي
في "الكبرى" (11115) من طرق عن أبي هريرة. وهو في "مسند أحمد" (7161)، و"صحيح ابن حبان" (629) و(6790) و
(6838).

''اس وقت ایسے کسی شخص کو ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا، جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہیں کمائی تھی''

تین باتوں کے ظاہر ہونے کے بعد ایمان قابل قبول نہ ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تین باتیں جب ظہور میں آجائیں گی تو پھر کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اور کفر سے توبہ کرنا کہ جس نے اس سے پہلے ایمان قبول نہیں کیا ہوگا، کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ اس شخص کا اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل کرنا فائدہ مند ہوگا اگر اس نے اس سے پہلے وہ نیک عمل نہ کیا ہوگا (یعنی اس وقت گناہوں سے توبہ کرنا بھی معتبر نہ ہوگا) اور وہ تین باتیں یہ ہیں، آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا، دجال اور دابۃ الارض کا نکلنا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 33)

مطلب یہ ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر چونکہ قیامت کا آنا متعین ہو جائے گا اور اس وقت اس دنیا کی پر فریب زندگی کا پردہ اس طرح چاک ہو جائے گا کہ آخرت کی زندگی اور وہاں کے احوال، نظر و مشاہدہ میں آجائیں گے اس لئے اس وقت کفر اور گناہوں سے توبہ کرنا اور ایمان قبول کرنا معتبر نہیں ہوگا کیونکہ ایمان تو وہی معتبر ہے جو غیب پر یقین کے ساتھ ہو۔ یہاں حدیث میں مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باقی دونوں سے پہلے ذکر کیا گیا ہے جب کہ وقوع پذیر ہونے کے اعتبار سے اس کا نمبر بعد میں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے قبول ہونے کا اصل مدار اسی پر ہے یعنی توبہ اور ایمان کا قبول نہ ہونا اسی وقت ہوگا جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا، لہٰذا پہلے اس کا ذکر کیا گیا اور اس کے ساتھ دو اور نشانیوں یعنی دجال اور دابۃ الارض کے نکلنے کو بھی ملا دیا گیا۔

قیامت کی پہلی نشانی کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ظاہر ہونے کے اعتبار سے قیامت کی نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا اور چاشت کے وقت لوگوں پر دابۃ الارض کا نکلنا اور ان سے اس کا بات کرنا ہے ان دونوں مذکورہ نشانیوں میں سے جو نشانی پہلے ظاہر ہوگی اس کے جلد ہی بعد دوسری ظاہر ہو جائے گی۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 32)

طیبی نے اس حدیث کی وضاحت میں کہا ہے کہ اگر یہاں اشکال پیدا ہو کہ آفتاب کا مغرب کی طرف سے نکلنا قیامت کی سب سے پہلی نشانی نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے تو دھوئیں اور دجال کا ظہور ہو چکا ہوگا؟ تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ جن چیزوں کو قیامت کی نشانیاں قرار دیا گیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ نشانیاں ہیں جو قیامت کے وقت قریب آجانے کی علامت ہیں اور دوسری وہ نشانیاں ہیں جو قیام قیامت کے وجود اور اس کے آجانے پر دلالت کریں گی پس پہلی قسم کی نشانیوں سے سب سے پہلی نشانی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے اور پھر آخری کی باقی نشانیوں میں سے دھواں، دجال کا نکلنا اور اسی طرح کی دوسری علامتیں ہیں دوسری قسم کی نشانیوں میں سے آفتاب کا مغرب کی طرف سے نکلنا زلزلہ اور اس آگ کا نمودار ہونا ہے جو لوگوں کو گھیر ہانک کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

چنانچہ مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو سب سے پہلی نشانی اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ اسی نشانی سے دوسری قسم کی نشانیوں کی ابتداء ہوگی۔ وخروج الدابۃ علی الناس میں لفظ خروج کا عطف طلوع الشمس پر ہے جو لفظ اول کی خبر ہے اس صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ سب سے پہلی نشانی، ایک سے زائد ہو، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہوگا للہذا ابن مالک نے کہا ہے کہ خروج میں حرف واؤ شاید کہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اس صورت میں عبارت کا ترجمہ یوں ہوگا کہ" قیامت کی نشانیوں میں سے سب سے پہلی نشانی آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا یا چاشت کے وقت لوگوں پر دابۃ الارض کا نکلنا اور ان سے اس کا بات کرنا ہے" یہ وضاحت نہ صرف یہ کہ حدیث کہ آخری الفاظ ایھما ما کانت الخ کے مطابق ہے بلکہ اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یوں ہے کہ او خروج الدابۃ علی الناس۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں نشانیوں کے واقع ہونے کے درمیان جو وقفہ ہوگا وہ دوسری نشانیوں کے درمیانی وقفوں کی بہ نسبت بہت کم ہوگا، چنانچہ اگر مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع ہونا پہلے ہوا تو دابۃ الارض کا نکلنا اس کے فورا بعد ہوگا اور اگر پہلے دابۃ الارض نکلے گا تو مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع ہونا اس کے فورا بعد ہوگا! واضح رہے کہ ان دونوں علامتوں کی ترتیب اور تقدم وتاخر کے سلسلے میں تعین کے ساتھ وحی نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ اس بات کو مبہم چھوڑ دیا گیا تھا البتہ اتنا بتادیا گیا کہ یہ دونوں علامتیں اپنی نوعیت کی اور دوسری علامتوں سے پہلے ظاہر ہوں گی! نیز اس موقع پر یہ واضح کردینا بھی ضروری ہے کہ جس حدیث میں یہ منقول ہے کہ۔۔۔ان اولھا خروج الدجال (یعنی قیامت کی علامتوں میں سے سب سے پہلی علامت دجال کا نکلنا ہے) تو وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

سورج کو اجازت نہ ملنے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن جب کہ آفتاب غروب ہو رہا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمانے لگے، جانتے ہو یہ آفتاب کہاں جا رہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آفتاب جاتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے پہنچ کر سجدہ کرتا ہے، پھر حضور رب العزت میں حاضری کی اجازت مانگتا ہے، اس کو اجازت عطا ہوتی ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ مشرق کی طرف لے جائے اور وہاں سے طلوع کرے اور یاد رکھو وہ وقت جلد ہی آنے والا ہے جب آفتاب (اپنے معمول کے مطابق سجدہ کرے گا لیکن اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اس کو اجازت عطا نہیں ہوگی اور یہ حکم دیا جائے گا کہ جس طرف سے آیا ہے اسی طرف لوٹ جا چنانچہ وہ مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ والشمس تجری لمستقر لھا (یعنی آفتاب اپنے مستقر کی طرف چلا جاتا ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (آفتاب کے مستقر کی وضاحت میں فرمایا ہے کہ آفتاب کا مستقر یعنی اس کے ٹھہرنے کی جگہ عرش کے نیچے ہے۔" (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 34)

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث میں فانھا تذھب حتی تسجد تحت العرش کے الفاظ قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں ہیں جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حتی بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمیۃ کیونکہ اس آیت کی

مراد اصل حد نظر کو بیان کرتا ہے، جب کہ یہاں حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سورج ڈوبنے کی جو بات فرمائی گئی ہے اس کی مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آفتاب عرش کے نیچے پہنچ کر مستقر ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کے مستقر ہونے کی کیفیت وحقیقت کیا ہوتی ہے تو اس کا ادراک اظہار انسانی علم کے احاطہ سے باہر ہے۔ لفظ تستاذن میں استیذان سے مراد "حضور حق میں حاضری کی اجازت چاہنا۔" لیا گیا ہے، لیکن اس لفظ کا زیادہ واضح مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ آفتاب عرش کے نیچے سجدہ ریز ہونے کے بعد اپنے معمول کے مطابق طلوع کرنے کی اجازت چاہتا ہو اور اس کو وہ اجازت ہوتی ہے۔ آفتاب کا مستقر عرش کے نیچے ہے" کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے جاتا ہے اور وہاں سجدہ کرتا ہے پھر وہ اجازت طلب کرتا ہے جس پر اس کو اجازت دی جاتی ہے واضح رہے کہ مذکورہ آیت (وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا یٰس:38) کی تفسیر میں بیضاوی نے مستقر" کے کئی معنی بیان کئے ہیں، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے" مستقر" کی اس وضاحت کو قطعاً ذکر نہیں کیا ہے جو بخاری ومسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں بیان ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ قابل اعتماد ہے اور جس سے یہ متعین ہوجاتا ہے کہ" مستقر" سے کیا مراد ہے۔

بَابٌ فِیْ حَسْرِ الْفُرَاتِ عَنْ كَنْزٍ

باب: فرات سے خزانے کا ظاہر ہونا

4313 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُونِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عنقریب فرات سونے کے خزانے کو ظاہر کرے گا، جو شخص وہاں موجود ہو، وہ اس میں سے کچھ نہ لے''۔

شرح

اس خزانہ میں سے کچھ لینے کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس کی وجہ سے تنازعہ اور قتل وقتال کی صورت پیش آئے گی جیسا کہ اگلی حدیث میں وضاحت کی گئی ہے! اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس خزانہ میں سے کچھ بھی لینا اس لئے ممنوع ہے کہ خاص طور پر اس خزانہ میں سے کچھ حاصل کرنا آفات اور بلاؤں کے اثر کرنے کا موجب ہوگا اور ایک طرح سے یہ بات قدرت الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے! نیز بعض حضرات نے یہ لکھا کہ اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ وہ خزانہ مغضوب اور مکروہ مال کے حکم میں ہوگا جیسا کہ قارون کا خزانہ لہٰذا اس خزانہ سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہوگا۔

4314 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنِي عُقْبَةُ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''وہ سونے کے پہاڑ کو ظاہر کرے گا''۔

شرح

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی بات کو دو مختلف موقعوں پر مختلف الفاظ میں بیان فرمایا گیا، لہٰذا دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ نکلے گا کہ دریائے فرات کے نیچے سے سونے کا ایک عظیم خزانہ برآمد ہوگا جس کی مقدار پہاڑ کے برابر ہوگی۔ تاہم یہ احتمال بھی ہے کہ یہاں حدیث میں پہاڑ کے برابر سونے کہ جس کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ اس خزانہ کے علاوہ ہوگا جس کا ذکر پہلی حدیث میں کیا گیا ہے اور "سونے کے پہاڑ" سے مراد سونے کی کان ہے۔

بَابُ خُرُوجِ الدَّجَّالِ

باب: دجال کا خروج

لفظ دجال کی توضیح

لفظ دجال دجل سے مشتق ہے جو بروزن نصر باب دَجَلَ یَدْجُلُ کا مصدر ہے۔ اس کا معنی خلط ملط کرنا، جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، ملمع سازی کرنا وغیرہ ہے اور یوں دجال کا معنی بہت زیادہ جھوٹا اور دھوکے باز۔

امام ابن اثیر رحمہ اللہ نے دجال کا معنی بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ ذکر فرمائے ہیں اَیْ کَذَّابُوْنَ مُمَوِّهُوْنَ۔ یعنی دجال سے مراد جھوٹے اور خلاف واقعہ بات سنانے والے لوگ ہیں۔

لفظ دجال کی تشریح میں مزید فرماتے ہیں کہ وَاَصْلُ الدَّجْلِ الْخَلْطُ دراصل دجل خلط ملط کر دینے کا نام ہے۔

لسان العرب میں ہے کہ وَالدَّجَّالُ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ وَاِنَّمَا دَجْلُهُ سِحْرُهُ وَكِذْبُهُ

دجال سے مراد ہے جھوٹا مسیح اور یقیناً اس کے دجل سے مراد اسکا جادو اور اسکا جھوٹ ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ مسیح دجال یہود کا ایک آدمی ہے جو اس امت کے آخر میں ظاہر ہوگا۔ اس کا نام دجال اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دے گا۔

المعجم الوسیط میں لفظ دجال کا معنی یوں مذکور ہے کہ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا اور خلاف حقیقت بات کا دعوی کرنے والا۔

نیز لفظ دجال کی جمع دجاجلہ ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ مسیح کا ایک معنی "بہت سیاحت کرنے والا شخص ہے۔

اور چونکہ دجال اپنے فتنے کو پھیلاتا ہوا پوری دنیا کی سیاحت کرے گا اس لیے اسے مسیح کہا جاتا ہے۔ اس بات کی وضاحت صاحب قاموس کی اس توضیح سے بھی ہوتی ہے۔ دجال کو مسیح اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ پوری زمین اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

4315 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، قَالَ: اجْتَمَعَ حُذَيْفَةُ، وَأَبُو مَسْعُودٍ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: لَأَنَا بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ أَعْلَمُ مِنْهُ، إِنَّ مَعَهُ بَحْرًا مِنْ مَاءٍ، وَنَهْرًا مِنْ نَارٍ، فَالَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ نَارٌ مَاءٌ، وَالَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ مَاءٌ نَارٌ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ، فَأَرَادَ الْمَاءَ فَلْيَشْرَبْ مِنَ الَّذِي يَرَى أَنَّهُ نَارٌ، فَإِنَّهُ سَيَجِدُهُ مَاءً، قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ: هَكَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

❀❀ ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ ایک جگہ اکٹھے ہوئے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دجال اور اس کے ساتھ موجود کچھ چیزوں کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہوں، بے شک اس کے ساتھ پانی کا سمندر ہوگا اور آگ کا دریا ہوگا، تو جو آگ محسوس ہو رہی ہوگی، وہ درحقیقت پانی ہوگا اور جو پانی محسوس ہو رہا ہوگا، وہ درحقیقت آگ ہوگی، تم میں سے جو اسے پائے وہ پانی حاصل کرنا چاہتا ہو، تو وہ اس میں سے پیئے، جسے وہ آگ سمجھ رہا ہو، تو اسے پانی مل جائے گا۔

حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

فتنہ دجال کا بڑا فتنہ ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یقینا اللہ تعالیٰ تم پر مخفی نہیں ہے بلا شبہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے جب کہ مسیح دجال داہنی آنکھ سے کانا ہوگا۔ اور اس کی وہ آنکھ ایسی ہوگی جیسے وہ انگور کا ایک پھولا ہوا دانا ہے۔"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 36)

اللہ تعالیٰ تم پر مخفی نہیں ہے یہ جملہ دراصل آگے کی عبارت "اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے الخ" کی تمہید کے طور پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کی بتائی ہوئی باتوں کی روشنی میں تم اللہ تعالیٰ کی حقیقت سے آگاہ ہو اور اس کی ذات کو تم نے اس کی صفات کاملہ کے ساتھ پہچان رکھا ہے، لہٰذا جب دجال کا ظہور ہو اور وہ اپنی شعبدہ بازیوں اور فریب کاریوں کے ذریعہ تمہیں تمہارے رب کے بارے میں گمراہ کرنا چاہے تو تم گمراہ نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے" کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی نقصان وعیب کی نفی کرنا مراد ہے نہ کہ اس کی ذات کے لئے کوئی جسمانی عضو کو صحیح وسالم ثابت کرنا مراد ہے گویا اصل مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی جنس سے نہیں ہے اور نہ اس کی آدمیوں جیسی آنکھ ہے چہ جائیکہ وہ کانا ہو۔ لفظ طافیۃ یہاں ی کے ساتھ منقول ہے ویسے بعض روایتوں میں یہ لفظ ہمزہ کے ساتھ بھی نقل کیا گیا ہے۔

اس کے لغوی معنی" بلند کے ہیں لہٰذا عنبۃ طافیۃ کا مفہوم ہے انگور کا پھولا ہوا دانا واضح رہے کہ دجال کی آنکھ کے سلسلہ میں یہ روایت اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ انہا لیست بناتئة ولا جحراء یعنی اس کی وہ آنکھ نہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ دھنسی ہوئی اور دونوں روایتوں کے درمیان منافات اس اعتبار سے نہیں ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں باتیں اس کی آنکھوں میں پائی جائیں، یعنی اس کی ایک آنکھ تو اس طرح کی کانی ہوگی جیسے انگور کا پھولا دانا اور دوسری آنکھ اس طرح کی ہوگی کہ نہ تو

وہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ دھنسی ہوئی تورپشتی نے کہا ہے کہ وہ دجال کی جسمانی حالت خصوصا آنکھ کے بارے میں جو احادیث منقول ہیں۔

ان سب میں بہت زیادہ باہمی تضاد وتعارض ہے اور بسا اوقات ان کے درمیان مطابقت پیدا کرنا مشکل ہو جاتا ہے مثلا یہاں جو حدیث نقل ہوئی ہے اس میں تو یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اس کی آنکھ طافیہ (بلند) ہوگی جیسا کہ انگور کا کوئی پھولا ہوا دانا ہوتا ہے، ایک حدیث میں یہ ہے کہ وہ جاحظ العین یعنی ابھری ہوئی آنکھ والا ہوگا اور ابھری ہوئی آنکھ نہ تو ابھری ہوئی ہوگی اور نہ دھنسی ہوئی ہوگی پس ان تمام روایات میں مطابقت کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس کی آنکھ کی جو مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں ان کا تعلق دونوں آنکھوں کے ایک دوسرے سے مختلف ہونا ہے یعنی ایک آنکھ اس طرح کی ہوگی اور ایک اس طرح کی اس کی تائید عبداللہ کی مذکورہ بالا روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں دجال کا دائیں آنکھ سے کانا ہونا نقل کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں جو روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں یہ ہے کہ وہ ممسوح العین (یعنی مٹی ہوائی آنکھ والا ہوگا) اور اس کی آنکھ پر موٹا ناخنہ ہوگا، نیز ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا ان روایتوں کے درمیان مطابقت کرنے کے لئے بھی یہی کہا جائے گا کہ اس کی آنکھ کے عیب دار ہونے کی جو مختلف نوعیتیں بیان کی گئیں ہیں وہ الگ الگ دونوں آنکھوں کے اعتبار سے ہیں یعنی اس کی ایک آنکھ تو بالکل غائب ہوگی اور دوسری بھی عیب دار ہوگی۔ اس طرح اس کی دونوں آنکھوں پر "عور" کا اطلاق ہوسکتا ہے کیونکہ عور کے اصل معنی عیب کے ہیں لہٰذا اس کی دائیں آنکھ بھی عیب دار ہوگی اور بائیں آنکھ بھی۔

4316۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الدَّجَّالَ، الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، أَلَا وَإِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبًا كَافِرٌ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جس بھی نبی کو مبعوث کیا گیا، اس نے اپنی امت کو کانے، جھوٹے دجال سے ڈرایا ہے، خبردار! وہ کانا ہوگا تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے، اس شخص کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔

شرح

ایسا کوئی نبی نہیں گزرا الخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دجال کے ظاہر ہونے کا متعینہ وقت کسی پر بھی ظاہر نہیں فرمایا بس اس قدر معلوم ہے کہ وہ قیامت سے پہلے ظاہر ہوگا اور چونکہ قیامت آنے کا متعین وقت کسی کو نہیں معلوم ہے اس لئے دجال کے ظاہر ہونے کا متعین وقت بھی کسی کو نہیں معلوم۔ ک ف ر سے کفر کا لفظ مراد ہے، چنانچہ مصابیح اور مشکوٰۃ کے نسخوں میں یہ تینوں حرف اسی طرح علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے ہیں اور اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ گویا دجال کے چہرے پر کفر کا لفظ اسی طرح لکھا ہوگا نیز اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دجال دراصل تباہی و ہلاکت یعنی کفر کی طرف بلانے والا اور کفر کے پھیلنے کا باعث ہوگا نہ کہ فلاح

ونجات کی طرف بلانے والا ہوگا، اس سے بچنا اور اس کی اطاعت نہ کرنا واجب ہوگا درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے حق میں ایک بڑی نعمت ہے کہ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان کفر کا لفظ نمایاں ہوگا جس سے ہر صاحب ایمان کو اس کے مکر و فریب سے بچنے میں آسانی ہوگی۔

دجال اور اس کے نظریہ جنت و دوزخ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" آگاہ رہو کہ دجال کے بارے میں ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی اور نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو نہیں بتائی ہے اور وہ بات یہ ہے کہ دجال کانا ہوگا اور وہ اپنے ساتھ جنت و دوزخ کی مانند دو چیزیں لائے گا پس وہ جس چیز کو جنت کہے گا حقیقت میں وہ آگ ہوگی لہٰذا میں تمہیں اس دجال سے ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 38)

مطلب یہ ہے کہ دجال کے پاس چونکہ بڑی زبردست طلسماتی طاقت ہوگی اس لئے وہ اپنے ساتھ ایک بہت بڑا باغ اور آگ کا پھندا لئے پھرے گا جس کو وہ اپنی جنت اور دوزخ سے تعبیر کرے گا! یا جنت سے مراد آسائش وراحت کے سامان یا اس کے الطاف وعنایات ہیں اور دوزخ سے مراد رنج وکلفت کی چیزیں اور اس کی ایذا رسانیاں ہیں۔" حقیت میں وہ آگ ہوگی۔" کی وضاحت ایک شارح نے یہ کی ہے کہ کسی شخص کا دجال کی اس جنت میں داخل ہونا اور اس کو قبول کرنا درحقیقت عذاب الٰہی میں گرفتار ہونا اور دوزخ میں جانے کا راستہ اختیار کرنا ہے اسی پر قیاس کر کے دوسرا اجزیوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ دجال جس چیز کو دوزخ کہے گا حقیقت میں وہ بہشت ہوگی، یعنی جو شخص اس کی اطاعت نہیں کرے گا اور اس کی وجہ سے وہ اس کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا وہ شخص درحقیقت دجال کی تکذیب کرنے اور اس کے آگے جھکنے سے انکار کر دینے کے سبب بہشت میں داخل ہوگا! ایک وضاحت تو یہ ہے، لیکن زیادہ قریبی مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال جس چیز کو اپنی جنت اور جس چیز کو اپنی دوزخ بتائے گا اور ان میں جن لوگوں کو داخل کرے گا وہ دونوں کے لئے بالکل برعکس ثابت ہوں گی اور ان کا فعل الٹا ہو جائیگا یعنی جن لوگوں کو تکلیف واذیت میں مبتلا کرنے کے لئے اپنی دوزخ میں ڈالے گا وہ ان کے لئے رنج وتکلیف کے بجائے اطمینان وراحت کی جگہ بن جائے گی۔

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے ہے القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار (قبر یا تو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے) یعنی قبر کا ماحول اور اس کا فعل بندوں کے اعتبار سے مختلف ہو جاتا ہے، جس بندے سے اللہ خوش ہوتا ہے اس کے لئے اس کی قبر رنج وکلفت کی آلام گاہ ہو جاتی ہے اور اس کے قبیل سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراهيم (اے آگ تو ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کا سبب بن جا) نیز یہی حال اس مکدر دنیا کا ہے جس کو" قید خانہ" کہا گیا ہے لیکن یہی قید خانہ اپنی تمام ترسختیوں اور تنگیوں کے باوجود ان عارفین اور اہل اللہ کے لئے جنت کا روپ اختیار کر لیتا ہے جو مقام رضا پر فائز ہوتے ہیں اور اللہ کی خوشنودی کی خاطر یہاں کی ہر تنگی وسختی کو صبر وعزیمت اور خوش دلی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتن۔ کہ ان مردان حق آگاہ کے لئے دو جنتیں ہیں، ایک تو یہی دنیا ان کے لئے جنت بن جاتی ہے اور ایک جنت انہیں عقبی میں ملے

گی۔

اسی لئے عارفین کی نظر میں دنیا بالکل برعکس معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک دنیا کی نعمت وراحت درحقیقت نقمت یعنی عذاب ہوتی ہے اور یہاں کی نقمت حقیقت میں نعمت ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ حدیث کا اصل مقصد چونکہ لوگوں کو دجال کی فریب کاریوں سے ڈرانا ہے اس لئے اس موقع پر صرف پہلے جز، یعنی دجال کی جنت کی حقیقت کے ذکر پر اکتفا فرمایا گیا، اگرچہ بعض دوسری حدیثوں میں دوسرے جزء یعنی اس کی دوزخ کی حقیقت کو بھی صریح بیان فرمایا گیا ہے پس مفہوم کے اعتبار سے اس موقع پر پوری عبارت گویا یوں ہوگی کہ " پس وہ جس چیز کو جنت کہے گا حقیقت میں وہ آگ ہوگی اور جس چیز کو دوزخ کہے گا حقیقت میں وہ جنت ہوگی۔ دجال کے سلسلے میں عمومی طور پر ہر نبی علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد پھر آخر میں خاص طور پر حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کرنا اس حقیقت کی بناء پر ہے کہ مشاہیر انبیاء میں انہیں کی ذات مقدم ہے۔

دجال کے ساتھ آگ اور پانی ہونے کا بیان

حضرت حذیفہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا دجال اس حالت میں ظاہر ہوگا کہ اس ساتھ پانی ہوگا اور آگ ہوگی، تاہم لوگ جس چیز کو پانی سمجھیں گے وہ حقیقت میں جلانے والی ہوگی اور جس چیز کو لوگ آگ سمجھیں گے وہ حقیقت میں ٹھنڈا اور شیریں پانی ہوگا پس تم میں سے جو شخص اس کو (یعنی دجال اس کی تکذیب سے ناراض ہو کر اس کو اپنی آگ میں ڈال دے گا) کیونکہ حقیقت میں وہ (آگ نہیں ہوگی بلکہ نہایت شیریں اور پسندیدہ پانی ہوگا۔" (بخاری ومسلم) اور مسلم نے اپنی روایت میں یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں کہ۔" دجال ممسوح العین ہوگا (یعنی اس کی ایک آنکھ کی جگہ پیشانی کی طرح بالکل سپاٹ ہوگی کہ وہاں آنکھ کا کوئی نشان بھی نہیں ہوگا) اور اس پر (یعنی دوسری آنکھ پر) بھاری ناخنہ ہوگا گویا اس کی ایک آنکھ تو بالکل غائب ہی ہوگی اور دوسری آنکھ پر بھی گوشت یا کھال کا ایک موٹا ٹکڑا ہوگا، یا یہ معنی ہیں کا اس غائب آنکھ پر ناخنہ ہوگا) اور اس کی آنکھوں کے درمیان کافر" کا لفظ لکھا ہوگا۔ اور اس لفظ کو ہر مؤمن پڑھے گا خواہ وہ لکھنا (اور پڑھنا) جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 39)

اس کے ساتھ پانی ہوگا" میں " پانی" سے مراد اسباب عیش وراحت میں سے وہ چیز ہے جس کا بظاہر بہت قریبی تعلق پانی سے ہوگا اور جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو اپنی اتباع کی طرف مائل کرے گا، اسی طرح " آگ" سے مراد وہ چیز ہے جو بظاہر اذیت وتکلیف میں مبتلا کرنے والی ہوگی ورنہ حقیقت کے اعتبار سے ان لوگوں کو کوئی تکلیف واذیت نہیں پہنچائے گی جو اس (دجال) کو جھٹلائیں گے اور اس کی اتباع کرنے سے انکار کر دیں گے۔ لوگ جس چیز کو پانی سمجھیں گے الخ کا مطلب یہ ہے کہ دجال جن چیزوں کو ان لوگوں کی نظر میں عیش وراحت کی چیزیں کر کے دکھائے گا یا جن چیزوں کو وہ اذیت وتکلیف پہنچانے والے اسباب ظاہر کرے گا وہ حقیقت کے اعتبار سے برعکس ہوں گی مثلاً جن کو اپنی اتباع کرنے کے صلہ میں اس پانی سے نوازے گا۔

آخر الامر وہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگ میں جلیں گے اسی طرح وہ جن لوگوں کو اپنی نافرمانی کی سزا کے طور پر آگ کے سپرد کرے گا اس آگ کو اللہ تعالیٰ ٹھنڈک اور راحت پہنچانے کے لئے، پانی کی تاثیر عطا کر دے گا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ

السلام کے لئے نمرود کی آگ کو ٹھنڈا اور باعث راحت بنا دیا گیا تھا پس حاصل یہ نکلا کہ جو چیزیں دجال کے ذریعہ ظاہر ہوں گی اور فتنہ کا باعث بنیں گی ان کی حقیقت وہ نہیں ہوگی جو بظاہر نظر آئے گی بلکہ وہ طلسماتی اور خیالی چیزیں ہوں گی جیسا کہ طلسم جاننے والے شعبدہ باز اپنے کرتب دکھاتے ہیں لیکن جیسا کہ پہلے بتایا گیا، یہ بھی احتمال ہے کہ اس کے ذریعہ ظاہر ہونے والی چیزیں حقیقی ہی ہوں گی مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے حکم سے ان کی تاثیر الٹی ہو جائے گی کہ پانی تو جلائے گا اور آگ ٹھنڈک پہنچائے گی۔ کیونکہ وہ نہایت شیریں اور پسندیدہ پانی ہوگا۔" یعنی بظاہر آگ نظر آنے والی چیز یا تو حقیقت کے اعتبار سے یا ماہیت کے بدل دیئے جانے کے اعتبار سے اور یا آخری مآل وانجام کے اعتبار سے، پانی ہوگا جو ٹھنڈک وراحت پہنچانے کا باعث بنے گا! واضح رہے کہ حدیث میں اس موقع پر اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

اور صرف ایک ہی جزء کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے، ورنہ حقیقت میں یہاں اس دوسرے جزء کا مفہوم بھی پوشیدہ ہے کہ اور اس کو چاہئے کہ وہ اس کے پانی (یعنی اس کے اسباب عیش وراحت کی طرف مائل ہو کر اس (دجال) کی تصدیق واتباع نہ کرے کیونکہ حقیقت میں وہ پانی نہیں ہوگا بلکہ ایک طرح کا عذاب وحجاب ہوگا۔" دجال ممسوح العین ہوگا الخ" کے سلسلہ میں، جیسا کہ ترجمہ کے دوران وضاحت کر دی گئی ہے، یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ناخنہ کا تعلق اسی آنکھ سے ہے جس کو ممسوح فرمایا گیا ہے حالانکہ یہ بات موزوں نہیں ہے کیونکہ) ممسوح العین کے معنی ہی یہ ہیں کہ معنی لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ ناخنہ اس کی آنکھ پر ہوگا جو دوسری جانب ہوگی، ہاں اگر" ممسوح سے مراد محض" عیب" لیا جائے تو اس صورت میں حدیث کے الفاظ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہو سکتے ہیں۔

4317- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ: ك ف ر

✿✿ شعبہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "ک ف ر" لکھا ہوگا۔

4318- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُسْلِمٍ

✿✿ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے، تاہم اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"ہر مسلمان اسے پڑھ سکے گا"

4319- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، عَنْ أَبِي الدَّهْمَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، يُحَدِّثُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ، فَوَاللهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهُ، مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ، أَوْ لِمَا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ هَكَذَا قَالَ

✿✿ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص دجال (کے ظہور) کے بارے میں سنے، وہ اُس سے بچنے کی کوشش کرے، اللہ کی قسم! آدمی اس کے پاس آئے گا اور وہ یہ سمجھتا ہوگا کہ وہ مومن ہے، لیکن اس کی طرف سے پیش کیے جانے والے شبہات کی وجہ سے اس کی پیروی کرنے لگے گا (یہاں الفاظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

4320 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بَحِيرٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي قَدْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ لَا تَعْقِلُوا، إِنَّ مَسِيحَ الدَّجَّالِ رَجُلٌ قَصِيرٌ أَفْحَجُ، جَعْدٌ أَعْوَرُ مَطْمُوسُ الْعَيْنِ، لَيْسَ بِنَاتِئَةٍ، وَلَا جَحْرَاءَ، فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ، فَاعْلَمُوا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ وَلِيَ الْقَضَاءَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میں تمہیں دجال کے بارے میں بتا رہا تھا، لیکن اس کے باوجود مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تمہیں پوری طور سمجھ نہیں آئے گی، دجال چھوٹے قد کا شخص ہوگا، وہ دونوں ٹانگیں زیادہ کھول کے چلے گا، اس کے بال گھنگریالے ہوں گے، اس کی ایک طرف کی آنکھ کی جگہ بالکل سپاٹ ہوگی، نہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ ہی دھنسی ہوئی ہوگی، اگر تمہیں پھر بھی مشکل ہو، تو تم یہ بات جان لو کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمرو بن اسود نامی راوی قضاء کے منصب پر فائز ہوا تھا۔

دجال کی فریب کاریوں کا بیان

حضرت نواس ابن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال (کے نکلنے) اس کی فریب کاریوں اور اس کے فتنہ میں لوگوں کے مبتلا ہونے) کا ذکر فرمایا اگر دجال نکلے اور (بالفرض) میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو میں اس سے تمہارے سامنے جھگڑوں اور دلیل کے ذریعہ اس پر غالب آؤں) اور اگر دجال اس وقت نکلا جب میں نہ ہوں گا تو پھر تم میں سے ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے اس سے جھگڑنے والا ہوگا اور میرا وکیل دخلیفہ ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ ہے دجال جوان ہوگا اس کے بال گھونگریالے ہوں گے اور اس کی آنکھ پھولی ہوگی گویا میں اس کو قطن کے بیٹے عبدالعزی سے تشبیہ دے سکتا ہوں پس تم میں سے جو شخص اس کو پائے اس کو چاہیے کہ وہ اس کے سامنے سورت کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے" اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے یہ الفاظ ہیں کہ اس کو چاہیے کہ وہ۔۔۔ اس کے سامنے سورت کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے کیونکہ وہ آیتیں تمہیں دجال کے فتنہ سے مامون و محفوظ رکھیں گی (جان لو) دجال اس راستہ سے نمودار ہوگا جو شام اور عراق کے درمیان ہے اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا (پس) اے اللہ کے بندو! (اس وقت جب کہ دجال نکلے) تم (اپنے دین پر) ثابت قدم رہنا" راوی کہتے ہیں کہ) ہم نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کتنے دنوں زمین پر رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس دن،

(اور زمانہ کی طوالت کے اعتبار سے ان میں سے) ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا۔

اور ایک دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے دنوں کے مطابق (یعنی ہمیشہ کے دنوں کی طرح) ہوں گے" ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان دنوں میں سے جو ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس روز ہماری ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ نماز پڑھنے کے لئے ایک دن کا حساب لگانا ہوگا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زمین پر کتنا زیادہ تیز چلے گا (یعنی اس کی رفتاری کی کیا کیفیت ہوگی؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس مہینہ یعنی ابر کی مانند تیز رفتار ہوگا جس کے پیچھے ہوا ہو! وہ ایک ایک قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا (یعنی اپنی اتباع کی طرف بلائے گا اور برائی کے راستہ پر لگائے گا) لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے یعنی اس کے فریب میں آ کر اس کی اتباع کرنے لگیں) پھر وہ (اپنے تابعداروں کو نوازنے کے لئے) ابر کو بارش برسانے کا حکم دیگا تو ابر بارش برسائے گا اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی۔

پھر جب شام کو اس قوم کے (وہ) مویشی آئیں گے جو چرنے کے لئے صبح کے وقت جنگل و بیابان گئے تھے تو ان کے کوہان بڑے بڑے ہو جائیں گے اور ان کی کوکھیں (خوب کھانے پینے کی وجہ سے) تن جائیں گی پھر اس کے بعد دجال ایک اور قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا (یعنی اپنی خدائی کی طرف بلائے گا اور کہے گا کہ مجھے اپنا پروردگار تسلیم کرو) لیکن اس قوم کے لوگ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے (یعنی وہ اس کی بات کو قبول نہیں کریں گے اور اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیں گے اور وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اس قوم کی طرف سے پھیر دے گا) پھر اس قوم کے لوگ قحط و خشک سالی اور تباہ حالی کا شکار ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ مال و اسباب سے بالکل خالی ہاتھ ہو جائیں گے،

اس کے بعد دجال ایک ویرانہ پر سے گزرے گا اور اس کو حکم دے گا وہ اپنے خزانوں کو نکال دے چنانچہ وہ ویرانہ دجال کے حکم کے مطابق اپنے خزانوں کو اگل دے گا اور) وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے ہولیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار ہوتے ہیں، پھر دجال ایک شخص کو جو جوانی سے بھرپور یعنی نہایت قوی و توانا جوان ہوگا اپنی طرف بلائے گا اور (اس بات سے غصہ ہو کر کہ وہ اس کی الوہیت سے انکار کر دے گا، یا محض اپنی طاقت و قدرت ظاہر کرنے اور اپنے غیر معمولی کارناموں کی ابتداء کے لئے) اس پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارے گا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے جیسا کہ تیر نشانے پے پھینکا جاتا ہے (یعنی اس کے جسم کے وہ دونوں ٹکڑے ایک دوسرے سے اس قدر فاصلہ پر جا کر گریں گے جتنا فاصلہ تیر چلانے والے اور اس کے نشانے کے درمیان ہوتا ہے اور بعض حضرات نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اس کی تلوار کا ہاتھ اس کے جسم پر اس طرح پہنچے گا جس طرح تیر اپنے نشانے پر پہنچتا ہے) اس کے بعد دجال اس نوجوان (کے جسم کے ان ٹکڑوں) کو بلائے گا، چنانچہ وہ زندہ ہو کر دجال کے طرف متوجہ ہوگا اور اس وقت اس کا چہرہ نہایت بشاش، روشن اور کھلا ہوا ہوگا غرضیکہ دجال اسی طرح کی فریب کاریوں اور گمراہ کرنے والے کاموں میں مشغول ہوگا کہ اچانک اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائے گا جو دمشق کے شرقی جانب کے سفید منارہ پر سے اتریں گے، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دو فرشتوں کے پروں پر

رکھے ہوئے (آسمان سے نازل ہونگے وہ جس وقت اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو ان کے سر سے چاندی کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے جو موتیوں کی طرح ہوں گے، یہ ناممکن ہوگا کہ کسی کافر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا پہنچے اور وہ مر نہ جائیں (یعنی جو بھی کافر ان کے سانس کی ہوا پائے گا مر جائے گا) اور ان کے سانس کی ہوا ان کی حد نظر تک جائے گی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اس کو باب لد پر پائیں گے اور قتل کر ڈالیں گے، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے مکر وفریب اور فتنہ سے محفوظ رکھا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے چہروں سے گرد وغبار صاف کریں گے۔

اور ان کو ان درجات ومراتب کی بشارت دیں گے جو وہ جنت میں پائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس یہ وحی آئے گی کہ میں نے اپنے بہت سے ایسے بندے پیدا کئے ہیں جن سے لڑنے کی قدرت وطاقت کوئی نہیں رکھتا۔ لہٰذا تم میرے بندوں کو جمع کر کے کوہ طور کی طرف لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو، پھر اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو ظاہر کرے گا جو ہر بلند زمین کو پھلانگتے ہوئی اتریں گے اور دوڑیں گے، (ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ جب ان سب سے پہلی جماعت بحیرہ طبریہ کو خالی دیکھ کر) کہے گی کہ اس میں کبھی پانی تھا اس کے بعد یاجوج ماجوج آگے بڑھیں گے یہاں تک کہ جبل خمر تک پہنچ جائیں گے اور پھر کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو ختم کر دیا ہے، چلو آسمان والوں کا خاتمہ کر دیں، چنانچہ وہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے لوٹا دے گا (تاکہ وہ اس بھرم میں رہیں کہ ہمارے تیر واقعۃً آسمان والوں کا کام تمام کر کے واپس آئے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ڈھیل دے دی جائے گی اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ تیر فضا میں پرندوں کو لگیں گے اور ان کے خون سے آلودہ ہو کر واپس آئیں گے، پس اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دجال کا فتنہ زمین ہی تک محدود نہیں رہیں گا بلکہ زمین کے اوپر بھی پھیل جائے گا) اس عرصہ میں اللہ کے نبی اور ان کے رفقاء یعنی حضرت عیسیٰ اور اس وقت کے مؤمن کوہ طور پر روکے رکھے جائیں گے اور (ان پر اسباب معیشت کی تنگی وقلت اس درجہ کو پہنچ جائے گی کہ) اس کے لئے بیل کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے بہتر ہوگا (جب یہ حالت ہو جائے گی تو) اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے لئے دعا وزاری کریں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں نغف یعنی کیڑے پڑ جانے کی بیماری بھیجے گا جس کی صورت میں ان پر اللہ کا قہر اس طرح نازل ہوگا کہ سب کے سب ایک ہی وقت موت کے گھاٹ اتر جائیں گے) اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (اس بات سے آگاہ ہو کر) پہاڑ سے زمین پر آئیں گے اور انہیں زمین پر ایک بالشت کا ٹکڑا بھی ایسا نہیں ملے گا جو یاجوج ماجوج کی چربی اور بدبو سے خالی ہو (اس مصیبت کے دفعیہ کے لئے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے۔

تب اللہ تعالیٰ بختی اونٹ کی گردن جیسی لمبی لمبی گردنوں والے پرندوں کو بھیجے گا جو یاجوج ماجوج کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں پھینک دیں گے" اور مسلمان یاجوج ماجوج کی کمانوں، تیروں اور ترکشوں کو سات سال تک جلاتے رہیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک زوردار بارش بھیجے گا جس سے کوئی بھی مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا پتھر کا اور خواہ صوف کا ہو نہیں بچے گا وہ بارش زمین کو

دھو کر آئینہ کی مانند صاف کر دے گی پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے پھلوں" یعنی اپنی پیداوار کو نکال اور اپنی برکت کو واپس لا، چنانچہ (زمین کی پیداوار اس قدر بابرکت اور باافراط ہوگی کہ) دس سے لے کر چالیس آدمیوں تک کی پوری جماعت ایک انار کے پھل سے سیر ہو جائے گی اور اس انار کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے، نیز دودھ میں برکت دی جائے گی، (یعنی اونٹ اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ بہت ہوگا) یہاں تک کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی، دودھ دینے والی ایک گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لئے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری آدمیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے لئے کافی ہوگی۔ بہرحال لوگ اسی طرح کی خوش حال اور امن وچین کی زندگی گزار رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جو ان کی بغل کے نیچے کے حصہ کو پکڑے گی (یعنی اس ہوا کی وجہ سے ان کی بغلوں میں ایک درد پیدا ہوگا) اور پھر وہ ہوا ہر مؤمن اور ہر مسلمان کی روح قبض کر لے گی اور صرف بدکار شریر لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جو آپس میں گدھوں کی طرح مختلط ہو جائیں گے اور ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ اس پوری روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے علاوہ دوسری روایت کو ان الفاظ تطرحہم بالنہبل تا سبع سنین کے کہ اس کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 41)

تو میں اس سے تمہارے سامنے جھگڑوں۔" میں اس طرف اشارہ ہے کہ بالفرض اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں دجال کا ظہور ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دلیل وحجت کے ذریعہ اس پر غالب آنے کے لئے اپنی امت میں سے کسی معاون ومددگار کی مدد کا محتاج نہیں تھے! بہرحال مذکورہ بالا جملہ کی وضاحت کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھی کہ دجال کا ظہور زمانہ نبوی کے بعد ہوگا جیسا کہ دوسری احادیث اور دیگر دلائل وقرائن سے واضح ہے لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ جملہ ارشاد فرمانا دراصل دجال کے ظاہر ہونے کی حقیقت کو زیادہ یقین کے ساتھ بیان کرنے اور مؤکد کرنے، اس کے ظہور کے وقت مبہم ہونے کی طرف اشارہ کرنے اور جن لوگوں کا دجال سے سابقہ پڑنے والا ہے ان کو اس کے فتنہ سے چوکنا کرنے کے پیش نظر تھا۔

تو پھر تم میں سے ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے اس سے جھگڑنے والا" کا مطلب یہ ہے کہ دجال کے ظاہر ہونے کے وقت جو مسلمان اس دنیا میں ہوں گے ان میں سے ہر ایک کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کے شر سے بچنے کے لئے شرعی وقطعی اور عقلی دلائل کے ذریعہ اس سے بحث ومباحثہ کرے اور اس پر غالب آئے لیکن یہ بات فرض کر لینے کے بعد کہ دجال بحث ومباحثہ کو سننے اور دلائل کو تسلیم کرنے والا ہوگا ورنہ اس جملہ کے اصل معنی یہ ہوں گے کہ اس وقت ہر مؤمن کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ دجال کی تکذیب کرے، اس کی بات کو قبول کرنے اور اس کو تکلیف واذیت پہنچانے کی صورت اختیار کر کے اس کے شر سے اپنے کو بچائے۔" میرا دکیل وخلیفہ ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ ہے" میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ ہر مومن ومسلمان کا حافظ وناصر ہوگا اور دجال کے فتنہ سے بچنے میں مدد دے گا۔

پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کامل یقین رکھنے والا مومن ہمیشہ مدد ونصرت پاتا ہے اگرچہ ان کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم وامام موجود نہ ہو، اس اعتبار سے حدیث فرقہ امامیہ کے خلاف مضبوط دلیل ہے۔" دجال جوان ہوگا" سے یہ ثابت ہوا کہ ابن صیاد

پر دجال کا اطلاق کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، ان الفاظ سے اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ سفید بالوں کی صورت میں کسی شخص کو جو وقار حاصل ہوتا ہے اس سے دجال محروم ہوگا۔ "عبدالعزیٰ ابن قطن" ایک یہودی کا نا تھا اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی مشرک تھا کیونکہ "عزیٰ" ایک بت کا نام ہے۔

اس کی ظرف عبد یعنی بندہ کی نسبت رکھنے والا مشرک ہی ہوسکتا ہے، اس کی تائید بعض حضرات کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ اس عبدالعزی قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص تھا جو زمانہ جاہلیت میں مر چکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو عبدالعزی کے ساتھ تشبیہ دی تو اس میں جزم کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ "گویا" کا لفظ اظہار شک کے لئے نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے یعنی عبدالعزی، اس کا تعارف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف یا خواب میں حاصل ہوا تھا اس لئے اس کے ساتھ دجال کو تشبیہ دیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانے کا لفظ استعمال فرمایا جیسا کہ کسی خواب کو بیان کرنے کا یہی اسلوب معتبر ہے۔ سورت کہف کی ابتدائی آیتوں سے مراد شروع سے ان یقولون الا کذبا تک کی آیتیں ہیں آیتوں کو دجال کے سامنے پڑھنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ ان میں جو مضامین مذکورہ ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت، اس کی کتاب اور آیات بینات کے ثبوت اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور رسول کی اس اعجازی شان پر دلالت کرتے ہیں جس کی برکت سے دجال کے محیر العقول کارنامے ملیامیٹ ہوکر رہ جائیں گے۔ اور اس کی اتباع کرنے والے ہلاکت وتباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں پائیں گے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ علیہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ سورت کہف کی ابتدائی آیتیں یہ خاصیت رکھتی ہیں کہ ان کا پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے امن وحفاظت میں رہے گا جیسا کہ اصحاب کہف نے اپنے زمانے کی سب سے بڑی طاقت سے شر وفتنہ سے امان ونجات پائی تھی واضح رہے کہ بعض احادیث میں ان آیتوں کو رات میں سوتے وقت بھی پڑھنا منقول ہے! مسلم کی دوسری روایت میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ فانها جوارکم من فتنة (کیونکہ وہ آیتیں تمہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ ومامون رکھیں گی) تو اکثر صحیح نسخوں میں "جوار" کا لفظ جیم کے زیر اور آخر میں ر کے ساتھ ہے، جس کے معنی اس پروانہ راہداری کے ہیں جس کی بنیاد پر کوئی شخص سفر کرتا ہے اور راستہ میں اس کو کوئی روک ٹوک نہیں کرتا پھر بعض شروح میں "جوار" جیم کے زبر اور پیش کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ جیم کے زیر کے ساتھ ہی فصیح ہے۔

اس موقع پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ حصن حصین میں سورت کہف کے تعلق سے متعدد روایتیں منقول ہیں مثلاً ایک روایت میں یہ ہے کہ جس شخص نے سورت کہف پڑھ لی اس کو اس کے پاس سے لے کر مکہ مکرمہ تک کی نورانیت حاصل ہوتی ہے اور دس شخصوں نے اس سورت کی آخری دس آیتیں پڑھیں اور پھر اس کے زمانہ میں دجال نکل آئے تو دجال اس پر تسلط پانے میں ناکام رہے گا ایک اور روایت میں یہ ہے کہ جس شخص نے سورت کہف کی ابتدائی تین آیتیں پڑھ لیں وہ دجال سے محفوظ ہوگیا ان آخری دونوں روایتوں میں دس آیتوں اور تین آیتوں کی صورت میں جو ظاہری تضاد ہے اس کو ختم کرنے کے لئے یوں تو بہت سے اقوال ہیں لیکن زیادہ واضح قول یہ ہے کہ سورت کہف کا کم سے کم حصہ کہ جس کا پڑھنا دجال کے شر سے محفوظ رکھے گا تین آیتیں ہیں

اور ان تین آیتوں کو حفظ کر لینا اولیٰ ہے لہٰذا یہ بات زیادہ حصہ مثلاً دس آیتوں کے پڑھنے یا اس کو حفظ کرنے کے منافی نہیں ہے۔"
اور وہ دائیں بائیں فساد پھیلائے گا" سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دجال جن شہروں اور علاقوں سے گزرے گا صرف انہی جگہوں پر فتنہ و فساد پھیلانے پر اکتفا نہیں کرے گا۔
بلکہ وہ اپنے دائیں بائیں اور ادھر ادھر، جہاں خود نہیں جا سکے گا اپنے لشکر اور اپنے تابعداروں کی جماعت بھیجے گا، اس طرح اس کے فتنہ و شر سے کوئی مومن امن میں نہیں ہوگا اور ایسی کوئی جگہ باقی نہیں بچے گی جہاں اس کا فتنہ نہ پہنچے۔ اے اللہ کے بندو، تم ثابت قدم رہنا" یہ خطاب ان مومنین سے ہے جو دجال کے زمانہ میں ہوں گے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اپنے صحابہ کرام سے فرمائی کہ اگر بالفرض تم دجال کا زمانہ پاؤ تو اس وقت دین پر مضبوطی سے قائم رہنا۔
چالیس دن" کے سلسلے میں یہ ملحوظ رہے کہ یہاں مسلم کی روایت میں تو دجال کی مدت قیام چالیس دن فرمائی گئی ہے جب کہ آگے آنے والی ایک حدیث میں یہ مدت چالیس سال بیان کی گئی ہے پس بغوی نے شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ چالیس سال بیان کرنے والی حدیث صحت و اسناد کے اعتبار سے اس درجہ کی نہیں ہے کہ اس کو مسلم کی اس روایت کے معارض قرار دیا جا سکے اور بالفرض اس کو اس درجہ کی صحیح حدیث بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ ان دونوں حدیثوں میں جو الگ الگ دو مدتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک مدت تو وہ ہے جس میں دنیا والوں پر اس کا ظہور ہی نہیں ہوگا بلکہ اس دنیا میں اس کی موجودگی غیر معلوم ہوگی اور دوسری مخصوص مدت ہے جس کے دوران دنیا والوں پر ظاہر رہے گا اور انہیں تعین کے ساتھ اس کی موجودگی کا علم ہوگا۔" نماز پڑھنے کے لئے ایک دن حساب لگانا ہوگا۔" کا مطلب یہ ہے کہ جب طلوع فجر کے بعد اتنا وقت گزر جائے جو عام دنوں کے اعتبار سے فجر اور ظہر کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت ظہر کی نماز پڑھی جائے اور جب ظہر کے بعد اتنا وقت گزر جائے جو عام دنوں میں ظہر اور عصر کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت عصر کی نماز پڑھی جائے اور جب عصر کے بعد اتنا وقت گزر جائے، جو عام دنوں میں عصر، مغرب کے درمیان ہوتا ہے تو اس وقت مغرب کی نماز پڑھی جائے۔ اسی حساب سے عشاء و فجر کی نماز پڑھی جائے۔
غرضیکہ پانچوں نمازیں اس اندازے اور حساب سے پڑھی جائیں گی یہاں تک کہ وہ دن، ایک برس کے برابر ہو کر گزر جائے نیز یہی اندازہ اور حساب ان دنوں میں اختیار کیا جائے گا جو ایک مہینہ اور ایک ہفتہ کے برابر ہوں گے واضح رہے کہ مذکورہ دنوں کی طوالت کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ حقیقت میں اتنے ہی طویل ہوں گے اور یقینا اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ شب و روز کی گردش کو مختصر سے مختصر اور طویل سے طویل کر سکتا ہے اس بارے میں بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ وہ دن حقیقت میں اس قدر طویل نہیں ہوں گے بلکہ ہجوم افکار اور کثرت آلام کی بنا پر اس قدر طویل معلوم ہوں گے تو یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے اس کی سب سے بڑی دلیل صحابہ کرام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ سوال کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں یہ جواب دینا کہ نماز پڑھنے کے لئے ایک دن کا حساب لگانا ہوگا۔
نیز بعض حضرات جو یہ اشکال ظاہر کرتے ہیں کہ نماز تو وقتوں یعنی سورج کے طلوع و غروب وغیرہ کے اعتبار سے مقرر ہوتی ہے اور جب اس طلوع و غروب وغیرہ کا وقت ہی نہیں ہوگا تو نمازیں کس طرح پڑھی جائیں گی؟ تو یہ اشکال بالکل لغو ہے، حقیقت یہ ہے

رنگے ہوئے ہوں گے۔ واذا رفعه تحدر منه مثل جمان اللؤلؤ. (اور جب سر اٹھائیں گے تو ان کے بالوں سے چاندی کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے جو موتیوں کی طرح ہوں گے) کا مطلب یہ ہے کہ ان سے ٹپکنے والے پسینہ کے قطرے اس قدر صاف اور سفید ہوں گے جیسا کہ موتیوں کی طرح چاندی کے دانے ہوتے ہیں۔ نہایہ میں لکھا ہیں کہ لفظ جمان عذاب کے وزن پر ہے اور اس کے معنی ہیں چاندی کے بنے ہوئے بڑے بڑے موتی اس کا واحد جمانۃ ہے۔

طیبی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پسینہ کے قطروں کو پہلے تو بڑائی میں جمان کے ساتھ تشبیہ دی اور پھر صفائی اور خوشنمائی کے اعتبار سے جمان کو موتی کے ساتھ تشبیہ دی! اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ لفظ "جمان" میم کی تشدید کے ساتھ تو چھوٹے موتی کو کہتے ہیں اور جمان جیم کی تشدید کے بغیر، ان دانوں کے کہتے ہیں جو چاندی کے بنائے گئے ہوں اور یہاں یہی دوسرے معنی مراد ہیں اور حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنا سر جھکائیں گے تو ان کے سر کے بالوں میں نورانی قطرے ظاہر ہونگے اور جب سر اٹھائیں گے تو وہ قطرے ٹپک پڑیں گے یہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شادابی و تازگی اور ان کے جمال واطراوت سے کنایہ ہے۔" یہ ناممکن ہوگا کہ کسی کافر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا پہنچے اور وہ مر نہ جائے" اس جملہ سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حکم میں خود دجال شامل کیوں نہیں ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دجال کو اس حکمت و مصلحت کے پیش نظر اس حکم سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہو اور وہ اس کے خون سے آلود اپنا نیزہ لوگوں کو دکھائیں تا کہ مؤمنین کے ذہن میں دجال کا ساحر وفریب کار ہونا ظاہر ہو اور اپنی آنکھوں سے اس کے فریب کا پردہ چاک ہوتے دیکھ لیں یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی ہوا سے کافروں کا مرجانا ان کی ایک ایسی کرامت ہوگی جو ان کے آسمان سے اترنے کے وقت یا اس کے کچھ بعد تک ظاہر رہے گی اور پھر جب وہ دجال کی طرف متوجہ ہوں گے تو یہ کرامت اٹھالی جائے گی، چنانچہ کسی کرامت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ اور ہر وقت ظاہر رہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ کرامت ان کے معمول کے مطابق ہر آنے والے سانس کی نہیں ہوگی بلکہ اس کا تعلق صرف اس مخصوص سانس سے ہوگا جس سے کسی کافر کو مارنا مقصود ہوگا سبحان اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی شان کے کیا کہنے، ایک وہ وقت تھا جب وہ اپنی پھونک سے مردہ کو زندہ کردیتے تھے۔

اور ایک وقت ہوگا کہ ان کے سانس کی ہوا سے زندہ لوگ موت کے گھاٹ اتریں گے۔ لد (لام کے پیش اور دال کی تشدید کے ساتھ) شام کے ایک پہاڑ کا نام ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ لد بیت المقدس کے ایک گاؤں کا نام ہے اور بعض حضرات کے نزدیک وہ فلسطین کے ایک گاؤں کا نام ہے۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے چہروں سے گردوغبار صاف کریں گے" ہو سکتا ہے کہ چہروں سے گردوغبار کا صاف کرنا اپنے ظاہری معنی پر محمول ہو، کہ واقعۃ حضرت عیسیٰ علیہ السلام از راہ لطف وکرم ان لوگوں کے چہروں سے گردوغبار صاف کریں گے، یا اس جملہ کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے دلوں سے دجال کا خوف دور کریں گے اور ان کو راحت واکرام کے اسباب فراہم کر کے ان کی تعب وکلفت کو ختم کریں گے۔

بحیرہ طبریہ" اضافت کے ساتھ ہے اور لفظ" بحیرہ" اصل میں بحرۃ کی تصغیر ہے جس کے معنی اس جگہ کے ہیں جہاں پانی جمع ہوتا

ہے جیسے سمندر یا بڑا دریا، چنانچہ بحیرہ کے معنی چھوٹے دریا یعنی جھیل کے ہیں، بحیرہ طبریہ اس جھیل کو کہتے ہیں جو ملک شام کے علاقہ طبریہ میں واقع ہے۔ "جبل خمر" ایک پہاڑ کا نام ہے خمر اصل میں گھنی جھاڑی کو کہتے ہیں یا اس زمین کو کہتے ہیں جو درختوں اور جھاڑیوں میں چھپی ہوئی ہو، چنانچہ اس پہاڑ پر درخت اور گھنی جھاڑیاں بہت ہیں اس لئے اس کو جبل خمر کا نام دیا گیا۔ "ان کے لئے بیل کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے بہتر ہوگا" کے ذریعہ اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ لوگوں کو اشیاء کی قلت اور تنگ دستی و گرانی اس طرح گھیرے گی کہ معمولی چیز بڑی سے بڑی قیمت پر مشکل سے دستیاب ہوگی۔ مثلاً جانور کے تمام اعضاء میں سب سے سستا کلہ کا گوشت سمجھا جاتا ہے مگر اس وقت ان لوگوں کے نزدیک اسی کلہ کا گوشت ایک سو دینار میں بھی بہت غنیمت معلوم ہوگا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دوسرے اجزاء کے گوشت کی اہمیت ان کے نزدیک کیا ہوگی اور وہ کس قدر بیش قیمت ہوں گے۔ "وہ پرندے ان کی لاشوں کو "نہبل" میں ڈال دیں گے" یہ لفظ نون کے زبر ہ کے جزم اور ب کے زبر کے ساتھ "نہبل" ہے اور مشکوۃ کے اکثر نسخوں میں اسی طرح منقول ہے، یہ دراصل ایک جگہ کا نام ہے جو بیت المقدس کے علاقہ میں واقع ہے۔ لیکن مجمع البحار میں کرمانی سے منقول ہے کہ یہ لفظ میم کے ساتھ "منہل" ہے جس کے معنی زمین میں گہرے گڑھے کے ہیں! قاموس میں لام کے باب اور میم کی فصل میں لفظ "مَنْهل" کی معنی پہاڑ سے گر پڑنے کے لکھے ہیں نیز کہا ہے کہ ترمذی نے دجال سے متعلق حدیث میں فطرحھم بالنھبل (یعنی "نہبل" کا لفظ ذکر کیا ہے جب کہ زیادہ صحیح میم کے ساتھ "منہل" ہے۔ جس سے کوئی بھی مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا پتھر اور صوف کا ہو نہیں بچے گا۔" میں مٹی اور پتھر کے مکان سے شہری علاقے اور صوف (یعنی خیموں اور چھپر) کے مکان سے دیہاتی اور جنگلی علاقے مراد ہیں، حاصل یہ کہ وہ بارش ہر جگہ اور ہر علاقہ میں برسے گی، ایسی کوئی جگہ نہیں ہوگی جہاں اس بارش کا پانی نہ پہنچے اور کوئی دیوار و خیمہ وغیرہ اس پانی کو کسی بھی جگہ سے روک نہیں سکے گا! واضح رہے کہ لفظ "لایکن" ی کے زبر اور کاف کے پیش کے ساتھ کن سے بھی منقول ہے اور ی کے پیش کاف کے زبر کے ساتھ "اکنان" سے بھی نقل کیا گیا ہے، ویسے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی حفاظت و پوشیدگی۔

اور اس انار کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے۔" کے بارے میں ایک شارح نے کہا ہے کہ "چھلکے سے انار کے اوپر کا آدھا چھلکا مراد ہے اصل میں "قحف" اس گول ہڈی (یعنی کھوپڑی) کو کہتے ہیں جو دماغ کے اوپر ہوتی ہے اور لکڑی کے پیالہ کو بھی "قحف" کہتے ہیں لہٰذا اس مشابہت کی وجہ سے حدیث میں انار کے چھلکے کو "قحف" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ "الفأام من الناس" (لوگوں کی ایک بڑی جماعت) میں لفظ "فأام" دجال کے وزن پر ہمزہ کے ساتھ ہے اور عام بول چال میں ہمزہ کو ی سے بدل دیتے ہیں، بہر حال یہ لفظ "آدمیوں کی جماعت۔" کے معنی ہیں ہے اور یہاں اس سے مراد لوگوں کی اتنی بڑی جماعت ہے جس پر "قبیلہ" سے زیادہ لوگوں کا اطلاق ہو، جیسا کہ "قبیلہ کا اطلاق، لوگوں کی اس جماعت پر ہوتا ہے جو "فخذ" سے زیادہ ہو اور "فخذ" یہاں ف کے زبر اور خ کے جزم کے ساتھ ہے، جس کے معنی صرف عزیز و اقربا کی جماعت کے ہیں اور اس کا اطلاق لوگوں کی اس جماعت پر ہوتا ہے جو "بطن" سے کم ہو اور "بطن" کا اطلاق "قبیلہ" سے بھی کم جماعت پر ہوتا ہے! ویسے فخذ "خ" کے زیر کے ساتھ (اور ف کے پیش کے جزم کے ساتھ بھی) کے معنی "ران" کے آتے ہیں۔

اور پھر وہ ہوا ہر مومن ہر مسلمان کی روح قبض کر لے گی" میں ہوا کی طرف روح قبض کرنے کی نسبت مجازی ہے، حقیقت میں روح کو قبض کرنے کا کام ملک الموت (یعنی موت کے فرشتے) کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ارواح قبض کرتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ بیان ہو چکی ہے کہ مؤمن اور مسلم دونوں ایک ہی ہیں، جو مؤمن ہے وہ مسلمان ہے اور جو مسلمان ہے وہ مؤمن ہے، البتہ ان دونوں کے درمیان جو لطیف فرق علماء نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ مؤمن تو تصدیق قلبی کے اعتبار سے کہتے ہیں جس کا تعلق باطن سے ہوتا ہے اور مسلمان ظاہری انقیاد اطاعت کے اعتبار سے کہتے ہیں، للہذا یہاں ان دونوں کو الگ الگ بیان کرنے سے مراد تاکید بھی ہے اور تعمیم بھی اس حکم کے دائرے سے کوئی بھی باہر نہ رہے۔" جو آپس میں گدھوں کی طرح مختلط ہو جائیں گے" کے بارے میں بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہاں اختلاط سے مراد جماع کرنا یعنی وہ لوگ بے حیاء اور بے لحاظ ہو کر علانیہ لوگوں کے سامنے جماع کریں گے جیسا کہ گدھے کرتے ہیں چنانچہ "هرج" کا لفظ جماع کے معنی میں بھی آتا ہے۔

اور انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی" کا مطلب یہ ہے کہ جب قیامت آئے گی تو اس وقت اس دنیا میں صرف وہی بدکار واشرار لوگ (یعنی کفار و فجار ہوں گے، ان کے برعکس لوگ یعنی مؤمنین وصالحین نہ اس وقت اس دنیا میں موجود ہوں گے اور نہ ان پر قیامت قائم ہوگی چنانچہ آگے ایک حدیث آرہی ہے اس میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ روئے زمین پر اللہ اللہ کہنا بند نہ ہو جائے یعنی قیامت اسی وقت آئے گی جب روئے زمین پر ایک بھی اللہ کا نام لیوا باقی نہیں رہے گا۔

4321 - حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ الدِّمَشْقِيُّ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ الطَّائِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِيِّ، قَالَ: ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ. فَقَالَ: إِنْ يَخْرُجْ وَاَنَا فِيكُمْ فَاَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ، وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ. فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ، وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَمَنْ اَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ. فَإِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ. قُلْنَا: وَمَا لَبْثُهُ فِي الْاَرْضِ؟ قَالَ: اَرْبَعُونَ يَوْمًا: يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ اَيَّامِهِ كَاَيَّامِكُمْ. فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ، اَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ؟ قَالَ: لَا، اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ. ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ. فَيُدْرِكُهُ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ.

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر وہ اس وقت نکلا، جب میں تمہارے درمیان موجود ہوا، تو میں تمہاری طرف سے خود اس سے مقابلہ کروں گا اور اگر وہ اس وقت نکلا، جب میں تمہارے درمیان موجود نہ ہوا، تو ہر شخص اپنی ذات کا دفاع کرے، اور اللہ تعالیٰ میری جگہ ہر مسلمان کا نگہبان ہوگا، تم

4321- إسناده صحيح. وقد جاء تصريح الرواة بسماع بعضهم من بعض عند أحمد ومسلم، فأمن تدليس التسوية من الوليد- وهو ابن مسلم- ومن صفوان بن صالح- وهو الدمشقي. -ابن جابر: هو عبد الرحمن بن يزيد بن جابر. وأخرجه مطولاً ومختصراً مسلم (2937)، والترمذي (2390)، والنسائي في "الكبرى" (7970) و (10717) من طريق عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، بهذا الإسناد. وقال الترمذي: حديث غريب حسن صحيح. وأخرجه ابن ماجه (4075)

جب ... وہ اس کے لیے سورۂ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے، یہ اس کے فتنے سے بچنے کا ذریعہ ہوگی ... زمین میں رہے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چالیس دن، جن میں سے ایک دن ... کی طرح ہوگا، ایک دن ایک مہینے کی طرح ہوگا، ایک دن ایک ہفتے کی طرح ہوگا اور باقی کے دن تمہارے عام دنوں کی مانند ہوں گے ... یا رسول اللہ! وہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا، کیا اس دن میں ہمارے لیے ایک دن اور ایک رات کی نماز ... کافی ہوگی؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! تم وقت کا اندازہ لگا لینا (اور اس حساب سے نمازیں ادا کرتے رہنا) پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دمشق کے مشرقی حصے میں موجود سفید منارے کے پاس نازل ہوں گے، وہ لِد نامی دروازے کے پاس اسے پکڑ لیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔

4322 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ، عَنِ السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَذَكَرَ الصَّلَوَاتِ مِثْلَ مَعْنَاهُ

... حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں راوی نے نمازوں کے بارے میں حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

4323 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ حَدِيثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ، يَرْوِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: مَنْ حَفِظَ مِنْ خَوَاتِيمِ سُورَةِ الْكَهْفِ، وَقَالَ شُعْبَةُ: عَنْ قَتَادَةَ مِنْ آخِرِ الْكَهْفِ

... حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات باقاعدگی سے تلاوت کرلیا کرے گا، وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"جو شخص سورۂ کہف کی آخری آیات یاد کرے گا"

شعبہ نے قتادہ کے حوالے سے سورۂ کہف کے آخری حصے کا ذکر کیا ہے۔

4324 - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ آدَمَ، عَنْ أَبِي

4323- حديث صحيح دون قوله" :فيصلي عليه المسلمون"، وهذا إسناد منقطع، فإن قتادة -وهو ابن دعامة السدوسي- لم يسمع من عبد ... نص عليه ابن معين، نقله عنه ابن أبي حاتم في "المراسيل" (633)، ومع ذلك فقد صحح هذا الإسناد الحافظ ابن حجر في ... "الفتح" 6/ 493، وقال الحافظ ابن كثير في "النهاية" 1/ 188: هذا إسناد جيد قوي وأخرجه الطيالسي (2575)، وابن أبي شيبة 15/ 158 - 159، وإسحاق بن راهويه (43)، وأحمد (9270) و(9634 - 9632)، والطبري في "تفسيره" 3/ 291 و6/ 22، وابن حبان (6814) و(6821)، والآجري في "الشريعة" ص380، والحاكم 2/ 595 من طرق عن قتادة، به. وأخرجه عبد الرزاق (20845)، وعنه ابن راهويه (44)

هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ - يَعْنِي عِيسَى - وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ: رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ، وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، فَيُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَيَدُقُّ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ، وَيُهْلِكُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً، ثُمَّ يُتَوَفَّى فَيُصَلِّي عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میرے اور ان کے یعنی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہے، وہ نزول کریں گے، جب تم انہیں دیکھو گے تو پہچان لو گے، کیونکہ وہ درمیانے قد کے مالک ہوں گے اور ان کا رنگ سرخ وسفید ہوگا، انہوں نے ہلکے زرد رنگ کا لباس پہنا ہوگا، یوں محسوس ہوگا جیسے ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے، حالانکہ انہیں پانی نہیں لگا ہوگا، وہ اسلام کے لیے لوگوں کے ساتھ جنگ کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو مار دیں گے، جزیہ موقوف کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے علاوہ تمام ادیان کو ختم کر دے گا، وہ دجال کو ہلاک کر دیں گے اور زمین میں 40 سال تک رہیں گے، پھر ان کا انتقال ہوگا، مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے''۔

بَابٌ فِي خَبَرِ الْجَسَّاسَةِ

باب: جساسہ کا تذکرہ

4325 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: إِنَّهُ حَبَسَنِي حَدِيثٌ كَانَ يُحَدِّثُنِيهِ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ عَنْ رَجُلٍ كَانَ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ، فَإِذَا أَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا، قَالَ: مَا أَنْتِ؟ قَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، اذْهَبْ إِلَى ذٰلِكَ الْقَصْرِ، فَأَتَيْتُهُ، فَإِذَا رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهُ، مُسَلْسَلٌ فِي الْأَغْلَالِ، يَنْزُو فِيمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَقُلْتُ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا الدَّجَّالُ، خَرَجَ نَبِيُّ الْأُمِّيِّينَ بَعْدُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَطَاعُوهُ أَمْ عَصَوْهُ؟ قُلْتُ: بَلْ أَطَاعُوهُ، قَالَ: ذَاكَ خَيْرٌ لَهُمْ

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک واقعہ کی وجہ سے میں دیر سے آیا ہوں، جو مجھے تمیم داری نے بیان کیا: اس نے ایک شخص کے حوالے سے یہ بات مجھے بتائی: میں نے سمندری سفر کے دوران ایک جزیرہ میں، ایک عورت کو دیکھا، جو اپنے بال کھینچ رہی تھی، میں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ اس عورت نے جواب دیا: میں جساسہ ہوں، تم اس محل کے پاس جاؤ، میں وہاں آیا، تو وہاں ایک شخص تھا جو اپنے بال کھینچ رہا تھا اور زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا وہ

تیزی سے اچھل رہا تھا، میں نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: میں دجال ہوں، کیا امیّین کے نبی کا ظہور ہو گیا ہے؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! اس نے دریافت کیا: لوگوں نے ان کی فرمانبرداری کر لی ہے یا ان کی نافرمانی کی ہے؟ میں نے کہا: انہوں نے اُن کی فرمانبرداری کر لی ہے، تو اس نے کہا: یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔

4326 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا اَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ حُسَيْنًا الْمُعَلِّمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ شَرَاحِيلَ الشَّعْبِيُّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ مُنَادِيَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِي: اَنِ الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ، فَخَرَجْتُ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَ: لِيَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ، قَالَ: اِنِّي مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَهْبَةٍ، وَلَا رَغْبَةٍ، وَلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ اَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا، فَجَاءَ فَبَايَعَ وَاَسْلَمَ، وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ، حَدَّثَنِي اَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ، وَجُذَامٍ، فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ، وَاَرْفَئُوا اِلَى جَزِيرَةٍ حِينَ مَغْرِبِ الشَّمْسِ، فَجَلَسُوا فِي اَقْرُبِ السَّفِينَةِ، فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ،

فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ اَهْلَبُ كَثِيرَةُ الشَّعْرِ، قَالُوا: وَيْلَكِ مَا اَنْتِ؟ قَالَتْ: اَنَا الْجَسَّاسَةُ، انْطَلِقُوا اِلَى هٰذَا الرَّجُلِ فِي هٰذَا الدَّيْرِ، فَاِنَّهُ اِلَى خَبَرِكُمْ بِالْاَشْوَاقِ، قَالَ: لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا، فَرِقْنَا مِنْهَا اَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً، فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ، فَاِذَا فِيهِ اَعْظَمُ اِنْسَانٍ رَاَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا، وَاَشَدُّهُ وَثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ اِلَى عُنُقِهِ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - وَسَاَلَهُمْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ، وَعَنْ عَيْنِ زُغَرَ، وَعَنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ، قَالَ: اِنِّي اَنَا الْمَسِيحُ، وَاِنَّهُ يُوشِكُ اَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ اَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا، بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مَرَّتَيْنِ، وَاَوْمَاَ بِيَدِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ، قَالَتْ: حَفِظْتُ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا: نماز جمع کرنے والی ہے (یعنی تم لوگ اکٹھے ہو جاؤ گے) تو میں نکلی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو منبر پر تشریف فرما ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ یہ بات جانتے ہو؟ میں نے تمہیں کیوں اکٹھا کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں کسی چیز کی خوشخبری سنانے کے لیے یا کسی چیز سے ڈرانے کے لیے نہیں جمع کیا، بلکہ میں نے تمہیں اس لیے جمع کیا ہے، کیونکہ تمیم داری ایک عیسائی شخص تھا وہ آیا اس نے بیعت کی اور اسلام قبول کر لیا، اس نے مجھے

ایک بات بتائی جو اس بات کی تائید میں ہے، جو میں نے تمہیں دجال کے بارے میں کہی تھی، اس نے مجھے بتایا کہ وہ ایک بحری جہاز میں سوار ہوکر تیس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوا، جن کا تعلق لخم (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جزام قبیلے سے تھا ایک مہینے تک موجیں انہیں لے کے چلتی رہیں، پھر وہ سورج کے غروب ہونے والی سمت میں ایک جزیرے تک پہنچ گئے، وہ ایک چھوٹی کشتی میں سوار ہوکر جزیرے میں داخل ہوگئے، وہاں انہیں ایک جانور ملا جس کی دم بھاری تھی اور جسم پر بال بہت زیادہ تھے انہوں نے کہا: تمہارا ستیاناس ہو، تم کون ہو؟ اس جانور نے جواب دیا: میں جساسہ ہوں تم لوگ اس عبادت خانے میں موجود اس شخص کے پاس جاؤ، کیونکہ اسے تمہاری دی ہوئی اطلاعات کے بارے میں دلچسپی ہے، راوی کہتے ہیں: جب اس عورت نے ہمارے سامنے ایک مرد کا نام لیا، تو ہم ڈر گئے کہ کہیں وہ عورت شیطان نہ ہو، ہم لوگ تیزی سے وہاں سے روانہ ہوئے، یہاں تک کہ اس عبادت خانے میں داخل ہوگئے، وہاں ایک انتہائی لمبا تڑنگا انسان موجود تھا، ہم نے ایسا لمبا تڑنگا شخص کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ مضبوطی سے بندھا ہوا تھا، اس کے ہاتھ گردن پر بندھے ہوئے تھے، اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ نقل کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: اس نے ان لوگوں سے بیسان کے کھجوروں کے باغ اور زغر کے چشمے اور اُمّی نبی ﷺ کے بارے میں دریافت کیا، پھر اس نے بتایا کہ میں دجال ہوں، عنقریب مجھے نکلنے کی اجازت مل جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ شام کے سمندر میں ہے، یا یمن کے سمندر میں ہے، نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے، یہ بات آپ ﷺ نے دو مرتبہ ارشاد فرمائی، پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے مشرق کی طرف اشارہ بھی کیا۔

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سن کر یہ بات یاد کی ہے، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

4327 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، وَكَانَ لَا يَصْعَدُ عَلَيْهِ إِلَّا يَوْمَ جُمُعَةٍ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ ذَكَرَ هَذِهِ الْقِصَّةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَابْنُ صُدْرَانَ بَصْرِيٌّ، غَرِقَ فِي الْبَحْرِ مَعَ ابْنِ مِسْوَرٍ، لَمْ يَسْلَمْ مِنْهُمْ غَيْرُهُ.

❁❁ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی، پھر آپ ﷺ منبر پر چڑھے آپ ﷺ اس سے پہلے کبھی جمعے کے دن کے علاوہ اس پر نہیں چڑھے تھے (اس کے بعد راوی نے یہ واقعہ نقل کیا ہے)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن صدران بصری نامی راوی ابن مسور کے ساتھ سمندر میں ڈوب گئے تھے، ان لوگوں میں سے اس روای کے علاوہ اور کوئی نہیں بچا تھا۔

4328 - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُمَيْعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ: إِنَّهُ بَيْنَمَا أُنَاسٌ يَسِيرُونَ فِي الْبَحْرِ، فَنَفِدَ طَعَامُهُمْ، فَرُفِعَتْ لَهُمْ جَزِيرَةٌ، فَخَرَجُوا يُرِيدُونَ الْخُبْزَ، فَلَقِيَتْهُمْ

الْجَسَّاسَةُ قُلْتُ لِأَبِي سَلَمَةَ: وَمَا الْجَسَّاسَةُ؟ قَالَ: امْرَأَةٌ تَجُرُّ شَعْرَ جِلْدِهَا وَرَأْسِهَا. قَالَتْ: فِي هٰذَا الْقَصْرِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَسَأَلَ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ، وَعَنْ عَيْنِ زُغَرَ. قَالَ: هُوَ الْمَسِيحُ. فَقَالَ: لِي ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ: إِنَّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ شَيْئًا مَا حَفِظْتُهُ. قَالَ: شَهِدَ جَابِرٌ أَنَّهُ هُوَ ابْنُ صَيَّادٍ. قُلْتُ: فَإِنَّهُ قَدْ مَاتَ. قَالَ: وَإِنْ مَاتَ. قُلْتُ: فَإِنَّهُ أَسْلَمَ. قَالَ: وَإِنْ أَسْلَمَ. قُلْتُ فَإِنَّهُ قَدْ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ. قَالَ: وَإِنْ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ ارشاد فرمایا:

'' کچھ لوگ سمندر میں سفر کر رہے تھے ان کا کھانا ختم ہو گیا تھا، انہیں ایک جزیرہ دکھائی دیا تو کھانے کی تلاش میں وہ اس کے اندر داخل ہو گئے، ان کی ملاقات جساسہ سے ہوئی۔

ولید بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے ابوسلمہ سے دریافت کیا: جساسہ سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ایک عورت ہے جو اپنی کھال اور سر کے بال کھینچ رہی تھی، اس عورت نے کہا: اس محل (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے) جس میں یہ مذکور ہے: محل میں موجود شخص نے بیسان کے نخلستان اور زغر کے چشمے کے بارے میں دریافت کیا اور بتایا: وہ دجال ہے۔

راوی کہتے ہیں: ابوسلمہ نے مجھ سے کہا: اس حدیث میں کچھ چیزیں مجھے یاد نہیں رہی ہیں۔ راوی کہتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ دجال ابن صیاد ہے، میں نے کہا: وہ تو مر چکا ہے، انہوں نے کہا: اگرچہ وہ مر چکا ہے (پھر بھی دجال وہی ہے) میں نے کہا: وہ تو مسلمان ہو گیا تھا، انہوں نے کہا: اگرچہ وہ مسلمان ہو گیا تھا (پھر بھی دجال وہی ہے) میں نے کہا: وہ تو مدینہ منورہ میں داخل ہو گیا تھا، تو انہوں نے کہا: اگرچہ وہ مدینہ منورہ میں داخل ہو گیا تھا (پھر بھی دجال وہی ہے)

بَابٌ فِي خَبَرِ ابْنِ صَائِدٍ

باب: ابن صائد کا تذکرہ

ابن صیاد کی حقیقت

ابن صیاد کا اصل نام "صاف" تھا اور بعض حضرات نے "عبداللہ" کہا ہے وہ ایک یہودی تھا جو مدینہ کا باشندہ تھا یا اصل باشندہ تو کہیں اور کا تھا لیکن مدینہ آ کر وہاں کے یہودیوں میں شامل ہو گیا تھا! ابن صیاد سحر و کہانت کا زبردست ماہر تھا اور اس وجہ سے اس کی شخصیت بڑی پراسرار بن کر رہ گئی تھی اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے اس کی حقیقت کو مختصر طور پر یوں ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایک بڑا فتنہ تھا جس میں مسلمانوں کو مبتلا کر کے ان کا امتحان لیا گیا تھا اس کے حالات بڑے مختلف تھے اور اس بنا پر صحابہ کرام کے درمیان بھی اس کی حیثیت کے تعین میں اختلاف تھا، چنانچہ کچھ صحابہ کرام کا خیال یہ تھا ابن صیاد وہی دجال ہے جس کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ وہ دنیا میں ظاہر ہو گا اہل ایمان کو گمراہ کرے گا لیکن اکثر حضرات کا کہنا یہ تھا کہ ابن صیاد بڑا دجال تو نہیں ہے لیکن ان چھوٹے دجالوں میں سے ایک ضرور ہے جو مختلف زمانوں میں پیدا ہوتے رہیں گے۔

اور جن کا اصل مقصد فتنہ وفساد پھیلانا اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہوگا! جیسا کہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ اس امت میں دجال پیدا ہوتے رہیں گے، جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے آخر الذکر حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ابن صیاد اگرچہ پہلے کافر وکاہن تھا لیکن آخر میں مسلمان ہوگیا تھا، پھر اس نے حج بھی کیا مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا، اس کی اولاد بھی ہوئی اور وہ مدینہ ومکہ میں رہا کرتا تھا جب کہ دجال کافر ہوگا اور کفر ہی کی حالت میں مارا جائے گا اس کے اولاد نہیں ہوگی اور مکہ ومدینہ میں اس کا داخلہ تک ممنوع ہوگا چہ جائیکہ وہ ان مقدس شہروں میں بودوباش اختیار کرے۔

حضرت تمیم داری کی اس حدیث کو بھی ان حضرات کی پوری دلیل قرار دیا جاسکتا ہے جو دجال کے سلسلہ میں پیچھے گزر چکی ہے! بہر حال ابن صیاد کی حیثیت دحقیقت مبہم تھی، اس کے بارے میں تعین ویقین کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی اصل حیثیت پر سے پردہ نہیں اٹھایا بلکہ اس کو مبہم رکھا جیسا کہ اس باب میں منقول احادیث سے معلوم ہوگا۔

4329 - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِابْنِ صَائِدٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ، وَهُوَ غُلَامٌ، فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ، ثُمَّ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَأْتِيكَ؟ قَالَ: يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئَةً وَخَبَأَ لَهُ: (يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ) (الدخان: 10)، قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: هُوَ الدُّخُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ائْذَنْ لِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ يَكُنْ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ - يَعْنِي الدَّجَّالَ - وَإِلَّا يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ فِي قَتْلِهِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اصحاب کے ہمراہ ابن صائد کے پاس سے گزرے ان اصحاب میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، ابن صائد اس وقت بنو مغالہ کے ٹیلوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، وہ خود بھی بچہ تھا، اسے اندازہ نہیں ہوا، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو اس کی پشت پر مارا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ راوی کہتے ہیں: ابن صائد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور بولا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اُمیوں کے رسول ہیں، پھر ابن صیاد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا: تمہارے پاس کیا آتا ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس ایک سچا اور ایک جھوٹا آتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا معاملہ تم پر خلط ملط ہو گیا ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: میرے ذہن میں ایک بات ہے (تم بتاؤ کہ وہ کیا ہو سکتی ہے؟)۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت سوچی تھی:

''جب آسمان واضح دھواں لے کر آئے گا''

ابن صیاد نے کہا یہ ''دخ'' ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو، تم اپنی اوقات سے آگے نہیں بڑھ سکو گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تو یہ (وہی دجال ہے) تو پھر تم اس پر قابو نہیں پا سکو گے اور اگر یہ وہ نہیں ہے، تو پھر اسے قتل کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

شرح

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک دن) حضرت عمر فاروق ابن خطاب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کی ایک جماعت میں شامل ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابن صیاد کے پاس گئے اور انہوں نے اس کو (یہودیوں کے ایک قبیلہ) بنو مغالہ کے محل میں بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا، وہ اس وقت سن بلوغ کے قریب ہو چکا تھا، ابن صیاد ان سب کی آمد سے بے خبر (اپنے کھیل میں مصروف) رہا یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پشت پر ہاتھ مارا اور (جب وہ متوجہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سے سوال کیا کہ کیا تو اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے (یہ سن کر بڑی غصیلی نظروں سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم امیوں یعنی ناخواندہ لوگوں کے رسول ہو اور پھر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو (پکڑ لیا) اور خوب زور سے بھینچا اور فرمایا" میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ (اچھا یہ بتا) تو کیا دیکھتا ہے یعنی غیب کی چیزوں سے تجھ پر کیا منکشف ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا کبھی تو میرے پاس سچی خبر آتی ہے اور کبھی تو میرے پاس سچا فرشتہ آتا ہے اور کبھی جھوٹا شیطان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ جواب سن کر) فرمایا کہ تیرا معاملہ سب گڈمڈ ہو گیا" پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تیرے لئے اپنے دل میں ایک بات چھپائی ہے اور جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کے لئے چھپائی تھی وہ یہ آیت (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ) 44۔ الدخان: 10) تھی اس نے جواب دیا کہ وہ پوشیدہ بات (جو تمہارے دل میں ہے)" درخ" ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا دور ہٹ! تو اپنی اوقات سے آگے ہرگز نہیں بڑھ سکے گا" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (یہ صورت حال دیکھ کر) عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن صیاد اگر وہی دجال ہے (جس کے آخر زمانہ میں نکلنے کی اطلاع دی گئی ہے) تو پھر تم اس پر مسلط نہیں ہو سکو گے یعنی اس کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہو سکو گے کیونکہ اس کو قتل کرنا تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے

مقدر ہے) اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے میں تمہارے لئے کوئی بھلائی نہیں) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس کے بعد (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ان درختوں کے پاس تشریف لے گئے جہاں ابن صیاد تھا اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ابی ابن کعب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (وہاں پہنچ کر) کھجور کی شاخوں کے پیچھے چھپنے لگے تا ابن صیاد (اپنے قریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی سے) بے خبر رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دیکھنے سے پہلے اس کی کچھ باتیں سن لیں اور اس طرح چھپ کر ابن صیاد کی باتوں کو سننے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور صحابہ کرام بھی جان لیں کہ وہ آخر ہے کیا آیا کوئی کاہن ہے یا جادوگر یا کچھ اور؟ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص سے فتنہ پردازی کا خوف ہو اس کی حقیقت کو ظاہر کرنا اور لوگوں پر اس کے احوال منکشف کرنا جائز ہے) اس وقت ابن صیاد ایک چادر میں لپٹا ہوا لیٹا تھا اور اس چادر کے اندر سے گنگنانے کی آواز آرہی تھی (جس کا کوئی مفہوم سمجھ میں آتا تھا) (دیکھ کر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا۔" اگر ابن صیاد کی ماں اس کو نہ ٹوکتی (اور میری موجودگی سے باخبر نہ کرتی) وہ اپنی حقیقت کو ظاہر کر دیتا (یعنی اس کی باتوں سے یہ معلوم ہو جاتا وہ کون ہے اور کیا ہے) حضرت عبداللہ (ابن عمر کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ دینے کے لئے) لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی جو اس کو سزاوار ہے، پھر دجال کا ذکر کیا (بایں احتمال کہ شاید ابن صیاد دجال ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فتنہ پردازی اور اس حقیقت کے پیش نظر کہ اس میں دجال کی بعض خصلتیں پائی جاتی تھیں دجال کا ذکر کرنا اور اس کے احوال سے آگاہ کرنا مناسب جانا) اور فرمایا میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں اور نوح علیہ السلام کے بعد کوئی نبی علیہ السلام ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو اور (ان انبیاء سے پہلے) نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے لیکن میں تم سے دجال کے بارے میں ایک ایسی بات اور ایک ایسی علامت بتاتا ہوں جو کسی اور نبی علیہ السلام نے اپنی قوم سے نہیں بتائی ہے، سو تم جان لو کہ دجال کانا ہوگا اور یقیناً اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 62)

امیوں" سے اس کی مراد اہل عرب تھے، کیونکہ اس زمانہ میں اکثر اہل عرب پڑھے لکھے نہیں ہوتے تھے! اور اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں میں سے ایک طبقہ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر تو نہیں تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اہل عرب کا رسول مانتے تھے بہر حال یہ بات (یعنی ابن صیاد کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی اس طرح دینا) اس کی ان لغو باطل باتوں میں سے ایک تھی جو شیطان کاہنوں کو القا کیا کرتا ہے، ویسے منطقی طور پر بھی اس کے یہ الفاظ زبردست تضاد وتناقض کے حامل تھے کیونکہ نبی ہر حال میں سچا ہوتا ہے خواہ وہ کسی ایک قوم وعلاقہ میں مبعوث ہوا ہو یا پوری نوع انسانیت کے لئے) اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت عامہ کا اعلان کیا۔ اور تمام نوع انسان کو اپنی رسالت کی دعوت دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو صرف اہل عرب کے ساتھ مخصوص کرنا سراسر باطل ٹھہرا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خوب زور سے بھینچا" میں بھینچا" لفظ رص کا ترجمہ ہے جو ر کے زبر اور ص کے ساتھ ہے اور جس کے اصل معنی" دو چیزوں کو استوار کرنا اور آپس میں ایک دوسرے سے جوڑنا ملانا" ہے" اسی لئے مضبوط اور استوار بنیاد کو بنائے مرصوص کہا جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کو پکڑ کر اور اس کے اعضاء جسم کو ایک دوسرے سے ملا کر زور سے بھینچا اور علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ ہمارے علاقہ میں کتاب کے جو صحیح نسخے ہیں ان میں یہ لفظ فرفضہ یعنی ف اور ض کے ساتھ ہے، جو رفض سے ہے اور جس کے معنی "چھوڑنے" کے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سوال وجواب اور اس کی کٹ حجتی سے صرف نظر کر لیا۔ میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا کا مطلب یہ تھا کہ میں یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور نبیوں پر ایمان لایا ہوں اور یہ بھی یقینی ہے کہ تو ان میں سے نہیں) ہاں اگر بفرض محال تو بھی ان میں سے ہوتا تو میں تجھ پر بھی ایمان لاتا! لیکن یہ فرض کرنے والی بات اسی صورت میں جائز ہوگی جب یہ کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اپنے خاتم النبیین ہونے کے علم سے پہلے کہی تھی، اگر اس وقت آپ کا خاتم النبیین ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھا تو یہ بفرض محال والی بات مراد نہیں لی جاسکتی اس مسئلہ کی نزاکت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص نبوت کا دعوی کرے اور کوئی اور شخص اس سے معجزہ کا مطالبہ کرنے کے باوجود اس کو اس لئے قتل نہیں کیا کہ اول تو وہ بہت چھوٹی عمر کا تھا اور چھوٹی عمر والوں کو قتل کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ممنوع تھا، دوسرے یہ کہ یہودی ان دنوں ذمی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے اس بات پر صلح کر رکھی تھی کہ ان کے حال پر رہنے دیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ ابن صیاد بھی یہودیوں ہی کا ایک فرد تھا ان کے خلیفوں میں سے تھا، اس لئے اس کو قتل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ "کبھی تو میرے پاس سچی خبر آتی اور کبھی جھوٹی خبر۔" کے بارے میں بعض شارحین نے کہا ہے کہ ابن صیاد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا حاصل یہ تھا کہ جو شخص تیرے پاس آتا ہے وہ تجھ سے کیا کہتا ہے اور اس کی کہی ہوئی باتیں تیرے لئے کیسی ثابت ہوئی ہیں؟

ابن صیاد نے مذکورہ جملہ کے ذریعہ اس سوال کا جواب دیا اس کا حاصل یہ تھا کہ ایک آنے والا مجھے کچھ باتیں بتاتا جاتا ہے، ان میں سے کوئی سچی ہو جاتی ہے اور کوئی جھوٹی چنانچہ کاہنوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ شیطان ان پر جھوٹی سچی، ہر طرح کی خبریں القا کرتا ہے۔ "تیرا معاملہ سب گڈمڈ ہو گیا" مطلب یا تو یہ تھا کہ تیرے پاس چیزوں اور اطلاعات کا تو ذخیرہ ہے وہ سب بیکار اور لاحصل ہے کیونکہ ان میں سے سچی باتیں بھی جھوٹی باتوں کے ساتھ مل کر کرنا قابل اعتبار ہو گئی ہیں یا یہ مطلب تھا کہ تیری حیثیت اور تیرے احوال کو نا قابل اعتماد بنا دیا گیا ہے کیونکہ تیرے پاس تو شیطان آتا ہے جو تجھے جھوٹی سچی خبریں سنا جاتا ہے اس بات کے ذریعہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دعویٰ رسالت کو جھوٹا قرار دیا کیونکہ کسی رسول کے پاس جھوٹی خبریں نہیں آیا کرتیں جب کہ اس نے خود اپنی زبان سے اس کا اقرار کیا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا کہ تو صرف کاہن ہے اور کاہنوں کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ تو رسول و نبی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ "میں نے تیرے لئے دل میں ایک بات چھپائی ہے" یعنی تجھے اگر یہ دعوی ہے کہ تجھ پر خدائی راز تک منکشف ہو جاتے ہیں اور کوئی شخص آکر تجھے غیب کی باتیں بتا کر جاتا ہے تو ذرا یہ بتا کہ اس وقت میرے دل میں کیا ہے، میں نے تیرے تعلق سے ایک بات اپنے دل میں رکھی ہے؟

اس بات کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کا امتحان لیا تاکہ صحابہ کرام پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے اور وہ جان لیں کہ یہ نرا کاہن ہے شیطان اس کے پاس آکر اس کو جھوٹی سچی باتیں سکھا جاتا ہے۔ "وہ پوشیدہ بات دخ ہے" د کے پیش اور زبر

کے اور خ کے تشدید کی ساتھ دخ" کے معنی دھوئیں کے ہیں! ابن صیاد اس پوری آیت کو تو بتانے میں کامیاب نہیں ہو سکا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں سوچ رکھی تھی، البتہ اس نے اس آیت کا ایک ناقص لفظ ضرور بتا دیا اس بات سے بھی اس کا کاہن ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ کہانت میں یہی ہوتا ہے کہ شیطان کسی بات کا کوئی ایک ادھورا اور ناقص جز اڑا کر لے آتا ہے اور اس کو کاہنوں کے دل میں ڈال دیتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت آہستہ سے صحابہ کو بتایا ہو کہ میں نے یہ آیت اپنے دل میں سوچی ہے اور شیطان نے بھی یہ بات سن لی ہو اور پھر اس نے ابن صیاد کو اس کا القا کر دیا ہو۔

دور ہٹ تو اپنی اوقات سے آگے ہرگز نہیں بڑھ سکتا" "دور ہٹ" لفظ اخساء کا ترجمہ ہے جس کے ذریعہ اہانت وحقارت کا اظہار کیا جاتا ہے اور عام طور پر کتے اور سور کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے کہ کسی کتے اور سور کو ہانکنے اور لوگوں سے دور ہٹانے کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے: بہرحال جب ابن صیاد کی حقیقت واضح ہو گئی کہ اس کا حال وہی ہے جو کاہنوں کا ہوتا ہے کہ وہ شیطان کے القا کرنے کے سبب کچھ ادھوری باتیں معلوم ہو گئیں، تو بس کاہن ہی ہے اور کاہن ہی رہے گا اس سے آگے تو ہرگز نہیں بڑھ سکتا، اپنی حد میں رہنا اور آئندہ رسالت کا دعوی کرنے کی جرأت نہ کرنا کہ وہ میرا مقام ہے۔

اس کو قتل کرنے میں تمہارے کوئی بھلائی نہیں ہے" کا مطلب یہ تھا کہ یہ چونکہ ذمی ہے اور ان یہودیوں میں سے ہے جو اہل ذمہ ہیں، علاوہ ازیں ایک نابالغ اور چھوٹی عمر کا بھی ہے اس لئے اس کو قتل کرنا کوئی فائدہ کی بات نہیں ہے چونکہ بعض قرائن ابن صیاد کے دجال ہونے پر دلالت کرتے تھے اس لئے آپ نے بطور شک یہ بات ارشاد فرمائی" کہ یہ واقعی دجال ہے تو تم اس کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہو سکو گے اور اگر یہ دجال نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اور یقینا اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے" یعنی وہ دوسرے سے حاسہ بینائی ہی سے پاک ومنزہ ہے چہ جائیکہ اس کی ذات میں کانے پن جیسا کوئی عیب ہو واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ کسی نبی نے اپنی قوم کو یہ نہیں بتایا کہ دجال کانا ہے تو اس بارے میں یہ احتمال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی کو دجال کے احوال کا اتنا تفصیلی علم ہی نہیں تھا کہ دجال کانا ہو گا یا کیسا ہو گا؟ یا یہ کہ یہ علم تو ہر نبی کو ہو گا مگر کسی نے اپنی قوم کو یہ نہیں بتایا کہ دجال کانا ہو گا۔

ابن صیاد کاہن تھا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ان سب کی ملاقات مدینہ کے ایک راستہ میں ابن صیاد سے ہو گئی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے جواب میں کہا کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سنکر) فرمایا۔" میں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اچھا یہ بتا) تو کیا چیز دیکھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایک تخت کو پانی پر دیکھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" تو ابلیس کے تخت کو سمندر پر دیکھتا ہے! پھر فرمایا۔" اس کے علاوہ اور کیا دیکھتا ہے؟ ابن صیاد نے کہا کہ دو سچوں کو دیکھتا ہوں (جو سچی خبریں لایا کرتے ہیں) اور ایک جھوٹے کو دیکھتا ہوں (جو جھوٹی خبریں لایا کرتا ہے) یا دو

جھوٹوں کو دیکھتا ہوں اور ایک سچے کو اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے مخاطب ہو کر) فرمایا اس کے لیے
صورت حال (یعنی کہانت) کو گڈمڈ کر دیا گیا ہے، اس کو چھوڑ دو (یعنی یہ تو ٹھیک ٹھیک بات کرنے کے بھی قابل نہیں ہے کہ اس کا کوئی
جواب دیا جائے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 63)

تو ابلیس کے تخت کو سمندر پر دیکھتا ہے۔" کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ ابلیس پانی
کے اوپر اپنا تخت بچھا کر اس پر اپنا دربار قائم کرتا ہے اور وہیں سے اپنے چیلوں اور اپنے ساتھیوں کی ٹولیوں کو دنیا میں بھی فتنہ وفساد
پھیلانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے روانہ کرتا ہے یا دو جھوٹوں کو دیکھتا ہوں اور ایک سچے کو یہ یا تو راوی نے اپنا شک ظاہر کیا
ہے کہ اس موقع پر روایت کے الفاظ اس طرح ہیں یا یہ کہ خود ابن صیاد ہی نے اس شک کے ساتھ بیان کیا ہو میں یا تو دو سچوں اور
ایک جھوٹے کو دیکھتا ہوں یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو اور یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا معاملہ جس طرح خلط
واحتمالات میں گرا ہوا تھا اور اس کے احوال جس طرح نظام واستقلال اور استقامت ویقین سے خالی تھے اس کا تقاضا ہی یہ تھا کہ اس
کو کسی بھی صورت جزم ویقین حاصل نہ ہوا چنانچہ وہ کبھی اس طرح دیکھتا تھا اور کبھی اس طرح۔

14330 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ
نَافِعٍ، قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ: وَاللّٰهِ، مَا أَشُكُّ أَنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ

⊛⊛ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے تھے: اللہ کی قسم! مجھے اس بارے میں کوئی شک نہیں
ہے کہ دجال "ابن صیاد" ہی ہے۔

4331 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ،
قَالَ: رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ أَنَّ ابْنَ صَائِدٍ الدَّجَّالُ، فَقُلْتُ: تَحْلِفُ بِاللّٰهِ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ
عُمَرَ يَحْلِفُ عَلَى ذٰلِكَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُنْكِرْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کا حلف
اٹھا کر یہ کہا: ابن صیاد ہی دجال ہے، میں نے کہا: آپ اللہ کے نام کا حلف اٹھا رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں، اسی بات پر اللہ کے نام کا حلف اٹھاتے ہوئے سنا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انکار نہیں کیا۔

4332 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ،
عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: فَقَدْنَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ

⊛⊛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حرہ کے دن، ہم نے ابن صیاد کو غیر موجود پایا۔

قیامت سے پہلے تیس جھوٹے دجالوں کے آنے کا بیان

4333 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُوْنَ دَجَّالُوْنَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک تیس دجال نہیں آئیں گے، ان میں سے ہر ایک اس بات کا دعویدار ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے''۔

4334 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِيْ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابًا دَجَّالًا، كُلُّهُمْ يَكْذِبُ عَلَى اللهِ، وَعَلٰى رَسُوْلِهٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک تیس دجال ظہور پذیر نہیں ہوں گے، ان میں سے ہر ایک اللہ اور اس کے رسول کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہوگا''۔

4335 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ جَرِيْرٍ، عَنْ مُغِيْرَةَ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: قَالَ عَبِيْدَةُ السَّلْمَانِيُّ بِهٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَذَكَرَ نَحْوَهٗ، فَقُلْتُ لَهٗ: اَتَرٰى هٰذَا مِنْهُمْ؟ يَعْنِي الْمُخْتَارَ، فَقَالَ عَبِيْدَةُ: اَمَا اِنَّهٗ مِنَ الرُّءُوْسِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، راوی کہتے ہیں: جب انہوں نے یہ بات نقل کی، تو میں نے دریافت کیا: کیا آپ کے خیال میں یہ ان لوگوں میں سے ہے، یعنی مختار؟ تو عبیدہ نے کہا: یہ تو ان کا سردار ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ

باب: حکم دینا اور منع کرنا

4336 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيْمَةَ، عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ، كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى الرَّجُلَ، فَيَقُوْلُ: يَا هٰذَا، اتَّقِ اللهَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ، فَاِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لَكَ، ثُمَّ يَلْقَاهُ مِنَ الْغَدِ، فَلَا يَمْنَعُهٗ ذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهٗ وَشَرِيْبَهٗ وَقَعِيْدَهٗ، فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ ضَرَبَ اللهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، ثُمَّ قَالَ: (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ) اِلٰى قَوْلِهٖ (فَاسِقُوْنَ) (المائدة: 81)، ثُمَّ قَالَ: كَلَّا وَاللهِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰى يَدَيِ الظَّالِمِ، وَلَتَاْطُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا، وَلَتَقْصُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بنی اسرائیل میں داخل ہونے والا سب سے پہلا نقص یہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے ملتا تھا تو اسے کہتا تھا: اے بندے! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے رک جاؤ، کیونکہ یہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے، پھر وہ اگلے دن اسے ملتا، تو اسے منع نہیں کرتا تھا، کیونکہ اس نے اس کے ساتھ کھانا، پینا اور بیٹھنا ہوتا تھا، جب لوگوں نے ایسا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان اختلافات پیدا کر دیے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی ہے''۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! تم لوگ ضرور نیکی کا حکم دیتے رہو گے اور برائی سے منع کرتے رہو گے اور ظالم کے ہاتھ کو پکڑتے رہو گے اور حق کی طرف اسے زبردستی لے جاؤ گے اور اسے حق کا پابند کرو گے۔

4337 - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ الْحَنَّاطُ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ، زَادَ: أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللهُ بِقُلُوبِ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ، ثُمَّ لَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْمُحَارِبِيُّ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، وَرَوَاهُ خَالِدٌ الطَّحَّانُ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''یا تو اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلافات پیدا کر دے گا، یا پھر وہ تمہیں اپنی رحمت سے اس طرح دور کر دے گا، جس طرح انہیں دور کیا تھا''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4338 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، الْمَعْنَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَعْدَ أَنْ حَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ هَذِهِ الْآيَةَ، وَتَضَعُونَهَا عَلَى غَيْرِ مَوَاضِعِهَا: (عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ) (المائدة: 105)، قَالَ: عَنْ خَالِدٍ، وَإِنَّا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ وَقَالَ عَمْرٌو: عَنْ هُشَيْمٍ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي، ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا، ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوا، إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ كَمَا قَالَ خَالِدٌ أَبُو أُسَامَةَ: وَجَمَاعَةٌ، وَقَالَ شُعْبَةُ فِيهِ: مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ

بِالْمَعَاصِي هُمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُهُ

⊛⊛ قیس بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد یہ بیان فرمایا:

''اے لوگو! تم لوگ ایک آیت تلاوت کرتے ہو اور اس کا غلط مطلب بیان کرتے ہو (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''تم پر اپنا خیال رکھنا لازم ہے، جب تم ہدایت پا جاؤ، تو جو گمراہ ہے، وہ تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا''

ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں گے اور اس کا ہاتھ نہیں روکیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرے گا''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''جس قوم میں گناہ ہونے لگیں اور لوگ انہیں روکنے کی قدرت رکھتے ہوں، لیکن نہ روکیں، تو ان سب پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت ایک اور سند کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''جب کسی قوم میں گناہوں پر عمل ہونے لگے اور (اسے روکنے کی قدرت رکھنے والے لوگ) ان لوگوں سے زیادہ ہوں، جو گناہوں پر عمل کرتے ہیں''۔

4339 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، أَظُنُّهُ عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي، يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِ، فَلَا يُغَيِّرُوا، إِلَّا أَصَابَهُمُ اللهُ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمُوتُوا

⊛⊛ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص کسی ایسی قوم میں ہو، جس میں گناہوں پر عمل کیا جاتا ہو، اور وہ لوگ اس بات کی قدرت رکھتے ہوں کہ اسے ختم کر سکیں اور پھر وہ اسے ختم نہ کریں، تو ان کے مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرے گا''

شرح

دنیا میں جس طرح کامیاب لوگوں کا ایک معیار رکھا جاتا ہے مثلاً: ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، ٹیچر، وغیرہ، ایسے ہی اللہ کے ہاں بھی کامیاب اور اچھے لوگوں کا ایک معیار ہے۔ جس کی مختلف کیٹا گریز ہیں مثلاً، اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والا، نماز کی پابندی کرنے والا، اللہ کی مخلوق کا خیال رکھنے والا۔۔۔۔ وغیرہ۔ لیکن ایک بندہ ایسا بھی ہے جو اللہ کے ہاں اس قدر مقبول ہے کہ کئی عابدوں کی عبادت ایک طرف اور اس ایک بندے کے عمل ایک طرف ہے۔ ایسا کون سا بندہ ہے۔۔۔؟ تو جناب ایسا بندہ ہے ایک " باعمل عالم دین" یعنی ایک ایسا بندہ جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت کے لیے سرگرم ہے اور نیکی کی تلقین میں مشغول ہونے کے ساتھ برائی کے خوفناک چہرے سے بھی ڈراتا رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے ہی تو اللہ کا یہ فرمان عالی شان ہے" کنتم خیر امت

اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر " (آل عمران 110) ساتھ میں ان الفاظ کا ذکر کر کے مومن اور غیر
مومن کے درمیان فرق کی مہر بھی ثبت کر دی" والمومنون والمومنات بعضهم اوليا بعض يامرون بالمعروف
وينهون عن المنكر " (توبہ 71)

یہاں پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بات ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی کتاب الاحیا 2/280 میں فرماتے ہیں کہ
اللہ نے اس آیت سے مومنین کو خاص کر دیا ہے یعنی جو بندہ اس فرض سے روگردانی کرے گا گویا وہ مومن ہی نہیں ہے۔ جبکہ امام
قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر 4/47 میں بیان کرتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مومن اور منافق کے درمیان فرق
کر دیا ہے۔ دوسرا پہلو جو اس آیت میں رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں نہ صرف مومن مردوں کو خطاب کیا گیا ہے بلکہ اس میں مومن
عورتیں بھی شامل ہیں۔ اور طاقت کے مطابق اس فرض کو سرانجام دینے کی پابند ہیں۔ موجودہ نام نہاد روشن خیال دور میں یہ ذمہ داری
خواتین پر عام حالات سے زیادہ بڑھ کر عائد ہوتی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: کچھ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صاحب ثروت لوگ تو
بہت سارا اجر وثواب کما لیتے ہیں وہ ویسے ہی نمازیں پڑھتے ہیں، جیسے ہم پڑھتے ہیں۔ اور اسی قدر روزے رکھتے ہیں جس قدر ہم
رکھتے ہیں۔ لیکن وہ صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ (جبکہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے اور وہ یوں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں)
تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کیا اللہ نے تمہارے لئے ایسی چیزیں نہیں بنائیں جن کو تم بھی صدقہ کر سکتے ہو؟ یقیناً ہر تسبیح (سبحان
اللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے، ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے، امر
بالمعروف اور نہی عن المنکر صدقہ ہے۔ (مسلم 1006)

مذکورہ حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسا صدقہ ہے جہاں
تک ایک مفلوک الحال آدمی کی رسائی بھی آسانی کے ساتھ ممکن ہے۔ یہ ایک ایسا پیمانہ ہے جس سے انسان اپنے ایمان کی کمزوری
اور مضبوطی کو ماپ سکتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے، جو اس کی طاقت نہیں رکھتا وہ زبان
سے روکے اور جو اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا وہ کم سے کم اس کو دل میں ہی برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے" (مسلم 49)
اب آپ دیکھیں کہ ایمان کے تین درجے بنا دیے گئے اور ان کو معلق بھی برائی کے روکنے کے ساتھ کر دیا، ہاتھ سے روکو،
مضبوط ترین ایمان۔ زبان سے روکو، درمیانہ ایمان۔ دونوں میں سے کسی کی طاقت نہیں رکھتے تو دل میں برا کہو کمزور ترین
ایمان۔ اب ہماری حالت کا اندازہ کریں شادی بیاہ میں مہندی، تیل، ڈھول، باجا کی صورت میں ڈارے ہوتے ہیں اور ہم زبان
ہلانے سے بھی قاصر ہو جاتے ہیں اور دکھ کی بات یہ ہے کہ آج کل اہل علم کے ہاں بھی ایسی چیزیں کسی حد تک پائی جاتی نظر آرہی
ہیں۔ بعض لوگوں کا ایمان تو زمین کے اس حصے میں چلا گیا ہے کہ جہاں سے اس کے دل میں دستک بھی نہیں ہوتی کہ " میاں جی یہ
کام برائی والا ہے" بلکہ ایسی خرافات کو انجوائے کیا جاتا ہے۔

ایک چھوٹی سی مثال بس میں لگی ٹیپ سے بھی لے سکتے ہیں تا کہ بندہ اپنے ایمان کی مضبوطی اور کمزوری کا اندازہ لگا لے ہم یہ سوچ کر کچھ نہیں کہتے کہ کونسا کسی نے یہ طوفان بدتمیزی بند کر دینا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کوئی بند کرے یا نہ کرے کوئی رکے یا نہ رکے پر آپ تو اللہ کے ہاں بری ہیں نہ کہ آپ نے دیکھا اور ان تک حق بات کو پہنچا دیا۔

حضرت درہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں۔" کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا:" جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو اور سب سے زیادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کرنے والا ہو۔ (مسند احمد 6/432)

اس حدیث سے کسی حد تک یہ بات بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ تقویٰ کا معیار بھی اللہ تعالیٰ نے اسی نیکی کے حکم اور برائی سے ڈرانے کو ہی رکھا ہے۔

مندرجہ بالا مختصری باتوں اور احادیث کو لا کر یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ اللہ نے ایمان، تقویٰ، اور اپنی قربت کا معیار صرف اور صرف نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے کو ہی رکھا ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو آج ہم کو قدم قدم پر میسر ہے لیکن ساتھ میں انتہائی مشکل کام بھی ہے کیوں کہ جیسے ہی آپ کسی کو کچھ کہتے ہیں فوراً آپ کو یہ بات سننے کو ملتی ہے۔" جاؤ صوفی صاحب کام کرو ہم نے دیکھیں ہیں بڑے متقی جو یہ سب کرتے ہیں" یا اس قسم کے اور جملے جن کو سننے کے بعد انسان ایک بار یقیناً یہ کہتا ہے دفع کرو ان لوگوں کو جو مرضی کرتے رہیں لیکن یہ بات غلط ہے کوئی کچھ بھی کہے پر علم والوں کو یہ کام کرنا ہی ہوگا۔ نہیں تو اللہ کے سامنے جواب دینا پڑے گا کہ علم تھا، جانتے تھے پھر لوگوں تک کیوں نہیں پہنچایا۔؟ تب کی ندامت آج کی مشکلات سے بہت زیادہ تکلیف دے ہوگی۔ (احیاء العلوم)

اس لئے محبت کے ساتھ امن اور نیکی کا پیغام دیں۔ اور اپنی بساط کے مطابق ہاتھ سے روکنے کی بھی کوشش کیا کریں اللہ ہم سب کو ہمت نصیب کرے اور اپنے دین کا کام اچھے انداز سے کرنے کی توفیق دے۔

4340 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَأَى مُنْكَرًا فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ - وَقَطَعَ هَنَّادٌ بَقِيَّةَ الْحَدِيثِ، وَفَاهُ ابْنُ الْعَلَاءِ: - فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص کوئی برائی دیکھے، وہ اپنے ہاتھ کے ذریعے اسے ختم کر سکتا ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ کے ذریعے ختم کر دے''

یہاں راوی نے کچھ الفاظ مختلف بیان کیے ہیں، آگے چل کے یہ الفاظ ہیں:

''اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو اپنی زبان کے ذریعے (اسے روکنے کی کوشش کرے) اگر وہ اپنی زبان کے ذریعے (روکنے کی) استطاعت نہ رکھتا ہو، تو اپنے دل میں (اسے برا سمجھے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے''۔

4341 - حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ اَبِي حَكِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ اللَّخْمِيُّ، حَدَّثَنِي اَبُو اُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيُّ، قَالَ: سَاَلْتُ اَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، فَقُلْتُ: يَا اَبَا ثَعْلَبَةَ، كَيْفَ تَقُولُ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ: (عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ) (المائدۃ: 105) ؟ قَالَ: اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْهَا خَبِيرًا، سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بَلِ ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا، وَهَوًى مُتَّبَعًا، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَاْيٍ بِرَاْيِهِ، فَعَلَيْكَ - يَعْنِي - بِنَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ، فَاِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ اَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ اَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ، وَزَادَنِي غَيْرُهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: اَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ

ابوامیہ شیبانی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: اے ابوثعلبہ! آپ اس آیت کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

''تم پر اپنے آپ کی (فکر کرنا) لازم ہے'' تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم نے ایک ایسے شخص سے اس کے بارے میں دریافت کیا ہے، جو اس کے بارے میں علم رکھتا ہے، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بلکہ تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو، یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ کنجوسی کی پیروی ہونے لگی ہے اور خواہش نفس کے پیروکاری ہونے لگی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے، اور ہر رائے دینے والا اپنی رائے کے بارے خود پسندی کا شکار ہے، تو اس وقت تم پر صرف اپنے آپ کو بچانا لازم ہے، تم دوسروں کی فکر چھوڑ دو، تمہارے بعد صبر کے دن آنے والے ہیں، ان میں صبر کرنا، یوں محسوس ہوگا، جیسے آگ کا انگارہ پکڑنا، اس وقت میں عمل کرنے والے کو، اس جیسے پچاس عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا''

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ان لوگوں میں سے پچاس عمل کرنے والوں جتنا ثواب ملے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں میں سے پچاس عمل کرنے والوں جتنا اجر ملے گا''۔

4342 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، اَنَّ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ اَبِي حَازِمٍ، حَدَّثَهُمْ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَيْفَ بِكُمْ وَبِزَمَانٍ اَوْ يُوشِكُ اَنْ يَاْتِيَ زَمَانٌ يُغَرْبَلُ النَّاسُ فِيهِ غَرْبَلَةً، تَبْقَى حُثَالَةٌ مِنَ النَّاسِ، قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ، وَاَمَانَاتُهُمْ، وَاخْتَلَفُوا، فَكَانُوا هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ، فَقَالُوا: وَكَيْفَ بِنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: تَاْخُذُونَ مَا

تَعْرِفُونَ، وَتَذَرُونَ مَا تُنْكِرُونَ، وَتُقْبِلُونَ عَلَى أَمْرِ خَاصَّتِكُمْ، وَتَذَرُونَ أَمْرَ عَامَّتِكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰكَذَا رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اس زمانے میں تم لوگوں کا کیا عالم ہوگا؟ (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کو چھان لیا جائے گا، اور صرف چھان بورا باقی رہ جائے گا، ان کے معاہدوں میں (وعدہ خلافی) اور ان کی امانتوں میں (خیانت) مل جائے گی، وہ لوگ ایک دوسرے سے اختلاف رکھیں گے اور وہ یوں ہو جائیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں، لوگوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! اس وقت ہمارا کیا ہوگا؟ (یا ہمیں کیا کرنا چاہیے؟) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم اسے اختیار کرنا، جسے تم نیکی سمجھتے ہو، اور اسے چھوڑ دینا، جسے تم برائی سمجھتے ہو اور تم صرف اپنی فکر کرنا اور دوسروں کی فکر چھوڑ دینا''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک اور سند کے ساتھ بھی منقول کی ہے۔

4343 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ أَبِي الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ ذَكَرَ الْفِتْنَةَ، فَقَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُودُهُمْ، وَخَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ، وَكَانُوا هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، قَالَ: فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: كَيْفَ أَفْعَلُ عِنْدَ ذٰلِكَ، جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ؟ قَالَ: الْزَمْ بَيْتَكَ، وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَخُذْ بِمَا تَعْرِفُ، وَدَعْ مَا تُنْكِرُ، وَعَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَامَّةِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کے وعدوں میں وعدہ خلافی شامل ہوگئی ہے اور امانت کا معاملہ کم حیثیت کا ہوگیا ہے اور لوگ اس طرح ہو گئے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر کے فرمایا: راوی کہتے ہیں: میں اٹھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کرے، میں اس وقت کیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر میں رہو اور اپنی زبان پر قابو رکھو، جسے تم نیکی سمجھتے ہو، اس پر عمل کرو اور جسے تم برائی سمجھتے ہو اس سے بچ جاؤ، اور تم صرف اپنا خیال رکھنا اور دوسرے لوگوں کے معاملے کو چھوڑ دینا''۔

4344 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ، أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد ظالم حکمران کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے"۔

(یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

4345 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ، حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ زِيَادٍ الْمَوْصِلِيُّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ، عَنِ الْعُرْسِ ابْنِ عَمِيرَةَ الْكِنْدِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ، كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا - وَقَالَ مَرَّةً: أَنْكَرَهَا - كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا، كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا

حضرت عرس بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب زمین میں کوئی غلطی کی جائے، تو جو شخص وہاں موجود ہو، وہ اسے ناپسند کرے (ایک مرتبہ راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:) وہ اس کا انکار کرے، تو یہ اس طرح ہوگا کہ جس طرح وہ وہاں موجود ہی نہیں تھا اور جو شخص وہاں موجود نہیں تھا، وہ اگر اس غلطی سے راضی ہو، تو یہ اس طرح ہوگا، جیسے وہ بھی وہاں موجود تھا"۔

4346 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، عَنْ مُغِيرَةَ ابْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، قَالَ: مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"جو شخص وہاں موجود ہو اور اسے برا سمجھے، تو وہ یوں ہوگا، جیسے وہاں موجود نہیں تھا"

4347 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، وَهَذَا لَفْظُهُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: وَقَالَ سُلَيْمَانُ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَنْ يَهْلِكَ النَّاسُ حَتَّى يَعْذِرُوا، أَوْ يُعْذِرُوا مِنْ أَنْفُسِهِمْ

ابوبختری بیان کرتے ہیں: ایک صحابی نے مجھے یہ بات بتائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوگ اس وقت تک ہلاکت کا شکار نہیں ہوں گے، جب تک وہ اپنی ذات کے حوالے سے معذور (یعنی گنہگار) نہیں ہوجاتے"۔

4347-إسناده صحيح. أبو البختري: هو سعيد بن فيروز ويقال: سعيد بن فيروز ابن أبي عمران الطائي مولاهم. وأخرجه أبو عبيد القاسم بن سلام في "غريبه" 1/ 131، وأحمد (18289) و (22506)، وابن أبي الدنيا في "العقوبات" (1)، وأبو القاسم البغوي في "الجعديات" (132)، والقضاعي في "مسند الشهاب" (886)، وأبو محمد البغوي في "شرح السنة" (4157) من طريق شعبة بن الحجاج، بهذا الإسناد.

(راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) اپنے آپ کو معذور قرار نہیں دیتے (گناہوں کا برملا اعتراف نہیں کرتے)۔

بَابُ قِيَامِ السَّاعَةِ

باب: قیامت قائم ہونا

4348 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ سُلَيْمَانَ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ، فَقَالَ: أَرَأَيْتُكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ، فَإِنَّ عَلَى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَوَهِلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تِلْكَ فِيمَا يَتَحَدَّثُونَ عَنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ، وَإِنَّمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ، يُرِيدُ بِأَنْ يَنْخَرِمَ ذٰلِكَ الْقَرْنُ

✿✿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری دنوں میں ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی، جب سلام پھیرا، تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور ارشاد فرمایا: تمہاری اس رات کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ آج سے ٹھیک ایک سو سال کے بعد کوئی شخص باقی نہیں ہوگا جو اس وقت روئے زمین پر موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: تو لوگ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو گئے جو ایک سو سال کے بارے میں تھا، نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا تھا: آج جو روئے زمین پر موجود ہے، وہ باقی نہیں رہے گا اور آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ یہ صدی ختم ہو جائے گی۔ (روئے زمین پر موجود ہر شخص اس سے پہلے فوت ہو چکا ہوگا)

<u>قیامت کے قریب ہونے کا بیان</u>

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے ایک مہینہ پہلے یہ فرماتے ہوئی سنا کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کا وقت پوچھا کرتے ہو (کہ پہلا صور کب پھونکا جائے گا اور دوسرا کب) تو حقیقت یہ ہے کہ اس کا متعین وقت صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت روئے زمین پر ایسا کوئی شخص موجود نہیں ہے جس پر سو سال کا عرصہ گزرے اور وہ اس کے بعد بھی زندہ رہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 80)

اس کا متعینہ وقت صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے" کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح فرمایا کہ تم لوگ قیامت کبری کے آنے کا وقت مجھ سے کیا پوچھتے ہو، مجھے تو خود اس کا متعینہ وقت معلوم نہیں ہے کسی کو بھی اس سے باخبر نہیں کیا ہے، صرف وہی جانتا ہے کہ وہ قیامت کب آئے گی ہاں قیامت صغری اور وسطی کے بارے میں جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ تمہیں بتائے دیتا ہوں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے بارے میں آگاہ فرمایا۔ "اس وقت روئے زمین پر ایسا کوئی شخص موجود نہیں ہے الخ" کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت وسطی" کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس وقت میرے زمانہ میں جو لوگ موجود ہیں اور نسل

ہمارے سامنے ہے اس کا خاتمہ سو برس کی مدت میں ہو جائے گا اس مدت کے بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں بچے گا اس نسل کے خاتمہ کے ساتھ گویا ایک عہد ختم ہو جائے گا اور ایک نئے عہد (قرآن) کی ابتداء ہوگی جو آنے والی نسل کا عہد ہوگا۔ پس پرانی نسل اور پرانے عہد کے خاتمہ اور اس کے بعد نئی نسل اور نئے عہد کی ابتداء کا نام قیامت وسطی ہے اور اسی طرح ہر انسان کی موت اس کے اعتبار سے "قیامت صغریٰ" ہے! واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد کی نسل کے خاتمہ کے ذریعہ طبقہ صحابہ کی مدت حیات کی طرف اشارہ فرمایا کہ میرے صحابہ۔ جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سلمان وغیرہ سو برس سے بھی زائد تک حیات رہے! اور اگر یہ کہا جائے، جو زیادہ صحیح بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سو سال کی مدت کا ذکر فرمایا اس کی ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے وقت سے مانی جانی چاہیے) جیسا کہ آگے آنے والی حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے تو اس اعتبار سے "اکثر و غالب کی قید کی بھی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔

چنانچہ بعض حضرات نے اپنی یہ تحقیق بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے وقت جتنے صحابہ حیات تھے یا اس زمانہ میں جو دوسرے اولیاء اللہ پیدا ہوئے وہ سب اس وقت سے ۱۰۰ سال پورے ہونے سے پہلے وفات پا گئے تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام اس دنیا میں زندہ ہیں یا نہیں: بعض اکابر علماء نے اس حدیث سے حضرت خضر علیہ السلام کی موت پر استدلال کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اس ارشاد گرامی کے وقت روئے زمین پر جو لوگ موجود اور حیات تھے ان میں حضرت خضر علیہ السلام بھی تھے لہٰذا مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق یہ ضروری ہے کہ وہ دو سو سال کی اس مدت کے بعد اس دنیا میں زندہ نہ رہے ہوں اور وفات پا گئے ہوں۔

لیکن دوسرے علماء اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا معاملہ بالکل خصوصی نوعیت کا ہے اور ان کی ذات مذکورہ ارشاد گرامی کے دائرہ سے باہر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی امت کے بارے میں یہ خبر دی تھی کہ میری امت کے وہ لوگ جو اس وقت موجود حیات ہیں، ۱۰۰ سو سال کے اندر وفات پا جائیں گے اور ظاہر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا تعلق اس امت سے نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی نبی کسی دوسرے نبی کی امت میں سے نہیں ہوتا بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اس ارشاد گرامی میں "علی الارض" (روئے زمین پر) کی قید نے حضرت الیاس علیہ السلام کو مذکورہ مفہوم کے دائرے سے باہر کر دیا تھا کیونکہ یہ دونوں اس وقت روئے زمین پر نہیں تھے بلکہ پانی پر تھے۔

امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے چار حضرات زندہ ہیں اور ان میں سے دو یعنی حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام تو روئے زمین پر ہیں اور دو یعنی حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں! یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ مشائخ سے تواتر کے ساتھ بعض ایسے واقعات منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس دنیا میں زندہ موجود ہیں اگرچہ بعض حضرات نے یہ تاویل کی ہے کہ "خضر" دراصل ایک منصب ہے جس پر ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی ہستی فائز رہتی ہے اور اس کے فرائض میں مخلوق اللہ کو مدد و فائدہ پہنچانا ہے لیکن اولیاء کاملین کے منقولات و حالات سے انہی خضر علیہ السلام کا زندہ موجود ہونا ثابت ہوتا ہے جو بنی اسرائیل میں سے ایک نبی اور حضرت موسیٰ علیہ

السلام کے ساتھی ومصاحب تھے۔ (تفسیر معالم التنزیل)

4349 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَهْلٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يُعْجِزَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ مِنْ نِصْفِ يَوْمٍ

❁❁ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ اس امت کو نصف دن سے عاجز نہیں رکھے گا''۔

4350 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنِي صَفْوَانُ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا تَعْجِزَ أُمَّتِي عِنْدَ رَبِّهَا أَنْ يُؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ يَوْمٍ، قِيلَ لِسَعْدٍ: وَكَمْ نِصْفُ ذٰلِكَ الْيَوْمِ؟ قَالَ: خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ

❁❁ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مجھے یہ امید ہے کہ میرے امت اپنے پروردگار کے بارگاہ میں، اس لیے عاجز نہیں ہوگی، کہ وہ نصف دن تک انہیں موخر رکھے''۔

حضرت سعد سے دریافت کیا گیا: نصف دن کتنا ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا'' پانچ سوسال کا''۔

شرح

آدھے دن" کو پانچ سوسال" کے بقدر قرار دینا اس آیت کے پیش نظر ہے کہ وان یوما عندربک کالف سنۃ مما تعدون۔ یعنی اللہ کے نزدیک اس کا دن اتنا ہوتا ہے جتنا کہ تمہارے (شب وروز کے) حساب سے ایک ہزار سال ہوتے ہیں پس جب وہ دن ہمارے شب وروز کی گردش کے حساب کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہوتو آدھا دن یقینا پانچ سوسال کے برابر ہوگا۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا مطلب کہ میری یہ امت اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس قدر قرب اور جتنا بلند مرتبہ رکھتی ہے وہ اس بات کا یقین رکھنے کے لئے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو کم سے کم پانچ سوسال تک تو ضرور ہی امن وحفاظت میں رکھے گا اس کو ہلاک نہیں کرے گا اور دنیا میں اس کی بقاوقیام کی مدت کو اس سے کم نہیں کرے گا اس سے زیادہ جاہے جتنی کر دے پس اس ارشاد گرامی کے ذریعہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ اب سے پانچ سوسال پہلے تو قیامت آئے گی اور اس امت کا خاتمہ نہیں ہوگا ہاں اس مدت کے بعد اللہ تعالیٰ جو چاہے گا کرے گا۔

اور بعض حضرات نے اس ارشاد گرامی کی مراد یہ بیان کی ہے اللہ تعالیٰ کم سے کم پانچ سوسال تک تو ضرور اس امت کو شدائد وعقوبات سے محفوظ ومامون اور سلامت رکھے گا اور اس کو ایسی آفات میں مبتلا نہیں کرے گا جس سے پوری امت ہلاک وختم ہو جائے۔ اس موقع پر اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ حضرت شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی بعض کتابوں میں ثابت کیا ہے کہ دنیا میں امت کی بقاوقیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک ہزار سال کے بعد پانچ سوسال سے آگے متجاوز نہیں ہوگا۔

كِتَابُ الْحُدُودِ

یہ کتاب حدود کے بیان میں ہے

حد کے معانی ومقاصد کا بیان

امام ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حد کا لغوی معنی روکنا ہے اسی لئے دربان کا حداد کہا جاتا ہے۔ جبکہ اصطلاح شرع میں حد اس سزا کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے حق کیلئے مقرر کی جائے۔ اور اسی دلیل کے پیش نظر قصاص کو حد نہیں کہا جاتا کیونکہ قصاص بندے کا حق ہے۔ اور تعزیر کو بھی حد نہیں کہا جاتا کیونکہ اور تعین سزا معدوم ہے۔ اور حد کا مقصد اصلی یہ ہے کہ لوگوں کیلئے تکلیف دہ اشیاء پر ان کو خبردار کیا جائے۔ جبکہ طہارت اصلیہ مقصد نہیں ہے کیونکہ اس کی مشروعیت کافروں کے حق میں بھی ہے۔ (ہدایہ، کتاب الحدود، لاہور)

حد کی تعریف کا بیان

حد کی جمع حدود ہے۔ لغت میں حد دو چیزوں کے درمیان فصل کرنیوالی چیز کو کہتے ہیں (محیط المحیط ج1 ص358) یا کسی چیز کے منتہی کو بھی حد کہتے ہیں (تاج العروس ج2 ص231)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حد کی تعریف یوں کی گئی ہے: لغت میں حد منع کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں حد وہ سزا ہے جس کی مقدار معین ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو ان جرائم سے باز رکھے۔ تعزیر بھی حد نہیں کیونکہ اسکی مقدار متعین نہیں اور قصاص بھی حد نہیں کیونکہ وہ مقتول کے وارث کا حق ہے۔ (درالمختار، کتاب الحدود، ص4 ج166) چنانچہ حد شرعاً اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ یا اسکے رسول کی جانب سے مقرر ہو۔

حدود حد کی جمع ہے اور حد کے اصل معنی ہیں ممنوع نیز اس چیز کو بھی حد کہا جاتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اصطلاح شریعت میں " حدود" ان سزاؤں کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے ثابت ہیں اور ساتھ ہی متعین ہیں جیسے چوری، زنا، شراب نوشی کی سزائیں۔ لفظ حد کے اصل معنی ممنوع یا حائل اگر پیش نظر ہوں تو واضح ہوگا کہ شرعی سزاؤں کو" حدود" اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ سزائیں بندوں کو گناہوں میں مبتلا ہونے سے روکتی ہیں اور ان کا خوف انسان اور جرم کے درمیان حائل رہتا ہے

"حدود اللہ " محارم کے معنی میں بھی منقول ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ایت (**تلك حدود الله فلا تقربوها**)

اسی طرح مقادیر شرعی یعنی تین طلاقوں کا مقرر ہونا وغیرہ کے معنی میں بھی منقول ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت (**تلك حدود الله فلا تعتدوها**) لیکن واضح رہے کہ ان دونوں میں بھی " حدود" کا اطلاق اصل معنی "ممنوع "ہی کے اعتبار سے ہے کہ محارم کی قربت (یعنی ان سے نکاح وخلوت) بھی ممنوع ہے اور مقادیر شرعی سے تجاوز کرنا بھی ممنوع ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

حد کی اصل یہ ہے کہ جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو کر ان کے اختلاط کو روک دے جیسے دو گھروں کے درمیان حد فاصل۔ زانی وغیرہ کی حد کو حد اس لیے کہا گیا کہ وہ زانی وغیرہ کو اس حرکت سے روک دیتی ہے۔ اس کتاب میں زنا اور چوری وغیرہ کی روایات میں جو ایمان کی نفی آئی ہے اس کے بارے میں حافظ صاحب فرماتے ہیں: والصحیح الذی قاله المحققون ان معناه لا یفعل هذه المعاصی وهو كامل الایمان وانما تاولناه لحدیث ابی ذر من قال لا اله الا الله وان زنی وان سرق الخ یعنی محققین علماء نے اس کے معنی یہ بتائے ہیں کہ وہ شخص کامل الایمان نہیں رہتا، یہ تاویل حدیث ابوذر کی بنا پر ہے جس میں ہے کہ جس نے لا اله الا الله کہا وہ جنت میں جائے گا اگرچہ زنا یا چوری کرے۔ اور حدیث عبادہ میں زنا اور چوری کے بارے میں یوں ہے کہ جو شخص ان گناہوں کو کرے گا اگر دنیا میں اس پر قائم ہوگئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہو جائے گی ورنہ وہ اللہ کی مرضی پر ہے چاہے معاف کر دے چاہے اسے عذاب کرے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الحدود)

حد کے دیگر معانی کا بیان

حد کا معنی انتہا۔ احاطہ۔ ایک چیز کا دوسری چیز سے جدا کرنا۔ ایک ملک اور دوسرے ملک کی درمیانی سرحد۔ باز رکھنا اور گناہگار کو سزا دینا۔ قرآن پاک کی اصطلاح میں وہ احکام امر و نہی جن کے مطابق مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیے۔ قانون شریعت یا اسلامی شریعت میں کسی جرم کی وہ سزا جو تبدیل نہ کی جا سکے۔ مثلاً زنا کی پاداش میں سنگساری، شراب پینے کے عوض درے سے مارنا یا چور کا ہاتھ کاٹ دینا۔ اسلام میں ان جرائم کا ارتکاب انسانی نہیں احکام خداوندی کی حدود سے تجاوز کرنا ہے اس لیے مجرم کو سزا بھی خدا کی مقرر کردہ ہی دی جاتی ہے۔ فلسفہ اور منطق کی اصطلاح میں حد کے معنی تعریف کے ہیں۔ تعریفات جرجانی میں حد وہ صفات ہیں جو ایک چیز کو دوسرے سے ممیز کرتی ہیں۔ علم الافلاک میں حد برج کے ساتھ ملحقہ علاقے کے معنی میں آتا ہے۔ علم تصوف میں حد سے مراد انسان اور مخلوق ہے اور اس کے مقابلے میں خدا تعالیٰ کی ذات کو لامحدود کہا جاتا ہے۔

حد قائم کرنے کی برکت کا بیان

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا حدود اللہ میں سے کسی ایک حد کو نافذ کرنا اللہ کی زمین میں چالیس روز کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 695)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نقل فرمایا حد قائم کرنا ایک ملک میں بہتر ہے اس ملک والوں کیلئے چالیس رات تک بارش ہونے سے بہتر ہے۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1209)

اسلامی سزاوں کی حکمتوں کا بیان

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں بعض معاصی کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہیں۔ یہ وہی معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا ہے۔ نظام تمدن میں خلل پیدا ہوتا ہے اور مسلم معاشرے کی طمانیت اور سکون قلب رخصت ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ معاصی کچھ اس قسم کی ہوتی ہیں کہ دو چار بار ان کا ارتکاب کرنے سے ان کی لت پڑ جاتی ہے۔ ا

در پھران سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی معاصی میں محض آخرت کے عذاب کا خوف دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ ضروری ہے کہ ایسی عبرتناک سزا مقرر کی جائے کہ اس کا مرتکب ساری زندگی کے لیے معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور سوسائٹی کے دیگر افراد کے لیے سامانِ عبرت بنا رہے۔ اور اسکے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کی جرأت کریں۔ اسلام نے لت پڑ جانے والی برائیوں پر سزائیں مقرر کی ہیں جس میں معاشرہ کی خیر رکھی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ ج 2 ص 158)

اسلامی سزاؤں کا نفاذ عین فطرت کے مطابق ہے اور انہیں ظالمانہ کہنے والے انسانی عفت وعصمت کے دشمن ہیں۔

ہمیں اعتراف ہے کہ قرآن کریم اور سنت نبوی میں سخت سزائیں تجویز کی گئی ہیں لیکن جن لوگوں کی نظر ان سزاؤں کی سنگینی پر جاتی ہے انہیں اس پر بھی نظر کرنی چاہیے کہ جس فعل پر یہ سزائیں مقرر کی گئیں ہیں وہ فعل کس قدر گھناؤنا اور کس قدر انسانیت سوز ہے۔ آج وہ لوگ جو اسلامی سزاؤں کو غیر مہذب، وحشیانہ اور ظالمانہ بتلا رہے ہیں اپنی بیوی کو مشتبہ حالت میں غیر مرد کے پاس دیکھ لیں تو یقیناً غیرت سے دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں (اگر چہ اس حالت میں دیکھنے کے باوجود شرعاً از خود سزا دینے یا قتل کرنے کی ممانعت ہے) اس لیے کہ یہ انسانی فطرت ہے، تعجب ہے جب شریعت زانی مرد اور زانی عورت کی وہی سزا تجویز کرتی ہے تو نافہم لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور اس سزا کو غیر مہذب اور وحشیانہ کہنے لگتے ہیں۔ جبکہ اسلام نے سزا کے جاری کرنے میں انتہائی احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے اور جرم کے ثابت ہونے پر سخت سے سخت شرائط مقرر کی ہے اور پھر اس جرم کے ارتکاب کے بعد شبہ کی بنیاد پر حد کو ساقط کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا ہے۔

تعجب ہے کہ خود تو اپنی بیوی کو مشتبہ حالت میں دیکھ کر قتل کرنے پر تل جائیں اور جب شریعت انتہائی واضح شہادتوں کے بعد وہی فیصلہ کرے تو وہ سزا انہیں وحشیانہ نظر آنے لگے۔

☆ زنا ایک خبیث ترین فعل ہونے کے ساتھ ایک بڑا گھناؤنا جرم ہے جو پوری انسانیت کے لیے تباہی کا باعث ہے۔ خاندانی شرافت اور نسب کے لیے باعث ذلت ہے، لہٰذا اگر اسلام غیر شادی شدہ زانی مرد اور غیر شادی شدہ زانی عورت کو 100 کوڑے مارنے اور شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کو سنگسار کرنے کی سزا صادر کرے تو کیا یہ عین فطرت نہیں تاکہ معاشرہ اور پوری انسانیت فساد سے بچ جائے۔

☆ یہی حال چوری کا ہے، فرض کیجئے کہ ایک چور سارے گھر کو لوٹ لیتا ہے، اگر اسی اثناء مالک مکان اسے دیکھ لے اور اسکے ہاتھ میں اسلحہ بھی ہو تو کیا وہ اسے چھوڑ دے گا؟ ظاہر ہے نہیں بلکہ فوراً اس پر گولی چلا دے گا ورنہ کم از کم اسکے پاؤں میں گولی مار کر اسے بیکار کر دے گا۔ یہی جرم ثابت ہونے کے بعد شریعت صرف ہاتھ کاٹنے کی سزا دے تو اسے وحشیانہ سزا قرار دینا کہاں کا انصاف ہے۔

☆ یہی حال حد قذف کا ہے اگر کوئی شخص کسی کی پاکدامن بیٹی پر زنا کی تہمت لگا دے تو ایک غیرت مند آدمی اپنی بیٹی کی عصمت وعفت پر داغ کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتا بلکہ ممکن ہے پاک دامن بیٹی کا بدلہ چکانے کے لیے تہمت لگانے والے کا کام تمام کر دے۔ اگر یہی جرم ثابت ہونے کے بعد اسلام تہمت لگانے والے پر 80 درے لگانے کا حکم صادر کرتا ہے تو یہ وحشیانہ سزا

کیسے ہوئی۔

☆ یہی صورت حال شرب خمر کی حد میں ہے جس سے پورے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں انسان جب نشے میں ہوتا ہے تو اول فول بکنے لگتا ہے۔ اول فول بکتے وقت عموماً وہ تہمتیں لگاتا ہے لہٰذا شراب نوشی کی حد بھی وہی ہونی چاہیے جو حد قذف کی ہے، جب صحابہ کرام اس بات پر متفق ہو گئے تو حضرت عمر نے تمام ممالک محروسہ میں یہ حکم نامہ لکھ کر بھیج دیا کہ شراب نوشی کی حد 80 کوڑے ہیں، اسی روایت کی بنیاد پر امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد فرماتے ہیں کہ شراب نوشی کی حد 80 کوڑے ہیں اور اسی پر پوری امت کا اجماع ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج10 ص326)

اسلامی سزائیں عین فطرت کے مطابق ہیں، جرم کی سختی اور اسکے ضرر کے مقابلہ میں وہ قطعاً سخت نہیں ہیں۔ جو لوگ انسانی حقوق کے نام پر اس فطرت کو بدلنا چاہتے ہیں وہ انسانی فطرت کے خلاف آمادہ جنگ ہیں۔

بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنِ ارْتَدَّ
باب: جو شخص مرتد ہو جائے اس کا حکم

مرتد کی سزا قتل ہونے کا بیان

4351 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ عَلِيًّا، عَلَيْهِ السَّلَام أَحْرَقَ نَاسًا ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: لَمْ أَكُنْ لِأُحْرِقَهُمْ بِالنَّارِ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ، وَكُنْتُ قَاتِلَهُمْ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ. فَبَلَغَ ذَلِكَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام، فَقَالَ: وَيْحَ ابْنِ عَبَّاسٍ

❁❁ عکرمہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرتد ہو جانے والے کچھ لوگوں کو جلوا دیا، اس بات کی اطلاع حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ملی تو انہوں نے فرمایا: میں انہیں آگ کے ذریعے نہ جلاتا، کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح کا عذاب نہ دو''

لیکن میں نے انہیں قتل کروا دینا تھا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو''

4351- إسناده صحيح. أيوب: هو ابن أبي تميمة السختياني، وإسماعيل بن إبراهيم: هو المعروف بابن عُلَيَّة. وأخرجه البخاري (3017) و (6922)، وابن ماجه (2535)، والترمذي (1525)، والنسائي في "الكبرى" (3509) و (3510) من طرق عن أيوب السختياني، والنسائي (3511) من طريق قتادة، كلاهما عن عكرمة، به. ورواية ابن ماجه والنسائي الثانية والثالثة مختصرة بلفظ: "من بدل دينه فاقتلوه." وهو في "مسند أحمد" (1871)، و"صحيح ابن حبان" (4476) و (5606).

جب اس بات کی اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے کہا: ابن عباس کا ستیاناس ہو۔ (یعنی انہوں نے مجھے یاد کیوں نہ دلایا)

قرآن وسنت اور اجماع کے مطابق قتل مرتد کا بیان

قرآن وسنت، اجماع امت اور فقہائے امت کا یہی فیصلہ ہے اور عقل و دیانت کا بھی یہی تقاضا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم۔" (المائدہ: ۳۳، ۳۴)

ترجمہ: "یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جائیں یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یا دور کردیے جائیں اس جگہ سے، یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے، مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس آیت کے ذیل میں تمام مفسرین و محدثین نے عکل وعرینہ کے ان لوگوں کا واقعہ لکھا ہے جو اسلام لائے تھے، مگر مدینہ منورہ کی آب و ہوا ان کو راس نہ آئی تو ان کی شکایت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدقہ کے اونٹوں کے ساتھ بھیج دیا، جہاں وہ ان کا دودھ وغیرہ پیتے رہے، جب وہ ٹھیک ہوگئے تو مرتد ہوگئے اور اونٹوں کے چرواہے کو قتل کرکے صدقہ کے اونٹ بھگالے گئے، جب مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرلیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سیدھے ہاتھ اور الٹے پاؤں کاٹ دیئے اور وہ حرہ میں ڈال دیئے گئے، پانی مانگتے رہے، مگر ان کو پانی تک نہ دیا، یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مرگئے۔

اسی لئے امام بخاری نے اس آیت کے تحت عنوان بھی اسی انداز کا قائم فرمایا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ چونکہ مرتد اور محارب تھے اس لئے ان کو قتل کیا گیا، چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے الفاظ ہیں:

"باب لم یسق المرتدون المحاربون حتی ماتوا۔" (ص: ۱۰۰۵، ج: ۲)

اگرچہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے علاوہ دوسرے ائمہ کرام اس کے قائل ہیں کہ محارب جیسے کفار ہوسکتے ہیں، ویسے مسلمان بھی ہوسکتے ہیں، لیکن اتنی بات واضح ہے کہ اس آیت کی روشنی میں ایسے لوگ جو مرتد ہوجائیں، اور اللہ و رسول سے محاربہ کریں، وہ واجب القتل ہیں۔

سزائے مرتد کے سلسلہ میں صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری کتب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات اور حضرات صحابہ کرام کا عمل بھی منقول ہے ذیل میں اس سلسلہ کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

۱:... عن عكرمة قال: اتى على رضى الله عنه بزنادقة فاحرقهم. فبلغ ذالك ابن عباس. فقال: لو كنت انا لم احرقهم لنهى رسول الله صلى الله عليه وسلم. قال: لا تعذبوا بعذاب الله. ولقتلتهم لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه.

(بخاری ص ۱۰۲۳ ج ۲ ص: ۴۲۳ ج: ۱ ابوداؤد ص: ۲۴۲ ج: ۲ نسائی ص: ۱۶۹ ج: ۲ ترمذی ص: ۱۷۶ ج: ۱ مسند احمد ص: ۲۱۷ ج: ۱ ص: ۲۸۲، ۲۸۳ ج: ۱ سنن کبریٰ بیہقی ص: ۱۹۵ ج: ۸ مستدرک حاکم ص: ۵۳۸ ج: ۳ مشکوٰۃ ص: ۳۰۷)

ترجمہ:...... "حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند زندیق لائے گئے تو انہوں نے ان کو آگ میں جلادیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو فرمایا: میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا' اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایسا عذاب نہ دو جو اللہ تعالیٰ (جہنم میں) دیں گے' میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "جو شخص دین تبدیل کرے' اس کو قتل کردو" کے تحت قتل کردیتا۔"

۲:... عن عكرمة قال قال ابن عباس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه. (نسائی ص: ۱۶۹ ج: ۲ سنن ابن ماجه ص: ۱۸۲)

ترجمہ:...... "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دین تبدیل کرکے مرتد ہوجائے' اس کو قتل کردو۔"

۳:... عن ابن عباس رضى الله عنه قال: كان عبدالله بن سعد بن ابى سرح يكتب لرسول الله صلى الله عليه وسلم. فازله الشيطن. فلحق بالكفار فامر به رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقتل يوم الفتح. فاستجار له عثمان بن عفان فاجاره رسول الله صلى الله عليه وسلم...

(ابوداؤد ص ۲۵۱ ج: ۲ نسائی ۱۶۹ ج: ۲)

ترجمہ:...... "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب وحی تھا' اسے شیطان نے بہکایا تو وہ مرتد ہوکر کفار سے مل گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اس کے قتل کا حکم فرمایا' (جس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے' ناقل) مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے پناہ طلب کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پناہ دے دی (چنانچہ وہ بعد میں دوبارہ مسلمان ہوگیا)۔"

۴:... عن انس ان عليا اتى بناس من الزط يعبدون وثنا فاحرقهم. قال ابن عباس رضی اللہ عنہ انما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه. (سنن نسائی ص: ۱۶۹ ج: ۲ مسند احمد ص: ۳۲۳ ج: ۱)

ترجمہ:...... "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس زط (سوڈان) کے کچھ لوگ لائے گئے جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگئے تھے اور وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے' آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو آگ میں جلادیا' اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "جو شخص اسلام چھوڑ کر مرتد ہوجائے' اس کو قتل کردو۔"

کتاب الحدود

۵: عن ابی موسیٰ قال اقبلت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... فقال: ... ولکن اذهب انت یا ابا موسیٰ او یا عبداللہ بن قیس الی الیمن' ثم اتبعه معاذ بن جبل' فلما قدم علیه القی له وسادة قال: انزل واذا رجل عنده موثق قال: ما هذا؟ قال: کان یهودیاً فاسلم ثم تهود' قال: اجلس! قال: لا اجلس حتی یقتل' قضاء اللہ ورسوله ثلث مرات فامر به فقتل ... الخ۔

(بخاری ص:۱۰۲۳' ج:۲' مسلم ص:۱۲۱' ج:۲' ابوداؤد ص:۲۴۲' ج:۲' نسائی ص:۱۶۹' ج:۲' سنن کبریٰ بیہقی ص:۱۹۵' ج:۸)

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا: ابوموسیٰ یا عبداللہ بن قیس! یمن جاؤ' اس کے بعد آپ نے معاذ بن جبل ؓ کو بھی میرے پیچھے یمن بھیج دیا' حضرت معاذ ؓ یمن پہنچے اور ان کے بیٹھنے کے لئے مسند لگائی گئی تو انہوں نے دیکھا کہ (حضرت ابوموسیٰ ؓ کے پاس) ایک آدمی بندھا ہوا ہے' حضرت معاذ ؓ نے پوچھا: اس کا کیا قصہ ہے؟ فرمایا: یہ شخص پہلے یہودی تھا' پھر اسلام لایا اور اب مرتد ہو گیا ہے' آپ ؓ نے فرمایا: جب تک اس کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے مطابق قتل نہیں کر دیا جاتا' میں نہیں بیٹھوں گا' انہوں نے تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا' چنانچہ حضرت ابوموسیٰ ؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا' جب وہ قتل ہو گیا تو حضرت معاذ ؓ تشریف فرما ہوئے۔"

۶: عن عبداللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... لا یحل دم رجل مسلم یشهد ان لا اله الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث: الثیب الزانی' والنفس بالنفس' والتارک لدینه المفارق للجماعة۔

(ابوداؤد ص:۲۴۲' ج:۲' نسائی ۱۶۵' ج:۲' ابن ماجہ ص:۱۸۲' سنن کبریٰ بیہقی ۱۹۴' ج:۸' ترمذی ص:۲۵۹' ج:۱' مسلم ص:۵۹ ج:۲)

ترجمہ: ..... "حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دے' اس کا خون بہانا جائز نہیں' سوائے ان تین آدمیوں کے: ایک وہ جو شادی شدہ ہو کر زنا کرے' دوسرا وہ جو کسی کو ناحق قتل کر دے اور تیسرا وہ جو اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔"

۷: ... عن حارثة بن مضرب انه اتی عبداللہ فقال: ما بینی وبین احد من العرب حنة' وانی مررت بمسجد لبنی حنیفة' فاذا هم یومنون بمسیلمة' فارسل الیهم عبداللہ فجیء بهم فاستتابهم' غیر ابن النواحة' قال له: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لو لا انک رسول لضربت عنقک' فانت الیوم لست برسول' فامر قرظة بن کعب' فضرب عنقه فی السوق' ثم قال: من اراد ان ینظر الی ابن النواحة قتیلا بالسوق۔" (ابوداؤد ص:۲۴' ج:۲)

ترجمہ: ..... "حارثہ بن مضرب سے مروی ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا' (اور آپ ؓ نے فرمایا کہ) میرے اور عرب کے درمیان کوئی عداوت نہیں ہے' پھر فرمایا: میں مسجد بنوحنیفہ کے پاس سے گزرا' وہ لوگ مسیلمہ کذاب کے ماننے والے تھے' حضرت عبداللہ ؓ نے ان کی طرف قاصد بھیجا' تاکہ ان سے توبہ کا مطالبہ کرے' پس سب سے توبہ کا مطالبہ کیا

سوائے ابن نواحہ کے آپؓ نے اس سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تمہیں قتل کردیتا' (اس لئے کہ وہ مرتد ہونے کے علاوہ مرتد مسیلمہ کا قاصد تھا' ناقل) پس آج تم قاصد نہیں ہو' اس کے بعد آپؓ نے (حاکم کوفہ) قرظہ بن کعب کو حکم دیا کہ اس کو قتل کردیا جائے' چنانچہ بازار ہی میں اس کو قتل کردیا گیا' اور فرمایا: جو ابن نواحہ کو دیکھنا چاہے' وہ بازار میں قتل شدہ موجود ہے۔"

۸:... عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده معاوية بن حيده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه ان الله لا يقبل توبة عبد كفر بعد اسلامه۔ (مجمع الزوائد: ص:۲۶۱ ج:۶)

ترجمہ:... "حضرت معاویہ بن حیدہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے' اس کو قتل کردو' بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے کی توبہ قبول نہیں کرتے' جو اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہوجائے۔"

۹:... عن معاذ بن جبلؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له حين بعثه الى اليمن: ايما رجل ارتد عن الاسلام فادعه، فان تاب، فاقبل منه، وان لم يتب، فاضرب عنقه، وايما امرأة ارتدت عن الاسلام فادعها، فان تابت، فاقبل منها، وان ابت فاستتبها۔ (مجمع الزوائد: ۲۶۳ ج:۶)

ترجمہ:... "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن بھیجا تو فرمایا: جو شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہوجائے' اسے اسلام کی دعوت دو' اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلو' اور اگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن اڑادو' اور جونسی عورت اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوجائے' اسے بھی دعوت دو' اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلو' اگر توبہ سے انکار کرے تو برابر توبہ کا مطالبہ کرتے رہو (یعنی اس کو قتل نہ کرو)۔"

۱۰:... عن جرير قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول: اذا ابق العبد الى الشرك فقد حل دمه۔ (ابوداؤد ص:۲۴۳ ج:۲' مشکوٰۃ ص:۳۰۷)

ترجمہ:... "حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ اسلام سے کفر کی طرف واپس لوٹ جائے' اس کا قتل کرنا حلال ہوجاتا ہے۔"

۱۱:... عن الحسن رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دينه فاقتلوه۔ (نسائی ص:۱۶۹ ج:۲)

ترجمہ:... "حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلے' اس کو قتل کردو۔"

۱۲:... عن زيد بن اسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من غيّر دينه فاضربوا عنقه۔

(موطا امام مالک ص:۶۴۰' جامع الاصول ص:۴۷۹ ج:۳)

ترجمہ:... "حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرا

دین اپنائے اس کی گردن کاٹ دو۔"

امام مالک علیہ الرحمہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"قال مالك و معنى قول النبي صلى الله عليه وسلم فيما نرى والله اعلم من غيّر دينه فاضربوا عنقه، وانه من خرج من الاسلام الى غيره مثل الزنادقة واشباههم. فان اولئك اذا ظهر عليهم قتلوا، ولم يستتابوا، لانه لا يعرف توبتهم وانهم كانوا يسرون الكفر ويعلنون الاسلام فلاارى يستتاب هؤلاء ولايقبل منهم قولهم. واما من خرج من الاسلام الى غيره واظهر ذلك فانه يستتاب فان تاب، والا قتل، ذلك لو ان قوما كانوا على ذلك رايت ان يدعوا الى الاسلام ويستتابوا فان تابوا قبل ذلك منهم. وان لم يتوبوا قتلوا، ولم يعن بذلك فيما نرى. والله اعلم. من خرج من اليهودية الى النصرانية ولا من النصرانية الى اليهودية، ولا من يغيّر دينه من اهل الاديان كلها الا الاسلام فمن خرج من الاسلام الى غيره واظهر ذلك فذلك الذى عنى به۔"

(موطا امام مالک ص: ۶۴۰ میر محمد کتب خانہ کراچی)

یعنی امام مالک علیہ الرحمہ سے ارتداد کی تعریف میں منقول ہے کہ کوئی شخص اسلام سے نکل کر کسی دوسرے مذہب میں داخل ہوجائے تو اس کی گردن کاٹ دی جائے' جیسے کوئی زندیق ہوجائے' ایسے لوگوں کے بارہ میں اصول یہ ہے کہ جب زندیق پر غلبہ و تسلط حاصل ہوجائے تو اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے' کیونکہ ان لوگوں کی سچی توبہ کا اندازہ نہیں ہوسکتا' اس لئے کہ یہ لوگ کفر کو چھپاتے ہیں اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں' پس میرا (امام مالک) خیال یہ ہے کہ ان کے کفر کی بنا پر ان کو قتل کر دیا جائے' ہاں اگر کوئی اسلام سے نکل کر مرتد ہوجائے تو اس سے توبہ کرائی جائے' توبہ کرلے تو فبہا' ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "من بدل دينه فاقتلوه" کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرلے وہ مرتد ہے' لہٰذا وہ شخص مرتد نہیں کہلائے گا جو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین پر تھا' اور اس نے اپنا وہ مذہب چھوڑ کر کوئی دوسرا دین و مذہب اختیار کرلیا' لہٰذا نہ تو اس سے توبہ کرائی جائے گی اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے گا' مثلاً: اگر کوئی یہودی' نصرانی بن جائے یا کوئی نصرانی' مجوسی بن جائے' خواہ وہ ذمی ہی کیوں نہ ہو' نہ تو اس سے توبہ کرائی جائے گی اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے گا۔

۱۳:...عن عبد الرحمن بن محمد بن عبد الله بن عبد القاري رحمه الله، عن ابيه انه قال: قدم على عمر بن الخطاب رضى الله عنه، رجل من قبل ابي موسى الاشعري، فساله عن الناس فاخبره؛ ثم قال له عمر بن الخطاب: هل كان فيكم من مُغربة خبر؛ فقال نعم. رجل كفر بعد اسلامه. قال: فما فعلتم به؛ قال: قربناه فضربنا عنقه. فقال عمر: افلا حبستموه ثلاثا، واطعمتموه كل يوم رغيفا، واستتبتموه لعله يتوب و يراجع امر الله؛ ثم قال عمر اللّٰهم انى لم احضر، ولم آمر، ولم ارض اذ بلغني۔ (موطا امام مالک ص: ۶۴۰ 'میر محمد کتب خانہ' جامع الاصول ص: ۴۷۹ 'ج: ۳)

ترجمہ: "حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالقاری علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں حضرت ابوموسیٰ ﷜ کی جانب سے یمن کا ایک شخص آپ ﷜ کی خدمت میں آیا' آپ ﷜ نے پہلے تو وہاں کے لوگوں کے حالات معلوم کئے' پھر اس سے پوچھا کہ وہاں کی کوئی نئی یا انوکھی خبر؟ اس نے کہا: جی ہاں! ایک آدمی اسلام لایا تھا' مگر بعد میں وہ مرتد ہوگیا' آپ ﷜ نے فرمایا: پھر تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا: ہم نے اس کو پکڑ کر اس کی گردن اڑا دی' آپ ﷜ نے فرمایا: تم نے پہلے اسے تین دن تک قید کر کے اس سے توبہ کا مطالبہ کیوں نہ کیا؟ ممکن ہے وہ توبہ کر لیتا؟ پھر فرمایا: اے اللہ! نہ میں وہاں حاضر تھا' نہ میں نے اس کے قتل کا حکم دیا اور جب مجھے اس کی اطلاع ملی تو میں ان کے اس فعل پر راضی بھی نہیں ہوں۔"

گویا مرتد کے قتل سے پہلے استحباباً اس کو توبہ کا ایک موقع ملنا چاہئے تھا' چونکہ مرتد کو وہ موقع نہیں دیا گیا' تو حضرت عمر ﷜ نے ترک مستحب کی اس بے احتیاطی کو بھی برداشت نہیں کیا اور اس سے برأت کا اظہار فرمایا۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ مرتد کی سزا کے بارہ میں فقہائے امت کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والعمل على هذا عند اهل العلم في المرتد واختلفوا في المرأة اذا ارتدت عن الاسلام فقالت طائفة من اهل العلم تقتل وهو قول الاوزاعي واحمد واسحق وقالت طائفة منهم تحبس ولا تقتل وهو قول سفيان الثوري وغيره من اهل الكوفة." (ترمذی ابواب الحدود باب ما جاء فی المرتد ص:۱۷۰' ج:۱)

ترجمہ: ..... "مرتد مرد کے بارہ میں اہل علم کا یہی موقف ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے' ہاں اگر کوئی خاتون مرتد ہو جائے تو امام اوزاعی' احمد اور اسحق کا موقف ہے کہ اسے بھی قتل کیا جائے' لیکن ایک جماعت کا خیال ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے' بلکہ قید کر دیا جائے' اگر توبہ کر لے تو فبہا' ورنہ زندگی بھر اسے جیل میں رکھا جائے۔ سفیان ثوری علیہ الرحمہ اور اہل کوفہ کا بھی یہی مسلک ہے۔"

قتل مرتد سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

چنانچہ ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل علیہم الرحمہ بالاتفاق اس کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے' اس کے شبہات دور کئے جائیں' اس کو توبہ کی تلقین کی جائے اور دوبارہ اسلام کی دعوت دی جائے' اگر اسلام لے آئے تو فبہا' ورنہ اسے قتل کر دیا جائے' ملاحظہ ہو ائمہ اربعہ کی تصریحات:

فقہ حنفی: ..... چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

"واذا ارتد المسلم عن الاسلام والعياذ بالله. عرض عليه الاسلام فان كانت له شبهة كشفت عنه ويحبس ثلاثة ايام فان اسلم والاقتل." (ہدایہ اولین ص:۵۸۰' ج:۱)

ترجمہ: ..... "اور جب کوئی مسلمان نعوذ باللہ! اسلام سے پھر جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے' اس کو کوئی شبہ ہو تو دور کیا جائے' اس کو تین دن تک قید رکھا جائے' اگر اسلام کی طرف لوٹ آئے تو ٹھیک' ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

فقہ شافعی: ..... فقہ شافعی کی شہرۂ آفاق کتاب المجموع شرح المہذب میں ہے:

"اذا ارتد الرجل وجب قتله سواء كان حرا او عبدا... وقد انعقد الاجماع على قتل المرتد."

(المجموع شرح المہذب ص:۲۲۸ ج:۱۹)

ترجمہ:...... "اور جب آدمی مرتد ہوجائے تو اس کا قتل واجب ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام اور قتلِ مرتد پر اجماع منعقد ہوچکا ہے۔"

فقہ حنبلی:...... فقہ حنبلی کی معرکۃ الآرا کتاب المغنی اور الشرح الکبیر میں ہے:

"واجمع اهل العلم على وجوب قتل المرتد وروى ذلك عن ابى بكر وعمر وعثمان وعلى ومعاذ وابى موسى وابن عباس وخالد (رضى الله عنهم) وغيرهم ولم ينكر ذلك فكان اجماعا۔"

(المغنی مع الشرح الکبیر ص:۷۴ ج:۱۰)

ترجمہ:...... "قتلِ مرتد کے واجب ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے یہ حکم حضرت ابوبکر عمر عثمان علی معاذ ابوموسیٰ ابن عباس خالد اور دیگر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے اور اس کا کسی صحابی نے انکار نہیں کیا اس لئے یہ اجماع ہے۔"

فقہ مالکی:...... فقہ مالکی کے عظیم محقق ابن رشد مالکی علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ کتاب "بدایۃ المجتہد" میں ہے:

"والمرتد اذا ظفر به قبل ان يحارب فاتفقوا على انه يقتل الرجل لقوله عليه الصلوٰة والسلام: من بدل دينه فاقتلوه۔" (بدایۃ المجتہد ص:۳۴۳ ج:۲)

ترجمہ:...... "اور مرتد جب لڑائی سے قبل پکڑا جائے تو تمام علمائے امت اس پر متفق ہیں کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"جو شخص اپنا مذہب بدل کر مرتد ہوجائے اس کو قتل کردو۔"

عام طور پر اسلام دشمن عناصر ملاحدہ اور زنادقہ سیدھے سادے مسلمانوں اور سادہ لوح انسانوں کو ذہنی تشویش اور شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے اور انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ سوچنے کی بات ہے کہ ایک انسان اپنا آبائی مذہب تبدیلی کرنے پر کیوں مجبور ہوتا ہے؟ یقیناً اس کو اپنے دین و مذہب میں کوئی کمی کوتاہی یا نقص نظر آیا ہوگا جب ہی تو وہ اس انتہائی اقدام پر مجبور ہوا ہے؟ لہٰذا جب کوئی شخص غور وفکر کے بعد اسلام کو اپنا سکتا ہے تو دلائل و براہین کی روشنی میں وہ اس کو چھوڑنے کا حق بھی رکھتا ہے پس اس کی تبدیلی مذہب پر قدغن کیوں لگائی جاتی ہے؟

بظاہر یہ سوال معقول نظر آتا ہے جبکہ حقائق اس سے یکسر مختلف ہیں چنانچہ اگر اس پر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ارتداد کی وجہ اسلام میں کسی قسم کا نقص یا کمی کوتاہی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے اسلام دشمنوں کی ایک منظم سازش ہے اور وہ یہ کہ اسلام دشمنوں کی روزِ اول سے یہ سعی وکوشش رہی ہے کہ کسی طرح حق کے متلاشیوں کو جادۂ مستقیم سے بچلا کر ضلال و گمراہی کے گہرے غاروں میں دھکیل دیا جائے چنانچہ شروع میں تو انہوں نے کھل کر اپنے اس مشن کو نبھانے کی کوشش کی مگر جب ماہتابِ نبوت آفتاب نصف النہار بن کر چمکنے لگا اور اس کی چکاچوند روشنی کے سامنے باطل نہ ٹھہر سکا تو ائمہ کفر وضلال نے ردائے نفاق اوڑھ کر اس کے خلاف زیر

رہیں سازشوں کا جال بننا شروع کر دیا۔

چنانچہ صبح کو وہ اپنے آپ کو مسلمان باور کراتے تو شام کو اسلام سے بیزاری کا سوانگ رچا کر مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے کی سازش کرتے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وقالت طائفة من اهل الكتاب آمنوا بالذى انزل على الذين آمنوا وجه النهار واكفروا آخره لعلهم يرجعون. (آل عمران:۷۲)

ترجمہ: "اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے (حق سے پھیرنے کی یہ سازش تیار کی اور آپس میں) کہا کہ تم (ظاہری طور پر) ایمان لے آؤ اس (دین و کتاب) پر جو اتارا گیا ایمان والوں پر دن کے شروع میں اور اس کا انکار کر دو اس کے آخری حصہ میں' تاکہ اس طرح یہ لوگ پھر جائیں (دین و ایمان سے)۔"

گویا وہ یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ اگر اسلام میں کوئی کشش یا صداقت ہوتی تو سوچ سمجھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے اس سے باہر کیوں آتے؟ یقیناً جو لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد اسے خیر باد کہہ رہے ہیں' انہوں نے ضرور اس میں کوئی کمی' کجی یا کمزوری دیکھی ہوگی؟

حالانکہ جن لوگوں نے اسلامی احکام و آداب کا مطالعہ اور غور و فکر کر کے اسے قبول کیا اور نبی امی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا' تاریخ گواہ ہے کہ ان میں سے کبھی کسی نے اس سے بیزاری تو کیا اس پر سوچا بھی نہیں' جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث ھرقل میں حضرت ابوسفیان اور ھرقل کے مکالمہ میں اس کی وضاحت و صراحت موجود ہے' چنانچہ جب ھرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ ملنے پر ابوسفیان سے' جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے حریف تھے' یہ پوچھا کہ:

.. هل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان يدخل فيه سخطة له؛ قال: لا...

ترجمہ:..... "ھرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا اسلام قبول کرنے والوں میں سے کوئی اس کو ناپسند کر کے یا اس سے ناراض ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: نہیں۔"

پھر اسی حدیث کے آخر میں ھرقل نے اپنے ایک ایک سوال اور ابوسفیان کے جوابات کی روشنی میں اس کی وضاحت کی کہ میں اپنے سوالوں اور تیرے جوابات کی روشنی میں' جن نتائج پر پہنچا ہوں' وہ یہ ہیں کہ:

.. وسائلتك هل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان يدخل فيه سخطة فزعمت ان لا و كذالك الايمان اذا خالط بشاشة القلوب. (بخاری ص:۶۵۳' ج:۲)

ترجمہ:..... "اور میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا اسلام قبول کرنے والوں میں سے کوئی شخص اسلام سے ناراض ہو کر یا اس سے متنفر ہو کر کبھی مرتد بھی ہوا ہے؟ تو آپ نے کہا تھا کہ ایسا نہیں ہوا' تو سنو! یوں ہی ہے کہ شرح صدر کے ساتھ جب ایمان کسی کے دل میں اتر جاتا ہے تو نکلا نہیں کرتا۔"

چونکہ اسلام جبر وتشدد کا مذہب نہیں اور نہ ہی کسی کو جبراً وقہراً اسلام میں داخل کیا جاتا ہے بلکہ قرآن وحدیث میں وضاحت و صراحت کے ساتھ یہ بات مذکور ہے کہ جو شخص دل وجان سے اسلام قبول نہ کرے نہ صرف یہ کہ اس کا اسلام معتبر نہیں بلکہ ایسا شخص قرآنی اصطلاح میں منافق ہے اور منافق جہنم کے نچلے درجے کی بدترین سزا کا مستحق ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

-ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار. -(النساء:١٤٥)

ترجمہ:...... "بے شک منافق ہیں سب سے نیچے درجہ میں دوزخ کے۔"

اسی لئے جبراً وقہراً اسلام میں داخل کرنے کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا گیا:

-لا اكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي. -(البقرہ:٢٥٦)

ترجمہ:...... "دین اسلام میں داخل کرنے کے لئے کسی جبر واکراہ سے کام نہیں لیا جاتا' اس لئے کہ ہدایت' گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔"

لیکن اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ جو شخص برضا ورغبت اسلام میں داخل ہو جائے اور اسلام قبول کرلے' اسے مرتد ہونے کی بھی اجازت دے دی جائے' یہ بالکل ایسے ہے جیسے ابتداء فوج میں بھرتی ہونے کے لئے کوئی جبر اور زبردستی نہیں کی جاتی' لیکن اگر کوئی شخص اپنی رضا ورغبت سے فوج میں بھرتی ہو جائے تو اب اسے اپنی مرضی سے فوج سے نکلنے یا فوجی نوکری چھوڑنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اگر فوج کا یہ قانون جائز ہے تو اسلام کا یہ دستور کیونکر جائز نہیں؟

اس کے علاوہ عقل وشعور کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جو شخص اپنی مرضی اور رضا ورغبت سے اسلام میں داخل ہو جائے اسے اسلام سے برگشتگی اور مرتد ہونے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے' کیونکہ بالفرض اگر نعوذ باللہ! کسی کو اسلام یا اسلامی تعلیمات میں کوئی شک وشبہ تھا تو اس نے اسلام قبول ہی کیوں کیا تھا؟ لہٰذا ایسا شخص جو اپنی مرضی اور رضا ورغبت سے اسلام میں داخل ہو چکا ہے' اب اسے مرتد ہونے کی اس لئے اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اسلام چھوڑ کر نہ صرف اپنے دین ومذہب کو بدلتا ہے' بلکہ اس قبیح اور بدترین فعل کے ذریعہ وہ دین وشریعت' اسلامی تعلیمات' اسلامی معاشرہ کو داغ دار کرنے' اسلامی تعلیمات کو مطعون و بدنام کرنے اور نئے مسلمان ہونے والوں کی راہ روکنے کی بدترین سازش کا مرتکب ہوا ہے' اس لئے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کی مثال کھلے کافر کی تھی' لیکن اب اس کی حیثیت اسلام کے باغی کی ہے' اور دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص کسی ملک کا شہری نہ ہو اور وہ اس ملک کے قوانین کو تسلیم نہ کرے تو اسے اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا' لیکن جب کوئی شخص کسی ملک کی شہریت اپنالے تو اسے اس ملک کے شہری قوانین کا پابند کیا جائے گا' چنانچہ اگر کوئی خود سر کسی ملک کی شہریت کا دعویدار بھی ہو اور اس کے احکام وقوانین اور اصول وضوابط کے خلاف اعلان بغاوت بھی کرے تو اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں' لہٰذا اگر کوئی شخص کسی ملک' اس کے قوانین وضوابط یا کسی ملک کے سربراہ سے بغاوت کی پاداش میں سزائے موت کا مستحق ہے' تو کیا وجہ ہے کہ اسلام' اسلامی قوانین اور پیغمبر اسلام سے بغاوت کا مرتکب سزائے موت کا مستحق نہ ہو؟

اگر دیکھا جائے اور اس کا بغور جائزہ لیا جائے تو سزائے ارتداد کا یہ اسلامی قانون عین فطرت ہے' جس میں نہ صرف مسلمانوں

کا بلکہ اسلامی مملکت کے تمام شہریوں کا بھی فائدہ ہے۔ اس لئے کہ دینِ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور اس دین و مذہب میں دنیا کی فوز وفلاح اور نجاتِ آخرت کا مدار ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

ا:..... "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔"

(المائدہ:۳)

ترجمہ:..... "آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔"

۲:... "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین۔" (آل عمران:۸۵)

ترجمہ:..... "اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین و مذہب کو اپنائے گا، اللہ کے ہاں اسے قبولیت نصیب نہیں ہوگی اور وہ آخرت میں خسارہ میں ہوگا۔"

لہٰذا جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد ارتداد کا مرتکب ہوا ہے، اس کی مثال اس باؤلے کتے یا ملکے انسان کی ہے جسے اپنا ہوش ہے اور نہ دوسروں کا، اگر کوئی "عقل مند" اس کی جان پر ترس کھا کر اسے چھوڑ دے تو بتلایا جائے کہ وہ انسانیت کا دوست ہے یا دشمن؟ ٹھیک اسی طرح مرتد کی جان بخشی کرنا بھی معاشرہ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، اور اس کی ہلاکت اسلامی معاشرہ کے لئے امن و عافیت اور سکون واطمینان کا ذریعہ ہے۔

"تمام مہذب ملکوں، حکومتوں اور مہذب قوانین میں باغی کی سزا موت ہے، اور اسلام کا باغی وہ ہے جو اسلام سے مرتد ہوجائے، اس لئے اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے، لیکن اس میں بھی اسلام نے رعایت دی ہے، دوسرے لوگ باغیوں کو کوئی رعایت نہیں دیتے، گرفتار ہونے کے بعد اگر اس پر بغاوت کا جرم ثابت ہوجائے تو سزائے موت نافذ کردیتے ہیں، وہ ہزار معافی مانگے، توبہ کرے اور قسمیں کھائے کہ آئندہ بغاوت کا جرم نہیں کروں گا، اس کی ایک نہیں سنی جاتی اور اس کی معافی ناقابلِ قبول سمجھی جاتی ہے، اسلام میں بھی باغی یعنی مرتد کی سزا قتل ہے، مگر پھر بھی اسے اتنی رعایت ہے کہ تین دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس کو تلقین کی جاتی ہے کہ توبہ کرلے، معافی مانگ لے، تو سزا سے بچ جائے گا، افسوس ہے کہ پھر بھی اسلام میں مرتد کی سزا پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

اگر امریکا کے صدر کا باغی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کرے اور اس کی سازش پکڑی جائے تو اس کی سزا موت ہے اور اس پر کسی کو اعتراض نہیں، روس کی حکومت کا تختہ الٹنے والا پکڑا جائے یا جنرل ضیاء الحق کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والا پکڑا جائے تو اس کی سزا موت ہے اور اس پر دنیا کے کسی مہذب قانون اور کسی مہذب عدالت کو کوئی اعتراض نہیں، لیکن تعجب ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی پر اگر سزائے موت جاری کی جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ سزا نہیں ہونی چاہئے، اسلام تو باغی مرتد کو پھر بھی رعایت دیتا ہے کہ اسے تین دن کی مہلت دی جائے، اس کے شبہات دور کئے جائیں اور کوشش کی جائے کہ وہ دوبارہ مسلمان ہوجائے، معافی مانگ لے تو کوئی بات نہیں، اس کو معاف کردیا جائے گا، لیکن اگر تین دن کی مہلت اور کوشش کے بعد بھی وہ اپنے ارتداد پر اڑا رہے، توبہ نہ کرے تو اللہ کی زمین کو اس کے وجود سے پاک کردیا جائے، کیونکہ یہ ناسور ہے، خدانخواستہ کسی کے ہاتھ میں ناسور ہوجائے تو ڈاکٹر اس کا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں، اگر انگلی میں ناسور ہوجائے تو انگلی کاٹ دیتے ہیں اور سب دنیا جانتی ہے

کہ یہ ظلم نہیں بلکہ شفقت ہے' کیونکہ اگر ناسور کو نہ کاٹا گیا تو اس کا زہر پورے بدن میں سرایت کر جائے گا' جس سے موت یقینی ہے' پس جس طرح پورے بدن کو ناسور کے زہر سے بچانے کے لئے ناسور کو کاٹ دینا ضروری ہے اور یہی دانائی اور عقلمندی ہے' اسی طرح ارتداد بھی ملت اسلامیہ کے لئے ایک ناسور ہے' اگر مرتد کو توبہ کی تلقین کی گئی' اس کے باوجود اس نے اسلام میں دوبارہ آنے کو پسند نہیں کیا تو اس کا وجود ختم کر دینا ضروری ہے' ورنہ اس کا زہر رفتہ رفتہ ملتِ اسلامیہ کے پورے بدن میں سرایت کر جائے گا۔ الغرض مرتد کا حکم ائمہ اربعہ کے نزدیک اور پوری امت کے علماء اور فقہاء کے نزدیک یہی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں اور یہی عقل و دانش کا تقاضا ہے اور اسی میں امت کی سلامتی ہے۔"

ان مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا ہوگا کہ اسلام اور اسلامی آئین' ہر غیر مسلم و کافر کی جان کے درپے نہیں' بلکہ اسلامی آئین و دستور صرف اور صرف ان فتنہ پردازوں کا راستہ روکتا ہے اور انہیں کڑی سزا کا مستحق گردانتا ہے جو معاشرہ کے امن و امان کے دشمن اور اسلام سے بغاوت کے مرتکب ہوں' بایں ہمہ اسلام و اسلامی آئین ایسے لوگوں کو بھی فوراً کیفر کردار تک نہیں پہنچاتا' بلکہ انہیں اپنی اصلاح کا موقع فراہم کرتا ہے' اگر وہ سدھر جائیں تو فبہا' ورنہ اس بدترین سزا کے لئے تیار ہو جائیں' اس کے باوجود بھی اگر کوئی بدنصیب اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور اپنی جان کا دشمن بنا رہے تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟

جیسا کہ ارتداد و مرتد کی تعریف کے ذیل میں پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد اسلام کو چھوڑ کر کوئی بھی دوسرا دین و مذہب اختیار کرلے' وہ مرتد ہے' اور مرتد کی سزا قتل ہے۔

اس پر یہود و نصاریٰ اور قادیانیوں کے علاوہ دوسرے ملاحدہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر دوسرے مذاہب کے پیروکار اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو سکتے ہیں' تو ایک مسلمان اپنا مذہب تبدیل کیوں نہیں کر سکتا؟ اگر کسی یہودی اور عیسائی کے مسلمان ہونے پر قتل کی سزا لاگو نہیں ہوتی تو ایک مسلمان کے یہودیت یا عیسائیت قبول کرنے پر اسے کیوں واجب القتل قرار دیا جاتا ہے؟ اسی طرح اگر کوئی ہندو یا قادیانی' مسلمان ہو سکتا ہے تو ایک مسلمان نعوذ باللہ! قادیانی یا ہندو کیوں نہیں بن سکتا؟

عام طور پر اربابِ کفر و شرک اس سوال کو اس رنگ آمیزی سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سیدھا سادا مسلمان نہ صرف اس سے متاثر ہوتا ہے' بلکہ سزائے ارتداد کو نعوذ باللہ! غیر معقول و غیر منطقی اور آزادی اظہار رائے و آزادی مذہب کے خلاف سمجھنے لگتا ہے' اس لئے ضرورت ہے کہ اس مغالطہ کے جواب میں بھی چند معروضات پیش کر دی جائیں:

الف: جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ یہودی' عیسائی یا دوسرے مذاہب کے لوگ اپنا مذہب بدلیں تو ان پر سزائے ارتداد کیوں جاری نہیں کی جاتی؟ اصولی طور پر ہم اس سوال کا جواب دینے کے مکلف نہیں ہیں' بلکہ ان مذاہب کے ذمہ داروں' بلکہ ٹھیکے داروں کا فرض ہے کہ وہ اس کا جواب دیں۔

تاہم قطع نظر اس کے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ طرزِ عمل صحیح ہے یا غلط؟ اتنی بات تو سب کو معلوم ہے کہ دنیائے عیسائیت و یہودیت اگر اپنے مذہب کے معاملہ میں تنگ نظر نہ ہوتی تو آج دنیا بھر کے مسلمان اور امت مسلمہ ان کے ظلم و تشدد کا نشانہ کیوں ہوتے؟

اس سے ذرا اور آگے بڑھیے تو اندازہ ہوگا کہ انبیائے بنی اسرائیل کا قتلِ ناحق ان کی اسی تنگ نظری کا شاخسانہ اور تشدد پسندی کا منہ بولتا ثبوت ہے ورنہ بتلایا جائے کہ حضرات انبیائے کرام کا اس کے علاوہ کون سا جرم تھا؟ صرف یہی ناں کہ وہ فرماتے تھے کہ پہلا دین و شریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمارے ذریعے نیا دین اور نئی شریعت آئی ہے اور اسی میں انسانیت کی نجات اور فوز و فلاح ہے۔

اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں پر فرض ہے کہ وہ بتلائیں کہ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کو کیوں قتل کیا گیا؟ ان معصوموں کا کیا جرم تھا؟ اور کس جرم کی پاداش میں ان کا پاک و پاکیزہ اور مقدس لہو بہایا گیا؟

اس کے علاوہ یہ بھی بتلایا جائے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کے قتل اور ان کے سولی پر چڑھائے جانے کے منصوبے کیوں بنائے گئے؟

مسلمانوں کو تنگ نظر اور سزائے ارتداد کو ظلم کہنے والے پہلے ذرا اپنے دامن سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور لاکھوں مسلمانوں کے خونِ ناحق کے دھبے صاف کریں اور پھر مسلمانوں سے بات کریں۔

ب:...... یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت و راہ نمائی کے لئے حضرات انبیائے کرام اور رسل بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمایا' جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تو اس کی انتہا یا تکمیل و اختتام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے دین و شریعت اور کتب کی کیفیت یکساں تھی یا مختلف؟

اگر بالفرض تمام انبیائے کرام کی شریعتیں ابدی و سرمدی تھیں تو ایک نبی کے بعد دوسرے نبی اور ایک شریعت کے بعد دوسری شریعت کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟ مثلاً اگر حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت ابدی و سرمدی تھی اور اس پر عمل نجاتِ آخرت کا ذریعہ تھا تو اس وقت سے لے کر آج تک تمام انسانوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کا تابع ہونا چاہئے تھا' اگر ایسا ہے تو پھر یہودیت و عیسائیت کہاں سے آگئی؟

لیکن اگر بعد میں آنے والے دین' شریعت' کتاب اور نبی کی تشریف آوری سے' پہلے نبی کی شریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی تھی...... جیسا کہ حقیقت بھی یہی ہے...... تو دوسرے نبی کی شریعت اور کتاب کے آجانے کے بعد سابقہ شریعت اور نبی کی اتباع پر اصرار و تکرار کیوں کیا جاتا ہے؟

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جب دوسرا نبی' شریعت اور کتاب آگئی اور پہلا دین' شریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی' تو اس منسوخ شدہ دین' شریعت' کتاب اور نبی کے احکام پر عمل کرنا یا اس پر اصرار کرنا خود بہت بڑا جرم اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کے مترادف ہے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی ملک کے قانون میں ترمیم کردی جائے یا اس کو سرے سے منسوخ کردیا جائے اور اس کی جگہ دوسرا جدید آئین و قانون نافذ کردیا جائے' اب اگر کوئی عقل مند اس نئے آئین و قانون کی بجائے منسوخ شدہ دستور و قانون پر

عمل کرتے ہوئے نئے قانون کی مخالفت کرے تو اسے قانون شکن کہا جائے گا یا قانون کا محافظ و پاسبان؟

لہٰذا اگر کسی ملک کا سربراہ ایسے عقل مند کو رائج و نافذ جدید آئین و قانون کی مخالفت اور اس سے بغاوت کی پاداش میں باغی قرار دے کر اسے بغاوت کی سزا دے تو اس کا یہ فعل ظلم و تعدی ہوگا یا عدل و انصاف؟ کیا ایسے موقع پر کسی عقل مند ... ہوگا کہ اگر جدید آئین و قانون کو چھوڑنا بغاوت ہے تو منسوخ شدہ آئین و قانون کو چھوڑنا کیونکر بغاوت نہیں؟ اگر جدید آئین سے بغاوت کی سزا موت ہے تو قدیم و منسوخ شدہ آئین کی مخالفت پر سزائے موت کیونکر نہیں؟

ج: جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ادیان اور ان کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اس سلسلہ میں گزشتہ سطور میں عقلی طور پر ثابت کیا جا چکا ہے کہ سابقہ انبیا کی شریعتوں پر عمل باعث نجات نہیں ورنہ نئے دین نئی شریعت اور نئے نبی کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟ تاہم سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنے بعد آنے والے دین، شریعت اور نبی کی آمد سے متعلق اپنی امت کو بشارت دی ہے اور ان کی اتباع کی تلقین بھی فرمائی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه." (آل عمران:۸۱)

ترجمہ: "اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔"

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت انجیل کے علاوہ خود قرآن کریم میں بھی موجود ہے کہ:

"ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد." (الصف:۶)

"اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اس کا نام ہے احمد۔"

چنانچہ سابقہ انبیائے کرام میں سے کسی نے یہ نہیں فرمایا کہ میری نبوت اور دین و شریعت قیامت تک ہے اور میں قیامت تک کا نبی ہوں، دنیائے یہودیت و عیسائیت کو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر کسی نبی نے ایسا فرمایا ہے تو اس کا ثبوت لاؤ: "قل هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین۔" ہمارا دعویٰ ہے کہ صبح قیامت تک کوئی یہودی اور عیسائی اس کا ثبوت پیش نہیں کر سکے گا، جب کہ اس کے مقابلہ میں آقائے دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی اور خاتم النبیین فرمایا گیا، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

۱:... "قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً." (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ:... "تو کہہ: اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف۔"

۲:... وما ارسلناک الا رحمة للعالمین. (الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ:... "اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کر جہان کے لوگوں پر۔"

۳:... "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین." (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ:..... "محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور خاتم النبیین۔"

۹:.. وما ارسلناك الا كافة للناس بشيراً ونذيراً۔" (سبا:۲۸)

ترجمہ: "اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو۔"

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا:

۱:.. "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔" (ترمذی ج:۲ ص:۴۵)

ترجمہ:..... "میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں۔"

۲:... "انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم۔" (ابن ماجہ ص:۲۹۷)

ترجمہ:..... "میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔"

۳:... "لو کان موسیٰ حیاً ما وسعه الا اتباعی۔" (مشکوٰۃ ص:۳۰)

ترجمہ: "اگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔"

اب جب کہ قرآن کریم نازل ہو چکا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین و شریعت کا سکہ قیامت تک چلے گا، اس لئے جو شخص اس جدید و رائج قانون اور آئین کی مخالفت کرے گا اور سابقہ منسوخ شدہ دین و شریعت یا کسی خود ساختہ مذہب، جیسے موجودہ دور کے متعدد باطل و بے بنیاد ادیان و مذاہب..... مثلاً: ہندو، پارسی، سکھ، ذکری، زرتشتی اور قادیانی وغیرہ..... کا اتباع کرے گا، وہ باغی کہلائے گا۔ دین و شریعت، قرآن و سنت اور عقل و دیانت کی روشنی میں اس کی سزا وہی ہوگی جو ایک باغی کی ہونی چاہیے، اور وہ قتل ہے۔

خلفائے راشدین اور قتل مرتد کا بیان

افضل الناس بعد الانبیاء خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عمل

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور مدینہ کے اردگرد میں بعض عرب مرتد ہو گئے تو خلیفہ وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شرعی حکم کے مطابق ان کے قتل کے لئے کھڑے ہو گئے اور عجب یہ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا اسلامی سپہ سالار اس وقت ان کے قتل میں بوجہ نزاکت وقت تامل کرتا ہے۔ لیکن یہ خدا کی حدود تھیں جن میں مساہلت سے کام لینا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نظر میں مناسب نہ تھا۔ اس لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جواب میں بھی یہی فرمایا هيهات هيهات مضى النبي ﷺ وانقطع الوحي والله لا جاهدهم ما استمسك السيف في يدي۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۱ فصل فی ما وقع فی خلافتہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں ضرور ان سے اس وقت تک جہاد کرتا رہوں گا جب تک میرا ہاتھ تلوار پکڑ سکے گا۔

یہاں تک کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی بحث کے بعد حق واضح ہو گیا اور اجماعی قوتوں سے مرتدین پر جہاد کیا گیا اور ان

میں سے بہت سے تہ تیغ کردیئے گئے۔

حوالئی مدینہ سے فارغ ہو کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کی طرف متوجہ ہوئے جو نبوت کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم مرتد قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ ایک لشکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں اس کی طرف روانہ کیا جس نے مسیلمہ کذاب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (فتح الباری' تاریخ الخلفاء ص ۶۳ فصل فی ما وقع فی خلافۃ طبع اصح المطابع کراچی)

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت مرتد ہے۔ اگر چہ وہ کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے یا کوئی تاویل کرے۔ کیونکہ مسیلمہ کذاب جس کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قتل کرایا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی نبوت ورسالت کا منکر نہیں تھا۔ بلکہ اپنی اذان میں اشهد ان محمدًا رسول الله کا اعلان کرتا تھا۔ (تاریخ طبری ج ا حصہ دوم ص ۱۰۰ اردو نفیس اکیڈمی لاہور)

پھر جس جرم میں اس کو مرتد واجب القتل سمجھا گیا وہ صرف یہ تھا کہ آپ ﷺ کی نبوت کو ماننے کے باوجود اپنی نبوت کا بھی دعویٰ کرتا تھا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کا بعینہ یہی حال ہے۔

پھر ۱۲ ہجری میں بحرین میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کے لئے علاء ابن الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ کو روانہ کیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۳)

اسی طرح عمان میں بعض لوگ مرتد ہو گئے تو ان کے قتل کے لیے عکرمہ رضی اللہ عنہ ابن ابی جہل کو حکم فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۳)
اہل بخیر میں سے چند لوگ اسلام سے پھرے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بعض مہاجرین کو ان کے قتل کے لئے بھیجا۔
(تاریخ الخلفاء ص ۶۳)

اسی طرح زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ کو ایک مرتد جماعت کے قتل کے لئے حکم فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۳)
یہ تمام واقعات وہ ہیں جو اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ اور افضل الناس بعد الانبیاء کے حکم سے ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں ان کا ظہور ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی جو کسی خلاف شرع حکم کو دیکھنا موت سے زیادہ ناگوار سمجھتی تھی۔ کیسے ہو سکتا تھا کہ اگر معاذ اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی کسی خلاف شریعت حکم کا ارادہ کرتے تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی اطاعت کر لیتے اور خون ناحق میں اپنے ہاتھ رنگتے؟۔ لہٰذا یہ واقعات اور اسی طرح باقی تمام خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کے واقعات تنہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ کا عمل نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماعی فتویٰ ہے کہ شریعت میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

خلیفہ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور قتل مرتد

آپ معلوم کر چکے ہیں کہ مذکور الصدر تمام واقعات میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور شریک مشورہ تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چند مرتدین کے متعلق اپنے لوگوں سے کہا کہ ان کو تین روز تک اسلام کی طرف بلانا چاہئے اور روزانہ ان کو ایک ایک روٹی دی جائے۔ اگر تین روز تک نصیحت کے بعد بھی ارتداد سے توبہ نہ کریں تو قتل کر دیا جائے۔ کنز العمال

ج۱ص ۱۲ ۳ ۱۳ تا ۳ ۱۳ اس قسم کی متعدد روایات ہیں

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی اور قتل مرتد

کنز العمال میں بحوالہ بیہقی نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: من کفر بعد ایمانه طائعا فانه یقتل۔ (کنز العمال ج۱ ص ۳۱۳ حدیث ۱۴۷۰ باب حکم الاسلام)

جو شخص ایمان کے بعد اپنی خوشی سے کافر ہو جائے اس کو قتل کیا جائے۔

سلیمان ابن موسیٰ نے حضرت عثمان کا دائمی طرز عمل یہی نقل کیا ہے کہ مرتد کو تین مرتبہ توبہ کرنے کے لئے فرماتے تھے۔ اگر قبول نہ کرتا قتل کر دیتے تھے۔ (کنز العمال ج۱ ص ۳۱۳' حدیث ۱۴۷۱)

امام الحدیث عبد الرزاق نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتد حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے اس کو تین مرتبہ توبہ کی طرف بلایا۔ اس نے قبول نہ کیا تو قتل کر دیا۔ (کنز العمال ج۱ ص ۳۱۳ حدیث ۱۴۷۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اہل عراق میں سے ایک مرتد جماعت کو گرفتار کیا اور ان کی سزا کے بارے میں مشورہ کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا

اعرض علیهم دین الحق فان قبلوها فخل عنهم وان لم یقبلوها فاقتلهم

(کنز العمال ج۱ ص ۳۱۳ حدیث ۱۴۷۳)

ان پر دین حق پیش کرو۔ اگر قبول کر لیں تو ان کو چھوڑ دو۔ ورنہ قتل کر دو۔

خلیفہ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور قتل مرتد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بعض مرتدین کو قتل کیا۔

(بخاری ج۲ ص ۱۰۲۳ باب حکم المرتد والمرتدہ)

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب علی کرم اللہ وجہہ نے بنی ناجیہ کے قتال کے لئے لشکر بھیجا تو اس میں، میں بھی شریک تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ان لوگوں میں تین فرقے ہیں۔ بعض پہلے نصاریٰ تھے پھر مسلمان ہوئے اور اسی پر ثابت قدم رہے۔ اور بعض نصاریٰ تھے اور ہمیشہ اسی مذہب پر رہے۔ اور بعض لوگ وہ تھے کہ پہلے نصرانیت چھوڑ کر مسلمان ہو گئے تھے اور پھر نصرانیت کی طرف لوٹ گئے۔ ہمارے امیر نے اس تیسرے فرقے سے کہا کہ اپنے خیال سے توبہ کرو۔ اور پھر مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے انکار کیا تو امیر نے ہمیں حکم دیا۔ ہم سب ان پر ٹوٹ پڑے اور مردوں کو قتل اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔

(کنز العمال ج۱ ص ۳۱۴ حدیث ۱۴۷۶ باب الارتداد واحکامہ)

4352۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ دَمُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو مسلمان اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون
تین میں سے کسی ایک صورت میں جائز ہو سکتا ہے، شادی شدہ زانی، جان کے بدلے میں جان اور اپنے دین کو ترک
کرکے (مسلمانوں کی) جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا شخص''۔

4353- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ، عَنْ
عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ
مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانٍ، فَإِنَّهُ
يُرْجَمُ، وَرَجُلٌ خَرَجَ مُحَارِبًا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، فَإِنَّهُ يُقْتَلُ، أَوْ يُصْلَبُ، أَوْ يُنْفَى مِنَ الْأَرْضِ، أَوْ يَقْتُلُ نَفْسًا، فَيُقْتَلُ
بِهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو مسلمان اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں، اس
کا خون تین میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہو سکتا ہے، ایک وہ شخص جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب
کرے، اسے سنگسار کر دیا جائے گا، ایک وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لیے نکلے، اسے قتل کر
دیا جائے گا، یا صلیب پر چڑھا دیا جائے گا، یا جلاوطن کر دیا جائے گا، یا پھر کسی نے کسی کو قتل کیا ہو، تو اس کے بدلے
میں اسے قتل کیا جائے''۔

4354- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ
خَالِدٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُو مُوسَى: أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ، أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي، وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي، فَكِلَاهُمَا سَأَلَ الْعَمَلَ،
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاكِتٌ، فَقَالَ: مَا تَقُولُ يَا أَبَا مُوسَى - أَوْ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ؟ - قُلْتُ:
وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا، وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى
سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ قَلَصَتْ، قَالَ: لَنْ نَسْتَعْمِلَ - أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ - عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ، وَلَكِنِ اذْهَبْ أَنْتَ
يَا أَبَا مُوسَى - أَوْ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ - فَبَعَثَهُ عَلَى الْيَمَنِ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ
مُعَاذٌ، قَالَ: انْزِلْ، وَأَلْقَى لَهُ وِسَادَةً، وَإِذَا رَجُلٌ عِنْدَهُ مُوثَقٌ، قَالَ: مَا هَذَا؟ قَالَ: هَذَا كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ

4352- إسناده صحيح. عبدالله: هو ابن مسعود، ومسروق: هو ابن الأجدع، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير. وأخرجه البخاري (6878)، ومسلم (1676)، وابن ماجه (2534)، والترمذي (1460)، والنسائي في "الكبرى" (3465) و(6898) من طريق سليمان الأعمش، بهذا الأسناد. وهو في "مسند أحمد" (3621)، و"صحيح ابن حبان" (4407) و(5976).

ثُمَّ رَاجَعَ دِينَهُ دِينَ السُّوءِ، قَالَ: لَا اَجْلِسُ حَتّٰى يُقْتَلَ، قَضَاءُ اللهِ وَرَسُوْلِهِ، قَالَ: اجْلِسْ نَعَمْ، قَالَ: لَا اَجْلِسُ حَتّٰى يُقْتَلَ قَضَاءُ اللهِ وَرَسُوْلِهِ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَاَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ، ثُمَّ تَذَاكَرَا قِيَامَ اللَّيْلِ، فَقَالَ: اَحَدُهُمَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: اَمَّا اَنَا فَاَنَامُ وَاَقُوْمُ، اَوْ اَقُوْمُ وَاَنَامُ، وَاَرْجُو فِيْ نَوْمَتِيْ مَا اَرْجُو فِيْ قَوْمَتِيْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے ساتھ اشعر قبیلے کے دو آدمی بھی تھے، ایک میرے دائیں طرف تھا اور دوسرا بائیں طرف تھا، ان دونوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (کسی سرکاری ذمہ داری) کی درخواست کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے ابوموسیٰ! تم کیا کہتے ہو؟ (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) اے عبداللہ بن قیس! میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے، ان دونوں نے مجھے اس بارے میں نہیں بتایا، جو ان کے ذہن میں تھا، اور مجھے بھی یہ اندازہ نہیں تھا، یہ دونوں کسی سرکاری ذمے داری کی درخواست کریں گے، راوی بیان کرتے ہیں: یہ منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ کے نیچے تھی، جس کی وجہ سے وہ کچھ اوپر کی طرف اٹھ گیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم یہ ذمہ داری کسی ایسے شخص کو نہیں دیں گے، جو اس کا طلب گار ہوگا، البتہ اے ابوموسیٰ! تم جاؤ (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) اے عبداللہ بن قیس!، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیج دیا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، تو انہوں نے کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اتریں، انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے تکیہ رکھا وہاں ایک شخص بندھا ہوا موجود تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اس کا کیا معاملہ ہے؟ تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا: یہ پہلے یہودی تھا، پھر مسلمان ہو گیا، اس کے بعد اس نے اپنا دین تبدیل کر کے بُرا دین اختیار کر لیا (یعنی مرتد ہو گیا) تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا، جب تک اسے قتل نہیں کر دیا جاتا، جو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے، تو حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا: ٹھیک ہے، آپ بیٹھیں، حضرت معاذ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا، جب تک اسے قتل نہیں کر دیا جاتا، جو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے، ایسا تین مرتبہ ہوا، تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حکم کے تحت اسے قتل کر دیا گیا، پھر ان دونوں حضرات نے رات کے وقت نوافل ادا کرنے کے بعد بات چیت کی، تو ان میں سے ایک نے یعنی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: جہاں تک میرا تعلق ہے، تو میں سو بھی جاتا ہوں اور نوافل بھی پڑھتا ہوں (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) میں نوافل بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں اور مجھے اپنے سونے میں بھی اسی ثواب کی امید ہے، جو اپنے نوافل ادا کرنے میں ہوتی ہے"۔

4355 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا الْحِمَّانِيُّ يَعْنِي عَبْدَ الْحَمِيدِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى وَبُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى، قَالَ: قَدِمَ عَلَيَّ مُعَاذٌ وَاَنَا بِالْيَمَنِ، وَرَجُلٌ كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَسْلَمَ فَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ، فَلَمَّا قَدِمَ مُعَاذٌ قَالَ: لَا اَنْزِلُ عَنْ دَابَّتِيْ حَتّٰى يُقْتَلَ، فَقُتِلَ، قَالَ

4355- إسناده حسن من أجل عبد الحميد بن عبد الرحمن الحماني وطلحة بن يحيى - وهو ابن طلحة بن عبيد الله التيمي -، فهما صدوقان حسنا الحديث. وقال الحافظ في "الفتح" :275 /12 هذه الرواية أقوى من رواية المسعودي عن القاسم. قلنا: يعني الرواية الآتية برقم (4357). وأخرجه البيهقي 206 /8 من طريق أبي داود، بهذا الإسناد.

أَحَدُهُمَا: وَكَانَ قَدِ اسْتُتِيبَ قَبْلَ ذَلِكَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تشریف لائے، میں ان دنوں (یمن کا) حکمران تھا، ایک شخص پہلے یہودی تھا، پھر مسلمان ہوا پھر وہ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گیا، جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا: میں اپنی سواری سے اس وقت تک نیچے نہیں اتروں گا، جب تک اسے قتل نہیں کر دیا جاتا، تو اسے قتل کر دیا گیا۔ یہاں ایک راوی یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس سے پہلے اسے توبہ کا موقع دے دیا گیا تھا۔

4356 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: فَأُتِيَ أَبُو مُوسَى بِرَجُلٍ قَدِ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَدَعَاهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ قَرِيبًا مِنْهَا، فَجَاءَ مُعَاذٌ فَدَعَاهُ فَأَبَى، فَضَرَبَ عُنُقَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، لَمْ يَذْكُرِ الِاسْتِتَابَةَ، وَرَوَاهُ ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ الِاسْتِتَابَةَ.

یہی واقعہ ایک اور سند کے ہمراہ ابوبردہ کے حوالے سے منقول ہے، وہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا، جو اسلام کو چھوڑ کے مرتد ہو گیا تھا، تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیس دن تک یا اس کے قریب (دنوں تک) اسے اسلام کی دعوت دی، پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہوں نے بھی اسے دعوت دی، اس نے تسلیم نہیں کیا، تو اس کی گردن اڑا دی گئی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالمالک نامی راوی نے ابوبردہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، اس میں انہوں نے توبہ کروانے کا ذکر نہیں کیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، اس روایت میں بھی توبہ کروانے کا ذکر نہیں کیا ہے"۔

4357 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَلَمْ يَنْزِلْ حَتَّى ضُرِبَ عُنُقُهُ وَمَا اسْتَتَابَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس وقت تک سواری سے نیچے نہیں اترے، جب تک اس شخص کی گردن نہیں اڑا دی گئی، انہوں نے اس شخص سے توبہ بھی نہیں کروائی۔

4358 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ يَكْتُبُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَزَلَّهُ الشَّيْطَانُ، فَلَحِقَ بِالْكُفَّارِ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْتَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَاسْتَجَارَ لَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَأَجَارَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن سعد بن ابوسرح' نبی اکرم ﷺ کے لیے کتابت کرتا تھا، شیطان نے اسے بہکایا، تو وہ کفار کے ساتھ جا کر مل گیا، فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے امان کی درخواست کی، تو نبی اکرم ﷺ نے اسے امان دے دی۔

4359 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: زَعَمَ السُّدِّيُّ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ، اخْتَبَاَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِي سَرْحٍ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَجَاءَ بِهِ حَتّٰى اَوْقَفَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، بَايِعْ عَبْدَ اللهِ، فَرَفَعَ رَاْسَهُ، فَنَظَرَ اِلَيْهِ ثَلَاثًا، كُلُّ ذٰلِكَ يَاْبٰى، فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى اَصْحَابِهِ، فَقَالَ: اَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ اِلٰى هٰذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ، فَيَقْتُلُهُ؟ فَقَالُوا: مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللهِ مَا فِي نَفْسِكَ، اَلَّا اَوْمَاْتَ اِلَيْنَا بِعَيْنِكَ؟ قَالَ: اِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ اَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْاَعْيُنِ

❀❀ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن عبداللہ بن سعد، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس چھپ گیا وہ اسے لے کر آئے اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! عبداللہ سے بیعت لے لیجے (یعنی اسلام کی بیعت لے لیجے) نبی اکرم ﷺ نے سر اٹھا کر تین مرتبہ اس کی طرف دیکھا، ہر مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی درخواست پر عمل نہیں کیا، تین مرتبہ کے بعد آپ ﷺ نے اس سے بیعت لے لی، پھر آپ ﷺ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تمہارے درمیان کوئی سمجھدار آدمی نہیں تھا جب میں نے اس سے بیعت لینے سے ہاتھ روک لیا تھا، تو وہ اٹھ کر اس کی طرف جاتا اور اسے قتل کر دیتا؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمیں اندازہ نہیں ہوسکا کہ آپ ﷺ کے ذہن میں کیا ہے؟ اگر آپ ﷺ آنکھ کے ذریعے ہماری طرف اشارہ کر دیتے (تو ہم اس پر عمل کر لیتے) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی نبی کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔

4360 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ اِلَى الشِّرْكِ، فَقَدْ حَلَّ دَمُهُ

❀❀ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کوئی غلام مفرور ہو کر مشرکین کے علاقے کی طرف چلا جائے، تو اس کا خون حلال ہو جاتا ہے''

4360-حديث صحيح، وهذا إسناد اختلف في وقفه ورفعه على أبي إسحاق - وهو عمرو بن عبد الله السبيعي - لكن لا يضر وقف من وقفه، لأنه ثبت مرفوعاً من غير طريق أبي إسحاق السبيعي، ولأنه في حكم المرفوع. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (3501) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي (3502) من طريق القاسم بن يزيد، عن إسرائيل بن يونس السبيعي، عن جده، به. وخالف القاسم خالد بن عبد الرحمن وأحمد بن خالد الوهبي عند النسائي (3503) و (3504) فروياه عن إسرائيل، عن جده، موقوفاً. وأخرجه مرفوعاً مسلم (69) من طريق داود بن أبي هند والنسائي (3498) من طريق منصور بن المعتمر، ومسلم (70)، والنسائي (3499) من طريق جرير بن عبد الحميد،

بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: جو شخص نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کرے اس کا حکم

4361 - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقَعُ فِيهِ، فَيَنْهَاهَا، فَلَا تَنْتَهِي، وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ، جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَشْتُمُهُ، فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا، فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ، فَلَطَخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: أَنْشُدُ اللهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ، فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي، وَأَزْجُرُهَا، فَلَا تَنْزَجِرُ، وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً، فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ، وَتَقَعُ فِيكَ، فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا، وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک نابینا شخص تھا، جس کی ایک ام ولد تھی، وہ نبی اکرم ﷺ کو برا کہتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی، وہ شخص اسے روکتا تھا، لیکن وہ عورت باز نہیں آتی تھی، وہ شخص اسے ڈانٹتا تھا، لیکن وہ عورت پھر بھی باز نہیں آتی تھی، ایک رات اس نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ گفتگو شروع کی، آپ ﷺ کو برا کہنا شروع کیا، تو اس نابینا نے ایک برچھا لے کر اس عورت کے پیٹ پر رکھا اور اس پر وزن ڈال کر اس عورت کو قتل کر دیا، اس عورت کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ایک بچہ گرا، تو وہاں اتنا خون تھا کہ وہ اس میں لت پت ہو گیا، اگلے دن نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس صورت حال کا ذکر کیا گیا، لوگ اکٹھے ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں اس شخص کو اللہ کا واسطہ دے کر یہ کہتا ہوں کہ خواہ وہ جو شخص بھی ہے، جس نے یہ کیا ہے، اگر میرا اس پر کوئی حق ہے تو وہ کھڑا ہو جائے، راوی کہتے ہیں: تو وہ دیہاتی لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا وہ لڑکھڑا رہا تھا وہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس عورت کا قاتل ہوں، وہ آپ ﷺ کو برا کہتی تھی اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی میں اسے منع کرتا تھا لیکن وہ رکتی نہیں تھی، میں اسے ڈانٹتا تھا وہ باز نہیں آتی تھی، میرے اس سے دو بچے بھی ہیں، جو موتیوں کی طرح ہیں، اس کا میرے ساتھ بڑا اچھا تعلق تھا، گزشتہ رات اس نے آپ ﷺ کو برا کہنا شروع کیا اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو میں نے برچھا لے کر اسے اس کے پیٹ پر رکھا اور اس پر وزن ڈال کر اسے قتل کر دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"خبردار! تم لوگ گواہ ہو جاؤ، اس عورت کا خون رائیگاں ہے"۔

4362- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ يَهُودِيَّةً كَانَتْ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ، فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتَّى مَاتَتْ، فَأَبْطَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی، ایک شخص نے اس کا گلہ گھونٹ دیا، یہاں تک کہ وہ مرگئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔

4363- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَنُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَتَغَيَّظَ عَلَى رَجُلٍ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: تَأْذَنُ لِي يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ: فَأَذْهَبَتْ كَلِمَتِي غَضَبَهُ، فَقَامَ، فَدَخَلَ، فَأَرْسَلَ إِلَيَّ، فَقَالَ: مَا الَّذِي قُلْتَ آنِفًا؟ قُلْتُ: ائْذَنْ لِي أَضْرِبْ عُنُقَهُ، قَالَ: أَكُنْتَ فَاعِلًا لَوْ أَمَرْتُكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: لَا وَاللَّهِ، مَا كَانَتْ لِبَشَرٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا لَفْظُ يَزِيدَ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: أَيْ لَمْ يَكُنْ لِأَبِي بَكْرٍ أَنْ يَقْتُلَ رَجُلًا إِلَّا بِإِحْدَى الثَّلَاثِ الَّتِي قَالَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُفْرٌ بَعْدَ إِيمَانٍ، أَوْ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ، أَوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَيْرِ نَفْسٍ، وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْتُلَ

ابوبرزہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، انہیں ایک شخص پر غصہ آیا، انہوں نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا، تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ! آپ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں، راوی کہتے ہیں: میری بات پر ان کا غصہ ختم ہوگیا، وہ کھڑے ہوئے گھر کے اندر تشریف لے گئے، انہوں نے مجھے پیغام بھجوایا اور فرمایا: ابھی تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: آپ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں، انہوں نے دریافت کیا: اگر میں تمہیں ہدایت کرتا، تو کیا تم نے ایسا کر لینا تھا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! انہوں نے فرمایا: نہیں! اللہ کی قسم! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی انسان کے لیے (یہ درست) نہیں ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روایت کے یہ الفاظ یزید کے نقل کردہ ہیں۔

امام احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ کسی شخص کو قتل کریں، سوائے تین میں سے کسی ایک صورت کے جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرنا، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا، یا پھر جان کے بدلے میں جان"

نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں حق حاصل تھا کہ آپ کسی کو قتل کروا دیں۔

گستاخ رسول ﷺ کی سزا کا بیان

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام محمد بن سحنون کی روایت ہے۔تمام علماء کا اس پر اجماع ہے حضور ﷺ کو گالی دینے والا آپ کی شان میں کمی کرنے والا کافر ہے اور تمام امت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت محمد رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک امام جس کا نام عبداللہ بن نواحہ تھا۔قرآن کی آیات کا مذاق اڑایا اور مفاہیم کے ردوبدل سے یہ الفاظ کہے،قسم ہے آٹا پیسنے والی عورتوں کی جو اچھی طرح گوندھتی ہیں پھر روٹی پکاتی ہیں پھر ثرید بناتی ہیں پھر خوب لقمے لیتی ہیں اس پر حضرت نے اسے قتل کا حکم سنایا اور لمحہ بھر بھی تاخیر نہیں فرمائی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تاریخی الفاظ ملاحظہ ہوں۔جو شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کرے،اس کا خون حلال اور مباح ہے(کتاب الشفاء)

اس جملے کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے عدالتی کارروائی ہو تو فبہا ورنہ پورا معاشرہ سستی اور کوتاہی پر مجرم ہوگا۔ان ہی خیالات کا اظہار بارہا پنجاب ہائی کورٹ کے معزز جج میاں نذیر اختر فرما چکے ہیں۔

اب سنئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ نے ایک موقع پر شاتمین دین و رسول کو قتل کرنے کے بعد جلا دینے کا حکم صادر فرمایا۔یہ روایت بھی بخاری کی ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میرے والد گرامی کہتے تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی نبی کو سب کرے اسے قتل کر دو اور جو کسی صحابی کو برا بھلا کہے اسے کوڑے مارو۔(المعجم الصغیر للطبرانی، باب العین)

الاشباہ والنظائر میں ہے۔کافر اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے لیکن اس کافر کی توبہ قبول نہیں جو نبی کریم ﷺ کے حضور گستاخیاں کرتا ہے۔نسائی شریف کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب کیا۔آپ کے ایک عقیدت مند نے اجازت چاہی کہ اسے قتل کر دیا جائے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حق صرف حضرت محمد ﷺ کا ہے کہ انہیں (بکواس کرنے والے کو) قتل کر دیا جائے۔(سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، حدیث (4077)

ابن ماجہ نے روایت کیا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ایک مرتد کو قتل کی سزا دی۔اس پر فتح القدیر کا مولف لکھتا ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے خلاف غلیظ زبان استعمال کرے اس کی گردن اڑا دی جائے۔(فتح القدیر، کتاب السیر)

محدث عبدالرزاق روایت فرماتے ہیں: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کچھ مرتدوں کو آگ میں جلا دیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے ابوبکر! آپ نے خالد کو کھلا چھوڑ دیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کی تلوار کو نیام میں نہیں ڈال سکتا (مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، حدیث (9470)

حضور انور ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو شہر نور میں ایک بوڑھا جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور نام اس کا ابوعفک

تھا۔ اس نے انتہائی دشمنی کا اظہار کیا۔ لوگوں کو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بھڑکا تا، نظمیں لکھتا جن میں اپنی بد باطنی کا اظہار کرتا۔ جب حارث بن سوید کو موت کی سزا سنائی گئی تو اس ملعون نے ایک نظم لکھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں بکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس کی گستاخیاں سنیں تو فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اس غلیظ اور بدکردار آدمی کو ختم کر دے۔

سالم بن عمیر نے اپنی خدمات پیش کیں۔ وہ ابوعفک کے پاس گئے دراں حالیکہ وہ سو رہا تھا۔ سالم نے اس کے جگر میں تلوار زور سے کھبو دی۔ ابوعفک چیخا اور آنجہانی ہو گیا۔ (کتاب المغازی، للواقدی، سریۃ قتل ابی عفک، (163/1)

حویرث بن نقید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا۔ ایک بار حضرت عباس مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا مدینہ جانے کے لئے ان کے ساتھ نکلیں۔ ظالم حویرث نے سواری کو اس طرح ایڑھ لگائی کہ دونوں شہزادیاں سواری سے گر گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے موت کی سزا سنائی۔ فتح مکہ کے موقع پر حویرث نے خود کو ایک مکان میں بند کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے تلاش کر لیا اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اسے قتل کر دیا۔

(کتاب المغازی للواقدی، 281/2)

بخاری شریف کی روایت ہے۔ معاویہ بن مغیرہ نامی ایک گستاخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرفتار کروالیا اور فرمایا ایک سچا مسلمان ایک ہی سانپ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا، اے معاویہ بن مغیرہ! تم اب کسی صورت میں بھی واپس نہیں جا سکتے۔ پھر فرمایا اے زبیر! اے عاصم! اس کا سر قلم کر دو۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے اور یہ حنفی فقہ کی معروف کتاب ہے۔ جب کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا انبیاء میں سے کسی بھی نبی کی توہین کرے اس کی شرعی سزا قتل ہے اور اس کی توبہ یقیناً قبول نہیں ہوگی۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منسوب کسی چیز میں عیب نکالنے والا شخص کافر ہے۔ جبکہ الاشباہ کے مصنف نے فرمایا اور وہ واجب القتل ہوگا۔ جس طرح کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک کے بارے میں (بطور اہانت) تصغیر کا صیغہ استعمال کر کے تنقیص کی۔ (فتاویٰ قاضی خان، کتاب السیر، (574/3)

علامہ حصاص رازی لکھتے ہیں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والا جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کے خلاف بے ادبی کی جسارت کرے وہ مرتد ہے اور قتل کا مستحق ہے۔ (احکام القرآن للرازی، سورۂ توبہ، (128/3)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ جو شخص کہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر یا بٹن میلا کچیلا ہے اور اس قول سے مقصود عیب لگانا ہو، اس شخص کو قتل کر دیا جائے گا۔

علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے کسی شخص کے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ جانا اس نے توہین کی۔ اس لئے وہ واجب القتل ٹھہرا۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں یمن کے گورنر مہاجر بن امیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی وہاں ایک عورت مرتد ہو گئی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی والا گیت گایا۔ گورنر نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور سامنے والے دو دانت توڑ دیئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا۔ اگر تو فیصلہ کر کے عمل نہ کرا چکا ہوتا تو میں اس عورت کے قتل کرنے کا حکم صادر کرتا۔ کیونکہ نبیوں کے گستاخ قابل معافی نہیں ہوتے۔

گستاخی میں جہالت کے عدم اعتبار کا بیان

علامہ عبدالرحمن الجزیری فرماتے ہیں۔ اور اسی کی مانند وہ شخص ہے جو کسی ایسے نبی کو گالی دے جس کی نبوت پر تمام امت کا اجماع ہو؛ اس کو بغیر توبہ کا کہے قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اگر اس نے توبہ کر بھی لی تو تب بھی نبی کو گالی دینے کی حد میں اسے قتل کیا جائے گا؛ اور اس مسئلہ میں اس کی جہالت کا عذر معتبر نہیں ہوگا؛ کیوں کہ کفر میں کسی کی جہالت معتبر نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اس کے نشہ میں مست ہونے کا؛ عقل توازن کے کھو جانے کا، اور غضبناک ہونے کا عذر مانا جائے گا، بلکہ اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔ (الفقہ علی المذاہب اربعہ، ۵/۱۹۹)

گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل میں مذاہب اربعہ

حضور ﷺ کے گستاخ کی سزا یہی ہے کہ وہ واجب القتل ہے۔ اس کی توبہ قبول نہیں، چاروں مسالک یہی ہیں۔

علامہ زین الدین ابن نجیم البحر الرائق میں ارشاد فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ کو سب وشتم کرنے والے کی سزا قتل ہے۔ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

گستاخ رسول ﷺ کی سزا میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دل میں بغض رکھا وہ مرتد ہو گیا، اور شاتم رسول تو اس سے بھی بدتر ہے، ہمارے نزدیک وہ واجب القتل ہے؛ اور اس کی توبہ سے سزائے موت موقوف نہیں ہوگی۔ یہ مذہب اہل کوفہ اور امام مالک کا بھی ہے۔ اور یہ حکم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ علماء نے یہاں تک فرمایا کہ گالی دینے والا نشے میں ہو تب بھی قتل کیا جائے گا اور معاف نہیں ہوگا۔ (فتح القدیر شرح الہدایہ، کتاب الردۃ)

علامہ خیر الدین رملی حنفی فتاویٰ بزازیہ میں لکھتے ہیں: شاتم رسول کو بہر طور حداً قتل کرنا ضروری ہے۔ اس کی توبہ بالکل قبول نہیں کی جائے گی، خواہ یہ توبہ گرفت کے بعد ہو یا اپنے طور پر تائب ہو جائے کیونکہ ایسا شخص زندیق کی طرح ہوتا ہے، جس کی توبہ قابل تسبب ہی نہیں اور اس میں کسی مسلمان کے اختلاف کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس جرم کا تعلق حقوق العباد سے ہے، یہ صرف توبہ سے ساقط نہیں ہو سکتا، جس طرح دیگر حقوق (چوری، زنا) توبہ سے ساقط نہیں ہوتے اور جس طرح حد تہمت توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ یہی سیدنا ابوبکر علیہ الرحمہ، امام اعظم علیہ الرحمہ، اہل کوفہ اور امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔ (تنبیہ الولاۃ والحکام)

امام ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ امت کی رائے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ گستاخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل واجب ہے اور امام مالک علیہ الرحمہ، امام ابولیث علیہ الرحمہ، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ، امام اسحاق علیہ الرحمہ اور امام شافعی علیہ الرحمہ، حتیٰ کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان تمام کا مسلک یہی ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ (فتاویٰ شامی)

علامہ طاہر بخاری اپنی کتاب خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ محیط میں ہے کہ جو نبی ﷺ کو گالی دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی اہانت کرے، آپ کے دینی معاملات یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں سے کسی وصف کے بارے میں عیب جوئی کرے چاہے گالی دینے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہو خواہ اہل کتاب وغیرہ میں سے ہو ذمی یا حربی، خواہ یہ گالی اہانت اور عیب جوئی جان بوجھ کر ہو یا سہواً اور غفلت کی بناء پر نیز سنجیدگی کے ساتھ ہو یا مذاق سے، ہر صورت میں ہمیشہ کے لئے یہ شخص کافر ہوگا اس طرح کہ اگر توبہ کرے گا تو بھی اس کی توبہ نہ عند اللہ مقبول ہے اور نہ عند الناس اور تمام متقدمین اور تمام متاخرین ومجتہدین کے نزدیک شریعت مطہرہ میں اس کی قطعی سزا قتل ہے۔ حاکم اور اس کے نائب پر لازم ہے کہ وہ ایسے شخص کے قتل کے بارے میں ذرا سی نرمی سے بھی کام نہ لے۔ (خلاصہ الفتاویٰ)

علامہ خطابی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے بدگو کے قتل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو اور اگر یہ بدگوئی اللہ تعالیٰ کی شان میں ہو تو ایسے شخص کی توبہ سے اس کا قتل معاف ہو جائے گا۔ (فتح القدیر)

علامہ بزازی علیہ الرحمہ نے اس کی علت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور حق العبد توبہ سے معاف نہیں ہوتا جس طرح تمام حقوق العباد اور جیسا کہ حد قذف (تہمت کی سزا) توبہ سے ختم نہیں ہوتی۔ بزازی علیہ الرحمہ نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ انبیاء میں سے کسی ایک کو برا کہنے کا یہی حکم ہے۔

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا میں امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب

علامہ ابن قاسم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمہ سے مصر سے ایک فتویٰ طلب کیا گیا، جس میں میرے فتویٰ کے بارے میں، جس میں کہ میں نے شاتم رسول علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تھا، تصدیق چاہی گئی تھی۔ اس فتویٰ کے جواب میں امام مالک علیہ الرحمہ نے مجھ ہی کو اس فتویٰ کا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے یہ جواب لکھا کہ ایسے شخص کو عبرتناک سزا دی جائے اور اس کی گردن اُڑا دی جائے۔ یہ کلمات کہہ کر میں نے امام مالک علیہ الرحمہ سے عرض کی کہ اے ابو عبد اللہ! (کنیت امام مالک علیہ الرحمہ) اگر اجازت ہو تو یہ بھی لکھ دیا جائے کہ قتل کے بعد اس لاش کو جلا دیا جائے۔ یہ سن کر امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا، یقیناً وہ گستاخ اسی بات کا مستحق ہے اور یہ سزا اس کے لیے مناسب ہے۔ چنانچہ یہ کلمات میں نے امام موصوف کے سامنے ان کی ایماء پر لکھ دیے اور اس سلسلے میں امام صاحب نے کسی مخالفت کا اظہار نہ کیا۔ چنانچہ یہ کلمات لکھ کر میں نے فتویٰ روانہ کر دیا اور اس فتویٰ کی روشنی میں اس گستاخ کو قتل کر کے اس کی لاش کو جلا دیا گیا۔ (الشفاء)

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا میں ابن کنانہ کا حکام کا فتویٰ

مسبوط میں ابن کنانہ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہودی یا نصرانی بارگاہِ رسالت میں گستاخی کا مرتکب ہو تو میں حاکم وقت کو مشورہ دیتا ہوں اور ہدایت کرتا ہوں کہ ایسے گستاخ کو قتل کر کے اس کی لاش کو پھونک دیا جائے یا براہ راست آگ میں جھونک دیا جائے۔ (الشفاء، ج ۲، ص، از قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ)

حکم قتل پر علمائے مالکیہ کی دلیل کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اور تمام اہلِ مدینہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم ذمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کرے اور

توہین رسالت کا مرتکب ہو تو اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ اگر گالی دینے والا ذمی ہو تو اسے بھی امام مالک اور اہل مدینہ کے مذہب میں قتل کیا جائے گا۔ علامہ ابن سحنون سے یہ بھی نقل کیا ہے۔

اگر گالی دینے والا مسلمان ہے تو کافر ہو جائے گا، اور بلا اختلاف اس کو قتل کر دیا جائے گا، اور یہ آئمہ اربعہ وغیرہ کا مذہب ہے۔ (الصارم المسلول، ص ۵)

امام ابوعبید القاسم بن سلام فرماتے ہیں۔ کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کیے گئے ہجو کے ابیات میں سے ایک سطر بھی حفظ کی؛ اس انسان نے کفر کیا۔ اور بعض سلف نے کہا ہے کہ: جو انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی روایات نقل کرتا ہو اس سے حدیث لینا بالاجماع حرام ہے۔ (شفاء؛ امتاع الاسماع۔ احکام القرآن ۸۶/۳)

علامہ احمد بن دردیر مالکی علیہ الرحمہ اقرب المسالک کی شرح الصغیر میں لکھتے ہیں: من سب نبیا مجمعا علی نبوته، او عرض بسبّ نبی، بان قال عند ذکره، اما انا فلست بزان او سارق فقد کفر. و کذان الحق بنبی نقصاً، ون ببدنه کعرج؛ وشلل، او وفور علمه، ذکل نبی اعلم اہل زمانه و سیدہم اعلم الخلق۔

جس نے کسی ایسے نبی کو گالی دی جس کی نبوت پر سب کا اتفاق ہے یا اس کام کیا جو گالی سے مشابہ ہے (یعنی عیب نکالا) اس طرح کہ اس کے تذکرہ کے وقت کہا: اے پر میں نہ ہی زانی ہوں اور نہ ہی چور ہوں۔ اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔ اور ایسے ہی اگر اس نے کسی نبی پر کوئی نقص (کوتاہی) لگایا؛ (مثلاً اس نے کہا بیشک اس کے بدن میں لنگڑا پن ہے یا شل ہے یا ان کے علم وافر ہونے پر نقص لگایا (اس سے بھی وہ کافر ہو جائے گا) اس لیے کہ ہر نبی اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے اور ان کا سردار اور تمام مخلوق سے بڑھ کر عالم ہوتا ہے۔ (شرح الصغیر ۳۴۴/۴)

قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے مالکیہ نے ایسے گستاخ ذمی کے قتل کے حکم پر قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: اور اگر وہ اپنی قسموں کو توڑیں اور عہد شکنی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے بارے میں بدگوئیاں کریں، تو ان کفر کے سرغنوں سے لڑو۔ (التوبہ)

اس آیت قرآنی کے علاوہ علمائے مالکیہ نے سرکار دوعالم کے عمل سے بھی استدلال کیا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو اس کی گستاخیوں کی سبب سے قتل کروایا تھا۔ اس گستاخ کے علاوہ اور دوسرے گستاخ بھی تعمیل حکم نبوی ایسے قتل کیے گئے تھے۔ (الشفاء)

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جو شخص بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا دین یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نقص وعیب نکالے یا اسے ایسا شبہ لاحق ہو، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعداوت اور نقص وعیب کا پہلو نکلتا ہو، وہ دشنام دہندہ ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا ہے اور وہ یہ کہ اسے قتل کیا جائے۔ اس مسئلہ کی کسی شاخ کو نہ مستثنیٰ کیا جائے اور نہ اس میں شک وشبہ روا رکھا جائے خواہ گالی صراحتاً دی جائے یا اشارۃً۔ وہ شخص بھی اسی طرح ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

پر لعنت کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانا چاہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بددعا کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق نہ ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز کے بارے میں رکیک، بے ہودہ اور جھوٹی بات کرے یا جن مصائب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوچار ہوئے ان کی سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگائے یا بعض بشری عوارض کی سبب سے، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوچار ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے، اس بات پر تمام علماء اور ائمہ الفتویٰ کا عہد صحابہ سے لے کر اگلے تاریخی ادوار تک اجماع چلا آ رہا ہے۔ (الصارم المسلول)

امام قرطبی علیہ الرحمہ اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں: مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کہا کہ کعب بن اشرف کو بدعہدی کر کے قتل کیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کہنے والے کی گردن ماردی جائے۔ (کیونکہ کعب بن اشرف کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں تھا بلکہ وہ مسلسل بدگوئی اور ایذاءرسانی کی سبب سے مباح الدم بن گیا تھا)۔

اسی طرح کا جملہ ایک اور شخص ابن یامین کے منہ سے نکلا تو کعب بن اشرف کو مارنے والے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کی مجلس میں یہ بات کہی جارہی ہے اور آپ خاموش ہیں۔ خدا کی قسم! اب آپ کے پاس کسی عمارت کی چھت تلے نہ آؤں گا اور اگر مجھے یہ شخص باہر مل گیا تو اسے قتل کر ڈالوں گا۔ علماء نے فرمایا ایسے شخص سے توبہ کے لیے بھی نہ کہا جائے گا بلکہ قتل کر دیا جائے گا جو نبی کی طرف بدعہدی کو منسوب کرے۔ یہی وہ بات ہے، جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ علیہ الرحمہ نے سمجھا، اس لیے کہ یہ تو زندقہ ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اسلام (کافر ساب) کے قتل کو ساقط نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ قتل نبی علیہ السلام کے حق کی سبب سے واجب ہو چکا ہے، کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے عزتی کی ہے، آپ پر نقص وعیب لگانے کا ارادہ کیا ہے، اس لئے اسلام لانے کی سبب سے بھی اس کا قتل معاف نہ ہو گا اور نہ یہ کافر مسلمان سے بہتر ہو گا، بلکہ بدگوئی کی سبب سے باوجود توبہ کے دونوں کو چاہے کافر ہو یا مسلم قتل کر دیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی)

گستاخ رسول ﷺ کی سزا میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب

علامہ ابوبکر فارسی لکھتے ہیں۔ کہ قاضی شوکانی نے آئمہ وفقہاء شافعیہ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: آئمہ شافعیہ میں سے ابوبکر فارسی نے کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جس نے نبی علیہ السلام کو گالی دی اور صریحا قذف وتہمت لگائی وہ تمام علماء کے اتفاق سے کافر قرار دیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کر لے تو اس سے سزائے قتل زائل نہیں ہوگی کیونکہ اس کے نبی ﷺ پر تہمت لگانے کی سزا قتل ہے اور تہمت کی سزا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔ (نیل الاوطار ۴ / ۲۱۴)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: نبی علیہ السلام پر طعن کرنے کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ پر عیب لگایا اور تنقیص وتحقیر کی اور اسی سے نبی علیہ السلام کو گالی دینے والے کے قتل کی سزا اخذ کی گئی ہے۔ اسی طرح جس نے دین اسلام میں طعن کیا اور اسے تحقیر وتنقیص کے ساتھ ذکر کیا اس کی سزا بھی قتل ہے۔ (ابن کثیر ۲ / ۳۴۴)

علامہ شربینی شافعی علیہ الرحمہ مغنی المحتاج میں لکھتے ہیں: جو کسی رسول کی تکذیب کرے یا اسے گالی دے یا ان کی ذات میں یا

نام میں حقارت آمیز رویہ رکھے سو وہ کافر ہو جائے گا۔ (مغنی المحتاج ۹/۱۳۹)

باقی آئمہ وفقہاء شافعیہ کی رائے کے بارے میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں: مسائل اختلافیہ پر مشتمل کتب میں جس رائے کی نصرت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا عہد و معاہدہ کو توڑ دیتا ہے اور یہ فعل اس کے قتل کو واجب کر دیتا ہے جس طرح امام نے خود امام شافعی سے ذکر کیا ہے۔ (توہین رسالت کی شرعی سزا،۱۷)

علامہ ابوبکر فارسی لکھتے ہیں کہ قاضی شوکانی نے آئمہ وفقہاء شافعیہ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: آئمہ شافعیہ میں سے ابوبکر فارسی نے کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جس نے نبی علیہ السلام کو گالی دی اور صریحا قذف وتہمت لگائی وہ تمام علماء کے اتفاق سے کافر قرار دیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس سے سزائے قتل زائل نہیں ہوگی کیوں کہ اس کے نبی علیہ السلام پر تہمت لگانے کی سزا قتل ہے اور تہمت کی سزا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔ (نیل الاوطار ۷، ۲۱۴)

امام شافعی علیہ الرحمہ سے صراحتاً منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے سے عہد ٹوٹ جاتا ہے اور ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہیے۔ ابن المنذر، الخطابی علیہ الرحمہ اور دیگر علماء نے ان سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ اپنی کتاب الام میں فرماتے ہیں: جب حاکم وقت جزیہ کا عہد نامہ لکھنا چاہے تو اس میں مشروط کا ذکر کرے۔ عہد نامے میں تحریر کیا جائے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا کتاب اللہ یا دین اسلام کا تذکرہ نازیبا الفاظ میں کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری اٹھ جائے گی، جو امان اس کو دی گئی تھی، ختم ہو جائے گی اور اس کا خون اور مال امیر المومنین کے لیے اس طرح مباح ہو جائے گا جس طرح حربی کافروں کے اموال اور خون مباح ہیں۔ (الصارم المسلول)

امام محمد علیہ الرحمہ بن سحنون بھی اجماع نقل کرتے ہیں۔ اس بات پر علماء کا اجماع منعقد ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے بارے میں عذاب خداوندی کی وعید آئی ہے۔ امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے اور جو شخص اس کے کفر اور اس کی سزا میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(درمختار، نسیم الریاض، شرح الشفاء)

صحیح بخاری کے مشہور شارح جلیل القدر محدث ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں: ابن المنذر نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا کہ جو نبی ﷺ کو گالی دے، اسے قتل کرنا واجب ہے۔ ائمہ شوافع کے معروف امام ابوبکر الفارسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام کو تہمت کے ساتھ برا کہے، اس کے کافر ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے، وہ توبہ کرے تو بھی اس کا قتل ختم نہ ہوگا کیونکہ قتل اس کے تہمت لگانے کی سزا ہے اور تہمت کی سزا توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مذہب

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب المغنی میں کہا ہے۔ بیشک جو کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ پر بہتان لگائے اسے قتل کیا جائے گا "اگرچہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کرلے" خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ بس اگر وہ اخلاص کے ساتھ توبہ کرے گا تو اس کی توبہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگی۔ اور اس توبہ کی سبب سے اس سے حد ساقط نہیں ہوگی۔ مزید برآں وہ لکھتے ہیں: "اور آپ

ﷺ پر بہتان تراشی کرنا اس کا وہی حکم ہے جو آپ کی والدہ پر بہتان تراشی کا ہے۔ بیشک آپ ﷺ کی والدہ پر بہتان کی سزا قتل اس لیے ہے کہ اصل میں یہ نبی کریم ﷺ پر بہتان تراشی ہے؛ اور آپ ﷺ کے نسب میں طعن ہے۔ (المغنی ۱۲/ ۵۱۲)

علامہ خرقی حنبلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ جو کوئی نبی کریم ﷺ پر بہتان تراشی کرے، اسے قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ (الکافی:۱۵۹۴)

علامہ ابن عقیل حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی نبی کو گالی دے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' اس لیے کہ یہ آدمی کا حق ہے' جو ساقط نہیں ہوتا۔ (لوامع النوار البھیۃ ۱/ ۳۹۷)

جو شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے، خواہ وہ مسلم ہو یا کافر، تو وہ واجب القتل ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ہر آدمی جو ایسی بات کرے جس سے اللہ تعالیٰ کی تنقیصِ شان کا پہلو نکلتا ہو، وہ واجب القتل ہے؛ خواہ مسلم ہو یا کافر، یہ اہلِ مدینہ کا مذہب ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ا کی طرف گالی کا اشارہ کرنا ارتداد ہے، جو موجب قتل ہے۔ یہ اسی طرح جس طرح صراحتاً گالی دی جائے۔

ابوطالب سے مروی ہے کہ امام احمد علیہ الرحمہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہو۔ فرمایا: اسے قتل کیا جائے، کیونکہ اس نے رسول کریم ا کو گالیاں دے کر اپنا عہد توڑ دیا۔

حرب علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد علیہ الرحمہ سے ایک ذمی کے بارے میں سوال کیا کہ جس نے رسول کریم ا کو گالی دی تھی۔ آپ نے جواب دیا کہ اسے قتل کیا جائے۔

امام احمد علیہ الرحمہ نے جملہ اقوال میں ایسے شخص کے واجب القتل ہونے کی تصریح ہے، اس لیے کہ اس نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا۔ اس مسئلہ میں ان سے کوئی اختلاف منقول نہیں۔ (الصارم المسلول)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول کریم ا کو گالی دینے والے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کے کفر اور اس کے مستحقِ قتل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ چاروں ائمہ (امام اعظم علیہ الرحمہ، امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی علیہ الرحمہ، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ) سے یہی منقول ہے۔ (فتاویٰ شامی)

ائمہ اربعہ کی تصریحات کے بعد چاروں مذاہب کے جید اور محقق علمائے کرام نے اس خاص مسئلہ پر چار انمول کتب تصنیف فرما کر اتمامِ حجت کر دیا ہے اور ان میں گستاخِ رسول کی سزا اپنے اپنے زاویہ نظر سے حدِ قتل قرار دی گئی ہے۔

گستاخان رسول ﷺ کا انجام واقعات کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایسی رفعتیں اور ایسی بلندیاں عطا فرمادی ہیں کہ آپ ﷺ کی عظمت کا سورج ہمیشہ کے لیے نصف النہار ہو گیا..... ان بلندیوں تک پہنچنا تو دور کی بات ان کی حقیقت اور کنہہ کی معرفت بھی انسانی دسترس سے باہر ہے۔ "ورفعنا لك ذكرك" کا مژدہ سنا کر جہاں آپ ﷺ کی شان اقدس کو اوجِ ثریا پر

پہنچایا گیا وہیں اس شان وعظمت کی حفاظت کا ایسا بندوبست فرمایا گیا کہ جس بد بخت نے جب بھی اس کی طرف اپنا ناپاک ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی قدرت نے اس کو قیامت تک کے لئے رسوائے زمانہ بنا کر نشان عبرت بنا دیا۔ آیئے! آج ایسے ہی چند بد بخت گستاخوں کے انجام کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جس طرح ابولہب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا، ویسے ہی اس کا بیٹا بھی گستاخ رسول تھا۔ اس بد بخت نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی تکلیف پہنچائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ان الفاظ سے بددعا فرمائی:

''اے اللہ! اس پر تو اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط فرما''۔

اسے جب اس کو اس نقصان کی دعا کا پتہ چلا تو باوجود کافر ہونے کے نیند حرام ہوگی۔ ہر وقت وہ اس خطرے سے دوچار رہتا تھا کہ کب محمد [۔ صلی اللہ علیہ وسلم] کی بددعا رنگ لائے گی اور قدرت اس سے انتقام لے گی۔ ایک دفعہ وہ تجارتی قافلے کے ہمراہ سفر پر رواں دواں تھا کہ رات کا اندھیرا چھا گیا۔ اس نے لوگوں سے کہا: سارے قافلے والے سامان میرے اردگرد رکھ دو اور خود بھی میرے آس پاس حلقہ بنا کر پڑاؤ ڈالو تا کہ کوئی جانور حملہ آور نہ ہو سکے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر رات کے کسی وقت نجانے کہاں سے کوئی درندہ آیا اور اس ملعون کو چیر پھاڑ کر چلا گیا۔ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انجام لوگوں نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھا، نجانے گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آخرت میں کیا بنے گا۔

(۲) ایک عیسائی پادری نے اپنی تقریر شروع کرتے ہی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی شروع کر دی۔ اتفاق سے وہاں قریب ہی ایک تاتارخانی سپاہی کا شکاری کتا بندھا ہوا تھا۔ اس کتے کے کان میں جب پادری کے الفاظ پڑے تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ سخت طیش میں آگیا ہے اور پھر اس نے اپنی رسی چھڑا کر پادری پر حملہ کر دیا۔

لیکن عین اسی لمحے لوگ آگے بڑھے، پادری کو اس عذاب سے خلاصی دلائی اور کتے کو دوبارہ باندھ دیا گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر بعض لوگوں نے پادری سے کہا کہ تم نے ایک قابل احترام ہستی کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں، اس لئے کتے نے تم پر حملہ کر دیا۔

لیکن اس بد بخت کا اصرار تھا کہ میں چونکہ تقریر کے دوران اشارے کر رہا تھا، اس لئے کتا یہ سمجھا کہ میں اس پر حملہ آور ہونے لگا ہوں۔

بس اس لیے اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ یہ کہہ کر پادری نے دوبارہ اپنی تقریر شروع کر دی اور کچھ دیر بعد پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ کہنا شروع کر دیے۔ کتے نے دوبارہ وہ الفاظ سنے تو وہ پھر طیش میں آ گیا۔ اور اس نے اپنی رسی چھڑائی اور اس بد بخت پر حملہ آور ہو گیا۔ اب کی بار کتے نے اس کی گردن کو دبوچ لیا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ وہ بد بخت انسان تڑپ تڑپ کر مر نہیں گیا۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والے سے قدرت کا یہ انتقام دیکھ کر وہاں موجود چالیس ہزار افراد نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

(۳) غزوہ احد میں دشمنان اسلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ عتبہ بن ابی وقاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر

پوری پتھر پھینکا، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنے کا دانت مبارک شہید ہوگیا۔ چہرہ مبارک بھی زخمی ہوگیا اور نچلے ہونٹ سے خون بہنے لگا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر گئے، جس کو ابو عامر فاسق نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے میدان جنگ میں کھودا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی گود میں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر نکالا۔ عبداللہ بن قمیہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی اذیت پہنچائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کو بھی زخمی کیا تھا۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی کیا اور دانت مبارک بھی شہید کیے تھے۔ یہ کہتا تھا: میرا یہ وار سنبھال اور میں قمیہ کا بیٹا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے اس کا یہ فخریہ قول سن کر فرمایا: اَقْمَاَکَ اللہ۔ اللہ تجھے ذلیل وخوار کرے۔ اس بددعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کیا، جس نے سینگ مار مار کر اس کا جوڑ جوڑ الگ کر دیا۔

اے مسلمانو! ہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وناموس کا انتقام لینے کے لیے اگر اور کچھ نہیں کر سکتے تو آیئے! سب مل کر یہ دعا ہی کر لیں۔ ''اے اللہ! ان گستاخوں میں سے ہر ایک پر اپنے کتوں میں سے ایک ایک کتا مسلط فرما''۔ (آمین ثم آمین)

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا اور اس کا انجام

قرآنی نصوص، احادیث مبارکہ، عمل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، فتاویٰ ائمہ اور اجماع امت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا قتل ہے اس کی معافی کو قبول نہ کیا جائے۔ لہٰذا مسلم ممالک کے حکمرانوں کو چاہیے کہ ان کے اس منافقانہ طرز عمل سے متاثر ہونے کے بجائے ایک غیور مسلمان کا موقف اختیار کریں۔ جس کا نقشہ اس رسالے کے اگلے صفحات قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

یہود ونصاریٰ شروع دن سے ہی شان اقدس میں نازیبا کلمات کہتے چلے آ رہے ہیں۔ کبھی یہودیہ عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں، کبھی مردوں نے گستاخانہ قصیدے کہے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار پڑھے اور کبھی نازیبا کلمات کہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شان نبوت میں گستاخی کرنے والے بعض مردوں اور عورتوں کو بعض مواقع پر قتل کروا دیا۔ کبھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دے کر اور کبھی انہیں پورے پروگرام کے ساتھ روانہ کر کے۔ کبھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں خود گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کو چیر دیا اور کسی نے نذر مان لی کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور قتل کروں گا۔ کبھی کسی نے یہ عزم کر لیا کہ خود زندہ رہوں گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ۔ اور کبھی کسی نے تمام رشتہ داریوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خود دیکھنے کے لئے گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودیوں کے سردار کا سر آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ جو گستاخان مسلمانوں کی تلواروں سے بچے رہے اللہ تعالیٰ نے انہیں کن عذابوں میں مبتلا کیا اور کس رسوائی کا وہ شکار ہوئے اور کس طرح گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر نے اپنے اندر رکھنے کے بجائے باہر پھینک دیا تاکہ دنیا کیلئے عبرت بن جائے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انجام کیا ہے انہیں تمام روایات وواقعات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے یہ

اوراق اپنوں اور بیگانوں کو پیغام دے رہے ہیں کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور بات کا حلیہ نہ بگاڑنا۔ ذات اور بات کا حلیہ بگاڑنے سے امام الانبیاء علیہما السلام کی شان اقدس میں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ اپنی دنیا و آخرت تباہ کر بیٹھو گے۔ رسوائی مقدر بن جائے گی۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے والوں کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں۔

(ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مھینا) (احزاب 57)۔

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت ہے اور ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

آیئے گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انجام دیکھئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسی حوالے سے کارہائے نمایاں ملاحظہ فرمایئے اور اسی بارے میں ائمہ سلف کے فرامین و فتاوی بھی پڑھیے پھر فیصلہ فرمایئے کہ ان حالات میں عالم اسلام کی کیا ذمہ داری ہے۔

یہودیہ عورت کا قتل:

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

(ان یہودیۃ کانت تشتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتقع فیہ، فخنقھا رجل حتی ماتت، فاطل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دمھا) (رواہ ابوداود، کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ایک یہودیہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا۔

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ام ولد کا قتل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ:

ایک اندھے شخص کی ایک ام ولد لونڈی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی وہ اسے منع کرتا تھا وہ گالیاں دینے سے باز نہیں آتی تھی وہ اسے جھڑکتا تھا مگر وہ نہ رکتی تھی ایک رات اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا شروع کیں اس نے ایک بھالا لے کر اس کے پیٹ میں پیوست کر دیا اور اسے زور سے دبا دیا جس سے وہ مرگئی۔ صبح اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔ میں اس آدمی کو قسم دیتا ہوں جس نے کیا۔ جو کچھ کیا۔ میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر ایک نابینا آدمی کھڑا ہو گیا۔ اضطراب کی کیفیت میں لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے آکر کہا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے منع کرتا تھا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے سے باز نہیں آتی تھی۔ میں اسے جھڑکتا تھا مگر وہ اس

کی پرواہ نہیں کرتی تھی اس کے بطن سے میرے دو ہیروں جیسے بیٹے ہیں اور وہ میری رفیقہ حیات تھی گزشتہ رات جب وہ آپکو گالیاں دینے لگی تو میں نے بھالا لے کر اس کے پیٹ میں پیوست کر دیا میں نے زور سے اسے دبایا یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری گفتگو سننے کے بعد فرمایا تم گواہ رہو اس کا خون ہدر ہے۔

(ابوداود، الحدود، باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، نسائی تحریم الدم، باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

گستاخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور گستاخ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حکم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

(قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سب نبیا قتل، ومن سب اصحابہ جلد)

(رواہ الطبرانی الصغیر صفحہ 236 جلد 1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فتویٰ:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

(کنت عند ابی بکر رضی اللہ عنہ. فتغیظ علی رجل. فاشتد علیہ. فقلت: ائذن لی یا خلیفۃ رسول اللہ اضرب عنقہ قال: فاذہبت کلمتی غضبہ. فقام فدخل. فارسل الی فقال: ما الذی قلت آنفا؟ قلت: ائذن لی اضرب عنقہ. قال: اکنت فاعلا لو امرتک؟ قلت: نعم قال: لا واللہ ما کانت لبشر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) (رواہ ابوداود، کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا آپ کسی شخص سے ناراض ہوئے تو وہ بھی جواباً بدکلامی کرنے لگا۔ میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! مجھے اجازت دیں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ میرے ان الفاظ کو سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سارا غصہ ختم ہو گیا۔ آپ وہاں سے کھڑے ہوئے اور گھر چلے گئے۔ گھر جا کر مجھے بلوایا اور فرمانے لگے ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے مجھے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا۔ کہا تھا۔ کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھے اجازت دیں میں اس گستاخ کی گردن اڑا دوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اگر میں تم کو حکم دے دیتا۔ تو تم یہ کام کرتے؟ میں نے عرض کیا اگر آپ رضی اللہ عنہ حکم فرماتے تو میں ضرور اس کی گردن اڑا دیتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نہیں۔ اللہ کی قسم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کسی کے لئے نہیں کہ اس سے بدکلامی کرنے والے کی گردن اڑا دی جائے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کی ہی گردن اڑائی جائے گی۔

عصماء بنت مروان کا قتل:

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

(هجت امراة من خطمة النبي صلى الله عليه وسلم فقال: (من لي بها؟) فقال رجل من قومها: انا يا رسول الله، فنهض فقتلها فاخبر النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: (لا ينتطح فيها عنزان)

(الصارم المسلول 129)

خطمہ قبیلے کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس عورت سے کون نمٹے گا" اس کی قوم کے ایک آدمی نے کہا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کام میں سرانجام دوں گا، چنانچہ اس نے جا کر اسے قتل کر دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بکریاں اس میں سینگوں سے نہ ٹکرائیں یعنی اس عورت کا خون رائیگاں ہے اور اس کے معاملے میں کوئی دو آپس میں نہ ٹکرائیں۔ بعض مورخین نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔

عصماء بنت مروان بنی امیہ بن زید کے خاندان سے تھی وہ یزید بن زید بن حصن الخطمی کی بیوی تھی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء و تکلیف دیا کرتی۔ اسلام میں عیب نکالتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو اکساتی تھی۔ عمیر بن عدی الخطمی کو جب اس عورت کی ان باتوں اور اشتعال انگیزی کا علم ہوا۔ تو کہنے لگا۔ اے اللہ میں تیری بارگاہ میں نذر مانتا ہوں اگر تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخیر و عافیت مدینہ منورہ لوٹا دیا تو میں اسے ضرور قتل کر دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بدر میں تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے تو عمیر بن عدی آدھی رات کے وقت اس عورت کے گھر میں داخل ہوئے۔ تو اس کے ارد گرد اس کے بچے سوئے ہوئے تھے۔ ایک بچہ اس کے سینے پر تھا جسے وہ دودھ پلا رہی تھی۔ عمیر نے اپنے ہاتھ سے عورت کو ٹٹولا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ عورت اپنے اس بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ عمیر نے بچے کو اس سے الگ کر دیا۔ پھر اپنی تلوار کو اس کے سینے پر رکھ کر اسے زور سے دبایا کہ وہ تلوار اس کی پشت سے پار ہو گئی۔ پھر نماز فجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو عمیر کی طرف دیکھ کر فرمایا کیا تم نے بنت مروان کو قتل کیا ہے؟ کہنے لگے۔ جی ہاں۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

عمیر کو اس بات سے ذرا ڈر سا لگا کہ کہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف تو قتل نہیں کیا۔ کہنے لگے۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس معاملے کی وجہ سے مجھ پر کوئی چیز واجب ہے؟ فرمایا دو بکریاں اس میں سینگوں سے نہ ٹکرائیں۔ پس یہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی مرتبہ سنا گیا عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارد گرد دیکھا پھر فرمایا تم ایسے شخص کو دیکھنا پسند کرتے ہو جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی مدد کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔ (الصارم المسلول 130)

ابو عفک یہودی کا قتل:

مورخین شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابو عفک یہودی کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ:

(ان شيخا من بني عمرو بن عوف يقال له ابو عفك وكان شيخا كبيرا قد بلغ عشرين ومائة سنة حين قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة، كان يحرض على عداوة النبي صلى الله عليه وسلم ولم

يدخل فى الاسلام. فلما خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى بدر ظفره الله بما ظفره. فحسده وبغى فقال. وذكر قصيدة تتضمن هجو النبى صلى الله عليه وسلم وذم من اتبعه) (الصارم المسلول 138)

بنی عمرو بن عوف کا ایک شیخ جسے ابوعفک کہتے تھے وہ نہایت بوڑھا آدمی تھا اس کی عمر 120 سال تھی جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو یہ بوڑھا لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر بھڑکاتا تھا اور مسلمان نہیں ہوا تھا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف نکلے غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطاء فرمائی تو اس شخص نے حسد کرنا شروع کر دیا اور بغاوت و سرکشی پر اتر آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مذمت میں ہجو کرتے ہوئے ایک قصیدہ کہا۔ اس قصیدے کو سن کر سالم بن عمیر نے نذر مان لی کہ میں ابوعفک کو قتل کروں گا یا اسے قتل کرتے ہوئے خود مر جاؤں گا۔ سالم موقع کی تلاش میں تھا۔ موسم گرما کی ایک رات ابوعفک قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے صحن میں سویا ہوا تھا سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ اس کی طرف آئے اور اس کے جگر پر تلوار رکھ دی جس سے وہ بستر پر چیخنے لگا۔ لوگ اس کی طرف آئے جو اس کے اس قول میں ہم خیال تھے وہ اسے اس کے گھر لے گئے۔ جس کے بعد اسے قبر میں دفن کر دیا اور کہنے لگے اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ اللہ کی قسم اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے تو ہم اس کو ضرور قتل کر دیں گے۔

انس بن زنیم الدیلمی کی گستاخی:

انس بن زنیم الدیلمی۔ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی اس کو قبیلہ خزاعہ کے ایک بچے نے سن لیا اس نے انس پر حملہ کر دیا انس نے اپنا زخم اپنی قوم کو آکر دکھایا۔

واقدی نے لکھا ہے کہ عمرو بن سالم خزاعی قبیلہ خزاعہ کے چالیس سواروں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدد طلب کرنے کیلئے گیا انہوں نے آکر اس واقع کا تذکرہ کیا جو انہیں پیش آیا تھا جب قافلہ والے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انس بن زنیم الدیلمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ (الصارم المسلول 139)

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت:

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من یکفینی عدوی "میری دشمن کی خبر کون لے گا؟ تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو قتل کر دیا۔" (الصارم المسلول 163)

مشرک گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

(ان رجلا من المشركين شتم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم (من يكفيني عدوى؟) فقام الزبير بن العوام فقال: انا فبارزه. فاعطاه رسول الله صلى الله عليه وسلمسلبه) (الصارم المسلول: ١٦٣)

"مشرکین میں سے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اس دشمن کی کون خبر لے گا؟ تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سامان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔"

کعب بن اشرف یہودی کا قتل:

کعب بن اشرف ایک سرمایا دار متعصب یہودی تھا اسے اسلام سے سخت عداوت اور نفرت تھی جب مدینہ منورہ میں بدر کی فتح کی خوش خبری پہنچی۔ تو کعب کو یہ سن کر بہت صدمہ اور دکھ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اگر یہ خبر درست ہے کہ مکہ کے سارے سردار اور اشراف مارے جا چکے ہیں تو پھر زندہ رہنے سے مرجانا بہتر ہے۔ جب اس خبر کی تصدیق ہوگی تو کعب بن اشرف مقتولین کی تعزیت کے لئے مکہ روانہ ہوا مقتولین پر مرثیے لکھے۔ جن کو پڑھ کر وہ خود بھی روتا اور دوسروں کو بھی رلاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قتال کے لئے لوگوں کو جوش دلاتا رہا۔ مدینہ واپس آ کر اس نے مسلمان عورتوں کے خلاف عشقیہ اشعار کہنے شروع کر دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں بھی اشعار کہے۔ کعب مسلمانوں کو مختلف طرح کی ایذائیں دیتا۔ اہل مکہ نے کعب سے پوچھا کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین۔ تو اس نے جواب دیا کہ تمہارا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرکات کی وجہ سے اسکے قتل کا پروگرام بنایا اور قتل کے لئے روانہ ہونے والے افراد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کی قبرستان تک چھوڑنے آئے۔ چاندنی رات تھی پھر فرمایا جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (من لکعب بن الاشرف، فانہ قد اذی اللہ ورسولہ؟) فقام محمد بن مسلمۃ فقال: انا یا رسول اللہ اتحب ان اقتلہ؟ قال نعم قال: فاذن لی ان اقول شیا، قال: قل)

(رواہ البخاری کتاب المغازی باب قتل کعب بن الاشرف، رواہ مسلم کتاب الجہاد والسیر باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیہود)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کو تکلیف دی ہے اس پر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ اور عرض کی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کر آؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ مجھ کو یہ پسند ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ کہنے کی اجازت دے دیں یعنی ایسے مبہم کلمات اور ذو معنی الفاظ جنہیں میں کہوں اور وہ سن کر خوش وخرم ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اجازت ہے۔"

محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس آئے آ کر اس سے کہا کہ یہ شخص (اشارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) ہم سے صدقہ مانگتا ہے اس نے ہمیں تھکا مارا ہے اس لئے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ جواباً کعب نے کہا۔ ابھی آگے دیکھنا اللہ کی قسم بالکل اکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا۔ چونکہ ہم نے اب ان کی اتباع کر لی ہے جب تک ہم اس کا انجام نہ دیکھ لیں اسے چھوڑنا

مناسب نہیں ہے۔ میں تم سے ایک دووسق غلہ قرض لینے آیا ہوں کعب نے کہا۔ میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ نے کہا۔ تم کیا چیز چاہتے ہو۔ کہ میں گروی رکھ دوں۔ کعب نے کہا۔

اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ نے کہا تم عرب کے خوبصورت جوان ہو تمہارے پاس ہم اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ کعب نے کہا۔ پھر اپنے بیٹوں کو گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ نے کہا۔ ہم اپنے بیٹوں کو گروی کس طرح رکھ سکتے ہیں۔ کل انہیں اس پر ہر کوئی گالیاں دے گا کہ آپ کو ایک دووسق غلے کے عوض گروی رکھا گیا تھا۔ یہ ہمارے لئے بڑی عار ہوگی البتہ ہم آپ کے پاس اپنے اسلحہ کو گروی رکھ سکتے ہیں جس پر کعب راضی ہو گیا محمد بن مسلمہ نے کعب سے کہا کہ میں دوبارہ آؤں گا۔

دوسری دفعہ محمد بن مسلمہ کعب کے پاس رات کے وقت آئے۔ ان کے ہمراہ ابونائلہ بھی تھے یہ کعب کے رضاعی بھائی تھے۔ پھر انہوں نے اس کے قلعے کے پاس جا کر آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا۔ تو اس کی بیوی نے کہا مجھے تو یہ آواز ایسی لگتی ہے جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہے کعب نے جواب دیا کہ یہ تو محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں اگر شریف آدمی کو رات کے وقت بھی نیزہ بازی کیلئے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے محمد بن مسلمہ اور ابونائلہ کے ہمراہ ابوعبس بن جبر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر بھی تھے۔

محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی تھی کہ جب کعب آئے تو میں اس کے سر کے بال ہاتھ میں لوں گا اور اسے سونگھنے لگوں گا۔ جب تمہیں اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا ہے تو پھر تم اس کو قتل کر ڈالنا۔ کعب چادر لپٹے ہوئے باہر آیا۔ اس کا جسم خوشبو سے معطر تھا۔ محمد بن مسلمہ نے کہا۔ میں نے آج سے زیادہ عمدہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ کعب نے کہا۔ میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو عطر میں ہر وقت بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی مثال نہیں محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کیا مجھے تمہارے سر کو سونگھنے کی اجازت ہے؟ کعب نے کہا اجازت ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کعب کا سر سونگھا اس کے بعد اس کے ساتھیوں نے سونگھا پھر انہوں نے کہا۔ دوبارہ سونگھنے کی اجازت ہے؟ کعب نے کہا۔ اجازت ہے۔ پھر جب محمد بن مسلمہ نے پوری طرح سے اسے قابو کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

پھر رات کے آخری حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے ہی فرمایا: افلحت الوجوہ ان چہروں نے فلاح پائی اور کامیاب ہوئے۔ انہوں نے جواباً عرض کیا ووجھک یا رسول اللہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد کعب بن اشرف کا قلم کیا ہوا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحمد للہ کہا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (فتح الباری 7/272)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُحَارَبَةِ

باب: ڈاکہ زنی کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

4364 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ

قَوْمًا مِنْ عُكْلٍ - أَوْ قَالَ: مِنْ عُرَيْنَةَ - قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا، فَانْطَلَقُوا، فَلَمَّا صَحُّوا، قَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرُهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آثَارِهِمْ، فَمَا ارْتَفَعَ النَّهَارُ حَتَّى جِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ بِهِمْ، فَقُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ، وَأَرْجُلُهُمْ، وَسُمِرَ أَعْيُنُهُمْ، وَأُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: فَهَؤُلَاءِ قَوْمٌ سَرَقُوا، وَقَتَلُوا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عکل (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) عرینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، مدینہ منورہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ اونٹنیوں کے پاس چلیں جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی کہ وہ ان کے پیشاب اور ان کے دودھ کو پئیں، جب وہ لوگ چلے گئے، تو وہاں تندرست ہو گئے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے، اس بات کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دن کے ابتدائی حصے میں ملی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں لوگ روانہ کیے، ابھی دن نہیں چڑھا تھا کہ وہ لوگ انہیں پکڑ کے لے آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے، ان کی آنکھوں میں سلائیں پھیر دیں گئیں اور انہیں پتھریلی زمین پر ڈال دیا گیا، وہ پانی مانگتے تھے، انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا۔

ابوقلابہ کہتے ہیں: یہ وہ لوگ تھے، جنہوں نے چوری کی، قتل کیا، ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

4365 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: فَأَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ، وَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ، وَأَرْجُلَهُمْ، وَمَا حَسَمَهُمْ،

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت سلائیں گرم کی گئیں اور وہ ان کی آنکھوں میں پھیر دی گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں داغ نہیں لگوائے (یعنی خون بند کروانے کی کوشش نہیں کی)۔

4366 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا، ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَلَبِهِمْ قَافَةً، فَأُتِيَ بِهِمْ، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي ذَلِكَ: (إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا) (المائدة: 33) الْآيَةَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا، انہیں لایا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

''وہ لوگ، جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے''۔

4367 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، وَقَتَادَةُ، وَحُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، ذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ، قَالَ أَنَسٌ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَحَدَهُمْ يَكْدِمُ الْأَرْضَ بِفِيهِ عَطَشًا حَتَّى مَاتُوا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت میں کٹوا دیے''

اس روایت کے آغاز میں یہ الفاظ ہیں: وہ لوگ اونٹوں کو ہانک کر لے گئے اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پیاس کی شدت کی وجہ سے زمین کو چاٹ رہا تھا، یہاں تک کہ وہ لوگ (اسی حالت میں) مر گئے۔

4368 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ نَحْوَهُ، زَادَ: ثُمَّ نَهَى عَنِ الْمُثْلَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ خِلَافٍ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، وَسَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، عَنْ ثَابِتٍ، جَمِيعًا عَنْ أَنَسٍ، لَمْ يَذْكُرَا: مِنْ خِلَافٍ، وَلَمْ أَجِدْ فِي حَدِيثِ أَحَدٍ قَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ، إِلَّا فِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''پھر مثلہ کرنے سے منع کر دیا گیا''

اس روایت میں انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت میں کاٹے گئے تھے، یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، اور ان دونوں نے بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت میں کاٹے گئے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حماد بن سلمہ کی نقل کردہ روایت کے علاوہ اور کسی روایت میں یہ الفاظ مجھے نہیں ملے کہ ان کے

4367- إسناده صحيح. حميد: هو ابن أبي حميد الطويل، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وثابت: هو ابن أسلم البناني، وحماد: هو ابن سلمة. وأخرجه مختصراً الترمذي (72) و(1951) و(2164) من طريق حماد بن سلمة، به وأخرجه النسائي في "الكبرى" (3483) من طريق حماد بن سلمة، عن قتادة وثابت، به. وأخرجه البخاري (5685) من طريق سلام بن مسكين، عن ثابت وحده، به. وأخرجه البخاري (4192) و(5727)، ومسلم (1671)، والنسائي (290) و(3481) و(3482) من طريق سعيد بن أبي عروبة، والبخاري (5686)، ومسلم (1671) من طريق همام بن يحيى، والبخاري (1501) من طريق شعبة بن الحجاج، ثلاثتهم عن قتادة وحده، به. وأخرجه مسلم (1671)، والنسائي (7527) من طريق هشيم بن بشير، وابن ماجه (2578) و(3503) من طريق عبد الوهاب الثقفي، والنسائي (3477) من طريق عبد الله بن عمر وغيره، و(3478) و(7524) من طريق إسماعيل بن جعفر المدني، و(3479) و(7525) من طريق خالد بن الحارث، و(3480) من طريق ابن أبي عدي، كلهم عن حميد الطويل وحده، به.

ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت میں کاٹے گئے تھے۔

4369 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ - قَالَ أَحْمَدُ: هُوَ يَعْنِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ نَاسًا أَغَارُوا عَلَى إِبِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَاقُوهَا، وَارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ، فَأُخِذُوا، فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ. قَالَ: وَنَزَلَتْ فِيهِمْ آيَةُ الْمُحَارَبَةِ، وَهُمُ الَّذِينَ أَخْبَرَ عَنْهُمْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْحَجَّاجَ حِينَ سَأَلَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کچھ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر حملہ کیا اور انہیں ہانک کر لے گئے، وہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گئے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو، جو مومن شخص تھا قتل کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش میں لوگوں کو بھیجا، انہیں پکڑ کر لایا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے اور ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیروا دیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: محاربہ کے حکم سے متعلق آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی، یہ وہ لوگ ہیں، جن کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف کو بتایا تھا، جب اس نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تھا۔

4370 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا قَطَعَ الَّذِينَ سَرَقُوا لِقَاحَهُ، وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ بِالنَّارِ، عَاتَبَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: (إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا) (المائدة: 33) الْآيَةَ

ابوزناد بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے (ہاتھ پاؤں) کٹوا دیئے، جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانور چوری کیے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی آنکھوں میں آگ کی سلائیاں پھیروا دیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں عتاب کرتے ہوئے یہ آیت نازل کی:

"بے شک، وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہے، زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کا بدلہ یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے، یا انہیں مصلوب کر دیا جائے"

4371 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الْحُدُودُ يَعْنِي حَدِيثَ أَنَسٍ

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں: یہ روایت حدود کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے، یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت۔

4372 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ) (المائدۃ: 33) إِلَى قَوْلِهِ: (غَفُورٌ رَحِيمٌ) (البقرۃ: 173)، نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْمُشْرِكِينَ، فَمَنْ تَابَ مِنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يُقْدَرَ عَلَيْهِ، لَمْ يَمْنَعْهُ ذَلِكَ أَنْ يُقَامَ فِيهِ الْحَدُّ الَّذِي أَصَابَهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''بے شک وہ لوگ' جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں' اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں' ان کی جزاء یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے' یا مصلوب کر دیا جائے' یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت میں کاٹ دیئے جائیں' یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے'' یہ آیت یہاں تک ہے

''مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:) یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی تھی، ان پر قابو پانے سے پہلے ان میں سے جو شخص توبہ کر لیتا ہے، تو یہ چیز اس کے لیے اس بارے میں رکاوٹ نہیں بنے گی، کہ اس پر وہ حد قائم کی جائے، جو اس پر لاگو ہوتی ہے۔

شرح

مذکورہ احادیث میں آیت میں پندرہ مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر: (۱) اس آیت کے سبب نزول میں علماء کا اختلاف ہے، جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ عرنیین کے بارے میں نازل ہوئی، ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عکل قبیلہ یا عرینہ قبیلہ کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہیں مدینہ طیبہ کی ہوا راس نہ آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اونٹوں کے پاس جانے کا حکم دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے پیشاب اور ان کے دودھ پئیں، وہ چلے گئے جب وہ ٹھیک ہو گئے تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر دن کے آغاز میں پہنچی آپ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے دن چڑھنے کے ساتھ ہی انہیں پکڑ کر لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق حکم دیا تو ان کے ہاتھ اور اور پاؤں کاٹے گئے اور ان کی آنکھوں میں لوہے کی سلاخیں ڈالی گئیں اور پتھریلے ٹیلے پر ڈالے گئے وہ پانی طلب کرتے رہے لیکن انہیں پانی نہ دیا گیا، ابو قلابہ نے کہا: یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے چوری کی، قتل کیا اور ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔ (سنن ابی داؤد کتاب الحدود، جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

ایک روایت میں ہے ان کی آنکھوں میں کیل گرم کر کے لگانے کا حکم دیا تو ان کی آنکھوں میں گرم سلاخیں لگائی گئیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے اور نہیں داغا نہ گیا۔ (سنن ابی داؤد کتاب الحدود، جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے پیروں کے نشان دیکھنے والے بھیجے، پس انہیں لایا، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ نازل کیا۔ (آیت) ''انما جزؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا'' الآیۃ (سنن ابی داؤد کتاب الحدود، جلد ۲ صفحہ ۲۴۴) ایک روایت میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ان میں سے ایک کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے زمین چاٹ رہا تھا حتی کہ وہ مر گئے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الحدود، جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

بخاری میں ہے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ایک گروہ میں بھیجا حتی کہ میں نے انہیں پالیا جب کہ وہ اپنے شہر کے قریب پہنچ چکے تھے ہم انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے،

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کہتے تھے پانی، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: آگ۔ اہل سیرت وتواریخ نے حکایت کیا ہے کہ انہوں نے چرواہے کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے تھے اور ان کی آنکھوں میں کانٹے چبھوئے تھے حتی کہ وہ مر گیا تھا، اسے مدینہ طیبہ میں مردہ داخل کیا گیا تھا، اس کا نما یسار تھا اور وہ نوبیا تھا، یہ مرتدین کا فعل چھ ہجری میں ہوا تھا، بعض روایات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قتل کرنے کے بعد آگ سے جلا دیا تھا۔

(تفسیر طبری، جلد ۶، صفحہ ۲۴۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک سے مروی ہے کہ یہ اہل کتاب کی ایک قوم کے سبب نازل ہوئی ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان عہد تھا، انہوں نے عہد کو توڑا تھا اور ڈاکہ ڈالا تھا اور زمین میں فساد برپا کیا تھا۔ (تفسیر طبری، جلد ۶، صفحہ ۲۴۹)

مصنف ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: (آیت) ''انما جزؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف اوینفعوا من الارض، ذلك لھم خزیہ فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم. الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم''۔

مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ان میں سے جو توبہ کر لے گا اس سے پہلے کہ اس پر قدرت حاصل ہو جائے، اس پر حد قائم کرنے سے مانع نہ ہوگا اس جرم کی وجہ سے جو اس نے کیا تھا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، جلد ۲، صفحہ ۲۴۵، ۲۴۴)

جن علماء نے فرمایا یہ آیت مشرکین کے بارے میں ہوئی ہو وہ عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ ہیں، یہ ضعیف ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد (آیت) ''قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف''۔ (الانفال: ۳۸) اور نبی مکرم ﷺ کا ارشاد الاسلام یھدم ما قبلہ''۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد ۱ صفحہ ۷۶) (مسلم)

اس کا رد کرتا ہے، پہلا قول صحیح ہے، کیونکہ احادیث کی نصوص اس کے بارے میں ثابت ہیں امام مالک، امام شافعی، ابو ثور اور اصحاب الرائے نے کہا: یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمانوں میں سے نکلیں، ڈاکہ ڈالیں اور زمین میں فساد برپا کریں، ابن المنذر نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول صحیح ہے، ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے لیے حجت قائم کرتے ہوئے

کہا:اس آیت میں دلیل ہے کہ یہ مشرکوں کے علاوہ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ یہ ارشاد ہے:(آیت)''الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم ''۔علماء کا اجماع ہے کہ مشرکین جب ہمارے ہاتھوں میں آجائیں اور وہ اسلام قبول کرلیں تو ان کے خون حرام ہوں گے، پس یہ دلیل ہے کہ یہ آیت اہل اسلام کے بارے میں نازل ہوئی۔

طبری نے بعض اہل علم سے حکایت کیا ہے اس آیت نے نبی مکرم ﷺ کے عرنیین کے بارے میں فعل کو منسوخ کردیا، (تفسیر طبری، جلد ۶، صفحہ ۲۰۱)

پس حدود پر امر موقوف ہوگیا، محمد بن سیرین نے روایت کیا ہے فرمایا: یہ حدود کے نزول سے پہلے تھا، یعنی حضرت انس کی حدیث، ابوداؤد نے یہ ذکر کیا ہے ان میں سے ایک قوم نے کہا: جن میں لیث بن سعد بھی ہے رسول اللہ ﷺ نے عرینہ کے وفد کے ساتھ جو کیا تھا وہ منسوخ ہوگیا، کیونکہ مرتد کا مثلہ جائز نہیں، ابوالزناد نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے جب اونٹ چوری کرنے والوں کے ہاتھ کاٹے اور ان کی آنکھوں میں آگ سے گرم کر کے سلاخیں لگائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر عتاب فرمایا اس بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(آیت)''انما جزؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا '' الایہ۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود جلد ۲، صفحہ ۲۴۴)

ابوالزناد، نے کہا: جب مثلہ سے منع کیا گیا تو دوبارہ کبھی ایسا نہ کیا، ایک جماعت سے حکایت ہے کہ یہ آیت اس فعل کے لیے ناسخ نہیں، کیونکہ وہ مرتدین کے بارے واقع ہوا خصوصاً صحیح مسلم میں اور کتاب النسائی وغیرہما میں ثابت ہے فرمایا: ان لوگوں کی آنکھوں میں سلاخیں پھیری تھیں۔(صحیح مسلم، کتاب القسامہ، جلد ۲، صفحہ ۵۸)

کیونکہ یہ قصاص تھا، یہ آیت محارب مومن کے بارے میں ہے،

میں کہتا ہوں: یہ عمدہ قول ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کا بھی یہی معنی ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(آیت)''الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم '' یہ معلوم ہے کہ کفار کے احکام قدرت کے بعد توبہ کے ساتھ ان سے عقوبت کے زوال میں مختلف نہیں ہوتے جس طرح قدرت سے پہلے ساقط ہوتے ہیں اور مرتد نفس ردت کے ساتھ قتل کا مستحق ہوتا ہے، بغیر محاربت کے اسے نہ جلاوطن کیا جاتا ہے نہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے ہیں اور نہ اس کا راستہ چھوڑا جاتا ہے بلکہ اسے قتل کیا جاتا ہے اگر اسلام قبول نہ کرے، اور اسے سولی پر بھی نہیں چڑھایا جاتا پس یہ دلیل ہے کہ آیت جس پر مشتمل ہے اس سے مراد مرتد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے حق میں فرمایا:(آیت)''قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفرلھم ما قد سلف ''۔(الانفال :۳۸) اور محاربین کے بارے میں فرمایا (آیت)''الا الذین تابوا '' یہ واضح ہے جو کچھ ہم نے باب کی ابتدا میں ثابت کیا ہے اس میں نہ کوئی اشکال ہے نہ لوم ہے اور نہ عتاب ہے کیونکہ وہ کتاب کا مقتضی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(آیت)''فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم ''۔(بقرہ:۱۹۴) پس انہوں نے مثلہ کیا تھا تو ان کا مثلہ کیا گیا مگر یہ احتمال ہے کہ عتاب اس وجہ سے ہوا اگر صحیح ہے کہ قتل میں زیادتی ہوئی تھی اور وہ سلاخیں گرم کر کے انکی آنکھوں میں ڈالنا تھا اور انہیں

پیاسا چھوڑ دینا تھا حتی کہ وہ مر گئے واللہ اعلم۔

طبری نے سدی سے حکایت کیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے عرنیین کی آنکھوں میں سلائیں نہیں ڈالیں تھیں، اس کا ارادہ فرمایا تھا، پس اس سے منع کے بارے میں یہ آیت نازل ہوگئی۔ (تفسیر طبری، جلد ۶ صفحہ ۲۰۲)

یہ بالکل ضعیف ہے کیونکہ اخبار ثابت کرتی ہیں کہ سلائیں انکی آنکھوں میں ڈالی گئی تھیں، بخاری میں ہے: سلائیں گرم کی گئیں اور ان کی آنکھوں میں لگائی گئیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الحدود، جلد ۲ صفحہ ۱۱۰۵)

علماء کے درمیان اختلاف نہیں کہ اس آیت کا حکم اہل اسلام میں محاربین میں مرتب ہے اگرچہ مرتین یا یہود کے بارے میں نازل ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (آیت) ''انما جزؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ''۔ میں استعارہ اور مجاز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے نہ محاربہ کیا جاتا ہے اور نہ اس پر غلبہ پایا جاتا ہے، کیونکہ وہ صفات کمال کا حامل ہے اس کے لیے اضداد وانداد سے تنزیہ واجب ہے معنی یہ ہے کہ وہ اولیاء اللہ سے محاربہ کرتے ہیں اپنے اولیاء کو اپنی ذات سے تعبیر فرمایا ان کی ذات کی بڑائی بیان کرنے کے لیے، جس طرح الفقراء الضعفاء''۔ کو اپنی ذات سے تعبیر فرمایا: (آیت) ''من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا''۔ (بقرہ: ۲۴۵) یہ فقراء پر مہربانی پر برانگیختہ کرنے کے لیے فرمایا اس کی مثال سنت میں ہے: استطعمتك فلم تطعمی (صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۶)

میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا تھا، اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے، سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۲) علماء کا ان کے بارے میں اختلاف ہے جو محاربہ کے اسم کے مستحق ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارے نزدیک محارب وہ ہے جو لوگوں پر شہر میں یا جنگل میں حملہ کرے اور ان کے نفسوں اور ان کے اموال کی وجہ سے مختلف اقوال مروی ہیں انہوں نے ایک مرتبہ ایک مرتبہ مصر میں محاربہ کو ثابت کیا اور ایک مرتبہ نفی کی، ایک طائفہ نے کہا: اس کا حکم شہر یا گھروں میں، راستوں میں، دیہاتوں میں برابر ہے، اور ان کی حدود ایک ہیں، یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، ابوثور کا قول ہے، ابن المنذر نے کہا: اسی سے یہ ہے، کیونکہ تمام پر محاربۃ کا اسم واقع ہوتا ہے، کتاب عموم پر دلالت کرتی ہے، کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی قوم کو آیت سے بغیر حجت کے نکالے، ایک طائفہ نے کہا: شہر میں محاربہ نہ ہوگا، بلکہ شہر سے باہر ہوگا، یہ سفیان ثوری، اسحاق، نعمان کا قول ہے، دھوکہ دینے والا محارب کی طرح ہے دھوکہ دینے والا وہ ہے جو مال حاصل کرنے کے لیے کسی انسان کو قتل کرتا ہے۔ اگر ہتھیار کو نہ لہرایا لیکن اس پر اس کے گھر میں داخل ہوا یا سفر میں اس کو ملا اور اسے زہر کھلا دیا، اسے قتل کیا تو اس کو حداً قتل کیا جائے گا، نہ کی قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر: (۳) محارب کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے، ایک جماعت نے کہا: اس کے فعل کے مقدار اس پر سزا ہوگی، جس نے لوگوں کو ڈرایا اور مال لیا تو اس کے ہاتھ اور پاؤں برعکس کاٹے جائیں گے، اگر مال لیا اور قتل کیا تو اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں گے اور پھر اسے سولی پر لٹکایا جائے گا، جب قتل کرے اور مال نہ لوٹے تو اسے قتل کیا جائے گا اگر نہ مال لوٹا ہو اور نہ قتل کیا ہو تو

اسے جلاوطن کیا جائے گا۔ (تفسیر طبری، جلد ۶، صفحہ ۲۰۸)

یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔

ابو مجلز، نخعی، عطا خراسانی وغیرہم سے مروی ہے امام ابو یوسف نے کہا: جب مال بھی لوٹا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو اسے سولی پر لٹکایا جائے گا اور اسے سولی پر قتل کیا جائے گا۔ (احکام القرآن للجصاص، جلد ۲، صفحہ ۴۰۹)

لیث نے کہا: نیزہ کے ساتھ سولی پر لٹکا ہو اقتل کیا جائے گا، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جب قتل کرے گا تو اسے قتل کیا جائے گا اور جب مال لے گا اور قتل نہیں کرے گا تو اس کے ہاتھ اور پاؤں برعکس کاٹے جائیں گے جب مال لے گا اور قتل بھی کرے گا تو سلطان کو اس میں اختیار ہوگا اگر چاہے تو اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے اگر چاہے تو ہاتھ پاؤں نہ کاٹے اور اسے قتل کر دے اور سولی پر لٹکا دے۔ (احکام القرآن للجصاص، جلد ۲، صفحہ ۴۰۹)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہر صورت میں قتل ہوگا، اسی طرح کا قول اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب مال لوٹے گا تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اسے داغا جائے گا پھر بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اسے داغا جائے گا اور اسے چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ یہ جنایت حرابۃ کی وجہ سے چوری پر زائد ہے، جب قتل کرے گا تو اسے قتل کیا جائے گا، جب مال لوٹے گا اور قتل کرے گا تو اسے قتل کیا جائے گا اور سولی پر لٹکایا جائے گا۔ (احکام القرآن للجصاص، جلد ۲، صفحہ ۴۰۹)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: تین دن سولی پر لٹکایا جائے گا، فرمایا: اگر کوئی شخص آیا ڈرایا، دھمکایا اور دشمن کے لیے معاون تھا تو اسے قید کیا جائے گا، امام احمد نے فرمایا: اگر قتل کرے گا تو اسے قتل کیا جائے گا اگر مال لے گا تو اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں گے، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، ایک قوم نے کہا: قتل سے پہلے سولی پر لٹکانا مناسب نہیں اس طرح تو اس کے اور اس کی نماز، کھانے، پینے کے درمیان حائل ہو جائے گا، شافعی سے حکایت کیا گیا ہے کہ سولی پر لٹکا کر قتل کرنا ناپسند سمجھتا ہوں، کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ سے منع کیا تھا ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ظاہر آیت پر امام کو اختیار دیا گیا ہے اسی طرح مالک نے فرمایا اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہ سعید بن مسیب، عمر بن عبد العزیز، مجاہد ضحاک نخعی کا قول ہے تمام نے فرمایا: امام کو محاربین کے حکم میں اختیار ہے وہ ان پر ان احکام میں سے جو چاہے لگائے جو قتل اور سولی پر لٹکانے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور جلاوطن کرنے میں واجب کیے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن میں جہاں ''او'' آیا ہے اس میں اختیار ہے یہ قول ظاہر آیت کے زیادہ قریب ہے اور پہلے قول والے جنہوں نے کہا: ''او'' ترتیب کے لیے ہے اگر چہ ان کا اختلاف ہے، مگر تو ان کے اقوال کو پائے گا کہ وہ محارب پر دو حدوں کو جمع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: اسے قتل کیا جائے گا اور اسے سولی پر لٹکایا جائے گا، بعض نے کہا: اسے سولی پر لٹکایا جائے گا اور قتل کیا جائے گا، بعض نے کہا: اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں گے اور جلاوطن کیا جائے گا، اس طرح نہ آیت ہے اور نہ ''او'' کا معنی لغت میں اس طرح ہے، یہ نحاس کا قول ہے، پہلے قول والوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جو طبری نے حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے محارب کا حکم پوچھا تو جبریل نے کہا: جو لوگوں کو ڈرائے، مال لوٹے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اس کے مال لوٹنے کی وجہ

سے اور اس کا پاؤں کاٹا جائے گا اس کے ڈرانے کی وجہ سے اور جو قتل کرے اسے قتل کرو اور جوان جرموں کو جمع کرے اسے سولی پر لٹکاؤ، ابن عطیہ نے کہا: صرف ڈرانے والے کے لیے جلاوطنی باقی ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۸۰، دارالکتب العلمیہ)
اور ڈرانے والا قاتل کے حکم میں ہے لیکن اس کے باوجود اس میں استحسانا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہلکا عذاب وعقاب دیکھتے ہیں۔

مسئلہ نمبر: (٤) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''اوینفوا من الارض''۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے، سدی نے کہا: اسے گھوڑوں اور پیدل لوگوں کے ساتھ تلاش کیا جائے گا حتی کہ اسے لایا جائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حد قائم کی جائے گی یا وہ طلب کرنے والوں سے دارالسلام سے بھاگ کر نکل جائے، حضرت ابن عباس، حضرت انس بن مالک اور مالک بن انس حسن، سدی، ضحاک، قتادہ، سعید بن جبیر، ربیع بن انس اور زہری رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے، رمانی نے اپنی کتاب میں اس کو بیان کیا ہے، امام شافعی سے مروی ہے وہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکالے جائیں گے اور انہیں تلاش کیا جائے گا تاکہ ان پر حدود قائم کی جائیں، یہ لیث بن سعد اور زہری کا بھی قول ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا: اسے شہر سے نکالا جائے گا جس میں اس نے ایسی حرکت کی اور دوسرے شہر کی طرف بھیجا جائے گا اس کو زانی کی طرح قید کیا جائے گا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا اور کوفیوں نے کہا: ان کی نفی سے مراد انہیں قید کرنا ہے پس اسے دنیا میں وسعت سے، دنیا کی تنگی کی طرف جلاوطن کیا جائے گا۔

وہ اس طرح ہو جائے گا گویا جب وہ قید کیا گیا ہے تو زمین سے جلاوطن کیا گیا ہے مگر اپنی قرارگاہ سے، انہوں نے بعض قیدیوں کے ان اشعار سے حجت پکڑی ہے:

خرجنا من الدنیا ونحن من اھلھا فلسنا من الاموات فیھا ولا الاحیاء:
اذا جاءنا السجان یوما لحاجۃ عجبنا وقلنا جاء ھذا من الدنیا:

مکحول نے حکایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب پہلے شخص ہیں جنہوں نے جیلوں میں قید کیا، فرمایا: میں اسے قید رکھوں گا حتی کہ میں اس سے توبہ جان لوں اور میں انہیں ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف جلاوطن نہیں کروں گا کہ یہ انہیں اذیت دے گا۔

(معالم التنزیل، جلد ۲، صفحہ ۲۹۸)

ظاہر یہ ہے کہ الارض سے مراد ایسی زمین ہے جس میں مصیبت نازل ہوتی ہے پہلے زمانہ میں بھی لوگ اس زمین سے اجتناب کرتے تھے جس میں گناہ ہوتے تھے، اسی سے حدیث ہے ''جو شخص اپنے سینے کے ساتھ مقدس زمین کی طرف جھکا''۔
امام کے لیے مناسب ہے کہ اگر اس محارب کا خوف ہو کہ وہ دوبارہ ڈاکہ اور فساد کی طرف لوٹے گا تو وہ اسے اس شہر میں قید کر دے جس کی طرف جلاوطن کیا گیا ہے اگر یہ خوف نہیں ہے کہ وہ جنایت کی طرف لوٹے گا تو اسے چھوڑ دیا جائے گا، ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا صریح مذہب ہے کہ اسے جلاوطن کیا جائے گا اور جہاں جلاوطن کیا جائے گا وہاں اسے قید کر دیا جائے گا، یہ اغلب ہے اس کے بارے میں جس کا دوبارہ ڈاکہ کرنے کا اندیشہ ہو، طبری نے اس قول کو ترجیح دی ہے اور

یہ واضح ہے، کیونکہ جس زمین میں مصیبت نازل ہوئی ہے یہ آیت کی نص ہے اور خوف کی بناء پر اس کے بعد اسے قید کیا جائے گا اگر وہ توبہ کر لے اور اس کی حالت بہتر سمجھی جائے تو چھوڑ دیا جائے گا۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۸۰، دار الکتب العلمیہ)

مسئلہ نمبر: (۵) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''او ینفوا من الارض''۔ نفی کا معنی ہلاک کرنا ہے اس سے اثبات اور نفی ہے، نفی کا معنی ختم کرنے کے ساتھ ہلاک کرنا ہے، اسی سے النفایہ ہے جو ردی مال کے لیے بولا جاتا ہے اسی سے النفی اس پانی کو کہتے ہیں جو ڈول سے نکل جاتا ہے۔

راجز نے کہا:

کان متنیہ من النفی مواقع الطیر علی الصفی:

مسئلہ نمبر: (٦) ابن خویز منداد نے کہا: محارب جو مال لے گا اس میں نصاب کا اعتبار نہیں ہوگا جس طرح چوری کرنے والے میں اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے، بعض علماء نے فرمایا اس نصاب میں (۱/٤) دینار کی رعایت رکھی جائے گی، ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب الرائے نے فرمایا: ڈاکو کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر جب وہ اتنا مال لے جس پر چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس پر محارب کے حکم کے ساتھ حکم لگایا جائے گا، یہ صحیح قول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کی زبان پر (۱/٤) دینار کی چوری میں قطع ید مقرر فرمائی اور حرابۃ میں کوئی چیز متعین نہیں فرمائی بلکہ محارب کی جزا کا ذکر فرمایا پس یہ اس بات کا تقاضا ہے کہ ایک دانہ پر بھی محاربہ کی جزا مکمل ہے، یہ اصل پر اصل قیاس ہے اس میں اختلاف ہے۔

اعلیٰ کا ادنیٰ کے ساتھ قیاس اور ادنیٰ کا اسفل کے ساتھ قیاس ہے اور یہ عکس القیاس ہے یہ کیسے صحیح ہے کہ محارب کو چور پر قیاس کیا جائے وہ چوری مال لیتا ہے اگر محسوس کرے کہ کوئی بیدار ہو گیا ہے تو بھاگ جاتا ہے حتیٰ کہ اگر چور ہتھیار کے ساتھ کسی کے گھر میں داخل ہوا اگر اسے منع کیا جائے یا شور مچایا جائے اور وہ اس پر لڑے تو وہ محارب ہے اس پر محارب کا حکم جاری ہوگا قاضی بن عربی نے کہا: میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے ایام میں تھا تو ایک شخص ایک چور کو پکڑ کر لے آیا وہ چھری کے ساتھ گھر میں داخل ہوا تھا وہ گھر کے مالک کے دل پر چھری لے کر اسے روکے رہا جب کہ وہ سویا ہوا تھا اور اس کے ساتھی مال لوٹتے رہے، میں نے ان پر محاربین کا حکم لگایا، یہ اصل دین سے ۔۔۔۔۔۔ کی بلندی کی طرف بڑھو، اور جاہلین کی پستی سے نکلو۔

(احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲ صفحہ ۱۰٦)

میں کہتا ہوں: الیفع کا مطلب پہاڑ کی چوٹی ہے اس سے غلام یفعۃ ہے جب بچہ بلوغت کی طرف بلند ہو، الحضیض، وادی کی نچلی سطح کو کہتے ہیں اسی طرح اہل لغت نے کہا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حرابہ میں قتل کیا جائے گا جو قتل کرے گا اگرچہ مقتول قاتل کا ہم پلہ نہ بھی ہو، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں:۔

(۱) مکافات کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ اس نے قتل کیا ہے پس اس میں مکافات کا اعتبار ہوگا جس طرح قصاص ہے یہ ضعیف

قول ہے، کیونکہ قول یہاں صرف قتل پر نہیں ہے وہ فساد و عام پر ہے لوگوں کو اس نے ڈرایا اور مال چھینا تھا۔ (۲) (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲ صفحہ ۶۰۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ''انما جزؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا'' اللہ تعالیٰ نے محارب پر حدود قائم کرنے کا حکم دیا جب دو چیزیں جمع ہیں محاربۃ اور فساد فی الارض اور شریف وضیع، رفیع ودانی کا فرق نہیں۔

مسئلہ نمبر: (۸) جب ڈاکو نکلیں اور قافلہ سے قتال کریں اور بعض ڈاکو قتل ہو جائیں اور بعض قتل نہ ہوں تو سب کو قتل کیا جائے گا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسے قتل کیا جائے گا جس نے قتل کیا، یہ بھی ضعیف ہے، کیونکہ جو جنگ میں حاضر ہوتے ہیں وہ مال غنیمت میں شریک ہوتے ہیں اگرچہ تمام جنگ کرتے نہیں ہیں، قتل پر جو معاون ہوتا ہے اس پر بھی اتفاق ہے اور وہ جاسوسی کرنے والا ہے تو محارب اولی اس جرم میں شامل ہوگا۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲ صفحہ ۶۰۲)

مسئلہ نمبر: (۹) جب محارب (ڈاکو) لوگوں کو ڈرائیں اور ڈاکہ ڈالیں تو انہیں دعوت اسلام دیئے بغیر امام کا انہیں قتل کرنا واجب ہے اور مسلمانوں پر ان کے قتل پر تعاون واجب ہے اور مسلمانوں سے ان کی اذیت روکنا واجب ہے، اگر وہ شکست کھا جائیں تو ان کا پیچھا نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ انہوں نے قتل کیا ہوا اور مال لوٹا ہو، اگر انہوں نے ایسا کیا ہوگا تو ان کو پکڑنے کے لیے اور جنایت کی حد قائم کرنے کے لیے ان کا پیچھا کیا جائے گا اور زخمیوں کا تعاقب نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ اس نے قتلکیا ہو، اگر داکو پکڑے گئے اور ان کے پاس مال تھا جو کسی خاص شخص کا تھا تو وہ مال اسے واپس کیا جائے گا مگر یہ کہ اس نے قتل کیا ہو، اگر ڈاکو پکڑے گئے اور ان کے پاس مال تھا جو کسی خاص شخص کا تھا تو وہ مال اسے واپس کیا جائے گا یا اس کے ورثاء کو دیا جائے گا، اگر اس کا مالک نہ ملے تو وہ بیت المال میں رکھا جائے اور جنہوں نے کسی کا مال تلف کیا ہوگا تو وہ اس کے ضامن ہوں گے اور ان کے لیے دیت نہ ہوگی جنہوں نے قتل کیا جب توبہ سے پہلے ان قدرت ہو جائے گی اگر وہ توبہ کریں گے اور توبہ کرتے ہوئے آئیں گے تو یہ صورت ہوگی۔

مسئلہ نمبر: (۱۰) امام کو ان پر کوئی اختیار نہیں اور ان سے وہ حد ساقط ہوگی جو اللہ کے لیے ان پر تھی وہ آدمیوں کے حقوق کے بدلے پکڑے جائیں گے ان سے نفس اور زخم کا قصاص لیا جائے گا اور ان پر وہ ہوگا جو انہوں نے مال اور خون میں سے ضائع کیا ہوگا وہ مقتول کے اولیاء کے لیے ہوگا، ان کے لیے عفو اور ہبہ جائز ہوگا جس طرح محاربین کے علاوہ دوسرے مجرموں کے لیے ہوتا ہے یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، ابوثور رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب الرائے کا مذہب ہے۔

جو مال ان کے پاس ہوگا وہ لے لیا جائے گا اور جس کو وہ ہلاک کر چکے ہوں گے اس کی قیمت کی ضمانت دیں گے، کیونکہ یہ غصب ہے اس کی ملکیت ان کے لیے جائز نہیں وہ مال مالکوں کو دیا جائے گا یا امام اپنے پاس رکھے گا حتی کہ وہ اس کا مالک جان لے، صحابہ اور تابعین کی ایک قوم نے کہا: مال طلب نہیں کیا جائے گا مگر وہ جو موجود ہوگا اور جو ہلاک ہو چکا ہوگا وہ طلب نہیں کیا جائے گا یہ طبری نے ولید بن مسلم کی روایت سے امام مالک سے روایت کیا ہے، حضرت علی ﷺ کے فعل سے یہی ظاہر ہے جو انہوں نے حارثہ بن بدر غدانی سے کیا تھا وہ محارب تھا پر اس نے پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لی تھی تو آپ نے اس کے لیے اموال اور خون کے سقوط کی تحریر لکھی۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۸۶ دار الکتب العلمیہ)

ابن خویز منداد نے کہا: محارب کے بارے میں امام مالک سے روایت مختلف ہے جب اس پر حد قائم کی جائے گی اور اس کے لیے مال نہ ہوگا تو کیا جو اس نے لیا تھا اس کا بطور دین پیچھا کیا جائے گا یا ساقط ہوجائے گا جیسے چور سے ساقط ہوجاتا ہے؟ مسلمان اور ذمی اس میں برابر ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱۱) اہل علم کا اجماع ہے کہ سلطان اس کا والی ہوتا ہے جس پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے، اگر محارب کسی شخص کا بھائی یا باپ ڈاکہ میں قتل کرتا ہے تو خون طلب کرنے والے کے لیے محاب (ڈاکو) کے امر سے کچھ نہیں ہے، ولی کے لے معاف کرنا جائز نہیں، امام اس پر حد قائم کرے گا، علماء نے اس کو اللہ کی حدود کے قائم مقام بنایا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ محاربین کے احکام تھے ہم نے بڑے بڑے احکام جمع کردیئے اور عجیب اقوال جو اس آیت کی تفسیر میں کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱۲) مجاہد نے کہا: اس آیت میں محاربہ سے مراد زنا اور چوری ہے اور یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے نبی کی زبان پر بیان فرمایا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور زانی کو کوڑے لگائے جائیں گے اور اسے جلاوطن کیا جائے گا اگر وہ کنوارہ ہوگا، اور زانی کو رجم کیا جائے گا اگر وہ شادی شدہ مسلمان ہوگا، اور محارب کے احکام اس آیت میں اس کے مخالف ہیں مگر جو ہتھیار کے لہرانے کے ساتھ لوگوں کو ڈرانے کا ارادہ کرے تاکہ فروج پر غلبہ پائے یہ بہت بڑا ڈاکہ ہے اور مال لینے سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ یہ (آیت) ''ویسعون فی الارض فسادا''۔ کے معنی میں داخل ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۳) ہمارے علماء نے فرمایا: چور سے اللہ کی قسم اٹھوائی جائے گی اگر وہ چوری سے باز آجائے گا تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اگر وہ انکار کرے گا تو قتل کیا جائے گا، اگر تو نے چور کو قتل کردیا تو وہ برا مقتول ہے اور اس کا خون رائیگاں ہے۔

نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتایئے اگر میرے مال پر تجاوز کیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس سے اللہ کی قسم لے''۔ اس شخص نے کہا: اگر وہ مجھ سے انکار کریں؟ فرمایا: ''اللہ کی قسم لے'' اس نے کہا: اگر وہ مجھ پر انکار کریں؟ فرمایا ''اللہ کی قسم لے''۔ اس نے کہا: اگر وہ مجھ پر انکار کریں؟ فرمایا ''تو اس سے لڑ اگر تو قتل ہوجائے گا تو جنت میں ہوگا اور اگر تو اسے قتل کرے گا تو وہ آگ میں ہوگا''۔

بخاری و مسلم نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے لیکن اس میں قسم کا ذکر نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ: بتایئے اگر کوئی شخص میرا مال لینے کے ارادہ سے آئے؟ فرمایا ''تو اسے اپنا مال نہ دے''۔ اس نے کہا: بتایئے اگر وہ مجھے قتل کردے؟ فرمایا: ''تو شہید ہے''۔ اس نے کہا: اگر میں اسے قتل کردوں؟ فرمایا: ''وہ دوزخ میں ہے''۔ ابن المنذر نے کہا: ہم نے اہل علم کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے وہ چوروں سے لڑنے اور ان سے اپنے نفسوں اور اپنے اموال کا دفاع کرنے کا نظریہ رکھتے تھے، یہ حضرت ابن عمر، حسن بصری، ابراہیم نخعی، قتادہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، نعمان رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے۔ عوام اہل علم کا بھی یہی قول ہے کہ ایک شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے نفس، اہل اور مال کے دفاع میں لڑے جب ظلم کا ارادہ کیا گیا ہو، یہ ان اخبار کی وجہ سے ہے جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں

جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت کو خاص نہیں فرمایا اور نہ کسی حال کو خاص فرمایا ہے، مگر سلطان اگر ظلم کرے تو بھی خروج نہ کرے
اہل حدیث کی جماعت کا اجماع ہے کہ اگر اپنے نفس اور مال کا دفاع ممکن نہ ہو مگر سلطان پر خروج کے ساتھ اور اس سے جنگ کے
ساتھ تو سلطان سے نہ لڑے اور نہ اس پر خروج کرے، یہ ان اخبار کی وجہ سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں جن میں ظلم
وجور کے باوجود صبر کا حکم ہے اور ان سے نہ لڑنے اور ان سے خروج نہ کرنے کا حکم ہے جب تک وہ نماز قائم کریں،
میں کہتا ہوں: ہمارے مذہب میں اختلاف ہے جب کوئی خفیف چیز طلب کی جائے جیسے کپڑا، کھانا وغیرہ تو کیا وہ انہیں دی
جائے گی یا ان سے جنگ کی جائے گی؟ یہ اختلاف ایک اصل پر مبنی ہے وہ یہ ہے کیا ان سے قتال کا حکم ہے، کیونکہ یہ برائی کو روکنا
ہے یا ضرر کے دفع کرنے کے باب سے ہے؟ اس بنا پر قتال سے پہلے ان کو دعوت دینے میں اختلاف ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "ذالك لهم خزی فی الدنیا"۔ محاربت کی شفاعت اور اس کے ضرر
کے عظیم ہونے کی وجہ سے دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے، محاربت کا نقصان بہت بڑا ہے، کیونکہ اس میں لوگوں پر کسب کا راستہ
مسدود کرتا ہے، کیونکہ اکثر لوگوں کی معیشت تجارت ہوتی ہے اور تجارت کا رکن اور ستون زمین میں سفر کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا: (آیت) "واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ"۔ (المزمل: ۲۰) جب راستہ پر ڈرایا جائے گا تو
لوگ سفر سے رک جائیں گے اور وہ گھروں کو لازم پکڑنے کے محتاج ہوں گے اور تجارت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اس کی معیشت
رک جائے گی، اللہ تعالیٰ نے ڈاکوؤں پر سخت حدود کو مشروع فرمایا یہ دنیا میں رسوائی ہے تاکہ انہیں برے فعل سے روکا جائے اور
تجارت کا باب کھولا جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مباح فرمایا ہے جو تجارت کرنا چاہے اور آخرت میں محاربت پر
عذاب عظیم کی وعید سنائی ہے یہ معصیت دوسری معصیتوں سے خارج اور مستثنیٰ ہوگی۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے
جس میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس نے ان جرموں کا ارتکاب کیا پھر اسے دنیا میں اس کی سزا دی گئی تو وہ اس کے لیے
کفارہ ہے"۔ (صحیح بخاری، کتاب الحدود جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۴)

یہ بھی احتمال ہے کہ رسوائی اس کے لیے ہو جس کو سزا دی گئی اور آخرت کا عذاب اس کے لیے ہو جو دنیا میں سزا سے بچ گیا اور
یہ گناہ دوسرے گناہوں کے قائم مقام ہو، اور مومن ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا جیسا کہ گزر چکا ہے لیکن جتنا گناہ بڑا ہوگا سزا اتنی
بڑی ہوگی پھر وہ شفاعت یا قبضہ کے ذریعہ وہ نکلے گا پھر یہ وعید، مشیت کے نفاذ کے ساتھ مشروط ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
(آیت) "یغفر مادون ذلك لمن یشآء"۔ (النساء: ۴۸)

خوف ان پر وعید کے حساب سے اور معصیت کی برائی کے اعتبار سے ان پر غالب ہوگا۔

مسئلہ نمبر: (۱۵) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیهم"۔ اللہ تعالیٰ نے
ان توبہ کرنے والوں کی استثناء فرمائی جو قابو پائے جانے سے پہلے توبہ کرلیں اور ان سے اپنے حق کے سقوط کی خبر دی فرمایا: (آیت)
"فاعلموا ان اللہ غفور رحیم"۔ رہا قصاص اور انسانوں کے حقوق تو وہ ساقط نہیں ہوتے، اور جو قدرت کے بعد توبہ کرلے آیت کا ظاہر
اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کو توبہ نفع نہ دے گی اور اس پر حدود قائم کی جائیں گی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا

ایک قول ہے کہ ہر حد توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ (زاد المسیر، جلد ۲، صفحہ ۲۰۶)

اس کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جس کا تعلق انسانوں کے حقوق سے ہے خواہ وہ قصاص ہو یا کوئی اور ہو قدرت پائے جانے سے پہلے توبہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ بعض علماء نے فرمایا: استثنا سے مراد مشرک ہے جب وہ قابو پائے جانے سے پہلے توبہ کرے اور ایمان لے آئے تو اس سے حدود ہو جائیں گی، یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ وہ قدرت پائے جانے کے بعد ایمان لائے گا تو بالاجماع اسے قتل کیا جائے گا، بعض نے فرمایا: محاربین سے حد ساقط نہ ہوگی، ان پر قابو پائے جانے کے بعد، واللہ اعلم۔

کیونکہ وہ توبہ میں جھوٹ کے ساتھ اور اس میں تصنع کے ساتھ متہم ہیں جب امام کا ہاتھ انہیں پکڑ لے گا یا اس لیے جب ان پر قابو پایا گیا تو وہ ایسے مقام پر ہو گئے کہ انہیں سزا دی جائے اور ان کی توبہ قبول نہ کی جائے جیسا کہ پہلی امتوں میں جو عذاب کے ساتھ ملتبس تھا یا وہ غرغرہ کی حالت تک پہنچ گیا ہے پھر اس نے توبہ کی ہے جب قابو پائے جانے سے پہلے توبہ کر لیں تو ان پر کوئی تہمت نہیں ہے یہ اسے نفع بخش ہے جیسا کہ اس کا بیان سورۃ یونس میں آئے گا، رہے شرابی، زانی اور چور جب وہ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور ان سے توبہ معروف ہو جائے پھر انہیں امام کی طرف لے جایا جائے تو امام کے لیے اسے حد لگانا مناسب نہیں، اگر انہیں امام کے پاس لے جایا جائے پھر وہ کہیں: ہم نے توبہ کی تو وہ نہیں چھوڑے جائیں گے وہ اس حالت میں محاربین کی طرح تب جب ان پر غلبہ پایا گیا، واللہ اعلم۔ (تفسیر قرطبی، لاہوری)

بَابٌ فِي الْحَدِّ يُشْفَعُ فِيهِ

باب: کسی حد کے بارے میں سفارش کرنے کا حکم

4373 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا؟ - يَعْنِي - رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أُسَامَةُ، أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ؟ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ، فَقَالَ: إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللَّهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا

4373- إسناده صحيح. عروة: هو ابن الزبير بن العوام، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم ابن شهاب الزهري، والليث: هو ابن سعد. وأخرجه البخاري (3475) و (3732) و (3733) و (4304) و (6787) و (6788)، ومسلم (1688)، وابن ماجه (2547)، والترمذي (1493)، والنسائي في "الكبرى" (7349 - 7341) من طرق عن الزهري به. إلا أن النسائي في الموضع الثاني قال: أتي النبي - صلى الله عليه وسلم - بسارق، وهو مخالف لرواية الجماعة عن الزهري. وهو في "مسند أحمد" (24138) و (25297)، و"صحيح ابن حبان" (4402).

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: قریش ایک مخزومی عورت کے بارے میں بہت پریشان ہوئے، جس نے چوری کا ارتکاب کیا تھا، ان لوگوں نے کہا: اس عورت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون بات کرسکتا ہے؟ پھر انہوں نے سوچا، یہ جرأت صرف حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کرسکتے ہیں، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اسامہ! کیا تم اللہ تعالیٰ کی ایک حد کے بارے میں سفارش کررہے ہو؟ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے ہلاکت کا شکار ہوگئے کہ جب ان میں سے کوئی صاحب حیثیت شخص چوری کرتا تھا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور شخص چوری کرتا تھا، تو وہ اس پر حد جاری کردیتے تھے، اللہ کی قسم! اگر محمد کی صاحبزادی فاطمہ نے چوری کی ہوتی، تو میں اس کا بھی ہاتھ کٹوا دیتا''۔

4374- حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَتِ امْرَأَةٌ مَخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِ يَدِهَا، وَقَصَّ نَحْوَ حَدِيثِ اللَّيْثِ، قَالَ: فَقَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى ابْنُ وَهْبٍ، هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَقَالَ فِيهِ كَمَا قَالَ اللَّيْثُ: إِنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ وَرَوَاهُ اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ فَقَالَ: اسْتَعَارَتِ امْرَأَةٌ، وَرَوَى مَسْعُودُ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا الْخَبَرِ. قَالَ: سَرَقَتْ قَطِيفَةً مِنْ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فَعَاذَتْ بِزَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مخزومی عورت کوئی چیز مانگ کر لے جاتی تھی اور پھر مکر جاتی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد لیث کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک اور سند کے ساتھ زہری کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک عورت نے چوری کی، یہ فتح مکہ کے موقع کی بات ہے، یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن شہاب کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک عورت نے عاریت کے طور پر کوئی چیز لی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک عورت نے چوری کی، پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آگئی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے۔ اس روایت کو سفیان بن عیینہ سے نقل کرنے میں اختلاف کیا گیا ہے، بعض راویوں نے یہ کہا ہے: وہ عورت عارضی استعمال کے لیے کوئی چیز لیتی تھی (اور واپس نہیں کرتی تھی) جبکہ بعض راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس عورت نے چوری کی تھی، ایک سند کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ الفاظ منقول ہیں: اس عورت نے عارضی استعمال کے لیے کوئی چیز لی، اس کے بعد پوری حدیث ہے۔

جبکہ دیگر راویوں نے زہری کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس عورت نے نبی اکرم ﷺ کے گھر میں چوری کی، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

4375- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ زَيْدٍ - نَسَبَهُ جَعْفَرٌ إِلَى سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقِيلُوا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْحُدُودَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''معزز لوگوں کے لغزشوں سے درگزر کیا کرو، البتہ حدود کا حکم مختلف ہے''

بَابُ الْعَفْوِ عَنِ الْحُدُودِ مَا لَمْ تَبْلُغِ السُّلْطَانَ

باب: حد کے مقدمات، جب تک قاضی تک نہیں پہنچتے اس وقت تک انہیں معاف کرنا

4376- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ جُرَيْجٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعَافُوا الْحُدُودَ فِيمَا بَيْنَكُمْ، فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''حدود کے مقدمات کو اپنے درمیان ہی معاف کر دیا کرو، مجھ تک حد سے متعلق جو مقدمہ پہنچے گا، اس کو لاگو کرنا لازم ہوگا''

بَابٌ فِي السَّتْرِ عَلَى أَهْلِ الْحُدُودِ

باب: اہل حدود کی پردہ پوشی

4377- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ نُعَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ مَاعِزًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَأَمَرَ بِرَجْمِهِ، وَقَالَ لِهَزَّالٍ: لَوْ سَتَرْتَهُ

بِثَوْبِكَ كَانَ خَيْرًا لَكَ

یزید بن نعیم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چار مرتبہ (زنا کا ارتکاب کرنے) اقرار کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اگر تم اپنے کپڑے کے ذریعے اس پر پردہ ڈال دیتے، تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر تھا''

4378 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، اَنَّ هَزَّالًا اَمَرَ مَاعِزًا اَنْ يَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُخْبِرَهُ

ابن منکدر بیان کرتے ہیں: حضرت ہزال رضی اللہ عنہ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتائیں۔

بَابٌ فِيْ صَاحِبِ الْحَدِّ يَجِيْءُ فَيُقِرُّ

باب: حد کا مجرم اگر خود آ کر اقرار کرلے

4379 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ امْرَاَةً خَرَجَتْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيْدُ الصَّلَاةَ، فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ، فَتَجَلَّلَهَا، فَقَضَى حَاجَتَهُ مِنْهَا، فَصَاحَتْ، وَانْطَلَقَ، فَمَرَّ عَلَيْهَا رَجُلٌ، فَقَالَتْ: اِنَّ ذَاكَ فَعَلَ بِيْ كَذَا وَكَذَا، وَمَرَّتْ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ، فَقَالَتْ: اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ كَذَا وَكَذَا، فَانْطَلَقُوْا، فَاَخَذُوا الرَّجُلَ الَّذِيْ ظَنَّتْ اَنَّهُ وَقَعَ عَلَيْهَا، فَاَتَوْهَا بِهِ، فَقَالَتْ: نَعَمْ هُوَ هٰذَا، فَاَتَوْا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اَمَرَ بِهِ قَامَ صَاحِبُهَا الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَنَا صَاحِبُهَا، فَقَالَ لَهَا اذْهَبِيْ فَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ قَوْلًا حَسَنًا،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: يَعْنِي الرَّجُلَ الْمَاْخُوْذَ، وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا: ارْجُمُوْهُ، فَقَالَ: لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ اَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ، اَيْضًا عَنْ سِمَاكٍ

علقمہ بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، ایک عورت گھر سے نکلی وہ نماز کے لیے جانا چاہ رہی تھی، اس کو ایک شخص ملا، اس نے اس عورت پر حملہ کر کے اس سے اپنی خواہش پوری کی، وہ عورت چیختی رہی لیکن وہ شخص چلا گیا، پھر ایک اور شخص وہاں سے گزرا، تو اس عورت نے کہا: اس شخص نے میرے ساتھ یہ یہ کچھ کیا ہے، کچھ مہاجرین وہاں سے گزرے، تو اس عورت نے کہا: اس شخص نے میرے ساتھ یہ یہ کیا ہے پھر وہ لوگ گئے، انہوں نے اس شخص کو پکڑا، جس کے

بارے میں عورت نے یہ بیان کیا تھا کہ اس نے اس عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، وہ اس شخص کو لے کر اس عورت کے پاس آئے، اس عورت نے کہا: جی ہاں! یہ وہ شخص ہے، وہ لوگ اس شخص کو لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے، جب نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا، تو اس عورت کا مجرم شخص کھڑا ہوا، جس نے اس کے ساتھ زنا کیا تھا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے یہ جرم کیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: تم چلی جاؤ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کر دی ہے، اور نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں اچھے کلمات کہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی وہ شخص جسے پکڑا گیا تھا اور جس شخص نے اس عورت کے ساتھ زنا کیا تھا، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا: اسے سنگسار کر دو، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے، اگر تمام اہل مدینہ ایسی توبہ کر لیتے، تو یہ ان سب کی طرف سے قبول ہوتی''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسباط بن نصر نے بھی یہ روایت سماک سے نقل کی ہے۔

بَابٌ فِي التَّلْقِينِ فِي الْحَدِّ

باب: حد میں تلقین کرنا

4380 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي الْمُنْذِرِ، مَوْلَى أَبِي ذَرٍّ، عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الْمَخْزُومِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُتِيَ بِلِصٍّ قَدِ اعْتَرَفَ اعْتِرَافًا وَلَمْ يُوجَدْ مَعَهُ مَتَاعٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا إِخَالُكَ سَرَقْتَ، قَالَ: بَلَى، فَأَعَادَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَأَمَرَ بِهِ فَقُطِعَ، وَجِيءَ بِهِ، فَقَالَ: اسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ ثَلَاثًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: عَنْ أَبِي أُمَيَّةَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوامیہ مخزومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک چور کو لایا گیا، جس نے اعتراف کر لیا تھا، لیکن اس کے پاس سے سامان نہیں ملا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا یہ خیال ہے کہ تم نے چوری نہیں کی: اس نے عرض کی: جی ہاں! (یعنی میں نے چوری کی ہے) نبی اکرم ﷺ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ اپنی بات دہرائی، پھر آپ ﷺ کے حکم کے تحت اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور اسے لایا گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، اس

4380-صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة أبي المنذر مولى أبي ذر فلم يرو عنه غير إسحاق بن عبد الله بن أبي طلحة. حماد: هو ابن سلمة. وأخرجه ابن ماجه (2597)، والنسائي في "الكبرى" (7322) من طريق حماد بن سلمة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (22508). وله شاهد من حديث أبي هريرة عند الطحاوي في "شرح معاني الآثار" 3/ 168، والدارقطني (3163)، والحاكم 4/ 381، والبيهقي 8/ 271.

نے عرض کی: میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ طلب کرتا ہوں، تو نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ دعا کی: اے اللہ! اس کی توبہ قبول کرلے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَعْتَرِفُ بِحَدٍّ وَلَا يُسَمِّيهِ

باب: آدمی کا کسی قابل حد جرم کا اعتراف کرنا لیکن اس کا نام نہ لینا

4381 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَمَّارٍ، حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ، أَنَّ رَجُلًا، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، قَالَ تَوَضَّأْتَ حِينَ أَقْبَلْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: هَلْ صَلَّيْتَ مَعَنَا حِينَ صَلَّيْنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اذْهَبْ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ عَفَا عَنْكَ

❀❀ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے قابل حد جرم کا ارتکاب کیا ہے، آپ مجھ پر حد جاری کردیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم آئے تھے اس وقت تم نے وضو کرلیا تھا؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: جب ہم نے نماز ادا کی، تو کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ! اللہ تعالیٰ نے تم سے درگزر کرلیا ہے۔

بَابٌ فِي الْامْتِحَانِ بِالضَّرْبِ

باب: مار پیٹ کرکے تفتیش کرنا

4382 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ، حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَرَازِيُّ، أَنَّ قَوْمًا، مِنَ الْكَلَاعِيِّينَ سُرِقَ لَهُمْ مَتَاعٌ، فَاتَّهَمُوا أُنَاسًا مِنَ الْحَاكَةِ، فَأَتَوُا النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَبَسَهُمْ أَيَّامًا ثُمَّ خَلَّى سَبِيلَهُمْ، فَأَتَوُا النُّعْمَانَ، فَقَالُوا: خَلَّيْتَ سَبِيلَهُمْ بِغَيْرِ ضَرْبٍ، وَلَا امْتِحَانٍ، فَقَالَ النُّعْمَانُ: مَا شِئْتُمْ، إِنْ شِئْتُمْ أَنْ أَضْرِبَهُمْ فَإِنْ خَرَجَ مَتَاعُكُمْ فَذَاكَ، وَإِلَّا أَخَذْتُ مِنْ ظُهُورِكُمْ مِثْلَ مَا أَخَذْتُ مِنْ ظُهُورِهِمْ، فَقَالُوا: هَذَا حُكْمُكَ؟ فَقَالَ: هَذَا حُكْمُ اللهِ، وَحُكْمُ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِنَّمَا أَرْهَبَهُمْ بِهَذَا الْقَوْلِ، أَيْ لَا يَجِبُ الضَّرْبُ إِلَّا بَعْدَ الِاعْتِرَافِ

4381- إسناده صحيح. أبو عمار: هو شداد بن عبد الله القرشي الدمشقي، والأوزاعي: هو عبد الرحمن بن عمرو الفقيه المشهور. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (7274 - 7272) من طرق عن الأوزاعي، و (7275) من طريق عكرمة بن عمار، كلاهما عن أبي أمامة. وأخرجه النسائي (7271)

ازہر بن عبداللہ حرازی بیان کرتے ہیں: کلاع قبیلے کے کچھ لوگوں کا سامان چوری ہو گیا، انہوں نے اس بارے میں جولاہوں پر الزام عائد کیا، ان لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی صحابی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، انہوں نے انہیں کئی دن قید میں رکھا پھر چھوڑ دیا، وہ لوگ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے: آپ نے ان کی پٹائی کیے بغیر ان سے تفتیش کیے بغیر انہیں چھوڑ دیا ہے، تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو تو میں ان کی پٹائی کر دیتا ہوں، اگر تمہارا سامان مل گیا تو ٹھیک ہے، ورنہ میں اس کے بدلے میں تمہاری بھی اتنی پٹائی کروں گا، جتنی ان کے پٹائی کی ہوگی، ان لوگوں نے دریافت کیا: کیا یہ آپ کا فیصلہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ اللہ کا فیصلہ ہے اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصل میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو اس بات کے ذریعے ڈرانا چاہ رہے تھے، یعنی مار پیٹ اس وقت ہوتی ہے، جب اعتراف ہو چکا ہو۔

بَابُ مَا يُقْطَعُ فِيهِ السَّارِقُ

باب: چور کا ہاتھ کس چیز کی چوری پر کاٹا جائے گا

4383 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْطَعُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک چوتھائی دینار (یا اس سے زیادہ کی قیمت والی چیز) کی چوری پر ہاتھ کٹوا دیا تھا۔

4384 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: الْقَطْعُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ (قیمت والی چیز کی چوری) پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا''۔

احمد بن صالح نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''ایک چوتھائی دینار یا زیادہ (قیمت والی چیز کی چوری پر) ہاتھ کاٹا جائے گا''

4383-إسناده صحيح. عمرة: هي بنت عبد الرحمن بن سعد بن زرارة، والزهري: هو محمد بن مسلم بن شهاب، وسفيان: هو ابن عيينة. وأخرجه البخاري (6789)، ومسلم (1684)، وابن ماجه (2585)، والترمذي (1511)، والنسائي في "الكبرى" (7361) و (7365) و (7366) و (7368) من طرق عن ابن شهاب الزهري، به. وأخرجه البخاري (6791)، ومسلم (1684)، والنسائي (7369) و (7370) و (7374) و (7375) و (7376) و (7379) و (7380) و (7383) من طرق عن عمرة بنت عبد الرحمن، عن عائشة. وأخرجه موقوفاً على عائشة النسائي (7367) و (7371 - 7373) و (7377)

4385 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کٹوادیا تھا، جس کی قیمت تین درہم تھی۔

4386 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِي اِسْمَاعِيلُ بْنُ اُمَيَّةَ، اَنَّ نَافِعًا، مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، حَدَّثَهُ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، حَدَّثَهُمْ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ سَرَقَ تُرْسًا، مِنْ صُفَّةِ النِّسَاءِ، ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ہاتھ کٹوادیا تھا، جس نے عورتوں کے چبوترے سے ڈھال چوری کی تھی، جس کی قیمت تین درہم تھی۔

4387 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبِي السَّرِيِّ الْعَسْقَلَانِيُّ، وَهٰذَا لَفْظُهُ، وَهُوَ اَتَمُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ اَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَطَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ رَجُلٍ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ دِينَارٌ، اَوْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، وَسَعْدَانُ بْنُ يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ، بِاِسْنَادِهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری کی وجہ سے، ایک شخص کا ہاتھ کٹوادیا تھا، جس کی قیمت ایک دینار (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) دس درہم تھی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

سرقہ کے معنی ومفہوم کا بیان

سرقہ سین کے زبر اور را کے زیر کے ساتھ چوری کے معنی میں ہے اور اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی مکلف کسی کے ایسے محرز مال میں سے کچھ یا سب خفیہ طور پر لے لے جس میں نہ تو اس کی ملکیت ہو اور نہ شبہ ملکیت ہو۔

علامہ طیبی شافعی نے کہا ہے کہ قطع السرقۃ میں اضافت بحذف مضاف مفعول کی طرف ہے یعنی معنی کے اعتبار سے یہ عنوان یوں ہے باب قطع اہل السرقۃ ہے۔

اسلامی شریعت میں کسی کا قیمتی مال حرز سے نکال کر لے جانا بغیر کسی حق ملکیت یا اسکے شبہ کے سرقہ کہلاتا ہے اور سرقہ کرنے والے کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ چوری کے مال کی کم سے کم مالیت نصاب کہلاتی ہے، چنانچہ نصاب کے بقدر یا اس سے زائد مال کی چوری ہوگی تو حد سرقہ کی پہلی شرط پوری ہوجائے گی۔ چوری کے مال کا قیمتی ہونا ضروری ہے مختلف فقہاء کے ہاں اس کی مختلف قیمتیں متعین کی گئیں ہیں تاہم کم از کم دس درہم پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک قول مروی ہے کہ اگر چوری چوتھائی دینار کے برابر ہو تو اس پر حد جاری ہوئی، دوسری روایت میں پانچ درہم کی قیمت بھی بیان کی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات ابوبکر و عمر کے زمانے میں ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جاتا تھا، پوچھا کہ ڈھال کی کیا قیمت ہوا کرتی تھی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پانچ درہم۔ ایک اور روایت ہے کہ ایک چور نے کپڑا چرایا تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جس پر اعتراض کیا گیا کہ اس کپڑے کی مالیت دس درہم سے کم ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اس کپڑے کی مالیت کا اندازہ لگائیں جو آٹھ درہم بتایا گیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم واپس لے لیا۔ اسلامی شریعت کا ایک مصدقہ اصول ہے کہ بعد والا حکم ناسخ ہوتا ہے اور پہلے والے فیصلے کو منسوخ کر دیتا ہے چنانچہ نصاب کے بارے میں اگرچہ بہت سے اقوال ہیں لیکن دس درہم پر اکثریت کا اتفاق ہے کیونکہ خلافت راشدہ کے آخری زمانے میں اسی پر تعامل رہا۔ دس درہم کی فی زمانہ جو قیمت ہوگی وہ وقت کے لحاظ سے اس زمانے میں چوری کا نصاب ہوا کرے گی۔

حدیث کے مطابق چور کیلئے سخت وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس وقت زانی زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے ساتھ ایمان نہیں رہتا اسی طرح سے جو چوری کا ارتکاب کرتا ہے تو ایمان اس کے ساتھ نہیں رہتا اور جس وقت (شرابی) شراب پیتا ہے تو اس وقت ایمان نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شخص لوٹ مار کرتا ہے کہ جس کی جانب لوگ دیکھیں تو وہ ایمان دار نہیں رہتا۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1174 حدیث متواتر، حدیث مرفوع)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خداوند قدوس چور پر لعنت بھیجے وہ انڈے کی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے وہ رسی کی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے (یعنی معمولی سے مال کے واسطے ہاتھ کا کٹ جانا قبول اور منظور کرتا ہے جو کہ خلاف عقل ہے)۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1177)

سرقہ کی لغوی تشریح کا بیان

یہ کتاب سرقہ ہے اور سرقہ کا لغوی معنی یہ ہے کہ چوری چھپے کسی دوسرے کی چیز کو اٹھالینا ہے۔ اور اسی سے استراق سمع ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: سوائے اس شیطان کے جو چوری چھپے سن لے" اور سرقہ کے لغوی معنی میں شرعی طور کچھ اوصاف کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب ان کو بیان کریں گے۔ اور شرعی معنی میں ابتدائی طور پر اور انتہائی طور پر دونوں طرح سے لغوی معنی کا اعتبار کیا گیا ہے یا صرف انتہائی طور پر لغوی معنی کی رعایت کی گئی ہے۔ جس طرح کسی نے چوری چھپے دیوار میں نقب لگایا اور مالک سے لڑائی کرتے ہوئے سر عام مال لے گیا۔ جبکہ بڑی چوری یعنی ڈکیتی میں نگران (حکمران) کی آنکھ سے چوری کرنا ہے کیونکہ حکمران ہی سپاہیوں کے ساتھ راستوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ جبکہ چھوٹی چوری میں مالک یا اس کے نائب کی آنکھوں سے چوری کرتے ہوئے مال کو چرانا ہے۔ (ہدایہ، کتاب سرقہ، لاہور)

چوری کے جرم پر بیان کردہ شرعی حد کا بیان

اور جب کسی عاقل و بالغ شخص نے دس دراہم کی چوری کر لی یا کوئی اس طرح چیز چوری کر لی جس کی قیمت ڈھلے ہوئے دس دراہم کے برابر ہو اور محفوظ جگہ سے چوری کی ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو تو چور پر قطع ید واجب ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا'' اور عقل و بلوغت کا اعتبار اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کے بغیر جنایت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ قطع جنایت کی سزا ہے۔ اور کثیر مال کا تقرر ضروری ہے کیونکہ قلیل مال میں رغبت کم ہوتی ہے۔ ہاں کم مال کوئی پوشیدہ طریقے سے نہیں لیتا پس اس سے چوری کا رکن ثابت نہ ہوگا۔ اور سزا کی حکمت بھی حاصل نہ ہوگی کیونکہ سزا کی حکمت اس مال میں ثابت ہوتی ہے جس کا وقوع کثیر ہو۔ اور وہ دس دراہم مقرر کرنا ہمارا مذہب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ نصاب چار دینار ہے۔ جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا نصاب تین دراہم ہے۔

حضرت امام شافعی اور امام مالک علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ڈھال کی قیمت چرانے پر ہاتھ کاٹا جاتا تھا اور ڈھال کی قیمت کم از کم تین دراہم کا اندازہ ہے۔ اور کم پر عمل کرنا افضل ہے۔ کیونکہ اقل میں یقین ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک دینار کی قیمت بارہ دراہم تھی اور تین دراہم اس کا چوتھائی ہے۔

ہماری (احناف) کی دلیل یہ ہے کہ حد کو دور کرنے کیلئے وسیلہ بناتے ہوئے اس باب میں اکثر کو اختیار کرنا افضل ہے۔ کیونکہ قلیل میں عدم جنایت کا شبہ ہے اور شبہ حد کو ختم کرنے والا ہے۔ اور اس کی تائید نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارکہ سے ہوتی ہے۔ ایک دینار یا دس دراہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور دراہم کا لفظ عرف عام میں ڈھلے ہوئے سکے کو کہتے ہیں۔ اور یہی عرف دراہم کے مضروب کی شرط کی وضاحت کرتا ہے۔ جس طرح قدوری کے اندر امام قدوری علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے۔ اور ظاہر الروایت بھی یہی ہے اور سب سے زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔ تا کہ جنایت کی رعایت کو مکمل کیا جا سکے۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے چاندی کے دس ٹکڑے چوری کیے جن کی قیمت دس ڈھلے ہوئے سکوں سے تھوڑی ہو تو قطع واجب نہ ہوگا اور دراہم میں سات مثقال والے کے وزن کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ کثیر شہروں میں یہی مشہور ہے۔ اور ماتن کا کہنا کہ ''أَوْ مَا يَبْلُغُ قِيمَتُهُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ'' میں اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ غیر دراہم کا اعتبار دراہم کی قیمت کے ساتھ کیا جائے گا۔ اگر چہ وہ سونا نہ ہی ہوں۔ اور چوری کرنا ایسے محفوظ مقام سے ہو جس میں شبہ نہ ہو۔ کیونکہ شبہ حد کو ختم کرنے والا ہے۔ (ہدایہ، کتاب الحدود، لاہور)

حدود کا شبہ سے ساقط ہو جانے کا بیان

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو۔ اگر اس کے لیے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو امام کا غلطی سے معاف کر دینا غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1461)

عبداللہ بن حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہا اپنے والد سے اور وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو پس جو حد مجھ تک پہنچی تو بیشک وہ واجب ہوگئی۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 982)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حد شرعی مجھ پر لاحق ہو چکی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حد کو مجھ پر جاری فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو سامنے سے آیا تھا تو نے وضو کیا تھا فرمایا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا ہمارے ساتھ نماز پڑھی جب ہم نے نماز پڑھی کہا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ جا چلے جاؤ بیشک اللہ نے (وضو اور نماز کے طفیل) تیرے گناہ معاف فرما دیے۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 987)

حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں قاعدہ فقہیہ

الحدود تندرء بالشبہات۔ (الاشباہ ص ۱۲۴) حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ شک وشبہ سے شرعی حدود اٹھالی جاتی ہیں۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حدود کو ساقط کرو جب تم ان میں ساقط کرنے کی گنجائش پاؤ۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

چوری کی حد کے لیے شرائط کا بیان

چوری پر سزا کی تنفیذ کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱، مال مسروق مال منقول ہو (یعنی چوری کا مال منتقل ہونے کے قابل ہو)۔

۲، شرعا مال متقوم ہو (یعنی قیمت رکھنے والا مال ہو)۔ مال محرز ہو (جو مال حفاظت میں ہو)۔

۳، بقدر نصاب ہو (یعنی جس مال پر نصاب پورا ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہو)۔ (التشریع الجنائی 2/543)

یعنی وہ مال جس کو اٹھانے کی طاقت رکھتے ہوئے قیمتی بھی ہو اور جس کے بیچنے پر فائدہ بھی ہو سکے اور چوری کرتے وقت وہ مال کھلا ہو، کسی باڑ یا تالا شدہ مکان یا چوکیدارہ میں نہ ہو، ان میں سے اگر ایک شرط نہ پائی گئی تو حد ساقط ہو جائے گی۔

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں۔

۴، حاکم کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ چوری کا مال ایسا مال غنیمت نہ ہو جس میں چور کا بھی حصہ تھا یا مال بیت المال کا نہ ہو۔ اس لیے کہ بیت المال میں سارق کا بھی حصہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مال خمس (زمین سے نکلے ہوئے خزانہ اور مال غنیمت) میں چوری کرنے والے کے لیے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس میں اسکا بھی حصہ ہے۔ ۵، جبر کی صورت میں بھی سارق کا فعل موجب حد نہیں متصور ہوگا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ 5/155)

داہنے ہاتھ اور دوبارہ چوری پر بایاں پاؤں کاٹنے کا بیان

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (المائدہ،۳۸)

اور جو مرد یا عورت چور ہو۔ تو انکا ہاتھ کاٹو ان کے کیئے کا بدلہ اللہ کی طرف سے سزا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

اور اس کی چوری دو مرتبہ کے اقرار یا دو مردوں کی شہادت سے حاکم کے سامنے ثابت ہو اور جو مال چرایا ہے وہ دس درہم سے کم کا نہ ہو۔ (جس طرح حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے)۔ یعنی داہنا اس لئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں اَیْمَانَهُمَا آیا ہے۔ پہلی مرتبہ کی چوری میں داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا پھر دوبارہ اگر کرے تو بایاں پاؤں، اس کے بعد بھی اگر چوری کرے تو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے۔ چور کا ہاتھ کاٹنا تو واجب ہے اور مال مسروق موجود ہو تو اس کا واپس کرنا بھی واجب اور اگر وہ ضائع ہو گیا ہو تو ضمان واجب نہیں۔ (تفسیر احمدی، خزائن العرفان مائدہ، ۳۸)

چوری کی سزا قطع ید ہونے کا بیان

حضرت ابن مسعود کی قراءت میں (فاقطعوا ایمانھما) ہے لیکن یہ قراءت شاذ ہے گو عمل اسی پر ہے لیکن وہ عمل اس قراءت کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسرے دلائل کی بناء پر ہے۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کا طریقہ اسلام سے پہلے بھی تھا اسلام نے اسے تفصیل وار اور منظم کر دیا اسی طرح قسامت دیت فرائض کے مسائل بھی پہلے تھے لیکن غیر منظم اور ادھورے۔ اسلام نے انہیں ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے دویک نامی ایک خزاعی شخص کے ہاتھ چوری کے الزام میں قریش نے کاٹے تھے اس نے کعبے کا غلاف چرایا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چوروں نے اس کے پاس رکھ دیا تھا۔

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ چوری کی چیز کی کوئی حد نہیں تھوڑی ہو یا بہت محفوظ جگہ سے لی ہو یا غیر محفوظ جگہ سے بہر صورت ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت عام ہے تو ممکن ہے اس قول کا یہی مطلب ہو اور دوسرے مطالب بھی ممکن ہیں۔ ایک دلیل ان حضرات کی یہ حدیث بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ انڈا چراتا ہے اور ہاتھ کٹواتا ہے رسی چرائی ہے اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے،

نصاب سرقہ میں مذاہب فقہاء کا بیان

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ چوری کے مال کی حد مقرر ہے۔ گو اس کے تقرر میں اختلاف ہے۔ امام مالک کہتے ہیں تین درہم سکے والے خالص یا ان کی قیمت یا زیادہ کی کوئی چیز چنانچہ صحیح بخاری مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹنا مروی ہے اور اس کی قیمت اتنی ہی تھی۔ حضرت عثمان نے اترنج کے چور کے ہاتھ کاٹے تھے جبکہ وہ تین درہم کی قیمت کا تھا۔ حضرت عثمان کا فعل گویا صحابہ کا اجماع سکوتی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پھل کے چور کے ہاتھ بھی کاٹے جائیں گے۔

حنفیہ اسے نہیں مانتے اور ان کے نزدیک چوری کے مال کا دس درہم کی قیمت کا ہونا ضروری ہے۔ اس میں شافعیہ کا اختلاف ہے پاؤ دینار کے تقرر میں۔

امام شافعی کا فرمان ہے کہ پاؤ دینار کی قیمت کی چیز ہو یا اس سے زیادہ۔ ان کی دلیل بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چور کا ہاتھ پاؤ دینار میں پھر جو اس سے اوپر ہو اس میں کاٹنا چاہیے مسلم کی ایک حدیث میں ہے چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر پاؤ دینار پھر اس سے اوپر میں۔ پس یہ حدیث اس مسئلے کا صاف فیصلہ کر دیتی ہے اور جس حدیث میں تین درہم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ کاٹنے کو فرمانا مروی ہے وہ اس کے خلاف نہیں اس لئے کہ اس وقت دینار بارہ درہم کا تھا۔ پس اصل چوتھائی دینار ہے نہ کہ تین درہم۔ حضرت عمر بن خطاب حضرت عثمان بن عفان حضرت علی بن ابی طالب بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز لیث بن سعد اوزاعی شافعی اسحاق بن راہویہ ابوثور داؤد بن علی ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔

ایک روایت میں امام اسحق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ خواہ ربع دینار ہو خواہ تین درہم دونوں ہی ہاتھ کاٹنے کا نصاب ہے۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹ دو اس سے کم میں نہیں۔ اس وقت دینار بارہ درہم کا تھا تو چوتھائی دینار تین درہم کا ہوا۔ نسائی میں ہے چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم میں نہ کاٹا جائے۔ حضرت عائشہ سے پوچھا گیا ڈھال کی قیمت کیا ہے؟ فرمایا پاؤ دینار۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا ہے کہ جس ڈھال کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چور کا ہاتھ کاٹا گیا اس کی قیمت نو درہم تھی چنانچہ ابوبکر بن شیبہ میں یہ موجود ہے اور عبداللہ بن عمر سے۔ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمرو مخالفت کرتے رہے ہیں اور حدود کے بارے میں اختیار پر عمل کرنا چاہئے اور احتیاط زیادتی میں ہے اس لئے دس درہم نصاب ہم نے مقرر کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر شافعی بعض فقہی مذاہب کے تائیدی دلائل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بعض سلف کہتے ہیں کہ دس درہم یا ایک دینار حد ہے علی ابن مسعود ابراہیم نخعی ابوجعفر باقر سے یہی مروی ہے۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں پانچوں نہ کاٹی جائیں مگر پانچ دینار پچاس درہم کی قیمت کے برابر کے مال کی چوری میں۔ ظاہریہ کا مذہب ہے کہ ہر تھوڑی بہت چیز کی چوری پر ہاتھ کٹے گا انہیں جمہور نے یہ جواب دیا ہے کہ اولاً تو یہ اطلاق منسوخ ہے لیکن یہ جواب ٹھیک نہیں اس لئے تاریخ نسخ کا کوئی یقینی علم نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ انڈے سے مراد لوہے کا انڈا ہے اور رسی سے مراد کشتیوں کے قیمتی رسے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ فرمان باعتبار نتیجے کے ہے یعنی ان چھوٹی چھوٹی معمولی سی چیزوں سے چوری شروع کرتا ہے آخر قیمتی چیزیں چرانے لگتا ہے اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بطور افسوس کے اوپر چور کو نادم کرنے کے فرما رہے ہیں کہ کیسا رذیل اور بیخوف انسان ہے کہ معمولی چیز کیلئے ہاتھ جیسی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

مذکور ہے کہ ابو العلاء معری جب بغداد میں آیا تو اس نے اس بارے میں بڑے اعتراض شروع کئے اور اس کے جی میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ میرے اس اعتراض کا جواب کسی سے نہیں ہوسکتا تو اس نے ایک شعر کہا کہ اگر ہاتھ کاٹ ڈالا جائے تو دیت میں پانچ سو دلوائیں اور پھر اسی ہاتھ کو پاؤ دینار کی چوری پر کٹوا دیں یہ ایسا تناقض ہے کہ ہماری سمجھ میں تو آتا ہی نہیں خاموش ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مولا ہمیں جہنم سے بچائے۔ لیکن جب اس کی یہ بکواس مشہور ہوئی تو علماء کرام نے اسے جواب دینا چاہا تو یہ بھاگ گیا پھر

جواب بھی مشہور کر دیے گئے۔

قاضی عبدالوہاب نے جواب دیا تھا کہ جب تک ہاتھ امین تھا تب تک ثمین یعنی قیمتی تھا اور جب یہ خائن ہو گیا اس نے چوری کر لی تو اس کی قیمت گھٹ گئی۔ بعض بزرگوں نے اسے قدرے تفصیل سے جواب دیا تھا کہ اس سے شریعت کی کامل حکمت ظاہر ہوتی ہے اور دنیا کا امن و امان قائم ہوتا ہے، جو کسی کا ہاتھ بیوجہ کاٹ دینے کا حکم دیا تا کہ چوری کا دروازہ اس خوف سے بند ہو جائے۔ پس یہ تو عین حکمت ہے اگر چوری میں بھی اتنی رقم کی قید لگائی جاتی تو چوریوں کا انسداد نہ ہوتا۔ یہ بدلہ ہے ان کے کرتوت کا۔ مناسب مقام یہی ہے کہ جس عضو سے اس نے دوسرے کو نقصان پہنچایا ہے، اسی عضو پر سزا ہو۔ تا کہ انہیں کافی عبرت حاصل ہو اور دوسروں کو بھی تنبیہ ہو جائے۔ اللہ اپنے انتقام میں غالب ہے اور اپنے احکام میں حکیم ہے۔ جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اللہ کی طرف جھک جائے، اللہ اسے اپنا گناہ معاف فرما دیا کرتا ہے۔ ہاں جو مال چوری میں کسی کا لے لیا ہے چونکہ وہ اس شخص کا حق ہے، لہٰذا صرف توبہ کرنے سے وہ معاف نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ مال جس کا ہے اسے نہ پہنچائے یا اس کے بدلے پوری پوری قیمت ادا کرے۔ جمہور ائمہ کا یہی قول ہے، صرف امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ "جب چوری پر ہاتھ کٹ گیا اور مال تلف ہو چکا ہے تو اس کا بدلہ دینا اس پر ضروری نہیں"۔

دارقطنی وغیرہ کی ایک مرسل حدیث میں ہے کہ "ایک چور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا، جس نے چادر چرائی تھی، آپ نے اس سے فرمایا، میرا خیال ہے کہ تم نے چوری نہیں کی ہو گی، انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! میں نے چوری کی ہے تو آپ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو جب ہاتھ کٹ چکا اور آپ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا توبہ کرو، انہوں نے توبہ کی، آپ نے فرمایا اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی" (رضی اللہ عنہ)

ابن ماجہ میں ہے کہ "حضرت عمر بن سمرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ مجھ سے چوری ہو گئی ہے تو آپ مجھے پاک کیجئے، فلاں قبیلے والوں کا اونٹ میں نے چرا لیا ہے۔ آپ نے اس قبیلے والوں کے پاس آدمی بھیج کر دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا اونٹ تو ضرور گم ہو گیا ہے۔ آپ نے حکم دیا اور ان کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا وہ ہاتھ کٹنے پر کہنے لگے، اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے میرے جسم سے الگ کر دیا، تو نے میرے سارے جسم کو جہنم میں لے جانا چاہا تھا" (رضی اللہ عنہ)

ابن جریر میں ہے کہ "ایک عورت نے کچھ زیور چرا لیے، ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسے پیش کیا، آپ نے اس کا داہنا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، جب کٹ چکا تو اس عورت نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میری توبہ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا تم تو ایسی پاک صاف ہو گئیں کہ گویا آج ہی پیدا ہوئی"۔ اس پر آیت (فمن تاب) نازل ہوئی۔

مسند میں اتنا اور بھی ہے کہ اس وقت اس عورت والوں نے کہا ہم اس کا فدیہ دینے کو تیار ہے لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ یہ عورت مخزوم قبیلے کی تھی اور اس کا یہ واقعہ بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے کہ چونکہ یہ بڑی گھرانے کی عورت تھی، لوگوں میں بڑی تشویش پھیلی اور ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں کچھ کہیں سنیں، یہ واقعہ غزوہ فتح میں ہوا تھا، بالآخر یہ طے ہوا کہ حضرت اسامہ بن زید جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت پیارے ہیں، وہ ان کے بارے

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کریں، حضرت اسامہ نے جب اس کی سفارش کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار گزرا اور غصے سے فرمایا! اسامہ تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہا ہے؟ اب تو حضرت اسامہ بہت گھبرائے اور کہنے لگے مجھ سے بڑی خطا ہوئی، میرے لئے آپ استغفار کیجئے۔ شام کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ سنایا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ تم سے پہلے کے لوگ اسی خصلت پر تباہ و برباد ہوگئے کہ ان میں سے جب کوئی شریف شخص بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی معمولی آدمی ہوتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کریں تو میں ان کے بھی ہاتھ کاٹ دوں۔ پھر حکم دیا اور اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں پھر اس بیوی صاحبہ نے توبہ کی اور پوری اور پختہ توبہ کی اور نکاح کرلیا، پھر وہ میرے پاس اپنے کسی کام کاج کیلئے آتی تھیں اور میں اس کی حاجت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا کرتی تھی۔ (رضی اللہ عنہا)

"مسلم میں ہے ایک عورت لوگوں سے اسباب ادھار لیتی تھی، پھر انکار کر جایا کرتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا" اور روایت میں ہے یہ زیور ادھار لیتی تھی اور اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم حضرت بلال کو ہوا تھا۔ کتاب الاحکام میں ایسی بہت سی حدیثیں وارد ہیں جو چوری سے تعلق رکھتی ہیں۔ فالحمد للہ۔ جمیع مملوک کا مالک ساری کائنات کا حقیقی بادشاہ، سچا حاکم، اللہ ہی ہے۔ جس کے کسی حکم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ جس کے کسی ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا، جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب کرے۔ ہر ہر چیز پر وہ قادر ہے اس کی قدرت کامل اور اس کا قبضہ سچا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، مائدہ ۳۸)

چوری کی سزا اور اس کا نصاب

یہ بات تو عنوان ہی سے معلوم ہوگئی کہ اسلامی قانون چور کی سزا قطع ید ہاتھ کاٹ دینا ہے لیکن اس بارے میں فقہاء کا باہم اختلاف ہے کہ کتنی مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے؟ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ نصاب سرقہ مال کی وہ مقدار جس پر قطع ید کی سزا دی جائے گی کم از کم دس درہم تقریباً ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے اس سے کم مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں دی جائے گی اور حضرت امام شافعی چوتھائی دینار سونا یا تین درہم چاندی اور یا اس قیمت کی کسی بھی چیز کو نصاب سرقہ قرار دیتے ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں چوتھائی دینار چرانے والے کو قطع ید کی سزا دینا مذکور ہے اور اس وقت چوتھائی دینار تین درہم کے برابر تھا اور ایک دینار کی مالیت بارہ درہم کے برابر تھی۔ امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ: حدیث (لا قطع الا فی دینار او عشرۃ دراھم)

"ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چوری پر قطع ید نہیں ہے۔"

نیز ھدایہ کے قول کے مطابق اس بارے میں "اکثر" پر عمل کرنا "اقل" پر عمل کرنے سے بہتر ہے کیونکہ معاملہ ایک انسانی عضو کے کاٹنے کا ہے اور "اقل" میں عدم جنایت کا شبہ ہوسکتا ہے۔

واضح رہے کہ فقہاء کے اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہاتھ کاٹنے کی سزا ایک

ڈھال کی چوری پر دی گئی تھی چنانچہ حضرت امام شافعی کی طرف سے تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ڈھال کی قیمت تین درہم تھی جب کہ حنفیہ کی طرف سے شمنی کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں اس کی قیمت دس درہم تھی حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص سے ابن ابی شیبہ نے یہی نقل کیا ہے نیز کافی میں بھی یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا دی گئی تھی تو اس کی قیمت دس درہم تھی۔

نصاب سرقہ میں امام شافعی کی مستدل حدیث

حضرت عائشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چور کا ہاتھ اسی صورت میں کاٹا جائے جب کہ اس نے چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی مالیت کی چوری کی ہو۔" (بخاری ومسلم مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 744)

یہ حدیث حضرت امام شافعی کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ چوتھائی دینار سے کم مالیت کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گویا ان کے نزدیک نصاب سرقہ کی کم سے کم مقدار چوتھائی دینار ہے ملا علی قاری نے اپنی کتاب میں اس حدیث کے تحت بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور اس مسئلہ میں علماء کے جو اختلافی اقوال ہیں ان کو نقل کر کے امام ابوحنیفہ کے مسلک کو بڑی مضبوط دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔

نصاب سرقہ میں امام مالک کی مستدل حدیث

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے چرانے پر جس کی قیمت تین درہم تھی، چور کا داہنا ہاتھ کٹوا دیا تھا۔" (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 745)

علامہ شمنی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس روایت کے معارض ہے جو ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص سے نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ اس ڈھال کی قیمت دس درہم تھی حضرت ابن عباس اور عمرو ابن شعیب سے بھی اسی طرح منقول ہے نیز شیخ ابن ہمام نے بھی ابن عمر اور ابن عباس سے یہی بات نقل کی ہے کہ اس ڈھال کی قیمت دس درہم تھی اور عینی نے ھدایہ کے حاشیہ میں بھی یہی لکھا ہے چنانچہ اسی بنیاد پر ابوحنیفہ کا یہ مسلک ہے کہ قطع ید ہاتھ کاٹنے کی سزا اسی چور پر نافذ ہوگی جس نے کم سے کم دس درہم کے بقدر مال کی چوری کی ہو اس سے کم مالیت کی چوری پر یہ سزا نہیں دی جائے گی جہاں تک ابن عمر کی روایت کا تعلق ہے جس سے اس ڈھال کی قیمت تین درہم متعین کی حالانکہ حقیقت میں وہ ڈھال دس درہم کی مالیت کی تھی جیسا کہ اکثر روایتوں سے ثابت ہوا اس موقع پر شیخ عبدالحق اور ملا علی قاری نے اپنی اپنی شرح میں بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اہل علم ان کی کتابوں سے مراجعت کر سکتے ہیں۔

نصاب سرقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کی مستدل حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹا ڈھال کی چوری کرنے کی وجہ سے جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی (یہ حدیث دلیل ہے حضرت امام ابوحنیفہ کی امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو محمد بن سلمہ اور سعدان بن یحیی نے ابن اسحاق سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 993 حدیث مرفوع)

نصاب سرقہ میں احناف کے مؤقف کی ترجیح کا بیان

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حجفہ یا ترس ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا اور یہ دونوں (ڈھالیں) قیمت والی ہیں۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر ۱۱۱۹)

صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ ڈھال کی قیمت سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔ لہٰذا چوری کا نصاب کم از کم ڈھال ٹھہرا کیونکہ اس سے کم نصاب میں عدم حد کے سبب شبہ پیدا ہو گیا ہے اور قانون یہ ہے کہ شبہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا احناف کے مؤقف کے مطابق نصاب سرقہ کم از کم دس دراہم ہے۔

نصاب سرقہ میں بعض احادیث وآثار کا بیان

یہ حکم، جیسا کہ واضح ہے، ایک اصولی نوعیت کا حکم ہے اور قرآن نے اپنے اسلوب کے مطابق اس کی اطلاقی تفصیلات مثلاً یہ کہ چور کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں یا ایک اور اگر ایک تو کون سا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے؟ سے صراحتاً تعرض نہیں کیا، تاہم حکم کے الفاظ اور اس کو محیط عقلی قرائن اس حوالے سے پوری رہنمائی فراہم کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھی کی روشنی میں اپنے عمل کے ذریعے سے ان پہلوؤں کی وضاحت فرمائی ہے۔

عقل عام اور اخلاقیات قانون کے مسلمہ تصورات کے تناظر میں اس صورت کے لیے بیان کی ہے جب باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے مالک کی حفاظت اور نگرانی میں پڑے ہوئے کسی مال کو چرایا جائے۔ اتفاقاً موقع پا کر کسی غیر محفوظ چیز کو اٹھا لینا سرے سے اس کے دائرہ اطلاق میں ہی نہیں آتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص راستے میں چلتے ہوئے کسی کے باغ سے کچھ پھل توڑ لے یا کسی کھلی جگہ پر بغیر حفاظت کے پڑے ہوئے غلے میں سے کچھ لے لے یا راہ چلتے کسی جانور کو ہنکا لے جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا۔

امام شافعی نے حکم کو محیط ان عقلی قرائن کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ رائے قائم کی ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کی مذکورہ صورتوں کو قطع ید سے مستثنیٰ قرار نہ دیا ہوتا تو قرآن مجید کے ظاہر کی رو سے ہر اس شخص کا ہاتھ کاٹنا لازم ہوتا جس نے سرقہ کا ارتکاب کیا ہو ۲ حالانکہ ہماری بیان کردہ توجیہ سے واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ استثنا قرآن کے عموم میں کوئی تخصیص پیدا نہیں کرتا، بلکہ درحقیقت سرقہ کے صحیح مصداق کی تعیین وتوضیح کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر آپ کی تصریحات موجود نہ ہوتیں تو بھی قانونی دانش ان صورتوں کو قرآن کی بیان کردہ سزا سے لازماً مستثنیٰ قرار دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہا نے اس استثنا کو منصوص صورتوں تک محدود رکھنے کے بجائے اسے ایک عمومی ضابطے پر محمول کیا ہے اور اس کی روشنی میں چوری کی بہت سی دیگر صورتوں کو بھی قطع ید سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

اس ضمن میں چوری کی سزا کے نفاذ کے لیے سرقہ مال کی مقدار کا مسئلہ بالخصوص توجہ طلب ہے۔ قرآن نے یہاں کسی مخصوص نصاب کی شرط کی تصریح نہیں کی، لیکن یہ شرط حکم کے پس منظر میں موجود ہے، اس لیے کہ قانون کا موضوع جرم کی اسی صورت کو بنایا جاتا ہے جسے عقلاً وعرفاً کسی باقاعدہ قانونی سزا کا مستوجب سمجھا جائے، جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ معمولی اور حقیر

چیزوں کی چوری سے صرف نظر کیا جاتا ہے اور اس ضمن میں قانون کو بالعموم حرکت میں نہیں لایا جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم میں مضمر اسی شرط کو واضح کرتے ہوئے چور کا ہاتھ کاٹنے کے لیے ایک ڈھال کی قیمت کو معیار قرار دیا اور آپ کے دور میں عمومی طور پر اسی پر عمل ہوتا رہا۔ ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی چور کا ہاتھ ایک زرہ یا ڈھال سے کم قیمت کے مال میں نہیں کاٹا گیا۔

یہاں تنقیح طلب سوال یہ ہے کہ کیا ڈھال کو معیار قرار دینے کا حکم شرعی حیثیت رکھتا ہے اور ہر زمانے میں ہر معاشرے کے لیے اسی کو واجب الاتباع معیار کی حیثیت حاصل ہے؟ فقہا نے ڈھال کی قیمت کی تعیین میں اختلاف کے باوجود اصولی طور پر ڈھال ہی کو شریعت کا مقرر کردہ غیر متبدل نصاب سرقہ قرار دیا ہے، تاہم اکابر صحابہ اور تابعین کی آرا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مقرر کردہ معیار، یعنی ڈھال کی قیمت کو نہیں، بلکہ اس کے پیچھے کارفرما اصول، یعنی قیمتی اور غیر قیمتی چیز میں فرق کو اصل اہمیت کا حامل سمجھتے تھے۔ چنانچہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لم تقطع يد سارق على عهد النبي صلى الله عليه وسلم في ادنى من ثمن المجن ترس او حجفة وكان كل واحد منهما ذا ثمن. (بخاری، رقم ۶۲۹۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی چور کا ہاتھ زرہ یا ڈھال سے کم قیمت چیز میں نہیں کاٹا گیا اور یہ دونوں چیزیں قیمتی تھیں۔

ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں: لم يكن يقطع على عهد النبي صلى الله عليه وسلم في الشيء التافه. (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۸۱۱۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمولی چیز کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔

اسی طرح جلیل القدر تابعی عروہ بن زبیر فرماتے ہیں: كان السارق على عهد النبي صلى الله عليه وسلم يقطع في ثمن المجن وكان المجن يومئذ له ثمن ولم يكن يقطع في الشيء التافه. (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۸۱۱۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت میں کاٹا جاتا تھا، کیونکہ اس وقت ڈھال ایک قیمتی چیز سمجھی جاتی تھی۔ کسی معمولی چیز کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔

صحابہ کے فتاویٰ اور فیصلوں کے مطالعہ سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے مختلف مقدمات میں، مقدمے کی نوعیت کے لحاظ سے، کسی مخصوص نصاب کی پابندی کیے بغیر قطع ید کی سزائیں دی یا تجویز کی ہیں اور قیمتی اور غیر قیمتی اشیا میں اپنے اپنے ذوق اور صواب دید کے لحاظ سے فرق قائم کیا ہے:

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے لوہے کا ایک خود چرانے پر جس کی قیمت ایک چوتھائی دینار تھی، چور کا ہاتھ کاٹ دیا۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چور کا ہاتھ ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ قیمت کی چیز چرانے پر

کاٹا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی چیز کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جس کو میں پانچ یا تین درہم میں بھی لینا پسند نہ کرتا۔

حضرت عمرہ بیان کرتی ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مقدمے میں تین درہم کا ایک لیموں چرانے پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا۔ لیکن ایک دوسرے مقدمے میں ایک آدمی کو، جس نے کپڑا چرایا تھا، حضرت عمر کے پاس لایا گیا تو انھوں نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، تاہم حضرت عثمان نے کہا کہ اس کپڑے کی قیمت دس درہم سے کم ہے۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو اس کپڑے کی قیمت آٹھ درہم نکلی پس حضرت عمر نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے چار درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کو درست قرار نہیں دیا۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ پانچ انگلیوں کا ہاتھ پانچ درہم چرانے پر ہی کاٹا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جوتوں کا ایک جوڑا چرانے پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ مکے کے راستے میں لوگوں کے چابک چرایا کرتے تھے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر دوبارہ تم نے ایسا کیا تو میں تمھارے ہاتھ کاٹ دوں گا۔

اسی پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے دور اول میں فقہا کے ایک گروہ نے ڈھال یا اس کی قیمت کو معیار ماننے یا صحابہ سے منقول فتاویٰ اور فیصلوں میں سے کسی کو اختیار کرنے کے بجائے قیاس کے اصول پر ایک دوسرا معیار پیش کیا اور کہا کہ چونکہ بکریوں کی زکوٰۃ کا نصاب کم سے کم چالیس بکریاں ہے، اس لیے چور کا ہاتھ کاٹنے کے لیے بھی کم از کم چالیس درہم کو نصاب قرار دینا چاہیے۔

داؤد اصفہانی نے اسی بنیاد پر یہ رائے اختیار کی ہے کہ قلیل یا کثیر مال کی حد بندی اور اس کی بنیاد پر نصاب سرقہ کی تعیین کا مدار اصلاً عرف و عادت پر ہے۔ امام رازی، ان کے استدلال کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نحن لا نوجب القطع فی سرقة الحبة الواحدة ولا فی سرقة التبنة الواحدة بل فی اقل شیء یجری فیه الشح والضنة وذلك لان مقادیر القلة والكثرة غیر مضبوطة فربما استحقر الملك الكبیر آلافا مولفة وربما استعظم الفقیر طسوجا ولما كانت مقادیر القلة والكثرة غیر مضبوطة وجب بناء الحكم علی اقل ما یسمی مالاً۔ (رازی، مفاتیح الغیب ۱۷۸/۶)

ہم ایک دانے یا ایک تنکے کی چوری پر نہیں، بلکہ اس کم سے کم مقدار پر قطع ید کو لازم ٹھہراتے ہیں جس کے بارے میں انسان اپنے اندر بخل اور کنجوسی محسوس کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قلت اور کثرت کی کوئی متعین مقدار طے نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ ایک عظیم بادشاہ ہزاروں لاکھوں کی رقم کو حقیر سمجھ سکتا ہے، جبکہ ایک فقیر ممکن ہے کہ ایک طسوج کو بھی بہت بڑی چیز خیال کرے۔ چونکہ قلت اور کثرت کی کوئی متعین مقدار طے نہیں کی جاسکتی، اس لیے قطع ید کے حکم کا مدار اس کم سے کم مقدار پر رکھنا پڑے گا جسے مال کہا جاسکتا

ہو۔

اب اگر سرقہ میں نصاب مقرر کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ معمولی چیزوں کی چوری پر سزا نہ دی جائے، بلکہ کسی ایسی چیز کی چوری پر قطع ید کی سزا نافذ ہو جو عقلاً وعرفاً کسی خاص قدر وقیمت کی حامل ہو تو ظاہر ہے کہ ہر معاشرے کا عرف مختلف ہوتا ہے اور اس میں قدر وقیمت رکھنے والی چیزیں بھی ایک جیسی نہیں ہوسکتیں۔ عرب کے بدوی معاشرے میں ڈھال وغیرہ کو ایک قیمتی چیز کی حیثیت حاصل تھی اور اس بنا پر اس کو معیار مقرر کرنا بھی درست تھا، لیکن ظاہر ہے کہ دوسرے معاشروں میں صورت حال اس سے مختلف ہے۔ اس بات کو درست مان لینے کا تقاضا یہ ہے کہ ڈھال کو تمام معاشروں اور زمانوں کے لیے معیار قرار دینے کے بجائے اس کا تعین ہر علاقے اور ہر دور کے اہل حل وعقد کی صواب دید پر چھوڑ دیا جائے جو اپنے اپنے عرف، ضروریات اور حالات کے لحاظ سے حد سرقہ کے لیے نصاب متعین کریں۔

سرقہ بیضہ والی حدیث کے نسخ وتاویل کا بیان

حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چور پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ وہ بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

(بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 746)

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بلاتعین گنہگاروں پر لعنت بھیجنا جائز ہے اور یہی بات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد آیت (الا لعنۃ اللہ علی الظالمین سے بھی ثابت ہے ہاں کسی شخص کو متعین کر کے یعنی اس کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے۔

نصاب سرقہ کے سلسلے میں یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ چوتھائی دینار یا تین درہم سے بھی کم مالیت کی چوری پر قطع ید کی سزا جاری ہوسکتی ہے جب کہ چاروں ائمہ میں سے کسی کے بھی مسلک میں چوتھائی دینار یا تین درہم سے کم میں قطع ید کی سزا نہیں ہے اس اعتبار سے یہ حدیث تمام ائمہ کے مسلک کے خلاف ہے لہٰذا ان سب کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں بیضہ سے بیضہ آہن مراد ہے کہ جسے خود کہا جاتا ہے اور جس کو مجاہدین اور فوجی اپنے سروں پر پہنتے ہیں اسی طرح رسی سے کشتی کی رسی مراد ہے جو بڑی قیمتی ہوتی ہے علاوہ ازیں بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں انڈے اور رسی کے چرانے پر قطع ید کی سزا دی جاتی تھی مگر بعد میں اس کو منسوخ قرار دے دیا گیا،

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد کی مراد یہ ہے کہ اس کو چوری کی عادت اسی طرح پڑتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی اور کمتر چیزیں چراتے چراتے بڑی بڑی اور قیمتی چیزیں چرانے لگتا ہے جس کے نتیجے میں اس کو قطع ید کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

نصاب سرقہ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا ایک ڈھال چوری کرنے کے بدلے میں جس کی قیمت تین درہم تھی۔ اس باب میں حضرت سعد، عبداللہ بن عمرو، ابن عباس ابوہریرہ، ام ایمن سے بھی روایات منقول

ہیں۔ حضرت ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے بعض صحابہ کرام کا اسی پر عمل ہے حضرت ابوبکر بھی ان میں شامل ہیں انہوں نے پانچ درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا حضرت عثمان اور حضرت علی سے منقول ہے کہ انہوں نے چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹا۔ حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید سے منقول ہے کہ پانچ درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے۔ بعض فقہاء تابعین کا اس پر عمل ہے۔

امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے کہ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چیز چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چیز میں ہاتھ نہ کاٹا جائے یہ حدیث مرسل ہے اسے قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے لیکن قاسم کا ابن مسعود سے سماع نہیں۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1487)

بَابُ مَا لَا قَطْعَ فِيهِ

باب: کس چیز کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

4388 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، أَنَّ عَبْدًا سَرَقَ وَدِيًّا مِنْ حَائِطِ رَجُلٍ، فَغَرَسَهُ فِي حَائِطِ سَيِّدِهِ، فَخَرَجَ صَاحِبُ الْوَدِيِّ يَلْتَمِسُ وَدِيَّهُ، فَوَجَدَهُ، فَاسْتَعْدَى عَلَى الْعَبْدِ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ، فَسَجَنَ مَرْوَانُ الْعَبْدَ وَأَرَادَ قَطْعَ يَدِهِ، فَانْطَلَقَ سَيِّدُ الْعَبْدِ إِلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ، وَلَا كَثَرٍ، فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنَّ مَرْوَانَ أَخَذَ غُلَامِي، وَهُوَ يُرِيدُ قَطْعَ يَدِهِ، وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ تَمْشِيَ مَعِي إِلَيْهِ فَتُخْبِرَهُ بِالَّذِي سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَشَى مَعَهُ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ حَتَّى أَتَى مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، فَقَالَ لَهُ رَافِعٌ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ، وَلَا كَثَرٍ، فَأَمَرَ مَرْوَانُ بِالْعَبْدِ فَأُرْسِلَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْكَثَرُ: الْجُمَّارُ

محمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں: ایک غلام نے کسی شخص کے باغ میں سے کھجور کا ایک پودا چوری کیا اور اسے اپنے آقا کے باغ میں لگا دیا، اس پودے کا اصل مالک اپنے پودے کو تلاش کرنے کے لیے نکلا، تو اس نے اسے پالیا، پھر اس نے اس غلام کے خلاف مروان بن حکم کے سامنے مقدمہ پیش کیا، جو مدینہ منورہ کا ان دنوں گورنر تھا، مروان نے اس غلام کو قید کر دیا اور اس کا ہاتھ کٹوانے کا ارادہ کیا، تو اس غلام کا آقا حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے اسے بتایا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ثمر (پھل) کثر (کھجور کے درخت کا گوند) کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا''

اس شخص نے کہا کہ مروان نے میرے غلام کو پکڑ لیا ہے اور وہ اس کا ہاتھ کٹوانا چاہتا ہے تو میں یہ چاہتا ہوں آپ میرے ساتھ اس کے پاس چلیں اور آپ اسے یہ بتائیں جو آپ ﷺ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنا ہے، تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے اس کے ساتھ گئے اور مروان بن حکم کے پاس آئے حضرت رافع نے اس سے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پھل اور کثر (یعنی کھجور کے درخت کا گوند کی چوری) میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا''

تو مروان کے حکم کے تحت اس غلام کو چھوڑ دیا گیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کثر جمار (یعنی کھجور کے درخت کا گوند) ہے۔

4389- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَجَلَدَهُ مَرْوَانُ جَلَدَاتٍ وَخَلَّى سَبِيلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: مروان نے اسے کچھ کوڑے لگوائے اور پھر اسے چھوڑ دیا۔

4390- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ فَقَالَ: مَنْ أَصَابَ بِفِيهِ مِنْ ذِي حَاجَةٍ غَيْرَ مُتَّخِذٍ خُبْنَةً، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَمَنْ خَرَجَ بِشَيْءٍ مِنْهُ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ وَالْعُقُوبَةُ، وَمَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينُ، فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ، فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ، وَمَنْ سَرَقَ دُونَ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ غَرَامَةُ مِثْلَيْهِ، وَالْعُقُوبَةُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْجَرِينُ: الْجُوخَانُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں:

آپ ﷺ سے (درخت پر) لٹکی ہوئی کھجور کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو ضرورت مند منہ میں اسے ڈال کر (کھالے) اور اپنے پلو میں کچھ نہ رکھے، تو اس پر کوئی (سزا یا گناہ) لازم نہیں ہوگا، اور جو اس میں سے کچھ لے کر چلا جائے، تو اس پر اس سے دوگنا ادائیگی کا تاوان ہوگا، اور سزا بھی ہوگی، اور جب اسے سکھانے کی جگہ پر محفوظ کرلیا گیا ہو، تو جو اس کے بعد اس میں سے چوری کرے گا، اگر اس چوری شدہ سامان کی قیمت ڈھال کی قیمت جتنی ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور جو شخص اس سے کم کی چوری کرے گا، تو اسے دوگنی ادائیگی جرمانے کے طور پر ادا کرنا ہوگی اور سزا بھی ملے گی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جرین سے مراد ''جوخان'' ہے (یعنی جہاں کھجور کو خشک کیا جاتا ہے اور ذخیرہ کیا جاتا ہے۔)

معمولی اشیاء کی چوری عدم حد کا بیان

ہر وہ معمولی چیز جو دار الاسلام میں مباح طریقے سے مل جاتی ہو جس طرح لکڑی، گھاس، بانس، مچھلی، پرندہ، شکاری جانور، وغیرہ

ہوتا ان پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں حقیر چیز کی چوری پر قطع ید نہ تھا۔

ہر وہ چیز جس کی جنس مباح ہو اور اس میں رغبت نہ ہو تو وہ حقیر ہے کیونکہ اس میں دلچسپی کم ہے اور اس کو دینے میں طبیعت بخل کرنے والی نہیں ہے اور مالک کیلئے ناگوار بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اسی دلیل کے سبب نصاب سے کم چوری پر حد واجب نہیں ہے کیونکہ ان اشیاء کی حفاظت ناقص ہوتی ہے کیا آپ غور نہیں کرتے کہ لکڑی دروازں کے باہر رکھی ہوتی ہے اور گھر میں تعمیری کاموں کیلئے لے جاتے ہیں جبکہ اس میں کوئی احراز نہیں ہے۔ پرندے اڑ جانے والے ہیں اور شکاری جانور بھاگ جانے والے ہیں لہٰذا جب یہ اشیاء اپنی اصلی حالت پر ہوں اور ان میں لوگوں کی شرکت ہو تو ان کی یہ شرکت مباح ہونے کا شبہ پیدا کرنے والی ہے۔ اور شبہ سے حد دور ہونے والی ہے۔

اور خشک نمکین مچھلی اور تازہ مچھلی یہ دونوں سمک میں داخل ہیں اور لفظ طیر میں مرغی، بطخ، اور کبوتر داخل ہیں اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی مطلق ہونے کے سبب کہ پرندوں میں قطع ید نہیں ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ تر مٹی، خشک مٹی اور گوبر کے سوا ہر چیز میں قطع ید ہے امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ جبکہ ہماری بیان کردہ دلیل ان کے خلاف حجت ہے۔ (ہدایہ کتاب الحدود، لاہور)

عرف میں غیر محفوظ چیزوں کی چوری پر عدم حد کا بیان

علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حقیر چیزیں جو عادۃً محفوظ نہ رکھی جاتی ہوں اور باعتبار اصل کے مباح ہوں اور ہنوز ان میں کوئی ایسی صنعت بھی نہ ہوئی ہو جس کی وجہ سے قیمتی ہو جائیں ان میں ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا جیسے معمولی لکڑی، گھاس، نرکل، مچھلی، پرند، گیرو (لال مٹی)، چونا، کوئلے، نمک، مٹی کے برتن، پکی اینٹیں۔ اسی طرح شیشہ اگرچہ قیمتی ہو کہ جلد ٹوٹ جاتا ہے اور ٹوٹنے پر قیمتی نہیں رہتا۔ اسی طرح وہ چیزیں جو جلد خراب ہو جاتی ہیں جیسے دودھ، گوشت، تربوز، خربزہ، ککڑی، کھیرا، ساگ، ترکاریاں اور تیار کھانے جیسے روٹی بلکہ قحط کے زمانہ میں غلہ گیہوں، چاول، جو وغیرہ بھی اور تر میوے جیسے انگور، سیب، ناشپاتی، بہی، انار اور خشک میوے میں ہاتھ کاٹا جائیگا جیسے اخروٹ، بادام وغیرہ جبکہ محفوظ ہوں۔ اگر درخت پر سے پھل توڑے یا کھیت کاٹ لے گیا تو قطع نہیں، اگرچہ درخت مکان کے اندر ہو یا کھیت کی حفاظت ہوتی ہو اور پھل توڑ کر یا کھیت کاٹ کر حفاظت میں رکھا اب چرائے گا تو قطع ہے۔ (بہار شریعت، کتاب الحدود)

جلد خراب ہونے والی اشیاء کی چوری پر عدم حد کا بیان

اور جو چیزیں جلد خراب ہونے والی ہیں جس طرح دودھ، گوشت اور تازہ پھل ہیں ان کو چرانے پر حد واجب نہ ہوگی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ثمر اور کثر میں قطع ید نہیں ہے۔ اور کثر کھجور کے درخت کا گوند ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کھجور کے چھوٹے پودے ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ طعام (کھانے) میں قطع ید نہیں ہے اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو جلد خراب ہو جانے والی ہے جس طرح کھانے کیلئے فوری طور پر تیار شدہ چیز ہے اور وہ اشیاء جو اس کے حکم میں ہیں جس طرح گوشت اور پھل ہے

اسی دلیل کے سبب گندم اور شکر میں بہ اتفاق قطع ید ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ ان چیزوں میں بھی قطع ید نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کثر میں قطع ید نہیں ہے۔ مگر جب اس کو کھیت میں رکھے تو چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ استثناء عرف کے مطابق ہے اور اہل عرب خشک کھجور کو کھیتوں میں رکھنے کے عادی تھے۔ جبکہ خشک پھلوں میں ہمارے نزدیک بھی حد واجب ہے۔ فرمایا: درخت پر واقع پھل اور کھیت کی کٹائی کے بغیر چوری پر قطع ید نہ ہوگا کیونکہ یہ محفوظ نہیں ہوتے۔ (ہدایہ، کتاب الحدود، لاہور)

میوے کی چوری پر عدم حد میں فقہی مذاہب

حضرت رافع ابن خدیج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درخت پر لگے ہوئے میوے اور کھجور کے سفید گابھے کی چوری میں قطع ید کی سزا نہیں ہے۔

(مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 747)

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پھلوں اور کھجوروں کے خوشوں کی چوری کرنے پر ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ بعض راوی، یحییٰ بن سعید سے وہ محمد بن یحییٰ بن صبان سے وہ اپنے چچا واسع بن صبان سے وہ رافع سے اور وہ نبی کریم سے اسی حدیث کے مثل نقل کرتے ہیں مالک بن انس اور کئی راوی یہ حدیث یحییٰ بن سعید سے وہ محمد بن یحییٰ بن صبان سے وہ رافع بن خدیج سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اور اس میں واسع بن صبان کا ذکر نہیں کرتے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1490)

یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی مستدل ہے وہ اس کی بنیاد پر فرماتے ہیں کہ تر میوہ پھل چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ وہ میوہ محرز ہو یا غیر محرز۔ غیر محرز کی تعریف پیچھے گذر چکی ہے اسی پر گوشت دودھ اور ان چیزوں کو بھی قیاس کیا گیا ہے جو دیر پا نہ ہوں اور جلدی ہی خراب و متغیر ہو جاتی ہوں کہ ان کی چوری میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا امام اعظم علاوہ دوسروں نے ان سب چیزوں کی چوری میں قطع ید کی سزا کو واجب کیا ہے چنانچہ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ چیزیں جو بہت معمولی اور حقیر ہوں اور جو دار السلام میں ہر شخص کے لئے مباح کے درجہ میں ہوں جیسے گھاس لکڑی نرسل مچھلی پرندہ ہڑتال اور چونا وغیرہ ان کی چوری کرنے والا بھی قطع ید کا سزاوار نہیں ہوگا۔

حضرت عمرو ابن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ان پھلوں میں سے کچھ اس وقت چرائے جب کہ ان کو درختوں سے توڑ کر جمع کر لیا گیا ہو اور ان (چرائے ہوئے پھلوں) کی قیمت ایک ڈھال کی قیمت کے برابر ہو تو وہ قطع ید کا سزاوار ہوگا۔ " (ابوداؤد، نسائی)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے پھل کی چوری میں قطع ید کی سزا نہیں ہے کیونکہ وہ محرز نہیں ہے ہاں جب وہ

پھل درخت پر سے توڑ لئے گئے اور ان کو خشک ہونے کے لئے کھلیان میں جمع کر دیا گیا تو اب ان کی چوری میں قطع ید کی سزا واجب ہوگی کیونکہ اس صورت میں وہ محرز ہو گئے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے سوا جمہور علماء کی دلیل ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ پھل جب تک خشک نہیں ہوا ہے اس کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے خواہ وہ پھل محرز ہو یا غیر محرز۔ اس حدیث کے بارے میں حنفیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ حدیث میں "جب کہ ان کو توڑ کر جمع کر لیا گیا ہو" کی قید کا تعلق ان پھلوں کے خشک ہو جانے کے بعد سے ہے جیسا کہ عرب میں رواج تھا (کہ جس طرح درخت سے پھلوں کو توڑ کر خشک ہونے کے لئے کھلیان وغیرہ میں پھیلا دیا جاتا ہے تھا اس طرح پھلوں کو ان کے خشک ہونے کے بعد کسی جگہ جمع بھی کر دیا جاتا تھا) اور حنفیہ کے نزدیک بھی ان پھلوں کی چوری میں قطع ید کی سزا جاری ہوگی جو خشک ہونے کے بعد کھلیان وغیرہ میں جمع کئے گئے ہیں۔ پھل جب تک خشک نہ ہوں اس وقت تک ان کی چوری میں قطع ید کی سزا نہیں ہوگی خواہ وہ درخت پر لگے ہوئے ہوں یا ان کو توڑ کر کھلیان وغیرہ میں جمع کر دیا گیا ہو جیسا کہ "ثمر" (تازہ پھل) کے بارے میں پچھلی حدیث میں بیان کیا جا چکا ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات مدنظر رہنی چاہئے کہ یہ حدیث نہ صرف پچھلی حدیث (لا قطع فی ثمر و الا کثر) کے مطلق مفہوم کے معارض ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد حدیث (و الا قطع فی الطعام) (کھانے کی چوری میں قطع ید کی سزا نہیں ہے) کے بھی معارض ہے چونکہ حدود کے باب میں ضروری ہے کہ مسلمان کی جان اور اس کے اعضاء کے تحفظ کے پیش نظر حد جاری کرنے میں حتی الامکان احتیاط و رعایت کے تمام گوشوں کو ملحوظ رکھا جائے اور ہر ایسے نکتہ و پہلو کو ترجیح دی جائے جس سے نفاذ حد کم سے کم قابل عمل رہے اس لئے ان احادیث کے تعارض کی صورت میں اس حدیث کو ترجیح دی جانی چاہئے جس کا مفہوم پھل کی چوری کے سلسلے میں بالکل مطلق ہے اس موقع پر بھی ملا علی قاری نے اپنی کتاب مرقات میں بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اہل علم ان کی کتاب سے مراجعت کر سکتے ہیں۔

معمولی اشیاء کی چوری پر عدم حد میں مذاہب اربعہ

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ ایک ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ ایک ڈھال کی قیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دس درہم، بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما تین درہم، بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ پانچ درہم اور بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک چوتھائی دینار ہوتی تھی۔ اسی اختلاف کی بنا پر فقہا کے درمیان کم سے کم نصاب سرقہ میں اختلاف ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سرقہ کا نصاب دس درہم ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی دینار۔

(پھر بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہ دی جائے گی۔ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ لا قطع فی ثمرة و لا کثر (پھل اور ترکاری کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے)۔ لا قطع فی طعام (کھانے کی چوری میں قطع ید نہیں ہے)۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ لم یکن قطع السارق علی عهد رسول الله صلى الله علیه وسلم فی الشیء التافه (حقیر چیزوں کی چوری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا)۔ حضرت علی رضی اللہ

عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے اور صحابہ کرام میں سے کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا کہ لا قطع فی الطیر (پرندے کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے)۔ نیز سیدنا عمر و علی رضی اللہ عنہما نے بیت المال سے چوری کرنے والے کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا اور اس معاملہ میں بھی صحابہ کرام میں سے کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے۔ ان مآخذ کی بنیاد پر مختلف ائمہ فقہ نے مختلف چیزوں کو قطع ید کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکاریاں، پھل، گوشت، پکا ہوا کھانا، غلہ جس کا ابھی کھلیان نہ کیا گیا ہے، کھیل اور گانے بجانے کے آلات وہ چیزیں ہیں کن کی چوری میں قطع ید کی سزا نہیں ہے۔ نیز جنگل میں چرتے ہوئے جانوروں کی چوری اور بیت المال کی چوری میں بھی وہ قطع ید کے قائل نہیں ہیں۔ اسی طرح دُوسرے ائمہ نے بھی بعض چیزوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان چوریوں پر سرے سے کوئی سزا ہی نہ دی جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ ان جرائم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

بَابُ الْقَطْعِ فِي الْخُلْسَةِ وَالْخِيَانَةِ

باب: اچک لینے یا خیانت کرنے کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا

4391- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ عَلَى الْمُنْتَهِبِ قَطْعٌ، وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُورَةً فَلَيْسَ مِنَّا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''لوٹنے والے پر (ہاتھ کو) کاٹنے کی سزا لازم نہیں ہوگی اور جو شخص اعلانیہ طور پر کوئی چیز لوٹتا ہے، وہ ہم میں سے نہیں''

4392- وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ عَلَى الْخَائِنِ قَطْعٌ

اسی سند کے ساتھ یہ بات بھی منقول ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''خیانت کرنے والے پر (ہاتھ کاٹنے) کی سزا لازم نہیں ہوگی''

4393- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ، زَادَ وَلَا عَلَى الْمُخْتَلِسِ قَطْعٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَانِ الْحَدِيثَانِ لَمْ يَسْمَعْهُمَا ابْنُ جُرَيْجٍ مِنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، وَبَلَغَنِي عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّمَا سَمِعَهُمَا ابْنُ جُرَيْجٍ مِنْ يَاسِينَ الزَّيَّاتِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَاهُمَا الْمُغِيرَةُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:
"اچکنے والے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا لازم نہیں ہوگی"
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ دونوں روایات ابن جریج نے ابوزبیر سے نہیں سنی ہیں، تاہم امام احمد بن حنبل کے بارے میں مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ یہ فرماتے ہیں: ابن جریج نے یہ دونوں روایات یٰسین زیات سے سنی ہیں۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ دونوں روایات مغیرہ بن مسلم نے ابوزبیر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہیں۔

بَابُ مَنْ سَرَقَ مِنْ حِرْزٍ
باب: جو شخص محفوظ جگہ سے کوئی چیز چوری کرے اس کا حکم

4394- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَمَّادِ بْنِ طَلْحَةَ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ أُخْتِ صَفْوَانَ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، قَالَ: كُنْتُ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ عَلَى خَمِيصَةٍ لِي ثَمَنُ ثَلَاثِينَ دِرْهَمًا، فَجَاءَ رَجُلٌ فَاخْتَلَسَهَا مِنِّي، فَأُخِذَ الرَّجُلُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ بِهِ لِيُقْطَعَ، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ، فَقُلْتُ: أَتَقْطَعُهُ مِنْ أَجْلِ ثَلَاثِينَ دِرْهَمًا، أَنَا أَبِيعُهُ وَأُنْسِئُهُ ثَمَنَهَا؟ قَالَ: فَهَلَّا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ زَائِدَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جُعَيْدِ بْنِ حُجَيْرٍ، قَالَ: نَامَ صَفْوَانُ، وَرَوَاهُ مُجَاهِدٌ، وَطَاوُسٌ، أَنَّهُ كَانَ نَائِمًا فَجَاءَ سَارِقٌ فَسَرَقَ خَمِيصَةً مِنْ تَحْتِ رَأْسِهِ، وَرَوَاهُ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: فَاسْتَلَّهُ مِنْ تَحْتِ رَأْسِهِ فَاسْتَيْقَظَ، فَصَاحَ بِهِ فَأُخِذَ، وَرَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: فَنَامَ فِي الْمَسْجِدِ، وَتَوَسَّدَ رِدَاءَهُ، فَجَاءَ سَارِقٌ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ، فَأُخِذَ السَّارِقُ فَجِيءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی چادر پر، مسجد میں سویا ہوا تھا، جس کی قیمت تیس درہم تھی، ایک شخص آیا اور اس نے وہ اچک لی، پھر وہ شخص پکڑا گیا، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: کیا آپ تیس درہم (قیمت والی چیز) کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے؟ میں اسے یہ فروخت کرتا ہوں، میں اس کی قیمت کا اس کے ساتھ ادھار کر لیتا ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

4394- صحيح بطرقه وشاهده، كما بيناه في "مسند أحمد" (15303) و (15306) و (15310). وقد صححه ابن عبد الهادي في "تنقيح التحقيق" 3/ 324، ونقله عنه الزيلعي في "نصب الراية" 3/ 369، فقال: حديث صفوان حديث صحيح، رواه أبو داود والنسائي وابن ماجه وأحمد في "مسنده" من غير وجه عنه. أسباط: هو ابن نصر الهمذاني. وأخرجه بنحوه ابن ماجه (2595)، والنسائي في "الكبرى" (7323) و (7324) و (7326 - 7330) من طرق عن صفوان بن أمية. وهو في "مسند أحمد" (15303). ويشهد له حديث عبد الله بن عباس عند الطبراني (7326) من طريق إبراهيم بن ميسرة، والدارقطني (3469)، والحاكم 4/ 380

نے فرمایا: اسے میرے پاس لانے سے پہلے تم نے ایسا کیوں نہیں کیا:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: وہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے اسی دوران ایک چور آیا اور اس نے ان کے سر کے نیچے سے ان کی چادر چرالی، ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ان کے سر کے نیچے سے چادر کھینچ لی، وہ بیدار ہو گئے انہوں نے شور مچایا، تو وہ چور پکڑا گیا۔

زہری نے یہ روایت صفوان بن عبداللہ کے حوالے سے نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: وہ مسجد میں سو گئے انہوں نے اپنی چادر کو تکیہ بنالیا، ایک چور آیا اس نے ان کی چادر لی، انہوں نے اس چور کو پکڑ لیا، اسے ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بَابٌ فِي الْقَطْعِ فِي الْعَوَرِ إِذَا جُحِدَتْ

باب: عاریت کے طور پر لی ہوئی کسی چیز کو واپس کرنے کے انکار پر ہاتھ کاٹنا

4395- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ - قَالَ مَخْلَدٌ: عَنْ مَعْمَرٍ - عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ امْرَأَةً مَخْزُومِيَّةً كَانَتْ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ فَتَجْحَدُهُ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، فَقُطِعَتْ يَدُهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَوْ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، زَادَ فِيهِ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: هَلْ مِنِ امْرَأَةٍ تَائِبَةٍ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولِهِ؟ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - وَتِلْكَ شَاهِدَةٌ، فَلَمْ تَقُمْ، وَلَمْ تَتَكَلَّمْ وَرَوَاهُ ابْنُ غَنَجٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: فِيهِ فَشَهِدَ عَلَيْهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بنومخزوم سے تعلق رکھنے والی ایک عورت چیزیں عارضی استعمال کے لیے لیتی تھی، پھر بعد میں واپس دینے سے انکار کر دیتی تھی، تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

نبی اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کیا کوئی عورت ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرے" آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات ارشاد فرمائی وہ عورت اس وقت وہاں موجود تھی، لیکن وہ کھڑی نہیں ہوئی اس نے کوئی بات نہیں کی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے: اس کے خلاف گواہی دے دی گئی۔

4396- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنِ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: كَانَ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: اسْتَعَارَتِ امْرَأَةٌ - تَعْنِي - حُلِيًّا عَلَى

أُنَاسٍ يُعْرَفُونَ، وَلَا تُعْرَفُ هِيَ، فَبَاعَتْهُ، فَأُخِذَتْ، فَأُتِيَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ بِقَطْعِ يَدِهَا، وَهِيَ الَّتِي شَفَعَ فِيهَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَقَالَ فِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک عورت نے کچھ معروف لوگوں سے زیور عارضی استعمال کے لیے لیے جبکہ اس عورت کی معروف حیثیت نہیں تھی، پھر اس نے وہ زیورات فروخت کر دیئے، اسے پکڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کی ہدایت کی، یہ وہی عورت ہے، جس کے بارے میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے سفارش کی تھی، اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات ارشاد فرمائی تھی، (جو نقل کی گئی ہے)

4397 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتِ امْرَأَةٌ مَخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِ يَدِهَا، وَقَصَّ نَحْوَ حَدِيثِ قُتَيْبَةَ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، زَادَ فَقَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بنو مخزوم سے تعلق رکھنے والی ایک عورت ساز و سامان عارضی طور پر لیتی تھی اور پھر (واپس کرنے سے) انکار کر دیتی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا''

بَابٌ فِي الْمَجْنُونِ يَسْرِقُ أَوْ يُصِيبُ حَدًّا

باب: مجنون کا چوری کرنا' یا قابل حد جرم کا ارتکاب کرنا

4398 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَبْرَأَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَكْبُرَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے، سوئے ہوئے شخص سے، جب تک وہ بیدار نہیں ہو جاتا، پاگل سے، جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتا اور بچے سے، جب تک وہ بڑا (یعنی بالغ) نہیں ہو جاتا''

4399 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،

4398-إسناده صحيح. حماد: هو ابن أبي سليمان النخعي، وإبراهيم: هو ابن يزيد النخعي، والأسود: هو ابن يزيد النخعي خال إبراهيم. وأخرجه ابن ماجه (2041)، والنسائي في "الكبرى" (5596) من طريق حماد بن سلمة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (24694)، و"صحيح ابن حبان" (142).

قَالَ: أُتِيَ عُمَرُ بِمَجْنُونَةٍ قَدْ زَنَتْ. فَاسْتَشَارَ فِيهَا أُنَاسًا. فَأَمَرَ بِهَا عُمَرُ أَنْ تُرْجَمَ. مُرَّ بِهَا عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِ. فَقَالَ: مَا شَأْنُ هٰذِهِ؟ قَالُوا: مَجْنُونَةُ بَنِي فُلَانٍ زَنَتْ. فَأَمَرَ بِهَا عُمَرُ أَنْ تُرْجَمَ. قَالَ: فَقَالَ: ارْجِعُوا بِهَا. ثُمَّ أَتَاهُ. فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْقَلَمَ قَدْ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَبْرَأَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ. وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ؟ قَالَ: بَلٰى. قَالَ: فَمَا بَالُ هٰذِهِ تُرْجَمُ؟ قَالَ: لَا شَيْءَ. قَالَ: فَأَرْسِلْهَا. قَالَ: فَأَرْسَلَهَا. قَالَ: فَجَعَلَ يُكَبِّرُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پاگل عورت کو لایا گیا، جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس عورت کے بارے میں مشورہ لیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اسے سنگسار کر دیا جائے، حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اس عورت کے پاس سے گزرے (جب اسے سنگسار کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا) تو انہوں نے دریافت کیا: اس عورت کا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ بنو فلاں سے تعلق رکھنے والی پاگل عورت ہے، اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اسے سنگسار کر دیا جائے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے واپس لے کر جاؤ، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے: اے امیر المومنین! کیا آپ یہ بات نہیں جانتے کہ تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے، پاگل شخص سے، جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتا، سوئے ہوئے شخص سے، جب تک وہ بیدار نہیں ہو جاتا اور بچے سے، جب تک وہ سمجھدار (یعنی بالغ) نہیں ہو جاتا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: پھر اس کو کیوں سنگسار کیا جائے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس پر کوئی سزا لاگو نہیں ہوگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی پھر آپ اسے چھوڑ دیں: راوی کہتے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اور ساتھ اللہ اکبر کہنے لگے۔

4400 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. عَنِ الْأَعْمَشِ. نَحْوَهُ. وَقَالَ أَيْضًا: حَتّٰى يَعْقِلَ. وَقَالَ: وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يُفِيقَ. قَالَ: فَجَعَلَ عُمَرُ يُكَبِّرُ.

یہی روایت ایک سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ''یہاں تک کہ وہ سمجھدار ہو جائے''

اور یہ الفاظ ہیں: ''پاگل سے، یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو جائے''

اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔

4401 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ. أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ. أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ. عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مِهْرَانَ. عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: مُرَّ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمَعْنٰى عُثْمَانَ. قَالَ: أَوَمَا تَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ. عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلٰى عَقْلِهِ حَتّٰى يُفِيقَ. وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ. وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ. قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَخَلّٰى عَنْهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس سے (اس کے بعد حسب

سابق حدیث ہے) جس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ کو یہ بات یاد نہیں ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، ایسے پاگل سے جس کی عقل مغلوب ہو چکی ہو، جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتا، سوئے ہوئے شخص سے، جب تک وہ بیدار نہیں ہو جاتا اور بچے سے، جب تک وہ بالغ نہیں ہو جاتا''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے ٹھیک کہا ہے، راوی کہتے ہیں: تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔

4402 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، الْمَعْنَى، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، قَالَ هَنَّادٌ الْجَنْبِيُّ: قَالَ: أُتِيَ عُمَرُ بِامْرَأَةٍ قَدْ فَجَرَتْ، فَأَمَرَ بِرَجْمِهَا، فَمَرَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَأَخَذَهَا فَخَلَّى سَبِيلَهَا، فَأُخْبِرَ عُمَرُ، قَالَ: ادْعُوا لِي عَلِيًّا، فَجَاءَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ، عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَبْلُغَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتَّى يَبْرَأَ، وَإِنَّ هَذِهِ مَعْتُوهَةُ بَنِي فُلَانٍ، لَعَلَّ الَّذِي أَتَاهَا وَهِيَ فِي بَلَائِهَا، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: لَا أَدْرِي، فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَام، وَأَنَا لَا أَدْرِي

ہناد جنبی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا، جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے، انہوں نے اس عورت کو چھڑوا دیا اس بات کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے فرمایا: علی کو میرے پاس بلا کر لاؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور بولے: اے امیر المومنین! آپ یہ بات جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے بچے سے جب تک وہ بالغ نہیں ہوجاتا، سوئے ہوئے شخص سے جب تک وہ بیدار نہیں ہوجاتا اور پاگل سے جب تک وہ ٹھیک نہیں ہوجاتا''

اور یہ عورت بنوفلاں کی پاگل عورت ہے، شاید جس وقت اس کے ساتھ کسی شخص نے یہ جرم کیا، اس وقت یہ اپنی آزمائش کی کیفیت (پاگل پن کے دورے) میں ہو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: میں یہ نہیں جانتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے: میں بھی نہیں جانتا (کہ اُس نے اِس خاص کیفیت میں جرم کیا تھا، یا اس کے بغیر کیا تھا؟)

4403 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ فِيهِ: وَالْخَرِفِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تین لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، سوئے ہوئے شخص سے،

جب تک وہ بیدار نہیں ہوجاتا، بچے سے، جب تک وہ بالغ نہیں ہوجاتا، اور پاگل سے، جب تک وہ عقل مند نہیں ہوجاتا''
امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں لفظ ''خرف'' زائد ہے۔

بَابٌ فِي الْغُلَامِ يُصِيبُ الْحَدَّ

باب: نابالغ بچے کا' قابلِ حد جرم کا ارتکاب کرنا

4404 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي عَطِيَّةُ الْقُرَظِيُّ قَالَ: كُنْتُ مِنْ سَبْيِ بَنِي قُرَيْظَةَ، فَكَانُوا يَنْظُرُونَ، فَمَنْ أَنْبَتَ الشَّعْرَ قُتِلَ، وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ لَمْ يُقْتَلْ فَكُنْتُ فِيمَنْ لَمْ يُنْبِتْ.

✿✿ عطیہ قرظی بیان کرتے ہیں: میں بنو قریظہ کے قیدیوں میں تھا، لوگوں نے جائزہ لیا، جس شخص کے زیر ناف بال اُگ چکے تھے، اسے قتل کر دیا گیا، جس کے نہیں اُگے تھے، اسے نہیں قتل کیا گیا، تو میں ان لوگوں میں شامل تھا، جن کے زیر ناف بال نہیں اُگے تھے۔

4405 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَكَشَفُوا عَانَتِي، فَوَجَدُوهَا لَمْ تَنْبُتْ، فَجَعَلُونِي مِنَ السَّبْيِ

✿✿ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ان لوگوں نے میرے زیر ناف حصے کا جائزہ لیا، تو انہوں نے پایا، وہاں بال نہیں اُگے ہیں، انہوں نے مجھے قیدیوں میں شامل کر دیا۔

4406 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْهُ، وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَهُ.

✿✿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ اُحد کے دن، انہیں نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، اس وقت ان کی عمر چودہ برس تھی، نبی اکرم ﷺ نے انہیں اجازت نہیں دی، پھر غزوہ خندق کے موقع پر انہیں نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، اس وقت وہ پندرہ سال کے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اجازت دیدی۔

4407 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ نَافِعٌ، حَدَّثْتُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الْحَدُّ بَيْنَ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ

4404-إسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري، ومحمد بن كثير: هو العبدي. وأخرجه ابن ماجه (2541)، والترمذي (1675)، والنسائي في "الكبرى" (8567) من طريق سفيان الثوري، به. وهو في "مسند أحمد" (18776)، و"صحيح ابن حبان" (4780).

⊙⊙ نافع بیان کرتے ہیں: میں نے عمر بن عبدالعزیز کو یہ حدیث سنائی، تو انہوں نے کہا: یہ چھوٹے اور بڑے (یعنی بالغ اور نابالغ کے درمیان عمر کی) حد ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْرِقُ فِي الْغَزْوِ أَيُقْطَعُ؟

باب: چور کا جنگ کے دوران چوری کرنا، کیا اس پر ہاتھ کاٹا جائے گا؟

4408 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيِّ، عَنْ شِيَيْمِ بْنِ بَيْتَانَ، وَيَزِيدَ بْنِ صُبْحٍ الْأَصْبَحِيِّ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: كُنَّا مَعَ بُسْرِ بْنِ أَرْطَاةَ فِي الْبَحْرِ، فَأُتِيَ بِسَارِقٍ يُقَالُ لَهُ: مِصْدَرٌ، قَدْ سَرَقَ بُخْتِيَّةً، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تُقْطَعُ الْأَيْدِي فِي السَّفَرِ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَقَطَعْتُهُ

⊙⊙ جنادہ بن ابوامیہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت بسر بن ارطاۃ کے ہمراہ سمندر میں سفر کر رہے تھے، ایک چور کو لایا گیا، جس کا نام مصدر تھا، اس نے ایک بختی اونٹنی چوری کی تھی، تو حضرت بسر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"سفر کے دوران ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا"

اگر یہ فرمان نہ ہوتا، تو میں اس کا ہاتھ کٹوا دیتا۔

بَابٌ فِي قَطْعِ النَّبَّاشِ

باب: کفن چور کا ہاتھ کاٹنا

4409 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ، عَنِ الْمُشَعَّثِ بْنِ طَرِيفٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ. فَقَالَ: كَيْفَ أَنْتَ إِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ يَكُونُ الْبَيْتُ فِيهِ بِالْوَصِيفِ - يَعْنِي الْقَبْرَ -. قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ - أَوْ مَا خَارَ اللهُ وَرَسُولُهُ - قَالَ: عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ، أَوْ قَالَ: تَصْبِرُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ حَمَّادُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ: يُقْطَعُ النَّبَّاشُ لِأَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الْمَيِّتِ بَيْتَهُ

⊙⊙ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا عالم ہوگا؟ جب لوگوں کو موت لاحق ہو جائے گی اور اس وقت میں غلام کے عوض میں گھر ہوگا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر سے مراد قبر تھی) میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) جو اللہ اور اس کا رسول میرے لیے پسند کریں (میں وہی کروں گا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر صبر کرنا

لازم ہے (راوی کوشک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تم صبر کرنا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حماد بن ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، کیونکہ وہ مردے کے گھر میں داخل ہوتا ہے۔

کفن چور پر عدم حد کا بیان

اور کفن چور کے ہاتھ کو نہ کاٹا جائے گا۔ یہ حضرت امام اعظم اور امام محمد علیہما الرحمہ کے نزدیک ہے جبکہ امام ابو یوسف اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کفن چرایا ہم اس کو ہاتھ کاٹیں گے۔ کیونکہ کفن متقوم مال ہے اور متقوم مال کی طرح حفاظت میں ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ چھیننے والے پر قطع ید نہیں ہے اور اہل مدینہ کی زبان میں مختفی کفن چور کو کہتے ہیں۔ کیونکہ ملکیت میں شبہ پیدا ہو چکا ہے اس لئے میت کے حق میں کوئی ملکیت نہیں ہے اور وارث کو بھی کوئی ملکیت حاصل نہیں ہوتی جبکہ میت کی ضرورت مقدم ہے اور اس کے مقصود یعنی ڈانٹ ڈپٹ میں بھی خلل پیدا ہو چکا ہے کیونکہ اس طرح کی جنایت بہ ذات نادر الوجود ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث غیر مرفوع ہے یا پھر وہ سیاست محمول کی جائے گی اور جب قبر بند تالے میں ہو تب صحیح قول کے مطابق اختلاف ہے اور اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور اسی طرح جب کسی نے قافلہ میں تابوت میں رکھی ہوئی میت کا کفن چوری کر لیا تب بھی یہی اختلاف ہے۔ (ہدایہ، کتاب الحدود، لاہور)

امانت میں خیانت کی یا مال لوٹ لیا یا اُچک لیا تو قطع نہیں۔ اسی طرح قبر سے کفن چرانے میں قطع نہیں اگرچہ قبر مقفل مکان میں ہو بلکہ جس مکان میں قبر ہے اُس میں سے اگر علاوہ کفن کے کوئی اور کپڑا وغیرہ چورایا جب بھی قطع نہیں بلکہ جس گھر میں میت ہو وہاں سے کوئی چیز چورائی تو قطع نہیں، ہاں اگر اس فعل کا عادی ہو تو بطور سیاست ہاتھ کاٹ دیں گے۔ ذی رحم محرم کے یہاں سے چورایا تو قطع نہیں اگرچہ وہ مال کسی اور کا ہو اور ذی رحم محرم کا مال دوسرے کے یہاں تھا وہاں سے چورایا تو قطع ہے۔ شوہر نے عورت کے یہاں سے یا عورت نے شوہر کے یہاں سے یا غلام نے اپنے مولی یا مولی کی زوجہ کے یہاں سے یا عورت کے غلام نے اس کے شوہر کے یہاں چوری کی تو قطع نہیں۔ اسی طرح تاجروں کی دوکانوں سے چورانے میں بھی قطع نہیں ہے جبکہ ایسے وقت چوری کی کہ اس وقت لوگوں کو وہاں جانے کی اجازت ہے۔ (درمختار، کتاب الحدود)

بَابٌ فِي السَّارِقِ يَسْرِقُ مِرَارًا

باب: ایک چور کا بار بار چوری کرنا

4410 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عَقِيلٍ الْهِلَالِيُّ، حَدَّثَنَا جَدِّي، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: جِيءَ بِسَارِقٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اقْتُلُوهُ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا سَرَقَ. فَقَالَ: اقْطَعُوهُ. قَالَ: فَقُطِعَ. ثُمَّ جِيءَ بِهِ الثَّانِيَةَ. فَقَالَ: اقْتُلُوهُ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا سَرَقَ. فَقَالَ اقْطَعُوهُ. قَالَ: فَقُطِعَ. ثُمَّ جِيءَ بِهِ الثَّالِثَةَ. فَقَالَ: اقْتُلُوهُ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا سَرَقَ. فَقَالَ: اقْطَعُوهُ. ثُمَّ أُتِيَ بِهِ الرَّابِعَةَ. فَقَالَ: اقْتُلُوهُ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا سَرَقَ. قَالَ: اقْطَعُوهُ. فَأُتِيَ بِهِ الْخَامِسَةَ. فَقَالَ اقْتُلُوهُ. قَالَ جَابِرٌ: فَانْطَلَقْنَا بِهِ فَقَتَلْنَاهُ. ثُمَّ اجْتَرَرْنَاهُ فَأَلْقَيْنَاهُ فِي بِئْرٍ. وَرَمَيْنَا عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک چور کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے قتل کر دو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس نے چوری کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کا (ہاتھ) کاٹ دو، راوی کہتے ہیں: تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر اسے دوسری مرتبہ (چوری کے الزام میں) لا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل کر دو، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس نے چوری کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کا (ہاتھ) کاٹ دو، راوی بیان کرتے ہیں: اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر اسے تیسری مرتبہ (چوری کے جرم میں) لایا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل کر دو، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس نے چوری کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کا کاٹ دو، پھر اس شخص کو چوتھی مرتبہ (چوری کے جرم میں) لایا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اسے قتل کر دو، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس نے چوری کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کا کاٹ دو، پھر اسے پانچویں مرتبہ (چوری کے جرم میں) لایا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل کر دو، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم اسے لے کر گئے اور ہم نے اسے قتل کر دیا، پھر ہم نے اسے گھسیٹ کر ایک کنویں میں ڈالا اور اس پر پتھر ڈال دیئے۔

چوری میں تعدد پر حد سرقہ کا بیان

اور جب کسی شخص نے کوئی سامان چرایا اور اس چوری میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا اس کے بعد وہ مال مالک کو واپس کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد چور دوبارہ وہی مال پھر چوری کر لیا اور وہ مال اسی حالت میں موجود بھی ہے تو اب چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے ایک روایت اسی طرح ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چور دوبارہ چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹ دو۔ اور اس ارشاد گرامی میں کوئی تفصیل ذکر نہیں ہوئی ہے پس دوسری جنایت پہلی کی طرح کامل ہے۔ بلکہ تقدم کے سزا کے اعتبار سے پہلی سے زیادہ بری ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مالک نے چور کو کوئی سامان فروخت کر دیا اور اس کے بعد مالک نے اس سے وہ سامان خرید لیا اور اس کے بعد اس چور نے وہ سامان چور کر لیا ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قطع ید نے عصمت کے مقام کو ساقط کر دیا ہے جس طرح بعد میں ان شاء اللہ معلوم ہو جائے گا۔

مالک کی طرف مال واپس کرنے کے سبب اگرچہ عصمت واپس لوٹنے والی ہے مگر محل، ملکیت، قیام موجب قطع کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ سقوط عصمت کا شبہ برقرار ہے بہ خلاف اس صورت کے جس کو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے بیان کیا

ہے۔ کیونکہ تبدیل سبب کے سبب ملکیت تبدیل ہوجاتی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ چور کا دوبارہ چوری کرنا شاذ ونادر ہے۔
اس لئے کہ وہ زجر کی مشقت کو برداشت کر چکا ہے پس اس پر حد قائم کرنا مقصد سے خالی ہوگا جبکہ مقصد جنایت کو کم کرنا ہے یہ اسی طرح ہوجائے گا جس طرح محدود فی القذف والے نے دوبارہ پہلے مقذوف پر تہمت لگائی۔

فرمایا: اور جب چوری شدہ مال اپنے اصلی حالت سے بدل گیا ہے یعنی وہ سوت تھا اس کو کسی نے چوری کرلیا اور چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ مالک کو واپس کر دیا اس کے بعد مالک نے کپڑے کی بُنائی کرالی اس کے بعد اس کو اسی چور نے چوری کرلیا تو اب اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ عین بدل چکا ہے۔ پس سوت کو غصب کرنے والا بننے کے سبب اس کا مالک ہوجائے گا اور ہر مسئلہ میں تبدیل کا یہی قانون ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور جب محل بدل چکا ہے تو محل کے متحد ہونے اور اسی محل میں قطع ید کے پائے جانے کے سبب شبہ ختم ہو چکا ہے پس دوبارہ قطع ید واجب ہوجائے گا۔ (ہدایہ، کتاب الحدود، لاہور)

سبب ملکیت کی تبدیلی ذات میں تبدیلی کو واجب کرتی ہے، قاعدہ

تبدل الملك يوجب تبدلا في العين۔ (نور الانوار)

سبب ملکیت کی تبدیلی ذات میں تبدیلی کو واجب کرتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کے سبب ملکیت میں تبدیلی آجائے یعنی وہ سبب جس کی وجہ سے ملکیت تھی وہ سبب بھی تبدیل ہوجائے تو اسکی وجہ سے اس کی ذات میں تبدیلی ہوجائے گی اور حکم بھی تبدیل ہوجائے گا۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو کچھ گوشت صدقہ دیا گیا تھا انہوں نے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا، آپ نے فرمایا: یہ گوشت بریرہ کیلئے صدقہ تھا اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

کیونکہ جب تم نے اسے حاصل کیا تو وہ تمہارے لئے صدقہ تھا اور جب تمہاری ملکیت میں آگیا اور پھر تم نے ہمیں دیا تو وہ ہمارے لئے ہدیہ ہوگا کیونکہ ملکیت کی تبدیلی عین یعنی ذات میں تبدیلی کو واجب کرتی ہے۔ (نور الانوار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بیٹا باپ کا حق ادا نہیں کرسکتا مگر یہ کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام دیکھے اور پھر اسے خرید کر آزاد کردے۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۹۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ ہر ذی رحم محرم جب ملکیت میں آئے گا تو وہ آزاد ہوجائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم فرمایا: جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہوگیا تو وہ آزاد ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۱۸۱، قدیمی کتب خانہ کراچی) (ہدایہ اخیرین ج ۴ ص ۴۴۹، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

ذی رحم محرم پر ملکیت حاصل ہونے پر وہ سبب جو عام غلاموں میں ہوتا ہے وہ تبدیل ہوگیا کیونکہ سبب غلامیت سے زیادہ قوی سبب ذی رحم محرم ہونا ہے اور قوی سبب کے ہوتے ہوئے ضعیف سبب ساقط ہوجاتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو ذی رحم محرم ہوں گے وہ اپنے رشتہ دار کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہوجائیں گے۔

بَابٌ فِي تَعْلِيقِ يَدِ السَّارِقِ فِي عُنُقِهِ

باب: چور کے ہاتھ کو اس کی گردن میں لٹکا دینا

4411 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ، قَالَ: سَأَلْنَا فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ، عَنْ تَعْلِيقِ الْيَدِ فِي الْعُنُقِ لِلسَّارِقِ، أَمِنَ السُّنَّةِ هُوَ؟ قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ، فَقُطِعَتْ يَدُهُ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا، فَعُلِّقَتْ فِي عُنُقِهِ

عبدالرحمن بن محیریز بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے چور کا ہاتھ گردن میں لٹکانے کے بارے میں دریافت کیا، کیا یہ سنت ہے؟ تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور کو لایا گیا جس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اس کا (کٹا ہوا ہاتھ) اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الْمَمْلُوكِ إِذَا سَرَقَ

باب: جب غلام چوری کرے، تو اسے فروخت کر دینا

4412 - حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَرَقَ الْمَمْلُوكُ فَبِعْهُ وَلَوْ بِنَشٍّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب غلام چوری کرے، تو اسے فروخت کر دو، خواہ نصف اوقیہ کے عوض میں کرو''

سارق غلام کی حد میں مذاہب اربعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر غلام چوری کرے تو اس کو بیچ ڈالو اگرچہ نش کے بدلے میں اس کو بیچنا پڑے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

نش نون کے زبر اور شین کے ساتھ) نصف اوقیہ یعنی بیس درہم کو کہتے تھے مراد یہ ہے کہ چوری کرنے والے غلام کو بیچ ڈالو اگرچہ اس کو کتنی ہی کم قیمت میں کیوں نہ بیچنا پڑے کیونکہ چوری کا ارتکاب کر کے وہ عیب دار ہو گیا ہے اور عیب دار غلام کو اپنے پاس رکھنا مناسب نہیں ہے۔

حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور اکثر اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ اگر غلام چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے خواہ وہ

4411-إسناده ضعيف لضعف الحجاج -وهو ابن أرطاة- ثم هو مدلس وقد عنعن. وبه أعل الحديث النسائي في "المجتبى" (4983)، والزيلعي في "نصب الراية" 3/ 370، وقال أبو بكر بن العربي في "عارضة الأحوذي" 6/ 227: لم يثبت. وأخرجه ابن ماجه (2587)، والترمذي (1513)، والنسائي في "الكبرى" (7433) و (7434) من طريق حجاج بن أرطاة، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (23946).

بھگوڑا ہو یا غیر بھگوڑا۔ اس بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر خاوند بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال چرائے یا کوئی غلام اپنے مالک یا اپنے مالک کی بیوی اور یا اپنی مالکہ کے خاوند کے مال کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ عام طور پر خاوند بیوی کو ایک دوسرے کے مال پر اور غلام کو اپنے آقا اور اس کے گھر والوں کے مال و اسباب پر خود ان کی اجازت سے دسترس حاصل ہوتی ہے اس صورت میں حرز کی شرط پوری طرح نہیں پائی جاتی جو قطع ید کی سزا کے لئے ضروری ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجْمِ

باب: سنگسار کرنا

4413 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا) (النساء: 15)، وَذَكَرَ الرَّجُلَ بَعْدَ الْمَرْأَةِ ثُمَّ جَمَعَهُمَا، فَقَالَ: (وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا) (النساء: 16)، فَنَسَخَ ذَلِكَ بِآيَةِ الْجَلْدِ، فَقَالَ: (الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ)

عکرمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تمہاری عورتوں میں سے جو زنا کا ارتکاب کرے، تو اس کے خلاف چار گواہ پیش کرو، اگر وہ گواہی دیں، تو انہیں گھروں میں بند رکھو، یہاں تک کہ انہیں موت آجائے، یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راستہ مقرر کر دے''

پھر اللہ تعالیٰ نے عورت کے بعد مرد کا ذکر کیا اور پھر ان دونوں کو اکٹھا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''تم میں سے جو بھی دونوں (یعنی مرد اور عورت) اس کا ارتکاب کریں، تو انہیں ایذاء پہنچاؤ، اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اصلاح کرلیں، تو ان دونوں سے درگزر کرو''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:) تو کوڑے لگانے سے متعلق آیت نے اسے منسوخ کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو ایک سو کوڑے لگاؤ''

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زانیہ عورت اور زانی مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، اور ان پر شرعی حکم نافذ کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہونی چاہیے (النور: ۲)

زنا کا لغوی معنی

زنا کا لغوی معنی ہے پہاڑ پر چڑھنا، سائے کا سکڑنا، پیشاب کو روک لینا، حدیث میں ہے: لا یصلی احد کم و ھو زناء تم میں سے کوئی شخص پیشاب روکنے کی حالت میں نماز نہ پڑھے۔ (مسند الربیع بن حبیب ج ۱ ص ۰۰۶، مکتبۃ الثقافۃ العربیہ بیروت)

اسی طرح حدیث میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نماز نہ پڑھے کہ وہ پیشاب اور پاخانے کو روک رہا ہو۔ اس حدیث کی سند قوی ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۲۰۷۲، موارد الظمآن رقم الحدیث: ۱۹۵، تلخیص الحبیر رقم الحدیث: ۵۶۶، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۷۷۱،۷۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کھانا آجائے تو نماز (کامل) نہیں ہوتی اور نہ اس وقت جب نمازی پیشاب اور پاخانے کو روک رہا ہو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۶۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۹، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۸۰۲، تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۳۴ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)۔

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ زنا کا معنی ہے کسی عورت کے ساتھ بغیر شرعی کے وطی (مباشرت) کرنا۔

(مختار الصحاح، ۱۷۰، النہایہ ج ۲ ص ۲۸۴، المفردات ج ۱ ص ۲۸۴)

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری لکھتے ہیں:

الزنا: اس اندام نہانی میں وطی (مباشرت، جماع) کرنا جو وطی کرنے والے کی ملکیت یا ملکیت کے شبہ سے خالی ہو۔

(دستور العلماء ج ۲ ص ۱۱۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

سید مرتضی حسین زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

لغت میں زنا کا معنی کسی چیز پر چڑھنا ہے اور اس کا شرعی معنی ہے کسی ایسی شہوت انگیز اندام نہانی میں حشفہ (آلہ تناسل کے سر) کو داخل کرنا جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ)۔

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اہل علم کا اس شخص کے زانی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو کسی ایسی عورت کی قبل (اندام نہانی) میں وطی کرے جو حرام ہو اور وطی کسی شبہ سے نہ ہو اور دبر (سرین) میں وطی کرنا بھی اس کی مثل زنا ہے کیونکہ یہ بھی اس عورت کی فرج (شرمگاہ) میں وطی کرنا ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے اور نہ ملکیت کا شبہ ہے۔ لہٰذا یہ قبل (اندام نہانی) میں وطی کی طرح ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (النساء: ۱۵) تمہاری وہ عورتیں جو بے حیائی کا کام کرتی ہیں۔

اور دبر میں وطی کرنا بھی بے حیائی کا کام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے متعلق فرمایا: (الاعراف: ۸۰) کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو؟

یعنی مرد، مردوں کی دُبر میں وطی کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے قوم لوط کے لوگ عورتوں کی دُبر میں وطی کرتے تھے پھر مردوں کی دُبر میں وطی کرنے لگے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص مردہ عورت سے وطی کرے تو اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد ہے اور یہی امام اوزاعی کا قول ہے، کیونکہ اس نے آدم زاد کی فرج میں وطی کی ہے پس یہ زندہ عورت سے وطی کے مشابہ ہے، نیز اس لئے کہ یہ بہت عظیم گناہ ہے کیونکہ اس میں بے حیائی کے ارتکاب کے علاوہ مردہ کی عزت کو بھی پامال کرنا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے اور یہ حسن کا قول ہے۔ ابوبکر نے کہا میرا بھی یہی قول ہے مردہ سے وطی کرنا وطی نہ کرنے کی مثل ہے، کیونکہ اس پر شہوت نہیں آتی اور لوگ اس سے کراہت محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے اس سے زجر کو مشروع کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور حد کو زجر کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔.....اور نابالغ لڑکی سے زنا کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے وطی کرنا ممکن ہو تو اس سے وطی کرنا زنا ہے اور اس سے وطی کرنے پر بالغہ سے وطی کی طرح حد واجب ہوگی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے محرم سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح بالاجماع باطل ہے، اور اگر اس سے وطی کر لی تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق پر اس پر حد واجب ہے۔ حسن، جابر بن زید، امام مالک، امام شافعی، امام ابویوسف، امام محمد، اسحاق، ابوایوب، ابن ابی خیثمہ کا یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے، کیونکہ یہ ایسی وطی ہے جس (کے جواز) میں شبہ پیدا ہو گیا ہے اس لئے اس وطی سے حد واجب نہیں ہوگی، جیسے کوئی شخص اپنی رضاعی بہن کو خرید کر اس سے وطی کرے۔ اور شبہ کا بیان یہ ہے کہ اس نے محرم سے نکاح کر لیا اور نکاح اباحت وطی کا سبب ہے (اور حضرت آدم کی شریعت میں محارم مثلاً بہن سے نکاح جائز تھا) اس شبہ کی وجہ سے اس پر حد لازم نہیں ہوگی۔ (لیکن ایسے شخص کو تعزیراً قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ ایک شخص نے اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔ (یعنی اس پر حد جاری نہیں کی)۔ نیز حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو۔

(جامع ترمذی ص ۲۲۱ مطبوعہ نور محمد کراچی، اور یہی امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں کہ امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد واجب ہے، کیونکہ اس نے ایسی عورت کے ساتھ وطی کی ہے جس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس میں ملکیت کا کوئی شبہ نہیں ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے جیسا کہ جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔ حضرت براء کہتے ہیں میری اپنے چچا سے ملاقات ہوئی درآں حالیکہ ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ میں نے کہا کہاں جا رہے ہیں، انہوں نے کہا ایک شخص نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی گردن مارنے اور اس کا مال ضبط کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ نیز جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو۔''

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ امام احمد یہ قول راجح ہے کیونکہ یہ حدیث کے مطابق ہے۔ نیز علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ جو شخص

بغیر نکاح کے محرم سے زنا کرے اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو نکاح کے بعد وطی کرنے میں اختلاف ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ج ۹ ص ۵۵۔۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: مراد اپنی حشفہ (سپاری) کو کسی ایسی فرج (اندام نہانی) میں داخل کر دے جو طبعاً مشتہیٰ ہو اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو تو اس وطی پر حد واجب ہوتی ہے اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کی حد رجم ہے اور اس کے ساتھ اس کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، اور اگر غیر محصن (غیر شادی شدہ) ہو تو اس کی حد کوڑے اور شہر بدر کرنا ہے، اس میں مرد اور عورت برابر ہیں۔

محصن ہونے کی تین شرطیں ہیں: پہلی شرط مکلف ہونا ہے، اس لئے بچہ اور مجنون پر حد نہیں لگے گی لیکن ان کو زجر و توبیخ کی جائے گی، دوسری شرط ہے حریت پس غلام، ام ولد اور جس کا بعض حصہ غلام ہو محصن نہیں ہیں، اور تیسری شرط ہے نکاح صحیح ہونا۔

(روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۸۶، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابوعبداللہ شتانی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ابن حاجب مالکی نے زنا کی یہ تعریف کی ہے، "کسی ایسے فرد کی فرج میں عمداً وطی کرے جو اس کی ملک میں بالاتفاق نہ ہو" فرج کی قید سے وطی خارج ہو گئی جو غیر فرج میں ہو، اور آدمی کی قید سے وہ وطی خارج ہو گئی جو جانور کے ساتھ وطی ہو، کیونکہ جانور کے ساتھ وطی کرنے میں حد نہیں، تعزیر ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت طبع قدیم)

فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جو شخص دار العدل میں احکام اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت کی قبل (اندامی نہانی) میں وطی کرے دار آں حالیکہ وہ قبل حقیقتاً ملکیت اور ملکیت کے شبہ اور حق ملک اور حقیقتاً نکاح اور شبہ نکاح اور نکاح اور ملک کے موضع اشتباہ کے شبہ سے خالی ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۳) علامہ ابن ہمام نے بھی یہی تعریف کی ہے۔ (فتح القدیر ج ۷ ص ۳۳ سکھر)

اس تعریف کی قیود کی وضاحت حسب ذیل ہے:

وطی: عورت کی اندام نہانی میں بقدر سپاری آلہ تناسل کو داخل کرنا، پس جس وطی سے حد واجب ہو گی اس میں بقدر سپاری داخل ہونا ضروری ہے اور اس سے کم میں حد واجب نہیں ہو گی۔

حرام: کسی مکلف شخص نے اجنبی عورت سے وطی کی ہو تو اس کو حرام کہا جائے گا، اگرچہ بچہ یا مجنون نے وطی کی تو اس پر حرام کا حکم نہیں لگے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا، بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے، سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ اس حدیث کو امام ترمذی (رقم: ۱۴۲۳) اور امام ابوداؤد (رقم: ۴۴۰۱) نے

روایت کیا ہے۔

قبل

عورت کی اندام نہانی کو کہتے ہیں اس قید کی وجہ سے مرد یا عورت کی دُبر (سرین) میں وطی امام ابوحنیفہ کے نزدیک زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی، اس کے برخلاف امام ابو یوسف، امام محمد اور فقہاء مالکیہ، اور فقہاء حنبلیہ عورت کی دُبر میں وطی کو بھی زنا قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ دُبر میں وطی کو لواطت کہتے ہیں اور اس کی حد میں صحابہ کا اختلاف تھا اگر یہ زنا ہوتا تو اختلاف نہ ہوتا، نیز زنا اس لئے حرام ہے کہ اس سے نسبت مشتبہ ہوتا ہے اور بچہ ضائع ہوتا ہے اور لواطت میں صرف نطفہ ضائع ہوتا ہے جیسا کہ عزل میں ہے۔

عورت: اس قید کی وجہ سے جانور کے ساتھ وطی، زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی، کیونکہ یہ ایک نادر چیز ہے اور طبعیت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

زندہ: اس قید کی وجہ سے مردہ کے ساتھ وطی، زنا کی تعریف سے خارج ہوگئی، کیونکہ یہ بھی ایک نادر امر ہے اور طبعیت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

مشتہاۃ: یعنی اس عورت سے وطی کی جائے جس پر شہوت آتی ہو اتنی چھوٹی لڑکی جس پر شہوت نہ آتی ہو اس سے وطی کرنا زنا نہیں ہے۔ (ہر چند کہ اتنی چھوٹی لڑکی سے وطی کرنے والے پر تعزیر ہوگی)۔

حالتِ اختیار: یعنی وطی کرنے والے کو اختیار ہو، اسی طرح حد کے وجوب کے لئے وطی کرانے والی عورت کا مختار ہونا بھی ضروری ہے، اس لئے مکرہ (جس پر جبر کیا گیا ہو) پر حد نہیں ہے، کیونکہ حافظ الہیثمی نے امام طبرانی کی متعدد اسانید کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے: حضرت عقبہ بن عامر، حجرت عمران بن حصین، حضرت ثوبان، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے خطاء، نسیان اور جس کام پر جبر کیا گیا ہو (کے گناہ کو) اٹھالیا گیا۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۵۰، دار الکتاب العربی)

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر عورت پر جبر کر کے اس کے ساتھ وطی کی جائے تو اس پر حد نہیں ہے، لیکن مرد میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور محققین مالکیہ کے نزدیک اگر مرد پر جبر کر کے اس سے وطی کرائی جائے تو اس پر حد ہے نہ تعزیر۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد لگائی جائے گی کیونکہ اس کے آلہ کا منتشر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اکراہ نہیں ہے۔ اور وہ اپنے اختیار سے وطی کر رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرد پر بھی حد نہیں ہے کیونکہ انتشار اس کے مرد ہونے کی دلیل ہے، اختیار کی دلیل نہیں ہے۔ امام ابو یوسف، اور امام محمد کا بھی یہی نظریہ ہے۔

دار العدل:

دار العدل سے مراد دار اسلام ہے، کیونکہ دار الحرب اور دار الکفر میں قاضی کو حد جاری کرنے کی قدرت نہیں ہے یعنی اگر کوئی شخص دار الحرب میں یا دار الکفر میں زنا کرے گا تو بھی وہ اسلامی سزا سو کوڑوں یا رجم کا مستحق ہے، لیکن چونکہ قاضی اسلام، دار الکفر

یا دار الحرب میں اسلام سزائیں نافذ کرنے پر قادر نہیں ہے اس لئے اس پر حد جاری نہیں ہوگی، دار الکفر میں بھی زانی سزا کا مستحق ہے اور اس کا یہ فعل گناہ ہے جیسا کہ سود، چوری، ڈاکہ قتل اور دیگر جرائم اور دار الحرب میں ناجائز اور گناہ ہیں، اسی طرح زنا بھی وہاں ناجائز اور گناہ ہے۔

احکام اسلام کا التزام: اس قید کی وجہ سے حربی مستامن خارج ہے، کیونکہ اس نے احکا اسلام کا التزام نہیں کیا، مسلمان اور ذمی اور زنا کریں گے تو ان پر حدی جاری کی جائے گی۔

حقیقت ملک سے خالہ ہونا: اگر کسی شخص نے ایسی باندی سے وطی کرلی جو مشترکہ ہے اس کی اور کسی کی ملکیت میں ہے، یا اس نے ایسی باندی سے وطی کی جو اس کی محرم تھی تو چونکہ وہ حقیقتا اس کی ملکیت میں تھی اس لئے اس کا یہ فعل ہر چند کہ ناجائز ہے لیکن زنا نہیں ہے اور اس پر حد نہیں ہے۔

حقیقتِ نکاح سے خالی ہونا: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے حالتِ حیض یا نفاس میں وطی کرلی یا روزہ دار یا محرمہ بیوی سے وطی کرلی یا ایلاء یا ظہار کے بعد وطی کرلی تو ہر چند کہ یہ فعل گناہ ہے لیکن زنا نہیں ہے، کیونکہ عورت حقیقتا اس کے نکاح میں موجود ہے۔

شبہ ملک سے خالی ہونا: جب ملک یا نکاح میں شبہ ہو جائے تو حد نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۲۴) شبہات کی بناء پر حدود ساقط کردو۔

مثلاً اگر کسی شخص نے بیٹے کی باندی سے وطی کرلی تو اس پر حد نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کو یہ شبہ ہوا ہو کہ بیٹے کے مال کا میں مالک ہوں۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور اولاد بھی اور میرا باپ میرا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا: (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۹۱) تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے۔

اسی طرح مکاتب کی باندی سے وطی کرنا بھی زنا نہیں ہے، کیونکہ مکاتب جب تک پوری رقم ادا نہ کرے مالک کا غلام ہے سو اس کی باندی بھی اس کی ملکیت ہے۔

شبہ نکاح سے خالی ہونا

یعنی عقد نکاح میں شبہ نہ ہو۔ مثلاً کسی شخص نے بغیر ولی یا بغیر گواہ کے نکاح کر کے وطی کرلی، یا نکاح متعہ کر کے وطی کرلی تو اس کا یہ فعل زنا نہیں ہے خواہ وہ اس نکاح کے عدم جواز کا اعتقاد رکھتا ہو کیونکہ اس نکاح کے جواز اور عدم جواز میں علماء کے اختلاف کی وجہ سے اس نکاح میں شبہ آگیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے نسبی، رضاعی یا سسرالی کے رشتہ سے کسی محرم سے نکاح کرلیا یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرلیا یا کسی عورت سے اس کی عدت میں نکاح کرلیا اور اس عقد نکاح کی وجہ سے وطی کرلی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہوگی خواہ اس کو نکاح کی حرمت کا علم ہو، کیونکہ اس وطی میں اس کو شبہ لاحق ہوگیا ہے۔ لہٰذا یہ وطی زنا نہیں ہے البتہ اس پر تعزیز ہے۔

فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ، فقہاء حنبلیہ، امام ابویوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ جو وطی ابداً حرام ہو اس سے حد لازم آتی ہے

اور یہ نکاح باطل ہے اور اس کے شبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ البتہ جو وطی ابداً حرام نہ ہو جیسے بیوی کی بہن یا جس نکاح میں اختلاف ہو جیسے بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح، اس وطی کی وجہ سے حد لازم نہیں آتی۔

امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے درمیان منشاء اختلاف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب نکاح کا اہل شخص اس محل میں نکاح کرے جو مقاصد نکاح کے قابل ہو تو وہ نکاح وجوب حد سے مانع ہے، خواہ وہ نکاح حلال ہو یا حرام اور خواہ وہ تحریم متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ اور خواہ اس کو حرمت کا علم ہو یا نہ ہو، جمہور فقہاء اور صاحبین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح کرے جس سے نکاح کرنا ابداً حرام ہو یا اس کی تحریم پر اتفاق ہو تو اس نکاح سے وطی پر حد لازم آتی ہے اور اگر وہ نکاح ابداً حرام نہ ہو یا اس کی حرمت میں اختلاف ہو تو پھر اس نکاح سے وطی پر حد لازم نہیں آتی۔ (بدائع صنائع ج ۷ ص ۳۰، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۱۴۰، البنایہ ج ۲ ص ۲۶۸، المیزان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۷، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۲۵۱، المغنی ج ۸ ص ۱۷۴، رحمۃ الامۃ ج ۲ ص ۱۳۶)

حدزنا کی شرائط

حدزنا جاری کرنے کے لئے جن شرائط پر فقہاء کا اتفاق ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ زنا کرنے والا بالغ ہو، نابالغ پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

۲۔ زنا کرنے والا عاقل ہو، پاگل اور مجنون پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

۳۔ جمہور فقہاء کے نزدیک زانی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے، شادی شدہ کافر پر فقہاء حنفیہ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوتی، البتہ اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک زنا اور شراب خوری کی کافر پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے اور اس نے حقوق الہیہ کا التزام نہیں کیا، فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کافر نے کافرہ کے ساتھ زنا کیا تو اس پر حد نہیں ہے، البتہ تادیباً اس کو سزا دی جائے گی اور اگر اس نے مسلمان عورت سے جبراً زنا کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر باہمی رضامندی سے زنا کیا تو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

۴۔ زانی مختار ہو اگر اس پر جبر کیا گیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد ہے اور اگر عورت پر جبر کیا گیا تو اس پر بالاتفاق حد نہیں ہے۔

۵۔ عورت سے زنا کرے، اگر جانور سے وطی کی ہے تو مذاہب اربعہ میں بالاتفاق اس پر حد نہیں ہے، البتہ تعزیر ہے اور جمہور کے نزدیک جانور کو بالاتفاق قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کو کھانا جائز ہے۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔

۶۔ ایسی لڑکی سے زنا کیا ہو جس کے ساتھ عادتاً وطی ہو سکتی ہو اگر بہت چھوٹی لڑکی سے زنا کیا ہے تو اس پر حد نہیں ہے نابالغ لڑکی پر حد نہیں ہوتی۔

۷۔ زنا کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو اگر اس نے کسی اجنبی عورت کو یہ گمان کیا کہ وہ اس کی بیوی یا باندی ہے، اور زنا کر لیا تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر حد ہے، جس عقد نکاح کے جواز یا عدم جواز میں

اختلاف ہو اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے، مثلاً بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح ہو، اور جو نکاح بالاتفاق ناجائز ہے جیسے محارم سے نکاح یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک حد ہے۔

۸۔ اس کو زنا کی حرمت کا علم ہو اگر وہ جہل کا دعویٰ کرے اور اس سے جہل متصور ہو تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

۹۔ عورت غیر حربی ہو اگر وہ حربیہ ہے تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

۱۰۔ عورت زندہ ہو اگر وہ مردہ ہے تو اس سے وطی کرنے پر جمہور کے نزدیک حد نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس پر حد ہے۔

۱۱۔ مرد کا حشفہ (آلہ تناسل کا سر) عورت کی قبل (اندام نہانی) میں غائب ہو جائے اگر عورت کی دُبر میں وطی کرلے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے، اسی طرح لواطت (اغلام) پر بھی حد نہیں ہے، اگر اجنبی عورت کے پیٹ یا رانوں سے لذت حاصل کی تو اس پر بھی تعزیر ہے۔

۱۲۔ زنا دار السلام میں کیا جائے، دار الکفر یا دار الحرب میں زنا کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ قاضی اسلام کو وہاں حد جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ (لفظ الاسلامی بیروت، ۱٤۰۵ھ)

احصان کی تحقیق

فقہاء اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر وہ غیر محصن ہے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اس لئے احصان کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔

سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

احصان کا اصل میں معنی ہے منع کرنا، عورت اسلام، پاکدامنی، حریت اور نکاح سے محصنہ ہوتی ہے، جوہری نے ثعلب سے نقل کیا ہے ہر پاک دامن عورت محصنہ ہے اور ہر شادی شدہ عورت محصنہ ہے۔ حاملہ عورت کا بھی محصنہ کہتے ہیں کیونکہ حمل نے اس کو دخول سے ممنوع کردیا۔ مرد جب شادی شدہ ہو تو محصن ہے۔ حضرت ابن مسعود نے "فاذا احصن فان اتین بفاحشة" کی تفسیر میں کہا باندی کا احسان اس کا مسلمان ہونا ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا باندی کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا ہے۔ زجاج نے محصنین غیر مسافحین کی تفسیر میں کہا مرد کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا اور پاک دامن (غیر زانی) ہونا ہے اور فرج کا احصان، زنا سے رکنا ہے، اور احصنت فرجھا کا معنی پاکدامن رہنا اور زنا سے باز رہنا ہے اور والمحصنت من النساء کا معنی شادی شدہ خواتین ہے۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۱۷۹، ۱۳۰۶ھ)

(۱) عقل (۲) بلوغ (۳) حریت (٤) اسلام (٥) نکاح صحیح (٦) خاوند اور بیوی دونوں کا ان صفات پر ہونا (۷) نکاح صحیح کے بعد خاوند کا بیوی سے وطی کرنا لہٰذا بچہ، مجنون، غلام، کافر نکاح فاسد، عدم وطی اور زوجین کے ان صفات پر نہ ہونے سے احصان ثابت نہیں ہوگا۔ (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۸۔ مطبوعہ کراچی، ۱٤۰۰ھ)

زنا کی ممانعت، اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق قرآن مجید کی آیات

(بنی اسرائیل: ۳۲) اور زنا کے قریب بھی مت جاؤ، بے شک وہ بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔
(النور: ۲) زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مردان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، اوران پر شرعی حکم نافذ
کرنے میں تم کو ان پر رحم نہ آئے، اگر تم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو، اوران کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت
حاضر ہونی چاہیے۔

(الفرقان: ۶۹۔۶۸) اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام
کر دیا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے، اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت عذاب کا سامنا کرے گا قیامت کے دن
اس کے عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ذلت والے عذاب میں رہے گا۔
اے نبی جب آپ کے پاس مومن عورتیں ان چیزوں پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں
کریں گے، نہ چوری کریں گی نہ زنا کریں گی نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی ایسا بہتان باندھیں گی جس کو وہ خود اپنے ہاتھوں اور
پیروں کے سامنے گھڑلیں اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی حکم عدولی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیں اور ان کے لئے استغفار
کریں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

زنا کی ممانعت، مذمت اور دنیا اور آخرت میں اس کی سزا کے متعلق احادیث اور آثار

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا
جائے گا، جہل برقرار رہے گا، شراب پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۸۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۱، سنن الترمذی
رقم الحدیث: ۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۰۴۵، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۴۰۰۵، مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۱۱۹۰)
(۲) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے سامنے سے
گزرتی ہے تاکہ لوگوں کو اس کی خوشبو آئے وہ عورت زانیہ ہے۔ (یعنی وہ عورت لوگوں کے دلوں میں زنا کی تحریک پیدا کرتی ہے)
(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۱۷۳، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۷۸۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴، مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: ۵۵۷، مسند البزار رقم الحدیث: ۱۵۵۱،
صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۴۲۴، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۴۶)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن
بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لے دردناک عذاب ہوگا، بوڑھا
زانی، جھوٹا بادشاہ (سردار یا حاکم) اور متکبر فقیر۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۱۳۸، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۰۰۴)
(۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے اور تین
آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے۔ جن تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں: ایک شخص لوگوں کے پاس جا کر سوال کرے، اس

کا سوال ان کے ساتھ کسی رشتہ داری کی بناء پر نہ ہو، اور وہ لوگ اس کو منع کر دیں، پھر ایک شخص ان کے پیچھے سے جائے اور چپکے سے اس کو دے دے، اور اس کے عطیہ کو اللہ کے سوا کوئی نہ جانتا ہو، یا وہ شخص جس کو اس نے عطیہ دیا تھا اور وہ لوگ جو رات کو سفر کریں حتیٰ کہ نیند ان کو بہت زیادہ مرغوب ہو جائے پھر وہ ٹھہر جائیں اور اپنے سر رکھ کر سو جائیں پھر ان میں سے ایک شخص بیدار ہو کر نماز میں قیام کرے اور میری حمد و ثنا کرے اور میری آیت کی تلاوت کرے، اور وہ شخص جو کسی لشکر میں ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہو وہ لشکر شکست کھا جائے اور وہ شخص آگے بڑھ کر حملہ کرے حتیٰ کہ وہ شخص شہید ہو جائے یا فتح یاب ہو، اور جن تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں: بوڑھا زانی، متکبر فقیر اور مالدار ظالم۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۵٦٨، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱٦۱٤، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۲۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۸۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۳، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ۲٤۵٦، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۳٤۹، المستدرک ج ۲ ص ۱۱۳)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا...... اس موقع پر آپ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے۔ پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو اللہ سے دعا کرو، اللہ اکبر کہو اور نماز پڑھو، اور صدقہ کرو پھر فرمایا: اے امت! اللہ کی قسم! کسی شخص کو اللہ سے زیادہ اس پر غیرت نہیں آتی کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے۔ اے اُمتِ! اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ضرور کم ہنسو اور تم ضرور زیادہ روؤ۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۰٤٤، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۹۰۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۷۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱٤۷۱، ۱٤۷)

(٦) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کیا تم میں سے کسی شخص نے خواب دیکھا ہے، پھر کوئی شخص جو اللہ چاہتا وہ خواب بیان کرتا۔ ایک دن صبح کے وقت آپ نے فرمایا بے شک آج رات (خواب میں) دو فرشتے آئے اور وہ مجھے اٹھا کر لے گئے، انہوں نے مجھ سے کہا آپ چلیے میں ان کے ساتھ چلتا رہا...... میں نے دیکھا کہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں ایک تنور کی مثل میں تھے اس کا بالائی حصہ تنگ تھا اور نچلا حصہ کشادہ تھا اور اس کے نیچے سے آگ جل رہی تھی جب آگ کے شعلے بھڑکتے تو وہ لوگ اوپر اٹھ جاتے اور جب آگ کم ہوتی تو وہ نیچے گر جاتے...... فرشتوں نے بتایا وہ زانی مرد اور زانی عورتیں تھیں۔ الحدیث۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۰٤۷، ۱۳۸٦، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۲۷۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۲۹٤، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷٦۵۸)

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے زنا کیا یا شراب پی اللہ اس سے ایمان کو نکال لیتا ہے جیسے انسان اپنے سر سے قمیص اُتارتا ہے۔

(المستدرک ج ۱ ص ۲۲، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۳٦٦، الکبائر للذہبی ص ۸۳-۸۲، الترغیب والترہیب للمنذری ج ۳ ص ۲۵۲، دار الحدیث قاہرہ)

(۸) حضرت ام المومنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت اس وقت تک اچھے حال میں رہے گی جب تک ان کی اولاد زنا کی کثرت سے نہ ہو، اور جب ان کی اولاد زنا کی کثرت سے ہو گی تو عنقریب

اللہ ان میں عام عذاب نازل فرمائے گا۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۷۰۹۱، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۷)

(۹) امام طبرانی نے حضرت شریک، ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص زنا کرتا ہے اس سے ایمان نکل جاتا ہے، پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۷۲۲۴، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۳۶۶، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۱، الترغیب والترہیب للمنذری رقم الحدیث: ۳۵۲۹، حافظ عسقلانی نے کہا اس کی سند جید ہے ج ۱۲ ص ۶۱، الاصابہ ج ۳ ص ۳۴۹، قدیم)۔

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا اور جس وقت چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، اور جس وقت کوئی لٹیرا کسی شریف آدمی کو لوٹتا ہے اور لوگ اس کی نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ مومن نہیں ہوتا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث رحمۃ اللہ علیہ ۵۵۷۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۷، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۲۵، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۳۶، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۳۶۳، تاریخ دمشق الکبیر جز ۶ ص ۸۶، ۸۵، رقم الحدیث: ۱۲۲۴۱، ۱۲۲۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

(۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت کا ظہور ہوتا ہے اس قوم کے دلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے اور جس قوم میں زنا بہ کثرت ہوتا ہے ان میں موت بہ کثرت ہوتی ہے اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے ان سے رزق منقطع ہو جاتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے ان میں خون ریزی زیادہ ہوتی ہے اور جو قوم عہد شکنی کرتی ہے ان پر اللہ دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۶، الموطا رقم الحدیث: ۱۰۲۰، الاستذکار ج ۱۴ ص ۲۱۱۔ ۲۱۰، رقم الحدیث: ۲۰۰۹۰)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا تم اللہ کو شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، اس نے پوچھا پھر کون سا ہے؟ فرمایا تم کھانے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دو، اس نے پوچھا پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو، پھر اللہ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: آیت............ (الفرقان: ۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہو اور نہ وہ زنا کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو عذاب کا سامنا ہو گا۔

(صحیح البخاری رقم رحمۃ اللہ علیہ الحدیث: ۶۸۶۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۶، سنن الترمذی رقم رحمۃ اللہ علیہ الحدیث: ۳۱۸۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۱۰، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۱۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۰۹۸۷)

(۱۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم زنا سے بچتے رہو، کیونکہ اس میں چار خصلتیں ہیں:

(۱) اس سے چہرے کی رونق چلی جاتی ہے۔

(۲) رزق منقطع ہو جاتا ہے۔

(۳) رحمان ناراض ہوتا ہے۔

(٤) اور دوزخ میں خلود ہوتا ہے۔ (یعنی بہت دیر تک رہنا)

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٧٠٩٢، مجمع الزوائد ج ٦ ص ٢٥٤، اس کی سند میں عمرو بن جمیع متروک ہے)

(١٤) حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عرب کی ہلاک ہونے والی عورتو! مجھے سب سے زیادہ تم پر زنا کا اور شہوت خفیہ (ریا کاری) کا خوف ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ١٢٢)

(١٥) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، بوڑھا، زانی، امام کذاب اور متکبر فقیر۔

(مسند البزار رقم الحدیث: ١٣٠٨، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ٣٥٢٤، مجمع الزوائد ج ٦ ص ٢٥٥)

(١٦) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے تو دشمنوں کی حکومت ہوجائے گی اور جب کثرت کے ساتھ زنا کیا جائے گا تو لوگ بہ کثرت قید ہوں گے اور جب قوم لوط کا عمل بہ کثرت کیا جائے گا تو اللہ مخلوق کے اوپر سے اپنا ہاتھ اٹھائے گا، پھر یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ١٧٥٢، حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں عبدالخالق بن زید بن واقد ضعیف ہے، مجمع الزوائد ج ٦ ص ٢٥٥)

(١٧) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بوڑھے زانی اور بوڑھی زانیہ کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٨٣٩٦، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ٣٥٣، حافظ الہیثمی نے کہا اس کی سند میں ایک راوی ہے موسیٰ بن سہل اس کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی راوی ثقات ہیں)

(١٨) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ معمر زانی اور متکبر فقیر کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ١٣١٩٥، حافظ الہیثمی نے کہا اس کا ایک راوی ابن لہیعہ ہے اس کی حدیث حسن بھی ہوتی ہے اور ضعیف بھی مجمع الزوائد ج ٦ ص ٢٥٥)

(١٩) حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا متکبر مسکین، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ٣٥٣٦، حافظ الہیثمی نے کہا اس کے ایک راوی الصباح بن خالد کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں مجمع الزوائد ج ٦ ص ٢٥٥)

(٢٠) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا سات آسمان اور سات زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی فروج کی بدبو سے اہل دوزخ کو بھی ایذا ہوگی۔ (مسند البزار رقم الحدیث: ١٥٤٨، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ٣٥٣٧، مجمع الزوائد ج ٦ ص ٢٥٥)۔

(٢١) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدھی رات کو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ایک منادی ندا کرتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہو تو اس کی دعا قبول کی جائے، کوئی سائل ہو تو

اس کو عطا کیا جائے، کوئی مصیبت زدہ ہو تو اس کی مصیبت دور کر دی جائے پس ہر دعا کرنے والے مسلمان کی دعا قبول کر لی جائے گی سوا اس عورت کے جو پیسے لے کر زنا کراتی ہے اور سوا اس شخص کے جو ظالمانہ ٹیکس لیتا ہے۔ (مسند احمد ج ٤ ص ٢٢، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ٢٧٩، حافظ منذری نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے الترغیب والترہیب ج ارقم الحدیث: ١١٦٣، مجمع الزوائد ج ٣ ص ٨٨)

(٢٢) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی نے فرمایا زانیوں کے چہروں میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔ (الترغیب والترہیب ج ٣ رقم الحدیث: ٣٥٢٤، مجمع الزوائد ج ٦ ص ٢٥٥، اس کی سند پر اعتراض ہے)

(٢٣) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا فقر پیدا کرتا ہے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث: ٥٤١٨، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ٣٥٢٥)

(٢٤) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں سویا ہوا تھا میرے پاس دو شخص آئے ان دونوں نے مجھے میری بغلوں سے پکڑ کر اٹھایا اور مجھے ایک سخت چڑھائی والے پہاڑ پر لے گئے، اور مجھ سے کہا اس پر چڑھیے میں نے کہا اس میں کی طاقت نہیں رکھتا، انہوں نے کہا ہم آپ کے لئے چڑھنا آسان کر دیں گے، پھر میں چڑھا حتیٰ کہ میں اس پہاڑ کے وسط میں پہنچ گیا، ناگاہ میں نے بہت زور کی آوازیں سنیں۔ میں نے پوچھا یہ کیسی آوازیں ہیں؟ انہوں نے کہا یہ دوزخ کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں ہیں، (الی قولہ) ہم چلتے رہے حتیٰ کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے بدن بہت پھولے ہوئے تھے اور ان سے سخت بدبو آرہی تھی، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ مقتولین کفار ہیں، پھر مجھے آگے لئے گئے وہاں ایسے لوگ تھے جن کے بدن بہت پھولے ہوئے تھے اور ان سے سخت بدبو آرہی تھی گویا کہ وہ پاخانے کی بدبو تھی میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں: الحدیث (صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: ١٩٨٦، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٧٤٨٥)

(٢٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے گویا کہ وہ اس کے اوپر سائبان ہو اور جب وہ اس سے توبہ کرتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٦٩٠، سنن الترمذی رقم الحدیث: ٢٦٢٧، المستدرک ج ١ ص ٢٢، سنن بیہقی ج ١٠ ص ١٨٦)

(٢٦) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ہم اکٹھے جاتے۔ آپ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ سے ڈرو اور رشتہ داروں سے ملاپ رکھو، رشتہ داروں سے میل جول سے زیادہ جلد پہنچنے والا اور کوئی ثواب نہیں ہے اور بغاوت سے (یا زنا سے) بچو کیونکہ اس سے زیادہ جلد پہنچنے والا اور کوئی عذاب نہیں ہے، اور تم ماں باپ کی نافرمانی سے بچو کیونکہ ایک ہزار سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو آتی ہے اور ماں کبریائی صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ٣ رقم الحدیث: ٣٠١٩، مجمع الزوائد ج ٥ ص ١٢٥)

(٢٧) راشد بن سعد المقرائی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا ایسے لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جن کی کھال آگ کی قینچیوں سے کاٹی جارہی تھی۔ میں نے کہا اے جبریل سے گزرا جس سے سخت بدبو آرہی تھی میں نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کرانے کے لئے خود کو مزین کرتی تھیں اور وہ

کام کرتی تھیں جوان کے لئے جائز نہ تھے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۶۷۵، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۰۴)

(۲۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عادتاً زنا کرنے والا بت پرست کی مثل ہے۔ (مساوی الاخلاق للخرائطی رقم الحدیث: ۴۷۷، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۰۱، تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر ج ۲۳ ص ۱۷۲ رقم الحدیث: ۴۹۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ منذری نے کہا صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ عادی شرابی بت پرست کی طرح اللہ سے ملاقات کرے گا اور اس میں شک نہیں کہ زنا شراب نوشی سے بڑا گناہ ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۳۷، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

(۲۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بستی میں زنا اور سود کا ظہور ہو انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کرلیا۔ (یہ حدیث صحیح ہے)

(المستدرک ج ۲ ص ۳۷، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۴۰۳، شعب الایمان رقم الحدیث: ۵۴۱۷)

(۳۰) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس قوم میں زنا اور سود کا ظہور ہوا انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کرلیا۔ (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۴۹۸۱، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۰۴، ۲۷۷، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۱۸)

(۳۱) حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تم زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ حرام ہے اس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔ یہ قیامت تک کے لئے حرام ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا اگر کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ اس کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے (یعنی ان کی اس کی سزا اس سے کم ہے) کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۸، اس کے راوی ثقات ہیں، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۰۷)

(۳۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے گا، اس کی طرف اللہ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا اور نہ اس کو پاک کرے گا اور فرمائے گا دوزخ میں دوزخیوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (مساوی الاخلاق للخرائطی رقم الحدیث: ۵۰۴، مسند الفردوس الدیلمی رقم الحدیث: ۲۳۷۱، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۰۸)۔

(۳۳) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہو، قیامت کے دن اللہ ایک اژدھے کو اس کے اوپر قادر کردے گا۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۳۲۷۸، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۳۲۳۷، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۰۹، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۸)

(۳۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھتا ہے جس کا شوہر غائب ہو، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کو قیامت کے اژدھوں میں سے کوئی سیاہ اژدھا بھنبھوڑ رہا ہو۔ (الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۵۰۰، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۸)۔

(۳۵) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجاہدین کی بیویوں کی حرمت، جہاد پر نہ

جانے والوں کے لیے ان کی ماؤں کی مثل ہے اور مجاہد جس شخص کے اوپر اپنی اہلیہ کو چھوڑ کر جائے اور وہ اس میں خیانت کرے تو اس کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جس قدر چاہے گا، لے لے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ کیا تم اس کو سمجھتے ہو کہ وہ اس کی نیکی چھوڑ دے گا؟ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۹۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۹۶، سنن نسائی رقم الحدیث: ۳۱۸۹)

(۳۶) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ساٹھ سال اپنے گرجے میں اللہ کی عبادت کی، پھر بارش ہوئی اور زمین سرسبز ہوگئی۔ راہب نے اپنے گرجے سے باہر جھانکا اور سوچا کہ میں گرجے سے باہر نکل کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں اور زیادہ نیکی حاصل کروں۔ وہ گرجے سے اترا، اس کے ہاتھ میں ایک روٹی یا دو روٹیاں تھیں، جس وقت وہ باہر کھڑا تھا تو ایک عورت آ کر اس سے ملی وہ دونوں ایک دوسرے سے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ اس عابد نے اس سے اپنی خواہش پوری کر لی، پھر اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی پھر وہ ایک ترم تالاب میں نہایا، اس کے بعد ایک سائل آیا تو اس نے ان دو روٹیوں کی طرف اشارہ کیا، پھر اس کی ساٹھ سال کی عبادت کا زنا کے گناہ کے ساتھ وزن کیا گیا تو گناہ کا پلڑہ بھاری نکلا، پھر ان روٹیوں کی نیکی کا وزن کیا گیا تو نیکیوں کا پلڑہ بھاری نکلا سو اس کو بخش دیا گیا۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا بیان ہے ساٹھ سال کی عبادت ایک زنا کے گناہ سے ضائع کر دی اور دو روٹیوں کو صدقہ کرنے کی نیکی سے اس کے گناہ بخش دیا، وہ جس گناہ پر چاہے پکڑ لیتا ہے اور جس نیکی کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۷۰، الترغیب والترہیب رقم الحدیث: ۳۰۳۱، ۱۳۸۷، ۱۲۹۹)

(۳۷) شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ایک عورت کو رجم (سنگسار) کیا تو کہا میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رجم کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۸۱۲)

(۳۷) شیبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم (سنگسار) کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، میں نے سوچا سورۂ نور کے نزول سے پہلے یا اس کے بعد؟ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۱۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۰۲)

اس سوال کا منشاء یہ ہے کہ اگر رجم سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے ہوا ہے تو ہوسکتا ہے کہ سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد وہ منسوخ ہوگیا ہو کیونکہ سورۂ نور میں زانیوں کو کوڑے مارنے کا حکم ہے اور اگر سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سو کوڑے مارنے کا حکم رجم کرنے کے منافی نہیں ہے یعنی کنوارے اگر زنا کریں تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور اگر شادہ شدہ زنا کریں تو ان کو رجم (سنگ سار) کیا جائے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا ہے کیونکہ سورۂ نور کے نزول کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں کہ تین قول ہیں، ۴ ہجری، ۵ ہجری اور ۶ ہجری اور صحیح یہ ہے کہ سورۂ نور شعبان ۵ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور رجم اس کے بعد کیا گیا ہے کیونکہ رجم کے موقع پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ موجود تھے اور وہ ۷ ہجری میں اسلام لائے تھے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ کے ساتھ ۹ ہجری میں مدینہ آئے تھے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ)

(۳۹) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا

اور اس نے بتایا کہ وہ زنا کر چکا ہے اور اس نے چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے متعلق زنا کرنے کا اقرار کیا اور وہ شخص شادی شدہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم (پتھر مار مار کر ہلاک) کر دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۱۸، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۲، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۱۵۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۰۱۵۵، عالم الکتب بیروت)

(۴۰) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حکم لو، مجھ سے حکم لو، اللہ نے زنا کرنے والیوں کی سزا کی راہ بیان فرما دی اگر کنواری کنوارے کے ساتھ زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارو، اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو، اور اگر شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو ان کو رجم (سنگسار) کر دو۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۶۹۰، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۳۴، سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۰۹۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۵۰)

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے زانیہ عورتوں کے متعلق فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی سزا کی سبیل بیان فرمائے گا اس حدیث میں آپ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کی راہ بیان کر دی ہے اور اپنا وعدہ پورا فرما دیا ہے، سورۃ النساء کی وہ آیت یہ ہے:

(النساء: ۱۵)

تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان کے خلاف تم اپنوں میں سے چار گواہ طلب کرو، پس اگر وہ شہادت دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو حتیٰ کہ موت ان کی زندگیاں پوری کر دے یا اللہ ان کو کوئی اور سزا مقرر فرما دے۔

سو جس سزا کے مقرر کرنے کا سورۃ نساء میں ذکر کیا گیا تھا وہ کنواری عورت کو کوڑے مارنے اور شادی شدہ کا رجم کرنے کا حکم ہے۔ کوڑے مارنے کا حکم سورۃ نور میں ہے اور رجم کرنے کا ذکر ان احادیث میں ہے، ہم نے رجم کے ثبوت میں ۵۳ احادیث مرفوعہ، ۴ آثار صحابہ اور ۵ فتاویٰ تابعین ذکر کیے ہیں، ان کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۸۰۴-۸۱۶ میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اور یہ اس قدر کثیر احادیث اور آثار ہیں کہ یہ کہنا صحیح ہے کہ رجم کا حکم تواتر سے ثابت ہے۔

میں نے یہاں پر زنا کی ممانعت اور اس کی دنیاوی اور اُخروی سزا کے متعلق چالیس احادیث ذکر کی ہیں، احادیث تو ان کے علاوہ اور بھی ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس احادیث کی تبلیغ کرنے پر جو نوید سنائی ہے میں نے اس کے حصول کی امید میں چالیس احادیث ذکر کی ہیں، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جس شخص نے میری امت کو اُن کے دین سے متعلق چالیس حدیثیں پہنچائیں، اللہ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۱۷۲۶، ۱۷۲۵، تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جزء ۵۴ ص ۹۹، ۱۱۱، رقم الحدیث: ۱۱۸۲۸، ۱۱۸۳۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۰۷۶، الجامع الصغیر رقم الحدیث: ۸۶۳۷، حافظ سیوطی نے اس حدیث کو صحیح ہونے کی رمز کی ہے، جمع الجوامع رقم الحدیث: ۲۱۸۵۸، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۲۵۸)

یہ چالیس احادیث میں نے زنا سے ترہیب اور تخویف کی ذکر کی ہیں آخر میں، میں زنا سے بچنے کی ترغیب کے سلسلہ میں بھی

ایک حدیث درج کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی نظر کسی عورت کے حسن کی طرف (بلا قصد) پڑ جائے پھر وہ اپنی نظر پھیر لے اللہ اس کے دل میں اس کی عبادت میں حلاوت اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ٥٤٣١، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٠ھ)

زنا کی حد میں عورت کے ذکر کو مقدم کرنے کی توجیہ

قرآن مجید میں احکام بیان کرنے کا عام اسلوب یہ ہے کہ صرف مردوں پر کسی حکم کو فرض کیا جاتا ہے اور عورتیں اس حکم میں بالتبع داخل ہو جاتی ہیں لیکن اس آیت میں زنا کرنے والی عورتوں اور مردوں دونوں کا ذکر کیا گیا ہے، نہ صرف یہ بلکہ عورتوں کے ذکر کو مقدم کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں زنا کا سبب اور اس کا محرک عورت ہوتی ہے، عورت سے جنسی لذت حاصل کرنے کے لئے مرد فعل زنا کا مرتکب ہوتا ہے اور (المائدہ: ٣٨) چور مرد اور چور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو۔

اس آیت میں چور مرد کا ذکر چور عورت سے پہلے فرمایا کیونکہ اکثر و بیشتر اس فعل کو صدور مرد سے ہوتا ہے۔

کوڑے مارنے کے مسائل اور فقہی احکام

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے ساتھ کوڑے لگائے جائیں گے، وہ چابک ہو یا درخت کی شاخ اور وہ چابک یا شاخ متوسط ہو نہ بہت سخت ہو، نہ بہت نرم ہو۔ حدیث میں ہے:

امام مالک، زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک شخص نے اپنے اوپر زنا کا اعتراف کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مارنے کے لئے ایک چابک منگوایا تو ایک ٹوٹا ہوا چابک لایا گیا، آپ نے فرمایا اس سے سخت لاؤ تو درخت کی ایک نئی شاخ لائی گئی جس کے پھل بھی نہیں اُتارے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا اس سے ذرا کم لاؤ، پھر ایک استعمال شدہ اور نرم شاخ لائی گئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے کوڑے مارنے کا حکم دیا، پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! اب وقت آ گیا ہے کہ تم اللہ کی حدود کے ارتکاب سے باز آ جاؤ اور جس شخص نے ان ناپاک کاموں میں سے کوئی کام کر لیا اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کے ستر کے ساتھ اپنا پردہ رکھے، کیونکہ جس کا جرم ہم پر ظاہر ہو گا، اس کے اوپر اللہ کی کتاب کو جاری کر دیں گے۔

(موطا امام مالک رقم الحدیث: ١٥٨٨، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ١٤٢٠ھ)

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص پر کوڑے لگائے جائیں اس کے کپڑے اُتارے جائیں یا نہیں، امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا کہ اس کے کپڑے اور عورت کے کپڑے نہ اُتارے جائیں البتہ وہ کپڑے اُتار دیئے جائیں جو ضرب سے بچاتے ہوں۔ امام اوزاعی نے کہا مرد کے کپڑے اُتروانے میں امام کو اختیار ہے چاہے اس کے کپڑے اُتروائے چاہے نہیں۔ شعبی اور نخعی نے کپڑے اُتارنے سے منع کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود نے کہا کہ اس کے کپڑے اُتارے جائیں غالباً ان کی مراد یہ ہے۔ ثوری کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے جو کہا ہے کہ اس کے کپڑے اُتارے جائیں غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ مرد کے ستر کے علاوہ اس کے کپڑے اُتار دیئے جائیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ حد جاری کرتے وقت انسان کے کن اعضاء پر کوڑے مارے جائیں؟ امام مالک نے کہا کہ حدود اور تعزیرات میں صرف پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب نے کہا کہ چہرے اور نازک اعضاء کے سوا تمام جسم پر کوڑے مارے جائیں، سر پر مارنے میں اختلاف ہے۔ جمہور نے کہا کہ سر کو بچایا جائے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ سر پر ضرب لگائی جائے، حضرت عمر اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ سر پر ضرب لگائی جائے، امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ھلال بن اُمیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کو پیش کیا، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف کے کوڑے لگائے جائیں گے، اس نے کہا یا رسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے اوپر کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ گواہوں کو تلاش کرنے جائے گا؟ آپ نے پھر یہی فرمایا کہ تم گواہوں کو پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف لگائی جائے گی، پھر لعان کے احکام نازل ہوئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۶۷۱، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۵۴، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۱۲۴۷۷، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۲۸۲۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۴۵۱)

کوڑوں کے ساتھ ایسی ضرب لگائی جائے، جس سے چوٹ لگے، درد ہو لیکن زخم نہ آئے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ تمام قسم کی حدود میں ضرب مساوی ہو اس سے کوئی زخم نہ پڑے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ تعزیر میں سخت ضرب لگائی چاہیے، زنا کی ضرب شراب نوشی کی ضرب سے زیادہ شدید ہے اور شراب نوشی کی ضرب قذف (تہمت) کی ضرب سے زیادہ شدید ہے۔

پہلے شراب نوشی کی حد میں اختلاف تھا۔ عبدالرحمن بن ازھر بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو نشہ میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے کہا جو آپ کے پاس تھے، تمہارے ہاتھ میں جو چیز آئے اس سے اس کو مارو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹی اٹھا کر اس پر ماری، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو نشہ میں تھا، انہوں نے اس کو چالیس کوڑے مارے۔

ابن وبرہ کلبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا حضرت خالد بن ولید نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے، انہوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ لوگ اب شراب بہت پینے لگے ہیں اور اس کی سزا معمولی سمجھتے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا یہ کبار اصحاب تمہارے سامنے بیٹھے ہیں ان سے پوچھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری رائے یہ ہے کہ جب آدمی نشہ میں ہوتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور جب ہذیان بکتا ہے تو لوگوں پر تہمت لگاتا ہے اور تہمت لگانے والے کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔ حضرت عمر نے مجھ سے کہا حضرت علی نے جو کہا ہے وہ حضرت خالد کو پہنچا دو پھر انہوں نے اسی (۸۰) کوڑے مارے اور حضرت عمرؓ نے بھی اسی (۸۰) کوڑے مارے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنے میں مذاہب فقہاء

اگر زانی مرد یا زانیہ عورت محصن نہ ہو تو قرآن مجید میں اس کی سزا سو کوڑے مارنا بیان فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:
(النور: ۲) زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کے سو کوڑے مارو۔
بعض احادیث میں سو کوڑے مارنے کے علاوہ ایک سال کے لئے شہر بدر کرنے کا بھی حکم ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۳۰۹ میں ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا غیر شادی کے زنا کی حد میں سو کوڑوں کے علاوہ شہر بدر کرنا بھی داخل ہے یا نہیں؟

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ غیر شادی شدہ کے زنا کرنے کی حد میں جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے شہر بدر بھی کیا جائے۔ خلفاء راشدین سے بھی یہی مروی ہے، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے، فقہاء تابعین میں سے عطاء، طاؤس، ثوری، ابن ابی لیلیٰ اور ابوثور کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن حسن یہ کہتے ہیں کہ شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں کو شہر بدر کرنا انہیں فتنہ میں ڈالنے کے لئے کافی ہے، اور ابن مسیب سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو شراب نوشی کی بناء پر خیبر میں جلاوطن کر دیا۔ وہ ہرقل کے پاس جا کر نصرانی ہو گیا تب حضرت عمر نے فرمایا: اس کے بعد میں کبھی کسی کو شہر بدر نہیں کروں گا۔ نیز اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف کوڑے لگانے کا حکم دیا ہے اور اگر شہر بدر کرنے کو واجب قرار دیا جائے تو نص قرآن پر زیادتی لازم آئے گی۔

(المغنی مع الشرح الکبیر ۱۰ ص ۱۳۰، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ)

زانی اور زانیہ کو شہر بدر کرنے میں فقہاء احناف کا موقف اور دلائل

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: غیر شادی شدہ کی حد میں کوڑوں اور شہر بدر کرنے کو جمع نہیں کیا جائے گا امام شافعی حد میں ان دونوں سزاؤں کو جمع کرتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)
کنوارہ کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے شہر بدر کر دو۔
نیز اس سے زنا کا دروازہ بند ہو جائے گا، کیونکہ دوسرے شہر میں ان کے جان پہچان والے کم ہوں گے۔
علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فاجلدوا پس کوڑے مارو، اللہ تعالیٰ نے کل سزا سو کوڑے بیان کی ہے اور اس کے علاوہ کنوارے شخص کی اور کوئی سزا بیان نہیں کی (پس اگر ایک سال شہر بدر کرنے کو زنا کی حد کا جز قرار دیا جائے تو اخبار آحاد سے نص قرآن پر زیادتی لازم آئے گی اور یہ جائز نہیں ہے، اس کے برخلاف شادی شدہ کو رجم کرنا اخبار آحاد سے نہیں بلکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور احادیث متواترہ سے قرآن مجید کے عام کو خاص کرنا جائز ہے، اس لئے یہ کہا جائے گا کہ قرآن مجید میں الزانی سے مراد کنوارہ زانی ہے اور کوڑے مارنے کا حکم کنواروں کے بارے میں ہے اور شادی زدہ زانی کی سزا یعنی اس کو رجم کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت کی جائے گی۔

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں: زانی کو شہر بدر کرنا زنا کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے کیونکہ اپنے شہر میں تو خاندان والوں سے حیاء آئے گی اور دوسرے شہر میں اس کو زنا کرنے سے کوئی حجاب نہیں ہوگا۔ نیز دوسرے شہر میں اس کے کھانے، پینے، رہائش، کپڑوں اور علاج معالجہ کی ضروریات کا کوئی کفیل نہیں ہوگا اس وجہ سے یہ خطرہ ہے کہ شہر بدر کی ہوئی عورتیں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے زنا کو کسب معاش بنالیں اور یہ زنا کی بدترین قسم ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: فتنہ میں مبتلا کرنے کے لئے شہر بدر کرنا کافی ہے۔ اور جس حدیث میں کنوارے کی حد میں کوڑوں اور شہر بدر کرنے کو جمع کیا ہے وہ اسی طرح منسوخ ہے جس طرح اس حدیث کا وہ حصہ منسوخ ہے جس میں شادی شدہ کی حد میں رجم اور کوڑوں کو جمع کیا گیا ہے، کیونکہ پوری حدیث اس طرح ہے کنوارہ، کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے شہر بدر کردو۔ اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور پتھروں سے رجم کردو۔ (صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد)

علامہ ابوالحسن کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں کوڑے مارنے کے ساتھ شہر بدر کرنے کا حکم ہے اسی حدیث میں رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا بھی ذکر ہے اور جب جمہور فقہاء باوجود اس حدیث کے رجم کی سزا کے ساتھ کوڑے مارنے کا اضافہ نہیں کرتے تو کنوارے کی سزا میں کوڑے مارنے کے ساتھ شہر بدر کرنے کا اضافہ کیوں کرتے ہیں۔ یہ صراحتاً ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ ترجیح یا بالمرجوع ہے کیونکہ اس سے قرآن مجید کی ذکر کردہ حد پر زیادتی لازم آتی ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواسی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: شادی شدہ کی حد میں رجم کے ساتھ کوڑوں کو جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا ان کو جمع کرنا واجب ہے پہلے کوڑے لگائے جائیں پھر رجم کیا جائے۔ حضرت علی، حسن بصری، اسحاق بن راہویہ، داؤد، اہل ظاہر اور بعض اصحاب شافعی کا یہی قول ہے، اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ صرف رجم کرنا واجب ہے۔ قاضی عیاض نے بعض محدثین سے نقل کیا ہے کہ جب شادی شدہ زانی بوڑھا ہو تو کوڑے لگا کر رجم کیا جائے اور اگر جوان ہو تو صرف رجم کیا جائے۔ یہ مذہب باطل اور بے اصل ہے۔ اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ احادیث کثیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ کو صرف رجم کرنے پر اقتصار کیا جیسا کہ حضرت ماعز اور غامدیہ کے قصہ سے ظاہر ہے (صحیح مسلم ج ۲ ص ٦٥ مطبوعہ نور محمد) نیز احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ کو صرف کوڑے مارے اور شہر بدر نہیں کیا اور کثیر آثار صحابہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ہم انشاء اللہ عنقریب واضح کریں گے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: ہاں! اگر امام کے نزدیک شہر بدر کرنے میں مصلحت ہو تو وہ جس قدر عرصہ مناسب سمجھے شہر بدر کرسکتا ہے، یہ تعزیر اور سیاست ہے کیونکہ بعض اوقات اس کا فائدہ ہوتا ہے اس لئے یہ امر امام کی رائے پر موقوف ہے اور بعض صحابہ سے جو شہر بدر کرنے کی روایت ہے وہ بھی تعزیر اور سیاست پر محمول ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۴۹۳۔ ۴۹۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور فقہاء احناف کے دلائل

ائمہ ثلاثہ نے شہر بدر کرنے کی جن روایات سے استدلال کیا ہے وہ صرف تین صحابہ کی روایات ہیں حضرت عبادہ بن صامت،

حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ، اور جو روایت صرف تین صحابہ سے مروی ہو وہ خبر متواتر یا خبر مشہور نہیں ہے صرف خبر واحد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ احادیث خبر مشہور ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ نبی ﷺ نے کسی غیر شادی شدہ زانی کو شہر بدر کیا یا شہر بدر کرنے کا حکم دیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی ﷺ نے یہ فعل بطور حد کیا ہو بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے یہ فعل بطور تعزیر کیا ہو لہٰذا ان احادیث سے شہر بدر کرنے کا حد ہونا ثابت نہیں ہوا۔

غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں احادیث

امام ابوداؤد کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص نے آکر یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے جس کا اس نے نام بھی لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے پاس کسی شخص کو بھیج کر اس سے اس کے متعلق پوچھا اس عورت کا زنا کرنے سے انکار کیا تو آپ نے اس شخص کو کوڑے مارے اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٤٦٦، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو بکر بن لیث کا ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے چار بار یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے، آپ نے اس کو سو کوڑے لگائے پھر آپ نے فرمایا: اس عورت کے خلاف گواہ لاؤ، عورت نے کہا خدا کی قسم یا رسول اللہ! یہ شخص جھوٹا ہے، پھر آپ نے اسی کو اسی کوڑے حد قذف لگائی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٤٦٧)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو بکر لیث کا ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے چار با یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے، آپ نے اس کو سو کوڑے لگائے پھر آپ نے فرمایا: اس عورت کے خلاف گمراہ لاؤ، عورت نے کہا خدا کی قسم یا رسول اللہ! یہ شخص جھوٹا ہے، پھر آپ نے اس کو اسی کوڑے حد قذف لگائی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٤٦٧)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے یہ پوچھا گیا کہ اگر غیر شادی شدہ باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا جب وہ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو، اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو، پھر اس کو بیچ دو خواہ رسی کے ایک ٹکڑے کے عوض بیچنا پڑے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۸۳۷، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۰٤، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٤٦٩، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱٤۳۳)

ان دونوں حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے غیر محصن کو حد میں سو کوڑے مارے یا سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور ایک سال کے لئے شہر بدر کیا نہ شہر بدر کرنے کا حکم دیا اس لئے جن احادیث میں شہر بدر کرنے کا حکم ہے وہ سیاست پر محمول ہیں۔

رجم کی تحقیق

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ مسلمان مرد یا عورت زنا کرے تو اس کی حد رجم ہے اور فقہاء اسلام میں سے

کسی مستند شخص نے اس اجماع کی مخالفت نہیں کی۔ بعض خارجیوں نے اس اجماع کی اگر مخالفت کی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ ہمارے زمانے میں منکرینِ حدیث کی ایک جماعت پیدا ہوئی جنہوں نے سنت کی حجیت کا انکار کیا اور مستشرقین نے اسلام کے خلاف جو کچھ زہر اُگلا اس کو انہوں نے قبول کرلیا۔ ان لوگوں نے جہاں اسلام کے اور بہت سے اجماعی اور مسلمہ عقائد کا انکار کیا ہے ان میں سے ایک رجم کا مسئلہ ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں زانی کی سزا صرف کوڑے مارنا ہے اور جن احادیث میں رجم کا ذکر ہے وہ اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے قرآن مجید کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے۔

منکرین سنت کا یہ قول قطعاً باطل اور مردود ہے اوّل تو یہ غلط ہے کہ قرآن مجید میں رجم کا اصلاً ذکر نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاراً رجم کا ذکر موجود ہے جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب ہم واضح کریں گے اور ثانیاً یہ مفروضہ بھی غلط ہے کہ رجم کا حکم اخبار آحاد سے ثابت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رم کا حکم پچاس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے اور یہ احادیث معناً اخبار متواترہ ہیں۔

قرآن مجید سے رجم کا ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (المائدۃ:٤٣)

اور وہ کیسے آپ کو منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے!

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ (جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ٤٣٢٥ میں ہے) یہود زنا کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اگر وہ منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اس پر عمل کرنا اور اگر رجم کا حکم دیں تو ان سے دور رہنا۔

علامہ ابن کثیر نے ان آیات کے شانِ نزول میں لکھا ہے کہ سنن ابوداؤد میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کا مقدمہ لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا، آپ نے فرمایا تم اپنے مذہب کے دو سب سے بڑے عالموں کو لاؤ وہ صوریا کے دو بیٹوں کو لائے آپ نے ان کو قسم دے کر پوچھا ان زنا کرنے والوں کا حکم تورات میں کیا لکھا ہے؟ انہوں نے کہا تورات میں ہے کہ جب چار آدمی یہ گواہی دیں کہ انہوں نے ان کو اس طرح زنا کرتے دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں جاتی ہے تو ان کو رجم کردیا جائے، آپ نے فرمایا تم ان کو رجم کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا ہماری حکومت چلی گئی اور ہم قتل کو ناپسند کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہوں کو بلایا اور چار آدمیوں نے آکر یہ گواہی دی کہ انہوں نے اس طرح دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے، تب رسول اللہ و نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات کے حکم کے مطابق انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ٢ ص ٢٩۔٢٨، دار الفکر بیروت، ١٤١٩ھ)

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (تفسیر کبیر ج ٤ ص ٣٦٢)

اس آیت میں حکم اللہ سے مراد بالخصوص رجم ہے کیونکہ یہودیوں نے رخصت حاصل کرنے کے لئے آپ کو حکم بنایا تھا۔

قرآن مجید اور احادیث میں جو یہ ذکر ہے کہ تورات میں حکم اللہ یعنی رجم موجود ہو، اس کی تفصیل تورات میں حسب ذیل ہے:

پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے۔ تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر

نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا (استثناء:۲۲۔۲۱)

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں لڑکی کو اس لئے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لئے کہ اس نے اپنی ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا (استثناء:۲۴۔۲۳)

یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ تورات میں آج تک یہ آیت موجود ہے حالانکہ ہر دور میں تورات میں تحریف ہوتی رہی، بلکہ قدرت خداوندی دیکھئے کہ یہ آیت انجیل میں بھی موجود ہے، یوحنا کی انجیل میں ہے:

اور فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اسے بیچ میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا اے استاد! یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہے۔ توریت میں موسیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کریں۔ پس تو اس عورت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ انہوں نے اسے آزمانے کے لئے یہ کہا تا کہ اس پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکالیں مگر یسوع جھک کر انگلی سے زمین پر لکھنے لگا جب وہ اس سے سوال کرتے ہی رہے تو اس نے سیدھے ہو کر ان سے کہا کہ جو تم میں بے گناہ ہو وہی پہلے اس کو پتھر مارے (یوحنا: باب ۸ آیت:۸۔۲)

تورات اور انجیل کے ان اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا کہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم پچھلی آسمانی کتابوں میں موجود تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اس وقت (نزول قرآن کے وقت) کی موجودہ کتابوں کا جو مصدق قرار دیا ہے وہ اسی حکم کے اعتبار سے ہے اور اللہ کی قدرت ہے کہ ہزار ہا تحریفات کے باوجود رجم کا یہ حکم تورات اور انجیل میں آج بھی موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دو زانی یہودیوں کے متعلق جو رجم کا فیصلہ فرمایا تھا اس کے متعلق سورۂ مائدہ میں جو آیات نازل ہوئی تھیں، اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (المائدہ:۴۸)

ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے اور آنحالیکہ یہ ان آسمانی کتابوں کی مصدق اور نگہبان ہے جو اس کے سامنے ہیں سو آپ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کیجئے اور جو حق کے پاس آیا ہے، اس سے دور ہو کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ لگیے۔

نبی ﷺ کے سامنے آسمانی کتابیں تورات اور انجیل موجود تھیں اور خود قرآن مجید ناطق اور شاہد ہے کہ ان کتابوں میں تحریف کی جا چکی ہے، ان کے باوجود قرآن مجید فرماتا ہے کہ قرآن کا مصدق اور نگہبان ہے اور جس چیز کا قرآن مجید مصدق ہے وہ رجم کا حکم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم اللہ قرار دیا ہے اور اسی کا قرآن مجید نگہبان ہے اور یہ وجہ ہے کہ آئے دن کی تحریفات کے باوجود تورات اور انجیل میں رجم کا حکم آج بھی موجود ہے اور یہ قرآن مجید کا معجزہ اور اس کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔

رجم کی منسوخ التلاوت آیت

امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

عرض کیا: اس آیت کو لکھ دیجئے تو آپ نے اس بات کو ناپسند کیا، اور جب غیر شادی شدہ بوڑھا زنا کرے تو اس کو صرف کوڑے لگائے جاتے ہیں اور جب شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کو رجم کیا جاتا ہے، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کو روایت کیا۔ (المستدرک ج ٤ ص ٣٦٠، مکہ مکرمہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے متعدد طرق اور اسانید سے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور انہوں نے اس کے منسوخ التلاوت ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کے الفاظ میں اختلاف ہے بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں:

انہوں نے جو لذت حاصل کی ہے (اس وجہ سے رجم کرو)

نیز اس آیت کے الفاظ کے عموم پر عمل نہیں ہوتا کیونکہ مطلقاً بوڑھے شخص کو رجم نہیں کیا جاتا بلکہ اس بوڑھے شخص کو رجم کیا جاتا ہے جو شادی شدہ ہو اور اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص نے واضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ (فتح الباری ج ١٢ ص ١٤٣، لاہور)

اس آیت کے منسوخ التلاوت ہونے پر ایک دفعہ ایک فاضل شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ حدیث میں ہے: (مشکوٰۃ ص ٣٢)

میرا کلام، کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرتا

پھر حدیث سے یہ آیت کیسی منسوخ ہوگئی؟ میں نے اس کے جواب میں کہا کلام اللہ سے مراد قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے الفاظ منضبط ہیں اور وہ الفاظ تواتر سے ثابت ہیں اور اس آیت کے الفاظ غیر منضبط ہیں اور ان الفاظ کا ثبوت تواتر سے نہیں ہے اس لئے یہ الفاظ قرآن مجید نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کے منسوخ التلاوت ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

آیت رجم کی بحث

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: لوگو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کا کہنا میرے لئے مقدر کر دیا گیا ہے، میں نہیں جانتا شاید میری موت میرے سامنے ہو، جو شخص میرے بات کو سمجھ کر اسے یاد رکھے اسے چاہیے کہ جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہو وہاں تک میری بات لوگوں کو بتا دے اور جسے خوف ہو کہ اس بات کو نہ سمجھ سکے گا تو میں اسے اپنے اوپر جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا وہ بات یہ ہے کہ "بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے وہ آیت پڑھی اور اسے سمجھ اور اسے یاد رکھا، رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور حضور کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ مجھے خوف ہے کہ طویل زمانہ گزر جانے کے بعد کوئی کہنے والا کہہ دے کہ خدا کی قسم اللہ کی کتاب میں ہم رجم کی آیت نہیں پاتے تو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں۔ اللہ کی کتاب میں رجم برحق ہے ہر اس آزاد مرد اور عورت پر جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا، بشرطیکہ شرعی گواہ قائم ہو جائیں یا (عورت کا) حمل ظاہر ہو جائے یا اقرار ہو۔ (بخاری شریف جلد ثانی ص ١٠٠٩، صحیح مسلم ج ٢ ص ٦٥، موطا امام مالک ص ٦٨٥)

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن مجید کی آیت الزانیۃ والزانی میں سو کوڑوں کی سزا کا ذکر آزاد غیر شادی شدہ زانی

اور زانیہ کے لیے ہی ہے اور رجم کی سزا کا تعلق غیر شادی شدہ سے نہیں بلکہ وہ شادی شدہ کے لئے مخصوص ہے۔ صرف اتنی بات میں وارد ہے اور ہم بار ہا بتا چکے ہیں کہ وہ احادیث جن میں رجم کی سزا مذکور ہے وہ متواتر المعنی ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہیں جس طرح قرآن کی آیات وحی الٰہی ہیں اسی طرح سنت اور حدیث نبوی بھی وحی الٰہی ہے اور اسی بناء پر اس کا دلیل شرعی ہونا ہم قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں، جو چیز قرآن سے ثابت ہو، اس سے جس حکم کا ثبوت ہو جائے وہ عین قرآن کے مطابق ہے، اسے خلاف قرآن کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

دیکھئے قبلہ اولیٰ کے قبلہ ہونے کا حکم قرآن میں وارد نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے، اسی طرح پانچ نمازیں، ان کی تعداد رکعات اور ادا کرنے کی ترتیب مثلاً نماز میں رکوع، سجود، قیام اور قعود اوعران سب ارکان کی ترتیب سب سنت نبوی سے ثابت ہے، اگر سنت اور حدیث کو نظر انداز کر کے صرف اقیمو الصلوٰۃ اور اتو الزکوٰۃ کو سامنے رکھ لیا جائے تو نہ اقامت صلوٰۃ کے حکم پر عمل ہو سکتا ہے نہ ہی ایتاء زکوٰۃ کے فریضہ سے سبکدوش ہونا ممکن ہے اس لئے سنت اور حدیث کو لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا تا کہ قرآن کے معنی سمجھ میں آجائیں اور مرادِ الٰہی کے مطابق احکام قرآنیہ پر عمل کرنا ممکن ہو۔

آیت رجم کا نزول اور اس کا منسوخ التلاوت ہونا احادیث صحیحہ کی روشنی میں واضح ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود ہم نزول الفاظ اور نسخ تلاوت کے قطعی اور متواترہ کا قول نہیں کرتے لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ رجم کے معنی تواتر اور قطعیت کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (المائدہ:۴۳)

اور اے رسول وہ یہودی کس طرح آپ کو اپنا حکم بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے، جس میں اللہ کا حکم پایا جاتا ہے۔ (مقالات کاظمی ج۲ ص۴۰۰۔۳۹۹، مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۴۰۷ھ)

رجم کی احادیث متواترہ

رجم کی صحیح مرفوع متصل احادیث ترپن (۵۳) صحابہ سے مروی ہیں جن کو مسلم اور مستند جلیل القدر محدثین نے اپنی تصانیف میں متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ ثقہ تابعین کی چودہ (۱۴) مرسل روایات ہیں چودہ (۱۴) آثار صحابہ اور پانچ (۵) فتاویٰ تابعین ہیں جن کو اکابر محدثین اسانید کثیرہ کے ساتھ اپنی مصنفات میں درج کیا ہے یہ کل چھیاسی (۸۶) احادیث ہیں۔ ہم نے جن اعداد و شمار کا ذکر کیا ہے، یہ ان کتب احادیث سے حاصل کئے گئے ہیں جو ہمارے پاس موجود اور دستیاب ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار کتب احادیث ہیں جو ہماری دسترس سے باہر ہیں اس لئے حتمی اور قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا ہے کہ رجم کے سلسلہ میں کتنی احادیث مرفوعہ، مرسلہ، آثار صحابہ اور فتاویٰ تابعین موجود ہیں۔ بہر حال ہم نے جو اعداد و شمار تتبع اور تلاش سے حاصل کئے ہیں ان کی بناء پر یہ اطمینان اور یقین ہو جاتا ہے کہ رجم کا ثبوت جن احادیث سے ہے وہ معناً متواتر ہیں اور اس عدد سے اس بات پر شرح صدر ہو جاتا ہے کہ یہ احادیث اس قوت میں ہیں کہ ان سے قرآن مجید کی وضاحت کی جا سکتی ہے اور ان احادیث متواترہ کی بناء پر یہ قول صحیح اور برحق ہے کہ قرآن مجید میں جس زانیہ اور زانی کو سزا سو کوڑے مارنا بیان ہے اس سے آزاد اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) زانی اور زانیہ مراد ہیں۔ رہے آزاد اور محصن (شادی شدہ) زانیہ اور زانی تو ان کی حد رجم کرنا ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں

اس کا بیان ہے۔

منکرین رجم یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ سنت سے قرآن مجید کے عموم قطعی کی تخصیص کیسے کی جا سکتی ہے؟ اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ الزانیہ والزانی میں عموم قطعی نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں باندیوں کے زنا کی سزا کے متعلق ہے: (النساء: ۲۵) یعنی باندیوں کی سزا آزاد عورتوں کی سزا کا نصف ہے۔

یعنی باندیوں کی سزا پچاس کوڑے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آیت نور میں جو زانیوں کی سزا سو کوڑے بیان کی گئی ہے اس سے ہر زانی اور زانیہ مراد نہیں ہے بلکہ آزاد زانیہ اور زانی مراد ہے کیونکہ باندیوں کی سزا سورۃ نساء میں اس کی نصف بیان کی گئی ہے اور جب اس آیت میں خود قرآن مجید سے تخصیص ہوگئی تو اس کا عموم قطعی نہ رہا اور یہ ہر زانیہ اور زانی کو شامل نہیں ہے، اس لئے اگر سنت متواترہ سے اس میں تخصیص کی جائے اور اس بناء پر اس کو غیر شادی شدہ زانیوں کے ساتھ مختص قرار دیا جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے!

رہے آزاد اور شادی شدہ زانی تو ان کی سزا رجم ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں اس کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی اور مومنوں پر اس (نکاح) کو حرام کر دیا گیا ہے۔ (النور: ۳)

زانیہ کے لئے صرف زانی سے نکاح کی اجازت کی احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ام مھزول نامی ایک عورت سے نکاح کرنے کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی وہ عورت زنا کرتی تھی اور اس پر اُجرت لیتی تھی تو نبی ﷺ نے اس شخص کے سامنے یہ آیت پڑھی: .... (النور: ۳)

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۹ قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: ۶۴۸۰، ۷۰۹۹، ۷۱۰۰، شیخ احمد محمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کے راویوں کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ حاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۳۵ ۔ ۳۴ دار الحدیث قاہرہ، المعجم الاوسط رقم الحدیث: ۱۸۱۹، حافظ الہیثمی نے کہا امام احمد کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۴، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۵۳، المستدرک ج ۲ ص ۲۹۶)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مرثد بن ابی مرثد ایک ایسا شخص تھا جو مکہ سے قیدیوں کو لا کر انہیں مدینہ پہنچاتا تھا، مکہ میں ایک زانیہ عورت تھی جس کا نام عناق تھا وہ مرثد کی دوست تھی، اس نے مکہ کے کسی قیدی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کو مدینہ پہنچائے گا، اس نے کہا میں مکہ گیا حتیٰ کہ ایک چاندنی رات میں، میں مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے سائے پہنچا پس عناق آگئی۔ میں نے دیوار کے ساتھ کسی شخص کا سایا دیکھا تھا میں جب وہاں پہنچا تو میں نے اس کو پہچان لیا، اس نے کہا مرثد ہے؟ میں نے کہا مرثد ہوں، اس نے کہا خوش آمدید، میرے پاس آؤ، میں اس رات اس کے پاس ٹھہرا۔ میں نے اسے کہا اے عناق! اللہ نے زنا کو حرام کر دیا ہے، اس عورت نے (مکہ کے لوگوں سے) کہا اے خیمے والو! یہ شخص تمہارے قیدیوں کو چھڑا کر لے جاتا ہے، سو آٹھ آدمیوں نے میرا پیچھا کیا میں الخندمہ (مکہ کا ایک پہاڑ) کی طرف گیا اور کسی غار

میں گھس گیا وہ غار کے سر پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے وہاں پیشاب کیا اور ان کا پیشاب میرے سر پر پڑا، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مجھ سے اندھا کر دیا، میں اپنے اس (قیدی) ساتھی کے پاس پلٹا وہ بہت بھاری جسم کا تھا حتیٰ کہ اذکر گھاس کے پاس پہنچا اور میں نے اس کی بیڑیاں کھولیں، پھر میں اس کو اٹھا کر لے گیا اور وہ بھی میری مدد کرتا رہا، حتیٰ کہ میں اسے لے کر مدینہ پہنچ گیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں عناق سے نکاح کر لوں؟ میں نے یہ سوال دو مرتبہ کیا، رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور مجھ کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: زانی مرد صرف زانیہ عورت یا مشرک عورت سے نکاح کرے گا، اور زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی اور مومنوں پر اس (نکاح) کو حرام کر دیا گیا ہے۔ (النور: ۳)

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۷۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۱، سنن النسائی رقم الحدیث: ۳۲۲۸، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۱۵۳)

زانیہ سے مومن کے نکاح کی ممانعت کی توجیہات

سورۃ النور: ۳، اور مذکور الصدر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان مرد زانیہ عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اور کوئی مسلمان عورت زانی مرد سے نکاح نہیں کر سکتی، اس مسئلہ میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

(۱) یہ ممانعت عام نہیں ہے بلکہ ام مہزول اور عناق کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ ابھی احادیث کے حوالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(۲) ابوصالح نے کہا یہ ممانعت اہل الصفہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۳) حسن بصری نے کہا یہ ممانعت ہر زانی اور ہر زانیہ کے لئے عام نہیں ہے بلکہ اس زانی اور زانیہ کے ساتھ مخصوص ہے جس کو حد میں کوڑے لگ چکے ہوں اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس زانی کو کوڑے مارے جا چکے ہوں، وہ صرف اپنی مثل کے ساتھ نکاح کرے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۰۵۲، المستدرک ج ۲ ص ۲۶۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۴، کنز العمال رقم الحدیث: ۴۴۲۹۷)

(۴) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اکثر اور غالب زنا کرنے والے اپنی مثل زانیہ سے ہی نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔ کرخی نے کہا ہے کہ فاسق خبیث جو زنا کرتا ہے وہ کسی نیک خاتون سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتا، وہ اپنی مثل فاسقہ یا مشرکہ سے نکاح کرنے کو پسند کرتا ہے، اسی طرح فاسقہ خبیثہ عورت کسی نیک باشرع اور متقی مرد سے نکاح کرنے کو پسند نہیں کرتی بلکہ اس سے متنفر ہوتی ہے (جیسا کہ اس دور میں آزاد اور فیشن ایبل الٹرا ماڈرن لڑکیاں کسی نمازی داڑھی رکھنے والے شخص سے نکاح کرنے سے نفرت کرتی ہیں) بلکہ وہ اپنے جیسے فاسق (آزاد فیشن زدہ) مرد سے نکاح کرنے کو پسند کرتی ہیں اور یہ حکم عام، اکثر اور غالب افراد کے اعتبار سے ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نیک کام تو صرف پرہیز گار لوگ کرتے ہیں حالانکہ بعض اوقات فاسق لوگ بھی نیک کام کر لیتے ہیں، اسی طرح اس آیت کا محمل یہ ہے کہ زنا کرنے والا مرد اور زنا کرنے والی عورت صرف اپنے جیسے شخص سے نکاح کرنا پسند کرتے

ہیں۔

زانیہ سے مؤمن کے نکاح کی ممانعت کا منسوخ ہونا

(٥) علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٧ھ لکھتے ہیں: (النور: ۳۲)

تم میں سے جو مرد اور عورت بے نکاح ہوں، ان کا نکاح کردو اور اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا بھی۔

اس آیت میں مطلقاً بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ زنا کار ہوں یا نہ ہوں اور جن سے ان کا نکاح کیا جائے خواہ وہ زنا کار ہوں یا نہ ہوں۔

ابوجعفر النحاس نے کہا یہ اکثر فقہاء اور اہل فتویٰ کا قول ہے کہ جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہو اس کے لئے اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے اور اس کے علاوہ دوسرے شخص کے لئے بھی اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمر، سالم، جابر بن زید، عطا، طاؤس، امام مالک بن انس اور امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی نے کہا سعید بن مسیب کا قول صحیح ہے کہ یہ آیت ان شاء اللہ منسوخ ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا اور دونوں کو سو سو کوڑے مارے پھر ان کا ایک دوسرے کیساتھ نکاح کر دیا اور ان کو ایک سال کے لئے شہر بدر کر دیا۔ حضرت عمر، ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا اوّل زنا ہے اور اس کا آخر نکاح ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے باغ سے پھل چوری کرے پھر اس کے مالک سے اس باغ کے پل خرید لے، اس نے جو چوری کی تھی وہ حرام ہے اور جو مال خریدا ہے وہ حلال ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اسی اثر سے استدلال کیا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن جز ۱۲ ص ۱۰۷۔۱۰٦ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱٤١٥ھ، تبیان القرآن، سورہ نور، لاہور)

4414- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ، عَنْ شِبْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: السَّبِيلُ: الْحَدُّ قَالَ سُفْيَانُ: (فَآذُوهُمَا) (النساء: 16): الْبِكْرَانِ، (فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ) (النساء: 15): الثَّيِّبَاتُ

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "السبیل" سے مراد حد ہے۔ سفیان کہتے ہیں: ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ، اس سے مراد یہ ہے: جب وہ کنوارے ہوں، ان کو گھروں میں روک لو، اس سے مراد وہ عورتیں ہیں، جو شادی شدہ ہوں۔

4415- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذُوا عَنِّي، خُذُوا

4415- إسناده صحيح. الحسن: هو ابن أبي الحسن البصري، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسي، ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وأخرجه مسلم (1690)، وابن ماجه (2550)، والنسائي في "الكبرى" (7105) من طريق قتادة بن دعامة، بهذا الإسناد. وأخرجه النسائي (7104) من طريق يونس بن عبيد، عن الحسن البصري، به. وهو في "مسند أحمد" (22666) و (22703)، و"صحيح ابن حبان" (4427) و (4443).

عَنِّي. قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا: الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَمْيٌ بِالْحِجَارَةِ، وَالْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مجھ سے احکام حاصل کرلو، مجھ سے احکام حاصل کرلو، اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے طریقہ مقرر کردیا ہے:

''شادی شدہ نے اگر شادی شدہ کے ساتھ زنا کیا ہو، تو انہیں ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے اور پتھر مارے جائیں گے، کنوارہ اگر کنواری کے ساتھ زنا کرتا ہے، تو ایک سو کوڑے لگائیں جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کردیا جائے گا''

4416 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَسَنِ، بِإِسْنَادِ يَحْيَى وَمَعْنَاهُ، قَالَ: جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''ایک سو کوڑے ہوں گے اور سنگسار کرنا ہوگا''

4417 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ رَوْحِ بْنِ خُلَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ يَعْنِي الْوَهْبِيَّ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دَلْهَمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِهٰذَا الْحَدِيثِ - فَقَالَ نَاسٌ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ: يَا أَبَا ثَابِتٍ، قَدْ نَزَلَتِ الْحُدُودُ، لَوْ أَنَّكَ وَجَدْتَ مَعَ امْرَأَتِكَ رَجُلًا كَيْفَ كُنْتَ صَانِعًا؟ قَالَ: كُنْتُ ضَارِبَهُمَا بِالسَّيْفِ حَتَّى يَسْكُتَا، أَفَأَنَا أَذْهَبُ فَأَجْمَعُ أَرْبَعَةَ شُهَدَاءَ؟ فَإِلَى ذٰلِكَ قَدْ قَضَى الْحَاجَةَ، فَانْطَلَقُوا فَاجْتَمَعُوا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَمْ تَرَ إِلَى أَبِي ثَابِتٍ قَالَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفَى بِالسَّيْفِ شَاهِدًا ثُمَّ قَالَ: لَا لَا، أَخَافُ أَنْ يَتَتَابَعَ فِيهَا السَّكْرَانُ وَالْغَيْرَانُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى وَكِيعٌ، أَوَّلَ هٰذَا الْحَدِيثِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ دَلْهَمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَإِنَّمَا هٰذَا إِسْنَادُ حَدِيثِ ابْنِ الْمُحَبِّقِ، أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْفَضْلُ بْنُ دَلْهَمٍ لَيْسَ بِالْحَافِظِ، كَانَ قَصَّابًا بِوَاسِطَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: (جب یہ آیت نازل ہوئی:) تو کچھ لوگوں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوثابت! حدود کا حکم نازل ہوگیا ہے، اگر آپ اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پاتے ہیں، تو آپ کیا کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا: میں انہیں تلوار مار کر خاموش کردوں گا (یعنی قتل کردوں گا) کیا میں اس موقع پر چار گواہ ڈھونڈنے جاؤں گا؟ اتنی دیر تک وہ اپنی خواہش پوری کرکے چلا بھی گیا ہوگا، لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے

ہوئے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ نے ابوثابت کو ملاحظہ فرمایا؟ اس نے یہ بات کہی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (اس طرح کی صورت حال میں) گواہ کے طور پر تلوار ہی کافی ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ نشے کے شکار لوگ اور غصے کے تیز لوگ یکے بعد دیگرے ایسا کرنا شروع کر دیں گے"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، یہ سند حضرت ابن محبق رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی کی کنیز کے ساتھ صحبت کر لی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فضل بن دلہم نامی راوی حافظ حدیث نہیں ہے، یہ واسط میں قصاب تھا۔

4418- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ عُمَرَ يَعْنِي ابْنَ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَطَبَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، فَكَانَ فِيمَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةُ الرَّجْمِ، فَقَرَأْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا، وَرَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا مِنْ بَعْدِهِ، وَإِنِّي خَشِيتُ إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ الزَّمَانُ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ: مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللهُ تَعَالَى، فَالرَّجْمُ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا كَانَ مُحْصَنًا، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ حَمْلٌ، أَوِ اعْتِرَافٌ، وَايْمُ اللهِ لَوْلَا أَنْ يَقُولَ النَّاسُ: زَادَ عُمَرُ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، لَكَتَبْتُهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا اور ان پر کتاب نازل کی، تو جو کچھ آپ پر نازل ہوا، اس میں سنگسار کرنے سے متعلق آیت بھی تھی، جسے ہم نے تلاوت کیا اور اسے محفوظ کیا، نبی اکرم ﷺ نے سنگسار کروایا، آپ کے بعد ہم نے بھی سنگسار کیا، مجھے یہ اندیشہ ہے کہ جب طویل زمانہ گزر جائے گا، تو کوئی شخص یہ نہ کہے: کہ ہمیں اللہ کی کتاب میں سنگسار کرنے سے حکم کے متعلق آیت نہیں ملتی، تو وہ شخص ایک ایسے فرض کو ترک کرنے کی وجہ سے گمراہ ہو جائے گا، جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا، سنگسار کرنا حق ہے، اس شخص کو جو زنا کا مرتکب ہوتا ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، جبکہ وہ شادی شدہ ہو اور اس کا جرم ثابت ہو جائے، یا عورت حاملہ ہو جائے، یا مجرم اعتراف کر لے، اللہ کی قسم! اگر لوگوں کے یہ کہنے کا اندیشہ نہ ہوتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کر دیا ہے، تو میں اس آیت کو نوٹ کروا دیتا۔

بَابُ رَجْمِ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ

باب: حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو سنگسار کرنے کا تذکرہ

4419- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ نُعَيْمِ بْنِ هَزَّالٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ يَتِيمًا فِي حِجْرِ أَبِي، فَأَصَابَ جَارِيَةً مِنَ الْحَيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي:

ائْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ لَكَ، وَإِنَّمَا يُرِيدُ بِذٰلِكَ رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ لَهُ مَخْرَجًا، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَعَادَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَعَادَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي زَنَيْتُ، فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللهِ، حَتّٰى قَالَهَا أَرْبَعَ مِرَارٍ، قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ قَدْ قُلْتَهَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَبِمَنْ؟ قَالَ: بِفُلَانَةٍ، فَقَالَ: هَلْ ضَاجَعْتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: هَلْ بَاشَرْتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: هَلْ جَامَعْتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ، فَأُخْرِجَ بِهِ إِلَى الْحَرَّةِ، فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ جَزِعَ فَخَرَجَ يَشْتَدُّ، فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُنَيْسٍ وَقَدْ عَجَزَ أَصْحَابُهُ، فَنَزَعَ لَهُ بِوَظِيفِ بَعِيرٍ فَرَمَاهُ بِهِ فَقَتَلَهُ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ لَعَلَّهُ أَنْ يَتُوبَ، فَيَتُوبَ اللهُ عَلَيْهِ

❁❁ یزید بن نعیم ہزال اپنے والد (نعیم بن ہزال) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ میرے والد (حضرت ہزال رضی اللہ عنہ) کا زیر پرورش یتیم لڑکا تھا، اس نے قبیلے کی ایک لڑکی کے ساتھ زنا کرلیا، تو میرے والد نے اس سے کہا: تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور تم نے جو کچھ کیا ہے، اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاؤ، تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے دعائے مغفرت کریں، میرے والد اس کے ذریعے یہ چاہتے تھے کہ اس کے لیے کوئی راستہ نکل آئے، راوی بیان کرتے ہیں: وہ شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق مجھے پر سزا لاگو کریں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیرلیا، اس نے دوبارہ عرض کی: یارسول اللہ! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کے مطابق مجھے سزا دیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیرلیا، اس نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کے تحت مجھے سزا دیں، یہاں تک کہ اس نے چار مرتبہ یہ کلمات کہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے چار مرتبہ یہ کلمات کہہ دیئے ہیں، تم نے کس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: فلاں عورت کے ساتھ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم اس کے ساتھ لیٹے تھے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے اس کے ساتھ صحبت کی تھی؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا، تو اسے پتھریلی زمین کی طرف لے جایا گیا جب اسے سنگسار کیا گیا اور اسے پتھر لگے، تو اسے تکلیف ہوئی تو وہ بھاگا، صرف عبداللہ بن انس اس تک پہنچ سکے، باقی لوگ اس تک نہیں پہنچ سکے، تو حضرت عبداللہ بن انس رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ کا پایا نکالا، وہ اسے مار کر اسے قتل کردیا، پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اس بات کا ذکر کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا؟ تاکہ وہ توبہ کرتا اور ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا۔

4420 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: ذَكَرْتُ لِعَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قِصَّةَ مَاعِزِ ابْنِ مَالِكٍ، فَقَالَ: لِي حَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ حَدَّثَنِي ذٰلِكَ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَهَلَّا تَرَكْتُمُوهُ مَنْ شِئْتُمْ مِنْ

رِجَالِ أَسْلَمَ مِمَّنْ لَا أَتَّهِمُ. قَالَ: وَلَمْ أَعْرِفْ هٰذَا الْحَدِيثَ. قَالَ: فَجِئْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، فَقُلْتُ: إِنَّ رِجَالًا مِنْ أَسْلَمَ يُحَدِّثُونَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمْ حِينَ ذَكَرُوا لَهُ جَزَعَ مَاعِزٍ مِنَ الْحِجَارَةِ حِينَ أَصَابَتْهُ: أَلَا تَرَكْتُمُوهُ، وَمَا أَعْرِفُ الْحَدِيثَ. قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ. كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَ الرَّجُلَ، إِنَّا لَمَّا خَرَجْنَا بِهِ فَرَجَمْنَاهُ، فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ صَرَخَ بِنَا: يَا قَوْمُ رُدُّونِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ قَوْمِي قَتَلُونِي، وَغَرُّونِي مِنْ نَفْسِي، وَأَخْبَرُونِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ قَاتِلِي، فَلَمْ نَنْزِعْ عَنْهُ حَتَّى قَتَلْنَاهُ. فَلَمَّا رَجَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَخْبَرْنَاهُ قَالَ: فَهَلَّا تَرَكْتُمُوهُ وَجِئْتُمُونِي بِهِ لِيَسْتَثْبِتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ. فَأَمَّا لِتَرْكِ حَدٍّ فَلَا. قَالَ: فَعَرَفْتُ وَجْهَ الْحَدِيثِ

ترجمہ: محمد بن اسحاق کہتے ہیں: میں نے عاصم بن عمر کے سامنے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا، تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: حسن بن محمد بن علی بن ابوطالب (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے حسن) نے مجھے یہ بات بتائی، وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں "کہ تم لوگوں نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا" مجھے یہ بتایا کہ تم اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والے جس شخص کے بارے میں یہ چاہو جس پر میں تہمت عائد نہیں کرتا (اس سے اس بارے میں پوچھ سکتے ہو) انہوں نے یہ بتایا: میں اس حدیث سے واقف نہیں تھا، میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، میں نے کہا: اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ یہ بات بیان کرتے ہیں کہ جب ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پتھر لگنے کی وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم لوگوں نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا؟ (میں نے کہا:) میں اس حدیث سے واقف نہیں ہوں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! میں اس حدیث کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں، میں ان لوگوں میں شامل تھا، جنہوں نے اسے پتھر مارے تھے، جب ہم اسے ساتھ لے کر نکلے اور ہم نے اسے پتھر مارنے شروع کیے، تو جیسے ہی اسے پتھر لگے اس نے پکار کر ہمیں کہا: اے لوگو! مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لے جاؤ، کیونکہ میری قوم نے مجھے مروا دیا ہے انہوں نے میری جان کے بارے میں مجھے غلط فہمی کا شکار کیا ہے، انہوں نے تو مجھے یہ بتایا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل نہیں کریں گے (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) لیکن ہم اس سے پیچھے نہیں ہٹے، یہاں تک کہ ہم نے اسے قتل کر دیا، جب ہم واپس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس بارے میں بتایا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا اور اسے میرے پاس لے کر کیوں نہیں آئے؟ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ثابت قدم رہنے کا کہتے، اس کا یہ مطلب نہیں تھا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حد کو ختم کر دینا تھا۔

راوی کہتے ہیں: تو مجھے حدیث کے اصل پس منظر کا پتہ چلا۔

4421 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي الْحَذَّاءَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ إِنَّهُ زَنَى، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَأَعَادَ عَلَيْهِ

مِرَارًا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَسَأَلَ قَوْمَهُ: أَمَجْنُونٌ هُوَ؟ قَالُوا: لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ قَالَ: أَفَعَلْتَ بِهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ، فَانْطُلِقَ بِهِ فَرُجِمَ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: انہوں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا، انہوں نے چند مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بات دہرائی، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنا منہ پھیر لیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کے افراد سے دریافت کیا: کیا یہ پاگل ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اسے کوئی بیماری نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے واقعی یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اسے سنگسار کر دیا جائے، تو اسے لے جایا گیا اور اسے سنگسار کر دیا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔

4422 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ جِيءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجُلًا قَصِيرًا، أَعْضَلَ، لَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ أَنَّهُ قَدْ زَنَى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَعَلَّكَ قَبَّلْتَهَا؟ قَالَ: لَا، وَاللهِ إِنَّهُ قَدْ زَنَى الْآخِرُ، قَالَ: فَرَجَمَهُ، ثُمَّ خَطَبَ، فَقَالَ: أَلَا كُلَّمَا نَفَرْنَا فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، خَلَفَ أَحَدُهُمْ لَهُ نَبِيبٌ كَنَبِيبِ التَّيْسِ يَمْنَحُ إِحْدَاهُنَّ الْكُثْبَةَ، أَمَا إِنَّ اللهَ إِنْ يُمَكِّنِّي مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ إِلَّا نَكَّلْتُهُ عَنْهُنَّ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا، جب انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، وہ ایک چھوٹے قد کے تنومند شخص تھے، ان کے جسم پر (اوپری حصے پر) چادر نہیں تھی، انہوں نے چار مرتبہ اپنے خلاف یہ گواہی دی تھی کہ انہوں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تم نے صرف اس عورت کا بوسہ لیا ہو، انہوں نے عرض کی: جی نہیں اللہ کی قسم! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنگسار کر دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''خبردار! جب بھی ہم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتے ہیں، تو کوئی شخص پیچھے رہ جاتا ہے جو (عورتوں کو مانوس کرنے کے لیے) یوں آواز نکالتا ہے، جس طرح بکرا (بکری کو اپنے پاس کرنے کے لیے) آواز نکالتا ہے، پھر وہ کسی عورت کو تھوڑی سی (لذت) دے دیتا ہے، بے شک اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے کسی شخص پر قابو دیا، تو میں اسے عبرت کا نشان بنا دوں گا''۔

4423 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ قَالَ: فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ، قَالَ سِمَاكٌ: فَحَدَّثْتُ بِهِ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، فَقَالَ: إِنَّهُ رَدَّهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ،

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم پہلی روایت زیادہ مکمل ہے، اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اسے واپس کیا تھا۔

سماک کہتے ہیں: میں نے یہ روایت سعید بن جبیر کو بیان کی تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے اسے چار مرتبہ واپس کیا تھا۔

4424 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ أَبِي عَقِيلٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: قَالَ شُعْبَةُ. فَسَأَلْتُ سِمَاكًا عَنِ الْكُثْبَةِ. فَقَالَ: اللَّبَنُ الْقَلِيلُ

شعبہ بیان کرتے ہیں: میں نے سماک سے (حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ) کثبہ کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: اسے مراد تھوڑا سا دودھ ہے۔

4425 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ. عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ: أَحَقٌّ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ، قَالَ: وَمَا بَلَغَكَ عَنِّي، قَالَ: بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ وَقَعْتَ عَلَى جَارِيَةِ بَنِي فُلَانٍ، قَالَ: نَعَمْ. فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ. فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: تمہارے بارے میں جو اطلاع مجھ تک پہنچی ہے، کیا وہ درست ہے؟ انہوں نے دریافت کیا: میرے بارے میں آپ ﷺ تک کیا اطلاع پہنچی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے بارے میں مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے بنوفلاں کی لڑکی کے ساتھ زنا کیا ہے، اس نے عرض کی: جی ہاں! اس شخص نے چار مرتبہ یہ گواہی دی، راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اسے سنگسار کر دیا گیا۔

4426 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ. أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ. عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ. عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ. فَطَرَدَهُ. ثُمَّ جَاءَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ. فَقَالَ: شَهِدْتَ عَلَى نَفْسِكَ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ. اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے دو مرتبہ زنا کا اعتراف کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں واپس کر دیا، پھر وہ آئے انہوں نے دو مرتبہ زنا کرنے کا اعتراف کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دیدی ہے، تم لوگ اسے لے جاؤ اور اسے سنگسار کر دو۔

4427 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا جَرِيرٌ. حَدَّثَنِي يَعْلَى. عَنْ عِكْرِمَةَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ. وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ. قَالَا: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ. حَدَّثَنَا أَبِي. قَالَ: سَمِعْتُ يَعْلَى يَعْنِي ابْنَ حَكِيمٍ. يُحَدِّثُ عَنْ عِكْرِمَةَ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ: لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ. أَوْ غَمَزْتَ. أَوْ نَظَرْتَ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَفَنِكْتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهِ. وَلَمْ يَذْكُرْ مُوسَى. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَهٰذَا لَفْظُ وَهْبٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ تم نے صرف بوسہ لیا ہو یا چٹکی بھری ہو یا صرف دیکھا ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

موسیٰ نامی راوی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے، اور روایت کے یہ الفاظ وہب کے نقل کردہ ہیں۔

4428 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الصَّامِتِ، ابْنَ عَمِّ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: جَاءَ الْأَسْلَمِيُّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَنَّهُ أَصَابَ امْرَأَةً حَرَامًا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، كُلُّ ذٰلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقْبَلَ فِي الْخَامِسَةِ، فَقَالَ: أَنِكْتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: حَتّٰى غَابَ ذٰلِكَ مِنْكَ فِي ذٰلِكَ مِنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: كَمَا يَغِيبُ الْمِرْوَدُ فِي الْمُكْحُلَةِ، وَالرِّشَاءُ فِي الْبِئْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَهَلْ تَدْرِي مَا الزِّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، أَتَيْتُ مِنْهَا حَرَامًا مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنَ امْرَأَتِهِ حَلَالًا، قَالَ: فَمَا تُرِيدُ بِهٰذَا الْقَوْلِ؟ قَالَ: أُرِيدُ أَنْ تُطَهِّرَنِي، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهِ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: انْظُرْ إِلٰى هٰذَا الَّذِي سَتَرَ اللهُ عَلَيْهِ، فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهُ حَتّٰى رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ، فَسَكَتَ عَنْهُمَا، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتّٰى مَرَّ بِجِيفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهِ، فَقَالَ: أَيْنَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ؟ فَقَالَا: نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: انْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ، فَقَالَا: يَا نَبِيَّ اللهِ، مَنْ يَأْكُلُ مِنْ هٰذَا؟ قَالَ: فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ أَخِيكُمَا آنِفًا أَشَدُّ مِنْ أَكْلٍ مِنْهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُ الْآنَ لَفِي أَنْهَارِ الْجَنَّةِ يَنْقَمِسُ فِيهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے اپنے بارے میں یہ گواہی دی کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ حرام طور پر صحبت کی ہے، اس نے چار مرتبہ یہ گواہی دی، ہر مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اعراض کرتے رہے، پانچویں مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت کیا: کیا تم نے اس کے ساتھ صحبت کی ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یہاں تک کہ تمہاری شرمگاہ اس کی شرمگاہ کے اندر داخل ہوئی؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: جس طرح سلائی سرمے دانی کے اندر غائب ہو جاتی ہے اور رسی ڈول کے اندر چلی جاتی ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو زنا کیا ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! میں نے اس کے ساتھ حرام طور پر وہ کام کیا ہے، جو کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ حلال طور پر کرتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اب تم یہ بتا کر کیا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کی: میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اسے سنگسار کر دیا گیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے دو آدمیوں کو سنا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس شخص کو دیکھو، اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی پردہ پوشی کی لیکن اس نے اپنے آپ کو نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ اسے

کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا، نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو کچھ نہیں کہا، پھر آپ ﷺ کچھ دیر چلتے رہے، یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک مردہ گدھے کے پاس سے ہوا جس کے پاؤں اوپر کی طرف اٹھے ہوئے تھے، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم دونوں یہاں ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم دونوں نیچے اترو اور اس گدھے کا گوشت کھاؤ، ان دونوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اسے کون کھائے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابھی کچھ دیر پہلے تم نے اپنے بھائی کی عزت پر جو حملہ کیا تھا، وہ اس (مردار گدھے کا گوشت) کھانے سے زیادہ شدید ہے، اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، وہ (یعنی حضرت ماعز رضی اللہ عنہ) اس وقت جنت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہا ہے۔

4429 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنِ ابْنِ عَمِّ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِنَحْوِهِ زَادَ: وَاخْتَلَفُوا عَلَيَّ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: رُبِطَ إِلَى شَجَرَةٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وُقِفَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں: بعض راویوں نے اس بارے میں مجھ سے مختلف نقل کیا ہے، بعض نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں، اسے ایک درخت کے ساتھ باندھا گیا تھا، اور بعض نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اسے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

4430 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ اعْتَرَفَ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، حَتَّى شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبِكَ جُنُونٌ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَحْصَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ فِي الْمُصَلَّى، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ، فَأُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے زنا کرنے کا اعتراف کیا، نبی اکرم ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے پھر اعتراف کیا، آپ ﷺ نے پھر منہ پھیر لیا، یہاں تک کہ اس نے اپنے بارے میں چار مرتبہ یہ گواہی دی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم پاگل ہو؟ اس نے عرض کی:

4430-إسناده صحيح. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (13337)، ومن طريقه أخرجه البخاري (6820)، ومسلم بإثر (1691)، والترمذي (1492)، والنسائي في "الكبرى" (2094) و (7138). لكن انفرد محمود بن غيلان عن عبد الرزاق عند البخاري بقوله: وصلى عليه. قال البيهقي: 8/ 218 وهو خطأ، وانظر تمام الكلام على هذا الاختلاف فيما سلف برقم (3186). وأخرجه البخاري (5270) و (6814)، ومسلم بإثر (1691)، والنسائي (7136) من طريق يونس بن يزيد الأيلي، ومسلم بإثر (1691)، والنسائي (7137) من طريق ابن جريج، كلاهما عن الزهري، به. وسكتا في روايتيهما عن الصلاة عليه. وهو في "مسند أحمد" (14462)، و"صحيح ابن حبان" (3094) و (4440).

جی نہیں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا، تو اسے عیدگاہ میں سنگسار کر دیا گیا، جب اسے پتھر لگے، تو وہ بھاگا، اسے پکڑ لیا گیا اور سنگسار کر دیا گیا، یہاں تک کہ وہ مر گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں اچھے کلمات ارشاد فرمائے، لیکن آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔

4431 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا، وَهَذَا لَفْظُهُ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: لَمَّا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجْمِ مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، خَرَجْنَا بِهِ إِلَى الْبَقِيعِ، فَوَاللهِ، مَا أَوْثَقْنَاهُ، وَلَا حَفَرْنَا لَهُ، وَلَكِنَّهُ قَامَ لَنَا - قَالَ أَبُو كَامِلٍ: - قَالَ: فَرَمَيْنَاهُ بِالْعِظَامِ وَالْمَدَرِ، وَالْخَزَفِ فَاشْتَدَّ، وَاشْتَدَدْنَا خَلْفَهُ، حَتَّى أَتَى عَرْضَ الْحَرَّةِ، فَانْتَصَبَ لَنَا فَرَمَيْنَاهُ بِجَلَامِيدِ الْحَرَّةِ حَتَّى سَكَتَ، قَالَ: فَمَا اسْتَغْفَرَ لَهُ، وَلَا سَبَّهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا، تو ہم اسے ساتھ لے کر بقیع (کے میدان) کی طرف گئے، اللہ کی قسم! نہ تو ہم نے اسے باندھا، نہ ہی اس کے لیے کوئی گڑھا کھودا، وہ ہمارے سامنے کھڑا ہو گیا، یہاں ابو کامل نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ہم نے اسے ہڈیاں، کچے پتھر اور کنکریاں ماریں، وہ بھاگا، تو ہم بھی اس کے پیچھے بھاگے، یہاں تک کہ وہ پتھریلی زمین کی طرف آیا اور ہمارے سامنے کھڑا ہو گیا، ہم نے اسے وہاں کے بڑے بڑے پتھر مارے، یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا (یعنی انتقال کر گیا) راوی بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے نہ تو اس کے لیے دعاء مغفرت کی اور نہ ہی اسے برا کہا۔

4432 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحْوَهُ وَلَيْسَ بِتَمَامِهِ، قَالَ: ذَهَبُوا يَسُبُّونَهُ فَنَهَاهُمْ، قَالَ: ذَهَبُوا يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ فَنَهَاهُمْ، قَالَ: هُوَ رَجُلٌ أَصَابَ ذَنْبًا حَسِيبُهُ اللهُ

ابونضرہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، لیکن یہ مکمل نہیں ہے، راوی بیان کرتے ہیں: لوگوں نے اسے برا کہنا چاہا، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں منع کر دیا، راوی کہتے ہیں: لوگوں نے اس کے لیے دعاء مغفرت کرنا چاہی، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں منع کر دیا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وہ ایک ایسا شخص ہے، جس نے گناہ کا ارتکاب کیا، تو اللہ تعالیٰ اس سے حساب لے گا''

4433 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى بْنِ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَنْكَهَ مَاعِزًا

ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو سونگھا بھی تھا (کہ کہیں وہ نشے کی حالت میں تو نہیں ہیں۔)

4434 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ الْاَهْوَازِيُّ، حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ، حَدَّثَنَا بُشَيْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: كُنَّا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَتَحَدَّثُ اَنَّ الْغَامِدِيَّةَ وَمَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ لَوْ رَجَعَا بَعْدَ اعْتِرَافِهِمَا - اَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ يَرْجِعَا بَعْدَ اعْتِرَافِهِمَا - لَمْ يَطْلُبْهُمَا، وَاِنَّمَا رَجَمَهُمَا عِنْدَ الرَّابِعَةِ

❁❁ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے اصحاب یہ کہا کرتے تھے: کاش غامد یہ عورت اور ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ اعتراف کرنے کے بعد رجوع کر لیتے (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) اگر وہ دونوں اعتراف کرنے کے بعد واپس نہ آتے، تو نبی اکرم ﷺ انہیں نہ بلواتے، نبی اکرم ﷺ نے چوتھی مرتبہ (اعتراف کرنے) پر انہیں سنگسار کروایا تھا۔

4435 - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ صَبِيحٍ، قَالَ عَبْدَةُ: اَخْبَرَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُلَاثَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، اَنَّ خَالِدَ بْنَ اللَّجْلَاجِ حَدَّثَهُ، اَنَّ اللَّجْلَاجَ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ، اَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا يَعْتَمِلُ فِي السُّوقِ، فَمَرَّتِ امْرَاَةٌ تَحْمِلُ صَبِيًّا، فَثَارَ النَّاسُ مَعَهَا، وَثُرْتُ فِيمَنْ ثَارَ، فَانْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُوْلُ: مَنْ اَبُوْ هٰذَا مَعَكِ؟ فَسَكَتَتْ، فَقَالَ شَابٌّ حَذْوَهَا: اَنَا اَبُوْهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَاَقْبَلَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: مَنْ اَبُوْ هٰذَا مَعَكِ؟ قَالَ الْفَتَى: اَنَا اَبُوْهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى بَعْضِ مَنْ حَوْلَهُ يَسْاَلُهُمْ عَنْهُ، فَقَالُوْا: مَا عَلِمْنَا اِلَّا خَيْرًا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَحْصَنْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَاَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، قَالَ: فَخَرَجْنَا بِهِ فَحَفَرْنَا لَهُ حَتّٰى اَمْكَنَّا، ثُمَّ رَمَيْنَاهُ بِالْحِجَارَةِ حَتّٰى هَدَاَ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْاَلُ عَنِ الْمَرْجُوْمِ، فَانْطَلَقْنَا بِهِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: هٰذَا جَاءَ يَسْاَلُ عَنِ الْخَبِيثِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهُوَ اَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، فَاِذَا هُوَ اَبُوْهُ، فَاَعَنَّاهُ عَلٰى غُسْلِهِ وَتَكْفِينِهِ وَدَفْنِهِ، وَمَا اَدْرِيْ قَالَ: وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ، اَمْ لَا، وَهٰذَا حَدِيْثُ عَبْدَةَ وَهُوَ اَتَمُّ.

❁❁ خالد بن لجلاج بیان کرتے ہیں: ان کے والد حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بتایا: وہ بازار میں بیٹھے ہوئے کام کر رہے تھے، اسی دوران ایک عورت گزری جس نے ایک بچے کو اٹھایا ہوا تھا، تو لوگ اس کی وجہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی اٹھنے والوں میں شامل تھا، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی اکرم ﷺ یہ دریافت کر رہے تھے: یہ جو بچہ تمہارے ساتھ ہے، اس کا باپ کون ہے؟ وہ عورت خاموش رہی، اس کے مقابل ایک نوجوان بولا: یارسول اللہ! میں اس کا باپ ہوں، نبی اکرم ﷺ اس عورت کے طرف متوجہ ہوئے آپ نے دریافت کیا: تمہارے ساتھ جو ہے، اس کا باپ کون ہے؟ اس نوجوان نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس بچے کا باپ ہوں، نبی اکرم ﷺ نے اپنے آس پاس موجود لوگوں کی طرف دیکھا، آپ ﷺ ان سے اس نوجوان کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے تھے، لوگوں نے عرض کی: ہمیں صرف بھلائی کا علم ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس

جوان سے دریافت کیا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا، تو اسے سنگسار کر دیا گیا، راوی بیان کرتے ہیں: ہم اسے لے کر نکلے، ہم نے اس کے لیے گڑھا کھودا اور اسے اس میں گاڑ دیا، پھر ہم نے اسے پتھر مارے، یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، پھر ایک شخص آیا اس نے سنگسار شدہ شخص کے بارے میں دریافت کیا: ہم اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے، ہم نے عرض کی: یہ شخص اس خبیث کے بارے میں دریافت کرتا ہوا آیا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے، تو وہ آنے والا شخص اس کا باپ تھا، ہم نے اس کو غسل دینے اور کفن دینے اور دفن کرنے میں اس کی مدد کی۔

راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے نماز جنازہ ادا کرنے کا ذکر کیا تھا، یا نہیں کیا تھا، روایت کے یہ الفاظ عبدہ کے نقل کردہ ہیں اور یہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

4436- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، جَمِيعًا قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، وَقَالَ: هِشَامٌ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الشُّعَيْثِيُّ، عَنْ مَسْلَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْجُهَنِيِّ، عَنْ خَالِدِ بْنِ اللَّجْلَاجِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ هٰذَا الْحَدِيثِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں روایت کا کچھ حصہ ہے۔

4437- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ سَمَّاهَا لَهُ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى الْمَرْأَةِ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذٰلِكَ فَأَنْكَرَتْ أَنْ تَكُونَ زَنَتْ، فَجَلَدَهُ الْحَدَّ وَتَرَكَهَا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں نقل کرتے ہیں: ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے یہ اعتراف کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، اس نے آپ کے سامنے اس عورت کا نام بھی ذکر کیا، نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کو پیغام بھجوایا اور اس عورت سے اس بارے میں دریافت کیا، تو اس نے زنا کرنے سے انکار کر دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس مرد کو حد کے طور پر کوڑے لگوائے اور آپ ﷺ نے اس عورت کو سزا نہیں دی۔

4438- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ الْمَعْنَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَجُلًا زَنَى بِامْرَأَةٍ، فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ الْحَدَّ، ثُمَّ أُخْبِرَ أَنَّهُ مُحْصَنٌ، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، مَوْقُوفًا عَلَى جَابِرٍ، وَرَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِنَحْوِ ابْنِ وَهْبٍ، لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ رَجُلًا زَنَى فَلَمْ يُعْلَمْ

بِاِحْصَانِهٖ فَجُلِدَ ثُمَّ عُلِمَ بِاِحْصَانِهٖ فَرُجِمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اس مرد پر حد کے کوڑے لگائے گئے پھر یہ بات بتائی گئی کہ وہ شادی شدہ ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اسے سنگسار کر دیا گیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کے طور پر نقل کی گئی ہے۔

ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت منقول ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے، راوی بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے زنا کا ارتکاب کیا، یہ پتہ نہیں چلا کہ وہ شادی شدہ ہے، اسے کوڑے لگا دیے گئے، پھر پتہ چلا کہ وہ شادی شدہ ہے، تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔

4439 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ اَبُوْ يَحْيَى الْبَزَّازُ، اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، اَنَّ رَجُلًا زَنَى بِامْرَاَةٍ فَلَمْ يَعْلَمْ بِاِحْصَانِهٖ فَجُلِدَ، ثُمَّ عَلِمَ بِاِحْصَانِهٖ فَرُجِمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا، اس مرد کے شادی شدہ ہونے کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا، اسے کوڑے لگوائے گئے، پھر پتہ چلا کہ وہ شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔

سنگسار کے حکم سے متعلق بحث ونظر کا بیان

دلیل نمبر 1:- وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا۔

جو بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ ان پر اپنوں میں سے چار مرد، پھر اگر وہ گواہی دیں تو بند رکھو ان عورتوں کو گھر میں، یہاں تک کہ ان کو موت اٹھا لے، یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ مقرر کر دے۔ (سورۃ النساء:15)

اس آیت مبارکہ میں ان عورتوں کے بارے میں جو زنا کی مرتکب ہوں حکم دیا گیا ہے کہ ان کے جرم پر چار مسلمان مردوں کی شہادت قائم کی جائے اور شہادت سے ان کا جرم ثابت ہو جائے تو ان کو گھروں میں بند رکھا جائے یہاں تک کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہو جائے۔ اس کی تفسیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے ذریعے یہ فرمائی ہے کہ زنا کا مرتکب شادی شدہ (محصن) ہو تو اس کو رجم (سنگسار) کیا جائے اور غیر شادی شدہ (غیر محصن) ہو تو اس کو سو 100 کوڑے لگائے جائیں۔

كان نبي الله صلى الله عليه وسلم اذا انزل عليه كرب لذلك وتربد له وجهه قال فانزل عليه ذات يوم فلقي كذلك فلما سري عنه قال خذوا عني فقد جعل الله لهن سبيلاً: الثيب بالثيب والبكر بالبكر. الثيب جلد مائة ثم رجم بالحجارة، والبكر جلد مائة ثم نفي سنة. (صحیح مسلم رقم 3200)

آپ علیہ السلام پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے چینی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور

چہرہ انور کا رنگ بدل جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ علیہ السلام پر یہی کیفیت طاری ہوگئی اور جب وحی کی یہ کیفیت ختم ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے راہ مقرر کردی۔ شادی شدہ مرد وعورت اس کے مرتکب ہوں تو ان کی سزا سو 100 کوڑے لگانا اور پھر "سنگسار" کرنا ہے۔ کنوارے مرد وعورت اس کے مرتکب ہوں تو 100 کوڑے پھر ایک سال کی جلاوطنی۔

فائدہ: غیر شادی شدہ کے لیے ایک سال کی جلاوطنی انتظامی فیصلہ ہے۔

دلیل نمبر 2: اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس آیت کی یہی تشریح وتفسیر صحیح بخاری جلد 2 ص 657 پر موجود ہے۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنهما... لهن سبيلا يعني الرجم للثيب والجلد للبكر. یہ بالکل ایسے ہے جیسے نماز اور زکوٰۃ کا حکم قرآن مجید میں ہے اور نماز کیسے پڑھنی ہے؟ اور زکوٰۃ کیسے ادا کرنی ہے؟ اس کا طریقہ آپ علیہ السلام نے بتایا ہے اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نماز اور زکوٰۃ کا قرآن کریم نے حکم نہیں دیا وہ خارج از ملت ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں زانی محصن [شادی شدہ] کی سزا رجم [سنگسار] ہے۔ یہ بھی حق تعالیٰ شانہ نے "أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا" کے مجمل الفاظ میں ذکر فرمائی ہے اور پھر اس کی تشریح خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ علیہ السلام نے بذریعہ وحی فرمائی ہے۔

دلیل نمبر 3: سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 41 تا 50 یہود کے "قصہ رجم" کے متعلق نازل ہوئیں۔ جن کی وضاحت صحیح مسلم جلد 2 ص 70 پر موجود ہے۔ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم انى اول من احيى امرك اذا ماتوه فامر به فرجم. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے اس حکم کو زندہ کیا جسے لوگوں نے بالکل چھوڑ دیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر [اس شخص کو] رجم [سنگسار] کر دیا گیا۔

دلیل نمبر 4: امام بغوی رحمہ اللہ نے اس قصہ کا خلاصہ یہ نقل کیا ہے کہ خیبر کے یہودیوں میں ایک شادی شدہ جوڑے نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ جس کے لیے ان کی شریعت [تورات] میں رجم [سنگساری] کی سزا مقرر تھی مگر یہودیوں نے خواہش نفس کی پیروی میں اس پر عمل درآمد معطل کر رکھا تھا۔ جب ان کے یہاں یہ واقعہ پیش آیا تو اس خیال سے کہ "شریعت محمدی" ان کی شریعت تورات سے نرم ہے۔ انہوں نے یہ مقدمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوایا۔ چنانچہ ایک وفد ان مجرموں کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جسے یہود نے بطور خاص یہ ہدایت کی تھی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مطلب کے مطابق فیصلہ کریں تو قبول کر لینا ورنہ نہیں۔ وفد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر شادی شدہ مرد اور عورت زنا کا ارتکاب کریں تو ان کی کیا سزا ہے؟ [جواب دینے سے پہلے]۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم میرا فیصلہ مانو گے؟ انہوں نے اقرار کیا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لے کر نازل ہوئے کہ ان کی سزا رجم [سنگساری] ہے۔ ان لوگوں نے جب یہ فیصلہ سنا تو بوکھلا گئے اور تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ آپ ان سے یہ فرمائیں کہ وہ آپ کے فیصلے کو ماننے یا نہ ماننے کے بارے میں "ابن صوریہ" کو حکم [ثالث] بنالیں اور ابن صوریہ کے حالات اور صفات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے۔ آپ علیہ السلام نے یہودی وفد سے فرمایا: کیا تم اس نوجوان کو جانتے ہو؟ جو سفید

رنگ کا ہے مگر ایک آنکھ سے معذور ہے؟ انہوں نے اقرار کیا کہ ہم پہنچاتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم اسے کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا علمائے یہود میں روئے زمین پر اس سے بڑا عالم نہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اسے بلاؤ، چنانچہ اسے بلایا گیا۔ تو آپ علیہ السلام نے اسے قسم دے کر پوچھا کہ تورات میں اس جرم کی سزا کیا ہے؟ وہ بولا قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم آپ نے مجھ کو دی ہے اگر آپ مجھے قسم نہ دیتے تو مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ اگر غلط بیانی کروں گا تو تورات مجھے جلا ڈالی گی میں کبھی ظاہر نہ کرتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی طرح تورات میں بھی زانی کی سزا یہی ہے کہ ان دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔ مگر جب ہمارے اشراف میں زنا کی کثرت ہوئی تو کچھ عرصہ تک تو یہ رہا کہ اشراف کو چھوڑ دیتے اور پسماندہ طبقے پر حد جاری کرتے لیکن ہم نے یہ طے کیا کہ رجم کی بجائے ایک ایسی سزا مقرر کر دی جائے جو شریف و وضیع سب پر جاری ہو سکے وہ تھی منہ کالا کر دینا جوتے لگانا اور گدھے پر الٹا سوار کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا "اللھم انی اول من احیا امرك اذا اماتوہ" یا اللہ میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا، جبکہ انہوں نے اس کو مٹا ڈالا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ان دونوں کو رجم [سنگسار] کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ

11$ اس حکم کو "ما انزل اللہ" [اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ] کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر عمل کرنے کا تاکیدی حکم فرمایا۔ اس معاملے پر کسی قسم کی رعایت روا رکھنے سے "لا تتبع اھواءھم" [ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں] کہہ کر شدت سے منع فرمایا۔

12$ جو لوگ اس "ما انزل اللہ" سے پہلو تہی کرتے ہیں ان کو دوڑ کر کفر میں گرنے والے اور زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود دل کا کافر فرمایا۔ "الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ"۔

13$ جو اس حکم خداوندی کو تسلیم کر کے اس کے مطابق فیصلہ کرنے پر آمادہ نہ ہوں ان کو صاف صاف الفاظ میں کافر، ظالم اور فاسق فرمایا ہے۔ سورۃ مائدہ: آیت نمبر 44 تا 46

جب رجم کے حکم کی قرآن کریم اتنی شد و مد کے ساتھ تاکید کرتا ہے اور اس سے پہلو تہی کرنے اور تسلیم نہ کرنے والوں کو اسلام کے زبانی دعویدار مگر دل کے کافر، ظالم اور فاسق کہتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کی کون سی آیت یا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی سنت ہے جس نے اس شدید اور مؤکد حکم کو منسوخ کر دیا ہو؟

دلیل نمبر 5: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت [اختلاف الفاظ کے ساتھ] موجود ہے: حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دو شخص آئے ایک نے کہا کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجیے دوسرے نے کہا ہاں! یا رسول اللہ واقعی ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنا واقعہ بیان کروں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہاں بیان کرو اس نے کہا میرا ایک بیٹا اس شخص کے ہاں نوکر تھا اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ مجھے لوگوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجم [سنگساری] کی سزا جاری ہوگی، میں نے اس کے فدیہ میں اس شخص کو سو

بکریوں اور ایک لونڈی دی۔ پھر میں نے اہل علم سے دریافت کیا انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑوں اور ایک سال جلا وطنی کی سزا ہے اور رجم [سنگساری] کی سزا اس کی بیوی پر ہے: فقال النبی صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لاقضین بینکما بکتاب الله المائة الشاة والخادم رد علیك وعلی ابنك جلد مائة وتغریب عام واغد یا انیس فاغد الی امرأة هذا فان اعترفت فارجمها. (صحیح بخاری ج2 ص1008)

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا اور وہ یہ ہے کہ تیری بکریاں اور لونڈی تجھے واپس کر دی جائیں گی اور تیرے بیٹے پر سو کوڑوں اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا جاری ہوگی اور ہاں اے انیس! تم اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو رجم کرو۔

اس حدیث مبارک میں آپ علیہ السلام نے رجم [سنگساری] کی سزا کو قسم اٹھا کر کتاب اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر قرآن مجید میں سزائے رجم [سنگساری] مذکور نہیں ہے تو آپ علیہ السلام اس کو کتاب اللہ کی طرف منسوب کیوں کرتے؟

سوال نمبر 2:

آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب سزا کے [اوپر بیان کردہ دونوں] واقعات کب وقوع پذیر ہوئے؟ یہ واقعات سورۃ النور کے نزول سے پہلے کے واقعات ہیں یا سورۃ النور کی ان آیات کے نزول کے بعد وقوع پذیر ہوئے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے زنا کی حد طے فرمائی؟ اگر یہ دونوں واقعات آیات کے نزول سے پہلے کے ہیں تو کیا پھر رجم درست ہے؟"

جواب:

دلیل نمبر 1: رجم [سنگساری] کے موقع پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جبکہ وہ اسلام ہی سات ہجری میں لائے ہیں۔ اسلم [ابوهريرة] عام خيبر (عمدۃ القاری ج1 ص331)

دلیل نمبر 2: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے مزید کہا ہے "وابن عباس انما جاء مع امه الی المدینة سنة تسع" اس موقع پر ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے اور انہوں نے اپنی والدہ کے ساتھ سن 9 ہجری میں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

دلیل نمبر 3: رجم [سنگساری] کا ایک واقعہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور وہ سن 9 ہجری میں مسلمان ہوئے۔

دلیل نمبر 4: امت کے دو جلیل القدر محدث: علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی حنفی رحمہما اللہ دونوں فرماتے ہیں کہ اس بات پر دلیل موجود ہے کہ رجم کا حکم سورۃ النور کے نزول کے بعد ہوا "وقد قام الدلیل علی ان الرجم وقع بعد سورة النور" کیوں کہ سورۃ النور کا نزول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے قصہ میں ہوا تھا اور یہ واقعہ سن 4، 5 یا 6 ہجری میں ہوا تھا۔

(فتح الباری ج12 ص120، عمدۃ القاری تحت باب رجم المحصن)

اس لیے واقعہ سن 9 یا 10 ھ کا ہی ہوسکتا ہے یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ سورۃ النور کے نزول کے بعد بھی یہ حکم برقرار ہے۔
سوال نمبر 3: آپ کا تیسرا سوال یہ تھا کہ "کیا حیات طیبہ میں ان دو واقعات کے علاوہ کوئی تیسرا واقعہ موجود ہے؟"
جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں آپ کے ذکر کردہ دو واقعات کے علاوہ بھی کئی واقعات ایسے ہیں جو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں رونما ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سزا رجم [سنگساری] نافذ فرمائی۔ چنانچہ
دلیل نمبر 1: حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما کی حدیث تفصیلاً پہلے گزر چکی کہ آپ علیہ السلام نے زنا کے مقدمے کا فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا تھا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں تمہارا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کروں گا۔ چنانچہ خاتون نے جب اپنے گناہ کا اقرار کیا تو "فامر بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجمت" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رجم [سنگساری] کا حکم دے دیا، لہٰذا اس کو سنگسار کر دیا گیا۔

1: بخاری جلد 2 ص 1008، 2: مسلم جلد 2 ص 69، 3: ابوداؤد ص 606، 4: نسائی ج 2 ص 308، 5: ترمذی ص 172، 6: ابن ماجہ ص 186، 7: موطا امام مالک ص 349۔

دلیل نمبر 2: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت نماز کے لیے گھر سے نکلی تو راستے میں ایک شخص نے اُسے پکڑا اور اپنے نفس کی پیاس بجھائی۔ اس پر وہ عورت چیخی چلائی تو وہ مجرم بھاگ کھڑا ہوا۔ اسی دوران ایک آدمی وہاں سے گزرا تو وہ عورت (بدحواسی کی وجہ سے) یہ کہہ رہی تھی کہ اس شخص نے میرے ساتھ یہ برا کام کیا ہے۔ اسی اثناء میں مہاجرین کی ایک جماعت بھی اُس عورت کی طرف آنکلی۔ تو وہ عورت یہی کہہ رہی تھی: "اس شخص نے میرے ساتھ یہ برا کام کیا ہے۔" چنانچہ یہ حضرات بھاگے اور اُس شخص کو پکڑ لیا جس کے بارے میں عورت کا خیال تھا کہ اُس نے اُس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ وہ اس شخص کو پکڑ لائے اور عورت سے پوچھا: یہی وہ شخص ہے؟ عورت بولی: ہاں! یہ وہی ہے۔ وہ اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے رجم [سنگسار] کر دیا جائے۔ اس سزا کا سننا تھا کہ اصل مجرم کھڑا ہو گیا اور حضور کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! اصل مجرم میں ہوں، میں نے ہی اس کے ساتھ زیادتی کی۔
صورت حال واضح ہو جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا: جا (تو بے قصور تھی)، اللہ نے تجھے معاف کر دیا اور اُس بے قصور شخص سے بھی کلمات خیر ارشاد فرمائے۔ پھر اصل مجرم کے بارے میں جس نے اُس عورت سے بدکاری کی تھی، ارشاد فرمایا: "اُرجموہ" اسے رجم کر دو۔ (ترمذی ج 1 ص 269)
دلیل نمبر 3: حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بازار میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ ایک عورت بچے کو اٹھائے ہوئی گزری، لوگ اس کے ساتھ ہولیے میں بھی ان میں شریک ہو گیا۔ عورت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی، آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اس بچے کا باپ کون ہے؟ عورت خاموش رہی ایک نوجوان نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا باپ ہوں۔ آپ علیہ السلام نے پھر اس عورت سے سوال کیا، نوجوان نے پھر کہا: میں اس کا باپ ہوں۔ آپ علیہ السلام نے حاضرین سے تحقیق فرمائی کہ اس نوجوان کو جنون تو نہیں؟ عرض کیا گیا کہ نہیں یہ تندرست ہے۔ آپ علیہ السلام نے اس نوجوان سے

پوچھا کہ تم شادی شدہ ہو؟ تو اس نے اثبات میں جواب دیا "فامر به فرجم" اس کے بارے میں حکم فرمایا پس اس کو رجم کر دیا گیا۔ (سنن ابی داؤد ج 2 ص 609، مسند احمد ج 3 ص 479)

دلیل نمبر 4: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کتب حدیث میں مذکور ہے اس میں ہے کہ رجلاً زنی بعد احصان فانه یرجم. شادی شدہ شخص اگر زنا کرے تو اس کو رجم کیا جائے گا۔

(صحیح مسلم ج 2 ص 59، ابوداؤد ج 2 ص 598 نسائی ج 2 ص 165 تا 168)

یہ وہ روایات ہیں جن میں صراحتاً شادی شدہ زانی کی سزا رجم [سنگساری] نقل کی گئی ہے۔

ان تمام احادیث کو مجموعی نظر دیکھنے کے بعد اس امر میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ آپ علیہ السلام نے شادی شدہ زانی کی حد رجم [سنگساری] ارشاد فرمائی ہے اور کتب حدیث اور تاریخ میں دور نبوی کا کوئی ایک بھی واقعہ ایسا نہیں ملتا جس میں آپ علیہ السلام نے ایسے مجرم کو سنگسار کرنے کا حکم نہ فرمایا ہو۔

سوال نمبر 4: آپ کا سوال یہ ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار خلفاء راشد کا دور آیا' کیا خلفاء راشدین نے کسی کو پتھر مروائے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی ریاست 22 لاکھ مربع میل تک پھیل گئی' دنیا کی درجنوں ثقافتیں' زبانیں اور نسلیں اسلامی ریاست کے زیر سایہ آ گئیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا سزا تجویز کی؟ کیا ان کے ادوار میں مجرموں کو پتھر مارے گئے' اگر ہاں تو کیا پتھر مارنے والوں کو خلیفہ کی رضامندی حاصل تھی؟"

جواب: جی بالکل! خلفاء راشدین کے ادوار میں بھی شریعت کے اس حکم پر عمل کیا جاتا رہا۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1: عن انس رضی الله عنه قال رجم رسول الله صلی الله علیه وسلم وابو بکر و عمر۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم نافذ فرمایا اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما [کے دور میں بھی جب ایسے واقعات پیش آئے تو دونوں خلفاء] نے بھی رجم [سنگساری] کا حکم نافذ فرمایا۔

(مجمع الزوائد ج 2 ص 264 المطالب العالیہ ج 2 ص 116)

دلیل نمبر 2: مومنوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشہور خطبہ تقریباً حدیث کی تمام معتبر کتب بالخصوص صحیح بخاری ج 2 ص 1008 میں موجود ہے: قال عمر لقد خشیت ان یطول بالناس زمان حتی یقول قائل لا نجد الرجم فی کتاب الله فیضلوا بترك فریضة انزلها الله الا وان الرجم حق علی من زنی وقد احصن اذا قامت البینة او کان الحبل او الاعتراف وقد رجم رسول الله صلی الله علیه وسلم ورجمنا بعده۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر زمانہ گزرے گا تو کوئی کہنے والا کہے گا کہ ہم کتاب اللہ میں رجم [سنگساری کا حکم] نہیں پاتے پس وہ ایک ایسے فریضے کو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا چھوڑ کر گمراہ ہوں گے اور بے شک اس زانی پر جو شادی شدہ ہو رجم [سنگساری کی سزا] برحق ہے، جبکہ گواہی قائم ہو جائے یا حمل ظاہر ہو جائے یا وہ از خود اقرار

کرے۔ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کی سزا نافذ فرمائی اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ سزا جوں کی توں نافذ کی۔

نوٹ: اس کے علاوہ بھی امام بخاری نے اس پر باب باندھ کر کئی اور بھی احادیث نقل فرمائی ہیں۔

امید ہے کہ آپ کو اپنے سوال (کہ ان دونوں واقعات میں اعتراف گناہ کے بعد سزا دی گئی، تفتیش یا گواہی کی بنیاد پر نہیں، کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شکایت، گواہی اور تفتیش کی بنیاد پر بھی کسی کو سنگسار کیا گیا؟ اگر نہیں تو کیا ہم تفتیش کے بعد کسی کو سنگسار کر سکتے ہیں؟) کا جواب مل چکا ہوگا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ "اذا قامت البینة" جب گواہ، گواہی دے دیں" اس کی واضح دلیل ہے۔

دلیل نمبر 3: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں رجم [سنگساری] کی سزا کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ قد رجمت کہ اس عورت کو رجم [سنگسار] کر دیا گیا: (موطا امام مالک ص 686)

دلیل نمبر 4: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں رجم [سنگساری] کی سزا کا واقعہ موجود ہے۔ عن علی حین رجم المراۃ یوم الجمعة قال رجمتها بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم. (صحیح بخاری جلد 2 ص 1006)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب جمعہ کے دن ایک عورت کو رجم کیا تو فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق رجم [سنگسار] کیا ہے۔

حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے علاوہ بھی بہت ساری روایات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہیں۔ سردست ان حضرات کے نام لکھنے پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت نصر بن دہر رضی اللہ عنہ، حضرت ہزال رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ

اجماع امت:

ظاہر بات ہے جس سزا پر قرآن کا حکم واضح طور پر موجود ہو، آپ علیہ السلام کی احادیث متواترہ ہوں، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نافذ کردہ فیصلے موجود ہوں اس میں کسی مسلمان کو اختلاف کی گنجائش کب ہو سکتی ہے؟ چنانچہ صحابہ کرام سے لے کر آج تک امت اس بات پر متفق ہے اور اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی کی سزا رجم (سنگساری) ہے، اس سلسلے میں چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

دلیل نمبر 1: فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ کے مصنف امام مرغینانی [صاحب ہدایہ] لکھتے ہیں "واذا وجب الحد وکان الزانی محصناً رجمه بالحجارة حتى يموت... وعلى هذا اجماع الصحابة" شادی شدہ زانی کی حد اس کو رجم کرنا ہے

پتھروں کے ساتھ یہاں تک کہ وہ مرجائے اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج5 ص210)

دلیل نمبر2: شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ لکھتے ہیں" (رجمه بالحجارة حتى يموت) عليه اجماع الصحابة ومن تقدم من علماء المسلمين "اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور وہ علماء مسلمین جو پہلے گزر چکے ہیں۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج5 ص210)

دلیل نمبر3: امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں" واجمع العلماء على وجوب جلد الزاني البكر مائة ورجم المحصن وهو الثيب ولم يخالف في هذا احد من اهل القبلة "اس پر علماء کا اجماع ہے۔ کہ غیر شادی شدہ زانی کی سزا سو کوڑے اور شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے اور اس کا اہل قبلہ میں سے کوئی مخالف نہیں۔ (شرح مسلم ج2 ص65)

دلیل نمبر4: علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں: قال ابن بطال اجمع الصحابة وائمة الامصار على ان المحصن اذا زنى عامداً عالماً مختاراً فعليه الرجم. ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحابہ کرام اور ائمہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ محصن [شادی شدہ] زانی باختیار اور جان بوجھ کر زنا کرے تو اس کی سزا رجم [سنگساری] ہے۔ (فتح الباری ج12 ص143)

سوال نمبر5: آپ کا سوال ہے کہ" زنا کے گناہ کا فیصلہ کون کر سکتا ہے؟"

جواب: کتب فقہ میں آپ کے اس سوال کا جواب بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ یہ حق صرف قاضی وقت کو ہے۔

سوال نمبر6: آپ کا سوال ہے کہ" کیا اسلام میں زنا کے علاوہ کوئی ایسا دوسرا گناہ' کوئی ایسا دوسرا جرم موجود ہے جس کی حدود کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہو؟"

جواب: اس کا جواب ہے کہ شریعت میں زنا جیسے قبیح جرم کے علاوہ کوئی ایسا گناہ نہیں جہاں سزا دیتے وقت چار گواہوں کی گواہی کی ضرورت پیش آئے۔

سوال نمبر7: گواہوں کے متعلق آپ کا سوال یہ تھا کہ" اور یہ چار گواہ بھی وہ لوگ ہوں جن کے تقویٰ' جن کی صداقت پر کوئی شخص اعتراض نہ کر سکے اور یہ چار صادق اور متقی لوگ اللہ کو حاضر ناظر جان کر یہ گواہی دیں' ہم نے یہ سارا عمل اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اگر کسی ایک گواہ کی صداقت یا تقویٰ چیلنج ہو جائے تو کیا اس کے باوجود حد نافذ ہو سکتی ہے؟"

جواب: گواہوں کے بارے میں کتب فقہ میں یہ بات بہت وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ ایسے گواہوں کی گواہی قبول ہوگی جن میں 5 شرطیں پائی جاتی ہوں:

1: العقل (گواہ؛ سمجھدار ہو) 2: البلوغ (گواہ؛ بالغ ہو) 3: الحرية (گواہ؛ آزاد ہو) 4: الاسلام (گواہ؛ مسلمان ہو) 5: العفة عن الزنا (گواہ؛ خود زانی نہ ہو) (بدائع الصنائع ج5 ص498)

اگر کسی گواہ میں مذکورہ پانچ شرائط میں سے کوئی شرط ختم ہو جائے یا وہ اپنے موقف سے انکار کر لے تو شریعت نے انسان کی عزت وحرمت کا خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ حدود شبہات کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے اب اس پر حد نافذ نہیں ہوگی۔ البتہ معاملے کی نزاکت کے پیش نظر تعزیری کارروائی کی جاسکتی ہے۔

بَابُ الْمَرْأَةِ الَّتِي أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجْمِهَا مِنْ جُهَيْنَةَ

باب: اس عورت کا تذکرہ، جس کو سنگسار کرنے کا نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا جس کا تعلق جہینہ قبیلے سے تھا

4440 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ هِشَامًا الدَّسْتُوَائِيَّ، وَأَبَانَ ابْنَ يَزِيدَ، حَدَّثَاهُمْ، الْمَعْنَى، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ امْرَأَةً - قَالَ فِي حَدِيثِ أَبَانَ: مِنْ جُهَيْنَةَ - أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ إِنَّهَا زَنَتْ، وَهِيَ حُبْلَى، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيًّا لَهَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَجِئْ بِهَا، فَلَمَّا أَنْ وَضَعَتْ جَاءَ بِهَا، فَأَمَرَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ فَصَلُّوا عَلَيْهَا، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ، تُصَلِّي عَلَيْهَا وَقَدْ زَنَتْ؟ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لَمْ يَقُلْ عَنْ أَبَانَ: فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا

❁❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جہینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک عورت، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور وہ حاملہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے سرپرست کو بلوایا، نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، جب یہ بچے کو جنم دے دے، تو اسے لے کر آجانا، جب اس عورت نے بچے کو جنم دیا، تو وہ ولی اسے لے کر آیا، نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس عورت کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیئے گے، پھر آپ کے حکم کے تحت اسے سنگسار کردیا گیا آپ ﷺ نے لوگوں کو ہدایت کی، انہوں نے اس کی نماز جنازہ ادا کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ نے اس کے نماز جنازہ ادا کی ہے، جس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اس نے ایسی توبہ کی ہے، کہ اگر وہ مدینہ کے ستر افراد کے درمیان تقسیم ہو، تو ان سب کے لیے کافی ہو، کیا تمہیں اس سے زیادہ افضل کوئی اور کام ملتا ہے کہ اس نے اپنی جان قربان کردی۔

4440- إسناده صحيح. أبو المهلب: هو الجرمي، عم أبي قلابة، مختلف في اسمه، وأبو قلابة: هو عبد الله بن زيد الجرمي، ويحيى: هو ابن أبي كثير، وهشام الدستوائي: هو ابن أبي عبد الله. وأخرجه مسلم (1696)، وابن ماجه (2555)، والترمذي (1500)، والنسائي في "الكبرى" (2095) و(7150) و(7151) و(7156) و(7157) من طريق يحيى بن أبي كثير، بهذا الإسناد. وقد وقع خطأ في رواية الأوزاعي عن يحيى بن أبي كثير عند ابن ماجه والنسائي في الموضعين الثاني والخامس حيث سمى أبا المهلب: أبا المهاجر. وقد نبه عليه النسائي بإثر (7151)

ایک روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں: اس کے کپڑے سختی سے باندھ دیئے گئے۔

4441 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا يَعْنِي: فَشُدَّتْ

❁❁ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیئے گئے۔

4442 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ امْرَأَةً - يَعْنِي - مِنْ غَامِدٍ، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ فَجَرْتُ. فَقَالَ: ارْجِعِي، فَرَجَعَتْ. فَلَمَّا أَنْ كَانَ الْغَدُ أَتَتْهُ، فَقَالَتْ: لَعَلَّكَ أَنْ تَرُدَّنِي كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ، فَوَاللَّهِ إِنِّي لَحُبْلَى. فَقَالَ لَهَا: ارْجِعِي، فَرَجَعَتْ. فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ أَتَتْهُ، فَقَالَ لَهَا: ارْجِعِي حَتَّى تَلِدِي، فَرَجَعَتْ. فَلَمَّا وَلَدَتْ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ، فَقَالَتْ: هَذَا قَدْ وَلَدْتُهُ. فَقَالَ لَهَا: ارْجِعِي فَأَرْضِعِيهِ حَتَّى تَفْطِمِيهِ فَجَاءَتْ بِهِ وَقَدْ فَطَمَتْهُ، وَفِي يَدِهِ شَيْءٌ يَأْكُلُهُ، فَأَمَرَ بِالصَّبِيِّ فَدُفِعَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا، وَأَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، وَكَانَ خَالِدٌ فِيمَنْ يَرْجُمُهَا، فَرَجَمَهَا بِحَجَرٍ فَوَقَعَتْ قَطْرَةٌ مِنْ دَمِهَا عَلَى وَجْنَتِهِ، فَسَبَّهَا. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَهْلًا يَا خَالِدُ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ، وَأَمَرَ بِهَا فَصُلِّيَ عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ

❁❁ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک عورت، یعنی غامد قبیلے سے تعلق رکھنے والی عورت، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: میں نے گناہ کیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم واپس چلی جاؤ، وہ واپس چلی گئی، اگلے دن پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: شاید آپ ﷺ مجھے اسی طرح واپس کرنا چاہتے تھے، جس طرح آپ ﷺ نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو واپس کیا تھا، اللہ کی قسم! میں حاملہ ہوں، نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم واپس چلی جاؤ، وہ واپس چلی گئی، اگلے دن وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم واپس چلی جاؤ، جب تک تم بچے کو جنم نہیں دیتی، عورت واپس چلی گئی، جب اس نے بچے کو جنم دے دیا تو وہ بچے کو ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میں اسے جنم دے دیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم واپس جاؤ اور اسے دودھ پلاؤ، جب تک اس کا دودھ چھڑا نہیں دیتی (راوی کہتے ہیں:) پھر وہ عورت اس بچے کو اس وقت لے کر آئی، جب وہ اس کا دودھ چھڑوا چکی تھی اور بچے کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جسے وہ کھا رہا تھا، اس بچے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا، تو اسے ایک مسلمان شخص کے حوالے کر دیا گیا، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا، تو اس کے لیے ایک گڑھا کھودا گیا اور نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اسے سنگسار کر دیا گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے سنگسار کرنے والوں میں شامل تھے، انہوں نے اس عورت کو ایک پتھر مارا، تو اس عورت کے خون کا ایک قطرہ، ان کے رخسار پر آ کر لگا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ اسے برا بھلا کہنے لگے، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ٹھہر جاؤ! اے

خالد! اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے، اگر بھتہ وصول کرنے والا شخص بھی ایسی توبہ کرے، تو اس کی مغفرت ہو جائے''

پھر نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت، اس عورت کی نماز جنازہ بھی ادا کی گئی اور اسے دفن کر دیا گیا۔

4443 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ زَكَرِيَّا اَبِي عِمْرَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ اَبِي بَكْرَةَ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ امْرَاَةً، فَحُفِرَ لَهَا اِلَى الثَّنْدُوَةِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: اَفْهَمَنِي رَجُلٌ عَنْ عُثْمَانَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: قَالَ الْغَسَّانِيُّ: جُهَيْنَةُ وَغَامِدٌ وَبَارِقٌ وَاحِدٌ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک عورت کو سنگسار کروایا، تو آپ ﷺ نے اس کے لیے سینے تک گڑھا کھودوایا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے عثمان کے حوالے سے یہ بات مجھے سمجھائی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غسانی کہتے ہیں: جہینہ، غامد اور بارق ایک ہی قبیلہ ہے۔

4444 - قَالَ اَبُو دَاوُدَ: حُدِّثْتُ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ سُلَيْمٍ، بِاِسْنَادِهِ نَحْوَهُ زَادَ: ثُمَّ رَمَاهَا بِحَصَاةٍ مِثْلَ الْحِمَّصَةِ، ثُمَّ قَالَ: ارْمُوا وَاتَّقُوا الْوَجْهَ. فَلَمَّا طَفِئَتْ اَخْرَجَهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا وَقَالَ: فِي التَّوْبَةِ نَحْوَ حَدِيثِ بُرَيْدَةَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''پھر آپ ﷺ نے، اسے اتنی چھوٹی کنکریاں مروائیں، جو چنے جیسی ہوتی ہیں''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اسے پتھر مارو، لیکن لیکن چہرے پر مارنے سے بچنا''

جب وہ عورت مر گئی، تو آپ نے اسے باہر نکلوایا، آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ اس کی توبہ کے بارے میں آپ کے وہ الفاظ منقول ہیں، جو بریدہ کی نقل کردہ روایت میں ہیں۔

4445 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ، اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ اَحَدُهُمَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَقَالَ الْآخَرُ وَكَانَ اَفْقَهَهُمَا: اَجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاْذَنْ لِي اَنْ اَتَكَلَّمَ. قَالَ: تَكَلَّمْ. قَالَ: اِنَّ ابْنِي

4445-إسناده صحيح. ابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري الإمام، ومالك: هو ابن أنس الإمام، وهو في "الموطأ" 2/ 822. وأخرجه البخاري (2314) و (6633)، ومسلم (1697) و (1698)، وابن ماجه (2549)، والترمذي (1496 - 1498)، والنسائي في "الكبرى" (5931) و(5932) و(7152 - 7155) و(11292)

كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا - وَالْعَسِيفُ: الْأَجِيرُ - فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ. فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ. فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِيَةٍ لِي. ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ. فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ، وَتَغْرِيبَ عَامٍ. وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ. أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ إِلَيْكَ وَجَلَدَ ابْنَهُ مِائَةً. وَغَرَّبَهُ عَامًا. وَأَمَرَ أُنَيْسًا الْأَسْلَمِيَّ أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخَرِ. فَإِنِ اعْتَرَفَتْ رَجَمَهَا. فَاعْتَرَفَتْ. فَرَجَمَهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کر دیں، دوسرے شخص نے کہا، جوان دونوں میں زیادہ سمجھدار تھا: جی ہاں! یارسول اللہ! آپ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق ہی فیصلہ کیجئے گا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں، تو میں کچھ عرض کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بولو! اس نے عرض کی: میرا بیٹا اس شخص کے ہاں ملازم تھا، اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا، لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سنگسار کیا جائے گا، تو میں نے اس کے فدیے کے طور پر ایک سو بکریاں اور ایک کنیز ادا کر دی، پھر میں نے اہل علم سے دریافت کیا: تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا، البتہ اس کی عورت کو سنگسار کیا جائے گا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> "اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، میں تم دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ دوں گا، جہاں تک تمہاری بکریوں اور کنیز کا معاملہ ہے، تو وہ تمہیں واپس مل جائیں گی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگوائے اور اسے ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اس عورت کے پاس جائیں، اگر وہ اعتراف کر لے، تو اسے سنگسار کروا دیں، اس عورت نے اعتراف کر لیا، تو انہوں نے اسے سنگسار کروا دیا"۔

بَابٌ فِي رَجْمِ الْيَهُودِيَّيْنِ

باب: دو یہودیوں کو سنگسار کرنے کا تذکرہ

4446 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا. فَقَالَ لَهُمْ

4446- إسناده صحيح. وهو في "الموطأ" 2/ 819. وأخرجه البخاري (1329) و (3635)، ومسلم (1699)، وابن ماجه (2556)، والترمذي (1501)، والنسائي في "الكبرى" (7175 - 7178) و (7294) و (11002) من طرق عن نافع، به. وروايات بعضهم مختصرة. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (7179) من طريق يحيى بن وثاب، عن ابن عمر: أن النبي -صلى الله عليه وسلم- رجم يهوديا ويهودية. وهو في "مسند أحمد" (4498)، و"صحيح ابن حبان" (4431) و (4432) و (4434) و (4435).

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الزِّنَا؟ فَقَالُوا: نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبْتُمْ، إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ. فَأَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ، فَنَشَرُوهَا فَجَعَلَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَيْكَ. فَرَفَعَهَا فَإِذَا فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوا: صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ، فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ. فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِي عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ

✪✪ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کچھ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے آپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: زنا کے بارے میں تم لوگ تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا: ہم ایسے لوگوں کو رسوا کرتے ہیں، انہیں کوڑے لگاتے ہیں، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ غلط کہہ رہے ہو، تورات میں تو سنگسار کرنے کا حکم موجود ہے، وہ لوگ تورات لے کر آئے، انہوں نے اسے کھولا ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ سنگسار کرنے کے حکم سے متعلق آیت پر رکھ دیا، پھر وہ اس کے پہلے والے اور بعد والے حصے کو پڑھنے لگا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تم اپنا ہاتھ اٹھاؤ، اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا، تو اس کے نیچے سنگسار کرنے کے حکم سے متعلق آیت موجود تھی، ان لوگوں نے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک کہا، اس میں سنگسار کرنے کے حکم سے متعلق آیت موجود ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں یہ حکم دیا، تو ان دونوں کو سنگسار کر دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے اس مرد کو دیکھا کہ وہ اس عورت پر جھکا ہوا تھا اور اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

4447 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مَرُّوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ قَدْ حُمِّمَ وَجْهُهُ، وَهُوَ يُطَافُ بِهِ، فَنَاشَدَهُمْ: مَا حَدُّ الزَّانِي فِي كِتَابِهِمْ؟ قَالَ: فَأَحَالُوهُ عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَنَشَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا حَدُّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ؟ فَقَالَ: الرَّجْمُ، وَلَكِنْ ظَهَرَ الزِّنَا فِي أَشْرَافِنَا، فَكَرِهْنَا أَنْ يُتْرَكَ الشَّرِيفُ، وَيُقَامُ عَلَى مَنْ دُونَهُ، فَوَضَعْنَا هَذَا عَنَّا، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا مَا أَمَاتُوا مِنْ كِتَابِكَ

✪✪ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی کو لے کر گزرے، جس کا منہ کالا کیا گیا تھا اور وہ لوگ اسے چکر لگوا رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کیا کہ ان کی کتاب میں زانی کی سزا کیا ہے؟ تو انہوں نے یہ بات اپنے میں سے ایک شخص کی طرف کر دی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قسم دے کر دریافت کیا

کہ تمہاری کتاب میں زنا کرنے والے کی سزا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: سنگسار کرنا لیکن ہمارے معززین میں زنا عام ہو گیا تو ہمیں یہ اچھا نہیں لگا کہ ہم معزز آدمی کو چھوڑ دیں اور کمتر آدمی کو سزا دے دیں، تو ہم نے یہ سزا ہی ختم کر دی، پھر نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت اس یہودی کو سنگسار کر دیا گیا، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! میں وہ پہلا شخص ہوں، جو تیری کتاب کے اس حکم کو زندہ کر رہا ہے، جسے انہوں نے ختم کر دیا تھا''۔

4448- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مُرَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ مُحَمَّمٍ مَجْلُودٍ، فَدَعَاهُمْ، فَقَالَ: هَكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي؟ فَقَالُوا: نَعَمْ، فَدَعَا رَجُلًا مِنْ عُلَمَائِهِمْ قَالَ لَهُ: نَشَدْتُكَ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى، أَهَكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَا، وَلَوْلَا أَنَّكَ نَشَدْتَنِي بِهَذَا لَمْ أُخْبِرْكَ، نَجِدُ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِنَا الرَّجْمَ، وَلَكِنَّهُ كَثُرَ فِي أَشْرَافِنَا، فَكُنَّا إِذَا أَخَذْنَا الرَّجُلَ الشَّرِيفَ تَرَكْنَاهُ، وَإِذَا أَخَذْنَا الرَّجُلَ الضَّعِيفَ أَقَمْنَا عَلَيْهِ الْحَدَّ، فَقُلْنَا: تَعَالَوْا فَنَجْتَمِعُ عَلَى شَيْءٍ نُقِيمُهُ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ، فَاجْتَمَعْنَا عَلَى التَّحْمِيمِ وَالْجَلْدِ، وَتَرَكْنَا الرَّجْمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذْ أَمَاتُوهُ، فَأَمَرَ بِهِ، فَرُجِمَ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ) (المائدة: 41) إِلَى قَوْلِهِ: (يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا) (المائدة: 41) إِلَى قَوْلِهِ (وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ) (المائدة: 44) فِي الْيَهُودِ إِلَى قَوْلِهِ (وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ) (المائدة: 45) فِي الْيَهُودِ إِلَى قَوْلِهِ (وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) (المائدة: 47) قَالَ: هِيَ فِي الْكُفَّارِ كُلُّهَا، يَعْنِي هَذِهِ الْآيَةَ

❁❁ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی کو نبی اکرم ﷺ کے پاس سے لے جایا گیا، جس کا منہ کالا کیا گیا تھا اور اسے مارا بھی گیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو بلوایا اور دریافت کیا: کیا تم لوگ زنا کرنے والے کی حد یہی پاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے ان کے علماء میں سے ایک شخص کو بلوایا اور اس سے فرمایا: میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں، جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی، کیا تم لوگ اپنی کتاب میں زنا کرنے والے کے حد یہی پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے، جی نہیں! اگر آپ نے مجھے یہ واسطہ نہ دیا ہوتا، تو میں آپ کو نہ بتاتا، ہم اپنی کتاب میں زنا کرنے والے کی حد سنگسار کرنا پاتے ہیں، لیکن یہ ہمارے معززین میں زیادہ ہو گیا، تو جب ہم کسی معزز آدمی کو پکڑتے تھے تو اسے چھوڑ دیتے تھے جب کمزور شخص کو پکڑتے تھے، تو اس پر حد جاری کر دیتے تھے، تو ہم نے کہا: تم لوگ آگے بڑھو ہم لوگ کسی ایسی چیز پر متفق ہو جاتے ہیں، جسے ہم صاحب حیثیت اور کمزور ہر شخص پر لاگو کر سکیں، تو ہم اس بات پر اکٹھے ہوئے، کہ منہ کالا کر دیں گے اور کوڑے لگا دیں گے اور ہم نے سنگسار کرنے کو ترک کر دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! میں وہ پہلا شخص ہوں، جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا، اس وقت جب ان لوگوں نے اسے ختم کر دیا تھا''

تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اسے سنگسار کر دیا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اے رسول! وہ لوگ جو کفر کی طرف تیزی کرتے ہیں، وہ تمہیں غمگین نہ کریں'' یہ آیت یہاں تک ہے ''وہ لوگ یہ کہتے ہیں اگر تمہیں یہ دے دیا گیا، تو اسے حاصل کرلو، اگر نہیں دیا گیا، تو اس سے بچ جاؤ''

یہ آیت یہاں تک ہے ''اور جو شخص اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا، جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، تو یہی لوگ کافر ہیں''

یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی

''اور جو لوگ اس چیز کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے جسے اللہ نے نازل کیا ہے تو یہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں'' اس سے مراد بھی یہودی ہے۔

یہ آیت یہاں تک ہے

''اور جو لوگ اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے، جو اللہ نے نازل کیا ہے تو یہی لوگ فاسق ہیں''

(راوی کہتے ہیں:) یہ تمام آیات کفار کے بارے میں ہیں۔

4449 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، اَنَّ زَيْدَ بْنَ اَسْلَمَ، حَدَّثَهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اَتَى نَفَرٌ مِنْ يَهُودٍ، فَدَعَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْقُفِّ، فَاَتَاهُمْ فِي بَيْتِ الْمِدْرَاسِ، فَقَالُوْا: يَا اَبَا الْقَاسِمِ: اِنَّ رَجُلًا مِنَّا زَنَى بِامْرَاَةٍ، فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ، فَوَضَعُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةً فَجَلَسَ عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ: بِالتَّوْرَاةِ، فَاُتِيَ بِهَا، فَنَزَعَ الْوِسَادَةَ مِنْ تَحْتِهِ، فَوَضَعَ التَّوْرَاةَ عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ: آمَنْتُ بِكِ وَبِمَنْ اَنْزَلَكِ ثُمَّ قَالَ: ائْتُوْنِي بِاَعْلَمِكُمْ، فَاُتِيَ بِفَتًى شَابٍّ، ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةَ الرَّجْمِ، نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کچھ یہودی آئے، وہ نبی اکرم ﷺ کو وادی قُف میں لے گئے، نبی اکرم ﷺ ان کے پاس، ان کی ایک درس گاہ میں آئے، ان لوگوں نے کہا: اے ابوالقاسم! ہم میں سے ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، تو آپ ﷺ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے لیے تکیہ رکھ دیا، نبی اکرم ﷺ اس پر تشریف فرما ہوئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تورات لے کر آؤ، اسے لایا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے نیچے سے تکیہ نکالا اور تورات کو اس کے اوپر رکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تجھ پر، اور جس نے تجھے نازل کیا ہے، اس پر ایمان رکھتا ہوں، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اپنے سب سے بڑے عالم کو لے کے آؤ، تو ایک نوجوان کو لایا گیا۔ اس کے بعد راوی نے سنگسار کرنے سے متعلق واقعہ نقل کیا ہے، جو امام مالک رحمہ اللہ کی نافع کے حوالے سے نقل کردہ روایت کی مانند ہے۔

4450 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ، ح وحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُوْنُسُ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ: سَمِعْتُ رَجُلًا مِنْ مُزَيْنَةَ مِمَّنْ يَتَّبِعُ الْعِلْمَ، وَيَعِيهِ، ثُمَّ اتَّفَقَا وَنَحْنُ عِنْدَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، فَحَدَّثَنَا عَنْ اَبِي

هُرَيْرَةَ - وَهٰذَا حَدِيثُ مَعْمَرٍ وَهُوَ أَتَمُّ - قَالَ: زَنَى رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ وَامْرَأَةٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اذْهَبُوا بِنَا إِلَى هٰذَا النَّبِيِّ، فَإِنَّهُ نَبِيٌّ بُعِثَ بِالتَّخْفِيفِ، فَإِنْ أَفْتَانَا بِفُتْيَا دُونَ الرَّجْمِ قَبِلْنَاهَا، وَاحْتَجَجْنَا بِهَا عِنْدَ اللهِ، قُلْنَا: فُتْيَا نَبِيٍّ مِنْ أَنْبِيَائِكَ، قَالَ: فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي أَصْحَابِهِ، فَقَالُوا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، مَا تَرَى فِي رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا؛ فَلَمْ يُكَلِّمْهُمْ كَلِمَةً حَتَّى أَتَى بَيْتَ مِدْرَاسِهِمْ، فَقَامَ عَلَى الْبَابِ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أَحْصَنَ؛ قَالُوا: يُحَمَّمُ، وَيُجَبَّهُ، وَيُجْلَدُ، وَالتَّجْبِيهُ: أَنْ يُحْمَلَ الزَّانِيَانِ عَلَى حِمَارٍ، وَتُقَابَلُ أَقْفِيَتُهُمَا، وَيُطَافُ بِهِمَا، قَالَ: وَسَكَتَ شَابٌّ مِنْهُمْ، فَلَمَّا رَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ، أَلَظَّ بِهِ النِّشْدَةَ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ إِذْ نَشَدْتَنَا، فَإِنَّا نَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: فَمَا أَوَّلُ مَا ارْتَخَصْتُمْ أَمْرَ اللهِ؟ قَالَ: زَنَى ذُو قَرَابَةٍ مِنْ مَلِكٍ مِنْ مُلُوكِنَا، فَأَخَّرَ عَنْهُ الرَّجْمَ، ثُمَّ زَنَى رَجُلٌ فِي أُسْرَةٍ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ رَجْمَهُ، فَحَالَ قَوْمُهُ دُونَهُ، وَقَالُوا: لَا يُرْجَمُ صَاحِبُنَا حَتَّى تَجِيءَ بِصَاحِبِكَ فَتَرْجُمَهُ، فَاصْطَلَحُوا عَلَى هٰذِهِ الْعُقُوبَةِ بَيْنَهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنِّي أَحْكُمُ بِمَا فِي التَّوْرَاةِ فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا. قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَبَلَغَنَا أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيهِمْ (إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا) (المائدة: 44)، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودیوں سے تعلق رکھنے والے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کرلیا، ان میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کہا: تم ہمیں اس نبی کے پاس لے جاؤ، کیونکہ وہ ایک ایسے نبی ہیں، جن کو تخفیف کے احکام کے ہمراہ مبعوث کیا گیا ہے، اگر تو انہوں نے ہمیں کوئی ایسا جواب دیا، جو سنگسار کرنے سے کم ہوا، تو ہم اسے قبول کرلیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کو حجت کے طور پر پیش کردیں گے ہم یہ کہیں گے: یہ ایک ایسا فتویٰ ہے، جو تیرے نبی نے دیا ہے، راوی کہتے ہیں: وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے اصحاب کے درمیان مسجد میں تشریف فرما تھے، ان لوگوں نے عرض کی: اے ابوالقاسم! ایسے مرد اور عورت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جنہوں نے زنا کا ارتکاب کیا ہو، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی درسگاہ والے گھر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم لوگوں کو اس اللہ کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں، جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی، تم لوگ تورات میں ایسے شخص کی کیا سزا پاتے ہو؟ جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرلیتا ہے، ان لوگوں نے جواب دیا: یہ کہ اس کا منہ کالا کیا جائے، اسے گدھے پر الٹا بٹھایا جائے اور اس کی پٹائی کی جائے۔ (راوی کہتے ہیں:) تجبیہ سے مراد یہ ہے کہ زنا کرنے والوں کو گدھے پر بٹھایا جائے اور ان کی پشت ایک دوسرے کی طرف ہو اور پھر ان کا چکر لگوایا جائے، راوی بیان کرتے ہیں: ان میں سے ایک نوجوان خاموش رہا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ملاحظہ کیا کہ وہ خاموش ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ شدت کے ساتھ، اسے قسم دی، تو وہ بولا: اے اللہ تعالیٰ کے نبی! جب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ قسم دی ہے، تو (میں یہ بتانے پر مجبور ہوں) کہ ہم تورات میں سنگسار کرنے کی سزا پاتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں رخصت کو سب سے پہلے کیوں اختیار کیا؟ اس نے جواب دیا: ہمارے ایک بادشاہ کے قریبی رشتے دار نے زنا کیا، تو اسے سنگسار نہیں کیا گیا، پھر ایک خاندان کے ایک شخص نے گناہ کیا بادشاہ نے اسے سنگسار کرنے کا ارادہ کیا، تو اس کے قبیلے کے لوگ رکاوٹ بن گئے، انہوں نے کہا: ہمارے ساتھی کو اس وقت تک سنگسار نہیں کیا جا سکتا، جب تک تم اپنے بندے کو لا کر اسے سنگسار نہیں کرتے، تو ان لوگوں نے آپس میں اس صلح پر اتفاق کر لیا (کہ ایسے شخص کا منہ کالا کروا دیا جائے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تورات میں جو موجود ہے، میں اس کے مطابق فیصلہ دیتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں حکم دیا تو انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

زہری کہتے ہیں: ہم تک یہ روایت پہنچی ہے، یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی:

''بے شک ہم نے تورات نازل کی ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، اس کے مطابق ان انبیاء نے فیصلے دیئے ہیں، جو مسلمان تھے'' (راوی کہتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان انبیاء کرام میں سے ایک تھے۔

4451 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا مِنْ مُزَيْنَةَ، يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: زَنَى رَجُلٌ وَامْرَأَةٌ مِنَ الْيَهُودِ وَقَدْ أُحْصِنَا، حِينَ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وَقَدْ كَانَ الرَّجْمُ مَكْتُوبًا عَلَيْهِمْ فِي التَّوْرَاةِ، فَتَرَكُوهُ وَأَخَذُوا بِالتَّجْبِيهِ، يُضْرَبُ مِائَةً بِحَبْلٍ مَطْلِيٍّ بِقَارٍ، وَيُحْمَلُ عَلَى حِمَارٍ، وَجْهُهُ مِمَّا يَلِي دُبُرَ الْحِمَارِ، فَاجْتَمَعَ أَحْبَارٌ مِنْ أَحْبَارِهِمْ، فَبَعَثُوا قَوْمًا آخَرِينَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: سَلُوهُ عَنْ حَدِّ الزَّانِي، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، فَقَالَ فِيهِ: قَالَ: وَلَمْ يَكُونُوا مِنْ أَهْلِ دِينِهِ، فَيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ، فَخُيِّرَ فِي ذَلِكَ، قَالَ: (فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ)

۞۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودیوں سے تعلق رکھنے والے ایک مرد اور عورت نے زنا کر لیا، وہ دونوں شادی شدہ تھے، یہ اس وقت کی بات ہے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے، ان لوگوں پر تورات میں سنگسار کرنے کی سزا لازم کی گئی تھی، انہوں نے اسے ترک کر دیا اور گدھے پر الٹا بٹھا کر گھومنے کی سزا کو اختیار کر لیا، نیز ایسے شخص کو تارکول لگی ہوئی رسی کے ساتھ سو مرتبہ مار دیا جاتا تھا، اسے گدھے پر بٹھایا جاتا تھا اور اس کا منہ گدھے کی پیٹھ کی طرف رکھا جاتا تھا، ان کے علماء اکٹھے ہوئے انہوں نے کچھ دوسرے لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور بولے: تم ان سے زنا کرنے والے کی سزا کے بارے میں دریافت کرو، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی، جس میں یہ الفاظ ہیں: ''کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دین سے تعلق نہیں رکھتے تھے، تو اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان فیصلہ کرنا تھا، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا (اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی)

"اگر وہ تمہارے پاس آتے ہیں، تو تم ان کے درمیان فیصلہ کرو، یا اعراض کرو"

4452 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، قَالَ مُجَالِدٌ: أَخْبَرَنَا، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: جَاءَتِ الْيَهُودُ بِرَجُلٍ وَامْرَأَةٍ مِنْهُمْ زَنَيَا، فَقَالَ: ائْتُونِي بِأَعْلَمِ رَجُلَيْنِ مِنْكُمْ، فَأَتَوْهُ بِابْنَيْ صُورِيَا، فَنَشَدَهُمَا: كَيْفَ تَجِدَانِ أَمْرَ هَذَيْنِ فِي التَّوْرَاةِ؟ قَالَا: نَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ إِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ أَنَّهُمْ رَأَوْا ذَكَرَهُ فِي فَرْجِهَا مِثْلَ الْمِيلِ فِي الْمُكْحُلَةِ رُجِمَا، قَالَ: فَمَا يَمْنَعُكُمَا أَنْ تَرْجُمُوهُمَا؟ قَالَا: ذَهَبَ سُلْطَانُنَا، فَكَرِهْنَا الْقَتْلَ، فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّهُودِ، فَجَاءُوا بِأَرْبَعَةٍ، فَشَهِدُوا أَنَّهُمْ رَأَوْا ذَكَرَهُ فِي فَرْجِهَا مِثْلَ الْمِيلِ فِي الْمُكْحُلَةِ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجْمِهِمَا

⊛⊛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہودی اپنے ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے، جنہوں نے زنا کیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے دو بڑے عالموں کو لے کر میرے پاس آؤ، تو وہ لوگ صوریا کے دو صاحبزادوں کو لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے، نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو قسم دے کر دریافت کیا: تم دونوں نے ان دونوں کے بارے میں تورات میں کیا حکم پایا ہے؟ ان دونوں نے جواب دیا: ہم تورات میں یہ پاتے ہیں کہ جب چار لوگ گواہی دے دیں کہ انہوں نے مرد کی شرمگاہ کو عورت کی شرمگاہ میں یوں دیکھا ہے جس طرح سلائی سرمے دانی میں ہوتی ہے، تو ان دونوں مرد اور عورت کو سنگسار کر دیا جائے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو پھر تم نے ان دونوں کو سنگسار کیوں نہیں کیا؟ ان دونوں نے جواب دیا: ہماری حکومت رخصت ہو چکی ہے، اس لیے ہم قتل کرنے کو پسند نہیں کرتے، نبی اکرم ﷺ نے گواہوں کو بلایا، وہ لوگ چار گواہ لے کر آئے، انہوں نے یہ گواہی دی کہ انہوں نے مرد کی شرمگاہ کو عورت کی شرمگاہ میں یوں دیکھا ہے، جس طرح سلائی سرمے دانی میں ہوتی ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

4453 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَالشَّعْبِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، لَمْ يَذْكُرْ فَدَعَا بِالشُّهُودِ فَشَهِدُوا،

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ مذکور نہیں ہے: نبی اکرم ﷺ نے گواہوں کو بلوایا اور انہوں نے گواہی دی۔

4454 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، بِنَحْوٍ مِنْهُ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4455 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَسَنٍ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: رَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ وَامْرَأَةً زَنَيَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی مرد اور عورت کو سنگسار کروایا تھا، ان دونوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَزْنِي بِحَرِيمِهِ

باب: آدمی کا اپنی محرم عورت کے ساتھ زنا کرنا

4456 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ، عَنْ أَبِي الْجَهْمِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أَطُوفُ عَلَى إِبِلٍ لِي ضَلَّتْ، إِذْ أَقْبَلَ رَكْبٌ - أَوْ فَوَارِسُ - مَعَهُمْ لِوَاءٌ، فَجَعَلَ الْأَعْرَابُ يَطِيفُونَ بِي لِمَنْزِلَتِي مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أَتَوْا قُبَّةً، فَاسْتَخْرَجُوا مِنْهَا رَجُلًا فَضَرَبُوا عُنُقَهُ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَذَكَرُوا أَنَّهُ أَعْرَسَ بِامْرَأَةِ أَبِيهِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہا تھا، اسی دوران سامنے سے کچھ گھوڑ سوار آئے، ان کے ساتھ ایک جھنڈا بھی تھا، دیہاتیوں نے میرے گرد گھومنا شروع کر دیا کیونکہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خاص قرب حاصل تھا، جب وہ ایک قبہ کے پاس آئے، انہوں نے اس میں سے ایک شخص کو نکالا اور اس کی گردن اڑا دی، میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا: اس نے اپنی باپ کی بیوی کے ساتھ شادی کی ہے۔

4457 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ قُسَيْطٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْبَرَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَقِيتُ عَمِّي وَمَعَهُ رَايَةٌ، فَقُلْتُ لَهُ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةَ أَبِيهِ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَضْرِبَ عُنُقَهُ، وَآخُذَ مَالَهُ

یزید بن براء اپنے والد (حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میری ملاقات اپنے چچا سے ہوئی، ان کے پاس ایک جھنڈا تھا، میں نے ان سے دریافت کیا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک شخص کی طرف بھیجا ہے، جس نے اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کی گردن اڑا دوں، اور اس کا مال حاصل کر لوں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَزْنِي بِجَارِيَةِ امْرَأَتِهِ

باب: آدمی کا اپنی بیوی کی کنیز کے ساتھ زنا کرنا

4458 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ، عَنْ حَبِيبِ

4456- إسناده ضعيف لاضطرابه كما بيناه في "مسند أحمد" (18557). أبو الجهم: هو سليمان بن الجهم، ومطرف: هو ابن طريف الحارثي، وخالد بن عبد الله: هو الواسطي. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (5466) من طريق جرير بن عبد الحميد، و (7182) من طريق أبي زبيد، كلاهما، عن مطرف، به. وهو في "مسند أحمد" (18608) و (18620).

بْنِ سَالِمٍ، اَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُنَيْنٍ وَقَعَ عَلٰى جَارِيَةِ امْرَاَتِهٖ، فَرُفِعَ اِلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، وَهُوَ اَمِيْرٌ عَلَى الْكُوْفَةِ، فَقَالَ: لَاَقْضِيَنَّ فِيْكَ بِقَضِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْ كَانَتْ اَحَلَّتْهَا لَكَ جَلَدْتُكَ مِائَةً، وَاِنْ لَمْ تَكُنْ اَحَلَّتْهَا لَكَ رَجَمْتُكَ بِالْحِجَارَةِ، فَوَجَدُوْهُ قَدْ اَحَلَّتْهَا لَهٗ، فَجَلَدَهٗ مِائَةً قَالَ قَتَادَةُ: كَتَبْتُ اِلٰى حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ، فَكَتَبَ اِلَيَّ بِهٰذَا

حبیب بن سالم بیان کرتے ہیں: ایک شخص جس کا نام عبدالرحمن بن حنین تھا، اس نے اپنی بیوی کی کنیز کے ساتھ صحبت کر لی، یہ مقدمہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے پاس پیش ہوا، وہ اس وقت کوفہ کے گورنر تھے، انہوں نے فرمایا: میں تمہارے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق فیصلہ دوں گا، اگر وہ عورت اس کنیز کو تمہارے لیے حلال کر دیتی ہے، تو میں تمہیں ایک سو کوڑے لگاؤں گا، اور اگر وہ تمہارے لیے حلال نہیں کرتی، تو میں تمہیں پتھروں کے ذریعے سنگسار کروا دوں گا، تو اس عورت نے اس شخص کے لیے اس کنیز کو حلال قرار دیا، تو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک سو کوڑے لگوائے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں: میں نے حبیب بن سالم کو خط لکھا، تو انہوں نے یہ روایت مجھے لکھ کر بھیجی۔

4459 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الرَّجُلِ يَاْتِيْ جَارِيَةَ امْرَاَتِهٖ، قَالَ: اِنْ كَانَتْ اَحَلَّتْهَا لَهٗ جُلِدَ مِائَةً، وَاِنْ لَمْ تَكُنْ اَحَلَّتْهَا لَهٗ رَجَمْتُهٗ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایسے شخص کے بارے میں نقل کرتے ہیں: جو اپنی بیوی کی کنیز کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر وہ عورت اس کنیز کو اس شخص کے لیے حلال قرار دیتی ہے، تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور اگر وہ اس کنیز کو اس شخص کے لیے حلال قرار نہیں دیتی، تو میں اسے سنگسار کر دوں گا"۔

4460 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيْ رَجُلٍ وَقَعَ عَلٰى جَارِيَةِ امْرَاَتِهٖ، اِنْ كَانَ اسْتَكْرَهَهَا فَهِيَ حُرَّةٌ، وَعَلَيْهِ لِسَيِّدَتِهَا مِثْلُهَا، فَاِنْ كَانَتْ طَاوَعَتْهُ، فَهِيَ لَهٗ وَعَلَيْهِ لِسَيِّدَتِهَا مِثْلُهَا

4458-إسناده ضعيف لاضطرابه، كما قال الترمذي بإثر الحديث (1518)، والنسائي فيما نقله عنه المنذري في "اختصار السنن" 6/ 271، وابن عدي في "الكامل" في ترجمة حبيب بن سالم 2/ 813. وقال البخاري فيما نقل عنه الترمذي في "العلل الكبير" 2/ 615: أنا أتقي هذا الحديث. وقال الخطابي: هذا الحديث غير متصل، وليس العمل عليه. قلنا: لكن قال البخاري فيما نقله عنه الترمذي في "العلل" 2/ 616: سمعت إسحاق بن منصور يذكر عن أحمد وإسحاق أنهما قالا بحديث حبيب بن سالم عن النعمان. وقال النسائي في "الكبرى" بإثر الحديث (7195): ليس في هذا الباب شيء صحيح يحتج به. أبان: هو ابن يزيد العطار. وأخرجه النسائي في "الكبرى" (5529) و (7190) من طريق أبان بن يزيد العطار، بهذا الإسناد. وقال في آخره: قال قتادة: فكتبت إلى حبيب بن سالم، فكتب إليَّ بهذا. وأخرجه ابن ماجه (2551)، والترمذي (1517)، والنسائي (5530) و (7189)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، وَمَنْصُورُ بْنُ زَاذَانَ، وَسَلَّامٌ، عَنِ الْحَسَنِ هٰذَا الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ، لَمْ يَذْكُرْ يُونُسُ، وَمَنْصُورٌ قَبِيصَةَ

⊛⊛ حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں یہ فیصلہ دیا جس نے اپنی بیوی کی کنیز کے ساتھ صحبت کی تھی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اگر مرد نے اس کے ساتھ زبردستی کی، تو وہ کنیز آزاد شمار ہوگی اور مرد پر یہ لازم ہوگا کہ اس کنیز کی مالکن کو اس جیسی کنیز (یا قیمت) ادا کرے اور اگر کنیز نے اپنی رضامندی کے ساتھ اس کے ساتھ صحبت کی تھی، تو وہ کنیز مرد کی ملکیت ہوگی اور مرد پر لازم ہوگا کہ وہ اس کنیز کی مالکن کو اس کی مانند (کنیز یا اس کی رقم) ادا کرے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

4461 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ الدِّرْهَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: وَإِنْ كَانَتْ طَاوَعَتْهُ فَهِيَ وَمِثْلُهَا مِنْ مَالِهِ لِسَيِّدَتِهَا

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: اگر اس کنیز نے رضامندی کے ساتھ اس کے ساتھ یہ عمل کیا تھا، تو اس کنیز کی قیمت جتنا مال اس کی مالکن کو ادا کرنا ہوگا۔

بَابٌ فِيمَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ

باب: جو شخص قوم لوط جیسا عمل کرتا ہے، اس کا حکم

4462 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ، فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ، وَالْمَفْعُولَ بِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مِثْلَهُ وَرَوَاهُ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ، وَرَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

4460-إسناده ضعيف لجهالة قبيصة بن حريث، وقال البخاري: في حديثه نظر، وقال النسائي: لا يصح حديثه، وقال العقيلي: في هذا الحديث اضطراب (قلنا: يعني في متنه)، وقال الخطابي: حديث منكر، وقبيصة بن حريث غير معروف، والحجة لا تقوم بمثله. وقد روي هذا الحديث من طريقين آخرين ضعيفين عن قتادة فجاء فيهما ذكر جون بن قتادة، بدل قبيصة كما بيناه في "المسند" (20063). وجون مجهول. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (13417)، ومن طريقه أخرجه النسائي في "الكبرى" (5531) و (7195). وهو في "مسند أحمد" (20060) و (20069).

"تم جس ایسے شخص کو پاؤ جس نے قوم لوط کا سا عمل کیا ہو تو یہ عمل کرنے والے اور جس کے ساتھ یہ عمل کیا گیا، انہیں قتل کر دو"۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث کے طور پر منقول ہے۔

4463 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، وَمُجَاهِدًا، يُحَدِّثَانِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي الْبِكْرِ يُؤْخَذُ عَلَى اللُّوطِيَّةِ، قَالَ: يُرْجَمُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ عَاصِمٍ يُضَعِّفُ حَدِيثَ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر کنوارہ قوم لوط کا سا عمل کرتا ہے تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عاصم کی نقل کردہ روایت عمرو بن ابوعمرو کی نقل کردہ روایت کو ضعیف قرار دیتی ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ أَتَى بَهِيمَةً

باب: جو شخص جانور کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے

4464 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَتَى بَهِيمَةً فَاقْتُلُوهُ وَاقْتُلُوهَا مَعَهُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ: مَا شَأْنُ الْبَهِيمَةِ؟ قَالَ: مَا أُرَاهُ قَالَ ذَلِكَ إِلَّا أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يُؤْكَلَ لَحْمُهَا، وَقَدْ عُمِلَ بِهَا ذَلِكَ الْعَمَلُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هَذَا بِالْقَوِيِّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کرے، اسے قتل کر دو اور اس کے ساتھ جانور کو بھی قتل کر دو"۔

راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا، جانور کا کیا قصور ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میرا خیال ہے کہ آپ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ اس کا گوشت کھایا جائے، جبکہ اس کے ساتھ یہ عمل کیا گیا ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت قوی نہیں ہے۔

4465 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، أَنَّ شَرِيكًا، وَأَبَا الْأَحْوَصِ، وَأَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ حَدَّثُوهُمْ، عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَيْسَ عَلَى الَّذِي يَأْتِي الْبَهِيمَةَ حَدٌّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ عَطَاءٌ، وَقَالَ الْحَكَمُ: أَرَى أَنْ يُجْلَدَ، وَلَا يُبْلَغَ بِهِ الْحَدَّ وَقَالَ الْحَسَنُ: هُوَ

بِمَنْزِلَةِ الزَّانِي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ عَاصِمٍ يُضَعِّفُ حَدِيثَ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جو شخص کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے، اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور حکم کہتے ہیں: میرا خیال ہے، اسے کوڑے لگائے جائیں گے، جو حد تک نہ پہنچتے ہوں۔ حسن کہتے ہیں: وہ زنا کرنے والے شخص کی مانند ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عاصم کی نقل کردہ روایت عمرو بن ابوعمرو کی نقل کردہ روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

بَابُ إِذَا أَقَرَّ الرَّجُلُ بِالزِّنَا وَلَمْ تُقِرَّ الْمَرْأَةُ

باب: جب مرد زنا کا اقرار کرلے، اور عورت اقرار نہ کرے (تو کیا کیا جائے؟)

4466 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ فَأَقَرَّ عِنْدَهُ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ سَمَّاهَا لَهُ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَرْأَةِ، فَسَأَلَهَا عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْكَرَتْ أَنْ تَكُونَ زَنَتْ، فَجَلَدَهُ الْحَدَّ وَتَرَكَهَا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتے ہیں: ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے آپ کے سامنے یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، اس نے اس عورت کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بلوایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اس بارے میں دریافت کیا، تو اس عورت نے زنا کرنے کا انکار کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو کوڑے لگوائے اور عورت کو چھوڑ دیا۔

4467 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ هَارُونَ الْبُرْدِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ فَيَّاضٍ الْأَبْنَاوِيِّ، عَنْ خَلَّادِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَكْرِ بْنِ لَيْثٍ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقَرَّ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، فَجَلَدَهُ مِائَةً، وَكَانَ بِكْرًا، ثُمَّ سَأَلَهُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَرْأَةِ، فَقَالَتْ: كَذَبَ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ، فَجَلَدَهُ حَدَّ الْفِرْيَةِ ثَمَانِينَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بکر بن لیث قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ اعتراف کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، اس نے چار مرتبہ یہ اعتراف کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک سو کوڑے لگوائے، کیونکہ وہ کنوارہ تھا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عورت کے خلاف ثبوت مانگا، اس عورت نے کہا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! اس نے جھوٹ بولا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جھوٹا الزام لگانے پر 80 کوڑے

لگوائے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ دُونَ الْجِمَاعِ، فَيَتُوبُ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَهُ الْإِمَامُ

باب: جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے علاوہ کچھ کرلے اور پھر امام کے اسے پکڑنے سے پہلے وہ توبہ کرلے

4468- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ، قَالَا: قَالَ عَبْدُ اللهِ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي عَالَجْتُ امْرَأَةً مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ، فَأَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُونَ أَنْ أَمَسَّهَا، فَأَنَا هَذَا، فَأَقِمْ عَلَيَّ مَا شِئْتَ، فَقَالَ عُمَرُ: قَدْ سَتَرَ اللهُ عَلَيْكَ لَوْ سَتَرْتَ عَلَى نَفْسِكَ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ، فَأَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا، فَدَعَاهُ، فَتَلَا عَلَيْهِ، (وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ) (هود: 114) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَهُ خَاصَّةً أَمْ لِلنَّاسِ كَافَّةً، فَقَالَ: بِلِلنَّاسِ كَافَّةً

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میں نے مدینہ منورہ کے آخری کنارے کے قریب ایک عورت کے ساتھ بوس وکنار کیا، میں نے اس کے ساتھ صحبت نہیں کی، اب میں موجود ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جو چاہے سزا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر پردہ رکھا تھا، تم اپنی ذات پر پردہ رکھتے (تو یہ مناسب ہوتا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا، وہ شخص چلا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیچھے ایک اور شخص کو بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا اور اس کے سامنے یہ آیت تلاوت کی:

''دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو'' یہ آیت کے آخر تک ہے۔

تو حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ اس کے لیے مخصوص ہے؟ یا سب لوگوں کے لیے ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سب لوگوں کے لیے ہے۔

بَابٌ فِي الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصَنْ

باب: ایسی کنیز جو محصنہ نہ ہو، اور وہ زنا کا ارتکاب کرے

4469- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ

4468- حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل سماك -وهو ابن حرب- وقد توبع. الأسود: هو ابن يزيد النخعي، وعلقمة: هو ابن قيس النخعي، وإبراهيم: هو ابن يزيد النخعي، وأبو الأحوص: هو سَلّام بن سليم. وأخرجه مسلم (2763)، والترمذي (3372)، والنسائي في "الكبرى" (7283) من طريق أبي الأحوص، والنسائي (7282) من طريق أبي عوانة اليشكري، ومسلم (2763)

تُحْصَنْ، قَالَ: إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: لَا أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ، أَوِ الرَّابِعَةِ، وَالضَّفِيرُ: الْحَبْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کنیز کے بارے میں دریافت کیا گیا، جو شادی شدہ نہ ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ زنا کرتی ہے، تو اسے کوڑے مارو، پھر اگر وہ زنا کرتی ہے، تو اسے کوڑے مارو، پھر اگر زنا کرتی ہے، تو اسے کوڑے مارو، پھر اگر زنا کرتی ہے، تو اسے فروخت کردو، خواہ ایک رسی کے عوض میں کردو۔

ابن شہاب کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ تیسری یا چوتھی مرتبہ راوی نے یہ کہا: ضفیر سے مراد رسی ہے۔

4470 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيَحُدَّهَا، وَلَا يُعَيِّرْهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَإِنْ عَادَتْ فِي الرَّابِعَةِ فَلْيَجْلِدْهَا، وَلْيَبِعْهَا بِضَفِيرٍ، أَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کسی شخص کی کنیز زنا کا ارتکاب کرے، تو وہ شخص اس پر حد جاری کرے، البتہ عار نہ دلائے، ایسا تین مرتبہ ہو گا، اگر چوتھی مرتبہ وہ پھر ایسا کرتی ہے، تو اس کو کوڑے مارے اور رسی کے عوض میں اسے فروخت کردے''۔ (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) بالوں کی رسی کے عوض میں فروخت کردے۔

4471 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِي كُلِّ مَرَّةٍ: فَلْيَضْرِبْهَا كِتَابُ اللهِ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا، وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ: فَإِنْ عَادَتْ فَلْيَضْرِبْهَا كِتَابُ اللهِ، ثُمَّ لِيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعْرٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ یہ فرمایا: وہ اللہ کی کتاب کے حکم کے مطابق اسے مارے، لیکن اسے عار نہ دلائے۔ چوتھی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: اگر وہ پھر ایسا کرے، تو اسے اللہ کی کتاب کے حکم کے مطابق مارے اور پھر اسے فروخت کردے، خواہ بالوں کی بنی ہوئی رسی کے عوض میں کرے۔

بَابٌ فِي إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَى الْمَرِيضِ

باب: بیمار پر حد جاری کرنا

4472 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ:

أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَنَّهُ اشْتَكَى رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتَّى أُضْنِيَ، فَعَادَ جِلْدَةً عَلَى عَظْمٍ، فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ جَارِيَةٌ لِبَعْضِهِمْ، فَهَشَّ لَهَا، فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رِجَالُ قَوْمِهِ يَعُودُونَهُ أَخْبَرَهُمْ بِذَلِكَ، وَقَالَ: اسْتَفْتُوا لِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي قَدْ وَقَعْتُ عَلَى جَارِيَةٍ دَخَلَتْ عَلَيَّ، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالُوا: مَا رَأَيْنَا بِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مِنَ الضُّرِّ مِثْلَ الَّذِي هُوَ بِهِ، لَوْ حَمَلْنَاهُ إِلَيْكَ لَتَفَسَّخَتْ عِظَامُهُ، مَا هُوَ إِلَّا جِلْدٌ عَلَى عَظْمٍ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَأْخُذُوا لَهُ مِائَةَ شِمْرَاخٍ، فَيَضْرِبُوهُ بِهَا ضَرْبَةً وَاحِدَةً

ابوامامہ بن سہل بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک انصاری صحابی نے اسے بتایا کہ ان لوگوں میں سے ایک شخص بیمار ہوگیا، وہ اتنا کمزور ہوگیا کہ صرف اس کی ہڈیوں پر کھال باقی رہ گئی، کسی شخص کی کنیز اس کے ہاں آئی، اسے دیکھ کر اس کی خواہش بیدار ہوئی، اس نے اس کنیز کے ساتھ صحبت کرلی، جب اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس عیادت کرنے کے لیے آئے تو اس نے لوگوں کو اس بارے میں بتایا اور بولا: تم لوگ نبی اکرم ﷺ سے میرے بارے میں مسئلہ دریافت کرو، ایک کنیز میرے ہاں آئی، تو میں نے اس کے ساتھ صحبت کرلی، لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، ان لوگوں نے عرض کی: ہم نے کسی شخص میں وہ بیماری نہیں دیکھی، جو اس شخص میں ہے، اگر ہم اٹھا کر اسے آپ کے پاس لائیں، تو اس کی ہڈیاں الگ الگ ہوجائیں گی، اس کی یہ حالت ہے کہ صرف اس کی ہڈیوں پر چمڑا باقی ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ اس کے لیے کوئی ایسی ڈالی حاصل کریں، جس میں ایک سو باریک شاخیں ہوں اور پھر وہ لوگ اسے ایک ہی مرتبہ ماردیں۔

4473 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِي جَمِيلَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: فَجَرَتْ جَارِيَةٌ لِآلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا عَلِيُّ، انْطَلِقْ فَأَقِمْ عَلَيْهَا الْحَدَّ، فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا بِهَا دَمٌ يَسِيلُ لَمْ يَنْقَطِعْ، فَأَتَيْتُهُ، فَقَالَ: يَا عَلِيُّ، أَفَرَغْتَ قُلْتُ: أَتَيْتُهَا وَدَمُهَا يَسِيلُ، فَقَالَ: دَعْهَا حَتَّى يَنْقَطِعَ دَمُهَا، ثُمَّ أَقِمْ عَلَيْهَا الْحَدَّ، وَأَقِيمُوا الْحُدُودَ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى، وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى فَقَالَ فِيهِ: قَالَ: لَا تَضْرِبْهَا حَتَّى تَضَعَ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے گھرانے کی ایک کنیز نے زنا کا ارتکاب کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے علی! تم جاؤ اور اس پر حد جاری کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں آیا تو میں نے دیکھا اس کا خون بہہ رہا تھا، وہ ابھی منقطع نہیں ہوا، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے علی! کیا تم فارغ ہوگئے؟ میں نے عرض کی: جب میں اس کنیز کے پاس آیا تو اس کا خون بہہ رہا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے چھوڑ دو! جب تک اس کا خون بہنا منقطع نہیں ہوجاتا، پھر اس پر حد قائم کرنا، جو لوگ تمہارے زیر ملکیت ہیں، تم ان پر حدود قائم کیا کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:
''تم اسے اس وقت تک نہ مارنا، جب تک وہ بچے کو جنم نہیں دیتی'' تاہم پہلی روایت زیادہ درست ہے۔

بَابٌ فِي حَدِّ الْقَذْفِ

باب: قذف کی حد

4474 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، وَمَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ، وَهَذَا حَدِيثُهُ، أَنَّ ابْنَ أَبِي عَدِيٍّ، حَدَّثَهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَ عُذْرِي، قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ ذَاكَ، وَتَلَا - تَعْنِي - الْقُرْآنَ، فَلَمَّا نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ، أَمَرَ بِالرَّجُلَيْنِ وَالْمَرْأَةِ فَضُرِبُوا حَدَّهُمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب میری براءت کے بارے میں آیت نازل ہوگئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کی تلاوت کی، جب آپ منبر سے نیچے اترے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں اور ایک خاتون کے بارے میں حکم دیا، تو انہیں حد لگائی گئی۔

4475 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، لَمْ يَذْكُرْ عَائِشَةَ، قَالَ: فَأَمَرَ بِرَجُلَيْنِ وَامْرَأَةٍ مِمَّنْ تَكَلَّمَ بِالْفَاحِشَةِ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ، وَمِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ، قَالَ النُّفَيْلِيُّ: وَيَقُولُونَ: الْمَرْأَةُ حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں اور ایک عورت کے بارے میں حکم دیا، جنہوں نے اس تہمت کو زیادہ پھیلایا تھا، وہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ تھے، نفیلی بیان کرتے ہیں: انہوں نے یہ بیان کی ہے، وہ خاتون سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو تم ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بے حد مہربان ہے (النور: ۵-۴)

قذف کا لغوی معنی

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ قذف کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قذف بالحجارۃ کا معنی ہے پتھر پھینکنا اور قذف المحصنہ کا معنی ہے پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا اور یہ مجاز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ قذف کا معنی ہے گالی دینا اور حدیث میں ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کو شریک کے ساتھ تہمت لگائی، اصل میں قذف کا معنی ہے پھینکنا پھر یہ لفظ گالی دینے

اور زنا کی تہمت میں استعمال ہوا۔ (تاج العروس ج ٦ ص ٢١٧، مصر)

قذف کا شرعی معنی

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ٩٧٠ ھ قذف کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قذف کا شرعی معنی ہے کسی محصن (مسلمان پاک دامن) کو زنا کی تہمت لگانا اور فتح القدیر میں ہے: اس پر اجماع ہے کہ حد کا تعلق اس کے ساتھ ہے کیونکہ قرآن مجید ہے: ''جو لوگ محصنات (مسلمان اور پاک دامن) عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور پھر اس پر چار مرد گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی (٨٠) کوڑے مارو'' اسی آیت میں لفظ رمی سے زنا کی تہمت مراد ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو دیگر گناہوں کی تہمت لگائی تو اس پر حد قذف واجب نہیں ہوگی بلکہ تعزیر واجب ہوگی، اور اس آیت میں جو چار گواہ نہ لانے کی شرط لگائی ہے اس سے زنا کی تہمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ صرف زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہوں کی ضرورت ہے۔ ہر چند کہ اس آیت میں محصنات کا لفظ ہے جو مونث کا صیغہ ہے لیکن یہ حکم مردوں کو بھی شامل ہے اور یہ بات نہیں کہ صرف عورت کو زنا کی تہمت لگانے سے حد قذف واجب ہوتی ہے بلکہ مسلمان اور پاک دامن عورت یا مرد جس کو بھی زنا کی تہمت لگائی گئی اور اس کے ثبوت میں چار گواہ نہ لائے جا سکیں تو تہمت لگانے والے پر حد قذف واجب ہوگی۔ (البحر الرائق ج ٥ ص ٣٠۔٢٩، مطبوعہ مصر ١٣١١ ھ)

قرآن مجید کی روشنی میں قذف کا حکم

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: (النور: ٤)

اور جو لوگ مسلمان پاک دامن عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں پھر چار مرد گواہ نہ لائیں ان کو اسی (٨٠) کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کو قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں۔ (النور: ٢٣)

بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر، مسلمان عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

احادیث کی روشنی میں قذف کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس شخص کے قتل کو حق کے سوا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ موڑنا اور پاک دامن مسلمان بے خبر عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ٦٧٦٦، صحیح مسلم رقم الحدیث: ٨٩، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٢٨٧٤، سنن النسائی رقم الحدیث: ٣٦٧١، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ١١٣٦١)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری برأت نازل ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور منبر سے اُترنے کے بعد آپ نے دو مردوں اور ایک عورت پر حد لگانے کا حکم دیا سو ان کو حد لگائی گئی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٤٧٤، سنن الترمذی رقم الحدیث: ٣١٨٠، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٥٦٧) (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٤٤٧٥)

محمد بن اسحاق نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور کہا جن دو مردوں اور ایک عورت نے تہمت لگائی تھی آپ نے ان کو حد قذف لگانے کا حکم دیا، حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور عورت حمنہ بنت جحش تھیں۔

احصان کی شرائط میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب کوئی مکلف شخص محصن کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف واجب ہوتی ہے اور احصان کی پانچ شرائط ہیں:

(۱) عقل (۲) حریت (۳) اسلام (٤) زنا سے پاک دامن ہونا (٥) وہ شخص اتنا بڑا ہو کہ جماعت کر سکتا ہو یا اس سے جماع کیا جا سکتا ہو۔

تمام متقدمین اور متاخرین علماء نے احصان میں ان شرائط کا اعتبار کیا ہے۔ البتہ داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ غلام کو تہمت لگانے سے بھی حد واجب ہوگی۔ امام احمد سے بلوغ کے متعلق مختلف روایات منقول ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ شرط ہے، امام شافعی، ابو ثور اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے کیونکہ بلوغ مکلف ہونے کی ایک شرط ہے اس لئے عقل کے مشابہ ہے اور اس لئے کہ بچہ کے زنا سے حد واجب نہیں ہوتی اس لئے اگر بچہ کسی کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد بھی نہیں ہونی چاہیے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ بلوغ کی شرط نہیں ہے کیونکہ وہ آزاد، صاحب عقل اور پاک دامن ہے اور اس تہمت سے اس کو عار لاحق ہوتا ہے اور اس قول کا صدق ممکن ہے اس لئے وہ بڑے شخص کے مشابہ ہے یہ امام مالک اور اسحاق کا قول ہے، اس روایت کی بناء پر اس کو کم از کم اتنا بڑا ہونا چاہیے جو جماع کر سکتا ہو اور لڑکا کم از کم دس سال کا اور لڑکی نو سال کی ہو۔

(المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۹٤، دار الفکر بیروت، ۱٤۰٤ھ)

احصان کی شرائط میں مذہب احناف

علامہ ابوالحسن مرگینانی حنفی لکھتے ہیں: احصان یہ ہے کہ جس شخص کو تہمت لگائی گئی ہے وہ (۱) آزاد، (۲) عاقل (۳) بالغ (٤) مسلمان اور (٥) زنا کے فعل سے پاک دامن ہو۔ آزاد ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ قرآن مجید میں آزاد پر احصان کا اطلاق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (النساء: ۲۵) ان لونڈیوں کی سزا آزاد عورتوں کی نصف ہے۔

اور عقل و بلوغ کی شرط اس لئے ہے کہ بچہ اور مجنون کو زنا کی تہمت سے عار لاحق نہیں ہوتا کیونکہ ان سے فعل زنا کا تحقق نہیں ہوتا اور اسلام کی شرط اس لئے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سنن دارقطنی) جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔

اور زنا سے پاک دامن ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ جو پاک دامن نہ ہو اس کو عار لاحق نہیں ہوگا اور تہمت لگانے والا اس تہمت میں سچا ہوگا۔

کوڑے مارنے کا حکم

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں: امام کو ایسے کوڑے کے ساتھ مارنے کا حکم دینا چاہیے جس میں گرہ یا پھل نہ ہوں (یعنی درخت کی

ایسی شاخ سے مارا جائے جس میں گرہ نہ ہو اور نہ پھل ہوں) اور متوسط ضرب کے ساتھ مارنا چاہیے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوڑے مارنے لگے تو انہوں نے درخت کی شاخ سے پھل کاٹ دیئے اور متوسط ضرب وہ ہوتی ہے کہ نہ تو اس سے چوٹ کا نشان پڑے اور نہ ایسی ضرب ہو جس سے بالکل تکلیف نہ ہو، کیونکہ پہلی صورت میں ہلاکت کا خدشہ ہے اور دوسری صورت میں کوڑے لگانے کا مقصد فوت ہو جائے گا، مجرم جس کے کوڑے لگائے جائیں اس کے کپڑے اُتار لئے جائیں اور صرف چادر (تہبند) باقی رہے اور اس کے جسم کے تفرق اعضاء پر کوڑے مارے جائیں کیونکہ ایک جگہ کوڑے مارنے سے اس کی ہلاکت کا خدشہ ہے اور اس کے سر، چہرہ اور شرمگاہ پر کوڑے نہ مارے جائیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد لگانے والے سے فرمایا اس کے چہرے اور شرمگاہ سے اجتناب کرو، تمام حدود میں مجرم کو کھڑا کر کے کوڑے مارے جائیں کیونکہ حضرت علی نے فرمایا: مردوں کو کھڑا کر کے کوڑے ماریں، کوڑے مارتے وقت کوڑے مارنے والا کوڑے کو اپنے سر سے اوپر نہ اٹھائے۔ کوڑے مارے جانے میں مرد اور عورت کے مساوی احکام ہیں۔ البتہ عورت کے صرف فالتو کپڑے اُتارے جائیں گے سارے کپڑے اُتار کر یا صرف تہبند میں حد نہیں لگائی جائے گی اور اس کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔ (ہدایہ اولین، ۴۹۰۔۴۸۹، ملتان)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ کوڑے مارنے کے لئے درخت کی ایسی شاخ لی جائے جس میں کوئی گرہ ہو نہ کوئی پھل ہو، نہ وہ سوکھی ہوئی خشک شاخ ہو، اگر وہ خشک شاخ ہو تو اس کو چھیل کر نرم کر لیا جائے۔ کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم کیا جاتا تھا کہ درخت کی شاخ سے پھل کاٹ لئے جائیں پھر اس کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کے کوٹ کر نرم کیا جائے پھر اس سے کوڑے لگائے جاتے۔ علامہ بن ہمام کہتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ ایسی شاخ میں کوئی گرہ یا پھل ہو، کیونکہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے لائق حد رم کیا ہے مجھ پر حد جاری کیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیکوڑا منگوایا تو ایک سخت ٹہنی لائی گئی جس میں پھل تھے آپ نے فرمایا اس سے کم لاؤ پھر ایک نرم شاخ لائی گئی آپ نے فرمایا اس سے کچھ زیادہ لاؤ، پھر ایک درمیانی شاخ لائی گئی۔ آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے پھر آپ نے اس سے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ متوسط شاخ سے کوڑے لگائے جائیں۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۱۶۔۱۵، سکھر)

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان اور پاک دامن مرد یا عورت پر کسی مکلف نے زنا کی تہمت لگائی اور اس پر چار گواہ نہیں پیش کئے تو اس پر اسی (۸۰) کوڑے حد لازم ہوگی۔

جس پر حد قذف لگ چکی ہو اس کی شہادت قبول کرنے میں اختلاف فقہاء

جو شخص کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے پھر اس پر چار گواہ نہ پیش کر سکے اس کے متعلق تین حکم بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارو، دوسرا یہ کہ ان کی شہادت کو کبھی قبول نہ کرو اور تیسرا یہ کہ وہی فاسق ہیں۔ اس کے بعد فرمایا سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

اس پر اجماع ہے کہ اس استثناء کا تعلق کوڑے مارنے کی سزا کے ساتھ نہیں ہے یعنی اگر کسی شخص نے تہمت لگانے کے بعد اس

تہمت سے رجوع کرلیا اور یہ کہا کہ میں نے جھوٹ بولا تھا تو اس کو پھر بھی اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے۔ البتہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس توبہ کے بعد اس کی شہادت قبول کی جائے گی یا نہیں۔ قاضی شریح، ابراہیم نخعی، حسن بصری، سفیان ثوری دراما م اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی توبہ اب بھی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور اس سے استثناء کا تعلق توبہ قبول نہ کرنے کے ساتھ ہے یعنی تہمت لگانے کے بعد اس نے توبہ کرلی اور اپنی اصلاح کرلی تو پھر اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔ (الجامع الاحکام القرآن ج۱۲ ص۱۶۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ائمہ ثلاثہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے:

حضرت ابوبکرہ، شب بن معبد اور نافع نے حضرت مغیرہ بن شعبہ پر زنا کی تہمت لگائی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو اسی، اسی (۸۰، ۸۰، ۸۰) کوڑے مارے کیونکہ یہ چار گواہ نہیں پیش کر سکے تھے۔ پھر فرمایا کہ جو ان میں سے توبہ کرلے گا اس کی شہادت قبول کرلی جائے گی۔ شبل اور نافع نے اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے قول پر قائم رہے۔
(صحیح البخاری کتاب الشہادات)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

زہری نے عید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرہ، نافع اور شبل نے حضرت مغیرہ کے خلاف زنا کی شہادت دی اور زیادہ ابن ابوسفیان نے ان کی شہادت کے خلاف شہادت دی، حضرت عمر نے ان تینوں کو کوڑے مارے اور فرمایا تم میں سے جس نے اپنی شہادت سے رجوع کرلیا اس کی شہادت قبول کرلی جائے گی۔ حضرت ابوبکرہ نے اپنی شہادت سے رجوع کرنے سے انکار کردیا۔ ان چاروں نے حضرت مغیرہ کو الرقطاء ام جمیل بنت عمرو الھلالیہ کے پیٹ کے اوپر دیکھا، انہوں نے جاکر حضرت عمر سے شکایت کی حضرت عمر نے حضرت مغیرہ کو معزول کردیا اور ان کی جگہ حضرت ابوموسیٰ کا بصرہ کا گورنر بنادیا، اور حضرت مغیرہ کو حاضر کیا گیا۔ اول الذکر تینوں نے ان کے خلاف زنا کی شہادت دی اور زیاد بن ابوسفیان نے قطعی شہادت نہیں دی اور کہا میں نے بہت قبیح منظر دیکھا تھا اور میں نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ فعل کیا تھا یا نہیں۔

تب حضرت عمر نے ان تینوں پر حد قذف جاری کی۔ حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے کہ زیاد نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا میں نے ان کا زور زور سے سانس سنا اور اس کے بعد کیا ہوا اس کا مجھے پتہ نہیں۔

(فتح الباری ج۵ ص۲۵۸۴ - ۲۸۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ، تبیان القرآن، سورہ نور، لاہور)

بَابُ الْحَدِّ فِي الْخَمْرِ

باب: شراب نوشی کی حد

خمر (شراب) کے معنی ومفہوم کا بیان

قاموس میں لکھا ہے کہ خمر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے استعمال (یعنی جس کو پینے) سے نشہ ومستی پیدا ہوجائے۔ اور وہ انگور کے شیرے کی صورت میں ہو یا عام کہ وہ انگور کا شیرہ ہو یا کسی چیز کا عرق وکاڑھا وغیرہ ہو، زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کا عام مفہوم مراد لیا

ہے) یعنی نشہ لانے والی چیز خواہ وہ انگور کا شیرہ ہو یا کسی دوسری چیز کا شیرہ وغیرہ کیونکہ شراب مدینہ میں حرام ہوئی ہے اور اس زمانہ میں انگوری شراب کا کوئی وجود نہیں تھا بلکہ وہ کھجور سے بنائی جاتی تھی خمر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لغت میں خمر کے معنی ہیں ڈھانپنا چھپانا، خلط ملط کرنا اور چونکہ شراب انسان کی عقل کو ڈھانپ دیتی ہے اور اس کے فہم و شعور کی قوتوں کو خلط و خبط کر دیتی ہے اس لئے اس کو خمر کہا گیا۔

قرآن کے مطابق حرمت شراب کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ (سورۃ مائدہ: ۹۱)

''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پاؤ یہی تو چاہتا ہے شیطان کے ڈال دے تمہارے درمیان عداوت اور بغض اور شراب اور جوئے کے ذریعے اور روک دے تم کو یادِ الٰہی سے اور نماز سے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''

شراب اور جوا قطعی طور پر حرام کام ہیں۔ چونکہ یہ شیطانی عمل ہیں شیطان یہ چاہتا ہے۔ کہ بندے کو صراطِ مستقیم سے ہٹا کر ناکامی کے راستوں پر ڈال دے اسی شراب کی وجہ سے عزت، غیرت، گھربار، اولاد، پیسہ، کاروبار، وغیرہ سب برباد ہو جاتے ہیں سب سے بڑھ کر نقصان اس کے ایمان کا ہوتا ہے کیونکہ شراب اور ایمان کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ایمان اور دائمی شراب نوشی کبھی جمع نہیں ہو سکتے ممکن ہے کی ان دونوں میں سے ایک دوسری کو نکال دے''۔ (سنن نسائی)

یہ دنیا تو چند روزہ ہے اور اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے چند لمحوں کے مقابلے میں اور چند لمحوں کی لذت کے لئے ہمیشہ کی زندگی برباد کرنا نہایت ہی گھاٹے کا اور خسارے کا سودہ ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو شراب جیسی لعنت سے بچایئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں بھی حرام کیں ہیں تو ان کے عوض ان سے بہتر عطا بھی کیں ہیں شراب حرام کی تو لذیذ مشروبات اور روح اور جسم کو فائدہ دینے والی چیزیں حلال کیں۔ کھانے کی گندی چیزیں حرام کیں تو پاکیزہ کھانے حلال کیے۔

شراب سے متعلق حکم نزول کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ''جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا'' اے اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے میں واضح اور بین (روشن) حکم نازل فرما تو اس وقت سورۃ بقرہ کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی 'وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے ''ان دونوں میں بڑا گناہ ہے'' بس حضرت عمر رضی اللہ کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت مبارکہ پڑھی گئی تو انہوں نے پھر یہ کہا اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لئے واضح حکم نازل فرما تب سورۃ نساء کی آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ ''اے ایمان والو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشے میں ہو'' جب نماز کھڑی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی اعلان کرتا تھا خبردار کوئی نشے والا نماز کے قریب نہ آئے''۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کو یہ آیت مبارکہ سنائی گئی انہوں نے پھر یہی کہا' اے اللہ ہمارے لئے شراب کا واضح اور بین حکم نازل فرما پھر سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۹۱ نازل ہوئی۔''کیا تم باز آؤ گے یا نہیں؟'' تو حضرت عمر رضی اللہ نے کہا کہ ہم باز آگئے۔(سنن نسائی جلد سوم ص ۵۷۳ حدیث نمبر ۵۴۴۴)(سنن ابی داؤد جلد سوم ص ۵۴ حدیث نمبر ۳۱۸۵)(مسلم شریف)

احادیث کے مطابق حرمت شراب کا بیان

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کی حد (سزا میں کھجور کی ٹہنیوں (چھڑیوں) اور جوتوں سے مارا (یعنی مارنے کا حکم دیا) اور حضرت ابوبکر نے (اپنے دور خلافت میں شراب پینے والے کو چالیس کوڑے مارے۔" (بخاری، مسلم) اور روایت میں حضرت انس ہی سے یوں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شراب نوشی کی حد (سزا) میں چالیس کھجور کی ٹہنیوں اور جوتوں سے مارتے تھے یعنی مارنے کا حکم دیتے تھے۔(مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 763)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زانی زنا نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو اور نہ شراب پینے والا شراب پیتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن ہو، اور نہ چوری کرنے والا چوری کرتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن ہو، اور نہ اچکا اچکنے کے وقت جب لوگ اس کی طرف آنکھ اٹھاتے ہیں مومن رہتا ہے، اور ابن شہاب سے بواسطہ سعید بن مسیب وابوسلمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہے مگر اس میں نہبہ کا لفظ نہیں ہے۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1690 حدیث متواتر)

شراب کی حرمت نازل ہونے پر صحابہ کرام کا عمل:

حضرت عبداللہ یعنی ابن مبارک حضرت سلیمان تیمی سے وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں'' کہ اس دوران میں اپنے قبیلے کے لوگوں یعنی اپنے چچاؤں کے پاس کھڑا تھا اور میں لوگوں میں سب سے چھوٹا تھا ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ شراب کو حرام کر دیا گیا ہے جبکہ میں انکی خدمت کر رہا تھا میں انہیں تر کھجوروں سے بنائی گئی شراب پلا رہا تھا انہوں نے کہا کہ اسے الٹا دو تو میں نے اس کو الٹا دیا''۔(نسائی جلد سوم ص ۵۸۰ حدیث نمبر ۵۴۴۵)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ''میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی زیر نگرانی یتیموں کے لئے کچھ شراب خریدی تھی۔(اور ابھی یہ حرام نہیں ہوئی تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''اسے بہادو اور مٹکے توڑ دو''۔

(ترمذی شریف ص ۶۵۶ حدیث نمبر ۱۳۰۲)

شراب کی حرمت کا سبب وعلت

شراب جس کو ام الخبائث" کہا گیا ہے، بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی جزو زندگی کا درجہ رکھتی تھی اس لئے بعثت نبوی کے بعد ابتداء اسلام میں بھی اس کا رواج برقرار رہا، اور عام طور پر لوگ اس کو پینے پلانے میں مبتلا رہے لیکن اس کی برائی اور اس کے نقصان کی وجہ سے مسلمانوں کے دل میں کھٹک بھی پیدا ہوتی تھی، اور حضرت عمر کے قول (انها تذهب المال و تذهب العقل) (یہ شراب مال کو بھی برباد کرتی اور عقل کو بھی ختم کرتی ہے) کے پیش نظر لوگوں میں یہ احساس تمنا بھی روز بروز بڑھتا جاتا تھا کہ اس کی

اباحت جتنی جلد ختم ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے، ادھر چونکہ پوری سوسائٹی اس لعنت میں گرفتار تھی اور ایک ایسی عادت تھی جس کی جڑیں پورے معاشرے میں بہت دور تک پھیلی ہوئی تھیں اس لئے مصلحت شریعت یہ تھیں کہ اس کی حرمت کا نفاذ دفعتا کرنے کی بجائے بتدریج روبہ عمل میں لایا جائے کہ شریعت کا مقصد بھی پورا ہو جائے اور لوگ اس لعنت سے بھی نجات پا جائیں، چنانچہ جب کچھ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے بارے میں دریافت کیا تو اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی

(يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا) (البقرۃ ۲۱۹)

"(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور (بظاہر) ان میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدوں سے بہت بڑھا ہوا ہے۔"

جو سعید روحیں پہلے ہی سے شراب کے مضر اثرات کا احساس رکھتی تھیں اور جو لوگ اس کی برائی سے طبعا بیزار تھے ان کے لئے تو بس اتنا ہی کافی تھا کہ قرآن کریم نے "شراب" کو گناہ کہہ دیا لہذا انہوں نے شراب نوشی قطعًا ترک کر دی لیکن چونکہ اس آیت میں شراب کی حرمت کا کوئی واضح اور قطعی حکم نہیں ہے اس لئے لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے مے نوشی کا مشغلہ بدستور جاری رکھا۔ اور پھر اس سلسلہ میں یہ دوسری آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (4۔النساء:43)

"اے ایمان والو! تم ایسی حالت میں نماز کے پاس مت جاؤ کہ تم نشہ کی حالت میں مست ہو، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو۔"

اس آیت نے شراب نوشی کے جاری مشغلہ پر ایک ضرب لگائی، اور نماز کے اوقات میں شراب نوشی بالکل ترک کر دی گئی البتہ نماز کے علاوہ اوقات میں بعض لوگوں کے یہاں اب بھی شراب نوشی کا مشغلہ بند نہیں ہوا اور آخر کار ۳ھ میں یہ تیسری آیت نازل ہوئی جس میں حرمت شراب کو واضح کر دیا گیا یَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

شرابی پر اجرائے حد کی شرائط کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مسلمان، عاقل، بالغ، ناطق، غیر مضطر، بلا اکراہ شرعی، خمر کا ایک قطرہ بھی پیے تو اس پر حد قائم کی جائے گی جبکہ اسے اس کا حرام ہونا معلوم ہو۔ کافر یا مجنون یا نابالغ یا گونگے نے پی تو حد نہیں۔ اسی طرح اگر پیاس سے مرا جاتا تھا اور پانی نہ تھا کہ پی کر جان بچاتا اور اتنی پی کہ جان بچ جائے تو حد نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پی تو حد ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے شراب پینے پر مجبور کیا یعنی اکراہ شرعی پایا گیا تو حد نہیں۔ شراب کی حرمت کو جانتا ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ واقع میں اسے معلوم ہو کہ یہ حرام ہے دوسرے یہ کہ دارالاسلام میں رہتا ہو تو اگرچہ نہ جانتا ہو حکم یہی دیا جائیگا کہ اسے معلوم ہے کیونکہ

دارالاسلام میں جہل عذر نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی حربی دار الحرب سے آ کر مشرف باسلام ہوا ہے۔ اور شراب پی اور کہتا ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ حرام ہے تو حد نہیں ہے۔ (درمختار، کتاب الحدود)

4476 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَهٰذَا حَدِيثُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقِتْ فِي الْخَمْرِ حَدًّا، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: شَرِبَ رَجُلٌ فَسَكِرَ، فَلُقِيَ يَمِيلُ فِي الْفَجِّ، فَانْطُلِقَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا حَاذَى بِدَارِ الْعَبَّاسِ، انْفَلَتَ فَدَخَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ فَالْتَزَمَهُ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ، وَقَالَ: أَفَعَلَهَا؟ وَلَمْ يَأْمُرْ فِيهِ بِشَيْءٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ، حَدِيثُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ هٰذَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کی کوئی باقاعدہ سزا متعین نہیں کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے شراب پی اسے نشہ ہو گیا، وہ گلی میں لہرا کر چلنے لگا، اسے پکڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جانے لگا، جب وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے آیا، تو وہ کھسک کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گیا اور ان سے لپٹ گیا، جب اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا اس نے ایسا کیا تھا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ان روایات میں سے ایک ہے، جسے نقل کرنے میں اہل مدینہ منفرد ہیں اور روایت کے یہ الفاظ حسن بن علی نامی راوی کے نقل کردہ ہیں۔

4477 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ، فَقَالَ: اضْرِبُوهُ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُولُوا هٰكَذَا، لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا، جس نے شراب پی ہوئی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اسے مارو، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تو ہم میں سے کسی نے اپنے ہاتھ کے ذریعے مارا، کسی نے جوتے کے ذریعے مارا، کسی نے کپڑے کے ذریعے مارا، جب وہ وہاں سے واپس جانے لگا، تو حاضرین میں سے کسی نے

4476- وأخرجه النسائي في "الكبرى" (5271) و (5272) من طريق ابن جريج، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (2963). ويخالف هذا الحديث حديث أنس بن مالك الآتي عند المصنف برقم (4479) ولفظه عند مسلم (1706): أن النبي -صلى الله عليه وسلم -أتي برجل قد شرب الخمر، فجلده بجريدتين نحو أربعين. وفي رواية أخرى عند مسلم (1706): أن النبي -صلى الله عليه وسلم -كان يضرب بالنعال والجريد أربعين. ويخالفه أيضاً حديث حضين بن المنذر، عن علي بن أبي طالب الآتي عند المصنف (4480). وهو في "صحيح مسلم" (1707).

کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس طرح نہ کہو، تم اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔

4478 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ أَبِي نَاجِيَةَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، وَابْنُ لَهِيعَةَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ فِيهِ بَعْدَ الضَّرْبِ: ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: بَكِّتُوهُ فَأَقْبَلُوا عَلَيْهِ يَقُولُونَ: مَا اتَّقَيْتَ اللَّهَ، مَا خَشِيتَ اللَّهَ، وَمَا اسْتَحْيَيْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَرْسَلُوهُ، وَقَالَ فِي آخِرِهِ: وَلَكِنْ قُولُوا: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ وَبَعْضُهُمْ يَزِيدُ الْكَلِمَةَ وَنَحْوَهَا

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں الفاظ ہیں: اس کی پٹائی ہو جانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اسے تنبیہ کرو! تو لوگوں نے اسے یہ کہنا شروع کیا: کیا تمہیں اللہ کا خوف نہیں آیا، اللہ کا ڈر نہیں آیا، کیا تمہیں نبی اکرم ﷺ سے شرم نہیں آئی؟ پھر ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔

روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ یہ کہو: اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے، اے اللہ! تو اس پر رحم کر، بعض راویوں نے کوئی کلمہ زیادہ نقل کیا ہے، یا اس کی مانند نقل کیا ہے۔

4479 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ الْمَعْنَى، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَدَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ، وَالنِّعَالِ، وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَرْبَعِينَ، فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ دَعَا النَّاسَ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ دَنَوْا مِنَ الرِّيفِ، -وَقَالَ مُسَدَّدٌ: مِنَ الْقُرَى وَالرِّيفِ- فَمَا تَرَوْنَ فِي حَدِّ الْخَمْرِ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: نَرَى أَنْ تَجْعَلَهُ كَأَخَفِّ الْحُدُودِ، فَجَلَدَ فِيهِ ثَمَانِينَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ جَلَدَ بِالْجَرِيدِ، وَالنِّعَالِ أَرْبَعِينَ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ضَرَبَ بِجَرِيدَتَيْنِ نَحْوَ الْأَرْبَعِينَ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے شراب نوشی پر کھجور کی شاخوں اور جوتوں کے ذریعے پٹائی کروائی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے لگوائے تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو انہوں نے لوگوں کو بلوایا ان سے فرمایا: لوگ اپنی زرعی پیداوار کے قریب ہو گئے ہیں۔

یہاں مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: لوگ اپنے دیہاتوں اور کھیتوں میں چلے گئے ہیں، تو اب تم لوگ شراب نوشی کی حد کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو؟ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کو جواب دیا: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اس کی سزا، سب سے ہلکی حد کے طور پر، مقرر کر دیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی پر 80 کوڑے لگوائے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قتادہ نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے: آپ ﷺ نے کھجور کی چھڑی اور

جوتوں کے ذریعے چالیس ضربیں لگوائیں تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے دو شاخوں کے ذریعے تقریباً چالیس ضربیں لگوائیں تھیں۔

شرابی کی حد میں اسی کوڑوں پر اجماع صحابہ کرام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں نشے کی حالت میں پائے جانے والے شخص کو جسے کسی بھی چیز سے نشہ ہوا ہو اسے چالیس کوڑے مارتے تھے، لیکن اپنی خلافت کے آخری ایام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خاص واقعہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے اس جرم کی سزا اسی کوڑے جاری کر دی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے ابو افرہ کلبی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں تھے اور ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ابو افرہ کلبی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ بکثرت مے نوشی اختیار کرتے جا رہے ہیں اور سزا کو کم سمجھ رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب بیٹھے ہیں ان سے دریافت کر لو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ شراب نوشی کی سزا اسی (80) کوڑے مقرر کر دیں کیونکہ جب کوئی آدمی شراب پیتا ہے تو اسے نشہ ہوتا ہے اور نشہ میں ہذیان بکتا ہے اور لوگوں پر تہمت لگاتا ہے اسی لیے تہمت کی سزا ہی شراب نوشی کی سزا مقرر کر دیں جو کہ 80 کوڑے ہے۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی سزا 80 کوڑے مقرر کرنے کا فرمان جاری کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لیے بھی 80 کوڑے مقرر کی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شراب نوش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیوں کے چالیس جوڑے مروائے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر جوتی کی جگہ ایک کوڑا مقرر کیا۔ شراب نوشی کے ساتھ اگر کوئی اور جرم بھی جمع ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی سزا بھی حد کے ساتھ جمع کر دیتے، جیسے انہوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمن پر حد کے ساتھ تعزیر بھی جمع کی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کے دوران مے نوشی پر ایک شخص کو اسی درے شراب نوشی کے اور بیس کوڑے رمضان کی بے حرمتی کے بھی لگائے۔ جو شخص جتنی مرتبہ شراب پئے گا اتنی مرتبہ ہی اس پر حد جاری کی جائے گی۔ چنانچہ ابو محجن ثقفی نے آٹھ مرتبہ شراب پی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر آٹھ مرتبہ ہی حد جاری فرمائی۔

شرابی پر اس وقت حد جاری ہوگی جب اسکا نشہ اتر جائے گا اور کوڑے جو مارے جائیں گے وہ زیادہ شدید نہیں ہونے چاہئیں بلکہ ہلکے لیکن درد پہنچانے والے ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب چڑھائی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے ایک ایسے شخص کے پاس بھیجتا ہوں جو تیرے ساتھ کوئی نرمی نہیں کرے گا۔ چنانچہ اسے مطیع بن اسود عدوی کے پاس بھیج دیا گیا اور ان سے کہا کہ اگلے دن صبح اس پر مے نوشی کی حد جاری کر دینا۔ چنانچہ اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حو دیکھا تو دیکھا کہ وہ اس مے نوش کو سخت قسم کے کوڑے مار رہے ہیں،
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کتنے مارے جا چکے ہیں جواب دیا کہ ساٹھ، حضرت عمر نے حکم دیا اس کوڑے کی شدت کے سبب باقی بیس چھوڑ دو۔ شراب نوشی کی حد میں چالیس کی بجائے اسی کوڑوں کا تقرر چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا اس لیے بعض فقہاء ان اضافی چالیس دروں کو تعزیر کا مقام دیتے ہیں تاہم جمہور علمائے امت کل اسی کی تعداد کو ہی حد گردانتے ہیں کیونکہ اس تعداد پر صحابہ کرام کا اجماع واقع ہوا ہے اور جس مقدس گروہ سے جمع وتدوین قرآن میں کسی غلطی کا احتمال نہیں ہوا تو کیا اس گروہ سے دیگر معاملات میں غلطی کے احتمال کے امکان سے قرآن مجید کی صحت مشکوک ہو سکتی ہے۔

4480 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ الدَّانَاجُ، حَدَّثَنِي حُضَيْنُ بْنُ الْمُنْذِرِ الرَّقَاشِيُّ هُوَ أَبُو سَاسَانَ، قَالَ: شَهِدْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَأُتِيَ بِالْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ، فَشَهِدَ عَلَيْهِ حُمْرَانُ وَرَجُلٌ آخَرُ، فَشَهِدَ أَحَدُهُمَا أَنَّهُ رَآهُ شَرِبَهَا - يَعْنِي الْخَمْرَ - وَشَهِدَ الْآخَرُ أَنَّهُ رَآهُ يَتَقَيَّأُ، فَقَالَ عُثْمَانُ: إِنَّهُ لَمْ يَتَقَيَّأْ حَتَّى شَرِبَهَا، فَقَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَقِمْ عَلَيْهِ الْحَدَّ، فَقَالَ عَلِيٌّ لِلْحَسَنِ: أَقِمْ عَلَيْهِ الْحَدَّ، فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَقِمْ عَلَيْهِ الْحَدَّ، قَالَ: فَأَخَذَ السَّوْطَ فَجَلَدَهُ وَعَلِيٌّ يَعُدُّ، فَلَمَّا بَلَغَ أَرْبَعِينَ، قَالَ: حَسْبُكَ، جَلَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ، أَحْسَبُهُ قَالَ: وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، وَعُمَرُ ثَمَانِينَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ، وَهَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ

ابو ساسان بیان کرتے ہیں: میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، ولید بن عقبہ کو ان کے پاس لایا گیا، حمران اور ایک اور شخص نے اس کے خلاف گواہی دی، ان میں سے ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس شخص کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے، جبکہ دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اس شخص کو قے کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ قے اسی وقت کرے گا، جب اس نے شراب پی ہوئی ہوگی، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس پر حد جاری کر دیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اس پر حد جاری کر دو، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ کی تپش کا نگران اسی کو بنائیں، جو اس کی ٹھنڈک کا نگران ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم اس پر حد جاری کر دو، انہوں نے کوڑا لیا، اسے مارنے لگے، حضرت علی رضی اللہ عنہ گنتی کرتے رہے، جب وہ چالیس تک پہنچ گئے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس! اتنا ہی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چالیس کوڑے لگوائے تھے۔

(راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے، روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے لگوائے تھے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 80 کوڑے لگوائے تھے، تاہم ان میں سے ہر ایک طریقہ سنت ہے اور میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے (کہ چالیس کوڑے لگوائے جائیں)۔

4481 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنِ الدَّانَاجِ، عَنْ حُضَيْنِ بْنِ الْمُنْذِرِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَلَدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمْرِ، وَأَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، وَكَمَّلَهَا عُمَرُ

ثَمَانِينَ، وَكُلٌّ سُنَّةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ الْأَصْمَعِيُّ: وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا: وَلِّ شَدِيدَهَا مَنْ تَوَلَّى هَيِّنَهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا كَانَ سَيِّدَ قَوْمِهِ حُضَيْنُ بْنُ الْمُنْذِرِ أَبُو سَاسَانَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی پر چالیس کوڑے لگوائے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس لگوائے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 80 کی تعداد میں پورا کیا، ان میں سے ہر ایک طریقہ سنت ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اصمعی کہتے ہیں: روایت کے یہ الفاظ "اس کی تپش کا نگران اسی کو بنائیں جو اس کی ٹھنڈک کا نگران ہے" اس سے مراد یہ ہے: سختی کا نگران اسے بنائیں، جو اس بارے میں نرمی کا نگران ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضین بن منذر ابوساسان اپنی قوم کے سردار تھے۔

شرح

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے (بھی) ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے زیادہ بڑا ہے اور یہ آپ سے سوال کرتے ہیں۔ کہ کیا چیز خرچ کریں آپ کہیے کہ جو ضرورت سے زائد ہو اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تا کہ تم تدبر کرو۔ (البقرہ، ۲۱۹)

قرآن مجید سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان:

اس سے پہلی آیت میں جہاد کا بیان کیا گیا تھا اور عرب میں شراب پینے کا عام رواج تھا اور شراب اور جہاد دونوں ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ شراب کے نشہ میں انسان کو اپنے پرائے کی تمیز نہیں رہتی تو ایسا شخص کافروں سے جہاد کب کر سکتا ہے نیز وہ شراب کے نشہ میں جوا کھیلا کرتے تھے اور جیتی ہوئی رقم غریبوں میں تقسیم کرتے تھے اور بہ ظاہر یہ اچھا کام تھا اس لیے صحابہ نے ان دونوں کا حکم معلوم کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اگرچہ اس میں کچھ لوگوں کا فائدہ ہے لیکن ان کا نقصان زیادہ ہے کیونکہ شراب کے نشہ سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور انسان جھوٹ بولتا ہے اور گالم گلوچ کرتا ہے اور جوئے کے ذریعہ دوسروں کا امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زید بن علی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خمر (شراب) کے متعلق تین آیتیں نازل کی ہیں ایک یہ آیت ہے (شراب پینے سے وقتی جوش اور ہیجان پیدا ہوتا ہے اور جوئے کے ذریعہ آسانی سے جیتی ہوئی رقم حاصل ہو جاتی ہے اور زمانہ جاہلیت میں یہ رقم غرباء پر خیرات کر دی جاتی تھی ان فوائد کی بناء لوگوں نے آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اگرچہ ان میں کچھ فائدہ ہے لیکن ان کا نقصان زیادہ ہے) تب لوگوں نے شراب پینے کے معمول کو جاری رکھا حتیٰ کہ دو آدمیوں نے شراب پی کہ نماز پڑھی اور نماز میں بدکلامی کی تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(آیت) یایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکری حتی تعلموا ما تقولون"۔

(النساء: ۴۳-۴۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں تم نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

پھر جو لوگ شراب پیتے تھے وہ نماز کے اوقات میں شراب سے اجتناب کرتے تھے' حتیٰ کہ ایک دن ابوالقموص نے نشہ کی حالت میں مقتولین بدر کے نوحہ اور مرثیہ میں چند اشعار پڑھے جن میں مقتولین بدر کی تعظیم اور تکریم کی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ غضب میں گھبرائے ہوئے چادر کو گھسیٹتے ہوئے آئے جب اس نے آپ کو دیکھا تو آپ نے اس کو مارنے کے کوئی چیز اٹھائی' اس نے کہا: میں اللہ اور اس کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں' بہ خدا! میں اب کبھی شراب نہیں پیوں گا تب یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت) "یأیھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنوہ لعلکم تفلحون. انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضآء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون"۔ (المائدہ: ۹۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! خمر (شراب) جوا' بتوں کے چڑھاووں کی جگہ اور بتوں کے پاس فال نکالنے کے تیر محض ناپاک ہیں' ان سے اجتناب کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان کا صرف یہ ارادہ ہے کہ وہ شراب اور جوئے کے سبب سے تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے' اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے' تو کیا تم باز آنے والے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت سنی تو کہا: ہم باز آئے' ہم باز آئے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۲۱۱ 'مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس آیت میں شراب کی حرمت پر دس دلیلیں ہیں:

(۱) شراب کا ذکر' جوئے' بتوں کے چڑھاووں کی جگہ اور بتوں کے پاس فال نکالنے کے تیروں کے ساتھ کیا ہے اور یہ سب حرام ہیں۔

(۲) شراب کو رجس (نجس) فرمایا اور ہر نجس چیز حرام ہے۔

(۳) شراب کو شیطانی کام فرمایا اور شیطانی کام حرام ہیں۔

(٤) شراب پینے سے اجتناب کا حکم دیا' لہٰذا اس سے اجتناب کرنا فرض ہوا اور جس سے اجتناب فرض ہو اس کا ارتکاب حرام ہے۔

(٥) حصول فلاح کو شراب سے اجتناب پر معلق فرمایا' اس لیے اس سے اجتناب فرض اور اس کا ارتکاب حرام ہوا۔

(٦) شراب کے سبب سے شیطان عداوت پیدا کرتا ہے' اور عداوت حرام ہے اور حرام کا سبب بھی حرام ہوتا ہے' لہٰذا شراب حرام ہوئی۔

(۷) شراب کے سبب سے شیطان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض حرام ہے۔

(۸) شراب کی تاثیر سے شیطان اللہ کے ذکر سے روکتا ہے اور اللہ کے ذکر سے روکنا حرام ہے۔
(۹) شراب کی تاثیر سے شیطان نماز سے روکتا ہے اور نماز سے روکنا حرام ہے۔
(۱۰) اللہ تعالیٰ نے استفہاماً انتہائی بلیغ ممانعت کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم (شراب نوشی سے) باز آنے والے ہو؟

احادیث سے خمر (شراب) کی تحریم کا بیان:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں خمر (شراب) پی وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زنا کرتے وقت زانی میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا اور خمر پیتے وقت شرابی میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا اور چوری کرتے وقت چور میں ایمان (کامل) نہیں ہوتا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوعبیدہ، حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی بن کعب کو ادھ پکی کھجوروں اور چھوراوں کی شراب پلا رہا تھا کہ ایک آنے والے نے کہا: خمر کو حرام کر دیا گیا، تو حضرت ابوطلحہ نے کہا: اے انس! اٹھو اور اس تمام شراب کو انڈیل دو۔

حضرت ابو مالک یا حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، ریشم، خمر اور آلات موسیقی کو حلال کہیں گے اور عنقریب کچھ لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو کہیں گے: کل آنا۔ اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا، اور دوسرے لوگوں (زنا، شراب اور آلات موسیقی کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت کے دن بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر نے دعا کی کہ اے اللہ! خمر کے متعلق شافی حکم بیان فرما تو سورۃ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) "یسئلونك عن الخمر والمیسر"۔ (البقرہ: ۲۱۹) عمر نے پھر دعا کی تو یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) "یایها الذین امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکری" (النساء: ۴۳) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے نداء کی کہ کوئی شخص نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جائے، عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! خمر کے متعلق شافی حکم نازل فرما تو یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) "فهل انتم منتهون"۔ (المائدہ: ۹۰) حضرت عمر نے کہا: ہم باز آ گئے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لے وہ خمر ہے اور ہر

نشہ آور چیز حرام ہے اور جس شخص نے کسی نشہ آور چیز کو پیا اس کی چالیس دن کی نمازیں ناقص ہو جائیں گی اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا اور اگر اس نے چوتھی بار شراب پی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال سے پلائے۔ پوچھا گیا کہ طینۃ الخبال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دوزخیوں کی پیپ۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خمر پر لعنت فرمائی ہے اور خمر پینے والے پر پلانے والے پر بیچنے والے پر خریدنے والے پر خمر کو (انگوروں سے) نچوڑنے والے پر اس کو بنانے والے پر خمر کو لادنے والے پر اور جس کے پاس لاد کر لائی جائے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خمر پیئے اس کو کوڑے مارو اگر وہ چوتھی بار پیئے تو اس کو قتل کر دو۔ (جامع ترمذی ص ۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے کی بناء پر اسی کوڑے مارے۔

(المصنف ج ۷ ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خمر پیئے اس کو اسی کوڑے مارو۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۹۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ)

خمر کی تعریف میں ائمہ مذاہب کا نظریہ اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل:

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور اس کے پینے پر حد واجب ہے خواہ قلیل مقدار میں پیئے یا کثیر مقدار میں۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۳ ص ۵۲ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے متعلق شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

قرآن مجید نے خمر کو حرام کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر اس کچے شیرے کا نام ہے جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے اس کو دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: (آیت) ''ارینی اعصر خمرا'' (یوسف: ۳۶) میں نے خمر کو نچوڑ رہا ہوں یعنی انگوروں کو نچوڑ رہا ہوں جو خمر ہو جائیں گے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۴ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف خمر حرام قطعی ہے اس کا پینا پلانا بیچنا خریدنا رکھنا سب حرام قطعی ہے خمر کے علاوہ تین مشروب اور حرام ہیں: ایک باذق ہے یعنی انگور کا پکا ہوا شیرہ جو پکنے کے بعد ایک تہائی رہ جائے یا جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے دوسرا سکر ہے یعنی تازہ کھجوروں کا کچا شیرہ جب جھاگ چھوڑ دے تیسرا نقیع الزبیب ہے یعنی کشمش کا کچا شیرہ جو

پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۲۹۰، ۲۸۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

ان تینوں مشروبات کی حرمت ظنی ہے اوران کی نجاست خفیفہ ہے جب کہ نشہ آور مقدار میں پیا جائے اور اس سے کم مقدار میں یہ حرام ہیں نہ نجس۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

خمر کا ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حد واجب ہوگی اور باقی تین شرابوں کے پینے سے اس وقت حد واجب ہوگی جب نشہ ہوجائے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۹۹ مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خمر تو بعینہ حرام ہے اور باقی نشہ آور مشروب اگر مقدار نشہ میں پئے جائیں تو وہ بھی حرام ہیں اور اگر اس سے کم مقدار میں پئے جائیں تو وہ حرام نہیں ہیں اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جو مشروب نشہ آور ہو وہ خمر ہو یا کوئی اور شراب خواہ وہ قلیل مقدار میں پیا جائے یا کثیر مقدار میں وہ بہر حال حرام ہے امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

امام ابوحنیفہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خمر (مطلقا) حرام کی گئی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے۔ (مسند امام اعظم ص ۲۰۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

امام ابویوسف نے بھی اس حدیث کو امام ابوحنیفہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ (کتاب الآثار ص ۲۲۸)

امام ابن ابی شیبہ۔ (امام ابوبکر احمد بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۵ ص ۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

اور امام دارقطنی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۵۶ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان) امام طبرانی تین مختلف اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شراب کو بعینہ حرام کیا گیا ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار کو۔ (معجم کبیر ج ۱۰ ص ۳۳۹-۳۳۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ بعض سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۵۳ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام نسائی نے اس حدیث کو چار مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۹۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

بَابٌ إِذَا تَتَابَعَ فِي شُرْبِ الْخَمْرِ

باب: جب کوئی شخص بار بار شراب پیئے

4482۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ذَكْوَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ

أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَرِبُوا الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُمْ، ثُمَّ إِنْ شَرِبُوا فَاجْلِدُوهُمْ، ثُمَّ إِنْ شَرِبُوا فَاجْلِدُوهُمْ، ثُمَّ إِنْ شَرِبُوا فَاقْتُلُوهُمْ

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب لوگ شراب پئیں، تو تم انہیں کوڑے لگاؤ، پھر جب پئیں، تو انہیں کوڑے لگاؤ، پھر اگر وہ پئیں، تو انہیں کوڑے لگاؤ، پھر اگر وہ پئیں تو انہیں قتل کردو''۔

4483 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بِهَذَا الْمَعْنَى قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ فِي الْخَامِسَةِ: إِنْ شَرِبَهَا فَاقْتُلُوهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا فِي حَدِيثِ أَبِي غُطَيْفٍ فِي الْخَامِسَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے: تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: پانچویں مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: ''وہ پئیں، تو انہیں قتل کردو''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوغطیف کی روایت میں بھی اسی طرح ہے: پانچویں مرتبہ میں یہ فرمایا تھا۔

4484 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَكِرَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ سَكِرَ فَاجْلِدُوهُ، ثُمَّ إِنْ سَكِرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ فَاقْتُلُوهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا حَدِيثُ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ الرَّابِعَةَ فَاقْتُلُوهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا حَدِيثُ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ شَرِبُوا الرَّابِعَةَ فَاقْتُلُوهُمْ، وَكَذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَذَا حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّرِيدِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي حَدِيثِ الْجَدَلِيِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَإِنْ عَادَ فِي الثَّالِثَةِ، أَوِ الرَّابِعَةِ، فَاقْتُلُوهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی مدہوش ہو جائے، تو تم اس کو کوڑے مارو، پھر اگر وہ مدہوش ہو تو اسے کوڑے مارو، پھر اگر وہ مدہوش ہو، تو اسے کوڑے مارو، اگر وہ چوتھی مرتبہ ایسا کرے تو اسے قتل کردو''۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے:

''جب کوئی شراب پئے، تو اسے کوڑے مارو، جب وہ چوتھی مرتبہ پھر ایسا کرے، تو اسے قتل کر دو''

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے:

''اگر وہ چوتھی مرتبہ شراب پئے، تو اسے قتل کر دو''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح منقول ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت شرید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے: تیسری مرتبہ (روای کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) چوتھی مرتبہ پھر ایسا کرے تو اسے قتل کر دو''

4485 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: اَخْبَرَنَا، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ فَاِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، فَاِنْ عَادَ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ. فَاُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ اُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ اُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ، ثُمَّ اُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ. وَرَفَعَ الْقَتْلَ، وَكَانَتْ رُخْصَةٌ. قَالَ سُفْيَانُ: حَدَّثَ الزُّهْرِيُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَعِنْدَهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ وَمُخَوَّلُ بْنُ رَاشِدٍ، فَقَالَ لَهُمَا: كُونَا وَافِدَيْ اَهْلِ الْعِرَاقِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ الشَّرِيدُ بْنُ سُوَيْدٍ، وَشُرَحْبِيلُ بْنُ اَوْسٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَاَبُو غُطَيْفٍ الْكِنْدِيُّ، وَاَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص شراب پئے، اسے کوڑے مارو، اگر وہ پھر ایسا کرے، تو پھر کوڑے مارو، اگر وہ پھر ایسا کرے، تو کوڑے مارو، اگر وہ تیسری مرتبہ (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں:) چوتھی مرتبہ پھر ایسا کرے، تو اسے قتل کر دو۔ راوی بیان کرتے ہیں: ایک شخص کو لایا گیا، جس نے شراب پی تھی، انہوں نے اسے کوڑے لگوائے پھر اسے لایا گیا، تو انہوں نے پھر کوڑے لگائے، پھر اسے لایا گیا، انہوں نے پھر اسے کوڑے لگائے، پھر اسے لایا گیا، انہوں نے پھر اسے کوڑے لگائے اور قتل نہیں کیا، تو یہ رخصت ہوگئی۔

سفیان کہتے ہیں: جب زہری نے یہ روایت بیان کی، اس وقت ان کے پاس منصور بن معتمر اور مخول بن راشد موجود تھے، زہری نے ان دونوں سے کہا: آپ دونوں اہل عراق کے پاس میری یہ حدیث لے کر چلے جائیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

4486 - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ اَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَا اَدِي - اَوْ مَا كُنْتُ لِاَدِيَ - مَنْ اَقَمْتُ عَلَيْهِ حَدًّا، اِلَّا شَارِبَ الْخَمْرِ. فَاِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّ فِيهِ شَيْئًا، اِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ قُلْنَاهُ نَحْنُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس شخص کی دیت ادا نہیں کروں گا، جس پر میں نے حد جاری کی ہو، اور (وہ

اس دوران مرجائے) البتہ شراب نوشی کرنے والے کا معاملہ مختلف ہے، (یعنی اگر اس پر حد جاری ہوتے ہوئے، وہ مرجاتا ہے تو اس کی دیت ادا کروں گا) کیونکہ نبی اکرم ﷺ اس کے بارے میں باقاعدہ سزا مقرر نہیں کی یہ سزا وہ ہے، جس کو ہم نے اپنے طور پر مقرر کیا تھا۔

4487 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ الْمِصْرِيُّ، ابْنُ أَخِي رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَزْهَرَ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ وَهُوَ فِي الرِّحَالِ، يَلْتَمِسُ رَحْلَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ، فَقَالَ لِلنَّاسِ: اضْرِبُوهُ فَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالنِّعَالِ، وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالْعَصَا، وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالْمِيتَخَةِ - قَالَ ابْنُ وَهْبٍ: الْجَرِيدَةُ الرَّطْبَةُ - ثُمَّ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرَابًا مِنَ الْأَرْضِ فَرَمَى بِهِ فِي وَجْهِهِ

حضرت عبدالرحمن بن ازہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں گویا اس وقت بھی نبی اکرم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں، آپ لوگوں کی رہائشی جگہوں کے درمیان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رہائش تلاش کر رہے تھے، اسی دوران ایک شخص کو لایا گیا، جس نے شراب پی رکھی تھی، تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: اس کی پٹائی کرو، تو ان میں سے کسی نے اسے جوتوں کے ذریعے مارا، کسی نے لاٹھی کے ذریعے مارا، اور کسی نے اسے میتخہ کے ذریعے مارا۔

ابن وہب کہتے ہیں: اس سے مراد تازہ شاخ ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے مٹی لی اور اس کے چہرے پر پھینک دی۔

4488 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِ خَالِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَزْهَرِ، أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَارِبٍ وَهُوَ بِحُنَيْنٍ، فَحَثَى فِي وَجْهِهِ التُّرَابَ، ثُمَّ أَمَرَ أَصْحَابَهُ فَضَرَبُوهُ بِنِعَالِهِمْ، وَمَا كَانَ فِي أَيْدِيهِمْ، حَتَّى قَالَ لَهُمْ: ارْفَعُوا فَرَفَعُوا، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَلَدَ أَبُو بَكْرٍ فِي الْخَمْرِ أَرْبَعِينَ، ثُمَّ جَلَدَ عُمَرُ أَرْبَعِينَ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ، ثُمَّ جَلَدَ ثَمَانِينَ فِي آخِرِ خِلَافَتِهِ، ثُمَّ جَلَدَ عُثْمَانُ الْحَدَّيْنِ كِلَيْهِمَا ثَمَانِينَ وَأَرْبَعِينَ، ثُمَّ أَثْبَتَ مُعَاوِيَةُ الْحَدَّ ثَمَانِينَ

عبداللہ بن عبدالرحمن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے پاس شرابی کو لایا گیا، آپ ﷺ اس وقت حنین میں موجود تھے، نبی اکرم ﷺ نے اس کے منہ پر مٹی چھینکی، پھر آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا، تو انہوں نے اپنے جوتوں کے ذریعے اور جو کچھ ہاتھ میں موجود تھا، اس کے ذریعے اس کی پٹائی کی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: رک جاؤ' تو وہ رک گئے۔

جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کے جرم میں چالیس کوڑے لگوائے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں چالیس کوڑے لگوائے، پھر انہوں نے اپنے عہد خلافت کے آخری دور میں 80

کوڑے لگوانا شروع کر دیے، اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دونوں طرح کی سزا دیا کرتے تھے، کبھی 80 کوڑے لگوا دیتے تھے، کبھی چالیس لگوا دیتے تھے، اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی سزا 80 کوڑے مقرر کر دی۔

4489 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَزْهَرَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ الْفَتْحِ، وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ، يَتَخَلَّلُ النَّاسَ يَسْأَلُ عَنْ مَنْزِلِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَأُتِيَ بِشَارِبٍ، فَأَمَرَهُمْ فَضَرَبُوهُ بِمَا فِي أَيْدِيهِمْ، فَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالسَّوْطِ، وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِعَصًا، وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِنَعْلِهِ، وَحَثَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ، فَلَمَّا كَانَ أَبُو بَكْرٍ: أُتِيَ بِشَارِبٍ فَسَأَلَهُمْ عَنْ ضَرْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي ضَرَبَهُ، فَحَزَرُوهُ أَرْبَعِينَ، فَضَرَبَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ، كَتَبَ إِلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ: إِنَّ النَّاسَ قَدِ انْهَمَكُوا فِي الشُّرْبِ، وَتَحَاقَرُوا الْحَدَّ وَالْعُقُوبَةَ، قَالَ: هُمْ عِنْدَكَ فَسَلْهُمْ، وَعِنْدَهُ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ، فَسَأَلَهُمْ، فَأَجْمَعُوا عَلَى أَنْ يَضْرِبَ ثَمَانِينَ، قَالَ: وَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا شَرِبَ افْتَرَى فَأَرَى أَنْ يَجْعَلَهُ كَحَدِّ الْفِرْيَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَدْخَلَ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ، بَيْنَ الزُّهْرِيِّ، وَبَيْنَ ابْنِ الْأَزْهَرِ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ، عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَزْهَرِ، عَنْ أَبِيهِ

حضرت عبدالرحمن بن ازہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے فتح مکہ کی صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، میں اس وقت نوجوان شخص تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان میں سے گزرتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رہائشی جگہ کے بارے میں دریافت کر رہے تھے، پھر آپ کے پاس ایک شرابی کو لایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا، تو لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ موجود تھا، انہوں نے اس کے ذریعے اس کی پٹائی کرنا شروع کی، کسی نے لاٹھی کے ذریعے مارا، کسی نے عصاء کے ذریعے مارا، کسی نے جوتے کے ذریعے مارا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مٹی پھینکی، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور آیا، تو ان کے پاس ایک شرابی کو لایا گیا، انہوں نے لوگوں سے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے متعلق دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو کس طرح مارا تھا؟ تو لوگوں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ چالیس ضربیں ہوں گی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے چالیس ضربیں لگائیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا، تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں خط لکھا کہ لوگ شراب کی طرف زیادہ مائل ہو گئے ہیں اور وہ اس کی سزا کو معمولی سمجھتے ہیں، انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں اپنے پاس موجود لوگوں سے دریافت کر لیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت ''مہاجرین اولین'' موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: تو ان سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ ایسے شخص کو 80 ضربیں لگائی جائیں، راوی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب آدمی شراب پیئے گا، تو وہ جھوٹا الزام عائد کرے گا، تو میرا یہ خیال ہے کہ اس شخص کی سزا جھوٹا الزام عائد کرنے کی طرح کی ہونی چاہیے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عقیل بن خالد نامی راوی نے زہری اور حضرت ابن ازہر رضی اللہ عنہ کے درمیان، اس حدیث میں

عبداللہ بن عبدالرحمن کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے یہ روایت نقل کی ہے۔

بَابٌ فِي إِقَامَةِ الْحَدِّ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں حد جاری کرنا

4490 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الشُّعَيْثِيُّ، عَنْ زُفَرَ بْنِ وَثِيمَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسْتَقَادَ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيهِ الْأَشْعَارُ، وَأَنْ تُقَامَ فِيهِ الْحُدُودُ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مسجد میں قصاص لیا جائے، یا اس میں شعر سنائے جائیں، یا اس میں حدود قائم کی جائیں"۔

مساجد میں حد و تعزیر جاری نہ کی جائیں

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ مسجد میں کسی پر کوئی حد جاری کی جائے اور نہ کسی کو کوئی تعزیر دی جائے کیونکہ اس پر تمام علماء کا اجماع واتفاق ہے اور اس کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

حدیث (قال جنبوا مساجد صبيانكم و مجانينكم ورفع اصواتكم وشرائكم وبيع واقامة حدودكم وجمروها في جمعكم وضعوا على ابوابها المطاهر)۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں سے، دیوانوں سے، شور مچانے سے، خرید و فروخت کرنے سے، اور حد قائم کرنے سے بچائے رکھو، اور جمعہ کے دن مسجدوں کو اگر بتی کی دھونی دو نیز مسجدوں کے دروازوں پر طہارت (وضو) کی جگہ بناؤ۔

بَابٌ فِي التَّعْزِيرِ

باب: تعزیر کا بیان

تعزیر کے معنی ومفہوم کا بیان

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تعزیر بنا ہے عزر عزر کے معنی عظمت حقارت منع اور روک کے ہیں اور

4490-حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لانقطاعه، لأن زفر بن وثيمة لم يلق حكيم ابن حزام وقد روى عنه موقوفا كذلك. الشعيثي: هو محمد بن عبد الله بن المهاجر. وأخرجه الطبراني في "الكبير" (3130)، وفي "مسند الشاميين" (1436)، والدارقطني (3101) و (3102)، والبيهقي 328/8 و 103/10، والحاكم 378/4 من طرق عن محمد بن عبد الله بن المهاجر الشعيثي، به. وأخرجه أحمد (15580) عن حجاج بن محمد، عن الشعيثي، عن زفر بن وثيمة، عن حكيم بن حزام موقوفاً عليه من قوله. وأخرجه مرفوعاً ابن أبي شيبة 10/ 42، وأحمد (15579)، والطبراني في "الكبير" (3131)، والدارقطني (3103)، وابن حزم في "المحلى" 123/11

اصطلاح شرح میں غیر مقرر سزا کو تعزیر کہتے ہیں جو حاکم اپنی رائے سے قائم کرے خاوند کا اپنی بیوی کو باپ کا بچوں کو اور استاد کا شاگردوں کو سزا دینا تعزیر کہلاتا ہے نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں سے ڈنڈا نہ ہٹاؤ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ استاد کا اپنے شاگردوں کو سزا دینا بطور تعزیر ہے نہ کہ بطور حد تو اب آیا تعزیر واجب ہے کہ نہیں تو حق یہ ہے کہ جن جرموں میں تعزیر کا حکم ہے۔ وہاں تعزیر دی جائے اور جن جرموں میں اس کا حکم نہیں وہاں واجب نہیں اور تعزیر مجرم کے لحاظ سے دی جائے مجرم سرکش کو تعزیر بھی سخت دی جائے۔ شریف آدمی اتفاقاً گناہ کر بیٹھے تو تعزیر معمولی کافی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج۵، ص۸۶، نعیمی کتب خانہ گجرات)

تعزیر کی اصل ہے عزر جس کے لغوی معنی ہیں منع کرنا، باز رکھنا، ملامت کرنا۔ اصطلاح شریعت میں اس لفظ (تعزیر) کا استعمال اس سزا کے مفہوم میں کیا جاتا ہے جو حد سے کم درجہ کی ہو اور تنبیہ اور تادیب کے طور پر کسی کو دی جائے اور اس سزا کو تعزیر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ آدمی کو اس فعل (گناہ و جرم) کے دوبارہ ارتکاب سے باز رکھتی ہے جس کی وجہ سے اسے وہ سزا (تعزیر) بھگتنی پڑی ہے۔

تعزیر کی تعریف اور اسکی سزا کا شرعی تعین

کسی گناہ پر بغرض تادیب جو سزا دی جاتی ہے اس کو تعزیر کہتے ہیں شارع نے اس کے لیے کوئی مقدار معین نہیں کی ہے بلکہ اس کو قاضی کی رائے پر چھوڑا ہے جیسا موقع ہو اس کے مطابق عمل کرے تعزیر کا اختیار صرف بادشاہ اسلام ہی کو نہیں بلکہ شوہر بیوی کو، آقا غلام کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، استاد شاگرد کو تعزیر کر سکتا ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ) تعزیر دینے کی بعض صورتیں یہ ہیں۔

(1) قید کرنا (2) کوڑے مارنا (3) گوشمالی کرنا (کانوں کو مروڑنا) (4) ترش روئی سے اس کی طرف غصہ کی نظر کرنا۔

قرآن کے مطابق تعزیر کا بیان

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (حجرات، ۱۱)

اے ایمان والو! نہ مرد مرد سے مسخرہ پن کریں، عجب نہیں وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ دو اور بُرے لقبوں سے نہ پکارو کہ ایمان کے بعد فاسق کہلانا برا نام ہے اور جو توبہ نہ کرے، وہی ظالم ہے۔

دہشت گرد اور ہراس پھیلانے والے ناپسندیدہ لوگ

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو بدگمانی کرنے، تہمت رکھنے اپنوں اور غیروں کو خوفزدہ کرنے، خواہ مخواہ کی دہشت دل میں رکھ لینے سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ بسا اوقات اکثر اس قسم کے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں پس تمہیں اس میں پوری احتیاط چاہیے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک تجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ ابن ماجہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کعبہ کرتے ہوئے فرمایا تو کتنا پاک گھر

ہے؟ تو کیسی بڑی حرمت والا ہے؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ مومن کی حرمت اس کے مال اور اس کی جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔ یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں ہی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بدگمانی سے بچو گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے بھید نہ ٹٹولو۔ ایک دوسرے کی ٹوہ حاصل کرنے کی کوشش میں نہ لگ جایا کرو حسد بغض اور ایک دوسرے سے منہ پھلانے سے بچو سب مل کر اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو سہو۔ مسلم وغیرہ میں ہے ایک دوسرے سے روٹھ کر نہ بیٹھ جایا کرو، ایک دوسرے سے میل جول ترک نہ کرلیا کرو، ایک دوسرے کا حسد بغض نہ کیا کرو بلکہ سب مل کر اللہ کے بندے آپس میں دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گذارو۔ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑ دے۔

طبرانی میں ہے کہ تین خصلتیں میری امت میں رہ جائیں گی فال لینا، حسد کرنا اور بدگمانی کرنا۔ ایک شخص نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان کا تدارک کیا ہے؟ فرمایا جب حسد کرے تو استغفار کرلے۔ جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ کر اور جب شگون لے خواہ نیک نکلے خواہ بد اپنے کام سے نہ رک اسے پورا کر۔

ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص کو حضرت ابن مسعود کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اس کی ڈاڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں آپ نے فرمایا ہمیں بھید ٹٹولنے سے منع فرمایا گیا ہے اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہوگئی تو ہم اس پر پکڑ سکتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ عقبہ کے کاتب وجین کے پاس گئے حضرت عقبہ گئے اور ان سے کہا کہ میرے پڑوس میں کچھ لوگ شرابی ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں داروغہ کو بلا کر انہیں گرفتار کرادوں، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا بلکہ انہیں سمجھاؤ بجھاؤ ڈانٹ ڈپٹ کردو، پھر کچھ دنوں کے بعد آئے اور کہا وہ باز نہیں آتے اب تو میں ضرور داروغہ کو بلاؤں گا آپ نے فرمایا افسوس افسوس تم ہرگز ہرگز ایسا نہ کرو سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ داری کرے اسے اتنا ثواب ملے گا جیسے کسی نے زندہ درگور کردہ لڑکی کو بچالیا۔ ابوداؤد میں ہے حضرت معاویہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تو لوگوں کے باطن اور ان کے راز ٹٹولنے کے درپے ہوگا تو تو انہیں بگاڑ دے گا یا فرمایا ممکن ہے تو انہیں خراب کردے۔

حضرت ابودرداء فرماتے ہیں اس حدیث سے اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کو بہت فائدہ پہنچایا۔ ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ امیر اور بادشاہ جب اپنے ماتحتوں اور رعایا کی برائیاں ٹٹولنے لگ جاتا ہے اور گہرا اترنا شروع کردیتا ہے تو انہیں بگاڑ دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تجسس نہ کرو یعنی برائیاں معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو تاک جھانک نہ کیا کرو اسی سے جاسوس ماخذ ہے تجسس کا اطلاق عموماً برائی پر ہوتا ہے اور تحسس کا اطلاق بھلائی ڈھونڈنے پر۔ جیسے حضرت یعقوب اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں: يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف:87)، بچو تم جاؤ اور یوسف کو ڈھونڈو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور کبھی کبھی ان دونوں کا استعمال شر اور برائی میں بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے نہ تجسس کرو نہ تحسس کرو نہ حسد و بغض کرو نہ منہ موڑو بلکہ سب مل کر اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ امام اوزاعی فرماتے ہیں تجسس کہتے ہیں کسی چیز میں کرید کرنے کو اور تحسس کہتے ہیں ان لوگوں کی سرگوشی پر کان لگانے کو جو کسی کو اپنی باتیں سنانا نہ چاہتے ہوں۔ اور تدابر کہتے ہیں ایک دوسرے سے رک کر آزردہ ہو کر قطع تعلقات کرنے کو۔ پھر غیبت سے منع فرماتا ہے ابوداؤد میں ہے لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ! غیبت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے مسلمان بھائی کی کسی ایسی بات کا ذکر کرے جو اسے بری معلوم ہو تو کہا گیا اگر وہ برائی اس میں ہو جب بھی؟ فرمایا ہاں غیبت تو یہی ہے ورنہ بہتان اور تہمت ہے۔ ابوداؤد میں ہے ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ صفیہ تو ایسی ایسی ہیں مسدد راوی کہتے ہیں یعنی کم قامت، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ایسی بات کہی ہے کہ سمندر کے پانی میں اگر ملا دی جائے تو اسے بھی بگاڑ دے اور ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی شخص کی کچھ ایسی ہی باتیں بیان کی گئیں تو آپ نے فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا مجھے چاہے ایسا کرنے میں کوئی بہت بڑا نفع ہی ملتا ہو۔

ابن جریر میں ہے کہ ایک بی بی صاحبہ حضرت عائشہ کے ہاں آئیں جب وہ جانے لگیں تو صدیقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارے سے کہا کہ یہ بہت پست قامت ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ان کی غیبت کی الغرض غیبت حرام ہے اور اس کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ لیکن ہاں شرعی مصلحت کی بنا پر کسی کی ایسی بات کا ذکر کرنا غیبت میں داخل نہیں جیسے جرح و تعدیل نصیحت و خیر خواہی جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاجر شخص کی نسبت فرمایا تھا یہ بہت برا آدمی ہے اور جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا معاویہ مفلس شخص ہے اور ابوالجہم بڑا مارنے پیٹنے والا آدمی ہے۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا جبکہ ان دونوں بزرگوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے نکاح کا مانگا ڈالا تھا اور بھی جو باتیں اس طرح کی ہوں ان کی تو اجازت ہے باقی اور غیبت حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ جس طرح تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے گھن کرتے ہو اس سے بہت زیادہ نفرت تمہیں غیبت سے کرنی چاہیے۔ جیسے حدیث میں ہے اپنے دیئے ہوئے ہبہ کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کتا جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے اور فرمایا بری مثال ہمارے لئے لائق نہیں۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں ہے تمہارے خون مال آبرو تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسی حرمت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں ہے۔ ابوداؤد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مسلمان کا مال اس کی عزت اور اس کا خون مسلمان پر حرام ہے انسان کو اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی حقارت کرے۔

اور حدیث میں ہے اے وہ لوگو جن کی زبانیں تو ایمان لا چکیں ہیں لیکن دل ایماندار نہیں ہوئے تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنا چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی کرید نہ کیا کرو یاد رکھو اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پوشیدہ خرابیوں کو ظاہر کر دے گا یہاں تک کہ تم اپنے گھرانے والوں میں بھی بدنام اور رسوا ہو جاؤ گے، مسند ابویعلی میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک خطبہ سنایا جس میں آپ نے پردہ نشین عورتوں کے کانوں میں بھی اپنی آواز پہنچائی اور اس خطبہ میں اوپر والی حدیث بیان فرمائی، حضرت ابن عمر نے ایک مرتبہ کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا تیری حرمت و عظمت کا کیا ہی کہنا ہے لیکن تجھ سے بھی بہت زیادہ حرمت ایک ایماندار شخص کی اللہ کے نزدیک ہے۔ ابوداؤد میں ہے جس نے کسی مسلمان کی برائی کر کے ایک نوالہ حاصل کیا اسے جہنم

کی اتنی ہی غذا کھلائی جائے گی اسی طرح جس نے مسلمانوں کی برائی کرنے پر پوشاک حاصل کی اسے اسی جیسی پوشاک جہنم کی پہنائی جائے گی اور جو شخص کسی دوسرے کی بڑائی دکھانے سنانے کو کھڑا ہوا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھاوے سناوے کے مقام میں کھڑا کر دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے ہیں میں نے پوچھا کہ جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے اوران کی عزتیں لوٹتے تھے۔ (ابوداؤد) اور روایت میں ہے کہ لوگوں کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا معراج والی رات میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جن میں مرد وعورت دونوں تھے کہ فرشتے انکے پہلوؤں سے گوشت کاٹتے ہیں اور پھر انہیں اس کے کھانے پر مجبور کر رہے ہیں اور وہ اسے چبا رہے ہیں میرے سوال پر کہا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو طعنہ زن، غیبت گو، چغل خور تھے، انہیں جبراً آج خود ان کا گوشت کھلایا جا رہا ہے۔ (ابن ابی حاتم)

یہ حدیث بہت مطول ہے اور ہم نے پوری حدیث سورہ سبحٰن کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہے فالحمد اللہ۔ مسند ابو داؤد طیالسی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روزے کا حکم دیا اور فرمایا جب تک میں نہ کہوں کوئی افطار نہ کرے شام کو لوگ آنے لگے اور آپ سے دریافت کرنے لگے آپ انہیں اجازت دیتے اور وہ افطار کرتے اتنے میں ایک صاحب آئے اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا جو آپ ہی کے متعلقین میں سے ہیں انہیں بھی آپ اجازت دیجئے کہ روزہ کھول لیں آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اس نے دوبارہ عرض کی تو آپ نے فرمایا وہ روزے سے نہیں ہیں کیا وہ بھی روزے دار ہو سکتا ہے؟ جو انسانی گوشت کھائے جاؤ انہیں کہو کہ اگر وہ روزے سے ہیں تو قے کریں چنانچہ انہوں نے قے کی جس میں خون جمے کے لوتھڑے نکلے اس نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے فرمایا اگر یہ اسی حالت میں مر جاتیں تو آگ کا لقمہ بنتیں۔ اس کی سند ضعیف ہے اور متن بھی غریب ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں عورتوں کی روزے میں بری حالت ہے مارے پیاس کے مر رہی ہیں اور یہ دوپہر کا وقت تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی پر اس نے دوبارہ کہا کہ یا رسول اللہ! وہ تو مر گئی ہوں گی یا تھوڑی دیر میں مر جائیں گی آپ نے فرمایا جاؤ انہیں بلا لاؤ جب وہ آئیں تو آپ نے دودھ کا مٹکا ایک کے سامنے رکھ کر فرمایا اس میں قے کر اس نے قے کی تو اس میں پیپ خون جامد وغیرہ نکلی جس سے آدھا مٹکا بھر گیا پھر دوسری سے قے کرائی اس میں بھی یہی چیزیں اور گوشت کے لوتھڑے وغیرہ نکلے اور مٹکا بھر گیا، اس وقت آپ نے فرمایا انہیں دیکھو حلال روزہ رکھے ہوئے تھیں اور حرام کھا رہی تھیں دونوں بیٹھ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگی تھیں (یعنی غیبت کر رہی تھیں) (مسند احمد)

مسند حافظ ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضرت ماعز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے آپ نے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ وہ چار مرتبہ کہہ چکے پھر پانچویں دفعہ آپ نے کہا تو نے زنا کیا ہے؟ جواب دیا ہاں فرمایا جانتا ہے زنا کسے کہتے ہیں؟ جواب دیا ہاں جس طرح انسان اپنی حلال عورت کے پاس جاتا ہے اسی طرح میں نے حرام عورت سے کیا۔ آپ نے فرمایا اب تیرا مقصد کیا ہے؟ کہا یہ کہ آپ مجھے اس گناہ سے پاک کریں آپ نے فرمایا کیا تو نے اسی طرح دخول کیا تھا جس طرح سلائی سرمہ دانی میں اور لکڑی کنویں میں؟ کہا ہاں یا رسول اللہ! اب آپ نے انہیں رجم کرنے یعنی پتھراؤ کرنے کا حکم دیا چنانچہ یہ

رجم کردیئے گئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اسے دیکھو اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن اس نے اپنے تئیں نہ چھوڑا یہاں تک کہ کتے کی طرح پتھراؤ کیا گیا۔ آپ یہ سنتے ہوئے چلتے رہے تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک مردہ گدھا پڑا ہوا ہے فرمایا فلاں فلاں شخص کہاں ہیں؟ وہ سواری سے اتریں اور اس گدھے کا گوشت کھائیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے کیا یہ کھانے کے قابل ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی جو تم نے اپنے بھائی کی بدی بیان کی تھی وہ اس سے بھی زیادہ بری چیز تھی۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص جسے تم نے برا کہا تھا وہ تو اب اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

مسند احمد میں ہے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ نہایت سڑی ہوئی مرداری بو والی ہوا چلی آپ نے فرمایا جانتے ہو؟ یہ بو کس چیز کی ہے؟ یہ بدبو ان کی ہے جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں اور روایت میں ہے کہ منافقوں کے ایک گروہ نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے یہ بدبو دار ہوا وہ ہے۔ حضرت سدی فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان ایک سفر میں دو شخصوں کے ساتھ تھے جن کی یہ خدمت کرتے تھے اور وہ انہیں کھانا کھلاتے تھے ایک مرتبہ حضرت سلمان سو گئے تھے اور قافلہ آگے چل پڑا پڑاؤ ڈالنے کے بعد ان دونوں نے دیکھا کہ حضرت سلمان نہیں تو اپنے ہاتھوں سے انہیں خیمہ کھڑا کرنا پڑا اور غصہ سے کہا سلمان تو بس اتنے ہی کام کا ہے کہ پکی پکائی کھالے اور تیار خیمے میں آکر آرام کرلے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت سلمان پہنچے ان دونوں کے پاس سالن نہ تھا تو کہا تم جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے لئے سالن لے آؤ۔ یہ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرے دونوں ساتھیوں نے بھیجا ہے کہ اگر آپ کے پاس سالن ہو تو دے دیجئے آپ نے فرمایا وہ سالن کا کیا کریں گے؟ انہوں نے تو سالن پالیا۔

حضرت سلمان واپس گئے اور جاکر ان سے یہ بات کہی وہ اٹھے اور خود حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تو سالن نہیں نہ آپ نے بھیجا آپ نے فرمایا تم نے مسلمان کے گوشت کا سالن کھالیا جبکہ تم نے انہیں یوں کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (میتا) اس لئے کہ وہ سوئے ہوئے تھے اور یہ ان کی غیبت کر رہے تھے۔ مختار ابو ضیا میں تقریباً ایسا ہی واقعہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے اس خادم کا گوشت تمہارے دانتوں میں اٹکا ہوا دیکھ رہا ہوں اور ان کا اپنے غلام سے جبکہ وہ سویا ہوا تھا اور ان کا کھانا تیار نہیں کیا تھا صرف اتنا ہی کہنا مروی ہے کہ یہ تو بڑا سونے والا ہے ان دونوں بزرگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ ہمارے لئے استغفار کریں۔

مسند ابو یعلی میں ہے جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (یعنی اس کی غیبت کی) قیامت کے دن اس کے سامنے وہ گوشت لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جیسے اس کی زندگی میں تو نے اس کا گوشت کھایا تھا اب اس مردے کا گوشت بھی کھا۔ اب یہ چیخے گا چلائے گا ہائے وائے کرے گا اور اسے جبراً وہ مردہ گوشت کھانا پڑے گا۔ یہ روایت بہت غریب ہے۔

پھر فرماتا ہے اللہ کا لحاظ کرو اس کے احکام بجالاؤ اس کی منع کردہ چیزوں سے رک جاؤ اور اس سے ڈرتے رہا کرو۔ جو اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو اس پر بھروسہ کرے اس کی طرف رجوع

کرے وہ اس پر رحم اور مہربانی فرماتا ہے۔ جمہور علماء کرام فرماتے ہیں غیبت گو کی توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے اور پھر سے اس گناہ کو نہ کرے پہلے جو کر چکا ہے اس پر نادم ہونا بھی شرط ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے اور جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی حاصل کرلے۔ بعض کہتے ہیں یہ بھی شرط نہیں اس لئے کہ ممکن ہے اسے خبر ہی نہ ہو اور معافی مانگنے کو جب جائے گا تو اسے اور رنج ہوگا۔ پس اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جن مجلسوں میں اس کی برائی بیان کی تھی ان میں اب اس کی سچی صفائی بیان کرے اور اس برائی کو اپنی طاقت کے مطابق دفع کردے تو اولا بدلہ ہو جائے گا۔

مسند احمد میں ہے جو شخص اس وقت کسی مومن کی حمایت کرے جبکہ کوئی منافق اس کی مذمت بیان کر رہا ہو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو مقرر کر دیتا ہے جو قیامت والے دن اس کے گوشت کو نار جہنم سے بچائے گا اور جو شخص کسی مومن پر کوئی ایسی بات کہے گا جس سے اس کا ارادہ اسے مطعون کرنے کا ہو اسے اللہ تعالیٰ پل صراط پر روک لے گا یہاں تک کہ بدلا ہو جائے یہ حدیث ابوداؤد میں بھی ہے ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے جو شخص کسی مسلمان کی بےعزتی ایسی جگہ میں کرے جہاں اس کی آبرو ریزی اور توہین ہوتی ہو تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ایسی جگہ رسوا کرے گا جہاں وہ اپنی مدد کا طالب ہو اور جو مسلمان ایسی جگہ اپنے بھائی کی حمایت کرے اللہ تعالیٰ بھی ایسی جگہ اس کی نصرت کرے گا۔ (ابوداؤد، تفسیر ابن کثیر، حجرات، ۱۱)

حدود اور تعزیر میں فرق

جس طرح حدود کا دائرہ حقوق اللہ ہونے کی بنا پر محدود ہے اسی طرح تعزیرات کا دائرہ حقوق العباد ہونے کی وجہ سے وسیع ہے حتیٰ کہ مذکورہ جرائم کبیرہ میں بھی اگر کسی معقول وجہ کی بنا پر حدود اللہ جاری نہ ہو سکیں تو چونکہ ان کا تعلق حقوق العباد سے بھی ہے اس بنا پر حکومت مختلف سزاؤں کے لئے قانون بنانے کی مجاز ہے۔ جرائم رئیسہ کے لئے بھی حالات و زمانہ کی رعایت سے تعزیری قوانین وضع کرنے کی ضرورت ہے اور ایسی عدالت کا قیام ضروری ہے جو ایسے مقدمات کی سماعت کرے جو محض اس بنا پر خارج کر دیئے گئے کہ ان کے لئے حدود کے درجہ کا ثبوت فراہم نہیں کیا جا سکا یا گواہ حضرات معیار پر پورے نہیں اترے اور اگر یہ انتظام نہ کیا گیا بلکہ جرائم رئیسہ کی سزا صرف حدود ہی رکھی گئیں تو مذکورہ جرائم کی بہت سی شکلیں ایسی پائی جائیں گی جن میں کوئی سزا نہ ہوگی اور جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے گی۔

تعزیر میں حکومت کے اختیارات کافی وسیع ہیں تعزیر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے بلکہ اس کا معاملہ بھی حکومت کے سپرد ہے۔ الغرض تعزیرات کے باب میں حکومت کے اختیارات ہر لحاظ سے کافی وسیع ہیں جس قدر حالات بدلتے جا رہے ہیں اسی لحاظ سے جرائم کی رفتار میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور جرائم میں تنوع پیدا ہوتا جا رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے اس سلسلہ میں کافی رہنمائی ملتی ہے ان تمام نظائر کو پیش نظر رکھتے ہوئے حالات و زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے بہترین تعزیراتی قوانین وضع کئے جا سکتے ہیں۔

تعزیری سزاؤں کا بیان

اور جس شخص نے کسی غلام یا باندی یا ام ولد یا کافر پر زنا کی تہمت لگائی تو اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ اسکا یہ تہمت لگانا جرم ہے

اور احصان کے نہ ہونے سبب حد کا وجوب ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس میں تعزیر واجب ہوگی۔ اسی طرح جب کسی شخص نے مسلمان پر زنا کے سوا کسی اور چیز کی تہمت لگائی اور اس کو یا فاسق، یا کافر یا خبیث کہا، یا سارق کہا کیونکہ قاذف نے اس کو تکلیف پہنچائی ہے اور اس پر عیب لگایا ہے۔ اور حدود میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے۔ پس تعزیر واجب ہو جائے گی لیکن پہلی تعزیر میں سخت سزا دی جائے گی کیونکہ یہ اسی جنس سے ہے جس میں حد واجب ہوتی ہے اور دوسری صورت میں امام کی رائے کے مطابق سزا دی جائے گی۔ اور جب کسی نے دوسرے کو اے گدھے، اے خنزیر، کہا تو اس کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ کہنے والے نے اس پر کوئی عیب نہیں لگایا ہے کیونکہ مخاطب میں اشیاء معدوم ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہمارے عرف کے مطابق اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ یہ گالی شمار کی جاتی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس کو گالی دی گئی ہے اگر وہ شریف لوگوں میں سے ہے جس طرح فقہاء اور علوی خاندان کے لوگ ہیں تو کہنے والے کو سزا دی جائے گی۔ کیونکہ ان جملوں سے ان کو تکلیف پہنچاتا ہے اور جب وہ شخص یعنی جس کو گالی دی گئی ہے وہ عام لوگوں میں سے ہے تو گالی دینے والے کو سزا نہ دی جائے گی۔ اور سب سے اچھا قول یہی ہے۔ (ہدایہ، کتاب الحدود، لاہور)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص کسی دوسرے کو اے یہودی کہہ کر پکارے تو اسے بیس درے مارو اور جب کوئی اے ہیجڑے کہہ کر پکارے تو اسے بھی بیس درے مارو اور جو شخص کسی محرم عورت سے زنا کرے تو اسے قتل کردو۔ اس حدیث کو ہم صرف ابراہیم بن اسماعیل کی سند سے جانتے ہیں اور ابراہیم بن اسماعیل کو حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے براء بن عازب، قرہ بن ایاس مزنی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ یہ حدیث کئی سندوں سے منقول ہے۔ ہمارے اصحاب کا اسی پر عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص جانتے ہوئے کسی محرم عورت سے جماع کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1504)

امام بیہقی نے روایت کی، کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ اگر ایک شخص دوسرے کو کہے اے کافر، اے خبیث، اے فاسق، اے گدھے تو اس میں کوئی حد مقرر نہیں، حاکم کو اختیار ہے جو مناسب سمجھے سزا دے۔

(السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الحدود، باب من حد فی التعریض)

کسی مسلمان کو کافر کہا تو تعزیر ہے رہا یہ کہ وہ قائل خود کافر ہوگا یا نہیں اس میں دو صورتیں ہیں اگر اسے مسلمان جانتا ہے تو کافر نہ ہوا۔ اور اگر اسے کافر اعتقاد کرتا ہے تو خود کافر ہے کہ مسلمان کو کافر جاننا دین اسلام کو کفر جاننا ہے اور دینِ اسلام کو کفر جاننا کفر ہے۔ ہاں اگر اس شخص میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جس کی بنا پر تکفیر ہو سکے، اور اس نے اسے کافر کہا اور کافر جانا تو کافر نہ ہوگا۔ (درمختار، کتاب الحدود)

یہ اس صورت میں ہے کہ وہ وجہ جس کی بنا پر اس نے کافر کہا ظنی ہو یعنی تاویل ہو سکے تو وہ مسلمان ہی کہا جائیگا مگر جس نے اسے کافر کہا وہ بھی کافر نہ ہوا۔ اور اگر اس میں قطعی کفر پایا جاتا ہے جو کسی طرح تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا تو وہ مسلمان ہی نہیں اور بیشک وہ کافر ہے اور اس کو کافر کہنا مسلمان کو کافر کہنا نہیں بلکہ کافر کو کافر کہنا ہے بلکہ ایسے کو مسلمان جاننا یا اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔

4491 - أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دس سے زیادہ کوڑے (کسی بھی جرم کی سزا میں) نہ لگائے جائیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد میں (ایسا کیا جا سکتا ہے)''۔

4492 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ، أَنَّ أَبَاهُ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بُرْدَةَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوبردہ انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا کا بیان

اور تعزیر کی سزا زیادہ سے زیادہ انتالیس (۳۹) کوڑے ہے جبکہ اس کی کم از کم سزا تین درے ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا پچھتر (۷۵) کوڑے ہیں۔ اور اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے حد کے سوا میں حد سے زیادہ سزا دی وہ تجاوز کرنے والا ہے۔ اور تعزیر کو حد تک پہنچانا معتذر ہے لہٰذا طرفین نے حد کی کم از کم مقدار کا اندازہ کیا ہے۔ اور وہ قذف میں ایک غلام کی حد ہے۔ پس ان فقہاء نے سزا کو اسی طرف پھیر دیا ہے اور یہ مقدار چالیس کوڑے ہے۔ اور اس میں ایک کوڑا کم کر دیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے آزاد کی کم از کم حد کا اعتبار کیا ہے اس لئے کہ آزادی اصل ہے۔ اس کے بعد ایک روایت کے مطابق اس میں ایک درہ کم کر دیا جائے گا۔ امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے اور قیاس کا تقاضہ بھی اسی طرح ہے اور جو روایت یہاں پر ذکر کی گئی ہے اس میں پانچ دروں سے کم کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ پس حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے ان کی تقلید کی ہے۔ پھر کتاب میں کم از کم مقدار تین درے بیان کی گئی ہے کیونکہ تین سے کم میں تو کوئی سزا ہی نہیں ہے۔

ہمارے مشائخ فقہاء نے کہا کہ تعزیر کی کم از کم سزا امام کے رائے پر موقوف ہے اور جس سے امام ڈرانے مقصد پالینا سمجھے گا وہ اس کا تعین کرے گا کیونکہ احوال عرف کی تبدیلی کے ساتھ انزجار تبدیل ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جرم کی مقدار کے مطابق ہوگی اور اس کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ہر قسم کا جرم اس کے باب سے متعلق کیا جائے گا پس چھونا اور بوسہ لینے کو زنا کے قریب مانا جائے گا اور زنا کے سوا قذف کو حد قذف کے قریب تسلیم کیا جائے گا۔ (ہدایہ، کتاب الحدود، لاہور)

حضرت ابو بردہ بن دینار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کی ہیں ان میں سے دس کوڑوں سے زیادہ کی سزا نہ دی جائے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بطور تعزیر دس سے زیادہ کوڑے مارنے کی سزا دینا جائز نہیں ہے لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

اس بارے میں فقہاء کے اختلافی اقوال ہیں کہ بطور تعزیر زیادہ سے زیادہ کتنے کوڑے مارنے کی سزا دی جاسکتی ہے؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام محمد کا قول یہ ہے کہ انتالیس سے زیادہ نہ ہو، جب کہ حضرت امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ پچھتر کوڑے ہو سکتے ہیں، البتہ کم سے کم تعداد کے بارے میں تین کوڑے پر سب کا اتفاق ہے، اسی طرح اس مسئلہ پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ تعزیر میں جو کوڑے مارے جائیں ان کی تعداد حد میں مارے جانے والی تعداد تک نہ پہنچے لیکن سختی وشدت میں اس سے بھی بڑھ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر تعزیر ضرب سے ہو تو کم از کم تین کوڑے اور زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے لگائے جائیں، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں یعنی قاضی کی رائے میں اگر دس ۱۰ کوڑوں کی ضرورت معلوم ہو تو دس، بیس کی ہو تو بیس، تیس کی ہو تو تیس لگائے یعنی جتنے کی ضرورت محسوس کرتا ہو اس سے کمی نہ کرے۔ ہاں اگر چالیس یا زیادہ کی ضرورت معلوم ہوتی ہے تو انتالیس سے زیادہ نہ مارے باقی کے بدلے دوسری سزا کرے مثلاً قید کر دے۔ کم از کم تین کوڑے یہ بعض متون کا قول ہے اور امام ابن ہمام وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک کوڑا مارنے سے کام چلے تو تین کی کچھ حاجت نہیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔ اگر چند کوڑے مارے جائیں تو بدن پر ایک ہی جگہ ماریں اور بہت سے مارنے ہوں تو متفرق جگہ مارے جائیں کہ عضو بے کار نہ ہو جائے۔ (درمختار، کتاب الحدود)

بَابٌ فِيْ ضَرْبِ الْوَجْهِ فِي الْحَدِّ

باب: حد کے دوران چہرے پر مارنا

4493- حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ عُمَرَ يَعْنِي ابْنَ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا ضَرَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب بھی کوئی شخص (کسی کو) مارے، تو اس کے (چہرے پر مارنے سے) بچے''۔

بیوی کے چہرے پر مارنے کی ممانعت کا بیان

ازدواجی زندگی میں خوشیوں کے پھول اس وقت تک کھل نہیں سکتے جب تک کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے حقوق نہ جانیں اور ان کی ادائی کا عزم صمیم نہ کرلیں، نفرتیں مٹانے کے لئے دل میں خلوص ومحبت پیدا کرنے کی ضرورت ہے، یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ

کے لئے ہوتے اسلام نے الحب فی اللہ کا نام دیا۔ شوہر پر بیوی کے حقوق بہت ہیں، چند اہم اور بڑے حقوق اور شوہر کی ذمہ داریاں یہاں ذکر کئے جا رہے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شوہر پر بیوی کے حقوق سے متعلق عرض کیا گیا تو کیا ارشاد فرمایا؟ اس سے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے: قَالَ أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ أَوِ اكْتَسَبْتَ وَلاَ تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلاَ تُقَبِّحْ وَلاَ تَهْجُرْ إِلاَّ فِي الْبَيْتِ.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تو کھائے تو بیوی کو کھلا، جب تو پہنے تو اسے بھی پہنا، بیوی کے چہرہ پر نہ مار، اور گھر کے سوا کہیں اور اسے تنہا نہ چھوڑ۔ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: 2144)

اس حدیث شریف میں شوہر کو دو ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی اور تین برائیوں سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا، بیوی کے کھانا پینا اور لباس کی ذمہ داری شوہر کے ذمہ ہے، وہ جیسا کھاتا پیتا اور پہنتا ہے اسی معیار کا کھانا اور ویسا ہی عمدہ لباس بیوی کو دینا شوہر کا اہم فریضہ ہے۔

پھر جن تین برائیوں سے شوہر کو منع فرمایا ان میں ایک یہ ہے کہ بیوی کے چہرہ پر نہ مارے، ویسے بلا وجہ مار پیٹ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں البتہ بیوی نافرمان اور سرکش ہو جائے تو ہلکی سی مار مارنا جائز ہے مگر چہرہ پر نہیں مارنا چاہئے کیونکہ یہ تمام بدنی اعضاء میں سب سے اشرف و اعلیٰ ہے۔

جس دوسری برائی سے شوہر کو منع کیا گیا وہ بیوی کو تنہا نہ چھوڑنا ہے، اس نصیحت کے مختلف معانی ہیں، لا تھجر کا ایک مفہوم یہ ہے کہ شوہر بیوی کو بلاضرورت تنہا کہیں آنے جانے کی اجازت نہ دے، آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ وبا بہت ہی عام ہوتی جا رہی ہے، گھر میں رہنے والی خواتین کو کھلے عام اجازت اور چھوٹ دی جا رہی ہے، وہ جہاں چاہے آئیں اور جائیں، شاپنگ، تفریح وغیرہ کے لئے تنہا نکلنا خواتین کے لئے کوئی عیب کی بات نہ رہی۔

اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ شوہر بیوی سے زیادہ ناراض نہ رہے، اس کی غلطی پر تنبیہ بھی کرے، پھر اسے درگزر بھی کر دے۔

اس کا تیسرا مفہوم یہ ہے کہ سر عام یا دیگر اعزہ و اقارب کی موجودگی میں بیوی پر غصہ نہ ہو اور اس کو مورد ملامت نہ بنائے۔ تیسرا ممنوع عمل بیوی کے ظاہری یا باطنی عیوب اور اخلاقی خرابیوں کی بنا پر اس کو عار دلاتے رہنا اور اس کو قبیح و بدصورت کہنا اور بد دعا دینا یہ سب شوہر کی بداخلاقی میں شمار ہوتے ہیں۔

بیوی میں کسی بھی قسم کا عیب اس کو مکمل داغدار نہیں بناتا، حقیقت تو یہ ہے کہ انسان ہونے کی حیثیت سے بیوی اور شوہر دونوں میں بھی عیوب پائے جاتے ہیں، شوہر اپنی زندگی خوشگوار بنانا چاہتا ہے تو بیوی کے عیوب پر نہیں اس کی خوبیوں پر نظر رکھے۔

اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم لاَ يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا: حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی

مسلمان کسی مومن بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی ایک عادت پسند نہ آئے تو دوسری صفت اسے پسند آئیگی۔

(صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالنساء، حدیث نمبر: 3721)

حدیث مذکور سے بیوی کا یہ حق معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی سی بات پر شوہر نفرتوں کی دیوار نہ بنائے، اس میں کوئی غلطی دیکھے تو حسن اخلاق اور پیار و محبت کے دائرہ میں سمجھائے، محض نفرتوں کے ساتھ بیوی کا سامنا کیا جائے تو زندگی دوبھر ہو جائے گی، اور چونکہ عورتوں کی جبلت و عادت میں کچھ فرق و امتیاز ہوتا ہے جو مردوں کی طبیعت سے میل نہیں کھاتا، اس کو بالکل سیدھا کرنے سے ٹوٹنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔

اسی لئے لطف و مہربانی، ملاطفت و حسن سلوک اور صبر و تحمل کے ساتھ ان سے نباہنے کی کوشش جاری رکھی جائے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلَعِ إِذَا ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَإِنْ تَرَكْتَهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، حدیث نمبر: 3717)

یعنی عورت ٹیڑھی پسلی کی طرح ہے، اگر تو اسے سیدھا کرنے چلے تو ٹوٹ جائے گی اور اسی حالت میں اسے چھوڑ دے تو فائدہ اٹھائے گا۔

ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرنے میں ہی کامیابی ہے، عورتوں کو بالکل سیدھا کرنے کی تمنا چھوڑ کر ان کو انکی حالت پر برقرار رکھنے سے ہی مرد کا فائدہ ہے۔ جیسا کہ کمان کو سیدھا کرنے سے وہ تیر اندازی کے قابل نہیں رہتی اور اس کی خوبی اس کے ٹیڑھے رہنے میں ہے۔

شرح سنن ابوداؤد جلد ہفتم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! شرح سنن ابوداؤد کی یہ جلد مکمل ہو چکی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری غلطیوں و کوتاہیوں کو معاف کردے اور میں یہ بھی دعا کرتا ہوں۔

اے اللہ! میرے دین کو سنوار دے جو کہ میری آخرت کے کام کا حافظ اور نگہبان ہے اور میری دنیا کو سنوار دے کہ جس میں میری روزی اور زندگی ہے۔ اور میری آخرت کو سنوار دے کہ جس میں میری واپسی ہے۔ اور میری زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی میں زیادتی اور میری موت کو ہر شر سے میری راحت کا سبب بنادے۔ یا اللہ مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع نصیب فرما اور مجھ پر باطل واضح فرما اور مجھے باطل سے بچنے کی توفیق عطاء فرمادے۔ یا اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مجھے حق و ایمان پر استقامت نصیب فرما۔ اور دنیا میں آنے فتنوں سے مجھے اور تمام مسلمانوں کو محفوظ فرما۔ آمین۔

محمد لیاقت علی عفی عنہ

شرح ابوداؤد شریف

جلد 6

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

فہرست مضامین

عنوان — صفحہ

كِتَابُ الْفَرَائِض

عنوان — صفحہ

كِتَابُ الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ

عنوان	صفحہ

کِتَابُ الْجَنَائِز

عنوان	صفحہ

كِتَابُ الْأَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

مقدمہ رضویہ

الحمد لله الَّذِي أوضح وُجُوه معالم الدّين وأفضح وُجُوه الشّك بكشف النقاب عَن وَجه الْيَقِين بالعلماء المستنبطين الراسخين والفضلاء الْمُحَقِّقين الشامخين الَّذين نزهوا كَلَام سيد الْمُرْسلين مميزين عَن زيف المخلطين المدلسين وَرفعُوا مناره بِنصب العلائم وأسندوا عمده بأقوى الدعائم حَتَّى صَار مَرْفُوعا بِالْبناءِ العالي المشيد وبالأحكام الموثق المدمج الْمُؤَكّد مسلسلا بسلسلة الْحِفْظ والإسناد غير مُنْقَطع وَلَا واه إِلَى يَوْم التناد وَلَا مَوْقُوف على غَيره من المباني وَلَا معضل مَا فِيهِ من الْمعَانِي (وَالصَّلَاة) على من بعث بِالدّينِ الصَّحِيح الْحسن وَالْحق الصَّرِيح السّنَن الْخَالِي عَن الْعِلَل القادحة والسالم من الطعْن فِي أدلته الراجحة مُحَمَّد المستأثر بالخصال الحميدة والمجتبى الْمُخْتَص بالخلال السعيدة وعَلى آله وَصَحبه الْكِرَام مؤيدي الدّين ومظهري الْإِسْلَام وعَلى التَّابِعين بِالْخَيرِ وَالْإِحْسَان وعَلى عُلَمَاء الْأمة فِي كل زمَان مَا تغرد قمري على الْورْد والبان وناح عندليب على نور الأقحوان (وَبعد) فَإِن عاني رَحْمَة ربه الْغَنِيّ مُحَمَّد لياقت على الرضوي الحنفي عَامله ربه ووالديه بِلُطْفِهِ الْخَفي يَقُول أَن السّنة إِحْدَى الْحجَج القاطعة وأوضح المحجة الساطعة وَبهَا ثُبُوت أَكثر الْأَحْكَام وَعَلَيْهَا مدَار الْعلمَاء الْأَعْلَام وَكَيف لَا وَهِي القَوْل وَالْفِعْل من سيد الْأَنَام فِي بَيَان الْحَلَال وَالْحرَام الَّذين عَلَيْهِمَا مَبْنِيّ الْإِسْلَام فَصرف الْأَعْمَار فِي اسْتِخْرَاج كنوزها من أهم الْأُمُور وتوجيه الأفكار فِي استكشاف رموزها من تعمير العمور لَهَا منقبة تجلت عَن الْحسن والبها ومرتبة جلت بالبهجة والسنا وَهِي أنوار الْهِدَايَة ومطالعها ووسائل الدِّرَايَة وذرائعها وَهِي من مختارات الْعُلُوم عينهَا وَمن متنقدات نقود المعارف فضها وعينها ولولاها لما بَان الْخَطَأ عَن الصَّوَاب وَلَا تميز الشَّرَاب من السراب وَلَقَد تصدت طَائِفَة من السّلف الْكِرَام مِمَّن كساهم الله تَعَالَى جلابيب الْفَهم والأفهام ومكنهم من انتقاد الْأَلْفَاظ الفصيحة المؤسسة على الْمعَانِي الصَّحِيحَة وأقدرهم على الْحِفْظ بالحفاظ من الْمُتُون والألفاظ إِلَى جمع سنَن من سنَن سيد الْمُرْسلين هادية إِلَى طرائق شرائع الدّين وَتَدْوِين مَا تفرق مِنْهَا فِي أقطار بِلَاد الْمُسلمين بتفرق الصَّحَابَة وَالتَّابِعِينَ الحاملين والفقهاء مذاهب الاربعة۔

كِتَابُ الضَّحَايَا

یہ کتاب قربانی کے بیان میں ہے

ذبح کے معنی ومفہوم کا بیان

یہ ذبح اور ذکاۃ اسلام کے اصطلاحی لفظ ہیں۔ ان سے مراد حلق کا اتنا حصہ کاٹ دینا ہے جس سے جسم کا خون اچھی طرح خارج ہوجائے۔ جھٹکا کرنے یا گلا گھونٹنے یا کسی اور تدبیر سے جانور کو ہلاک کرنے کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ خُون کا بیشتر حصہ جسم کے اندر ہی رُک کر رہ جاتا ہے اور وہ جگہ جگہ جم کر گوشت کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ برعکس اس کے ذبح کرنے کی صُورت میں دماغ کے ساتھ جسم کا تعلق دیر تک باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے رگ رگ کا خُون کھنچ کر باہر آجاتا ہے اور اس طرح پُورے جسم کا گوشت خُون سے صاف ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وہ حرام ہے، لہٰذا گوشت کے پاک اور حلال ہونے کے لیے ضروری ہے کہ خُون اس سے جُدا ہوجائے۔

قربانی کی تعریف

قربانی کے لئے عام طور سے نصوصِ احادیث میں لفظ "أضحية" وارد ہوا ہے، اصمعی کے قول کے مطابق اس کو چار طرح سے پڑھا گیا ہے، جیسا کہ جوہری نے نقل کیا ہے۔

أضحية: ہمزہ کے پیش کے ساتھ۔ إضحية: ہمزہ کے زیر کے ساتھ ان دونوں کی جمع "أضاحي" آتی ہے۔ ضحيّة: اس کی جمع "ضحايا" آتی ہے۔

أضحاة: جس کی جمع "أضحى" آتی ہے، اسی سے "يوم الأضحى" کا نام پڑا ہے

(الصحاح للجوہری مادۃ "ضحا" (6/2407)، لسان العرب (8/29-30) مادۃ "ضحا" اور تاج العروس (19/615-616) مادۃ "ضحو".)

امام نووی نے "تحریر التنبیہ" کے اندر قاضی عیاض کے حوالہ سے قلمبند کیا ہے اور اہل لغت نے اسے ذکر کیا ہے کہ: قربانی کا نام "أضحية" اس لئے پڑا کہ اس کی ادائیگی بوقت ضحیٰ کی جاتی ہے اور "ضحیٰ" دن چڑھنے کو کہتے ہیں۔ (المصباح المنیر (ص 359)

واضح رہے کہ اس دن کو بہت سارے لوگ "عید الضحیٰ" کہتے اور لکھتے ہیں لیکن یہ قواعد اور معنی کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔

قربانی شریعت کی اصطلاح میں

فقہاء نے قربانی کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں چند کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے:

1۔ "هي ما يذبح من النعم تقرباً إلى الله تعالى من يوم العيد إلى آخر أيام التشريق

(مغنی المحتاج، 6/122) الاقناع (2/277)

مخصوص جانوروں میں سے جسے اللہ تعالیٰ کے تقرب کی خاطر عید کے دن سے لیکر ایام تشریق کے آخر تک ذبح کیا جائے وہ اضحیة (قربانی) ہے۔

2۔ " هي اسم لحيوان مخصوص بسنّ مخصوص يذبح بنية القربة في يوم مخصوص عند وجود شرائطها وسببها " (أنیس الفقہاء، ص279)

" اضحیة (قربانی) مخصوص عمر کے مخصوص جانور کا نام ہے جسے اس کے شرائط واسباب کے پائے جانے پر مخصوص دن میں تقرب کی نیت سے ذبح کیا جاتا ہے۔

3۔" هي ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص " (الدر المختار شرح تنویر الأبصار (312/6)

" تقرب کی نیت سے متعین وقت میں کسی خاص جانور کو ذبح کرنے کا نام أضحية (قربانی) ہے۔

4۔" اسمٌ لما يُذكى من النَّعم تقرباً إلى الله تعالى في أيام النحر بشرائط مخصوصة "

متعین جانوروں میں سے جو جانور ایام نحر (قربانی کے دنوں) میں اللہ سے تقرب کی خاطر مخصوص شرائط کے ساتھ ذبح کیا جائے اس کا نام أضحية (قربانی) ہے.

ذبح کرنے کا طریقہ

اور ذبح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر تیز دھار آلے سے اس کا گلا اس طرح کاٹا جائے کہ رگیں کٹ جائیں۔ ذبح کے علاوہ نحر بھی مشروع ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے جانور کے لبے پر چھری ماری جائے (اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے) جس سے نرخرہ اور خون کی خاص رگیں کٹ جاتی ہے اور سارا خون بہہ جاتا ہے۔

جانور ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جانور کو پانی پلا کر بائیں پہلو پر لٹائیں (اس طرح کہ سر جنوب اور منہ قبلہ کی طرف رہے) یا اسی ترتیب سے ہاتھ میں پکڑیں پھر دائیں ہاتھ میں تیز چھری لے کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہہ کر قوت وتیزی کے ساتھ گلے پر گانٹھی سے نیچے چھری چلائیں اس انداز پر کہ چاروں رگیں کٹ جائیں لیکن سر جدا نہ ہو۔ (کاٹنا ختم ہوتے ہی جانور کو چھوڑ دیں)۔

قربانی کی حقیقت قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم میں تقریباً نصف درجن آیات مبارکہ میں قربانی کی حقیقت، حکمت اور فضیلت وبیان کی گئی ہے۔ سورہ حج میں ہے:

۱۔۲:...والبدن جعلناها لكم من شعائر الله لكم فيها خير فاذكروا اسم الله عليها صواف. فاذا وجبت جنوبها فكلوا منها واطعموا القانع والمعتر. كذلك سخرناها لكم لعلكم تشكرون. لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوىٰ منكم. كذلك سخرناها لكم لتكبروا الله على ماهداكم وبشر المحسنين۔ (الحج:۳۶۔۳۷)

ترجمہ: "اور ہم نے تمہارے لئے قربانی کے اونٹوں کو عبادت الٰہی کی نشانی اور یادگار مقرر کیا ہے، ان میں تمہارے لئے اور بھی

فائدے ہیں، سوتم ان کو نحر کرتے وقت قطار میں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لیا کرو اور پھر جب وہ اپنے پہلو پر گر پڑیں تو ان کے گوشت میں سے تم خود بھی کھانا چاہو تو کھاؤ اور فقیر کو بھی کھلاؤ، خواہ وہ صبر سے بیٹھنے والا ہو یا سوال کرتا پھرتا ہو، جس طرح ہم نے ان جانوروں کی قربانی کا حال بیان کیا اسی طرح ان کو تمہارا تابعدار بنایا تا کہ تم شکر بجالاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ان قربانیوں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا بلکہ اس کے پاس تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے لئے اس طرح مسخر کر دیا ہے تا کہ تم اس احسان پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو قربانی کی صحیح راہ بتائی، اور اے پیغمبر! مخلصین کو خوشخبری سنا دیجئے"۔

سورۂ حج ہی میں دوسرے مقام پر اسے شعائر اللہ میں سے قرار دیتے ہوئے اس کی عظمت بتائی گئی اور قربانی کی تعظیم کو دل میں پائے جانے والے تقویٰ خداوندی کا مظہر قرار دیا ہے۔

۳:-ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب۔ (الحج:۳۲)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور یادگاروں کا پورا احترام قائم رکھے تو ان شعائر کا یہ احترام دلوں کی پرہیزگاری سے ہوا کرتا ہے"۔

سابقہ انبیاء کرام کی شریعتوں میں قربانی کا تسلسل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک پہنچتا ہے، جس کا طریقہ یہ تھا کہ قربانی ذبح کی جاتی اور وقت کے نبی دعا مانگتے اور آسمان سے خاص کیفیت کی آگ اترتی اور اسے کھا جاتی جسے قبولیت کی علامت سمجھا جاتا تھا، قرآن کریم میں ہے:

۴:-الذین قالوا ان اللہ عهد الینا الا نؤمن لرسول حتی یأتینا بقربان تأکله النار۔

(آل عمران:۱۸۳)

ترجمہ: "یہ لوگ ایسے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کہ ہم کسی رسول کی اس وقت تک تصدیق نہ کریں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے کہ اس کو آگ کھا جائے"۔

قربانی کی تاریخ پہلے انسان ہی سے شروع ہو جاتی ہے

۵:-واتل علیهم نبأ ابنی آدم بالحق إذ قربا قربانا فتقبل من أحدهما ولم یتقبل من الآخر۔

(المائدة:۲۷)

ترجمہ: "اور آپ اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیجئے جب ان میں سے ہر ایک نے اللہ کے لئے کچھ نیاز پیش کی تو ان میں سے ایک کی نیاز مقبول ہو گئی، اور دوسرے کی قبول نہیں کی گئی"۔

۶...قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ (انعام:۱۶۲)

آیت بالا کے تحت امام جصاص رازی لکھتے ہیں:

"ونسکی: الأضحیة. لأنها تسمی نسکاً وکذلك کل ذبیحة علی وجه القربة الی اللہ تعالیٰ فهی نسك. قال اللہ تعالیٰ: ففدیة من صیام أو صدقة أو نسك۔ (البقرة:۱۹۶)

ترجمہ: "نسک" سے مراد قربانی ہے، اس لئے کہ اس کا نام "نسک" بھی ہے، اسی طرح ہر وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کیا جائے وہ "نسک" کہلاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ففدية من صيام او صدقة او نسك "(احکام القرآن ۳/۳۶)

قربانی کے اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز سے نماز کے تتمے کے طور پر یوں ذکر فرمایا "فصل لربك وانحر" ابن کثیر اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

-قال ابن عباس رضي الله عنهما وعطاء ومجاهد وعكرمة والحسن: يعني بذلك نحر البدن ونحوها. وكذا قال قتادة ومحمد بن كعب القرظي، والضحاك والربيع وعطاء الخراساني والحكم واسماعيل بن ابي خالد وغير واحد من السلف-. (ابن کثیر ۶/۵۵۶، مکتبہ فاروقیہ پشاور)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عطاء، مجاہد، عکرمہ رحمہم اللہ سمیت متعدد مفسرین فرماتے ہیں کہ وانحر سے اونٹ کا "نحر" ہی مطلوب ہے جو قربانی کے لئے جانے والے جانوروں میں سے بڑا جانور ہے،،

اس سے فقہاء نے مسئلہ بھی اخذ فرمایا ہے کہ عید الاضحیٰ پڑھنے والے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ نماز عید پہلے ادا کرلیں، اس کے بعد قربانی کریں، جن لوگوں پر عید کی نماز فرض ہے اگر انہوں نے عید سے پہلے قربانی کردی تو ان کی قربانی نہیں ہوگی۔

۸:-ليشهدوا منافع لهم ويذكروا اسم الله في ايام معلومات على ما رزقهم من بهيمة الانعام فكلوا منها واطعموا البائس الفقير- (الحج:۲۸)

ترجمہ: "تاکہ یہ سب آنے والے اپنے اپنے فائدوں کی غرض سے پہنچ جائیں اور تاکہ قربانی کے مقررہ دنوں میں وقت خدا کا نام لیں جو خدا نے ان کو عطاء کئے ہیں، سوائے امت محمدیہ! تم ان قربانیوں میں سے خود بھی کھانا چاہو تو کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ"۔

اس آیت میں بھی قربانی ہی کا ذکر ہے۔ ہر قوم میں نسک اور قربانی رکھی گئی جس کا بنیادی مقصد خالق کائنات کی یاد، اس کے احکام کی بجا آوری اس جذبے کے ساتھ کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین ہے، یہاں بھی انسان کی قلبی کیفیت کا ایسا انقلاب مقصود ہے کہ وہ مال ومتاع کو اپنا نہ سمجھے بلکہ دل وجان سے اس عقیدے کی مشق کرے کہ حق تعالیٰ ہی اس کا حقیقی مالک ہے، گویا قربانی کا عمل فتنہ مال سے حفاظت کا درس دیتا ہے۔

۹:-ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة-. (الحج:۳۴)

ترجمہ: "اور ہم نے ہر امت کے لئے اس غرض سے قربانی کرنا مقرر کیا تھا کہ وہ ان چوپایوں کی قسم کے مخصوص جانوروں کو قربانی کرتے وقت اللہ کا نام لیا کریں جو اللہ نے ان کو عطا کئے تھے"۔

قربانی احادیث مبارکہ کی روشنی میں

۱:عن عائشه رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر

احب الى الله من اهراق الدم وانه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها وان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع بالارض فطيبوا بها نفسا۔ (مشکوۃ المصابیح)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ابن آدم (انسان) نے قربانی کے دن کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو اللہ کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ ہو، اور قیامت کے دن وہ ذبح کیا ہوا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا، اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے، لہٰذا تم اس کی وجہ سے (قربانی کرکے) اپنے دلوں کو خوش کرو۔"

۲: عن زيد بن ارقم قال: قال اصحاب رسول الله ﷺ: يا رسول الله! ما هذه الأضاحي؟ قال: سنة أبيكم ابراهيم عليهم السلام. قالوا: فما لنا فيها يا رسول الله؟ قال: بكل شعرة حسنة. قالوا: فالصوف؟ يا رسول الله! قال: بكل شعرة من الصوف حسنة۔ (مشکوۃ: ۱۲۹)

ترجمہ: "حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ فرمایا: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ (یعنی ان کی سنت) ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ پھر اس میں ہمارے لئے کیا (اجر وثواب) ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جانور کے) ہر بال کے بدلے ایک نیکی، انہوں نے عرض کیا کہ (دنبہ وغیرہ اگر ذبح کریں تو ان کی) اون (میں کیا ثواب ہے؟) فرمایا: کہ اون کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی"

۳: عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ في يوم اضحى: ما عمل آدمي في هذا اليوم أفضل من دم يهراق الا ان يكون رحما توصل۔ (الترغیب والترہیب: ۲/ ۲۷۷)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن ارشاد فرمایا: آج کے دن کسی آدمی نے خون بہانے سے زیادہ افضل عمل نہیں کیا، ہاں، اگر کسی رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک اس سے بڑھ کر ہو تو ہو۔"

۴: عن ابي سعيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ يا فاطمة! قومي الى أضحيتك فاشهديها. فان لك بأول قطرة تقطر من دمها ان يغفر لك ما سلف من ذنوبك. قالت: يا رسول الله! ألنا خاصة أهل البيت أو لنا وللمسلمين؟ قال: بل لنا وللمسلمين۔

ترجمہ: "حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس رہو (یعنی اپنی قربانی کے ذبح ہوتے وقت قریب موجود رہو) کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے کے ساتھ ہی تمہارے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اللہ کے رسول! یہ فضیلت ہم اہل بیت کے ساتھ مخصوص ہے یا عام مسلمانوں

کے لئے بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لئے بھی ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی"۔

۵:۔ عن علی ان رسول الله ﷺ قال: يا فاطمة! قومي فاشهدي أضحيتك، فان لك بأول قطرة تقطر من دمها مغفرة لكل ذنب، أما انه يجاء بلحمها ودمها توضع في ميزانك سبعين ضعفا۔ قال ابوسعيد: يا رسول الله! هذا لآل محمد خاصة، فانهم أهل لما خصوا به من الخير، أو للمسلمين عامة؛ قال: لآل محمد خاصة، وللمسلمين عامة۔ (الترغيب والترهيب: ۲/۲۷۷۔۲۷۸)

ترجمہ: "حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت فاطمہ سے) فرمایا: اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس (ذبح کے وقت) موجود رہو، اس لئے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی تمہارے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے، یہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور تمہارے ترازو میں ستر گنا (زیادہ) کر کے رکھا جائے گا، حضرت ابوسعید نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ فضیلت خاندان نبوت کے ساتھ خاص ہے جو کسی بھی خیر کے ساتھ مخصوص ہونے کے حقدار ہیں یا تمام مسلمانوں کے لئے ہے؟ فرمایا: یہ فضیلت آل محمد کے لئے خصوصاً اور عموماً تمام مسلمانوں کے لئے بھی ہے"۔

۶:۔ عن علی عن النبي ﷺ قال: يا أيها الناس! ضحوا واحتسبوا بدمائها، فان الدم وان وقع في الأرض، فانه يقع في حرز الله عز وجل۔ (ایضا:۲۷۸)

ترجمہ: "حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم قربانی کرو اور ان قربانیوں کے خون پر اجر و ثواب کی امید رکھو، اس لئے کہ (ان کا) خون اگرچہ زمین پر گرتا ہے لیکن، وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں چلا جاتا ہے"۔

۷:۔ عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: ما انفقت الورق في شيء أحب الى الله من نحر ينحر في يوم عيد۔ (ایضا)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاندی (یا کوئی بھی مال) کسی ایسی چیز میں خرچ نہیں کیا گیا جو اللہ کے نزدیک اس اونٹ سے پسندیدہ ہو جو عید کے دن ذبح کیا گیا"۔

۸:۔ عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: من وجد سعة لأن يضحي فلم يضح، فلا يحضر مصلانا۔ (ایضا)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قربانی کرنے کی گنجائش رکھتا ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے"۔

۹:۔ عن حسين بن علي قال: قال رسول الله ﷺ: من ضحى طيبة نفسه محتسباً لأضحيته كانت

له حجاباً من النار. (ایضا)

ترجمہ: "حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خوش دلی کے ساتھ اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے قربانی کرے گا تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائے گی"۔

قربانی کا فلسفہ

"والثاني: يوم ذبح ابراهيم ولده اسماعيل عليهما السلام، وانعام الله عليهما: بأن فداه بذبح عظيم، اذفيه تذكر حال ائمة الملة الحنيفية والاعتبار بهم في بذل المهج، والأموال في طاعة الله، وقوة الصبر، وفيه تشبه بالحاج، وتنويه بهم، وشوق لما هم فيه ولذلك سن التكبير. (حجة الله البالغة:۲/۱۰۰)

ترجمہ: "اور دوسرا (عید الاضحیٰ) وہ دن ہے کہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح (کا ارادہ کیا)، اور اللہ کا ان پر انعام ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے عظیم ذبیحہ (جنتی مینڈھا) عطا فرمایا، اس لئے کہ اس میں ملت ابراہیمی کے ائمہ کے حالات کی یاددہانی ہے، اللہ کی اطاعت میں ان کے جان ومال کو خرچ کرنے اور انتہائی درجہ صبر کرنے کے واقعہ سے لوگوں کو عبرت دلانا مقصود ہے، نیز اس میں حاجیوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ان کی عظمت ہے اور جس کام میں وہ مشغول ہیں اس میں ان کو رغبت دلاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تکبیرات (تشریق) کو مسنون کیا گیا ہے"۔

قربانی کی حقیقت

مندرجہ بالا آیات واحادیث کی روشنی میں قربانی کی حقیقت معلوم ہوئی، اس کو مختصر الفاظ میں بیان کرنا چاہیں تو یوں کہا جاسکتا ہے۔

۱.....قربانی سنت ابراہیمی کی یادگار ہے۔

۲.....قربانی کی ایک صورت ہے اور ایک روح ہے، صورت تو جانور کا ذبح کرنا ہے، اور اس کی حقیقت ایثار نفس کا جذبہ پیدا کرنا ہے اور تقرب الی اللہ ہے۔

اصل میں قربانی کی حقیقت تو یہ تھی کہ عاشق خود اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتا مگر خدا تعالیٰ کی رحمت دیکھئے، ان کو یہ گوارا نہ ہوا اس لئے حکم دیا کہ تم جانور کو ذبح کرو ہم یہی سمجھیں گے کہ تم نے خود اپنے آپ کو قربان کردیا۔ اس واقعہ (ذبح اسماعیل علیہ السلام) سے معلوم ہوا کہ ذبح کا اصل مقصد جان کو پیش کرنا ہے، چنانچہ اس سے انسان میں جاں سپاری اور جاں نثاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہی اس کی روح ہے تو یہ روح صدقہ سے کیسے حاصل ہوگی؟ کیونکہ قربانی کی روح تو جان دینا ہے اور صدقہ کی روح مال دینا ہے، نیز صدقہ کے لئے کوئی دن مقرر نہیں مگر اس کے لئے ایک خاص دن مقرر کیا گیا ہے اور اس کا نام بھی یوم النحر اور یوم الاضحیٰ رکھا گیا ہے۔ (ایضا، ص:۱۶)

قربانی کی اصل حکمت وفلسفہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: والسر فی الھدی التشبۃ بفعل سیّدنا ابراھیم علیہ السلام فیما قصد من ذبح ولدہ فی ذلک المکان طاعۃً لربہ، وتوجھاً الیہ، والتذ کر لنعمۃ اللہ بہ وبأبیھم اسماعیل علیہ السلام، وفعل مثل ھذا الفعل فی ھذا الوقت والزمان ینبہ والنفس ای تنبہ۔ وانما وجب علی المتمتع والقارن شکراً لنعمۃ اللہ حیث وضع عنھم امر الجاھلیۃ فی تلک المسئلۃ۔

(حجۃ اللہ البالغۃ، ابواب الحج، ۲/ ۶۸)

ترجمہ: "(حج کے موقع پر) ہدی میں حکمت یہ ہے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مشابہت ہے، انہوں نے اپنے رب کے حکم بجا آوری اور اس کی طرف توجہ کی نیت سے اس جگہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تھا) اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام پر جو انعامات کیے ہیں، ان کی یاددہانی ہوتی ہے، اور حج تمتع وقران کرنے والے پر یہ ہدی واجب ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا ہو کہ اس نے معاملے میں جاہلیت کے وبال کو دور کر دیا"۔

قربانی کی دو اقسام کا بیان

قربانی کی دو قسمیں ہیں ایک واجب، دوسری مستحب:

اگر کوئی آدمی، عاقل، بالغ آزاد، مقیم، مسلمان اور مالدار ہو تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے، اور قربانی نہ کرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔

اگر کوئی مسلمان سفر میں ہو یا فقیر وغریب ہو یا محتاج ہو اور قربانی کرے تو یہ مستحب ہے۔ جس طرح زکوٰۃ صاحب نصاب مسلمان پر الگ الگ لازم ہوتی ہے۔

اسی طرح قربانی بھی ہر صاحب نصاب پر الگ الگ لازم ہوگی، چنانچہ ایک قربانی ایک گھرانے کی طرف سے کافی ہونے کا خیال درست نہیں ہے اور ہر مالدار مقیم مسلمان شخص پر قربانی اس کے اپنے نفس اور ذات پر واجب ہوتی ہے، اس لئے پورے گھر، خاندان یا کنبے کی طرف سے ایک آدمی کی قربانی کافی نہیں ہوگی، بلکہ ہر صاحب نصاب پر الگ الگ قربانی لازم ہوگی، ورنہ سب لوگ گنہگار ہوں گے، ہاں مردوں کے ایصال ثواب کے لئے ایک قربانی کئی افراد کے ثواب کی نیت سے کر سکتے ہیں۔

مردوں کے ایصال ثواب کے لئے یا زندہ لوگوں کو ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کرنا جائز ہے، اگر کسی آدمی نے قربانی کی نذر مانی یا فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو ان پر قربانی واجب ہے۔

قربانی کے احکام ومسائل

قربان "قرب" سے مشتق ہے جس کا معنی قریب ہوتا ہے، بہت زیادہ قریب ہونے کو قربان کہتے ہیں۔

اصطلاح میں قربانی سے مراد مخصوص جانور کو مخصوص ایام میں متعلقہ شرائط کے ساتھ قرب الٰہی کے لئے ذبح کرنا ہے۔ عید قربان کا معنی ہے وہ عید جو اپنے اندر قربانی کی خاصیت رکھتی ہے۔ اگر کوئی شخص 10 ذی الحج میں قربانی کرتا ہے تو اس عمل کی برکت

بندے کو اللہ کے اتنا قریب کر دیتی ہے کہ کوئی اور عمل اتنا قرب عطا نہیں کرتا۔

قربانی کی فضیلت و اہمیت

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قربانی کو ایک جلیل القدر عبادت قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ انعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O (الانعام، 162:6)

''بے شک میری نماز اور میرا حج اور قربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

درج ذیل احادیث مبارکہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے قربانی کی اہمیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی قربانیوں کے لئے عمدہ جانور تلاش کرو کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گے۔'' (دیلمی، فردوس الاخبار، 119:1، رقم: 267)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس چلی جاؤ اس کے گرنے والے خون کے پہلے قطرے کے ذریعے ہر صغیرہ گناہ سے بخشش مل جائے گی اس کے خون اور گوشت کو لایا جائے گا اور ستر گنا کر کے تیرے ترازو میں رکھ دیا جائے گا۔'' (یہ سن کر) ابو سعید نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے وہ اس نیکی کے ساتھ مخصوص ہونے کے لائق ہیں یا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص اور مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بالخصوص ہے اور باقی مسلمانوں کے لئے بالعموم ہے۔'' (بیہقی، السنن الکبری، کتاب الضحایا، باب ما یستحب للمرء من ان یتولی ذبح نسکہ، 476:9، رقم: 19141)

قبولیتِ قربانی کا معیار قربانی کی قبولیت میں جو چیز کارفرما ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں حسنِ نیت اور صدق و اخلاص ہے عمل اگر صدق و اخلاص کی بنا پر ہو تو وہ قلیل تر ہی کیوں نہ ہو انسان کا درجہ بلند تر کر دیتا ہے جبکہ وہی عمل اگر صدق و اخلاص، نیک نیتی اور للّٰہیت سے خالی ہو تو خواہ وہ پہاڑوں کی طرح کیوں نہ ہو خدا کی بارگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا کہ اگر ایک مسلمان دیکھاوے کی نیت سے بہت بڑے اور کثرت سے جانور خریدے تا کہ لوگ متاثر ہوں اور وہ یہ کہیں کہ وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ لوگوں کی نظروں میں بہت بڑا ہونا تو دکھایا جا سکتا ہے لیکن خدا کے ہاں ایسا شخص بڑا نہیں ہوتا۔ عین ممکن ہے کہ خدا کے ہاں پچھلی صف پر بیٹھا ہوا وہ آدمی بڑا ہو جس میں قربانی کرنے کی سکت بھی نہ ہو لیکن اس کا دل چاہ رہا ہو کہ میرے پاس دولت ہوتی تو میں خدا کی رضا کے لئے قربانی کرتا۔ وہ قربانی نہ کر سکے لیکن اس کو اللہ کی بارگاہ میں وہ اجر مل جائے جو ریاکاری کی قربانی کرنے والے کو کبھی نہ میسر ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ صدقہ و خیرات کرتے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے دن کثرت سے صدقہ کرتے لیکن ایک سال ایسا آیا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کے پاس اتنے پیسے بھی نہ تھے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں صدقہ کر سکتے بالآخر مجبور ہو کر انہوں نے تھوڑے سے چنے لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں تقسیم کر دیے

لیکن دل میں بوجھ رہا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے موقع پر یہ ادنیٰ سا صدقہ ہے۔خدا جانے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قبول ہوا ہوگا یا نہیں۔بس! اتنا عمل کرنے کی دیر تھی۔اسی رات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔کیا دیکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کے صدقہ کئے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرما رہے ہیں: بیٹا عبدالرحیم! ہم تھوڑے یا زیادہ کی طرف نہیں جاتے ہم تو اپنی اولاد کی حسن نیت کو دیکھا کرتے ہیں اور بس! جس نیت سے تو نے خوشی کی اسی حسن نیت اور تقویٰ کی اللہ کی بارگاہ میں قبولیت ہے۔

قربانی کا قبول ہونا اس بنیاد پر منحصر ہے کہ قربانی کس نیت سے دی جارہی ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے

قربانی اس شخص پر واجب ہے جو مسلمان ہو، آزاد ہو، غلام نہ ہو، مقیم ہو، مسافر نہ ہو، اگر حالت سفر میں نفلی طور پر قربانی کی جائے تو ثواب ہوگا اگر کوئی بھیڑ، بکری قربانی کے ارادے سے خریدی مگر قربانی کا دن آنے سے پہلے سفر درپیش آجائے تو اسے بیچا جا سکتا ہے۔جو شخص استطاعت رکھتا ہو یعنی اتنی آمدنی ہو کہ معمولی گزربسر کے بعد بقدر نصاب بچ جائے۔یہ بھی ایک رائے ہے کہ اس کاروبار سے اتنی آمدنی ہو کہ ایک مہینے کا خرچ، خوراک نکل آئے اگرچہ سامانِ خانہ وقف کا ہو تو بھی قربانی واجب ہے۔

مذکورہ بالا شرائط میں مرد اور عورت کے لئے یکساں حکم ہے۔

قربانی کرنے والے کی شرائط

1۔قربانی کی نیت کرنا: نیت کے بغیر قربانی جائز نہیں ہوتی کیونکہ بعض اوقات گوشت کے لئے بھی جانور ذبح کیا جاتا ہے اور بعض اوقات رضائے خداوندی کے حصول کے لئے۔قربانی کے لئے دل سے نیت کرنا کافی ہے اور زبان سے کچھ کہنا ضروری نہیں ہے۔

2۔حصہ داروں کا تعین: جس قربانی میں حصہ داروں کی گنجائش ہو وہاں کوئی ایسا شخص حصہ دار نہ بنایا جائے۔جو سرے سے ہی رضائے خداوندی کی نیت نہ رکھتا ہو۔یہی حکم قربانی کے علاوہ باقی ثواب کے کاموں کا ہے۔''اگر قربانی کرنے والے کے ساتھ باقی چھ میں کوئی نصرانی گوشت کے ارادے سے شریک ہو تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔''

3۔وقت ذبح اجازت دینا: قربانی کرتے وقت ذبح کنندہ کوئی اور ہو تو جب تک ذبح کرنے والے کی جانب سے اجازت نہ ہو تو قربانی جائز نہ ہوگی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بکری کے بارے میں دریافت کیا گیا جسے ایک عورت نے اس کی مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کردیا تھا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے منع کیا لیکن فرمایا اسے قیدیوں کو کھلا دو۔

(شوکانی، نیل الاوطار، ابواب الصید، باب مایجوز فیہ اقتناء الکلب، 9:18)

قربانی کے لئے کس قسم کا جانور ہونا ضروری ہے 1۔قربانی کے جانور کا واضح عیب سے پاک ہونا ضروری ہے اندھا، کانا، لنگڑا،

اتنا کمزور جانور جس میں گوشت برائے نام ہو یا جڑ سے کٹے ہوئے کان یا دم کٹے وغیرہ کی قربانی کرنا جائز نہیں۔

2۔جس جانور کے دانت نہ ہوں اگر وہ چارا کھالیتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

3۔جو جانور مجنون ہوگیا ہو تو اگر وہ چارہ کھا سکتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں خارش زدہ جانور اگر فربہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

4۔جس جانور کی زبان کٹی ہوئی ہو اور وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

5۔جس جانور کی چار ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

6۔شریعت کا یہ قاعدہ ہے جو عیب کسی فائدہ کو بالکل ختم کردے یا خوبصورتی کو ضائع کردے اس کی قربانی جائز نہیں اور جو عیب اس سے کم درجہ کا ہو اس کی وجہ سے قربانی ممنوع نہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو، بیمار جس کا مرض ظاہر ہو، لنگڑا ہونا ظاہر ہو اور بوڑھا جس کی ہڈیوں میں گودھا نہ ہو۔'' (ابوداؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا، 3:9، رقم:2802)

ذبح کا مسنون طریقہ

ذبح حیوان ایسے معمولی امور میں سے نہیں ہے کہ انسان اپنی آسانی کے لیے جس طرح چاہے انجام دے اور وہ کسی اصول قوانین کا پابند نہ ہو بلکہ ان امور کے لیے قرآن وسنت میں بیان کردہ احکام کی پابندی کرنا ایک مسلمان کے لیے لازم ولابدی قرار دیا ہے۔آداب ذبح یہ ہیں کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹائے ذبح کرنے والے اور جانور کا چہرہ قبلہ رخ ہو فقط تین پاؤں باندھے دائیں ہاتھ سے ذبح کرے چھری کو پہلے تیز کرلے اور چھری چلانے میں نہایت جلدی کرے۔گردن کو اس کی ابتدا سے لے کر سینے کی ابتدا تک کسی جگہ اس طرح کاٹا جائے کہ گردن کی چار رگیں کٹ جائیں۔دو شہ رگیں تیسرے نرخرہ اور چوتھی خوراک کی نالی۔ان چاروں میں سے تین رگیں کٹ جائیں تو بھی جانور حلال ہوجاتا ہے۔یہ چار رگیں مندرجہ ذیل ہیں:

1۔حلقوم: یہ وہ رگ ہے جس سے سانس آتی ہے اسے نرخرہ بھی کہتے ہیں۔

2۔مری: جس سے خوراک نیچے اترتی ہے۔

3،4۔ودجین: حلقوم اور مری کے دونوں طرف ایک ایک رگ ہے جنہیں شہ رگ بھی کہتے ہیں۔ان دونوں رگوں میں خون گردش کرتا ہے۔(فتاویٰ عالمگیری، 8:433)

جانور کو ذبح کرنے کا مقام سینے کے اوپر والے حصے سے دونوں جبڑوں تک ہوتا ہے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو جبڑوں اور سینہ کے بالائی حصہ کے درمیانی جگہ کو کاٹنا ذبح ہے۔'' اگر اونٹ، گائے یا بکری کی گردن یہاں تک کاٹی کہ اس کو علیحدہ کردیا اگر ایسا کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا اس پر حلق کی جانب سے وار کیا تو ذبیحہ کھایا جائے گا لیکن ایسا طریقہ ذبح اختیار کرنا غلط ہے۔(الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ، 2:207، رقم:903)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطانی طریقے سے جانور ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ زاد بن عیسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی حدیث میں فرماتے ہیں: کہ شیطانی طریقے سے ذبح کرنا یہ ہے کہ کھال تو کاٹ دی جائے اور رگوں کو نہ کاٹا جائے پھر اسے (تکلیف میں) تڑپتا چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(ابن ابوداؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب فی المبالغۃ فی الذبح، 3:18، رقم: 2826۔)

ذبح کے وقت کی دعا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن دو مینڈھے قربان کیے اور انہیں قبلہ رخ کر کے یہ دعا فرمائی:

اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ.

(ابن ماجہ، السنن، کتاب الاضاحی، باب اضاحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 3:530، رقم: 3121)

”میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف پھیرا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اس حال میں کہ میں حنیف ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ جو رب العالمین ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں مسلمانوں میں سے پہلا ہوں۔ اے اللہ! میں تیرے نام سے شروع کرتا ہوں۔“

ذبح کے وقت یہ جملہ کہنا مکروہ ہے ”اے اللہ اسے فلاں کی جانب سے قبول فرما“ یہ جملہ ذبح سے قبل یا فراغت کے بعد کہنا چاہیے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو موقعوں پر میرا ذکر نہ کیا جائے۔ چھینک کے وقت اور ذبح کے وقت۔“

(ابن قدامہ، المغنی، کتاب الصید والذبائح، 8:541)

ذبح کرنے کے بعد کی دعا

قربانی کرنے کے بعد درج ذیل دعا پڑھیئے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِكَ وَمُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ عليهما السلام

”اے اللہ! تو اس قربانی کو میری جانب سے قبول فرما جس طرح تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی قبول فرمائی۔ دونوں پر درود و سلام ہو۔“

قربانی کے جانور میں حصہ داری کے احکام 1۔ قربانی کا جانور اگر بھیڑ یا بکری ہو تو اسے قربانی میں صرف ایک شخص کی جانب سے پیش کیا جاسکتا ہے خواہ وہ جانور دیکھنے میں دو بکروں جیسا موٹا تازہ کیوں نہ ہو جبکہ ایک گائے یا اونٹ سات آدمیوں کے لئے کفایت کرتا ہے وہ اس سے زیادہ کی طرف سے جائز نہیں ہے۔

2۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس ارشاد نبوی سے فائدہ حاصل

کرتے اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کرتے اور اونٹ ذبح کرتے تو سات افراد اس قربانی میں شریک ہو جاتے۔'' (ابو داؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب البقر والجزور عن کم تجزئ؟، 3:11، رقم:2807)

3۔ ''اگر کسی شخص نے اپنی قربانی کے لئے گائے خریدی پھر اس میں چھ آدمیوں کو شریک کر لیا تو ان سب کی طرف سے قربانی تو ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے اگر خریدنے سے پہلے ہی شرکت کر لی جائے تو یہ سب سے بہتر ہے۔''

(درمختار، کتاب الاضحیۃ، 4:202)

4۔ ''سات آدمیوں نے قربانی کے لئے گائے خریدی تھی ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اگر اس کے ورثاء نے شرکاء سے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور اس کی طرف سے قربانی کرو اور انہوں نے کر لی تو سب کی قربانیاں جائز ہیں لیکن اگر بغیر اجازت ورثاء ان شرکاء نے قربانی کی تو کسی کی طرف سے نہ ہوئی۔'' (مرغینانی، الهدایہ، کتاب الاضحیہ، 4:226)

5۔ ''گائے کو چھ، پانچ یا چار اشخاص کی طرف سے بھی قربان کیا جاسکتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ سب شرکاء کے حصے برابر ہوں جبکہ یہ ضروری ہے کہ ہر ایک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔'' (حصکفی، درمختار، کتاب الاضحیۃ، 4:201)

قرض دار کے لئے قربانی کا حکم کسی شخص پر واجب الادا قرض ہے اس کی ملکیت سے قرض کی مقدار ادا کر دی جائے جس کے بعد وہ صاحب نصاب نہیں رہتا تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔ اگر کسی شخص کے پاس مال موجود نہیں اور قربانی کے دن گزر جانے کے بعد اسے مال وصول ہو گیا تو اس شخص پر قربانی واجب نہیں۔ ''اگر اس قدر قرضہ ہو کہ اگر مال موجود قرضہ میں صرف کیا جائے تو نصاب پورا نہ رہے کم ہو جائے تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر اس کا مال ہو مگر اس کے پاس نہ ہو غائب ہو کہ ایام قربانی میں اس کو نہ ملے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔'' (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الاضحیۃ، 4:445)

عورت کے لئے قربانی کا حکم صاحب نصاب عورت پر قربانی اسی طرح واجب ہے جس طرح صاحب نصاب مرد پر واجب ہے۔ کسی عورت کو مہر سے حاصل شدہ مال کی وجہ سے صاحب نصاب نہیں مانا جائے گا لیکن اگر عورت کے پاس مہر کے علاوہ بقدر نصاب مال موجود ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کا حکم اگر کسی شخص نے بالغ بیٹوں یا بیوی کی اجازت کے بغیر قربانی کر دی تو ان کی طرف سے قربانی نہیں ہوگی اسی طرح اگر چہ نابالغ کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں ہے مگر کر دینا بہتر ہے۔ ''کسی شخص پر لازم نہیں کہ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے یا اپنی جوروں کی طرف سے قربانی کرے لیکن اگر ان میں سے کسی نے اس کو اذن دیا ہو تو قربانی کر دے ایسا کرنا جائز ہے۔ نابالغ فرزند کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں مستحب ہے۔'' (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الاضحیۃ، 4:447)

قربانی کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت قربانی کرنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ عید کے دن قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے بلکہ قربانی ہی کے گوشت میں سے کھانے کا اہتمام کرے مگر یہ روزہ نہیں ہوگا نہ ہی اس دن روزہ کی نیت کرنا جائز ہے کیونکہ عید کے تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ البتہ پہلی سے نویں تک کے روزے بہت افضل ہیں اور سب نفلی روزوں میں بہتر روزہ عرفہ (نویں ذوالحج) کے دن کا روزہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جن

دنوں میں رب کی عبادت کی جاتی ہے ان میں سے کوئی دن عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ پسندیدہ نہیں ان میں سے ہر دن کا روزہ سال کے روزوں اور ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔'' (ترمذی، السنن، ابواب الصوم، باب ماجاء فی العمل ایام العشر، 122، رقم:758)

قربانی کا گوشت کھانے کے احکام جمہور فقہاء اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ قربانی کے گوشت کو جمع کرنا اور تین دن کے بعد اس کو کھانا جائز ہے۔ بعض احادیث میں جو ممانعت ہے وہ دوسری احادیث صریحہ سے منسوخ کر دی گئی جبکہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ فسخ نہیں ہے بلکہ پہلے تین دن سے زیادہ گوشت رکھنے کی ممانعت ایک علت کی بناء پر کی گئی تھی پھر جب وہ علت باقی نہ رہی تو وہ ممانعت بھی منسوخ ہوگئی لیکن اگر وہ علت آج بھی پیدا ہو جائے اور لوگوں میں فقر و فاقہ اور غربت کی وجہ سے گوشت کی ضرورت زیادہ ہو تو اب بھی گوشت کو جمع کرنے کا حکم ساقط متصور ہوگا لیکن معمول کے حالات میں گوشت جمع کر کے رکھ لینا بھی جائز ہے اور تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانا بھی جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا، عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ سے اس بات کا ذکر کیا، عمرہ نے کہا انہوں نے سچ کہا، میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر دیہات سے کچھ لوگ آئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تین دن تک گوشت جمع کرو اس کے بعد جو باقی بچے اس کو صدقہ کر دو، اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ اپنی قربانی (کی کھالوں) سے مشکیں بناتے تھے اور اس (قربانی) کی چربی رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب کیا ہوا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو ان محتاجوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو اس وقت آئے تھے۔ اب قربانیوں کو کھاؤ، جمع کرو اور صدقہ کرو۔''

(مسلم، الصحیح، کتاب الاضاحی، بیان ما کان من النہی عن اکل لحوم الاضاحی بعد ثلاث فی اول الاسلام، 3:1561، رقم:1971)

قربانی کا جانور مر جانے کی صورت میں حکم اس صورت میں اس کی مثال یوں ہے کہ چار آدمیوں نے چار بکریاں قربانی کے لئے خریدیں یعنی ہر ایک نے ایک ایک بکری خریدی جن کا رنگ اور حلیہ یکساں تھا پھر انہوں نے ان کو ایک جگہ بند کر دیا پھر صبح اٹھ کر دیکھا تو ان میں ایک بکری مر گئی تھی۔ یکساں مشابہت کی وجہ سے انہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس کی بکری مر گئی۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ تمام بکریاں فروخت کر دی جائیں اور وصول شدہ رقم سے دوبارہ چار بکریاں خریدی جائیں پھر ہر شخص رضامندی سے دوسرے کو ذبح کرنے کی اجازت دے۔ (فتاویٰ عالمگیری کتاب الاضحیہ، 6، 476)

''قربانی کے لئے خریدا ہوا جانور مر گیا، خریدار اگر خوشحال ہو تو اس پر دوسری قربانی واجب ہے جبکہ فقیر پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اور اگر جانور گم یا چوری ہو جائے تو دوسرا جانور خریدنے کی استطاعت رکھتا ہو تو خرید کر قربانی کرے اور اگر قربانی کے ایام میں پہلا جانور مل جائے تو خوشحال شخص دونوں کی قربانی کرے جبکہ تونگر کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے جانور کو فروخت کر دے۔''

(مرغینانی، الھدایۃ، 4:223)

قربانی کی استطاعت نہ رکھنے والے کے لیے حکم: جو شخص قربانی کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کے لیے حکم ہے کہ وہ اپنے بال کٹوائے اور ناخن ترشوائے تو اسے قربانی کے عمل کا ثواب ملے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: "ایک شخص عرض گزار ہوا کہ اگر مجھے کچھ میسر نہ آئے تو سوائے اس اونٹنی یا بکری وغیرہ کے جو دودھ پینے کے لیے عاریتاً یا کرائے پر ملی ہو تو کیا اسی کی قربانی پیش کر دوں؟ فرمایا نہیں لیکن تم اپنے بال کترا ؤ، ناخن کاٹو، مونچھیں پست کرو اور موئے زیر ناف صاف کرو اللہ کے نزدیک بس یہی تمہاری قربانی ہے۔" (ابوداؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی ایجاب الاضاحی، 3،3، رقم:2789)

گوشت کی تقسیم کے مسائل: قربانی کا گوشت ایک طرح کا صدقہ ہے جس طرح لوگ قربانی کے علاوہ جانور ذبح کرتے ہیں جس سے وہ غریبوں اور اپنے اعزہ واقارب کی ضیافت ودعوت کرتے ہیں، گھر میں پکاتے ہیں اگر قربانی کا گوشت خالصتاً صدقہ ہوتا تو پھر سارے کا سارا غریبوں میں تقسیم کرنے کا حکم آتا مگر قربانی کی تقسیم کا مسنون طریقہ اس طرح ہے۔

1۔ایک حصہ غریبوں میں بانٹا جائے۔2۔دوسرا حصہ اعزہ واقارب میں دیا جائے۔

3۔تیسرا حصہ اپنے گھر میں رکھا جائے۔(الکاسانی، بدائع الصنائع، 5:191)

عید الاضحیٰ کا دن قربانیوں کے گوشت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت اور مہمان نوازی کا دن ہے لہٰذا اس دن بلا تفریق سب کو اس میں شامل کرنا چاہیے کیونکہ ان ایام میں امراء وغرباء دونوں طبقے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں۔

بصورت دیگر اگر خاندان کے افراد زیادہ ہوں تو ایک حصہ غریبوں اور محتاجوں کو دینے کے بعد دو حصے بھی گھر رکھے جا سکتے ہیں لیکن اگر کنبہ بہت بڑا ہے تو سارے کا سارا گوشت بھی استعمال میں لایا جا سکتا ہے کیونکہ قربانی کا مقصود صرف گوشت کی تقسیم نہیں بلکہ تقرب الٰہی کے لئے خون بہانا ہے۔ گائے کی قربانی میں حصہ داری کی صورت میں گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے۔ محض اندازے سے تقسیم نہ کیا جائے ہو سکتا ہے کہ کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے۔

حرام جانوروں اور خون وغیرہ کے حرام ہونے کا بیان

تم پر حرام کیا گیا، مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس (جانور) پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور گلا گھٹ جانے والا اور چوٹ کھا کر مرا ہوا اور بلندی سے گر کر مرا ہوا اور سینگ لگنے سے مرا ہوا اور جس کو درندے نے کھایا ہو ماسوا اس کے جس کو تم نے (زندہ پا کر) ذبح کر لیا اور جو بتوں کے تقرب کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا اور فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرنا یہ (تمام کام) فسق ہیں آج کفار تمہارے دین (کی ناکامی) سے مایوس ہو گئے سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین پسند کر لیا پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام کھا لے) دراں حالیکہ وہ اس کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔ (المائدہ، ۳)

مردار کا معنی اور اس کے شرعی احکام:

جو جانور طبعی موت مر جائے نہ اس کو ذبح کیا گیا ہو نہ شکار کیا گیا ہو اس کو میتۃ (مردار) کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں جو

جانور بغیر ذبح کے مرجائے اس کو میتہ کہتے ہیں۔ اس کو شریعت میں حرام کردیا گیا ہے کیونکہ رگوں میں خون کے رک جانے یا کسی بیماری کی وجہ سے جسم میں زہریلے مادے پیدا ہوجاتے ہیں جو انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں اور اگر اس جانور کو ذبح کرلیا جائے تو اس کے جسم سے سارا خون بہہ جاتا ہے اور خون کے ساتھ زہریلے اور نقصان دہ اجزاء جسم سے نکل جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں طبائع سلیمہ مردار جانور کا گوشت کھانے سے متنفر ہوتی ہیں سو مردار جانور صحت کے اعتبار سے بھی مضر ہے اور دین کے اعتبار سے بھی کیونکہ اللہ کے نام سے اس کی جان نہیں نکلی۔ لہٰذا مردار جانور کو کھانا بالاتفاق حرام ہے۔ البتہ فقہاء احناف کے نزدیک اس کے بال اور اس کی ہڈیاں پاک ہیں اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ (بدائع الصنائع ج۱ص ۶۳ مطبوعہ کراچی)

علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ امام احمد امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مردار کی ہڈی نجس ہے۔ (المغنی ج۱ص ۵۶) اور امام شافعی کے نزدیک مردار کے پر اور بال بھی نجس ہیں کیونکہ حیوان کی نشوونما سے وہ بڑھتے ہیں اور باقی اعضاء کی طرح اس کی موت سے نجس ہوجاتے ہیں اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مردار کے پر اور بال پاک ہیں۔ کیونکہ امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مردار کی مشک میں کوئی حرج نہیں ہے جب اسے رنگ لیا جائے اور اس کے اون اور بالوں میں کوئی حرج نہیں ہے جب انہیں دھولیا جائے۔ نیز اس پر موت طاری نہیں ہوتی اس لیے جانور کی موت سے یہ نجس نہیں ہوں گے جیسے انڈا نجس نہیں ہوتا۔ (المغنی ج۱ص ۶۰ مختصراً مطبوعہ بیروت)

مردار جانور حرام ہے لیکن اس کے عموم سے بالاتفاق مچھلی اور ٹڈی مستثنیٰ ہیں۔ امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں۔ مچھلی اور ٹڈی۔ (سنن ابن ماجہ ج۲ رقم الحدیث: ۳۲۱۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام قسم کے سمندری جانور بغیر ذبح کے حلال ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس بہت تھوڑا پانی ہوتا ہے۔ اگر ہم اس سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مرا ہوا جانور حلال ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۹ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۸۳ سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۸۶ موطا امام مالک رقم الحدیث: ۴۳ مسند احمد ج۳ ۷۲۳۷ المستدرک ج۱ ص ۱۴۰)

خون کے شرعی احکام:

اس آیت میں خون کو حرام کیا گیا ہے۔ اس سے مراد بہنے والا خون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں بہنے والے خون کو حرام فرمایا ہے:

(آیت) ”قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میته او دما مسفوحا“۔

و الآیہ (الانعام: ۱۴۵)

ترجمہ: آپ کہیے کہ مجھ پر جو وحی کی جاتی ہے اس میں کسی کھانے والے پر جو وہ کھاتا ہو صرف مردار' بہنے والے خون اور خنزیر کے گوشت کو میں حرام پاتا ہوں' کیونکہ وہ نجس ہے' یا نافرمانی کی وجہ سے جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کے بعد گوشت میں جو خون عادتاً باقی رہ جاتا ہے' وہ حرام نہیں ہے اور جو خون جامد ہو جیسے کلیجی اور تلی وہ بھی حرام نہیں ہے۔ امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے دو مردے حلال کیے گئے ہیں اور دو خون حلال کیے گئے ہیں رہے دو مردے تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور رہے دو خون تو وہ کلیجی اور تلی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ ج ٤ 'رقم الحدیث: ۳۳۱٤ 'مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت)

بہنے والے خون کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خون نجس ہے اور اس میں جراثیم اور زہریلے اجزاء ہوتے ہیں' اور اس کو ہضم کرنا مشکل ہے' تمام قسم کی بیماریوں کے اجزاء اور جراثیم خون میں ہوتے ہیں۔ اس لیے مادی طور پر بھی خون کو کھانا صحت کے لیے سخت مضر ہے۔

خنزیر کے نجس اور حرام ہونے کا بیان:

اس آیت میں فرمایا ہے تم پر مردار خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا ہے اسی طرح (الانعام: ۱٤٥) میں بھی خنزیر کے گوشت کو حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال مکہ میں فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے خمر (شراب) مردار' خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام فرما دیا ہے۔ (صحیح البخاری ج ۲ 'رقم الحدیث: ۲۲۳٦ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲٦۱ ھ روایت کرتے ہیں:

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نرد شیر کے ساتھ کھیلا' اس نے گویا اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ لیا۔ (صحیح مسلم ج ٤ 'رقم الحدیث: ۲۲٦۰ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اس حدیث میں آپ نے خنزیر کے خون اور گوشت سے نفرت دلائی ہے۔ خنزیر کا خون' گوشت اور اس کے تمام اجزاء حرام ہیں قرآن مجید میں خنزیر کے گوشت کا ذکر کیا ہے' کیونکہ کسی جانور کا اہم مقصود اس کا گوشت کھانا ہوتا ہے۔

خنزیر کے گوشت کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت گندہ اور نجس جانور ہے اور یہ بالعموم گندگی میں رہتا ہے۔ اس کے جسم اور بالوں میں کیڑے ہوتے ہیں۔ اس کا گوشت بہت ثقیل اور دیر ہضم ہوتا ہے' اور اس میں چربی بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے خون میں کلسٹرول کی بہت زیادتی ہوتی ہے۔ جس جانور کا گوشت کھایا جائے' اس کے اوصاف کا انسان کی طبیعت پر اثر پڑتا ہے جانوروں میں خنزیر نہایت بے غیرت جانور ہے۔ اس کی مادہ سے ایک خنزیر جفتی کرتا ہے اور باقی کئی خنزیر اس کے قریب کھڑے

اپنی باری کے منتظر رہتے ہیں' جبکہ دوسرے جانور اپنی مادہ کے قریب دوسرے نر کو آنے نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اقوام خنزیر کا گوشت کھاتی ہیں وہ بھی بے غیرت ہوتی ہیں' ان میں بہت زیادہ فحاشی اور بد چلنی ہوتی ہے۔ بہر حال! مسلمان کے لیے صرف یہ وجہ کافی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ خنزیر کو حرام فرما دیا' خواہ حرمت کی یہ وجوہ ہوں یا نہ ہوں۔ ہم نے یہ وجوہ صرف اس لیے بیان کی ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے اور اس نے جن تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے' اس کی وجوہ نہایت معقول ہیں:

''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کا معنی اور اس کے شرعی احکام:

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

(آیت) ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کا معنی ہے جس پر غیر اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے اور یہ وہ جانور ہے جس کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔ اھلال کا معنی ہے چاند دیکھتے وقت بلند آواز سے چلانا' پھر ہر بلند آواز کو اھلال کہا گیا۔ نوزائیدہ بچے کے رونے کو بھی اھلال کہتے ہیں۔ (المفردات ص: ۵۴۰' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ' ایران' ۱۳۶۲ھ)

ملا احمد جون پوری متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں (آیت) ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کا معنی ہے جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' مثلاً لات' عزیٰ اور انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے نام پر۔ (تفسیرات احمدیہ' ص: ۴۴' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ' پشاور)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی ہے جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند آواز سے پکارنا اور اھلال کا معنی یہاں پر یہ ہے کہ جس کے لیے جانور ذبح کیا جائے' مثلاً لات اور عزیٰ اس کا ذبح کے وقت بلند آواز سے ذکر کرنا۔

(روح المعانی' ج ۶ ص ۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

''و آنچہ نام غیر خدا بوقت ذبح او یاد کردہ شود''۔

عام ازیں کہ ذبح کے وقت صرف غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً مسیح کا نام لے کر ذبح کیا جائے' یا اللہ کے ساتھ بطریق عطف غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً یوں کہے کہ اللہ اور مسیح کے نام سے ذبح کرتا ہوں' تو یہ ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر غیر وقت ذبح میں غیر اللہ کے ساتھ وہ جانور نامزد ہو' مثلاً قربانی کے جانوروں کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ محمود کا بکرا ہے' یہ اسلم کا بکرا ہے' یہ فہیم کی گائے ہے' یا کسی نے اپنے والد عبد الرحیم کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے کوئی بکرا موسوم کیا ہو' اور کسی نے حضرت غوث اعظم کو ایصال ثواب کرنے کے لیے بکرا نامزد کیا ہو' یا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ ثواب کرنے کے لیے کوئی بکرا نامزد کیا ہو' پھر ان جانوروں کو اپنے اپنے وقت میں صرف اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو یہ ذبح جائز ہے' اور ان کا گوشت حلال ہے اور ان کا ایصال ثواب کرنا صحیح ہے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

حاکم یا کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر جانور ذبح کیا گیا تو یہ حرام ہے (اور اس ذبح سے جانور کا گوشت کھانا مقصود نہ ہو'

صرف اس کا خون بہانا مطلوب ہو) کیونکہ یہ (آیت) ''ما اهل لغیر الله به'' ہے۔خواہ اس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اور اگر مہمان کے لیے ذبح کیا گیا تو یہ حرام نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت خلیل (علیہ السلام) کی سنت ہے اور مہمان کی تکریم اللہ تعالیٰ کی تکریم ہے اور وجہ فرق یہ ہے کہ اگر اس نے جانور کو اس لیے ذبح کیا' تا کہ یہ اس سے کھائے تو یہ ذبح اللہ کے لیے ہوگا' اور منفعت مہمان کے لیے' یا دعوت کے لیے یا نفع کے لیے ہوگی اور اگر اس نے کھانے کے لیے نہیں ذبح کیا' بلکہ اس لیے کہ کسی غیر کے آنے پر محض اس کو ذبح کرے (یعنی صرف خون بہائے) تو اس میں غیر اللہ کی تعظیم ہوگی' سو یہ حرام ہوگا۔کیا وہ شخص کافر ہو جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں۔ (بزازیہ و شرح وھبانیہ) میں کہتا ہوں کہ منیہ کی کتاب الصید میں ہے کہ یہ فعل مکروہ ہے' اور اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ہم کسی مسلمان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح کے ساتھ کسی آدمی کا تقرب (بطور عبادت کیونکہ یہی کفر ہے۔شامی) حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔شرح الوھبانیہ میں ذخیرہ سے اسی طرح منقول ہے۔

(الدر المختار مع رد المختار ج ۵ ص ۱۹۷۔۱۹۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں وجہ فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(آیت) ''ما اهل لغیر الله به'' میں تعظیم اور غیر تعظیم کے لیے فرق یہ ہے کہ اگر دیوار چنتے وقت یا کسی مرض سے شفاء کے حصول کے وقت جانور ذبح کیا جائے تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ اس ذبح کا مقصد صدقہ کرنا ہے (حموی) اسی طرح کسی نے سفر سے سلامتی کے ساتھ آنے پر قربانی کی نذر مانی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (البحر الرائق) اب اس پر لازم ہے کہ اس گوشت کو فقط فقراء پر صدقہ کرے۔ (فتاویٰ الشلبی) اور جو شخص کسی کے آنے پر جانور کو ذبح کرے اور پھر اس کو یونہی چھوڑ دے یا اس میں سے کل یا بعض لے لے اور فرق کا مدار ابتداء ذبح کے وقت ہے۔ اگر اس نے مہمان کے اکرام اور اس کو گوشت کھلانے کے سبب سے جانور کو ذبح کیا ہے' تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر اس نے کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر اس کی تعظیم کے لیے محض خون بہانے کے قصد سے جانور کو ذبح کیا ہے تو یہ حرام ہے' اور یہ فرق اس طرح مزید ظاہر ہوگا کہ اگر اس نے حاکم کی ضیافت کی اور اس کے آنے پر جانور کو ذبح کیا۔ اگر اس ذبح سے اس کو تعظیم کا قصد کیا تو یہ ذبیحہ حلال نہیں ہے' اور اگر اس ذبح سے اس کی مہمانی اور اس کے اکرام کا قصد کیا تو یہ ذبیحہ حلال ہے۔ خواہ یہ ذبیحہ مہمان کے علاوہ کسی اور کو کھلا دے۔ جو شخص کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر اس کی تعظیم کے لیے جانور کو ذبح کرتا ہے تو یہ ذبیحہ حرام ہے' لیکن یہ کفر نہیں ہے۔ کیونکہ ہم کسی مسلمان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح کے ساتھ کسی آدمی کا تقرب علی وجہ العبادت حاصل کرے گا اور تکفیر کا اسی پر مدار ہے' اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔ اس لیے ظاہر یہ ہے کہ اس کا یہ فعل دنیاداری کے لیے وقت اللہ کا نام لینا حکماً خالص اللہ کے لیے نہ تھا' اور یہ ایسے ہو گیا جیسے کوئی شخص ذبح کے وقت کہے' اللہ کے نام سے اور فلاں کے نام سے' اس لیے یہ ذبیحہ حرام ہوگا۔ لیکن حرمت اور کفر میں تلازم نہیں ہے۔ (رد المختار ج ۵ ص ۱۹۷۔۱۹۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

''المنخنقة'' کا معنی اور اس کا شرعی حکم:

منخنقہ اس جانور کو کہتے ہیں جو گلا گھٹنے سے مر جائے' عام ازیں کہ کسی نے قصداً اس کا گلا گھونٹ دیا یا کسی حادثہ سے اچانک اس

کا گلا گھٹ گیا ہو' یہ مردار ہے اور شرعاً مذبوح نہیں ہے۔ اس کو مردار میں شامل نہیں کیا' بلکہ الگ ذکر کیا ہے۔ کیونکہ مردار وہ ہے جو بغیر کسی خارجی سبب کے طبعی موت سے مرجائے اور گلا گھٹنے سے مرنے والا ایک خارجی سبب سے مرتا ہے' لیکن یہ مذبوح نہیں ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر حلال جانور کے گلے پر چھری پھیری جائے جس سے اس کی چاروں رگیں کٹ جائیں اور جسم کا سارا خون بہہ جائے۔

'الموقوذة'' کا معنی اور اس کا شرعی حکم:

جس غیر دھار والی بھاری چیز سے کسی جانور پر ضرب یا چوٹ لگائی جائے' خواہ دور سے پتھر مارا جائے' یا ہاتھ میں ڈنڈا پکڑ کر اس سے مارا جائے۔ اس چوٹ کے نتیجہ میں وہ جانور مرجائے تو وہ بھی شرعاً مذبوح نہیں ہے۔ یہ جانور بھی مردار کے حکم میں ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں اس کو کھایا جاتا تھا۔

اسلام میں ثقیل شئے کی ضرب یا چوٹ سے جانور کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے' اور کسی دھار والی چیز سے جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے' تاکہ جانور کو اذیت نہ پہنچے اور آسانی سے اس کی جان نکل جائے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''منخنقہ'' وہ ہے جس کا گلا گھونٹا جائے اور وہ مرجائے۔ ''موقوذہ'' وہ ہے جس کو لکڑی سے ضرب لگائی جائے اور وہ چوٹ کھا کر مرجائے ''متردیہ'' وہ ہے جو پہاڑ سے گر کر مرجائے اور ''نطیحہ'' وہ ہے جس کو دوسری بکری نے سینگھ مارا ہو' اگر اس کی دم یا آنکھ مل رہی ہو تو اس کو ذبح کر کے کھالو۔ (صحیح البخاری ج ۶ کتاب الصید والذبائح' ۷۲' باب ۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ نیکی کرنے کو فرض کر دیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو درست طریقہ سے کرو اور جب تم ذبح کرو تو درست طریقہ سے ذبح کرو' اور تم میں سے کسی شخص کو اپنی چھری تیز کر لینی چاہیے' تاکہ ذبیحہ کو آسانی ہو۔

(صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۵۵)

جب چھری تیز ہوگی تو جلدی سے جانور ذبح ہوجائے گا اور مستحب یہ ہے کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے اور ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے اور جانور کو گھسیٹ کر مذبح تک نہ لے جایا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز میں روح ہو' اس کو (مشق کے لیے) نشانہ نہ بناؤ۔ (صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۵۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراض (بغیر پر کا تیر جس کا درمیانی حصہ موٹا ہو) کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا جب جانور اس کی دھار سے زخمی ہو تو اس کو کھالو اور جب جانور کو اس کی چوڑائی کی

جانب تیر گئے اور وہ مرجائے تو اس گوشت کھاؤ کیونکہ ہو وقیذ (چوٹ سے مراہوا) ہے۔

(صحیح البخاری ج ۶ رقم الحدیث: ۵۴۷۶)

"المتردیۃ" کا معنی اور اس کا شرعی مفہوم:

جو جانور کسی پہاڑ سے یا کسی بلند جگہ سے مثلاً چھت سے گر جائے یا کنوئیں میں گرنے سے اس کی موت واقع ہو جائے اس کو متردیہ کہتے ہیں۔ مردار کی طرح اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس میں کچھ رمق حیات ہو تو اس کو ذبح کر لیا جائے۔

"النطیحۃ" کا معنی اور اس کا شرعی حکم:

جس جانور کو دوسرے جانور نے سینگھ مارا ہو اور وہ اس کے سینگھ مارنے سے مر گیا' خواہ اس کے سینگھ مارنے سے وہ زخمی ہوا ہو اور اس کا خون بھی بہا ہو' اس کا حکم بھی مردار کی طرح ہے اور اس کا کھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

جس جانور کو درندے نے کھالیا ہو' اس کا شرعی حکم:

کسی درندے مثلاً شیر' چیتے یا بھیڑیے نے کسی حلال جانور کو چیر پھاڑ کر زخمی کر دیا ہو اور اس کے کل یا بعض حصے کو کھالیا ہو' تو اس کا کھانا بالاجماع جائز نہیں ہے۔ خواہ اس کے جسم یا اس کے ذبح کی جگہ سے خون بہہ رہا ہو۔ زمانہ جاہلیت میں بعض عرب درندہ کے پھاڑے ہوئے جانوروں سے بقیہ کو کھالیا کرتے تھے' لیکن طبائع سلیمہ اس کو پسند نہیں کرتی تھیں۔

"الا ما ذکیتم" کے مستثنیٰ منہ کا بیان:

مردار' خون' خنزیر اور (آیت) "ما اھل لغیر اللہ بہ" کے علاوہ باقی جانوروں میں سے جو جانور زندہ مل جائیں اور ان کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے' ان کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرما لیا۔ اس مستثنیٰ منہ میں "المنخنقه' الموقوذة' المترديه' النطيحه' اور جن کو درندہ نے کھالیا ہو' داخل ہیں۔ اور بعض علماء نے (آیت) "ما اهل لغير الله به" کو بھی اس میں داخل کر لیا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس جانور کے ذبح کا موقع تمہیں مل جائے' بایں طور کہ اس کی دم ہل رہی ہو' یا وہ آنکھ سے دیکھ رہا ہو' اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کردو وہ حلال ہے۔

قتادہ نے بیان کیا کہ "لحم الخنزیر" کے سوا باقی تمام کو "الا ما ذکیتم" کا استثناء لاحق ہے۔ جب تم دیکھو کہ وہ جانور پلک جھپکا رہا ہے' دم ہلا رہا ہے' یا اس کی ٹانگ مضطرب ہو رہی ہے' تو تم اس کو ذبح کردو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا جب تم موقوذہ' متردیہ' نطیحہ اور جس کو درندہ نے کھالیا ہو' وہ تم پر حرام کر دیئے گئے ہیں' لیکن اگر تم ان میں زندگی کے آثار دیکھو اور ان کے مرنے سے پہلے تمہیں ان کو ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو وہ تمہارے لیے حلال ہیں' تم ان کو ذبح کر کے کھالو۔

بعض علماء اہل مدینہ نے یہ کہا کہ یہ استثناء ان محرمات میں سے نہیں ہے جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے' بلکہ یہ تحریم سے استثناء ہے یعنی مردار' خون' خنزیر (آیت) 'ما اهل لغير الله به'' اور باقی مذکورہ جانور تم پر حرام کر دیئے گئے۔ مگر جن حلال جانوروں کو تم شرعی طریقہ سے ذبح کر لو' وہ تم پر حلال ہیں۔ امام مالک کا یہی قول ہے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ ایک درندہ ایک بھیڑ پر حملہ کرتا ہے اور اس کی کمر توڑ ڈالتا ہے۔ تو اگر اس کو مرنے سے پہلے ذبح کر لیا جائے تو کیا اس کو کھانا جائز ہے' امام مالک نے کہا اگر اس کی ضرب اس کے پیٹ' جگر اور دل تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے' اور اگر اس کے ہاتھ' پیر توڑے ہیں' تو پھر اس کو ذبح کر کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے پوچھا گیا' اگر وہ اس پر حملہ کر کے اس کی کمر توڑ دے؟ امام مالک نے کہا: اس کے بعد جانور زندہ نہیں رہتا۔ میرے نزدیک اس کا کھانا بہتر نہیں ہے' ان سے پوچھا گیا کہ بھیڑیا بکری کا پیٹ پھاڑ دے' لیکن اس کی آنتیں باہر نہ نکلیں' امام مالک نے کہا جب اس کا پیٹ پھاڑ دیا جائے تو میری رائے میں اس کا کھانا جائز نہیں ہے' اس تقدیر پر یہ استثناء منقطع ہے۔

امام ابوجعفر طبری کہتے ہیں کہ میری رائے میں (آیت) ''ما اهل لغير الله به'' سے کر آخر آیت تک یہ استثناء لاحق ہے' کیونکہ ان تمام صورتوں میں موت سے پہلے وہ جانور ذبح کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مشرکین جب اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان جانوروں کو بتوں کے ناموں کے ساتھ منسوب کر دیتے ہیں اور وہ غیر اللہ کی قربانی کہلاتی ہیں' اس لیے وہ حرام ہوتی ہے۔ اس طرح جو جانور گلا گھٹنے سے مرجاتا ہے' وہ بھی حرام ہو جاتا ہے۔ لیکن جس جانور کو بتوں کے ناموں کے ساتھ منسوب کیا گیا ہو' اگر اس کو مرنے سے پہلے شرعی طریقہ سے ذبح کر دیا جائے' یا جس جانور کا گلا گھونٹا گیا ہو' اگر اس کو مرنے سے پہلے شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا گیا ہو تو وہ حلال ہوگا۔ لہٰذا جس حلال جانور یا پرندہ کی روح نکلنے سے پہلے اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے وہ حلال ہوگا۔ (جامع البیان ج ٦ ص ٩٩۔ ٩٦ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤١٥ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو بتوں کے تقرب کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا۔

نصب کا معنی اور اس کا شرعی حکم:

قرآن مجید میں نصب کا لفظ ہے' یعنی جو جانور نصب پر ذبح کیا گیا' وہ بھی حرام ہے کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ پتھر نصب کیے گئے تھے' اور زمانہ جاہلیت میں عرب اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان پتھروں کے پاس جانور ذبح کرتے تھے اور بیت اللہ کے سامنے جو خون بہتا' اس کو ان پتھروں پر چھڑ کتے تھے اور اس قربانی کو عبادت قرار دیتے تھے اور اس گوشت کے ٹکڑے ان پتھر پر رکھ دیتے تھے' اس کو نصب اور انصاب کہا جاتا ہے۔ نصب' نصیب کی جمع ہے۔ نصیب اس پتھر کو کہتے ہیں جس کو کسی شے پر نصب کیا جاتا ہے۔ (المفردات' ص ٤٩٤) نصب بتوں کو نہیں کہتے' نصب غیر منقوش پتھر ہوتے ہیں اور بت منقوش پتھر ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس فعل سے منع فرما دیا اور جو جانور نصب پر ذبح کیے جاتے ہیں' ان کا کھانا ان پر حرام کر دیا۔ خواہ ان جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے' تاکہ اس شرک سے اجتناب ہو جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرنا یہ (تمام کام) فسق ہیں۔ (المائدہ: ٦)

ازلام کا معنی

ازلام زلم کی جمع ہے۔ یہ تیر کی شکل کا لکڑی کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس کی نوک پر لوہے کا وہ پھل نہیں ہوتا جو شکار کو زخمی کرتا ہے' زمانہ جاہلیت میں مشرکین اس سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرتے تھے۔ امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ یہ تیر کاہنوں کے پاس ہوتے تھے' جن میں سے کسی پر لکھا ہوتا تھا' مجھے حکم دیا ہے اور کسی پر لکھا ہوتا تھا' مجھے منع کیا ہے اور کوئی تیر سادہ ہوتا تھا۔ جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا' یا شادی کا ارادہ کرتا' یا کسی نئے کام کا ارادہ کرتا تو وہ کاہن کے پاس جاتا اور تیر سے فال نکالتا۔ اگر اس کا تقاضا ہوتا کہ وہ اس کام کو کرے تو وہ کام کرتا' اور اگر اس کا تقاضا ہوتا وہ کام نہ کرے تو پھر وہ کام نہ کرتا اور اگر سادہ تیر نکل آتا تو دوبارہ فال نکالتے۔ (جامع البیان' جز۶ ص ۱۰۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں چھبیس مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر: (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ''حرمت علیکم المیتہ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ اس کلام سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۲) (آیت) ''المنخنقۃ'' وہ جانور جو دم گھٹنے سے مرجائے' خنق کا معنی ہے دم گھٹنا خواہ اس کے ساتھ عمل کسی آدمی نے کیا ہو یا اس کے لیے عمل کسی پہاڑ میں ہوا ہو یا دو لکڑیوں کے درمیان ہوا ہو وغیرہ قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بکری وغیرہ کا گلہ دباتے تھے جب وہ مر جاتی تھی تو اسے کھاتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''والموقوذۃ'' وہ جانور جسے پتھر اور ڈنڈے سے مارا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ بغیر ذبح کے مرجاتا ہے، حضرت ابن عباس، حسن، قتادہ، ضحاک، اور سدی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے ہے، کہا جاتا ہے قذہ یقذہ وھو وقیذ..... الوقذ کا معنی زور سے مارنا ہے فلان وقید سخت ضرب لگانے والا، قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: زمانہ جاہلیت کے لوگ ایسا کرتے تھے اور پھر اس جانور کو کھاتے تھے، اس سے مراد وہ مقتول جانور ہے جو غلیل سے مارا جائے، فرزدق نے کہا:

شغارۃ تقذ الفصیل برجلھا فطارۃ لقوادم الابکار۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۵۱ دار الکتب العلمیہ)

صحیح مسلم میں عدی بن حاتم سے مروی ہے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں معراض تیر کے ساتھ شکار کرتا ہوں وہ شکار کو لگ جاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جب تو معراض تیر پھینکے اور وہ اسے چیر دے (اور خون بہا دے) تو اسے کھا اور اگر وہ تیر عرضا لگے (اسے چیرے نہیں صرف چوٹ دے) تو اسے نہ کھا'' (۲) (صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، جلد ۲، صفحہ ۱۴۵) ایک روایت میں ہے فرمایا:'' وہ وقیذ ہے'' ابو عمر نے فرمایا: غلیل، پتھر اور معراض تیر سے شکار کیے ہوئے جانور کے بارے میں علماء قدیم وجدید کا اختلاف ہے پس جن کا خیال ہے کہ وہ وقیذ ہے اس کا کھانا جائز نہیں مگر جب اس کو ذبح کیا جائے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے اصحاب، ثوری اور امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، شامی علماء نے اسمیں ان علماء کی مخالفت کی ہے۔ اوزاعی نے معراض تیر کے بارے میں کہا: اس کو کھاؤ خواہ اسے چیرے یا نہ چیرے۔

حضرت ابوالدرداء، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت عبداللہ بن عمر اور مکحول رضوان اللہ علیہم اجمعین اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے، ابوعمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اوزاعی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے اسی طرح ذکر کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر سے معروف وہ ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نافع رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے، اس باب میں اصل جس پر عمل ہے اور اس میں جو حجت ہے جس نے اس کو اختیار کیا ہے وہ عدی بن حاتم کی حدیث ہے اس میں ہے ''جو معراض عرضاً لگے اسے نہ کھا وہ وقیذ (چوٹ سے مرنے والا) ہے''۔

مسئلہ نمبر: (٤) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''والمتردیة'' وہ جانور جو اوپر سے نیچے کی طرف گر کر مر جائے، خواہ وہ پہاڑ سے گرے یا کنویں وغیرہ میں مرے یہ الردی سے متفعلة' کے وزن پر ہے جس کا معنی ہلاکت ہے خواہ وہ خود گرا ہو یا کسی دوسرے نے اسے گرایا ہو، جب تیر شکار کو لگے اور وہ پہاڑ سے زمین کی طرف گرے تو وہ حرام ہوگا، کیونکہ وہ ٹکرانے یا گرنے سے مرا ہے نہ کہ تیر سے مرا ہے اسی سے حدیث ہے ''اگر تو اسے پانی میں غرق پائے تو اسے نہ کھا، کیونکہ تجھے معلوم نہیں پانی نے اسے قتل کیا ہے تیرے تیر نے اسے قتل کیا ہے''۔

(صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح، جلد ۲ صفحہ ۱٤٦، ایضاً صحیح بخاری باب الصید اذا غاب عنہ یومین اوثلاثۃ، حدیث ۵۰٦۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اس حدیث کو مسلم نے نقل کیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں گر کر مرنے والے جانور کو کھایا جاتا تھا وہ مردہ تصور نہیں کیا جاتا تھا مگر جو تکلیف وغیرہ سے مرتا تھا جس کا سبب معلوم نہ ہوتا تھا، رہے یہ اسباب تو یہ ان لوگوں کے نزدیک ذبح کی طرح تھا شرع شریف نے ذبح کو مخصوص صفت پر محصور کر دیا مزید بیان آگے آئے گا اور یہ تمام مردار شمار کیے گئے یہ تمام محکم متفق علیہ سے ہے اسی طرح جو سینگ لگنے سے مرا ہو اور درندے کے کھانے سے مرا ہو۔

مسئلہ نمبر: (٥) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''والنطیحة''۔ فعلیة بمعنی مفعولہ ہے یہ وہ بکری ہے جسے دوسری بکری نے سینگ مارا ہو یا کسی اور چیز نے مارا ہو پھر وہ ذبح کرنے سے پہلے مر گئی ہو، ایک قوم نے النطیحۃ سے مراد الناطحہ (سینگ مارنے والا) لیا ہے کیونکہ دونوں بکریاں ایک دوسرے کو سینگ مارتی ہیں پھر دونوں مر جاتی ہیں (المحرر الوجیز، جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ دار الکتب العلمیہ) بعض علماء نے فرمایا: نطیحۃ فرمایا: نطیح نہیں فرمایا: فعیل کا حق یہ ہے کہ اس میں ہا ذکر نہیں کی جاتی جیسے کہا جاتا ہے: کف خضیب ولحیۃ دھین (خضاب شدہ ہتھیلی اور تیل لگی ہوئی داڑھی) لیکن یہاں ھا کو ذکر فرمایا، کیونکہ ھا کو اس فعیلۃ سے حذف کیا جاتا جب وہ منطوق موصوف کی صفت ہو، کہا جاتا ہے: شاۃ نطیح وامراۃ قتیل اگر موصوف ذکر نہ ہو تو ھا قائم ہوتی ہے، تو کہتا ہے: رایت قتیلۃ بنی فلان وھذہ نطیحۃ الغنم۔ کیونکہ اگر تو ھا کو ذکر نہیں کرے گا تو تو کہے گا: رایت قتیل بنی فلاں، معلوم نہیں ہوگا کہ وہ مرد ہے یا عورت ہے ابو میسرہ نے المنطوحۃ پڑھا ہے۔

مسئلہ نمبر: (٦) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''وما اکل السبع'' اس سے مراد وہ جانور ہے جسے کچلیوں والے اور

ناخنوں والے درندے نے چیرا پھاڑا ہو جیسے شیر، چیتا، لومڑ، بجو وغیرہ، یہ تمام درندے ہیں کہا جاتا ہے: سبع فلان فلانا یعنی فلاں نے فلاں کو اپنے دانتوں کے ساتھ کاٹا۔ سبعہ یعنی اس نے اسے عیب لگایا اور وہ عیب میں واقع ہوا، اس کلام میں اضمار ہے یعنی وہ جانور جس سے درندے نے کھایا ہو، کیونکہ جس کو درندے نے کھایا وہ فنا ہو گیا، کچھ عرب صرف السبع کا اطلاق شیر پر کرتے ہیں، عرب جب درندہ بکری پکڑ لیتا پھر وہ اس سے بچ جاتی تو اسے کھاتے تھے اسی طرح اگر وہ اس کا بعض حصہ کھا لیتا تو بقیہ عرب کھا لیتے تھے یہ قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول ہے۔ حسن اور ابو حیوہ نے السبع با کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے، یہ اہل نجد کی لغت ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عتبۃ بن ابی لہب کے بارے میں کہا:

من یرجع العام الی اهله فما اکیل السبع بالراجع:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے واکیلۃ السبع پڑھا ہے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے واکیل السبع (المحرر الوجیز جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ دار الکتب العلمیہ) پڑھا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''الا ما ذکیتم'' جمہور علماء اور فقہاء کے نزدیک مستثنیٰ متصل کی بنا پر منصوب ہے یہ مذکورہ تمام جانوروں کی طرف راجع ہے جس کو ذبح کر دیا گیا ہو جب کہ اس میں ابھی زندگی ہو، کیونکہ اس میں ذبح عامل ہو گی کیونکہ استثنا کا حق یہ ہے کہ وہ متقدم کلام کی طرف پھیری گئی ہو اور مستثنیٰ کو منقطع نہیں بنایا جاتا مگر ایسی دلیل کے ساتھ جو واجب التسلیم ہو، ابن عیینہ شریک اور جریر نے رکین بن ربیع سے انہوں نے ابو طلحہ اسدی سے روایت کیا ہے فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھیڑیے کے متعلق پوچھا جس نے بکری پر حملہ کیا پھر اس کے پیٹ کو چیر دیا حتی کہ اس کی انتڑیاں باہر آ گئیں پھر اس کی ذبح کو میں نے پالیا اور میں نے اسے ذبح کر دیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اسے کھاؤ اور اس کے پیٹ میں سے جو باہر آ گیا ہے وہ نہ کھا۔

اسحاق بن راہویہ نے کہا: بکری میں سنت وہی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے اگر بکری کے پیٹ کا مواد باہر آ جائے اور وہ ابھی تک زندہ ہے اور ذبح کی جگہ سلامت ہے تو ذبح کے وقت دیکھا جائے گا کہ کیا وہ زندہ ہے یا مردہ ہے؟ فعل کی طرف نہیں دیکھا جائے گا کہ کیا اس کی مثل زندہ ہوتی ہے؟ اسی طرح مریضہ کا حکم ہے اسحاق نے کہا: جس نے اس کی مخالفت کی اس نے جمہور صحابہ اور عامۃ العلماء کی سنت کی مخالفت کی۔

میں کہتا ہوں: ابن حبیب کا بھی یہی نظریہ ہے اور اصحاب مالک سے یہ ذکر کیا جاتا ہے اور یہی ابن وہب کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے، مزنی نے کہا: میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک اور قول بھی یاد کرتا ہوں: اسے نہیں کھایا جائے گا جب درندہ یا اس کا گرنا اسے اس حد تک پہنچا دے کہ ایسے جانور کی حیات نہیں ہوتی، یہ مدنی علماء کا قول ہے اور امام مالک کا مشہور قول وہ ہے جو عبد الوہاب نے اپنی تلقین میں ذکر کیا ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسے امام مالک نے مؤطا میں ذکر کیا ہے، اسماعیل قاضی اور بغدادی مالکیوں کی جماعت کا یہی نظریہ ہے۔

اس قول کی بنا پر استثنا منقطع ہے یعنی تم پر یہ اشیاء حرام کی گئی ہیں لیکن جس کو تم ذبح کرو وہ حرام نہیں، ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے

کہا: ان اشیاء کے بارے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مختلف ہے ان سے مروی ہے ایسے جانور کو نہیں کھایا جائے گا مگر جو صحیح طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو اور جو مؤطا میں ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس نے اسے ذبح کیا جب کہ اس کا سانس جاری رہا جب کہ وہ حرکت کر رہی تھی تو اسے کھایا جائے گا، یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح قول ہے، وہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور ان کی زندگی میں ہر شہر میں لوگوں پر پڑھا جاتا رہا، یہ نادر روایات سے اولی ہے، مریض جانور پر مطلق ذبح کے جواز کا مذہب ہے اگر وہ موت کے قریب ہو جب کہ اس میں زندگی باقی ہو۔ بائے شعور مریض جانور کی زندگی کی بقا میں اور درندے کے کھائے ہوئے کی زندگی کی باقی میں کون سا فرق ہے کاش نظر مناسب ہوتی اور شبہ سے فکر سلامت ہوتی، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس مریض جانور میں علماء کا اجماع ہے جس کی زندگی کی امید نہ ہو کہ اس کو ذبح کرنا اس کی ذکاۃ ہے جب کہ اس میں زندگی ہو جب اسے ذبح کر رہا ہو اور اس سے اس کے ہاتھوں کا یا پاؤں کا یا دم وغیرہ کا حرکت کرنا اس کی زندگی کی علامت ذکر کی ہے علماء کا اجماع ہے کہ جب وہ جانور حالت نزع میں ہو اور نہ اس کا ہاتھ حرکت کرے اور نہ پاؤں حرکت کرے تو اس میں ذکاۃ نہیں ہے اسی طرح قیاس کا تقاضا میں متردیہ کا حکم ہے اور جو اس آیت میں اس کے ساتھ دوسرے جانور ذکر کیے گئے ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۸) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''ذکیتم'' کلام عرب میں ذکاۃ کا معنی ذبح ہے، یہ قطرب کا قول ہے، ابن سیدہ نے ''المحکم'' میں کہا: عرب کہتے ہیں'' جنین (مادہ کے پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے) کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ ہے'' (۱) ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث ہے حیوان کی ذکاۃ اس کا ذبح کرنا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

یذکیھا الاسل: نیزے اور تیر اسے ذبح کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: وہ حدیث جس کی طرف ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے اسے دارقطنی نے حضرت ابو سعید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی، اور حضرت عبداللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حدیث سے روایت کیا ہے جو انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے روایت کی ہے فرمایا: زکاۃ الجنین ذکاۃ امہ۔ یعنی جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح (سے) ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت یہی کہتی ہے مگر امام ابو حنیفہ سے مروی ہے فرمایا: جب جنین اپنی ماں کے پیٹ سے مردہ نکلے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ کیونکہ ایک نفس کی ذبح دو نفسوں کی ذبح نہیں ہوتی، ابن المنذر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی مکرم ﷺ کے ارشاد ذکاۃ الجنین زکاۃ امہ میں دلیل ہے کہ جنین ماں کے علاوہ ہے وہ کہتے ہیں: اگر حاملہ لونڈی آزاد کی گئی تو اس کی آزادی اس کی ماں کی آزادی (سے) ہے یہ اس کو لازم ہے کہ اس کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ (سے) ہے کیونکہ جب ایک کی آزادی کے ساتھ دو کی آزادی جائز ہے تو ایک کی ذکاۃ کے ساتھ دو کی ذکاۃ بھی جائز ہے خبر جو نبی مکرم ﷺ سے مروی ہے اور جو صحابہ سے مروی ہے اور جس پر بڑے بڑے علماء کا مذہب ہے وہ ہر قول سے مستغنی کر دیتا ہے۔

اہل علم کا اجماع ہے کہ جنین جب زندہ نکلے تو اس کی ماں کی ذکاۃ اس کی ذکاۃ نہیں ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے، کہ جب ماں کو ذبح کیا گیا ہے اور اس کی پیٹ میں بچہ ہو تو امام مالک اور تمام ان کے اصحاب نے کہا اس کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ ہے جب کہ اس کی تخلیق مکمل ہو چکی ہو اور اس کے بال نکل آئے ہوں یہ اس صورت میں ہے جب وہ مردہ نکلے یا اس حالت میں نکلے کہ

اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی ہو مگر مستحب ہے کہ اسے ذبح کیا جائے اگر وہ نکلے تو حرکت کر رہا ہو اگر وہ پہلے خود ہی مر جائے تو اسے کھایا جائے گا ابن القاسم نے کہا میں نے ایک بھیڑ قربانی دی جب میں نے اسے ذبح کیا تو اس کا بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرنے لگا میں نے ساتھیوں سے کہا اسے چھوڑ دو حتی کہ وہ بچہ اس کے پیٹ میں مر جائے پھر میں نے انہیں کہا کہ اس کا پیٹ چاک کرو اس کے پیٹ سے بچہ نکالا گیا میں نے اسے ذبح کیا اور اس سے خون بہہ نکلا میں نے اپنے گھر والوں کو اسے بھوننے کا حکم دیا حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک نے کہا رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کہتے تھے جب جنین کے بال نکل آئیں تو اس کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ سے ہے ابن المنذر نے کہا جن علماء نے کہا کہ اس کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ ہے انہوں نے بال نکلنے یا نہ نکلنے کا ذکر نہیں کیا ان علماء نے کہا کہ اس کی ذکاۃ اس کی ذکاۃ سے ہے ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جن علماء نے کہا: کہ اس کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ ہے، انہوں نے بال نکلنے یا نہ نکلنے کا ذکر نہیں کیا، ان علماء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق، رحمۃ اللہ علیہم ہیں قاضی ابوالولید الباجی نے کہا: نبی مکرم ﷺ سے مروی ہے فرمایا: ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ اشعر اولم یشعر جنین کی ذبح اس کی ما رحمۃ اللہ علیہ کی ذبح (سے) ہے خواہ اس کے بال نکلے ہوں یا نہ نکلے ہوں مگر یہ حدیث ضعیف ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب جو اقوال میں سے صحیح ہے وہ ہے جس پر فقہاء امصار کا نظریہ ہے۔ وباللہ التوفیق۔

مسئلہ نمبر: (۹) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''ذکیتم، الذکاۃ کا لغوی معنی التمام ہے اس سے تمام السن، الفرس المذکی وہ گھوڑا ہوتا ہے جس کے دانت مکمل ہو چکے ہوتے ہیں اور یہ قوت کا مکمل ہونا ہے کہا جاتا ہے ذکی یذکی عرب کہتے ہیں جری المذکیات غلاب، کامل گھوڑوں کا چلنا غالب ہوتا ہے، ذکاء دل کی حدت کو کہتے ہیں شاعر نے کہا:

یفضله اذا اجتهدوا علی تمام السن منه والذكاء:

ذکاء سرعت فطنت کو کہتے ہیں اس سے فعل ذکی یذکی ذکا والذکوۃ جس کے ساتھ آگ جلائی جاتی ہے، اذکیت الحرب والنار میں نے جنگ اور آگ کو بھڑکایا، ذکاء سورج کا نام بھی ہے کیونکہ یہ بھی آگ کی طرح جلاتا ہے۔ الصبح ابن ذکاء صبح سورج کا بیٹا ہے، کیونکہ یہ سورج کی روشنی سے ہوتی ہے۔ (آیت) ''ذکیتم'' کا معنی ہے میں نے اس کی ذبح کو مکمل پایا، ذکیت، الذبیۃ اذکیھا، یہ پاک کرنے کے معنی سے مشتق ہے، کہا جاتا ہے رائحۃ ذکیۃ حیوان جب اس کا خون بہایا جاتا ہے تو وہ پاک ہو جاتا ہے تخفیف اس میں جلدی جاری ہوتی ہے۔ محمد بن علی ﷺ کی حدیث میں ہے۔ ذکاۃ الارض یبھا'۔ (۱) اخرجہ ابن ابی شیبہ، جلد ۱، صفحہ ۵۷) زمین کی طہارت اس کا خشک ہونا ہے اس سے مراد نجاست سے طہارت ہے پس ذبیحہ میں ذکاۃ اس کا پاک کرنا ہے اور اس لیے کھانے کے لیے مباح کرنا ہے زمین کے خشک ہونے کو نجاست کے بعد اس کے لیے طہارت بنایا ہے اور اس میں نماز مباح کرنا، ذبیحہ کی ذکاۃ کے قائم مقام ہے، یہ اہل عراق کا قول ہے، جب یہ ثابت ہو گیا تو جان لو کہ ذکاۃ شرع میں خون کا بہانا ہے اور مذبوح کی رگوں کو کاٹنا ہے، منحور میں نحر ہے اور جس پر قدرت نہ ہو اس میں زخمی کرنا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے قصد کی نیت متصل ہو اور اس پر اللہ کا ذکر مقرون ہو، مزید بیان آگے آئے گا۔

مسئلہ نمبر: (۱۰) جس چیز کے ساتھ ذبح کیا جائے گا اس میں علماء کا اختلاف ہے جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو رگوں کا

کاٹ دے اور خون بہادے وہ ذکاۃ کے آلات میں سے ہے سوائے دانت اور ہڈی کے، اس پر آثار متواتر ہیں یہی فقہاء امصار کا نظریہ ہے، دانت اور ناخن سے ذبح کرنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد ایسا دانت اور ناخن ہے جو جسم سے علیحدہ نہ کیا گیا ہو، کیونکہ ان سے ذبح کرنا خنق (گلا دبا کر مارنا) میں شمار ہوگا اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خنق ہے مگر جو دانت اور ناخن جسم سے علیحدہ کیے گئے ہوں جب وہ رگوں کو کاٹ دیں تو اس کے ساتھ ذبح جائز ہے، ایک قوم نے دانت، ناخن اور ہڈی سے ہر حال میں ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ جسم سے علیحدہ کیے گئے ہوں یا نہ کیے گئے ہو ان میں سے ابراہیم، حسن، اور لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہم ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور ان کی حجت ظاہر حضرت رافع بن خدیج کی حدیث ہے فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کل دشمن سے ملیں گے اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہوں گی۔

(صحیح، کتاب الاضاحی، جلد ۲، صفحہ ۱۵۶، ایضاً صحیح بخاری، باب قسمۃ الغنم، حدیث ۲۳۰۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ایک روایت میں ہے، ہم سرکنڈے کے چھلکے کے ساتھ ذبح کر سکتے ہیں۔ (صحیح، کتاب الاضاحی، جلد ۲، صفحہ ۱۵۷) مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں نافع عن رجل من الانصار عن معاذ بن سعد او سعد بن معاذ سے مروی ہے کہ حضرت کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کی لونڈی سلع پہاڑ پر بکریاں چرا رہی تھی ان میں سے ایک بکری مرنے لگی اس لونڈی نے اسے پکڑا اور پتھر کے ساتھ ذبح کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس میں کوئی حرج نہیں اور اسے کھاؤ۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الذبائح، صفحہ ۴۸۹)

اور مصنف ابی داؤد میں ہے، کہا ہم پتھر کے ساتھ اور لاٹھی کی ایک طرف کے ساتھ ذبح کر دیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا والصید، جلد ۲، صفحہ ۳۴، ایضاً سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا والصید حدیث ۲۴۳۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) فرمایا: جلدی کرو جو خون بہادے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو اور کھاؤ، لیکن دانت اور ناخن سے ذبح نہ ہو میں تمہیں اس کی وجہ بتاتا ہوں دانت، ہڈی ہے اور ناخن، حبشیوں کی چھری ہے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، جلد ۲، صفحہ ۱۵۶) اس حدیث کو مسلم نے تخریج کیا ہے سعید بن مسیب سے مروی ہے فرمایا: جو سرکنڈے کے چھلکے، لکڑی کے چھلکے اور پتھر کے ٹکڑے سے ذبح کیا گیا ہو وہ حلال اور پاک ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۱) امام مالک اور ایک جماعت نے کہا: ذکاۃ (ذبح) صحیح نہیں ہے، مگر حلقوم اور ودجین کے کاٹنے کے ساتھ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حلقوم اور مری کے کاٹنے کے ساتھ صحیح ہے اور ودجین کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ کھانے اور مشروب کی گزرگاہ ہیں ان کے ساتھ زندگی نہیں ہے اور یہ موت سے مقصود ہے۔ (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۵۲۲)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس حیثیت سے موت کا اعتبار کیا جس کے ساتھ گوشت اچھا ہوا اور اس میں حلال حرام سے جدا ہوتا ہے جو اوداج کے کاٹنے کے ساتھ نکلتا ہے یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، اس پر حضرت رافع بن خدیج کی حدیث دلالت کرتی ہے جس میں ہے ''جو خون بہادے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضاحی جلد ۲، صفحہ ۱۵۶)

بغدادی علماء نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ چار رگوں کو کاٹنا شرط قرار دیتے ہیں، حلقوم ودجین اور مری، یہ ابوثور کا قول ہے مشہور جو گزرا ہے وہ لیث کا قول ہے پھر ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے جب ودجین میں سے ایک رگ کاٹی اور

حلقوم کاٹا جائے، کیا وہ ذبح شمار ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ نمبر: (۱۲) علماء کا اجماع ہے کہ ذبح جب حلق میں عقدہ کے نیچے ہو تو ذبح مکمل ہے اس میں اختلاف ہے جو عقدہ سے اوپر ذبح ہو اور بدن تک پہنچ جائے کیا وہ ذبح ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں، : امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عقدہ سے اوپر ذبح کیا جانے والا جانور نہیں کھایا جائے گا اسی طرح اگر گدی سے ذبح کیا اور پورا کاٹا اور خون بہہ پڑا اسے نہیں کھایا جائے گا اسی طرح اگر گدی سے ذبح کیا اور پورا کاٹا اور خون بہہ پڑا حلقوم اور ودجین بھی کاٹ ڈالیں تو نہیں کھایا جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کھایا جائے گا کیونکہ مقصود حاصل ہو گیا ہے، یہ اصل پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ ذبح سے اگرچہ مقصود خون بہانا ہے، اس میں ایک قسم کا تعبد (مکلف بنانا) ہے نبی مکرم ﷺ نے حلق میں ذبح کیا اور لبتہ میں نحر کیا، اور فرمایا: ذبح حلق اور لبتہ میں ہے۔ آپ ﷺ نے ذبح کا محل بیان کیا اور اس کی جگہ کو متعین فرمایا اور اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''جو خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اسے کھاؤ''۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، جلد ۲، صفحہ ۱۵٦)

جب یہ اہتمام نہ کیا گیا ہو اور نہ نیت کے ساتھ واقع ہو نہ شرط کے ساتھ اور نہ مخصوص صفت کے ساتھ واقع ہو تو اس سے تعبد کا خط زائل ہو گا پس اسے نہیں کھایا جائے گا۔

مسئلہ نمبر: (۱۳) اس میں اختلاف ہے جو ذکاۃ (ذبح) مکمل کرنے سے پہلے ہاتھ اٹھالے پھر فوراً ذبح کرنا شروع کر دے اور ذبح کو مکمل کرے، بعض علماء نے کہا: یہ جائز ہے، بعض نے فرمایا: جائز نہیں، پہلا قول اصح ہے، کیونکہ اس سے اسے زخمی کیا پھر اسے بعد میں ذبح کیا جب کہ اس میں بھی زندگی باقی تھی۔

مسئلہ نمبر: (۱٤) مستحب ہے کہ ذبح نہ کرے مگر وہ جس کی حالت پسندیدہ ہو اور جو اس کی طاقت رکھتا ہو اور سنت طریقہ پر ذبح کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، بالغ ہو یا نابالغ ہو اس کا ذبح کرنا جائز ہے جب وہ مسلمان ہو یا کتابی ہو مسلمان کا ذبح کرنا، کتابی کے ذبح کرنے سے افضل ہے، قربانی کو صرف مسلمان ذبح کرے، قربانی کو کتابی ذبح کرے تو اس میں اختلاف ہے۔ تحصیل المذہب میں یہ جائز نہیں اور اشہب نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۵) پالتو جانوروں میں سے جو وحشی ہو جائے اس کی ذکاۃ میں سے جائز نہیں مگر جو پالتو جانوروں میں جائز ہے، یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے اصحاب، ربیعہ اور لیث بن سعد کے قول کے مطابق ہے، اسی طرح کنویں میں گرنے والے کی ذکاۃ نہ ہوگی مگر ذبح کی سنت پر حلق اور لبہ کے درمیان، ان دونوں مسئلوں میں بعض اہل مدینہ نے مخالفت کی ہے اس باب دلیل حضرت رافع بن خدیج کی حدیث ہے جو گزر چکی ہے، اس کا تمام اس قول کے بعد ہے فمدای الحبشۃ، حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اونٹ اور بکریاں چھینیں تو اس مال غنیمت میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا، ایک شخص نے اسے تیر مارا تو اس نے اسے روک لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اونٹوں میں کچھ وحشی بن جاتے ہیں جس طرح وحشی جانور ہوتے ہیں جب تم پر ان میں سے کوئی چیز غالب آجائے تو اس کے ساتھ اسی طرح کرو''۔ (ایضاً، جلد ۲، صفحہ ۱۵۷) ایک روایت میں ہے ''اسے کھاؤ''۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس فعل پر نبی مکرم ﷺ کا غالب کرنا دلیل ہے کہ

ذکاۃ ہے، انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جو ابوداؤد اور ترمذی نے ابوالعشراء سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ذبح نہیں ہوگی مگر حلق اور لبہ میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تو اس کی ران میں نیزہ مارے تو بھی جائز ہے''۔

(جامع ترمذی کتاب الصید جلد ۱، صفحہ ۱۷۹، ایضاً سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی ذبیحۃ المتردیۃ'' ۔ ۲۴۴۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

یزید بن ہارون نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پسند کیا اور اسے انہوں نے ابوداؤد سے روایت کیا اور ان پر جو حفاظ داخل ہوتے انہیں اس حدیث کے لکھنے کا اشارہ کیا، ابوداؤد نے کہا: یہ درست نہیں مگر کرنے والے اور وحشی بننے والے جانور میں، ابن حبیب نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے جو کسی گہرائی میں گر جائے اور اس کی ذبح تک نہ پہنچا جا سکتا ہو مگر ذکاۃ کی جگہ کے علاوہ جگہ میں نیزہ مارنے کے ساتھ یہ ایک قول ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے اصحاب سے مروی ہے، ابوعمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اہل علم میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اظہر ہے اسے کھایا جائے گا جس ساتھ وحشی کو کھایا جاتا ہے، اس کی وجہ حضرت رافع بن خدیج کی حدیث ہے، یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اور قیاس کی جہت سے جب وحشی پر ذبح کی قدرت ہو تو وہ حلال نہیں ہوتا مگر اس طرح ذبح کے ساتھ جس طرح پالتو جانور کو ذبح کیا جاتا ہے، کیونکہ اب اس پر قدرت حاصل کی گئی ہے اسی طرح قیاس میں مناسب تھا کہ جب پالتو جانور وحشی بن جائے یا پکڑائی نہ دینے میں وحشی کی طرح ہو جائے تو وہ بھی حلال نہ ہوگا مگر اسی طریقہ پر طریقہ پر وحشی حلال ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں: ہمارے علماء نے حضرت رافع بن خدیج کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب کرنا اور اس کو روکنے پر ہے نہ کہ ذکاۃ پر ہے، یہی حدیث کا مقتضی اور ظاہر ہے کیونکہ فرمایا: فحبسہ۔ پس اس نے اسے روک لیا، یہ نہیں فرمایا کہ تیر نے اسے قتل کر دیا، اسی طرح اس کا حکم ہے جس پر غالب احوال میں قدرت ہوتی ہے پس اس سے نادر کا خیال نہیں کیا جائے گا اور یہ شکار میں ہوتا ہے حدیث نے صراحت کی کہ تیر نے اسے روک لیا محبوس ہونے کے بعد اس پر قدرت حاصل ہو گئی پس اسے نہیں کھایا جائے گا مگر ذبح اور نحر کے ساتھ واللہ اعلم۔

رہی ابوالعشراء کی حدیث اس کے بارے میں ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے ہم اسے نہیں جانتے مگر حماد بن سلمہ کی حدیث سے اور ابوالعشراء عن ابیہ کی سند کو نہیں جانتے مگر اس حدیث میں، ابوالعشراء کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: اس کا اسم اسامہ بن قہطم ہے، کہا جاتا ہے اس کا اسم یسار بن برز ہے۔ کہا جاتا ہے: بلز نام تھا، کہا جاتا ہے: اس کا نام عطارد تھا اپنے دادا کی طرف منسوب تھا، یہ سند مجہول ہے اس میں حجت نہیں ہے اگر اس کی صحت کو تسلیم کی جائے جیسے یزید بن ہارون نے کہا: تو پھر بھی اس میں حجت نہ ہوتی، کیونکہ اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ کسی عضو میں بھی ذبح جائز ہے خواہ اس پر قدرت ہو یا نہ ہو اور مقدور میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں پس اس کا ظاہر قطعاً مراد نہیں ہے۔ ابوداؤد اور ابن حبیب کی تاویل متفق علیہ نہیں ہے پس اس میں حجت نہ ہوگی، واللہ اعلم۔

ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی حجت یہ ہے کہ علماء کا اجماع ہے کہ اگر پالتو جانور بھاگ نہ جائے تو اس

کی ذبح اسی طریقہ پر ہوگی جو مقدور علیہ جانور کی ہے، پھر اختلاف ہے پس وہ اپنے اصل پر ہوگی حتی کہ وہ اتفاق کرلیں، پس اس میں حجت نہیں ہے کیونکہ اس کا اجماع مقدور علیہ پر منعقد ہے اور یہ غیر مقدور پر ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۶) اس باب کے تمام سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے پس جب تم قتل کرو تو بہتر انداز میں قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو بہتر انداز میں ذبح کرو تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنی چھری کو تیز کرے اور ذبیحہ کو راحت دے"۔ (صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، جلد ۲، صفحہ ۱۵۲)

اس حدیث کو مسلم نے حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے فرمایا: دو چیزیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الله کتب"۔ پھر مکمل حدیث ذکر فرمائی۔

ہمارے علماء نے فرمایا: چوپائیوں میں ذبح کا احسان یہ ہے کہ ان سے نرمی کرنا، اسے سختی سے نہ گرائے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تک کھینچ کر نہ لے جائے اور آلہ کو تیز کرنا، اباحت کی نیت کو حاضر کرنا اور قربت کی نیت کرنا اور انہیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا اور اسے جلدی قتل کرنا، ودجین اور حلقوم کو کاٹنا اور اسے آرام دینا اور اسے ٹھنڈا ہونے تک چھوڑے رکھنا، اور اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف کرنا اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرنا کہ اس نے ہمارے لیے اسے مسخر کیا اور اگر وہ چاہتا تو اسے ہم پر غالب کر دیتا اور ہمارے لیے مباح فرمایا، اگر وہ چاہتا تو اسے ہم پر حرام کر دیتا، ربیعہ نے کہا: ذبح کے احسان میں سے یہ ہے کہ دوسرے جانور کے سامنے جانور کو ذبح نہ کیا جائے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا جواز حکایت کیا گیا ہے، پہلا قول احسن ہے، اور رہا قتل میں احسان تو وہ ہر چیز ذبح، قصاص اور حدود وغیرہ میں عام ہے، ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شریطة الشیطان سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الضحایا، جلد ۲، صفحہ ۳۴) ابن عیسیٰ نے اپنی حدیث میں یہ زائد کیا ہے "شریطة الشیطن یہ ہے کہ جانور کو ذبح کیا جائے اور کاٹا جائے اور اس کی اوداج رگیں نہ کاٹی جائیں پھر اسے چھوڑ دیا جائے حتی کہ وہ مر جائے۔"

مسئلہ نمبر: (۱۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "وما ذبح علی النصب"۔ ابن فارس نے کہا: نصب پتھر تھے جو نصب کے جاتے تھے اور ان کی عبادت کی جاتی تھی اور ان پر ذبح شدہ جانوروں کا خون ڈالا جاتا تھا اور یہی النصب بھی ہے الانصاب وہ پتھر جو کنویں کے ارد گرد لگائے جاتے ہیں پھر ان کے آخری پتھروں کو رنگ کیا جاتا ہے اور اٹھنے والا الاغبار، بعض علماء نے فرمایا: النصب جمع ہے اس کا واحد نصاب ہے جیسے حمار کی جمع حمر ہے، بعض علماء نے فرمایا: یہ اسم مفرد ہے اور اس کی جمع انصاب ہے اور یہ تین سو ساٹھ پتھر تھے، طلحہ نے اسے النصب صاد کی جزم کے ساتھ پڑھا ہے، حضرت ابن عمر سے مروی ہے النصب نون فتحہ اور صاد کے جزم کے ساتھ ہے، جحدری نے کہا: نون اور صاد کے فتحہ کے ساتھ ہے اس نے اسے مفرد اسم بنایا ہے جیسے الجبل اور الجمل اس کی جمع انصاب ہے جیسے اجمال اور اجبال، مجاہد نے کہا: یہ وہ پتھر ہیں جو مکہ کے ارد گرد تھے لوگ ان پر اپنے جانور ذبح کرتے تھے، ابن جریج نے کہا: عرب جانور مکہ میں ذبح کرتے تھے اور ان کا خون بیت اللہ کے سامنے والی دیوار پر مل دیتے تھے اور گوشت کو کاٹتے تھے اور اسے ان پتھروں پر رکھ دیتے تھے، جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم زیادہ حق دار ہیں

کہ بیت اللہ کی تعظیم کریں ان افعال کے ساتھ گویا نبی مکرم ﷺ نے اس کو ناپسند نہیں فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (آیت) "لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها"۔(الحج:۳۷) اور (آیت) "وما ذبح علی النصب"۔ کا ارشاد نازل ہوا معنی یہ ہے کہ اس میں نصب کی تعظیم کی نیت تھی (اس لیے حرام ہیں) نہ کہ ان پر ذبح کرنا جائز نہیں۔ اعشی نے کہا:

وذا النصب المنصوب لا تنسکنه لعافیة واللہ ربك فاعبدا:

بعض علماء نے فرمایا علی بمعنی لام ہے یعنی ان کی خاطر قطرب نے کہا: ابن زید نے کہا: (آیت) "ماذبح علی النصب"۔ اور (آیت) "وما اهل لغیر اللہ به"۔ ایک چیز ہے۔ ابن عطیہ نے کہا: (آیت) "ماذبح علی النصب، ما اهل لغیر اللہ"۔ کا جز ہے لیکن اس کی جنس کے بعد امر کی شہرت اور موضع کے شرف اور نفوس کا اس کی تعظیم کرنے کی وجہ سے خصوصی اس کا ذکر فرمایا۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ)

مسئلہ نمبر: (۱۸) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "وان تستقسموا بالازلام"۔ یہ ماقبل پر معطوف ہے (ان) محل رفع میں ہے یعنی جوئے کے تیروں کو تقسیم کرنا تم پر حرام کیا گیا ہے۔ الازلام جوئے کے تیر اس کا واحد زلم اور زلم ہے فرمایا:

بات یقاسیها غلام کالزلم۔

دوسرے نے کہا:

فلئن جذیمة قتلت سرواتها فنساءها یضربن بالازلام:

محمد بن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابن وکیع نے انہیں بیان کیا اور انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے شریک سے انہوں نے ابی حصین سے انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ الازلام سفید پتھر تھے جن کو لوگ مارتے تھے محمد بن جریر نے کہا: ہمیں سفیان بن وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ شطرنج ہے، رہا لبید کا قول:

تزل عن الثری ازلامها:

علماء فرماتے ہیں: شاعر نے یہاں ازلام سے مراد وحشی گائیوں کے کھر لیے ہیں، عربوں کے لیے ازلام کی تین اقسام تھیں ان میں سے تین وہ ہیں جو ہر انسان اپنے لیے استعمال کرتا تھا ایک تیر پر لکھا ہوتا افعل (تو کر) اور دوسرے پر لکھا ہوتا لا تفعل (تو نہ کر) اور ایک خالی ہوتا اس پر کچھ نہ لکھا ہوتا، وہ ان تیروں کو اپنی زنبیل میں رکھتا جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا تو اس زنبیل میں ہاتھ ڈالتا اگر افعل والا تیر نکلتا تو وہ کام کر لیتا وہ کام کر لیتا اور اگر لا تفعل والا تیر نکلتا تو کام کو نہ کرتا اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر کچھ نہ لکھا ہوتا تو وہ دوبارہ ہاتھ ڈالتا، سراقہ بن جعشم نے جب نبی مکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہجرت کے وقت نکلتا جس پر کچھ نہ لکھا ہوتا تو دوبارہ ہاتھ ڈالتا، سراقہ بن جعشم نے جب نبی مکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہجرت کے وقت پیچھا کیا تو اس نے اس طرح تیر نکالے، اس فعل کا استقسام کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ اس سے رزق تقسیم کرتے تھے اور جس چیز کا ارادہ کرتے تھے جیسے کہا جاتا ہے، الاستقساء کا معنی ہے پانی کو طلب کرنا، اس کی مثال جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے وہ نجومی کا قول وہ کہتا ہے: فلاں ستارے کی وجہ سے تو نہ نکل اور فلاں ستارے کی وجہ سے تو نکل۔

دوسری قسم تیروں کی یہ تھی کہ جوف کعبہ میں ہبل (بت) کے پاس سات تیر ہوتے تھے جن پر وہ سارے معاملات لکھے ہوتے تھے جو لوگوں کے درمیان واقع ہوتے ہیں ان تیروں میں سے ہر تیر پر ایک تحریر تھی، ایک تیر میں دیات کا ذکر ہوتا تھا دوسرے پر لکھا ہوتا منکم (تم سے) ایک پر لکھا ہوتا تھا (من غیرکم) تمہارے غیر سے، ایک پر لکھا ہوتا ملصق اور باقی تمام میں پانی وغیرہ کے احکام لکھے ہوئے تھے ان تیروں کا استعمال عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں پر کیا تھا جب اس نے ایک کو ذبح کرنے کی نذر مانی تھی جب وہ دس مکمل ہو جائیں گے یہ مشہور واقعہ ابن اسحاق نے ذکر کیا یہ سات تیر عربوں کے کاہنوں اور حکام میں سے ہر ایک کے پاس ہوتے تھے جیسا کہ کعبہ میں ہبل کے پاس ہوتے تھے۔

تیسری قسم تیروں کی یہ تھی کہ جوئے کے تیر، یہ دس تیر ہوتے تھے اس میں سے سات پر حصے لکھے ہوتے تھے اور تین پر کچھ نہیں لکھا ہوتا تھا یہ وہ بطور لہو ولعب جوئے کے لیے استعمال کرتے تھے اور ان کے عقلاء ان سے مسکینوں اور ناداروں کو سخت دن اور سردیوں میں کھانا کھلانے کا قصد کرتے تھے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں الازلام سے مراد وہ گوٹیاں لی ہیں جن کے ساتھ رومی اور فارسی لوگ جوا کھیلتے تھے، سفیان اور وکیع نے کہا: یہ شطرنج ہے۔ الاستقسام سے مراد حصہ اور نصیب طلب کرنا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، یہ باطل ذریعے سے مال کھانا ہے اور یہ حرام ہے ہو جوا جو کبوتروں کے ساتھ، تاش کے ساتھ یا شطرنج کے ساتھ یا اس طرح دوسری کھیلوں کے ساتھ کھیلا جائے تو وہ استقسام کے معنی میں ہے اور یہ سب حرام ہیں، یہ کہانت کی ایک قسم ہے اور علم غیب کا دعویٰ پیش کرنا ہے، ابن خویز منداد نے کہا: اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے ان امور سے منع کیا ہے جو نجومی راستوں پر تیروں سے کرتے تھے جو تیر ان کے پاس ہوتے تھے اور اسی طرح فال کے پتے ہوتے تھے، الکیا طبری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان سے منع کیا ہے جو امور غیب سے متعلق ہوتے ہیں، کیونکہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا۔ الغیبات کی تعریف میں تیروں کا کوئی اثر نہیں، بعض لوگوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر رد کا اس سے استنباط کیا ہے جو وہ آزاد کرنے میں غلاموں کے درمیان قرعہ اندازی کا کہتے ہیں، اس شخص نے یہ نہیں جانا کہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کی بنیاد اخبار صحیحہ پر ہے۔ اس کا استقسام بالازلام کی نہی سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ آزاد کرنا حکم شرعی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شرع نے قرعہ کے نکلنے کو آزادی کے حکم کے اثبات پر علامت بنایا ہو تا کہ خصومت ختم ہو جائے یا کوئی مصلحت ہو جو شریعت کے پیش نظر ہو، پس مذکورہ قائل کا قول اس کے مساوی نہیں ہو سکتا "جب تو ایسا کرے گا یا تو ایسے کہے گا" تو یہ ہو گا یہ مستقبل کے کسی کام پر دلالت کرتا ہے، پس تیر کا نکلنا کسی چیز پر علامت بنانا جائز نہیں جو مستقبل میں ہونا ہوتی ہے اور قرعہ کے نکلنے کو آزادی پر قطعی طور پر علامت بنانا جائز ہے پس دونوں بابوں کے درمیان جدائی ظاہر ہو گئی۔

مسئلہ نمبر: (۱۹) فال کا طلب کرنا اس باب سے نہیں ہے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا راشد، یا نجیح سننا پسند تھا۔ (جامع ترمذی کتاب السیر جلد ۱ صفحہ ۱۹۴، ایضا حدیث ۱۵۰۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور فرمایا: یہ حدیث صحیح غریب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فال کو پسند کرتے تھے، کیونکہ پوری ہونے اور حاجت پانے کے ساتھ آپ کے نفس کو خوشی ہوتی تھی، اور انشراح حاصل ہوتا تھا، پس اللہ تعالیٰ پر حسن ظن اچھی چیز ہے اللہ تعالیٰ فرمایا: میں اپنے بندے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب التوحید، جلد ۲، صفحہ ۱۱۱۷، ایضاحدیث نمبر ۶۸۰۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز) نبی مکرم ﷺ برے شگون کو ناپسند کرتے تھے، کیونکہ یہ شرکیہ اعمال میں سے تھے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے متعلق برے گمان کو کھینچتا ہے، خطابی نے کہا: فال اور برے شگون کے درمیان فرق یہ ہے فال اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کے طریق سے ہے اور برا شگون اس کے علاوہ کسی چیز پر بھروسہ کرنے کے طریق سے ہے۔ اصمعی نے کہا: میں نے ابن عون سے فال کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: کوئی شخص مریض ہو اور یا سالم کلمہ سنے یا کوئی شخص گم شدہ چیز کو تلاش کرنے والا ہو اور وہ سنے یا واجد، یہ ترمذی کی حدیث کا معنی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا میں نے نبی مکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے، ''بدشگونی کچھ نہیں اور اس سے بہتر فال ہے'' پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ فال کیا ہے؟ فرمایا: ''اچھا کلمہ جو تم میں سے کوئی سنتا ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب السلام، جلد ۲ صفحہ ۲۳۱) الطیرۃ (بدشگونی) کا مزید مفہوم ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: علم سیکھنے سے آتا ہے اور حلم برداشت کرنے سے آتا ہے جو خیر کو تلاش کرتا ہے وہ اسے عطا کی جاتی ہے اور جو شر سے بچتا ہے اسے اس سے بچایا جاتا ہے تین شخص ایسے ہیں جو بلندیاں نہیں پاتے جس نے کہانت کی یا تیر نکالے اور بدشگونی کی وجہ سے سفر سے واپس آ گیا۔

مسئلہ نمبر: (۲۰) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''**ذلکم فسق**'' یہ تیر نکالنے کی طرف اشارہ ہے، **الفسق** کا معنی نکلنا ہے، بعض علماء نے فرمایا: یہ مذکورہ تمام چیزوں کی طرف راجع ہے، جو حرام تھیں ان کو حلال سمجھنا ہے، ان میں سے ہر چیز فسق ہے اور حلال سے حرام تک نکلنا ہے، ان محرمات سے عقود کو پورا کرنے سے رکنا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) ''**اوفوا بالعقود**''۔

مسئلہ نمبر: (۲۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''**الیوم یئس الذین کفروا من دینکم**''۔ یعنی تمہارا ان کے دین کی طرف لوٹنا کافر ہو کر، اس سے کافر مایوس ہو چکے ہیں، ضحاک نے کہا: یہ آیت نازل ہوئی جب مکہ فتح ہوا، واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نو ہجری ۲۲ رمضان کو مکہ فتح کیا، بعض نے فرمایا: آٹھ ہجری کو فتح ہوا۔ آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا دی: خبردار! جس نے ''لا الہ الا اللہ'' کہا وہ امن میں ہوگا اور جس نے ہتھیار ڈال دیا وہ امن میں ہے، جس نے دروازہ بند کر لیا وہ امن میں ہے، یئس میں دو لغتیں ہیں یئس ییئس یاسا ایس یایس ایاسا و ایاسۃ یہ نضر بن شمیل نے کہا ہے: (آیت) ''**فلا تخشوھم واخشون**''۔ یعنی تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو میں تمہاری مدد پر قادر ہوں۔

مسئلہ نمبر: (۲۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''**الیوم اکملت لکم دینکم**''۔ نبی مکرم ﷺ جب مکہ میں تھے تو اس وقت صرف نماز فرض تھی جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حج کرنے تک حلال اور حرام نازل کیا۔ جب آپ ﷺ نے حج فرمایا اور دین مکمل فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیت) ''**الیوم اکملت لکم دینکم**''۔ ائمہ حدیث نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے، فرمایا: ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو اگر ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: (آیت) ''**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی**

ورضيت لكم الاسلام دينا''۔ حضرت عمر نے کہا: میں اس دن کو جانتا ہوں جس دن میں نازل ہوئی اور (اس مکان کو جانتا ہوں جس میں وہ نازل ہوئی) یہ رسول اللہ ﷺ پر عرفہ کے دن جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان جلد ۱، صفحہ ۱۱، ایضاً حدیث ۴۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) یہ مسلم کے الفاظ ہی اور نسائی کے ہاں جمعہ کی رات کا ذکر ہے، روایت ہے کہ جب یہ حج اکبر میں نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے اسے پڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے اس چیز نے رلایا ہے کہ ہمارے دین میں زیادتی ہو رہی تھی اب ہمارا دین مکمل ہو گیا ہے تو کوئی چیز مکمل نہیں ہوتی مگر وہ کم ہوتی ہے، نبی مکرم ﷺ نے فرمایا' تو نے سچ کہا ہے'' مجاہد نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت فتح مکہ کے دن نازل ہوئی۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ)

میں کہتا ہوں: پہلا قول اصح ہے یہ جمعہ کے دن نازل ہوئی اور سن دس ہجری حجۃ الوداع کے موقع پر عصر کے بعد عرفہ کا دن تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی عضباء پر عرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، اونٹنی کا بازو وحی کے بوجھ کی وجہ سے ٹوٹنے کے قریب تھا تو وہ اونٹنی بیٹھ گئی تھی، الیوم سے مراد دن کا بعض حصہ بھی لیا جاتا ہے، اسی طرح الشھر سے مراد بعض مہینہ لیا جاتا ہے تو کہتا ہے: ہم نے مہینہ میں یہ یہ کیا اور سال میں یہ یہ کیا، یہ تو معلوم ہے کہ تو نے پورے مہینہ اور پورے سال میں یہ نہیں کیا یہ عرب عجم کی لغت میں استعمال ہوتا ہے۔ الدین سے مراد وہ شرائع ہیں جو ہمارے لیے مشروع اور مفتوح ہوئیں، کیونکہ یہ شرائع تھوڑی تھوڑی نازل ہوئیں اور آخر میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد کوئی حکم نازل نہیں ہوا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی کا قول ہے، جمہور علماء نے کہا: اس سے مراد بڑے بڑے فرائض اور تحلیل وتحریم ہیں، فرمایا: اس کے بعد بھی بہت سا قرآن نازل ہوا اور اس کے بعد آیت ربا نازل ہوئی۔ اور آیت کلالہ نازل ہوئی، پس دین کا بڑا حصہ اور حج کا امر مکمل ہوا کیونکہ اس سال میں مسلمانوں کے ساتھ کسی مشرک نے طواف نہ کیا اور نہ بیت اللہ کا کسی برہنہ شخص نے طواف کیا تمام لوگ عرفہ میں ٹھہرے بعض علماء نے فرمایا: (آیت) ''الیوم اکملت لکم دینکم''۔ یعنی تمہارے لیے تمہارے دشمنوں کو میں نے ہلاک کر دیا اور تمہارے دین کو تمام ادیان پر غلبہ دیا جیسے تو کہتا ہے: ہمارے لیے وہ مکمل ہوا جو ہم چاہتے تھے جب تیرے دشمن کا کام تمام کر دیا جائے۔

مسئلہ نمبر: (۲۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''واتممت علیکم نعمتی''۔ شرائع اور احکام کی تکمیل کر کے اور دین اسلام کو غلبہ دے کر تم پر اپنی نعمت کو مکمل کیا جیسا کہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا، کیونکہ میں نے کہا تھا: (آیت) ''ولا تم نعمتی علیکم''۔ (بقرہ: ۱۵۰)

یہ مکہ میں امن اور اطمینان سے داخل ہونا ہے اور اس کے علاوہ نعمتیں ہیں جو اس ملت حنیفہ کو جنت کے دخول تک میسر آئی ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۲۴) شاید کوئی کہنے والا کہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''الیوم اکملت لکم دینکم''۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے یہ دین کامل نہ تھا یہ اس بات کا موجب ہے کہ پہلے جتنے مہاجرین وانصار فوت ہو گئے ہیں اور وہ لوگ جو بدر اور حدیبیہ میں حاضر تھے اور رسول اللہ ﷺ کی دونوں بیعتیں کی تھیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے نفسوں کی قربانی دی تھی اور ساتھ ساتھ بڑی بڑی مشقتیں برداشت کی تھیں وہ لوگ ناقص دین پر فوت ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ ناقص دین کی

طرف اس عرصہ میں دعوت دیتے رہے اور یہ مسلم ہے کہ نقص عیب ہے اور اللہ کا دین قیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دینا قیما۔
ان تمام باتوں کا جواب یہ ہے کہ تو نے یہ کیوں کہا کہ ہر نقص عیب ہے اس پر تمہاری دلیل کیا ہے، پھر کہا جائے گا: کیا مہینہ کا کم ہونا کیا یہ عیب ہے اور مسافر کی نماز کا کم ہونا کیا یہ اس کے لیے عیب ہے اور عمر کا نقصان جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد ہے (آیت) ''وما يعمر من معمر ولا ينقص من عمره''۔ (فاطر:۱۱) سے ارادہ فرمایا کیا یہ اس کے لیے عیب ہے، عادت سے کم دنوں میں حیض کا ختم ہونا اور حمل کے ایام کا کم ہونا اور چوری کے ساتھ یا جلنے کے ساتھ یا غرق ہونے کے ساتھ مال کا کم ہونا جب کہ اس کا مالک محتاج نہ ہو؟ پس تو نے انکار نہیں کیا کہ شرع میں دین کے اجزاء کی کمی اس کے باقی اجزاء کے لاحق ہونے سے پہلے جو اللہ کے علم میں باقی ہیں یہ عیب اور شین نہیں ہے اور تو نے انکار نہیں کیا کہ (آیت) ''اليوم اكملت لكم دينكم''۔ کے ارشاد کا معنی دو اعتبار سے ہے۔

(۱) اس سے مراد یہ ہوگا کہ میں نے اس دین کو اس انتہائی حد تک پہنچایا جو میرے نزدیک تھی جس کا میں نے فیصلہ کیا اور جس کا میں نے اندازہ کیا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پہلے اس میں ایسا نقص تھا جو عیب شمار ہوتا، لیکن یہ نقصان مقید کے ساتھ موصوف ہوتا ہے، کہا جائے گا کہ اس اعتبار سے ناقص تھا جو اللہ تعالیٰ کے پاس تھا جو اس کو لاحق ہونے والا اور اس سے ملنے والا تھا مثلاً ایک شخص جس کو اللہ تعالیٰ سو سال تک پہنچانے والا تھا پس کہا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر کو مکمل کیا، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کی عمر ساٹھ سال تھی تو وہ ناقص تھی جو قصور اور خلل کا نقص تھا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے: جس کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر تک پہنچایا تو اس اس کی عمر میں عذر کا محل نہیں رہا۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ الخ، حدیث نمبر ۵۹۴۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

لیکن نقصان مقید کے ساتھ موصوف کرنا جائز ہے پس کہا جائے گا: جو اس کی عمر اللہ کے پاس تھی اس اعتبار سے ناقص تھی اللہ تعالیٰ اسے اس عمر تک پہنچانے والا ہے اور اسے لمبی عمر دینے والا ہے اللہ تعالیٰ نے ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعتیں مکمل فرمائیں اگر اس کے لیے اکمال کا لفظ بولا جائے تو کلام صحیح ہوگی۔

اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب دو رکعتیں ہوتی ہیں تو وہ ناقص ہوتی ہیں اور قصور اور خلل کا نقص ہوتا ہے، اگر کہا جائے کہ اللہ کے نزدیک ناقص تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اور چیز ملا دی اور اس پر کچھ زائد کر دیا تو اس طرح صحیح ہوگا، اسی طرح شرائع اسلام کا حکم ہے، شریعت کے احکام جو آہستہ آہستہ تھوڑے تھوڑے آئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو اس منتہی تک پہنچا دیا جو اس کے پاس تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے: (آیت) ''اليوم اكملت لكم دينكم''۔ سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس حج کی توفیق بخشی جس کے علاوہ ان پر اور ارکان دین باقی نہ تھے، پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حج کیا تو ان کے لیے دین جمع ہوا، اس لیے ارکان کی ادائیگی کے اعتبار سے اور فرائض کے قیام کے اعتبار سے آپ ﷺ فرماتے تھے، ''اسلام کی بنیاد پانچ احکام پر ہے''۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان، جلد۱، صفحہ ۳۲، ایضاً حدیث صحیح بخاری، حدیث نمبر ۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کلمہ کی شہادت بھی دی، نماز بھی پڑھی، زکوۃ بھی دی، روزے بھی رکھے، جہاد بھی کیا اور عمرہ بھی کیا، لیکن حج نہیں کیا تھا، جب انہوں نے اس دن نبی مکرم ﷺ کے ساتھ حج کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل کیا جب کہ وہ عرفہ کی شام موقف میں تھے۔ اس سے مراد یہ لیا کہ ان کے لیے دین کی وضع کو مکمل کیا، اس میں دلالت ہے کہ تمام طاعات، دین ایمان اور اسلام ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۲۵) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''ورضیت لکم الاسلام دینا''۔ یعنی میں نے تمہیں بتایا کہ میری رضا تمہارے لیے دین میں ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمارے لیے دین کو پسند کیا، پس اس دن کے ساتھ رضا کے خاص ہونے کا فائدہ نہ ہوگا اگر ہم اس کو اپنے ظاہر پر محمول کریں، ''دینا'' تمیز کی بنا پر منصوب ہے اگر تو چاہے تو مفعول ثانی بنادے، اگر کہا جائے کہ اس کا معنی ہے میں نے تمہارے لیے پسند کیا جب تم نے میرے لیے اس دین کا اقرار کیا جو تمہارے لیے میں نے شروع کیا، یہ بھی احتمال ہے کہ (آیت) ''ورضیت لکم الاسلام دینا''۔ سے مراد یہ ہو کہ میں نے تمہارے اسلام کو پسند کیا بطور دین جس پر تم آج ہو یہ اپنے کمال کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے گا، اس سے کوئی چیز منسوخ نہیں کروں گا، واللہ اعلم۔

اسلام میں اس آیت میں وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ان الدین عند اللہ الاسلام میں ہے جبریل نے نبی مکرم ﷺ سے اسلام کے متعلق سوال کیا تھا اس کی جو اس میں تفسیر کی گئی تھی وہ ایمان، اعمال اور دوسرے احکام کا نام ہے۔

(صحیح بخاری، باب سوال الجبرائیل عن النبی ﷺ عن ایمان، حدیث نمبر ۴۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسئلہ نمبر: (۲۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''فمن اضطر فی مخمصة'' یعنی جس کو مردار اور دوسری تمام محرمات جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں ان کے کھانے کی ضرورت ہو، المخمصة کا معنی بھوک ہے اور طعام سے پیٹ کا خالی ہونا ہے۔ الخمص پتلے پیٹ والا، رجل خمیص وخمصان، امراۃ خمیصة وخمصانة پتلے پیٹ والا مرد اور پتلے پیٹ والی عورت اسی سے ہے: الخمص القدم نیچے سے پاؤں کی خالی جگہ، اکثر یہ بھوک کے لیے استعمال ہوتا ہے، الاعشی نے کہا: تبیتون فی المشتی ملاء بطونکم وجاراتکم غرثی یبتن خمائصا:

یعنی تمہاری لونڈیاں بھوک پر رات گزارتی ہیں جب کہ ان کے پیٹ ملے ہوئے ہوتے ہیں نابغہ نے کہا:

والبطن ذو عکن خمیص لین والنحر تنفجه بثدی مقعد:

حدیث شریف میں: خماص البطون خفاف الظهور، خالی پیٹوں والے ہلکی پیٹھوں والے۔ الخماص، الخمیص کی جمع ہے، ملے ہوئے پیٹ والا یعنی وہ لوگوں کے اموال سے آنکھیں بند کرنے والے ہیں، اسی سے حدیث ہے ان الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا''۔ (ابن ماجہ باب التوکل والیقین، حدیث نمبر ۴۱۵۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

پرندے صبح خالی پیٹ جاتے ہیں، اور شام کو بھرے ہوئے پیٹوں سے واپس آتے ہیں۔ الخمیصة کپڑے کو بھی کہتے ہیں، اصمعی نے کہا: الخمائص ریشمی کپڑے یا نقش بوٹوں والے اونی کپڑے یہ کالے کپڑے ہیں اور یہ لوگوں کے لباس سے تھے اضطرار کا معنی اور اس کا حکم سورۃ بقرہ میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۲۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "غیر متجانف الاثم "۔ یعنی وہ حرام کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو۔ یہ (آیت) "غیر باغ ولا عاد"۔ (بقرہ:۱۷۳) کے معنی میں ہے یہ پہلے گزر چکا ہے، الجنف کا معنی میل ہے الاثم سے مراد حرام ہے، اسی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ما تجانفنا فیه الاثم یعنی ہم جان بوجھ کر گناہ اور حرام کی طرف مائل نہیں ہوتے، ہر مائل ہونے والا متجانف ہے، نخعی یحیی بن وثاب اور سلمی نے متجنف بغیر الف کے پڑھا ہے، یہ معنی میں زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ عین کلمہ کا مشدد ہونا معنی مبالغہ اور توغل کا اور حکم کے ثبوت کا تقاضا کرتا ہے، تفاعل کا معنی کسی چیز کی حکایت کرنا اور اس سے قریب ہونا ہے کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا جب تو کہتا ہے: تمایل الغصن 'یہ اس معنی کا تقاضا کرتا ہے کہ ٹہنی کا جھکنا اور میل ہونے کے قریب ہونا اور جب تو یہ کہتا ہے تمیل تو میل کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح تصاون الرجل اور تصون الرجل ہے تعاقل اور تعقل ہے، معنی یہ ہے یہ وہ اپنے مقصد میں معصیت کا قصد کرنے والا نہیں، یہ قتادہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ (آیت) " فان اللہ غفور رحیم "۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لیے غفور و رحیم ہے، پس اس میں حذف ہے، سیبویہ نے کہا: قد اصبحت ام الخیار تدعی علی ذنبا کله لم اصنع: اس میں مراد لم اصنعہ ہے پس ضمیر کو حذف کر دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

(تفسیر قرطبی، سورہ مائدہ، بیروت)

مشروعیت قربانی سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

حنفیہ کے نزدیک قربانی اس آدمی کے حق میں مشروع ہے جو اپنی اصلی ضروریات سے زیادہ اور نصاب زکاۃ کا مالک ہو، ان کی دلیل حدیث: "من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا"

(رواہ احمد (2/312) وابن ماجہ: رقم (3123) والحاکم (4/258) ووافقہ الذہبی وصحیح سنن ابن ماجہ (رقم 2532))"

جو وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے ہو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے ہے۔

(تبیین الحقائق (6/3) بدائع الصنائع (4/196) حاشیہ ابن عابدین (6/312))

مالکیہ کے نزدیک ایسے آدمی کے حق میں مشروع نہیں ہے جس کے پاس اس سال کا پورا خرچہ نہ ہو کیونکہ ایسا آدمی فقیر کے حکم میں ہے (بلغۃ السالک (1/286) الذخیرۃ (4/142) اور جس کے پاس قربانی کی قیمت نہ ہو وہ قربانی کرنے کے لئے قرض یا ادھار نہیں لے گا۔ (شرح الخرشی (3/33)

اور شافعیہ کے نزدیک ایسا آدمی جس کے پاس ایک دن اور ایک رات کا خرچہ اور عید کے دن اور ایام تشریق میں پہننے کے لئے کپڑے ہوں اس کے لئے قربانی مشروع ہے (مغنی المحتاج (6/123) الاقناع (2/278)

اور حنابلہ کے نزدیک جو آدمی قربانی کا جانور خریدنے کی وسعت رکھتا ہو اس کے حق میں قربانی مشروع ہے، اگر وہ قرض کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہے تو قرض لیکر بھی قربانی کر سکتا ہے۔ (: کشاف القناع (3/18)

بچے کے مال سے زکوٰۃ و قربانی کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان حنفی ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مصنف کی یہ قید بیان کرنا کہ زکوٰۃ آزاد پر فرض ہے اس سے مدبر، ام

ولد اور مکاتب سے احتراز ہے۔اور مکلف کی قید سے یہ بیان کیا ہے کہ بچے اور مجنون پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

حضرت امام مالک وامام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ ان دونوں پر زکوٰۃ لازم ہے کیونکہ جس طرح ان پر بیوی پر نفقہ، فطرانہ اور عشر وغیرہ واجب ہیں اسی طرح زکوٰۃ بھی لازم ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا کہ تم میں جو یتیم کا ولی ہو تو اس میں صدقہ کھانے کیلئے جاری کرے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صغیر کے مال سے وجوب سے قول بیان کیا ہے۔حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے مؤطا میں حضرت عبدالرحمن بن قاسم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میری خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولایت میں یتیم تھے تو وہ ہمارے مالوں سے زکوٰۃ نکالا کرتیں تھیں۔

فقہاء احناف کی دلیل اس مسئلہ میں یہ ہے۔

ولنا ما روى أبو داود، والنَّسائي، وابن ماجه، والحاكم وقال: على شرط مسلم، أَنَّ النبي صلى الله عليه وسلم قال: رُفِعَ القلمُ عن ثلاثة: عن النائمِ حتى يستيقظ، وعن الصبيِّ حتى يَحْتَلِمَ، وعن المجنونِ حتى يَعْقِل۔

اس سے ہمارا استدلال یہ ہے کہ سونے والے جاگنے تک اور بچے کے بالغ ہونے تک اور مجنون کے عقل مند ہونے تک ان سے احکام شرعیہ کا تکلف اٹھالیا گیا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

امام بیہقی علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس یتیم کے مال کا ولی ہو تو اسے چاہیے کہ اس میں سالوں کا حصہ رکھے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو وہ اس کو اطلاع کرے کہ اس پر اتنی مقدار میں زکوٰۃ ہے اگر وہ چاہے تو ادا کرے اور نہ چاہے تو ترک کرے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی استدلال کردہ روایت کا جواب یہ ہے کہ پہلے نمبر پر جو حدیث بیان ہوئی ہے حضرت امام احمد حنبل کے نزدیک اس کی سند صحیح نہیں ہے اور امام ترمذی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔اور دوسری دلیل میں انہوں نے حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما کا قول پیش کیا ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے معارض ہے۔اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول صحیح اور ترجیح یافتہ قرار پائے گا کیونکہ زکوٰۃ کی شرائط میں نیت ضروری ہے اور بچے اور مجنون کی نیت ثابت نہ ہوگی۔اور ولی کی نیت اس لئے معتبر نہ ہوگی کیونکہ عبادات واجبہ میں غیر کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔(قاعدہ فقہیہ)

(شرح الوقایہ، ج ۱، ص ۳۶۰، مکتبہ مشکوٰۃ الاسلامیہ)

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ الْأَضَاحِيِّ

باب: قربانی کے واجب ہونے کے بارے میں جو منقول ہے

2788- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ ح وحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ عَامِرٍ أَبِي رَمْلَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مِخْنَفُ بْنُ سُلَيْمٍ، قَالَ: وَنَحْنُ وُقُوفٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً، أَتَدْرُونَ مَا الْعَتِيرَةُ هَذِهِ؟ الَّتِي يَقُولُ النَّاسُ الرَّجَبِيَّةُ

قَالَ أَبُو دَاوُد: الْعَتِيرَةُ مَنْسُوخَةٌ هَذَا خَبَرٌ مَنْسُوخٌ

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ، عرفات میں وقوف کیے ہوئے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! ہر گھر والوں پر، ہر سال قربانی اور عتیرہ لازم ہے، کیا تم لوگ جانتے ہو؟ عتیرہ کیا ہے؟ یہ وہ ہے، جسے لوگ ''رجبیہ'' کہتے ہیں''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ''عتیرہ'' منسوخ ہے اور یہ روایت منسوخ ہے۔

قربانی واجب ہے

ہر صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اس بارے میں قرآن وسنت میں کئی دلائل موجود ہیں۔ چند یہ ہیں:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" (الکوثر:2)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

• علامہ قاضی ثناء اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"قَالَ عِكْرِمَةُ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ فَصَلِّ لِرَبِّكَ صَلٰوةَ الْعِيدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَنَحْرُ نُسُكِكَ فَعَلَى هٰذَا يَثْبُتُ بِهِ وُجُوبُ صَلٰوةِ الْعِيدِ وَالْأُضْحِيَّةِ" (تفسیر مظہری: ج:10:ص:353)

ترجمہ: حضرت عکرمہ، حضرت عطاء اور حضرت قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ'' میں ''فصل'' سے مراد ''عید کی نماز'' اور ''وانحر'' سے مراد ''قربانی'' ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز عید اور قربانی واجب ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''احکام القرآن'' میں فرماتے ہیں:

"قَالَ الْحَسَنُ صَلٰوةُ يَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبُدْنِ... قَالَ أَبُو بَكْرٍ هٰذَا التَّأْوِيلُ يَتَضَمَّنُ مَعْنَيَيْنِ، أَحَدُهُمَا

2788- حسن، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي رملة واسمه عامر، وقد تابعه حبيب ابن مخنف، وقواه الحافظ في "الفتح" 4/10، وحسنه الترمذي. بشر: هو ابن المفضل، ويزيد: هو ابن هارون، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه ابن ماجه (3125)، والترمذي (1596) من طريق عبدالله بن عون، به. وهو في "مسند احمد" (17889). واخرجه عبدالرزاق (8001) و (8159)، وعنه احمد (20730)

اِیْجَابُ صَلٰوۃِ الْاَضْحٰی وَالثَّانِیْ وُجُوْبُ الْاُضْحِیَّۃِ۔"(احکام القرآن للجصاص ج3 ص419 تحت سورۃ الکوثر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت "فَصَلِّ لِرَبِّکَ" میں جو نماز کا ذکر ہے اس سے عید کی نماز مراد ہے اور "وانحر" سے قربانی مراد ہے۔ حضرت ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

1: عید کی نماز واجب ہے۔ 2: قربانی واجب ہے۔

3: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔"

(سنن ابن ماجہ ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، مسند احمد ج2 ص321 رقم 8254، السنن الکبریٰ ج9 ص260 کتاب الضحایا، کنز العمال رقم 12261)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ بھٹکے۔

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور وعید ترک واجب پر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا قربانی واجب ہے۔

(3) حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"کُنَّا وُقُوْفاً عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِعَرَفَۃَ فَقَالَ یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰی کُلِّ اَھْلِ بَیْتٍ فِیْ کُلِّ عَامٍ اُضْحِیَّۃً وَعَتِیْرَۃً۔"

(سنن ابن ماجہ ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، سنن نسائی ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرۃ)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔

اس حدیث سے دو قسم کی قربانیوں کا حکم معلوم ہوا ایک عید الاضحیٰ کی قربانی اور دوسرا عتیرہ۔

فائدہ: "عتیرہ" اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی پھر اسلام آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام پر ہونے لگی، لیکن بعد میں اسے منسوخ فرما دیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْفَرْعِ وَالْعَتِیْرَۃِ۔" (سنن النسائی ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرما دیا۔

فائدہ: "فرع" اس بچہ کو کہا جاتا تھا جو اونٹنی پہلی مرتبہ جنتی تھی اور اس کو بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا، ابتداء اسلام میں یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتی رہی لیکن بعد اسے میں منسوخ کر دیا گیا۔ (زھر الربیٰ علی النسائی للسیوطی ج2 ص188)

(4) حضرت جندب بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

"شَھِدْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَلْیُعِدْ مَکَانَھَا اُخْرٰی

وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ (صحیح بخاری ج2 ص843 باب من ذبح قبل الصلوۃ اعاد)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عید الاضحیٰ کے دن حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیے کہ اس جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تو اسے چاہیے کہ (عید کی نماز کے) بعد ذبح کرے۔

اس میں آپ علیہ السلام نے عید سے پہلے قربانی کرنے کی صورت میں دوبارہ لوٹانے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔

(2) قربانی کس پر واجب ہے؟

جس مرد وعورت میں قربانی کے ایام میں درج ذیل باتیں پائی جاتی ہوں اس پر قربانی واجب ہے:

(1) مسلمان ہو۔

دلیل:

لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْقُرَبِ۔ (بدائع الصنائع: ج4، ص195)

قربانی عبادت وقربت کا نام ہے اور کافر عبادات اور قربت کا اہل نہیں۔

(2) آزاد ہو۔

دلیل:

لِاَنَّ الْعَبْدَ لَا يَمْلِكُ۔ (البحر الرائق: ج2، ص271)

ترجمہ: قربانی غلام پر واجب نہیں کیوں کہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

(3) صاحب نصاب ہو۔

دلیل:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔ (سنن ابن ماجہ ص226، باب الاضاحی ہی واجبۃ ام لا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو وسعت ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے لیے صاحب وسعت ہونا ضروری ہے جسے "صاحب نصاب" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) (4) مقیم ہو، مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

دلیل:

عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسَافِرِ اُضْحِيَةٌ۔ (المحلی بالآثار لابن حزم: ج6، ص37، مسئلہ نمبر979)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

(3) قربانی کا نصاب

قربانی واجب ہونے کا نصاب وہی ہے جو نصاب صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کا ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ج5 ص360، کتاب الاضحیہ)

پس جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہوتو ایسے مرد وعورت پر قربانی کرنا واجب ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ: ج1 ص160، باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لا یجوز)

یاد رہے کہ وہ اشیاء جو ضرورت وحاجت کی نہ ہوں بلکہ محض نمود ونمائش کی ہوں یا گھروں میں رکھی ہوئی ہوں اور سارا سال استعمال میں نہ آتی ہوں تو وہ بھی نصاب میں شامل ہوں گی۔

(بدائع الصنائع: ج2 ص158، 159، رد المحتار ج3 ص346 باب مصرف الزکوۃ والعشر)

قربانی کے واجب ہونے کا بیان

(۱) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ۔ (سورہ حج: آیت ۳۴)

ترجمہ: ہم نے (جتنے اہل شرائع گزرے ہیں ان میں سے) ہر امت کے لیے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے ہیں۔

ابن کثیر وامام رازی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں تصریح فرمائی ہے کہ خون بہا کر جانوروں کی قربانی کا دستور شروع دن سے ہی تمام اَدیان ومذاہب میں چلا آرہا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۲۷ تفسیر کبیر ۳/۳۴)

(۲) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ۔ (سورہ حج: آیت ۶۷) ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لیے ذبح کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ اس طریقہ پر ذبح کیا کرتے تھے۔ (۳) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ (سورۂ کوثر۔ آیت: ۲)

ترجمہ: سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور (اسی کے نام کی) قربانی کیجئے۔

(۴) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من وجد سعۃً فلم یضح فلا یقربن مصلانا۔ (ابن ماجہ: ص۲۲۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

(۵) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: أقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی۔ (ترمذی: ۱/۱۸۲)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور

اس عرصۂ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے رہے۔

ان آیات واحادیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

(۱) صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے اور استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضی کا اظہار فرمایا، حتیٰ کہ اس کا عیدگاہ کے قریب آنا بھی پسند نہ فرمایا۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے ۱۰ سال میں ہر سال قربانی فرمائی، حالانکہ حج آپ نے صرف آخری سال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ قربانی نہ حج کے ساتھ خاص ہے اور نہ مکہ معظمہ کے ساتھ، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ۹ سال قربانی کیوں فرماتے؟

(۳) قربانی سے مقصد محض ناداروں کی مدد نہیں جو صدقہ وخیرات سے پورا ہو جائے، بلکہ قربانی میں مقصود جانور کا خون بہانا ہے، یہ عبادت اسی خاص طریقہ سے ادا ہوگی، محض صدقہ وخیرات کرنے سے نہ یہ عبادت ادا ہوگی، نہ اس کے مطلوبہ فوائد وثمرات حاصل ہوں گے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں غربت وافلاس دورِ حاضر کی نسبت زیادہ تھا، اگر جانور ذبح کرنا مستقل عبادت نہ ہوتی تو وہ حضرات جانور ذبح کرنے کے بجائے ناداروں کے لیے چندہ جمع کرتے یا اتنی رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف فرماتے۔

قربانی کے بجائے صدقہ وخیرات کا مشورہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی نادان یہ مشورہ دے کہ آج سے نماز، روزہ کے بجائے اتنا صدقہ کر دیا جائے، ظاہر ہے کہ اس سے نماز، روزہ کی عبادت ادا نہ ہوگی، اسی طرح صدقہ وخیرات سے قربانی کی مستقل عبادت بھی ادا نہ ہوگی۔

درحقیقت قربانی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم الشان عمل کی یادگار ہے جس میں انہوں نے اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے کے لیے لٹا دیا تھا اور ہونہار فرزند حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلا چوں وچرا حکمِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرکے ذبح ہونے کے لیے اپنی گردن پیش کر دی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر دنبے کو فدیہ بنا دیا تھا۔ اس پر ذبح کرکے ہی عمل ہو سکتا ہے، محض صدقہ وخیرات سے اس عمل کی یاد تازہ نہیں ہو سکتی۔

نیز حافظ ابن کثیر وامام رازی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عطاء، حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت حسن بصری، حضرت قتادہ، حضرت محمد بن کعب قرظی، حضرت ضحاک رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم کا قول نقل کیا ہے کہ مشرکین عرب غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنے رب کے نام پر جانور ذبح کریں۔ (تفسیر ابن کثیر: ص ۲۴۷، ج ۴) اس بنا پر جانور ذبح کرکے ہی اس حکمِ الٰہی کو پورا کیا جا سکتا ہے، صدقہ وخیرات اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ملحدین کی تحریف سے دین کی حفاظت فرمائیں اور مسلمانوں کو مستند علماء کرام سے دینِ حق کی رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ واللہ العاصم من جمیع الفتن وھو الموفق لما یحب ویرضی۔ قربانی سے کیا سبق حاصل کیا جائے؟

(۱) قربانی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس عظیم الشان عمل کی یادگار ہے، اس کا دل ودماغ میں استحضار کیا جائے

اوراس حقیقت کو سوچا جائے کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضاجوئی کے لیے تھا۔ اور یہ جذبہ ہونا چاہیے کہ اگر بیٹے ہی کو ذبح کرنے کا حکم باقی رہتا تو ہم بخوشی اس کی تعمیل کرتے۔ ہر والد کا جذبہ یہ ہو کہ میں ضرور اپنے لختِ جگر کو قربان کرتا اور ہر بیٹے کا جذبہ یہ ہو کہ میں قربان ہونے کے لیے بدل و جان راضی ہوتا اور یہ عزم ہونا چاہیے کہ اگر یہ حکم آج نازل ہو جائے تو ہم اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کریں گے۔

(۲) قربانی کی اصل روح اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کو قربان کردے۔ جانور ذبح کر کے قربانی دینے کے حکم میں یہی حکمت پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تمام خواہشات نفسانیہ کو ایک ایک کر کے ذبح کرو۔ اگر کوئی شخص جانور کی قربانی تو بڑے شوق سے کرتا ہے مگر خواہش نفس اور گناہوں کو نہیں چھوڑتا، نہ اس کی فکر ہے تو اگرچہ واجب تو اس کے ذمہ سے ساقط ہو گیا، مگر قربانی کی حقیقت و روح سے محروم رہا، اس لیے قربانی کی ظاہری صورت کے ساتھ ساتھ اس کی حقیقت کو حاصل کرنے کا عزم، کوشش اور دُعا بھی جاری رہنا چاہیے۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف ایک جانور کی قربانی نہیں کی، بلکہ پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزارا، جو حکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا فوراً تعمیل کی۔ جان، مال، ماں باپ، وطن و مکان، لختِ جگر غرض سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان فرمایا۔ ہمیں بھی اپنے اندر یہی جذبہ پیدا کرنا چاہیے کہ دین کا جو تقاضا بھی سامنے آئے اور اللہ تعالیٰ کا جو حکم بھی سامنے آئے اس پر عمل کریں گے۔ اپنے اعزہ و احباب، بیوی بچوں، ماں باپ، خاندان، قوم کسی چیز کو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں ترجیح نہیں دیں گے۔

2789 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدًا جَعَلَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ. قَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا أُضْحِيَّةً أُنْثَى أَفَأُضَحِّي بِهَا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَتِلْكَ تَمَامُ أُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"مجھے قربانی کے دن کو عید کے طور پر منانے کا حکم دیا گیا ہے، اسے (عید) اللہ تعالیٰ نے، اس امت کے لیے بنایا ہے" ایک شخص نے عرض کی: اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر مجھے صرف دودھ دینے والا جانور ملتا ہے، تو کیا میں اس کی قربانی کر دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! بلکہ تم اپنے بال کاٹ لو، ناخن تراش لو، مونچھیں چھوٹی کرلو، زیر ناف بال مونڈ لو، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ تمہاری مکمل قربانی ہوگی"۔

ہلال ذوالحج دیکھتے ہی ناخن وغیرہ نہ کٹوانے کا بیان

امام احمد رضا قادری حنفی لکھتے ہیں۔

یہ حکم صرف استحبابی ہے کرے تو بہتر ہے نہ کرے تو مضائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے ہیں نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے ۳۱ دن سے کسی عذر کے سبب خواہ بلا عذر ناخن تراشے ہوں نہ خط بنوایا ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہو گیا تو وہ اگر چہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس مستحب پر عمل نہیں کر سکتا اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن وخط بنوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہو جائے گا، اور چالیس دن سے زیادہ نہ بنوانا گناہ ہے۔ فعل مستحب کے لئے گناہ نہیں کر سکتا۔

فی ردالمحتار فی شرح المنیة وفی المضمرات، عن ابن المبارك فی تقلیم الاظفار وحلق الرأس فی عشر ذی الحجة، قال لا تؤخر السنة، وقد ورد ذٰلك ولا یجب التاخیر اھ فهذا محمول علی الندب بالاجماع الا ان نفی الوجوب لا ینافی الاستحباب فیکون مستحبا الا ان استلزم الزیادة علی وقت اباحة التاخیر، ونهایته مادون الاربعین، فلا یباح فوقها، اھ ملخصا، والله تعالیٰ اعلم۔

ردالمحتار میں ہے کہ منیہ کی شرح اور مضمرات میں ابن مبارک سے نقل کیا کہ ناخن کاٹنا اور سر منڈانا ذوالحجہ کے دس دنوں میں اپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ سنت کو مؤخر نہ کیا جائے جبکہ اس کے متعلق حکم وارد ہے تاہم تاخیر واجب نہیں ہے اھ تو یہ استحباب پر محمول ہے اور وجوب کی نفی استحباب کے منافی نہیں ہے لہٰذا مستحب ہے ہاں اگر اباحت کی مدت پر تاخیر کو مستلزم ہو تو مستحب نہ ہوگا، اباحت کی مدت کی انتہا چالیس روز ہے تو اس سے زیادہ تاخیر مباح نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۰، کتاب الاضحیہ لاہور)

قربانی اور عبادت کا بیان

وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون

اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن وانس کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (جمال القرآن)

یعنی انسان کا باطن بقعہ نور رب بنتا ہے جب اسے عرفان الٰہی نصیب ہو اور یہ دولت تب تک حاصل نہیں ہوتی جب تک انسان اپنی خواہشات قربان کرتے ہوئے اور شہوات سے اعراض برت کر اس کے احکام کی تعمیل میں سرتا پا تصویر عمل نہیں بن جاتا۔ خالق کائنات نے جہاں انسان کے حسن ظاہری کو بام عروج تک پہنچانے کے لئے ان گنت نعمتیں پیدا فرمائیں اور ان کے استعمال کا اختیار انسان کو ودیعت فرمایا تو ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا:

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

اگر تم پہلے احسانات پر شکر کرو تو میں مزید اضافہ کردوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی (تو جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔
(جمال القرآن)

پھر شکران نعمت کے لئے انسان کو اس رزمگاہ حیات میں کامیابی کے ساتھ منازل قرب طے کرانے کے لئے اسے اپنی جانب سے چند عبادات کا مکلف بنا دیا۔ نتیجتاً جو کوئی اس نظام پر عمل کرتے ہوئے اپنی حیات مستعار کے شب وروز بسر کرتا رہے گا تو وہ بالیقین کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہوگا۔ ان عبادات میں سے کچھ فرائض ہیں اور کچھ واجبات۔ بعض کا تعلق انسان کی ذات سے ہے اور بعض کا مال ہے۔ جو عبادات بدن سے متعلق ہیں وہ بدنیہ کہلاتی ہیں اور جن کا تعلق مال سے ہے وہ مالیہ کہلاتی ہیں۔ علاوہ

ازیں رب کائنات نے انسان کو مقام انسانیت کی رفعتوں اور بلندیوں پر فائز کرنے کے لئے اپنی ہی جناب سے دی ہوئی نعمتوں کو اپنے راستے پر خرچ کرنے کی بار بار ترغیب دی۔ ارشاد فرمایا۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شئی فان الله به علیم

ہرگز نہ پاسکو گے تم کامل نیکی (کا رتبہ) جب تک خرچ نہ کرو (راہ خدا میں) ان چیزوں سے جن کو تم عزیز رکھتے ہو اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ (جمال القرآن)

گویا مختلف انداز میں یہ باور کرایا گیا اور انسانی ذہن میں یہ راسخ کیا گیا کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اس کا محافظ ہے۔ وہ سب عارضی اور فانی ہے دوام اور بقاء صرف اسے ہی حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اس کے رستے میں خرچ ہو جائے۔ لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ نے یہی سبق انتہائی حکیمانہ انداز میں اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یاد کرایا۔

حضرت مطرف اپنے باپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ فرما رہے تھے۔

الهٰكم التكاثر

تمہیں مال کی کثرت نے غافل کر دیا ہے۔

انسان کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ اے انسان تیرے مال میں ترا حصہ کچھ نہیں بجز اس کے جو تم نے کھالیا اور ختم کر دیا یا پہن لیا اور اسے پرانا کر دیا یا صدقہ کر دیا اور آخرت کے لئے بطور زاد بھیج دیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے۔ اور لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ چنانچہ رب کریم کے وہ محبوب بندے جو اس حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں کہ سب کچھ رب کریم کا عطا کردہ ہے تو جب وہ اپنے ہی دیئے سے اپنے ہی راستے میں خرچ کرنے کا ارشاد فرماتا ہے تو اگر سارا مال بھی خرچ کر دینے سے اس کی خوشنودی اور رضا حاصل ہو جائے تو یقیناً یہ سعادت مندی ہے۔

عبادات مالیہ میں سے ایک عظیم عبادت قربانی ہے جو صاحب استطاعت افراد پر ہر سال مخصوص ایام اور اوقات میں واجب ہے۔ یہ فی الحقیقت رب کریم کے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی یاد ہے جب آپ نے مسلسل تین راتیں عالم خواب میں قربانی کا حکم پاکر اپنی جان سے عزیز لخت جگر حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے پھول کی پتی سے نازک اور ریشم سے نرم گلے پر اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں چھری رکھ دی تھی اور اس قربانی کے سبب رضائے الٰہی کی حدوں کو چھو کر ملائکہ کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا اور یہ واضح کر دیا کہ ابراہیم کا دل اپنے رب کے سوا کسی کا مسکن نہیں۔ وہ محبت الٰہی سے معمور ہے۔ کسی اور کی محبت اس پر غالب نہیں۔ اس کے تمام تر جذبات محبت خداوندی کے تابع ہیں۔ رب کریم کو یہ ادا پسند آئی اور اپنے پیارے خلیل کی اس قربانی کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر جبرائیل امین کو جنت سے دنبہ لے جانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کرایا۔ پھر رب کریم نے اس سنت ابراہیم کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھا۔ چنانچہ

ارشادفرمایا''اور ہرامت کے لئے ہم نے مقرر فرمائی ایک قربانی تا کہ وہ ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے اسم (پاک) ان بے زبان جانوروں پر ذبح کرتے وقت جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطافرمائے ہیں۔ (جمال القرآن)

پھر ہر دور میں قربانی کا یہ سلسلہ چلتا رہاحتی کہ زمانہ جاہلیت میں بھی قربانی کارواج رہا۔مگران کا طریقہ کار یہ تھا کہ جانور ذبح کرنے کے بعد خون کعبہ معظمہ کی دیواروں سے لگا دیتے اور گوشت بتوں کے سامنے اکھٹا کر دیتے تھے۔ بعدازاں جب حضور نبی رحمت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا تاج سجائے مبعوث ہوئے تو خالق کائنات نے قربانی کا حکم باقی رکھتے ہوئے فرمایا۔

فصل لربك وانحر

پس آپ نماز پڑھا کریں اور اپنے رب کے لئے قربانی دیں (اسی کی خاطر)

اور ساتھ ہی زمانہ جاہلیت کی اس ناپسندیدہ رسم کو جڑ سے اکھیڑنے کیلئے ارشاد فرمایا۔

لن ینال اللہ لحومها ولا دماءها ولکن یناله التقوىٰ منکم (جمال القرآن سورۃ حج ۳۷)

ترجمہ: نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو ان کے گوشت اور نہ ان کے خون البتہ پہنچتا ہے اس کے حضور تک تقویٰ تمہاری طرف سے۔

یعنی رب کریم کو ان جانوروں کے گوشت اور خون کی قطعاً ضرورت نہیں۔ وہ تو صرف یہ دیکھتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کس قدر خوف الٰہی اور تقویٰ موجود ہے۔ اطاعت وفرمانبرداری کے کتنے جذبات موجزن ہیں۔

آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں مسلسل قربانی کرتے رہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی اس کی عظمت و اہمیت سے آگاہ فرمایا۔ لہٰذا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے قربانی دینا سنت ابراہیمی بھی ہے اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔

قربانی کی تعریف

کتب فقہ میں قربانی کے لئے لفظ اضحیہ استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے۔ لغت میں اضحیہ ہمزہ اس جانور کا نام ہے جسے قربانی کے دن ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع اضاحی ہے۔ اصطلاح شرع میں اضحیہ سے مراد مخصوص وقت میں جانور کو ذبح کرنا ہے۔

قربانی کا حکم

حضرت امام طحاوی نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی دینا واجب ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک قربانی دینا سنت موکدہ ہے۔ (حاشیہ کنز الدقائق کتاب الاضحیہ)

قربانی کی اہمیت

قربانی کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ لیکن اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ بے شک قیامت کے دن وہ جانور اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ حاضر ہوگا۔ خون زمین پر گرنے سے قبل وہ رب کریم کی بارگاہ میں مقام قبول پر پہنچ جاتا ہے۔

پس تم خوش دلی کے ساتھ عمل کرو۔ (یہ حدیث حسن غریب ہے) حوالہ ترمذی باب ماجاء فی فضل الاضحیہ جلد ا ص ۲۷۵)

وجوب کی بنیادی شرائط

قربانی کے وجوب کے لئے بنیادی طور پر چار شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

1۔ آزاد ہونا

2۔ مسلمان ہونا

3۔ مقیم ہونا

4۔ خوشحال ہونا

مذکورہ بالا شرائط کا قربانی کے مکمل وقت کو محیط ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ وقت کے کسی حصہ میں ان شرائط کا پایا جانا قربانی کے وجوب کے لئے کافی ہے۔ مثلاً ایک شخص قربانی کے پہلے دن کافر تھا۔ دوسرے دن مسلمان ہوگیا' مسافر تھا مقیم ہوگیا۔ فقیر تھا دوسرے دن کہیں سے دولت ملی خوشحال ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہوگئی۔ بشرطیکہ دیگر شرائط پائی جائیں۔ (عالمگیری)

بَابُ الْأُضْحِيَّةِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب: میت کی طرف سے قربانی کرنا

2790 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ حَنَشٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ

حنش بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے دو مینڈھے قربان کیے، میں نے ان سے دریافت کیا: یہ (عمل) کس وجہ سے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کیا کروں، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (بھی) قربانی کرتا ہوں۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأْخُذُ مِنْ شَعْرِهِ فِي الْعَشْرِ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُضَحِّيَ

باب: جو شخص قربانی کرنا چاہتا ہو، اس کا (ذوالحج کے پہلے) عشرہ میں بال کاٹنا

2791 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اللَّيْثِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ، تَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2791- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن عمرو - وهو ابن علقمة الليثي - وهو متابع. واخرجه مسلم (1977) عن عبيد الله بن معاذ، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1977)، والترمذي (1602)، والنسائي (4361) و(4362) من طريق عمرو بن مسلم - وقيل: عمر بن مسلم، وكلاهما وارد في اسمه - به. واخرجه مسلم (1977)، والنسائي (4364) من طريق عبد الرحمن بن حميد بن عبد الرحمن، عن سعيد بن المسيب، به.

مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ فَإِذَا أَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّيَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اخْتَلَفُوا عَلَى مَالِكٍ، وَعَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، فِي عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ بَعْضُهُمْ عُمَرُ، وَأَكْثَرُهُمْ قَالَ عَمْرٌو

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ عَمْرُو بْنُ مُسْلِمِ بْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيُّ الْجُنْدَعِيُّ

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس کے پاس قربانی کا جانور ہو، جسے اس نے ذبح کرنا ہو، تو جب ذوالحج کا چاند نظر آ جائے، تو اس شخص کو قربانی کر لینے تک، اپنے بال یا ناخن نہیں تراشنے چاہئیں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راویوں نے عمرو بن مسلم نامی راوی کے بارے میں، امام مالک اور محمد بن عمرو پر، اختلاف کیا ہے، بعض نے اس کا نام ''عمر'' جبکہ اکثر نے اس کا نام ''عمرو'' روایت کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ عمرو بن مسلم بن اکیمہ لیثی جندعی ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الضَّحَايَا

باب: کون (سے جانوروں کی) قربانی مستحب ہے

2792 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، فَأُتِيَ بِهِ فَضَحَّى بِهِ . فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ . ثُمَّ قَالَ: اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ . فَفَعَلَتْ فَأَخَذَهَا وَأَخَذَ الْكَبْشَ، فَأَضْجَعَهُ وَذَبَحَهُ وَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ. ثُمَّ ضَحَّى بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا مینڈھا لانے کا حکم دیا، جس کے پاؤں آنکھوں اور پیٹ پر کالے بال ہوں، وہ لایا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قربانی کرنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پتھر پر تیز کرو، میں نے ایسا کر لیا، تو آپ نے چھری لی، اس مینڈھے کو پکڑ کر اسے لٹایا اور اسے ذبح کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اے اللہ! اسے محمد اور آلِ محمد، اور محمد کی امت کی طرف سے قبول کر لے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قربان کر دیا''۔

2793 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے ذریعے سات اونٹ، کھڑے کر

کے نحر کیے، جبکہ مدینہ منورہ میں، آپ ﷺ نے دو مینڈھے قربان کیے تھے، جو سینگوں والے اور چتکبرے تھے۔

2794 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ يَذْبَحُ وَيُكَبِّرُ وَيُسَمِّي وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سینگوں والے، چتکبرے دو مینڈھوں کی قربانی کی، آپ نے ذبح کرتے ہوئے تکبیر کہی، بسم اللہ پڑھی، اور اپنا پاؤں ان کے پہلو پر رکھا۔

2795 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ، فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِاسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن، دو مینڈھے قربان کیے، جو سینگوں والے تھے، چتکبرے تھے اور خصی تھے، جب آپ نے انہیں قبلہ رخ کیا تو یہ دعا پڑھی:

"میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر یکسوئی سے گامزن رہتے ہوئے، اور میں مشرک نہیں ہوں، بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمان ہوں، اے اللہ! یہ (قربانی) تیری طرف سے ہے، اور تیرے لیے ہے، یہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے امت کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے" پھر آپ ﷺ نے (انہیں) ذبح کر دیا۔

2796 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ يُضَحِّي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلٍ، يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، وَيَأْكُلُ فِي سَوَادٍ، وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سینگوں والا "نر" مینڈھا قربان کیا کرتے تھے۔ جس کی آنکھوں، منہ اور پاؤں (کے پاس) سیاہی (یعنی سیاہ بال) ہوتے تھے۔

قربانی کے جانور:

جو جانور قربانی کے لیے ذبح کیے جاسکتے ہیں: بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ (نر، مادہ) ہیں۔

2793-اسناده صحيح. وهيب: هو ابن خالد. واخرجه البخاری (1551) و (1712) و (1714) و (5554) من طريق ايوب السختاني، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (13831). واخرجه بنحوه البخاری (5553) من طريق عبد العزيز بن صهيب، والنسائي (4388) من طريق محمد بن سيرين، و (4386) من طريق ثابت البناني، ثلاثتهم عن انس. وهو في "مسند احمد" (11984) و (12120) و (12830).

2796-اسناده صحيح. جعفر: هو ابن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن ابي طالب، المعروف بالصادق، وحفص: هو ابن غياث. واخرجه ابن ماجه (3128)، والترمذي (1570)، والنسائي (4390) من طريق حفص بن غياث، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (5902).

تدلیل: قال الله تعالیٰ: "ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ... وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ" (انعام: 144،143)

ترجمہ: آٹھ جانور ہیں دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے، دو اونٹوں میں سے اور دو گائیوں میں سے۔

فائدہ: قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہٰذا بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلیل (1): اجماع امت:"

"وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ حُكْمَ الْجَوَامِيسِ حُكْمُ الْبَقَرِ" (کتاب الاجماع لابن المنذر، ص 37)

ترجمہ: ائمہ حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔

(3) لغت: (4) "اَلْجَامُوسُ ضَرْبٌ مِّنْ كِبَارِ الْبَقَرِ" (المنجد: ص 101)

ترجمہ: بھینس گائے کی ایک قسم ہے۔

(3) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے:"

اَلْجَامُوسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ" (مصنف ابن ابی شیبہ: ج 7، ص 65، رقم: 10848)

ترجمہ: بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔

(6) امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(7) "إِنَّمَا هِيَ بَقَرٌ كُلُّهَا" (موطا امام مالک: ص 294، باب ما جاء فی صدقۃ البقر)

ترجمہ: یہ بھینس گائے ہی ہے (یعنی گائے کے حکم میں ہے)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"اَلْجَوَامِيسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ" (کتاب الاموال لابن عبید: ج 2، ص 385، رقم: 812)

ترجمہ: گائے اور بھینس برابر ہیں (یعنی ایک قسم کی ہیں)۔

(5) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تُحْسَبُ الْجَوَامِيسُ مَعَ الْبَقَرِ" (مصنف عبدالرزاق: ج 4، ص 23، رقم الحدیث: 6881)

ترجمہ: بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

فائدہ: حلال جانور کے سات اعضاء کھانا مکروہ ہیں۔

دلیل: عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه و سلم يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا، اَلدَّمَ وَالْحَيَاءَ وَالْأُنْثَيَيْنِ وَالْغُدَّةَ وَالذَّكَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ

(مصنف عبدالرزاق: ج 4، ص 409، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 10، ص 7، باب ما یکرہ من الشاۃ)

ترجمہ: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے سات اعضاء کھانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

(۱) خون (۲) مادہ جانور کی شرمگاہ

(۳) خصیتین (۴) غدود

(۵) نر جانور کی پیشاب گاہ (۶) مثانہ (۷) پتہ

(5) جانور کی عمر:

قربانی کے جانوروں میں بھیڑ، بکری ایک سال، گائے، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلیل: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه و سلم لَا تَذْبَحُوْا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ. (صحیح مسلم: ج2، ص155 باب سن الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے لیے عمر والا جانور ذبح کرو، ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر چھ ماہ کا دنبہ ذبح کرو جو سال کا لگتا ہو۔

اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

نمبر1: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کے لیے لفظ "مسنہ" استعمال فرمایا ہے، بقول امام ترمذی رحمہ اللہ فقہاء کرام احادیث کے معانی و مطالب زیادہ جانتے ہیں۔ (جامع الترمذی: ج1، ص193 باب غسل المیت)

چنانچہ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے "مسنہ" کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس سے مراد "الثنی" یعنی وہ جانور ہے جس میں عمر کا لحاظ رکھا گیا ہو، چنانچہ بھیڑ، بکری ایک سال کی ہو، گائے اور بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(1) مشہور محدث و فقیہ علامہ ابو الحسین القدوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ الْفُقَهَاءَ قَالُوْا ... وَالثَّنِيُّ مِنَ الْغَنَمِ ابْنُ سَنَةٍ وَالثَّنِيُّ مِنْهُ مِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَتَيْنِ وَالثَّنِيُّ مِنَ الْإِبِلِ ابْنُ خَمْسٍ" (الفتاوی عالمگیریہ: ج5، ص367)

ترجمہ: حضرات فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بھیڑ، بکری ایک سال کی، گائے دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

(2) محدث و فقیہ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالثَّنِيُّ مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعْزِ ابْنُ سَنَةٍ وَمِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَتَيْنِ وَمِنَ الْإِبِلِ ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ" (البحر الرائق: ج8، ص201 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: بھیڑ اور بکری ایک سال کی، اور گائے دو سال کی، اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

اور یہی تعریف ان کتب میں بھی موجود ہے:

(۱) بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد: ج4، ص71 (۲) تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم: ج3، ص558

نمبر2: مذکورہ حدیث میں "مسنہ" نہ ملنے کی صورت میں "جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ" کا حکم فرمایا اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو چھ

ماہ کا ہو۔ مگر دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو۔ چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَقَالُوا هٰذَا إِذَا كَانَ الْجَذَعُ عَظِيمًا بِحَيْثُ لَوْ خَلَطَ بِالثَّنِيَّاتِ يَشْتَبِهُ عَلَى النَّاظِرِيْنَ وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهُ سِتَّةُ أَشْهُرٍ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ" (البحرالرائق: ج8 ص202 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو اتنا بڑا ہو اگر اس کو سال والے دنبوں میں ملا دیا جائے تو دیکھنے میں سال والوں کے مشابہ ہو اور حضرات فقہاء کے نزدیک جذع (دنبہ) وہ ہے جو چھ ماہ مکمل کر چکا ہو۔

قربانی کا جانور کیسا ہونا چاہئے

بنیادی طور پر جن جانوروں کی قربانی دی جاسکتی ہے وہ تین ہیں۔ اونٹ' گائے اور بکری۔ پھر بھیڑ بکری کے ضمن میں اور بھینس گائے کے ضمن میں داخل ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں۔

عمر کے اعتبار سے اونٹ کی عمر پانچ سال یا زیادہ گائے کی عمر دو سال یا اس سے زیادہ اور بکری کی عمر ایک سال سے یا اس سے زائد ہونا ضروری ہے۔ اگر ان جانوروں کی عمر اس سے کم ہوگی تو قربانی جائز نہیں ہوگی۔ البتہ ایسا دنبہ جس کی عمر ایک سال سے کم ہو مگر چھ ماہ یا اس سے زائد ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ اتنا موٹا ہو کہ دور سے ایک سال کا دکھائی دے۔ (ہدایہ، در مختار، الجوہرہ)

مذکورہ جانوروں میں بکری' بھیڑ اور دنبہ صرف ایک آدمی بطور قربانی دے سکتا ہے۔ جبکہ گائے' بیل' بھینس اور اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ شرکت کی صورت (اجتماعی قربانی) میں یہ لازم ہے کہ جانور کا گوشت وزن کے ساتھ سات حصوں میں برابر برابر تقسیم کیا جائے۔ اندازے سے گوشت کی تقسیم جائز نہیں اور یہ تصور بھی درست نہیں کہ کمی بیشی ایک دوسرے کو معاف کر دیا جائے (ہمیشہ تول کر ہی گوشت آپس میں تقسیم کیا جائے) کیونکہ یہ شریعت کا حق ہے۔ لہٰذا اسے معاف کرنے کا اختیار شرکاء کو حاصل نہیں۔ (الجوہرہ نیرہ، در مختار)

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔

1۔ ایسا کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو

2۔ ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو

3۔ ایسا بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو

4۔ اتنا کمزور جس کی ہڈیوں میں مغز باقی نہ رہے۔

(امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)...... (ہدایہ، النہایہ)

1۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور مکمل طور پر عیب سے پاک اور خالی ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو معمولی عیب کے ہوتے ہوئے قربانی درست ہوگی اور اگر عیب کی مقدار زیادہ ہو تو پھر قربانی جائز نہیں ہوگی مثلاً چاہئے کہ قربانی کے جانور کے تمام اعضاء سلامت ہوں۔ آنکھ' کان' سینگ' ناک' دانت اور دم وغیرہ۔ اگر یہ تمام اعضاء اپنی جگہ پر درست ہوں تو جانور مکمل ہے اور اس کی قربانی عند الشرع صحیح ہوگی۔ اور اگر اعضاء میں سے کسی میں کوئی نقص ہو تو وہ عیب ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کتنے عیب کے ہوتے ہوئے قربانی

درست ہوگی۔ تو اگر جانور کی آنکھ میں بھینگا پن موجود ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر جانور کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی ہو یا بالکل اندھا اور نابینا ہو تو پھر اس کی قربانی جائز نہیں۔

2۔ اگر جانور کے دونوں کان یا ایک کان پیدائشی طور پر نہیں تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر کان موجود ہوں مگر نسبتاً چھوٹے ہوں قربانی جائز ہے۔ اسی طرح اگر جانور کی دم یا لاٹ ابتداء موجود ہی نہ ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر موجود ہو مگر نسبتاً مقدار میں کم ہو تو جائز ہے۔ اور اگر کسی جانور کے کان' دم اور لاٹ کٹے ہوئے ہوں تو اگر ان کی تہائی یا اس سے کم مقدار کٹی ہوئی ہے تو ان کی قربانی درست ہے اور اگر تہائی سے زیادہ مقدار میں کٹی ہوئی ہو تو پھر قربانی جائز نہیں۔ (ہدایہ الجوہرۃ النیرۃ)

3۔ اگر جانور ایسا ہو جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں' یا سینگ تو ہوں مگر اوپر سے ان کا غلاف ٹوٹ جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ اندر سے ہڈی کے جوڑ تک ٹوٹ جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ (درمختار' عالمگیری)

4۔ اگر جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

5۔ اگر جانور میں لنگڑا پن ہو اور اس قدر ہو کہ وہ اپنا پاؤں زمین پر نہ رکھ سکے اور پاؤں سے چل کر قربان گاہ تک نہ جا سکے تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

6۔ اسی طرح اگر کسی جانور کے دانت ٹوٹ جائیں یا نکل جائیں' اگر اتنے دانت باقی ہوں جن سے وہ آسانی سے چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اتنی مقدار میں دانت باقی نہ ہوں تو پھر قربانی جائز نہیں۔ (البنایہ' الجوہرۃ النیرۃ)

7۔ اگر جانور خارش زدہ ہو' مگر خارش کے اثرات صرف جلد تک محدود ہوں اور وہ جانور اچھا موٹا تازہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر اس کے اثرات گوشت تک پہنچ جائیں اور جانور اتنا کمزور ہو جائے کہ اس کی ہڈیوں میں مغز باقی نہ رہے تو پھر قربانی جائز نہیں۔ (البنایہ' الجوہرۃ النیرۃ)

8۔ اگر جانور خصی ہو یا اس سے دودھ نہ اترتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ اس کے دودھ کے تھن سلامت ہوں۔ یا پھر گائے' بھینس کا ایک تھن خشک ہو اور تین سلامت ہوں تو اس صورت میں قربانی جائز ہے اور اگر بکری کا ایک تھن' اور گائے بھینس کے دو دو تھن خشک ہو جائیں تو پھر ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ (درمختار' عالمگیری)

9۔ اگر جانور کو ذبح کرنے کے وقت اچھلنے کودنے کے سبب کوئی عیب لاحق ہو گیا۔ تو یہ عیب اس کے لئے معتبر نہیں۔ اس کی قربانی صحیح ہوگی (درمختار' البنایہ)

نوٹ: قربانی صرف تین دن ہے' چوتھے دن کی قربانی ناجائز ہے۔ حضور ﷺ' صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین' اولیاء کرام اور آج تک لوگ صرف تین دن قربانی کرتے چلے آرہے ہیں۔ اسی پر اجماع امت ہے۔ چوتھے دن قربانی کرنا دین میں بدعت اور فتنہ ہے لہٰذا مسلمانوں کو اس فتنے سے بچنا چاہیے۔

قربانی کے ایام تین ہونے کا بیان

قربانی کرنا تین دنوں میں جائز ہے۔ اور وہ ایک یوم نحر ہے اور دو دن اس کے بعد کے ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے

کہا ہے کہ یوم نحر کے بعد تین دن تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ایام تشریق ایام ذبح ہیں۔

ہماری دلیل وہ روایت ہے جو حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ قربانی کے ایام تین ہیں۔ اور ان میں سے سب سے افضل دن پہلا ہے۔ اور انہوں نے یہ حکم نبی کریم ﷺ نے سن کر بیان کیا ہے۔ کیونکہ رائے سے مقداروں کو بیان نہیں کیا جاتا۔ اور جب احادیث میں تعارض ہوا تو ہم نے یقینی روایات کے مطابق حکم کو اپنایا ہے۔ اور وہ کم از کم ہے۔ اور ان تین دنوں میں افضل پہلا دن ہے۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمادیا ہے۔ کیونکہ اسی میں ادائے قربت کی جانب کوشش ہے۔ اور اصل بھی یہی ہے۔ ہاں البتہ جب کوئی اس سے معارض ہو۔ (ہدایہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرمایا کرتے تھے: قربانی کے دن تین ہیں اور ان میں افضل پہلا دن ہے۔

(کنزالعمال، حدیث نمبر 12676)

مذکورہ حدیث پاک کی بناء پر فقہاء احناف نے فرمایا ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں: 10، 11، 12 ذی الحجہ، قربانی کا وقت 10 ذی الحجہ نماز عیدالاضحیٰ کے بعد سے 12 ذی الحجہ کی غروب آفتاب تک ہے۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے، (ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، ج5، ص219)

قربانی کے لئے چار دنوں میں بحث کا بیان

قربانی کے آخری وقت کے متعلق بہت سا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک عید کا روز اور تین روز اس کے بعد یعنی چار دن۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے ایک قول میں قربانی کے تین دن ہیں۔ بعض کے نزدیک صرف ایک دن اور بعض کے نزدیک عید کے دن سے آخر مہینہ ذوالحجہ تک۔

ان چاروں اقوال میں سے تیسرا قول تو صریح آیت لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ کے خلاف ہے اور کوئی آیت اس مضمون کی نہیں ہے کہ صرف عید کا دن قربانی کا دن ہے یا یہ کہ قربانی کا دن ایک ماہ ہے چوتھا قول بھی صحیح ہے کیونکہ کوئی مرفوع اور صحیح حدیث نہیں ہے۔ مراسیل ابی داود میں ایک مرسل روایت ہے لیکن مرسل روایت محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ مرفوع احادیث کے خلاف ہو۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ابوامامہ کی روایت امام احمد کے واسطے سے ذکر کرتے ہیں۔

كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَشْتَرِي أَحَدُهُمُ الْأُضْحِيَّةَ فَيُسَمِّنُهَا وَيَذْبَحُهَا فِي آخِرِ ذِي الْحِجَّةِ قَالَ أَحْمَدُ هٰذَا الْحَدِيثُ عَجِيبٌ

مسلمان قربانی کے جانور خرید لیتے اور اس کو خوب موٹا تازہ کرتے اور ذی الحجہ کے آخر میں اس کو ذبح کرتے۔ امام احمد فرماتے تھے کہ یہ حدیث عجیب قسم کی ہے۔ بہرحال اس روایت سے بھی مرسل ابی داود کی تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تو مرسل بھی نہیں ہے بلکہ

یحییٰ بن سعید کا قول ہے۔

دوسرا قول صحیح حدیث کے مطابق ہے یعنی عید کے بعد تین دن اور قربانی کی جاسکتی ہے۔ یہی قول جمہور اہلِ علم کا ہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں

وَحُجَّةُ الْجُمْهُورِ حَدِيثُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَفَعَهُ فِجَاجٌ وَفِي كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ لَكِنْ فِي سَنَدِهِ انْقِطَاعٌ وَوَصَلَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ (فتح الباری)

جمہور کی دلیل جبیر بن مطعم کی مرفوع حدیث ہے کہ تمام ایام تشریق میں ذبح ہوسکا ہے۔ امام احمد نے اس کو روایت کیا ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ دارقطنی نے اس کو متصل بیان کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

بعض لوگ قصداً قربانی میں تاخیر کر کے تیرہ ذوالحجہ کو ذبح کرتے ہیں اور تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ دن بھی ایام قربانی میں شامل ہے اور اس دن لوگوں نے قربانی ترک کردی ہے لہٰذا ہم یہ عمل سنت متروکہ کے احیاء کی خاطر کرتے ہیں لیکن چوتھے دن قربانی کرنا سنت سے ثابت ہی نہیں تو متروکہ سنت کیسے ہوئی؟ بلکہ ایام قربانی تین دن (10، 11، 12 ذوالحجہ) ہیں، تیرہ ذوالحجہ کا دن ایام قربانی میں شامل ہی نہیں۔

قربانی چار دن والی روایت کے منقطع ہونے کا بیان

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔ (مسند احمد)۔ یہ روایت منقطع ہے۔

سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: مرسل یعنی منقطع ہے۔ (السنن الکبریٰ)

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

سليمان لم يدرك احدا من اصحاب النبي ﷺ

سلیمان نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو بھی نہیں پایا۔ (العلل الکبیر) اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔

روایت نمبر: صحیح ابن حبان (الاحسان) والکامل لابن عدی والسنن الکبریٰ بیہقی، اور مسند البزار (کشف الاستار) وغیرہ میں سلیمان بن موسیٰ عن عبدالرحمن بن ابی حسین عن جبیر بن مطعم کی سند سے مروی ہے کہ (وفی کل ایام التشریق ذبح) سارے ایام تشریق میں ذبح ہے۔ یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:: حافظ البزار نے کہا ہے: عبدالرحمن ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی (البحر الزخار، نصب الرایہ، والتمہید)

عبدالرحمن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان (الثقات) کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ مجہول الحال ہے۔

روایت نمبر: طبرانی (المعجم الکبیر) بزار (البحر الزخار) بیہقی (السنن الکبریٰ) اور دارقطنی (السنن) وغیرہم نے سوید بن عبدالعزیز عن سعید

بن عبد العزیز التنوخی عن سلیمان بن موسیٰ عن نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ کی سند سے مرفوعاً نقل کیا کہ) (ایام التشریق کلھا ذبح () تمام ایام تشریق میں ذبح ہے۔اس روایت کا بنیادی راوی سوید بن عبدالعزیز ضعیف ہے۔(تقریب التہذیب)

حافظ ہیثمی نے کہا: وضعفه جمهور الائمة اور اسے جمہور اماموں نے ضعیف کہا ہے۔(مجمع الزوائد)

روایت نمبر: ایک روایت میں آیا ہے کہ عن سلیمان بن موسیٰ ان عمرو بن دینار حدثه عن جبیر بن مطعم ان رسول اللہ ﷺ قال: کل ایام التشریق ذبح۔(سنن دارقطنی رح، والسنن الکبریٰ بیہقی)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے: : اس کا راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب مجروح ہے۔(لسان المیزان)

عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعم سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔(الموسوعة الحدیثیة)

تنبیہ: ایک روایت میں الولید بن مسلم عن حفص بن غیلان عن سلیمان بن موسیٰ عن محمد بن المنکدر عن جبیر بن مطعم کی سند سے آیا ہے کہ عرفات موقف وادفعوا من عرنة والمزدلفة موقف وادفعوا عن محسر۔(مسند الشامیین)

اس روایت کی سند میں ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں ایام تشریق میں ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصہ التحقیق: ایام تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔لہٰذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔

قربانی کے تین دن ہونے میں آثار کا بیان

آثار صحابہ: روایت مسولہ کے ضعیف ہونے کے بعد آثار صحابہ کی تحقیق درج ذیل ہے۔

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الاضحی یومان بعد یوم الاضحی قربانی والے دن کے بعد (مزید) دو دن قربانی (ہوتی) ہے۔(موطا امام مالک جمع وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ)

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: النحر یومان بعد یوم النحر وافضلها یوم النحر قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔(احکام القرآن طحاوی رح، وسندہ حسن)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الاضحی یومان بعدہ قربانی والے (اول) دن کے بعد دو دن قربانی ہوتی ہے۔(احکام القرآن للطحاوی رح، وھو صحیح)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: النحر ثلاثة ایام قربانی کے تین دن ہیں۔(احکام القرآن للطحاوی رح، وھو حسن)

تنبیہ: احکام القرآن میں حماد بن سلمہ بن کھیل عن جحیۃ عن علی ہے۔جبکہ صحیح حماد بن سلمہ بن کھیل عن حجیۃ عن علی ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال سے ظاہر ہے اور حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے۔

ان کے مقابلے میں چند آثار درج ذیل ہیں۔

حسن بصری نے کہا: عید الاضحیٰ کے دن کے بعد تین دن قربانی ہوتی ہے۔(احکام القرآن للطحاوی رح وسندہ صحیح)

عطا (بن ابی رباح) نے کہا: ایام تشریق کے آخر تک (قربانی ہے)۔ (احکام القرآن ۳رح وسندہ حسن)

عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: الاضحی یوم النحر و ثلاثة ایام بعده۔ قربانی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن ہے۔
(السنن الکبریٰ بیہقی ۳رو سندہ حسن)

امام شافعی اور عام علماء اہل حدیث کا فتویٰ یہی ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔ بعض علماء اس سلسلے میں سیّدنا جبیر بن مطعم کی طرف منسوب روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں لیکن یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔

ان سب آثار میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول راجح ہے کہ قربانی تین دن ہے، عید الاضحی اور دو دن بعد۔ ابن حزم نے ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ سیدنا ابوہریرہ نے فرمایا کہ قربانی تین دن ہیں۔ (المحلی)

اس روایت کی سند حسن ہے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ (مطبوع) میں یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ اعلم

نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا، بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کی قربانی تین دن ہے والا قول ہی راجح ہے۔

اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے صراحت سے اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور آثار میں اختلاف ہے لیکن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں (عید الاضحی اور دو دن بعد) ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ السِّنِّ فِي الضَّحَايَا

باب: کتنی عمر کے جانور کی قربانی جائز ہے

2797 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ

❀❀ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''صرف ''مسنہ'' کی قربانی کرو، البتہ اگر اس (کے حصول) میں تمہیں دشواری ہو، تو بھیڑ کا ''جذع'' ذبح کر دو''

مسنہ سے متعلق اہل لغت کا بیان

بکری اور بھیڑ: جوہری کے نزدیک: جس کے ثنایا ٹوٹ کر گر گئے ہوں، اور یہ اس کے تیسرے سال میں داخل ہونے پر ہوتا ہے۔

ابن منظور کے نزدیک: جس کے ثنایا ٹوٹ کر گر گئے ہوں، اور یہ اس کے تیسرے سال میں داخل ہونے پر ہوتا ہے۔

التہذیب کے اندر ہے: بکری میں ثنی (مسنہ) وہ ہے جس نے دو سال مکمل کر لیا ہے، اور تیسرے میں اس کے ثنایا گرے ہوں۔

[illegible] سال میں داخل ہونے پر ہوتا ہے۔

[illegible] چھٹے سال میں داخل ہونے پر ہوتا ہے۔

[illegible] ے تمام دانت گر گئے ہوں اور یہ اس کے چھٹے سال میں داخل ہونے پر ہوتا ہے۔

[illegible] اونٹ جو پانچ سال مکمل کر کے چھٹے میں داخل ہو چکا ہو وہ ثنی ہے۔

[illegible] (2295/6) مادہ "ثنی" لسان العرب (2/141-142) مادہ "ثنی" تاج العروس (19/257-258) مادہ "ثنی")

[illegible] مذاہب اربعہ کا بیان

[illegible] حنفیہ کے نزدیک: جس نے ایک سال پورا کر لیا ہو۔

[illegible] کے نزدیک: جس نے دوسال پورا کر لیا ہو۔

[illegible] کے نزدیک: جس نے دوسال پورا کر لیا ہو۔ اور ایک قول کے مطابق: جو دوسال پورا کر کے تیسرے میں داخل ہو چکا

حنابلہ کے نزدیک: جو ایک سال پورا کر کے دوسرے میں داخل ہو چکا ہو۔

گائے: حنفیہ کے نزدیک: جس نے دوسال پورا کر لیا ہو۔

مالکیہ کے نزدیک: جس نے تین سال پورا کر لیا ہو اور چوتھے میں داخل ہو گئی ہو۔

شافعیہ کے نزدیک: جس نے دوسال پورا کر لیا ہو اور تیسرے میں داخل ہو گئی ہو۔

حنابلہ کے نزدیک: جس نے دوسال پورا کر لیا ہو اور تیسرے میں داخل ہو گئی ہو۔

اونٹ: حنفیہ کے نزدیک: جس نے پانچ سال پورا کر لیا ہو۔

مالکیہ کے نزدیک: جس نے پانچ سال پورا کر لیا ہو اور چھٹے میں داخل ہو گیا ہو۔

شافعیہ کے نزدیک: جس نے پانچ سال پورا کر لیا ہو اور چھٹے میں داخل ہو گیا ہو۔

حنابلہ کے نزدیک: جس نے پانچ سال پورا کر لیا ہو اور چھٹے میں داخل ہو گیا ہو

(تفصیل کے لئے دیکھئے: تبیین الحقائق (6/7) بدائع الصنائع (4/206) الذخیرۃ (4/154) شرح الخرشی (3/33-34) القوانین الفقہیۃ (ص126) الحاوی (15/77) کفایۃ الاخیار (ص529) طرح التثریب (5/194) المغنی (9/440) کشاف القناع (2/531-532) اور منار السبیل (1/272))۔

2798 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ،

2798- واخرجه احمد (21690)، والبزار في "مسنده" (3776)، وابن حبان (5899)، والطبراني في "الكبير" (5217) و (5218) و (5219) و (5220)، وفي "الاوسط" (210)، والبيهقي 9/ 270 من طرق عن محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (2300)، ومسلم (1965)، وابن ماجه (3138)، والترمذي (1576)، والنسائي (4379) من طريق ابي الخير مرثد بن عبد الله اليزني، والبخاري (5547)، ومسلم (1965)، والترمذي (1577)، والنسائي (4380) و (4381)

حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ طُعْمَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَابِهِ ضَحَايَا، فَأَعْطَانِي عَتُودًا جَذَعًا. قَالَ: فَرَجَعْتُ بِهِ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّهُ جَذَعٌ. قَالَ: ضَحِّ بِهِ فَضَحَّيْتُ بِهِ

⊛⊛ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں قربانی کے جانور تقسیم کیے تو آپ نے مجھے بکری کا بچہ "جذع" عطا کر دیا، میں اسے لے کر واپس آنے گا، تو میں نے عرض کی: یہ "جذع" ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی قربانی کردو، تو میں نے اس کی قربانی کی دی۔

جذعہ سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

جذعة من الضان: (بھیڑ کا جذعہ):

حنفیہ کے نزدیک: جس کے چھ ماہ پورے ہو چکے ہوں اور زعفرانی نے ذکر کیا ہے کہ جس کے سات ماہ پورے ہو چکے ہوں، اور ایک قول کے مطابق جس کے آٹھ ماہ پورے ہو چکے ہوں، اور ایک قول کے مطابق جس کے نو ماہ پورے ہو چکے ہوں۔

مالکیہ کے نزدیک: جس کا ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔

شافعیہ کے نزدیک: ان کے نزدیک صحیح قول کے مطابق: جس کا ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔

حنابلہ کے نزدیک: جس کا چھ ماہ مکمل ہو کر ساتواں شروع ہو چکا ہو۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: تبیین الحقائق (6/7) بدائع الصنائع (4/206) الذخیرۃ (4/154) شرح الخرشی (3/33-34) القوانین الفقہیۃ (ص126) الحاوی (15/77) کفایۃ الأخیار (ص529) طرح التثریب (5/194) المغنی (9/440) کشاف القناع (2/531-532) اور منار السبیل (1/272))

جذعہ سے متعلق اہل لغت کا بیان

ازہری کے نزدیک: جس کے آٹھ ماہ یا نو ماہ مکمل ہو چکے ہوں۔

جوہری کے نزدیک: جذع ثنی سے پہلے کی حالت ہے، جس کی جمع جذعان اور جذاع آتی ہے اور اس کی تانیث جذعۃ آتی ہے جس کی جمع جذعات ہے۔ جذع اس جانور کا نام ہے جو ایسی عمر میں ہو جس کے دانت نکلے ہوں اور نہ ہی گرے ہوں۔

(لسان العرب (2/219-220) مادۃ "جذع" تاج العروس (11/58) مادۃ "جذع" الصحاح (3/1194) مادۃ "جذع")

2799 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ: مُجَاشِعٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ فَعَزَّتِ الْغَنَمُ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّي مِمَّا يُوَفِّي مِنْهُ الثَّنِيُّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ مُجَاشِعُ بْنُ مَسْعُودٍ

🟉🟉 عاصم بن کلیب، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم ایک صحابی کے ساتھ تھے، جن کا نام مجاشع تھا اور ان کا تعلق بنوسلیم (قبیلے) سے تھا، (قربانی کے لیے) بکریاں کم پڑ گئیں، تو ان کے حکم کے تحت یہ اعلان کیا گیا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جذع (ایک سال کا بچہ) ثنی (دو دانت والے جانور) کی جگہ کفایت کر جاتا ہے"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) وہ حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

2800 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ. فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ. فَتَعَجَّلْتُ فَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِي وَجِيرَانِي. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ. فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي عَنَاقًا جَذَعَةً وَهِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ. فَهَلْ تُجْزِءُ عَنِّي؟ قَالَ: نَعَمْ. وَلَنْ تُجْزِءَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ

🟉🟉 حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن، نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جس نے ہمارے (ساتھ) نماز ادا کی (اور پھر) ہمارے طریقے کے مطابق قربانی کی، اس نے قربانی کو پالیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہو تو وہ صرف بکری کا گوشت ہے، تو حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے نماز کے لیے آنے سے پہلے قربانی کر لی تھی، میں تو یہ سمجھا کہ آج کھانے پینے کا دن ہے، اس لیے میں نے اپنے اہل خانہ اور پڑوسیوں کے لیے جلدی کھانے کا بندوبست کر لیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ صرف بکری کا گوشت ہے، انہوں نے عرض کی: میرے پاس بکری کا ایک سالہ بچہ ہے، جس کا گوشت دو بڑی بکریوں سے زیادہ ہے، تو کیا وہ میری طرف سے کفایت کر جائے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! لیکن یہ تمہارے بعد کسی کے لیے کافی نہیں ہوگا"۔

2801 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: ضَحَّى خَالٌ لِي يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ؟ فَقَالَ: يَا

2800- اسناده صحيح. الشعبي: هو عامر بن شراحيل، ومنصور: هو ابن المعتمر وابو الاحوص: هو سلام بن سليم، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخاري (955) و (983)، ومسلم (1961)، والنسائي (1581) و (4395) من طريق منصور بن المعتمر، به. واخرجه بنحوه البخاري (965) و (968) و (976) و (5545) و (5560)، ومسلم (1961)، والنسائي (1563) من طريق زبيد اليامي، والبخاري (5563)، ومسلم (1961)، من طريق فراس بن يحيى، ومسلم (1961) من طريق داود بن ابي هند، و (1961) من طريق عاصم الاحول، اربعتهم عن عامر الشعبي، به. واخرجه بنحوه كذلك البخاري (5557)، ومسلم (1961) من طريق ابي جحيفة، عن البراء. وهو في "مسند احمد" (18481)، و "صحيح ابن حبان" (5906) و (5911).

رَسُولَ اللهِ اِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعْزِ فَقَالَ: اذْبَحْهَا وَلَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے ماموں، حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہاری بکری صرف گوشت والی بکری ہے" انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس گھر میں پلا ہوا، بکری کا ایک سال کا بچہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے ذبح کر لو، لیکن تمہارے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الضَّحَايَا

باب: کون سے (جانوروں کی) قربانی مکروہ ہے

2802 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمِرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوزَ، قَالَ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ مَا لَا يَجُوزُ فِي الْاَضَاحِيِّ. فَقَالَ: قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصَابِعِي اَقْصَرُ مِنْ اَصَابِعِهِ، وَاَنَامِلِي اَقْصَرُ مِنْ اَنَامِلِهِ فَقَالَ: اَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْاَضَاحِيِّ - فَقَالَ -: الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تَنْقَى. قَالَ: قُلْتُ: فَاِنِّي اَكْرَهُ اَنْ يَكُونَ فِي السِّنِّ نَقْصٌ. قَالَ: مَا كَرِهْتَ فَدَعْهُ وَلَا تُحَرِّمْهُ عَلَى اَحَدٍ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ لَهَا مُخٌّ

عبید بن فیروز بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کون سے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، میری انگلیاں آپ کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں اور میرے پورے آپ کے پوروں سے چھوٹے ہیں (آپ نے انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا:) "چار طرح کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے، ایسا کانا (جانور) جس کا کانا پن ظاہر ہو، ایسا بیمار (جانور) جس کی بیماری ظاہر ہو، ایسا لنگڑا (جانور) جس کا لنگڑا پن واضح ہو، اور اتنا کمزور جانور کہ اس کی ہڈیوں میں گودا ہی نہ ہو"

(راوی کہتے ہیں:) میں نے (حضرت براء رضی اللہ عنہ سے) کہا: میں اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہوں کہ اس کے سینگ میں نقص ہو، تو انہوں نے فرمایا: اگر تم اسے ناپسند کرتے ہو، تو اسے چھوڑ دو، لیکن کسی اور کے لیے اسے حرام قرار نہ دو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یعنی جس کا "گودا" نہ ہو۔

2803 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، قَالَ: اَخْبَرَنَا، ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرِ بْنِ بَرِّيٍّ، حَدَّثَنَا عِيسَى الْمَعْنَى، عَنْ ثَوْرٍ، حَدَّثَنِي اَبُو حُمَيْدٍ الرُّعَيْنِيُّ، اَخْبَرَنِي يَزِيدُ ذُو مِصْرَ، قَالَ: اَتَيْتُ عُتْبَةَ بْنَ عَبْدٍ السُّلَمِيَّ فَقُلْتُ: يَا اَبَا الْوَلِيدِ، اِنِّي خَرَجْتُ اَلْتَمِسُ الضَّحَايَا فَلَمْ اَجِدْ شَيْئًا يُعْجِبُنِي غَيْرَ ثَرْمَاءَ فَكَرِهْتُهَا فَمَا تَقُولُ؟ قَالَ: اَفَلَا جِئْتَنِي بِهَا. قُلْتُ: سُبْحَانَ اللهِ تَجُوزُ عَنْكَ وَلَا تَجُوزُ عَنِّي. قَالَ: نَعَمْ. اِنَّكَ تَشُكُّ وَلَا

أَشُكُّ، إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُصْفَرَّةِ، وَالْمُسْتَأْصَلَةِ، وَالْبَخْقَاءِ وَالْمُشَيَّعَةِ، وَكَسْرَاءَ، وَالْمُصْفَرَّةُ: الَّتِي تُسْتَأْصَلُ أُذُنُهَا حَتَّى يَبْدُوَ سِمَاخُهَا وَالْمُسْتَأْصَلَةُ: الَّتِي اسْتُؤْصِلَ قَرْنُهَا مِنْ أَصْلِهِ، وَالْبَخْقَاءُ: الَّتِي تُبْخَقُ عَيْنُهَا، وَالْمُشَيَّعَةُ: الَّتِي لَا تَتْبَعُ الْغَنَمَ عَجَفًا وَضَعْفًا، وَالْكَسْرَاءُ: الْكَسِيرَةُ

یزید ذومصر بیان کرتے ہیں: میں حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں نے کہا: اے ابوولید! میں قربانی کے جانور کی تلاش میں نکلا تو مجھے کوئی ایسا جانور نہیں ملا، جو مجھے پسند آتا صرف ایک جانور پسند آیا، جس کے دانت گر چکے تھے، میں نے اسے مکروہ خیال کیا، آپ (اس بارے میں) کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: تم اسے میرے پاس کیوں نہیں لے آئے، میں نے کہا: سبحان اللہ! وہ آپ کی طرف سے جائز ہوگا اور میری طرف سے جائز نہیں ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! کیونکہ تم (اس کے جواز میں) شک کرتے ہو اور میں شک نہیں کرتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''مصفرہ''، ''متاصلہ''، ''بخقاء''، ''مشیعہ''، ''کسراء'' (کی قربانی کرنے) سے منع کیا ہے۔

''مصفرہ'' وہ ہے، جس کا کان جڑ سے کاٹ دیا گیا ہو، یہاں تک کہ اس کا سوراخ نظر آنے لگے۔

''متاصلہ'' وہ ہے، جس کا سینگ جڑ سے نکال دیا گیا ہو۔

''بخقاء'' وہ ہے، جس کی بینائی رخصت ہوجائے، لیکن آنکھ موجود ہو۔

''مشیعہ'' وہ ہے جو کمزوری اور ضعف کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ نہ چل سکے۔

''کسراء'' وہ ہے، جس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہو۔

2804 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ رَجُلَ صِدْقٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَيْنِ، وَلَا نُضَحِّيَ بِعَوْرَاءَ، وَلَا مُقَابَلَةٍ، وَلَا مُدَابَرَةٍ، وَلَا خَرْقَاءَ، وَلَا شَرْقَاءَ قَالَ زُهَيْرٌ: فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: أَذَكَرَ عَضْبَاءَ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَمَا الْمُقَابَلَةُ؟ قَالَ: يُقْطَعُ طَرَفُ الْأُذُنِ. قُلْتُ: فَمَا الْمُدَابَرَةُ؟ قَالَ: يُقْطَعُ مِنْ مُؤَخَّرِ الْأُذُنِ. قُلْتُ: فَمَا الشَّرْقَاءُ؟ قَالَ: تُشَقُّ الْأُذُنُ. قُلْتُ: فَمَا الْخَرْقَاءُ؟ قَالَ: تُخْرَقُ أُذُنُهَا لِلسِّمَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول نے ہمیں یہ ہدایت کی کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھوں اور کانوں کا اچھی طرح جائزہ لے لیں، اور ہم ''عوراء''، ''مقابلہ''، ''مدابرہ''، ''خرقاء''، ''شرقاء'' کی قربانی نہ کریں۔

زہیر نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ابواسحاق سے دریافت کیا: کیا انہوں نے ''عضباء'' کا ذکر کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں!

میں نے دریافت کیا: ''مقابلہ'' سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جس کے کان کا کنارہ کٹا ہوا ہو۔

میں نے دریافت کیا: ''مدابرہ'' سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جس کا کان پیچھے کی طرف سے کٹا ہوا ہو۔

میں نے دریافت کیا: ''شرقاء'' سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جس کا کان چیر دیا گیا ہو۔

میں نے دریافت کیا: ''خرقاء'' سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مخصوص نشانی کے لیے جس کے کان میں سوراخ کر دیا گیا ہو۔

2805 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الدَّسْتُوَائِيُّ وَيُقَالُ لَهُ هِشَامُ بْنُ سَنْبَرٍ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جُرَيِّ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُضَحَّى بِعَضْبَاءِ الْأُذُنِ وَالْقَرْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: جُرَيٌّ: سَدُوسِيٌّ بَصْرِيٌّ لَمْ يُحَدِّثْ عَنْهُ إِلَّا قَتَادَةُ

❀❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے (جانور) کی قربانی کرنے سے منع کیا ہے، جس کا کان یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جری نامی راوی سدوس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے اور بصرہ کا رہنے والا ہے، اس کے حوالے سے صرف قتادہ نے روایات نقل کی ہیں۔

2806 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ: مَا الْأَعْضَبُ؟ قَالَ: النِّصْفُ فَمَا فَوْقَهُ

❀❀ قتادہ بیان کرتے ہیں: میں نے سعید بن مسیب سے دریافت کیا: ''اعضب'' سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: (جس کا سینگ) نصف یا اس سے زیادہ (ٹوٹا ہوا ہو)۔

بَابٌ فِي الْبَقَرِ وَالْجَزُورِ عَنْ كَمْ تُجْزِءُ؟

باب: گائے اور اونٹ کی قربانی، کتنے لوگوں کی طرف سے ہو سکتی ہے؟

2807 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا نَتَمَتَّعُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَذْبَحُ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورَ عَنْ سَبْعَةٍ نَشْتَرِكُ فِيهَا

❀❀ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، ہم نے حج تمتع کرتے ہوئے، ایک گائے سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی تھی، ہم اس میں حصہ دار بن گئے تھے۔

2805- اسناده حسن. جری بن کلیب: هو السدوسی، صاحب قتادة، روی عنه قتادة و کان یثنی علیه خیراً، وقال الترمذی عن حدیثه هذا: حسن صحیح، وصححه الحاکم /2244 ووافقه الذهبی، وذکره العجلی وابن حبان فی "الثقات"، وقال ابو حاتم: شیخ لا یحتج بحدیثه. واخرجه ابن ماجه (3145)، والترمذی (1581) من طریق قتادة، به. وهو فی "مسند احمد" (633) و (791). واخرجه احمد (864) من طریق جابر الجعفی، عن عبد الله بن نجی، عن علی.

2808 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ

❀❀ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"گائے سات (آدمیوں) کی طرف سے اور اونٹ سات (آدمیوں) کی طرف سے (قربان کیے جائیں گے)

2809 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ قَالَ: نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ

❀❀ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، حدیبیہ میں، سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ اور سات آدمیوں کی طرف سے گائے قربان کی تھیں۔

گائے واونٹ میں سات آدمیوں کی شرکت پر مذاہب فقہاء

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی تو گائے اور اونٹ دونوں میں سات سات آدمی شریک ہوئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابہ کرام اور دیگر علماء کا اس پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اسحاق کا بھی یہی قول ہے اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ اونٹ دس آدمیوں کے لئے بھی کافی ہے ان کی دلیل حضرت ابن عباس کی مذکورہ بالا حدیث ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1555)

اگر اونٹ یا گائے کی قربانی ہو تو اس میں حصہ ڈالا جا سکتا ہے، لیکن اگر بکری اور بھیڑ یا دنبہ کی قربانی کی جائے تو پھر اس میں حصہ نہیں ڈالا جا سکتا، اور ایک گائے یا ایک اونٹ میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حج یا عمرہ کی ھدی میں ایک اونٹ یا گائے میں سات افراد کا شریک ہونا سے ثابت ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ": ہم نے حدیبیہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ اور ایک گائے سات سات افراد کی جانب سے ذبح کی تھی۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر (1318)

اور ایک روایت میں ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیا کرتے ہیں کہ:" ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور ایک اونٹ اور ایک گائے سات افراد کی جانب سے ذبح کی۔ اور ابوداود کی روایت میں ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" گائے سات افراد کی جانب سے ہے، اور اونٹ سات افراد کی جانب سے۔ (سنن ابوداود حدیث نمبر (2808)

امام نووی رحمہ اللہ مسلم کی شرح میں رقمطراز ہیں۔ ان احادیث میں قربانی کے جانور میں حصہ ڈالنے کی دلیل پائی جاتی ہے، اور علماء اس پر متفق ہیں کہ بکرے میں حصہ ڈالنا جائز نہیں، اور ان احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ ایک اونٹ سات افراد کی جانب سے کافی ہوگا، اور گائے بھی سات افراد کی جانب سے، اور ہر ایک سات بکریوں کے قائم مقام ہے، حتی کہ اگر محرم شخص پر شکار کے فدیہ کے علاوہ سات دم ہوں تو وہ ایک گائے یا اونٹ نحر کر دے تو سب سے کفائت کر جائے گا۔

امام مالک کے نزدیک ایک بکری کا گھر والوں کی جانب سے قربان کرنے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ سارے گھر والوں کی جانب سے ایک بکری کو قربان کرنا جائز ہے۔خواہ وہ گھر والے سات افراد سے بھی زیادہ ہوں جبکہ دو گھروں کی جانب سے جائز نہیں ہے۔اگرچہ وہ سات سے تھوڑے ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر سال ہر گھر والوں پر قربانی اور عتیرہ لازم ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں گھر والوں سے مراد گھر کا ناظم اعلیٰ ہے۔کیونکہ مالدار ہونا اسی کیلئے ہوتا ہے۔اور ہماری اس تاویل کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ہر مسلمان پر ہر سال قربانی اور عتیرہ لازم ہے۔اور جب ایک اونٹ دو آدمیوں کی جانب سے نصف مشترکہ ہو اور زیادہ صحیح قول کے مطابق یہ درست ہے کیونکہ جب سات میں سے تین حصے جائز ہیں تو سات کا نصف بھی اسی کے تابع ہو کر جائز ہوگا۔اور جب شرکت کے طور پر قربانی جائز ہوئی تو گوشت کی تقسیم وزن کے اعتبار سے ہوگی۔کیونکہ اب گوشت موزون ہوگا۔اور جب شریکوں نے اندازے کے ساتھ تقسیم کیا ہے تو ایسی تقسیم جائز نہ ہوگی۔ہاں البتہ جب بیع پر قیاس کرتے ہوئے گوشت کو وہ ساتھ پالے اور کھال سے بھی کچھ حصے میں آئے۔(ہدایہ)

ایک قربانی کا ایک فرد کی جانب سے ہونے میں فقہی مذاہب

حضرت عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوایوب سے پوچھا کہ رسول اللہ کے زمانے میں قربانیاں کیسے ہوا کرتی تھیں۔انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کیا کرتا تھا۔وہ اس سے خود بھی کھاتے اور لوگوں کو بھی کھلایا کرتے تھے۔یہاں تک کہ لوگ فخر کرنے لگے اور اس طرح تم آج کل دیکھ رہے ہو۔(یعنی ایک گھر میں کئی قربانیاں کی جاتی ہیں)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔عمارہ بن عبداللہ مدینی ہیں۔مالک بن انس نے بھی ان سے روایت کی ہے۔بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے ان کی دلیل نبی اکرم کی وہی حدیث ہے کہ آپ نے ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا یہ میری امت میں سے ہر اس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ ایک بکری صرف ایک آدمی کے لئے کافی ہے۔حضرت عبداللہ بن مبارک اور دیگر اہل علم کا یہی قول ہے۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1558)

بَابٌ فِي الشَّاةِ يُضَحَّى بِهَا عَنْ جَمَاعَةٍ

باب: ایک بکری کو چند لوگوں کی طرف سے قربان کرنا

2810 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَضْحَى بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا قَضَى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهِ وَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، هَذَا عَنِّي، وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي

⊛⊛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عیدالاضحیٰ کے موقع پر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ، عیدگاہ میں موجود تھا، جب آپ ﷺ نے خطبہ مکمل کیا تو آپ منبر سے نیچے اترے، آپ ﷺ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا، آپ نے اپنے دست اقدس کے ذریعے اسے ذبح کیا اور یہ دعا پڑھی:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، یہ میری طرف سے اور میری امت کے ہر اس شخص کی طرف سے ہے، جو قربانی نہیں کر سکے گا''۔

بَابُ الْإِمَامِ يَذْبَحُ بِالْمُصَلَّى

باب: امام کا عیدگاہ میں قربانی کرنا

2811 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَنَّ أَبَا أُسَامَةَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذْبَحُ أُضْحِيَّتَهُ بِالْمُصَلَّى وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ عیدگاہ میں اپنا قربانی (کا جانور) ذبح کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

بَابٌ فِي حَبْسِ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ

باب: قربانی کا گوشت (سنبھال کر) رکھ لینا

2812 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: دَفَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضْرَةَ الْأَضْحَى فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادَّخِرُوا الثُّلُثَ، وَتَصَدَّقُوا بِمَا بَقِيَ. قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَفِعُونَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ، وَيَجْمُلُونَ مِنْهَا الْوَدَكَ، وَيَتَّخِذُونَ مِنْهَا الْأَسْقِيَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا ذَاكَ؟ - أَوْ كَمَا قَالَ - قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ نَهَيْتَ عَنْ إِمْسَاكِ لُحُومِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِي دَفَّتْ عَلَيْكُمْ، فَكُلُوا وَتَصَدَّقُوا وَادَّخِرُوا

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: (ایک مرتبہ) نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں، عیدالاضحیٰ کے موقع پر دیہاتوں سے، بہت سے لوگ (مدینہ منورہ) آ گئے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

2811- حدیث صحیح، وهذا اسناد حسن من اجل اسامة - وهو ابن زيد الليثي - فهو صدوق حسن الحديث، ولكنه متابع. ابو اسامة: هو حماد بن اسامة. واخرجه ابن ماجه (3161) من طريق اسامة بن زيد، به. دون ذكر فعل ابن عمر. واخرجه البخاري (982) و (5552)، والنسائي (1589) و (4366) من طريق كثير بن فرقد، و (4367) من طريق عبد الله بن سليمان، كلاهما عن نافع، به. دون ذكر ابن عمر. وهو في "مسند احمد" (5876). واخرج الموقوف من فعل ابن عمر: البخاري (1710) و (5551) من طريق عبيد الله ابن عمر و (1711)

"(صرف) تین دن تک کا (گوشت) ذخیرہ کرو، باقی کو صدقہ کرو"۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اس کے بعد (اگلے سال) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی: یارسول اللہ! پہلے لوگ اپنی قربانیوں سے (مختلف طرح کے) فوائد حاصل کر لیتے تھے، ان کی چربی جمع کر لیتے تھے، ان کی (کھالوں کے ذریعے) مشکیزے بنالیتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اب کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے تین دن کے بعد، قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کر دیا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے بکثرت لوگوں کی آمد کی وجہ سے تمہیں منع کیا تھا، اب تم (اس گوشت کو) کھاؤ بھی، صدقہ بھی کرو اور ذخیرہ بھی کرو"

2813 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ نُبَيْشَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ لُحُومِهَا أَنْ تَأْكُلُوهَا فَوْقَ ثَلَاثٍ لِكَيْ تَسَعَكُمْ، فَقَدْ جَاءَ اللَّهُ بِالسَّعَةِ فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَاتَّجِرُوا، أَلَا وَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ -

✿✿ حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"پہلے ہم نے تمہیں ان (قربانیوں) کا گوشت، تین دن سے زیادہ کھانے سے منع کیا تھا، تاکہ (وہ گوشت) تم سب کو مل جائے، اب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا کر دی ہے، تو تم اسے کھاؤ بھی، ذخیرہ بھی کرو، اور (صدقہ کر کے) اجر بھی حاصل کرو، خبردار! یہ دن کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے دن ہیں"۔

(7) قربانی کے دن:

قربانی کے تین دن ہیں: 10.11.12 ذوالحجہ۔

دلیل (1): قال اللہ تعالیٰ: "لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ" (الحج:28)

ترجمہ: تاکہ اپنے فوائد کیلئے آموجود ہوں اور ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپائیوں پر اللہ کا نام لیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "فَالْمَعْلُومَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ"۔

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: ج6، ص261)

ترجمہ: ایام معلومات سے مراد یوم نحر (10 ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن ہیں۔

دلیل (2):

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ۔ (صحیح بخاری: ج2، ص835، باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہ رہنا چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں، اس لئے کہ جب چوتھے دن قربانی کا بچا ہوا گوشت رکھنے کی اجازت

نہیں تو پورا جانور ذبح کرنے کی اجازت کہاں سے ہوگی؟

فائدہ: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی، بعد میں اجازت دی گئی کہ اسے تین دن کے بعد بھی رکھا جاسکتا ہے۔ (مستدرک حاکم ج4 ص259)

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ "جب تین کے بعد گوشت رکھنے کی اجازت مل گئی تو تین دن کے بعد بھی قربانی کی جاسکتی ہے" اس لیے کہ گوشت تو سارا سال بھی رکھا جاسکتا ہے تو کیا قربانی کی اجازت سارا سال ہوگی، ہرگز نہیں۔ تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

دلیل (3): حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں۔ (موطا امام مالک ص497، کتاب الضحایا)

دلیل (4): "عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ: النَّحْرُ یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ وَاَفْضَلُھَا یَوْمُ النَّحْرِ"

(احکام القرآن للطحاوی: ج2 ص205)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔

(8) قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت شہر والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے کے بعد اور دیہات والوں کے لیے جن پر نماز جمعہ فرض نہیں، صبح صادق سے شروع ہوجاتا ہے لیکن سورج طلوع ہونے کے بعد ذبح کرنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ قاضیخان، فتاویٰ شامی)

چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَخْطُبُ فَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ مِنْ یَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعَ وَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ یُقَدِّمُهٗ لِأَهْلِهٖ لَیْسَ مِنَ النُّسُكِ فِیْ شَیْءٍ۔

(صحیح البخاری: ج2 ص834 کتاب الاضاحی باب الذبح بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ہمارے اس عید کے دن میں سب سے پہلا کام یہ ہے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آکر قربانی کریں جس نے ہمارے اس طریقہ پر عمل کیا یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس نے ہمارے طریقے کے مطابق درست کام کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے پہلے قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، دیہات میں چونکہ نماز عید کا حکم نہیں ہے، اس لئے وہاں اس شرط کا وجود ہی نہیں تو ان کے لیے یہ حکم نہ ہوگا۔ وہاں قربانی کے وقت کا شروع ہونا ہی کافی ہوگا اور اس کا آغاز طلوع فجر سے ہوجاتا ہے۔

بَابٌ فِي الْمُسَافِرِ يُضَحِّي

باب: مسافر کا قربانی کرنا

2814 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: يَا ثَوْبَانُ أَصْلِحْ لَنَا لَحْمَ هَذِهِ الشَّاةِ. قَالَ: فَمَا زِلْتُ أُطْعِمُهُ مِنْهَا حَتَّى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ثوبان! اس بکری کا گوشت ہمارے لیے سنبھال کر رکھنا، (حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) تو ہمارے مدینہ منورہ آ جانے تک میں اس کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلاتا رہا۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ، وَالرِّفْقِ بِالذَّبِيحَةِ

باب: جانوروں کو باندھ کر مارنے کی ممانعت اور ذبیحہ کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا

2815 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: خَصْلَتَانِ سَمِعْتُهُمَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا - قَالَ غَيْرُ مُسْلِمٍ يَقُولُ: فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ - وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو باتیں ہیں، جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو لازم قرار دیا ہے، تو جب تم قتل کرو تو حسن سلوک سے (یعنی ایذاء پہنچانے سے گریز کرو)''۔

مسلم کے علاوہ راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''حسن سلوک سے قتل کرو، اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو، آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی چھری تیز کر لے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے''۔

2816 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ، عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ فَرَأَى فِتْيَانًا - أَوْ غِلْمَانًا - قَدْ نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا، فَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ

ہشام بن زید بیان کرتے ہیں: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ، حکم بن ایوب کے ہاں آیا، تو انہوں نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ ایک مرغی کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کر رہے تھے، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر (ان پر نشانہ بازی کرنے) سے منع کیا ہے''۔

ذبیحہ کے حلال ہونے میں ذبح شرط ہونے کا بیان

حلت ذبیحہ کیلئے ذبح شرط ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "لیکن جس کو تم نے ذبح کرلیا" کے سبب سے شرط ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ذبح کرنا یہ نجس خون کو گوشت سے الگ کرنے والا ہے۔ لہٰذا جس طرح ذبح کرنے کے سبب حلت ثابت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذبح کرنے کے سبب مؤکولہ اور غیر مؤکولہ چیزوں میں طہارت ثابت ہو جاتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ ذبح کرنا یہ طہارت کی خبر دینے والا ہے اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ زمین کا پاک ہونا اس کا خشک ہو جانا ہے یہ بھی اسی علت کے پیش نظر ہے

اور اسی طرح کبھی یہ ذبح اختیاری ہوتا ہے جس طرح سینے اور جبڑوں کے درمیان زخم کرنا ہے اور کبھی یہ ذبح اختیاری ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جسم کے کسی حصے کو زخمی کر دیا جائے۔ اور اس میں دوسرا پہلے کے بدل کی طرح ہے۔ کیونکہ اول میں عاجزی کے سبب اسی کی جانب رجوع کیا جاتا ہے اور یہی بدلیت کی نشانی ہے۔ کیونکہ یہی پہلا طریقہ خون نکالنے میں زیادہ فائدے مند ہے۔ جبکہ دوسرے میں کمی کا اثر ہے۔ پس پہلے میں عاجز نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کو اپنایا جائے گا۔ کیونکہ جس قدر وسعت ہو اسی کے مطابق مکلف کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ذبح کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ ذبح کرنے والا دین توحید والوں سے ہو۔ اگرچہ عقیدے کے اعتبار سے ہو جس طرح مسلمان ہے یا دعویٰ میں ہو جس طرح کتابی ہے۔ اور اسی طرح ذبح کرنے والے کا حلالی اور حرم سے باہر ہونا بھی شرط ہے۔ (ہدایہ، کتاب الاضحیہ، لاہور)

ذبح کی اقسام کا بیان

ذبح کی دو اقسام ہیں ا۔ ذبح اختیاری ۲۔ ذبح اضطراری

ذبح اختیاری کی تعریف

وہ جگہ جو دو جبڑوں اور سینہ کی بلائی حصہ کی درمیانی جگہ مذبح ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے اور وہاں پر ذبح کرنے کو ذبح اختیاری کہتے ہیں۔

ذبح اضطراری کی تعریف

اور جب جانور کو مذبح کی جگہ پر ذبح کرنا مشکل ہو تو پھر جانور کی کسی جگہ کو بھی زخمی کر دینا ذبح کے قائم مقام ہو جائے گا اسے ذبح اضطراری کہتے ہیں۔ جس طرح شکاری جانوروں کا حال ہوتا ہے کہ تیر وغیرہ جہاں بھی لگ جائے وہ شکار درست ہوتا ہے۔

(المبسوط، ج ۱۱، ص ۲۲۱، مطبوعہ بیروت)

ذبح کے لیے تذکیہ کی شرط کا بیان

دوسری قید قرآن مجید یہ بیان کرتا ہے کہ صرف وہی جانور حلال ہیں جس کا تذکیہ کیا گیا ہو۔ سورہ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے حرام کیا گیا تم پر مرا ہوا جانور اور گلا گھونٹا ہوا اور چوٹ کھایا ہوا اور گرا ہوا اور ٹکر کھایا ہوا اور جس کو درندے نے پھاڑا ہو، بجز اس کے جس کا تم نے تزکیہ کیا ہو۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس جانور کی موت تذکیہ سے واقع ہوئی ہو صرف وہی حرمت کے حکم سے مستثنیٰ ہے، باقی تمام وہ صورتیں جن میں تذکیہ کے بغیر موت واقع ہو جائے، حرمت کا حکم ان سب پر جاری ہوگا۔ تزکیہ کے مفہوم کی کوئی تشریح قرآن میں نہیں کی گئی ہے اور نہ لغت اس کی صورت متعین کرنے میں زیادہ مدد کرتی ہے۔ اس لیے لامحالہ اس کے معنی متعین کرنے کے لیے ہم کو سنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ سنت میں اس کی دو شکلیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک شکل یہ ہے کہ جانور ہمارے قابو میں نہیں ہے، مثلاً جنگلی جانور ہے جو بھاگ رہا ہے یا اُڑ رہا ہے یا وہ ہمارے قابو میں تو ہے مگر کسی وجہ سے ہم اس کو باقاعدہ ذبح کرنے کا موقع نہیں پاتے۔ اس صورت میں جانور کا تزکیہ یہ ہے کہ ہم کسی تیز چیز سے اس کے جسم کو اس طرح زخمی کردیں کہ خون بہہ جائے اور جانور کی موت ہمارے پیدا کردہ زخم کی وجہ سے خون بہنے کی بدولت واقع ہو۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ اس صورت کا حکم ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں جس چیز سے چاہو خون بہادو۔ (ابوداؤد، نسائی)

دوسری شکل یہ ہے کہ جانور ہمارے قابو میں ہے اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ذبح کرسکتے ہیں۔ اس صورت میں باقاعدہ تذکیہ کرنا ضروری ہے اور اس کا طریقہ سنت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اونٹ اور اس کے مانند جانور کو نحر کیا جائے اور گائے بکری یا اس کے مانند جانوروں کو ذبح۔ نحر سے مراد یہ ہے کہ جانور کے حلقوم میں نیزے جیسی تیز چیز زور سے چبھوئی جائے تاکہ اس سے خون کا فوارہ چھوٹے اور خون بہہ کر جانور بالآخر بے دم ہو کر گر جائے۔ اونٹ ذبح کرنے کا یہ طریقہ عرب میں معروف تھا، قرآن میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے (فصل لربک وانحر) اور سنت نبوی سے معلوم ہوتا ہے۔

کہ نبی کریم ﷺ اسی طریقہ سے اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔ رہا ذبح تو اس کے متعلق احادیث میں حسب ذیل احکام وارد ہوئے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حج کے موقع پر بدیل بن ورقا الخزاعی کو ایک خاکستری رنگ کے اونٹ پر بھیجا تاکہ منیٰ کے پہاڑی راستوں پر یہ اعلان کردیں کہ ذبح کی جگہ حلق اور لبلبہ کے درمیان ہے (یعنی گردن کے اوپر سے نہیں کہ پہلے نخاع کٹ جائے بلکہ اندرونی حصہ سے جہاں نرخرہ واقعہ ہے۔ مصنف) اور ذبیحہ کی جان جلدی سے نہ نکال دو۔ (دار قطنی)

گردن کی رگوں کو کاٹنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس بات سے سختی سے منع فرمایا کہ ذبح کرتے ہوئے آدمی نُخاع تک کاٹ ڈالے۔ (طبرانی)

اسی مضمون کی روایت امام محمد نے سعید بن المسیب سے بھی روایت کی ہے جس کے الفاظ ہیں نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا کہ بکری کو ذبح کرتے وقت نخاع تک کاٹ ڈالا جائے۔ ان احادیث کی بنا پر، اور عہد نبوی و عہد صحابہ کے معمول بہ عمل کی شہادتوں پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ذبح کے لیے حلقوم اور مری (غذا کی نالی) کو اور مالکیہ کے نزدیک حلقوم اور ودجین (گردن کی رگوں) کو کاٹنا چاہیے۔ (الفقہ علی المذاہب اربعہ۔ جلد اول، ص ۴۲۵)

اضطراری اور اختیاری ذکات کی یہ تینوں صورتیں جو قرآن کے حکم کی تشریح کرتے ہوئے سنت میں بتائی گئے ہیں اس امر میں مشترک ہیں کہ ان میں جانور کی موت یکلخت واقع نہیں ہوتی بلکہ اس کے دماغ اور جسم کا تعلق آخری سانس تک باقی رہتا ہے، تڑپنے اور پھڑ پھڑانے سے اس کے جسم کے ہر حصہ کا خون کھچ کر باہر آ جاتا ہے اور صرف سیلان خون ہی اس کی موت کا سبب ہوتا ہے۔ اب چونکہ قرآن نے اپنے حکم کی خود کوئی تشریح نہیں کی ہے اور صاحب قرآن سے اس کی یہی تشریح ثابت ہے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ الا ماذ کیتم سے یہی ذکات مراد ہے اور جس جانور کو یہ شرط ذکات پوری کیے بغیر ہلاک کیا ہو وہ حلال نہیں ہے۔

بَابٌ فِي ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ

باب: اہل کتاب کے ذبیحہ (کا حکم؟)

2817- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ) (الأنعام:118)، (وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ) (الأنعام: 121)، فَنُسِخَ وَاسْتَثْنَى مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ: (وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ) (المائدة:5).

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"تم اس میں سے کھالو، جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو"

(ایک اور مقام پر یہ ارشاد فرمایا ہے:)

"اور تم اس میں سے نہ کھاؤ، جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو"

تو اسے منسوخ کر دیا گیا اور اس سے استثناء کرتے ہوئے (یہ فرمایا:)

"اور جن کو کتاب دی گئی، ان کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے"

کتابی کے ذبیحہ ہونے میں شرعی حکم کا بیان

مسلمان اور اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اسی آیت کے سبب سے جس کو ہم نے تلاوت کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے۔ کہ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ یہ بھی دلیل ہے اور ذبیحہ کی شرط میں سے یہ ہے کہ ذبح کرنے والا بسم اللہ کہنے اور اس کے طریقے کو جانتا ہو۔ اور اس کو ذبح کی شرائط یاد ہوں خواہ وہ بچہ یا مجنون یا عورت ہے۔ مگر جب وہ شرائط ذبح کو یاد کرنے والا نہیں ہے اور اسی طرح تسمیہ اور اس کے طریقے کو بھی نہیں جانتا تو اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ نص کے سبب تسمیہ ذبیحہ پر شرط ہے اور یہ شرط ارادے اور ارادے کے صحیح ہونے سے مکمل ہوگی۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس میں مختون وغیر مختون دونوں برابر ہیں۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور کتابی سے مراد ذمی، حربی، اور تغلبی سب کو شامل ہے کیونکہ اس میں دین توحید کا ہونا شرط ہے۔ جس طرح اس کو بیان کر دیا گیا ہے۔ (ہدایہ، کتاب الاضحیہ، لاہور)

اہلِ کتاب کا ذبیحہ حلال ہے، مگر اس میں چند اُمور کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

اوّل: ذبح کرنے والا واقعتاً صحیح اہلِ کتاب بھی ہو، بہت سے لوگ ایسے ہیں جو قومی حیثیت سے یہودی یا عیسائی کہلاتے ہیں، مگر عقیدۃً دہریئے ہیں اور وہ کسی دین و مذہب کے قائل نہیں، اسے لوگ شرعاً اہلِ کتاب نہیں، اور ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں۔

دوم: بعض لوگ پہلے مسلمان کہلاتے تھے، پھر یہودی یا عیسائی بن گئے، یہ لوگ بھی اہلِ کتاب نہیں بلکہ شرعاً مرتد ہیں، اور مرتد کا ذبیحہ مردار ہے۔

سوم: یہ بھی ضروری ہے کہ ذبح کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر (بسم اللہ کے ساتھ) ذبح کیا ہو، اس کے بغیر بھی حلال نہیں، چہ جائیکہ کسی کتابی کا۔

چہارم: ذبح کرنے والے نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہو، آج کل مغربی ممالک میں مشین سے جانور کاٹے جاتے ہیں اور ساتھ میں بسم اللہ اللہ اکبر کی ٹیپ لگا دی جاتی ہے، گویا بسم اللہ کہنے کا کام آدمی کے بجائے ٹیپ کرتی ہے، اور ذبح کا کام آدمی کے بجائے مشین کرتی ہے، ایسے جانور حلال نہیں بلکہ مردار کے حکم میں ہیں۔

یہودی کا ذبیحہ جائز ہونے کی شرائط

یہودی اگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہو اور اپنی کتاب کو مانتا ہو تو وہ اہلِ کتاب ہے، اس کا ذبیحہ جائز ہے، بشرطیکہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت میں تحقیقی بیان

حلال و حرام کے بیان کے بعد بطور خلاصہ فرمایا کہ کل ستھری چیزیں حلال ہیں، پھر یہود و نصاریٰ کے ذبح کیے ہوئے جانوروں کی حلت بیان فرمائی۔

حضرت ابن عباس، ابو امامہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، عطاء، حسن، مکحول، ابراہیم نخعی، سدی، مقاتل بن حیان یہ سب یہی کہتے ہیں کہ طعام سے مراد ان کا اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا جانور ہے، جس کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہے، علماء اسلام کا اس پر مکمل اتفاق ہے کہ ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے، کیونکہ وہ بھی غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا ناجائز جانتے ہیں اور ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا دوسرے کا نام نہیں لیتے گو ان کے عقیدے ذات باری کی نسبت یکسر اور سراسر باطل ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ بلند و بالا اور پاک و منزہ ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ جنگ خیبر میں مجھے چربی کی بھری ہوئی ایک مشک مل گئی، میں نے اسے قبضہ میں کیا اور کہا اس میں سے تو آج میں کسی کو بھی حصہ نہ دونگا، اب جو ادھر ادھر نگاہ پھرائی تو دیکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہی کھڑے ہوئے تبسم فرما رہے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مال غنیمت میں سے کھانے پینے کی ضروری چیزیں تقسیم سے پہلے بھی لے لینی جائز ہیں اور یہ استدلال اس حدیث سے صاف ظاہر ہے، تینوں مذہب کے فقہاء نے مالکیوں پر اپنی سند پیش کی ہے اور کہا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ اہل کتاب کا وہی کھانا ہم پر حلال ہے جو خود ان کے ہاں بھی حلال ہو یہ غلط ہے کیونکہ چربی کو یہودی حرام جانتے ہیں

لیکن مسلمان کیلئے حلال ہے لیکن یہ ایک شخص کا انفرادی واقعہ ہے۔ البتہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ وہ چربی ہو جسے خود یہودی بھی حلال جانتے تھے یعنی پشت کی چربی انتڑیوں سے لگی ہوئی چربی اور ہڈی سے ملی ہوئی چربی، اس سے بھی زیادہ دلالت والی تو وہ روایت ہے جس میں ہے کہ خیبر والوں نے سالم بھنی ہوئی ایک بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں دی جس کے شانے کے گوشت کو انہوں نے زہر آلود کر رکھا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شانے کا گوشت پسند ہے، چنانچہ آپ نے اس کا یہی گوشت لے کر منہ میں رکھ کر دانتوں سے توڑا تو فرمان باری سے اس شانے نے کہا، مجھ میں زہر ملا ہوا ہے،

آپ نے اسی وقت اسے تھوک دیا اور اس کا اثر آپ کے سامنے کے دانتوں وغیرہ میں رہ گیا، آپ کے ساتھ حضرت بشر بن براء بن معرور بھی تھے، جو اسی کے اثر سے راہی بقاء ہوئے، جن کے قصاص میں زہر ملانے والی عورت کو بھی قتل کیا گیا، جس کا نام زینب تھا، وجہ دلالت یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اپنے ساتھیوں کے اس گوشت کے کھانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور یہ نہ پوچھا کہ اس کی جس چربی کو تم حلال جانتے ہو اسے نکال بھی ڈالا ہے یا نہیں؟ اور حدیث میں ہے کہ ایک یہودی نے آپ کی دعوت میں جو کی روٹی اور پرانی سوکھی چربی پیش کی تھی، حضرت مکحول فرماتے ہیں جس چیز پر نام رب نہ لیا جائے اس کا کھانا حرام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرما کر منسوخ کر کے اہل کتاب کے ذبح کئے جانور حلال کر دئے یہ یاد رہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جانور پر بھی نام الٰہی نہ لیا جائے وہ حلال ہو؟ اس لئے کہ وہ اپنے ذبیحوں پر اللہ کا نام لیتے تھے بلکہ جس گوشت کو کھاتے تھے اسے ذبیحہ پر موقوف نہ رکھتے تھے بلکہ مردہ جانور بھی کھا لیتے تھے لیکن سامرہ اور صابیہ اور ابراہیم وشیث وغیرہ پیغمبروں کے دین کے مدعی اس سے مستثنیٰ تھے، جیسے کہ علماء کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے اور عرب کے نصرانی جیسے بنوتغلب، تنوخ بہرا، جذام لخم، عاملہ کے ایسے اور بھی ہیں کہ جمہور کے نزدیک ان کے ہاتھ کا کیا ہوا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت علی فرماتے ہیں قبیلہ بنوتغلب کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور نہ کھاؤ، اس لئے کہ انہوں نے تو نصرانیت سے سوائے شراب نوشی کے اور کوئی چیز نہیں لی، ہاں سعید بن مسیب اور حسن بنوتغلب کے نصاریٰ کے ہاتھوں ذبح کئے ہوئے جانور کے کھا لینے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ طعام سے مراد ہے ذبیحہ۔ کیونکہ دوسرے کھانوں کی حلت اہل کتاب کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

الذین اوتوا الکتب میں یہود و نصاریٰ داخل ہیں اور صائبین بھی داخل ہیں بشرطیکہ کسی نبی کے دین پر ان کا ایمان اور کسی آسمانی کتاب کا ان کو اقرار ہو ستارہ پرست صابی اس میں داخل نہیں ہیں۔

اہل کتاب سے مراد بھی ہر کتابی ہے حربی ہو یا ذمی عجمی ہو یا عربی تغلبی ہو (یا بکری) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے لیکن باقی تینوں اماموں کے نزدیک قبیلہ تغلب کے عیسائیوں کا ذبیحہ حلال نہیں (وہ مشرک تھے) ابن جوزی نے لکھا ہے ہمارے سلسلہ کے اصحاب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے عیسائیوں کے ذبیحوں کی ممانعت فرما دی ہے۔ ابن جوزی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ بنی تغلب کے عیسائیوں کا ذبیحہ نہ کھاؤ

انہوں نے سوائے شراب پینے کے نصرانیت سے اور کوئی چیز نہیں لی۔ امام شافعی نے بھی صحیح سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ عبدالرزاق نے ابراہیم نخعی کے سلسلہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بنی تغلب کے نصاریٰ کے ذبیحہ کو (کھانے) اور ان کی عورتوں (سے نکاح کرنے) کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اس مبحث کی کوئی مرفوع صحیح حدیث مجھے معلوم نہیں ہوئی اور اگر کوئی صحیح مرفوع حدیث مل بھی جائے تو وہ حدیث آحاد ہوگی جو قرآن کو نسخ نہیں کرسکتی۔

بغوی نے لکھا ہے اللہ کی مراد تمام یہودیوں عیسائیوں اور ان لوگوں کے ذبیحے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل کتاب کے مذہب میں داخل ہو چکے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کی بعثت کے بعد جن غیر لوگوں نے عیسائیت یا یہودیت اختیار کی ان کے ذبیحے حلال نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ شرط لغو ہے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں یعنی جس مسلمان نے اسلام کو چھوڑ کر یہودیت یا عیسائیت یا مجوسیت یا بت پرستی اختیار کر لی ہو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اس کا کوئی دین نہیں وہ اختیار کردہ مذہب پر بھی قائم نہیں رہے گا ہاں کوئی کتابی اگر اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لے تو ذبح کے وقت جو اس کا مذہب ہوگا وہی قابل اعتبار ہوگا۔ گزشتہ مذہب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

صاحب کفایہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہودی یا عیسائی مجوسی ہو جائے تو اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا وہ اصلی مجوسی مانا جائے گا لیکن اگر کوئی مجوسی یہودی یا عیسائی بن جائے تو اس کا ذبیحہ اور شکار حلال ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی یہودی حضرت عزیر کے نام پر یا عیسائی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے نام پر ذبح کرے تو ذبیحہ حلال نہیں۔ کفایہ میں ہے کتابی کا ذبیحہ اس وقت حلال ہے جب عزیر مسیح (وغیرہ) کے نام پر اس نے ذبح نہ کیا ہو ورنہ حلال نہیں جیسے مسلمانوں کا وہ ذبیحہ حلال نہیں جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اللہ نے فرمایا ہے: وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ۔

بغوی نے لکھا ہے اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حلال نہیں۔ اکثر اہل علم حلت کے قائل ہیں، شعبی، عطاء خراسانی اور مکحول کا یہی قول ہے۔ شعبی سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عیسائی مسیح کے نام پر ذبح کرے تو کیا حکم ہے شعبی نے جواب دیا حلال ہے کیونکہ اللہ نے عیسائیوں کے ذبیحوں کو حلال قرار دیا ہے اور وہ خوب واقف ہے کہ عیسائی (ذبح کے وقت) کیا کہتے ہیں۔

حسن نے فرمایا اگر کوئی یہودی یا عیسائی ذبح کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے اور تم سن رہے ہو تو اس کو نہ کھاؤ اور اگر تم وہاں موجود نہ ہو (اور خود نہیں سن رہے ہو) تو کھالو اللہ نے وہ تمہارے لئے حلال کر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں ہمارے نزدیک صحیح پہلا قول ہے کہ اگر کوئی کتابی قصداً اللہ کا نام ترک کر دے اور کسی اور کے نام پر ذبح کرے اور یہ بات یقینی معلوم ہو جائے یا ان کی عمومی حالت یہی ہو (یعنی مسیح وغیرہ کے نام پر ذبح کرنے کا ان کا دستور ہو، خواہ ہم کو یقینی معلوم نہ ہو کہ غیر اللہ کے نام پر انہوں نے ذبح کیا ہے) تو نہ کھاؤ۔ عرب کے عیسائیوں کے ذبیح کھانے کی ممانعت کی بنا یہی ہے اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کی بھی یہی علت ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنی تغلب کے عیسائیوں کی اس حرکت کا شاید علم ہو کہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں عجمی عیسائیوں کے ذبیحہ کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا ان کا دستور ہی ہو تو اس ذبیحہ کو نہ کھایا جائے اور یہ حقیقت ہے کہ اس زمانہ کے عیسائی ذبح نہیں کرتے بلکہ چوٹ مار کر قتل کرتے ہیں اس لئے ان کا ذبیحہ حلال نہیں۔

وطعامکم حل لھم اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔

ایک سوال: جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت تمام لوگوں کے لئے ہے اور آپ کی شریعت ایک ہی ہے تو پھر بعض کے لئے بعض چیزوں کی حلت اور بعض کے لئے انہی چیزوں کی حرمت کا کیا معنی اور اس اختلاف احکام کی کیا علت ہے۔

جواب: مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں سب کے لئے حلال ہیں جیسے سمندر کا پانی اور بعض چیزوں کی حلت کچھ شرطوں کے ساتھ مشروط ہے جیسے نماز کے جواز کے لئے وضو کی شرط ہے یا تمام عبادات کے لئے اللہ رسول پر ایمان رکھنے اور اخلاص نیت کی شرط ہے اور مال کی حلت کے لئے خود اس کا مالک ہونا یا مالک کی اجازت سے کھانا شرط ہے پس مسلمانوں کا ذبیحہ کافروں کے لئے حلال ہے آخرت میں اس ذبیحہ کو کھانے کی وجہ سے ان کو عذاب نہ ہوگا جس طرح ان کاموں کو کرنے کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا جو بس لوگوں کے لئے جائز ہیں اور ان کے لئے ایمان کی شرط نہیں ہے مجوسیوں کی ذبیحہ کی حالت اس سے الگ ہے اس کو کھانا مردار کی طرح سب کے لئے ناجائز ہے اس کو کھانے پر کافروں کو عذاب ہوگا۔ جس طرح ایمان لانا فرض ہے اور ترک ایمان پر عذاب ہوگا اور وہ فرائض جن کا وجوب ایمان پر موقوف ہے ادا نہ کرنے پر بھی عذاب ہوگا اور ممنوعات کے ارتکاب پر بھی عذاب ہوگا اللہ نے فرمایا: مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ الخ آیت میں جو اہل کتاب کے لئے مسلمانوں کے ذبیحہ کی حلت کی صراحت کی گئی ہے اس کی غرض اس فرق کو ظاہر کرنا ہے جو مسلمانوں کے ذبیحہ اور مسلمانوں کی عورتوں کے درمیان ہے کہ ان کا ذبیحہ تو سب کے لئے حلال ہے مگر مسلم عورتوں سے نکاح کی حلت کے لئے ایماندار ہونے کی شرط ہے۔

زجاج کے نزدیک آیت میں حلت کا خطاب مؤمنوں سے مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کو کھانا کھلانا تمہارے لئے حلال ہے بیضاوی نے زجاج کے مطلب کو زیادہ صحیح الفاظ میں واضح کیا ہے کہ اہل کتاب کو کھانا کھلانے اور ان کے ہاتھ فروخت کرنے میں مسلمانوں پر کوئی گناہ نہیں اگر اہل کتاب کے لئے مسلمانوں کا کھانا حلال نہ ہوتا تو پھر مسلمانوں کے لئے اہل کتاب کو کھلانا بھی ناجائز ہوتا۔ حقیقت میں اس کا راز وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کر دیا کہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کے لئے ایمان کی شرط نہیں ہے ہاں مسلم عورتوں سے نکاح کے لئے ایماندار ہونے کی شرط ہے۔

والمحصنت من المؤمنت والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم اور پارسا عورتیں ایمان والیوں میں سے اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی۔

اس کا عطف الطیبات پر ہے۔ بغوی نے کہا: المحصنت سے کیا مراد ہے۔ علماء کا اس کے متعلق اختلاف ہے اکثر علماء کے نزدیک اس لفظ سے مراد ہیں آزاد عورتیں جو باندیاں نہ ہوں مؤمن ہوں۔ یا کتابی نیک چلن ہوں یا بدرفتار۔ مجاہد کا بھی یہی قول

ہے۔ مجاہد نے صراحت کی ہے کہ کتابی عورت سے جو باندی ہو نکاح ناجائز ہے کیونکہ اللہ نے آیت: مِّمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ میں باندیوں سے نکاح کی شرط کے طور پر لمُؤمِنٰتِ کیقید لگائی ہے۔

بعض علماء کے نزدیک: المحصنات سے پاک دامن عورتیں مراد ہیں خواہ مسلمان آزاد ہوں یا باندیاں یا کتابی باندیاں۔ بدچلن عورتیں خواہ مسلمان ہوں یا کتابی بہرحال ان سے نکاح حرام ہے۔ حسن کا یہی قول ہے شعبی نے کہا کہ کتابیہ عورت کے محصن ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ زنا سے پاکدامن ہو اور غسل جنابت کرتی ہو۔

میں کہتا ہوں بغوی کے اس قول کا مدار اس امر پر ہے کہ مفہوم مخالف کا اعتبار کیا جائے (پس آزاد عورتوں میں سے جواز نکاح کی آیت میں صراحت ہے اور آزاد نہ ہوں باندیاں ہوں تو ان سے نکاح کا عدم جواز بطور مفہوم معلوم ہو جائے گا) مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: تو مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے اور بدچلن کتابیہ باندی کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ آیت وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ عام ہے (بدچلن کتابیہ باندی بھی اس کے ذیل میں آتی ہے) البتہ امام شافعی کے نزدیک مفہوم مخالف معتبر ہے مگر والمحصنت من المؤمنات میں وہ بھی مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے اور مسلم بدچلن عورت سے (خواہ وہ آزاد ہو یا باندی ہو) نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں اسی لئے بیضاوی نے لکھا ہے کہ مؤمنت میں سے محصنت کی تخصیص صرف ترغیب اولیٰ کے لئے ہے (یعنی نکاح اگرچہ غیر محصنات مؤمنات سے بھی جائز ہے مگر محصنات سے نکاح کرنا افضل اور اولیٰ ہے پس محصنات سے نکاح کرنے کی ترغیب کے لئے مؤمنات کے ساتھ المحصنات کی قید لگائی) لیکن جب والمحصنات من المؤمنات میں محصنات کا مفہوم مخالف معتبر نہیں تو والمحصنات من الذین اوتوا الکتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

اس آیت کے عموم کا تقاضا ہے کہ حربی کتابیہ کے ساتھ بھی نکاح جائز ہو اجماع علماء بھی اسی پر ہے۔ (۳) [حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا مسلمان نصرانی عورت سے نکاح کر سکتا ہے مگر عیسائی مرد مسلمان عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ حربی کتابیہ کے ساتھ نکاح ناجائز ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر کتابی عورت سے نکاح کو ناجائز قرار دیتے تھے خواہ آزاد ہو یا باندی ذمی ہو یا حربی کیونکہ ہر کتابی عورت مشرکات کے ذیل میں آتی ہے اللہ نے فرمایا ہے قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (یہودی عزیر (علیہ السلام) کو اللہ کا بیٹا اور نصاریٰ مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں) اور مشرک عورتوں سے نکاح حرام ہے اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ جب تک مشرک عورتیں ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا آیت مندرجہ میں المحصنت سے مسلمان عورتیں مراد ہیں مگر یہ تفسیر غلط ہے کیونکہ اس کی شہادت لغت سے نہیں ملتی۔ پھر یہ قول اجماع کے بھی خلاف ہے۔ حرہ کتابی عورت سے جواز نکاح پر اجماع ہو چکا ہے اختلاف صرف کتابیہ باندی سے نکاح کرنے میں ہے اس کی تفصیل ہم نے سورۃ النساء میں کی ہے۔ ہاں کتابی عورت سے نکاح باتفاق علماء مکروہ ضرور ہے۔ اس میں ایک کافرہ کے ساتھ ہر وقت کا رہن سہن اور محبت و دوستی کرنی لازم ہے پھر اولاد ہو گی تو وہ اخلاق کفر اختیار کرے گی۔ ہر بچہ اپنی ماں سے مانوس ہوتا اور اس کا طور طریقہ سیکھتا ہے۔ ابن ہمام نے لکھا ہے

کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک نے کتابی عورتوں سے نکاح کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان پر غصے ہوئے تو ان حضرات نے کہا امیر المؤمنین ہم طلاق دیئے دیتے ہیں۔ یہ قصہ بتا رہا ہے کہ کتابی عورت سے نکاح درست ہے نکاح درست نہ ہوتا تو طلاق دینے کا کیا معنی ہے۔ ہاں جواز کے ساتھ کراہت بھی معلوم ہوتی ہے (ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے کیوں ہوتے)

فائدہ: صابی عورتوں سے نکاح کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ میں اختلاف ہے امام صاحب کا خیال ہے کہ صابی فرقہ زبور کو مانتا ہے اس کا شمار اہل کتاب میں اس لئے نکاح جائز ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہ ناجائز ہونے کے قائل ہیں کیونکہ ان کے خیال میں صابی ستارہ پرست ہوتے ہیں ان کا شمار مشرکوں میں ہے صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اس اختلاف کی بنا صرف اختلاف خیال ہے صابی مذہب کیا ہے اس کی حقیقت کو سمجھنے میں امام اعظم اور ان کے شاگردوں میں اختلاف ہے واقع میں کوئی اختلاف نہیں۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) وحضرت شیث (علیہ السلام) کے صحیفوں پر ایمان رکھنے والی عورتوں کے ساتھ بھی امام اعظم کے نزدیک نکاح درست ہے۔

مسئلہ: مستصفی میں ہے کہ عیسائی عورت سے نکاح کا جواز اس وقت ہے جب وہ مسیح کو الٰہ نہ کہتی ہو اگر الوہیت مسیح کا اس کا عقیدہ ہو تو اس سے نکاح ناجائز ہے۔ مبسوط شیخ الاسلام میں ہے اگر اہل کتاب مسیح یا عزیر کو الٰہ کہتے ہوں تو ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے (وہ مشرک ہیں) بعض علماء نے اسی فیصلہ پر فتویٰ ہونا بیان کیا ہے مگر دلائل (آیات واحادیث) پر اگر نظر کی جائے تو ہر کتابی کا ذبیحہ کھانا اور ہر کتابی عورت سے نکاح کرنا جائز قرار پائے گا۔ (انتہی کلام شیخ الاسلام)

ابن ہمام نے شیخ الاسلام کی موافقت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر نصرانی کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ تثلیث کا قائل ہو یا نہ ہو۔ آیت میں جو ہر کتابی کے ذبیحہ کو بے قید حلال قرار دیا ہے ابن ہمام کا قول اس کے موافق ہے۔

میں کہتا ہوں یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ آیت میں اہل کتاب سے مراد وہ کتابی ہیں جو مشرک نہ ہوں موحد ہوں کیونکہ مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت تو اللہ نے خود کردی ہے فرمایا ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمنّ اور یہ بات کہنا کہ صرف مشرک کتابیہ سے نکاح کی حرمت (والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب سے) منسوخ کردی گئی بعید از دانش ہے۔ بت پرست کے شرک اور کتابی کے شرک میں کوئی فرق نہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہودیوں کے متعلق جو اللہ نے قالت الیہود عزیر ابن اللہ اور عیسائیوں کے متعلق قالت النصاری المسیح ابن اللّٰہ فرمایا ہے وہ صرف اہل کتاب کے دو فرقے تھے (یعنی یہودیوں کا ایک مختصر فرقہ عزیر کو ابن اللہ اور عیسائیوں کا ایک قلیل گروہ مسیح کو ابن اللہ کہتا تھا) جن کا اب کہیں وجود نہیں ہے۔ ابن ہمام نے لکھا ہے ہمارے ملک کے یہودی توحید کے قائل ہیں اور اللہ کو عزیر (علیہ السلام) کا باپ ہونے سے پاک کہتے ہیں ہاں نصاریٰ میں سے ہم نے کوئی شخص ایسا نہیں پایا جو مسیح کے ابن اللہ ہونے کا قائل نہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو بنی تغلب کے عیسائیوں کا ذبیحہ کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی تھی اس سے ہمارے مذکورہ بالا قول کی تائید ہوتی ہے (کہ عیسائی مسیح کی ابنیت کے قائل ہیں)

اذا آتیتموھن اجورھن جبکہ تم ان کے مہر ادا کردو۔

حلت نکاح کو ادائے مہر سے مشروط کرنے سے غرض دو باتوں کا اظہار ہے مہر کے وجوب کی تاکید اور ادائے مہر کے افضل و اولیٰ قرار دینے کے بعد ادائیگی کی ترغیب۔ بعض علماء نے کہا ادائے مہر سے مراد ہے مہر کا اقرار اور التزام کر لینا اور اقرار مہر نکاح سے ہوتا ہے گویا یوں فرمایا کہ جب تم تحلیل فروج کے ارادہ سے نکاح کرو۔

محصنین اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ۔

غیر مسافحین نہ تو علانیہ بدکاری کرو یعنی زنا کے ذریعہ سے پانی کو بہاتے اور ضائع کرتے نہ پھرو کہ کوئی مزنیہ ہو تم اس سے زنا کرو۔

ولا متخذی اخدان نہ خفیہ آشنائی یعنی مقررہ داشتہ عورتوں سے زنا کرنے والے نہ ہوں۔

خدن کا اطلاق مرد و عورت دونوں پر ہوتا ہے۔

ومن یکفر بالایمان اور جو ایمان یعنی قوانین اسلام کا انکار کرے گا۔

فقد حبط عمله اس کے اعمال (یعنی نیک اعمال) اکارت جائیں گے کیونکہ قبول اعمال کے لئے ایمان کی شرط ہے۔

وھو فی الاخرۃ من الخسرین اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کے ثواب میں گھاٹا ہوگا۔ (تفسیر مظہری، مطبوعہ لاہور)

اہل کتاب کی تعریف اور ان کے ذبیحہ کی تحقیق:

جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ غلہ پھل اور میوہ جات وغیرہ مراد نہیں ہیں، کیونکہ ذبیحہ وہ ہے جس کے طعام ہونے میں انسان کا دخل ہے۔ باقی کھانے پینے کی چیزیں تمام لوگوں کے لیے مباح ہیں اس لیے ان کی اہل کتاب کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ عنقریب ہم بعض آثار نقل کریں گے جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ یہاں طعام سے مراد ذبائح ہیں۔

اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں جن کے انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کو نازل فرمایا۔ کیونکہ زمانہ نزول قرآن میں یہودی حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اہل کتاب فرمایا:

(آیت) ''وقالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصری المسیح ابن اللہ''۔ (التوبہ: ۳۰)

اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ابن شہاب سے نصاریٰ عرب کے ذبیحہ کے متعلق سوال کیا گیا' تو انہوں نے کہا' ان کا ذبیحہ کھایا جائے گا' کیونکہ وہ دین میں اہل کتاب ہیں اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں۔ (جامع البیان' جز ۶ ص ۱۳۶' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کے متعلق فرمایا: ''وہ حلال نہیں ہے''۔

عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نصاریٰ بنوتغلب کے ذبیحہ کو نہ کھاؤ' کیونکہ وہ شراب پینے کے سوا نصرانیت کی اور کسی چیز پر عمل نہیں کرتے۔ (جامع البیان' جز ۶ ص ۱۲۷' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

لیکن اکثر فقہاء تابعین مثلاً حسن بصری' عکرمہ' قتادہ' سعید بن المسیب شعبی اور ابن شہاب وغیرہ بنوتغلب کے ذبیحہ کو کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (جامع البیان' جز ۶ ص ۱۳۶' طبع بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ زیلعی نے کہا ہے کہ جو شخص آسمانی دین کا معتقد ہو اور اس کے پاس کتاب ہو' جیسے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے صحائف یا حضرت شیث کے یا حضرت داؤد کی زبور ہو' وہ اہل کتاب میں سے ہے اور ان کے ذبیحہ کو کھانا جائز ہے۔

مستصفیٰ میں مذکور ہے کہ ان کے ذبیحہ کے حلال ہونے میں یہ قید ہے کہ وہ مسیح کی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھتے ہوں اور اسی کے موافق شیخ الاسلام کی مبسوط میں مذکور ہے کہ اگر وہ مسیح کی الوہیت یا عزیر کی الوہیت کا عقیدہ رکھیں تو واجب ہے کہ ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لیکن دلیل کے اعتبار سے ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ البحر الرائق میں مذکور ہے کہ مذہب یہ ہے کہ ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا مطلقاً جائز ہے۔ کیونکہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ نصرانی کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے' خواہ وہ تین میں کے تیسرے کا قول کریں یا نہیں' کیونکہ مجید نے ان کے طعام کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی مطلقاً اجازت دی ہے۔ علامہ ابن ہمام نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے اور یہ دلیل کا تقاضا ہے۔ کیونکہ اہل کتاب پر مشرکین کا اطلاق نہیں کیا جاتا' اور مشرک اس کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور کسی نبی کی اتباع کا مدعی نہ ہو۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ بلا ضرورت ان کا ذبیحہ کھائے نہ ان کی عورتوں سے نکاح کرے۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۱۸۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

اگر کوئی شخص کسی عیسائی سے ذبح کے وقت یہ سنے کہ وہ مسیح کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے' تو اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے' اور اگر وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے اور اس سے ارادہ مسیح کا کرے تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس کا ذبیحہ کھا لیا جائے گا۔ ہاں اگر وہ صراحتاً کہے اللہ کے نام سے جو تین میں کا تیسرا ہے' تو پھر اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ) اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب عیسائی ذبح کر کے لے آئے تو اس کا ذبیحہ کھا لیا جائے گا۔ (عنایہ) جیسا کہ اس نے صرف اللہ کا نام لیکر سامنے ذبح کیا ہو۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۱۸۸' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

غیر اہل کتاب کا ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ بت پرست ہو' مجوسی ہو' مرتد ہو' جنی ہو یا جبری ہو۔ اگر یہودی یا عیسائی' مجوسی ہو جائے تو اس کا ذبیحہ جائز نہیں ہوگا اور اگر مجوسی یہودی یا عیسائی ہو تو اس کا ذبیحہ جائز ہو جائے گا۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۱۸۹' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح ناجائز ہونے کی وجہ:

اللہ تعالیٰ نے ذبیحہ کے بیان میں جانبین سے حکم فرمایا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور نکاح کے متعلق فرمایا اور اہل کتاب کی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اور تمہاری عورتیں ان کے لیے حلال ہیں۔ سو نکاح میں صرف ایک جانب سے حلت ہے اور وجہ فرق ظاہر ہے کیونکہ مسلمانوں اور اہل کتاب میں دونوں طرف سے طعام کا حلال ہونا کسی شرعی خرابی کو مستلزم نہیں ہے اور اگر نکاح میں بھی دونوں جانب سے جواز ہوتا اور مسلمان عورتوں کا اہل کتاب سے نکاح جائز ہوتا اور شوہر بیوی پر حاکم ہوتا تو مسلمان عورت پر کافر مرد کا غلبہ ہوتا اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت)" ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا "۔ (النساء:۱٤۱)

اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کا کوئی راستہ ہرگز نہیں بنائے گا۔

دیگر کفار کے برعکس اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی وجہ:

دیگر کفار کے برعکس صرف اہل کتاب کے ذبیحہ کو اسلام میں حلال کیا گیا ہے۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اور اہل کتاب کے دین میں متعدد امور مشترک ہیں یہ دونوں آسمانی مذہب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتے انبیاء علیہم السلام آسمانی کتابیں قیامت مرنے کے بعد اٹھنا جزا سزا اور جنت ودوزخ کے دونوں قائل ہیں۔ اس کے علاوہ جانور کی حلت اور حرمت میں بھی ان میں کئی امور مشترک ہیں۔ اسلام میں مردار جانور جس کا گلا گھونٹا گیا ہو جس کو درندے نے پھاڑا ہو جو بتوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو اور خون اور خنزیر حرام ہیں اور موجودہ چھپی ہوئی کتاب مقدس (بائبل) میں بھی ان کی حرمت بیان کی ہے۔ جو جانور خود بخود مر گیا ہو اور جس کو درندوں نے پھاڑا ہو ان کی چربی اور کام میں لاؤ پر اسے تم کسی حال میں نہ کھانا۔

(پرانا عہد نامہ احبار باب:۷ آیت ۲٤ مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

اور سور کو کیونکہ اس کے پاؤں الگ اور چرے ہوئے ہیں پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی تمہارے لیے ناپاک ہے تم ان کا گوشت نہ کھانا۔ (پرانا عہد نامہ احبار باب:۱۱ آیت ۹۔۷ مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

مگر غیر قوموں میں سے جو ایمان لائے ان کی بابت ہم نے یہ فیصلہ کر کے لکھا تھا کہ وہ صرف بتوں کی قربانی کے گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔

(نیا عہد نامہ احبار باب:۲۱ آیت ۲۵ مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح حلال ہونے کی وجہ:

اس تخصیص کی بھی یہ وجہ ہے کہ اسلام اور اہل کتاب کے دین میں بنیادی امور مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کو آسمانی کتابوں کو انبیاء علیہم السلام کو مرنے کے بعد اٹھنے کو جزاوسزا کو اور جنت ودوزخ کو یہ سب مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ جن رشتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے اہل کتاب کے نزدیک بھی ان سے نکاح حرام ہے۔ موجودہ چھپی ہوئی کتاب مقدس میں لکھا ہوا ہے۔

تو اپنی ماں کے بدن کو جو تیرے باپ کا بدن ہے بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں ہے تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا۔ تو اپنے باپ کی بیوی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کا بدن ہے۔ تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے وہ تیرے باپ کی بیٹی ہو چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو خواہ اور کہیں بے پردہ نہ کرنا۔ تو اپنی پوتی یا نواسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ ان کا بدن تو تیرا ہی بدن ہے۔ تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کی قریبی رشتہ دار ہے۔ تو اپنی خالہ کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں کی قریبی رشتہ دار ہے۔ تو اپنے باپ کے بھائی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا یعنی اس کی بیوی کے پاس نہ جانا۔ وہ تیری چچی ہے۔ تو اپنی بہو کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے بیٹے کی بیوی ہے سو تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا۔ تو اپنی بھاوج کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا اور نہ تو اس عورت کی پوتی یا نواسی سے بیاہ کر کے ان میں سے کسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ دونوں اس عورت کی قریبی رشتہ دار ہیں۔ یہ بڑی خباثت ہے۔ تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسرے کے جیتے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے۔ اور تو عورت کے پاس جب تک وہ حیض کے سبب ناپاک ہے اس کے بدن کو بے پردہ کرنے کے لیے نہ جانا۔ (پرانا عہد نامہ احبار باب: ۱۸ آیت ۱۹۔۷ مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

آزاد اور پاک دامن عورتوں کی تخصیص کی وجہ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے ایک کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں)

اس آیت کا معنی یہ ہے اے مسلمانو! تمہارے لیے آزاد مسلمان عورتیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی عورتیں خواہ ذمی ہوں یا حربی ہوں حلال کر دی گئی ہیں۔ جب تم ان کے مہر ادا کر دو مہر کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرنے کی بہ نسبت آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا اولیٰ اور راجح ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے درآنحالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ اعلانیہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ طریقہ سے آشنا بنانے والے اور جس نے ایمان (لانے) سے انکار کیا تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔ (المائدہ: ۵)

اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح حلال کیا گیا ہے جبکہ تم آزاد عورتوں سے نکاح کر کے اپنے آپ کو زنا سے بچاؤ نہ ظاہرا بدکاری کرو اور نہ خفیہ طریقہ سے بدکاری کرو۔ یعنی صحیح اور قانونی طریقہ سے خواہش نفس پوری کرو اور اعلانیہ اور خفیہ طریقہ سے بدکاری سے اجتناب کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وعید فرمائی کہ اگر کسی شخص نے ان احکام شرعیہ کی جائز سمجھ کر مخالفت کی تو وہ کافر ہو جائے گا۔ دنیا میں اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور آخرت میں وہ عذاب کا مستحق ہوگا اس آیت میں ایمان لانے کے بعد کفر کرنے سے یہی مراد ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ ارتداد سے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

(تفسیر تبیان القرآن، لاہور)

2818 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي

قَوْلِهِ: (وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ) (الانعام: 121) يَقُولُونَ: مَا ذَبَحَ اللَّهُ فَلَا تَأْكُلُوا وَمَا ذَبَحْتُمْ أَنْتُمْ فَكُلُوا. فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: (وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ) (الانعام: 121)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف الہام کرتے ہیں'' یعنی وہ یہ کہتے ہیں: جسے اللہ تعالیٰ نے ذبح کیا ہو تم اسے نہ کھاؤ اور جسے تم نے خود ذبح کیا ہو، اسے تم کھالو، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''اور تم اس میں سے نہ کھاؤ، جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا''

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا بیشک اس کو کھانا گناہ ہے' بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں' اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

(الانعام: ۱۲۱)

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کے متعلق مذاہب فقہاء

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو' اس کے متعلق فقہاء مذاہب کے مختلف آراء ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مسلمان نے جس جانور کو ذبح کیا ہو اس کا کھانا حلال ہے۔ خواہ اس نے عمدا بسم اللہ نہ پڑھی ہو یا نسیانا''۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام احمد کے نزدیک اگر بھولے سے بسم اللہ نہیں پڑھی تو ذبیحہ حلال ہے' اور اگر عمدا بسم اللہ کو ترک کر دیا ہے تو اس میں ان کے دو قول ہیں۔ (زاد المسیر ج ۳' ص ۱۱۰' طبع بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر عمدا بسم اللہ کو ترک کر دیا تو وہ ذبیحہ حرام ہے اور نسیانا بسم اللہ کو ترک کر دیا تو پھر وہ ذبیحہ حلال ہے۔ (بدایۃ المجتہد' ج ۱' ص ۳۲۸' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اس پر دلیل قائم کرتے ہیں کہ عمدا بسم اللہ ترک کرنے سے ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس آیت کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو وہ حرام ہے۔ خواہ عمدا نام نہ لیا ہو یا نسیانا۔ لیکن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نسیانا بسم اللہ کو ترک کرنا موجب حرمت نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے کہا یہاں نسیان مراد نہیں ہے' اب اگر بسم اللہ کو عمدا ترک کرنا بھی جائز ہو تو اس آیت پر بالکل عمل نہیں ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(آیت) ''واذکروا اسم اللہ علیہ''۔ (المائدہ: ۴)

ترجمہ: شکار پر (سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لو۔

اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے' اس لیے شکار پر شکاری جانور چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور سنت سے بھی اس پر دلیل ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے شکاری کتے کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑ دو اور اس پر بسم اللہ پڑھو تو اس کو کھالو بشرطیکہ اس نے تمہارے لیے شکار کو (کھانے سے) روک رکھا ہو' اور جب تم اس کے سوا دوسرا کتا دیکھو جس نے ہلاک کیا ہو تو اس کو نہ کھاؤ' کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے' اور دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔ اس آیت اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذبیحہ پر بھی بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اس کو عمداً ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (احکام القرآن' ج ۳' ص ۷-۶ ملخصاً' مطبوعہ لاہور)

اور اگر بھولے سے بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو ذبیحہ کے حلال ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں' ہمیں پتا نہیں کہ انہوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں! آپ نے فرمایا تم اس پر بسم اللہ پڑھ کر کھالو' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس وقت لوگ نئے نئے کفر سے نکلے تھے۔ (صحیح البخاری' ج ٦' رقم الحدیث: ۵۵۰۷' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ٤٤٤٨' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۱۷٤' مصنف عبدالرزاق' ج ٤' رقم الحدیث: ۸۷۹۵' کنز العمال' ج ٦' رقم الحدیث: ۱۵۵۹۸' سنن دارقطنی' ج ٤' رقم الحدیث: ٤۷٦۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان کے لیے اللہ کا نام کافی ہے۔ اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا بھول گیا تو وہ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھ کر کھالے۔ (اس حدیث کی سند حسن ہے)

(سنن دارقطنی' ج ٤' رقم الحدیث: ٤۷٦۲' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۹ ص ۲٤)

حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں' تاکہ وہ تم سے بحث کریں۔

اس وسوسہ کا بیان اس حدیث میں ہے۔ امام ابن ماجہ متوفی ۲٦۳ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ مشرکین یہ کہتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے' اس کو نہ کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو کھالو۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۱۷۳' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۸۱۸)

اور وہ بحث یہ کرتے تھے کہ یہ کیا بات ہے جس کو اللہ نے مارا ہے اس کو تم نہیں کھاتے اور جس کو تم نے قتل کیا ہے اس کو کھالیتے ہو۔ اس کے بعد فرمایا اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حلال کیے ہوئے کو حرام کیا یا اس کے حرام کیے ہوئے کو حلال کیا' تو وہ مشرک ہو جائے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال اعتقاد کرے۔ تب وہ کافر اور مشرک ہوگا اور اگر وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کاموں کو اپنی نفسانی خواہش سے کرتا ہو' لیکن وہ ان کاموں کو حرام ہی جانتا ہو تو وہ فاسق اور مرتکب

معصیت کبیرہ ہوگا' کافر اور مشرک نہیں ہوگا۔

2819 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَتِ الْيَهُودُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: نَأْكُلُ مِمَّا قَتَلْنَا، وَلَا نَأْكُلُ مِمَّا قَتَلَ اللهُ، فَأَنْزَلَ اللهُ: (وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ) (الأنعام: 121) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہودی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: ہم اسے تو کھا سکتے ہیں، جسے ہم نے مار ڈالا ہو اور اسے نہیں کھا سکتے، جسے اللہ تعالیٰ نے مار دیا ہو،

(یہ بھلا کیا بات ہوئی؟) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اور تم اس میں سے نہ کھاؤ، جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا'' یہ آیت کے آخر تک ہے۔

حلال ذبیحوں سے متعلق احکام کا بیان

یسالونك ماذا احل لهم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے لئے کیا حلال کیا گیا ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابورافع رضی اللہ عنہ کو کتوں کو قتل کردینے کا حکم دے کر بھیجا اور وہ (قتل کرتے کرتے) بالائی مدینہ تک پہنچ گئے تو عاصم رضی اللہ عنہ بن عدی اور سعد رضی اللہ عنہ بن حتم اور عویمر رضی اللہ عنہ بن ساعدہ خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا حلال کیا گیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

محمد بن کعب قرظی کی روایت سے ابن جریر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کردینے کا جب حکم دیا تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گروہ (یعنی کتوں) میں کیسے (کتنے پالنے) ہمارے لئے حلال کئے گئے ہیں۔ ابن جریر نے بحوالہ شعبی حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک شخص خدمت گرامی میں حاضر ہو کر کتوں سے شکار کرنے کا مسئلہ دریافت کرنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دیں اس پر آیت مندرجہ ذیل نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم طائی اور حضرت زید بن مہلہل طائی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ کتوں اور بازوں سے شکار کرتے ہیں اور خاندان ذریح کے کتے تو نیل گائے گورخر اور ہرنوں کو شکار کر لیتے ہیں اور اللہ نے مردار کو حرام کر دیا ہے اب ہمارے لئے کس قسم کا شکار حلال ہے اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کتوں سے ہم کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور ان کا کیا ہوا شکار کون سا کھا سکتے ہیں۔

قل احل لكم الطيبت آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے لئے پاکیزہ (حلال) چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔

یہ جملہ جواب سے زائد ہے ایک خاص مصلحت کے تحت جس کا ذکر ہم عنقریب کریں گے اس کا اضافہ کیا گیا ہے اصل جواب آئندہ آیت ہے۔

وما علمتم من الجوارح اور ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار حلال کر دیا گیا ہے۔ جن کو تم نے (شکار کرنا) سکھا دیا

ہو۔الجوارح سے مراد ہیں شکاری جانور خواہ چوپائے ہوں یا پرندے جیسے کتا 'چیتا' باز 'شکرہ' شاہین وغیرہ۔

جرح کا معنی ہے کمانا فلانٌ جَارِحَةُ اھلہ فلاں شخص نے اپنے گھر والوں کے لئے کمائی کرنے والا ہے ہاتھ پاؤں چونکہ کمائی کرتے ہیں اسی لئے ان کو جوارح کہا جاتا ہے شکاری جانور بھی اپنے مالکوں کے لئے شکار کرتے ہیں اور ان کیلئے ان کی غذا کماتے ہیں اس لئے ان کو جوارح کہتے ہیں۔

یا جرح کا معنی ہے زخمی کرنا شکاری جانور شکار کو زخمی کرتے ہیں اس لئے ان کو جوارح کہا جاتا ہے۔اسی مؤخر الذکر توجیہ کی بنا پر امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور اکثر علماء کا قول ہے کہ شکار کا زخمی ہونا ضروری ہے اگر کتے نے شکار کو بغیر زخمی کئے قتل کر دیا مثلاً ٹکر مار کر یا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تو اس کو کھانا درست نہیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول میں شکار کا زخمی ہونا ضروری نہیں ہے اس لئے وہ شکار جو بغیر زخمی ہوئے مر گیا ہو حلال ہے صاحب ہدایہ نے لکھا ہے دونوں توجیہوں میں کوئی منافات نہیں خواہ جرح کا معنی کسب لیا جائے یا زخمی کرنا بہر حال زخمی کرنا بنظر احتیاط ضروری ہے۔کفایہ میں ہے کہ فخر الاسلام بزدوی نے بیان کیا کہ اگر نہی کے اندر معانی کا اختلاف ہو اور اجتماعی صورت مراد لینی ممکن نہ ہو تو کسی ایک معنی کو مراد لینے کے لئے ترجیح دینے والی علت کی ضرورت ہے اور اگر معانی میں تضاد نہ ہو تو سب مراد لئے جائیں گے۔

اگر شبہ کیا جائے؟

کہ یہ تو عموم مشترک کی صورت ہوگئی (کہ بغیر تعیین کے سب معنی مراد ہو سکتے ہیں) حالانکہ امام اعظم عموم مشترک کے قائل نہیں۔

جواب میں کہا جائے گا کہ عموم مشترک کا معنی تو یہ ہے کہ لفظ مشترک سے متکلم کی مراد دونوں معنی ہوں اور سننے والا بھی یہی سمجھے کہ دونوں معنی کو یہ حکم شامل ہے۔عموم کا مفہوم یہی ہوتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ ہمارا مطلب اس جگہ یہ ہے کہ جوارح سے اللہ کی مراد تو یقیناً تعیین کے ساتھ ایک ہی ہے مگر ہمارے پاس کوئی یقینی دلیل نہیں کہ ہم اللہ کی مراد کی تعیین کر سکیں اور دونوں معنی میں منافات ہے نہیں اس لئے ہم بنظر احتیاط کہتے ہیں کہ نہی کا ورود دونوں معنی پر ہے' اور دونوں ہی مراد ہیں۔حنفیہ کے مسلک (یعنی شکار کا زخمی ہونا ضروری ہے اس قول) کی دلیل یہ ہے کہ شکار کے حلال ہونے کے لئے (اصل میں) ذبح یا نحر کرنا ضروری ہے لیکن جہاں اضطرار اور مجبور ہو (کہ ذبح یا نحر نہ کر سکے) وہاں ذبح کا قائم مقام کسی جارحہ سے جرح کرنے (زخم پہنچانے) کو قرار دے دیا جائے گا خواہ بدن کے کسی حصہ میں ہو۔

اگر شکاری جانور نے شکار کے کسی عضو کو توڑ دیا جس سے وہ مر گیا تو امام اعظم کا قول ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کو کھانا حلال ہے کیونکہ اندرونی جراحت بیرونی زخم کی طرح ہے لیکن صحیح روایت میں یہ قول آیا ہے اور یہی بھی ہے کہ شکار مردار ہو جائے گا کیونکہ شکار کا اس طرح زخمی ہو جانا ضروری ہے جس سے خون بہ جائے اور چونکہ اندرونی طور پر کسی عضو کا شکستہ ہونا خون کے بہنے کا سبب نہیں اسلئے شکست عضو سے مار ڈالنا' ایسا ہو جیسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو چیز خون بہا دے اور اللہ کا نام اس پر لے لیا گیا ہو تو کھا لے۔

اسی طرح بالا جماع تیر سے شکار کرنے میں بھی زخمی کرنا شرط ہے حضرت عدی بن حاتم کا قول ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم چپٹے تیر سے شکار کرتے ہیں فرمایا تیر گھس جائے اور کاٹ پیدا کر دے تو کھالو اور تیر کا چپٹا حصہ اگر شکار (کے لگے اور اس سے شکار مر جائے تو مت کھاؤ یہ کوٹے ہوئے کی طرح ہوگا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

مسئلہ: ہر شکاری جانور سے شکار کرنا جائز ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے شیر اور بھیڑیئے کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے کیونکہ یہ دونوں شکاری کے لئے شکار نہیں کرتے ہیں بعض نے ان دونوں کے ساتھ چیل کو ملا دیا ہے۔ خنزیر بالا جماع مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ نجس العین ہے کسی طور پر اس سے انتفاع درست نہیں۔ میں کہتا ہوں کوئی وجہ نہیں کہ شیر اور بھیڑیئے اور چیل کو جوارح سے مستثنیٰ قرار دیا جائے) شکاری کے لئے شکار نہ کرنے کو استثناء کی علت نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اگر ایسا ہے تو یہ دونوں درندے ما علمتم کے لفظ سے خارج ہو جائیں گے (جوارح میں داخل رہیں گے) امام احمد نے فرمایا خالص سیاہ کتے کا شکار حلال نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کتے بھی من جملہ دیگر (حیوانی) امتوں کے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان کو (عام طور پر) قتل کر دینے کا حکم دے دیتا۔ اب تم خالص سیاہ کتے کو قتل کر دیا کرو۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی والدارمی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو مار ڈالنے کا ہم کو حکم دیا پھر کچھ مدت کے بعد ممانعت فرمادی اور فرمایا دو نقطوں والے خالص سیاہ کتے کو قتل کر دیا کرو کہ وہ یقیناً شیطان ہے۔ جمہور کے نزدیک عموم آیت کی وجہ سے ہر کتے کا شکار حلال ہے۔

مکلبین ٹریننگ دیئے ہوئے۔ تعلیم کے اندر ٹریننگ داخل ہے مکرر ذکر تعلیم میں قوت پیدا کرنے اور ترغیب دینے کے لئے کیا گیا۔ مکلب کتوں کو ٹریننگ دینے والا۔ یہ لفظ کلب سے بنا ہے چونکہ کتوں کو ادب آموزی کثیر الوقوع بھی ہے اور زیادہ اثر انگیز بھی اس لئے کلب سے تکلیب بنا کر عام شکاری ٹریننگ کے لئے استعمال کر لیا گیا۔ یا یوں کہا جائے کہ کلب ہر درندہ کو کہتے ہیں (لہٰذا ہر درندہ کو شکار آموزی کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا گیا) قاموس میں ہے کلب ہر کٹکھنا درندہ۔ عتبہ بن ابی لہب رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا تھا حضور ﷺ نے اس کے لئے بددعا کی اور فرمایا اے اللہ اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو (یعنی کسی درندہ کو) اس پر مسلط کر دے چنانچہ شام کو جانے کے ارادہ سے جب وہ قافلہ کے ساتھ مکہ سے نکلا اور قافلہ کسی نہر) پر اترا تو عتبہ نے کہا مجھے محمد ﷺ کی بددعا سے ڈر لگا ہوا ہے لوگوں نے اپنا سارا سامان اس کے گردا گرد جمع کر دیا اور (سامان پر بیٹھ کر ہر طرف سے) عتبہ کی نگرانی کرنے لگے لیکن ایک شیر آیا اور عتبہ کو اچک کر نکال لے گیا۔ حاکم نے یہ روایت مستدرک میں ابوعقرب کے حوالہ سے نقل کی ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

تعلمونهن مما علمكم الله اس طریقہ سے ان کو تعلیم دے کر جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے یعنی ٹریننگ کا جو طریقہ تم کو اللہ نے سکھا دیا ہے تم اس طریقہ سے شکاری جانوروں کو تعلیم دو۔ یا مالک کے چھوڑنے سے شکار کے پیچھے جانا' مالک کے روکنے سے رک جانا' بلانے سے واپس آجانا' شکار کو پکڑ کر روکے رکھنا۔ خود اس میں سے کچھ نہ کھانا یہ تمام امور تم ان کو سکھا دو۔ شکاری جانور کے ٹرینڈ ہو جانے کا علم تین مرتبہ حکم کی تعمیل سے ہو جاتا ہے۔ اگر مالک کی تعلیم کے مطابق شکاری جانور تین بار ایسا کرلے تو ایسے جانور کو ٹرینڈ سمجھا جائے گا۔

تمام علوم عطا کرنے والا اللہ ہی ہے۔علوم تصوری و تصدیقی۔ بدیہی و نظری سب وہی القاء کرتا ہے۔غور وفکر علم کا حقیقی سبب نہیں عادی سبب ہے غور وفکر اور مقدمات صغریٰ و کبریٰ کی ترتیب کے بعد بھی نتیجہ بغیر القاء خداوندی کے نہیں نکلتا۔ بلکہ ترتیب مقدمات کے بعد نتیجہ کا فیضان اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔اس لئے تعلیم کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔

(یعنی کتوں کو تعلیم دینے کا طریقہ اللہ نے قرآن میں یا رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں نہیں سکھایا علوم شرعیہ میں اس کا شمار نہیں مگر کوئی علم ہو بغیر عطاء الٰہی کے حاصل نہیں ہوسکتا' بدیہی علم ہو یا نظری' تجربہ و مشاہدہ سے حاصل ہو یا حدس و تمثیل سے یا استقراء اور برہان سے کوئی علم کسی طریقہ سے حاصل ہو اس کا حصول بغیر الہام والقاء و فیضان کے ناممکن ہے ذرائع علم تو تمام اسباب عادیہ ہیں حقیقی موجب علم عطائے خداوندی ہے)

فکلوا مما امسکن علیکم پس جس شکار کو وہ پکڑ کر تمہارے لئے روک لیں اس میں سے تم کھا سکتے ہو یعنی اس شکار میں سے تم کھا سکتے ہو جس میں سے شکاری جانور نے نہ کھایا ہو آیت کی یہ تفسیر حضرت عدی بن حاتم کی روایت کردہ حدیث سے ماخوذ ہے حضرت عدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اگر بسم اللہ کر کے تم کتے کو چھوڑ دو اور کتا جا کر شکار کو پکڑ لے اور تم شکار کو زندہ پالو تو ذبح کرلو اور اگر کتا اس کو قتل کر چکا ہو مگر خود اس میں سے کچھ نہ کھایا ہو تو تم اس کو کھا سکتے ہو اور اگر کتے نے کچھ کھالیا ہو تو تم اس کو نہ کھاؤ وہ کتے نے اپنے لئے پکڑا ہے۔الحدیث۔ متفق علیہ۔

دوسری روایت اس طرح ہے کہ جس کتے اور باز کو ٹرینڈ کر کے اللہ کا نام لے کر تم نے (شکار پر) چھوڑا ہو تو جو شکار وہ تمہارے لئے پکڑ لے اس کو تم کھا سکتے ہو (عدی نے کہا) میں نے عرض کیا خواہ وہ قتل کر چکا ہو فرمایا خواہ اس نے قتل کر دیا بشرطیکہ اس نے کھایا نہ ہو اگر اس میں سے کچھ کھالیا ہو تو مت کھاؤ وہ شکار اس نے اپنے لئے پکڑا ہے۔یہ حدیث ابوداؤد اور بیہقی نے مجالد کی روایت سے بیان کی ہے اور مجالد نے شعبی کی روایت نقل کی ہے بیہقی نے لکھا ہے کہ صرف مجالد کے بیان میں باز کا ذکر ہے۔دوسرے حفاظ حدیث کی روایت اس کے خلاف ہے (یعنی باقی روایات میں صرف کتے کا ذکر ہے باز کا ذکر نہیں) یہی تفسیر جو حضرت عدی کی حدیث سے ماخوذ ہے۔۔امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی دلیل ہے کہ اگر شکاری جانور نے شکار میں سے کچھ کھالیا ہو تو اس شکار کو کھانا حلال نہیں۔امام احمد کا قول بھی یہی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قولوں میں سے صحیح ترین قول یہی ہے۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عطا' طاؤس' شعبی' ثوری اور ابن مبارک کا مختار بھی یہی ہے اور حضرت ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ کتے کے ٹرینڈ ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ اس کو تین بار شکار پر چھوڑا جائے جب تین بار شکار کرنے کے بعد وہ خود نہ کھائے تو اس کو ٹرینڈ کتا کہا جائے گا۔اس کتے سے چوتھی مرتبہ شکار کر کے کھانا جائز ہے بعض روایات میں امام صاحب کا قول آیا ہے کہ تیسری مرتبہ کا شکار کیا ہوا بھی حلال ہے۔امام مالک کا قول ہے کہ اگر کتا شکار کا گوشت کھا بھی لے تب بھی وہ شکار حلال ہے ایک روایت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کے اقوال بھی یہی روایات میں آئے ہیں کیونکہ حضرت عمرو بن شعیب کے دادا کی روایت ہے کہ ایک شخص جس کا نام ابوثعلبہ رضی اللہ

عنہ: تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس ٹرینڈ کتے ہیں میں ان سے شکار کرتا ہوں فرمایا اگر تیرے کتے ٹرینڈ ہیں تو جو شکار وہ تیرے لئے پکڑ رکھیں اس کو تو کھا سکتا ہے ابوثعلبہ نے عرض کیا شکار ذبح کیا گیا ہو یا نہ ذبح کیا گیا ہو۔ فرمایا ذبح ہو یا نہ ہو۔ ابوثعلبہ نے عرض کیا خواہ کتے نے اس میں سے کچھ کھالیا ہو فرمایا خواہ اس نے اس میں سے کچھ کھالیا ہو۔ رواہ ابوداؤد۔

میں کہتا ہوں بیہقی نے اس حدیث کو معلل قرار دیا ہے اور حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم والی حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث اور مجالد کی روایت کے بموجب اگر آیت کی تفسیر کی جائے تو خود نہ کھانے کی جو شرط درندہ شکاری جانوروں کے متعلق ہے وہی شکاری پرندوں کے سلسلہ میں ہوگی اور بعض فقہاء کا یہی مسلک ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شکاری پرندوں کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ انہوں نے شکار میں سے کچھ نہ کھایا ہو وجہ ظاہر ہے کہ شکاری پرندے ضرب برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (کہ ان کو مار کر شکار ان کے پنجوں سے چھڑا لیا جائے) اور درندے چوپائے ضرب کی برداشت رکھتے ہیں۔ عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ جب کتا کھالے تو تم نہ کھاؤ اور شکرا کھالے تو تم (بقیہ) کھا سکتے ہو کیونکہ کتا ضرب کو برداشت کر سکتا اور شکرا برداشت نہیں کر سکتا۔

اس تنقیح سے یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ یہ تو قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں قیاسی استدلال ہے جو نا قابل قبول ہے کیونکہ قرآن میں تو کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے شکاری جانور کے کچھ نہ کھانے کی شرط پر واضح دلالت ہو رہی ہو لفظ امساک (جو امسکن علیکم میں موجود ہے) ارسال کی ضد ہے (یعنی پکڑ لینا نہ چھوڑنا) اکل کی ضد نہیں ہے (یعنی امساک کا معنی نہ کھانا نہیں ہے) اور کتے کے شکار میں نہ کھانے کی شرط (ظاہر نص قرآنی کی وجہ سے نہیں بلکہ) صحیحین کی حدیث کی وجہ سے لگائی گئی ہے۔ رہا مجالد کی انفرادی روایت (جس میں باز کا لفظ بھی آیا ہے) وہ نا قابل قبول ہے حفاظ حدیث کی روایت کے بھی خلاف ہے اور قیاس کی بھی مخالف ہے۔

واذكروا اسم الله عليه اور اس شکاری جانور پر اللہ کا نام لے لیا کرو یعنی شکاری جانور کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ لہٰذا کتے اور باز وغیرہ کو شکار پر چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھنی ضروری ہے اسی طرح تیر چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھنی لازم ہے ویسے ہی جیسے ذبح کے وقت پڑھنی ضروری ہے فرق یہ ہے کہ ذبح میں جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور تیر یا شکاری جانور کو چھوڑتے وقت کیونکہ شکار پر گرفت تیر پھینکنے یا شکاری جانور کو چھوڑنے کے وقت نہیں ہوتی لہٰذا ایسے فعل کے وقت اللہ کا نام لینا چاہئے جس پر قدرت ہو یہی وجہ ہے کہ اگر کسی بکری کو پچھاڑا اور بسم اللہ پڑھی اور اس بسم اللہ سے ذبح دوسری کردی تو ناجائز ہے اور اگر کسی شکار پر تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھی اور تیر دوسرے پرندہ کے لگ گیا جس سے وہ مر گیا تو حلال ہے اور اگر ایک بکری کو پچھاڑا اور بسم اللہ پڑھی پھر وہ چھری پھینک دی اور دوسری سے ذبح کر دیا تو حلال ہے اور اگر تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھی مگر وہ تیر نہ چھوڑا بلکہ دوسرا چھوڑا تو شکار حلال نہیں۔ مذبوح کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنی اصل ہے لیکن اگر مجبوراً ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو پھر آلہ (شکاری جانور یا تیر) کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنی کافی ہے اسی لئے اگر شکار پر شکاری جانور کو یا تیر کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لی ہو مگر شکار زندہ ہاتھ لگ جائے تو دوبارہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنی اور بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا

واجب ہے ایسا نہ کیا تو وہ شکار حلال نہ ہوگا۔ یہ حکم اس وقت ہوگا جب زندہ کو ذبح کرنے کا امکان ہو اور ذبح نہ کرے لیکن زندہ جانور ہاتھ میں ایسی حالت میں آجائے کہ ذبح کئے ہوئے جانور سے کچھ زائد اس کے اندر جان ہو مگر ذبح نہ کر سکے اور وہ مر جائے تو ایک روایت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ حلال نہیں دوسری روایت میں حلت کا قول آیا ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اگر ذبح پر قدرت آلۂ ذبح نہ ہونے کی وجہ سے نہ ہو سکے تو حلال نہیں اور ذبح کرنے کا وقت نہ ملے اور اس وجہ سے ذبح نہ کر سکے تو حلال ہے۔ یہ قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں۔

مسئلہ: جانور یا تیر چھوڑنے کے وقت قصداً بسم اللہ ترک کر دی یا ذبح کرنے کے وقت قصداً بسم اللہ نہ کہی یا ٹرینڈ کتے کے ساتھ کوئی ان ٹرینڈ کتا یا مجوسی کتا یا کوئی ایسا کتا جس کو چھوڑنے کے وقت قصداً بسم اللہ ترک کر دی گئی ہو شریک ہو گیا تو اس شکار کو کھانا حلال نہیں کیونکہ اس آیت میں شکار کے حلال ہونے کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ فوت ہو گئی اس کے علاوہ دوسری آیت میں آیا ہے ولا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه جس پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا گیا ہو اس کو نہ کھاؤ۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ایک اور کتا بھی شریک ہو جاتا ہے فرمایا اس کو مت کھاؤ۔ کیونکہ بسم اللہ تو تم نے اپنے کتے کو چھوڑتے وقت پڑھی ہے دوسرے کتے پر نہیں پڑھی۔ متفق علیہ۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اپنا کتا چھوڑتے وقت تم اللہ کا نام لے لیا کرو اب اگر وہ کتا تمہارے لئے پکڑ کر روک رکھے اور تم شکار کو زندہ پالو تو اس کو ذبح کر لو اور اگر مقتول پاؤ مگر کتے نے اس میں سے نہ کھایا ہو تو تم کھا سکتے ہو۔ (۱) [اور اگر کھا لیا ہو تو نہ کھاؤ کیونکہ اس نے شکار اپنے لئے پکڑا ہے اور اگر تم اپنے کتے کے ساتھ کسی دوسرے کتے (یعنی غیر کتے کو) شریک پاؤ اور شکار قتل ہو چکا ہو تو اس کو نہ کھاؤ کیونکہ تم کو معلوم نہیں کہ کس کتے نے شکار کو قتل کیا ہے اور اگر بسم اللہ پڑھ کر تم تیر چھوڑ دو اور شکار ایک دن تک تمہاری نظر سے غائب ہو جائے پھر (مقتول ملے مگر اس میں تمہارے تیر کے نشان کے علاوہ کوئی دوسرا نشان نہ ہو (تو اس کو کھا لو)] اور اگر اس کو پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ تو نہ کھاؤ۔ متفق علیہ۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے بسم اللہ کر کے اپنی کمان سے جو شکار کیا ہو اس کو کھاؤ اور جو بسم اللہ کر کے اپنے ٹرینڈ کتے کے ذریعہ سے شکار کیا ہو اس کو کھاؤ اور جو بن سدھائے کتے کے ذریعے سے شکار کیا ہو اور ذبح کو پہنچ گئے ہو (یعنی ذبح کر لیا ہو) تو اس کو بھی کھاؤ۔ متفق علیہ۔

مسئلہ: اگر بسم اللہ کہنا بھول گیا تو امام احمد کے نزدیک حلال نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ کتب مالکیہ میں یہی مذکور ہے۔ امام احمد کا ایک قول بھی اسی طرح آیا ہے۔ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر ذبح پر بسم اللہ کہنا بھول گیا تو ذبیحہ حلال ہے اور شکار پر شکاری جانور اور تیر چھوڑتے وقت بسم اللہ کہنا بھول گیا تو شکار حرام ہے امام احمد کا تیسرا قول یہ ہے کہ تیر پھینکتے وقت اگر بسم اللہ کہنا بھول گیا تو شکار حلال ہے اور کتے یا چیتے کو چھوڑتے وقت بسم اللہ کہنا بھول گیا تو شکار حرام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بہر صورت حلال ہے (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: کا قول بھی ایک

روایت میں بھی آیا ہے۔ ابوالقاسم مالکی کا بھی یہی مختار ہے) خواہ بسم اللہ قصداً ترک کی ہو یا بھول گیا ہو۔ ذبیحہ پر ترک ہو یا کتے اور تیر سے شکار کرنے پر مگر کتا ٹرینڈ ہونا چاہئے اور ٹریننگ دینے والا مسلمان ہو یا کتابی۔ لیکن اگر ان ٹرینڈ کتا یا مجوسی کا کتا شریک ہوگیا تو شکار حرام ہے۔ مطلقاً متروک التسمیہ کے حلال ہونے پر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے کہ کچھ لوگوں نے خدمت گرامی میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ: بعض لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ (ذبح کے وقت) اس پر بسم اللہ کہی گئی ہے یا نہیں فرمایا تم بسم اللہ پڑھ لیا کرو اور کھالیا کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لوگوں کے کفر کا زمانہ گزرے اس وقت تک زیادہ مدت نہیں ہوئی تھی۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے بعض آدمی ذبح کرتے ہیں اور بسم اللہ کہنی بھول جاتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام ہر مسلمان کے منہ میں ہے۔ رواہ الدارقطنی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان اگر ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تو پھر بسم اللہ کہے اور اللہ کا نام لے کر کھالے۔ رواہ الدارقطنی۔ صلت کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے بسم اللہ کہی ہو یا نہ کہی ہو۔ رواہ ابوداؤد فی المراسیل۔ بیہقی نے اس حدیث کو موصولاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے مگر اس کی اسناد میں ضعف ہے۔ بیہقی نے لکھا ہے صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

ان روایات کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث تو ترک بسم اللہ پر دلالت ہی نہیں کرتی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ بسم اللہ پڑھتے ہی ہوں گے۔ دوسری حدیث کی سند میں مروان بن سالم ہے جس کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور نسائی و دارقطنی نے اس کو متروک کہا ہے۔ تیسری حدیث کی روایت میں ایک شخص معقل مجہول ہے۔ چوتھی روایت مرسل ہے۔ پھر دوسری اور تیسری حدیث اس ذبیحہ کے متعلق ہے جس پر بسم اللہ کہنی بھول کر رہ گئی ہے اس سے شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید نہیں ہو سکتی اور چوتھی حدیث کو ہم حالت نسیان پر محمول کرتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ قصداً متروک التسمیہ کو حلال قرار دینا خلاف اجماع ہے۔ امام شافعی سے پہلے کوئی بھی اس کی حلت کا قائل نہ تھا البتہ بھول کر بسم اللہ پڑھنی رہ گئی ہو تو اس کے متعلق سلف میں اختلاف تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو حرام کہتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و حضرت علی رضی اللہ عنہ حلال۔ اس لئے امام ابویوسف نے کہا کہ قصداً اگر بسم اللہ نہ پڑھی ہو تو اس میں اجتہاد کی گنجائش ہی نہیں ہے (یہ تو اجماعاً حرام ہے) اور اگر قاضی ایسے ذبیحہ کی بیع کے جواز کا حکم دے دے تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوگا کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔

مسئلہ: جو شکار پالتو ہو گیا ہو تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے اور جو اونٹ گائے جنگلی ہو گیا ہو تو صرف زخمی کر دینا ہی اس کا تزکیہ ہے اور اگر بکری آوارہ ہو کر جنگل کو چلی گئی ہو تو اس کا تزکیہ بھی فقط زخمی کر دینا ہے لیکن اگر آوارہ ہو کر شہر ہی کے اندر ہو تو چونکہ اس کو پکڑنا ممکن ہے اس لئے اس کو ذبح کرنا لازم ہے اصل ضابطہ یہ ہے کہ جب ذبح کرنا قابو سے باہر ہو تو اس شے کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جس کو ذبح کے قائم مقام مانا گیا ہے اور جب پالتو جانور صحرائی بن جائیں تو اختیاری تزکیہ ممکن نہیں رہتا اس کے برخلاف جو صحرائی جانور پالتو بنالیا جائے وہاں اختیاری تزکیہ پر قابو ہو جاتا ہے۔

یہی حالت جمہور کے نزدیک اس وقت ہوگی جب کوئی چوپایہ کنوئیں میں گر پڑے اور اس کو ذبح کرنا ناممکن ہو جائے تو تزکیہ غیر اختیاری یعنی صرف زخمی کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پالتو جانوروں کا باقاعدہ ذبح کرنا یعنی حلق اور لبہ کا کاٹنا ضروری ہے کیونکہ بھاگ کر ان کا صحرائی بن جانا بہت نادر ہے جو نا قابل اعتبار ہے۔

ہماری دلیل حضرت رافع رضی اللہ عنہ بن خدیج کی روایت کردہ حدیث ہے۔ حضرت رافع کا بیان ہے کہ مال غنیمت سے کچھ اونٹ ہم کو ملے ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا لیکن ایک آدمی نے اس کے تیر مارا جس کی وجہ سے اللہ نے اس کو روک دیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان اونٹوں میں کچھ وحشی جنگلی بھی ہوتے ہیں جیسے دوسرے وحشی جانور لہٰذا اگر ان میں سے کوئی بے قابو ہو جائے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا کرو۔ متفق علیہ۔

ابوالعشراء کی روایت ہے کہ میرے باپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ کیا حلق اور لبہ کے سوا ذبح کرنے کی اور کوئی صورت نہیں؟ فرمایا: اگر اس کی ران میں تم نیزہ مار دو تب بھی کافی ہے۔ (رواہ احمد واصحاب السنن الاربعۃ والدارمی)

ابوداؤد نے بیان کیا ہے کہ اوپر سے نیچے گرنے والے جانور کا تزکیہ بھی اسی طرح ہے ترمذی نے لکھا ہے ایسا ضرورت کے وقت ہوگا۔ حافظ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مسند ابوالعشراء میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے اگر تم اس کی ران یا پہلو میں نیزہ مار دو اور اللہ کا نام لے لو تو تمہارے لئے کافی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے ایک اونٹ کنوئیں میں گر گیا تو اس کے پہلو کو نیزہ سے زخمی کر دیا گیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ دریافت کیا گیا آپ نے کھانے کا حکم دے دیا۔

مسئلہ: شکار کے تیر مارنے سے اگر اس کا کوئی عضو کٹ کر جدا ہو جائے تو شکار حلال ہے اور وہ کٹا ہوا عضو نہیں کھایا جائے گا۔ امام شافعی کے نزدیک دونوں کو کھانا حلال ہے خواہ شکار تیر مارنے سے مر گیا ہو کیونکہ غیر اختیاری تزکیہ سے عضو جدا ہوا ہے لہٰذا جس بدن سے جدا ہوا اور جو عضو جدا ہوا دونوں کا کھانا حلال ہے۔ ہمارے مسلک کا ثبوت حدیث سے ملتا ہے حضور کا فرمان عام ہے کہ زندہ سے جو حصہ جدا کر لیا گیا ہو وہ حصہ مردار ہے۔

واتقوا اللہ اور (ممنوعات کا ارتکاب کرنے) میں اللہ سے ڈرو۔

ان اللہ سریع الحساب یقیناً اللہ (عزوجل) جلد حساب لینے والا ہے۔ تمہارے ہر چھوٹے بڑے گناہ کی پکڑ کرے گا۔

ترک تسمیہ میں سہو کی صورت حلت وحرمت پر اختلاف ائمہ اربعہ

مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اس نے اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ لیتا تو اللہ کا نام ہی لیتا۔ اس کی مضبوطی دارقطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ ذکر کرے تو کھا لیا کرو کیونکہ مسلمان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے،

اسی مذہب کی دلیل میں وہ حدیث بھی پیش ہو سکتی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نو مسلموں کے ذبیحہ کے کھانے کی جس میں دونوں احتمال تھے آپ نے اجازت دی تو اگر بسم اللہ کا کہنا شرط اور لازم ہوتا تو حضور تحقیق کرنے کا حکم دیتے، تیسرا قول یہ ہے کہ اگر بسم اللہ کہنا بوقت ذبح بھول گیا ہے تو ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ نہ کہی جائے وہ حرام ہے اسی لئے امام ابو یوسف اور مشائخ نے کہا ہے کہ

اگر کوئی حاکم اسے بیچنے کا حکم بھی دے تو وہ حکم جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔

امام ابوجعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ حرام کہا ہے انہوں نے اور دلائل سے اس حدیث کی بھی مخالفت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلم کو اس کا نام ہی کافی ہے اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کرنا بھول گیا تو اللہ کا نام لے اور کھالے۔

یہ حدیث بیہقی میں ہے لیکن اس کا مرفوع روایت کرنا خطا ہے اور یہ خطا معقل بن عبیداللہ خرزی کی ہے، ہیں تو یہ صحیح مسلم کے راویوں میں سے مگر سعید بن منصور اور عبداللہ بن زبیر حمیری اسے عبداللہ بن عباس سے موقوف روایت کرتے ہیں۔ بقول امام بیہقی یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبی اور محمد بن سیرین اس جانور کا کھانا مکروہ جانتے تھے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو گو بھول سے ہی رہ گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سلف کراہیت کا اطلاق حرمت پر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ہاں یہ یاد رہے کہ امام ابن جریر کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ان دو ایک قولوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے جو جمہور کے مخالف ہوں اور اسے اجماع شمار کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میرے پاس بہت سے پرند ذبح شدہ آئے ہیں ان سے بعض کے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہے اور بعض پر بھول سے رہ گئی ہے اور سب غلط ملط ہو گئے ہیں آپ نے فتویٰ دیا کہ سب کھالو، پھر محمد بن سیرین سے یہی سوال ہوا تو آپ نے فرمایا جن پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا انہیں نہ کھاؤ۔

اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطاء کو بھول کو اور جس کام پر زبردستی کی جائے اس کو معاف فرما دیا ہے لیکن اس میں ضعف ہے ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یارسول اللہ بتائیے تو ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا نام ہر مسلمان کی زبان پر ہے (یعنی وہ حلال ہے) لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے،

مردان بن سالم ابوعبداللہ شامی اس حدیث کا راوی ہے اور ان پر بہت سے ائمہ نے جرح کی ہے، واللہ اعلم، میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں تمام مذاہب اور ان کے دلائل وغیرہ تفصیل سے لکھے ہیں اور پوری بحث کی ہے، بظاہر دلیلوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے لیکن اگر کسی مسلمان کی زبان سے جلدی میں یا بھولے سے یا کسی اور وجہ سے نہ نکلے اور ذبح ہو گیا تو وہ حرام نہیں ہوتا۔

عام اہل علم تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا کوئی حصہ منسوخ نہیں لیکن بعض حضرات کہتے ہیں اس میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا استثناء کر لیا گیا ہے اور ان کا ذبح کیا ہوا حلال جانور کھالینا ہمارے ہاں حلال ہے تو گو وہ اپنی اصطلاح میں اسے نسخ سے تعبیر کریں لیکن دراصل یہ ایک مخصوص صورت ہے پھر فرمایا کہ شیطان اپنے ولیوں کی طرف وحی کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر سے جب کہا گیا کہ مختار گمان کرتا ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا وہ ٹھیک کہتا ہے۔ شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں اور روایت میں ہے کہ اس وقت مختار حج کو آیا ہوا تھا۔ ابن عباس کے اس جواب سے کہ وہ سچا ہے اس شخص کو سخت تعجب ہوا اس وقت آپ نے تفصیل بیان فرمائی کہ ایک تو اللہ کی وحی جو آنحضرت کی طرف آئی اور ایک شیطانی وحی

ہے جو شیطان کے دوستوں کی طرف آتی ہے۔ شیطانی وساوس کو لے کر لشکر شیطان اللہ والوں سے جھگڑتے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ کیا اندھیر ہے؟ کہ ہم اپنے ہاتھ سے مارا ہوا جانور تو کھالیں اور جسے اللہ مار دے یعنی اپنی موت آپ مر جائے اسے نہ کھائیں؟ اس پر یہ آیت اتری اور بیان فرمایا کہ وجہ حلت اللہ کے نام کا ذکر ہے لیکن ہے یہ قصہ غور طلب اولاً اس وجہ سے کہ یہودی از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں جانتے تھے دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہودی تو مدینے میں تھے اور یہ پوری سورت مکہ میں اتری ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ حدیث ترمذی میں مروی تو ہے لیکن مرسل طبرانی میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھالو اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ تو اہل فارس نے قریشیوں سے کہلوا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ جھگڑیں اور کہیں کہ جسے تم اپنی چھری سے ذبح کرو وہ تو حلال اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے خود ذبح کرے وہ حرام؟ یعنی میتہ از خود مرا ہوا جانور۔ اس پر یہ آیت اتری، پس شیاطین سے مراد فارسی ہیں اور ان کے اولیاء قریش ہیں اور بھی اس طرح کی بہت سی روایتیں کئی ایک سندوں سے مروی ہیں لیکن کسی میں بھی یہود کا ذکر نہیں پس صحیح یہی ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور یہود مدینے میں تھے اور اس لئے بھی کہ یہودی خود مردار خوار نہ تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جسے تم نے ذبح کیا یہ تو وہ ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اور جو از خود مر گیا وہ وہ ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، انعام ۱۲۱)

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ

باب: بدوی لوگ، ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کے طور پر جو جانور قربان کرتے ہیں، اسے کھانے (کا حکم؟)

2820 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اسْمُ أَبِي رَيْحَانَةَ، عَبْدُ اللهِ بْنُ مَطَرٍ، وَغُنْدَرٌ أَوْقَفَهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں کے معاقرہ (یعنی ایک دوسرے کے مقابلے میں اونٹ ذبح کرنا) سے منع کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) غندر نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر "موقوف" روایت کے طور پر نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابو ریحانہ کا نام عبداللہ بن مطر ہے۔

بَابٌ فِي الذَّبِيحَةِ بِالْمَرْوَةِ

باب: پتھر کے ذریعے ذبح کیا جانے والا جانور

2821 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ

أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرِنْ - أَوْ أَعْجِلْ - مَا أَنْهَرَ الدَّمَ. وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوا مَا لَمْ يَكُنْ سِنًّا أَوْ ظُفُرًا. وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ. أَمَّا السِّنُّ: فَعَظْمٌ. وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ. وَتَقَدَّمَ بِهِ سَرَعَانٌ مِنَ النَّاسِ فَتَعَجَّلُوا فَأَصَابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ النَّاسِ. فَنَصَبُوا قُدُورًا. فَمَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ. وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ. وَنَدَّ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ. وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ. فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ. فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هٰذَا فَافْعَلُوا بِهِ مِثْلَ هٰذَا

❀❀ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی:

''یارسول اللہ! کل ہم نے دشمن کا سامنا کرنا ہے، ابھی ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں، تو کیا ہم پتھر یا عصا کی دھار سے ذبح کرلیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جلدی کرو (یہاں ایک لفظ میں راوی کو شک ہے) جس (ذبیحہ) کا خون بہہ جائے اور (ذبح کے وقت) اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو، اسے کھالو، بشرطیکہ اسے ''سن'' یا ''ظفر'' کے ذریعے ذبح نہ کیا گیا ہو۔

میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں، ''سن'' سے مراد ہڈی ہے، اور ''ظفر'' حبشہ کے مخصوص چھری ہے، کچھ جلد باز لوگ آگے بڑھے، تو انہیں غنیمت میں (بکریاں) پہلے مل گئیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے والے لوگوں میں موجود تھے، (پہلے والے لوگوں) نے ہنڈیائیں چڑھادیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزران ہنڈیاؤں کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم تحت انہیں الٹادیا گیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے درمیان مال غنیمت تقسیم کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے مساوی قرار دیا، لوگوں کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ سرکش ہوگیا، اس وقت ان کے پاس کوئی گھوڑا نہیں تھا، تو ایک شخص نے اس (اونٹ کو) تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس (اونٹ کو) روک دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ جانور بھی بعض اوقات وحشی (درندوں) کی طرح سرکش ہو جاتے ہیں، ان میں سے جو ایسا کرے، اس کے ساتھ اسی طرح کا طرزِ عمل اختیار کرو''

2822 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ، وَحَمَّادًا حَدَّثَاهُمْ. الْمَعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ أَوْ صَفْوَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: اصَّدْتُ أَرْنَبَيْنِ فَذَبَحْتُهُمَا بِمَرْوَةٍ. فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمَا فَأَمَرَنِي بِأَكْلِهِمَا

❀❀ حضرت محمد بن صفوان رضی اللہ عنہ (یا شاید صفوان بن محمد) بیان کرتے ہیں: میں نے دو خرگوش شکار کیے، میں نے پتھر

2822- اسنادہ صحیح. الشعبی: ھو عامر بن شراحیل، وعاصم: ھو ابن سلیمان الاحول، وحماد: ھو ابن زید، ومُسدَّد: ھو ابنُ مسرھَد. واخرجه ابن ماجه (3175)، والنسائی (4313) من طریق عاصم الاحول، وابن ماجه (3244)، والنسائی (4313) و (4399) من طریق داود بن ابی ھند، کلاھما عن الشعبی، به. وقد وقع اسم الصحابی عند ابن ماجه: محمد بن صیفی، والصحیح محمد بن صفوان کما قال البخاری فیما نقله عنه الترمذی فی "العلل الکبیر" (256)، والدارقطنی فی "العلل" ھـ/ورقة ھـ. وھو فی "مسند احمد" (15870).

کے ذریعے انہیں ذبح کیا، میں نے نبی اکرم ﷺ سے ان کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے مجھے انہیں کھا لینے کا حکم دیا۔

2823 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ كَانَ يَرْعَى لِقْحَةً بِشِعْبٍ مِنْ شِعَابِ أُحُدٍ، فَأَخَذَهَا الْمَوْتُ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا يَنْحَرُهَا بِهِ، فَأَخَذَ وَتِدًا فَوَجَأَ بِهِ فِي لَبَّتِهَا حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهَا، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا

⊛⊛ عطاء بن یسار، بنو حارثہ سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ اُحد کی ایک گھاٹی میں، اونٹنی چرا رہے تھے، وہ مرنے لگی، توانہیں ایسی کوئی چیز نہیں ملی، جس کے ذریعے وہ اسے نحر کرتے، انہوں نے ایک میخ لی اور اسے نحر کے مقام پر گھونپ دیا، یہاں تک کہ اس کا خون بہہ گیا، پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا، تو آپ ﷺ نے اسے کھا لینے کی ہدایت کی۔

2824 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُرَيِّ بْنِ قَطَرِيٍّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ أَحَدُنَا أَصَابَ صَيْدًا وَلَيْسَ مَعَهُ سِكِّينٌ أَيَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ: أَمْرِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

⊛⊛ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ کہ ہم میں سے کوئی ایک شکار کو پکڑ لیتا ہے، لیکن اس کے پاس چھری نہیں ہوتی، تو کیا وہ اسے پتھر سے یا لاٹھی کی دھار کے ذریعے ذبح کر دے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم اللہ کا نام لے کر، جس چیز کے ذریعے چاہو، خون بہا دو"

بَابُ مَا جَاءَ فِي ذَبِيحَةِ الْمُتَرَدِّيَةِ

باب: (بلندی سے) گرنے والے جانور کو ذبح کیا جانا

2825 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الْعُشَرَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَمَا تَكُونُ الذَّكَاةُ إِلَّا مِنَ اللَّبَّةِ، أَوِ الْحَلْقِ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ طَعَنْتَ فِي فَخِذِهَا لَأَجْزَأَ عَنْكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا لَا يَصْلُحُ إِلَّا فِي الْمُتَرَدِّيَةِ وَالْمُتَوَحِّشِ

⊛⊛ ابوعشراء اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا صرف نرخرے اور حلق میں ہی ذبح کیا جا سکتا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم اس کی ران میں (نیزہ یا تیر) مار دو، تو یہ تمہارے لیے کافی ہوگا"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ صرف ایسے جانور کے لیے ہے، جو بلندی سے نیچے گر گیا، یا وحشی (سرکش) ہو گیا ہو۔

بَابٌ فِي الْمُبَالَغَةِ فِي الذَّبْحِ

باب: ذبح کرنے میں مبالغہ کرنا

2826 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عِيسَى مَوْلَى ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ زَادَ ابْنُ عِيسَى وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرِيطَةِ الشَّيْطَانِ زَادَ ابْنُ عِيسَى فِي حَدِيثِهِ: وَهِيَ الَّتِي تُذْبَحُ فَيُقْطَعُ الْجِلْدُ وَلَا تُفْرَى الْأَوْدَاجُ ثُمَّ تُتْرَكُ حَتَّى تَمُوتَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے ذبیحہ سے منع کیا ہے"

ابن عیسیٰ نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ذبح کے وقت جانور کی کھال کاٹ دی جائے لیکن اس کی رگیں نہ کاٹی جائیں اور پھر اسے یونہی چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ذَكَاةِ الْجَنِينِ

باب: (جانور کے) پیٹ میں موجود بچے کو ذبح کرنے (کا حکم؟)

2827 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَنِينِ فَقَالَ: كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ. وَقَالَ مُسَدَّدٌ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَنْحَرُ النَّاقَةَ، وَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ فَنَجِدُ فِي بَطْنِهَا الْجَنِينَ أَنُلْقِيهِ أَمْ نَأْكُلُهُ؟ قَالَ: كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (جانور کے) پیٹ میں موجود بچے کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اسے کھالو۔

مسدد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم کوئی اونٹنی نحر کرتے ہیں، یا گائے یا بکری ذبح کرتے ہیں، اور پھر اس کے پیٹ میں بچہ بھی پاتے ہیں، تو کیا ہم اسے پھینک دیں یا اسے کھالیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم چاہو تو اسے کھالو، کیونکہ اس کی ماں کو ذبح کرنا، اسے ذبح کرنا شمار ہوگا"

2828 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ الْقَدَّاحُ الْمَكِّيُّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"(جانور کے پیٹ میں موجود) بچہ کا ذبح، اس کی ماں کا ذبح کرنا ہی ہوگا"

پیٹ میں موجود بچے کو ذبح کرنے سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

حدیث کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ ماں کا ذبح ہونا اس کے پیٹ کے بچہ کے حلال ہونے کے لئے کافی ہے، مثلاً کسی شخص نے اونٹنی کو نحر کیا یا بکری کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا تو اس کو کھانا جائز ہے، چنانچہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہ مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک تو اس بچہ کا کھانا ہر حال میں درست ہو گا، خواہ اس کے جسم پر بال ہوں یا نہ ہوں اور حضرت امام مالک کے نزدیک اس بچہ کو کھانا اسی صورت میں جائز ہوگا جب کہ اس کی جسمانی ساخت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے بدن پر بال نکل چکے ہوں۔ ان تینوں ائمہ کے برخلاف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس بچہ کو کھانا حلال نہیں ہے ہاں اگر وہ بچہ ماں کے پیٹ سے زندہ نکلے اور پھر اس کو ذبح کیا جائے تو اس صورت میں اس کو کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حنفیہ میں سے امام زفر اور حضرت امام حسن ابن زیاد کا بھی یہی قول ہے، ان حضرات کی طرف سے اپنے مسلک کی دلیل کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر شکار (گولی یا تیر وغیرہ کھا کر) پانی میں گر پڑے اور پھر اس میں سے مردہ نکلے تو اس کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ شکار پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے مرا ہو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جان نکلنے کے سبب میں شک واقع ہو جانے کی وجہ سے اس شکار کو کھانا حرام قرار دیا تو چونکہ وہی چیز یعنی جان نکلنے کے سبب میں شک کا واقع ہونا، ذبیحہ کے پیٹ سے نکلنے والے مردہ بچہ کے بارے میں بھی موجود ہے اس لئے وہ بھی حرام ہوگا کیونکہ جس طرح پانی میں گر جائے اور شکار کی موت کا سبب معلوم نہیں ہو سکتا اسی طرح اس مردہ بچہ کی موت کا سبب بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیا وہ اپنی ماں کے ذبح کئے جانے کے سبب سے مرا ہے یا دم گھٹنے کی وجہ سے مر گیا ہے۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو حضرت امام اعظم کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے میں کلام کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ اللَّحْمِ لَا يُدْرَى أَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟

باب: ایسے گوشت کو کھانے کا حکم کیا ہے؟ جس کے بارے میں یہ پتہ نہ کہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا تھا' یا نہیں؟

2829 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، وَمُحَاضِرٌ الْمَعْنَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَلَمْ يَذْكُرَا عَنْ حَمَّادٍ، وَمَالِكٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ قَوْمًا حَدِيثُو عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ يَأْتُونَ بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا أَمْ لَمْ يَذْكُرُوا، أَفَنَأْكُلُ مِنْهَا؛ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمُّوا اللهَ وَكُلُوا

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! لوگ زمانہ جاہلیت سے زیادہ دور نہیں ہیں، وہ کوئی گوشت لے آتے ہیں، ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ انہوں نے (ذبح کے وقت) اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا تھا یا نہیں؟ تو کیا ہم اسے کھالیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اللہ کا نام لے کر (اسے) کھالو''

بَابٌ فِي الْعَتِيرَةِ

باب: عتیرہ کا بیان

2830 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ الْمَعْنَى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ: قَالَ نُبَيْشَةُ: نَادَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُنَّا نَعْتِرُ عَتِيرَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فِي رَجَبٍ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: اذْبَحُوا لِلَّهِ فِي أَيِّ شَهْرٍ كَانَ، وَبَرُّوا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَطْعِمُوا. قَالَ: إِنَّا كُنَّا نُفْرِعُ فَرَعًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فِي كُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعٌ تَغْذُوهُ مَاشِيَتُكَ حَتَّى إِذَا اسْتَحْمَلَ قَالَ نَصْرٌ: اسْتَحْمَلَ لِلْحَجِيجِ ذَبَحْتَهُ فَتَصَدَّقْتَ بِلَحْمِهِ. قَالَ خَالِدٌ: أَحْسَبُهُ قَالَ: عَلَى ابْنِ السَّبِيلِ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ. قَالَ خَالِدٌ: قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ: كَمِ السَّائِمَةُ؟ قَالَ: مِائَةٌ

حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے بلند آواز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: زمانہ جاہلیت میں ہم لوگ رجب کے مہینے میں، ''عتیرہ'' کے نام کی قربانی کیا کرتے تھے، اب آپ ہمیں (اس حوالے سے) کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کے نام پر ذبح کرو، خواہ کوئی بھی مہینہ ہو، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو، اور (اس کا گوشت دوسروں کو بھی) کھلاؤ! اس نے عرض کی: ہم زمانہ جاہلیت میں ''فرع'' کے نام کی قربانی کیا کرتے تھے، تو آپ ہمیں (اس حوالے سے) کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر سائمہ (ایک سو بکریوں) میں سے ایک ''فرع'' ہونی چاہیے، جسے تمہارا جانور غذا فراہم کرے (یعنی دودھ پلائے) یہاں تک کہ جب وہ بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جائے، (یہاں نصر نامی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) حاجیوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جائے، تو تم اسے ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دو''۔

خالد کہتے ہیں: میرا خیال ہے، روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''مسافر پر (صدقہ کر دو) کیونکہ یہ خیر ہے''

خالد کہتے ہیں: میں نے ابوقلابہ سے دریافت کیا: سائمہ کتنے ہوتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ایک سو۔

2831 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ

2831-اسناده صحيح - سعيد: هو ابن المسيب، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه البخاري (5473)، ومسلم (1976)، وابن ماجه (3168)، والترمذي (1512)، والنسائي (4222) و (4223) من طريق ابن شهاب الزهري، به. وزادوا في رواياتهم تفسير سعيد بن المسيب للفرع، وهو الآتي عند المصنف بعده. وهو في "مسند احمد" (7751)، و"صحيح ابن حبان" (5890).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''فرع اور عتیرہ کی کوئی (حیثیت) نہیں ہے''

2832 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: الْفَرَعُ أَوَّلُ النِّتَاجِ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ فَيَذْبَحُونَهُ

سعید بن مسیب فرماتے ہیں: فرع سے مراد جانور کا پہلا بچہ ہوتا ہے، اسے وہ لوگ ذبح کر دیتے تھے۔

2833 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُلِّ خَمْسِينَ شَاةً شَاةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ بَعْضُهُمْ: الْفَرَعُ أَوَّلُ مَا تُنْتِجُ الْإِبِلُ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ، ثُمَّ يَأْكُلُونَهُ وَيُلْقَى جِلْدُهُ عَلَى الشَّجَرِ. وَالْعَتِيرَةُ: فِي الْعَشْرِ الْأُوَلِ مِنْ رَجَبٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کہ ہم ہر پچاس بکریوں میں سے ایک بکری صدقہ کر دیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: ''فرع'' سے مراد اونٹنی کا سب سے پہلا بچہ ہے، اسے وہ لوگ بتوں کے نام پر ذبح کر دیتے تھے، پھر اس کا گوشت کھالیتے اور اس کی کھال درخت پر ڈال دیتے تھے۔ ''عتیرہ'' (وہ جانور ہوتا) جسے رجب کے پہلے عشرے میں (ذبح کیا جاتا تھا)۔

بَابٌ فِي الْعَقِيقَةِ

باب: عقیقہ کا بیان

2834 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أُمِّ كُرْزٍ الْكَعْبِيَّةِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ قَالَ: مُكَافِئَتَانِ: أَيْ مُسْتَوِيَتَانِ أَوْ مُقَارِبَتَانِ

سیدہ اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''لڑکے کی طرف سے ایک جیسی دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (عقیقہ میں قربان کی جائے گی)''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''مکافئتان'' کا مطلب، دو برابر کی، یا دو، ایک دوسرے کے قریب کی (بکریاں) ہیں۔

2835 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أُمِّ كُرْزٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلَى مَكِنَاتِهَا. قَالَتْ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ لَا يَضُرُّكُمْ أَذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا

سیدہ اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو''

وہ بیان کرتی ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا ہے:

''لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک (عقیقہ میں قربانی کیے جائیں گے) وہ مذکر ہوں یا مؤنث (یعنی بکرا ہو یا بکری) تمہیں کوئی نقصان نہیں''

2836 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أُمِّ كُرْزٍ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مِثْلَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا هُوَ الْحَدِيثُ، وَحَدِيثُ سُفْيَانَ وَهْمٌ

سیدہ اُم کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''لڑکے کی طرف سے ایک جیسی دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (عقیقہ میں قربان کی جائے گی)''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اصل روایت ہے، سفیان کی نقل کردہ روایت وہم پر مبنی ہے۔

2837 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُدَمَّى فَكَانَ قَتَادَةُ إِذَا سُئِلَ عَنِ الدَّمِ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: إِذَا ذَبَحْتَ الْعَقِيقَةَ أَخَذْتَ مِنْهَا صُوفَةً، وَاسْتَقْبَلْتَ بِهِ أَوْدَاجَهَا، ثُمَّ تُوضَعُ عَلَى يَافُوخِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَسِيلَ عَلَى رَأْسِهِ مِثْلَ الْخَيْطِ، ثُمَّ يُغْسَلُ رَأْسُهُ بَعْدُ وَيُحْلَقُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا وَهْمٌ مِنْ هَمَّامٍ وَيُدَمَّى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: خُولِفَ هَمَّامٌ فِي هَذَا الْكَلَامِ، وَهُوَ وَهْمٌ مِنْ هَمَّامٍ وَإِنَّمَا. قَالُوا: يُسَمَّى، فَقَالَ هَمَّامٌ: يُدَمَّى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ يُؤْخَذُ بِهَذَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر لڑکا (یا بچہ) اپنے عقیقہ کے عوض رہن ہوتا ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے گا، بچے کا سر مونڈ کر اس پر خون بہایا جائے گا''

قتادہ سے خون کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ اسے کیسے لگایا جائے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا، جب تم عقیقہ (کا جانور) ذبح کرو، تو اس کی کچھ روئی (یعنی بال) لے کر اس کی (گردن کی) رگوں کے آگے کر کے (خون آلود کرو) اور پھر انہیں بچے کی چندیا پر یوں رکھو کہ بچے کے سر پر دھاگے کی طرح خون بہہ جائے، پھر اس کے بعد اس کے سر کو دھو کر اس کا سر مونڈ دیا جائے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ''اس پر خون بہایا جائے'' کے الفاظ ہمام نامی راوی کا وہم ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کے الفاظ ہمام کے برخلاف نقل کیے گیے ہیں، تو یہ ہمام کا وہم ہے، اصل لفظ یہ ہے ''یسمی'' (اس کا نام رکھا جائے) تو ہمام نے اسے یوں روایت کیا ''مدمیٰ'' (اس پر خون بہایا جائے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

2838 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَيُسَمَّى أَصَحُّ كَذَا قَالَ: سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ، عَنْ قَتَادَةَ، وَإِيَاسُ ابْنُ دَغْفَلٍ، وَأَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: وَيُسَمَّى. وَرَوَاهُ أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيُسَمَّى

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے، (اس کی پیدائش کے) ساتویں دن، اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے گا، اور اس کا سر مونڈ کر اس کا نام رکھا جائے گا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) لفظ ''یسمی'' (اس کا نام رکھا جائے گا) صحیح ہے۔ سلام بن ابو مطیع نے قتادہ کے حوالے سے، جبکہ ایاس بن دغفل اور اشعث نے حسن بصری کے حوالے سے اسی طرح لفظ ''یسمی'' نقل کیا ہے۔ اشعث نے اسے حسن بصری کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اور اس میں بھی لفظ ''یسمی'' ہے۔

2839 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَتُهُ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى

حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بچے کا عقیقہ ضروری ہے، تم اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے میل کچیل دور کردو''

2840 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ:

2838-اسناده صحيح كسابقه. سعيد: هو ابن ابى عروبة، وابن ابى عدى: هو محمد بن ابراهيم بن ابى عدى، وابن المثنى: هو محمد بن المثنى. واخرجه ابن ماجه (3165)، والترمذى (1601)، والنسائى (4220) من طريق سعيد بن ابى عروبة، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (20083).

إِمَاطَةُ الْأَذَى حَلْقُ الرَّأْسِ

❁❁ حسن بصری فرماتے ہیں: میل کچیل دور کرنے سے مراد، سرمونڈنا ہے۔

2841- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ، وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں ایک، ایک مینڈھا ذبح کیا تھا۔

2842- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، اُرَاهُ عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيقَةِ؟ فَقَالَ: لَا يُحِبُّ اللهُ الْعُقُوقَ. كَاَنَّهُ كَرِهَ الِاسْمَ وَقَالَ: مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ. وَسُئِلَ عَنِ الْفَرَعِ؟ قَالَ: وَالْفَرَعُ حَقٌّ وَاَنْ تَتْرُكُوهُ حَتَّى يَكُونَ بَكْرًا شُغْزُبًّا ابْنَ مَخَاضٍ، اَوْ ابْنَ لَبُونٍ فَتُعْطِيَهُ اَرْمَلَةً اَوْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَذْبَحَهُ فَيَلْزَقَ لَحْمُهُ بِوَبَرِهِ، وَتُكْفِئَ اِنَاءَكَ، وَتُولِهُ نَاقَتَكَ

❁❁ عمرو بن شعیب، اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ''عقوق'' (والدین کی نافرمانی) کو پسند نہیں کرتا''

(راوی کہتے ہیں:) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ (عقیقہ) کو پسند نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ہاں بچہ ہو، اگر وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہیے، تو لڑکے کی طرف سے ایک جیسی دو بکریاں قربان کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''فرع'' کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرع'' حق ہے، اگر تم (یوں کرو کہ) اسے چھوڑ دو، جب وہ طاقتور جوان ہو جائے، یعنی ابن مخاض یا ابن لبون ہو جائے، تو تم اسے کسی بیوہ کو دیدو، یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں (حج یا جہاد کے لیے) سواری کے لیے دیدو، تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم اسے ذبح کر دو، جبکہ اس کا گوشت اس کے

2841- اسناده صحيح. وقد انتقاه ابن الجارود (911)، وصححه ابن حزم في "المحلى" /7 530، وعبد الحق الاشبيلي في "احكامه الوسطى" /4 141 واقره ابن القطان الفاسي، وصححه كذلك ابن دقيق العيد في "الاقتراح" ص 458، وابن كثير في "تخريج احاديث التنبيه" /3581، وقد أعل بالارسال، وليس بشيء. واخرجه ابن ابي الدنيا في "العيال" (46)، وابن الجارود (911) و (912)، والدولابي في "الذرية الطاهرة" (105)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (1039)، والطبراني في "المعجم الكبير" (11856)، وابو نعيم في "اخبار اصبهان" /1512، وابن حزم في "المحلى" /5307، والبيهقي /2999 و 302، وابن عبد البر في "التمهيد" /3144 من طريق عبد الوارث بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه عبد الرزاق (7962) عن معمر وسفيان الثوري، عن ايوب، عن عكرمة: ان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عق عن حسن وحسين كبشين. هكذا روياه مرسلاً. واخرجه النسائي (4219)

بالوں سے چپکا ہوا ہو، تم اپنے برتن کو اوندھا کر دو (یعنی اس کا گوشت پکا کر کھایا بھی نہ جا سکے) اور اپنی اونٹنی کو تم بے چین کر دو۔

2843 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ: كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا، فَلَمَّا جَاءَ اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا نَذْبَحُ شَاةً وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنُلَطِّخُهُ بِزَعْفَرَانٍ

⊛⊛ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں ہم یہ کیا کرتے تھے کہ جب کسی کے ہاں بچہ ہوتا، تو وہ ایک بکری ذبح کرتا، اور اس بچے کے سر پر اس بکری کا خون لگا دیتا، جب اللہ تعالیٰ نے اسلام عطا کیا، تو ہم بکری ذبح کرتے تھے اور بچے کا سر مونڈ کر اس پر زعفران لگا دیتے تھے۔

عقیقہ کے متعلق احادیث، آثار اور اقوال تابعین کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس گندگی کو دور کرو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف ایک بکری (ذبح کرو) اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ نر ہو یا مادہ۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام دارمی (سنن دارمی ج ۲ ص ۸) اور امام احمد (مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۶-۴۲۲-۳۸۱) نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلے میں گروی ہے۔ ولادت کے ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے' اس کا نام رکھا اور اس کے بال مونڈے جائیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۲۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف دو دو مینڈھے ذبح کئے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کئے۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں جن احادیث کا ذکر ہے وہ سب سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں بھی مذکور ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا

جائے کہ سنن ابوداؤد میں حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کو ذبح کرنے کا تذکرہ ہے اور سنن نسائی میں دو دو مینڈھے ذبح کرنے کا ذکر ہے تو اس کی کیا توجیہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ولادت کے دن ایک ایک مینڈھا ذبح کیا اور ساتویں دن ایک ایک مینڈھا اور ذبح کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مینڈھا آپ نے اپنی طرف سے ذبح کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دوسرا مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا تو جس نے ایک ایک مینڈھے کے ذبح کی روایت کی اس نے آپ کی طرف ذبح کی حقیقی نسبت کی اور جس نے دو دو کو ذبح کرنے کی روایت کی اس نے آپ کی طرف مجازاً نسبت کی۔

امام عبدالرزاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔ (المصنف ج ٤ ص ٣٣٠)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابودرداء' حضرت جابر اور عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا۔ (المصنف ج ٨ ص ٤٧۔٤٦)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو مینڈھے ذبح کیے۔

محمد بن علی بن حسین روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی اور امام مالک نے یحیٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت علی کے دو بیٹوں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا۔ (سنن کبریٰ ج ٩ ص ٢٩٩ مطبوعہ ملتان)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ٢١١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا۔ (المصنف ج ٤ ص ٣٢٠)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس حدیث کے روای ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ٤ ص ٥٩)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ٩ ص ٣٠٠ مطبوعہ ملتان)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ٢٣٥ھ روایت کرتے ہیں:

عطا بیان کرتے ہیں کہ ام اسباع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کیا میں اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کروں آپ نے فرمایا ہاں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ (المصنف ج ٨ ص ٥٠ مطبوعہ کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے ہمیں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کرنے کا حکم دیا نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں سنت ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری سنت ہے۔ (المصنف ج ٨ ص ٥٠ مطبوعہ کراچی)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو بھی عقیقہ کے متعلق سوال کرتا وہ اس کو عقیقہ کرنے کا حکم دیتے۔

(المصنف ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام ابوالقاسم سلیمان احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ ہے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا۔ (المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۱۸۳)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک اپنے بیٹوں کی طرف سے اونٹ ذبح کر کے عقیقہ کرتے تھے۔

(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵۹ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے جو عقیقہ کیا تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ اس کی ایک ٹانگ دائی کے پاس بھیجی جائے اور اس کی کسی ہڈی کو نہ توڑا جائے۔

ابن ابی ذئب بیان کرتے ہیں کہ میں زہری سے عقیقہ کے متعلق سوال کی انہوں نے کہا اس کی ہڈیوں کو توڑا جائے نہ سر کو اور نہ بچہ کو اس کے خون میں لتھیڑا جائے۔

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن اور ابن سیرین عقیقہ میں ان تمام باتوں کو مکروہ کہتے تھے جو قربانی میں مکروہ ہیں اور ان کے نزدیک عقیقہ بہ منزلہ قربانی ہے اس کے گوشت کو کھایا جائے اور کھلایا جائے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے بچہ کا سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے ساتویں دن اپنے بیٹے کا عقیقہ کیا۔ اس کا نام رکھا۔ اس کا سر مونڈا۔ اس کا ختنہ کیا اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔ (المصنف ج ۸ ص ۵۵۔ ۵۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عطا کہتے ہیں کہ ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کیا جائے اگر اس دن نہ کر سکیں تو اگلے ساتویں دن موخر کر دیں اور میں نے دیکھا ہے کہ لوگ ساتویں دن ہی عقیقہ کا قصد کرتے ہیں اور عقیقہ کرنے والے خود بھی گوشت کھائیں اور لوگوں کو ہدیہ بھی دیں۔ ابن عیینہ نے کہا میں نے پوچھا کیا یہ سنت ہے؟ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے ابن عیینہ نے کہا کیا اس کے گوشت کو صدقہ کر دیں؟ کہا نہیں اگر چاہیں تو صدقہ کریں اور چاہیں تو خود کھالیں۔ (المصنف ج ۸ ص ۳۳۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا عقیقہ ساتویں دن کیا جائے اور چودھویں دن اور اکیسویں دن۔ (سنن کبریٰ ج۹ ص ۳۰۳ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

جو دن بھی سات سے تقسیم ہو جائے اس میں عقیقہ کرنا سنت ہے اگر بچہ مثلاً منگل کو پیدا ہوا ہے تو جس پیر کو بھی عقیقہ کی جائے وہ سات دن سے تقسیم ہوگا۔

عقیقہ کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ:

علامہ عبداللہ بن احمد ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

عقیقہ کرنا سنت ہے۔ عام اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، فقہاء تابعین اور تمام ائمہ کا یہی نظریہ ہے ماسوا فقہاء احناف کے انہوں نے کہا یہ سنت نہیں۔ بلکہ امر جاہلیت سے ہے۔ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عقوق کو ناپسند کرتا ہے گویا آپ نے لفظ عقوق کو ناپسند فرمایا (اس کا معنی قطع کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی ہے) اور فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ جانور ذبح کرنا چاہے تو جانور ذبح کرے۔ (سنن ابوداؤد ج۲ ص ۳۶-۳۷، سنن نسائی ج۲ ص ۱۸۷، ابوداؤد اور نسائی میں اس کے بعد مذکور لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری) امام مالک نے اس حدیث کو اپنی موطا میں روایت کیا ہے۔ حسن بصری اور داؤد (ظاہری) نے کہا عقیقہ کرنا واجب ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ پانچ نمازوں کی طرح عقیقہ کا اہتمام کرتے ہیں کیونکہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی رکھا ہوا ہے، ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔ حضرت ابوہریرہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے امام احمد نے کہا اس حدیث کی سند جید ہے۔ عقیقہ کے استحباب پر یہ احادیث دلیل ہیں۔ اور حضرت ام کرز سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا جائے اور عقیقہ کے استحباب پر اجماع ہے۔ ابوالزناد نے کہا عقیقہ کو ترک کرنا مکروہ ہے، امام احمد نے کہا عقیقہ کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا ہے اور آپ کے اصحاب نے عقیقہ کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا لڑکا عقیقہ کے ساتھ گروی رکھا ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا کہ عقیقہ جاہلیت کے افعال میں سے ہے اور ان کے ساتھ حسن ظن یہ ہے کہ ان کو یہ احادیث نہیں پہنچیں۔

(المغنی ج۹ ص ۳۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

عقیقہ کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ:

علامہ ابواسحٰق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ ھ لکھتے ہیں:

عقیقہ سنت ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ مولود کی طرف سے ایک جانور ذبح کی جائے کیونکہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے عقیقہ کی اور یہ واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں عقوق

کو پسند نہیں کرتا' اور جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ جانور ذبح کرنا چاہتا ہو تو کرے۔ آپ نے عقیقہ کو محبت پر معلق کیا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ عقیقہ واجب نہیں ہے نیز عقیقہ بغیر کسی جنایت (جرم) اور نذر کے خون بہانا ہے لہٰذا یہ قربانی کی طرح واجب نہیں ہے (شوافع کے نزدیک قربانی بھی واجب نہیں ہے) اور سنت یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے کیونکہ حضرت ام کرز رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا لڑکے کے لیے دو بکریاں اور لڑکی کے لئے ایک بکری' نیز عقیقہ خوشی کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے اور لڑکے کی ولادت پر لڑکی کی بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے اس لئے اس کی ولادت پر دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔

(المہذب ج ۱ ص ۲٤۱ 'مطبوعہ دار الفکر بیروت)

عقیقہ کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ:

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اہل سے جو شخص بھی عقیقہ کے متعلق سوال کرتا وہ اس کو عقیقہ کرنے کا حکم دیتے اور آپ اپنی اولاد کی طرف سے ایک ایک بکری کا عقیقہ کرتے تھے۔ لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے۔

محمد بن حارث تیمی بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ کرنا مستحب ہے خواہ چڑیا سے کیا جائے۔ (یہ مبالغہ فرمایا)

امام مالک فرماتے ہیں ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا گیا۔

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد عروہ بن زبیر اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا ایک ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کرتے تھے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک عقیقہ کا حکم یہ ہے کہ جو شخص عقیقہ کرے وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کرے اور عقیقہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن عقیقہ مستحب ہے' اور ہمارے نزدیک یہ وہ کام ہے جس کو ہمیشہ لوگ کرتے رہے ہیں جو شخص اپنے بیٹے کی طرف سے عقیقہ کرے وہ بہ منزلہ قربانی ہے اس میں کانے' لاغر' سینگ ٹوٹے ہوئے اور بیمار جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے اس کی کھال اور گوشت کو فروخت نہیں کیا جائے گا اس کی ہڈیوں کو توڑا جائے گا۔ گھر والے اس کے گوشت کو کھائیں گے اور اس میں صدقہ کریں گے اور بچہ کو اس کے خون میں نہ لتھیڑا جائے گا۔

(موطا امام مالک ص ٤۹۵۔٤۹٤ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

امام مالک نے عقیقہ میں لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کرنے کے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنے کا حکم فرمایا ہے اور حضرت ابن عمر اور عروہ بن زبیر نے جو بیٹوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی ہے وہ کسی عذر پر محمول ہے اسی طرح ہڈیاں توڑنا بھی احادیث کے خلاف ہے اور خون میں لتھیڑنا بھی احادیث کے خلاف ہے۔

عقیقہ کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ:

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

امام محمد از امام ابو یوسف از امام حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔

(الجامع الصغیر ص ۵۳۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۱ھ)

نیز امام محمد لکھتے ہیں:

ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی عقیقہ کیا گیا پھر قربانی نے ہر اس ذبیحہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور رمضان کے روزوں نے ہر اس روزہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور غسل جنابت نے ہر اس غسل کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا اور زکوۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا' ہم کو اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔

(موطا امام محمد ص ۸۹۔۸۸ 'مطبوعہ محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

علامہ ابو بکر مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

عقیقہ وہ ذبیحہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جاتا ہے ہم نے عقیقہ اور عتیرہ کا منسوخ ہونا اس روایت سے پہچانا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رمضان کے روزے نے ہر پہلے روزے کو منسوخ کر دیا' اور قربانی نے اس سے پہلے کے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا' اور غسل جنابت نے اسے پہلے کے ہر غسل کو منسوخ کر دیا' اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کو سنا تھا کیونکہ اجتہاد سے کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ (الی قولہ) امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے۔ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔ اس عبارت میں عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عقیقہ کرنے میں فضیلت تھی اور جب فضیلت منسوخ ہو گئی تو اس کا صرف مکروہ ہونا باقی رہ گیا۔

(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹ 'مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی ۱۴۰۰ھ)

اور فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

ولادت کے ساتویں دن لڑکے یا لڑکی کی طرف سے بکری ذبح کرنا اور لوگوں کی دعوت کرنا اور بچہ کے بال مونڈنا عقیقہ ہے یہ نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے اسی طرح کردری کی وجیز میں ہے۔ امام محمد نے عقیقہ کے متعلق ذکر کیا ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے اس کا اشارہ اباحت کی طرف ہے اس لئے اس کا سنت ہونا ممنوع ہے اور امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہے اسی طرح بدائع کی کتاب الاضحیہ میں ہے۔

(فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۶۲ 'مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

عقیقہ کے متعلق احکام شرعیہ اور مسائل:

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

عقیقہ نفل ہے اگر چاہے تو کرے اور اگر چاہے تو نہ کرے' اور عقیقہ کی تعریف یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے سات دن گزرنے

کے بعد ایک بکری ذبح کی جائے اور امام شافعی (بلکہ ائمہ ثلاثہ) کے نزدیک عقیقہ سنت ہے پھر جب کوئی شخص عقیقہ کرنے کا ارادہ کرے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے کیونکہ عقیقہ ولادت کی خوشی کے لئے مشروع کیا گیا ہے اور لڑکے کی ولادت پر زیادہ خوشی ہوتی ہے اور اگر لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی تب بھی جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے ایک ایک بکری کو ذبح کیا تھا (سنن ابو داؤد میں ن مرنی ہے اور سنن نسائی مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبدالرزاق اور سنن بیہقی میں ہے آپ نے ان کی طرف سے دو دو بکریاں ذبح کیں اور یہی صحیح ہے) عقیقہ میں بھیڑ اور دنبہ چھ ماہ سے کم کا نہ ہو اور بکری ایک سال سے کم نہ ہو عقیقہ کا جانور قربانی کے جانور کی طرح عیوب اور نقائص سے بری ہو کیونکہ عقیقہ بھی قربانی کی طرح شرعاً جانور کا خون بہانا ہے اگر عقیقہ کو ساتویں دن پر موخر یا مقدم کر دیا جائے تو پھر بھی جائز ہے البتہ ساتواں دن افضل ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس کا گوشت ہڈیوں سے الگ کر لیں اور نیک شگون کے لئے ہڈیوں کو نہ توڑیں تا کہ اس بچہ کی ہڈیاں سلامت رہیں۔ عقیقہ کے گوشت کو خود کھائیں، کھلائیں اور صدقہ کریں۔ فصل الکراہۃ والاستحسان میں مذکور ہے کہ ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقیقہ حق ہے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد کے خود اپنا عقیقہ کیا ہے۔ عقیقہ کی دعا یہ ہے: ذبح کے وقت کہے۔ اے اللہ یہ میرے فلاں بیٹے کا عقیقہ ہے اس جانور کا خون میرے بیٹے کے خون کے عوض ہے اور اس کا گوشت اس کے گوشت کے عوض ہے اس کی ہڈیاں اس کی ہڈیاں کے عوض ہیں اس کی کھال اس کی کھال کے عوض ہے اس کے بال اس کے بال کے عوض ہیں۔ اے اللہ! اس جانور کو میرے بیٹے کی جہنم سے آزادی کا فدیہ بنا دے۔

عقیقہ کی ہڈیوں کو توڑا نہ جائے اور اس کی ران دائی کو دی جائے اور گوشت پکا لیا جائے اور بچہ کے سر کو اس کے خون میں لتھیڑنا مکروہ ہے۔ (العقود الدریہ ج ۲ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲ مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ کوئٹہ)

عقیقہ کو منسوخ قرار دینے کے دلائل پر بحث ونظر

علامہ غلام رسول سعیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام محمد شیبانی نے فرمایا ہے کہ عقیقہ رسم جاہلیت میں سے ہے اور یہ ابتداء اسلام میں بھی مشروع رہا ہے بعد میں قربانی نے اس کو منسوخ کر دیا اس لئے عقیقہ نہ کیا جائے علامہ کاسانی نے اس پر متفرع کیا ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے اور وجیز میں اس کی اباحت کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کار ثواب نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک عقیقہ کو قربانی سے منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہجرت کے پہلے سال قربانی مشروع ہو گئی تھی۔ (تبیان القرآن، آل عمران، لاہور)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام کیا اور قربانی کرتے رہے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۷۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اگر قربانی سے عقیقہ منسوخ ہو گیا تھا تو قربانی مشروع ہونے کے بعد عقیقہ نہیں ہونا چاہئے تھا حالانکہ ہجرت کے پہلے سال سے قربانی مشروع ہو گئی تھی اور تین ہجری کو حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور چار ہجری کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا عقیقہ کیا۔ اگر قربانی کے بعد عقیقہ منسوخ ہو گیا ہوتا تو آپ ان کو عقیقہ نہ کرتے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کا عقیقہ نہ کرتے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کا عقیقہ نہ کیا۔ عروہ ابن الزبیر نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عقیقہ کے قائل تھے۔ بہ کثرت احادیث صحیحہ میں آپ نے عقیقہ کا حکم دیا اور متعدد صحابہ کرام اور فقہاء تابعین عقیقہ کو سنت قرار دیتے تھے۔ امام مالک، امام شافعی اور احمد بھی بالاتفاق عقیقہ کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور جس چیز کا سنت ہونا اتنی کثیر احادیث سے ثابت ہو وہ مکروہ یا مباح کیسے ہو سکتی ہے۔

امام احمد رضا کا احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھنا:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳٤۰ھ بلند پایہ محقق تھے وہ اندھی تقلید سے بہت تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فقہاء احناف نے عقیقہ کرنے کو مکروہ یا مباح لکھا لیکن امام احمد رضا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے پیش نظر عقیقہ کو سنت لکھا فرماتے ہیں:

عقیقہ ولادت کے ساتویں روز سنت ہے اور یہی افضل ہے ورنہ چودہویں، اکیسویں دن، اور خصی جانور اور قربانی میں افضل ہے اور عقیقہ کا گوشت آباء واجداد بھی کھا سکتے ہیں۔ مثل قربانی اس میں بھی تین حصہ کرنا مستحب ہے اور اس کی ہڈی توڑنے میں علماء تفاولاً نہ توڑنا بہتر جانتے ہیں۔ پسر کے عقیقہ میں دو جانور درکار ہیں اور یہی کافی ہے اگرچہ خصی نہ ہو۔

نیز فرماتے ہیں: باپ اگر حاضر اور ذبح پر قادر ہو تو اسی کا ذبح کرنا بہتر ہے کہ یہ شکر نعمت ہے جس پر نعمت ہوئی وہی اپنے ہاتھ سے شکر ادا کرے وہ نہ ہو یا ذبح نہ کر سکے تو دوسرے کو قائم کرے یا کیا جائے اور ذبح کرے وہی دعا پڑھے۔ عقیقہ پسر میں کہ باپ ذبح کرے دعا یوں پڑھے:

اللھم ھذہ عقیقۃ ابنی فلان (فلاں کی جگہ بیٹے کا نام لے) دمھا بدمہ ولحمھا بلحمہ وعظمھا بعظمہ وجلدھا بجلدہ وشعرھا بشعرہ اللھم اجعلھا فداء لابنی من النار بسم اللہ اللہ اکبر۔

فلاں کی جگہ پسر کا جو نام رکھنا ہو لے۔ دختر ہو تو دونوں جگہ ابنی کی جگہ بنتی اور پانچوں جگہ کی جگہ پاک ہے اور دوسرا شخص ذبح کرے تو دونوں جگہ ابنی فلاں یا بنتی فلاں کی جگہ فلاں بن فلاں یا فلانہ بنت فلاں کہے، بچہ کو اس کے باپ کی طرف نسبت کرے۔ ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں اور نہ توڑنا بہتر اور دفن کر دینا افضل۔ عقیقہ ساتویں دن افضل ہے نہ ہو سکے تو چودہویں ورنہ اکیسویں۔ ورنہ زندگی بھر میں جب کبھی ہو۔ وقت دن کا ہو رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ کم سے کم ایک تو ہے ہی اور پسر کے لئے دو افضل ہیں، استطاعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے گوشت بنانے کی اجرت داموں میں مجرا کر سکتا ہے۔ سری پائے خود کھائے خواہ اقرباء یا مساکین جسے چاہے خواہ سب حجام یا سب سقا کو دے دے۔ شرع مطہر نے ان کا کوئی خاص حق مقرر نہ فرمایا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ٥٤٦۔٥٤١، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

كِتَابُ الصَّيْدِ

یہ کتاب شکار کے بیان میں ہے

صید کی تعریف

صید کی لغوی معنی: شکار کرنا، شکار کیا ہوا۔ صید کی اصطلاحی معنی: ہر وہ وحشی جانور جسے انسان کسی حیلہ کے ذریعہ بمشکل قابو میں لاسکا ہو، خواہ اسے کھانا جائز ہو یا ناجائز

تعریف الصید: الصید أو الاصطیاد لغة: مصدر «صاد» أی أخذ، فهو صائد، وذاك مصید ویسمی المصید صیداً، ویجمع علی صیود. والمصید: هو کل حیوان متوحش طبعاً، ممتنع عن الآدمی، مأکولاً کان أو غیر مأکول، لا یمکن أخذه إلا بحیلة. (الفقه الاسلامی وادلته الفصل الثانی: الصید ۴/۳۳۴)

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات اور ساری کائنات کو صرف انسان کے لیے پیدا فرمایا، خواہ وہ آسمان کی بلندی کو چھونے والے ہوں یا زمین کی گہرائی میں بسنے والے ہوں یہ سب کے سب انسان کی خدمت گزاری میں لگے ہوئے ہیں ان ہی مخلوقات میں حیوانات بھی ہیں ان میں کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام اور کچھ گھروں میں بسنے والے ہیں اور کچھ جنگلوں میں۔

قال الحسن البصری: طلبت خطب النبی صلی الله علیه وسلم فی الجمعة فأعیتنی فلزمت رجلا من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فسألته عن ذلك فقال: كان يقول فی خطبته يوم الجمعة: فإنکم خلقتم للآخرة والدنیا خلقت لکم (شعب الایمان الحادی والسبعون من شعب الایمان وهو باب فی الزهد وقصر الأمل ۱۰۱۱۱) اللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (غافر:۷۹) وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ. (الاعراف:۱۵۷)

ان میں جو حلال ہیں ان سے تو ہر طرح سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، گوشت کے علاوہ ہڈیوں اور چمڑوں سے بھی اور جو جانور حرام ہیں ان کے بھی چمڑوں سے دباغت کے بعد فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، البتہ خنزیر نجس العین ہے اس کی کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کیا جا سکتا اور جو جانور حرام ہیں انہیں شرعی طور پر ذبح کرلیا جائے تو ان کا گوشت بھی پاک ہوجائے گا اگرچہ کھایا نہیں جا سکتا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (المائدة:۳)

صید کے شرائط

(۱) شکار کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جانور ذبح کرنے اور اس پر بسم اللہ پڑھنے کو سمجھ سکتا ہو، اور وہ شخص مسلمان یا یہودی یا نصرانی ہو۔

(۲) شکار کرتے وقت کوئی دوسرا جانور اس کے ساتھ شریک نہ ہو۔

(۳) شکار کرتے وقت جان بوجھ کر بسم اللہ پڑھنا نہ چھوڑا ہو، البتہ بھول سے چھوڑ دیا تو درست ہے۔

(۴) تیر پھینکنے یا کتا وغیرہ شکار کے لیے چھوڑ کر اس کے پیچھے مستقل لگا رہے، اگر چھوڑ کر انجان ہو گیا بعد میں وہ مردہ حالت میں ملا تو جائز نہ ہوگا اور جیسے ہی جانور قابو میں آجائے اور اس کی سانس چل رہی ہو تو اسے فوراً ذبح کر دے۔

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ إِنَّا قَوْمٌ نَصِيدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ فَقَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَإِنْ قَتَلْنَ إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ وَإِنْ خَالَطَهَا كِلَابٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ (بخاری باب إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ ۵۰۶۱)

عن راشد بن سعد رضی الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ذبيحة المسلم حلال وإن لم يسم ما لم يتعمد والعبد كذلك (المطالب العالية أبواب الذبائح ۲۳۷۹) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ فَإِنْ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَأَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ. (مسلم باب الصيد بالكلاب المعلمة ۳۵۶۵)

صید کے احکام

(۱) شکار کرنا جائز ہے اور اس کے ذریعہ وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے پھر اسے استعمال کرنا، اس کو بیچنا اور مستقل طور پر اس کو ذریعہ معاش بنانا بھی درست ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (المائدة:۹۶)

(۲) شکار کئے ہوئے جانور کی موت کسی جگہ چوٹ لگ کر یا اوپر سے نیچے گرنے کی وجہ سے ہوئی ہو تو پھر اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (المائدة:۳) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّيْدِ قَالَ إِذَا رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ فَإِنْ وَجَدْتَهُ قَدْ قَتَلَ فَكُلْ إِلَّا أَنْ تَجِدَهُ قَدْ وَقَعَ فِي مَاءٍ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي الْمَاءُ قَتَلَهُ أَوْ سَهْمُكَ (مسلم باب الصيد بالكلاب المعلمة ۳۵۶۶)

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْكَلْبِ لِلصَّيْدِ وَغَيْرِهِ

باب: شکار وغیرہ کے لیے کتا رکھنا

2844 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ صَيْدٍ أَوْ زَرْعٍ انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جس نے کتا پالا، جو جانوروں کی حفاظت، شکار کرنے، کھیت کی حفاظت کے لیے نہ ہو، تو اس کے اجر میں روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے"۔

شرح

اس حدیث میں کھیتی باڑی کے کتے کا اضافہ ہے یعنی کھیت کی حفاظت کے لیے کتا پالنا بھی جائز ہے اسی طرح باغ کی حفاظت بھی ہے اور گھر کی حفاظت بھی۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بلاضرورت کتے پالنے پر دو قیراط کی کمی ہوگی اور کسی جگہ ایک قیراط کی، یا گاؤں وجنگلوں میں کتے پالنے پر ایک قیراط کی کمی ہے شہر میں دو قیراط کی کہ کتے سے زیادہ تکلیف شہر میں ہوتی ہے، یا اولاً دو قیراط کی کمی کا قانون تھا پھر احکام نرم ہونے پر ایک قیراط کی کمی رہ گئی، غرضیکہ یہ حدیث گزشتہ دو قیراط والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرقات) مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اقتناء اور ہے اتخاذ کچھ اور، اقتناء میں دو قیراط کم ہوں گے اتخاذ میں ایک قیراط، محبت سے کتا پالنا اسے اپنے ساتھ بٹھانا ساتھ کھلانا اقتناء ہے مگر اسے پالنا اس سے محبت نہ کرنا اس سے علیحدہ رہنا اتخاذ ہے لہٰذا احادیث متعارض نہیں۔

اس کے متعلق مسئلہ ابھی عرض کیا گیا کہ کتوں کے قتل کا عمومی وجوب منسوخ ہے، ایک شرط کے ماتحت حکم استحبابی باقی ہے، مضر اور دیوانہ کتوں کا قتل اب بھی واجب ہے۔

قیراط" اصل میں ایک وزن کا نام ہے جو آدھے دانگ، یا بقول بعض، دینار کے ۴/۶ اور بقول بعض دینار کے دسویں حصے کے آدھے حصے کے برابر ہوتا ہے اور ایک دانگ چھ رتی کے وزن، یا ایک درم کے چھٹے حصے کے برابر ہوتا ہے، لیکن حدیث میں"

2844- اسناده صحيح. ابو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف الزهري، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، ومعمر: هو ابن راشد، وعبدالرزاق: هو ابن همام الصنعاني. وهو في "الجامع" لمعمر بن راشد المطبوع في آخر "مصنف عبد الرزاق" (19612) وزاد في روايته: فذكر لابن عمر قول ابي هريرة، قال: يرحم الله ابا هريرة كان صاحب زرع. واخرجه مسلم (1575)، والترمذي (1560)، والنسائي (4289) من طريق الزهري، والبخاري (2322)، ومسلم (1575)، وابن ماجه (3204) من طريق يحيى ابن ابي سلمة، كلاهما عن ابي سلمة، به. ولفظ يحيى: "الا كلب حرث او ماشية." واخرجه مسلم (1575) من طريق ابي رزين، عن ابي هريرة بلفظ: "ليس بكلب صيد ولا غنم." واخرجه مسلم (1575)، والنسائي (4290) من طريق ابن شهاب الزهري، عن سعيد بن المسيب، عن ابي هريرة، لكنه قال: "فانه ينقص من اجره قيراطان." وهو في "مسند احمد" (7621)، و"صحيح ابن حبان" (5652)

قیراط" کا استعمال اس مقدار کے لئے کیا گیا ہے جس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اگرچہ بعض احادیث میں اس" مقدار" کو احد پہاڑ کے برابر بتایا گیا ہے، اس بنیاد پر اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ شریعت نے جن مقاصد کے لئے کتوں کو پالنے کی اجازت دی ہے جیسے مویشیوں (یا گھر، کھیت) کی حفاظت اور شکار، ان کے علاوہ محض تفریح طبع اور شوق کی خاطر اگر کوئی شخص کتا پالے گا تو اس نے جو نیک اعمال کئے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان اعمال کی بناء پر اپنے فضل و کرم سے اس کے نامہ اعمال میں اجر و ثواب کے جو ذخیرے رکھے ہیں، ان میں سے روزانہ اس مقدار میں کمی آتی رہے گی کہ اگر اس مقدار کو جسم تصور کیا جائے تو وہ دو احد پہاڑ کے برابر ہو! یا یہ کہ دو قیراط سے مراد اس شخص کی نیکیوں کے حصول میں سے دو حصے کی کمی و نقصان ہے۔ بہر حال" دو قیراط" سے کچھ ہی مراد لیا جائے ،حدیث کا اصل منشاء تو صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ بلا ضرورت شرعی، کتا پالنا اپنے اعمال کے اجر و ثواب کے ایک بہت بڑے حصے سے ہاتھ دھونا ہے، جہاں تک اس سبب کا تعلق ہے جو کتے پالنے کی وجہ سے ثواب اعمال میں کمی کی بنیاد ہے تو اس بارہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

بعض حضرات کے نزدیک اس کمی و نقصان کا سبب ملائکہ رحمت کا گھر میں نہ آنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اور بعض حضرات نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ وہ شخص (کتا پال کر) دوسرے لوگوں کو ایذاء پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ کمی و نقصان اس سبب سے ہے کہ جب گھر میں کتا پلا ہوا ہوتا ہے تو وہ گھر والوں کی بے خبری میں کھانے پینے کے برتن باسن میں منہ ڈالتا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ گھر والے چونکہ بے خبر ہوتے ہی اس لئے وہ ان برتنوں کو دھوئے مانجے بغیر ان میں کھاتے پیتے ہیں۔

کتوں کو مارنے سے متعلق حکم و علل کا بیان

کتے (بھی) گروہوں میں سے ایک گروہ ہیں الخ" اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا آیت (وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (الانعام:38)۔" اور جتنی قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنی قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح گروہ نہ ہوں۔" اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان ایک امت اور ایک جنس ہیں اسی طرح جانور بھی ایک امت اور ایک جنس ہیں، خواہ وہ زمین پر چلنے والے ہوں یا فضا میں اڑنے والے ہوں، جس طرح انسان اپنے مختلف نام اور اپنے مختلف انواع کے ذریعہ ایک دوسرے سے پہچانے جاتے ہیں، اسی طرح جانوروں کے بھی مختلف نام اور مختلف نوع ہیں جن کے ذریعہ ایک دوسرے کے درمیان فرق امتیاز کیا جاتا ہے۔ اور جس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں۔ کہ ہر شخص کو اپنے اپنے مقدر کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا ہے، اسی طرح جانوروں کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے رزق ملتا ہے، نیز یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خاص مصلحت و حکمت کی بناء پر پیدا کیا ہے اسی طرح جانوروں کو بھی مصلحت و حکمت ہی کے مطابق پیدا کیا ہے، اس اعتبار سے جس طرح انسان کی جان کی اہمیت ہے، اسی طرح جانوروں کی جان کی بھی اہمیت ہے کہ ان کو بلا ضرورت اور بلا مقصد مار ڈالنا تخلیق الٰہی کی مصلحت و حکمت کے منافی ہے۔ لہٰذا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشار فرمایا کہ اس آیت کریمہ کے بموجب یہ تو ممکن نہیں ہے کہ سارے کتوں کو مار ڈالا جائے کیونکہ مخلوق الٰہی میں جتنے گروہ اور جتنی جماعتیں ہیں ان میں ایک گروہ اور ایک جماعت کتے بھی ہیں اور کسی جماعت کے گروہ کے فنا کر دینا اللہ تعالیٰ کی اس حکمت و مصلحت کے بالکل منافی ہے جو ہر جاندار کی تخلیق میں کارفرما ہے، البتہ ان کتوں میں جو کتے خالص سیاہ رنگ کے ہوں ان کو مار ڈالنا چاہئے کیونکہ اس قسم کے کتے نہایت شریر اور سخت خطرناک ہوتے ہیں جن سے لوگوں کو سوائے تکلیف وایذاء کے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور باقی دوسری قسم کے کتے چونکہ کھیت کھلیان اور مویشیوں کی چوکسی کرنے وغیرہ کے کام میں آتے ہیں اور وہ ایک طرح سے انسان کی خدمت کرتے ہیں اس لئے آیت کریمہ کی تعلیم کے علاوہ یوں بھی مفاد عامہ کے پیش نظر ان کو زندہ رکھنا ہی زیادہ بہتر اور فائدہ مند ہے۔ حدیث میں لفظ " فاقتلوا " ترکیب نحوی کے اعتبار سے جواب ہے شرط محذوف کا، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ جب مذکورہ سبب (آیت کریمہ کے بموجب) تمام کتوں کو مار ڈالنے کا کوئی راستہ نظر آتا تو کم سے کم ان کتوں کو مار ڈالو جو خالص سیاہ رنگ کے ہوں۔

سیاہ کتوں کو ماردینے کا بیان

2845 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا اَنَّ الْكِلَابَ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا، فَاقْتُلُوا مِنْهَا الْاَسْوَدَ الْبَهِيْمَ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اگر کتے مخلوق کی ایک مخصوص قسم نہ ہوتے' تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیتا' البتہ تم ان میں سے کالے سیاہ کتے کو ماردیا کرو''۔

شرح

اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے 'وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ '۔ مطلب یہ ہے کہ کتے بھی مخلوق ہیں، ایک گروہ ہے جس کے پیدا فرمانے میں حکمت ہے اور انسان کو اس سے فائدہ بھی ہے کہ حفاظت و شکار میں کام آتا ہے اس لیے اس کا بالکل فنا کرنا مناسب نہیں۔ خیال رہے کہ کتے پالنے کا اور حکم ہے اسے ہلاک کرنے کا دوسرا حکم۔ بلا فائدہ اس کا پالنا ناجائز۔ فائدہ حفاظت یا شکار ہے اور بلا ضرر اس کا مارنا ممنوع ہے نقصان خواہ بالفعل ہو یا بالاحتمال۔

یہاں مرقات نے فرمایا کہ حیوانات کا ذبح کرنا صرف دو وجہ سے جائز ہے یا نفع حاصل کرنے کے لیے یا ان کا نقصان دفع کرنے کے لیے، چونکہ خالص کالا کتا فائدہ کم دیتا ہے نقصان زیادہ اس لیے اس کے ماردینے کا حکم ہے، ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ یہ حکم بھی منسوخ ہے۔ اب صرف نقصان دہ کتا ہلاک کیا جائے کالا ہو یا اور رنگ کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچھو، سانپ، بھیڑیا، شیر، چیتا وغیرہ تمام وہ جانور جو صرف نقصان دہ ہیں ان سے نفع کوئی نہیں ان کو مارنا مطلقاً درست ہے۔

بکری سے مراد تمام مویشی ہیں جیسے گائے بھینس وغیرہ کہ ان کی حفاظت کے لیے کتا پالنا جائز ہے، یوں ہی باغ، گھر دکان کی حفاظت کے لیے پالنا درست ہے، ریوڑ کی حفاظت والے کتے بھیڑیے کو بھی بھگا دیتے ہیں۔ اعمال کم ہونے کے معنی اور اس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

2846 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: أَمَرَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ. حَتَّى إِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ يَعْنِي بِالْكَلْبِ فَنَقْتُلُهُ، ثُمَّ نَهَانَا عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ: عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (پہلے ایسا ہوا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مار دینے کا حکم دیا' یہاں تک کہ کوئی عورت دیہات سے آتی اور اس کے ساتھ کوئی کتا ہوتا' تو اسے بھی مار دیا کرتے تھے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں انہیں مارنے سے منع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کالے (کتے) کو مارنا تم پر لازم ہے"

شرح

عام کتے یا خاص کتے مدینہ منورہ کے مار ڈالنے کا حکم دیا کیونکہ مدینہ منورہ نزول وحی کی جگہ ہے وہاں ایسی گندی چیز کی موجودگی اچھی نہیں۔

عورت کا ذکر اتفاقی ہے کہ اکثر عرب عورتیں ہی کتے ساتھ رکھتی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو باہر کا کتا مدینہ منورہ میں آجاتا ہم اس کو بھی نہ چھوڑتے تھے، اس کی مالکہ کے بغیر اذن ہی اسے مار دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ناجائز کتا، سور، شراب، جوئے کا سامان وغیرہ یوں ہی طبلہ، سارنگی وغیرہ ناجائز وحرام گانے کے آلات مالک کے بغیر اجازت بھی ضائع کیے جاسکتے ہیں اس میں ضائع کرنے والے پر تاوان نہیں، یہ حدیث بہت سے احکام کی ماخذ ہے۔

اسود کالا اور بہیم خاص کالا جس میں اور کوئی رنگ نہ ہو، ذوالطفتین وہ کتا یا سانپ جس کی آنکھوں کے اوپر دو داغ ہوں یہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور ڈراؤنا بھی، اس قسم کا سانپ تو بہت ہی خطرناک ہے، کتا دیوانہ ہو کر سانپ سے زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے کہ دیوانے کتے کا کاٹا ہوا اگر کسی کو کاٹ لے تو وہ بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے اور دیوانے کتے کا کاٹا خود دیوانہ ہو کر بڑی مصیبت سے بہت عرصہ میں مرتا ہے، کتے کی طرح خود بھونکتا ہے۔

یعنی ایسا کتا نقصان وضرر میں شیطان کی طرح ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اسلام میں پہلے تمام کتوں کے قتل کا حکم دیا گیا پھر صرف کالے آنکھوں پر داغ والے کتے کے قتل کا حکم رہا، تمام کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہوا، اب حکم یہ ہے کہ بے ضرر کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہے خواہ کالے ہوں یا کچھ اور ضرر والے خصوصا دیوانے کتے کا قتل ضروری ہے اور بلاضرورت کتا پالنا منع ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ کتوں کو مار ڈالنے کا حکم صرف مدینہ منورہ کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ وہ شہر مقدس محض اسی اعتبار سے تقدیس کا حامل نہیں تھا کہ اس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اقامت پذیر تھے بلکہ اس اعتبار سے بھی اس کو پاکیزگی کی عظمت حاصل تھی کہ وہ وحی کے نازل ہونے اور ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ تھا، لہٰذا یہ بات بالکل موزوں اور مناسب تھی کہ اس کی سرزمین کو کتوں کے

وجود سے پاک رکھا جاتا۔ عورتوں کی تخصیص یا تو اس وجہ سے ہے کہ جو عورتیں جنگل میں بودوباش رکھتی تھیں ان کو (مویشیوں وغیرہ کی حفاظت کے لئے) کتوں کی زیادہ ضرورت ہوتی تھی اور جب وہ شہر میں آتیں تو اس وقت بھی ان کا کتا ان کے ہمراہ ہوتا تھا۔ یا یہ کہا جائے کہ یہاں عورت کی قید محض اتفاقی ہے اور مراد یہ ہے کہ ان کتوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑا جاتا تھا جو جنگل سے شہر آجاتے تھے خواہ وہ کسی عورت کے ساتھ آتے یا کسی مرد وغیرہ کے ساتھ۔

جو دو نقطوں والا ہو یعنی وہ کالا بھجنگ کتا جس کی دونوں آنکھوں پر دو سفید نقطے (ٹیکے) ہوتے ہیں۔ اس قسم کا کتا چونکہ انتہائی شریر اور لوگوں کے لئے سخت تکلیف اور ایذاء پہنچانے والا ہوتا ہے اس لئے اس کو "شیطان" فرمایا گیا ہے۔ اس کو "شیطان" کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسا کتا نہ نگہبانی کے کام کا ہوتا ہے اور نہ شکار پکڑنے کے مصرف کا، چنانچہ اسی سبب سے حضرات امام احمد و اسحٰق نے یہ کہا ہے کہ سیاہ کتے کا پکڑا ہوا شکار حلال نہیں کیونکہ وہ شیطان ہے۔

حضرت امام نووی فرماتے ہیں کہ عقور یعنی کٹ کھنے کتے کو مار ڈالنے پر تو علماء کا اتفاق ہے اگرچہ وہ سیاہ رنگ کا نہ ہو لیکن اس کتے کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں جو نقصان وضرر پہنچانے والا نہ ہو۔ امام حرمین کہتے ہیں کہ کتوں کو مار ڈالنے کے حکم کی اصل صورت حال یہ ہے کہ پہلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا، بعد میں اس حکم کی عمومیت منسوخ کر کے اس کے صرف یک رنگ سیاہ کتے تک محدود کر دیا گیا اور پھر آخری طور پر ان تمام کتوں کو مار ڈالنے کی ممانعت نافذ ہوئی جو نقصان وضرر پہنچانے والے نہ ہوں، یہاں تک کہ یک رنگ سیاہ کتے کو بھی اس حکم میں شامل کر دیا گیا اگر اس سے نقصان وضرر پہنچنے کا خطرہ نہ ہو تو اس کو بھی ختم نہ کیا جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو (سارے کتوں کے یا مدینہ کے) کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا، لیکن شکاری کتوں اور بکریوں کی حفاظت کرنے والے کتوں اور مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتوں کو مستثنیٰ رکھا۔" (بخاری ومسلم)

او ماشیۃ" (اور مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتے)" یہ جملہ تعمیم بعد تخصیص کے طور پر ہے۔ یعنی استثناء کے سلسلے میں پہلے تو خاص طور پر بکریوں کو حفاظت کرنے والے کتوں کا ذکر کیا پھر اور بعد میں عمومی طور پر تمام جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتوں کا ذکر کر دیا، لہٰذا اس صورت میں حرف "او" تنویع کے لئے ہوگا جیسا کہ ماقبل کی عبارت میں ہے۔ یا یہ کہ "او ماشیۃ" میں حرف "او" راوی کے شک کو ظاہر کرنے کے لئے ہے یعنی اس کے ذریعہ حدیث کے راوی نے بتانا چاہا ہے کہ مجھے صحیح یاد نہیں ہے کہ اس موقع پر "الاکلب صید او کلب" کے بعد "غنم" فرمایا گیا تھا یا "ماشیۃ"۔

بَابٌ فِي الصَّيْدِ

باب: شکار کرنے (کے احکام)

2847 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: إِنِّي أُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ، فَتُمْسِكُ عَلَيَّ

اَفَاٰكُلُ، قَالَ: اِذَا اَرْسَلْتَ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلَيْكَ . قُلْتُ: وَاِنْ قَتَلْنَ، قَالَ: وَاِنْ قَتَلْنَ مَا لَمْ يَشْرَكْهَا كَلْبٌ لَيْسَ مِنْهَا

❁❁ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، میں اپنے تربیت یافتہ کتوں کو چھوڑتا ہوں اور وہ میرے لیے کسی شکار کو روک لیتے ہیں تو میں اسے کھالیا کروں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے اپنے تربیت یافتہ کتوں کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لیا ہو، تو جسے وہ تمہارے لیے روک لیتے ہیں، اسے تم کھالو، میں نے دریافت کیا: اگرچہ انہوں نے اس (شکار) کو مار دیا ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ انہوں نے اس (شکار) کو مار دیا ہو، جبکہ اس میں کوئی ایسا کتا شریک نہ ہو، جو ان میں سے نہ ہو"۔

2848 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: اِنَّا نَصِيدُ بِهٰذِهِ الْكِلَابِ. فَقَالَ لِي: اِذَا اَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا فَكُلْ مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلَيْكَ، وَاِنْ قَتَلَ اِلَّا اَنْ يَاْكُلَ الْكَلْبُ فَاِنْ اَكَلَ الْكَلْبُ فَلَا تَاْكُلْ، فَاِنِّي اَخَافُ اَنْ يَكُوْنَ اِنَّمَا اَمْسَكَهُ عَلٰى نَفْسِهِ

❁❁ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، میں نے عرض کی: ہم ان کتوں کے ذریعے (شکار) کرتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے تربیت یافتہ کتے کو چھوڑتے وقت اس پر اللہ کا نام لے لو، تو وہ جو (شکار) تمہارے لیے روکے' اسے تم کھالو، اگرچہ اس نے (شکار) کو مار ڈالا ہو، البتہ اگر کتے نے (شکار میں سے) خود کچھ کھالیا ہو، تو پھر اسے تم نہ کھاؤ، کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اس نے وہ (شکار) اپنے لیے کیا ہوگا۔

2849 - حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَوَجَدْتَهُ مِنَ الْغَدِ، وَلَمْ تَجِدْهُ فِيْ مَاءٍ وَلَا فِيْهِ اَثَرٌ غَيْرُ سَهْمِكَ فَكُلْ، وَاِذَا اخْتَلَطَ بِكِلَابِكَ كَلْبٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَاْكُلْ لَا تَدْرِي لَعَلَّهُ قَتَلَهُ الَّذِي لَيْسَ مِنْهَا

❁❁ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب تم اپنے تیر کو مارتے وقت، اللہ کا نام لے لو، اور تمہیں وہ (شکار) اگلے دن ملے، وہ تمہیں پانی میں نہ ملے، یا تمہیں اس پر، تمہارے تیر کے علاوہ، کسی اور چیز کا نشان نظر نہ آئے، تو تم اسے کھالو، اور جب تمہارے کتوں کے ساتھ (شکار) میں کوئی ایسا کتا

2849- اسنادہ صحیح. الشعبی: ھو عامر بن شراحیل، وعاصم الاحول: ھو ابن سلیمان، وحماد: ھو ابن سلمة. واخرجه بنحوه البخاری (5484)، ومسلم (1929)، وابن ماجه (3213)، والترمذی (1536)، والنسائی (4263) و (4264) و (4268) و (4298) و (4299) من طریق عاصم بن سلیمان، والنسائی (4269) من طریق زکریا بن ابی زائدة، کلاھما عن الشعبی، به. وعند بعضھم زیادات لیست فی ھذا الطریق، ورواية بعضھم مختصرة، وعند البخاری قال: "بعد یوم او یومین" بدل: "الغد." واخرجه الترمذی (1535)، والنسائی (4300-4302) من طریق سعید بن جبیر، عن عدی بن حاتم. بذکر صید السھم فقط. وھو فی "مسند احمد" (18259) دون ذکر صید السھم.

بھی شامل ہو جائے، جو ان کے علاوہ ہو، تو تم اسے نہ کھاؤ، کیونکہ ہو سکتا ہے وہ (شکار) اس کتے نے کیا ہو، جو ان میں سے نہیں تھا''

2850 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنِي عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَقَعَتْ رَمِيَّتُكَ فِي مَاءٍ فَغَرِقَ فَمَاتَ فَلَا تَأْكُلْ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تمہارا شکار پانی میں گر کر، ڈوب کر مر جائے، تو تم اسے نہ کھاؤ''

2851 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ أَوْ بَازٍ، ثُمَّ أَرْسَلْتَهُ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكَ عَلَيْكَ. قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلَ؟ قَالَ: إِذَا قَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَيْكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْبَازُ إِذَا أَكَلَ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَالْكَلْبُ إِذَا أَكَلَ كُرِهَ، وَإِنْ شَرِبَ الدَّمَ فَلَا بَأْسَ بِهِ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تم نے جس کتے یا باز کو سدھایا ہو، اور پھر اسے چھوڑتے وقت تم نے، اللہ کا نام لے لیا ہو، تو جسے وہ تمہارے لیے روک لیں، اسے تم کھا لو، میں نے دریافت کیا: اگرچہ اس نے (شکار) کو مار ڈالا ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اس نے (شکار) کو مار ڈالا ہو، اور اس میں سے کچھ نہ کھایا ہو، تو وہ اس نے تمہارے لیے روکا ہوگا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جب باز نے (شکار میں سے) کچھ کھا لیا ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر کتے نے کھا لیا ہو، تو اسے حرام قرار دیا گیا ہے، اگر وہ (کتا، شکار کا) خون پی لے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

2852 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَيْدِ الْكَلْبِ: إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ، وَكُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ يَدَاكَ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے شکار کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم اپنے کتے کو چھوڑتے وقت، اللہ کا نام لے لو، (تو اس کے شکار کو) کھا لو، اگرچہ اس (کتے) نے (اس شکار) میں سے کچھ کھا لیا ہو، اور تم اس چیز کو بھی کھا لو، جسے تمہارے ہاتھ نے، تمہاری طرف لوٹایا ہو، (یعنی تم نے تیر وغیرہ کے ذریعے جو شکار کیا ہو)''

2853 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ خُلَيْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَحَدُنَا يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَقْتَفِي أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ، ثُمَّ يَجِدُهُ مَيِّتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ أَيَأْكُلُ؟ قَالَ: نَعَمْ إِنْ شَاءَ أَوْ قَالَ: يَأْكُلُ إِنْ شَاءَ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی ایک شکار کو تیر مارتا ہے، پھر وہ اس کی خاطر دو تین دن، گھومنے کے بعد، اسے مردہ پاتا، اور اس میں آدمی کے تیر کا نشان، موجود ہوتا ہے، تو کیا وہ اسے کھا لے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اگر وہ چاہے (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) اگر وہ چاہے تو کھا لے"

2854 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ؟ فَقَالَ: إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ وَقِيذٌ. قُلْتُ: أُرْسِلُ كَلْبِي؟ قَالَ: إِذَا سَمَّيْتَ فَكُلْ وَإِلَّا فَلَا تَأْكُلْ، وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ لِنَفْسِهِ. فَقَالَ: أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ عَلَيْهِ كَلْبًا آخَرَ؟ فَقَالَ: لَا تَأْكُلْ لِأَنَّكَ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھالے کے ذریعے کیے گئے شکار کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: اگر اس کی دھار کے ذریعے (شکار کیا گیا ہو) تو تم اسے کھا لو، اور اگر چوڑائی کی سمت سے (یعنی اسے لاٹھی کے طور پر استعمال کر کے شکار کیا گیا ہو) تو تم اسے نہ کھاؤ' کیونکہ وہ چوٹ کھا کر مارا ہوا ہوگا، میں نے عرض کی: میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے (کتے کو چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لے لیا تھا' تو تم کھا لو ورنہ، نہ کھاؤ، اور اگر اس نے (اس شکار میں سے) کچھ کھا لیا ہو، تو تم اسے نہ کھاؤ، کیونکہ اس نے اپنے لیے (وہ شکار) کیا ہے، حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں، (اور شکار کے پاس) ایک اور کتا پاتا ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے نہ کھاؤ، کیونکہ تم نے صرف اپنے کتے پر اللہ کا نام لیا تھا۔

2855 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَبِيعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيَّ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ عَائِذُ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ؟ قَالَ: مَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَكُلْ، وَمَا أَصَدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے تربیت یافتہ کتے کے ذریعے بھی شکار کرتا ہوں اور غیر تربیت یافتہ کتے کے ذریعے بھی شکار کرتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم نے تربیت یافتہ کتے کے ذریعے جو شکار کیا ہو، اس پر اللہ کا نام لے کر کھا لو، اور جو شکار غیر تربیت یافتہ کتے کے ذریعے کیا ہو، اگر تمہیں اسے ذبح کرنے کا موقع ملتا ہے، تو تم اسے کھا لو۔

2856 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ سَيْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ كُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ وَكَلْبُكَ زَادَ عَنِ ابْنِ حَرْبٍ:

الْمُعَلَّمُ وَيَدُكَ فَكُلْ ذَكِيًّا وَغَيْرَ ذَكِيٍّ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوثعلبہ! تمہاری کمان اور تمہارا کتا (یہاں ابن حرب نے یہ لفظ "تربیت یافتہ" زائد نقل کیا ہے) اور تمہارا ہاتھ جو کچھ تمہیں لوٹائیں (یعنی تم نے ان کے ذریعے جو شکار کیا ہو) اسے تم کھالو، خواہ اسے ذبح کرنے کا موقعہ ملا ہو یا نہ ملا ہو۔

2857 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا يُقَالُ لَهُ أَبُو ثَعْلَبَةَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي كِلَابًا مُكَلَّبَةً فَأَفْتِنِي فِي صَيْدِهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كَانَ لَكَ كِلَابٌ مُكَلَّبَةٌ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قَالَ: ذَكِيًّا أَوْ غَيْرَ ذَكِيٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ؟ قَالَ: وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفْتِنِي فِي قَوْسِي؟ قَالَ: كُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ. قَالَ: ذَكِيًّا أَوْ غَيْرَ ذَكِيٍّ؟ قَالَ: وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنِّي؟ قَالَ: وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنْكَ مَا لَمْ يَصِلَّ أَوْ تَجِدْ فِيهِ أَثَرًا غَيْرَ سَهْمِكَ. قَالَ: أَفْتِنِي فِي آنِيَةِ الْمَجُوسِ إِنِ اضْطُرِرْنَا إِلَيْهَا. قَالَ: اغْسِلْهَا وَكُلْ فِيهَا

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک دیہاتی جس کا نام ابوثعلبہ تھا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس کچھ تربیت یافتہ کتے ہیں، آپ ان کے ذریعے شکار کرنے کے بارے میں مجھے شرعی حکم بتایئے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے کتے تربیت یافتہ ہیں، تو جو (شکار) وہ تمہارے لیے روکتے ہیں، تم اسے کھالو، اس نے دریافت کیا: خواہ اسے ذبح کیا گیا ہو، یا نہ کیا گیا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! اس نے دریافت کیا: خواہ اس (کتے) نے اس (شکار) میں سے کچھ کھالیا ہو، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خواہ اس نے، اس میں سے کچھ کھالیا ہو (اس دیہاتی نے) عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھے میری کمان کے بارے میں شرعی حکم بتایئے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری کمان جو تمہیں لوٹا دے، اسے تم کھالو، اس نے دریافت کیا: خواہ اسے ذبح کیا گیا ہو، یا نہ کیا گیا ہو؟ اس نے دریافت کیا: خواہ وہ مجھ سے غائب ہوجائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خواہ وہ تم سے غائب ہوجائے، جب تک وہ خراب نہ ہو، یا تمہیں اس میں اپنی کمان کے علاوہ کسی اور کا نشان نظر نہ آئے، (اس دیہاتی نے) عرض کی: آپ ﷺ مجھے مجوسیوں کے برتنوں کے بارے میں شرعی حکم بتایئے: جب ہم انہیں استعمال کرنے پر مجبور ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم انہیں دھو کر ان میں کھالو۔

شرح

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا" اے اللہ کے نبی! ہم ایک ایسی قوم کے درمیان سکونت پذیر ہیں جو اہل کتاب ہے، تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا پی سکتے ہیں اور ہم ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں شکار بہت ہیں میں اپنی کمان (یعنی تیر) اور تربیت یافتہ کتے کے ذریعہ بھی شکار مارتا ہوں اور غیر تربیت یافتہ کتے کے ذریعہ بھی شکار کرتا ہوں تو میرے لئے کون سی چیز درست ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے جو تم نے اہل کتاب کے برتنوں کے

بارے میں پوچھی ہے تو (ان کے متعلق یہ حکم ہے کہ) اگر ان برتنوں کے علاوہ اور برتن مل سکیں تو پھر ان کے برتنوں میں مت کھاؤ پیو اور اگر دوسرے برتن نہ مل سکیں تو (پہلے) ان کو دھو مانج لو اور پھر ان میں کھا پی لو۔ رہی شکار کی بات تو جس جانور کو تم نے اپنے تیر سے شکار کیا ہے اور (تیر چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لیا ہے اس کو کھالو اسی طرح جس جانور کو تم نے تربیت یافتہ کتے کے ذریعہ شکار کیا ہے اور (اس کتے کو چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لیا ہے تو اس کو بھی کھا سکتے ہو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 4)

ان کے برتنوں میں مت کھاؤ" یہ حکم احتیاط کے پیش نظر ہے اور اس کے کئی سبب ہیں ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے دع ما یریبک الی مالا یریبک دوسرے اس بات سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ حتی الامکان ان کے مستعمل برتنوں میں کھانے پینے سے احتراز کیا جائے اگرچہ ان کو دھولیا گیا ہو۔ اور تیسرے مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات زیادہ سے زیادہ اہمیت کے ساتھ راسخ کرنا بھی مقصود ہے کہ مسلمانوں کے سامنے ان کا یہ ملی تقاضہ بہر صورت رہنا چاہئے کہ وہ ان (اہل کتاب) کے ساتھ رہن سہن اور باہمی اختلاط رکھنے سے نفرت کریں۔

تاہم یہ حکم کہ" ان کے برتنوں میں مت کھاؤ" دراصل تقوی کی راہ ہے اور اس بارے میں جو کچھ فتوی ہے وہ خود حدیث نے آگے بیان کر دیا ہے۔" ان کو دھو مانج لو" یہ حکم اس صورت میں تو بطریق وجوب ہوگا جب کہ ان برتنوں کے نجس و ناپاک ہونے کا ظن غالب ہو اور اس صورت میں بطریق استحباب ہوگا جب کہ ان کی نجاست کا ظن غالب نہ ہو۔ برماوی نے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر ان (اہل کتاب) کے برتنوں کے علاوہ اور دوسرے برتن مل سکتے ہوں تو اس صورت میں ان کے برتنوں کو دھو کر بھی اپنے کھانے پینے کے استعمال میں نہیں لانا چاہئے۔ جب کہ فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ ان کے برتنوں کے دھو لینے کے بعد استعمال کرنا بہر صورت جائز ہے۔ خواہ اور دوسرے برتن مل سکتے ہوں یا نہ مل سکتے ہوں۔ اس صورت میں کہا جائے گا کہ حدیث سے جو کراہت ثابت ہوتی ہے وہ ان برتنوں پر محمول ہے جن میں وہ لوگ سور کا گوشت پکاتے کھاتے ہوں یا جن میں شراب پینے کے لئے رکھتے ہوں، لہٰذا ایسے برتن چونکہ ایمانی نقطہ نظر سے بے حد گھناؤنے ہوتے ہیں، اس لئے ان کو اپنے استعمال میں لانا مکروہ ہے خواہ ان کو کتنا ہی دھو مانج کیوں نہ لیا جائے اور فقہاء نے جو مسئلہ بیان کیا ہے وہ ان برتنوں پر محمول ہے جو سور کے گوشت جیسی نجاستوں اور ناپاکیوں میں زیادہ مستعمل نہیں ہوتے۔

بَابٌ فِي صَيْدٍ قُطِعَ مِنْهُ قِطْعَةٌ

باب: جب شکار کا کوئی ایک حصہ کاٹ لیا جائے؟

2858 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي وَاقِدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا

2858-حدیث حسن، حسنه الترمذی، وقال: العمل علی هذا عند اهل العلم، وقال البخاری: هو محفوظ، وصححه ابو نعیم فی "حلیة الاولیاء" 2518/، وقد اختلف فیه علی زید بن اسلم کما بیناه فی "مسند احمد" (21903). واخرجه الترمذی (1549) و (1550) من طریق عبدالرحمن بن عبدالله بن دینار، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (21903).

قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ

⊛⊛ حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس بھی زندہ جانور کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے (تو وہ کاٹا ہوا حصہ) مردار شمار ہوگا''۔

شرح

زمانہ اسلام سے قبل چونکہ جاہلیت نے انسانی عقل وطبائع کو ماؤف کر رکھا تھا اس لئے اس وقت کے انسان ایسے ایسے طور طریقوں میں مبتلا تھے جن سے انسانیت بھی پناہ مانگتی تھی، انہی طور طریقوں میں ایک رواج مدینہ والوں میں یہ بھی جاری تھا کہ وہ جب چاہتے اپنے زندہ اونٹوں کے کوہان، زندہ دنبوں کی چکتیاں کاٹ لیتے تھے اور ان کو بھون پکا کر کھا لیتے تھے۔ یہ جانوروں کے تئیں ایک انتہائی بے رحمانہ طریقہ ہی نہیں تھا بلکہ طبع سلیم کے منافی بھی تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو اس مذموم فعل سے باز رکھا اور ان پر واضح کیا کہ زندہ جانور کے جسم سے جو بھی عضو کاٹا جائے گا وہ مردار ہوگا اور اس کا کھانا حرام ہوگا۔

بَابٌ فِي اتِّبَاعِ الصَّيْدِ

باب: شکار کا پیچھا کرنا

2859 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ مَرَّةً سُفْيَانُ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا، وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ، وَمَنْ أَتَى السُّلْطَانَ افْتُتِنَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جنگل (یا ویرانے) میں رہائش اختیار کرتا ہے تو اس کا دل سخت ہو جاتا ہے، اور جو شخص شکار کا پیچھا کرتا ہے وہ غافل ہو جاتا ہے اور جو حاکم وقت کے پاس آتا جاتا ہے، وہ آزمائش کا شکار ہو جاتا ہے''

2860 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ شَيْخٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى مُسَدَّدٍ، قَالَ: وَمَنْ لَزِمَ السُّلْطَانَ افْتُتِنَ زَادَ: وَمَا ازْدَادَ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا إِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللهِ بُعْدًا

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

اس کے بعد مسدد کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں ''جو حاکم کے ساتھ رہتا ہے، وہ آزمائش کا شکار ہو جاتا ہے'' اور یہ الفاظ زائد ہیں ''جو بندہ حاکم کے جتنا زیادہ قریب ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی دور ہوتا چلا جاتا ہے''

2861 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَمَيْتَ

الصَّيْدَ فَأَدْرَكْتَهُ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ وَسَهْمُكَ فِيهِ فَكُلْهُ مَا لَمْ يُنْتِنْ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تم شکار کو تیر مارو اور پھر تین دن کے بعد اسے پاؤ، جبکہ تمہارا تیر اس میں موجود ہو تو تم اسے کھالو، بشرطیکہ وہ بدبودار نہ ہوا ہو''۔

2861- اسناده صحيح. وقد اعله ابن حزم في "المحلى" 4637/ بمعاوية بن صالح، وليس ذلك بعلة، لان معاوية بن صالح- وهو ابن خدير الحضرمي- وثقه الائمة، ولم يتكلم فيه غير يحيى القطان، ثم انه متابع. واخرجه مسلم (1931)، والنسائي (4303) من طريق معاوية بن صالح، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1931) من طريق ابي الزاهرية، عن جبير بن نفير، به. واخرجه ايضاً (1931) من طريق مكحول

كِتَابُ الْوَصَايَا

یہ کتاب وصیتوں کے بیان میں ہے

وصایا کے معنی ومفہوم کا بیان

وصایا وصیت کی جمع ہے خطایا خطیۃ کی جمع ہے وصیت اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنے وارثوں سے یہ کہہ جائے کہ میرے مرنے کے بعد یہ فلاں فلاں کام کرنا مثلاً میری طرف سے مسجد بنوا دینا، کنواں بنوا دینا، یا مدرسہ اور خانقاہ وغیرہ میں اتنا روپیہ دیدینا یا فلاں شخص کو اتنا روپیہ یا مال دے دینا یا فقراء ومساکین کو طعام وغلہ یا کپڑے تقسیم کر دینا وغیرہ وغیرہ اور یا جو فرائض وواجبات مثلاً نماز اور زکوۃ وغیرہ اس کی غفلت کی وجہ سے قضاء ہو گئے تھے ان کے بارے میں اپنے ورثاء سے کہے کہ یہ ادا کر دینا یا ان کا کفارہ دے دینا اسی طرح بعض مواقع پر وصیت نصیحت کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

علماء ظواہر (یعنی وہ علماء جو بہر صورت قرآن وحدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہیں) کے نزدیک وصیت کرنا واجب ہے جبکہ دوسرے تمام علماء کے ہاں پہلے تو وصیت واجب تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ داروں کے لئے اپنے مال واسباب میں سے حصے مقرر کرنا جانا ہر مال دار پر واجب تھا لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے خود تمام حصے متعین ومقرر فرما دئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اسی لئے وارث کے لئے وصیت کرنا درست نہیں ہے البتہ آیت میراث کے بعد بھی تہائی مال میں وصیت کرنے کا اختیار باقی رکھا گیا تا کہ اگر کوئی شخص اپنے آخری وقت میں فی سبیل اللہ مال خرچ کر کے اپنی عمر بھی کی تقصیرات مثلاً بخل وغیرہ کا کفارہ اور مکافات کرنا چاہے تو یہ سعادت حاصل کر لے یا اگر اپنے کسی دوست یا دور کے رشتہ دار یا خادم وغیرہ کو کچھ دینا چاہے تو اس تہائی میں سے دیکر اپنا دل خوش کر لے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص پر کوئی قرض وغیرہ ہو یا اس کے پاس کسی کی امانت رکھی ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی ادائیگی وواپسی کی وصیت کر جائے اور اس بارے میں ایک وصیت نامہ لکھ کر اس پر گواہیاں کرالے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْوَصِيَّةِ

باب: وصیت کا حکم دینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2862۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ

ⓤⓤ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس مسلمان کے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو جس کے بارے میں وہ وصیت کر سکتا ہو تو اسے اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ اس پر دو راتیں گزر جائیں مگر یہ کہ وہ وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو یا لوگوں کا کوئی معاملہ اس کے سپرد ہو تو اسے چاہئے کہ وہ دو راتیں گزرنے سے پہلے وصیت نامہ لکھ کر رکھ لے دو راتوں سے مراد عرصہ قلیل ہے یعنی کم سے کم عرصہ بھی ایسا نہ گزرنا چاہئے کہ جس میں وصیت نامہ لکھا ہوا نہ رکھا ہو کیونکہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، نہ معلوم کس لحہ زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور وصیت نامہ کی عدم موجودگی میں ورثاء کے لاعلم ہونیکی وجہ سے حق تلفی کا وبال اس دنیا سے اس کے ساتھ جائے۔ علماء ظواہر اسی حدیث کے پیش نظر وصیت کے واجب ہونے کے قائل ہیں حالانکہ یہ حدیث عمومی طور پر وصیت کے واجب ہونے پر دلالت نہیں کرتی البتہ اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص پر کسی کا قرض ہو یا اس کے پاس کسی کی امانت ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قرض یا امانت کے بارے میں وصیت کر جائے۔ علماء لکھتے ہیں کہ جس معاملہ میں یعنی قرض اور امانت وغیرہ کے سلسلہ میں وصیت کرنا لازم ہو اس کا وصیت نامہ جلد سے جلد مرتب کر لینا مستحب ہے نیز یہ ضروری ہے کہ وصیت نامہ لکھ کر اس وصیت نامہ پر دو اشخاص کی گواہیاں ثبت کرادی جائیں۔

2863 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا بَعِيْرًا وَّلَا شَاةً وَّلَا اَوْصٰى بِشَيْءٍ

ⓤⓤ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دینار کوئی درہم کوئی اونٹ یا بکری (ورثے میں) نہیں چھوڑا اور نہ ہی آپ نے (اپنے مال کے بارے میں) کوئی وصیت کی۔

وصیت واجب نہیں بلکہ مستحب ہوتی ہے

وصیت واجب نہیں ہے بلکہ وہ مستحب ہے۔ جبکہ قیاس اس کا انکاری ہے۔ کیونکہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی ملکیت کو ختم کرنے کی طرف مضاف ہے۔ اور جب وصیت کو ملکیت قائم کرنے کی جانب مضاف کیا جائے۔ اور اس طرح کہا جائے میں نے

2862- اسناده صحيح. واخرجه البخاري (2738)، ومسلم (1627)، وابن ماجه (2699) و (2702)، والترمذي (996) و (2251)، والنسائي (3615) و (3616) من طرق عن نافع، به. واخرجه مسلم (1627)، والنسائي (3618) من طريق سالم بن عبد الله بن عمر، عن ابيه، الا انه قال: "ثلاث ليالٍ" بدل: "ليلتين." وهو في "مسند احمد" (4469) من طريق سالم، و (4578) من طريق نافع. واخرجه النسائي (3617) من طريق عبدالله بن عون، عن نافع، عن ابن عمر من قوله.

2863- اسناده صحيح. مسروق: هو ابن الاجدع، وابو وائل: هو شقيق بن سلمة، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه مسلم (1635)، وابن ماجه (2695)، والنسائي (3621) و (3622) من طريق الاعمش، بهذا الاسناد. واخرجه النسائي (3623)

تم کو کل مالک بنادیا ہے تو یہ باطل ہوگا۔ پس ایسی صورت میں وصیت بدرجہ اولیٰ باطل ہو جائے گی۔ لیکن لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے بطور استحسان ہم نے وصیت کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ انسان اپنی امید کے سبب دھوکہ کھانے والا ہے۔ اور وہ اپنے عمل میں غفلت کرسکتا ہے۔ اور جب اس کو بیماری لاحق ہو جائے تو وہ موت سے گھبرانے لگتا ہے۔ اور اس کی گذشتہ کی ہوئی غلطیوں اور زیادتیوں کی تلافی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب وہ اسی بیماری میں فوت ہو جائے تو اس کا اخروی مقصد ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر وہ تندرست ہو گیا ہے تو وہ مال کی دنیاوی مقاصد میں خرچ کرے گا۔ اور وصیت کو مشروع کرنے کے سبب یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ پس اسی نے ہم نے وصیت کو مشروع قرار دیا ہے۔ اور اجارہ میں بھی ہم اسی طرح بیان کرآئے ہیں۔ اور موت کے بعد بھی ضرورت کی وجہ سے ملکیت باقی رہتی ہے۔ جس طرح کفن ودفن اور قرض کی مقدار کا ادا کرنا ہے۔ اور کتاب اللہ نے اس کا جواز بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ" اور سنت سے بھی اس کے جواز کو بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ نبی کریم ﷺ کا فرمان اقدس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آخر عمر میں تمہارے تہائی مال کا صدقہ کیا ہے۔ تاکہ تمہارے اعمال میں اضافہ ہو۔ پس جہاں تم چاہو اس کو خرچ کرو۔ اور آپ ﷺ نے حیث اجبتم ارشاد فرمایا ہے۔ اور وصیت کے جائز ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اور اجنبی کیلئے تہائی مال میں ورثاء کی اجازت کے بغیر وصیت صحیح ہے۔

(ہدایہ کتاب وصایا، لاہور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کاش لوگ وصیت کے مسئلہ میں ربع تک آجاتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ثلث کا کچھ مضائقہ نہیں اور ثلث بھی بہت ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 16)

حضرت عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں کہا میں ایک مرتبہ بیمار ہوا تو آنحضرت ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ سے دعا فرمایئے، وہ مجھے ایڑیوں کے بل نہ لوٹا دے (یعنی مکہ میں جہاں سے میں ہجرت کر چکا ہوں، مجھے موت نہ دے) آپ نے فرمایا، گھبراؤ نہیں، تمہیں وہاں موت نہیں آئے گی، امید ہے کہ اللہ تمہیں بلند مرتبہ کردے گا تم سے کچھ لوگوں کو نفع پہنچے گا میں نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ وصیت کروں۔ اور مری صرف ایک ہی بیٹی ہے، کیا میں نصف کی وصیت کروں۔ آپ نے فرمایا نصف بہت ہے، میں نے کہا تو تہائی مال کی، آپ نے فرمایا تہائی کا مضائقہ نہیں اور تہائی بھی بہت ہے، پس لوگوں نے تہائی کی وصیت کرنی شروع کی، اور یہ ان کیلئے جائز ہو گیا۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 17)

وصیّت کرنا جائز ہے قرآن کریم سے، حدیث شریف سے اور اجماعِ امت سے اس کی مشروعیت ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (جوہرہ نیرہ ج 2 و بدائع ج 7، ص 330)

شریعت میں ایصاء یعنی وصیّت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا۔ (تبیین از عالمگیری ج 6، ص 90)

وصیّت کا رکن یہ ہے کہ یوں کہے "میں نے فلاں کے لئے اتنے مال کی وصیّت کی یا فلاں کی طرف میں نے یہ وصیّت کی۔

(محیط السرخسی از عالمگیری ج 6، ص 90)

وصیّت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ موصی یعنی وصیّت کرنے والا، موصی الیہ یعنی جس کے لئے وصیت کی جائے، موصی بہ یعنی جس چیز کی وصیّت کی جائے، وصی یعنی جس کو وصیت کی جائے۔

(کفایہ، عنایہ و عالمگیری، کفایہ از عالمگیری ج6، ص90 مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، مصری چھاپہ)

وصیّت کرنا مستحب ہے جب کہ اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی نہ ہو، اگر اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی ہے جیسے اس پر کچھ نمازوں کا ادا کرنا باقی ہے یا اس پر حج فرض تھا ادا نہ کیا یا روزہ رکھنا تھا نہ رکھا تو ایسی صورت میں ان کے لئے وصیّت کرنا واجب ہے۔ (تبیین از عالمگیری ج6، ص 90 و قدوری، درمختار، ردالمحتار)

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَا لَا يَجُوزُ لِلْمُوصِي فِي مَالِهِ

باب: وصیت کرنے والے کیلئے اپنے مال کے حوالے سے کیا بات جائز نہیں ہے

2864- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَرِضَ مَرَضًا قَالَ ابْنُ أَبِي خَلَفٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ اتَّفَقَا أَشْفَى فِيهِ فَعَادَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي أَفَأَتَصَدَّقُ بِالثُّلُثَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالشَّطْرِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالثُّلُثِ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ إِنَّكَ أَنْ تَتْرُكَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِي قَالَ إِنَّكَ إِنْ تُخَلَّفْ بَعْدِي فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ لَا تَزْدَادُ بِهِ إِلَّا رِفْعَةً وَدَرَجَةً لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ

✿✿ حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں وہ بیمار ہو گئے اور شدید بیمار ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے آئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے تو کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے دریافت کیا: نصف؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے دریافت کیا: ایک تہائی۔ آپ نے فرمایا: (ایک تہائی کر سکتے ہو) ویسے ایک تہائی بھی زیادہ ہے اگر تم اپنے

2864- اسناده صحيح. عامر بن سعد: هو ابن ابى وقاص، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه مطولاً ومختصراً البخارى (56) و (1295) و (3936) و (4409) و (5668) و (6373) و (6733)، ومسلم (1628)، وابن ماجه (2708)، والترمذى (2249)، والنسائى (3626) من طريق ابن شهاب الزهرى، به. واخرجه كذلك مطولاً ومختصراً البخارى (2742) و (2744) و (5354)، ومسلم (1628)، والنسائى (3627) و (3630) من طرق عن عامر بن سعد، به. واخرجه ايضاً البخارى (5659)، ومسلم (1628)، والترمذى (997)، والنسائى (3629) و (3631) و (3632) و (3635) من طرق عن سعد بن ابى وقاص. وهو فى "مسند احمد" (1440)، و "صحيح ابن حبان" (4249).

وارثوں کو خوشحال چھوڑ کے جاؤ تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم انہیں غریب چھوڑ کے جاؤ اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو (اس کا بھی اجر ملے گا)

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں اپنی ہجرت میں پیچھے رہ جاؤں گا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم پیچھے بھی رہ جاؤ تو پھر بھی تم جو عمل کرو گے اور جس کے ذریعے تم اللہ کی رضا چاہو گے تو اس کے نتیجے میں تمہاری قدر و منزلت میں اضافہ ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ تم زیادہ عرصے تک زندہ رہو یہاں تک کہ کچھ لوگ تم سے نفع حاصل کریں اور کچھ لوگ تم سے نقصان حاصل کریں پھر نبی اکرم ﷺ نے دعا کی اے اللہ! میرے ساتھیوں کی ہجرت کو برقرار رکھ انہیں الٹے قدموں واپس نہ لا۔ تاہم سعد بن خولہ پر افسوس ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ان پر افسوس کا اظہار اس لئے کیا کیونکہ ان کا انتقال مکہ میں ہوگیا تھا۔

تہائی میں وصیت کے جواز کا بیان

فرمایا کہ تہائی سے زائد کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ تم تہائی کی وصیت کرو۔ اور تہائی بہت زیادہ ہے۔ اور یہ ارشاد آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا کہ جب آپ ﷺ نے ان کو سارے اور نصف مال کی وصیت کرنے سے منع کیا تھا۔ کیونکہ مال ورثاء کا حق ہے۔ اور اس کی جانب ختم ہونے کا سبب منعقد ہو چکا ہے۔ اور وہ مورث کا مال سے بے پرواہ ہونا ہے۔ اور ان کا یہ بے پرواہ ہونا مال سے ان کے حق کو واسطہ ہونا ثابت کردے گا۔ لیکن شریعت نے اجنبیوں کے حق میں تہائی کی مقدار میں اس بے پرواہی کا اظہار نہیں کیا کہ مورث اپنی غلطی کی تلافی کرنے والا بن جائے۔ اسی تفصیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور اس کو وارثوں کے حق میں ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ مورث اس کو اپنے وارثوں پر صدقہ نہ کرے گا۔ تا کہ اتفاقی طور واقع ہونے والے ایثار سے وہ بچ جائے۔ اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ وصیت میں ظلم کرنا یہ بڑے گناہوں میں سے بھی بڑا ہے۔ اور علماء نے خیف کی معنی تہائی سے زیادہ اور وارث کے حق میں وصیت کرنے کا کیا ہے۔ (ہدایہ کتاب وصایا، لاہور)

حالت مرض میں وصیت کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال اتنا سخت بیمار ہوا کہ موت کے کنارہ پر پہنچ گیا چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے مگر ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے تو کیا میں اپنے سارے مال کے بارے میں وصیت کر جاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں پھر میں نے عرض کیا کہ کیا دو تہائی مال کے بارے میں وصیت کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا نصف کے لئے فرمایا نہیں، میں نے پوچھا کہ ایک تہائی کے لئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تہائی مال کے بارے میں وصیت کر سکتے ہو اگرچہ یہ بھی بہت ہے اور یاد رکھو اگر تم اپنے وارثوں کو مال دار و خوش حال چھوڑ جاؤ گے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو مفلس چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں جان لو تم اپنے مال کا جو بھی حصہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی

کے جذبہ سے خرچ کروگے تو تمہیں اس کے خرچ کا ثواب ملے گا یہاں تک کہ تمہیں اس لقمہ کا بھی ثواب ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ تک لے جاؤ گے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 296)

میرا کوئی وارث نہیں ہے" سے حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ ذوی الفروض سے میرا کوئی وارث نہیں ہے یا یہ کہ ایسے وارثوں میں سے کہ جن کے بارے میں مجھے یہ خوف نہ ہو کہ وہ میرا مال ضائع کر دیں گے علاوہ ایک بیٹی کے اور کوئی وارث نہیں ہے، حضرت سعد کے اس جملہ کی یہ تاویل اسلئے کی گئی ہے کہ حضرت سعد کے کئی عصبی وارث تھے۔

یہ حدیث جہاں اس بات کی دلیل ہے کہ مال جمع کرنا مباح ہے وہیں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وارثوں کے حق میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس میت کے وارث موجود ہوں تو اس کی وصیت اس کے تہائی مال سے زائد میں جاری نہیں ہوتی، البتہ اگر وہ ورثاء اپنی اجازت وخوشی سے چاہیں تو ایک تہائی سے زائد میں بھی بلکہ سارے ہی مال میں وصیت جاری ہوسکتی ہے بشرطیکہ سب وارث عاقل وبالغ اور موجود ہوں، اور جس میت کا کوئی وارث نہ ہو تو اس صورت میں بھی اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ اس کی وصیت بھی ایک تہائی سے زائد میں جاری نہیں ہوسکتی۔ البتہ حضرت امام اعظم اور ان کے متبعین علماء اس صورت میں ایک تہائی سے زائد میں بھی وصیت جاری کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں نیز حضرت امام احمد اور حضرت اسحٰق کا بھی یہی قول ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے ان کے حق میں ہمیشہ خیر خواہی کا جذبہ رکھا جائے اور وارثوں کے تئیں شفقت ومحبت ہی کے طریقے کو اختیار کیا جائے علاوہ ازیں اس حدیث سے اور بھی کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ اپنا مال غیروں کو دینے سے افضل یہ ہے کہ اس کو اپنے قرابتداروں پر خرچ کیا جائے دوم یہ کہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے سے ثواب ملتا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی طلب پیش نظر ہو اور سوم یہ کہ اگر کسی مباح کام میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی نیت کر لی جائے تو وہ مباح کام بھی طاعت وعبادت بن جاتا ہے چنانچہ بیوی اگرچہ جسمانی ودنیوی لذت وراحت کا ذریعہ ہے اور خوشی ومسرت کے وقت اس کے منہ میں نوالہ دینا محض ایک خوش طبعی ہے جس کا طاعت وعبادت اور امور آخرت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ اگر بیوی کے منہ میں نوالہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی طلب کی نیت ہو تو اس میں ثواب ملتا ہے لہٰذا اس کے علاوہ دوسری حالتوں میں تو بطریق اولی ثواب ملے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ جب میں بیمار تھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پوچھنے آئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے وصیت کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنے مال کی وصیت کا تم نے ارادہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو اللہ کی راہ میں اپنے سارے مال کی وصیت کرنے کا ارادہ کر لیا ہے آپ نے فرمایا اولاد کے لئے کیا چھوڑا میں نے عرض کیا کہ وہ خود مالدار خوشحال ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وصیت کرنا ہی چاہتے ہو تو اپنے مال کے دسویں حصہ کے بارے میں وصیت کر دو حضرت سعد کہتے ہیں کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی

ہوئی اس مقدار کو بار بار کم کہتا رہا تو میرے اصرار پر آپ نے فرمایا کہ اچھا تہائی مال کے بارے میں وصیت کر دو اگر چہ یہ تہائی بھی بہت ہے۔(ترمذی)

ورثاء کا مورث کے بعد تہائی سے زائد کی اجازت دینے کا بیان

ہاں جب مورث کی موت کے بعد تہائی سے زائد کی اجازت دے دیں اور وہ بھی اس طرح کہ ورثاء بڑے ہوں کیونکہ روکنا انہی کے حق کے سبب سے تھا۔ اور وہ اپنے حق کو ساقط کرنے والے ہیں۔

اور مورث کی زندگی میں ورثاء کی اجازت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ حق ثابت ہونے سے پہلے کا معاملہ ہے۔ کیونکہ وارثوں کا حق تو موت کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ پس ورثاء کو حق حاصل ہے کہ مورث کی موت کے بعد اس کو رد کر دیں۔ جبکہ موت کے موت کے بعد والی اجازت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اجازت حق ثابت ہونے کے بعد ہے۔ پس وارث اس سے رجوع کا حق رکھنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ جو چیز ساقط ہو جائے وہ معدوم ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ وارثوں کا حق اجازت کے وقت مزید پکا ہو جائے گا۔ اور پختگی موجودہ حق میں ظاہر ہوا کرتی ہے۔ جبکہ یہ گزر کر معدوم ہونے والی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ حقیقت موت کے وقت ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ موت سے پہلے صرف حق ثابت ہوتا ہے۔ پس جب ہر طرح استناد کو ثابت کر دیا جائے تو موت سے پہلے ہی حقیقت بدل جائے گی۔ کیونکہ حق کو باطل کرنے کی رضامندی یہ حقیقت کی رضامندی نہیں ہے۔

اور اسی طرح جب کوئی وصیت وارث کیلئے ہے اور باقی وارثوں نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہوگا جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور ہر وہ تصرف جو وارث کی اجازت کے ساتھ ہو ہمارے نزدیک موصی کی طرف سے مجاز لہ اس کا مالک بن جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہاں پر وہ وارث کی جانب سے مالک بن جائے گا۔ اور ہمارا قول درست ہے کیونکہ اس کا سبب موصی کی جانب سے واقع ہوا ہے۔ اور اجازت دینا یہ مانع کو ختم کرنے کی بات ہے۔ اور قبضہ اس کیلئے شرط نہیں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح جب مرتہن راہن کو بیع کرنے کی اجازت دے دیتا ہے۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وصیّت ثلث مال سے زیادہ کی جائز نہیں مگر یہ کہ وارث اگر بالغ ہیں اور نابالغ یا مجنون نہیں، اور وہ موصی کی موت کے بعد ثلث مال سے زائد کی وصیّت جائز کر دیں تو صحیح ہے۔ موصی کی زندگی میں اگر وارثوں نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہیں۔ موصی کی موت کے بعد اجازت معتبر ہے۔ (عالمگیری ج6، ص90)

تہائی مال سے وصیت کرنے کا بیان

جب کسی شخص نے اپنے مال سے کسی بندے کیلئے تہائی کی وصیت کی ہے اور دوسرے کیلئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے۔ اور وارثوں نے اس کی اجازت نہ دی۔ تو تہائی کو دونوں موصی لہ بندوں کے درمیان نصف نصف کر کے تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ تہائی ان کے حق سے کم ہے۔ اور عدم اجازت کے سبب تہائی پر اضافہ نہ کیا جائے گا۔ جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔ اور دونوں موصی لہ حقدار ہونے کے سبب میں برابر ہیں۔ پس حق بھی ان دونوں میں برابر ہو جائے گا۔ کیونکہ محل شرکت کو قبول کرنے والا ہے۔

پس تہائی ان دونوں کے درمیان مشترکہ ہوگی۔

اور جب موصی نے دونوں میں سے کسی ایک کیلئے تہائی کی وصیت کی ہے اور اس نے دوسرے کیلئے سدس کی وصیت کی ہے تو تہائی ان دونوں کے درمیان تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک صحیح سبب ہونے کی وجہ سے حق رکھنے والا ہے۔ اور تہائی ان دونوں کے حق میں تنگ ہے۔ پس وہ اپنے حقوق کے مقدار کے برابر تقسیم کریں گے۔ جس طرح دیوان والوں میں ہوا کرتا ہے۔ تھوڑے والے کو ایک حصہ جبکہ زیادہ والے کو دو حصے ملیں گے۔ اور یہ کل تین حصے بن جائیں گے۔ کیونکہ ایک حصہ قلیل والے کیلئے اور دو حصے کثیر والے کیلئے ہوں گے۔

اور مرنے والے نے کسی آدمی کے حق میں اپنے چوتھائی مال کی وصیّت کی اور ایک دوسرے آدمی کے حق میں اپنے نصف مال کی، اگر ورثہ نے اس وصیّت کو جائز رکھا تو نصف مال اس کو ملے گا جس کے حق میں نصف مال کی وصیّت ہے اور چوتھائی مال اسے دیا جائے گا جس کے لئے چوتھائی مال کی وصیت کی اور باقی مال وارثوں کے درمیان مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو اس صورت میں مرنے والے موصی کی وصیّت اس کے ثلث مال میں صحیح ہوگی اور اس کا ثلث مال سات حصوں میں منقسم ہوکر چار حصے نصف مال کی وصیّت والے کو اور تین حصے چوتھائی مال کی وصیّت والے کو ملیں گے۔ (خزانۃ المفتیین عالمگیری ج6،ص97)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کے حق میں اپنے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیّت کی اور دوسرے کے حق میں اپنے سدس مال کی (چھٹے حصے کی) تو اس صورت میں اس کے ثلث مال کے تین حصے کئے جائیں گے اس میں سے دو 2 حصے ثلث مال کی وصیّت والے کے لئے اور ایک حصہ اسے جس کے حق میں سدس مال کی وصیّت کی۔ (عالمگیری ج6،ص97)

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِضْرَارِ فِي الْوَصِيَّةِ

باب: صحت کے عالم میں صدقہ کرنے کی فضیلت

2865- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ حَرِيصٌ تَأْمُلُ الْبَقَاءَ وَتَخْشَى الْفَقْرَ وَلَا تُمْهِلَ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کون سا صدقہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اس حالت میں صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور حریص ہو زندگی کی امید ہو اور غربت کا اندیشہ ہو تم

2865- اسنادہ صحیح. مسدد: ہو ابن مسرھد. واخرجہ البخاری (1419)، ومسلم (1032)، وابن ماجہ (2706)، والنسائی (2542) و (3611) من طریق عمارۃ بن القعقاع، بہ. وہو فی "مسند احمد" (7159)، و "صحیح ابن حبان" (3312).

اسے اتنے عرصے تک مؤخر نہ کرو جب جان حلق میں پہنچ جائے تو تم یہ کہو کہ فلاں کو اتنا دے دینا اور فلاں کو اتنا دے دینا حالانکہ وہ فلاں کو ویسے ہی مل جائے گا۔

2866 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِي حَيَاتِهِ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ عِنْدَ مَوْتِهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کا اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرنا اس کے حق میں' موت کے وقت اس کے سو درہم صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

بَابُ فِي كَرَاهِيَةِ الْاِضْرَارِ فِي الْوَصِيَّةِ

باب: وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانے کا مکروہ ہونا

2867 - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُدَّانِيُّ حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ حَدَّثَنِي شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْاَةُ بِطَاعَةِ اللهِ سِتِّينَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ قَالَ وَقَرَاَ عَلَيَّ اَبُو هُرَيْرَةَ مِنْ هَاهُنَا (مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ) حَتّٰى بَلَغَ (ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) قَالَ اَبُو دَاوُدَ هٰذَا يَعْنِي الْاَشْعَثَ بْنَ جَابِرٍ جَدُّ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہتے ہیں پھر جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ وصیت کے معاملے میں کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں تو ان دونوں کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔

اس وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔

"وصیت کر لینے کے بعد جو وہ وصیت کریں اور قرض (ادا کرنے کے بعد) کسی کو نقصان پہنچائے بغیر"

یہ آیت انہوں نے یہاں تک پڑھی "بڑی کامیابی"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ یعنی اشعث بن جابر، نصر بن علی کے دادا ہیں۔

شرح

او دین غیر مضار اور ادائے قرض کے بعد بغیر اس کے کہ ضرر پہنچائے یعنی تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے یا کسی کے قرض کا جھوٹا اقرار کر کے وارثوں کو ضرر نہ پہنچائے نہ وارثوں کو نقصان پہنچانا مقصود ہو کہ اللہ کا قرب حاصل کرنا تو مقصود نہ ہو صرف وارثوں کو دکھ پہنچانے کی غرض ہو۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: بعض مرد اور عورتیں ساٹھ برس اللہ کی اطاعت کے کام کرتے ہیں پھر

موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں (وارثوں کو) ضرر پہنچاتے ہیں اسی وجہ سے دوزخ ان کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ نے آیت: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ۔۔ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ تک تلاوت کی۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ) حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو وارثوں کی میراث کاٹے گا اللہ قیامت کے دن اس کا جنت کا حصہ کاٹ دے گا۔ (رواہ ابن ماجہ) بیہقی نے شعب الایمان میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بیان کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں پانچویں حصہ کی وصیت کروں تو چوتھائی مال کی وصیت کرنے سے میرے نزدیک زیادہ اچھا ہے اور تہائی مال کی وصیت کروں تو چوتھائی مال کی وصیت کرنے سے میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ (رواہ البیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ۱/۵ مال کی وصیت کرنے والا چہارم مال کی وصیت کرنے والے سے افضل ہے۔
(الحدیث رواہ البیہقی)

نکتہ* اس آیت میں اللہ نے وصیت اور قرض کو عدم ضرر کے ساتھ مشروط کیا اور پہلی آیت میں یہ قید نہیں لگائی حالانکہ وہاں بھی یہ قید ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرابت توالد یا علاقہ زوجیت کا خود تقاضا ہے کہ وصیت یا اقرار دین سے اس کو ضرر نہ پہنچایا جائے ہاں اخیافی رشتہ دار چونکہ قریبی قرابت نہیں رکھتے اس لیے ان کے معاملہ میں احتمال ہو سکتا تھا کہ کہیں وصیت کرنے اور اقرار کرنے میں ان کو ضرر پہنچانے کا جذبہ کارفرما ہو اس لیے اس جگہ قید لگا دی۔

وصیت کی مختلف قسمیں ہیں

وصیت کی مختلف قسمیں ہیں واجب، مستحب، مباح، حرام اور مکروہ۔ اگر میت قرضدار ہو یا اس پر زکوٰۃ یا منت یا حج فرض یا فوت شدہ نماز یا روزہ واجب الادا ہو تو اس وقت قرض اور زکوٰۃ وغیرہ کو ادا کرنے اور نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے پس اس کے کل ترکہ سے قرض ادا کیا جائے اور قرض میں بھی اس قرض کی ادائیگی مقدم ہے جس کا سبب متعین معلوم ہو یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام شافعی کے نزدیک ہر قسم کا قرض برابر ہے معلوم السبب ہو یا مجہول السبب۔ قرض کے علاوہ ہر قسم کی وصیت تہائی ترکہ سے پوری کی جائے گی۔ (زیادہ کی وصیت ناقابل تعمیل ہے) اس قسم کی (واجب) وصیت کی طرف سے غفلت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس مسلمان آدمی پر کوئی حق ہو جس کی اس کو وصیت کرنا ہے اس کے لیے درست نہیں کہ دو راتیں بھی بغیر تحریر وصیت کے گذارے۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم) مسلم کی روایت میں دو راتوں کی جگہ تین راتوں کا لفظ بھی آیا ہے۔

جس پر کوئی حق واجب نہ ہو اس کے لیے ۱/۱۰ سے ۱/۳ ترکہ تک خیرات کرنے کی وصیت کرنا مستحب ہے بشرطیکہ اس کے وارث غنی ہوں اس کا ثبوت گذشتہ احادیث سے ملتا ہے اور اگر وارث نادار ہوں تو ایسی حالت میں وصیت اور خیرات کرنا مکروہ تنزیہی ہے ترک وصیت اولیٰ ہے ترک وصیت میں اقارب کے لیے اس کا مال میراث ہوگا اور خیرات بھی۔ رسول اللہ نے فرمایا: کسی (غیر) مسکین کو خیرات دینا خیرات ہے اور کسی قرابت دار کو خیرات دینا خیرات بھی ہے اور صلہ رحم بھی۔ (رواہ احمد والترمذی

وابن ماجہ والدارمی) جس وصیت سے وارثوں کو ضرر پہنچانا مقصود ہو یا ضرر پہنچ رہا ہو ایسی وصیت حرام ہے۔
وصیت من اللہ یہ **یوصیکم** کا مفعول مطلق تاکیدی ہے یا مضار کا مفعول بہ ہے یعنی اللہ نے جو حکم دے دیا ہے کہ تہائی ترکہ سے زائد وصیت نہ ہو یا اولاد اور زوجین و اقارب (قریبہ) کے لیے وصیت نہ ہو اس حکم کو ضرر نہ پہنچایا جائے نہ وصیت کی شرعی حدود سے تجاوز کر کے نہ جھوٹے قرض کا اقرار کر کے۔ واللہ علیم اور اللہ ضرر پہنچانے والے کو خوب جانتا ہے۔
(تفسیر مظہری، سورہ نساء، لاہور)

دین محیط کے سبب وصیت کے عدم جواز کا بیان

جب کسی ایسے بندے نے وصیت کی ہے جس پر اتنا قرض ہے جو اس کے سارے مال کو گھیرنے والا ہے۔ تو وصیت جائز نہ ہو گی۔ کیونکہ قرض وصیت پر مقدم ہے۔ اور قرض ان دونوں ضرورتوں سے زیادہ اہمیت والا ہے۔ کیونکہ قرض کو ادا کرنا فرض ہے۔ اور وصیت احسان ہے۔ اور ہمیشہ اہمیت سے آغاز کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد جو اس کے بعد اہمیت والا ہے۔ ہاں البتہ جب قرض خواہوں نے مقروض کو بری کر دیا ہے۔ کیونکہ اب قرض باقی نہ رہا ہے۔ تو شریعت کی بیان کی مقدار کے مطابق وصیت نافذ ہو جائے گی۔ کیونکہ موصی کو اس کی ضرورت ہے۔ (ہدایہ، کتاب وصایا، لاہور)
شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے وصیّت کی لیکن اس پر اتنا قرض ہے کہ اس کے پورے مال کو محیط ہے۔ تو یہ وصیّت جائز نہیں مگر یہ کہ قرض خواہ اپنا قرض معاف کر دیں۔ (عالمگیری ج 6، ص 92)
علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب میت پر قرض ہو یا اس نے کوئی وصیت کی ہو اور ورثاء نے اس کا قرض اپنے مال سے ادا نہ کیا اور نہ ہی اس کی وصیت کو نافذ کیا تو وصی تمام ترکہ کو بیچ سکتا ہے اگر قرض اس کو محیط ہو اور قرض ترکہ کو محیط نہ ہو تو قرض کے برابر ترکہ میں سے بیچ سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک قرض سے زائد ترکہ کو بھی بیچ سکتا ہے بخلاف صاحبین کے۔ ادب الاوصیاء میں کہا کہ فتوی صاحبین کے قول پر دیا جائے گا۔ ایسا ہی حافظیہ، قنیہ اور دیگر کتابوں میں ہے، اور اسی کی مثل بزازیہ میں ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب وصایا، بیروت)

بَاب مَا جَاءَ فِي الدُّخُولِ فِي الْوَصَايَا

باب: وصیت میں شامل ہونا (وصی بننا)

2868- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي فَلَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ مِصْرَ
⊛⊛ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! میں تمہیں کمزور سمجھتا ہوں

میں تمہارے لئے اسی بات کو پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں تم دو آدمیوں کے امیر نہ بننا اور یتیم کے مال کے نگران نہ بننا۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اہل مصر اسے روایت کرنے میں "منفرد" ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي نَسْخِ الْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

باب: والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کے حکم کا منسوخ ہونا

2869- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ) فَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ كَذَلِكَ حَتَّى نَسَخَتْهَا آيَةُ الْمِيرَاثِ

⊛⊛ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں (انہوں نے یہ آیت پڑھی)

"اگر تم کوئی بھلائی (یعنی مال) چھوڑو تو والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کرو۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پہلے وصیت اسی طرح ہوتی تھی یہاں تک کہ میراث سے متعلق آیت نے اسے منسوخ کر دیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَصِيَّةِ لِلْوَارِثِ

باب: وارث کیلئے وصیت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2870- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

⊛⊛ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لئے وارث کے لئے وصیت نہیں ہوگی۔

وارث کیلئے وصیت کے عدم جواز کا بیان

وارث کیلئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو حق دے دیا ہے۔ خبردار! وارث کیلئے کوئی وصیت نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بعض کو ترجیح دینے سے بعض کو تکلیف ہوگی۔ اور اس کو جائز قرار دینے میں قطع رحمی پائی جائے گی۔ کیونکہ ہماری بیان کردہ حدیث کے مطابق یہ زیادتی ہوگی۔ اور موصی لہ کا وارث ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار موت کے وقت کیا جائے گا وصیت کے وقت کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ وصیت ایک ایسی ملکیت ہے جو موت کے بعد کی جانب منسوب ہے۔ اور اس کا حکم بھی موت کے بعد ثابت ہونے والا ہے اور مریض کی جانب سے وارث کیلئے ہبہ کرنا اس میں وصیت کی مثال ہے۔ کیونکہ یہ حکمی طور پر وصیت ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس کا نفاذ تہائی مال سے ہوگا۔ جبکہ وارث کیلئے مریض کا اقرار کرنا یہ اس کے برعکس ہوگا کیونکہ یہ فوری طور پر تصرف ہے پس یہ وقت اقرار اعتبار کیا جائے گا۔

ہاں البتہ جب ورثاء اس وصیت کی اجازت دے دیتے ہیں تو یہ استثناء ہماری روایت کردہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس کا منع ہونا یہ ورثاء کے حق کے سبب تھا پس وارثوں کی اجازت سے وصیت جائز ہو جائے گی۔ اور جب بعض نے اجازت دی ہے اور بعض نے اجازت نہ دی تو اجازت دینے والوں پر ان کے حصے کی مقدار کے برابر وصیت جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ اجازت دینے والے پر اپنے آپ پر ولایت حاصل ہے۔ اور رد کرنے کی صورت میں وصیت باطل ہو جائے گی۔

حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دیدیا ہے لہٰذا وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔"

(ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 297)

اور امام ترمذی نے یہ مزید نقل کیا ہے کہ بچہ صاحب فراش کیلئے ہے اور زنا کرنیوالے کے لئے پتھر ہے، نیز ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور حضرت ابن عباس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے مگر جب کہ وارث چاہیں، یہ حدیث منقطع ہے اور یہ مصابیح کے الفاظ ہیں۔

اور دارقطنی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہوتی مگر جب کہ وارث چاہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے الخ) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ورثاء کے لئے حصے متعین و مقرر فرما دیئے ہیں خواہ وہ کسی وارث کے حق میں یہ وصیت کر بھی جائے کہ اسے دوسرے وارثوں سے اتنا زیادہ حصہ دیا جائے تو شرعی طور پر اس کا کچھ اعتبار نہیں ہاں اگر تمام ورثاء عاقل و بالغ ہوں اور وہ برضاء ورغبت کسی وارث کو میت کی وصیت کے مطابق اس کے حصے سے زیادہ دیدیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں آیت میراث نازل ہونے سے پہلے اپنے اقرباء کے حق میں وصیت کر جانا واجب تھا مگر جب آیت میراث نازل ہوئی اور تمام ورثاء کے حصے متعین و مقرر ہو گئے تو وصیت کا واجب ہونا منسوخ ہو گیا۔

فراش ویسے تو عورت کو کہتے ہیں لیکن یہاں (الولد للفراش) میں فراش سے مراد صاحب فراش یعنی عورت کا مالک ہے۔

حدیث گرامی کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہو جائے تو اس بچہ کا نسب زنا کرنے والے سے قائم نہیں ہوتا بلکہ وہ صاحب فراش کی طرف منسوب ہوتا ہے خواہ وہ صاحب فراش زنا کرانے والی عورت کا خاوند ہو یا لونڈی ہونے کی صورت میں) اس کا آقا ہو اور یا وہ شخص جس نے شبہ میں مبتلا ہو کر اس عورت سے صحبت کر لی تھی۔

اور زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے یہ جملہ زنا کرنیوالے کی محرومی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جیسا کہ ہماری عام بول چال میں کسی ایسے شخص کے بارے میں کہ جسے کچھ نہیں ملتا کہہ دیا کرتے ہیں کہ اسے خاک پتھر ملے گا، لہٰذا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونیوالے بچہ کا نسب چونکہ زنا کرنیوالے سے قائم نہیں ہوتا اس لئے ولد الزنا کی میراث میں سے اسکو کچھ نہیں ملے گا۔ یا پھر یہ کہ یہاں پتھر سے مراد سنگسار کرنا ہے کہ اس زنا کرنیوالے کو اگر وہ شادی شدہ تھا سنگسار کر دیا جائے گا)۔

ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے کا مطلب یہ ہے کہ اس بدکاری میں مبتلا ہونیوالوں کا حساب وکتاب اللہ پر ہے کہ وہ ہرایک کوان کے کرتوت کے مطابق بدلہ دے گا۔ ویسے یہ جملہ ایک دوسرے معنی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ جہاں تک دنیا کا تعلق ہے تو یہاں ہم زنا کرنیوالوں کو سزا دیتے ہیں بایں طور کہ ان پر حد جاری کرتے ہیں اب رہا وہاں یعنی آخرت کا معاملہ تو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء پر موقوف ہے چاہے تو مؤاخذہ کرے اور چاہے تو اپنے بے پایاں رحم وکرم کے صدقہ میں انہیں بخش دے۔

مذکورہ بالا عبارت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو شخص زنا کرے یا کسی اور گناہ میں مبتلا ہو اور اس پر کوئی حد قائم نہ ہو یعنی دنیا میں اسے کوئی سزا نہ دی جائے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہ چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے اسے عذاب میں مبتلا کرے۔

بَاب مُخَالَطَةِ الْيَتِيمِ فِي الطَّعَامِ

باب: یتیم کو کھانے میں ساتھ ملالینا

2871- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ) وَ(إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا) الْآيَةَ انْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ يَتِيمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهُ مِنْ طَعَامِهِ وَشَرَابَهُ مِنْ شَرَابِهِ فَجَعَلَ يَفْضُلُ مِنْ طَعَامِهِ فَيُحْبَسُ لَهُ حَتَّى يَأْكُلَهُ أَوْ يَفْسُدَ فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ) فَخَلَطُوا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِ وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی

''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ سوائے اس کے جو اچھا کرے اور بے شک جو لوگ یتیم کا مال ظلم کے طور پر کھاتے ہیں''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جس شخص کے زیر کفالت کوئی یتیم تھا وہ گیا اس نے اس یتیم کے کھانے سے اپنے کھانے کو الگ کرلیا اور اس کے مشروب کو اپنے مشروب سے الگ کردیا۔ اس یتیم کا جو کھانا بچ جاتا تھا وہ ویسے ہی پڑا رہتا تھا یہاں تک کہ وہ یتیم اسے کھالے یا پھر وہ خراب ہوجاتا تھا۔ یہ بات لوگوں کے لئے بڑی پریشانی کا باعث بنی۔ انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تم فرمادو! ان کے ساتھ بھلائی زیادہ بہتر ہے اور تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تو لوگوں نے اپنا کھانا یتیموں کے کھانے کے ساتھ ملالیا اور اپنا مشروب ان کے مشروب کے ساتھ ملالیا۔

یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا

اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے اور اچھے طریقہ کے بغیر مال یتیم کے قریب نہ جاؤ حتی کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور سورۃ نساء میں فرمایا ہے اور یتیموں کو جانچتے رہو حتی کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں اور اگر تم ان میں عقل مندی (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے اموال کو فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔
(النساء:۶)

سورہ نساء کی اس آیت میں ان کی بدنی قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے ذکر سے ظاہر ہوتا ہے اور ان کی ذہنی صلاحیت اور قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ اس قید سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ان میں عقلمندی کے آثار دیکھو کیونکہ اگر جوان ہونے کے بعد یتیم کا مال اس کے حوالہ کر دیا جائے اور وہ ذہین اور عقل مند نہ ہو تو اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ اپنی خواہشوں اور شوق کو پورا کرنے میں سارا مال ضائع کر دے گا اور اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا' اس لیے جب تک وہ سمجھ دار نہ ہو جائے' مال اس کے حوالے نہ کیا جائے۔ اس عمر کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن زید نے کہا وہ بالغ ہو جائے۔ اہل مدینہ نے کہا' وہ بالغ بھی ہو اور اس میں سمجھ داری کے آثار بھی ظاہر ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ عمر پچیس سال ہے۔

یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کے متعلق بہت سخت وعید ہے

(آیت) "ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا"۔
(النساء:۱۰)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں' اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے"۔

امام ابن ابی شیبہ' امام ابویعلیٰ' امام طبرانی' امام ابن حبان اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے درآنحالیکہ ان کے مونہوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شب معراج کے واقعات میں بیان فرمایا میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایک شخص مقرر تھا جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتا اور ان کے منہ میں آگ کے بڑے بڑے پتھر ڈال دیتا' پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے اور وہ زور زور سے چلاتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں؟ جو ناحق یتیموں کا مال کھاتے تھے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار ایسے شخص ہیں کہ اللہ پر حق ہے کہ انکو جنت میں داخل نہ کرے اور نہ ان کو کوئی نعمت چکھائے۔ دائم الخمر، سود خور، یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور ماں باپ کا نافرمان۔ (درمنثور، ج ٤، ص ٤٤٤، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ١٤١٤ھ)

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَا لِوَلِيِّ الْيَتِيمِ أَنْ يَنَالَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ

باب: یتیم کے والی کو کس حد تک یتیم کا مال استعمال کرنا جائز ہے

2872- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي فَقِيرٌ لَيْسَ لِي شَيْءٌ وَلِي يَتِيمٌ قَالَ فَقَالَ كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُبَادِرٍ وَلَا مُتَأَثِّلٍ

✿✿ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میں غریب آدمی ہوں اور میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ ایک یتیم میرے زیر کفالت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے زیر کفالت یتیم کے مال میں سے کسی فضول خرچی کے بغیر' زیادتی کے بغیر اور مال اکٹھا کیے بغیر کھا سکتے ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ مَتَى يَنْقَطِعُ الْيُتْمُ

باب: یتیمی کب ختم ہوتی ہے

2873- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدِينِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُقَيْشٍ أَنَّهُ سَمِعَ شُيُوخًا مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَمِنْ خَالِهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَحْمَدَ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ

✿✿ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات یاد رکھی ہے: بالغ ہوجانے کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی اور صبح سے لے کر شام تک چپ کے روزے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ فِي أَكْلِ مَالِ الْيَتِيمِ

باب: یتیم کا مال کھانے کی (شدید مذمت کا بیان)

2874- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ

مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو الْغَيْثِ سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہلاک کرنے والے سات اعمال سے گریز کرو۔ عرض کی گئی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے ناحق طور پر قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا اور پاک دامن غافل مومن عورتوں پر الزام لگانا۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ابوالغیث سالم ابن مطیع کے غلام ہیں۔

2875- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوزَجَانِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْكَبَائِرُ فَقَالَ هُنَّ تِسْعٌ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ وَاسْتِحْلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِكُمْ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا

عبید بن عمیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ نو ہیں۔

اس کے بعد حسب سابق حدیث نقل کی ہے تاہم اس میں یہ دو چیزیں زائد بھی ہیں۔ مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا اور بیت الحرام کی حرمت کو پامال کرنا جبکہ وہ زندگی اور موت ہر حالت میں تمہارا قبلہ ہے۔

بَاب مَا جَاءَ فِي الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْكَفَنَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

باب: اس بات کی دلیل کہ کفن بھی تمام مال کے ساتھ شامل ہوگا

2876- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ إِلَّا نَمِرَةٌ كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد کے موقع پر شہید ہوگئے۔ ان کے پاس صرف ایک چادر تھی جب ہم اس کے ذریعے ان کا سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں ظاہر ہو جاتے تھے اور جب پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر ظاہر ہو جاتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (چادر) کے ذریعے اس کے سر کو ڈھانپ دو اور اس کے پاؤں پر "اذخر" (گھاس)

2876- اسناده صحيح. ابو وائل: هو شقيق بن سلمة، والاعمش هو سليمان بن مهران، وسفيان: هو ابن سعيد الثوري. واخرجه البخاري (1276)، ومسلم (940)، والترمذي (4189) و (4190)، والنسائي (1903) من طريق سليمان الاعمش، به. وهو في "مسند احمد" (21058)، و"صحيح ابن حبان" (7019)

ڈال دو۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَهَبُ الْهِبَةَ ثُمَّ يُوصَى لَهُ بِهَا أَوْ يَرِثُهَا

باب: کوئی شخص جب کوئی چیز ہبہ کرے اور پھر اسی چیز کی اس شخص کیلئے وصیت کردی جائے یا وہ اس کا وارث بن جائے

2877- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ بُرَيْدَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِوَلِيدَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ قَالَ قَدْ وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَجَعَتْ إِلَيْكِ فِي الْمِيرَاثِ قَالَتْ وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَيُجْزِئُ أَوْ يَقْضِي عَنْهَا أَنْ أَصُومَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ وَإِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ أَفَيُجْزِئُ أَوْ يَقْضِي عَنْهَا أَنْ أَحُجَّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ

⊛⊛ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز صدقے (ہبہ) کے طور پر دی تھی۔ ان کا انتقال ہوگیا۔ انہوں نے ترکے میں اسی کنیز کو چھوڑا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اجر واجب ہوگیا ہے اور میراث میں وہ کنیز تمہارے پاس واپس آ جائے گی۔ اس خاتون نے عرض کی: ان کا انتقال جب ہوا اس وقت ان پر ایک مہینے کے روزے رکھنا واجب تھا تو کیا یہ بات جائز ہوگی (راوی کو شک ہے) یا ان کی طرف سے ادائیگی ہو جائے گی اگر میں ان کی طرف سے روزہ رکھ لوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس عورت نے دریافت کیا: انہوں نے حج بھی کرنا تھا تو کیا یہ بات جائز ہوگی یا یہ ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا اگر میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُوقِفُ الْوَقْفَ

باب: کسی شخص کا کسی چیز کو وقف کرنا

2878- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي بِهِ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُوَرَّثُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبَى وَالرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَزَادَ عَنْ بِشْرٍ وَالضَّيْفِ ثُمَّ اتَّفَقُوا لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ

2878- اسناده صحيح. ابن عون: هو عبد الله، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (2737) و(2772) و(2773)، ومسلم (1632)، وابن ماجه (2396)، والترمذي (1429)، والنسائي (3597-3601) من طريق عبد الله بن عون، والبخاري (2777) من طريق ايوب السختياني والنسائي (3603-3605)

يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ وَيُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ زَادَ عَنْ بِشْرٍ قَالَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے بتایا: مجھے خیبر میں کچھ زمین ملی ہے۔ اس سے بہترین مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ آپ اس کے بارے میں مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین اپنے پاس رہنے دو اور اس پر جو پھل لگتے ہیں اسے صدقہ کر دو' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کر دیا کہ اصل زمین کو فروخت نہیں کیا جا سکتا اور ہبہ نہیں کیا جا سکتا اور اسے وراثت میں نہیں دیا جا سکتا (اور اس کا پھل) غرباء' قریبی رشتہ داروں' غلاموں کے لئے' اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ہوگا۔

بشر کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: مہمانوں کے لئے بھی ہوگا۔

پھر اس کے بعد ان سب راویوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے: جو شخص اس کا نگران ہو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا اگر وہ مناسب طریقے سے خود کھالے اور اپنے دوست کو بھی کھلا دے جبکہ وہ اس مال کو اکٹھا کرنے والا نہ ہو۔

بشر کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں' محمد نامی راوی فرماتے ہیں: مال جمع کرنے والا نہ ہو۔

2879- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ عَنْ صَدَقَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهم قَالَ نَسَخَهَا لِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هٰذَا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللهِ عُمَرُ فِي ثَمْغٍ فَقَصَّ مِنْ خَبَرِهِ نَحْوَ حَدِيثِ نَافِعٍ قَالَ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا فَمَا عَفَا عَنْهُ مِنْ ثَمَرِهِ فَهُوَ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ قَالَ وَسَاقَ الْقِصَّةَ قَالَ وَإِنْ شَاءَ وَلِيُّ ثَمْغٍ اشْتَرَى مِنْ ثَمَرِهِ رَقِيقًا لِعَمَلِهِ وَكَتَبَ مُعَيْقِيبٌ وَشَهِدَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْأَرْقَمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هٰذَا مَا أَوْصَى بِهِ عَبْدُ اللهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ حَدَثَ بِهِ حَدَثٌ أَنَّ ثَمْغًا وَصِرْمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدَ الَّذِي فِيهِ وَالْمِائَةَ سَهْمٍ الَّتِي بِخَيْبَرَ وَرَقِيقَهُ الَّذِي فِيهِ وَالْمِائَةَ الَّتِي أَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَادِي تَلِيهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ ثُمَّ يَلِيهِ ذُو الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا أَنْ لَا يُبَاعَ وَلَا يُشْتَرَى يُنْفِقُهُ حَيْثُ رَأَى مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ وَذَوِي الْقُرْبَى وَلَا حَرَجَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ إِنْ أَكَلَ أَوْ آكَلَ أَوِ اشْتَرَى رَقِيقًا مِنْهُ

لیث بیان کرتے ہیں' یحییٰ بن سعید نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صدقہ کرنے سے متعلق تحریر کے بارے میں بیان کیا ہے' عبدالحمید بن عبداللہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پوتے ہیں۔ نے اس کا ایک نسخہ مجھے لکھوایا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو رحمٰن اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ وہ ہے جو اللہ کے بندے ''عمر'' نے لکھا ہے جو ''ثمغ'' (نامی زمین کے بارے میں)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد انہوں نے سابقہ حدیث کی طرح پوری حدیث بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

وہ شخص مال اکٹھا کرنے والا نہ ہو اور اس کا جو پھل گر جائے وہ مانگنے والے محروم شخص کے لئے ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: اگر "ثمغ" کا نگران چاہے تو وہ غلام خرید سکتا ہے جو اس (زمین) میں کام کرے۔

معیقیب نے یہ بات تحریر کی ہے اور عبداللہ بن ارقم نے اس کی گواہی دی ہے۔ (اس کے الفاظ یہ ہیں)

"اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو رحمن اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ وہ ہے جس کے بارے میں اللہ کے بندے "عمر" نے جو مسلمانوں کا امیر ہے وصیت کی ہے کہ اگر کوئی صورتحال لاحق ہو جائے تو ثمغ، صرمہ بن اکوع اور وہ غلام جو اس میں ہے اور وہ سو حصے جو خیبر میں ہیں اور وہاں کا غلام جو اس میں ہے اور وہ سو حصے جو نبی اکرم ﷺ نے "وادی" میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو دیے تھے ان سب کی نگران حفصہ رضی اللہ عنہا رہے گی۔ جب تک وہ زندہ ہے اس کے بعد اس کے گھر والوں میں سے اس کا نگران کوئی اور ہوگا اور اس کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو خریدا نہیں جا سکتا۔ اسے خرچ کیا جائے گا جہاں وہ مناسب سمجھے گا۔ سوال کرنے والے محروم شخص کے لئے، قریبی رشتہ دار کے لئے اور جو شخص اس کا نگران ہوگا کوئی حرج نہیں ہوگا اگر وہ خود اس میں سے کھالے یا کسی کو کھلائے یا اس میں سے کوئی غلام خرید لے (جو وہاں کام کرے)

وقف کی تعریف

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وقف کا معنی یہ ہے کہ کسی شے کو اپنی ملک سے خارج کر کے خالص اللہ عزوجل کی ملک کر دینا اسطرح کہ اُسکا نفع بندگانِ خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔ (فتاوٰی عالم گیری، کتاب الوقف)

اصل چیز روک کر اس سے حاصل ہونے والا نفع خرچ کرنا وقف کہلاتا ہے۔ اصل سے مراد وہ چیز ہے جو بعینہ بچی رہے اور اس کا نفع خرچ کیا جا سکے، مثلاً گھر، اور دوکانیں، اور باغات وغیرہ۔ اور نفع سے مراد وہ غلہ ہے جو اصل سے حاصل ہو مثلاً پھل اور اجرت اور گھروں میں رہائش وغیرہ کرنا۔

کسی بھی چیز کی اصل کو روک کر رکھنے اور اس میں ہبہ یا وراثت کے تصرف نہ کرنے بلکہ کسی بھی قسم کا تصرف نہ کرنے کو وقف کہا جاتا ہے تاکہ اس چیز کے نفع کو وقف کرنے والے کی ارادہ کے مطابق خیر و بھلائی کے کاموں میں صرف کیا جا سکے۔

وقف کا حکم کا بیان

یہ ایسی نیکی ہے جو اسلام میں مستحب ہے، اس کی دلیل صحیح حدیث میں موجود ہے۔ صحیحین میں عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ انہوں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خیبر کا کچھ مال ملا ہے، مجھے اس سے بہتر مال کبھی حاصل نہیں ہوا، آپ اس کے متعلق مجھے کیا حکم دیتے ہیں: تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو اس کی اصل روک کے رکھو اور اسے صدقہ کر دو، لیکن یہ ہے کہ اس اصل کو نہ تو ھبہ کیا جائے گا، اور نہ وہ وراثت بنے گا" تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فقراء و مساکین اور رشتہ داروں اور اللہ کے راستے، اور مسافروں اور مہمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے کہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: "جب آدم کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل رک جاتے ہیں، صرف تین قسم کے عمل جاری رہتے ہیں: صدقہ جاریہ، یا ایسا علم جس سے اس کے بعد نفع بھی حاصل کیا جاتا رہے، یا نیک اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

اور جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی وقف کے علاوہ کسی کی بھی قدرت نہیں رکھتے تھے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: (بلند و بالا عمارتیں اور خاص مساجد وقف کرنے میں آئمہ کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، اس کے علاوہ میں ان کا اختلاف ہے۔

وقف کی شرائط کا بیان

وقف کرنے کے لیے شرط ہے کہ وہ جائز التصرف ہو، یعنی اس کا تصرف کرنا جائز ہو؛ وہ اس طرح کہ وقف کرنے والا شخص بالغ، آزاد، اور عقلمند سمجھدار ہو، لہٰذا بچے، بیوقوف، اور غلام کا وقف صحیح نہیں ہوگا۔

وقف دو امور میں سے ایک کے ساتھ ہوگا:

پہلا: وقف پر دلالت کرنے والا قول؛ مثلاً وہ یہ کہیکہ: میں نے یہ جگہ وقف کی یا اسے مسجد بنایا۔

دوسرا: انسان کے عرف میں وقف پر دلالت کرنے والا کام: مثلاً اس شخص کی طرح جس نے اپنے گھر کو مسجد بنا دیا، اور اس میں لوگوں کو نماز ادا کرنے کی عام اجازت دے دی، یا اس نے اپنی زمین کو قبرستان بنا کر لوگوں کو وہاں دفن کرنے کی اجازت دے دی۔

وقف کے الفاظ کی اقسام

پہلی قسم: صریح الفاظ: مثلاً وہ یہ کہے کہ: وقفت (وقف کر دیا) حبست، (میں نے روک لیا) سبلت (میں نے اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا) سبیت (میں نے اللہ کے نام دیا) یہ صریح الفاظ ہیں؛ کیونکہ وقف کے علاوہ کسی معنی کا احتمال نہیں؛ لہٰذا جب ان الفاظ میں سے کوئی لفظ بھی ادا کیا تو اس کے ساتھ کوئی اور معاملہ زیادہ کیے بغیر ہی وقف ہو جائے گا۔

دوسری قسم: کنایہ کے الفاظ: مثلاً وہ یہ کہے: تصدقت (میں نے صدقہ کیا) حرمت (میں نے حرام کیا) ابدت (میں نے ہمیشہ کر دیا) یہ کنایہ کے الفاظ ہیں، کیونکہ یہ وقف کے علاوہ دوسرے معنی کا بھی محتمل ہے۔

لہٰذا جب بھی اس نے ان الفاظ میں سے کوئی لفظ بولا تو اس کے ساتھ وقف کی نیت کی شرط لگائی جائے گی، یا اس کے ساتھ کوئی صریح لفظ بولا جائے گا، یا اس کے ساتھ کنایہ کیدوسرے الفاظ میں سے کئی لفظ۔

صریح الفاظ کے ساتھ ملا کر بولنے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً وہ اس طرح کہے:

تصدقت بكذا صدقة موقوفة او محبسة او مسبلة اور مؤبدة (میں نے وقف صدقہ کیا، یا روکا ہوا یا خیرات کیا ہوا، یا ہمیشہ کے لیے

اور کنایہ کا لفظ وقف کے حکم کے ساتھ ملانے کی مثال یہ ہے کہ وہ اس طرح کہے: **تصدقت بكذا صدقة لا تباع ولا تورث.** میں نے ایسا صدقہ کیا جو نہ تو فروخت ہو سکتا ہے اور نہ ہی وراثت بن سکتا ہے۔

وقف صحیح ہونے کی شرائط کا بیان

اول: جس طرح بیان کیا جاچکا ہے کہ وقف کرنے والا تصرف کرنے کا اہل اور مجاز ہو.

دوم: وقف کی جانے والی چیز ایسی ہو جس کا فائدہ مستقل طور پر اٹھایا جائے، اور اس کی اصل باقی رہے؛ لہٰذا ایسی چیز وقف کرنی صحیح نہیں جو فائدہ حاصل کرنے کے بعد باقی نہ رہے، مثلاً کھانا، اور غلہ وغیرہ

سوم: وقف کی جانے والی چیز معین ہو؛ لہٰذا غیر معین چیز وقف کرنا صحیح نہیں ہوگا، جس طرح کوئی یہ کہے: میں نے اپنے غلاموں اور عمارتوں میں سے کوئی غلام اور گھر وقف کیا۔

چہارم: وقف نیکی پر ہو؛ کیونکہ وقف کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے؛ مثلاً مساجد اور عمارتیں، اور رہائش گاہیں، اور کنویں اور نل وغیرہ، علمی کتب، مشکیں، لہٰذا نیکی کے علاوہ کسی اور کام کے لیے وقف کرنا صحیح نہیں؛ مثلاً کفار کی عبادت گاہوں کے لیے وقف کرنا، اور ملحدوں زندیق اور بے دین لوگوں کی کتابیں، اور درباروں کی روشنی یا اسے تعمیر کرنے کے لیے وقف کرنا، اور کیونکہ یہ سب کچھ معصیت و شرک اور کفر میں معانت ہے.

پنجم: وقف کے صحیح ہونے میں شرط ہے کہ اگر معین چیز ہو تو اس معین چیز کی ملکیت کا ثبوت ہونا شرط ہے، کیونکہ وقف ملکیت ہوتی ہے، لہٰذا جو مالک ہی نہیں اس پر وقف صحیح نہیں، مثلاً میت اور جانور۔

ششم: وقف صحیح ہونے میں شرط یہ ہے کہ: وقف پورا ہو، لہٰذا معلق اور مؤقت وقف کرنا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی اپنی موت کے ساتھ وقف معلق کرتا ہے تو یہ جائز ہوگا.

مثلاً وہ یہ کہے: جب میں مر جاؤں تو میرا گھر فقراء پر وقف ہے. اس کی دلیل ابوداود کی مندرجہ ذیل حدیث ہے: عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ اگر انہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو ان کی ثمغ نامی زمین صدقہ ہے. اور یہ مشہور ہو گیا اور کسی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا، تو یہ اجماع تھا، اور موت پر معلق وقف مال کے ثلث میں سے ہونا چاہیے، کیونکہ یہ وصیت کے حکم میں ہوگا.

اور وقف کے احکام میں یہ شامل ہے کہ: وقف کرنے والے کی شرط کے مطابق اس وقف میں کام کرنا واجب ہے، لیکن اگر شریعت کے مخالف ہو تو پھر نہیں، بلکہ اسے نیکی کے کام میں صرف کیا جائے گا، اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "مسلمان اپنی شروط پر قائم رہتے ہیں، لیکن ایسی شرط جو حرام کو حلال، یا حلال کو حرام کر دے" (یعنی اس پر عمل نہیں ہوگا)

اور اس لیے بھی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کیا اور اس کے لیے شرط بھی رکھی، اور اگر اس کی شرط پر عمل کرنا واجب نہ ہو تو اس میں کوئی فائدہ ہی نہیں، اور اگر اس میں اس نے مقدار یا مستحقین میں سے کسی کو کسی ایک یا سب پر مقدم رکھنے کی شرط رکھی، یا مستحق میں کسی وصف کے معتبر ہونے کی شرط لگائی، یا کسی وصف کے نہ ہونے کی شرط لگائی، یا وقف پر نگرانی کی شرط رکھی، یا اس کے علاوہ تو جب تک وہ شرط کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو اس شرط پر عمل کیا جائے گا. اور اگر وہ کوئی شرط نہ رکھے تو پھر مالدار اور فقیر مرد و عورت، سب وقف کی گئی چیز میں برابر ہوں گے.

اور جب وقف کرنے والا وقف کے نگران کی تعیین نہ کرے، یا اس نے کسی شخص کو متعین کیا اور مر گیا، تو معین ہونے کی صورت

میں نگرانی ہوگی، اور اگر وقف کسی ادارے وغیرہ پر ہو یعنی مساجد یا ان کے لیے وقف ہو جن کا شمار ممکن نہ ہو مثلاً مساکین، تو پھر نگرانی حاکم وقت خود کرے گا، یا جس کو وہ مقرر کرے۔

نگران کو اللہ تعالیٰ کا ڈر اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے وقف کی نگرانی اچھے اور احسن انداز میں کرنی چاہیے کیونکہ یہ اس کے ذمہ امانت ہے۔

اور جب وہ اپنی اولاد پر وقف کرے تو اس کے مستحقات میں مرد وعورت سب برابر ہوں گے، کیونکہ یہ ان سب میں مشترکہ ہے، اور شراکت کا اطلاق استحقاق میں برابری کا متقاضی ہے؛ جس طرح اگر اس نے ان کے لیے کوئی چیز مقرر کردی تو وہ ان کے درمیان برابر ہوگی؛ تو اسی طرح جب اس نے ان پر کوئی چیز وقف کی، پھر اس کی صلبی اولاد کے بعد وقف ان کے بیٹوں کی اولاد پوتے پوتیوں میں منتقل ہو جائے گا، نہ کہ بیٹی کی اولاد میں، کیونکہ وہ تو کسی اور آدمی کی اولاد میں سے ہیں، لہٰذا تو اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں گے، اور اس لیے بھی کہ وہ مندرجہ ذیل فرمان باری تعالیٰ کے تحت نہیں:

فرمان باری تعالیٰ ہے: (اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارہ میں وصیت کرتا ہے).

اور کچھ علماء کرام ایسے بھی ہیں جو انہیں لفظ اولاد میں شامل کرنے کی رائے رکھتے ہیں؛ کیونکہ بیٹیاں بھی اولاد ہیں، تو اس طرح طرح اولاد کی اولاد اس کی حقیقی اولاد ہے. واللہ تعالیٰ اعلم

اور اگر وہ یہ کہے: میرے بیٹوں پر وقف ہے، یا فلاں کے بیٹوں پر، وقف کو ان کے صرف مردوں کے خاص کر دیا؛ کیونکہ لفظ بنین حقیقتا اسی کے وضع کیا گیا ہے.

فرمان باری تعالیٰ ہے: (کیا اس کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے).

لیکن یہ ہے کہ جن کے لیے وقف کیا گیا ہے اگر وہ قبیلہ ہو؛ مثلاً بنو ہاشم، اور بنو تمیم، تو اس میں عورتیں بھی داخل ہوں گی؛ کیونکہ قبیلے کا نام مرد وعورت دونوں کو شامل ہے۔

لیکن اگر اس نے جماعت، اور گروہ جن کا شمار ممکن ہو کے لیے وقف کیا؛ تو انہیں عام رکھنا، اور ان میں برابری قائم کرنا واجب ہے، اور اگر ان کا شمار ناممکن ہو مثلاً بنو ہاشم، ار بنو تمیم؛ تو پھر انہیں عام رکھنا واجب نہیں؛ کیونکہ یہ ناممکن ہے، اور ان کے بعض افراد پر ہی اختصار کرنا، اور کچھ کو دوسروں پر فضیلت دینا جائز ہے۔

اور وقف ایسی چیز ہے جو ان معاہدوں میں سے ہے جو صرف قول سے ہی لازم ہو جاتا ہے، جس کا فسخ کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ": اس کی فروخت نہیں کی جائے، اور نہ ہبہ ہوگی اور نہ ہی وراثت بنے گی."

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اہل علم کے ہاں اس حدیث پر عمل ہے.

لہٰذا اس کا فسخ اور ختم کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے، اور نہ ہی فروخت کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی آپس میں اسے نقل کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر اس کا فائدہ مکمل طور پر تعطل کا شکار ہو جائے، مثلاً گھر منہدم ہو گیا، اور وقف کی آمدن سے اسے تعمیر کرنا ناممکن ہو، یا زرعی زمین خراب ہو جائے، اور بے آباد ہو جائے، جس کو وادی کے کناروں کے ساتھ آباد کرنا بھی ناممکن ہو، یا وقف کی

آمدن میں بھی اتنا کچھ نہ ہو جو اسے آباد کر سکے، تو اس حالت میں ہو جانے والا وقف فروخت کر دیا جائے گا، اور اس کی قیمت اسی طرح کے وقف میں صرف کی جائے گی؛ کیونکہ یہ وقف کرنے والے کے مقصد کے زیادہ قریب ہے، اور اگر مکمل اس جس طرح کا حصول ناممکن ہو، تو پھر اس سے ملتے جلتے میں صرف کر دیا جائے؛ اور اس کے بدلے میں دوسری چیز صرف خریدنے سے ہی وقف بن جائے گی۔

موت کے وقف کو معلق کرنے کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مریض نے کہا اگر میں اس مرض سے مرجاؤں تو میری یہ زمین وقف ہے یہ وقف صحیح نہیں اور اگر یہ کہا کہ میں مرجاؤں تو میری اس زمین کو وقف کر دینا یہ وقف کے لیے وکیل کرنا ہے اس کے مرنے کے بعد وکیل نے وقف کیا تو صحیح ہو گیا کہ وقف کے لیے توکیل درست ہے اور توکیل کو شرط پر معلق کرنا بھی درست ہے مثلاً یہ کہا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو میرا مکان وقف ہے یہ وقف صحیح نہیں اور اگر یہ کہتا کہ میں اس گھر میں جاؤں تو تم میرے مکان کو وقف کر دینا تو وقف صحیح ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب الوقف)

یعنی اُس صورت میں صحیح ہے کہ وہ زمین اس کے ترکہ کی تہائی کے اندر ہو یا ورثہ اس وقف کو جائز کر دیں اور ورثہ جائز نہ کریں تو ایک تہائی وقف ہے باقی میراث کہ یہ وقف وصیت کے حکم میں ہے اور وصیت تہائی تک جاری ہوگی بغیر اجازت ورثہ تہائی سے زیادہ میں وصیت جاری نہیں ہو سکتی۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی نے کہا اگر میں مرجاؤں تو میرا مکان فلاں پر وقف ہے یہ وقف نہیں بلکہ وصیت ہے یعنی وہ شخص اگر اپنی زندگی میں باطل کرنا چاہے تو باطل ہو سکتی ہے اور مرنے کے بعد یہ وصیت ایک تہائی میں لازم ہوگی ورثہ اس کو رد نہیں کر سکتے اگرچہ وارث ہی پر وقف کیا ہو مثلاً یہ کہا کہ میں نے اپنے فلاں لڑکے اور نسلاً بعد نسل اُس کی اولاد پر وقف کیا اور جب سلسلہ نسل منقطع ہو جائے تو فقرا و مساکین پر صرف کیا جائے تو اس صورت میں دو تہائی ورثہ لینگے اور ایک تہائی کی آمدنی تنہا موقوف علیہ لے گا اُس کے بعد اُس کی اولاد لیتی رہے گی۔ (درمختار، کتاب الوقف)

ایک تہائی پر وقف کے اطلاق کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مرض الموت میں اپنے اموال کی ایک تہائی وقف کر سکتا ہے اسکو کوئی روک نہیں سکتا۔ تہائی سے زیادہ کا وقف کیا اور اس کا کوئی وارث نہیں تو جتنا وقف کیا سب جائز ہے اور وارث ہو تو ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر ورثہ جائز کر دیں تو جو کچھ وقف کیا سب صحیح و نافذ ہے اور ورثہ انکار کریں تو ایک تہائی کی قدر کا وقف درست ہے اس سے زیادہ کا باطل اور اگر ورثہ میں اختلاف ہوا بعض نے وقف کو جائز رکھا اور بعض نے رد کر دیا تو ایک تہائی وقف ہے اور اس سے زیادہ میں جس نے جائز رکھا اُس کا حصہ وقف ہے اور جس نے رد کر دیا اُس کا حصہ وقف نہیں، مثلاً ایک شخص کی نو بیگہہ زمین تھی اور کل وقف کر دی، اس کے تین لڑکے ہیں ایک لڑکا باپ کے وقف کو جائز رکھتا ہے اور دو نے رد کر دیا تو پانچ بیگھے وقف کے ہوئے اور چار بیگھے دو لڑکوں کو ترکہ میں ملیں گے کہ تین بیگھے تو تہائی کی سبب سے وقف ہوئے اور دو بیگھے اُس لڑکے کے حصہ کے جس نے جائز رکھا

ہے اور اگر اس صورت میں چھ بیگھے وقف کرے تو چار بیگھے وقف ہوں گے۔ (ردمحتار، کتاب وقف)

مریض نے وقف کیا تھا ورثہ نے جائز نہیں رکھا اس سبب سے ایک تہائی میں قاضی نے وقف کو جائز کیا اور دو تہائی میں باطل کر دیا اس کے بعد واقف کے کسی اور مال کا پتہ چلا کہ یہ کل جائداد جس کو وقف کیا ہے اُس کی تہائی کے اندر ہے تو اگر وہ دو تہائیاں جو ورثہ کو دی گئی تھیں ورثہ کے پاس موجود ہوں تو کل وقف ہے اور اگر وارثوں نے بیع کر ڈالی ہے تو بیع درست ہے مگر اتنی ہی قیمت کی دوسری جائداد خرید کر وقف کر دی جائے۔ (فتاوٰی ہندیہ، خانیہ)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مریض نے اپنی کل جائداد وقف کر دی اور اُس کی وارث صرف زسبب ہے اگر اس نے وقف کو جائز کر دیا جب تو کل جائداد وقف ہے ورنہ کل مال کا چھٹا حصہ زسبب پائیگی باقی پانچ حصے وقف ہیں۔ (بحرالرائق)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مریض پر اتنا دین ہے کہ اُس کی تمام جائداد کو گھیرے ہوئے ہے اس نے اپنی جائداد وقف کر دی تو وقف صحیح نہیں بلکہ تمام جائداد بیچ کر دین ادا کیا جائے گا اور تندرست پر ایسا دین ہوتا تو وقف صحیح ہوتا مگر جبکہ حاکم کی طرف سے اس کے تصرفات روک دیے ہوں تو اس کا وقف بھی صحیح نہیں۔ راہن نے جائداد مرہونہ وقف کر دی اگر اس کے پاس دوسرا مال ہے تو اُس سے دین ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور وقف صحیح ہوگا اور دوسرا مال نہ ہو تو مرہون کو بیع کر کے دین ادا کیا جائے گا اور وقف باطل ہے۔ (درمختار، کتاب وقف)

مریض نے ایک جائداد وقف کی جو تہائی کے اندر تھی مگر اس کے مرنے سے پہلے مال ہلاک ہو گیا کہ اب تہائی سے زائد ہے یا مرنے کے بعد مال کی تقسیم ہو کر ورثہ کو نہیں ملا تھا کہ ہلاک ہو گیا تو اس کی ایک تہائی وقف ہو گی۔ اور دو تہائیوں میں میراث جاری ہو گی۔ مریض نے زمین وقف کی اور اس میں درخت ہیں جن میں واقف کے مرنے سے پہلے پھل آئے تو پھل وقف کے ہیں اور اگر جس دن وقف کیا تھا اُسی دن پھل موجود تھے تو یہ پھل وقف کے نہیں بلکہ میراث ہیں کہ ورثہ پر تقسیم ہوں گے۔

مریض نے بیان کیا کہ میں وقف کا متولی تھا اور اُس کی اتنی آمدنی اپنے صرف میں لایا، لہٰذا یہ رقم میرے مال سے ادا کر دی جائے یا یہ کہا کہ میں نے اتنے سال کی زکاۃ نہیں دی ہے میری طرف سے زکاۃ ادا کی جائے اگر ورثہ اُس کی بات کی تصدیق کرتے ہوں تو وقف کا روپیہ جمیع مال سے ادا کیا جائے یعنی وقف کا روپیہ ادا کرنے کے بعد کچھ بچے تو وارثوں کو ملے گا ورنہ نہیں اور زکاۃ تہائی مال سے ادا کی جائے یعنی اِس سے زیادہ کے لیے وارث مجبور نہیں کیے جاسکتے اپنی خوشی سے کل مال ادائے زکاۃ میں صرف کر دیں تو کر سکتے ہیں اور اگر وارث اس کے کلام کی تکذیب کرتے ہیں کہتے ہیں اس نے غلط بیان کیا تو وقف اور زکاۃ دونوں میں تہائی مال دیا جائے گا مگر تکذیب کی صورت میں وقف کا متولی و منتظم وارثوں پر حلف دے گا کہ قسم کھائیں ہمیں نہیں معلوم ہے کہ جو کچھ مریض نے بیان کیا وہ سچ ہے اگر قسم کھا لیں گے تہائی مال تک وقف کے لیے لیا جائے گا اور قسم سے انکار کریں تو وقف کا روپیہ جمیع مال سے لیا جائے گا اور زکاۃ بہر صورت ایک تہائی سے ادا کرنی ضروری ہے۔ (فتاوٰی ہندیہ، کتاب الوقف)

صحت میں وقف کیا تھا اور متولی کے سپرد کر دیا تھا مگر اُس کی آمدنی کو صرف کرنا اپنے اختیار میں رکھا تھا کہ جس کو چاہے گا دے گا واقف نے مرتے وقت وصی سے یہ کہا کہ اس کی آمدنی کا پچاس روپیہ فلاں کو دینا اور سو روپیہ فلاں کو دینا اور وصی سے یہ

بھی کہہ دیا کہ تم جو مناسب دیکھنا کرنا اور واقف مرگیا اور اُسکا ایک لڑکا تنگدست ہے تو بہ نسبت اوروں کے اس لڑکے کو دینا بہتر ہے۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الوقف)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب: میت کی طرف سے صدقہ کرنا

2880- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أُرَاهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے ماسوائے تین اعمال کے' صدقہ جاریہ' وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے' وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔

مومن کے عمل کا اجر وثواب

مومن اس عارضی دنیوی زندگی میں اپنی موت سے پہلے پہلے جو بھی نیک کام کرے گا؛ چاہے اپنی زبان سے ہو کہ ہاتھ سے یا اپنے مال کے ذریعہ اس کا ثواب ضرور پائے گا یعنی عمل کا اجر اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا؛ لیکن مرنے کے بعد عمل کا دفتر بند ہوجاتا ہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی عمل کرنے سے عاجز ہوجاتا ہے؛ اس لیے نیکیوں پر اجر وثواب کا سلسلہ بھی ختم ہوجاتا ہے؛ البتہ چند اعمال واسباب ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی اس کا اجر میت کو پہنچتا رہتا ہے (یہی حال اس کے برے عمل اور گناہ کا ہے) حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اذا مات ابن آدم انقطع عملہ الا من ثلاث صدقۃ جاریۃ أو علم ینتفع بہ أو ولد صالح یدعولہ (رواہ مسلم) جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل بند ہوجاتا ہے، مگر تین چیزیں: (۱) ایک صدقہ جاریہ یعنی ایسا صدقہ جس سے زندہ لوگ نفع حاصل کرتے رہیں (۲) دوسری ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں (۳) تیسری ایسی نیک اولاد جو اپنے والدین کے لیے دعا کرتی رہے، ان تین قسم کے اعمال کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یعنی اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

ایک دوسرے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا: ان مما یلحق المؤمن عملہ وحسناتہ بعد موتہ علمًا علّمہ ونشرہ أو ولدًا صالحا ترکہ أو مصحفا ورّثہ أو مسجدًا بناہ أو بیتاً لابن السبیل بناہ أو نہرًا اجراہ أو صدقۃ أخرجہا من مالہ فی صحتہ وحیاتہ تلحقہ من بعد موتہ (الترغیب، ص۱۹۶/۱ عن ابن ماجہ)

بے شک مومن کے عمل اور اس کی نیکیوں میں سے جس کا ثواب مومن کو اس کے مرنے کے بعد پہنچتا رہتا ہے: (۱) وہ علم ہے جو اس نے دوسرے کو سکھایا اور پھیلایا (۲) یا نیک اولاد جو اس نے چھوڑی ہے (۳) یا قرآن پاک کا کسی کو وارث بنایا یعنی تلاوت کے لیے وقف کردیا (۴) یا مسجد تعمیر کی (۵) یا مسافر کے لیے کوئی سرائے یعنی مسافر خانہ بنایا (۶) یا نہر جاری کی (۷) یا اپنے مال میں سے نفلی صدقہ نکالا، تندرستی اور زندگی میں تو ان چیزوں کا اجر وثواب مرنے کے بعد بھی میت کو پہنچتا رہے گا۔

ایصال ثواب اور اس کے اغراض

جس طرح میت کو اپنے بعض اعمال کا اجر وثواب پہنچتے رہنا متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اور اہل ایمان کا ان احادیث پر عمل بھی پایا جاتا ہے، اسی طرح میت کو کسی نیک عمل کے ذریعہ نفع پہنچانا اور میت کا اس سے نفع اٹھانا احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ! ہم اپنے مُردوں کے لیے دعا کرتے ہیں، ان کے لیے صدقہ کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں، کیا ان اعمال کا ثواب ان مُردوں تک پہنچتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو ثواب پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی خوش ہوتا ہے، جب اسے کھجور کا طبق ہدیہ کیا جائے۔ ایک اور حدیث میں ہے جس شخص نے اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی اور قبر کے پاس یٰسین شریف پڑھی تو اس کی مغفرت ہوجاتی ہے۔

ایصال ثواب کا منشا عموماً یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے میت سے عذاب میں تخفیف کردیتے ہیں یا دور فرمادیتے ہیں، کبھی میت کے درجات کی بلندی یا میت پر شفقت وترحم ہوتا ہے، کبھی اس کا مقصد والدین کی طاعت ہوتا ہے اور کبھی میت کے حق کی ادائیگی یا اس کے احسان کا بدلہ دینا ہوتا ہے۔ اور ایک غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ خود ایصال ثواب کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ہو۔ یہ سب دینی مقاصد ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں، جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص قبرستان گیا اور یٰسین شریف پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس دن مردوں سے عذاب میں تخفیف کرتے ہیں اور مُردوں کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کو اجر دیتا ہے۔ بہرحال ایصال ثواب ایک شرعی مقصد ہے۔

تنبیہ: میت کو نفع پہنچانے اور پہنچنے کے ذرائع میں سے ولد صالح کا اپنے والدین کے لیے دعا کرنا یا دوسرے اشخاص کا میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا بھی ایصال ثواب کے حکم کلی شرعی میں داخل ہے، جیسا کہ مذکورہ احادیث میں اس کا ذکر صراحتاً موجود ہے۔

ایصال ثواب کے مختلف طریقے

ایصال ثواب چاہے مالی عبادت کے ذریعہ ہو، جیسے صدقات وخیرات کرنا یا مسکین وحاجت مند کو کھلانا، پلانا (یا پہنانا یا ان کی کوئی اور ضرورت پوری کرنا) یا بدنی عبادت سے ہو، جیسے نفل نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن وذکر واعتکاف اور طواف یا نفل حج یا عمرہ ایسے عمل کے ذریعہ ہو جس سے مخلوق کو نفع پہنچے اور اللہ کا قرب حاصل ہو، جیسے کنواں یا نہر کھدوانا (آج کل بورنگ کردینا) یا پل یا مسافرخانہ بنوانا، پھلدار یا سایہ دار درخت لگانا، مسجد کی تعمیر کرنا یا مصحف شریف یعنی قرآن مجید کو تلاوت کے لیے وقف کرنا یا اولاد کو دینی تعلیم دلانا وغیرہ ان سب چیزوں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس سے میت کو خوشی وراحت ملتی ہے۔

پس فرائض کے سوا ہر نیک عمل سے چاہے کرتے وقت مُردوں کی طرف سے نیت کی ہو یا کرکے اس کا ثواب بخشا جائے اور ثواب چاہے کسی خاص میت کو بخشے یا تمام مومنین کو اور چاہے عمل کرنے والا تنہا کرے یا چند افراد مل کر انجام دیں ہر طرح مُردوں کو نفع پہنچانا درست اور ثابت ہے؛ بلکہ زندوں کو بھی ثواب بخشنا درست اور جائز ہے۔ الاصل أنّ كلمن أتى بعبادةٍ مّا أي سواء كانت صلاةً أو صومًا أو صدقةً أو قراءةً أو ذكرًا أو طوافًا أو حجًا أو عمرة جميع أنواع البر (شامی

وبحر) الافضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوی لجميع المومنين والمومنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من أجره شيء هو مذهب أهل السنة والجماعة (شامی)

اصل یہ ہے کہ جو کوئی کسی قسم کی عبادت کرے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرأت قرآن یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ ہر طرح کی نیکیوں کا ثواب پہنچانا درست ہے اور ایصال ثواب کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین اور مومنات کی نیت کرے؛ اس لیے کہ سب کو بھیجے ہوئے نیک عمل کا پورا ثواب پہنچتا ہے، بھیجنے والے کے اجر میں سے کچھ کم نہیں کیا جاتا، یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے۔ فهذه الآثار وما قبلها وما في السنة أيضاً من نحوها عن كثير قد تركناه لحال الطول يبلغ القدر المشترك بين الكل وهو من جعل شيئاً من الصالحات لغيره نفعه الله به مبلغ التواتر

(فتح القدیر صفحہ ۱۴۲: ۳)

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ احادیث وآثار بکثرت ہیں طوالت کی وجہ سے ہم نے ترک کر دیا، ان سب سے قدر مشترک ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص کسی بھی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ضرور نفع دے گا یہ بات یقینی ہے۔

ایصال ثواب کے لیے قرأتِ قرآن

قرآن پاک کی تلاوت چاہے انفرادی طور پر ہو یا کسی جگہ اکٹھے ہو کر دونوں طرح صحیح اور مستحسن ہے۔ تلاوتِ قرآن کی اصل غایت تو رضائے الٰہی ہے؛ لیکن دوسرے مقاصد خیر کے لیے بھی قرآن کریم کا پڑھنا احادیث وآثار سے ثابت ہے؛ چنانچہ ایصال ثواب کے لیے جو ایک شرعی مقصد ہے، قرآن کریم کا پڑھنا خیر القرون کے زمانہ سے جاری اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ان لکل شيء قلب وقلب القرآن يس فاقرؤها على موتاكم ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے، قرآن پاک کا دل سورۂ یٰسین ہے، پس اسے مردوں پر پڑھا کرو؛ اس لیے میت کے لیے یٰسین شریف پڑھنا اور پڑھوانا دونوں درست ہے۔ (فتح القدیر)

محی السنہ امام نووی اپنی کتاب "التبيان في آداب حملة القرآن" میں انصار مدینہ کا ایک معمول نقل کرتے ہیں الأنصار اذا حضروا عند الميت قرؤا سورة البقرة۔ انصار مدینہ جب میت کے پاس حاضر ہوتے تو سورۂ بقرہ پڑھا کرتے تھے۔ مشہور شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری جلیل القدر تابعی امام شعبی کا قول نقل کرتے ہیں كانت الأنصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الى قبره يقرؤن القرآن (مرقات صفحہ ۱۹۸: ۴)

ابن القیم نے بھی اپنی کتاب "الروح/ ۹۳" میں امام شعبی کا قول ذکر کیا ہے، یعنی انصار میں جب کسی کا انتقال ہوتا تو اس کی قبر پر جاتے اور قرآن پڑھتے تھے۔

اس سلسلہ میں مختلف احادیث وآثار ذکر کر کے ملا علی قاری لکھتے ہیں: الأحاديث المذكورة وهي ان كانت ضعيفة فمجموعها يدل على أن لذلك اصلاً وان المسلمين ما زالوا في كل عصر ومصر يجتمعون ويقرؤن لموتاهم من غير نكير فكان ذلك اجماعاً یعنی میت کے ایصال ثواب کے لیے قرأتِ قرآن کی مذکورہ

احادیث اگرچہ ضعیف ہیں؛ مگر مجموعہ دلالت کرتا ہے کہ اس کی اصل موجود ہے؛ چنانچہ مسلمان ہر زمانہ اور شہر میں جمع ہوتے ہیں اور اپنی میت کے لیے قرآن پڑھتے ہیں، پس عملاً یہ اجماع ہوگیا۔ (مرقات،ص:۱۹۹: ۴)

اور جب خیر القرون؛ بلکہ ایک جماعت صحابہ سے اس کا ثبوت موجود ہے، تو پھر ایصال ثواب کے لیے اجتماعی قرأت قرآن کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

بہت سے لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلانے کے لئے حوض بنا لیتے ہیں ان میں دوسرے لوگوں کے بھوکے بھٹکے جانور بھی آکر پانی پی لیتے ہیں، حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ ان جانوروں کو اگر اپنے حوض سے نہ ہٹاؤں اور پانی پینے دوں تو کیا اس میں بھی ثواب ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خاص ان جانوروں پر ہی کیا منحصر ہے جتنی بھی چیزیں جگر رکھنے والی ہیں جن کو کھلانے پلانے کی ضرورت ہے، ان کے کھلانے پلانے میں ثواب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اہل جنت صفیں بنائیں گے چنانچہ ایک آدمی گذرے گا (ان میں سے کسی) ایک آدمی پر (یعنی اس کے پاس سے گزرے گا اور) کہے گا کہ اے فلاں! اس دن کو یاد کر کہ جب تو نے پانی مانگا تھا (اور) میں نے تجھ کو پانی پلایا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ (جنتی شخص اس (گذرنے والے کے لئے) سفارش کرے گا (چنانچہ اس کی سفارش سے وہ آدمی بخش دیا جائے گا) اور ایک آدمی دوسرے (کسی جنتی) آدمی پر گذرے گا اور (اس سے) کہے گا کہ فلاں دن کو یاد کر جب میں نے تجھ کو وضو کے لئے پانی لا کر دیا تھا۔ اس پر وہ شخص (بھی) اس کے لئے (اللہ پاک سے) سفارش کرے گا (چنانچہ اس کی مغفرت کردی جائے گی) (ابن ماجہ)

ان چیزوں کا ذکر جو میت کو اس کی موت کے بعد پہنچتی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان چیزوں میں سے جو مومن کو اس کے اعمال اور نیکیوں میں سے اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو پہنچتی ہیں (یہ ہیں)

۱) ایسا علم جس کو اس نے سکھایا ہو اور پھیلایا ہو۔ ۲) نیک اولاد جو اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ ۳) قرآن مجید ورثہ میں چھوڑ گیا۔ ۴) مسجد بنوا گیا۔ ۵) مسافر خانہ بنوا گیا۔ ۶) نہر کھدوا گیا۔ ۷) صدقہ (کر گیا) جو اس نے اپنی صحت اور زندگی کے زمانہ میں دیا تھا (پھر اب لوگ اس کی موت کے بعد اس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں) تو ان چیزوں کا (ثواب) اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ (ابن ماجہ)

صدقہ وغیرہ کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے کہا کہ میں آج رات ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا، نادانی اور رات کو اندھیری میں کسی زانیہ عورت کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح ہوئی تو چرچا ہو رہا تھا کہ ایک زانیہ پر (رات کو) صدقہ کیا گیا۔ (یہ سن کر وہ شخص) کہنے لگا کہ اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لئے ہے (اور تجھے سب کچھ اختیار ہے) مگر عجیب بات ہے کہ میں صدقہ دے آیا ایک زانیہ کو، (پھر کہنے لگا کہ) میں آج رات ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا (اور غلطی سے رات کی اندھیری میں) ایک مالدار آدمی کے ہاتھ میں رکھ دیا (جب) صبح ہوئی تو چرچا

ہو رہا تھا کہ (رات کو) صدقہ ایک مالدار آدمی کو دے دیا گیا ہے۔ کہنے لگا: اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لئے ہے (تجھے سب اختیار ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ میں صدقہ دے آیا ایک مالدار آدمی کو) پھر کہنے لگا کہ (رات کو پھر) میں ضرور صدقہ کروں گا پس وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا (اور غلطی سے) رکھ دیا ایک چور کے ہاتھ پر۔ صبح ہوئی تو چرچا ہو رہا تھا کہ صدقہ کیا گیا ایک چور پر، کہنے لگا: اے اللہ سب تعریف تیرے ہی لئے ہیں (مگر عجیب بات ہے کہ میں صدقہ دے آیا) ایک زانیہ عورت کو اور ایک مالدار کو اور چور کو، پس خواب میں اس سے کہا گیا کہ تیرا صدقہ قبول کر لیا گیا۔ جو زانیہ عورت تھی ممکن ہے کہ وہ اس صدقہ کی وجہ سے پاک دامنی اختیار کرے اور ہو سکتا ہے کہ مالدار آدمی (تیرے اس صدقے کی وجہ سے) عبرت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے لگے اور ہو سکتا ہے کہ چور (چوری سے) توبہ کرے اور اپنے گناہ کے شغل سے پرہیز کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی مسلمان نے کسی ننگے کو کپڑا پہنایا تو اللہ تعالیٰ اس کو (قیامت کے دن) جنت میں سبز لباس پہنائیں گے اور جس کسی مسلمان نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائیں گے اور جس کسی مسلمان نے کسی پیاسے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو مہر لگی ہوئی شراب میں سے پلائیں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ مَاتَ عَنْ غَيْرِ وَصِيَّةٍ يُتَصَدَّقُ عَنْهُ

باب: جو شخص وصیت کئے بغیر مرجائے کیا اس کی طرف سے صدقہ کیا جا سکتا ہے

2881- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَوْلَا ذَلِكَ لَتَصَدَّقَتْ وَأَعْطَتْ أَفَيُجْزِئُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَتَصَدَّقِي عَنْهَا

❀❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' ایک خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کچھ صدقہ کرتی اور کچھ عطا کرتی تو کیا یہ بات جائز ہو گی اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تم ان کی طرف سے صدقہ کرو۔

2882- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَقَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ أَفَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ لِي مَخْرَفًا وَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا

❀❀ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا انہیں نفع ہو گا۔ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے دریافت کیا: میرے پاس ایک

2881- اسناده صحيح. هشام: هو ابن عروة بن الزبير، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه البخاری (1388) و (2760)، ومسلم (1004) وبالر (1630)، وابن ماجه (2717)، والنسائی (3649) من طرق عن هشام بن عروة، به. الا انهم جميعاً جعلوا السائل رجلا لا امراة. وهو فی "مسند احمد" (24251)، و"صحيح ابن حبان" (3353)

باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے ان کی طرف سے صدقہ کیا۔

بَاب مَا جَاءَ فِي وَصِيَّةِ الْحَرْبِيِّ يُسْلِمُ وَلِيُّهُ أَيَلْزَمُهُ أَنْ يُنَفِّذَهَا

باب: حربی کی وصیت' جبکہ اس کا ولی مسلمان ہو چکا ہو تو کیا اس ولی کیلئے لازم ہوگا کہ وہ اس وصیت کو نافذ کرے

2883- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ أَخْبَرَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي أَوْصَى بِعِتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ وَإِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِينَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقَبَةً أَفَأُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذَلِكَ

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' عاص بن وائل نے یہ وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے پھر اس کے بیٹے عمرو (جو مسلمان ہو چکے تھے) انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس کی طرف سے بقیہ پچاس غلام بھی آزاد کر دیں انہوں نے سوچا کہ پہلے میں اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر لوں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی' یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے والد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی تو ہشام نے پچاس غلام ان کی طرف سے آزاد کر دیئے' کیا باقی پچاس غلام میں آزاد کر دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ مسلمان ہوتا تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا اس کی طرف سے صدقہ کرتے تو اس کا ثواب اسے مل جاتا (اب کرنے کی ضرورت نہیں)

بَاب مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَهُ وَفَاءٌ يُسْتَنْظَرُ غُرَمَاؤُهُ وَيُرْفَقُ بِالْوَارِثِ

باب: جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ اس کے ذمے قرض ہو اور اس کے پاس اس کی ادائیگی کیلئے مال ہو تو اس کے قرض خواہ انتظار کرینگے اور وارثوں کے ساتھ نرمی سے بات کریں گے

2884- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ شُعَيْبَ بْنَ إِسْحَقَ حَدَّثَهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ

2884- اسناده صحيح. واخرجه بطوله البخاري (2396)، وابن ماجه (2434) من طريق هشام بن عروة، به. واخرجه بنحوه مطولاً البخاري (2709)، والنسائي (3640) من طريق عبيد الله ابن عمر، عن وهب بن كيسان، به. ولم يذكر الاستنظار. واخرجه بنحوه كذلك البخاري (2127) و (2395) و (2405) و (2601)، والنسائي (3638) و (3639) من طرق عن جابر بن عبد الله. وليس في شيء من هذه الروايات ذكر الاستنظار، الا في رواية النسائي الثانية ففيها: ان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال لليهودي، هل لك ان تاخذ العام نصفه، وتؤخر نصفه، فابى اليهودي. وهو في "مسند احمد" (14359) و (15005)، و "صحيح ابن حبان" (6536) و (7139).

كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنْ يَهُودَ فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبَى فَكَلَّمَ جَابِرٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهِ بِالَّذِي لَهُ عَلَيْهِ فَأَبَى عَلَيْهِ وَكَلَّمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنْظِرَهُ فَأَبَى وَسَاقَ الْحَدِيثَ

⊛⊛ حضرت جابر بن عبداللہ ﷠ بیان کرتے ہیں' ان کے والد کا انتقال ہو گیا انہوں نے تیس وسق ایک یہودی کا قرض دینا تھا۔ حضرت جابر ﷜ نے اس سے مہلت مانگی تو اس نے انکار کر دیا۔ حضرت جابر ﷜ نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بات کی کہ آپ اس سے سفارش کریں نبی اکرم ﷺ آئے اور آپ نے اس یہودی کے ساتھ بات کی کہ وہ ان کے باغ کا پھل وصول کر لے۔ اس چیز کے عوض میں جو ان کے والد کے ذمے واجب تھی' تو اس نے انکار کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے اس بارے میں بات کی کہ وہ حضرت جابر ﷜ کو مہلت دے تو اس نے یہ بات بھی نہیں مانی۔

امام ابوداؤد ﷫ فرماتے ہیں: اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

میت کے قرض کے وجوب ادا کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا تو آپ ﷺ (مرنے والے) آدمی کے عمل کے متعلق کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھتے اور اس کے قرضے کے بارے میں سوال فرماتے تھے، اگر کہا جاتا کہ اس پر قرضہ ہے تو نماز (پڑھانے) سے رک جاتے تھے اور اگر کہا جاتا کہ (اس پر) قرضہ نہیں ہے تو اس پر نماز پڑھتے تھے۔ پس ایک جنازہ لایا گیا جب رسول اللہ ﷺ (نماز پڑھانے کے لئے) کھڑے ہوئے تاکہ تکبیر کہیں تو اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا تمہارے ساتھی پر قرضہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! (اس پر) دو دینار قرض ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ پیچھے ہٹ گئے اور فرمایا کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ دونوں (دینار) مجھ پر ہیں (یعنی میں ادا کروں گا) وہ (میت ان سے) بری ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور اس پر نماز پڑھائی، پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ تیری جان کو (دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے) چھٹکارا دے جیسا کہ تو نے اپنے بھائی کی جان کو چھڑایا ہے بے شک جو بھی کوئی مرنے والا مر جاتا ہے اور اس پر قرضہ ہوتا ہے (تو) وہ اپنے قرضے کی وجہ سے روکا ہوا ہوتا ہے (یعنی اس کا چھٹکارا نہیں ہوتا) اور جس شخص نے میت کی جان کو (اس کا قرضہ ادا کر کے) چھڑا دیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (عذاب سے) اس کا چھٹکارا فرما دیں گے، بعض صحابہ نے دریافت کیا کہ یہ علی کے لئے خاص ہے یا مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عام مسلمانوں کے لئے ہے (یعنی جو مسلمان بھی کسی میت کا قرضہ ادا کر کے اس کی جان چھڑا دے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جان کو چھٹکارا فرما دے گا) (دارقطنی)

مقروض کو مہلت دینے کا بیان

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا ایک شخص تھا جو لوگوں سے قرض لین دین کا معاملہ کرتا تھا (یعنی لوگوں کو

قرض دیا کرتا تھا) اور اس نے اپنے کارندے سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب کسی تنگدست کے پاس (قرض وصول کرنے جاؤ) تو اس سے درگذر کرو شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگذر فرمائے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی (یعنی اس کا انتقال ہو) تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگذر فرمایا (اور اس کے گناہوں پر مؤاخذہ نہیں کیا)

حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے تو اسے چاہئے کہ وہ مفلس و تنگدست سے اپنا قرض وصول کرنے میں تاخیر کرے یا اس کو معاف کر دے (یعنی اپنا پورا قرض یا جس قدر ممکن ہو معاف کر دے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 125)

یوں تو فرض اعمال نفل اعمال سے ستر درجے زیادہ فضیلت کے حامل ہیں لیکن بعض مسائل و معاملات میں نفل اعمال فرض اعمال سے زیادہ فضیلت کے رکھتے ہیں انہیں میں سے ایک تو تنگدست و مفلس کو اپنا حق (مثلاً قرض وغیرہ) معاف کر دینا ہے کہ یہ اگرچہ مستحب ہے لیکن مفلس و تنگدست کو قرض وغیرہ ادا کرنے میں مہلت دینے سے افضل ہے جو واجب ہے دوسرے سلام کرنے میں پہل کرنا سنت ہے لیکن یہ افضل ہے سلام کا جواب دینے سے جو فرض ہے تیسرے وقت سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے لیکن یہ افضل ہے وقت شروع ہو جانے کے بعد وضو کرنے سے جو فرض ہے۔

حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص اپنا مطالبہ وصول کرنے میں مفلس کو مہلت دے یا اس کو اپنا پورا مطالبہ یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات دے گا۔ (مسلم)

حضرت ابوالیسر کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص تنگدست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا (یعنی قیامت کے دن اسے گرمی کی تپش اور اس دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے گا (مسلم)

امام احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ جو شخص مفلس و تنگدست کو مہلت دے تو ادائیگی کا دن آنے تک اس کو ہر دن کے بدلے اس کے قرض کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور پھر جب ادائیگی کا دن آئے اور وہ پھر اسے مہلت دے دے اور اس کی ادائیگی کا دن آنے تک ہر دن کے بدلے اس کے قرض کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور پھر جب ادائیگی کا دن آئے اور وہ پھر اسے مہلت دے دے تو اس کو ہر دن کے بدلے اس کے قرض کی دگنی مقدار کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ اس روایت کو تمثیلی طور پر یوں سمجھئے کہ مثلاً ایک شخص نے کسی کو دو مہینے کے وعدے پر ایک سو روپے قرض دیئے اور دو مہینے کے بعد اس کی مفلسی و تنگدستی کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک مہینے کی مہلت دیدی تو اسے پورے مہینے اس طرح کا ثواب ملتا رہے گا کہ گویا وہ ہر دن ایک سو روپیہ صدقہ و خیرات کرتا ہے اسی طرح ایک مہینے کی مدت گزر جانے کے بعد دوبارہ مہلت دینے میں ایسا ہی ثواب ملتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب تیسری مرتبہ مہلت دے گا تو اسے ہر دن ایسا ثواب ملے گا جیسے کہ وہ ہر دن دو سو روپے صدقہ و خیرات کرتا ہے۔

كِتَابُ الْفَرَائِضِ

یہ کتاب وراثت کے بیان میں ہے

فوت ہونے والا شخص اپنے پیچھے جو اپنا مال، زمین، زیور وغیرہ چھوڑ جاتا ہے اسے ترکہ، وراثت یا ورثہ کہتے ہیں۔ کسی مرنے والے مرد یا عورت کی اشیاء اور وسائلِ آمدن وغیرہ کے بارے یہ بحث کہ کب، کس حالت میں کس وارث کو کتنا ملتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں اسے علم الفرائض کہتے ہیں۔ علم الفرائض (اسلامی قانون وراثت) اسلام میں ایک نہایت اہم مقام رکھتا ہے۔ قرآن مجید نے فرائض کے جاری نہ کرنے پر سخت عذاب سے ڈرایا ہے۔ چونکہ احکام وراثت کا تعلق براہ راست روزمرہ کی عملی زندگی کے نہایت اہم پہلو سے ہے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کو اس علم کی طرف خصوصاً توجہ دلائی اور اسے دین کا نہایت ضروری جزء قرار دیا۔

صحابہ کرام میں سیدنا علی ابن ابی طالب، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا علم الفرائض کے ماہرین میں شمار ہوتا ہے۔ صحابہ کے بعد زمانے کی ضروریات نے دیگر علوم شرعیہ کی طرح اس علم کی تدوین پر بھی فقہاء کو متوجہ کیا۔ انہوں نے اسے فن کی حیثیت دی اس کے لیے خاص زبان اور اصطلاحات وضع کیں اور اس کے ایک ایک شعبہ پر قرآن وسنت کی روشنی میں غور وفکر کر کے تفصیلی وجزئی قواعد متخرج کیے۔ اہل علم نے اس علم کے متعلق مستقل کتب تصنیف کی ہیں۔

تعریف : فقہ وحساب کے وہ اصول جاننا جن کے ذریعے سے ترکہ میں سے وارثوں کے حصے معلوم کیے جائیں۔

موضوع: علم میراث کا موضوع ترکہ اس کے مستحق اور ان کے حصے ہیں۔

غرض وغایت: اس علم کے حاصل کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حق داروں کو ان کا حق پہنچایا جائے۔

حکم: اس علم کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ وراثت کے تین رکن ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو وراثت ثابت نہ ہوگی۔ 1 مُوَرِّث : یعنی میت یا جو میت کے حکم میں ہو جیسے گم شدہ۔ 2 وَارِث : یعنی وہ زندہ افراد جو میت کا مال لینے والے ہوں۔ 3 مَوْرُوث : یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال زمین یا سامان وغیرہ۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ الْفَرَائِضِ

باب: علم وراثت کی تعلیم دینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2885 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ التَّنُوخِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، وَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"علم تین قسم کے ہیں ان کے علاوہ جو بھی ہیں وہ اضافی شمار ہوں گے، محکم آیات، ثابت شدہ سنت اور انصاف پر مبنی وراثت (کی تقسیم)"۔

علم میراث کے معنی ومفہوم کا بیان

لغوی معنی: میراث کی جمع مواریث آتی ہے، جس کے معنی "ترکہ" ہیں، یعنی وہ مال وجائیداد جو میت چھوڑ کر مرے۔ علم میراث کو علم فرائض بھی کہا جاتا ہے، فرائض فریضہ کی جمع ہے، جو فرض سے لیا گیا ہے، جس کے معنی "متعین" کے ہیں۔ کیوں کہ وارثوں کے حصے شریعت اسلامیہ کی جانب سے متعین ہیں، اس لیے اس علم کو علم فرائض بھی کہتے ہیں۔

اصطلاحی معنی: اس علم کے ذریعہ یہ جانا جاتا ہے کہ کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کا وارث کون بنے گا اور کون نہیں؟ نیز وارثین کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر میراث کے احکام بیان کیے گئے ہیں، لیکن تین آیات (سورۃ النساء 11، 12، 176) میں اختصار کے ساتھ بیشتر احکام جمع کر دیے گئے ہیں۔ میراث کے مسائل میں فقہاء وعلماء کا اختلاف بہت کم ہے۔

علم میراث کی اہمیت

دین اسلام میں اس علم کی بہت زیادہ اہمیت ہے، چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کو پڑھنے پڑھانے کی متعدد مرتبہ ترغیب دی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، کیوں کہ یہ نصف علم ہے، اس کے مسائل لوگ جلدی بھول جاتے ہیں، یہ پہلا علم ہے جو میری امت سے اٹھا لیا جائے گا۔ (ابن ماجہ۔ باب الحث علی تعلیم الفرائض، 2719)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کو نصف علم قرار دیا ہے۔ اس کی مختلف توجیہات ذکر کی گئی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں: ایک زندگی کی حالت اور دوسری مرنے کی حالت۔ علم میراث میں زیادہ تر مسائل موت کی حالت کے متعلق ہوتے ہیں، جب کہ دیگر علوم میں زندگی کے مسائل سے بحث ہوتی ہے، لہٰذا اس معنی کو سامنے رکھ کر علم میراث نصف علم ہوا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے بھی ایک دن دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ علم اٹھا لیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ میراث کے معاملہ میں دو شخص اختلاف کریں گے تو کوئی شخص ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا نہیں ملے گا۔

(ترمذی، مسند احمد)

2885- اسناده ضعیف لضعف عبد الرحمن بن رافع التنوخي وعبد الرحمن بن زياد - وهو ابن انعم. - واخرجه ابن ماجه (54) من طريق عبد الرحمن بن زياد بن انعم، به.

حضرت عمر فاروق نے فرمایا: میراث کے مسائل کو سیکھا کرو، کیوں کہ یہ تمہارے دین کا ایک حصہ ہے۔ (الدارمی 2851)
حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: جو شخص قرآن کریم کو سیکھے اس کو چاہیے کہ وہ علم میراث کو بھی سیکھے۔
(رواہ البیہقی فی "الکبری" 6/209، والحاکم فی "المستدرک" 8072، والطبرانی فی "الکبیر" 8656، والدارمی فی "سننہ" 2914)

بے سر کے ٹوپی

ان مثل العالم الذی لا یعلم الفرائض کمثل البرنس لا رأس له۔ (جمع الفوائد کتاب العلم)
وہ عالم جو فرائض (میراث) نہ جانتا ہو ایسا ہے جیسا کہ بے سر کے ٹوپی یعنی اس کا علم بے زینت و بے کار ہے۔

سر جس میں چہرہ ہی نہیں

عن ابی موسیٰ رضی الله عنه موقوفا: من علم القران ولم یعلم الفرائض فان مثله مثل الرأس لا وجه له۔ (الدارمی 2/441)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: جس نے قرآن سیکھا لیکن فرائض (میراث) کو حاصل نہ کیا تو اس کی مثال ایسے سر کی ہے جس میں چہرہ نہ ہو۔

باتیں کرنا

کتب عمر إلی أبی موسیٰ الاشعری: اذا لهو تم فالهوا بالرمی واذا تحدثتم فتحدثوا بالفرائض۔
(المستدرک علی الصحیحین ج 4 صفحہ 370) (سنن بیہقی ج 6 ص 209)
جب تم کھیلنا چاہو تو تیر اندازی کا کھیل کھیلو اور جب باتیں کرنا چاہو تو فرائض کی باتیں کرو۔

جنت سے محروم

عن انس قال قال رسول الله ﷺ من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة۔
(مشکوٰۃ)
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس نے کسی وارث کے حصہ میراث کو روکا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کے حصے کو روکیں گے۔

دوزخ میں داخلہ

ایک صحیح حدیث کا مضمون ہے کہ بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں لیکن موت کے وقت میراث میں وارثوں کو ضرر پہنچاتے ہیں (یعنی بلا وجہ شرعی کسی حیلے سے محروم کر دیتے ہیں یا حصہ کم کر دیتے ہیں) ایسے شخصوں کو اللہ تعالیٰ سیدھا دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

بھوکا

قال رسول الله ﷺ: فمن يأخذ مالاً بحقه يبارك له فيه و من يأخذ مالا بغير حقه فمثله كمثل الذي يأكل ولا يشبع۔ (الصحیح الامام المسلم 2/727)

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مال حق کے ساتھ لیا تو اس میں برکت ڈالی جائے گی اور جس نے بغیر حق کے مال لیا تو اس کی مثال اس شخص سی ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔

اقوال صحابہ

قال عمر قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه : تعلموا الفرائض و اللحن والسنن كما تعلموا القرأن۔ (سنن دارمی 2/441 بیہقی، مصنف ابن شیبہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میراث، لحن، اور سنن کو اس طرح سیکھو جیسا کہ تم نے قرآن کو سیکھا۔

قال عبدالله عن ابن مسعود رضی الله عنه: تعلموا الفرائض والطلاق والحج فأنه من دينكم۔
(دارمی 2/441)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ علم میراث اور طلاق اور حج کو سیکھو یہ تمہارے دین میں سے ہے۔

قال عبدالله بن مسعود تعلموا الفرائض فأنه يوشك ان يفتقر الرجل الى علم كان يعلمه أويبقى فى قوم لا يعلمون۔ (طبرانی، مجمع الزوائد 4/224، المعجم الکبیر 9/188)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ علم میراث کو سیکھو عنقریب آدمی اس علم کا محتاج ہوگا جس کو وہ جانتا تھا، یا ایسی قوم میں ہوگا جو علم نہیں رکھتے۔

قال عقبة

قال عقبة بن عامر تعلموا الفرائض قبل الظانين يعنى الذين يتكلمون بألظن۔
(بخاری 6/2474، تغلیق التعلیق 5/213)

حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ علم میراث کو سیکھو گمان کرنے والوں سے پہلے یعنی جو لوگ گمان کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔

ان احادیث میں علم میراث کو سیکھنے اور سکھانے کا حکم دیا گیا ہے اور علم میراث کو نصف علم کہا گیا ہے اور وہ عالم جو میراث نہ جانتا ہو اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ گویا ایسا ہے کہ اس کے پاس ٹوپی تو ہے مگر سر نہیں اور اس کے پاس سر تو ہے مگر اس میں چہرہ نہیں۔

اسی طرح فرمایا جو کسی کا حصہ نہیں دے گا اللہ قیامت کے دن جنت سے اس کا حصہ روکیں گے۔ اب علماء اور عام مسلمانوں سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس علم کو پھیلائیں تا کہ لوگ اس حرام خوری کے گناہ عظیم سے بچ سکیں۔

ورثاء اور ان کے حصوں کا بیان

مردوں میں سے جن کے وارث ہو سکنے پر اجماع ہے وہ دس ہیں۔ بیٹا(۱)' پوتا(۲)' جبکہ نیچے کی طرف سے ہوں۔ باپ(۳) اور دادا(۴) جبکہ اوپر کی طرف سے ہوں۔ بھائی (۵)' بھتیجا(۶)' چچا(۷)' چچا زاد(۸)' شوہر(۹) اور آزاد کنندہ(۱۰) اور عورتوں میں سے جو وارث ہو سکتی ہیں وہ سات ہیں۔ بیٹی' پوتی' ماں' دادی' بہن' بیوی اور آزاد کرنے والی عورت وارث ہو سکتی ہے۔ چار آدمی وارث نہیں ہو سکتے۔ غلام' قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا' مرتد اور مختلف مذہبوں والے افراد وارث نہیں ہو سکتے۔

وراثت سے متعلق بعض فقہی اصطلاحات کا بیان

حقیقی بھائی۔ جن کے ماں باپ دونوں شریک ہوں۔ علاتی بھائی۔ باپ شریک بھائی۔ اخیافی بھائی۔ ماں شریک بھائی۔ اخوہ۔ دو یا دو سے زیادہ بھائی/بہنیں، چاہے سب حقیقی ہوں، علاتی یا اخیافی ہوں یا ملے جلے ہوں۔

جد صحیح

ذوی الفروض میں صرف جد صحیح حصہ لے سکتا ہے۔ اور یہ وہ جد ہے جس کے میت کے ساتھ رشتے کے درمیان کوئی عورت نہ آئے مثلاً دادا پردادا اسکڑ دادا وغیرہ سارے اجداد صحیح ہیں

جد رحمی (جد فاسد)

وہ جد ہے جس کے میت کے ساتھ رشتے میں عورت آتی ہو مثلاً نانا وغیرہ۔ اس جد کو جد فاسد کہنے کی بجائے جد رحمی کہا جائے کیونکہ اس سے کئی مقدس رشتوں کی توہین ہوتی ہے۔

جدہ صحیحہ

عربی میں جدہ صرف دادی کو نہیں بلکہ ہر وہ عورت جس کی کسی قسم کی اولاد میں میت کے ماں باپ آ سکتے ہوں پس نانی بھی جدہ کہلائے گی البتہ جدہ صحیحہ صرف وہ جدہ ہے جس کی میت کے ساتھ رشتے کے درمیان جد رحمی نہ آئے۔ مثلاً دادا کی ماں، باپ کے باپ کی ماں ہوتی ہے وہ جدہ صحیحہ ہے کیونکہ اس میں جد رحمی کا واسطہ نہیں لیکن دادی کی دادی یعنی باپ کے نانا کی ماں جدہ صحیحہ نہیں کیونکہ نانا جد رحمی ہے۔ جو جدہ، جدہ صحیحہ نہیں وہ جدہ رحمی ہے۔ صفحہ نمبر 56 پر ان کا تین پشتوں تک کا نقشہ موجود ہے۔

ذوی الفروض

یہ وہ لوگ ہیں جن کی میراث میں حصص کتاب وسنت یا اجماع سے ثابت ہیں۔ مثلاً میت کی بیٹی کیونکہ اس کا حصہ اگر اکیلی ہو اور میت کا بیٹا نہ ہو تو نصف قرآن سے ثابت ہے اور جدہ صحیحہ کا حصہ سدس حدیث پاک سے ثابت ہے۔

ذوی الفروض نسبی وسببی

وہ لوگ جن کے حصے کسی سبب کی بنیاد پر کتاب وسنت اور جماع سے ثابت ہوں، ذوی الفروض سببی کہلاتے ہیں۔ مثلاً خاوند کا حصہ

میت کی اولاد کی موجودگی میں ''زوجیت کے رشتہ کی بنیاد پر ایک چوتھائی ہوتا ہے۔ اگر یہ رشتہ ختم ہوجائے تو اس کا حصہ بھی ختم ہوجاتا ہے اور وہ لوگ جن کا حصہ نسب کی بنیاد پر ثابت ہو مثلاً بیٹی کا حصہ، یہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ہاں اگر اس کی موت میت کی موت سے پہلے ہوجائے یا کوئی اور وجہ اس کو وراثت سے محروم کردے مثلاً کوئی نعوذ باللہ من ذالک میت کے قتل کا مرتکب قرار پائے، چاہے قتل خطا ہو۔

اولاد کی تشریح

صرف وہ اولاد ذوی الفروض اور عصبات میں حصہ لے سکتی ہے اور دوسرے ذوی الفروض کے حصوں پر اثر انداز ہوسکتی ہے جس کے میت کے ساتھ رشتے میں عورت کا واسطہ نہ آئے مثلاً بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی، سکڑپوتا، سکڑپوتی وغیرہ ان اولاد میں کوئی موجود ہو تو بھائی بہنیں سب محروم قرار پائیں گے اور ماں کا حصہ $\frac{1}{6}$ ہوگا۔ اس کے مقابلے میں وہ اولاد جس کے میت کے ساتھ رشتے میں کوئی عورت آئے وہ ذوی الارحام اولاد ہے ان کی موجودگی میں دوسرے ذوی الفروض مثل بہن بھائی محروم نہیں ہوتے اور نہ ہی ذوی الفروض کے حصوں پر فرق پڑتا ہے اس لئے سکڑپوتی اگرچہ خود تو عورت ہے لیکن چونکہ اس کے اور میت کے درمیان سارے واسطے مرد کے ہیں یعنی وہ میت کے بیٹے کے بیٹے کی بیٹی ہے۔ اس لئے یہ وہ اولاد ہے جو ذوی الفروض میں حصہ لے سکتی ہے۔ اور نواسا گو کہ مرد ہے لیکن اس کے اور میت کے درمیان چونکہ واسطہ عورت (بیٹی) ہے اس لئے یہ ذوی الفروض اور عصبات میں حصہ لینے کا کبھی اہل نہیں بن سکتا البتہ ذوی الارحام میں ان کو اول درجے کی ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

عول (تنگی)

اگر ذوی الفروض کی کسروں میں حصوں کا مجموعہ 1 سے بڑھ جائے تو ذوی الفروض کے حصوں میں ان کے حصوں کے تناسب سے کمی کی جائی گی۔ اس کو علم المیراث میں عول کہتے ہیں کیونکہ اس میں ذوی الفروض میں ہر ایک کا حصہ اس کے اصل حصہ سے کم ہوجاتا ہے مثلاً ماں کا حصہ اولاد کی موجودگی میں $\frac{1}{6}$ ہوتا ہے لیکن میت کی ماں کے ساتھ میت کی بیٹیاں باپ اور بیوی موجود ہو تو باپ کا حصہ رہ جاتا ہے جو کہ اس کے عام حالات میں حصے یعنی $\frac{1}{6}$ سے کم ہے۔

عصبات:

یہ میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصے شریعت میں ایسے ثابت ہیں کہ جب ذوی الفروض اپنے اپنے حصے لے لیں تو اس کے بعد جو مال ترکے میں سے بچ جائے اس کے یہ حقدار بن جائیں۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ :۔ اس قرآنی قانون کے مطابق جب مرد اور عورتیں آپس میں بطور عصبہ یا بطور ذوی الارحام شریک بن جائیں تو ان میں ہر مرد کو عورت کے حصے کا دگنا دیا جاتا ہے۔

ردّ (لوٹانا)

یہ عول کی ضد ہے یعنی ذوی الفروض کو اپنا اپنا حصہ دینے کے بعد بھی اگر کچھ ترکہ بچ جائے تو اس باقی ترکہ کو ذوی الفروض نسبی پر ان کے حصوں کے تناسب سے تقسیم کرنے کو رد کہتے ہیں۔ اس سے ذوی الفروض کے حصے معمول کے حصوں سے بڑھ جاتے ہیں۔

سہام (اکائیاں)

ورثاء کے آپس میں حصوں کی جو نسبت ہوتی ہے اس کو سہام سے ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً بیوی ماں اور باپ وارث ہوں تو ان کے حصوں میں 2 : 1 : 1 کی نسبت ہوتی ہے اس لئے یہ کہا جائے گا کہ بیوی کو 1 سہام، ماں کو بھی 1 سہام اور باپ کو 2 سہام دیئے جائیں گے۔ چونکہ سہام اور اکائی ایک ہی چیز ہے اس لئے اگر کسی وارث کے سہام کا پتہ ہو تو کل ترکہ میں اس کا حصہ معلوم کرنے کے لئے اس کے سہام کو کل سہام پر تقسیم کر کے کل ترکہ سے ضرب دی جائے گی تو اس کا حصہ کل ترکہ میں معلوم ہو جائے گا مثلاً اس مثال میں بیوی کا 1 سہام ہے جبکہ کل سہام 4 بنتے ہیں اس لئے اگر کل ترکہ 2000 روپے ہو تو اس میں بیوی کا حصہ 2000×4÷1=500 روپے ہوا۔ اس کو اکائی کا قاعدہ بھی کہتے ہیں۔

تصحیح

اگر کسی وارث کے سہام اس کی تعداد پر تقسیم نہ ہوتے ہوں تو مجموعہ سہام کو ایسا بڑھانا کہ ورثاء کے حصوں میں جو نسبت ہو وہ تو متاثر نہ ہو لیکن تمام ورثاء کے سہام ان کی اپنی اپنی تعداد پر تقسیم ہو جائیں یہ عمل تصحیح کہلاتا ہے۔ اس کے بعد جو سہام کا مجموعہ بنتا ہے تو کہتے ہیں کہ تصحیح اس سے ہے۔

تصحیح کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ جن جن ورثاء کو جتنے جتنے سہام ملے ہیں وہ ان کی اپنی اپنی تعداد پر تقسیم کرتے جائیں تا کہ فی کس سہام معلوم ہوں۔ اس میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں

الف۔ اگر سارے ورثاء کے سہام ان کی اپنی اپنی تعداد پر پورے پورے تقسیم ہو سکتے ہیں اس صورت میں تو ہر وارث کے سہام اس کی تعداد پر تقسیم کر لیں مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

ب۔ اگر کسی وارث کے سہام اس کی تعداد پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو سکتے تو جن جن ورثاء کا فی کس حصہ کسر میں آ رہا ہے ان کسور کا ذو اضعاف اقل معلوم کریں۔ پھر ہر وارث کے سہام اور کل مجموعے کو اس ذو اضعاف اقل سے ضرب دیں۔ ہر وارث کے لیئے نئے سہام اور ان کا نیا مجموعہ حاصل ہو جائے گا۔ کیلکولیٹر کی موجودگی میں گو کہ مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ کیلکولیٹر کے لئے بڑا عدد اور چھوٹا عدد یکساں ہے لیکن بعض حضرات کی نازک طبع پر یہ گراں گزرتا ہے اس لیئے مختصر کرنے کے لیئے ان کو چاہیئے کہ ورثاء کے سہام کو عمل اختصار کے ذریعے مختصر کریں اور وہ یوں کہ ان کو کسی چھوٹے سے چھوٹے عدد جس پر سب سہام تقسیم ہو سکیں تقسیم کریں اور ایسا اس وقت تک کرتے جائیں جب مزید ان کو بیک وقت کسی عدد پر تقسیم نہ کیا جا سکتا ہو۔

سراجی کے تصحیح کے باب کے نو مسئلوں کو اب اس طریقے سے حل کیا جاتا ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ تصحیح کے لیئے علیحدہ علیحدہ قاعدے ذہن نشین کرنے کی بجائے یہی ایک مذکورہ قاعدہ ہی سب کے لئے کافی ہے۔

ذوی الفروض میں میراث کی تقسیم

اس مقصد کے لئے ذوی الفروض کا جدول بہت محنت کے ساتھ تیار کیا گیا ہے اس جدول میں فقہ حنفی کے مطابق حصص معلوم

کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے اس میں ہر وارث کے سامنے اس کے لئے مطلوبہ شرائط کے ساتھ قرآنی حصہ مثل تہائی، نصف وغیرہ دیا ہوا ہے۔

جدات صحیحہ کی آسان تعریف تو اصطلاحات کے باب میں دیکھیں اس جدول میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ جتنی بھی ہوں ان سب کو مشترکہ طور پر سدس ملے گا اور وہ جدات حصہ پانے والوں میں نہیں ہوں گی جو کسی وجہ سے محروم ہوں۔ شجرہ عصبات کے نیچے تین پشتوں تک جدات صحیحہ کا نقشہ دیا ہوا ہے۔ اس جدول کے مطابق ماں موجود ہو تو ساری جدات صحیحہ میراث سے محروم ہو جاتی ہیں اور باپ اور جد صرف پدری جدات کو محروم کرتے ہیں البتہ وہ جد ان کو محروم نہیں کرتا جو اس کے اور میت کے رشتے میں واسطہ نہ بنتا ہو مثلاً دادا دادی کو محروم نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے لیکن پردادی کو محروم کر دیتا ہے کیونکہ وہ پردادی کے لئے واسطہ ہے نیز صرف ایک پشت کی جدات کا حصہ مل سکتا ہے اور وہ پشت سب سے قریبی پشت ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قریب والی جدات دور والی جدات کو محروم کر دیتی ہیں چاہے وہ خود بھی کسی وجہ سے محروم ہوں مثلاً باپ، دادی اور ماں کی نانی جمع ہوں تو دادی گو کہ باپ کی موجودگی میں خود محروم ہے لیکن وہ ماں کی نانی کو محروم کر دے گی حالانکہ ماں کی نانی دادی کی غیر موجودگی میں باپ کی وجہ سے محروم نہ تھی۔

اگر کوئی جدہ میت کے لئے ایک سے زیادہ قسم کی جدہ بنتی ہو مثلاً وہ میت کی نانی بھی ہو اور دادی بھی تو اس کو صرف ایک ہی جدہ کا حصہ ملے گا۔

کتاب اللہ میں مقررہ حصوں کا بیان

وہ حصے جو کتاب اللہ تعالیٰ میں مقرر ہیں وہ چھ ہیں۔ نصف ربع (چوتھائی) ثمن (آٹھواں) ثلثان (دو تہائی) ایک ثلث اور سدس (چھٹا حصہ) پس تو نصف پانچ آدمیوں کے حصے میں آتا ہے۔ بیٹی پوتی جب صلبی نہ ہوں اور حقیقی بہن اور جب حقیقی بہن نہ ہو تو باپ شریک بہن اور شوہر نہ ہو۔ جب میت کا بیٹا اور پوتا نہ ہوں جب چہ وہ نیچے کی طرف سے ہی ہوتے اور

ربع (چوتھا حصہ) بیٹے کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ شوہر کا حصہ ہوتا ہے۔ جبکہ وہ نچلی طرف کے ہوں۔ جب میت کا بیٹا اور پوتا نہ ہوں گے تو ربع (چوتھائی حصہ) بیوی کے لئے ہوگا۔

ثمن (آٹھواں حصہ) بیٹے یا پوتے کے ساتھ بیویوں کے لئے ہوتا ہے اور ثلثان (دو تہائی حصہ) وہ آدمی جن کا حصہ نصف ہوتا ہے ان میں سے شوہر کے علاوہ باقی ہر دو آدمیوں کے لئے ثلثان ہوگا۔

ثلث (ایک تہائی حصہ) جب میت کا بیٹا اور پوتا نہ ہوں۔ نہ دو بھائی اور نہ تین یا تین سے زیادہ بہنیں ہوں تو اس صورت میں ثلث حصہ ماں کے لئے ہوگا یا دو مسئلے ہونے کی صورت میں ماں کے لئے اس سے زیادہ یعنی جو مال باقی بچا ہو اس کا ایک تہائی مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ دو مسئلے یہ ہیں۔ ان میں سے......

ایک یہ ہے کہ شوہر اور ماں باپ ہوں۔ دوسرا یہ کہ بیوی اور ماں باپ ہوں۔ پس تو بیوی اور شوہر کے حصے کے بعد جو مال باقی بچے گا ماں کے لئے اس مال سے ثلث حصہ ہوگا اور ثلث حصہ ہر دو کیلئے بلکہ دو سے زیادہ کے لئے ہوگا۔ ماں کی طرف سے یعنی اخیافی بہن بھائیوں میں سے مرد اور عورتیں اس حصہ میں برابر ہوں گے اور......

سدس (چھٹا حصہ) سات آدمیوں کے لئے ہوتا ہے وہ اس طرح کہ بیٹے یا پوتے کے ساتھ والدین کے لئے ہوتا ہے۔ والدین میں سے ہر ایک کے لئے اور بھائیوں کے ساتھ ماں کے لیے ہوتا ہے۔ اور بیٹوں یا پوتوں کے ساتھ دادوں یا دادیوں کے لئے ہوتا ہے اور ایسے بیٹی کے ساتھ پوتی کے لئے بھی ساتواں حصہ ہوتا ہے۔ ایک حقیقی بہن کے ساتھ ایک علاتی ۲ ۔بہن کے لیے اور ایک اخیافی بہن کے لیے بھی ساتواں حصہ ہوتا ہے۔

ماں کی وجہ سے جدات (دادیاں) ساقط ہو جاتی ہیں اور باپ کی وجہ سے دادا' بھائی اور بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور چار ورثاء کی وجہ سے اخیافی بہن بھائی ساقط ہو جاتے ہیں اور بیٹے' پوتے' باپ اور دادے کی وجہ سے جب بیٹیاں پورا دو تہائی حصہ لے لیں گے۔ تو پوتیاں ساقط ہو جائیں گی۔ مگر یہ ساقط اس طرح ہوں گی کہ ان کے مقابلے میں ان کے نیچے جب کوئی پوتا ہوگا تو وہ ان میں شامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ پوتا پوتیوں کو عصبہ بنا دیتا ہے۔ جب حقیقی بہنیں پورا دو تہائی حصہ لے لیں گی تو علاتی بہنیں ساقط ہو جائیں گی۔ لیکن جب ان کے ساتھ ان کا کوئی بھائی ہوگا تو وہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ وہ انہیں عصبہ بنا دیتا ہے۔ (قدوری)

اصحاب فروض کے حصوں میں کمی وبیشی کی ممانعت کا بیان

میت کے ورثاء میں ذوی الفروض کے حصے کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع سے ثابت ہیں۔ ان میں کمی بیشی ممکن نہیں جن کا جتنا حصہ مقرر ہے ان کو اتنا دیا جائے گا نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ ذوی الفروض کو اپنا اپنا حصہ دینے کے بعد جو مال بچے وہ مستحق عصبات کو دیا جائے گا۔ اگر ان میں کوئی بھی نہ ہو تو مولیٰ عتاقہ کو اور یہ وہ شخص ہوتا ہے جس نے میت کو آزاد کیا ہو اگر وہ نہ ہو تو مولیٰ عتاقہ کے مرد عصبات کو مال ملے گا۔ وہ بھی نہ ہوں یا میت کبھی غلام رہا ہی نہ ہو تو بقیہ مال کو بھی ذوی الفروض نسبیہ پر رد کیا جائے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بقیہ مال کو موجودہ ذوی الفروض نسبی کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ اگر ذوی الفروض نسبی نہ ہو تو باقی مال ذوی الارحام کو ملے گا۔ وہ بھی نہ ہوں تو پھر مولیٰ الموالاۃ کو دیا جائے گا ورنہ مقرلہ بالنسب علی الغیر اور وہ نہ ہو تو اس شخص کو دیا جائے گا جس کے لئے میت نے سارے مال کی وصیت کی ہے۔ اگر مندرجہ بالا میں سے کوئی بھی نہ ملے تو باقی مال بیت المال کا ہوگا۔

خاوند کی دو حالتوں کا بیان

(۱) جب فوت شدہ بیوی کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو خاوند کو ترکہ میں سے نصف ملے گا۔ اولاد اور نرینہ اولاد کی اولاد فرع کہلاتی ہے مثلاً بیٹا پوتا پڑپوتا بیٹی پوتی پڑپوتی ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تمھاری بیویوں کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمھارے لیے نصف ہے۔

(۲) جب بیوی کی کوئی فرع وارث ہو خواہ اسی خاوند سے ہو یا کسی پہلے خاوند سے تو خاوند کو ترکہ میں سے چوتھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر بیویوں کی اولاد ہو تو تمھارے لیے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے۔ (النساء)

باپ کی تین حالتوں کا بیان

(۱) جب میت کی مذکر فرع وارث ہو جیسے بیٹا پوتا وغیرہ تو باپ کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔

(۲) جب میت کی مونث فرع وارث ہو جیسے بیٹی پوتی وغیرہ تو باپ چھٹے حصے کے ساتھ عصبہ بھی بنے گا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ہوگا۔
(۳) جب میت کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو باپ بطور عصبہ وارث بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث والدین ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا۔ باقی دو تہائی بطور عصبہ باپ کا ہوگا۔

دادا کی تین حالتوں کا بیان

باپ کی عدم موجودگی میں دادا وارث بنتا ہے اور باپ کی مذکورہ تینوں حالتیں دادا پر جاری ہوں گی۔

مادری بہن بھائی کے حصوں کا بیان

(مادری بہن اور بھائی) وارثت میں برابر ہوتے ہیں اور ان کی تین حالتیں ہیں 1۔ اگر ایک ہو تو اس کے لیے چھٹا حصہ ہوگا۔ 2۔ اگر زیادہ ہوں تو ان کے لیے ایک تہائی حصہ ہوگا۔ 3۔ اگر میت کی فرع وارث یا باپ دادا موجود ہوں تو یہ ترکہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کوئی میت مرد یا عورت کلالہ ہو (جس کا اصل یا فرع میں سے کوئی نہ ہو) اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ تیسرے حصے میں شریک ہوں گے۔ (النساء)

نوٹ: مادری بہن بھائی کو اصطلاح میں اخیافی بہن بھائی کہا جاتا ہے۔ یہ (مذکر اور مونث) وراثت کے استحقاق اور آپس کی تقسیم میں برابر ہوتے ہیں۔

نیز ماں کی موجودگی میں بھی وارث بنتے ہیں۔ جبکہ دیگر ورثاء اس وارث کی موجودگی میں اکثر محروم ہو جایا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ میت کے رشتہ دار بنتے ہیں۔

بیوی کے دو احوال کا بیان

1- جب فوت شدہ خاوند کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو بیوی کو ترکہ میں سے چوتھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو ان (بیویوں) کے لیے تمھارے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے۔ النساء 12:4

2- جب خاوند کی فرع وارث ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تمھاری اولاد ہو تو ان (بیویوں) کے لیے تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ النساء 12:4

نوٹ: اگر بیوی اکیلی ہو تو تنہا چوتھا یا آٹھواں حصہ لے گی اگر زیادہ ہوں تو یہی حصہ آپس میں برابر تقسیم کر لیں گی۔ اور رجعی طلاق کی عدت میں بھی عورت وارث ہوگی۔

ماں کے تین احوال کا بیان

1- جب فوت شدہ بیٹے کی کوئی فرع وارث ہو یا ایک سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو ماں کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ میں چھٹا حصہ ہے۔ النساء 4:11

اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ النساء 14:11

2۔جب مذکورہ وارث (اولاد یا ایک سے زیادہ بہن بھائی) نہ ہوں تو ماں کو کل ترکہ کا ایک تہائی ملے گا۔3۔جب میت کے والدین کے ساتھ خاوند یا بیوی میں سے کوئی ہو تو ماں کو باقی ماندہ ترکہ کا ایک تہائی حصہ ملے گا۔باقی ماندہ سے مراد خاوند یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد بچنے والا حصہ ہوتا ہے۔اسے مسئلہ عُمَرِیَّتَیْن کہتے ہیں۔کیونکہ اس کا فیصلہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔اس کی دو صورتیں ہیں: خاوند ماں اور باپ۔بیوی ماں اور باپ۔

دادی و نانی صیحہ کے احوال کا بیان

دادی اور نانی کو ترکہ میں چھٹا حصہ ملے گا جب میت کی ماں موجود نہ ہو۔اور باپ کی موجودگی میں دادی محروم ہو جاتی ہے البتہ نانی وارث بنتی ہے۔

نوٹ: میت کی دادی اور نانی دونوں ہوں تو چھٹا حصہ آپس میں برابر تقسیم کرلیں گی۔اگر ایک ہو تو تنہا چھٹے حصے کی وارث بنے گی۔

قریبی کی موجودگی میں بعیدی محروم ہو جاتی ہے۔مثلاً دادی کی موجودگی پڑدادی اور نانی کی موجودگی پڑنانی کو محروم کردے گی۔جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس میت کی جدہ (نانی) آئی اور اپنی میراث کا سوال کیا۔انھوں نے فرمایا تیرا حصہ کتاب اللہ میں (بیان) نہیں ہے اس کے بارے میں مجھے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی معلوم نہیں اس لیے واپس چلی جاؤ۔میں لوگوں سے (اس بارے) میں سوال کروں گا۔چنانچہ انھوں نے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو آپ نے جدہ (نانی) کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تیرے ساتھ اور کون تھا؟ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اسی طرح کہا جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے یہی حکم جاری کردیا۔

پھر دوسری جدہ (دادی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (ان کے دور خلافت) میں آئی اور اپنی وراثت کا مطالبہ کیا۔انھوں نے فرمایا: کتاب اللہ میں تیرا کوئی حصہ (بیان) نہیں۔البتہ وہی چھٹا حصہ ہے اگر تم دونوں (دادی اور نانی) ہو تو یہ چھٹا حصہ تمھارے درمیان مشترکہ ہوگا اگر کوئی اکیلی ہو تو صرف اس کے لیے ہوگا۔(جامع الترمذی)

قاضی حسین نے وضاحت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے والی میت کی نانی تھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے والی دادی تھی۔اور ابن ماجہ کی ایک روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔(تحفۃ الاحوذی، 229/6)

بیٹی کے تین احوال کا بیان

1۔جب میت کی اولاد میں صرف ایک بیٹی ہو تو اسے آدھا حصہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر بیٹی اکیلی ہو تو اسے آدھا حصہ ملے گا۔النساء 4:11

2۔جب ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو دو تہائی حصہ لیں گی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر بیٹیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان

کے لیے ترکہ میں سے دوتہائی حصہ ہوگا۔ النساء 4:11

3۔جب لڑکے اور لڑکیاں دونوں قسم کی اولاد ہو تو بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ بطور عصبہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مذکر کے لیے مونث کی بہ نسبت دو حصے ہیں۔ النساء 4:11

پوتی کے پانچ احوال کا بیان

1۔جب میت کی اولاد میں سے صرف ایک پوتی ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ 2۔جب ایک سے زیادہ ہوں تو انھیں دوتہائی حصہ ملے گا۔ 3۔جب ایک یا زیادہ پوتیوں کے ساتھ ایک بیٹی بھی ہو تو انھیں چھٹا حصہ ملے گا اور بیٹی کو اس صورت میں نصف ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کے لیے نصف پوتی کے لیے چھٹا حصہ دوتہائی کی تکمیل کے لیے اور باقی ماندہ بہن کے لیے ہوگا۔ (صحیح البخاری الفرائض)

4۔جب ان کے ساتھ ان کا بھائی ہو تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ اور (لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ) کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ 5۔جب میت کا بیٹا یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو یہ محروم ہو جاتی ہیں۔

حقیقی بہن کے پانچ احوال کا بیان

1۔جب میت کی صرف ایک بہن ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آپ سے (کلالہ کے بارے) میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے: اللہ تعالیٰ تمھیں کلالہ کے بارے فرماتا ہے اگر کوئی مرد بغیر اولاد کے فوت ہو جائے اور اس کی ایک (حقیقی یا پدری) بہن ہو تو اسے نصف ملے گا۔ النساء 4:176

2۔جب ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو دوتہائی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر بہنیں دو (یا دو) سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکہ میں سے دوتہائی ہے۔ النساء 4:176

3۔جب ان کے ساتھ ان کا بھائی ہو تو ان کو بطور عصبہ حصہ ملے گا اور لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے مطابق آپس میں تقسیم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر بھائی مذکر اور مونث (دونوں قسم کے) ہوں تو مذکر کے لیے مونث کی بہ نسبت دو حصے ہوں گے۔ النساء 4:176

4۔جب میت کی مونث فرع وارث ہوں تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ 5۔جب میت کی مذکر فرع وارث ہوں یا باپ موجود ہو تو محروم ہو جاتی ہیں۔

پدری بہن کے چھ احوال کا بیان

1۔جب میت کی صرف ایک پدری بہن ہو اور حقیقی بہن نہ ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ 2۔جب یہ ایک سے زیادہ ہوں اور حقیقی بہن نہ ہو تو دوتہائی لیں گی۔ 3۔ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں چھٹا حصہ کی وارث بنے گی تاکہ دوتہائی مکمل ہو جائے۔ 4۔جب ان کے ساتھ ان کا بھائی یا میت کی مونث فرع وارث ہو تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ 5۔جب میت کی مذکر فرع، باپ یا حقیقی بھائی وارث ہو تو یہ محروم ہو جاتی ہیں۔ 6۔دو حقیقی بہنوں کی موجودگی میں بھی یہ محروم ہو جاتی ہیں۔ اِلَّا یہ کہ ان کے

ساتھ پدری بھائی ہو۔اس وقت بطور عصبہ وارث ہوں گی۔

عصبات سے متعلق احکام میراث کا بیان

عصبات میں سب سے زیادہ قریب بیٹے ہوتے ہیں۔اس کے بعد پوتے' پھر باپ' پھر دادے آتے ہیں۔اس کے بعد باپ کے بیٹے یعنی اپنے بھائی آتے ہیں۔اس کے بعد دادا کے بیٹے یعنی چچے آتے ہیں۔پھر'پردادا کے بیٹے آتے ہیں۔جب دادا کے بیٹے درجہ ومرتبہ میں برابر ہوں تو ان میں سے جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہوگا وہ زیادہ حقدار ہوگا جبکہ بیٹا' پوتا اور بھائی اپنی بہنوں سے مرد کے لئے دو حصوں کے مثل باہم تقسیم کا معاملہ کر لیتے ہیں۔ان کے علاوہ دوسرے عصبات یعنی ان کے مرد میراث پانے میں تنہا ہوتے ہیں۔مگر ان کی عورتیں تنہا نہیں ہوتیں۔جب میت کا نسبی عصبہ نہ ہو۔تو اس کا آزاد کرنے والا آقا اس کا عصبہ ہوگا۔جب آقا بھی نہ ہو تو اس کے بعد پھر اس آقا کے عصبات میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہوگا وہ اس میت کا عصبہ ہوگا۔

عصبہ کی تعریف

عصبہ کے لغوی معنی مضبوط کرنے اور جوڑنے کے ہیں۔اصطلاحی معنی: میت کے وہ قریبی رشتہ دار جن کے حصے متعین نہیں ہیں بلکہ اصحاب الفرائض سے بچا ہوا ترکہ لیتے ہیں۔اور ان کی عدم موجودگی میں تمام ترکہ کے وارث بنتے ہیں۔

عصبہ کی اقسام کا بیان

اس کی دو بڑی اقسام ہیں: -1 عصبہ نسبی 2۔عصبہ سببی

عصبہ نسبی

جو خونی رشتہ کی وجہ سے عصبہ بنتے ہیں۔ان کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں۔

عصبہ بہ نفس کا بیان

میت کے وہ مذکر رشتہ دار کہ ان کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کسی مونث کا واسطہ نہ آئے۔اس کی بالترتیب چار جہات ہیں: بیٹے کی جہت: یعنی میت کا بیٹا اس کی عدم موجودگی میں پوتا پھر پڑپوتا الخ۔باپ کی جہت: یعنی میت کا باپ اس کی عدم موجودگی میں دادا پھر پڑدادا الخ۔ بھائی کی جہت: یعنی میت کا بھائی اس کی عدم موجودگی میں بھتیجا الخ۔ چچا کی جہت: یعنی میت کا چچا اس کی عدم موجودگی میں چچا کا بیٹا الخ۔

عصبہ بہ غیر کا بیان

ہر وہ مونث جو صاحب فرض ہو اور اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بنے۔اور یہ چار فرد ہیں: بیٹی پوتی یا پڑپوتی حقیقی بہن پدری بہن۔ان میں ترکہ (لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ) کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

عصبہ مع غیر کا بیان

ہر وہ مؤنث جو کسی دوسری مؤنث کی وجہ سے عصبہ بنے اس میں صرف حقیقی بہن اور پدری بہن آتی ہے جس وقت بیٹی یا پوتی

کے ساتھ مل کرآئے۔

عصبہ سببی کا بیان

آزاد کردہ غلام فوت ہو جائے اور اس کا کوئی نسبی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا مالک اس کا وارث بنے گا۔ اسے عصبہ سببی کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔ (صحیح البخاری، البیوع)

عصبات میں سے عصبہ بالنفس کی پہلی قسم (بیٹے کی جہت) وراثت میں سب سے مقدم ہوتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو دوسری پھر تیسری اور پھر چوتھی کا اعتبار کیا جائے گا۔ وراثت میں اس عصبہ کو مقدم کیا جائے گا جو درجہ میں میت کے زیادہ قریب ہوگا۔ مثلاً بیٹا پوتے سے زیادہ حقدار ہوگا۔ قوی قرابت والا ضعیف سے مقدم ہوگا۔ مثلاً حقیقی بھائی پدری بھائی سے مقدم ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً حقیقی بہن بھائی وارث ہوں گے پدری بھائیوں کے علاوہ۔ (مسند احمد، ج۱، ص۷۹)

بَابٌ فِي الْكَلَالَةِ

باب: کلالہ کا بیان

2886- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، يَقُولُ: مَرِضْتُ فَأَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ مَاشِيَيْنِ، وَقَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ، فَلَمْ أُكَلِّمْهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَبَّهُ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي وَلِي أَخَوَاتٌ؟ قَالَ: فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمَوَارِيثِ: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) (النساء:176)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے میری عیادت کے لیے تشریف لائے، مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بات چیت نہیں کر سکا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر انڈیلا، تو مجھے ہوش آ گیا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنے مال کے بارے میں کیا کروں؟ جب کہ (میری وارث) میری بہنیں ہیں، راوی بیان کرتے ہیں: تو وراثت کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوئی:

"لوگ تم سے دریافت کرتے ہیں، تو تم فرما دو! اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے"

وراثت کلالہ سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

(۱) ابن سعد واحمد وبخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر والبیہقی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں مریض تھا اس حال میں کہ میری عقل ٹھکانے نہیں تھی آپ نے وضو فرمایا پھر مجھ پر پانی ڈالا تو مجھے عقل آ گئی میں نے عرض کیا میرا کلالہ کے سوا کوئی وارث نہیں تو میراث کیسے تقسیم ہوگی تو یہ آیت فرائض (میراث) نازل ہوئی۔

(۲) ابن سعد وابن ابی حاتم نے جابر رضی اللہ عنہ سے لفظ آیت "یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکللة" کے

بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔

(۳) ابن راھویہ وابن مردویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کلالہ کی وراثت کیسے تقسیم ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ اتارا لفظ آیت "یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکللة" آخر تک۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے تو انہوں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تو رسول اللہ ﷺ کو ہشاش بشاش دیکھے تو ان سے پوچھ لینا۔ جب انہوں نے آپ کو ہشاش بشاش دیکھا تو ان سے پوچھ لیا آپ ﷺ نے فرمایا تیرے باپ نے تجھ سے یہ کہا تھا میرا خیال نہیں کہ وہ اسے جانتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میں اس کو جانتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا۔

(٤) عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن مردویہ نے طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنی بیٹی) حفصہ کو حکم فرمایا کہ وہ نبی ﷺ سے کلالہ کے بارے میں پوچھے میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے اس کو ایک کندھے کی ہڈی پر لکھ دیا آپ نے پوچھا تجھے اس کا کس نے کہا تھا کیا عمر نے؟ میں نہیں خیال کرتا ہوں کہ وہ اس کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ کیا اس کو آیۃ الصیف کافی نہیں ہے؟ سفیان نے کہا آیۃ الصیف جو سورۃ نساء میں ہے یعنی لفظ آیت "وان کان رجل یورث کللة" (النساء آیت ۲) "اوامراہ" جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آیت نازل ہوئی جو سورۃ نساء کے آخر میں ہے۔

(٥) مالک ومسلم وابن جریر وبیہقی نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے زیادہ کبھی کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جتنا میں نے کلالہ کے بارے میں سوال کیا یہاں تک کہ آپ نے میرے سینے میں اپنی انگلی چبھو دی اور فرمایا تجھ کو آیۃ الصیف کافی ہے جو سورۃ نساء کے آخر میں ہے۔

کلالہ کا حکم

(۷) عبد بن حمید وابوداؤد (مراسیل میں) اور بیہقی نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کلالہ کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا کیا تو نے وہ آیت نہیں سنی جو سورۃ صیف میں نازل ہوئی۔ لفظ آیت "یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکللة" یعنی جو کوئی شخص نہ اولاد چھوڑے اور نہ والد چھوڑے تو کلالہ اس کا وارث ہوگا۔

(۸) عبدالرزاق وبخاری ومسلم وابن جریر وابن المنذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تین چیزیں اس میں ہیں کہ جن کے بارے میں، میں پسند کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو حتمی حکم ارشاد فرماتے جس پر ہم عمل کرتے یعنی دادا اور کلالہ اور سود کے دروازوں میں سے دروازے (یعنی سود کی صورتیں)۔

(۹) احمد نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تجھ کو آیۃ الصیف کافی ہے اور میں اس بات کو زیادہ محبوب رکھتا تھا کہ میں آپ سے اس کے بارے میں سوال کروں اس بات سے بھی زیادہ محبوب کہ (اس کے بدلے میں) میرے لئے سرخ اونٹ ہو جائیں۔

(۱۰) عبدالرزاق والمدنی وابن المنذر حاکم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں چند باتوں کو نبی ﷺ سے دریافت کروں یہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب تھا آپ کے بعد خلیفہ (کون ہوگا) اور اس قوم کے بارے میں جو یہ کہتی کہ ہم یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے لیکن ہم تم کو نہیں دیں گے کیا ان کے ساتھ قتال کرنا حلال ہے؟ اور کلالہ کے بارے میں۔

(۱۱) الطیالسی وعبدالرزاق وابن ماجہ والنسائی وابن جریر وحاکم وبیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے بارے میں نبی ﷺ کو وضاحت فرماتے تو یہ میرے لئے دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوں خلافۃ کلالہ اور سود۔

(۱۲) الطبرانی نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی کلالہ کے بارے میں فتویٰ لینے کے لئے آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے خبر دیجئے کیا کلالہ سے مراد اس کی ماں باپ کی طرف سے بھائی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کچھ نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ اس پر آپ نے کلالہ کی آیت پڑھی جو سورۃ نساء میں ہے پھر آدمی نے اپنے سوال کو دہرایا جب بھی اس نے سوال تو آپ نے اس آیت (کلالہ والی) کو پڑھ دیا یہاں تک کہ جب اکثر مرتبہ ایسا ہوا تو وہ آدمی شور مچانے لگا اور اس کا شور سخت ہوا اور حرص کی وجہ سے کہ نبی ﷺ اس کے لئے مزید کچھ بیان فرمائیں گے مگر آپ نے (پھر بھی) اس پر وہی آیت پڑھی اور اس سے فرمایا اللہ کی قسم! جو میں نے تجھے دے دیا اس پر میں زیادہ نہیں کروں گا۔

(۱۳) عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وحاکم وبیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں وہ آخری آدمی ہوں عمر کے لحاظ سے میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا (میرا وہی قول ہے جو میں نے کہا۔ میں نے پوچھا آپ نے کیا فرمایا آپ نے فرمایا میں نے کہا کلالہ وہ ہوتا ہے جس کی کوئی اولاد نہ ہو۔

(۱٤) ابن جریر نے طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کندھا پکڑا اور نبی ﷺ کے اصحاب کو جمع فرمایا پھر فرمایا میں کلالہ کے بارے میں ضرور فیصلہ کروں گا ایسا فیصلہ کہ جس کو عورتیں اپنے پردہ میں بیان کریں گی اس وقت ایک سانپ گھر سے نکل پڑا تو سب لوگ متفرق ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کرنے کا ارادہ فرماتے تو میں اس کو ضرور پورا کرتا۔

کلالہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیق

(۱۵) عبدالرزاق نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جد اور کلالہ کے بارے میں ایک کتاب لکھی پھر وہ یونہی ٹھہرے رہے تا کہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کریں اور یوں دعا کرتے تھے اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اس میں خیر ہے تو اسے جاری کرتے جب آپ کو زخمی کیا گیا تو آپ نے اس کتاب کو منگوایا اور مٹا دیا کسی نے نہیں جانا کہ اس میں انہوں نے کیا لکھا تھا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے دادا اور کلالہ کے بارے میں لکھا تھا اور میں اللہ تعالیٰ اس بارے میں استخارہ کرتا رہا تو میں اس رائے پر پہنچا کہ میں تم کو اسی حال پر چھوڑ دوں جس پر تم ہو۔

(۱۶) عبد الرزاق وابن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں پہلا آدمی تھا جو عمر کے پاس آیا جب ان کو زخمی کیا گیا تو عمر نے فرمایا مجھ سے تین باتیں یاد کر لو بلاشبہ میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو لوگ نہیں پائیں گے کہ میں فوت ہو جاؤں گا۔ (۱) میں نے کلالہ کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا۔ (۲) میں نے لوگوں پر کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا۔ (۳) میرا ہر غلام آزاد ہے۔

(۱۷) احمد نے عمرو القاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سعد کے پاس تشریف لائے جبکہ ان کو شدید درد تھا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس مال ہے میرا ورثہ کلالہ کی صورت تقسیم ہوگا میں اپنے مال کے بارے میں کوئی وصیت کر جاؤں یا میں اس کو صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا کیا میں دو تہائی وصیت کروں؟ فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا کیا آدھے مال کی وصیت کروں؟ فرمایا نہیں پھر میں عرض کیا کیا ایک تہائی کی وصیت کروں آپ نے فرمایا ہاں (یہ ٹھیک ہے) اور یہ بھی زیادہ ہے۔

(۱۸) ابن سعد ونسائی وابن جریر وبیہقی نے اپنی سنن میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں بیمار ہوا تو نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنی بہنوں کے لئے ایک ثلث کی وصیت کروں آپ نے فرمایا اچھی بات ہے میں نے عرض کیا کیا آدھی وصیت کروں؟ آپ نے فرمایا اچھی بات ہے۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے پھر آپ اندر تشریف لائے اور فرمایا میرا خیال نہیں ہے کہ اس تکلیف میں فوت ہوگا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا اور تیری بہنوں کے حصے کی وضاحت کر دی اور وہ دو ثلث ہے جابر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہی آیت میرے بارے میں نازل ہوئی لفظ آیت ”یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکللة“۔

(۱۹) العدنی والبزار نے اپنی مسندوں میں وابو الشیخ نے الفرائض میں (صحیح سند کے ساتھ) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کلالہ کی آیت نبی ﷺ پر سفر میں نازل ہوئی نبی ﷺ ٹھہر گئے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ حاضر تھے آپ نے آیت پڑھ کر سنائی حذیفہ نے دیکھا تو عمر کھڑے تھے تو وہی چیز عمر کو بتائی جب عمر خلیفہ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلالہ کے بارے میں غور کیا حذیفہ کو بلوایا اور اس بارے میں ان سے پوچھا حذیفہ نے فرمایا حذیفہ نے عرض کیا رسول اللہ نے وہ آیت مجھے عطا فرمائی جس طرح آپ نے مجھے عطا فرمائی میں نے آپ کو پڑھ کو سنائی اللہ کی قسم میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہوں گا۔

(۲۰) ابو الشیخ نے فرائض میں براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا جس کی اولاد اور والد نہ ہو (یعنی فوت ہو گئے ہوں)۔

(۲۱) ابن ابی شیبہ والدارمی وابن جریر نے ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عقبہ بن عامر سے کلالہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا کیا تم کو تعجب نہیں کہ یہ آدمی مجھ سے کلالہ کے بارے میں پوچھتا ہے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو کسی چیز نے اتنا مشکل میں نہیں ڈالا جتنا کلالہ نے مشکل میں ڈالا۔

(۲۲) عبد الرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ والدارمی وابن جریر وابن المنذر وبیہقی نے اپنی سنن میں شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا عنقریب میں اس میں اپنے رائے

سے کہوں گا اگر وہ ٹھیک ہوگی تو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف سے ہوگی اگر وہ غلط ہوگی تو مجھ سے اور شیطان کی طرف سے ہوگی اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں میرا خیال ہے کلالہ اسے کہتے ہیں جس کا والد اور اولاد نہ ہو جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا جو اولاد سے خالی ہو۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہوں کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کروں۔

(۲۳) عبد بن حمید نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس آدمی کا لڑکا اور والد نہ ہو کلالہ اس کے وارث ہوں گے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے اختلاف کیا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی طرف رجوع کرلیا۔

(۲٤) عبدالرزاق نے عمرو بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میرا خیال یہ ہے کہ صحابہ نے اس بات پر اتفاق کرلیا تھا کہ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کی اولاد اور والد نہ ہو۔

(۲۵) عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ والدارمی وابن جریر وابن المنذر وبیہقی نے اپنی سنن میں حسن بن محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کلالہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا جس کی اولاد اور والد نہ ہو میں نے ان سے کہا لفظ آیت ''ان امرؤا اهلك ليس له ولد وله'' تو اس پر وہ غضبناک ہوئے اور مجھ کو جھڑک دیا۔

(۲٦) ابن جریر نے علی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کلالہ وہ ہے جو اپنے پیچھے والد اور اولاد نہ چھوڑے۔

(۲۷) ابن ابی شیبہ نے سمیط رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کلالہ سے مراد بچے اور والد کے علاوہ رشتہ دار ہیں۔

(۲۸) ابن المنذر نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ کلالہ سے وہ وارث مراد ہیں جو والد اور لڑکے کے علاوہ ہو بھائی یا دوسرے عصبہ میں سے اسی طرح علی بن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

(۲۹) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کلالہ سے مراد خود میت ہے۔

(۳۰) ابن جریر نے معدان بن ابی طلحہ العمری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ سے رسول اللہ ﷺ کبھی غصے نہیں ہوئے یا میں رسول اللہ ﷺ سے کسی معاملہ میں نہیں جھگڑا مگر میں نے کلالہ کی آیت میں جھگڑا کیا یہاں تک کہ میرے سینے کو مار کر فرمایا تجھ کو آیت الصیف کافی ہے۔ لفظ آیت ''يستفتونك قل الله يفتيكم في الكللة'' میں عنقریب اس بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ جس کو پڑھنے والا اور نہ پڑھنے والا جان لے گا یہ وہ آدمی ہے جس کا پرورش کرنے والا اور پرورش پانے والا نہ ہو۔

(۳۱) عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذر نے ابن سیرین رحمۃ اللہ سے روایت کیا کہ یہ آیت ''يستفتونك قل الله يفتيكم في الكللة'' جب نازل ہوئی تو نبی ﷺ سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ تھے تو نبی ﷺ نے یہ آیت حذیفہ کو پہنچائی (پھر) حذیفہ نے یہ خبر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچائی اور وہ آپ کے پیچھے چل رہے تھے

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو اس بارے میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ امید رکھتے ہوئے کہ ان کے پاس اس کی تفسیر ہوگی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اللہ کی قسم! اگر آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ کی امارت مجھے ایسی بات کرنے پر مجبور کر دے گی کہ میں تجھ کو وہ بات بیان کروں گا وہ چیز جو میں نے اس روز نہیں کہی تھی تو آپ عاجز رہیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے کوئی ارادہ نہیں کیا اللہ تجھ پر رحم کرے۔

(۳۲) ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں کلالہ کو جاننے والا ہوجاتا یہ مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میرے پاس شام کے محلات کا جزیہ پہنچے۔

کلالہ کے متعلق تفصیلی علم

(۳۳) ابن جریر نے حسن بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اپنے ان قریبی رشتہ داروں کے بارے میں کلالہ کے وارث بنیں گے آپ نے فرمایا الکلالہ الکلالہ الکلالہ اور آپ نے اپنی داڑھی مبارک کو پکڑ کر فرمایا اللہ کی قسم اس کا علم مجھے زمین میں موجود ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اس آیت کو نہیں سنا جو موسم گرما میں اتری ہے اور اس بات کو حضور ﷺ نے تین مرتبہ لوٹایا۔

(۳٤) ابن جریر نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کلالہ کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا کیا تو نے اس آیت کو نہیں سنا جو موسم گرما میں اتری یعنی لفظ آیت "وان کان رجل یورث الکللۃ" آیت کے آخر تک۔

(۳٥) احمد نے (جید سند کے ساتھ) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے شوہر اور سگی بہن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے شوہر کو آدھا اور بہن کو آدھا دیا اس بارے میں گفتگو کی کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے ایسے ہی فیصلہ فرمایا۔

(۳٦) عبدالرزاق و بخاری حاکم نے اسود رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہمارے درمیان معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ایک بیٹی اور ایک بہن کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کے لئے آدھا اور بہن کے لئے آدھا ہوگا۔

(۳۷) عبدالرزاق و بخاری و حاکم و بیہقی نے ھذیل بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابوموسیٰ اشعری سے بیٹی بیٹے کی بہن اور سگی بہن کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا بیٹی کے لئے آدھا اور بہن کے لئے آدھا تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ وہ بھی میری موافقت کرے گا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا گیا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قول بھی بتایا گیا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں بھی ایسی ہی بات کروں تو میں گمراہ ہوجاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہیں ہوں گا میں اس بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا جو نبی ﷺ کے فیصلہ کے مطابق ہوگا کہ بیٹی کے لئے آدھا اور بیٹے کی بیٹی

کے لئے چھٹا حصہ ہوگا اس طرح دو ثلث مکمل ہوگیا جو باقی ہے وہ بہن کے لئے ہے ہم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی ان کو خبر دی تو انہوں نے فرمایا مجھ سے نہ پوچھا کرو جب تک تمہارے اندر یہ عالم موجود ہیں۔

نرینہ اولاد ہو تو بہن کو میراث نہیں ملتی

(۳۸) عبدالرزاق وابن المنذر وحاکم وبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ان سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو فوت ہوگیا اور اس نے اپنی بیٹی اور سگی بہن چھوڑی انہوں نے فرمایا بیٹی کے لئے آدھا اور بہن کے لئے کوئی چیز نہیں اور جو باقی ہے وہ عصبات کے لئے ہے کہا گیا کہ مرد نے بہن کے لئے آدھا مقرر فرمایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ''ان امرؤا هلک لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترک'' اور تم کہتے ہو بہن کو آدھا ملے گا اگرچہ اس کی اولاد ہو۔

(۳۹) ابن المنذر وحاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک ایسی چیز ہے کہ تم اس کو اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے میں بھی نہیں پاتے مگر تمام لوگوں میں یہ پاتے ہو کہ بیٹی کے لئے آدھا اور بہن کے لئے آدھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ''ان امرؤا هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك''۔

(۴۰) الشیخان نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرائض کو ملا دو ان کے اہل کے ساتھ (یعنی حصے ان کے مستحقوں کے حوالے کرو) جو باقی بچے وہ قریبی مرد کو دے دو۔

(۴۱) ابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ''یستفتونك'' سے مراد ہے کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا (پھر فرمایا) لفظ آیت ''يبين الله لكم ان تضلوا'' یعنی میراث کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔

(۴۲) ابن ابی شیبہ وبخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن الضریس وابن جریر وابن المنذر والبیہقی نے دلائل میں براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جو پوری سورت آخر میں نازل ہوئی وہ سورت برات ہے اور سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ سورۃ نساء کی یہ آیت ہے لفظ آیت ''يستفتونك قل الله يفتيكم في الكللة''۔

(۴۳) ابن جریر وعبد بن حمید وبیہقی نے اپنی سنن میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا خبردار وہ آیت جو سورۃ نساء کے آخر میں نازل ہوئی فرائض کے بارے میں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اولاد اور والد کے بارے میں نازل فرمایا اور دوسری آیت کو شوہر بیوی اور ماں شریک بھائیوں کے بارے میں نازل فرمایا اور وہ آیت کہ جس سے سورۃ نساء ختم ہوئی وہ بھائیوں اور سگی بہنوں کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ آیت جس سے سورۃ انفال ختم ہوئی وہ اولی الارحام کے بارے میں نازل ہوئی کہ بعض بعض سے کتاب اللہ میں قریبی ہیں جس طرح رحم میں بعض بعض سے قریبی ہیں۔

(۴۴) الطبرانی نے الصغیر میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قباء کی طرف (جانے کے لئے) گدھے پر

سوار ہوئے تا کہ استخارہ فرمائیں پھوپھی اور خالہ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ ان دونوں کے لئے میراث نہیں۔

(٤٥) عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذر نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب (یہ آیت) پڑھتے لفظ آیت "یبین الله لکم ان تضلوا" تو فرماتے اے اللہ! کس کے لئے آپ نے کلالہ کی وضاحت کی میرے لئے تو یہ واضح نہیں۔

(٤٦) احمد نے عمرو القاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سعد کے پاس تشریف لائے اور وہ شدید درد میں مبتلا تھے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے پاس مال ہے جبکہ میرا ورثہ کلالہ میں تقسیم ہوگا کیا میں اپنے مال کی وصیت کر جاؤں یا میں اس کو صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر انہوں نے عرض کیا کیا میں دو تہائی کی وصیت کروں؟ فرمایا نہیں پھر انہوں نے عرض کیا کیا میں آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ فرمایا نہیں پھر عرض کیا کیا میں ایک تہائی کی وصیت کر دوں فرمایا ہاں۔ اور یہ بھی زیادہ ہے۔

(٤٧) الطبرانی نے خارجہ بن زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں یہ لکھا ہوا تھا بسم الله الرحمن الرحیم یہ خط اللہ کے بندے معاویہ امیر المؤمنین کے لئے ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف سے سلام علیک امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ۔ بلاشبہ میں تیرے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں امابعد آپ نے مجھ سے دادا اور بھائیوں کی میراث کے بارے میں پوچھا تھا۔

بے شک کلالہ اور وراثت کے بہت سارے فیصلے ان کی حقیقت سے تو اللہ ہی واقف ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم یہ معاملات خلفاء پر پیش کرتے تھے جن کو ہم نے یاد رکھنا چاہا وہ ہم نے یاد رکھا ہم سے اس بارے میں جو فتویٰ پوچھتا ہے ہم اس کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ (تفسیر درمنثور، سورہ نساء، بیروت)

بَابُ مَنْ كَانَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أَخَوَاتٌ

باب: جس (میت کی) اولاد نہ ہو، اور (تین یا زیادہ) بہنیں ہوں

2887 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ يَعْنِي الدَّسْتُوَائِيَّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اشْتَكَيْتُ وَعِنْدِي سَبْعُ أَخَوَاتٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَفَخَ فِي وَجْهِي، فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا أُوصِي لِأَخَوَاتِي بِالثُّلُثِ؟ قَالَ: أَحْسِنْ، قُلْتُ: الشَّطْرُ؟ قَالَ: أَحْسِنْ ثُمَّ خَرَجَ وَتَرَكَنِي، فَقَالَ: يَا جَابِرُ، لَا أُرَاكَ مَيِّتًا مِنْ وَجَعِكَ هَذَا، وَإِنَّ اللهَ قَدْ أَنْزَلَ فَبَيَّنَ الَّذِي لِأَخَوَاتِكَ فَجَعَلَ لَهُنَّ الثُّلُثَيْنِ، قَالَ: فَكَانَ جَابِرٌ يَقُولُ: أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِيَّ: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) (النساء:176)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہوگیا، میری سات بہنیں تھیں، نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف

لائے، آپ ﷺ نے میرے چہرے پر دم کیا، تو مجھے ہوش آ گیا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنی بہنوں کے بارے میں ایک تہائی مال کی وصیت نہ کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اچھائی کرو، میں نے عرض کی: نصف کی کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اچھائی کرو، پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے مجھے چھوڑ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! میں نہیں سمجھتا کہ تمہارا اس بیماری کے دوران انتقال ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی اور یہ بات بیان کی کہ تمہاری بہنوں کو کیا ملے گا؟ تو اس نے ان کے لیے دو تہائی حصّہ مخصوص کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

''لوگ تم سے مسئلہ دریافت کرتے ہیں، تم یہ فرما دو! اللہ تعالیٰ ''کلالہ'' کے بارے میں تمہیں یہ حکم دیتا ہے''۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو اور اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لئے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ ہے۔ ان کی وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ ہے۔ ان کی وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ ہے اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد۔

شوہر اور بیوی کے احوال

اولاد کی ماں باپ کے ساتھ اور ماں باپ کی اولاد کے ساتھ نسبی قرابت ہے اور یہ بلاواسطہ قرابت ہے اور شوہر کی بیوی کے ساتھ اور بیوی کی شوہر کے ساتھ نکاح کے سبب سے قرابت ہے اور یہ بھی بلاواسطہ قرابت ہے ان کے علاوہ جو قرابتیں ہیں مثلاً بھائی بہن وغیرہ وہ بالواسطہ قرابتیں ہیں کیونکہ بھائی بہن وغیرہ کی قرابت ماں باپ کے واسطہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بلاواسطہ قرابت داروں کے احکام وراثت بیان فرمائے اور پھر بالواسطہ قرابت داروں کے احکام بیان فرمائے اور بلاواسطہ قرابت میں نسبی قرابت سببی قرابت سے قوی ہے اس لئے پہلے نسبی قرابت داروں میں اولاد اور ماں باپ کے حصص بیان فرمائے اس کے بعد سببی قرابت میں شوہر اور بیوی کے حصص بیان فرمائے اور یہ نہایت عمدہ ترتیب ہے۔

اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اگر بیوی کی اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ نصف (آدھا) ہے اور اگر اولاد ہو تو اس کا حصہ چوتھائی ہے اور اگر شوہر کی اولاد نہ ہو تو بیوی کا حصہ ربع (چوتھائی) ہے اور اگر اولاد ہو تو اس کا حصہ ثمن (آٹھواں) ہے اس سے واضح ہوا کہ شوہر کا حصہ بیوی کے حصہ سے دگنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دگنا ہوتا ہے۔

اس آیت میں اولاد سے مراد عام ہے خواہ ایک ہو یا زیادہ مذکر ہو یا مونث نیز وہ اولاد واسطہ ہو جیسے بیٹا یا بیٹی یا بالواسطہ ہو جیسے پوتا اور پوتی اور جب بیوی شوہر کی وارث ہو تو شوہر کی اولاد عام ہے خواہ اسی بیوی سے ہو یا کسی اور بیوی سے۔ اسی طرح جب شوہر بیوی کا وارث ہو تب بھی اولاد عام ہے خواہ وہ اسی شوہر کی اولاد ہو یا اس کے پہلے شوہر کی اولاد ہو اسی طرح بیوی ایک ہو یا کئی بیویاں

ہوں سب کا حصہ ثمن (آٹھواں) ہے اور آٹھواں حصہ ان سب بیویوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کا نہ والد ہو اور نہ اولاد اور (اس کا ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا تہائی حصہ ہے اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد وصیت میں نقصان نہ پہنچایا گیا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے۔

کلالہ کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق

کلالہ کی کئی تفسیریں ہیں: ایک تفسیر یہ ہے کہ کلالہ ان وارثوں کو کہتے ہیں جو میت کے نہ والد ہوں اور نہ اولاد۔ یہ تفسیر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ کلالہ اس مورث میت (مرنے والے شخص) کو کہتے ہیں جس کا نہ والد ہو اور نہ اس کی اولاد ہو یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی تفسیر مختار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کلالہ میت کے ترکہ کو بھی کہتے ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلالہ کی تفسیر میں میری ایک رائے ہے اگر یہ درست ہے تو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف سے ہے اور اگر یہ خطاء ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اس سے بری ہے' کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو میت کا نہ والد ہو اور نہ اولاد' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے کہا میں اس بات سے اللہ سے حیاء کرتا ہوں کہ میں نے کلالہ کی تفسیر میں حضرت ابو بکر کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

(جامع البیان ج ٤ ص ١٩٢ 'مطبوعہ دار المعرفۃ ١٤٠٩ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لئے آئے مجھ پر بے ہوشی طاری تھی آپ نے وضو کیا اور وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں۔ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتی کہ میراث کی آیت نازل ہوئی:

آیت) "ویستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالة ان امرؤا هلك لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو یرثها ان لم یکن لها ولد فان کانتا اثنتین فلهما الثلثان مما ترك وان کانوا اخوة رجالا ونسآء فللذ کر مثل حظ الانثیین"۔

(النساء:١٧٦)

ترجمہ: آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ والد) اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لئے نصف ترکہ ہے' اور وہ شخص اس بہن کا وارث ہوگا

اگر اس کا بیٹا نہ ہو اور اگر دو بہنیں ہوں تو ان کو اس شخص کے ترکہ کا دو تہائی ۲۔۳، ملے گا اور اگر اس کے وارث بہن بھائی ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۶۱۶)

یہ سورۃ النساء کی آخری آیت ہے نبی کریم ﷺ نے کلالہ کی تفسیر میں اسی آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

معدان ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور کہا میں اپنے بعد کلالہ سے اہم اور کوئی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے جتنا کلالہ کے متعلق پوچھا ہے اور کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھا اور آپ نے نے جتنی سختی اس میں کی ہے اور کسی چیز میں نہیں فرمائی حتی کہ آپ نے میرے سینہ میں انگلی چبھوئی اور فرمایا اے عمر کیا تم کو سورۃ النساء کی آخری آیت کافی نہیں ہے؟ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۶۱۷)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کلالہ کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ کلالہ ان وارثوں کو کہتے ہیں جو والد (ماں باپ) اور اولاد (یا بیٹے کی اولاد) کے ماسوا ہوں' اس کے ثبوت میں حضرت براء بن عازب سے حدیث صحیح ہے' ایک قول یہ ہے کہ جو وارث بیٹے کے ماسوا ہوں' ایک قول یہ ہے کہ اخیافی بھائیوں کو کلالہ کہتے ہیں' ایک قول ہے، عم زاد بھائیوں کو کلالہ کہتے ہیں ایک قول ہے تمام عصبات کو' ایک قول ہے تمام وارثوں کو' ایک قول ہے میت کو' ایک قول ہے مال موروث کو' جوہری نے کہا کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والد (ماں باپ) ہو' زمخشری نے کہا کلالہ کا اطلاق تین پر کیا جاتا ہے اس مرنے والے پر جس کی نہ اولاد ہے نہ والد (ماں باپ) اور اس وارث پر جو نہ والد (ماں باپ) ہے نہ اولاد' اور ان قرابت داروں پر جو والد (ماں باپ) اور اولاد کی جہت سے نہ ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۸۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۷ھ)

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے جس پر علماء کی ایک جماعت کا اتفاق ہے کہ کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کا نہ والد (ماں باپ) ہو اور نہ اولاد۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۵۶۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور نہ اس کا والد (ماں باپ) ہو اور نہ اس کی اولاد تو اس کے وارث کلالہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور جمہور اہل علم کا قول ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۵ ص ۷۶ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ لکھتے ہیں:

اکثر صحابہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ کلالہ وہ وارث ہیں جو والدین اور اولاد کے ماسوا ہوں یہی قول صحیح اور مختار ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶۳' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

مرنے والا خود کلالہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

(آیت) ''وان کان رجل یورث کلالۃ''۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کلالہ میت کا اسم ہے اور کلالہ اس کا حال اور اس کی صفت ہے اسی لئے منصوب ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کلالہ مرنے والے کا وارث ہے جو نہ والد (ماں باپ) ہو نہ ولد' اور میں حضرت ابوبکر کی مخالفت سے حیا کرتا ہوں اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو انہوں نے کہا کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے سو قرآن مجید کی یہ آیت اور صحابہ کرام کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مرنے والا خود کلالہ ہے۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۸۶ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱٤۰۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کا نہ والد ہو اور نہ اولاد اور (اس کا ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا تہائی حصہ ہے۔

آیت مذکورہ میں بھائی بہن سے اخیافی بھائی بہن مراد ہونے پر دلائل

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: اس آیت کریمہ میں بھائی یا بہن سے مراد فقط اخیافی بھائی بہن (ماں کی طرف سے) عام مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے حتیٰ کہ بعض نے کہا اس پر اجماع ہے۔ متعدد مفسرین نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو یوں پڑھتے تھے۔ ''ولہ اخ واخت من ام''۔ اور حضرت ابی اس کو پڑھتے تھے ولہ اخ او اخت من الام' ہر چند کہ یہ قرات شاذ ہے تاہم اکثر علماء کا یہ مختار ہے کہ جب قرات شاذہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہو تو وہ خبر واحد کے حکم میں ہے اور اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس میں بعض کا اختلاف بھی ہے۔ اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ عینی اور علاتی بھائی بہن (سگے اور باپ کی طرف سے) کا ذکر اس سورت کی آخری آیت میں ہے۔ نیز اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اگر اخیافی بھائی یا بہن ایک ہو تو اس کا حصہ سدس (چھٹا) ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہو تو ان کا حصہ ثلث (تہائی) ہے اور ماں کا بھی یہی حصہ ہے تو مناسب ہوا کہ ماں کی طرف بھائی یا بہن کا بھی یہی حصہ ہو نیز عینی بھائی اور بہن عصبہ ہوتے ہیں جیسا کہ اس سورت کے آخر میں فرمایا ہے اور آیت میں بھائی اور بہن کا حصہ سدس اور ثلث مقرر فرمایا ہے اب اگر اس آیت میں بھائی اور بہن سے علاتی بھائی اور بہن سے علاتی بھائی اور بہن مراد لیا جائے تو ان آیتوں میں تعارض لازم آئے گا۔

2888- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ فِي الْكَلَالَةِ: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) (النساء:176)

❁❁ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آخری آیت کلالہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی (جو یہ ہے)

2888- اسناده صحيح. ابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، وشعبة: هو ابن الحجاج. ولم يرو شعبة عن ابي اسحاق السبيعي الا ما سمعه، فكيف وقد صرح بالسماع عند البخاري وغيره! واخرجه البخاري (4364) و (4605) و (4654) و (6744)، ومسلم (1618)، والنسائي في "الكبرى" (6292) و (6293) و (11068) و (11071) و (11148) من طرق عن ابي اسحاق، به. واخرجه مسلم (1618)، والترمذي (3290) من طريق ابي السفر سعيد بن احمد، عن البراء بن عازب. وهو في "مسند احمد" (18638)

''لوگ تم سے مسئلہ دریافت کرتے ہیں، تم یہ فرمادو اللہ تعالیٰ کلالہ کے بارے میں تمہیں یہ حکم دیتا ہے''۔

2889- حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ اَبِي مُزَاحِمٍ، حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرٍ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَسْتَفْتُونَكَ فِي الْكَلَالَةِ فَمَا الْكَلَالَةُ؟ قَالَ: تُجْزِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ فَقُلْتُ لِاَبِي اِسْحَاقَ: هُوَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا وَلَا وَالِدًا؟ قَالَ: كَذٰلِكَ ظَنُّوا اَنَّهُ كَذٰلِكَ

٭٭ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! لوگ آپ ﷺ سے کلالہ کے بارے میں مسئلہ دریافت کرتے ہیں، کلالہ سے مراد کیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے گرمی کے موسم میں نازل ہونے والی سورت کافی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے استاد سے دریافت کیا، یہ وہ شخص ہوگا، جو ایسی حالت میں انتقال کر جائے کہ اس کی اولاد بھی نہ ہو اور ماں باپ بھی نہ ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ ایسا ہی ہے، لوگوں نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

عصبہ اور کلالہ کی وضاحت ! مسائل وراثت

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورتوں میں سب سے آخری سورت سورۃ برأت اتری ہے اور آیتوں میں سب سے آخری آیت (یستفتونك) اتری ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" میں بیماری کے سبب بیہوش پڑا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، آپ نے وضو کیا اور وہی پانی مجھ پر ڈالا، جس سے مجھے افاقہ ہوا اور میں نے کہا حضور ﷺ وارثوں کے لحاظ سے میں کلالہ ہوں، میری میراث کیسے بٹے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت فرائض نازل فرمائی (بخاری و مسلم)

اور روایت میں بھی اسی آیت کا اترنا آیا ہے۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں یعنی کلالہ کے بارے میں۔ پہلے یہ بیان گذر چکا ہے کہ لفظ کلالہ اکیل سے ماخوذ ہے جو کہ سر کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے کہا ہے کہ کلالہ وہ ہے جس میت کے لڑکے پوتے نہ ہوں اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جس کے لڑکے نہ ہوں، جیسے کہا آیت میں ہے آیت (ولیس لہ ولد) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے جو مشکل مسائل آئے تھے، ان میں ایک یہ مسئلہ بھی تھا۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا تین چیزوں کی نسبت میری تمنا رہ گئی کہ رسول اللہ ﷺ ان میں ہماری طرف کوئی ایسا عہد کرتے کہ ہم اسی کی طرف رجوع کرتے دادا کی میراث، کلالہ اور سود کے ابواب اور روایت میں ہے، آپ فرماتے ہیں کہ کلالہ کے بارے میں میں نے جس قدر سوالات حضور ﷺ سے کئے، اتنے کسی اور مسئلہ میں نہیں کئے یہاں تک کہ آپ نے اپنی انگلی سے

2889- صحیح لغیرہ، وهذا اسناد ضعیف، لان سماع ابی بکر - وهو ابن عیاش - من ابی اسحاق - وهو عمرو بن عبد الله السبیعی - لیس بذاک القوی فیما ذکر ابو حاتم، وقد جاء من حدیث عمر بن الخطاب باسناد صحیح انه هو الذی سال النبی - صلی الله علیه وسلم - عن الکلالة، فقال له: "الا تکفیک آیة الصیف؟!." واخرجه الترمذی (3291) من طریق ابی بکر بن عیاش، به. وهو فی "مسند احمد" (18589). وانظر من حدیث عمر بن الخطاب عند احمد (179)، ومسلم (567) وابن ماجه (2726)، والنسائی فی "الکبری" (11070)

میرے سینے میں کچوکا لگا کر فرمایا کہ تجھے گرمیوں کی وہ آیت کافی ہے، جو سورۃ نساء کے آخر میں ہے اور حدیث میں ہے اگر میں نے حضور ﷺ سے مزید اطمینان کر لیا ہوتا تو وہ میرے لیے سرخ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ بہتر تھا۔

حضور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت موسم گرما میں نازل ہوئی ہوگی واللہ اعلم اور چونکہ حضور ﷺ نے اس کے سمجھنے کی طرف رہنمائی کی تھی اور اسی کو مسئلہ کا کافی حل بتایا تھا، لہٰذا فاروق اعظم اس کے معنی پوچھنے بھول گئے، جس پر اظہار افسوس کر رہے ہیں۔

ابن جریر میں ہے کہ جناب فاروق نے حضور سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا پس فرمایا "کیا اللہ نے اسے بیان نہیں فرمایا۔" پس یہ آیت اتری۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں فرماتے ہیں جو آیت سورۃ نساء کے شروع میں فرائض کے بارے میں ہے، وہ ولد و والد کے لئے ہے اور دوسری آیت میاں بیوی کے لئے ہے اور ماں زاد بہنوں کے لئے اور جس آیت سے سورۃ نساء کو ختم کیا ہے وہ سگے بہن بھائیوں کے بارے میں ہے جو رحمی رشتہ عصبہ میں شمار ہوتا ہے (ابن جریر) اس آیت کے معنی ھلک کے معنی ہیں مر گیا، جیسے فرمان ہے حدیث (كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ) 28۔القصص:88) یعنی ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذات الٰہی کے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا آیت (كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝) 55۔الرحمن:26۔27) یعنی ہر ایک جو اس پر ہے فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ ہی باقی رہے گا جو جلال و اکرام والا ہے۔ پھر فرمایا اس کا ولد نہ ہو، اس سے بعض لوگوں نے دلیل لی ہے کہ کلالہ کی شرط میں باپ کا نہ ہونا نہیں بلکہ جس کی اولاد نہ ہو وہ کلالہ ہے، بروایت ابن جریر حضرت عمر بن خطاب سے بھی یہی مروی ہے لیکن صحیح قول جمہور کا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کا نہ ولد ہو، نہ والد اور اس کی دلیل آیت میں اس کے بعد کے الفاظ سے بھی ثابت ہوتی ہے جو فرمایا آیت (وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ) 4۔النساء:176) یعنی اس کی بہن ہو تو اس کے لئے کل چھوڑے ہوئے مال کا آدھوں آدھ ہے اور اگر بہن باپ کے ساتھ ہو تو باپ اسے ورثہ پانے سے روک دیتا ہے اور اسے کچھ بھی اجماعاً نہیں ملتا، پس ثابت ہوا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد نہ ہو جو نص سے ثابت ہے اور باپ بھی نہ ہو یہ بھی نص سے ثابت ہوتا ہے لیکن قدرے غور کے بعد، اس لئے کہ بہن کا نصف حصہ باپ کی موجودگی میں ہوتا ہی نہیں بلکہ وہ ورثے سے محروم ہوتی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ ایک عورت مر گئی ہے اس کا خاوند ہے اور ایک سگی بہن ہے تو آپ نے فرمایا آدھا بہن کو دے دو اور آدھا خاوند کو جب آپ سے اس کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا میری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے ایسی صورت میں یہی فیصلہ صادر فرمایا تھا (احمد)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے ابن جریر میں منقول ہے کہ ان دونوں کا فتویٰ صادر فرمایا تھا (احمد)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے ابن جریر میں منقول ہے کہ ان دونوں کا فتویٰ اس میت کے بارے میں جو ایک لڑکی اور ایک بہن چھوڑ جائے، یہ تھا کہ اس صورت میں بہن محروم رہے گی، اسے کچھ بھی نہ ملے گا، اسی لئے کہ قرآن کی اس آیت میں بہن کو آدھا ملنے کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ میت کی اولاد نہ ہو اور یہاں اولاد ہے۔ لیکن جمہور ان کے خلاف ہیں وہ کہتے

ہیں کہ اس صورت میں بھی آدھا لڑکی کو ملے گا اور بہ سبب فرض اور عصبہ آدھا بہن کو بھی ملے گا۔ ابراہیم اسود کہتے ہیں ہم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فیصلہ کیا کہ آدھا لڑکی کا اور آدھا بہن کا۔ صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لڑکی اور پوتی اور بہن کے بارے میں فتویٰ دیا کہ آدھا لڑکی کو اور آدھا بہن کو پھر فرمایا ذرا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ہو آؤ وہ بھی میری موافقت ہی کریں گے۔

لیکن جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا اور حضرت ابوموسیٰ کا فیصلہ بھی انہیں سنایا گیا تو آپ نے فرمایا ان سے اتفاق کی صورت میں گمراہ ہو جاؤں گا اور راہ یافتہ لوگوں میں میرا اشمار نہیں رہے گا، سنو میں اس بارے میں وہ فیصلہ کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے آدھا تو بیٹی کو اور چھٹا حصہ پوتی کو تو دو ثلث پورے ہو گئے اور جو باقی بچا وہ بہن کو۔ ہم پھر واپس آئے اور حضرت ابوموسیٰ کو یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا جب تک یہ علامہ تم میں موجود ہیں، مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔ پھر فرمان ہے کہ یہ اس کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو، یعنی بھائی اپنی بہن کے کل مال کا وارث ہے جبکہ وہ کلالہ مرے یعنی اس کی اولاد اور باپ نہ ہو، اس لئے کہ باپ کی موجودگی میں تو بھائی کو ورثے میں سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ ہاں اگر بھائی کے ساتھ ہی اور کوئی مقررہ حصے والا اور وارث ہو جیسے خاوند یا ماں جایا بھائی تو اسے اس کا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی کا وارث بھائی ہوگا۔

صحیح بخاری میں ہے حضور (علیہ السلام) فرماتے ہیں فرائض کو ان کے اہل سے ملا دو، پھر جو باقی بچے وہ اس مرد کا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہو۔ پھر فرماتا ہے اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں مال متروکہ کے دو ثلث ملیں گے۔ یہی حکم دو سے زیادہ بہنوں کا بھی ہے، یہیں سے ایک جماعت نے دو بیٹیوں کا حکم لیا ہے۔ جیسے کہ دو سے زیادہ بہنوں کا حکم لڑکیوں کے حکم سے لیا ہے جس آیت کے الفاظ یہ ہیں آیت (فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ) 4۔ النساء:11) پھر فرماتا ہے اگر بہن بھائی دونوں ہوں تو ہر مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، یہی حکم عصبات کا ہے خواہ لڑکے ہوں یا پوتے ہوں یا بھائی ہوں، جب کہ ان میں مرد و عورت دونوں موجود ہوں۔ تو جتنا دو عورتوں کو ملے گا اتنا ایک مرد کو۔ اللہ اپنے فرائض بیان فرما رہا ہے، اپنی حدیں مقرر کر رہا ہے، اپنی شریعت واضح کر رہا ہے۔ تاکہ تم بہک نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کے انجام سے واقف اور ہر مصلحت سے دانا، بندوں کی بھلائی برائی کا جاننے والا، مستحق کے استحقاق کو پہچاننے والا ہے۔

ابن جریر کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کہیں سفر میں جا رہے تھے۔ حذیفہ کی سواری کے دوسرے سوار کے پاس تھا جو یہ آیت اتری پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو سنائی اور حضرت حذیفہ نے حضرت فاروق اعظم کو اس کے بعد پھر حضرت عمر نے جب اس کے بارے میں سوال کیا تو کہا واللہ تم بے سمجھ ہو، اس لئے کہ جیسے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی ویسے ہی میں نے آپ کو سنا دی، واللہ میں تو اس پر کوئی زیادتی نہیں کر سکتا، پس حضرت فاروق فرمایا کرتے تھے الٰہی اگرچہ تو نے ظاہر کر دیا ہو مگر مجھ پر تو کھلا نہیں۔ لیکن یہ روایت منقطع ہے اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ حضرت عمر نے دوبارہ یہ سوال اپنی خلافت کے زمانے میں کیا تھا اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ کلالہ کا ورثہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لیکن چونکہ حضرت کی پوری تشفی نہ ہوئی تھی، اس لئے اپنی صاحبزادی زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ سے فرمایا کہ

جب رسول اللہ ﷺ خوشی میں ہوں تو تم پوچھ لینا۔

چنانچہ حضرت حفصہ نے ایک روز ایسا ہی موقعہ پا کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا شاید تیرے باپ نے تجھے اس کے پوچھنے کی ہدایت کی ہے میرا خیال ہے کہ وہ اسے معلوم نہ کر سکیں گے۔ حضرت عمر نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے جب حضور ﷺ نے یہ فرمادیا تو بس میں اب اسے جان ہی نہیں سکتا اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر کے حکم پر جب حضرت حفصہ نے سوال کیا تو آپ نے ایک کنگھے پر یہ آیت لکھوادی، پھر فرمایا کیا عمر نے تم سے اس کے پوچھنے کو کہا تھا؟ میرا خیال ہے کہ وہ اسے ٹھیک ٹھاک نہ کر سکیں گے۔ کیا انہیں گرمی کی وہ آیت جو سورۃ نساء میں ہے کافی نہیں؟ وہ آیت (وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً) 4۔النساء:12) ہے پھر جب لوگوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا تو وہ آیت اتری جو سورۃ نساء کے خاتمہ پر ہے اور کنگھی پھینک دی۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر نے صحابہ کو جمع کر کے کنگھے کے ایک ٹکڑے کو لے کر فرمایا میں کلالہ کے بارے میں آج ایسا فیصلہ کر دونگا کہ پردہ نشین عورتوں تک کو معلوم رہے، اسی وقت گھر میں سے ایک سانپ نکل آیا اور سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے، پس آپ نے فرمایا اگر اللہ عزوجل کا ارادہ اس کام کو پورا کرنے کا ہوتا تو اسے پورا کر لینے دیتا۔ اس کی اسناد صحیح ہے، مستدرک حاکم میں ہے حضرت عمر نے فرمایا کاش میں تین مسئلے رسول مقبول ﷺ سے دریافت کر لیتا تو مجھے سرخ اونٹوں کے لنے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ ایک تو یہ کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرے یہ کہ جو لوگ زکوٰۃ کے ایک تو قائل ہوں لیکن کہیں کہ ہم تجھے ادا نہیں کریں گے ان سے لڑنا حلال ہے یا نہیں؟ تیسرے کلالہ کے بارے میں ایک اور حدیث میں بجائے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے سودی مسائل کا بیان ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں حضرت عمر کے آخری وقت میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے قول وہی ہے جو میں نے کہا، تو میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ وہ۔ ایک اور روایت میں ہے حضرت فاروق فرماتے ہیں میرے اور حضرت صدیق کے درمیان کلالہ کے بارے میں اختلاف ہوا اور بات وہی تھی جو میں کہتا تھا۔ حضرت عمر نے سگے بھائیوں اور ماں زاد بھائیوں کو جبکہ وہ جمع ہوں، ثالث میں شریک کیا تھا اور حضرت ابوبکر اس کے خلاف تھے۔

ابن جریر میں ہے کہ خلیفۃ المومنین جناب فاروق نے ایک رقعہ پر دادا کے ورثے اور کلالہ کے بارے میں کچھ لکھا پھر استخارہ کیا اور ٹھہرے رہے اور اللہ سے دعا کی کہ پروردگار اگر تیرے علم میں اس میں بہتری ہے تو تو اسے جاری کر دے پھر جب آپ کو زخم لگایا گیا تو آپ نے اس رقعہ کو منگوا کر مٹادیا اور کسی کو علم نہ ہوا کہ اس میں کیا تحریر تھا پھر خود فرمایا کہ میں نے اس میں دادا کا اور کلالہ کا لکھا تھا اور میں نے استخارہ کیا تھا پھر میرا خیال یہی ہوا کہ تمہیں اسی پر چھوڑ دوں جس پر تم ہو۔

ابن جریر میں ہے میں اس بارے میں ابوبکر کے خلاف کرتے ہوئے شرماتا ہوں اور ابوبکر کا فرمان تھا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد و والد نہ ہو۔ اور اسی پر جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین ہیں اور یہی چاروں اماموں اور ساتوں فقہاء کا مذہب ہے اور اسی پر قرآن کریم کی دلالت ہے جیسے کہ باری تعالیٰ عزاسمہ نے اسے واضح کر کے فرمایا اللہ تمہارے لئے کھول کھول کر بیان فرمارہا ہے

تاکہ تم گمراہ نہ ہوجاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نساء، بیروت)

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مِيْرَاثِ الصُّلْبِ

باب: صلبی اولاد کی وراثت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2890 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ فَسَأَلَهُمَا، عَنِ ابْنَةٍ، وَابْنَةِ ابْنٍ، وَأُخْتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ، فَقَالَا: وَلِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ، وَالْأُمِّ النِّصْفُ، وَلَمْ يُوَرِّثَا ابْنَةَ الِابْنِ شَيْئًا، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَإِنَّهُ سَيُتَابِعُنَا، فَأَتَاهُ الرَّجُلُ فَسَأَلَهُ وَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِهِمَا، فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ، وَلَكِنِّي سَأَقْضِي فِيهَا بِقَضَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنَتِهِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ الِابْنِ سَهْمٌ تَكْمِلَةُ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ وَالْأُمِّ

ھزیل بن شرحبیل اودی بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' اس نے ان دونوں حضرات سے (میت کے پسماندگان میں) ایک بیٹی' ایک پوتی اور ایک سگی بہن کا مسئلہ دریافت کیا' تو ان دونوں حضرات نے یہ جواب دیا، اس کی بیٹی کو نصف حصہ ملے گا، سگی بہن کو نصف حصہ ملے گا ان دونوں حضرات نے پوتی کو کسی چیز کا وارث قرار نہیں دیا (اور یہ ہدایت کی) تم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ ہماری تائید کردیں گے، وہ شخص ان کے پاس آیا اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا اور ان دونوں حضرات کے جواب کے بارے میں بتایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اگر میں بھی یہی جواب دوں) تو میں گمراہ ہوجاؤں گا اور میں ہدایت یافتہ نہیں ہوں گا، میں وہ فیصلہ دوں گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا' اس کی بیٹی کو نصف حصہ ملے گا' پوتی کو ایک حصہ (یعنی چھٹا حصہ) ملے گا' جو دو تہائی کی تکمیل کے لیے ہوگا اور جو باقی بچ جائے گا' وہ حقیقی بہن کو ملے گا۔

شرح

فقہاء لکھتے ہیں کہ میت کے ترکہ (یعنی اس کے چھوڑے ہوئے مال واسباب) کے ساتھ چار حق متعلق ہوتے ہیں جس کی ترتیب یہ ہے کہ (۱) پہلے تو میت کی تجہیز وتکفین کی جائے یعنی اسے غسل دیا جائے پھر کفن دیا جائے اس کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھوا کر قبرستان لے جایا جائے اور پھر قبر میں دفن کیا جائے ان چیزوں میں جو کچھ خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہ اس کے ترکہ میں سے اس طرح خرچ کیا جائے کہ نہ تو تنگی کی جائے اور نہ اسراف کیا جائے۔ (۲) اس کے بعد اگر میت کے ذمہ کوئی قرض ومطالبہ ہو تو اس کی ادائیگی کی جائے۔ پھر قرض ومطالبہ کی ادائیگی کے بعد (۳) جو مال واسباب بچے اس میں سے تہائی حصہ میں وصیت جاری کی جائے بشرطیکہ اس نے وصیت کی ہو ان تین مرحلوں کے بعد (٤) اس کا بقیہ تمام مال واسباب اس کے وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے جس کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصے دیئے جائیں اور ان کو دینے کے بعد جو کچھ بچے وہ میت کے عصبات نسبی کو دیدیا جائے کیونکہ ذوالفروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ عصبات نسبی کا حق ہوتا ہے اور اگر میت کے وارثوں

میں ذوی الفروض موجود نہیں ہوتے تو پھر اس کا تمام ترکہ عصبات نسبی کو ملتا ہے اور اگر اس کے وارثوں میں عصبات نسبی نہیں ہوتے تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ آزاد کرنیوالے کو ملتا ہے بشرطیکہ میت غلام رہا ہو اور اس کو آزاد کیا گیا ہو اور اگر آزاد کرنیوالا موجود نہ ہو تو پھر اس آزاد کرنیوالے کے مرد عصبات کو دیا جاتا ہے اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو بھی وہ بچا ہوا ترکہ ذوی الفروض کی طرف لوٹ جائے گا علاوہ زوجین کے کیونکہ اس دوبارہ تقسیم میں ذوی الفروض میں سے زوجین کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اور اگر میت کے ورثاء میں نہ تو ذوی الفروض میں سے کوئی ہو اور نہ عصبات نسبی وسببی ہوں تو اس کا ترکہ ذوی الارحام کو دیا جائے اور اگر ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مولا موالات کو دیا جائے۔

اور اگر کوئی مولا موالات بھی نہ ہو تو پھر وہ تمام ترکہ اس غیر شخص کو ملے گا جس کے نسب کا میت نے اقرار کیا ہو مثلاً اس نے زید کے بارے میں کہا ہو کہ یہ میرے باپ کا بیٹا ہے حالانکہ زید کا یہ نسب یعنی اس میت کے باپ کا بیٹا ہونا اس اقرار کے علاوہ اور کسی صورت میں ثابت نہ ہو لیکن پھر بھی وہ میت کے ترکہ کا حقدار قرار پائیگا۔ اور اگر ایسا بھی کوئی شخص نہ ہو تو پھر وہ ترکہ اس شخص کو دیا جائے گا جس کے لئے میت نے اپنے تمام مال کی وصیت کی ہو اور اگر ایسا بھی کوئی شخص نہ ہو جس کے لیے میت نے اپنے تمام مال واسباب کی وصیت کی ہو تو پھر اس کا سارا مال واسباب بیت المال میں رکھا جائے گا۔ اور اگر بیت المال بھی نہ ہو تو پھر آخر میں بیت المال کے مصرف میں صرف کیا جائے یعنی مدارس ومساجد یا فقراء اور مساکین وغیرہ کو دیا جائے گا۔

2891 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جِئْنَا امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْأَسْوَاقِ، فَجَاءَتِ الْمَرْأَةُ بِابْنَتَيْنِ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَاتَانِ بِنْتَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ قُتِلَ مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَقَدِ اسْتَفَاءَ عَمُّهُمَا مَالَهُمَا وَمِيرَاثَهُمَا كُلَّهُ، فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا إِلَّا أَخَذَهُ، فَمَا تَرَى يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَوَاللهِ لَا تُنْكَحَانِ أَبَدًا إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْضِي اللهُ فِي ذَلِكَ. قَالَ: وَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ: ﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ (النساء: 11) الْآيَةَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادْعُوا لِي الْمَرْأَةَ وَصَاحِبَهَا فَقَالَ لِعَمِّهِمَا: أَعْطِهِمَا الثُّلُثَيْنِ وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ، وَمَا بَقِيَ فَلَكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَخْطَأَ بِشْرٌ فِيهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے' یہاں تک کہ ہم اسواق میں ایک انصاری خاتون کے پاس آئے وہ خاتون اپنی دو بیٹیوں کو لے کر آئی' اس نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ دونوں ثابت بن قیس کی بیٹیاں ہیں' جو آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد کے موقع پر شہید ہو گئے تھے' ان دونوں کے چچا نے ان دونوں کا پورا مال حاصل کر لیا ہے' ان دونوں کی پوری وراثت کو حاصل کر لیا ہے ان دونوں کے لیے کوئی مال نہیں چھوڑا' سارا حاصل کر لیا ہے، یا رسول اللہ! تو اس کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ اللہ کی قسم! ان دونوں کی شادی صرف اسی وقت ہو سکتی ہے، جب ان کے پاس مال بھی موجود ہو تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بارے میں فیصلہ دیدے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی:

''اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں یہ حکم دیتا ہے''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اس عورت اور اس کے مخالف فریق کو بلا کر لاؤ، تو نبی اکرم ﷺ نے ان بچیوں کے چچا سے فرمایا: ان دونوں کو دو تہائی حصہ دو، ان دونوں کی ماں کو آٹھواں حصہ دو، جو باقی بچے گا وہ تمہیں ملے گا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بشر نامی راوی نے اس روایت میں غلطی کی ہے، کیونکہ وہ دونوں بچیاں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں تھیں، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا انتقال تو جنگ یمامہ میں ہوا تھا۔

شرح

ولکم نصف ما ترک ازواجکم ازواج سے مراد ہیں بیویاں۔

ان لم یکن لھن ولد تمہارا موروثی حصہ اپنی بیویوں کے ترکہ میں سے (کل ترکہ کا) نصف ہے بشرطیکہ ان کی (بطنی) اولاد (صاحب فرض اور عصبہ موجود) نہ ہو (یعنی اولاد یا اولاد کی اولاد غرض نسل میں سے کوئی موجود نہ ہو)

فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن اور اگر ان کی (نسلی ذوی الفرضی یا عصبہ) اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارا چہارم ہے۔

من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین ان کی وصیت (تہائی مال سے) پوری کرنے اور (کل مال سے) قرض ادا کرنے کے بعد۔

ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد اور (بیویاں چند ہوں یا ایک ان سب کیلئے تمہارے ترکہ کا چہارم ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو یعنی صلبی اولاد اور بیٹے کی اولاد نہ ہو)

فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم اور اگر تمہاری اولاد موجود ہو تو تمہاری بیویوں کے لیے تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ہے۔

من بعد وصیۃ توصون بھا او دین تمہاری وصیت (تہائی مال سے) پوری کرنے اور (کل مال سے) قرض ادا کرنے کے بعد۔

جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہو اور شوہر نے صحیح طلاق دی ہو تو وہ وارث ہوتی ہے اگر طلاق بائن کی عدت میں ہو تو وارث نہیں ہوتی۔ شوہر نے اگر مرض موت میں طلاق رجعی دی تو ایسی مطلقہ بالاجماع وارث ہوتی ہے لیکن یہ مسئلہ ذرا تفصیل طلب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسی عورت اس وقت وارث ہوگی جب شوہر کے مرنے کے وقت عدت میں ہو امام احمد نے فرمایا: عدت گذر جانے کے بعد بھی وارث ہوگی بشرطیکہ شوہر کی موت سے پہلے اس نے نکاح جدید نہ کرلیا ہو امام مالک نے فرمایا: اگر شوہر کے مرنے سے پہلے اقتضائے عدت کے بعد اس نے کسی سے نکاح بھی کرلیا ہو تب بھی وارث ہوگی۔ امام شافعی کے تین مختلف قول منقول ہیں ہر قول ایک امام کے موافق ہے اگر مرض موت میں شوہر نے طلاق بائن دی ہو تب بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ اور امام احمد کا یہی قول ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں وارث ہونے کی یہ شرط ہے کہ عورت نے خود طلاق کی درخواست نہ کی ہو ورنہ سمجھا جائے گا کہ وہ خود اپنے حق کے سوخت ہونے پر راضی ہے (اس لیے اس کو میراث نہیں دی جائے گی) امام شافعی کے دو قول آئے ہیں قوی قول یہ ہے کہ طلاق بائن والی عورت وارث نہ ہوگی۔

امام احمد نے معمر کی روایت سے لکھا ہے کہ غیلان بن سلمہ کی مسلمان ہونے کے وقت دس بیویاں تھیں رسول اللہ نے فرمایا: ان میں سے چار کا انتخاب کرلو (باقی کو چھوڑ دو) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو غیلان نے بیویوں کو (رجعی) طلاق دیدی اور اپنا مال اپنے لڑکوں کو تقسیم کر دیا۔ حضرت عمر کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا: میرا خیال ہے کہ جو شیطان (فرشتوں کی گفتگو) چوری سن لیتا ہے اسی نے تیری موت کی خبر سن کر تیرے دل میں ڈال دی ہے اور تجھے بتا دیا ہے کہ تو زیادہ مدت زندہ نہیں رہے گا خدا کی قسم یا تو تو اپنی عورتوں سے مراجعت کرلے اور (لڑکوں سے) مال واپس لے لے ورنہ میں ان عورتوں کو تیرا وارث بنا دوں گا اور حکم دیدوں گا کہ جس طرح ابورغال (دور جاہلیت میں ایک قومی غدار تھا) کی قبر پر سنگ باری کی جاتی ہے اس طرح تیری قبر کو سنگسار کیا جائے۔

یہ حدیث جمہور سلف کے اس مسلک کی تائید کر رہی ہے کہ طلاق رجعی کے بعد (عدت کے اندر) عورت اپنے شوہر کی وارث ہوتی ہے۔ رہا طلاق بائن کے بعد عورت کا وارث ہونا تو جمہور کے اس قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنی بیوی کو (جس کا نام تماظر بنت اصبغ بن زیاد تھا اور یہ خاندان کلب میں سے تھی یا بنت عمرو بن الشرید کو جو قبیلہ سلم کی تھی) جب قطعی طلاق دیدی اور عدت پوری ہونے نہ پائی تھی کہ آپ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان نے مطلقہ بیوی کو حضرت عبد الرحمن کا وارث قرار دیا یہ فیصلہ تمام صحابہ کی موجودگی میں صادر کیا اور کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا تو گویا اجماع ہو گیا اور یہ بھی فرمایا: کہ میں عبدالرحمن پر بدگمانی نہیں کرتا میرا مقصد صرف سنت پر عمل کرنا ہے۔

ہمارے مسلک کی تائید حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عثمان حضرت ابن مسعود اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے اقوال سے ہوتی ہے ابوبکر رازی نے حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن ثابت کے اقوال بھی اسی کی موافقت میں نقل کئے ہیں بلکہ کسی صحابی کا قول اس کے خلاف منقول نہیں نخعی، شعبی، سعید بن مسیب، ابن سیرین، عروہ، شریح، ربیعہ بن عبدالرحمن، طاؤس بن شبرمہ، ثوری، حارث اور حماد بن ابی سلیمان کا بھی یہی مسلک ہے۔

ون کان رجل اور اگر کوئی آدمی یعنی میت یا وارث۔

یورث جس کی وراثت تقسیم کی جارہی ہو یا جس کو وارث بنایا جارہا ہو اگر رجل سے مراد میت ہو تو اوّل ترجمہ ہوگا اور اگر وارث مراد ہو تو دوسرا ترجمہ کیا جائے گا۔

کلالۃ ناٹھا نگوڑا ہو۔ کلالہ اصل لغت میں کلال کی طرح مصدر ہے اور کلال کا معنی ہے تھکنا عاجز ہو جانا کَلَّ الرَّجُلُ فِي مَشْيِهِ كَلَالًا فلاں شخص اپنی رفتار میں سست ہو گیا، تھک گیا۔ وکَلَّ السَّيْفُ عَنْ ضربته كُلُوْلًا وَ كَلَالَةً اور تلوار مارنے سے کند ہو گئی كَلَّ اللِّسَانُ عَنِ الْكَلَامِ زبان بات سے عاجز ہو گئی۔ تیز نہ رہی۔ مجازاً کلالہ سے مراد وہ قرابت دار ہوتے ہیں جن کا آپس میں رشتہ توالدنہ

ہو یعنی باپ دادا اور بیٹے پوتے کا ان کے آپس میں رشتہ نہ ہو۔ یہ بھی ایک قسم کی عاجزی درماندگی ہوتی ہے پھر کلالہ کو ذی کلالہ کے معنی میں استعمال کرلیا جاتا ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کی نہ اصل ہو نہ نسل کہ اس کی وارث ہو یا یہ اس کا وارث ہو۔
(کذا قال البیضاوی)

بغوی نے لکھا ہے کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کی نہ اولاد ہو۔ نہ والد۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا: گویا دونوں طرف اس کے نسبی ستون کمزور ہیں سعید بن جبیر نے کہا کلالہ وہ وارث ہے جو میت کا نہ والد (باپ دادا پر دادا وغیرہ) ہو نہ اولاد۔ ایسے وارث میت کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں لیکن بیچ میں کوئی نسبی ستون نہیں ہوتا جیسے سر پر بندھی ہوئی شاخی پٹی کہ سر کو چاروں طرف سے محیط ہوتی ہے مگر سر کا درمیانی حصہ خالی ہوتا ہے حضرت جابر والی حدیث میں کلالہ کا یہی مطلب ہے آپ ﷺ نے کہا تھا کہ میرے وارث کلالہ ہیں یعنی نہ میری نرینہ اولاد ہے نہ والد۔

حضرت ابوبکر سے کلالہ کے متعلق دریافت کیا گیا۔ فرمایا: میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر صحیح ہوگا تو اللہ کی طرف سے اور غلط ہوگا تو میری طرف سے ہوگا اور شیطان کی طرف سے، میرے خیال میں کلالہ وہ ہے جو نہ (کسی کا) والد ہو اور نہ اولاد جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا مجھے ان کی تردید کرنے سے جھجک آتی ہے (یعنی ٹھیک ہے) (رواہ البیہقی عن الشعبی) ابن ابی حاتم نے بھی اپنی تفسیر میں اس کو نقل کیا ہے اور حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عمر کے اس قول کو حضرت ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے حضرت ابوہریرہ کی مرفوع حدیث ہے کہ کلالہ کی تشریح میں آپ نے فرمایا: وہ ایسا شخص ہے جو نہ (میت کا) والد ہو نہ مولود۔ (رواہ الحاکم)

ابوالشیخ نے حضرت براء کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے رسول للہ سے کلالہ کے متعلق دریافت کیا فرمایا: (میت کے) والد اور اولاد کے سوا (جو وارث ہو وہ) کلالہ ہے۔ ابوداؤد نے مراسیل میں ابوسلمہ بن عبدالرحمن کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو والد کو چھوڑے نہ اولاد کو اس کے وارث کلالہ ہوتے ہیں میں کہتا ہوں کہ کلالہ کی تشریح میں والد اور ولد سے مراد ہیں ذکر اصول وفرع پس اگر میت کی ماں یا بیٹی موجود ہو اور باپ اور بیٹا نہ ہو تو وہ کلالہ ہے اس قول کا ثبوت حضرت جابر کی حدیث سے ملتا ہے کیونکہ نزول آیت کے وقت حضرت جابر کی ایک لڑکی موجود تھی، والد نہ تھے آپ کے والد عبداللہ بن حرام کا انتقال احد کے دن ہو چکا تھا اور بہن بھائی، ماں اور بیٹی کی موجودگی میں بالاتفاق وارث ہوتے ہیں ولد کا لفظ بھی عام ہے پوتا ہے اس میں داخل ہے۔ یہاں تک کہ پوتے کے ساتھ بھائی بھی بالاجماع وارث ہوتے ہیں اسی طرح والد سے مراد بھی عام ہے حقیقی والد ہو یا دادا کیونکہ کلالہ کی تشریح میں جو ولد کا مفہوم ہے وہی والد کا دونوں میں کوئی فرق نہیں (یعنی جس طرح لفظ ولد پوتے کو شامل ہے اسی طرح دادا بھی لفظ والد کے تحت داخل ہے۔

اوامراۃ یا عورت ہو اس کا عطف رَجُلٌ پر ہے یعنی یا کلالہ عورت ہو۔

ولہ ؑ ضمیر مذکر رَجُلٌ کی طرف راجع ہے جس سے کلام کا آغاز کیا گیا ہے یا احدھما کی طرف راجع ہے مرد ہو یا عورت۔

اخ او اخت اور اس میت کا کوئی بھائی یا بہن ہو۔ باجماع اہل تفسیر اس جگہ بھائی بہن سے مراد ہیں اخیافی بھائی بہن۔ حضرت

ابی ابن کعب اور حضرت سعد بن ابی وقاص کی قراءت میں تو یہ صراحۃً آیا ہے۔ بیہقی کا بیان ہے کہ سعد (راوی کے گمان کے مطابق سعد سے مراد ہیں سعد بن ابی وقاص) پڑھتے تھے: وَلَہٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ لِاُمٍّ ابو بکر بن منذر نے بھی حضرت سعد کی طرف اس قراءت کی نسبت کی ہے۔ زمخشری نے حضرت سعد اور حضرت ابی بن کعب دونوں کی یہی قراءت بیان کی ہے بعض علماء نے حضرت ابن مسعود کی قراءت بھی اسی طرح نقل کی ہے لیکن ابن حجر نے لکھا ہے میں نے ابن مسعود سے کوئی روایت ایسی نہیں دیکھی۔ یہاں سے یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ غیر متواتر قراءت پر بھی عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کی اسناد صحیح ہو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے شافعی نے اس کی مخالفت کی ہے۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا۔

سنو! اللہ تعالیٰ نے جو آیت سورۃ نساء کے شروع میں بیان میراث کے سلسلہ میں نازل فرمائی وہ والد اور ولد کے متعلق ہے اور دوسری آیت شوہر بیوی اور اخیافی بھائی اور بہن کے متعلق ہے اور جس آیت پر سورت کو ختم کیا وہ حقیقی بھائیوں اور بہنوں کے متعلق ہے اور جس آیت پر سورۃ انفال کو ختم کیا وہ ان رشتہ داروں کے متعلق ہے جو اصحاب فرائض نہیں ہیں اللہ کی کتاب میں جن کا تعلق بعض کے ساتھ بعض کا زیادہ ہے۔

فلکل واحد منھما السدس اگر ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو تو دونوں میں سے کوئی ایک ہو ہر ایک کے لیے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے۔

فان کانوا اکثر من ذالک فھم شرکاء فی الثلث اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں (برابر کے) شریک ہوں گے یعنی اخیافی بھائی بہن اگر دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کا کل حصہ ترکہ کا ایک تہائی ہے اس ایک تہائی میں مرد عورت سب برابر کے شریک ہوں گے استحقاق اور حصہ میں سب مساوی ہیں۔

مسئلہ حماریہ

شوہر، ماں، دو اخیافی بھائی، ایک حقیقی بھائی۔ تصحیح مسئلہ ٦ سے ہوگی نصف یعنی ۳ شوہر کے چھٹا حصہ یعنی ٦/١ ماں کا ایک تہائی یعنی ۲ اخیافی بھائیوں کے ہوں گے حقیقی بھائی چونکہ عصبہ ہے اور اصحاب فرائض سے کچھ نہیں بچا اسلئے حقیقی بھائی کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ نہیں ملیگا خواہ حقیقی بھائی ایک ہو یا متعدد۔ امام مالک اور امام شافعی حقیقی بھائی کو اخیافی بھائیوں کے ساتھ تہائی میں شریک کر دیتے ہیں۔

طحاوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر حقیقی بھائی کو اخیافی بھائیوں کے ساتھ میراث میں شریک نہیں کرتے تھے آخر ایک سوال سے لاجواب ہو گئے ایک حقیقی بھائی نے کہا امیر المومنین فرض کر لیجئے کہ ہمارا باپ گدھا تھا تو کیا کم سے کم ہم سب ایک ماں کی اولاد نہیں ہیں اس سوال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حقیقی بھائیوں کو بھی اخیافیوں کے ساتھ شریک کر دیا اسی وجہ سے اس مسئلہ کو حماریہ کہتے ہیں اس مسئلہ کو حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت زید بن ثابت کی طرف بھی نسبت کر کے بیان کیا ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح بھی کہا ہے مگر اس کی اسناد میں ایک شخص ابوامیہ بن یعلی ثقفی ہے جو ضعیف ہے حاکم نے بطریق شعبی حضرت علی اور حضرت عمر اور حضرت زید بن ثابت کا بھی یہ قول نقل کیا ہے اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ باپ نے حقیقی بھائیوں

کے قرب کو میت سے اور بڑھادیا (یعنی اخیافی بھائیوں کو میت سے صرف قرب بطنی حاصل ہوتا ہے اور حقیقی بھائیوں کو قرب بطنی بھی اور شرکت صلبی بھی۔

دار قطنی نے بطریق وہب بن منبہ مسعود بن حکم ثقفی کی روایت سے لکھا ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی عورت مرجائے اور شوہر ماں چند اخیافی بھائی اور چند حقیقی بھائی چھوڑ جائے تو کیا کیا جائے؟ حضرت عمر نے حقیقی بھائیوں کو اخیافی بھائیوں کے ساتھ (تہائی میں) شریک کر دیا ایک شخص نے عرض کیا آپ نے فلاں سال تو حقیقی بھائیوں کو اخیافیوں کی میراث میں شریک نہیں کیا تھا فرمایا: وہ ویسا ہی رہے گا جو ہم نے کر دیا تھا اور یہ ویسا ہی ہوگا جیسا ہم نے فیصلہ کر دیا۔

عبدالرزاق نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے اور بیہقی نے بطریق ابن مبارک معمر کی روایت سے بھی لکھا ہے لیکن اس روایت میں مسعود بن حکم کا نام نہیں ہے بلکہ حکم از ابن مسعود کی روایت ہے نسائی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے سب (اخیافی اور حقیقی) بھائیوں کو شریک کیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (حقیقی بھائیوں کو اخیافیوں کے حصہ) میں شریک نہیں کیا۔

مسئلہ ۰ اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا باپ یا دادا موجود ہو تو اخیافی بھائی بہن باتفاق آراء ساقط ہو جاتے ہیں اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ اگر دادا موجود ہو تو علاتی اور حقیقی بھائی بہن ساقط ہو جاتے ہیں یا نہیں قیاس کا تقاضا ہے کہ ماں موجود ہو تو اخیافی بھائی بہن ساقط ہو جائیں کیونکہ جس شخص کا رشتہ میت سے کسی ذریعہ سے ہو جب وہ ذریعہ خود موجود ہو تو وہ شخص ساقط ہی ہو جاتا ہے لیکن اجماع سلف اس کے خلاف ہے۔ اجماع کے خلاف ہم نے قیاس کو ترک کر دیا۔ ترک کی ایک قیاسی وجہ یہ بھی ہے کہ ماں پورے ترکہ کی وارث نہیں ہوتی (لہٰذا اخیافی بھائی بہن کے محروم ہونے کی کوئی وجہ نہیں)۔

من بعد وصية يوصى بها جو وصیت کی جائے اس کو پوری کرنے کے بعد۔

اودین غیر مضار اور اداء قرض کے بعد بغیر اس کے کہ ضرر پہنچائے یعنی تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے یا کسی کے قرض کا جھوٹا اقرار کر کے وارثوں کو ضرر نہ پہنچائے نہ وارثوں کو نقصان پہنچانا مقصود ہو کہ اللہ کا قرب حاصل کرنا تو مقصود نہ ہو صرف وارثوں کو دکھ پہنچانے کی غرض ہو۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: بعض مرد اور عورتیں ساٹھ برس اللہ کی اطاعت کے کام کرتے ہیں پھر موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں (وارثوں کو) ضرر پہنچاتے ہیں اسی وجہ سے دوزخ ان کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ نے آیت: **مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ.. ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ** تک تلاوت کی۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ) حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو وارثوں کی میراث کاٹے گا اللہ قیامت کے دن اس کا جنت کا حصہ کاٹ دے گا۔ (رواہ ابن ماجہ) بیہقی نے شعب الایمان میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بیان کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں پانچویں حصہ کی وصیت کروں تو چوتھائی مال کی وصیت کرنے سے میرے نزدیک

زیادہ اچھا ہے اور تہائی مال کی وصیت کروں تو چوتھائی مال کی وصیت کرنے سے میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ (رواہ البیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ٥ / ۱ مال کی وصیت کرنے والا چہارم مال کی وصیت کرنے والے سے افضل ہے۔ (الحدیث رواہ البیہقی)

نکتہ * اس آیت میں اللہ نے وصیت اور قرض کو عدم ضرر کے ساتھ مشروط کیا اور پہلی آیت میں یہ قید نہیں لگائی حالانکہ وہاں بھی یہ قید ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرابت توالد یا علاقہ زوجیت کا خود تقاضا ہے کہ وصیت یا اقرار دین سے اس کو ضرر نہ پہنچایا جائے ہاں اخیافی رشتہ دار چونکہ قریبی قرابت نہیں رکھتے اس لیے ان کے معاملہ میں احتمال ہوسکتا تھا کہ کہیں وصیت کرنے اور اقرار کرنے میں ان کو ضرر پہچانے کا جذبہ کارفرما ہو اس لیے اس جگہ قید لگادی۔

فصل * وصیت کی مختلف قسمیں ہیں واجب، مستحب، مباح، حرام اور مکروہ۔ اگر میت قرضدار ہو یا اس پر زکوٰۃ یا منت یا حج فرض یا فوت شدہ نماز یا روزہ واجب الاداہو تو اس وقت قرض اور زکوٰۃ وغیرہ کو ادا کرنے اور نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے پس اس کے کل ترکہ سے قرض ادا کیا جائے اور قرض میں بھی اس قرض کی ادائیگی مقدم ہے جس کا سبب متعین معلوم ہو یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام شافعی کے نزدیک ہر قسم کا قرض برابر ہے معلوم السبب ہو یا مجہول السبب۔ قرض کے علاوہ ہر قسم کی وصیت تہائی ترکہ سے پوری کی جائے گی۔ (زیادہ کی وصیت نا قابل تعمیل ہے) اس قسم کی (واجب) وصیت کی طرف سے غفلت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس مسلمان آدمی پر کوئی حق ہو جس کی اس کو وصیت کرنا ہے اس کے لیے درست نہیں کہ دوراتیں بھی بغیر تحریر وصیت کے گذارے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) مسلم کی روایت میں دوراتوں کی جگہ تین راتوں کا لفظ بھی آیا ہے۔

جس پر کوئی حق واجب نہ ہو اس کے لیے ۱۰ / ۱ سے ۳ / ۱ ترکہ تک خیرات کرنے کی وصیت کرنا مستحب ہے بشرطیکہ اس کے وارث غنی ہوں اس کا ثبوت گذشتہ احادیث سے ملتا ہے اور اگر وارث نادار ہوں تو ایسی حالت میں وصیت اور خیرات کرنا مکروہ تنزیہی ہے ترک وصیت اولیٰ ہے ترک وصیت میں اقارب کے لیے اس کا مال میراث ہوگا اور خیرات بھی۔ رسول اللہ نے فرمایا: کسی (غیر) مسکین کو خیرات دینا خیرات ہے اور کسی قرابت دار کو خیرات دینا خیرات بھی ہے اور صلہ رحم بھی۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ والدارمی) جس وصیت سے وارثوں کو ضرر پہنچانا مقصود ہو یا ضرر پہنچ رہا ہو ایسی وصیت حرام ہے۔

وصیت من اللہ یہ یوصیکم کا مفعول مطلق تاکیدی ہے یا مضار کا مفعول بہ ہے یعنی اللہ نے جو حکم دے دیا ہے کہ تہائی ترکہ سے زائد وصیت نہ ہو یا اولاد اور زوجین واقارب (قریبہ) کے لیے وصیت نہ ہو اس حکم کو ضرر نہ پہنچایا جائے نہ وصیت کی شرعی حدود سے تجاوز کر کے نہ جھوٹے قرض کا اقرار کر کے۔

واللہ علیم اور اللہ ضرر پہنچانے والے کو خوب جانتا ہے۔

حلیم (مکروہ) حلیم بھی ہے اس لیے عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔ (تفسیر مظہری، سورہ نساء، لاہور)

2892 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، وَغَيْرُهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، عَنْ

عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ امْرَأَةَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ سَعْدًا هَلَكَ وَتَرَكَ ابْنَتَيْنِ، وَسَاقَ نَحْوَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا هُوَ أَصَحُّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ آئی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا ہے، انہوں نے دو بیٹیاں چھوڑی ہیں (اس کے راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

2893 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو حَسَّانَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، وَرَّثَ أُخْتًا وَابْنَةً، فَجَعَلَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا النِّصْفَ وَهُوَ بِالْيَمَنِ، وَنَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَيٌّ

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے (میت کی) بہن اور بیٹی کو وارث قرار دیا ہے، انہوں نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو نصف حصہ دیا تھا' یہ اس وقت کی بات ہے' جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں تھے اور اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔

بَابٌ فِي الْجَدَّةِ

باب: دادی (یا نانی) کا حکم

2894 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ خَرَشَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا؟ فَقَالَ: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِي سُنَّةِ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ، فَسَأَلَ النَّاسَ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، حَضَرْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَالَ: مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، فَقَالَ: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا كَانَ الْقَضَاءُ الَّذِي قُضِيَ بِهِ إِلَّا لِغَيْرِكِ، وَمَا أَنَا بِزَائِدٍ فِي الْفَرَائِضِ، وَلٰكِنْ هُوَ ذٰلِكَ السُّدُسُ، فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا، وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا

حضرت قبیصہ بن ذؤیب بیان کرتے ہیں: ایک دادی (یا نانی) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان سے اپنی وراثت کا مطالبہ کیا' تو انہوں نے فرمایا: تمہارے لیے اللہ کی کتاب میں کوئی حکم نہیں ہے اور تمہارے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی مجھے کسی چیز کا علم نہیں ہے، تم واپس چلی جاؤ، میں اس بارے میں لوگوں سے دریافت کروں

گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا: تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (یعنی ایک میت کی نانی یا دادی کو) چھٹا حصہ دیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی وہی بات بیان کی، جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس (نانی یا دادی) کے لیے یہ حصہ نافذ کر دیا۔

پھر ایک اور نانی (یا دادی) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان سے اپنی وراثت کا مطالبہ کیا، تو انہوں نے فرمایا: تمہارے لیے اللہ کی کتاب میں کوئی حصہ نہیں ہے اور جو فیصلہ دیا گیا تھا، وہ تمہارے علاوہ اور کے لیے تھا، (یعنی اگر تم نانی ہو، تو وہ دادی کے لیے تھا، یا اگر تم دادی ہو، تو وہ نانی کے لیے تھا) اور میں وراثت کے متعین حصوں میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا، تو تمہیں چھٹا حصہ مل جائے اور اگر تم دونوں اس میں شریک ہو جاتی ہو، تو وہ تم دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا، ورنہ تم دونوں میں سے جو موجود ہو، وہ چھٹا حصہ اسے مل جائے گا۔

2895 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ أَبُو الْمُنِيبِ الْعَتَكِيُّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ، إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهَا أُمٌّ

ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی (یا نانی) کے لیے چھٹا حصہ مقرر کیا ہے، جبکہ ان سے پہلے ماں موجود نہ ہو۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر میت کی ماں زندہ ہوگی تو اس کی وجہ سے میت کی جدہ محروم ہو جائے گی ہاں اگر میت کی ماں زندہ نہ ہوگی تو اس کے ترکہ میں سے جدہ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ یہاں جدہ کے عام معنی یعنی دادی اور نانی دونوں مراد ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ الْجَدِّ

باب: دادا کی میراث کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2896 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ ابْنِي مَاتَ، فَمَا لِي مِنْ مِيرَاثِهِ؟ فَقَالَ: لَكَ السُّدُسُ فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاهُ، فَقَالَ: لَكَ سُدُسٌ آخَرُ فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاهُ، فَقَالَ: إِنَّ السُّدُسَ الْآخَرَ طُعْمَةٌ قَالَ قَتَادَةُ: فَلَا يَدْرُونَ مَعَ أَيِّ شَيْءٍ وَرَّثَهُ، قَالَ: قَتَادَةُ: أَقَلُّ شَيْءٍ وَرِثَ الْجَدُّ السُّدُسُ

2905- اسناده ضعيف، عوسجة - وهو مولى ابن عباس - قال البخاري: لم يصح حديثه، وقال غير واحد من الائمة: ليس بمشهور، ولم يروعنه غير عمرو بن دينار، وذكر العقيلي في "الضعفاء" /4143، وقال: لا يتابع على حديثه هذا، وقال الذهبي: لا يعرف. حماد: هو ابن سلمة. واخرجه ابن ماجه (2741)، والترمذي (2238)، والنسائي في "الكبرى" (6376) و (6377) من طرق عن عمرو بن دينار، به. وقال الترمذي: حديث حسن، وهو في "مسند احمد" (1930).

؂؂ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی میرے پوتے کا انتقال ہوگیا ہے اس کی وراثت میں سے مجھے کیا ملے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں چھٹا حصہ ملے گا، جب وہ واپس چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا اور فرمایا، تمہیں ایک اور چھٹا حصہ بھی ملے گا جب وہ واپس چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا اور فرمایا: تمہیں ایک اور چھٹا حصہ تحفے کے طور پر ملے گا۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لوگوں کو یہ پتہ نہیں چل سکا، کہ کون سی چیز نے اسے وارث قرار دیا تھا؟

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: دادا کا کم از کم حصہ، چھٹا حصہ ہوگا۔

میراث میں دادا کے لیے چھٹا حصہ ہونے کا بیان

یہ آخر کا چھٹا حصہ تمہارا رزق ہے کا مطلب یہ ہے کہ پہلا چھٹا حصہ تو تمہارے ذی فرض ہونے کی وجہ سے تمہیں ملا اور یہ دوسرا چھٹا تمہارے عصبہ ہونے کی حیثیت سے تمہیں ملا ہے اس طرح اس شخص کو گویا کل ترکہ میں سے تہائی ملا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکبارگی اسے تہائی نہیں دیا تا کہ وہ یہ گمان نہ کر لے کہ پوتے کے ترکہ میں سے دادا کا حصہ ذی فرض ہونے کی حیثیت سے تہائی ہی ہوتا ہے۔ یہ تو حدیث کی وضاحت تھی اب مسئلہ کی نوعیت سمجھئے جو یہ تھی کہ ایک شخص کا انتقال ہوا جس کے وارثوں میں دو بیٹیاں تھیں اور ایک یہ سائل یعنی دادا تھا چنانچہ میت کے ترکہ میں سے اس کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی ملا باقی ایک تہائی میں سے آدھا یعنی کل ترکہ کا چھٹا حصہ تو دادا کو ذی فرض ہونے کی حیثیت سے ملا اور جو آدھا یعنی کل ترکہ کا چھٹا بچا وہ بھی دادا ہی کو عصبہ ہونے کی وجہ سے مل گیا گویا ترکہ کی تقسیم یوں ہوئی۔

2897 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ: أَيُّكُمْ يَعْلَمُ مَا وَرَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَدَّ؟ فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ: أَنَا، وَرَّثَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّدُسَ، قَالَ: مَعَ مَنْ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي، قَالَ: لَا دَرَيْتَ، فَمَا تُغْنِي إِذًا؟

؂؂ حسن بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کون یہ جانتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دادا کو کتنا حصہ دیا تھا؟ تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں (جانتا ہوں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھٹے حصے کا وارث قرار دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، کس کے ساتھ؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے نہیں معلوم' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں پوری بات پتہ نہیں ہے، پھر تو یہ فائدہ نہیں دے گی۔

پوتے کی وراثت سے متعلق مختلف ابحاث کا بیان

یہاں پر ہم بعض لوگوں کی مختلف آراء کو ذکر کر رہے ہیں۔ میت کے ترکہ میں چھ بنیادی وارث ایسے ہیں جو کسی بھی فقہی مسلک کے تحت محجوب الارث یعنی وراثت سے محروم نہیں ہو سکتے یہ ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، خاوند اور بیوی ہیں کیونکہ اِن کا تعلق براہِ راست میت سے ہوتا ہے۔ باقی تمام قسم کے وُرثاء کسی واسطے سے رشتہ رکھتے ہیں اُس واسطے کی زندگی میں وہ ویسے وارث نہیں بن سکتے مثلاً باپ کی زندگی میں باپ کا باپ یعنی دادا اور بیٹے کی موجودگی میں بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا وراثت میں حصہ نہیں پا سکتے۔ اگر بنیادی ورثاء

زندہ نہ ہوں تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو بالواسطہ رشتہ رکھنے والے تمام ورثاء برابر کے درجے کے ہوں گے یا ان میں درجوں کا فرق ہوگا یعنی بعض کم واسطوں سے اور بعض زیادہ واسطوں سے میت سے رشتہ رکھتے ہوں گے ایسی صورت میں زیادہ قریبی کو مقدم کیا جائے گا اور صلبی اولاد کی عدم موجودگی میں اولاد کی اولاد کو شریعت کے مطابق ورثہ ملے گا، مگر جب صلبی اولاد میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو تو اس صورت میں اہل سنت کے نزدیک صرف پوتوں اور پوتیوں کو اولاد کا قائم مقام سمجھا جائے گا مگر امامیہ (شیعہ حضرات) کے نزدیک پوتوں اور پوتیوں کے علاوہ بیٹوں کی اولاد یعنی نواسوں اور نواسیوں کو بھی لیا جائے گا۔

اس قائم مقامی کی تعبیر میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک قائم مقام کو اصل مورث کی طرح قرار دیا جائے گا مثلاً باپ کی عدم موجودگی میں دادا کو باپ تصور کیا جائے گا۔ ماں کی عدم موجودگی میں نانی کو ماں سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اولاد کی عدم موجودگی میں پوتوں اور پوتیوں کو اولاد سمجھ کر جائیداد حسب قواعد شرعی تقسیم کر دی جائے گی، لیکن امامیہ (اہل تشیع) کے نزدیک اولاد کی عدم موجودگی میں اولاد کی اولاد اپنے باپ یا ماں کی نمائندہ سمجھی جائے گی اور جائیداد ان میں علیٰ لنسب تقسیم ہوگی۔ اس اختلاف کی وضاحت حسب ذیل خاندان کی مثال سے کی جا سکتی ہے۔

مثال: جدامجد (ایک دادا) ہے جس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے جن کی اولاد میں ایک بیٹے کے دو بیٹے، دوسرے بیٹے کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی جبکہ جد کی بیٹی کی اولاد ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔

فرض کیجئے جدامجد کی زندگی میں اُس کا ایک بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اس صورت میں بالاتفاق جائیداد کے وارث صرف اس کا بیٹا اور بیٹی ہوں گے اس کا ایک بیٹا جو فوت ہوا ہے اس کی اولاد یعنی دادا کے پوتے اور پوتیاں دادا کی جائیداد کے اس حصے سے محروم ہو جائیں گی جو اگر ان کا باپ زندہ ہوتا تو اُسے ملتا اور جائیداد کے وارث جد (دادا) کا بیٹا اور بیٹی جو زندہ ہیں وہی ہوں گے اگر جد کی اولاد میں تینوں ہی فوت ہو جائیں تو اہل سنت کے مطابق پوتوں اور پوتیوں کو جد (دادا) کی اولاد سمجھ لیا جائے گا تو ان کے لیے شرعی قواعد کے مطابق مرد کے دو حصے اور عورت کا ایک حصہ کے تناسب سے (جو دو بیٹوں کی اولاد کے لیے جو تین بیٹوں اور ایک بیٹی پر مشتمل ہے) کل سات حصے بنیں گے ہر لڑکا 2/7 اور لڑکی 1/7 حصہ لے گی مگر فقہ جعفریہ مسلکِ اہل تشیع کی رو سے پہلے جد کے دو بیٹوں اور ایک بیٹی کے حصے نکالے جائیں گے جو علی الترتیب 2/5، 2/5 اور 1/5 ہوں گے پھر ہر ایک کا حصہ اس کی اولاد میں مرد کو عورت سے دوگنا کے اصول پر تقسیم کیا جائے گا۔۔۔ اب تک جو بیان کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یتیم پوتا اقربیت (قریبی ہونے) کے تشریحی اختلافات کی وجہ سے محروم وراثت ہو رہا ہے۔ یتیم پوتوں کی میراث کے احکام کے لئے ان احادیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

1۔ اصحاب الفرائض کو دینے کے بعد جو کچھ بچے وہ قریب ترین مرد کو دے دو۔

2۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ بیٹوں کی اولاد بیٹوں ہی کے حکم میں ہے، جبکہ ان کے علاوہ میت کا اور کوئی بیٹا موجود نہ ہو ان میں لڑکے لڑکوں کی طرح اور لڑکیاں لڑکیوں کی طرح میراث پائیں گی۔ (صحیح بخاری)

3۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک میت جس کے وارث اس کی بیٹی، پوتی اور بہن تھے ترکے کی تقسیم کے سوال

پر سائل کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو انہوں نے بیٹی کو نصف، پوتی کو 1/6 اور بہن کو بقایا 1/3 دلایا اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے مسئلہ میں یہی فیصلہ دیا تھا۔

جہاں تک محجوب الارث یتیموں کے مستقبل کی حفاظت کے لئے ان کو اُن کے دادا کی جائیداد سے حصہ دلانے کے لئے کوئی قانونی ذریعہ مہیا کرنے کا تعلق ہے یہ مقصد خلاف اسلام نہیں ہوسکتا اور کوئی بھی ذی شعور شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یتیم پوتے کو کچھ دلانے کا ذریعہ پیدا کرنا اسلامی احکامات کے خلاف ہے اگر کوئی سمجھتا ہے کہ اپنے باپ کی عدم موجودگی میں پوتا دادا کے لئے اقرب نہیں ہے تو یتیموں کے تحفظ اور بہبود کے لئے جواز روئے قرآن ضروری ہے حکومت اس سلسلے میں وصیت واجبہ اور نفقات کا قانون نافذ کرے۔ ایسی خاص صورتوں میں جبکہ دادا نہ تو زندگی میں کچھ دے سکا اور نہ ہی وصیت کرسکا تو ایسی صورت میں مصری قانون کی طرح وصیت واجب کے نفاذ کا اختیار عدالت کو دیا جائے۔ بہر حال ہمارے ملک پاکستان میں مسلم فیملی لاء آرڈیننس نمبر VIII مجریہ 1961ء کی دفعہ 4 کے تحت دادا کی وفات کے بعد موروثی اولاد باپ کے حصہ کے مطابق دادا کے ترکہ میں سے حصہ لینے کا حق رکھتی ہے۔ (Pesh.27PLD 1985)

دفعہ ہذا کے احکام کا مقصد ان پوتے اور پوتیوں کو تکالیف سے نجات دلانا ہے جن کے والدین دادا کی وفات سے پہلے وفات پا چکے ہوں۔ ایسی اولاد کو ترکہ کے حصہ سے باہر نہیں کیا جاسکتا (Sc J 841NLR 1990)۔ آرڈیننس کی دفعہ 4 کے احکام اسلامی احکامات یا اصولوں سے متصادم نہیں ہیں بلکہ اسلامی احکامات سے ہم آہنگ ہیں (YLR 12012004) اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یتیم پوتے کو دیا جانے والا حصہ اس کے باپ کی جانب سے دیا جانے والا حصہ نہیں بلکہ اسے دیا جانے والا حصہ اُسی کا ہے، کیونکہ باپ کی وفات کے بعد دادا کے لئے اقرب (قریبی) کی حیثیت اختیار کرگیا ہے۔۔۔ قرآن حکیم نے یتیموں کے حقوق کے متعلق جو احکامات دیئے ہیں انہیں سن کر دل دہل جاتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

اگر تقسیم وراثت کے موقع پر غیر وارث رشتہ دار اور یتیم اور محتاج موجود ہوں تو اس میں سے کچھ انہیں بھی دے دو اور ان سے نیک بات کہو (النساء 4:8)

اور لوگوں کو ڈرنا چاہئے اگر وہ اپنے پیچھے ناتواں بچے چھوڑ جاتے تو مرتے وقت کتنے خوفزدہ ہوتے لہٰذا انہیں (یتیموں کے بارے میں) اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور ان سے سیدھی بات کہنی چاہئے (النساء 4:9)

بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے۔ (النساء 4:10)

مفسرین کے نزدیک بھی اولاد کی عدم موجودگی میں بیٹے کی اولاد یعنی پوتے بھی اولاد کے حکم میں ہیں۔ (فتح القدیر، ابن کثیر) اللہ کریم ہماری درست سمت میں رہنمائی فرمائے۔

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ

موجودہ دور میں وراثت کے متعلق جس مسئلے کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے وہ میت کی اپنی حقیقی اولاد کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے

پوتی اور نواسے نواسی کی میراث کا مسئلہ ہے۔ اس کی بے چارگی اور محتاجی کو بنیاد بنا کر اسے بہت اچھالا گیا ہے، حالانکہ اس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر بیسویں صدی تک کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ دادا یا نانا کے انتقال پر اگر اس کا بیٹا موجود ہو تو اس کے دوسرے مرحوم بیٹے یا بیٹی کی اولاد کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

اس مسئلے میں نہ صرف مشہور فقہی مذاہب، حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نیز شیعہ، امامیہ، زیدیہ اور ظاہریہ سب متفق ہیں بلکہ غیر معروف ائمہ وفقہا کا بھی اس کے خلاف کوئی قول منقول نہیں، البتہ حکومت پاکستان نے 1961ء میں مارشل لاء کا ایک آرڈیننس جاری کیا، جس کے تحت یہ قانون نافذ کر دیا گیا کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور اپنے پیچھے ایسے لڑکے یا لڑکی کی اولاد چھوڑ جائے جس نے اس کی زندگی میں وفات پائی ہو تو مرحوم یا مرحومہ کی اولاد دیگر بیٹوں کی موجودگی میں اس حصے کو پانے کی حقدار ہوگی جو ان کے باپ یا ماں کو ملتا، اگر وہ اس شخص کی وفات کے وقت زندہ ہوتے۔

پاکستان میں اس قانون کے خلاف شریعت ہونے کے متعلق عظیم اکثریت نے دوٹوک فیصلہ کر دیا تھا کہ یہ قانون امت مسلمہ کے اجتماعی نقطہ نظر کے خلاف ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ

''اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری اولاد کے متعلق حکم دیتا ہے۔ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر ہے۔'' النساء 4:11

اس آیت کریمہ میں لفظ اولاد، ولد کی جمع ہے جو جنے ہوئے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں لفظ ولد دو طرح سے مستعمل ہے:

1۔ حقیقی، جو بلاواسطہ جنا ہوا ہو، یعنی بیٹا اور بیٹی۔

2۔ مجازی، جو کسی واسطے سے جنا ہوا ہو، یعنی پوتا اور پوتی۔

بیٹیوں کی اولاد، یعنی نواسی اور نواسے اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہی نہیں ہیں کیونکہ نسب باپ سے ملتا ہے۔ اس بنا پر نواسا اور نواسی لفظ ولد کی تعریف میں شامل نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک حقیقی معنی کا وجود ہوگا مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہے، یعنی لفظ ولد کے حقیقی معنی بیٹے اور بیٹی کی موجودگی میں پوتا اور پوتی مراد نہیں لیے جا سکتے، لہٰذا آیت کریمہ کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حقیقی بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے پوتی کا کوئی حق نہیں ہے، خواہ وہ پوتا پوتی زندہ بیٹے سے ہوں یا مرحوم بیٹے سے۔

اس کے متعلق امام جصاص اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''امت کے اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد میں صرف اولاد مراد ہے اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ پوتا، حقیقی بیٹے کے ساتھ اس میں شامل نہیں ہے اور نہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر حقیقی بیٹا موجود نہ ہو تو اس سے مراد بیٹوں کی اولاد ہے بیٹیوں کی نہیں، لہٰذا یہ لفظ صلبی اولاد کے لیے ہے اور جب صلبی نہ ہو تو بیٹے کی اولاد اس میں شامل ہے۔

(أحکام القرآن: 2/96)

اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

ترجمہ

''وراثت کے مقررہ حصے ان کے حقداروں کو دو، پھر جو بچ جائے وہ میت کے سب سے زیادہ قریبی مذکر کے لیے ہے۔''

(صحیح البخاری، الفرائض، باب میراث الولد من أبیہ وأمہ، حدیث:6732)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقررہ حصہ لینے والوں کے بعد وہ وارث ہوگا جو میت سے قریب تر ہوگا، چنانچہ بیٹا، درجے کے اعتبار سے پوتے کی نسبت قریب تر ہے، اس لیے پوتے کے مقابلے میں بیٹا وارث ہوگا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرمایا کہ پوتا بیٹے کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا۔ اس پر امام بخاری نے بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

ترجمہ

''پوتے کی وراثت جبکہ بیٹا موجود نہ ہو۔'' (صحیح البخاری، الفرائض، باب:7)

شریعت نے وراثت کے سلسلے میں الأقرب فالأقرب کے قانون کو پسند کیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ

''ہر ایک کے لیے ہم نے اس ترکے کے وارث بنائے ہیں جسے والدین اور قریب تر رشتہ دار چھوڑ جائیں۔'' (النساء 4:33)

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور والا رشتہ دار محروم ہوگا، لہٰذا بیٹے کی موجودگی میں پوتا وراثت سے حصہ نہیں پائے گا۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام نے وراثت کے سلسلے میں رشتہ داروں کے فقر و احتیاج اور ان کی بے چارگی کو بنیاد نہیں بنایا جیسا کہ یتیم پوتے کے متعلق اس قسم کا تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ مستقبل میں مالی معاملات کے متعلق ان کی ذمہ داری کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اگر اس سلسلے میں کسی کا محتاج اور بے بس ہونا بنیاد ہوتا تو لڑکی کو لڑکے کے مقابلے میں دوگنا حصہ ملنا چاہیے تھا کیونکہ لڑکے کے مقابلے میں لڑکی مال و دولت کی زیادہ حاجت مند ہے اور اس کی بے چارگی کے سبب میت کے مال میں اسے زیادہ حقدار قرار دیا جانا چاہیے تھا، جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ وراثت میں حاجت مندی، عدمِ کسب معاش یا بے چارگی قطعاً ملحوظ نہیں ہے۔

البتہ اسلام نے اس مسئلے کا حل یوں نکالا ہے کہ مرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے یتیم پوتے، پوتیوں، نواسے، نواسیوں اور دیگر غیر وارث حاجت مند رشتہ داروں کے حق میں مرنے سے پہلے اپنے ترکے سے کی وصیت کر جائے۔ اگر کوئی یتیم پوتے پوتیوں کے موجود ہوتے ہوئے دیگر غیر وارث افراد یا کسی خیراتی ادارے کے لیے وصیت کرتا ہے تو حاکم وقت کو اختیار ہونا چاہیے کہ وہ اسے ان کے حق میں کالعدم قرار دے کر حاجت مند یتیم پوتے، پوتیوں کے حق میں اس وصیت کو نافذ قرار دے۔ ہاں اگر دادا نے اپنی زندگی میں یتیم پوتے پوتیوں کو بذریعہ ہبہ ترکے کا کچھ حصہ پہلے ہی دے دیا ہے تو اس صورت میں وصیت کو کالعدم قرار دینے کے بجائے اسے عملاً نافذ کر دیا جائے۔

بَابٌ فِي مِيرَاثِ الْعَصَبَةِ

باب: عصبہ کی میراث کا حکم

2898- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ- وَهَذَا حَدِيثُ مَخْلَدٍ وَهُوَ الْأَشْبَعُ- قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْسِمُ الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ، عَلَى كِتَابِ اللَّهِ فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى ذَكَرٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کے مطابق، مال کو ذوی الفروض کے درمیان تقسیم کرو، ذوی الفروض جسے چھوڑ دے، وہ (میت کے) قریبی مرد رشتے دار کو ملے گا''۔

شرح

عصبہ وہ رشتہ دار ہیں جن کا کوئی خاص حصہ مقرر نہیں ہے، جب میت کا مال ذوی الفروض پر تقسیم ہو کر کچھ بچ رہے تو عصبات میں سے جو میت سے قریبی رشتہ رکھتا ہو حصہ پائے گا۔

ذوی الفروض اور عصبات میں اختلاف مذاہب اربعہ

1- باپ دادا کا دادی کے حاجب ہونے میں اختلاف: احناف، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک جدات صحیحہ کو ان کا میت کے ساتھ کوئی ذوی الفروض واسطہ محروم کر سکتا ہے یعنی ماں باپ دادا وغیرہ جبکہ حنابلہ کے راجح قول کے مطابق صرف ماں ہی جدات کو محروم کر سکتی ہے اور کوئی نہیں۔ پس ان کے نزدیک باپ دادا کی موجودگی میں ابوی جدات محروم نہیں ہوتیں اور باقی آئمہ کے نزدیک ہوتی ہیں۔

2- اخوہ مع الجد۔ احناف اور حنابلہ کے مفتی بہ اقوال کے مطابق جد کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بہن بھائی بھی محروم ہیں۔ شوافع و مالکیہ ان کو جد کے ساتھ شریک مانتے ہیں۔ اس کی تفصیل کیلئے اخوہ مع الجد کے باب کا مطالعہ بہتر رہے گا۔

3- مسئلہ مشترکہ میں اخیافی بھائیوں کی موجودگی میں حقیقی بھائی محروم ہوتے ہیں۔ اس میں حنابلہ اور احناف کے ہاں حقیقی بھائی حسب قاعدہ محروم ہوتے ہیں لیکن شوافع اور مالکیہ ان کو اخیافی بہن بھائیوں کے ساتھ ثلث میں اخیافیوں کے طریقے پر شریک کر دیتے ہیں۔

4- رد کے مسئلے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جن وارثوں کا حصہ از روئے شریعت مقرر ہے ان کو ان کا وہی حصہ دے دیا جائے اور جو بچ جائے وہ بیت المال میں رکھا جائے اور اسی پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری کا فتویٰ ہے لیکن دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان کا قول نہیں لیا اس لئے احناف اور حنابلہ رد کے قائل ہوئے تاہم بعد میں شوافع اور مالکیہ کے متاخرین نے بیت المال کا صحیح انتظام نہیں ہونے کی وجہ سے احناف کے طریقہ

پر رد کا فتویٰ دیا ہے۔

جو حضرات رد کے قائل ہیں ان کے ہاں پھر تین قول ہیں۔

الف۔ سوائے میاں/ بیوی کے سب پر رد کیا جائے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

ب۔ میاں/ بیوی پر بھی رد کیا جاسکتا ہے۔ یہ قول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے لیکن اس پر کسی کا عمل نہیں ہے۔

ج۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ چھ وارثوں کے سوا سارے ذوی الفروض پر رد کیا جائے اور وہ یہ ہیں۔ خاوند، بیوی، بیٹی کی موجودگی میں پوتی، حقیقی بہن کی موجودگی میں سوتیلی بہن، ماں کی موجودگی میں ماں کی اولاد، کسی بھی ذوی الفروض کی موجودگی میں دادی۔ اسی پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے۔

بَابٌ فِي مِيرَاثِ ذَوِي الْأَرْحَامِ

باب: ذوی الارحام کی میراث کا حکم

2899 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ بُدَيْلٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ عَبْدِ اللهِ بْنِ لُحَيٍّ، عَنِ الْمِقْدَامِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيَّ وَرُبَّمَا قَالَ: إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَأَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، أَعْقِلُ لَهُ وَأَرِثُهُ، وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، يَعْقِلُ عَنْهُ وَيَرِثُهُ

۞۞ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص قرضہ یا بال بچے چھوڑ کر جائے گا، تو وہ میری طرف آئیں گے (بعض اوقات راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) اللہ اور اس کے رسول کی طرف آئیں گے اور جو شخص مال چھوڑ کر جائے گا، وہ اس کے ورثاء کو ملے گا، اور جس کا کوئی وارث نہ ہو، میں اس کا وارث ہوں، میں اس کی طرف سے دیت بھی ادا کروں گا اور اس کا وارث بھی بنوں گا اور جس کا کوئی وارث نہ ہو، ماموں اس کا وارث ہوتا ہے، وہ اس کی طرف سے دیت بھی ادا کرے گا اور اس کا وارث بھی بنے گا''

للذکر مثل حظ الانثیین کا آسان طریقہ

اس کی ضرورت عصبات اور ذوی الارحام میں آتی ہے اس کے لئے آسان طریقہ بتایا جاتا ہے اس آسان طریقے پر عمل سے صحیح مسئلہ بہت آسان ہوجاتا ہے۔

اس قرآنی قاعدے کے مطابق عصبات اور ذوی الارحام میں مرد اور عورتیں جمع ہونے کی صورت میں مرد کو عورت کے حصہ

2909- اسنادہ صحیح۔ عمرو بن عثمان: ھو ابن عفان الاموی، و علی بن الحسین: ھو ابن علی بن ابی طالب، وسفیان: ھو ابن عیینۃ، ومسدد: ھو ابن مسرھد۔ واخرجہ البخاری (4283) و (6764)، ومسلم (1614)، وابن ماجہ (2729)، والترمذی (2239) و (2240)، والنسائی فی "الکبری" (6339-6347) و (6349) من طرق عن ابن شھاب الزھری، بھذا الاسناد۔ وھو فی "مسند احمد" (21747)، و"صحیح ابن حبان" (6033)

سے دگنا مال دیا جاتا ہے۔ اس میں عورت کا حصہ 1 فرض کیا جائے تو مرد کا 2 بن جائے گا۔ اب جتنی تعداد مردوں کی ہے اس کو 2 سے ضرب دی جائے اس میں عورتوں کی تعداد کو جمع کریں۔ دوسرے لفظوں میں مردوں سے بھی عورتیں بنائیں گویا کہ کل اتنی عورتیں موجود ہیں جن میں عصبات کے لئے موجود سہام تقسیم کرنے ہوں گے پس اگر وہ سہام اس مجموعہ پر قابل تقسیم ہو تو ہر عورت کے حصے میں جتنے سہام آئیں گے وہ ہر عورت کا حصہ اور اس کے دگنے سہام ہر مرد کا حصہ قرار پائے گا۔

اگر وہ سہام ان مفروضہ عورتوں کی تعداد پر نا قابل تقسیم ہو تو حسب قاعدہ نمبر 1 ذوی الفروض ورثاء کے ساتھ ان مفروضہ عورتوں کی تعداد کا ذو اضعاف اقل معلوم کر کے سارے ورثاء کے سہام کو اس سے ضرب دے کر ان کی اپنی اپنی تعداد پر تقسیم کریں تو ہر وارث بشمول ان مفروضہ عورتوں کے فی کس سہام معلوم ہو جائیں گے۔ یاد رہے کہ اب کل سہام 24 نہیں بلکہ 24 اور اس ذو اضعاف اقل کا حاصل ضرب ہوگا۔ جتنے سہام 24 میں عصبات کے مفروضہ عورتوں کے لئے فی کس آئے ہیں وہ تو عورتوں کے ہوں گے اور ان سے دگنے ہر عصبہ مرد کے لئے ہوں گے۔

2900 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ بُدَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ، عَنِ الْمِقْدَامِ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيْعَةً فَإِلَيَّ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَأَنَا مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ أَرِثُ مَالَهُ وَأَفُكُّ عَانَهُ، وَالْخَالُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ يَرِثُ مَالَهُ وَيَفُكُّ عَانَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ عَائِذٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ، وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَاشِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَقُولُ الضَّيْعَةُ مَعْنَاهُ عِيَالٌ

حضرت مقدام کندی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میں ہر مومن کے لیے اس کی جان سے زیادہ قریب ہوں' تو شخص قرض چھوڑ کر جائے گا' یا بال بچے چھوڑ کر جائے گا' وہ میری طرف آئیں گے اور جو مال چھوڑ کر جائے گا' تو وہ اس کے ورثاء کو ملے گا' جس کا کوئی مولیٰ نہ ہو' میں اس کا مولیٰ ہوں' میں اس کے مال کا وارث بنوں گا' اور اس کی طرف سے قرض ادا کروں گا اور جس کا کوئی مولیٰ نہ ہو' اس کا ماموں مولیٰ ہوتا ہے' جو اس کے مال کا وارث بنتا ہے اور اس کا قرض ادا کرتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) لفظ ضیعۃ سے مراد بال بچے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2901 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَتِيقٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، اَفُكُّ عَانِيَهُ، وَاَرِثُ مَالَهُ، وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، يَفُكُّ عَانِيَهُ وَيَرِثُ مَالَهُ

صالح بن یحییٰ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت مقدام رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا میں وارث ہوں میں اس کا قرض بھی ادا کروں گا اور اس کے مال کا وارث بھی بنوں گا اور جس کا کوئی وارث نہ ہو تو ماموں اس کا وارث ہوتا ہے جو اس کا قرض ادا کرتا ہے اور اس کے مال کا وارث بنتا ہے"

2902 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْيَانَ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ، عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ وَرْدَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ مَوْلًى لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَاتَ، وَتَرَكَ شَيْئًا وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا، وَلَا حَمِيمًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَعْطُوا مِيرَاثَهُ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ قَرْيَتِهِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ سُفْيَانَ اَتَمُّ وَقَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَاهُنَا اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ اَرْضِهِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَاَعْطُوهُ مِيرَاثَهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام فوت ہو گیا وہ کوئی مال چھوڑ کر مرا تھا اس کی نہ تو کوئی اولاد تھی اور نہ ہی کوئی رشتے دار تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی وراثت کا مال اس کی بستی کے رہنے والوں میں سے کسی شخص کو دے دو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔ مسدد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا یہاں اس کی سرزمین سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس کی وراثت اسے دے دو۔

2903 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ جِبْرِيلَ بْنِ اَحْمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: اِنَّ عِنْدِي مِيرَاثَ رَجُلٍ مِنَ الْاَزْدِ، وَلَسْتُ اَجِدُ اَزْدِيًّا اَدْفَعُهُ اِلَيْهِ؟ قَالَ: اذْهَبْ فَالْتَمِسْ اَزْدِيًّا حَوْلًا قَالَ: فَاَتَاهُ بَعْدَ الْحَوْلِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمْ اَجِدْ اَزْدِيًّا اَدْفَعُهُ اِلَيْهِ؟ قَالَ: فَانْطَلِقْ فَانْظُرْ اَوَّلَ خُزَاعِيٍّ تَلْقَاهُ فَادْفَعْهُ اِلَيْهِ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: عَلَيَّ الرَّجُلَ فَلَمَّا جَاءَهُ، قَالَ: انْظُرْ كُبْرَ خُزَاعَةَ فَادْفَعْهُ اِلَيْهِ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: میرے پاس "ازد" قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی وراثت کا مال ہے، مجھے ازد قبیلے سے تعلق رکھنے والا کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس کے حوالے میں اُسے کر سکوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور ایک سال ازد قبیلے سے تعلق رکھنے والے کسی

شخص کو تلاش کرو، راوی بیان کرتے ہیں: ایک سال کے بعد وہ شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے ازد قبیلے سے تعلق رکھنے والا کوئی ایسا شخص نہیں ملا، جس کے سپرد میں وہ مال کرسکوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور خزاعہ سے تعلق رکھنے والا جو شخص تمہیں سب سے پہلے ملے یہ اس کے حوالے کردو وہ شخص ابھی اُٹھ کے گیا ہی تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس بلا کر لاؤ، جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خزاعہ کے کسی بڑے شخص کا جائزہ لینا اور اس کے حوالے یہ کردینا۔

2904 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ اَسْوَدَ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ جِبْرِيلَ بْنِ اَحْمَرَ اَبِي بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ، فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيرَاثِهِ، فَقَالَ: الْتَمِسُوا لَهُ وَارِثًا، اَوْ ذَا رَحِمٍ، فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ وَارِثًا وَلَا ذَا رَحِمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَعْطُوهُ الْكُبْرَ مِنْ خُزَاعَةَ وَقَالَ يَحْيَى: قَدْ سَمِعْتُهُ مَرَّةً يَقُولُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: انْظُرُوا اَكْبَرَ رَجُلٍ مِنْ خُزَاعَةَ

ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان کرتے ہیں: خزاعہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کی وراثت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائی گئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے کسی وارث یا قریبی رشتے دار کو تلاش کرو، لوگوں کو اس کا کوئی وارث یا قریبی رشتے دار نہ ملا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ مال خزاعہ سے تعلق رکھنے والے کسی بڑے کو دے دو، ایک مرتبہ راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "خزاعہ" سے تعلق رکھنے والے کسی بڑے شخص کو ڈھونڈو۔

2905 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَوْسَجَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَجُلًا مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا اِلَّا غُلَامًا لَهُ كَانَ اَعْتَقَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَهُ اَحَدٌ؟ قَالُوا: لَا، اِلَّا غُلَامًا لَهُ كَانَ اَعْتَقَهُ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيرَاثَهُ لَهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا صرف اس کا ایک غلام تھا، جسے اس نے آزاد کیا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا اس کا (کوئی رشتے دار) ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: صرف ایک غلام ہے جسے اس نے آزاد کیا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس مرحوم کی وراثت غلام کو دے دی۔

بَابُ مِيرَاثِ ابْنِ الْمُلَاعَنَةِ

باب: لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث کا حکم

2906 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ رُؤْبَةَ التَّغْلِبِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ النَّصْرِيِّ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

الْمَرْأَةُ تُحْرِزُ ثَلَاثَةَ مَوَارِيثَ: عَتِيقَهَا، وَلَقِيطَهَا، وَوَلَدَهَا الَّذِي لَاعَنَتْ عَنْهُ

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عورت تین طرح کی وراثت حاصل کر لیتی ہے، اپنے غلام کی، اپنے اس بچے کی، جو اسے کہیں سے ملا ہو اور اس بچے کی، جس کے بارے میں اس نے (شوہر سے) لعان کیا ہو''۔

شرح

اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کی" سے مراد یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے کسی غلام کو آزاد کیا اور وہ آزاد شدہ غلام اس حالت میں مرا کہ اس کا کوئی نسبی عصبہ نہیں تھا تو جس طرح ایک مرد اس صورت میں اپنے آزاد شدہ غلام کا وارث ہوتا ہے اسی طرح یہ عورت بھی اپنے اس آزاد شدہ غلام کی میراث پائیگی۔ دوسرے اپنے لقیط کی" سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی عورت نے کہیں راستہ میں پڑا ہوا کوئی بچہ پایا اور اسے پالا پوسا تو اب یہ عورت اس کی وارث ہوگی کہ اس لقیط کے مرنے کے بعد اس کی میراث پائیگی چنانچہ حضرت اسحق بن راہویہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن علماء کا یہ مسلک ہے کہ ملتقط (یعنی لقیط کو اٹھانیوالا) حق ولاء نہیں رکھتا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو عورت کسی بچہ کو اٹھالے اور اسے پالے پوسے تو وہ اس کی وارث نہیں ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد گرامی حدیث (لا ولاء لها الولا ولاء العتاقة) کے ذریعہ لقیط کے حق ولاء کو آزاد کرنیوالے کے ساتھ مختص کیا ہے چنانچہ ان علماء کے نزدیک یہ حکم کہ عورت اپنے لقیط کی وارث ہوتی ہے منسوخ ہے۔

البتہ قاضی نے اس حکم کا جو مطلب بیان کیا ہے اس کے پیش نظر اس کو منسوخ کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ لقیط کا چھوڑا ہوا مال واسباب بیت المال کا حق ہے ہاں جس عورت نے لقیط کو اٹھایا اور اسے پالا پوسا وہ دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں اس بات کی زیادہ مستحق اور اولی ہے کہ بیت المال کی طرف سے وہ مال جو اس لقیط نے چھوڑا ہے اس عورت پر صرف کیا جائے۔ لعان اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا ہے اس کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں ہے اور وہ اس کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے پر لعنت ملامت کریں اس کا تفصیلی ذکر ان شاء اللہ باب اللعان میں آئیگا لہٰذا جس بچہ کے پیدا ہونے میں لعان ہوا ہے۔

اس بچہ کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ وہ بچہ اور باپ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کیونکہ وارثت کا تعلق نسب سے ہوتا ہے جو اس صورت میں منتفی ہوتا ہے البتہ اس بچہ کا نسب چونکہ ماں سے ثابت ہوتا ہے اس لئے وہ بچہ اور ماں آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ ولد الزنا کا بھی یہی حکم ہے۔

2907 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَمُوسَى بْنُ عَامِرٍ، قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنَا مَكْحُولٌ قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيرَاثَ ابْنِ الْمُلَاعَنَةِ لِأُمِّهِ، وَلِوَرَثَتِهَا مِنْ بَعْدِهَا،

مکحول رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث اس کی ماں کو اور اس کی ماں کے بعد اس کی ماں کے ورثاء کو دی تھی (یا مقرر کی تھی)۔

2908 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، أَخْبَرَنِي عِيسَى أَبُو مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ هَلْ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ؟

باب: کیا مسلمان' کافر کا وارث بنے گا؟

2909 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بنتا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بنتا''

2910 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِي حَجَّتِهِ؟ قَالَ: وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنْزِلًا؟ ثُمَّ قَالَ: نَحْنُ نَازِلُونَ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ - يَعْنِي الْمُحَصَّبَ - وَذَاكَ أَنَّ بَنِي كِنَانَةَ حَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلَى بَنِي هَاشِمٍ: أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ، وَلَا يُبَايِعُوهُمْ، وَلَا يُؤْوُوهُمْ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَالْخَيْفُ الْوَادِي

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں عرض کی: یارسول اللہ! کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں پڑاؤ کریں گے؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقع کی بات ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا عقیل نے ہمارے لیے صلی اللہ علیہ وسلم کوئی رہائش گاہ چھوڑی ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بنو کنانہ کے خیف میں پڑاؤ کریں گے، جہاں قریش نے کفر پر ثابت قدم رہنے کی قسم اٹھائی تھی (یعنی معاہدہ کیا تھا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ''وادی خیف'' تھی، اس کی وجہ یہ ہے: بنو کنانہ نے اس جگہ پر قریش سے یہ حلف لیا تھا، جو بنو ہاشم کے خلاف تھا کہ وہ لوگ ان کے ساتھ نکاح نہیں کریں گے ان کے ساتھ خرید و فروخت نہیں کریں گے اور انہیں پناہ نہیں دیں گے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''خیف'' ایک وادی ہے۔

2911 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دو مختلف دینوں سے تعلق رکھنے والے لوگ' ایک دوسرے کے وارث نہیں بنتے ہیں''

2912 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَكِيمٍ الْوَاسِطِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، أَنَّ أَخَوَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، يَهُودِيٌّ وَمُسْلِمٌ، فَوَرَّثَ الْمُسْلِمَ مِنْهُمَا، وَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، أَنَّ رَجُلًا حَدَّثَهُ أَنَّ مُعَاذًا، حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ، فَوَرَّثَ الْمُسْلِمَ.

❁❁ عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں: دو آدمی ایک یہودی اور ایک مسلمان، یحییٰ بن معمر کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئے، تو انہوں نے مسلمان کو وارث قرار دے دیا اور یہ بات بیان کی: ابواسود نے مجھے یہ بات بتائی ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی تھی، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اسلام اضافہ کرتا ہے، کمی نہیں کرتا'' تو انہوں نے مسلمان کو وارث قرار دیا۔

2913 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، أَنَّ مُعَاذًا، أُتِيَ بِمِيرَاثٍ يَهُودِيٍّ وَارِثُهُ مُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ ابواسود دیلی بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی کی وراثت کا مسئلہ لایا گیا، جس کا وارث ایک مسلمان بنتا تھا، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حسب سابق حدیث منقول ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ أَسْلَمَ عَلَى مِيرَاثٍ

باب: جو میراث (کی تقسیم ہوجانے کے بعد) مسلمان ہوا ہو

2914 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ قَسْمٍ، قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلَى مَا قُسِمَ لَهُ، وَكُلُّ قَسْمٍ أَدْرَكَهُ الْإِسْلَامُ فَهُوَ عَلَى قَسْمِ الْإِسْلَامِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہر وہ تقسیم جو زمانہ جاہلیت میں ہو چکی ہو، (وہ اس کے مطابق باقی رہے گی) اور جو اسلام کے آنے تک نہیں ہوئی تھی، وہ اسلامی قوانین کے مطابق ہوگی''۔

2912-اسناده ضعيف لابهام الرجل الذى حدث ابا الاسود - وهو ظالم بن عمرو الدؤلي - وقد اختلف فيه على عمرو بن ابى حكيم كما سياتى. عبد الوارث: هو ابن سعيد، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البيهقى 6/254 - 255 من طريق مسدد، بهذا الاسناد. واخرجه الطيالسى (568)، وابن ابى شيبة 11/374، واحمد (22005)، وابن ابى عاصم فى "السنة" (954)، ووكيع فى "اخبار القضاة" 1/98-99، والطبرانى فى "الكبير" 20/(338)، والحاكم 4/344، والبيهقى 6/254، والجورقانى فى "الاباطيل" (550)

بَابٌ فِي الْوَلَاءِ

باب: ولاء کا بیان

ولاء کی لغوی تشریح کا بیان

ولاء عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "و،ل،ی" ہے ولی کا مطلب ہے دوست، مددگار، حلیف، قریبی، حامی اسی سے ولاء کا لفظ بنا ہے جس کا مطلب ہے دوستی، قربت، محبت، نصرت، حمایت۔ جب یہ لفظ ال کے اضافے کے ساتھ الولاء کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو یہ ایک شرعی اصطلاح بن جاتی ہے جس کا مطلب یہ واضح کرنا ہے کہ مومن آدمی کو کس کس سے دوستی اور محبت کرنی چاہیے۔ الولاء کا لفظ شرعی اصطلاح میں اس قدر جامع ہے کہ اردو کے کسی ایک لفظ کے ساتھ اس کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی مشکل ہے ہم نے اس کی ترجمانی کے لیے "دوستی" کا لفظ منتخب کیا ہے لیکن اس دوستی سے مراد وہ سرسری تعلقات نہیں جو عارضی مفادات یا بعض دیگر وقتی اسباب کے تابع ہوتے ہیں بلکہ اس دوستی سے مراد وہ قلبی تعلق ہے جو ہمیشہ قائم رہے اور جس میں دلی محبت اور وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہو سر سے خون کی ندیاں ہی کیوں نہ گزر جائیں لیکن اس دوستی میں ذرہ برابر فرق نہ آئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2387)

شہاب کہتے تھے کہ سنت جاری ہے اس بات پر جب غلام آزاد ہو جائے اس کا مال اسی کو ملے گا۔ امام مالک نے کہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ غلام اور مکاتب جب مفلس ہو جائیں تو ان کے مالک اور ام ولد لے لیں گے مگر اولاد کو نہ لیں گے کیونکہ اولاد غلام کا مال نہیں ہے۔

امام مالک نے کہا ہے اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ غلام جب بیچا جائے اور خریدار اس کے مال لینے کی طرف کرے تو اولاد اس میں داخل نہ ہوگی۔

امام مالک نے کہا ہے غلام اگر کسی کو زخمی کرے تو اس دیت میں وہ خود اور مال اس کا گرفت کیا جائے گا مگر اس کی اولاد سے مواخذہ نہ ہوگا۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1153)

یعنی ولاء کا معنی غلام یا لونڈی کا ترکہ جب وہ مر جائے تو اس کا آزاد کرنے والا اس کا وارث بنے۔ عرب میں غلام اور آقا کے اس تعلق کو بیع کرنے یا ہبہ کرنے کا رواج تھا۔ شارع نے اس سے منع کر دیا۔ اس لیے کہ ولاء نسب کی طرح ہے جو کسی طور بھی زائل نہیں ہوسکتا۔ اس پر تمام فقہاء عراق اور حجاز کا اتفاق ہے۔ (حاشیہ، بخاری، کتاب العتاق)

علامہ ابن مازہ بخاری حنفی علیہ الرحمہ ولاء سے متعلق لکھتے ہیں۔

فرع في الأصل على ما إذا مات المعتق عن ابنين، فقال: لو مات الابنان ولأحدهما ابن وللآخر ابنان ثم مات المعتق فميراث المعتق بينهم، لأن الولاء لم يصر ميراثاً بين ابن المعتق بل هو باق

لى المعتق على حاله، ثم يخلفه فيه أقرب عصبة على ما ذكرنا، وهؤلاء في القرب إليه على السواء

(محیط برہانی، ج ۴، ص ۱۷۶، بیروت)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مال کا وارث ہوتا ہے وہ ولاء کا بھی وارث ہوتا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 290)

آزاد شدہ غلام کے مال کو ولاء کہتے ہیں لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً زید کا باپ مر گیا پھر اس کے بعد اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام یا اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام مرا تو اب یہ شخص یعنی زید اس کے مال کا وارث ہوگا کیونکہ جس طرح یہ اپنے باپ کی دیگر املاک کا وارث ہوتا ہے اسی طرح اپنے باپ کے ولاء کا بھی وارث ہے لیکن یہ حکم صرف عصبہ کے ساتھ مخصوص ہے یعنی جو عصبہ وارث مثلاً بیٹا بنفسہ ہونے کی حیثیت سے میت کے مال کا وارث ہوتا ہے وہی عصبہ ولاء کا وارث ہوگا لہٰذا آزاد کرنیوالے کی بیٹی اپنے باپ کے ولاء کی وارث نہیں ہوگی کیونکہ اگرچہ وہ اپنے باپ کے مال کی وارث ہوتی ہے مگر عصبہ نہیں ہوتی بلکہ عصبہ بنفسہ تو صرف مرد ہوتے ہیں عورتیں عصبہ بنفسہ نہیں ہوتیں ہاں عورت ایسے آزاد شدہ غلام کے مال کی تو وارث ہوتی ہے جسے اس نے خود آزاد کیا ہو یا اس کو اس کے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو۔

2915 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: قُرِءَ عَلَى مَالِكٍ، وَأَنَا حَاضِرٌ، قَالَ مَالِكٌ: عَرَضَ عَلَيَّ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تُعْتِقُهَا، فَقَالَ: أَهْلُهَا نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ ذَاكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات نقل کی ہے: انہوں نے ایک کنیز خرید کر اسے آزاد کرنے کا ارادہ کیا، تو اس کے مالکان نے یہ کہا: ہم اسے اس شرط پر فروخت کریں گے کہ اس کی ولاء کا حق ہمارے لیے ہوگا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ چیز تمہیں اس سے نہ روکے، کیونکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔

2916 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْطَى الثَّمَنَ وَوَلِيَ النِّعْمَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ولاء کا حق اسے حاصل ہوتا ہے، جو قیمت ادا کرتا ہے اور نعمت کا ولی بنتا ہے (یعنی آزاد کرتا ہے)"۔

2917 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ،

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رِئَابَ بْنَ حُذَيْفَةَ، تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَوَلَدَتْ لَهُ ثَلَاثَةَ غِلْمَةٍ، فَمَاتَتْ أُمُّهُمْ فَوَرَّثُوهَا رِبَاعَهَا، وَوَلَاءَ مَوَالِيهَا، وَكَانَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ عَصَبَةَ بَنِيهَا، فَأَخْرَجَهُمْ إِلَى الشَّامِ فَمَاتُوا، فَقَدِمَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، وَمَاتَ مَوْلًى لَهَا وَتَرَكَ مَالًا لَهُ، فَخَاصَمَهُ إِخْوَتُهَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ عُمَرُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَحْرَزَ الْوَلَدُ أَوِ الْوَالِدُ فَهُوَ لِعَصَبَتِهِ مَنْ كَانَ قَالَ: فَكَتَبَ لَهُ كِتَابًا فِيهِ شَهَادَةُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَرَجُلٍ آخَرَ. فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عَبْدُ الْمَلِكِ اخْتَصَمُوا إِلَى هِشَامِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ - أَوْ إِلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ هِشَامٍ - فَرَفَعَهُمْ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ فَقَالَ: هٰذَا مِنَ الْقَضَاءِ الَّذِي مَا كُنْتُ أَرَاهُ. قَالَ: فَقَضٰى لَنَا بِكِتَابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَنَحْنُ فِيهِ إِلَى السَّاعَةِ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: رباب بن حذیفہ نے ایک خاتون کے ساتھ شادی کر لی، اس نے ان کے تین بچوں کو جنم دیا، ان بچوں کی ماں کا انتقال ہو گیا، وہ بچے اس خاتون کی زمین اور اس کے غلاموں کی ولاء کے وارث بن گئے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس خاتون کے بچوں کے عصبہ تھے، وہ ان بچوں کو لے کر شام چلے گئے، ان بچوں کا انتقال ہو گیا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آئے، اس دوران اس عورت کے ایک غلام کا بھی انتقال ہو چکا تھا اور وہ بھی مال چھوڑ کر گیا تھا، تو اس خاتون کے بھائیوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں جھگڑا کیا، یہ معاملہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''بیٹا یا باپ جو بھی مال جمع کرتا ہے، وہ اس کے عصبہ کو ملتا ہے، خواہ وہ جو کوئی بھی ہو''

پھر انہوں نے اس فیصلے کی ایک تحریر لکھوائی، جس میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ایک اور آدمی کی گواہی بھی نقل ہوئی۔ جب عبدالملک خلیفہ بنا، تو عورت کے بھائیوں نے ہشام بن

اسماعیل (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اسماعیل بن ہشام کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا، اس نے انہیں عبدالملک کے پاس بھیج دیا، تو عبدالملک نے کہا: یہ تو وہی فیصلہ ہے، جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ میں اسے پہلے بھی دے چکا ہوں، تو اس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تحریر کے مطابق ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا، اور آج تک وہ سارا مال ہمارے پاس ہی ہے۔

ولاء سے متعلق حکم میراث کا بیان

ایک شخص عاقل بالغ کسی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا اس نومسلم نے اس سے یا کسی دوسرے سے موالاۃ کی یعنی یہ کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میرا وارث تو ہے اور مجھ سے کوئی جنایت ہو تو دیت تجھے دینی ہوگی اس نے قبول کر لیا یہ موالاۃ صحیح ہے اس کا نام مولی الموالاۃ ہے اور دونوں جانب سے بھی موالاۃ ہو سکتی ہے یعنی ہر ایک دوسرے سے کہے کہ تو میرا وارث ہوگا اور میری جنایت کی دیت دے گا اور دوسرا قبول کرے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ مولیٰ عرب میں سے نہ ہو۔

جب نابالغ مشرف باسلام ہوا اور اس نے موالاۃ کی یہ ناجائز ہے اگرچہ اپنے باپ یا وصی کی اجازت سے کی ہو اور بالغ عاقل

نے نابالغ عاقل سے موالاۃ کی اور اس کے باپ یا وصی نے اجازت دے دی ہو تو موالاۃ جائز ہے۔ یونہی اگر غلام نے موالاۃ کی تو اس کے مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے وہ جائز کر دے گا جائز ہوگی ورنہ نہیں۔ (درمختار، ردالمحتار)

جس شخص سے اس نے موالاۃ کی ہے اب یہ (مولیٰ اسفل) اس ولا کو فسخ کرنا چاہتا ہے تو اس کی موجودگی میں فسخ کر سکتا ہے یعنی اس کو علم ہو جانا ضروری ہے کیونکہ یہ عقد غیر لازم ہے تنہا فسخ کر سکتا ہے دوسرے کی رضامندی ضروری نہیں اور اگر دوسرے سے موالاۃ کر لی تو پہلی موالاۃ فسخ ہوگئی اس میں علم کی ضرورت نہیں کہ دوسرے سے عقد کرنے ہی سے پہلی موالاۃ خود بخود فسخ ہوگئی مگر شرط یہ ہے کہ اس نے اس کی طرف سے دیت ادا نہ کی ہو اور اگر اس نے کسی معاملہ میں دیت دے دی ہے تو اب نہ فسخ کر سکتا ہے نہ دوسرے سے موالاۃ کر سکتا ہے بلکہ اس کی اولاد کی طرف سے بھی اگر اس نے دیت دے دی جب بھی فسخ نہیں کر سکتا نہ دوسرے سے موالاۃ کر سکتا ہے۔ موالاۃ کرنے کے وقت جو اس کے نابالغ بچے ہیں یا اس عقد کے بعد جو پیدا ہوئے سب اس ولا میں داخل ہیں بالغ اولادوں سے اس عقد کا تعلق نہیں یعنی یہ دوسرے سے موالاۃ کر سکتے ہیں۔ (ردالمحتار)

مولیٰ العتاقہ یعنی وہ غلام جسے مولیٰ (مالک) نے آزاد کر دیا ہے وہ دوسرے سے موالاۃ نہیں کر سکتا۔ موالاۃ کا یہ حکم ہے کہ اگر جنایت کرے تو دیت لازم ہوگی اور ان میں سے کوئی مرجائے تو دوسرا وارث ہو جاتا ہے مگر اس کا مرتبہ تمام وارثوں سے موخر ہے جب کوئی وارث نہ ہو یعنی ذوی الارحام بھی نہ ہو تو یہ وارث ہوگا۔ (ہدایہ)

عورت نے موالاۃ کی یا موالاۃ کا اقرار کیا اور اس کے ساتھ کوئی بچہ مجہول النسب ہے یا موالاۃ کے بعد پیدا ہوا یہ بچہ بھی عقد موالاۃ کے حکم میں داخل ہے۔ مرد نے اسلام قبول کر کے ایک شخص سے موالاۃ کی اور عورت نے اسلام لا کر دوسرے سے موالاۃ کی تو ان دونوں سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کا تعلق باپ کے مولیٰ سے ہوگا ماں کے مولیٰ سے نہیں ہوگا۔ (عالمگیری)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ عَلَى يَدَيِ الرَّجُلِ

باب: ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا

2918- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى- قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ابْنُ حَمْزَةَ- عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَوْهَبٍ، يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، قَالَ هِشَامٌ: عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَقَالَ يَزِيدُ: إِنَّ تَمِيمًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا السُّنَّةُ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ عَلَى يَدَيِ الرَّجُلِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهِ

❁❁ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ! جب کوئی شخص کسی دوسرے مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا ہے، تو اس کے بارے میں سنت کیا ہوگی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ اس کی زندگی اور موت (ہر عالم میں) دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہوگا''۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الْوَلَاءِ

باب: ولاء کو فروخت کرنا

2919 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ، وَعَنْ هِبَتِهِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو فروخت کرنے یا اسے ہبہ کرنے سے منع کیا ہے۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ایک دن بریرہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے نو اوقیہ پر اس شرط کے ساتھ مکاتبت کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ ادا کیا کروں گی لہذا آپ میری مدد کیجئے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو یہ پسند ہو کہ میں سب کے سب اوقیے ایک ہی مرتبہ میں انہیں دے دوں اور پھر تجھے آزاد کردوں تو ایسا کر سکتی ہوں لیکن اس صورت میں حق ولاء مجھے حاصل ہوگا بریرہ یہ سن کر اپنے مالکوں کے پاس گئی اور ان کے سامنے یہ صورت رکھی مگر انہوں نے اسے نامنظور کر دیا اور کہا کہ ہم صرف اس شرط کے ساتھ تجھے بیچ سکتے ہیں کہ حق ولاء ہمیں حاصل ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کہ تم اسے لے کر آزاد کردو اس کا حق ولاء تمہیں ہی حاصل ہوگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے یعنی مشروع نہیں ہیں جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے اگرچہ وہ سو شرطیں ہوں (یعنی جو شرط ناجائز و نامشروع ہے اسے چاہے کوئی سو بار ہی کیوں نہ عائد کرے وہ باطل ہی رہے گی اور اس کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی)۔ اور اللہ ہی کا حکم سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی شرط سب سے زیادہ مضبوط ہے یعنی بیع وشراء کے معاملات میں اللہ نے جو احکام دیئے ہیں بہرصورت ان ہی کی تعمیل ضروری ہے اور اللہ نے جو شرائط مقرر کی ہیں صرف انہی کا لحاظ ضروری ہے اپنی طرف سے عائد کردہ کوئی شرط بھی قابل عمل نہیں ہوگی جان لو حق ولاء اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو آزاد کرے۔

(بخاری مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 103)

مکاتبت غلام اور اس کے مالک کے درمیان ایک خاص نوعیت کے معاہدہ کا اصطلاحی نام ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ غلام کا مالک اسے اس شرط پر آزاد کرتا ہے کہ روپیہ کی اتنی مقدار اتنی مدت میں دینی ہوگی غلام اسے قبول ومنظور کر لیتا ہے چنانچہ غلام اگر روپیہ کی وہ مقدار اس متعینہ مدت میں ادا کر لیتا ہے تو اپنے مالک کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اگر وہ مقدار ادا نہیں کر پاتا تو پھر جوں کا توں اس کی غلامی میں رہتا ہے اس معاملہ کو مکاتبت یا کتابت اور اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔ ولاء آزاد کرنے کے اس حق کو کہتے ہیں جو غلام کے مالک کو حاصل ہوتا ہے یعنی اگر کوئی شخص اپنے کسی غلام کو آزاد کردے اور وہ آزادی ہی کی حالت میں مر جائے اور اپنے پیچھے کچھ مال واسباب چھوڑ جائے تو اس کے عصبہ نہ ہونے کی صورت میں اس کے تمام مال واسباب کا حق دار وہی آزاد کرنیوالا شخص ہوتا ہے یہی حق ولاء کہلاتا ہے۔ بریرہ حضرت عائشہ کی لونڈی کا نام ہے یہ حضرت عائشہ کی خدمت میں آنے سے پہلے ایک یہودی کی ملکیت میں تھی جب انہوں نے اپنے مالکوں سے کتابت کی تو وہ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان

سے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ پر اس شرط کے ساتھ کتابت کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ جو چالیس درہم کا ہوتا ہے دیا کروں گی اب میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ میری مدد کریں اور مجھے اتنا دیدیں جو میں بدل کتابت کے طور پر اپنے مالکوں کو دیدوں۔

حضرت عائشہ نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو پسند ہو تو میں یہ کرسکتی ہوں کہ انہیں یہ نو اوقیہ یک مشت تمہاری قیمت کے طور پر انہیں دیدوں اور تمہیں خرید کر آزاد کردوں اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو تو اسے بیچنا خریدنا جائز ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں تمہاری طرف سے حق ولاء مجھے ہی حاصل ہوگا لیکن جب یہ بات بریرہ کے مالکوں کو پہنچی تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا کیونکہ وہ بریرہ کو حضرت عائشہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرنا چاہتے تھے کہ بریرہ کا حق ولاء ان کو حاصل ہو چونکہ ان کی یہ شرط کہ بریرہ کو خرید کر آزاد تو کریں عائشہ اور حق ولاء پہنچے ان کو بالکل نادانی کی بات تھی اور شرعی طور پر مطلقاً ناجائز اس لئے جب حضرت عائشہ نے اس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور حدیث میں مذکورہ کلمات ارشاد فرمائے۔ حق ولاء کو بیچنا یا اس کو ہبہ کرنا ناجائز ہے حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو بیچنے یا اس کو ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مثلاً ایک شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا جس کی وجہ سے حق ولاء اس کے لئے ثابت ہوگیا اب اگر وہ یہ چاہے کہ اس حق ولاء کو کسی کے ہاتھ بیچ دے یا کسی کو ہبہ کردے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ولاء کوئی مال نہیں ہے کہ اس کو بیچا یا ہبہ کیا جاسکے اس بارے میں تمام علماء کا متفقہ طور پر یہی مسلک ہے۔

ہبہ کی لغوی واصطلاحی تعریف کا بیان

ہبہ کے لغوی معنی: تحفہ دینا، احسان کرنا ہے۔ الهبة في اللغة: التبرع. (التعریفات ۸۲/۱)

ہبہ کی اصطلاحی تعریف: کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا بلاعوض مالک بنانا ہے۔ وفي الشرع: تمليك العين بلا عوض. (التعریفات ۸۲/۱)

ہبہ اور عطیہ وغیرہ کسی مالدار یا غریب، مرد یا عورت ہر ایک کو دیا جاسکتا ہے یہ محبت بڑھانے اور تعلقات استوار کرنے کی غرض سے دیا جاتا ہے یا پھر آخرت میں اس کا ثواب حاصل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسِنِ شَاةٍ (ترمذی باب في حث النبي صلى الله عليه وسلم على التهادي ۲۰۵۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: تَهَادَوْا تَحَابُّوا

(السنن الكبرى للبيهقي باب التحريض على الهبة والهدية صلة بين الناس ۱۲۲۹۷)

ہبہ کے ارکان وشرائط

ہبہ کے ارکان دو ہیں: (۱) ایجاب۔ (۲) قبول۔

مسئلہ: ہبہ کرنے والا اپنی زبان سے ہبہ یا اس جیسا لفظ جو ہبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہو کہہ دینے سے ایجاب اور جس شخص کو دیا جارہا ہے وہ اسے قبول کرلے تو قبول پایا جائے گا مگر ہبہ کے تام اور مکمل ہونے کے لیے جسے ہبہ کیا گیا ہے اس شخص کا ہبہ کی ہوئی چیز پر قبضہ کرنا ضروری ہے بغیر قبضہ کے ہبہ مکمل نہیں ہوگا۔

عن ابن عباس قال: لا تجوز الصدقة إلا مقبوضة وروينا عن عثمان، وابن عمر، وروينا عن معاذ وشريح أنهما كانا لا يجيزانها إلا مقبوضة (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی باب الہبۃ ۳۸۸۲، ۲۴۵/۱۰) وقال أبو عمر اتفق الخلفاء الأربع على أن الهبة لا تصح إلا مقبوضة وبه قال الأئمة الثلاثة (شرح الزرقانی، مالا یجوز من العطیۃ ۵۷/۴)

ہبہ کے شرائط

(۱) ہبہ کرنے والا عاقل اور بالغ ہو۔

(۲) ہبہ کرتے وقت وہ چیز ہبہ کرنے والے کے پاس موجود ہو لہذا جو چیز ابھی موجود نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں جیسے کوئی کہے میری بکری کو امسال جو بچہ پیدا ہوگا وہ تیرے لیے ہبہ ہے یہ درست نہیں۔

(۳) جس چیز کو ہبہ کررہا ہے وہ شریعت کی نگاہ میں قیمت والا مال ہو لہذا جو شریعت کی نگاہ میں مال نہ ہو اس کا ہبہ درست نہ ہوگا جیسے مردار، خون وغیرہ۔

وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ (بخاری بَاب الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ وَالسَّكْرَانِ ۳۱۵/۱۶) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَبِيعَ مَا لَيْسَ عِنْدِي (ترمذی بَاب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ ۱۱۵۳) وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة:۲) (وَأَمَّا) مَا يَرْجِعُ إِلَى الْوَاهِبِ فَهُوَ أَنْ يَكُونَ مِمَّنْ يَمْلِكُ التَّبَرُّعَ وَلِأَنَّ الْهِبَةَ تَبَرُّعٌ فَلَا يَمْلِكُهَا مَنْ لَا يَمْلِكُ التَّبَرُّعَ فَلَا تَجُوزُ هِبَةُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ لِأَنَّهُمَا لَا يَمْلِكَانِ التَّبَرُّعَ لِكَوْنِهِ ضَرَرًا مَحْضًا ... (وَأَمَّا) مَا يَرْجِعُ إِلَى الْمَوْهُوبِ فَأَنْوَاعٌ مِنْهَا) أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا وَقْتَ الْهِبَةِ فَلَا تَجُوزُ هِبَةُ مَا لَيْسَ بِمَوْجُودٍ وَقْتَ الْعَقْدِ... وَكَذَلِكَ لَوْ وَهَبَ مَا فِي بَطْنِ هَذِهِ الْجَارِيَةِ أَوْ مَا فِي بَطْنِ هَذِهِ الشَّاةِ أَوْ مَا فِي ضَرْعِهَا لَا يَجُوزُ (بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن الهبة ۲۸۸/۱۳).

ہبہ کے احکام

جس چیز کو ہبہ کیا گیا اس پر قبضہ کے بعد موہوب لہ (جس کو ہبہ کیا گیا ہے) اس کا مالک ہوجاتا ہے

مسئلہ: ہبہ کرنے والا ہبہ کرکے اس سے رجوع کرسکتا ہے مگر اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے؛ البتہ اگر اس کا کوئی عوض لے لیا گیا ہو، یا اولاد یا شوہر و بیوی یا محرم رشتہ دار کو ہبہ کیا گیا ہو یا اس میں کچھ اضافہ کردیا گیا ہو جیسے زمین تھی تو اس میں تعمیر کردی گئی یا ہبہ کرنے والا اور جسے ہبہ کیا گیا دونوں میں سے کسی کا انتقال ہوگیا ہو یا جسے ہبہ کیا گیا وہ اس کی ملکیت میں باقی نہ ہو یا وہ چیز اس کے

یا اس سے ضائع ہوگئی ہو تو ان صورتوں میں ہبہ سے رجوع نہیں کیا جاسکتا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ (بخاری باب فی الهبة والشفعة ۱۹۶۰)

عن سمرة رضی الله عنه: عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: إذا کانت الهبة لذی رحم محرم لم يرجع فيها هذا حديث صحيح على شرط البخاری ولم يخرجاه (المستدرک للحاکم، کتاب البیوع ۲۳۲۴)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ أَحَقُّ بِهِبَتِهِ مَا لَمْ يُثَبْ مِنْهَا (ابن ماجه باب مَنْ وَهَبَ هِبَةً رَجَاءَ ثَوَابِهَا ۲۳۸۷) (ويمنع الرجوع فيها) حروف (دمع خزقه) يعنى الموانع السبعة الآتية (فالدال الزيادة) فی نفس العين الموجبة لزيادة القيمة (المتصلة) وإن زالت قبل الرجوع كأن شب ثم شاخ، لكن فی الخانية ما يخالفه واعتمده القهستانی فليتنبه له. لان الساقط لا يعود (كبناء وغرس) إن عدا زيادة فی كل الارض وإلا رجع الخ (الدر المختار باب الرجوع فی الهبة ۵/۶۹۸)

بَابٌ فِي الْمَوْلُودِ يَسْتَهِلُّ ثُمَّ يَمُوتُ

باب: جب نومولود بچہ چیخ کر رونے کے بعد انتقال کر جائے (تو اس کی میراث کا احکام)

2920 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُودُ وُرِّثَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب (پیدا ہونے والا) بچہ چیخ کر روئے (اور پھر انتقال کر جائے) تو اس کی وراثت (کے احکام جاری ہونگے)

شرح

اولاد کی نعمت ایک عظیم نعمت ہے، جس پر بندے کو اللہ رب العزت کا شکر بجالانا ضروری ہے، جو شکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے شکر کی قدر فرماتے ہیں، شکر یہی ہے کہ بندہ؛ اللہ تعالیٰ نے جو اولاد عطا کی ہے اس کے تئیں اللہ تعالیٰ کے بتائے گئے احکامات کا لحاظ رکھے، اس رسالے میں نومولود سے متعلق شرعی احکام اور مسائل کو بڑے اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، امید ہے کہ اس مختصر رسالے سے قارئین کو فائدہ ہوگا، جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نئی اولاد عطا فرمائے وہ اس رسالے سے ضروری استفادہ کریں۔

۱۔ نومولود کی مبارکباد دینا

نومولود کے والدین، رشتہ دار اور اقاریب کو مبارکباد دینا مستحب ہے، اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان الفاظ میں خوش خبری دی:

"فبشرناه بغلم حليم" (الصافات:101)

"پس ہم نے انھیں ایک بردبار بچے کی بشارت دی"۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے ایک مجلسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو ایک شخص نے اسے ان الفاظ سے مبارکباد دی کہ تجھے شہ سوار بیٹا مبارک ہو، اس پر حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا تجھے کیا معلوم کہ وہ شہ سوار ہوگا؟ ممکن ہے وہ بڑھئی یا درزی ہو، اس شخص نے عرض کیا: پھر میں کن کلمات سے مبارکباد کہوں؟ انھوں نے کہا: یہ کلمات کہو:

"شکرتَ الواهِبَ، وبُورِكَ لكَ فِي المَوهُوبِ، وَبلَغَ أَشُدَّهُ، وَرُزِقتَ بِرَّهُ"

تو عطا کرنے والے کا شکر کرے، عطا کردہ بچے میں تیرے لیے برکت ہو، یہ اپنی جوانی کو پہنچے اور تجھے اس کا حسن سلوک نصیب ہو (ورد بسند صحیح عن الحسین رضی اللہ عنہ)

ایوب سختیانی رحمہ اللہ جب کسی نومولود کی ولادت پر مبارکباد دیتے تو یہ کلمات کہتے:

"جَعَلَهُ اللهُ مُبَارَكًا عَلَيكَ وَعَلى أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ"

"اللہ تعالیٰ اسے تیرے لیے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بنائے"

۲۔ نومولود کے کان میں اذان دینا

نومولود کے کان میں اذان دینا سنت ہے، ابو رافع سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، أذن في أذن الحسن حين ولدته فاطمة "

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب حضرت حسن کی فاطمہ کے ہاں پیدائش ہوئی تو آپ نے حضرت حسن کے کان میں اذان دی"۔ رواہ احمد وابوداود والترمذی۔

جہاں تک دوسرے کان میں اقامت کہنے کے سلسلے احادیث ملتی ہیں ان کے سلسلے میں محدثین نے کہا ہے کہ وہ غیر صحیح ہیں۔

۳۔ نومولود کو گھٹی دینا اور اس کے لیے خیر و برکت کی دعاء کرنا

نومولود کی ولادت کے بعد بچے کو گھٹی (تحنیک) دینا اور اس کے لیے دعاء کرنا سنت اور مستحب عمل ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يؤتى بالصبيان فيبرك عليهم ويحنكهم (رواہ مسلم)

رسول اللہ کے پاس (نومولود) بچے لائے جاتے تو آپ ان کے لیے برکت کی دعاء کرتے اور انھیں گھٹی دیتے تھے۔

بخاری ومسلم میں مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر بیان کرتی ہیں کہ جب انھوں نے عبداللہ بن زبیر کو جنم دیا تو وہ انھیں لے کر آپ ﷺ کے پاس آئی اور انھیں آپ ﷺ کی گود میں رکھا، آپ ﷺ نے کھجور منگوائی، اسے چبایا، پھر بچے کے منہ میں لعاب ڈالا، چنانچہ سب سے پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ آپ ﷺ کا لعاب تھا، بعد ازاں آپ ﷺ نے انھیں کھجور کی گھٹی دی اور ان کے لیے برکت کی دعا دی۔ (بخاری ومسلم)

۴۔ نومولود کا عقیقہ کرنا

تمام محدثین، فقہاء امت اور جمہور اہل سنت کے نزدیک عقیقہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مع الغلام عقيقة فأهريقوا عنه دما وأميطوا عنه الأذى" (رواہ البخاری معلقا وغیرہ)

ہر بچے کے ساتھ عقیقہ ہے، تو اس کی طرف سے خون بہاو (عقیقہ کرو) اور اس سے میل کچیل دور کرو (یعنی سر کے بال مونڈ دو)۔

سمرہ بن جندب سے مرفوعا روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كل غلام رهينة بعقيقته، تذبح عنه يوم سابعه، ويحلق ويسمى"

(أخرجہ أبوداود والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا، اس کا (بچہ کا) سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يعق عن الغلام شاتان متكافئتان وعن الجارية شاة (رواہ أحمد وأبوداود والترمذی والنسائی)

"لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کی طرف سے ساتویں دن دو بکریاں ذبح کی اور ان دونوں کا نام رکھا، اور ان دونوں کے سر سے میل کچیل دور کرنے (سر منڈوانے) کا حکم دیا، وہ فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے نام سے ذبح کرو اور کہو:

بسم الله اللهم منك وإليك، هذه عقيقة فلان

فرماتی ہیں: جاہلیت میں لوگ عقیقہ کے جانور کے خون کو ایک کپڑے میں بھگوتے تھے اور بچے کا سر منڈانے کے بعد اسے اس کے سر پر رکھا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی جگہ بچے کے سر پر خوشبو رکھنے کا حکم دیا

(رواہ البیہقی فی الکبری وعبدالرزاق فی المصنف ورواہ ابن ماجہ وأحمد مختصرا وسندہ حسن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کی طرف سے ایک ایک مینڈھا عقیقہ کیا (رواہ أبوداود والنسائی) یہ الفاظ ابوداود کے ہیں۔

لیکن نسائی کے الفاظ اس طرح ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کی طرف سے دو دو مینڈھے عقیقہ کیے۔

یعنی دو مینڈھوں کا ذکر ہے۔ یہ شریعت کا اصول بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت میں ایک دوسرے کو فضیلت بخشی ہے، عورت کو مرد کے مقابلے میراث، دیات، گواہی وشہادت وغیرہ میں نصف حصہ رکھا ہے لہذا عقیقے میں بھی یہی فرق رکھا ہے، لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری پیدائش کے ساتویں دن اگر آسانی سے فراہم ہو تو ذبح کی جائے، اگر ساتویں

دن ممکن نہ ہو تو چودہویں دن اور تب بھی ممکن نہ ہو تو 21 ویں دن ذبح کی جائے۔

وقت کی تعیین کے سلسلے میں حضرت بریدہ اور حضرت عائشہ سے روایات منقول ہیں لیکن یہ مستحب ہے، پیدائش کے چوتھے، آٹھویں، دسویں یا کسی اور دن بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔

البتہ ساتویں دن عقیقہ کرنے کی حکمت کو شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس طرح بیان کیا ہے: ساتویں دن کو اس لیے مخصوص کیا گیا ہے کیونکہ ولادت کے بعد ساتویں دن تک گھر کے افراد بچے اور بچے کی ماں کی مصروفیت سے فارغ ہوجاتے ہیں، ان دنوں میں وہ لوگ اس کام کو انجام دینے سے قاصر رہتے ہیں، اسی طرح بسا اوقات کوئی انسان پہلے ہی دن بکری کا نظم کرنے پر طاقت نہیں رکھ سکتا، لہٰذا ساتواں دن گھر والوں کے لیے سارے انتظامات کرنے کے لیے مناسب ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ کے بقول: عقیقہ کے گوشت کو جیسا چاہو استعمال کرو، دریافت کیا گیا وہ کیسے؟ کیا پورا خود ہی کھالیا جائے؟ فرمایا: کھائیں بھی اور کھلائیں بھی۔

کیا ذبح کریں نر یا مادہ؟

اس سلسلے میں صریح حدیث وارد ہے، ام کرز الکعبیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

نعم، عن الغلام شاتان وعن الأنثى واحدة، لا يضر كم ذكرانا كن أم اناثا (رواه أحمد وأبوداود)

ہاں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری، بکریوں کا مذکر و مونث ہونا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں۔

جمہور علماء کے مطابق عقیقہ میں ان تمام آٹھ نوع کے جانوروں کو ذبح کرنا جائز ہے جنھیں قربانی میں ذبح کیا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: عقیقہ ایک واجب سنت ہے، لہٰذا عقیقہ کے جانور میں بھی عیوب کے سلسلے میں وہی شرائط ہیں جو قربانی کے جانوروں کے لیے ہیں۔

۵۔نومولود کے سر کے بال مونڈوانا

بچے کی ولادت کے ساتویں دن بچے کے بال مونڈنا ایک مستحب عمل ہے۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث وارد ہیں:

سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مع الغلام عقيقة فأهريقوا عنه دما، وأميطوا عنه الأذى

بچے کے ساتھ عقیقہ ہے، لہٰذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے میل کچیل دور کرو (یعنی سر منڈاو)۔

(رواه البخاري معلقا مجزوما به، وأحمد وأبوداود وغيرهما)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کی اور فرمایا:

یا فاطمة احلقی رأسه وتصدقی بزنة شعره فضة فوزناه فكان وزنه درهما أو بعض درهم

اے فاطمہ! اس کا سر منڈواؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو، پھر انھوں نے اس کا وزن کیا تو اس کا وزن درہم یا درہم کا کچھ حصہ ہوا۔ (رواہ الترمذی والحاکم)

نومولود کے بال کتروانے کے سلسلے میں جمہور فقہاء کے نزدیک شرعی حکم یہی ہے کہ ساتویں دن نومولود کے بال کترواکر ان بالوں کے وزن کی چاندی صدقہ کرنا مستحب ہے۔

حضرت ابورافع کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حسن کی ولادت ہوئی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

احلقی رأسه وتصدقی بوزن شعره فضة علی المساكين والأوفاض

اس کا سر منڈواؤ اور اس کے بالوں کے وزن کی چاندی مساکین اور فقراء کو صدقہ کرو۔

۶۔ختنہ کرنا

نومولود کی ختنہ کرانا ایک سنت عمل ہے، اس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث ملتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

الفطرة خمس: الختان، والاستحداد، وقص الشارب، وتقليم الأظافر ونتف الإبط

پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بال مونڈنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، مونچھیں کم کرنا اور ناخن تراشنا (متفق علیہ)

حضرت قتادہ الرہاوی سے ایک روایت مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی مسلمان ہوتا تو اسے ختنہ کرانے کا حکم دیتے تھے۔ (رواہ الطبرانی)

ختنہ کروانے کی عمر کیا ہے؟:

اس سلسلے میں علماء نے بلوغت سے پہلے تک ختنہ کرنے کی اجازت دی ہے، اور بلوغت کے قریب کے وقت ختنہ کرنے کو افضل و مستحب بتایا ہے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی کیا عمر تھی؟ انھوں نے کہا:

أنا يومئذ مختون، قال: وكانوا لا يختنون الرجل حتى يدرك

اس وقت میری ختنہ ہو چکی تھی، (اور اس زمانے میں صحابہ) اس وقت تک آدمی کی ختنہ نہیں کرواتے تھے جب تک کہ وہ بلوغت کے قریب نہ پہنچ جاتا۔ (صحیح بخاری)

۷۔نومولود کا نام رکھنا

یہ مستحب ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا اچھا نام رکھا جائے، کیونکہ ساتویں دن تک ماں باپ کو یا بچے کے دیگر

سرپرست حضرات کو نام پر غور وفکر کرنے کا موقع مل جاتا ہے، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كل غلام رهينة بعقيقته، تذبح عنه يوم سابعه ويحلق ويسمى

ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، اس کا سر مونڈھا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔ (رواہ أہل السنن)

البتہ پہلے دن یا ساتویں دن تک کسی بھی دن رکھا جاسکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

ولد لی اللیلة غلام فسمیته باسم أبی إبراهیم۔ (رواہ مسلم)

رات میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام میرے والد ابراہیم کے نام پر رکھا۔

والد کے لیے ضروری ہے کہ بچے کا اچھے سے اچھا نام تجویز کرے، بعض نام رکھنا مستحب ہے جیسے:

۱۔ حدیث ہے:

افضل الأسماء عبد الله وعبد الرحمن وأصدقها حارث وهمام (أبوداود والنسائی وصححہ الألبانی)

"سب سے افضل نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے اور وفا شعار نام حارث اور ہمام ہے"

اور حدیث میں ہے:

تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی

میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ (متفق علیہ)

۲۔ نیک باپ کے نام پر نام رکھنا: حدیث میں ہے:

ولد لی اللیلة غلام فسمیته باسم أبی إبراهیم (رواہ مسلم)

رات میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام میرے والد ابراہیم کے نام پر رکھا۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کے نام پر نام رکھنا:

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میرے ہاں ایک لڑا پیدا ہوا، میں اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم رکھا، پھر اسے کھجور کی گھٹی دی اور اس کے لیے برکت کی دعا دی اور میرے سپرد فرمایا، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے یہ سب سے بڑے بیٹے تھے۔ (رواہ البخاری)

مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب نجران گیا تو انھوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تم یہ آیت:

یا أخت هارون (مریم:۲۸)

تلاوت کرتے ہو، جب کہ موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے، پھر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انهم كانوا يسمون بأنبيائهم والصالحين قبلهم

بیشک وہ لوگ اپنے انبیاء اور اپنے سے پہلے کے نیک لوگوں کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے علماء کا کہنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنا جائز ہے اور اس کے جواز پر علماء کا اجماع ہے، اسی طرح صحابہ وتابعین، تبع تابعین، محدثین، علماء کرام، شہداء اور امت کے نیک افراد کے ناموں پر نام رکھنا جائز ہے۔

بَابُ نَسْخِ مِيرَاثِ الْعَقْدِ بِمِيرَاثِ الرَّحِمِ

باب: رشتہ داروں کی میراث کے ذریعے، باہمی بھائی چارے کی میراث کا منسوخ ہونا

2021 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: (وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ) كَانَ الرَّجُلُ يُحَالِفُ الرَّجُلَ، لَيْسَ بَيْنَهُمَا نَسَبٌ، فَيَرِثُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ، فَنَسَخَ ذٰلِكَ الْاَنْفَالُ، فَقَالَ تَعَالٰى: (وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ) (الاحزاب:6)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اور وہ لوگ جنہیں تمہاری قسموں نے باندھا' تم انہیں ان کا حصہ دو''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:) پہلے ایک شخص دوسرے کا حلیف بن جاتا تھا، حالانکہ ان کے درمیان کوئی نسبی رشتہ داری نہیں ہوتی تھی اور پھر وہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنتے تھے، تو سورۃ انفال نے اس حکم کو منسوخ کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''رشتے دار لوگ ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں''

شرح

النبي اولى بالمومنين من انفسهم. نبی مؤمنوں کے ساتھ خود ان کے نفسوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

یعنی مؤمنوں کا جو تعلق ایک دوسرے کے ساتھ ہے' ان سب سے زیادہ نبی کا مؤمنوں سے تعلق ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے نبی کا حکم مؤمنوں پر نافذ ہے اور پیغمبر کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ ماں باپ کا حکم بھی اگر نبی کے حکم کے خلاف ہو تو اس کی مخالفت بھی لازم ہے۔ پس پیغمبر کو ہی جہاد پر بھیجنے اور راہ خدا میں جان خرچ کرنے کا حکم دینے کا حق حاصل ہے۔

حضرت ابن عباس اور عطاء نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب نبی کسی کو کسی کام کی دعوت دیں اور اس کا نفس کسی دوسری بات کا خواہش مند ہو تو نفس کی اطاعت سے نبی کی اطاعت اولیٰ ہے کیونکہ نبی تمام مسلمانوں کے مصالح اور مفاسد سے بوحی الٰہی خوب واقف ہیں۔ نبی مؤمنوں کیلئے اسی بات کو پسند کرتے اور اسی کام کا حکم دیتے ہیں جس میں مؤمنوں کی بہبودی اور کامیابی

ہوتی ہے۔اللہ نے فرمایا: حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

انسان کا نفس ہمیشہ بدی کا حکم دیتا ہے سوائے اس کے جس پر اللہ کا کرم ہو۔انسان کا نفس بڑا ناحق کوش اور بہت ہی نادان ہے' اس لئے ضروری ہے کہ مؤمنوں کو اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اپنے نفسوں سے بھی زیادہ ہو' اللہ کے رسول ﷺ کا حکم نفس کی حکومت پر غالب ہو اور رسول خدا کی مؤمنوں پر شفقت اتنی ہو کہ خود ان کو اپنے نفوس پر نہ ہو۔رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ میں اس کی نظر میں اس کے باپ' اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔رواہ البخاری و مسلم فی صحیحیھما عن انس۔

حضرت ابوہریرہ روای ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ہر مؤمن سے دنیا و آخرت میں میرا تعلق سب سے زیادہ ہے۔اگر اس کا ثبوت چاہتے ہو تو پڑھو آیت اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ پس جو مؤمن مال چھوڑ کر مرے تو اس کے مال کے وارث اس عصبات ہوں گے' جو بھی ہوں اور جو مؤمن نادار بیوی بچوں کو چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائیں' میں ان کا متولی ہوں۔

وازواجه امهتهم . اور نبی ﷺ کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں۔یعنی ان کا حق (ماؤں کی طرح) بڑا ہے' ان سے ہمیشہ

کیلئے (ہر مؤمن کا) نکاح حرام ہے۔مطلب یہ نہیں ہے کہ جس طرح ماؤں کو دیکھنا اور ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا جائز ہے' اسی طرح پیغمبر ﷺ کی بیبیوں کو دیکھنا اور ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا جائز ہے۔امہات المؤمنین کو دیکھنا اور خلوت میں ان کے ساتھ بیٹھنا تو ایسا ہی ناجائز ہے جیسے اجنبی عورتوں کے ساتھ۔اللہ نے فرمایا ہے: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اگر امہات المؤمنین سے تم کو کوئی سامان مانگنا ہو تو پردہ کی اوٹ سے مانگو۔

امہات المؤمنین کی بیٹیوں کو امت کی بہنیں نہیں کہا جاتا' نہ ان کے بہن بھائی امت کی خالائیں اور ماموں ہیں (نسبی رشتہ نہیں ہے)۔امام شافعی نے فرمایا: حضرت زبیر نے حضرت اسماء سے نکاح کی اور حضرت اسماء حضرت عائشہ کی بہن تھیں لیکن کسی نے نہیں کہا کہ حضرت اسماء مؤمنوں کی خالہ تھیں۔اسی طرح رسول اللہ نے اپنی لڑکیوں کا نکاح حضرت عثمان اور حضرت علی سے کیا تھا (اگر حضور ﷺ کی صاحبزادیاں امت کی بہنیں ہوتیں تو ان سے کسی کا نکاح نہیں ہوتا)۔

شعبی نے مسروق کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ کو اماں کہا' آپ نے فرمایا: میں تمہاری ماں نہیں ہوں' تمہارے مردوں کی ماں ہوں۔بیہقی نے سنن میں بھی یہ روایت نقل کی ہے۔اس سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ نے جو حضور ﷺ کی بیویوں کو مؤمنوں کی مائیں قرار دیا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ماؤں کی طرح ازواج مطہرات سے امت کا نکاح حرام ہے۔حضرت ابی بن کعب کی قرأت میں آیا ہے: وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ یعنی رسول اللہ مؤمنوں کے دینی باپ تھے' ہر پیغمبر اپنی امت کا دینی باپ ہوتا ہے۔سب کی ابدی زندگی کی جڑ پیغمبر ہی ہوتا ہے اسی لئے سب مؤمن آپس میں دینی بھائی ہیں۔

واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض فى كتب الله من المؤمنين والمهجرين. اور اللہ کی کتاب میں (دوسرے) مؤمنوں اور مہاجروں کی بہ نسبت رشتہ دار ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

کتاب اللہ سے مراد ہے فیصلۂ خداوندی یا لوح محفوظ یا قرآن کی یہی آیت یا آیت میراث۔ بعضھم اولیٰ ببعض کا یہ مطلب ہے کہ میراث کے زیادہ مستحق ہیں اسی لئے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس نے مال چھوڑا تو اس کے وارث اس کے عصبات ہوں گے جو بھی ہوں۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ میں مِن تفضیلیہ ہے ابتداء اسلام میں مہاجر مہاجر کا وارث ہوتا یا دینی موالات (انصار و مہاجرین کی اخوت دینی) موجب میراث تھی۔ اس آیت سے وہ حکم منسوخ ہو گیا (اور دوسرے مہاجرین و مؤمنین کے مقابلہ میں قرابتدار اپنے قرابتدار کی میراث کا مستحق قرار دیا گیا) قتادہ نے کہا: مسلمان ہجرت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ (بغوی) کلبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے مسلمانوں میں باہم رشتۂ اخوت قائم کرا دیا تھا۔ حضور ﷺ دو دو مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیتے تھے آخر یہ آیت نازل ہوئی (تو پچھلا دستور منسوخ ہو گیا)۔

اُولُوا الْاَرْحَامِ یعنی وہ قرابتدار جو ذوی الفروض بھی نہیں اور عصبات بھی نہیں ہیں امام شافعی کے نزدیک کسی حال میں وارث نہیں ہوتے۔ ہمارے نزدیک ذوی الفروض اور عصبات کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ترکہ کے وارث ذوی الارحام ہوتے ہیں۔ آیت مذکورہ سے ہمارے قول کا ثبوت ملتا ہے (ذوی الفروض وہ قرابتدار ہوتے ہیں جن کا میراثی حصہ قرآن میں مقرر کر دیا گیا ہے اور عصبات وہ لوگ ہیں جو ذوی الفروض کے موجود نہ ہونے کی صورت میں کل ترکہ کے وارث ہو جاتے ہیں اور ذوی الفروض موجود ہوں تو ان کے مقررہ حصے دینے کے بعد اگر کچھ مال بچتا ہو تو اس کے وارث یہ عصبات ہو جاتے ہیں ان کے بعد اولوا الارحام کا درجہ ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ اولوا الارحام وارث ہی نہیں ہوتے اگر عصبات موجود نہ ہوں تو ترکہ کا مال بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت میں اولوا الارحام کو دوسرے مؤمنوں کے مقابلہ میں ترجیح دی گئی ہے اس لئے اگر عصبات نہ ہوں تو دوسرے رشتہ داروں کو ترکہ تقسیم کر دیا جائے اور کوئی رشتہ دار نہ ہو تو مجبوراً بیت المال میں داخل کیا جائے۔ مترجم)۔

الا ان تفعلوا الی اولیاء کم معروفا مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے (یعنی مہاجر بھائیوں سے یا کسی مؤمن سے) یہ سلوک کرنا چاہو (تو جائز ہے)۔

معروف سے مراد وصیت ہے۔ جس دوست کے متعلق وصیت کی جائے اس کا حق وارثوں سے مقدم ہے۔ فعل معروف کا لفظ اگرچہ عام ہے لیکن سنت اور اجماع نے اس عموم کو کل ترکہ کے ایک تہائی کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے یعنی صرف ایک تہائی ترکہ کی وصیت کرنے کا حق میت کو ہے۔

اولوا الارحام کو میراث کا سب سے زیادہ مستحق قرار دیا گیا۔ اس سے وصیت والے دوستوں کو مستثنیٰ کر لیا گیا (یعنی جن دوستوں کو مال دینے کی وصیت کی ہو ان پر قرابتدار ترجیح نہیں رکھتے)۔

یا استثناء منقطع ہے موالات اور ہجرت کو پہلے استحقاق میراث کا موجب قرار دیا گیا تھا اب اس کو منسوخ قرار دیا اور حسب منشاء دوستوں کیلئے ایک تہائی مال کی وصیت کرنے کو جائز کر دیا۔ بعض علماء نے من المؤمنین و المهاجرین میں لفظ مِن کو

بیانیہ کہا ہے یعنی جو مؤمن اور مہاجر (میت کے) رشتہ دار ہوں وہ میراث کے زیادہ مستحق ہیں۔ مطلب یہ کہ کافر و مسلم اور مہاجر و غیرہ کے درمیان سلسلۂ توارث قائم نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کافر یا غیر مہاجر قرابتدار ہوں تو ان کیلئے وصیت کی جاسکتی ہے۔ بغوی نے لکھا ہے: یہ قول قتادہ عطاء اور عکرمہ کا ہے۔

میں کہتا ہوں: اگر مِنْ کو بیانیہ قرار دیا جائے گا تو اولیٰ (جو اسم تفضیل کا صیغہ ہے) اس کا استعمال عام افعل التفضیل کے خلاف ہوجائے گا کیونکہ اولیٰ پر نہ تو الف لام ہے نہ یہ مضاف ہے نہ اس کی کے صلہ میں مِنْ ہے اور استعمال اسم تفضیل کے یہی تین طریقے ہیں۔ اس کے علاوہ مِنْ کو بیانیہ قرار دینے سے مسلم و کافر کے درمیان توارث کی نفی پر نہ صراحۃً کوئی لفظ دلالت کر رہا ہے نہ معنوی مفہوم کے طور پر ہی یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ مؤمن کے اولیٰ بالمیراث ہونے سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر مؤمن وارث موجود نہ ہو تو مؤمن کی میراث کافر کو (اس صورت میں بھی) نہ دی جائے۔

کان ذلك فی الکتب مسطورا. یہ (حکم) کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی لوح محفوظ میں یا قرآن میں۔ بعض علماء کے نزدیک الکتاب سے مراد توریت ہے۔ (تفسیر مظہری، سورۂ احزاب، لاہور)

2922 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنِي إِدْرِيسُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ) قَالَ: كَانَ الْمُهَاجِرُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ تُوَرِّثُ الْأَنْصَارَ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ. فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: (وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ) (النساء:33) قَالَ: نَسَخَتْهَا: (وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ) (النساء:33) مِنَ النَّصْرِ وَالنَّصِيحَةِ وَالرِّفَادَةِ وَيُوصِي لَهُ، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

"وہ لوگ جنہیں تمہاری قسموں نے باندھ دیا تم انہیں ان کا حصہ دو"۔

(انہوں نے اس کی وضاحت کی) مہاجرین جب مدینہ منورہ آئے تو انصار کے وارث وہی بنتے تھے (یعنی جو مہاجر کسی انصاری کا بھائی ہوتا تھا، وہ اس کا وارث بنتا تھا) دوسرے رشتے دار نہیں بنتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان آپس میں بھائی چارہ قائم کردیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

"جو وہ چھوڑ کر جاتا تھا اس میں سے ہم نے ہر ایک کے لیے موالی بنادیے ہیں"۔

تو اس آیت نے اس آیت کو منسوخ کر دیا۔

"تمہاری قسموں نے جنہیں پختہ کیا تم انہیں ان کا حصہ دو"۔

اس کا تعلق مدد کرنے اور خیر خواہی کرنے اور تعاون کرنے سے ہے اور وہ اس کے لے وصیت بھی کرسکتا ہے، لیکن وراثت کا حکم ختم ہوگیا۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لئے وارث مقرر کر دیئے ہیں۔ اولاد، قرابت دار اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے سو تم انہیں ان کا حصہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ (النساء: ۳۳)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس انسان کا مال اور ترکہ ہے ہم نے اس کے لئے وارث بنا دیئے ہیں پھر ان وارثوں کا بیان فرمایا وہ اس کی اولاد اور اس کے قرابت دار ہیں اور وہ لوگ ہیں جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔

امام ابن جریر نے قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص دوسرے شخص سے (جس سے اس کی نسبی قرابت نہیں ہوتی تھی) یہ عہد کرتا کہ میرا خون تمہارا خون ہے اور میرا نقصان تمہارا نقصان ہے تم میرے وارث ہو گے اور میں تمہارا وارث ہوں گا تم مجھ سے مطالبہ کرنا اور میں تم سے مطالبہ کروں گا پھر زمانہ اسلام میں اس کا چھٹا حصہ مقرر کر دیا گیا اس کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ورثہ میں ترکہ تقسیم کیا جاتا تھا پھر جب سورۃ انفال میں یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت) "واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض فى كتاب الله"۔ (الانفال: ۷۵)

ترجمہ: اور قرابت دار ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کی کتاب میں زیادہ حقدار ہیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد جس شخص سے کسی نے عہد کیا تھا اس کی وراثت منسوخ ہو گئی۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۳۴)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۲ ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور انہوں نے یہ عہد کیا کہ وہ اس کی دیت ادا کرے گا اور اس کا وارث ہوگا تو اس کا دیت ادا کرنا صحیح ہے اور اگر اس کا کوئی اور نسبی وارث نہ ہو تو پھر وہ شخص اس کا وارث ہوگا۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۲۲)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں چار قول ہیں:

(۱) جاہلیت میں جو لوگ ایک دوسرے سے ایک دوسرے کا وارث ہونے کا عہد کرتے اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں اور سورۃ انفال کی آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(۲) اس سے وہ مہاجرین اور انصار مراد ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا۔

(۳) اس سے وہ لوگ ہیں مراد ہیں جن کو زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنا بیٹا بنا لیا کرتے تھے حالانکہ وہ کسی اور کے بیٹے ہوتے تھے پہلے قول کے متعلق امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا یہ مذہب ہے وہ سورۃ انفال کی آخری آیت سے منسوخ ہو گیا۔

(۴) امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے البتہ عصبات اور ذوالارحام اس شخص پر مقدم ہیں جس سے عہد کیا گیا وہ نہ ہوں تو اس کو عہد کرنے والے کی وراثت ملے گی۔

اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص سے تم نے وراثت کے علاوہ مدد کرنے اور خیر خواہی کا

معاہدہ کیا ہے اس معاہدہ کو پورا کرو کیونکہ زمانہ جاہلیت میں صرف ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ ہوتا تھا اس کے سوانہیں ہوتا تھا اور اسلام نے اس کو متغیر نہیں کیا بلکہ اور پختہ کیا ہے۔ یہ سعید بن جبیر کا قول ہے اور یہ آیت محکم ہے۔ (زادالمسیر ج ۲ ص ۷۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام میں حلف نہیں ہے حلف صرف جاہلیت میں ہوتا تھا اور اسلام میں اس حلف کی شدت میں اور اضافہ کیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۳۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۲۵ مسند احمد ج ۴ ص ۸۳)

اس حدیث میں غیر شرعی باتوں پر حلف اٹھانے کی ممانعت ہے اور ایک دوسرے کا وارث بنانے پر حلف اٹھانے کی ممانعت ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے لیے جو حلف اٹھایا جائے اس حلف کی شدت میں اور اضافہ کیا ہے۔

2923 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْمَعْنَى - قَالَ أَحْمَدُ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، قَالَ: كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَى أُمِّ سَعْدٍ بِنْتِ الرَّبِيعِ - وَكَانَتْ يَتِيمَةً فِي حِجْرِ أَبِي بَكْرٍ - فَقَرَأْتُ: (وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ) (النساء: 33)، فَقَالَتْ: لَا تَقْرَأْ: (وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ) (النساء: 33)، إِنَّمَا نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حِينَ أَبَى الْإِسْلَامَ، فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ أَلَّا يُوَرِّثَهُ، فَلَمَّا أَسْلَمَ أَمَرَ اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يُؤْتِيَهُ نَصِيبَهُ. زَادَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: فَمَا أَسْلَمَ حَتَّى حُمِلَ عَلَى الْإِسْلَامِ بِالسَّيْفِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَنْ قَالَ: (عَقَدَتْ) (النساء: 33): جَعَلَهُ حِلْفًا، وَمَنْ قَالَ: عَاقَدَتْ جَعَلَهُ حَالِفًا. قَالَ: وَالصَّوَابُ حَدِيثُ طَلْحَةَ عَاقَدَتْ.

❀❀ داؤد بن حصین بیان کرتے ہیں: میں سیدہ اُم سعد بنت ربیع رضی اللہ عنہا کے ہاں پڑھا کرتا تھا، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت یتیم لڑکی تھیں، میں نے یہ آیت یوں تلاوت کی

''تمہاری قسموں نے جنہیں پختہ کیا ہے''

انہوں نے فرمایا: تم یہ نہ پڑھو ''تمہاری قسموں نے جنہیں پختہ کیا ہے''۔

یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ وہ انہیں وارث نہیں بنائیں گے، جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا، تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ ان کا حصہ انہیں دیں۔

عبدالعزیز نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: انہوں نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا، جب تک تلوار کے ذریعے انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جو لفظ ''عقدت'' پڑھتے ہیں، انہوں نے اسے قسم بنایا ہے اور جو لوگ ''عاقدت'' پڑھتے

ہیں، انہوں نے اسے قسم اٹھانے والا بنایا ہے۔
درست وہ ہے، جو طلحہ کی روایت میں ہے کہ لفظ "عاقدت" ہے۔

2924 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ يَزِيْدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، (وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا) (الانفال:74) (وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا) (الانفال:74) فَكَانَ الْاَعْرَابِيُّ لَا يَرِثُ الْمُهَاجِرَ، وَلَا يَرِثُهُ الْمُهَاجِرُ، فَنَسَخَتْهَا فَقَالَ: (وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ) (الاحزاب:6)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"وہ لوگ جو ایمان لائے انہوں نے ہجرت نہیں کی"

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:) کوئی دیہاتی کسی مہاجر کا وارث نہیں بنتا تھا اور نہ ہی مہاجر اس کا وارث بنتا تھا، تو اس آیت نے اسے منسوخ کر دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان کے رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں"۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کی اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں بالکل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں، اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے ماسوا اس قوم کے جس کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور تم جو کام بھی کرتے ہو اللہ اس کو خوب دیکھنے والا ہے"

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مومنین کی چار قسمیں

اس آیت (الانفال:72) میں اور اس سورت کی آخری آیت (الانفال:72) میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایمان لانے والوں کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں (1) مہاجرین اولین، ان کا ذکر آیت 72 کے اس حصہ میں ہے۔ (1)۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (2) انصار، ان کا ذکر آیت مذکورہ کے اس حصہ میں ہے، وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا۔ (3) جن مومنین نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی ان کا ذکر الانفال:75 کے اس حصہ میں ہے والذین امنوا من بعد وهاجروا وجاهدوا معكم۔ (4)۔ وہ مومنین جنہوں فتح مکہ تک ہجرت نہیں کی ان کا ذکر (الانفال:72) کے اس حصہ میں ہے، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا۔

مہاجرین اولین کی دیگر مہاجرین اور انصار پر فضیلت

مہاجرین اولین نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے جہاد کیا۔ کیونکہ جب وہ اپنے وطن کو چھوڑ آئے تو ان کے تمام مال و دولت

اوران کے مکانوں اور تجارت پر کفار مکہ نے قبضہ کرلیا۔ پھر انہوں نے مکہ سے مدینہ آنے کے لیے اور غزوات میں شرکت کرنے کے لیے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور انہوں نے اپنی جانوں کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کیا، کیونکہ انہوں نے بغیر ہتھیاروں اور بغیر عددی قوت اور بغیر تیاری کے غزوہ بدر میں کفار کے خلاف جہاد کیا۔ اس سے یہ واضح ہوگیا کہ اللہ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے مقابلہ میں ان کو اپنا مال عزیز تھا نہ جان، اور چونکہ وہ ہجرت کرنے میں اور اللہ کی راہ میں مال اور جان کرچ کرنے میں بعد کے مسلمانوں پر سابق اداول تھے اس لیے ہجرت اور جہاد میں وہ بعد کے مسلمانوں کے لیے امام، پیشوا اور مقتدا بن گئے اس لیے ان کا مرتبہ اور اجر وثواب بعد میں ہجرت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

السابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنه ور ضو عنه (التوبہ:100)

مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے، اور جن لوگوں نے نیک کاموں میں ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقو من بعد وقاتلو وكلا وعد الله الحسنى (الحدید:10)

جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور جہاد کیا، ان لوگوں کا بہت بڑا درجہ ہے اور اللہ نے ان سب سے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

السابقون السابقون۔ اولئك المقربون (الواقعہ:10-11)

سبقت کرنے والے سبقت کرنے والے ہیں وہی (اللہ کے مقرب ہیں۔

مہاجرین اولین سابقین نے سب مسلمانوں سے پہلے ہجرت کر کے اللہ کی راہ میں کرچ کر کے اور اس کی راہ میں جہاد کر کے بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے اس نیک عمل کی راہ دکھائی اس لیے قیامت تک کے مسلمانوں کی ان نیکیوں کا اجر ان کے نامہ اعمال کی زینت ہوگا، حدیث شریف میں ہے:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا، اور بعد والوں کے اپنے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس شخص نے اسلام میں کسی برے کام کی ابتداء کی اس کو اپنے کام کا گناہ بھی ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے اعمال کا گناہ بھی ہوگا اور ان کے اپنے کاموں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم الزکوۃ 69(1017)2313۔ سنن النسائی رقم الحدیث:2554۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:203۔ مسند احمد ج4، ص359،357۔ المعجم الکبیر ج2، رقم الحدیث:2445، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:21025۔ سنن کبریٰ للبیہقی، ج4، ص175، کنز العمال رقم الحدیث:43078)

لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ اپنی نوع کے لوگوں کو کوئی نیک کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں بھی اس نیک کام کرنے کا جذبہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے خواہ وہ کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔ اور لوگوں پر کوئی مشکل کام اس وقت آسان ہو جاتا ہے جب وہ اور لوگوں کو بھی وہ کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ سو اس اعتبار سے مہاجرین اولین کو بعد کے مسلمانوں پر بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔

مومنین انصار کو بھی بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان کی طرف ہجرت کی تھی تو اگر وہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو مدینہ میں جگہ نہ دیتے اور آپ کی مدد نہ کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی جان اور اپنے مال کے نذرانے پیش نہ کرتے اور مشکل مہمات میں اصحاب رسول کا ساتھ نہ دیتے تو ہجرت کے مقاصد پورے نہ ہوتے۔ اس کے باوجود مہاجرین اولین کا مرتبہ انصار مدینہ سے کوئی وجہ سے افضل ہے۔

1۔ مہاجرین سابقین اولین ایمان لانے میں انصار اور باقی سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔ اور ایمان لانا ہی تمام فضیلتوں کا مبدء اور منشاء ہے۔

2۔ مہاجرین اولین مسلسل تیرہ سال کفار قریش کی زیادتیوں اور ظلم وستم کا شکار ہوتے رہے اور تمام سختیوں پر صبر کرتے رہے۔

3۔ انہوں نے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر اپنا وطن چھوڑا، عزیز و اقارب کو چھوڑا، گھر، تجارت اور باغات کو چھوڑا اور اسلام کی خاطر یہ تمام مصائب مہاجرین نے برداشت کیے۔

4۔ رسول اللہ ﷺ کے پیغام اور آپ کے دین اور آپ کی شریعت کو قبول کرنے کا دروازہ مہاجرین اولین نے کھولا۔ انصار نے ان کی اقتداء کی اور ان کی مشابہت اختیار کی اور مقتدیٰ مقتدی سے افضل ہوتا ہے۔

مہاجرین اور انصار کے درمیان پہلے وراثت کا مشروع پھر منسوخ ہونا

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں اس جگہ مفسرین کا اختلاف ہے کہ ولایت سے مراد وراثت ہے یا ولایت سے مراد ایک دوسرے کی نصرت اور معاونت ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس ولایت سے مراد وراثت ہے اور اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث کر دیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں ان کو وراثت نہیں ملے گی اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سوت کے آخرت میں فرمایا اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں تو اس آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا۔ اور اب قرابت وراثت کا سبب ہے اور ہجرت وراثت کا سبب نہیں ہے۔ مجاہد، ابن جریج، قتادہ، عکرمہ، حسن بصری، سدی اور زہری سے بھی اسی قسم کے اقوال مروی ہیں۔ (جامع البیان ج10، ص69-67، مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1415ھ)

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں پر نسخ نہیں ہے اور ولایت کا معنی نصرت اور اعانت ہے، اور یہی تفسیر راجح ہے۔

ولایت کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

ولایت کا معنی

ولاء اور توالی کا معنی یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا ایسا حصول ہو جو پہلے حاصل نہ تھا۔
اور اس کا قرب کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے۔ خواہ قرب بہ حیثیت مکان ہو یا قرب بہ حیثیت نسب ہو یا قرب بہ حیثیت دین ہو یا بہ حیثیت دوستی قرب ہو یا بہ حیثیت نصرت اور اعتقاد قرب ہو۔

اور ولایت (واؤ کی زیر کے ساتھ) کا معنی نصرت ہے اور ولایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) کا معنی ہے کسی امر کا والی ہونا اور اس میں تصرف کرنا۔ اور ولی اور مولی ان میں سے ہر معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسم فاعل کے معنی میں یعنی ناصر، اور کارساز اور اسم مفعول کے معنی میں یعنی منصور واللہ والی المومنین (آل عمران:68) اس کا معنی ہے اللہ مومنین کا ناصر اور کارساز ہے اور مومنین اللہ کے ولی ہیں یعنی اللہ کے منصور ہیں اللہ ان کی نصرت اور مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے درمیان ولایت کی نفی کر دی ہے یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصارا اولیاء (المائدہ:51) یعنی یہود اور نصاریٰ کو اپنا ناصر اور مددگار نہ بناؤ۔ اسی طرح طرح فرمایا مالکم من ولایتھم من شیء (الانفال:72) یعنی تم ان کی مطلقاً ان نصرت نہ

(المفردات، ج 2 ص 692_963، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، 1418ھ)

علامہ مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر جزری المتوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ولی سے اس کا معنی ہے ناصر اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے تمام عالم اور مخلوقات کا مربی اور منتظم، اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے والی ہے اس کا معنی ہے تمام اشیاء کا مالک اور ان میں تصرف کرنے والا اور ولایت کا لفظ تدبیر، قدرت اور فعل کی خبر دیتا ہے اور جب تک کسی چیز میں یہ معانی جمع نہ ہوں اس پر والی کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ حدیث میں لفظ مولی بہ کثرت استعمال ہوا ہے اور یہ ان معانی میں ہے: رب، مالک، سید، منعم، معتق (آزاد کرنے والا) ناصر، محبت، تابع، پڑوسی، عم زاد، حلیف، عقید (جس سے معاہدہ کیا ہو) سسرالی رشتہ دار، غلام، آزاد کردہ، ان میں سے اکثر معنی میں مولی کا لفظ حدیث میں وارد ہے، اور حدیث کا سیاق وسباق جس معنی کا مقتضی ہو مولی کا لفظ اسی معنی پر محمول کیا جاتا ہے اور ہر وہ شخص جو کسی چیز کا مالک ہو یا اس کا انتظام کرے وہ اس کا مولی اور ولی ہے، اور کبھی ان اسماء کے مصادر مختلف المعنی ہوتے ہیں۔ پس ولایت (زبر کے ساتھ) کا معنی نسب میں قریب اور نصر اور آزاد کرنے والا ہے اور ولایت (زیر کے ساتھ) کا معنی امارت ہے اور ولاء کا معنی آزاد شدہ ہے۔

(النہایہ ج5 ص197_198، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ)

چونکہ ولایت کا معنی نسبی قرابت بھی ہے اس لیے اس آیت میں وراثت کے معنی کی بھی گنجائش ہے۔ لیکن قرآن مجید میں کم سے کم نسخ کو ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو نصرت کے معنی پر محمول کیا جائے اور سیاق وسباق سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

کفار سے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے دار الحرب کے مسلمانوں کی مدد نہ کرنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے۔ ماسوا اس قوم کے جس کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو۔

یعنی جن مسلمانوں نے دارالحرب سے درالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی، پھر انہوں نے دارالحرب سے رہائی حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں سے ان کی فوجی قوت یا مال سے مدد طلب کی تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان کو نا امید اور نامراد نہ کریں۔ ہاں اگر وہ کسی ایسی کافر قوم کے خلاف تم سے مدد طلب کریں جس قوم کے ساتھ ایک مدت معین تک کا تمہارا معاہدہ ہو تو پھر تم اس معاہدہ کو نہ توڑو، جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے تین شرائط پر صلح کی۔ مشرکین میں سے جو شخص مسلمانوں کی طرف آئے گا وہ اس کو انہیں واپس کر دیں گے، اور مسلمانوں کی طرف سے جو مشرکین کے پاس جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے، اور یہ کہ اگلے سال مسلمان عمرہ کے لیے آئیں گے اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں ٹھہریں گے اور اپنے ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر آئیں گے مثلاً تلوار اور تیر کمان وغیرہ۔ پھر حضرت ابوجندل بیڑیوں میں چلتے ہوئے مسلمانوں کی طرف آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشرکین کی طرف واپس کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:2700،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ، بیروت، 1412ھ)

امام ابن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سہیل بن عمرو صلح نامہ لکھ رہے تھے اس وقت سہیل کے بیٹے حضرت ابوجندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں میں گھسیٹتے ہوئے آئے اور اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اس فتح کے متعلق کوئی شک نہیں تھا اور اس کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب تھا۔ اور جب انہوں نے صلح اور رجوع کا معاملہ دیکھا اور یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرائط مان لی ہیں تو ان کو اتنا زیادہ رنج اور قلق ہوا کہ لگتا تھا وہ شدت غم سے ہلاک ہو جائیں گے جب سہیل نے اپنے بیٹے ابوجندل کو دیکھا تو ان کے پاس گیا اور ان کے منہ پر تھپڑ مارے، اور ان کو گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنے لگا اور اس نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور آپ کے درمیان اس کے آنے سے پہلے معاہدہ مکمل ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ پھر وہ حضرت ابوجندل کو گریبان سے پکڑ کر گھسیٹنے لگا تا کہ ان کو قریش کی طرف لے جائے اور حضرت ابوجندل بلند آواز سے فریاد کرنے لگے اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا، یہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کریں گے۔ مسلمانوں کو ان کی فریاد کی وجہ سے اور زیادہ قلق ہوا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوجندل! صبر کرو اور اجر و ثواب کی نیت کرو، تمہیں اور دوسرے کمزور مسلمانوں کو اللہ نجات دینے والا ہے اور ان کے لیے کشادگی کرنے والا ہے، اور میں ان لوگوں سے صلح کا معاہدہ کر چکا ہوں اور میں ان سے عہد شکنی نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابوجندل دل شکستہ ہو کر اپنے باپ کے ساتھ چلے گئے اور معاہدہ پورا ہو گیا۔ (سیرت ابن ہشام ج3 ص347، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، 1415ھ)

نیز امام ابن ہشام لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو آپ کے پیچھے ابوبصیر عتبہ بن اسید بھی مدینہ پہنچ گئے یہ ان مسلمانوں میں سے تھے جن کو مکہ میں قید کر کے رکھا گیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو ان کی بازیابی کے لیے ازہر بن عبد عوف اور اخنس بن

شریق نے آپ کو خط لکھا اور بنو عامر بن لوی کے ایک شخص اور ان کے آزاد کردہ غلام کو انہیں لینے کے لیے مدینہ منورہ بھیجا۔ وہ دونوں ازہر اور اخنس کا خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبصیر! ہم نے ان لوگوں سے جو معاہدہ کیا ہے وہ تم کو معلوم ہے اور ہمارے دین میں عہد شکنی کی گنجائش نہیں ہے اور اللہ تمہارے لیے اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لیے نجات اور کشادگی کی صورت پیدا کرنے والا ہے، تم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ۔ حضرت ابوبصیر نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے مشرکین کی طرف لوٹا رہے ہیں وہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیں گے! آپ نے فرمایا اے ابوبصیر! تم واپس جاؤ عنقریب اللہ تمہاری رہائی کی صورت پیدا کر دے گا۔

(سیرت ابن ہشام ج 3، ص 352، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، 1415ھ)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

ابوجندل بن سہیل بن عمرو مکہ میں بہت پہلے اسلام لا چکے تھے ان کے باپ سہیل نے ان کو زنجیروں سے باندھ کر مکہ میں قید کیا ہوا تھا اور ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا۔ حدیبیہ کی صلح کے بعد یہ رہا ہو کر مقام العیص میں پہنچ گئے اور حضرت ابوبصیر سے مل گئے۔ (حضرت ابوبصیر کو جو دو آدمی لینے آئے تھے، انہوں نے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا مکہ بھاگ گیا تھا۔ وہ پھر مدینہ گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ کی پاس داری کی وجہ سے ان کو قبول نہیں کیا۔ پھر یہ مدینہ سے نکل کر مقام العیص پہنچ گئے حضرت ابوجندل بھی ان سے آملے۔ اس طرح وہاں تقریباً ستر مسلمان مکہ سے بھاگ کر ان کے پاس آ گئے ان کو مکہ سے آنے والا جو کافر ملتا یہ اس کو قتل کر دیتے اور کفار کے جو قافلے وہاں سے گزرتے ان کو لوٹ لیتے۔ حتیٰ کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا کہ وہ مکہ سے آنے والے مسلمانوں کو واپس کرنے کی شرط سے دست بردار ہوتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے ان کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی اور یہ لوگ مدینہ آ گئے۔ (سیرت ابن ہشام، ج 3، ص 352، 353)۔ پھر حضرت ابوجندل، حضرت ابوبصیر کے پاس رہے حتیٰ کہ حضرت ابوبصیر وہاں وفات پا گئے اور حضرت ابوجندل دیگر مسلمانوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرتے رہے اور حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں 18ھ کو شام میں فوت ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ ج 7، ص 284 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ برحق مومن ہیں، ان کے لیے بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے"

مہاجرین اور انصار کی تعریف و توصیف

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں تکرار ہے کیونکہ آیت 72 میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت 72 سے مقصود یہ تھا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان ولایت کو بیان کیا جائے اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ مہاجرین اور انصار کی تعریف و توصیف کی جائے کیونکہ ان کا ایمان کامل ہے اور یہ برحق مومن ہیں۔ مہاجرین اولین نے ایمان کے

تا صول پر عمل کیا انہوں نے اسلام کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا، عزیز و اقارب کو چھوڑا، مال و دولت اور مکانوں اور باغات کو چھوڑا۔
اسی طرح انصار نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے اپنے دیدہ و دل کو فرش راہ کیا۔

بَابٌ فِي الْحِلْفِ

باب: حلف (کسی کو اپنا حلیف قرار دینا) کا بیان

2925- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَأَيُّمَا حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً

❀❀ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اسلام میں حلف کی کوئی حیثیت نہیں ہے، زمانہ جاہلیت کا جو بھی حلف تھا، اسلام نے اس کی مضبوطی میں اضافہ ہی کیا ہے''۔

2926- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: حَالَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا. فَقِيلَ لَهُ: أَلَيْسَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، فَقَالَ: حَالَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے محلے میں (یا احاطے میں) مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد نہیں فرمائی ہے؟

''اسلام میں حلف (منہ بولے بھائی) کی کوئی حیثیت نہیں ہے''

تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ہمارے گھر میں بھائی چارہ قائم کیا تھا، یہ بات انہوں نے دو یا تین مرتبہ دہرائی۔

منہ بولے بیٹے کی وراثت وغیرہ کا بیان

متبنٰی بنانے والا اس کا نہ باپ بنتا ہے نہ متبنٰی اس کا بیٹا یا اولاد۔ لہٰذا باپ کی جگہ صرف اور صرف اس کے حقیقی باپ کا نام ہی لکھا اور پکارا جائے گا۔ قرآن کریم میں واضح حکم ہے

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ.

2925- اسنادہ صحیح. سعد بن ابراہیم: هو ابن عبد الرحمن بن عوف، وزكريا: هو ابن ابی زائدة، وابو اسامة: هو حماد بن اسامة، وابن نمیر: هو عبد الله. واخرجه مسلم (2530)، والنسائی فی "الكبرى" (6385) من طریق زکریا ابن ابی زائدة، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (16761)، و"صحيح ابن حبان" (4372) (4372).

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ.

''اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے (حقیقی) بیٹے بنایا، یہ سب تمہارے منہ کی اپنی باتیں ہیں اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی (سیدھا) راستہ دکھاتا ہے۔ تم اُن (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ (ہی کے نام) سے پکارا کرو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ عدل ہے، پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو (وہ) دین میں تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں''۔

(الاحزاب،33:4،5)

پس متبنّیٰ (منہ بولے بیٹے/ بیٹی) کے حقیقی والدین ہی اس کے والدین ہیں اور رہیں گے خواہ پرورش کوئی کرے۔ حقیقی والد کا نام ہی والد کے طور پر لکھا اور بتایا جائے گا خواہ کچھ ہو۔ دوسرے کی طرف منسوب کر کے اس کا بیٹا کہنا یا لکھنا حرام ہے۔ متبنّیٰ کی پرورش کرنے والا شخص اپنی زندگی میں جتنا مناسب سمجھے مکان، روپیہ، دوکان وغیرہ ہبہ کر سکتا ہے، اس کے نام رجسٹری کر دے تا کہ اس کے مرنے کے بعد اس میں وراثت کا جھگڑا نہ ہو۔ وراثت صرف اس مال میں چلتی ہے جو مرتے وقت کسی کی ملکیت میں ہو۔

دوسری صورت یہ بھی ہے کہ مرتے وقت ایک تہائی تک مال اس کے نام کرنے کی وصیت کر جائے۔ اس شخص نے اپنی زندگی میں جو کچھ متبنّیٰ کو دے دیا چونکہ اب وہ اس کی ملکیت سے نکل کر اس متبنّیٰ کی ملکیت میں آ چکا، لہٰذا اس پر مرنے والے کی وراثت کا اطلاق نہ ہوگا اور نہ ہی واپسی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ جب متبنّیٰ کسی طور پر وارث بنتا ہی نہیں تو صلبی اولاد یا دیگر ورثاء کے ساتھ اس کا وراثت میں کوئی مسئلہ ہی نہ رہا، باقی ورثاء تمام ترکہ میں سے حسب ضابطہ اپنا اپنا مقررہ حصہ پائیں گے۔

دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ حقیقی ورثاء کا حق اس متبنّیٰ کی وجہ سے مارا نہ جائے۔ اس لیے میں نے کل مال کی ایک تہائی کی وصیت کی بات کی تا کہ اس کا کام بھی ہو جائے اور بقایا حصے باقی وارثوں میں بھی تقسیم ہو سکیں۔ نہ کسی کا حق مارا جائے اور نہ کوئی محروم ہو۔

نامعلوم نسب کا کوئی بچہ مل جائے تو اس کی پرورش کرنے والا اس کا سرپرست کہلوائے گا اور تمام کاغذات میں بطور والد نہیں بلکہ بطور سرپرست اس کا نام درج کیا جائے گا۔

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَرِثُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا

باب: عورت کا اپنے شوہر کی دیت میں وارث ہونا

2927۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَقُولُ: الدِّيَةُ لِلْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا، حَتَّى قَالَ لَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا فَرَجَعَ عُمَرُ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، وَقَالَ فِيهِ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَعْرَابِ

⊛⊛ سعید بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے: دیت خاندان والوں کا حق ہوتا ہے اور عورت کو اپنے شوہر کی دیت میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا، یہاں تک حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مجھے یہ خط میں لکھا تھا؟ کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو، اس کے شوہر کی دیت میں سے حصہ دلوا دوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (یعنی حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کو) دیہاتیوں کا نگران مقرر کیا تھا"

شرح

جس طرح زمانہ جاہلیت میں عورت کی دیت آدھی تھی، اسی طرح اسے شوہر کی دیت میں سے حصہ بھی نہیں دیا جاتا تھا۔ تفسیر کشاف میں حضرت عمر کی روایت بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے ایک مقتول کی دیت کا فیصلہ دیا۔ اس کی بیوی نے آ کر شوہر کی دیت میں سے اپنا حصہ مانگا۔ آپ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ تمھارا کوئی حصہ بنتا ہے، کیونکہ دیت تو صرف عصبہ (باپ کی جانب سے رشتہ دار) کے لیے ہوتی ہے۔ اس پر ضحاک بن سفیان کلابی نے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ کر حکم دیا کہ میں اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دوں۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس عورت کو حصہ دے دیا۔

گئی ہے۔آخری دور میں آزمائش اور ایسے امور پیش آئیں گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ایک فتنہ آئے گا جس کا ایک حصہ دوسرے کو کمزور بنادے گا۔فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا یہ مجھے ہلاک کر ڈالے گا، پھر وہ ختم ہوگا تو ایک اور فتنہ آجائے گا تو مومن کہے گا: یہ تو مجھے نہیں چھوڑے گا،لہٰذا جو شخص چاہتا ہے کہ آگ سے بچالیا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے اسے چاہیے کہ وہ اس حال میں مرے کہ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔اور جس نے کسی امام کی بیعت کی،اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور دل سے تسلیم کیا تو اسے چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرے اور اگر کوئی دوسرا امام آجائے جو اس (پہلے امام) سے جھگڑا کرے تو اس دوسرے (امام) کی گردن اڑا دو"

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا،اے اللہ کے نبی! دیکھیے اگر ہم پر ایسے حکمران مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق تو مانگتے ہوں لیکن ہمارا حق نہ دیتے ہوں تو اس بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں، آپ ﷺ نے اس شخص سے منہ پھیر لیا۔اس شخص نے دوسری بار وہی سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اسمعوا وأطیعوا فإنما علیھم ما حملوا وعلیکم ما حملتم (صحیح مسلم)

"ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ان کی ذمہ داری کا بار (بوجھ) ان پر ہے اور تمہاری ذمہ داری کا بوجھ تم پر!

بَابُ مَا جَاءَ فِي طَلَبِ الْإِمَارَةِ

باب:حکومت (یا عہدے) کا طلبگار ہونا

2929 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَنْصُورٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِذَا أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ فِيهَا إِلَى نَفْسِكَ، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمن بن سمرہ! تم امارت (یعنی کسی حکومتی عہدے) کا سوال نہ کرنا، کیونکہ اگر وہ تمہیں مانگنے کے نتیجے میں دیا گیا، تو اس کے بارے میں تمہیں 'تمہارے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر تمہیں یہ مانگے 'بغیر دیا گیا' تو اس کے بارے میں تمہاری مدد کی جائے گی۔

حکومت یا عہدہ طلب کرنے کی مذمت کا بیان

حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میں دیکھ رہا ہوں) تم آنے والے زمانے میں حکومت وسیادت کی حرص میں مبتلا ہوگے حالانکہ وہ حکومت وسیادت (جو حرص وطلب کے ساتھ ملے) قیامت کے دن پشیمانی کا موجب ہے (یاد رکھو) حکومت وسیادت دودھ چھڑانے والی عورت کی طرح بری لگتی ہے لہٰذا یہ بات مرد دانا کے لائق نہیں ہے کہ وہ ایسی لذت کے حصول کی خواہش وکوشش کرے جس کا انجام حسرت وغم ہے۔اور حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ ایک دن

میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ مجھے (کسی جگہ کا) عامل (حاکم) کیوں نہیں بنا دیتے؟ حضرت ابوذر کا بیان ہے (میری یہ بات سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (از راہ لطف وشفقت) میرے مونڈھے پر اپنا ہاتھ مارا اور پھر فرمایا کہ" ابوذر! تم ناتواں ہو اور یہ سرداری (خدا کی طرف سے) ایک امانت ہے) جس کے ساتھ بندوں کے حقوق متعلق ہیں اور اس میں خیانت نہیں کرنی چاہئے) اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) سرداری قیامت کے دن رسوائی وپشیمانی کا باعث ہوگی الا یہ کہ جس شخص نے اس (سرداری کو حق کے ساتھ حاصل کیا اور اس حق کو ادا کیا جو اس سرداری کے تئیں اس پر ہے (یعنی جو شخص مستحق ہونے کی وجہ سے سردار بنایا گیا اور پھر اس نے اپنے زمانہ میں حکومت میں عدل وانصاف کا نام روشن کیا اور رعایا کے ساتھ احسان وخیر خواہی کا برتاؤ کیا تو وہ سرداری اس کے لئے رسوائی اور وبال کا باعث نہیں ہوگی) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ابوذر! میں تمہیں ناتواں دیکھتا ہوں (کہ سرداری کا بار برداشت نہیں کر سکو گے) اور میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند کرتا ہوں جو میں اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہوں تم دو آدمیوں کا بھی سردار وعامل نہ بننا اور کسی یتیم کے بھی مال کی کار پردازی ونگرانی نہ کرنا۔ (مسلم)

جو میں اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہوں" کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں تمہاری طرح ضعیف وناتواں ہوتا تو میں اس سرداری، وحاکیت کے بوجھ کو نہ اٹھاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے قوت بھی دی ہے اور پھر تحمل بھی عطا کیا ہے، اگر حق تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو تحمل عطا نہ ہوتا تو میں ہرگز اس بار کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ حکومت وسیادت سے پرہیز کرنے کے بارے میں یہ حدیث اصل میں عظیم اور سب سے بڑی رہنما ہے بطور خاص اس شخص کے لئے جو اس منصب کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی قوت نہ رکھتا ہو!۔

نااہل کو عہدہ سپرد کرنے کی ممانعت کا بیان

2930 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَخِيهِ، عَنْ بِشْرِ بْنِ قُرَّةَ الْكَلْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ رَجُلَيْنِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ أَحَدُهُمَا، ثُمَّ قَالَ: جِئْنَا لِتَسْتَعِينَ بِنَا عَلَى عَمَلِكَ، وَقَالَ الْآخَرُ: مِثْلَ قَوْلِ صَاحِبِهِ، فَقَالَ: إِنَّ أَخْوَنَكُمْ عِنْدَنَا مَنْ طَلَبَهُ فَاعْتَذَرَ أَبُو مُوسَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: لَمْ أَعْلَمْ لِمَا جَاءَا لَهُ. فَلَمْ يَسْتَعِنْ بِهِمَا عَلَى شَيْءٍ حَتَّى مَاتَ

⊛⊛ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں دو آدمیوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

2930- اسناده ضعيف بهذا السياق لجهالة بشر بن قرة - ويقال: قرة بن بشر - ولابهام اخی اسماعيل بن ابی خالد، ولاسماعيل اربعة اخوة، كلهم مجاهيل. ثم انه قد اختلف فيه على اسماعيل بن ابی خالد كما بيناه فی "المسند" (19508). واخرجه النسائی فی "الكبرى" (5899) من طريق عباد بن العوام، عن اسماعيل ابن ابی خالد، بهذا الاسناد. وقال: عن قرة بن بشر. واخرجه النسائی (5898) من طريق سفيان الثوری، عن اسماعيل بن ابی خالد، عن اخيه، عن ابی بردة، عن ابی موسى، فاسقط من اسناده بشر بن قرة، وهو فی "مسند احمد" (19508) من طريق سفيان الثوری.

ان میں سے ایک نے تشہد کے کلمات پڑھے اور پھر بولے: ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ اپنے کام کاج (یعنی لوگوں سے زکوۃ وغیرہ کی وصولی) کے کام میں ہم سے بھی مدد لیں، دوسرے شخص نے بھی اپنے ساتھی کی مانند کلمات کہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمارے نزدیک تم میں سب سے زیادہ خیانت والا شخص وہ ہے جو اس کا مطالبہ کرتا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس حوالے سے معذرت پیش کی اور عرض کی: مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ دونوں کس لیے آئے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں سے اس حوالے سے کوئی کام نہیں لیا، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

شرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جو شخص کسی خدمت ذمہ داری کا طالب ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی درخواست کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کام پر مقرر نہ فرماتے کیونکہ کسی منصب کا طالب ہونا حب جاہ پر دلالت کرتا ہے جو آخر کار طالب کے حق میں خرابی کا باعث ہوتا ہے۔

بَابٌ فِي الضَّرِيرِ يُوَلَّى

باب: نابینا کو اہلکار مقرر کرنا

2931 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ عَلَى الْمَدِينَةِ مَرَّتَيْنِ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو دو مرتبہ مدینہ منورہ میں (اپنا نائب) مقرر کیا۔

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْوَزِيرِ

باب: (اپنا) وزیر بنانا

2932 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ الْمُرِّيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَرَادَ اللهُ بِالْأَمِيرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ صِدْقٍ، إِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهُ، وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ، وَإِذَا أَرَادَ اللهُ بِهِ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ سُوءٍ، إِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ، وَإِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

2932-حدیث صحیح. زهیر بن محمد-وان کانت روایة اهل الشام عنه غیر مستقیمة, وهذا منها فان الولید هو ابن مسلم دمشقی-متابع کما سیاتی. واخرجه ابن حبان (4494), وابن عدی فی "الکامل" 10763/, والبیهقی فی "السنن" 112-11110/, وفی "الاسماء والصفات" (304) من طریق الولید بن مسلم, بهذا الاسناد. واخرجه اسحاق بن راهویه فی "مسنده" (956) و (972), واحمد (24414), والخلال فی "السنة" (78), وابو یعلی (4439)

''جب اللہ تعالیٰ کسی امیر (یعنی حاکم) کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرلے' تو اس کو مخلص وزیر عطا کر دیتا ہے اگر وہ حاکم بھول جائے تو وہ وزیر اسے یاد کرواتا ہے اور حاکم کو یاد ہو' تو وہ وزیر اس کی مدد کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی حاکم کے ساتھ مختلف ارادہ کرلے (یعنی اس کو خراب کرے) تو اسے بُرا وزیر عطا کر دیتا ہے جب وہ حاکم بھول جائے تو وہ وزیر اسے یاد نہیں کرواتا اور جب حاکم کو یاد ہو' تو وہ وزیر اس کی مدد نہیں کرتا''۔

بَابٌ فِي الْعِرَافَةِ

باب: قوم کی نمائندگی

عریف: اپنے ساتھیوں کا تعارف کرانے والا، قوم کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا، نقیب، یہ حاکم سے کم مرتبے کا ہوتا ہے، اور اپنی قوم کے ہر ایک شخص کا رویہ اور چال چلن حاکم سے بیان کرتا ہے اور اسے برے بھلے کی خبر دیتا ہے۔

2933 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ جَدِّهِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ عَلَى مَنْكِبِهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ إِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ أَمِيرًا، وَلَا كَاتِبًا وَلَا عَرِيفًا

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا: ''اے قدیم! تم کامیاب ہوا گر تم ایسی حالت میں فوت ہوئے ہو کہ تم امیر نہیں تھے' سیکرٹری نہیں تھے اور اپنی قوم کے نمائندے نہیں تھے''۔

2934 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا غَالِبٌ الْقَطَّانُ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُمْ كَانُوا عَلَى مَنْهَلٍ مِنَ الْمَنَاهِلِ، فَلَمَّا بَلَغَهُمُ الْإِسْلَامُ جَعَلَ صَاحِبُ الْمَاءِ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا، وَقَسَمَ الْإِبِلَ بَيْنَهُمْ وَبَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ، فَأَرْسَلَ ابْنَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: ائْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ لَهُ: أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَإِنَّهُ جَعَلَ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا، وَقَسَمَ الْإِبِلَ بَيْنَهُمْ، وَبَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ، أَفَهُوَ أَحَقُّ بِهَا أَمْ هُمْ؟ فَإِنْ قَالَ لَكَ: نَعَمْ، أَوْ لَا، فَقُلْ لَهُ: أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ، وَهُوَ عَرِيفُ الْمَاءِ وَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ لِي الْعِرَافَةَ بَعْدَهُ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، فَقَالَ: وَعَلَيْكَ وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ، فَقَالَ: أَبِي جَعَلَ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا وَحَسُنَ إِسْلَامُهُمْ، ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ، أَفَهُوَ أَحَقُّ بِهَا أَمْ هُمْ؟ فَقَالَ: إِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُسْلِمَهَا لَهُمْ فَلْيُسْلِمْهَا، وَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَسْلَمُوا فَلَهُمْ إِسْلَامُهُمْ، وَإِنْ لَمْ يُسْلِمُوا قُوتِلُوا عَلَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ، وَهُوَ عَرِيفُ الْمَاءِ، وَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ لِي الْعِرَافَةَ بَعْدَهُ، فَقَالَ: إِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌّ، وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنَ الْعُرَفَاءِ، وَلَكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ

⊛⊛ غالب قطان' ایک شخص کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' ان کے دادا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ لوگ چشمے کے پاس مقیم تھے، جب انہیں اسلام کی دعوت پہنچی، تو اس چشمے کے مالک نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا: اگر تم لوگ اسلام قبول کرلو' تو میں تمہیں ایک سو اونٹ دوں گا، ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا' پھر اس نے ان کے درمیان اونٹ تقسیم کردیئے' پھر اسے یہ مناسب لگا، یہ اونٹ ان سے واپس لے لیے جائیں' تو اس نے اپنے بیٹے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور اسے یہ ہدایت کی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائے اور انہیں یہ گزارش کرے' میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجا ہے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتائے کہ اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اگر وہ مسلمان ہوجائیں' تو وہ انہیں ایک سو اونٹ دے گا وہ لوگ مسلمان ہوگئے' اس نے وہ اونٹ ان کے درمیان تقسیم بھی کردیئے' پھر اسے یہ مناسب محسوس ہوا کہ وہ اونٹ اُن لوگوں سے واپس لے' تو کیا میرے والد ان اونٹوں کا زیادہ حقدار ہے' یا وہ لوگ اس کے زیادہ حقدار ہیں؟ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں ''ہاں'' کہیں یا'' نہیں'' کہیں' تو انہیں یہ گزارش کرنا کہ میرا والد عمر رسیدہ شخص ہے اور اپنی قوم کے پانی کا نگران ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ منصب میرے والد کے بعد میرے لیے مقرر کردیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا بیٹا حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا ہے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تم پر اور تمہارے باپ پر بھی سلام ہو، اس نے عرض کی: میرے والد نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ اگر وہ لوگ مسلمان ہوجائیں' تو وہ انہیں ایک سو اونٹ دے گا' وہ لوگ مسلمان ہوگئے اور اچھے مسلمان ہوگئے پھر میرے والد کو یہ خیال آیا کہ ان سے یہ اونٹ واپس لے لیں، تو میرا والد ان کا زیادہ حقدار ہے' یا وہ لوگ اس کے زیادہ حقدار ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ اونٹ ان کے پاس رہنے دیتا ہے' تو یہ ٹھیک ہے اور اگر وہ واپس لینا چاہتا ہے' تو ان لوگوں کی بہ نسبت وہ ان اونٹوں کا زیادہ حقدار ہے، کیونکہ اگر وہ لوگ مسلمان ہوئے ہیں' تو اس کا فائدہ ان لوگوں کو ہوگا اور اگر ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا' تو ان کے ساتھ اسلام کے لیے لڑائی کی جائے گی' اس لڑکے نے گزارش کی: میرے والد عمر رسیدہ شخص ہیں' وہ اپنی قوم کے پانی کے منتظم ہے' انہوں نے یہ درخواست کی ہے کہ آپ اس کے بعد یہ منصب میرے لیے مقرر کردیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر قوم کا عریف ہوتا ہے اور لوگوں کا عریف کے بغیر گزارا بھی نہیں ہے' لیکن اگر یہ عریف (زیادتی کریں گے) تو جہنم میں جائیں گے''

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْكَاتِبِ

باب: کاتب (سیکرٹری) بنانا

2935 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: السِّجِلُّ كَاتِبٌ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "سجل" نامی ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکرٹری تھے۔

بَابٌ فِي السِّعَايَةِ عَلَى الصَّدَقَةِ

باب: زکوۃ وصول کرنے کا معاوضہ لینا

2936 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَسْبَاطِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ، حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"زکوۃ کو وصول کرنے والا شخص' جو حق کے ہمراہ یہ کام کرتا ہے' وہ اپنے گھر واپس آنے تک' اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی مانند ہے"۔

بھتہ لینے والوں کے بارے میں سخت وعید کا بیان

2937 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"بھتہ لینے والا شخص' جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔

2938 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْقَطَّانُ، عَنِ ابْنِ مَغْرَاءَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: الَّذِي يَعْشُرُ النَّاسَ يَعْنِي صَاحِبَ الْمَكْسِ

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: بھتہ لینے والے سے مراد، وہ شخص ہے' جو لوگوں سے عشر لیتا ہے۔

بَابٌ فِي الْخَلِيفَةِ يَسْتَخْلِفُ

باب: ایسا خلیفہ جسے نامزد کیا گیا ہو

2939 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، وَسَلَمَةُ، قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: إِنِّي إِنْ لَا أَسْتَخْلِفْ، فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

2936-اسنادہ حسن، محمد بن اسحاق -وهو ابن يسار المطلبي- صدوق حسن الحديث، وقد صرح بالسماع عند احمد (17285) فانتفت شبهة تدليسه. واخرجه ابن ماجه (1809)، والترمذی (651) من طريق محمد بن اسحاق، والترمذی (651) من طريق يزيد بن عياض، كلاهما عن عاصم بن عمر بن قتادة به. وقال الترمذی: حديث حسن. قلنا: العمدة فيه على ابن اسحاق، واما يزيد بن عياض فهو متهم. وهو في "مسند احمد" (15826) و (17285)، وصححه ابن خزيمة (2334)، والحاكم/4061، وسكت عنه الذهبي.

وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ، وَإِنْ اَسْتَخْلِفْ فَإِنَّ اَبَابَكْرٍ، قَدِ اسْتَخْلَفَ. قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ إِلَّا اَنْ ذَكَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍ، فَعَلِمْتُ اَنَّهُ لَا يَعْدِلُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا، وَاَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کرتا' تو نبی اکرم ﷺ نے بھی کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا اور اگر میں کسی کو مقرر کر دیتا ہوں' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مقرر کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دونوں کا ذکر کیا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ کسی کو نبی اکرم ﷺ کے برابر نہیں کریں گے اور وہ کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کریں گے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَيْعَةِ

باب: بیعت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2940 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نُبَايِعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَيُلَقِّنُنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر (حاکم وقت کی) اطاعت و فرمانبرداری کی اطاعت کرنے کی تو آپ ﷺ نے ہمیں یہ تلقین کی: (ہم یہ بھی کہیں) "جہاں تک سے ہو سکے"

2941 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، اَخْبَرَتْهُ عَنْ بَيْعَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ، قَالَتْ: مَا مَسَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ، إِلَّا اَنْ يَاْخُذَ عَلَيْهَا فَإِذَا اَخَذَ عَلَيْهَا فَاَعْطَتْهُ، قَالَ: اذْهَبِيْ فَقَدْ بَايَعْتُكِ

عروہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں نبی اکرم ﷺ کے خواتین سے بیعت لینے کے بارے میں بتاتے ہوئے' یہ بات بیان کی، نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس نے کبھی کسی خاتون کے ہاتھ کو نہیں چھوا، آپ ﷺ خواتین سے بیعت لیتے تھے، جب وہ خاتون آپ ﷺ کی بیعت کر لیتی تھی، تو آپ ﷺ یہ فرماتے تھے: تم جاؤ، میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔

2942 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ، حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ، حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عَقِيْلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ، وَكَانَ قَدْ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَتْ بِهِ اُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ،

2940- اسنادہ صحیح۔ واخرجہ البخاری (7202)، ومسلم (1867)، والترمذی (1683)، والنسائی (4187) و (4188) من طرق عن عبداللہ بن دینار، بہ۔ وھو فی "مسند احمد" (4565)، و "صحیح ابن حبان" (4548).

نَابِعَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ صَغِيْرٌ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ

حضرت عبداللہ بن ہشام، جنہیں نبی اکرم ﷺ کا زمانہ اقدس نصیب ہوا ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ان کی والدہ سیّدہ زینب بنت حمید رضی اللہ عنہا انہیں ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ اس سے بیعت لیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ابھی کم سن ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

بَابٌ فِيْ أَرْزَاقِ الْعُمَّالِ

باب: سرکاری اہلکاروں کی تنخواہیں (مقرر کرنا)

2943 - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ أَبُوْ طَالِبٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا، فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُوْلٌ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب ہم کسی کو کسی کام کا اہل کار مقرر کریں اور اسے اس کا معاوضہ دیں' تو اس کے علاوہ، وہ جو کچھ حاصل کرے گا، وہ خیانت ہوگا''۔

2944 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: اسْتَعْمَلَنِيْ عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا فَرَغْتُ أَمَرَ لِيْ بِعُمَالَةٍ، فَقُلْتُ: إِنَّمَا لِلّٰهِ، قَالَ: خُذْ مَا أُعْطِيتَ، فَإِنِّيْ قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِيْ

ابن ساعدی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے کا نگران مقرر کیا، جب میں اس کام سے فارغ ہوا، تو انہوں نے مجھے معاوضہ دینے کا حکم دیا، میں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کیا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں جو دیا جارہا ہے، اسے حاصل کرلو، کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اس طرح کا کام کیا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس کا معاوضہ ادا کیا تھا۔

2945 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعَافَى، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَسْكَنٌ

2944-اسناده صحيح. ابن الساعدی: هو عبد الله بن السعدی، واسم ابيه وَقْدان -وقيل غير ذلک- القرشی العامری، وليث: هو ابن سعد. واخرجه مسلم (1045)، والنسائی (1604) من طريق الليث بن سعد، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (371)، و"صحيح ابن حبان" (3405). واخرجه بنحوه البخاری (7163)، ومسلم (1045)، والنسائی (2605) و(2606) و(2607) من طريق حويطب بن عبد العزی، عن عبدالله بن السعدی، به. وهو فی "مسند احمد" (100). واخرج البخاری (7164)، والنسائی (2608)

فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا. قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أُخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ أَوْ سَارِقٌ

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص ہمارا عامل (یعنی کوئی کام کرنے کا اہلکار) ہو، تو اگر اس کی بیوی نہ ہو، تو بیوی حاصل کر لے، اگر خادم نہ ہو، تو خادم حاصل کر لے، اگر رہائش گاہ نہ ہو، تو رہائش گاہ حاصل کر لے۔

ابوبکر نامی راوی بیان کرتے ہیں: مجھے یہ بات پتہ چلی ہے، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جو شخص اس کے علاوہ کچھ حاصل کرے گا، تو وہ خیانت کرنے والا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) چور شمار ہوگا''۔

بَابٌ فِي هَدَايَا الْعُمَّالِ

باب: سرکاری اہلکار کو دیئے جانے والے تحائف

2946- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، لَفْظُهُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ - قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: ابْنُ الْأُتْبِيَّةِ - عَلَى الصَّدَقَةِ فَجَاءَ فَقَالَ: هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِي، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ فَيَجِيءُ فَيَقُولُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِي، أَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ أَبِيهِ فَيَنْظُرَ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا؟ لَا يَأْتِي أَحَدٌ مِنْكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنْ كَانَ بَعِيرًا فَلَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً فَلَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةً تَيْعَرُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَةَ إِبْطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ازد قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو اپنا اہلکار مقرر کیا، اس شخص کا نام ابن لتبیہ تھا (ایک راوی نے یہ نام نقل کیا ہے) ابن اتبیہ اسے زکوٰۃ وصول کرنے کا نگران مقرر کیا گیا، وہ شخص آیا اور عرض کی: یہ آپ لوگوں کا مال ہے اور یہ مجھے تحفے کے طور پر دیا گیا ہے، نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

''اس اہلکار کا کیا معاملہ ہے، جسے ہم بھیجتے ہیں اور پھر وہ آ کر یہ کہتا ہے: یہ آپ ﷺ لوگوں کا ہے اور یہ مجھے تحفے کے طور پر دیا گیا ہے، وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھا رہا، تا کہ وہ اس بات کا جائزہ لیتا کہ کیا اسے تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ تم میں سے جو بھی شخص اس طرح کی کوئی چیز لے کر آئے گا (یعنی اس طرح کی کوئی چیز حاصل کرے گا) تو وہ قیامت کے دن بھی اس چیز کے ساتھ آئے گا، اگر وہ اونٹ ہوگا، تو وہ آواز نکال رہا ہوگا، اگر گائے ہوگی، تو وہ ڈکرا رہی ہو، اور اگر بھیڑ ہوگی، تو وہ آواز نکال رہی ہوگی، نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ بلند کیے، یہاں تک کہ ہم نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی بھی دیکھ لی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے، اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے''

بَابٌ فِي غُلُولِ الصَّدَقَةِ

باب: (وصول ہونے والے) صدقہ میں خیانت کرنا

2947 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِي الْجَهْمِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعِيًا، ثُمَّ قَالَ: انْطَلِقْ أَبَا مَسْعُودٍ، وَلَا أُلْفِيَنَّكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَجِيءُ وَعَلَى ظَهْرِكَ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ لَهُ رُغَاءٌ، قَدْ غَلَلْتَهُ قَالَ: إِذًا لَا أَنْطَلِقُ قَالَ: إِذًا لَا أُكْرِهُكَ

⊛⊛ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عامل بنا کر بھیجا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابومسعود! تم جاؤ اور میں قیامت کے دن تمہیں ایسی حالت میں ہرگز نہ پاؤں کہ تم آؤ اور تمہاری پشت پر زکوۃ کے اونٹوں میں سے، کوئی اونٹ ہو، جو آواز نکال رہا ہو، جسے تم نے خیانت کے طور پر حاصل کیا تھا، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر تو میں نہیں جاتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں تمہیں اس پر مجبور بھی نہیں کرتا۔

بَابٌ فِيمَا يَلْزَمُ الْإِمَامُ مِنْ أَمْرِ الرَّعِيَّةِ وَالْحَجَبَةِ عَنْهُ

باب: رعایا کے معاملے میں، حکمران پر کیا لازم ہے، نیز اُس کا اُن سے دور رہنا

2948 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا مَرْيَمَ الْأَزْدِيَّ، أَخْبَرَهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: مَا أَنْعَمَنَا بِكَ أَبَا فُلَانٍ - وَهِيَ كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ - فَقُلْتُ: حَدِيثًا سَمِعْتُهُ أُخْبِرُكَ بِهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ وَلَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ، وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ، وَفَقْرِهِ قَالَ: فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ

⊛⊛ ابومریم ازدی بیان کرتے ہیں: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے فرمایا: اے ابوفلاں! تم سے ملنے پر خوشی ہوئی، میں نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حدیث کے بارے میں بتانے کے لیے آیا ہوں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جسے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کسی معاملے کا نگران مقرر کردے اور وہ ان کی ضروریات پوری کرنے، ان کی حاجت مندی ختم کرنے، اور ان کے فقر و فاقہ میں حجاب میں رہے (یعنی انہیں اپنے پاس نہ آنے دے) تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس سے حجاب کرلے گا، جب وہ عامل حاجت مند ہوگا، ضرورت مند ہوگا اور فقیر ہوگا"۔

2948- اسناده صحيح. ابو مريم الازدي: اسمه عمرو بن مرة الجهني، كما جزم به البخاري في "التاريخ الكبير" 3086/6، والترمذي بالر (1382)، والبغوي فيما نقله الحافظ في "الاصابة" في ترجمة ابي مريم الازدي. واخرجه الترمذي (1382) من طريق يحيى بن حمزة، بهذا الاسناد. وانظر "مسند احمد" (15651).

راوی بیان کرتے ہیں: تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے مقرر کیا۔

2949 - حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أُوتِيكُمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا أَمْنَعُكُمُوهُ، إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہیں میں جو بھی چیز دوں یا جو بھی چیز نہ دوں' تو اس کے حوالے سے' میں صرف ایک خزانچی ہوں' میں اسی طرح خرچ کرتا ہوں' جس طرح مجھے حکم دیا جاتا ہے''۔

2950 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، يَوْمًا الْفَيْءَ، فَقَالَ: مَا أَنَا بِأَحَقَّ بِهَذَا الْفَيْءِ مِنْكُمْ، وَمَا أَحَدٌ مِنَّا بِأَحَقَّ بِهِ مِنْ أَحَدٍ، إِلَّا أَنَّا عَلَى مَنَازِلِنَا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَسْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالرَّجُلُ وَقِدَمُهُ، وَالرَّجُلُ وَبَلَاؤُهُ، وَالرَّجُلُ وَعِيَالُهُ، وَالرَّجُلُ وَحَاجَتُهُ

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مال فے کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی: میں اس مال فے کا' تم سے زیادہ حقدار نہیں ہوں' اور نہ ہی' ہم میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کے مقابلے میں' اس کا زیادہ حقدار ہے' اللہ کی کتاب کے حکم کے مطابق اور اس کے رسول کی تقسیم کے مطابق' ہم لوگوں سے مراتب مخصوص ہیں' آدمی کے مقدم ہونے کا خیال رکھا جائے گا' آدمی کے آزمائش کے شکار ہونے کا خیال رکھا جائے گا' آدمی کے اہل وعیال کا خیال رکھا جائے گا اور آدمی کے ضرورت مند ہونے کا حساب رکھا جائے گا (اور اسی اعتبار سے یہ مال فے ان کے درمیان تقسیم ہوگا)

بَابٌ فِي قَسْمِ الْفَيْءِ

باب: مال فے کی تقسیم

2951 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: حَاجَتَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: عَطَاءُ الْمُحَرَّرِينَ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَا جَاءَهُ شَيْءٌ بَدَأَ بِالْمُحَرَّرِينَ

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، اے ابوعبدالرحمن! آپ کی کوئی حاجت ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ آزاد ہو جانے والے غلاموں (اور کنیزوں) کا وظیفہ ادا کردیں، کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے پاس جب بھی کوئی چیز آتی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آزاد ہوجانے والے (غلاموں اور کنیزوں) سے آغاز کرتے تھے۔

مال فئے سے متعلق دس احکام کا بیان

مسئلہ نمبر 1۔ وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر بنونضیر کے اموال لٹکا دیے تم نے اس پر گھوڑے نہیں دوڑائے۔ ایجاف سے مراد رفتار میں تیزی دکھانا ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: وجف الفرس جب گھوڑا تیز دوڑا، او جفته ان ایس نے اسے حرکت دی، میں نے اسے کسی کے پیچھے لگایا؛ اسی معنی میں تمیم بن مقبل کا قول ہے: اذا الرکب او جفوا جب اونٹ تیزی سے چل پڑے۔ رکاب کا معنی اونٹ ہے اس کی واحد راحلہ ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تم نے وہاں پہنچنے میں کوئی لمبا سفر طے نہیں کیا، نہ وہاں جنگ اور کسی مشقت کا سامنا کیا۔ یہ بستی مدینہ طیبہ سے دو میل کے فاصلے پر تھی۔ فراء نے کہا: صحابہ کرام پیدل ہی وہاں گئے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار نہ ہوئے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار ہوئے تھے یا ایسے دراز گوش پر سوار ہوئے تھے جس کو چھاپ کی رسی ڈالی گئی تھی۔ اس بستی کو صلح کے ذریعے فتح کیا۔ انہیں جلا وطن کیا اور ان کے اموال اپنے قبضہ میں لے لیے۔ مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کا سوال کیا کہ یہ اموال بھی ان میں تقسیم کر دیئے جائیں تو یہ آیت نازل ہوئی وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے اموال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص کر دیے جہاں آپ چاہیں انہیں صرف کریں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیئے۔

علامہ واقدی نے کہا: اسے ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین محتاج انصاریوں کے علاوہ کسی انصاری کو کچھ بھی نہ دیا ان میں حضرت ابودجانہ، حضرت سماک بن خرشہ، حضرت سہل بن حنیف اور حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہم تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو انصاری صحابہ کو مال عطا کیا حضرت سہل اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہما۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ابن ابی حقیق کی تلوار عطا کی۔ اس کی یہ تلوار ایسی تھی جس کا ان کے ہاں بڑا شہرہ تھا۔ بنونضیر میں سے صرف دو افراد ایمان لائے سفیان بن عمیر اور سعد بن وہب، دونوں نے اس شرط پر اسلام قبول کیا کہ ان کے اموال انہیں کے پاس رہیں گے تو انہوں نے اپنے اموال کو محفوظ کر لیا۔

صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ بنونضیر کے اموال وہ اموال تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا کر دیے جن پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ یہ نبی کریم و کے لئے خاص تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچہ عطا کرتے اور ان اموال میں سے جو کچھ بچ رہتا اسے جہاد میں استعمال ہونے والے جانوروں اور اسلحہ میں استعمال کرتے تاکہ جہاد کی تیاری رہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میرے اور حضرت علی کے درمیان ان اموال میں فیصلہ کر دیجئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عطا فرمائے۔ حضرت عمر نے کہا: کیا تم دونوں جانتے ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خاص کیا ہے کسی اور فرد کو ان اموال کے لئے خاص نہیں کیا ما افاء الله على رسوله من اهل القرى فلله وللرسول۔

میں نہیں جانتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے والی آیت پڑھی ہے یا نہیں پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے اموال تمہارے درمیان تقسیم کر دیئے اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال کو تمہارے مقابلہ میں اپنے لئے خاص نہیں کیا اور

نہ تمہیں چھوڑ کر خود لیا یہاں تک کہ یہ مال باقی رہا۔ رسول اللہ ﷺ سال بھر کا روزینہ اس سے لیتے باقی ماندہ کو دوسرے اموال جیسا قرار دیتے۔ اسے امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب بنو نضیر نے اپنے گھر اور اپنے اموال چھوڑے تو مسلمانوں نے یہ مطالبہ کر دیا کہ مال غنیمت کی طرح ان اموال میں بھی ان کا حصہ معین کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ یہ ال فئی ہے وہاں کچھ لڑائی ہوئی تھی کیونکہ انہیں کچھ عرصہ محاصرہ میں رکھا گیا تھا، انہوں نے قتال کیا اور کچھ لوگ قتل ہوئے پھر جلاوطنی کی شرط پر صلح کر لی حقیقت میں کوئی بڑی جنگ نہیں ہوئی تھی بلکہ جنگ کی شروعات ہوئی تھیں اور محاصرہ ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان اموال کو اپنے رسول کیلئے خاص کر دیا تھا۔ مجاہد نے کہا: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو آگاہ کیا اور یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد کی اور بغیر لشکر کشی اور سامان حرب کے انہیں غلبہ عطا کیا۔

ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء یعنی دشمنوں میں سے جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا فرماتا ہے۔ اس میں اس امر کی وضاحت ہے کہ یہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لئے تھے، صحابہ کرام کا ان میں کوئی حصہ نہیں تھا۔

مسئلہ نمبر 2۔ ماافاء اللہ علی رسولہ من اھل القری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اہل قری سے مراد قریظہ اور بنی نضیر ہیں۔ یہ دونوں قبیلے مدینہ طیبہ اور فدک میں آباد تھے۔ فدک جو مدینہ طیبہ اور خیبر سے تین دن کی مسافت پر واقع تھا۔ عرینہ اور ینبع کی بستیاں بھی نبی کریم ﷺ کے لئے خاص تھیں۔ اس امر کی وضاحت کی کہ اس مال میں جسے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص کیا اس میں رسول اللہ کے علاوہ کے لئے بھی حصے ہیں مقصد بندوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھنا تھا۔ علماء نے اس آیت اور اس سے قبل آیت کے معنی میں گفتگو کی ہے کیا دونوں کا معنی ایک ہے یا مختلف ہے؟ آیت جو سورۂ انفال میں ہے تو علماء میں سے ایک جماعت نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ماافاء اللہ علی رسولہ من اھل القری اس کا حکم اس آیت کے حکم سے منسوخ ہے جو سورۂ انفال میں ہے کہ خمس ان افراد کے لئے ہے جن کو ذکر کیا گیا اور باقی چار حصے جہاد کرنے والوں کے لئے ہے۔ ابتداء اسلام میں غنیمت انہیں اقسام پر تقسیم ہوتی تھی؛ یہ قول یزید بن رومان، قتادہ اور دوسرے علماء کا ہے؛ اس کی مثل امام مالک سے مروی ہے۔ ایک قوم نے کہا: حضور ﷺ نے مال صلح کے ساتھ لیا اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تو ایہ ان کے لئے ہوگا جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے پہلا مال حضور ﷺ کیلئے خاص ہوگا جب ضرورت ہوتی تو حضور ﷺ اس سے لے لیتے اور باقی ماندہ مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کر دیتے۔ معمر نے کہا: پہلا مال نبی کریم ﷺ کے لئے ہے اور دوسرا مال جزیہ اور خراج ہے۔ یہ ان مذکورہ افراد کے لئے جن کا ذکر ہوا ہے۔ تیسرا مال غنیمت ہے جس کا ذکر سورۂ انفال میں ہے یہ مجاہدین کے لئے ہے۔ ایک قوم نے کہا جن میں امام شافعی بھی ہیں: دونوں آیتوں کا معنی ایک ہی ہے، یعنی کفر کے وہ اموال جو جنگ کے بغیر حاصل ہوں گے انہیں پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، چار حصے نبی کریم ﷺ کے لئے ہوں گے اور پانچواں حصہ پانچ حصوں میں تقسیم ہوگا۔ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہوگا، ایک حصہ قریبی رشتہ داروں کا ہوگا۔ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔ کیونکہ انہیں زکوۃ لینے سے روک دیا گیا تھا۔ تو مال فئی میں ان کا حق رکھ دیا گیا۔ ایک حصہ یتیموں کے لئے ہوگا، ایک حصہ مسکینوں کے لئے ہوگا، ایک حصہ مسافروں کے لئے ہوگا۔

جہاں تک نبی کریم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد مال فئی میں سے جو رسول اللہ ﷺ کیلئے حصہ تھا۔ امام شافعی کے قول کے مطابق ان مجاہدین پر صرف کیا جائے گا جو سرحدں کی نگہبانی کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے قائم مقام ہیں۔ دوسرے قول میں ہے: اس مال کو مسلمانوں کی ضروریات کے لئے صرف کیا جائے گا جیسے سرحدوں کی حفاظت، نہریں کھودنا، پل بنانا۔ زیادہ اہم کو اہم پر مقدم رکھا جائے گا۔ یہ طریقہ مال فئی کے 4/5 حصہ میں جاری ہوگا یہ حکم فال فئی کے 4/5 حصہ میں ہے۔ جہاں تک مال فئی میں اور مال غنیمت میں سے پانچویں حصہ کا تعلق ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد مسلمانوں کے مصالح کیلئے استعمال ہوگا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں جس طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہاری غنیمتوں میں سے میرے لئے خمس کے سوا کچھ نہیں اور خمس (پانچواں حصہ) بھی تمہاری طرف ہی لوٹا دیا گیا ہے۔'' اس بارے میں گفتگو سورۂ انفال میں گزر چکی ہے؛ اسی طرح جو مال حضور ﷺ اپنے پیچھے چھوڑ جائیں اس میں بھی وراثت جاری نہیں ہوگی بلکہ یہ صدقہ ہے جسے مسلمانوں کے مصالح میں صرف کیا جائے گا جس طرح نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: فئی کا مال نبی کریم ﷺ کے لئے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ماافاء اللہ علی رسولہ اللہ تعالیٰ نے اس مال کو اپنے رسول کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ آپ ﷺ مال جمع نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ صرف اس قدر مال لیا کرتے تھے جس قدر آپ ﷺ کے گھر والوں کی ضروریات ہوتیں تھیں باقی ماندہ مسلمانوں کی ضروریات کے لئے خرچ کردیتے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا: اس میں کوئی اشکال نہیں کہ تین آیات میں تین معانی ہیں۔ جہاں تک پہلی آیت کا تعلق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ہے: .... **منھم** سے مراد اہل کتاب ہیں اس کا عطف سابقہ کلام پر ہے۔

فا اوجفتُ علیه من خیل ولا رکاب اس سے اسی چیز کا ارادہ کیا جس طرح ہم نے بیان کیا ہے۔ پس تمہارا اس میں کوئی حق نہیں اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص تھا۔ مراد بنی نضیر اور جوان کی مثل ہیں۔ یہ ایک ہی آیت ہے اور معنی بھی ایک ہی ہے۔

دوسری آیت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: .... یہ نئی کلام ہے پہلی سے مختلف ہے پہلی آیت میں موجود مستحقین کے علاوہ کے استحقاق کے لئے ہے۔

تیسری آیت سے مراد آیت غنیمت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا معنی اور ہے، ایک اور مستحق کے استحقاق کو ثابت کرتی ہے مگر پہلی اور دوسری آیت دونوں اس میں شریک ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کسی ایسی چیز کو ضمن میں لئے ہوئے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمائی ہے۔ پہلی آیت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ مال جنگ کے بغیر حاصل ہوا ہے۔ آیت انفال اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ مال قتال کے ساتھ حاصل ہوا ہے جبکہ تیسری آیت ما فاء اللہ علی رسولہ من اھل القری اس امر سے خالی ہے کہ وہ مال جنگ سے یا بغیر جنگ کے حاصل ہوا؛ اسی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا۔ ایک جماعت نے کہا: یہ پہلی آیت کے ساتھ لاحق کی جائے گی، یہ سب کا سب صلح کا مال ہوگا یا اس کی مثل مال ہوگا۔

ایک جماعت کا قول ہے: یہ دوسری آیت جو آیت انفال ہے کے ساتھ لاحق کی جائے گی۔ جنہوں نے کہا: یہ آیت آیت انفال کے ساتھ لاحق کی جائے گی انہوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کیا یہ منسوخ ہے جس طرح پہلے گزرا ہے یا یہ محکم ہے؟ اللہ تعالیٰ کی وہ شہادت جو اس سے پہلے ہے اسے اس کے ساتھ لاحق کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں ایک نیا فائدہ اور نیا معنی ہے؛ جبکہ یہ تو معلوم و مشہور ہے کہ آیت کے حرف جو دوسری آیت سے زائد ہوں اسے نئے فائدہ پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے بنسبت اس کے کہ اسے سابقہ فائدہ پر ہی محمول کیا جائے۔

ابن وہب نے امام مالک سے فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد بنونضیر ہیں اس میں خمس لازم نہیں تھا اور نہ ہی ان اموال کو حاصل کرنے کے لئے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے گئے تھے۔ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال کو مہاجرین اور تین انصاری صحابہ کے درمیان تقسیم فرما دیا جس طرح ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری کی تفسیر میں یہ قول گزر چکا ہے کہ اھل القری سے مراد قریظہ کا قبیلہ ہے۔ قریظہ اور غزوہ خندق کا واقعہ ایک ہی روز ہوا تھا۔ ابن عربی نے کہا: امام مالک کا قول کہ دوسری آیت بنو قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا معنی آیت انفال کے معنی کی طرف لوٹ رہا ہے اور اسے نسخ لاحق ہوتا ہے۔ اسے محکم قرار دینے کی بنسبت یہ قول زیادہ قوی ہے۔ ہم کسی قول کو پسند نہیں کرتے مگر اسے ہی جسے ہم نے اس انداز میں تقسیم کیا ہے۔ اور ہم نے وضاحت کر دی ہے کہ دوسری آیت کا معنی نیا ہے جس طرح ہم نے اسے پر دلیل قائم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

میں کہتا ہوں: انہوں نے جو پسند کیا ہے، وہ حسن ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ سورۃ حشر سورۃ انفال کے بعد نازل ہوئی یہ امر محال ہے کہ متقدم بعد میں نازل ہونے والی آیت کو منسوخ کر دے۔ ابن ابی نجیح نے کہا: مال تین قسم کے ہیں۔ مال غنیمت، مال فئی، صدقہ۔ ان میں سے کوئی درہم نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا محل بیان کر دیا ہے۔ یہ زیادہ مناسب ہے۔

مسئلہ نمبر 3۔ وہ اموال جن میں ائمہ اور والیوں کا عمل دخل ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ جو مسلمانوں سے اس طریقہ پر لیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو پاک کیا جائے جس طرح صدقات، زکوۃ وغیرہ۔

۲۔ مال غنیمت، اس سے مراد وہ مال ہے جو کفار کے اموال میں سے مسلمانوں کے ہاتھ لگتا ہے جیسے جنگ و غلبہ کے ذریعے۔

۳۔ مال فئی: اس سے مراد وہ اموال ہیں جو کفار کے اموال میں سے مسلمانوں کے ہاتھ لگتے ہیں اس میں کوئی جنگ نہیں ہوتی اور نہ گھوڑوں کو دوڑایا جاتا ہے جس طرح صلح، جزیہ، خراج اور کافر تجار سے ٹیکس، اس کی مثل یہ صورت بھی ہے کہ مشرک بھاگ جائیں اور اپنے اموال چھوڑ جائیں یا ان میں سے کوئی دار السلام میں فوت ہو جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو۔ جہاں تک صدقہ کا تعلق ہے، اس کا مصرف فقراء، مساکین اور عاملین زکوۃ ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ جس کی وضاحت سورۂ برائت میں گزر چکی ہے۔ جہاں تک مال غنیمت کا تعلق ہے۔ ابتداء اسلام میں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے، جیسے چاہیں اس میں صرف کریں جس طرح سورۂ انفال میں فرمایا قل الانفال للہ والرسول (آیت:1) پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا ارشادہ باری تعالیٰ ہے: واعلموا انما غنمتم من شئی (انفال:۴۱) سورۂ انفال میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ جہاں تک مال فئی کا تعلق ہے تو اس

کی تقسیم اور خمس کی تقسیم برابر ہے۔ امام مالک کے نزدیک دونوں قسم کے اموال کی تقسیم کا انحصار امام کی رائے پر ہے۔ اگر اس کی رائے بنے کہ اسے ان مصائب کے لئے محفوظ کر لے جو مسلمانوں پر واقع ہوتی ہیں تو ایسا کرے اگر وہ دونوں یا ایک کی تقسیم کی رائے بنے کہ اسے ان مصائب کے لئے محفوظ کر لے جو مسلمانوں پر واقع ہوتی ہے تو ایسا کرے اگر وہ دونوں یا ایک کی تقسیم کی رائے بنے تو لوگوں کے درمیان ایسی تقسیم کردے اور عربی اور اس کے مولی میں برابری کرے اور مرد و عورت میں سے فقراء سے شروع کرے یہاں تک کہ وہ غنی ہو جائیں۔ مال فئی میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کو وہ حصہ دے جو امام کی رائے بنے ان کے لئے کوئی معلوم حد نہیں ان میں سے غنی کو عطا کرنے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اکثر کی رائے ہے کہ انہیں اس میں حصہ دیا جائے کیونکہ یہ ان کا حق ہے۔ امام مالک نے کہا: فقراء کے علاوہ کسی کو کچھ نہ دیا جائے گا کیونکہ ان کے حق میں یہ صدقہ کا عوض ہے۔

امام شافعی نے کہا: کفار کا جو مال بغیر قتال کے حاصل ہوتا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پچیس حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ بیس حصے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جو چاہتے کرتے اور پانچواں حصہ وہاں صرف کیا جاتا جہاں مال غنیمت کا پانچواں حصہ صرف کیا جاتا۔

ابو جعفر بن داؤدی نے کہا: یہ ایسا قول ہے جو پہلے کسی نے نہیں کیا جو کچھ ہم جانتے ہیں بلکہ یہ سارا مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں ثابت ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا فرمان: خالصة لك من دون المومنين (الاحزاب:50) اس پر دلالت کرتا کہ کسی غیر کو ہبہ کرنا جائز ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: خالصة يوم القيمة (الاعراف:32) اس امر کو جائز کرتا ہے کہ اس میں اور بھی شریک ہیں۔ امام شافعی کا اس بارے میں مفصل گزر چکا ہے۔ الحمد اللہ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ فئی کے خمس کا طریقہ وہی ہے جو مال غنیمت کے خمس کا طریقہ ہے اور 4/5 حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ مسلمانوں کی مصلحتوں کے لئے ہوگا۔ آپ کا ایک اور قول بھی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ان لوگوں کے لئے ہوگا جنہوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لئے وقف کر رکھا ہوگا۔ مسئلہ نمبر 4۔ ہمارے علماء نے کہا: جس شہر سے جو مال اکٹھا کیا گیا ہے تمام مال وہاں ہی تقسیم کر دیا جائے گا۔ جس شہر سے وہ مال جمع کیا گیا ہے وہاں سے اسے منتقل نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ غنی ہو جائیں۔ پھر وہاں سے قریبی کی طرف منتقل کیا جائے، مگر اس صورت میں کہ جس جگہ سے مال وصول کیا گیا ہے اس کی بجائے کسی اور جگہ سخت فاقہ کی نوبت آجائے تو وہاں سے فاقہ والی جگہ کی طرف مال منتقل کر دیا جائے گا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آفت کے سالوں میں کیا تھا وہ پانچ سال تھے یا چھ سال تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ دو سال تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ایک سال تھا جس میں طاعون کے ساتھ بھوک شدید ہو گئی تھی۔

اگر ایسی صورتحال نہ ہو جو ہم نے بیان کی اور امام کی یہ رائے ہو کہ مال فئی کو روک لے تو مسلمانوں پر واقع ہونے والی آفتوں کے لئے اسے روک لیا اور اس مال میں سے نوزائیدہ بچے کو دے اور اس کی تقسیم اس فرد سے شروع کرے جس کا باپ فقیر ہو۔ مال فئی اغنیاء کیلئے بھی حلال ہے۔ اس کی تقسیم میں سب لوگوں کو برابر رکھے مگر ضرورت مندوں کو ترجیح دے، جس قدر کسی کی ضرورت ہو

اس کی مناسبت سے زیادہ دے۔ اس مال سے مقروضوں کو دے جس کے ذریعے وہ اپنے قرضے ادا کریں اگر کوئی انسان اہل ہو تو اس میں سے انعام اور عطیہ دے۔ قاضیوں، حکام اور ان کو دے جس میں انسان کی منفعت ہو۔ اس میں سے زیادہ حصے کے مستحق وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کیلئے زیادہ نفع کا باعث ہوں۔ جس نے مال فئی میں سے کوئی چیز دیوان میں نام لکھوا کر لی تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ جہاد میں شریک ہو جب جہاد کیا جائے۔

مسئلہ نمبر 5۔ کی لا یکون دولۃ عام قراءت یکون یاء کے ساتھ ہے۔ اور دولۃ نصب کے ساتھ ہے تقدیر کلام یہ ہوگی کی لا یکون الفئی دولۃ۔ ابو جعفر، اعرج اور ہشام نے ابن عامر سے اور ابو حیوہ نے تکون تاء کے ساتھ اور دولۃ کو مرفوع پڑھا ہے۔ یہ کان فوجی سپاہیوں میں سے وظیفہ خواروں کا رجسٹر نامہ ہے۔ دولۃ یہ کان کا اسم ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے اور اس کی خبر نہیں ہے۔ یہ جائز ہے کہ یہ ناقصہ ہو اور اس کی خبر بین الاغنیاء منکم ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ بین الاغنیاء منکم یہ دولۃ کا وصف ہو۔ عام قرأت دول۔ دال کے ضم کے ساتھ ہے۔ سلمی اور ابو حیوہ نے اسے نصب کے ساتھ یعنی دولۃ پڑھا ہے۔ عیسیٰ بن عمر، یونس اور اصمعی نے کہا: یہ دونوں لغتیں ایک ہی معنی میں ہیں۔ ابو عمرو بن علاء نے کہا: دولۃ سے مراد جنگ وغیرہ میں کامیابی کو کہتے ہیں۔ یہ مصدر اور ضمہ کے ساتھ اس شے کا نام ہے جو مال اور لوگوں کے درمیان گردش کناں ہو؛ ابو عبید نے یہی کہا ہے: الدولۃ ایسی چیز کو کہتے ہیں جو گردش کناں رہتی ہے اور دولۃ مصدر ہے آیت کا معنی یہ ہے مال فئی میں یہ اس لئے کہا تاکہ رؤساء اغنیاء اور قوی لوگ آپس میں تقسیم نہ کریں فقراء اور کمزور لوگوں کو کچھ حصہ نہ ملے کہ دور جاہلیت میں جب کوئی قوم مال غنیمت حاصل کرتی تو انکا رئیس اس کو چوتھا حصہ اپنے لئے لیتا یہی مرباع تھا پھر مرباع کے بعد اپنے لئے جو چاہتا منتخب کر لیتا؛ اس بارے میں شاعر نے کہا:

لک المرباع منها والصفایا

اس مال غنیمت میں سے تیرے لئے مرباع اور چنا ہوا مال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تاکہ اس میں اس طرح کا معاملہ نہ کیا جائے جس طرح کا معاملہ دور جاہلیت میں کیا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ مال رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص کر دیا تاکہ آپ ﷺ اسے وہاں صرف کر دیں جہاں صرف کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ اس میں خمس نہیں جب خمس لازم ہوگا تو وہ تمام مسلمانوں میں تقسیم ہوگا۔

مسئلہ نمبر 6۔ وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا یعنی مال غنیمت میں سے رسول اللہ جو تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز کو لینے اور خیانت کرنے سے روکیں اس سے رک جاؤ؛ یہ حضرت حسن بصری اور دوسرے علماء کا نقطہ نظر ہے۔ سدی نے کہا: مال فئی میں سے جو رسول اللہ تمہیں عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس کا مطالبہ نہ کرو۔ ابن جریج نے کہا: میری طاعت کے بارے میں جو پیغام لائیں اسے بجا لاؤ اور میری معصیت سے روکیں تو اس سے رک جاؤ۔ ماوردی نے کہا: ایک قول یہ کیا گیا: یہ امر تمام اوامر و نواہی پر محمول ہے۔ آپ ﷺ صرف اچھے امر کا حکم دیتے ہیں اور فاسد امر سے روکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں: اس سے مراد بھی وہی ہے جو اس سے ماقبل قول کی مراد تھی۔ یہ تین اقوال ہیں۔

مسئلہ نمبر 7۔ مہدوی نے کہا: وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا یہ ارشاد اس امر کو ثابت کرتا ہے

کہ نبی کریم ﷺ نے جس چیز کا حکم دیا وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے امر ہے۔ یہ آیت کریمہ اگرچہ غنائم کے بارے میں ہے پھر بھی نبی کریم ﷺ کے تمام اوامر اور نواہی اس میں داخل ہیں۔ حضرت حکم بن عمیر نے کہا جو صحابی تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ قرآن اس کے لئے سخت مشکل ہے جو اسے ترک کرے اور جو اس کی اتباع کرے اور اس کی طلب کرے اس کیلئے آسان ہے۔ اور میری حدیث بھی مشکل ہے جس نے میری حدیث کو مضبوطی سے پکڑا اور اسے یاد کیا تو وہ قرآن کے ساتھ نجات پا گیا جس نے قرآن اور میری حدیث کے بارے میں سستی کی تو وہ دنیا و آخرت میں خسارے میں رہا۔ تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ میرے قول کو مضبوطی سے پکڑو، میرے حکم کی مخالفت کرو اور میری سنت کی اتباع کرو۔ جو میرے قول پر راضی ہوا وہ قرآن پر راضی ہوا جس نے میرے قول کا مذاق اڑایا تو اس نے قرآن کا مذاق اڑایا؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وما اتتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔**

مسئلہ نمبر 8۔ عبد الرحمن بن زید نے کہا: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک محرم سے ملے جس کے جسم پر کپڑے تھے حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا: یہ کپڑے اتار دو۔ اس آدمی نے عرض کی: کیا تم اس کی تصدیق کے لئے مجھ پر کتاب اللہ کی کوئی آیت پڑھو گے؟ فرمایا: ہاں **وما اتتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا** عبد اللہ بن محمد بن ہارون فریابی نے کہا: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جو چاہو تم مجھ سے سوال کرو میں کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے تمہیں آگاہ کروں گا۔ میں نے آپ سے عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کے معاملات کو درست کرے، آپ اس محرم کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو بھڑ کو قتل کر دیتا ہے؟ حضرت امام شافعی نے جواب دیا:

سفیان بن عیینہ، عبد الملک بن عمیر سے وہ ربعی بن حراش وہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر میرے بعد تم ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا۔

سفیان بن عیینہ، مسعر بن کدام سے وہ قیس بن مسلم سے وہ طارق بن شہاب سے وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے بھڑ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ ہمارے علماء نے کہا: یہ بہت اچھا جواب ہے۔ امام شافعی نے حالت احرام میں بھڑ کو قتل مارنے کا فتویٰ دیا اور امام شافعی نے اس امر کی وضاحت کی کہ وہ اس مسئلہ میں حضرت عمر کی اقتداء کر رہے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کی اقتدا کا حکم دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امر کو قبول کرنے کا حکم دیا جو نبی کریم ﷺ ارشاد فرمائیں، تو بھڑ کے قتل کا جواز کتاب و سنت سے مستنبط ہے؛ یہی معنی عکرمہ کے قول میں گزر چکا ہے جب ان سے امہات اولاد کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا: سورۂ نساء میں انہیں آزاد قرار دیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (آیت: 59)

صحیح مسلم اور دوسری کتب میں علقمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لعن اللہ الواشمات و المستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ** اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والوں پر، گودوانے والیوں پر، چہرے سے بال نوچنے والیوں پر، خوبصورت کے لئے دانتوں کو کھلا کرانے

والیوں پر اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں میں تبدیلی کرنے والیوں پر۔

بنی اسد کی ایک عورت تک یہ خبر پہنچی جسے ام یعقوب کہا جاتا وہ عورت آئی اس نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تو نے اس اس عورت پر لعنت کی ہے۔ فرمایا: جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جبکہ وہ کتاب اللہ میں ہے؟ اس عورت نے کہا: وفتین میں جو کچھ ہے میں نے اسے پڑھا ہے میں نے اس میں وہ نہیں پایا جو تم کہتے ہو۔ فرمایا: اگر تو اس کو پڑھتی تو ضرور پاتی، کیا تو نے اسے پڑھا: وما اتتك الرسول فخذوه اما نهكم عنه فانتهوا۔ اس نے کہا: کیوں نہیں؟ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ یہ بحث سورۂ نساء میں مفصل گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 9۔ وما اتتكم الرسول فخذوه یہاں لفظ ایتاء آیا ہے جس کا معنی عطا کرنا ہے تاہم اس کا معنی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وما نهكم عنه فانتهوا اس کے مقابل نہی کا لفظ ذکر کیا۔ نہی، امر کے سوا کسی کے مقابل نہیں ہوتی۔ جو چیز ہم نے پہلے ذکر کی ہے اس کے فہم پر دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہے: اذا امرتكم بامر فاء تو امنه ما استعطم واذا نهيتكم عن شئي فاجتنبوا۔

جب میں تمہیں کسی امر کا حکم دوں تو جتنی طاقت رکھو اس کو بجا لاؤ اور جب میں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو۔ کلبی نے کہا: یہ آیت مسلمان رؤسا کے بارے میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مشرکوں کے اموال پر غالب آئے تو عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم پسندیدہ چیز اور چوتھا حصہ لے لیں باقی ہمارے لئے چھوڑ دیں، ہم دور جاہلیت میں اس طرح کیا کرتے تھے اور انہوں نے یہ پڑھا: لك المرباع منها والصفايا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں سے چوتھا حصہ اور منتخب چیز ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ واتقوا اللہ اللہ تعالیٰ کے عاب سے بچو جس نے اس کی نافرمانی کی اس کے لئے وہ شدید ہے۔ ایک قول کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی میں اس سے ڈرو تم اسے ضائع نہ کرو۔ ان اللہ شدید العقاب۔ اللہ تعالیٰ نے جس کا حکم دیا اس کے بارے میں وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حشر، ۶، بیروت)

2952 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، اَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نِيَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِظَبْيَةٍ فِيهَا خَرَزٌ، فَقَسَمَهَا لِلْحُرَّةِ وَالْاَمَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ اَبِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ

❁❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک تھیلی آئی، جس میں نگینے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آزاد اور کنیزوں (دونوں قسم کی خواتین) میں تقسیم کیے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے والد (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) آزاد اور غلام (دونوں طرح کے مردوں) میں تقسیم کرتے تھے۔

مالِ فے کے مصارف واحکام کا بیان

حضرت مالک ابن اوس بن حدثان کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے اس مال فئی کے

سلسلے میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص خصوصیت عطاء کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو وہ خصوصیت عطاء نہیں کی۔" پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (59۔الحشر:6) پڑھی اور فرمایا کہ چنانچہ یہ مال صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہو گیا تھا، جس میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیا کرتے تھے اس کے بعد اس میں سے جو کچھ بچ رہتا تھا اس کو ان جگہوں میں خرچ کرتے جو اللہ کا مال خرچ کیے جانے کی جگہیں ہیں (یعنی اس باقی مال کو مسلمانوں کے مفاد و مصالح جیسے ہتھیاروں اور گھوڑوں وغیرہ کی خریداری پر خرچ کر دیا کرتے تھے، نیز محتاج و مساکین میں سے جس کو چاہتے اس کی مدد کرتے تھے۔" (بخاری و مسلم مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1148)

مذکورہ آیت کریمہ سورت حشر کی ہے جو پوری اس طرح ہے۔ آیت (وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (59۔الحشر:6) اور جو کچھ (مال) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا ہے وہ رسول کے لئے مخصوص ہو گیا ہے) تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ (یعنی تم نے اس کے حصول کے لئے کسی جنگ و جدال کی مشقت برداشت نہیں کی ہے نہ سفر کی پریشانیاں جھیلی ہیں، بلکہ پیدل ہی چلے گئے تھے) لیکن اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔" اس آیت کریمہ کے ذریعہ گویا مسلمانوں پر یہ واضح کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر کے مال و جائداد کا جو مالک و متصرف بنایا ہے تو وہ مال اس طرح کا ہے جس کو تم نے جنگ و جدال کے ذریعہ ان (بنونضیر) پر غلبہ پا کر اور دور دراز کے سفر کی مشقت برداشت کر کے حاصل نہیں کیا ہے بلکہ بلا کسی جد و جہد کے ہاتھ لگا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بنونضیر کو مدینہ سے جلاوطن کر دینے کا حکم دیا گیا۔

اور بنونضیر نے اس حکم کی تعمیل کرنے میں چوں و چرا کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو لے کر اس جگہ کے لئے روانہ ہوئے جہاں بنونضیر کے محلات، قلعے اور جائدادیں تھیں۔ وہ جگہ چونکہ مدینہ سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور سب ہی لوگ پیدل تھے، وہاں پہنچنے پر جنگ و جدال کی نوبت نہیں آئی، کچھ عرصہ کے محاصرہ کے بعد بنونضیر نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ جو کچھ سامان اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے اونٹوں پر لاد کر خیبر کو روانہ ہو گئے اس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غلبہ و تسلط عطاء فرمایا جیسا کہ حق تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور دین کے علمبرداروں کو دشمنان دین پر غلبہ و تسلط عطاء فرماتا ہے۔ چنانچہ ان کی جائداد و زمین وغیرہ بحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضبط کر لی گئیں اور وہاں کا سارا مال (فئی) کے حکم میں ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف و اختیار میں آ گیا۔ اسی لئے جب مسلمانوں نے اس مال کو تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی اور اس مال کا یہ حکم بتایا گیا کہ اس طرح کا مال" مال غنیمت" کی طرح تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے تصرف و خرچ کا سارا اختیار صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح چاہیں خرچ کریں اور جس کو چاہیں اس میں سے دیں۔ چنانچہ احادیث میں اس مال کے مصرف بھی بیان کیے

گئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اپنی بیویوں کو انکا سال بھر کا خرچ دیا کرتے تھے اور پھر جو باقی بچتا اس کو مسلمانوں کے اجتماعی مفاد و مصالح میں خرچ کرتے اور جن فقراء و مساکین وغیرہ کو چاہتے ان کو دیتے۔

مال فئی کے مسئلہ میں حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے جو اوپر بیان ہوا لیکن طیبی نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا مسلک اس طرح بیان کیا کہ مال فئی میں چار خمس اور ایک خمس کے پانچویں حصے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہوتا تھا، یعنی وہ مال پچیس حصوں میں تقسیم ہو کر اکیس حصے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی تصرف واختیار میں آتا اور باقی چار حصے آپ اپنے ذوی القربی یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرتے تھے۔

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مال فئی کے مصرف کے بارہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔ چنانچہ ایک جماعت کا قول تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مال فئی اسلامی مملکت وخلافت کے سربراہ کا حق ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ وہ مجاہدین و مقاتلین کا حق ہے کہ اس کے ان کے درمیان تقسیم کیا جائے۔ اور دوسرا قول ہے کہ اس مال کے عام مسلمانوں کے اجتماعی مفاد و مصالح میں خرچ کیا جائے۔ "سال بھر کا خرچ دیا کرتے تھے" اس موقع پر ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ احادیث میں تو یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل تک کے لئے کوئی بھی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے تو پھر سال بھر کا خرچ کس طرح جمع کر کے رکھتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل تک کے لئے کوئی بھی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے تو اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے کسی چیز کو بچا کر یا جمع کر کے رکھنا گوارا نہیں کرتے تھے اور یہاں جس بات کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال سے ہے۔ لیکن واضح رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو سال بھر خرچ کبھی کبھی دیتے تھے مستقل طور پر یہ معمول نہیں تھا، تاہم امام نووی فرماتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سال بھر کی ضروریات زندگی کی چیزیں مہیا کر کے رکھ لینا جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

2953 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، جَمِيعًا، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَتَاهُ الْفَيْءُ قَسَمَهُ فِي يَوْمِهِ، فَأَعْطَى الْآهِلَ حَظَّيْنِ، وَأَعْطَى الْعَزَبَ حَظًّا - زَادَ ابْنُ الْمُصَفَّى - فَدُعِينَا وَكُنْتُ أُدْعَى قَبْلَ عَمَّارٍ، فَدُعِيتُ فَأَعْطَانِي حَظَّيْنِ، وَكَانَ لِي أَهْلٌ ثُمَّ دُعِيَ بَعْدِي عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، فَأَعْطَى لَهُ حَظًّا وَاحِدًا

❁❁ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب مال غنیمت آتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اسی دن تقسیم کر دیتے تھے، آپ شادی شدہ شخص کو دو حصے دیتے تھے اور کنوارے کو ایک حصہ دیتے تھے۔

ابن مصفی نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ہمیں بلایا جاتا تو مجھے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے بلایا گیا، جب مجھے بلایا

گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے دو حصے دیئے، کیونکہ میں اس وقت شادی شدہ تھا، پھر میرے بعد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور انہیں ایک حصہ دیا گیا۔

مال فئے کی تحقیق کا بیان

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔ (الحشر ۲)

فے اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے قبضے میں آ جائے، جس طرح بنونضیر کا یہ مال تھا جس کا ذکر اوپر گذر چکا کہ مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ اس پر نہیں دوڑائے تھے یعنی ان کفار سے آمنے سامنے کوئی مقابلہ اور لڑائی نہیں ہوئی بلکہ ان کے دل اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے بھر دیئے اور وہ اپنے قلعہ خالی کر کے قبضہ میں آ گئے، اسے "فے" کہتے ہیں اور یہ مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گیا، آپ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں، پس آپ نے نیکی اور اصلاح کے کاموں میں اسے خرچ کیا جس کا بیان اس کے بعد والی اور دوسری روایت میں ہے۔ پس فرماتا ہے کہ بنونضیر کا جو مال بطور فے کے اللہ تعالٰی نے اپنے رسول کو دلوایا جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے نہ تھے بلکہ صرف اللہ نے اپنے فضل سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر غلبہ دے دیا تھا اور اللہ پر یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو ہر اک چیز پر قدرت رکھتا ہے نہ اس پر کسی کا غلبہ نہ اسے کوئی روکنے والا بلکہ سب پر غالب وہی، سب اس کے تابع فرمان۔ پھر فرمایا کہ جو شہر اس طرح فتح کیے جائیں ان کے مال کا یہی حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے قبضہ میں کریں گے پھر انہیں دیں گے جن کا بیان اس آیت میں ہے اور اس کے بعد والی آیت میں ہے، یہ ہے فے کے مال کا مصرف اور اس کے خرچ کا حکم۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بنونضیر کے مال بطور فے کے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے تھے آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر تک کا خرچ دیتے تھے اور جو بچ رہتا اسے آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے (سنن و مسند وغیرہ) ابوداؤد میں حضرت مالک بن اوس سے مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب نے مجھے دن چڑھے بلایا میں گھر گیا تو دیکھا کہ آپ ایک چوکی پر جس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ تھا بیٹھے ہوئے ہیں، مجھے دیکھ کر فرمایا تمہاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں میں نے انہیں کچھ دیا ہے تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو میں نے کہا اچھا ہوتا اگر جناب کسی اور کو یہ کام سونپتے آپ نے فرمایا نہیں تم ہی کرو میں نے کہا بہت بہتر، اتنے میں آپ کا داروغہ یرفا آیا اور کہا اے امیر المومنین میرا اور ان کا فیصلہ کیجئے یعنی حضرت علی کا، تو پہلے جو چاروں بزرگ آئے تھے ان میں سے بھی بعض نے کہا ہاں امیر المومنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور انہیں راحت پہنچایئے،

حضرت مالک فرماتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات نے ہی اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھہرو، پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہیں اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا ہم جو کچھ چھوڑ

جائیں وہ صدقہ ہے ان چاروں نے اس کا اقرار کیا، پھر آپ ان دونوں کی طرف متسبب ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی اقرار کیا، پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک خاصہ کیا تھا جو اور کسی کے لئے نہ تھا پھر آپ نے یہی آیت

(وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (59-الحشر:6)

پڑھی اور فرمایا بنو نضیر کے مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے کے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے تھے اللہ کی قسم نہ تو میں نے تم پر اس میں کسی کو ترجیح دی اور نہ ہی خود ہی اس میں سے کچھ لے لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنی اہل کا سال بھر کا خرچ اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی مثل بیت المال کے کر دیتے تھے پھر ان چاروں بزرگوں کو اسی طرح قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں یہ معلوم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا اور انہوں نے ہاں کہی۔ پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد ابو بکر والی بنے اور تم دونوں خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اے عباس تم تو اپنی قرابت داری جتا کر اپنے چچا زاد بھائی کے مال میں سے اپنا ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ یعنی حضرت علی اپنا حق جتا کر اپنی بیوی یعنی حضرت فاطمہ کی طرف سے ان کے والد کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے جس کے جواب میں تم دونوں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابو بکر یقیناً راست گو، نیک کار، رشد و ہدایت والے اور تابع حق تھے،

چنانچہ اس مال کی ولایت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی، آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ میں بنا اور وہ مال میری ولایت میں رہا، پھر آپ دونوں ایک صلاح سے میرے پاس آئے اور مجھ سے اسے مانگا، جس کے جواب میں میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو اپنے قبضہ میں کرو کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرچ کرتے تھے تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمہیں سونپ دیتا ہوں، تم نے اس بات کو قبول کیا اور اللہ کو بیچ میں دے کر تم نے اس مال کی ولایت لی، پھر تم جواب آئے ہو تو کیا اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو؟ قسم اللہ کی قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی فیصلہ میں نہیں کر سکتا، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی نگرانی اور اس کا صرف نہیں کر سکتے تو تم اسے پھر لوٹا دو تا کہ میں آپ اسے اسی طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور جس طرح خلافت صدیقی میں اور آج تک ہوتا رہا۔ مسند احمد میں ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کھجوروں کے درخت وغیرہ دے دیا کرتے تھے یہاں تک کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے اموال آپ کے قبضہ میں آئے تو اب آپ نے ان لوگوں کو ان کو دیئے ہوئے مال واپس دینے شروع کئے، حضرت انس کو بھی ان کے گھر والوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارا دیا ہوا بھی سب یا جتنا چاہیں ہمیں واپس کر دیں میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلایا آپ نے وہ سب واپس کرنے کو فرمایا،

لیکن یہ سب حضرت ام ایمن کو اپنی طرف سے دے چکے تھے انہیں جب معلوم ہوا کہ یہ سب میرے قبضے سے نکل جائے گا

تو انہوں نے آ کر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور مجھ سے فرمانے لگیں اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجھے یہ نہیں دیں گے آپ تو مجھے وہ سب کچھ دے چکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام ایمن تم نہ گھبراؤ ہم تمہیں اس کے بدلے اتنا اتنا دیں گے لیکن وہ نہ مانیں اور یہی کہے چلی گئیں، آپ نے فرمایا اچھا اور اتنا اتنا ہم تمہیں دیں گے لیکن وہ اب بھی خوش نہ ہوئیں اور وہی فرماتی رہیں، آپ نے فرمایا لو ہم تمہیں اتنا اتنا اور دیں گے یہاں تک کہ جتنا انہیں دے رکھا تھا اس سے جب تقریباً دس گنا زیادہ دینے کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب آپ راضی ہو کر خاموش ہو گئیں اور ہمارا مال ہمیں مل گیا، یہ فے کا مال جن پانچ جگہوں میں صرف ہوگا یہی جگہیں غنیمت کے مال کے صرف کرنے کی بھی ہیں اور سورہ انفال میں ان کی پوری تشریح و توضیح کے ساتھ کامل تفسیر الحمد اللہ گذر چکی ہے اس لئے ہم یہاں بیان نہیں کرتے۔

مال فئے کے مصارف کا بیان

مال فے کے یہ مصارف ہم نے اس لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے کہ یہ مالداروں کے ہاتھ لگ کر کہیں ان کا لقمہ بن بن جائے اور اپنی من مانی خواہشوں کے مطابق وہ اسے اڑائیں اور مسکینوں کے ہاتھ نہ لگے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس کام کے کرنے کو میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کہیں تم اسے کرو اور جس کام سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ۔ یقین مانو کہ جس کا وہ حکم کرتے ہیں وہ بھلائی کا کام ہوتا ہے اور جس سے وہ روکتے ہیں وہ برائی کا کام ہوتا ہے۔

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا آپ گودنے سے (یعنی چمڑے پر یا ہاتھوں پر عورتیں سوئی وغیرہ سے گدوا کر جوتلوں کی طرح نشان وغیرہ بنا لیتی ہیں) اس سے اور بالوں میں بال ملا لینے سے (جو عورتیں اپنے بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں) منع فرماتے ہیں تو کیا یہ ممانعت کتاب اللہ میں ہے یا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں؟ آپ نے فرمایا کتاب اللہ میں بھی اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی دونوں میں اس ممانعت کو پاتا ہوں اس عورت نے کہا اللہ کی قسم دونوں لوحوں کے درمیان جس قدر قرآن شریف ہے میں نے سب پڑھا ہے اور خوب دیکھ بھال کی ہے لیکن میں نے تو کہیں اس ممانعت کو نہیں پایا آپ نے فرمایا کیا تم نے آیت

(وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (59-الحشر:7)

نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے۔ فرمایا (قرآن سے ثابت ہوا کہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ممانعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قابل عمل ہیں اب سنو) خود میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے گودنے سے اور بالوں میں بال ملانے سے اور پیشانی اور چہرے کے بال نوچنے سے منع فرمایا ہے (یہ بھی عورتیں اپنی خوبصورتی ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں اور اس زمانے میں تو مرد بھی بکثرت کرتے ہیں) اس عورت نے کہا حضرت یہ تو آپ کی گھر والیاں بھی کرتی ہیں آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو، وہ گئیں اور دیکھ کر آئیں اور کہنے لگیں حضرت معاف کیجئے غلطی ہوئی ان باتوں میں سے کوئی بات آپ کے گھرانے والیوں میں میں نے نہیں دیکھی، آپ نے فرمایا کیا تم بھول گئیں کہ اللہ کے نیک بندے (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کیا فرمایا تھا۔

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ (ھود:88)

یعنی میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں جس چیز سے روکوں خود میں اس کا خلاف کروں، مسند احمد اور بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور جو گودے اور جو اپنی پیشانی کے بال لے اور جو خوبصورتی کے لئے اپنے سامنے کے دانتوں کی کشادگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے، یہ سن کر بنو اسد کی ایک عورت جن کا نام ام یعقوب تھا آپ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے؟ اور جو قرآن میں موجود ہے، اس نے کہا میں نے پورا قرآن جتنا بھی دونوں پٹھوں کے درمیان ہے اول سے آخر تک پڑھا ہے لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا، آپ نے فرمایا اگر تم سوچ سمجھ کر پڑھتیں تو ضرور پاتیں کیا تم نے آیت

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (59-الحشر:7)

نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے پھر آپ نے وہ حدیث سنائی، اس نے آپ کے گھر والوں کی نسبت کہا پھر دیکھ کر آئیں اور عذر خواہی کی اس وقت آپ نے فرمایا اگر میری گھر والی ایسا کرتی تو میں اس سے ملنا چھوڑ دیتا، بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسے بجالاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ،

سنن نسائی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدو کے برتن میں، سبز ٹھلیا میں، کھجور کی لکڑی کے کریدے ہوئے برتن میں اور رال کی رنگی ہوئی ٹھلیا میں نبیذ بنانے سے یعنی کھجور یا کشمش وغیرہ کے بھگو کر رکھنے سے منع فرمایا ہے پھر اسی آیت کی تلاوت کی (یاد رہے کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے اس کے احکام کی ممنوعات سے بچتے رہو، یاد رکھو کہ اس کی نافرمانی مخالفت انکار کرنے والوں کو اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں کے کرنے والوں کو وہ سخت سزا اور دردناک عذاب دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حشر، لاہور)

بَابٌ فِيْ أَرْزَاقِ الذُّرِّيَّةِ

باب: (مسلمانوں کے) بچوں کے وظائف

2954 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے:

"میں مومنین کے نزدیک ان کی جان سے زیادہ قریب ہوں، جو شخص مال چھوڑ کر جائے گا، وہ اس کے اہل خانہ کو ملے گا اور جو قرض یا بال بچے چھوڑ کر جائے گا، وہ میری طرف آئیں گے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرے ذمہ ہوں گے"۔

2955 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص مال چھوڑے گا، وہ اس کے ورثاء کو ملے گا اور جو ذمے داری چھوڑے گا، وہ ہماری طرف آئے گی''

2956 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مَاتَ وَتَرَكَ دَيْنًا فَإِلَيَّ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میں ہر مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ قریب ہوں، جو شخص فوت ہو جائے اور قرض چھوڑ کر جائے، تو اس کی ادائیگی میرے ذمے ہوگی اور جو شخص مال چھوڑ جائے، تو وہ اس کے ورثاء کو ملے گا''۔

بَابُ مَتَى يُفْرَضُ لِلرَّجُلِ فِي الْمُقَاتَلَةِ

باب: آدمی کو لڑائی میں حصہ لینے کی اجازت کتنی (عمر میں) ہوگی؟

2957 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ، فَلَمْ يُجِزْهُ، وَعُرِضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں 'غزوہ اُحد کے موقع پر پیش کیا گیا اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (جنگ میں حصہ لینے) کی اجازت نہیں دی، پھر اس سے اگلے سال غزوہ خندق کے موقع پر انہیں پیش کیا گیا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دیدی۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الِاقْتِرَاضِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ

باب: آخری زمانے میں (حکمرانوں سے معاوضہ لینے) کا ناپسندیدہ ہونا

2958 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْحَوَارِيِّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ مُطَيْرٍ، شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ وَادِي الْقُرَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي مُطَيْرٌ أَنَّهُ خَرَجَ حَاجًّا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالسُّوَيْدَاءِ إِذَا بِرَجُلٍ قَدْ جَاءَ كَأَنَّهُ يَطْلُبُ دَوَاءً، وَحُضُضًا، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهُوَ يَعِظُ النَّاسَ وَيَأْمُرُهُمْ وَيَنْهَاهُمْ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا الْعَطَاءَ مَا كَانَ عَطَاءً، فَإِذَا تَجَاحَفَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْمُلْكِ وَكَانَ عَنْ دِيْنِ أَحَدِكُمْ فَدَعُوْهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ مُطَيْرٍ

سلیم بن مطیر جو وادی قریٰ کے رہنے والوں میں ایک عمر رسیدہ شخص تھے، وہ بیان کرتے ہیں: میرے والد مطیر نے مجھے یہ بات بتائی: وہ حج کرنے کے لیے روانہ ہوئے جب وہ سویداء کے مقام پر پہنچے تو وہ کہتے ہیں: میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کوئی دوائی تلاش کر رہا تھا' یا کوئی بوٹی تلاش کر رہا تھا، اس شخص نے یہ بتایا مجھے ان صاحب نے یہ بات بتائی' جنہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا، آپ اس وقت لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے' انہیں کچھ چیزوں کا حکم دے رہے تھے' کچھ چیزوں سے منع کر رہے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! عطیات اس وقت وصول کرو جب تک وہ عطیات ہوں، لیکن جب حکومت کے معاملے میں قریش سے جھگڑا شروع ہو جائے' تو یہ تمہارے دین کا معاوضہ بن جائیں گے' تو تم انہیں چھوڑ دینا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبداللہ بن مبارک نے یہ روایت محمد بن یسار کے حوالے سے سلیم بن مطیر سے نقل کی ہے۔

2959 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ مُطَيْرٍ، مِنْ اَهْلِ وَادِي الْقُرَى، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَاَمَرَ النَّاسَ، وَنَهَاهُمْ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا: اللّٰهُمَّ نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ: إِذَا تَجَاحَفَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْمُلْكِ فِيمَا بَيْنَهَا، وَعَادَ الْعَطَاءُ اَوْ كَانَ رِشًا فَدَعُوهُ فَقِيلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: هٰذَا ذُو الزَّوَائِدِ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سلیم بن مطیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا:

اس نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: آپ ﷺ لوگوں کو ہدایت دے رہے تھے اور انہیں کچھ چیزوں سے منع کر رہے تھے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ! جی ہاں! پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب حکومت کے معاملے میں قریش کے ساتھ جھگڑا ہونے لگے اور عطیات رشوت بن جائیں، تو تم انہیں چھوڑ دینا''۔

دریافت کیا گیا: یہ کون صاحب ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت ذوزوائد رضی اللہ عنہ ہیں۔

بَابٌ فِي تَدْوِينِ الْعَطَاءِ

باب: ادائیگیوں کی تدوین

2960 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ، اَنَّ جَيْشًا مِنَ الْاَنْصَارِ كَانُوا بِاَرْضِ فَارِسَ مَعَ اَمِيرِهِمْ، وَكَانَ عُمَرُ

يُعْقِبُ الْجُيُوشَ فِي كُلِّ عَامٍ، فَشُغِلَ عَنْهُمْ عُمَرُ، فَلَمَّا مَرَّ الْأَجَلُ قَفَلَ أَهْلُ ذَلِكَ الثَّغْرِ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِمْ وَتَوَاعَدَهُمْ وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا عُمَرُ، إِنَّكَ غَفَلْتَ عَنَّا، وَتَرَكْتَ فِينَا الَّذِي أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِعْقَابِ بَعْضِ الْغَزِيَّةِ بَعْضًا

❁❁ عبداللہ بن کعب بیان کرتے ہیں: انصار کا ایک لشکر فارس کی سرزمین پر اپنے امیر کے ساتھ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال آگے پیچھے لشکر بھیجا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے حوالے سے مصروفیت کی وجہ سے (بھول گئے) جب مقررہ وقت گزر گیا، تو اس طرف کی سرحد کی طرف والے لوگ واپس آ گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا، برا بھلا کہا، حالانکہ ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی تھے، ان لوگوں نے کہا: اے عمر! آپ ہم سے غافل رہے اور ہمارے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تھا، آپ نے اسے چھوڑ دیا (وہ حکم یہ تھا) کہ جنگ میں لوگوں کو ایک دوسرے کے آگے پیچھے بھیجا جاتا رہے۔

2961 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَائِذٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنِي فِيمَا حَدَّثَهُ ابْنٌ لِعَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، كَتَبَ إِنَّ مَنْ سَأَلَ عَنْ مَوَاضِعِ الْفَيْءِ، فَهُوَ مَا حَكَمَ فِيهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَرَآهُ الْمُؤْمِنُونَ عَدْلًا مُوَافِقًا لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَعَلَ اللهُ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ فَرَضَ الْأَعْطِيَةَ لِلْمُسْلِمِينَ، وَعَقَدَ لِأَهْلِ الْأَدْيَانِ ذِمَّةً بِمَا فَرَضَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْجِزْيَةِ، لَمْ يَضْرِبْ فِيهَا بِخُمُسٍ وَلَا مَغْنَمٍ

❁❁ حضرت عدی بن عدی کندی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز نے خط میں لکھا اگر کوئی شخص یہ دریافت کرے کہ مال فے کو کہاں کہاں خرچ کیا جانا چاہیے؟ تو اس کا جواب یہ ہے: انہیں وہیں خرچ کیا جائے گا' جن کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا تھا اور اہل ایمان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں اسے انصاف پر مبنی پایا تھا اور اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور اس کے دل پر' حق کو جاری کر دیا ہے''

انہوں نے یہ عطیات مسلمانوں کے لیے مقرر کیے تھے اور دیگر ادیان والوں کے لیے وہ ذمہ تھا، جو اس جزیہ کے عوض میں تھا' جو ان پر مقرر کیا گیا تھا' ان کو خمس یا مال غنیمت میں سے کچھ بھی نہیں دیا جاتا تھا۔

2962 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ

❁❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان پر رکھ دیا ہے، وہ اس کے مطابق بات کرتا ہے''۔

بَابٌ فِي صَفَايَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَمْوَالِ

باب: مال غنیمت میں سے نبی اکرم ﷺ کے اختیار کردہ مخصوص حصے کا بیان

2963 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ، حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ، فَجِئْتُهُ فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفْضِيًا إِلَى رِمَالِهِ، فَقَالَ: حِينَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ: يَا مَالِ، إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ، وَإِنِّي قَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِشَيْءٍ فَأَقْسِمْ فِيهِمْ، قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتَ غَيْرِي بِذَلِكَ، فَقَالَ: خُذْهُ فَجَاءَهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، ثُمَّ جَاءَهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا - يَعْنِي عَلِيًّا - فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْهُمَا - قَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: خُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّهُمَا قَدَّمَا أُولَئِكَ النَّفَرَ لِذَلِكَ - فَقَالَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللهُ: اتَّئِدَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَالْعَبَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَقَالَا: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّ اللهَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِخَاصَّةٍ لَمْ يَخُصَّ بِهَا أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ اللهُ تَعَالَى: (وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ، وَلَا رِكَابٍ، وَلَكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) (الحشر: 6) وَكَانَ اللهُ أَفَاءَ عَلَى رَسُولِهِ بَنِي النَّضِيرِ، فَوَاللهِ مَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ، وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَةٍ - أَوْ نَفَقَتَهُ وَنَفَقَةَ أَهْلِهِ سَنَةً - وَيَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ

2963- اسنادہ صحیح. واخرجه البخاری (3094)، ومسلم (1757)، والترمذی (1702)، والنسائی فی "الکبری" (6276) من طریق مالک بن انس، بهذا الاسناد. وروایة الترمذی مختصرة. واخرجه البخاری (4033) من طریق شعیب بن ابی حمزة، و (5358) و (6728) و (7305) من طریق عقیل بن خالد الایلی، والنسائی فی "الکبری" (6273) من طریق یونس بن یزید، و (6274) و (6275) - من طریق عمرو بن دینار، اربعتهم عن الزهری، به. واقتصر یونس وعمرو فی روایتهما علی قوله - صلی الله علیه وسلم :- "لانورث، ماترکنا صدقة." واخرجه بنحوه مختصراً النسائی فی "الکبری" (4434) من طریق عکرمة بن خالد، عن مالک بن اوس بن الحدثان، به. وهو فی "مسند احمد" (172) و (1781)، و "صحیح ابن حبان" (6608).

السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ. فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَجِئْتَ اَنْتَ وَهٰذَا اِلَى اَبِيْ بَكْرٍ تَطْلُبُ اَنْتَ مِيْرَاثَكَ مِنَ ابْنِ اَخِيْكَ، وَيَطْلُبُ هٰذَا مِيْرَاثَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيْهَا. فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَحِمَهُ اللهُ. قَالَ: رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ. وَاللهُ يَعْلَمُ اِنَّهٗ لَصَادِقٌ بَارٌّ، رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ. فَوَلِيَهَا اَبُوْ بَكْرٍ. فَلَمَّا تُوُفِّيَ اَبُوْ بَكْرٍ، قُلْتُ: اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَوَلِيُّ اَبِيْ بَكْرٍ. فَوَلِيْتُهَا مَا شَاءَ اللهُ اَنْ اَلِيَهَا. فَجِئْتَ اَنْتَ وَهٰذَا وَاَنْتُمَا جَمِيْعٌ، وَاَمْرُكُمَا وَاحِدٌ. فَسَاَلْتُمَانِيْهَا. فَقُلْتُ: اِنْ شِئْتُمَا اَنْ اَدْفَعَهَا اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ اَنْ تَلِيَاهَا بِالَّذِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلِيْهَا فَاَخَذْتُمَاهَا مِنِّيْ عَلٰى ذٰلِكَ. ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ لِاَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ. وَاللهِ لَا اَقْضِيْ بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ. حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ. فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا اِلَيَّ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: اِنَّمَا سَاَلَاهُ اَنْ يَكُوْنَ يُصَيِّرُهٗ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ، لَا اَنَّهُمَا جَهِلَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَاِنَّهُمَا كَانَا لَا يَطْلُبَانِ اِلَّا الصَّوَابَ. فَقَالَ عُمَرُ: لَا اُوْقِعُ عَلَيْهِ اسْمَ الْقَسْمِ اَدَعُهٗ عَلٰى مَا هُوَ عَلَيْهِ،

حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اس وقت دن چڑھ چکا تھا، میں ان کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ چار پائی پر بیٹھے ہوئے ہیں (جس پر کوئی بچھونا نہیں تھا) میں اندر داخل ہوا تو انہوں نے فرمایا: اے مالک! تمہاری قوم کے کچھ لوگ اپنے اہلِ وعیال سمیت چلتے ہوئے میرے پاس آئے میں نے ان کے لیے کچھ مال کی ادائیگی کا حکم دیا ہے وہ تم ان کے درمیان تقسیم کر دو میں نے کہا: اگر آپ میری بجائے کسی اور کے سپرد یہ کام کر دیں (تو مناسب ہو گا) انہوں نے فرمایا: یہ تم ہی کرو، اسی دوران (ان کا غلام) یرفا آ گیا، اور بولا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہ رہے ہیں

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! ان حضرات کو اندر آنے کی اجازت دے دی گئی، وہ اندر آ گئے، اس کے بعد یرفا ان کے پاس آیا اور بولا: اے امیر المومنین! حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر آنا چاہ رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے، انہیں بھی اجازت دیدی گئی، وہ بھی اندر آ گئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اے امیر المومنین! آپ میرے اور علی کے درمیان فیصلہ کر دیں، حاضرین نے کہا: جی ہاں! اے امیر المومنین! آپ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں، تا کہ انہیں آرام نصیب ہو، مالک بن اوس بیان کرتے ہیں: میرا یہ خیال ہے کہ ان دونوں حضرات نے باقی حضرات کو اسی مقصد کے لیے بھیجا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ ذرا ٹھہریں۔

پھر وہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں اس اللہ کے نام کی قسم دے کر کہتا ہوں، جس کے حکم سے آسمان اور زمینیں قائم ہیں، کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''ہم (یعنی انبیاء کرام) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ بھی چھوڑ کر جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے''

تو ان تمام حضرات نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ دونوں کو، اس اللہ کے نام کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں، جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا آپ دونوں یہ بات جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''ہم (یعنی انبیاء کرام) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ بھی چھوڑ کر جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے''

ان دونوں حضرات نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو، ایک خصوصیت عطا کی، جو اس نے دوسرے لوگوں کو عطا نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہ وہ مال ہے، جو اللہ نے اپنے رسول کو عطا کیا ہے، تم لوگوں نے اس کے لیے گھوڑے نہیں دوڑائے اور سواریاں نہیں دوڑائی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس پر چاہتا ہے، غلبہ عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے''

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بنونضیر کی زمین مال فے کے طور پر عطا کر دی، اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں تمہارے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا، کہ تمہیں نہ دیا ہو اور اپنے پاس رکھ لیا ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنا سال بھر کا خرچ رکھتے تھے، اپنا اور اپنے اہل خانہ کا خرچ رکھتے تھے اور باقی بچ جانے والے مال کو دیگر مال فے کی طرح استعمال کیا کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان حضرات کی طرف متوجہ ہوئے، اور بولے: میں آپ کو اس اللہ کے نام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں، جس کے حکم کے تحت آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں، ان لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ کو اس اللہ کے نام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جس کے اذن کے تحت آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا آپ دونوں یہ بات جانتے ہیں؟ ان دونوں نے جواب دیا: جی ہاں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ میں اللہ کے رسول (کے معاملات) کا نگران ہوں، پھر آپ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) اور یہ صاحب (حضرت علی رضی اللہ عنہ)، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ اپنے بھتیجے کی وراثت کا مطالبہ کر رہے تھے اور یہ صاحب اپنی اہلیہ کے اُن کے والد کی طرف سے ملنے والی وراثت کا مطالبہ کر رہے تھے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''ہمارا (یعنی انبیاء کرام کا) کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے''

اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں سچے تھے، نیک تھے، ہدایت یافتہ تھے، حق کے پیروکار تھے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (ان زمینوں) کے نگران بن گئے، جب ان کا انتقال ہو گیا، تو میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (کے معاملات) کا نگران میں ہوں، تو جب تک اللہ کو منظور تھا، میں ان کی نگرانی کرتا رہا، پھر آپ اور یہ صاحب آئے اور آپ دونوں کا اس بات پر اتفاق تھا، اور آپ دونوں کا مطالبہ ایک ہی تھا، آپ دونوں نے مجھ سے یہ مانگا (کہ میں اس کی نگرانی آپ کے سپرد کر دوں) تو میں نے کہا: اگر آپ دونوں چاہیں، تو میں اسے آپ دونوں کے سپرد کر دیتا ہوں، اس شرط پر کہ آپ

دونوں کے ذمے اللہ تعالیٰ کا یہ عہد ہوگا کہ آپ اسے اسی طرح خرچ کریں گے، جس طرح نبی اکرم ﷺ اس کی دیکھ بھال کرتے تھے تو آپ دونوں نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا، پھر آپ دونوں اب میرے پاس آئے ہیں کہ اب میں اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ آپ دونوں کے درمیان کروں، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں قیامت کے دن تک اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ آپ کے درمیان نہیں کروں گا، اگر آپ دونوں اس کی دیکھ بھال نہیں کر سکتے تو یہ مجھے واپس کر دیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ان دونوں حضرات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس زمین کا انتظام باقاعدہ طور پر ان دونوں کے درمیان آدھا، آدھا کر دیا جائے، ایسا نہیں ہے کہ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے لاعلم تھے۔

''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ کے جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے''

یہ دونوں حضرات بھی صرف درست چیز کے ہی طلبگار تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میں اس پر تقسیم کا نام واقع نہیں ہونے دوں گا، میں اُسے ویسے ہی رہنے دوں گا، جیسے یہ پہلے تھا۔

2964 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَهُمَا يَعْنِي عَلِيًّا، وَالْعَبَّاسَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيرِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَرَادَ أَنْ لَا يُوقَعَ عَلَيْهِ اسْمُ قَسْمٍ

⊛⊛ یہی واقعہ ایک اور سند کے ہمراہ مالک بن اوس کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ان دونوں حضرات نے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے، اس بارے میں اختلاف کیا تھا، جو اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کی زمینیں اپنے رسول کو، مال فے کے طور پر عطا کی تھیں

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ اس پر تقسیم کے لفظ کا اطلاق نہ ہو۔

2965 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنَى، أَنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ، مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ، وَلَا رِكَابٍ، كَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِصًا، يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ - قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ - قُوتَ سَنَةٍ، فَمَا بَقِيَ جَعَلَ فِي الْكُرَاعِ وَعُدَّةً فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ

⊛⊛ مالک بن اوس، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: بنو نضیر کی زمینیں ایسے مال میں شامل تھیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے

2964- اسناده صحيح. معمر: هو ابن راشد، ومحمد بن عبيد: هو ابن حساب الغبري. واخرجه البخاري (5357)، ومسلم (1757)، والنسائي في "الكبرى" (6307) و (6308) من طريق معمر بن راشد، بهذا الاسناد. ورواية البخاري مختصرة بقوله: ان النبي - صلى الله عليه وسلم - كان يبيع نخل بني النضير، ويحبس لاهله قوت سنتهم، ورواية النسائي مختصرة بقوله - صلى الله عليه وسلم: - "لا نورث، ما تركنا صدقة." وهو في "مسند احمد" (333) و (425). وانظر ما قبله.

رسول کو مال فے کے طور پر عطا کیا تھا' مسلمانوں نے اس کے لیے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے تھے' تو یہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص تھا' جسے آپ اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے تھے' یہاں ابن عبدہ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: جسے آپ اپنے اہل پر خرچ کرتے تھے' جو ان کی سال بھر کی خوراک ہوتا تھا اور جو باقی بچ جاتا تھا' اسے آپ ﷺ جہاد کے ساز و سامان کی تیاری کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔

یہاں ابن عبدہ نامی راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے۔

2966 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: (وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ) (الحشر:6) قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُمَرُ: هَذِهِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً قُرَى عُرَيْنَةَ، فَدَكَ، وَكَذَا وَكَذَا مَا (أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ، وَلِذِي الْقُرْبَى، وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ، وَابْنِ السَّبِيلِ) (الحشر:7)، وَلِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ، وَأَمْوَالِهِمْ، (وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ، وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ)، (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ)، فَاسْتَوْعَبَتْ هَذِهِ الْآيَةُ النَّاسَ فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا لَهُ فِيهَا حَقٌّ - قَالَ أَيُّوبُ: أَوْ قَالَ حَظٌّ - إِلَّا بَعْضَ مَنْ تَمْلِكُونَ مِنْ أَرِقَّائِكُمْ

❀❀ زہری بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اللہ نے اپنے رسول کو جو چیز مال فے کے طور پر عطا کی ہے' یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جن کے لیے تم نے اپنے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے''۔

زہری کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: یہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص ہے' اس سے مراد عرینہ کی کچھ بستیاں تھیں' فدک تھا اور فلاں فلاں جگہیں تھیں (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مختلف بستیوں میں سے جو مال فے کے طور پر عطا کیا' وہ اللہ' اس کے رسول' قریبی رشتے داروں' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہوگا''۔

اور ان غریبوں کے لیے ہوگا جنہیں ان کے علاقوں اور زمینوں سے نکال دیا گیا اور جنہوں نے ایک مخصوص جگہ اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا اور ان لوگوں کے لیے' جو ان کے بعد آئے' تو اس آیت میں تمام لوگوں کا ذکر ہوگیا مسلمانوں میں سے کوئی بھی شخص ایسا باقی نہیں رہا' جس کا اس میں حق نہ ہو۔

ایوب نامی راوی نے الفاظ نقل کیے ہیں: جس کا اس میں حصہ نہ ہو' البتہ بعض ایسے لوگ' جن کے تم مالک ہو (جو غلام ہیں) ان کا حکم مختلف ہے۔

2967 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، وَهَذَا

لفظ حديثه كُلُّهُمْ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: فِيمَا احْتَجَّ بِهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: كَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُ صَفَايَا بَنُو النَّضِيرِ، وَخَيْبَرُ، وَفَدَكُ، فَأَمَّا بَنُو النَّضِيرِ فَكَانَتْ حُبُسًا لِنَوَائِبِهِ، وَأَمَّا فَدَكُ فَكَانَتْ حُبُسًا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ، وَأَمَّا خَيْبَرُ فَجَزَّأَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، جُزْأَيْنِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، وَجُزْءًا نَفَقَةً لِأَهْلِهِ فَمَا فَضُلَ عَنْ نَفَقَةِ أَهْلِهِ جَعَلَهُ بَيْنَ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ

مالک بن اوس بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس چیز سے استدلال کیا وہ یہ تھی کہ بنونضیر' خیبر اور فدک کی وہ زمینیں' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھیں، ان سے بنونضیر کی زمینیں، حادثات پیش آنے پر خرچ کرنے کے لیے مخصوص تھیں' فدک کی زمین مسافروں کے لیے مخصوص تھی اور خیبر کی زمین کے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصے کیے ہوئے تھے' دو حصے مسلمانوں کے اور ایک حصہ آپ کی ازواج کے اخراجات کے لیے تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے خرچ میں سے جو بچ جاتا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے غریب مہاجرین میں تقسیم کردیتے تھے۔

2968 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ، وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَإِنِّي وَاللهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، مِنْهَا شَيْئًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام بھجوایا اور ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی وراثت کا مطالبہ کیا، جو اس مال میں تھی، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مال فے کے طور پر مدینہ منورہ میں، فدک میں عطا کیا تھا اور خیبر کے خمس میں سے، جو باقی بچ جاتا تھا (اس میں سے جو وراثت تھی، اس کا مطالبہ کیا) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''ہم (انبیاء) کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم جو چھوڑ کر جائیں' وہ صدقہ ہوتا ہے' محمد کے گھر والے اس مال میں سے کھا سکتے ہیں''۔

2968- اسناده صحيح. واخرجه باطول مما هنا البخاري (4240) و (4241)، ومسلم (1759) من طريق عقيل بن خالد، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (4035) و (4036) و (6725) و (6726)، ومسلم (1759) من طريق معمر بن راشد، عن الزهري، به. الا انه قال: ان فاطمة والعباس اتيا يلتمسان ميراثهما... وهو في "مسند احمد" (9) و (55)، و "صحيح ابن حبان" (6607).

[illegible]

[illegible] حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: وَفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ حِينَئِذٍ تَطْلُبُ صَدَقَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، وَإِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ يَعْنِي مَالَ اللهِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَزِيدُوا عَلَى الْمَأْكَلِ.

(۲)(۲) عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ نے انہیں یہ بات بتائی وہ یہ بیان کرتی ہیں: جب سیدہ فاطمہ ﷞ نے نبی اکرم ﷺ کے اس صدقے کا مطالبہ کیا، جو مدینہ منورہ میں تھا فدک میں تھا اور خیبر کے خمس میں سے باقی بچا تھا'
سیدہ عائشہ ﷞ بیان کرتی ہیں: تو حضرت ابوبکر ﷜ نے فرمایا: بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے محمد کی بیویاں اس مال میں سے کھا سکتی ہیں''
اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ مال ہے اور ان لوگوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کھانے سے زیادہ کوئی چیز وصول کریں۔

احادیث سے مال لینے کے وقف ہونے پر دلائل اور باغ فدک کا وقف ہونا

حضرت اوس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا، میں دن چڑھے کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ گھر میں خالی تخت پر چمڑے کے ایک تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، فرمانے لگے: اے مالک! تمہاری قوم کے کچھ لوگ جلدی جلدی آئے تھے، میں نے انہیں تھوڑی سی چیزیں دینے کا حکم دے دیا ہے تم وہ چیزیں لے کر ان کے درمیان تقسیم کردو، میں نے کہا: آپ میری علاوہ کسی اور کے ذمہ یہ کام لگا دیتے تو اچھا تھا، حضرت عمر نے فرمایا: اے مالک! تم یہ چیزیں لے لو، اتنے میں (ان کا غلام) یرفا اندر آیا اور کہنے لگا: حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد کے متعلق کیا حکم ہے؟ (یعنی وہ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں) حضرت عمر نے کہا: اچھا اور انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی اور وہ اندر آگئے پھر یرفا آئے اور کہا: حضرت علی اور حضرت عباس کے بارے میں کیا حکم ہے حضرت عمر نے کہا: اچھا اور ان کو بھی اجازت دے دی، حضرت عباس نے کہا، اے امیر المومنین! میرے اور اس جھوٹے، خطا کار، عہد شکن اور خائن کے درمیان فیصلہ کردیجیے، باقی صحابہ نے بھی کہا: ہاں! اے امیر المومنین! ان کے درمیان فیصلہ کردیجیے اور ان کی راحت دلا دیجئے۔ حضرت مالک بن اوس نے کہا: میرا خیال تھا کہ ان دونوں نے ان صحابہ کو اسی لئے پہلے بھیجا تھا، حضرت عمر نے کہا، ٹھہرو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر، حضرت عمر نے کہا ٹھہرو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارے وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر، حضرت عباس اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تم دونوں کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم دونوں یہ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، ان دونوں نے کہا: ہاں! حضرت عمر نے کہا، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک چیز کے ساتھ خاص کیا تھا جس کے ساتھ کسی اور کو خاص نہیں کیا تھا، یہ بستوں کے وہ اموال ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لوٹا دیئے تھے، یہ اموال اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں (یعنی اموال فئے) راوی کہتے ہیں: مجھے علم نہیں کہ انہوں نے اس سے پہلے والی آیت پڑھی تھی یا نہیں۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے درمیان بنونضیر کے اموال تقسیم کر دیئے، بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اموال کو اپنے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ تمہیں چھوڑ کر ان اموال کو خود رکھا حتیٰ کہ یہ مال باقی رہ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال سے ایک سال کا خرچ لے لیتے تھے، باقی جو بچتا وہ بیت المال میں رکھ لیتے، حضرت عمر نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر نے حضرت عباس اور حضرت علی کو بھی وہی قسم دی جو باقی صحابہ کو دی تھی اور کہا، کیا تم کو اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں! حضرت عمر نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہوں، پھر تم دونوں آئے، تم اپنے بھتیجے کی میراث سے طلب کرتے تھے اور یہ اپنی زوجہ کے لئے ان کے والد کی میراث سے طلب کرتے تھے تو حضرت ابوبکر نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، سو تم دونوں نے حضرت ابوبکر کو جھوٹا، گناہ گار، عہد شکن اور خائن گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر سچے، نیک، ہدایت یافتہ، اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں، پھر حضرت ابوبکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا خلیفہ بنایا گیا، پس تم دونوں مجھے بھی جھوٹا، گناہ گار، عہد شکن اور خائن گمان کیا (یعنی میرے ساتھ وہ سلوک کیا جو جھوٹے اور خائن کے ساتھ کرتے ہیں) اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں، پھر میں ان اموال کا ولی بنایا گیا پھر تم اور یہ میرے پاس آئے دراں حالیکہ تم دونوں کی رائے متفق تھی، تم دونوں نے کہا: ان اموال کی نگہداشت ہمارے سپرد کر دیجیے، میں نے کہا، اگر تم چاہو تو میں یہ اموال اس شرط کے ساتھ تمہارے سپرد کر دیتا ہوں کہ تم ان اموال میں اسی طرح تصرف کرو گے جس طرح ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصرف کرتے تھے، تم دونوں نے اس کا اقرار کیا، حضرت عمر نے کہا، کیا اسی طرح معاہدہ ہوا تھا؟ انہوں نے کہا، ہاں! حضرت عمر نے کہا، اب پھر تم دونوں میرے پاس آئے ہو کہ میں تم دونوں کے درمیان فیصلہ کروں، نہیں! خدا کی قسم! قیامت تک میں تمہارے درمیان اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا، اگر تم ان اموال کا انتظام کرنے سے عاجز ہو گئے ہو تو پھر یہ مجھے واپس کر دو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۹، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۶۳، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۱۰، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۴۴۵)

کیا حضرت علی نے نبی کا وارث نہ بنانے کی روایت میں حضرت ابوبکر اور عمر کو جھوٹا، عہد شکن...... خائن اور گناہ گار گمان کیا تھا؟

ملا باقر مجلسی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ''صحیح مسلم'' میں مالک بن اوس سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا: حضرت ابوبکر نے تم دونوں سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو کچھ ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے، پس تم دونوں نے ابوبکر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گناہ گار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر سچے، نیک اور حق کی پیروی کرنے والے تھے، پھر ابوبکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوا، پھر تم دونوں نے مجھ کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گناہگار گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ ''صحیح مسلم'' کی اس روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علی، حضرت ابوبکر کو اس روایت میں جھوٹا گردانتے تھے اور حضرت علی کا اس روایت کو جھوٹا قرار دینا اس روایت کی باطل اور موضوع ہونے پر واضح دلیل ہے، کیونکہ حضرت علی حق کے سوا کچھ نہیں کہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس حدیث کی صداقت کے معترف تھے جیسا کہ مالک بن اوس کی اسی روایت میں ہے، حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے فرمایا:

میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کی اجازت سے زمین اور آسمان قائم ہیں، کیا تم دونوں کو یہ علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے؟ حضرت عباس اور حضرت علی دونوں نے کہا: ہاں (ہمیں علم ہے) (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۹)

نبی کا وارث نہ بنانے کی حدیث پر اشکالات کے جوابات

اس جگہ پر اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی کو اس حیدیث کا علم تھا اور جب انہیں علم تھا تو حضرت فاطمہ کو بھی یقینا علم ہوگا تو پھر ان حضرات نے حضرت ابوبکر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا اور پھر دوبارہ حضرت عمر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت عباس اس حدیث کے تو معترف تھے لیکن اس حدیث کو عام نہیں سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں سے کسی چیز کا بھی کوئی وارث نہیں ہوگا، ان کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں سے بعض چیزوں کا کوئی وارث نہیں ہوگا اور باقی متروکات میں وراثت جاری ہوگی اور خیبر کی بعض اراضی اور فدک کے متعلق ان کا گمان تھا کہ اس میں وراثت جاری ہوگی، اس وجہ سے وہ ان میں وراثت کو طلب کرتے تھے اس کے برعکس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دیگر صحابہ اس حدیث کو عموم پر محمول کرتے تھے اور اس حدیث کی تعمیم اور تخصیص میں ان کی آراء اور اجتہاد میں اختلاف ہو گیا، حضرت علی اور حضرت عباس کو اپنے مؤقف پر اصرار تھا اس وجہ سے پہلے انہوں نے حضرت ابوبکر سے اور پھر حضرت عمر سے میراث کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۷ مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو حضرت عباس اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم دونوں نے پہلے ابوبکر کو اور پھر مجھے جھوٹا، عہد شکن اور خائن گمان کیا اس کا کیا محمل ہے؟ علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ باب

تنزیل سے ہے یعنی تم دونوں نے حضرت ابوبکر کے استدلا اور حجت کو تسلیم نہیں کیا اور برابر میرثا کی تقسیم کا مطالبہ کرتے رہے، خلاصہ یہ ہے کہ تم نے سچے شخص کے ساتھ جھوٹے شخص کا معاملہ کیا نہ یہ کہ تم نے ان کو فی الواقع جھوٹا سمجھا۔ عالمہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے یعنی ''افرایتماہ کاذبا غادرًا خائنًا آثمًا'' کیا تم نے ابوبکر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گناہ گار سمجھا تھا؟ اور یہ استفہام انکاری ہے، یعنی جب تم حضرت ابوبکر کو جھوٹا اور عہد شکن نہیں سمجھتے تھے تو پھر کیوں بار بار میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے تھے؟ (اکمال اکمال العلم ج ٥ ص 77-78 دارلاکتب العلمیہ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ ان توجیہات کے صحیح اور صواب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان اراضی کو حضرت فاطمہ کی اولاد کی ملکیت میں نہیں دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بعد میں حضرت علی کو یہ شرح صدور ہو گیا کہ اس حدیث کے بارے میں حضرت ابوبکر کا اجتہاد صحیح اور صائب تھا اور یہ کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے متروکات میں سے کسی چیز میں ورثات جاری نہیں ہوگی۔ (تبیان القرآن، سورہ حشر، لاہور)

نبی کا وارث نہ بنانے کی تائید میں دیگر احادیث

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جو فئی عطا کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس میں جو کچھ چھوڑا ہے اس میں ان کی میراث کو تقسیم کریں، حضرت ابوبکر نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٢٤٠)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت زبیر اور حضرت سعد سے) کہا: ٹھہرو! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں، جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے؟ انہوں نے کہا، بے شک رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 5358)

''دولۃ'' کا معنی

نیز الحشر: ٧ میں فرمایا: تاکہ وہ (اموال) تم میں سے (صرف) مال داروں کے درمیان گردش کرتے نہ رہیں۔

اس آیت میں ''دولۃ'' کا لفظ ہے، علامہ حسین محمد راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الدولۃ'' اور ''الدولۃ'' واحد ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ''الدولۃ'' کا اطلاق مال میں ہوتا ہے ''الدولۃ'' کا اطلاق حرب میں ہوتا ہے، اور دولت اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو بعینہٖ گردش کرتی رہتی ہے، کبھی ایک کے پاس، کبھی دوسرے کے پاس، قرآن مجید میں ہے:

وتلك الايام نداولها بين الناس (آل عمران: ١٤٠) ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔

(المفردات ج ١ ص 232، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ١٤١٨ھ)

رسول اللہ ﷺ کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے

اس کے بعد اس آیت میں فرمایا: اور رسول تم کو جو دیں اس کو لے لو، اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

یعنی رسول اللہ ﷺ تم کو مال غنیمت سے جو کچھ عطا کریں، اس کو قبول کرلو، اور تم کو مال غنیمت میں خیانت کرنے سے روکیں تو اس سے رک جاؤ۔ اس آیت کا شان نزول اگر چہ مال غنیمت کے ساتھ خاص ہے، لیکن نبی ﷺ وسلم کے تمام اوامر اور نواہی اور آپ کے تمام احکام اس میں داخل ہیں۔

حسن بصری نے کہا، اس آیت کا معنی ہے: میں تم کو مال فئے سے جو کچھ دوں اس کو قبول کرلو، اور جس چیز سے تم کو منع کردوں اس کو طلب نہ کرو۔

علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ ھ نے کہا: یہ آیت نبی ﷺ کے تمام اوامر اور نواہی پر محمول ہے کیونکہ آپ کا ہر حکم صرف نیک کام کے لئے ہوتا ہے اور انہی اور ممانعت برائی کے لئے ہوتی ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص 504 دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی نضیر کا متروکہ مال خالص رسول اللہ ﷺ کا تھا۔ آپ ﷺ جس طرح چاہتے اس میں تصرف کرسکتے تھے۔ شیخین نے صحیحین میں مالک ابن اوس بن حدثان کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے فرمایا: اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو اس مال مفت میں تصرف کرنے کا ایسا اختیار خصوصیت کے ساتھ دیا جو اور کسی کو نہیں دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے آیت: وَمَآ اَفَآءَ اللهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ...... قَدِيْرٌ تک پڑھی۔ چنانچہ یہ ملکیت خالص رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ جس سے اپنا اور اپنے گھر والوں کا سالانہ خرچ کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ بچتا تھا' اس کو اللہ کا مال قرار دیتے تھے (یعنی جہاد وغیرہ کی تیاری میں صرف کرتے تھے)۔

صحیحین میں آیا ہے کہ (خلافت ثانیہ کے دور میں) حضرت عمر کا دربان یرفاء اندر آیا اور اس نے کہا: عثمان' عبدالرحمن' زبیر اور سعید (رضی اللہ عنہم) داخلہ کی اجازت چاہتے ہیں' کیا ان کو اندر آنے کی اجازت ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ یہ حضرات اندر آ گئے۔ کچھ ہی دیر کے بعد یرفاء پھر آیا اور اس نے کہا: علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ اجازت داخلہ کے طلبگار ہیں' کیا ان کو اجازت ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! دونوں حضرات بھی آ گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ (بنی نضیر کے متروکہ املاک کے معاملہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کا اختلاف تھا) اس اختلاف کو دور کرانے کی خواہش حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کی تھی) جماعت (حاضرین) نے کہا: ہاں! امیر المومنین ان کے آپس کا جھگڑا چکا دیجئے اور ایک کو دوسرے کی فکر سے آزاد کر دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا آپ لوگ آرام کرلیں۔ میں آپ حضرات کو اس خدا کی جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں' قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا: ہم (کسی کو اپنے مال کا) وارث نہیں قرار دیتے' ہمارا ترکہ (کسی کا میراثی حصہ نہیں ہوسکتا بلکہ) خیرات ہے (حضور ﷺ نے یہ بات اگر چہ انبیاء کی جماعت کے متعلق فرمائی تھی) لیکن اس سے آپ ﷺ کی مراد اپنی ذات تھی۔ حاضرین نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی

اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا تھا؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں (فرمایا تھا)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب میں اس معاملہ کی بات کرتا ہوں۔ بات یوں ہوئی کہ اللہ نے اس مال فے کو اپنے رسول ﷺ کے لیے خالص کر دیا تھا اور اس امر میں وہ خصوصیت عطا کی تھی جو کسی دوسرے کو نہیں عطا کی اور فرمایا: مَآ أَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ..... قَدِيْرٌ تک۔ چنانچہ یہ مال خالص اللہ کے رسول ﷺ کا ہو گیا۔ اس کے بعد بخدا حضور ﷺ نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر خود اپنے ہی لیے نہیں رکھ لیا بلکہ آپ ﷺ کے لوگوں کو دیا اور آپ کے اندر تقسیم کر دیا۔ یہاں تک کہ تقسیم کے بعد کچھ بچ رہا' اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے گھر والوں کا سالانہ خرچ اسی مال سے چلاتے تھے اور آخر میں جو بچ رہتا تھا اس کو اللہ کا مال قرار دیتے تھے (یعنی جہاد کے لیے گھوڑے اور اسلحہ خریدتے تھے) حضور ﷺ زندگی بھر اسی پر کاربند رہے۔ جب آپ ﷺ کی وفات ہو گئی اور (ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کے رسول کا ولی ہوں۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور جس طرح رسول اللہ ﷺ (تقسیم) کیا کرتے تھے ویسا ہی ابوبکر نے کیا۔ آپ سب لوگ موجود تھے اور اللہ جانتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس (خیبر کے مال وملکیت) میں سچے' نیکوکار اور راہ راست پر تھے۔ پھر ابوبکر کی وفات ہو گئی۔ تو میں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا اور ابوبکر کا ولی ہوں۔ چنانچہ چند سال میں نے یہ مال اپنے قبضہ میں رکھا اور اس میں تصرف اسی طرح کرتا رہا جس طرح رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا اور خدا جانتا ہے کہ میں اس میں سچا ہوں' جھوٹا نہیں ہوں۔ راہ مستقیم پر ہوں اور حق کا پیرو ہوں۔ پھر آپ دونوں حضرات متفق الرائے ہو کر آئے (جائیداد خیبر بحق وراثت طلب کی) تو میں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا دیا ہے کہ ہم کسی کو اپنا وارث نہیں قرار دیتے' ہمارا سارا متروکہ خیرات ہے' پھر مجھے خیال ہوا کہ اس مال پر قبضہ میں تم کو دے دوں' چنانچہ میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ دونوں صاحبان چاہتے ہیں تو میں یہ جائیداد آپ دونوں کے قبضہ وتصرف میں اس شرط پر دینے کو تیار ہوں کہ اس میں آپ ویسا ہی تصرف کریں گے جیسے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر کرتے تھے اور جیسا میں اس وقت سے کرتا رہا ہوں' جب سے یہ جائیداد میرے قبضہ میں آئی۔ (یعنی جب سے مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے) اگر آپ ایسا نہ کر سکیں تو پھر اس معاملہ میں مجھ سے بات نہ کیجئے۔ آپ دونوں نے (شرط قبول کر لی اور) کہا: ہمارے قبضہ میں اس شرط پر ہی دے دیجئے۔ چنانچہ میں نے یہ جائیداد آپ دونوں کے سپرد کر دی۔ اب کیا آپ حضرات اس کے خلاف مجھ سے کسی اور فیصلہ کے طلبگار ہیں۔ قسم ہے اس اللہ کی جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں۔ میں قیامت تک اس کے خلاف فیصلہ نہیں کروں گا۔ اب اگر آپ دونوں صاحبان اس (کے انتظام) سے تنگ آ گئے ہیں تو پھر میرے سپرد کر دیجئے۔ میں آپ کا پورا پورا کام انجام دوں گا۔

صحیحین میں حضرت عمر کی روایت سے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ بنی نضیر کے مال (یعنی املاک اور نقد وجنس) اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو (خصوصیت کے ساتھ) بے محنت عطا فرمائے تھے اس کے لیے مسلمانوں کو نہ گھوڑے دوڑانے پڑے نہ اونٹ۔ چنانچہ وہ (ساری املاک) صرف رسول اللہ ﷺ کی تھیں' اسی میں سے حضور ﷺ گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو کچھ بچتا تھا اس سے جہاد کی تیاری یعنی اسلحہ اور گھوڑوں کی خریداری کرتے تھے۔

2970 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَيْهَا ذَلِكَ، وَقَالَ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، إِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ. فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَغَلَبَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهَا، وَأَمَّا خَيْبَرُ، وَفَدَكُ فَأَمْسَكَهُمَا عُمَرُ، وَقَالَ: هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ، وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ. قَالَ: فَهُمَا عَلَى ذَلِكَ إِلَى الْيَوْمِ

❀❀ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہی روایت منقول ہے، جس میں یہ مذکور ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بات نہیں مانی اور بولے: میں ایسی کسی چیز کو ترک نہیں کروں گا، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے، مگر یہ کہ میں اس پر عمل کروں گا، کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں نے اس میں سے کوئی بھی چیز ترک کی تو میں بھٹک جاؤں گا، جہاں تک مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کی زمینوں) کا تعلق تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھیں، پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آ گئیں، جہاں تک خیبر اور فدک کا تعلق ہے، تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ صدقہ ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حقوق کے لیے تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آ جاتے تھے اور جو مشکلات درپیش ہوتی تھیں، تو یہ دونوں اُس کے سپرد رہیں گی، جو حکومت کا نگران ہو گا، راوی کہتے ہیں: تو یہ دونوں آج تک اسی صورت حال میں ہیں (یعنی حاکم وقت کے سپرد ہوتی ہیں)

2971 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي قَوْلِهِ: (فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ) (الحشر: ٦)، قَالَ: صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ فَدَكَ، وَقُرًى قَدْ سَمَّاهَا لَا أَحْفَظُهَا، وَهُوَ مُحَاصِرٌ قَوْمًا آخَرِينَ، فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ بِالصُّلْحِ، قَالَ: (فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ) (الحشر: ٦)، يَقُولُ: بِغَيْرِ قِتَالٍ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكَانَتْ بَنُو النَّضِيرِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِصًا لَمْ يَفْتَحُوهَا عَنْوَةً، افْتَتَحُوهَا عَلَى صُلْحٍ، فَقَسَمَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ، لَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ مِنْهَا شَيْئًا، إِلَّا رَجُلَيْنِ كَانَتْ بِهِمَا حَاجَةٌ

❀❀ زہری اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

''تم نے اس کے لیے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے''

وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک والوں سے مصالحت کر لی تھی، راوی نے ایک اور بستی کا نام بھی ذکر کیا تھا، جو مجھے یاد نہیں ہے، اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور قوم کا بھی محاصرہ کیے ہوئے تھے، تو ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح کا پیغام بھجوایا، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"تم لوگوں نے اس کے لیے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے"

اس سے مراد یہ ہے: تم لوگوں نے جنگ کے بغیر وہ جگہ حاصل کر لی تھی۔

زہری بیان کرتے ہیں: بنونضیر کی زمینیں، نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص تھیں، آپ ﷺ نے انہیں لڑ کر حاصل نہیں کیا تھا، بلکہ انہیں صلح کے ذریعے فتح کر لیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے وہاں کی زمینیں مہاجرین کے درمیان تقسیم کی تھیں آپ نے ان میں سے انصار کو کچھ نہیں دیا تھا، صرف دو انصاریوں کو دیا تھا، جنہیں ان کی شدید ضرورت تھی۔

2972 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: جَمَعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَنِي مَرْوَانَ حِينَ اسْتُخْلِفَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَتْ لَهُ فَدَكُ، فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُودُ مِنْهَا عَلَى صَغِيرِ بَنِي هَاشِمٍ، وَيُزَوِّجُ مِنْهَا أَيِّمَهُمْ، وَإِنَّ فَاطِمَةَ سَأَلَتْهُ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهَا فَأَبَى، فَكَانَتْ كَذَلِكَ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وُلِّيَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي حَيَاتِهِ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وُلِّيَ عُمَرُ عَمِلَ فِيهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَا حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، ثُمَّ أَقْطَعَهَا مَرْوَانُ، ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ: فَرَأَيْتُ أَمْرًا مَنَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامِ، لَيْسَ لِي بِحَقٍّ، وَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ رَدَدْتُهَا عَلَى مَا كَانَتْ يَعْنِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلِيَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْخِلَافَةَ، وَغَلَّتُهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ دِينَارٍ، وَتُوُفِّيَ وَغَلَّتُهُ أَرْبَعُ مِائَةِ دِينَارٍ وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ أَقَلَّ

⊛⊛ مغیرہ بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز کو جب خلیفہ مقرر کیا گیا، تو انہوں مروان کی آل اولاد کو جمع کیا اور بولے: فدک کی زمین نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص تھی، نبی اکرم ﷺ اس کی آمدن کے ذریعے اپنے اخراجات پورے کیا کرتے تھے، اس کے ذریعے بنوہاشم کے کم سن بچوں کی دیکھ بھال کرتے تھے، اس کے ذریعے بنوہاشم کی بیواؤں کی شادیاں کیا کرتے تھے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ گزارش کی تھی کہ آپ ﷺ انہیں یہ دے دیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی یہ بات نہیں مانی تھی، نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں یہ زمین اسی طرح رہی، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا گیا، تو وہ بھی انہیں اسی طرح استعمال کرتے رہے، جس طرح نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات میں انہیں استعمال کیا، پھر ان کا انتقال ہو گیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا نگران مقرر کیا گیا، تو وہ بھی انہیں اسی طرح استعمال کرتے رہے، جس طرح پہلے دو صاحبان کرتے رہے تھے، تو یہاں تک کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا، پھر مروان نے اسے جاگیر بنا لیا اور آخر کار وہ عمر بن عبدالعزیز کے حصے میں آئی، تو عمر بن عبدالعزیز نے یہ کہا: میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ ایک ایسی چیز ہے، جو نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دی تھی، تو پھر میرا بھی اس میں کوئی حق نہیں ہوگا، میں تم لوگوں کو گواہ بنا کر یہ کہتا ہوں: میں اسے اس کی اس صورت کی طرف لوٹا رہا ہوں، جس صورت میں یہ پہلے تھی، ان کی مراد یہ تھی کہ جس صورت میں یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس

میں تھی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جب عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا گیا، تو اس وقت ان کی آمدن چالیس ہزار دینار تھی اور جب ان کا انتقال ہوا، اس وقت ان کی آمدن چار سو دینار رہ گئی تھی، اگر وہ اور زندہ رہتے تو وہ اور کم ہو جاتی۔

2973 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، تَطْلُبُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، إِذَا أَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً، فَهِيَ لِلَّذِي يَقُومُ مِنْ بَعْدِهِ

ابوطفیل بیان کرتے ہیں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملنے والی وراثت کا مطالبہ کرنے کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے، تو اس کا نگران وہ شخص ہوتا ہے، جو نبی کے بعد (اس کا جانشین ہوتا ہے)''۔

2974 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي، وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مُؤْنَةُ عَامِلِي: يَعْنِي أَكَرَةَ الْأَرْضِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میرے ورثاء دینار تقسیم نہیں کریں گے، اپنی بیویوں کے خرچ اور اپنے اہلکاروں کی تنخواہوں کے بعد، میں جو کچھ چھوڑ کر جاؤں، وہ صدقہ شمار ہوگا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اپنے اہلکاروں کے معاوضے سے مراد، زمین پر کام کرنے والوں کا معاوضہ ہے۔

2975 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ حَدِيثًا مِنْ رَجُلٍ فَأَعْجَبَنِي، فَقُلْتُ اكْتُبْهُ لِي فَأَتَى بِهِ مَكْتُوبًا مُذَبَّرًا، دَخَلَ الْعَبَّاسُ، وَعَلِيٌّ عَلَى عُمَرَ، وَعِنْدَهُ طَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَسَعْدٌ، وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَسَعْدٍ: أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ مَالِ النَّبِيِّ صَدَقَةٌ، إِلَّا مَا أَطْعَمَهُ أَهْلَهُ، وَكَسَاهُمْ إِنَّا لَا نُورَثُ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ مِنْ مَالِهِ عَلَى أَهْلِهِ، وَيَتَصَدَّقُ بِفَضْلِهِ، ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَلِيَهَا أَبُو بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، فَكَانَ يَصْنَعُ الَّذِي كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا مِنْ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ

⊙⊙ ابوالبختری بیان کرتے ہیں: میں ایک صاحب کی زبانی ایک بات سنی جو مجھے اچھی لگی، تو میں نے کہا: آپ مجھے یہ لکھ کر دے دیں، تو انہوں نے مجھے یہ صاف صاف لکھ کر دے دیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، یہ دونوں صاحبان (یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایک دوسرے سے جھگڑا کر رہے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''نبی کا سارا مال صدقہ ہوتا ہے، ماسوائے اس کے، جو وہ اپنی بیوی کو کھلا دے، یا اسے پہنا دے، بے شک ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا''۔

ان لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اپنی ازواج پر خرچ کرتے تھے اور باقی بچ جانے والے مال کو صدقہ کر دیتے تھے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دو سال تک اس کے نگران رہے، وہ بھی اسے اسی طرح استعمال کرتے رہے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے استعمال کرتے رہے تھے، اس کے بعد راوی نے مالک بن اوس کی نقل کردہ روایت کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

2976 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: اِنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صلّى الله عليه وسلم اَرَدْنَ اَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اِلَى اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، فَيَسْاَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ لَهُنَّ عَائِشَةُ: اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ

⊙⊙ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں، تاکہ وہ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملنے والے ان ازواج کے آٹھویں حصے کا مطالبہ کریں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد نہیں فرمائی؟

''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ کر جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے''

2977 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِاِسْنَادِهِ نَحْوَهُ. قُلْتُ: اَلَا تَتَّقِينَ اللهَ؟ اَلَمْ تَسْمَعْنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَاِنَّمَا هٰذَا الْمَالُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ لِنَائِبَتِهِمْ وَلِضَيْفِهِمْ. فَاِذَا مُتُّ فَهُوَ اِلَى وَلِيِّ الْاَمْرِ مِنْ بَعْدِي؟

⊙⊙ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن شہاب کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے کہا: کیا آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی نہیں ہیں؟ کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا:

''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ کر جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے، یہ مال، محمد کے گھر والوں کے لیے ہے، جو حادثات کا شکار ہونے والے لوگوں اور مہمانوں کے لیے مخصوص ہے، جب میں فوت ہو جاؤں گا، تو یہ اس کی طرف چلا جائے گا، جو میرے بعد مسلمانوں کا حکمران بنے گا''

بَابٌ فِي بَيَانِ مَوَاضِعِ قَسْمِ الْخُمُسِ، وَسَهْمِ ذِي الْقُرْبَى

باب: خمس کی تقسیم کے مقامات اور ذوی القربیٰ کے حصے کا بیان

2978 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، أَنَّهُ جَاءَ هُوَ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، يُكَلِّمَانِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَسَمَ مِنَ الْخُمُسِ بَيْنَ بَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ قَسَمْتَ لِإِخْوَانِنَا بَنِي الْمُطَّلِبِ، وَلَمْ تُعْطِنَا شَيْئًا وَقَرَابَتُنَا وَقَرَابَتُهُمْ مِنْكَ وَاحِدَةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ، وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ: وَلَمْ يَقْسِمْ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ، مِنْ ذَلِكَ الْخُمُسِ كَمَا قَسَمَ لِبَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَقْسِمُ الْخُمُسَ، نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيهِمْ، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُعْطِيهِمْ مِنْهُ، وَعُثْمَانُ بَعْدَهُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خمس کی تقسیم کے حوالے سے بات کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب آپ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو خمس میں سے حصہ عطا کیا تھا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ نے بنو مطلب سے تعلق رکھنے والے ہمارے بھائیوں کو حصہ دیا ہے اور ہمیں کچھ نہیں دیا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری اور ان کی رشتے داری، ایک جیسی حیثیت رکھتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک جیسی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کے لیے اس خمس میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جس طرح آپ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو اس میں سے حصہ دیا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خمس تقسیم کرتے تھے، تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کے مطابق تقسیم کرتے تھے، البتہ یہ تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو اتنی زیادہ ادائیگی نہیں کرتے تھے، جتنی زیادہ ادائیگی انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں کو اس میں سے حصہ دیتے تھے اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی دیتے تھے۔

...س سے متعلق احکام کا بیان

...ور تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ان کنتم امنتم بالله اس میں چھبیس مسائل ہیں

مسئلہ نمبر:۱

...ور تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء لغت میں غنیمت سے مراد وہ (مال) ہے جسے آدمی یا جماعت محنت ...ور کوشش کے ساتھ حاصل کرے۔ اسی معنی میں شاعر کا قول ہے:

وقد طوفت فی الآفاق حتی رضیت من الغنیمة بالایاب (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

اور دوسرے شاعر نے کہا:

ومطعم الغنم یوم الغنم مطعمه انی توجه والمحروم محروم (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

مغنم اور غنیمت دونوں ہم معنی ہیں: کہا جاتا ہے: غنم القوم غنما (قوم کو مال غنیمت عطا کیا گیا) جاننا چاہیے کہ اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ قول باری تعالیٰ: آیت: غنمتم من شیء سے مراد کفار کا وہ مال ہے جسے مسلمانوں نے غلبہ اور جنگ کے ساتھ حاصل کیا ہو۔ لغت اس تخصیص کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ ہم نے اسے بیان کر دیا ہے۔ البتہ عرف شرع نے لفظ کو اس نوع کے ساتھ مقید کیا ہے۔ کفار کی جانب سے ہمیں جو اموال حاصل ہوتے ہیں شریعت نے انہیں دو نام دیئے ہیں: ایک غنیمت اور دوسرا فئی۔ پس وہ مال جسے مسلمان اپنے دشمن سے جدوجہد اور گھوڑوں، اونٹوں کو جنگ میں استعمال کر کے حاصل کرتے ہیں اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ اور یہ اسم اس معنی کے ساتھ لازم ہو چکا ہے حتی کہ یہ عرف بن گیا ہے۔ اور فئی، فاء یفی ء سے ماخوذ ہے جب کوئی لوٹ آئے، رجوع کر لے اور اس سے مراد ہر وہ مال ہے جو مسلمانوں کو بغیر جنگ کے اور گھوڑوں، اونٹوں کو کام میں لائے بغیر حاصل ہو جائے، جیسا کہ زمینوں کا خراج، لوگوں پر عائد ہونے والا جزیہ اور غنائم کا خمس۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

اسی طرح سفیان ثوری اور عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی قسم کا مال ہیں اور ان دونوں میں خمس (پانچواں حصہ) ہے، یہ حضرت قتادہ نے کہا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فئی ہر اس مال سے عبارت ہے جو مسلمانوں کو بغیر جنگ کے حاصل ہوا ہو۔ دونوں معنی ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں۔

مسئلہ نمبر:۲

جمہور کے نزدیک یہ آیت سورت کی پہلی آیت کے لیے ناسخ ہے۔ اور ابن عبدالبر نے اس پر اجماع ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ آیت قول باری تعالیٰ: آیت: یسئلونك عن الانفال کے بعد نازل ہوئی ہے اور یہ کہ مال غنیمت کے چار خمس لشکریوں کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے، جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: آیت: یسئلونك عن الانفال اس وقت نازل ہوئی جب غنائم بدر کے بارے میں اہل بدر کے درمیان اختلاف رونما ہوا، جیسا کہ سورت کی ابتداء میں گزر چکا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: جو کچھ اسماعیل بن اسحاق نے ذکر کیا ہے وہ اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے انہوں نے کہا: محمد بن کثیر

نے ہمیں بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے محمد بن سائب نے ابوصالح کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: جب غزوہ بدر کا دن تھا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: ''جس نے کسی آدمی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا اور جس نے کسی کو قیدی بنایا تو اس کے لیے اتنا ہوگا'' (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۲۰)۔ پس انہوں نے ستر آدمیوں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنایا۔

ابوالیسر بن عمرو دو قیدیوں کو لے کر آیا اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک آپ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا، تحقیق میں دو قیدیوں کو لایا ہوں۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بے شک ہمیں نہ تو اجر میں زیادتی کی خواہش نے روکا اور نہ دشمن کے سامنے بزدلی کے اظہار نے ہمیں روکا بلکہ ہم تو اس مقام پر اس خوف سے کھڑے رہے کہ کہیں مشرکین ادھر نہ مڑ آئیں، بلاشبہ آپ اگر انہیں عطا فرمائیں گے تو پھر آپ کے اصحاب کے لیے کوئی شے باقی نہ رہے گی۔ راوی فرماتے ہیں: وہ کچھ کہتے رہے اور وہ کچھ کہتے رہے پس یہ آیت نازل ہوئی: آیت: یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم پس انہوں نے مال غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا، بعد ازاں یہ آیت نازل ہوئی آیت: واعلموا انما غنمتم من شيء فان لله خمسه الآیہ۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۔۔۔ ۲۳۶۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت محکم ہے، غیر منسوخ ہے اور یہ کہ مال غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور یہ لشکریوں کے درمیان تقسیم شدہ نہیں ہے اور اسی طرح آپ کے بعد آنے والے ائمہ کے لیے حکم ہے۔ اسی طرح مازری نے ہمارے بہت سے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم سے بیان کیا ہے: اور یہ کہ امام وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے ان سے نکالے۔ اور انہوں نے فتح مکہ اور قصہ حنین سے استدلال کیا ہے۔

ابوعبید کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ بزور شمشیر فتح کیا اور وہاں کے باسیوں پر احسان فرمایا اور اسے انہیں پر واپس لوٹا دیا اور اسے تقسیم نہ کیا اور نہ اسے ان کے لیے فئی قرار دیا۔ اور بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ آپ کے بعد ائمہ کے لیے بھی یہ جائز ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس بنا پر قول باری تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شيء فان لله خمسه کا معنی یہ ہوگا چار خمس امام کے لیے ہوں گے، اگر چاہے تو انہیں روک لے اور اگر چاہے تو انہیں لشکریوں کے درمیان تقسیم کر دے۔ اور یہ کوئی شے نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے اسے ذکر کر دیا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مال غنیمت کی اضافت لشکریوں کی طرف کی ہے اور فرمایا ہے: آیت: واعلموا انما غنمتم من شئي پھر خمس کو اس کے لیے معین کر دیا جس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا اور چار خمس سے سکوت اختیار فرمایا، اس میں تو بالاتفاق باپ کے لیے دو ثلث ہیں۔ اسی طرح چار خمس بالاجماع لشکریوں کے لیے ہوں گے، جیسا کہ ابن منذر، ابن عبدالبر، داؤدی، مازری، قاضی عیاض اور علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

اور اس معنی کے ساتھ خبر دینا بالکل ظاہر ہے اور اس کا کچھ بیان عنقریب آئے گا۔ اور قول باری تعالیٰ: یسئلونك عن

الانفال الایہ کا معنی ہوگا۔ وہ مال جس کی امام وقت جس کے لیے چاہے مصلحت کے پیش نظر تقسیم سے پہلے تنفیل کر سکتا ہے۔

حضرت عطا اور حسن رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: یہ اس مال کے ساتھ مخصوص ہے جو مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف بھاگ کر آئے چاہے وہ غلام ہو یا لونڈی یا کوئی جانور۔ امام وقت اس کے بارے جو پسند کرے فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد انفال السرایا یعنی اس کے غنائم ہیں، اگر چاہے تو امام اس سے خمس نکالے اور اگر چاہے تو سارے کا سارا بطور تنفیل ادا کر دے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے الامام یبعث السریۃ فیصیبون المغنم میں بیان کیا ہے: اگر چاہے تو امام سارے مال کو نفل بنا دے اور اگر چاہے تو اس کا خمس نکالے۔ اور اسے ابو عمر نے مکحول اور عطا سے بیان کیا ہے۔ حضرت علی بن ثابت نے کہا ہے: میں نے مکحول اور عطا سے امام کے بارے پوچھا جو قوم کو اس مال کی تنفیل کرتا ہے جو انہوں نے حاصل کیا، تو فرمایا: وہ ان کے لیے ہے۔ ابو عمر نے کہا ہے: جو اس طرف گئے ہیں انہوں نے قول باری تعالیٰ آیت: یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول کی تاویل کی ہے کہ وہ مال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے آپ جہاں چاہیں اسے خرچ کر سکتے ہیں۔ اور یہ نظریہ نہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اس ارشاد کے ساتھ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ اس کے سوا ہے جو ہم نے اس کے بارے کتاب القبس فی شرح موطا مالک بن انس میں بیان کیا ہے۔

اور علماء میں سے کسی ایک نے اس بارے میں کوئی قول نہیں کیا جو میں جانتا ہوں کہ قول باری تعالیٰ: یسئلونك عن الانفال الایہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه کے لیے ناسخ ہے، بلکہ جمہور نے کہا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے: بے شک قول باری تعالیٰ: ما غنمتم ناسخ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کتاب اللہ میں تحریف و تبدیلی کا الزام جائز نہیں ہے۔

رہا فتح مکہ کا واقعہ تو اس میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اس کی فتح میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابو عبید نے کہا ہے: ہم مکہ مکرمہ کے بارے نہیں جانتے کہ شہروں میں سے کسی کو اس کے ساتھ دو اعتبار سے مشابہت حاصل ہو: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انفال و غنائم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص فرمائے ہیں جب تک اس نے کسی دوسرے کے لیے انہیں مقرر نہیں کیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے: آیت: یسئلونك عن الانفال الایہ۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آپ کے لیے خاص ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ کے لیے ایسا طریقہ مقرر کیا جو دوسرے شہروں میں سے کسی کے لیے نہیں۔ اور جہاں تک حنین کے واقعہ کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو عوض عطا فرمایا جب انہوں نے کہا: آپ غنائم قریش کو عطا فرما رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خون ٹپک رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اما ترضون ان یرجع الناس بالدنیا و ترجعون برسول اللہ ﷺ الی بیوتکم (صحیح بخاری، کتاب المناقب، جلد ۱، صفحہ ۵۳۳) (کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا ساتھ لے کر لوٹیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو واپس جاؤ) اسے مسلم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ کسی غیر کے لیے ایسا قول کرنا جائز نہیں، یہ فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ ہمارے بعض علماء نے کہا ہے۔

واللہ اعلم

مفتوحہ زمین

علماء نے مفتوحہ زمین میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا: واعلموا انما غنمتم من شیء اپنے عموم پر ہے، بلکہ خصوصیت اس میں داخل ہوتی ہے۔ انہوں نے اسے اختیار کیا ہے کہ جو چیز قتال کرنے والوں کے لیے مقتول کا سامان چھوڑا جاتا ہے جب وہ قتل کے بارے اختیار کرے اور اس طرح قیدیوں کا بھی حکم ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ اس کا بیان آگے آ رہا ہے۔ اور اس سے زمین کو بھی خاص کیا گیا ہے۔ اور حق یہ ہے: جو مال غنیمت ہو، چاہے وہ سونا، چاندی، سامان اور قیدی ہوں ان سے تخمیس حاصل ہے۔ اور رہی زمین تو وہ اس آیت کے عموم میں داخل نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اگر دوسرے لوگ نہ ہوتے تو میں جس شہر کو بھی فتح کرتا اسے تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم فرمایا۔ اور جو چیز اس مذہب کو صحیح قرار دیتی ہے وہ روایت ہے جسے مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عراق نے اپنا قفیز اور اپنا درہم روک لیا ہے اور شام نے اپنا مد اور اپنا دینار روک لیا ہے"۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، جلد ۲، صفحہ ۷۲) الحدیث۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث شریف میں منعت بمعنی ستمنع ہے (یعنی عنقریب روک لیں گے) تو یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ لشکریوں کے لیے نہیں ہوں گے، کیونکہ لشکری جس سامان کے مالک ہیں اس میں قفیز اور درہم نہیں ہوتے۔ اور اگر زمین بھی تقسیم کر دی جاتی تو غانمین کے بعد آنے والوں کے لیے کوئی شے نہ بچتی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت: **والذین جاء و من بعدھم** (الحشر:۱۰)

اس کا عطف اس قول پر ہے آیت: **للفقراء المھجرین** (الحشر:۸) فرمایا: بے شک وہ سامان تقسیم کیا جائے گا جو ایک جگہ سے دوسرے جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: دار الحرب والوں سے مال غنیمت میں سے جو بھی حاصل ہوگا چاہے وہ قلیل ہو یا کثیر، گھر ہو یا زمین، ساز و سامان ہو یا اس کے علاوہ کچھ، سب تقسیم کر دیا جائے گا، سوائے بالغ مردوں کے کیونکہ ان کے بارے میں امام کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو وہ انہیں بطور احسان آزاد کر دے یا قتل کر دے یا قیدی بنا لے۔ اور جو بھی ان سے لیا گیا اور قیدی بنایا گیا اس (کی تقسیم کا) طریقہ وہی ہے جو مال غنیمت کا طریقہ ہے۔ اور انہوں نے آیت کے عموم سے استدلال کیا ہے۔ فرمایا: زمین بھی بالیقین مال غنیمت میں شامل ہے، لہٰذا واجب ہے کہ اسے بھی دیگر تمام غنائم کی مثل تقسیم کیا جائے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا جو حصہ طاقت کے ساتھ فتح کیا تھا اسے تقسیم فرما دیا۔ انہوں نے کہا ہے: اگر زمین میں خصوص کا دعویٰ کرنا جائز ہے تو پھر زمین کے علاوہ میں بھی یہ دعویٰ جائز ہوگا نتیجۃً آیت کا حکم باطل ہو جائے گا۔

اور جہاں تک سورۃ الحشر کی آیت کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حجت نہیں کیونکہ وہ تو مال فیء کے بارے میں ہے نہ کہ مال غنیمت کے بارے میں۔ اور قول باری تعالیٰ: آیت: **والذین جاء و من بعدھم** (الحشر:۱۰) یہ نیا کلام ہے جو ان لوگوں کے لیے دعا

کے متعلق ہے جو ایمان میں سبقت لے گئے یہ کسی اور معنی کے لیے نہیں۔ انہوں نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل زمین سے متعلق آپ کے توقف کے بارے دو وجہوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہے: یا تو وہ غنیمت ہے آپ نے اس کے رہنے والوں کو اچھا پایا اور وہ زمین اس بارے میں موزوں تھی تو آپ نے اسے وقف کر دیا اور اس طرح جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے باسیوں میں سے اچھوں کو چن لیا اور رسول اللہ ﷺ نے بنی ہوازن کے قیدیوں میں اسی طرح کیا، جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے اعلیٰ افراد کو ان چیزوں کے بارے چن لیا جو ان کے ہاتھوں میں تھیں یا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو زمین وقف کی وہ مال فئی تھی پس اس صورت میں آپ کو کسی اور کی رضامندی کی ضرورت بھی نہ تھی۔

کوفیوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ زمین کی تقسیم یا اسے قائم رکھنے اور اس پر خراج مقرر کرنے کا اختیار امام وقت کو ہے۔ اور یہ زمین اسی طرح ان کی ملکیت ہو جاتی ہے جیسے صلح سے حاصل کی ہوئی زمین۔

ہمارے شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: گویا یہ دو دلیلوں کو جمع کرنا اور دو مذہبوں کے درمیان ایک درمیانی رائے ہے اور یہی ہو ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ بالیقین سمجھے، اسی لیے آپ نے فرمایا: اگر دوسرے لوگ نہ ہوتے، پس آپ نے حضور نبی کرم ﷺ کے فعل کے منسوخ ہونے کی کوئی خبر نہ دی اور نہ ہی ان کے ساتھ ان کی تخصیص کی خبر دی ہے، مگر کوفیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل پر کچھ اضافہ کیا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی مصالح پر اسے وقف کیا اور اہل صلح کو اس کا مالک بنا دیا اور انہوں (کوفیوں) نہ یہ کہا ہے کہ وہ اہل صلح کو اس کا مالک بنا دے۔

مسئلہ نمبر ۴۔

امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہم نے موقف اختیار کیا ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں ہے اور اس کا حکم مال غنیمت کے حکم کی مثل ہے، مگر یہ کہ امیر کہے: جس نے کسی کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا سامان اس کے لیے ہوگا، تو اس صورت میں وہ سامان اسی کے لیے ہوگا۔

لیث، امام اوزاعی، امام شافعی، اسحاق، ابوثور، ابوعبید، طبری اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: ہر حال میں چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا، چاہے امام نے وہ اعلان کیا ہو یا نہ کیا ہو، مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: بلاشبہ چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا بشرطیکہ اس نے اسے سامنے سے آتے ہوئے قتل کیا ہو۔ اور جب اس نے اسے پیٹھ پھیر کر جاتے ہوئے پیچھے سے جا کر قتل کیا تو سلب کیا ہوا مال اس کے لیے نہیں ہوگا۔ اصحاب شافعی میں سے ابو العباس بن سریج نے کہا ہے: یہ حدیث **من قتل قتیلا فله سلبه** (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۷) اپنے عموم پر نہیں ہے، کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جس نے کسی قیدی یا عورت یا بوڑھے کو قتل کیا تو ان میں سے کسی سے چھینا ہوا مال اس کا نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جس نے کسی زخمی کو مار دیا اور اسے قتل کر دیا جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے (تو ان کا سامان قاتل کے لیے نہ ہوگا) فرمایا: اس شکست خوردہ کا حکم بھی اسی طرح ہے، جس کے شکست کھانے میں اور پسپا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، تو وہ بندھے ہوئے آدمی کی مثل ہے۔ فرمایا: پس اس سے معلوم ہو گیا کہ سلب شدہ مال کو جو قاتل کے لیے بنایا گیا ہے تو وہ کسی زائد معنی کی وجہ سے ہے یا پھر اس کے لیے ہے جس کے قتل میں

فضیلت ہو اور وہ قاتل کے سامنے ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں (مقابلے کی) مشقت ہوتی ہے۔ اور زیادہ جس کے لیے زخموں کے سبب مقابلہ کرنا یا بھاگنا دوڑنا مشکل ہو جائے تو اسے قتل کرنے میں سامان قاتل کے لیے نہ ہوگا۔ اور علامہ طبری نے کہا ہے: چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا، چاہے وہ اسے سامنے سے آتے ہوئے قتل کرے یا پیٹھ کے پیچھے سے، بھاگتے ہوئے یا مقابلہ کرتے ہوئے بشرطیکہ وہ میدان جنگ میں ہو۔

اس کا رد اس روایت میں ہوتا ہے جس کا ذکر عبدالرزاق اور محمد بن بکر نے ابن جریج سے کیا ہے انہوں نے کہا میں نے نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ہم مسلسل یہ سنتے رہے ہیں کہ جب مسلمان اور کفار میدان جنگ میں ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور مسلمانوں میں سے کوئی آدمی کفار میں سے کسی آدمی کو قتل کر دے تو بلاشبہ اس کا چھینا ہوا مال اس کے لیے ہوگا، مگر یہ کہ وہ انتہائی زوردار جنگ کے دوران قتل ہو، کیونکہ اس وقت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے اسے قتل کیا ہے۔ پس اس قول کا ظاہر طبری کے اس قول کا رد کرتا ہے کہ انہوں نے چھینے ہوئے مال میں یہ شرط لگائی ہے کہ قتل میدان جنگ میں ہو۔ اور ابوثور اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا چاہے وہ میدان جنگ میں ہو یا باہر، سامنے کی جانب ہو یا پیچھے کی جانب، بھاگتے ہوئے یا مقابلے کے لیے شوخی کا اظہار کرتے ہوئے ہو، تمام حالتوں میں (چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا) کیونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عام ہے: **من قتل قتيلا فله سلبه** (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۷) (جس کسی نے کسی مقتول کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا مال اس کے لیے ہوگا)

میں (مفسر) کہتا ہوں: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بنی ہوازن کی جنگ میں شریک تھے پس اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک سرخ اونٹ پر ایک آدمی آیا، اس نے اپنا اونٹ بٹھایا، پھر اونٹ کے تنگ سے رسی کھولی اور اس کے ساتھ اونٹ کو باندھ دیا، پھر آگے بڑھا اور قوم کے ساتھ مل کر کھانا کھانے لگا اور غور سے دیکھنے لگا۔ اور ہم میں کمزور لوگ بھی تھے ان کی سواریاں بھی نحیف اور لاغر تھیں اور بعض ہم میں پیدل تھے، جب کہ وہ تیزی کے ساتھ نکلا، اپنی سواری کے پاس آیا، اس کی رسی (ڈھنگا) کو کھولا پھر اسے بٹھایا اور اس پر بیٹھ گیا اور اسے تیز چلا دیا اور اونٹ اسے لے کر خوب تیزی سے چلنے لگا، تو ایک آدمی نے خاکستری رنگ کی اونٹنی پر اس کا پیچھا کیا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں انتہائی تیزی کے ساتھ نکلا اور میں اونٹنی کی سرین کے قریب ہو گیا، پھر میں مزید آگے بڑھا یہاں تک کہ میں اونٹ کی سرین کے قریب ہو گیا، پھر مزید آگے بڑھا یہاں تک کہ اونٹ کی مہار کو پکڑ لیا اور اسے بٹھایا، پس جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا میں نے اپنی تلوار سونتی اور اس آدمی کے سر پر ماری تو وہ گر پڑا (یعنی مر گیا) پھر میں اس اونٹ کو پکڑ کر لے آیا، اس پر اس کا کجاوہ (بمع ساز و سامان) اور اس کے ہتھیار بھی تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا استقبال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور لوگ بھی تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کس نے اس آدمی کو قتل کیا''؟ لوگوں نے عرض کی: ابن اکوع نے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **له سلبه اجمع** (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۹۰...) اس سے چھینا ہوا مال اس کے لیے ہے۔ پس

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اسے بھاگتے ہوئے قتل کیا نہ کہ سامنے سے آتے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے چھینا ہوا مال اسے عطا فرما دیا۔ اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حجت ہے کہ امام کی اجازت کے بغیر قاتل سلب شدہ مال کا مستحق نہیں ہوتا، کیونکہ اگر نفس قتل کے ساتھ سلب وہ اس کے لیے ثابت ہو جاتا تو آپ کو یہ قول مکرر لانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور آپ کی جت وہ روایت بھی ہے جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے انہوں نے بیان کیا: ابوالاحوص نے اسود بن قیس سے انہوں نے بشر بن علقمہ سے ہمیں روایت بیان کی ہے کہ جنگ قادسیہ کے دن میں نے ایک آدمی کو دعوت مبارزت دی اور میں نے اسے قتل کر دیا اور اس کا مال لے لیا، پھر میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو خطاب کیا پھر فرمایا: یہ بشر بن علقمہ کا چھینا ہوا مال ہے اور یہ بارہ ہزار درہم سے بہتر (اور زیادہ) ہے۔ اور ہم نے یہ اسے بطور تنفیل (انعام) دے دیا۔ پس اگر چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوتا اور محض حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قضا سے ہوتا تو پھر اس چیز کی ضرورت نہ ہوتی کہ وہ اپنے اجتہاد کے ساتھ امر کی نسبت اپنی ذاتوں کی طرف کریں اور یقیناً قاتل ان کے امر کے بغیر اس سامان کو لے سکتا۔ واللہ اعلم

اور صحیح میں ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے اپنی تلواروں کے ساتھ ابوجہل پر حملہ کیا، یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا، پھر وہ دونوں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے''؟ تو ان دونوں میں سے ہر ایک نے عرض کی: میں نے اسے قتل کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں تلواروں کو غور سے دیکھا اور فرمایا: ''تم دونوں نے ہی اسے قتل کیا ہے'' (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ اور پھر اس سے چھینے ہوئے مال کا فیصلہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموع کے حق میں فرمایا۔ تو یہ اس پر نص ہے کہ سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں، کیونکہ اگر اس کے لیے ہوتا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ان دونوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے۔

اور صحیح میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے انہوں نے کہا: میں ان کے ساتھ نکلا جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں غزوہ موتہ کے لیے نکلے تھے۔ اور یمن سے آنے والے معاونین اور مددگاروں میں سے ایک آدمی نے میرے مرافقت اور سنگت اختیار کی۔ آگے حدیث بیان کی۔ اس میں ہے کہ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خالد! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلب کیے ہوئے مال کا فیصلہ قاتل کے لیے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، لیکن میں اسے کثیر سمجھتا ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ ابوبکر برقانی نے اپنی اس اسناد کے ساتھ اسے روایت کیا ہے جس کے ساتھ مسلم نے اسے روایت کیا اور اس میں یہ زائد ذکر کیا کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلب کیے ہوئے مال کا خمس نہیں نکالا اور بے شک وہ معاون و مددگار غزوہ موتہ میں ان کا ساتھی تھا جو شام کی طرف سے آیا ہوا تھا، اس نے کہا: ان میں سے ایک رومی بڑی شدت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے لگا اور وہ اشقر (سرخ و زرد رنگ) گھوڑے پر سوار تھا۔ زین سنہری تھی، کمر کا کپڑا لتھڑا ہوا تھا اور تلوار سونے کے ساتھ آراستہ کی ہوئی تھی۔ راوی نے بیان کیا: وہ انہیں انکسار ہا تھا، فرمایا: پس میرا معاون ان کے لیے مہربان ہوا (یعنی اس نے اپنا رخ اس کی طرف پھیرا) یہاں تک کہ اس کے پاس سے گزرا اور اس کے گھوڑے

کی کونچوں پر وار کیا اور وہ گر پڑا اور اس نے اسے تلوار کے ساتھ اٹھایا اور اسے قتل کر دیا اور اس کا اسلحہ لے لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ اسے دیا اور اس میں سے کچھ روک لیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس میں نے انہیں کہا: یہ سارے کا سارا اسے عطا فرما دو۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے: السلب للقاتل (سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے ہے) انہوں نے فرمایا: ہاں، لیکن میں اسے زیادہ خیال کرتا ہوں۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میرے اور ان کے درمیان گفتگو ہوئی، تو میں نے انہیں کہا: میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور آگاہ کروں گا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے تو حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "تم نے اسے کیوں نہیں دیا"؟ تو انہوں نے عرض کی: میں نے اسے بہت زیادہ سمجھا۔ آپ نے فرمایا: "پس تم اسے وہ سب دے دو" تو میں نے انہیں کہا: کیا میں نے آپ کے لیے وہ وعدہ پورا نہیں کر دیا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا؟ راوی کہتے ہیں: پس رسول اللہ ﷺ غصے میں ہو گئے اور فرمایا: "اے خالد تو اسے نہ دینا کیا تم میرے لیے میرے امراء (افسر) کو چھوڑ رہے ہو" (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ تو یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ قاتل سلب کیے ہوئے مال کا نفس قتل سے مستحق نہیں ہوتا، بلکہ امام کی رائے اور اس کی نظر سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے: سوائے خاص مقابلہ کے سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۵۔

چھینے ہوئے مال سے خمس نکالنے کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔ اور ابو اسحاق نے کہا ہے: اگر چھینا ہوا مال تھوڑا ہو تو وہ قاتل کے لیے ہوگا اور اگر زیادہ ہو تو پھر اس سے خمس لیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی کیا جس وقت وہ مرزبان کے مقابل ہوئے اور اسے قتل کر دیا، تو اس کے کمر بند اور اس کے کنگنوں کی قیمت تیس ہزار تھی تو آپ نے اس کا خمس نکالا۔

۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے مشرکین کے سو آدمی قتل کیے مگر مقابلہ ایک آدمی کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے جب زارہ (بحرین کا ایک گاؤں) پر حملہ کیا تو الزارہ کے دہقان نکل آئے اور انہوں نے کہا: ایک ایک آدمی ایک دوسرے کے مقابل تھا، پس حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اس (مرزبان) سے مقابلہ کیا دونوں کی ایک دوسرے کے خلاف تلواریں چلیں، پھر دونوں نے ایک دوسرے کا گلا پکڑ لیا اور حضرت براء نے اسے سرین کے بل گرا دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے، پھر تلوار پکڑی اور اسے ذبح کر دیا۔ اس کے ہتھیار اور اس کا کمر بند اٹھا لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے، تو آپ نے ہتھیار انہیں بطور انعام (نفل) عطا فرما دیئے اور کمر بند کی تیس ہزار قیمت لگائی پھر اس سے خمس نکالا اور فرمایا: بے شک یہ مال ہے۔ اور امام اوزاعی اور مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے: چھینا ہوا مال، مال غنیمت ہے اور اس میں خمس بھی ہے۔ اور اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حجت وہ روایت ہے جسے ابوداؤد نے عوف بن مالک اشجعی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتول سے چھینے ہوئے مال

کا قاتل کے لیے فیصلہ فرمایا اور اس چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں لیا۔

مسئلہ نمبر ۶

جمہور علماء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ سلب کیا ہوا مال قاتل کو نہیں دیا جائے گا مگر اس صورت میں کہ وہ اس قتل کرنے پر گواہ پیش کرے۔ ان میں سے اکثر نے کہا ہے: ایک شاہد کی شہادت کافی ہوگی۔ ان کی بنیاد حضرت ابوقتادہ کی حدیث پر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو گواہ ہوں یا پھر ایک شاہد ہو اور ساتھ قسم بھی ہو۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: قاتل کو چھینا ہوا مال صرف دعویٰ کے ساتھ دے دیا جائے گا، اس کے استحقاق کے لیے بینہ شرط نہیں ہے، بلکہ اگر وہ اس پر متفق ہو جائے تو پھر تنازعہ ختم کرنے کے لیے بینہ لانا اولیٰ ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو مقتول سے چھینا ہوا مال بغیر کسی شہادت اور قسم کے عطا فرمایا۔ اور ایک آدمی کی شہادت کافی نہیں ہوگی اور نہ صرف اس کے ساتھ کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ لیث بن سعد نے بھی کہا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: میں نے اپنے شیخ الحافظ المنذری الشافعی ابومحمد عبدالعظیم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود بن خزاعی اور عبداللہ بن انیس کی شہادت کے ساتھ انہیں مقتول کا مال عطا فرمایا۔ اس بنا پر تو نزاع ختم ہو جاتا ہے اور اشکال زائل ہو جاتا ہے اور حکم جاری رہے گا۔ اور رہے مالکیہ! تو وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ امام وقت کو اس بارے میں بینہ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ ابتداء امام کی طرف سے عطیہ ہے، پس اگر وہ شہادتیں شرط قرار دے تو اسے یہ اختیار ہے اور اگر شرط نہ قرار دے تو یہ جائز ہے کہ وہ اسے بغیر شہادت کے عطا کر دے۔

مسئلہ نمبر: ۷

سلب کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے؟ بس ہتھیار اور وہ تمام چیزیں جو جنگ کے لیے ضرورت ہوتی ہے اس کے سلب ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے اور گھوڑا بھی اس میں داخل ہے اگر اس نے اس پر قتال کیا ہو اور اس سے اسے گرایا گیا ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے گھوڑے کے بارے کہا ہے کہ وہ سلب میں شامل نہیں ہے۔ اور اس مال کے بارے اختلاف ہے جس کے ساتھ وہ جنگ کے لیے مزین اور آراستہ ہوتا ہے، پس امام اوزاعی نے کہا ہے: وہ سارے کا سارا مال سلب میں سے ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے: وہ سلب میں سے نہیں ہے۔ اور یہ حضرت سحنون رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، سوائے کمر بند کے کیونکہ ان کے نزدیک وہ سلب میں سے ہے۔ اور ابن حبیب نے ''الواضحہ'' میں کہا ہے: کنگن مال سلب میں سے ہیں۔

(المحرر الوجیز، زیر آیت)۔

مسئلہ نمبر: ۸

قولہ تعالیٰ: آیت فان للہ خمسہ ابوعبید نے کہا ہے: یہ اس سورت کی پہلی آیت قل الانفال للہ والرسول کے لیے ناسخ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم بدر میں سے خمس نہیں نکالا تھا، پس اس آیت کے ساتھ خمس نہ نکالنے کے بارے میں آپ کا فیصلہ منسوخ ہو گیا، مگر صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے: کہ ''بدر کے دن مال غنیمت میں سے

میرے حصے میں دو سال کی اونٹنی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس دن خمس سے دو سال کی اونٹنی مجھے عطا فرمائی'' (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، جلد ۲، صفحہ ۶۳) الحدیث۔ کہ آپ ﷺ نے خمس نکالا، پس اگر معاملہ اس طرح ہے تو پھر ابو عبید کا قول مردود ہے۔ ابن عطیہ نے کہا ہے: یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ خمس جس کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے وہ ان غزوات میں سے کسی کا ہو جو بدر اور حد کے درمیان وقوع پذیر ہوئے۔ اور وہ غزوہ بنی سلیم، غزوہ بن مصطلق، غزوہ زی امر اور غزوہ بحران ہیں۔ ان میں کوئی یادگار جنگ تو نہیں ہوئی، لیکن یہ ممکن ہے کہ مال غنیمت حاصل کیا گیا ہو۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۹)۔ واللہ اعلم

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس تاویل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں یومئذ کے الفاظ رد کرتے ہیں، کیونکہ اشارہ اس دن کی طرف ہے جس میں بدر کے غنائم کو تقسیم کیا گیا، مگر یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ خمس سے ہو اگرچہ بدر کے غنائم سے خمس نہ بھی نکالا گیا ہو، (وہ) سریہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خمس میں سے ہو، کیونکہ وہی پہلا مال غنیمت ہے جو اسلام میں حاصل ہوا اور پہلا خمس ہے جو اسلام میں نکالا گیا تھا۔ بعد ازاں قرآن کریم میں آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ ارشاد نازل ہوا۔ اور یہ پہلی تاویل سے اولی اور بہتر ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر ۹

قول باری تعالیٰ: آیت: ما غنمتم میں ما بمعنی الذی ہے اور اس میں ھا ضمیر محذوف ہے۔ (اصل میں) الذی غنمتموہ ہے۔ اور اس میں (یعنی فان فیہ) فا داخل کی گئی ہے کیونکہ کلام میں مجازات کے معنی ہیں اور دوسرا ان پہلے کے لیے تاکید ہے۔ اور اس پر کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور یہ ابو عمرو سے مروی ہے۔ حسن نے کہا ہے: یہ مفتاح کلام ہے۔ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے، اسے نسائی نے ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فئی اور خمس کے بارے کلام کا آغاز اپنی ذات کے ذکر سے کیا ہے، کیونکہ یہ دونوں انتہائی اشرف و اعلیٰ کسب (کمائی) ہیں اور صدقہ کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کی میل ہے۔

مسئلہ نمبر: ۱۰

خمس کی تقسیم کی کیفیت میں علماء کے مابین اختلاف ہے اس بارے چھ اقوال ہیں:

(۱) ایک جماعت نے کہا ہے: خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، پس چھٹا حصہ کعبہ معظمہ کے لیے رکھا جائے گا اور یہی ہو حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہوگا۔ تیسرا حصہ ذوی القربیٰ کے لیے۔ چوتھا یتامیٰ کے لیے۔ پانچواں حصہ مساکین کے لیے۔ اور چھٹا حصہ ابن سبیل کے لیے ہوگا۔ یہ قول کرنے والوں میں سے بعض نے کہا ہے: وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ حاجت مندوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔

(۲) ابو العالیہ اور ربیع نے کہا ہے: مال غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا، پھر ان میں سے ایک حصہ الگ کرلیا جائے گا اور بقیہ چار حصے لوگوں میں تقسیم کردیئے جائیں گے، پھر اس جدا کیے گئے حصہ پر اپنا ہاتھ مارا جائے گا پس اس میں سے جس شی پر قبضہ کرلیا گیا اسے کعبہ معظمہ کے لیے مقرر کردیا جائے، پھر اس باقی ماندہ حصہ کو پانچ حصوں پر تقسیم کردیا جائے گا، ایک حصہ حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے ہوگا، ایک حصہ ذوی القربیٰ کے لیے، ایک یتامیٰ کے لیے، ایک حصہ مساکین کے لیے اور ایک حصہ ابن سبیل

کے لیے ہوگا۔

(۳) منہال بن عمرو نے کہا ہے: میں نے عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین سے خمس کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ ہمارے لیے ہے۔ میں نے علی کو کہا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت: والیتمی والمسکین وابن السبیل تو انہوں نے فرمایا: مراد ہمارے یتیم اور ہمارے مساکین ہیں۔

(٤) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسے پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ کے حصہ کو ایک قرار دیا ہے اور یہ کہ اسے مومنین کے مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔ اور بقیہ چار حصے آیت میں مذکور چار صنفوں پر خرچ کیے جائیں گے۔

(٥) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اسے تین حصوں پر تقسیم کیا جائے گا: یتامی، مساکین اور ابن سبیل پر۔ اور آپ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا حکم آپ کے وصال کے ساتھ ختم ہو چکا ہے، جیسا کہ آپ کے اپنے حصہ کا حکم ختم ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: خمس کو پلوں کی اصلاح، مساجد کی تعمیر، قضاۃ اور لشکریوں کی تنخواہ وغیرہ کے لیے خرچ کیا جائے گا۔ اسی طرح کا حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔

(٦) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اسے امام کی رائے اور اجتہاد کے سپرد کر دیا جائے گا۔ پس وہ اس سے بغیر اندازے کے لے سکتا ہے اور اس سے اجتہاد کے ساتھ رشتہ داروں کو دے سکتا ہے اور باقی ماندہ مسلمانوں کے مصالح کے لیے خرچ کرے گا۔ اسی طرح خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے اور اسی کے مطابق عمل کیا ہے۔ اور اس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے: مالی مما افاء الله علیکم الا الخمس والخمس مردود علیکم (السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصدقات، جلد ۷، صفحہ ۱۷) ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مال غنیمت عطا فرمایا ہے میرے لیے اس میں سے سوائے خمس کے کچھ نہیں اور خمس بھی تم پر لوٹا دیا جائے گا''۔ کیونکہ آپ نے اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور نہ تین حصوں میں اور آیت میں جو ذکر کیا گیا ہے وہ محض ان پر تنبیہ کے لیے ذکر کر دیا گیا، کیونکہ وہ ان میں سے زیادہ اہم ہیں جنہیں وہ دیا جا سکتا ہے۔ زجاج نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیلیے حجت بیان کرتے ہوئے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ''آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرمائیے: جو کچھ خرچ کرو (اپنے) مال سے تو اس کے مستحق تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور مسکین ہیں اور مسافر ہیں''۔

اور آدمی کے لیے بالاجماع ان اصناف کے علاوہ کہیں اور خرچ کرنا جائز ہے جب وہ اسے زیادہ مستحق سمجھے۔ اور نسائی نے حضرت عطاء سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا خمس اور اس کے رسول معظم ﷺ کا خمس ایک ہی ہے، رسول اللہ ﷺ اس سے لیتے تھے اور اس سے عطا بھی فرماتے تھے اور اسے جہاں چاہتے خرچ کرتے اور اس سے جو چاہتے بناتے۔

مسئلہ نمبر ۱۱

قولہ تعالیٰ: آیت: ولذی القربی اس میں لام بیان استحقاق اور ملکیت کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ مصرف اور محل بیان کرنے کے

لیے ہے اور اس پر دلیل وہ روایت ہے جسے مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ فضل بن عباس اور ربیعہ ابن عبد المطلب دونوں حضور نبی کرم ﷺ کے پاس آئے، ان میں سے ایک نے گفتگو کی اور کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ تمام لوگوں سے زیادہ نیک ہیں (صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۴۴) اور عام لوگوں سے بڑھ کر آپ لوگوں کو ملانے والے ہیں۔ تحقیق ہم نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں ہم آپ کے پاس حاضر ہیں تا کہ آپ ہمیں ان بعض صدقات پر امارت عطا فرما دیجیے تو ہم آپ کو اسی طرح ادا کریں گے جیسے لوگ ادا کرتے ہیں اور ہم اسی طرح حصہ دیں گے جیسے لوگ دیتے ہیں۔ پس آپ ﷺ طویل وقت تک خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے آپ سے کلام کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ فرماتے ہیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہ پردے کے پیچھے سے ہمیں اشارہ فرما رہی تھیں کہ تم آپ سے کلام نہ کرنا۔ راوی کا بیان ہے: پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک صدقہ آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں بلاشبہ وہ لوگوں کی میل ہے، تم دونوں محمیہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ وہ خمس پر مامور تھے۔ اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب کو بلا کر لاؤ''۔ بیان فرمایا: پھر وہ دونوں آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے محمیہ کو فرمایا: ''تو اس بچے یعنی فضل بن عباس کا نکاح اپنی بچی سے کر دے''۔ تو اس نے ان کا نکاح کر دیا اور نوفل بن حارث کو فرمایا: ''تو اس بچے یعنی ربیعہ بن عبد المطلب کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے'' اور پھر محمیہ کو فرمایا: ''تو ان دونوں کی طرف سے خمس میں اتنا اتنا صدقہ کر دے''۔ اور وہ خمس بھی تم پر لوٹا دیا گیا ہے''۔ تحقیق آپ ﷺ نے مذکورہ تمام اصناف کو عطا کیا اور بعض کو بھی اور آپ نے اس میں سے مولفۃ قلوب کو بھی دیا۔ اور یہ ان میں سے نہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تقسیم میں فرمایا ہے۔ پس یہ اس پر دلیل ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

مسئلہ نمبر: ۱۲:

علماء نے ذوی القربیٰ کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) تمام کے تمام قریش، یہ قول بعض سلف نے کہا ہے، کیونکہ حضور نبی مکرم ﷺ جب صفا پہاڑی پر چڑھے اور آپ بلند آواز سے پکارنے لگے: ''اے بنی فلاں، اے بنی عبد مناف، اے بنی عبد المطلب، اے بنی کعب، اے بنی مرہ، اے بنی عبد شمس اپنے آپ کو آتش جہنم سے بچالو'' (الحدیث) عنقریب اس کا بیان سورۃ الشعراء میں آئے گا۔

(۲) امام شافعی، امام احمد، ابوثور، مجاہد، قتادہ، ابن جریج اور مسلم بن خالد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: وہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں، کیونکہ حضور ﷺ نے جب ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے درمیان تقسیم فرمایا تو فرمایا: ''بلاشبہ انہوں نے مجھے جدا نہیں کیا نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ زمانہ اسلام میں بے شک بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۴، صفحہ ۸۱) ایک ہی شے ہیں''۔ اور اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے جال بنایا، اسے نسائی اور بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: لیث نے بیان کیا کہ مجھے یونس نے بتایا اور یہ زائد بیان کیا: حضور نبی مکرم ﷺ نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے لیے کوئی شے تقسیم نہیں کی۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: عبد شمس، ہاشم، مطلب یہ سب ماں کی جانب سے بھائی ہیں اور ان کی ماں عاتکہ بنت مرہ تھی اور نوفل ان کے باپ کی جانب سے ان کا بھائی تھا۔ امام نسائی نے کہا ہے: حضور نبی کریم ﷺ نے ذوی القربیٰ کو حصہ دیا اور وہ

(ذوی القربیٰ) بنوہاشم اور بنومطلب ہیں، ان میں غنی بھی ہیں اور فقیر بھی۔
اور یہ بھی کہا گیا: بے شک ان میں سے فقیر کے لیے تو حصہ ہے لیکن غنی کے لیے نہیں، جیسا کہ یتامیٰ اور ابن سبیل کے لیے ہے۔ اور میرے نزدیک راہ صواب کے زیادہ قریب دونوں قولوں میں سے یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ اس میں صغیر و کبیر اور مونث و مذکر سبھی برابر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے لیے قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اسے تقسیم فرمایا ہے۔ اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہو۔
(۳) ذوی القربیٰ سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں۔ اسے مجاہد اور علی بن حسین نے بیان کیا ہے۔ اور یہی امام مالک، ثوری اور اوزاعی وغیرہم کا قول ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳:

جب اللہ تعالیٰ نے خمس کا بیان فرمایا ہے اور بقیہ چار حصوں سے سکوت فرمایا ہے، تو یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ لشکریوں کی ملکیت ہیں۔ اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے اس ارشاد کے ساتھ بیان کیا ہے: "جس بستی کے رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو بلاشبہ اس بستی کا خمس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے پھر وہ تمہارے لیے ہے" (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، صفحہ ۷۴)۔ اور یہ وہ ہے جس میں نہ امت کے درمیان اختلاف ہے اور نہ ہی ائمہ کے درمیان، جیسا کہ علامہ ابن عربی نے احکام وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ مگر یہ کہ اگر امام قیدیوں کو رہا کر کے ان پر احسان کرنا چاہے تو وہ کر لے۔ اور ان میں غانمین کے حقوق باطل ہو جائیں گے، جیسا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال وغیرہ کے ساتھ کیا اور فرمایا: "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ ان قیدیوں (مراد بدر کے قیدی ہیں) کے بارے گفتگو کرتا تو میں اس کے لیے انہیں چھوڑ دیتا" (مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، جلد ۵، صفحہ ۲۰۹)۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے درحقیقت قریش مکہ کے معاہدہ کو توڑنے میں اس نے جو کردار ادا کیا تھا اس کے بدلہ کے لیے آپ نے یہ فرمایا: اور امام کو اختیار ہے کہ وہ تمام قیدیوں کو قتل کر دے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کو قیدیوں کے درمیان سے پکڑ کر قتل کر دیا اور اسی طرح نضر بن حارث کو صفراء کے مقام پر پکڑ کر قتل کیا اور یہ وہ حکم ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دوسرے لشکریوں کے حصہ کی طرح حصہ ہوتا تھا چاہے آپ جنگ میں حاضر ہوتے یا وہاں سے غائب ہوتے۔ اور صفی کا حصہ بھی ہوتا، آپ تلوار، تیر یا خادم یا کوئی جانور چن سکتے تھے۔ حضرت صفیہ بنت حیی خیبر کے غنائم میں سے چنی ہی گئی تھیں (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، حدیث نمبر ۲۶۰۰)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔ اور اسی طرح ذوالفقار (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلوار کا نام ہے) بھی صفی میں سے تھی (جامع ترمذی، حدیث نمبر ۱۴۸۰۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۷۹۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔ اور یہ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ساتھ ختم ہو گیا۔ مگر ابو ثور کے نزدیک اب بھی امام وقت کے لیے یہ حصہ باقی ہے وہ اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کے استعمال کی جگہ استعمال کر سکتا ہے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اہل جاہلیت اپنے سردار کے لیے مال غنیمت کا چوتھائی حصہ رکھتے تھے۔ ان کے شاعر نے کہا ہے:

لك المرباع منها والصفايا وحكمك والنشيطة والفضول

اور دوسرے شاعر نے کہا ہے:

منا الذی ربع الجیوش لصلبه عشرون وهو یعد فی الاحیاء

کہا جاتا ہے: ربع الجیش یربعہ رباعۃ جب وہ مال غنیمت کا چوتھائی حصہ لے لے۔ اصمعی نے کہا ہے: جاہلیت میں چوتھائی حصہ تھا اور اسلام میں پانچوں حصہ ہے۔ پس اس وقت سردار بغیر کسی شریعت اور دین کے مال غنیمت سے چوتھائی حصہ لیتا تھا اور اس سے جو چاہتا چن لیتا تھا، پھر صفی کے بعد جس شی کے بارے چاہتا اسی کے مطابق وہ فیصلہ کر دیتا اور گھریلو سامان اور دیگر ساز و سامان میں سے کوئی شی جو اس سے الگ ہوتی اور اس سے بچتی وہ اس کے لیے ہوتی، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ساتھ اس کے لیے دین کا حکم نافذ فرمایا: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه اور اپنے محبوب ﷺ کے لیے صفی (چناؤ) کا حصہ باقی رکھا اور زمانہ جاہلیت کا حکم ساقط کر دیا۔

اور عامر شعبی نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک حصہ تھا وہ صفی کہلاتا تھا اگر آپ ﷺ کسی غلام یا کنیز یا گھوڑے میں سے چاہتے تو آپ اسے خمس نکالنے سے پہلے چن سکتے تھے، اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے انہوں نے بیان کیا: پس کسی غلام سے ملتے اور کہتے: ''اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت عطا نہیں کی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تیری شادی نہیں کروائی اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ کو مسخر نہیں کیا اور تجھے چھوڑ نہیں دیا تو سردار بن جا اور چوتھائی لے'' (صحیح مسلم، کتاب الزہد، جلد ۲، صفحہ ۴۰۹) الحدیث۔

اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں تربع کا معنی ہے تاخذ المرباع یعنی تیری قوم کو غنائم اور دیگر کمائی میں سے جو مال حاصل ہوتا ہے اس سے چوتھائی لے۔ بعض اصحاب شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ خمس کا خمس حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے تھا آپ اسے اپنی اولاد اور اپنی ازواج مطہرات کی حاجات پورا کرنے کے لیے خرچ کرتے تھے اور اپنے سال بھر کی خوراک اس سے ذخیرہ کر لیتے تھے۔ اور باقی ماندہ گھوڑوں اور اسلحہ وغیرہ میں خرچ کرتے تھے۔ اسے وہ روایت رد کرتی ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: بنی نضیر کے اموال ان میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم ﷺ کو عطا فرمائے لیکن اس پر مسلمانوں نے گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ کوئی سعی نہیں کی، پس وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص تھے، آپ اس میں سے اپنی ذات پر سال بھر کی خوراک خرچ کرتے تھے اور مابقی فی سبیل اللہ گھوڑوں اور اسلحہ کی تیاری میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور فرمایا: والخمس مردود علیکم ''اور خمس بھی تم پر لوٹا دیا گیا''۔

مسئلہ نمبر ۱۴

کتاب اللہ میں گھوڑ سوار کو پیدل پر فضیلت دینے کے بارے کچھ نہیں ہے، بلکہ اس میں یہ ہے کہ وہ سب برابر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمس کے بعد بقیہ چار حصے ان کے لیے رکھے ہیں اور اس میں پیدل کو گھوڑ سوار سے خاص نہیں کیا۔ اگر حضور نبی مکرم ﷺ سے اخبار وارد نہ ہوتیں تو یقیناً گھوڑ سوار پیدل کی طرح ہوتا، غلام آزاد کی مثل ہوتا اور بچہ بالغ کے برابر ہوتا۔

علماء نے چار حصوں کی تقسیم میں اختلاف کیا ہے، پس وہ موقف جو اس بارے میں عام اہل علم نے اپنایا ہے اسے ابن منذر

نے ذکر کیا ہے کہ گھوڑ سوار کو دو حصے دیئے جائیں گے اور پیدل کو ایک حصہ۔ اور جنہوں نے یہ کہا ہے ان میں امام مالک بن انس ہیں اور اہل مدینہ میں سے جو ان کے متبعین ہیں۔ اسی طرح امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور اہل شام میں سے وہ جنہوں نے ان سے موافقت کی ہے۔ اور اسی طرح ثوری اور اہل عراق میں جو ان کے ہم خیال ہیں نے کہا ہے اور یہی لیث بن سعد کا قول ہے اور ان اہل مصر میں سے جنہوں نے ان کی اتباع کی ہے۔ اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے۔ اسی کے مطابق امام احمد بن حنبل، اسحاق، ابوثور، یعقوب اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے: ہم کسی کو نہیں جانتے سوائے حضرت نعمان (امام ابوحنیفہ) کے جس نے اس میں اختلاف کیا ہو، کیونکہ آپ نے اس میں سنن اور جس نظریہ پر قدیم وجدید عظیم اہل علم ہیں سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے: گھوڑ سوار کو بھی صرف ایک حصہ دیا جائے گا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: شاید اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے شبہ واقع ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑ سوار کے لیے دو حصے رکھے اور پیدل کے لیے ایک حصہ۔ اسے دار قطنی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے: رمادی نے کہا ہے اسی طرح ابن نمیر کہتے ہیں کہ ہمیں نیشاپوری نے بتایا: یہ میرے نزدیک ابن ابی شیبہ یا رمادی کی جانب سے وہم ہے۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل اور عبدالرحمن بن بشر وغیرہما نے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے آدمی اور اس کے گھوڑے کے لیے تین حصے مقرر کیے، ایک حصہ آدمی کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۲، صفحہ ۴۱)۔ اسی طرح اسے عبدالرحمن ابن بشر نے عبداللہ بن نمیر سے انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے انہوں نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور پوری حدیث ذکر کی ہے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور اس کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر کیا (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، جلد ۱، صفحہ ۴۰۱)۔ اور یہ نص ہے۔ اور تحقیق دار قطنی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن مجھے چار حصے عطا فرمائے، دو حصے میرے گھوڑے کے لیے، ایک حصہ میرے لیے اور ایک حصہ ذوی القرابہ میں سے میرے ماں کے لیے۔ اور ایک روایت میں ہے: اور ایک حصہ ان کی ماں کے لیے تھا وہ ذوی القربیٰ کا حصہ تھا۔ اور انہوں نے بشر بن عمرو بن محصن سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے میرے گھوڑے کے لیے چار حصے عطا فرمائے اور میرے لیے ایک حصہ، پس میں نے پانچ حصے لیے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے: بے شک یہ امام کے اجتہاد کی طرف راجع ہے (یعنی ان کے سپرد ہے) جو اس کی رائے ہوگی وہ نافذ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر: ۱۵:

گھڑ سوار اور پیدل کے درمیان ایک سے زیادہ گھوڑوں کے ساتھ فرق نہیں کیا جائے گا (یعنی گھڑ سوار کے لی صرف ایک گھوڑے کا اعتبار ہوگا اس سے زائد گھوڑوں کا اعتبار نہ ہوگا۔) یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ایک سے زیادہ گھوڑوں کا حصہ بھی دیا جائے گا، کیونکہ اس کی مشقت زیادہ ہے اور منفعت عظیم ہے۔ اس کے

مطابق ہمارے اصحاب میں سے ابن الجہم نے بیان کیا ہے اور اسے سحنون نے ابن وہب سے روایت کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اس روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے ایک گھوڑے سے زیادہ کو حصہ عطا فرمایا اور اسی طرح آپ کے بعد ائمہ بھی ہیں، کیونکہ دشمن کے لیے قتال کرنا ممکن نہیں ہے مگر صرف ایک گھوڑے پر اور جو اس سے زائد ہوں گے وہ محض تیاری میں زیادتی اور سہولت و آسانی کے لیے ہوں گے۔ اور وہ حصوں کی زیادتی میں موثر نہیں ہوں گے۔ تو یہ اس کی طرح ہے جس کے پاس زیادہ تلواریں یا نیزے ہوں اور اس میں قیاس تیسرے اور چوتھے نمبر کا ہے۔ اور سلیمان بن موسیٰ سے روایت ہے: اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا جس کے پاس گھوڑے ہوں۔ ہر گھوڑے کے لیے ایک حصہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۶

صرف عربی گھوڑوں کا حصہ دیا جائے گا، کیونکہ ان میں کروفر ہے اور رومی گھوڑے اس معاملہ میں ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جو اس طرح نہیں ان کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: اگر امام وقت ان کی اجازت دے دے تو پھر ان کے لی حصہ بھی نکالے، کیونکہ گھوڑوں کے ساتھ نفع حاصل کرنا جگہ کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ پس رومی گھوڑے کٹھن اور مشکل جگہوں میں کام کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں مثلاً گھاٹیاں اور پہاڑ وغیرہ اور عربی گھوڑے ایسی جگہوں میں زیادہ کام آتے ہیں جن میں کروفر (بار بار پلٹ کر حملہ کرنا) ہوتا ہے، پس یہ امام کی رائے کے متعلق ہوگا۔ کتاب میں العتاق سے مراد عربی گھوڑے ہیں اور الھجن والبراذین سے مراد رومی گھوڑے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۷

ہمارے علماء نے ضعیف اور کمزور گھوڑے کے بارے اختلاف کیا ہے۔ پس اشہب اور ابن نافع نے کہا ہے: اس کے لیے کوئی حصہ نہ نکالا جائے گا، کیونکہ ایسے گھوڑے پر جنگ کرنا ممکن نہیں ہوتی پس وہ ٹوٹے ہوئے (کسیر) کے مشابہ ہوجائے گا۔ اب رہا مریض! تو اگر اسے ہلکی سی بیماری ہو مثلاً رہیص (گھوڑے کے کھر کے اندر زخم اور درد ہونا) اور اسی طرح کی کوئی ایسی بیماری جو اس سے مطلوبہ منفعت کے حصول میں مانع نہ ہو تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ اور ادھار لیے ہوئے اور اجرت پر لیے ہوئے گھوڑے کو حصہ دیا جائے گا۔ اور اسی طرح مغصوبہ گھوڑے کا حصہ بھی دیا جائے گا۔ اور اس کا حصہ اس کے مالک کے لیے ہوگا۔ اور وہ گھوڑے کے لیے حصہ کا مستحق ہوجاتا ہے اگرچہ وہ کشتیوں میں ہوں اور غنیمت سمندر میں حاصل ہو، کیونکہ وہ خشکی کی طرف اترنے کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔

مسئلہ نمبر: ۱۸

فالتو اور رذیل لوگوں کے لیے غنائم میں کوئی حق نہیں جیسا کہ مزدور اور وہ کاریگر جو کاروبار کے لیے لشکر کے ساتھ ہوجاتے ہیں، کیونکہ نہ وہ جنگ کا قصد کرتے ہیں اور نہ مجاہدین بن کر نکلتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: ان کو حصہ دیا جائے گا، کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: الغنيمة لمن شهد الواقعة (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۴۴) (جو جنگ میں حاضر ہوا اس کے لیے غنیمت ہے) اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ اس میں اس بارے کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث اس

کے بیان اور وضاحت کے لیے ہے جو عملاً جنگ میں شریک ہوا اور اس کی طرف نکلا اور جنگجو اور اہل معاش (تجار) مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بیان کافی ہے اس حدیث سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو الگ الگ فرقے قرار دیا ہے، ہر ایک کے لیے حکم اس کی حالت کے مطابق ہے، پس ارشاد فرمایا: آیت: علم ان سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ واخرون یقاتلون فی سبیل اللہ (المزمل: ۲۰) ''وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ سفر کرتے ہوں گے زمین میں تلاش کر رہے ہوں گے اللہ کے فضل (رزق حلال) کو اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے''۔

مگر یہ کہ جب یہ لوگ (تجار) جنگ میں شریک ہوں پھر ان کا اپنے کاروبار میں مشغول ہونا ان کے لیے ضرر رساں نہیں، کیونکہ اب مال غنیمت میں استحقاق کا سبب ان کی جانب سے پایا گیا ہے۔ اور اشہب نے کہا ہے: ان میں سے کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ قتال بھی کرے، اسی طرح ابن قصار نے اجیر (مزدور) کے بارے کہا ہے کہ اس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا اگرچہ وہ عملاً جنگ میں شریک ہو۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کا رد کرتی ہے انہوں نے فرمایا: میں طلحہ بن عبید اللہ کے تابع تھا میں اس کے گھوڑے کو پانی پلاتا تھا اور اس پر کھریرا مارتا تھا اور اس کی خدمت کیا کرتا تھا اور اس کے کھانے میں سے کھا لیتا تھا، الحدیث۔ اس میں ہے: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو حصے عطا فرمائے، ایک گھوڑ سوار کا حصہ اور ایک پیدل کا حصہ، پس آپ نے دونوں کو میرے لیے جمع کر دیا۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابن قصار اور جس نے اس کے قول کے مطابق قول کیا ہے اس نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اسے عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے، اور اس میں ہے: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو فرمایا: ''یہ تین دینار اس کی دنیا اور آخرت کے معاملہ میں اس کی جنگ میں سے حصہ اور نصیب ہیں''۔

(مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، جلد ۵، صفحہ ۲۲۹، سنن ابی داود، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۱٦۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسئلہ نمبر: ۱۹

رہے غلام اور عورتیں! تو صاحب کتب کا مذہب یہ ہے کہ نہ ان کے لیے کوئی حصہ نکالا جائے گا اور نہ انہیں بچا کھچا سامان دیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں بچا کھچا تھوڑا تھوڑا مال دے دیا جائے گا۔ اور جمہور علماء نے یہی کہا ہے۔ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اگر عورت نے عملاً قتال کیا تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ اور ان کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کو حصص عطا فرمائے۔ انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک مسلمانوں نے اسی سے اخذ کیا ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے ابن حبیب بھی اسی قول کی طرف مائل ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے نجدہ کی طرف اپنے خط میں لکھا: تو مجھ سے سوال کرتا ہے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو جنگ میں ساتھ لے جاتے تھے؟ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں غزوہ میں ساتھ لے جاتے اور وہ زخمیوں کی مرہم پٹی علاج وغیرہ کرتی اور انہیں مال غنیمت میں سے کچھ عطیہ دیا جاتا تھا اور رہا سہم (حصہ) تو وہ آپ نے انہیں نہیں دیا۔ اور جہاں تک بچوں کا تعلق ہے پس اگر وہ جنگ لڑنے کی طاقت رکھتے ہوں

تو ہمارے نزدیک اس بارے میں تین اقوال ہیں: سہم مقرر کرنا اور سہم کی نفی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے (بالغ ہونے سے پہلے اس کے لیے مال غنیمت سے سہم نہیں ہے) اس کی وجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے یہی کہا ہے۔ ان کے درمیان فرق کرنا اس طرح کہ اگر وہ (بچہ) عملاً جنگ میں شریک ہو تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا اور اگر اس نے قتال نہیں کیا تو پھر اس کے لیے حصہ نہیں ہوگا۔ صحیح پہلا قول ہے، کیونکہ بنی قریظہ کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ارشاد فرمایا تھا کہ ان میں سے ان بچوں کو قتل کر دیا جائے جن کے بال پھوٹے ہوئے ہیں اور انہیں چھوڑ دیا جائے جن کے بال ابھی تک نہیں نکلے۔ اور اس میں جنگ کی طاقت رکھنے کا لحاظ رکھا گیا نہ کہ بالغ ہونا کا (۱)۔ اور ابوعمر نے ''الاستیعاب'' میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار کے بچوں کو پیش کیا جاتا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے صاحب ادراک کو (لشکر کے ساتھ) ملا دیتے۔ تو ایک سال مجھے آپ پر پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو ملحق کر لیا اور مجھے رد کر دیا۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اسے شامل کر لیا ہے اور مجھے واپس لوٹا دیا ہے، حالانکہ اگر وہ مجھ سے کشتی لڑے تو میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے: پس ان سے مجھ سے کشتی لڑی تو میں نے اسے پچھاڑ دیا نتیجتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی ملا لیا (۲)۔ رہے غلام! تو ان کے لیے بھی نہ کوئی حصہ نکالا جائے گا اور انہیں حقیر سا مال دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر 20۔ کافر جب امام وقت کی اجازت سے جنگ میں حاضر ہوا اور وہ عملاً قتال بھی کرے تو ہمارے نزدیک اس کو حصہ دینے کے بارے میں تین اقوال ہیں: سہم دینا اور اس کی نفی کرنا۔ اس کے مطابق امام مالک اور ابن قاسم نے کہا ہے۔ ابن حبیب نے یہ زائد کہا ہے کہ ان کے لئے کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور تیسرے میں تفریق کی جاتی ہے۔ اور وہ سحنون کا ہے۔ (فرق اس قدر ہے) کہ اگر مسلمان ذاتی اعتبار سے مستقبل اور طاقتور ہوں تو پھر کافر کو کوئی حصہ نہ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ مستقل نہ ہوئے اور انہیں کافر کی مدد کی ضرورت اور حاجت ہوئی تو اسے حصہ نہ دیا جائے گا۔ اور اگر عملاً جنگ میں شریک نہ ہوا تو وہ کسی شے کا مستحق نہ ہوگا۔ اسی طرح آزاد آدمیوں کے ساتھ غلاموں کا حکم دیا جائے گا۔ امام ثوری اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: انہیں کوئی حصہ نہ دیا جائے، البتہ انہیں بچا کچھا حقیر سا مال دے دیا جائے گا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: امام وقت مطلق مال کے ساتھ انہیں اجرت پر لے سکتا ہے نہ کہ بعینہ تیرا مال اس کے لئے ہوگا۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ انہیں دے دے۔ اور دوسرے مقام پر کہا ہے: وہ مشرکین کو بچا کچھا تھوڑا سا مال دے سکتا ہے جب وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر قتال کریں۔ ابوعمر نے کہا ہے: تمام اس پر متفق ہیں کہ غلام ان افراد میں سے ہیں جن کی امان جائز ہوتی ہے، جب وہ قتال کریں۔ ابوعمر نے کہا ہے: تمام اس پر متفق ہیں کہ غلام ان افراد میں سے ہیں جن کی امان جائز ہوتی ہے، جب وہ قتال کرے تو اس کے لیے سہم نہیں ہوگا بلکہ اسے بچا کچا تھوڑا سا مال دے دیا جائے گا، پس کافر کے لئے بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوگا کہ اسے سہم نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر 21: اگر غلام اور اہل ذمہ چوری کرنے کے لیے نکلے اور وہ اہل حرب کا مال لے کر آ گئے تو وہ انہیں کا ہوگا، اس کا خمس نہیں نکالا جائے گا، کیونکہ ان میں سے کوئی آیت کے عموم میں داخل نہیں ہے: واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ

خمسہ اور نہ ہی کوئی عورت اس عموم میں داخل ہے۔ اور رہے کفار تو ان کا بغیر کسی اختلاف کے کوئی دخل نہیں ہے۔ اور سحنون نے کہا ہے: جو غلام کے قائم مقام ہوگا اس کا خمس نہیں نکالا جائے گا۔ اور ابن القاسم نے کہا ہے: خمس نکالا جائے گا، کیونکہ یہ جائز ہے کہ اس کا آقا اسے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے اور وہ دین کی خاطر جنگ لڑے، بخلاف کفار کے۔ اشہب نے کتاب محمد میں کہا ہے: جب گلام اور ذمی لشکر سے نکلیں اور مال غنیمت لے آئیں تو وہ مال غنیمت ان کے سوا لشکر کے لیے بھی ہوگا۔

مسئلہ نمبر 22۔ سہم کے استحقاق کا سبب مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے جنگ میں حاضر ہونا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس اگر کوئی جنگ کے آخر میں بھی شریک ہوگا تو وہ اس کا مستحق ہوگا۔ اور اگر کوئی جنگ ختم ہونے کے بعد حاضر ہوا تو وہ مال غنیمت میں سے سہم (حصہ) کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وہ شکست خوردہ ہو کر غائب ہوگیا تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ اور اگر وہ جماعت کے ساتھ ملنے کے ارادہ سے نکلا (تا کہ قوت کے ساتھ پلٹ کر آئے) تو اس کا استحقاق ساقط نہ ہوگا۔ امام بخاری اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہما نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابان بن سعید کو ایک سریہ پر مدینہ طیبہ سے نجد کی جانب بھیجا۔ تو حضرت ابان بن سعید اور ان کے ساتھ اسے فتح کرنے کے بعد خیبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آملے اور ان کے گھوڑوں کے تنگ (کھجور کی) چھال کے تھے۔ تو حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں تقسیم نہ کیجئے۔ تو حضرت ابان نے کہا: اے وبر (بلی کی مثل چھوٹا سا جانور) تو اس کے ساتھ بیری کے اوپر سے ہمارے اوپر نیچے اترا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں نے فرمایا: اے ابان بیٹھ جا" (1) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تقسیم فرمایا۔

مسئلہ نمبر 23۔ علماء کا ان کے بارے میں اختلاف ہے جو کوئی جنگ میں شریک ہونے کے لئے نکلا پھر کسی عذر نے اسے اس سے روک دیا جیسا کہ بیماری وغیرہ، اس کے سہم کے ثابت ہونے اور اس کی نفی میں تین قول ہیں: تیسرے میں فرق کیا گیا ہے اور وہی مشہور ہے۔ پس سہم اس کے لئے ثابت ہوگا اور عذر کے سبب اس کا جنگ سے غائب ہونا جنگ شروع ہونے سے پہلے اور میدان جنگ میں داخل ہونے کے بعد ہو، اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ علامہ ابن عربی نے یہی کہا ہے۔ اور اگر اس کا غائب ہونا اس سے پہلے ہو تو وہ اس کے لیے سہم کی نفی کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ وہ آدمی جسے امیر لشکر سے ایسے کام کے لیے بھیجا جو لشکر کے لیے نفع بخش تھا اور وہ جنگ میں شریک ہونے کی بجائے اس میں مشغول رہا تو اس کے لیے سہم ہوگا۔ یہ ابن المواز نے کہا ہے، اور اسے ابن وہب اور ابن نافع نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کے لیے سہم نہیں ہوگا بلکہ اسے بچا کچھا تھوڑا سا مال دیا جائے گا، کیونکہ وہ سبب معدوم ہے جس کے ساتھ وہ سہم کا مستحق ہو سکتا ہے۔ واللہ علم اور اشہب نے کہا ہے: قیدی کا حصہ دیا جائے گا اگرچہ وہ پڑوس میں ہو۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ اسے حصہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس کے لیے جنگ کے ساتھ حاصل ہونے والی ملک ضروری ہے۔ پس جا غائب ہوا یا حالت مرض میں حاضر ہوا تو وہ اس کی طرح ہے جو حاضر نہیں ہوا۔

مسئلہ نمبر 24۔ جو مطلق غائب ہوا اس کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم خیبر کے سوا کبھی بھی کسی غائب کو حصہ نہیں دیا، کیونکہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل حدیبیہ میں سے جو حاضر تھے اور جو غائب تھے سبھی کو ان کا حصہ دیا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا (الفتح: 20) (اے غلامان مصطفیٰ!) اللہ نے تم سے بہت سی

غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں تم (اپنے وقت پر) حاصل کرو گے'' ۔ یہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے۔اور سلب کی پوری جماعت سے یہ مروی ہے۔اور بدر کے دن حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان، حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حصہ عطا فرمایا حالانکہ وہ غائب تھے، پس وہ ان کی طرح تھے جو وہاں حاضر تھے ان شاء اللہ تعالیٰ، چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی رفیقہ حیات بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا لہٰذا وہ ان کی طرح ہوئے جو وہاں حاضر تھے۔اور رہے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تو وہ تجارت کے لیے شام میں تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بھی ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا۔پس اس وجہ سے وہ دل بدر میں شمار کیے جاتے ہیں۔اور رہے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تو وہ بھی شام میں غائب تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا اور بدری صحابہ کرام میں شمار ہوئے۔

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جہاں تک اہل حدیبیہ کا تعلق ہے تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعدہ تھا اس کے ساتھ وہی لوگ مختص ہیں اور اس میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا ان کے ساتھ شریک نہیں۔

حضرت عثمان، سعید اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں احتمال ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خمس سے حصص عطا فرمائے ہوں، کیوں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو کوئی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تو اس کے لیے سہم نہ ہوگا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان، طلحہ اور سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہے لہٰذا ان پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔اور بلا شبہ ان کا حصہ اصل مال غنیمت سے تھا ان تمام افراد کے حصص کی طرح جو وہاں حاضر تھے وہ خمس میں سے نہ تھا۔یہی احادیث سے ظاہر ہے، واللہ اعلم۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدر سے غائب ہوئے (اس کی وجہ یہ تھی) کیونکہ آپ کے نکاح میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی تھی اور وہ بیمار تھیں، تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا: ''بے شک تمہارے لیے اس آدمی کا اجر اور حصہ ہے جو غزوہ بدر میں حاضر تھا''۔

مسئلہ نمبر 25۔قولہ تعالیٰ: ان كنتم امنتم بالله زجاج نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے پس تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اگر تم پر ایمان رکھتے ہو (فاعلموا ان الله ان كنتم) تو اس میں ان اس وعدہ کے ساتھ متعلق ہے۔اور ایک جماعت نے کہا ہے: بے شک ان قول باری تعالیٰ واعلمو انما غنمتم کے متعلق ہے۔ابن عطیہ نے کہا ہے: یہی صحیح ہے، کیونکہ قول تعالیٰ واعلموا امر غنائم کے بارے میں اللہ کے حکم کی پیروی کرنے اور اس کو تسلیم کرنے کے معنی کو متضمن ہے۔ پس اس معنی کی بنا پر ان، واعلمو کے ساتھ معلق ہوا، یعنی اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرو اور اسے تسلیم کرو اس بارے میں جو مال غنیمت کے بارے میں، میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں۔

قولہ تعالیٰ: وما انزلنا على عبدنا يوم الفرقان اس میں ما محل جر میں ہے اور اس کا عطف اسم اللہ پر ہے، یوم الفرقان سے مراد وہ دن ہے جس میں حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا گیا اور غزوہ بدر کا دن ہے۔

یوم التقی الجمعن الفرقان سے مراد وہ دن ہے جس میں حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا گیا اور وہ غزوہ بدر کا دن

ہے۔یوم التقی الجمعن اس جمعان سے مراد ایک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے اور دوسرا شیطان کا گروہ ہے۔واللہ علی کل شیء قدیر (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے)(آیت 42)(تفسیر قرطبی، سورہ انفال، بیروت)

2979 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، حَدَّثَنَا جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْسِمْ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ مِنَ الْخُمُسِ شَيْئًا، كَمَا قَسَمَ لِبَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَقْسِمُ الْخُمُسَ نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا كَانَ يُعْطِيهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ عُمَرُ يُعْطِيهِمْ، وَمَنْ كَانَ بَعْدَهُ مِنْهُمْ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو خمس میں سے کوئی حصہ نہیں دیا، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیا تھا، راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی خمس کو اسی طرح تقسیم کرتے تھے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے تھے، البتہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے داروں کو اس طرح ادائیگی نہیں کرتے تھے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ادائیگی کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد والے (خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) بھی ان حضرات کو اسی طرح ادائیگی کرتے تھے۔

2980 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَ ذِي الْقُرْبَى فِي بَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، وَتَرَكَ بَنِي نَوْفَلٍ، وَبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ حَتَّى أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، هَؤُلَاءِ بَنُو هَاشِمٍ لَا نُنْكِرُ فَضْلَهُمْ لِلْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعَكَ اللهُ بِهِ مِنْهُمْ، فَمَا بَالُ إِخْوَانِنَا بَنِي الْمُطَّلِبِ أَعْطَيْتَهُمْ وَتَرَكْتَنَا وَقَرَابَتُنَا وَاحِدَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا وَبَنُو الْمُطَّلِبِ لَا نَفْتَرِقُ فِي جَاهِلِيَّةٍ، وَلَا إِسْلَامٍ، وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَيْءٌ وَاحِدٌ وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرابت داروں کے مخصوص حصے کو بنو ہاشم اور بنو مطلب کو عطا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو کچھ نہیں دیا، تو میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم بنو ہاشم کی اس فضیلت کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں پیدا کر کے انہیں جو فضیلت عطا کی ہے، لیکن ہمارے بھائی بنو مطلب، ان کا کیا معاملہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دے دیا ہے اور ہمیں نہیں دیا، حالانکہ ہماری اور ان کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتے داری ایک جیسی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور بنو مطلب زمانہ جاہلیت اور اسلام میں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں، ہم اور وہ ایک جیسی حیثیت رکھتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر کے یہ بات ارشاد فرمائی۔

2981 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ السُّدِّيِّ، فِي ذِي الْقُرْبَى، قَالَ: هُمْ بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

❀❀ سدی بیان کرتے ہیں: قریبی رشتے داروں سے مراد ''بنوعبدالمطلب'' ہیں۔

2982 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ هُرْمُزَ، أَنَّ نَجْدَةَ الْحَرُورِيَّ، حِينَ حَجَّ فِي فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، يَسْأَلُهُ عَنْ سَهْمِ ذِي الْقُرْبَى، وَيَقُولُ: لِمَنْ تَرَاهُ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لِقُرْبَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَهُ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَانَ عُمَرُ عَرَضَ عَلَيْنَا مِنْ ذَلِكَ عَرْضًا رَأَيْنَاهُ دُونَ حَقِّنَا، فَرَدَدْنَاهُ عَلَيْهِ وَأَبَيْنَا أَنْ نَقْبَلَهُ

❀❀ یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں: جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف محاذ کھولا گیا، تو اس دوران حج کے موقع پر نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو پیغام بھیج کر، ان سے قریبی رشتے داروں کے حصے کے بارے میں دریافت کیا: اور بولا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں یہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتے دار ہیں، جن کے درمیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مال تقسیم کیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حصے میں سے کچھ کی ہمیں پیشکش کی، جسے ہم نے اپنے حق سے کم تصور کیا، تو ہم نے وہ انہیں واپس کر دیا اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

2983 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا، يَقُولُ: وَلَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُمُسَ الْخُمُسِ، فَوَضَعْتُهُ مَوَاضِعَهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَيَاةَ أَبِي بَكْرٍ، وَحَيَاةَ عُمَرَ، فَأُتِيَ بِمَالٍ فَدَعَانِي فَقَالَ: خُذْهُ، فَقُلْتُ: لَا أُرِيدُهُ، قَالَ: خُذْهُ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهِ، قُلْتُ: قَدِ اسْتَغْنَيْنَا عَنْهُ فَجَعَلَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ

❀❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خمس کے پانچویں حصے کا نگران مقرر کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اسے مخصوص امور کے لیے خرچ کرتا رہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا، پھر کچھ مال آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اور بولے: تم اسے حاصل کرلو، میں نے کہا: میں یہ نہیں لوں گا، انہوں نے کہا: تم اسے لے لو، کیونکہ تم اس کے زیادہ حقدار ہو، میں نے کہا: ہم اس سے بے نیاز ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بیت المال میں شامل کر لیا۔

2984 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْبَرِيدِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام، يَقُولُ: اجْتَمَعْتُ أَنَا وَالْعَبَّاسُ، وَفَاطِمَةُ، وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،

إِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُوَلِّيَنِي حَقَّنَا مِنْ هٰذَا الْخُمُسِ فِي كِتَابِ اللهِ فَأَقْسِمْهُ حَيَاتَكَ كَيْ لَا يُنَازِعَنِي أَحَدٌ بَعْدَكَ، فَافْعَلْ، قَالَ: فَفَعَلَ ذٰلِكَ. قَالَ: فَقَسَمْتُهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ وَلَّانِيهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِي عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. فَإِنَّهُ أَتَاهُ مَالٌ كَثِيرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا. ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقُلْتُ: بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غِنًى وَبِالْمُسْلِمِينَ إِلَيْهِ حَاجَةٌ فَارْدُدْهُ عَلَيْهِمْ فَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ. ثُمَّ لَمْ يَدْعُنِي إِلَيْهِ أَحَدٌ بَعْدَ عُمَرَ. فَلَقِيتُ الْعَبَّاسَ بَعْدَمَا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ. فَقَالَ: يَا عَلِيُّ حَرَمْتَنَا الْغَدَاةَ شَيْئًا لَا يُرَدُّ عَلَيْنَا أَبَدًا. وَكَانَ رَجُلًا دَاهِيًا

٭٭ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں، حضرت عباس، فاطمہ اور زید بن حارثہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب سمجھیں تو اللہ کی کتاب میں خمس کا جو حکم ہے اس میں سے ہمارے حق کا آپ مجھے نگران مقرر کردیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسے خرچ کرتا رہا ہوں گا،

تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص اس بارے میں میرے ساتھ جھگڑا نہ کرے، راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں، میں اسے تقسیم کرتا رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخری سال آئے اور ان کے پاس بہت زیادہ مال آ گیا، تو انہوں نے ہمارے حق سے ہمیں الگ کر دیا، پھر انہوں نے مجھے پیغام بھجوایا، تو میں نے کہا: اس کی تو ہمیں ضرورت نہیں ہے اور دیگر مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے، تو آپ یہ انہیں دیدیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ان مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد پھر کسی نے مجھے اس کے لیے نہیں بلوایا، اس کے بعد جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا، تو میری ملاقات حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے فرمایا: اے علی! تم نے ہمیں ایک ایسے حق سے محروم کر دیا ہے، جو اب ہمیں کبھی نہیں دیا جائے گا۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) وہ ایک سمجھدار آدمی تھے۔

2985 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنِ نَوْفَلٍ الْهَاشِمِيُّ، أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ رَبِيعَةَ بْنَ الْحَارِثِ، وَعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَا لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ، وَلِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ: ائْتِيَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُولَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، قَدْ بَلَغْنَا مِنَ السِّنِّ مَا تَرَى، وَأَحْبَبْنَا أَنْ نَتَزَوَّجَ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ، أَبَرُّ النَّاسِ، وَأَوْصَلُهُمْ، وَلَيْسَ عِنْدَ أَبَوَيْنَا مَا يُصْدِقَانِ عَنَّا، فَاسْتَعْمِلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ عَلَى الصَّدَقَاتِ، فَلْنُؤَدِّ إِلَيْكَ مَا يُؤَدِّي الْعُمَّالُ، وَلْنُصِبْ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ مَرْفَقٍ، قَالَ: فَأَتٰى عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَنَحْنُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ، فَقَالَ لَنَا: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: لَا، وَاللهِ لَا نَسْتَعْمِلُ مِنْكُمْ أَحَدًا عَلَى الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لَهُ رَبِيعَةُ، هٰذَا مِنْ أَمْرِكَ قَدْ نِلْتَ صِهْرَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَلَمْ نَحْسُدْكَ عَلَيْهِ، فَأَلْقَى عَلِيٌّ رِدَائَهُ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَنَا أَبُو حَسَنٍ الْقَرْمُ، وَاللَّهِ لَا أَرِيمُ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْكُمَا ابْنَايَ بِجَوَابِ مَا بَعَثْتُمَا بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ: فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَالْفَضْلُ إِلَى بَابِ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى نُوَافِقَ صَلَاةَ الظُّهْرِ قَدْ قَامَتْ فَصَلَّيْنَا مَعَ النَّاسِ، ثُمَّ أَسْرَعْتُ أَنَا وَالْفَضْلُ إِلَى بَابِ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُمْنَا بِالْبَابِ حَتَّى أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخَذَ بِأُذُنِي وَأُذُنِ الْفَضْلِ. ثُمَّ قَالَ: أَخْرِجَا مَا تُصَرِّرَانِ، ثُمَّ دَخَلَ فَأَذِنَ لِي وَلِلْفَضْلِ، فَدَخَلْنَا فَتَوَاكَلْنَا الْكَلَامَ قَلِيلًا، ثُمَّ كَلَّمْتُهُ - أَوْ كَلَّمَهُ الْفَضْلُ، قَدْ شَكَّ فِي ذَلِكَ عَبْدُ اللهِ - قَالَ: كَلَّمَهُ بِالْأَمْرِ الَّذِي أَمَرَنَا بِهِ أَبَوَانَا. فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً، وَرَفَعَ بَصَرَهُ قِبَلَ سَقْفِ الْبَيْتِ، حَتَّى طَالَ عَلَيْنَا أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ إِلَيْنَا شَيْئًا، حَتَّى رَأَيْنَا زَيْنَبَ تَلْمَعُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ بِيَدِهَا، تُرِيدُ أَنْ لَا تَعْجَلَا، وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرِنَا. ثُمَّ خَفَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ، فَقَالَ لَنَا: إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَةَ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ، وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ، ادْعُوا لِي نَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ، فَدُعِيَ لَهُ نَوْفَلُ بْنُ الْحَارِثِ، فَقَالَ: يَا نَوْفَلُ، أَنْكِحْ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ، فَأَنْكَحَنِي نَوْفَلٌ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادْعُوا لِي مَحْمِيَةَ بْنَ جَزْءٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُبَيْدٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَخْمَاسِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَحْمِيَةَ: أَنْكِحِ الْفَضْلَ فَأَنْكَحَهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُمْ فَأَصْدِقْ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ كَذَا وَكَذَا لَمْ يُسَمِّهِ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ

عبدالمطلب بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد ربیعہ بن حارث اور حضرت عباس بن عبدالمطلب نے، عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس سے کہا کہ تم دونوں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کرو، یارسول اللہ! ہماری جتنی عمر ہو چکی ہے، وہ آپ ﷺ ملاحظہ فرما رہے ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم شادی کر لیں، یارسول اللہ! آپ سب سے زیادہ نیکی کرنے والے، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، ہمارے باپوں کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ وہ ہماری طرف سے مہر ادا کرسکیں،

یارسول اللہ! آپ ﷺ ہمیں زکوٰۃ وصول کرنے کا نگران مقرر کردیں، ہم آپ ﷺ کو وہی ادائیگی کریں گے، جو آپ ﷺ کے دوسرے نگران ادائیگی کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہمیں تنخواہ مل جائے گی، اسی دوران حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے آئے، تو انہوں نے ہم سے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ کے رسول تمہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے کام کا نگران مقرر نہیں کریں گے، تو ربیعہ نے ان سے کہا: آپ کی تو یہ صورت حال ہے کہ آپ ﷺ نبی اکرم ﷺ کے داماد بن گئے ہیں، ہم نے تو اس پر آپ سے کوئی حسد نہیں کیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چادر اپنے اوپر لی اور لیٹ گئے اور بولے: میں ابوالحسن ہوں، جو اپنی قوم کا سب سے سمجھدار آدمی ہے، اللہ کی قسم! میں یہاں سے اس وقت نہیں جاؤں گا، جب تک تمہارے دونوں بیٹے

اس چیز کا جواب لے کر واپس نہیں آتے، جس چیز کے ہمراہ تم انہیں نبی اکرم ﷺ کے پاس بھیج رہے ہو۔

عبدالمطلب بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: میں اور فضل گئے، ہم نے نبی اکرم ﷺ کو ظہر کی نماز میں پایا کہ وہ نماز کھڑی ہو چکی تھی، لوگوں کے ساتھ ہم نے بھی نماز ادا کی، پھر میں اور فضل تیزی سے نبی اکرم ﷺ کے حجرہ مبارک کے دروازے کی طرف بڑھے، نبی اکرم ﷺ اس دن سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام پذیر تھے ہم دروازے پر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ نے میرے اور فضل کے کان پکڑے اور پھر فرمایا: تمہارے ذہن میں جو ہے، اسے ظاہر کرو، پھر نبی اکرم ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے مجھے اور فضل کو بھی اندر آنے کی اجازت دی، ہم اندر آ گئے، تھوڑی دیر تک ہم بات کو موخر کرتے رہے اور ایک دوسرے پر ٹالتے رہے، پھر میں یا شاید فضل نے نبی اکرم ﷺ سے بات کی (یہ شک عبداللہ بن حارث نامی راوی کو ہے) اور ہم نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا، جو ہمارے باپوں نے ہمیں ہدایت کی تھی، نبی اکرم ﷺ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے، آپ چھت کی طرف دیکھ رہے تھے، جب کافی وقت گزر گیا اور آپ ﷺ نے ہمیں کوئی جواب نہیں دیا، تو ہم نے دیکھا سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے ہمیں اشارہ کیا کہ تم جلد بازی سے کام نہ لو، نبی اکرم ﷺ تمہارے بارے میں ہی غور و فکر کر رہے ہیں، پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنا سر نیچے کیا اور ارشاد فرمایا:

"یہ صدقہ لوگوں کا میل ہوتا ہے، یہ محمد اور محمد کے خاندان والوں کے لیے حلال نہیں ہے، تم نوفل بن حارث کو میرے پاس بلا کر لاؤ"۔

انہیں بلایا گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: نوفل تم (اپنی بیٹی کی شادی) عبدالمطلب کے ساتھ کر دو، تو نوفل نے اپنی صاحبزادی کی شادی میرے ساتھ کر دی، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: محمیہ بن جزء کو بلا کر لاؤ، ان کا تعلق بنو زبید سے تھا، نبی اکرم ﷺ نے انہیں خمس کا نگران مقرر کیا ہوا تھا، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: محمیہ (اپنی بیٹی کی شادی) فضل سے کر دو، انہوں نے بھی یہ کر دیا، پھر نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اٹھو اور خمس میں سے انہیں مہر ادا کرنے کے لیے، اتنی اتنی رقم دے دو۔

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں: انہوں نے اس کی مقدار مجھے بیان نہیں کی۔

2986 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي، فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ، أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ فَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي، فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ، وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَقْبَلْتُ حِينَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ، فَإِذَا بِشَارِفَيَّ قَدِ اجْتُبَّتْ أَسْنِمَتُهُمَا، وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا، وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِينَ رَأَيْتُ ذَلِكَ الْمَنْظَرَ، فَقُلْتُ: مَنْ فَعَلَ هَذَا؟ قَالُوا: فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَهُوَ فِي

هٰذَا الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِنَ الْاَنْصَارِ غَنَّتْهُ قَيْنَةٌ وَاَصْحَابَهُ. فَقَالَتْ: فِيْ غِنَائِهَا:

اَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ

فَوَثَبَ اِلَى السَّيْفِ فَاجْتَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَاَخَذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا. قَالَ عَلِيٌّ: فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ. قَالَ: فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَقِيتُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ. عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ. فَاجْتَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، وَهَا هُوَ ذَا فِيْ بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ. فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَاهُ. ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي. وَاتَّبَعْتُهُ اَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ. حَتّٰى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ. فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهُ. فَاِذَا هُمْ شَرْبٌ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ. فَاِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ. فَنَظَرَ حَمْزَةُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ. ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى سُرَّتِهِ. ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى وَجْهِهِ. ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ: وَهَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيدٌ لِاَبِي. فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَنَّهُ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرٰى فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی کہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری ایک اونٹنی تھی، جوغزوہ بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ملی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے بھی ایک اونٹنی مجھے عطا کی تھی، جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کر کے رخصتی کا ارادہ کیا، تو میں نے بنوقینقاع کے ایک سنار سے وعدہ کیا کہ وہ میرے ساتھ جائے گا اور ہم اذخر (گھاس) لے کر آئیں گے، میرا یہ ارادہ تھا کہ میں سناروں کو وہ فروخت کر دوں گا، اوراس کے ذریعے اپنے ولیمہ کی تیاری کروں گا، ابھی میں اپنی اونٹنیوں کے لیے رسیاں اور بوریاں وغیرہ تلاش کر رہا تھا، میری اونٹنیاں اس وقت ایک انصاری کے گھر کے پاس بیٹھی تھیں، جب میں یہ سارا سامان اکٹھا کر کے آیا، تو میں نے دیکھا کہ میری اونٹنیوں کے کوہان کاٹ دیئے گئے ہیں، ان کے پہلو چھیل دیے گئے ہیں اور جگر نکال لیے گئے ہیں یہ منظر دیکھ کر مجھے اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رہا، میں نے دریافت کیا: یہ کام کس نے کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، وہ اس گھر میں کچھ انصاریوں کے ساتھ شراب پی رہے ہیں، ایک گانے والی نے ان کے اوران کے ساتھیوں کے سامنے یہ مصرعہ پڑھا:

''اے حمزہ! باہر بیٹھی ہوئی جوان اونٹنیوں پرحملہ کر دو''۔

تو انہوں نے تلوار سونت لی اوران کے کوہان کاٹ کر، پہلو چیر کر جگر نکال لیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ موجود تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میری پریشانی کا اندازہ ہو گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے آج کی

طرح کی (مشکل صورت حال) کبھی نہیں دیکھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری اونٹنیوں پر حملہ کر کے ان کے کوہان کاٹ دیے ہیں، پہلو چیر دیئے ہیں، وہ اس گھر میں موجود ہیں، ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شراب پی رہے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اوڑھا اور پھر چل پڑے، میں اور زید بن حارثہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں تشریف لائے، جہاں حضرت حمزہ موجود تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اجازت پیش کی گئی، وہ سب لوگ شراب پی رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کیے ہوئے کام پر انہیں ملامت کرنا شروع کی، حضرت حمزہ اس وقت نشے میں مدہوش تھے اور ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نظر اٹھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا، انہوں نے سر سے پاؤں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جائزہ لیا، پھر سر سے لے کر پیٹ تک لیا، پھر سر سے لے کر چہرے تک لیا، پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم سب لوگ میرے باپ کے غلام ہو، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندازہ ہو گیا کہ یہ نشے میں دُھت ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم الٹے قدموں واپس تشریف لے آئے اور گھر سے باہر آ گئے، آپ کے ساتھ ہم بھی آ گئے۔

2987 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عُقْبَةَ الْحَضْرَمِيُّ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ الضَّمْرِيِّ، أَنَّ أُمَّ الْحَكَمِ، أَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَيِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، حَدَّثَتْهُ عَنْ إِحْدَاهُمَا، أَنَّهَا قَالَتْ: أَصَابَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيًا، فَذَهَبْتُ أَنَا وَأُخْتِي، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيهِ، وَسَأَلْنَاهُ أَنْ يَأْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنَ السَّبْيِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبَقَكُنَّ يَتَامَى بَدْرٍ، لَكِنْ سَأَدُلُّكُنَّ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَكُنَّ مِنْ ذَلِكَ: تُكَبِّرْنَ اللهَ عَلَى إِثْرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً، وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً، وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. قَالَ عَيَّاشٌ: وَهُمَا ابْنَتَا عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ فضل بن حسن ضمری بیان کرتے ہیں: سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا یا سیدہ ضباعہ رضی اللہ عنہا، ان دونوں میں سے کسی ایک نے انہیں یہ بات بتائی، یہ دونوں جناب زبیر بن عبدالمطلب کی صاحبزادیاں ہیں، انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی آئے، تو میں، میری بہن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہمیں پیش آنے والی مشکل کے بارے میں شکایت کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ ہمیں بھی کوئی قیدی دینے کا حکم دیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدر میں (شہید ہونے والوں) کے یتیم بچے تم سے سبقت لے گئے ہیں، البتہ میں تم لوگوں کی رہنمائی اس چیز کی طرف کرتا ہوں، جو تمہارے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے، تم ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ اللہ اکبر، 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمدللہ پڑھا کرو اور یہ پڑھ لیا کرو:

"اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہی ایک معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے، حمد اسی کے لیے مخصوص ہے، اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے"

عیاش نامی راوی کہتے ہیں: یہ دونوں خواتین نبی اکرم ﷺ کی چچازاد تھیں۔

2988- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي الْجُرَيْرِيَّ، عَنْ أَبِي الْوَرْدِ، عَنِ ابْنِ أَعْبُدَ، قَالَ: قَالَ لِي عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي، وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ مِنْ أَحَبِّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: إِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَ فِي يَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَ فِي نَحْرِهَا، وَكَنَسَتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَمٌ، فَقُلْتُ: لَوْ أَتَيْتِ أَبَاكِ فَسَأَلْتِيهِ خَادِمًا، فَأَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا فَرَجَعَتْ، فَأَتَاهَا مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَا كَانَ حَاجَتُكِ؟ فَسَكَتَتْ، فَقُلْتُ: أَنَا أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللهِ، جَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ فِي يَدِهَا، وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا، فَلَمَّا أَنْ جَاءَكَ الْخَدَمُ أَمَرْتُهَا أَنْ تَأْتِيَكَ فَتَسْتَخْدِمَكَ خَادِمًا يَقِيهَا حَرَّ مَا هِيَ فِيهِ، قَالَ: اتَّقِي اللهَ يَا فَاطِمَةُ، وَأَدِّي فَرِيضَةَ رَبِّكِ، وَاعْمَلِي عَمَلَ أَهْلِكِ، فَإِذَا أَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبِّرِي أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، فَتِلْكَ مِائَةٌ، فَهِيَ خَيْرٌ لَكِ مِنْ خَادِمٍ قَالَتْ: رَضِيتُ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَعَنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

❁❁ ابن اعبد بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں اپنے اور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے بارے میں نہ بتاؤں، جو نبی اکرم ﷺ کے اہلِ خانہ میں، نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھیں، میں نے عرض کی: جی ہاں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا:

''وہ (یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) چکی چلایا کرتی تھیں، جن کے نشان ان کے ہاتھوں پر پڑ گئے تھے، وہ مشکیزہ میں پانی بھر کے لایا کرتی تھیں، جس کے نشان ان کے سینے پر بن گئے تھے، وہ گھر میں جھاڑو لگایا کرتی تھیں، جس سے ان کے کپڑے غبار آلود ہو جاتے تھے، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ خدمت گزار (یعنی غلام اور کنیزیں) آئے، میں نے کہا: اگر تم اپنے والد کے پاس جاؤ اور ان سے کسی خدمت گزار کی درخواست کرو (تو یہ مناسب ہوگا) وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو آپ کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے، وہ واپس آ گئیں، اگلے دن نبی اکرم ﷺ ان کے پاس آئے آپ ﷺ نے دریافت کیا: تمہیں کیا کام تھا؟ تو وہ خاموش رہیں، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس بارے میں بتاتا ہوں، یہ چکی چلاتی ہے، جس کے نشان اس کے ہاتھوں پر پڑ گئے ہیں، یہ پانی کا مشکیزہ اٹھا کے لاتی ہے، جس کے نشان اس کے سینے پر پڑ گئے ہیں جب آپ ﷺ کے پاس خدمت گار آئے، تو میں نے اس کو یہ ہدایت کی کہ یہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے کوئی خدمت گار مانگے، جو اسے اس مشقت سے نجات دلا دے، جس میں یہ ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے فاطمہ! اللہ سے ڈرتی رہنا اور اپنے پروردگار کا فرض کو ادا کرتی رہنا اور اپنے شوہر کے کام کاج کرتی رہنا جب تم بستر پر لیٹو، تو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا، یہ ایک سو 100 ہو جائیں گے، یہ تمہارے لیے خدمت گار سے زیادہ بہتر ہیں''۔

تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے (ملنے والے اس حکم) سے راضی ہوں"

2989 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَلَمْ يُخْدِمْهَا

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یہی واقعہ نقل کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی خدمت گار نہیں دیا"

2990 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: اَبُو جَعْفَرٍ يَعْنِي ابْنَ عِيسٰى، كُنَّا نَقُولُ اِنَّه مِنَ الْاَبْدَالِ قَبْلَ اَنْ نَسْمَعَ اَنَّ الْاَبْدَالَ مِنَ الْمَوَالِي، قَالَ: حَدَّثَنِي الدُّخَيْلُ بْنُ اِيَاسِ بْنِ نُوحِ بْنِ مُجَّاعَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ سِرَاجِ بْنِ مُجَّاعَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ مُجَّاعَةَ، اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْلُبُ دِيَةَ اَخِيهِ قَتَلَتْهُ بَنُو سَدُوسٍ مِنْ بَنِي ذُهْلٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كُنْتُ جَاعِلًا لِمُشْرِكٍ دِيَةً جَعَلْتُ لِاَخِيكَ، وَلٰكِنْ سَاُعْطِيكَ مِنْهُ عُقْبٰى فَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِائَةٍ مِنَ الْاِبِلِ، مِنْ اَوَّلِ خُمُسٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي ذُهْلٍ، فَاَخَذَ طَائِفَةً مِنْهَا، وَاَسْلَمَتْ بَنُو ذُهْلٍ فَطَلَبَهَا بَعْدُ مُجَّاعَةُ اِلٰى اَبِي بَكْرٍ، وَاَتَاهُ بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ لَهُ اَبُو بَكْرٍ بِاثْنَيْ عَشَرَ اَلْفَ صَاعٍ مِنْ صَدَقَةِ الْيَمَامَةِ، اَرْبَعَةِ آلَافٍ بُرًّا، وَاَرْبَعَةِ آلَافٍ شَعِيرًا، وَاَرْبَعَةِ آلَافٍ تَمْرًا، وَكَانَ فِي كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُجَّاعَةَ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لِمُجَّاعَةَ بْنِ مَرَارَةَ مِنْ بَنِي سُلْمٰى، اِنِّي اَعْطَيْتُهُ مِائَةً مِنَ الْاِبِلِ مِنْ اَوَّلِ خُمُسٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي ذُهْلٍ عُقْبَةً مِنْ اَخِيهِ

حضرت مجاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی کی دیت کا مطالبہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے جسے بنوذھل سے تعلق رکھنے والی ایک خاندان بنوسدوس نے قتل کر دیا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی مشرک کی دیت ادا کرتا ہوتا، تو تمہارے بھائی کی بھی ادا کر دیتا، البتہ میں تمہیں ایک اور چیز دوں گا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے تحریر لکھ دی، بنوذھل کے مشرکین سے ملنے والے پہلے خراج کے پہلے خمس میں سے ایک سو اونٹ اسے دیئے جائیں گے، تو مجاعہ نے اس کا کچھ حصہ حاصل کر لیا، پھر بنوذھل مسلمان ہو گئے، اس کے بعد حضرت مجاعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تاکہ وہ ان سے اپنے اونٹوں کا مطالبہ کریں، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر بھی لے کر آئے تھے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے یہ حکم تحریر کروایا کہ انہیں یمامہ کی طرف سے آنے والی زکوٰۃ میں سے 12000 صاع دیئے جائیں، جن میں سے 4000 گندم کے ہوں، 4000 جو کے ہوں، 4000 کھجور کے ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تحریر، جو حضرت مجاعہ رضی اللہ عنہ کے نام تھی، اس میں یہ تحریر تھا۔

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، یہ (اللہ تعالیٰ) کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر ہے، جو مجاعہ بن مرارہ کے نام ہے، جو بنوسلمٰی سے تعلق رکھتا ہے، میں اسے، اس کے بھائی کی دیت کے طور پر

بنوذھل کے مشرکین سے ملنے والے خمس کی پہلی ادائیگی میں سے 100 اونٹ اسے دوں گا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سَهْمِ الصَّفِيِّ

باب: ''صفی'' حصے کے بارے میں جو منقول ہے

2991 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمٌ يُدْعَى الصَّفِيَّ إِنْ شَاءَ عَبْدًا، وَإِنْ شَاءَ أَمَةً، وَإِنْ شَاءَ فَرَسًا يَخْتَارُهُ قَبْلَ الْخُمُسِ

❁❁ عامر شعبی بیان کرتے ہیں: ایک حصہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص ہوتا تھا، جسے ''صفی'' کہا جاتا تھا، اگر آپ چاہتے تو وہ غلام ہوتا، اگر چاہتے تو وہ کنیز ہوتی، اور اگر چاہتے تو گھوڑا ہوتا، آپ ﷺ اسے خمس سے پہلے اختیار کر لیتے تھے۔

2992 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَأَزْهَرُ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا، عَنْ سَهْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّفِيِّ؟ قَالَ: كَانَ يُضْرَبُ لَهُ بِسَهْمٍ مَعَ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ وَالصَّفِيُّ يُؤْخَذُ لَهُ رَأْسٌ مِنَ الْخُمُسِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ

❁❁ ابن عون بیان کرتے ہیں: میں نے محمد (بن سیرین) سے نبی اکرم ﷺ کے حصے اور صفی کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی اکرم ﷺ کا دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حصہ مخصوص کیا جاتا تھا، اگر آپ (جنگ میں) شریک نہ ہوئے ہوں، اور آپ ''صفی'' کو خمس میں سب سے پہلے حاصل کر لیتے تھے، جو ہر چیز سے پہلے ہوتا تھا۔

2993 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا غَزَا كَانَ لَهُ سَهْمٌ صَافٍ، يَأْخُذُهُ مِنْ حَيْثُ شَاءَهُ، فَكَانَتْ صَفِيَّةُ مِنْ ذَلِكَ السَّهْمِ، وَكَانَ إِذَا لَمْ يَغْزُ بِنَفْسِهِ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ وَلَمْ يُخَيَّرْ

❁❁ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کسی جنگ میں حصہ لیتے تھے تو ایک آپ کا مخصوص حصہ ہوتا تھا کہ آپ جو چیز چاہیں، وہ حاصل کر سکتے ہیں، تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حصے میں آئی تھیں اور جب نبی اکرم ﷺ بذات خود جنگ میں شریک نہیں ہوتے تھے، تو آپ کا حصہ مقرر کیا جاتا تھا، اس میں آپ کو اختیار نہیں ہوتا تھا۔

2994 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ صَفِيَّةُ مِنَ الصَّفِيِّ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا (غزوہ خیبر) میں ''صفی'' کے طور پر نبی اکرم ﷺ کے حصے میں آئی تھیں۔

2995 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو،

2994- اسناده صحيح. سفيان: هو الثوري، وابو احمد: هو محمد بن عبدالله بن الزبير. واخرجه ابن حبان (4822)، والطبراني في "الكبير" /24(175)، والحاكم /1282 و/393، والبيهقي /3046 من طريق سفيان الثوري، بهذا الاسناد.

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمْنَا خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ تَعَالَى الْحِصْنَ، ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا، وَكَانَتْ عَرُوسًا، فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سُدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم خیبر آ گئے جب اللہ تعالیٰ نے اس کے قلعے کو فتح کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیّدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کی خوبصورتی کا تذکرہ کیا گیا، حالانکہ ان کی ابھی کچھ عرصہ پہلے شادی ہوئی تھی ان کے شوہر انتقال کر گئے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے مخصوص کر لیا، آپ انہیں لے کر نکلے، یہاں تک کہ جب آپ سد صہباء کے مقام پر پہنچے، تو وہ آپ کے لئے حلال ہوگئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رخصتی کروائی۔

2996 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا، حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھیں، اس کے بعد وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آ گئیں۔

2997 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: وَقَعَ فِي سَهْمِ دِحْيَةَ جَارِيَةٌ جَمِيلَةٌ، فَاشْتَرَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعَةِ اَرْؤُسٍ، ثُمَّ دَفَعَهَا اِلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ تَصْنَعُهَا، وَتُهَيِّئُهَا - قَالَ حَمَّادٌ: وَاَحْسَبُهُ قَالَ: وَتَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا - صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (غزوہ خیبر کے موقع پر) حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں ایک لڑکی آئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض اسے خرید لیا، پھر سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا، تا کہ وہ انہیں شادی کے لیے تیار کر دیں اور سنوار دیں، حماد نامی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے: سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں عدت گزاری تھی۔

2998 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْمَعْنٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: جُمِعَ السَّبْيُ - يَعْنِي بِخَيْبَرَ - فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ، قَالَ: اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً، فَاَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، اَعْطَيْتَ دِحْيَةَ، قَالَ يَعْقُوبُ: صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ، وَالنَّضِيرِ، ثُمَّ اتَّفَقَا مَا تَصْلُحُ اِلَّا لَكَ، قَالَ: ادْعُوهُ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا وَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قیدیوں کو جمع کیا گیا، یعنی خیبر کے قیدیوں کو جمع کیا گیا، تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ آئے

2997-اسنادہ صحیح. ثابت: هو ابن اسلم البناني، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه مسلم بأثر (1427) من طريق حماد بن سلمة، به. وهو في "مسند احمد" (12240)، و"صحيح ابن حبان" (7212).

اور بولے: یا رسول اللہ! مجھے قیدیوں میں سے کوئی کنیز عطا کر دیجیے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور کوئی سی بھی کنیز لے لو، تو انہوں نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو اختیار کیا، پھر ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ نے دحیہ کو صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا دی ہیں، جو قریظہ اور نضیر کی سردار ہیں (یعنی سردار کی صاحبزادی) ہیں، وہ خاتون صرف آپ کے لائق ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے (یعنی دحیہ کو) لڑکی سمیت بلا کے لاؤ، نبی اکرم ﷺ نے اس وقت لڑکی کو دیکھا، تو فرمایا: تم اس کی بجائے کسی اور لڑکی کو لے لو، آپ نے اس کو آزاد کر دیا اور بعد میں اس سے شادی کر لی۔

2999 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا بِالْمِرْبَدِ، فَجَاءَ رَجُلٌ أَشْعَثُ الرَّأْسِ بِيَدِهِ قِطْعَةُ أَدِيمٍ أَحْمَرَ، فَقُلْنَا: كَأَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ؟ فَقَالَ: أَجَلْ، قُلْنَا: نَاوِلْنَا هٰذِهِ الْقِطْعَةَ الْأَدِيمَ الَّتِي فِي يَدِكَ، فَنَاوَلَنَاهَا، فَقَرَأْنَاهَا، فَإِذَا فِيهَا: مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى بَنِي زُهَيْرِ بْنِ أُقَيْشٍ إِنَّكُمْ إِنْ شَهِدْتُمْ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَأَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ، وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ، وَأَدَّيْتُمُ الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَسَهْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفِيَّ، أَنْتُمْ آمِنُونَ بِأَمَانِ اللهِ وَرَسُولِهِ فَقُلْنَا: مَنْ كَتَبَ لَكَ هٰذَا الْكِتَابَ، قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یزید بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ہم مربد میں تھے، وہاں ایک شخص آیا، جس کے بال بکھرے تھے اور اس کے ہاتھ میں سرخ چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا، ہم نے کہا: تم دیہاتی لگ رہے ہو، اس نے کہا، جی ہاں! ہم نے کہا: یہ چمڑے کا ٹکڑا ہمیں دکھاؤ، ہم نے وہ اس سے لیا، ہم نے پڑھنا شروع کیا، تو اس میں یہ تحریر تھا۔

”یہ اللہ کے رسول کی طرف سے بنو زہیر بن اقیش کے لیے ہے، اگر تم لوگ یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ، اللہ کے رسول ہیں، اور تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو، نبی کا مخصوص حصہ ادا کرو، اور صفی کے طور پر والا حصہ ادا کرو، تو تم اللہ اور اس کے رسول کی امان میں آ جاؤ گے“۔

ہم نے اس شخص سے دریافت کیا: یہ تحریر تمہیں کس نے لکھوا کر دی؟ اس نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ نے۔

بَابُ كَيْفَ كَانَ إِخْرَاجُ الْيَهُودِ مِنَ الْمَدِينَةِ؟

باب: یہودیوں کو مدینہ منورہ سے کیسے نکالا گیا؟

3000 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ، وَكَانَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ يَهْجُو النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحَرِّضُ عَلَيْهِ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، وَكَانَ

2999- اسناده صحيح، وقد جاء في بعض الروايات مصرحاً باسم الصحابي بانه النمر ابن تولب العكلي كما جاء عند ابن قانع في "معجم الصحابة" 1653/3، والطبراني في "الاوسط" (2940)، والخطيب في "الاسماء المبهمة" ص315. يزيد بن عبد الله: هو ابن الشخير، وقرة: هو ابن خالد السدوسي. واخرجه النسائي (4146) من طريق سعيد بن اياس الجريري، عن يزيد بن عبد الله ابن الشخير، به. وهو في "مسند احمد" (20737)، و"صحيح ابن حبان" (6557).

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، وَاَهْلُهَا اَخْلَاطٌ، مِنْهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ، وَالْمُشْرِكُوْنَ يَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ، وَالْيَهُوْدُ وَكَانُوا يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهُ، فَاَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيَّهُ بِالصَّبْرِ وَالْعَفْوِ، فَفِيْهِمْ اَنْزَلَ اللهُ: (وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (آل عمران: 186) الْاٰيَةَ. فَلَمَّا اَبٰى كَعْبُ بْنُ الْاَشْرَفِ اَنْ يَنْزِعَ عَنْ اَذَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ اَنْ يَبْعَثَ رَهْطًا يَقْتُلُوْنَهُ، فَبَعَثَ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ، وَذَكَرَ قِصَّةَ قَتْلِهِ، فَلَمَّا قَتَلُوْهُ، فَزِعَتِ الْيَهُوْدُ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَغَدَوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: طُرِقَ صَاحِبُنَا فَقُتِلَ، فَذَكَرَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ كَانَ يَقُوْلُ، وَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَنْ يَكْتُبَ بَيْنَهُ كِتَابًا، يَنْتَهُوْنَ اِلٰى مَا فِيْهِ فَكَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً صَحِيْفَةً

✿✿ عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ ان تین افراد میں سے ایک تھے، جن کی توبہ قبول ہوئی، وہ بیان کرتے ہیں: کعب بن اشرف، نبی اکرم ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا، اور کفار قریش کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف ترغیب دیا کرتا تھا، جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو اس وقت شہر میں مختلف قسم کے لوگ بستے تھے، کچھ لوگ مسلمان تھے، کچھ مشرکین تھے، جو بتوں کی عبادت کرتے تھے، ان لوگوں نے (یعنی یہودیوں نے) آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بہت ایذاء پہنچائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو صبر کرنے اور درگزر کرنے کا حکم دیا، ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ' جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی' ان میں سے' کچھ لوگوں کی طرف سے تم ضرور سنو گے''۔

جب کعب بن اشرف، نبی اکرم ﷺ کو ایذاء پہنچانے سے باز نہیں آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کچھ لوگوں کو بھیجیں، جو اس شخص کو قتل کر دیں، تو انہوں نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے: جو کعب بن اشرف کے بارے میں ہے، راوی بیان کرتے ہیں: جب ان حضرات نے اس کو قتل کر دیا، تو یہودی اور مشرک گھبرا گئے، اگلے دن وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمارے ساتھی پر رات کے اندھیرے میں حملہ کر کے اسے قتل کر دیا گیا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے سامنے وہ باتیں ذکر کیں، جو وہ کہا کرتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو یہ دعوت دی کہ نبی اکرم ﷺ، اپنے اور ان لوگوں کے درمیان ایک معاہدہ تحریر کروا دیتے ہیں، جس کی سب پیروی کریں گے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے اور ان لوگوں کے درمیان اور عام مسلمانوں کے درمیان معاہدے کا صحیفہ تحریر کروایا۔

کعب بن اشرف کا قتل اور یہود میں خوف و ہراس کا پھیلنا

عبدالرزاق نے بروایت زہری عبداللہ بن کعب بن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول کعب بن اشرف کے حق میں ہوا یہ شخص اپنے اشعار میں رسول اللہ کی ہجا کرتا تھا مسلمانوں کو گالیاں دیتا تھا اور مشرکوں کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔

میں کہتا ہوں یہ قصہ واقعۂ بدر کے بعد کا ہے کعب نے جب اسلامی حکومت دیکھی سرداران قریش بھی اس کی نظر کے سامنے مارے گئے تو مکہ کو خود گیا کہ مشرکوں کو رسول اللہ سے جنگ کرنے کے لیے جمع کرے اور جب قریش نے اس سے پوچھا کہ ہمارا مذہب زیادہ ہدایت کا ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تو کعب بن اشرف نے کہا تمہارا دین۔ رسول اللہ کی اجازت سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی ہجاء کی تھی۔

صحیح روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: کعب بن اشرف نے اپنے اشعار میں اللہ اور اس کے رسول کو دکھ پہنچایا ہے اور ہمارے خلاف مشرکوں کو طاقت بہم پہنچائی ہے میرے لیے کون اس کا کام تمام کرسکتا ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حضور کی یہ خدمت کروں گا وہ میرا ماموں ہے میں اس کو قتل کردوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم سے ہوسکے تو ایسا کردو۔ محمد بن مسلمہ (گھر) لوٹ کر آئے لیکن تین روز تک سوائے اتنی غذا کے کہ سانس باقی رہے نہ کچھ کھایا نہ پیا اس کا تذکرہ رسول اللہ سے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ سے دریافت کیا تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا؟ ابن مسلمہ نے کہا یا رسول اللہ میں ایک بات کہہ تو گزرا لیکن معلوم نہیں کہ پورا بھی کرسکوں گا یا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ذمے کوشش کرنا ہے سعد بن معاذ سے مشورہ کرو۔ محمد بن مسلمہ نے سعد سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ اپنی ضرورت کا اس سے شکوہ کرو اور کچھ غلہ قرض دینے کی اس سے درخواست کرو۔

غرض اس کے بعد محمد بن مسلمہ اور عباد بن بشر اور ابو نائلہ سلکان بن سلامہ جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے اور حارث بن عبس اور حارث بن اوس بن معاذ جو حضرت سعد بن معاذ کے بھتیجے تھے اور چچا نے ان کو بھیجا تھا اور ابو عبس بن جبر ایک جگہ جمع ہوئے اور خدمت گرامی میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس کو قتل تو کردیں گے مگر آپ ہم کو اجازت دیجئے کہ آپ کے متعلق اگر کچھ (نازیبا) باتیں ہم آپس میں کہیں (تو قابل مواخذہ نہ قرار دیئے جائیں) فرمایا: جیسا سمجھو ویسا کہو تم کو آزادی ہے اس کے بعد سب نے ابو نائلہ کو آگے بھیجا۔ ابو نائلہ کعب کے پاس گئے اس سے کچھ باتیں کیں اور آپس میں شعر سنانے لگے کیونکہ ابو نائلہ بھی شعر کہا کرتے تھے (اور کعب بن اشرف بھی شاعر تھا) پھر ابو نائلہ بولے ابن اشرف میں ایک کام سے تیرے پاس آیا تھا میں اس کا ذکر تو تجھ سے کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ ظاہر نہ کرنا ابن اشرف نے کہا بیان کرو۔ ابو نائلہ نے کہا ہمارے ملک میں اس شخص کا آنا ہمارے لیے مصیبت بن گیا ہے تمام عرب ہمارا دشمن ہوگیا اور ہمارے مقابلہ میں ایک کمان بن گیا ہمارے (سفر کے) راستے سارے کٹ گئے یہاں تک کہ بال بچے بھوکے مرنے لگے اور ہم سخت دشواریوں میں پڑ گئے کعب نے کہا میں نے تو تم کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ آخر یہی ہوگا، ابو نائلہ نے کہا میرے ساتھ میرے کچھ ساتھی ہیں ہم سب چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ہاتھ کچھ غلہ فروخت کردو (اور قیمت کے عوض اس وقت) ہم تمہارے پاس کچھ رہن رکھ دیں گے اور تمہارا اعتماد کرادیں گے تم ہم سے اتنا سلوک کردو کعب نے کہا اپنے بچے میرے پاس رہن رکھدو ابو نائلہ نے کہا ہم کو شرم آتی ہے کہ اپنی اولاد کو گروی ہونے کی عار میں مبتلا کریں کہ آئندہ لوگ کہیں یہ ایک وسق کے عوض گروی تھا اور یہ دو وسق کے عوض۔ کعب نے کہا تو اپنی عورتیں رہن رکھدو۔ ابو نائلہ نے کہا عورتوں کو کیسے رہن رکھ دیں تم عرب کے حسین ترین شخص ہو ہم تمہاری طرف سے بے خطر نہیں ہیں۔ تمہاری خوبصورتی کو دیکھ کر کون عورت تم سے بچ سکتی ہے

البتہ ہم اپنے اسلحہ تمہارے پاس رہن رکھ سکتے ہیں اور تم واقف ہی ہو کہ ہم کو اسلحہ کی کتنی ضرورت ہے۔
کعب نے کہا اچھا۔ بے شک اسلحہ پر (ادائے قیمت کا) پورا اعتماد ہے۔ ابونائلہ نے چاہا کہ کعب ہتھیاروں کو دیکھ کر کہیں انکار نہ کردے اسلیے اس سے دوبارہ آنے کا وعدہ کرکے لوٹ آئے اور اپنے ساتھیوں کو آ کر اطلاع دیدی سب نے باتفاق رائے طے کرلیا کہ شام کو مقررہ وعدہ کے مطابق کعب کے پاس جائیں گے پھر رات کو آ کر رسول اللہ کو اس تدبیر اور گفتگو کی اطلاع دیدی۔
محمد بن اسحاق اور امام احمد نے بسند صحیح حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ان لوگوں کو رخصت کرنے بقیع غرقد تک ان کے ساتھ گئے پھر ان کو بھیج کر فرمایا: جاؤ اللہ کے نام پر۔ اے اللہ ان کی مدد فرما۔ اس کے بعد آپ ﷺ چاندنی رات میں جو دن کی طرح تھی اپنے گھر لوٹ آئے یہ چاندنی ماہ ربیع الاوّل کی چودھویں رات کی تھی۔ ادھر وہ لوگ چلے گئے اور رات کو ابن اشرف کی گڑھی پر پہنچے ساتھیوں سے ابونائلہ نے کہا میں کعب کے سر کے بال ہاتھ سے بنوں گا اور جب تم دیکھو کہ میں نے اس کے سر کے بال مضبوطی سے قابو میں کرلیے تو اپنا کام کرنا اور تلواروں سے اس پر حملہ کرنا۔ گڑھی کے پاس پہنچ کر ابونائلہ نے آواز دی۔ ابن اشرف کی شادی نئی نئی ہوئی تھی آواز سن کر وہ چادر لپیٹے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ بیوی نے چادر کا کونہ پکڑلیا اور کہنے لگی آپ جنگی آدمی ہیں اور جنگی آدمی ایسے وقت نہیں اترا کرتے (اس وقت باہر نکلنے میں آپ جیسے لوگوں کے لیے خطرہ ہے) میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون ٹپک رہا ہے آپ گڑھی کے اوپر سے ہی ان سے گفتگو کرلیں۔ کعب نے کہا میں نے وعدہ کرلیا ہے اور یہ تو میرا بھانجہ محمد بن مسلمہ اور رضاعی بھائی ابونائلہ ہے اگر یہ لوگ مجھے سوتا پائیں گے تو بیدار کرلیں گے اور شریف آدمی کو اگر رات میں نیزوں کی طرف بھی بلایا جائے تو وہ قبول کرتا ہے غرض کعب چادر گلے میں ڈالے نیچے اتر آیا چادر سے خوشبو مہک رہی تھی تھوڑی دیر تک ان لوگوں سے باتیں کرتا رہا کچھ دیر ہوگئی تو ان لوگوں نے کہا ابن اشرف چلو شعب عجوز تک ٹہلتے ہوئے چلیں وہاں پہنچ کر باقی رات باتیں کریں گے کعب نے کہا اگر چاہتے ہو تو چلو سب پیدل ٹہلتے ہوئے چل دیئے کچھ دیر ہی چلے تھے کہ ابونائلہ نے کہا مجھے تمہاری طرف سے خوشبو کی مہک آرہی ہے کعب نے جواب دیا فلاں عورت جو عرب کی عورتوں میں سب سے زیادہ معطر رہنے والی ہے میری بیوی ہے ابونائلہ نے کہا کیا مجھے سونگھنے کی اجازت ہے کعب نے کہا ہاں ابونائلہ نے اپنا ہاتھ کعب کے سر کے بالوں میں ڈالا پھر اپنے ہاتھ کو سونگھا اور کہا آج کی رات کی طرح میں نے (کبھی کوئی) خوشبو نہیں سونگھی۔
کعب حسین اور گھونگریالے بالوں والا شخص تھا۔ مشک کو پانی میں گھس کر اور عنبر ملا کر دونوں کنپٹیوں پر گوند کی طرح جمالیا کرتا تھا ابونائلہ کچھ دیر اور چلتے رہے پھر لوٹ کر وہی عمل کیا جو پہلے کیا تھا یہاں تک کہ کعب کو پورا مطمئن کردیا اور ابونائلہ کا ہاتھ کعب کے بالوں میں پھرنے لگا آخر کار لوٹ کر اس کے سر کی لٹیں پکڑلیں اور خوب قابو میں لے کر اپنے ساتھیوں سے کہا دشمن خدا کو مارو۔ فوراً تلواریں چلیں مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا محمد بن مسلمہ کا بیان ہے کہ مجھے ایک خنجر یاد آیا جو تلوار (کی نیام) میں میں نے رکھا تھا فوراً میں نے وہ خنجر ہاتھ میں لے لیا دشمن خدا نے ایک زور کی چیخ ماری چیخ کے ساتھ ہی ہمارے گرداگرد جتنی گڑھیاں تھیں سب پر آگ روشن کردی گئیں۔ میں نے خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور خنجر پر دباؤ ڈال کر پیڑوں کی ہڈی تک پہنچادیا اور اللہ کا دشمن گر پڑا۔
ابن سعد کی روایت میں آیا ہے کہ ابوعبس نے کعب کے پہلو میں برچھا مارا پھر ان لوگوں نے اس کا سر کاٹ لیا حارث بن اوس

بن معاذ کے سر پر ہماری ہی کسی تلوار سے چوٹ آ گئی تھی ہم پہرہ دار یہودیوں کے ڈر سے وہاں سے نکل کر تیزی سے بھاگے مگر ہمارا ساتھی حارث بن اوس سر کی چوٹ اور خون نکل جانے کی وجہ سے پیچھے رہ گیا اور اس نے ساتھیوں کو پکار کر کہا رسول اللہ سے میرا اسلام کہہ دینا۔ آواز سن کر لوگ اس کی طرف مڑے اور اٹھا لائے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چل دیئے آخر رات میں بقیع غرقد پر پہنچ کر سب نے تکبیر کہی رسول اللہ اس وقت کھڑے نماز پڑھ رہے تھے بقیع میں تکبیر کی آواز سن کر رسول اللہ نے بھی تکبیر کہی اور سمجھ گئے کہ کعب کو قتل کر دیا تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ دوڑتے آئے تو رسول اللہ کو مسجد کے دروازہ پر کھڑا پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چہرے بامراد ہوں آنے والوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کا چہرہ بھی بامراد ہو۔ آنے والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کعب کا سر ڈال دیا آپ نے اس کے قتل پر اللہ کا شکر کیا۔ لوگوں نے اپنے ساتھی حارث کو پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخم پر تھتکارا جس کی وجہ سے پھر زخم نے تکلیف نہیں دی اور لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

صبح کو رسول اللہ نے فرمایا: جو یہودی مرد تمہارے ہاتھ لگے اس کو قتل کر دو۔ شغینہ ایک یہودی تاجر تھا جس کا مسلمانوں سے اختلاط تھا اور مسلمانوں سے خرید فروخت کرتا تھا محیصہ بن مسعود نے اس کو قتل کر دیا محیصہ کا ایک بڑا بھائی حویصہ تھا اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا حویصہ نے محیصہ کو مارا اور کہا اللہ کے دشمن تو نے اس کو قتل کر دیا حالانکہ خدا کی قسم تیرے پیٹ کے اندر جتنی چربی ہے اس کا بیشتر حصہ اسی کے مال سے پیدا ہوا ہے محیصہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم جس نے مجھے اس کے قتل کا حکم دیا تھا اگر وہ مجھے تیرے قتل کرنے کا حکم دیتا تو میں تیری بھی گردن مار دیتا۔ حویصہ نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے میرے قتل کا حکم دیدیں تو مجھے بھی قتل کر دے گا۔ محیصہ نے کہا ہاں۔ حویصہ نے کہا جس دین نے تجھے اس حد تک پہنچا دیا۔ خدا کی قسم وہ تو عجب دین ہے اس کے بعد حویصہ بھی مسلمان ہو گیا۔ کعب کے قتل کے بعد یہودی ڈر گئے پھر ان کے بڑے لوگوں میں سے کسی نے گردن نہیں اٹھائی اور کچھ نہ بولے ان کو اندیشہ ہو گیا کہ ابن اشرف کی طرح کہیں ان کو بھی رات کو قتل نہ کر دیا جائے۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ یہودی خوف زدہ ہو گئے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے کہا ہمارے سردار کو نامعلوم طور پر قتل کر دیا گیا رسول اللہ نے ان سے کعب کی حرکتوں کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ) کہ وہ کس کس طرح بھڑکاتا اور رسول اللہ سے لڑنے کی ترغیب دیتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچاتا تھا اس کے بعد ان کو دعوت دی کہ رسول اللہ کے اور ان کے درمیان ایک صلح نامہ لکھ دیا جائے چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور وہ تحریر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاس رہی۔

مسئلہ * اس قصہ سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی کافر رسول اللہ کو گالی دے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے یا آپ کو دکھ پہنچائے تو اس کو قتل کر دینا جائز ہے خواہ وہ معاہد ہو یا غیر معاہد۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر معاہد رسول اللہ کو گالی دے تو اس کو قتل کرنا ناجائز ہے کیونکہ رسول اللہ کو گالی دینا کفر ہے اور کفر سے معاہدہ کی شکست نہیں ہوتی (معاہد تو پہلے سے ہی کافر ہوتا ہے) رہا ابن اشرف کا قتل تو اس کی وجہ جواز یہ تھی کہ اس نے خود عہد شکنی کی تھی مکہ کو جا کر مشرکوں کو رسول اللہ سے لڑنے پر ابھارا تھا حالانکہ اس سے معاہدہ تھا کہ رسول اللہ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا مگر اس نے اس کے خلاف کیا۔

مسئلہ * اس قتل کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابونائلہ کی غداری کہنا جائز نہیں ایک شخص نے حضرت علی کی مجلس

میں ایسا کہا تھا تو آپ نے اس کی گردن مار دی تھی غداری تو امان دینے کے بعد ہو سکتی ہے مگر حضرت محمد بن مسلمہ اور آپ کے ساتھیوں نے تو کعب کو امان نہیں دی تھی صرف بیع اور رہن کی گفتگو کی تھی یہاں تک کہ اس پر قابو پالیا۔

فائدہ* صحیح روایت میں آیا ہے کہ کعب سے گفتگو کرنے والے حضرت محمد بن مسلمہ تھے لیکن اکثر اہل مغازی نے لکھا ہے کہ گفتگو کرنے والے حضرت ابونائلہ تھے دونوں روایتوں میں تطبیق کے لیے کہا جاسکتا ہے کہ دونوں حضرات نے گفتگو کی۔

وان تصبروا اور اگر تم آزمائشوں پر صبر رکھو گے۔

و تتقوا اور اللہ کے حکم کی مخالفت سے بچتے رہو گے۔

فان ذالك من عزم الامور تو یہ صبر و تقویٰ تاکیدی احکام میں سے ہے۔ عزم مصدر بمعنی اسم مفعول ہے یعنی ان امور میں سے ہے جن پر عزم واجب ہے یا ان امور میں سے ہے جن کا اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے عزم کا اصل معنی ہے کسی چیز پر رائے کا جم جانا۔ عطا نے عزم الامور کا ترجمہ کیا ہے حقیقت ایمان۔ میں کہتا ہوں کہ صبر سے مراد ہے آزمائشوں کے وقت بے قرار نہ ہو جانا اور فرمانبردار رہنا اور (مصائب نازلہ پر) اعتراض نہ کرنا لیکن اگر کفار مسلمانوں کو ایذا دیں تو انتقام لینا صبر کے منافی نہیں ہے جیسے ابن اشرف کے قصہ سے واضح ہو رہا ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ آل عمران، لاہور)

3001 - حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْأَيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ، مَوْلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا أَصَابَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا يَوْمَ بَدْرٍ، وَقَدِمَ الْمَدِينَةَ جَمَعَ الْيَهُودَ فِي سُوقِ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ يَهُودَ أَسْلِمُوا قَبْلَ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قُرَيْشًا، قَالُوا: يَا مُحَمَّدُ لَا يَغُرَّنَّكَ مِنْ نَفْسِكَ أَنَّكَ قَتَلْتَ نَفَرًا مِنْ قُرَيْشٍ كَانُوا أَغْمَارًا، لَا يَعْرِفُونَ الْقِتَالَ، إِنَّكَ لَوْ قَاتَلْتَنَا لَعَرَفْتَ أَنَّا نَحْنُ النَّاسُ، وَأَنَّكَ لَمْ تَلْقَ مِثْلَنَا، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ: (قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ) (آل عمران:12) قَرَأَ مُصَرِّفٌ إِلَى قَوْلِهِ (فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ) (آل عمران:13) بِبَدْرٍ (وَأُخْرَى كَافِرَةٌ) (آل عمران:13)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو نقصان پہنچایا اور پھر واپس مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے بنو قینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا: اے یہودیوں کے گروہ! تم اسلام قبول کر لو اس سے پہلے کہ تم کو بھی وہی صورت حال لاحق ہو جو قریش کو لاحق ہوئی ہے، انہوں نے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے قریش کے کچھ افراد کو قتل کر دیا ہے تو آپ اپنی ذات کے حوالے سے غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں، وہ اناڑی لوگ تھے انہیں لڑنا آتا ہی نہیں تھا اگر آپ نے ہمارے ساتھ لڑائی کی تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں اور آپ نے ہمارے جیسے (دشمن) کا سامنا نہیں کیا ہوگا۔ (راوی بیان کرتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''تو وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' تم ان سے یہ فرما دو کہ عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے''

مصرف نامی راوی نے اس آیت کو ان الفاظ تک بیان کیا ہے: ''ایک گروہ وہ ہے' جو جہاد میں' اللہ کی راہ میں حصہ لیتا ہے'' یہ

وہ لوگ ہیں جو بدر میں تھے'' اور دوسرا وہ ہے جو کافر ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کافروں سے کہہ دیجئے کہ تم دنیا میں بھی ذلیل ومغلوب کئے جاؤ گے، ہارو گے، ماتحت بنو گے اور قیامت کے دن بھی ہانک کر جہنم میں جمع کئے جاؤ گے جو بدترین بچھونا ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب بدر کی جنگ سے حضور ﷺ مظفر ومنصور واپس ہوئے تو بنوقینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا! اس سے پہلے کہ قریش کی طرح تمہیں بھی ذلت وپستی دیکھنا پڑے اسلام قبول کرلو، تو اس سرکش جماعت نے جواب دیا کہ چند قریشیوں کو جو فنون جنگ سے ناآشنا تھے، آپ نے انہیں ہرالیا اور دماغ میں غرور سا گیا، اگر ہم سے لڑائی ہوئی تو ہم بتادیں گے کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں، آپ کو ابھی تک ہم سے پالا ہی نہیں پڑا۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا فتح بدر نے ظاہر کردیا ہے کہ اللہ اپنے سچے اچھے اور پسندیدہ دین کو اور اس دین والوں کو عزت وحرمت عطا فرمانے والا ہے، وہ اپنے رسول ﷺ کا اور آپ کی اطاعت گزار امت کا خود مددگار ہے۔ وہ اپنی باتوں کو ظاہر اور غالب کرنے والا ہے۔ دو جماعتیں لڑائی میں گتھم گتھا ہوگئی تھیں، ایک صحابہ کرام کی اور دوسری مشرکین قریش کی۔

یہ واقعہ جنگ بدر کا ہے، اس دن مشرکین پر اس قدر رعب غالب آیا اور اللہ نے اپنے بندوں کی اس طرح مدد کی گو مسلمان گنتی میں مشرکین سے کہیں کم تھے لیکن مشرکوں کو اپنے سے دگنے نظر آتے تھے، مشرکوں نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی جاسوسی کیلئے عمیر بن سعد کو بھیجا تھا جس نے آکر اطلاع دی تھی کہ تین سو ہیں، کچھ کم یا زائد ہوں اور واقعہ بھی یہی تھا کہ صرف تین سو دس اور کچھ تھے لیکن لڑائی کے شروع ہوتے ہی اللہ عزوجل نے اپنے خاص اور چیدہ فرشتے ایک ہزار بھیجے۔ ایک معنی تو یہ ہیں، دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ کافر ہم سے دوچند ہیں، پھر بھی اللہ عزوجل نے انہی کی مدد کی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بدری صحابہ تین سو تیرہ تھے اور مشرکین چھ سو سولہ تھے۔

لیکن تواریخ کی کتابوں میں مشرکین کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تک بیان کی گئی ہے، ہوسکتا ہے حضرت عبداللہ کا قرآن کے الفاظ سے یہ استدلال ہو کہ ابن الحجاج قبیلہ کا جو سیاہ فام غلام پکڑا ہوا آیا تھا اس سے جب حضور نے پوچھا کہ قریش کی تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا بہت ہیں، آپ نے پھر پوچھا اچھا روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں، اس نے کہا ایک دن نو دوسرے دن دس، آپ نے فرمایا بس تو ان کی گنتی نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔

پس مشرکین مسلمانوں سے تین گنے تھے واللہ اعلم، لیکن یہ یاد رہے کہ عرب کہہ دیا کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک ہزار تو ہیں لیکن مجھے ضرورت ایسے ہی دوگنا کی ہے اس سے مراد ان کی تین ہزار ہوتی ہے۔ اب کوئی مشکل باقی نہ رہی، لیکن ایک اور سوال ہے وہ یہ کہ قرآن کریم میں اور جگہ ہے آیت (وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا الانفال:44) یعنی جب آمنے سامنے آگئے تو اللہ نے انہیں تمہاری نگاہوں کے سامنے کم کرکے دکھایا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں زیادہ کرکے دکھایا تاکہ جو کام کرنے کا فیصلہ اللہ کرچکا تھا وہ ہوجائے۔ پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل تعداد سے بھی کم نظر آئے اور مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ بلکہ دگنے نظر آئے۔ تو دونوں آیتوں میں

تطبیق کیا ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا شان نزول اور تھا اور اس کا وقت اور تھا۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ بدر والے دن ہمیں مشرکین کچھ زیادہ نہیں لگے، ہم نے غور سے دیکھا پھر بھی یہی معلوم ہوا کہ ہم سے ان کی گنتی زیادہ نہیں، دوسری روایت میں ہے کہ مشرکین کی تعداد اس قدر کم معلوم ہوئی کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر ہوں گے، اس نے کہا نہیں نہیں سو ہوں گے، جب ان میں سے ایک شخص پکڑا گیا تو ہم نے اس سے مشرکین کی گنتی پوچھی، اس نے کہا ایک ہزار ہیں۔ اب جبکہ دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے تو مسلمانوں کو یہ معلوم ہونے لگا کہ مشرکین ہم سے دوگنے ہیں۔ یہ اس لئے کہ انہیں اپنی کمزوری کا یقین ہو جائے اور یہ اللہ پر پورا بھروسہ کرلیں اور تمام تر توجہ اللہ کی جانب پھیرلیں اور اپنے رب عزوجل سے اعانت اور امداد کی دعائیں کرنے لگیں، ٹھیک اسی طرح مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد دوگنی معلوم ہونے لگی تا کہ ان کے دلوں میں رعب اور خوف بیٹھ جائے اور گھبراہٹ اور پریشانی بڑھ جائے، پھر جب دونوں بھڑ گئے اور لڑائی ہونے لگی تو ہر فریق دوسرے کو اپنی نسبت کم نظر آنے لگا تا کہ ایک دل کھول کر حوصلہ نکالے اور اللہ تعالیٰ حق و باطل کا صاف فیصلہ کردے، ایمان و کفر وطغیان پر غالب آجائے۔

مومنوں کو عزت اور کافروں کو ذلت مل جائے، جیسے اور جگہ ہے آیت (وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ) آل عمران :123) یعنی البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر والے دن تمہاری مدد کی حالانکہ تم اس وقت کمزور تھے۔ اسی لئے یہاں بھی فرمایا اللہ جسے چاہے اپنی مدد سے طاقتور بنا دے، پھر فرماتا ہے اس میں عبرت و نصیحت ہے اس شخص کیلئے جو آنکھوں والا ہو جس کا دماغ صحیح و سالم ہو، وہ اللہ کے احکام کی بجا آوری میں لگ جائے گا اور سمجھ لے گا کہ اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کو اس جہان میں بھی مدد کرتا ہے اور قیامت کے دن بھی ان کا بچاؤ کرے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

3002 - حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي مَوْلًى لِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ مُحَيِّصَةَ، عَنْ أَبِيهَا مُحَيِّصَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ ظَفِرْتُمْ بِهِ مِنْ رِجَالِ يَهُودَ فَاقْتُلُوهُ فَوَثَبَ مُحَيِّصَةُ عَلَى شَبِيبَةَ رَجُلٍ مِنْ تُجَّارِ يَهُودَ. كَانَ يُلَابِسُهُمْ فَقَتَلَهُ وَكَانَ حُوَيِّصَةُ إِذْ ذَاكَ لَمْ يُسْلِمْ. وَكَانَ أَسَنَّ مِنْ مُحَيِّصَةَ. فَلَمَّا قَتَلَهُ جَعَلَ حُوَيِّصَةُ يَضْرِبُهُ. وَيَقُولُ: يَا عَدُوَّ اللّٰهِ، أَمَا وَاللّٰهِ لَرُبَّ شَحْمٍ فِي بَطْنِكَ مِنْ مَالِهِ

❀❀ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ صاحبزادی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہودیوں کے مردوں میں سے جس پر تم قابو پالو اسے قتل کر دینا''

تو حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے شبیبہ نامی ایک یہودی تاجر پر حملہ کر دیا اس شخص کا ان کے ساتھ میل جول تھا۔ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا تو حویصہ جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور محیصہ سے عمر میں بڑے تھے جب حویصہ نے انہیں مارنا شروع کیا، اور کہا: اے اللہ کے دشمن! اللہ کی قسم! تمہارے پیٹ میں بہت سی چربی اس کے مال کی وجہ سے ہے۔

3003 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

اَنَّهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ اِذْ خَرَجَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: انْطَلِقُوا اِلٰى يَهُوْدَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتّٰى جِئْنَاهُمْ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَنَادَاهُمْ. فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ يَهُوْدَ. اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا فَقَالُوْا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ. فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا. فَقَالُوْا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذٰلِكَ اُرِيْدُ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ: اعْلَمُوْا اَنَّمَا الْاَرْضُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ. فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهٖ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ. وَاِلَّا فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا الْاَرْضُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مسجد میں موجود تھے، اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: تم لوگ یہودیوں کی طرف چلو، ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے پاس آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے بلند آواز میں ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگ مسلمان ہو جاؤ، تم سلامت رہو گے، ان لوگوں نے کہا، اے ابوالقاسم! آپ نے تبلیغ کر دی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میں بھی یہی چاہتا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ ان سے فرمایا: زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے میں تمہیں اس جگہ سے جلاوطن کرنا چاہتا ہوں، جو شخص اپنے مال کے عوض کوئی چیز حاصل کرسکتا ہے تو وہ اپنا مال فروخت کر دے، ورنہ تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ یہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

بَابٌ فِيْ خَبَرِ النَّضِيْرِ

باب: (بنو) نضیر کا واقعہ

3004 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ كَتَبُوْا اِلَى ابْنِ اُبَيٍّ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ مَعَهُ الْاَوْثَانَ مِنَ الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ، وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِيْنَةِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ: اِنَّكُمْ اٰوَيْتُمْ صَاحِبَنَا، وَاِنَّا نُقْسِمُ بِاللهِ لَتُقَاتِلُنَّهُ، اَوْ لَتُخْرِجُنَّهُ اَوْ لَنَسِيْرَنَّ اِلَيْكُمْ بِاَجْمَعِنَا حَتّٰى نَقْتُلَ مُقَاتِلَتَكُمْ، وَنَسْتَبِيْحَ نِسَاءَكُمْ. فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ عَبْدَ اللهِ بْنَ اُبَيٍّ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ، اجْتَمَعُوْا لِقِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُمْ. فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ وَعِيْدُ قُرَيْشٍ مِنْكُمُ الْمَبَالِغَ، مَا كَانَتْ تَكِيْدُكُمْ بِاَكْثَرَ مِمَّا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَكِيْدُوْا بِهٖ اَنْفُسَكُمْ، تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا اَبْنَاءَكُمْ، وَاِخْوَانَكُمْ فَلَمَّا سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقُوْا، فَبَلَغَ ذٰلِكَ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، فَكَتَبَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ اِلَى الْيَهُوْدِ: اِنَّكُمْ اَهْلُ الْحَلْقَةِ وَالْحُصُوْنِ، وَاِنَّكُمْ لَتُقَاتِلُنَّ صَاحِبَنَا، اَوْ لَنَفْعَلَنَّ كَذَا وَكَذَا، وَلَا يَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَدَمِ

نِسَائِكُمْ شَيْءٌ، وَهِيَ الْخَلَاخِيلُ. فَلَمَّا بَلَغَ كِتَابُهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَجْمَعَتْ بَنُو النَّضِيرِ بِالْغَدْرِ، فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْرُجْ إِلَيْنَا فِي ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ، وَلْيَخْرُجْ مِنَّا ثَلَاثُونَ حَبْرًا، حَتَّى نَلْتَقِيَ بِمَكَانِ الْمَنْصَفِ فَيَسْمَعُوا مِنْكَ. فَإِنْ صَدَّقُوكَ وَآمَنُوا بِكَ آمَنَّا بِكَ، فَقَصَّ خَبَرَهُمْ. فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ، غَدَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْكَتَائِبِ فَحَصَرَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّكُمْ وَاللهِ لَا تَأْمَنُونَ عِنْدِي إِلَّا بِعَهْدٍ تُعَاهِدُونِي عَلَيْهِ. فَأَبَوْا أَنْ يُعْطُوهُ عَهْدًا، فَقَاتَلَهُمْ يَوْمَهُمْ ذَلِكَ، ثُمَّ غَدَا الْغَدُ عَلَى بَنِي قُرَيْظَةَ بِالْكَتَائِبِ، وَتَرَكَ بَنِي النَّضِيرِ وَدَعَاهُمْ إِلَى أَنْ يُعَاهِدُوهُ، فَعَاهَدُوهُ، فَانْصَرَفَ عَنْهُمْ، وَغَدَا عَلَى بَنِي النَّضِيرِ بِالْكَتَائِبِ، فَقَاتَلَهُمْ حَتَّى نَزَلُوا عَلَى الْجَلَاءِ، فَجَلَتْ بَنُو النَّضِيرِ، وَاحْتَمَلُوا مَا أَقَلَّتِ الْإِبِلُ مِنْ أَمْتِعَتِهِمْ، وَأَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ، وَخَشَبِهَا، فَكَانَ نَخْلُ بَنِي النَّضِيرِ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهَا وَخَصَّهُ بِهَا، فَقَالَ: (وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ) (الحشر:6) يَقُولُ: بِغَيْرِ قِتَالٍ، فَأَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَهَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَقَسَمَهَا بَيْنَهُمْ وَقَسَمَ مِنْهَا لِرَجُلَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكَانَا ذَوِي حَاجَةٍ لَمْ يَقْسِمْ لِأَحَدٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غَيْرِهِمَا، وَبَقِيَ مِنْهَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي فِي أَيْدِي بَنِي فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

عبدالرحمن بن کعب، ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: قریش کے کفار نے ابن ابی کو خط لکھا اور ان لوگوں کو خط لکھا جن کا تعلق اوس اور خزرج قبیلے سے تھا' جو بتوں کی پوجا کرتے تھے، نبی اکرم ﷺ ان دنوں مدینہ منورہ میں تھے' یہ واقعہ بدر رونما ہونے سے پہلے کی بات ہے، (ان لوگوں نے خط میں یہ لکھا)

''تم لوگوں نے ہمارے فرد کو پناہ دی رکھی ہے، ہم تمہیں اللہ کے نام کی قسم دیتے ہیں کہ یا تو تم ان کے ساتھ لڑائی کرو' یا انہیں (اپنے علاقے) سے نکال دو، یا پھر یہ ہے کہ ہم سب مل کر تم پر دھاوا بول دیتے ہیں، یہاں تک کہ ہم تمہارے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے''

جب یہ خط عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھ والے بت پرستوں تک پہنچا، تو ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ لڑائی کرنے پر اتفاق کر لیا، اس کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ ان سے ملے اور فرمایا:

قریش کی دھمکی کی وجہ سے تم لوگ متاثر ہوئے ہو' لیکن وہ تمہارا اس سے زیادہ نقصان نہیں کر سکتے۔ جتنا تم خود اپنے ہاتھوں کے ذریعے اپنا نقصان کرنا چاہتے ہو اور اپنے بھائیوں سے لڑائی کرنا چاہتے ہو (جو مسلمان ہو چکے ہیں)۔

جب ان لوگوں نے یہ بات سنی تو وہ بکھر گئے، جب قریش کے کفار کو اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہودیوں کو خط لکھا' یہ واقعہ بدر رونما ہو جانے کے بعد کی بات ہے، انہوں نے یہودیوں کو لکھا کہ تم اسلحہ اور قلعوں والے ہو، اس لیے تم یا تو اس فرد کے ساتھ (یعنی نبی اکرم ﷺ اور) ان کے ساتھیوں کے ساتھ لڑائی کرو، یا ہم یہ اور وہ کر دیں گے اور اس وقت ہمارے اور تمہاری

عورتوں کی پازیبوں کے درمیان کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکے گی، جب ان کے خط کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو ملی تو اسی دوران بنونضیر نے وعدہ خلافی پر اتفاق کرلیا انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو پیغام بھجوایا کہ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں میں سے تیس افراد کے ہمراہ ہمارے پاس تشریف لائیں ہم میں سے تیس عالم آئیں گے، درمیان میں کسی جگہ پر ہماری بات ہوگی، اگر انہوں نے آپ کی تصدیق کردی، اور آپ پر ایمان لے آئے، تو ہم بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے، نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو ان کی صورت حال کے بارے میں بتایا، نبی اکرم ﷺ نے چھوٹے فوجی دستوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور ان کا محاصرہ کرلیا، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ کی قسم! اب تم مجھ سے صرف ایک صورت میں بچ سکتے ہو، اگر تم مجھ سے نئے سرے سے معاہدہ کرو، تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ معاہدہ کرنے سے انکار کردیا، نبی اکرم ﷺ اس دن ان کے ساتھ لڑائی کرتے رہے، اگلے دن آپ نے بنوقریظہ پر حملہ کردیا، جوان چھوٹے دستوں کے ہمراہ تھا، آپ نے بنونضیر کو چھوڑ دیا، آپ نے بنوقریظہ کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ آپ کے ساتھ معاہدہ کرلیں، تو انہوں نے آپ کے ساتھ معاہدہ کرلیا، نبی اکرم ﷺ انہیں چھوڑ کر واپس آئے اور بنونضیر پر ان چھوٹے فوجی دستوں کے ساتھ حملہ کردیا، آپ نے ان کے ساتھ لڑائی کی، یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس بات پر صلح کی کہ وہ جلا وطن ہو جاتے ہیں، تو بنونضیر جلاوطن ہو گئے، ان کے اونٹوں پر جو ساز وسامان، ان کے گھروں کے دروازے اور لکڑیاں وغیرہ آسکتے تھے، وہ انہوں نے لادلیئے، تو بنونضیر کے باغات نبی اکرم ﷺ کو مل گئے، جو ان کے لیے مخصوص تھے، یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا تھے اور یہ آپ ﷺ کے لیے مخصوص کر دیئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ نے اپنے رسول کو مال فے کے طور پر جو عطا کیا ہے، اس کے لیے تم نے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے'' اس سے مراد یہ ہے: جو کچھ تمہیں لڑائی کے بغیر حاصل ہوا' تو نبی اکرم ﷺ نے ان باغات کا اکثر حصہ مہاجرین کو عطا کیا اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کردیا' ان میں سے دو انصاریوں کو آپ نے حصہ دیا' جو ضرورت مند تھے اس کے علاوہ آپ ﷺ نے کسی بھی انصاری کو حصہ نہیں دیا' اور پھر ان میں سے نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص زمین بچ گئی' جو بعد سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے پاس رہی۔

غزوہ بنی نضیر:

ہم بتا چکے ہیں کہ یہود اسلام اور مسلمانوں سے جلتے بھنتے تھے۔ مگر چونکہ وہ مرد میدان نہ تھے، سازشی اور دسیسہ کار تھے۔ اس لئے جنگ کے بجائے کینے اور عداوت کا مظاہرہ کرتے تھے اور مسلمانوں کو عہد و پیمان کے باوجود اذیت دینے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور تدبیریں کرتے تھے۔ البتہ بنوقینقاع کی جلاوطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ پیش آیا تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ اور انہوں نے خوفزدہ ہو کر خاموشی اور سکون اختیار کرلیا، لیکن غزوہ احد کے بعد ان کی جرات پھر پلٹ آئی، انہوں نے کھلم کھلا عداوت و بدعہدی کی۔ مدینہ کے منافقین اور ان کے مشرکین سے پس پردہ ساز باز کی اور مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی حمایت میں کام کیا۔ (سنن ابی داؤد باب خبر النضیر کی روایت سے یہ بات مستفاد ہے۔ دیکھئے سنن ابی داؤد مع شرح عون المعبود 3۔116 تا 118)

رسول اللہ ﷺ نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی صبر سے کام لیا لیکن رجیع اور معونہ کے حادثات کے بعد یہود کی جرات و

جسارت حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے نبی ﷺ ہی کے خاتمے کا پروگرام بنالیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے چند صحابہ کرام کے ہمراہ یہود کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بنوکلاب کے ان دونوں مقتولین کی دیت میں اعانت کے لئے بات چیت کی (جنہیں حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے غلطی سے قتل کر دیا تھا) ان پر معاہدے کی رو سے یہ اعانت واجب تھی۔ انہوں نے کہا ابوالقاسم! ہم ایسا ہی کریں گے۔ آپ یہاں تشریف رکھئے ہم آپ کی ضرورت پوری کئے دیتے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے ایک گھر کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور ان کے وعدے کی تکمیل کا انتظار کرنے لگے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی تشریف فرما تھی۔ ادھر یہود تنہائی میں جمع ہوئے تو ان پر شیطان سوار ہو گیا اور جو بدبختی ان کا نوشتہ تقدیر بن چکی تھی اسے شیطان نے خوشنما بنا کر پیش کیا۔ یعنی ان یہود نے باہم مشورہ کیا کہ کیوں نہ نبی ﷺ ہی کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے کہا: کون ہے جو اس چکی کو لے کر اوپر جائے اور آپ ﷺ کے سر پر گرا کر کچل دے۔ اس پر ایک بدبخت یہودی عمرو بن حجاش نے کہا، میں۔۔۔ ان لوگوں سے سلام بن مشکم نے کہا بھی کہ ایسا نہ کرو کیونکہ خدا کی قسم انہیں تمہارے ارادوں کی خبر دیدی جائے گی اور پھر ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد و پیمان ہے یہ اس کی خلاف ورزی بھی ہے۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور اپنے منصوبے کو روبہ عمل لانے کے عزم پر برقرار رہے۔ ادھر رب العلمین کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے اور آپ ﷺ کو یہود کے ارادے کی خبر دی۔ آپ ﷺ تیزی سے اٹھے اور مدینے کے لئے چل پڑے بعد میں صحابہ کرام بھی آپ ﷺ سے آن ملے اور کہنے لگے، آپ ﷺ اٹھ آئے اور ہم سمجھ نہ سکے۔ آپ ﷺ نے بتلادیا کہ یہود کا کیا ارادہ تھا۔ مدینہ واپس آکر آپ ﷺ نے فوراً ہی محمد بن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس روانہ فرمایا اور انہیں یہ نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ۔ اب یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے اس کے بعد جو شخص پایا جائے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔ اس نوٹس کے بعد یہود کو جلاوطنی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا چانچہ وہ چند دن سفر کی تیاریاں کرتے رہے۔ لیکن اسی دوران عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ پر برقرار رہو، ڈٹ جاؤ، اور گھر بار نہ چھوڑو۔ میرے پاس دو ہزار مردان جنگی ہیں جو تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہو کر تمہاری حفاظت میں جان دے دیں گے۔ اور اگر تمہیں نکالا ہی گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز نہیں دبیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور بنو قریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے حلیف ہیں وہ بھی مدد کریں گے۔ یہ پیغام سن کے یہود کی خود اعتمادی پلٹ آئی اور انہوں نے طے کر لیا کہ جلاوطن ہونے کے بجائے ٹکر لی جائے گی۔ ان کے سردار حیی بن اخطب کو توقع تھی کہ رئیس المنافقین نے جو کچھ کہا ہے وہ پورا کرے گا۔ اس لئے اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جوابی پیغام بھیج دیا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلتے آپ ﷺ کو کرنا ہے کر لیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں کے لحاظ سے یہ صورت حال نازک تھی۔ کیونکہ ان کے لئے اپنی تاریخ کے اس نازک اور پیچیدہ موڑ پر دشمنوں سے ٹکراؤ کچھ زیادہ مفید و مناسب نہ تھا۔ انجام خطرناک ہو سکتا تھا۔ آپ ﷺ دیکھ ہی رہے ہیں کہ سارا عرب مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اور مسلمانوں کے دو تبلیغی وفود بھی نہایت بے دردی سے تہ تیغ کیے جا چکے تھے۔ پھر بنی نضیر کے یہود اتنے طاقتور تھے کہ ان کا ہتھیار

ڈالنا آسان نہ تھا۔ اوران سے جنگ مول لینے میں طرح طرح کے خدشات تھے۔ مگر بئر معونہ کے المیے سے پہلے اوراس کے بعد کے حالات نے جونئی کروٹ لی تھی۔ اس کی وجہ سے مسلمان قتل اور بدعہدی جیسے جرائم کے سلسلہ میں زیادہ حساس ہو گئے تھے اور ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف مسلمانوں کا جذبہ فزوں تر ہو گیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے طے کرلیا کہ چونکہ بنونضیر نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا پروگرام بنایا تھا اس لئے ان سے بہر حال لڑنا ہے۔ خواہ اس کے نتائج جو بھی ہوں چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کو حی بن اخطب کا جوابی پیغام ملا تو آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام نے کہا "اللہ اکبر" اور پھر لڑائی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا انتظام سونپ کر بنونضیر کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں علم تھا بنونضیر کے علاقہ میں پہنچ کران کا محاصرہ کرلیا گیا۔ ادھر بنونضیر نے اپنے قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ لی اور قلعہ بند رہ کر فصیل سے تیر اور پتھر برساتے رہے چونکہ کھجور کے باغات ان کے لئے سپر کا کام دے رہے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔ بعد میں اسی طرف اشارہ کر کے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

وهان على سراة بن لؤی ...... حريق بالبويرة مستطير

بنی لؤی کے سرداروں کے لئے یہ معمولی بات ہی کہ بیرہ میں آگ کے شعلے بلند ہوں۔ (بویرہ۔۔بنونضیرے کے نخلستان کا نام تھا) اور اسی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی نازل ہوا۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ (الحشر:5)

تم نے کھجور کے جو درخت کاٹے یا جنہیں اپنے تنوں پر کھڑا رہنے دیا وہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا۔ اور ایسا اس لئے کیا گیا تھا تا کہ ان فاسقوں کو رسوا کرے۔

بہر حال جب ان کا محاصرہ کرلیا گیا تو بنوقریظہ ان سے الگ تھلگ رہے۔ عبداللہ بن ابی نے بھی خیانت کی اور ان کے حلیف غطفان بھی مدد کو نہ آئے۔ غرض یہ کہ کوئی بھی انہیں مدد دینے یا ان کی مصیبت ٹالنے پر آمادہ نہ ہوا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے واقعے کی مثال یوں بیان فرمائی:

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ. (الحشر:16)

جیسے شیطان انسان سے کہتا ہے کفر کرو اور جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے تو شیطان کہتا ہے میں تم سے بری ہوں" محاصرے نے کچھ زیادہ طول نہیں پکڑا بلکہ صرف چھ رات۔ یا بقول بعض پندرہ رات۔ جاری رہا کہ اس دوران اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے، اور رسول اللہ ﷺ کو کہلوا بھیجا کہ ہم مدینے سے نکلنے کو تیار ہیں۔ آپ نے ان کی جلا وطنی کی پیش کش قبول کی اور یہ بھی منظور فرمالیا کہ وہ اسلحہ کے سوا باقی ساز و سامان اونٹوں پر لاد سکتے ہوں سب لے کر بال بچوں سمیت چلے جائیں۔ بنونضیر نے اس منظوری کے بعد ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے ہاتھوں اپنے مکانات اجاڑ ڈالے تا کہ دروازے اور کھڑکیاں بھی لاد لے جائیں۔ بلکہ بعض نے تو چھت کی کھڑکیاں اور دیواروں کی کھونٹیاں بھی لاد لیں۔ پھر عورتوں

اور بچوں کو سوار کیا اور چھ سو اونٹوں پر لد لدا کر روانہ ہو گئے۔ بیشتر یہود اور ان کے بڑے مثلاً حی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق نے خیبر کا رخ کیا ایک جماعت ملک شام روانہ ہوئی صرف دو آدمیوں یعنی یامین رضی اللہ عنہ بن عمر اور ابوسعید رضی اللہ عنہ بن وہب نے اسلام قبول کیا لہٰذا ان کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط کے مطابق بنونضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضے میں لے لئے ہتھیار میں پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔ بنونضیر کے یہ باغات زمین اور مکانات خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے لئے محفوظ رکھیں یا جسے چاہیں دیں۔ چنانچہ آپ نے (مال غنیمت کی طرح) ان اموال کا خمس (پانچواں حصہ) نہیں نکالا کیونکہ اسے اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فے دیا تھا۔ مسلمانوں نے اس پر گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر اسے (بزور شمشیر) فتح نہیں کیا تھا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس اختیار خصوصی کے تحت اس پورے مال کو صرف مہاجرین اولین پر تقسیم فرمایا۔ البتہ دو انصاری صحابہ کرام یعنی ابودجانہ اور سہل رضی اللہ عنہ کو ان کے فقر کے سبب اس میں سے کچھ عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک چھوٹا سا ٹکڑا اپنے لئے محفوظ رکھا جس میں سے آپ) اپنی ازواج مطہرات کا سال بھر کا خرچ نکالتے تھے اور اس کے بعد جو کچھ بچتا تھا اسے جہاد کی تیاری کے لئے ہتھیار اور گھوڑوں کی فراہمی میں صرف فرما دیتے تھے۔ غزوہ بنی نضیر ربیع الاول 4 ہجری بمطابق اگست 625ء میں پیش آیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس تعلق سے پوری سورۃ حشر نازل کر دی۔ جس میں یہود کی جلاوطنی کا نقشہ کھینچتے ہوئے منافقین کے طرز عمل کا پردہ فاش کیا گیا۔ اور مال فے کے احکام بیان فرماتے ہوئے مہاجرین اور انصار کی مدح وستائش کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنگی مصالح کے پیش نظر دشمن درخت کاٹے جاسکتے ہیں۔ اور ان میں آگ لگائی جاسکتی ہے۔

3005- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ يَهُودَ النَّضِيرِ، وَقُرَيْظَةَ، حَارَبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي النَّضِيرِ، وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ، حَتَّى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ بَعْدَ ذَلِكَ. فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ، وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ، وَأَوْلَادَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَمَّنَهُمْ وَأَسْلَمُوا، وَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ، بَنِي قَيْنُقَاعَ، وَهُمْ قَوْمُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ، وَكُلَّ يَهُودِيٍّ كَانَ بِالْمَدِينَةِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نضیر اور قریظہ قبیلے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کو جلاوطن کر دیا اور قریظہ قبیلے کے لوگوں کو وہاں رہنے دیا آپ نے ان پر احسان کیا یہاں تک کہ جب بعد میں قریظہ قبیلے کے لوگوں نے لڑائی کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مردوں کو قتل کروادیا، ان کی عورتوں، بچوں اور زمینوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کروادیا، صرف چند لوگ اس سے مستثنیٰ رہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل گئے تھے، آپ پر ایمان لے آئے تھے، انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رہنے والے تمام یہودیوں کو جلاوطن کروادیا تھا، بنوقینقاع کو بھی جلاوطن کروایا، جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قوم تھی، بنوحارثہ کے یہودیوں کو بھی جلاوطن کروادیا، مدینہ میں موجود ہر

یہودی کوجلاوطن کروادیا۔

غزوہ بنونضیراورتاریخی واقعات کابیان

1۔علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہےاور دیگر عربی مراجع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یثرب شہرکوآباد کرنے والے عمالقہ تھے۔جس شخص نے اس کا سنگ بنیاد رکھا اس کا نام یثرب بن مہلاییل بن عوص بن عملیق تھا۔گویا یہ شہر اپنے بسانے والے کے نام سے ہی مشہور ہوگیا۔عمالقہ کا کام فتنہ وفساد برپا کرنا،راہزنی،قذاقی اور بدمعاشی تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام، نے حضرت یوشع کی قیادت میں بنی اسرائیل کاایک لشکرعمالقہ کی بیخ کنی کے لیے یثرب روانہ کیااوراسے حکم دیا کہ ان میں سے کسی کوزندہ نہ چھوڑیں۔یوشع نے اپنی اسرائیلی فوج کے ساتھ یثرب پرحملہ کیا،ان کوشکست فاش دی اوراس نسل کے جتنے آدمی تھے سب کوتہ تیغ کردیا۔صرف ان کے بادشاہ سمیدع بن ہومر کاایک نوجوان لڑکا جوحد درجہ خوبصورت تھا اسے انہوں نے زندہ رہنے دیا تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خوداس کے بارے میں فیصلہ کریں۔جب یہ فاتح لشکراپنے وطن کی طرف لوٹا تواس کے پہنچنے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام رحلت فرماگئے وہاں کے یہودیوں کوجب پتہ چلا کہ یوشع نے عمالقہ کے بادشاہ کےلڑکےکوقتل نہیں کیا تووہ سخت برہم ہوگئے اوران پرموسیٰ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی کاالزام لگایااورانہیں اپنے علاقہ میں سکونت کی اجازت دینے سے انکارکردیا۔ان لوگوں نے یہ سوچا کہ بجائے ان کے ہم ادھرادھرمارے مارے پھریں کیونہ اس شہرمیں جاکرآباد ہوجائیں جس کو انہوں نے ابھی ابھی فتح کیا ہے۔چنانچہ وہ یثرب واپس آگئے اوروہیں رہائش اختیارکرلی۔یہ پہلا یہودی گروہ جو یہاں آکرآباد ہوا۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۚ مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا ۖ وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا ۖ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ ۚ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ﴿٢﴾

وہی ہے جس نے اُن کافر کتابیوں کو(یعنی بنونضیرکو) پہلی جلاوطنی میں گھروں سے(جمع کرکے مدینہ سے شام کی طرف) نکال دیا۔تمہیں یہ گمان(بھی) نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اورانہیں یہ گمان تھا کہ اُن کے مضبوط قلعے انہیں اللہ(کی گرفت) سے بچالیں گے پھراللہ(کے عذاب) نے اُن کووہاں سے آلیاجہاں سے وہ گمان(بھی) نہ کرسکتے تھے اوراس(اللہ) نے اُن کے دلوں میں رعب ودبدبہ ڈال دیاوہ اپنے گھروں کواپنے ہاتھوں اوراہلِ ایمان کے ہاتھوں ویران کررہے تھے۔پس اے دیدۂ بینا والو!(اس سے)عبرت حاصل کرو۔

2۔بخت نصر نے جب یروشلم پرحملہ کیااوراس کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہیکل سلیمانی کوگراکرپیوندزمین کردیا۔بہت سے یہودیوں کوبے دریغ قتل کردیااوربےشمارلوگوں کوجنگی قیدی بناکراپنے ہمراہ لے گیااس وقت یہودیوں کے چندقبائل یثرب میں آکر آبادہوگئے۔یادرہے کہ بخت نصرنے 587 قبل مسیح کویروشلم پرحملہ کیاتھا۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:من ذلك الزمان (زمان بخت نصر)تفرقت بنو اسرائيل في البلاد فنزلت طائفة

منهم الحجاز وطائفة منهم الحجاز وطائفة يثرب وطائفة وادي القرى وذهبت شر ذمة منهم الى مصر. (البدایہ والنہایہ ص93۔ج2)

ترجمہ: یعنی بخت نصر کے حملہ کے زمانہ میں بنواسرائیل مختلف ملکوں میں تتر بتر ہو گئے۔ان میں سے ایک طائفہ حجاز میں، ایک یثرب میں، ایک وادی القریٰ میں جا کر اقامت گزیں ہو گیا اور ایک چھوٹا سا گروہ مصر چلا گیا۔

3۔جب رومیوں نے شام، فلسطین اور نواحی علاقوں پر قبضہ کیا ار یہودی آبادیوں کو ویرانوں میں بدل دیا۔ان کے مردوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کر لیا۔اس بھگدڑ میں بنونضیر، بنوقریظہ اور بنی بھدل وہاں سے جان بچا کر بھاگ آئے اور یثرب میں اقامت اختیار کر لی۔ابن خلدون لکھتے ہیں: وظهر الروم على بني اسرائيل بالشام قتلوهم وسبو وخرج بنونضیر و بنوقریظہ و بنو بھدل حجاز کی طرف بھاگ آئے۔رومیوں نے ان کا تعاقب کیا لیکن عرب صحرا کی دھوپ برداشت نہ کر سکے اور پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے۔

ڈاکٹر احمد امین نے فجر الاسلام میں اسی قول کی تائید کی ہے۔(ص23،24)

یہ تین اقوال کتب تاریخ میں پائے جاتے ہیں، ان میں سے کسی کو صحیح اور کسی کو غلط کہنا بلاوجہ تکلف ہے کیونکہ ان تینوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں، ہو سکتا ہے کہ سب سے پہلے یوشع اور ان کے ساتھی یثرب آ کر آباد ہوئے ہوں۔پھر جب 587 ق م میں بخت نصر نے یروشلم کو آ کر تباہ و برباد کر دیا تو اس وقت یہودیوں کے چند قبائل بھاگ نکلے اور حجاز کے مختلف خطوں میں آ کر آباد ہو گئے ہوں۔تیماء، فدک، خیبر، وادی القریٰ کے سرسبز علاقے انہوں نے اپنی رہائش کے لیے منتخب کر لیے ہوں۔پھر جب رومیوں نے آ کر شام و فلسطین پر قبضہ کر لیا اور یہودیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہوں تو اس وقت یہ تین قبیلے کسی طرح جان بچا کر حجاز کی طرف بھاگ آئے ہوں اور یثرب میں جہاں پہلے سے ان کے دینی بھائی رہائش پذیر تھے وہاں پہنچ گئے ہوں۔جب قومیں ہجرت کرتی ہیں تو اس کے تمام افراد یکبارگی نقل مکانی نہیں کیا کرتے۔کسی حادثہ کے وقت ان میں سے بعض ترک وطن میں پیش قدمی کرتے ہیں۔جب کوئی اور افتاد پڑتی ہے تو بعض دوسرے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں اپنے وطن کو خیرباد کہتے ہیں۔پھر کسی نئی قیامت کے برپا ہونے پر باقیماندہ لوگ بھی کوچ کر جاتے ہیں۔یہی حال یہودیوں کی ہجرت کا ہے جو مختلف مقامات اور مختلف حالات میں وقوع پذیر ہوئی۔

اوس اور خزرج جن کو بعد میں انصار اسلام بننے کا شرف حاصل ہوا اور اسی لقب سے مشہور عالم ہوئے۔ان کا اصل وطن یمن تھا اور ان کا تعلق یمن کے ایک مشہور قبیلہ بنی ازد سے تھا جو یمن کے خوشحال ملک میں عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کی پاداش میں وہ تباہ کن سیلاب آیا جس نے سد مآرب کے پرخچے اڑا دیے تو سارا یمن تباہ و برباد ہو گیا۔ جس کا تفصیلی تذکرہ آپ سورۂ سبا کے حواشی میں ضیاء القرآن جلد چہارم میں پڑھ آئے ہوں گے۔جو لوگ اس طوفان کی زد میں آ گئے وہ تو لقمۂ اجل بن گئے لیکن جو لوگ بچ گئے ان کے باغات، ان کی زرعی زمینیں، ان کے قصور محلات سب تباہ و برباد ہو گئے انہوں نے بھی اسی میں سلامتی سمجھی کہ یہاں سے نقل مکانی کر کے کسی ایسے گوشہ میں رہائش اختیار کریں جہاں وہ امن و سکون کی زندگی بسر

کر سکیں۔ انہی میں سے ازد کا قبیلہ بھی تھا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں:

نزلت ازد شنوءة الشام بالسراة خزاعة بطوى ونزلت غسان بصرى وارض الشام ونزلت ازد عمان الطائف ونزلت الاوس والخزرج يثرب (ص596، ج2)

ترجمہ: یعنی سیل العرم کے بعد ازد یمن سے نکلے، ان کا ایک حصہ ازد شنوءۃ شام سراۃ میں جا کر آباد ہوا۔ خزاعہ طوی میں غسان بصریٰ میں اور سرزمین شام میں اور ازد عمان، طائف میں، اوس اور خزرج یثرب میں جا کر اقامت گزین ہوئے۔

اوس وخزرج نے یثرب کی نواحی آبادیوں اور اردگرد کے گاؤں میں سکونت اختیار کی، لیکن ازد نے کب ہجرت کی اور وہ تباہ کن سیلاب کب آیا۔ جس نے اس سنگین چٹانوں سے بنے ہوئے بند کو درہم برہم کر دیا اس کے بارے میں کتب تاریخ میں متعدد اقوال مذکور ہیں (1) سد مآرب میں پہلا زبردست شگاف ولادت مسیح علیہ السلام کے قریبی زمانہ میں ہوا۔ اگر چہ سارا ڈیم برباد نہیں ہوا تھا۔ لیکن یہ شگاف اتنا ہولناک تھا کہ اب اس بند کی پختگی پر مزید بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے لوگوں نے وہاں سے ترک وطن کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جرجی زیدان العرب قبل الاسلام میں لکھتے ہیں:

وتفرقت قبائل الازد وغيرها في جزيرة العرب بسبب ذلك بأن ذلك وقع حوالى تاريخ الميلاد.

یعنی سب سے پہلے شگاف مسیح علیہ السلام کے قریبی زمانہ میں ہوا جس سے لوگوں میں خوف وہراس پھیل گیا اور انہوں نے نقل مکانی کر کے محفوظ مقامات پر آباد ہونا شروع کر دیا۔

اس قول کے مطابق اوس وخزرج پہلی صدی عیسوی میں یثرب میں جا کر آباد ہوئے۔

2۔ ڈاکٹر احمد امین "فجر الاسلام" میں 300ء میں اوس وخزرج کی آمد یثرب میں ثابت کرتے ہیں۔

3۔ بعض کا خیال ہے کہ سیلاب عظیم جس نے بند کو ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد کر دیا وہ 450 عیسوی یا 451 عیسوی میں آیا۔ اس تیسرے قول کے مطابق یثرب میں اوس وخزرج کی آمد پانچویں صدی کے نصف آخر میں ہوگی۔

یہ تو ممکن ہے کہ سیلاب عظیم 450ء میں آیا ہو، لیکن اس سے پہلے قولوں کی تردید نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ ابتداء میں کوئی شگاف پڑے ہوں اور اس ڈیم میں ذخیرہ شدہ پانی بہہ گیا ہو، لیکن اس سے ڈیم کلیتاً تباہ نہ ہوا ہو اور سیلاب کے اختتام پر حکومت وقت نے اس کی مرمت کر دی ہو اور اس طرح ڈیم کسی نہ کسی طرح باقی رہا ہو۔

اوس وخزرج اپنے اہل وعیال کے ساتھ جب یثرب پہنچے تو وہاں یہودی صدیوں سے آباد تھے۔ بازار اور منڈیاں ان کے قبضہ میں تھیں۔ زرعی زمینوں اور باغات کے وہ مالک تھے۔ سیاسی لحاظ سے بھی ان کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ جو عرب قبائل وہاں آباد تھے ان کی کوئی سیاسی حیثیت نہ تھی۔ وہ یہودیوں کے زیر فرمان اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اوس وخزرج یثرب کی نواحی بستیوں یا اردگرد کے گاؤں میں سکونت پذیر رہے۔ ابتداء میں انہوں نے یہود کی پناہ لی اور ان کی بالادستی کو تسلیم کر لیا کچھ عرصہ تک حالات ایسے ہی رہے۔ اس اثنا میں اوس وخزرج کی تعداد بڑھتی گئی یہاں تک کہ ان کی جمعیت میں کافی اضافہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان میں ایک مرد میدان مالک بن عجلان پیدا ہوا۔ جب اس نے اپنے قبیلہ کی قیادت سنبھالی تو اس نے یہود کے تغلب سے اپنے قبیلہ کو رہائی

دلانے کے لیے سوچنا شروع کر دیا۔ اس وقت ان کا ایک بھائی بند ابو حبیلہ شام میں غسان کے علاقہ کا فرمانروا تھا۔ اس کا قبیلہ بھی سیل عرم کے باعث یمن سے ترک سکونت کر کے شام میں جا کر آباد ہو گیا تھا۔ مالک اس کی خدمت میں پہنچا، اپنی اور اپنی قوم کی خستہ حالی اور غربت وافلاس کا شکوہ کیا۔ نیز یہودیوں کی بالادستی سے بھی اسے مطلع کیا۔ ابی حبیلہ نے کہا کہ جس طرح ہم نے اہل غسان پر غلبہ حاصل کر لیا ہے، تم نے یثرب کے یہودیوں کو اپنا زیر نگیں کیوں نہیں بنایا۔ اس نے مالک سے وعدہ کیا کہ میں لشکر لے کر تمہاری امداد کے لیے آؤں گا تم تیار رہنا۔ مالک، ابو حبیلہ سے پختہ وعدہ لینے کے بعد واپس یثرب آیا اور اپنی قوم کو حقیقت حال سے خبردار کیا۔ انہیں کہا کہ وہ ہر وقت چست رہیں۔ کچھ عرصہ ابو حبیلہ ایک لشکر جرار لے کر اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے یثرب کی طرف روانہ ہوا۔ "ذی حرض" کے مقام پر پہنچ کر اس نے قیام کیا اور اوس وخزرج کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے قاصد روانہ کیا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ یہودی اس کی آمد کے بارے میں سن کر اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند نہ ہو جائیں اس نے یہودیوں کو خصوصی دعوت بھیجی کہ وہ آ کر اس سے شرف ملاقات حاصل کریں۔ چنانچہ یہودی اپنے نوکروں، خادموں سمیت وہاں پہنچے جب وہ اس کی حویلی میں داخل ہوئے تو اس نے اپنے لشکریوں کو کہا کہ ان سب کو تہ تیغ کر دو، کوئی بھی بچنے نہ پائے۔ پھر اس نے اوس وخزرج کے نوجوانوں کو کہا اگر اب بھی تم نے اس علاقہ پر قبضہ نہ کیا تو میں تم تمام کو نذر آتش کر دوں گا۔ یہ کہہ کر خود شام کی طرف لوٹ آیا۔ اس طرح یہودیوں کا غلبہ ختم ہوا اور اوس وخزرج کو سیاسی برتری حاصل ہوگئی اور ان کی قوت شوکت کے سامنے یہود کو سر جھکانا پڑا۔

(ابن خلدون ص 597، ج2)

اس وقت یہودیوں کے تین مشہور قبیلے وہاں آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنی نضیر اور بنو قریظہ۔ بنو قینقاع، زرگری، آہنگری اور برتن سازی کا کام کیا کرتے تھے۔ انہیں بنی خزرج کی پناہ حاصل تھی۔ نیز ان کی دوسرے یہودی قبیلوں بنی نضیر اور بنو قریظہ سے سخت ان بن تھی۔ اس لیے وہ یثرب کے شہر میں رہتے تھے اور کوئی ان سے مزاحمت نہیں کرتا تھا، لیکن اس قتل عام کے بعد بنی نضیر اور بنی قریظہ نے سلامتی اسی میں سمجھی کہ وہ یثرب شہر کے اندر رہنے کے بجائے باہر اپنی بستیاں قائم کریں تا کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ بے شک اب اقتدار اور سیاسی قوت کے مالک اوس وخزرج تھے۔ لیکن یہود کا اثر ونفوذ بھی کچھ کم نہ تھا۔ وہ سودی کاروبار میں بڑے چست و چالاک تھے۔ لوگوں کو قرض دیتے اور بھاری شرح پر سود وصول کرتے اور سود در سود کا چکر تو ایسا تھا کہ جو شخص ایک مرتبہ اس چکر میں پھنس جاتا عمر بھر نکلنے کی صورت پیدا نہ ہوتی۔ کاروبار، منڈیاں اور بازار سب یہودیوں کے تصرف میں تھے اس لیے مالی لحاظ سے ان کا گہرا اثر تھا۔

کچھ عرصہ تک اوس اور خزرج کے قبائل میں اتحاد واتفاق رہا۔ اس کی برکت سے وہ خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے، لیکن آخر کار ان میں باہمی رنجشیں اور حسد وبغض کے آثار رونما ہونے لگے۔ یہودی تو ان لمحات کے لیے ترس رہے تھے فوراً انہوں نے دو برادر قبائل کے درمیان افتراق وانتشار کی خلیج کو وسیع تر کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ ان کے مالی مفادات کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ پر امن زندگی بسر کریں، کسی لڑائی اور فساد میں حصہ نہ لیں۔ لیکن ان دو قبیلوں کے اتحاد میں انہیں اپنی موت نظر آتی تھی۔ وہ ان کو آپس میں لڑانا بھڑانا ضروری سمجھتے تھے اور اس کے لیے وہ مالی بحران کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنے کے لیے تیار تھے۔ چنانچہ

جب اوس وخزرج میں جنگ ہوتی تو ہر یہودی قبیلہ اپنے حلیف کے ساتھ مل کر اپنے یہودی بھائیوں کے ساتھ لڑنے سے باز نہ آتا۔ یہ حالت تھے جب اسلام کی کرنیں آہستہ آہستہ یثرب کی تاریک فضا کو منور کرنے لگیں کچھ عرصہ بعد حضور رحمت عالم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب میں تشریف لے آئے۔ یہودی اپنی مذہبی کتابوں کے مطالعہ کے باعث اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک نبی آخر الزماں تشریف لانے والا ہے۔ اس کی آمد سے ان کے مصائب کی شب تار بھی صبح آشنا ہوگی۔ جب تبع نے یثرب کی بستی کو برباد کرنے کا عزم کیا تو وہ یہودی علماء ہی تھے جنہوں نے اسے یہ کہہ کر اس اقدام سے روکا کہ تم اس بستی پر کبھی غلبہ نہیں پا سکتے۔ اس نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ یہ نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ ہے۔ اس پر کوئی جابر غالب نہیں آسکتا۔ انہیں کے بتانے پر تبع نے اسلام قبول کیا تھا جس کی تفصیل آپ ضیاء القرآن جلد چہارم ص 442 سورۃ دخان آیت 37 کے حواشی میں ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔

نیز جس وقت انہیں کسی کافر حملہ آور سے نبرد آزما ہونا پڑتا تو وہ اللہ تعالیٰ کا جناب میں حضور نبی کریم کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگا کرتے۔ (بقرہ۔89 جلد اول ضیاء القرآن)

اس لیے حضور ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضور ﷺ کے استقبال کرنے والوں میں یہ بھی پیش پیش تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ پہنچ کر وہاں امن وامان کی فضا برقرار رکھنے کے لیے معاہدات کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تاکہ برائے نام قسم کی اجنبیت کا احساس بھی باقی نہ رہے۔ تمام مسلمان محبت والفت کے رنگ میں رنگے جائیں۔ مدینہ طیبہ میں دوسری جمعیت یہودی کی تھی، اگرچہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود حضور ﷺ نے ان کے ساتھ دوستی کا معاہدہ مساوی بنیادوں پر کیا۔ معاہدہ کی دفعات کا مطالعہ کر کے انسان حیران ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کس طرح ان کو مذہبی آزادی، معاشرتی اور معاشی مساوی حیثیت سے بہرہ اندوز فرمایا تھا۔ اس معاہدہ کی چند دفعات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

وان اليهود ينفقون مع المومنين ما داموا محاربين. وان يهود بني عوف امة مع المومنين لليهود دينهم وللمسلمين دينهم مواليهم وانفسهم من اظلم واثم فانه لا يوقع الا نفسه واهل بيته. وان على اليهود نفقتهم على المسلمين نفقتهم وان بينهم النصر على من حارب اهل هذه الصحيفة فان يثرب حرام جرفها لاهل هذه الصحيفة (ابن ہشام ص 122۔ ج2)

ترجمہ: یہودی اور مسلمان اپنے اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے جب تک وہ مل کر جنگ کریں گے اور بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک گروہ ہیں۔ یہودیوں کے لیے ان کا دین، مسلمانوں کے لیے ان کا دین، سوائے اس شخص کے جو ظلم کرتا ہے اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے پس وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو برباد کرتا ہے۔ یہود پر اپنے مصارف کی ذمہ داری ہے، مسلمانوں پر اپنے مصارف کی۔ اس معاہدہ میں شریک ہونے والے لوگوں کے ساتھ جو شخص جنگ کرے گا۔ یہ ایک دوسرے کی اس کے مقابلہ میں امداد کریں گے اور ان کے درمیان ایکدوسرے کے لیے خلوص وخیر خواہی لازمی ہے۔ گناہ سے اجتناب ضروری ہے اور یثرب کے اندر کسی قسم کا فتنہ وفساد کرنا شرکائے معاہدہ کے لیے حرام ہے"۔

جن منصفانہ بلکہ فیاضانہ شرائط پر یہ معاہدہ طے ہوا تھا۔ توقع تو یہی تھی کہ اس معاہدہ کے جملہ شرکاء صدق دل سے اس کی پابندی کریں گے۔ مہاجر وانصار ہر وقت اس معاہدہ کی شرائط کو پیش نظر رکھتے لیکن یہودیوں کے کچھ عرصہ بعد اس معاہدہ کی اہمیت کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا جس کی متعدد وجوہات تھیں۔

1۔ انہوں نے مسلمانوں کے استقبال میں گرمجوشی سے اس لیے حصہ لیا تھا کہ ان کا گمان تھا کہ یہ لٹے پٹے مہاجر، جن کی مالی حالت ازحد خستہ ہے، ان کے ممنون احسان ہو کر رہیں گے اور وہ ان نوارد مسلمانوں کی طرح طرح کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے انہیں آلۂ کار بنائیں گے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ اس لام نے اپنے ماننے والوں میں جو ذہنی انقلاب برپا کیا ہے اس نے ان کو بالکل ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ ان کا سر اطاعت صرف اپنے رب، اپنے ہادی ومرشد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالی میں جھک سکتا ہے کسی اور قوت کے سامنے ان کی گردن خم نہیں ہو سکتی ان کا ایک ایک شخص ہے جو انہیں ازحد عزیز ہے۔ وہ کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ اس چیز نے یہودیوں کو مسلمانوں متنفر کرنا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ اوس وخزرج جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے نبی رحمت کے طفیل آپس میں بھائی بھائی بنتے جارہے ہیں۔ انہیں اس اتحاد میں اپنے منصوبوں کی ناکامی کا خدشہ نظر آنے لگا۔ نیز شریعت اسلامیہ کے وہ احکام جن کا تعلق معاشی، اخلاق زندگی سے تھا وہ سراسر ان کے مفادات سے ٹکراتے تھے۔

اسلام، سود سے بڑی سختی سے منع کرتا ہے، بلکہ سود خوروں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کی دھمکی دیتا ہے اور یہودیوں کی ساری خوشحالی کا دارومدار سود خوری پر تھا وہ کب یہ گوارا کر سکتے تھے کہ ایک ایسی منظم جماعت وجود میں آجائے جو طاقت میں آنے کے بعد بزور بازو سودی کاروبار کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے۔ کم تولنا، کم ناپنا، خریدار کی سادہ لوحی سے ناجائز فائدہ اٹھانا اسلام نے قطعاً حرام قرار دیا تھا۔ لیکن ان کی تجارت کا فروغ نفع اندوزی کے ان ناجائز ذرائع پر تھا۔ چنانچہ مسلمانوں سے جو حسین توقعات انہوں نے وابستہ کر رکھی تھیں ان کے پورے ہونے کی امید نہ رہی۔ نیز ان کا وجود ان کی معاشی خوشحالی اور اور اخلاقی گراوٹ کے لیے پیام مرگ تھا، اس لیے وہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ جب وہ اسلام کو نقصان پہنچا سکتے ہوں۔

بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اہل مکہ کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی اسلام کے خلاف نفرت وعداوت کے شعلے تیزی سے بھڑکنے لگے کعب بن اشرف جو بنی نضیر کا سردار تھا، وہ چپکے سے مکہ آیا اور میدان بدر میں ان کے مقتولوں کی تعزیت کے بعد ان کے پسماندگان کو مسلمانوں سے انتقام لینے پر بھڑکایا اور بڑے پرجوش قصیدے کہے جن میں مرنے والوں کا مرثیہ بھی تھا اور مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کی ترغیب بھی تھی۔ اس کے بعد غزوۂ احد ہوا جس میں مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا۔ اس کے معاً بعد بئر معونہ کا حادثۂ فاجعہ پیش آیا۔ ان چیزوں نے یہودیوں کے حوصلوں کو تقویت دی اور وہ معاہدہ کی شرائط کو پورا کرنے میں بڑی بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ ان کے شعراء مسلم خواتین کا نام لے کر عشقیہ غزلیں لکھا کرتے۔ اگر کوئی مسلمان خاتون ان کے محلے میں جانکلتی تو اس کی توہین کرنے سے بھی باز نہ آتے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ دو

مقتولوں کی دیت ادا کرنے کے بارے میں بنی نضیر کے ہاں گئے۔ انہوں نے آپ کو دیوار کے قریب بٹھایا در پردہ یہ سازش کی کہ ان میں سے ایک آدمی اوپر جا کر ایک بھاری پتھر آپ پر لڑھکا دے۔ اس قسم کے نازیبا واقعات تھے جو یکے بعد دیگر پیش آرہے تھے۔ چنانچہ بنی نضیر کی بیخ کنی کے لیے فیصلہ کن اقدام ناگزیر ہو گیا، ورنہ یہ مارھائے آستین کسی وقت ڈس کر نقصان عظیم پہنچا سکتے تھے۔ اس سورۂ مبارکہ میں اسی غزوہ کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دانائی اور حکمت کو ثابت کرنے کے لیے بنی نضیر کے انجام کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا کہ دیکھو ان کے قلعے کتنے سنگین، ان کی گڑھیاں کتنی مضبوط تھیں۔ ان کے پاس اسلحہ کے کتنے ذخائر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو یوں مرعوب کر دیا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے شاندار گھروں کو برباد کرنے لگے اور بغیر جنگ کیے ہوئے اپنے صدہا سال کے وطن عزیز کو چھوڑنے پر رضامند ہو گئے۔ پھر یہ بتایا کہ انہیں یہ سزا اس لیے دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے تھے اور جو بھی یہ وتیرہ اختیار کرے گا اس کو اسی قسم کے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔ 2۔ اس کے بعد بتایا کہ دشمن کو شکست دینے کے لیے جنگی تدابیر ناگزیر ہیں اور جنگی ضرورتوں کے لیے دشمن کے پھل دار درختوں کو کاٹنا مباح ہے۔

3۔ مال فئے کی تقسیم کا حکم بتایا نیز آیت نمبر 7 میں اسلامی نظام معاشیات کے اہم ستون کا ذکر کر دیا۔ کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم۔

اس کے بعد اپنے محبوب کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا۔ پھر مہاجرین وانصار کی تعریف کر کے ان کی عزت افزائی فرمائی۔ دوسرے رکوع میں منافقین کی رذیل حرکات پر انہیں سرزنش کی کہ بظاہر تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہا کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ کفر کے دلدادہ ہیں اور اسلام کے دشمن جب حضور نے بنی نضیر کو الٹی میٹم دیا کہ اتنے روز میں مدینے سے نکل جاؤ تو عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے ان کو کہلا بھیجا کہ مت نکلنا میں دو ہزار کا لشکر لے کر تمہاری مدد کے لیے آجاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ یہ منافقین جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر جنگ چھڑ گئی تو وہ یہود کا کبھی ساتھ نہیں دیں گے۔

آخری رکوع میں دوسرے مضامین کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا ذکر فرمادیا جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ قرآن کریم میں اتنے اسماء حسنیٰ اور کہیں یکجا نہیں۔

1 اس سورت میں مدینہ کی نوخیز اسلامی ریاست کو ایک عظیم فتنہ سے نجات دینے کا ذکر ہو رہا ہے اور نجات بھی ان حالات میں جبکہ بظاہر اس کا کوئی امکان نہ تھا اور نجات اس طرح کہ مسلمانوں کا کوئی جانی نقصان نہ ہوا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی نضیر کا قبیلہ جو مار آستین بن کر مسلمانوں کو ڈستا رہتا تھا وہ خود جلاوطنی کے لیے تیار ہو گیا۔ مسلمان ان کے مکانات، ان کے سرسبز وشاداب باغات اور زرخیز زمینوں کے مالک بن گئے جس سے ان کی مالی حالت بہت حد تک سدھر گئی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا ورنہ مسلمان قطعاً اس پوزیشن میں نہ تھے کہ اپنے زور بازو سے ان کو یہاں سے باہر نکال دیں۔ اس لیے اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی تسبیح، اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے ذکر سے کی گئی ہے تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں اس کو محض اپنے رب کا فضل واحسان یقین کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔

2اس آیت میں جن کفار اہل کتاب کا ذکر ہے ان سے مراد یہود کا قبیلہ بنی نضیر ہے۔ مدینہ طیبہ کے مضافات میں ان کی الگ بستی تھی۔ انہوں نے اپنے گھروں کو قلعہ نما بنایا ہوا تھا۔ کئی گڑھیاں تعمیر کر رکھی تھیں اور سامان جنگ کے ذخیرے اکٹھے کر رکھے تھے تا کہ کسی حملہ کے وقت اپنا دفاع کر سکیں۔ اپنی بہادری پر بھی انہیں بڑا ناز تھا۔ انہوں نے کبھی یہ سوچا ہی نہ تھا کہ مٹھی بھر مسلمان ان پر غالب آسکتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ اس معاہدے کا بہت کم احترام کیا کرتے جو ان کے درمیان اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان طے پا چکا تھا۔ جب بھی انہیں موقع ملتا معاہدے کی خلاف ورزی سے باز نہ آتے۔

ایک روز حضور سرور عالم ﷺ ایک جھگڑے کا تصفیہ کرانے کے لیے ان کے محلہ میں تشریف لے گئے انہوں نے دیوار کے قریب حضور ﷺ کی نشست گاہ بنائی۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے اور گفتگو میں مصروف ہو گئے تو انہوں نے طے شدہ منصوبے کے مطابق ایک نابکار کو بھیجا کہ اوپر سے بھاری پتھر حضور ﷺ پر لڑھکا دے۔ اس طرح وہ اس شمع نور کو گل کرنا چاہتے تھے جس کو تا ابد فروزاں رکھنے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ان کے ناپاک ارادہ سے آگاہ فرما دیا حضور ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس طرح ان کی یہ غداری اور سازش ناکام ہوگئی۔ نبی مکرم ﷺ نے انہیں معاہدہ کی صریح خلاف ورزی اور غداری کی پاداش میں دس دن کے اندر مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا الٹی میٹم دے دیا۔ عبداللہ ابی منافق نے انہیں کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ مت گھبراؤ اور اس الٹی میٹم کو مسترد کر دو۔ انہیں اپنے مضبوط قلعوں، اپنی جنگی مہارت اور شجاعت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ عبداللہ کے پیغام نے انہیں مزید تقویت پہنچائی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا خوف و ہراس پیدا کر دیا اور انہیں ایسا مرعوب کر دیا کہ ابھی الٹی کی مدت ختم ہونے میں چار دن باقی تھے کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور مدینہ سے جلا وطنی قبول کر لی۔ اپنے آراستہ و پیراستہ مکانوں اور شاداب باغوں اور زرخیز زمینوں کو چھوڑ کر چلے جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ وہ یہاں صدیوں سے آباد تھے۔ منڈی اور بازاروں پر ان کا قبضہ تھا۔ ان کے پاس مضبوط قلعے بھی تھے۔ ان گراں بہا منقولہ و غیر منقولہ جائیداد سے دستبردار ہو جانا ان کی مرعوبیت کی انتہا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جو معجزات عطا فرمائے تھے ان میں ایک معجزہ رعب تھا۔

3اس جملہ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ان کا خیال تو تھا یہ تھا کہ جنگ ہوگی اور وہ مسلمانوں کو مار بھگائیں گے۔ یہ تو انہوں نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ لڑے بغیر سب کچھ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

4انہوں نے عرض کیا کہ اسلحہ کے بغیر جتنا سامان وہ اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں اسے لے جانے کی اجازت دی جائے۔ حضور کریم النفسی نے ان کی یہ درخواست قبول فرمالی۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں کا سارا سامان اٹھا کر لے گئے۔ بلکہ ان کے مکانوں میں جو قیمتی لکڑی لگی ہوئی اس کو لے جانے کے لیے انہوں نے مکانوں کی چھتیں ادھیڑ دیں۔ کواڑ، کھڑکیاں، الماریاں غرضیکہ جو چیز وہ اکھیڑ کر لے جا سکتے تھے وہ لے گئے۔ اس طرح انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے شیش محلوں کو برباد کر دیا۔ جب وہ اپنے آراستہ و پیراستہ شبستانوں کو خود کھنڈر بنا رہے ہوں گے تو ان کے دلوں پر کیا بیت رہی ہوگی اور ان کے چلے جان کے بعد جب مسلمان وہاں پہنچے تو باقی ماندہ کھنڈرات کو انہوں نے منہدم کر دیا ہوگا تا کہ اپنے بسنے کے لیے نئے مکانات تعمیر کر سکیں۔

آیت میں اول الحشر کا لفظ توجہ طلب ہے حشر کا معنی ہے متفق چیزوں کو جمع کرنا۔ منتشر افراد کو اکٹھا کرنا۔ قیامت کو حشر کہنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ کہ اس وقت تمام انسان جو دور دراز ملکوں میں بکھرے ہوئے تھے ان کو یکجا کر دیا جائے گا۔ آیت میں "حشر" سے مراد کیا ہے۔ علماء کے اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ اس سے مراد بنی نضیر کی مدینہ طیبہ سے جلاوطنی ہے، کیونکہ مرد و زن، خورد وکلاں، شیخ و شاب کو ایک جگہ جمع کیا گیا۔ پھر مدینہ طیبہ سے انہیں نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔

ابن قتیبہ نے غریب القرآن میں اس کا یہی مفہوم لکھا ہے۔ 'وھو الجلاء یہاں" اول" کی قید سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی پہلی جلاوطنی ہے دوسری جلاوطنی بھی ہوگی اور یہ عہد فاروقی میں ہوئی جب انہیں خیبر سے شام کی طرف جلاوطن کیا گیا۔ ان کا آخری حشر قیامت کے دن ہوگا۔ وہاں سے وہ سیدھے جہنم رسید ہوں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حشر سے مراد اسلامی فوج کا ان کے محاصرہ کے لیے جمع ہونا ہے۔ اس وقت آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب مسلمانوں نے یہود کے خلاف پہلی مرتبہ لشکر کشی کی تو یہ بزدل جنگ کیے بغیر اپنا صدیوں کا وطن چھوڑ کر چلے گئے۔ (روح المعانی)

5 حکم ہے کہ اس سارے واقعہ کا دقت نظر سے مطالعہ کرو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جب کوئی فرد، کوئی قبیلہ، کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی ہے اور اس کے رسول مکرم کے مقابلے پر ڈٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بزدلی پیدا کر دیتا ہے۔ ان کے پاس اسلحہ کے انبار کیوں نہ ہوں، ان کے مورچے کتنے ہی مستحکم کیوں نہ ہوں، کوئی چیز بھی انہیں شکست سے نہیں بچا سکتی۔

وَلَوْلَآ أَن كَتَبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمُ ٱلْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ عَذَابُ ٱلنَّارِ

اور اگر اللہ نے اُن کے حق میں جلاوطنی لکھ نہ دی ہوتی تو وہ انہیں دنیا میں (اور سخت) عذاب دیتا، اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) دوزخ کا عذاب ہے،

6 یہ تو اچھا ہوا کہ وہ جلاوطنی پر آمادہ ہو گئے۔ اگر وہ جنگ کرتے تو انجام بڑا ہولناک ہوتا اللہ تعالیٰ کے شیروں کی تلواریں جب بے نیام ہوتیں تو ان لومڑیوں میں سے کوئی بھی جنا بچا کر نہ جا سکتا۔ سب تہ تیغ کر دیے جاتے۔ ان کا ساز و سامان، زیورات و جواہرات سب ان سے چھن جاتے۔ انہوں نے جلاوطنی قبول کر کے اپنے آپ کو بچا لیا۔ لیکن آخرت میں جہنم کا ایندھن تو انہیں بننا ہی پڑے گا۔

وطن سے نکال دینے کے لیے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ اخراج اور جلاء۔ لیکن ان میں دو طرح کا فرق ہے اگر کسی کو بال بچے کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جبکہ ایک جتھہ اور جماعت کو ملک سے نکالا جائے۔ لیکن اخراج کا لفظ جماعت اور فرد واحد کے ملک بدر کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَآقُّوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ ۖ وَمَن يُشَآقِّ ٱللَّهَ فَإِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿۴﴾

یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے شدید عداوت کی (ان کا سرغنہ کعب بن اشرف بدنام گستاخ رسول تھا)، اور جو شخص اللہ (اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی) مخالفت کرتا ہے تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے،

7 یعنی جو افتاد بنی نضیر پر پڑی اور بستے رستے گھروں سے انہیں کان پکڑ کر باہر نکال دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

اور اس کے رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تھے اور نافرمانی کو اپنا وتیرہ بنالیا تھا۔ جو بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کا انجام ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی شدید سزا دیتا ہے کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُوْلِهَا فَبِإِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ ﴿۵﴾

(اے مومنو! یہود بنونضیر کے محاصرہ کے دوران) جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا تم نے انہیں اُن کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو (یہ سب) اللہ ہی کے حکم سے تھا اور اس لئے کہ وہ نافرمانوں کو ذلیل ورسوا کرے،

8 مسلمانوں نے جب ان کی آبادی کا محاصرہ کرلیا تو اس کے اردگرد کا علاقہ کھجور کے باغات سے پٹا پڑا تھا۔ ان کے قلعوں کے نزدیک ایسی کھلی جگہ نہ تھی جہاں مسلمان صفیں آراستہ کرکے ان پر حملہ کرسکیں۔ اس لیے بعض مقامات پر کھجور کے درخت کاٹ دیے گئے اور جو درخت لڑائی میں حارج نہ تھے ان کو باقی رہنے دیا گیا۔ منافقین اور یہودیوں نے بات کا بتنگڑ بنادیا کہ دیکھو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے ہیں اور خود ہرے بھرے پھلدار درختوں کو اس بے دردی سے کاٹ رہے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی تشویش ہوئی کہ کہیں ان کا یہ فعل فساد فی الارض میں تو داخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن درختوں کو تم نے کاٹا ہے اور جن کو باقی رہنے دیا ہے تم پر کوئی گرفت نہیں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

اس آیت سے فقہاء نے یہ مسئلے اخذ کیے ہیں: مسلمانوں کا لشکر اگر کفار کے علاقہ میں داخل ہوا اور انہیں اپنی جنگی ضروریات کے لیے درختوں کو کاٹنا پڑے یا کوئی مکان گرانا پڑے یا کوئی پل توڑنا پڑے یا کسی نہر کو کاٹنا پڑے تو انہیں شرعاً اس کی اجازت ہے۔ لیکن بلاضرورت توڑ پھوڑ کی اجازت نہیں۔ ایسا کرنا فساد فی الارض میں داخل ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اسلامی لاشکر کو غزوۂ موتہ کی طرف روانہ کیا تو انہیں ہدایت فرمائی کہ پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا، فصلوں ک وخراب نہ کرنا اور بستیوں کو نہ اجاڑنا۔ انتہائی جنگی ضروریات کے لیے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

9 یعنی ان درختوں کو کاٹنا اور ان کو یونہی سلامت رکھنا دونوں کا مقصد یہ تھا کی یہودی فاسقین کی تزلیل ہو۔ کاٹنے میں تو ان کی تذلیل کی یہ صورت ہے کہ جن باغات کو انہوں نے شوق سے لگایا، بڑی محنت سے ان کو پروان چڑھایا، اب مسلمان ان کو کاٹ رہے ہیں۔ یہودی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن بے بس ہیں دم نہیں مار سکتے اور وہ درخت جو باقی رہ گئے ہیں ان میں ان کی تذلیل کا پہلو یہ ہے کہ وہ ان باغات کو چھوڑ جارہے ہیں۔ ان کے بعد ان کے دشمن ان پر قابض ہوں گے۔ اگر کا بس چلے تو ایک درخت بھی کھڑا نہ رہنے دیں، سب سب کو کاٹ دیں، جلا کر راکھ کردیں لیکن وہ ہرے بھرے درختوں کو چھوڑ کر جارہے ہیں۔ ان کو ایک پتا توڑنے اور یاک شاخ کاٹنے کی بھی اجازت نہیں۔ دونوں صورتوں میں ان کی ذلت ورسوائی اظہر من الشمس ہے۔

غزوۂ بنونضیر:

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے قبیلۂ بنوکلاب کے جن دو شخصوں کو قتل کردیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا خون بہا ادا کرنے کا اعلان فرمادیا تھا اسی معاملہ کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبیلۂ بنونضیر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے کیونکہ ان یہودیوں سے آپ کا معاہدہ تھا مگر یہودی درحقیقت بہت ہی بدباطن ذہنیت والی قوم

ہیں معاہدہ کر لینے کے باوجودان خبیثوں کے دلوں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور عناد کی آگ بھری ہوئی تھی۔ ہر چند حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان بد باطنوں سے اہل کتاب ہونے کی بنا پر اچھا سلوک فرماتے تھے مگر یہ لوگ ہمیشہ اسلام کی بیخ کنی اور بانیٔ اسلام کی دشمنی میں مصروف رہے۔ مسلمانوں سے بغض وعناد اور کفار ومنافقین سے ساز باز اور اتحاد یہی ہمیشہ ان غداروں کا طرزِ عمل رہا۔ چنانچہ اس موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے بظاہر تو بڑے اخلاق کا مظاہرہ کیا مگر اندرونی طور پر بڑی ہی خوفناک سازش اور انتہائی خطرناک اسکیم کا منصوبہ بنالیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے یہودیوں نے ان سب حضرات کو ایک دیوار کے نیچے بڑے احترام کے ساتھ بٹھایا اور آپس میں یہ مشورہ کیا کہ چھت پر سے ایک بہت ہی بڑا اور وزنی پتھر ان حضرات پر گرادیں تاکہ یہ سب لوگ دب کر ہلاک ہوجائیں۔ چنانچہ عمرو بن جحاش اس مقصد کے لئے چھت کے اوپر چڑھ گیا، محافظِ حقیقی پروردگارعالم عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کی اس ناپاک سازش سے بذریعہ وحی مطلع فرمادیا اس لئے فوراً ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر چپ چاپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چلے آئے اور مدینہ تشریف لاکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہودیوں کی اس سازش سے آگاہ فرمایا اور انصار ومہاجرین سے مشورہ کے بعد ان یہودیوں کے پاس قاصد بھیج دیا کہ چونکہ تم لوگوں نے اپنی اس دسیسہ کاری اور قاتلانہ سازش سے معاہدہ توڑ دیا اس لئے اب تم لوگوں کو دس دن کی مہلت دی جاتی ہے کہ تم اس مدت میں مدینہ سے نکل جاؤ، اس کے بعد جو شخص بھی تم میں کا یہاں پایا جائے گا قتل کردیا جائے گا۔ شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر بنونضیر کے یہودی جلاوطن ہونے کے لئے تیار ہوگئے تھے مگر منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ان یہودیوں کا حامی بن گیا اور اس نے کہلا بھیجا کہ تم لوگ ہرگز ہرگز مدینہ سے نہ نکلو ہم دو ہزار آدمیوں سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں اس کے علاوہ بنوقریظہ اور بنوغطفان یہودیوں کے دو طاقتور قبیلے بھی تمہاری مدد کریں گے۔ بنونضیر کے یہودیوں کو جب اتنا بڑا سہارا مل گیا تو وہ شیر ہوگئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم مدینہ چھوڑ کر نہیں جاسکتے آپ کے جو دل میں آئے کرلیجیے۔ (مدارج جلد ۲ ص ۱۴۷)

بَابُ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ أَرْضِ خَيْبَرَ

باب: خیبر کی زمین کے حکم کے بارے میں جو منقول ہے

جنگ خیبر:

"خیبر" مدینہ سے آٹھ منزل کی دوری پر ایک شہر ہے۔ ایک انگریز سیاح نے لکھا ہے کہ خیبر مدینہ سے تین سو بیس کیلومیٹر دور ہے۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔ عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز یہی خیبر تھا۔ یہاں کے یہودی عرب میں سب سے زیادہ مالدار اور جنگجو تھے اور ان کو اپنی مالی اور جنگی طاقتوں پر بڑا ناز اور گھمنڈ بھی تھا۔ یہ لوگ اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے۔ یہاں یہودیوں نے بہت سے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے جن میں سے بعض کے آثار اب تک موجود ہیں۔ ان میں سے آٹھ قلعے بہت مشہور ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

(۱) کتیبه (۲) ناعم (۳) شق (۴) قموص
(۵) نطاره (۶) صعب (۷) سطیخ (۸) سلالم۔
درحقیقت یہ آٹھوں قلعے آٹھ محلوں کے مثل تھے اور انہی آٹھوں قلعوں کا مجموعہ "خیبر" کہلاتا تھا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۴)

غزوۂ خیبر کب ہوا؟:

تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگ خیبر محرم کے مہینے میں ہوئی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ۶ ھ تھا یا ۷ ھ۔ غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا محرم سے کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک محرم میں ۷ ھ شروع ہو گیا اور بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا ربیع الاول سے کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ربیع الاول میں ہوئی۔ لہٰذا ان لوگوں کے نزدیک یہ محرم وصفر ۶ ھ کے تھے۔ واللہ اعلم۔

جنگ خیبر کا سبب:

یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جنگ خندق میں جن جن کفار عرب نے مدینہ پر حملہ کیا تھا ان میں خیبر کے یہودی بھی تھے۔ بلکہ درحقیقت وہی اس حملہ کے بانی اور سب سے بڑے محرک تھے۔ چنانچہ "بنونضیر" کے یہودی جب مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو یہودیوں کے جوروسا خیبر چلے گئے تھے ان میں سے حیی بن اخطب اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق نے تو مکہ جا کر کفار قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور تمام قبائل کا دورہ کر کے کفار عرب کو جوش دلا کر برانگیختہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ اور خیبر کے تمام یہودیوں کو ساتھ لے کر یہودیوں کے یہ دونوں سردار حملہ کرنے والوں میں شامل رہے۔ حیی بن اخطب تو جنگ قریظہ میں قتل ہو گیا اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق کو ۶ ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد بھی خیبر کے یہودی بیٹھ نہیں رہے بلکہ اور زیادہ انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑکنے لگی۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ پر پھر ایک دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے اور اس مقصد کے لئے قبیلہ غطفان کو بھی آمادہ کر لیا۔ قبیلہ غطفان عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس کی آبادی خیبر سے بالکل ہی متصل تھی اور خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار ہونے کے ساتھ بہت ہی جنگ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہو گئی اور ان لوگوں نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تہس نہس کر دینے کا پلان بنا لیا۔

مسلمان خیبر چلے:

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان کو ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کی اس چڑھائی کو روکنے کے لئے سولہ سو صحابہ کرام کا لشکر ساتھ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر روانہ ہوئے۔ مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو افسر مقرر فرمایا اور تین جھنڈے تیار کرائے۔ ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈے کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور خاص علم نبوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں عنایت فرمایا اور ازواجِ مطہرات میں سے حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت حدود خیبر میں اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ پہنچ گئے اور نماز فجر کے بعد شہر میں داخل ہوئے تو خیبر کے یہودی اپنے اپنے ہنسیا اور ٹوکری لے کر کھیتوں اور باغوں میں کام کاج کے لئے قلعہ سے نکلے۔ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو شور مچانے لگے اور چلا چلا کر کہنے لگے کہ "خدا کی قسم! لشکر کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیبر برباد ہوگیا۔ بلا شبہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں تو کفار کی صبح بری ہو جاتی ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۰۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت ہی بلند آوازوں سے نعرۂ تکبیر لگانے لگے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر نرمی برتو۔ تم لوگ کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس (اللہ) کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو مجھ کو پکارا اور فرمایا کہ کیا میں تم کو ایک ایسا کلمہ نہ بتادوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ "کیوں نہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان!" تو فرمایا کہ وہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۰۵)

یہودیوں کی تیاری:

یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں پہنچا دیا اور راشن کا ذخیرہ قلعہ "ناعم" میں جمع کر دیا اور فوجوں کو "نطاۃ" اور "قموص" کے قلعوں میں اکٹھا کیا۔ ان میں سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ قلعہ "قموص" تھا اور "مرحب یہودی" جو عرب کے پہلوانوں میں ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اسی قلعہ کا رئیس تھا۔ سلام بن مشکم یہودی گو بیمار تھا مگر وہ بھی قلعہ "نطاۃ" میں فوجیں لے کر ڈٹا ہوا تھا۔ یہودیوں کے پاس تقریباً بیس ہزار فوج تھی جو مختلف قلعوں کی حفاظت کے لئے مورچہ بندی کئے ہوئے تھی۔

محمود بن مسلمہ شہید ہو گئے:

سب سے پہلے قلعہ "ناعم" پر معرکہ آرائی اور جم کر لڑائی ہوئی۔ حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری اور جاں نثاری کے ساتھ جنگ کی مگر سخت گرمی اور لو کے تھپیڑوں کی وجہ سے ان پر پیاس کا غلبہ ہوگیا۔ وہ قلعہ ناعم کی دیوار کے نیچے سو گئے۔ کنانہ بن ابی الحقیق یہودی نے ان کو دیکھ لیا اور چھت سے ایک بہت بڑا پتھر ان کے اوپر گرا دیا جس سے ان کا سر کچل گیا اور یہ شہید ہو گئے۔ اس قلعہ کو فتح کرنے میں پچاس مسلمان زخمی ہو گئے، لیکن قلعہ فتح ہو گیا۔

اسود راعی کی شہادت:

حضرت اسود راعی رضی اللہ عنہ اسی قلعہ کی جنگ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک حبشی تھے جو خیبر کے کسی یہودی کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب یہودی جنگ کی تیاریاں کرنے لگے تو انہوں نے پوچھا کہ آخر تم لوگ کس سے جنگ کے لئے تیاریاں کر رہے ہو؟ یہودیوں نے کہا کہ آج ہم اس شخص سے جنگ کریں گے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ سن کر ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا جذبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ یہ بکریاں لئے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے کیا اجر و ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو جنت اور اس کی نعمتیں ملیں گی۔ انہوں نے فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ اب میں ان کو کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان بکریوں کو قلعہ کی طرف ہانک دو اور ان کو کنکریوں سے مارو۔ یہ سب خود بخود اپنے مالک کے گھر پہنچ جائیں گی۔ چنانچہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ انہوں نے بکریوں کو کنکریاں مار کر ہانک دیا اور وہ سب اپنے مالک کے گھر پہنچ گئیں۔

اس کے بعد یہ خوش نصیب حبشی ہتھیار پہن کر مجاہدین اسلام کی صف میں کھڑا ہو گیا اور انتہائی جوش و خروش کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ عَمِلَ قَلِیْلًا وَ اُجِرَ کَثِیْرًا۔ یعنی اس شخص نے بہت ہی کم عمل کیا اور بہت زیادہ اجر دیا گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاش کو خیمہ میں لانے کا حکم دیا اور ان کی لاش کے سرہانے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کالے چہرہ کو حسین بنا دیا، اس کے بدن کو خوشبودار بنا دیا اور دو حوریں اس کو جنت میں ملیں۔ اس شخص نے ایمان اور جہاد کے سوا کوئی دوسرا عمل خیر نہیں کیا، نہ ایک وقت کی نماز پڑھی، نہ ایک روزہ رکھا، نہ حج و زکوٰۃ کا موقعہ ملا مگر ایمان اور جہاد کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴۰)

اسلامی لشکر کا ہیڈ کوارٹر:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے یہ علم تھا کہ قبیلہ غطفان والے ضرور ہی خیبر والوں کی مدد کو آئیں گے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور غطفان کے درمیان مقام "رجیع" میں اپنی فوجوں کا ہیڈ کوارٹر بنایا اور خیموں، بار برداری کے سامانوں اور عورتوں کو بھی یہیں رکھا تھا اور یہیں سے نکل نکل کر یہودیوں کے قلعوں پر حملہ کرتے تھے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۹)

قلعہ ناعم کے بعد دوسرے قلعے بھی بہ آسانی اور بہت جلد فتح ہو گئے لیکن قلعہ "قموص" چونکہ بہت ہی مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا اور یہاں یہودیوں کی فوجیں بھی بہت زیادہ تھیں اور یہودیوں کا سب سے بڑا بہادر "مرحب" خود اس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا اس لئے اس قلعہ کو فتح کرنے میں بڑی دشواری ہوئی۔ کئی روز تک یہ مہم سر نہ ہو سکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قلعہ پر پہلے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمان میں اسلامی فوجوں کو چڑھائی کے لئے بھیجا اور انہوں نے بہت ہی شجاعت اور جاں بازی کے ساتھ حملہ فرمایا مگر یہودیوں نے قلعہ کی فصیل پر سے اس زور کی تیر اندازی اور سنگ باری کی کہ مسلمان قلعہ کے پھاٹک تک نہ پہنچ سکے اور رات ہو گئی۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دن بھر قلعہ پر حملہ کرتے رہے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اور کیونکر فتح ہوتا؟ فاتح خیبر ہونا تو علی حیدر رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ قَالَ فَبَاتَ

النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا (بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ غزوہ خیبر)

کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ ورسول کا محب بھی ہے اور محبوب بھی۔ راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ رات بڑے اضطراب میں گزاری کہ دیکھئے کل کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے؟

صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدمت اقدس میں بڑے اشتیاق کے ساتھ یہ تمنا لے کر حاضر ہوئے کہ یہ اعزاز وشرف ہمیں مل جائے۔ اس لئے کہ جس کو جھنڈا ملے گا اس کے لئے تین بشارتیں ہیں۔

(۱) وہ اللہ ورسول کا محب ہے۔

(۲) وہ اللہ ورسول کا محبوب ہے۔

(۳) خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش! آج مجھے جھنڈا عنایت ہوتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس موقع کے سوا مجھے کبھی بھی فوج کی سرداری اور افسری کی تمنا نہ تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس نعمت عظمیٰ کے لئے ترس رہے تھے۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۷۸، ۲۷۹ باب من فضائل علی)

لیکن صبح کو اچانک یہ صدا لوگوں کے کان میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمائی تو فوراً ہی انہیں ایسی شفا حاصل ہوگئی کہ گویا انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنا علم نبوی جو حضرت اُمّ المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیاہ چادر سے تیار کیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں عطا فرمایا۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۲۲)

اور ارشاد فرمایا کہ تم بڑے سکون کے ساتھ جاؤ اور ان یہودیوں کو اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ مسلمان ہو جانے کے بعد تم پر فلاں فلاں اللہ کے حقوق واجب ہیں۔ خدا کی قسم! اگر ایک آدمی نے بھی تمہاری بدولت اسلام قبول کر لیا تو یہ دولت تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ غزوہ خیبر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرحب کی جنگ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "قلعہ قموص" کے پاس پہنچ کر یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اس دعوت کا جواب اینٹ اور پتھر اور تیر وتلوار سے دیا۔ اور قلعہ کا رئیس اعظم "مرحب" خود بڑے طنطنہ کے ساتھ نکلا۔ سر پر یمنی زرد رنگ کا ڈھاٹا باندھے ہوئے اور اس کے اوپر پتھر کا خود پہنے ہوئے رجز کا یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کے لئے آگے بڑھا کہ

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مُرَحَّبٌ ...... شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ

خیبر خوب جانتا ہے کہ میں "مرحب" ہوں، اسلحہ پوش ہوں، بہت ہی بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ ..... كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ میں کچھار کے شیر کی طرح ہیبت ناک ہوں۔ مرحب نے بڑے طمطراق کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت شیر خدا پر اپنی تلوار سے وار کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا پینترا بدلا کہ مرحب کا وار خالی گیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کے سر پر اس زور کی تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب سے خود کٹا، مغفر کٹا اور ذوالفقار حیدری سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور تلوار کی مار کا تڑاکہ فوج تک پہنچا اور مرحب زمین پر گر کر ڈھیر ہو گیا۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۱۵ وص ۲۷۸)

مرحب کی لاش کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر اس کی تمام فوج حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑی۔ لیکن ذوالفقار حیدری بجلی کی طرح چمک چمک کر گرتی تھی جس سے صفوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔ اور یہودیوں کے مایہ ناز بہادر مرحب، حارث، اسیر، عامر وغیرہ کٹ گئے۔ اسی گھمسان کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر قلعہ قموص کا پھاٹک اکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواریں روکتے رہے۔ یہ کواڑ اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ بعد کو چالیس آدمی اس کو نہ اٹھا سکے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۳۰)

بے شک حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں۔ اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح عطا فرمائی اور قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو فاتح خیبر کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا اور یہ وہ فتح عظیم ہے جس نے پورے "جزیرۃ العرب" میں یہودیوں کی جنگی طاقت کا جنازہ نکال دیا۔ فتح خیبر سے قبل اسلام یہودیوں اور مشرکین کے گٹھ جوڑ سے نزع کی حالت میں تھا لیکن خیبر فتح ہو جانے کے بعد اسلام اس خوفناک نزع سے نکل گیا اور آگے اسلامی فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی مکہ بھی فتح ہو گیا۔ اس لئے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتح خیبر کی ذات سے تمام اسلامی فتوحات کا سلسلہ وابستہ ہے۔ بہر حال خیبر کا قلعہ قموص بیس دن کے محاصرہ اور زبردست معرکہ آرائی کے بعد فتح ہو گیا۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہودی قتل ہوئے اور ۱۵ مسلمان جام شہادت سے سیراب ہوئے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۲۸)

خیبر کا انتظام:

فتح کے بعد خیبر کی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ بنو نضیر کی طرح اہل خیبر کو بھی جلاوطن کر دیں۔ لیکن یہودیوں نے یہ درخواست کی کہ ہم کو خیبر سے نہ نکالا جائے اور زمین ہمارے ہی قبضہ میں رہنے دی جائے۔ ہم یہاں کی پیداوار کا آدھا حصہ آپ کو دیتے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔ چنانچہ جب کھجوریں پک جاتیں اور غلہ تیار ہو جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر بھیج دیتے وہ کھجوروں اور اناجوں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتے اور یہودیوں سے فرماتے کہ اس میں سے جو حصہ تم کو پسند ہو وہ لے لو۔ یہودی اس عدل پر حیران ہو کر کہتے تھے کہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔ (فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷ فتح خیبر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ خیبر فتح ہو جانے کے بعد یہودیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طور پر

صلح فرمائی کہ یہودی اپنا سونا چاندی ہتھیار سب مسلمانوں کے سپرد کردیں اور جانوروں پر جو کچھ لدا ہوا ہے وہ یہودی اپنے پاس ہی رکھیں مگر شرط یہ ہے کہ یہودی کوئی چیز مسلمانوں سے نہ چھپائیں مگر اس شرط کو قبول کر لینے کے باوجود حیی بن اخطب کا وہ چرمی تھیلا یہودیوں نے غائب کر دیا جس میں بنونضیر سے جلاوطنی کے وقت وہ سونا چاندی بھر کر لایا تھا۔ جب یہودیوں سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ جھوٹ بولے اور کہا کہ وہ ساری رقم لڑائیوں میں خرچ ہوگئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا کہ وہ تھیلا کہاں ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس تھیلے کو برآمد کرلیا۔ اس کے بعد (چونکہ کنانہ بن ابی الحقیق نے حضرت محمود بن مسلمہ کو چھت سے پتھر گرا کر قتل کر دیا تھا اس لئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قصاص میں قتل کرا دیا اور اس کی عورتوں کو قیدی بنالیا۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴۵ وابوداؤد ج ۲ ص ۴۲۴ باب ماجاء فی ارض خیبر)

حضرت صفیہ کا نکاح:

قیدیوں میں حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ یہ بنونضیر کے رئیس اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں اور ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنونضیر کا رئیس اعظم تھا۔ جب سب قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک لونڈی مجھ کو عنایت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دے دیا کہ خود جا کر کوئی لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر گزارش کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم

أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ

(ابوداؤد ج ۲ ص ۴۲۰ باب ماجاء فی سہم الصفی)

یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے صفیہ کو دحیہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا۔ وہ قریظہ اور بنونضیر کی رئیسہ ہے وہ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اس کے سوا کوئی دوسری لونڈی لے لو۔ اس کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا اور تین دن تک منزل صہبا میں ان کو اپنے خیمہ میں سرفراز فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت ولیمہ میں کھجور، گھی، پنیر کا مالیدہ کھلایا۔ (بخاری جلد ا ص ۲۹۸ باب ہل یسافر بالجاریہ و بخاری جلد ۲ ص ۷۶۱ باب اتخاذ السراری و مسلم جلد ا ص ۵۸۴ باب فضل اعتاق امتہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا:

فتح کے بعد چند روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں ٹھہرے۔ یہودیوں کو مکمل امن و امان عطا فرمایا اور قسم قسم کی نوازشوں سے نوازا مگر اس بدباطن قوم کی فطرت میں اس قدر خباثت بھری ہوئی تھی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی "زینب" نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ خدا کے حکم سے گوشت کی بوٹی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کی خبر دی اور آپ نے ایک ہی لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے شکم سیر کھالیا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہوگئی

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس زہریلے لقمہ سے عمر بھر تالو میں تکلیف رہی۔ آپ نے جب یہودیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان ظالموں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور کہا کہ ہم نے اس نیت سے آپ کو زہر کھلایا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ورنہ ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام لیا ہی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے کچھ بھی نہیں فرمایا مگر جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہوگئی تو ان کے قصاص میں زینب قتل کی گئی۔ (بخاری ج ۲ ص ۲۴۲ و مدارج جلد ۲ ص ۲۵۱)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے آگئے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مہاجرین حبشہ میں سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط محبت سے ان کی پیشانی چوم لی اور ارشاد فرمایا کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے سے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۴۶)

ان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "صاحب الہجرتین" (دو ہجرتوں والے) کا لقب عطا فرمایا کیونکہ یہ لوگ مکہ سے حبشہ ہجرت کر کے گئے۔ پھر حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور باوجودیکہ یہ لوگ جنگ خیبر میں شامل نہ ہو سکے مگر ان لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا۔

خیبر میں اعلان مسائل:

جنگ خیبر کے موقع پر مندرجہ ذیل فقہی مسائل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی۔

{۱} پنجہ دار پرندوں کو حرام فرمایا۔

{۲} تمام درندہ جانوروں کی حرمت کا اعلان فرمادیا۔

{۳} گدھا اور خچر حرام کر دیا

{۴} چاندی سونے کی خرید و فروخت میں کمی بیشی کے ساتھ خریدنے اور بیچنے کو حرام فرمایا اور حکم دیا کہ چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے برابر برابر بیچنا ضروری ہے۔ اگر کمی بیشی ہوگی تو وہ سود ہوگا جو حرام ہے۔

{۵} اب تک یہ حکم تھا کہ لونڈیوں سے ہاتھ آتے ہی صحبت کرنا جائز تھا لیکن اب "استبراء" ضروری قرار دے دیا گیا یعنی اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک ورنہ ایک مہینہ ان سے صحبت جائز نہیں۔ "عورتوں سے متعہ کرنا بھی اسی غزوہ میں حرام کر دیا گیا"۔

(زرقانی ج ۲ ص ۲۳۳ تا ص ۲۳۸)

3006 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَحْسَبُهُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ، فَغَلَبَ عَلَى النَّخْلِ وَالْأَرْضِ، وَأَلْجَأَهُمْ إِلَى قَصْرِهِمْ، فَصَالَحُوهُ عَلَى أَنَّ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفْرَاءَ،

وَالْبَيْضَاءَ وَالْحَلْقَةَ، وَلَهُمْ مَا حَمَلَتْ رِكَابُهُمْ، عَلَى اَنْ لَا يَكْتُمُوا، وَلَا يُغَيِّبُوا شَيْئًا، فَإِنْ فَعَلُوا فَلَا ذِمَّةَ لَهُمْ، وَلَا عَهْدَ فَغَيَّبُوا مَسْكًا لِحُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ، وَقَدْ كَانَ قُتِلَ قَبْلَ خَيْبَرَ، كَانَ احْتَمَلَهُ مَعَهُ يَوْمَ بَنِي النَّضِيرِ حِيْنَ أُجْلِيَتِ النَّضِيرُ فِيْهِ حُلِيُّهُمْ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَعْيَةَ: اَيْنَ مَسْكُ حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ، قَالَ: اَذْهَبَتْهُ الْحُرُوبُ وَالنَّفَقَاتُ، فَوَجَدُوا الْمَسْكَ، فَقَتَلَ ابْنَ اَبِي الْحُقَيْقِ وَسَبَى نِسَاءَهُمْ وَذَرَارِيَّهُمْ، وَاَرَادَ اَنْ يُجْلِيَهُمْ، فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، دَعْنَا نَعْمَلْ فِي هٰذِهِ الْاَرْضِ، وَلَنَا الشَّطْرُ مَا بَدَا لَكَ، وَلَكُمُ الشَّطْرُ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي كُلَّ امْرَاَةٍ مِنْ نِسَائِهِ ثَمَانِيْنَ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ، وَعِشْرِيْنَ وَسْقًا مِنْ شَعِيْرٍ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ جنگ کی، آپ نے ان کی زمین پر اور کھجوروں کے باغات پر قبضہ کرلیا اور ان لوگوں کو قلعے میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا، انہوں نے آپ کے ساتھ اس بات پر صلح کی کہ وہاں کے تمام سونے اور چاندی کو نبی اکرم ﷺ حاصل کرلیں گے اور ہتھیاروں کو بھی، اور جو چیزیں ان کی سواریوں پر آسکتی ہیں، تو وہ ان کو مل جائیں گی، اس شرط پر کہ وہ کسی چیز کو چھپائیں گے نہیں اور کوئی بھی چیز غائب نہیں کریں گے، اگر وہ ایسا کرتے ہیں، تو ان کے لیے کوئی ذمہ نہیں ہوگا، کوئی معاہدہ نہیں ہوگا، ان لوگوں نے حیی بن اخطب کا ایک بڑا تھیلا غائب کر دیا، یہ شخص غزوہ خیبر سے پہلے قتل ہو چکا تھا اور بونضیر کے ساتھ جنگ کے موقع پر اس تھیلے کو اپنے ساتھ اٹھا کے لایا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے، جب بونضیر کو جلاوطن کیا گیا تھا، اس تھیلے میں ان لوگوں کے زیورات تھے، راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ''سعیہ'' (نامی ایک یہودی) سے دریافت کیا: حیی بن اخطب کا تھیلہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا جنگوں اور دیگر اخراجات کی وجہ سے وہ تو ختم ہو گیا ہے، پھر بعد میں لوگوں کو وہ تھیلا مل گیا، پھر ابن ابی حقیق کو قتل کر دیا گیا، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا گیا، نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا، تو ان لوگوں نے کہا: اے حضرت محمد ﷺ! آپ ہمیں موقع دیں، ہم اس زمین پر کام کاج کریں گے، اور جو آپ مناسب سمجھیں گے، نصف حصہ ہمیں مل جائے گا، نصف حصہ آپ کو مل جائے گا، تو نبی اکرم ﷺ وہاں سے آنے والی پیداوار میں سے اپنی ازواج کو کھجور کے 80 صاع اور جَو کے 20 صاع دیا کرتے تھے۔

3007 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا اَبِي، عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ عُمَرَ، قَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ عَلٰى اَنَّا نُخْرِجُهُمْ اِذَا شِئْنَا، فَمَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَلْيَلْحَقْ بِهِ، فَاِنِّيْ مُخْرِجٌ يَهُوْدَ فَاَخْرَجَهُمْ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ جب ہم چاہیں گے، یہودیوں کو وہاں سے نکال دیں گے، تو جس شخص کی وہاں زمین ہو، وہ جا کر اس کی دیکھ بھال کرے، کیونکہ میں انہیں وہاں سے نکالنے لگا ہوں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (انہیں) وہاں سے نکال دیا۔

3008 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا افْتُتِحَتْ خَيْبَرُ، سَأَلَتْ يَهُودُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ يُقِرَّهُمْ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوا عَلَى النِّصْفِ مِمَّا خَرَجَ مِنْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُقِرُّكُمْ فِيهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا فَكَانُوا عَلَى ذَلِكَ، وَكَانَ التَّمْرُ يُقْسَمُ عَلَى السُّهْمَانِ مِنْ نِصْفِ خَيْبَرَ، وَيَأْخُذُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُمُسَ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعَمَ كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ أَزْوَاجِهِ مِنَ الْخُمُسِ مِائَةَ وَسْقٍ تَمْرًا، وَعِشْرِينَ وَسْقًا شَعِيرًا، فَلَمَّا أَرَادَ عُمَرُ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ أَرْسَلَ إِلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُنَّ: مَنْ أَحَبَّ مِنْكُنَّ أَنْ أَقْسِمَ لَهَا نَخْلًا بِخَرْصِهَا مِائَةَ وَسْقٍ، فَيَكُونَ لَهَا أَصْلُهَا وَأَرْضُهَا وَمَاؤُهَا، وَمِنَ الزَّرْعِ مَزْرَعَةَ خَرْصِ عِشْرِينَ وَسْقًا فَعَلْنَا، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ نَعْزِلَ الَّذِي لَهَا فِي الْخُمُسِ كَمَا هُوَ فَعَلْنَا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب خیبر فتح ہوا، تو یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ وہ انہیں وہاں رہنے دیں، اس شرط پر کہ وہاں کی پیداوار کا نصف یہودیوں کو ملے گا اور نصف پیداوار مسلمانوں کو ملے گی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شرط پر تمہیں اس وقت تک یہاں رہنے دیتا ہوں جب تک ہم چاہیں گے، تو وہ لوگ اس صورت حال میں رہے، وہاں کی کھجوریں جو خیبر کے نصف حصے میں سے ملتی تھیں، وہ مختلف حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اپنی ازواج میں سے ہر زوجہ محترمہ کو کھجور کے ایک سو وسق اور جو کے بیس وسق ادا کرتے تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو وہاں سے نکالنے کا ارادہ کیا، تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو پیغام بھجوا کر کہا کہ آپ میں سے جو چاہے میں انہیں ایک سو وسق کھجوروں کی پیداوار جتنے کھجور کے درخت دے دیتا ہوں، وہ درخت ان کی زمین اور ان کا پانی اس خاتون کی ملکیت شمار ہوگا اور اتنا کھیت دے دیتا ہوں جس کی پیداوار بیس وسق کے قریب ہو اور اگر وہ چاہے تو اسے اسی طرح خمس میں سے ادائیگی کرتے رہیں گے، جس طرح پہلے کرتے ہیں۔

3009 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، فَجُمِعَ السَّبْيُ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کیا، تو ہم نے ان پر زبردست حملہ کر کے ان کے قیدیوں کو اکٹھا کر لیا۔

3010 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنِي

3009-اسنادہ صحیح، اسماعیل بن ابراھیم: ھو ابن مقسم، المعروف بابن علیة، وعبد الوارث: ھو ابن سعید العنبری. واخرجه ضمن حدیث مطول البخاری (371)، ومسلم بإثر (1801)، وبإثر (1427)، والنسائی فی "الکبری" (5549) و(6564) و(11371) من طریق اسماعیل ابن علیة، به. وھو فی "مسند احمد" (11992).

سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ نِصْفَيْنِ، نِصْفًا لِنَوَائِبِهِ وَحَاجَتِهِ، وَنِصْفًا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، قَسَمَهَا بَيْنَهُمْ عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا، ایک حصہ آپ کے پیش آ جانے والے اتفاقی اخراجات کے لیے اور ذاتی ضروریات کے لیے مخصوص ہوتا تھا اور ایک حصہ مسلمانوں کے لیے مخصوص تھا، آپ نے اسے اٹھارہ حصوں میں ان کے درمیان تقسیم کیا تھا۔

3011 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ آدَمَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي شِهَابٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ، قَالَ: فَكَانَ النِّصْفُ سِهَامَ الْمُسْلِمِينَ، وَسَهْمَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَزَلَ النِّصْفَ لِلْمُسْلِمِينَ لِمَا يَنُوبُهُ مِنَ الْأُمُورِ وَالنَّوَائِبِ

بشیر بن یسار بیان کرتے ہیں: انہوں نے چند صحابہ کرام کو یہ ذکر کرتے ہوئے سنا ہے، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے، جس میں وہ یہ نقل کرتے ہیں:

"تو اس کے نصف میں مسلمانوں اور نبی اکرم ﷺ کے حصے ہوتے تھے، اور نصف حصہ، نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کو پیش آنے والی فوری نوعیت کی ضروریات اور حادثات کے لیے الگ کر لیتے تھے"۔

3012 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ، عَنْ رِجَالٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ، قَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا، جَمَعَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ، فَكَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِلْمُسْلِمِينَ النِّصْفُ مِنْ ذَلِكَ، وَعَزَلَ النِّصْفَ الْبَاقِيَ لِمَنْ نَزَلَ بِهِ مِنَ الْوُفُودِ، وَالْأُمُورِ، وَنَوَائِبِ النَّاسِ

بشیر بن یسار چند صحابہ اکرام کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے خیبر پر غلبہ حاصل کر لیا تو آپ ﷺ نے وہاں کی آمدن کو 36 حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہر حصے میں سے 100 حصے بنائے اس میں سے نصف نبی اکرم ﷺ کو اور مسلمانوں کو ملتا تھا، اور باقی نصف پیش آ جانے والے اتفاقی اخراجات کے لیے محفوظ کر لیا جاتا تھا، یعنی جو وفود نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے یا ہنگامی ضرورت پیش آ جاتی تھی یا مسلمانوں پر کوئی افتاد آ جاتی تھی (تو اس میں سے لے کر خرچ کیا جاتا تھا)۔

3013 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: لَمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، قَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا،

يَجْمَعُ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ. فَعَزَلَ نِصْفَهَا لِنَوَائِبِهِ وَمَا يَنْزِلُ بِهِ. الْوَطِيحَةَ وَالْكُتَيْبَةَ. وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا. وَعَزَلَ النِّصْفَ الْآخَرَ. فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الشِّقَّ وَالنَّطَاةَ. وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا. وَكَانَ سَهْمُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا

⊙⊙ بشیر بن یسار بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مال فے کے طور پر خیبر عطا کیا، تو آپ ﷺ نے اس کو 36 حصوں میں تقسیم کیا، پھر ہر حصہ کو مزید 100 حصوں میں تقسیم کیا، تو اس میں سے نصف نبی اکرم ﷺ کو اور مسلمانوں کو ملتا تھا، اور باقی نصف مسلمانوں کو پیش آنے والے اخراجات کے لیے مخصوص کر لیتے تھے، وطیحہ اور کتیبہ (نامی قلعے) اور اس کے آس پاس کی پیداوار ان کاموں کے لیے مخصوص تھی جبکہ دوسرا نصف حصہ نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرتے تھے، جو قلعہ شق اور نطات اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی پیداوار پر مشتمل تھا، نبی اکرم ﷺ کا مخصوص حصہ ان دونوں قلعوں کے آس پاس کی جگہ کے ساتھ مخصوص تھا۔

3014 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ. قَسَمَهَا سِتَّةً وَثَلَاثِينَ سَهْمًا، جَمْعٌ فَعَزَلَ لِلْمُسْلِمِينَ الشَّطْرَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا. يَجْمَعُ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةً. النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ لَهُ سَهْمٌ. كَسَهْمِ أَحَدِهِمْ. وَعَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا. وَهُوَ الشَّطْرُ لِنَوَائِبِهِ. وَمَا يَنْزِلُ بِهِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ. فَكَانَ ذَلِكَ الْوَطِيحَ. وَالْكُتَيْبَةَ. وَالسَّلَالِمَ وَتَوَابِعَهَا. فَلَمَّا صَارَتِ الْأَمْوَالُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَالْمُسْلِمِينَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ عُمَّالٌ يَكْفُونَهُمْ عَمَلَهَا. فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ فَعَامَلَهُمْ

⊙⊙ حضرت بشیر بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خیبر مال فے کے طور پر عطا کیا کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے 36 حصے کیے آپ نے اس میں سے نصف یعنی 18 حصے مسلمانوں کے کاموں کے لیے الگ کر لیے اور ان میں سے ہر حصے کے مزید 100 حصے کیے جاتے تھے، ان لوگوں کے ساتھ بھی نبی اکرم ﷺ کا ایک حصہ مخصوص ہوتا تھا، جس طرح کسی بھی ایک فرد کا حصہ ہوتا تھا، جب کہ نبی اکرم ﷺ نے اٹھارہ حصے جو نصف بنتے ہیں وہ مسلمانوں کو پیش آنے والی ضروریات اور اتفاقی حادثات کے لیے مخصوص کیے تھے، اس میں وطیحہ، کتیبہ، سلالم اور اس کے نواحی علاقوں کی پیداوار شامل تھی، جب یہ زمین نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی تو ان کے پاس ایسے لوگ نہیں تھے جو ان کی جگہ وہاں کام کر سکیں، تو نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کو بلایا اور ان کے ساتھ یہ طے کیا (کہ وہ یہاں کام کریں گے اور انہیں پیداوار کا نصف مل جائے گا)

3015 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُجَمِّعُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ مُجَمِّعِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَعْقُوبَ بْنَ مُجَمِّعٍ، يَذْكُرُ لِي عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمِّهِ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ

الْأَنْصَارِيِّ - وَكَانَ أَحَدَ الْقُرَّاءِ الَّذِينَ قَرَءُوا الْقُرْآنَ، قَالَ: قُسِمَتْ خَيْبَرُ عَلَى أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا. وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ، فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ، فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ، وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا

⚘⚘ حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ، جو ان لوگوں میں سے ایک ہیں، جنہیں پورا قرآن حفظ تھا، وہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو اہل حدیبیہ میں تقسیم کیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا تھا، اس لشکر میں ایک ہزار پانچ سو افراد موجود تھے، جن میں تین سو گھڑسوار تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑسوار کو دو حصے دیے اور پیدل شخص کو ایک حصہ دیا۔

3016 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، وَبَعْضِ وَلَدِ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، قَالُوا: بَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ تَحَصَّنُوا، فَسَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْقِنَ دِمَاءَهُمْ، وَيُسَيِّرَهُمْ، فَفَعَلَ، فَسَمِعَ بِذَلِكَ أَهْلُ فَدَكَ، فَنَزَلُوا عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ، فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهَا بِخَيْلٍ، وَلَا رِكَابٍ

⚘⚘ محمد بن اسحاق نے زہری، عبداللہ بن ابوبکر اور محمد بن مسلمہ کی اولاد سے تعلق رکھنے والے کسی صاحب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ بچ گئے تو وہ قلعے میں بند ہو گئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمیں قتل نہ کریں، ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقع دیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کر لیا، جب فدک کے رہنے والوں نے اس کے بارے میں سنا تو انہوں نے بھی اس شرط پر صلح کر لی، تو یہ زمینیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہو گئیں، کیونکہ ان کے لیے مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔

3017 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ بَعْضَ خَيْبَرَ عَنْوَةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ، أَخْبَرَكُمُ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ خَيْبَرَ كَانَ بَعْضُهَا عَنْوَةً، وَبَعْضُهَا صُلْحًا وَالْكَتِيبَةُ أَكْثَرُهَا عَنْوَةً، وَفِيهَا صُلْحٌ، قُلْتُ لِمَالِكٍ: وَمَا الْكَتِيبَةُ؟ قَالَ: أَرْضُ خَيْبَرَ، وَهِيَ أَرْبَعُونَ أَلْفَ عَذْقٍ

⚘⚘ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا کچھ حصہ جنگ کے ذریعے حاصل کیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: خیبر کا کچھ حصہ جنگ کے ذریعے حاصل ہوا تھا اور کچھ حصہ صلح کے ذریعے حاصل ہوا تھا، اور کتیبہ نامی بستی کا اکثر حصہ جنگ کے ذریعے حاصل ہوا تھا باقی حصہ صلح کے ذریعے حاصل ہوا تھا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: کتیبہ سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ خیبر کی زمین کا ایک حصہ ہے، جہاں کھجوروں کے چالیس ہزار درخت تھے

3018 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: بَلَغَنِي اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، افْتَتَحَ خَيْبَرَ عَنْوَةً بَعْدَ الْقِتَالِ، وَنَزَلَ مَنْ نَزَلَ مِنْ اَهْلِهَا عَلَى الْجَلَاءِ بَعْدَ الْقِتَالِ

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کے بعد خیبر کو بزور بازو بزور حاصل کیا تھا اور پھر وہاں کے رہنے والے لوگوں نے لڑائی کے بعد اس شرط پر صلح کی کہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے گا۔

3019 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: خَمَّسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، ثُمَّ قَسَمَ سَائِرَهَا عَلَى مَنْ شَهِدَهَا، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا مِنْ اَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا خمس نکالا اور پھر اس سارے خمس کو ان لوگوں میں تقسیم کر دیا، جو صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے، خواہ وہ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے ہوں، یا غزوہ خیبر میں شریک نہ ہوئے ہوں۔

3020 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ، اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا، تو جو بھی بستی فتح ہوتی، میں اُسے، اُسی طرح تقسیم کر دیتا، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَبَرِ مَكَّةَ

باب: (فتح) مکہ کے واقعہ کے بارے میں جو منقول ہے

3021 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ، جَاءَهُ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بِاَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ فَاَسْلَمَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ يُحِبُّ هٰذَا الْفَخْرَ، فَلَوْ جَعَلْتَ لَهُ شَيْئًا، قَالَ: نَعَمْ، مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ اَغْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے سال حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ "مر

الظہران" کے مقام پر ابوسفیان بن حرب کو لے کر آئے، تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! ابوسفیان ایک ایسا شخص ہے، جو فخر کے اظہار کو پسند کرتا ہے تو آگر آپ ﷺ اس کے لیے کوئی چیز مخصوص کردیں (تو یہ مناسب ہوگا) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا، وہ امان میں ہوگا، اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرے گا، وہ امان میں ہوگا۔

3022 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ بَعْضِ أَهْلِهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ الظَّهْرَانِ قَالَ الْعَبَّاسُ: قُلْتُ وَاللهِ لَئِنْ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَنْوَةً، قَبْلَ أَنْ يَأْتُوهُ فَيَسْتَأْمِنُوهُ إِنَّهُ لَهَلَاكُ قُرَيْشٍ، فَجَلَسْتُ عَلَى بَغْلَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَعَلِّي: أَجِدُ ذَا حَاجَةٍ يَأْتِي أَهْلَ مَكَّةَ فَيُخْبِرُهُمْ بِمَكَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَخْرُجُوا إِلَيْهِ، فَيَسْتَأْمِنُوهُ فَإِنِّي لَأَسِيرُ إِذْ سَمِعْتُ كَلَامَ أَبِي سُفْيَانَ، وَبُدَيْلِ بْنِ وَرْقَاءَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا حَنْظَلَةَ، فَعَرَفَ صَوْتِي، فَقَالَ: أَبُو الْفَضْلِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مَا لَكَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي؟ قُلْتُ: هَذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ، قَالَ: فَمَا الْحِيلَةُ؟ قَالَ: فَرَكِبَ خَلْفِي، وَرَجَعَ صَاحِبُهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَوْتُ بِهِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ يُحِبُّ هَذَا الْفَخْرَ، فَاجْعَلْ لَهُ شَيْئًا، قَالَ: نَعَمْ، مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ قَالَ: فَتَفَرَّقَ النَّاسُ إِلَى دُورِهِمْ وَإِلَى الْمَسْجِدِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے "مرالظہران" کے مقام پر پڑاؤ کیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سوچا، اللہ کی قسم! اگر اہل مکہ کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان حاصل کرنے سے پہلے، نبی اکرم ﷺ بزور بازو مکہ میں داخل ہوئے، تو قریش ہلاک ہو جائیں گے۔ تو میں نبی اکرم ﷺ کے خچر پر بیٹھا، میں نے سوچا کہ کاش مجھے ایسا ضرورت مند شخص مل جائے، جو کسی کام سے اہل مکہ کی طرف جارہا ہو، وہ ان لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی موجودگی کے بارے میں بتادے، تاکہ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے امان حاصل کرلیں، ابھی میں جا رہا تھا، اسی دوران میں نے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کے بات چیت کرنے کی آواز سنی، میں نے کہا: اے ابوحنظلہ! اس نے میری آواز پہچان لی اور بولا: ابوالفضل؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! اس نے کہا: آپ کو کیا کام ہے؟ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں نے کہا: یہ اللہ کے رسول اور لوگ تشریف لے آئے ہیں، اس نے دریافت کیا: پھر کیسے بچاؤ ہوسکتا ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ابوسفیان میرے پیچھے خچر پر بیٹھ گئے اور ان کا ساتھی واپس چلا گیا، اگلے دن صبح میں اسے ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس نے اسلام قبول کرلیا، میں نے کہا: یارسول اللہ! ابوسفیان ایک ایسا شخص ہے، جو فخر کے اظہار کو پسند کرتا ہے، آپ اس کے لیے کچھ مخصوص کردیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ٹھیک ہے، جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا، وہ امان میں ہوگا، جو شخص مسجد میں داخل ہوگا وہ امان میں ہوگا''
راوی بیان کرتے ہیں: تو لوگ اپنے گھروں میں اور مسجد میں بکھر گئے (یعنی ان میں بند ہو گئے)

3023 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا: هَلْ غَنِمُوا يَوْمَ الْفَتْحِ شَيْئًا؟ قَالَ: لَا

⊛⊛ وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کو غزوہ فتح مکہ میں کوئی چیز مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں!

3024 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ سَرَّحَ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ، وَأَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، وَخَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ عَلَى الْخَيْلِ، وَقَالَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، اهْتِفْ بِالْأَنْصَارِ قَالَ: اسْلُكُوا هَذَا الطَّرِيقَ فَلَا يُشْرِفَنَّ لَكُمْ أَحَدٌ، إِلَّا أَنَمْتُمُوهُ فَنَادَى مُنَادٍ: لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَخَلَ دَارًا فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَعَمَدَ صَنَادِيدُ قُرَيْشٍ، فَدَخَلُوا الْكَعْبَةَ فَغَصَّ بِهِمْ، وَطَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ، ثُمَّ أَخَذَ بِجَنْبَتَيِ الْبَابِ فَخَرَجُوا فَبَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ

قَالَ: أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سَأَلَهُ رَجُلٌ قَالَ: مَكَّةُ عَنْوَةً هِيَ؟ قَالَ: إِيشْ يَضُرُّكَ مَا كَانَتْ؟ قَالَ: فَصُلْحٌ؟ قَالَ: لَا

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہونے لگے، تو آپ نے حضرت زبیر بن عوام، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو گھڑ سواروں (کے مختلف دستوں) کا امیر مقرر کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! انصار کو بلا کر لاؤ، آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ اس راستے سے روانہ ہو جاؤ، جو کوئی تمہارے راستے میں آنے کی کوشش کرے، تو اسے (ہمیشہ) کی نیند سلا دینا۔ ایک شخص نے بلند آواز میں پکار کر کہا: آج کے بعد قریش نہیں رہیں گے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو جائے، وہ امان میں ہوگا، جو اپنے ہتھیار پھینک دے، وہ امان میں ہوگا، قریش کے سردار خانہ کعبہ کی طرف آئے اور اس میں داخل ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا، آپ نے مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کی، پھر آپ خانہ کعبہ کے دروازے کے کواڑوں کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے، تو وہ لوگ باہر آ گئے اور انہوں نے اسلام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی (یعنی آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا)''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو سنا، ایک شخص نے ان سے سوال کیا: کیا مکہ بزور بازو

فتح ہوا تھا؟امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا، اگر یہ ہوا بھی تھا، توتمہیں کیا نقصان ہے؟ اس نے دریافت کیا: صلح کے ذریعے ہوا تھا؟انہوں نے جواب دیا: جی نہیں۔

فتح مکہ (رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء):

رمضان ۸ھ تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت مقدسہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے کہ جس کی آب وتاب سے ہر مومن کا قلب قیامت تک مسرتوں کا آفتاب بنا رہے گا کیونکہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یار غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ "اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔" لیکن آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاتح اعظم کی شان وشوکت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال وجلال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمایا۔

لیکن ناظرین کے ذہنوں میں یہ سوال سر اٹھاتا ہوگا کہ جب کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں یہ تحریر کیا جا چکا تھا کہ دس برس تک فریقین کے مابین کوئی جنگ نہ ہوگی تو پھر آخر وہ کونسا ایسا سبب نمودار ہو گیا کہ صلح نامہ کے فقط دو سال ہی بعد تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے سامنے ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پیش آ گئی اور آپ ایک عظیم لشکر کے ساتھ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا سبب کفار مکہ کی "عہد شکنی" اور حدیبیہ کے صلح نامہ سے غداری ہے۔

کفار قریش کی عہد شکنی:

صلح حدیبیہ کے بیان میں آپ پڑھ چکے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک یہ شرط بھی درج تھی کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کرنا چاہے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرے۔

چنانچہ اسی بنا پر قبیلہ بنی بکر نے قریش سے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیا اور قبیلہ بنی خزاعہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم سے امداد باہمی کا معاہدہ کر لیا۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب ہی میں آباد تھے لیکن ان دونوں میں عرصہ دراز سے سخت عداوت اور مخالفت چلی آ رہی تھی۔

ایک مدت سے تو کفار قریش اور دوسرے قبائل عرب کے کفار مسلمانوں سے جنگ کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر رہے تھے لیکن صلح حدیبیہ کی بدولت جب مسلمانوں کی جنگ سے کفار قریش اور دوسرے قبائل کفار کو اطمینان ملا تو قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ بنی خزاعہ سے اپنی پرانی عداوت کا انتقام لینا چاہا اور اپنے حلیف کفار قریش سے مل کر بالکل اچانک طور پر قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اس حملہ میں کفار قریش کے تمام رؤسا یعنی عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے علانیہ بنی خزاعہ کو قتل کیا۔ بے چارے بنی خزاعہ اس خوفناک ظالمانہ حملہ کی تاب نہ لا سکے اور اپنی جان بچانے کے لیے حرم کعبہ میں پناہ لینے

کے لئے بھاگے۔ بنی بکر کے عوام نے تو حرم میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لیا اور حرم الٰہی کا احترام کیا۔ لیکن بنی بکر کا سردار "نوفل" اس قدر جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو چکا تھا کہ وہ حرم میں بھی بنی خزاعہ کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کرتا رہا اور چلا چلا کر اپنی قوم کو للکارتا رہا کہ پھر یہ موقع کبھی ہاتھ نہیں آ سکتا۔ چنانچہ ان درندہ صفت خونخوار انسانوں نے حرم الٰہی کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا اور حرم کعبہ کی حدود میں نہایت ہی ظالمانہ طور پر بنی خزاعہ کا خون بہایا اور کفار قریش نے بھی اس قتل و غارت اور کشت و خون میں خوب خوب حصہ لیا۔ (زرقانی ج۲ص۲۸۹)

ظاہر ہے کہ قریش نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدہ کو عملی طور پر توڑ ڈالا۔ کیونکہ بنی خزاعہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر کے آپ کے حلیف بن چکے تھے، اس لئے بنی خزاعہ پر حملہ کرنا، یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے برابر تھا۔ اس حملہ میں بنی خزاعہ کے تئیس (۲۳) آدمی قتل ہو گئے۔

اس حادثہ کے بعد قبیلۂ بنی خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کے لئے مدینہ بارگاہ رسالت میں پہنچے اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ:

حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ نبوت میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک دم بالکل ناگہاں آپ نے بلند آواز سے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ لبیک۔ لبیک۔ لبیک۔ (میں تمہارے لئے بار بار حاضر ہوں۔) پھر تین مرتبہ بلند آواز سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نصرت۔ نصرت۔ نصرت (تمہیں مدد مل گئی) جب آپ وضو خانہ سے نکلے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) آپ تنہائی میں کس سے گفتگو فرما رہے تھے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اے میمونہ! رضی اللہ عنہا غضب ہو گیا۔ میرے حلیف بنی خزاعہ پر بنی بکر اور کفار قریش نے حملہ کر دیا ہے اور اس مصیبت و بے کسی کے وقت میں بنی خزاعہ نے وہاں سے چلا چلا کر مجھے مدد کے لئے پکارا ہے اور مجھ سے مدد طلب کی ہے اور میں نے ان کی پکار سن کر ان کی ڈھارس بندھانے کے لئے ان کو جواب دیا ہے۔ حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس واقعہ کے تیسرے دن جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز سے فارغ ہوئے تو دفعۃً بنی خزاعہ کے مظلومین نے رجز کے ان اشعار کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی اس پر درد اور رقت انگیز فریاد کو بغور سنا۔ آپ بھی اس رجز کے چند اشعار کو ملاحظہ فرمائیے:

يَارَبِّ اِنِّيْ نَاشِدٌ مُحَمَّدَا حِلْفَ اَبِيْنَا وَاَبِيْهِ الْاَتْلَدَا

اے خدا! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے اور ان کے باپ داداؤں کے درمیان قدیم زمانے سے ہو چکا ہے۔

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللهُ نَصْرًا اَبَدَا وَادْعُ عِبَادَ اللهِ يَاْتُوْا مَدَدَا

تو خدا آپ کو سیدھی راہ پر چلائے۔ آپ ہماری بھرپور مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلائیے۔ وہ سب امداد کے لئے آئیں گے۔

فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا اِنْ سِيْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَبَّدَا

ان مدد کرنے والوں میں رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) بھی غضب کی حالت میں ہوں کہ اگر انہیں ذلت کا داغ لگے تو ان کا تیور بدل جائے۔

هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدًا وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَّسُجَّدًا

ان لوگوں (بنی بکر وقریش) نے "مقام وتیر" میں ہم سوتے ہوؤں پر شب خون مارا اور رکوع وسجدہ کی حالت میں بھی ہم لوگوں کو بیدردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا وَنَقَضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا

یقیناً قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی ہے اور آپ سے مضبوط معاہدہ کر کے توڑ ڈالا ہے۔

ان اشعار کو سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ مت گھبراؤ میں تمہاری امداد کے لئے تیار ہوں۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسندی:

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش فرمائیں کہ ان میں سے کوئی ایک شرط قریش منظور کر لیں:

(۱) بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

(۲) قریش قبیلہ بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

(۳) اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے ان شرطوں کو قریش کے سامنے رکھا تو قرطہ بن عبد عمر نے قریش کا نمائندہ بن کر جواب دیا کہ "نہ ہم مقتولوں کے خون کا معاوضہ دیں گے نہ اپنے حلیف قبیلہ بنی بکر کی حمایت چھوڑیں گے۔ ہاں تیسری شرط ہمیں منظور ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔" لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنے اس جواب پر ندامت ہوئی۔ چنانچہ چند رؤسائے قریش ابوسفیان کے پاس گئے اور یہ کہا کہ اگر یہ معاملہ نہ سلجھا تو پھر سمجھ لو کہ یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر حملہ کر دیں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میری بیوی ہند بنت عتبہ نے ایک خواب دیکھا ہے کہ مقام "حجون" سے مقام "خندمہ" تک ایک خون کی نہر بہتی ہوئی آئی ہے، پھر ناگہاں وہ خون غائب ہو گیا۔ قریش نے اس خواب کو بہت ہی منحوس سمجھا اور خوف ودہشت سے سہم گئے اور ابوسفیان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا کہ وہ فوراً مدینہ جا کر معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۲)

ابوسفیان کی کوشش:

اس کے بعد بہت تیزی کے ساتھ ابوسفیان مدینہ گیا اور پہلے اپنی لڑکی حضرت اُم المؤمنین بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر پہنچا اور بستر پر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت بی بی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے بستر اٹھا لیا ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا کہ

بیٹی تم نے بستر کیوں اٹھالیا؟ کیا بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھ کو بستر کے قابل نہیں سمجھا؟ اُم المؤمنین نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک اور نجس ہو۔ اس لئے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ تم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھو۔ یہ سن کر ابوسفیان کے دل پر چوٹ لگی اور وہ رنجیدہ ہو کر وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقصد بیان کیا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہم کے پاس گیا۔ ان سب حضرات نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب ابو سفیان پہنچا تو وہاں حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ابوسفیان نے بڑی لجاجت سے کہا کہ اے علی! تم قوم میں بہت ہی رحم دل ہو ہم ایک مقصد لے کر یہاں آئے ہیں کیا ہم یوں ہی ناکام چلے جائیں۔ ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری سفارش کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان! ہم لوگوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ اور ان کی مرضی میں کوئی مداخلت کر سکیں۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر ابوسفیان نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے فاطمہ! یہ تمہارا پانچ برس کا بچہ (امام حسن) ایک مرتبہ اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے دونوں فریق میں صلح کرا دی تو آج سے یہ بچہ عرب کا سردار کہہ کر پکارا جائے گا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل؟ بالآخر ابوسفیان نے کہا کہ اے علی! معاملہ بہت کٹھن نظر آتا ہے کوئی تدبیر بتاؤ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سلسلے میں تم کو کوئی مفید رائے تو نہیں دے سکتا، لیکن تم بنی کنانہ کے سردار ہو تم خود ہی لوگوں کے سامنے اعلان کر دو کہ میں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کر دی ابوسفیان نے کہا کہ کیا میرا یہ اعلان کچھ مفید ہو سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یک طرفہ اعلان ظاہر ہے کہ کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ مگر اب تمہارے پاس اس کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا ہے؟ ابوسفیان وہاں سے مسجد نبوی میں آیا اور بلند آواز سے مسجد میں اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی مگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

ابوسفیان یہ اعلان کر کے مکہ روانہ ہو گیا جب مکہ پہنچا تو قریش نے پوچھا کہ مدینہ میں کیا ہوا؟ ابوسفیان نے ساری داستان بیان کر دی۔ تو قریش نے سوال کیا کہ جب تم نے اپنی طرف سے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کیا تو کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کر لیا؟ ابوسفیان نے کہا کہ "نہیں" یہ سن کر قریش نے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ نہ تو صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھیں نہ یہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۲ تا ص ۲۹۳)

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرما دیا کہ جنگ کے ہتھیار درست کریں اور اپنے حلیف قبائل کو بھی جنگی تیاریوں کے لئے حکم نامہ بھیج دیا۔ مگر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے؟ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ جنگی ہتھیاروں کو نکال رہی ہیں تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے؟ عرض کیا: "جی ہاں" پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے

کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ" واللہ! مجھے یہ معلوم نہیں۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۱)

غرض انتہائی خاموشی اور رازداری کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری فرمائی اور مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے اور اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط:

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جو ایک معزز صحابی تھے انہوں نے قریش کو ایک خط اس مضمون کا لکھدیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں، لہٰذا تم لوگ ہوشیار ہو جاؤ۔ اس خط کو انہوں نے ایک عورت کے ذریعہ مکہ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اپنے اس علم غیب کی بدولت یہ جان لیا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کیا کارروائی کی ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی وحضرت زبیر وحضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو فوراً ہی روانہ فرمایا کہ تم لوگ " روضۂ خاخ " میں چلے جاؤ۔ وہاں ایک عورت ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے۔ اس سے وہ خط چھین کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ یہ تینوں اصحاب کبار رضی اللہ عنہم تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر " روضۂ خاخ " میں پہنچے اور عورت کو پالیا۔ جب اس سے خط طلب کیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہہ سکتے، نہ ہم لوگ جھوٹے ہیں لہٰذا تو خط نکال کر ہمیں دے دے ورنہ ہم تجھ کو ننگی کر کے تلاشی لیں گے۔ جب عورت مجبور ہوگئی تو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ جب یہ لوگ خط لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے تو آپ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے حاطب! یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں نہ میں نے اپنا دین بدلا ہے نہ مرتد ہوا ہوں میرے اس خط کے لکھنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مکہ میں میرے بیوی بچے ہیں۔ مگر مکہ میں میرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے جو میرے بیوی بچوں کی خبر گیری ونگہداشت کرے میرے سوا دوسرے تمام مہاجرین کے عزیز واقارب مکہ میں موجود ہیں جو ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ خط لکھ کر قریش پر ایک اپنا احسان رکھ دیا ہے تا کہ میں ان کی ہمدردی حاصل کرلوں اور وہ میرے اہل وعیال کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کریں۔ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کافروں کو شکست دے گا اور میرے اس خط سے کفار کو ہرگز ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے اس بیان کو سن کر ان کے عذر کو قبول فرمالیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خط کو دیکھ کر اس قدر طیش میں آگئے کہ آپے سے باہر ہوگئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی غیظ وغضب میں بھر گئے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین رحمت پر اک ذرا شکن بھی نہیں آئی اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ حاطب اہل بدر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو مخاطب کر کے فرمادیا ہے کہ" تم جو چاہو کرو۔ تم سے کوئی مواخذہ نہیں " یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نم ہوگئیں اور وہ یہ کہہ کر بالکل خاموش ہوگئے کہ" اللہ اور اس کے رسول کو ہم سب سے زیادہ علم ہے"

اسی موقع پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ (ممتحنہ)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۲ غزوۃ الفتح)

مکہ پر حملہ:

غرض ۱۰ رمضان ۸ ھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے دس ہزار کا لشکرِ پر انوار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے وقت دس ہزار کا لشکر رہا ہو۔ پھر راستہ میں بعض قبائل اس لشکر میں شامل ہو گئے ہوں تو مکہ پہنچ کر اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی ہو۔ بہر حال مدینہ سے چلتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم روزہ دار تھے جب آپ "مقام کدید" میں پہنچے تو پانی مانگا اور اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے پورے لشکر کو دکھا کر آپ نے دن میں پانی نوش فرمایا اور سب کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کر دیا۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۰۰ و سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۰)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ملاقات:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام "جحفہ" میں پہنچے تو وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ مسلمان ہو کر آئے تھے بلکہ اس سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی سے مکہ میں مقیم تھے اور حجاج کو زمزم پلانے کے معزز عہدہ پر فائز تھے اور آپ کے ساتھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث بن عبد المطلب کے فرزند جن کا نام بھی ابو سفیان تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن ابی امیہ جو ام المؤمنین حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوتیلے بھائی بھی تھے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ان دونوں صاحبوں کی حاضری کا حال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ان دونوں صاحبوں کی ملاقات سے انکار فرما دیا۔ کیونکہ ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ ایذائیں پہنچائی تھیں۔ خصوصاً ابو سفیان بن الحارث آپ کے چچا زاد بھائی جو اعلان نبوت سے پہلے آپ کے انتہائی جاں نثاروں میں سے تھے مگر اعلان نبوت کے بعد انہوں نے اپنے قصیدوں میں اتنی شرمناک اور بیہودہ ہجو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کر ڈالی تھی کہ آپ کا دل زخمی ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ ان دونوں سے انتہائی ناراض و بیزار تھے مگر حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کا قصور معاف کرنے کے لئے بہت ہی پُر زور سفارش کی اور ابو سفیان بن الحارث نے یہ کہہ دیا کہ اگر رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا قصور نہ معاف فرمایا تو میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر عرب کے ریگستان میں چلا جاؤں گا تاکہ وہاں بغیر دانہ پانی کے بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر میں اور میرے سب بچے مر کر فنا ہو جائیں۔ حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ

کے چچا کا بیٹا اور آپ کی پھوپھی کا بیٹا تمام انسانوں سے زیادہ بدنصیب رہے گا؟ کیا ان دونوں کو آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا؟ جان چھڑکنے والی بیوی کے ان درد انگیز کلمات سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت بھرے دل میں رحم و کرم اور عفو و درگزر کے سمندر موجیں مارنے لگے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو یہ مشورہ دیا کہ تم دونوں اچانک بارگاہ رسالت میں سامنے جا کر کھڑے ہو جاؤ اور جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا وہی تم دونوں بھی کہو کہ

قَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ

کہ یقیناً آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت دی ہے اور ہم بلاشبہ خطاوار ہیں۔

چنانچہ ان دونوں صاحبوں نے دربار رسالت میں ناگہاں حاضر ہو کر یہی کہا۔ ایک دم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ رحمت پر رحم و کرم کے ہزاروں ستارے چمکنے لگے اور آپ نے ان کے جواب میں بعینہٖ وہی جملہ اپنی زبانِ رحمت نشان سے ارشاد فرمایا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے جواب میں فرمایا تھا کہ

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہے اللہ تمہیں بخش دے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔

جب قصور معاف ہو گیا تو ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ نے تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار لکھے اور زمانہ جاہلیت کے دور میں جو کچھ آپ کی ہجو میں لکھا تھا اس کی معذرت کی اور اس کے بعد عمر بھر نہایت سچے اور ثابت قدم مسلمان رہے مگر حیاء کی وجہ سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی سر نہیں اٹھاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ ابوسفیان بن الحارث میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قائم مقام ثابت ہوں گے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۰۱ تا ص ۳۰۲ و سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۰۰)

میلوں تک آگ ہی آگ:

مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر "مرالظہران" میں پہنچ کر اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو حکم دیا کہ ہر مجاہد اپنا الگ الگ چولہا جلائے۔ دس ہزار مجاہدین نے جو الگ الگ چولہے جلائے تو "مرالظہران" کے پورے میدان میں میلوں تک آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔

قریش کے جاسوس:

گو قریش کو معلوم ہی ہو چکا تھا کہ مدینہ سے فوجیں آ رہی ہیں۔ مگر صورت حال کی تحقیق کے لئے قریش نے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام و بدیل بن ورقاء کو اپنا جاسوس بنا کر بھیجا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بے حد فکر مند ہو کر قریش کے انجام پر افسوس کر رہے تھے۔ وہ یہ سوچتے تھے کہ اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم اتنے عظیم لشکر کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو آج قریش کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ رات کے وقت رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے مکہ چلے کہ قریش کو اس خطرہ سے آگاہ کر کے انہیں آمادہ کریں کہ چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگ کر صلح کر لو ورنہ تمہاری

خبر نہیں۔(زرقانی ج ۲ ص ۳۰۴)

مگر بخاری کی روایت میں ہے کہ قریش کو یہ خبر تو مل گئی تھی کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں مگر انہیں یہ پتا نہ تھا کہ آپ کا لشکر "مرالظہران" تک آ گیا ہے۔ اس لئے ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام و بدیل بن ورقاء اس تلاش وجستجو میں نکلے تھے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر کہاں ہے؟ جب یہ تینوں "مرالظہران" کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ میلوں تک آگ ہی آگ جل رہی ہے یہ منظر دیکھ کر یہ تینوں حیران رہ گئے اور ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ میں نے تو زندگی میں کبھی اتنی دور تک پھیلی ہوئی آگ اس میدان میں جلتے ہوئے نہیں دیکھی۔ آخر یہ کون سا قبیلہ ہے؟ بدیل بن ورقاء نے کہا کہ بنی عمرو معلوم ہوتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ نہیں بنی عمرو اتنی کثیر تعداد میں کہاں ہیں جو ان کی آگ سے "مرالظہران" کا پورا میدان بھر جائے گا۔(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳)

بہر حال حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ان تینوں سے ملاقات ہوگئی اور ابوسفیان نے پوچھا کہ اے عباس! تم کہاں سے آ رہے ہو؟ اور یہ آگ کیسی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی آگ ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان بن حرب سے کہا کہ تم میرے خچر پر پیچھے سوار ہو جاؤ ورنہ اگر مسلمانوں نے تمہیں دیکھ لیا تو ابھی تم کو قتل کر ڈالیں گے۔ جب یہ لوگ لشکر گاہ میں پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے چند مسلمانوں تے جو لشکر گاہ کا پہرہ دے رہے تھے۔ ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے جذبہ انتقام کو ضبط نہ کر سکے اور ابوسفیان کو دیکھتے ہی ان کی زبان سے نکلا کہ "ارے یہ تو خدا کا دشمن ابوسفیان ہے۔" دوڑتے ہوئے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) ابوسفیان ہاتھ آ گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ابھی اس کا سر اڑا دوں۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی ان تینوں مشرکوں کو ساتھ لئے ہوئے دربار رسول میں حاضر ہو گئے اور ان لوگوں کی جان بخشی کی سفارش پیش کر دی اور یہ کہا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) میں نے ان سبھوں کو امان دے دی ہے۔

ابوسفیان کا اسلام:

ابوسفیان بن حرب کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی۔ مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سے سخت ایذائیں دینی، مدینہ پر بار بار حملہ کرنا، قبائل عرب کو اشتعال دلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی بارہا سازشیں، یہودیوں اور تمام کفار عرب سے ساز باز کر کے اسلام اور بانی اسلام کے خاتمہ کی کوششیں یہ وہ ناقابل معافی جرائم تھے جو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ ابوسفیان کا قتل بالکل درست وجائز اور برمحل ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کو قرآن نے "رءوف ورحیم" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ان کی رحمت چمکار چمکار کر ابوسفیان کے کان میں کہہ رہی تھی کہ اے مجرم! مت ڈر۔ یہ دنیا کے سلاطین کا دربار نہیں ہے بلکہ یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت ہے۔ بخاری شریف کی روایت تو یہی ہے کہ ابوسفیان بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔ اس لئے جان بچ گئی۔(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ باب این رکز النبی رایۃ)

مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء نے تو فوراً رات ہی میں اسلام قبول کر لیا مگر ابوسفیان نے صبح کو

کلمہ پڑھا۔(زرقانی ج ۲ ص ۳۰۴)

اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ ابوسفیان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک مکالمہ ہوا اس کے بعد ابوسفیان نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ وہ مکالمہ یہ ہے:

کیوں اے ابوسفیان! کیا اب بھی تمہیں یقین نہ آیا کہ خدا ایک ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

کیوں نہیں کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔ ابوسفیان:

کیا اس میں تمہیں کوئی شک ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

ہاں! اس میں تو ابھی مجھے کچھ شبہ ہے۔ ابوسفیان:

مگر پھر اس کے بعد انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور اس وقت گو ان کا ایمان متزلزل تھا لیکن بعد میں بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے۔ چنانچہ غزوہ طائف میں مسلمانوں کی فوج میں شامل ہو کر انہوں نے کفار سے جنگ کی اور اسی میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہوگئی۔ پھر یہ جنگ یرموک میں بھی جہاد کے لئے گئے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۱۳)

لشکر اسلام کا جاہ وجلال:

مجاہدین اسلام کا لشکر جب مکہ کی طرف بڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ ابو سفیان کو کسی ایسے مقام پر کھڑا کر دیں کہ یہ افواج الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ چنانچہ جہاں راستہ کچھ تنگ تھا ایک بلند جگہ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو کھڑا کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسلامی لشکر سمندر کی موجوں کی طرح امنڈتا ہوا روانہ ہوا۔ اور قبائل عرب کی فوجیں ہتھیار سج سج کر یکے بعد دیگرے ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگیں۔ سب سے پہلے قبیلہ غفار کا باوقار پرچم نظر آیا۔ ابوسفیان نے سہم کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ قبیلہ غفار کے شہسوار ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ مجھے قبیلہ غفار سے کیا مطلب ہے؟ پھر جہینہ پھر سعد بن حذیم، پھر سلیم کے قبائل کی فوجیں زرق برق ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے پرچم لہراتے اور تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے سامنے سے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر فوج کا جلال دیکھ کر مرعوب ہو ہو جاتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہر فوج کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے کہ یہ کون ہیں؟ یہ کن لوگوں کا لشکر ہے؟ اس کے بعد انصار کا لشکر پرانوار اتنی عجیب شان اور ایسی نرالی آن بان سے چلا کہ دیکھنے والوں کے دل دہل گئے۔ ابو سفیان نے اس فوج کی شان وشوکت سے حیران ہو کر کہا کہ اے عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ "انصار" ہیں نا گہاں انصار کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جھنڈا لئے ہوئے ابوسفیان کے قریب سے گزرے اور جب ابو سفیان کو دیکھا تو بلند آواز سے کہا کہ اے ابوسفیان!

اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ الْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ

آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے۔ آج کعبہ میں خونریزی حلال کر دی جائے گی۔

ابوسفیان یہ سن کر گھبرا گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے عباس! سن لو! آج قریش کی ہلاکت تمہیں مبارک

ہو۔ پھر ابوسفیان کو چین نہیں آیا تو پوچھا کہ بہت دیر ہوگئی۔ ابھی تک میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ وہ کون سے لشکر میں ہیں؟ اتنے میں حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پرچم نبوت کے سائے میں اپنے نورانی لشکر کے ہمراہ پیغمبرانہ جاہ و جلال کے ساتھ نمودار ہوئے۔ ابوسفیان نے جب شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چلا کر کہا کہ اے حضور! کیا آپ نے سنا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہوئے گئے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ ابوسفیان بولے کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے غلط کہا، آج تو کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ آج تو کعبہ کو لباس پہنانے کا دن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے اتنی غلط بات کیوں کہہ دی۔ آپ نے ان کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب ابوسفیان نے بارگاہ رسول میں یہ شکایت کی کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ابھی ابھی سعد بن عبادہ یہ کہتے ہوئے گئے ہیں کہ اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ آج گھمسان کی لڑائی کا دن ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے غلط کہا، بلکہ اے ابوسفیان! اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ آج کا دن تو رحمت کا دن ہے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۰۶)

پھر فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ بانی کعبہ کے جانشین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں نزول اجلال فرمایا اور حکم دیا کہ میرا جھنڈا مقام "حجون" کے پاس گاڑا جائے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام فرمان جاری فرمایا کہ وہ فوجوں کے ساتھ مکہ کے بالائی حصہ یعنی "کداء" کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ باب این رکز النبی رایۃ و زرقانی ج ۲ ص ۳۰۴ تا ص ۳۰۶)

فاتح مکہ کا پہلا فرمان:

تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی جو پہلا فرمان جاری فرمایا وہ یہ اعلان تھا کہ جس کے لفظ لفظ میں رحمتوں کے دریا موجیں مار رہے ہیں:

جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لئے امان ہے۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے گا اس کے لئے امان ہے۔ جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کے لئے امان ہے۔

اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان ایک فخر پسند آدمی ہے اس کے لئے کوئی ایسی امتیازی بات فرما دیجئے کہ اس کا سر فخر سے اونچا ہو جائے تو آپ نے فرما دیا کہ

"جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے۔"

اس کے بعد ابوسفیان مکہ میں بلند آواز سے پکار پکار کر اعلان کرنے لگا کہ اے قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا بڑا لشکر لے کر آ گئے ہیں کہ اس کا مقابلہ کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے۔ ابوسفیان کی زبان سے یہ کم ہمتی کی بات سن کر اس کی بیوی ہند بنت عتبہ جل بھن کر کباب ہو گئی اور طیش میں آ کر ابوسفیان کی مونچھ پکڑ لی اور چلا کر

کہنے لگی کہ اے بنی کنانہ! اس کم بخت کو قتل کر دو یہ کیسی بزدلی اور کم ہمتی کی بات بک رہا ہے۔ ہند کی اس چیخ و پکار کی آواز سن کر تمام بنو کنانہ کا خاندان ابوسفیان کے مکان میں جمع ہو گیا اور ابوسفیان نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس وقت غصہ اور طیش کی باتوں سے کچھ کام نہیں چل سکتا۔ میں پورے اسلامی لشکر کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر آیا ہوں اور میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب ہم لوگوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ یہ خیریت ہے کہ انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ جو ابوسفیان کے مکان میں چلا جائے اس کے لئے امان ہے۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ لوگ میرے مکان میں آ کر پناہ لے لیں۔ ابوسفیان کے خاندان والوں نے کہا کہ تیرے مکان میں بھلا کتنے انسان آسکیں گے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی امان دے دی ہے جو اپنے دروازے بند کر لیں یا مسجد حرام میں داخل ہو جائیں یا ہتھیار ڈال دیں۔ ابوسفیان کا یہ بیان سن کر کوئی ابوسفیان کے مکان میں چلا گیا۔ کوئی مسجد حرام کی طرف بھاگا۔ کوئی اپنا ہتھیار زمین پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان رحمت نشان یعنی مکمل امن و امان کا فرمان جاری کر دینے کے بعد ایک قطرہ خون بہنے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ لیکن عکرمہ بن ابوجہل و صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو اور جماش بن قیس نے مقام "خندمہ" میں مختلف قبائل کے اوباش کو جمع کیا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے دو آدمیوں حضرت کرز بن جابر فہری اور حبیش بن اشعر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا اور اسلامی لشکر پر تیر برسانا شروع کر دیا۔ بخاری کی روایت میں انہی دو حضرات کی شہادت کا ذکر ہے مگر زرقانی وغیرہ کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار قریش نے قتل کر دیا۔ دو وہ جو اوپر ذکر کئے گئے اور ایک حضرت مسلمہ بن المیلاء رضی اللہ عنہ اور بارہ یا تیرہ کفار بھی مارے گئے اور باقی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ تلواریں چمک رہی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میں نے تو خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو جنگ کرنے سے منع کر دیا تھا۔ پھر یہ تلواریں کیسی چل رہی ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ پہل کفار کی طرف سے ہوئی ہے۔ اس لئے لڑنے کے سوا حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی فوج کے لئے کوئی چارہ کار ہی نہیں رہ گیا تھا۔ یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ قضاء الٰہی یہی تھی اور خدا نے جو چاہا وہی بہتر ہے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۱۰)

مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ:

بخاری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔ یہ نماز بہت ہی مختصر طور پر ادا فرمائی لیکن رکوع و سجدہ مکمل طور پر ادا فرماتے رہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۵ باب منزل النبی یوم الفتح)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی ام ہانی رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کیا گھر میں کچھ کھانا بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم خشک روٹی کے چند ٹکڑے ہیں۔ مجھے بڑی شرم دامن گیر ہوتی ہے کہ اس کو آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ ارشاد فرمایا کہ "لاؤ" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان خشک

روٹیوں کو توڑا اور پانی میں بھگو کر نرم کیا اور حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے ان روٹیوں کے سالن کے لئے نمک پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی سالن گھر میں نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھر میں "سرکہ" کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "سرکہ" لاؤ۔ آپ نے سرکہ کو روٹی پر ڈالا اور تناول فرما کر خدا کا شکر بجالائے۔ پھر فرمایا کہ "سرکہ بہترین سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہوگا اس گھر والے محتاج نہ ہوں گے۔" پھر حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حارث بن ہشام (ابوجہل کے بھائی) اور زہیر بن اُمیہ کو امان دے دی ہے۔ لیکن میرے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کو اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی فوج سے جنگ کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُم ہانی! رضی اللہ عنہا جس کو تم نے امان دے دی اس کے لئے ہماری طرف سے بھی امان ہے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۲۶)

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَبَرِ الطَّائِفِ

باب: طائف (کی فتح) کے بارے میں جو منقول ہے

3025 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ عَقِيلِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ شَأْنِ ثَقِيفٍ إِذْ بَايَعَتْ؟ قَالَ: اشْتَرَطَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ لَا صَدَقَةَ عَلَيْهَا، وَلَا جِهَادَ، وَأَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَقُولُ: سَيَتَصَدَّقُونَ، وَيُجَاهِدُونَ إِذَا أَسْلَمُوا

⊕⊕ وہب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ثقیف قبیلے کے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا کہ انہوں نے کس طرح اسلام قبول کیا تھا؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شرط رکھی کہ ان پر زکوٰۃ اور جہاد لازم نہیں ہوں گے، پھر انہوں نے بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"جب یہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے، تو زکوٰۃ بھی دیں گے اور جہاد میں بھی حصہ لیں گے"

3026 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ مَنْجُوفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِيَكُونَ أَرَقَّ لِقُلُوبِهِمْ، فَاشْتَرَطُوا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُحْشَرُوا، وَلَا يُعْشَرُوا، وَلَا يُجَبُّوا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكُمْ أَنْ لَا تُحْشَرُوا، وَلَا تُعْشَرُوا، وَلَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ

⊕⊕ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ثقیف قبیلے کا وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا' تا کہ ان کے دل نرم ہو جائیں، ان لوگوں نے یہ شرط عائد کی کہ انہیں جہاد کے لیے نہیں بلایا جائے گا۔ ان سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی اور وہ نماز نہیں پڑھیں گے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں یہ چیز ملتی ہے کہ تمہیں جہاد کے لئے نہیں بلایا جائے گا اور تم سے زکوٰۃ نہیں وصول کی جائے گی' لیکن ایسے دین میں کوئی بھلائی نہیں ہے' جس

میں رکوع (یعنی نماز) نہ ہو۔

طائف کا محاصرہ:

یہ تحریر کیا جاچکا ہے کہ حنین سے بھاگنے والی کفار کی فوجیں کچھ تو اوطاس میں جا کر ٹھہری تھیں اور کچھ طائف کے قلعہ میں جا کر پناہ گزیں ہوگئی تھیں۔ اوطاس کی فوجیں تو آپ پڑھ چکے کہ وہ شکست کھا کر ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگئیں اور سب گرفتار ہوگئیں۔ لیکن طائف میں پناہ لینے والوں سے بھی جنگ ضروری تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین اور اوطاس کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو "مقام جعرانہ" میں جمع کر کے طائف کا رخ فرمایا۔

طائف خود ایک بہت ہی محفوظ شہر تھا جس کے چاروں طرف شہر پناہ کی دیوار بنی ہوئی تھی اور یہاں ایک بہت ہی مضبوط قلعہ بھی تھا۔ یہاں کا رئیس اعظم عروہ بن مسعود ثقفی تھا جو ابوسفیان کا داماد تھا۔ یہاں ثقیف کا جو خاندان آباد تھا وہ عزت و شرافت میں قریش کا ہم پلہ شمار کیا جاتا تھا۔ کفار کی تمام فوجیں سال بھر کا راشن لے کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوگئی تھیں۔ اسلامی افواج نے طائف پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا مگر قلعہ کے اندر سے کفار نے اس زور و شور کے ساتھ تیروں کی بارش شروع کر دی کہ لشکر اسلام اس کی تاب نہ لا سکا اور مجبوراً اس کو پسپا ہونا پڑا۔ اٹھارہ دن تک شہر کا محاصرہ جاری رہا مگر طائف فتح نہیں ہوسکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنگ کے ماہروں سے مشورہ فرمایا تو حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم "لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی لیکن اگر چھوڑ دی جائے تو بھی اس سے کوئی اندیشہ نہیں۔" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم دے دیا۔

(زرقانی ج ۳ ص ۳۳)

طائف کے محاصرہ میں بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور کل بارہ اصحاب شہید ہوئے سات قریش، چار انصار اور ایک شخص بنی لیث کے۔ زخمیوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بھی تھے یہ ایک تیر سے زخمی ہوگئے تھے۔ پھر اچھے بھی ہوگئے، لیکن ایک مدت کے بعد پھر ان کا زخم پھٹ گیا اور اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسی زخم سے ان کی وفات ہوگئی۔ (زرقانی ج ۳ ص ۳۰)

طائف کی مسجد:

یہ مسجد جس کو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا تھا ایک تاریخی مسجد ہے۔ اس جنگ طائف میں ازواج مطہرات میں سے دو ازواج ساتھ تھیں حضرت اُم سلمہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما ان دونوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خیمے گاڑے تھے اور جب تک طائف کا محاصرہ رہا آپ ان دونوں خیموں کے درمیان میں نمازیں پڑھتے رہے۔ جب بعد میں قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان لوگوں نے اسی جگہ پر مسجد بنالی۔ (زرقانی ج ۳ ص ۳۱)

جنگ طائف میں بت شکنی:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا ارادہ فرمایا تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا کہ وہ "

ذوالکفین" کے بت خانہ کو برباد کر دیں۔ یہاں عمر بن حممہ دوسی کا بت تھا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر بت خانہ کو منہدم کر دیا اور بت کو جلا دیا۔ بت کو جلاتے وقت وہ ان اشعار کو پڑھتے جاتے تھے:

یَاذَا الْکَفَّیْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِکَا

اے ذوالکفین! میں تیرا بندہ نہیں ہوں

مِیْلَادُنَا اَقْدَمُ مِنْ مِیْلَادِکَا

میری پیدائش تیری پیدائش سے بڑی ہے

اِنِّیْ حَشَوْتُ النَّارَ فِیْ فُؤَادِکَا

میں نے تیرے دل میں آگ لگا دی ہے

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ چار دن میں اس مہم سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طائف میں پہنچ گئے۔ یہ "ذوالکفین" سے قلعہ توڑنے کے آلات منجنیق وغیرہ بھی لائے تھے۔ چنانچہ اسلام میں سب سے پہلی یہی منجنیق ہے جو طائف کا قلعہ توڑنے کے لئے لگائی گئی۔ مگر کفار کی فوجوں نے تیر اندازی کے ساتھ ساتھ گرم گرم لوہے کی سلاخیں پھینکنی شروع کر دیں اس وجہ سے قلعہ توڑنے میں کامیابی نہ ہو سکی۔ (زرقانی ج ۳ ص ۳۱)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ طائف کے اطراف میں جو جا بجا ثقیف کے بت خانے ہیں ان سب کو منہدم کر دیں۔ چنانچہ آپ نے ان سب بتوں اور بت خانوں کو توڑ پھوڑ کر مسمار و برباد کر دیا۔ اور جب لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور بہت دیر تک ان سے تنہائی میں گفتگو فرماتے رہے، جس سے لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۱۸)

طائف سے روانگی کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) آپ قبیلہ ثقیف کے کفار کے لئے ہلاکت کی دعا فرما دیجئے۔ تو آپ نے دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا وَّاْتِ بِھِمْ یا اللہ عزوجل ثقیف کو ہدایت دے اور انکو میرے پاس پہنچا دے۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۰۷)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا مقبول ہوئی کہ قبیلہ ثقیف کا وفد مدینہ پہنچا اور پورا قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم:

طائف سے محاصرہ اُٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم "جعرانہ" تشریف لائے۔ یہاں اموال غنیمت کا بہت بڑا ذخیرہ جمع تھا۔ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں، کئی من چاندی، اور چھ ہزار قیدی۔

اسیرانِ جنگ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رشتہ داروں کے آنے کا انتظار فرمایا۔ لیکن کئی دن گزرنے کے باوجود جب کوئی نہ آیا تو آپ نے مال غنیمت کو تقسیم فرما دینے کا حکم دے دیا مکہ اور اس کے اطراف کے نو مسلم رئیسوں کو آپ نے بڑے بڑے انعاموں سے نوازا۔ یہاں تک کہ کسی کو تین سو اونٹ، کسی کو دو سو اونٹ، کسی کو سو اونٹ انعام کے طور پر عطا فرما

دیا۔اسی طرح بکریوں کو بھی نہایت فیاضی کے ساتھ تقسیم فرمایا۔(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۸۹)

انصاریوں سے خطاب:

جن لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے انعامات سے نوازا وہ عموماً مکہ والے نو مسلم تھے۔اس پر بعض نوجوان انصاریوں نے کہا کہ

"رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم قریش کو اس قدر عطا فرمارہے ہیں اور ہم لوگوں کا کچھ بھی خیال نہیں فرمارہے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے۔" (بخاری ج ۲ ص ۶۲۰ غزوہ طائف)

اور انصار کے کچھ نوجوانوں نے آپس میں یہ بھی کہا اور اپنی دل شکنی کا اظہار کیا کہ جب شدید جنگ کا موقع ہوتا ہے تو ہم انصاریوں کو پکارا جاتا ہے اور غنیمت دوسرے لوگوں کو دی جارہی ہے۔(بخاری ج ۲ ص ۶۲۱ غزوہ طائف)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ چرچا سنا تو تمام انصاریوں کو ایک خیمہ میں جمع فرمایا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ اے انصار! کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے سرداروں میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں کہا ہے۔ہاں چند نئی عمر کے لڑکوں نے ضرور کچھ کہہ دیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے میرے ذریعہ سے خدا نے تم کو ہدایت دی، تم متفرق اور پراگندہ تھے، خدا نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق واتحاد پیدا فرمایا، تم مفلس تھے، خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو غنی بنادیا۔(بخاری ج ۲ ص ۶۲۰ غزوہ طائف)

بَابُ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ أَرْضِ الْيَمَنِ

باب: یمن کی سرزمین کے حکم کے بارے میں جو منقول ہے

3027 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَهْرٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ لِي هَمْدَانُ: هَلْ أَنْتَ آتٍ هَذَا الرَّجُلَ؟ وَمُرْتَادٌ لَنَا، فَإِنْ رَضِيتَ لَنَا شَيْئًا قَبِلْنَاهُ، وَإِنْ كَرِهْتَ شَيْئًا كَرِهْنَاهُ. قُلْتُ: نَعَمْ. فَجِئْتُ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضِيتُ أَمْرَهُ وَأَسْلَمَ قَوْمِي، وَكَتَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْكِتَابَ إِلَى عُمَيْرٍ ذِي مَرَّانٍ، قَالَ: وَبَعَثَ مَالِكَ بْنَ مِرَارَةَ الرَّهَاوِيَّ إِلَى الْيَمَنِ جَمِيعًا، فَأَسْلَمَ عَكٌّ ذُو خَيْوَانَ، قَالَ: فَقِيلَ لِعَكٍّ: انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْ مِنْهُ الْأَمَانَ عَلَى قَرْيَتِكَ، وَمَالِكَ، فَقَدِمَ وَكَتَبَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ لِعَكٍّ ذِي خَيْوَانَ، إِنْ كَانَ صَادِقًا فِي أَرْضِهِ، وَمَالِهِ، وَرَقِيقِهِ، فَلَهُ الْأَمَانُ وَذِمَّةُ اللهِ، وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ، وَكَتَبَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ

حضرت عامر بن شہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو ہمدان نے مجھ سے کہا: کیا تم ان صاحب کی خدمت میں جاؤ گے؟ اور ہمارے لیے اس کی تحقیق کرو گے تم ہمارے لیے جو بھی چیز پسند کرو گے ہم اسے قبول کریں گے اور اگر تم نے نہ پسند کیا تو ہم بھی ناپسند کریں گے۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے' پھر میں نکلا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں آپ کے معاملے سے راضی ہوا تو میری قوم کے لوگوں نے بھی اسلام قبول کرلیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر ذی مران کی طرف خط لکھا (اس کا پس منظر یہ ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن مرارہ رہاوی کو تمام اہلِ یمن کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا، تو عک ذوخیوان نے اسلام قبول کرلیا، عک سے کہا گیا: تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بستی اور مال کے لیے امان حاصل کرلو، تو وہ آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ لکھ کر دیا۔

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے (جو بڑا مہربان' نہایت رحم کرنے والا ہے) اللہ کے رسول' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے' عک ذی خیوان کے لیے ہے، اگر یہ سچا ہے' تو اسے اپنی زمین' مال اور غلاموں کے بارے میں امان حاصل ہے' اور اللہ کا ذمہ اور اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ حاصل ہے" حضرت خالد بن سعید بن العاص نے یہ تحریر لکھی تھی۔

3028 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ الْقُرَشِيُّ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا فَرَجُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي عَمِّي ثَابِتُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ اَبِيهِ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ اَبْيَضَ، عَنْ جَدِّهِ اَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، اَنَّهُ كَلَّمَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ حِينَ وَفَدَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا اَخَا سَبَأٍ لَا بُدَّ مِنْ صَدَقَةٍ، فَقَالَ: اِنَّمَا زَرْعُنَا الْقُطْنَ، يَا رَسُولَ اللهِ، وَقَدْ تَبَدَّدَتْ سَبَأٌ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اِلَّا قَلِيلٌ بِمَارِبَ، فَصَالَحَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سَبْعِينَ حُلَّةَ بَزٍّ مِنْ قِيمَةِ وَفَاءِ بَزِّ الْمَعَافِرِ كُلَّ سَنَةٍ عَمَّنْ بَقِيَ مِنْ سَبَأٍ بِمَارِبَ فَلَمْ يَزَالُوا يُؤَدُّونَهَا، حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّ الْعُمَّالَ انْتَقَضُوا عَلَيْهِمْ بَعْدَ قَبْضِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا صَالَحَ اَبْيَضُ بْنُ حَمَّالٍ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحُلَلِ السَّبْعِينَ، فَرَدَّ ذٰلِكَ اَبُو بَكْرٍ عَلَى مَا وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ اَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا مَاتَ اَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ انْتَقَضَ ذٰلِكَ، وَصَارَتْ عَلَى الصَّدَقَةِ

حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ جب وفد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صدقہ کے بارے میں بات چیت کی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سباء کے فرد! صدقہ بہت ضروری ہے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ، ہم صرف کپاس کی کاشت کرتے ہیں، سبا قوم کے لوگ بکھر چکے ہیں اور ان میں سے مارب کے مقام پر صرف تھوڑے سے لوگ باقی رہ گئے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر صلح کرلی کہ وہ لوگ یعنی جو لوگ سباء قوم کے باقی بچ جانے والے لوگ ہیں، وہ ہر سال کپڑے کے ستر جوڑوں کے برابر معافر کپڑے کی قیمت ادا کریں گے۔

تو وہ لوگ مسلسل وہ کپڑے ادا کرتے رہے، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہاں کے عاملین نے ان کی طرف سے کیے گئے عہد کو توڑ دیا، جو ابیض بن حمال نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ستر جوڑوں کے

بارے میں کیا تھا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دوبارہ اسی کیفیت میں بحال کیا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا، یہاں تک کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال کے بعد یہ صدقہ وصول کیا جانے لگا۔

بَابٌ فِي إِخْرَاجِ الْيَهُودِ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ

باب: یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکالا جانا

3029 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَى بِثَلَاثَةٍ، فَقَالَ: أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مِمَّا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ، أَوْ قَالَ: فَأُنْسِيتُهَا، وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ سُلَيْمَانُ: لَا أَدْرِي أَذَكَرَ سَعِيدٌ الثَّالِثَةَ فَنَسِيتُهَا أَوْ سَكَتَ عَنْهَا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین باتوں کی وصیت کی تھی، مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا، وفود کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کرنا، جس طرح میں کرتا تھا، حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں راوی نے یہ بات نقل کی ہے، انہوں نے تیسری بات نہیں کی، یا شاید انہوں نے یہ کہا کہ یہ بات میں بھول گیا ہوں، حمیدی نامی راوی نے سفیان کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے، سلیمان کہتے ہیں، مجھے نہیں معلوم کیا سعید نامی راوی نے کوئی تیسری بات ذکر کی تھی، میں اسے بھول گیا، یا انہوں نے یہ بات ذکر ہی نہیں کی۔

3030 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، فَلَا أَتْرُكُ فِيهَا إِلَّا مُسْلِمًا.

❀❀ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے ضرور نکال دوں گا، میں یہاں صرف مسلمانوں کو رہنے دوں گا''

3031 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، تاہم پہلی روایت زیادہ مکمل ہے۔

3031- اسناده صحيح. وقد صرح ابو الزبير - وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي - بالسماع في الطريق السابق، فانتفت شبهة تدليسه. سفيان: هو الثوري. واخرجه مسلم (1767)، والترمذي (1698)، والنسائي في "الكبرى" (8633) من طريق سفيان الثوري بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (215).

3032 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَكُونُ قِبْلَتَانِ فِي بَلَدٍ وَاحِدٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہماروایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ایک سرزمین پر (یعنی عرب کی سرزمین پر) دو قبلے نہیں رہیں گے''۔

3033 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، قَالَ: قَالَ سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ: جَزِيرَةُ الْعَرَبِ مَا بَيْنَ الْوَادِي إِلَى أَقْصَى الْيَمَنِ إِلَى تُخُومِ الْعِرَاقِ إِلَى الْبَحْرِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرِءَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ، أَخْبَرَكَ أَشْهَبُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: عُمَرُ أَجْلَى أَهْلَ نَجْرَانَ، وَلَمْ يُجْلَوْا مِنْ تَيْمَاءَ، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ بِلَادِ الْعَرَبِ. فَأَمَّا الْوَادِي فَإِنِّي أَرَى أَنَّمَا لَمْ يُجْلَ مَنْ فِيهَا مِنَ الْيَهُودِ، أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْهَا مِنْ أَرْضِ الْعَرَبِ.

سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں: جزیرۂ عرب وہ ہے، جو وادی سے لے کر (ایک طرف) یمن کی آخری حد تک (دوسری طرف) عراق تک اور (تیسری طرف) سمندر تک ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران کو جلاوطن کر دیا، لیکن انہیں تیماء سے جلاوطن نہیں کیا گیا، کیونکہ وہ عرب سرزمین کا حصہ نہیں ہے، جہاں تک وادی کا تعلق ہے تو میرا یہ خیال ہے کہ انہوں نے وہاں کے یہودیوں کو اس لیے جلاوطن نہیں کیا، کیونکہ وہ لوگ اسے عرب سرزمین کا حصہ نہیں سمجھتے تھے۔

3034 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: وَقَدْ أَجْلَى عُمَرُ رَحِمَهُ اللهُ يَهُودَ نَجْرَانَ، وَفَدَكَ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نجران اور فدک کے یہودیوں کو جلاوطن کیا تھا۔

بَابٌ فِي إِيقَافِ أَرْضِ السَّوَادِ وَأَرْضِ الْعَنْوَةِ

باب: سواد (یعنی عراق) کی سرزمین اور غلبہ پا کے حاصل ہونے والے زمین کو وقف کر دینا

3035 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنَعَتِ الْعِرَاقُ قَفِيزَهَا وَدِرْهَمَهَا، وَمَنَعَتِ الشَّامُ مُدْيَهَا وَدِينَارَهَا، وَمَنَعَتْ مِصْرُ إِرْدَبَّهَا وَدِينَارَهَا، ثُمَّ عُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ. قَالَهَا زُهَيْرٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''(عنقریب ایسا وقت آئے گا) عراق اپنے قفیز اور اپنے درہم کو روک لے گا اور شام اپنے مدی اور دینار کو روک لے گا، مصر

اپنے اردب اور دینار کو روک لے گا اور پھر تم جہاں سے شروع ہوئے تھے، وہاں ہی واپس آ جاؤ گے“۔

زہیر نامی راوی نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرا کے یہ کہا: اس بات پر ابوہریرہ کا گوشت اور خون گواہ ہیں۔

3036 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ اَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّمَا قَرْيَةٍ اَتَيْتُمُوهَا، وَاَقَمْتُمْ فِيهَا، فَسَهْمُكُمْ فِيهَا، وَاَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، فَاِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ، ثُمَّ هِيَ لَكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جس بھی بستی میں تم آؤ اور وہاں مقیم ہو جاؤ، اس میں تمہارا حصہ ہے اور جو بستی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، تو اس کا خمس اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص ہو جائے گا، پھر وہ تمہیں ملے گا۔“

خراج

خراج کا طریقہ عرب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا۔ خراج کا نظم و نسق عرب کی تاریخ تمدن میں ایک نیا اضافہ تھا۔
اسلام سے پہلے اگرچہ عرب کے مختلف خاندان تاج و تخت کے مالک ہوئے جنہوں نے سلطنت کے تمام کاروبار قائم کر دیئے تھے۔
لیکن محاصل کا باقاعدہ انتظام بالکل موجود نہ تھا۔ اسلام کے آغاز میں اس قدر ہوا کہ جب خیبر فتح ہوا تو یہودیوں نے درخواست کی کہ
زراعت کا کام ہم اچھا جانتے ہیں اس لیے زمین ہمارے ہی قبضے میں چھوڑ دی جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی
درخواست منظور کر لی اور بٹائی پر معاملہ ہو گیا۔ اس کے سوا جن مقامات کے باشندے سب مسلمان ہو گئے تھے، ان کی زمین پر عشر
مقرر کر دیا۔ جو ایک قسم کی زکوۃ تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں عراق کے کچھ حصے فتح ہوئے، لیکن خراج وغیرہ کا کچھ
انتظام نہ ہوا۔ بلکہ سرسری طور پر کچھ رقم مقرر کر دی گئی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب مہمات کی طرف سے فی الجملہ اطمینان ہوا یعنی 16 ہجری میں ادھر عراق عرب پر پورا قبضہ ہو گیا
اور اس طرف یرموک کی فتح نے رومیوں کی قوت کا استیصال کر دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خراج کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی۔
اس مرحلے میں پہلی یہ مشکل پیش آئی کہ امرائے فوج نے اصرار کیا کہ تمام مفتوحہ مقامات صلہ فتح کے طور پر ان کی جاگیر میں عنایت
کیے جائیں۔ اور باشندوں کو ان کی غلامی میں دے دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی فتح کے ساتھ سعد بن ابی وقاص
رضی اللہ عنہ کو وہاں کی مردم شماری کے لیے حکم دیا تھا۔ سعد نے نہایت جانچ کے ساتھ مردم شماری کا کاغذ مرتب کر کے بھیجا۔ کل
باشندوں اور اہل فوج کی تعداد کا موازنہ کیا گیا۔ تو ایک ایک مسلمان کے حصے تین تین آدمی پڑتے تھے۔ اسی وقت حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کی یہ رائے قائم ہو چکی تھی کہ زمین باشندوں کے قبضہ میں رہنے دی جائے۔ اور ان کو ہر طرح پر آزاد چھوڑ دیا جائے۔
(طبری صفحہ 467 فتوح البلدان صفحہ 266 کتاب الخراج صفحہ 21)
لیکن اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ وغیرہ اہل فوج کے ہم زبان تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ

عنہ نے اس قدر ردوکد کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دق ہوکر فرمایا" اللهم كفنى بلالا " یعنی" اے خدا مجھ کو بلال سے نجات دے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ استدلال پیش کرتے تھے کہ اگر ممالک مفتوح فوج کو تقسیم کردیئے جائیں تو آئندہ افواج کی تیاری، بیرونی حملوں کی حفاظت، ملک کے امن وامان قائم رکھنے کے مصارف کہاں سے آئیں گے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جن کی تلواروں نے ملک کو فتح کیا ہے انہی کو قبضے کا بھی حق ہے۔ آئندہ نسلیں مفت کیونکر پاسکتی ہیں۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت کا جمہوری طریقہ تھا۔ یعنی جو فیصلہ ہوتا تھا کثرت رائے پر ہوتا تھا، اس لیے عام اجلاس ہوا۔ جس میں تمام قدماء مہاجرین وانصار میں سے پانچ اور قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے سردار، وکیل کے طور پر شریک ہوئے۔

(کتاب الخراج صفحہ 14)

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ تاہم کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ کئی دن تک یہ مرحلہ درپیش رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استدلال

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دفعتہً قرآن مجید کی ایک آیت یاد آئی جو بحث کے لیے نص قاطع تھی یعنی للفقرآء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم و اموالهم الخ اس آیت کے آخر میں فقرے والذين جاء امن بعدهم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ استدلال کیا کہ فتوحات میں آئندہ نسلوں کا بھی حق ہے لیکن اگر فاتحین کو تقسیم کردیا جائے تو آنے والی نسلوں کے لیے کچھ باقی نہیں رہتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر نہایت پرزور تقریر کی اور اس آیت کو استدلال میں پیش کیا۔ تمام لوگ بول اٹھے کہ" بے شبہ آپ کی رائے بالکل صحیح ہے۔" اس استدلال کی بناء پر یہ اصول قائم ہوگیا کہ جو ممالک فتح کیے جائیں وہ فوج کی ملک نہیں ہیں بلکہ حکومت کی ملک قرار پائیں گے اور پچھلے قابضین کو بے دخل نہیں کیا جائے گا۔ اس اصول کے قرار پانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ممالک مفتوحہ کے بندوبست پر توجہ کی۔

عراق کا بندوبست

عراق چونکہ عرب سے نہایت قریب اور عربوں کے آباد ہوجانے کی وجہ سے عرب کا ایک صوبہ بن گیا تھا۔ بندوبست کا طریقہ سب سے پہلے وہیں سے شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اصول یہ بھی تھا کہ ہر ایک ملک کے انتظام میں وہاں کے قدیم رسم ورواج سے واقفیت حاصل کرتے تھے اور اکثر حالتوں میں کسی قدر اصلاح کے ساتھ قدیم انتظامات کو بحال رکھتے تھے۔ عراق میں اس وقت مال گزاری کا جو طریقہ جاری تھا یہ تھا یہ ہر ایک قسم کی مزروعہ زمین پر ایک خاص شرح کے لگان مقرر تھے۔ جو تین قسطوں میں ادا کیے جاتے تھے۔ یہ طریقہ سب سے پہلے کے قباد نے قائم کیا تھا۔ اور نوشیروان نے اس کی تکمیل کی تھی۔ نوشیروان تک تعین لگان میں یہ اصول ملحوظ رہتا تھا کہ اصل پیداوار کے نصف سے زیادہ نہ ہونے پائے۔ لیکن خسرو پرویز نے اس پر اضافہ کیا۔ اور یزدگرد کے زمانے میں اور بھی تبدیلیاں ہوئیں۔ (کتاب الاوائل ذكر اول من غير سنة ساسان و ذكر اول من وضع

الخراج)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزید تحقیقات کے لحاظ سے پیائش کا حکم دیا۔ اس کام کے لیے چونکہ دیانت کے ساتھ مساحت سے واقف ہونا ضروری تھا۔ اور عرب میں اس قسم کے فنون اس وقت رائج نہ تھے اس لیے فی الجملہ دقت پیش آئی۔ آخر دو شخص انتخاب کیے گئے۔ عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن الیمان۔

افسران کا بندوبست

یہ دونوں بزرگ اکابر صحابہ میں سے تھے۔ اور عراق میں زیادہ تر رہنے سے اس قسم کے کاموں سے واقف ہو گئے تھے۔ خصوصاً عثمان بن حنیف کو اس فن میں پوری مہارت حاصل تھی۔

قاضی ابو یوسف صاحب نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس تحقیق اور صحت کے ساتھ پیائش کی جس طرح قیمتی کپڑا ناپا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیائش کا پیمانہ خود اپنے دست مبارک سے تیار کر کے دیا۔ کئی مہینے تک بڑے اہتمام اور جانچ کے ساتھ پیائش کا کام جاری رہا۔

عراق کا کل رقبہ

کل رقبہ طول میں 375 میل اور عرض میں 240 یعنی کل 3000 میل مکسر ٹھہرا۔ اور پہاڑ اور صحرا اور نہروں کو چھوڑ کر قابل زراعت زمیں تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہری۔

(1) خاندان شاہی کی جاگیر

(2) آتش کدوں کے اوقاف

(3) لاوارث

(4) مفروروں اور

(5) باغیوں کی جائیداد

(6) وہ زمینیں جو سڑکوں کی تیاری اور درستی اور ڈاک کے مصارف کے لیے مخصوص تھیں

(7) دریابرد

(8) جنگل اور تمام زمینوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالصہ قرار دے کر ان کی آمدنی جس کی تعداد سالانہ ستر لاکھ (7000000) تھی رفاہ عام کے کاموں کے لیے مخصوص کر دی۔ کبھی کبھی کسی شخص کو اسلامی کوششوں کے صلے میں جاگیر عطا کی جاتی تھی تو انہی زمینوں سے کی جاتی تھی۔ لیکن یہ جاگیریں کسی حال میں خراج یا عشر سے مستثنیٰ نہیں ہوتی تھیں۔ باقی تمام زمین قدیم قبضہ داروں کو دے دی گئی۔ اور حسب ذیل لگان مقرر کیا گیا۔

لگان کی شرح

گیہوں	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	دو درہم سال
جو	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	ایک درہم سال

نیشکر	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	چھ درہم سال
روئی	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	پانچ درہم سال
انگور	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	دس درہم سال
نخلستان	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	دس درہم سال

بعض بعض جگہ زمین کی پیداوار کے اعتبار سے اس شرح میں تفاوت بھی ہوا۔ یعنی گیہوں پر فی جریب 4 درہم اور جو پر 2 درہم مقرر ہوئے۔

عراق کا خراج

افتادہ زمین پر بشرطیکہ قابل زراعت ہو، دو جریب پر ایک درہم مقرر ہوا۔ اس طرح کل عراق کا خراج 8 کروڑ ساٹھ لاکھ درہم ٹھہرا۔ چونکہ پیمائش کے مہتمم مختلف لیاقت کے تھے، اس لیے تشخیص جمع میں بھی فرق رہا۔ تاہم جہاں جس قدر جمع مقرر کی گئی اس سے زیادہ مالکان اراضی کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ذمی رعایا کا اس قدر خیال تھا کہ دونوں افسروں کو بلا کر کہا کہ تم نے تشخیص جمع میں سختی تو نہیں کی؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ ابھی اس قدر اور گنجائش ہے۔ (کتاب الخراج)

زمیندار اور تعلقہ دار

جو لوگ قدیم سے زمیندار اور تعلقہ دار تھے اور جن کو ایرانی زبان میں مرزبان اور دہقان کہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی حالت اسی طرح قائم رہنے دی اور ان کے جو اختیارات اور حقوق تھے سب بحال رکھے۔ جس خوبی سے بندوبست کیا گیا تھا اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ باوجود اس کے کہ لگان کی شرحیں نوشیروان کی مقرر کردہ شرحوں سے زائد تھیں، تاہم نہایت کثرت سے افتادہ زمینیں آباد ہو گئیں اور دفعۃً زراعت کی پیداوار میں ترقی ہو گئی۔

پیداوار اور آمدنی میں ترقی

چنانچہ بندوبست کے دوسرے ہی سال خراج کی مقدار آٹھ کروڑ سے دس کروڑ بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی۔ سالہائے مابعد میں اور بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اس پر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ احتیاط تھی۔

ہر سال مال گزاری کی نسبت رعایا کی اظہار لیا جانا

کہ ہر سال جب عراق کا خراج آتا تھا تو دس ثقہ اور معتمد اشخاص کوفہ سے اور اسی قدر بصرہ سے طلب کئے جاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو چار دفعہ شرعی قسم دلاتے تھے کہ یہ مال گزاری کسی ذمی یا مسلمان پر ظلم کر کے تو نہیں لی گئی ہے۔ (کتاب الخراج صفحہ 165، اصل عبارت یہ ہے: ان عمر ابن الخطاب کان من یحی العراق کل سنة مائة الف الف اوقیه ثم یخرج الیه عشرة من اهل الکوفة وعشرة من اهل البصرة یشهدون اربع شهادات بالله انه من طیب مافیه ظلم مسلم ولا معاهد 12)"

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اگرچہ نہایت نرمی سے خراج مقرر کیا تھا لیکن جس قدر مال گزاری ان کے عہد میں وصول ہوئی زمانہ مابعد میں کبھی وصول نہیں ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جس قدر خراج وصول ہوا زمانہ بعد میں کبھی نہیں ہوا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج پر خدا لعنت کرے کمبخت کو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی۔ عمر بن الخطاب نے عراق کی مال گزاری 10 کروڑ 28 لاکھ درہم وصول کی، زیاد نے 10 کروڑ 15 لاکھ اور حجاج نے باوجود جبر وظلم کے صرف 2 کروڑ 8 لاکھ وصول کئے۔ (معجم البلدان ذکر سواد)۔ مامون الرشید کا زمانہ عدل وانصاف کے لیے مشہور ہے لیکن اس کے عہد میں بھی عراق کے خراج کی تعداد 5 کروڑ 48 لاکھ درہم سے کبھی نہیں بڑھی۔

جہاں تک ہم کو معلوم ہے عراق کے سوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی صوبے کی پیائش نہیں کرائی۔ بلکہ جہاں جس قسم کا بندوبست تھا اور بندوبست کے جو کاغذات پہلے سے تیار تھے ان کو اسی طرح قائم رکھا۔ یہاں تک کہ دفتر کی زبان تک نہیں بدلی، یعنی جس طرح اسلام سے پہلے عراق وایران کا دفتر فارسی میں، شام کا رومی میں، مصر کا قبطی میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی اسی طرح رہا۔ خراج کے محکمے میں جس طرح قدیم سے پارسی یونانی اور قبطی ملازم تھے بدستور بحال رہے۔ تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدیم طریقہ انتظام میں جہاں کچھ غلطی دیکھی اس کی اصلاح کر دی۔

مصر میں فرعون کے زمانے میں جو بندوبست ہوا تھا۔ ٹالومیز (بطالمہ) نے بھی قائم رکھا۔ اور رومن ایمپائر میں بھی وہی جاری رہا۔ فرعون نے تمام اراضی کی پیائش کرائی تھی اور تشخیص جمع اور طریقہ ادا کے مقدم اصول یہ قرار دیئے تھے:

مصر میں فرعون کے زمانے کے قواعد مال گزاری

1 خراج نقد اور اصل پیداوار دونوں طریقوں سے وصول کیا جائے۔

2 چند سالوں کی پیداوار کا اوسط نکال کر اس کے لحاظ سے جمع تشخیص کی جائے۔

3 بندوبست چار سالہ ہو۔

رومیوں کا اضافہ

رومیوں نے اپنے عہد حکومت میں اور تمام قاعدے بحال رکھے لیکن یہ نیا دستور مقرر کیا کہ ہر سال خراج کے علاوہ مصر سے غلہ کی ایک مقدار کثیر پائے تخت قسطنطنیہ کو روانہ کی جاتی تھی اور سلطنت کے ہر صوبے میں فوج کی رسد کے لیے یہیں سے غلہ جاتا تھا۔ جو خراج میں محسوب نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دونوں جابرانہ قاعدے موقوف کر دیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدیم طریقے کی اصلاح کی

یورپ کے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ رسم جاری رہی۔ چنانچہ قحط کے سال مصر سے مدینہ منورہ کو جو غلہ بھیجا گیا، اسی اصول کے موافق بھیجا گیا۔ لیکن یہ ان کی سخت غلطی اور قیاس بازی ہے۔ بے شبہ عام القحط میں مصر سے غلہ آیا اور پھر یہ ایک رسم قائم ہو کر مدتوں تک جاری رہی۔ لیکن یہ وہی غلہ تھا جو خراج سے وصول ہوتا تھا۔ کوئی نیا خراج یا ٹیکس نہ تھا۔ چنانچہ علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں صاف صاف تصریح کر دی ہے۔ اس بات کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب خراج میں صرف نقدی کا طریقہ رہ گیا تو حرمین کے لیے جو غلہ بھیجا جاتا تھا خرید کر بھیجا جاتا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کی نسبت

علامہ مقریزی نے صاف اس کی تصریح کی ہے۔(فتوح البلدان صفحہ 316)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرصوبہ میں فوج کی رسد کے لیے غلے کھیتوں کا بھی انتظام کیا تھا۔لیکن یہ وہی خراج کا غلہ تھا۔

مصر میں وصول مال گزاری کا طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال گزاری کے وصول کا طریقہ بھی نہایت نرم کر دیا اور اس لحاظ سے ملک کے دونوں قدیم قاعدوں میں ترمیم کردی۔مصر ایک ایسا ملک ہے جس کی پیداوار کا دارومدار دریائے نیل کی طغیانی پر ہے۔اور چونکہ اس کی طغیانی کے مدارج میں نہایت تفاوت ہوتا رہتا تھا۔اس لیے پیداوار کا کوئی خاص اندازہ نہیں ہوسکتا تھا۔چند سالوں کے اوسط کا حساب اس لیے مفید نہیں تھا کہ جاہل کاشتکار اپنے مصارف کی تقسیم ایسے باقاعدہ طریقے سے نہیں کر سکتے کہ خشک سالی میں اوسط کے حساب سے ان کا کام چل سکے۔

بہرحال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مال گزاری کے وصول کا طریقہ یہ تھا کہ جب مال گزاری کی قسطیں کھلتی تھیں تو تمام پرگنہ جات سے رئیس اور زمیندار اور عراف طلب کئے جاتے تھے اور وہ پیداوار حال کے لحاظ سے کل ملک کے خراج کا ایک تخمینہ پیش کرتے تھے۔اس کے بعد اسی طرح ہر ہر ضلع اور ہر ہر پرگنے کا تخمینہ مرتب کیا جاتا تھا، جس میں مقامی زمیندار اور مکھیا شریک ہوتے تھے۔یہ تخمینی رقم ان لوگوں کے مشورے سے ہر ہر گاؤں پر پھیلا دی جاتی تھی۔پیداوار جو ہوتی تھی اس میں سے اول گرجاؤں اور عمالوں کے مصارف اور مسلمانوں کی مہمانی کا خرچ نکال لیا جاتا تھا۔باقی جو بچتا تھا اس میں سے جمع مشخصہ ادا کی جاتی تھی ہر گاؤں پر جمع تشخیص ہوتی تھی۔پڑتے سے اس کا ایک حصہ گاؤں کے پیشہ وروں سے بھی وصول کیا جاتا تھا (مقریزی نے یہ پوری تفصیل نقل کی ہے۔دیکھو کتاب مذکور صفحہ 77 علامہ بشاری کی کتاب جغرافیہ صفحہ 212 سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔)

اس طریقہ میں اگرچہ بڑی زحمت تھی اور گویا ہر سال نیا بندوبست کرنا پڑتا تھا۔لیکن مصر کے حالات کے لحاظ سے عدل اور انصاف کا یہی مقتضی تھا۔اور مصر میں یہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ایک مدت سے معمول بھی تھا۔لگان کی شرح فی جریب ایک دینار اور تین ارب غلہ قرار دی گئی اور یہ معاہدہ لکھ دیا گیا کہ اس مقدار پر کبھی اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

مصر کا کل خراج

اس عدل وانصاف کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو خراج وصول ہوتا تھا اس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ دینار تھی۔جس کے تقریباً پانچ کروڑ چھ لاکھ روپے ہوتے ہیں۔علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ یہ صرف جزیے کی رقم تھی۔خراج اس کے علاوہ تھا۔ابوحرقل بغدادی نے بھی اپنے جغرافیے میں قاضی ابوحازم کا جو قول نقل کیا ہے وہ اسی کے مطابق ہے۔لیکن میرے نزدیک دونوں نے غلطی کی ہے۔خود علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ جب عمرو بن العاص نے پہلے سال ایک کروڑ دینار وصول کئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے باز پرس کی۔یہ مسلم ہے کہ مقوقس کے عہد میں جزیے کا دستور نہ تھا۔اس لیے عمرو بن العاص کی یہ رقم اگر جزیہ تھی تو مقوقس کی رقم سے اس کا مقابلہ کرنا بالکل بے معنی تھا۔اس کے علاوہ تمام مؤرخین نے اور خود مقریزی نے جہاں خراج کی حیثیت سے اسلام کے ماقبل اور مابعد زمانوں کا مقابلہ کیا ہے، اسی تعداد کا نام لیا ہے۔بہرحال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں

خراج کی مقدار جہاں تک پہنچی زمانہ بعد میں کبھی اس حد تک نہیں پہنچی۔ بنو امیہ اور بنو العباس کے زمانے میں تیس لاکھ دینار سے زیادہ وصول نہیں ہوا۔

مصر کا خراج بنو امیہ اور عباسیہ کے زمانے میں

ہشام بن عبدالملک نے جب بڑے اہتمام سے تمام ملک کی پیمائش کرائی جو تین کروڑ فدان ٹھہری تو 30 لاکھ سے چالیس لاکھ ہو گئے۔ البتہ حضرت عثمان کے زمانے میں عبداللہ بن سعد گورنر مصر نے ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار وصول کیے تھے لیکن جب حضرت عثمان نے فخریہ عمرو بن العاص سے کہا کہ اب تو اونٹنی نے زیادہ دودھ دیا ہے (دیکھو مقریزی صفحہ 18 جلد اول)۔ تو عمرو بن العاص نے آزادانہ کہا کہ "ہاں لیکن بچہ بھوکا رہا۔" امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہر قسم کی دنیاوی ترقی میں یادگار ہے۔ ان کے عہد میں مصر کے خراج کی تعداد 90 لاکھ دینار تھی۔ فاطمئیین (معجم البلدان ذکر مصر۔ مقریزی جلد اول صفحہ 74 تا 75) کے عہد میں خلیفہ المعز بدین اللہ کے گورنر نے باوجود یہ کہ لگان کی شرح دوگنی کر دی، تاہم 32 لاکھ دینار سے زیادہ وصول نہ ہوئے۔

(کتاب الخراج صفحہ 28 ابن حوقل ذکر مصر)

شام

شام میں اسلام کے عہد تک وہ قانون جاری تھا جو ایک یونانی بادشاہ نے اپنے تمام ممالک مقبوضہ میں قائم کیا تھا۔ اس نے پیداوار کے اختلافات کے لحاظ سے زمین کے مختلف مدارج قرار دیئے تھے۔ اور ہر قسم کی زمین پر جداگانہ شرح کے لگان مقرر کیے تھے۔ یہ قانون چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں یونانی زبان سے شامی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اور اسلام کی فتوحات تک وہی ان تمام ممالک میں جاری تھا۔ (دیکھو پروفیسر برخیم فرانسیسی کی کتاب مسلمانوں کے قانون مال گزاری پر)۔ قرائن اور قیاسات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کی طرح یہاں بھی وہی قدیم قانون جاری رہنے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام سے جو خراج وصول ہوتا تھا اس کی کل تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار یعنی 5 کروڑ 80 لاکھ روپے تھی۔

عراق، مصر، شام کے سوا اور ممالک مفتوحہ یعنی فارس، کرمان، آرمینیہ وغیرہ کے بندوبست اور تشخیص خراج کے حالات ہم بہت کم معلوم کر سکے۔ مؤرخین ان ملکوں کے حالات فتح میں صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ وہاں کے لوگوں پر جزیہ اور زمین پر خراج مقرر کیا گیا۔ کہیں کہیں کسی خاص رقم پر معاہدہ ہو گیا ہے تو اس کی تعداد لکھ دی ہے۔ باقی اور قسم کی تفصیل کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اور چونکہ اس قسم کی جزئی تفصیلوں سے کچھ بڑے نتائج متعلق نہیں اس لیے ہم بھی اس کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔

قانون مال گزاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اصلاحات

البتہ ایک محقق کی نگاہ اس بات پر پڑتی ہے کہ اس صیغے میں فتوحات فاروقی کی خاص ایجادات اور اصلاحیں کیا ہیں اور ہم اسی خاص پہلو پر نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ سب سے بڑا انقلاب جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس صیغے میں کیا اور جس کی وجہ سے رعایا کی بہبودی اور خوشحالی دفعۃً نہایت ترقی کر گئی، یہ تھی کہ زمین داری اور ملکیت زمین کا قدیم جابرانہ قانون مٹا دیا۔ رومیوں نے جب شام اور مصر پر قبضہ کیا تو تمام ارضیات اصلی باشندوں سے چھین کر کچھ افسران فوج اور کچھ اراکین دربار کو دے دیں کچھ شاہی

جاگیریں قرار پائیں۔ کچھ کلیسا اور چرچ پر وقف کردیں۔ اصل باشندوں کے ہاتھ میں ایک چپہ زمین بھی نہیں رہی۔ وہ صرف کاشتکاری کا حق رکھتے تھے۔ اور اگر مالک زمین ان کی کاشتکاری کی زمین کو کسی کے ہاتھ منتقل کرتا تھا تو زمین کے ساتھ کاشتکار بھی منتقل ہوجاتے تھے۔ اخیر میں باشندوں کو بھی کچھ زمین داریاں ملنے لگیں۔ لیکن زمین داری کی حفاظت اور اس سے متمتع ہونے کے لیے رومی زمینداروں سے اعانت لینی پڑتی تھی۔ اس بہانے سے زمیندار خود زمین پر متصرف ہوجاتے تھے۔ اور وہ غریب کاشتکار کا کاشتکار ہی رہتا تھا۔ یہ طریقہ کچھ رومی سلطنت کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ بلکہ جہاں تک ہم کو معلوم ہے تمام دنیا میں قریب قریب یہی طریقہ جاری تھا کہ زمین کا بہت بڑا حصہ افسران فوج یا ارکان دولت کی جاگیر میں دے دیا جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس ظالمانہ قانون کو مٹا دیا۔ رومی تو اکثر ملک کے مفتوح ہوتے ہی نکل گئے۔ اور جو رہ گئے ان کے قبضے سے بھی زمین نکال لی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تمام اراضیات کو جو شاہی جاگیریں تھیں یا جن پر رومی افسر قابض تھے، باشندگان ملک کے حوالے کردیا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ مسلمان افسروں یا فوجی سرداروں کو عنایت کی جاتیں، قاعدہ بنادیا کہ مسلمان کسی حالت میں ان زمینوں پر قابض نہیں ہوسکتے۔ یعنی مالکان اراضی کو قیمت دے کر خریدنا چاہیں تو خرید بھی نہیں سکتے۔ یہ قاعدہ ایک مدت تک جاری رہا۔ چنانچہ لیث بن سعد نے مصر میں کچھ زمین مول لی تھی تو بڑے بڑے پیشوایان مذہب مثلاً امام مالک، نافع بن یزید بن اللبیعہ نے ان پر سخت اعتراض کیا۔ (مقریزی صفحہ 215)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اہل عرب کو جو ان ممالک میں پھیل گئے تھے زراعت کی ممانعت کردی۔ چنانچہ تمام فوجی افسروں کے نام احکام بھیج دیئے کہ لوگوں کے روزینے مقرر کردیئے گئے ہیں۔ اس لیے کوئی شخص زراعت نہ کرنے پائے۔ یہ حکم اس قدر سختی سے دیا گیا کہ شریک عطفی ایک شخص نے مصر میں زراعت خرید کرلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو بلا کر سخت مواخذہ کیا اور فرمایا کہ تجھ کو ایسی سزا دوں گا کہ اوروں کو عبرت ہو۔ (حسن المحاضرہ صفحہ 93)

ان قاعدوں سے ایک طرف تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عدل وانصاف کا نمونہ قائم کیا۔ جس کی نظیر دنیا میں کہیں موجود نہ تھی۔ کیونکہ کسی فاتح قوم نے مفتوحین کے ساتھ کبھی ایسی رعایت نہیں برتی تھی۔ دوسری طرف زراعت اور آبادی کو اس سے نہایت ترقی ہوئی۔ اس لیے کہ اصلی باشندے جو مدت سے ان کاموں میں مہارت رکھتے تھے عرب کے خانہ بدوش بدو ان کی برابری نہیں کرسکتے تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس تدبیر نے فتوحات کی وسعت میں بڑا کام دیا۔ فرانس کے ایک نہایت لائق مصنف نے لکھا ہے کہ یہ بات مسلم ہے کہ اسلام کی فتوحات میں خراج اور مال گزاری کے معاملہ کو بہت دخل ہے۔ رومن سلطنت میں باشندگان ملک کو جو سخت خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کی فتوحات کو نہایت تیزی سے بڑھایا۔ مسلمانوں کے حملوں کا جو مقابلہ کیا گیا وہ اہل ملک کی طرف سے نہ تھا بلکہ حکومت کی طرف سے تھا۔ مصر میں خود قبطی کاشتکاروں نے یونانیوں کے برخلاف مسلمانوں کو مدد دی، دمشق اور حمص میں عیسائی باشندوں نے ہرقل کو فوج کے مقابلے میں شہر پناہ کے دروازے بند کردیئے اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ ہم تمہارے حکومت کو بمقابلہ بے رحم رومیوں کے بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیر قوموں کے ساتھ انصاف کرنے میں اپنی قوم کی حق تلفی کی یعنی ان کو

زراعت اور فلاحت سے روک دیا۔ درحقیقت اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بڑی انجام بینی کا ثبوت ملتا ہے۔ عرب کے اصلی جوہر دلیری، بہادری، جفاکشی، ہمت، عزم اسی وقت تک قائم رہنے جب تک وہ کاشتکاری اور زمین داری سے الگ رہے۔ جس دن انہوں نے زمین کو ہاتھ لگایا، اسی دن یہ تمام اوصاف بھی ان سے رخصت ہو گئے۔

بندوبست مال گزاری میں ذمیوں سے رائے لینا

اس معاملے میں ایک اور نہایت منصافانہ اصول جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برتا یہ تھا کہ بندوبست اور اس کے متعلق تمام امور میں ذمی رعایا سے جو پارسی یا عیسائی تھی ہمیشہ رائے طلب کرتے تھے۔ اور ان کی معروضات پر لحاظ فرماتے تھے۔ عراق کا جب بندوبست کرنا چاہا تو پہلے عمال کو لکھا کہ عراق کے دو رئیسوں کو ہمارے پاس بھیجو جن کے مترجم بھی ہوں (کتاب الخراج صفحہ 31)۔ پیائش کا کام ہو چکا تو پھر دس دس بڑے بڑے زمیندار عراق سے بلوائے اور ان کے اظہار لیے۔ (کتاب الخراج صفحہ 5)

اسی طرح مصر کے انتظام کے وقت وہاں کے گورنر کو لکھا کہ مقوقس سے (جو پہلے مصر کا حاکم تھا) خراج کے معاملے میں رائے لو۔ اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو ایک واقف کار قبطی کو مدینے میں طلب کیا اور اس کا اظہار لیا۔ (مقریزی جلد اول صفحہ 74 تا 75)

یہ طریقہ جس طرح عدل و انصاف کا نہایت اعلیٰ نمونہ تھا، اسی طرح انتظام کی حیثیت سے بھی مفید تھا۔ ان باتوں کے ساتھ ان اصلاحات کو بھی شامل کرنا چاہیے جن کا بیان ہم بندوبست کے شروع میں کر آئے ہیں۔

ترقی زراعت

بندوبست کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین کی آبادی اور زراعت کی ترقی کی طرف توجہ کی۔ عام حکم دے دیا کہ تمام ملک میں جہاں جہاں افتادہ زمینیں ہیں جو شخص ان کو آباد کرے گا اس کی ملک ہو جائیں گی۔ لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کی زمین کو آباد کرنے کی غرض سے اپنے قبضے میں لائے اور تین برس کے اندر آباد نہ کرے تو زمین اس کے قبضے سے نکل جائے گی۔ اس طریقے سے افتادہ زمینیں نہایت جلد آباد ہو گئیں۔ حملے کے وقت جہاں جہاں کی رعایا گھر چھوڑ کر نکل گئی تھی ان کے لیے اشتہار دے دیا کہ واپس آ جائے اور اپنی زمینوں پر قابض ہو جائے۔ زراعت کی حفاظت اور ترقی کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے ان سے آ کر شکایت کی کہ شام میں میری کچھ زراعت تھی۔ آپ کی فوج ادھر سے گزری اور اس کو برباد کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس کو دس ہزار درہم معاوضے میں دلوائے۔ (کتاب الاخراج صفحہ 6)

تمام ممالک مفتوحہ میں نہریں جاری کیں اور بند باندھے۔

محکمہ آبپاشی

تالاب تیار کرانے، پانی کی تقسیم کرنے کے دہانے بنانے، نہروں کے شعبے نکالنے اور اس قسم کے کاموں کا ایک بڑا محکمہ قائم کیا۔ علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ خاص مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ سال بھر اس کام میں لگے رہتے تھے اور یہ تمام مصارف بیت المال سے ادا کیے جاتے تھے۔ (مقریزی صفحہ 76 جلد اول)

خوزستان اور اہواز کے اضلاع میں جزر بن معاویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے بہت سے نہریں کھدوائیں۔

جن کی وجہ سے بہت سی افتادہ زمینیں آباد ہو گئیں۔اسی طرح اور سینکڑوں نہریں تیار ہوئیں۔جس کا پتہ جستہ جستہ تاریخوں میں ملتا ہے۔

خراجی اور عشری

نوعیت قبضہ کے لحاظ سے زمین کی ایک اور تقسیم۔یعنی خراجی اور عشری۔خراجی کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔عشری اس زمین کا نام تھا جو مسلمانوں کے قبضے میں ہوتی تھی۔اور جس کے اقسام حسب ذیل تھے:

1 عرب کی زمین جس کے قابضین اوائل اسلام میں مسلمان ہو گئے تھے۔مثلاً مدینہ منورہ وغیرہ۔

2 جو زمین کسی ذمی کے قبضے سے نکل کر مسلمانوں کے قبضے میں آتی تھی،مثلاً لاوارث مر گیا،یا مفرور ہو گیا،یا بغاوت کی یا استعفیٰ دے دیا۔

3 جو افتادہ زمین کسی حیثیت سے کسی کی ملک نہیں ہوتی تھی۔اور اس کو کوئی مسلمان آباد کر لیتا تھا۔

ان اقسام کی تمام زمینیں عشری کہلاتی تھیں اور چونکہ مسلمانوں سے جو کچھ لیا جاتا تھا وہ زکوٰۃ کی مد میں داخل تھا،اس لیے ان زمینوں پر بجائے خراج کے زکوٰۃ مقرر تھی جس کی مقدار اصل پیداوار کا دسواں حصہ ہوتا تھا۔یہ شرح خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی۔اور وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی قائم رہی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنا کیا کہ ایران وغیرہ کی جو زمینیں مسلمانوں کے قبضے میں آئیں اگر وہ ذمیوں کی قدیم نہروں یا کنوؤں سے سیراب ہوتی تھیں تو ان پر خراج مقرر کیا۔چنانچہ اس قسم کی زمینیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وخباب وغیرہ کے قبضے میں تھیں اور ان سے خراج لیا جاتا تھا۔اور اگر خود مسلمان نئی نہر یا کنواں کھود کر اس کی آبپاشی کرتے تھے تو اس پر رعایۃً عشر مقرر کیا جاتا تھا۔(کتاب الخراج صفحہ 35 تا 37)

مسلمانوں کے ساتھ عشر کی تخصیص اگرچہ بظاہر ایک قسم کی ناانصافی یا قومی ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے۔اولاً تو مسلمانوں کو بمقابلہ ذمیوں کے بہت سی زائد رقمیں ادا کرنی پڑتی تھیں مثلاً مویشی پر زکوٰۃ،گھوڑوں پر زکوٰۃ،روپے پر زکوٰۃ۔حالانکہ ذمی ان تمام محصولات سے بالکل مستثنیٰ تھے۔اس بناء پر خاص زمین کے معاملے میں جو نہایت اقل قلیل مسلمانوں کے قبضے میں آئی تھی اس قسم کی رعایت بالکل مقتضائے انصاف تھی۔دوسرے یہ کہ عشر ایک ایسی رقم تھی جو کسی حالت میں کم یا معاف نہیں ہو سکتی تھی۔یہاں تک کہ خود خلیفہ یا بادشاہ معاف کرنا چاہے تو معاف نہیں کر سکتا تھا۔بخلاف اس کے خراج میں تخفیف اور معافی دونوں جائز تھی۔اور وقتاً فوقتاً اس پر عمل درآمد بھی ہوتا تھا۔اس کے علاوہ خراج سال میں صرف ایک دفعہ لیا جاتا تھا۔بخلاف اس کے عشر کا یہ حال تھا کہ سال میں جتنی فصلیں ہوتی تھیں سب کی پیداوار سے الگ الگ وصول کیا جاتا تھا۔

بَابٌ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ

باب: جزیہ وصول کرنا

3037 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أُكَيْدِرِ دُومَةَ فَأُخِذَ فَأَتَوْهُ بِهِ فَحَقَنَ لَهُ دَمَهُ وَصَالَحَهُ عَلَى الْجِزْيَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو (ایک جنگی مہم کے ساتھ) دومہ کے "اکیدر" کی طرف بھیجا، ان لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے پکڑ کر لے آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جان کی امان دی اور جزیہ کی ادائیگی پر، اس کے ساتھ صلح کر لی"۔

3038 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مُعَاذٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ - يَعْنِي مُحْتَلِمًا - دِينَارًا، أَوْ عَدْلَهُ مِنَ الْمَعَافِرِيِّ ثِيَابٌ تَكُونُ بِالْيَمَنِ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی کہ وہ ہر بالغ شخص سے ایک دینار یا اس (کی قیمت) کے برابر معافری کپڑا وصول کریں، یہ وہ کپڑا تھا، جو اس علاقے میں، یمن میں بنا جاتا تھا۔

3039 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ مُعَاذٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

3040 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هَانِئٍ أَبُو نُعَيْمٍ النَّخَعِيُّ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَئِنْ بَقِيتُ لِنَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ، لَأَقْتُلَنَّ الْمُقَاتِلَةَ وَلَأَسْبِيَنَّ الذُّرِّيَّةَ، فَإِنِّي كَتَبْتُ الْكِتَابَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى أَنْ لَا يُنَصِّرُوا أَبْنَاءَهُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ بَلَغَنِي عَنْ أَحْمَدَ أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُ هَذَا الْحَدِيثَ إِنْكَارًا شَدِيدًا، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: وَلَمْ يَقْرَأْهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْعَرْضَةِ الثَّانِيَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں زندہ رہ گیا، تو میں بنو تغلب کے عیسائیوں سے بھرپور جنگ کروں گا اور ان کے بچوں کو قیدی بنا لوں گا، کیونکہ ان کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہونے والے معاہدے کو میں نے تحریر کیا تھا، جس میں یہ شرط تھی کہ وہ اپنے بچوں کو عیسائی نہیں بنائیں گے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت منکر ہے اور امام احمد کے بارے میں مجھے یہ پتا چلی ہے کہ انہوں نے اس روایت کو انتہائی منکر قرار دیا ہے۔

ابوعلی بیان کرتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری مرتبہ (سنن ابوداؤد پڑھ کر سنائی) تو انہوں نے یہ روایت نہیں پڑھی۔

3041 - حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ

الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَالَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى أَلْفَيْ حُلَّةٍ، النِّصْفُ فِي صَفَرٍ، وَالْبَقِيَّةُ فِي رَجَبٍ، يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى الْمُسْلِمِيْنَ، وَعَوَرِ ثَلَاثِيْنَ دِرْعًا، وَثَلَاثِيْنَ فَرَسًا، وَثَلَاثِيْنَ بَعِيْرًا، وَثَلَاثِيْنَ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ مِنْ أَصْنَافِ السِّلَاحِ، يَغْزُوْنَ بِهَا، وَالْمُسْلِمُوْنَ ضَامِنُوْنَ لَهَا حَتّٰى يَرُدُّوْهَا عَلَيْهِمْ، إِنْ كَانَ بِالْيَمَنِ كَيْدٌ أَوْ غَدْرَةٌ عَلٰى أَنْ لَا تُهْدَمَ لَهُمْ بَيْعَةٌ، وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ، وَلَا يُفْتَنُوْا عَنْ دِيْنِهِمْ مَا لَمْ يُحْدِثُوْا حَدَثًا، أَوْ يَأْكُلُوا الرِّبَا، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: فَقَدْ أَكَلُوا الرِّبَا،

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: إِذَا نَقَضُوْا بَعْضَ مَا اشْتُرِطَ عَلَيْهِمْ فَقَدْ أَحْدَثُوْا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہزار حلہ کے عوض میں، اہل نجران کے ساتھ صلح کی تھی، جن میں سے نصف صفر کے مہینے میں اور نصف رجب کے مہینے میں، انہوں نے مسلمانوں کو ادا کرنے تھے، اس کے علاوہ عارضی استعمال کے لیے تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور جنگ میں استعمال ہونے والا ہر قسم کا اسلحہ تیس کی تعداد میں دینا تھا، مسلمان اس کے ضامن ہوتے، یہاں تک کہ وہ چیزیں ان کو واپس بھی کرتے، اگر یمن میں کوئی فتنہ وفساد ہو جاتا تو (ضرورت پڑنے پر ان کی مدد کرتے) اس شرط پر کہ ان کے کسی عبادت خانے کو گرایا نہیں جائے گا، ان کے کسی پادری کو نکالا نہیں جائے گا اور ان کے دین میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی، جب تک کہ وہ اپنے دین کے بارے میں آزمائش کا شکار نہ ہو جاتے یا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کر لیتے، یا سود کھانا شروع نہیں کر دیتے۔

اسماعیل نامی راوی کہتے ہیں: تو ان لوگوں نے سود کھانا شروع کر دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) تو ان لوگوں پر جو شرط عائد کی گئی تھی، جب انہوں نے ان میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی کی، تو گویا انہوں نے نئی بات پیدا کر دی۔

جزیہ کی بحث

جزیہ کا موضوع اور مقصد، اگر چہ شروع اسلام ہی میں ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ حفاظت کا معاوضہ ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ مسئلہ ایسا صاف ہو گیا ہے کہ احتمال کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ اولاً تو انہوں نے نوشیروان کی طرح جزیہ کی مختلف شرحیں قائم کیں اور اس طریقہ سے گویا صاف بتا دیا کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ وہی نوشیروانی محصول ہے۔ اس کے علاوہ موقع بہ موقع عملی طور پر اس بات کو ظاہر کیا کہ وہ صرف حفاظت کا معاوضہ ہے۔

جب یرموک کے پرخطر معرکہ کے پیش آنے کی وجہ سے اسلامی فوجیں شام کے مغربی حصوں سے ہٹ آئیں۔ اور ان کو یقین ہو گیا کہ جن شہروں سے وہ جزیہ وصول کر چکے تھے یعنی حمص و دمشق وغیرہ، وہاں کے باشندوں کی حفاظت کا اب وہ ذمہ نہیں اٹھا سکتے تو جزیہ سے جس قدر رقم وصول ہوئی تھی سب واپس کر دی اور صاف کہہ دیا کہ اس وقت ہم تمہارے جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جزیہ لینے کا بھی ہم کو کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ قطعی شہادت یہ ہے کہ جن لوگوں سے کبھی کسی قسم

کی فوجی خدمت لی گئی ان کو باوجود ان کے مذہب پر قائم رہنے کے جزیہ معاف کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود سنہ 17 ہجری میں عراق کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ۔

یستعینوا بمن احتاجوا الیہ من الاساورۃ ویرفعوا عنھم الجزاء (طبری صفحہ 2497)۔

"یعنی فوجی سواروں میں سے جس سے مدد لینے کی ضرورت ہو اس سے مدد لے لو اور ان کا جزیہ چھوڑ دو۔"

یہاں تک کہ اگر کسی قوم نے صرف ایک دفعہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کی تو اس سال کا جزیہ اس کے لیے معاف کر دیا گیا۔ 22 ہجری میں جب آذربائیجان فتح ہوا تو اہل شہر کو یہ فرمان لکھ دیا گیا۔

ومن حشر منھم فی سنۃ وضع عنہ جزاء تلک السنۃ

"یعنی جو لوگ کسی سال فوج کے ساتھ کام دیں گے، اس سال کا جزیہ ان سے نہیں لیا جائے گا۔"

اسی سال آرمینیہ کے رئیس شہر براز سے جو معاہدہ ہوا اس میں یہ الفاظ تھے:

وعلی اھل آرمینیۃ ان ینفروا لکل غارۃ وینفذوا لکل امر ناب اولم ینب راہ الوالی صلاحا علی ان توضع الجزاء (طبری صفحہ 265)۔

اسی سنہ میں جرجان فتح ہوا اور فرمان میں یہ عبارت لکھی گئی:

ان لکم الذمۃ وعلینا المنعۃ علی ان علیکم من الجزاء فی کل سنۃ علی قدر طاقتکم ومن استعنا بہ منکم فلہ جزاؤہ فی معونۃ عوضا عن جزاؤہ (ایضاً)۔

"یعنی ہم پر تمہاری حفاظت ہے اس شرط پر کہ ہر سال بقدر طاقت جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر تم سے اعانت لیں گے تو اس اعانت کے بدلہ جزیہ معاف ہو جائے گا۔"

غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال سے معاہدوں سے، طرز عمل سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا ہے کہ جزیہ کا موضوع کیا تھا اور وہ کس غرض سے مقرر کیا تھا۔

جزیہ کا صرف فوجی مصارف پر محدود تھا۔ یعنی اس رقم سے صرف اہل فوج کے لیے خوراک لباس اور دیگر ضروریات مہیا کی جاتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاں جہاں جزیہ مقرر کیا اس کے ساتھ جنس اور غلہ بھی شامل کیا۔ مصر میں فی کس جزیہ کی تعداد در اصل چار دینار تھی۔ لیکن دو نقد اور باقی کے عوض گیہوں، روغن، زیتون، شہد، سرکہ لیا جاتا تھا۔ اور یہی اہل فوج کی خوراک تھی۔ البتہ آگے چل کر جب رسد کا انتظام مستقل طور پر ہو گیا تو کل جزیہ کی مقدار نقد کر دی گئی اور جنس کی بجائے چار دینار لیے جانے لگے۔ (فتوح البلدان صفحہ 216)

بَابٌ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْمَجُوسِ

باب: مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا

3042 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ،

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ أَهْلَ فَارِسَ لَمَّا مَاتَ نَبِيُّهُمْ كَتَبَ لَهُمْ إِبْلِيسُ الْمَجُوسِيَّةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اہلِ فارس کے نبی کا جب انتقال ہو گیا، تو شیطان نے ان کے لیے مجوسیت طے کر دی۔

3043 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ بَجَالَةَ، يُحَدِّثُ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ، وَأَبَا الشَّعْثَاءِ، قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ إِذْ جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ: اقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ، مِنَ الْمَجُوسِ وَانْهَوْهُمْ عَنِ الزَّمْزَمَةِ، فَقَتَلْنَا فِي يَوْمٍ ثَلَاثَةَ سَوَاحِرَ، وَفَرَّقْنَا بَيْنَ كُلِّ رَجُلٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَحَرِيمِهِ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَصَنَعَ طَعَامًا كَثِيرًا فَدَعَاهُمْ فَعَرَضَ السَّيْفَ عَلَى فَخِذِهِ، فَأَكَلُوا وَلَمْ يُزَمْزِمُوا، وَأَلْقَوْا وِقْرَ بَغْلٍ أَوْ بَغْلَيْنِ مِنَ الْوَرِقِ، وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ

ابوشعثاء بیان کرتے ہیں: میں جزء بن معاویہ کا سیکرٹری تھا، ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال سے ایک سال پہلے ان کا خط آیا (جس میں یہ تحریر تھا) ہر جادوگر کو قتل کر دو، اور مجوسیوں سے تعلق رکھنے والے ہر محرم میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروا دو اور انہیں گنگنانے سے منع کر دو، (راوی کہتے ہیں:) ہم نے ایک دن میں تین جادوگروں کو قتل کیا، اور اس شخص اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کروا دی، جو اللہ کی کتاب میں اس شخص کی محرم قرار پاتی تھی اور پھر انہوں نے (یعنی جزء بن معاویہ) نے بہت سا کھانا تیار کروا کر ان لوگوں کو بلوایا، پھر انہوں نے اپنے زانوں پر تلوار رکھی، ان لوگوں نے کھانا کھایا' لیکن گنگنائے نہیں، انہوں نے ایک یا دو خچروں پر آنے والی چاندی پیش کی (جو جزیہ کے طور پر تھی) لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ اس وقت تک وصول نہیں کیا' جب تک حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس بات کی گواہی نہیں دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہجر" کے مجوسیوں سے یہ وصول کیا تھا۔

3044 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ قُشَيْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ بَجَالَةَ بْنِ عَبْدَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَسْبَذِيِّينَ مِنْ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ، وَهُمْ مَجُوسُ أَهْلِ هَجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَكَثَ عِنْدَهُ، ثُمَّ خَرَجَ فَسَأَلْتُهُ مَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ فِيكُمْ، قَالَ: شَرٌّ، قُلْتُ: مَهْ؟ قَالَ: الْإِسْلَامُ، أَوِ الْقَتْلُ، قَالَ: وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: قَبِلَ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَخَذَ النَّاسُ بِقَوْلِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ: وَتَرَكُوا مَا سَمِعْتُ أَنَا مِنَ الْأَسْبَذِيِّ

3043- اسناده صحيح، بجالة: هو ابن عَبْدَةَ التميمي، وابو الشعثاء: هو جابر بن زيد، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه بتمامه عبد الرزاق في "المصنف" (9972) عن ابن جريج، اخبرني عمرو بن دينار بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (3156) و (3157)، والترمذي (1677) و (1678)، والنسائي في "الكبرى" (8715)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بحرین سے تعلق رکھنے والا ایک اسبذی شخص آیا۔ وہ ہجر سے تعلق رکھنے والا مجوسی تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاس ٹھہرا رہا' جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا تو میں نے اُس سے دریافت کیا: تم (مجوسیوں) کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے کیا فیصلہ دیا ہے؟ اس نے کہا: بہت برا۔ میں نے دریافت کیا: کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا: یا مسلمان ہو جائیں یا قتل ہو جائیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت عبدالرحمن بن عوف نے یہ روایت نقل کی تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے جزیہ وصول کیا تھا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: تو لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے بیان کو اختیار کر لیا اور میں نے اس اسبذی سے جو سنا تھا' اسے لوگوں نے ترک کر دیا۔

جزیہ اور ذمی کی اصطلاح جدید دور میں

برطانوی شہری قانون کو دیکھیں تو ایلین کی اصطلاح نظر آتی ہے۔ اس اغیار (Aliens) سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو کسی دوسری قومیت سے تعلق رکھتے ہوں اور کسی دوسرے اسٹیٹ کی وفاداری کے ملتزم ہوں مگر برطانوی حدودِ مملکت میں مقیم ہوں۔ ان مختلف قسم کے اشخاص کے متعلق حسبِ ذیل اصول قابلِ ملاحظہ ہیں۔

1. اغیار میں سے ہر شخص جو برطانوی رعایا ہونے کے لئے ضروری شرائط کی تکمیل کر چکا ہو، یہ اختیار رکھتا ہے کہ اپنی سابق قومیت ترک کر کے برطانوی قومیت میں داخل ہونے کی درخواست کرے۔ اس صورت میں سیکریٹری آف اسٹیٹ اس کے حالات کی تحقیق کرنے کے بعد شاہ برطانیہ کی اطاعت و وفاداری کا حلف لے کر اُسے برطانوی قومیت کا سرٹیفکیٹ عطا کر دے گا۔

2. کوئی شخص خواہ پیدائشی رعایائے برطانیہ ہو یا باختیارِ خود برطانوی رعایا میں داخل ہوا ہو، ازروئے قانون یہ حق نہیں رکھتا کہ مملکت برطانیہ کی حدود میں رہتے ہوئے کسی دوسری قومیت کو اختیار کر لے اور اس کی مخالف کسی دوسرے اسٹیٹ کی وفاداری کا حلف اٹھائے۔ برطانوی قانون جنہیں "اغیار" کہتا ہے ان کی حیثیت تھوڑے سے فرق کے ساتھ وہی ہے جو اسلامی قانون میں ان لوگوں کی حیثیت ہے جو "ذمی" کہلاتے ہیں۔ جس طرح برطانوی رعایا کا اطلاق پیدائشی اور اختیاری رعایا پر ہوتا ہے اسی طرح اسلام میں بھی "مسلمان" کا اطلاق دو قسم کے لوگوں پر ہوتا ہے ایک وہ جو مسلمانوں کی نسل سے پیدا ہوں، دوسرے وہ جو غیر مسلموں میں سے باختیارِ خود اسلام قبول کریں۔

ذمی کی بحث کو سمجھنے کے لئے یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ برطانوی قانون میں "غیر" (ELIEN) سے مراد وہ شخص ہے جو تاج برطانیہ کی وفاداری کا ملتزم نہ ہوا اور برطانوی حدود میں آ کر رہے ایسے شخص کو بشرطیکہ وہ جائز طریقے سے ملک میں آئے اور ملک کے قوانین و نظم و نسق کا احترام ملحوظ رکھے، برطانوی حدود میں تحفظ تو عطا کیا جائے گا مگر مکمل حقوق شہریت نہ دیئے جائیں گے۔ حقوق شہریت صرف اُن لوگوں کا حصہ ہیں جو تاج برطانیہ کی وفاداری کے ملتزم ہوں۔

اس کے برعکس اسلام کا دستوری قانون اُن لوگوں کو غیر مسلم قرار دیتا ہے جو خدا اور رسول کی وفاداری کے ملتزم نہ ہوں پھر وہ ان کو حیثیات اور حقوق کے لحاظ سے اس طرح تقسیم کرتا ہے:

1. جو غیر مسلم باہر سے اسلامی مملکت میں جائز طریقے سے آئیں اور ملک کے قوانین اور نظم ونسق کے احترام کا التزام کریں وہ "مستامن" ہیں ان کو تحفظ عطا کیا جائے گا۔ مگر حقوق شہریت نہ دیئے جائیں گے۔

2. جو غیر مسلم اسلامی مملکت کے مستقل اور پیدائشی باشندے ہوں اُن کو بھی اسلامی قانون (تمام دنیا کے دستوری قوانین کے بخلاف) یہ حق دیتا ہے کہ وہ مملکت میں "غیر مسلم" بن کر رہیں یعنی خدا اور رسول کی وفاداری کے ملتزم نہ ہوں۔ ایسے لوگ اگر اسلامی مملکت کی اطاعت وخیر خواہی کا اقرار کریں تو اسلامی قانون ان کو "ذمی رعایا" بنالیتا ہے اور انہیں صرف تحفظ ہی عطا نہیں کرتا بلکہ ایک حد تک شہریت کے حقوق بھی دیتا ہے۔

3. باہر سے آنے والے غیر مسلم بھی اگر ذمی رعایا بننا چاہیں تو ذمیت کی شرائط پوری کر کے وہ اس زمرے میں شامل ہو سکتے ہیں اور ان کو بھی تحفظ کے ساتھ نیم شہریت کے حقوق مل سکتے ہیں۔ لیکن ذمی بن جانے کے بعد پھر ان کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اسلامی مملکت میں رہتے ہوئے "ذمہ" سے خارج ہو سکیں "ذمہ" سے نکلنے کی صورت ان کے لئے صرف یہ ہے کہ مملکت سے نکل جائیں۔

جزیہ اسلامی تناظر میں

آج اغیار (Aliens) سے غیر مسلم حکومتیں شہری حقوق اور رہائش، سیکورٹی، انکم کے بیسوں ٹیکس وصول کرتی ہے، اسلامی ریاست غیر مسلموں سے سالانہ جزیہ کی ایک قلیل مقدار ہی وصول کرتی تھ، اس کے برعکس مسلمانوں کو صدقہ، زکوٰۃ اور عشر ادا کرنا پڑتا تھا، جو جزیہ سے کہیں زیادہ ہو جاتا تھا۔ دراصل جزیہ ایک طرح کا بدل تھا جس کے ادا کرنے کے بعد ذمی تمام پابندیوں سے آزاد ہو جاتے تھے اور ساتھ ہی اس کی جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری سربراہ مملکت پر عائد ہو جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں پر اور کئی اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں۔ ایک تو انہیں جنگ میں حصہ لینا پڑتا، تو دوسری طرف انہیں سرحد کی حفاظت کرنی پڑتی تھی۔ آج بھی حکومت عوام سے سالانہ ایک متعین رقم وصول کرتی ہے، ملک میں رہنے والی ہر قوم سے۔ تو اس کی کیا توضیح کی جائے گی۔ دراصل اس قسم کی رقم حکومت وصول نہ کرے تو پھر ملک کا نظم ونسق چلانا مشکل ہو جائے گا۔

جب کسی نئے علاقہ کو فتح کر کے مسلمان اس پر اقتدار حاصل کرلیں تو مفتوحین میں سے جو لوگ مسلمانوں کی حکومت تسلیم کر کے اس ملک میں رہنا چاہیں اور عہد کریں کہ وہ مملکت کے خلاف بغاوت اور سازش میں ملوث نہ ہوں گے تو اب حکومت کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ ان مفتوحین کو ذمی کی حیثیت سے تسلیم کر کے اس کے جان ومال اور عزت وآبرو کی بالکل اسی طرح حفاظت کرے جس طرح وہ مسلمان رعایا کی حفاظت کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

(علاؤالدین ابی بکر بن مسعود الکاشانی، بدائع الصنائع ص:۱۱۱ ج:۷ مطبوعہ مصر، ۱۹۱۰ء)

اب اگر کوئی بلا وجہ اس کو قتل کرتا ہے تو اس کے عوض اسے بھی قتل کیا جائے گا، اور اگر مقتول کے ورثاء اپنی مرضی سے قاتل کو معاف کر دیں تو قاتل بری ہو جائے گا۔ البتہ ایسے لوگوں سے مسلمان حکمران کچھ سالانہ ٹیکس (جزیہ) لینے کے مجاز ہوں گے۔ یہ ٹیکس انہی لوگوں سے وصول کی جائے گی جو فوجی خدمت کے قابل ہوں، عورت، بچے، بوڑھے، معذور اور مذہبی خدام لونڈی اور غلام اگر

سے مستثنیٰ قرار دیے جائیں گے۔ (کتاب الخراج،ص:۳۶)

جزیہ کی ادائیگی کے بعد اہل ذمہ سے نہ صرف فوجی خدمات ساقط ہو جائیں گے، بلکہ وہ اپنے مذہبی، سماجی اور عائلی معاملات میں بھی اسلامی قانون کے پابند نہ ہوں گے۔

البتہ وہ مسلم علاقوں میں کوئی نئی مذہبی عبادت گاہ تعمیر نہیں کر سکتے۔ پرانی عبادت گاہوں کی مرمت اور خستہ مذہبی مقامات کی دوبارہ تعمیر کر سکتے ہیں اور جہاں صرف غیر مسلم ہی رہتے ہوں تو پھر نئے منادر بھی اپنی مرضی سے قائم کر لیں تو مضائقہ نہیں۔

(بدائع الصنائع،ص:۱۱۳،ج:۷،کتاب الخراج،ص:۸۸)

اسی طرح وہ مسلم علاقوں میں رہ کر مذہب سے متعلق کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہو اور اس کے مذہبی معتقدات کو ٹھیس پہونچتی ہو۔ (بدائع الصنائع،ص:۱۱۳،ج:۷) اگر وہ اپنی مرضی سے اپنے نزاعی معاملات کے لیے شرعی عدالت سے رجوع کریں تو فیصلہ شرع کے مطابق کیا جائے گا۔ (ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی حکومتوں میں غیر مسلموں کے حقوق،ص:۱۷،مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی،۱۹۹۸ء) کسی معاہد پر بھی شرعی نقطہ نظر سے کوئی ظلم وزیادتی نہیں کی جائے گی اور نہ مسلمان کسی اہم سبب کے معاہدہ کو توڑ سکتے ہیں۔ جب تک کہ فریق ثانی کی رضامندی حاصل نہ ہو جائے۔ معاہدہ خواہ اہل کتاب سے کیا جائے یا مشرکوں سے دونوں صورتوں میں مسلمانوں پر اس کی پابندی اور حفاظت یکساں لازمی ہے۔ (محمد فرید وجدی، المدنیۃ والاسلام،ص:۱۵۰،مطبوعہ علی گڑھ،۱۳۲۲ھ)

جزیہ اور مسلم حکومتیں

ٹیکس ہو یا جزیہ کسی بھی مملکت کے لیے اپنے ملک میں مقیم رعایا سے وصول کرنا ناگزیر امر ہے، جس کے بغیر حکومت کا نظم ونسق سنبھالا نہیں جا سکتا، کیوں کہ اس طرح کی رقم وصول کر کے رعایا پر ہی مختلف طریقے سے خرچ کر دی جاتی ہے۔ مگر اس ٹیکس کی وصولی میں رعایا کے کسی بھی طبقہ کی تخصیص نہیں۔ اس کے برعکس اسلام نے غیر مسلموں سے ٹیکس وصولی میں اس کی مالی حیثیت کے علاوہ سماج کے کمزور طبقہ کو اس سے بری کر دیا، جس کی وضاحت کی جا چکی ہے، اور جس مقدار میں رقم وصول کی جاتی تھی اس کی ادائیگی کسی بھی فرد کے لیے چنداں مشکل نہ تھا، جو دوسرے سربراہ مملکت جبراً وقہراً اپنی رعایا سے وصول کرتے تھے۔

حضرت عمر (۶۳ھ) نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک غیر مسلم بوڑھے شخص کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا، انھوں نے اس بوڑھے فقیر سے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے، اس نے اپنا مذہب یہودی بتایا، حضرت عمر فقیر کو اپنے ساتھ لائے اور روپے پیسے دینے کے بعد بیت المال کے افسر سے کہلا بھیجا کہ اس بوڑھے اور اس کے ساتھیوں پر خیال کرو۔ اللہ کی قسم! یہ ناانصافی ہوگی کہ اس کی جوانی کی کمائی ہم کھائیں اور اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو اس کو ہم نکال دیں۔ صدقے کی نسبت جو خدا نے کہا ہے کہ فقیروں اور مسکینوں کو دینا چاہیے تو فقیروں سے مسلمان اور مسکینوں سے اہل کتاب بھی مراد ہیں۔

ہندوستانی تناظر میں یہ مسئلہ سب سے پہلے محمد بن قاسم کے زمانہ میں پیش آیا، جب وہ سندھ میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال رہے تھے کہ مفتوح قوم کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کیا جائے اور شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے، کیوں کہ یہاں کے باشندے شبہ اہل کتاب تھے۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی لکھتے ہیں:

"غیر مسلموں کے شرعی حیثیت کے بارے میں یہ مسئلہ سب سے پہلے محمد بن قاسم کے زمانہ میں پیش آیا۔ وہ اس وقت سندھ میں عربوں کی حکومت قائم کر رہے تھے۔ تاریخ سندھ کے ایک مستند ماخذ چچ نامہ کے بیان کے مطابق محمد بن قاسم نے سندھ کے ان مفتوحین (جن میں برہمن، بودھ دونوں شامل تھے) کو ذمی کی حیثیت سے تسلیم کیا اور ان پر جزیہ عائد کیا، جنہوں نے اپنے قدیم مذہب پر قائم رہتے ہوئے مسلم حکومت کے زیر نگیں رہنے پر رضامندی ظاہر کی۔ اسی حیثیت سے انہیں مذہبی آزادی ملی اور قدیم منادر کی مرمت وآبادکاری کی اجازت دی گئی۔ گرچہ چچ نامہ یا کسی اور ماخذ میں اس کی صراحت نہیں ملتی، لیکن قرین قیاس یہی ہے کہ محمد بن قاسم نے والی عراق اور علماء سے صلاح ومشورہ کے بعد ہی ہندوؤں کے سلسلہ میں فیصلہ کیا ہوگا۔ جیسا کہ اس بات کے واضح ثبوت ہیں کہ انہیں قدیم معابد کی مرمت کی اجازت دینے اور بعض دوسرے مسائل میں محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف سے مشورہ اور علماء سے استفسار کیا تھا۔ یہاں یہ وضاحت دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مشہور عرب مؤرخ بلاذری نے صاف طور پر یہ ذکر کیا ہے کہ سندھ کی فتح کی مہم کے دوران اور بعد کے زمانوں میں بھی حجاج بن یوسف سے محمد بن قاسم کی مراسلت برابر جاری رہی اور یہ صراحت بھی ہے کہ ہر تیسرے روز خطوط کی آمدورفت ہوتی رہتی تھی۔" (سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جولائی۔ستمبر ۱۹۹۳ء، ص: ۳۸، مضمون ہندوؤں کے ساتھ سلطان تغلق کا برتاؤ، اسلامی قوانین کی ترویج وتنفیذ: عہد فیروز شاہی میں، ص: ۳۷، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

سندھ کے غیر مسلموں کی جو شرعی حیثیت متعین کی گئی، اسی قانون پر بعد کے سلاطین نے بھی عمل کیا، اور ہندوؤں سے جزیہ وصول کیا جاتا رہا۔ البتہ اکبر کے زمانہ کی شروع میں تو اس پر عمل رہا مگر بعد میں اس نے ہندوؤں کو اس سے بری کر دیا۔ عہد جہاں گیر اور شاہ جہاں میں بھی جزیہ معاف رہا۔ البتہ اورنگ زیب نے اپنی حکومت کے بائیس سال بعد اس قانون کو نافذ کر دیا اور اپنے انتقال سے کچھ عرصہ قبل اسے موقوف کر دیا۔

تاریخ ہند خاموش ہے کہ مسلم حکمرانوں نے ہندوستان میں داخل ہونے کے بعد جزیہ کی وصولی سے پہلے یا اس کے بعد اپنی غیر مسلم رعایا کو تعصب وتنگ نظری کی بنا پر ستایا اور تہہ تیغ کیا اور ان کے منادر ومعابد پر دست درازی کی بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ جنھوں نے جزیہ ادا کیا یا جو ٹیکس دینے سے مجبور رہے سب کو یکساں حقوق ملے، جس حد تک فقہاء نے ان کے حقوق متعین کیے ہیں۔ بلکہ بعضے وقت تو حکمراں جماعت ان حقوق متعینہ سے زیادہ ان کا خیال رکھا اور سلطنت کے اہم امور ان کے سپرد کیے اور ان پر غیر معمولی اعتماد وبھروسہ کیا۔

مسلمان فاتح نے مفتوحوں کے ساتھ عقلمندی اور فیاضی کا سلوک کیا۔ مال گزاری کا پرانا نظام قائم رہنے دیا، اور قدیمی ملازموں کو برقرار رکھا، ہندو پجاریوں اور برہمنوں کو اپنے مندروں میں پرستش کی اجازت دی اور ان پر فقط ایک خفیف سا محصول عاید کیا جو آمدنی کے مطابق ادا کرنا پڑتا تھا۔ زمینداروں کو اجازت دی گئی کہ وہ برہمنوں اور ہندوؤں کو قدیم ٹیکس دیتے رہیں۔

سندھ میں داخلہ کے بعد محمد بن قاسم نے اگر کچھ متمول لوگوں سے جزیہ وصول کیا تو اس کے ساتھ انھوں نے غیر مسلموں کو جس

فراخ دلی سے عہدے اور مناصب دیئے اس پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ:

"محمد بن قاسم نے پرانے نظام کو حتی الوسع تبدیل نہ کیا، راجا داہر کے وزیر اعظم کو وزارت پر برقرار رکھا اور اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے تمام نظام سلطنت ہندوؤں کے ہاتھ میں رہنے دیا۔ عرب فوجی اور سپاہیانہ انتظام کے لیے تھے، مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ قاضی کرتے تھے، لیکن ہندوؤں کے لیے ان کی پنچائتیں بدستور قائم رہیں۔" (رود کوثر)

جزیہ دے کر غیر مسلم اسلامی ریاست کی طرف سے فوجی خدمات، ملک کی نگہداشت اور دوسرے کاموں سے بری ہو جاتے اور انہیں مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل ہو جاتے۔ حالاں کہ مسلمانوں کو اس طرح کے کئی ٹیکس زکوٰۃ وصدقات اور عشر وخراج نکالنے پڑتے تھے اور حکومت ان سے وصول کرتی تھی، باوجود اس کے ملک کی فلاح و بہبود اور اس کی تعمیر و ترقی کے ساتھ فوجی خدمات پر بھی مامور ہونا پڑتا ہے، جہاد میں شرکت کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ جزیہ کی وصولی کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ:

"ذمیوں پر جزیہ لگانے کی ایک دوسری وجہ بھی تھی اور یہ وہی وجہ ہے جس کا سہارا ہر زمانہ میں کوئی بھی حکومت ٹیکس لگاتے وقت لیتی ہے، یعنی مفاد عامہ کے اخراجات مثلاً پولیس اور عدالت کا نظام، سڑکوں اور پلوں وغیرہ کی تعمیر کے کام جو معیشت کی بہتری کے لیے ضروری ہیں اور جن سے ہر شہری چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم یکساں فائدہ اٹھاتا ہے۔ مسلمان زکوٰۃ، صدقہ فطر اور دیگر ٹیکسوں کی صورت میں اس طرح کے اخراجات میں حصہ لیتے ہیں۔ اگر غیر مسلمین جزیہ کی صورت میں ایک معمولی رقم کے ذریعہ ان میں حصہ لیں تو تعجب کی کیا بات ہوگی۔"

پھر علامہ موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ "اس فریضہ کے بدلہ وطن کے دفاع وحفاظت کے اخراجات میں شرکت کیلئے غیر مسلم شہریوں پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے اسے اصطلاحاً جزیہ کہتے ہیں، چنانچہ جزیہ کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ وہ فوجی خدمت کا مالی بدل ہے نہ کہ اسلامی حکومت کے سامنے جھکنے کی علامت۔"

جزیہ فوجی خدمات سے سبکدوشی کا بدل ہے، اگر کوئی ذمی اپنی مرضی سے اس میں شامل ہونا چاہتا ہے یا ریاست کے مفاد کے لیے اپنی خدمات پیش کرنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنان اسلام سے دارالاسلام کو بچانے کے لیے جنگ میں حصہ لیتے ہیں تو ایسی صورت میں ان سے جزیہ ساقط ہو جائے گا اور تمام حقوق مثل مسلمان کے اسے حاصل رہیں گے۔"

اسی طرح اگر حکام وقت ذمیوں کی حفاظت کر پانے پر قادر نہیں ہیں تو پھر ضروری ہوگا کہ امارت کے سربراہ جزیہ کی رقم واپس کردیں۔ جس کی طرف گذشتہ سطور میں اشارہ کیا جاچکا ہے کہ ایسے حالات میں لی گئی جزیہ کی رقم واپس کردی گئی۔ انہی رعایتوں سے فائدہ اٹھا کر بہت سے ذمیوں نے ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کیے اور بڑے بڑے عہدے ان کے ذمے کیے گئے (۱۰۰) اور بقول مولانا شبلی نعمانی ہر زمانے میں سیکڑوں اور ہزاروں عیسائی، یہودی، ہندو، آتش پرست سرکاری خدمتوں پر مامور ہوئے، ہندوستان میں ایک خاص تغیر ہوا، یعنی یہ کہ ہندوؤں نے کثرت سے فوجی خدمتیں قبول کیں اور فوج میں بہت بڑا حصہ ان کا تھا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہندوؤں نے ہر قسم کے بڑے بڑے عہدے حاصل کیے۔

کیا جزیہ ظالمانہ ٹیکس تھا؟

اسلام کے اصول جزیہ پر کچھ متعصبین نے اعتراض کیا کہ یہ انتہائی ذیادہ تھا، اس سے بچنے کے لیے لوگ تبدیلی مذہب پر مجبور ہوجایا کرتے ہیں۔ اس الزام کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر اوم پرکاش پرساد لکھتے ہیں:

"ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت تقریباً سو سال تک رہی اور زیادہ تر زمانوں میں جزیہ وصول کیا گیا، اس کے باوجود عہد قدیم سے چلے آئے مذہبی معتقدات اور مذہبی مقامات کی اپنی حیثیت برقرار رہی۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ جزیہ کی وجہ سے بڑے پیمانے پر مذہب کی تبدیلی کا عمل ہوا ہو۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو اسلام کے شیدائی اس کا بیان بڑھا چڑھا کر کرنے سے بعض نہ رہتے۔" (اورنگ زیب ایک نیا زاویہ نظر، ص: ۴۰-۴۱)

جزیہ کی جو مقدار متعین کی گئی ہے اور جس کی تفصیل کتابوں ملتی ہے اسی کے مطابق محمد بن قاسم نے ہندو رعایا سے وصول کیا اور اسی اصول پر اورنگ زیب تک عمل ہوتا رہا۔ اس کی مقدار اس سے کئی گناہ کم تھی جو مسلمانوں سے قبل شاہان وقت اپنی رعایا سے وصول کرتے تھے۔ اگر یہ معمولی سا ٹیکس ادا کر کے لوگ تبدیلی مذہب کا شکار ہوجاتے ہیں تو وہ اس کے مذہب کی کمی ہے نہ کہ شاہان اسلام کا جبر۔

شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"اب ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا ہلکا ٹیکس جس کی تعداد اس قدر قلیل تھی، جس کے ادا کرنے سے فوجی کو پر خطر خدمت سے نجات مل جاتی تھی، جس کی بنیاد نوشیرواں عادل نے ڈالی تھی۔ کیا ایسی ناگوار چیز ہوسکتی ہے جیسی کہ اہل یورپ نے خیال کی ہے۔ کیا دنیا میں ایک شخص نے بھی اس سے بچنے کے لیے اپنا مذہب چھوڑا ہوگا؟ کیا کسی نے اپنے مذہب کو ایسے ہلکے ٹیکس سے بھی کم قیمت سمجھا ہوگا؟ اگر کسی نے ایسا سمجھا تو ہم کو اس کے مذہب کے ضائع ہونے کا رنج بھی نہ کرنا چاہیے۔ جو لوگ جزیہ ادا کرتے تھے، ان کو اسلام نے جس قدر حقوق دیے، کون حکومت اس سے زیادہ دے سکتی ہے۔" (مقالات شبلی، ص: ۲۳۱، ج: ۱)

نفاذ جزیہ کے سلسلہ میں سب سے زیادہ محمد بن قاسم، علاء الدین خلجی، سلطان فیروز شاہ تغلق اور اورنگ زیب عالم گیر کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے زبردستی غیر مسلموں پر جزیہ کا قانون نافذ کیا۔ جس سے ہندوؤں کی مالی حالت کمزور ہوگئی اور مسلمان بحیثیت مال کے مستحکم ہوگئے۔ یہ سب غلط فہمی ہے یا ہٹ دھرمی، کہ وہ جزیہ کی اصل غرض وغایت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اورنگ زیب نے باتفاق جمیع علماء حنفیہ ہند ہندوؤں پر جزیہ کے احکام جاری کیے تھے، نادانی و بے خبری سے ہندوؤں نے سمجھا کہ یہ ان کی تذلیل وتحقیر ہے، حالاں کہ اگر اس وقت علماء محققین ہوتے اور وہ جزیہ کی غرض وغایت اور اہل ذمہ کے حقوق معتبر فی الشرع کو کھول کر بیان کرتے تو ہندوؤں کو معلوم ہوجاتا کہ ان کی تذلیل نہیں بلکہ وہ بہتر سے بہتر سلوک ہے جو دنیا میں کوئی حاکم قوم محکوم کے ساتھ کرسکتی ہے۔" (ابوالکلام آزاد، جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد، ص: ۸۴۔ مکتبہ ماحول، کراچی، ۱۹۶۴ء)

جو حضرات صرف جزیہ کو لے کر یا انہدام منادر کو لے کر غیر مسلموں کی طرف داری کرتے ہوئے یہ آواز بلند کرتے ہیں کہ ان افعال سے ہندو مسلمانوں کی بہ نسبت پست اور کمزور ہوگئے ان کی سماجی اور معاشی حیثیت گھٹ گئی۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد بن

قاسم کے بعد سے ہندوستان میں جب تک مسلمانوں کی حکومت رہی صرف تین سلاطین کے عہد میں جزیہ کی وصولی ہوئی۔ ورنہ بیشتر سلاطین کے عہد میں ان پر سے یہ بوجھ جو شرعی نوعیت کا تھا ہٹا رہا۔ باوجود اس کے تینوں سلاطین کے عہد میں غیر مسلم بخوشی جزیہ ادا کرتے رہے اور اپنے آپ کو کسی بھی طرح کا کمتر شہری تصور نہ کرتے تھے۔ حالانکہ تمام سلاطین کے عہد میں شریعت کا دارومدار اور اس کی افہام وتفہیم کی ساری ذمہ داری علماء کے ذمہ سپرد تھی اور وہ شریعت کی روشنی میں اس کا نفاذ بھی کرنے کے خواہاں تھے، مگر کسی سلاطین نے سیاسی مفاد کے تحت اس کو نافذ نہیں کیا۔ چنانچہ سید صباح الدین کا یہ مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ کیا جائے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس ٹیکس کی وصولی سے غیر مسلموں کو کیا کیا فوائد حاصل ہوئے:

"اسی طرح جزیہ کو ایک توہین آمیز ٹیکس سمجھا جاتا ہے اور یہ محض اس لیے کہ سلاطین اور علماء دونوں نے اس کے روشن پہلو کی وضاحت پوری طرح نہیں کی۔ جزیہ دراصل اس ٹیکس کو کہتے ہیں جو اسلامی حکومت اپنی غیر مسلم رعایا سے اس خدمت کے معاوضہ میں وصول کرتی ہے کہ وہ ان کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حقوق کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ اس ٹیکس کے لینے کے بعد حکومت ہر طرح سے ذمیوں کے جان ومال کی نگرانی کرتی تھی اور ایسا کرنا اس کے مذہبی فریضہ میں داخل تھا اور جو حکومت ان کی حفاظت کرنے سے قاصر رہتی اس کو جزیہ وصول کرنے کا حق نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ کسی عالم یا فقیہ نے جزیہ کا کچھ اور مطلب بتایا تو یہ اس کا قصور ہے، ٹیکس کا نقص نہیں۔ علماء کے اصرار کے باوجود مسلمانوں کے پورے دور حکومت میں صرف تین حکمرانوں علاء الدین خلجی، فیروز تغلق اور اورنگ زیب کے عہد میں یہ ٹیکس لگایا گیا اور اس زمانہ میں یہ ٹیکس اتنا اشتعال انگیز نہیں سمجھا گیا جتنا اب طرح طرح کی موشگافیوں سے سمجھا جانے لگا ہے۔ اس زمانے کے تمام راجہ اس کو اور ٹیکسوں کی طرح ایک ٹیکس سمجھ کر ادا کر دیا کرتے تھے اور کسی حال میں وہ اپنے کو کمتر درجہ کا شہری تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ اب یہی بتایا جاتا ہے کہ ٹیکس غیر مسلموں کو سیاسی، اقتصادی، مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے ہٹا کر گری ہوئی حالات میں رکھنے کے لیے عائد کیا جاتا تھا۔ مگر جب ہاتھ میں تلوار موجود تھی تو ایسا کرنے کے لیے ٹیکس لگانے کی کیا ضرورت تھی اور ایسے مورخ کی کوئی وقعت نہیں ہوگی جو یہ تسلیم نہ کرے کہ ملک گیری کے سلسلے میں مسلمانوں کی تلوار تو خوب چمکی لیکن ملک داری میں ان کی تلوار ہمیشہ نیام میں رہی، وہ میدان جنگ میں خواہ کیسی ہی خوں ریزی کرتے لیکن جنگ کے بعد معتدل روش اختیار کر لیتے؛ کیوں کہ ملک کی زراعت اور تجارت ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی، اونچے عہدے دار تو مسلمان ضرور تھے لیکن دوسرے تمام عہدے ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہوتے تھے، کیوں کہ ان کی مدد کے بغیر حکومت کا ڈھانچہ کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اگر ان کے ساتھ رواداری نہ سلوک نہ کیا جاتا تو تھوڑی تعداد اور قلیل فوج کی مدد سے ہر جگہ مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔"

حقیقت یہ ہے کہ مسلم حکمرانوں کے عہد میں غیر مسلموں کے درمیان یہ ٹیکس کبھی خلجان کا باعث نہ رہا اور نہ ان لوگوں نے اسے اپنے لیے بار سمجھا، بلکہ انہوں نے اسے بخوشی قبول کیا، کیوں کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ اس طرح کے تعاون کے بغیر حکومت کا کاروبار اچھی طرح سے چلایا نہیں جاسکتا۔ جیسا کہ سید صباح الدین عبدالرحمن کی مندرجہ ذیل تحریر سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے:

"اس زمانہ کے تمام راجہ اس کو اور ٹیکسوں کی طرح ایک ٹیکس سمجھ کر ادا کر دیا کرتے تھے، اور کسی حال میں وہ اپنے کو کمتر درجہ کا

شہری تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حالاں کہ اب یہی بتایا جاتا ہے کہ یہ ٹیکس غیر مسلموں کو سیاسی، اقتصادی، مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے تابع بنا کر گری ہوئی حالت میں رکھنے کے لیے عائد کیا جاتا تھا۔ مگر جب ہاتھ میں تلوار موجود تھی تو ایسا کرنے کے لیے ٹیکس لگانے کی کیا ضرورت تھی اور ایسے مورخ کی کوئی وقعت نہیں ہوگی جو یہ تسلیم نہ کرے کہ ملک گیری کے سلسلہ میں مسلمانوں کی تلوار تو خوب چمکی لیکن ملک داری میں ان کی تلوار ہمیشہ نیام میں رہی۔ وہ میدان جنگ میں خواہ کیسی ہی خوں ریزی کرتے لیکن جنگ کے بعد معتدل روش اختیار کر لیتے۔ کیوں کہ ملک کی زراعت اور تجارت ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی۔ اونچے عہدے دار تو مسلمان ضرور تھے لیکن دوسرے تمام عہدے ہندوؤں کے ہاتھوں ہی میں ہوتے تھے۔ کیوں کہ ان کی مدد کے بغیر حکومت کا ڈھانچہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا، اور اگر ان کے ساتھ روادارانہ سلوک نہ کیا جاتا تو تھوڑی تعداد اور قلیل فوج کی مدد سے ہر جگہ مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی تھی۔" (سید صباح الدین عبدالرحمن، ہندوستان کے سلاطین، علما اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، ص: ۶۰۴، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۶۴ء)

تبدیلی مذہب کی وجوہات

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے باوجود غیر مسلموں نے مسلمانوں پر مظالم زیادہ کیے اور مسلمانوں کی عزت و عصمت پر ڈاکہ ڈالا اور ان کے مذہبی شعائر کے ساتھ توہین آمیز معاملہ کیا۔ اگر ان باتوں پر مسلمانوں نے بعض ہندوؤں کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا تو اس پر طوفان کھڑا کرنا چہ معنی دارد۔ چوں کہ غیر مسلموں کی حیثیت ہندوستان میں ذمی کی تھی، اور اگر کوئی ذمی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک کرتا ہے تو اسلام اس وقت حکم دیتا ہے کہ ان کی سخت گوش مالی کی جائے۔ مگر سلاطین ہند نے اپنے اسلامی اصول و قوانین پر عمل نہ کر کے ان کے ساتھ بے جا رواداری کا معاملہ کیا۔ ان کے جرائم کو بعض اوقات نظر انداز کر دیا اور انہیں آزادی سے زندگی بسر کرنے پر مانع و مزاحم نہ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ اب اگر کوئی معترض ہوتا ہے کہ اسلام جبر سے پھیلا، تو مسلمانوں کی حکومت ہندوستان سے ختم ہوتے ہی وہ سارے کے سارے ہندو جنہوں نے جبراً اسلام قبول کیا تھا اسلام سے پھر جاتے اور اپنے سابق مذہب کو اختیار کر لیتے۔ مگر تاریخ میں ایسے واقعات بہت کم ملیں گے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد بہت سے ہندو بیک وقت اسلام سے منحرف ہو گئے ہوں۔ دو چار واقعات اس قسم کے ضرور رونما ہوئے۔ اس سے اسلام کی کمزوری یا جبر ہرگز ظاہر نہیں ہوتا۔

دراصل یہ وہ لوگ تھے جو حب جاہ اور مالی منفعت کے لیے اسلام قبول کرتے تھے اور اگر جبراً اسلام پھیلایا جاتا تو آگرہ، دہلی، اودھ، بہار، دکن وغیرہ میں مسلمانوں کی تعداد ہرگز کم نہ ہوتی، کیوں کہ یہ علاقے براہ راست مرکز سے تعلق رکھتے تھے۔ آٹھ سو برس کا عرصہ گزر جانے کے باوجود وہاں پندرہ فیصد سے زیادہ مسلمانوں کی تعداد نہ بڑھی۔ اس کے برخلاف جہاں مسلمانوں کا اقتدار زیادہ مضبوط نہ تھا، ان علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوا۔ سندھ، کشمیر اور بنگال وغیرہ کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ایک دوسرے ہندو مورخ کا بیان قول فیصل کا درجہ رکھتا ہے:

"ظن غالب یہ ہے کہ ہندومت کی پابندیوں نے بنگال کی نیچ ذاتوں کو اس نئے مذہب کے قبول کرنے پر آمادہ کر دیا تھا۔ آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر بارہویں صدی عیسوی تک بنگال پر پال خاندان کی حکومت تھی جو بدھ کا پیرو تھا۔ اس کے زمانہ میں

نیچ ذاتوں کو بڑی آزادی حاصل تھی۔ جب سین خاندان کے لوگ جنوب کی طرف بنگال میں داخل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ ہندومت اور اس کی تمام معاشرتی پابندیاں بھی لے آئے، جن سے نیچ ذاتوں کے جذبات کو ہمیشہ ٹھیس لگتی تھی اور جب بارہویں صدی میں اسلام آزادی اور مساوات کا ڈنکا بجاتا ہوا بنگال پہونچا تو عوام کی طبیعتیں خود بخود اس کی طرف مائل ہوگئیں۔لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے چلے گئے۔ یہ ایک بڑا سبب ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے سبب کی تلاش کی حاجت نہیں"۔

(اے شارٹ ہسٹری، ص:۲۱۸۔۲۱۹ ترجمہ اردو، مختصر تاریخ ہند، یوسف کوکن عمری، ص:۲۱۸۔۲۱۹)

اسلام قبول کرنے والے صرف نچلی سطح کے لوگ نہ تھے بلکہ اعلیٰ اور اونچی ذات کے لوگوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ وہاں کون سی وجوہات کارفرما تھیں۔ یہ لوگ تو سماج کے ہر قیود سے آزاد تھے۔ دولت تھی، عزت تھی، اور حاکم تھے۔ اس لیے ان کے ساتھ معاشرہ میں کسی ظلم وزیادتی کا کوئی سوال ہی نہیں۔ انکی مذہب کی تبدیلی کی ایک وجہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں:

"اکثر ہندو دنیوی منافع کے خیال سے مسلمان ہونا گوارہ کیا، ہزار ہا راجپوت اسی طرح مسلمان ہوگئے، جن کی اولاد اب تک ملک کے دولت مند زمین داروں میں شمار ہوتی ہیں۔ ان میں بھلکوٹی راجپوتوں کا مسلمان خاندان سب سے زیادہ معزز ہے جو ملک اودھ کے مسلمان تعلقہ دار کی فہرست میں اول درجہ رکھتا ہے۔ ایک روایت کے موافق اس خاندان کے وارث اعلیٰ تلوک چند کو بابر بادشاہ قید کر کے لے گیا اور تلوک چند نے قید سے رہائی پانے کے لیے اسلام قبول کیا"۔

(ٹی۔ ڈبلو۔ آرنلڈ۔ دعوت اسلام (آرنلڈ) ص:۲۷۷، مطبع فیض عام، آگرہ، ۱۸۹۸ء)

اس سے زیادہ وضاحت سے ڈاکٹر اوم پرکاش پرساد نے اونچی ذات کے لوگوں کے قبول اسلام کی وجہ بتائی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"اپریل ۱۶۶۷ء میں سود خوری کے الزام میں چار ہندو قانون گویوں کو عہدہ سے معزول کیا گیا، سزا پانے کے ڈر سے ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ چوکی گڑھ کا انچارج بننے کے لیے بھوپ سنگھ نے اپنے بھائی مراری داس کو اسلام قبول کر لینے کی صلاح دی۔ لیکن اس نے اپنے بھائی کے لالچ بھرے مشورہ کو تسلیم نہیں کیا اور ہندو ہی رہا۔ ۱۶۸۱ء مین منوہر پور کے زمین دار دیوی چند نے اسلام قبول کیا تا کہ ۲۵۰/ فوجیوں کے بجائے ۴۰۰/ کا منصب حاصل کرے۔ چنانچہ ۱۵ جنوری ۱۷۰۴ء کو اس نے اسلام قبول کیا۔ راجہ اسلام خاں نے ہندو مذہب ترک کر کے اسلام قبول کیا تا کہ اپنے بہن کی شادی اورنگ زیب کے بیٹے سے کرسکے لیکن یہ شادی نہیں ہوسکی۔ جاگیر حاصل کرنے کے لیے رام پور کے شاہی منصب دار راؤ گوپال سنگھ کے بیٹے رتن سنگھ نے اسلام قبول کیا۔" (اورنگ زیب ایک نیا زاویہ نظر، ص:۴۳۔۴۴)

معلوم یہ ہوا کہ ہندوؤں کے نزدیک اپنے دھرم کی کوئی حقیقت نہیں تھی اس لیے وہ اپنی دولت کی حفاظت کے لیے اپنے دھرم کو بھی خیرباد کہہ دیتے تھے۔ حالاں کہ مسلمان فاتحین نے انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے اور ان پر عمل کرنے کی پوری آزادی دے رکھی تھی کہ وہ جزیہ ادا کر کے من مانی زندگی اختیار کریں۔ مگر ہندو اپنے مذہب کو بچانے اور اس پر قائم رہنے کی خاطر اپنی دولت کا

معمولی حصہ ادا کرنے سے پیچھے رہے۔ یہ ان کے مذہب کی کمزوری تھی، یا اسلام کا قانون اس کے لیے مزاحم بنا۔ سچا مذہب وہی ہے جو اپنے ماننے والوں کے ایمان ویقین کو اس طرح مستحکم کر دے کہ وہ سب کچھ تو کر سکتے ہیں مگر اپنے ایمان کا سودا ہرگز نہیں کر سکتے۔

آج دنیا میں بڑی بڑی جنگیں ہو رہی ہیں اور لوگ اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں مگر اسلام کے شیدائی اپنے مذہب کو زندہ رکھنے کے لیے دشمنان دین کا کھل کر بلکہ آگے بڑھ کر مقابلہ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے غیر مسلموں سے جزیہ وصول کر کے انہیں ہر قسم کی آزادی اور امان دے دیا۔ یہاں تک کہ انہیں یہ بھی ضمانت دی کہ دشمنوں کے حملے اور ان کے ظلم سے انہیں محفوظ رکھا جائے گا۔

جب بھی مسلم فاتح اس قسم کے حقوق دینے میں خود کو کمزور پایا تو وصول کی جانے والی جزیہ کی رقم کو واپس کر دیا یہ کہہ کر کہ ان حالات میں تمہاری حفاظت ممکن نہیں، تم اپنی حفاظت خود کرو، جس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر ہی کے زمانے میں جب اسلامی فوجیں حمص (شام) سے ہٹ آئیں تو حضرت عبیدہ (۶۵) رضی اللہ عنہ نے وہاں کے یہودیوں اور عیسائیوں کو بلا کر کئی لاکھ رقم جزیہ کی یہ کہہ کر واپس کر دی کہ اب تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے، اس لیے جزیے کی رقم بھی نہیں رکھ سکتے۔ اس قسم کی حفاظت اور تعاون کی مثال کیا دنیا کے کسی دوسرے فاتحین کی تاریخ میں مل سکتی ہے کہ اس نے غیر مذہب رعایا کی خاطر داری اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اس انداز میں لی ہو (۶۶)۔ بلکہ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے جب بھی عروج حاصل کیا تو ایک نے دوسرے پر کتنے شدید مظالم ڈھائے اور انہیں نیست و نابود کیا۔ حکمراں جماعت نے کمزور طبقہ کو بڑی بے دردی سے کچلا اور ستایا۔ خود ہندوستان میں ہندو مذہب اور بدھ مت کے عروج و زوال کی داستان بڑی کرب ناک ہے ایک دوسرے نے اپنے زمانہ عروج میں محکوم طبقہ کا جینا حرام کر دیا اور ایک دوسرے کے معابد و منادر کو منہدم اور مسمار کیا۔

بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي جِبَايَةِ الْجِزْيَةِ

باب: جزیہ کی وصولی کی شدید تاکید

3045 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، وَجَدَ رَجُلًا وَهُوَ عَلَى حِمْصَ يُشَمِّسُ نَاسًا مِنَ الْقِبْطِ فِي أَدَاءِ الْجِزْيَةِ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا

❁❁ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو پایا، جو حمص کا امیر تھا، اس نے کچھ قبطی لوگوں کو جزیہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے دھوپ میں کھڑا کیا ہوا تھا، تو انہوں نے دریافت کیا: یہ کیوں کیا ہے؟ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

3045-اسنادہ صحیح. واخرجہ مسلم (2613)، والنسائی فی "الکبری" (8718) من طریق ابن شهاب الزهری، ومسلم (2613) من طریق هشام بن عروة، کلاهما عن عروة بن الزبیر، بہ. وهو فی "مسند احمد" (15330)، و"صحیح ابن حبان" (5612)

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا، جو دنیا میں دوسرے لوگوں کو عذاب دیتے ہیں''

جزیے سے متعلق شبہات کا ازالہ

یہ واقعہ ہے کہ جزیہ ذمیوں سے ان کی تذلیل وتحقیر کے لیے نہیں لیا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں بعض لوگوں کے دلوں میں کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ہم یہاں انھیں وارداتِ قلبیہ کا جائزہ لیں گے۔ مثلاً کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب معاملہ یہ ہے تو آیتِ جزیہ ''حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَدٍ وَّھُمْ صَاغِرُوْنَ'' میں 'صَاغِرُوْنَ' کے کیا معنیٰ ہوں گے؟ اور مسلم حکمرانی کے بعض ادوار میں ذمیوں سے کیوں بظاہر حقارت آمیز طریقے سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا؟

آیتِ جزیہ سے متعلق جواب

اس کا صحیح جواب جاننے کے لیے ضروری ہے کہ آیتِ مذکورہ کی ایسی تفسیر کی جائے جو اسلام کے عام اصولوں سے ہم آہنگ ہو اور اس سلسلے میں یہ بات بھی نگاہ میں رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے اسلام کے زریں دور میں اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) سے کس طرح سے جزیہ لیا تھا۔ اہلِ علم واقف ہیں کہ اسلام نے اہلِ کتاب کے عقائد، ان کے اموال اور ان کی عبادت گاہوں کے احترام کی کس قدر تاکید کی ہے۔ اسی طرح انھیں کسی طرح کی ایذا پہنچانے سے قطعی طور پر منع کیا گیا ہے، چاہے وہ زبان ہی کی حد تک کیوں نہ ہو۔ جس طرح کسی مسلمان کی غیبت کرنے سے روکا گیا ہے اسی طرح اُن ذمیوں (غیر مسلم رعایا) کی غیبت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

اس سلسلے میں جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اہلِ کتاب سے جزیہ وصول کرنے کے معاملے میں نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے اور نہ ہی خلفائے راشدین کی جانب سے کوئی ایک ایسا واقعہ ملتا ہے کہ اہلِ کتاب کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کیا گیا ہو جسے ذلت وحقارت پر محمول کیا جا سکے۔ اہلِ کتاب سے کبھی اس طرح سے جزیہ نہیں لیا گیا جس سے اُن کے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی یا حقارت کا اظہار ہوتا ہو۔ اور اسلام نے تو اہلِ کتاب کو ایذا پہنچانے سے منع کیا ہے، حتیٰ کہ اُن کی غیبت کرنا بھی منع ہے تو بھلا ان کے ساتھ ذلت وحقارت کا معاملہ کرنا کیسے جائز و درست ہو سکتا ہے۔ ہمارے لیے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شارع (نظامِ قانون بنانے والے) ہیں، اس لیے آپ کا اُسوہ ہی ہمارے لیے قابلِ تقلید واتباع ہے۔ اور خلفائے راشدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو سب سے زیادہ مضبوطی سے پکڑنے والے تھے۔ لیکن ان کے دور میں جزیہ کی وصولیابی کے تعلق سے اہانت وحقارت کا کوئی ایک واقعہ بھی تاریخ کی کتابوں میں منقول نہیں ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم آیتِ جزیہ کو اس طرح نہ سمجھیں جس طرح کہ بعض لوگوں نے اُسے سمجھا ہے۔ چنانچہ ہم اللہ تعالیٰ کے قول 'عَنْ یَدٍ' میں 'الید' کی تفسیر قدرت، استطاعت اور طاقت سے کرتے ہیں۔ ہمیں نصوصِ قرآنی اور عربی زبان وادب میں ایسے شواہد ملتے ہیں جو اس مفہوم کی تائید کرتے ہیں۔ آپ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے عہد میں ناطف پادری کے ساتھ طے پانے والے معاہدے کی تحریر میں دیکھ چکے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قول ''علیٰ کل ذی ید'' ہے، جس کا صاف اور واضح مطلب

ہے کہ ہر صاحب قدرت پر جزیہ لاگو ہوگا۔ اور ہم یہ بات بتا چکے ہیں کہ جزیہ صرف ان لوگوں پر عائد ہوگا جو اُس کی ادائی پر قادر ہوں۔ اسی بنا پر چھوٹے بچوں، معذوروں، فقیروں، راہبوں اور خواتین کو جزیہ سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ کا قول: ''وَهُمْ صَاغِرُونَ'' تو یقینی طور پر یہاں لفظ صَغار ذلت وحقارت کے بجائے خُضُوع (خود سپردگی، تابعداری اور ماتحتی) کے معنیٰ میں ہے۔ اور لغت میں بھی صَغار (جس سے صاغرون مشتق ہے) کے معنیٰ خُضُوع کے آتے ہیں، یعنی کسی کے سامنے جھکنا اور اپنے کو اس کی تابعداری و ماتحتی میں دینا۔ چنانچہ ولد صغیر کا اطلاق اس بچے پر ہوتا ہے جو اپنے والدین اور اپنے سے بڑوں کی اطاعت کے لیے جھکا رہتا ہے۔ اور جزیہ کے سیاق میں خُضُوع سے مراد اسلامی مملکت کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی اطاعت وتابعداری میں جھکے رہنا ہے یا اس کی ماتحتی قبول کرنا ہے۔ اور ذمّیوں کی طرف سے جزیہ ادا کرنے کا مطلب مملکت اسلامی سے وفاداری اور تعلق کا اظہار ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی مملکت ان کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرتی ہے۔ اور ان کے جملہ معاملات کی نگرانی اور ان کے مذہبی عقائد کے احترام کا بھی اہتمام کرتی ہے۔ اور اختلاف عقائد کے باوجود سارے باشندوں کو مملکتِ اسلامی کے اقتدار اور اس کے قوانین وضوابط کو قبول کرنے اور اس کی تابعداری کے لیے ذلت وحقارت کا راستہ نہیں اختیار کیا جائے گا۔ آیت جزیہ کی یہی وہ صحیح تفسیر ہے جو نُصوص قرآنی، شریعتِ اسلامی کے اصول ومبادی اور اسلام کے گزشتہ سنہری دور کے تاریخی واقعات سے ہم آہنگ ہے۔

رہی یہ بات کہ مسلم حکمرانی کے بعض ادوار میں، خصوصاً عہدِ عثمانی کے اواخر میں جزیہ کچھ اس طرح لیا جاتا تھا کہ اس میں ذلت وحقارت بھی شامل ہوتی تھی، تو اُسے اسلام کے خلاف حجت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اسلام میں قانون سازی کے کچھ ذرائع ہیں جو اسلامی نظام کے قوانین وضوابط طے کرتے ہیں، اور وہ قرآن وسنت اور اجماع (اجماعِ امت) ہیں۔ اس لیے مسلمانوں میں سے کسی فردِ واحد کا کوئی عمل، خواہ وہ کسی حیثیت ومنصب کا حامل ہو اسلام کے خلاف دلیل نہیں بن سکتا ہے۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دلیل بن سکتا ہے۔ رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا عمل تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد اور رفقاء ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ مقاصد شریعت پر نظر رکھنے والے ہیں۔ اُن کے بارے میں جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ اُن کا عمل اُسی وقت حُجت بنے گا، جب وہ اسلامی شریعت کے احکام کے مطابق ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اسلامی حکومت کے آخر کے ادوار میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات متعدد اسباب کی بنا پر ابتری کا شکار ہو گئے تھے۔

اب ایسی خراب فضا میں جس میں غیر مسلموں کے تعلقات اسلامی مملکت کے ساتھ اچھے نہ رہے ہوں، بسا اوقات کوئی حاکم انحراف کا شکار ہو کر انتقام کی طرف مائل ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی فقیہ یا مفتی غلطی کر بیٹھے، اور کوئی ایسی بات طے کر دے جو اسلامی شریعت کی روح اور اس کے عام اصول ومبادی کے منافی ہو۔ لیکن بہرصورت سارا قصور منحرف حاکم یا جاہل مفتی کا ہوگا۔ اسلامِ عظیم کی تعلیمات اس سے بالکل بَری ہیں۔ اسلام کے قوانین مبنی برحق اور ہر طرح کے نقائص سے پاک ہیں۔ بڑے سے بڑا متعصب بھی آج تک اُن میں کوئی نقص یا عیب نہیں نکال سکا ہے۔

اسلام نے جزیہ کے معاملے میں اخلاق، رواداری اور شرافت کی شاندار مثال قائم کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی

میں مغربی استعمار کے جوئے تلے دبی اقوام کو اپنی جان و مال کی حفاظت، اپنے عقائد کی ضمانت اور اپنے حقوق کی رعایت اس درجہ نہیں حاصل تھی جتنی کہ چودہ سو سال پہلے اسلامی مملکت میں فتح و عزت کے دنوں میں محارب اور مغلوب اقوام کو حاصل تھی۔

بَابٌ فِي تَعْشِيرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ إِذَا اخْتَلَفُوا بِالتِّجَارَاتِ

باب: ذمی جب سامانِ تجارت لے کر (غیر مسلم سلطنت سے اسلامی سلطنت میں) آتے جاتے ہوں تو ان سے ٹیکس وصول کرنا

3046 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي أُمِّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى، وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ عُشُورٌ.

❁❁ حرب بن عبید اللہ اپنے نانا کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ٹیکس عیسائیوں اور یہودیوں پر لازم ہوگا، مسلمانوں پر ٹیکس لازم نہیں ہوگا"

اہل ذمہ اقوام کے حقوق کا بیان

ذمی سے وہ قومیں مراد ہیں جو مسلمان نہ تھیں لیکن ممالک اسلام میں سکونت رکھتی تھیں۔ حضرت عمر نے ذمی رعایا کو جو حقوق دیئے تھے اس کا مقابلہ اگر اس زمانے کی دوسرے سلطنتوں سے کیا جائے تو کسی طرح کا تناسب نہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمسایہ میں جو سلطنتیں تھیں وہ روم و فارس تھیں۔ ان دونوں سلطنتوں میں غیر قوموں کے حقوق غلاموں سے بھی بدتر تھے۔ شام کے عیسائی باوجودیکہ رومیوں کے ہم مذہب تھے۔ تاہم ان کو اپنی مقبوضہ زمینوں پر کسی قسم کا مالکانہ حق حاصل نہیں تھا بلکہ وہ خود ایک قسم کی جائیداد خیال کیے جاتے تھے۔ چنانچہ زمین کے انتقال کے ساتھ وہ بھی منتقل ہو جاتے تھے۔ اور مالک سابق کو ان پر جو مالکانہ اختیارات حاصل تھے وہی قابض حال کو حاصل ہو جاتے تھے۔ یہودیوں کا حال اور بھی بدتر تھا بلکہ اس قابل نہ تھا کہ کسی حیثیت سے ان پر رعایا کا اطلاق ہو سکتا۔ کیونکہ رعایا آخر کار کچھ نہ کچھ حق رکھتی ہے اور وہ حق کے نام سے بھی محروم تھے۔ فارس میں جو عیسائی تھے ان کی حالت اور بھی زیادہ رحم کے قابل تھی۔

پارسیوں اور عیسائیوں کا برتاؤ غیر قوموں کے ساتھ

حضرت عمر نے جب ان ممالک کو زیر نگیں کیا تو دفعۃً وہ حالت بدل گئی۔ جو حقوق ان کو دیئے گئے، ان کے لحاظ سے گویا وہ رعایا نہیں رہے بلکہ اس قسم کا تعلق رہ گیا جیسا کہ دو برابر کے معاہدہ کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ مختلف ممالک کی فتح کے وقت جو معاہدے لکھے گئے ہم ان کو اس مقام پر بعینہ نقل کرتے ہیں جس سے اس دعویٰ کی تصدیق ہوگی۔ اور ساتھ ہی اس بات کے موازنہ کا موقع ملے گا کہ یورپ نے اس قسم کے حقوق کبھی غیر قوم کو نہیں دیئے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخوں میں جو معاہدے منقول ہیں ان میں بعض مفصل باقی مجمل ہیں۔ کیونکہ مفصل شرائط کا بار بار اعادہ

کرنا تطویل عمل کا باعث تھا۔ اس لیے اکثر معاہدوں میں کسی مفصل معاہدے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بیت المقدس کا معاہدہ جو خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اور ان کے الفاظ میں لکھا گیا حسب ذیل ہے۔

بیت المقدس کا معاہدہ

هذا ما اعطى عبد الله عمر امير المومنين اهل ايليا من الامان اعطاهم امانا لانفسهم و اموالهم ولكنائسهم وصلبانهم وسقيمها بريها وسائر ملتها انه لايسكن كنائسهم ولا تهدم ولا ينقض منها ولا من حيزها ولا من صلبهم ولا من شئى من اموالهم ولا يكرهون على دينهم ولا يضار احد من اليهود و على اهل ايلياً ان يعطوا الجزية كما يعطى اهل المدائن و عليهم ان يخرجوا منها الروم و اللصوص فمن خرج منهم فهوا من على نفسه و ماله حتى يبلغوا ما منهم و من اقام منهم فهوا من و عليه مثل اهلا ايلياً من الجزية و من احب من اهل ايلياً ان يسير بنفسه و ماله مع الروم و يخلى بيعهم و صلبهم فانهم آمنون على انفسهم و على بينعهم و صلبهم حتى يبلغوا ما منهم و على مافى هذا الكتاب عهد الله و ذمة رسوله و ذمة الخلفاً و ذمة الكومنين اذا اعطو الذى عليهم من الجزية شهد على ذلك خالد بن الوليد و عمر بن العاص و عبد الرحمان بن عوف و معاوية ابى سفيان و كتب و حضر سنه 15 هجرى.[1]

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمر نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی۔ نہ وہ ڈھائے جائیں گے نہ ان کو اور نہ ان کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں گے اور یونانیوں اور چوروں کو نکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان اور مال کو امن ہے تا آنکہ وہ اپنی جائے پناہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیا ہی میں رہنا اختیار کرے اس کو بھی امن ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا، رسول خدا کے خلیفہ کا اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔ اس تحریر پر گواہ ہیں خالد بن الولید اور عمرو العاص اور عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم اور یہ 15 ہجری میں لکھا گیا۔"

اس فرمان میں صاف تصریح ہے کہ عیسائیوں کے جان، مال اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہے گا اور یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کو جس قدر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں انہی تین چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ گرجے اور چرچ کی نسبت یہ تفصیل ہے کہ نہ تو وہ توڑے جائیں گے نہ ان کی عمارت کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے گا نہ ان کے احاطوں میں دست اندازی کی جائے گی۔ مذہبی آزادی کی

نسبت دوبارہ تصریح ہے کہ لا یکرھون علی دینھم عیسائیوں کے خیال میں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صلیب دے کر قتل کیا تھا اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا۔ اس لیے ان کی خاطر سے یہ شرط منظور کی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہیں گے۔ یونانی باوجود اس کے کہ مسلمانوں سے لڑتے تھے اور درحقیقت وہی مسلمانوں کے اصلی عدو تھے۔ تاہم ان کے لیے یہ رعایتیں ملحوظ رکھیں کہ بیت المقدس میں رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں اور نکل جانا چاہیں تو نکل کر جا سکتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں ان کو امن حاصل ہوگا۔ اور ان کے گرجاؤں اور معبدوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا۔ سب سے بڑھ کر بیت المقدس کے عیسائی اگر یہ چاہیں گے کہ وطن سے نکل کر رومیوں سے جاملیں تو اس پر بھی کچھ تعرض نہ کیا جائے گا۔ بلکہ ان کے گرجے وغیرہ جو بیت المقدس میں ہیں محفوظ رہیں گے۔ کیا کوئی قوم مفتوحہ ملک کے ساتھ اس سے بڑھ کر منصفانہ برتاؤ کر سکتی ہے؟

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ذمیوں کی جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر قرار دیا گیا۔ کوئی مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کر ڈالتا تو حضرت عمر فوراً اس کے بدلے مسلمان کو قتل کرا دیتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرۃ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھ بھیجا کہ قاتل، مقتول کے وارثوں کو دیا جائے۔ چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا، حوالہ کیا گیا اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ [2]

مال اور جائیداد کے متعلق کی حفاظت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ جس قدر زمینیں ان کے قبضے میں تھیں اسی حیثیت سے بحال رکھیں۔ جس حیثیت سے فتح سے پہلے ان کے قبضے میں تھیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان زمینوں کا خریدنا بھی ناجائز قرار دیا گیا۔

بندوبست مال گزاری میں ذمیوں کا خیال

مال گزاری جو مشخص کی گئی وہ نہایت نرم اور ہلکی پھلکی تھی۔ اس پر بھی حضرت عمر کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ کہیں ان پر سختی تو نہیں کی گئی۔ چنانچہ مرتے مرتے بھی یہ خیال نہ گیا۔ ہر سال یہ معمول تھا کہ جب عراق کا خراج آتا تو دس شخص کوفہ اور دس شخص بصرہ سے طلب کیے جاتے تھے اور حضرت عمر ان سے چار دفعہ بتاکید قسم لیتے تھے کہ مال گزاری کے وصول کرنے میں کچھ سختی تو نہیں کی گئی ہے۔ [3] وفات سے دو تین دن پہلے کا واقعہ ہے کہ افسران بندوبست کو بلایا اور تشخیص جمع کے متعلق ان سے گفتگو کی اور بار بار پوچھتے رہے کہ جمع سخت تو نہیں مقرر کی گئی۔ [4]

ذمیوں سے ملکی انتظامات میں مشورہ

ایک بڑا حق جو رعایا کو حاصل ہو سکتا ہے یہ ہے کہ انتظامات ملکی میں ان کو حصہ دیا جائے۔ حضرت عمر ہمیشہ ان انتظامات میں جن کا تعلق ذمیوں سے ہوتا تھا ذمیوں کے مشورہ اور استصواب کے بغیر کام نہیں کرتے تھے۔ عراق کا بندوبست جب پیش آیا تو عجمی رئیسوں کو مدینہ میں بلا کر مال گزاری کے حالات دریافت کیے۔ مصر میں جو انتظام کیا اس میں مقوقس سے اکثر رائے لی۔ [5]

جان و مال و جائیداد کے متعلق جو حقوق ذمیوں کو دیئے گئے تھے وہ صرف زبانی نہ تھے بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ ان کی پابندی کی جاتی تھی۔ شام کے ایک کاشتکار نے شکایت کی کہ اہل فوج نے اس کی زراعت کو پامال کر دیا۔ حضرت عمر نے بیت المال

سے 10 ہزار درہم اس کو معاوضہ میں دلوائے۔[6] اضلاع کے حکام کو تاکیدی فرمان بھیجتے تھے کہ ذمیوں پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے۔خود بالمشافہ لوگوں کو اس کی تاکید کرتے رہتے تھے۔قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج باب الجزیہ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر جب شام سے واپس آ رہے تھے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ دھوپ میں کھڑے ہیں اور ان کے سر پر تیل ڈالا جا رہا ہے۔لوگوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے جزیہ نہیں ادا کیا اس لیے ان کو سزا دی جاتی ہے۔حضرت عمر نے دریافت کیا کہ آخران کا کیا عذر ہے؟ لوگوں نے کہا کہ "ناداری" فرمایا کہ چھوڑ دو، اور ان کو تکلیف نہ دو۔میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے لا تعذبوا الناس فان الذین یعذبون الناس فی الدنیا یعذبهم الله یوم القیامة یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "لوگوں کو تکلیف نہ دو، جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب پہنچاتے ہیں خدا قیامت میں ان کو عذاب پہنچائے گا۔"

ذمیوں کی شرائط کا ایفاء کرنا

حضرت ابوعبیدہ کو شام کی فتح کے بعد جو فرمان لکھا اس میں یہ الفاظ تھے:

و امنع الکسلمین من ظلمهم و الاضرار بهم و اکل اموالهم الا بحلها و وف لهم بشرطهم الذی شرطت لهم فی جمیع ما اعطیتهم.[7]

"مسلمانوں کو منع کرنا کہ ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں، نہ ان کا مال بے وجہ کھانے پائیں اور جس قدر شرطیں تم نے ان سے کی ہیں سب وفا کرو۔"

حضرت عمر نے وفات کے قریب، خلیفہ ہونے والے شخص کے لیے ایک مفصل وصیت فرمائی تھی۔اس وصیت نامہ کو امام بخاری، ابوبکر بیہقی، جاحظ اور بہت سے مؤرخین نے نقل کیا ہے۔اس کا اخیر فقرہ یہ ہے۔

و اوصیه بذمة الله و ذمة رسوله ان یوفی لهم بعهدهم و ان یقاتل من ورائهم و ان لا یکلفوا فوق طاقتهم۔[8]

"یعنی میں ان لوگوں کے حق میں وصیت کرتا ہوں جن کو خدا اور رسول کا ذمہ دیا گیا ہے (یعنی ذمی) کہ ان سے جو عہد ہے وہ پورا کیا جائے اور ان کی حمایت میں لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔"

اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر مرتے وقت بھی ذمیوں کو نہ بھولے۔

غرفہ ایک صحابی تھے، ان کے سامنے ایک عیسائی نے جناب رسول اللہ ﷺ کو گالی دی۔غرفہ نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔عیسائی نے عمرو بن العاص کے پاس جا کر شکایت کی۔انہوں نے غرفہ کو بلا بھیجا اور باز پرس کی۔غرفہ نے واقعہ بیان کیا۔عمرو بن العاص نے کہا ذمیوں سے امن کا معاہدہ ہو چکا ہے۔غرفہ نے کہا، نعوذ باللہ ان کو یہ اجازت ہرگز نہیں دی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کو اعلانیہ گالیاں دیں۔ان سے یہ معاہدہ ہوا ہے کہ اپنے گرجاؤں میں جو کچھ چاہیں کریں اور اگر ان پر کوئی دشمن چڑھ آئے تو ہم ان کی طرف سے سینہ سپر ہو کر لڑیں اور ان پر کوئی ایسا بار نہ ڈالا جائے جس کے وہ متحمل نہ ہوں۔عمرو بن العاص نے کہا ہاں یہ سچ

ہے۔[9] اس واقعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ذمیوں کے حفظ حقوق کا کس قدر خیال رکھا جاتا ہے۔

مذہبی امور میں آزادی

مذہبی امور میں ذمیوں کو پوری آزادی تھی۔ وہ ہر قسم کی رسوم مذہبی ادا کرتے تھے۔ علانیہ ناقوس بجاتے تھے۔ صلیب نکالتے تھے۔ ہر قسم کے میلے ٹھیلے کرتے تھے۔ ان کے پیشوایان مذہبی کو جو مذہبی اختیارات حاصل تھے بالکل برقرار رکھے گئے تھے۔ مصر میں اسکندریہ کا پیٹریارک بنیامین تیرہ برس تک رومیوں کے ڈر سے ادھر ادھر مارا مارا پھرا۔ عمرو بن العاص نے جب مصر فتح کیا، تو سنہ 20 ہجری میں اس کو تحریری امان لکھ کر بھیجی۔ وہ نہایت ممنون ہو کر آیا اور پیٹریارک کی کرسی دوبارہ اس کو نصیب ہوئی۔ چنانچہ علامہ مقریزی نے اپنی کتاب (جلد اول صفحہ 492) میں واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ معاہدات میں اور امور کے ساتھ مذہبی آزادی کا بھی حق التزام کے ساتھ درج کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بعض معاہدات کے اصلی الفاظ ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں۔ حذیفہ بن الیمان نے ماہ دینار والوں کو جو تحریر لکھی تھی اس میں یہ الفاظ تھے۔

لا يغيرون عن ملة ولا يحال بينهم وبين شرايعهم۔[10]

"ان کا مذہب نہ بدلا جائے گا اور ان کے مذہبی امور میں کچھ دست اندازی نہ کی جائے گی۔"

جرجان کی فتح کے وقت یہ معاہدہ لکھا گیا۔

لهم الامان على انفسهم واموالهم وملكهم وشرايعهم ولا تغير شئ من ذلك۔[11]

"ان کے جان و مال اور مذہب و شریعت کو امن ہے اور اس میں سے کسی شے میں تغیر نہ کیا جائے گا۔"

آذربائیجان کے معاہدہ میں یہ تصریح تھی۔

الامان على انفسهم واموالهم وشرايعهم۔[12]

"جان مال، مذہب اور شریعت کو امان ہے۔"

موقان کے معاہدہ میں یہ الفاظ تھے۔

الامان على اموالهم وانفسهم وملتهم وشريعهم۔

"جان، مال، مذہب اور شریعت کو امان ہے۔"

حضرت عمر اسلام کے اشاعت کی اگرچہ نہایت کوشش کرتے تھے اور منصب خلافت کے لحاظ سے ان کا یہ فرض بھی تھا لیکن وہیں تک جہاں تک وعظ اور پند کے ذریعے سے ممکن تھا ورنہ یہ خیال وہ ہمیشہ ظاہر کر دیا کرتے تھے کہ مذہب کے قبول کرنے پر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ استق ان کا ایک عیسائی غلام تھا، اس کو ہمیشہ اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ لیکن جب اس نے انکار کیا تو فرمایا لا اکراہ فی الدین یعنی مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔[13]

مسلمانوں اور ذمیوں کی ہمسری

حقیقت یہ ہے کہ واقعات سے جو نتیجہ استنباط کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے ملکی حقوق کے لحاظ سے ذمیوں اور

مسلمانوں میں کوئی تمیز نہیں رکھی تھی۔کوئی مسلمان اگر ذمی کوقتل کرتا تو بے دریغ اس کے قصاص میں قتل کردیا جاتا تھا۔مسلمان اگر کسی ذمی سے سخت کلامی کرتے تھے تو پاداش کے مستحق ہوتے تھے۔ذمیوں سے جزیہ اور عشور کے سوا کسی قسم کا محصول نہیں لیا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں سے زکوۃ وصول کی جاتی تھی۔جس کی مقدار دونوں سے زیادہ تھی۔اس کے سوا عشور مسلمانوں سے بھی وصول کیا جاتا۔البتہ اس کی شرح بمقابلہ ذمیوں کے کم تھی۔بیت المال سے والنظیر وں کو گھر بیٹھے جو تنخواہیں ملتی تھیں ذمی بھی اس میں بھی برابر کے شریک تھے۔سب سے بڑھ کر یہ (اور درحقیقت صرف اسی ایک مثال سے اس بحث کا فیصلہ ہوسکتا ہے) کہ یہ جو قاعدہ تھا کہ جو مسلمان اپاہج اور ضعیف ہوجاتا تھا اور محنت ومزدوری سے معاش پیدا نہیں کرسکتا تھا، بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر ہوجاتا تھا۔اسی قسم کی بلکہ اس سے زیادہ فیاضانہ رعایت ذمیوں کے ساتھ بھی مرعی تھی۔اول اول یہ قاعدہ حضرت ابوبکر کے عہد میں مقرر ہوا۔چنانچہ خالد بن الولید نے حیرۃ کی فتح میں جو معاہدہ لکھا، اس میں یہ الفاظ تھے۔

و جعلت لهم ايما شيخ ضعف عن العمل او اصابه افة من الافات او كان غنيا فافتقر و صار اهل دينه يتصدقون عليه و طرحت جزيته و عيل من بيت مال المسلمين و عياله ما اقام بدار الهجرة و دار الاسلام فان خرجوا الى غير دار الهجرة و دار الاسلام فليس على المسلمين النفقة على عيالهم .[14]

"اور میں نے ان کو یہ حق دیا کہ اگر کوئی بوڑھا شخص کام کرنے سے معذور ہوجائے یا اس پر کوئی آفت آئے یا پہلے دولت مند تھا پھر غریب ہوگیا اور اس وجہ سے اس کے ہم مذہب اس کو خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ موقوف کردیا جائے گا اور اس کو اور اس کی اولاد کو مسلمانوں کے بیت المال سے نفقہ دیا جائے گا جب تک وہ مسلمانوں کے ملک میں رہے لیکن اگر وہ غیر ملک میں چلا جائے تو مسلمانوں پر اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔"

یہ قاعدہ حضرت عمر کے عہد میں بھی قائم رہا بلکہ حضرت عمر نے اس کو قرآن مجید کی آیت سے مستند کردیا یعنی بیت المال کے داروغہ کو لکھ بھیجا کہ قرآن مجید کی آیت "انما الصدقات للفقراء و المساكين" (صدقہ اور خیرات فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہے) اس میں فقرأ کے لفظ سے مسلمان اور مسکین کے لفظ سے اہل کتاب یہودی اور عیسائی مراد ہیں۔اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر نے ایک پیر کہن سال کو بھیک مانگتے دیکھا۔پوچھا کہ بھیک کیوں مانگتا ہے؟ اس نے کہا "مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے اور مجھ کو ادا کرنے کا مقدور نہیں۔" حضرت عمر اس کو ساتھ گھر پر لائے اور کچھ نقد دے کر بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کردیا جائے۔اسی واقعہ میں آیت مذکورہ بالا کا حوالہ دیا، اور یہ بھی فرمایا کہ" واللہ یہ انصاف کی بات نہیں کہ ان لوگوں کی جوانی سے ہم متمتع ہوں اور بڑھاپے میں ان کو نکال دیں۔"[15]

ذمیوں کی عزت کا خیال

ذمیوں کی عزت وآبرو کا اسی قدر استحفاظ تھا جس قدر مسلمان کی عزت وناموس کا، ان کی نسبت کسی قسم کی تحقیر کا لفظ استعمال کرنا نہایت ناپسندیدہ خیال کیا جاتا تھا۔عمیر بن سعد جو حمص کے حاکم تھے اور زہد وتقدس وترک دنیا میں تمام عہدہ داران خلافت میں کوئی

ان کا ہمسر نہ تھا۔ ایک دفعہ ان کے منہ سے ایک ذمی کی شان میں یہ لفظ نکل گیا۔ اخزاك الله یعنی خدا تجھ کو رسوا کرے۔ اس پر ان کو اس قدر ندامت اور تاسف ہوا کہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہو کر نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور کہا کہ اس نوکری کی بدولت مجھ سے یہ حرکت صادر ہوئی۔[16]

سازش اور بغاوت کی حالت میں ذمیوں کے ساتھ سلوک:

ایک خاص بات جو سب سے بڑھ کر لحاظ کے قابل ہے یہ ہے کہ ذمیوں نے اگر کبھی سازش یا بغاوت کی تب بھی ان کے ساتھ مراعات کو ملحوظ رکھا۔ آج کل جن حکومتوں کو تہذیب و ترقی کا دعویٰ ہے۔ رعایا کے ساتھ ان کی تمام عنایت اسی وقت تک ہے جب تک ان کی طرف سے کوئی پولیٹکل شبہ نہ پیدا ہو۔ ورنہ دفعتاً وہ تمام مہربانی غضب اور قہر میں بدل جاتی ہے اور ایسا خونخوار اور پُرغیظ انتقام لیا جاتا ہے کہ وحشی قومیں بھی اس سے کچھ زیادہ نہیں کر سکتیں۔ برخلاف اس کے حضرت عمر کا قدم کسی حالت میں جادہ انصاف سے ذرا نہیں ہٹا۔ شام کی آخری سرحد پر ایک شہر تھا جس کا نام عربسوس تھا اور جس کی سرحد ایشیائے کوچک سے ملی ہوئی تھی۔ شام جب فتح ہوا تو یہ شہر بھی فتح ہوا اور صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ لیکن یہاں کے لوگ در پردہ رومیوں سے سازش رکھتے تھے اور ادھر کی خبریں ان کو پہنچاتے رہتے تھے۔ عمیر بن سعد وہاں کے حاکم نے حضرت عمر کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت عمر نے ان کی اس کمینہ خصلت کا جو انتقام لیا وہ یہ تھا کہ عمیر بن سعد کو لکھا کہ جس قدر ان کی جائیداد، زمین، مویشی اور اسباب ہے سب شمار کر کے ایک ایک چیز کی دوچند قیمت دے دو، اور ان سے کہو کہ اور کہیں چلے جائیں، اگر اس پر راضی نہ ہوں تو ان کو ایک برس کی مہلت دو، اور اس کے بعد جلاوطن کر دو۔ چنانچہ جب وہ اپنی شرارت سے باز نہ آئے تو اس حکم کی تعمیل کی گئی۔[17] کیا آج کل کوئی قوم اس درگزر اور عفو و مسامحت کی کوئی نظیر دکھلا سکتی ہے؟

ذمیوں کے ساتھ جو لطف و مراعات کی گئی تھی اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ ذمیوں نے ہر موقع پر اپنی ہم مذہب سلطنتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ ذمی ہی تھے جو مسلمانوں کے لیے رسد بہم پہنچاتے تھے۔ لشکر گاہ میں مینا بازار لگاتے تھے۔ اپنے اہتمام اور صرف سے سڑک اور پل تیار کراتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کے لیے جاسوسی اور خبر رسانی کرتے تھے یعنی دشمنوں کے ہر قسم کے راز مسلمانوں سے آ کر کہتے تھے۔ حالانکہ یہ دشمن انہی کے ہم مذہب عیسائی یا پارسی تھے۔ ذمیوں کو مسلمانوں کے حسن سلوک کے وجہ سے جو اخلاص پیدا ہو گیا تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جنگ یرموک کے پیش آنے کے وقت جب مسلمان شہر حمص سے نکلے تو یہودیوں نے توریت ہاتھ میں لے کر کہا کہ "جب تک ہم زندہ ہیں کبھی رومی یہاں نہ آنے پائیں گے۔" عیسائیوں نے نہایت حسرت سے کہا کہ "خدا کی قسم تم رومیوں کی بہ نسبت کہیں بڑھ کر ہم کو محبوب ہو۔"

اخیر میں ہم کو ان واقعات کی حقیقت بھی بتانا ضروری ہے جن کی وجہ سے لوگوں کو یہ غلط خیال پیدا ہوا ہے یا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے بلکہ خود اسلام نے ذمیوں کے ساتھ ناانصافانہ سلوک کیے۔

مخالف کی طرف سے اعتراض کی تقریر

اس مسئلے کو مخالف اس طرح بیان کر سکتا ہے کہ حضرت عمر نے ذمیوں کے حق میں یہ حکم دیا کہ وضع اور لباس وغیرہ میں کسی طرح

مسلمانوں کی تشبہ نہ کرنے پائیں۔ کمر میں زنار باندھیں۔ لمبی ٹوپیاں پہنیں۔ گھوڑوں پر کاٹھی کسیں۔ نئی عبادت گاہیں نہ بنائیں، شراب اور سور نہ بیچیں، ناقوس نہ بجائیں۔ صلیب نہ نکالیں۔ بنو تغلب کو یہ بھی حکم تھا کہ اپنی اولاد کو اصطباغ نہ دینے پائیں۔ اس سب باتوں پر یہ مستزاد کہ حضرت عمر نے عرب کی وسیع آبادی میں ایک یہودی یا عیسائی کو نہ رہنے دیا اور بڑے بڑے قدیم خاندان جو سیکڑوں برس سے عرب میں آباد تھے، جلاوطن کر دیئے۔

بے شبہ، یہ اعتراضات نہایت توجہ کے قابل ہیں اور ہم ان کے جواب دینے میں کسی قدر تفصیل سے کام لیں گے۔ کیونکہ ایک زمانہ ممتد کے تعصب اور تقلید نے واقعیت کے چہرے پر، بہت سے پردے ڈال دیئے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ حضرت عمر مسلمانوں کو غیر قوموں کی مشابہت اور غیر قوموں کو مسلمانوں کی مشابہت سے روکتے تھے۔ لیکن اس سے فقط قومی خصوصیتوں کو قائم رکھنا مقصود تھا۔ لباس کی بحث میں تحقیق طلب یہ امر ہے کہ حضرت عمر نے ذمیوں کو جس لباس کی پابندی کی تاکید کی تھی، آیا وہی لباس ذمیوں کا قدیم لباس تھا یا حضرت عمر نے کوئی نیا لباس بطور علامت تحقیر کے تجویز کیا تھا۔ جس شخص نے عجم کی تاریخ پڑھی ہے وہ یقیناً جان سکتا ہے کہ جس لباس کا یہاں ذکر ہے وہ عجم کا قدیم لباس تھا۔ حضرت عمر کا معاہدہ جس کو کنز العمال وغیرہ میں نقل کیا گیا ہے اگر چہ راویوں نے اس کو بہت کچھ کم وبیش کر دیا ہے۔ تاہم جہاں ذمیوں کی طرف سے یہ اقرار مذکور ہے کہ ہم فلاں فلاں لباس نہ پہنیں گے، وہاں یہ الفاظ بھی ہیں وان تلزم زینا حیث ما کنا[18] یعنی "ہم وہی لباس پہنیں گے جو ہمیشہ سے پہنتے آتے تھے۔" اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس لباس کا حضرت عمر نے حکم دیا تھا وہ عجم کا قدیم لباس تھا۔

زنار جس کا ذکر حضرت عمر کے فرمان میں ہے اس کی نسبت ہمارے فقہاء نے اکثر غلطیاں کی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ انگلی برابر موٹا ایک قسم کا جنیو ہوتا تھا اور اس سے ذمیوں کی تحقیر مقصود تھی لیکن یہ سخت غلطی ہے۔ زنار کے معنی پیٹی کے ہیں اور عرب میں یہ لفظ آج کل بھی اسی معنی میں مستعمل ہے۔ پیٹی کو عربی میں منطقہ بھی کہتے ہیں اور اس لحاظ سے زنار اور منطقہ مرادف الفاظ ہیں۔ ان دونوں الفاظ کا مرادف ہونا کتب حدیث سے ثابت ہے۔ کنز العمال[19] میں بیہقی وغیرہ سے روایت منقول ہے کہ حضرت عمر نے سرداران فوج کو یہ تحریری حکم بھیجا وتلزموہم المناطق یعنی الزنانیر اسی زنار کو کستیج بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ جامع صغیر وغیرہ میں بجائے زنار کے کستیج ہی لکھا ہے اور غالب یہ ہے کہ یہ لفظ عجمی ہے۔ بہر حال اہل عجم قدیم سے پیٹی لگاتے تھے۔ علامہ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف[20] میں لکھا ہے کہ "عجم کی اس قدیم عادت کی وجہ میں نے کتاب مروج الذہب میں لکھی ہے۔" ایک قطعی دلیل اس بات کی کہ یہ لباس ذمیوں کا قدیم لباس تھا، یہ ہے کہ خلیفہ منصور نے اپنے دربار کے لیے جو لباس قرار دیا تھا وہ قریب قریب یہی لباس تھا۔ لمبی ٹوپیاں جو نرسل کی ہوتی تھیں۔ وہی عجم کی ٹوپیاں تھیں۔ جس کا نمونہ پارسیوں کے سروں پر آج بھی موجود ہے۔ اس درباری لباس میں پیٹی بھی داخل تھی، اور یہ وہی زنار، یا منطقہ، یا کستیج ہے جو عجم کی قدیم وضع تھی۔ منصور کے اس مجوزہ لباس کی نسبت تمام مؤرخین عرب نے تصریح کی ہے کہ یہ عجم کی تقلید تھی۔ اب یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو لباس، حضرت عمر نے ذمیوں کے لیے قرار دیا تھا، وہ اگر کوئی جدید لباس تھا اور ان کی تحقیر کے لیے ایجاد کیا گیا تھا تو خلیفہ منصور اس کو اپنا اور اپنے دربار کا لباس کیونکر قرار دے سکتا تھا۔

صلیب اور ناقوس کی بحث

ذمیوں کو نئی عبادت گاہیں بنانے اور شراب بیچنے، صلیب نکالنے، ناقوس پھونکنے، اصطباغ دینے سے روکنا بے شبہ مذہبی دست اندازی ہے لیکن میں بیباکانہ اس راز کی پردہ دری کرتا ہوں کہ یہ احکام جن قیدوں کے ساتھ حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے جاری کیے تھے وہ بالکل مناسب تھے لیکن زمانہ مابعد کے مؤرخوں نے ان قیدوں کا ذکر چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے تمام دنیا میں ایک عالمگیر غلطی پھیل گئی۔

صلیب کی نسبت معاہدے میں جو الفاظ تھے اس میں یہ قید تھی۔

ولا یرفعوا فی نادی اھل الاسلام صلباً۔[21]

"یعنی مسلمانوں کی مجلس میں صلیب نہ نکالیں۔"

ناقوس کی نسبت یہ تصریح تھی یضربوا نواقیسھم فی ای ساعۃ شاؤ امن لیل او نھار الا فی اوقات الصلوۃ۔[22] یعنی ذمی رات دن میں جس وقت چاہیں ناقوس بجائیں، بجز نماز کے اوقات کے۔ سور کی نسبت یہ الفاظ تھے۔ ولا یخرجوا خنزیرا من منازلھم الی افینۃ المسلمین یعنی ذمی سور کو مسلمان کے احاطہ میں نہ لے جائیں۔

ان تصریحات کے بعد کس کو شبہ رہ سکتا ہے کہ صلیب نکالنا یا ناقوس بجانا عموماً منع نہ تھا بلکہ خاص حالات میں ممانعت تھی اور ان خاص حالات میں آج بھی ایسی ممانعت خلاف انصاف نہیں کہی جاسکتی۔

اصطباغ نہ دے سکنا

سب سے زیادہ قابل لحاظ امر بنی تغلب کے عیسائیوں کی اولاد کا اصطباغ نہ دینا تھا اور یہ گویا اس بات کی حفاظت ہے کہ آئندہ وہ کوئی اور مذہب قبول نہ کرنے پائے، بعینہ اس طرح جس طرح ہم مسلمانوں میں بچوں کا ختنہ کیا جاتا ہے، بے شبہ حضرت عمر کو عام طور پر اس رسم کے روکنے کا کچھ حق نہ تھا، لیکن اس زمانے میں ایک نیا سوال پیدا ہوا تھا۔ یعنی یہ کہ اگر عیسائی خاندان میں سے کوئی شخص مسلمان ہو جائے اور نابالغ اولاد چھوڑ کر مرے تو اس کی اولاد کس مذہب کے موافق پرورش پائے گی؟ یعنی وہ مسلمان سمجھی جائے گی یا ان کے خاندان والوں کو جو عیسائی مذہب رکھتے ہیں یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کو اصطباغ دے کر عیسائی بنالیں۔ حضرت عمر نے اس صورت خاص کے لیے یہ قرار دیا کہ خاندان والے اس کو اصطباغ نہ دیں اور عیسائی نہ بنائیں اور یہ حکم بالکل قرین انصاف ہے۔ کیونکہ جب اس کا باپ مسلمان ہو گیا تھا تو اس کی نابالغ اولاد بھی بظاہر مسلمان قرار پائے گی۔ علامہ طبری نے جہاں بنوتغلب کے واقعہ کا ذکر کیا ہے، شرائط صلح میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: علی ان لا ینصروا ولیداً ممن اسلم آباؤھم یعنی بنوتغلب کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جن کے باپ مسلمان ہو چکے ان کی اولاد کو عیسائی بنا سکیں۔[23] ایک اور موقع پر یہ الفاظ ہیں۔ ان لا ینصروا اولادھم اذا اسلم اباءھم۔[24]

یہاں شاید یہ اعتراض ہو کہ حضرت عمر نے ایک فرضی صورت قائم کر کے معاہدہ کو کیوں سخت کیا۔ لیکن جواب یہ ہے یہ فرضی صورت نہ تھی بلکہ بنوتغلب میں بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے، اس لیے ان کی خاص حالت کے لحاظ سے اس صورت کا ذکر

ضروری تھا۔ بلکہ علامہ طبری[25] نے صاف تصریح کی ہے کہ تغلب میں سے جو لوگ اسلام لا چکے تھے خود انہی نے معاہدہ کے یہ شرائط پیش کیے تھے۔

اب ہر شخص انصاف کر سکتا ہے کہ امن عام میں خلل نہ واقع ہونے کے لیے عیسائیوں کو اگرچہ یہ حکم دیا جائے کہ وہ مسلمانوں کی مجلسوں میں صلیب اور سور نہ لائیں، خاص نماز کے وقت ناقوس نہ بجائیں، نومسلم کی اولاد کو اصطباغ نہ دیں تو کیا کوئی شخص اس کو تعصب مذہبی سے تعبیر کر سکتا ہے۔ لیکن افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ ہمارے پچھلے مؤرخوں نے ان احکام کی قیدوں اور خصوصیتوں کو اڑا دیا۔ بلکہ قدماء میں بھی جو تعصب آمیز طبیعت رکھتے تھے، روایت میں ان خصوصیتوں کو چھوڑ جاتے تھے، یہ غلطیاں اگرچہ نہایت سخت نتائج پیدا کرتیں تھیں، لیکن چونکہ ظاہر میں خفیف تھیں۔ ابن الاثیر وغیرہ نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔ رفتہ رفتہ یہ غلطیاں اس قدر پھیل گئیں کہ عربی زبان سرتاپا اس سے معمور ہو گئی۔ فقہاً چونکہ تاریخ سے بہت کم واقفیت رکھتے تھے، انہوں نے بے تکلف انہی روایتوں کو قبول کر لیا اور ان پر فقہ کے مسائل تفریع کر لیے۔

عیسائیوں کے جلاوطن کرنے کا معاملہ

عیسائیوں اور یہودیوں کے جلاوطن کرنے کا معاملہ۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہودی کسی زمانے میں مسلمانوں کی طرف سے صاف نہیں ہوئے۔ خیبر جب فتح ہوا تو ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ جس وقت مناسب ہو گا تم کو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ حضرت عمر کے زمانے میں ان کی شرارتیں زیادہ ظاہر ہوئیں۔ عبداللہ بن عمر کو ایک دفعہ بالا خانہ سے دھکیل دیا جس سے ان کے ہاتھ میں زخم آیا۔ مجبوراً حضرت عمر نے عام مجمع میں کھڑے ہو کر ان کی شرارتیں بیان کیں اور پھر ان کو عرب سے نکال دیا۔[26] چنانچہ صحیح بخاری، کتاب الشروط میں یہ واقعہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

نجران کے عیسائی یمن اور اس کے اطراف میں رہتے تھے اور ان سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے چپکے چپکے جنگی تیاریاں شروع کیں اور بہت سے گھوڑے اور ہتھیار مہیا کیے۔ حضرت عمر نے صرف اس ضرورت سے ان کو حکم دیا کہ یمن چھوڑ کر عراق چلے جائیں۔[27]

غرض یہ امر تمام تاریخی شہادتوں سے قطعاً ثابت ہے کہ عیسائی اور یہودی پولیٹکل ضرورتوں کی وجہ سے جلاوطن کیے گئے[28] اور اس وجہ سے یہ امر کسی طرح اعتراض کے قابل نہیں ہو سکتا۔ البتہ لحاظ کے قابل یہ ہے کہ اس حالت میں بھی کس قسم کی رعایت ان کے ساتھ ملحوظ رکھی گئی۔ فدک کے یہودی جب نکالے گئے تو حضرت عمر نے ایک واقف کار شخص کو بھیجا کہ ان کی زمین اور باغوں کی قیمت کا تخمینہ کرے۔ چنانچہ جو قیمت متعین ہوئی حضرت عمر نے ان کو بیت المال سے دلوا دی۔[29] اسی طرح حجاز کے یہودیوں کو بھی ان کی زمین کی قیمت دلا دی۔[30]

نجران کے عیسائیوں کو جب عرب کی آبادی سے نکال کر شام و عراق میں آباد کیا تو ان کے ساتھ نہایت فیاضانہ رعایتیں کیں۔ ان کو امن کا جو پروانہ دیا اس میں یہ شرطیں لکھیں۔

1۔ عراق یا شام جہاں بھی یہ لوگ جائیں وہاں کے افسران کی آبادی اور زراعت کے لیے ان کو زمین دیں۔

2۔ جس مسلمان کے پاس یہ کوئی فریاد لے کر جائیں وہ ان کی مدد کرے۔

3۔ 24 مہینے تک ان سے مطلقاً جزیہ نہ لیا جائے۔

اس معاہدے پر احتیاط اور تاکید کے لحاظ سے بڑے بڑے صحابہ کے دستخط ثبت کرائے۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف صاحب نے کتاب الخراج میں اس معاہدہ کو بالفاظہا نقل کیا ہے۔[31]

ایک ایسی فوج، جس کی نسبت بغاوت اور سازش کے ثبوت موجود ہوں، اس کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کیا رعایت کی جا سکتی ہے۔

اب صرف جزیہ کا معاملہ رہ جاتا ہے۔ ہم نے اس بحث پر اگرچہ ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور وہ تینوں زبانوں (اردو، انگریزی، عربی) میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے تاہم مختصر طور پر یہاں بھی لکھنا ضروری ہے۔

جزیہ کی بحث

جزیہ کا موضوع اور مقصد، اگرچہ شروع اسلام ہی میں ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ حفاظت کا معاوضہ ہے لیکن حضرت عمر کے عہد میں یہ مسئلہ ایسا صاف ہو گیا کہ احتمال کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ اولاً تو انہوں نے نوشیروان کی طرح جزیہ کی مختلف شرحیں قائم کیں اور اس طریقے سے گویا صاف بتا دیا کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ وہی نوشیروانی محصول ہے۔ اس کے علاوہ موقع بہ موقع عملی طور پر اس بات کو ظاہر کیا کہ وہ صرف حفاظت کا معاوضہ ہے۔ اس کتاب کے پہلے حصے میں تم پڑھ آئے ہو کہ جب یرموک کے پرخطر معرکہ کے پیش آنے کی وجہ سے اسلامی فوجیں شام کے مغربی حصوں سے ہٹ آئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ جن شہروں سے وہ جزیہ وصول کر چکے تھے یعنی حمص و دمشق وغیرہ، وہاں کے باشندوں کی حفاظت کا اب وہ ذمہ نہیں اٹھا سکتے تو جزیہ سے جس قدر رقم وصول ہوئی تھی سب واپس کر دی اور صاف کہہ دیا کہ اس وقت ہم تمہارے جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جزیہ لینے کا بھی ہم کو کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ قطعی شہادت یہ ہے کہ جن لوگوں سے کبھی کسی قسم کی فوجی خدمت لی گئی ان کو باوجود ان کے مذہب پر قائم رہنے کے جزیہ معاف کر دیا۔ حضرت عمر نے خود 17ھ میں عراق کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ

یستعینوا بمن احتاجوا الیہ من الاساورۃ ویرفعوا عنہم الجزأ۔[32]

"یعنی فوجی سواروں میں سے جس سے مدد لینے کی ضرورت ہو اس سے مدد لے لو اور ان کا جزیہ چھوڑ دو۔"

یہاں تک کہ اگر کسی قوم نے صرف ایک دفعہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کی تو اس سال کا جزیہ اس کے لیے معاف کر دیا گیا۔ 22 ہجری میں جب آذربائیجان فتح ہوا تو اہل شہر کو یہ فرمان لکھ دیا گیا۔

ومن حشر منہم فی سنۃ وضع عنہ جزاء تلک السنۃ۔

"یعنی جو لوگ کسی سال فوج کے ساتھ کام دیں گے، اس سال کا جزیہ ان سے نہیں لیا جائے گا۔"

وعلی اھل آرمینیۃ ان ینفروا لکل غارۃ وینفذوا لکل امر ناب او لم ینب راہ الوالی صلاحا علی ان توضع الجزاء۔[33] اسی سال آرمینیہ کے رئیس شہر براز سے جو معاہدہ ہوا اس میں یہ الفاظ تھے:

اسی سنہ میں جرجان فتح ہوا اور فرمان میں یہ عبارت لکھی گئی:

ان لکم الذمة و علینا المنعة علی ان علیکم من الجزاء فی کل سنة علی قدر طاقتکم و من استعنا به منکم فله جزائه فی معونة عوضا عن جزایه۔[34]

"یعنی ہم پر تمہاری حفاظت ہے اس شرط پر کہ تم کو ہر سال بقدر طاقت جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر تم سے اعانت لیں گے تو اس اعانت کے بدلہ جزیہ معاف ہو جائے گا۔"

غرض حضرت عمر کے اقوال سے، معاہدوں سے، طرز عمل سے، روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا تھا کہ جزیہ کا موضوع کیا ہے اور وہ کس غرض سے مقرر کیا گیا۔

جزیہ کا مصرف، فوجی مصارف پر محدود تھا۔ یعنی اس رقم سے صرف اہل فوج کے لیے خوراک، لباس اور دیگر ضروریات مہیا کی جاتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمر نے جہاں جہاں جزیہ مقرر کیا اس کے ساتھ جنس اور غلہ بھی شامل کیا۔ مصر میں فی کس جزیہ کی تعداد دراصل چار دینار تھی۔ لیکن دو نقد اور باقی کے عوض گیہوں، روغن زیتون، شہد، سرکہ لیا جاتا تھا اور یہی اہل فوج کی خوراک تھی۔ البتہ آگے چل کر جب رسد کا انتظام مستقل طور پر ہو گیا تو کل جزیہ کی مقدار نقد کر دی گئی اور دو دینار کے بجائے چار دینار لیے جانے لگے۔[35]

[1] دیکھو تاریخ ابو جعفر جریر طبری کا فتح بیت المقدس 12[2] الدرایہ فی تخریج البدایہ مطبوعہ دہلی صفحہ 360[3] کتاب الخراج ص 65[4] کتاب الخراج صفحہ 21 میں ہے: قال شھدت عمر بن الخطاب قبل ان یصاب بشنف او اربع و اقفا علی حذیفہ بن الیمان عثمان بن حنیف و ھو یقول لھما لعلکما حملتما الارض مالا تطیق[5] مقریزی جلد اول صفحہ 74[6] کتاب الخراج صفحہ 68[7] کتاب الخراج صفحہ 82[8] صحیح بخاری صفحہ 187 مطبوعہ میرٹھ[9] اسد الغابہ تذکرہ عرفہ[10] طبری صفحہ 2633[11] طبری صفحہ 2658[12] طبری صفحہ 2662[13] کنز العمال بحوالہ طبقات ابن سعد جلد پنجم صفحہ 49[14] کتاب الخراج صفحہ 85[15] کتاب الخراج صفحہ 72[16] دیکھو ازالۃ الخفاء صفحہ 203[17] فتوح البلدان بلاذری صفحہ 157[18] کنز العمال جلد 2 صفحہ 302[19] کنز العمال جلد دوم صفحہ 320[20] کتاب مذکور صفحہ 107[21] کتاب الخراج صفحہ 80[22] کتاب الخراج صفحہ 84[23] طبری صفحہ 2423[24] طبری صفحہ 2510[25] طبری 2509[26] فتوح البلدان بلاذری صفحہ 25 و کتاب الخراج 29[27] کتاب الخراج صفحہ 42

[28] علامہ شبلی کی یہ رائے مطلقاً درست نہیں کہ عیسائیوں یا یہودیوں کو صرف سیاسی مصالح کی بناء پر سرزمین عرب سے جلا وطن کیا گیا۔ ان کی جلا وطنی میں نص قرآنی اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت بھی پیش نظر تھی۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی اپنے مضمون "ارض حرم اور اس کے احکام و مصالح قرآن مجید کی نظر میں" میں قرآنی نصوص کے تحت بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ جزیرہ عرب سے ان کا اخراج حکم قرآنی کا اقتضاء تھا۔ (یہ مضمون مجلہ "الواقعۃ" کی اشاعت خاص برائے قرآن کریم میں شائع ہو چکا ہے، شمارہ نمبر 20-21، محرم و صفر 1436ھ)

و نیز رسول اللہ ﷺ کی وہ مشہور وصیت جس میں مشرکین اور یہودیوں کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کرنے کا حکم دیا گیا تھا، جو مختلف اسناد کے ساتھ مختلف کتب حدیث میں موجود ہے، بھی صحابہ کرام کے پیش نظر تھا۔ (تنزیل)

[29] فتوح صفحہ 29[30] فتوح صفحہ 29[31] کتاب مذکور صفحہ 41[32] طبری صفحہ 2497[33] طبری صفحہ 265[34] ایضاً[35] فتوح البلدان صفحہ 216

3047 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: خَرَاجٌ مَكَانَ الْعُشُورِ

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں عشور (یعنی ٹیکس) کی بجائے لفظ "خراج" استعمال ہوا ہے۔

3048 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ خَالِهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أُعَشِّرُ قَوْمِي؟، قَالَ: إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى

عطاء، بکر بن وائل سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے ان کے ماموں کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں اپنی قوم سے عشر وصول کروں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عشور (یعنی ٹیکس) یہودیوں اور عیسائیوں پر لازم ہوتا ہے۔

3049 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَيْرٍ الثَّقَفِيِّ، عَنْ جَدِّهِ، رَجُلٍ مِنْ بَنِي تَغْلِبَ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمْتُ وَعَلَّمَنِي الْإِسْلَامَ، وَعَلَّمَنِي كَيْفَ آخُذُ الصَّدَقَةَ مِنْ قَوْمِي مِمَّنْ أَسْلَمَ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كُلُّ مَا عَلَّمْتَنِي قَدْ حَفِظْتُهُ إِلَّا الصَّدَقَةَ، أَفَأُعَشِّرُهُمْ؟ قَالَ: لَا، إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى النَّصَارَى، وَالْيَهُودِ

حرب بن عبید اللہ اپنے نانا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جو بنوتغلب سے تعلق رکھنے والے ایک شخص تھے وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے اسلام قبول کر لیا، نبی اکرم ﷺ نے مجھے اسلامی احکامات کی تعلیم دی آپ نے مجھے بتایا کہ میں اپنے لوگوں سے زکوٰۃ کس طرح وصول کروں، یعنی ان لوگوں سے جو مسلمان ہو چکے ہیں، میں واپس نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے جو بھی تعلیم دی ہے، وہ میں نے یاد کر لیا ہے، صرف صدقے کا معاملہ مختلف ہے، کیا میں ان سے ٹیکس وصول کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! ٹیکس عیسائیوں اور یہودیوں پر لازم ہوتا ہے۔

3050 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا أَرْطَاةُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ عُمَيْرٍ أَبَا الْأَحْوَصِ يُحَدِّثُ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ، قَالَ: نَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَمَعَهُ مَنْ مَعَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَكَانَ صَاحِبُ خَيْبَرَ رَجُلًا مَارِدًا مُنْكَرًا، فَأَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَلَكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا حُمُرَنَا، وَتَأْكُلُوا ثَمَرَنَا، وَتَضْرِبُوا نِسَاءَنَا، فَغَضِبَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ: يَا ابْنَ عَوْفٍ ارْكَبْ فَرَسَكَ ثُمَّ نَادِ: أَلَا إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِمُؤْمِنٍ، وَأَنِ اجْتَمِعُوا لِلصَّلَاةِ، قَالَ: فَاجْتَمَعُوا، ثُمَّ صَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ.

فَقَالَ: أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، قَدْ يَظُنُّ أَنَّ اللهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ، أَلَا وَإِنِّي وَاللهِ قَدْ وَعَظْتُ، وَأَمَرْتُ، وَنَهَيْتُ، عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْآنِ، أَوْ أَكْثَرُ، وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ، وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ، وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ، إِذَا أَعْطَوْكُمُ الَّذِي عَلَيْهِمْ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں پڑاؤ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب بھی تھے، خیبر کا ایک بڑا شخص جو سرکش اور ناپسندیدہ شخصیت کا مالک تھا، وہ بولا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کو اس بات کا حق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گدھے ذبح کر دیں، ہمارے پھلوں کو کھا جائیں اور ہماری عورتوں کو ماریں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عوف! تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ اعلان کرو کہ خبردار! جنت صرف مومن کے لیے حلال ہے' تو تم لوگ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔

راوی کہتے ہیں: لوگ اکٹھے ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی، پھر آپ کھڑے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

''کیا کوئی شخص اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے وہ صرف وہ چیز ہے، جو قرآن میں موجود ہے، خبردار! اللہ کی قسم میں نے وعظ کیا، میں نے حکم دیا اور کچھ چیزوں سے منع بھی کیا، تو یہ قرآن کی مانند یا اس سے زیادہ (تعداد) میں ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ بات حلال قرار نہیں دی ہے کہ تم اجازت لیے' بغیر اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو جاؤ، نہ ان کی عورتوں کو مارو، نہ ان کے پھل کھاؤ، جب کہ وہ تمہیں وہ چیز ادا کر رہے ہوں' جو ان کے ذمے لازم ہے۔

3051 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ رَجُلٍ، مِنْ جُهَيْنَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا، فَتَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ، فَيَتَّقُونَكُمْ بِأَمْوَالِهِمْ دُونَ أَنْفُسِهِمْ، وَأَبْنَائِهِمْ، قَالَ سَعِيدٌ فِي حَدِيثِهِ: فَيُصَالِحُونَكُمْ عَلَى صُلْحٍ، ثُمَّ اتَّفَقَا، فَلَا تُصِيبُوا مِنْهُمْ شَيْئًا فَوْقَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ لَا يَصْلُحُ لَكُمْ

ہلال، ثقیف قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے جہینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''عنقریب تم ایک قوم کے ساتھ جنگ کرو گے اور ان پر غالب آ جاؤ گے، تو وہ اپنے اموال کے ذریعے اپنی جانیں اور بال بچے بچانے کی کوشش کریں گے''۔

سعید نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''وہ تمہارے ساتھ صلح کریں گے، تو تم ان سے اس (طے شدہ ادائیگی) کے علاوہ کچھ نہ لینا، کیونکہ وہ تمہارے لیے جائز نہیں ہوگا''

3052 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ الْمَدِينِيُّ، أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ

سُلَيْمٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ عِدَّةٍ مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ آبَائِهِمْ دِنْيَةً عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

صفوان بن سلیم نے کئی اصحاب کے صاحبزادوں کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے، انہوں نے اپنے بڑوں کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

"خبردار! جو شخص کسی ذمی پر ظلم کرے، یا اس کے حق میں کمی کرے، یا اسے اس کی طاقت سے زیادہ بات کا پابند کرے، یا اس سے اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز حاصل کرے، تو قیامت کے دن میں اُس کا مقابل فریق ہوں گا"

بَابٌ فِي الذِّمِّيِّ يُسْلِمُ فِي بَعْضِ السَّنَةِ هَلْ عَلَيْهِ جِزْيَةٌ

باب: جو ذمی سال کے دوران اسلام قبول کر لے، کیا اس پر جزیہ لازم ہوگا؟

3053 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ قَابُوسَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جِزْيَةٌ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"مسلمان پر، جزیہ لازم نہیں ہے"

3054 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: سُئِلَ سُفْيَانُ عَنْ تَفْسِيرِ هٰذَا فَقَالَ: إِذَا أَسْلَمَ فَلَا جِزْيَةَ عَلَيْهِ

محمد بن کثیر بیان کرتے ہیں: سفیان سے اس کی وضاحت کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے بتایا: جب وہ مسلمان ہو جائے گا، تو اس پر جزیہ لازم نہیں ہوگا۔

بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَقْبَلُ هَدَايَا الْمُشْرِكِينَ

باب: حکمران کا مشرکین کے تحائف قبول کرنا

3055 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ الْهَوْزَنِيُّ، قَالَ: لَقِيتُ بِلَالًا مُؤَذِّنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَلَبَ، فَقُلْتُ: يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي كَيْفَ كَانَتْ نَفَقَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ قَالَ: مَا كَانَ لَهُ شَيْءٌ، كُنْتُ أَنَا الَّذِي أَلِي ذٰلِكَ مِنْهُ مُنْذُ بَعَثَهُ اللهُ إِلَى أَنْ تُوُفِّيَ، وَكَانَ إِذَا أَتَاهُ الْإِنْسَانُ مُسْلِمًا، فَرَآهُ عَارِيًا، يَأْمُرُنِي فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَقْرِضُ فَأَشْتَرِي لَهُ الْبُرْدَةَ فَأَكْسُوهُ، وَأُطْعِمُهُ، حَتّٰى اعْتَرَضَنِي رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: يَا بِلَالُ، إِنَّ عِنْدِي سَعَةً، فَلَا تَسْتَقْرِضْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا مِنِّي، فَفَعَلْتُ فَلَمَّا أَنْ كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ تَوَضَّأْتُ، ثُمَّ قُمْتُ

لِأُؤَذِّنَ بِالصَّلَاةِ فَإِذَا الْمُشْرِكُ قَدْ أَقْبَلَ فِي عِصَابَةٍ مِنَ التُّجَّارِ، فَلَمَّا أَنْ رَآنِي قَالَ: يَا حَبَشِيُّ، قُلْتُ: يَا لَبَّاهُ فَتَجَهَّمَنِي، وَقَالَ لِي قَوْلًا غَلِيظًا، وَقَالَ لِي: أَتَدْرِي كَمْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الشَّهْرِ؟ قَالَ: قُلْتُ قَرِيبٌ، قَالَ: إِنَّمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ أَرْبَعٌ، فَآخُذُكَ بِالَّذِي عَلَيْكَ، فَأَرُدُّكَ تَرْعَى الْغَنَمَ، كَمَا كُنْتَ قَبْلَ ذَلِكَ فَأَخَذَ فِي نَفْسِي مَا يَأْخُذُ فِي أَنْفُسِ النَّاسِ، حَتَّى إِذَا صَلَّيْتُ الْعَتَمَةَ، رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى أَهْلِهِ، فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، إِنَّ الْمُشْرِكَ الَّذِي كُنْتُ أَتَدَيَّنُ مِنْهُ، قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، وَلَيْسَ عِنْدَكَ مَا تَقْضِي عَنِّي، وَلَا عِنْدِي، وَهُوَ فَاضِحِي، فَأْذَنْ لِي أَنْ آبَقَ إِلَى بَعْضِ هَؤُلَاءِ الْأَحْيَاءِ الَّذِينَ قَدْ أَسْلَمُوا، حَتَّى يَرْزُقَ اللهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَقْضِي عَنِّي، فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا أَتَيْتُ مَنْزِلِي، فَجَعَلْتُ سَيْفِي وَجِرَابِي وَنَعْلِي وَمِجَنِّي عِنْدَ رَأْسِي، حَتَّى إِذَا انْشَقَّ عَمُودُ الصُّبْحِ الْأَوَّلِ أَرَدْتُ أَنْ أَنْطَلِقَ، فَإِذَا إِنْسَانٌ يَسْعَى يَدْعُو: يَا بِلَالُ أَجِبْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَتَيْتُهُ، فَإِذَا أَرْبَعُ رَكَائِبَ مُنَاخَاتٌ عَلَيْهِنَّ أَحْمَالُهُنَّ، فَاسْتَأْذَنْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْشِرْ فَقَدْ جَاءَكَ اللهُ بِقَضَائِكَ ثُمَّ قَالَ: أَلَمْ تَرَ الرَّكَائِبَ الْمُنَاخَاتِ الْأَرْبَعَ فَقُلْتُ: بَلَى، فَقَالَ: إِنَّ لَكَ رِقَابَهُنَّ وَمَا عَلَيْهِنَّ، فَإِنَّ عَلَيْهِنَّ كِسْوَةً وَطَعَامًا أَهْدَاهُنَّ إِلَيَّ عَظِيمُ فَدَكَ فَاقْبِضْهُنَّ، وَاقْضِ دَيْنَكَ فَفَعَلْتُ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا فَعَلَ مَا قِبَلَكَ؟ قُلْتُ: قَدْ قَضَى اللهُ كُلَّ شَيْءٍ كَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَبْقَ شَيْءٌ، قَالَ: أَفَضَلَ شَيْءٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: انْظُرْ أَنْ تُرِيحَنِي مِنْهُ، فَإِنِّي لَسْتُ بِدَاخِلٍ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِي حَتَّى تُرِيحَنِي مِنْهُ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَتَمَةَ دَعَانِي، فَقَالَ: مَا فَعَلَ الَّذِي قِبَلَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: هُوَ مَعِي لَمْ يَأْتِنَا أَحَدٌ، فَبَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَسْجِدِ، وَقَصَّ الْحَدِيثَ حَتَّى إِذَا صَلَّى الْعَتَمَةَ - يَعْنِي - مِنَ الْغَدِ دَعَانِي، قَالَ: مَا فَعَلَ الَّذِي قِبَلَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: قَدْ أَرَاحَكَ اللهُ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللهَ شَفَقًا مِنْ أَنْ يُدْرِكَهُ الْمَوْتُ، وَعِنْدَهُ ذَلِكَ، ثُمَّ اتَّبَعْتُهُ حَتَّى إِذَا جَاءَ أَزْوَاجَهُ فَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ امْرَأَةٍ حَتَّى أَتَى مَبِيتَهُ فَهَذَا الَّذِي سَأَلْتَنِي عَنْهُ.

عبداللہ ہوزنی بیان کرتے ہیں: حلب (نامی شہر) میں، میری ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ہوئی، تو میں نے کہا: اے حضرت بلال! مجھے یہ بتائیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خرچ کیسے چلتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا، اس وقت سے لے کر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان امور کا نگران میں ہی تھا، جب کوئی شخص مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ملاحظہ فرماتے کہ اس کے پاس مناسب لباس نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ہدایت کرتے، میں جا کے، کسی سے قرض لیتا اور چادر خرید کر، اسے اوڑھنے کے لیے دے دیتا، اسے کھانا کھلا دیتا۔

ایک مرتبہ ایک مشرک شخص مجھے ملا اور بولا: اے بلال! میرے پاس گنجائش ہے، تم کسی اور سے قرض نہ لیا کرو، صرف مجھ سے لیا کرو، تو میں نے ایسا ہی کیا، ایک دن میں نے وضو کیا اور پھر اذان دینے کے لیے کھڑا ہو گیا، اسی دوران وہ مشرک اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: اے حبشی! تو میں نے کہا: میں یہاں ہوں! تو اس نے مجھے برا بھلا کہا اور میرے بارے میں سخت باتیں کیں، اس نے مجھے کہا: کیا تمہیں پتا ہے مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن رہ گئے ہیں؟ میں نے کہا: تھوڑے سے دن ہیں، اس نے کہا: تمہارے اور اس کے درمیان صرف چار دن باقی ہیں، تو میں تمہیں اس چیز کے عوض میں پکڑ لوں گا، جو تمہارے ذمے لازم ہے اور تم سے میں دوبارہ بکریاں چرواؤں گا، جس طرح تم پہلے چراتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تو میں بھی اسی طرح تم پریشان ہو گیا، جس طرح لوگ پریشان ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ میں نے عشاء کی نماز ادا کر لی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس تشریف لے گئے، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی، آپ نے مجھے اجازت عطا کی: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان ہوں، وہ مشرک شخص، جس سے میں قرض لیا کرتا تھا' اس نے مجھ سے اس طرح کی باتیں کی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اتنی گنجائش نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ قرض ادا کر دیں اور میرے پاس بھی نہیں ہے' اب وہ شخص میرے پیچھے پڑا ہے' آپ مجھے اجازت دیں' تو میں مفرور ہو کر ان قبیلوں کی طرف چلا جاتا ہوں' جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں اور اس وقت تک وہاں رہوں گا، جب تک اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اتنا رزق عطا نہیں کر دیتا، جس کے ذریعے وہ میرے قرض کو ادا کر دیں' پھر میں وہاں سے نکلا اور اپنی رہائش گاہ پر آ گیا' میں نے اپنی تلوار، اپنا تھیلا، اپنا جوتا' اپنی ڈھال' اپنے سر کے پاس رکھ لیے، یہاں تک کہ صبح صادق کے وقت، جب میں نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا' تو اسی دوران ایک شخص دوڑتا ہوا آیا' وہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا: اے بلال! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، میں روانہ ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہاں چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی تھیں، جن پر ساز و سامان لدا ہوا تھا، میں نے اندر آنے کی اجازت مانگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہاری ادائیگی کا انتظام کر دیا ہے، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے وہ چار اونٹنیاں نہیں دیکھی ہیں، جو باہر بیٹھی ہوئی ہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اونٹنیاں اور ساز و سامان تمہارا ہوا، ان پر کپڑے اور اناج ہیں، وہ فدک کے سردار نے، میرے لیے تحفے کے طور پر بھیجے ہیں، وہ تم لے لو اور اپنے قرض کو ادا کر دو، تو میں نے ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے، جس میں یہ مذکور ہے: ''پھر میں چلتا ہوا مسجد آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے دریافت کیا: تمہاری صورتحال کا کیا بنا؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز کو ادا کروا دیا ہے، جو اس کے رسول کے ذمے لازم تھی، اب کوئی بھی ادائیگی باقی نہیں رہی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا کچھ باقی بچا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس بات کا جائزہ لو کہ تم اس کے ذریعے مجھے راحت پہنچاؤ، کیونکہ میں اپنی کسی بھی اہلیہ کے پاس اس وقت تک نہیں جاؤں گا، جب تک میں اس سے راحت حاصل نہیں کر لیتا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کر لی، تو آپ نے مجھے بلوایا اور دریافت کیا: تمہارے پاس جو کچھ تھا، اس کا کیا

بنا؟ میں نے عرض کی: سب کچھ ابھی میرے پاس ہی ہے، میرے پاس کوئی بھی شخص نہیں آیا (جو یہ مال مجھ سے حاصل کرتا)، تو نبی اکرم ﷺ نے وہ رات مسجد میں گزار دی، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے، جس میں آگے چل کر یہ مذکور ہے، جب نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کر لی یعنی اگلے دن عشاء کی نماز ادا کر لی تو آپ نے مجھے بلوایا اور دریافت کیا: جو کچھ تمہارے پاس تھا' اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے راحت دے دی ہے' یا رسول اللہ! تو نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کی، اور حمد بیان کی، آپ نے اس اندیشے کے تحت ایسا کیا تھا کہ کہیں ایسی حالت میں آپ کو موت نہ آجائے کہ وہ مال آپ ﷺ کے پاس موجود ہو، پھر میں آپ کے پیچھے چلتا ہوا آیا، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ اپنی ازواج کے پاس تشریف لے گئے، آپ ان میں سے ہر ایک زوجہ محترمہ کو سلام کرتے، یہاں تک کہ آپ اس گھر میں آ گئے، جہاں آپ نے رات بسر کرنی تھی۔

(حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے راوی سے فرمایا:) یہ وہ چیز ہے، جس کے بارے میں تم نے مجھے دریافت کیا تھا۔

3056 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، بِمَعْنَى إِسْنَادِ أَبِي تَوْبَةَ وَحَدِيثِهِ قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ مَا يَقْضِي عَنِّي. فَسَكَتَ عَنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَمَزْتُهَا

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں "جو میری طرف سے ادا کر دے" تو نبی اکرم ﷺ خاموش رہے، تو میں اس سے اور زیادہ پریشان ہو گیا۔

3057 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ، قَالَ: أَهْدَيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةً، فَقَالَ: أَسْلَمْتَ؟ فَقُلْتُ: لَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي نُهِيتُ عَنْ زَبْدِ الْمُشْرِكِينَ

❁❁ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تحفے کے طور پر ایک اونٹنی پیش کی، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ میں نے کہا: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے مشرکین کے تحائف قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

غیر مسلموں کو تحفے دینے یا لینے کی ممانعت کا بیان

بنیادی طور پر غیر مسلم سے تالیف قلبی، اور اسلام کی طرف راغب کرنے کیلئے تحفہ لیا جا سکتا ہے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کفار مثلاً: مقوقس وغیرہ سے تحائف قبول فرمائے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ: "یہ باب مشرکین کے تحائف قبول کرنے کے بارے میں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام سارہ [علیہا السلام] کو لیکر ہجرت کیلئے نکلے تو ایک جابر بادشاہ کے علاقے میں داخل ہوئے۔۔۔ تو اس نے کہا کہ اسے (ابراہیم علیہ السلام

کو)" آجر" [یعنی: ہاجرہ علیہا السلام، اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ، تحفہ میں] دے دو" اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو [یہود کی طرف سے] زہر آلود بکری تحفہ میں دی گئی، ابو حمید کہتے ہیں کہ: " نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایلہ کے بادشاہ نے سفید [مؤنث] خچر، اور ایک کپڑے کا جوڑا تحفے میں دیا، ساتھ میں آپکو اپنے علاقے کا سربراہ مقرر کیا" پھر امام بخاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودی عورت کی طرف سے زہر آلود بکری پیش کرنے کا پورا قصہ ذکر کرتے ہیں۔

دوم: ایک مسلمان کسی کافر، یا مشرک کو تالیف قلبی، اور اسلام کی طرف رغبت دلانے کیلئے تحائف بھی دے سکتا ہے، اور اگر کافر یا مشرک رشتہ دار یا پڑوسی ہو تو اسے دینے کی خاص طور پر اجازت دی گئی ہے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک بھائی کو مکہ میں ایک سوٹ تحفہ دیا تھا۔ (بخاری، 2619)

لیکن کافر کو اس کے تہوار میں تحائف دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان مواقع پر انہیں تحائف دینا باطل تہوار اور تقریبات کا اقرار اور ان میں شرکت کرنے کے مترادف ہے۔

اور اگر ان کو دیے جانے والے تحائف ان کے تہوار میں معاونت شمار ہوں، مثلاً: ان کے لئے کھانا تیار کرنا، اور موم بتیاں وغیرہ تحفہ میں دینا، تو اس کی حرمت مزید زیادہ ہوگی، حتی کہ کچھ اہل علم نے اس طرز عمل کو کفر کہا ہے۔

چنانچہ فقہ حنفی سے منسلک زیلعی رحمہ اللہ تبیین الحقائق" (6/228) میں کہتے ہیں کہ" نوروز، اور مہرجان کے دن تحائف دینا جائز نہیں ہے، یعنی ان دنوں کے نام پر تحائف دینا حرام ہے، بلکہ کفر ہے، اور ابو حفص الکبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: " اگر کسی شخص نے اللہ کی پچاس سال تک عبادت کی اور پھر جب نوروز کا دن آیا اور کچھ مشرکوں کو ایک انڈا تحفہ میں نوروز کی تعظیم کرتے ہوئے دے دیا، تو اس نے کفر کیا، اور اس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔

جامع الاصغر" کے مصنف کہتے ہیں کہ: " اگر اس نے نوروز کے دن کسی مسلمان کو تحفہ نوروز کی تعظیم کیلئے نہیں دیا، بلکہ کچھ لوگوں کو اس دن تحفہ دینے کی عادت ہے تو یہ شخص کافر نہیں ہے، لیکن اسے چاہیے کہ اس دن میں تخصیص کے ساتھ تحائف مت دے، بلکہ اس سے پہلے یا بعد میں تحائف دے، تاکہ کفار سے اس کی مشابہت نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہے۔

اور" جامع الاصغر" میں یہ بھی ہے کہ: " ایک شخص نوروز کے دن کوئی چیز خریدتا ہے، اس دن سے پہلے وہ خریدنا بھی نہیں چاہتا تھا، اگر اس نے یہ کام مشرکوں کی طرح اس دن کی تعظیم کیلئے کیا تو اس نے کفریہ کام کیا، اور اگر صرف کھانے پینے کی غرض سے خریداری کی تو یہ کفریہ کام نہیں ہوگا۔

اور اسی طرح " التاج والاکلیل" (4/319) میں مالکی فقیہ کہتے ہیں کہ ابن قاسم نے کسی عیسائی کو اس کی عید کے دن بدلہ چکانے کیلئے تحائف دینے کو مکروہ سمجھا ہے، اور اسی طرح یہودی کو اس کی عید کے دن کھجور کے پتے تحفہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

ایسے ہی حنبلی فقیہ " الاقناع" میں کہتے ہیں کہ" یہودیوں اور عیسائیوں کے تہواروں میں شریک ہونا، اور ان کے لیے عید کے دن معاون بننے والی اشیاء فروخت کرنا حرام ہے۔ بلکہ ان دنوں میں کوئی مسلمان بھی کسی دوسرے مسلمان کو تحائف مت دے، جیسے

کہ حنفی فقہاء کی گفتگو میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔
جو شخص مسلمانوں کی عید کے علاوہ دیگر مذاہب کی عید میں کوئی بھی تحفہ دے تو قبول نہیں کرنا چاہیے، اور اگر یہ تحفہ غیر مسلموں سے مشابہت کا باعث بنے تو ممانعت مزید سخت ہو جائے گی، مثلاً: کرسمس کے موقع پر موم بتیاں وغیرہ تحفہ میں دینا، یا غیر مسلموں کے روزوں میں آخری جمعرات کے دن انڈے، دودھ، اور بکری کا تحفہ دینا، بعینہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو ان تہواروں کی وجہ سے تحائف مت دے، اور خصوصاً ایسے تحفے مزید سختی کے ساتھ ممانعت کے حقدار ہوں گے جن میں کفار سے مشابہت کیلئے تعاون ممکن ہو، جیسے کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم" (227/1)
سوم: جہاں تک غیر مسلموں سے ان کی عید کے دن تحفہ لینے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس دن قبول تحفہ کو ان کے تہوار میں شرکت، یا اس کا اقرار شمار نہیں کیا جا سکتا، بلکہ احسان اور نیکی کی نیت سے قبول کر لینا چاہیے، تا کہ اسلام کی دعوت اچھے انداز سے اسے دی جا سکے، یہ بات ان غیر مسلموں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے کے ضمن میں آتی ہے جو مسلمانوں سے لڑتے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کی وجہ سے تم سے لڑائی نہیں کی، اور تمہیں تمہارے گھروں سے بے دخل نہیں کیا، بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (الممتحنۃ:8)

آیت میں مذکور نیکی اور انصاف کا یہ مطلب بالکل بھی نہیں ہے کہ ان سے مودت و محبت روا رکھی جائے؛ کیونکہ کافر سے مودت و محبت رکھنا جائز نہیں ہے، انہیں دوست اور اپنا ساتھی بنانا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(لَا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)

ترجمہ: تم کبھی یہ نہیں پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، چاہے وہ ان کے باپ، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کے خاندان والے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان پختہ کر دیا اور اپنی طرف سے ایک روح کے ذریعے طاقت عطا کر دی۔ اللہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہ اللہ کی جماعت ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی

جماعت ہی کامیاب ہونے والی ہے۔[المجادلہ:22]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ﴾

ترجمہ: اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو! میرے اور (خود) اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ تم دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں،۔[الممتحنہ:1]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنا گہرا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ وہ تمہارے نقصان کیلئے کوئی کسر نہیں چھوڑتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑے رہو، ان کی عداوت ان کی زبان سے ظاہر ہوچکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے، ہم نے تمہارے لیے آیات بیان کر دیں تا کہ تم سمجھ جاؤ۔[آل عمران:118]

﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾

ترجمہ: ظالموں کی طرف مت مائل ہوجاؤ، کہ کہیں تمہیں آگ اپنی پکڑ میں لے لے، اور [وہاں] تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا، اور پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔[ہود:113]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود ونصاری کو اپنا دوست مت بناؤ، یہ سب آپس میں ملے ہوئے ہیں، اور تم میں سے جو کوئی ان کے ساتھ دوستی رکھے گا تو وہ بھی انہی میں سے ہے، بیشک اللہ تعالی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔[المائدۃ:51]

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل کفار کے ساتھ دوستی اور محبت کی حرمت کے بارے میں موجود ہیں۔

کفار کی عید کے دن ان سے تحائف قبول کرنے کے بارے میں ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نوروز کے دن انہیں تحفہ دیا گیا تو آپ نے اسے قبول کرلیا۔

اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ:۔" ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا: ہمارے بچوں کو دودھ پلانے والی کچھ مجوسی خواتین ہیں، اور وہ اپنی عید کے دن تحائف بھیجتی ہیں، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:" انکی عید کے دن ذبح کیے جانے والے جانور کا گوشت مت کھاؤ، لیکن نباتاتی اشیاء کھا سکتے ہو۔

ابو برزہ کہتے ہیں کہ: ان کے قریب کچھ مجوسی رہائش پذیر تھے جو نوروز اور مہرجان کے دن تحائف بھیجتے تھے، تو ابو برزہ اپنے اہل خانہ سے فرماتے: ان کی طرف سے آنے والے پھل کھالیا کرو، اور اس کے علاوہ دیگر اشیاء مسترد کردو۔

ان تمام سے پتا چلتا ہے کہ کفار کی عید کے دن ان کے تحائف قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ عید یا غیر عید میں ان

کے تحائف قبول کرنے کا ایک ہی حکم ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے ان کے کفریہ نظریات پر مشتمل شعائر کی ادائیگی میں معاونت نہیں ہوتی۔

اس کے بعد ابن تیمیہ نے متنبہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اگرچہ حلال ہے، لیکن جو انہوں نے اپنی عید کے لئے ذبح کیا ہے وہ حلال نہیں ہے، چنانچہ آپ کہتے ہیں: "اہل کتاب کی طرف سے عید کے دن ذبح کیے جانے والے جانور کے علاوہ ان کے [نباتاتی] کھانے وغیرہ خرید کر یا ان سے تحفۃً لیکر کھائے جاسکتے ہیں۔

جبکہ مجوسیوں کے ذبیحہ کا حکم معلوم ہے کہ وہ سب کے ہاں حرام ہے، اور اہل کتاب کی طرف سے ان کے عید، تہوار کے دن غیر اللہ مثلاً: مسیح اور زہرہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں، جس طرح مسلمان اپنی حج اور عید کی قربانیاں اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ذبح کرتے ہیں، تو اس کے بارے میں امام احمد سے دو روایات منقول ہیں، جن میں مشہور ترین یہ ہے کہ ایسے ذبیحہ کا گوشت چاہے اس پر غیر اللہ کا نام نہ بھی لیا گیا ہو پھر بھی کھانا جائز نہیں ہے، یہی ممانعت عائشہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم" (1/251)

اور خلاصہ یہ ہوا کہ: آپ اپنی عیسائی پڑوسن سے تحفہ قبول کرسکتی ہو، لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں:

1۔ تحفہ (اگر جانور کی صورت میں ہے) انہوں نے اپنی عید کیلئے ذبح نہ کیا ہو۔

2۔ اور اس تحفے کو ان کی عید کے دن کی مخصوص رسومات میں استعمال نہ کیا جاتا ہو، مثلاً: موم بتیاں، انڈے، اور درخت کی ٹہنیاں وغیرہ۔

3۔ تحفہ قبول کرتے وقت آپ اپنی اولاد کو عقیدہ ولاء اور براء کے بارے میں لازمی وضاحت سے بتلائیں، تا کہ ان کے دلوں میں عید یا تحفہ دینے والے کی محبت گھر نہ کر جائے۔

4۔ تحفہ قبول کرنے کا مقصد اسلام کی دعوت اور اسلام کیلئے اس کا دل نرم کرنا ہو، محبت اور پیار مقصود نہ ہو۔

اور اگر تحفہ ایسی چیز پر مشتمل ہو کہ اسے قبول کرنا جائز نہ ہو تو تحفہ قبول نہ کرتے وقت انہیں اس کی وجہ بھی بتلا دی جائے، اس کیلئے مثلاً کہا جاسکتا ہے: "ہم آپ کا تحفہ اس لئے قبول نہیں کر رہے کہ یہ جانور آپکی عید کے لیے ذبح کیا گیا ہے، اور ہمارے لئے یہ کھانا جائز نہیں ہے" یا یہ کہے کہ: "اس تحفے کو وہی قبول کرسکتا ہے جو آپکے ساتھ آپکی عید میں شریک ہو، اور ہم آپکی عید نہیں مناتے؛ کیونکہ ہمارے دین میں یہ جائز نہیں ہے، اور آپکی عید میں ایسے نظریات پائے جاتے ہیں جو ہمارے ہاں درست نہیں ہیں" یا اسی طرح کے ایسے جواب دیے جائیں جو انہیں اسلام کا پیغام سمجھنے کا سبب بنیں، اور ان کے کفریہ نظریات کے خطرات سے آگاہ کریں۔

ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اپنے دین پر فخر کرے، دینی احکامات کی پاسداری کرتے ہوئے باعزت بنے، کسی سے شرم کھاتے ہوئے یا ہچکچاتے ہوئے ان احکامات کی تعمیل سے دست بردار نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے شرم کھانے کا حق زیادہ ہے۔

بَابٌ فِي إِقْطَاعِ الْأَرَضِينَ

باب: زمین کے قطعات (انعام کے طور پر) عطا کرنا

3058 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَهُ أَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ.

علقمہ بن وائل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں "حضرموت" میں ایک قطعہ اراضی عطا کیا تھا۔

3059 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ مَطَرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3060 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ فِطْرٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، قَالَ: خَطَّ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ بِقَوْسٍ، وَقَالَ: أَزِيدُكَ أَزِيدُكَ

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے میرے لیے مدینہ منورہ میں کمان کے ذریعے ایک گھر کی پیائش کی، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں مزید بھی دوں گا، میں تمہیں مزید بھی دوں گا۔

3061 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ، وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ، فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكَاةُ إِلَى الْيَوْمِ

ربیعہ بن ابوعبدالرحمن، کئی حضرات کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو قبلیہ کی معادن (یعنی کانیں) عطا کی تھیں، جو فرع کی طرف تھیں، یہ وہ کانیں تھیں، جن سے آج کے دن تک زکوٰۃ لی جاتی ہے۔

3062 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاتِمٍ، وَغَيْرُهُ، قَالَ الْعَبَّاسُ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُوَيْسٍ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا - وَقَالَ غَيْرُهُ: جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا - وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ، وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ، وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَعْطَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ، أَعْطَاهُ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا وَقَالَ غَيْرُهُ: جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ

قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ: وَحَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ، مَوْلَى بَنِي الدِّيلِ بْنِ بَكْرِ بْنِ كِنَانَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ

کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو قبلیہ کی کانیں عطا کی تھیں، بالائی حصے والی بھی اور زیریں حصے والی بھی، دوسرے راوی نے یہ لفظ ذرا مختلف نقل کیا ہے (لیکن مفہوم وہی ہے)۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے انہیں کسی مسلمان کا حق نہیں دیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ تحریر لکھوا کر دی تھی:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، یہ وہ چیز ہے جو اللہ کے رسول نے، بلال بن حارث مزنی کو عطا کی ہے، جو قبلیہ کی معادن ہیں، ان کا اوپر والا حصہ بھی اور نیچے والا حصہ بھی، (یہاں ایک راوی نے لفظ کچھ مختلف استعمال کیا ہے) اور قدس کا کچھ حصہ، جہاں کاشت کاری بھی ہو سکتی ہے۔ (وہ بھی عطا کیا ہے) انہوں نے اُسے کسی مسلمان کا حق عطا نہیں کیا''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

3063 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحُنَيْنِيَّ، قَالَ: قَرَأْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ - يَعْنِي كِتَابَ قَطِيعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ، جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا، قَالَ ابْنُ النَّضْرِ: وَجَرْسَهَا، وَذَاتَ النُّصُبِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ، وَلَمْ يُعْطِ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ حَقَّ مُسْلِمٍ، وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا مَا أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ، أَعْطَاهُ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ، جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ، قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ: وَحَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، زَادَ ابْنُ النَّضْرِ: وَكَتَبَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ

حنینی بیان کرتے ہیں: میں نے کئی مرتبہ یہ تحریر پڑھی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے حوالے سے یہ بات منقول ہے، کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو قبلیہ کی کانیں، ان کے بالائی اور زیریں حصے سمیت عطا کی تھیں۔

ابن نضر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وہاں کا جرس اور ذات نصب بھی عطا کیا تھا۔

اور قدس کی وہ زمین، جہاں کھیتی باڑی بھی ہو سکتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث کو کسی مسلمان کا حق عطا نہیں کیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے یہ تحریر لکھوا کر دی تھی۔

''یہ وہ چیز ہے، جو اللہ کے رسول نے، بلال بن حارث مزنی کو عطا کی ہے، انہوں نے اسے قبلیہ کی کانیں عطا کی ہیں،

جس کا بالائی اور زیریں حصہ بھی شامل ہوگا اور قدس کی وہ زمین بھی شامل ہوگی، جہاں کھیتی باڑی ہوسکتی ہے، انہوں نے اسے کسی مسلمان کا حق عطا نہیں کیا''۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: یہ تحریر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تحریر کی تھی۔

3064 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ الْمَعْنَى وَاحِدٌ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ قَيْسٍ الْمَأْرِبِيَّ حَدَّثَهُمْ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ شَرَاحِيلَ، عَنْ سُمَيِّ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ شُمَيْرٍ قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: ابْنِ عَبْدِ الْمَدَانِ، عَنْ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ - قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: الَّذِي بِمَأْرِبَ فَقَطَعَهُ لَهُ - فَلَمَّا أَنْ وَلَّى قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمَجْلِسِ: أَتَدْرِي مَا قَطَعْتَ لَهُ؟ إِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ، قَالَ: فَانْتَزَعَ مِنْهُ، قَالَ: وَسَأَلَهُ عَمَّا يُحْمَى مِنَ الْأَرَاكِ، قَالَ: مَا لَمْ تَنَلْهُ خِفَافٌ وَقَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: أَخْفَافُ الْإِبِلِ،

❀❀ حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ وفد کی صورت میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمک کی کان عطیے کی طور پر مانگ لی۔ابن متوکل نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وہ کان'' مارب'' کے مقام پر موجود تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہ عطیے کے طور پر دے دی، جب وہ مڑ کے جانے لگے ت، وحاضرین مں سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا چیز عطیے میں دیدی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

ایسا

پانی دیا ہے، جو منقطع نہیں ہوگا، راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ان سے واپس لے لی، پھر میں نے دریافت کیا: پیلو کے کون سے درختوں کو اپنے قبضے میں لیا جاسکتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں، جن تک اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچ سکتے ہوں۔

3065 - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَخْزُومِيُّ: مَا لَمْ تَنَلْهُ أَخْفَافُ الْإِبِلِ يَعْنِي أَنَّ الْإِبِلَ تَأْكُلُ مُنْتَهَى رُءُوسِهَا، وَيُحْمَى مَا فَوْقَهُ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ منقول ہیں:

''جہاں تک اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچ سکتے ہوں''

اس سے مراد یہ ہے کہ اونٹ درختوں میں سے وہاں تک کھاتے ہیں، جہاں تک ان کے منہ پہنچتے ہیں، اس کے اوپر والی ہر چیز

3064-حسن، وهذا اسناد ضعيف لجهالة سمى بن قيس وشمير - وهو ابن عبد المدان -، وقد توبعا في طريق آخر، فالحديث حسن. واخرجه الترمذي (1435) و (1436)، والنسائي في "الكبرى" (5736) من طريق محمد بن يحيى بن قيس المأربي، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن غريب، والعمل عليه عند اهل العلم من اصحاب النبي - صلى الله عليه وسلم - وغيرهم، في القطائع: يرون جائزا ان يقطع الامام لمن راى ذلك. وصححه ابن حبان (4499) والضياء المقدسي في "مختارته" (1282)، وسكت عنه عبد الحق الاشبيلي في "احكامه الوسطى." واخرجه ابن ماجه (2475)

کو محفوظ کیا جا سکتا ہے۔

3066 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَنَا فَرَجُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي عَمِّي ثَابِتُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حِمَى الْأَرَاكِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حِمَى فِي الْأَرَاكِ فَقَالَ: أَرَاكَةٌ فِي حِظَارِي، فَقَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حِمَى فِي الْأَرَاكِ قَالَ فَرَجٌ: يَعْنِي بِحِظَارِي الْأَرْضَ الَّتِي فِيهَا الزَّرْعُ الْمُحَاطُ عَلَيْهَا

❁❁ حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیلو کے درختوں کو، اپنے قبضے میں لینے کے بارے میں دریافت کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیلو کے درختوں کو قبضے میں نہیں لیا جا سکتا، انہوں نے عرض کی: پیلو کا وہ درخت جو میری زمین میں ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیلو کے درخت کو قبضے میں نہیں لیا جا سکتا، فرج بن سعید نامی راوی کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ میری وہ زمین جہاں میری کھیتی باڑی ہوتی ہے جہاں میرا احاطہ ہے۔

3067 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَبُو حَفْصٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ صَخْرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا ثَقِيفًا، فَلَمَّا أَنْ سَمِعَ ذَلِكَ صَخْرٌ رَكِبَ فِي خَيْلٍ يُمِدُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ نَبِيَّ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَدِ انْصَرَفَ، وَلَمْ يَفْتَحْ فَجَعَلَ صَخْرٌ يَوْمَئِذٍ عَهْدَ اللهِ وَذِمَّتَهُ: أَنْ لَا يُفَارِقَ هَذَا الْقَصْرَ حَتَّى يَنْزِلُوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمْ يُفَارِقْهُمْ حَتَّى نَزَلُوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكَتَبَ إِلَيْهِ صَخْرٌ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ ثَقِيفًا قَدْ نَزَلَتْ عَلَى حُكْمِكَ يَا رَسُولَ اللهِ، وَأَنَا مُقْبِلٌ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي خَيْلٍ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً، فَدَعَا لِأَحْمَسَ عَشْرَ دَعَوَاتٍ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لِأَحْمَسَ، فِي خَيْلِهَا وَرِجَالِهَا وَأَتَاهُ الْقَوْمُ فَتَكَلَّمَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ صَخْرًا أَخَذَ عَمَّتِي، وَدَخَلَتْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ الْمُسْلِمُونَ، فَدَعَاهُ، فَقَالَ: يَا صَخْرُ، إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا، أَحْرَزُوا دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ، فَادْفَعْ إِلَى الْمُغِيرَةِ عَمَّتَهُ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، وَسَأَلَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لِبَنِي سُلَيْمٍ قَدْ هَرَبُوا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَتَرَكُوا ذَلِكَ الْمَاءَ؟ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَنْزِلْنِيهِ أَنَا وَقَوْمِي، قَالَ: نَعَمْ فَأَنْزَلَهُ وَأَسْلَمَ - يَعْنِي السُّلَمِيِّينَ - فَأَتَوْا صَخْرًا فَسَأَلُوهُ أَنْ يَدْفَعَ إِلَيْهِمُ الْمَاءَ، فَأَبَى، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ؟ أَسْلَمْنَا وَأَتَيْنَا صَخْرًا لِيَدْفَعَ إِلَيْنَا مَاءَنَا فَأَبَى عَلَيْنَا، فَأَتَاهُ فَقَالَ: يَا صَخْرُ، إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا أَمْوَالَهُمْ وَدِمَاءَهُمْ، فَادْفَعْ إِلَى الْقَوْمِ مَاءَهُمْ، قَالَ: نَعَمْ يَا نَبِيَّ اللهِ، فَرَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ عِنْدَ ذَلِكَ حُمْرَةً حَيَاءً مِنْ أَخْذِهِ الْجَارِيَةَ، وَأَخْذِهِ الْمَاءَ

❁❁ حضرت صخر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف قبیلے کے ساتھ لڑائی کی، جب حضرت صخر نے اس

بارے میں سنا، تو وہ نبی اکرم ﷺ کو کمک فراہم کرنے کے لیے کچھ گھڑسواروں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے، جب وہ وہاں پہنچے تو پتا چلا کہ نبی اکرم ﷺ ان کو فتح کیے بغیر واپس جا چکے ہیں، اس وقت حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نام پر طے کیا' یعنی (قسم اٹھائی) کہ وہ اس قلعے کو اس وقت نہیں چھوڑیں گے' جب تک وہ لوگ اللہ کے رسول کو ثالث تسلیم نہیں کرتے، تو حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس وقت نہیں چھوڑا، جس وقت تک انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کر لیا، حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو خط لکھا، امابعد! ثقیف قبیلے کے لوگوں نے آپ ﷺ کے فیصلے کو قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی ہے، یا رسول اللہ! میں ان کی طرف جا رہا ہوں، وہ لوگ گھڑسواروں کے ساتھ ہیں، نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ جمع ہو جائیں، پھر آپ ﷺ نے احمس قبیلے کے لوگوں کے لیے دس دعائیں کیں، (یعنی دس مرتبہ یہ دعا کی)

''اے اللہ! احمس قبیلے کے گھڑسواروں اور پیادوں کو برکت نصیب کر''۔

پھر کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کی: اے اللہ کے نبی! صخر نے میری ایک پھوپھی کو پکڑ لیا ہے، جو اس چیز میں داخل ہو گئی تھی، جس میں مسلمان داخل ہوتے ہیں (یعنی وہ مسلمان ہو گئی تھی) تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت صخر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا: اے صخر! جب لوگ مسلمان ہو جائیں، تو وہ اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیتے ہیں، تو تم مغیرہ کو وہ خاتون واپس کر دو، انہوں نے وہ خاتون انہیں واپس کر دی، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے بنوسلیم کے پانی کی درخواست کی جو اسلام کو چھوڑ گئے تھے، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ مجھے اور میری قوم کو وہاں پڑاؤ کرنے کی اجازت دیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، تو انہوں نے اپنی قوم کو وہاں پڑاؤ کروا دیا، پھر وہ لوگ مسلمان ہو گئے، یعنی بنوسلیم قبیلے کے لوگ مسلمان ہو گئے، وہ لوگ حضرت صخر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کا پانی ان کو واپس کر دیں، ان لوگوں نے یہ بات تسلیم نہیں کی، تو وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے، پھر ہم حضرت صخر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تاکہ وہ ہمارا پانی واپس کر دیں، تو انہوں نے ہماری بات نہیں مانی، نبی اکرم ﷺ نے حضرت صخر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا: اے صخر! جب کچھ لوگ اسلام قبول کر لیں، تو وہ اپنے مال اور جانیں محفوظ کر لیتے ہیں، تو تم ان لوگوں کو ان کا پانی واپس کر دو''

حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ٹھیک ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) میں نے نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک کو دیکھا کہ وہ اس وقت متغیر ہو کے سرخ ہو گیا تھا، یہ اس چیز کی حیاء کی وجہ سے تھا کہ آپ نے ان سے کنیز بھی واپس لے لی تھی اور پانی بھی واپس لے لیا تھا۔

3068 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي سَبْرَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الرَّبِيعِ الْجُهَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ تَحْتَ دَوْمَةٍ، فَأَقَامَ ثَلَاثًا، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ، وَإِنَّ جُهَيْنَةَ لَحِقُوهُ بِالرَّحْبَةِ، فَقَالَ لَهُمْ: مَنْ أَهْلُ ذِي الْمَرْوَةِ؟ فَقَالُوا: بَنُو رِفَاعَةَ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَقَالَ: قَدْ أَقْطَعْتُهَا لِبَنِي رِفَاعَةَ فَاقْتَسَمُوهَا فَمِنْهُمْ مَنْ بَاعَ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَمْسَكَ

فَعَمِلَ، ثُمَّ سَأَلْتُ أَبَاهُ عَبْدَ الْعَزِيزِ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِي بِبَعْضِهِ، وَلَمْ يُحَدِّثْنِي بِهِ كُلِّهِ

❀❀ سبرہ بن عبدالعزیز نے اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے ایک بڑے درخت کے نیچے مسجد کی جگہ پر پڑاؤ کیا، آپ نے وہاں تین دن قیام کیا، پھر آپ تبوک کی طرف روانہ ہو گئے، جہینہ قبیلے کے لوگ کھلے میدان میں، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان سے فرمایا: ذی مروہ کے رہنے والے لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: جہینہ قبیلے کی ایک شاخ بنو رفاعہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں وہ زمین بنو رفاعہ کو جاگیر کے طور پر دیتا ہوں، ان لوگوں نے وہ زمین تقسیم کر لی، کچھ لوگوں نے زمین فروخت کر دی اور کچھ لوگوں نے اسے اپنے پاس رکھا اور خود کام کاج کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ان کے والد عبدالعزیز سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے مجھے اس روایت کا کچھ حصہ بیان کیا، انہوں نے پوری روایت بیان نہیں کی۔

3069 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ آدَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ نَخْلًا

❀❀ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو کھجور کا ایک باغ عطا کیا تھا۔

3070 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَتْنِي جَدَّتَايَ صَفِيَّةُ، وَدُحَيْبَةُ، ابْنَتَا عُلَيْبَةَ، وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ، وَكَانَتْ جَدَّةَ أَبِيهِمَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُمَا، قَالَتْ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: تَقَدَّمَ صَاحِبِي - تَعْنِي حُرَيْثَ بْنَ حَسَّانَ - وَافِدَ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ عَلَيْهِ وَعَلَى قَوْمِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِي تَمِيمٍ بِالدَّهْنَاءِ، أَنْ لَا يُجَاوِزَهَا إِلَيْنَا مِنْهُمْ أَحَدٌ، إِلَّا مُسَافِرٌ أَوْ مُجَاوِرٌ، فَقَالَ: اكْتُبْ لَهُ يَا غُلَامُ بِالدَّهْنَاءِ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ قَدْ أَمَرَ لَهُ بِهَا، شُخِصَ بِي وَهِيَ وَطَنِي وَدَارِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ لَمْ يَسْأَلْكَ السَّوِيَّةَ مِنَ الْأَرْضِ إِذْ سَأَلَكَ، إِنَّمَا هِيَ هَذِهِ الدَّهْنَاءُ عِنْدَكَ مُقَيَّدُ الْجَمَلِ، وَمَرْعَى الْغَنَمِ، وَنِسَاءُ بَنِي تَمِيمٍ وَأَبْنَاؤُهَا وَرَاءَ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَمْسِكْ يَا غُلَامُ، صَدَقَتِ الْمِسْكِينَةُ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ يَسَعُهُمَا الْمَاءُ، وَالشَّجَرُ، وَيَتَعَاوَنَانِ عَلَى الْفُتَّانِ

❀❀ سیدہ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو میرا ساتھی، حریث بن حسان، جو بکر بن وائل قبیلے کا نمائندہ تھا، وہ آگے بڑھا، اس نے اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام کی بیعت کی، پھر اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ ہمارے اور بنو تمیم کے درمیان موجود دہناء کے علاقے کو حد بندی کے طور پر تحریر کر دیں، کہ ان میں سے کوئی بھی شخص اس کو پار کر کے ہمارے پاس نہیں آئے گا، صرف مسافر شخص آئے گا یا

3070-اسنادہ ضعیف لجهالة صفية و ذحيبة ابنتي عليبة. و مع ذلك حسّن الحافظ اسناد هذا الحديث في "الفتح" 3/155! و اخرجه ابن سعد في "الطبقات" 1/317-319، و ابو عبيد في "الاموال" (730)، و حميد بن زنجويه في "الاموال" (1090)، و الترمذي (3023)، و ابن ابي عاصم في "الآحاد و المثاني" (3492)، و الطبراني في "الكبير" 25/، و البيهقي 6/150.

وہاں سے گزرنے والا آئے گا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! دہناء کا علاقہ اس کے نام کر دو، راوی کہتے ہیں: جب میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ یہ علاقہ تحریر کر کے اس کے نام کر رہے ہیں، تو مجھے بہت پریشان ہوئی، کیونکہ میرا وطن وہی تھا، میرا گھر بھی وہاں تھا، میں نے کہا: یارسول اللہ! اس شخص نے آپ سے درمیانی قسم کی زمین نہیں مانگی ہے، یہ دہناء نامی جگہ ہے، جہاں اونٹوں کو باندھا جاتا ہے (یعنی چرایا جاتا ہے) یہ بکریوں کے چرانے کی جگہ بھی ہے، بنو تمیم کی خواتین اور بچے اس کی دوسری طرف رہتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لڑکے تم جاؤ، یہ غریب عورت ٹھیک کہہ رہی ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پانی اور درخت سب کے استعمال میں آتے ہیں اور وہ لوگ فتنے کے مقابلے میں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں۔

3071 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَتْنِي أُمُّ جَنُوبٍ بِنْتُ نُمَيْلَةَ، عَنْ أُمِّهَا سُوَيْدَةَ بِنْتِ جَابِرٍ، عَنْ أُمِّهَا عَقِيلَةَ بِنْتِ أَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ، عَنْ أَبِيهَا أَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ، فَقَالَ: مَنْ سَبَقَ إِلَى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ قَالَ: فَخَرَجَ النَّاسُ يَتَعَادَوْنَ يَتَخَاطُّونَ

❀❀ حضرت اسمر بن مضرس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا، تو آپ نے فرمایا:

"جو شخص کسی ایسی جگہ پر پہلے پہنچ جائے، جہاں تک اس سے پہلے کوئی مسلمان نہ پہنچا ہو، تو وہ جگہ اسے مل جائے گی"

راوی بیان کرتے ہیں: تو لوگ تیزی سے وہاں سے نکلے اور وہ نشان لگاتے ہوئے جا رہے تھے۔

3072 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ حُضْرَ فَرَسِهِ، فَأَجْرَى فَرَسَهُ حَتَّى قَامَ، ثُمَّ رَمَى بِسَوْطِهِ، فَقَالَ: أَعْطُوهُ مِنْ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اتنی جگہ جاگیر کے طور پر عطا کی، جہاں تک ان کا گھوڑا دوڑ کر جا سکے، تو انہوں نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا، یہاں تک کہ گھوڑا کھڑا ہو گیا، تو پھر انہوں نے اپنا کوڑا پھینک دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو وہاں تک زمین دے دو، جہاں تک اس کا کوڑا پہنچا ہے۔

بَابٌ فِي إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ

باب: بنجر (لاوارث) زمین کو آباد کرنا

موات زمین کی تعریف کا بیان

موات وہ زمین ہے جس سے فائدہ حاصل نہ کیا جا سکے اگرچہ پانی نہ ہونے کے سبب سے یا پانی کے غلبے کی وجہ سے ہو یا انہی جیسی دوسری چیزوں سے ہو۔ اور اسی طرح ہر چیز جو زراعت کرنے سے مانع ہے۔ اور اس سے انتفاع کے باطل ہو جانے کے سبب

سے اس کا نام موات ہے۔ (ہدایہ)

میم اور واؤ کے فتح کے ساتھ ہے موات اسے کہتے ہیں جس میں روح نہ ہو لیکن یہاں پر وہ زمین مراد ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو۔

فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی تعریف یہ کرتے ہیں۔ ایسی زمین جو کسی اختصاص اور ملکیت سے عاری و خالی ہو۔ تو اس تعریف سے دو چیزیں خارج ہو جاتی ہیں۔

اوّل یہ کہ جو کسی کافر یا مسلمان کی خرید اور یا پھر عطیہ وغیرہ کی بنا پر ملکیت بن جائے۔ دوم یہ کہ جس کے ساتھ ملک معصوم کی کوئی مصلحت وابستہ ہو، مثلاً راستہ، سیلابی پانی وغیرہ کی گزرگاہ۔

یا پھر کسی شہر کے آبادکاروں کی اس کے ساتھ مصلحت کا تعلق ہو، مثلاً میت دفن کرنے کے لیے قبرستان، یا پھر گندگی وغیرہ پھینکنے کی جگہ، یا پھر عیدگاہ اور لکڑیاں وغیرہ کی جگہ اور چراگاہ وغیرہ۔

تو اس طرح کی زمین آباد کرنے سے بھی کسی کی ملکیت میں نہیں آسکتی لیکن جب کسی زمین میں یہ دونوں چیزیں یعنی ملکیت معصوم اور اس کا اختصاص نہ پایا جائے اور کوئی شخص اسے آباد اور زندہ کر لے تو وہ زمین اسی کی ملکیت میں آجائے گی۔

موات اس زمین کو کہتے ہیں جس میں نہ کوئی کھیتی ہو نہ مکان ہو اور نہ اس کا کوئی مالک ہو اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ موات اس زمین کو کہتے ہیں جو پانی کے منقطع ہونے یا اکثر زیر آب رہنے کی وجہ سے ناقابل انتفاع ہو یا اس میں ایسی کوئی چیز ہو جو زراعت سے مانع ہو لہٰذا ایسی زمین جو عادی یعنی قدیم ہو کہ اس کا کوئی مالک نہ ہو یا اسلامی سلطنت کی مملوک ہو اور اس کے مالک کا پتہ نامعلوم ہو اور وہ زمین بستی سے اس قدر دوری پر ہو کہ اگر کوئی شخص بستی کے کنارے پر کھڑا ہو کر آواز بلند کرے تو اس کی آواز اس زمین تک نہ پہنچے تو وہ زمین موات ہے۔

احیاء موات سے مراد ہے اس زمین کو آباد کرنا ہے اور اس زمین کو آباد کرنے کی صورت یہ ہے کہ یا تو اس زمین میں مکان بنایا جائے یا اس میں درخت لگایا جائے یا اس میں زراعت کی جائے یا اسے سیراب کیا جائے اور یا اس میں ہل چلا دیا جائے۔

اس قسم کی زمین یعنی موات کا شرعی حکم یہ ہے کہ جو شخص اس زمین کو آباد کرتا ہے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے لیکن اس بارے میں علماء کا تھوڑا سا اختلاف ہے اور وہ یہ کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ اس زمین کو آباد کرنے کے لئے امام (یعنی حکومت وقت) سے اجازت لینا شرط ہے جب کہ حضرت امام شافعی اور صاحبین یعنی حنفیہ کے حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے نزدیک اجازت شرط نہیں ہے۔

3073- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ، وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ.

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص (کسی لاوارث) بنجر زمین کو آباد کرتا ہے، تو وہ اس کی ہو گی، اور کسی ظالم شخص کو (کسی دوسرے کی چیز پر قبضہ کرنے) کا حق حاصل نہیں ہو گا''۔

3074 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ وَذَكَرَ مِثْلَهُ، قَالَ: فَلَقَدْ خَبَّرَنِي الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَرَسَ أَحَدُهُمَا نَخْلًا فِي أَرْضِ الْآخَرِ، فَقَضَى لِصَاحِبِ الْأَرْضِ بِأَرْضِهِ، وَأَمَرَ صَاحِبَ النَّخْلِ أَنْ يُخْرِجَ نَخْلَهُ مِنْهَا، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهَا وَإِنَّهَا لَتُضْرَبُ أُصُولُهَا بِالْفُؤُوسِ، وَإِنَّهَا لَنَخْلٌ عُمٌّ، حَتَّى أُخْرِجَتْ مِنْهَا.

یحییٰ بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے گا، تو وہ اس کی ملکیت ہو گی''

راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، عروہ بیان کرتے ہیں: اس نے مجھے بتایا کہ دو آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مقدمہ لے کر حاضر ہوئے، ایک شخص نے دوسرے شخص کی زمین پر کھجوروں کے درخت لگائے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا: زمین زمین والے کی ملکیت ہو گی، اور آپ نے کھجوروں کے مالک شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ اس زمین سے اپنے کھجوروں کے درخت نکال لے، راوی کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ کھجور کے درختوں کی جڑوں پر کلہاڑی چلائی جا رہی تھی، حالانکہ وہ لمبے درخت تھے، یہاں تک کہ انہیں اس جگہ سے نکال دیا گیا۔

3075 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ مَكَانَ الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَكْثَرُ ظَنِّي أَنَّهُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ فَأَنَا رَأَيْتُ الرَّجُلَ يَضْرِبُ فِي أُصُولِ النَّخْلِ

: یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صحابی نے کہا، میرا غالب گمان یہی ہے کہ وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تھے:

''میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ کھجور کی جڑوں پر (کلہاڑا) مار رہا تھا''

3076 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْآمُلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْأَرْضَ أَرْضُ اللهِ، وَالْعِبَادَ عِبَادُ اللهِ، وَمَنْ أَحْيَا مَوَاتًا فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ، جَاءَنَا بِهَذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ جَاءُوا بِالصَّلَوَاتِ عَنْهُ

عروہ بیان کرتے ہیں: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ زمین، اللہ کی زمین ہے، بندے اللہ کے بندے ہیں، جو شخص (کسی لاوارث) بنجر زمین کو آباد کرے گا، وہ اس کا زیادہ حق دار ہو گا، (راوی بیان کرتے

ہیں) ہم تک یہ روایت ان حضرات نے پہنچائی ہے، جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نمازوں کے احکام نقل کئے ہیں۔

3077 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَاطَ حَائِطًا عَلَى أَرْضٍ فَهِيَ لَهُ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی (لاوارث) زمین کو گھیر لے، تو وہ اس کی ملکیت ہوگی''۔

حاکم کی اجازت سے موات کا مالک بننے کا بیان

اور جس شخص نے حاکم کی اجازت کے ساتھ کسی زمین کو قابل انتفاع کر دیا ہے تو وہی اس کا مالک بن جائے گا۔ اور جب کسی شخص نے حاکم کی اجازت کے بغیر کسی زمین کو زندہ کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ اس کا مالک بن سکے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ مالک بن جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے بھی کوئی زمین زندہ کی تو وہ اسی کی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ مباح مال ہے جس کی جانب وہ پہل کرنے والا ہے پس وہی اس کا مالک بن جائے گا۔ جس طرح لکڑی اور شکار کا مسئلہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندے کیلئے وہی ہے جس کو اس کے امام کا دل پسند کرے۔ اور صاحبین کی روایت کردہ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ وہ اجازت کسی خاص قوم کیلئے تھی اس میں کوئی حکم شرعی نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مال غنیمت ہے اور اونٹوں اور گھوڑوں کے دوڑانے میں یہ زمین مسلمانوں کو ملی ہے۔ پس حاکم کی اجازت کے سوا کسی بھی شخص کا اس زمین کے ساتھ حق خاص نہ ہوگا۔ جس طرح باقی غنائم کا حکم ہے اسی طرح اس کا حکم ہوگا۔ (ہدایہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا): جس نے بھی کوئی زمین زندہ کی تو وہ اسی کی ہے) مسند احمد اور امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، اسی معنی کی احادیث اور بھی وارد ہیں اور کچھ تو صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں۔

3078 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، قَالَ هِشَامٌ: الْعِرْقُ الظَّالِمُ: أَنْ يَغْرِسَ الرَّجُلُ فِي أَرْضِ غَيْرِهِ، فَيَسْتَحِقَّهَا بِذَلِكَ قَالَ مَالِكٌ: وَالْعِرْقُ الظَّالِمُ كُلُّ مَا أُخِذَ وَاحْتُفِرَ وَغُرِسَ بِغَيْرِ حَقٍّ

ہشام کہتے ہیں: ''عرق ظالم'' سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی زمین پر درخت لگائے اور پھر اس وجہ سے خود کو اس کا حق دار قرار دے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عرق ظالم'' سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے ناحق طور پر لیا جائے، یا وہاں کنواں کھودا جائے، یا درخت لگایا جائے۔

3079 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنِ الْعَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ

يَعْنِي ابْنَ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوكَ فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: اخْرُصُوا فَخَرَصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ. فَقَالَ لِلْمَرْأَةِ: أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَيْنَا تَبُوكَ فَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ. وَكَسَاهُ بُرْدَةً وَكَتَبَ لَهُ - يَعْنِي - بِبَحْرِهِ. قَالَ: فَلَمَّا أَتَيْنَا وَادِيَ الْقُرَى، قَالَ لِلْمَرْأَةِ: كَمْ كَانَ فِي حَدِيقَتِكِ؟ قَالَتْ: عَشَرَةَ أَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادی قریٰ میں تشریف لائے، تو وہاں ایک خاتون اپنے باغ میں موجود تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم اس کی پیداوار کا اندازہ لگاؤ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اندازہ لگایا کہ اس کی پیداوار دس وسق ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے فرمایا: اس کی جو پیداوار ہوگی، تم اسے شمار کر لینا، پھر ہم تبوک آ گئے، وہاں ایلہ کے حکمران نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سفید خچر تحفے کے طور پر پیش کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک چادر پہننے کے لیے دی اور اس کے لیے یہ تحریر لکھ دی کہ اس کا علاقہ اس کے پاس رہے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب ہم واپس آ رہے تھے تو ہم وادی قریٰ میں پہنچے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے دریافت کیا کہ تمہارے باغ کی پیداوار کتنی ہوئی؟ اس نے عرض کی: دس وسق' یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازے کے مطابق تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مدینہ منورہ جلدی پہنچنا چاہتا ہوں' تو جو شخص میرے ساتھ جانا چاہتا ہے' وہ جلدی کرے۔

3080 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ كُلْثُومٍ، عَنْ زَيْنَبَ، أَنَّهَا كَانَتْ تَفْلِي رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ امْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَنِسَاءٌ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ وَهُنَّ يَشْتَكِينَ مَنَازِلَهُنَّ أَنَّهَا تَضِيقُ عَلَيْهِنَّ، وَيُخْرَجْنَ مِنْهَا فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ تُوَرَّثَ دُورَ الْمُهَاجِرِينَ النِّسَاءُ، فَمَاتَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَوُرِّثَتْهُ امْرَأَتُهُ دَارًا بِالْمَدِينَةِ

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو صاف کر رہی تھیں، اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور کچھ مہاجر خواتین بیٹھی ہوئی تھیں، جو اپنے گھروں کی شکایت کر رہی تھیں کہ وہ گھر ان کے لیے تنگ ہیں انہیں ان میں سے نکال دیا جاتا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: مہاجرین کے گھر ان کی بیویوں کو وارثت میں دیئے جائیں گے۔

3079- اسناده صحيح. عمرو بن يحيى: هو ابن عمارة المازني. واخرجه البخاري (1481)، ومسلم (1392)، وبأثر (2281) من طريق عمرو ابن يحيى، به. وهو في "مسند احمد" (23604)، و "صحيح ابن حبان" (4503) و (6501).

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا' تو ان کی اہلیہ مدینہ میں موجود ان کے گھر کی وارث بنی تھیں۔

شرح

اوراس زمین میں عشر واجب ہے کیونکہ مسلمان پر ابتدائی طور پر خراج کو مقرر کر دینا جائز نہیں ہے۔ہاں البتہ جب اس زمین کو خراجی پانی کے ساتھ سیراب کیا گیا ہے۔ کیونکہ اب خراج کو باقی رکھنا یہ پانی کے اعتبار سے ہے۔

اور جب کسی شخص نے زمین کو زندہ کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دیا ہے اور کسی دوسرے بندے نے اس میں زراعت کرلی تو اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ دوسرا بندہ اس کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ پہلا آدمی اس زمین کی پیداوار کا نہ مالک ہے اور نہ ہی اس کی ذاتی ملکیت کا مالک ہے کیونکہ وہ تو چھوڑ چکا ہے۔پس دوسرا بندہ ہی اس کا حقدار بن جائے گا۔مگر اس میں زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ دوسرا آدمی پہلے بندے سے واپس لے۔ کیونکہ زندہ کرنے کے سبب وہ اس کا مالک بن چکا ہے۔

جس طرح حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں اضافت لام تملیک کے ساتھ ہے۔ پس اس زمین کو چھوڑ دینے کے باوجود زندہ کرنے والے شخص کی ملکیت ختم نہ ہوگی۔اور اسی طرح جب کسی بندے نے زمین کو زندہ کیا اور اس کے بعد اس احیاء نے اس زمین کی چاروں اطراف کو یکے بعد دیگرے چار بندوں کی جانب سے احاطہ کرلیا ہے تو امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ پہلے بندے کیلئے راستہ چوتھے شخص کی زمین سے ہوگا۔ کیونکہ وہی زمین اس کی راہ کیلئے معین ہوچکی ہے۔اگرچہ چوتھے آدمی نے اس کا حق باطل کرنے کا ارادہ رکھا ہو۔(ہدایہ)

اور عموی فقہاء امصار کہتے ہیں کہ موات وہ بے آباد زمین کسی کے آباد کرنے سے ملکیت میں آجاتی ہے،اگرچہ فقہاء نے شروط میں اختلاف کیا ہے،لیکن حرم اور میدان عرفات کی بے آباد زمین آباد کرنے سے بھی ملکیت میں نہیں آسکتی۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے مناسک حج کی ادائیگی میں تنگی ہوگی اور وہاں پر لوگوں کی جگہوں پر قابض ہونا برابر ہے۔

احیاء ارض یعنی زمین کی آبادکاری مندرجہ ذیل امور سے حاصل ہوگی۔

اول: جب کوئی زمین کے اردگرد چاردیواری کرلے جو کہ عادتا معروف تو اس نے اسے آباد کرلیا اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جس نے زمین پر چاردیواری کرلی وہ اسی کی ہے) مسند احمد، سنن ابوداود، اور ابن الجارود رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اس کے علاوہ سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ چاردیواری سے ملکیت کا مستحق ہوجاتا ہے۔

اور چاردیواری کی مقدار وہ ہوگی جو لغت میں دیوار معروف ہے لیکن اگر اس نے کسی بے آباد زمین کے گرد پتھر یا پھر مٹی اکٹھی کی یا چھوٹی سی دیوار بنالی جو اس سے آگے روک بھی نہ لگا سکے یا پھر کسی نے زمین کے گرد خندق کھودلی تو اس سے وہ اس کی ملکیت نہیں بن سکتی۔

لیکن اس کی وجہ سے وہ اسے آباد کرنے کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہوگا اس لیے کہ اس نے اسے آباد کرنا شروع کردیا ہے۔

دوم: اگر کسی نے بے آباد زمین میں کنواں کھودلیا اور پانی نکل آیا تو اس نے بھی اس زمین کو آباد کرلیا،لیکن اگر وہ کنواں کھودتا

ہے اور پانی تک نہیں پہنچتا تو اس کی بنا پر وہ اس کا مالک نہیں بن سکتا، بلکہ وہ اسے اس کے احیاء کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہے، اس لیے کہ اس نے احیاء کی ابتدا کر لی ہے۔

سوم: جب اس نے اس بے آباد زمین میں کسی چشمے یا پھر نہر کا پانی پہنچا دیا تو اس نے اس کی وجہ سے اس زمین کا احیاء کر لیا، اس لیے کہ زمین کے لیے پانی دیوار سے زیادہ نفع مند ہے۔

چہارم: جب کسی نے زمین میں کھڑے ہونے والے پانی کو اس سے روک دیا جس پانی کے کھڑے ہونے کی بنا پر وہ کاشت کے قابل نہیں رہتی تھی، وہ پانی وہاں سے روک دیا حتی کہ وہ کاشت کے قابل ہوگئی تو اس نے زمین کا احیاء کر لیا۔ اس لیے کہ یہ کام زمین کے لیے ملکیت کی دلیل میں مذکور دیوار سے بھی زیادہ نفع مند ہے۔

اور کچھ علماء کرام کہتے ہیں کہ بنجر زمین کا احیاء صرف انہی امور پر موقوف نہیں بلکہ اس میں عرف کا اعتبار ہوگا جسے عرف عام میں لوگ احیاء شمار کریں گے اس کی بنا پر وہ زمین کا مالک بھی بنے گا۔

ائمہ حنابلہ اور دوسروں نے یہی مسلک اختیار کیا ہے اس لیے کہ شرع نے ملکیت کی تعلیق لگاء ہے اور اسے بیان نہیں کیا تو اس طرح عرف عام میں جسے احیاء کہا جائے اسی کی طرف رجوع ہوگا۔

مسلمانوں کے امام اور امیر یا خلیفہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بنجر زمین کسی کو دے دے تا کہ وہ اسے آباد کرے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو عقیق میں جاگیر عطا کی تھی اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو حضر موت میں عطا کی اور اسی طرح عمر اور عثمان اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو عطا کی تھی۔

لیکن صرف جاگیر مل جانے سے ہی وہ مالک نہیں بن جائے گا بلکہ وہ اس دوسرے سے زیادہ حقدار ہے لیکن جب اسے آباد اور اسکا احیاء کرے گا وہ اس کی ملکیت بن جائے گی اور اگر وہ اس کا احیاء اور اسے آباد نہ کر سکا تو خلیفہ یا امیر المسلمین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے واپس لے لے اور کسی دوسرے کو عطا کر دے جو اسے آباد کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

اس لیے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے جاگیر واپس لے لی تھی جو اسے آباد نہیں کر سکے تھے۔ اور جو کوء بنجر زمین کے علاوہ کسی اور غیر مملوک چیز کی طرف سبقت لے جائے اور پہلے پہنچے مثلاً شکار یا جلانے والی لکڑی تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

اور اگر کسی کی زمین سے غیر ملکیت والا پانی گزرتا ہو مثلاً نہر یا وادی کا پانی تو سب سے اوپر والے یعنی پہلے کو حق حاصل ہے کہ وہ پہلے اپنی زمین کو سیراب کرے اور اس میں ٹخنوں تک پانی کھڑا کرے پھر اپنے بعد والے کو پانی بھیجے۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ

اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے): اے زبیر (رضی اللہ عنہ) تم اپنی زمین سیراب کرو اور پھر پانی کو دیوار (وہ رکاوٹ جو کھیتوں کے کنارے بناء جاتی ہے) تک روکو) (صحیح بخاری اور صحیح مسلم)۔

اور عبدالرزاق نے معمر اور زہری رحمہم اللہ سے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (پھر تم پانی کو روکو حتی کہ وہ دیواروں تک آجائے) کا اندازہ لگایا اور اسے ماپا تو وہ ٹخنوں تک تھا۔

یعنی جو کچھ قصہ میں بیان ہوا ہے اس کو مایا تو انہوں نے وہ پانی ٹخنوں تک پہنچتے ہوئے پایا، تو انہوں نے اسے معیار بنادیا کہ پہلے کا اتنا ہی حق ہے اور پھر اس کے بعد والے کا بھی اتنا ہی۔

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیل مھزور میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ (سیل مھزور مدینہ کی ایک وادی کا نام ہے)

سب سے پہلے والا پانی کو ٹخنوں تک روکے اور پھر اپنے بعد والے کی زمین میں چھوڑ دے۔ (سنن ابوداود وغیرہ) لیکن اگر پانی ملکیت والی ہو تو پھر ان سب مشترکین کے درمیان ان کی املاک کے حساب سے تقسیم ہوگا اور ہر ایک اپنے حصہ میں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے۔

اور امام المسلمین کو حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کے بیت المال مواشیوں کے لیے ایک چراگاہ مقرر کرلے جس میں کوء اور نہ چرائے مثلاً جہاد کے لیے تیار گھوڑے، اور صدقہ زکاۃ کے اونٹ وغیرہ، اگر مسلمانوں کو اس سے تنگی نہ ہوتی ہو۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے النقیع نامی چراگاہ کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے مقرر اور خاص کیا تھا۔

اور امام المسلمین کے لیے جائز ہے کہ وہ بے آباد زمین کی گھاس کو زکاۃ کے اونٹوں اور مجاہدین کے گھوڑوں اور جزیہ کے جانوروں کے لیے خاص کردے اگر اس کی ضرورت محسوس ہو اور مسلمانوں کو اس میں تنگ نہ کرے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّخُولِ فِي أَرْضِ الْخَرَاجِ

باب: خراج کی زمین میں داخل ہونا

3081 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عِيسَى يَعْنِي ابْنَ سُمَيْعٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ، عَنْ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ عَقَدَ الْجِزْيَةَ فِي عُنُقِهِ، فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص جزیہ کو ہار کے طور پر اپنے گلے میں ڈال لے، تو وہ اس چیز سے لاتعلق ہوجاتا ہے، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گامزن تھے۔

3082 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ ابْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ، حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ قَيْسٍ، حَدَّثَنِي شَبِيبُ بْنُ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَخَذَ أَرْضًا بِجِزْيَتِهَا، فَقَدِ اسْتَقَالَ هِجْرَتَهُ، وَمَنْ نَزَعَ صَغَارَ كَافِرٍ مِنْ عُنُقِهِ فَجَعَلَهُ فِي عُنُقِهِ فَقَدْ وَلَّى الْإِسْلَامَ ظَهْرَهُ قَالَ: فَسَمِعَ مِنِّي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ لِي: أَشُبَيْبٌ حَدَّثَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِذَا قَدِمْتَ فَسَلْهُ فَلْيَكْتُبْ إِلَيَّ بِالْحَدِيثِ، قَالَ: فَكَتَبَهُ لَهُ، فَلَمَّا قَدِمْتُ سَأَلَنِي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ الْقِرْطَاسَ، فَأَعْطَيْتُهُ، فَلَمَّا قَرَأَهُ تَرَكَ مَا فِي يَدِهِ مِنَ الْأَرَضِينَ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ الْيَزَنِيُّ لَيْسَ هُوَ صَاحِبُ شُعْبَةَ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کوئی زمین اس کے جزیہ کے عوض حاصل کرلے' تو اس نے اپنی ہجرت کو واپس کردیا' اور جو شخص کافر کی کم تر حیثیت کو اس کی گردن سے الگ کرکے اپنی گردن میں ڈال لے' تو اس نے اسلام کی طرف اپنی پشت کرلی''

راوی بیان کرتے ہیں: خالد بن معدان نے یہ روایت مجھ سے سنی' تو مجھ سے دریافت کیا: کیا شبیب نے یہ حدیث تمہیں بیان کی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو انہوں نے فرمایا: جب تم اُن کے پاس جاؤ' تو ان سے یہ درخواست کرنا کہ وہ یہ حدیث لکھ کر میری طرف بھجیں، راوی کہتے ہیں: انہوں نے انہیں یہ حدیث لکھ کر بھیجی، جب میں ان کے پاس آیا' تو خالد بن معدان نے مجھ سے کاغذ مانگا' میں نے وہ انہیں دے دیا' جب انہوں نے یہ روایت پڑھی' تو انہوں نے وہ تمام زمین چھوڑ دی' جو ان کے قبضے میں تھی، یعنی اس وقت جب انہوں نے یہ حدیث سن لی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ راوی یزید بن خمیر یزنی ہے، یہ شعبہ کا شاگرد نہیں ہے۔

کنوئیں کا حریم اسی کے لیے ہونے کا بیان

جب کسی بندے نے جنگل میں کوئی کنواں کھودا ہے تو کنوئیں کا حریم اسی کیلئے ہوگا۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب اس شخص نے موات زمین میں حاکم کی اجازت کے ساتھ کنواں کھودا ہے۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ اس میں حاکم کی اجازت ہو یا نہ ہو کیونکہ کنوئیں کو کھودنا یہ زمین کو زندہ کرنا ہے۔

اور جب وہ کنواں پانی پلانے کی غرض سے ہے تو اس کا حریم یعنی گردونواح چالیس گز ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے نے کنوئیں کو کھودا ہے اس کے گردونواح میں چالیس گز اس کیلئے ہے۔ جو اس کے جانوروں کو پانی پلانے کیلئے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر جانب سے چالیس گز ہے اور صحیح بھی اسی طرح ہے کہ ہر جانب سے چالیس گز ہو۔ کیونکہ زمینوں میں نرمی ہوتی ہے اور پانی اسی کنوئیں کی جانب لوٹ کر چلا جائے گا۔

اور جو کنواں سے اس کم کھودا گیا ہے اور اگر وہ کنواں سیراب کرنے کیلئے کھودا گیا ہے تو اس کا حریم ساٹھ گز ہوگا اور یہ صاحبین کے نزدیک ہے جبکہ امام صاحب کے نزدیک یہاں بھی چالیس کا حکم ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چشمے کا حریم پانچ سو گز ہے اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہے اور بئیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہے کیونکہ اس سے سیراب ہونے کیلئے کبھی کبھی چلانے میں جانور کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات رسی لمبی کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ بئیر عطن یہ ہاتھ سے پانی پینے کیلئے ہے کیونکہ اس میں ضرورت کم ہے پس فرق ضروری ہو گا۔ (ہدایہ)

اگر موات زمین میں کوئی کنواں کھدوایا گیا ہو تو اس زمین کو آباد کرنیوالے کو یہ حق نہیں پہنچے گا کہ وہ اس کنویں سے پانی لینے سے لوگوں کو منع کرے کیونکہ آباد کرنے کی وجہ سے جس طرح وہ زمین اس ملکیت میں آ گئی ہے اس طرح اس کنویں کا پانی اس کی

ملکیت نہیں آیا ہے اگر وہ کسی ایسے شخص کو منع کرے گا جو اس کنویں سے خود پانی پینا چاہتا ہے یا اپنے جانور کو پلانا چاہتا ہے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں خود اس کی یا اس کے جانور کی ہلاکت کا خدشہ ہے تو اسے اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ زبردستی اس کنویں سے پانی حاصل کرے چاہے اس مقصد کے لئے اس کو لڑنا ہی کیوں نہ پڑے اور اس لڑائی میں ہتھیار استعمال کرنے کی نوبت کیوں نہ آ جائے۔ کنواں بے شک کسی کی ذاتی ملکیت ہوسکتا ہے مگر اس کنویں کا پانی کنویں والے کی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر شخص کے لئے مباح ہوتا ہے بخلاف اس پانی کے جو کسی نے اپنے برتن یا سن میں بھرلیا ہو کہ وہ ذاتی ملکیت ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص پیاس کی شدت سے بے حال ہوا جارہا ہو اور اس شخص سے وہ پانی مانگے جو اس نے اپنے برتن یا سن میں بھر رکھا ہو اور وہ پانی دینے سے انکار کردے تو اس پیاسے کو یہ حق ہوگا کہ لڑ جھگڑ کر اس سے پانی حاصل کرلے بشرطیکہ پانی نہ ملنے کی صورت میں جان چلی جانے کا خدشہ ہو اور وہ لڑائی میں کسی ہتھیار وغیرہ کا استعمال نہ کرے یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص بھوک کی وجہ سے مرا جارہا ہو اور کسی کھانے والے سے کھانا مانگے اور وہ کھانا نہ دے تو اسے حق ہوتا ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے اس سے لڑ جھگڑ کر کھانا حاصل کرے مگر اسکو لڑائی میں ہتھیار وغیرہ استعمال کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہوتی۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کنویں سے پانی نہ لینے دے تو اس بارے میں زبردستی پانی حاصل کرنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ کنویں والے سے بغیر ہتھیار استعمال کئے لڑے جھگڑے اور اس کی اجازت بھی اس لئے ہے کہ کسی کو پانی جیسی خدا کی عام نعمت سے روکنا گناہ کا ارتکاب کرنا ہے اور یہ لڑ جھگڑ کر پانی حاصل کرنا اس کے حق میں تعزیر سزا کے قائم مقام ہوگا۔

بَابٌ فِي الْأَرْضِ يَحْمِيهَا الْإِمَامُ أَوِ الرَّجُلُ

باب: وہ زمین، جسے حکمران یا کسی شخص نے چراگاہ (کے طور پر مخصوص کرلیا ہو)

3083 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سعد بن جثامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص ہے''

ابن شہاب کہتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نقیع'' نامی جگہ کو چراگاہ کے لیے مخصوص کیا تھا۔

3084 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ، وَقَالَ: لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سعد بن جثامہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیع کو چراگاہ قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا: ''چراگاہ صرف اللہ کے لیے ہے''

شرح

حمی (حا کے زیر کے ساتھ) اس زمین چراہ گاہ کو کہتے ہیں جس میں جانوروں کے لئے گھاس روکی جاتی ہے اور اس میں کسی دوسرے کے جانوروں کو چرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی چراگاہ کو صرف اپنے جانوروں کے لئے مخصوص کر لیا جائے اور اس میں دوسرے کے جانوروں کے چرنے پر پابندی عائد کر دی جائے۔ اس حکم کی ضرورت یوں پیش آئی کہ زمانہ جاہلیت میں یہ معمول تھا کہ جس زمین میں گھاس اور پانی ہوتا اسے عرب کے سردار اپنے جانوروں کے لئے اپنی مخصوص چراگاہ بنا لیتے تھے جس میں ان کے علاوہ دوسروں کے جانوروں کو چرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں کام آنیوالے گھوڑوں اور اونٹوں نیز زکوۃ میں آئے ہوئے جانوروں کے لئے ایسی مخصوص چراگاہیں قائم کرنے کی اجازت عطاء فرمادی تھی۔ لیکن اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی حاکم و سردار کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی چراگاہ کو اپنے لئے یا کسی اور کے لئے مخصوص کر دے۔

اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ کسی فرد کے لئے نہیں بلکہ اکثر مسلمانوں کے لئے کسی چراگاہ کو مخصوص کرنا بھی ناجائز ہے یا یہ جائز ہے؟ چنانچہ بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے گھوڑوں اور اونٹوں نیز زکوۃ میں آنیوالے جانوروں کے لئے چراگاہ کو مخصوص کرنے کی اجازت دیدی تھی لیکن بعض دوسرے حضرات اس کو بھی ناجائز کہتے ہیں بشرطیکہ اکثر مسلمانوں کے لئے کسی چراگاہ کو مخصوص کر دینا اہل شہر کی تکلیف و پریشانی کا باعث ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّكَازِ وَمَا فِيهِ

باب: رکاز اور اس میں جو ہوتا ہے، اس کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

3085 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''رکاز (دفینہ) میں خمس لازم ہوگا''

3086 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: الرِّكَازُ: الْكَنْزُ الْعَادِيُّ

3085-اسناده صحيح. ابو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف الزهري، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه البخاري (1499) و (6912)، ومسلم (1710)، وابن ماجه (2509)، والترمذي (647) و (1432) و (1433)، والنسائي (2495) و (2496) من طريق الزهري، به. واخرجه البخاري (2355) و (6913)، ومسلم (1710)، والنسائي (2496) من طرق عن ابي هريرة. وهو في "مسند احمد" (7120) و (7254)، و "صحيح ابن حبان" (6005).

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رکاز'' سے مراد (کھنڈر سے ملنے والا) دفینہ ہے۔

3087 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا الزَّمْعِيُّ، عَنْ عَمَّتِهِ قُرَيْبَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أُمِّهَا كَرِيمَةَ بِنْتِ الْمِقْدَادِ، عَنْ ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهَا قَالَتْ: ذَهَبَ الْمِقْدَادُ لِحَاجَتِهِ بِبَقِيعِ الْخَبْخَبَةِ فَإِذَا جُرَذٌ يُخْرِجُ مِنْ جُحْرٍ دِينَارًا، ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُخْرِجُ دِينَارًا دِينَارًا، حَتَّى أَخْرَجَ سَبْعَةَ عَشَرَ دِينَارًا، ثُمَّ أَخْرَجَ خِرْقَةً حَمْرَاءَ - يَعْنِي - فِيهَا دِينَارٌ. فَكَانَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَهَبَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخْبَرَهُ وَقَالَ لَهُ: خُذْ صَدَقَتَهَا. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ هَوَيْتَ إِلَى الْجُحْرِ؟ قَالَ: لَا. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهِ

سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مقداد کسی کام کے سلسلے میں ''بقیع خبخبہ'' گیا، وہاں ایک چوہا ایک سوراخ میں سے، ایک دینار نکال رہا تھا، وہ ایک، ایک کر کے دینار نکالتا رہا، یہاں تک کہ اس نے سترہ دینار نکال دیے، پھر اس نے سرخ رنگ کا ایک کپڑا نکالا، اس میں بھی ایک دینار تھا، تو یہ اٹھارہ دینار ہو گئے، وہ انہیں لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا صدقہ وصول کر لیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: کیا تم نے سوراخ کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں ان میں برکت نصیب کرے''

رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر جانور کسی کو زخمی کر دے تو معاف ہے اگر کنواں کھدوانے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے اگر کان کھدوانے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 295)

کوئی جانور یعنی گھوڑا، بیل اور بھینس وغیرہ اگر کسی شخص کو زخمی کر دے کوئی چیز ضائع کر دے یا کسی کو جان ہی سے مار ڈالے اور اس موقعہ پر جانور کے ساتھ کوئی یعنی اس کا مالک وغیرہ نہ ہو اور یہ کہ دن کا وقت ہو تو جانور کا زخمی کرنا یا کسی چیز کو ضائع کر دینا معاف ہے یعنی اس کے مالک پر اس کا کوئی بدلہ اور جرمانہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر جانور اس حال میں کسی کو زخمی کرے یا کوئی چیز ضائع کر دے کہ اس پر کوئی سوار ہو یا اس کے ساتھ کوئی ہانکنے والا اور کھینچنے والا ہو تو ایسی صورت میں جانور کے مالک پر بدلہ اور جرمانہ واجب ہوگا کیونکہ اس میں کوتاہی اور لاپرواہی کو دخل ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی جانور رات کے وقت چھوٹ کر کسی کو زخمی کر دے یا کوئی چیز تلف کر دے تو اس کے مال پر اس کا تاوان آئے کیونکہ رات میں جانوروں کو باندھا جاتا ہے مگر اس نے جانور کو نہ باندھ کر لاپرواہی اور کوتاہی کا ثبوت دیا اس بارے میں مذکورہ حدیث اگرچہ عام ہے اور اس میں کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے مگر دوسری احادیث اور دیگر دلائل کے پیش نظر مذکورہ قیود کو ذکر کیا گیا

ہے۔ والبیر جبار (اگر کنواں کھدوانے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کنواں کھدوانا چاہتا ہے اوراس نے کنواں کھودنے کے لئے کسی مزدور کی خدمات حاصل کی ہیں اب اگر وہ مزدور کنواں کھودتے ہوئے گر کر یا دب کر مرجائے تو کنواں کھدوانے والے پر کوئی تاوان یعنی خون بہا وغیرہ واجب نہیں۔

اس طرح اگر کوئی شخص اپنی زمین میں یا کسی ایسی افتادہ زمین میں کہ جس کے مالک کا کوئی پتہ نہ ہو کنواں کھدوائے اوراس کنویں میں کوئی آدمی یا جانور گر کر مرجائے تو اس صورت میں بھی اس پر کوئی تاوان نہیں آئے گا ہاں اگر کنواں راستے میں یا کسی دوسرے کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر کھدوایا جائے اوراس کنویں میں کوئی آدمی یا جانور گر کر مرجائے تو اس صورت میں کنوا کھودنے والے کے عاقلہ پر تاوان یعنی خون بہا واجب ہوگا یہی حکم اس شخص کے بارے میں لاگو ہوگا جو سونا چاندی، فیروزہ یا مٹی نکلوانے کے لئے زمین کے کسی حصے کو کھدوائے گا۔

عاقلہ کسے کہتے ہیں" عاقلہ" ایک فقہی اصطلاح ہے اس کے معنی مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ کسی شخص سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا ہے مثلاً وہ شکار پر بندوق چلاتا ہے اور اتفاق سے بغیر کسی قصد وارادہ کے اس کی گولی شکار کی بجائے کسی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے یا مذکورہ بالا صورت کے مطابق کوئی شخص راستہ میں کنوا کھدوا دیتا ہے اوراس کنویں میں گر کر کوئی مرجاتا ہے تو جس شخص کی گولی سے کوئی خون ہوجائے یا جس شخص کے کھودے ہوئے کنویں میں کوئی گر کر مرجائے اس کے ساتھی اور رفیق" عاقلہ" کہلاتے ہیں فرض کیجئے وہ شخص فوج میں یا پولیس میں ملازم ہے تو اس کے ساتھی فوجی یا سپاہی عاقلہ کہلائیں گے اوراگر وہ کہیں ملازم نہ ہو تو پھر اس کے قبیلہ اور خاندان والے اس کے عاقلہ کہلائیں گے۔ عاقلہ پر تاوان کیوں؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غلطی تو اس شخص کی ہے مگر جرمانہ اور تاوان اس کے ساتھیوں یا اس کے اہل خاندان اور قبیلہ والوں پر کیوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس شخص سے کسی غلطی کا ارتکاب ہوگیا اوراس غلطی میں بھی اس کے قصد وارادہ کو کوئی دخل نہیں تھا تو اگرچہ اس پر کوئی جرمانہ کیوں نہ کر دیا جائے مگر ہوسکتا ہے کہ وہ اس غلطی پر پشیمان ونادم نہ ہو اوراس کی لاپرواہی اور کوتاہی آئندہ کسی اور بڑے حادثے کا ذریعہ بن جائے اس لئے ضروری ہوا کہ جرمانہ اور تاوان ان لوگوں پر لازم کیا جائے جو اس کے قریب رہنے والے ہوں اوراس سے متعلق ہوں تاکہ وہ اس پر پوری طرح کنٹرول کرسکیں اور آئندہ کے لئے اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے دیں۔

حدیث میں مذکور رکاز سے کیا مراد ہے؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں جس رکاز کا ذکر کیا گیا ہے اس سے کان (معدن) مراد ہے لیکن اہل حجاز" رکاز" سے زمانہ جاہلیت کے دفینے (زمین دوز کئے ہوئے خزانے) مراد لیتے ہیں جہاں تک حدیث کا ظاہر مفہوم اوراس کا سیاق وسباق ہے اس کے پیش نظر وہی معنی زیادہ مناسب اور بہتر معلوم ہوتے ہیں جو حضرت امام اعظم نے مراد لئے ہیں پھر یہ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی بھی" رکاز" کے اسی معنی کی وضاحت کرتا ہے چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب دریافت کیا گیا کہ رکاز وہ سونا اور چاندی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں اس کی تخلیق کے وقت ہی پیدا فرمایا ہے۔ کان میں سے نکلنے والی چیزوں کی قسمیں اس موقع پر یہ بھی جان لیجئے کہ جو چیزیں کان سے برآمد ہوتی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ چیزیں جو منجمد ہوں اور آگ میں ڈالنے سے نرم ہو جائیں نیز منقش کیے جانے کے قابل ہوں یعنی جو سکے وغیرہ ڈھالنے کے کام آسکتی ہوں جیسے سونا، چاندی، لوہا اور رانگا وغیرہ۔ (۲) وہ چیزیں جو منجمد نہیں ہوتیں جیسے پانی، تیل، رال اور گندھک وغیرہ۔ (۳) وہ چیزیں جو آگ میں ڈالنے سے نرم نہ ہوتی ہوں اور نہ سکے وغیرہ کے لئے ڈھالی جاسکتی ہوں جیسے پتھر، چونا، ہڑتا ل اور یاقوت وغیرہ، چنانچہ ان تینوں اقسام میں سے صرف پہلی قسم میں زکوۃ کے طور پر خمس یعنی پانچواں حصہ نکالنا واجب ہے اور اس کے لئے ایک سال گزرنا شرط نہیں ہے حضرت امام شافعی کے نزدیک معدنیات میں سے صرف سونے چاندی میں زکوۃ واجب ہوتی ہے دوسری معدنیات مثلاً لوہے، رانگ وغیرہ میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔

بَابُ نَبْشِ الْقُبُورِ الْعَادِيَّةِ يَكُونُ فِيهَا الْمَالُ

باب: ایسی پرانی قبریں کھودنا، جن میں مال موجود ہو

3088 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ بُجَيْرِ بْنِ أَبِي بُجَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ خَرَجْنَا مَعَهُ إِلَى الطَّائِفِ، فَمَرَرْنَا بِقَبْرٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ، وَكَانَ بِهَذَا الْحَرَمِ يَدْفَعُ عَنْهُ، فَلَمَّا خَرَجَ أَصَابَتْهُ النِّقْمَةُ الَّتِي أَصَابَتْ قَوْمَهُ بِهَذَا الْمَكَانِ، فَدُفِنَ فِيهِ، وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّهُ دُفِنَ مَعَهُ غُصْنٌ مِنْ ذَهَبٍ، إِنْ أَنْتُمْ نَبَشْتُمْ عَنْهُ أَصَبْتُمُوهُ مَعَهُ، فَابْتَدَرَهُ النَّاسُ فَاسْتَخْرَجُوا الْغُصْنَ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت سنا، جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف کی طرف روانہ ہوئے اور ہمارا گزر ایک قبر کے پاس سے ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یہ ابورغال کی قبر ہے، جب تک یہ حرم کی حدود میں رہا، عذاب سے بچا رہا، جب یہ اس سے باہر نکلا تو اس جگہ پر اسے بھی اُس عذاب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، جو اس کی قوم پر نازل ہوا تھا، تو اسے یہاں دفن کر دیا گیا، اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ٹہنی کو دفن کیا گیا تھا، اگر تم اس کی قبر اکھاڑو گے، تو اس کے ساتھ اس ٹہنی تک بھی پہنچ جاؤ گے"۔

تو لوگ تیزی سے اس کی طرف گئے اور انہوں نے وہ ٹہنی نکال لی۔

میت کی قبر کھودنے اور دوسری جگہ منتقل کرنے کا بیان

میت کو دفن کرنے کے بعد صرف درج ذیل صورتوں میں دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔

3088-واخرجہ الطحاوی (3753)، وابن حبان (6198)، والطبرانی فی "الاوسط" (2787) و (8533)، والبیھقی /1564، وابن عبد البر /14813 من طریق روح بن القاسم، عن اسماعیل بن امیۃ، بہ. واخرجہ مرسلاً عبد الرزاق فی "تفسیرہ" /2322، ومن طریقہ الطبری فی "تفسیرہ" /2308، واخرجہ الطبری کذلک /2308

جب اسے مغصوبہ (غصب شدہ) زمین میں دفن کیا گیا ہو۔
کفن مغصوب ہو۔
حق آدمی سے متعلق ہو مثلاً کسی کی قیمتی چیز اندر رہ گئی یا کسی زندہ شخص کا مال اس کے ہمراہ دفن ہو گیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورغال کی قبر اکھاڑنے کی اجازت دی کہ اس کے ساتھ سونے کی لاٹھی قبر میں دفن تھی۔
درج ذیل صورتوں میں قبر اکھاڑنے کی ممانعت ہے:
اگر میت کو قبلہ رخ دفن نہ کیا گیا۔
بائیں پہلو پر رکھا گیا۔
میت کا سر پاؤں کی طرف کر دیا گیا۔
غسل دیئے بغیر دفن کر دیا گیا اور قبر پر مٹی ڈال دی گئی۔
☆ اگر میت کو قبر میں قبلہ رخ نہیں رکھا گیا یا پیٹھ کے بل رکھا گیا یا بائیں پہلو لٹایا گیا۔ اگر اس پر مٹی ڈال دی گئی تو قبر نہ اکھاڑی جائے'' مٹی ڈالنے سے پہلے غلطی کا ازالہ کرنا چاہیے۔ اگرچہ اینٹ وغیرہ اٹھانی پڑے۔ اس میں حنفیہ و مالکیہ متفق ہیں۔

(علامہ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص 535 طبع بیرات)

البدائع میں فرمایا: لان النبش حرام، اس لئے کہ قبر اکھاڑنا حرام ہے اور یہ اللہ کا حق ہے۔
فتح القدیر میں مصنف (ابن ہمام) نے فرمایا: مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس عورت کا بیٹا اس کی غیر موجودگی میں کسی دوسرے شہر میں دفن کیا گیا، اس سے صبر نہ ہوا اور بیٹے کی میت منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا، یہ جائز نہیں۔
سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ شام میں فوت ہوئے تھے اور ان کی میت وہاں سے اٹھا کر لائی گئی تھی، آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی اور فرمایا: بھائی اگر تیرا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو تیری میت میں یہاں (مدینہ منورہ) منتقل نہ کرتی اور جہاں فوت ہوا وہیں دفن کرتی۔
اس کے باوجود میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا گناہ نہیں۔
روایت ہے کہ یعقوب علیہ السلام مصر میں فوت ہوئے اور ان کی میت شام منتقل کی گئی۔ موسیٰ علیہ السلام ان کی میت طویل مدت کے بعد مصر سے شام لے گئے تا کہ ان کے جسم کی ہڈیاں ان کے آباء کرام کی ہڈیوں کے ساتھ ہوں۔۔۔ یونہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے چار فرسخ باہر فوت ہوئے اور لوگوں نے ان کی میت مدینہ منورہ منتقل کی۔

(علامہ ابن نجیم حنفی، البحرالرائق، ج2 ص 195 طبع مصر) (علامہ نظام الدین فتاویٰ عالمگیری ج1 ص 167 طبع کوئٹہ)

عموماً لوگوں نے دانستہ یا غیر دانستہ بعض قبریں اور مزارات راستوں پر تعمیر کر لئے ہیں۔ آبادی کے بڑھنے سے نئی ڈویلپمنٹ ضروری ہے۔ ان قبروں اور مزاروں کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے ضرورت و مجبوری ہے کہ کسی دوسری جگہ پر منتقل کیا جائے تا کہ عوامی مسئلہ بھی حل ہو اور حتی الامکان میت اور مقابر کا احترام و تقدس بھی پامال نہ ہو۔ متعدد مقامات پر بھاری مشینوں سے یہ کام کر دیا

گیا ہے اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں۔ آبادی بڑھنے سے سڑکوں کی توسیع ضروری ہوگئی ہے۔ جہاں یہ ضرورت وحاجت نہ ہو وہاں اس کی اجازت نہیں مگر جہاں مجبوری کی صورت ہے وہاں اس کی شرعاً اجازت ہے۔ دین میں تنگی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں اتارتے تو پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رسول الله.

''اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کی مدد کے ساتھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر''۔

اور دوسری روایت میں ہے: وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُولِ الله.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر۔ (احمد، ابن ماجہ، ترمذی، ابوداؤد)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت (کی قبر) پر دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالی۔

وانه رش على قبر ابنه ابراهيم ووضع عليه حصباء.

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ارجمند سیدنا ابراہیم کی قبر مبارک پر پانی کا چھڑکاؤ فرمایا اور کنکر رکھے۔

(شرح السنہ، امام شافعی)

مدینہ منورہ میں دو گورکن تھے، وكان احدهما يلحد والآخر يشق۔۔۔ ایک لحد (بغلی) قبر کھودتا تھا اور دوسرا سیدھی (شق)۔۔۔ فجاء الذى يلحد فلحد النبى صلى الله عليه وآله وسلم ... لحد کھودنے والے نے آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحد کھودی۔ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج3:233 طبع بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

فلما ارادوا ان يقبروه عليه السلام نحوا السرير قبل رجليه فادخل من هناك.

''جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں اتارنا چاہا تو چارپائی سے پاؤں کی طرف سے جسم اقدس کو داخلِ قبر کیا''۔ (البدایہ ج3:235)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جعل فى قبر النبى صلى الله عليه وآله وسلم قطيفة حمراء.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس میں سرخ رنگ کی مخملی چادر رکھی گئی تھی''۔ (احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ایضاً)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس میں سرخ رنگ کی چادر بچھائی گئی، جسے حضور پہنا کرتے تھے۔ یہ چادر یوم حنین کو ملی تھی کیونکہ زمین نمدار تھی۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج3 ص235 طبع بیروت)

فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں

قبر لحد (بغلی) مسنون ہے، نہ کہ شق (سیدھی)۔ ہاں زمین یا جگہ کا تقاضا ہو تو ضرورتاً جو ممکن ہے کرے۔ (عالمگیری)

ويدخل الميت مما يلى القبلة وذلك ان يوضع فى جانب القبلة من القبر ويحمل الميت ويوضع فى اللحد، فيكون الآخذ له مستقبل القبلة حالة الاخذ ويقول واضعه بسم الله وعلى ملة رسول الله ويوضع فى القبر على جنبه الايمن مستقبل القبلة.

''میت کوقبر میں قبلہ کی طرف سے داخل کیا جائے۔یوں کہ قبر کی قبلہ کی طرف (چار پائی یا تابوت وغیرہ) رکھا جائے اور میت کو اٹھا کر لحد میں رکھ دیا جائے۔اس طرح میت کو پکڑنے والا، میت اٹھاتے وقت قبلہ رخ ہوگا اور لحد میں اتارتے وقت اٹھانے والا کہے: بِسْمِ اللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رسول الله. ''اللہ کے نام سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر'' قبر میں میت کو دائیں طرف قبلہ رخ رکھا جائے''۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج2 ص98 طبع سکھر)

وضعوه لجنبه ولا تكبوه لوجهه ولا تلقوه لظهره.

''میت کو قبر میں پہلو کے بل رکھیں نہ چہرہ کے بل اوندھا کریں، نہ پیٹھ کے بل لٹائیں''۔

(علامہ کاسانی، بدائع الصنائع ج1 ص319 طبع کراچی)

ويسن ان يوضع الميت فى قبره على جنبه الايمن.

''میت کو قبر میں دائیں پہلو لٹانا سنت ہے''۔

فالسنه عندنا ان يدخل الميت من قبل القبلة وهو ان توضع الجنازة فى جانب القبلة من القبر ويحمل منه الميت فيوضع فى اللحد.

''ہمارے (احناف) کے نزدیک سنت یہ ہے کہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا جائے، یوں کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور (چار پائی) سے میت کو اٹھا کر لحد میں رکھ دیا جائے''۔

(امام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج1 ص318 طبع کراچی)

كِتَابُ الْجَنَائِزِ

یہ کتاب جنائز کے بیان میں ہے

جنائز، جنازہ کی جمع ہے، لفظ جنازہ لغت کے اعتبار سے جیم کے زیر اورزبر دونوں کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے لیکن زیادہ فصیح جیم کے زیر کے ساتھ ہی ہے۔ جنازہ میت یعنی مردے کو جو تخت پر ہو کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ لفظ" جنازہ" یعنی جیم کے زبر کے ساتھ میت کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے اور جنازہ یعنی جیم کے زیر کے ساتھ تابوت اور اس تخت یا چار پائی کو کہتے ہیں جس پر مردہ کو رکھ کر اٹھاتے ہیں، بعض حضرات نے اس کے برعکس کہا ہے یعنی" جنازہ تابوت یا تخت کو کہتے ہیں اور جنازہ میت کو کہا جاتا ہے۔

بَابُ الْأَمْرَاضِ الْمُكَفِّرَةِ لِلذُّنُوبِ

باب: بیماریوں کا، گناہوں کا کفارہ ہونا

3089- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، يُقَالُ لَهُ: أَبُو مَنْظُورٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي، عَنْ عَامِرٍ الرَّامِ، أَخِي الْخَضِرِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ النُّفَيْلِيُّ: هُوَ الْخُضْرُ، وَلَكِنْ كَذَا قَالَ - قَالَ: إِنِّي لَبِبِلَادِنَا إِذْ رُفِعَتْ لَنَا رَايَاتٌ وَأَلْوِيَةٌ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا لِوَاءُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ تَحْتَ شَجَرَةٍ قَدْ بُسِطَ لَهُ كِسَاءٌ، وَهُوَ جَالِسٌ عَلَيْهِ، وَقَدِ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ أَصْحَابُهُ، فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ، فَذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ، ثُمَّ أَعْفَاهُ اللهُ مِنْهُ، كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ، وَمَوْعِظَةً لَهُ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ، وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيرِ، عَقَلَهُ أَهْلُهُ، ثُمَّ

3089- واخرجه تاما ومختصراً ابن ابی الدنیا فی "حسن الظن بالله" (20)، وابن قانع فی "معجم الصحابة"/2362-237، وابن السکن کما فی "الاصابة" للحافظ/6063، والبیهقی فی "شعب الایمان" (7130)، وابن عبد البر فی "التمهید"/5824، والبغوی فی شرح السنة" (1440)، وابن الاثیر فی "اسد الغابة" /1213، والمزی فی ترجمة عامر الرامی من "تهذیب الکمال" /864-87 من طریق محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد. واخرجه البخاری معلقاً فی "التاریخ الکبیر" /4466 عن اسماعیل بن ابی اویس، عن ابیه، عن محمد بن اسحاق، حدثنی الحسن بن عمارة، عن ابی منظور، عن عمه، عن عامر الخضر الرام. قال الحافظ فی "الاصابة"/3: 606 هذا یدل علی وهم ابی اویس، اویکون ابن اسحاق سمعه من الحسن، عن ابی منظور. وفی باب ان الامراض والبلاء فیهما تکفیر للذنوب عن عدد من الصحابة، منها: عن انس بن مالک عند الترمذی (2559)، وابن ماجه (4031)

اَرْسَلُوْهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوْهُ، وَلَمْ يَدْرِ لِمَ اَرْسَلُوْهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ حَوْلَهُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا الْاَسْقَامُ، وَاللهِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُمْ عَنَّا، فَلَسْتَ مِنَّا. فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ، وَفِي يَدِهِ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّي لَمَّا رَاَيْتُكَ اَقْبَلْتُ اِلَيْكَ فَمَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيْهَا اَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ. فَاَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِي كِسَائِي، فَجَائَتْ اُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَاْسِي، فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ، مَعَهُنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِي، فَهُنَّ اُولَاءِ مَعِي. قَالَ: ضَعْهُنَّ عَنْكَ فَوَضَعْتُهُنَّ، وَاَبَتْ اُمُّهُنَّ اِلَّا لُزُوْمَهُنَّ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهِ: اَتَعْجَبُوْنَ لِرُحْمِ اُمِّ الْاَفْرَاخِ فِرَاخَهَا؟ قَالُوْا: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ، لَلّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ اُمِّ الْاَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا، اِرْجِعْ بِهِنَّ حَتّٰى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَذْتَهُنَّ وَاُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ۔

❁❁ حضرت عامر رضی اللہ عنہ، جن کا تعلق خضر قبیلے سے ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ہم اپنے علاقے میں موجود تھے اسی دوران ہمارے سامنے بڑے اور چھوٹے جھنڈے آئے، میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ اللہ کے رسول کا جھنڈا ہے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک درخت کے نیچے موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چادر بچھادی گئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع تھے، میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مومن کو جب کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے شفاء عطا کر دیتا ہے، تو وہ بیماری اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور مستقبل کے لیے نصیحت بن جاتی ہے اور منافق جب بیمار ہوتا ہے اور اسے جب شفاء نصیب ہوتی ہے، تو اس کی مثال اس اونٹ کی طرح ہوتی ہے، جسے اس کے مالک نے باندھا ہوا ہو اور پھر کھول دے، اسے یہ پتا نہیں چلتا کہ اسے انہوں نے باندھا کیوں تھا اور اسے انہوں نے کھولا کیوں ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! بیماریاں کیا ہیں؟ اللہ کی قسم! میں کبھی بیمار نہیں ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ، کیونکہ تمہارا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: ابھی ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، اس دوران ایک شخص آیا، اس نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جسے اس نے لپیٹا ہوا تھا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا، میرا گزر درختوں کے جھنڈ کے پاس سے ہوا، میں نے وہاں پرندوں کے بچوں کی آواز سنی، تو انہیں پکڑا، اور اپنی چادر میں رکھ دیا، ان کی ماں آئی اور میرے سر پر گھومنے لگی، میں نے اس کے لیے ان سے کپڑا ہٹایا' تو وہ بھی ان بچوں کے پاس کپڑے کے اندر آ گئی، میں نے انہیں اپنے کپڑے میں لپیٹ لیا، اب وہ میرے پاس ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو (راوی کہتے ہیں) میں نے انہیں چھوڑا لیکن ان کی ماں نے ان کے ساتھ رہنا چاہا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

اصحاب سے فرمایا: کیا تم پرندوں کی ماں کی اُن پر شفقت پر حیران ہو رہے ہو؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں' یا رسول اللہ! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، جتنی ان بچوں کی ماں ان پر رحم کرنے والی ہے، تم انہیں واپس لے جاؤ اور وہاں رکھ دو، جہاں سے تم نے انہیں اٹھایا تھا اور ان کی ماں کو بھی ان کے ساتھ لے جانا، تو وہ آدمی انہیں واپس لے گیا۔

3090 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْمِصِّيصِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ السُّلَمِيُّ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ - وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَنْزِلَةٌ، لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلَاهُ اللَّهُ فِي جَسَدِهِ، أَوْ فِي مَالِهِ، أَوْ فِي وَلَدِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ ابْنُ نُفَيْلٍ: ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذَلِكَ - ثُمَّ اتَّفَقَا - حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى

⊛⊛ ابراہیم بن مہدی سلمی اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا، جنھیں نبی اکرم ﷺ کا صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کسی بندے کا، اللہ کی بارگاہ میں، کوئی مقام طے ہو چکا ہو اور آدمی اپنے اعمال کی وجہ سے، وہاں تک نہ پہنچ سکتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم' یا مال' یا اولاد کے حوالے سے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے (اور اس کے اجر کے طور پر اُسے اس مقام پر فائز کر دیتا ہے)

ابن نفیل نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''پھر وہ اسے اس پر صبر کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے''

اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں:

''اللہ تعالیٰ اسے اس مقام تک پہنچا دیتا ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے، پہلے سے طے ہوتا ہے''

آزمائش اور مصائب ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیفوں کا بیان ہو رہا ہے جو مالی جسمانی اور اولاد پر مشتمل تھیں ان کے پاس بہت سے قسم قسم کے جانور تھے کھیتیاں باغات وغیرہ تھے اولاد بیویاں لونڈیاں غلام جائیداد اور مال ومتاع سبھی کچھ اللہ کا دیا موجود تھا۔ اب جو رب کی

3090- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة محمد بن خالد ومن فوقه. ابو المليح: هو الحسن بن عمر بن يحيى. واخرجه ابن سعد 7/477، واحمد (22338)، وابن ابي الدنيا في "المرض والكفارات" (39)، وابن ابي عاصم في "الآحاد" (1416)، وابو يعلى (923)، والدولابي في "الكنى" 1/271، والطبراني في "الكبير" 22/(801) و (802)، وفي "الاوسط" (1085)، والبيهقي 3743/ من طرق عن ابي المليح الرقي، بهذا الاسناد. ويشهد له حديث ابي هريرة عند ابي يعلى (6095)، وابن حبان (2908)، والحاكم 3441/،

طرف سے ان پر آزمائش آئی تو ایک سرے سے سب کچھ فنا ہوتا گیا یہاں تک کہ جسم میں جذام پھوٹ پڑا۔ دل وزبان کے سوا سارے جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا۔ یہاں تک کہ آس پاس والے کراہت کرنے لگے۔ شہر کے ایک ویران کونے میں آپ کو سکونت اختیار کرنی پڑی۔ سوائے آپ کی ایک بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے اور کوئی آپ کے پاس نہ رہا، اس مصیبت کے وقت سب نے کنارہ کرلیا۔

یہی ایک تھیں جو ان کی خدمت کرتی تھیں ساتھ ہی محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے، پھر صالح لوگوں کا پھر ان سے نیچے کے درجے والوں کا پھر ان سے کم درجے والوں کا۔ اور روایت میں ہے کہ ہر شخص کا امتحان اس کے دین کے انداز سے ہوتا ہے اگر وہ دین میں مضبوط ہے امتحان بھی سخت تر ہوتا ہے حضرت ایوب علیہ السلام بڑے ہی صابر تھے یہاں تک کہ صبر ایوب زبان زد عام ہے۔ یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی اہل وعیال مر گئے مال فنا ہوگیا کوئی چیز ہاتھ تلے نہ رہی آپ اللہ کے ذکر میں اور بڑھ گئے کہنے لگے اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے احسان کئے مال دیا اولاد دی اس وقت میرا دل بہت ہی مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو ان فکروں سے پاک کردیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا اگر میرا دشمن ابلیس تیری اس مہربانی کو جان لیتا تو وہ مجھ پر بہت ہی حسد کرتا ابلیس لعین اس قول سے اور اس وقت کی اس حمد سے جل بھن کر رہ گیا۔

آپ کی دعاؤں میں یہ بھی دعا تھی اے اللہ تو نے جب مجھے تونگر اور اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور وتکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم ستم کیا۔ میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم وگرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادتوں میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا تیری رضامندی کی طلب میں میں اپنی راحت وآرام کو ترک کردیا کرتا۔ (ابن ابی حاتم)

سات سال تک کی مدت امتحان میں رہنے کا واقعہ

مدتوں تک آپ ان بلاؤں میں مبتلا رہے۔ حضرت حسن اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ بیماری میں مبتلا رہے بنو اسرائیل کے کوڑے پھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا۔ بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے پھر اللہ نے آپ پر رحم وکرم کیا تمام بلاؤں سے نجات دی اجر دیا اور تعریفیں کیں۔ وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ پورے تین سال آپ اس تکلیف میں رہے۔ سارا گوشت جھڑ گیا تھا۔ صرف ہڈیاں اور چمڑہ رہ گیا آپ دکھ میں پڑے رہتے تھے صرف ایک بیوی صاحبہ تھیں جو آپ کے پاس تھیں جب زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایک روز عرض کرنے لگیں کہ اے نبی اللہ علیہ السلام آپ اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اس مصیبت کو ہم پر سے ٹال دے۔

آپ فرمانے لگے سنو ستر برس تک اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت وعافیت میں رکھا تو اگر ستر سال تک میں اس حالت میں رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے اس پر بیوی صاحبہ کانپ اٹھیں آپ شہر میں جاتیں، لوگوں کا کام کاج کرتیں اور جو ملتا وہ لے آتیں اور

آپ کو کھلاتیں پلاتیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو دوستوں کا شراب لے جانے کا واقعہ

آپ کے دو دوست اور دلی خیر خواہ دوست تھے انہیں فلسطین میں جا کر شیطان نے خبر دی کہ تمہارا دوست سخت مصیبت میں مبتلا ہے تم جاؤ ان کی خبر گیری کرو اور اپنے ہاں کی کچھ شراب اپنے ساتھ لے جاؤ وہ پلا دینا اس سے انہیں شفا ہو جائے گی چنانچہ یہ دونوں آئے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت دیکھتے ہی ان کے آنسو نکل آئے بلبلا کر رونے لگے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے یاد دلایا تو آپ خوش ہوئے انہیں مرحبا کہا وہ کہنے لگے اے جناب آپ شاید کچھ چھپاتے ہوں گے اور ظاہر اس کے خلاف کرتے ہوں گے؟ آپ نے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں کیا چھپاتا تھا اور کیا ظاہر کرتا تھا میرے رب نے مجھے اس میں مبتلا کیا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بے صبری؟ وہ کہنے لگے اچھا ہم آپ کے واسطے دوا لائے ہیں آپ اسے پی لیجئے شفا ہو جائے گی یہ شراب ہے۔

ہم اپنے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمانے لگے تمہیں شیطان خبیث لایا ہے تم سے کلام کرنا تمہارا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے بچے کی ٹکیاں واپس بھیج دیں

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ایک گھر والوں کی روٹیاں پکائیں ان کا ایک بچہ سویا ہوا تھا تو انہوں نے اس بچے کے حصے کی ٹکیا انہیں دے دی یہ لے کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں آپ نے کہا یہ آج کہاں سے لائیں؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔

آپ نے فرمایا ابھی ابھی واپس جاؤ ممکن ہے بچہ جاگ گیا ہو اور اسی ٹکیا کی ضد کرتا ہو اور رو رو کر سارے گھر والوں کو پریشان کرتا ہو۔ آپ روٹی واپس لے کر چلیں ان کی ڈیوڑھی میں بکری بندھی ہوئی تھی اس نے زور سے آپ کو ٹکر ماری آپ کی زبان سے نکل گیا دیکھو ایوب کیسے غلط خیال والے ہیں۔ پھر اوپر گئیں تو دیکھا واقعی بچہ جاگا ہوا ہے اور ٹکیا کے لئے مچل رہا ہے اور گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ دیکھ کر بیساختہ زبان سے نکلا کہ اللہ ایوب پر رحم کرے، اچھے موقعہ پر پہنچی۔ ٹکیا دے دی۔ اور واپس لوٹیں راستے میں شیطان بہ صورت طبیب ملا اور کہنے لگا کہ تیرے خاوند سخت تکلیف میں ہیں مرض پر مدتیں گزر گئیں تم انہیں سمجھاؤ فلاں قبیلے کے بت کے نام پر ایک مکھی مار دیں شفاء ہو جائے گی پھر توبہ کر لیں۔

جب آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو ان سے یہ کہا آپ نے فرمایا شیطان خبیث کا جادو تجھ پر چل گیا۔ میں تندرست ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔

سر کے بال بیچ کر خاوند کیلئے کھانا لانے کا واقعہ

ایک دن آپ حسب معمول تلاش معاش میں نکلیں گھر گھر پھر آئیں کہیں کام نہ لگا مایوس ہو گئیں شام کو پلٹتے وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی بھوک کا خیال آیا تو آپ نے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک امیر لڑکی کے ہاتھ فروخت کر دی اس نے آپ کو

بہت کچھ کھانے پینے کا اسباب دیا۔ جسے لے کر آپ آئیں حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا یہ آج اتنا سارہ اور اتنا اچھا کھانا کیسے مل گیا؟ فرمایا میں نے ایک امیر گھر کا کام کر دیا تھا۔ آپ نے کھالیا دوسرے روز بھی اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور آپ نے اپنے بالوں کی دوسری لٹ کاٹ کر فروخت کر دی اور کھانا لے آئیں آج بھی یہی کھانا دیکھ کر آپ نے فرمایا واللہ میں ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتادے کہ کیسے لائی؟ اب آپ نے اپنا دوپٹہ سر سے اتار دیا دیکھا کہ سر کے بال سب کٹ چکے ہیں اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے ضرر پہنچا اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔

حضرت نوف کہتے ہیں کہ جو شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کے پیچھے پڑا تھا اس کا نام مسبوط تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ عموماً آپ سے عرض کیا کرتی تھیں کہ اللہ سے دعا کرو۔ لیکن آپ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن بنو اسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے نکلے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے اس شخص کو یہ تکلیف ضرور کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے اس وقت بیساختہ آپ کی زبان سے یہ دعا نکل گئی۔

دکھیے کا درد دکھیے جانے کی سبق آموز مثال

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کہ دو بھائی تھے ایک دن وہ ملنے کے لئے آئے۔ لیکن جسم کی بدبو کی وجہ سے قریب نہ آسکے دور ہی سے کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اس شخص میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں نہ ڈالتا اس بات نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وہ صدمہ پہنچایا جو آج تک آپ کو کسی چیز سے نہ ہوا تھا اس وقت کہنے لگے اللہ کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گزری کہ کوئی بھوکا شخص میرے علم میں ہو اور میں نے پیٹ بھر لیا ہو پروردگار اگر میں اپنی اس بات میں تیرے نزدیک سچا ہوں تو میری تصدیق فرما۔ اُسی وقت آسمان سے آپ کی تصدیق کی گئی تھی اور وہ دونوں سن رہے تھے۔ پھر فرمایا کہ پروردگار کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے پاس ایک سے زائد کپڑے ہوں اور میں نے کسی ننگے کو نہ دیے ہوں اگر میں اس میں سچا ہوں تو میری تصدیق آسمان سے کر۔ اس پر بھی آپ کی تصدیق ان کے سنتے ہوئے کی گئی۔

پھر یہ دعا کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے کہ اے اللہ میں تو اب سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ تو مجھ سے ان تمام مصیبتوں کو دور نہ کر دے جو مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ اور اس سے پہلے کہ آپ سر اٹھائیں تمام تکلیفیں اور بیماریاں دور ہو گئیں جو آپ پر اتری تھیں۔

اٹھارہ سال تک امتحان میں رہ کر صبر کرنے کا واقعہ

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس تک بلاؤں میں گھرے رہے پھر ان کے دو دوستوں کے آنے اور بدگمانی کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میری تو یہ حالت تھی کہ راستہ چلتے دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتا اور ان میں سے کسی کو قسم کھاتے سن لیتا تو گھر آ کر اس کی طرف سے کفارہ ادا کر دیتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے نام ناحق لیا ہو۔ آپ اپنی اس بیماری میں اس قدر نڈھال ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی صاحبہ ہاتھ تھام کر پاخانہ پیشاب کے لئے لے جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کو حاجت تھی آپ نے آواز دی لیکن انہیں آنے میں دیر لگی آپ کو سخت تکلیف ہوئی اسی

وقت آسمان سے ندا آئی کہ اے ایوب اپنی ایڑی زمین پر مارو اسی پانی کو پی بھی لو اور اسی سے نہا بھی لو اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل غریب ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی تندرستی کا لوٹ آنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جنت کا حلہ نازل فرمادیا جسے پہن کر آپ یکسو ہو کر بیٹھ گئے۔ جب آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں تو آپ سے پوچھنے لگیں اے اللہ کے بندے یہاں ایک بیمار بیکس بے بس تھے تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہوئے؟ کہیں انہیں بھیڑیئے نہ کھا گئے ہوں یا کتے نہ لے گئے ہوں؟ تب آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ بیمار ایوب میں ہی ہوں۔ بیوی صاحبہ کہنے لگی اے شخص تو مجھ دکھیا عورت سے ہنسی کر رہا ہے اور مجھے بنا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اللہ نے شفا دے دی اور یہ رنگ روپ بھی۔ آپ کا مال آپ کو واپس دیا گیا آپ کی اولاد وہی آپ کو واپس ملی اور ان کے ساتھ ہی ویسی ہی اور بھی وحی میں یہ خوشخبری بھی سنا دی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ قربانی کرو اور استغفار کرو، تیرے اپنوں نے تیرے بارے میں میری نافرمانی کر لی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا فرمائی آسمان سے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں جنہیں لے کر آپ نے اپنے کپڑے میں جمع کرنی شروع کر دیں تو آواز دی گئی کہ اے ایوب کیا تو اب تک آسودہ نہیں ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ اے میرے پروردگار تیری رحمت سے آسودہ کون ہو سکتا ہے؟ پھر فرماتا ہے ہم نے اسے اس کے اہل عطا فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں وہی لوگ واپس کئے گئے۔ آپ کی بیوی کا نام رحمت تھا۔ یہ قول اگر آیت سے سمجھا گیا ہے تو یہ بھی دور از کار امر ہے اور اگر اہل کتاب سے لیا گیا ہے تو وہ تصدیق تکذیب کے قابل ہے چیز نہیں۔

ابن عساکر نے ان کا نام اپنی تاریخ میں "لیا" بتایا ہے۔ یہ منشا بن یوسف بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت "لیا" حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں جو شفیعہ کی زمین میں آپ کے ساتھ تھیں۔ مروی ہے کہ آپ سے فرمایا گیا کہ تیری اہل سب جنت میں ہیں تم کہو تو میں ان سب کو یہاں دنیا میں لا دوں اور کہے تو وہیں رہنے دوں اور دنیا میں ان کا عوض دوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی۔ پس آخرت کا اجر اور دنیا کا بدلہ دونوں آپ کو ملا۔ یہ سب کچھ ہماری رحمت کا ظہور تھا۔ اور ہمارے سچے عابدوں کے لئے نصیحت وعبرت تھی، آپ اہل بلا کے پیشوا تھے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ مصیبتوں میں پھنسے ہوئے لوگ اپنے لئے آپ کی ذات میں عبرت دیکھیں، بے صبری سے ناشکری نہ کرنے لگیں اور لوگ انہیں اللہ کے برے بندے نہ سمجھیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام صبر کا پہاڑ ثابت قدمی کا نمونہ تھے اللہ کے لکھے پر، اس کے امتحان پر انسان کو صبر و برداشت کرنی چاہیے نہ جانیں قدرت در پردہ اپنی کیا کیا حکمتیں دکھا رہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

بَابٌ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا فَشَغَلَهُ عَنْهُ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ

باب: جب کوئی آدمی (باقاعدگی سے) کوئی نیک عمل کرتا ہو اور پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے اسے انجام نہ دے سکے

3091۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ

اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّكْسَكِيِّ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ مَرَّةٍ، وَلَا مَرَّتَيْنِ يَقُوْلُ: اِذَا كَانَ الْعَبْدُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا، فَشَغَلَهُ عَنْهُ مَرَضٌ، اَوْ سَفَرٌ، كُتِبَ لَهُ كَصَالِحِ مَا كَانَ يَعْمَلُ، وَهُوَ صَحِيْحٌ مُقِيْمٌ

❁❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں (بلکہ کئی مرتبہ) یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب بندہ کوئی نیک عمل کرتا ہو اور پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے اسے انجام نہ دے پائے، تو اس کے لیے وہ عمل اسی طرح نوٹ کیا جاتا ہے، جس طرح اس زمانے میں نوٹ کیا جاتا تھا، جب وہ تندرست تھا، یا سفر کی حالت میں نہیں تھا''۔

نیک اعمال اور ان کے فضائل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کو کوئی کانٹا لگ جائے یا اس سے زیادہ کوئی تکلیف پہنچ جائے تو (اس تکلیف کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتے ہیں اور اس کا ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے خوشخبری ہو کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ بخار میری آگ ہے اس کو اپنے مومن بندہ پر دنیا میں مسلط کرتا ہوں تاکہ یہ قیامت کے دن کی آگ کے حصہ میں لگ جائے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عطاء بن اَبی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل جنت میں ایک عورت کو نہ دکھادوں؟ میں نے کہا: ضرور دکھلایئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ سیاہ فام خاتون ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھ کو دورہ پڑتا ہے اور میرے کپڑے (اس دورہ کے درمیان) کھل جاتے ہیں، پس آپ میرے لئے اللہ سے دعا فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تو (اس تکلیف پر) صبر کرے تو تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے عافیت کی دعا کرتا ہوں کہ تجھے عافیت دے، اس نے عرض کیا کہ میں صبر کرتی ہوں مگر (یہ جو دورے کے درمیان) میرے کپڑے کھل جاتے ہیں اللہ پاک سے دعا فرما دیجئے کہ میرے کپڑے نہ کھلیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے (یہ) دعا فرما دی۔ (بخاری و مسلم)

بینائی چلے جانے پر اجر کا ملنا جبکہ ثواب کی اُمید رکھے اور صبر کرے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا فرماتے ہیں (یعنی اس کی بینائی جاتی رہتی ہے) اور وہ (اس پر) صبر کرتا ہے تو (اللہ تعالیٰ ان دونوں آنکھوں) کے عوض اس کو جنت عطا فرماتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہوگئی تھی۔ حضور ﷺ نے میری عیادت فرمائی، جب میں اچھا ہو کر (گھر سے) نکلا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری آنکھوں میں تکلیف رہتی (یعنی آنکھیں اچھی نہ ہوتیں) تو تم کیا کرتے؟ میں نے عرض کیا کہ اگر میری آنکھوں میں تکلیف رہتی تو میں صبر کرتا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھتا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری آنکھوں میں تکلیف رہتی پھر تم صبر کرتے اور ثواب کی امید رکھتے تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتے کہ تمہارا کوئی گناہ بھی باقی نہ ہوتا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم صبر کرتے اور ثواب کی امید رکھتے تو اللہ تعالیٰ ضرور تمہارے لئے جنت واجب فرما دیتے۔ (احمد و ابوداؤد)

مریض کے لئے کیا لکھا جاتا ہے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دو مرتبہ نہیں (بلکہ بہت سی مرتبہ) یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کوئی (نیک) عمل کرتا تھا (یعنی اس کا معمول تھا) پھر اس کو مرض یا سفر کی وجہ سے نہ کر سکا تو وہ نیک عمل جو وہ کیا کرتا تھا (اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا) جس طرح کہ وہ (اس نیک عمل کو) تندرستی کی حالت میں اور گھر پر مقیم ہوتے ہوئے کیا کرتا تھا۔ (بخاری)

بَابُ عِيَادَةِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کی عیادت کرنا

3092- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ، قَالَتْ: عَادَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضَةٌ، فَقَالَ: أَبْشِرِي يَا أُمَّ الْعَلَاءِ، فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يُذْهِبُ اللهُ بِهِ خَطَايَاهُ، كَمَا تُذْهِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

❁❁ سیدہ ام علاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں بیمار ہوگئی نبی اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام علاء! تم یہ خوشخبری قبول کرو، جب کوئی مسلمان بیمار ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بیماری کی وجہ سے اس کے گناہوں کو یوں ختم کر دیتا ہے، جس طرح آگ سونے اور چاندی کے کھوٹ کو ختم کر دیتی ہے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ قیامت کے روز (بندہ سے) فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی؟ بندہ عرض کرے گا کہ "اے میرے رب! میں تیری عیادت کس طرح کرتا کہ تو تو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے (اور بیماری سے پاک ہے)" اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ "کیا تجھے معلوم نہیں ہوتھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے؟ اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی، کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اس بیمار بندہ کی عیادت کرتا تو مجھے (یعنی میری رضا) اس کے پاس پاتا۔

(پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا" اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟" بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں کھانا کس طرح کھلاتا تو تو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے (اور کسی چیز کا محتاج نہیں ہے)" اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے یاد نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندہ نے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اسے (یعنی اس کے ثواب کو) میرے پاس پاتا۔

(پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے پانی نہیں پلایا؟ بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار میں تجھے پانی کس طرح پلاتا؟ تو تو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے (تجھے نہ پانی کی ضرورت اور نہ کسی اور چیز کی حاجت)؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندہ نے پانی مانگا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا، کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اسے (یعنی اس کے ثواب کو) میرے پاس پاتا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 7)

حدیث میں ذکر کی گئی تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت یعنی عیادت کرنے اور بعد کی دونوں صورتوں کا یہ فرق ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مریض کی عیادت کے بارہ میں تو یہ فرمائے گا کہ اگر تو مریض کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ جب کہ کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے بارہ میں فرمائے گا کہ اگر تو کھانا کھلاتا یا یہ کہ اگر تو پانی پلاتا تو اس کے ثواب کو میرے پاس پاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مریض کی عیادت کرنا بھوکے کو کھانا کھلانے اور پیاسے کو پانی پلانے سے افضل ہے۔

3093- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ -

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ بَشَّارٍ - عَنْ اَبِيْ عَامِرٍ الْخَزَّازِ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ، اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَشَدَّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟ قَالَ: اَيَّةُ آيَةٍ يَا عَائِشَةُ؟، قَالَتْ: قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: (مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا يُجْزَ بِهٖ) (النساء: 123)، قَالَ: اَمَا عَلِمْتِ يَا عَائِشَةُ، اَنَّ الْمُؤْمِنَ تُصِيْبُهُ النَّكْبَةُ، اَوِ الشَّوْكَةُ فَيُكَافَأُ بِاَسْوَاِ عَمَلِهٖ وَمَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ: اَلَيْسَ اللهُ يَقُوْلُ: (فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا) (الانشقاق: 8)، قَالَ: ذَاكُمُ الْعَرْضُ، يَا عَائِشَةُ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے یہ پتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے سخت آیت کون سی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: عائشہ! وہ آیت کون سی ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

''جو شخص برائی کرے گا' اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلہ دے گا''

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں پتا نہیں ہے کسی مسلمان کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے' یا اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے' تو اس کو اس کے سب سے برے عمل کا بدلہ بنا دیا جاتا ہے اور (قیامت کے دن) جس سے حساب لیا جائے گا اسے عذاب بھی دیا جائے گا''

سیدہ عائشہ ؓ نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے؟

''تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد پیشی ہے، اے عائشہ! جس شخص سے حساب میں پوچھ گچھ کی جائے گی، اسے عذاب دیا جائے گا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کے یہ الفاظ ابن بشار کے نقل کردہ ہیں، وہ یہ کہتے ہیں: ابن ابوملیکہ نے ہمیں اس بارے میں حدیث بیان کی۔

برائی کے بدلے میں سزا ملنے کا بیان

(۱) سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عرب والوں نے کہا نہ ہم اٹھائے جائیں گے اور نہ ہم سے حساب بھی لیا جائے اور یہود و نصاری نے کہا لفظ آیت ''وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان هودا او نصری'' (البقرۃ آیت ۱۱۱) (اور) ''لن تمسنا النار الا ایاما معدودة'' (البقرۃ آیت ۸۰) تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ''لیس بمانیکم ولا امانی اهل الکتب من یعمل سوءا یجزبه''

(۲) سعید بن منصور و ابن جریر و ابن المنذر نے مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مسلمانوں میں اور اہل کتاب میں باہم گفتگو ہوئی مسلمانوں نے کہا ہم تم سے زیادہ ہدیت والے ہیں اہل کتاب نے کہا ہم تم سے زیادہ ہدایت والے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری ''لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب'' تو مسلمان ان پر غالب آ گئے اس آیت کے ساتھ ''ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وهو مؤمن''

(۳) ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ نصاری اور اہل اسلام نے آپس میں فخر کیا اور ان لوگوں نے کہا کہ ہم تم سے افضل ہیں اور ان لوگوں نے کہا ہم تم سے افضل ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی'' لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب''

(۴) عبد بن حمید و ابن المنذر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ مسلمان اور اہل کتاب نے آپس میں فخر کیا اہل کتاب نے کہا ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اور ہم اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ قریب ہیں مسلمانوں نے کہا ہم اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ قریب ہیں ہمارے نبی نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور ہماری کتاب تمام کتابوں پر غالب ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت ''لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب'' سے لے کر'' ومن احسن دینا'' تک (الآیہ) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دلیل کو دوسرے ادیان کی دلیل پر غالب قرار دیا۔

(۵) ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ یہود و نصاری سے ملے یہود نے مسلمانوں سے کہا ہم تم سے بہتر ہیں ہمارا دین تمہارے سے پہلے ہے ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے ہمارے نبی

تمہارے نبی سے پہلے ہیں اور ہم دین ابراہیم پر ہیں اور ہرگز جنت میں یہودیوں کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا اور نصاریٰ نے بھی اسی طرح کہا مسلمانوں نے کہا ہماری کتاب تمہاری کتاب کے بعد ہے ہمارے نبی تمہارے نبی کے بعد ہیں ہمارا دین تمہارے دین کے بعد ہے اور تم کو حکم دیا گیا ہے کہ تم ہمارے تابعداری کرو اور تم اپنے دین کو چھوڑ دو ہم تم سے بہتر ہیں ہم ابراہیم، اسماعیل اور اسحٰق کے دین پر ہیں اور ہرگز جنت میں داخل نہی ہوگا مگر جو ہمارے دین پر ہوگا اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت "لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتب من یعمل سوءا یجزبه" پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ان پر فضیلت عطا فرمائی اور فرمایا لفظ آیت "ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملة ابراهیم حنیفا" (النساء آیت ۱۰۹)

(۶) ابن جریر نے عبیدہ بن سلیمان کے طریق سے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دین والوں نے آپس میں جھگڑا کیا تورات والوں نے کہا ہماری کتاب پہلی کتاب ہے اور اس سے بہتر ہے اور ہمارے نبی سب نبیوں میں بہتر ہیں انجیل والوں نے بھی اسی طرح کہا اسلام والوں نے کہا کوئی دین نہیں سوائے اسلام کے ہماری کتاب نے ہر کتاب کو منسوخ کر دیا اور ہمارے نبی سب نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور ہم کو حکم دیا گیا کہ ہم اپنی کتاب پر عمل کریں اور تمہاری کتاب کے ساتھ ایمان لائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت "لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتب من یعمل سوءا یجزبه" پھر دین والوں میں سے اختیار کر دیا اور اہل فضل کو فضیلت دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت "ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن"

(۷) ابن جریر و ابن المنذر نے جویبر کے طریق سے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دین والوں نے آپ میں فخر کیا یہود نے کہا ہماری کتاب بہترین کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت والی ہے اور ہمارے نبی زیادہ عزت والے ہیں اللہ کے ہاں جو موسیٰ ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تنہائی میں ملاقات کی اور ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔ نصاریٰ نے کہا عیسیٰ آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو تورات اور انجیل بھی دی اور اگر ان کو محمد ﷺ پا لیتے تو ان کی تابعداری کرتے ہمارا دین تمام ادیان سے بہترین ہے۔ اور مجوس اور عرب کے کافروں نے بھی کہا کہ ہمارا دین تمام دینوں سے قدیمی اور بہترین دین ہے۔ مسلمانوں نے کہا محمد رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں اور رسولوں کے سردار ہیں اور قرآن اللہ کی طرف نے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے اور وہ تمام کتب کی امیر ہے اور اسلام سب دینوں سے بہتر ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار عطا فرمایا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی "لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتب من یعمل سوءا یجزبه" یعنی یہودی نصاریٰ مجوسی اور عرب کے کفار کی پہلی جزا دی جائے گی اللہ کے مقابلہ میں کوئی ولی اور مددگار نہیں پائیں گے پھر اسلام کو ہر دین پر فضیلت دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت "ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله"

(۸) ابن جریر نے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ تورات والوں نے کہا ہماری کتاب بہتر کتاب ہے جو تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی اور ہمارے نبی نبیوں میں سب سے بہتر ہیں۔ انجیل والوں نے بھی اسی طرح کہا اسلام والوں

نے کہا ہماری کتاب نے ہر کتاب کو منسوخ کردیا اور ہمارے نبی سب نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور تم کو اور ہم کو حکم دیا گیا کہ ہم تمہاری کتاب پر ایمان لے آئیں اور ہم اپنی کتاب پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ”الیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب من یعمل سوءا یجزبه“ اور سب دین والوں میں اختیار دیا اور فرمایا لفظ آیت ”ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله“

(۹) عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ تورات والے انجیل والے اور ایمان والے (اکٹھے) بیٹھے ان لوگوں نے کہا ہم تم سے افضل ہیں دوسروں نے کہا ہم افضل ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر فیصلہ فرمادیا لفظ آیت ”لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب من یعمل سوءا یجزبه“ پھر اہل دین کو اللہ تعالیٰ نے خاص کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ”ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی“ (النساء آیت ۱۲٤)

(۱۰) ابن جریر ابن المنذر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت ”لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب“ کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد قریش اور کعب بن اشرف ہیں۔

(۱۱) ابن ابی شیبہ نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایمان آراستہ ہونے اور آرزوئیں کرنے کا نام نہیں بے شک ایمان وہ ہے جو دل میں بیٹھ جائے اور عمل اس کی تصدیق کرے۔

(۱۲) عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہمارے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا تو قریش نے کہا ہم نہیں اٹھائے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت ”لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب من یعمل سوءا یجزبه“ اور سوء سے مراد شرک ہے۔

(۱۳) احمد وہناد وعبد بن حمید والحکیم الترمذی وابن جریر وابو یعلی وابن المنذر وابن حبان وابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور حاکم (نے اس کو صحیح کہا) وبیہقی نے شعب الایمان میں الضیاء نے المختارہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس آیت ”لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب من یعمل سوء یجزبه“ کے بعد بچاؤ کی کیا صورت ہوگی کیونکہ ہر برائی کی ہم سزا دیئے جائیں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا ہے کیا تم کو تکلیف نہیں پہنچی کیا تو بیمار نہیں ہوتا کیا تو غمگین نہیں ہوتا کیا تم کو مصیبت نہیں آتی عرض کیا کیوں نہیں فرمایا یہ وہی ہے جس کا تم کو بدلہ دیا جارہا ہے۔

(۱٤) احمد والبزار وابن مردویہ والخطیب نے المتفق والمتفرق میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں نے ابوبکر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کو دنیا میں سزا دی جاتی ہے۔

(۱۵) ابن سعید والترمذی الحاکم والبزار وابن المنذر والحاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ عبد اللہ بن زبیر کے پاس سے گزرے اور وہ سولی پر لٹکائے گئے تھے تو فرمایا اے ابو حبیب اللہ تجھ پر رحم فرمائے میں نے تیرے باپ زبیر سے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص غلطی کرتا ہے تو اس کو دنیا میں بدلہ دے دیا جاتا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر خوف طاری ہونا

(۱۶) عبد بن حمید و ترمذی و ابن المنذر نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا یہ آیت نازل ہوئی ”من یعمل سوءا یجزبه، ولا یجدله من دون الله ولیا ولا نصیرا“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکر میں تجھے وہ آیت نہ سناؤں جو مجھ پر نازل ہوئی میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ تو آپ نے وہ آیت مجھ پر پڑھ کر سنائی میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ میں نے محسوس کیا کہ میری پشت میں جوڑ ہل گیا ہے جس کی وجہ سے میں لیٹ گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا تجھ کو اے ابوبکر میں نے عرض کیا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم میں سے کون سا ایسا شخص ہے جو گناہ نہیں کرتا کیا ہم کو ہر گناہ کا بدلہ دیا جائے گا جو ہم نے کئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر تم کو اور تیرے مومن ساتھیوں کو اس دنیا میں بدلہ دیا جائے گا۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے تو تمہارے لئے کوئی گناہ نہ ہوگا لیکن دوسرے (کافر لوگ) ان کے گناہوں کو جمع کیا جاتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

(۱۷) ابن جریر نے ابوبکر سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ”من یعمل سوءا یجزبه“ نازل ہوئی تو ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ جو ہم عمل کرتے ہیں اس کی سزا دی جائے گی آپ نے فرمایا اے ابوبکر! کیا تم کو یہ تکلیف نہیں پہنچی؟ پس یہی تو کفارہ ہے۔

(۱۸) سعید بن منصور وھناد و ابن جریر و ابونعیم نے الحلیہ میں و ابن مردویہ نے مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابوبکر نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ آیت کتنی سخت ہے؟ ”ومن یعمل سوءا یجزبه“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مصائب امراض اور غم کا دنیا میں پہنچنا ان اعمال کا بدلہ ہے۔

دنیاوی تکالیف مؤمن کے گناہوں کا کفارہ ہے

(۱۹) سعید بن منصور و احمد و بخاری نے اپنی تاریخ میں و ابویعلی و ابن جریر و بیہقی نے شعب الایمان میں (صحیح سند کے ساتھ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اس آیت ”ومن یعمل سوءا یجزبه“ کو پڑھا اور کہا کہ ہم پر اس کام کا بدلہ دیئے جائیں گے جو ہم نے کئے تو اس وقت ہم ہلاک ہو جائیں گے یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا ہاں! مؤمن کو ان تکلیفوں کے ذریعہ دنیا ہی میں سزا دی جاتی ہے جو اس کی جان میں اور اس کے جسم میں پہنچتی ہیں۔

(۲۰) ابوداؤد و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بلاشبہ میں قرآن مجید میں سب سے زیادہ سخت آیت کو جانتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ وہ کیا ہے؟ میں نے کہا لفظ آیت ”من یعمل سوءا یجزبه“ آپ نے فرمایا بندہ کو کوئی (دنیا میں) تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ کوئی صدمہ اس کو ہوتا ہے (یہی سزا ہے ان برے اعمال کی اے عائشہ! جس سے حساب لیا گیا وہ ہلاک ہو گیا اور جس کو محاسبہ ہوا اس کو عذاب دیا گیا میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے لفظ آیت ”فسوف یحاسب حسابا یسیرا“ آپ نے فرمایا یہ تو پیشی ہے اے عائشہ! جس سے حساب لیا گیا اس آیت سے ہے لفظ آیت ”من یعمل سوءا یجزبه“ پھر فرمایا بلاشبہ مؤمن کو ہر چیز پر اجر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ موت کے وقت جو آدمی خراٹے لیتا ہے (اس پر بھی اجر ملتا ہے)

(۲۱) احمد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی بندے کے گناہ بہت ہو جائیں اور اس کے لئے کوئی چیز نہ ہو تو جس سے ان کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو غم میں مبتلا فرما دیتے ہیں تا کہ یہ غم اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔

(۲۲) ابن راھویہ (نے اپنی سند میں) وعبد بن حمید وابن جریر اور حاکم (نے اس کو صحیح کہا) اور ابو المھلب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے کوچ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس آیت کی تفسیر جاننے کے لئے یعنی لفظ آیت "من یعمل سوءا یجزبہ" تو انہوں نے فرمایا دنیا میں جو تم کو مصیبت پہنچتی ہیں یہی اس کا بدلہ ہے۔

(۲۳) سعید بن منصور وابن ابی شیبہ ومسلم وترمذی ونسائی وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ البیہقی نے اپنی سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت "من یعمل سوءا یجزبہ" نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت بھاری ہوئی ان کو مصیبت پہنچی جو اللہ نے چاہا رسول اللہ ﷺ کے پاس بات کی شکایت کی گئی تو آپ نے فرمایا (یہ کام میں) میانہ روی اور اعتدال اختیار کرو اور اللہ کے نزدیکی چاہو اس لئے کہ تکلیف جو مسلمان کو پہنچی ہے وہ اس کے لئے کفارہ ہے یہاں تک کہ ایک کانٹا جو اس کو لگ جاتا ہے اس کے لئے کفارہ ہے اور کوئی آیت جو اس کو پہنچی ہے (اس کے لئے کفارہ ہے) اور ابن مردویہ کے نزدیک یہ الفاظ ہیں ہم روتے ہیں اور غمگین ہوتے ہیں (یہ بھی کفارہ ہے) اور ہم نے کہا یا رسول اللہ اس آیت نے ہمارا کچھ نہیں چھوڑا آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ یہ تمہارے لئے نازل ہوئی لیکن خوش ہو جاؤ اللہ کے نزدیک چاہو اور اعتدال اختیار کرو تم میں سے جس کو دنیا میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کی خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ جو کانٹا لگ جاتا ہے تم میں سے کسی کو اس کے پاؤں میں تو اس سے بھی اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۲۴) ابن ابی شیبہ واحمد و بخاری ومسلم نے ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کوئی چیز مؤمن بندہ کو پہنچتی ہے بیماری سے تھکن سے اور غم سے یہاں تک کہ وہ فکر جو اس کو رنجیدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

(۲۵) احمد ومسعود وابن ابی الدنیا نے الکفارات میں وابو یعلی وابن حبان وطبرانی نے الاوسط میں وحاکم (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقی نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ان امراض کے بارے میں آپ بتائیں جو امراض لگ جاتے ہیں ان کا بدلہ بھی ہم کو ملتا ہے آپ نے فرمایا یہ گناہوں کو مٹانے والے ہیں میرے باپ نے کہا اگرچہ وہ مصیبت تھوڑی ہو فرمایا کانٹا بھی لگ جائے یا اس سے اوپر کوئی تکلیف پہنچ جائے تو (یہ سب گناہوں کو مٹا دینے والے ہیں)

(۲۶) ابن راھویہ نے اپنی سند میں محمد بن منتشر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کی کتاب میں اس آیت سے سخت میں کوئی آیت نہیں جانتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جھکے اس کو ایک درہ مار کر فرمایا کیا ہے مجھ کو تجھے اس کے کھوج لگانے میں کیا غرض وہ چلا گیا جب اگلا دن آیا یہاں تک کہ کل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا وہ آیت کونسی ہے جس کا تو نے کل ذکر کیا تھا اس نے کہا لفظ آیت "من یعمل سوءا تجزبہ" کہ ہم میں سے کوئی برا کام کرتا ہے تو

اس کی سزا پائے گا عمر نے فرمایا ہم ٹھہرے رہے جب نازل ہوئی وہ چیز کہ جس کی وجہ سے ہم کو نہ کھانا نفع دیتا تھا اور نہ پینا یہاں تک کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور رخصت دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ''ومن یعمل سوءا او یظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفورا رحیما۔''

(۲۷) الطیالسی واحمد وترمذی (نے اس کو حسن کہا) اور بیہقی نے امیہ بنت عبداللہ رحمہا اللہ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں پوچھا یعنی ''من یعمل سوءا تجزبه'' تو انہوں نے فرمایا تو نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا کہ اس سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! یہ اللہ کا عقد ہے بندے سے اس چیز کے بدلہ میں جو اس کو بخار یا غم اور آفت پہنچتی ہے (تو اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے یہاں تک کہ کوئی سامان جو اس نے اپنی آستین میں رکھ لیا تھا پھر اس کو گم کر دیا اور اس کی وجہ سے اس کو گھبراہٹ ہوئی پھر اس کو اپنی بغل کے نیچے پا لیا (تو یہ گھبراہٹ بھی کفارہ ہوگی یہاں تک کہ ان مصیبتوں اور پریشانیوں کی وجہ سے بندہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے سرخ سونا بھٹی سے نکلتا ہے۔

(۲۸) عبد بن حمید وابن ابی الدنیا وابن جریر وبیہقی نے زیاد بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ کی کتاب میں ایک ایسی آیت ہے جس نے مجھے غم میں ڈال دیا انہوں نے پوچھا وہ کونسی ہے میں نے کہا لفظ آیت ''ومن یعمل سوءا یجزبه'' فرمایا میں تجھ کو اپنے سے زیادہ سمجھدار سمجھتا تھا بلاشبہ مؤمن کو جو مصیبت پہنچتی ہے ٹھوکر کھا کر گر پڑتا ہے اور رگ پھڑکتی ہے اور جو چیونٹی کاٹا ہوتا ہے وہ کسی گناہ کا بدلہ ہوتا ہے اور اکثر گناہ اس میں سے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں یہاں تک کہ بچھو وغیرہ کا کاٹنا اور کسی چیز کا انسان کو پھونک مارنا (یہ بھی کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس وجہ سے گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے)

(۲۹) ہناد وابونعیم نے الحلیہ میں ابراہیم بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی میرے والد کے پاس آیا اور کہا اے ابوالمنذر (یہ ان کی کنیت ہے) ایک آیت اللہ کی کتاب میں ایسی ہے جس نے مجھے غم میں ڈال دیا فرمایا کونسی آیت ہے؟ کہا (یہ ہے) ''من یعمل سوءا یجزبه'' تو انہوں نے فرمایا لیکن مؤمن بندہ جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔

(۳۰) ابن جریر نے عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ''من یعمل سوءا یجزبه'' نازل ہوئی تو ابوبکر نے فرمایا میری کمر تو ٹوٹنے لگی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد وہ مصیبتیں ہیں جو دنیا میں مؤمن بندوں پر آتی ہیں۔

(۳۱) ابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ابن عمران سے غمگین ہو کر ملے اور اس آیت کے بارے میں پوچھا لفظ آیت ''لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب، من یعمل سوءا یجزبه'' تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ تمہارے لئے نہیں یہ مشرکین کے لئے ہے وہ قریش ہوں یا اہل کتاب۔

(۳۲) ابن جریر وابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''من یعمل سوءا یجزبہ'' سے مراد ہے کہ جو شخص شرک کرے گا اس کو سزا ملے گی اور شرک ہی برا کام ہے (اور فرمایا) لفظ آیت ''ولا یجد لہ من دون اللہ ولیا ولا نصیرا'' مگر یہ کہ اپنی موت سے پہلے توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیں گے۔

(۳۳) سعید بن منصور وابن ابی شیبہ وھناد والحکیم الترمذی اور بیہقی نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت ''من یعمل سوءا یجزبہ'' کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اس کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل ورسوا کرنے کا ارادہ فرمائیں اور جس کو اللہ تعالیٰ عزت دینے کا ارادہ فرمائیں گے اس کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے اور وہ جنتی لوگوں میں سے ہے۔ اور یہ سچا وعدہ ہے جو تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔

(۳٤) البیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے پاس تشریف لائے اس کو حرکت دی تو اس کے پتے گرے جو اللہ تعالیٰ نے چاہے پھر فرمایا کہ یہ پریشانیاں اور مصیبتیں بنی آدم سے اتنی تیزی سے گناہوں کو گرادیتی ہے جتنی تیزی سے میں نے اس درخت سے پتے گرائے ہیں۔

(۳۵) ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا مؤمن مرد اور مؤمن عورت کی جان میں اس کی اولاد میں اور اس کے مال میں برابر مصیبت لگی رہتی ہے یہاں تک کہ جب وہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔

(۳٦) احمد نے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی چیز (یعنی مصیبت) مؤمن کو پہنچتی ہے یہاں تک کہ جو کانٹا اس کو لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور اس سے ایک گناہ مٹادیتے ہیں۔

(۳۷) احمد وبخاری ومسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مصیبت جو کسی مسلمان کو پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے گناہوں کو مٹادیتے ہیں یہاں تک کہ جو کانٹا اس کو لگ جاتا ہے (اس کے بدلہ میں بھی اللہ تعالیٰ گناہ مٹادیتے ہیں)

(۳۸) ابن ابی شیبہ واحمد ومسلم والحکیم الترمذی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی کانٹا اور اس سے بڑھ کر کوئی تکلیف مؤمن کو پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کا درجہ بلند فرمادیتے ہیں اور اس کے ذریعہ اس کی ایک خطا کو معاف کردیتے ہیں۔

(۳۹) احمد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد کی تکلیف ہوگئی اور آپ اس کی شکایت کرنے لگے اور آپ اپنے بستر پر پہلو بدلنے لگے راتشہ نے فرمایا کہ اگر ہمارے بعض میں سے کسی کو یہ تکلیف ہوئی تو آپ اس پر ناراض ہوتے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے بلاشبہ مؤمن کو کسی کانٹے سے بھی تکلیف پہنچتی ہے یا اس سے زیادہ مگر یہ کہ اس سے گناہ مٹ جاتا ہے اور اس کے ذریعہ اس کا درجہ بلند کردیا جاتا ہے۔

(۴۰) احمد و بخاری و مسلم و ترمذی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مؤمن کو کوئی تھکن بیماری اور کوئی پریشانی کوئی غم اور کوئی تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ جو کانٹا اس کو لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

مؤمن کو ہر مصیبت پر اجر ملتا ہے

(۴۱) احمد و ھناد نے الزھد میں اکٹھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مسلمان ہر چیز میں اجر دیا جاتا ہے حتی کہ بیماری میں اور تسمہ کے ٹوٹنے میں اور وہ سامان جو اس کی آستین میں تھا اس کو گم کر دیا اور وہ گھبرایا پھر اس کو اپنی بغل سے پالیا (کہ اس پر بھی ان کو اجر ملے گا)۔

(۴۲) ابن ابی شیبہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کن لوگوں کو زیادہ مصیبتیں پہنچتی ہیں آپ نے فرمایا نبیوں کو پھر ان کے بعد جو افضل ہیں لوگوں میں سے بندہ برابر مصیبتوں میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

(۴۳) ابن ابی شیبہ و احمد و بیہقی نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی تکلیف دینے والی چیز مؤمن کو بدن میں پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

(۴۴) ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن کا درد سر یا جو کانٹا اس کو لگ جاتا ہے یا کوئی چیز جو اس کو تکلیف دیتی ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ درجہ بلند فرما دیں گے اور اس کے بدلہ میں اس کے گناہوں کو مٹا دیں گے۔

(۴۵) ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے بریدۃ اسلمی سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمانوں میں سے کسی آدمی کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے یا اس سے زیادہ کوئی تکلیف یہاں تک کہ آپ نے کانٹے کا بھی ذکر فرمایا مگر اسے دو فائدوں میں سے ایک فائدہ ہوتا ہے یا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں میں کوئی گناہ معاف کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی شان نہیں تھی کہ اس کے بدلہ میں بخشے یا بندے کو ایسی کرامت نصیب فرمائے اللہ تعالیٰ اسے شرف سے نوازنے والا نہیں تھا مگر اس جیسے عمل سے۔

(۴۶) ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ درد کے لئے کوئی اجر نہیں لکھا جاتا بلاشبہ اجر تو عمل میں ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں۔

(۴۷) ابن سعد و بیہقی نے عبداللہ بن ایاس بن ابی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون تم میں سے اس بات کو محبوب رکھتا ہے کہ وہ صحت مند ہے اور بیمار نہ ہو صحابہ نے عرض کیا ہم سب چاہتے ہیں یا رسول اللہ! پھر فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم گم شدہ گدھے کی طرح ہو جاؤ اور دوسرے لفظ میں لفظ الصیالہ ہے کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم تکلیفوں والے اور کفارات والے ہو جاؤ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ اللہ

تعالیٰ مؤمن بندہ کو آزماتے ہیں اور اس کو آزماتے ہیں اس کی عزت دینے کے لئے ۔ بلا شبہ کسی بندہ کا ایک درجہ جنت میں ہوتا ہے کوئی شئی اس کے عمل میں اس کو (اس درجہ تک) نہیں پہنچا سکتی یہاں تک کہ وہ مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے کہ وہ اس درجہ تک پہنچ جائے۔

(۴۸) احمد وابن ابی الدنیا و بیہقی نے محمد بن خالد اسلمی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا صحابی تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب اللہ کی طرف سے بندے کے لئے ایک گھر چھوٹ جائے کہ اس کے عمل اس کو نہ پہنچا سکتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم میں کوئی بیماری پیدا فرما دیتا ہے۔ یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد میں آزمائش ڈال دیتا ہے۔ پھر بندہ اس پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ جو اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

(۴۹) بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلا شبہ ہر آدمی کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک گھر ہے اور وہ اس میں اپنے عمل کے ذریعہ نہیں پہنچ سکتا تو برابر اللہ تعالیٰ اس کو کسی تکلیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں جو وہ اس کو ناپسند کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس گھر تک پہنچ جاتا ہے۔

مصیبت پر صبر کے بدلہ میں اونچا مقام

(۵۰) بیہقی نے احمد بن ابو الحواری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ موسیٰ (علیہ السلام) ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنی عبادت گاہ میں تھا پھر دوسری بار اس سے گزرے تو (دیکھا) کہ درندوں نے اس کے گوشت کو چیر پھاڑ دیا تھا اور اس کا سر ایک طرف پڑا تھا، ران دوسری طرف پڑی تھی جگر ایک طرف پڑا تھا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اے میرے رب! جو تیری اطاعت کرتا ہے آپ نے اس کو اس طرح پر مبتلا کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی یا موسیٰ! اس نے مجھ سے ایسے مقام کا سوال کیا تھا جہاں تک کہ وہ عمل سے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر میں نے اسے اس آزمائش میں مبتلا کر دیا تا کہ اس کو اس مقام تک پہنچا دوں۔

(۵۱) بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس مؤمن کی رگ زخمی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہ کو معاف کر دیتے ہیں اور اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔

(۵۲) بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو بیماری کے ذریعہ آزماتا ہے یہاں تک کہ اس کے سب گناہ مٹا دیتے ہیں۔

(۵۳) بیہقی نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں درد سر ہو گیا پھر اس نے ثواب کی امید رکھی تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ گناہ بخش دیتا ہے۔

(۵۴) ابن ابی الدنیا و البیہقی نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان مرد کو لگا نا درد

اور اندرونی بخار سفید چاندی کی طرح کر دیتا ہے۔

(۵۵) ابن ابی الدنیا والبیہقی نے خضر کے بھائی عامر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ بلاشبہ میں محارب کی زمین میں تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں بڑے اور چھوٹے جھنڈے ہیں، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں آپ کی طرف بیٹھ گیا اور آپ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے تھے کہ ان کے لئے ایک چادر بچھائی گئی تھی اور ان کے ارد گرد صحابہ تھے بیماریوں کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا بلاشبہ مؤمن بندہ کو جب کوئی بیماری لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا فرماتے ہیں تو بیماری اس کے گزرے ہوئے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور باقی ماندہ زندگی کے لئے نصیحت ہوتی ہے۔ اور منافق جب بیمار ہوتا ہے اور عافیت پاتا ہے تو وہ اس اونٹ کی مانند ہوتا ہے جس کو اس کے مالک نے باندھ دیا ہو پھر اس کو چھوڑ دیا ہو۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کو کس لئے باندھا گیا اور کس لئے چھوڑا گیا اس آدمی نے کہا بیماریاں کیا ہیں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تو کبھی بیمار نہیں ہوا اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا ہم سے کھڑا ہو جاؤ یعنی یہاں سے چلا جا تو ہم میں سے نہیں ہے۔

(۵۶) البیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کسی مرض کی وجہ سے گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاکیزہ اٹھاتا ہے۔

بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں

(۵۷) ابن ابی الدنیا والبیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی طرف وحی فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! جب میں اپنے بندے کو اپنی قیود میں سے ایک قید میں لیا ہے اگر میں اس کو قبض کر لوں گا (یعنی اس کو موت دوں گا) تو میں اس کو بخش دوں گا اور اگر میں اس کو عافیت دوں گا تو اس کا جسم بخشا ہوا ہوگا کہ کوئی گناہ اس کے لئے (باقی) نہیں ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ البتہ تم میں سے کسی کو مصیبت کے ساتھ آزماتے ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں جس طرح تم اپنے سونے کو آگ میں ڈالتے ہو ان میں سے کچھ تو آگ سے یوں نکلتے ہیں جیسے خالص سونا یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سارے گناہوں سے نجات عطا فرما دی ہے ان میں سے کوئی آزمائش سے یوں نکلتا ہے جو اس سونے کی طرح ہوتا ہے جو خالص سونے سے کم درجہ میں ہو یہ وہ شخص ہے جو بعض (اللہ کے احکام میں) شک کرتا ہے اور بعض ان میں سے وہ ہے جو نکلتا ہے مانند کالے سونے کے یہ وہ ہے جس کو فتنہ میں ڈالا گیا (یعنی عذاب میں ڈالا گیا)

(۵۸) ابن ابی الدنیا والبیہقی نے بشیر بن عبد اللہ بن ابی ایوب انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے ایک آدمی کی عیادت فرمائی اس پر آپ جھکے اور اس سے (اس کا حال) پوچھا تو اس نے کہا اے اللہ کے نبی! میں نے سات راتوں سے نیند نہیں کی اور نہ میرے پاس کوئی آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بھائی صبر کر، اے میرے بھائی صبر کر تو اپنے گناہوں سے (ایسے ہی) نکلے گا جیسے تو اس میں داخل ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امراض کی ساعات لے جاتی ہیں گناہوں کی ساعات کو۔

(۵۹) ابن ابی الدنیا والبیہقی نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکلیف کی ساعتیں لے

جاتی ہیں گناہوں کی ساعتوں کو (یعنی تکلیفوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں)

(۶۰) البیہقی نے حکم بن عتبہ سے مرفوع حدیث میں روایت کیا کہ جب بندہ کے گناہ بہت ہوجاتے ہیں اوراس کا کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جو اس کے گناہوں کو مٹادے تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی غم میں مبتلا کردیتے ہیں جس کے ذریعہ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(۶۱) ابن عدی والبیہقی نے (اس کو ضعیف کہا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو آزمائش اور دکھ سے آزماتا ہے یہاں تک کہ اسے صاف چاندی کی طرح چھوڑتا ہے۔

(۶۲) البیہقی نے المسیب بن رافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان مرد لوگوں میں اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا کہا گیا اے ابوبکر یہ کس طرح سے ہے تو انہوں نے فرمایا تکلیفوں اور پتھر اور کانٹے کا لگ جانا اور تسمے کا ٹوٹ جانا (ان سب تکلیفوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں)

(۶۳) احمد نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ درد سر اور اندر کا بخار برابر مؤمن کے ساتھ لگے رہتے ہیں اگر اس کے گناہ احد کے برابر ہوں تو (یہ تکلیفیں) ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کسی گناہ کو نہیں چھوڑتیں (یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوجاتا ہے)

(۶۴) احمد نے یزید بن اسد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا مریض کی خطائیں اس طرح سے گرجاتی ہیں جیسے درخت کے پتے گرجاتے ہیں۔

(۶۵) ابن ابی شیبہ نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رات خوش نہیں لگتی (بلکہ) میں اس میں بیمار ہوجاؤں یہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔

بیماری کی حالت میں رات اجر کی رات ہے

(۶۶) ابن ابی شیبہ نے عیاض بن غنیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی عیادت کے لئے گئے ان کا چہرہ دیوار کی طرف تھا اور ان کی بیوی ان کے سر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی میں نے کہا ابوعبیدہ نے کیسے رات گزاری ان کی بیوی نے کہا اجر کے ساتھ رات گزاری وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اجر کے ساتھ رات نہیں گزاری جس کو اللہ تعالیٰ کسی جسمانی آزمائش میں مبتلا فرمادیں تو اس کے گناہوں کو ختم کرنے کا باعث ہے۔

(۶۷) ابن ابی شیبہ نے سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مؤمن کو جب اللہ تعالیٰ کسی مصیبت میں مبتلا فرماتے ہیں تو پھر اس کو عافیت دیتے ہیں تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہے اور باقی زندگی میں اس کی رضامندی کو طلب کرنے والا ہوتا ہے اور تاجر کو جب اللہ تعالیٰ کسی مصیبت میں مبتلا فرماتے ہیں پھر اس کو عافیت دیتے ہیں تو وہ اونٹ کی طرح ہوتا ہے جس کو اس کے گھر والوں نے باندھ دیا ہوں وہ نہیں جانتا کیوں کہ اس کو باندھا گیا پھر جب انہوں نے اس کو چھوڑا تو وہ نہیں جانتا کیونکہ اس کو چھوڑا گیا۔

(۶۸) ابن ابی شیبہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ ایک دیہاتی کے پاس تھے درد کا ذکر کیا گیا عمار نے فرمایا تجھے کبھی ایسی تکلیف نہیں ہوئی اس نے کہا عمار نے کہا تو ہم میں سے نہیں ہے جو بندہ کسی تکلیف میں مبتلا کیا جاتا ہے تو اس کی خطائیں گر جاتی ہیں جیسے درخت سے اس کے پتے گر جاتے ہیں اور کافر کو مبتلا کیا جاتا ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے جو باندھ دیا گیا ہو وہ نہیں جانتا کہ کس لئے باندھا گیا پھر اس کو چھوڑ دیا گیا تو وہ نہیں جانتا کس لئے اس کو چھوڑا گیا۔

(۶۹) ابن جریر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''من یعمل سوءا یجزبہ'' میں لفظ سوء کا معنی شرک ہے۔

ابن جریر نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح روایت کیا۔

(۷۰) ابن جریر وابن ابی حاتم نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''من یعمل سوءا یجزبہ'' سے مراد کافر ہے پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت ''ھل یجزی الا الکفور'' (سبا آیت ۱۷) (تفسیر درمنثور، سورہ نساء، بیروت)

بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ

باب: عیادت کا بیان

3094 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ عَرَفَ فِيهِ الْمَوْتَ، قَالَ: قَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ حُبِّ يَهُودَ قَالَ: فَقَدْ أَبْغَضَهُمْ سَعْدُ بْنُ زُرَارَةَ فَمَهْ فَلَمَّا مَاتَ أَتَاهُ ابْنُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ قَدْ مَاتَ فَأَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ، فَنَزَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ

❀❀ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ، عبداللہ بن ابی کی بیماری کے دوران، جس میں اس کا انتقال ہوا، اس کی عیادت کرنے گئے، جب آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے، آپ نے اس میں موت کے اثرات دیکھے، تو آپ نے فرمایا:

''میں تمہیں یہودیوں سے محبت کرنے سے منع کرتا تھا، تو اس نے کہا: اگر سعد بن زرارہ ان سے بغض رکھتا ہے تو کیا ہوا؟ جب اس کا انتقال ہو گیا، تو اس کا بیٹا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! عبداللہ بن ابی کا انتقال ہو گیا ہے، آپ اپنی قمیص مجھے عطا کریں تاکہ میں اس میں اس کو کفن دوں، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی قمیص اتاری اور اسے عطا کر دی۔

مصیبت زدہ کی تعزیت کرنے والے کی فضیلت

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مومن (بندہ) اپنے بھائی کی مصیبت پر اس کی تعزیت کرے (یعنی تسلی دے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عزت کا لباس پہنائیں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے (کسی) مصیبت زدہ کی مزاج پرسی کی تو اس کے لیے اس کے مثل اجر ملے گا۔ (جو اس مصیبت زدہ کو ملے گا) (ابن ماجہ، ترمذی)

مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیادت (یعنی مزاج پرسی کے لئے) آیا تو وہ چلتا ہے جنت کے باغ میں یہاں تک کہ (اس کے پاس) بیٹھ جائے پس جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو اس کو اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ سو اگر وہ صبح کو (آیا تھا) تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے شام تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ شام کو (آیا) تھا تو اس کے لئے صبح تک ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے (کسی) مریض کی عیادت کی تو ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ تو اچھا ہے اور تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تو نے جنت کی منزل میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ (عیادت سے فارغ ہونے تک) مسلسل جنت کے باغوں میں رہتا ہے۔ (مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے تو (اللہ کی) رحمت میں گھسا رہتا ہے یہاں تک کہ (مریض کے پاس) بیٹھ جائے۔ پھر جب وہ (اس کے پاس) بیٹھ جاتا ہے تو وہ اس (رحمت) میں بالکل ڈوب جاتا ہے۔ (احمد)

مریض کی دعا کی فضیلت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے، پس بے شک اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے۔ (ابن ماجہ)

امراض کی فضیلت

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کا حال عجیب ہے، بلاشبہ اس کا ہر حال اس کے لئے خیر ہے اگر اس کو کوئی خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے تو یہ اس کے لئے خیر ہے اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے خیر ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں (کہ اس کی راحت اور خوشی بھی بہتر ہے اور دکھ تکلیف بھی اس کے لئے خیر ہے) (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون لوگ سخت آزمائش والے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء پھر صالحین پھر اسی طرح بالترتیب جو لوگوں میں سے افضل ہوگا۔ (بقدر فضیلت کے آزمائش میں ڈالا جائے گا) آدمی اپنی حیثیت کے مطابق مبتلا کیا جاتا ہے اگر اس کے دین میں مضبوطی ہو تو اس کی آزمائش میں

زیادتی کردی جاتی ہے اور اگر اس کے دین میں ہلکا پن ہے تو اس کی آزمائش ہلکی کردی جاتی ہے اور بندہ برابر تکلیف میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر اس حال میں چلتا ہے کہ اس تکلیف کی وجہ سے اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بھی دکھ تکلیف رنج، غمگین، مومن بندہ کو پہنچ جائے یہاں تک کہ اگر کانٹا ہی لگ جائے تو اللہ تعالیٰ (ان سب تکالیف کے) بدلہ میں اس کی خطائیں معاف فرما دیتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن مرد یا مومن عورت کو برابر تکلیف پہنچتی رہے گی اس کے جسم میں، اس کے مال میں اور اس کی اولاد میں یہاں تک کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ (اس کی تکلیفوں کی وجہ سے) اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔ (ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ اُمّ السائب رضی اللہ عنہا (صحابی خاتون) کے پاس یا (فرمایا) اُمّ المسیب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور وہ کپکپا رہی تھیں (بخار کی وجہ سے) آپ ﷺ نے فرمایا: اے اُمّ السائب یا (فرمایا) اے اُمّ المسیب تو کانپ رہی ہے، کہنے لگیں: بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے، آپ ﷺ نے فرمایا: بخار کو برا مت کہو کیونکہ یہ بنی آدم کی خطاؤں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح کہ بھٹی لوہے کے میل کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم)

بیمار کی عیادت کرنے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بھوکے (یعنی مضطر ومسکین اور فقیر) کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو (دشمن کی قید سے) چھڑاؤ۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 2)

اس حدیث میں تین باتوں کا حکم دیا جا رہا ہے یہ" وجوب علی الکفایۃ " کے طور پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص بھی ان احکام کو پورا کرلے تو بقیہ دوسرے لوگوں کے لئے انہیں پورا کرنا ضروری نہیں ہے تاہم سب کے لئے ان احکام پر عمل کرنا سنت اور باعث ثواب ضرور ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان احکام کو پورا نہ کرے تو پھر سب ہی لوگ نافرمانی کے گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے کہ" بھوکے کو اس صورت میں کھانا کھلانا سنت ہے اگر وہ حالت اضطرار میں نہ ہو یعنی اس بھوکے کی یہ کیفیت نہ ہو کہ اگر اسے کھانا نہ کھلایا گیا تو مرجائے۔ مگر اس شکل میں اسے کھانا دینا فرض ہے کہ وہ حالت اضطرار کو پہنچ چکا ہو۔ اسی طرح کوئی بھوکا کسی ایسے مقام پر ہو جہاں ایک نہ ہو بلکہ کئی آدمی ذی مقدور ہوں یعنی اس بھوکے کو کھانا کھلانے کی استطاعت رکھتے ہوں تو ان سب ذی المقدور لوگوں پر بھوکے کو کھانا کھلانا فرض کفایہ ہوگا کہ اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی بھوکے کو کھانا کھلا دیا تو سب لوگ بری الذمہ ہو جائیں گے۔ ہاں اگر بھوکا کسی ایسی جگہ ہو جہاں صرف ایک ہی آدمی ذی مقدور ہو اور بقیہ سب لوگ مفلس وقلاش ہوں تو اس ذی مقدور پر بھوکے کو کھانا کھلانا فرض عین ہوگا ایسے ہی اس بیمار کی عیادت اور مزاج پرسی سنت

ہے جس کا کوئی خبر گیر اور تیمار دار ہو اور اس بیمار کی عیادت و مزاج پرسی واجب ہے جس کا کوئی خبر گیر و تیمار دار نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک) مسلمان کے (دوسرے) مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی عیادت کرنا (۳) جنازہ کے ساتھ جانا (٤) دعوت قبول کرنا (٥) چھینکنے والے کا جواب دینا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 3)

مذکورہ بالا پانچوں چیزیں فرض کفایہ ہیں۔ سلام کرنا سنت ہے اور وہ بھی حقوق اسلام میں سے ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوگا۔ مگر سلام کرنا ایسی سنت ہے جو فرض سے بھی افضل ہے کیونکہ اسے کرنے سے نہ صرف یہ کہ تواضع وانکساری کا اظہار ہوتا ہے بلکہ یہ اداء سنت واجب کا سبب بھی ہے۔ بیمار کی عیادت اور جنازہ کے ساتھ جانے کے حکم سے اہل بدعت مستثنیٰ ہیں۔ یعنی روافض وغیرہ کی نہ تو عیادت کی جائے اور نہ ان کے جنازہ کے ساتھ جایا جائے۔ "دعوت قبول کرنے" سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی مدد کے لئے بلائے تو اس کی درخواست قبول کی جائے اور اس کی مدد کی جائے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ "دعوت قبول کرنے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مہمانداری اور ضیافت کے لئے مدعو کرے تو اس کی دعوت کو قبول کر کے اس کی طرف سے دی گئی ضیافت میں شرکت کی جائے بشرطیکہ ضیافت کسی بھی حیثیت سے ایسی نہ ہو جس میں شرکت گناہ کا باعث ہو جیسا کہ حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ جو ضیافت محض ازراہ مفاخرت اور نام ونمود کی خاطر ہو اس میں شرکت نہ کی جائے چنانچہ سلف یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور پہلے زمانہ کے علماء کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ ایسی ضیافت کو ناپسند کرتے تھے۔ "چھینکنے والے کا جواب دینے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر چھینکنے والا "الحمدللہ" کہے تو اس کے جواب میں "یرحمک اللہ کہا جائے شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اسلام کے ان تمام حقوق کا تعلق تمام مسلمانوں سے ہے خواہ نیک مسلمان ہوں یا بد۔ یعنی ایسے مسلمان ہوں جو گنہگار تو ہوں مگر مبتدع (بدعتی) نہ ہوں اس احتیاط اور امتیاز کو مدنظر رکھا جائے کہ بشاشت یعنی خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا اور مصافحہ کرنا صرف نیک مسلمان ہی کے ساتھ مختص ہونا چاہئے فاجر یعنی ایسے بد اور گنہگار مسلمان کے ساتھ جو علی الاعلان معصیت وگناہ میں مبتلا رہتا ہے بشاشت ومصافحہ ضروری نہیں ہے۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) بیمار کی عیادت کرنا (۲) جنازہ کے ہمراہ جانا (۳) چھینکنے والے کو جواب دینا (٤) سلام کا جواب دینا (٥) بلانے والے کی دعوت قبول کرنا (٦) قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا (٧) اور مظلوم کی مدد کرنا۔ اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہیں (۱) سونے کی انگوٹھی پہننے سے (۲) ریشم کے کپڑے پہننے سے (۳) اطلس کے کپڑے استعمال کرنے سے (٤) لاہی (دیباج) کے کپڑے پہننے سے (٥) سرخ زین پوش استعمال کرنے سے (٦) قسی کے کپڑے پہننے سے (٧) اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے۔ ایک روایت کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ چاندی کے برتن میں پینے سے (بھی منع فرمایا ہے) کیونکہ جو شخص چاندی کے برتن میں دنیا میں پیئے گا آخرت میں اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 5)

قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پیش آنے والی بات کے بارے میں قسم کھائے اور تم اس کی قسم پوری کرنے پر قادر ہو اور اس میں کوئی گناہ بھی نہ ہو تو تمہیں اس کی قسم پوری کرنی چاہئے مثال کے طور پر کوئی شخص تمہیں مخاطب کرتے ہوئے قسم کھائے کہ میں تم سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ فلاں کام نہ کروں، پس اگر تم اس کام کے کرنے پر قادر ہو تو وہ کام کر ڈالو تا کہ اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو یہ قسم دلائے کہ تمہیں اللہ کی قسم تم یہ کام کرو۔ تو اس شخص کے لئے مستحب ہے کہ وہ پروردگار کے نام کی تعظیم کی خاطر وہ کام کرلے اگرچہ واجب نہیں ہے۔ "مظلوم کی مدد کرنا" کی تشریح میں علماء لکھتے ہیں کہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اور اس حکم میں مسلمان اور ذمی دونوں برابر کے شریک ہیں یعنی جس طرح ایک مظلوم مسلمان کی مدد کرنا واجب ہے اسی طرح اس مظلوم کافر (ذمی) کی مدد کرنا بھی واجب ہے جو اسلامی ریاست کا تابعدار شہری بن کر رہتا ہو اور جزیہ (ٹیکس) ادا کرتا ہے" پھر مدد بھی عام ہے اگر لسانی مدد کی ضرورت ہو تو زبان و قول سے مدد کی جائے اور فعلی مدد کی ضرورت ہو تو فعل، عمل کے ذریعہ مدد کی جائے۔ "میثرہ) اس زین پوش کو کہتے ہیں جس میں روئی بھری ہوئی ہوتی ہے اور اسے گھوڑے وغیرہ کی سواری کی زین پر ڈال کر اس پر بیٹھتے ہیں اسے "نمدزین" بھی کہتے ہیں دنیاداروں کی عادت ہے کہ وہ اس زین پوش کو از راہ تکبر ورعونت حریر ودیباج وغیرہ سے بناتے ہیں۔

اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ زین پوش حریر کا ہو تو خواہ وہ کسی بھی رنگ کا ہو حرام ہے۔ ہاں اگرچہ حریر کا نہ ہو مگر سرخ رنگ کا ہو تو اس کا استعمال مکروہ ہے۔ اگر سرخ رنگ کا نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ "قسی" ایک کپڑے کا نام تھا جو ریشم اور کتان سے بنا جاتا تھا اور "قس" کی طرف منسوب تھا جو مصر کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ حدیث میں چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح سونے کے برتن کا استعمال بھی ممنوع ہے بلکہ سونے کے برتن میں استعمال کرنا چاندی کے برتن استعمال کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہے اس حدیث میں جن چیزوں سے منع کیا جا رہا ہے ان کا تعلق صرف مردوں سے ہے عورتوں سے نہیں ہے ہاں چاندی سونے کے برتن کے استعمال کی ممانعت مرد و عورت دونوں کے لئے ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ" آخرت میں اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا" کی صحیح وضاحت یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں چاندی کا برتن استعمال کیا اسے آخرت میں اس وقت تک کہ اس کے عذاب کی مدت ختم نہ ہو جائے۔

چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا۔ یا وقف اور حساب کے وقت اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی وہ کچھ عرصہ تک اس سے محروم رہے گا پھر بعد میں یہ پابندی اس سے ختم کر دی جائے گی، یہی مراد اس حدیث کی ہے جس میں (مردوں کے لئے) ریشم پہننے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ من لبسه فی الدنیا لم یلبسه فی الآخرة (یعنی جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا اسے آخرت میں ریشم پہننا نصیب نہیں ہوگا) اسی طرح اس حدیث کی بھی یہی وضاحت ہے جس میں شراب کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ من شربها فی الدنیا لم یشربها فی الآخرة یعنی جس نے دنیا میں شراب پی اسے آخرت میں شراب پینا نصیب نہ ہوگا۔

بَابٌ فِي عِيَادَةِ الذِّمِّيِّ

باب: ذمی کی عیادت کرنا

3095 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ غُلَامًا مِنَ الْيَهُودِ كَانَ مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ بِي مِنَ النَّارِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی لڑکا بیمار ہوگیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سرہانے بیٹھ گئے آپ نے فرمایا: تم اسلام قبول کرلو، اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا جو اس کے سرہانے موجود تھا، اس کے والد نے اس سے کہا: تم جناب ابوالقاسم کی بات مان لو، تو اس نے اسلام قبول کرلیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوگئے:

''ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے ہے، جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچالیا''

بَابُ الْمَشْيِ فِي الْعِيَادَةِ

باب: عیادت کے لیے پیدل جانا

3096 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لاتے تھے، نہ تو آپ کسی گھوڑے پر سوار ہوتے تھے، اور نہ ہی کسی خچر پر سوار ہوتے تھے (یعنی پیدل تشریف لاتے تھے)

3095- اسناده صحيح. ثابت: هو ابن اسلم البناني. واخرجه البخاري (1356) و (5657)، والنسائي في "الكبرى" (8534) من طريق سليمان بن حرب، بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه النسائي في "الكبرى" (7458) من طريق عبد الله بن جبر، عن انس. وهو في "مسند احمد" (12792)، و"صحيح ابن حبان" (2960) و (4883) و (4884).

3096- اسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري. واخرجه البخاري (5664)، ومسلم (1616)، والترمذي (4187)، والنسائي في "الكبرى" (7459) من طريق سفيان الثوري، به. لكن لفظ الثوري عند مسلم: عادني رسول الله -صلى الله عليه وسلم- وانا مريض وابو بكر، وهما ماشيين. واخرجه البخاري (4577)، ومسلم (1616)، والنسائي في "الكبرى" (11025) من طريق ابن جريج، والبخاري (5651)، و (6723) و (7309)، ومسلم (1616)، وابن ماجه (1436) و (2728) والنسائي في "الكبرى" (7456) و (6288) و (11069)

بَابٌ فِي فَضْلِ الْعِيَادَةِ عَلَى وُضُوءٍ

باب: باوضو ہو کر عیادت کرنے کی فضیلت

3097 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ رَوْحِ بْنِ خُلَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دَلْهَمٍ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ، مَسِيرَةَ سَبْعِينَ خَرِيفًا قُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ وَمَا الْخَرِيفُ؟ قَالَ: الْعَامُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ الْبَصْرِيُّونَ مِنْهُ الْعِيَادَةُ وَهُوَ مُتَوَضِّئٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے، اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے، تو اسے جہنم سے ستر برس کی مسافت جتنا دور کر دیا جاتا ہے''

(راوی کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا: اے ابوحمزہ! خریف سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: برس

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اہل بصرہ جن احادیث کو روایت کرنے میں منفرد ہیں، ان میں ایک یہ روایت بھی ہے کہ آدمی کو وضو کر کے عیادت کرنی چاہیے۔

3098 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَعُودُ مَرِيضًا مُمْسِيًا، إِلَّا خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَتَاهُ مُصْبِحًا، خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يُمْسِيَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جو شخص شام کے وقت کسی بیمار کی عیادت کے لیے نکلتا ہے، تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ نکلتے ہیں اور وہ فرشتے اس کے لیے صبح تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اس شخص کے لیے جنت میں ایک باغ مخصوص ہو جاتا ہے اور جو شخص صبح کے وقت بیمار کی عیادت کے لیے نکلتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں، جو شام تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اس شخص کے لیے جنت میں ایک باغ مخصوص ہو جاتا ہے۔

3099 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ لَمْ يَذْكُرِ الْخَرِيفَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَنْصُورٌ، عَنِ الْحَكَمِ، كَمَا رَوَاهُ شُعْبَةُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، تاہم اس میں

بانع کا ذکر نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3100 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ نَافِعٍ، قَالَ: وَكَانَ نَافِعٌ غُلَامُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: جَاءَ أَبُو مُوسَى إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَعُودُهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَاقَ مَعْنَى حَدِيثِ شُعْبَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أُسْنِدَ هٰذَا عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ صَحِيحٍ

❁❁ عبداللہ بن نافع بیان کرتے ہیں: (ان کے والد) نافع، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، وہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لائے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کے بعد راوی نے شعبہ کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کو مرفوع روایت کے طور پر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دوسری سند سے بھی نقل کیا گیا ہے، جو مستند نہیں ہے۔

بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ مِرَارًا

باب: بار، بار عیادت کرنا

3101 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا أُصِيبَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، رَمَاهُ رَجُلٌ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: غزوہ خندق کے موقع پر جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے، ایک شخص نے ان کے بازو کی رگ پر تیر مارا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوا دیا، تا کہ قریب سے ان کی عیادت کرتے رہیں۔

بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ مِنَ الرَّمَدِ

باب: آنکھ کی تکلیف (والے مریض کی) عیادت کرنا

3102 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيهِ،

3102-اسناده حسن من اجل يونس بن ابي اسحاق - وهو السبيعي - وقد حسنه الحافظ المنذري في "مختصر السنن"، والحافظ الذهبي في سير اعلام النبلاء" /9/331. واخرجه احمد (19348)، والبخاري في "الادب المفرد" (532)، والحارث بن ابي اسامة (247- زوائده)، والطبراني في "الكبير" (5052)، وفي "الاوسط" (5951) والحاكم /1 342، والبيهقي في "السنن الكبرى" /3 381، وفي "شعب الايمان" (9191) والخطيب في "تاريخ بغداد" /4118، والذهبي في "سير اعلام النبلاء" /3319 من طريق يونس بن ابي اسحاق، به.

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: عَادَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِعَيْنِي

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری آنکھوں میں تکلیف لاحق ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔

بَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الطَّاعُونِ

باب: طاعون (والے علاقے) سے نکلنا

3103 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ، فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ يَعْنِي الطَّاعُونَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جب تم کسی علاقے کے بارے میں یہ سنو (کہ وہاں طاعون ہے) تم وہاں نہ جاؤ اور اگر یہ اس سرزمین پر واقع ہو جائے، جہاں تم رہتے ہو، تو تم وہاں سے، اُس سے فرار اختیار کر کے نہ نکلو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد طاعون سے فرار اختیار کرنا ہے۔

طاعون کی بیماری میں مرنے والے کی شہادت کا بیان

حضرت انس راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "طاعون (میں مرنا) ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے"۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 24)

مطلب یہ ہے کہ اس علاقہ میں جہاں طاعون کی بیماری پھیل جاتی ہے جو مسلمان صبر و برداشت کے دامن کو نہیں چھوڑتا اور بیماری سے ڈر کر کسی دوسری جگہ بھاگتا نہیں بلکہ اللہ پر بھروسہ کر کے وہیں پڑا رہتا ہے اور اگر وہ طاعون میں مبتلا ہو کر مر جاتا ہے تو اسے شہید کے اجر سے نوازا جاتا ہے۔ طاعون ایک عام بیماری اور وباء کا نام ہے جس علاقہ میں یہ بیماری پیدا ہوتی ہے وہاں کی آب وہوا، عام مزاج اور انسانوں کے جسم تمام ہی چیزیں اس بیماری کے جراثیم اور اس کے فساد سے متاثر ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ طاعون اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں بدن کے نرم حصوں پر زخم ہو جاتے ہیں۔ جیسے بغل وغیرہ اور ان زخموں کے گرد سیاہی،

3103- اسناده صحيح. وهو في "موطا مالک" 2/894 برواية يحيى الليثي، و (1867) برواية ابي مصعب الزهري. واخرجه باطول مما هاهنا البخاري (5729)، ومسلم (2219)، والنسائي في "الكبرى" (7480) من طريق ابن شهاب الزهري، بهذا الاسناد. واخرجه بنحو رواية المصنف مالک في "موطئه" برواية يحيى الليثي 2/896 و (1869) برواية ابي مصعب الزهري، ومن طريقه البخاري (5730) و (6973)، ومسلم (2219)، والنسائي في "الكبرى" (7479) عن ابن شهاب الزهري، عن عبد الله ابن عامر بن ربيعة، عن عبد الرحمن بن عوف. وهو في "مسند احمد" (1666) و (1679)، و"صحيح ابن حبان" (2912) و (2953).

سبزی یا سرخی ہوتی ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِ بِالشِّفَاءِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ

باب: عیادت کے وقت بیمار کی شفاء کی دعا کرنا

3104- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ، أَنَّ أَبَاهَا، قَالَ: اشْتَكَيْتُ بِمَكَّةَ فَجَاءَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي، ثُمَّ مَسَحَ صَدْرِي وَبَطْنِي، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ

۞۞ عائشہ بنت سعد بیان کرتی ہیں: ان کے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) نے یہ بات نقل کی ہے میں مکہ میں بیمار ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

''اے اللہ! سعد کو شفاء عطا کر اور اس کی ہجرت کو مکمل کر دے''۔

3105- حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ قَالَ سُفْيَانُ: وَالْعَانِي الْأَسِيرُ

۞۞ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو آزاد کرواؤ''۔

سفیان کہتے ہیں: لفظ ''عانی'' سے مراد قیدی ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ

باب: عیادت کے وقت مریض کے لیے دعا کرنا

3106 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ أَبُو خَالِدٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ عَادَ مَرِيضًا، لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهُ فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مِرَارٍ: أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ، إِلَّا عَافَاهُ اللهُ مِنْ ذَلِكَ الْمَرَضِ

۞۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی ایسے بیمار کی عیادت کرے، جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور سات مرتبہ اس کے پاس یہ دعا مانگے:

''میں عظیم اللہ تعالیٰ' جو عظیم عرش کا پروردگا ہے' اس سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفاء عطا کرے''

تو اللہ تعالیٰ اُسے اس بیماری سے نجات عطا کر دے گا۔

3107 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حُيَيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُودُ مَرِيضًا فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا، أَوْ يَمْشِي لَكَ إِلَى جَنَازَةٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ ابْنُ السَّرْحِ: إِلَى صَلَاةٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کے لیے آئے تو یہ پڑھے:

"اے اللہ! اپنے بندے کو شفاء عطا کر! تا کہ یہ تیرے دشمن کو زخمی کر دے یا تیری خاطر کسی جنازے میں شریک ہو"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن سرح نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "نماز میں شریک ہو"

بیمار کے لیے شفاء کی دعا کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے بدن کے کسی حصہ (کے درد) کی شکایت کرتا، یا (اس کے جسم کے کسی عضو پر) پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اشارہ کر کے یہ دعا فرماتے اللہ کے نام سے میں برکت حاصل کرتا ہوں، یہ مٹی ہمارے بعض آدمیوں کے لعاب دہن سے آلودہ ہے (یہ ہم اس لئے کہتے ہیں تا کہ) ہمارے پروردگار کے حکم سے ہمارا بیمار تندرست ہو جائے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 10)

منقول ہے کہ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لعاب مبارک اپنی انگلی پر لگاتے اور اسے مٹی پر رکھتے پھر اس خاک آلودہ انگلی کو درد کی جگہ رکھ کر اس عضو پر پھیرتے جاتے تھے اور مذکورہ بالا دعا یعنی بسم اللہ الخ پڑھتے رہتے۔ پھوڑوں اور زخموں کے علاج کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ اور یہ دعا درحقیقت رموز الٰہی میں سے ایک رمز ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے ہماری عقلیں اس رمز کی حقیقت تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے از راہ احتمال کے لکھا ہے کہ طبی نقطہ نظر سے یہ بات ثابت ہے کہ تبدیلی مزاج کے سلسلہ میں لعاب دہن بہت موثر ہوتا ہے اسی طرح مزاج کو اپنی حالت پر برقرار رکھنے کے لئے وطن کی مٹی بہت تاثیر رکھتی ہے یہاں تک کہ حکماء لکھتے ہیں کہ مسافر کو چاہئے کہ وہ اپنے ساتھ اپنے وطن کی کچھ خاک ضرور رکھے اور تھوڑی سی خاک پانی کے برتن میں ڈال دے اور اسی برتن سے دوران سفر پیتا رہے تا کہ اس کی وجہ سے مزاج کی تبدیلی سے محفوظ رہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی بناء پر یہ طریقہ اختیار فرماتے ہوں۔ نیز دوسرے شارحین نے بھی اس کی توجیہات بیان کی ہیں مگر وہ سب احتمال ہی کے درجہ میں ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ اللہ کا بھید ہے جس کی حقیقت تک ہماری عقلوں کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ اشرف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث رقیہ یعنی منتر کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے بشرطیکہ اس منتر میں کفر کی آمیزش نہ ہو جیسے سحر یا کلمہ کفر و شرک وغیرہ۔ نیز اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ منتر خواہ کسی بھی زبان کا ہو، ہندی و اردو کا ہو یا عربی و فارسی اور ترکی وغیرہ کا، اس کا پڑھنا اس وقت تک درست

نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے معنی معلوم نہ ہو جائیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں الفاظ کفر ہوں۔ ہاں حدیث میں ایک منتر بسم اللہ شجہ قرنیہ الخ بچھو کے کاٹنے کے لئے منقول ہے اگرچہ اس کے معنی معلوم نہیں ہیں مگر اس کا پڑھنا جائز ہے۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ

باب: موت کی آرزو کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

3108- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْعُوَنَّ أَحَدُكُمْ بِالْمَوْتِ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ، وَلَكِنْ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی شخص کسی نازل ہونے والی پریشانی کی وجہ سے موت کی دعا نہ کرے، بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے:

''اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا، جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہو اور اس وقت مجھے موت دے دینا، جب موت میرے حق میں بہتر ہو''

3109- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ يَعْنِي الطَّيَالِسِيَّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی بھی شخص، موت کی آرزو، ہرگز نہ کرے''

صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد حسب سابق نقل کیا گیا ہے۔

شرح

جسمانی تکلیف ومصیبت اور دنیاوی ضرر نقصان مثلاً مرض، تنگدستی اور دوسری بلاء وپریشانیوں کی وجہ سے موت کی آرزو کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بے صبری اور تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہونے کی علامت ہے۔ دیدار الٰہی کے شوق ومحبت، اس سرائے فانی اور اس کی محبت سے نجات، دارالبقاء پہنچنے کی خواہش اور وہاں کی نعمتوں کی تمنا میں موت کی آرزو ایمان اور کمال ایمان کی نشانی ہے۔ اسی طرح دینی ضرر ونقصان کے خوف سے بھی موت کی آرزو کرنا مکروہ نہیں ہے۔ "موت کو یاد رکھنا" دراصل کنایہ ہے اس بات سے کہ اللہ رب العزت کا خوف قلب میں جاگزین ہو اس کی رضاء وخوشنودی کا حصول اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری ہمہ وقت پیش نظر ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل ہو، توبہ واستغفار کا ورد ہو اور دنیاوی نفع نقصان پر آخرت کے نفع ونقصان کو مقدم رکھا جائے۔ ورنہ تو محض موت کو یاد رکھنا اور یاد کرنا اور عملی طور پر بے راہ روی اختیار کرنا چنداں فائدہ مند نہیں ہے بلکہ قساوت قلب کا سبب ہے جیسا کہ غفلت کے ساتھ اللہ رب العزت کو یاد کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ **نسأل الله العافية.**

آپ کہیے کہ اگر دار آخرت اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے بجائے خصوصیت سے تمہارے لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت

تمنا کرو۔ (البقرہ، ۹۵)

یہودیوں کے اس دعویٰ کا رد کہ جنت کے صرف وہی مستحق ہیں

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے حق میں اور یہود اور ان کے علماء کے خلاف حجت قائم کی ہے کہ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ تمہارا دین برحق ہے اور آخرت میں صرف تم ہی جنت کے مستحق ہو تو تم دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے اور آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں کو پانے کے لیے موت کی تمنا کرو تا کہ معلوم ہو جائے کہ کس کا دین سچا ہے' لیکن انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی کیونکہ آخرت کی تو ویسے ہی انکو امید نہ تھی کہیں دنیا بھی ہاتھ سے جاتی نہ رہے' مشرکین جو مرنے کے بعد دوسری زندگی پر یقین نہیں رکھتے' اصل میں ان کو دنیا میں لمبی عمر کی تمنا ہونی چاہیے کیونکہ ان کے لیے جو کچھ ہے یہی دنیا ہے لیکن یہ یہودی جو دنیا کے بعد آخرت اور جنت کے دعویٰ دار تھے ان مشرکوں سے بھی زیادہ لمبی عمر کی خواہش رکھتے تھے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی کوئی ہزار سال کی زندگی کی تمنا کرتا تھا' اور موت کی تمنا کرنے کے بجائے لمبی زندگی کی خواہش کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دخول جنت کے متعلق انکا دعویٰ جھوٹا ہے' قرآن مجید میں فرما دیا کہ وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر وہ ایک دن بھی موت کی تمنا کرتے تو روئے زمین پر کوئی یہودی زندہ نہ رہتا اور صفحہ ہستی سے یہودیت مٹ جاتی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۲۳۷۔۲۳۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

قرآن مجید کی صداقت اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی دلیل

اس آیت میں قرآن مجید کی حقانیت اور ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید نے یہ پیش گوئی کی کہ یہودی مت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے' اگر یہودی سچے تھے تو وہ موت کی تمنا کرتے اور رسول اللہ سے آکر کہتے: لو ہم نے موت کی تمنا کر لی ہے' اور یوں قرآن جھوٹا ہو جاتا اور آپ کی نبوت باطل ہو جاتی۔ یہ بڑی نازل اور خطرناک پیش گوئی تھی نبی کریم ﷺ نے اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے متعلق پیش گوئی کی کہ وہ موت کی تمنا نہیں کر سکتے' کبھی نہیں کریں گے' ان کے لیے بڑا آسان تھا کہ آپ کے دعویٰ نبوت کو باطل کرنے کے لیے ہی تمنا کر لیتے لیکن ایسا نہ ہو سکا اور آپ کی نبوت کا صدق اور قرآن مجید کی حقانیت ظاہر ہو گئی۔ جھوٹا نبی کبھی ایسی پیش گوئی کی جرات نہیں کر سکتا جس کو باطل کرنا مخالف کے اختیار میں ہو اور اس کے تمنا کرنے پر موقوف ہو۔ جھوٹے نبی کی کوئی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی' مرزا غلام احمد نے محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی کہ لیکن اس کا نکاح مرزا سلطان محمد سے ہو گیا' پھر اس نے پیش گوئی کی کہ سلطان محمد ڈھائی سال بعد مر جائے گا اور محمدی بیگم اس کے نکاح میں آجائے گی لیکن غلام احمد مر گیا اور مرزا سلطان محمد اس کے بعد تا دیر زندہ رہا' اس طرح اس نے ایک بیمار عیسائی پادری آتھم کے متعلق پیش گوئی کہ وہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو مر جائے گا لیکن وہ اس تاریخ کو نہیں مرا بلکہ تندرست ہو گیا۔

حصول شہادت کے لیے موت کا استحباب اور مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کی ممانعت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر یہودی مسلمانوں سے یہ کہیں کہ اگر تم اسلام کے دین حق ہونے اور دخول جنت کے مدعی ہو تو تم

موت کی تمنا کرو، حالانکہ تم موت کی تمنا نہیں کرتے بلکہ تمہارے نبی نے تمنا کرنے سے منع کیا ہے؟

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۰۶ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان فرق ہے کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لیے مبعوث کیا گیا ہے اور مقصود ابھی تک حاصل نہیں ہوا اس لیے میں قتل کیے جانے پر راضی نہیں ہوں اور تمہارا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج۱ ص ۶۰۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح یہودی بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ابھی تورات کی تعلیمات کو پوری دنیا میں پھیلانا ہے اور یہ مقصد ابھی تک حاصل نہیں ہوا اس لیے ہم قتل کیے جانے پر راضی نہیں ہیں۔

اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں:

اس کا جواب یہ ہے کہ اول ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ صرف ہمارے نبی کے پیروکار جنت میں جائیں گے بلکہ ہر نبی کے سچے پیروکار جنت میں جائیں گے دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی مشکلات اور مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات جنت اور شہادت کے حصول کے لیے موت کی تمنا کی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں میری موت واقع کر۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی مرنے کے بعد ثواب مل جائے وہ دنیا میں واپس جانا نہیں چاہتا سوا شہید کے کیونکہ شہادت کی فضیلت دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں جا کر خدا کی راہ میں مرنا چاہتا ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھتا ہے اللہ بھی اس کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۹۶۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

ان احادیث میں اس چیز کی تصریح ہے کہ اللہ سے ملاقات جنت اور شہادت کے لیے موت کی تمنا صحیح ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اور صحابہ نے یہ تمنا کی ہے، البتہ دنیا کی مشکلات اور مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور تمنا کرنی ہو تو یوں کہے: اے اللہ جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے وفات دے دے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

امام نووی رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ دینی فتنہ وفساد کے خوف سے موت کی آرزو کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت امام شافعی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ وغیرہما کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان حضرات نے دینی فتنہ وفساد کے خوف سے موت کی آرزو کی تھی اسی طرح کے راستہ میں شہادت کی آرزو کرنی بھی مستحب ہے اس لئے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ثابت ومنقول ہے بلکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں تو یہاں تک منقول ہے کہ انہوں نے طاعون عمواس کے وقت موت کی آرزو کی تھی اس لئے معلوم ہوا کہ شہادت کی آرزو کرنا اگرچہ وہ از قسم طاعون وغیرہ ہی کیوں نہ ہو مستحب ہے۔ مسلم میں یہ روایت منقول ہے کہ جس شخص نے صدق دل سے اور خلوص نیت کے ساتھ شہادت کی تمنا کی تو اسے شہادت کا ثواب دیا جاتا ہے (اگرچہ اسے شہادت حاصل نہ ہو سکے) مدینہ میں موت کی آرزو کرنا مستحب ہے کیونکہ بخاری میں منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی تھی۔ "دعا (اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد رسولك)" اے اللہ! اپنی راہ میں مجھے شہادت نصیب فرما اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت دے۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تک زندگی موت سے بہتر ہے جب تک کہ گناہ کے مقابلہ میں طاعات زیادہ ہوں اور زمانہ دینی فتنہ وفساد سے خالی ہو۔ ہاں جب صورت حال بالکل برعکس ہو۔ بایں طور کہ طاعات کے مقابلہ میں گناہ زیادہ ہوں اور زمانہ دینی فتنہ وفساد سے خالی نہ ہو تو پھر جینے سے مرجانا ہی بہتر ہے۔ (شرح مسلم نووی)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ راحت پانے والا ہے، یا یہ کہ اس سے دوسروں کو راحت نصیب ہوئی؟" صحابہ نے عرض کیا کہ راحت پانے والا کون ہے؟ اور وہ کون ہے جس سے دوسروں کو راحت نصیب ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا" بندہ مؤمن اپنی موت کے ذریعہ دنیا کے رنج وایذاء سے راحت پاتا ہے اور اللہ کی رحمت کی طرف جاتا ہے اور بندہ فاجر (یعنی گنہگار) کی موت کے ذریعہ اس کے شر فساد سے بندے، شہر، درخت اور جانور (سب ہی) راحت پاتے ہیں۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 81)

مطلب یہ ہے کہ جب بندہ مؤمن وفات پاتا ہے تو وہ دنیا کے رنج سے بایں طور راحت پاتا ہے کہ دنیا میں اعمال واحوال کی وجہ سے وہ جس مشقت ومحنت میں مبتلا تھا اس سے نجات مل جاتی ہے اور دنیا کی ایذاء سے بایں طور راحت پاتا ہے کہ وہ دنیاوی تکلیف وپریشانی مثلاً گرمی سردی، تنگدستی ومفلسی وغیرہ سے یا یہ کہ اہل دنیا کی ایذاء رسانی سے اسے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ اسی لئے مسروق رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مجھے کسی چیز پر بھی کسی چیز کے سبب اتنا رشک نہیں آتا جتنا رشک اس مؤمن پر آتا ہے جو قبر میں سلا دیا

جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے عذاب سے مامون ہو جاتا ہے اور دنیا سے راحت وسکون پالیتا ہے۔
نیز ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب کے پاس جانے کے شوق میں موت کو پسند کرتا ہوں۔ گناہ کے کفارہ کے لئے مرض کو پسند کرتا ہوں۔ اور اپنے رب کے سامنے تواضع وانکساری کی خاطر فقر کو پسند کرتا ہوں۔ جب بندہ فاجر یعنی گنہگار مرتا ہے تو اس سے بندے تو یوں راحت پاتے ہیں کہ جب وہ اپنی زندگی میں خلاف شرع باتیں کرتا اور لوگ اسے منع کرتے تو وہ انہیں ایذاء پہنچاتا اور اگر سکوت وخاموشی اختیار کرتے تو اپنے دین اور اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتے۔ اور جب وہ گنہگار مر گیا تو لوگوں نے اس سے چھٹکارا پایا۔ اور شہر ودرخت وغیرہ اس کے مرنے سے بایں طور راحت پاتے ہیں کہ گناہ وظلم ہونے کی وجہ سے عالم میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ ارکان دین میں خلل واقع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ گنہگار وظالم کو مبغوض رکھتا ہے لہٰذا اس کی وجہ سے زمین اور وہ تمام چیزیں جو زمین میں ہیں نقصان اٹھاتی ہیں پھر یہ کہ اس کی شومی گناہ کے سبب اللہ تعالیٰ بارش نہیں برساتا، اب جب کہ مرا تو بادلوں نے اپنے منہ کھول دیئے اور زمین کا شجر و پودا ہرا بھرا ہو گیا اور اس طرح سب ہی نے راحت پائی۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے تو) میرا مونڈھا پکڑا (تا کہ میں متنبہ ہو جاؤں) پھر فرمایا " تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر بلکہ راہ گیر ہو" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما (اس کے بعد لوگوں سے) فرمایا کرتے تھے کہ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو، نیز اپنی صحت کو بیماری سے غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو موت سے غنیمت سمجھو۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 82)
یہاں حدیث میں لفظ بمعنی حرف یا کے سکون کے ساتھ بصیغہ مفرد نقل کیا گیا ہے جبکہ مشکوۃ کے ایک دوسرے نسخہ میں حرف یا کے تشدید کے ساتھ بصیغہ تثنیہ منقول ہے۔ فانک غریب (گویا تم مسافر ہو) کا مطلب یہ ہے کہ تم دنیا کی طرف رغبت نہ رکھو اس لئے کہ تم اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے والے ہو، لہٰذا تم اس دنیا کو اپنا وطن نہ بناؤ، دنیا کی لذتوں کے ساتھ الفت نہ رکھو اور دنیادار لوگوں سے اور ان کے اختلاط سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ تم ان سب لوگوں سے جدا ہونے والے ہو، اس دنیا میں اپنی بقا کو وہم وگمان میں بھی نہ رکھو، ان امور سے قطعا اجتناب کرو جن سے ایک مسافر غیر وطن میں اجتناب کرتا ہے اور ان چیزوں سے مشغول نہ رہو جن میں وہ مسافر کہ جو اپنے اہل وعیال اور اپنے وطن کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے، مشغول نہیں ہوتا، گویا کہ تم کلیۃ اس دنیا میں بالکل اسی طرح رہو جس طرح کہ ایک مسافر اپنے وطن اور اپنے اہل وعیال سے دور غیر وطن میں رہتا ہے۔ پھر آگے زیادہ مبالغہ کے ساتھ فرمایا کہ" بلکہ ایک راہ گیر (راستہ چلنے والے) کی طرح رہو کیونکہ مسافر تو اپنے سفر کے دوران مختلف شہروں میں قیام بھی کر لیتا ہے بخلاف راستہ چلنے والے کے کہ وہ تو کسی جگہ قیام بھی نہیں کرتا۔ لہٰذا دنیا کو نہ صرف یہ کہ سفر گاہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ خیال کرنا چاہئے کہ راستہ چل رہا ہوں نہ تو وطن میں ہوں اور نہ حالت سفر میں کہیں ٹھہرا ہوا ہوں۔
جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو الخ" اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی شخص کو اپنی موت کے وقت کا علم نہیں نہ معلوم موت کا پنجہ کس وقت گردن آ دبوچے، ایک لمحے کے لئے بھی کسی زندگی کا بھروسہ نہیں ہے صبح کے وقت کسی کو معلوم نہیں کہ شام کا وقت دیکھنا بھی نصیب ہوگا یا نہیں، شام کے وقت کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ صبح تک اس کی زندگی ضرور ہی باقی رہے گی حاصل یہ کہ صبح و

شام ہر وقت تم موت کو اپنے سامنے حاضر سمجھو، زندگی کی آرزوؤں اور تمناؤں کو دراز نہ کرو، عمل خیر کرنے میں پیش روی اختیار کرو دن کی عبادات اور نیک اعمال کو رات پر اور رات کی عبادات و نیک اعمال کو دن پر اٹھا نہ رکھو کیونکہ غنیمت شمر اے شمع وصل پروانہ ایں معاملہ تا صبح دم نہ خواہد ماند" صحت کو بیماری سے غنیمت جانو" کا مطلب یہ ہے کہ صحت و تندرستی کی حالت میں جس قدر ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرو تا کہ حالت بیماری میں جب تم نیک اعمال کرنے پر قادر نہ رہو گے ویسا ہی ثواب پا سکو۔" اپنی زندگی کو موت سے غنیمت جانو" یعنی تمہاری جتنی بھی زندگی ہے اس میں عمل ہی عمل کئے جاؤ تا کہ جب یہ زندگی اپنا وقت پورا کرے اور تم موت کی آغوش میں پہنچ جاؤ تو پھر اس کے بعد تمہاری زندگی کے انہیں اعمال کا ثواب تمہیں پہنچتا رہے۔ غنیمت داں جوانا دولت حسن جوانی رانہ پنداری کہ ایام جوانی جاوداں باشد بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے الفاظ اذا امسیت... من حیاتك لموتك حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد موقوف ہے لیکن" احیاء العلوم" میں اسے مرفوعاً یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پند و نصیحت فرمائی اور (آخرت کا خوف دلا کر) ہمارے دلوں کو نرم کر دیا، چنانچہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رونے لگے اور بہت روئے اور پھر کہنے لگے کہ کاش میں بچپن ہی میں مر جاتا (تو گنہگار نہ ہوتا اور عذاب آخرت سے نجات پاتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ" سعد! کیا تم میرے سامنے موت کی آرزو کرتے ہو؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین بار کہے اور پھر ارشاد فرمایا" سعد! اگر تم جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہو تو تمہاری عمر جس قدر دراز ہو گی اور جتنے اچھے اعمال ہوں گے اسی قدر تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 92)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کیا تم میرے سامنے موت کی آرزو کرتے ہو؟ کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد تو موت کی آرزو کے لئے کوئی وجہ ہو سکتی ہے مگر میرے ہوتے ہوئے موت کی آرزو کیسی؟ کیوں کہ میرے جمال با کمال کا دیدار اور میری صحبت کا شرف عظیم تمہارے لئے ہر نعمت سے بہتر اور اعلیٰ ہے اگر چہ میرے سامنے مرنے کے بعد تمہیں وہاں کے اعلیٰ مراتب اور نعمتیں ہی کیوں نہ حاصل ہوں اور اس میں کیا شک کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مقدس اور چہرہ مبارک کے دیدار کے مرتبہ عظیم کو اور کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی۔

ایک مرد عارف سے کسی شخص نے پوچھا کہ مؤمن کے لئے جینا بہتر ہے یا مرنا؟ اس نے عارفانہ جواب دیا" زمانہ نبوت میں جب کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں کے دیدار کی نعمت عظمیٰ حاصل تھی مومن کے لئے جینا بہتر تھا اور اب ان کے بعد تو مرنا ہی بہتر ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کے بعد دوسری شق ذکر نہیں فرمائی گئی ہے جو گویا یہاں محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ (وان کنت خلقت للنار فلا خیر فی موتك ولا یحسن السراع الیہ)۔ یعنی اور اگر تم (نعوذ باللہ) آگ کے لئے پیدا کئے گئے ہو تو جب بھی نہ مرنے میں بھلائی ہے اور نہ موت کے لئے جلدی کرنی اچھی بات ہے۔

بَابُ مَوْتُ الْفَجَاَةِ

باب: اچانک موت آجانا

3110 ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ، أَوْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ، رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَرَّةً: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ مَرَّةً: عَنْ عُبَيْدٍ، قَالَ: مَوْتُ الْفَجَاَةِ أَخْذَةُ أَسَفٍ

۞۞ عبید بن خالد ایک صحابی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اچانک موت، ناراضگی کی پکڑ ہے''

شرح

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور رزین نے اپنی کتاب میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ "غضب کی پکڑ کافر کے لئے ہے۔ مگر مومن کے لئے رحمت ہے"۔ تشریح مطلب یہ ہے کہ ناگہانی موت غضب الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کیونکہ اچانک موت واقع ہو جانے کی صورت میں مرنے والے کو اتنی بھی مہلت نہیں ملتی کہ سفر آخرت کی تیاری کرے بایں طور کہ توبہ واستغفار کر کے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے اور نیک وصالح اعمال کر کے بارگاہ رب العزت میں سرخروئی حاصل کرے لیکن علماء لکھتے ہیں کہ یہ یعنی ناگہانی موت کو غضب کی پکڑ" فرمانا کافروں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو نیک راستہ پر نہیں ہیں جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ سے کہ جسے بیہقی اور رزین نے نقل کیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ گویا حاصل کلام یہ ہوا کہ ناگہانی موت اچھے و نیک لوگوں کے لئے اچھی چیز ہے اور برے و بدکار لوگوں کے لئے بری چیز ہے۔

اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے

ان بطش ربك لشديد۔ (البروج، ۱۲)

۱۔ ابن المنذر والحاکم وصححہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت والسماء ذات البروج سے لے کر آیت تو شاہد ومشہود تک قسم ہے اور فرمایا یہ قسم ہے اس بات پر کہ تیرے رب کی پکڑ سخت ہے اس کے آخر تک۔

۲۔ ابن المنذر نے ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ان بطش ربك لشديد۔ بے شک تیرے رب کی پکڑ سخت ہے سے یہاں قسم مراد ہے آیت انه هو يبدء ويعيد۔ بے شک وہی پہلے پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا۔ یعنی مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا پھر دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ آیت وهو الغفور الودود۔ اور وہی ہے بخشنے والا اور محبت کرنے والا یعنی وہ محبت کرتا ہے اپنی اطاعت پر جو اس کی اطاعت کرے۔

ان بطش ربك لشديد۔ جب وہ جابروں اور ظالموں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، وكذالك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهى ظالمة۔ ان اخذه اليم شديد۔ ہود) اور یوں ہی گرفت ہوتی

ہے آپ کے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو دراں حالیکہ وہ ظالم ہوتی ہیں بے شک اس کی پکڑ دردناک اور سخت ہوتی ہے یہ پہلے گزر چکا ہے مبرد نے کہا، ان بطش ربك یہ جواب قسم ہے معنی یہ ہوگا قسم ہے برجوں والے آسمان کی تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے درمیان میں جو بھی کلام ہے وہ جملہ معترضہ ہے اور قسم کی تاکید کے لیے ذکر ہوا ہے حکیم ترمذی نے، نوادر الاصول، میں یہ بات ذکر کی ہے، پکڑ کی شدت کے ساتھ جو صفت ذکر کی گئی ہے قسم اس کے بارے میں واقع ہو رہی ہے۔

(تفسیر قرطبی ور در منثور، بیروت)

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" (دنیا کی) لذتوں کو کھو دینے والی چیز کو، کہ جو موت ہے کثرت سے یاد کرو۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 85)

صحیح یہی ہے کہ لفظ" ہاذم" ذال کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں قطع کرنے والا، چنانچہ جن لوگوں نے دال کے ساتھ یعنی لفظ" ہادم" بمعنی ڈھا لنے والا جو نقل کیا ہے صحیح نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ اس بارہ میں کسی راوی سے چوک ہو گئی ہو۔ بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا چاہئے کیونکہ موت کو یاد کرنے سے غفلت جو نیک اعمال کے راستہ میں رکاوٹ بنتی ہے دور ہوتی ہے، موت کی یاد دنیا (کے برے کاموں) کی مشغولیت سے باز رکھتی ہے اور موت کو یاد کرنے والا طاعات وعبادات کی طرف متوجہ رہتا ہے جو توشہ آخرت ہے۔

نسائی نے اس روایت میں یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں۔ فانه لا يذكر في كثير الا قلله ولا في قليل الا كثره (ترجمہ) جب مال کی زیادتی میں موت یاد آتی ہے تو وہ مال کو کم کر دیتی ہے (یعنی موت یاد آ جانے کی وجہ سے مال کی طرف کوئی رغبت نہیں رہتی اور مال کو فانی سمجھنے لگتا ہے اس لئے اس وقت زیادہ مال بھی نظروں میں حقیر ہو جانے کی وجہ سے کم ہی محسوس ہوتا ہے) اور جب مال کی کمی میں موت یاد آ جاتی ہے تو وہ مال کو زیادہ کر دیتی ہے (یعنی جب موت یاد آتی ہے تو دنیا کو فانی سمجھ کر کم مال پر قناعت کرتا ہے اس لئے تھوڑا مال بھی زیادہ معلوم ہونے لگتا ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُونِ

باب: اس کی فضیلت، جو طاعون کی وجہ سے مرجائے

3111 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ عَتِيكِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَتِيكٍ، وَهُوَ جَدُّ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَبُو أُمِّهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمَّهُ جَابِرَ بْنَ عَتِيكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ يَعُودُ عَبْدَ اللهِ بْنَ ثَابِتٍ، فَوَجَدَهُ قَدْ غُلِبَ، فَصَاحَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُجِبْهُ فَاسْتَرْجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: غُلِبْنَا عَلَيْكَ يَا أَبَا الرَّبِيعِ

3111- حدیث صحیح، عتیک بن الحارث بن عتیک ذکرہ ابن حبان فی "الثقات" وصحح حدیثه هذا، ورواية مالک لحدیثه فی "الموطا" تقوية له، وقد صحح حدیثه هذا الحاكم /1 351، وسكت عنه الذهبي، واورده عبد الحق الاشبیلی فی "احکامه الوسطی" /2 360-361، وسكت عنه، وقد روى الحديث برمته من طريق آخر كما سياتي. وهو في "موطا مالک" /1 233 - 234، ومن طريقه اخرجه النسائي (1846)، وهو في "مسند احمد" (23753)، و "صحيح ابن حبان"

فَصَاحَ النِّسْوَةُ، وَبَكَيْنَ فَجَعَلَ ابْنُ عَتِيكٍ يُسَكِّتُهُنَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُنَّ، فَإِذَا وَجَبَ فَلَا تَبْكِيَنَّ بَاكِيَةٌ قَالُوا: وَمَا الْوُجُوبُ؟ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الْمَوْتُ قَالَتِ ابْنَتُهُ: وَاللهِ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ شَهِيدًا، فَإِنَّكَ كُنْتَ قَدْ قَضَيْتَ جِهَازَكَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَوْقَعَ أَجْرَهُ عَلَى قَدْرِ نِيَّتِهِ، وَمَا تَعُدُّونَ الشَّهَادَةَ؟ قَالُوا: الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللهِ: الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ، وَالْغَرِقُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ، وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ، وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ، وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ

❀❀ حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت عبداللہ بن ثابت کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے تو آپ نے انہیں بے ہوش پایا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں بلند آواز میں پکارا، لیکن انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو جواب نہیں دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور یہ فرمایا: اے ابوربیع! تمہارے حوالے سے ہم (تقدیر کے حکم کے آگے) مغلوب ہو گئے ہیں، تو خواتین نے چیخ ماری اور رونا شروع کر دیا، حضرت جابر بن عتیک انہیں خاموش کروانے لگے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں کرنے دو، جب وہ واجب ہو جائے گی پھر کوئی رونے والی نہ روئے، لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! واجب ہونے سے کیا مراد ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''موت'' ان کی صاحبزادی نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے یہ امید ہے کہ آپ شہید ہوں گے، کیونکہ آپ نے اپنی تیاری مکمل کی ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے موت کے مطابق اسے اجر عطا کرے گا تم لوگ کسے شہادت شمار کرتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ کی راہ میں قتل ہونے کو، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اللہ کی راہ میں قتل ہونے کے علاوہ بھی شہادت کی سات قسمیں ہیں، طاعون کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، ملبے کے نیچے آ کر مرنے والا شہید ہے اور بچے کی ولادت کے وقت مر جانے والی عورت شہید ہے۔

بَابُ الْمَرِيضِ يُؤْخَذُ مِنْ أَظْفَارِهِ وَعَانَتِهِ

باب: مریض کے ناخن کاٹ لیے جائیں اور زیر ناف بال صاف کر لیے جائیں

3112 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ، حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: ابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ، خُبَيْبًا، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا لِقَتْلِهِ، فَاسْتَعَارَ مِنَ ابْنَةِ الْحَارِثِ، مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا، فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ، حَتَّى أَتَتْهُ فَوَجَدَتْهُ مُخْلِيًا وَهُوَ عَلَى فَخِذِهِ، وَالْمُوسَى بِيَدِهِ، فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا فِيهَا، فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ

اَقْتُلَهُ؛ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذِهِ الْقِصَّةَ شُعَيْبُ بْنُ اَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيَاضٍ، اَنَّ ابْنَةَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ: اَنَّهُمْ حِيْنَ اجْتَمَعُوا - يَعْنِي - لِقَتْلِهِ اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوْسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حارث بن عامر کے بیٹوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خرید لیا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے موقع پر حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ قیدی کے طور پر ان لوگوں کے ہاں رہے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کی بیٹی سے استرا مانگا، تاکہ اس کے ذریعے زیر ناف بال صاف کر لیں، اس عورت نے انہیں وہ دے دیا، اسی دوران اس عورت کا ایک بچہ ان کے پاس آ گیا اور وہ عورت اس بچے سے غافل تھی، جب اس عورت نے دیکھا کہ وہ بچہ اکیلا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس ہے اور ان کے زانوں پر بیٹھا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ میں استرا بھی ہے، تو وہ عورت گھبرا گئی، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ حالت محسوس کر لی، تو فرمایا: کیا تم ڈر رہی ہو کہ میں اسے قتل کر دوں گا؟ میں ایسا نہیں کروں گا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ واقعہ شعیب بن حمزہ نے زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ یہ کہتے ہیں، عبیداللہ بن عیاض نے حارث کی صاحبزادی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ اس خاتون نے انہیں بتایا کہ جب ان لوگوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس خاتون سے استرا مانگا، تاکہ اس کے ذریعے زیر ناف بال صاف کر لیں، تو اس خاتون نے انہیں وہ دے دیا۔

حضرت خبیب بن عدی شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خبیب بن عدی بن مالک بن عامر بن مُجدعہ جَحجبی بن عوف بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس۔

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار۔ کے قبیلہ اوس سے تھا۔ غزوہ بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت کی خلعتِ فاخرہ نصیب ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ کچھ یوں ذکر فرماتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کی ایک جماعت کو جاسوسی کی غرض سے بھیجا، ان کا امیر حضرت عاصم بن ثابت بن افلح انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ یہ لوگ جب مکہ اور عسفان کے درمیان ھدہ نامی مقام پر پہنچے تو قبیلہ ھذیل کی ایک شاخ بنو لحیان کے لوگوں کو ان کی اطلاع ہو گئی۔ ان کے ایک سو کے قریب تیر انداز ان حضرات کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ایک جگہ انہیں کھجوروں کی کچھ گٹھلیاں پڑی ہوئی ملیں۔ ان گٹھلیوں کو دیکھ کر انہوں نے کہا۔

یہ تو یثرب (مدینہ) کے کھجوروں کی گٹھلیاں ہیں۔ (گویا اس طرح ان کو مزید تصدیق ہو گئی کہ واقعی مسلمانوں کے کچھ افراد

یہاں آئے ہوئے ہیں)۔

چنانچہ اب انہوں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدموں کے نشانات کو سامنے رکھ کر ان کا پیچھا شروع کر دیا اور (بالآخر ان تک پہنچ گئے)۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو جب ان مشرکین کا پتہ چلا تو وہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئے، مشرکین نے اس ٹیلے کا گھراؤ کر لیا اور کہا۔ ٹیلے سے نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو، ہم تم سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔

اس کے جواب میں امیرِ دستہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے۔

أَمَّا أَنَا فَوَاللهِ لَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ الْكَافِرِ، اَللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ

جہاں تک میرا معاملہ ہے تو اللہ کی قسم! میں تو کسی کافر سے عہد و میثاق کر کے ٹیلے سے نہیں اتروں گا۔ اے اللہ! اپنے نبی کو ہماری اطلاع فرما دیجئے۔

ان کا یہ اعلان سن کر مشرکین نے تیر برسانا شروع کر دیے، جس کے نتیجے میں حضرت عاصم سمیت سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ باقی تین حضرات ان سے معاہدہ کر کے نیچے اتر آئے، جن میں ایک حضرت خبیب رضی اللہ عنہ، دوسرے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن دثنہ اور ایک تیسرے صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ مشرکین نے جب ان پر قابو پا لیا تو فوراً انہیں باندھنے لگے، یہ دیکھ کر وہ تیسرے صحابی بولے۔

هٰذَا أَوَّلُ غَدْرٍ، وَاللهِ لَا أَصْحَبُكُمْ، إِنَّ لِي بِهٰؤُلَاءِ لَأُسْوَةً

یہ پہلا دھوکہ ہے، اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا، میرے لیے ان (سات شہداء کے طرزِ عمل) میں بہترین نمونہ ہے۔ (یعنی میں بھی شہادت کو ترجیح دوں گا پر تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا)

مشرکین نے بڑا زور لگایا کہ کسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جائیں، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نہ مانے، آخر تنگ آ کر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، باقی دو صحابہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو وہ اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں مشرکین مکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا، کیونکہ حارث بن عامر کو غزوہ بدر میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ہی نے قتل کیا تھا (چنانچہ اس کے بیٹوں نے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے انہیں خریدا) کئی دن تک تو آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس قید رہے، پھر بالآخر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے شہادت کے لیے تیاری شروع کر دی، اسی دوران انہوں نے حارث بن عامر کی ایک بیٹی سے اُسترا لیا تاکہ صفائی وغیرہ کر لیں۔

اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ چلتا چلتا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے (پیار سے) اپنی ران پر بٹھا لیا اور استرا بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ بچے کی ماں کی جب اس منظر پر نظر پڑی تو اس کے ہوش اُڑ گئے (اس

نے یہ سمجھا کہ خبیب کہیں انتقام میں میرے بچے کو ذبح نہ کر ڈالیں۔ کیونکہ ہم نے جوان کے قتل کا فیصلہ کیا ہوا ہے) اس کی یہ گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اَتَحْسَبِيْنَ اَنِّيْ اَقْتُلُهٗ؟ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذَالِكَ

کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا؟ نہیں! میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ یہ گھٹیا کام کروں۔

بعد میں وہ عورت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کرتی تھی۔

اللہ کی قسم! میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا، ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ وہ انگوروں کا گچھا لیے اس سے کھا رہے ہیں، حالانکہ وہ لوہے (کی زنجیروں) میں جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں تو مکہ میں کھجوریں بھی نہیں تھیں (چہ جائیکہ انگوروں کا تصور کیا جائے)۔

بہرحال (جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کیے جانے کا وقت آیا تو) وہ انہیں حرم سے باہر لے گئے تاکہ انہیں حل میں لے کر جا کر قتل کریں، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا۔

مجھے ذرا چھوڑو! تاکہ میں دو رکعت نماز پڑھ سکوں۔

انہوں نے چھوڑ دیا، آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْ تَحْسَبُوْا اَنَّ مَابِيْ جَزَعٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُ، اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا

اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم میرے بارے میں یہ گمان کرو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو مزید نماز پڑھتا۔ اے اللہ! ان کو شمار کر کے رکھنا اور ان سب کو قتل کر دینا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ چھوڑنا۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار پڑھے، جن میں سے دو اشعار تو بہت مشہور ہیں لیکن ہم آج آپ کو سارے اشعار سنائیں گے۔ لیجئے!

لَقَدْ جَمَّعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِيْ وَاَلَّبُوْا قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا كُلَّ مَجْمَعٍ

لشکر میرے ارد گرد جمع ہو چکے اور انہوں نے اپنے قبیلوں کو اور جس کسی کو جمع کر سکتے تھے جمع کر لیا۔

وَقَدْ قَرَّبُوْا اَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِيْلٍ مُمَنَّعٍ

اپنے بچوں اور عورتوں کو بھی قریب لے آئے اور مجھے بھی ایک مضبوط، لمبے کھجور کے تنے کے قریب کر دیا گیا۔

وَكُلُّهُمْ يُبْدِي الْعَدَاوَةَ جَاهِدًا عَلَيَّ لِاَنِّيْ فِيْ وَثَاقٍ بِمَضْيَعٍ

سب کے سب میرے خلاف تگ و دو کر رہے ہیں اور مجھ سے دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں، کیونکہ میں بندھنوں میں جکڑا، فنا ہونے والا ہوں۔

اِلَى اللّٰهِ اَشْكُوْ غُرْبَتِيْ بَعْدَ كُرْبَتِيْ وَمَا جَمَّعَ الْاَحْزَابُ لِيْ عِنْدَ مَصْرَعِيْ

اللہ ہی سے میں اپنی تکلیف اور غریب الوطنی کا شکوہ کرتا ہوں اور ان لشکروں کا جو میرے قتل کا تماشہ دیکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

فَذَا العَرشِ صَبِّرنِي عَلَىٰ مَا أَصَابَنِي فَقَد بَضَعُوا لَحمِي وَقَد ضَلَّ مَطمَعِي

عرش والے نے ہی مجھے میری تکلیف پر صبر کی توفیق دی ہے، ورنہ یہ لوگ تو میرا گوشت تک کاٹ چکے اور میری امید تک ختم ہو چکی۔

وَذَالِكَ فِي ذَاتِ الإِلٰهِ وَإِن يَّشَاءُ يُبَارِك عَلَىٰ أَوصَالِ شِلوٍ مُّمَزَّعِ

اور میری یہ قربانی ذات باری تعالیٰ کی خاطر ہے، اگر وہ چاہے تو جدا جدا کئے ہوئے اعضاء کے جوڑوں میں برکت ڈال دے۔

وَقَد عَرَضُوا بِالكُفرِ وَالمَوتُ دُونَهُ وَقَد ذَرَفَت عَينَاءُ مِن غَيرِ مَدمَعِ

انہوں نے (مجھ پر) کفر پیش کیا، جبکہ موت اس سے بہتر ہے اور میری آنکھیں بغیر آنسوؤں کے بہہ رہی ہیں۔

وَمَا بِي حَذَارُ المَوتِ إِنِّي لَمَيِّتٌ وَلٰكِن حَذَارِي حَرُّ نَارٍ تَلَفَّعُ

مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں، کیونکہ میں نے مرنا تو ہے ہی، لیکن مجھے شعلے اٹھاتی آگ کی تپش اور حرارت ڈرا رہی ہے۔

فَلَستُ بِمُبدٍ لِلعَدُوِّ تَخَشُّعاً وَلَا جَزَعاً إِنِّي إِلَى اللهِ مَرجِعِي

میں دشمن کے سامنے نہ جھکوں گا، نہ جزع فزع کروں گا، کیونکہ میں اپنے اللہ کی طرف جارہا ہوں۔

وَلَستُ أُبَالِي حِينَ أُقتَلُ مُسلِماً عَلَىٰ أَيِّ جَنبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصرَعِي

اور جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ کے نام پر میں کس پہلو کے بل قتل کیا جاتا ہوں۔ اس کے بعد حارث بن عامر کا بیٹا، ابو سروعہ عقبہ بن حارث آگے بڑھا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ

آپ رضی اللہ عنہ پہلے وہ مسلمان شخص ہیں، جنہوں نے ظلماً قتل ہوتے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ جاری کیا۔ شہادت کے بعد مشرکین نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ قبلہ کے رخ سے پھیر دیں لیکن جب بھی وہ چہرہ دوسری جانب پھیرتے چہرہ واپس قبلہ رخ ہو جاتا۔

ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر کو سولی سے اتار کر لے آئیں۔ جب وہ دونوں حضرات تنعیم نامی جگہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ان کے گرد چالیس افراد کا پہرہ بیٹھا ہے لیکن وہ سب کے سب مدہوش اور مست تھے، چنانچہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان دونوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی سے اتار لیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے گھوڑے پر سوار کر دیا، اس وقت بھی ان کا بدن بالکل تر و تازہ تھا اور اس

میں ذرا بھی تغیر نہیں آیا تھا۔ لیکن اتفاقاً اسی دوران مشرکین کو بھی اطلاع ہوگئی اور انہوں نے پیچھا شروع کر دیا، جب وہ بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو زمین پر ڈال دیا اور زمین نے انہیں نگل لیا۔ اسی سے آپ رضی اللہ عنہ کا نام بلیع الارض پڑ گیا۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی، الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللهِ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب: مرنے کے وقت اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنے کا مستحب ہونا

3113- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ: قَالَ: لَا يَمُوتُ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال سے تین دن پہلے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"کوئی شخص جب فوت ہو، تو اسے اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے"

شرح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے جو سکرات الموت میں مبتلا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ "تم اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہو؟ (یعنی اس وقت آیا تمہارا دل رحمت الٰہی کی امید سے بھرپور ہے یا غضب الٰہی سے ہراساں وترساں؟ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں (یعنی اپنے آپ کو رحمت الٰہی کا امیدوار پاتا ہوں) لیکن اس کے باوجود اپنے گناہوں سے خوف زدہ (بھی) ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب ایسے وقت میں بندہ کے دل میں خوف وامید (دونوں) جمع ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عنایت فرماتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے (یعنی اپنی رحمت) اور اسے اس چیز سے (یعنی عذاب سے) امن میں رکھتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 90)

ایسے وقت" سے مراد یا تو خاص طور پر سکرات الموت کا وقت ہے یا پھر ایسے اوقات بھی مراد ہیں جو سکرات الموت کے وقت کی طرح ہوتے ہیں جن میں انسان حکماً بالکل موت کے کنارے پر ہوتا ہے جیسے لڑائی کا وقت یا قصاص کا وقت یا اسی قسم کے دوسرے اوقات۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرنے کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا

ہے" (یہ سن کر) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی اور زوجہ مطہرہ نے عرض کیا کہ ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ مراد) نہیں بلکہ (مراد یہ ہے کہ) جب مؤمن کی موت آتی ہے تو اس بات کی خوشخبری دی جاتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے اور اسے بزرگ رکھتا ہے چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی اللہ کے ہاں اپنے اس فضیلت و مرتبہ سے) زیادہ کسی چیز (یعنی دنیا اور دنیا کی چمک دمک) کو محبوب نہیں رکھتا، اس لئے بندہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جب کافر کو موت آتی ہے تو اسے (قبر میں) اللہ کے عذاب اور (دوزخ کی سخت ترین) سزا کی خبر دی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی عذاب و سزا) سے زیادہ کسی اور چیز کو ناپسند نہیں کرتا اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے (یعنی اسے اپنی رحمت اور مزید نعمت سے دور رکھتا ہے) اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں منقول ہے کہ "موت اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے پہلے ہے"۔

(مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 80)

مشہور تو یہی ہے کہ لقاء مولیٰ (یعنی اللہ کی ملاقات) سے مراد موت ہے، لیکن اس بارہ میں تحقیقی بات یہ ہے کہ لقاء مولیٰ سے" موت" مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آخرت کی طرف متوجہ ہونا، حق تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اور اس کی رضا و خوشنودی کا طالب ہونا، دنیا کی طرف مائل نہ ہونا اور دنیا و آخرت کی محبت میں گرفتار نہ ہونا۔ لہٰذا جس شخص نے دنیا ترک کی اور دنیا اور اس کی چیزوں کو ناپسند کیا اس نے گویا لقاء مولیٰ کو پسند کیا! اور جس شخص نے دنیا کو اختیار کیا، دنیا کی چیزوں کی محبت میں گرفتار ہوا اور دنیا کی طرف اپنا میلان رکھا اس نے گویا لقاء مولیٰ کو ناپسند رکھا! یہی وجہ ہے کہ لقاء مولیٰ کا اشتیاق موت کی محبت اور اس کے اشتیاق کو لازم ہے یعنی جو شخص لقاء مولیٰ کو پسند کرے گا وہ موت کو بھی پسند کرے گا کیونکہ لقاء مولیٰ کے لئے موت وسیلہ ہے۔ ام المؤمنین چونکہ یہی سمجھیں تھیں کہ لقاء مولیٰ سے مراد موت ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد" لیس الامر کذالك" کے ذریعہ وضاحت فرمائی کہ لقاء مولیٰ سے مراد موت نہیں ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ بتقاضائے جبلت طبعی موت سے محبت ہو اور بالفعل موت کی آرزو کرنی چاہئے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص رضاء حق کا طالب ہو اور لقاء مولیٰ کا شائق ہوتا ہے وہ لقاء مولیٰ کے لئے وسیلہ ہونے کی وجہ سے موت کو ہمیشہ عقلی طور پر محبوب رکھتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جب زندگی کا وقت پورا ہونے لگتا ہے اور موت کا وقت قریب آتا ہے اور اسے حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خوشخبری دیدی جاتی ہے تو پھر اس وقت وہ موت کو طبعی طور پر پسند کرتا ہے اور لقاء مولیٰ کا اشتیاق اس کی طبعی خواہش کی آواز بن جاتا ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ ولکن المؤمن الخ (یعنی جب مؤمن کو موت آتی ہے تو اس بات کی خوشخبری دی جاتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے الخ) اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے الفاظ" موت اللہ کی ملاقات سے پہلے ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار موت سے پہلے ممکن نہیں ہے بلکہ موت کے بعد ہی یہ شرف حاصل ہوتا ہے یا پھر یہ مراد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے وہ موت کو بھی پسند کرتا ہے کیونکہ اس عظیم شرف و سعادت کا حصول موت کے ذریعہ سے ممکن ہے اور یہ کہ لقاء الٰہی کا وجود موت کے وجود سے پہلے متصور نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ لقاء الٰہی اور موت دنوں ایک چیز نہیں ہیں بلکہ دونوں الگ الگ مفہوم کے حامل ہیں۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ تَطْهِيرِ ثِيَابِ الْمَيِّتِ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب: مرنے کے وقت قریب المرگ شخص کے کپڑوں کو صاف کر دینا مستحب ہے

3114 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ، دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْمَيِّتَ يُبْعَثُ فِي ثِيَابِهِ الَّتِي يَمُوتُ فِيهَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہن لیے اور پھر فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''میت کو (قیامت کے دن) انہی کپڑوں میں زندہ کیا جائے گا، جن کپڑوں میں اس کا انتقال ہوا تھا''

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ الْمَيِّتِ مِنَ الْكَلَامِ؟

باب: میت کے قریب' کیا کلام کیا جانا مستحب ہے؟

3115 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَيِّتَ فَقُولُوا خَيْرًا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَقُولُ؟ قَالَ: قُولِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَعْقِبْنَا عُقْبَى صَالِحَةً قَالَتْ: فَأَعْقَبَنِي اللَّهُ تَعَالَى بِهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم کسی میت کے پاس موجود ہو، تو اچھی بات کہو، کیونکہ فرشتے تمہاری کہی ہوئی بات پر آمین کہتے ہیں''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے کیا پڑھنا چاہیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھو:

''اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے اور اس کی جگہ ہمیں نعم البدل عطا کر دے''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطا کر دیے۔

بَابٌ فِي التَّلْقِينِ

باب: تلقین کرنے کا بیان

کلمہ طیبہ پڑھ کر خاتمہ ہونے پر جنت ملنے کا بیان

3116 - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ

جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ أَبِي عَرِيبٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کا آخری کلام ''لا الہ الا اللہ'' ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا''

شرح

مراد یہ ہے کہ جو شخص آخری وقت میں پورا کلمہ طیب لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اب یہ احتمال ہے کہ چاہے تو یہ دخول جنت عذاب سے پہلے دخول خاص ہے یا اپنے گناہوں کے بقدر عذاب دیئے جانے کے بعد ہو لیکن پہلا ہی احتمال صحیح معلوم ہوتا ہے تا کہ ان مومنین میں جو کلمہ طیب پڑھتے ہوئے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کریں اور ان مومنین میں کہ جن کا آخری کلام کلمہ طیب نہ ہو امتیاز پیدا ہو جائے۔

میت کو تلقین کرنے کا بیان

3117 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنے مرنے والوں کو ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے کی تلقین کرو''

شرح

"تلقین" کے معنی پڑھنا ہیں تلقین سے مراد قریب المرگ کے روبرو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنا، تا کہ وہ بھی سن کر پڑھے مگر قریب المرگ سے نہ کہا جائے یہ تم بھی پڑھو مبادا کہ شدت مرض یا بدحواسی کے سبب اس کے منہ سے انکار نکل جائے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ تلقین مستحب ہے۔

بَابُ تَغْمِيضِ الْمَيِّتِ

باب: میت کی آنکھیں بند کر دینا

3118 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ أَبُو مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ، وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، فَصَيَّحَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ، فَقَالَ: لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ رَبَّ الْعَالَمِينَ، اللَّهُمَّ افْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَتَغْمِيضُ الْمَيِّتِ بَعْدَ خُرُوجِ الرُّوحِ، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ الْمُقْرِئَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا مَيْسَرَةَ رَجُلًا عَابِدًا يَقُولُ: غَمَّضْتُ جَعْفَرًا الْمُعَلِّمَ وَكَانَ رَجُلًا عَابِدًا فِي حَالَةِ الْمَوْتِ، فَرَاَيْتُهُ فِي مَنَامِي لَيْلَةَ مَاتَ، يَقُولُ: اَعْظَمُ مَا كَانَ عَلَيَّ تَغْمِيضُكَ لِي قَبْلَ اَنْ اَمُوتَ

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (کی میت) کے پاس تشریف لائے، ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھیں بند کر دیں، ان کے گھر والوں نے چیخ کر رونا شروع کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے لیے صرف بھلائی کی دعا کرو، کیونکہ تم لوگ جو کچھ کہتے ہو، فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی:

"اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت کر دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند کر دے اور اس کے پسماندگان کا نگران تو بن جا، اے تمام جہانوں کے پروردگار! تو ہماری اور اس کی مغفرت کر دے، اے اللہ! اس کی قبر کو کشادہ اور منور کر دے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میت کی آنکھیں، روح نکل جانے کے بعد بند کی جاتی ہیں، میں نے محمد بن محمد بن نعمان کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے ابومیسرہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: جو ایک عبادت گزار شخص تھے، وہ یہ کہتے ہیں: میں نے جعفر معلم کی آنکھیں موت کی حالت میں بند کر دی تھیں، وہ ایک عبادت گزار شخص تھے، میں نے ان کے انتقال کے بعد اگلی رات انہیں خواب میں دیکھا، تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: تم نے میرے مرنے سے پہلے ہی میری آنکھیں بند کر دی تھیں، اس پر مجھے بہت افسوس ہوا۔

بَابٌ فِي الِاسْتِرْجَاعِ

باب: انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا

3119 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَصَابَتْ اَحَدَكُمْ مُصِيبَةٌ فَلْيَقُلْ: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي، فَاْجُرْنِي فِيهَا، وَاَبْدِلْ لِي بِهَا خَيْرًا مِنْهَا

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

"جب کسی شخص کو کوئی مصیبت لاحق ہو اور وہ یہ پڑھ لے:

"بے شک ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے، اے اللہ! میں اپنی اس مصیبت کے حوالے سے، تیری بارگاہ میں ثواب کی امید رکھتا ہوں، تو مجھے اس کا اجر عطا کر اور اس کی جگہ مجھے اس کا بدل عطا کر، جو اس سے بہتر ہو"۔

شرح

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی مسلمان کسی (چھوٹی یا بڑی)

معیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ الفاظ کہتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی طرف ہم کو واپس جانا ہے۔ دعا (اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا) اے اللہ! میری مصیبت پر مجھے ثواب دے (اور اس مصیبت میں) جو چیز میرے ہاتھ سے گئی ہے اس کا نعم البدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز کا بہتر بدلہ عطا فرماتا ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (یعنی میرے پہلے شوہر) کا انتقال ہوا تو میں نے کہا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا وہ ابوسلمہ جنہوں نے سب سے پہلے مع اہل وعیال کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور پھر میں نے مذکورہ بالا کلمات کہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ کے بدلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا یعنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئی)۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 97)

انا للہ وانا الیہ راجعون کا مطلب یہ ہے کہ ہم اور جو چیزیں کہ ہماری کہلاتی ہیں سب اللہ ہی کی ملکیت اور اس کی پیدا کی ہوئی ہیں اور ہم لوٹ کر اسی طرف جانے والے ہیں گویا اس آیت میں یہ تسلیم واقرار ہے کہ خود ہماری جان اور ہماری ذات اور وہ چیزیں جن کا ہم اپنے کو مالک سمجھتے ہیں اور وہ ہمارے اختیار میں ہیں اور ہماری طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے وہ سب کی سب حقیقت میں اللہ ہی کی ملکیت میں ہے ہمارے پاس تو وہ صرف عاریتا ہیں۔ اللہ ہی کی طرف سے ہماری ابتداء ہوئی اور اس کی طرف ہماری انتہا بھی ہے۔ لہٰذا جو شخص اس مضمون کو اپنے قلب ودماغ میں راسخ کرے اور جس مصیبت میں وہ مبتلا ہو اس مصیبت پر صبر ورضا کے دامن کو پکڑے رہے تو اس کے لئے وہی مصیبت کی ہر مصیبت آسان وسہل ہو جاتی ہے لیکن اتنی بات جان لینی چاہئے کہ مصیبت و بلاء پر جزع وفزع کے ساتھ اس آیت کو محض زبان سے ادا کرنا چنداں مفید نہیں ہے۔

اگر کسی شخص کو یہ اشکال پیدا ہو کہ مذکورہ بالا آیت وکلمات کے پڑھنے کا حکم بیان نہیں فرمایا تو پھر ارشاد گرامی کے اس جزء، فیقول ما امرہ اللہ بہ (اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ کہے) کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب مختصر طور پر یہ ہوگا کہ جب اس آیت اور مذکورہ بالا کلمات کے پڑھنے والے کی فضیلت بیان فرمادی تو گویا یہ حکم ہی فرمایا گیا ہے۔ لفظ "اجرنی" ہمزہ (الف) کے جزم اور جیم کے پیش کے ساتھ بھی منقول ہے۔ اور ہمزہ کے زبر اور جیم کے زیر کے ساتھ بھی منقول ہے مگر دونوں کا معنی ومراد ایک ہی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد فلما مات ابو سلمه (جب ابوسلمہ کا انتقال ہوا الخ) کا مطلب یہ ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ پہلے سے سن رکھی تھی، چنانچہ جب میرے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وفات پائی تو آپ کے حکم کی بجا آوری کی خاطر اور فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے میں نے چاہا کہ یہی کلمات پڑھو مگر میرے دل میں یہ خیال ہوا کہ حضرت ابوسلمہ سے بہتر اور کون شخص ہوسکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ابوسلمہ کے بدلہ میں مجھے بطور خاوند عطا فرمائے گا۔

چنانچہ ام سلمہ حضرت ابوسلمہ کی فضیلت بیان کرتی ہیں کہ جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے۔ ان میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہی وہ سب سے پہلے مرد حق آگاہ تھے جنہوں نے اپنے اہل وعیال سمیت ہجرت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ پھر یہ کہ حضرت ابوسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور رضائی بھائی بھی تھے اس کے بعد

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ باوجود اس خلجان کے میں نے مذکورہ کلمات پڑھے جس کے سبب سے مجھے دنیا و آخرت کی سب سے عظیم سعادت وفضیلت حاصل ہوئی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بَابٌ فِي الْمَيِّتِ يُسَجَّى

باب: میت کو ڈھانپ دینا

3120 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُجِّيَ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (وصال کے بعد) دھاری دار (یمنی) چادر میں ڈھانپ دیا گیا۔

میت کو غسل اور کفن دینے کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میت کو غسل دیا اور اس کو کفن دیا اور اس کو خوشبو لگائی اور اس کو اُٹھایا اور اس پر نماز پڑھی اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کیا جو اس نے (غسل دیتے وقت) دیکھا ہو تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ (ابن ماجہ)

میت پر نماز پڑھنے اور جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جنازہ کے پاس موجود رہا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی تو اس کے لئے ایک قیراط کا ثواب ہوگا اور جو شخص اس کے دفن ہونے تک موجود رہا تو اس کے لئے دو قیراط کا ثواب ہوگا۔ دریافت کیا گیا کہ قیراطان سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر ہوگا (گویا ثواب ملے گا)......(مسلم)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ تھے) کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے جنازہ (کی نماز) پڑھی تو اس کو ایک قیراط (کے برابر) ثواب ہوگا پھر اگر اس کے دفن میں بھی حاضر رہا تو اس کو دو قیراط (کے برابر ثواب) ملے گا اور ایک قیراط اُحد (پہاڑ) کے برابر ہوتا ہے۔ (مسلم)

میت کے لئے دعائے مغفرت اور اس کے حق میں اچھے کلمات کہنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی بھی میت پر مسلمانوں میں سے سو آدمی نماز جنازہ پڑھ لیں جو سب کے سب اس کے لئے (بارگاہ خداوندی میں) سفارش کریں یعنی اس کے لئے مغفرت طلب

3120- اسناده صحيح. معمر: هو ابن راشد، وعبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني. واخرجه البخاري (1241) و (1242)، ومسلم (942)، والنسائي (1841) من طريق ابن شهاب الزهري، به. وهو في "مسند احمد" (24581) و (25199)، و"صحيح ابن حبان" (6620) و (6625) وسياتي برقم (3149) من طريق القاسم بن محمد و (3152) من طريق عروة بن الزبير كلاهما عن عائشة

کریں تو اس کے بارے میں ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (یعنی اس کی مغفرت ہو جائے گی)۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو بھی کوئی مسلمان آدمی مرجائے پھر اس پر چالیس ایسے آدمی نماز جنازہ پڑھیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی سفارش اس کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر سو مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھی تو اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ (ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذرا تو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے) اس کی تعریف کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، (پھر ایک) اور جنازہ گذرا تو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے) اس کی برائی بیان کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں ایک جنازہ گذرا اور اس پر تعریف کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی (تین مرتبہ) پھر (دوسرا) جنازہ گذرا اور اس کی برائی بیان کی گئی تو (پھر بھی) آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی (تین مرتبہ) پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے جس کی تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی تو اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی تم (لوگ) زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (تین مرتبہ فرمایا) (مسلم)

حضرت مالک بن ہبیرہ شامی رضی اللہ عنہ جن کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی ان کے پاس جنازہ لایا جاتا تھا اور جنازہ کے ساتھ جو لوگ ہوتے (ان کی تعداد کم ہوتی) تو ان کی تین صفیں بنا دیتے تھے پھر اس پر نماز جنازہ پڑھتے تھے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کسی میت پر مسلمانوں نے تین صفیں بنا کر نماز پڑھ لی تو اس کے لئے مغفرت واجب ہوگئی۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی واللفظ لابن ماجہ)

بَابُ الْقِرَائَةِ عِنْدَ الْمَيِّتِ

باب: میت کے قریب (قرآن کی) تلاوت کرنا

3121 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَكِّيٍّ الْمَرْوَزِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، وَلَيْسَ بِالنَّهْدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَءُوا يس عَلَى مَوْتَاكُمْ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ الْعَلَاءِ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنے مُردوں پر سورہ یٰسین پڑھو'' یہ الفاظ ابن العلاء کے نقل کردہ ہیں۔

شرح

مردوں سے مراد قریب المرگ ہیں۔ اس صورت میں سورت یٰسین پڑھنے کی حکمت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ قریب المرگ

اس سورت میں مذکورہ مضامین مثلاً ذکراللہ، احوال قیامت، بعث اور اسی قسم کے دوسرے عجیب وبدیع مضامین سے لطف اندوز ہو۔
یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں لفظ "مردوں" سے مراد قریب المرگ نہ ہوں بلکہ حقیقی مردے مراد ہوں اس صورت میں اس کلمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ سورت یٰسین مردہ کے پاس اس کے گھر میں دفن سے پہلے دفن کے بعد اس کی قبر کے سرہانے پڑھی جائے۔

ابن مردویہ رحمہ اللہ وغیرہ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جس میت (یعنی قریب المرگ یا حقیقی میت) کے سر کے پاس سورت یٰسین پڑھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرماتا ہے"۔ ابن عدی رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ" جو شخص اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی (یعنی صرف ماں کی یا صرف باپ کی) قبر پر ہر جمعہ کو جاتا ہے اور پھر وہاں سورت یٰسین پڑھتا ہے تو صاحب قبر کے لئے سورت یٰسین کے تمام حروف کی تعداد کے بقدر مغفرت عطا کی جاتی ہے۔" علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جمعہ سے مراد حسب ظاہر خاص طور پر یوم جمعہ بھی ہوسکتا ہے اور پورا ہفتہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم میں کہیں ایسی کوئی ممانعت نہیں کہ قبرستان میں قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے، اس کے برخلاف احادیث شریفہ میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تلاوت کا ذکر آیا ہے۔ معجم کبیر طبرانی میں حدیث پاک ہے۔

حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بن نَهِيكٍ ,قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بن أَبِي رَبَاحٍ ,يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ ,يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ,يَقُولُ:إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلا تَحْبِسُوهُ ,وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ ,وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ,وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ فِي قَبْرِهِ.

حضرت ایوب بن نھیک نے فرمایا؛ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے یہ فرماتے ہوئے سنا میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا؛ جب تم میں سے کوئی انتقال کر جائے تو تم اُسے روکے مت رکھو، اور اُسے جلد اس کی قبر تک پہنچادو اور جب میت قبر میں ہو تو اس کے سرہانے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنی چاہئے اور اُس کے پائنتی سورۂ بقرہ کی آخری آیتوں کی تلاوت کرنی چاہئے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر 13438۔ شعب الایمان للبیہقی شعب الایمان للبیہقی التاسع والثلاثون من شعب الایمان فصل فی زیارۃ القبور، حدیث نمبر 8986)

ایصال ثواب سے متعلق احکام کا بیان

قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، ان علماء وفقہاء میں سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نیز حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد شاگرد بھی ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تذکرۃ فی احوال الموتی میں تحریر کیا ہے کہ اس باب میں اصل صدقہ ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے تو جس طرح سے صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، قرآن کریم پڑھنے، دعا اور استغفار کا ثواب بھی میت کو پہونچے گا کیونکہ یہ بھی صدقات ہی ہیں، اور جن حضرات نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق گمان کیا ہے کہ وہ میت پر قرآن کریم پڑھنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں، وہ غلط ہے۔ کیونکہ صرف اختلاف اس میں ہے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچے گا اگر پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے پہنچنے کی دعا کرتا ہے۔ اور جن حضرات نے کہا ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب نہیں پہونچتا، تو یہ اس وقت ہے جب کہ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے پہنچنے کی دعا نہ کرے۔ (تذکرۃ فی احوال الموتی للقرطبی) غرضیکہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق اکثر علماء کی رائے میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہونچتا ہے۔

اس موضوع سے متعلق چند احادیث شریفہ

٭ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصاری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی متفقہ روایت ہے کہ رسول اللہ ا نے دو مینڈھے قربان کئے۔ ایک اپنی طرف سے اور دوسرا امت کی طرف سے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ، طبرانی، مستدرک اور ابن ابی شیبہ)۔ امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قربانی کا ثواب دوسروں حتی کہ زندوں کو بھی پہنچتا ہے۔

٭ ایک شخص نے رسول اللہ ا سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرنے کے لئے کہتیں۔ اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے لئے اجر ہے؟ رسول اللہ ا نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ابوداؤد، نسائی)۔ امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ صدقہ کا ثواب میت حتی کہ زندوں کو بھی پہنچتا ہے۔

٭ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ا نے فرمایا: ہاں۔ (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ)۔ اسی مضمون کی متعدد دوسری روایات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے میت کے لئے نافع بتایا ہے۔

٭ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ان کے دادا عاص بن وائل نے زمانۂ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ ان کے چچا ہشام بن العاص نے اپنے حصہ کے پچاس اونٹ ذبح کر دئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ میں کیا کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے باپ نے توحید کا اقرار کر لیا تھا تو تم ان کی طرف سے روزہ رکھو یا صدقہ کرو وہ ان کے لئے نافع ہوگا۔ (مسند احمد)

٭ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کی تدفین میں جلدی کرو۔ اس کے سرہانے کی طرف سورۂ فاتحہ اور پیروں کی طرف سورۂ البقرہ کا آخر پڑھو۔ (علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث طبرانی نے صحیح (حسن) سند کے ساتھ ذکر کی ہے)۔

٭ صحابہ کرام سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ فرمان پر عمل کرنا ثابت ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما سے میت کے سرہانے کی طرف سورۂ فاتحہ اور پیروں کی طرف سورۂ البقرہ کا آخری رکوع پڑھنے کا عمل ذکر کیا ہے۔ مسلم کی مشہور شرح لکھنے والے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الاذکار)

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورۂ یٰس قرآن کریم کا دل ہے، جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا قرب اور آخرت میں بھلائی حاصل کرنے کی غرض سے اسے پڑھے گا، وہ اس کو حاصل ہوگی۔ اور اس سورہ کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ (مسند احمد، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، سنن بیہقی، نسائی) محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے اسی اور دیگر احادیث کی بنیاد پر میت پر قرآن کریم پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ دیگر محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن محدثین کا اصول ہے کہ فضائل کے سلسلہ میں ضعیف حدیث معتبر ہوتی ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور علماء کے قول کو تحریر فرمایا ہے۔

* رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص حالت نزاع میں ہو اور اس کے پاس سورۂ یٰس پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر نزاع کی حالت کو آسان فرما دیتا ہے۔ (مسند للدیلمی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار للقاضی الشوکانی)

* حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: اگر کوئی قبرستان میں سورۂ یٰس پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قبرستان کے مُردوں سے عذاب قبر کو کم کر دیتا ہے۔ شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (صاحب الخلال) نے اس کی تخریج کی ہے۔

امام حافظ الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے کنز الدقائق کی شرح میں اور امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المغنی، کتاب الجنائز میں ذکر کیا ہے۔ امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس مشہور کتاب المغنی، کتاب الجنائز میں ایک اور حدیث ذکر فرمائی ہے کہ نبی اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا: جس کسی شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر سورۂ یٰس پڑھی تو میت کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

مشہور و معروف محدث حضرت ابو مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت صفوان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشائخ کہا کرتے تھے کہ اگر میت پر سورۂ یٰس پڑھی جاتی ہے تو اس کی برکت سے اس کے ساتھ تخفیف کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ شیخ محب الدین الطبری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مرنے کے بعد کسی کی قبر پر سورۂ یٰس پڑھنا مراد ہے۔

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا قبرستان پر گزر ہو اور وہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب مرنے والوں کو بخش دے تو پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔ (دار قطنی)

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورۂ فاتحہ، قل ھو اللہ احد اور الھاکم التکاثر پڑھے، پھر کہے کہ میں نے جو پڑھا ہے اس کا ثواب ان حضرات کو پہونچایا جو اس قبرستان میں مدفون ہیں تو وہ حضرات کل قیامت کے دن اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے۔ (دار قطنی)

* حضرت عبد الرحمن بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ جب میں انتقال

کر جاؤں تو بسم اللہ وعلی سنۃ رسول اللہ کہہ کر لحد والی قبر میں دفن کر دینا اور میرے سرہانے سورۂ فاتحہ پڑھنا، اس لئے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (اخرجہ الخلال فی الجامع "کتاب القراءة عند القبور")

ابن قیم نے اس حدیث کو اپنی کتاب "الروح" میں ذکر کیا ہے، نیز انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ سلف صالحین کی ایک جماعت نے کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ دفن کے وقت ان کی قبر پر قرآن کریم پڑھا جائے۔

• ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنے والدین کی خدمت ان کی زندگی میں تو کرتا رہا، ان کے انتقال کے بعد کیسے خدمت کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے بھی روزہ رکھو۔ (دارقطنی)

علامہ حافظ الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شرح کنز الدقائق" میں، امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح القدیر" میں اور شیخ محمد العربی بن التبانی المالکی المغربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اسعاف المسلمین والمسلمات بجواز وصول ثوابہا الی الاموات" میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

• رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھو، اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے بھی روزہ رکھو، اپنے صدقہ کے ساتھ ان کے لئے بھی صدقہ کرو۔ (المصنف للشیخ ابن ابی شیبہ)

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قبیلہ خشعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے باپ کو فریضۂ حج کا حکم ایسی حالت میں پہنچا ہے کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ بھی نہیں سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان کی طرف سے حج ادا کرو۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی، نسائی)

• حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قبیلہ خشعم ہی کے ایک مرد کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بوڑھے باپ کے متعلق یہی سوال کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہو اور تم اس کو ادا کر دو تو وہ ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ اس شخص نے کہا جی ہاں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: بس اسی طرح تم ان کی طرف سے حج ادا کرو۔

(مسند احمد، نسائی)

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر وہ اس سے پہلے ہی مر گئیں۔ اب کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کر سکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں پر اگر قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا نہیں کرتی، اسی طرح تم لوگ اللہ کا حق بھی ادا کرو۔ اور اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے ساتھ کئے ہوئے عہد پورے کئے جائیں۔ (بخاری، نسائی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: میری ماں نے روزہ کی نذر مانی تھی اور وہ پوری کئے بغیر مر گئیں، تو کیا میں ان کی طرف سے روزہ رکھ سکتی ہوں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی طرف سے روزہ رکھ لو۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ ایک عورت نے حضور اکرم ﷺ سے اپنی ماں کے متعلق پوچھا کہ ان کے ذمہ ایک مہینے (یا دوسری روایت کے مطابق دو مہینے) کے روزے تھے، کیا میں یہ روزے ادا کردوں؟ آپ نے ان کو اس کی اجازت دی۔ (مسلم، مسند احمد، ترمذی، ابوداود)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ جو شخص انتقال کر جائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھ لے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

(وضاحت): ان احادیث میں دوسروں کی طرف سے نماز اور روزہ رکھنے کا جو ذکر آیا ہے، ان سے نفلی یا نذر کی نماز اور روزہ مراد ہیں، کیونکہ دیگر احادیث میں فرض نماز یا رمضان کے روزہ کے متعلق واضح حکم موجود ہے کہ وہ دوسروں کی طرف سے ادا نہیں کئے جاسکتے ہیں بلکہ اس کے لئے فدیہ ہی ادا کرنا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھر والوں کے میت پر (بلند آواز کے ساتھ) رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

جن علماء وفقہاء کی رائے میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے، وہ عموماً مندرجہ ذیل ۲ دلائل پیش کرتے ہیں:
أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ. وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔ (سورہ النجم ۳۸۔۳۹)

اگر اس آیت کے عموم سے قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچ سکتا ہے تو پھر ایصال ثواب، قربانی اور حج بدل وغیرہ کرنا سب ناجائز ہو جائیں گے، بلکہ دوسرے کے حق میں دعائے استغفار حتی کہ نماز جنازہ بھی بے معنی ہو جائے گی، کیونکہ یہ اعمال بھی اُس شخص کا اپنا عمل نہیں ہے جس کے حق میں دعا کی جارہی ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ عمومی طور پر ہر شخص اپنے ہی عمل کی جزا یا سزا پائے گا۔ لیکن باپ یا بیوی یا کسی قریبی رشتہ دار کے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص ان کی جنازہ کی نماز پڑھتا ہے یا ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے یا ان کی طرف سے حج یا عمرہ کرتا ہے یا قربانی کرتا ہے یا صدقہ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی تلاوت کر کے اس کا ثواب میت کو پہنچاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرما کر میت کو اس کا ثواب عطا فرمائے گا ان شاء اللہ، خواہ میت گناہ گار ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے میت کو ثواب نہیں ملا تو ان شاء اللہ ان اعمال کو کرنے والے کی طرف اس کا اجر پلٹ کر آئے گا، جس طرح منی آرڈر اگر پانے والے کو نہیں ملتا ہے تو بھیجنے والے کو واپس مل جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کے انتقال کے بعد اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل: صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور نیک لڑکے کی دعا جو وہ اپنے والد کے لئے کرے۔ (ابن ماجہ، ابن خزیمہ)

آپ کا یہ ارشاد صرف ان مذکورہ تین اعمال کی خاص اہمیت کو بتلانے کے لئے ہے۔ اگر اس حدیث کو عام رکھا جائے تو بیٹے کی ماں کے لئے یا بھائی کی بہن کے لئے یا کسی شخص کی اپنے متعلقین اور رشتہ داروں کے لئے دعا، استغفار اور جنازہ کی نماز سب بے معنی ہو جائیں گی۔ رسول اکرم ﷺ کے ارشادات میں اس طرح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جیسے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جس نے نماز فجر اور عصر کی پابندی کر لی تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (بخاری، مسلم)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم صرف ان دو وقت کی نماز کی پابندی کر لیں، باقی جو چاہیں کریں، ہمارا جنت میں داخلہ یقینی ہے۔ نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ان دو نمازوں کی خاص اہمیت کو بتلانے کے لئے ہے کیونکہ جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا وہ ضرور دیگر نمازوں کا اہتمام کرنے والا ہوگا، اور نمازوں کا واقعی اہتمام کرنے والا دیگر ارکان کی ادائیگی کرنے والا بھی ہوگا، ان شاء اللہ۔ اسی طرح اس حدیث میں ان تین اعمال کی صرف خاص اہمیت بتلائی گئی ہے۔

انہی مختلف فیہ مسائل میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچنے کا مسئلہ ہے۔ علماء وفقہاء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ جبکہ دوسری جماعت کی رائے ہے کہ حج، زکاۃ، قربانی اور صدقات کی طرح قرآن کریم پڑھنے کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے، ان علماء وفقہاء میں سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اصحاب کی رائے بھی یہی ہے کہ میت کو قرآن کریم پڑھنے کا ثواب پہنچتا ہے، جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الاذکار اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں تحریر فرمایا ہے۔ امام حافظ قاضی القضاۃ تقی الدین السبکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "قضاء الارب فی اسئلۃ حلب" میں قرآن کریم پڑھنے کے ثواب کو میت کے لئے ہبہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

ابن تیمیہ نے بھی قرآن کریم پڑھنے کے ثواب کو میت کے لئے ہبہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ، جزء ۲۴)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام ابوبکر المروزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو آیت الکرسی، پھر تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھو۔ اس کے بعد کہو کہ یا اللہ اس کا ثواب قبرستان والوں کو پہنچا۔ (المقصد الارشد فی ذکر اصحاب الامام احمد)

اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ احادیث سے مالی اور مالی و بدنی مرکب عبادات میں نیابت کا واضح ثبوت ملتا ہے، جس پر ساری امت مسلمہ متفق ہے۔ رہی خالص بدنی عبادت تو متعدد احادیث سے اس میں بھی نیابت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ نیکیوں کی بعض اقسام کو مستثنیٰ کرنے کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ نیز قرآن وحدیث میں کسی بھی جگہ قرآن کریم کی تلاوت کر کے میت کو اس کا ثواب پہنچانے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ نیز آدمی جس طرح مزدوری کر کے مالک سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی اجرت میرے بجائے فلاں شخص کو دے دو، اسی طرح وہ کوئی نیک عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کر سکتا ہے کہ اس کا اجر میری طرف سے فلاں شخص کو عطا کر دیا جائے۔ لہٰذا ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کر کے اپنے مُردوں کو اس کا ثواب پہنچانا چاہئے۔

ابو حامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "الاحیاء" میں اور ابو محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کتاب "العاقبہ" میں رقمطراز ہیں: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورہ فاتحہ، معوذتین اور "قل ھو اللہ احد" پڑھو اور ان کا ثواب اہل قبور کو پہنچا

دو کیونکہ یہ پہنچتا ہے۔

علی بن موسیٰ حداد بیان کرتے ہیں: میں احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ جوہری کے ہمراہ ایک جنازہ میں موجود تھا، جب میت کو دفن کیا گیا تو ایک نابینا شخص آیا اور قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنے لگا، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فلاں! قبر پر قرآن خوانی بدعت ہے۔ علی بن موسیٰ حداد فرماتے ہیں: جب ہم قبرستان سے باہر آئے تو محمد بن قدامہ رحمۃ اللہ نے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ سے عرض کیا: اے ابوعبداللہ! مبشر حلبی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ ثقہ (قابل اعتماد) آدمی تھے، میں نے دریافت کیا کہ آپ نے ان سے کچھ لکھا ہے؟ فرمایا: ہاں! علی بن موسیٰ بن حداد نے عرض کیا کہ حضرت مبشر حلبی بن اسماعیل نے عبدالرحمن بن العلاء بن الحجاج سے اور انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کے دفن کرنے کے بعد ان (کی قبر) کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں تلاوت کی جائیں اور انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ آپ نے اس بات کی وصیت فرمائی تھی۔ (یہ سن کر) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: میں اپنے موقف سے رجوع کرتا ہوں اور اس شخص سے کہو کہ وہ (قبر کے پاس) پڑھے۔ کتاب الروح مصنفہ ابن قیم (شاگرد ابن تیمیہ)، التذکرہ فی احوال موتی وامور آخرہ مصنفہ امام علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے بعض علماء نے میت کو ثواب پہنچنے پر حدیث عسیب سے استدلال کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ دو قبروں کو عذاب ہو رہا ہے تو آپ نے ایک تر شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر ایک قبر پر ٹکڑا لگا دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیں گی قبر والوں سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

صحیح بخاری ج3 ص222، صحیح مسلم ج3 ص200، نسائی ج4 ص106، ترمذی رقم الحدیث:70، ابن ماجہ رقم الحدیث:347-349، مسند احمد ج1 ص35، صحیح ابن حبان ج5 ص52، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:6753، مصنف ابن ابی شیبہ ج3 ص375، البیہقی ج1 ص104۔

اور مسند ابی داؤد طیالسی میں ہے کہ آپ نے شاخ کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک قبر پر رکھ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی ان کا عذاب ہلکا ہو جائے گا۔ (معالم السنن ج1 ص27، ترمذی ج1 ص103، صحیح مسلم ج8 ص231-236)

علماء کہتے ہیں: یہ حدیث قبر کے پاس درخت وغیرہ لگانے کی اصل ہے اور یہ کہ جب اللہ تعالیٰ درختوں اور شاخوں وغیرہ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے تو کوئی مومن قبر کے پاس اگر قرآن مجید پڑھے گا تو کیا عالم ہوگا؟؟

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اہل قبور کو ثواب پہنچائے تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے برابر اجر عطا فرمائے گا۔ (کنز العمال رقم الحدیث:42596، احکام الجنائز ص193، القراءۃ علی القبور ج ق201 ص6)

خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب کوئی مسلمان آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبور کو پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) مشرق سے لے کر مغرب تک ہر

مومن کی قبر میں چالیس (40) روشنیاں داخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان مردوں کی قبروں کو کشادہ فرمادیتا ہے اور قاری کو ستر نبیوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور ہر میت کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ہر مرنے والے کے بدلے اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ (احکام الجنائز ص 191، صحیح مسلم ج 2 ص 188، ترمذی ج 4 ص 42، مسند احمد ج 2 ص 284)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور یہ دعا پڑھے:

اللھم رب الاجساد البالیة والعظام الناخرة خرجت من الدنیا وھی بك مومنة فادخل علیھا روحا منك وسلاما منی الا کتب بعددھم حسنات۔

ترجمہ: اے اللہ! اور ان پرانے جسموں اور بوسیدہ ہڈیوں کے مالک! جب یہ اجسام دینا سے قبروں میں گئے تھے تو تجھ پر ایمان رکھنے کی حالت میں گئے تھے پس تو ان پر اپنی طرف سے راحت اور میری طرف سے سلامتی داخل فرما۔ تو اس دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ ان کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کے لیے نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

زندوں کی عبادت (بدنی و مالی) کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخشا جائز ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء سے ثابت ہے۔

ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن وحدیث پر ایمان وعمل ہے اور پھر معتزلہ کی طرح ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں انہیں اپنی سوچ پر نظر ثانی اور ان دلائل پر غور کرنا چاہیئے، حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں انہیں پڑھنا ان پر غور کرنا اور پھر انصاف کرنا آپ کا کام ہے۔ بقول انوار عزمی۔

کوئی منصف ہو تو انصاف کا چہرہ دیکھے کوئی عادل ہو تو زنجیر ہلائی جائے

والذین جآءوا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ط

"وہ جو ان کے بعد آئے وہ یوں دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے باایمان گزر چکے ہیں۔

دنیا سے پردہ کرنے والوں کے حق میں زندوں کی دعا کا یہ کتنا واضح ثبوت ہے اور بھی کئی آیات ہیں مگر اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

حدیث پاک میں آتا ہے: الدعاء مخ العبادة۔ "دعا عبادت کا مغز ہے۔"

ایک اور جگہ ہے: الدعاء ھو العبادة "دعا عبادت ہے۔"

ثابت ہوا زندوں کی عبادت دنیا سے جانے والوں کے لئے فائدہ مند ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقد نقل غیر واحد الاجماع علی ان الدعاء ینفع المیت ودلیله من القرآن قوله تعالیٰ والذین جآءوا۔ (الی الاخر)

"اور اس امر پر بہت سے علماء نے اجماع نقل کیا ہے کہ بے شک دعا میت کو نفع دیتی ہے اور اس کی دلیل قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ (مذکورہ آیت کریمہ والذین جاءوا) (شرح الصدور، ص 127)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

وفی دعاء الاحیاء للاموات او صدقتھم عنھم نفع لھم خلافا للمعتزلۃ.

"زندوں کی دعا اور صدقے سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔"

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ. (مسلم شریف)

" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرنے والے کی ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ایک عورت نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی مگر اس کا انتقال ہوگیا کیا میں اس کی طرف سے حج کر کے اس کی نذر پوری کرسکتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قال حجی عنھا۔ (بخاری)

"تم اس کی طرف سے حج کرو۔"

فتاویٰ عزیزی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں با یصال ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشرینی امر مستحسن وخوب است''۔

" ہاں صالحین کی قبروں کی زیارت کرنا اوران کی قبروں سے تبرک حاصل کرنا اور ایصال چواب تلاوت قرآن دعائے خیف تقسیم طعام وشیرینی سے ان کی مدد کرنا بہت ہی خوب اور بہتر ہے اور اس پر علمائے امت کا اجماع ہے۔' اور دیکھئے:

ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لا تشرکون باللہ شیئا الا شفعھم اللہ فیہ۔ (ابوداؤد)

"اگر کسی مسلمان کی نماز جنازہ پر 40 آدمی ایسے کھڑے ہو جائیں جنہوں نے کبھی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو ان کی شفاعت میت کے حق میں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ یعنی بخش دیتا ہے۔"

بخاری، مسلم اور مشکوۃ میں ہے:

" دو قبر والوں پر عذاب ہورہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک تر شاخ منگواہ کر آدھی ایک قبر پر اور آدھی دوسری قبر پر رکھ دی اور فرمایا جب تک یہ چاخیں ہری رہیں گی قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد آپ نے تکبیر و تسبیح پڑھنی شروع کردی۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تکبیر و تسبیح پڑھنے کے بابت پوچھا تو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قال لقد تضایق علی هذا العبد الصالح قبره حتی فرجه الله عنه (مشکوۃ)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔اس نیک آدمی پر قبر تنگ ہوگئی تھی یہاں تک کہ اب اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر کو فراغ کردیا ہے۔"

فائدہ!

معلوم ہوا کہ زندوں کی عبادت سے اہل قبور کو فائدہ پہنچتا ہے اور دفن کے بعد قبر کے پاس تسبیح وغیرہ (کلام پاک) پڑھنا جائز ہے۔

میت پر تین دن خاص کر سوگ کیا جاتا ہے۔بزرگوں نے فرمایا تین دن سوگ کیا ہے۔اب اٹھنے سے پہلے گھر کے چند افراد مل کر کچھ پڑھو کچھ صدقی کرو اور اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچا کر اٹھو۔اس کا نام سوئم یا تیجہ ہوگیا۔ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

1۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ملفوظات عزیزی، ص55 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تیجہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

روز سوئم کثرت ہجوم مردم آں قدر بود" کہ تیسرے دن لوگوں کے بیرون از حساب است ہشتاد و یک کا ہجوم اسقدر تھا کلام بشمار آمد ہو زیادہ ہم شدہ باشد کہ شمار سے باہر ہے۔وکلمہ ساحضر نیست اکیاسی کلام اللہ ختم ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوئے ہوں گے اور کلمہ طیبہ کا تو اندازہ ہی نہیں۔"

2۔حضرت سعید بن منذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر استطاعت ہو تو تین دن میں قرآن ختم کرو۔(جامع صغیر)

3۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی عرض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن ہر مہینے ختم کرو۔انہوں نے پھر عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن میں ختم کرو۔

(بخاری جلد اول)

4۔حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب حد زنا لگنے سے سنگسار کردیا تو بعد از دفن جب دو دن یا تین گزر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے جہاں صحابہ کرام بیٹھے تھے پس سلام کیا آپ نے اور بیٹھ گئے اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ ماز بن مالک کی بخشش کی دعا کرو تو صحابہ کرام نے ماز بن مالک رضی اللہ عنہ کی مغفرت کی دعا مانگی۔(مسلم، جلد دوم)

چنانچہ شیخ المحدثین حجرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا

وتصدیق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم تا ہفت روز۔(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ)

"اور میت کے مرنے کے بعد سات روز تک صدقہ کرنا چاہیئے۔"

دن مقرر ہونے کی وجہ سے احباب اکٹھے ہو کر میت کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ایک حکمے یہ بھی ہے کہ عام لوگوں کے

لئے تین دن سوگ ہے۔ مگر عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ چالیس روز تک سوگ کرے۔ ہر عورت کے رشتہ دار اور اولاد وغیرہ اس کے غم میں شریک رہتے ہیں آخری دن کچھ پڑھ کر فاتحہ دلا کر اٹھتے ہیں۔

ایصال ثواب کے متعلق ضروری وضاحت

ایصال ثواب کے عمل میں دکھاوا اور ریا کاری نہیں کرنی چاہیے۔ اگر ایصال ثواب کا مقصد نمود ونمائش ہے تو اس کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ اور ایسا دکھاوے کا عمل حرام اور گناہ ہے۔ عام طور پر بہت سے لوگ قرض لیکر میت کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اور عام لوگوں کو دعوتیں دیتے ہیں۔ شریعت میں ایسی دعوتوں کی اجازت نہیں۔ میت کے ایصال ثواب کے لئے جو کھانا ہے وہ حسب استطاعت ہو اور اسے مستحق اور غریبوں لوگوں کو کھلایا جائے۔ (صاحبان حیثیت حضرات کو اس کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے)

اسی طرح بعض گھروں میں ایصال ثواب کے موقع پر دس بیبیوں کی کہانی، شہزادے کا سر، داستان عجیب اور جناب سیدہ کی کہانی وغیرہ پڑھی جاتی ہیں۔ جن کی کوئی اصل نہیں اسی طرح ایک پمفلٹ: وصیت نامہ" جس میں" شیخ احمد" کا خواب درج ہے۔ اسے بھی علمائے کرام نے خودساختہ قرار دیا ہے۔ ان چیزوں سے بچیں۔ مزید تفصیل کے لئے ممتاز اسلامی اسکالر جناب ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کی کتاب کڑوی روٹی کا مطالعہ فرمائیں۔

بزرگان دین کی فاتحہ وغیرہ کا کھانا اور چیز ہے یہ تبرک ہے اور اسے امیر لوگ بھی کھا سکتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیا را ہم خوردن جائز است۔

(زبدۃ النصائح، ص132)

بَابُ الْجُلُوسِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

باب: مصیبت کے قریب (یعنی فوتگی کے وقت) بیٹھنا

3122 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا قُتِلَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، وَجَعْفَرٌ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْحُزْنُ وَذَكَرَ الْقِصَّةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر شدید غم کے اثرات نمایاں تھے (اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے)۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن حارثہ بنو کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے دادا کا نام شراحیل (یا شرحبیل) اور پڑدادا کا عبدالعزی تھا۔ اپنے اٹھارویں جد کلب بن وبرہ کی نسبت سے کلبی اور چوبیسویں جد قضاعہ کی نسبت سے قضاعی کہلاتے ہیں۔ زید قریش میں سے نہ

تھے، حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ارفخشذ (ارفکشاد) کے پڑپوتے قحطان (یایقطان) بن عابر (یاعامر) ان کے مورث اعلیٰ تھے۔ عابر معلوم تاریخ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینتیسویں جد تھے۔ زید کی والدہ سُعدی بنت ثعلبہ کا تعلق بنو طے کی شاخ بنومعن سے تھا، مستدرک حاکم کی روایت (۴۹۴۶) کے مطابق جبلہ، اسما اور زید کی ولادت کے بعد وہ چل بسیں۔

حضرت زید آٹھ برس کے تھے کہ ان کی والدہ سُعدی انھیں لے کر اپنے قبیلے والوں سے ملنے گئیں۔ ان کے قیام کے دوران میں قبیلۂ بنوقین بن جسر نے بنومعن کے گھروں میں لوٹ مار کی۔ غارت گر نوعمر زید کو اٹھا کر لے گئے اور بازار عکاظ (یا مکہ کے بازار حُباشہ) میں فروخت کے لیے پیش کر دیا جہاں سے حکیم بن حزام نے چار سو درہم دے کر انھیں اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کے لیے خرید لیا۔ سیدہ خدیجہ کی شادی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی تو انھوں نے کوئی اور تحفہ دینے کے بجائے اپنا غلام زید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق سیّدہ خدیجہ نے حکیم بن حزام کے خریدے ہوئے غلاموں میں سے زید کو خود چنا اور انھیں شادی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجہ سے خود مانگا۔

ادھر زید کے والد نے اپنے بیٹے کو ہر جگہ ڈھونڈا اور ہر قافلے سے اس کا پتا پوچھا، نہ ملا تو اسے یاد کرتے اور رقت وسوز سے یہ شعر پڑھتے،

بکیت علی زید ولم ادر ما فعل حی فیرجی ام دونہ الاجل

(میں زید کو یاد کر کر کے رویا، مجھے نہیں معلوم وہ کیسا ہے؟ زندہ ہے یا اسے موت درپیش آ گئی ہے؟)

وان ھبت الارواح ھیجن ذکرہ فیاطول ماحزنی علیہ ویاوجل

(اگر ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی یاد افزوں کر دیتی ہیں، ہائے! اس کا غم مجھ پر کتنا طویل ہو گیا ہے اور اس کی سلامتی کا خوف کتنا زیادہ ہو گیا ہے)

آخر کار بنوکلب کے افراد حج جاہلیت کرنے مکہ آئے تو زید کو دیکھا اور پہچان لیا۔ زید نے کچھ اشعار پڑھے اور کہا، میرے گھر والوں کو بھی سنا دینا، ان میں سے دو یہ تھے۔

احن الی قومی وان کنت نائیا بانی قطین البیت عند المشاعر

(میں اپنی قوم سے ملنے کا بہت مشتاق ہوں، اگرچہ دور ہوں کہ حرم بیت اللہ میں مقامات حج کے قریب رہتا ہوں)

فانی بحمد اللہ فی خیر اسرۃ کرام معدّ کابرا بعد کابر

(میں الحمدللہ بہترین کنبے میں زندگی گزار رہا ہوں، معد بن عدنان کے شرفا میں رہتا ہوں جن میں ایک کے بعد دوسرا سردار ہوتا آیا ہے)

زید کے قبیلے والوں نے واپس جا کر ان کے والد کو ان کا مقام پتا بتایا تو وہ اور زید کے چچا کعب انھیں فدیہ دے کر چھڑانے کے لیے مکہ آئے۔ ابھی وادیٔ غیر ذی زرع میں اسلام کی آمد نہ ہوئی تھی اور زید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے۔ ان کے والد اور چچا بیت اللہ میں آپ سے ملے اور کہا، اے ابن عبدالمطلب! اے ابن ہاشم! سردار قوم کے بیٹے! آپ حرم الٰہی کے رہنے

والے ہیں، غلاموں اور قیدیوں کو آزاد کراتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور مصیبت کے ماروں کی مدد کرتے ہیں۔ہم اپنے بیٹے کے لیے آئے ہیں جو آپ کے پاس ہے۔ ہمارے ساتھ نیکی کریں، اس کا فدیہ لے کر احسان کریں، اپنی فریاد ہم آپ ہی سے کرتے ہیں۔کون ہے وہ؟ آپ نے دریافت فرمایا۔انھوں نے بتایا، زید بن حارثہ۔فرمایا، میں تمھیں فدیے سے بھی بہتر حل بتا دیتا ہوں، زید کو بلالو اور اسے اختیار (choice) دے دو۔اگر تمھارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر کسی فدیے کے تمہارا ہے اور اگر میرے ساتھ رہنا پسند کرے تو اللہ کی قسم! میں اس شخص کے بدلے میں جو مجھے چنے کوئی فدیہ لینا پسند نہ کروں گا۔حارثہ اور کعب نے کہا، آپ نے خوب انصاف کیا ہے۔پھر آپ نے زید کو بلایا اور پوچھا، انھیں جانتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، جی ہاں! یہ میرے والد اور چچا ہیں۔آپ نے فرمایا، تم مجھے جان گئے ہو اور میرے ساتھ رہ کر دیکھ لیا ہے، میرا یا ان دونوں کا انتخاب کرلو۔زید نے کہا، میں آپ پر کسی کو ہرگز ترجیح نہ دوں گا۔آپ میرے باپ اور چچا کی جگہ پر ہیں۔دونوں نے ملامت کی، زید! تیرا ناس ہو، تو نے غلامی کو آزادی اور اپنے باپ چچا اور گھر والوں پر ترجیح دے دی۔جواب تھا، ہاں، میں نے اس شخص سے ایسا سلوک پایا ہے کہ میں کسی کو بھی اس پر ترجیح نہیں دے سکتا۔زید کا جواب سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنا لے پالک بنا لیا پھر قریش کے تمام حلقوں اور ان کی مجلسوں میں (دوسری روایت: حجر اسود کے پاس) لے گئے اور اعلان فرمایا، گواہ رہو! زید میرا بیٹا ہے، وہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث بنوں گا۔زید کے والد اور چچا مطمئن ہو گئے اور خوشی خوشی واپس چلے گئے۔تب زید کو زید بن محمد کہا جانے لگا تا آنکہ دین اسلام کا ظہور ہوا۔ان کا نام زید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تجویز کردہ تھا، قریش کے جد قصی کا اصل نام زید تھا اسی لیے قریش اس نام کو بہت پسند کرتے تھے۔عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں، سورۂ احزاب کی ان آیات کے اترنے سے پہلے ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد ہی کہا کرتے تھے:

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَ كُمْ أَبْنَاءَ كُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ. (آیت:۴)

''اللہ نے تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارے (حقیقی) بیٹوں جیسا نہیں بنا دیا۔یہ تو تمھارے مونہوں سے بنائی ہوئی باتیں ہیں''

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ. (آیت:۵)

''انھیں ان کے (حقیقی) باپوں کے نام سے پکارو، یہی اللہ کے ہاں زیادہ قرین انصاف ہے۔اور اگر تمھیں ان کے آبا کا علم ہی نہ ہو تو تمھارے دینی بھائی اور تعلق دار ہیں۔'' (بخاری:۴۷۸۲، مسلم:۶۳۴۲)

زید گھر کے علاوہ تجارتی و کاروباری معاملات میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بٹاتے۔

ام ایمن جن کا اصل نام برکت تھا، جنگ فیل میں قید ہونے والے اہل حبشہ میں سے تھیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو والد کی طرف سے وراثت میں ملی تھیں اور انھوں نے آپ کی پرورش بھی کی تھی۔پہلے خاوند عبید بن زید سے پیدا ہونے والے بیٹے ایمن کے نام سے ام ایمن کنیت کی جو زیادہ مشہور ہو گئی۔سیدہ خدیجہ سے شادی کے بعد آپ نے ان کو آزاد کر دیا اور اپنے غلام زید بن حارثہ سے ان کا بیاہ کیا۔انھی سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔ام ظبا ان کی دوسری کنیت ہے۔۴ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی دختر زینب بنت جحش اسدیہ سے زید کی شادی کی۔ یہی زینب تھیں جو بعد میں آپ کے عقد میں آئیں۔ زینب کو طلاق دینے کے بعد ام کلثوم سے زید کی شادی ہوئی۔ عقبہ بن ابو معیط کی یہ بیٹی ہجرت کر مدینہ آئیں تو زبیر بن عوام، زید بن حارثہ، عبدالرحمان بن عوف اور عمرو بن عاص نے انھیں شادی کا پیغام بھیجا۔ انھوں نے اپنے ماں جایے عثمان بن عفان سے صلاح لی تو انھوں نے نبیِ اکرم سے رجوع کرنے کو کہا۔ وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ نے زید بن حارثہ کا مشورہ دیا۔ ام کلثوم بن عقبہ سے زید بن زید اور رقیہ کی ولادت ہوئی، یہ دونوں بچپن میں فوت ہو گئے۔ ام کلثوم کو طلاق دینے کے بعد زید نے ابولہب بن عبدالمطلب کی بیٹی درہ سے شادی کی۔ ان کو بھی طلاق دے دی تو زبیر بن عوام کی بہن ہند سے نکاح کیا۔

زید بن حارثہ بیان کرتے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں بیت اللہ کے پاس تانبے کا بنا ہوا ایک بت پڑا ہوتا تھا جس کا نام اساف (یا نائلہ) تھا۔ مشرکین طواف کے وقت اسے چھوتے تھے۔ ایک بار میں نے آپ کے ساتھ طواف کیا تو (برکت سمجھ) کر اسے چھولیا۔ آپ نے منع فرمایا کہ اسے نہ چھوؤ۔ زید کہتے ہیں، اگلی بار میں نے طواف کیا تو بھی آپ ساتھ تھے۔ میں نے سوچا، میں اسے (آج بھی) چھووں گا، دیکھوں تو کیا ہوتا ہے؟ آپ نے دیکھا تو فوراً ڈانٹا، تمھیں منع نہ کیا گیا تھا؟ زید مزید کہتے ہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت بخشی اور آپ پر کتاب نازل کی! آپ نے کبھی کسی بت کو نہ چھوا تھا۔

بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دور جاہلیت کے موحد زید بن عمرو بن نفیل سے مکہ کی وادیٔ بلدح (یا بالائی مکہ) میں ملاقات ہوئی۔ آپ اور زید بن حارثہ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے زید سے پوچھا، قوم آپ کو برا کیوں سمجھتی ہے؟ انھوں نے کہا، میری طرف سے ان کے ساتھ اس کے سوا کوئی زیادتی نہیں ہوئی کہ میں انھیں گمراہ سمجھتا ہوں۔ میں یثرب، ایلہ اور شام کے احبار سے ملا ہوں اور سب کو شرک میں ملوث پایا ہے۔ الجزیرہ کے ایک عیسائی عالم نے کہا، تو جس دین کو ڈھونڈ رہا ہے وہ تمھارے ہی شہر میں ایک نبی لے کر مبعوث ہوگا لیکن مجھے ابھی تک اس کے آثار نہیں ملے۔ زید کی وفات کے بعد آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو آپ نے زید بن حارثہ سے کہا، روز قیامت زید بن عمرو اکیلے ہی ایک امت کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے۔

زید کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ غلاموں میں سے سب سے پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا۔ مشہور ہے کہ وہ سیّدہ خدیجہ اور حضرت ابوبکر کے بعد ایمان لائے تاہم، زہری، سلیمان بن یسار، عروہ بن زبیر اور سلمہ نے زید کو مسلم اول قرار دیا ہے۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام کی بیان کردہ ترتیب یوں ہے، سب سے پہلے سیّدہ خدیجہ ایمان لائیں۔ جبریل علیہ السلام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سکھائی تو آپ اور خدیجہ چھپ کر نماز ادا کرتے۔ سیّدنا علی آپ کی پرورش میں تھے، ایک دن گزرا تھا کہ انھوں نے دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ دین حق کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ زید بن حارثہ آپ کے آزاد کردہ تھے، آپ کے قریب ہونے کی وجہ سے انھیں بھی سبقت الی الاسلام کا شرف حاصل ہو گیا۔ حضرت ابوبکر کو آپ نے خود اسلام کی دعوت دی تو وہ بلا تردد ایمان لے آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے کعبہ جاتے اور چاشت کی نماز ادا فرماتے۔ اس وقت تو قریش کی طرف سے کوئی خدشہ نہ ہوتا لیکن جب آپ کوئی دوسری نماز پڑھتے تو علی اور زید آپ کی حفاظت

کرتے۔

ابوطالب کی زندگی میں قریش مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی جسمانی تکلیف نہ پہنچائی لیکن ان کی وفات کے بعد ایک بدبخت نے آپ کے سر پر مٹی ڈال دی، دوسرے نے نماز پڑھتے ہوئے آپ پر بکری کی کوکھ پھینک دی۔ تب آپ زید بن حارثہ کو لے کر بنوثقیف سے مدد مانگنے گئے لیکن انھوں نے الٹا دیوانوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ مشرکین کی ایذا رسانیاں بڑھ گئیں تو اہل ایمان کو مدینہ ہجرت کرنے کا اذن عام مل گیا۔ زید بن حارثہ اور ان کی اہلیہ ام ایمن بھی مہاجرین میں شامل تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوایوب انصاری کے گھر قیام فرمایا جب کہ زید حمزہ بن عبدالمطلب اور ابومرثد غنوی کے ساتھ انصاری صحابی کناز بن حصین (یا حصن) کے ہاں مقیم ہوئے۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق زید کلثوم بن ہدم یا سعد بن خیثمہ کے مہمان ہوئے۔ آپ کو مدینہ لانے والا راہبر عبداللہ بن اریقط مکہ واپس ہوا تو آپ نے اپنے دونوں آزاد کردہ غلاموں زید بن حارثہ اور ابورافع کو دو اونٹ اور پانسو درہم دے کر اس کے ساتھ بھیجا۔ یہ آپ کی دختران فاطمہ اور ام کلثوم اور ازواج سودہ بنت زمعہ اور عائشہ کو مدینہ لے کر آئے۔ حضرت ابوبکر کی اہلیہ ام رومان، ان کے بیٹے عبداللہ اور زید کے اپنے بیٹے اسامہ بھی ان کے ساتھ مدینۃ النبی پہنچے۔

دار ہجرت پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار میں مواخات قائم فرمائی تو چند مہاجرین کو بھی ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا۔ آپ نے زید بن حارثہ کو حمزہ بن عبدالمطلب کا دینی بھائی قرار فرمایا۔ اسی لیے جنگ احد کے روز سید الشہدا حمزہ نے اپنی شہادت کی صورت میں زید کے حق میں وصیت کی۔ کچھ اہل تاریخ نے اس مواخات کی صحت سے انکار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار میں موافقت پیدا کرنے کے لیے مواخات قائم فرمائی اس لیے ایک مہاجر کی دوسرے مہاجر سے مواخات کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ آپ کا سیدنا علی کو اپنا بھائی قرار دینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ بچپن سے اپنے والد ابوطالب کی زندگی ہی میں آپ کے زیر سایہ اور زیر کفالت رہے۔ دوسری روایت کے مطابق اسید بن حضیر زید کے انصاری بھائی تھے۔

۲ھ میں کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ میں غارت گری کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر کے پاس واقع وادی سفوان تک اس کا پیچھا کیا۔ اپنی غیر موجودگی میں آپ نے زید بن حارثہ کو مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا۔

زید نے بدر اور بعد کے تمام غزوات میں حصہ لیا۔ ان کا شمار چند ماہر تیر انداز صحابہ میں ہوتا ہے۔

۲ھ۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، علی اور زید بن حارثہ کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے۔ اس یوم فرقان میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح دی، زید بن حارثہ نے ابوسفیان کے بیٹے حنظلہ کو جہنم واصل کیا۔ دوسری روایت کے مطابق علی، حمزہ اور زید نے مل کر اسے قتل کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے مدینہ واپس روانہ ہوئے تو اثیل کے مقام پر عصر کی نماز ادا فرمائی۔ وہیں سے آپ نے بشارت سنانے کے لیے عبداللہ بن رواحہ کو بالائی مدینہ (قبا) اور زید بن حارثہ کو زیریں مدینہ کی طرف بھیجا۔ زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضبا (قصوا) پر سوار اس وقت پہنچے جب عثمان جنت البقیع میں اپنی اہلیہ اور آپ کی صاحبزادی رقیہ کی تدفین کر رہے تھے۔ زید نے منادی کی، عتبہ وشیبہ قتل ہو گئے، امیہ اور ابوجہل مارے گئے، ابوالبختری اور زمعہ جہنم واصل ہوئے، نبیہ ومنبہ اپنے انجام کو پہنچے۔ منافقین نے ان کی

تصدیق کرنے کے بجائے الٹا کہا،تمھارے صاحب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی قتل ہو گئے ہیں تبھی تو زید ان کی اونٹنی پر سوار ہو کر لوٹے ہیں۔یہودیوں نے کہا،زید شکست کھا کر آئے ہیں۔اسامہ بن زید کہتے ہیں،میں اپنے والد سے تنہائی میں ملا اور مخالفین کی باتوں کے بارے میں پوچھا۔انھوں نے کہا،میری بات ہی سچ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی زینب آپ کی بعثت سے قبل سیدہ خدیجہ کے بھانجے ابوالعاص بن ربیع سے بیاہی ہوئی تھیں۔آپ کو منصب نبوت عطا ہوا تو ابوالعاص کفر پر قائم رہے۔انھوں نے جنگ بدر میں مشرکوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کی قید میں آ گئے۔مکہ سے بدر کے قیدیوں کا فدیہ آیا تو اس میں زینب کا بھیجا ہوا کچھ مال اور وہ گلوبند بھی تھا جو سیدہ خدیجہ نے ابوالعاص سے شادی کے وقت زینب کو دیا تھا۔نکلس کو دیکھ کر آپ پر رقت طاری ہو گئی،آپ نے اسے ابوالعاص کو واپس کیا اور اس شرط پر رہائی بھی دے دی کہ وہ زینب کو مدینہ بھیج دیں گے۔جنگ بدر کے ڈیڑھ ماہ بعد آپ نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری صحابی کو مکہ بھیجا اور فرمایا،تم بطن یاجج پہنچ کر رک جانا اور جب زینب آ جائیں تو انھیں ساتھ لے آنا۔اس مقصد کے لیے اپنی انگوٹھی بھی زید کو دی تاکہ اسے پہچان کر زینب ان کے ساتھ آ جائیں۔پہلی بار وہ ابوالعاص کے بھائی کنانہ کے ساتھ مکہ سے نکلیں تو ذوطوی کے مقام پر دو مشرکوں ہبار اور فہری نے انھیں جانے سے روک دیا۔اس موقع پر ابوسفیان نے یہ کہہ کر زینب کو واپس لوٹا دیا کہ کچھ دنوں کے بعد چپکے سے رات کے اندھیرے میں نکل جائیں۔چنانچہ چند دن گزرنے کے بعد زید نے ایک چرواہے کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی بھیجی تو زینب ان کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئیں۔

غزوۂ قردہ (یا فردہ): جنگ بدر کے بعد قریش کو تشویش ہوئی کہ ان کی تجارتی گزرگاہ مدینہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پرخطر ہو گئی ہے اس لیے شام کے سفر کے لیے متبادل راستہ ڈھونڈنا چاہیے۔انھوں نے بکر بن وائل کے راہبر فرات بن حیان عجلی کی خدمات حاصل کیں جو جمادی الاولی ۳ھ میں ان کے تجارتی قافلے کو ذات عرق اور غمرہ کے راستے سے لے کر نکلا۔اس قافلے میں صفوان بن امیہ (یا ابوسفیان)،حویطب بن عبدالعزی اور عبداللہ بن ابو ربیعہ چاندی کی ایک بڑی مقدار لے کر سفر کر رہے تھے۔ انھی دنوں نعیم بن مسعود مدینہ آیا ہوا تھا،اس نے اپنے پرانے دوست سلیط بن نعمان سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی۔آپ نے فوراً زید بن حارثہ کو ایک دستہ دے کر روانہ کر دیا۔یہ پہلا غزوہ تھا جس میں زید امیر مقرر ہوئے۔نجد کے ایک چشمے قردہ (فردہ) پر انھوں نے قافلے کو جا لیا،قریش کے لیڈر بھاگ گئے تو زید نے دو آدمیوں کو قید کیا اور مال و اسباب مدینہ لے آئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ درہم مال غنیمت میں سے خمس (پانچواں حصہ: بیس ہزار درہم) رکھ کر باقی مال زید کے دستے میں تقسیم کر دیا۔قید ہو کر آنے والے فرات نے اسلام قبول کر لیا۔یہی فرات جنگ خندق میں مشرکوں کا جاسوس بن گیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا لیکن اس نے توبہ کر لی اور بعد میں اچھا مسلمان ثابت ہوا۔

۳ھ۔جنگ احد کے اگلے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم احد کے تمام شرکا حتیٰ کہ زخمیوں کو بھی لے کر مدینہ سے سات میل دور حمرا الاسد کے مقام پر گئے اور تین دن قیام کیا۔اظہار قوت آپ کا مقصد تھا اسی لیے ابوسفیان کو جو پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا تھا مدینہ کا رخ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔واپس لوٹتے ہوئے آپ نے معاویہ بن مغیرہ کو پکڑا جو راستے سے بھٹک گیا تھا۔اسی نے سیدنا

حمزہ کی ناک کاٹی تھی اور ان کی نعش کا مثلہ کیا تھا۔ مدینہ پہنچ کر معاویہ نے حضرت عثمان کے گھر جا کر ان سے امان طلب کر لی۔ ان کے کہنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین دن کی مہلت دے دی اور فرمایا، اس کے بعد اگر تو نظر آیا تو تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ وہ مدینہ سے نکل کر روپوش ہو گیا، چوتھے دن آپ نے زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر کو اس کے پیچھے بھیجا اور فرمایا، وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا، فلاں جگہ چھپا ہوگا، اسے دیکھتے ہی قتل کر دینا۔ عمار اور زید نے اسے حمات کے مقام پر جا لیا اور اس کی گردن اڑا دی۔

ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کی عزت افزائی کے لیے ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش سے کی تو ان کے ددھیالی اعزہ، خاص طور پر ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے اس رشتے پر اعتراض کیا۔ ان کا کہنا تھا، زینب بنو اسد کی آزاد عورت ہیں جب کہ زید ایک آزاد کردہ غلام ہیں اس لیے ان دونوں میں کفاءت نہیں۔ خود زینب بھی اس رشتے پر راضی نہ تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ.

(سورۂ احزاب: ۳۶)

”کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم دے دیں تو وہ اپنے معاملے میں خود اختیاری کریں۔“

پر خاموش رہی تھیں۔ اپنے مزاج کی تیزی کی وجہ سے وہ شادی کے بعد بھی اپنے حسب و نسب پر فخر کرتی رہیں اس لیے زید نے انھیں طلاق دینے کا ارادہ کر لیا لیکن پہلے آپ سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا، امسك عليك زوجك واتق الله۔ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (سورۂ احزاب: ۳۷) ایک سال سے کچھ اوپر وقت گزرا تھا اور ابھی کوئی اولاد نہ ہوئی تھی کہ یہ شادی طلاق پر منتج ہوئی۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو اپنی زوجیت میں لینے کا فیصلہ کیا اس لیے کہ ایک آزاد کردہ غلام کی مطلقہ کے لیے دوسری شادی دشوار کام تھا۔ اس سے بھی بڑی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے خود آپ کو یہ عقد کرنے کا حکم دیا تھا کیونکہ ایک منہ بولے بیٹے کی مطلقہ کی حرمت کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنا مقصود تھا۔ اللہ کے ارشاد:

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ. (سورۂ احزاب: ۳۷)

”آپ اپنے دل میں وہ چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے خائف ہو رہے تھے“

کا مطلب ہے کہ اللہ کی طرف سے آپ کو وحی آ چکی تھی کہ زینب کو طلاق ہوگی اور آپ کو ان سے نکاح کرنا ہوگا لیکن آپ سمجھتے تھے کہ اس سے کفار و منافقین کو طعن و تشنیع کا موقع ملے گا اس لیے ظاہر نہ فرمانا چاہتے تھے۔ جب زینب کی عدت پوری ہو گئی تو آپ نے زید ہی کو ان کے پاس بھیجا اور فرمایا، جاؤ، اس کے سامنے میرا ذکر کرو۔ زینب آٹے کو خمیر لگا رہی تھیں، زید کہتے ہیں، مجھے ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اس لیے پیٹھ پھیر کر کہا، زینب! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے پاس اپنا ذکر کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ زینب نے کہا، میں کوئی فیصلہ نہ کروں گی حتیٰ کہ اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں۔ وہ اپنے مصلے کی طرف گئی تھیں کہ قرآن مجید کا حکم نازل ہو گیا۔

کتب تاریخ میں بیان کردہ یہ روایت ہرگز درست باور نہیں کی جاسکتی کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم زید کی غیر موجودگی میں ان کے گھر گئے اور پردہ ہٹنے پر زینب کو دیکھ لیا تو وہ انھیں بھا گئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اپنی پھوپھی زاد کو بچپن سے لے کر جوانی تک کی تیس سالہ زندگی میں کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ زید کے ہاں انھیں دیکھنا کوئی معنی رکھتا؟ اگر یہ واقعہ درست ہوتا تو کیا آپ کی شان نبوت کے خلاف نہ ہوتا کہ معاذ اللہ آپ اپنے صحابہ اور موالی کی منکوحات پر نظر رکھتے ہیں؟ ابن عربی نے ان تمام روایات کو نا قابل التفات (ساقطة الاسانيد) قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، زینب (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد اور آپ کے مولا زید کی اہلیہ ہونے کی وجہ سے) ہر وقت آپ کے ساتھ رہتی تھیں اور ابھی حجاب کا حکم بھی نازل نہ ہوا تھا۔ (اس لیے یکا یک محبت پیدا ہونے کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا تھا؟) ایک قلب مطہر کو اس فاسد تعلق سے کیا لینا؟ (احکام القرآن: سورۂ احزاب) قرطبی لکھتے ہیں، یہ روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زید کی اہلیہ زینب سے (معاذ اللہ) محبت یا عشق ہو گیا تھا کسی ایسے شخص کی وضع کردہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت سے نا واقف تھا یا اس نے (جان بوجھ) کر آپ کی حرمت کو پامال کرنا چاہا۔ (الجامع لاحکام القرآن: سورۂ احزاب) ابن کثیر کہتے ہیں، ان اقوال کے غلط ہونے کی وجہ سے ہم ان کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب سمجھا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم: سورۂ احزاب) قرآن مجید میں زید کو دیے جانے والے حکم کہ ''اللہ سے ڈرتے رہو'' سے معلوم ہوتا ہے کہ زید سے بھی کوئی فروگزاشت ہوئی ہوگی۔

۶ھ میں زید بن حارثہ نے کئی مہمات کی سربراہی کی، وہ صلح حدیبیہ (۶ھ) میں بھی شریک ہوئے۔ ربیع الثانی ۶ھ میں زید بنو سُلیم کے علاقے جموم گئے جہاں بنو مزینہ کی ایک عورت حلیمہ کو قابو کیا۔ اس نے بنو سلیم کے ایک ٹھکانے کی نشان دہی کی۔ زید نے وہاں سے مال ڈنگر حاصل کیے اور کچھ لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ جمادی الاولیٰ ۶ھ میں زید پندرہ آدمیوں کا سریہ لے کر مدینہ سے چھتیس میل دور واقع طرف نامی علاقے میں گئے۔ یہ بنو ثعلبہ کا مسکن تھا، بدوؤں نے انھیں دیکھا تو اپنے اونٹ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی ماہ زید مدینہ سے چار دن کے سفر کی مسافت پر واقع مقام عیص گئے جہاں شام سے واپس آنے والے قریش کے ایک قافلے پر چھاپا مارا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق ابو العاص بن ربیع بدر کے بجائے اس سریہ میں قید ہوئے۔

۶ھ ہی میں (یا ۷ھ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی دحیہ بن خلیفہ کلبی قیصر روم کو آپ کا نامہ پہنچا کر اور اس سے مال و خلعت حاصل کر کے لوٹے تو بنو جذام کی سرزمین حِسمی میں وادئ شنار کے مقام پر بنو جذام کی شاخ بنو ضلیع سے تعلق رکھنے والے باپ بیٹے ہنید اور عوص اور ان کے ساتھیوں نے انھیں لوٹ لیا اور چند بوسیدہ کپڑوں کے سوا کچھ پاس نہ رہنے دیا۔ ایک نومسلم قبیلے بنو ضبیب نے ان کا پیچھا کر کے لوٹا ہوا مال واپس لے لیا اور دحیہ مدینہ آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے زید بن حارثہ کی قیادت میں پانسو صحابہ کا ایک لشکر روانہ کیا۔ بنو عذرہ کے ایک راہبر کی راہ نمائی میں زید رات کے وقت سفر کرتے اور دن کو اوجھل رہتے۔ فضافض کے مقام پر علی الصبح انھوں نے ہنید اور عوص کو پکڑا اور قتل کر کے ان کا مال و اسباب چھین لیا۔ ایک ہزار اونٹ اور پانسو بکریاں ان کے ہاتھ اور سو عورتیں اور بچے قید میں آئے۔ بنو خصیب کا ایک شخص اور بنو احنف (یا اجنف) کے دو آدمی بھی مارے گئے۔ یہ قبیلے صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دعوتی خط ملنے پر ایمان لا چکے تھے۔ زید کو اس بات کا علم نہ

تھا لیکن جب انھوں نے ان سے سورۂ فاتحہ سن لی تو اعلان کر دیا کہ ان کا مال ہم پر حرام ہے۔ تب بھی زید کے ساتھیوں نے توقف کرنے کا مشورہ دیا تو یہ لوگ بنوضبیب کے رفاعہ بن زید کی قیادت میں مدینہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دکھایا اور اپنا مال واپس کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے مقتولوں کے بارے میں تین بار استفسار کیا تو وفد میں شامل ابوزید بن عمرو نے کہا، ان کی دیت رہنے دیں لیکن قیدیوں کو چھوڑ دیں۔ آپ نے معاملہ سلجھانے کے لیے حضرت علی کی ذمہ داری لگائی۔ انھوں نے کہا، زید میری بات نہ مانیں گے تب آپ نے اپنی تلوار بطور علامت ان کے حوالہ کی۔ حضرت علی نے فلحلتین پہنچ کر زید سے ملاقات کی اور تمام مال واپس دلایا۔

رجب ۶ ھ میں زید ایک تجارتی قافلہ (یا سریہ) لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ وادی قریٰ پہنچے تو بنوفزارہ کے لوگوں نے راہ زنی کی، ان کے ساتھیوں کو مارا پیٹا اور سامان تجارت چھین لیا۔ زید کے کئی ساتھی شہید ہوئے اور وہ خود بھی زخمی ہو گئے۔ واپسی پر انھوں نے قسم کھائی کہ فزارہ سے دوبارہ جنگ کرنے تک غسل جنابت کی حاجت ہرگز نہ ہونے دیں گے۔ رمضان ۶ ھ میں ان کے زخم مندمل ہوئے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے انھیں ایک لشکر دے کر روانہ کیا۔ زید نے اپنے معمول کے مطابق راتوں کا سفر کیا لیکن بنوفزارہ کی شاخ بنوبدر کو ان کے آنے کی خبر ہو گئی۔ صبح سویرے فزارہ کے ٹھکانوں پر پہنچ کر انھوں نے وہاں پر موجود لوگوں کو گھیر لیا اور انھیں ان کے انجام تک پہنچایا پھر بدر کی پوتی ام قرفہ (فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر) اور اس کی بیٹی جاریہ بنت مالک کو قید کر لائے۔ ام قرفہ کو اپنے قبیلے میں بہت عزت دار سمجھا جاتا تھا حتی کہ اعز من ام قرفة (ام قرفہ سے زیادہ عزت دار) ضرب المثل بن گئی۔ زید کے کہنے پر قیس بن مسحر نے اسے بری طرح قتل کیا کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے اپنے بیٹوں اور پوتوں پر مشتمل چالیس گھڑسواروں کا دستہ تیار کیا تھا۔ اس کی بیٹی سلمہ بن اکوع کی قید میں آئی تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دی۔ آپ نے اپنے ماموں حرب (یا حزن) بن ابووہب کو عطیہ کر دی۔ اسی سے عبداللہ بن حرب (یا عبدالرحمان بن حزن) پیدا ہوئے۔ شعبان ۶ ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بنوخزاعہ کی شاخ بنومصطلق کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے ان کے چشمہ مریسیع گئے تو زید بن حارثہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اس لیے وہ اس غزوہ میں حصہ نہ لے سکے۔ دوسری روایت کے مطابق زید بن ثابت قائم مقام حاکم مقرر ہوئے۔ ابن ہشام نے زید کے ایک اور سریے کا ذکر کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حضرت علی کے آزاد کردہ غلام ضُمیرہ کے ساتھ مدین بھیجا، یہ مصر کے سرحدی علاقے مینا کے کچھ لوگ پکڑ کر لائے۔ کچھ قیدی دوسرے علاقوں کے تھے۔ انھیں الگ الگ کر کے بانٹا گیا تو رونے لگ گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اکٹھا رکھنے کا حکم دیا۔

آپ نے حارث بن عمیر کی سربراہی میں ایک وفد کو شاہ بُصریٰ کے نام خط دے کر بھیجا۔ یہ وفد شام کے سرحدی علاقے بلقا کے مقام موتہ سے گزر رہا تھا کہ وہاں کے حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی نے حارث کا گلا گھونٹا اور باقی ارکان کو بھی شہید کر دیا۔ ایلچیوں کو راہ داری دینے کے بجائے قتل کر دینا سفارتی آداب کی صریح خلاف ورزی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایلچی کو قتل کیے جانے کا یہ پہلا اور آخری واقعہ تھا اس لیے آپ نے شہدا کا بدلہ لینا اور شرحبیل کی تادیب کرنا ضروری سمجھا۔ تین ہزار کا لشکر تیار کر کے

زید بن حارثہ کو اس کا امیر مقرر کیا۔ روانگی کے وقت آپ خود لشکر میں تشریف لے گئے اور زید کو سفید علم عطا کیا اور لشکر کے لیے دعائے خیر و برکت کی۔ مزید فرمایا، ''اگر زید شہید ہوئے تو جعفر بن ابوطالب امیر ہوں گے، اگر جعفر شہادت پا گئے تو عبداللہ بن رواحہ ان کی جگہ لیں گے۔ وہ بھی شہادت سے سرفراز ہوئے تو مسلمان باہمی رضامندی سے اپنا امیر چن لیں'' پھر ثنیۃ الوداع کے مقام پر انھیں الوداع کہا۔ ایک یہودی نعمان بن فنحص اس وقت موجود تھا۔ اس نے زید سے کہا، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو تم ہرگز زندہ نہ لوٹو گے کیونکہ بنی اسرائیل کے نبی اس طرح جب کسی کا نام لے لیتے تھے تو وہ ضرور شہید ہو جاتا تھا۔

جمادی الاولیٰ ۸ھ میں مدینہ سے چل کر یہ لشکر وادیٔ قریٰ پہنچا تو زید نے چند روز رک کر دشمن کے متعلق معلومات فراہم کیں۔ شام کے علاقے معان پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ہرقل (یا اس کے بھائی) کی قیادت میں ایک لاکھ کی رومی فوج مآب پہنچ گئی ہے۔ لخم، جذام، قین، بہرا اور بلی قبائل کے ایک لاکھ افراد بھی مالک بن رافلہ (یا زافلہ) کی قیادت میں رومیوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ زید بن حارثہ نے اپنے ساتھیوں سے مشاورت کی تو یہ رائے سامنے آئی کہ اس تازہ صورت حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آنے تک مزید پیش قدمی نہ کی جائے۔ عبداللہ بن رواحہ نے زور دیا کہ آپ کا حکم صادر ہو چکا ہے، ہمیں اعداد و شمار دیکھنے کے بجائے اسی کو بجالانا چاہیے، دو روز کے توقف کے بعد اسی رائے پر عمل کرنے کا فیصلہ ہوا۔ جیش اسلامی دوبارہ روانہ ہوا، عبداللہ بن رواحہ نے عربی نحو کی کتابوں میں کثرت سے نقل کیا جانے والا اپنا یہ مشہور رزمیہ شعر (رجز) اسی سفر میں پڑھا۔

یازید زید الیعملات الذبل   تطاول اللیل علیک فانزل

(اے زید (بن ارقم)! زید (بن ارقم)! قوی تیز رفتار اونٹ چلتے چلتے سست پڑ گئے ہیں، تم پر رات لمبی ہو گئی ہے، اس لیے اتر کر حدی خوانی کر لے)

'المفصل' میں زمخشری نے سیبویہ کا تتبع کرتے ہوئے اس شعر کو نام لیے بغیر جریر کے ایک بیٹے کی طرف منسوب کیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ ابن رواحہ کا ہے۔ زید بن ارقم بھی غزوۂ موتہ میں شریک تھے، انھی کو مخاطب کر کے عبداللہ نے یہ رجز پڑھا۔ کچھ لوگوں نے زید سے ابن حارثہ کو مراد لیا ہے جو درست نہیں کیونکہ ایک سپہ سالار کا کام نہیں کہ اونٹوں کو ہانک کھینچ کر دوڑائے اور ان کے لیے حدی پڑھے۔

اردن کے مشرق میں واقع قصبے موتہ میں رک کر زید بن حارثہ نے لشکر کی ترتیب درست کی، بنوعذرہ کے قطبہ بن قتادہ کو میمنہ کا اور عبایہ بن مالک انصاری کو میسرہ کا کمانڈر مقرر کیا۔ بحیرۂ مردار کے ساحل پر سرزمین بلقا میں مشارف کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ چھ دن تک زید ضرب و فرار (hit and run) کے اصول پر رومی فوج پر حملہ آور ہوتے رہے۔ کبھی ایک مقام پر کبھی دوسری جگہ سے، کبھی سامنے سے، کبھی پہلو سے آتے، دشمن کو جوابی کارروائی کا موقع نہ دیتے اور صحرا میں غائب ہو جاتے۔ ساتویں دن وہ سامنے (front) سے نمودار ہوئے، جونہی رومی فوج کے پرے (phalanxes) بڑھنے لگے، زید نے پسپائی (withdrawl) اختیار کر لی۔ رومی بازنطینی فوج نے ان کا پیچھا کیا لیکن دو لاکھ کی فوج عجلت میں اپنی ترتیب قائم نہ رکھ سکی۔ موتہ کے مقام پر زید نے پلٹ کر بھرپور حملہ کرنے کا حکم دیا۔ سو صفوں پر مشتمل رومی لشکر کا ایک چھوٹا سا حصہ ان کا ہدف بنا جو حملے کی تاب

نہ لا سکا۔ رومیوں نے راہ فرار پکڑی اور اپنے لشکر ہی کو روندتے ہوئے کھلے میدان کی طرف بھاگے۔ مسلمان سپاہی ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ زید بن حارثہ پر چاروں طرف سے وار ہو رہے تھے، زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ وہ گھوڑے سے گر پڑے اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔ فرمان نبوی کے مطابق جعفر بن ابو طالب فوراً آگے بڑھے، اپنے سرخ گھوڑے سے اتر کر اسے ذبح کیا اور علم تھام کر پیادہ ہی لڑنا شروع کر دیا۔ انھوں نے نوے (بخاری، ۴۲۶۰: پچاس) سے زائد زخم کھائے، پہلے ان کا دایاں پھر بایاں بازو کٹا لیکن وہ جان فشانی سے آخر دم تک لڑتے رہے اسی لیے انھیں ذوالجناحین (دو پروں والا، یہ پر جنت میں عطا ہوں گے) کا لقب ملا۔ اب عبداللہ بن رواحہ نے علم تھاما اور رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ ان کی قیادت میں جیش اسلامی ہزاروں رومیوں کو دھکیلے جا رہا تھا لیکن وہ بھی شہید ہو گئے تو ثابت بن اقرم نے علم اسلامی بلند کیا۔ اسی اثنا میں جب فوج اپنا کمانڈر چننا چاہتی تھی، خالد بن ولید سامنے آئے اور کمان سنبھال لی۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ منظم پسپائی کے ذریعے میدان جنگ چھوڑا جائے اور مدینہ کو مراجعت اختیار کی جائے۔ اگلے دن انھوں نے لشکر کی ہیئت بدل دی، ساقہ کی جگہ مقدمہ اور مقدمہ کی جگہ ساقہ کو کر دیا، میمنہ و میسرہ کو بھی ادل بدل دیا۔ رومیوں کو مسلمانوں کے ہاتھ پہلے پرچم دکھائی نہ دیے اور فوج کی ترتیب بھی بدلی بدلی نظر آئی تو گمان کیا کہ اسلامی فوج میں نئی کمک آ گئی ہے۔ اصل میں یہ وہ چھوٹے چھوٹے دستے تھے جو خالد نے ظلمت شب میں پیچھے بھیج دیے تھے اور وہ دن چڑھے ان کی ہدایت کے مطابق ایک ایک کر کے جنگ میں دوبارہ شامل ہوئے۔ دشمن کا مورال گر گیا تو خالد نے اگلا پورا دن دفاع کمزور نہ ہونے دیا، رات ہوئی تو وہ اپنی فوج کو بحفاظت نکال لائے۔ جاتے جاتے مسلمانوں نے رومی میسرہ کے عرب کماندار مالک بن زافلہ کو جہنم واصل کیا۔ رومی فوج نے خالد کی واپسی کو بھی ایک چال سمجھا اور پیچھا نہ کیا۔ مدینہ پہنچنے پر کچھ لوگوں نے کہا، راہ حق کی جنگ سے انھیں واپس نہیں آنا چاہیے تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھاگے ہوئے نہیں ہیں، اللہ نے چاہا تو پھر لڑیں گے۔ یہ ابن اسحاق کی روایت تھی، واقدی اور بیہقی کا اصرار ہے کہ خالد نے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ رومیوں اور عربوں کی مشترکہ دو لاکھ کی فوج کو شکست سے دوچار کیا۔ وہ دلیل میں بخاری کی ذیل میں درج کردہ روایت کو پیش کرتے ہیں جس میں فتح صریح کا ذکر ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں، جب خالد نے فوج کی ترتیب میں تبدیلی کی تو اللہ نے انھیں فتح سے سرفراز کیا۔ وہ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ''یہ بھاگے ہوئے نہیں ہیں'' ان معدودے چند افراد (مثلاً سلمہ بن ہشام، عبداللہ بن عمر) کے بارے میں تھا جو فرار ہوئے، فوج کی اکثریت ثابت قدم رہی تھی۔ حیرت کی بات ہے کہ اہل ایمان اور کفار کی فوجوں میں اس قدر تفاوت ہونے کے باوجود جنگ موتہ میں کل بارہ مسلمان شہید ہوئے۔

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ موتہ کے شہدا کی خبر ملی تو رونے لگے اور فرمایا، وہ میرے بھائی، مجھ سے انس رکھنے والے اور میری باتیں کرنے والے تھے۔ بخاری کی روایت ہے، آپ منبر پر تشریف لائے۔ شہدا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، ''علم زید نے تھاما اور شہید ہو گئے پھر جعفر نے پکڑا اور شہادت پائی۔ اس کے بعد یہ ابن رواحہ کے ہاتھ آیا، انھوں نے بھی جام شہادت نوش کیا، آخر کار علم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد) نے پکڑا اور اللہ نے انھیں فتح دی۔'' یہ بیان کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے زید، جعفر اور عبداللہ کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا، اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو،

وہ جنت میں دوڑتا ہوا داخل ہو گیا ہے۔ زید کی بیٹی نے آپ کے سامنے آہ وزاری کی تو آپ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، اسامہ آپ کے سامنے آئے تو بھی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ سعد بن عبادہ نے کہا، یا رسول اللہ! اتنی رقت کیوں؟ فرمایا، یہ ایک دوست کی اپنے محبوب دوست سے محبت ہے۔ شہادت کے وقت زید بن حارثہ کی عمر ۵۵ سال تھی۔

زید بن حارثہ کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے فیصلہ کن جنگ کا ارادہ فرما لیا چنانچہ غزوۂ تبوک اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

زید بن حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال چھوٹے تھے۔ ان کا قد چھوٹا، رنگ گہرا سیاہ اور ناک چپٹی تھی۔ ایک دوسری روایت میں بالکل برعکس بیان ہوا ہے کہ زید گورے چٹے تھے البتہ ان کے بیٹے اسامہ سیاہ رنگ کے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی مجزز بن اعور کا تعلق بنو کنانہ کی شاخ بنو مدلج سے تھا، ان کے دو بیٹے علقمہ اور وقاص بھی صحابہ میں شامل تھے۔ اگرچہ قریش میں بھی چند قیافہ دان موجود تھے لیکن علم قیافہ کی مہارت رکھنے میں بنو مدلج اور بنو اسد خاص طور سے مشہور تھے۔ سیّدہ عائشہ فرماتی ہیں، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو بڑے مسرور تھے، آپ کا چہرہ دمک رہا تھا۔ فرمایا، تمھیں معلوم ہے، مجزز مدلجی میرے پاس آئے تو اسامہ اور زید لیٹے ہوئے تھے۔ انھوں نے چادر سے اپنے سر ڈھانپ رکھے تھے اور ان کے پاؤں نظر آ رہے تھے۔ مجزز نے دیکھ کر کہا، یہ دونوں پاؤں ایک دوسرے سے گہرا (نسبی) تعلق رکھتے ہیں۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو بیٹوں کی طرح رکھا ہوا تھا۔ جس طرح ہر شخص اپنی اولاد سے دلی لگاؤ رکھتا ہے اور ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوش ہوتا ہے ایسے ہی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم زید اور اسامہ کے بارے میں مجزز کے اس تبصرے سے بہت خوش ہوئے اور فوراً سیّدہ عائشہ سے اس کا ذکر کیا۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ زید کا رنگ صاف اور ان کے بیٹے اسامہ کا سیاہ ہونے کی وجہ سے کچھ لوگوں نے طعن زنی کی تھی۔ مجزز کی قیافہ شناسی سے نسب کے ان ماہرین کو خاموش ہونا پڑا کیونکہ عرب اس علم پر اعتقاد رکھتے تھے اور اسلام نے ان کے اعتقاد کو باطل قرار نہ دیا تھا۔

قرآن مجید میں زید کے علاوہ کسی صحابی کا نام صراحتاً مذکور نہیں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

"اور جب زید نے اس (زینب) سے علیحدگی کا ارادہ پورا کر لیا تو ہم نے آپ سے اس کا بیاہ کر دیا تاکہ اہل ایمان کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی۔ (سورۂ احزاب: ۳۸)

بیویوں میں حرمت نہ رہے حالانکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں۔"

سورۂ احزاب کی آیات ۴ تا ۶ میں لے پالک بیٹوں کو ان کے اصل باپوں کے نام سے پکارنے کا حکم آیا ہے، اولاً اس فرمان کا اطلاق بھی زید بن حارثہ پر ہوا۔ ان کے علاوہ آیت ۴۰

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ.

''محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، وہ تو اللہ کے رسول اور نبیوں کے سلسلے کا اختتام کرنے والے ہیں۔''
بھی زید کے بارے میں نازل ہوئی۔

زید بن حارثہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب (حب رسول اللہ) کہا جاتا تھا۔ آپ کا ارشاد ہے، ''مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے بھی اس پر انعام و اکرام کیا۔'' مراد زید بن حارثہ ہیں جنھیں اللہ نے نعمت اسلام سے سرفراز کیا اور قرآن مجید میں نام لے کر ان کا ذکر کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے ان پر احسان کیا۔ پہلے اپنی باندی برکت پھر پھوپھی زاد زینب سے ان کی شادی کی اور غزوۂ موتہ میں امارت دیتے ہوئے اپنے چچیرے جعفر بن ابوطالب پر مقدم رکھا۔ براء بن عازب کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے فرمایا، ''تو میرا بھائی اور میرا مولا ہے۔'' زید کے پوتے محمد بن اسامہ سے مروی ہے، آپ نے زید بن حارثہ کو ارشاد فرمایا، زید! تو میرا مولا (ساتھی، رشتہ دار) ہے، مجھ سے ہے، میری طرف منسوب ہے اور سب لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا، اللہ کی قسم! زید امارت کے لیے موزوں تھا۔ وہ میرے محبوب ترین انسانوں میں سے تھا۔ واقعۂ معراج کے ضمن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوئے تو ایک سرخ و سیاہ ہونٹوں والی دوشیزہ دیکھی۔ آپ نے پوچھا تو کس کو ملے گی؟ تو اس نے کہا، زید بن حارثہ کو۔ حضرت علی روایت کرتے ہیں، میں، جعفر بن ابوطالب اور زید بن حارثہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ نے زید کو کہا، تو میرا مولا ہے تو وہ خوشی سے پھدکنے لگے۔ جعفر کو ارشاد کیا، تو جسم کی بناوٹ اور اخلاق میں میرے مشابہ ہے تو وہ زید کے پیچھے ہو کر مارے فرحت کے اچھلنے لگے۔ پھر مجھ سے فرمایا، تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں تو میں جعفر کی اوٹ لے کر کدکنے لگا۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، زید بن حارثہ (وادی قریٰ میں بنوفزارہ کو ان کے انجام تک پہنچا کر) مدینہ لوٹے (تو سیدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے)، آپ میرے حجرے میں تھے۔ زید نے دروازہ کھٹکھٹایا، اس وقت آپ نے پورے کپڑے نہ پہنے ہوئے تھے لیکن لپک کر اس حالت میں ان کی طرف بڑھے کہ چادر گھسٹ رہی تھی۔ آپ نے ان کو گلے لگا کر بوسہ لیا اور غزوۂ (ام قرفہ) کے واقعات سنے۔

خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب نے اسامہ بن زید کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہ کا تین ہزار درہم مقرر کیا تو انھوں نے اعتراض کیا۔ آپ نے اسامہ کو مجھ پر کیوں ترجیح دی حالانکہ وہ کسی موقع پر مجھ سے آگے نہیں بڑھا۔ عمر نے جواب دیا، اس لیے کہ زید بن حارثہ تیرے باپ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے اور اسامہ تم سے بڑھ کر آپ کو پیارا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔

زید کے بھائی جبلہ بن حارثہ سے پوچھا گیا تم بڑے ہو یا زید؟ انھوں نے جواب دیا، زید، حالانکہ میں پہلے پیدا ہوا تھا۔ ہماری والدہ فوت ہوئی تو ہم دادا کی پرورش میں آ گئے وہاں سے چچا مجھے لے گئے۔ زید سیدہ خدیجہ کے پاس پہنچ چکے تھے اور انھوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا۔ (اس طرح وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑے ہو گئے)۔ ایک بار جبلہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ زید کو ان کے ساتھ بھیج دیا جائے۔ آپ نے فرمایا، اگر وہ تمھارے ساتھ جانا چاہے تو

میں نہ روکوں گا لیکن زید نے جانے سے انکار کر دیا۔ وفا زید بن حارثہ کا نمایاں وصف تھا۔

ایک بار زید بن حارثہ نے طائف کے ایک شخص سے خچر کرائے پر لیا۔ اس نے شرط رکھی کہ وہ انھیں اپنی مرضی والی جگہ پر اتارے گا۔ پھر وہ زید کو ایک ویرانے میں لے گیا اور اترنے کو کہا۔ انھوں نے دیکھا کہ وہاں بہت سے لوگ قتل کر کے پھینکے ہوئے ہیں۔ خچر والے نے زید کو بھی مارنا چاہا تو انھوں نے کہا، مجھے دو رکعتیں پڑھ لینے دو۔ اس نے کہا، پڑھ لو، پہلے پڑے ہوئے ان مقتولوں نے بھی نماز پڑھی تھی لیکن ان کی نماز نے انھیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ زید کہتے ہیں، میں نے نماز ادا کر لی تو وہ مجھے قتل کرنے کے لیے بڑھا۔ میں پکارا، یا ارحم الراحمین! تو اسے آواز آئی، اسے قتل نہ کرو۔ وہ ڈر گیا اور آواز دینے والے کو ڈھونڈنے لگا۔ کچھ نہ ملا تو پھر میری طرف لپکا۔ میں نے پھر یا ارحم الراحمین کی صدا لگائی تو پھر پلٹ گیا۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہوا تو مجھے ایک گھڑ سوار ہاتھ میں آہنی نیزہ پکڑے کھڑا نظر آیا، نیزے کے سرے پر آگ کا شعلہ لپک رہا تھا۔ گھڑ سوار نے وہ نیزہ خچر والے کی پشت میں گھونپ دیا جس سے وہ فوراً ہلاک ہو گیا۔ اسے انجام تک پہنچانے کے بعد اس غیبی انسان نے بتایا، جب تو نے پہلی دفعہ یا ارحم الراحمین پکارا تو میں ساتویں آسمان میں تھا۔ دوسری دفعہ صدا لگائی تو میں آسمان دنیا پر آ چکا تھا، تمھاری تیسری پکار پر میں تمھارے پاس موجود تھا۔ قتل سے پہلے دو رکعتیں ادا کرنے کی سنت پر زید سے پہلے خبیب بن عدی (غزوۂ رجیع میں) عمل پیرا ہو چکے تھے۔ پھر عہد معاویہ میں حجر بن عدی نے اس پر عمل کیا۔

کئی بار ایسا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تشریف لے گئے اور زید بن حارثہ کو اپنا نائب حاکم مقرر فرمایا۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے جس سریہ میں زید کو بھیجا، امیر ہی بنایا۔ اگر آپ کی رحلت کے وقت زندہ ہوتے تو ضرور ان کو خلیفہ مقرر فرماتے۔ سلمہ بن اکوع بتاتے ہیں، میں سات غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اور کچھ سرایا میں زید بن حارثہ کے ساتھ شریک رہا۔ آپ انھی کو ہمارا امیر مقرر فرماتے۔ جن جنگوں میں زید نے شرکت کی، ان کے نام یہ ہیں، غزوۂ قردہ (یا فردہ)، غزوۂ جموم، غزوۂ عیص، غزوۂ طرف، غزوۂ حسمیٰ، غزوۂ ام قرفہ۔ غزوۂ موتہ آخری غزوہ تھا جس میں زید بن حارثہ نے شرکت کی، یہ ۸ ھ میں ہوا، اسی میں وہ اہل ایمان کی قیادت کرتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوئے۔ وفات سے قبل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کی سپہ سالاری میں ایک لشکر کو شام کے سرحدی علاقے بلقا کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں ان کے والد زید شہید ہوئے تھے۔ اس موقع پر کچھ لوگوں نے اسامہ کے کم عمر ہونے اور کبار مہاجرین وانصار ان کے ماتحت ہونے کی طرف توجہ دلائی تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر فرمایا، تم نے اگر اسامہ کی امارت پر اعتراض کیا ہے (تو کیا؟) اس پہلے اس کے باپ کی سربراہی پر بھی معترض ہوتے رہے ہو۔ اللہ کی قسم! زید امارت کے لائق تھا اور مجھے سب سے بڑھ کر محبوب تھا۔ اللہ کی قسم! زید کے بعد اسامہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے، میں اسی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمھارے نیکوکاروں میں ہے۔

زید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، انس بن مالک، برا بن عازب، عبداللہ بن عباس، ان کے بھائی جبلہ بن حارثہ اور بیٹے اسامہ۔ تابعین میں سے علی بن عبداللہ بن عباس، ہزیل بن شرحبیل

اور ابو عالیہ نے ان سے مرسلہ روایتیں بیان کی ہیں۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

حضرت جعفر بن ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا ابو طالب (اصل نام: عبد مناف بن عبدالمطلب بن ہاشم) کے بیٹے تھے۔ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ان کی والدہ تھیں، ہاشم، جعفر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہونے کے ساتھ جعفر کے نانا بھی تھے۔ حضرت علی اور عقیل ان کے سگے بھائی تھے۔ حضرت علی ان سے دس برس چھوٹے تھے، عقیل بن ابو طالب جعفر سے دس سال اور طالب بیس سال بڑے تھے۔ حضرت جعفر کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

مکہ میں ایک بار شدید قحط پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب اس وقت بھی بہت خوش حال تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا، آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں، اس قحط میں ہم ان کا بوجھ بانٹ لیتے ہیں۔ ایک بیٹا میں لے لیتا ہوں، ایک آپ لے لیں اور ہم ان کی پرورش کر دیتے ہیں۔ انھوں نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا۔ ابو طالب سے بات ہوئی تو انھوں نے کہا، عقیل اور طالب کو میرے پاس رہنے دو۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی کو اور عباس نے حضرت جعفر کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے تک جعفر عباس ہی کے پاس رہے۔

حضرت جعفر ''السابقون الاولون'' میں شامل تھے، (۶۱۳ء میں) دعوت حق پر لبیک کہنے والوں کی تعداد پچیس (یا اکتیس) ہو چکی تھی کہ انھوں نے اسلام قبول کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی دار ارقم میں منتقل ہو کر دعوت دین کا کام شروع نہ کیا تھا۔

ایک بار ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کو نماز پڑھتے دیکھا، سیّدنا علی آپ کے دائیں طرف تھے۔ انھوں نے جعفر سے کہا، اپنے تایازاد کے ساتھ نماز پڑھو، اس کے بائیں طرف کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت جعفر بن ابو طالب کو حبشہ و مدینہ دونوں ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ رجب ۵ نبوی (۶۱۵ء) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایذا رسانیوں کو دیکھ کر صحابہ کو مشورہ دیا کہ حبشہ (Ethiopia,Abyssinia) کو ہجرت کر جائیں۔ فرمایا، وہاں ایسا بادشاہ (King of Axum) حکمران ہے جس کی سلطنت میں ظلم نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ سب سے پہلے عثان بن عفان، ابو حذیفہ بن عتبہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمان بن عوف، مصعب بن عمیر، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ، ابو سبرہ، سہیل بن بیضا اور ابو سلمہ اپنے گھر والوں کو لے کر (کل تعداد پندرہ) روانہ ہوئے۔ اسے ہجرت اولیٰ کہا جاتا ہے۔ چند ماہ کے بعد دو کشتیوں پر سوار ۶۷ اہل ایمان کا دوسرا گروپ نکلا جس کی قیادت حضرت جعفر بن ابو طالب نے کی۔ کچھ لوگ اسے ہجرت ثانیہ کہتے ہیں، لیکن اصل میں یہ پہلی ہجرت ہی کا دوسرا مرحلہ تھا۔ دونوں گروپوں کے مہاجرین کی مجموعی تعداد تراسی ہو گئی۔ نجاشی اور اس کے مصاحبین حضرت جعفر کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ انھوں نے امہری زبان (Amharic) میں مہارت حاصل کر لی اور نجاشی کے ترجمان کا کام بھی کرتے رہے۔

مشرکین مکہ کو علم ہوا کہ مہاجرین حبشہ میں اطمینان وسکون کی زندگی گزار رہے ہیں تو انھوں نے باہمی مشورہ سے عبداللہ بن

گئے:

تَرَىٰٓ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ، ''تم دیکھتے ہو کہ حق کو پہچان لینے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔'' (سورۂ مائدہ: ۸۳)

کا فرمان الٰہی اس صورت حال پر خوب منطبق ہوتا ہے۔ نجاشی بولا، یہ کلام اور موسیٰ علیہ السلام کا لایا ہوا کلام ایک ہی چراغ سے نکلی ہوئی روشنی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے وہی رسول ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں اور جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ اگر میں بادشاہت کا اسیر نہ ہوتا تو ان کی جوتیاں اٹھاتا۔ پھر قریش کے ایلچیوں سے پوچھا، کیا یہ تمھارے غلام ہیں؟ جواب ملا نہیں۔ کیا تمھارا کوئی قرض ان کے ذمہ ہے؟ جواب آیا نہیں۔ نجاشی نے کہا، چلے جاؤ! میں انھیں کبھی تمھارے حوالے نہ کروں گا۔

نجاشی سے صریح انکار سننے کے باوجود عمرو بن عاص نہ ٹلا۔ اس نے کہا کل میں بادشاہ سے ایسی بات کروں گا کہ مسلمانوں کی خوشیوں پر پانی پھر جائے گا۔ وہ پھر دربار میں پہنچ گیا اور کہا، یہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں بڑی غلط باتیں کرتے ہیں۔ نجاشی نے سیّدنا جعفر کو بلا کر اس باب میں اسلام کا نقطۂ نظر دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا، عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، اللہ نے کنواری مریم کی طرف اسے القا کیا، اس عفیفہ کو کسی بشر نے چھوا تھا نہ پہلے اس کا کوئی بچہ ہوا تھا۔ نجاشی نے ایک تنکا اٹھایا اور کہا، جو تم نے عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت بتائی، اس میں اس تنکے جتنا اضافہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر پادریوں نے ناک بھوں چڑھائی۔ نجاشی نے کہا، چاہے تم ناک بھوں چڑھا لو۔ پھر سیّدنا جعفر اور ان کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا، جاؤ! میرے ملک میں اطمینان و سکون سے رہو۔ جو تمھیں برا بھلا کہے گا، سزا جھیلے گا۔ اس نے قریش کے دیے ہوئے تحائف واپس کرنے کا حکم دیا اور کہا، ہمیں ان کی چنداں حاجت نہیں۔ (مسند احمد: ۲۲۴۰۰، ۲۲۴۹۸)

نجاشی کے مائل بہ اسلام ہونے کے بعد حبشہ کے ایک شخص نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ نجاشی نے مہاجرین کے لیے کشتیاں تیار کرائیں اور جعفر بن ابو طالب کو پیغام بھیجا، اگر باغیوں کے مقابلے میں مجھے شکست ہو گئی تو کشتیوں میں سوار ہو کر چلے جانا اور میں فتح یاب ہوا تو ٹھہرے رہنا۔ باغیوں نے اعتراض کیا، ہم عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور تم ان کو بندہ کہتے ہو۔ نجاشی نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا، میں انھیں عیسیٰ بن مریم کہتا ہوں۔ نجاشی نے اپنے دشمنوں پر غلبہ پا لیا تو عبداللہ بن مسعود اور کچھ اصحاب مدینہ چلے گئے تاہم حضرت جعفر اور باقی مسلمان حبشہ میں مقیم رہے۔

۴ھ میں نواسۂ رسول حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو سیّدنا علی نے ان کا نام اپنے بھائی کے نام پر جعفر رکھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر فرمایا، مجھے حکم ہوا ہے کہ اس نام کو بدل دوں چنانچہ حسین تجویز فرمایا۔ (مسند احمد، رقم ۱۳۷۰)

۷ھ میں عمرو بن امیہ ضمری حبشہ آئے تو وہاں موجود ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہ (رملہ بنت ابو سفیان) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شادی کا پیغام دیا۔ وہ پہلے عبیداللہ بن جحش سے بیاہی ہوئی تھیں اور انھی کے ساتھ حبشہ آئی تھیں۔ عبیداللہ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تو ان میں علیحدگی ہو گئی۔ نجاشی نے آپ کے وکیل کی حیثیت سے اپنی باندی ابرہہ کے ذریعے یہ پیغام ان

تک پہنچایا۔ انھوں نے خالد بن سعید بن عاص کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ حضرت جعفر بن ابو طالب اور دیگر مسلمان رسم نکاح میں شریک ہوئے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا اور چار سو دینار مہر ادا کیا۔ خالد نے جوابی خطبہ دیا، ایجاب و قبول کے بعد نجاشی نے حاضرین کی کھانے سے تواضع کی۔

۱۳ جون ۶۲۲ء (۲۶ صفر) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کی۔ حضرت جعفر ابھی حبشہ ہی میں تھے کہ آپ نے سیّدنا معاذ بن جبل کے ساتھ ان کی مواخات قائم فرمائی۔ ان کی مدینہ آمد کے بعد مواخات والی روایت درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ بدر کے دن آیت میراث نازل ہوئی اور مواخات کے احکام ختم ہو گئے۔ قیام حبشہ کے دوران میں ایک بار نجاشی نے حضرت جعفر اور دوسرے صحابہ کو ایک کمرے میں بلایا جہاں وہ بوسیدہ کپڑے پہنے مٹی پر بیٹھا تھا۔ اسے اس حال میں دیکھ کر سیّدنا جعفر خوف زدہ ہو گئے، اس ہیئت کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا، عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو کسی نعمت سے نوازے تو ان پر لازم ہے کہ تواضع اختیار کریں۔ میں نے تمھیں یہ خوش خبری سنانے کے لیے بلایا ہے کہ تمھاری سرزمین سے میرا ایک نمایندہ یہ اطلاع لے کر پہنچا ہے کہ اللہ نے بدر کے میدان میں اپنے نبی کو نصرت سے نوازا اور اس کے دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ جنگ بدر میں فلاں فلاں شخص مارا گیا ہے اور فلاں فلاں مسلمانوں کی قید میں آ گیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کی غنیمتوں میں سے جعفر کا حصہ نکالا (مستدرک حاکم، رقم ۴۹۲۵) تاہم واقدی نے اس کی نفی کی ہے۔

(۶۲۶ء میں) ہجرت مدینہ کو سات برس بیت گئے تو سیّدنا جعفر اور باقی مہاجرین نے یہ کہہ کر مدینہ جانے کی خواہش ظاہر کی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غالب آ گئے ہیں اور دشمن مارے جا چکے ہیں۔ نجاشی نے زادراہ اور سواریاں دے کر ان کو رخصت کیا۔ (المعجم الکبیر طبرانی، رقم ۱۴۷۸) عمرو بن امیہ ضمری مہاجرین حبشہ کو دو کشتیوں میں سوار کر کے لائے۔ عمرو کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس اسی غرض سے بھیجا تھا۔ آپ نے نجاشی کے نام جو خط ان کو دیا تھا، اس کا متن ذیل میں درج ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں، یہ خط بادشاہوں اور سربراہان مملکت کو لکھے جانے والے خطوط کی ایک کڑی تھی۔ نجاشی پہلے ہی اسلام لا چکا تھا۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم (یا اصحمہ) بن ابجر شاہ حبشہ کی طرف۔ تم پر سلام ہو۔ میں تمھاری طرف اللہ کی حمد بھیجتا ہوں جو حقیقی بادشاہ، ہر عیب سے پاک، سلامتی پہنچانے والا، امن دینے والا اور نگہبان ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے کنواری، پاکیزہ اور پاک دامن مریم کی طرف القا کیا تو وہ حاملہ ہوئی۔ سیّدنا عیسیٰ کو اللہ نے اپنی روح اور اپنی پھونک سے تخلیق کیا جیسے آدم کو اپنے ہاتھ اور اپنی پھونک سے پیدا کیا۔ میں تمھیں اللہ یکتا کی بندگی اور مسلسل اطاعت کی دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔ میری پیروی کرو اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لاؤ، کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے اپنے چچا زاد جعفر اور کچھ مسلمانوں کو تمھارے پاس بھیج رکھا ہے۔ اب تمھیں اور تمھاری فوجوں کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں نے بات پہنچا دی اور نصیحت کر دی۔ میری نصیحت قبول کرو۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔“

نجاشی نے اس خط کے جواب میں لکھا، ہم نے آپ کے چچازاد اور صحابہ کی مہمان نوازی کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور تصدیق شدہ رسول ہیں اس لیے آپ کے چچازاد جعفر کی بیعت کی اور اس کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں نے اپنے بیٹے ارہا (ارمی) بن اصحم کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے چاہا تو میں آپ کے پاس آؤں گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کہہ رہے ہیں حق ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں، ارہا کی کشتی سمندر کے بیچ میں غرق ہو گئی اور اس میں سوار ساٹھ افراد لقمۂ اجل بن گئے۔

مہاجرین کی دونوں کشتیاں صحیح سلامت حجاز کے ساحل پر پہنچ گئیں پھر مہاجرین اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ پہنچے، جعفر بن ابو طالب کے ساتھ لوٹنے والوں میں شامل تھے، جعفر کی اہلیہ اسما بنت عمیس، ان کے بیٹے عبداللہ بن جعفر، خالد بن سعید بن عاص، ان کی اہلیہ امینہ (یا ہمینہ) بنت خلف، ان کے بیٹے سعید بن خالد اور بیٹی امہ بنت خالد، خالد کے بھائی عمرو بن سعید بن عاص، معیقیب بن ابو فاطمہ، ابو موسیٰ اشعری، اسود بن نوفل، جہم بن قیس اور ان کے بیٹے، عمرو بن جہم اور خزیمہ بن جہم، عامر بن ابو وقاص، عتبہ بن مسعود، حارث بن خالد، عثمان بن ربیعہ، محمیہ بن جز، معمر بن عبداللہ، ابو حاطب بن عمرو، مالک بن ربیعہ اور ان کی زوجہ عمرہ بنت سعدی اور حارث بن عبد قیس۔ ان کے علاوہ سرزمین حبشہ میں وفات پا جانے والے اہل ایمان کی بیوگان بھی کشتیوں میں سوار تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر سے فارغ ہو کر مدینہ لوٹے تو جعفر نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے انھیں اپنے ساتھ چمٹا لیا، معانقہ کیا، آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ لیا اور فرمایا، میں بہت خوش ہوں، معلوم نہیں، جعفر کے آنے سے یا خیبر فتح ہونے پر۔ (مستدرک حاکم، رقم ۴۹۴۱) آپ نے انھیں خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا اور مسجد نبوی کے پہلو میں گھر بنانے کے لیے جگہ عنایت فرمائی۔ سیّدنا جعفر نے وہ تحائف آپ کو پیش کیے جو نجاشی اور اس کے بھتیجے ذومخمر نے بھیجے تھے۔

۷ھ ذی قعد کے مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ عمرۂ قضا کے لیے مکہ روانہ ہوئے۔ اجح کے مقام پر پہنچ کر آپ نے جعفر بن ابو طالب کو بنو ہلال کی میمونہ بنت حارث کی طرف نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ ان کی طرف سے عباس بن عبدالمطلب کو وکیل مقرر کیا گیا جنھوں نے میمونہ کو آپ کی زوجیت میں دے دیا۔ عمرہ سے واپسی پر سرف کے مقام پر آپ نے ولیمہ منعقد کیا۔ ابن سعد کہتے ہیں، مدینہ سے چلنے سے پہلے ہی آپ اوس بن خولی اور ابو رافع کو یہ پیغام دے کر عباس کی طرف بھیج چکے تھے۔

عمرۂ قضا ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مکہ سے لوٹنے لگے تو سید الشہدا حمزہ کی بیٹی عمارہ چچا چچا کرتے ہوئے آپ کے پیچھے لپکی۔ سیّدنا علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سیّدہ فاطمہ سے کہا، اپنے چچا کی بیٹی سنبھال لو! مدینہ پہنچنے پر علی، زید اور جعفر میں جھگڑا ہو گیا۔ سیّدنا علی نے کہا، میں اس پر زیادہ حق رکھتا ہوں، یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ ان کے بھائی جعفر نے کہا، یہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ زید بن حارثہ نے کہا، یہ میری بھتیجی ہے (جنگ احد میں حمزہ نے اپنی وصیت پوری کرنے کی ذمہ داری زید کو سونپی تھی اس لیے ان کا خیال تھا کہ وہ اس کی پرورش کا حق رکھتے ہیں)۔ آپ نے یہ فرما کر کہ "خالہ ماں ہی کی طرح ہوتی ہے" بچی جعفر کے سپرد کر دی۔ (یہ فیصلہ کرنے کے بعد آپ نے تینوں اصحاب کے لیے تسلی کے کلمات ارشاد فرمائے)۔ حضرت علی سے فرمایا، "تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں"۔ جعفر سے کہا، "تو جسمانی ساخت اور اخلاق

میں مجھ سے مشابہت رکھتا ہے''۔ زید سے ارشاد کیا،'' تو میرا بھائی اور میرا مولا ہے''۔ (بخاری، رقم ۲۶۹۹، مسند احمد، رقم ۷۷۰) ابن سعد کی روایت کے مطابق بچی گھوم پھر رہی تھی کہ سیدنا علی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فاطمۃ الزہرا کے ہودے میں بٹھا دیا۔ تب ان تین اصحاب میں نزاع ہوا۔ ان کے شور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا، ادھر آؤ! میں تمھارا جھگڑا نمٹاؤں۔ بچی جعفر کو ملی تو وہ کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد گھومنے لگے۔ آپ نے پوچھا، یہ کیا؟ جعفر نے جواب دیا، میں نے حبشہ میں لوگوں کو بادشاہوں کے ساتھ ایسا کرتے دیکھا ہے۔ اسما بنت عمیس جعفر کی اہلیہ اور بچی کی خالہ تھیں، اس کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمیس تھا۔

شاہ روم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ کے طور پر اطلس کا ایک چوغہ بھیجا۔ آپ نے پہنا تو آپ کے ہاتھ اس (کی طویل آستینوں) میں اٹکنے لگے۔ آپ نے اسے جعفر بن ابوطالب کے پاس بھیج دیا۔ جعفر اسے پہن کر آئے تو فرمایا، میں نے تمہیں پہننے کے لیے نہیں دیا۔ پوچھا، تو میں اس کا کیا کروں؟ فرمایا، اپنے بھائی نجاشی کو بھیج دو۔ (ابوداؤد، رقم ۴۰۴۷، مسند احمد، رقم ۱۳۲۰۰) اس حدیث کے راوی علی بن جدعان کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

۷ھ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم ہرقل کو خط بھیج کر اسلام کی دعوت دی، اس نے درباریوں کے خوف سے اسلام قبول نہ کیا۔ پھر آپ نے حارث بن عمیر کی سربراہی میں ایک وفد شاہ بُصریٰ کے نام خط دے کر بھیجا۔ یہ وفد شام کے سرحدی علاقے بلقا کے مقام موتہ سے گزر رہا تھا کہ وہاں کے حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی نے حارث کا گلا گھونٹا اور باقی ارکان کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایلچی کی جان لینے کا یہ ایک ہی واقعہ ہوا۔ آپ نے شہدا کا بدلہ لینا اور شرحبیل کی تادیب کرنا ضروری سمجھا۔ عمرۂ قضا ادا کر کے آپ ذی الحجہ ۷ھ میں مدینہ پہنچے اور دو ماہ کے توقف سے جمادی الاولیٰ ۸ھ (۶۲۹ء) میں تین ہزار کا لشکر تیار کر کے زید بن حارثہ کو اس کا امیر مقرر کیا۔ خود جرف کے معسکر تشریف لے گئے اور لشکر کو روانہ فرمایا، زید کو سفید علم عطا کیا اور دعاے خیر و برکت کر کے فرمایا: ''اگر زید شہید ہوئے تو جعفر بن ابوطالب امیر ہوں گے، اگر جعفر شہادت پا گئے تو عبداللہ بن رواحہ ان کی جگہ لیں گے۔ وہ بھی شہادت سے سرفراز ہوئے تو مسلمان باہمی رضامندی سے اپنا امیر چن لیں'' (بخاری، رقم ۴۲۶۱)

جعفر نے اچھل کر کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے خیال نہ تھا کہ آپ زید بن حارثہ کو مجھ پر امیر بنائیں گے۔ آپ نے فرمایا، چلے چلو! تمھیں نہیں معلوم، کیا چیز بہتر ہے؟ (مسند احمد، رقم ۲۲۵۵۱)

ثنیۃ الوداع کے مقام پر آپ نے لشکر کو الوداع کہا۔ ایک یہودی نعمان بن فنحص اس وقت موجود تھا۔ اس نے زید سے کہا، اگر محمد نبی ہیں تو تم ہرگز زندہ نہ لوٹو گے، کیونکہ بنی اسرائیل کے نبی اس طرح جب کسی کا نام لے لیتے تھے تو وہ ضرور شہید ہو جاتا تھا۔

شرحبیل کو جیش اسلامی کی روانگی کی خبر ملی تو اس نے مقابلے کے لیے دو لاکھ سپاہیوں (دوسری روایت: ایک لاکھ) پر مشتمل بڑی فوج تیار کی۔ بحیرۂ مردار کے ساحل پر، دریاے اردن کے مغربی کنارے سرزمین بلقا (موجودہ کرک) میں مشارف کے مقام پر دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ زید نے چھ دن تک ضرب و فرار (hit and run) کی اسٹریٹجی سے کام لیا۔ کبھی ایک مقام پر، کبھی دوسری جگہ سے، کبھی سامنے سے، کبھی پہلو سے آتے، دشمن کو جوابی کارروائی کرنے کا موقع نہ دیتے اور صحرا میں غائب ہو جاتے۔

ساتویں دن وہ سامنے (front) سے نمودار ہوئے، جوں ہی رومی فوج کے پرے بڑھنے لگے، انھوں نے پسپائی اختیار کر لی۔ رومی فوج نے ان کا پیچھا کیا، لیکن دو لاکھ کی فوج عجلت میں اپنی ترتیب قائم نہ رکھ سکی۔ موتہ کے مقام پر زید نے پلٹ کر بھرپور حملہ کرنے کا حکم دیا۔ سو صفوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا حصہ ان کا ہدف بنا جو حملے کی تاب نہ لا سکا۔ رومیوں نے راہ فرار پکڑی اور اپنے لشکر ہی کو روندتے ہوئے کھلے میدان کی طرف بھاگے۔ مسلمان سپاہی ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ اسی اثنا میں زید بن حارثہ پر چاروں طرف سے وار ہو رہے تھے، زیادہ خون بہہ جانے سے وہ گھوڑے سے گر پڑے اور جام شہادت نوش کیا۔ فرمان نبوی کے مطابق جعفر بن ابوطالب فوراً آگے بڑھے، اپنے سرخ گھوڑے سے اترے، اسے ذبح کیا، اسلحہ ہلکا کیا اور علم تھام کر پیادہ ہی لڑنا شروع کر دیا۔ اسلامی تاریخ میں اپنے گھوڑے کو ذبح کر کے جنگ میں کود جانے کی یہ اولین مثال تھی۔ ابن کثیر کہتے ہیں، ایسا انھوں نے اس لیے کیا کہ گھوڑا دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ انھوں نے نوے (بخاری، رقم ۴۲۶۰: پچاس)

سے زائد زخم کھائے، پہلے ان کا دایاں بازو کٹا، انھوں نے علم بائیں ہاتھ میں تھام لیا پھر بایاں بازو کٹا، انھوں نے کٹے ہوئے بازوؤں سے اسے سہارا لیا اور آخری دم تک جان فشانی سے لڑتے رہے۔ اسی لیے انھیں ذوالجناحین (دو پروں والا، یہ پر جنت میں عطا ہوں گے) کا لقب ملا۔ (مستدرک حاکم، رقم ۴۹۳۷)

ایک عینی شاہد کا کہنا ہے، جعفر کے جسم میں نیزہ آ کر کھبا تو وہ اسی طرح چلتے ہوئے دشمنوں کے ایک فوجی سے جا ٹکرائے۔ نیزہ اس کے جسم سے پار ہوا تو بیک وقت دونوں موت سے ہم کنار ہوئے۔ عباد اپنے رضاعی باپ سے روایت کرتے ہیں جو جنگ موتہ میں شریک تھے، میں نے جعفر کو شہادت سے پہلے یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

یاحبذا الجنة واقترابها　　طیبة وبارداً شرابها

والروم روم قد دنا عذابها　　کافرة بعیدة انسابها

علیّ ان لاقیتها ضرابها

(کیا ہی خوش گوار ہے جنت اور اس کا قریب آنا جس کا حال یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور اس کی شراب ٹھنڈی ہے۔ رومی، رومیوں کا انجام قریب آ گیا ہے، کافر اور دور کا نسب رکھنے والے ہیں۔ مجھ پر لازم ہے، ان کا سامنا ہو تو خوب تلوار زنی کروں۔)

عبداللہ بن رواحہ بھی جان فشانی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو خالد بن ولید نے علم تھاما اور ایک دن مزید جنگ کرنے کے بعد لشکر کو بحفاظت مدینہ واپس لے آئے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں، میں جنگ موتہ میں شریک تھا، ہم نے جعفر بن ابوطالب کو ڈھونڈا، وہ شہدا میں تھے۔ ہم نے ان کے جسم پر تلواروں اور نیزوں سے لگے ہوئے نوے (یا پچاس) سے زائد زخم شمار کیے۔ ان میں سے ایک بھی پشت پر نہ تھا۔ (بخاری، رقم ۴۲۶۰، ۴۲۶۱) ایک روایت ہے کہ ایک رومی نے تلوار کا وار کر کے ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے۔ (مستدرک حاکم، رقم ۴۹۳۱)

جعفر نے اکتالیس (ابن ہشام: تینتیس) برس کی عمر پائی۔ انھیں مئے والکرک کے مقام پر دفن کیا گیا۔

مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہداے جنگ موتہ کی اطلاع ملی تو منبر پر تشریف لائے اور الصلاۃ جامعۃ کی پکار لگانے کا حکم دیا۔لوگ اکٹھے ہو گئے تو فرمایا، میں تمھیں غزوۂ موتہ کے لشکر کی خبر دینے لگا ہوں۔دشمن سے ان کا مقابلہ ہوا، ''علم زید نے تھاما اور شہید ہو گئے پھر جعفر نے پکڑا اور شہادت پائی۔اس کے بعد یہ ابن رواحہ کے ہاتھ آیا، انھوں نے بھی جام شہادت نوش کیا، آخر کار علم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد) نے امیر نہ ہوتے ہوئے بھی پکڑ لیا اور اللہ نے انھیں فتح دی۔'' یہ بیان کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔آپ نے زید، جعفر اور ابن رواحہ کے لیے دعاے مغفرت فرمائی۔

(بخاری، رقم ۱۲۴۶، ۴۲۶۲، ۳۷۵۷، مسند احمد، رقم ۲۲۵۶۶)

انس بن مالک کی روایت کے مطابق آپ کا ان شہدا کے آخری حالات بیان کرنا امور غیبیہ میں سے تھا، باقاعدہ اطلاع آنے سے پہلے ہی آپ نے اہل ایمان کو یہ سب بتا دیا۔(بخاری، رقم ۳۶۳۰، نسائی، رقم ۱۸۷۹)

آپ نے روتے ہوئے یہ بھی فرمایا، وہ میرے بھائی، مجھ سے انس رکھنے والے اور میری باتیں کرنے والے تھے۔واقدی کی روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جعفر بن ابو طالب کے ہاتھ پرچم آیا تو شیطان ان کے پاس آیا اور زندگی کی محبت اور دنیا کی تمنا پیدا کرنے کی کوشش کی۔انھوں نے جواب دیا، اہل ایمان کے دلوں میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے، اب دنیا کی رغبت دلا رہے ہو؟

آپ نے حضرت جعفر کی اہلیہ اسماء بنت عمیس سے الگ تعزیت کی۔وہ بیان کرتی ہیں، میں نے چالیس کھالیں پکا کر تیار کیں، آٹا گوندھا اور بچوں کو نہلا دھلا کر تیل لگا کر فارغ ہوئی تھی۔آپ نے فرمایا، اسما! جعفر کے بچے کہاں ہیں؟ میں انھیں لے کر آئی، آپ نے انھیں اس کیفیت میں پیار کیا کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کیا آپ کو جعفر کی کوئی خبر ملی ہے؟ فرمایا: ہاں، آج یہ لوگ شہید ہو گئے ہیں۔میں چیخ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور عورتوں کو اکٹھا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا: اسماء! واہی تباہی نہ بول اور سینہ مت پیٹ۔پھر گھر تشریف لے گئے۔فاطمہ ہائے چچا! کہہ کر روتی ہوئی آئیں تو آپ نے فرمایا، جعفر جیسوں ہی کے لیے رونے والیوں کو رونا چاہیے۔آپ نے آل جعفر کے لیے کھانا پکانے کا حکم دیا اور فرمایا، آج وہ اپنا انتظام نہ کر سکیں گے۔(ترمذی، رقم ۹۹۸، مسند احمد، رقم ۲۷۰۸۶)

آپ بہت غم زدہ تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور خبر دی کہ اللہ نے جعفر کو دو پر دیے ہیں جو خون سے لتھڑے ہوئے ہیں۔وہ ان کے ذریعے جبریل و میکائیل جیسے بڑے فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھر رہے ہیں اور جنت کے پھلوں سے محظوظ ہو رہے ہیں۔(ترمذی، رقم ۳۷۶۳، مستدرک حاکم، رقم ۴۹۴۳، ۴۹۴۸)

ابن سعد کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابو طالب کے گھر جانے میں تین دن کا توقف کیا۔ان کے گھر پہنچے تو فرمایا، آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا۔پھر فرمایا، میرے بھتیجوں کو لے آؤ۔وہ ابھی چھوٹے چھوٹے تھے۔آپ نے انھیں پیار کیا، ساتھ چمٹایا اور نائی کو بلا کر ان کے سر منڈائے پھر فرمایا، محمد بن جعفر ہمارے چچا ابو طالب سے مشابہت رکھتا ہے۔عبداللہ بن جعفر کی جسمانی ساخت اور اس کے اخلاق مجھ سے ملتے جلتے ہیں۔آپ نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا، اسے بلند کیا اور تین

بار دعا فرمائی، اے اللہ! تو جعفر کے اہل خانہ میں اس کا قائم مقام ہو جا، بہترین طریقے سے جس طرح تو اپنے نیک بندوں میں سے کسی کی جگہ پر کر دیتا ہے۔ عبداللہ کے ہاتھوں میں برکت ڈال دے۔ آپ نے اسماء سے کہا، تو تنگ دستی سے ڈرتی ہے، میں دنیا و آخرت میں ان بچوں کا ولی ہوں، ان کے باپ کی جگہ ہوں۔ (ابوداؤد، رقم ۴۱۹۲، مسند احمد، رقم ۱۷۵۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے حاصل ہونے والے مال فے میں سے آل جعفر کے لیے پچاس وسق (ایک وسق: ساٹھ صاع، پچاس وسق: پچاس اونٹوں پر لادا جانے والا غلہ) سالانہ مقرر فرمائے۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، جعفر، زید اور ابن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے چہرۂ مبارک پر غم کے آثار دیکھے جا سکتے تھے۔ میں دروازے کی درز سے جھانک رہی تھی، ایک شخص آیا اور جعفر بن ابوطالب کے گھر کی عورتوں کے رونے دھونے کا ذکر کیا۔ آپ نے انھیں منع کرنے کا حکم دیا۔ وہ دوبارہ آیا اور بتایا، وہ کہا نہیں مان رہیں۔ آپ نے اسے پھر روکنے کو کہا۔ وہ تیسری دفعہ آیا اور کہا، ان عورتوں نے مجھے مغلوب کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا، (اگر وہ باز نہیں آتیں تو) ان کے مونہوں میں خاک ڈال دو۔ (بخاری، رقم ۱۲۹۹، مسلم، رقم ۲۱۱۷)

جعفر کی اہلیہ اسماء بنت عمیس خود روایت کرتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے دن میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''آج کے بعد سوگ نہ کرنا۔'' (مسند احمد، رقم ۲۷۰۸۳، ۲۷۴۶۸)

مسند احمد کے اس متن میں جو حمزہ احمد زین نے مرتب کیا ہے، یہ حدیث یوں ہے، آپ نے اسماء سے فرمایا: ''تین دن سوگ کا لباس پہن لو پھر جو جی چاہے کرو۔'' (رقم ۲۷۳۴۱)

ابن عربی کہتے ہیں، یہ حدیث باطل ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیوہ کو آنکھ آنے پر بھی سرمہ لگانے کی اجازت نہیں دی۔ (ابن ماجہ، رقم ۲۰۸۴) یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو اتنا ثابت ہوتا کہ تین دن کے بعد بیوہ کو سوگ کا لباس اتار دینا چاہیے۔ ابن حزم اسے منقطع کہتے ہیں، طحاوی منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر بھی اس کو معمول بہ نہیں سمجھتے، کیونکہ اس کا متن دیگر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ کا سوگ چار ماہ دس دن قرار دیا ہے۔ تاہم وہ کہتے ہیں، یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے منسوخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اسی حدیث کی بنیاد پر حسن بصری تین دن گزرنے کے بعد بیوہ کے لیے خوشبو لگانا اور زیب و زینت کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔

ہجرت حبشہ سے پہلے جعفر کی شادی بنو خثعم کی اسماء بنت عمیس سے ہو چکی تھی۔ اسماء ان کے ساتھ حبشہ گئیں، قیام حبشہ کے دوران میں ان کے تین بیٹے عبداللہ، محمد اور عون پیدا ہوئے۔ ان میں سے عبداللہ مشہور ہوئے جن کے نام پر جعفر کنیت کرتے تھے۔ جعفر کی شہادت کے بعد اسماء بنت عمیس کی شادی سیدنا ابوبکر سے ہوئی، ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ سیدنا ابوبکر کی وفات کے بعد وہ سیدنا علی سے بیاہی گئیں اور یحییٰ بن علی نے جنم لیا۔ ایک بار اسماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، جعفر کے لڑکوں کو نظر بہت جلد لگتی ہے، کیا میں ان کے لیے جھاڑ پھونک کروں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! کیونکہ اگر کسی چیز کے تقدیر پر غلبہ پانے کا امکان ہوتا تو وہ نظر ہی ہوتی۔'' (ترمذی، رقم ۲۰۵۹، مسند احمد، رقم ۲۷۴۷۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جعفر کی اولاد سے شفقت برقرار رہی۔ عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے تو آپ کے گھرانے کے بچوں سے آپ کا استقبال کرایا جاتا۔ ایک بار آپ کسی غزوہ سے لوٹے تو مجھے لے جایا گیا۔ آپ نے مجھے آگے بٹھالیا پھر سیّدہ فاطمہ کے ایک بیٹے (حسن یا حسین) کو لایا گیا۔ آپ نے اسے اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ ہم تینوں اسی طرح مدینہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم، رقم ۶۳۴۹)

ابوطالب کی وفات ہوئی توان کی وراثت طالب اور عقیل کو مل گئی۔ تب عقیل نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ حضرت جعفر اور سیّدنا علی کو کوئی حصہ نہ ملا، کیونکہ یہ اسلام لا چکے تھے۔ اسامہ بن زید نے فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، کیا آپ اپنے مکہ کے گھر میں قیام کریں گے؟ یہ مکان اصل میں ابوطالب کا تھا، طالب اور عقیل کو ملا تو کسی مرحلے پر عقیل نے بیچ دیا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا، کیا عقیل نے ہمارے لیے وہاں کوئی گھر چھوڑا بھی ہے؟ (مسلم، رقم ۳۲۸۱، ابن ماجہ، رقم ۲۷۳۰)

اسماء بنت عمیس کی حضرت علی سے شادی ہونے کے بعد ان کی موجودگی میں محمد بن جعفر اور محمد بن ابوبکر باہم مفاخرت کرنے لگے۔ دونوں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے، میں تم سے زیادہ عزت دار ہوں اور میرا باپ تمھارے باپ سے بہتر ہے۔ اسماء دونوں کی ماں تھیں، جعفر اور ابوبکر کے عقد میں رہنے کے بعد سیّدنا علی کی زوجیت میں آئی تھیں اس لیے سیّدنا علی نے ان سے کہا، ان کے بیچ فیصلہ کرو۔ اسما نے کہا، میں نے عربوں میں جعفر سے زیادہ اچھا جوان اور ابوبکر سے بہتر متوسط العمر نہیں دیکھا۔ سیّدنا علی نے کہا، تم نے میرے لیے کوئی صفت نہیں چھوڑی۔ تب انھوں نے کہا، ان تینوں (جعفر، ابوبکر اور علی) میں سے کم ترین بھی بہترین ہے۔ سیّدنا علی نے کہا، تم یہ بھی نہ کہتیں تو میں تم سے سخت ناراض ہوتا۔

عبداللہ بن عمر عبداللہ بن جعفر کو سلام کرتے تو یوں کہتے 'السلام علیك یا ابن ذی الجناحین، تم پر سلامتی ہو، اے دو پروں والے کے بیٹے!'۔ (بخاری، رقم ۳۷۰۹)

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، اسما بنت عمیس قریب بیٹھی ہوئی تھیں کہ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا، ''جعفر بن ابوطالب جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کی معیت میں گزر رہے ہیں اور مجھے سلام کیا ہے۔ اسماء! تو بھی انھیں سلام کا جواب دے۔'' (مستدرک حاکم، رقم ۴۹۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''مجھے جعفر، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ اس طرح دکھائے گئے کہ موتیوں سے بنے ہوئے خیمے میں سونے کی چارپائیوں پر بیٹھے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ زید اور ابن رواحہ کی گردنوں میں کچھ کجی ہے جب کہ جعفر کی گردن سیدھی ہے اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں۔ میں نے پوچھا تو بتایا گیا، ان دونوں پر موت غلبہ پانے لگی تو انھوں نے رخ موڑ لیا، جبکہ جعفر نے ایسا نہیں کیا۔'' (الاستیعاب بروایت سعید بن مسیب)

جعفر مسکینوں غریبوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کے پاس بیٹھتے، ان سے باتیں کرتے، وہ انھیں اپنے حالات بتاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ابوالمساکین کی کنیت سے پکارتے۔ (ترمذی، رقم ۳۷۶۶)

سیّدنا ابوہریرہ فرماتے ہیں، میں بھوک کی شدت کم کرنے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ اپنے پاس بیٹھے ہوئے

صحابہ سے قرآن کی آیات سننا اوران کے بارے میں سوالات کرتا محض اس لیے کہ وہ مجھے لے جا کر کچھ کھلا پلا دیں۔ مسکینوں کے لیے سب سے بھلے جعفر بن ابوطالب تھے۔ ہمیں ساتھ لے جاتے اور گھر میں موجود کھانا کھلاتے ۔ یہ بھی ہوا کہ وہ گھی کا خالی مشکیزہ اٹھالائے اور ہم نے اسے پھاڑ کر اس میں چپکا ہوا گھی چاٹ لیا۔ (بخاری، رقم ۳۷۰۸)

سیّدنا ابوہریرہ فرماتے تھے، کوئی جوتی پہننے والا، سواری پر سوار ہونے والا اور اونٹ کے کجاوے میں بیٹھنے والا شخص ایسا نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جعفر سے افضل ہو۔ (ترمذی، رقم ۳۷۶۴، مسند احمد، رقم ۹۳۵۳)

محدثین کہتے ہیں، اس سے مراد سخاوت میں فضیلت رکھنا ہے، کیونکہ یہ ان کا خاص وصف تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین ہی کو سب سے زیادہ صاحب فضیلت سمجھتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر سے فرمایا، ''تو جسم کی ساخت اور اخلاق و عادات میں مجھ سے ملتا جلتا ہے۔'' (بخاری، رقم ۴۲۵۱، مسند احمد، رقم ۸۵۷) ''تو مجھ سے اور میرے شجرہ سے ہے۔'' (مسند احمد، رقم ۲۱۷۷۷)

حدیث میں ہے ''مجھ سے پہلے ہر نبی کو سات معزز رفقا وزیر بنا کر دیے گئے تھے، جبکہ مجھے چودہ نقیبوں کی معیت حاصل ہے۔ ان کے نام یہ ہیں، حمزہ، جعفر، علی، حسن، حسین، ابوبکر، عمر، مقداد، عبداللہ بن مسعود، حذیفہ، سلمان، عمار، بلال اور ابوذر۔
(مسند احمد، رقم ۱۲۶۳)

عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں، میں نے اپنے تایا علی سے کچھ مانگا اور انھوں نے نہ دیا تو میں نے اپنے والد جعفر کے حق کا واسطہ دیا تو انھوں نے میری مانگ اسی وقت پوری کر دی۔ (المعجم الکبیر طبرانی، رقم ۱۴۷۶)

جعفر بن ابوطالب نے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، ان کے بیٹے عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن مسعود، ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن عاص اور ام المومنین ام سلمہ۔ جعفر سے مروی ایک حدیث 'سنن نسائی' میں موجود ہے۔

جعفر بن ابوطالب دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (المعجم الکبیر طبرانی، رقم ۱۴۵۸)

چین کے مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے ہاں اسلام ۶۱۶ء یا ۶۱۷ء (۶ یا ۷ نبوی) میں آیا جب سعد بن ابی وقاص، جعفر بن ابوطالب اور جحش حبشہ (Abyssinia) سے کشتی پر سوار ہو کر چٹا گانگ، کمروپ اور منی پور کے راستے خوتان (تبت) پہنچے۔ تاریخ اسلامی کے ماخذ جعفر کی اس مہم کے ذکر سے خالی ہیں۔ سعد بن ابی وقاص بعد میں بھی دو مرتبہ آئے، انھیں تیسری دفعہ خلیفۂ سوم عثمان نے ۲۹ھ (۶۵۱ء) میں چینی شاہ یونگ وی (Yung-Wei) کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا۔ خوتان کے لوگ اپنا نسب بھی جعفر سے ملاتے ہیں۔

جعفر بن ابوطالب کا مقبرہ اردن کے ضلع کرک (Kerak) کی بستی مزار جنوبی میں ہے جو موجودہ دار الخلافہ عمان سے ۱۴۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جعفر کے مزار کو داؤدی فرقہ کے ۵۲ ویں امام محمد برہان الدین نے سونے اور چاندی سے مزین کرایا۔

عبداللہ بن جعفر کی شادی زینب بنت علی سے ہوئی۔عون بن جعفر کا بیاہ ام کلثوم بنت علی سے ہوا۔عبداللہ کے بیٹے عبیداللہ، عون اور محمد کربلا میں شہید ہوئے،محمد بن جعفر اور عون بن جعفر کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

مطالعۂ مزید:السیرۃ النبویہ(ابن ہشام)،الطبقات الکبری(ابن سعد)،تاریخ الامم والملوک(طبری)،الجامع المسند الصحیح(بخاری)،المسند الصحیح المختصر من السنن(مسلم)،المحلی(ابن حزم)،الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب(ابن عبدالبر)،احکام القرآن(ابن عربی)،اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ(ابن اثیر)،الکامل فی التاریخ(ابن اثیر)،تہذیب الکمال فی اسماء الرجال(مزی)،البدایہ والنہایہ(ابن کثیر)،تاریخ الاسلام(ذہبی)،سیر اعلام النبلاء(ذہبی)،فتح الباری(ابن حجر)، الاصابہ فی تمییز الصحابہ(ابن حجر)،حلیۃ الاولیاء(ابونعیم اصفہانی)،Wikipedia۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب

عبداللہ نام،ابو محمد کنیت شاعر رسول اللہ ﷺ لقب،سلسلہ نسب یہ ہے،عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرؤالقیس بن عمرو بن امرؤالقیس الاکبر بن مالک الاغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر،والدہ کا نام کبشہ بنت واقد بن عمرو بن اطنابہ تھا اور خاندان حارث بن خزرج سے تھیں جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا پدر اعلیٰ تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے شخص تھے ان کے تذکرے میں ہے۔

کان عظیم القدر فی الجاھلیت والاسلام یعنی وہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں کبیر المنزلت ہے

اسلام

لیلۃ العقبہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور بنو حارثہ کے نقیب بنائے گئے۔

غزوات اور دیگر حالات

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود کندی سے رشتۂ اخوت قائم ہوا۔

بدر میں شریک تھے اور غزوہ ختم ہونے کے بعد اہل مدینہ کو فتح کی بشارت انہی نے سنائی تھی،غزوہ خندق میں آنحضرت ﷺ ان کے رجز کے اشعار پڑھ رہے تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

خداوندا! اگر تیری مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ زکوۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

تو تو ہم پر اپنی تسکین نازل فرما اور معرکہ میں ہم کو ثابت قدم رکھ

إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے جب وہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اس کا انکار کریں گے

اسیر بن زارم یہودی ابورافع کے بعد خیبر کا حاکم بنایا گیا تھا اور اسلام کی عداوت میں اس کا پورا جانشین تھا، چنانچہ اس نے غطفان میں دورہ کرکے تمام قبائل کو آمادہ کیا، آنحضرت ﷺ کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو رمضان ٦ھ میں عبداللہ بن رضی اللہ عنہ رواحہ کو ۳۰ آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ فرمایا، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خفیہ طور سے اسیر کے تمام حالات معلوم کئے اور آنحضرت ﷺ کو آکر خبر دی، آپ نے اس کے قتل کے لئے حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہ رواحہ کو مقرر فرمایا اور ۲۰ آدمی ان کی ماتحتی میں دیئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسیر سے ملے تو کہا کہ ہم کو امان دو، تم سے ایک بات کہنے آئے ہیں بولا کہو، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور آپ کا ارادہ ہے کہ تم کو خیبر کا رئیس بنادیں، لیکن اس کے لئے خود تمہارا مدینہ چلنا ضروری ہے، وہ باتوں میں آگیا اور ۳۰ یہودیوں کو لیکر ان کے ساتھ ہوا، راستہ میں انہوں نے ہر یہودی پر ایک مسلمان کو متعین کیا اسیر کو کچھ شک ہوا اور اس نے پلٹنے کا ارادہ ظاہر کیا، مسلمانوں نے دھوکہ بازی کے جرم میں سب کی گردنیں اڑادیں، اور یہ اٹھتا ہوا طوفان وہیں دب کر رہ گیا۔ (طبقات ابن سعد:٦٦)

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لئے انہی کو روانہ کیا تھا۔

عمرۃ القضا میں آنحضرت ﷺ مکہ تشریف لے گئے تو وہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:

خلوا بني الكفار عن سبيله　　　خلوا فكل الخير مع رسوله

ان کے راستہ سے ہٹ جاؤ کیونکہ تمام بھلائیاں انہی کے ساتھ ہیں

نحن ضربنا كم على تأويله　كما ضربنا كم على تنزيله

ہم نے تم کو قرآن کی تاویل اور تنزیل پر مارا ہے　جس سے سر دھڑ سے الگ ہو گئے ہیں

ضربا يزيل الهام عن مقيله　　　ويذهل الخليل عن خليله يارب إني مؤمن بقيله

اور دوست دوستی بھول گئے ہیں خدایا　میں آنحضرت ﷺ کے اقوال پر ایمان رکھتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا! خدا کے حرم اور رسول اللہ ﷺ کے روبرو شعر پڑھتے ہو، آنحضرت ﷺ بولے عمر! میں سن رہا ہوں، خدا کی قسم ان کا کلام کفار پر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے، اس کے بعد ان سے فرمایا کہ تم کہو، لا الہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہ واعز جندہ وھزم الاحزاب وحدہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا تو تمام صحابہ نے آواز ملا کر اس کو ادا کیا جس سے مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ (طبقات ابن سعد:۸۸، وکتب رجال)

غزوہ موتہ اور شہادت

جمادی الاولی ۸ھ میں غزوہ موتہ ہوا، آنحضرت ﷺ نے بصری کے رئیس کے پاس ایک نامہ بھیجا تھا، راستہ میں موتہ ایک مقام ہے وہاں ایک غسانی نے نامہ بر (سفیر) کو قتل کردیا، سفیر کا قتل اعلان جنگ کا پیش خیمہ ہوتا ہے، اس بناء پر آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو تین ہزار آدمی زید بن رضی اللہ عنہ حارثہ کی زیر امارت موتہ روانہ کئے اور یہ فرمایا کہ زید قتل ہوجائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ

امیر لشکر ہیں اوران کے بعد ابن رواحہ رضی اللہ عنہ سردار ہیں اور اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو جس کو مسلمان مناسب سمجھیں امیر بنالیں۔

لشکر تیار ہوا تو ثنیۃ الوداع تک آنحضرت ﷺ نے خود مشایعت کی، رخصت کے وقت اہل مدینہ نے ایک زبان ہو کر کہا کہ خدا آپ لوگوں کو صحیح سالم اور کامیاب واپس لائے، حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی یہ آخری ملاقات تھی رونے لگے، لوگوں نے کہا رونے کی کیا بات ہے؟ کہا مجھے دنیا کی محبت نہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ان منکم الا واردھا. کان علی ربك حتما مقضیا (یعنی ہر شخص کو جہنم میں جانا ہے) اس بنا پر یہ فکر ہے کہ میں جہنم میں داخل ہو کر نکل بھی سکوں گا؟ سب نے تسکین دی، اور کہا کہ خدا آپ سے پھر ملادے گا، اس وقت حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لکننی أسأل الرحمن مغفرۃ وضربۃ ذات فرغ تقذف الزبدا

لیکن میں خدا سے مغفرت اور ایک وار کا طالب ہوں جو کاری لگے۔

او طعنۃ بیدی حران بجھزۃ بحربۃ تنفذ الاحشاء والکبدا

یا ایک نیزہ جو جگر تک چبھ جائے

حتی یقولوا اذا مروا علی جدثی یا ارشد اللہ من غاز وقد رشدا

یہاں تک کہ قبر پر گذرنے والے پکار اٹھیں کہ کیسا اچھا غازی تھا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے ملنے آئے، آپ نے الوداع کہا ادھر مدینہ سے مسلمان روانہ ہوئے ادھر دشمن کو خبر ہوگئی، اس نے ہرقل کو خبر کر کے ۲ لاکھ آدمی جمع کر لئے، مسلمانوں نے شام پہنچ کر معان میں دو رات قیام کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دینی چاہیے، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نہایت دلیری سے کہا کہ کچھ پروا نہیں، ہم کو لڑنا چاہیے، چنانچہ معان سے چل کر موتہ میں پڑاؤ ڈالا، اور یہاں مشرکین سے مقابلہ ہو گیا، مسلمان صرف ۳ ہزار تھے، اور مشرکین کی طرف آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا میدان کارزار گرم ہوا، پہلے زید بن رضی اللہ عنہ حارثہ نے گھوڑے سے اتر کر آتش جنگ مشتعل کی اور نہایت جانبازی سے مارے گئے، پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے علم اٹھایا اور نہایت بہادری سے شہادت حاصل کی اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے۔

یأنفس ان لم تقتلی تموتی ان تسلمی الیوم فلن تفوتی

اے نفس اگر قتل نہ ہوا تو بھی مرے گا اگر آج باقی ہے تو آئندہ فوت ہوگا

او تبتلی فطال ما عوفت

یا عافیت کی درازی میں تیری آزمائش ہوگی۔

ھذی حیاض الموت فقد خلت وما تمنیت فقد اعطیت

اس لئے موت کے حوض خالی ہو رہے ہیں اور جو تیری تمنا تھی مل رہی ہے

پھر کہا اے نفس! بیوی بچے اور مکان کا خیال فضول ہے وہ سب آزاد ہیں، مکان اللہ اور رسول کا ہے دل کو سمجھا کر جھنڈا اٹھایا

اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے:

یانفس مالك تكرهين الجنة　　　اقسم بالله لتنزلنه

اے نفس جنت میں جانے سے کراہت کیوں ہے　خدا کی قسم تو ضرور اس میں داخل ہوگا۔

طائعة اولتك هنه　　　فطالما قد كنت مطمئنه

خواہ برضا اور رغبت خواہ جبر سے تو نہایت مطمئن تھا، حالانکہ

هل انت الا نطفته فی شنه　　　قد اجلب الناس وشدد الرنه

تو مشک کا صاف پانی ہے (جو لوگوں کی پیاس کھانے کیلئے ہے) اب لوگ پیاسے ہیں اور چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہیں۔

نیزہ لے کر حملہ کیا اسی اثنا میں ایک کافر نے اس زور سے نیزہ مارا کہ دونوں لشکروں کے درمیان پچھڑ گئے، خون چہرہ پر ملا اور پکارے "مسلمانو! اپنے بھائی کے گوشت کو بچاؤ" یہ سن کر تمام مسلمان ان کو گھیرے میں لے کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور روح مطہر ملاء اعلیٰ کو پرواز کرگئی، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.

شہادت سے قبل موتہ میں ایک شب یہ اشعار پڑھ رہے تھے

إذا أدنيتني وحملت رحلي	مسيرة أربع بعد الحساء
فشأنك فانعمي وخلاك ذم	ولا أرجع إلى أهلي ورائي
وجاء المؤمنون وغادروني	بأرض الشام مشهور الثواء
وردك كل ذي نسب قريب	إلى الرحمن منقطع الإخاء
هنالك لا أبالي طلع بعل	ولا نخل أسافلها رواء

زید بن ارقم نے سنا تو رونے لگے، انہوں نے درہ اٹھایا اور کہا اس میں تمہارا کیا نقصان؟ خدا مجھ کو شہادت نصیب کریگا، تو تم آرام سے گھر جانا۔

آنحضرت ﷺ کو وحی کے ذریعہ دم دم کی خبریں مل رہی تھیں اور آپ مجمع کے سامنے بیان کر رہے تھے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خبر بیان کر کے خاموش ہو گئے، انصار آپ کی خاموشی سے سمجھ گئے کہ شائد حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھوڑی دیر سکوت کے بعد بادیدۂ پرنم فرمایا کہ پھر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی، انصار اس خبر کے کب متحمل ہو سکتے تھے، تاہم آہ وزاری اور نالہ وفریاد کے بجائے صرف حقیقی حزن وملال پر اکتفا کیا گیا کہ یہ بھی اس شہید ملت کی وصیت تھی۔

ایک مرتبہ بیہوش ہو گئے تھے، بہن نے جن کا نام عمرہ تھا نوحہ کیا کہ ہائے میرا پہاڑ ہائے ایسا، ہائے ویسا، افاقہ ہوا تو فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہی تھیں مجھ سے اس کی تصدیق کرائی جاتی تھی کہ کیا تم ویسے تھے؟ اس بناء پر وفات کے وقت سب نے صبر کیا، صحیح بخاری میں ہے فلما مات لم تبك عليه یعنی جب انہوں نے شہادت پائی تو نوحہ اور بین نہیں کیا گیا۔

(بخاری: ۶۱۱ و ۶۱۴، واسد الغابہ: ۳/ ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، وطبقات ابن سعد، ۹۲، ۹۳)

جنگ موتہ کے تیسرے قائد سیّدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ انصار میں سے تھے۔ آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مرتبہ اپنی عدم موجودگی میں آپ کو اہل مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ آپ دور جاہلیت میں اہل عرب کے چوٹی کے شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کی شاعری دین اسلام کے لئے وقف ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے شعر بہت پسند تھے اور آپ کئی مرتبہ ان اشعار کو گنگنایا کرتے تھے۔ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ دعوت دین میں بہت سرگرم تھے۔ انصار کے بہت سے لوگ آپ کی دعوتی سرگرمیوں کے نتیجے میں ایمان لائے جن میں سیّدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر لوگ بھی شامل ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ کے دعوتی اجتماعات کو ایسے اجتماعات قرار دیا جن پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں۔ جنگ موتہ کے لئے روانہ ہونے سے قبل عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: "یا رسول اللہ! عین ممکن ہے کہ میں آپ سے دوبارہ نہ مل سکوں۔ مجھے نصیحت فرمایئے۔" آپ نے فرمایا: "عبداللہ! تم ایسی سرزمین پر جا رہے ہو جہاں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے کم ہی ہیں۔ جس قدر سجدے ممکن ہو سکیں، کرنا۔ اللہ کو کثرت سے یاد رکھنا، کیونکہ وہی مدد کرنے والا ہے اور تمہیں ہمیشہ اس کی مدد کی ضرورت ہوگی۔ اگر تم یہ محسوس کرو کہ تمہارے اعمال اچھے نہیں، تو ان خیالات کی وجہ سے شیطان کی جانب سے دین اور عبادت سے دور کرنے کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دینا۔ اگر تمہیں اپنے دس گناہ یاد ہوں تو عبادت کر کے (اور توبہ کی مدد سے) انہیں نو کرنے کی کوشش کرنا۔ اپنے اعمال کو مزید برا کرنے کی بجائے اس موقع کو اپنی اصلاح کے لیے استعمال کرنا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو مدنظر رکھا جائے تو انسان اس مایوسی سے بچ سکتا ہے جو گناہوں کے نتیجے میں شیطان پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اب میں گناہ تو کر ہی چکا، میں بہت برا تو ہو ہی چکا، کیوں نہ مزید گناہ کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کیفیت سے نکل کر توبہ اور عبادت کرنے کی تلقین سیّدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو فرمائی۔ آپ ایک مرتبہ بے ہوش ہو کر پڑے جس پر آپ کی بہن رو رو کر بین کرنے لگیں اور آپ کے فضائل بیان کرنے لگیں۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے انہیں فرمایا: "مجھ سے پوچھا جا رہا تھا کہ کیا تم ایسے ہی ہو؟" جنگ موتہ میں آپ سیّدنا زید اور جعفر رضی اللہ عنہما کے بعد بے جگری سے لڑے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ اس موقع پر آپ کی نصیحت کے مطابق آپ کی بہن نے کوئی بین نہ کیا۔

اولاد

جیسا کہ اوپر گذر چکا، موتہ روانہ ہوتے وقت بیوی بچے موجود تھے، لیکن صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں: **فقتل ولم یعقب** یعنی ان سے نسل نہیں چلی۔ (اسد الغابہ: ۱۵۹/۳)

ان کی بیوی کے متعلق استیعاب میں عجیب قصہ منقول ہے، انہوں نے ایک خاص بات پر ابن رواحہ سے کہا کہ تم اگر پاک ہو تو قرآن پڑھو، اس وقت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو عجیب چال سوجھی اور بروقت چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور عرش پانی کے اوپر تھا اور عرش پر جہاں کا پروردگار اور اس عرش کو خدا کے مضبوط فرشتے اٹھاتے ہیں۔

چونکہ وہ قرآن نہیں پڑھی تھیں، سمجھیں کہ آیتیں پڑھ رہے ہیں، بولیں کہ خدا سچا ہے اور میری نظر نے غلطی کی تھی میں نے ناحق تم کو تہمت لگائی، زن وشوئی کے تعلقات بھی کیسے عجیب ہوتے ہیں، لونڈی سے ہم بستری کرنے پر بیوی کے غیظ وغضب سے بچنے کا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ طرز اختیار کیا۔ (استیعاب: ۱/ ۳۶۲)

فضل وکمال

اس عنوان میں دو چیزیں قابل ذکر ہیں، کتابت اور شاعری۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ لکھنا کب سیکھا تھا؟ شاعری میں مشہور تھے اور دربار رسالت کے شاعر تھے، کفر پر مشرکین کو عار دلانا ان کا موضوع تھا صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں۔

دربار نبوی کے شعراء حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، کعب بن رضی اللہ عنہ مالک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے، تو حضرت کعب بن رضی اللہ عنہ مالک کافروں کو لڑائی سے ڈراتے تھے اور حسان رضی اللہ عنہ حسب نسب پر چوٹ کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان کو کفر کا عار دلایا کرتے تھے۔ (اسد الغابہ: ۴/ ۲۴۸، حالات حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین شاعر تھے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ، اول الذکر نسب پر طعن کرتے تھے دوسرے لڑائی سے دھمکاتے اور تیسرے کفر پر غیرت دلاتے تھے۔

شعر فی البدیہہ کہہ سکتے تھے، ایک روز مسجد نبوی کی طرف نکلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے، ان کو بلایا اور فرمایا مشرکین پر کچھ کہو انہوں نے اس مجمع میں کچھ اشعار کہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو مسکرائے اور فرمایا خدا تم کو ثابت قدم رکھے۔ (استیعاب: ۱/ ۳۶۲)

حدیث میں چند روایتیں ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے مروی ہیں، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایتیں کیں۔

اخلاق وعادات

نہایت زاہد، عابد اور مرتاض تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے وہ انہی مجلسوں کو پسند کرتے تھے جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں، یعنی خدا کی رحمت ہو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ پر وہ ایسی مجلسیں پسند کرتا ہے جس پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں۔ (اصابہ: ۴/ ۶۶)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یاد نہ کرتا ہوں، وہ مجھ سے ملتے تو کہتے کہ آؤ تھوڑی دیر کے لئے مسلمان بن جائیں، پھر بیٹھ کر ذکر کرتے اور کہتے یہ ایمان کی مجلس تھی۔ (اسد الغابہ: ۳/ ۱۵۷)

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ جب گھر سے نکلتے دو رکعت نماز پڑھتے اور واپس آتے اس وقت بھی ایسا ہی کرتے تھے، اس میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

ایک سفر میں اتنی شدید گرمی تھی کہ آفتاب کی تمازت سے لوگ سروں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے ایسی حالت میں روزہ کون رکھ سکتا ہے؟ لیکن آنحضرت ﷺ اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی صائم تھے۔ (بخاری:۱/۲۶۱)

جہاد کا نہایت شوق تھا، بدر سے لے کر موتہ تک ایک غزوہ بھی ترک نہ ہوا تھا، اسماء الرجال کے مصنفین اس ذوق وشوق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں۔ یعنی عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوہ میں سب سے پیشتر جاتے اور سب سے پیچھے واپس ہوتے تھے۔
(اصابہ:۴/۶۶)

احکام رسول ﷺ کی اطاعت پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے۔

آنحضرت ﷺ خطبہ دے رہے تھے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ پہونچے تو یہ ارشاد زبان پر تھا کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، مسجد کے باہر تھے، اسی مقام پر بیٹھ گئے، آنحضرت ﷺ خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے یہ خبر پہنچادی فرمایا: خدا اور رسول کی اطاعت میں خدا ان کی حرص اور زیادہ کرے، آنحضرت ﷺ سے نہایت محبت تھی، اور آپ کو بھی ان سے انس تھا، بیمار پڑے اور ایک دن بے ہوش ہوگئے تو سرور عالم ﷺ عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا خدایا اگر ان کی موت آئی ہو تو آسانی کر ورنہ شفا عطا فرما۔ (اصابہ:۴/۲۶۶)

آنحضرت ﷺ کی نعت میں شعر کہا کرتے تھے اور یہ بھی حب رسول کا کرشمہ تھا ایک شعر بہت ہی اچھا کہا ہے اور وہ یہ ہے: (اصابہ:۴/۶۰)

اگر آپ میں کھلی ہوئی نشانیاں نہ بھی ہوں، جب بھی آپ کی صورت خبر (رسالت) دینے کے لئے کافی تھی۔

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی کی مجلس میں بیٹھے تھے آنحضرت ﷺ ادھر سے گذرے تو سواری کی گرد اڑ کر اہل مجلس پر پڑی ابن ابی نے کہا کہ گرد نہ اڑاؤ، آپ وہیں اتر پڑے اور توحید پر ایک مختصر تقریر کی، ابن ابی اب تک مشرک تھا، بولا یہ بات تو ٹھیک نہیں، جو کچھ آپ کہتے ہیں، اگر حق ہے تو یہاں آکر ہم کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ جو آپ کے پاس جائے، اس کو خوشی سے ایمان کی دعوت دے سکتے ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو جوش آگیا، بولے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ضرور فرمائیں، ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں۔ (بخاری:۲/۶۵۶)

بَابٌ فِي التَّعْزِيَةِ

باب: تعزیت کا بیان

3123 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ سَيْفٍ الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَبَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي - مَيِّتًا فَلَمَّا فَرَغْنَا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْصَرَفْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا حَاذَى بَابَهُ وَقَفَ، فَإِذَا نَحْنُ بِامْرَأَةٍ مُقْبِلَةٍ، قَالَ: أَظُنُّهُ عَرَفَهَا فَلَمَّا ذَهَبَتْ إِذَا هِيَ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَخْرَجَكِ يَا فَاطِمَةُ مِنْ بَيْتِكِ؟، فَقَالَتْ: أَتَيْتُ يَا

رَسُوْلَ اللهِ اَهْلَ هٰذَا الْبَيْتِ فَرَحَّمْتُ اِلَيْهِمْ مَيِّتَهُمْ اَوْ عَزَّيْتُهُمْ بِهٖ. فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَعَلَّكِ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدٰى، قَالَتْ: مَعَاذَ اللهِ وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذْكُرُ فِيْهَا مَا تَذْكُرُ، قَالَ: لَوْ بَلَغْتِهِ مَعَهُمُ الْكُدٰى فَذَكَرَ تَشْدِيْدًا فِىْ ذٰلِكَ فَسَاَلْتُ رَبِيْعَةَ عَنِ الْكُدٰى؛ فَقَالَ: الْقُبُوْرُ فِيْمَا اَحْسَبُ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں، ایک دن ایک مرد کو دفن کیا، جب ہم فارغ ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ ہم بھی واپس آ گئے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دروازے کے پاس پہنچے، تو ٹھہر گئے، وہاں سامنے سے ایک خاتون آ رہی تھی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو پہچان لیا تھا، جب وہ قریب آ گئی تو وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا، اے فاطمہ! تم اپنے گھر سے باہر کیوں گئی تھیں؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! میں اُس گھر میں گئی تھی، تاکہ اُن کے ساتھ رحم دلی کا اظہار کروں، کیونکہ ان کے ہاں فوتگی ہوئی ہے، وہاں فوتگی پر ان کے ساتھ تعزیت کروں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: شاید تم ان کے ساتھ کدی (قبرستان) تک بھی گئی ہوگی، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کی پناہ! میں اس کے بارے میں آپ کو ارشاد فرماتے ہوئے سن چکی ہوں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (پھر میں کیسے جا سکتی ہوں؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تم ان کے ساتھ قبرستان تک جاتی''۔

اس کے بعد راوی نے اس کے شدید ہونے کا تذکرہ کیا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے استاد ربیعہ سے کدی کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا: میرے خیال میں اس سے مراد قبرستان ہے۔

تعزیت سے متعلق احکام کا بیان

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

تعزیت مسنون ہے حدیث میں ہے جو اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت میں تعزیت کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا دوسری حدیث ترمذی و ابن ماجہ میں ہے جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اسے اسی کے مثل ثواب ملے گا۔ تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے کہ غم تازہ ہوگا مگر جب تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہے مگر اسے علم نہیں تو بعد میں حرج نہیں۔ (جوہرہ، ردالمحتار)

دفن سے پیشتر بھی تعزیت جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو یہ اس وقت ہے کہ اولیائے میت جزع وفزع نہ کرتے ہوں ورنہ ان کی تسلی کے لئے دفن سے پیشتر ہی کرے۔ مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب کو تعزیت کریں چھوٹے بڑے مرد وعورت سب کو مگر عورت پر اس کے محارم ہی تعزیت کریں۔ تعزیت میں یہ کہے اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے اور تم کو صبر روزی کرے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی۔ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَاَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى ''خدا ہی کا ہے جو اس نے لیا اور دیا اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک میعاد مقرر کے ساتھ ہے (عالمگیری)

مصیبت پر صبر کرنے پر ثواب کا بیان

مصیبت پر صبر کرے تو اسے دو ثواب ملتے ہیں ایک مصیبت کا دوسرا صبر کا اور جزع فزع سے دونوں جاتے رہتے ہیں۔ میت کے اعزہ کا گھر میں بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں اس میں حرج نہیں اور مکان کے دروازے پر یا شارع عام پر بچھونے بچھا کر بیٹھنا بری بات ہے۔ میت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار اگر میت کے گھر والوں کے لئے اس دن اور رات کے لئے کھانا لائیں تو بہتر ہے اور انہیں اصرار کر کھلائیں۔ میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور اگر فقرا کو کھلائیں تو بہتر ہے۔ (فتح القدیر)

جن لوگوں سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ پڑھوایا ان کے لئے بھی کھانا تیار کرنا جائز ہے۔ (ردالمحتار) یعنی جبکہ ٹھہرالیا ہو یا معروف ہو یا وہ اغنیا ہوں۔ تیجے وغیرہ کا کھانا اکثر میت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے اس میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ ورثاء میں کوئی نابالغ نہ ہو ورنہ سخت حرام ہے۔ یونہی اگر بعض ورثاء موجود نہ ہوں جب بھی ناجائز ہے جبکہ غیر موجودین سے اجازت نہ لی ہو اور سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو یا کچھ نابالغ یا غیر موجود ہوں مگر بالغ موجود اپنے حصہ سے کرے تو حرج نہیں۔ (خانیہ)

تعزیت کیلئے اکثر عورتیں رشتہ دار جمع ہوتے ہیں اور روتی پیٹتی نوحہ کرتی ہیں انہیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد دینا ہے۔ میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور انہیں کے لائق بھیجا جائے زیادہ نہیں۔ اوروں کو وہ کھانا کھانا منع ہے (کشف الغطا) اور صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے اس کے بعد مکروہ۔ (عالمگیری) قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت ہے (ردالمحتار) اور دفن کے بعد میت کے مکان پر آنا اور تعزیت کر کے اپنے اپنے گھر جانا اگر اتفاقاً ہو تو حرج نہیں اور اس کی رسم کرنا نہ چاہئے اور میت کے مکان پر تعزیت کے لئے لوگوں کا مجمع کرنا دفن کے پہلے ہو یا بعد اسی وقت ہو یا کسی اور وقت خلاف اولیٰ ہے اور کریں تو گناہ بھی نہیں۔

جو ایک بار تعزیت کر آیا اسے دوبارہ تعزیت کے لئے جانا مکروہ ہے۔ سوگ کے لئے سیاہ کپڑے پہننا مردوں کو ناجائز ہے (عالمگیری) یونہی سیاہ بلے لگانا کہ اس میں نصاریٰ کی مشابہت بھی ہے۔ میت کے گھر والوں کو تین دن تک اس لئے بیٹھنا کہ لوگ آئیں اور تعزیت کر جائیں جائز ہے مگر ترک بہتر اور یہ اس وقت ہے کہ فرش اور دیگر آرائش نہ کرنا ہو ورنہ ناجائز۔ نوحہ یعنی میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رونا جس کو بین کہتے ہیں بالاجماع حرام ہے یونہی واویلا وامصیبتا کہہ کے چلانا۔ گریبان پھاڑنا' منہ نوچنا' بال کھولنا' سر پر خاک ڈالنا' سینہ کوٹنا' ران پر ہاتھ مارنا' یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام۔ (عالمگیری)

عورتوں کا قبرستان جانے کا بیان

اور اگر خواتین اپنی موت کو یاد کرنے، دنیاوی زندگی سے بے رغبتی اور اتباع سنت کی نیت سے، فوت شدگان کے لیے بخشش کی دعا کرنے کے لیے کبھی کبھار جائیں تو اس کی شریعت میں گنجائش ہے۔

بریدۃ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا چنانچہ اب ان کی زیارت کیا کرو یقیناً اس سے موت یاد آتی ہے''۔ (ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور، ح: ۳۲۳۵)

علامہ عینی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے: ''توضیح میں لکھا ہے کہ حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ زیارت قبور کی ممانعت کے حکم

کے منسوخ ہونے پر واضح دلیل ہے۔ امام شعبی اور نخعی تک زیارتِ قبور پر جواز والی احادیث نہ پہنچی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے پھر ان الفاظ کے ساتھ سلام کہتے "تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے بدلے پس تمہارے لئے بہترین عاقبت ہے۔" حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنھم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ شارع علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن ایک ہزار مسلح افراد کے ساتھ اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کی۔ اس حدیث کو ابن ابی دنیا نے ذکر کیا ہے۔" (عینی، عمدۃ القاری،8)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبروں کی زیارت کی اجازت دینا عام ہے یہ اجازت مردوں اور عورتوں سب کے لیے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زیارت کی اجازت کی علت بیان فرمائی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مردوں عورتوں سب کے لیے ہے کیونکہ جیسے مردوں کو موت کی یاد کی ضرورت ہے عورتوں کو بھی موت کی یاد کی ضرورت ہے بلکہ مردوں سے بھی بڑھ کر ضرورت ہے کہ انہیں موت یاد رہے۔

ام المومنین سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی لمبی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس جبریل امین تشریف لائے انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا رب حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع (قبرستان) والوں کے پاس آئیں اور ان کے لیے بخشش طلب کریں" عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں ان (بقیع والوں) کے لیے کیا کہہ سکتی ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ان کے لیے یہ کہو "اَلسَّلَامُ عَلَى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَ الْمُسْتَاخِرِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ".

(مسلم کتاب الجنائز باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا:۹۷۴)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے بچے کی قبر کے پاس رو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "ڈر اور صبر کر" اس نے کہا تمہیں میری مصیبت کی کیا پروا اس عورت کو بتلایا گیا یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے دروازے پر چوکیدار نہ پائے اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صبر وہی ہوتا ہے جو پہلے صدمہ کے وقت ہو"۔

(بخاری ح:۱۲۸۳ مسلم ح:۹۲۶)

اگر عورت کا قبرستان جانا جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس عورت کو جو قبر پر رو رہی تھی قبرستان آنے سے روک دیتے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بے صبری کا اظہار کرنے سے روکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عورت کو قبر پر آنے سے منع نہ کرنا صریح دلیل ہے کہ عورت قبرستان پر جا سکتی ہے۔

بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ

باب: مصیبت کے وقت صبر کرنا

3124۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: اَتٰى

نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا، فَقَالَ لَهَا: اتَّقِي اللهَ، وَاصْبِرِي، فَقَالَتْ: وَمَا تُبَالِي أَنْتَ بِمُصِيبَتِي، فَقِيلَ لَهَا: هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْهُ، فَلَمْ تَجِدْ عَلَى بَابِهِ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى-أَوْ: عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ-

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاتون کے پاس تشریف لائے جو اپنے فوت ہونے والے بچے پر رو رہی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر سے کام لو، اس نے عرض کی: آپ کا میری مصیبت کے ساتھ کیا واسطہ (آپ کو اس کی پرواہ کیسے ہو سکتی ہے؟) اس خاتون کو بتایا گیا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، بعد میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کوئی دربان نظر نہیں آیا

(جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی) اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کو پہچانی نہیں تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبر پہلے صدمے کے موقع پر ہوتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) صدمے کے آغاز میں ہوتا ہے۔

صبر کے معنی ومفہوم واہمیت کا بیان

صبر کے لغوی معنی روکنے کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں مصیبت کے وقت گھبراہٹ وناگواری سے روکنے اور زبان پر حرف شکایت نہ لانے اور اعضائے جسم کو پر سکون رکھنے مثلاً: گالوں پر مارنے، سینہ کوبی کرنے اور گریبان پھاڑنے جیسے امور سے نفس کو روکے رکھنے کا نام صبر ہے، صبر کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبر نفس کے خصائل میں سے ایک ایسی خصلت کا نام ہے جس کی وجہ سے وہ ہر اس کام سے باز رہتا ہے جو غیر مستحسن اور قبیح ہو گویا یہ نفس کی قوتوں میں سے ایسی قوت ہے جو اسے صلاح ودرستگی پر قائم رکھتی ہے۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا بغیر منہ بنائے اور ناگواری کا اظہار کیے کڑوے گھونٹ کو حلق سے نیچے اتار لینے کا نام صبر ہے۔

ذوالنون مصری کا قول ہے: مخالفت سے بچنے اور مصیبت کو خندہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے اور اپنے آپ کو ایسے موقعوں پر پُر سکون رکھنے اور فقر کی حالت میں بھی تونگری کے اظہار کا نام صبر ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حسن ادب کے ساتھ مصیبت کو برداشت کر لینے کا نام صبر ہے۔

ایک بزرگ نے کسی شخص کو اپنے کسی بھائی سے شکایت کرتے دیکھا تو اس سے کہا کہ اے فلاں تو ایک ایسی ذات کی جو تجھ پر انتہائی رحیم ومہربان ہے ایک ایسے شخص سے شکایت کر رہا ہے جو تجھ پر بھی رحم نہیں کرتا۔

میرے بھائیو! صبر ایک ایسا گھوڑا ہے جو ہمیشہ تازہ دم رہتا ہے وہ کبھی تھکتا نہیں۔ صبر ایک ایسی تلوار ہے جو کبھی کند نہیں ہوتی۔ وہ ایک ایسا لشکر ہے جو ہمیشہ فتح یاب رہتا ہے کبھی شکست نہیں کھاتا۔ وہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جسے دشمن کبھی ڈھا نہیں سکتا۔ صبر اور فتح ونصرت دونوں حقیقی بھائی کے مانند ہیں جو شخص صبر کے ہتھیار سے لیس ہوتا ہے اسے دشمن کبھی شکست نہیں دے سکتا۔ اس کے بر

خلاف جو شخص صبر کی قوت سے عاری ہو وہ کبھی فتح و نصرت سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا) [آل عمران:200]

اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لیے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

مومن کی رسی ہمیشہ صبر کے میخ میں بندھی رہتی ہے، وہ گھوم پھر کر رسی کی طرف واپس ہوتا ہے۔ صبر ایمان کے درخت کا تنا ہے اسی پر ایمان کھڑا اور قائم رہتا ہے۔ اسی وجہ سے جس کے پاس صبر نہیں ہوتا اس کے پاس ایمان بھی نہیں ہوتا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(وما اعطی احد عطاء خیرا و أوسع من الصبر)

"کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا ہے جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔"

جو لوگ صبر سے عاری ہوتے ہیں ان کے پاس اگر ایمان ہوتا بھی ہے تو وہ حد درجہ کمزور ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کی عبادت کنارے پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ اگر انہیں اس سے کوئی نفع پہنچتا ہے تو اس میں دلچسپی لیتے ہیں اور اگر کوئی آفت آجاتی ہے تو وہ اسی وقت عبادت سے اپنا منہ پھیر لیتے ہیں۔ یہی لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں ٹوٹے اور خسارے میں رہتے ہیں۔ خوشگوار زندگی صبر ہی کے صلے میں ملتی ہے۔ جو ان نیک بختوں کے حصے میں آتی ہے جو صبر کے ہتھیار سے مسلح ہوتے ہیں۔ یہی لوگ صبر اور شکر کے پروں سے اڑ کر جنت میں داخل ہوں گے۔

(ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ) [الحدید:21]

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صبر کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور انہیں بے حساب اجر سے نوازے جانے کی بشارت دی ہے۔

ارشاد باری ہے:

(إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ) [الزمر:10]

"صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا اجر بلا حساب دیا جاتا ہے۔"

ایسے لوگوں کو اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے یعنی اللہ کی ہدایت و نصرت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

ارشاد باری ہے:

(وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ) [الانفال:46] "اور صبر کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

صبر کرنے والوں کو یہ معیت دنیا اور آخرت دونوں میں ملتی ہے اسی وجہ سے وہ ہر قسم کی ظاہری و باطنی نعمتوں سے مالا مال

ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دین کی امامت کو صبر و یقین کے ساتھ مربوط کر دیا ہے۔

ارشاد باری ہے:

(وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ)[السجدۃ:24]

اور ہم نے ان کے صبر کرنے کی وجہ سے ان میں ایسے ائمہ بنا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

امامت کا یہ منصب جلیل ان کے صبر و یقین کی وجہ سے ہے۔ اسی سے صبر کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ صبر کا مطلب ہے اللہ کے اوامر کے بجالانے اور نواہی سے رک جانے اور اللہ کے رسولوں کی تصدیق کرنے میں جو تکلیفیں آئیں انہیں خندہ پیشانی سے جھیلنا۔ اللہ نے فرمایا ان کے صبر کرنے اور آیات الٰہی پر یقین رکھنے کی وجہ سے ہم نے ان کو دینی امامت اور پیشوائی کے منصب پر فائز کیا۔

ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو بدلہ لے سکتے ہو بشرطیکہ بدلے میں تم تجاوز نہ کرو تاہم معاف کر دینا اور صبر کر لینا بہتر ہے۔

ارشاد باری ہے:

(وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ)[النحل:126-127]

"اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو بے شک صابروں کے لئے یہی بہتر ہے۔ آپ صبر کریں اور بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر بھی نہیں سکتے۔

اس آیت میں صبر کرنے کی تاکید کے ساتھ اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ اللہ کی توفیق و اعانت کے بغیر صبر کرنا ممکن نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ صبر نہایت مشکل اور کٹھن کام ہے۔

اسی وجہ سے اللہ نے فرمایا:

(وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ)[الشوریٰ:43]

اور جو شخص صبر کر لے اور معاف کر دے یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

ایک جگہ کہا گیا ہے کہ اگر آدمی صبر و تقویٰ پر قائم رہے تو اسے دشمنوں کی چالوں اور ان کی مکاریوں اور فریب کاریوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

ارشاد باری ہے: (وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ)
[آل عمران:120]

"تم اگر صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔"

فلاح و کامیابی کو اللہ تعالیٰ نے صبر و تقویٰ کے ساتھ معلق فرمایا ہے ارشاد ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ) [آل عمران:200]

اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لیے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

جو لوگ صبر کرتے ہیں اللہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

(وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ) [آل عمران:146]

اور اللہ صبر کرنے والوں کو (ہی) چاہتا ہے۔

اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے، اس میں صبر کی زبردست ترغیب ہے۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کو تین باتوں کی خوشخبری دی ہے، ارشاد باری ہے:

(وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ) [البقرۃ:155-157]

اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔ جنہیں، جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ ان پر اللہ کی نوازش ہوگی دوسری یہ کہ وہ اللہ کی رحمتوں کے سائے میں ہوں گے۔ اور تیسری یہ کہ وہ ہدایت یاب ہوں گے۔ یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جن میں ہر ایک میں خیر ہی خیر ہے اللہ تعالیٰ نے آفاق والنفس میں جو بے شمار نشانیاں رکھی ہیں ان سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو صبر کے زیور سے متصف ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں چار مقامات: سورۂ ابراہیم، سورۂ لقمان، سورۂ سبا، اور سورۂ الشوریٰ میں فرمایا:

(إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ) [لقمان:31] "یقیناً اس میں ہر صبر وشکر کرنے والے کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

صبر کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم اللہ تعالیٰ کے اوامر واطاعت پر صبر ہے یعنی اس کے احکام کی بجا آوری میں جن تکلیفوں اور ناگواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس پر صبر کرنا اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان احکام کو بجالانا۔

دوسری قسم منہیات پر صبر ہے یعنی جن کاموں سے اللہ نے روکا ہے اس سے رک جانے میں بظاہر جس محرومی کا احساس ہوتا ہے اس پر صبر کرنا۔ اور تیسری قسم تقدیر اور فیصلۂ الٰہی پر صبر کرنا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے قسمت میں جو پریشانیاں اور آفات ومصائب لکھ دیئے ہیں ان پر ناگواری اور ناراضگی کا اظہار نہ کرنا اور ان پر جزع فزع نہ کرنا۔ یہ تینوں قسمیں وہی ہیں جن کے متعلق شیخ عبد القادر جیلانی نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں کہا ہے بندے کے لیے ضروری ہے کہ جو حکم اسے ملا ہوا سے بجالائے اور جس سے روکا گیا ہو اس سے رک جائے اور جو اس کے لیے مقدر کر دیا گیا ہو اس پر صبر کرے اور انہی تینوں قسموں کی حضرت لقمان علیہ السلام نے

اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی۔

﴿يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [لقمان:17]

اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آئے اس پر صبر کرنا۔

امر بالمعروف، خود کرنے اور دوسروں کو اس کا حکم دینے دونوں کو شامل ہے اسی طرح نہی عن المنکر میں بھی خود اس سے رکنا اور دوسروں کو روکنا دونوں چیزیں داخل ہیں۔

میرے بھائیو! عقلمند انسان وہی ہے جو کبھی بھی کسی آفت ومصیبت کی تمنا نہیں کرتا اور اگر کوئی مصیبت آجاتی ہے تو اس پر جزع فزع نہیں کرتا بلکہ اس پر صبر کرتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الناس! لا تتمنوا لقاء فئة فإذا لقيتموهم فاصبروا واعلموا أن الجنة تحت ظلال السيوف﴾

اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو لیکن جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو پامردی دکھاؤ اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔

ابن بطال فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو کرنے سے منع فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی ناپسندیدہ امر کی آرزو نہیں کرنی چاہئے کیونکہ انسان کو یہ معلوم نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور اسے کیسے اس سے نجات مل پائے گی، اسی وجہ سے، سلف اللہ سے فتنوں اور آزمائشوں سے عافیت کا ہمیشہ سوال کرتے رہتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

﴿لإن أعافى فأشكر، أحب إلي من أن ابتلى فأصبر﴾

مجھے عافیت میں رہ کر اللہ کا شکر ادا کرنا مصیبت میں مبتلا ہو کر صبر کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

مومن کے حق میں ساری چیزیں جو اسے پہنچتی ہیں بہتر ہوتی ہیں۔ چاہے وہ خیر ہوں یا شر۔ صحیح مسلم میں صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے:

"عجبا لأمر المومن إن أمره كله خير، وليس ذلك لأحد إلا للمومن إن أصابته سراء شكر فكان خيرا له وإن أصاباته ضراء صبر، فكان خيرا له"

مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے اور یہ چیزیں مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو اس پر وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ تو یہ شکر کرنا بھی اس کے لیے بہتر ہے یعنی

اس میں اجر ہے اور اگر اسے تکلیفیں پہنچتی ہیں تو صبر کرتا ہے۔ تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لیے بہتر ہے کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے۔

میرے بھائیو! یاد رکھئے، زندگی پوری امتحان وآزمائش کا نام ہے۔

ارشاد باری ہے:

(وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ) (الانبیاء:35) "ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتا ہے تا کہ وہ جان لے کہ کون مومن صادق ہے اور کون مومن صادق نہیں۔

ارشاد باری ہے:

(أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ)

[آل عمران:142]

"کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟"

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ)

(محمد:31)

یقیناً ہم تمہارا امتحان کریں گے تا کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کر دیں اور ہم تمہاری حالتوں کی بھی جانچ کرلیں۔

ان کے علاوہ اور بھی اس مفہوم کی بہت سی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی آزمائش ضروری ہے۔ اور یہ آزمائش شر و خیر دونوں طریقوں سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی آزمائش میں صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

حکم کے اعتبار سے صبر کی اقسام

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ''حکم کے اعتبار سے صبر کی چار قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) نفل (۳) مکروہ اور (۴) حرام۔

ممنوعہ کاموں سے صبر کرنا ''فرض'' ہے (جیسا کہ گناہوں سے صبر کرنا)۔ ناپسندیدہ اُمور پر صبر کرنا ''نفل'' ہے (یعنی نفس کی ناپسندیدہ باتوں مثلاً نفلی عبادات صدقہ وخیرات وغیرہ پر صبر کرنا کیونکہ اعمال صالحہ نفس پر بہت گراں گزرتے ہیں)۔ شرعی طور پر ممنوع اذیت پر صبر کرنا ممنوع ہے جیسے بلا وجہ کسی شخص یا اس کے بیٹے کا ہاتھ کاٹا جائے اور وہ اس پر صبر کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی شہوت کے ساتھ اس کی بیوی کا قصد کرے تو اس سے اس کی غیرت جاگ اٹھے لیکن غیرت کے اظہار سے صبر کرے اور اس کی بیوی سے جو سلوک کیا جائے اس پر خاموشی اختیار کرے تو یہ صبر ''حرام'' ہے۔ اور جو صبر ایسی اذیت

پر ہو جو شرعی طور پر مکروہ طریقے سے پہنچے اس پر صبر کرنا مکروہ ہے۔ گویا صبر کی کسوٹی معیارِ شریعت ہے، لہٰذا صبر کے ''نصفِ ایمان'' ہونے سے یہ مراد نہیں لینی چاہیے کہ ہر قسم کا صبر محمود (قابلِ تعریف) ہے بلکہ اس سے صبر کی مخصوص انواع مراد ہیں۔

(احیاء العلوم، ۴/۸۵)

صبر کے مختلف نام

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرت سَیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی اِحیاءُ العلوم میں فرماتے ہیں: ''صبر کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم ہے، بدنی صبر جیسے بدنی مشقتیں برداشت کرنا اور ان پر ثابت قدم رہنا وہ یا تو فعل کے ذریعے ہوتا ہے جیسے سخت اعمال برداشت کرنا یا عبادات وغیرہ کے ذریعے، یا اس کا تعلق برداشت سے ہوتا ہے مثلاً سخت مار، بہت بڑی بیماری اور تکلیف دِہ زخموں کو برداشت کرنا یہ صبر اگر شریعت کے موافق ہو تو قابلِ تعریف ہے۔ لیکن مکمل طور پر تعریف کے قابل دوسری قسم ہے اور وہ ''طبعی خواہشات'' اور خواہش کے تقاضوں سے نفس کا صبر کرنا ہے اب اگر اس قسم میں پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش سے صبر ہو تو اسے ''عِفَّت'' کہتے ہیں۔ چونکہ وہ مکروہ اُمور جن پر صبر غالب آتا ہے لوگوں کے نزدیک مختلف ہیں اس لیے ان کے نام بھی مختلف ہیں اگر وہ مصیبت میں ہو تو اسے ''صبر'' ہی کہا جاتا ہے اور اس کے خلاف حالت کو ''جَزَع و فَزَع (رونا دھونا)'' کہتے ہیں یعنی خواہش کے تقاضوں کو کھلی چھٹی دی جائے کہ وہ خوب آواز بلند کرے، رخسار پیٹے اور گریبان پھاڑے، نیز اس قسم کی دوسری حرکات کرے اور اگر مالداری کی برداشت میں صبر کرے تو اسے ''ضَبطِ نفس'' کہتے ہیں اور اس کے خلاف حالت کو ''بَطَر'' (اکڑ) کہتے ہیں اگر یہ لڑائی اور جنگ میں ہو تو اسے ''بہادری'' کہا جاتا ہے جس کا مُقابل بُزدِلی ہے، اگر غصہ پی جانے کے سلسلے میں صبر ہو تو اسے ''بُردباری'' کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں غضبنا کی ہے اور اگر زمانے کی کسی آفت پر صبر ہو تو اسے ''دل کی کشادگی'' کہتے ہیں اور اس کی ضد کم حوصلگی، دل کی تنگی اور زِچ (تنگ، مجبور) ہونا ہے اگر کلام کو چھپانے کے سلسلے میں صبر ہو تو اسے ''کِتمانِ سِرّ'' (راز چھپانا) کہا جاتا ہے، اور ایسے شخص کو کَتُوم (چھپانے والا) کہا جاتا ہے اگر ضروریاتِ زندگی سے زائد اشیاء سے صبر کیا جائے تو اسے ''زُہد'' کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حرص ہے، اگر تھوڑے حصے پر صبر کیا جائے تو اسے ''قناعت'' کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حرص ہے۔ الغرض ایمان کے اکثر اَخلاق صبر میں داخل ہیں اسی لیے جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ایمان صبر ہے۔ (احیاء العلوم، ۴/۸۲)

صبر بہت ہی افضل چیز ہے یہاں تک کہ اگر انسان کا نفلی روزہ اور رات کی ساری نفلی عبادت چھوٹ جائے تو صبر و یقین کی برکت سے اسے ان اعمال کا ثواب مل سکتا ہے۔

(1) صبر اور دیگر نفلی عبادات

نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیزیں تمہیں دی گئی ہیں ان میں سب سے کم چیز یقین اور صبر کی عزیمت ہے اور جسے ان دونوں باتوں سے حصہ مل گیا اس کا قیامِ لیل (رات کی نفلی عبادت) اور دن کا (نفلی) روزہ فوت بھی ہو جائے تو کوئی پروا نہیں اور تم جس حالت پر ہو اس پر تمہارا صبر کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کوئی شخص تم سب کے عمل کے برابر

عمل میرے پاس لائے، لیکن مجھے خوف ہے کہ تم پر دنیا کھول دی جائے تو تم ایک دوسرے سے اجنبی ہو جاؤ گے، اس وقت آسمان والے بھی تمہیں نہیں پہچانیں گے۔ جس نے صبر کیا اور ثواب کا ارادہ کیا وہ پورے ثواب کے ساتھ کامیاب ہوا۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور وہ صبر کرنے والوں کو ضرور ان کا اجر عطا فرمائے گا۔ (احیاء العلوم، ۴/ ۷۶)

(2) جنت الفردوس میں ٹھکانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص دنیا میں ہی اپنی ہر خواہش کی تکمیل کر لے تو یہ چیز آخرت میں اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان آڑ اور پردہ بن جائے گی اور جو مالداروں کی زینت کی طرف اپنی نگاہیں دراز کرے تو وہ آسمان والوں کے سامنے بے عزت ہو جاتا ہے اور جو شدید بھوک پر صبر کرے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کو جنت الفردوس میں جہاں چاہے گا ٹھکانا عطا فرمائے گا۔ (شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، ۷/ ۱۲۵، حدیث ۹۷۲۲)

(3) مومن کی پہچان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا: کیا تم مومن ہو؟ وہ خاموش رہے، اَمیرُ الْمُؤمِنِین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہاں! یَا رَسُوْلَ اللہ! فرمایا: ''تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟'' صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''ہم فراخی کی حالت میں شکر کرتے ہیں، آزمائش کے وقت صبر کرتے ہیں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے فیصلے پر راضی رہتے ہیں۔'' نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ربِ کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔'' (احیاء العلوم، ۴/ ۷۶)

بیٹے کی موت پر مسکراہٹ

ہمارے بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ صبر و شکر کے آئینہ دار تھے۔ رَبّ کی رضا پر راضی رہتے اور کبھی بھی حرفِ شکایت زباں پر نہ لاتے۔ سِلسِلَۂ عالِیَہ چِشتِیَہ کے عظیم پیشوا حضرتِ سَیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی کسی نے مسکراتے نہ دیکھا تھا، لیکن جس دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادے ولیِ کامل حضرتِ سَیِّدُنا علی بن فُضَیل رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ مسکرانے لگے، لوگوں نے عرض کی: یہ خوشی کا کونسا موقع ہے جو آپ مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا: میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رِضا پر راضی ہو کر مسکرا رہا ہوں کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا ہی کے سبب میرے بیٹے کو قضا آئی ہے۔ رب عَزَّ وَجَلَّ کی پسند اپنی پسند۔

(مُلَخَّصاً تَذْکِرَۃُ الْاَوْلِیَاء، فارسی، ۱/ ۸۶)

صبر کرنے والوں کا مرتبہ

حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے سب سے پہلی چیز لَوحِ محفوظ میں یہ لکھی کہ میں اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رسول ہیں۔ جس نے میرے فیصلے کو تسلیم کر لیا اور میری نازل کی ہوئی مصیبت پر صبر کیا اور میری نعمتوں کا شکر ادا کیا تو میں نے اس کو صِدِّیق لکھا ہے اور اس کو صِدِّیقین کے

ساتھ اٹھاؤں گا اور جس نے میرے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور میری نازل کی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کیا اور میری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا وہ میرے سوا جسے چاہے اپنا معبود بنالے۔ (تفسیر قرطبی، پ ۳۰، البروج، تحت الآیۃ: ۲۲، ۱۰/۲۱۰)

صابرین کو علم وحلم عطا کیا جاتا ہے

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پیارے نبی کریم، رء وف رحیم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایسی اُمت پیدا کرنے والا ہوں کہ اگر انہیں کوئی پسندیدہ چیز ملے گی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کریں گے اور اگر کوئی ناپسندیدہ چیز ملے گی تو ثواب طلب کرتے ہوئے صبر کریں گے۔ حالانکہ ان کے پاس نہ عِلم ہوگا نہ حِلم۔ عرض کی: الٰہی! انہیں یہ خوبی عِلم وحِلم کے بغیر کیونکر ملے گی؟ فرمایا: میں انہیں اپنے عِلم وحِلم سے دوں گا۔

(شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، ۷/۱۹۰ حدیث: ۹۹۵۳)

بَابٌ فِي الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب: میت پر رونا

3125 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ ابْنَةً لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِ وَأَنَا مَعَهُ، وَسَعْدٌ، وَأَحْسَبُ أُبَيًّا: أَنَّ ابْنِي - أَوْ بِنْتِي - قَدْ حُضِرَ فَاشْهَدْنَا، فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ، فَقَالَ: قُلْ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَمَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ إِلَى أَجَلٍ فَأَرْسَلَتْ تُقْسِمُ عَلَيْهِ، فَأَتَاهَا فَوُضِعَ الصَّبِيُّ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَا هَذَا؟ قَالَ: إِنَّهَا رَحْمَةٌ، وَضَعَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ مَنْ يَشَاءُ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ

❁❁ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی (سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھجوایا، میں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میرا خیال ہے، حضرت اُبی بھی اس وقت ساتھ تھے، (پیغام یہ تھا) کہ میرے بیٹے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میری بیٹی کا آخری وقت قریب آ گیا ہے، تو آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو سلام بھجوایا اور فرمایا: تم یہ پڑھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو لے لیا، وہ اس کی ملکیت ہے (اور جو دیا ہے، وہ بھی اس کی ملکیت ہے) اور اس کی بارگاہ میں، ہر چیز کی ایک متعین مدت ہے، تو صاحبزادی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر پیغام بھجوایا کہ آپ اس کے ہاں تشریف لائیں، تو آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے، اُس بچے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈالا گیا، اس وقت وہ آخری سانسیں لے رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یہ کس وجہ سے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ وہ رحمت ہے، جسے اللہ تعالیٰ جس کے دل میں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے

والے بندوں پر رحم کرتا ہے"۔

شرح

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں: "حدیث شریف کے الفاظ "لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ جس چیز کو لینے کا ارادہ فرماتا ہے وہ وہی چیز ہے جو اللہ عزَّ وَجَلَّ ہی نے بندے کو عطا فرمائی تھی اگر وہ بندے سے لے لے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ نے وہی لیا جو اُس کا تھا، لہٰذا اس وقت بے صبری اور جزع وفزع کرنا مناسب نہیں کیونکہ اگر کسی کو کوئی چیز امانت کے طور پر دی جائے اور پھر اس سے واپس طلب کی جائے تو اسے جزع وفزع نہیں کرنا چاہیے۔

(فتح الباری، کتاب الجنائز، باب قول النبی یعذب المیت، ۴/۱۳۶، تحت الحدیث: ۱۲۹۰)

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بچے کا حال دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اَز راہِ شفقت ضبط نہ رہا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس پر حضرت سیّدنا سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا اس لئے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر وضبط کو بارہا ملاحظہ فرما چکے تھے غزوہ اُحد کی اُس قیامت خیز گھڑی میں زخمی ہونے کے باوجود زبان سے اُف تک نہ کہا، غزوہ خندق کی اُس شدت میں جسے قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ دل حلقوم تک آ گئے تھے، پہاڑ سے بھی زیادہ اِستقامت تھی اور آج بچے کا یہ حال ملاحظہ فرما کر رو رہے ہیں یا تعجب اس پر ہوا کہ میت پر رونے سے منع فرمایا ہے پھر آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟ تو جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ شفقت کا مقتضٰی ہے جو اختیاری نہیں، فطری ہے اور یہ ممنوع نہیں بلکہ محمود ہے اس لئے کہ اللہ عزَّ وَجَلَّ اپنے اُنہیں بندوں پر مہربانی فرماتا ہے جو دوسروں پر مہربان ہوتے ہیں۔ (نزھۃ القاری، ۲/۷۹۰)

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بہت نرم دل اور رحیم ہیں۔ رحم کرنا ایسی صفت ہے کہ جسکی وجہ سے رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے۔ انسان تو انسان بسا اوقات بے زبان جانوروں پر رحم کرنے والوں کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔

فاحشہ عورت کی بخشش ہوگئی

منقول ہے کہ ایک فاحشہ عورت کو صرف اس لئے بخش دیا گیا کہ اس نے کنویں کے منڈیر پر پیاس سے تڑپتے ہوئے کتے کو پانی پلایا تھا۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم.... الخ، ۲/۴۰۹، حدیث: ۳۳۲۱)

3126 - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وُلِدَ لِي اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - قَالَ أَنَسٌ: لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَكِيدُ بِنَفْسِهِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَمَعَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا إِنَّا بِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"گزشتہ رات میرے ہاں بیٹا ہوا ہے، میں نے اس کا نام اپنے جدامجد کے نام پر "ابراہیم" رکھا ہے"

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اس صاحبزادے کو دیکھا، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں آخری سانسیں لے رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، دل غمگین ہے اور ہم صرف وہی کہتے ہیں، جس سے ہمارا پروردگار راضی ہو، اے ابراہیم! بے شک ہم تمہاری وجہ سے غمگین ہیں''

رونا صبر کے خلاف نہیں

بعض بزرگ فرماتے ہیں: صبرِ جمیل یہ ہے کہ مصیبت زدہ شخص کسی سے پہچانا نہ جائے، اگر کوئی قریبی عزیز مر جائے تو اس کی وجہ سے بالکل ہی دل چھوڑ کر نہ بیٹھ جائے، ہاں شدتِ غم سے آنسو بہہ نکلیں اور بندہ اُداس ہو جائے تو یہ صبر کے خلاف نہیں کیونکہ یہ باتیں بشری تقاضوں میں سے ہیں جو موت تک انسان سے علیحدہ نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ کوئی شخص جب بخوشی اپنے زخم کا علاج کرائے تو اگرچہ اسے درد محسوس ہوتا ہے، کبھی شدتِ درد سے آنسو بھی نکل جاتے ہیں تو آنسو نکلنا اس کی طرف سے جزع وفزع (رونا پیٹنا) نہیں (بلکہ طبیعت کے تقاضے کی وجہ سے ہے)۔ (احیاء العلوم، ۴/۹۱)

بَابٌ فِي النَّوْحِ

باب: نوحہ کرنا

3127 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نوحہ کرنے سے منع کیا ہے''۔

میت پر نوحہ کرنا ناجائز ہے

میت پر نوحہ کرنا یعنی چیخنا چلّانا کپڑے پھاڑنا بال نوچنا سینہ پیٹنا اور ناشکری کے کلمات زبان پر لانا ممنوع و ناجائز ہے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ میت کو نوحہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے تو یہ اس صورت میں عذاب ہوگا۔ جبکہ میت نے نوحہ کی رسم کو جاری کیا ہو یا نوحہ کی وصیت کی ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو پھر صرف نوحہ کرنے والے گنہگار ہوں گے میت پر اس کا بوجھ نہ ہوگا۔

(فیوض الباری، ۵/۹۲)

3128 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی عورت اور (نوحہ کو) غور سے سننے والی عورت پر لعنت کی ہے''

ماتم کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اپنی مصیبت یا مصائب اہل بیت کو یاد کر کے ماتم کرنا یعنی ہائے ہائے، واویلا کرنا، چہرے یا سینے پر طمانچے مارنا، کپڑے پھاڑنا، بدن کو زخمی کرنا، نوحہ و جزع فزع کرنا، یہ باتیں خلاف صبر اور ناجائز و حرام ہیں۔ جب خود بخود دل پر رقت طاری ہو کر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں اور گریہ آجائے تو یہ رونا نہ صرف جائز بلکہ موجب رحمت و ثواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (سورۃ البقرہ آیت 154)

ماتم تو ہے ہی حرام، تین دن سے زیادہ

سوگ کی بھی اجازت نہیں ہے

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان لائی ہو، اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ اپنے خاوند کی (موت پر) چار ماہ دس دن سوگ کرے (بخاری حدیث 299، الکتاب الجنائز، مسلم، حدیث 935، مشکوۃ حدیث 3471 کتاب الجنائز)

امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لیس لاحد ان یحد اکثر من ثلاثۃ ایام الا المراۃ علی زوجھا حتی تنقضی عدتھا

کسی مسلمان کو کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا سوائے عورت کے کہ وہ عدت کے ختم ہونے تک اپنے خاوند کی موت پر سوگ کرسکتی ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ ج1)

اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو ہر سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سوگ مناتے ہیں اور دس دن سینہ کوبی کرتی ہیں۔ چارپائی پر نہیں سوتے، اچھا لباس نہیں پہنتے اور کالے کپڑے پہنتے ہیں۔ ہاں ایصال ثواب کرنا ان کی یاد مناتا اور ذکر اذکار جائز ہے، یہ سوگ نہیں ہے۔

مسلمانوں کا شرف یہ ہے کہ صابر اور شاکر ہو خیال و فعل میں حق ہی کا شاغل اور ذاکر ہو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ فوت ہوئیں تو عورتیں رونے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوڑے سے مارنے کا ارادہ کیا تو انہیں حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ہٹایا اور فرمایا: اے عمر چھوڑ دو بھی پھر فرمایا: اے عورتوں شیطانی آواز سے پرہیز کرنا پھر فرمایا:

مھما یکن من القلب والعین فمن اللہ عزوجل ومن الرحمۃ ومھما کان من الید واللسان فمن الشیطان

جس غم کا اظہار آنکھ اور دل سے ہو، وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو، وہ شیطان کی طرف

سے ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت 1748) احمد حدیث 3093)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ

وہ ہم میں سے نہیں جو منہ پیٹے، گریبان پھاڑے اور ایام جاہلیت کی طرح چیخ وپکار کرے۔

(بخاری حدیث 1297، مسلم حدیث 103، مشکوٰۃ حدیث 1725، کتاب الجنائز باب البکاء)

یعنی میت وغیرہ پر منہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے، رب تعالیٰ کی شکایت، بے صبری بکواس کرنے والی ہماری جماعت یا ہمارے طریقہ والوں سے نہیں ہے۔ یہ کام حرام ہیں۔ ان کا کرنے والا سخت مجرم۔ یہ عام میت کا حکم ہے لیکن شہید تو بحکم قرآن زندہ ہیں، انہیں پیٹنا تو اور زیادہ جہالت ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار چیزیں ہیں جن کو لوگ نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب پر فخر کرنا، دوسرے شخص کو نسب کا طعنہ دینا، ستاروں کو بارش کا سبب جاننا اور نوحہ کرنا اور نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن گندھک اور جرب کی قمیص پہنائی جائے گی۔

(مسلم حدیث 934، مشکوٰۃ حدیث 1727، کتاب الجنائز باب البکاء) (شیعوں کی معتبر کتاب، حیات القلوب، ملا باقر مجلسی جلد 2، ص 677)

میت کے سچے اوصاف بیان کرنا ندبہ ہے اور اس کے جھوٹے بیان کرنا نوحہ ہے۔ ندبہ جائز ہے نوحہ حرام ہے۔ گندھک میں آگ بہت جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے اور جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے نائحہ پر اس دن خارش کا عذاب مسلط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ کر کے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔

(مراۃ جلد 2، ص 503)

دو کفریہ کام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اثنتان فی الناس ھما بھم کفر: الطعن فی النسب والنیاحۃ علی المیت

لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ کفر میں مبتلا ہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا

(مسلم حدیث 67، کتاب الایمان)

اس حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلال سمجھ کر میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو برا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے۔

دو ملعون آوازیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صوتان ملعونان فی الدنیا والاخرۃ مزمار عند نعمۃ ورنۃ عند مصیبۃ

دو آوازوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے۔نعمت کے وقت گانا بجانا اور مصیبت کیوقت چلا کر آواز بلند کرنا یعنی نوحہ اور ماتم وغیرہ (بزار حدیث 795، ترغیب امام منذری کتاب الجنائز حدیث 5179)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورتوں کی جہنم میں دو صفیں بنائی جائیں گی۔ایک صف ان کے دائیں طرف اور ایک صف ان کے بائیں طرف تو وہ عورتیں دوزخیوں پر کتوں کی طرح بھونکیں گی۔ (طبرانی فی الاوسط، ترغیب امام منذری کتاب الجنائز حدیث 5182)

ماتم کی ابتداء کس نے کی تھی؟

سب سے پہلے ابلیس نے ماتم کیا تھا: علامہ شفیع بن صالح شیعی عالم لکھتے ہیں کہ شیطان کو بہشت سے نکالا گیا تو اس نے نوحہ (ماتم) کیا۔حدیث پاک میں ہے کہ غناء ابلیس کا نوحہ ہے۔یہ ماتم اس نے بہشت کی جدائی میں کیا۔اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماتم کرنے والا کل قیامت کے دن کتے کی طرح آئے گا اور آپ نے یہ بھی فرمایا: کہ ماتم اور مرثیہ خوانی زنا کا منتر ہے۔

(شیعہ کی معتبر کتاب مجمع المعارف حاشیہ حلیۃ المتقین، ص142، ص162، اور حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)

امام حسین رضی اللہ عنہ کا پہلا باقاعدہ ماتم کوفہ میں آپ کے قاتلوں نے کیا۔ (جلاء العیون ص424-426 مطبوعہ ایران)

پھر دمشق میں یزید نے اپنے گھر کی عورتوں سے تین روزہ ماتم کرایا۔ (جلاء العیون ص445 مطبوعہ ایران)

ابن زیاد نے آپ کے سر مبارک کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا۔کوفہ کے شیعوں نے رو رو کر کہرام برپا کر دیا۔شیعوں کی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کوفہ والوں کو روتا دیکھ کر سیدنا امام زین العابدین نے فرمایا:

ان ھولاء یبکون علینا فمن قتلنا غیرھم

یہ سب خود ہی ہمارے قاتل ہیں اور خود ہی ہم پر رو رہے ہیں۔ (احتجاج طبرسی، جلد2، ص29)

حضرت سیدہ طاہرہ زینب نے فرمایا: کہ تم لوگ میرے بھائی کو روتے ہو؟ ایسا ہی سہی۔روتے رہو، تمہیں روتے رہنے کی کھلی چھٹی ہے۔کثرت سے رونا اور کم ہنسا۔یقیناً تم رو کر اپنا کالا پن چھپا رہے ہو۔جبکہ یہ بے عزتی تمہارا مقدر بن چکی ہے۔تم آخری نبی کے لخت جگر کے قتل کا داغ آنسوؤں سے کیسے دھو سکتے ہو جو رسالت کا خزانہ ہے اور جنتی نوجوانوں کا سردار ہے۔

(احتجاج طبرسی ج2، ص30)

اسی طرح شیعہ کی کتاب مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ کوفہ کے لوگ شیعہ تھے۔ (مجالس المومنین ج1، ص56)

کیا شیعوں نے امام حسین کو چھوڑ دیا تھا؟

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا: کہ مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے اور شیعوں نے ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لیا ہے جو چاہتا ہے ہم سے الگ ہو جائے، اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

(جلاء العیون ص421، مصنفہ ملا باقر مجلسی، منتہی الاعمال مصنفہ شیخ عباس قمی ص238)

مذکورہ بالا خطبہ سے معلوم ہو گیا کہ قاتلان حسین شیعہ تھے اور یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ملا

خلیل قدوینی لکھتا ہے: ان کے (یعنی شہدائے کربلا کے) قتل ہونے کا باعث شیعہ امامیہ کا تصور ہے تقیہ سے۔ (صافی شرح اصول کافی)

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل شیعہ تھے؟

ملا باقر مجلسی 150 خطوط کا مضمون بایں الفاظ تحریر کرتا ہے:

ایں عریضہ ایست بخدمت جناب حسین بن علی از شیعان وفدویان ومخلصان آنحضرت

ترجمہ: یہ عریضہ شیعوں فدیوں اور مخلصوں کی طرف سے بخدمت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما (جلاء العیون ص 358)

ان تمام بیانات سے معلوم ہوا کہ امام حسین کے قاتل بھی شیعہ تھے اور ماتم کی ابتداء کرنے والے بھی شیعہ تھے اور ان ماتم کرنے والوں میں یزید بھی شامل تھا۔ اب اگر امام حسین کے غم میں رونے یا ماتم کرنے سے بخشش ہو جاتی ہے تو بخشش کا سرٹیفکیٹ کوفیوں کو بھی مل جائے گا اور یزیدیوں کو بھی مل جائے گا۔

بارہ اماموں کے عہد تک موجودہ طرز ماتم کا یہ انداز روئے زمین پر کہیں موجود نہ تھا۔ چوتھی صدی ہجری 352ھ میں المطیع اللہ عباسی حکمران کے ایک مشہور امیر معز الدولہ نے یہ طریق ماتم وبدعات عاشورہ ایجاد کیں۔ اور دس محرم کو بازار بند کر کے ماتم کرنے اور منہ پر طمانچے مارنے کا حکم دیا اور شیعہ کی خواتین کو چہرہ پر کالک ملنے، سینہ کوبی اور نوحہ کرنے کا حکم دیا۔ اہل سنت ان کو منع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے، اس لئے کہ حکمران شیعہ تھا۔

(شیعوں کی کتاب منتہی الاعمال، ج 1، ص 452، اور اہلسنت کی کتاب، البدایہ والنہایہ، ج 11، ص 243، تاریخ الخلفاء ص 378)

بے صبری کا انجام کیا ہوتا ہے؟ کتب شیعہ کی روشنی میں بیان کریں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ینزل الصبر علی قدر المصیبة ومن ضرب یدہ علی فخذیہ عند مصیبة حبط عملہ

صبر کا نزول مصیبت کی مقدار پر ہوتا ہے (یعنی جتنی بڑی مصیبت اتنا بڑا صبر درکار ہوتا ہے) جس نے بوقت مصیبت اپنے رانوں پر ہاتھ مارے تو اس کے تمام اچھے اعمال ضائع ہو گئے۔

(شیعوں کی معتبر کتاب، نہج البلاغہ، ص 495، باب المختار من حکم امیر المومنین حکم 144) (شرح نہج البلاغہ لابن میثم ج 5، ص 588)

بے صبر کے پاس ایمان نہیں

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا

الصبر من الایمان بمنزلة الراس من الجسد ولا ایمان لمن لا صبر لہ

صبر کا مقام ایمان میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا آدمی کے جسم میں، اس کے پاس ایمان نہیں جس کے ہاں صبر نہیں۔

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق، ص 132 الفصل 71، فی الصبر)

فرمان امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:

الصبر من الایمان بمنزلة الراس من الجسد فاذا ذھب الراس ذھب الجسد کذالک اذا ذھب

الصبر کمب الایمان

صبر کا ایمان سے ایسا تعلق ہے جیسا کہ جسم انسانی کے ساتھ سر کا، جب سر نہ رہے، جسم نہیں رہتا، اسی طرح جب صبر نہ رہے، ایمان نہیں رہتا (اصول کافی جلد 2، ص 87، کتاب الایمان والکفر باب الصبر)

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ ﷺ ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ احباط لاجرہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر وثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔ یعنی ماتم سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔ (فروع کافی جلد سوم، کتاب الجنائز باب الصبر والجزع)

کیا پیغمبر، امام یا شہید کا ماتم کرنا جائز ہے؟

جواب: کسی کا بھی ماتم جائز نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔

اذا انامت فلا تخمشی علی وجھا ولا تنشری علی شعراً ولا تنادی بالویل والعویل ولا تقیمی علی نائحۃ

بیٹی جب میں انتقال کر جاؤں تو میری وفات پر اپنا منہ نہ پیٹنا، اپنے بال نہ کھولنا اور ویل عویل نہ کرنا اور نہ ہی مجھ پر نوحہ کرنا

(فروع کافی، جلد 5، ص 527، کتاب النکاح باب صفۃ مبایعۃ النبی ﷺ، حیات القلوب، ج 2، ص 687، جلاء العیون ص 65)

نبی کریم ﷺ کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

لولا انك امرت بالصبر و نہیت عن الجزع لانفدنا علیك ماء الشئون

یارسول اللہ! اگر آپ نے ہمیں صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور ماتم کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ کا ماتم کر کے آنکھوں اور دماغ کا پانی خشک کر دیتے۔ (شرح نہج البلاغۃ لابن میثم شیعہ، ج 4، ص 409، مطبوعہ قدیم ایران)

کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی اپنی بہن کو وصیت

یا اختاہ اتقی اللہ وتعزی بعزاء اللہ واعلمی ان اھل الارض یموتون واھل السماء لایبقون جدای خیر منی وابی خیر منی وامی خیر منی واخی خیر منی ولی ولکل مسلم برسول اللہ ﷺ اسوۃ فعزاً مابھذا ونحوہ وقال لھا یا اخیۃ انی اقسمت علیك فابری قسمی لاتشقی علی جیباً ولا تخمشی علی وجھا ولا تدعی علی بالویل والثبور اذا انا ھلکت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں اپنی بہن سیّدہ زینب کو وصیت کی فرمایا۔ اے پیاری بہن! اللہ سے ڈرنا اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق تعزیت کرنا، خوب سمجھ لو۔ تمام اہل زمین مر جائیں گے اہل آسمان باقی نہ رہیں گے، میرے نانا، میرے بابا، میری والدہ اور میرے بھائی سب مجھ سے بہتر تھے۔ میرے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی

اور آپ کی ہدایات بہترین نمونہ ہیں۔ تو انہی کے طریقہ کے مطابق تعزیت کرنا اور فرمایا: اے ماں جائی میں تجھے قسم دلاتا ہوں۔ میری قسم کی لاج رکھتے ہوئے اسے پورا کر دکھانا۔ میرے مرنے پر اپنا گریبان نہ پھاڑنا اور میری موت پر اپنے چہرہ کو نہ خراشنا اور نہ ہی ہلاکت اور بربادی کے الفاظ بولنا۔ (الارشاد للشیخ مفید ص 232، فی مکالمۃ الحسین مع اختہ زینب، اعلام الوریٰ ص 236 امر الامام اختہ زینب بالصبر، جلاء العیون جلد 2، ص 553 فارسی مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران، اخبار ماتم ص 399)

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں: کہ امام حسین نے میدان کربلا میں جانے سے پہلے اپنی بہن زینب کو وصیت فرمائی، اے میری معزز! بہن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقاء میں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور واویلا نہ کرنا۔ (جلاء العیون جلد 2، ص 553، فارسی مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران)

شاعر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت کو اپنے انداز میں پیش کیا

اللہ کو سونپا تمہیں اے زینب و کلثوم لگ جاؤ گلے تم سے بچھڑتا ہے یہ مظلوم
اب جاتے ہی خنجر سے کٹے گا میرا یہ حلقوم ہے صبر کا اماں کے طریقہ تمہیں معلوم
مجبور ہیں ناچار ہیں مرضی خدا سے بھائی تو نہیں جی اٹھنے کا فریاد و بکاء سے
جس وقت مجھے ذبح کرے فرقہ ناری رونا نہ آئے نہ آواز تمہاری
بے صبروں کا شیوہ ہے بہت گریہ وزاری جو کرتے ہیں صبر ان کی خدا کرتا ہے یاری
ہو لاکھ ستم رکھیو نظر اپنے خدا پر اس ظلم کا انصاف ہے اب روز جزاء پر

قبر میں ماتمی کا انجام کیا ہوگا؟ قبر میں ماتمی کا منہ قبلہ کی سمت سے پھیر دیا جائے گا:

ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ سات آدمیوں کا قبر میں منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا جاتا ہے۔

(۱) شراب بیچنے والا (۲) شراب لگاتار پینے والا (۳) ناحق گواہی دینے والا
(۴) جواباز (۵) سود خور (۶) والدین کا نافرمان
(۷) ماتم کرنے والا۔ (شیعہ کی معتبر کتاب: مجمع المعارف حاشیہ برحلیۃ المتقین ص 168، در حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)

گانا گانے والے اور مرثیہ خواں کو قبر سے اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ غنا کرنے والا اور مرثیہ خواں کو قبر سے زانی کی طرح اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا۔ اور کوئی گانے والا جب مرثیہ خوانی کے لئے آواز بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو شیطان اس کی طرف بھیج دیتا ہے جو اس کے کندھے پر سوار ہو جاتے ہیں۔ وہ دونوں اپنے پاؤں کی ایڑھیاں اس کی چھاتی اور پشت پر اس وقت تک مارتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ نوحہ خوانی ترک نہ کرے۔ (شیعہ کی معتبر کتاب: مجمع المعارف حاشیہ برحلیۃ المتقین ص 163، در حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک عورت کتے کی شکل میں دیکھی۔ کہ فرشتے اس کی دبر (پاخانے کی جگہ) سے آگ داخل کرتے ہیں اور منہ سے آگ باہر آجاتی ہے۔ اور فرشتے گرزوں کے ساتھ اس کے سر اور بدن کو مارتے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ

عنہا نے پوچھا۔ میرے بزرگوار اباجان مجھے بتلایئے کہ ان عورتوں کا دنیا میں کیا عمل اور عادت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قسم کا عذاب مسلط کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ وہ عورت جو کتے کی شکل میں تھی اور فرشتے اس کی دبر میں آگ جھونک رہے تھے۔ وہ مرثیہ خواں، نوحہ کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

(شیعہ کی معتبر کتاب، حیات القلوب جلد 2، ص 543، باب بست وچہارم در معراج آنحضرت، عیون اخبار الرضا جلد 2، ص 11، انوار نعمانیہ جلد 1، ص 216)

کیا ماتم سننے کی بھی ممانعت ہے؟

نہ صرف ماتم کرنے بلکہ سننے کی بھی ممانعت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

لعن رسول الله ﷺ النائحة والمستمعة

رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرمائی۔

(ابوداؤد حدیث 3128، مشکوٰۃ حدیث 732، کتاب الجنائز باب البکاء)

کیونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لئے مونث کا صیغہ استعمال فرمایا تو جو مرد ہو کر نوحہ کرے تو وہ مرد نہیں زنانہ ہے۔

شیعہ حضرات کے شیخ صدوق نقل کرتے ہیں۔

نهى رسول الله عن الرنة عند المصيبة ونهى عن النياحة والاستماع اليها

رسول اللہ ﷺ نے بوقت مصیبت بلند آواز سے چلانے، نوحہ و ماتم کرنے اور سننے سے منع فرمایا۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ج 4، ص 3)

ایک شبہ: فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی۔

فاقبلت امراته في صرة فصكت وجهها

آپ کی بیوی چلانے لگیں، پس اپنا منہ پیٹ لیا (شیعہ ترجمہ) معلوم ہوا کہ ماتم کرنا حضرت سارہ کی سنت ہے۔

جواب: کوئی شیعہ اس آیت سے حضرت سارہ کا ماتم کے لئے پیٹنا ہرگز ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ قدیم ترین شیعہ مفسر علامہ قمی کے مطابق صکت پیٹنے کے معنی میں نہیں ہے۔ غطت ڈھانپنے کے معنی میں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سارہ عورتوں کی جماعت میں آئیں اور حیا سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا کیونکہ جبریل علیہ السلام نے انہیں اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تھی۔ (تفسیر قمی ج 2، ص 330)

اگر اب بھی تسلی نہ ہوئی تو شیعہ صاحبان کو چاہیے کہ ماتم شہداء کی بجائے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری سن کر کرنا چاہیے تاکہ اپنے خیال کے مطابق سنت سارہ پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اہل بیت کرام نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے صبر کا مظاہرہ فرمایا۔ نہ خود ماتم کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا اور ہم محب اہل بیت ہیں اور ان کے قول وفعل کو اپناتے ہوئے صبر کا اظہار کرتے ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ اور ائمہ کرام کے فرمان کو نہ مانے اور بے صبری کا مظاہرہ کرے وہ محب اہل بیت نہیں ہو سکتا۔

عشرہ محرم میں سیاہ لباس پہننا اور مہندی، پنجہ، گھوڑا

اور تعزیہ نکالنے کا کیا حکم ہے

مہندی، پنجہ، گھوڑا اور تعزیہ نکالنا یزیدیوں کے کرتوتوں کی نقل ہے

کہا جاتا ہے کہ کربلا میں قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی تو حضرت قاسم نے مہندی لگائی مروجہ رسم مہندی نکالنے کی اسی کی نقل ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت مخفی نہیں کہ کربلا کا معرکہ خونی شادی کا موقع ہرگز نہ ہوسکتا تھا۔ نیز مہندی پانی میں ملا کر لگائی جاتی ہے اور اہل بیت کے لئے تو پانی بند تھا۔ یونہی پنجہ و گھوڑا نکالنا اور مروجہ تعزیہ بنانا یہ سب بدعت باطلہ اور انصاب میں داخل ہیں۔ ائمہ اہل بیت سے ان چیزوں کی قطعا کوئی سند نہیں ملتی۔ فی الحقیقت یزیدیوں نے صرف ایک دفعہ اہل بیت پر مظالم ڈھا کر کوفہ و دمشق کے بازاروں میں گھمایا تھا لیکن یہ لوگ ہر سال یزیدیوں کے کرتوتوں کی نقل بنا کے گلی کوچوں میں گھماتے پھرتے ہیں۔ پھر اس پر دعوت محبت بھی۔ اللہ ہدایت دے۔

عشرہ محرم میں سیاہ لباس پہننا ممنوع ہے

مذہب مہذب اہل سنت و جماعت میں علی العموم سیاہ لباس پہننا محض مباح ہے۔ نہ تو اس پر کسی قسم کا ثواب مرتب ہوتا ہے، نہ گناہ۔ البتہ ماتم کی غرض سے سیاہ کپڑے پہننا شرعا ضرور ممنوع ہے۔ شیعہ اثناء عشریہ کے مذہب میں ماتم کا موقع ہو یا نہ، ہر حال میں سیاہ لباس سخت گناہ وممنوع وحرام ہے۔ پھر اسے ثواب جاننا بالکل الٹی گنگا بہانا اور شیعہ مذہب کے مطابق ڈبل گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ چنانچہ شیعہ لٹریچر کی انتہائی مستند کتب سے دلائل ملاحظہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا تلبسوا لباس اعدائی

میرے دشمنوں کا لباس مت پہنو اور میرے دشمنوں کے کھانے مت کھاؤ اور میرے دشمنوں کی راہوں پر مت چلو، کیونکہ پھر تم بھی میرے دشمن بن جاؤ گے جیسا کہ وہ میرے دشمن ہیں۔ اس کتاب کا مصنف (شیخ صدوق شیعی) کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کا لباس، سیاہ لباس ہے۔ (عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق باب 30، الاخبار المنثور رحدیث 51)

شیعہ حضرات کے یہی صدوق رقم طراز ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

لا تلبسوا السواد فانہ لباس فرعون

سیاہ لباس نہ پہنا کرو کیونکہ سیاہ لباس فرعون کا لباس ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق باب یصلی فیہ من الثیاب حدیث 17)

مشہور شیعہ محدث جعفر محمد بن یعقوب کلینی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے فرمایا۔

انہ لباس اھل النار

بے شک وہ (سیاہ لباس) جہنمیوں کا لباس ہے۔ (الکافی کلینی کتاب الزی والتجمیل باب لباس السواد)

شیعوں کے مشہور محدث شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق سے سیاہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو

آپ نے جواب میں فرمایا: لا تصل فیها فانها لباس اهل النار
جہنیوں کا لباس ہے۔
سیاہ ٹوپی میں نماز مت پڑھو بے شک وہ (سیاہ لباس)
(من لا یحضرہ الفقیہ باب مایصلی فیہ حدیث 19765، حلیۃ المتقین ملا باقر مجلسی باب اول در لباس پوشیدن فصل چہارم در بیان رنگہائے)

کربلا جانے والے اہل بیت کی تعداد کیا تھی؟

حضرت امام حسین کے تین صاحبزادے (۱) علی اوسط امام زین العابدین (۲) علی اکبر (۳) علی اصغر رضی اللہ عنہم اور ایک بیٹی حضرت سکینہ جن کی عمر سات سال تھی۔ دو بیویاں بھی ہمراہ تھیں حضرت شہر بانو اور علی اصغر کی والدہ

حضرت امام حسن کے چار صاحبزادے (۱) حضرت قاسم (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت ابوبکر (۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہم کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پانچ (۱) حضرت عباس (۲) حضرت عثمان (۳) حضرت عبداللہ (۴) حضرت جعفر (۵) حضرت محمد اصغر (ابوبکر) رضی اللہ عنہم

حضرت علی کی کل اولاد (۲۷) ہیں، ان میں سے پانچ کربلا میں شہید ہوئے۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ 1/440)

حضرت عقیل کے (۴) فرزندوں سے حضرت امام مسلم پہلے ہی شہید ہو چکے تھے اور تین کربلا میں شہید ہوئے (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت عبدالرحمن (۴) حضرت جعفر رضی اللہ عنہم

حضرت زینب امام حسین کی بہن کے دو بیٹے عون اور محمد رضی اللہ عنہم

ان کے والد کا نام حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے۔ اہل بیت کرام میں سے کل سترہ افراد آپ کی ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ (سوانح کربلا، طبری خطبات محرم جلال الدین امجدی، ص378)

شیعہ نہ اہل بیت کو مانتے ہیں اور نہ شہداء کربلا کو، حضرت امام حسن کے صرف ایک بیٹے حضرت قاسم کا نام لیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم تین کا نام نہیں لیتے۔ اگر وہ شہداء کربلا کا نام لے لیں تو ان کا عقیدہ ختم ہو جاتا ہے کہ اہل بیت کا صحابہ کرام سے پیار تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنی اولاد کے نام خلفائے راشدین کے نام پر رکھے۔ اہل سنت چاروں کا نام لیتے تو حقیقت میں شہداء کربلا کو ماننے والے سنی ہیں، شیعہ ان کے منکر ہیں۔

شیعہ حضرت علی کی اولاد کے بھی منکر ہیں۔ پانچ شہداء کربلا میں صرف ایک کا نام لیتے ہیں۔ حضرت عباس کا، ان کا علم بھی لگاتے ہیں، باقی چار کا نام تک نہیں لیتے حالانکہ حضرت عباس کے حضرت عثمان، حضرت عبداللہ اور حضرت جعفر کے سگے بھائی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ام البنین بنت حرام ہے اور حضرت محمد اصغر (ابوبکر) بن علی کا نام بھی نہیں لیتے ان کی والدہ کا نام لیلی بنت مسعود تھا تو شہداء کربلا اور اہل بیت کا منکر کون اور محب کون؟

شیعہ حضرت امام حسین کی اولاد کو امام مانتے ہیں جو کربلا میں شہید بھی نہیں ہوئے اور آپ کے سگے بھائی حضرت امام حسن کی اولاد کو امام نہیں مانتے جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ کتنی ناانصافی ہے اور حضرت علی کی اولاد کو بھی امام نہیں مانتے جو کربلا میں شہید

ہوئے ہیں۔

اہل بیت کی تین قسمیں ہیں: (۱) اہل بیت سکونت یعنی ازواج (۲) اہل بیت ولادت (۳) اہل بیت نسب پہلی قسم اہل بیت سکونت یعنی (۱۱) ازواج میں سے صرف ایک زوجہ حضرت خدیجہ کو مانتے ہیں۔ باقی سب کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان کو گالیاں دیتے ہیں حالانکہ قرآن نے ان کو اہل بیت اور مومنوں کی ماں فرمایا ہے۔ اہل سنت سب کو مانتے ہیں۔

دوسری قسم اہل بیت ولادت چار بیٹیوں میں سے صرف ایک بیٹی کو مانتے ہیں لہٰذا اہل بیت کے منکر ہوئے بلکہ یہ حضرت علی کی بیویوں کے بھی منکر ہیں۔ حضرت علی کی ایک بیوی کا نام امامہ تھا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی نواسی تھیں۔ حضرت زینب کی بیٹی اگر نبی کریم ﷺ کی صرف ایک ہی بیٹی تھی۔ حضرت فاطمہ تو پھر حضرت علی کی بیوی حضرت امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ کہاں سے آگئیں۔ معلوم ہوا کہ اہل سنت ہی اہل بیت اور شہداء کربلا کے محب ہیں۔

اہل بیت کے سچے محب کون ہیں؟

اہل بیت کے سچے محب سنی ہیں، شیعہ منکر اہل بیت ہیں کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کی چار بیٹیوں میں سے ایک کو اور تمام زواج میں سے صرف ایک زوجہ کو مانتے ہیں۔ اس لئے یہ منکر اہل بیت ہیں نیز اس واقعہ سے بھی اہل سنت کی حقانیت واضح ہے۔

ضلع شیخوپورہ میں موٹروے پر خانقاہ ڈوگراں انٹرچینج کے قریب ڈیرہ سروٹھ میں صحیح العقیدہ سنی بریلوی نوجوان محمد سرفراز پر آگ گلزار ہوگئی جبکہ منکر صحابہ شاہد نامی آگ میں جل گیا۔ تفصیلات کے مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۰۹ بروز پیر ڈیرہ سروٹھ میں شاہد نامی نوجوان (جو کہ شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہے) اپنے خودساختہ عقیدہ کے مطابق عمل کر کے بوقت عصر اپنے ڈیرے پر پہنچا تو بعض سنی حضرات نے اسے کہا "الحمد للہ ہم بھی اہل بیت کے غلام ہیں اور ہم بڑے ادب کے ساتھ قرآن خوانی اور فضائل وشہادت کا بیان سن سنا کر امام حسین کی یاد مناتے ہیں۔ تم بھی اسی طریقہ سے امام حسین کی یاد منایا کرو، خود ساختہ نظریات چھوڑ دو، اس پر شاہد ولد اشرف خان نے کہا کہ "ہمارا طریقہ ٹھیک ہے اور جنت کی ٹکٹیں ہمارے پاس ہیں، ہمارے علاوہ باقی سب دوزخی ہیں اور میرا چیلنج ہے کہ پورے ملک میں سے کوئی سنی آگ میں چھلانگ لگائے جو سچا ہوگا بچ جائے گا جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا۔ یہ بات سن کر محمد سرفراز ولد محمد انور بھٹی نمبردار نے شاہد سے کہا "مجھے تیرا چیلنج منظور ہے" چنانچہ اسی وقت آگ لگائی گئی اور محمد سرفراز شاہد کا بازو پکڑ کر آگ میں داخل ہوگیا۔ محمد سرفراز نے آگ میں داخل ہوتے ہی شاہد کا بازو چھوڑ دیا تو شاہد کے کپڑوں کو فوری طور پر آگ لگ گئی اور محمد سرفراز تین منٹ تک آگ کے شعلوں میں کھڑا ہو کر کلمہ طیبہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی الک واصحابک یاحبیب اللہ کا ورد کرتا رہا۔ اس منظر کو موقع پر موجود بیس پچیس افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ)

3129 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، وَأَبِي مُعَاوِيَةَ الْمَعْنَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: وَهِلَ تَعْنِي ابْنَ عُمَرَ إِنَّمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ، فَقَالَ: إِنَّ صَاحِبَ هَذَا

يُعَذَّبُ وَاَهْلُهُ يَبْكُونَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَتْ: (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ) (الانعام: 164) قَالَ: عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَلَى قَبْرِ يَهُودِيٍّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''میت کے اہل خانہ کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے''

راوی بیان کرتے ہیں: اس روایت کا تذکرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا، کیا یہ بات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے، (اس کی حقیقت یہ ہے) نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں''

پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی:

''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''

ابومعاویہ نامی راوی کے حوالے سے یہ الفاظ منقول ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک یہودی کی قبر کے پاس سے گزرے تھے۔

برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا میں سے حصہ ملے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے؟ کہ بعض لوگوں کے گناہوں کا عذاب بعض دوسروں کو ہوگا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(آیت) "وليحملن اثقالهم واثقالا مع اثقالهم"۔ (العنکبوت: ۱۳)

ترجمہ: اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ اٹھائیں گے۔

(آیت) "ليحملوا اوزارهم كاملة يوم القيامة ومن اوزار الذين يضلونهم بغير علم الاساء مايزرون"۔ (النحل: ۲۵)

ترجمہ: تا کہ وہ (متکبر کافر) قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان لوگوں کے اٹھائیں جنہیں وہ اپنی جہالت سے گمراہ کرتے تھے، سنو وہ کیسا برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھاتے ہیں۔

اسی طرح بعض احادیث میں بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے خون کی سزا سے ایک حصہ پہلے ابن آدم (قابیل) کو بھی ملے گا' کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کرنے کی رسم اور گناہ کو ایجاد کیا۔ (صحیح البخاری ج ٤ رقم الحدیث: ٣٣٣٥ ج۔ رقم الحدیث: ٧٣٢١ ج ٧ رقم الحدیث: ٦٨٦٧ صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٦٧٧ سنن ترمذی ج ٤ رقم الحدیث: ٢٦٨١ سنن نسائی رقم الحدیث: ٣٩٩٦ مسند احمد ج ٢ رقم الحدیث: ٣٦٣٠ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ١٩٧١٨ مصنف ابن ابی شیبہ ج ٩ ص

۲۶۱ صحیح ابن حبان ج ۱۳ رقم الحدیث: ۵۹۸۳ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۵)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی برائی اور گناہ کو ایجاد کیا تو قیامت تک جتنے لوگ اس برائی پر عمل کریں گے تو ان کے گناہوں کی سزا میں اس برائی کے ایجاد کرنے والے کا بھی حصہ ہوگا' کیونکہ وہ ان سب لوگوں کے لیے اس برائی کے ارتکاب کا سبب بنا تھا' اور بعد کے لوگوں کی سزا میں کوئی کمی نہیں ہوگی' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی تو اس کو ہدایت پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور اس تبعین کے اجروں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس کو اس گمراہی پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور ان تبعین کی سزاؤں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (سنن ترمذی ج ۴ رقم الحدیث: ۲۶۸۳ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۴ سنن ابوداؤد ج ۴ رقم الحدیث: ۴۶۰۹ موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۰۷ مسند احمد ج ۳ رقم الحدیث: ۹۱۷۱)

کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا' اس قاعدہ کے بعض مستثنیات:

کسی شخص کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں ملے گی' یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب وہ شخص دوسروں کو اس گناہ سے منع کرتا رہے' لیکن اگر کوئی شخص خود نیک ہو اور اس کے سامنے دوسرے گناہ کرتے رہیں اور وہ ان کو منع نہ کرے تو اس نیک شخص کو اس لیے عذاب ہوگا کہ اس نے ان دوسروں کو برائی سے نہیں روکا۔ قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون"۔ (المائدہ: ۷۹)

ترجمہ: وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیے تھے' وہ بہت برا کام کرتے تھے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے یہ فرماتے ہوئے بیدار ہوئے "لا الٰہ الا اللہ" عرب کے لیے تباہی ہو اس شر سے جو قریب آ پہنچا' یاجوج ماجوج کی رکاوٹ کے ٹوٹنے سے' آج روم فتح ہو گیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عقد بنایا' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے' حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں جب برائیاں زیادہ ہو جائیں گی۔

(صحیح البخاری ج ۴ رقم الحدیث: ۳۳۴۶ صحیح مسلم فتن ۱ (۲۸۸۰) ۷۱۰۲ سنن الترمذی ج ۴ رقم الحدیث: ۲۱۹۴ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۴۹ مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۰۸ مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۶۱ مسند احمد ج ۱۰ رقم الحدیث: ۲۷۴۸۶ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۹۳)

اسی طرح اس قاعدہ سے بعض احکام بھی مستثنیٰ ہیں' مثلاً اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو خطاً قتل کر دے یا اس کا قتل شبہ عمد ہو (قتل شبہ عمد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو سزا دینے کے قصد سے لاٹھی' کوڑے یا ہاتھ سے ضرب لگائے اور اس کا قصد قتل کرنا نہ ہو) تو اس کی دیت عاقلہ پر لازم آتی ہے' تاکہ اس کا خون رائیگاں نہ ہو' اب یہاں جرم تو ایک شخص نے کیا ہے اور اس کا تاوان اس کے عاقلہ ادا کریں گے۔ عاقلہ سے مراد مجرم کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں جن کو عصبات کہتے ہیں' حدیث شریف میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی ایک چوب سے مارا در آنحالیکہ وہ

مضروبہ حاملہ تھی اور (اس ضرب سے) اس کو ہلاک کر دیا۔ ان میں سے ایک عورت بنولحیان کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے قاتلہ کے عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ دار) پر مقتولہ کی دیت لازم کی' اور اس کے پیٹ کے بچہ کے تاوان میں ایک باندی یا ایک غلام کا دینا لازم کیا۔

(صحیح مسلم' القسامہ' ۳۷' ۱۶۸۲' ۴۳۱۴' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۵۶۸' سنن الترمذی' ج ۲' رقم الحدیث: ۱۴۱۵' سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث: ۴۸۲۲' ۴۸۲۶' ۴۸۴۲' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۶۳۳)

اسی طرح اگر مسلمانوں کے محلہ میں کوئی مسلمان مقتول پایا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا قاتل کون ہے؟ تو اس محلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں گے کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے' نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اور ان کے قسم کھانے کے بعد اہل محلہ پر دیت لازم آئے گی' تاکہ مسلمان کا قتل رائیگاں نہ جائے' اس کو قسامت کہتے ہیں' یہاں بھی قتل کسی اور نے کیا ہے اور اس کا تاوان یہ محلہ والے ادا کریں گے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک شخص یہود کی رہٹ والی زمین میں مقتول پایا گیا۔ انہوں نے اس کا نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا' آپ نے یہود کے پچاس چنے ہوئے لوگوں کو بلایا اور ہر ایک سے یہ قسم لی کہ اللہ کی قسم! نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ مجھے اس کے قاتل کا علم ہے پھر ان پر دیت لازم کر دی۔ یہود نے کہا بخدا یہ وہی فیصلہ ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت میں تھا۔ (سنن دارقطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

(۱) امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے لفظ آیت ولا تزر وازرۃ وزر اخری کے بارے میں فرمایا کہ کوئی آدمی دوسرے کے گناہ کے بدلے میں نہیں پکڑا جائے گا۔

(۲) امام حاکم نے (اور آپ نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زنا سے پیدا ہونے والی اولاد پر اس کے والدین (کے گناہ) کا بوجھ نہیں کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ (اپنے اوپر) نہیں اٹھائے گا۔

(۳) امام ابن ابی حاتم نے ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ بنت ابان بن عثمان وفات پا گئی جنازہ حاضر ہوا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رونے کو سنا فرمایا کیا یہ رونے سے باز نہیں آئیں گی۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اس پر زندہ آدمی کے رونے سے راوی نے کہا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور میں نے ان کو یہ بات بتائی تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم بلاشبہ تو مجھ کو خبر دے رہا ہے۔ ایسے شخص کی طرف سے جو نہ تو جھوٹ بولنے والا ہے اور نہ اس پر تہمت لگائی گئی ہے۔ لیکن اس نے سننے میں غلطی کی۔ اور قرآن میں (جو کچھ) ہے وہ تم کو کافی ہوگا۔ (اور وہ ہے) لفظ آیت: ولا تزر وازرۃ وزر اخری

(۴) امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت عائشہ سے ولد الزنا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس پر اس کے ماں باپ کے گناہ میں سے کچھ بھی گناہ نہ ہوگا اور یہ آیت پڑھی۔ لفظ

آیت:ولا تزروازرة وزر اخری

(۵) امام ابن ابی شیبہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ولدالزنا تینوں میں سے بہتر ہے (یعنی زانی مرد زانیہ عورت اور ولدالزنا) اس کے بارے میں کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ تینوں میں سے زیادہ برا ہے۔

(٦) امام ابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے لفظ آیت ولا تزروازرة وزر اخری کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر دوسرے بندے کے گناہ کا بوجھ نہیں لادیں گے۔ اور اس کو نہیں پکڑیں گے مگر اس کے اپنے عمل سے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ انعام، بیروت)

3130 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي مُوسَى وَهُوَ ثَقِيلٌ، فَذَهَبَتِ امْرَأَتُهُ لِتَبْكِيَ، أَوْ تَهُمَّ بِهِ، فَقَالَ لَهَا أَبُو مُوسَى: أَمَا سَمِعْتِ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ قَالَتْ: بَلَى، قَالَ: فَسَكَتَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو مُوسَى، قَالَ يَزِيدُ: لَقِيتُ الْمَرْأَةَ، فَقُلْتُ لَهَا: مَا قَوْلُ أَبِي مُوسَى لَكِ أَمَا سَمِعْتِ قَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَكَتِّ؛ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَمَنْ سَلَقَ وَمَنْ خَرَقَ

یزید بن اوس بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت بیمار تھے، (یا مدہوشی کے قریب تھے) ان کی اہلیہ نے رونا شروع کر دیا (یا رونے کا ارادہ کیا) تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: کیا تم نے وہ بات نہیں سنی ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے، اس خاتون نے جواب دیا: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: وہ خاتون خاموش ہوگئی، راوی بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا، یہاں یزید نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: میری ملاقات اس خاتون سے ہوئی میں نے ان سے دریافت کیا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جو آپ سے کہا تھا، اس سے مراد کیا ہے، کہ کیا تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے، وہ بات نہیں سنی ہے، تو پھر آپ خاموش ہوگئی تھیں، تو اس خاتون نے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

"وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو (مصیبت کے اظہار کے طور پر) سر مونڈ لیتا ہے، یا گال پیٹتا ہے، یا کپڑے پھاڑ دیتا ہے"

3131 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَامِلٌ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَى الرَّبَذَةِ، حَدَّثَنِي أَسِيدُ بْنُ أَبِي أَسِيدٍ، عَنِ امْرَأَةٍ، مِنَ الْمُبَايِعَاتِ، قَالَتْ: كَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْرُوفِ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ لَا نَعْصِيَهُ فِيهِ: أَنْ لَا نَخْمُشَ وَجْهًا، وَلَا نَدْعُوَ

3130- حديث صحيح. يزيد بن اوس - وان كان مجهولاً قد توبع. ابراهيم: هو ابن يزيد النخعي ومنصور: هو ابن المعتمر، وجرير: هو ابن عبد الحميد. واخرجه النسائي (1865) من طريق شعبة عن منصور بن المعتمر بهذا الاسناد. واخرجه النسائي (1866) من طريق اسرائيل بن يونس السبيعي عن منصور، عن ابراهيم، عن يزيد بن اوس، عن ام عبد الله امراة ابي موسى، عن ابي موسى. واخرجه بنحوه مسلم (104) وابن ماجه (1487) و (1586)، والنسائي (1863) و (1867) من طرق عن ابي موسى الاشعري. وعلقه البخاري في "صحيحه" (1296) بصيغة الجزم.

وَيْلًا، وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا، وَاَنْ لَا نَنْشُرَ شَعْرًا

اسید بن ابواسید ایک خاتون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اس خاتون نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا تھا وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہم سے جو عہد لیا تھا، جو نیکی کے بارے میں تھا، اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ ہم بھلائی کے کام میں نافرمانی نہیں کریں گی اور (نوحہ کرتے ہوئے) اپنے چہرے کو نہیں نوچیں گی، واویلا نہیں کریں گی، کپڑے نہیں پھاڑیں گی اور بال نہیں نوچیں گی۔

بَابُ صَنْعَةِ الطَّعَامِ لِاَهْلِ الْمَيِّتِ

باب: اہل میت کے لیے کھانا تیار کرنا

3132 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اصْنَعُوا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَاِنَّهُ قَدْ اَتَاهُمْ اَمْرٌ شَغَلَهُمْ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو، کیونکہ ان کے گھر والوں کے لیے ایسی صورتحال آ گئی ہے، جس نے انہیں مشغول کر دیا ہے" (احمد بن حنبل، 205:1، رقم: 1751، ابن ماجہ، السنن، 514:1، رقم: 1610)

شرح

آج کل بعض شہروں میں کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں جو ایسے مواقع پر اہل میت کے لئے کھانا تیار کر کے حکم نبوی پر عمل کرتے ہیں۔ یونہی بعض حساس پڑوسی مسلمان اپنی طرف سے کھانے کا بندوبست کر دیتے ہیں، بلکہ کئی کئی دن تک اہل میت کے لئے کھانا بھیجا جاتا ہے۔ مقامی عزیزوں کو تو ویسے ہی اپنے گھروں پر کھانا کھانا چاہیے، ہاں وہ دور دراز سے آنے والے یا گھر والے اس سے فائدہ اٹھائیں گے، کم از کم اہل میت کو اس طرف سے تو پریشانی لاحق نہیں ہونی چاہیے۔ افسوس! کہ ہم نے اس حکم سے روگردانی کر کے اہل میت کے لئے الٹے مسائل پیدا کر رکھے ہیں۔ امیر غریب سب کی دعوت عام کی جاتی ہے۔ **استغفر اللہ۔**

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اگر یہ کھانا ایصال ثواب کے لئے ہے تو پھر بھی دیکھیں اس پر خرچ کس کا اٹھ رہا ہے؟ کیا یہ خیرات مرنے والے کے ترکہ سے ہے؟ اگر ایسا ہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ مرنے والے کے کُل ترکہ سے پہلے میت کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ پھر جو بچے اس سے اگر میت کے ذمہ قرض ہے تو وہ اتارا جائے۔ بقایا ترکہ میں سے میت کی وصیت پوری کی جائے جو کہ کُل ترکہ کی ایک تہائی سے زائد نہ ہو، اس کے بعد میت کے ترکہ میں تمام وارثوں پر مقرر تناسب سے تقسیم کیا جائے۔ میت کے تمام ترکہ میں تمام وارثوں کا حق ہوتا ہے، اور جب تک وہ تمام ورثاء اجازت نہ دیں آپ اس جائیداد میں کمی بیشی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس غیر منقسم جائیداد میں سے وارثوں کی اجازت کے بغیر خیرات کرنا حرام ہے، اس میں کوئی ثواب نہیں۔ اگر اہل خانہ کسی وارث یا بچوں کا حق نہیں مارتے، اور اپنی جیب سے کرتے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

اگر خوشحال ہیں تو ایسے مواقع پر ایصال ثواب کے لئے کھانے پینے اور قرآن خوانی کا اہتمام کرنا نیکی ہے، غریب پروری ہے اس کا یقیناً میت کو ثواب پہنچے گا۔

اگر غریب و مساکین ہیں اور لوگوں کی دیکھا دیکھی یا عوام کے طعنوں سے بچنے کے لئے یا جھوٹی ناک بچانے کے لئے قرض لے کر یہ تقریبات انجام دیتے ہیں تو کوئی نیکی نہیں۔ یہ حماقت اور گناہ ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ میت کے نابالغ بچے اہل ولایت نہیں وہ راضی خوشی اگر اجازت بھی دیں تو غیر منقسم ترکہ سے سوئم، چہلم وغیرہ پر وہ مال خرچ کرنا جائز نہیں۔ البتہ ورثاء بالغ ہیں، عقلمند ہیں، حاضر ہیں، اور خوشدلی سے ختم وغیرہ غیر منقسم ترکہ سے دلاتے ہیں تو جائز ہے۔ یہی صدقہ وخیرات کی تمام صورتیں ہیں چہلم وغیرہ پر دعوت نامے اور دوسرے تکلفات یہ سب جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی نت نئی ایجادات ہیں۔ عوام کو چاہیے کہ غمی وخوشی کے مواقع پر اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائیں۔ نقل اتارنا ہے تو نیک کاموں میں اتاریں، گناہوں میں دوسروں کی نقل نہ اتاریں۔ دوسروں کے محلات دیکھ کر اپنی جھونپڑی کو آگ نہ لگائیں اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے۔

اگر میت صاف ستھری ہو اور تلویث مسجد کا ڈر نہ ہو تو میت کی چارپائی مسجد میں رکھ سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔

اگر کوئی اور جگہ دستیاب نہ ہو اور تلویث مسجد کا بھی ڈر نہ ہو تو مسجد میں میت کو غسل دے سکتے ہیں۔ مسجد میں غسل دینے سے مراد وضو اور غسل خانے والی جگہ ہے نہ کہ مسجد کا ہال یا صحن۔ اگر خطرہ ہو کہ وہاں غسل دینے سے بھی مسجد میں بدبو پھیلے گی یا گندگی کا ڈر ہے تو پھر جائز نہیں ہے۔ (مفتی: عبدالقیوم ہزاروی، منہاج القرآن)

للہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ پہلے مسلمانوں کے لئے دعا کرتے رہیں گے' چنانچہ فرمایا

ترجمہ: اور وہ (مسلمان) جو ان کے بعد آئے' عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ' ہمارے رب! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (حشر 10)

اگر ایک مسلمان کی دعا دوسرے مسلمان کو نہیں پہنچتی اور اسے فائدہ نہیں دیتی تو یہ حکم دعا اور عمل دعا فضول ولغو ٹھہرے گا۔

عاص بن وائل نے وصیت کی کہ میری طرف سے میرے فوت ہونے کے بعد) سو غلام آزاد کیا جائے۔ حسب وصیت اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کئے اور اس کے بیٹے نے ارادہ کیا کہ میں بھی اپنے باپ کی طرف سے بقیہ پچاس غلام آزاد کروں اور کہا اس وقت تک آزاد نہیں کروں گا جب تک حضور ﷺ سے نہ پوچھ لوں۔ پھر وہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کیا اور پوچھا ''افاعتق عنہ'' کیا میں اپنے باپ کی طرف سے باقی پچاس غلام آزاد کروں''

فقال رسول الله ﷺ انه لو كان مسلما فاعتقم عنه او تصدقتم عنه او حججتم عنه بلغه ذلك

(ابوداؤد شریف)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ خیرات کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو اسے یہ (یعنی ان چیزوں کا ثواب پہنچتا) (مشکوٰۃ شریف باب الوصایا ج1 ص226)

امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث ومحقق دہلوی حنفی علیہ الرحمہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

"دل علی ان الصدقته لاتنفع الکافر ولاتنجیه وعلی ان المسلم ینفعه العبادۃ المالیته والبدنیته (لمعات حاشیہ مشکوٰۃ ص226)

مزید فرماتے ہیں

''ازیں حدیث مفہوم شد کے صدقہ سود ندارد کافر اورستگاری نے بخشد از عذاب ونیز معلوم شد کہ بمسلمان میرسد ثواب عبادت مالی وبدنی ہر دو''۔ (اشعۃ اللمعات جلد 3 صفحہ 100)

یعنی اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو مالی اور بدنی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے اور اسے نفع دیتا ہے بخلاف کافر کے کہ ''مرگیا مردود نہ فاتحہ نہ درود'' ہاں بدنی عبادت میں نیابت جائز نہیں یعنی کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز فرض پڑھ دے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی ہاں نماز کا ثواب بخشا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"من یضمن لی منکم ان یصلی لی فی مسجد العشار رکعتین او اربعا ویقول هذه لابی هریرة (ابوداؤد شریف)

یعنی کون میرے لئے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ مسجد عشاء میں میرے لئے دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور کہے یہ ابوہریرہ کے لئے ہے یعنی اس نماز کا ثواب ابوہریرہ کے لئے ہے۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم ص468)

اسی طرح ہر عبادت کا ثواب بخشا جاسکتا ہے اور اسے پہنچتا ہے علاوہ ازیں بہت سی حدیثیں اس بارے میں وارد ہیں۔

والاحادیث والاٰثار فی هذه الباب اکثر من ان تحصٰی

یعنی اس باب میں احادیث وآثار شمار کرنے سے بھی زیادہ ہیں۔ (شرح عقائد ص123)

دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم ای صدقته الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للموات خلافا للمعتزله

یعنی زندوں کا وفات یافتہ مسلمانوں کے لئے دعا کرنا اور زندوں کا فوت شدہ مسلمانوں کی طرف سے صدقہ کرنا ان کے لئے نفع ہے بخلاف معتزلہ کے۔ (شرح عقائد ص122)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

خلاصہ: یعنی جو گورستان میں داخل ہوا اور اس نے سورۃ یٰسین پڑھ کر ان کو بخشی تو اس دن گورستان والوں سے اللہ عذاب میں تخفیف کرے گا اور اس کو اموات کی تعداد کے مطابق نیکیاں ملیں گی اور ایک حدیث میں آیا کہ جس نے گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص

پڑھ کر اس کا ثواب اموات کو بخشا' اموات کی تعداد کے مطابق اس ثواب بخشنے والوں کو ثواب ملے گا۔ قرآن پاک مختلف مقامات سے تلاوت کر کے اس کا ثواب وصال یافتہ حضرات کو یوں بخشے کہ اے اللہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں مخصوص شخص کو یا ان سب کو بخش دے۔ تنبیہ ہمارے علماء احناف نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ انسان کو از روئے شریعت اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کو بخش دے' خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ' صدقہ ہو یا غیر صدقہ اور اس شخص کے لئے افضل یہ ہے جو نفلی صدقہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ سب مومن مردوں اور عورتوں کی نیت کرے' اس لئے کہ اس کا ثواب ان سب کو پہنچے گا اور اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے' ثواب بخشنے والا زندہ کو بھی ثواب بخش سکتا ہے اور مردہ کو بھی قبل از عمل بھی نیت کر سکتا ہے اور بعد از عمل بھی فرض بھی اور نفل بھی ایک مرتبہ فاتحہ پڑھ کر اگر اہل مقبرہ کو بخش دے تو ان میں سے ہر ایک کو پوری فاتحہ کا ثواب ملے گا انشاء اللہ الغفار۔ (رد المحتار' جلد اول' ص ۶۶۶)

امام سیدی عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

ومذهب اهل السنة ان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره

یعنی اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ انسان اپنے ثواب کا عمل غیر کو بخش سکتا ہے۔ (کتاب المیزان للشعرانی جلد 1 ص 210)

فاتحہ' تیجہ (قل خوانی)' دسواں' چالیسواں' شش ماہی' سالانہ عرس' جمعراتیں' گیارھویں شریف' نیاز امامین' سب اسی ایصال ثواب میں داخل ہیں کہ ان تقریبات میں جو کلام وطعام لوجہ اللہ ہوتا ہے' اس کا ثواب وصال یافتہ حضرات کو بخشا جاتا ہے' باقی رہا جانوروں کو بحیثیت ایصال ثواب ان کی طرف منسوب کرنا یا ماکولات اور مشروبات' دودھ' شربت و پانی پر ان بزرگوں کا نام آنا بھی موجب حرمت نہیں ہے' بلکہ یہ بھی حدیث شریف سے ثابت ہے۔

حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میری ماں فوت ہو چکی ہے تو (اس کی طرف سے) کون سا صدقہ افضل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا' پانی تو حضرت سعد نے کنواں کھدوایا اور کہا: ''هذه لام سعد'' یہ سعد کی ماں (متوفیہ کا کنواں ہے) (ابوداؤد' نسائی' مشکوۃ ص 169' شرح عقائد ص 123)

اگر فوت شدہ کا نام پانی پر آنا اس پانی کے حرام ہونے کا سبب بنتا تو حضرت سعد اس کنویں پر ام سعد کا نام نہ آنے دیتے' ما اہل بہ لغیر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ بوقت ذبح جانور پر غیر اللہ کا نام نہ آئے' جان کا نکالنا خالق جان ہی کے نام پر ہو۔

(تفسیر خازن و مدارک جلد 1 ص 103)

قبل از ذبح یا بعد از ذبح بغرض ملکیت یا بغرض ایصال ثواب وغیرہ کسی کا نام جانور وغیرہ پر آنا یہ سبب حرمت نہیں مثلاً یوں کہا جاتا ہے۔ مولوی صاحب کی گائے' خان صاحب کا دنبہ' ملک صاحب کی بکری' عقیقہ کا جانور' قربانی کا بکرا' ولیمہ کی بھینس' ان جانور پر جو غیر اللہ کا نام پکارا گیا تو کیا یہ حرام ہو گئے؟ ہرگز نہیں! یہی حکم ہے گیارھویں کے دودھ' حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب بکری اور منت والے جانوروں کا۔ (تفسیرات احمدیہ)

باقی رہا تعیین یوم تو یہ نہ فرض ہے' نہ واجب' آگے پیچھے بھی ایصال ثواب ہو سکتا ہے۔ ہاں ان کے وصال والے دن کو اور دنوں

پر امتیازی شان حاصل ہے بوجہ فرمان خداوندی تعالیٰ "وذکرہم بایام اللہ" کے لہٰذا اکثر و بیشتر تقریبات ان خاص دنوں میں سرانجام پاتی ہیں۔

باقی رہا جائز اور مستحب کام (ایصال ثواب بصورت گیارہویں وغیرہ) کو اتنا پابندی سے کیوں ادا کیا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کی پابندی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز فجر کے وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تو اپنے امید افزاء اسلامی عمل سے مجھے خبر دے کیونکہ میں نے تیرے جوتوں کی آواز اپنے آگے بہشت میں سنا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا کہ دن ہو یا رات جب بھی میں وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے (تحیۃ الوضو کی جو نفلی نماز ہے نہ فرض ہے اور نہ ہی واجب) جتنی رکعتیں میرے مقدر میں لکھی جاتی ہیں پابندی سے پڑھتا ہوں۔ (بخاری و مسلم و ترمذی مشکوٰۃ ص 117-116)

اس نفلی نماز کی پابندی کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ بہشت میں غلامانہ طور پر حضور ﷺ سے آگے چل رہے تھے۔ معلوم ہوا کسی نفلی یا استحبابی کام پر ہمیشگی کرنا "مع عدم الفرضية اعتقادا او مع الترك احيانا" موجب حرمت نہیں بلکہ موجب سعادت ہے۔

امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث و محقق دہلوی علیہ الرحمہ گیارہویں شریف کے متعلق فرماتے ہیں

یعنی ہمارے شہروں میں یہ گیارہویں کا دن مشہور ہے اور یہی اہل ہند کے مشائخ کے نزدیک جو حضرت محبوب سبحانی کی اولاد سے ہوں ان کے نزدیک بھی مشہور ہے جیسا کہ سیدی و شیخی سید موسیٰ پاک شہید ملتانی قدس سرہ النورانی نے ذکر فرمایا ہے

(ماثبت من السنۃ ص 123)

مزید فرماتے ہیں:

یعنی اگر تو کہے کہ کیا اس عرف کے کئے جو ہمارے دیار میں مشہور ہے کہ بزرگان دین کے یوم وفات کی حفاظت بصورت عرس کی جاتی ہے۔ کوئی اصل ہے اگر ہے تو بیان کرو میں جواب دوں گا کہ میں نے اپنے شیخ سیدی امام عبدالوہاب متقی مکی سے یہ پوچھا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ یہی مشائخ کرام کا معمول ہے اور اس میں ان کی (بہترین) حیات ہیں...... اور بعض متاخرین مشائخ مغرب نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ دن جس دن میں وہ حضرات رب کی بارگاہ میں پہنچے اس دن میں خیر و کرامت برکت و نورانیت کی زیادہ امید ہے۔ بہ نسبت اور دنوں کے۔ (ماثبت من السنۃ ص 124)

شیخ المحدثین حضرت شیخ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

واگر مالیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگ بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورند مضائقہ نیست جائز است

یعنی اگر مالیدہ اور شیرینی کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلا دے تو جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ عزیزی جلد 1 ص 39)

آگے فرماتے ہیں۔ "طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و برآں فاتحہ وقل و درود خواندن تبرک میشود خوردن

بسیار خوب است"

یعنی جس کھانے پر حضرات امامین حسنین کی نیاز کریں اس پر قل اور فاتحہ اور درود پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد 1 ص 71)

کتاب "وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط" میں مصنف علام ابن ملا جیون علیہما الرحمہ نے گیارھویں شریف کا بایں الفاظ مستقل عنوان کی حیثیت سے ثبوت پیش کیا ہے

"مسئلہ 9 در بیان عرس حضرت غوث الثقلین بتاریخ یازدہم ہر ماہ و بیان حکم خوردن نذر و نیاز وغیرہ صدقات مر اغیارا' حضرت حامد قاری لاہوری در نذریت یازدہم گفتگوی طویل کردہ اند و اور اصدقہ تطوع قرار دادہ اند (وصدقہ تطوع اغنیا را نیز مباح است۔فیضی) (وجیز الصراط ص 80)

واز ہمیں جنس است طعام یازدہم کہ عرس حضرت غوث الثقلین' کریم الطرفین' قرۃ عین الحسنین' محبوب سبحانی' قلب ربانی سیدنا و مالانا فرد الافراد ابی محمد الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی ست چوں مشائخ دیگر را عرس بعد سال معین میکردند آنجناب را در ہر ماہے قرار دادہ اند (وجیز الصراط ص 82)

یعنی حضرت غوث الثقلین کے عرس کے بیان میں جو ہر ماہ کی گیارھویں تاریخ کو ہوتا ہے اور نذر و نیاز وغیرہ صدقات کھانے کے حکم کے بیان میں حضرت حامد قاری لاہوری نے گیارھویں شریف کی نذر کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے اور اس کو صدقہ نفل قرار دیا ہے (اور صدقہ' نفل اغنیاء کو بھی مباح ہے۔فیضی) اور گیارھویں کا طعام بھی اسی جنس سے ہے کہ حضرت غوث الثقلین' کریم الطرفین' قرۃ عین الحسنین' محبوب سبحانی' قطب ربانی' سیدنا و مولانا فرد الافراد بی محمد ن الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کا عرس ہے جیسے دیگر مشائخ کا عرس سال بعد معین کیا گیا ہے' حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کا عرس ہر ماہ مقرر کیا گیا ہے۔

رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی صاحب "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں فرماتے ہیں

نفس ایصال ثواب ارواح میت میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوہ مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں' جب بمصلحت نماز میں سورہ اخلاص معین کرنے کے فقہاء و محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے...... جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب و لسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔ اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے پھر کس کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب کر کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا کہ جمع بین العبادتین ہے...... اور گیارھویں حضرت غوث پاک سرہ کی دسویں' بیسویں' چہلم' ششماہی' سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق اردولی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ و حلوہ شب برات اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص 7-6)

پھر فرماتے ہیں:

''پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً واجتماعاً دونوں طرح جائز اور ایصال ثواب قرات وطعام بھی جائز اور تعین تاریخ بمصلحت بھی جائز سب مل کر بھی جائز...... مشرب فقیر کا اس امر میں یہ کہ ہر سال اپنے مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہے گاہے اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود (میلاد شریف) پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص 9-8)

بَابٌ فِي الشَّهِيدِ يُغَسَّلُ

باب: شہید کو غسل دیا جانا

3133 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: رُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فِي صَدْرِهِ - أَوْ فِي حَلْقِهِ - فَمَاتَ فَأُدْرِجَ فِي ثِيَابِهِ كَمَا هُوَ، قَالَ: وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص کے سینے یا شاید حلق میں تیر آ کر لگا، جس کے نتیجے میں اس کا انتقال ہو گیا، تو اسے اسی عالم میں اس کے کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس وقت ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

شہید کا معنی

شہید کا معنی گواہ اور حاضر ہے۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے کو شہید کہتے ہیں اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے لیے جنت کی شہادت دی گئی ہے ایک قول یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ مرنے کے فوراً بعد شہید کی روح جنت میں حاضر ہو جاتی ہے جب کہ دوسروں کی روحیں فوراً جنت میں نہیں جاتی ایک قول یہ ہے کہ شہید راہ خدا میں جان دے کر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) "ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة (التوبہ: ۱۱۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت بدلہ میں خرید لیا۔

3134 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلَى أُحُدٍ أَنْ يُنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيدُ وَالْجُلُودُ، وَأَنْ يُدْفَنُوا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہداء کے بارے میں یہ فرمایا: ان کے ہتھیار اور چمڑے کا (اوپری لباس) وغیرہ اتار لیے جائیں اور انہیں ان کے خون اور کپڑوں سمیت دفن کیا جائے۔

3135 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ

وَهْبٍ، وَهٰذَا لَفْظُهُ اَخْبَرَنِي اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، اَخْبَرَهُ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ، اَنَّ شُهَدَاءَ اُحُدٍ لَمْ يُغَسَّلُوا، وَدُفِنُوا بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: شہداء اُحد کو غسل نہیں دیا گیا تھا، انہیں ان کے خون سمیت دفن کر دیا گیا تھا اور ان کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں کی گئی تھی۔

3136 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُو صَفْوَانَ يَعْنِي الْمَرْوَانِيَّ، عَنْ اُسَامَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْمَعْنَى، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى حَمْزَةَ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ، فَقَالَ: لَوْلَا اَنْ تَجِدَ صَفِيَّةُ فِي نَفْسِهَا لَتَرَكْتُهُ حَتَّى تَاْكُلَهُ الْعَافِيَةُ، حَتَّى يُحْشَرَ مِنْ بُطُونِهَا، وَقَلَّتِ الثِّيَابُ وَكَثُرَتِ الْقَتْلَى، فَكَانَ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالثَّلَاثَةُ يُكَفَّنُونَ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ - زَادَ قُتَيْبَةُ: ثُمَّ يُدْفَنُونَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ - فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ قُرْآنًا فَيُقَدِّمُهُ اِلَى الْقِبْلَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے: جس میں یہ مذکور ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (کی لاش) کے پاس سے گزرے، جس کی بے حرمتی کی گئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اس کا خیال نہ ہوتا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (کی بہن سیدہ) "صفیہ" یہ برداشت نہیں کر سکیں گی، تو میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت کو ایسے ہی چھوڑ دیتا، یہاں تک کہ درندے، پرندے ان کو کھا جاتے، لیکن پھر یہ ان کے پیٹ کے اندر سے محشر کے دن (میدان محشر میں) تشریف لاتے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) اس وقت کپڑے کم ہو گئے اور مقتولین کی تعداد زیادہ تھی، تو ایک، ایک دو، دو، تین تین آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیا گیا

قتیبہ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: انہیں ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دریافت کرتے تھے کہ ان میں سے کس کو قرآن زیادہ آتا ہے؟ تو آپ اسے قبلہ کی طرف آگے رکھتے تھے۔

3137 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا اُسَامَةُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَنَسٍ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَمْزَةَ، وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى اَحَدٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ غَيْرِهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی (لاش) کے پاس سے ہوا جس کی بے حرمتی کی گئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ، شہداء میں سے اور کسی کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔

3138 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، اَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى اُحُدٍ وَيَقُولُ: اَيُّهُمَا اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟ فَاِذَا اُشِيرَ لَهُ اِلَى اَحَدِهِمَا، قَدَّمَهُ فِي

اللَّحْدِ، وَقَالَ: اَنَا شَهِيدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اُحد کے کے شہداء میں سے، نبی اکرم ﷺ دو آدمیوں کو ایک ساتھ دفن کرتے تھے، آپ دریافت کرتے تھے کہ ان دونوں میں سے کسے قرآن زیادہ آتا ہے؟ جب ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا، تو آپ ﷺ اسے لحد میں (قبلہ کی سمت) آگے رکھتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں ان سب کا گواہ ہوں گا، نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں ان کے خون سمیت دفن کردیا جائے اور انہیں غسل نہ دیا جائے۔

3139 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''شہداء اُحد میں سے دو، دو آدمیوں کو ایک ایک کپڑے میں اکٹھا کیا گیا (یعنی ایک ساتھ کفن دیا گیا)''

تذکرہ چند شہداء احد کا

سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی جہاد کرنے والوں میں سرفہرست تھے۔ احد کے روز جب جنگ زوروں پر تھی، ہر طرف چیخ وپکار تھی۔ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہوگیا تھا۔ اس وقت انہوں نے جرات و بہادری سے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خالہ زاد بھائی تھے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے روز کہا کہ آیئے مل کر تنہائی میں اللہ سے اپنی اپنی دعا کرتے ہیں۔

میں نے دعا کی: "اے اللہ کل جب میرا دشمن سے مقابلہ ہو تو مجھے ان میں سے سب سے سخت، مضبوط اور بہادر دشمن سے ملا۔ میں اس کو قتل کروں اور اس کی اشیاء پر قبضہ کروں۔" اس پر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کہا "آمین"

پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: "اے اللہ میں دعا کرتا ہوں کہ کل میرا مقابلہ کافروں میں سے کسی سورما سے ہو، میں تیری خاطر اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ پھر وہ مجھے قتل کرے اور میرے جسم کو قبضے میں لے۔

میری ناک کاٹے، میرے کان کاٹے،

پھر جب میری تجھ سے ملاقات ہو اور تو پوچھے عبداللہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟

میں جواب دوں: تیری خاطر اور تیرے رسول کی خاطر اور اللہ کہے تو نے سچ کہا۔"

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہت بہتر تھی۔ میں نے شام کے وقت دیکھا کہ ان کی ناک اور کان ایک دھاگے کے

ساتھ لٹک رہے تھے۔ الراوی: سعد بن أبي وقاص المحدث: الہیثمی۔ المصدر: مجمع الزوائد۔ الصفحة أو الرقم: 9/304

خلاصة حكم المحدث: رجاله رجال الصحيح

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ

ان کا نام سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری تھا اللہ تعالیٰ ان سے رضامند ہو، صحیح بخاری شریف میں ہے سیّدنا جابر فرماتے ہیں

میرے باپ کی شہادت کے بعد میں رونے لگا اور ابا کے منہ سے کپڑا ہٹا ہٹا کر بار بار ان کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ صحابہ مجھے منع کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر رومت جب تک تیرے والد کو اٹھایا نہیں گیا فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں،

ابوبکر بن مردویہ میں سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمانے لگے جابر کیا بات ہے کہ تم مجھے غمگین نظر آتے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے والد شہید ہو گئے۔

جن پر بار قرض بہت ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بہن بھائی بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا سن میں تجھے بتاؤں۔ جس کسی سے اللہ نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کلام کیا۔ لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے بات چیت کی فرمایا مجھ سے مانگ جو مانگے گا دوں گا (سبحان اللہ)

تیرے باپ نے کہا اللہ عزوجل میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں دوبارہ بھیجے اور میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ شہید کیا جاؤں،

رب عزوجل نے فرمایا یہ بات تو میں پہلے ہی مقرر کر چکا ہوں کہ کوئی بھی لوٹ کر دوبارہ دنیا میں نہیں جائے گا۔ کہنے لگے پھر اے اللہ میرے بعد والوں کو ان مراتب کی خبر پہنچا دی جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت (ولا تحسبن) الخ، فرمائی، بیہقی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو اے اللہ تیری عبادت کا حق بھی ادا نہیں کر سکا۔

(تفسیر ابن کثیر سورۃ آل عمران آیت نمبر 169)

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا اے جابر تمہیں معلوم بھی ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور ان سے کہا اے میرے بندے مانگ کیا مانگتا ہے؟ تو کہا اے اللہ دنیا میں پھر بھیج تا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں مارا جاؤں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی یہاں دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا۔

سیّدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ

مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا

مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی (23)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت (میرے چچا) انس بن نضر کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

: میرا نام میرے چچا انس بن نضر کے نام پر رکھا گیا تھا۔ وہ جنگ بدر میں رسول اللہ کے ساتھ حاضر نہ ہو سکے اور یہ بات ان پر بہت شاق گزری

اور کہا کہ: یہ رسول اللہ کے ساتھ حاضر رہنے کا پہلا موقع تھا جس سے میں غائب رہا۔ اللہ کی قسم! اب اگر آپ کے ساتھ حاضر ہونے کا کوئی موقع آیا

تو اللہ تعالیٰ خود دیکھ لے گا کہ میں کیا کچھ کرتا ہوں

راوی کہتا ہے کہ: پھر وہ ڈر گئے کہ ان الفاظ کے علاوہ کچھ اور لفظ کہنا مناسب تھا۔ پھر جب اگلے سال احد کے دن رسول اللہ کے ساتھ حاضر ہوئے

تو انہیں (راہ میں) سعد بن معاذ ملے۔ انہوں نے پوچھا: ابوعمرو! کہاں جاتے ہو؟ انس کہنے لگے: واہ میں تو احد (پہاڑ) کے پار جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ چنانچہ وہ (بڑی جرأت سے) لڑے۔ حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ اور ان کے جسم پر ضربوں، نیزوں اور تیروں کے اسی (۸۰) سے زیادہ زخم پائے گئے۔

میری پھوپھی ربیع بنت نضر کہنے لگی: میں اپنے بھائی کی نعش کو صرف اس کے پوروں سے پہچان سکی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی۔ ابواب التفسیر)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اُن کے چچا انس بن نضر بدر کی لڑائی میں غیر حاضر تھے کہنے لگے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلی جنگ میں شریک نہیں ہو سکا خیر اب اگر اللہ نے مجھ کو لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونے کا موقعہ دیا تو اللہ دیکھ لے گا کہ میں کیسی کوشش کرتا ہوں جب احد کا دن آیا اور مسلمان بھاگنے لگے تو انس بن نضیر نے کہا یا اللہ میں تیری بارگاہ میں عذر کرتا ہوں۔

جو ان مسلمانوں نے کیا اور مشرکین نے جو کچھ کیا اس سے بیزار ہوں پھر تلوار لے کر میدان میں بڑھے راستہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ملے (جو بھاگے آ رہے تھے) انس رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں سعد (رضی اللہ عنہ) کہاں بھاگے جاتے ہو؟ میں تو احد پہاڑ کے پیچھے سے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں غرض انس رضی اللہ عنہ اس قدر لڑے کہ شہید ہو گئے (زخموں کی کثرت سے) ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن نے ایک تل اور پاؤں کی انگلی کے نشان سے ان کو پہچانا اسی (80) سے زیادہ زخم تلوار وغیرہ کے جسم پر لگے تھے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1273 غزوات کا بیان)

بَابٌ فِيْ سَتْرِ الْمَيِّتِ عِنْدَ غُسْلِهِ

باب: میت کو غسل دینے کے وقت اس کا پردہ رکھنا

3140 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أُخْبِرْتُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرَنَّ إِلَى فَخِذِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تم اپنے زانوں کو ظاہر نہ کرو، اور کسی زندہ یا مردہ کے زانوں کی طرف نہ دیکھو"

غسل میت کے فرض کفایہ ہونے اور طریقے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

میت کو نہلانا فرض کفایہ ہے بعض لوگوں نے غسل دیدیا تو سب سے ساقط ہوگیا۔نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی یا تخت یا تختہ پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو اسے اتنی بار چارپائی وغیرہ کے گرد پھیرائیں اور اس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپادیں پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں مگر میت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑھوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیردیں پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں یہ نہ ہو تو پاک صابون اسلامی کارخانہ کا بنا ہوا یا بیسن یا کسی اور چیز سے ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یونہی کریں اور بیری کے پتے جوش دیا ہوا پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے دھو ڈالیں وضو و غسل کا اعادہ نہ کریں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ سے پونچھ دیں۔(درمختار،عالمگیری)

ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت۔ جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کرلیں کہ سوا نہلانے والوں اور مددگاروں کے دوسرا نہ دیکھے نہلاتے وقت خواہ اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں یا قبلہ کی طرف پاؤں کرکے یا جو آسان ہو کریں۔نہلانے والا باطہارت ہو۔جنب یا حیض والی عورت نے غسل دیا تو کراہت ہے مگر غسل ہو جائے گا۔اور بے وضو نے نہلایا تو کراہت بھی نہیں بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو۔وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور شخص جو امانت دار و پرہیزگار ہو۔نہلانے والا معتمد شخص ہو کہ پوری طرح غسل دے اور جو اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اٹھا یا میت کے بدن سے خوشبو آئی تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور کوئی بری بات دیکھی مثلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہوگیا یا بدبو آئی یا صورت یا اعضا میں تغیر آیا تو اسے کسی سے نہ کہے اور ایسی بات کہنا جائز بھی نہیں کہ حدیث میں ارشاد ہوا اپنے مردوں کی خوبیاں ذکر

کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو۔ (جوہرہ نیرہ، عالمگیری)

3141 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: لَمَّا أَرَادُوا غَسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: وَاللَّهِ مَا نَدْرِي أَنُجَرِّدُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهِ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا، أَمْ نَغْسِلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ، فَلَمَّا اخْتَلَفُوا أَلْقَى اللهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتَّى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَذَقْنُهُ فِي صَدْرِهِ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُونَ مَنْ هُوَ: أَنِ اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ، فَقَامُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَسَلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ، يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ وَيُدَلِّكُونَهُ بِالْقَمِيصِ دُونَ أَيْدِيهِمْ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ، مَا غَسَلَهُ إِلَّا نِسَاؤُهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم کہ (غسل دینے کے لیے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ہمیں اسی طرح اتارنے چاہییں جس طرح ہم اپنے مرحومین کے کپڑے اتارتے ہیں یا ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے کپڑوں میں ہی غسل دے دینا چاہیے، جب ان کے درمیان اختلاف ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی، یہاں تک کہ ان میں سے ہر شخص کو ٹھوڑی اس کے سینے سے ٹکرا رہی تھی، پھر گھر کے کونے میں سے کسی بولنے والے نے انہیں مخاطب کر کے کہا، جس کے بارے میں وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے (اس نے کہا) تم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے کپڑوں سمیت غسل دے دو، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص آپ کے جسم شریف پر موجود تھی، وہ لوگ قمیص کے اُوپر پانی بہاتے تھے، اور ہاتھ کے ذریعے قمیص کے اندر مل دیتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے بعد میں جس بات کا خیال آیا، اگر پہلے آ جاتا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج غسل دیتیں۔

میرے آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی حیاء کا تذکرہ

مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے۔

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (شبِ معراج) اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں تو میں ان (نمازوں) کے ساتھ واپس آیا یہاں تک کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر آپ کی امت کے لئے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف واپس جائیے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پس انہوں نے مجھے واپس لوٹا دیا (میری درخواست پر) اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک حصہ کم کر دیا۔ میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس گیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے

ایک حصہ کم کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا: اپنے رب کی طرف پھر جایئے کیونکہ آپ کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے پس میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک حصہ کم کر دیا۔ میں ان کی طرف آیا تو انہوں نے پھر کہا کہ اپنے رب کی طرف جایئے کیونکہ آپ کی امت میں ان کی طاقت بھی نہیں ہے میں واپس لوٹا تو (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: یہ ظاہراً پانچ (نمازیں) ہیں اور (ثواب کے اعتبار سے) پچاس (کے برابر) ہیں میرے نزدیک بات تبدیل نہیں ہوا کرتی۔

میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا اپنے رب کی طرف جایئے (اور مزید کمی کے لئے درخواست کریں) میں نے کہا: مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے۔ پھر (جبرائیل علیہ السلام) مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہی پر پہنچے جسے مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا، نہیں معلوم کہ وہ کیا ہیں؟ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا جس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے۔ (بخاری شریف، کتاب الصلاۃ، 1/136، الرقم: 342،)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ والی کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ باحیا تھے،

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ والی کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ باحیا تھے، جب کوئی بات ایسی دیکھتے جو آپ کو ناگوار ہوتی تو ہم لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے معلوم ہو جاتا۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1055)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کی ایک مثال

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت (اسماء بنت شکل رضی اللہ عنھا) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے بارے میں پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بتلایا کہ کس طرح وہ غسل کرے، (پھر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غسل کا طریقہ بتانے کے بعد) فرمایا: کستوری لگا ہوا ایک کپڑا لے اور اس سے طہارت کرلے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس نے کہا میں (اسے) کیسے پاکیزگی حاصل کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پاکیزگی حاصل کر لے، وہ کہنے لگی کیسے پاکیزگی حاصل کروں،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تعجب سے) فرمایا: سبحان اللہ! پاکیزگی حاصل کر، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کو سمجھا دیا کہ خون کے مقام (یعنی شرمگاہ) پر اس کو لگا دیں۔ (صحیح بخاری کتاب الحیض)

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟

عن عائشة رضی الله عنها قالت كان النبيّ صلی الله علیه وسلم (اذا بلغه عن الرّجل الشّیء لم يقل: ما بال فلانٍ يقول؟ ولكن يقول: ما بال أقوامٍ يقولون كذا و كذا؟)

ام المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی کے متعلق کوئی (نامناسب) خبر ملتی تو یوں نہ کہتے: فلاں کو کیا ہوا ہے کہ یوں کہتا ہے یا کرتا ہے؟

بلکہ یوں فرماتے: لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایسے ایسے کہتے ہیں یا کرتے ہیں۔ (ابوداؤد حدیث نمبر 4788)

اللہ سے حیاء اس طرح کرو جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے۔

عن عبدالله بن مسعود قال: قال رسول الله صلی الله علیه و سلم: استحیوا من الله حق الحیاء، قال: قلنا یا رسول الله! انا نستحیی والحمد لله، قال: لیس ذالك، ولکن الاستحیاء من الله حق الحیاء ان تحفظ الرأس وما دعی، والبطن وما حوی ولتذکر الموت والبلی، و من اراد الآخرة ترك زینة الدنیا، فمن فعل ذالك فقد استحیا من الله حق الحیاء۔ المصدر:

صحیح الترمذی الصفحة أو الرقم: 2458 خلاصة حکم المحدث: حسن

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح شرم کرو جس طرح اس سے شرم کرنے کا حق ہے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! ہم شرماتے تو ہیں، اللہ کا شکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ چیز نہیں ہے۔ جو اللہ سے اس طرح شرمائے جس طرح اس سے شرمانے کا حق ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے دماغ کا اور جو کچھ وہ اس میں جمع کرتا ہے اس کا خیال رکھے، اپنے پیٹ کا اور جو کچھ اس میں بھرتا ہے اس پر نگاہ رکھے، اپنی موت کو اور اس کے بعد سڑنے اور گلنے کو یاد رکھے اور جو آخرت کا طالب ہوتا ہے وہ دنیا کی زینتوں کو خیر باد کہتا ہے۔ تو جس نے یہ کام کیے درحقیقت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے اس طرح شرماتا ہے، جس طرح اس سے شرمانے کا حق ہے۔

حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ایمان کے ستر یا ساٹھ سے کچھ زائد شعبے ہیں، افضل ترین شعبہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے، اور سب سے کم ترین درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے، اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے) بخاری (9)، اور مسلم (35) نے اسے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

حیاء ایمان کا جزو ہے

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے اور وہ حیاء کے متعلق عتاب کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تو اس قدر حیاء کرتا ہے، تجھے اس سے نقصان پہنچے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو (ایسا نہ کہو) اس لئے کہ حیاء ایمان کا جزو ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1071)

جب حیاء ہی نہ رہے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولى: إذا لم تستحِ فاصنع ما شئت (صحیح بخاری 6120)

پہلی نبوتوں کے احکام سے جو چیز لوگوں نے پائی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تو حیا کا دامن چھوڑ دے تو جو جی میں آئے کرتا رہ۔

حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: حیا اور ایمان دونوں ایسے ساتھی ہیں کہ جب ان میں سے ایک اٹھ جاتا ہے تو دوسرا

بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔(مستدرک حاکم۔عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حیاء ایک مسلمان کو نرمی اور حکمت کے ساتھ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر سے باز نہیں رکھتی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم حلیم طبیعت کے مالک تھے اور کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیاء دار تھے۔

لیکن آپ کی یہ حیاء نیکی کے حکم اور برائی سے روکنے میں کبھی آڑے نہیں آئی، جب اللہ کی حدوں کو پامال کیا جاتا پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوجاتے اور بدلہ لیتے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان ہی کو پسند کیا، بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو، اگر اس میں گناہ کا کوئی پہلو ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہوتے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے ذاتی معاملہ میں کسی سے بدلہ نہیں لیا، البتہ جب اللہ کی حرمتوں کو توڑا جاتا تو آپ اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔(صحیح بخاری کتاب الحدود)

بَابُ كَيْفَ غُسْلُ الْمَيِّتِ

باب: میت کا غسل کیسے ہوتا ہے؟

3142 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ الْمَعْنَى، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ، فَقَالَ: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا، أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حَقْوَهُ، فَقَالَ: أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ قَالَ: عَنْ مَالِكٍ يَعْنِي إِزَارَهُ، وَلَمْ يَقُلْ مُسَدَّدٌ دَخَلَ عَلَيْنَا.

❁❁ سیّدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا جب انتقال ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے (خواتین) کے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا: تم اسے تین یا پانچ مرتبہ یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ مرتبہ غسل دینا، پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل دینا اور آخر میں کافور ملا دینا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تھوڑا سا کافور ملا دینا، جب تم فارغ ہو جاؤ، تو مجھے اطلاع کر دینا، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب ہم فارغ ہو گئے تو ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند ہمیں دیا اور فرمایا: یہ اس کے جسم کے ساتھ لپیٹ دو۔

3142-اسناده صحيح. ايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني، ومُسدَّد: هو ابن مُسَرهَد، والقَعنبي: هو عبد الله بن مسلمة القعنبيُّ، وهو في "موطا مالک" 1/ 222. واخرجه البخاري (1253) و (1254) و (1257) و (1258) و (1261)، ومسلم (939)، وابن ماجه (1458)، والترمذي (1011)، والنسائي (1881) و (1886) و (1887) و (1890) و (1893) و (1894) من طرق عن محمد بن سيرين، به. واخرجه النسائي (1889) من طريق سلمة بن علقمة، عن محمد بن سيرين، عن بعض اخوته، عن ام عطية. واخرجه البخاري (1363)، ومسلم (939)، وابن ماجه (1459)، والترمذي (1011)، والنسائي (1885) و (1888) من طريق حفصة بنت سيرين، عن ام عطية. وهو في "مسند احمد" (20795)، و "صحيح ابن حبان" (3032).

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے، اس سے مراد تہہ بند ہے۔
یہاں مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے "آپ ہمارے پاس تشریف لائے"

میت کو غسل دینے کا بیان

میت کو نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس تختے پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں خوشبو سلگتی ہے اسے اتنی بار اس کے گرد پھرائیں اور اس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں اور مستحب ہے کہ جس جگہ غسل دیں، وہاں پردہ کرلیں کہ نہلانے والے اور اس کے مددگار کے سوا دوسرا نہ دیکھے۔ اب نہلانے والا جو باطہارت ہو اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے۔ مگر میت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے لہٰذا پہلے میت کا منہ اور پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں اور کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑھوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں، اس کے بعد سر اور داڑھی کے بال گل خیرو یا بیسن یا کسی اور پاک چیز مثلاً اسلامی کارخانے کے بنے ہوئے صابن سے دھوئیں ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے۔ پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کے پتے جوش دیا ہوا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسی طرح کریں، خاص نیم گرم پانی بھی کافی ہے۔ پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے دھو ڈالیں، وضو و غسل کا اعادہ نہ کریں، پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں اور اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں، ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین بار سنت۔

3143 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، وَاَبُوْ كَامِلٍ، بِمَعْنَى الْاِسْنَادِ: اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ، عَنْ حَفْصَةَ اُخْتِهٖ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نے اس صاحبزادی کی تین چوٹیاں بنا دی تھیں۔

3144 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِيْنَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: وَضَفَرْنَا رَاْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ، ثُمَّ اَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا مُقَدَّمَ رَاْسِهَا وَقَرْنَيْهَا

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نے اس صاحب زادی کے سر میں تین چوٹیاں بنا دی تھیں، ہم نے آگے والے بالوں کو پیچھے کی طرف ڈال دیا تھا، اور اطراف میں دو چوٹیاں بنا دی تھیں۔

3145 - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِيْنَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِيْ غُسْلِ ابْنَتِهٖ: ابْدَاْنَ بِمَيَامِنِهَا، وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خواتین کو اپنی صاحبزادی کو غسل دینے کے بارے میں یہ فرمایا: "اس کے دائیں طرف والے اعضاء اور ان اعضا میں سے وضو والے مقامات سے آغاز کرو"۔

3146 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ بِمَعْنَى حَدِيْثِ

مَالِكٍ، زَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، بِنَحْوِ هٰذَا وَزَادَتْ فِيهِ أَوْ سَبْعًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے، جو امام امالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت کی مانند ہے۔ سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے پہلی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

"یا سات مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ مرتبہ (غسل دینا)"

3147 - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ الْغُسْلَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، يَغْسِلُ بِالسِّدْرِ مَرَّتَيْنِ، وَالثَّالِثَةَ بِالْمَاءِ وَالْكَافُورِ

محمد بن سیرین کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے غسل دینے کی روایت سیّدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کی ہے، کہ میت کو دو یا تین مرتبہ پانی کے ہمراہ، بیری کے پتوں اور کافور سے غسل دیا جائے گا۔

میت کو غسل دینا

جب انسان فوت ہو جائے تو سب سے پہلے اُس کی آنکھیں بند کریں اُس کے ہاتھ سیدھے کریں اور اُس کی ٹانگیں ساتھ جوڑ دیں۔ اس لیے کہ مرنے کے بعد انسان کا جسم ٹھنڈا ہو کر اکڑ جاتا ہے اور پھر وہ جس حالت میں ہو اسی حالت میں رہتا ہے۔ اس کے بعد میت کو غسل دینے کا مرحلہ آتا ہے۔

میت کو غسل دینے کا طریقہ

غسل دینے والے دو آدمی ہونے چاہئیں ایک غسل دینے والا اور دوسرا اُس کی مدد کرنے والا اور اُن کو چاہیے کہ اپنے ہاتھوں پر دستانے پہن کر میت کو غسل دیں۔ سب سے پہلے میت کو کسی تختہ' جو عموماً مساجد میں موجود ہوتا ہے' پر قبلہ رخ کر کے لٹایا جائے۔ پھر پانی میں بیری کے پتے ڈال کر گرم کیا جائے۔ میت کے کپڑے اتار کر اس کی شرم گاہ پر کسی کپڑے کو رکھ دیا جائے۔ پھر میت کے پیٹ کو نرمی سے دبایا جائے، تا کہ اگر کوئی گندگی پیٹ میں موجود ہے تو وہ نکل جائے۔ پھر میت کی شرم گاہ کو اچھی طرح دھو کر صاف کیا جائے۔ پھر میت کو وضو کرایا جائے لیکن منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے بلکہ کپڑا یا روئی گیلی کر کے پہلے منہ' دانت اور پھر ناک اچھی طرح صاف کی جائے اور پھر باقی وضو کرایا جائے۔ اس کے بعد میت کو بائیں پہلو پر کر کے دائیں پہلو پر پانی بہایا جائے، اور پاؤں تک اچھی طرح دھو دیا جائے، پھر دائیں پہلو پر کر کے بائیں پہلو کو دھویا جائے۔ میت کو غسل دیتے وقت صابن کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ میت کے بالوں کو بھی اچھی طرح دھویا جائے۔ اس کے بعد میت کو خشک کپڑے سے صاف کیا جائے، تا کہ پانی کے اثرات ختم ہو جائیں اور آخر میں میت کو کافور یا کوئی اور خوش بو لگائی جائے۔

یہ ہے میت کو غسل دینے کا طریقہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق میت کو اس طرح تین یا پانچ مرتبہ غسل دینا چاہیے۔ حضرت اُم عطیہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس کو طاق یعنی تین یا پانچ مرتبہ غسل دینا اور پانچویں مرتبہ کافور یا اور کوئی خوش بو لگا لینا۔" (مسلم)

کافور لگانا مسنون اور مستحب عمل ہے اور اس کے کئی فوائد ہیں: اس کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے جو میت کے جسم کے لیے مفید ہوتی ہے۔ اس کی خوش بو ایسی ہے جس سے کیڑے مکوڑے میت کے جلدی قریب نہیں آتے۔

میت کو غسل دینے کی فضیلت

میت کو غسل دینے کا طریقہ سیکھنا ایک تو اس لیے ضروری ہے کہ یہ میت کا ورثا کے ذمے حق ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینا فضیلت کا باعث بھی ہے۔ احادیث میں میت کو غسل دینے اور کفن پہنانے والے کو گناہوں سے ایسے پاک قرار دیا گیا ہے جیسے نومولود اپنے پیدائش کے دن گناہوں سے پاک صاف ہوتا ہے۔ حضرت علی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے میت کو غسل دیا، اس کو کفن دیا، اس کو خوش بو لگائی، اس کو کندھا دیا، اس پر نماز (جنازہ) پڑھی اور اس کے راز کو ظاہر نہیں کیا جو اس نے دیکھا تو وہ غلطیوں (اور گناہوں) سے ایسے پاک صاف ہو جائے گا جیسے اُس کی ماں نے اُسے آج ہی جنا ہے۔" (ابن ماجہ)

میت کو کفن پہنانا

میت کو غسل دینے کے بعد میت کو کفن پہنایا جائے گا۔ کفن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نصیحت یہ ہے کہ کفن سفید رنگ کا صاف ستھرا کپڑا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سفید کپڑے پہنا کرو، وہ تمہارے لیے اچھے کپڑے ہیں اور انہی میں اپنے مرنے والوں کو کفن دیا کرو۔" (ابوداؤد)

کفن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نصیحت یہ ہے کہ وہ زیادہ قیمتی نہ ہو، اس لیے کفن کے لیے مہنگا نہیں، بلکہ درمیانہ کپڑا ہونا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "زیادہ قیمتی کفن استعمال نہ کرو، کیوں کہ وہ جلدی ختم ہو جاتا ہے۔" (ابوداؤد)

مستحب ہے کہ مردوں کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے: بڑی چادر (لفافہ) چھوٹی چادر اور قمیص جب کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے: بڑی چادر (لفافہ) چھوٹی چادر اور قمیص دوپٹہ (اوڑھنی) اور سینہ بند۔

میت کو لے جانے میں جلدی کرنا

غسل اور کفن دینے کے بعد میت کو جلد سے جلد نماز جنازہ کے لیے لے جانا بھی میت کا حق ہے۔ بہت دیر تک رشتہ داروں کو میت کا دیدار کرانے کے لیے انتظار کرنا مناسب نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جنازے کو تیز لے جایا کرو۔ اس لیے کہ اگر وہ نیک ہے تو (قبر اس کے لیے) خیر ہے، جہاں تم اس کو جلدی پہنچا دو گے اور اگر اس کے سوا کوئی اور صورت ہے تو ایک برا (بوجھ تمہارے کندھوں پر) ہے تو (تم تیز چل کر جلدی) اس کو اپنے کندھوں سے اتار دو گے۔" (بخاری)

نمازِ جنازہ ادا کرنا

نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اور چند لوگوں کے ادا کرنے سے یہ سب کی طرف سے کفایت کر جائے گا' لیکن اگر کافی تعداد میں لوگ نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور اللہ سے اس میت کی بخشش اور بلندیٔ درجات کی دعا اور سفارش کریں گے تو یہ میت کے حق میں بھی بہتر ہوگا اور پڑھنے والے بھی اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے، جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے اور وہ سب اللہ کے حضور اس میت کے لیے سفارش کریں تو ان کی یہ سفارش میت کے حق میں ضرور قبول ہوگی۔" (مسلم)

نمازِ جنازہ پڑھانے کا حق دار کون؟

یہاں یہ بھی نوٹ کر لیں کہ نمازِ جنازہ پڑھانے کے حق دار میت کے قریبی ورثا ہیں' بالخصوص والدین کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار بیٹا ہے...... اس حوالے سے یہ نوٹ کریں کہ ہمارے معاشرے میں اکثر لوگوں کو نمازِ جنازہ کا طریقہ اور جنازہ کی دعا یاد نہیں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ نمازِ جنازہ اور اس کی دعا کو سیکھیں اور اپنے والدین اور ورثا کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی سعادت حاصل کریں۔

جنازے کے ساتھ جانا اور جنازے کو کندھا دینا

نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد میت کو دفنانے کے لیے قبرستان لے جایا جاتا ہے۔ میت کے ساتھ قبرستان جانا اور جنازے کو کندھا دینا ایک طرف میت کا حق ہے تو دوسری طرف بہت اجر و ثواب کا باعث بھی۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے کے ساتھ جانے' نمازِ جنازہ پڑھنے اور دفنانے تک میت کے ساتھ رہنے والے کو اُحد پہاڑ جتنے دو قیراط اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو آدمی ایمان کی صفت اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور اُس وقت تک جنازے کے ساتھ رہے جب تک کہ اُس پر نماز پڑھی جائے اور اس کے دفن سے فراغت ہو تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوگا' جس میں سے ہر قیراط گویا اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ اور جو آدمی صرف نمازِ جنازہ پڑھ کر واپس آ جائے تو وہ ثواب کا ایک قیراط لے کر واپس ہوگا۔" (بخاری)

جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ اور اس کی فضیلت

ہر اچھے کام کو دائیں طرف سے شروع کرنا فضیلت کا باعث ہے اس لیے سب سے پہلے میت کی چارپائی کے دائیں پائے کو کندھا دیا جائے اور پھر ساتھ ساتھ پیچھے آتے ہوئے پچھلے پائے کو کندھا دیا جائے۔ اس کے بعد چارپائی کے آگے والے بائیں پائے کو کندھا دیا جائے اور پھر ساتھ ساتھ پیچھے آتے ہوئے پچھلے پائے کو کندھا دیا جائے۔ ایک دفعہ چاروں طرف کندھا دینا مسنون عمل ہے۔ اس حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ملاحظہ ہو:

"جو جنازے کے ساتھ چلے اس کو چاہیے کہ چارپائی کے ہر طرف (پائے) کو کندھا دے، اس لیے کہ یہ مسنون ہے۔ پھر اگر چاہے تو مزید کندھا دے اور اگر چاہے تو نہ دے۔" (ابن ماجہ)

جنازے کو کندھا ایک طرف میت کا حق ہے تو دوسری طرف یہ انسان کے کبیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اس حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ملاحظہ ہو:

"جس نے جنازے کے چاروں جانب کندھا دیا تو اللہ تعالیٰ (جنازہ کو کندھا دینے کو) اس کے چالیس کبیرہ گناہوں کا کفارہ بنا دیں گے۔" (مجمع الزوائد)

عورت کی میت کو بھی ہر شخص کندھا دے سکتا ہے اس میں محرم، غیر محرم کا کوئی فرق نہیں ہے، البتہ عورت کی میت کو قبر میں اتارنے کی ذمہ داری محرم ہی پوری کرے۔

جنازے کے احترام میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے احترام میں کھڑے ہوا کرتے تھے لیکن ایک بار جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہوئے تو پاس موجود ایک یہودی نے کہا کہ ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ اُس وقت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی مخالفت میں جنازہ کے لیے کھڑے ہونے سے منع فرما دیا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے، یہاں تک کہ میت کو لحد میں اتار دیا جاتا۔ ایک مرتبہ ایک یہودی کا گزر ہوا (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے احترام میں کھڑے تھے)۔ اُس یہودی نے کہا کہ ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا: (جنازہ دیکھ کر) اِن کی مخالفت میں بیٹھے رہو (اور کھڑے نہ ہو)۔" (ابوداؤد)

آج بھی اگر کوئی جنازہ کو دیکھ کر میت کے احترام کی نیت سے کھڑا ہو جاتا ہے تو ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن اولیٰ یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کو اپنایا جائے۔

میت کو دفن کرنا اور مٹی ڈالنا

میت کو تیار کی گئی قبر کے پاس رکھا جائے۔ اگر قبر میں کوئی چٹائی یا کپڑا بچھا لیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر کوئی قریبی رشتہ دار احتیاط کے ساتھ میت کو قبر میں اتارے۔ میت کو قبر میں اتارتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق (بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ) پڑھنا چاہیے اور اگر کسی کو یہ یاد نہ ہو تو بسم اللہ پڑھ لے۔

میت کو قبر میں اتارنے کے بعد اس پر مٹی ڈالی جاتی ہے۔ وہاں موجود لوگوں کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق تین بار مٹھی بھر کر سر والی طرف مٹی ڈالیں۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ پہلی دفعہ ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ﴾ دوسری دفعہ ﴿وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ﴾ اور تیسری دفعہ ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ پڑھنا چاہیے۔

دفنانے کے بعد دعا کرنا

جب میت کو مکمل طور پر دفنا دیا جائے تو پھر وہاں موجود لوگوں کو چاہیے کہ میت کی بخشش اور اس کی استقامت کے لیے دعا گو ہوں، اس لیے کہ اب اُس کے اصل امتحان کا وقت شروع ہو گیا ہے۔ حضرت عثمان غنی اس حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ دیر رکتے اور فرماتے: "اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو، اس لیے کہ اِس وقت اُس سے سوال کیا جا رہا ہے۔" (ابوداؤد)

اس کے علاوہ بھی ورثا اور خاص کر اولاد کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کی بخشش کے لیے ہر وقت دعا گو ہوں اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، اس لیے کہ اولاد کے نیک اعمال کا ثواب فوت شدہ والدین کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جاتا ہے۔

میت کے لواحقین سے تعزیت کرنا

تعزیت کا عام فہم معنی یہ ہے کہ میت کے لواحقین اور اس کے اہل خانہ سے ایسے کلمات کہنا جن کو سن کر اُن کا صدمہ کچھ کم ہو جائے۔ تعزیت کرنا بھی زندہ لوگوں کے ذمے ایک فرض ہے، جس کی بہت فضیلت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کوئی اپنے مومن بھائی کی مصیبت پر تعزیت کرے گا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے قیامت کے روز عزت کا تاج پہنائے گا۔" (ابن ماجہ)

ہمارے معاشرے میں تعزیت بھی صرف رسما کی جاتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ تعزیت کو میت کا حق سمجھ کر کریں، تاکہ مذکورہ اجر کے حق دار بن سکیں۔

میت کے ذمے واجب الادا قرض کو ادا کرنا

میت کی تدفین اور باقی معاملات سے فراغت کے بعد ورثا کو چاہیے کہ میت کے ذمے اگر کوئی قرض ہے تو اس کی جلد ادائیگی کی فکر کریں۔ اس لیے کہ جب تک قرض ادا نہیں ہو جاتا انسان کی روح معلق رہتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مومن کی روح اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے۔" (ابن ماجہ)

قرض ادا کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اگر قرض ادا نہ کیا گیا تو قیامت کے دن اس قرض کے بدلے میں اِس میت کی نیکیاں لے لی جائیں گی اور اس طرح مقروض صرف قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے جنت سے محروم کر دیا جائے گا۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کی روح اُس کے جسم سے اس حال میں جدا ہوئی کہ وہ تین چیزوں تکبر دھوکہ دہی اور قرضہ سے بچا رہا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔" (ابن ماجہ)

میت کی طرف سے حج کرنا

اگر کسی نے حج کرنے کی نذر مانی، لیکن وہ حج کرنے سے پہلے ہی وفات پا گیا تو اب اس کے ورثا پر لازم ہے کہ وہ اُس کی اس نذر کو پورا کریں۔ اس لیے کہ یہ بھی میت کے ذمے قرض ہے، جسے ادا کرنا ورثا پر لازم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، لیکن وہ حج کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہاں، اس کی طرف سے حج کرو۔ تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیری ماں پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا نہ کرتی؟ (یہ نذر اللہ کا قرض ہے لہٰذا) اللہ کا قرض ادا کرو، اس لیے کہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔" (بخاری)

اس کے علاوہ اگر نذر نہ بھی مانی ہو تب بھی اولاد اپنے والدین یا قریبی رشتہ دار کی طرف سے حج کر سکتے ہیں، اس کا اجر و ثواب ان شاء اللہ تعالیٰ میت کو ضرور پہنچے گا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے انسان اپنا فرض حج ادا کرے اور بعد میں والدین یا رشتہ دار کی طرف سے حج یا عمرہ کرے۔

میت کے قضا روزوں اور نمازوں کا فدیہ ادا کرنا

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے روزہ رکھنے کی نذر مانی اور روزے رکھنے سے پہلے وفات پا گیا تو اس کے ورثا نذر کے روزوں کو بالفعل رکھ سکتے ہیں، لیکن رمضان کے فرض روزوں اور فرض نمازوں کو بالفعل ادا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اگر ممکن ہو تو حساب کر کے میت کی طرف سے فی روزہ اور فی نماز صدقۂ فطر کے برابر فدیہ ادا کریں۔ اس حوالے سے مولانا محمد یوسف لدھیانوی کا جواب ملاحظہ ہو:

"فرض نماز اور روزہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا، البتہ نماز روزے کا فدیہ مرحوم کی طرف سے اس کے وارث ادا کر سکتے ہیں۔ پس اگر آپ اپنی والدہ کی طرف سے نمازیں قضا کرنا چاہتی ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس گنجائش ہو تو ان کی نمازوں کا حساب کر کے ہر نماز کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ادا کریں۔ وتر کی نماز سمیت ہر دن کی نمازوں کے چھ فدیے ہوں گے۔ ویسے آپ نوافل پڑھ کر اپنی والدہ کو ایصالِ ثواب کر سکتی ہیں۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

میت کی طرف سے صدقہ خیرات کرنا

فوت شدہ قریبی رشتہ داروں اور خاص کر فوت شدہ والدین کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنا فوت شدگان کے لیے بھی باعث ثواب ہے اور صدقہ خیرات کرنے والے کے حق میں بھی باعث برکت ہے۔

"حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ کا ان کی عدم موجودگی میں انتقال ہو گیا۔ (جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی:) یا رسول اللہ! میری والدہ نے میری غیر حاضری میں وفات پائی، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں کوئی نفع پہنچے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، پہنچے گا"۔ انہوں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ

رہی ہیں نے اپنا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ کردیا۔" (بخاری)

اسی طرح اور بھی بہت سی روایات ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صدقہ دخیرات کا اجر و ثواب فوت شدگان کو پہنچتا ہے۔

عورت کا عدت گزارنا

میت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے البتہ عورت کے لیے اپنے خاوند کے مرنے پر عدت گزارنا لازم ہے اور یہ میت کا حق بھی ہے۔ عدت کے حوالے سے یہ نوٹ کرلیں کہ عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش ہے اور اگر وہ حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس مدت میں وہ گھر میں سادگی اختیار کرتے ہوئے رہے اور بغیر کسی مجبوری اور شرعی عذر کے گھر سے باہر نہ نکلے۔ اگر مجبوری کے وقت گھر سے باہر جانا بھی پڑے تو سادگی اور پردہ کا خصوصی لحاظ رکھے۔

بَابٌ فِي الْكَفَنِ

باب: کفن کا بیان

3148 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَطَبَ يَوْمًا، فَذَكَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ قُبِضَ فَكُفِّنَ فِي كَفَنٍ غَيْرِ طَائِلٍ، وَقُبِرَ لَيْلًا، فَزَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ، حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يُضْطَرَّ إِنْسَانٌ إِلَى ذَلِكَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اپنے ایک صحابی کا ذکر کیا، جو انتقال کرچکا تھا، اسے معمولی سا کفن دیا گیا تھا، اور اسے رات کے وقت ہی دفن کردیا گیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اس بات پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: رات کے وقت کسی کو دفن نہ کیا جائے، جب تک کہ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ نہیں ادا نہیں کرلیتے، البتہ اگر انتہائی مجبوری ہو تو حکم مختلف ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے، تو اسے اچھا کفن دینا چاہیے"۔

3149 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُدْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ ثُمَّ أُخِّرَ عَنْهُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کو دھاری دار چادر میں لپیٹ دیا گیا، پھر اسے آپ سے اتار لیا گیا۔

رہیں میں نے اپنا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ کر دیا"۔ (بخاری)
اسی طرح اور بھی بہت سی روایات ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صدقہ و خیرات کا اجر و ثواب فوت شدگان کو پہنچتا ہے۔

عورت کا عدت گزارنا

میت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے البتہ عورت کے لیے اپنے خاوند کے مرنے پر عدت گزارنا لازم ہے اور یہ میت کا حق بھی ہے۔ عدت کے حوالے سے یہ نوٹ کر لیں کہ عورت اگر حاملہ ہے تو اُس کی عدت وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش ہے اور اگر وہ حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس مدت میں وہ گھر میں سادگی اختیار کرتے ہوئے رہے اور بغیر کسی مجبوری اور شرعی عذر کے گھر سے باہر نہ نکلے۔ اگر مجبوری کے وقت گھر سے باہر جانا بھی پڑے تو سادگی اور پردہ کا خصوصی لحاظ رکھے۔

بَابٌ فِي الْكَفَنِ

باب: کفن کا بیان

3148 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَطَبَ يَوْمًا، فَذَكَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ قُبِضَ فَكُفِّنَ فِي كَفَنٍ غَيْرِ طَائِلٍ، وَقُبِرَ لَيْلًا، فَزَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ، حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يُضْطَرَّ إِنْسَانٌ إِلَى ذَلِكَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ

❀❀ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اپنے ایک صحابی کا ذکر کیا، جو انتقال کر چکا تھا، اسے معمولی سا کفن دیا گیا تھا، اور اسے رات کے وقت ہی دفن کر دیا گیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اس بات پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: رات کے وقت کسی کو دفن نہ کیا جائے، جب تک کہ آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ نہیں ادا نہیں کر لیتے، البتہ اگر انتہائی مجبوری ہو تو حکم مختلف ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے، تو اسے اچھا کفن دینا چاہیے"۔

3149 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُدْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ ثُمَّ أُخِّرَ عَنْهُ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کو دھاری دار چادر میں لپیٹ دیا گیا، پھر اسے آپ سے اتار لیا گیا۔

3150 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبٍ يَعْنِي ابْنَ مُنَبِّهٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا تُوُفِّيَ أَحَدُكُمْ فَوَجَدَ شَيْئًا فَلْيُكَفَّنْ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ

❀❀ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اسے کفن دینے والے شخص کے پاس گنجائش ہو، تو اسے دھاری دار منقش چادر میں کفن دینا چاہیے''۔

3151 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ، قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيضٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، جن میں قمیص اور عمامہ شامل نہیں تھے۔

3152 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، مِثْلَهُ زَادَ: مِنْ كُرْسُفٍ، قَالَ: فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ قَوْلُهُمْ: فِي ثَوْبَيْنِ وَبُرْدِ حِبَرَةٍ، فَقَالَتْ: قَدْ أُتِيَ بِالْبُرْدِ، وَلَكِنَّهُمْ رَدُّوهُ وَلَمْ يُكَفِّنُوهُ فِيهِ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''سوتی کپڑے کے بنے ہوئے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے لوگوں نے اس بات کا تذکرہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کپڑوں اور ایک دھاری دار چادر میں کفن دیا گیا تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ دھاری دار چادر لائی گئی تھی، پھر لوگوں نے اسے واپس کر دیا تھا، اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن نہیں دیا تھا۔

3153 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُفِّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ نَجْرَانِيَّةٍ: الْحُلَّةُ ثَوْبَانِ، وَقَمِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عُثْمَانُ: فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ: حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، وَقَمِيصِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، ایک حلہ تھا جو دو کپڑوں پر مشتمل تھا اور ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ قمیص تھی، جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، جن میں ایک سرخ حلہ تھا، اور ایک وہ قمیص تھی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمُغَالَاةِ فِي الْكَفَنِ

باب: مہنگے کفن کا ناپسندیدہ ہونا

3154 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ أَبُو مَالِكٍ الْجَنْبِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: لَا تُغَالِ لِي فِي كَفَنٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَغَالَوْا فِي الْكَفَنِ، فَإِنَّهُ يُسْلَبُهُ سَلْبًا سَرِيعًا

❀❀ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کفن مہنگا نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: کفن مہنگا نہ بناؤ، کیونکہ یہ بہت جلد چھین لیا جاتا ہے۔

3155 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: إِنَّ مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرٍ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا نَمِرَةٌ، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ، وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْإِذْخِرِ

❀❀ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا، ان کے پاس (کفن دینے کے لیے) صرف ایک اونی چادر تھی، اگر ہم اس کے ذریعے ان کے پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر ظاہر ہو جاتا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے ذریعے اس کے سر کو ڈھانپ دو اور پاؤں پر تھوڑی سی گھاس رکھ دو۔

3156 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ، وَخَيْرُ الْأُضْحِيَّةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ

❀❀ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"سب سے بہتر کفن حلہ ہے اور سب سے بہترین قربانی سینگوں والے مینڈھے کی ہے"

میت کے کفن سے متعلق فقہی احکام کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ کفن کے تین درجے ہیں ضرورت' کفایت' سنت مرد کے لئے سنت تین کپڑے ہیں لفافہ' ازار' قمیص اور عورت کے لئے پانچ تین یہ اور اوڑھنی' سینہ بند' کفن کفایت مرد کے لئے دو کپڑے ہیں۔ لفافہ ازار اور عورت کے لئے تین

لفافہ ازار اوڑھنی یا لفافہ قمیص اوڑھنی کفن ضرورت دونوں کے لئے یہ کہ جو میسر آئے اور کم از کم اتنا ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔
لفافہ یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں اور ازار یعنی تہبند چوٹی سے قدم تک
یعنی لفافہ سے اتنی چھوٹی جو بندش کے لئے زیادہ تھا اور قمیص جس کو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے
دونوں طرف برابر ہو اور جاہلوں میں جو رواج ہے کہ پیچھے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے چاک اور آستینیں اس میں نہ ہوں۔ مرد اور عورت
کی کفنی میں فرق ہے۔ مرد کی کفنی مونڈھے پر چیریں اور عورت کے لئے سینہ کی طرف۔ اوڑھنی تین ہاتھ کی ہونی چاہئے یعنی ڈیڑھ
گز۔ سینہ بند پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔ (عالمگیری ردالمحتار وغیرہما)

بلاضرورت کفن کفایت سے کم کرنا ناجائز و مکروہ ہے۔ بعض محتاج کفن ضرورت پر قادر ہوتے ہیں مگر کفن مسنون میسر نہیں وہ کفن مسنون
کے لئے لوگوں سے سوال کرتے ہیں یہ ناجائز ہے کہ سوال بلاضرورت جائز نہیں اور یہاں ضرورت نہیں ہاں اگر بغیر مانگے مسلمان خود کفن
مسنون پورا کر دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ پورا ثواب پائیں گے۔ (فتاویٰ رضویہ)

ورثہ میں اختلاف ہوا کوئی دو کپڑوں کے لئے کہتا ہے کوئی تین کے لئے تو تین کپڑے دیئے جائیں کہ یہ سنت ہے یا یوں کیا جائے کہ اگر
مال زیادہ ہے اور وارث کم تو کفن سنت دیں اور مال کم ہے وارث زیادہ تو کفن کفایت۔ کفن اچھا ہونا چاہیے یعنی مرد عیدین وجمعہ کے لئے جیسے
کپڑے پہنتا تھا اور عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اس قیمت کا ہونا چاہئے حدیث میں ہے مُردوں کو اچھا کفن دو کہ وہ باہم ملاقات
کرتے اور اچھے کفن سے تفاخر کرتے یعنی خوش ہوتے ہیں۔ سفید کفن بہتر ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اپنے مردے سفید کپڑوں میں کفناؤ۔

(غنیۃ ردالمحتار)

کسم یا زعفران کا رنگا ہوا اور ریشم کا کفن مرد کو ممنوع ہے اور عورت کے لئے جائز ہے یعنی جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے اس کا کفن دیا جا
سکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز وہ کفن میں بھی ناجائز ہے۔ خنثیٰ مشکل کو عورت کی طرح پانچ کپڑے دیئے جائیں مگر کسم یا زعفران کا رنگا ہوا
اور ریشمی کفن اسے ناجائز ہے۔ کسی نے وصیت کی کہ کفن میں اسے دو کپڑے دیئے جائیں تو یہ وصیت جاری نہ کی جائے تین کپڑے دیئے
جائیں اور اگر یہ وصیت کی کہ ہزار روپے کا کفن دیا جائے تو یہ بھی نافذ نہ ہوگی متوسط درجہ کا دیا جائے۔ (ردالمحتار)

جو نابالغ حد شہوت کو پہنچ گیا وہ بالغ کے حکم میں ہے یعنی بالغ کو کفن میں جتنے کپڑے دیئے جاتے ہیں اسے بھی دیئے جائیں اور اس سے
چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کو دو کپڑے دے سکتے ہیں اور اگر لڑکے کو بھی دو کپڑے دیئے جائیں تو اچھا ہے اور بہتر یہ ہے کہ
دونوں کو پورا کفن دیں اگرچہ ایک دن کا بچہ ہو۔ پرانے کپڑے کا بھی کفن ہو سکتا ہے مگر پرانا ہو تو دھلا ہوا ہو کہ کفن ستھرا ہونا مرغوب ہے۔

(جوہرہ)

میت نے اگر کچھ مال چھوڑا تو کفن اسی کے مال سے ہونا چاہئے اور مدیون ہے تو قرض خواہ کفن کفایت سے زیادہ کو منع کر سکتا ہے اور منع
نہ کیا تو اجازت سمجھی جائے گی۔ (ردالمحتار) مگر قرض خواہ کو ممانعت کا اس وقت حق ہے جب وہ تمام مال دَین میں مستغرق ہو۔ دین و وصیت و
میراث ان سب پر کفن مقدم ہے اور دَین وصیت پر اور وصیت میراث پر۔ میت نے مال نہ چھوڑا تو کفن اس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ زندگی
میں نفقہ تھا اور اگر کوئی ایسا نہیں جس پر نفقہ واجب ہوتا یا ہے مگر نادار ہے تو بیت المال سے دیا جائے اور بیت المال بھی وہاں نہ ہو جیسے یہاں
ہندوستان میں تو وہاں کے مسلمانوں پر کفن دینا فرض ہے اگر معلوم تھا اور نہ دیا تو سب گنہگار ہوں گے اگر ان لوگوں کے پاس بھی نہیں تو ایک
کپڑے کی قدر اور لوگوں سے سوال کر لیں۔ (جوہرہ ودرمختار)

عورت نے اگر چہ مال چھوڑا اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ موت کے وقت کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے عورت کا نفقہ شوہر پر سے ساقط ہو جاتا اگر شوہر مرا اور اس کی عورت مالدار ہے جب بھی عورت پر کفن واجب نہیں۔ یہ جو کہا گیا کہ فلاں پر کفن واجب ہے اس سے مراد کفن شرعی ہے۔ یونہی باقی سامان تجہیز مثلاً خوشبو اور غسال اور لے جانے والوں کی اجرت اور دفن کے مصارف سب میں شرعی مقدار مراد ہے باقی اور باتیں اگر میت کے مال سے کی گئیں اور ورثاء بالغ ہوں اور سب وارثوں نے اجازت بھی دیدی ہو تو جائز ہے ورنہ خرچ کرنے والے کے ذمہ ہے۔ کفن کے لیے سوال کر کے لائے اس میں سے کچھ بچ رہا تو اگر معلوم ہے کہ یہ فلاں نے دیا ہے تو اسے واپس کر دیں ورنہ دوسرے محتاج کے کفن میں صرف کر دیں یہ بھی نہ ہو تو تصدق کر دیں۔ میت ایسی جگہ ہے کہ وہاں صرف ایک شخص ہے اور اس کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے تو اس پر یہ ضرور نہیں کہ اپنے کپڑے کا کفن کردے۔ (دُرِّ مختار)

کفن پہنانے کے طریقے کا بیان

علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں کہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے لیں اس سے زیادہ نہیں پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہبند پھر کفنی پھر میت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور مواضع سجود یعنی ماتھے' ناک' ہاتھ' گھٹنے' قدم پر کافور لگائیں پھر ازار یعنی تہبند لپیٹیں پہلے بائیں جانب سے پھر داہنی طرف سے پھر لفافہ لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے تاکہ داہنا اوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں کہ اڑنے کا اندیشہ نہ رہے عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں اور اوڑھنی نصف پشت نیچے سے بچا کر سر پر لا کر منہ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے کہ اس کا طول نصف پشت سے سینہ تک ہے اور عرض ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے اور یہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اڑھاتے ہیں یہ محض بیجا و خلاف سنت ہے پھر بدستور ازار و لفافہ لپیٹیں پھر سب کے اوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں۔ (عالمگیری دُرِّ مختار)

مرد کے بدن پر ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں جس میں زعفران کی آمیزش ہو عورت کے لئے جائز ہے جس نے احرام باندھا ہے اس کے بدن پر بھی خوشبو لگائیں اور اس کا منہ اور سر کفن سے چھپایا جائے۔ اگر مردہ کا کفن چوری ہو گیا اور لاش ابھی تازہ ہے تو پھر کفن دیا جائے اگر میت کا مال بدستور ہے تو اس سے اور تقسیم ہو گیا تو ورثہ کے ذمہ کفن دینا ہے وصیت یا قرض میں دیا گیا تو ان لوگوں پر نہیں اور اگر کل ترکہ دَین میں مستغرق ہے اور قرض خواہوں نے اب تک قبضہ نہ کیا ہو تو اسی مال سے دیں اور قبضہ کر لیا تو ان سے واپس نہ لیں گے بلکہ کفن اس کے ذمہ ہے کہ مال نہ ہونے کی صورت میں جس کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر صورت مذکورہ میں لاش پھٹ گئی تو کفن مسنون کی حاجت نہیں ایک کپڑا کافی ہے۔ (عالمگیری دُرِّ مختار)

بَابٌ فِيْ كَفَنِ الْمَرْاَةِ

باب: عورت کے کفن (کے احکام)

3157 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا اَبِيْ، عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِيْ نُوحُ بْنُ حَكِيمٍ الثَّقَفِيُّ - وَكَانَ قَارِئًا لِلْقُرْآنِ - عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، يُقَالُ لَهُ: دَاوُدُ، قَدْ وَلَّدَتْهُ اُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ اَبِيْ سُفْيَانَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ لَيْلَى بِنْتَ قَانِفٍ الثَّقَفِيَّةَ قَالَتْ: كُنْتُ فِيمَنْ غَسَّلَ اُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ وَفَاتِهَا، فَكَانَ اَوَّلُ مَا اَعْطَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِقَاءَ، ثُمَّ الدِّرْعَ، ثُمَّ الْخِمَارَ، ثُمَّ الْمِلْحَفَةَ، ثُمَّ اُدْرِجَتْ بَعْدُ فِي الثَّوْبِ الْاٰخَرِ. قَالَتْ: وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عِنْدَ الْبَابِ مَعَهُ كَفَنُهَا يُنَاوِلُنَاهَا ثَوْبًا ثَوْبًا

سیّدہ لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں ان خواتین میں شامل تھی، جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال پر انہیں غسل دیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ہمیں تہہ بند دیا، پھر قمیص دی، پھر اوڑھنی دی، پھر ایک چادر انہیں لپیٹنے کے لیے دی، پھر اس کے بعد انہیں ایک اور کپڑے میں لپیٹ دیا گیا۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر تشریف فرما تھے، آپ کے پاس اس صاحبزادی کا کفن تھا، جسے آپ ایک ایک کر کے ہمیں پکڑا رہے تھے۔

بَابٌ فِي الْمِسْكِ لِلْمَيِّتِ

باب: میت کو کستوری لگانا

3158 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ، عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَطْيَبُ طِيبِكُمُ الْمِسْكُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تمہاری خوشبوؤں میں سب سے زیادہ پاکیزہ خوشبو مشک ہے"

3158-اسناده صحیح. ابو نضرة: هو المنذر بن مالک بن قطعة العبدی. واخرجه مسلم (2252)، والترمذی (1012) و (1013)، والنسائی (1905) و (1906) و (5119) و (5264) من طریق ابی نضرة العبدی، به. وهو فی "مسند احمد" (11269)، و "صحیح ابن حبان" (1378) و (5591).

3168-اسناده صحیح. ابو صالح: هو ذكوان السمان، وسمی: هو مولی ابی بكر ابن عبد الرحمن بن الحارث، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه مسلم (945) من طريق سهيل بن ابی صالح، عن ابيه، به. واخرجه البخاری (47) و (1325)، ومسلم (945)، وابن ماجه (1539)، والترمذی (1061)، والنسائی (1994 - 1997) و (5032) من طرق عن ابی هريرة. واخرجه البخاری (1323) و (1324)، ومسلم (945)

بَابُ التَّعْجِيلِ بِالْجَنَازَةِ وَكَرَاهِيَةِ حَبْسِهَا

باب: جنازے کو (دفن کے لیے) جلدی لے جانا اور اسے روکے رکھنے کا ناپسندیدہ ہونا

3159 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّؤَاسِيُّ أَبُو سُفْيَانَ، وَأَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ ابْنُ يُونُسَ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُثْمَانَ الْبَلَوِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْحُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ، أَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ الْمَوْتُ فَآذِنُونِي بِهِ وَعَجِّلُوا فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ

حسین بن وحوح بیان کرتے ہیں: حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کرنے کے لیے ان کے پاس تشریف لائے، تو آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے طلحہ کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے (جب اس کا انتقال ہو جائے) تو مجھے اس کے بارے میں اطلاع دے دینا اور (اس کے کفن دفن میں) جلدی کرنا کیونکہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ مسلمان کی میت کو (زیادہ دیر تک) اس کے گھر والوں میں رکھا جائے۔

جنازے کو کندھے سے متعلق احکام کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے ہر شخص کو چاہئے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا۔ سنت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اٹھائیں ایک ایک پایہ ایک ایک شخص لے اور اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا ایک سرہانے اور ایک پائنتی تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔ سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ کہ پہلے داہنے سرہانے کندھا دے پھر داہنی پائنتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور دس دس قدم چلے تو کل چالیس قدم ہوئے کہ حدیث میں ہے جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے نیز حدیث میں ہے جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرما دے گا۔ جنازہ لے چلنے میں چار پائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھے اسباب کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے۔ چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔ (عالمگیری، غنیہ، دُرّ مختار)

چھوٹا بچہ شیر خوار یا ابھی دودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر شخص کوئی سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لئے ہو جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مردہ ہو تو چار پائی پر لے جائیں۔ جنازہ معتدل تیزی سے لے جائیں مگر نہ اس کی طرح میت کو جھٹکا لگے اور ساتھ جانے والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ جنازہ سے پیچھے چلیں داہنے بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اسے چاہئے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں نہ شمار کیا جائے اور سب

کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ اور آگے ہو تو جنازہ سے دور ہو۔ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا
ناجائز وممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ میں ہو تو اسے سختی سے منع کیا جائے اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے
کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سنت ترک کرے بلکہ دل سے اسے برا جانے اور شریک ہو۔ اگر عورتیں جنازہ کے پیچھے ہوں اور مرد کو یہ
اندیشہ ہو کہ پیچھے چلنے میں عورتوں سے اختلاط ہوگا یا ان میں کوئی نوحہ کرنے والی ہو تو ان صورتوں میں مرد کو آگے چلنا بہتر ہے۔

جنازہ لے چلنے میں سرہانا آگے ہونا چاہئے اور جنازہ کے ساتھ آگ لے جانے کی ممانعت ہے جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت کی (درمختار ردالمحتار)
حالت میں ہونا چاہئے موت اور احوال و اہوال قبر کو پیش نظر رکھیں، دنیا کی باتیں نہ کریں نہ ہنسیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص
کو جنازہ کے ساتھ ہنستے دیکھا فرمایا تو جنازہ میں ہنستا ہے تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا اور ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں اور بلحاظ حال زمانہ اب
علما نے ذکر جہر کی بھی اجازت دی ہے۔ (صغیری، درمختار وغیرہما)

جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے اور رکھنے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہ رہے اور اگر لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے
لئے وہاں جنازہ لایا گیا تو جب تک رکھا نہ جائے کھڑے نہ ہوں۔ یونہی اگر کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرا تو کھڑا ہونا
ضروری نہیں ہاں جو شخص ساتھ جانا چاہتا ہے وہ اٹھے اور جائے جب جنازہ رکھا جائے تو یوں نہ رکھیں کہ قبلہ کو پاؤں ہوں یا سر بلکہ آڑا
رکھیں کہ داہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ جنازہ اٹھانے پر اجرت لینا دینا جائز ہے جبکہ اور اٹھانے والے بھی موجود ہوں مگر جو ثواب جنازہ لے
چلنے پر حدیث میں بیان ہوا اسے نہ ملے گا کہ اس نے تو بدلہ لے لیا۔ میت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص ہو تو اس کے جنازہ
کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اسے بغیر نماز پڑھے واپس نہ ہونا چاہئے اور نماز کے بعد
اولیائے میت سے اجازت لے کر واپس ہو سکتا ہے اور دفن کے بعد اولیاء سے اجازت کی ضرورت نہیں۔ (عالمگیری)

بَابٌ فِي الْغُسْلِ مِنْ غَسْلِ الْمَيِّتِ

باب: میت کو غسل دے کر، غسل کرنا

3160 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنَ الْجَنَابَةِ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمِنَ الْحِجَامَةِ، وَغُسْلِ الْمَيِّتِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار کاموں کے بعد غسل کرتے تھے، (یا غسل کرنے کی ہدایت کرتے تھے) جنابت کے بعد، جمعہ کے دن، پچھنے لگوانے کے بعد اور میت کو غسل دینے کے بعد۔

3161 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص میت کو غسل دے، اسے غسل کرنا چاہیے اور جو جنازے کو کندھا دے، اسے وضو کرنا چاہیے۔

3162 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ إِسْحَاقَ، مَوْلَى زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَعْنَاهُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا مَنْسُوخٌ، وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، وَسُئِلَ عَنِ الْغُسْلِ مِنْ غَسْلِ الْمَيِّتِ؟ فَقَالَ: يُجْزِيهِ الْوُضُوءُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَدْخَلَ أَبُو صَالِحٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ يَعْنِي إِسْحَاقَ مَوْلَى زَائِدَةَ، قَالَ: وَحَدِيثُ مُصْعَبٍ ضَعِيفٌ فِيهِ خِصَالٌ لَيْسَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت منسوخ ہے میں نے امام احمد بن حنبل کو سنا، ان سے میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: اس صورت میں صرف وضو کرنا ہی کافی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوصالح نامی راوی نے اس روایت میں اپنے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اسحاق نامی راوی کو بھی شامل کیا ہے، وہ یہ بیان کرتے ہیں: مصعب کی نقل کردہ روایت ضعیف ہے، اس میں ایسی باتیں ہیں، جن پر عمل نہیں کیا جاتا۔

بَابٌ فِي تَقْبِيلِ الْمَيِّتِ

باب: میت کو بوسہ دینا

3163 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ، حَتّٰى رَأَيْتُ الدُّمُوعَ تَسِيلُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کی میت کو بوسہ دیا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھے۔

بَابٌ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ

باب: رات کے وقت دفن کرنا

3164 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَوْ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: رَأَى نَاسٌ نَارًا فِي الْمَقْبَرَةِ، فَأَتَوْهَا فَإِذَا رَسُولُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ، وَإِذَا هُوَ يَقُولُ: نَاوِلُونِي صَاحِبَكُمْ فَإِذَا هُوَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالذِّكْرِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کچھ لوگوں نے قبرستان میں آگ دیکھی وہ اس کے پاس آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر میں موجود تھے، اور یہ فرما رہے تھے:

"اپنے ساتھی کو مجھے پکڑاؤ"

یہ وہ شخص تھا، جو بلند آواز میں ذکر کیا کرتا تھا۔

بَابٌ فِي الْمَيِّتِ يُحْمَلُ مِنْ اَرْضٍ اِلَى اَرْضٍ وَكَرَاهَةِ ذٰلِكَ

باب: میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا، اس کا ناپسندیدہ ہونا

3165 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا حَمَلْنَا الْقَتْلَى يَوْمَ اُحُدٍ لِنَدْفِنَهُمْ، فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَدْفِنُوا الْقَتْلَى فِي مَضَاجِعِهِمْ فَرَدَدْنَاهُمْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نے پہلے شہداء اُحد کو (اپنے آبائی علاقے میں دفن کرنے کے لیے) وہاں سے منتقل کیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان کرنے والا شخص آیا اور بولا: اللہ کے رسول تمہیں یہ حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنے مقتولین کو ان کی شہادت کی جگہ پر دفن کرو، تو ہم نے انہیں واپس ان کی جگہ پر منتقل کر دیا۔

بَابٌ فِي الصُّفُوفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب: نمازِ جنازہ میں صفیں بنانا

3166 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدٍ الْيَزَنِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اِلَّا اَوْجَبَ. قَالَ: فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّاَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ لِلْحَدِيثِ

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص فوت ہو جائے، تو مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نماز جنازہ ادا کریں، تو یہ چیز (جنت کو) اس پر لازم کر دیتی ہے"۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب وہ جنازے میں لوگوں کو کم خیال کرتے تو انہیں 'اس حدیث کی وجہ سے' تین صفوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

باب: خواتین کا جنازہ کے ساتھ جانا

3167 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: نُهِينَا أَنْ نَتَّبِعَ الْجَنَائِزَ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا

⊛⊛ سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمیں (یعنی خواتین کو) جنازے کے ساتھ جانے سے منع کر دیا گیا تھا تاہم اس حوالے سے ہمارے ساتھ سختی نہیں کی گئی۔

بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ وَتَشْيِيعِهَا

باب: نمازِ جنازہ ادا کرنے اور جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت

3168 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْوِيهِ، قَالَ: مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَصَلَّى عَلَيْهَا، فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمَنْ تَبِعَهَا حَتَّى يُفْرَغَ مِنْهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ، أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ - أَوْ أَحَدُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ -

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"جو شخص جنازے کے ساتھ جاتا ہے اور نماز جنازہ ادا کرتا ہے، اسے اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو شخص جنازے کے ساتھ جاتا ہے اور دفن ہونے تک ساتھ دیتا ہے اسے دو قیراط ملتے ہیں، جن میں سے چھوٹے والا اُحد پہاڑ جتنا ہوتا ہے، (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ان میں سے ایک اُحد جتنا ہوتا ہے۔"

3169 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حُسَيْنٍ الْهَرَوِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُقْرِءُ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ وَهُوَ حُمَيْدُ بْنُ زِيَادٍ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ دَاوُدَ بْنَ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، إِذْ طَلَعَ خَبَّابٌ صَاحِبُ الْمَقْصُورَةِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ مِنْ بَيْتِهَا وَصَلَّى عَلَيْهَا فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ، فَأَرْسَلَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: صَدَقَ أَبُو هُرَيْرَةَ

⊛⊛ داؤد بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھے، اسی دوران خباب وہاں آئے، انہوں نے حضرت ابن عمر سے کہا: کیا آپ نے سنا؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟ وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو شخص میت کے گھر سے جنازے کے ساتھ چلتا ہے اور اس کی نماز جنازہ ادا کرتا ہے"

اس کے بعد راوی نے سابقہ روایت کی ہم معنی روایت نقل کی ہے، پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیج کر (اس روایت کے بارے میں دریافت کیا) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صحیح بیان کیا ہے۔

3170- حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ السَّكُونِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُونَ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے، اور 40 ایسے لوگ اس کی نماز جنازہ ادا کریں، جو کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراتے ہوں، تو اس شخص کے بارے میں ان کی سفارش کو قبول کیا جاتا ہے"۔

بَابٌ فِي النَّارِ يُتْبَعُ بِهَا الْمَيِّتُ

باب: میت کے ساتھ آگ لے جانے (کا کیا حکم ہے؟)

3171- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَرْبٌ يَعْنِي ابْنَ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنِي بَابُ بْنُ عُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُتْبَعُ الْجَنَازَةُ بِصَوْتٍ، وَلَا نَارٍ زَادَ هَارُونُ: وَلَا يُمْشَى بَيْنَ يَدَيْهَا

❀❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جنازے کے ساتھ آواز یا آگ کو نہ لے جایا جائے"

ایک راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں "جنازے کے آگے نہ چلا جائے"

بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

باب: جنازہ کے لیے کھڑے ہو جانا

3172- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا لَهَا، حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ

❀❀ سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا پتہ چلا:

"جب تم کوئی جنازہ دیکھو، تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ، جب تک وہ آگے نہیں گزر جاتا، یا اسے رکھ نہیں دیا جاتا"

3173- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَبِعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوا حَتَّى تُوضَعَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الثَّوْرِيُّ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ فِيهِ: حَتَّى تُوضَعَ بِالْأَرْضِ، وَرَوَاهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ سُهَيْلٍ، قَالَ: حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسُفْيَانُ أَحْفَظُ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب تم جنازے کے ساتھ جاؤ، تو اس وقت تک نہ بیٹھو، جب تک اسے (زمین پر) رکھ نہ دیا جائے"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ثوری نے یہ روایت اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

"اسے زمین پر رکھ نہیں دیا جاتا"

یہی روایت ابومعاویہ نے سہیل کے حوالے سے نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

"جب تک اسے لحد میں رکھ نہیں دیا جاتا"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان نامی راوی ابومعاویہ کے مقابلے میں بڑے حافظ الحدیث ہیں۔

3174- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ، حَدَّثَنِي جَابِرٌ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ مَرَّتْ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا، فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَحْمِلَ إِذَا هِيَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا هِيَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ؟ فَقَالَ: إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ جَنَازَةً فَقُومُوا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اسی دوران ایک جنازہ ہمارے پاس سے گزرا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے، جب ہم آگے بڑھے، تاکہ ہم اسے کندھا دیں، تو وہ ایک یہودی کا جنازہ تھا، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت پریشان کن چیز ہے، تو جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

3175 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ مَسْعُودِ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

3175-اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة. وهو في "موطا مالك" 232/1، واخرجه مسلم (962)، والترمذي (1065)، والنسائي (1999) من طريق يحيى ابن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (962) من طريق عبد الرحمن بن مهدي، والنسائي (2000) من طريق خالد بن الحارث كلاهما عن شعبة، عن محمد بن المنكدر، عن مسعود بن الحكم، به. واخرجه ابن ماجه (1544)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي الْجَنَائِزِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی وجہ سے کھڑے ہوجایا کرتے تھے، بعد میں آپ بیٹھے رہتے تھے۔

3176- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ بَهْرَامَ الْمَدَائِنِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْبَاطِ الْحَارِثِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فِي الْجَنَازَةِ حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ، فَمَرَّ بِهِ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ: هَكَذَا نَفْعَلُ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: اجْلِسُوا خَالِفُوهُمْ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازے میں شریک ہوتے، تو اس وقت تک کھڑے رہتے تھے، جب تک اسے لحد میں رکھ نہیں دیا جاتا تھا، ایک مرتبہ ایک یہودی عالم آپ کے پاس سے گزرا، اس نے کہا: ہم لوگ بھی اس طرح کرتے ہیں، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جنازے کو دیکھ کر) بیٹھے رہتے تھے، آپ نے فرمایا: تم بیٹھے رہا کرو، اور ان لوگوں کے برخلاف کیا کرو۔

بَابُ الرُّكُوبِ فِي الْجَنَازَةِ

باب: جنازے کے ساتھ، سوار ہو کر جانا

3177- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ ثَوْبَانَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُتِيَ بِدَابَّةٍ وَهُوَ مَعَ الْجَنَازَةِ فَأَبَى أَنْ يَرْكَبَهَا، فَلَمَّا انْصَرَفَ أُتِيَ بِدَابَّةٍ فَرَكِبَ، فَقِيلَ لَهُ، فَقَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَمْشِي، فَلَمْ أَكُنْ لِأَرْكَبَ وَهُمْ يَمْشُونَ، فَلَمَّا ذَهَبُوا رَكِبْتُ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سواری لائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک جنازے کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا، جب آپ واپس تشریف لائے پھر ایک سواری لائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو گئے، آپ کی خدمت میں اس بارے میں عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: (جنازے کے ساتھ) فرشتے چل رہے ہوتے ہیں، اس لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ پیدل چل رہے ہوں اور میں سوار ہو جاؤں، وہ چلے گئے، تو میں سوار ہو گیا۔

3178- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ شُهُودٌ، ثُمَّ أُتِيَ بِفَرَسٍ فَعُقِلَ حَتَّى رَكِبَهُ، فَجَعَلَ يَتَوَقَّصُ بِهِ وَنَحْنُ نَسْعَى حَوْلَهُ

⊛⊛ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن دحداح رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی، اس میں ہم بھی موجود تھے، پھر ایک گھوڑا لایا گیا، اسے باندھ دیا گیا، یہاں تک کہ آپ اس پر سوار ہوئے، آپ اسے درمیانی رفتار سے تیز چلاتے رہے اور ہم آپ کے اردگرد تیزی سے چلتے رہے۔

بَابُ الْمَشْيِ اَمَامَ الْجَنَازَةِ

باب: جنازے کے آگے چلنا

3179 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُونَ اَمَامَ الْجَنَازَةِ

⊛⊛ سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

"میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنازے کے آگے چلتے ہوئے دیکھا ہے"۔

3180 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، وَاَحْسَبُ اَنَّ اَهْلَ زِيَادٍ اَخْبَرُونِي اَنَّهُ رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الرَّاكِبُ يَسِيرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَالْمَاشِي يَمْشِي خَلْفَهَا، وَاَمَامَهَا، وَعَنْ يَمِينِهَا، وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيبًا مِنْهَا، وَالسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَيُدْعَى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ

⊛⊛ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"سوار جنازے کے پیچھے چلے گا اور پیدل چلنے والا اس کے پیچھے آگے دائیں طرف اور بائیں طرف چل سکتا ہے، جبکہ اس کے قریب رہے اور جو بچہ مردہ پیدا ہو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور اس کے والدین کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کی جائے گی"۔

بَابُ الْاِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

باب: جنازے کو تیزی سے لے کر چلنا

3181 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا اِلَيْهِ، وَاِنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

3181- اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخاری (1315)، ومسلم (944)، وابن ماجه (1477)، والترمذی (1036)، والنسائی (1915) من طريق ابن شهاب الزهری، به. واخرجه مسلم (944)، والنسائی (1911) من طريق يونس بن يزيد، عن الزهری، عن ابی امامة بن سهل بن حنيف، عن ابی هريرة. وهو فی "مسند احمد" (7267)، و"صحيح ابن حبان" (3042).

"جنازے کو تیزی سے لے کر جاؤ، کیونکہ اگر وہ نیک ہوگا، توتم ایک بھلائی کی طرف اس کو لے کر جا رہے ہو، اور اگر وہ اس کے علاوہ ہوگا، توتم اپنی گردنوں سے اس برائی کو اتار دو گے"۔

3182 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ فِي جَنَازَةِ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ وَكُنَّا نَمْشِي مَشْيًا خَفِيفًا، فَلَحِقَنَا أَبُو بَكْرَةَ فَرَفَعَ سَوْطَهُ، فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَرْمُلُ رَمَلًا.

عیینہ بن عبدالرحمن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے جنازے میں شریک ہوئے، ہم میت کو اٹھا کر آہستہ آہستہ چل رہے تھے، اسی دوران حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ہم سے آملے، انہوں نے اپنی لاٹھی کو بلند کیا اور بولے: مجھے اپنے (یعنی صحابہ کرام) کے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (جنازے میں شریک ہوئے) تو ہم تیز رفتاری سے چلتے تھے۔

3183 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ عُيَيْنَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَا: فِي جَنَازَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ، وَقَالَ: فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ بَغْلَتَهُ وَأَهْوَى بِالسَّوْطِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں شریک ہوئے، اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے خچر کو تیزی سے چلاتے ہوئے تشریف لائے، انہوں نے اپنے کوڑے کے ذریعے اشارہ کیا۔

3184 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ يَحْيَى الْمُجَبِّرِ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلْنَا نَبِيَّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَشْيِ مَعَ الْجَنَازَةِ، فَقَالَ: مَا دُونَ الْخَبَبِ إِنْ يَكُنْ خَيْرًا تَعَجَّلَ إِلَيْهِ، وَإِنْ يَكُنْ غَيْرَ ذٰلِكَ فَبُعْدًا لِأَهْلِ النَّارِ، وَالْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ، وَلَا تُتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ضَعِيفٌ هُوَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ وَهُوَ يَحْيَى الْجَابِرُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا كُوفِيٌّ وَأَبُو مَاجِدَةَ بَصْرِيٌّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو مَاجِدَةَ هٰذَا لَا يُعْرَفُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازے کے ساتھ چلنے کے بارے میں دریافت کیا، آپ نے فرمایا: تم درمیانی سے رفتار سے چلو، کیونکہ اگر وہ بھلائی ہوگی، توتم اس کو بھلائی کی طرف جلدی لے جاؤ گے، اگر وہ اس کے علاوہ ہوگا، تو اہل جہنم سے دور ہی رہنا چاہیے، جنازہ متبوع ہوتا ہے وہ تابع نہیں ہوتا، اور اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ ہو، جو اس کے آگے چلتا ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ضعیف ہے، یحییٰ نامی راوی سے مراد یحییٰ بن عبداللہ ہے اور پہلا راوی یحییٰ الجابر

ہے۔

یہ کوفہ کا رہنے والا ہے اور ابو ماجدہ نامی راوی بصرہ کا رہنے والا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابو ماجدہ نامی راوی کی شناخت نہیں ہو سکی۔

بَابُ الْإِمَامِ لَا يُصَلِّي عَلَى مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ

باب: امام کا، خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ ادا نہ کرنا

3185 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ، قَالَ: مَرِضَ رَجُلٌ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ جَارُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: إِنَّهُ قَدْ مَاتَ، قَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ قَالَ: أَنَا رَأَيْتُهُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ قَالَ: فَرَجَعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ فَرَجَعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: اللَّهُمَّ الْعَنْهُ، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ الرَّجُلُ فَرَآهُ قَدْ نَحَرَ نَفْسَهُ بِمِشْقَصٍ مَعَهُ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَقَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ قَالَ: رَأَيْتُهُ يَنْحَرُ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ مَعَهُ، قَالَ: أَنْتَ رَأَيْتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: إِذًا لَا أُصَلِّي عَلَيْهِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص بیمار ہو گیا اور اس کے گھر والوں نے چیخ و پکار شروع کی تو اس کا پڑوسی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تمہیں کیسے پتہ چلا اس نے عرض کی میں نے اسے دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ابھی انتقال نہیں ہوا، راوی بیان کرتے ہیں: وہ شخص واپس گیا تو اس مرحوم (یعنی قریب المرگ) شخص پر بلند آواز میں رویا جا رہا تھا، وہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی: اس کا انتقال ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا انتقال نہیں ہوا۔ راوی بیان کرتے ہیں، وہ واپس گیا تو (قریب المرگ) شخص پر چیخ و پکار کی جا رہی تھی، اس (قریب المرگ) شخص کی بیوی نے کہا: تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، اور اس کے بارے میں بتا دو، تو اس شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر، راوی کہتے ہیں: پھر وہ شخص چلا گیا، انہوں نے اسے دیکھا کہ اس نے تیر کے ذریعے خودکشی کر لی، پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، تمہیں کیسے پتہ چلا، اس نے عرض کی: میں نے دیکھا اس نے تیر کے ذریعے خودکشی کر لی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے خود دیکھا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کروں گا۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَىٰ مَنْ قَتَلَتْهُ الْحُدُودُ

باب: حد نافذ ہونے کی وجہ سے مرنے والے کی نمازِ جنازہ ادا کرنا

3186 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، حَدَّثَنِي نَفَرٌ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ عَلَى مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، وَلَمْ يَنْهَ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا نہیں کی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا کرنے سے منع بھی نہیں کیا تھا۔

بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الطِّفْلِ

باب: بچے کی نمازِ جنازہ ادا کرنا

3187 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اس وقت ان کی عمر 18 ماہ تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔

3188 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَهِيَّ قَالَ: لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَقَاعِدِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الطَّالْقَانِيِّ، قِيلَ لَهُ: حَدَّثَكُمُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِينَ لَيْلَةً

بہی بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مقاعد" میں ان کی نماز جنازہ ادا کی تھی۔

عطاء رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کی نماز جنازہ ادا کی تھی، اس وقت ان صاحبزادے کی عمر 70 دن تھی۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنا

3189 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ عَجْلَانَ، وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: وَاللهِ مَا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی تھی۔

3190 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: وَاللهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ: سُهَيْلٍ، وَأَخِيهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دو صاحبزادوں کی نماز جنازہ مسجد میں ہی ادا کی تھی، ایک سہیل اور ایک ان کے بھائی۔

3191 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنِي صَالِحٌ، مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص مسجد میں نماز جنازہ ادا کرتا ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا"

بَابُ الدَّفْنِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا

باب: سورج طلوع، یا غروب ہونے کے وقت دفن کرنا

3192 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، قَالَ: ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ، أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا: حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ، وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ أَوْ كَمَا قَالَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تین گھڑیاں ایسی ہیں، جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز ادا کرنے اور ان اوقات میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے منع کیا ہے، جب سورج بلند ہو رہا ہو، اس وقت تک جب تک وہ مکمل طور پر بلند نہیں ہو جاتا اور جب عین زوال کا وقت ہو، جب تک سورج ڈھل نہیں جاتا، اور جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو، جب

تک وہ غروب نہیں ہو جاتا، یا جس طرح بھی راوی نے الفاظ نقل کیے۔

بَابُ إِذَا حَضَرَ جَنَائِزُ رِجَالٍ وَنِسَاءٍ مَنْ يُقَدَّمُ

باب: اگر مردوں اور خواتین کے جنازے ایک ساتھ موجود ہوں، تو کسے آگے رکھا جائے؟

3193 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ صَبِيحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمَّارٌ، مَوْلَى الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، أَنَّهُ شَهِدَ جَنَازَةَ أُمِّ كُلْثُومٍ، وَابْنِهَا، فَجُعِلَ الْغُلَامُ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ، فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ، وَفِي الْقَوْمِ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، وَأَبُو قَتَادَةَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالُوا: هَذِهِ السُّنَّةُ

عمار بیان کرتے ہیں: وہ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کے صاحبزادے کے جنازے میں شریک ہوئے تو ان صاحبزادے کو امام والی طرف میں رکھا گیا میں نے اس پر اعتراض کیا، حاضرین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ موجود تھے، تو ان لوگوں نے کہا: یہ سنت ہے۔

بَابُ أَيْنَ يَقُومُ الْإِمَامُ مِنَ الْمَيِّتِ إِذَا صَلَّى عَلَيْهِ

باب: امام نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے، میت کے مقابل میں کہاں کھڑا ہو؟

3194 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ نَافِعٍ أَبِي غَالِبٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي سِكَّةِ الْمِرْبَدِ فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ مَعَهَا نَاسٌ كَثِيرٌ قَالُوا: جَنَازَةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَيْرٍ، فَتَبِعْتُهَا فَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ عَلَيْهِ كِسَاءٌ رَقِيقٌ عَلَى بُرَيْذِينَتِهِ، وَعَلَى رَأْسِهِ خِرْقَةٌ تَقِيهِ مِنَ الشَّمْسِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا الدِّهْقَانُ؟ قَالُوا: هَذَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، فَلَمَّا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ قَامَ أَنَسٌ فَصَلَّى عَلَيْهَا، وَأَنَا خَلْفَهُ لَا يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَقَامَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، لَمْ يُطِلْ وَلَمْ يُسْرِعْ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقْعُدُ، فَقَالُوا: يَا أَبَا حَمْزَةَ الْمَرْأَةُ الْأَنْصَارِيَّةُ، فَقَرَّبُوهَا وَعَلَيْهَا نَعْشٌ أَخْضَرُ، فَقَامَ عِنْدَ عَجِيزَتِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا نَحْوَ صَلَاتِهِ عَلَى الرَّجُلِ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، هَكَذَا كَانَ يَفْعَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ كَصَلَاتِكَ يُكَبِّرُ عَلَيْهَا أَرْبَعًا، وَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِ الرَّجُلِ وَعَجِيزَةِ الْمَرْأَةِ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: يَا أَبَا حَمْزَةَ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، غَزَوْتُ مَعَهُ حُنَيْنًا، فَخَرَجَ الْمُشْرِكُونَ فَحَمَلُوا عَلَيْنَا، حَتَّى رَأَيْنَا خَيْلَنَا وَرَاءَ ظُهُورِنَا، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ يَحْمِلُ عَلَيْنَا فَيَدُقُّنَا، وَيَحْطِمُنَا، فَهَزَمَهُمُ اللَّهُ، وَجَعَلَ يُجَاءُ بِهِمْ فَيُبَايِعُونَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَلَيَّ نَذْرًا إِنْ جَاءَ اللَّهُ بِالرَّجُلِ الَّذِي كَانَ مُنْذُ الْيَوْمَ يَحْطِمُنَا لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ، فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجِيءَ بِالرَّجُلِ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تُبْتُ إِلَى اللَّهِ، فَأَمْسَكَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يُبَايِعُهُ لِيَفِيَ الْآخَرُ بِنَذْرِهِ. قَالَ: فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَتَصَدَّى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِيَأْمُرَهُ بِقَتْلِهِ، وَجَعَلَ يَهَابُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَقْتُلَهُ. فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَا يَصْنَعُ شَيْئًا بَايَعَهُ. فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، نَذْرِي؟ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أُمْسِكْ عَنْهُ مُنْذُ الْيَوْمَ إِلَّا لِتُوفِيَ بِنَذْرِكَ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا أَوْمَضْتَ إِلَيَّ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَيْسَ لِنَبِيٍّ أَنْ يُومِضَ قَالَ أَبُو غَالِبٍ: فَسَأَلْتُ عَنْ صَنِيعِ أَنَسٍ فِي قِيَامِهِ عَلَى الْمَرْأَةِ عِنْدَ عَجِيزَتِهَا. فَحَدَّثُونِي أَنَّهُ إِنَّمَا كَانَ لِأَنَّهُ لَمْ تَكُنِ النُّعُوشُ. فَكَانَ الْإِمَامُ يَقُومُ حِيَالَ عَجِيزَتِهَا يَسْتُرُهَا مِنَ الْقَوْمِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ نُسِخَ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ الْوَفَاءُ بِالنَّذْرِ فِي قَتْلِهِ بِقَوْلِهِ إِنِّي قَدْ تُبْتُ

ابوغالب نافع بیان کرتے ہیں: میں مربد نامی (محلے) کی ایک گلی میں موجود تھا، ایک جنازہ گزرا جس میں بہت سے لوگ تھے لوگوں نے بتایا یہ عبداللہ بن عمیر کا جنازہ ہے، میں بھی جنازے کے ساتھ چل پڑا میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے باریک سی اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی، دھوپ سے بچنے کے لیے اس نے اپنے سر پر کپڑا لیا ہوا تھا، میں نے دریافت کیا: یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، جب میت کو رکھا گیا، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے اس کی نماز جنازہ ادا کی، میرے اور ان کے درمیان کوئی اور چیز نہیں تھی، وہ میت کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے انہوں نے نماز جنازہ میں 4 تکبیریں کہیں، انہوں نے نہ تو نماز طویل ادا کی، اور نہ ہی جلدی ختم کر دی، اور جب وہ بیٹھنے لگے تو لوگوں نے بتایا، اے ابوحمزہ! یہ ایک انصاری خاتون کا جنازہ بھی ہے، وہ لوگ اس جنازے کو قریب لے آئے، میت کے اوپر سبز رنگ کا پردہ تھا، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ میت کی کمر کے مقابل کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کی نماز جنازہ اسی طرح پڑھائی، جس طرح مرد کی پڑھائی تھی، اس کے بعد وہ بیٹھ گئے۔

علاء بن زیاد نے ان سے دریافت کیا: اے ابوحمزہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز جنازہ پڑھایا کرتے تھے، جس طرح آپ نے پڑھائی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار تکبیریں کہتے تھے، اور مرد کے نماز جنازہ میں اس کے سر کے مدمقابل اور عورت کی نماز جنازہ میں اس کی کمر کے مدمقابل کھڑے ہوتے تھے، انہوں نے جواب دیا: جی ہاں!

پھر اس نے دریافت کیا: اے ابوحمزہ! کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ نے جہاد میں شرکت کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شرکت کی ہے، مشرکین آئے، انہوں نے ہم پر حملہ کیا، یہاں تک کہ ہم پسپائی کا شکار ہو گئے، ان مشرکین میں ایک شخص تھا، جو ہم پر تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا، اس نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا، آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں پسپا کر دیا، پھر وہ لوگ آنے لگے اور اسلام قبول کرنے لگے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ مجھ پر یہ نذر لازم ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو (یہاں قابو میں) کر دیا، جو آج ہم پر تابڑ توڑ حملے کرتا رہا ہے، تو میں ضرور اس کی

گردن اڑا دوں گا، نبی اکرم ﷺ خاموش رہے، پھر وہ آدمی بھی آ گیا، جب نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھا، تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہوں، نبی اکرم ﷺ رکے رہے، نبی اکرم ﷺ نے اس سے بیعت نہیں لی، تا کہ وہ صحابی اپنی نذر کو پورا کرے، راوی بیان کرتے ہیں: وہ صحابی بھی نبی اکرم ﷺ کے سامنے خاموش کھڑے رہے، تا کہ آپ اس شخص کو قتل کرنے کی اجازت دیں، تو پھر وہ اس کو قتل کرے، وہ نبی اکرم ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے اپنے طور پر اسے قتل نہیں کرنا چاہ رہے تھے، جب نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ وہ صحابی کچھ نہیں کر رہے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے بیعت لے لی، تو اس صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! میری نذر کا کیا ہوگا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تو اسی لیے رکا رہا تھا، کہ تم اپنی نذر کو پورا کر لو، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے مجھے آنکھ کے ذریعے اشارہ کیوں نہیں کیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ آنکھ سے اشارہ کرے۔

ابو غالب کہتے ہیں: میں نے عورت کی کمر کے مد مقابل کھڑے ہونے کے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کے بارے میں دریافت کیا، تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ ایسا اس لیے ہوتا تھا کہ میت پر پردہ وغیرہ نہیں ہوتا تھا، تو امام اس کی کمر کے مد مقابل کھڑا ہو جاتا تھا، تا کہ لوگوں کے لیے اس سے پردہ بن جائے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: "مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک لڑائی کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہیں پڑھ لیتے"۔

اس روایت نے، اس حدیث کو، یعنی ایسے شخص کو قتل کرنے سے متعلق نذر کو پورا کرنے کو منسوخ کر دیا ہے جبکہ وہ کہہ چکا ہے: میں توبہ کر چکا ہوں۔

3195 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا لِلصَّلَاةِ وَسَطَهَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے ایک خاتون کی نماز جنازہ ادا کی جس کا اپنے بچے کی پیدائش کے وقت کے انتقال ہو گیا تھا، تو نبی اکرم ﷺ اس کی نماز جنازہ میں، اس کے وسط کے مقابل میں کھڑے ہوئے۔

بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب: نمازِ جنازہ میں تکبیرات کہنا

3195- اسناده صحيح. حسين المعلم: هو ابن ذكوان، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخاري (332)، ومسلم (964)، وابن ماجه (1493)، والترمذي (1056)، والنسائي (393) و (1976) و (1979) من طرق عن حسين بن ذكوان المعلم، به. وهو في "مسند احمد" (20162)، و"صحيح ابن حبان" (3067).

3196 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ رَطْبٍ فَصَفُّوا عَلَيْهِ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، فَقُلْتُ لِلشَّعْبِيِّ: مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: الثِّقَةُ مَنْ شَهِدَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ

امام شعبی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک تازہ بنی ہوئی قبر کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے لوگوں کی صفیں بنوائیں اوراس کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

امام شعبی سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو کس نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایک ایسے ثقہ راوی نے، جو اس موقع پر موجود تھا، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

3197 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كَانَ زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ أَرْقَمَ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا، وَأَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ خَمْسًا، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَنَا لِحَدِيثِ ابْنِ الْمُثَنَّى أَتْقَنُ

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمارے (مرحومین کی) نماز جنازہ میں، چار تکبیریں کہا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں، میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ یہ (یعنی پانچ تکبیریں بھی) کہا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن مثنیٰ کی نقل کردہ روایت میں، میں زیادہ ''متقن'' ہوں۔

بَابُ مَا يَقْرَأُ عَلَى الْجَنَازَةِ

نمازِ جنازہ میں کیا تلاوت کیا جائے؟

3198 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَقَالَ: إِنَّهَا مِنَ السُّنَّةِ

طلحہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں میں نے ایک نماز جنازہ ادا کی، تو انہوں نے اس میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کی اور بتایا: یہ سنت ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ

(نمازِ جنازہ میں) میت کے لیے دعا کرنا

3199 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب تم کسی میت کی نماز جنازہ ادا کرو، تو صرف اسی کے لیے دعا کرو''

3200 - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا اَبُو الْجُلَاسِ عُقْبَةُ بْنُ سَيَّارٍ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ شَمَّاخٍ، قَالَ: شَهِدْتُ مَرْوَانَ سَأَلَ اَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ؟ قَالَ: أَمَعَ الَّذِي قُلْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: كَلَامٌ كَانَ بَيْنَهُمَا قَبْلَ ذٰلِكَ، قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ: اللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا، وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ، وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: اَخْطَاَ شُعْبَةُ فِي اسْمِ عَلِيِّ بْنِ شَمَّاخٍ، قَالَ فِيْهِ: عُثْمَانُ بْنُ شَمَّاسٍ، وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ الْمَوْصِلِيَّ يُحَدِّثُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، قَالَ: مَا اَعْلَمُ اَنِّي جَلَسْتُ مِنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ مَجْلِسًا اِلَّا نَهَى فِيْهِ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ، وَجَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ

علی بن شماخ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت مروان کے پاس موجود تھا، جب اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا:

آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا اس کے ہمراہ جو تم نے کہا ہے، مروان نے جواب دیا: جی ہاں! (علی بن شماخ کہتے ہیں) ان دونوں کے درمیان پہلے کوئی بات چیت چل رہی تھی، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھتے تھے)

''اے اللہ! تو اس (میت) کا پروردگار ہے، تو نے اسے پیدا کیا، تو نے اسے اسلام کی ہدایت نصیب کی، تو نے اس کی روح کو قبض کیا، تو اس کے پوشیدہ اور علانیہ معاملات کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے، ہم اس کے لیے سفارش کرنے والے کے طور پر آئے ہیں، تو اس کی مغفرت کر دے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شعبہ نے علی بن شماخ کا نام بیان کرتے ہوئے غلطی کی ہے، انہوں نے اس راوی کا نام عثمان بن شماس نقل کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے احمد بن ابراہیم موصلی کو امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں جب بھی حماد بن زید کی محفل میں بیٹھا تو انہوں نے اس محفل میں عبدالوارث اور جعفر بن سلیمان سے (روایت کرنے سے) منع کیا۔

3201 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْحَاقَ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ، فَقَالَ:

3199-اسناده حسن. محمد بن اسحاق صرح بالتحديث عند ابن حبان (3077) فانتفت شبهة تدليسه. محمد بن ابراهيم: هو ابن الحارث التيمي. واخرجه ابن ماجه (1497) من طريق محمد بن سلمة الحراني، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (3076) و (3077).

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا، وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيرِنَا، وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِيمَانِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے یہ دعا پڑھی:

''اے اللہ! ہمارے زندہ اور مرحوم لوگوں کی مغفرت کر دے، ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کی، ہمارے مذکر اور مونث (مرد و خواتین کی)، ہمارے موجود اور غیر موجود افراد کی (مغفرت کر دے) اے اللہ! تو نے ہم میں سے جسے زندہ رکھنا ہو، اسے ایمان پر زندہ رکھنا، اور ہم میں سے، جسے موت دینی ہو، اسے اسلام پر موت دینا، اے اللہ! تو ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر دینا''۔

3202- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ - وَحَدِيثُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَتَمُّ - حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ جَنَاحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ، فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ - قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: مِنْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ - وَعَذَابِ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ، اللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: عَنْ مَرْوَانَ بْنِ جَنَاحٍ

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھائی تو میں نے آپ کو (دعا میں) یہ کہتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! فلاں بن فلاں' تیرے حوالے ہے، تو اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھنا''

عبدالرحمن نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تیری امان میں اور تیری رحمت کی پناہ میں ہے، تو اسے قبر کی آزمائش اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھنا، تو وعدہ وفا کرنے اور حق (ادا کرنے) کا اہل ہے، اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے، اس پر رحم کرنا، بے شک تو مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

عبدالرحمن کہتے ہیں: یہ روایت مروان بن جناح سے منقول ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ

باب: قبر پر نمازِ جنازہ ادا کرنا

3203- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

3201- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل موسى بن مروان الرقي، وهو متابع. الاوزاعي: هو عبد الرحمن بن عمرو بن ابي عمرو. واخرجه الترمذي (1045) من طريق هقل بن زياد، والنسائي في "الكبرى" (10852) من طريق ابي المغيرة عبد القدوس بن الحجاج، كلاهما عن الاوزاعي، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. واخرجه ابن ماجه (1498) من طريق محمد بن اسحاق، عن محمد بن ابراهيم، عن ابي سلمة، به. وهو في "مسند احمد" (8809)، و"صحيح ابن حبان" (3070).

أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ - أَوْ رَجُلًا - كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ، فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقِيلَ: مَاتَ، فَقَالَ: أَلَا آذَنْتُمُونِي بِهِ؟ قَالَ: دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ؟ فَدَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک سیاہ فام عورت (راوی کو شک ہے یا شاید) مرد، مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غیر موجود پا کر اس کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ کو بتایا گیا، اس کا انتقال ہو گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کی قبر پر لے چلو، آپ کو اس (کی قبر پر) لے جایا گیا، تو آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمُسْلِمِ يَمُوتُ فِي بِلَادِ الشِّرْكِ

باب: مشرکین کے دیس میں، مرنے والے، مسلمان کی نمازِ جنازہ ادا کرنا

3204 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى، فَصَفَّ بِهِمْ، وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشی کے انتقال کی اطلاع اسی دن دیدی تھی، جس دن اس کا انتقال ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ساتھ لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے، آپ نے ان کی صفیں بنوائیں اور آپ نے اس (کی نمازِ جنازہ میں) چار تکبیریں کہیں۔

3205 - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَنْطَلِقَ إِلَى أَرْضِ النَّجَاشِيِّ - فَذَكَرَ حَدِيثَهُ - قَالَ النَّجَاشِيُّ: أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّهُ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَلَوْلَا مَا أَنَا فِيهِ مِنَ الْمُلْكِ لَأَتَيْتُهُ حَتَّى أَحْمِلَ نَعْلَيْهِ

ابوبردہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی کہ ہم نجاشی کے ملک چلے جائیں، (اس کے بعد راوی نے حدیث ذکر کی ہے، جس میں یہ مذکور ہے) نجاشی نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں، کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور وہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) وہی شخصیت ہیں، جن کے بارے میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بشارت دی، اگر میری بادشاہت کی مصروفیات نہ ہوتیں، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین اٹھاتا۔

بَابٌ فِي جَمْعِ الْمَوْتَى فِي قَبْرٍ وَالْقَبْرُ يُعَلَّمُ

باب: کئی مردوں کو ایک قبر میں اکٹھا (دفن) کرنا، قبر کا نشان مقرر کرنا

3206 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ

السِّجِسْتَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، بِمَعْنَاهُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ الْمَدَنِيِّ، عَنِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ، أُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ فَدُفِنَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهُ، فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ، قَالَ كَثِيرٌ: قَالَ الْمُطَّلِبُ: قَالَ الَّذِي يُخْبِرُنِي ذٰلِكَ: عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ، وَقَالَ: أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي، وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي

مطلب بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ لایا گیا اور انہیں دفن کر دیا گیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (ایک بڑا بھاری) پتھر لانے کا حکم دیا' لیکن وہ شخص اسے نہیں اٹھا سکا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اُٹھ کر اس پتھر کی طرف گئے۔ آپ نے آستینیں چڑھا لیں۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستینیں چڑھانے کے وقت آپ کی کلائیوں کی سفیدی کا منظر گویا آج بھی میری نگاہ میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اٹھایا اور (نشانی کے طور حضرت عثمان کی قبر) کے سرہانے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: اس کے ذریعے مجھے اپنے بھائی کی قبر کی شناخت رہے گی اور میرے اہل خانہ میں سے جو بھی فوت ہوگا' میں اُسے اِس کے قریب دفن کروں گا۔

بَابٌ فِي الْحَفَّارِ يَجِدُ الْعَظْمَ هَلْ يَتَنَكَّبُ ذٰلِكَ الْمَكَانَ؟

باب: (قبر) کھودنے والے کو، اگر (کھدائی کے دوران) کوئی ہڈی ملے، تو کیا وہ اس جگہ کو کریدے؟

3207 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَعْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''مردے کی ہڈی توڑنا، زندہ کی (ہڈی) توڑنے کے مترادف ہے''

بَابٌ فِي اللَّحْدِ

باب: لحد کا بیان

3208 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

3206- اسناده حسن من اجل كثير بن زيد، فهو صدوق حسن الحديث، والمطلب - وهو ابن عبد الله بن حنطب - بيّن في روايته انه اخبره بذلك من راى رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يفعل ذلك، فاتصل الاسناد، ولا يضر ابهام الصحابي، لانهم عدول كلهم، وقد حسّن اسناده ابن الملقن في "البدر المنير" /3255، ووافقه ابن حجر في "التلخيص الحبير" /133.2، واخرجه البيهقي /4123 من طريق ابي داود، بهذا الاسناد.

سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''(قبر میں) لحد (بنانے کا طریقہ) ہمارے لیے اور شق (کا طریقہ) دوسروں کے لیے ہے''۔

بَابُ كَمْ يَدْخُلُ الْقَبْرَ

باب: کتنے لوگ قبر میں داخل ہوں؟

3209- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: غَسَّلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ، وَالْفَضْلُ، وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَهُمْ اَدْخَلُوْهُ قَبْرَهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُرَحَّبٌ اَوْ اَبُوْ مُرَحَّبٍ، اَنَّهُمْ اَدْخَلُوْا مَعَهُمْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ، فَلَمَّا فَرَغَ عَلِيٌّ قَالَ: اِنَّمَا يَلِي الرَّجُلَ اَهْلُهُ

امام شعبی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل (بن عباس رضی اللہ عنہما) اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو غسل دیا، ان حضرات نے ہی آپ ﷺ کو قبر میں اتارا، (ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) ان حضرات نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو انہوں نے فرمایا: آدمی کے اس طرح کے (یعنی کفن دفن کے) معاملات' اس کے خاندان کے افراد ہی سرانجام دیتے ہیں۔

3210- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ خَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ اَبِيْ مُرَحَّبٍ، اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ نَزَلَ فِيْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِمْ اَرْبَعَةً

حضرت ابومرحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی قبر میں اترے تھے، گویا میں اس وقت بھی ان چاروں حضرات کو دیکھ رہا ہوں۔

بَابٌ فِي الْمَيِّتِ يُدْخَلُ مِنْ رِجْلَيْهِ

باب: میت کو اس قبر میں کیسے داخل کیا جائے؟

3211- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِيْ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، قَالَ: اَوْصَى الْحَارِثُ اَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ اَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ الْقَبْرِ، وَقَالَ: هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ

ابواسحاق بیان کرتے ہیں: حارث نے یہ وصیت کی کہ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ اس کی نماز جنازہ

3211- اسناده صحيح، عبد الله بن يزيد: هو ابن زيد بن حصين الخطمي الانصاري، صحابي صغير، ولي الكوفة لعبد الله بن الزبير، وقد شهد ابو اسحاق - وهو عمرو بن عبد الله السبيعي - جنازة الحارث - وهو الاعور - كما روى ابن سعد /1686 - 169، وابن ابي شيبة /3263، والبيهقي /544، ولهذا صحح اسناده البيهقي /544، وقال: وقد قال: هذا من السنة فصار كالمسند، وصححه كذلك ابن حزم في "المحلى" /178.5 واخرجه ابن سعد في الطبقات "الكبرى" /1686-169 و169، والبيهقي /544 من طرق عن ابي اسحاق السبيعي، به.

پڑھائیں، تو انہوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر انہوں نے اس کو قبر کے پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارا، اور بولے: یہ سنت ہے۔

بَابُ الْجُلُوسِ عِنْدَ الْقَبْرِ

باب: (آدمی) قبر کے پاس (کیسے) بیٹھے

3212 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمْ يُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهُ

⊛⊛ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں شرکت کے لیے گئے، جب ہم قبرستان پہنچے، تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم بھی بیٹھ گئے۔

بَابٌ فِي الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ

باب: میت کو جب قبر میں اتارا جائے، تو میت کے لیے دعا کرنا

3213 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي الْقَبْرِ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. هٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی میت کو قبر میں اتارتے تو یہ پڑھتے تھے:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اور اللہ کے رسول کی سنت پر (میں اسے سپرد خاک کرتا ہوں)"۔

روایت کے یہ الفاظ مسلم بن ابراہیم کے نقل کردہ ہیں۔

3212-اسناده صحيح. زاذان: هو ابو عمر الكندي، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وجرير: هو ابن عبد الحميد. واخرجه ابن ماجه (1548) من طريق يونس بن خباب، وابن ماجه (1549) والنسائي (2001) من طريق عمرو بن قيس، كلاهما عن المنهال بن عمرو، به. ولفظ حديث يونس: خرجنا مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم- في جنازة، فقعد حيال القبلة. ولفظ عمرو بن قيس كلفظ المصنف، لكن ليس فيه ذكر استقبال القبلة. وسياتي عند المصنف من طرق عن الاعمش برقم (4753) و (4754) ليس فيه ذكر استقبال القبلة ايضاً. وهو في الموضع الاول مطول. وهو في "مسند احمد" (18534).

بَابُ الرَّجُلِ يَمُوتُ لَهُ قَرَابَةٌ مُشْرِكٌ

باب: اگر کسی مسلمان کا مشرک رشتہ دار فوت ہو جائے (تو وہ مسلمان کیا کرے؟)

3214 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ نَاجِيَةَ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ، قَالَ: اذْهَبْ فَوَارِ أَبَاكَ، ثُمَّ لَا تُحْدِثَنَّ شَيْئًا، حَتَّى تَأْتِيَنِي فَذَهَبْتُ فَوَارَيْتُهُ وَجِئْتُهُ فَأَمَرَنِي فَاغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِي

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوڑھا گمراہ چچا انتقال کر گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور اپنے والد کو (زمین میں) چھپا دو، اور پھر میرے پاس آنے سے پہلے کوئی اور کام نہ کرنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں گیا، میں نے انہیں (زمین میں) دفن کر دیا، پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت میں نے غسل کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعا دی۔

بَابٌ فِي تَعْمِيقِ الْقَبْرِ

باب: قبر کو گہرا رکھنا

3215 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَهُمْ عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: جَاءَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالُوا: أَصَابَنَا قَرْحٌ وَجَهْدٌ، فَكَيْفَ تَأْمُرُنَا، قَالَ: احْفِرُوا وَأَوْسِعُوا، وَاجْعَلُوا الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي الْقَبْرِ قِيلَ: فَأَيُّهُمْ يُقَدَّمُ؟ قَالَ: أَكْثَرُهُمْ قُرْآنًا قَالَ: أُصِيبَ أَبِي يَوْمَئِذٍ عَامِرٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ أَوْ قَالَ وَاحِدٌ،

حضرت ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں: غزوہ احد کے موقعہ پر کچھ انصار، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: ہمیں زخم اور تھکاوٹ لاحق ہوئے ہیں، تو (شہداء کو دفن کرنے کے حوالے سے) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ (قبریں) کھودو، اور کشادہ رکھو، اور ایک قبر میں دو، یا تین افراد کو رکھ دو۔

عرض کی گئی: (قبلہ کی سمت میں) آگے کسے رکھا جائے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے زیادہ قرآن آتا ہو۔ (ہشام بیان کرتے ہیں:) اس دن میرے والد بھی شہید ہو گئے تھے، تو انہیں دو آدمیوں کے ساتھ دفن کیا گیا، (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ایک آدمی کے ساتھ (دفن کیا گیا)۔

3216 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ يَعْنِي الْأَنْطَاكِيَّ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ فِيهِ: وَأَعْمِقُوا،

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''(قبروں کو) گہرا رکھنا''

3217 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي تَسْوِيَةِ الْقَبْرِ

باب: قبر کو برابر کرنا

3218 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي هَيَّاجٍ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: بَعَثَنِي عَلِيٌّ، قَالَ لِي: أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ لَا أَدَعَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتُهُ، وَلَا تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتُهُ

❁❁ ابو ہیاج اسدی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے بھیجا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں اس کام کے لیے بھیج رہا ہوں، جس کام کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا، وہ یہ کہ میں ہر اونچی قبر کو برابر کردوں اور ہر مورتی کو مٹادوں۔

3219 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِرُودِسَ مِنْ أَرْضِ الرُّومِ، فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا، فَأَمَرَ فَضَالَةُ بِقَبْرِهِ فَسُوِّيَ، ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُودِسُ جَزِيرَةٌ فِي الْبَحْرِ

❁❁ ابوعلی ہمدانی بیان کرتے ہیں: ہم روم کی سرزمین پر، روڈس میں، حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے، ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہوگیا، تو حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کے حکم کے تحت اس کی قبر کو برابر کر دیا گیا، پھر انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس (قبر) کو برابر کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روڈس، سمندر میں ایک جزیرہ ہے۔

3220 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ هَانِئٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّهْ اكْشِفِي لِي عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَكَشَفَتْ لِي عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُورٍ لَا مُشْرِفَةٍ، وَلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: يُقَالُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَدَّمٌ، وَأَبُو بَكْرٍ عِنْدَ رَأْسِهِ، وَعُمَرُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، رَأْسُهُ عِنْدَ رِجْلَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ قاسم بیان کرتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: امی جان! آپ مجھے نبی

اکرم اور آپ ﷺ کے دو ساتھیوں (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی قبریں دکھائیں، تو انہوں نے مجھے تین قبریں دکھائیں، جو نہ اونچی تھیں، اور نہ ہی زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھیں، ان پر سرخ میدان کی کنکریاں ڈالی ہوئی تھیں۔

(سنن ابوداؤد کے راوی) ابوعلی بیان کرتے ہیں: یہ بات بیان کی جاتی ہے، نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک (قبلہ کی سمت میں) آگے کی طرف ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر نبی اکرم ﷺ کے سر مبارک (کے مقابل پیچھے کی طرف) ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر، نبی اکرم ﷺ کے قدموں میں ہے۔

بَابُ الِاسْتِغْفَارِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِلْمَيِّتِ فِي وَقْتِ الِانْصِرَافِ

باب: (دفن کے بعد) واپسی کے وقت، میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا

3221 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَحِيرٍ، عَنْ هَانِئٍ، مَوْلَى عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَحِيرُ ابْنُ رَيْسَانَ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو آپ اس (کی قبر) کے پاس ٹھہر کر فرماتے:

''اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرو، اور اس کے لیے، ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیے جائیں گے''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) (اس سند کے ایک راوی کے باپ کا نام) بحیر بن ریسان ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الذَّبْحِ عِنْدَ الْقَبْرِ

باب: قبر کے قریب، ذبح کرنے کا مکروہ ہونا

3222 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: كَانُوا يَعْقِرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقَرَةً أَوْ شَاةً

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اسلام میں ''عقر'' کی کوئی گنجائش نہیں ہے''

3222-اسناده صحيح. وهو في "مصنف عبدالرزاق" (6690)، ومن طريقه اخرجه احمد (13032)، وعبد بن حميد (1253)، وابن حبان (3146)، والبيهقي 574/3، و314/9.

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ لوگ قبر کے پاس ذبح کرتے تھے، یعنی گائے یا کسی اور چیز کو (ذبح کرتے تھے)۔

بَابُ الْمَيِّتِ يُصَلَّى عَلَى قَبْرِهِ بَعْدَ حِينٍ

باب: (میت کے انتقال کے) کچھ عرصہ بعد، قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا

3223 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کی نمازِ جنازہ ادا کی اور پھر واپس تشریف لائے۔

3224 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ - بِهَذَا الْحَدِيثِ - قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ اُحد کے) آٹھ سال بعد، شہداء اُحد کی نمازِ جنازہ ادا کی، یوں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ اور مرحوم لوگوں کو الوداع کہہ رہے ہوں۔

بَابٌ فِي الْبِنَاءِ عَلَى الْقَبْرِ

باب: قبر پر عمارت تعمیر کرنا

3225 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَقْعُدَ عَلَى الْقَبْرِ، وَأَنْ يُقَصَّصَ وَيُبْنَى عَلَيْهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے منع کرتے ہوئے سنا ہے، کہ قبر پر بیٹھا جائے، یا اس پر چونا لگایا جائے، یا اس پر (عمارت) تعمیر کی جائے۔

3226 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عُثْمَانُ: أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ، وَزَادَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى: أَوْ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ

3225- اسنادہ صحیح، وقد صرح بالسماع کل من ابن جریج - وهو عبد الملک بن عبد العزیز - وابی الزبیر - وهو محمد بن مسلم بن تدرس المکی - فانتفت شبهة تدلیسهما. وهو فی "مصنف عبد الرزاق" (6488)، ومن طریقه اخرجه مسلم (970). واخرجه مسلم (970)، والنسائی (2528) من طریق حجاج بن محمد المصیصی، والترمذی (1074) من طریق محمد بن ربیعة الکلابی

مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ: أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: خَفِيَ عَلَيَّ مِنْ حَدِيثِ مُسَدَّدٍ حَرْفُ وَأَنْ

ترجمہ: یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عثمان نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''یا اس پر زیادہ کیا جائے''

سلیمان بن موسیٰ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''یا اس پر کوئی چیز تحریر کی جائے''

مسدد نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل نہیں کیے: ''یا اس پر زیادہ کیا جائے''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد کی روایت میں لفظ ''اَنْ'' مجھ سے مخفی رہا۔

3227 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ، یہودیوں کو برباد کرے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا''

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْقُعُودِ عَلَى الْقَبْرِ

باب: قبر پر بیٹھنے کا مکروہ ہونا

3228 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ، حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی کا ایسے انگارے پر بیٹھنا، جو اس کے کپڑے جلا کر اس کی جلد تک پہنچ جائے، یہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے''۔

3229 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا

3229- اسناده صحيح. عيسى: هو ابن يونس بن ابي اسحاق السبيعي، وابو مرثد الغنوي: هو كناز بن الحصين بن يربوع. واخرجه مسلم (972)، والترمذي (1073)، والنسائي (760) من طريق الوليد ابن مسلم الدمشقي، عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، بهذا الاسناد. وقد صرح الوليد بسماعه في جميع طبقات الاسناد عند احمد (17215)، وابن خزيمة (793).

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''قبروں پر بیٹھو نہیں اور ان کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہ کرو''

بَابُ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ بَيْنَ الْقُبُورِ

باب: قبروں کے درمیان جوتا پہن کر چلنا

3230 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سُمَيْرٍ السَّدُوسِيِّ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ بَشِيرٍ، مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ اسْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ زَحْمُ بْنُ مَعْبَدٍ، فَهَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: زَحْمٌ، قَالَ: بَلْ، أَنْتَ بَشِيرٌ. قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أُمَاشِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: لَقَدْ سَبَقَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا ثَلَاثًا ثُمَّ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ: لَقَدْ أَدْرَكَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا وَحَانَتْ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظْرَةٌ، فَإِذَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي الْقُبُورِ عَلَيْهِ نَعْلَانِ، فَقَالَ: يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ، وَيْحَكَ أَلْقِ سِبْتِيَّتَيْكَ فَنَظَرَ الرَّجُلُ فَلَمَّا عَرَفَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَعَهُمَا فَرَمَى بِهِمَا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت بشیر رضی اللہ عنہ، جن کا نام زمانہ جاہلیت میں زحم بن معبد تھا، وہ ہجرت کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: زحم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جی نہیں!) بلکہ تم ''بشیر'' ہو۔

(حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) ایک مرتبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مشرکین کی قبروں کے پاس سے ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ بہت زیادہ بھلائی (یعنی اسلام کے آنے) سے پہلے ہی (دنیا سے) آگے چلے گئے، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مسلمانوں کی قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں نے بہت زیادہ بھلائی (یعنی اسلام) کو پالیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی، جو قبروں کے درمیان میں سے گزر رہا تھا، اور اس نے جوتے پہنے ہوئے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جوتے پہننے والے! تم پر افسوس ہے، تم اپنے جوتے اتار دو، اس شخص نے دیکھا، جب اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا، تو اس نے اپنے جوتے اتار دیے۔

3231 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس جانے لگتے ہیں، تو وہ اُن کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے''

بَابٌ فِي تَحْوِيلِ الْمَيِّتِ مِنْ مَوْضِعِهِ لِلْأَمْرِ يَحْدُثُ

باب: کوئی ضرورت پیش آنے کی وجہ سے، میت کو اس کی جگہ سے (دوسری جگہ) منتقل کر دینا

3232 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي مَسْلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ، فَكَانَ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ حَاجَةٌ، فَأَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَمَا أَنْكَرْتُ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا شُعَيْرَاتٍ كُنَّ فِي لِحْيَتِهِ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (غزوہ اُحد کے شہداء میں) میرے والد کے ساتھ، ایک اور شخص کو دفن کیا گیا، اس حوالے سے میرے ذہن میں کچھ اُلجھن تھی، میں نے چھ ماہ کے بعد انہیں قبر سے نکالا، تو ان (کے جسم میں) کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی، سوائے ان کی داڑھی کے کچھ بالوں کے، جو زمین سے لگے ہوئے تھے۔

بَابٌ فِي الثَّنَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب: میت کی تعریف کرنا

3233 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: مَرُّوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ: وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ شُهَدَاءُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ ایک جنازہ لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے، لوگوں نے اس کی تعریف کی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی، پھر (کچھ لوگ) ایک اور میت کو لے کے گزرے لوگوں نے اس کی برائی بیان کی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ایک دوسرے پر گواہ ہو۔

بَابٌ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ

باب: قبروں کی زیارت کرنا

3234 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى، وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي تَعَالَى عَلَى أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، فَاسْتَأْذَنْتُ أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ بِالْمَوْتِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لائے، آپ خود بھی روئے اور اپنے آس پاس افراد کو بھی رُلا دیا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں نے اپنے پروردگار سے، ان کے لیے دعائے مغفرت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی، میں نے ان کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی، تو وہ مجھے دیدی گئی، تم لوگ قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں''۔

3235 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً

❁❁ ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''(پہلے) میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، اب تم ان کی زیارت کیا کرو، کیونکہ ان کی زیارت میں، نصیحت ہوتی ہے''۔

بَابٌ فِي زِيَارَةِ النِّسَاءِ الْقُبُورَ

باب: خواتین کا قبروں کی زیارت کرنا

3236 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا زَارَ الْقُبُورَ أَوْ مَرَّ بِهَا

باب: جب آدمی قبرستان جائے یا قبروں کے پاس سے گزرے، تو کیا پڑھے؟

3237 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ

3235-اسناده صحيح. ابن بريدة: هو عبد الله. واخرجه مسلم (977)، وباثر (1975)، والنسائي (2532) و (4429) و (5652) و (5653) من طريق محارب بن دثار، ومسلم (977) من طريق عطاء الخراساني، والنسائي (2033) من طريق المغيرة بن سبيع، و (4430) و (5651) من طريق الزبير ابن عدي، اربعتهم عن ابن بريدة، به. وقد جاء اسمه مقيداً في بعض روايات محارب وفي رواية عطاء والمغيرة بعبد الله. واخرجه مسلم (977)، والترمذي (1076) من طريق علقمة بن مرثد، عن سليمان بن بريدة، به. فسماه سليمان، وهو اخو عبد الله. وهو في "مسند احمد" (22958) (23016)، و "صحيح ابن حبان" (3168) و (5390) و (5400)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دعا) پڑھی:
''اے مسلمانوں کی بستی کے رہنے والو! تم پر سلام ہو، اگر اللہ نے چاہا' تو ہم بھی تم سے آملیں گے''

بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوتُ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ

باب: جب محرم کا انتقال ہو جائے، تو اس کے ساتھ کیا' کیا جائے؟

3238 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ وَقَصَتْهُ رَاحِلَتُهُ، فَمَاتَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ: كَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَاغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: خَمْسُ سُنَنٍ، كَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ: أَيْ يُكَفَّنُ الْمَيِّتُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَاغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ: أَيْ إِنَّ فِي الْغَسَلَاتِ كُلِّهَا سِدْرًا، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، وَكَانَ الْكَفَنُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا، جو سواری سے گر کر مر گیا تھا، وہ احرام باندھے ہوئے تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اس کے انہی دو کپڑوں میں کفن دو، اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل دو، اس کے سر کو ڈھانپنا نہیں، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن زندہ کرے گا، تو یہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا: اس حدیث میں پانچ سنتیں ہیں،
''اسے اس کے'' کپڑوں میں کفن دو'' یعنی میت کو اس کے دو کپڑوں میں کفن دیا جائے'' اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل دو'' یعنی پانی میں بیری کے پتے شامل ہونے چاہئیں'' اس کے سر کو نہ ڈھانپو اور اسے خوشبو نہ لگاؤ'' اور یہ کہ کفن (میت کے) پورے مال سے دیا جائے گا۔

3239 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرٍو، وَأَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، نَحْوَهُ قَالَ: وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ أَيُّوبُ: ثَوْبَيْهِ، وَقَالَ عَمْرٌو: وثَوْبَيْنِ، وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: قَالَ أَيُّوبُ: فِي ثَوْبَيْنِ، وَقَالَ عَمْرٌو: فِي ثَوْبَيْهِ، زَادَ سُلَيْمَانُ: وَحْدَهُ وَلَا تُحَنِّطُوهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ''اسے دو کپڑوں میں کفن دو''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے: ''دو کپڑے''، ایک نے یہ الفاظ نقل کیے'' دو کپڑوں میں

3238- اسناده صحيح. سفيان: هو الثوري. واخرجه مسلم (1206)، وابن ماجه (3084)، والترمذي (972)، والنسائي (1904) و (2714) و (2858) من طرق عن عمرو بن دينار، به. واخرجه البخاري (1267) و (1851)، ومسلم (1206)، وابن ماجه (/3084م)، والنسائي (2853) و (2854) و (2857) من طرق عن سعيد بن جبير، به. وهو في "مسند احمد" (1850)، و"صحيح ابن حبان" (3957).

"ایک نے یہ نقل کیے ہیں:" اس کے دو کپڑوں میں"۔
صرف سلیمان نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: "تم اسے خوشبو نہ لگانا"

3240 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِمَعْنَى سُلَيْمَانَ فِي ثَوْبَيْنِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: یعنی" دو کپڑوں میں"

3241 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ، فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ، وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک محرم شخص سواری سے گر کر مر گیا، اس (کی میت) کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اسے غسل دو، اسے کفن دو، اس کے سر کو ڈھانپو، اسے خوشبو نہ لگاؤ، (قیامت کے دن) یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے زندہ ہوگا"۔

3241- اسناده صحيح. الحكم: هو ابن عتيبة، ومنصور: هو ابن المعتمر، وجرير: هو ابن عبد الحميد. واخرجه البخاري (1839)، والنسائي (2856) من طريق جرير بن عبد الحميد، بهذا الاسناد.

كِتَابُ الْاَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

یہ کتاب قسموں اور نذروں کے بیان میں ہے

لفظِ قسم کی لغوی تحقیق کا بیان

خلیل ابن احمد الفراہیدی لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں (ق س م) کا مادّہ دو معنی کے لئے آتا ہے، اگر سین کے سکون کے ساتھ (قَسْم) ہو تو اِسکا معنی "مال کے کسی حصے کا جزء جزء کرنا، یا مال سے ہر ایک کے حصے کو جدا کرنا" ہے، اور اسکی جمع "اَقسام" آتی ہے، لیکن اگر یہ مادّہ سین کے فتحہ کے ساتھ (قَسَم) ہو، تو پھر بھی اسکی جمع "اَقسام" ہی ہے، (جیسے: سَبَب و أَسْبَاب)، اور اِس وقت اِسکا معنی "قسم کھانا" ہیں۔ (كِتَابُ العَين، ج۵، بيروت دار الكتب العلمية، ۱۴۲۴ق، ص۸۶)

اِس مادّہ (قَسَم) سے جو اَفعال، قَسَم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، وہ باب اِفعال (أَقْسَم)، باب مفاعلہ (قَاسَمَ) جیسے: (وَقَاسَمَهُمَا اِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِيْنَ) (الاعراف، ۲۱) "اور (شیطان نے) اُن دونوں سے قَسَم کھائی کہ میں تمھیں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں"۔

یہاں یہ فعل باب مفاعلہ سے دو نفر کے درمیان مشترک نہیں ہے، بلکہ "سَافَرْتُ شَهْراً" (میں نے پورے ایک ماہ سفر کیا) کی طرح ہے، اور احتمالِ قوی یہ ہے کہ یہاں یہ فعل مبالغہ کیلئے آیا ہو، مبالغہ کی صورت میں آیت کا معنی اِسطرح ہوگا، "اُس نے تاکیداً قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا یقیناً خیر خواہ اور ہمدرد ہوں" لیکن اِس بات کا امکان بھی ہے کہ باب مفاعلہ "قَاسَمَهُمَا" اِس آیت میں طرفین کے لئے (مشترک) ہو، اور حضرت آدم و حوّا کے شیطان کی بات سننے کی وجہ سے، یا اُسکی بات کو قبول کرنے کی وجہ سے، اور یا اُس سے قسم کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے یہ فعل استعمال ہوا ہو، نیز باب افتعال (اِقْتَسَمَ)، باب تفاعل (تَقَاسَمَ)، اور باب استفعال (اِسْتَقْسَمَ) بھی اِسی مادہ قَسَم سے، قسم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، لیکن قرآن کریم میں زیادہ تر باب اِفعال کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے۔

امام راغب اصفہانی "اِس لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں، "قَسَم کی اصل "قَسَامَة" هے اور "قَسَامَة" اُس قسم کو کہتے ہیں کہ جسے مقتول کے ورثہ پر تقسیم کیا جاتا ہے، کیونکہ اُنھوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا ہے، مثلاً کہ زید نے عمرو کو مارا ہے، تو ضروری ہے کہ عمرو کے ورثہ میں سے ہر ایک، قتل کا گواہ و شاہد نہ ہونے کی صورت میں، اپنے اِس دعوے پر قسم کھائے۔

(اَلْقَسَمُ فِي اللُّغَةِ وَفِي الْقُرآنِ، ص۲۴)

بعض اِس بات کے قائل ہیں کہ "قسامة" وہ قسم ہے کہ جو مقتول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس افراد، اپنے مقتول کے خون کے استحقاق پر کھاتے ہیں، اُس وقت جب وہ قاتل کو کسی ایک قوم میں سے قرار دیں، لیکن قاتل کو مشخص طور پر نہ جانتے ہیں، اور اگر مقتول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس اَفراد نہ ہوں، تو جو موجود ہوں، ضروری ہے کہ وہ پچاس قسمیں پوری کریں، اور پھر یہ "قسامة" اسم ہو گیا ہے ہر اُس قسم کیلئے، جو اپنے حق کے ثابت کرنے اور لینے کیلئے کھائی جائے۔ ۱۲

لفظِ "قسم" اسم مصدر ہے یا حاصل مصدر اور یہ لفظ اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 33 بار قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے، اور اکثر اِسکا استعمال قسم ہی کے معنیٰ میں ہوا ہے، یہ لفظ فعل ماضی (أقسم) کے طور پر تقریباً 8 بار اور فعل مضارع (نقسم اور اسکی جمع) کی مختلف صورتوں میں تقریباً 12 بار ذکر ہوا ہے ۱۳، اور "ڈاکٹر خلیف" کا یہ خیال ہے کہ یہ مادّہ "قسم" فقط مکّی آیات کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے۔ ۱۴

بعض محققین نے اِس مادّہ "قسم" کے دونوں معنیٰ (جدا جدا کرنا اور قسم کھانا) کے درمیان تعلّق و اِرتباط برقرار کیا ہے، اُنھوں نے دوسرے معنیٰ، یعنی "قسم کھانے" کو پہلے معنیٰ "جدا جدا کرنے" کی طرف پلٹایا ہے، اِسطرح سے کہ قسم بھی حق و باطل کو جدا جدا کرتی ہے اور اِن دونوں کے درمیان فاصلہ ڈالتی ہے، اور نزاع (جھگڑے) وغیرہ میں دوسروں سے اپنا حق لینے کیلئے کھائی جاتی ہے۔ پس دونوں معنیٰ کی بازگشت ایک ہی مطلب کی طرف ہے۔

(أسلوب القسم وَاجتماعه مَعَ الشَّرط في خطاب القرآنِ الكريم، ص ۳۴)

لفظِ حلف کی لغوی تحقیق

اِس مادّہ (ح ل ف) کے لئے بھی اصلی اور بنیادی طور پر دو معنیٰ وجود رکھتے ہیں، ایک قسم اور دوسرا عہد و پیمان، اور اِس دوسرے معنیٰ کی بازگشت بھی قسم ہی کی طرف ہے، البتہ کبھی لفظِ "حلف" تیز دھار چیز کے معنیٰ میں آتا ہے، (جیسے لفظِ "قسم" جو قطع اور تقسیم کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے) کہا جاتا ہے، "سِنانٌ حَلِيف" (یعنی تیز دھار تلوار) اور "لِسَانٌ حَلِيف" (یعنی کاٹنے والی زبان) اور لفظِ "حلف" کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے: (حَلْف و حَلِف)، لیکن دونوں قسم کا معنیٰ دیتے ہیں، حلف کا اصل معنیٰ "اَلْعَقْدُ بِالْعَزْمِ" (یعنی محکم اور مضبوط نیت وعقیدہ) ہے، اور "خالِف، حَلّاف اور حَلّافَة" (بہت زیادہ قسم کھانے والا) کے معنیٰ میں ہیں، اور "أَحْلَفَ، حَلَّفَ اور اِستَحْلَفَ" تینوں فعل، قسم کی درخواست اور طلب کرنے کے معنیٰ میں آتے ہیں۔

بعض محققین نے اِس لفظ کو "حاء" کے فتحہ و کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا ہے (حَلْف وحِلْف) لیکن دونوں قسم ہی کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ "حَلْف" ایسی قسم ہے، جس کے ساتھ عہد و پیمان لیا جاتا ہے، لیکن عرفِ عام میں ہر قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ "دوام اور پائیداری" کا معنیٰ بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے، "حَلَفَ فُلانٌ وَ حَلِيفُه" جب کوئی کسی دوسرے کے ساتھ قسم اور عہد و پیمان میں شریک ہو۔

لفظِ "حلف" اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 13 بار قرآن کریم میں آیا ہے، اور صرف ایک بار اسم مبالغہ کی صورت میں

آیا ہے :(وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ)۱۸، "تو اے پیغمبر اُن منافقوں کی جو ہمیشہ قسم کھاتے رہتے ہیں، اطاعت نہ کرنا" اور باقی موارد میں بصورت فعل ذکر ہوا ہے۔

لفظِ قسم اور لفظِ حلف کا آپس میں ترادف کا بیان

بعض یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ لفظِ "قسم" اور لفظِ "حلف" دونوں مترادف ہیں اور دونوں ایک ہی معنیٰ کو بیان کرتے ہیں۱۹، لیکن دوسرے بعض اِس مترادف ہونے کو قبول نہیں کرتے، کیونکہ لفظِ "حلف" قرآن کریم میں جن 13 مقامات پر استعمال ہوا ہے، بغیر کسی استثناء کے، تمام موارد میں یا جھوٹی قسم کیلئے استعمال ہوا ہے، اور یا قسم کھا کر توڑ دی گئی ہے، اور اکثر موارد میں فعلِ "حلف" کی نسبت منافقین کی طرف ہے۔

علاوہ یہ کہ اِن میں سے گیارہ موارد میں یہ فعل، فعلِ مضارع کی صورت میں آیا ہے، جو کسی کام کے حادث ہونے اور مجدّداً انجام پانے پر دلالت کرتا ہے، یعنی فعلِ مضارع کی دلالت قسم کھانے والوں کے اپنی قسم پر ثابت قدم نہ ہونے پر ہے، جیسے "وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ"، "اور وہ (منافقین) ہمیشہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ بھی یقیناً تم مومنین سے ہیں، حالانکہ باطن میں تم سے ہم عقیدہ نہیں ہیں۔"

فقط ایک مقام پر لفظِ "حلف" فعلِ ماضی کی صورت میں آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ"۔ سورۂ مائدہ، آیت ۸۹، "یہ ہے تمھاری قسموں کا کفارہ، جب تم نے قسم کھائی

(اور پھر توڑ ڈالی)"، اور قرآن کریم میں فقط یہی ایک مورد ہے، جس میں فعلِ "حلف" کی ضمیر کی بازگشت مومنین کی طرف ہے، لیکن اس مقام پر بھی لفظِ "حلف" سے قسم کھانے (اور بعد میں توڑ دینے) کی بناء پر قسم کا کفارہ اُن پر مقرّر کیا گیا ہے ۲۲ اور قرآن کریم نے بھی اس ٹوٹی ہوئی قسم کو "حلف" سے تعبیر کیا ہے۔

"ڈاکٹر عایشہ بنت الشاطی" قسم اور حلف کے مترادف ہونے کو رد کرتے ہوئے لکھتی ہیں: لفظِ "حلف" بغیر کسی استثناء کے تمام موارد میں قسم توڑنے کے لئے آیا ہے، لیکن لفظِ "قسم" خواہ اِس فعل کی نسبت خداوند عالم کی طرف ہو، یا خواہ اُس کے غیر کی طرف، کہیں بھی اِس لفظ میں قسم کے توڑنے کا احتمال نہیں ہے، پس اِن دونوں لفظوں میں کوئی ترادُف و یکسانیت نہیں ہے۔

(دِراسات فی القرآن و الحدیث، ص ۱۱۲)

"جناب مختار سلامی" "ڈاکٹر عایشہ کی اس بات کا، کہ لفظِ قسم اور حلف، آپس میں مترادِف نہیں ہیں، جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں": چار مقامات ایسے ہیں جہاں غیر خدا کی طرف لفظِ "قسم" سے قسم کھائی گئی ہے، اور اِن مقامات میں یا جھوٹی قسم کھائی گئی ہے اور یا قسم کے توڑنے کا احتمال موجود ہے، اور اگر اِن موارد کے مضمون و سیاق میں غور و فکر اور توجّہ کی جائے، تو واضح ہو جاتا ہے، کہ اِن میں سے اکثر موارد میں جھوٹی قسم کھائی گئی ہے، جیسے: (فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا) سورۂ مائدہ، آیت ۱۰۶، "اُن کو اللہ کی قسم دیں کہ ہم گواہی کیلئے ہرگز کوئی قیمت نہیں چاہیں گے" لیکن بعد والی آیات اس پر گواہ ہیں کہ یہ جھوٹی قسم

ہے، اور ابن جریر طبری نے اس قسم کو "فاجرہ قسم" سے تعبیر کیا ہے، نیز اسی طرح ایک دوسرے مقام پر لفظ "قسم" سے قسم کھائی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ)

(سورۂ روم، آیت ۵۵)

"وہ دن جب قیامت برپا ہوگی، مجرمین قسم کھائیں گے، کہ وہ ایک ساعت (ایک گھنٹہ یا ایک گھڑی بھر) سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے ہیں، اور وہ اسی طرح سچ اور حقیقت کی جگہ جھوٹ اور خلاف واقع بیان کرتے ہیں "، اس آیت کا ذیل اس قسم کے جھوٹے ہونے کو بیان کرتا ہے، اور "راغب اصفہانی " کے مطابق "يُؤْفَكُونَ " کا معنیٰ "اعتقادات میں حق سے باطل کی طرف پھرنا اور انحراف پیدا کرنا ہے، اور نیز گفتار میں سچ سے جھوٹ کی طرف پھرنا ہے۔ (اَلْمُفْرَدَاتُ فِي غَرِيْبِ الْقُرْآنِ، ص ۱۹)

پس "قسم اور حَلْف " دونوں اَلفاظ میں تمام اہل لغت کے نزدیک ترادُف و یکسانیت پائی جاتی ہے اور عربی زبان میں مترادف اَلفاظ کا ہونا قابلِ انکار بھی نہیں ہے، اور ایسے اَلفاظ کا لغتِ عرب میں واقع ہونا، خود ترادُف کے ممکن ہونے پر دلیل ہے، عربی زبان میں ترادُف پیدا ہونے کا سبب، موسمِ حج میں مختلف اَقوام وقبائل کا مکہ آنا، اور اہل مکہ وقریش والوں کے ساتھ لین دین اور دیگر معاملات انجام دینا ہے، جس کے نتیجے میں مختلف زبانوں کے کلمات اور اَلفاظ قریش کی لغت میں شامل ہوگئے، اور قریش کے شعراء بھی اِن کلمات کو اپنے اَشعار میں استعمال کرنے لگے، اور کیونکہ قرآن کریم بھی قریش کی زبان میں نازل ہوا، لہٰذا اب یہ دونوں لفظ (قسم اور حَلْف) ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں اور اِن دونوں کے درمیان مکمل طور پر ترادُف حاصل ہوگیا ہے۔

(اَلْقَسَمُ فِي اللُّغَةِ وَفِي الْقُرْآنِ، ص۲۶؛ اَلْمُفْرَدَاتُ فِي غَرِيْبِ الْقُرْآنِ، ص ۴۰۳)

لفظِ یمین کی لغوی تحقیق

اس کا مادّہ اصلی (ی م ن) ہے، اور "اَلْيُمْنُ " کا معنیٰ "برکت " ہے اور نون سے پہلے یاء زیادہ کرنے سے، لفظ "يَمِيْن " بنا ہے، جو "فَعِيْل " کے وزن پر ہے، اور اِس کے متعدد معنیٰ ہیں، جیسے : انسان کا سیدھا ہاتھ، یا اُسکی سیدھی طرف، یا اُسکی قدرت وطاقت، یا مقام ومنزلت وغیرہ، و نیز اِس لفظ کے معانی میں سے ایک معنیٰ "قسم " بھی ہے اور یہ لفظ لفظاً مؤنث ہے اور اِسکی جمع "أَيْمَن و أَيْمَان " آتی ہیں، لفظ "أَيْمُن " میم کے ضمہ کے ساتھ، "قسم " کیلئے وضع کیا گیا ہے، اور کبھی لام تاکید اس پر داخل ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے، "لَيْمُنُ اللهِ " اور اِس صورت میں اِسکا الف (ہمزۂ وصل) ابتداء سے حذف ہوجاتا ہے، اور یہ "لَيْمُنُ اللهِ" ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور اِسکی خبر محذوف ومقدّر رہوتی ہے، اور اصل میں "لَيْمُنُ اللهِ قَسَمِي " تھا۔

(اَلْمُفْرَدَاتُ فِي غَرِيْبِ الْقُرْآنِ، ص ۵۵۲-۵۵۳؛ لِسَانُ الْعَرَبِ، ج ۱۳، ص ۴۶۲)

کبھی لفظ "أَيْمُن " سے نون حذف ہوجاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے، "أَيْمُ اللهِ " اور ہمزہ کا کسرہ "اِيْمُ اللهِ " بھی ذکر ہوا ہے، اور بعض درمیان کی یاء بھی حذف کردیتے ہیں، جیسے "أَمُ اللهِ"، اور کبھی فقط میم کو باقی رکھتے ہیں، جیسے " مُ اللهِ " اور بعض میم کی ہاء کے ساتھ شباہت کی وجہ سے میم کو کسرہ دیتے ہیں، جیسے " مِ اللهِ"۔ اِس لفظ "أَيْمُن " کی مختلف صورتوں میں سے "

مِنِ اللہِ " بھی ہے، جس کو تینوں طرح سے قسم کے اسلوب میں استعمال کیا جاتا ہے، یعنی میم اور نون کے ضمہ کے ساتھ، "مُنُ اللہِ" اور دونوں کے فتحہ کے ساتھ "مَنَ اللہِ" اور دونوں کے کسرہ کے ساتھ "مِنِ اللہِ۔ (لسان العرب، ج ۱۳، ص ۴۶۲)

لفظِ "یمین" سے کوئی ایسا فعل مشتق نہیں ہوتا، جو قسم کے معنیٰ پر دلالت کرے اور زمانے کے ساتھ بھی ملا ہوا ہو، اس لیے نہیں کہا جاتا " یَمَنَ یا أیْمَنَ "، قرآن کریم میں یہ لفظ اسم کے طور پر مفرد، جمع، اسم تفضیل اور اسم مفعول کی صورت میں استعمال ہوا ہے، اور قرآن کریم کے استعمال کے موارد میں زیادہ تر سیدھے ہاتھ، سیدھی جانب اور کسی کے مقام و منزلت کے بیان کرنے کے لئے آیا ہے، اور قرآن کریم میں یہ لفظ، قسم کے معنیٰ میں اکثر جمع (أیمان) کی صورت میں آیا ہے، اور پانچ مقامات پر اس طرح سے بیان ہوا ہے، جیسے: (وَ أَقْسَمُوا بِاللهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ) سورۂ انعام، آیت ۱۰۹، "اور انھوں نے اللہ کی سخت و پختہ قسم کھائی"، اور یہ روش و طریقہ سخت تاکید اور محکم قسم کو بیان کرتا ہے۔

بعض محققین لفظِ "یمین" کے اسلوب اور روش قسم میں استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں: جو بھی یہ چاہتا تھا کہ قسم کھائے، یا اپنے اور کسی دوسرے کے درمیان کوئی عہد و پیمان برقرار کرے، تو وہ دوسرے سے سیدھا ہاتھ ملاتا تھا، اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں کو دباتے تھے، اس طرح گویا وہ اپنے عہد و پیمان کو مضبوط اور پختہ کرتے تھے، اور کیونکہ یہ "یمین" کا لفظ "یُمن" کے مادہ سے لیا گیا ہے، جس کا معنیٰ "برکت" ہے، لہٰذا "یمینُ اللہِ" کہنے کے ساتھ کام میں برکت حاصل ہوجاتی ہے، نیز دونوں کے سیدھے ہاتھ کا ایک دوسرے میں ہونا، ایک دوسرے پر اعتماد اور ایک دوسرے کی حمایت کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔

(المفردات فی غریب القرآن، ص ۵۵۳؛ قاموس القرآن، ج ۷، ۵۵۵)

لفظِ اَلیّہ کے قسم ہونے کی تحقیق

"اَلِیَّۃ"، فَعِیْلَۃ کے وزن پر ہے اور اس کی جمع "ألایا" آتی ہے، یہ لفظ بھی "قسم" کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، یعنی "آلَیْتُ" بمعنی "حَلَفْتُ" ہے، اور یہ لفظ قرآن کریم میں فقط دو بار استعمال ہوا ہے، ایک بار بابِ افعال اور ایک بار بابِ اِفتِعال کی صورت میں آیا ہے، جیسے: (وَ لَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ)۔ (سورۂ نور، آیت ۲۲)

"تم میں سے صاحبانِ ثروت اور مال (بخشش اور تفضّل) کے ترک کرنے پر قسم نہ کھائیں"

بعض نے اس "وَلَا یَأْتَلِ" کو بابِ تفعّل سے "وَ لَا یَتَأَلَّ" قرائت کیا ہے، لیکن مشہور قرّاء نے "وَلَا یَأْتَلِ" ہی قرائت کیا ہے۔

شریعتِ مقدسِ اسلام میں "ایلاء" وہ قسم ہے، جو شوہر اپنی بیوی سے مباشرت و ہمبستری ترک کرنے پر کھاتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے: (لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ)۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۶)

وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ایلاء کرتے ہیں (اور اُن سے مباشرت ترک کرنے پر قسم کھاتے ہیں) اُنکے لئے چار ماہ انتظار کرنا ہے"،

لیکن کبھی کسی کام سے بغیر شرط ہاتھ اُٹھالیا جاتا ہے اور اس کو بھی "ایلاء" کہتے ہیں، لہٰذا یہ لفظ قسم کے معنیٰ میں وسعت پا گیا

ہے، اور قسم کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، اسلئے عربی اشعار میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ (اَلْمُفْرَدَاتُ فِي غَرِيبِ الْقُرآنِ)
بعض لفظِ "أَلِيَّة" کو قسم کا معنیٰ دینے میں قسم کی صریح اور ظاہر نوع سے جانتے ہیں، لیکن دوسرے بعض اِس لفظ کو قسم کے فعل کا قائم مقام قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ لفظ اسلوبِ قسم میں بہت کم استعمال ہوا ہے۔
پس "قسم" کے اِن چاروں اَلفاظ کے لغوی و اصطلاحی معنیٰ کو بیان کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قسم کھانے کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں ہے، بلکہ مختلف اسلوب و روشیں موجود ہیں، جو "قَسَم" کے معنیٰ کا فائدہ دیتے ہیں، اور حقیقت میں "قَسَم" کا اصلی مقصد، خبر کو صحیح قرار دینا اور خبر پر تاکید کرنا ہوتا ہے، لہٰذا ہر وہ لفظ جو اِس مقصد کو مکمل طور پر پورا کرے، نحویین اُس جگہ قسم کو (اگر ظاہر نہ ہو تو) مقدّر مانتے ہیں۔
اِس لئے "علامہ محمد حسین طباطبائی" نے "قَسَم" کی تعریف اِس طرح کی ہے": خبر اور اِنشاء میں سے کسی ایک کے، کسی دوسری ایسی چیز کے ساتھ، جو شرافت اور اَرزش کی قابلیت رکھتی ہو، ایک خاص طرح کا تعلّق اور ارتباط پیدا کرنا"۔
(محمد حسین طباطبائی، اَلْمِيزَانُ فِي تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، ج ٦، قم المقدّسہ، جماعة المدرّسین فی الحوزة العلمیة، بدون تاریخ، ص ٢١٨)

قسم کی شرعی حیثیت کا بیان

اسلام میں قسم اٹھانے کے احکام مختلف ہیں بعض اوقات اس کا اٹھانا فائدہ مند ہے اور بعض اوقات قسم اٹھانا نقصان دہ یعنی گناہ کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا ہم اختصار کے ساتھ چند وجوہ اس کی شرعی حیثیت کو قرآن و سنت کے مطابق بیان کرر ہے ہیں۔

ا۔ واجب قسم

اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔ حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (ملاقات) کے ارادہ سے نکلے، ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھالی، کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے، میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی تھی اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا، مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ (سنن ابوداؤد، باب الایمان)

۲۔ مستحب قسم

جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرانا قسم پر موقوف ہو یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ زائل کرنا قسم پر موقوف ہو یا کسی شر کو رفع کرنا قسم پر موقوف ہو تو ان تمام صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے اسی طرح کسی عبادت کے کرنے اور کسی گناہ کو ترک کرنے کی قسم کھانا مستحب ہے۔

۳۔ مباح قسم

ہر وہ کام جو مباح ہو اس کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا مباح ہے اور جس بات کے سچا ہونے کا یقین ہو یا غالب گمان ہو اس پر قسم کھانا مباح ہے۔

۴۔مکروہ قسم

کسی مکروہ کام کرنے یا کسی مستحب کام کو ترک کرنے کی قسم کھانا مکروہ ہے۔

۵۔حرام قسم

جھوٹی اور خلاف واقع قسم کھانا مکروہ ہے ترجمہ: اور منافق جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت برا کام کرتے تھے۔(المجادلہ ۱۴،۱۳)

۶۔اپنے حق کیلئے قسم کھانا:

محمد بن کعب القرظی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا آپ نے فرمایا: اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑو (المغنی ج ۹ ص ۳۸۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

قسم کی مشروعیت:

والنجم اذاھوی۔(النجم ۱)۔روشن ستارے کی قسم؛ جب وہ غروب ہوا۔

۱۔ثبوت اعتقاد کیلئے قسم:

ترجمہ: کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا؛ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔آپ فرمائیں کیوں نہیں ،میرے رب کی قسم؛ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔(التغابن ۷)

۲۔احکام شرعیہ اور تقویٰ:

رسول اللہ ﷺ نے دنیا ترک کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: سنو؛ خدا کی قسم، میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۰۶۳)

۳۔مخالفین اسلام کی مخالفت کی قسم:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم؛ میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم، میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم؛ میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا، ان شاء اللہ۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۲۸۵)

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي الْأَيْمَانِ الْفَاجِرَةِ

باب: جھوٹی قسم اٹھانے کی شدید (مذمت) کا بیان

3242۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدٍ

بْنِ سِيرِينَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ مَصْبُورَةٍ كَاذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ بِوَجْهِهِ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھائے گا وہ جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر جانے کے لئے تیار رہے۔

جھوٹی قسم کے ذریعہ مال کمانے والے کے لئے عذاب

(۱) عبدالرزاق وسعید بن منصور واحمد وعبد بن حمید بخاری مسلم ابوداؤد وترمذی نسائی ابن ماجہ ابن جریر ابن المنذر ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایسی قسم کھائی جس میں وہ جھوٹا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال مارے تو (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوں گے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی میں نے زمین واپس کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں پھر آپ نے یہودی سے فرمایا تو قسم کھا لے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو قسم کھا لے گا اور میرا مال لے جائے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا۔

(۲) عبد بن حمید، بخاری، مسلم، اور ابن المنذر نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی بازار میں سودا لے کر کھڑا ہوا اور اللہ کی قسم کھانے لگا کہ اس نے اس مال کے اتنے پیسے دیئے تھے جبکہ اس نے اتنے پیسے نہیں دیئے تھے تاکہ مسلمان کو پھنسائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا۔

(۳) احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے عدی بن بحیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امرؤ القیس اور حضرموت کے ایک آدمی کے درمیان جھگڑا تھا اس معاملہ کو دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے آپ نے حضرمی سے فرمایا اپنے گواہ لے آ ورنہ وہ قسم کھا لے گا حضرمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اس نے قسم کھائی تو وہ میری زمین لے جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھائی تاکہ اس کے ذریعہ اپنے بھائی کا حق مار لے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے امرؤ القیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے لیے کیا ہے جو اس کو چھوڑ دے (یعنی اپنے حق کو) حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا حق ہے آپ نے فرمایا جنت (اس کو ملے گی) امرؤ القیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ گواہ ہو جائیے کہ تحقیق میں نے اس (اپنے حق) کو چھوڑ دیا

3242- اسناده صحيح. واخرجه ابن ابی شيبة /57، والبزار في "مسنده" (3611) والروياني في "مسنده" (139)، والطبراني في "الكبير" /18 (445) و (446)، والحاكم /294 4، وابو نعيم في "الحلية" /276 7، والخطيب في "تلخيص المتشابه في الرسم" /1 172، من طريقين عن محمد بن سيرين، بهذا الاسناد. زاد الروياني والطبراني في الموضع الاول: "ليقتطع بها مال امرء مسلم." وهو في "مسند احمد" (19912). واخرجه الطبراني /18 (319) و (320) و (341) من طرق

(اس پر) یہ آیت نازل ہوئی لفظا آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا آخری آیت تک۔

(۴) ابن جریر نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اشعث بن قیس اور ایک آدمی ایک زمین کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لے گئے جو اس آدمی کی زمین ان کے ہاتھ میں تھی جو انہوں نے زمانہ جاہلیت میں لی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس آدمی سے) اپنے گواہ قائم کر اس آدمی نے کہا میرے پاس کوئی گواہ نہیں جو اشعث پر گواہی دے پھر آپ نے اشعث سے فرمایا کہ تیرے لیے قسم (کھانا) ہے اشعث نے عرض کیا ہم قسم کھائیں گے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظا آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ (یہ آیت سن کر) اشعث پیچھے ہٹ گئے اور عرض کیا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور میں تم لوگوں کو بھی گواہ بناتا ہوں کہ میرا مقابل سچا ہے اور اس کی زمین اس کو لوٹا دی اور اپنے پاس سے بہت زیادہ اس کو دے دی۔

(۵) ابن جریر نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے دن کے اول حصہ میں اپنا سامان فروخت کے لیے پیش کیا جب دن کا آخری حصہ (یعنی شام) ہوئی تو ایک آدمی آیا تا کہ اس سے سامان خریدے تو مالک نے قسم کھا کر کہا کہ دن کے اول حصہ میں اتنی قیمت پر اس نے سامان نہیں بیچا اگر شام نہ ہوتی تو میں اس کو اس بھاؤ کے ساتھ فروخت نہ کرتا (اس پر) اللہ تعالیٰ نے اتارا ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا۔

(۶) ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا ابورافع کنانہ بن ابی تحقیق کعب بن الاشرف اور حیی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۷) ابن ابی شیبہ نے ابن عون کے طریق سے ابراہیم محمد اور حسن رحمۃ اللہ علیہم ان تینوں حضرات سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا سے مراد وہ آدمی ہے جو کسی آدمی کے مال کو اپنی قسم کے ذریعہ مار لیتا ہے۔

(۸) مسلم، ابوداؤد، ترمذی نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی حضرموت سے اور ایک آدمی کندہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! اس آدمی نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے جو میرے باپ کی تھی کندی نے کہا یہ زمین میرے قبضہ میں ہے میں اسے کاشت کرتا ہوں اس میں اس کا کوئی حق نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہے اس نے کہا نہیں پھر فرمایا پس تیرے لیے اس کی قسم ہے (یعنی کندی اب قسم کھائے گا) حضرمی نے کہا نہیں پھر فرمایا پس تیرے لیے اس کی قسم کھانے کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ہی یہ کسی چیز سے ڈرتا ہے آپ نے فرمایا تیرے اس میں سے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں وہ آدمی چلا تا کہ قسم کھائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس نے پیٹھ پھیری کہ اگر اس نے ایسے مال پر قسم کھائی تا کہ وہ اس کو ظلم کے طور پر کھا جائے تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملاقات کرے گا جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرنے والا ہوگا۔

(۹) ابوداؤد و ابن ماجہ نے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کندہ سے اور دوسرا حضرموت سے

ایک زمین کے بارے میں جھگڑا لے کر آئے جو یمن میں تھی حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! میری زمین اس کے والد نے غصب کر لی تھی اور اب وہ اس کے ہاتھ میں ہے آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہے عرض کیا نہیں لیکن میں قسم کھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میری زمین کو اس کے باپ نے غصب کیا ہے کندی قسم کھانے کے لیے تیار ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی اگر کسی کا مال قسم کے ذریعہ (ناحق) لے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ جذام والا ہو گا (یعنی اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے) کندی نے (یہ سن کر) کہا یہ زمین اسی کی ہے۔

(۱۰) احمد البزار ابو یعلی طبرانی نے حسن سند کے ساتھ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے دو آدمیوں نے ایک زمین کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا کیا ایک ان میں سے حضر موت سے تھا آپ نے ایک پر قسم لازم فرمائی دوسرے نے شور مچا دیا اور کہا اب تو وہ میری زمین لے جائے گا آپ نے فرمایا اگر قسم کے ذریعہ ظلم کرتے ہوئے اس نے تیری زمین کو ہتھیا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں کرے گا نہ اس کو پاک کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہو گا راوی نے کہا دوسرا آدمی ڈر گیا اور زمین اس کو واپس کر دی۔

(۱۱) احمد بن منیع نے اپنی سند میں اور حاکم نے اس کو صحیح کہا اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایسا گناہ جس کا کفارہ نہیں ہوتا اس میں ہم یمین الغموس کو شمار کرتے تھے کہا گیا یمین غموس کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کوئی آدمی اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعہ کسی دوسرے آدمی کا مال مارے۔

(۱۲) ابن حبان، طبرانی، حاکم نے اس کو صحیح کہا حرث بن برصاء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج میں دو جمروں کے درمیان یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنی جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے بھائی کا مال مارے تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے چاہیے کہ یہ حکم تمہارا حاضر آدمی اپنے غائب کو پہنچا دے دو یا تین مرتبہ آپ نے ایسا فرمایا۔

(۱۳) البزار نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹی قسم مال کو لے جاتی ہے (یعنی مال کو برباد کر دیتی ہے)۔

جھوٹی قسم گھروں کو برباد کر دیتی ہے

(۱۴) بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں سے سب سے جلدی عذاب لانے والا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سب سے جلدی ثواب لانے والی صلہ رحمی ہے اور جھوٹی قسم گھروں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

(۱۵) حرث بن ابی اسامہ اور حاکم نے (اس کو صحیح کہا) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے کسی مسلمان آدمی کا مال جھوٹی قسم کے ذریعہ مار لیا تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے اس کو کوئی چیز نہیں مٹا سکتی اس نقطہ کو قیامت کے دن تک۔

(۱۶) الطبرانی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا کعب بن مالک وابن سعد احمد ونسائی ابن ماجہ نے جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے

روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا مال (جھوٹی) قسم کے ذریعہ مار لیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیں گے اور اس کے لیے آگ واجب کر دیں گے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ مال تھوڑا سا ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ ایک مسواک کیوں نہ ہو۔

(۱۷) ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا حق مار لیا اپنی جھوٹی قسم سے ساتھ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے آگ کو واجب کر دیں گے اس پر جنت و حرام کر دیں گے صحابہ کرام نے عرض کیا اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اگرچہ ایک چھڑی ہو پیلو کے درخت سے (تین مرتبہ ایسا فرمایا)۔

(۱۸) ابن ماجہ، ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی غلام یا باندی اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھاتی ہے اگرچہ ایک تر مسواک پر ہو تو اس کے لیے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔

(۱۹) عبدالرزاق نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے اگرچہ ایک سبز مسواک پر کیوں نہ ہو ابوعبیدہ وحظبی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی جاتی تھی۔

(۲۰) عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹی قسم سامان کو کم کر دیتی ہے (یعنی بکوا دیتی ہے) اور کمائی کو مٹا دیتی ہے۔

(۲۱) عبدالرزاق وعبد بن حمید، ابوداؤد وابن جریر اور حاکم نے اس کو صحیح کہا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور وہ کہا کرتے تھے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کا مال مار لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے ایک کہنے والے نے ان سے کہا کیا یہ ایسی چیز ہے جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ تو فرمایا بلاشبہ تم اس کو ضرور پاؤ گے پھر یہ آیت پڑھی۔ لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم۔

<u>جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے</u>

(۲۴) بخاری نے ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو عورتیں گھر میں جوتا سی رہی تھیں ستال (جس سے سوراخ کرتے ہیں) اس کے ہاتھ سے آر پار نکل گئی تو اس نے دوسری پر دعوی کر دیا مسئلہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے لے جایا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو ان دعوی کے مطابق دے دیا جائے تو چلا جائے گا قوم کا خون اور ان کا مال جس میں وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائیں اور اس کا اقرار کریں پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ لوگوں نے اس کے سامنے اس کا ذکر کیا اس عورت نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

(۲۵) عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جھوٹی قسم کھانا بڑے گناہوں میں سے ہے پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا۔

(۲۶) ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم یہ جانتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے کہ بلاشبہ وہ گناہ جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی وہ جھوٹی قسم ہے جس میں قسم اٹھانے والا جھوٹا ہو۔

(۲۷) ابن ابی حاتم نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے قرآن اس لیے پڑھا تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں سے مال حاصل کرے تو اس حال میں اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا کہ اس کا چہرہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ہوگا یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا۔

(۲۸) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں زاذان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن اس لیے پڑھا تا کہ اس کے ذریعہ (لوگوں سے مال) لے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ ایک ہڈی ہوگا جن پر گوشت (نہ) ہوگا۔

(۲۹) احمد، عبد بن حمید، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا چادر کو (بطور تکبر کے) نیچے لٹکانے والا اپنے سامان کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا اور احسان جتانے والا۔

(۳۰) عب الرزاق، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا ایک وہ آدمی جس نے کسی مسافر کو زائد پانی (جو اس کی ضرورت سے زائد تھا) نہ دیا اور دوسرا وہ آدمی جس نے عصر کے بعد اپنے سامان پر جھوٹی قسم کھائی دوسرے آدمی نے اس کی بات کو سچا قرار دیتے ہوئے اس کو خرید لیا اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی امام کی بیعت کی اگر وہ اس کو کچھ دے تو اس کی وفاداری کرے اور اگر اس کو کچھ نہ دے تو اس کی وفاداری نہ کرے۔

(۳۱) بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کوئی بات نہیں کریں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا بوڑھا زنا کرنے والا محتاج تکبر کرنے والا اور وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے سامان دیا ہو پھر اس کو قسم کے ساتھ بیچتا ہے اور قسم کے ساتھ خریدتا ہے۔

(۳۲) طبرانی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ میں ایسے مرغے کے بارے میں بیان کروں کہ اس کی گردن عرش کے نیچے جھکی ہوئی ہے اور وہ کہتا ہے اے ہمارے رب تو پاک ہے کتنی تیری شان بلند ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ وہ شخص میری نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ آل عمران، بیروت)

بَابٌ فِيمَنْ حَلَفَ يَمِينًا لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا لِأَحَدٍ

باب: جو شخص جھوٹی (قسم) اٹھائے تا کہ اس کے ذریعے کسی شخص کا مال ہڑپ کر لے

3243- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَقَالَ الْأَشْعَثُ فِيَّ وَاللَّهِ كَانَ ذَلِكَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ لِلْيَهُودِيِّ احْلِفْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذًا يَحْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

❀❀ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسی قسم اٹھائے جس میں وہ جھوٹا ہو تا کہ اس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لے تو جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

حضرت اشعث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حکم میرے بارے میں ہے' اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ معاملہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان تھا جب زمین سے متعلق اس نے میرا حق (مجھے دینے سے) انکار کر دیا تھا میں نے یہ معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس ثبوت ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے یہودی سے فرمایا: تم قسم اٹھاؤ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو قسم اٹھا لے گا اور میرا مال ہڑپ کر جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''بے شک جو لوگ اللہ کے نام کی قسموں اور عہدوں کے عوض میں تھوڑی رقم حاصل کرتے ہیں'' یہ آیت آخر تک ہے۔

3244- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي كُرْدُوسٌ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ كِنْدَةَ وَرَجُلًا مِنْ حَضْرَمَوْتَ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَرْضٍ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُو هَذَا وَهِيَ فِي يَدِهِ قَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا وَلَكِنْ أُحَلِّفُهُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّهَا أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُوهُ فَتَهَيَّأَ الْكِنْدِيُّ لِلْيَمِينِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْتَطِعُ أَحَدٌ مَالًا بِيَمِينٍ إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ أَجْذَمُ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ أَرْضُهُ

❀❀ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ''کندہ'' سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اور ''حضر موت'' سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے وہ اس زمین سے متعلق تھا جو یمن میں تھی حضرمی نے کہا: یا

3243-اسناده صحيح. ابو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير، والاعمش: هو سليمان بن مهران. وشقيق: هو ابن سلمة ابو وائل. واخرجه البخاري (2356)، ومسلم (138)، وابن ماجه (2323)، والترمذي (1315) و (3259)، والنسائي في "الكبرى" (5948) و (10945) و (10996) و (10997)، من طريق ابي وائل شقيق بن سلمة بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (3576) و (4212)، و"صحيح ابن حبان" (5084).

رسول اللہ ﷺ! میری زمین کو اس شخص کے والد نے لے لیا تھا اور وہ اس شخص کے پاس ہے' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ لیکن میں اس پر قسم اٹھاتا ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ میری زمین ہے جو اس کے والد نے لی ہوئی تھی تو وہ کندی شخص بھی قسم اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو بھی شخص قسم کے ذریعے کسی کا مال ہڑپ کر لے گا وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا تو وہ معذور ہو گا' تو کندی نے کہا: یہ زمین اس کی ہے۔

3245- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِّنْ كِنْدَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ كَانَتْ لِاَبِيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ فِيْ يَدِيْ اَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ فَاجِرٌ لَا يُبَالِيْ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ لَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذَاكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ لَهٗ فَلَمَّا اَدْبَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالٍ لِيَاْكُلَهٗ ظَالِمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ

حضرت علقمہ بن وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہما اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت موت سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اور کندہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس شخص نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے جو میرے والد کی تھی کندی نے کہا: وہ میری زمین ہے میرے پاس ہے میں اس میں کھیتی باڑی کرتا ہوں اس شخص کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرمی سے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر یہ قسم اٹھالے گا اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ گنہگار آدمی ہے یہ اس چیز کی پرواہ نہیں کرے گا کہ کیا قسم اٹھا رہا ہے؟ یہ کسی چیز سے ڈرتا نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے معاملے کا اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے۔ وہ شخص قسم اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا جب وہ جانے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے ایسی قسم اٹھائی تاکہ وہ ظلم کے طور پر مال کو کھالے تو جب یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس سے منہ پھیر لے گا۔

جھوٹی قسم اٹھانے والے کے دینی احکام کا بیان

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا: صحیحین میں ابووائل کی وساطت سے حضرت عبداللہ کی روایت منقول ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کا مال مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا تو اللہ کے سامنے اس کی پیشی ایسی حالت میں ہوگی کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔ اس کی تصدیق میں آیت مذکورہ آخر تک نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ یہ حدیث بیان کر چکے تو حضرت اشعث بن قیس باہر سے اندر آئے اور پوچھا ابوعبدالرحمن نے تم سے کیا حدیث بیان کی تھی لوگوں نے بتادیا کہ یہ یہ بیان کر

3245- اسنادہ حسن من اجل سماک- وھو ابن حرب- ابو الاحوص: ھو سلام بن سلیم. واخرجہ مسلم (139)، والترمذی (1389)، والنسائی فی "الکبری" (5946)، من طریق ابی الاحوص، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (18863)، و "صحیح ابن حبان" (5074).

رہے تھے حضرت اشعث نے کہا یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی۔ بات یہ ہوئی کہ میرا ایک کنواں میرا چچا کے بیٹے کی زمین میں تھا میں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گذارش کی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اپنے گواہ پیش کرو۔ ورنہ اس کی قسم کو مانو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ تو اس پر قسم کھالے گا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس نے مسلمان آدمی کا مال مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی اور (دانستہ) وہ قسم میں جھوٹا ہو تو قیامت کے دن جب اللہ کی پیشی میں جائے گا تو اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔

بخاری کے طریق سے بغوی نے اپنی سند سے یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے لیکن ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ کی روایت میں حضرت اشعث بن قیس کا قول اس طرح منقول ہے کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان کچھ زمین کا نزاع تھا۔ یہودی (میرے حق کا) منکر تھا) میں اس کو رسول اللہ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تیرے پاس گواہ ہیں میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودی سے فرمایا: تو قسم کھا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ تو قسم کھالے گا اور میرا مال لے جائے گا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بخاری نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک شخص کچھ تجارتی سامان بازار میں لایا اور کسی مسلمان کو پھانسنے کے لیے اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ مجھے اس کی اتنی قیمت ملتی تھی حالانکہ اس کو اس کی بیان کردہ قیمت نہیں ملتی تھی (یا یوں ترجمہ کیا جائے کہ اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے اس سامان کی اتنی قیمت دی ہے یعنی اتنے میں خریدا ہے حالانکہ اس نے اتنی قیمت نہیں دی تھی) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں (کہ ایک کو صحیح ماننے کی صورت میں دوسری کو غلط ماننا ہی پڑے) بلکہ ممکن ہے کہ نزول آیت کے دونوں سبب ہوں (ایک واقعہ بھی ہوا ہو اور دوسرا بھی)

ثَمَنًا قَلِيلًا: سے مراد ہے متاع دنیا خواہ قلیل ہو یا کثیر کیونکہ جنت کی نعمتوں کے مقابل تو دنیا کا کثیر سامان بھی قلیل ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اداء امانت کے عہد اور جھوٹی قسموں کے عوض متاع دنیا حاصل کرتے ہیں ابن جریر نے عکرمہ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت کا نزول کعب بن اشرف حیی بن اخطب اور ان جیسے دوسرے یہودیوں کے حق میں ہوا جو توریت میں نازل شدہ اوصاف محمدی کو چھپاتے بدلتے اور ان کی جگہ دوسری چیزیں درج کیا کرتے تھے اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اس تبدیل وتحریف سے ان کی غرض یہ تھی کہ ان کو کھانے کو ملتا رہے اور جو رشوتیں وہ اپنے متبعین سے لیتے رہتے تھے ان میں فرق نہ آئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے آیت میں اس سبب نزول کا بھی احتمال ہے۔ لیکن اصل سبب نزول وہی ہے جو صحیح حدیث میں آیا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں آیت کی رفتار اور کلام کا سیاق ابن جریر از عکرمہ کی روایت کی صحت کو چاہتا ہے اور جس طرح دونوں مذکورہ بالا حدیثوں میں باہم تضاد نہیں ہے اس طرح ان حدیثوں سے عکرمہ کی روایت کا بھی تضاد نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ اسباب نزول تینوں ہوں۔ علقمہ نے اپنے والد حضرت وائل کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہوئے ایک حضر موت کا دوسرا کندہ کا۔ حضرمی نے عرض کیا: یارسول اللہ اس نے میری زمین چھین لی۔ کندی نے جواب دیا وہ میری زمین ہے۔

میرے قبضہ میں ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہے رسول اللہ نے حضرمی سے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہیں۔ اس نے کہا نہیں فرمایا: تو تم کو اس سے قسم لینے کا حق ہے حضرمی نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ شخص تو علانیہ فاسق ہے کسی چیز سے اس کو باک نہیں۔ اس کو قسم کھانے کی پروا بھی نہ ہوگی فرمایا: اس کے علاوہ اس سے تم کو کوئی حق نہیں چنانچہ کندی جب قسم کھانے چلا اور پشت پھیری تو رسول اللہ نے فرمایا: اگر اس نے ناحق مال کھانے کے لیے قسم کھالی تو اللہ کی پیشی کے وقت خدا اس سے رخ پھیرے ہوئے ہوگا۔

(رواہ مسلم)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ کندی کا نام امراء القیس بن عابس اور اس کے حریف کا نام ربیعہ بن عبدان تھا۔ ابوداؤد کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ جو کوئی قسم کھا کر (کسی کا) کوئی مال مارے گا وہ اللہ کی پیشی کے وقت کوڑھی ہوگا۔ یہ سن کر کندی نے عرض کیا: یہ زمین اسی کی ہے۔ بغوی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ جب کندی نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اس پر امراء القیس (یعنی کندی) نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور اپنے حریف کے حق کا اقرار کرلیا اور زمین اس کو دیدی۔

أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ: ان لوگوں کا راحت آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

حضرت ابوامامہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس نے قسم کھا کر کسی مسلمان شخص کا حق مارا اللہ نے اس کے لیے دوزخ لازم کردی اور جنت اس پر حرام کردی۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو؟ فرمایا: اگرچہ درخت پیلو کی ایک ٹہنی ہو۔ (رواہ مسلم) ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور نے یہ آخری لفظ تین مرتبہ فرمایا۔

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اور قیامت کے دن اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ بعض علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ ان سے ایسا کلام نہیں کرے گا جس سے ان کو خوشی ہو اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔ صحیح یہ ہے کہ (آیت کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ) بطور کنایہ غضبناک ہونا اور رخ پھیر لینا مراد ہے گویا اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ اور حضرت اشعث کی روایت سے ذکر کردی گئی ہے کہ لقی اللہ وھو علیہ غضبان اور حضرت وائل کی روایت سے بیان کیا گیا ہے کہ لیلقین اللہ وھو عنہ معرض۔

وَلَا يُزَكِّيهِمْ: اور اللہ ان کو پاک نہیں بنائے گا یعنی ان کی (پاکی کی) تعریف نہیں کرے گے (یہ مطلب ضعیف ہے) صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ ان کا گناہ معاف نہیں کرے گا کیونکہ یہ بندوں کا حق ہے اس کا بدلہ تو ضرور ملنا ہے۔ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اعمالناموں کی تین مدیں ہیں ایک مد وہ ہے جس کی پروا (سختی کے ساتھ) اللہ نہیں کرے گا۔ دوسری مد وہ ہے جس میں سے کوئی چیز (بغیر عوض کے) نہیں چھوڑے گا تیسری مد وہ ہے جس کو معاف نہیں فرمائے گا۔ جس مد کو معاف نہیں فرمائے گا وہ تو شرک ہے اور جس مد کی کوئی خاص پرواہ نہیں کرے گا وہ خود انسان کا اپنی ذات پر ظلم ہے یعنی وہ حقوق جو براہ راست خدا کے انسان پر ہیں ان کو ادا نہ کرنا (جیسے) کوئی روزہ ترک کر دیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اور وہ مد جس (کے اندراجات) میں سے کوئی چیز (بغیر بدلہ کے) نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کی باہم حق تلفیاں ہیں اس میں لامحالہ بدلہ دینا ہوگا۔ (رواہ الحاکم واحمد)

طبرانی نے بھی ایسی ہی حدیث حضرت سلمان اور حضرت ابوہریرہ کی روایت سے اور بزار نے حضرت انس کی روایت سے

بیان کی ہے اگر اوصاف رسول اللہ کو چھپانے کی وجہ سے آیت کا نزول یہودیوں کے متعلق تسلیم کیا جائے تو عدم مغفرت کا حکم ان کے کفر کی وجہ سے قرار پائے گا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ :اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہوگا یعنی ان کے اعمال کی سزا میں حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ رسول للہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: تین ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت تین بار تلاوت فرمائی حضرت ابوذر نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ ناکام اور نامراد ہوں گے مگر ہیں کون لوگ۔ فرمایا: (غرور سے) تہبند نیچی لٹکانے والا (یعنی ٹخنوں سے نیچے) اور وہ احسان جتلانے والا کہ جب کچھ دیتا ہے تو اس کا احسان ضرور جتلاتا ہے اور جھوٹی قسم کھا کر اپنے مال کی فروخت کو فروغ دینے والا۔ (رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی والنسائی)

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تین ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہوگا ایک وہ شخص جس کے پاس بیابان میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ دوسرے مسافر کو نہ دے ایک وہ شخص جس نے عصر کے بعد (جب کہ بازار میں رونق ہوتی ہے) کچھ سامان تجارت کا فروخت کرنا چاہا اور اللہ کی قسم کھا کر کہ میں نے یہ اتنے میں خریدا ہے حالانکہ بیان کردہ قیمت پر اس نے نہیں خریدا تھا اور لوگوں نے اس کی بات سچ مان لی اور ایک وہ آدمی جس نے امام کی بیعت کی اور صرف دنیا کے لیے کی اگر امام نے کچھ دنیا اسے دے دی تو وفادار رہا اور نہ دی تو اس نے بیعت کی وفا نہ کی (یعنی غداری کی) (رواہ اصحاب الستہ واحمد)

بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ کی ایک مرفوع روایت اس طرح ہے کہ تین ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن بات بھی نہیں کرے گا اور نہ ان پر نظر فرمائے ایک وہ شخص جس نے کسی سامان کے فروخت پر جھوٹی قسم کھا کر کہا کہ میں نے یہ اتنے میں لیا ہے حالانکہ جو قیمت اس نے دی تھی اس سے بتائی ہوئی قیمت زیادہ تھی۔ دوسرا وہ شخص جس نے کسی مسلمان کا مال مارنے کے لیے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی تیسرا وہ آدمی جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا پانی (حاجتمند مسافر کو دینے سے) روک لیا۔ (قیامت کے دن) اللہ اس سے فرمائے گا آج میں تجھ سے اپنا فضل روکتا ہوں جس طرح تو نے اپنے صرف سے بچی ہوئی وہ چیز روک رکھی تھی جو تو نے بنائی بھی نہ تھی (یعنی پانی)۔

طبرانی اور بیہقی نے تین آدمیوں کی تفصیل حضرت سلمان (رضی اللہ عنہ) کی روایت سے اس طرح نقل کی ہے ایک بوڑھا زانی، دوسرا شیخی خور مفلس، تیسرا وہ شخص جس نے اپنا سرمایہ ہی اس بات کو بنا رکھا ہے کہ کچھ بیچے گا تو قسم کھا کر اور خریدے گا تو قسم کھا کر۔ طبرانی نے حضرت عصمہ بن مالک کی روایت سے بھی ایسی ہی مرفوع حدیث نقل کی ہے۔

(تفسیر مظہری، سورہ آل عمران، لاہور)

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْظِيمِ الْيَمِينِ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ

باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس قسم اٹھانے کا اہم ہونا

3246- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ نِسْطَاسٍ مِنْ آلِ كَثِيرِ ابْنِ الصَّلْتِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ أَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِي هٰذَا عَلَى يَمِينٍ آثِمَةٍ وَلَوْ عَلَى سِوَاكٍ أَخْضَرَ إِلَّا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ أَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم اٹھائے گا اگرچہ وہ ایک تازہ مسواک کے بارے میں کیوں نہ ہو تو اسے جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر جانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس کے لئے جہنم واجب ہو جائے گی۔

بَابُ الْحَلِفِ بِالْأَنْدَادِ

باب: بتوں کے نام کی قسم اٹھانا

3247- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے اپنی قسم میں یہ کہے: لات کی قسم! تو اسے لا الہ الا اللہ پڑھ لینا چاہیے اور جو شخص اپنے ساتھیوں سے یہ کہے کہ آؤ! میں تمہارے ساتھ جوا کھیلوں تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔

3248- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوا إِلَّا بِاللهِ وَلَا تَحْلِفُوا بِاللهِ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُونَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے باپ دادا کی اور اپنی ماؤں کی قسم نہ اٹھاؤ اور نہ ہی بتوں کی قسم اٹھاؤ' قسم صرف اللہ کے نام کی اٹھاؤ اور اللہ کے نام کی قسم بھی تم اس وقت اٹھاؤ جب تم سچے ہو۔

مخلوق کی قسم کھانے کی ممانعت

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سواریوں میں پایا اور وہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار کر فرمایا کہ سن لو! اللہ تعالیٰ تمہیں باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، جس شخص کو قسم کھانی ہو تو اللہ کی

قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1061 کتاب ادب کا بیان

اور صحیح مسلم میں ہے:

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباؤاجداد کی قسمیں اٹھانے سے منع کرتا ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت سنی ہے۔ میں نے اس کی قسم نہیں اٹھائی۔اپنی طرف سے ذکر کرتے ہوئے اور نہ کوئی حکایت نقل کرتے ہوئے۔صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1761 قسموں کا بیان: غیر اللہ کی قسم کی ممانعت کے بیان میں

سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ملت اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کی قسم کھائے تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا اور فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا تو اس کو جہنم کی آگ میں اس سے عذاب دیا جائے گا اور مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کرنے کی طرح ہے اور جس نے مومن کو کفر کے ساتھ متہم کیا تو وہ اس کے قتل کی طرح ہے۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1590 قسموں اور نذروں کا بیان) اس شخص کا بیان جو ملت اسلام کے سوا دوسرے مذہب کی قسم کھائے۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لات وعزیٰ کی قسم کھائے تو اسے لا الہ الا اللہ کہنا چاہیے اور اس کو کفر کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْحَلْفِ بِالْآبَاءِ

باب: باپ دادا کی قسم اٹھانے کا مکروہ ہونا

3249- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَهُ وَهُوَ فِي رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَسْكُتْ

❁❁ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پایا کہ وہ چند سواروں کے درمیان موجود تھے اور اپنے والد کے نام کی قسم اٹھا رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات سے منع کیا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسم اٹھاؤ جس نے قسم اٹھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔

3250- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُم قَالَ سَمِعَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ مَعْنَاهُ إِلَى بِآبَائِكُمْ زَادَ قَالَ عُمَرُ فَوَاللهِ مَا حَلَفْتُ بِهَذَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا

❁❁ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنا (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد حسب

3250-اسنادہ صحیح. معمر: ھو ابن راشد, سالم: ھو ابن عبد اللہ بن عمر. واخرجہ مسلم (1646) و. وابن ماجہ (2094), والنسائی (3767) و (3768) من طریق عن سالم عن ابن عمر عن عمر بہ. واخرجہ النسائی (3766)

سابق حدیث ہے) یعنی تمہارے باپ داداؤں' ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں نے جان بوجھ کر یا بھولے سے کبھی یہ قسم نہیں اٹھائی۔

3251- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا يَحْلِفُ لَا وَالْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ

❁❁ سعد بن عبیدہ بیان کرتے ہیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو یہ قسم اٹھاتے ہوئے دیکھا' کعبہ کی قسم! تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائے اس نے شرک کیا۔

3252- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ يَعْنِي فِي حَدِيثِ قِصَّةِ الْأَعْرَابِيِّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ

❁❁ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' (یہ حدیث ایک دیہاتی کے قصے سے متعلق ہے جس میں یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کامیاب ہو گیا اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے ٹھیک کہا ہے۔ یہ جنت میں داخل ہو گیا اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے ٹھیک کہا ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْحَلْفِ بِالْأَمَانَةِ

باب: امانت سے متعلق قسم اٹھانے کا مکروہ ہونا

3253- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ الطَّائِيُّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا

❁❁ حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس نے امانت سے متعلق قسم اٹھائی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بَابُ لَغْوِ الْيَمِينِ

باب: لغو قسم کا بیان

3253-اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية الجعفي، وابن بريدة: هو عبد الله. واخرجه احمد (22980)، والبزار في "كشف الاستار" (1500)، وابو يعلى في "مسنده الكبير" كما في "اتحاف الخيرة" (6600)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (1342)، وابن حبان (4363)، والحاكم /2984، والبيهقي في "السنن" /3010، وفي "شعب الايمان" (11116)، والخطيب البغدادي في "تاريخ بغداد" 3514/

3254 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ السَّامِيُّ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي الصَّائِغَ، عَنْ عَطَاءٍ، فِي اللَّغْوِ فِي الْيَمِينِ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: هُوَ كَلَامُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ، كَلَّا وَاللهِ، وَبَلَى وَاللهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "كَانَ إِبْرَاهِيمُ الصَّائِغُ رَجُلًا صَالِحًا، قَتَلَهُ أَبُو مُسْلِمٍ بِعَرَنْدَسَ، قَالَ: وَكَانَ إِذَا رَفَعَ الْمِطْرَقَةَ فَسَمِعَ النِّدَاءَ سَيَّبَهَا". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ الصَّائِغِ، مَوْقُوفًا عَلَى عَائِشَةَ، وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، وَمَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، وَكُلُّهُمْ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ مَوْقُوفًا

❁❁ عطاء کے حوالے سے لغوقسم کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں سیدہ عائشہ ﷞ نے یہ بات بیان کی ہے: اس سے مراد آدمی کا اپنے گھر میں کلام ہے یعنی اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہے اللہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔

امام ابوداؤد ﷫ فرماتے ہیں: ابراہیم صائغ نامی راوی کو ابومسلم نے ''فرندس'' (کے مقام پر) قتل کر دیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔ ان صاحب نے ہتھوڑی اٹھائی ہوتی تھی جیسے ہی اذان کی آواز سنتے تھے۔ فوراً ہتھوڑی کو رکھ دیتے تھے۔

امام ابوداؤد ﷫ فرماتے ہیں: اسی روایت کو داؤد بن ابوالفرات نے ابراہیم صائغ کے حوالے سے سیدہ عائشہ ﷞ پر ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

اس روایت کو زہری' عبدالملک بن ابی سلمہ اور مالک بن مغول' ان سب نے' عطاء کے حوالے' سیدہ عائشہ ﷞ تک ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

بَابُ الْمَعَارِيضِ فِي الْيَمِينِ

باب: قسم میں ذو معنی جملہ استعمال کرنا

3255 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهَا صَاحِبُكَ، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُمَا وَاحِدٌ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، وَعَبَّادُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ

❁❁ حضرت ابوہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تمہاری قسم سے وہ مفہوم مراد ہوگا جس کا تمہارا ساتھی تصدیق کرے۔

امام ابوداؤد ﷫ بیان کرتے ہیں' اس حدیث کے راوی عبداللہ بن ابوصالح اور عباد بن ابوصالح دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں

3256 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ جَدَّتِهِ، عَنْ أَبِيهَا سُوَيْدِ بْنِ حَنْظَلَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا نُرِيدُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ، فَأَخَذَهُ عَدُوٌّ لَهُ فَتَحَرَّجَ الْقَوْمُ أَنْ يَحْلِفُوا، وَحَلَفْتُ أَنَّهُ أَخِي فَخَلَّى سَبِيلَهُ، فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ تَحَرَّجُوا أَنْ يَحْلِفُوا، وَحَلَفْتُ أَنَّهُ أَخِي، قَالَ: صَدَقْتَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ

حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ان کے ایک دشمن نے انہیں پکڑ لیا لوگوں نے جھوٹی قسم اٹھانے میں حرج محسوس کیا لیکن میں نے یہ قسم اٹھالی کہ یہ میرا بھائی ہے تو دشمن نے انہیں چھوڑ دیا پھر جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس کے بارے میں بتایا کہ لوگوں نے قسم اٹھانے میں حرج محسوس کیا لیکن میں نے قسم اٹھالی کہ یہ میرا بھائی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے صحیح کہا تھا مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَلِفِ بِالْبَرَاءَةِ وَبِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ

باب: اسلام سے بری ہونے یا اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم اٹھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

3257 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو قِلَابَةَ، أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ، أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انہوں نے درخت کے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اسلام کی بجائے کسی اور مذہب کی قسم اٹھائے اور وہ جھوٹی بھی ہو تو وہ شخص ایسا ہو گا جو اس نے کہا ہے اور جو شخص کسی چیز کے ذریعے خودکشی کرلے تو قیامت کے دن سے اسی چیز کے ذریعے عذاب دیا جائے گا اور آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس کے بارے میں کوئی نذر نہیں ہوتی۔

3258 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي ابْنَ وَاقِدٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ: إِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الْإِسْلَامِ، فَإِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَإِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا"

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص نے قسم اٹھاتے ہوئے یہ کہا کہ میں اسلام سے بری ہوں۔ اگر وہ جھوٹا ہو تو بھی وہ ویسا ہی ہو جائے گا۔ جیسا اس نے کہا ہے اور اگر وہ سچا ہو تو وہ

3257-اسنادہ صحیح۔ ابو قلابة: ھو عبداللہ بن زید بن عمرو۔ واخرجہ البخاری (1363)، و مسلم (110)، و ابن ماجہ (2098)، و الترمذی (1624) و (2826)، و النسائی (3770) و (3771) و (3813)

کبھی بھی سلامتی کے ساتھ اسلام کی طرف نہیں آسکے گا۔

بَابُ الرَّجُلِ يَحْلِفُ أَنْ لَا يَتَأَدَّمَ

باب: جو شخص یہ قسم اٹھائے کہ وہ سالن نہیں کھائے گا

3259 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ تَمْرَةً عَلَى كِسْرَةٍ فَقَالَ: هَذِهِ إِدَامُ هَذِهِ

یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے روٹی کے ٹکڑے کے اوپر کھجور رکھی اور فرمایا: یہ اس کا سالن ہے۔

3260 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى، عَنْ يَزِيدَ الْأَعْوَرِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

بَابُ الِاسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِينِ

باب: قسم میں استثناء کرنا

3261 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَقَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ فَقَدِ اسْتَثْنَى"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات پتہ چلی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی قسم اٹھائے اور ان شاء اللہ کہہ دے تو اس نے استثناء کر لیا۔

3262 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَمُسَدَّدٌ، وَهَذَا حَدِيثُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ فَاسْتَثْنَى، فَإِنْ شَاءَ رَجَعَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرَ حِنْثٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قسم اٹھائے اور استثناء کرے تو اب اس کی مرضی ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے اور اگر چاہے تو اسے چھوڑ دے تو وہ قسم توڑنے والا نہیں ہوگا۔

3261 - اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وايوب: هو ابن ابى تميمة السختيانى. واخرجه ابن ماجه (2106)، والنسائى فى "الكبرى" (4752) من طريق سفيان ابن عيينة، بهذا الاسناد. ولفظ ابن ماجه: "من حلف واستثنى فلن يحنث." واخرجه الترمذى (1611) من طريق حماد بن سلمة، عن ايوب، به بلفظ: "من حلف على يمين فقال: ان شاء الله فقد استثنى فلا حنث عليه." واخرجه النسائى فى "الكبرى" (4751)

بَابُ مَا جَاءَ فِي يَمِينِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَتْ

باب: نبی اکرم ﷺ کون سے الفاظ میں قسم اٹھایا کرتے تھے

3263 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَكْثَرُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ بِهَذِهِ الْيَمِينِ: لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ

❁❁ حضرت ابن عمر ﷠ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اکثر ان الفاظ میں قسم اٹھایا کرتے تھے
''دلوں کو پھیرنے والی ذات کی قسم''۔

3264 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ شُمَيْخٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اجْتَهَدَ فِي الْيَمِينِ، قَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری ﷜ بیان کرتے ہیں' جب نبی اکرم ﷺ نے کسی ''قسم'' میں تاکید پیدا کرنی ہوتی تو یہ کہا کرتے تھے ''اس ذات کی قسم! ابوالقاسم کی جان جس کے دست قدرت میں ہے''۔

3265 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: كَانَتْ يَمِينُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا حَلَفَ يَقُولُ: لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے جب قسم اٹھانا ہوتی تھی تو یہ الفاظ کہتے تھے:
''نہیں! میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں (اس کی قسم)''۔

3266 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَيَّاشٍ السَّمَعِيُّ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ دَلْهَمِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَاجِبِ بْنِ عَامِرِ بْنِ الْمُنْتَفِقِ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

3263-اسناده صحيح. سالم: هو ابن عبدالله بن عمر. واخرجه البخاری (6617)، وابن ماجه (2092)، والترمذی (1621)، والنسائی فی "الكبرى" (4685) و (4686) و (7666) من طرق عن سالم، به. ولفظه عند ابن ماجه والنسائی فی الموضع الثانی: "لا ومصرف القلوب." وهو فی "مسند احمد" (4788)، و "صحيح ابن حبان" (4332).

3264-اسناده ضعيف. عاصم بن شميخ لم يرو عنه غير اثنين، ولم يوثقه غير ابن حبان والعجلی، وقال ابو حاتم: مجهول، وقال البزار فی "مسنده" يشهر بالمعروف. وكيع: هو ابن الجراح بن مليح. واخرجه ابن ابی شيبة فی "مصنفه" (12602) -طبعة الرشد-، واحمد فی "مسنده" (11285)، وابنه عبدالله فی "السنة" (1512)، والبيهقی 10/ 2610، والمزی فی "تهذيب الكمال" 13/ 49513 من طريق وكيع بن الجراح، بهذا الاسناد.

3265-اسناده ضعيف. هلال والد محمد -وهو هلال بن ابی هلال المدنی- لا يعرف تفرد ابنه محمد بالرواية عنه. واخرجه ابن ماجه (2093)، والنسائی (4776) من طريق محمد بن هلال، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (7869).

عَنْ لَقِيطِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَلْهَمٌ: وَحَدَّثَنِيهِ أَيْضًا الْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطٍ، أَنَّ لَقِيطَ بْنَ عَامِرٍ، خَرَجَ وَافِدًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَقِيطٌ: فَقَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ حَدِيثًا فِيهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَمْرُ إِلَهِكَ

حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ وفد کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت لقیط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پروردگار کی قسم!

بَابٌ فِي الْقَسَمِ هَلْ يَكُونُ يَمِينًا

باب: کیا لفظ ''قسم'' کے ذریعے ''یمین'' منعقد ہو جاتی ہے

3267 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، أَقْسَمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقْسِمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو قسم دی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم قسم نہ دو۔

3268 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: ابْنُ يَحْيَى كَتَبْتُهُ مِنْ كِتَابِهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَرَى اللَّيْلَةَ فَذَكَرَ رُؤْيَا فَعَبَّرَهَا أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصَبْتَ بَعْضًا، وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا فَقَالَ: أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، بِأَبِي أَنْتَ لَتُحَدِّثَنِّي، مَا الَّذِي أَخْطَأْتُ؟، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقْسِمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے' ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: میں نے گزشتہ رات خواب دیکھا ہے پھر اس نے اپنے خواب کا تذکرہ کیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعبیر بیان کی پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے کچھ ٹھیک بیان کیا ہے اور کچھ غلط بیان کیا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں آپ کی قسم دیتا ہوں یارسول اللہ ﷺ! میرے والد آپ پر قربان ہوں آپ مجھے بتائیے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم قسم نہ دو۔

3269 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ لَمْ يَذْكُرِ الْقَسَمَ

زَادَ فِيهِ وَلَمْ يُخْبِرْهُ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس ﷠ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں لفظ قسم کا ذکر نہیں ہے اور اس میں صرف یہ بات زائد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں نہیں بتایا۔

بَابٌ فِيمَنْ حَلَفَ عَلَى طَعَامٍ لَا يَأْكُلُهُ

باب: جو شخص کسی کھانے کے بارے میں قسم اٹھائے کہ وہ اسے نہیں کھائے گا

3270- حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، أَوْ عَنْ أَبِي السَّلِيلِ، عَنْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: نَزَلَ بِنَا أَضْيَافٌ لَنَا، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَتَحَدَّثُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، فَقَالَ: لَا أَرْجِعَنَّ إِلَيْكَ حَتَّى تَفْرُغَ مِنْ ضِيَافَةِ هَؤُلَاءِ، وَمِنْ قِرَاهُمْ، فَأَتَاهُمْ بِقِرَاهُمْ، فَقَالُوا: لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى يَأْتِيَ أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ، فَقَالَ: مَا فَعَلَ أَضْيَافُكُمْ؟ أَفَرَغْتُمْ مِنْ قِرَاهُمْ؟ قَالُوا: لَا، قُلْتُ: قَدْ أَتَيْتُهُمْ بِقِرَاهُمْ فَأَبَوْا، وَقَالُوا: وَاللَّهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى يَجِيءَ، فَقَالُوا: صَدَقَ، قَدْ أَتَانَا بِهِ فَأَبَيْنَا، حَتَّى تَجِيءَ، قَالَ: فَمَا مَنَعَكُمْ؟ قَالُوا: مَكَانَكَ، قَالَ: وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ، قَالَ: فَقَالُوا: وَنَحْنُ وَاللَّهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى تَطْعَمَهُ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ فِي الشَّرِّ كَاللَّيْلَةِ قَطُّ، قَالَ: قَرِّبُوا طَعَامَكُمْ، قَالَ: فَقَرَّبَ طَعَامَهُمْ، فَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، فَطَعِمَ وَطَعِمُوا، فَأُخْبِرْتُ أَنَّهُ أَصْبَحَ فَغَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي صَنَعَ وَصَنَعُوا، قَالَ: بَلْ أَنْتَ أَبَرُّهُمْ وَأَصْدَقُهُمْ.

⊛⊛ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر ﷠ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ ہمارے ہاں کچھ مہمان آ گئے حضرت ابوبکر ﷠ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رات گئے تک بات چیت کرتے رہے۔ انہوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ جب میں تمہارے پاس واپس آؤں تو تم اپنے ان مہمانوں سے فارغ ہو چکے ہو اور کھانا کھلا چکے ہو' حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر ﷠ ان کے پاس کھانا لے کر آئے تو مہمانوں نے کہا: کہ ہم اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک حضرت ابوبکر ﷠ نہیں آ جاتے حضرت ابوبکر ﷠ آئے انہوں نے دریافت کیا: تمہارے مہمانوں کا کیا حال ہے کیا تم نے انہیں کھانا کھلا دیا ہے؟ تو گھر والوں نے بتایا نہیں! عبدالرحمن بن ابوبکر کہتے ہیں میں نے کہا: میں ان کے پاس کھانا لے کر گیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے جب تک حضرت ابوبکر آ نہیں جاتے مہمانوں نے بتایا: یہ ٹھیک کہہ رہا ہے یہ ہمارے پاس کھانا لے کر آیا تھا لیکن ہم نے انکار کر دیا کہ جب تک آپ نہیں آ جاتے۔ (ہم کھانا نہیں کھائیں گے) حضرت ابوبکر ﷠ نے دریافت کیا: آپ لوگوں نے کیوں نہیں کھایا انہوں نے جواب دیا: آپ کی وجہ سے' حضرت ابوبکر ﷠ نے کہا: اللہ کی قسم! آج رات میں کھانا نہیں کھاؤں گا مہمانوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس وقت تک جب تک آپ نہیں کھائیں گے' حضرت ابوبکر ﷠ نے فرمایا: میں نے آج جتنی بری رات کبھی نہیں دیکھی۔ حضرت ابوبکر ﷠ نے فرمایا: ان کا کھانا انہیں لے کر آؤ حضرت عبدالرحمن ﷠ کہتے ہیں ان کا کھانا سامنے رکھا گیا تو حضرت ابوبکر ﷠ نے بسم اللہ پڑھی پھر انہوں نے

کھانا کھایا تو مہمانوں نے بھی کھانا کھالیا۔

مجھے یہ بتایا گیا کہ اگلے دن وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس بارے میں بتایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اور جو مہمانوں نے کہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ سچے ہو۔

3271 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ، وَعَبْدُ الْأَعْلَى، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ نَحْوَهُ زَادَ عَنْ سَالِمٍ، فِي حَدِيثِهِ قَالَ: وَلَمْ يَبْلُغْنِي كَفَّارَةٌ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ سالم کہتے ہیں: مجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ نبی اکرم ﷺ نے کفارہ کے لئے کہا ہے۔

بَابُ الْيَمِينِ فِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ

باب: رشتے داری کے حقوق پامال کرنے کے بارے میں قسم اٹھانا

3272 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ أَخَوَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيرَاثٌ، فَسَأَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ، فَقَالَ: إِنْ عُدْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الْقِسْمَةِ فَكُلُّ مَالٍ لِي فِي رِتَاجِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: إِنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ، كَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَكَلِّمْ أَخَاكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَمِينَ عَلَيْكَ، وَلَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ الرَّبِّ، وَفِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ، وَفِيمَا لَا تَمْلِكُ

⊛⊛ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انصار سے تعلق رکھنے والے دو بھائیوں کے درمیان وراثت کا معاملہ تھا ان میں سے ایک نے دوسرے سے تقسیم کے لئے کہا تو اس نے کہا: اگر تم نے دوبارہ مجھے تقسیم کے لئے کہا تو میرا تمام مال خانہ کعبہ کے خزانے میں جمع ہو جائے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: خانہ کعبہ تمہارے مال سے بے نیاز ہے تم اپنی قسم کا کفارہ دو اور اپنے بھائی سے بات کرو میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے معاملے میں تم پر کوئی قسم لازم نہیں ہوگی اور کوئی نذر لازم نہیں ہوگی اور رشتے داری کے حقوق پامال کرنے کے معاملے میں بھی نہیں ہوگی اور اس چیز میں بھی نہیں ہوگی جس کے تم مالک نہیں ہو۔

3273 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نَذْرَ إِلَّا فِيمَا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللهِ، وَلَا يَمِينَ فِي قَطِيعَةِ رَحِمٍ

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نذر صرف اس چیز کے بارے میں ہوتی ہے' جس میں اللہ کی رضا کا ارادہ کیا گیا ہو' اور قطع رحمی کے بارے میں قسم

کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔"

3274- حَدَّثَنَا الْمُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَذْرَ وَلَا يَمِينَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ، وَلَا فِي مَعْصِيَةِ اللهِ وَلَا فِي قَطِيعَةِ رَحِمٍ وَمَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَدَعْهَا وَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ فَإِنَّ تَرْكَهَا كَفَّارَتُهَا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ إِلَّا فِيمَا لَا يُعْبَأُ بِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ: رَوَى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، فَقَالَ: تَرَكَهُ بَعْدَ ذَلِكَ، وَكَانَ أَهْلًا لِذَلِكَ قَالَ أَحْمَدُ: أَحَادِيثُهُ مَنَاكِيرُ، وَأَبُوهُ لَا يُعْرَفُ

⚘⚘ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو، اللہ کی نافرمانی کے بارے میں، اور قطع رحمی کے بارے میں نذر اور قسم کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، جو شخص کوئی قسم اٹھائے، اور پھر اس کے علاوہ کام کو زیادہ بہتر سمجھے، تو قسم کو چھوڑ دے، اور وہ کام کرے جو زیادہ بہتر ہو، اسے ترک کرنا ہی اس کا کفارہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ سے منقول تمام روایات میں یہی مذکور ہے، آدمی اس قسم کا کفارہ دے، ما سوائے ان چیز کے جو عام سی ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) میں نے امام احمد سے کہا: یحییٰ بن سعید نے یحییٰ بن عبید اللہ سے روایت نقل کی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے بعد میں اسے ترک کر دیا تھا۔ اور وہ اسی کا اہل تھا۔ امام احمد نے فرمایا: اس کی احادیث منکر ہیں۔ اس کے والد کی شناخت نہیں ہو سکی۔

بَابٌ فِيمَنْ يَحْلِفُ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا

باب: جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھانا

3275- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلَيْنِ، اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّالِبَ الْبَيِّنَةَ فَلَمْ تَكُنْ لَهُ بَيِّنَةٌ فَاسْتَحْلَفَ الْمَطْلُوبَ، فَحَلَفَ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلَى، قَدْ فَعَلْتَ وَلَكِنْ قَدْ غُفِرَ لَكَ بِإِخْلَاصِ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يُرَادُ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْكَفَّارَةِ

3275-اسناده ضعيف. عطاء بن السائب اختلط باخرة، ولا يحتمل مثل هذا المتن وقد عد الإمام الذهبي هذا الحديث في "ميزان الاعتدال" 723/3 من مناكيره. حماد: هو ابن سلمة. ابو يحيى: هو زياد مولى الانصار. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5963) و (5964) من طريق عطاء بن السائب، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (2280).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی سے ثبوت طلب کیا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ سے قسم لی اس نے اللہ کے نام کی قسم اٹھائی اور کہا اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے تم نے جو کیا تمہارے اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کی وجہ سے تمہاری مغفرت کر دی گئی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

بَابُ الرَّجُلِ يُكَفِّرُ قَبْلَ اَنْ يَحْنَثَ

باب: آدمی کا حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرنا

3276 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ اَبِي بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنِّي وَاللهِ اِنْ شَاءَ اللهُ، لَا اَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَاَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَاَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ. اَوْ قَالَ: اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفَّرْتُ يَمِينِي

ابو بردہ نے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو میں نے جو بھی قسم اٹھائی، اور پھر اس کے علاوہ کو اس سے بہتر محسوس کیا تو میں اپنی قسم کا کفارہ دوں گا اور وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہو، (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہو، اور میں اپنی قسم کا کفارہ دوں گا۔

3277 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، اَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَنْصُورٌ يَعْنِي ابْنَ زَاذَانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ، اِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَاَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفِّرْ يَمِينَكَ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ، يُرَخِّصُ فِيهَا الْكَفَّارَةَ قَبْلَ الْحِنْثِ،

حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمان بن سمرہ! جب تم کوئی قسم اٹھاؤ اور پھر اس کے علاوہ کام کو اس سے بہتر محسوس کرو تو وہ کام کرلو، جو زیادہ بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ دیدو!

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) میں نے امام احمد کو سنا ہے انہوں نے حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرنے کی اجازت دی ہے۔

3278 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ

3277-اسناده صحيح، هشيم: هو ابن بشير بن القاسم بن دينار، ويونس: هو ابن عبيد بن دينار، والحسن: هو ابن ابى الحسن يسار البصرى، واخرجه البخارى (7147)، ومسلم (1652)، والترمذى (1609) من طريق يونس، ومسلم (1652) من طريق منصور، كلاهما عن الحسن، به

3278-اسناده صحيح. واخرجه مسلم (1652)، والنسائى فى "الكبرى" (4708) من طريق قتادة، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (20627).

الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ نَحْوَهُ قَالَ: فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ، ثُمَّ ائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَحَادِيثُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، وَعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ رُوِيَ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ الْحِنْثُ قَبْلَ الْكَفَّارَةِ وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ الْكَفَّارَةُ قَبْلَ الْحِنْثِ

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: تم اپنی قسم کا کفارہ دیدو، پھر وہ کام کرو، جو زیادہ بہتر ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) اس بارے میں روایات حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ان سے منقول بعض روایات میں حانث ہونے کا ذکر کفارے سے پہلے ہے، اور بعض میں کفارے کا ذکر حانث ہونے سے پہلے ہے۔

کفارہ قسم سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ کفارہ دس مسکینوں کا کھانا جو محتاج فقیر ہوں جن کے پاس بقدر کفایت کے نہ ہو اوسط درجے کا کھانا جو عموماً گھر میں کھایا جاتا ہو وہی انہیں کھلا دینا۔ مثلاً دودھ روٹی، گھی روٹی، زیتون کا تیل روٹی، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کی خوراک بہت اعلیٰ ہوتی ہے بعض لوگ بہت ہی ہلکی غذا کھاتے ہیں تو نہ وہ ہو نہ یہ ہو تکلف بھی نہ ہو اور بخل بھی نہ ہو، سختی اور فراخی کے درمیان ہو، مثلاً گوشت روٹی ہے، سرکہ اور روٹی ہے، روٹی اور کھجوریں ہیں۔ جیسی جس کی درمیانی حیثیت، اسی طرح قلت اور کثرت کے درمیان ہو۔

حضرت علی سے منقول ہے کہ صبح شام کا کھانا، حسن اور محمد بن خفیہ کا قول ہے کہ دس مسکینوں کو ایک ساتھ بٹھا کر روٹی گوشت کھلا دینا کافی ہے یا اپنی حیثیت کے مطابق روٹی کسی اور چیز سے کھلا دینا، بعض نے کہا ہے ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں کھجوریں وغیرہ دے دینا، امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ گیہوں تو آدھا صاع کافی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کا پورا صاع دے دے۔

ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجوروں کا کفارے میں ایک ایک شخص کو دیا ہے اور لوگوں کو بھی یہی حکم فرمایا ہے لیکن جس کی اتنی حیثیت نہ ہو وہ آدھا صاع گیہوں کا دے دے،

یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن اس کا ایک راوی بالکل ضعیف ہے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ دار قطنی نے اسے متروک کہا ہے اس کا نام عمر بن عبداللہ ہے، ابن عباس کا قول ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد گیہوں مع سالن کے دے دے، امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں لیکن سالن کا ذکر نہیں ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رمضان شریف کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو ایک کمتل (خاص پیمانہ) میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اس میں پندرہ صاع آتے ہیں تو ہر مسکین کے لئے ایک مد ہوا۔ ابن مدویہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے کفارے میں گیہوں کا ایک مد مقرر کیا ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ نضیر بن زرارہ کوفی کے بارے میں امام ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ وہ مجہول ہے گو اس سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے واللہ

اعلم،

پھران کے استاد عمری بھی ضعیف ہیں، امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ گیہوں کا ایک مد اور باقی اناج کے دو مد دے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صاع انگریزی اسی روپے بھر کے سیر کے حساب سے تقریباً پونے تین سیر کا ہوتا ہے اور ایک صاع کے چار مد ہوتے ہیں واللہ اعلم، مترجم) یا ان دس کو کپڑا پہنانا،

امام شافعی کا قول ہے کہ ہر ایک کو خواہ کچھ ہی کپڑا دے دے جس پر کپڑے کا اطلاق ہوتا ہو کافی ہے، مثلاً کرتہ ہے، پاجامہ ہے، تہمد ہے، پگڑی ہے یا سر پر لپیٹنے کا رومال ہے۔

پھر امام صاحب کے شاگردوں میں سے بعض تو کہتے ہیں ٹوپی بھی کافی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ نا کافی ہے، کافی کہنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین سے جب اس کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اگر کوئی وفد کسی امیر کے پاس آئے اور وہ انہیں ٹوپیاں دے تو عرب تو یہی کہیں گے کہ قد کسوا انہیں کپڑے پہنائے گئے۔ لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ محمد بن زبیر ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ موزے پہنانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ کم سے کم اتنا اور ایسا کپڑا ہو کہ اس میں نماز جائز ہو جائے مرد کو دیا ہے تو اس کی اور عورت کو دیا ہے تو اس کی۔

ابن عباس فرماتے ہیں عبا ہو یا شملہ ہو۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک کپڑا ہو اور اس سے زیادہ جو ہو۔ غرض کفارہ قسم میں ہر چیز سوائے جانگئے کے جائز ہے۔ بہت سے مفسرین فرماتے ہیں ایک ایک کپڑا ایک ایک مسکین کو دے دے۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے ایسا کپڑا جو پورا کار آمد ہو مثلاً لحاف چادر وغیرہ نہ کہ کرتہ دوپٹہ وغیرہ ابن سیرن اور حسن دو دو کپڑے کہتے ہیں، سعید بن مسیب کہتے ہیں عمامہ جسے سر پر باندھے اور عبا جسے بدن پر پہنے۔ حضرت ابو موسیٰ قسم کھاتے ہیں پھر اسے توڑتے ہیں تو دو کپڑے بحرین کے دے دیتے ہیں۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر مسکین کیلئے ایک عبا، یہ حدیث غریب ہے، یا ایک غلام کا آزاد کرنا،

امام ابوحنیفہ تو فرماتے ہیں کہ یہ مطلق ہے کافر ہو یا مسلمان، امام شافعی اور دوسرے بزرگان دین فرماتے ہیں اس کا مومن ہونا ضروری ہے کیونکہ قتل کے کفارے میں غلام کی آزادی کا حکم ہے اور وہ مقید ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہیے، دونوں کفاروں کا سبب چاہے جداگانہ ہے لیکن وجہ ایک ہی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت معاویہ بن حکم اسلمی کے ذمے ایک گردن آزاد کرنا تھی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ ایک لونڈی لئے ہوئے آئے۔ حضور نے اس سیاہ فام لونڈی سے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں پوچھا ہم کون ہیں؟ جواب دیا کہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا اسے آزاد کر دو یہ ایماندار عورت ہے۔ پس ان تینوں کاموں میں سے جو بھی کر لے وہ قسم کا کفارہ ہو جائے گا اور کافی ہوگا اس پر سب کا اجماع ہے۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کا بیان سب سے زیادہ آسان چیز سے شروع کیا ہے اور بتدریج اوپر کو پہنچایا ہے۔ پس سب سے سہل کھانا کھلانا ہے۔ پھر اس سے قدرے بھاری کپڑا پہنانا ہے اور اس سے بھی زیادہ بھاری غلام کو

آزاد کرنا ہے۔ پس اس میں ادنی سے اعلیٰ بہتر ہے۔ اب اگر کسی شخص کو ان تینوں میں سے ایک کی بھی قدرت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔

سعید بن جبیر اور حسن بصری سے مروی ہے کہ جس کے پاس تین درہم ہوں وہ تو کھانا کھلا دے ورنہ روزے رکھ لے اور بعض متاخرین سے منقول ہے کہ یہ اس کے لئے ہے جس کے پاس ضروریات سے فاضل چیز نہ ہو معاش وغیرہ پونجی کے بعد جو فالتو ہو اس سے کفارہ ادا کرے،

امام ابن جریر فرماتے ہیں جس کے پاس اس دن کے اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے سے کچھ بچے اس میں سے کفارہ ادا کرے، قسم کے توڑنے کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے واجب ہیں یا مستحب ہیں اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ واجب نہیں،

امام شافعی نے باب الایمان میں اسے صاف لفظوں میں کہا ہے امام مالک کا قول بھی یہی ہے کیونکہ قرآن کریم میں روزوں کا حکم مطلق ہے تو خواہ پے در پے ہوں خواہ الگ الگ ہوں تو سب پر یہ صادق آتا ہے جیسے کہ رمضان کے روزوں کی قضا کے بارے میں آیت (فعدۃ من ایام اخر) فرمایا گیا ہے وہاں بھی پے در پے کی یا علیحدہ علیحدہ کی قید نہیں اور حضرت امام شافعی نے کتاب الام میں ایک جگہ صراحت سے کہا ہے کہ قسم کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے چاہیئں یہی قول احناف اور حنابلہ کا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہے کہ ان کی قرأت آیت (فصیام ثلثة ایام متتابعات) ہے ابن مسعود سے بھی یہی قرأت مروی ہے، اس صورت میں اگرچہ اس کا متواتر قرأت ہونا ثابت نہ ہو۔

تاہم خبر واحد یا تفسیر صحابہ سے کم درجے کی تو یہ قرأت نہیں پس حکماً" یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن مردویہ کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اختیار ہے آپ نے فرمایا ہاں، تو اختیار ہے خواہ گردن آزاد کر خواہ کپڑا پہنا دے خواہ کھانا کھلا دے اور جو نہ پائے وہ پے در پے تین روزے رکھ لے۔ پھر فرماتا ہے کہ تم جب قسم کھا کر توڑ دو تو یہ کفارہ ہے لیکن تمہیں اپنی قسموں کی حفاظت کرنی چاہیے انہیں بغیر کفارے کے نہ چھوڑنا چاہیے اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں واضح طور پر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم شکر گزاری کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، مائدہ ۸۹)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مایہ ناز کتاب "المغنی" میں رقمطراز ہیں۔ "غلہ قیمت کفارہ میں کفائت نہیں کرتی، اور نہ ہی لباس کی قیمت، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غلہ ذکر کیا ہے لہٰذا اس کے بغیر کفارہ ادا نہیں ہو سکتا، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تین اشیاء کے مابین اختیار دیا ہے اور اگر اس کی قیمت دینا جائز ہوتی تو یہ اختیار ان تین اشیاء میں منحصر نہ ہوتا۔ (المغنی لابن قدامۃ المقدسی (256/11)

بَابُ كَمِ الصَّاعُ فِي الْكَفَّارَةِ

باب: کفارے سے متعلق صاع (کا پیمانہ) کتنا ہوگا

3279 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَرْمَلَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبٍ بِنْتِ ذُؤَيْبِ بْنِ قَيْسٍ الْمُزَنِيَّةِ، - وَكَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَسْلَمَ، ثُمَّ كَانَتْ

تَحْتَ ابْنِ أَخٍ لِصَفِيَّةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ حَرْمَلَةَ: فَوَهَبَتْ لَنَا أُمُّ حَبِيبٍ صَاعًا، حَدَّثَتْنَا عَنِ ابْنِ أَخِي صَفِيَّةَ، عَنْ صَفِيَّةَ أَنَّهُ صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَنَسٌ: "فَجَرَّبْتُهُ أَوْ قَالَ: فَحَزَرْتُهُ فَوَجَدْتُهُ مُدَّيْنِ وَنِصْفًا بِمُدِّ هِشَامٍ"

ترجمہ عبدالرحمن بن حرملہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، سیدہ ام حبیب بنت ذؤیب بن قیس مزنیہ رضی اللہ عنہا جو اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کی اہلیہ تھیں پھر اس کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا، جو نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں، کے بھتیجے کی اہلیہ بن گئیں۔ انہوں نے یہ بات بتائی ہے ابن حرملہ کہتے ہیں سیدہ ام حبیب رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک صاع دیا اور انہوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے کے حوالے سے ہمیں یہ بات بتائی انہوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات بتائی کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا ''صاع'' ہے۔

انس نامی راوی بیان کرتے ہیں، میں نے اس کی پیمائش کی تو وہ ہشام کے زمانے کے دو مد اور نصف مد کے برابر تھا۔ (یعنی اڑھائی مد کے برابر تھا)

شرح

"صاع" ایک پیمانہ ہے جس کی جمع اصواع ہے یہ پیمانہ خرید وفروخت میں استعمال ہوتا ہے فقہا میں صاع کے بارے اختلاف ہے۔

صاع کا شرعی استعمال

صاع کو مختلف احکام میں معیار متعین کیا گیا غسل کے پانی اور صدقۃ الفطر میں اس کی مقدار متفق علیہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل ایک صاع سے کرتے اور صدقۃ الفطر کی مقدار بعض اشیاء میں نصف صاع اور بعض میں ایک صاع مقرر کی۔

مدینہ منورہ کے رواج کے مطابق ایک صاع میں چار مد ہوتے اسے ہی شرعی پیمانہ قرار دیا گیا اور اس وقت سے مدینے کے مد کو مد النبی کہا جاتا ہے۔ موجودہ اوزان میں صاع 1803 کلوگرام کا ہوتا ہے۔

(قاموس الفقہ، جلد چہارم، صفحہ 216، خالد سیف اللہ رحمانی، زمزم پبلشر کراچی۔ 2007ء)

فقہا کا اختلاف

امام ابوحنیفہ کے نزدیک 8 رطل کا ایک صاع ہوتا ہے۔

اختلاف کی وجہ

فقہا کے نزدیک صاع دو قسم کا ہے ایک صاع اہل مدینہ کا صاع ہے جسے صاع حجازی کہا جاتا ہے

دوسرا صاع اہل عراق کا ہے جسے صاع حجاجی یا قفیز حجاجی اور صاع بغدادی کہا جاتا ہے۔

صاع حجازی صاع بغدادی سے چھوٹا ہوتا ہے جمہور فقہاء صاع حجازی کو ہی صاع شرعی قرار دیتے ہیں

ایک صاع 8 رطل بغدادی (فتاوی امجدیہ ج 1 ص 384)

اور تولے کے حساب سے دو سو ستر 270 ہوتا ہے۔ (فتاوی رضویہ ج 10 ص 296)

80 تولہ کا پرانا ایک سیر بنتا ہے ایک صاع 4 کلوگرام سے کم ہوتا ہے۔ قرن اول کے مسلمانوں کیلئے اس ابتدائی مدکو زید بن ثابت نے معیار قرار دیا اور جو بعد میں شرعی ضرورتوں کیلئے پیمانے مقرر کئے گئے وہ تقریبا اسی کے مطابق تھے۔ جہاں تک تجارت معاملات کا تعلق ہے ہر قصبے اور علاقے کی طرح صاع اور مد کی مقدار مختلف تھی قدیم پیمانوں کے مطابق ایک صاع چار مد یا پانچ رطل کے برابر ہوتا اور ایک رطل بارہ اوقیہ کے برابر کئی لغت نویسوں نے اپنی تحقیقات کی بنا پر ایک صاع کو 234 تولے کے برابر قرار دیا

(رفیق الحرمین، ص 228 محمد الیاس قادری، مکتبہ المدینہ، کراچی)

3280 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَلَّادٍ أَبُو عُمَرَ، قَالَ: " كَانَ عِنْدَنَا مَكُّوكٌ يُقَالُ لَهُ: مَكُّوكُ خَالِدٍ وَكَانَ كَيْلَجَتَيْنِ بِكَيْلَجَةِ هَارُونَ قَالَ مُحَمَّدٌ: صَاعُ خَالِدٍ صَاعُ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ

ابوعمر کہتے ہیں: ہمارے پاس مکوک تھا، جس کو "خالد کا مکوک" کہا جاتا تھا، جبکہ "کیلجہ" (نامی پیمانہ) ہارون کا تھا، محمد نامی راوی کہتے ہیں: خالد کا صاع، ہشام بن عبدالملک کا صاع تھا۔

3281 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَلَّادٍ أَبُو عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: لَمَّا وُلِّيَ خَالِدٌ الْقَسْرِيُّ أَضْعَفَ الصَّاعَ، فَصَارَ الصَّاعُ سِتَّةَ عَشَرَ رِطْلًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ: " مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَلَّادٍ، قَتَلَهُ الزِّنْجُ صَبْرًا، فَقَالَ بِيَدِهِ: هَكَذَا وَمَدَّ أَبُو دَاوُدَ يَدَهُ وَجَعَلَ بُطُونَ كَفَّيْهِ إِلَى الْأَرْضِ، قَالَ: وَرَأَيْتُهُ فِي النَّوْمِ، فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ اللَّهُ بِكَ؟ قَالَ: أَدْخَلَنِي الْجَنَّةَ، فَقُلْتُ: فَلَمْ يَضُرَّكَ الْوَقْفُ "

امیہ بن خالد کہتے ہیں: جب خالد قسری کو والی بنایا گیا، تو اس نے صاع کو کم کر دیا، تو ایک صاع "سولہ رطل کا ہو گیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) محمد بن محمد بن خلاد کو زنگیوں نے اس طرح باندھ کر قتل کر دیا تھا، امام ابوداؤد نے اپنا ہاتھ پھیلا کے دکھایا، انہوں نے اپنی ہتھیلیوں کا رخ زمین کی طرف رکھا۔ اور کہا: میں نے انہیں خواب میں دیکھا، تو ان سے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا: اس نے مجھے جنت میں داخل کر دیا، تو میں نے کہا: پھر تو وقف نے آپ کو نقصان نہیں پہنچایا۔

بَابٌ فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ

باب: مومن غلام یا کنیز

3282 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، جَارِيَةٌ لِي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ: ائْتِنِي بِهَا، قَالَ: فَجِئْتُ بِهَا، قَالَ: أَيْنَ اللَّهُ؟ قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک کنیز ہے میں نے اس

کی پٹائی کر دی۔ نبی اکرم ﷺ کو میری یہ بات بہت بری لگی میں نے عرض کی: کیا میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے لے کر آؤ۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں اسے لے کر آیا نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: آسمان میں نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: میں کون ہوں؟ اس نے عرض کی: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا: تم اسے آزاد کر دو یہ مؤمن ہے۔

3283- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الشَّرِيدِ أَنَّ أُمَّهُ أَوْصَتْهُ أَنْ يُعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي أَوْصَتْ أَنْ أُعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً، وَعِنْدِي جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ نُوبِيَّةٌ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَرْسَلَهُ لَمْ يَذْكُرِ الشَّرِيدَ

ابوسلمہ' شرید ؓ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' ان کی والدہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی طرف سے کسی مؤمن غلام یا کنیز کو آزاد کر دیا جائے' وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ نے یہ وصیت کی تھی کہ میں ان کی طرف سے مؤمن غلام یا کنیز کو آزاد کر دوں میرے پاس ایک سیاہ فام کنیز ہے جو نوبیہ (یعنی نوب کی رہنے والی ہے) اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں: خالد بن عبد اللہ نے اس روایت کو مرسلاً روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس میں شرید نامی راوی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

3284- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوزَجَانِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً، فَقَالَ لَهَا: أَيْنَ اللهُ؟ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ بِأُصْبُعِهَا، فَقَالَ لَهَا: فَمَنْ أَنَا؟ فَأَشَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى السَّمَاءِ يَعْنِي أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، فَقَالَ: أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں: ایک شخص ایک سیاہ فام کنیز کو ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ذمہ ایک مومن کو آزاد کرنا لازم ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس کنیز سے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے اپنی انگلی کے ذریعے آسمان کی طرف اشارہ کیا، نبی اکرم ﷺ نے اس کنیز سے دریافت کیا: میں کون ہوں؟ تو اس نے پہلے نبی اکرم ﷺ کی طرف اور پھر آسمان کی طرف اشارہ کیا، یعنی آپ اللہ کے رسول ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے آزاد کر دو یہ مومن ہے۔

بَابُ الِاسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِينِ بَعْدَ السُّكُوتِ

باب: قسم میں سکوت کے بعد استثناء کرنا

3285 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا، وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا، وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا، ثُمَّ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ أَسْنَدَ هَذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَسْنَدَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: عَنْ شَرِيكٍ، ثُمَّ لَمْ يَغْزُهُمْ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا۔ اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا۔ پھر آپ نے ''انشاء اللہ'' کہہ دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کو کئی راویوں نے شریک کے حوالے سے' سماک کے حوالے سے' عکرمہ کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ولید بن مسلم نامی راوی نے شریک کے حوالے سے اس میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہیں کی۔

3286 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ بِشْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، يَرْفَعُهُ، قَالَ: وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا، ثُمَّ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا إِنْ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا ثُمَّ سَكَتَ، ثُمَّ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ فِيهِ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ شَرِيكٍ قَالَ: ثُمَّ لَمْ يَغْزُهُمْ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مرفوع روایت کے طور پر اس کو نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا پھر آپ نے فرمایا: ''انشاء اللہ'' پھر آپ نے فرمایا: میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا پھر آپ خاموش رہے پھر آپ نے ''انشاء اللہ'' کہا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ولید بن مسلم نامی راوی نے شریک کے حوالے سے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہیں کی۔

3286-اسناده ضعيف. ابن بشر: هو محمد بن بشر العبدي، ومسعر: هو ابن كدام ابن ظهير الهلالي. واخرجه عبد الرزاق (11306) و (16123)، والطحاوي في "مشكل الآثار" (1929)، والبيهقي 10/ 48 من طرق عن مسعر، بهذا الاسناد. واخرجه ابو يعلى (2675)، والطحاوي في "مشكل الآثار" (1928)، وابن حبان (4343)، وابو نعيم في "الحلية" 3443/ و 2417/، والخطيب البغدادي في "تاريخ بغداد" 4047/ من طرق عن مسعر، عن سماك، عن عكرمة، عن ابن عباس موصولاً.

بَابُ النَّهْيِ عَنِ النُّذُورِ

باب: نذر ماننے کی ممانعت

3287 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، قَالَ عُثْمَانُ الْهَمْدَانِيُّ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: اَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النَّذْرِ ثُمَّ اتَّفَقَا وَيَقُولُ: - لَا يَرُدُّ شَيْئًا، وَاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النَّذْرُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع کر دیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں: نذر کسی چیز (یعنی مصیبت) کو واپس نہیں کرتی اس کے ذریعے کنجوس سے مال نکلوایا جاتا ہے۔

مسدد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نذر کسی چیز (یعنی مصیبت) کو واپس نہیں کرتی

3288 - حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ، قَالَ: قُرِءَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَاَنَا شَاهِدٌ، اَخْبَرَكُمُ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَأْتِي ابْنَ آدَمَ النَّذْرُ الْقَدَرَ بِشَيْءٍ لَمْ اَكُنْ قَدَّرْتُهُ لَهُ، وَلَكِنْ يُلْقِيهِ النَّذْرُ الْقَدَرَ قَدَّرْتُهُ، يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَخِيلِ يُؤْتِي عَلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ يُؤْتِي مِنْ قَبْلُ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) نذر انسان کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں لاتی، جو میں نے اس کے مقدر میں نہیں لکھی، نذر انسان کی طرف صرف وہی چیز لاتی ہے، جو میں نے اس کے مقدر میں طے کی ہو، (اس کے ذریعے) بخیل سے مال نکلوایا جاتا ہے، اور اس کی بنیاد پر وہ ملتا ہے، جو اس سے پہلے نہیں ملتا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّذْرِ فِي الْمَعْصِيَةِ

باب: گناہ کے کام کی نذر ماننا

3287- اسناده صحيح. ابو عوانة: هو الوضاح بن عبد الله اليشكري، وعبد الله بن مرة: هو الهمداني الخارفي. واخرجه البخاري (6608) و (6693)، ومسلم (1639)، وابن ماجه (2122)، والنسائي في "الكبرى" (4724) و (4725) و (4726) من طرق عن منصور بهذا الاسناد. بعضهم يقول: "من البخيل"، وبعضهم يقول: "من الشحيح"، وبعضهم يقول: "اللئيم"، ورواية ابن ماجه دون قوله: "لا يرد شيئاً". وهو في "مسند احمد" (5275)، و"صحيح ابن حبان" (4375) و (4377). واخرجه البخاري (6692) من طريق سعد بن الحارث، ومسلم (1639)

3288- اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله، وابو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان، وعبد الرحمن بن هرمز: هو الاعرج. واخرجه البخاري (6694)، ومسلم (1640) (7)، وابن ماجه (2123)، والنسائي في "الكبرى" (4727) من طريقين عن عبد الرحمن بن هرمز، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (6659) من طريق همام بن منبه، ومسلم (1640) (5) و (6)، والترمذي (1619)، والنسائي (4728) من طريق عبد الرحمن بن يعقوب الحرقي، كلاهما، عن ابي هريرة. وهو في "مسند احمد" (7208) و (7298)، و"صحيح ابن حبان" (4376)

3289 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأَيْلِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللهَ فَلَا يَعْصِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اس بات کی نذر مانے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اسے اس کی اطاعت کرنی چاہیے اور جو یہ نذر مانے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اسے اس کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔

بَابُ مَنْ رَأَى عَلَيْهِ كَفَّارَةً إِذَا كَانَ فِي مَعْصِيَةٍ

باب: جن کے نزدیک ایسے شخص پر کفارہ لازم ہوگا جبکہ نذر معصیت سے متعلق ہو

3290 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: گناہ میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

3291 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِمَعْنَاهُ وَإِسْنَادِهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ، يَقُولُ: قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، يَعْنِي فِي هَذَا الْحَدِيثِ حَدَّثَ أَبُو سَلَمَةَ، فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّ الزُّهْرِيَّ، لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: وَتَصْدِيقُ ذَلِكَ مَا حَدَّثَنَا أَيُّوبُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ: "أَفْسَدُوا عَلَيْنَا هَذَا الْحَدِيثَ. قِيلَ لَهُ وَصَحَّ إِفْسَادُهُ عِنْدَكَ وَهَلْ رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ أَيُّوبُ: كَانَ أَمْثَلَ مِنْهُ يَعْنِي أَيُّوبَ بْنَ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، وَقَدْ رَوَاهُ أَيُّوبُ"

امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں میں نے امام احمد ؒ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' وہ فرماتے ہیں: ابن مبارک' اس حدیث کے بارے میں' فرماتے ہیں۔ یہ ابی سلمہ (سے منقول) حدیث ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زہری نے اس روایت کو ابوسلمہ سے نہیں سنا ہے۔

امام داؤد ؒ فرماتے ہیں۔ میں نے امام احمد بن حنبل ؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ ان (راویوں) نے ہمارے لیے اس

3289-اسناده صحيح. القاسم: هو ابن محمد بن ابى بكر الصديق. وهو فى "الموطا" 476.2/ واخرجه البخارى (6696) و (6700)، وابن ماجه (2126)، والترمذى (1605) و (1606)، والنسائى فى "الكبرى" (4729) و (4730) و (4731) من طريقين عن طلحة بن عبدالملك الايلى، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (24075)، و "صحيح ابن حبان" (4387).

روایت (یعنی اس کی استنادی حیثیت کو) خراب کر دیا ہے۔

ان سے دریافت کیا گیا' آپ کے نزدیک اس کی خرابی درست ہے؟ اور کیا ابن ابی اویس کے علاوہ کسی اور نے بھی اس کو روایت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایوب (نے کیا ہے) لیکن وہ بھی اس کی مانند ہے۔

ان کی مراد ایوب بن سلیمان بن بلال ہے۔ اس روایت کو ایوب نے نقل کیا ہے۔

3292 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا اَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ اَبِي اُوَيْسٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنِ ابْنِ اَبِي عَتِيقٍ، وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ يَحْيَى بْنَ اَبِي كَثِيرٍ، اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، قَالَ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، اِنَّمَا الْحَدِيثُ حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ اَرْقَمَ وَهِمَ فِيهِ وَحَمَلَهُ عَنْهُ الزُّهْرِيُّ، وَاَرْسَلَهُ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللهُ. قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى بَقِيَّةُ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ، بِاِسْنَادِ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، مِثْلَهُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گناہ میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

امام احمد بن محمد مروزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' یہ حدیث علی بن مالک کے حوالے سے یحییٰ بن ابو کثیر کے حوالے سے محمد بن زبیر سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

ان کی مراد یہ ہے کہ سلیمان بن ارقم نے اس روایت میں وہم کیا ہے اور ابو سلمہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

3293 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، قَالَ: اَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْاَنْصَارِيُّ، اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زَحْرٍ، اَنَّ اَبَا سَعِيدٍ، اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَالِكٍ، اَخْبَرَهُ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اُخْتٍ لَهُ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ، فَقَالَ: مُرُوهَا فَلْتَخْتَمِرْ، وَلْتَرْكَبْ، وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یہ بات بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے بارے میں دریافت

3293-حدیث صحیح دون قوله: "ولتصم ثلاثة ایام" وهذا اسناد ضعیف، عبید الله ابن زحر مختلف فیه والاکثر علی تضعیفه. ابو سعید: هو الرُّعینی جُعثل بن هاعان، وعبد الله بن مالک: هو الیحصبی. واخرجه ابن ماجه (2134)، والترمذی (1625)، والنسائی (3815) من طرق عن یحیی بن سعید الانصاری، بهذا الاسناد. وقال الترمذی: هذا حدیث حسن، والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم، وهو قول احمد واسحاق. واخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار" /1293، والطبرانی /17 (886) دون قوله: "ولتصم ثلاثة ایام" وسنده حسن. وهو فی "مسند احمد" (17306)

کیا: کہ اس نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ پیدل حج کرے گی اور سر پر کوئی چیز نہیں لے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے کہو کہ سر پر چادر لے سوار ہو جائے اور تین دن روزے رکھے۔

3294 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زَحْرٍ، مَوْلًى لِبَنِي ضَمْرَةَ وَكَانَ أَيَّمَا رَجُلٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الرُّعَيْنِيَّ، أَخْبَرَهُ بِإِسْنَادِ يَحْيَى وَمَعْنَاهُ

⊛⊛ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میری بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ بیت اللہ پیدل جائے گی تو اس نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کروں' میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو جائے۔ (یعنی وہ سوار ہو کر جا سکتی ہے)

3295 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ يَعْنِي أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ أُخْتِكَ شَيْئًا، فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً، وَلْتُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهَا

⊛⊛ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میری بہن نے یہ نذر مانی ہے (کہ وہ پیدل حج کے لئے جائے گی) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے مشقت کا شکار ہونے کا کوئی اجر نہیں دے گا اسے سوار ہو کر حج کرنا چاہیے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دینا چاہیے۔

3296 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ "فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا"

⊛⊛ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کے لئے جائے گی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا: اس سے کہو کہ وہ سوار ہو جائے، اور جانور قربان کرے۔

3295-اسناده ضعیف لسوء حفظ شریک -وهو ابن عبد الله القاضی- وقال البیهقی 10/ 80: تفرد به شریک القاضی. ابو النضر: هو هاشم بن القاسم بن مسلم اللیثی، وکریب: هو ابن ابی مسلم مولی ابن عباس. واخرجه احمد (2828) و (2885)، وابو یعلی فی "مسنده" (2443)، وابن خزیمة (3046) و (3047)، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار" 3/ 130، وابن حبان (4384)، والحاکم 4/ 302، والبیهقی 10/ 80 من طرق عن شریک، بهذا الاسناد

3296-اسناده صحیح، کما قال ابن الترکمانی فی "الجوهر النقی" 10/ 80، والحافظ فی "التلخیص الحبیر" 4/ 178. ابو الولید: هو هشام بن عبد الملک الطیالسی، وهمام: هو ابن یحیی العوذی، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسی. واخرجه احمد فی "مسنده" (2134) و (2139) و (2278) و (2834)، والدارمی (2335)، وابن الجارود (636)، وابو یعلی فی "مسنده" (2737)، وابن خزیمة (3045)، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار" 3/ 131، وفی "شرح مشکل الآثار" (2151)، والطبرانی فی "المعجم الکبیر" (11828)، والبیهقی 10/ 79

3297 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا بَلَغَهُ أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً، قَالَ: إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ نَذْرِهَا مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، نَحْوَهُ وَخَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ پتہ چلا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کے لئے جائے گی تو آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس کی نذر سے بے نیاز ہے تم اس سے کہو کہ وہ سوار ہو جائے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3298 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ بِمَعْنَى هِشَامٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الْهَدْيَ وَقَالَ: فِيهِ مُرْ أُخْتَكَ فَلْتَرْكَبْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ بِمَعْنَى هِشَامٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: تم اپنی بہن سے کہو کہ وہ سوار ہو جائے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3299 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ، حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللهِ، فَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ پیدل بیت اللہ تک جائے گی، اس نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اس کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کروں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو جائے۔

3300 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فِي الشَّمْسِ فَسَأَلَ عَنْهُ، قَالُوا: هَذَا أَبُو

3299- اسناده صحيح. ابن جريج: هو عبد الملك بن عبد العزيز، وابو الخير: هو مرثد بن عبد الله اليزني. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (15873). واخرجه البخاري (1866)، ومسلم (1644)، والنسائي في "الكبرى" (4737) من طريق ابن جريج، بهذا الاسناد. واخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (2150)

3300- اسناده صحيح. وهيب: هو ابن خالد بن عجلان الباهلي، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه البخاري (6754)، وابن ماجه (2136 م) من طرق عن وهيب، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (4385). واخرجه ابن ماجه (2136) عن عطاء، عن ابن عباس.

إِسْرَائِيلَ نَذَرَ أَنْ يَقُومَ، وَلَا يَقْعُدَ، وَلَا يَسْتَظِلَّ، وَلَا يَتَكَلَّمَ، وَيَصُومَ. قَالَ: مُرُوهُ فَلْيَتَكَلَّمْ، وَلْيَسْتَظِلَّ، وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اس دوران ایک شخص دھوپ میں کھڑا ہوا تھا، آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا: یہ ابواسرائیل ہے، اس نے یہ نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، اور سائے میں نہیں آئے گا، (کسی کے ساتھ) کلام نہیں کرے گا، اور روزہ رکھے گا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو: کلام کرے، سائے میں آجائے، بیٹھ جائے اور اپنا روزہ مکمل کرلے۔

3301 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَى رَجُلًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے جارہا تھا آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا: تو لوگوں نے بتایا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کے اپنی ذات کو اذیت پہنچانے سے بے نیاز ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدایت کی وہ سوار ہو جائے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3302 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ، أَنَّ طَاوُسًا، أَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ يَقُودُهُ بِخِزَامَةٍ فِي أَنْفِهِ، فَقَطَعَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَقُودَهُ بِيَدِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے طواف کے دوران ایک شخص کے پاس سے گزرے، جس کی ناک میں رسی ڈال کر، دوسرا شخص اسے لے کر چل رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے ذریعے اس کی رسی کاٹ دی اور (دوسرے شخص کو) یہ ہدایت کی کہ وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر چلے۔

3303 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللهِ السُّلَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ، عَنْ مَطَرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً،

3301-اسناده صحيح. حميد الطويل: هو ابن ابي حميد. ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وثابت البناني: هو ابن اسلم. ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخاري (1865) و (6751)، ومسلم (1642)، والترمذي (1617)، والنسائي في "المجتبى" (3852) و (3853)

3302-اسناده صحيح. حجاج: هو ابن محمد الاعور. وابن جريج: هو عبدالملك ابن عبد العزيز. وطاووس: هو ابن كيسان. واخرجه البخاري (1620) و (1621) و (6702) و (6703)، والنسائي في "الكبرى" (4733) و (4734) من طرق عن ابن جريج، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (3442) و (3443)، و "صحيح ابن حبان" (3831) و (3832).

وَأَنَّهَا لَا تُطِيقُ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ أُخْتِكَ، فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ پیدل چل کے جا کر حج کرے گی حالانکہ وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے، اسے سوار ہو جانا چاہیے، اور قربانی کرلے۔

3304 - حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِمَشْيِ أُخْتِكَ إِلَى الْبَيْتِ شَيْئًا

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میری بہن نے بیت اللہ تک پیدل چل کے جانے کی نذر مانی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے بیت اللہ تک پیدل جانے پر، کچھ نہیں کرے گا۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ

باب: جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ بیت المقدس میں نماز ادا کرے گا

3305 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَجُلًا، قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ لِلَّهِ إِنْ فَتَحَ اللهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ، أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: صَلِّ هَاهُنَا، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: صَلِّ هَاهُنَا، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: شَأْنُكَ إِذَنْ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ نَحْوُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مکہ کو فتح کر دیا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت ادا کروں گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہاں نماز ادا کرلو! اس نے دوبارہ یہ سوال کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہاں نماز ادا کرلو! اس نے پھر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تمہاری مرضی ہے۔

3306 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، الْمَعْنَى حَدَّثَنَا رَوْحٌ

3306-حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة يوسف بن الحكم، ويشهد له حديث جابر بن عبد الله السالف عند المصنف قبله. مخلد بن خالد: هو ابن يزيد، وابو عاصم: هو الضحاك بن مخلد الشيباني، وعباس العنبري: هو عباس بن عبد العظيم، وروح: هو ابن عبادة القيسي. واخرجه عبد الرزاق (15890)، واحمد (23169) و (23170)، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" /12145 و 122 و 123، والمزي في ترجمة حفص بن عمر بن عبد الرحمن في "تهذيب الكمال" /317-32 من طرق عن ابن جريج، بهذا الاسناد.

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ الْحَكَمِ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ، اَنَّهُ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَعَمْرٍو - وَقَالَ عَبَّاسٌ: ابْنُ حَنَّةَ - اَخْبَرَاهُ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ رِجَالٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْخَبَرِ زَادَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ، لَوْ صَلَّيْتَ هَاهُنَا لَاَجْزَاَ عَنْكَ صَلَاةً فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْاَنْصَارِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، فَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عُمَرَ: وَقَالَ عَمْرُو بْنُ حَيَّةَ: وَقَالَ اَخْبَرَاهُ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَنْ رِجَالٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ حضرت عمر بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے اگر تم یہاں نماز ادا کرلو تو یہ تمہارے لیے بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کی جگہ کافی ہوگا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت کو انصاری نے ابن جریج کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں' جعفر بن عمر اور عمرو بن حیہ نے اس روایت کو حضرت عبدالرحمن بن عوف کے حوالے سے اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(۱) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ کے بارے میں روایت کیا کہ یعلمہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ اس کو شمار کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور کثرت عطیہ کا واقعہ

(۲) عبدالرزاق اور بخاری نے ابن شہاب کے طریق سے عوف بن حرث بن طفیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں شریک بھتیجے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس عطیہ کے بارے میں فرمایا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عطا کیا تھا کہ اللہ قسم! حضرت عائشہ (اس سخاوت سے) باز آجائیں یا میں ان پر پابندیاں لگادوں گا (یہ بات جب ان کو پہنچی) تو انہوں نے پوچھا کیا اس نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اللہ کے لیے نذر مانتی ہوں کہ ابن زبیر سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کے ذریعہ سفارش کرائی جب ان کا قطع تعلق لمبا ہوگیا اور فرمایا میں اس بات میں کبھی بھی کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی اور میں اپنی نذر کو نہیں توڑوں گی جو میں نے نذر کی قسم کھائی ہے۔ جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر وقت زیادہ گذر گیا تو انہوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث سے بات کی وہ دونوں بنوزہرہ میں سے تھے ان سے فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم دونوں مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل کردو اس لیے کہ ان کے لیے مجھ سے قطع کلامی کی نذر ماننا حلال نہیں۔ مسور اور عبدالرحمن نے ان کو اپنی چادر میں چھپالیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اندر جانے کی اجازت مانگی) انہوں نے فرمایا داخل ہوجاؤ پھر انہوں نے پوچھا کیا ہم سب داخل ہوجائیں؟ اے ام المؤمنین! فرمایا ہاں سب داخل ہوجاؤ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں جب دروازے کے اندر گئے تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ پردہ کے اندر داخل ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لپٹ گئے اور ان کو قسم دینا اور رونا شروع کر دیا مسور اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قسمیں دینا شروع کیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بات کر لیں اور ان سے (معذرت) قبول کر لیں اور دونوں حضرات کہتے رہے کہ آپ جانتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے کہ کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے (یعنی اس سے قطع تعلق کر لے) جب انہوں نے بہت اصرار کیا اور نصیحت کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے ان سے فرمایا کہ میں نے سخت نذر مانی ہوئی ہے وہ لوگ برابر ان کو نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما (اپنے بھانجے) سے بات کر لی اور اپنی نذر کے کفارہ کے طور پر چالیس غلاموں کو آزاد فرمایا ان غلاموں کے آزاد کرنے کے بعد بھی وہ اس (نذر) کو یاد کر کے اتنا روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔

(۳) ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن حجیرہ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا میں نے اپنے بھائی سے نہ بولنے کی نذر مانی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ شیطان کا ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام اس نے نذر رکھا تھا اور جس شخص نے ان تعلقات کو ختم کرنے کی نذر مانی جس کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم فرمایا ہے تو اس پر لعنت اترتی ہے۔

(۴) مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس بات کی نذر مان لی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو اس کو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جس شخص نے اس بات کی نذر مان لی کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اس کو چاہیے نافرمانی نہ کرے۔

(۵) ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی اس کو چاہیے کہ اس کی اطاعت کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مان لی اس کو چاہیے کہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

(۶) ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کی نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

گناہ کی نذر پوری کرنا لازم نہیں

(۷) ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک عورت قید کر لی گئی اور غضباء اونٹنی بھی پکڑی گئی وہ عورت اس اونٹنی کی پشت پر بیٹھ گئی پھر اس عورت نے اس کو ڈانٹا تو وہ چل پڑی اور اس نے یہ نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی پر نجات دے دی تو میں اس کو ذبح کر دوں وہ جب مدینہ منورہ آئی تو لوگوں نے دیکھا اور کہنے لگے کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی غضباء ہے وہ عورت کہنے لگی میں نے تو نذر مان لی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ذریعہ نجات دی تو میں اس کو ذبح کروں گی۔ لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور یہ بات ان کو

بتائی تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ !اس نے کتنی جزا دی ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر اس کے ذریعہ نجات دی تو وہ اس کو ذبح کرے گی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا اور نہ اس چیز میں نذر کو پورا کیا جائے گا جس کا انسان مالک نہیں۔

(۸) ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر کا کفارہ جب وہ نام نہ لے (متعین نہ کرے) تو قسم والا کفارہ ہے۔

(۹) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ پر اس نذر کا پورا کرنا لازم نہیں ہے جس کا وہ مالک نہ ہو۔

(۱۰) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر (ماننے) سے منع فرمایا کہ نذر خیر کو نہیں لاتی اور بلاشبہ اس کے ذریعے بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔

(۱۱) مسلم، ترمذی، اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر مت مانو کیونکہ نذر تقدیر کا ٹالنے کا فائدہ نہیں دیتی اور بلاشبہ (اس کے ذریعے) بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔

(۱۲) بخاری، مسلم، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کو نذر کوئی چیز نہیں پہنچاتی جو میں نے اس کی تقدیر میں نہیں لکھی بلکہ نذر کبھی اس تقدیر سے موافقت کر جاتی ہے جو میں نے اس کے لیے لکھی ہوتی ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بخیل سے (مال) نکالتے ہیں پس وہ مال خرچ کرتا ہے جو اس سے پہلے وہ خرچ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

(۱۳) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو اپنے بیٹوں کے درمیان (پیدل) چل رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کو کیا ہوا (پیدل کیوں چل رہا ہے؟) صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس نے کعبہ تک پیدل چلنے جانے کی نذر مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی جان کو عذاب دینے سے بے پرواہ ہیں اور اس کو سوار ہونے کا حکم فرمایا۔

بلاوجہ اپنے کو مشقت میں ڈالنا درست نہیں

(۱۴) مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو اپنے بیٹوں پر سہارا لیتے ہوئے پیدل چلتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا اس کو کیا ہوا؟ اس کے بیٹوں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے (پیدل چلنے) کی نذر مانی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بوڑھے سوار ہو جا اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیری نذر سے بھی بے پرواہ ہے۔

(۱۵) بخاری، مسلم، ابوداؤد، اور نسائی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میری بہن نے بیت اللہ کی طرف پیدل ننگے پاؤں جانے کی نذر مانی اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے پیدل بھی چلنا

چاہیے اور سوار ہو کر بھی۔

(۱۶) ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کرے گی حالانکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کے پیدل چلنے سے بے پرواہ ہے اس کو چاہئے کہ سوار ہو جائے اور چاہئے کہ ایک اونٹ ہدیہ دے۔

(۱۷) ابوداؤد اور حاکم (نے اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا یارسول اللہ! میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کو ذرا بھی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتے اس کو چاہئے کہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

(۱۸) ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کی نذر کے بارے میں پوچھا کہ وہ بغیر سر ڈھانکے اور ننگے پاؤں حج کرے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم کرو کہ وہ سر ڈھانکے اور سوار بھی ہو جائے اور تین دن کے روزے بھی رکھ لے۔

(۱۹) بخاری، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس درمیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو ایک آدمی دھوپ میں کھڑا تھا آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا، نہ بیٹھے گا، نہ سایہ میں جائے، نہ بات کرے گا، اور روزہ رکھے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم کرو کہ وہ بات کرے، سایہ میں بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔

(۲۰) ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایسی نذر مانی کہ اس کو متعین نہیں کیا تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس شخص نے کسی گناہ کی نذر مانی اس کی وہ طاقت نہیں رکھتا تو اس کو کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی بات کی قسم کھائی کہ اس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ نذر کو پورا کرے۔

(۲۱) نسائی نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا نذر دو قسم ہے جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سے ہو تو وہ اللہ کے لیے ہے اور اس کو پورا کرنا (لازم) ہے اور جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سے ہو تو وہ شیطان کے لیے ہے اس کو پورا کرنا نہیں ہے اس کا کفارہ دے جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے۔

(۲۲) ابن ابی شیبہ، نسائی اور حاکم نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی خطبہ دیا اس میں آپ نے ہم کو صدقہ کا حکم فرمایا اور مثلہ (یعنی قتل کرنے کے بعد اعضاء کاٹ دینا) کرنے سے منع فرمایا اور اس کی ناک کو کاٹ دینا بھی مثلہ کرنے میں سے ہے اور پیدل حج کرنے کی نذر سے منع فرمایا پس جس شخص نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تو اس کو چاہئے کہ ہدی کا جانور (کفارہ میں) ذبح کرے اور سوار ہو جائے۔

(۲۴) سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے ایک آدمی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے

نذر مانی ہے کہ قعیقعان پہاڑ پر رات تک ننگا کھڑا رہوں تو انہوں نے فرمایا شیطان نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تیری شرمگاہ کو ننگا کر دے اور تجھ پر لوگوں کو ہنسائے اپنے کپڑے پہن لے اور حجر اسود کے پاس دو رکعت پڑھ۔

نذر کی چار قسمیں ہیں

(۲۵) عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نذر چار قسم پر ہیں جس شخص نے ایسی نذر مانی جس کو مسترد نہیں کیا تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے کسی گناہ کی قسم کھائی تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی بات کی قسم کھائی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی نذر مانی جس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنی نذر کو پورا کرے۔ لفظ آیت واما قولہ تعالیٰ وما للظلمین من انصار۔

(۲۶) ابن ابی حاتم نے شریح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ظالم سزا کا منتظر ہوتا ہے اور مظلوم مدد کا منتظر ہوتا ہے۔

(۲۷) بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

(۲۸) بخاری نے ادب میں، مسلم اور بیہقی نے شعب میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا اور ان کو ناحق خون بہانے پر آمادہ کیا اور ان کو حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔

(۲۹) بخاری نے ادب میں ابن حبان اور حاکم نے (اس کو صحیح کہا) بیہقی نے شعب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔ اور بری باتوں سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کرنے والے اور بدکلامی کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔ اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ان کے ناحق خونوں کے بہانے پر آمادہ کیا اور حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھا اور قطع رحمی کی۔

(۳۰) حاکم اور بیہقی نے شعب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم کرنے سے بچو کیونکہ قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور بدکاری اور بدکلامی کرنے بچو، اور کنجوسی سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ کنجوسی سے ہلاک ہوگئے اسی کنجوسی نے ان کو قطع رحمی کا حکم دیا تو انہوں نے قطع رحمی کر لی اور ان کو بخل کا حکم دیا تو انہوں نے بخل کیا اور ان کو نافرمانی کا حکم دیا تو وہ نافرمانی کرنے لگے۔

خیانت سے بچنے کی تاکید

(۳۱) الطبرانی نے ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اونٹنی پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا بچو تم خیانت سے کیونکہ وہ چھپی ہوئی بری خصلت ہے اور ظلم ہے اور ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے خونوں کو بہایا اور قطع رحمی کی۔

(۳۲) اصبہانی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے۔

(۳۳) الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم نہ کرو ورنہ تم دعائیں کرو گے تو تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی، بارش طلب کرو گے تو بارش نہ ہوگی، مدد طلب کرو گے تو تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔

(۳۴) الطبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو قسم کے ایسے لوگ ہوں گے جن کو ہرگز میری شفاعت نہ پہنچے گی انتہائی ظالم (امام بہت ظلم کرنے والا اور بہت خیانت کرنے والا) (اور) دین سے نکل جانے والا۔

(۳۵) حاکم نے (اور اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ آسمان کی طرف اس طرح چڑھتی ہے گویا کہ وہ ایک شعلہ ہے۔

(۳۶) الطبرانی نے عقبہ بن جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں والد کی دعا (اولاد کے حق میں) مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔

(۳۷) احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے اگرچہ وہ گناہ گار ہو کیونکہ اس کے گناہ کا وبال اس کی اپنی جان پر ہے۔

(۳۸) الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دعائیں ایسی ہیں کہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں مظلوم کی دعا اور کسی آدمی کی دعا اپنے بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے۔

(۳۹) الطبرانی نے خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ وہ بادلوں سے (اوپر) اٹھائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت اور میرے جلال کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر کے بعد ہو۔

(۴۰) احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ کیونکہ اس کے سامنے حجاب نہیں۔

(۴۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا غصہ تیز ہو جاتا ہے اس شخص پر جو ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جو میرے علاوہ کسی دوسرے کو مدد کرنے والا نہیں پاتا۔

(۴۲) ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب التوبیخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم! میں ظالم سے ضرور بدلہ لوں گا جلدی میں یا دیر میں اور میں ضرور بدلہ لوں گا اس شخص سے بھی جو مظلوم کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا تھا مگر پھر بھی مدد نہ کی۔

(۴۳) الطبرانی نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو وہ سب اپنے

سر اٹھائے اپنے قدموں پر برابر کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے ہمارے رب آپ کس کے ساتھ ہیں؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا میں مظلوم کے ساتھ ہوں تک کہ (ظالم) اس کی طرف اس کا حق ادا کردے۔

(۴۴) ابن مردویہ اور الطبرانی نے ترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اپنے ملک میں لوگوں سے چھپ کر پھرنے لگا یہاں تک کہ وہ ایک آدمی کے پاس آیا جس کی ایک گائے تھی شام کے وقت وہ گائے آئی تو اس کو دوھا گیا اچانک اس کا دودھ تیس گایوں کے برابر تھا (یعنی بہت زیادہ دودھ تھا) بادشاہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ گائے اس آدمی سے لے لوں گا جب صبح ہوئی تو وہ گائے اپنی چراگاہ کی طرف چلی گئی پھر شام کو آئی تو اس کو دوھا گیا تو اس کا دودھ آدھا نکلا یعنی پندرہ گایوں کے برابر۔ بادشاہ نے مالک کو بلایا اور کہا مجھے اپنی گائے کے بارے میں بتاؤ کیا آج یہ گائے کل والی چراگاہ کے علاوہ کسی دوسری چراگاہ پر گئی تھی آج اس نے کسی دوسرے گھاٹ سے پانی پیا ہے؟ مالک نے کہا اس گائے نے کل والی چراگاہ سے کسی دوسری چراگاہ پر نہیں چرا اور نہ ہی اس نے کسی دوسرے گھاٹ سے پانی پیا ہے؟ تو بادشاہ نے کہا پھر اس کا دودھ کیوں آدھا ہو گیا مالک نے کہا بادشاہ نے ارادہ کیا ہے کہ اس گائے کو لے لے۔ اس لیے اس کا دودھ کم ہو گیا کیونکہ جب بادشاہ ظلم کرے یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکت چلی جاتی ہے بادشاہ نے کہا بادشاہ تجھے کیسے جان لے گا؟ مالک نے کہا بات اسی طرح ہے جو میں نے تجھ سے کہی ہے(اس بات پر بادشاہ نے دل میں اپنے رب سے یہ وعدہ کیا کہ وہ (کبھی) ظلم نہیں کرے گا اور نہ اس گائے کو لے گا اور نہ اس کا کبھی مالک ہے وہ گائے صبح کو چرنے چلی گئی (جب) شام کو آئی تو اس کو پھر دوھا گیا تو اس کا دودھ (پہلے کی طرح) تیس گایوں کی مقدار پر رہا۔ بادشاہ نے اپنے دل میں کہا اور عبرت حاصل کی کہ بادشاہ جب ظلم کرے یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکت چلی جاتی ہے یقیناً میں ضرور عدل کروں گا اور ضرور بہتر عدل کرنے والوں میں سے ہوں گا۔

(۴۵) الاصبہانی نے سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے جس نے نیک کام کیا اس کو چاہئے کہ ثواب کی امید رکھے جس نے برا کام کیا پھر وہ سزا کو ناپسند نہ کرے جس نے بغیر حق کے عزت حاصل کی اللہ تعالیٰ اس کو حق کے ساتھ ذلت کا وارث بنائیں گے اور جس نے ظلم کے ساتھ مال جمع کیا اللہ تعالیٰ اس کو بغیر ظلم کے فقیر (یعنی محتاج یا تنگ دستی) کا وارث بنائیں گے۔

(۴۶) احمد نے زہد میں وھب بن منبہ سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جس شخص نے فقراء کے مال کے ساتھ مالداروں کو طلب کیا میں اس کو فقیر بنا دوں گا اور ہر وہ گھر جو ضعیف لوگوں کی قوت سے بنے گا اس کا انجام خراب کردوں گا۔

(تفسیر در منثور، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابٌ فِي قَضَاءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب: میت کی طرف سے نذر پوری کرنا

3307 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ

3307- اسناده صحیح. القعنبی: هو عبد الله بن مسلمة، وعبيد الله بن عبد الله: هو ابن عتبة بن مسعود الهذلی، وهو فی "الموطا" 2/472. واخرجه البخاری (2761) و (6698) و (6959)، ومسلم (1638)، وابن ماجه (2132)، والترمذی (1627)، والنسائی فی "الکبری" (4742-4740) و (6453) و (6456) و (6457) من طرق عن الزهری، بهذا الاسناد. واخرجه النسائی (6450-6452) و (6455)

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، اسْتَفْتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْضِهِ عَنْهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: میری والدہ انتقال کر گئی ہیں ان کے ذمے ایک نذر تھی جو انہوں نے پوری نہیں کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی طرف سے تم پوری کر دو۔

3308 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةً رَكِبَتِ الْبَحْرَ فَنَذَرَتْ إِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ أَنْ تَصُومَ شَهْرًا، فَنَجَّاهَا اللّٰهُ، فَلَمْ تَصُمْ حَتَّى مَاتَتْ فَجَاءَتْ ابْنَتُهَا أَوْ أُخْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَمَرَهَا أَنْ تَصُومَ عَنْهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک خاتون سمندر پہ سوار ہوئیں انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے گا تو وہ ایک مہینے تک روزہ رکھیں گی اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دے دی تو انہوں نے روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا' ان کی صاحبزادی یا ان کی بہن' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدایت کی' وہ ان کی طرف سے روزے رکھ لے۔

3309 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِوَلِيدَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ؟ قَالَ: قَدْ وَجَبَ أَجْرُكِ، وَرَجَعَتْ إِلَيْكِ فِي الْمِيرَاثِ، قَالَتْ: وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ - فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ عَمْرٍو

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز دے دی تھی والدہ کا انتقال ہو گیا انہوں نے وراثت میں وہی کنیز چھوڑی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اجر لازم ہو گیا اور وہ میراث میں تمہارے پاس واپس آ جائے گی۔ اس خاتون نے عرض کی: ان کا انتقال ہو گیا ہے ان کے ذمے ایک مہینے کے روزے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے بعد انہوں نے "عمرو" والی حدیث کی مانند روایت کا تذکرہ کیا ہے۔

میت کو ایصال ثواب کرنے کا بیان

حافظ سیوطی "شرح الصدور" میں لکھتے ہیں کہ: "جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ، امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک میت کو تلاوت قرآن کریم کا ثواب پہنچتا ہے، لیکن اس مسئلے میں ہمارے امام شافعی کا اختلاف ہے۔"

نیز انہوں نے امام قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: "شیخ عزالدین بن عبدالسلام فتویٰ دیا کرتے تھے کہ میت کو تلاوت قرآن کریم کا ثواب نہیں پہنچتا، جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے کسی شاگرد کو خواب میں ان کی زیارت ہوئی، اور ان سے دریافت کیا

کہ آپ زندگی میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے، اب تو مشاہدہ ہوگیا ہوگا، اب کیا رائے ہے؟ فرمانے لگے کہ: میں دُنیا میں یہ فتویٰ دیا کرتا تھا لیکن یہاں آکر جو اللہ تعالیٰ کے کرم کا مشاہدہ کیا تو اس فتویٰ سے رُجوع کرلیا، میت کو قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب پہنچتا ہے۔"

امام محی الدین نووی شافعی "شرح المہذب" (ج:۵ ص:۳۱۱) میں لکھتے ہیں کہ: "قبر کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جس قدر ہوسکے قرآنِ کریم کی تلاوت کرے، اس کے بعد اہلِ قبور کے لئے دُعا کرے، امام شافعی نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر ہمارے اصحاب متفق ہیں۔" فقہائے حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی کتابوں میں بھی ایصالِ ثواب کی تصریحات موجود ہیں، اس لئے میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی تو بلاشبہ دُرست ہے۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر نفلی عبادت کا ثواب میت کو بخشا جاسکتا ہے۔ مثلاً: نفلی نماز، روزہ، صدقہ، حج، قربانی، دُعا و استغفار، ذکر، تسبیح، دُرود شریف، تلاوتِ قرآن وغیرہ۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ شافعی مذہب کے محققین نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہر قسم کی عبادت کا ثواب مرحومین کو پہنچایا جاتا رہے، مثلاً: قربانی کے دنوں میں اگر آپ کے پاس گنجائش ہو تو مرحوم والدین یا اپنے دُوسرے بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی کریں، بہت سے اکابر کا معمول ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کرتے ہیں۔ اسی طرح نفل نماز، روزے کا ثواب بھی پہنچانا چاہئے، گنجائش ہو تو والدین اور دیگر بزرگوں کی طرف سے نفلی حج وعمرہ بھی کیا جائے۔ ہم لوگ چند روز مُردوں کو رو پیٹ کر ان کو بہت جلد بھول جاتے ہیں، یہ بڑی بے مروّتی کی بات ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قبر میں میت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دریا میں ڈُوب رہا ہو، وہ چاروں طرف دیکھتا ہے کہ کیا کوئی اس کی دستگیری کے لئے آتا ہے؟ اسی طرح قبر میں میت بھی زندوں کی طرف سے ایصالِ ثواب کی منتظر رہتی ہے، اور جب اسے صدقہ و خیرات وغیرہ کا ثواب پہنچتا ہے تو اسے اتنی خوشی ہوتی ہے گویا اسے دُنیا بھر کی دولت مل گئی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ

باب: جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں، تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا

3310 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ الْمَعْنَى، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةً، جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّهُ كَانَ عَلَى أُمِّهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا، فَقَالَ: لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؛ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: اس کی والدہ کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں، کیا میں ان کی طرف سے قضا کرلوں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اگر تمہاری والدہ کے ذمہ قرض ہوتا تو تم اسے ادا کردیتیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ؟ پھر اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ حقدار ہے، کہ اسے ادا کیا جائے۔

3311 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي

جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ روزے لازم ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْوَفَاءِ بِالنَّذْرِ

باب: نذر کو پوری کرنے کے بارے میں جو حکم دیا گیا

3312 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ أَبُو قُدَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى رَأْسِكَ بِالدُّفِّ، قَالَ: أَوْفِي بِنَذْرِكِ قَالَتْ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ لِصَنَمٍ: قَالَتْ: لَا. قَالَ: لِوَثَنٍ، قَالَتْ: لَا. قَالَ: أَوْفِي بِنَذْرِكِ

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئی اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں آپ کے پاس دف بجاؤں گی آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرلو اس نے عرض کی: میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں فلاں جگہ قربانی کروں گی (راوی کہتے ہیں) یہ وہ جگہ تھی جہاں اہل جاہلیت قربانی کیا کرتے تھے' نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم نے بت کے نام پر کرنی ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دوسرے بت کے نام پر کرنی ہے اس نے عرض کی: نہیں آپ نے فرمایا: پھر تم اپنی نذر پوری کرلو۔

3313 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ، قَالَ: نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوا: لَا. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ ''بوانہ'' کے مقام پر اونٹ قربان کرے گا وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں نے یہ نذر مانی ہے کہ میں ''بوانہ'' کے مقام پر اونٹ قربان کروں گا نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا وہاں زمانہ جاہلیت کا کوئی بت تھا؟ جس کی عبادت ہوتی تھی؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا یہ کفار کی کوئی عید تھی؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم اپنی نذر پوری کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور اس نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی جو ایسی

چیز کے بارے میں ہو جس کا انسان مالک نہیں ہے۔

3314 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ مِقْسَمٍ الثَّقَفِيُّ مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي سَارَّةُ بِنْتُ مِقْسَمٍ الثَّقَفِيِّ، أَنَّهَا سَمِعَتْ مَيْمُونَةَ بِنْتَ كَرْدَمٍ، قَالَتْ: خَرَجْتُ مَعَ أَبِي فِي حَجَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلْتُ أُبِدُّهُ بَصَرِي فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي وَهُوَ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ مَعَهُ دِرَّةٌ كَدِرَّةِ الْكُتَّابِ فَسَمِعْتُ الْأَعْرَابَ وَالنَّاسَ يَقُولُونَ، الطَّبْطَبِيَّةَ الطَّبْطَبِيَّةَ فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي فَأَخَذَ بِقَدَمِهِ، قَالَتْ: فَأَقَرَّ لَهُ وَوَقَفَ فَاسْتَمَعَ مِنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي نَذَرْتُ إِنْ وُلِدَ لِي وَلَدٌ ذَكَرٌ أَنْ أَنْحَرَ عَلَى رَأْسِ بُوَانَةَ فِي عَقَبَةٍ مِنَ الثَّنَايَا عِدَّةً مِنَ الْغَنَمِ، قَالَ: لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهَا قَالَتْ: خَمْسِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ بِهَا مِنَ الْأَوْثَانِ شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأَوْفِ بِمَا نَذَرْتَ بِهِ لِلَّهِ قَالَتْ: فَجَمَعَهَا فَجَعَلَ يَذْبَحُهَا، فَانْفَلَتَتْ مِنْهَا شَاةٌ، فَطَلَبَهَا وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ أَوْفِ عَنِّي نَذْرِي فَظَفِرَهَا فَذَبَحَهَا

⊙⊙ سیدہ میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقع پر میں بھی اپنے والد کے ساتھ گئی، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا: یہ اللہ کے رسول ہیں، میں نے پوری توجہ سے آپ کو دیکھا میرے والد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹنی پر سوار تھے آپ کے پاس درہ تھا جس طرح مدرسہ کے استادوں کے پاس ہوتا ہے، میں نے دیہاتیوں کے شور وغوغا کی آوازیں سنیں، میرے والد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پکڑ لیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم توجہ سے ان کی بات سننے کے لیے ٹھہر گئے، میرے والد نے

عرض کی: یارسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر میرے گھر بیٹا ہوا تو میں عقبہ میں بوانہ کے سرہانے متعدد بکریاں ذبح کروں گا، راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے پچاس کا ذکر کیا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا وہاں کوئی بت ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اللہ کے نام کی جو نذر مانی ہے اسے پورا کرو۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میرے والد نے ان بکریوں کو اکٹھا کیا اور انہیں ذبح کرنے لگے ان میں سے ایک بکری بھاگ کھڑی ہوئی تو میرے والد نے کہا: اے اللہ! میری نذر کو پورا کروا دے، تو انہوں نے اس بکری کو پکڑ لیا اور اسے ذبح کر دیا۔

3315 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ كَرْدَمِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيهَا نَحْوَهُ مُخْتَصَرٌ مِنْهُ شَيْءٌ، قَالَ: هَلْ بِهَا وَثَنٌ، أَوْ عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: إِنَّ أُمِّي هَذِهِ عَلَيْهَا نَذْرٌ، وَمَشْيٌ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا، وَرُبَّمَا، قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ، أَنَقْضِيهِ عَنْهَا، قَالَ: نَعَمْ

⊙⊙ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا وہاں کوئی بت ہے؟ یا وہاں زمانہ جاہلیت میں کوئی عید ہوتی تھی؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں، میں نے دریافت کیا: میری اس والدہ

کے ذمہ پیدل چلنے کی نذر تھی تو کیا میں اسے پورا کردوں؟ بعض اوقات راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: کیا ہم اسے پورا کردیں؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں!

نذر کا تعارف

نَذَرَ ينذُر نذرًا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ سے ہے اس کی جمع نُذُور آتی ہے۔[1] اردو محاورہ میں اس کے لئے منت یا نیاز ماننا کے اصطلاحات استعمال ہوتے ہیں۔ مفردات فی غریب القرآن میں ہے: "النذر أن توجب على نفسك ماليس بواجب لحدوثِ أمر، يقال: نَذَرْتُ لله أمراً" یعنی "نذر کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے اپنے اوپر ایسی چیز کو واجب کرنا ہے جو حقیقتاً واجب نہ ہو مثلاً کوئی کہتا ہے: میں نے فلاں چیز کی اللہ تعالیٰ کے لئے منت مانی ہے"۔[2]

نذر کے لئے مترادف لفظ "النحب" استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں: "قضى فلان نَحْبَهُ أي وَفَى بنذره" یعنی فلاں نے اپنی نذر پوری کی۔[3] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ﴾.[4] النہایۃ فی غریب الحدیث میں ہے: "إذا أوجبتَ على نفسك شيئا تبرُّعا من عبادة أو صدقة أو غير ذلك" یعنی "جب آپ نے کوئی عبادت یا صدقہ یا اس طرح کی کوئی چیز اپنے اوپر تبرعاً (اپنی رضا اور رغبت سے) لازم کردی تو یہ نذر کہلاتا ہے"۔[5]

نذر کا ثبوت کتاب اللہ سے

آیت نمبر 1: وَلْيُوفُوا نُذُورَهُم [6] یعنی اور اپنی منتوں کو پوری کریں۔ آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے، جو حج اور اس کے متعلقات ہیں، مگر اس کا حکم عام ہے کہ جس چیز کی نذر مانو وہ پوری کرو۔[7]

آیت نمبر 2: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾.[8] یعنی یہ نیکوکار لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی، خوف رکھتے ہیں۔ تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: "اس آیت میں ان لوگوں کی بڑی توصیف بیان فرمائی ہے جو ان واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کردیے ہیں ایسے لوگ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد احکام کا اس سے زیادہ اہتمام کرنے والے ہوں گے"۔[9]

آیت نمبر 3: اِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا.[10] یعنی میں نے خدا کے لیے روزے کی منت مانی ہے۔

آیت نمبر 4: ﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللهَ يَعْلَمُهُ﴾.[11] یعنی اور تم خدا کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا کوئی نذر مانو خدا اس کو جانتا ہے۔ اس آیت میں نیکی کی نذر کی حوصلہ افزائی اور برائی کی نذروں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ سب معلوم ہے کہ تم رضاء الٰہی کی خاطر منتیں مانتے ہو اور خرچ کرتے ہو، یا ریاکاری اور نمود و نمائش کے لئے۔

نذر کا ثبوت سنت رسول ﷺ سے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی تو اس کو پورا کرے، اور جس نے اس کی نافرمانی کی نذر مانی، تو اسے پورا کرکے اس کی نافرمانی نہ کرے)۔[12]

دوسری حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ" تم میں بہترین لوگ میرے زمانہ والے ہیں پھر وہ جوان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جوان کے بعد آئیں گے، پھر ایک قوم آئے گی جو نذریں مانے گی اور ان کو پورا نہیں کرے گی۔[13]

نذر کا ثبوت اجماع امت سے

نذر کے اثبات کے سلسلے میں مسلمانوں کا اجماع نقل ہوا ہے۔ چنانچہ المغنی میں ہے کہ:" تمام اہل اسلام نذر کے درست ہونے پر متفق ہیں اور اس کے پورا کرنے کو واجب سمجھتے ہیں"۔[14]

نذر کے متعلق چند روایات حدیث کی وضاحت

کئی احادیث ایسی ہیں جن میں نذر ماننے کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے مثلاً صحیح بخاری میں آپ ﷺ سے روایت ہے کہ نذر تقدیر کو آگے پیچھے نہیں کر سکتی البتہ اس کے ذریعے بخیل کا مال حاجتمندوں کے لئے نکال دیا جاتا ہے"۔[15] صحیح مسلم میں ایسی ہی ایک اور روایت آئی ہے کہ نذر مت مانو کہ یہ تقدیر کو نہیں ٹال سکتی یہ صرف بخیل کے مال خرچ کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔[16]

فتح الباری نے اس حدیث کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے کہ ہر وہ نیک عمل جسے ایک بندہ شروع کرتا ہے اس سے بہتر ہے کہ اس کو نذر کے ساتھ باندھ لے کیوں کہ نذر میں حصول مقصد تک عبادت کی تاخیر آتی ہے اور نیک کام کو ضرورت پوری ہونے تک موقوف کرنا ہے کہ جب تک حاجت سامنے نہ ہوں تب تک نیک عمل چھوڑ دیا جاتا ہے (جو مناسب نہیں ہے)۔[17] مزید لکھتے ہیں کہ لوگوں کی عام عادت یہ ہے کہ وہ نذر کو کسی منفعت کے حصول یا ضرر کو دفع کرنے کے لئے مانتے ہیں پس آپ ﷺ نے اس قسم کے طرز عمل سے منع فرمایا کیونکہ سخی شخص جب کسی نیک کام کا ارادہ کر جاتا ہے تو اس کو بالفور ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے بخلاف بخیل کے کہ وہ اس وقت تک ہاتھ سے کوئی چیز جانے نہیں دیتا جب تک اس کو اس کے بدلے کی امید نہ ہوں۔[18]

نذر کے ارکان وشرائط

نذر کا ایک رکن ہے۔ علامہ کاسانیؒ (م587ھ) فرماتے ہیں: "فَرُكْنُ النَّذْرِ هُوَ الصِّيغَةُ الدَّالَّةُ عَلَيْهِ"۔[19]" نذر کا رکن وہ صیغہ ہے جو اس کے وجوب پر واضح دلالت کرتا ہے"۔ المغنی میں ہے: نذر کا صیغہ واضح ہو اور ایسے لفظ پر مشتمل ہو جو لزوم پر دلالت کرے چنانچہ صرف دل میں نیت کرنے سے لازم نہیں ہوتا جس طرح تمام عقود کا معاملہ ہے جس میں زبان سے الفاظ کی ادائیگی ضروری ہے۔ کتابت سے بھی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے اسی طرح گونگے کا واضح اشارہ اس کو واجب کرتا ہے۔[20]

نذر کی قسمیں: نذر کی دو قسمیں ہیں:

1۔نذر مطلق: جس میں کوئی عبادت کسی شرط یا صفت سے مشروط نہ ہو۔ مثلاً کوئی کہہ دے:" للہ علی ان اصوم" یعنی" اللہ کے لئے میں اپنے اوپر روزہ رکھنا لازم کرتا ہوں"۔

2۔ نذر مشروط: جس کو کسی شرط سے معلق کر دے مثلاً: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو مجھ پر صدقہ یا ایک مہینے روزے رکھنا لازم ہے"۔[21] حسب قاعدہ اس قسم کا نذر شرط یا سبب کی موجودگی کے بعد واجب ہو جاتی ہے اس سے پہلے نہیں جیسا کہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اس صورت میں نذر کی ادائیگی اس سبب کے وجود کے بعد جائز ہو جاتی ہے جس سے نذر مشروط کر دیا گیا ہے"۔[22]

شرائط نذر

نذر کے لئے لازمی ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ ایسی نذر جو اللہ کے سوا کسی اور کے تقرب کے لئے مانی گئی ہو، درست نہیں۔ ایسی نذر باطل ہے جس سے شرک فی العبادۃ لازم آتا ہے ۔اہل جاہلیت بتوں کے لئے منتیں مانتے تھے۔ علامہ محمد امین الشامی (م ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ: جو نذر اس زمانے میں اکثر عوام مردوں کے لئے مانتے ہیں اور اسی طرح اولیائے کرام کی قبروں پر مختلف اشیاء مثلاً پیسے ،موم بتی اور تیل وغیرہ ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے رکھی جاتی ہیں تو یہ بالاجماع باطل و حرام ہے"۔[23]

ناذر کے لئے مطلوبہ شرائط

نذر ماننے والے مرد و عورت کے لئے مندرجہ ذیل اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے:

1۔ اسلام: ناذر کا مسلمان ہونا ضروری ہے کہ نذر طاعت اور عبادت ہے جس کی ادائیگی صرف مسلمان سے صحیح ہے۔ کسی غیر مسلم سے درست نہیں کہ کافر کا عمل قربت و عبادت شمار نہیں ہوتا۔

2۔ عقل و بلوغ: نذر ماننے والے کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے اس شرط کے تحت صبی (بچے) اور مجنون کی طرف سے نذر ماننا درست نہیں کیوں کہ نذر کا حکم وجوب ہے۔ بچہ اور دیوانہ وجوب کے اہل نہیں۔

3۔ طواعیت (رضا و رغبت): اس کا مطلب ناذر کا اپنی خوشی اور بغیر اکراہ کے نذر ماننا ہے۔ یہ شرط شوافع کے نزدیک ہے۔ احناف اس کے قائل نہیں ان کے ہاں اکراہ اور اسی طرح ہنسی مذاق سے بھی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔[24]

مندور بہ (جس چیز کی منت مانی جاتی ہے) کے لئے مطلوبہ شرائط

1۔ شرعاً اس کا وجود ممکن ہو

اس کا مطلب یہ ہے کہ نذر اس چیز کا ماننا درست ہے جس کا شرعی وجود ہو اگر شرعاً ممکن الوجود نہ ہو تو ایسی نذر صحیح نہیں مثلاً کوئی کہے: لِلّٰهِ تَعَالَىٰ عَلَيَّ أَنْ أَصُومَ لَيْلًا. اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر رات کے وقت روزہ رکھنا واجب ہے۔ چوں کہ رات صوم (روزے) کا محل نہیں اور شرعاً یہ ممکن نہیں کیوں کہ روزے کے لئے مقررہ وقت دن ہے نہ کہ رات اس لئے یہ نذر صحیح نہیں۔

2۔ نذر قربت (عبادت) ہو

جس چیز کی منت مانی جاتی ہے وہ اطاعت ہو اور کسی معصیت کا کام نہ ہو مثلاً اگر کسی نے کہا کہ "میں شراب پینے، فلاں شخص کو

قتل کرنے، اس کو مارنے یا گالی دینے کی نذر مانتا ہوں"۔[25] تو یہ جائز نہیں کیونکہ معصیت یا گناہ کا ارتکاب شرعاً ممنوع ہے لہٰذا اس کی منت ماننا بھی منع اور ناجائز ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر ماننا درست نہیں یعنی جو نذر گناہ سے متعلق ہو اس کا پورا کرنا جائز نہیں"۔[26] ایک دوسری روایت میں ہے: "جس نے گناہ کی نذر مانی کہ میں فلاں کام کروں گا تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور اس معصیت کے کام کو چھوڑ دے جس کا ارادہ کر رکھا ہے"۔[27]

3۔منذور کام کی مثل عبادت فرائض وواجبات میں موجود ہو

اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ان کی نذر ماننا درست ہے جن کی نظیر اور مثل فرض یا واجب عبادت میں موجود ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، احرام باندھنا اور قربانی وغیرہ۔ ان تمام طاعات کے نظائر شریعت میں فرض یا واجب شکل میں موجود ہیں۔[28] اس شرط کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ" نذر بندے کا کسی چیز کا اپنے اوپر واجب کرنا ہے اور یہ تب معتبر ہوگا جب اس کو کسی نوع میں اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہو۔ کیونکہ بندے کا کام اتباع ہے نہ کہ اپنی طرف نئی چیز کا اضافہ کرنا"۔[29]

اس اصول کے تحت ایسے اعمال جو بذاتہٖ مقصود نہیں ہیں بلکہ غیر کی وجہ سے مشروع ہیں یا عادات اور مباحات کے زمرے میں آتے ہیں ان کی نذر درست نہیں مثلاً مریض کی عیادت کرنا، کھانا پینا، نکاح کرنا، بیوی کو طلاق دینا، سونا، شکار کھیلنا، سفر کرنا، وضو یا غسل کرنا، مسجد داخل ہونا، قرآن مجید کو چھونا یا اس کا ختم کرنا، اذان کہنا، مسجد کی تعمیر کرنا وغیرہ جیسی طاعات کی نذر صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ عبادات مقصودہ نہیں ہیں بلکہ ان کے وسائل ہیں۔[30]

کیا امور مباح کی نذر ماننے سے قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے

حنابلہ ان میں قسم کا کفارہ واجب کرتے ہیں اور استدلال میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ آپ کی بہن کی مشقت سے اللہ تعالیٰ کا کیا سروکار ہے اسے کہہ دو کہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔[31]

احناف، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ان میں کفارہ نہیں ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ ایسی نذر درست نہیں تو اس میں کفارہ بھی واجب نہیں۔ نیز یہ حدیث بھی ان کا مستدل ہے کہ" آپ ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جسے اس کے دو بیٹے تھامے پاؤں گھسیٹ کر لے جا رہا تھے۔ آپ ﷺ نے استفسار کیا تو بیٹوں نے کہا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ پیدل چلوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پروا نہیں کہ کوئی اس طرح اپنی نفس کو سزا دے (یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس طرح کی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں) پھر آپ ﷺ نے اس کو سوار ہونے کا حکم دیا"۔[32] اس روایت میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے۔ بعض ناپختہ اور ناواقف عوام اولیائے کرام کی قبور تک پیدل اور بعض اوقات برہنہ پاؤں جانے کی نذر مانتے ہیں جو اصولاً ناجائز اور حرام ہے۔

4۔فرض یا واجب عبادت کی نذر درست نہیں

ناذر کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ من جانب اللہ مقرر کردہ کسی فرض یا واجب کی نذر مانے مثلاً کوئی کہہ دے کہ میں ظہر کی نماز کی

نذر مانتا ہوں۔ ایسی نذر صحیح نہیں ہے اور ایسے شخص پر کچھ بھی واجب نہیں۔ یہی رائے شوافع فقہاء کا بھی ہے۔[33] جبکہ حنابلہ کے نزدیک اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے کہ نذر اس صورت میں قسم ہے۔ المغنی میں ہے: "کہ نذر قسم کی طرح ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قسم کہا ہے"۔[34]

دیگر فقہاء کے نزدیک نذر اور قسم میں فرق ہے۔ کہ قسم کھانے میں یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کی قسم کھائی، وہ عبادت ہو۔ جب کہ نذر میں اس کا عبادت میں سے ہونا ضروری ہے۔[35]

نذر کے مصارف

جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاتی ہے ان کو نذر کا مال بھی دیا جاسکتا ہے۔ نذر ایک واجب صدقہ ہے جو کوئی کسی غنی شخص یا نذر ماننے والے اور اس کے اہل وعیال کے لئے روا نہیں۔ کسی معین چیز کی جگہ اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔[36] اس طریقے میں سہولت بھی ہے اور فقیر کی حاجت کو بھی اچھے طریقے سے پورا کرتا ہے۔

خلاصہ بحث

کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے اپنے اوپر ایک غیر واجب چیز کو واجب ولازم کرنا نذر کہلاتا ہے۔ اس کے لئے منت ماننا، نیاز ماننا اور النحب کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ نذر کی دو قسمیں ہیں: نذر مطلق: جس میں کوئی عبادت کسی شرط یا صفت سے مشروط نہ ہو، اور نذر مشروط: جس کو کسی شرط سے معلق کیا گیا ہو۔ نذر کا اثبات کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے ہوتا ہے۔ بعض احادیث میں نذر کی جو ممانعت آئی ہے، تو اس سے مراد نہی تنزیہی ہے، تحریمی نہیں۔ یا وہ نہی اس علت (حصول مقصد) کی بنیاد پر ہے کہ اس کی وجہ سے نیک کام میں تاخیر آتی ہے۔ نذر کی درستگی کے لئے اس کے ارکان وشرائط کی موجودگی ضروری ہے۔ نذر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوسکتی ہے، غیر اللہ کے نام پر مانی گئی تمام نذریں باطل اور غیر لازم ہیں۔ فرض وواجب اور مباح امور کی نذر ماننے سے نذر درست نہیں، البتہ ناذر پر حنابلہ کے ہاں قسم کا کفارہ لازم ہوتا ہے، کیونکہ ان کے ہاں نذر اور قسم میں کوئی فرق نہیں۔ مصارف زکوٰۃ ہی مصارف نذر ہیں۔ نذر کا مال خود ناذر یا اس کی اہل وعیال استعمال نہیں کر سکتے۔

حواشی وحوالہ جات

١ ابن منظور، محمد بن مکرم. لسان العرب. ط: دار صادر بیروت، 5/200

٢ اصفہانی، حسین بن محمد راغب. مفردات فی غریب القرآن. ط: ١٤١٢ھ، دار العلم الدار الشامیہ بیروت، 1/797

٣ مفردات فی غریب القرآن، 1/794

٤ القرآن الکریم، سورۃ الاحزاب 23:33

٥ الجزری، أبو السعادات المبارک بن محمد. النہایۃ فی غریب الحدیث. ط: ١٣٩٩ھ، مکتبۃ العلمیہ بیروت، 5/92

٦ القرآن الکریم، سورۃ الحج 29:22

٧ الطبری محمد بن جریر. تفسیر الطبری (جامع البیان فی تاویل القرآن). ط: ٢٠٠٠ء، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، تفسیر سورۃ الحج ٢٩:٢٢

٨ القرآن الکریم، سورۃ الدہر 7:76

۹ بیضاوی، ناصرالدین عبداللہ بن عمر بن محمد. تفسیر البیضاوی. ط: دارالفکر بیروت، 5/427
۱۰ القرآن الکریم، سورۃ مریم 19:26
۱۱ القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2:270
[12] امام بخاری، محمد بن عبداللہ البخاری. صحیح البخاری. ط: دارالشعب القاہرہ، کتاب الایمان والنذور (87)، باب الوفاء بالنذر (25)
[13] ایضاً، حدیث: 6695
[14] المقدسی، عبداللہ بن أحمد بن قدامۃ المقدسی أبومحمد. المغنی. ط: دارالفکر بیروت، 11/332
[15] صحیح البخاری، حدیث: 6692
[16] امام مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری. صحیح مسلم. ط: دارالجیل بیروت، کتاب النذور (27) باب النھی عن النذر وانہ لا یرد شیئا (2)
[17] العسقلانی، أحمد بن علی بن حجر. فتح الباری شرح البخاری. ط: ۱۳۷۹ھ، دارالمعرفۃ بیروت، 11/580
[18] فتح الباری، 11/580
[19] الکاسانی علاء الدین أبوبکر بن مسعود بن أحمد. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع. ط: مکتبہ جمالیہ، مصر، 10/324
[20] المغنی، 11/373
[21] ایضاً
[22] الشرنبلالی، حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی. مراقی الفلاح شرح نور الایضاح. ط: ص 260
[23] الشامی، ابن عابدین محمد أمین الشامی. رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار. ط: دارالفکر، بیروت، 8/50
[24] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 10/324-325
[25] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع 10/327
[26] النیساپوری، مسلم بن الحجاج بن مسلم. صحیح مسلم. ط: دارالجیل بیروت، کتاب النذور (27) باب لا وفاء لنذر، حدیث نمبر: 4333
[27] امام مالک، مالک بن أنس أبوعبداللہ الأصبحی. مؤطا امام مالک. ط: دار إحیاء التراث العربی، مصر، حدیث نمبر: 1014
[28] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 10/328
[29] مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ص 260
[30] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 10/328
[31] ابوداؤد، سلیمان بن الأشعث. سنن ابی داؤد. ط: دارالکتاب العربی، بیروت، کتاب الایمان والنذور (22) باب من رای علیہ کفارۃ
[32] صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور (87) باب من نذر المشی الی الکعبۃ (27) حدیث نمبر: 1865
[33] مراقی الفلاح، ص 260
[34] المغنی 11/332
[35] مراقی الفلاح، ص 260
[36] الموصلی، عبداللہ بن محمود. الاختیار لتعلیل المختار. ط: 1426ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت،

بَابٌ فِي النَّذْرِ فِيمَا لَا يَمْلِكُ

باب: جو چیز آدمی کی ملکیت میں نہ ہو اس کے بارے میں نذر ماننا

3316 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ وَكَانَتْ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ قَالَ: فَأُسِرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي وَثَاقٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ عَلَامَ تَأْخُذُنِي، وَتَأْخُذُ سَابِقَةَ الْحَاجِّ قَالَ: تَأْخُذُكَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكَ ثَقِيفَ قَالَ: وَكَانَ ثَقِيفُ قَدْ أَسَرُوا رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَقَدْ قَالَ: فِيمَا قَالَ: وَأَنَا مُسْلِمٌ - أَوْ قَالَ: وَقَدْ أَسْلَمْتُ - فَلَمَّا مَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: " فَهِمْتُ هَذَا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى نَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَفِيقًا فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: إِنِّي مُسْلِمٌ، قَالَ: لَوْ قُلْتَهَا وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى حَدِيثِ سُلَيْمَانَ " قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنِّي جَائِعٌ فَأَطْعِمْنِي، إِنِّي ظَمْآنُ فَاسْقِنِي، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذِهِ حَاجَتُكَ أَوْ قَالَ: هَذِهِ حَاجَتُهُ، فَفُودِيَ الرَّجُلُ بَعْدُ بِالرَّجُلَيْنِ، قَالَ: وَحَبَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءَ لِرَحْلِهِ، قَالَ: فَأَغَارَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى سَرْحِ الْمَدِينَةِ فَذَهَبُوا بِالْعَضْبَاءِ، قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهَا، وَأَسَرُوا امْرَأَةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: فَكَانُوا إِذَا كَانَ اللَّيْلُ يُرِيحُونَ إِبِلَهُمْ فِي أَفْنِيَتِهِمْ، قَالَ: فَنُوِّمُوا لَيْلَةً، وَقَامَتِ الْمَرْأَةُ فَجَعَلَتْ تَضَعُ يَدَهَا عَلَى بَعِيرٍ إِلَّا رَغَا حَتَّى أَتَتْ عَلَى الْعَضْبَاءِ، قَالَ: فَأَتَتْ عَلَى نَاقَةٍ ذَلُولٍ مُجَرَّسَةٍ، قَالَ: فَرَكِبَتْهَا ثُمَّ جَعَلَتْ لِلَّهِ عَلَيْهَا إِنْ نَجَّاهَا اللهُ لَتَنْحَرَنَّهَا، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِينَةَ عُرِفَتِ النَّاقَةُ نَاقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَجِيءَ بِهَا وَأُخْبِرَ بِنَذْرِهَا فَقَالَ: بِئْسَ مَا جَزَيْتِيهَا - أَوْ جَزَتْهَا - إِنِ اللهُ أَنْجَاهَا عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالْمَرْأَةُ هَذِهِ امْرَأَةُ أَبِي ذَرٍّ

❁❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "عضباء" نامی اونٹنی بنوعقیل سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی ملکیت تھی یہ حاجیوں کے آگے جایا کرتی تھی اسے قید کرلیا گیا وہ شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بندھا ہوا تھا نبی اکرم ﷺ اس وقت ایک گدھے پر سوار تھے جس پر چادر پڑی ہوئی تھی اس نے عرض کی: اے محمد! آپ نے مجھے اور حاجیوں کے آگے جانے والی اس اونٹنی کو کس جرم میں پکڑا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہارے حلیف ثقیف قبیلے کی زیادتی کی وجہ سے تمہیں پکڑا ہے' راوی بیان کرتے ہیں' ثقیف قبیلے کے افراد نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کو قید کیا ہوا تھا اس نے اس بارے میں جو بھی بات کہنی تھی کہی اور پھر بولا میں مسلمان ہوں' یا شاید اس نے یہ کہا میں اسلام قبول کرتا ہوں' جب نبی اکرم ﷺ آگے گزر گئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں پر روایت کا یہ حصہ میں نے امام محمد بن عیسیٰ (ترمذی) رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے اس شخص نے بلند آواز میں کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! راوی بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت نرم اور مہربان تھے آپ واپس اس کے پاس آئے اور دریافت کیا: تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ اس نے عرض کی: میں مسلمان ہوتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے ہو تو تم اپنے معاملے کے مالک ہو (یعنی آزاد ہو) اور تم ہر طرح کی کامیابی حاصل کرلو گے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر میں سلیمان نامی راوی کی روایت کی طرف واپس آتا ہوں اس نے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھوکا ہوں مجھے کھانے کے لئے کچھ دیں میں پیاسا ہوں مجھے پینے کے لئے کچھ دیں راوی بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہاری ضرورت کی چیزیں ہیں (یعنی تمہاری کھانے پینے کی چیزیں ہیں) پھر اس کے بعد ان دو آدمیوں کے عوض میں اس شخص کو فدیے کے طور پر دیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "عضباء" کو اپنی سواری کے لئے رکھ لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ مشرکین نے مدینہ منورہ کے جانوروں پر ڈاکہ ڈالا اور "عضباء" کو بھی ساتھ لے گئے جب وہ ان جانوروں کو ساتھ لے کر جا رہے تھے تو انہوں نے ایک مسلمان خاتون کو بھی قیدی بنا لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں جب رات کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنے پڑاؤ کی جگہ پر اپنے اونٹوں کو آرام کے لئے چھوڑ دیا اور جب وہ لوگ رات کے وقت سو گئے تو وہ خاتون اٹھی وہ جس بھی اونٹ پہ ہاتھ رکھتی تھی وہ اونٹ آواز نکالتا تھا یہاں تک کہ وہ خاتون "عضباء" اونٹنی کے پاس آئی۔

راوی بیان کرتے ہیں۔ وہ خاتون اس اونٹنی پر سوار ہوئی پھر اس نے اس اونٹنی کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام کی یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی تو وہ اس اونٹنی کو قربان کر دے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں جب وہ خاتون مدینہ منورہ پہنچی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو پہچان لیا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں اطلاع دی گئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے پیغام بھیجا اس خاتون کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نذر کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کو بہت برا بدلہ ملا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تم نے اسے بہت برا بدلہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو اس اونٹنی کی وجہ سے اس لیے نجات دی ہے تاکہ وہ اسے قربان کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق نذر کو پورا نہیں کیا جاتا اور اس نذر کو بھی پورا نہیں جاتا جس کا آدمی مالک نہ ہو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ خاتون حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھی۔

بَابٌ فِيمَنْ نَذَرَ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ

باب: جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ اپنے مال کو صدقہ کر دے گا

3317 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ، -وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ

مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ - عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ؛ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ.

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے یہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے وہ صاحبزادے ہیں جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے تھے تو یہ انہیں ساتھ لے کر چلا کرتے تھے حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں صدقے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بعض مال کو اپنے پاس رہنے دو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہوگا۔ وہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: پھر میں ''خیبر'' میں موجود اپنا حصہ اپنے پاس رہنے دیتا ہوں۔

3318 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تِيبَ عَلَيْهِ إِنِّي أَنْخَلِعُ مِنْ مَالِي، فَذَكَرَ نَحْوَهُ إِلَى خَيْرٌ لَكَ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی جب توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میں اپنے مال سے لاتعلق ہوتا ہوں، (اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، جو ان الفاظ تک ہے) تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

3319 - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ: قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ أَبُو لُبَابَةَ، أَوْ مَنْ شَاءَ اللهُ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَهْجُرَ دَارَ قَوْمِي الَّتِي أَصَبْتُ فِيهَا الذَّنْبَ وَأَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي كُلِّهِ صَدَقَةً؛ قَالَ: يُجْزِئُ عَنْكَ الثُّلُثُ.

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ یا شاید حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میری توبہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میں اپنی قوم کے اس محلے سے بھی لاتعلق ہو جاؤں جہاں میں نے گناہ کا ارتکاب کیا تھا اور میں اپنی ساری زمین صدقہ کر دوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک تہائی تمہارے لیے جائز ہو گا۔

3320 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو لُبَابَةَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَالْقِصَّةُ لِأَبِي لُبَابَةَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ بَعْضِ بَنِي السَّائِبِ ابْنِ أَبِي لُبَابَةَ، وَرَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ مِثْلَهُ

3317-اسناده صحيح. ابن السرح: هو احمد بن عمرو، وابن وهب: عن عبد الله القرشي، ويونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن شهاب: هو الزهري. واخرجه البخاري (2757) (4418)، ومسلم (2769)، والنسائي في "الكبرى" (4747) و (4748) من طريق ابن شهاب الزهري، بهذا الاسناد. ورواية البخاري الثانية وكذا مسلم مطولة. واخرجه الترمذي (3359) من طريق عبد الرزاق،

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔تاہم اس میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

3321 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ فِي قِصَّتِهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي إِلَى اللهِ أَنْ أَخْرُجَ مِنْ مَالِي كُلِّهِ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَدَقَةً؟ قَالَ: لَا قُلْتُ: فَنِصْفُهُ؟ قَالَ: لَا قُلْتُ: فَثُلُثُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: فَإِنِّي سَأُمْسِكُ سَهْمِي مِنْ خَيْبَرَ

عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا ان کے قصے کے بارے میں بیان نقل کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میں اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں صدقے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کی: نصف کر دیتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کی: ایک تہائی کر دیتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے عرض کی تو پھر میں "خیبر" میں موجود اپنا حصہ اپنے پاس رہنے دیتا ہوں۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ

باب: جو شخص ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو

3322 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ، فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِي مَعْصِيَةٍ، فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا أَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ وَكِيعٌ وَغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْهِنْدِ، أَوْقَفُوهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جسے اس نے متعین نہ کیا ہو تو اس کا کفارہ وہی ہوگا جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جو گناہ سے متعلق ہو تو اس کا کفارہ وہی ہوگا جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا کفارہ وہی ہوگا۔ جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اس نذر کو پورا کرلے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کو وکیع اور نے دیگر راویوں نے' عبداللہ بن سعید بن ابوالہند کے حوالے سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک "موقوف" رکھا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا'

سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا کہ تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو' یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو' اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (المائدہ:۸۹)

مناسبت اور شان نزول:

امام ابوجعفر محمد ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ (المائدہ:۸۷) تو جن مسلمانوں نے اپنے اوپر عورتوں اور گوشت کو حرام کر لیا تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب ہماری ان قسموں کا کیا ہوگا جو ہم کھا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اللہ تعالیٰ تمہاری بے مقصد قسموں پر گرفت نہیں فرمائے گا۔ (الآیہ) (جامع البیان' جز ۷ ص ۱۹-۱۸' مطبوعہ ۱۴۱۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جن مسلمانوں عورتوں نے گوشت اور رات کی نیند ترک کرنے کی قسمیں کھائی تھیں' اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ان پر کفارہ لازم کر دیا' یعنی وہ قسم توڑیں اور کفارہ ادا کریں۔

یمین کا لغوی اور اصطلاحی معنی

یمین کے از روئے لغت تین معنی ہیں۔ (۱) قوت' (۲) داہنا ہاتھ (۳) قسم۔

یمین بہ معنی قوت اس آیت میں ہے:

(آیت) "ولو تقول علینا بعض الاقاویل. لاخذنا منه بالیمین"۔ (الحاقہ:۴۵-۴۴)

ترجمہ: اور اگر وہ (رسول) کوئی بھی بات ہم پر بنا کر اپنی طرف سے کہتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

یمین کا معنی داہنا ہاتھ بھی اس وجہ سے ہے کہ اس میں زیادہ قوت ہوتی ہے۔ یمین بہ معنی دایاں ہاتھ اس آیت میں ہے:

(آیت) "واما ان کان من اصحب الیمین. فسلم لك من اصحب الیمین"۔ (الواقعہ:۹۱-۹۰)

ترجمہ: اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں سے ہو (تو اس سے کہا جائے گا) تجھ پر سلام ہو (تو) دائیں طرف والوں سے ہے۔

یمین کا تیسرا معنی قسم ہے جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے اور قسم پر یمین کا اطلاق اس لیے ہوتا ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے کے لیے حلف اٹھاتے تو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ نیز قسم کے ذریعہ سے قسم کھانے والا اپنے کلام کو قوی اور موکد کرتا ہے۔

قسم کھانے کا جواز اور مشروعیت

قسم کھانا مشروع ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی قسم کھائی ہے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے کی یہ چند مثالیں ہیں:

(آیت) "والنجم اذا ھوی"۔ (النجم:۱)
ترجمہ روشن ستارے کی قسم جب وہ غروب ہوا۔
(آیت) "لا اقسم بھذا البلد"۔ (البلد:۱)
ترجمہ: میں اس شہر کی قسم فرماتا ہوں۔
(آیت) "والشمس وضحھا"۔ (الشمس:۱)
ترجمہ: سورج اور اس کی چمک کی قسم۔
(آیت) "والضحی واللیل اذا سجی"۔ (الضحیٰ:۲-۱)
ترجمہ: چاشت کی قسم اور رات کی قسم جب وہ (تاریکی کا) پردہ ڈالے۔
اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان آیات میں قسم کھانے کا حکم دیا ہے:
(آیت) "ویستنبئونك احق ھو قل ای وربی انه لحق وما انتم بمعجزین"۔ (یونس:۵۳)
ترجمہ: اور آپ سے پوچھتے ہیں کیا واقعی وہ (دائمی عذاب) برحق ہے؟ آپ کہیے ہاں میرے رب کی قسم وہ برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔
(آیت) "قال الذین کفروا لا تاتینا الساعة قل بلی وربی لتاتینکم عالم الغیب"۔ (سبا:۳)
ترجمہ: اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کہیے میرے رب عالم الغیب کی قسم وہ ضرور تم پر آئے گی۔
(آیت) "زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی وربی لتبعثن"۔ (التغابن:۷)
ترجمہ: کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا: وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے' آپ کہیے کیوں نہیں! میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔
احادیث میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قسم کھانے کا ذکر ہے۔
امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گئے اور آپ سے سواری طلب کی۔ آپ نے فرمایا تمہیں سوار کرنے کے لیے میرے پاس سواری نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں تم کو سوار نہیں کروں گا' پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری طرف چتکبرے کوہان والے تین اونٹ بھیجے۔ ہم نے کہا ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سواری طلب کرنے گئے تھے تو آپ نے قسم کھائی تھی کہ ہم کو سواری نہیں دیں گے' ہم نے آپ کے پاس جا کر آپ کو اس قسم کی خبر دی' آپ نے فرمایا میں جب بھی کسی چیز کی قسم کھاتا ہوں پھر اس کے غیر کو بہتر سمجھتا ہوں تو میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔
(صحیح مسلم الایمان ۱۰(۱۶۴۹)، ۴۱۹۰' صحیح البخاری' ج ۵' رقم الحدیث: ۴۳۸۵' ج ۷' رقم الحدیث: ۷۰۰۰' سنن نسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۳۷۸۰' مسند احمد' ج ۴' رقم الحدیث: ۱۹۵۳۶)

جھوٹ کا خدشہ نہ ہو تو زیادہ قسمیں کھانے کا جواز

فقہاء کے نزدیک ہرچند کہ قسم کھانا مباح ہے لیکن کثرت قسم کھانا مکروہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ قسم کھانے کی مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) ''ولا تطع کل حلاف مھین''۔ (القلم:۱۰)

ترجمہ: اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا' انتہائی ذلیل ہے۔

لیکن اگر بہ افراط قسمیں نہ کھائی جائیں تو پھر قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بلا کراہت جائز ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قسم کھانا مطلقاً مکروہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

(آیت) ''ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم''۔ (البقرہ:۲۲٤)

ترجمہ: اور اللہ (کے نام) کو تم اپنی قسموں کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت قسم کھاتے تھے' بعض اوقات ایک حدیث میں کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ آپ نے خطبہ کسوف میں فرمایا اے محمد کی امت اللہ کی قسم اللہ سے زیادہ اس پر کوئی غیرت دار نہیں ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے' اے امت محمد اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور روؤ زیادہ۔

(صحیح البخاری ج۱ رقم الحدیث:۱۰٤٤' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

آپ نے ترک دنیا کو ارادہ کرنے والے صحابہ سے فرمایا سنو: خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں' لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ (صحیح البخاری ج٦ رقم الحدیث:۵۰٦۳)

آپ نے ابوطالب سے اس کے مرتے وقت فرمایا سنو اللہ کی قسم میں تمہارے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے تمہاری استغفار سے منع نہ کیا جائے (صحیح البخاری ج۲ رقم الحدیث:۱۳٦۰)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا' اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا' اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا ان شاء اللہ

(سنن ابوداؤد ج۲' رقم الحدیث:۳۲۸۵)

اس ایک حدیث میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین بار قسم کھائی ہے۔

اور بہ افراط قسمیں کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں یہ خدشہ ہے کہ انسان کسی جھوٹ پر اللہ کی قسم کھالے اور مانعین نے جو آیت پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کی دلیل نہیں ہے' کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے:

(آیت) ''ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس''۔ (البقرہ:۲۲٤)

ترجمہ: اور اللہ (کے نام) کو تم اپنی قسموں کے لیے بہانہ نہ بناؤ جن سے مقصد نیکی' خدا خوفی اور لوگوں کے درمیان صلح

کرانے سے باز رہتا ہو۔

یعنی کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ نیکی نہیں کرے گا' خدا خوفی نہیں کرے گا اور لوگوں کے درمیان صلح نہیں کرائے گا' پھر اور نیک کاموں سے یہ کہہ کر باز رہے کہ میں تو یہ کام کرنے کی قسم کھا چکا ہوں' سو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ نیکی کرکے قسم توڑنے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے کسی چیز کی قسم کھائی پھر وہ اس چیز کے خلاف کرنے کو بہتر جانے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

(صحیح مسلم' ایمان' ۱۱' (۱۶۵۰) ۴۱۹۲)

فی نفسہ قسموں کی اقسام

فی نفسہ قسموں کی پانچ اقسام ہیں۔ واجب' مستحب' مباح' مکروہ اور حرام:

واجب: اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔

حضرت سوید بن حنظلہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارادہ سے نکلے' ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر (رضی اللہ عنہ) بھی تھے' ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا۔ پس ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے' میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی تھی' اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا: مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے۔ (سنن ابوداؤد' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۵۶' سنن ابن ماجہ' ج ۱' رقم الحدیث: ۲۱۱۹' مسند احمد' ج ۵' رقم الحدیث: ۱۶۷۲۶' طبع دارالفکر' مسند احمد' ج ۴' ص ۷۹' طبع قدیم)

مستحب: جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرانا قسم کھانے پر موقوف ہو' یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ کو زائل کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو' یا کسی شر کو رفع کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو' تو ان صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے۔ اسی طرح کسی عبادت کے کرنے پر کسی گناہ کے ترک کرنے پر قسم کھانا مستحب ہے۔

مباح: کسی مباح کام کرنے کے یا اس کو ترک کرنے پر قسم کھانا مباح ہے' جس خبر کے صادق ہونے کا یقین ہو' یا اس کے صدق کا غلبہ ظن ہو' اس پر قسم کھانا بھی مباح ہے۔

مکروہ: کسی مکروہ کام کے کرنے پر' یا کسی مستحب کرنے پر قسم کھائی جائے تو یہ قسم مکروہ ہے۔ روایت ہے کہ حضرت مسطح (رضی اللہ عنہ) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہ) پر تہمت لگانے والوں میں شامل تھے' حالانکہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) حضرت مسطح (رضی اللہ عنہ) کو خرچ دیتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہ) کی اس تہمت سے برات بیان کردی تو حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ وہ پہلے جو حضرت مسطح (رضی اللہ عنہ) کو خرچ دے کر ان کی مدد کرتے تھے وہ اب بند کردیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

(آیت) " ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمھجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم "۔ (النور: ۲۲)

ترجمہ: اور تم میں سے جو لوگ صاحب وسعت اور خوش حال ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے اور انکو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کار خیر کو ترک کرنے کی قسم کھانا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ ل

حرام: جھوٹی قسم کھانا اور خلاف واقع قسم کھانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) "ویحلفون علی الکذب وھم یعلمون. اعد اللہ لھم عذابا شدیدا انھم سآء ما کانوا یعملون"۔ (المجادلہ: ۱۴۔ ۱۳)

ترجمہ: اور منافق جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بے شک وہ (دنیا میں) بہت برا کام کرتے تھے۔

اسی طرح معصیت پر اور ترک واجب پر قسم کھانا حرام ہے۔ مثلاً کوئی شخص ناجائز کام کرنے کے لیے قسم کھائے تو یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(آیت) "ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا اولئک لا خلاق لھم فی الاخرۃ ولا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم یوم القیامۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم"۔ (آل عمران: ۷۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن کلام فرمائے گا، اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا، اور نہ ان کو پاک کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کے متعلق فقہاء کے نظریات:

جب حاکم کے سامنے اپنے حقوق پر قسم کھانی ہو تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنا حق ترک کر دیا جائے اور قسم نہ کھائی جائے اور یہ اولیٰ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے حق پر قسم کھانا جائز ہے۔ پہلی رائے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اور حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا، جو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس گواہ نہیں تھے، اس لیے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا جو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت عثمان کے پاس گواہ نہیں تھے، اس لیے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت مقداد پر قسم لازم کی۔ حضرت مقداد نے حضرت عثمان پر قسم لوٹا دی۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے قسم کھانے کی بجائے ان کے قول کے مطابق رقم لے لی اور خود قسم نہیں کھائی۔ اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ مقداد پر کوئی مصیبت آئے اور یہ کہے کہ یہ مصیبت عثمان کی قسم کی وجہ سے آئی ہے۔ سو دونوں صحابہ نے قسم پر اپنا حق چھوڑنے کو ترجیح دی، اور دوسرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محمد بن کعب القرظی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ

میں عصا تھا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑنا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے بے شک میرے ہاتھ میں عصا ہے' اور عمر بن شبہ نے کتاب قضاۃ البصرۃ میں اپنی سند کے ساتھ شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابی (رضی اللہ عنہ) نے ایک کھجور کے درخت کے متعلق حضرت زید بن ثابت کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ حضرت ابی بن کعب کا اس درخت پر دعویٰ تھا' تو حضرت عمر پر قسم آئی۔ حضرت زید نے کہا تم امیر المومنین سے قسم کو معاف کر دو' حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا امیر المومنین کو کیوں معاف کیا جائے؟ اگر مجھے معلوم ہو کہ کسی چیز پر میرا حق ہے اور قسم کھانے سے مجھے وہ حق مل جائے گا تو میں ضرور قسم کھاؤں گا ورنہ میں قسم کو ترک کر دوں گا' اور اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یہ کھجور کا درخت میرا درخت ہے اور اس پر ابی کا کوئی حق نہیں ہے۔ جب وہ دونوں عدالت سے نکلے تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے وہ درخت ابی کو بخش دیا۔ ان سے کہا گیا اے امیر المومنین! آپ نے قسم کھانے سے پہلے ابی کو درخت کیوں نہیں دیا' حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں نے قسم نہیں کھائی تو لوگ میرے بعد اپنے حقوق پر قسم نہیں کھائیں گے اور یہی طریقہ مقرر ہو جائے گا' اور یہ حق پر سچی قسم ہے تو جس طرح یہ قسم حاکم کے علاوہ دوسرے کے سامنے کھانا جائز ہے' وہ حاکم کے سامنے بھی جائز ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۳۸۹-۳۸۸ 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۰۵ھ)

قسم کھانے کا طریقہ:

قسم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی کھائی جاتی ہے۔ مثلاً اس طرح قسم کھائے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' یا اس ذات کی قسم جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح قسم کھاتے تھے' اس ذات کی قسم محمد کی جان جس کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مثلاً یہ ہیں اللہ' رحمن' رحیم' خالق' باری' رزاق' رب' وغیرہ۔ ان اسماء کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے اور اللہ کی صفات یہ ہیں' اللہ کی عظمت اللہ کا جلال' اللہ کی قدرت' اللہ کا علم' اللہ کا کلام وغیرہ' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) یوں قسم کھاتے "**لا ومقلب القلوب**" دلوں کے پلٹنے والے کی قسم۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث: ۷۳۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۹۲) اگر کسی شخص نے کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں' اس میں اگر وہ قسم کی نیت کرے گا تو قسم ہے' ورنہ نہیں۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی تحقیق:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) سواروں کی ایک جماعت میں اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ندا کر کے فرمایا: سنو اللہ تمہیں تمہارے آباء کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ سو جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح البخاری' ج ۷' رقم الحدیث: ۶۱۰۸' صحیح مسلم' الایمان' ۳' (۱۶۴۶) (۴۱۷۸)

غیر اللہ کی قسم سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور حقیقی تعظیم اللہ عزوجل کے

ساتھ خاص ہے اس لیے غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہ نہیں کیا جائے گا۔ نیز جس کی قسم کھائی جائے اس کو گواہ بنایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی یہ شان نہیں کہ وہ ہر وقت ہر چیز پر گواہ ہو۔ اس لیے اللہ کے سوا اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اگر میں سو مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر اس کو توڑ دوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں ایک بار غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کروں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً فرمایا: (آیت) "(والطور:۱) پہاڑ طور کی قسم"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی حکم کا پابند نہیں ہے۔ وہ مالک علی الاطلاق ہے جو چاہے کرے اس پر کوئی سوال یا اعتراض نہیں ہے اور پہاڑ طور درخت انجیر وغیرہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی فضیلت ظاہر کی ہے۔ نیز یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ چیزیں اللہ کی ذات پر گواہ ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کیا اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہاں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے اور عام فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور ہمارے زمانہ میں فقہاء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور حدیث میں ممانعت اس پر محمول ہے جب اس قصد سے غیر اللہ کی قسم کھائے کہ اگر قسم پوری نہیں کی تو وہ حانث ہوگا اور اس کا کفارہ ادا کرے گا اور جب یہ قصد نہ ہو تو پھر غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے جیسے کوئی کہے کہ تمہارے باپ کی قسم! یا تمہاری زندگی کی قسم۔

(درمختار علی هامش ردالمحتار ج ۳ ص ٤٦ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱٤۰۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں چونکہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کرنے میں تساہل برتتے ہیں اس لیے لوگ تاکید اور توثیق کے لیے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم طلاق کی قسم کھاؤ مثلاً اگر میں نے فلاں کو فلاں کام نہ کیا تو میری بیوی کو طلاق توثیق کے حصول کے لیے طلاق کی قسم کھائی جاتی ہے۔ اس میں حرف قسم نہیں ہوتا اور کبھی حرف قسم کے ساتھ باپ یا زندگی کی قسم کھائی جاتی ہے اس لیے توثیق مطلوب نہیں ہوتی اور نہ اس میں قسم پوری نہ کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ جس کی قسم کھائی جائے صرف اس کے ساتھ تعلق اور محبت کا اظہار مقصود ہوتا ہے اور اگر طلب توثیق کے لیے حرف قسم کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھائی جائے تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے کیونکہ میں غیر اللہ کو تعظیم میں اللہ کے ساتھ مشابہ کرنا ہے۔

(درمختار علی هامش ردالمحتار ج ۳ ص ٤٧-٤٦ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱٤۰۷ھ)

یمین لغو کی تعریف:

ازہری نے کہا ہے: کہ لغو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں۔ ایک معنی بے فائدہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے۔ دوسرا معنی ہے فحش اور بے ہودہ کلام جو گناہ کا موجب ہو۔ قرآن مجید میں ہے

(آیت) "لا یسمعون فیہا لغوا الا سلما"۔ (مریم:٦٢)

ترجمہ: وہ جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے بجز سلام کے۔

علامہ ابواسحٰق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلاقصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آجائیں یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھانے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی چیز نکل جائے تو یہ یمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمر، ابن عباس اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کہے نہیں خدا کی قسم! ہاں خدا کی قسم اور جو چیز زبان پر بلاقصد آجائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا، جیسے سبقت لسان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ (المہذب، ج ۲ ص ۱۲۸ ،مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ ھ لکھتے ہیں:

انسان کو گمان ہو کہ یقینی طور پر فلاں واقعہ ہوا اور وہ اس پر قسم کھالے اور درحقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۹۹ ،مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گماں کے مطابق نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابو مالک، حضرت زرارہ بن اوفی (رضی اللہ عنہ) کا یہ نظریہ ہے۔ حسن بصری، نخعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے۔ امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

(المغنی ج ۹ ص ۳۹۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی ۵۹۳ لکھتے ہیں:

ایک شخص ماضی کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اسکے گمان میں وہ واقعہ اسی طرح ہو اور درحقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے متعلق قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ درحقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یمین لغو ہے۔ (ہدایہ اولین، ص ۴۷۹۔۴۷۸ ،مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

یمین منعقدہ کی تعریف:

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یمین منعقدہ ہے۔ اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ (المائدہ: ۸۹) اور جب اس قسم کو توڑ دے تو اس کا کفارہ دینا لازم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن اللہ تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا۔ سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے۔ الآیہ (المائدہ: ۸۹) اس قسم میں کفارہ بالاتفاق مقرر ہے، خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر، لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے، جیسا کہ ہم اس سے پہلے (صحیح مسلم،

ایمان: ١١ (١٦٥٠) ٤١٩٢) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے خواہ اس نے عمداً قسم توڑی ہو یا بھول کر یا خطاء سے یا جبر سے کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے اور اس میں عمد اور نسیان کا فرق نہیں کیا۔ (بدایۃ المجتہد ج ١ ص ٣٠٤ بدائع الصنائع ج ٣ ص ١٧)

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نسیان خطایا جبر سے قسم توڑ دی تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

(المہذب ج ٢ ص ١٢٨ المغنی ج ٩ ص ٣٩١)

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: میری امت سے خطا نسیان اور جبر سے مواخذہ اٹھالیا گیا ہے۔ (المعجم الاوسط ج ٩ رقم الحدیث: ٨٢٦٩ مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض ١٤١٥ھ)

یمین غموس کی تعریف:

ماضی یا حال کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ یمین غموس ہے اور اس کا ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے کیونکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔ فقہاء احناف فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے۔ (بدائع الصنائع ج ٣ ص ١٥ الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی ج ٢ ص ١٢٨ المغنی ج ٩ ص ٣٩٢)

حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور وہ اس میں جھوٹا تھا تاکہ کسی مسلمان شخص کے مال کو حاصل کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا۔

(صحیح مسلم ایمان ٢١٨ (١٣٧) ٣٤٦ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ٢٣٢٤ سنن الدارمی رقم الحدیث: ٢٥٠٥ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٥٠٨٧ مسند احمد ج ٥ ص ٢٦٠ سنن کبری ج ١٠ ص ١٧٩)

حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ کروایا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ٣٢٤٢ مسند احمد ج ٤ ص ٤٤١-٤٣٦)

امام مسلم بن حجاج قشیری ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا گناہ کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا: یمین غموس (جھوٹی قسم) اور شعبہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا یمین غموس ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا کسی کو قتل کرنا۔ (صحیح البخاری ج ٦ رقم الحدیث: ٦٨٧٠ سنن ترمذی رقم الحدیث: ٣٠٣٢ سنن نسائی رقم الحدیث: ٤٠٢٢ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ٥٥٦٢ مسند احمد ج ٢ ص ٦٩٠١)

امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ واجب ہوتا ہے اور یمین غموس میں جھوٹ کا گناہ کفارہ سے ساقط ہو جاتا ہے جیسے یمین منعقدہ میں قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے ساقط ہوتا ہے۔ (المہذب ج ٢ ص ١٢٨)

کفارہ قسم کی مشروعیت:

کفارہ کا لفظ کفر سے مشتق ہے' کفر کا معنی ہے ستر اور ڈھانپنا۔ سو توڑنے کی وجہ سے جس گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے کفارہ اس گناہ کو ڈھانپ لیتا ہے۔ کفارہ کی مشروعیت سورۃ مائدہ کی زیر تفسیر آیت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھروں کو کھلاتے ہو' یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو (المائدہ:۸۹) اور حسب ذیل حدیث سے بھی کفارہ کی مشروعیت ثابت ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی' پھر وہ اس کے خلاف کرنے کو بہتر جانے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

(صحیح مسلم' ایمان' ۱۲' (۱۶۵۰) ۴۱۹۲)

کفارہ قسم کے احکام میں مذاہب ائمہ:

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ کفارہ قسم میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے' یا ان کو کپڑے پہنانا ہے اور یا غلام آزاد کرنا ہے' اور جو شخص ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک کھانا کھلانے سے مراد یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا پیش کر دیا جائے اور ان کو کھانے کی اجازت دی جائے' اس کو اصطلاح میں اباحت کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کو اس کھانے کا مالک بنانا نہیں ہے' اور باقی فقہاء کے نزدیک اس طعام کا مالک بنانا ضروری ہے۔ کھانے کی مقدار میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ہر مسکین کو ایک کلو گرام گندم دی جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر مسکین کو دو کلو گندم یا چار کلو کھجور یا جو دیئے جائیں یا ان کی قیمت دی جائے۔

اگر ایک مسکین کو دس روز صبح و شام کھانا کھلایا جائے یا دس دن تک ہر روز اس کو دو کلو گندم یا اس کی قیمت دی جائے تو یہ جائز ہے' لیکن اگر ایک مسکین کو ایک دن میں بیک وقت دس آدمیوں کا کھانا دے دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دس مسکینوں کی بھوک مٹانے کا حکم دیا ہے' خواہ بیک وقت یا دس دنوں میں اور یہ مقصود اس صورت میں حاصل نہیں ہوگا۔ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے وہ مسلمان ہوں۔ فقہاء احناف کے نزدیک ذمی کو بھی کھانا کھلایا جا سکتا ہے' اور باقی فقہاء کے نزدیک کافر کو قسم کا کفارہ کھلانا جائز نہیں ہے۔

اگر کفارہ میں کپڑے دیئے جائیں تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی ان کا مالک بنانا ضروری ہے' بخلاف کھانا کھلانے کے کیونکہ اس سے مقصود بھوک کو مٹانا ہے اور وہ فقط کھانے کی اجازت سے بھی مٹ جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اتنا کپڑا ہونا چاہیے جس سے عام بدن چھپ جائے اور امام احمد کے نزدیک جتنی مقدار سے نماز جائز ہو جائے اور امام مالک کے نزدیک جتنے کپڑے سے تمام بدن چھپ جائے اور امام شافعی کے نزدیک کپڑے کا اطلاق دو چادروں

پرہوتا ہے یہ مقدار ضروری ہے ورنہ مردوں کو قمیص، شلوار اور ٹوپی دی جائے اور عورتوں کو قمیص، شلوار اور دوپٹہ۔

اس دور میں غلامی کا رواج ختم ہو گیا ہے اس لیے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم ضابطہ یہ ہے کہ ایسا غلام آزاد کیا جائے جو کامل الاعضاء ہو اور عیب دار نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ غلام عام ہے مومن ہو یا کافر کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلقاً فرمایا (آیت) "او تحرير رقبة" (المائدہ:۸۹) اور اس کو کسی قید سے مقید نہیں کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے کیونکہ کفارہ قتل خطا میں فرمایا ہے۔ (آیت) "او تحرير رقبة مؤمنة" (النساء:۹۲) ائمہ ثلاثہ مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا اصول یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید دو الگ الگ احکام میں ذکر کیے جائیں تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاتا اور جس حکم میں کوئی چیز مطلق ذکر کی گئی ہے وہاں اس کے اطلاق پر عمل کیا جائے گا اور جہاں اس کو مقید ذکر کیا ہے وہاں اس کی۔۔۔۔۔ پر عمل ہوگا۔

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر قسم توڑنے والا دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا ان کو کپڑے پہنانے یا غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے گا۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مسلسل تین دن کے روزے رکھنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر اس نے لگاتار تین دن کے روزے رکھے تو یہ مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلقاً فرمایا ہے (آیت) "فصيام ثلاثة ايام" (المائدہ:۸۹)

اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک لگاتار تین روزے رکھنا ضروری ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی قرات میں ہے "فصيام ثلاثة ايام متتابعات"۔ ہر چند کہ یہ قرات متواتر نہیں ہے لیکن یہ آیت خبر واحد اور آپ سے روایت کے درجہ میں ہے اور خبر واحد حجت ہوتی ہے اور اس سے قرآن کے کسی حکم میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ جس طرح عمداً روزہ توڑنے کے کفارہ میں جو ساٹھ روزے لگاتار رکھے جاتے ہیں ان کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور ان کا لگاتار رکھنا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ سو اسی طرح اس کا حکم ہے۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد ج ۴ ص ۱۹۰ المہذب ج ۲ ص ۱۴۲ بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۰۷، ۱۰۵ ردالمختار ج ۳ ص ۶۲۔۶۰ فتح القدیر ج ۵ ص ۹۱۔۷۵)

بَابُ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ

باب: جو شخص کوئی نذر مانے لیکن اسے متعین نہ کرے

3323- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، مَوْلَى الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ، عَنْ عُقْبَةَ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نذر کا کفارہ (وہی ہے جو) قسم کا کفارہ ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: عمرو بن حارث نے اسے کعب بن علقمہ کے حوالے سے ابن شماسہ کے حوالے سے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

3324 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَهُمْ أَخْبَرَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِمَاسَةَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

❁❁ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند حدیث نقل کی ہے۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْإِسْلَامَ

باب: جس شخص نے زمانۂ جاہلیت میں نذر مانی اور پھر اس نے اسلام قبول کرلیا

3325 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لَيْلَةً. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ

❁❁ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے زمانۂ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر کو پورا کرلو۔

3325-اسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان. واخرجه البخاري (2032) و (2042) و (2043)، ومسلم (1656) (27)، وابن ماجه (1772) و (2129)، والترمذي (1620)، والنسائي في "الكبرى" (4744) و (4745) من طريقين عن نافع، به. واخرجه النسائي في "الكبرى" (4743) من طريق نافع، عن ابن عمر، عن عمر فجعله من مسند عمر. وهذا لا يضر بصحة الحديث. وهو في "مسند احمد" (255) و (4577)، و "صحيح ابن حبان" (4379) و (4380) و (4381).

كِتَابُ الْبُيُوعِ

یہ کتاب بیوع کے بیان میں ہے

بیع کے معنی کا بیان

فخر الاسلام بزدوی نے لکھا ہے کہ لغت میں بیع مالی تبادلہ کو کہتے ہیں شریعت میں بھی اسی تبادلہ مالی کو بیع کہا گیا ہے۔ مگر باہم رضامندی کی شرط شرعاً زائد لگا دی گئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ لغوی معنی میں تراضی کی شرط ماخوذ ہے بغیر رضامندی کے اگر مالی تبادلہ ہو تو اس پر غصب کا اطلاق کیا جاتا ہے اختیار اور تراضی کے لیے اچھے برے اور نفع نقصان کی تمیز ضروری ہے اسی لیے پاگل اور ناسمجھ بچہ کی بیع اجماعاً درست نہیں۔ کیونکہ ان کے اندر قوت تمیز نہیں ہوتی۔

بیع کے لغوی معنی: خریدنا اور بیچنا ہے۔ بیع کے اصطلاحی معنی: مال کا مال سے تبادلہ کرنا جو آپسی رضامندی سے ہو۔

(المصباح المنیر ۲۲۲/۱)

وفي الشرع: مبادلة المال المتقوم بالمال المتقوم، تمليكاً وتملكاً (التعریفات ۱۵/۱)

بیع کے معنی ہیں بیچنا یعنی فروخت کرنا لیکن کبھی اس کے معنی خریدنا بھی مراد ہوتے ہیں اس لئے بیع کا ترجمہ اصطلاحی طور پر خرید و فروخت کیا جاتا ہے۔

فخر الاسلام کا بیان ہے کہ اصطلاح شریعت میں آپس کی رضامندی سے مال کے ساتھ مال بدلنا بیع کہلاتا ہے، بیع کی شرعیت: بیع یعنی خرید و فروخت کا شرعی ہونا قرآن کریم کی اس آیت (وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا) (2۔البقرۃ:275)
(اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جو (آگے آئیں گی) سے ثابت ہے۔

اصطلاح شرع میں بیع کے معنے یہ ہیں کہ دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے ساتھ تبادلہ کرنا۔ بیع کبھی قول سے ہوتی ہے اور کبھی فعل سے۔ اگر قول سے ہو تو اس کے ارکان ایجاب و قبول ہیں یعنی مثلاً ایک نے کہا میں نے بیچا دوسرے نے کہا میں نے خریدا۔ اور فعل سے ہو تو چیز کا لے لینا اور دے دینا اس کے ارکان ہیں اور یہ فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترکاری وغیرہ کی گڈیاں بنا کر اکثر بیچنے والے رکھ دیتے ہیں اور ظاہر کر دیتے ہیں کہ پیسہ پیسہ کی گڈی ہے خریدار آتا ہے ایک پیسہ ڈال دیتا ہے اور ایک گڈی اٹھا لیتا ہے طرفین باہم کوئی بات نہیں کرتے مگر دونوں کے فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام شمار ہوتے ہیں اور اس قسم کی بیع کو بیع تعاطی کہتے ہیں۔ بیع کے طرفین میں سے ایک کو بائع اور دوسرے کو مشتری کہتے ہیں۔

بیع کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ لفظ بیع کی اصطلاح میں دو تعریفات ہیں۔ ایک تعریف وہ ہے جو تمام بیع کے افراد کو شامل ہے۔ جس میں بیع سلم وصرف وغیرہ سب شامل ہیں۔ جبکہ دوسری تعریف ان میں سے فرد واحد یعنی جو عام طور پر بیع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ بیع کی خاص تعریف یہ ہے کہ اشیاء کا معاوضے کا معاملہ ہے۔

فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ اصطلاح شرعیہ میں ایک مقرر قاعدہ کے مطابق مال کا مال کے بدلے میں لین دین کرنے کا نام بیع ہے۔ یعنی ایسا معاملہ جو دو چیزوں کے مابین ہوتا ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ بیع کا اصطلاحی معنی مبادلہ مال بہ مال یا پھر کسی جائز نفع کے بدلے میں جائز نفع کو ہمیشہ کیلئے تبدیل کرنے کا نام بیع ہے۔ جس میں سود یا قرض کا شائبہ بھی نہ ہو۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ فقہاء کی اصطلاح میں بیع کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے ایک معنی یہ ہے کہ سونے چاندی یا نقدی کے بدلے میں کسی معین چیز کو خریدا جائے اور جب بیع کا لفظ عام طور پر بولا جائے تو اس کا معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جبکہ دوسرا بیع کا معنی عام ہے جس کی بارہ اقسام ہیں۔ (جس میں بیع کی تمام اقسام کی تعریف شامل ہو جائے گی یعنی اس میں بیع کی تفصیلات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع، لاہور)

بیع کی اقسام کا بیان

بیع کی قسمیں : بیع یعنی خرید وفروخت میں بنیادی طور پر تین چیزیں ہوتی ہیں اول تو عقد بیع یعنی نفس معاملہ کہ ایک شخص کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور دوسرا اسے خریدتا ہے دوم مبیع یعنی وہ چیز جس کو فروخت کیا جاتا ہے اور سوم ثمن یعنی قیمت ان تینوں کے اعتبار سے فقہی طور پر بیع کی کچھ قسمیں ہیں۔ چنانچہ نفس معاملہ اور اس کے حکم کہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں۔ کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں۔

1 نافذ 2 موقوف 3 فاسد 4 باطل

بیع نافذ اس بیع کو کہتے ہیں کہ طرفین میں مال ہو یعنی بیچنے والے کے پاس بیع ہو خریدار کے پاس ثمن ہو اور عاقدین یعنی بیچنے والا اور خریدار دونوں عاقل ہوں نیز وہ دونوں بیع یا تو اصالۃ کریں یا وکالۃ اور دلالۃ جس بیع میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں گی وہ بیع بالکل صحیح اور نافذ ہوگی بیع موقوف اس بیع کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کی چیز کو اس کی اجازت یا ولایت کے بغیر فروخت کرے۔ اس بیع کا حکم یہ ہے کہ جب تک کہ اصل مالک کی اجازت ورضامندی حاصل نہ ہو جائے یہ بیع صحیح نہیں ہوتی۔ اجازت کے بعد صحیح ہو جاتی ہے بیع فاسد وہ بیع ہے جو باصلہ یعنی معاملہ کے اعتبار سے تو درست ہو مگر بوصفہ یعنی کسی خاص وجہ کی بناء پر درست نہ ہو بیع باطل اس بیع کو کہتے ہیں جو نہ باصلہ درست ہو اور نہ بوصفہ بیع فاسد اور بیع باطل کی تفصیل اور ان کی مثالیں ان شاء اللہ باب المنهى عنها من البيوع میں ذکر کی جائیں گی۔ مبیع یعنی فروخت کی جانے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں۔

1 مقائضہ 2 صرف 3 سلم 4 بیع مطلق

بیع مقائضہ یہ ہے کہ مبیع بھی مال اور ثمن بھی مال ہو مثلا ایک شخص کپڑا دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اس کو غلہ دے۔

گویا بیع کی یہ وہ صورت ہے جسے عرف عام میں تبادلہ مال کہا جاتا ہے۔بیع صرف یہ ہے کہ نقد کا تبادلہ نقد سے کیا جائے مثلاً ایک شخص ایک روپیہ کا نوٹ دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں ایک روپیہ کے پیسے دے یا ایک شخص اشرفی دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اسے روپیہ دے گویا روپیہ بھنانا یا روپیہ کی ریزگاری لینا دینا بیع صرف کی ایک قسم ہے۔ بیع سلم یہ ہے کہ بیچنے والا خریدار سے کسی چیز کی قیمت پیشگی لے لے اور یہ طے ہو جائے کہ خریدار یہ چیز اتنی مدت مثلاً ایک دو مہینے کے بعد لے لے گا۔بیع مطلق یہ ہے کہ کسی چیز کی بیع نقد کے عوض کی جائے مثلاً بیچنے والا ایک من گیہوں دے اور خریدار اس کی قیمت کے طور پر تیس روپے ادا کرے۔

ثمن یعنی قیمت کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں یہ ہے۔

1 مرابحہ 2 تولیت 3 وضیعت 4 مساومت

مرابحہ کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا مبیع کو اپنے خریدار سے نفع لے کر فروخت کرے تولیت کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا مبیع کو بلا نفع کے اس قیمت پر فروخت کرے جتنی قیمت میں اس نے خود خریدی ہو اور مساومت کی صورت یہ ہے کہ بیچنے والا اور خریدار آپس کی رضامندی سے کسی چیز کی خرید و فروخت چاہے جس قیمت پر کریں اور اس میں بیچنے والے کی قیمت خرید کا کوئی لحاظ نہ ہو۔

بیچنے اور خریدنے کے چند اصول

اسلام نے جتنے بھی خرید و فروخت کے اصول بنائے ہیں ان میں ان باتوں کو پیش نظر رکھا گیا کہ

(۱) بیچنے والے اور خریدنے والے کی نفسیات کا لحاظ رکھا جائے۔

(۲) مہنگا بیچنے پر روک لگانے کی کوشش کی جائے۔

(۳) خرید و فروخت کا نتیجہ کوئی جھگڑا نہ بنے اس لیے وہ تمام صورتیں شریعت نے ناجائز قرار دی ہیں جن میں عاقدین کے درمیان جھگڑا ہوسکتا ہے جیسے کسی بیع میں قیمت متعین نہ ہو یا مبیع (جس چیز کو بیچا جارہا ہو اس) میں ابہام ہو، قیمت یا سامان کے کرنے کی مدت پوری طرح متعین نہ ہو۔

(۴) دونوں مکمل طور پر راضی ہوں اور ایسا نہ ہو کہ کوئی فریق اپنے دل میں کسی قسم کا شک و شبہ رکھے اس لیے جو چیز بغیر دیکھے خریدی جائے اسے جائز تو قرار دیا گیا مگر جب اسے دیکھ لے اور اس پر مطمئن ہو جائے تو بیع نافذ ہو جائیگی ،اگر وہ دیکھنے کے بعد مطمئن نہ ہو تو اسے یہ اختیار ہوگا کہ بیع کو ختم کردے اس اختیار کو 'خیار رویت' کہا جاتا ہے اور بیع منابذہ ، ملامسہ اور بیع حصاۃ (جو زمانہ جاہلیت میں مروج تھیں) کو اسی لیے ناجائز قرار دیا گیا۔

(۵) دھوکہ دہی، فریب اور چالبازی سے محفوظ رکھا گیا اگر اس طرح کا کوئی کام ہو جائے تو اس کی تلافی کی تدبیر بتلائی گئیں لہذا بیع کی جس صورت میں دھوکہ ہوتا ہے اس کو پسند نہیں کیا گیا جیسے تاجر سے یہ کہا گیا کہ سامان میں کوئی عیب ہو تو بتا دیا جائے اور تاجر نہیں بتایا تو گاہک کو اختیار ہوتا ہے کہ جب وہ عیب پر مطلع ہو تو وہ فوراً اسے تاجر کو واپس کر کے بیع کو کالعدم کردے ، اسے 'خیار عیب' کہا جاتا ہے۔

اسی طرح گاہک خریدنے کے لیے بھاؤ تاؤ کر رہا ہو اور تاجر کا ایجنٹ اپنے آپ کو خریدار ظاہر کر کے اس کی قیمت بڑھا دے

اسے بھی شریعت نے ناجائز قرار دیا اس لیے کہ اس میں گاہک کو دھوکہ دینا ہے، جسے تناجش کہتے ہیں، اگر گاہک کو بعد میں معلوم ہو کہ قیمت میں دھوکہ ہوا ہے تو اسے اختیار ہے کہ چاہے تو اسے کالعدم کردے اور بھی بہت سی صورتیں ہیں کہ جس میں دھوکہ ہونے کی بنیاد پر غیر درست کہا گیا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ (بخاری باب النجش ۱۹۹۸)

(۶) چونکہ کسی چیز کی خرید وفروخت کا ہونا اس کی اہمیت کو بتلاتا ہے اس لیے ایسی تمام چیزوں کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا گیا جو چیزیں خود شریعت میں ناجائز ہوں جیسے شراب، تصاویر اور ذی روح مجسمے وغیرہ یا جو چیزیں ناجائز چیزوں کا ذریعہ بنتی ہوں جیسے فتنہ کے زمانہ میں اہل فتنہ سے اسلحہ فروخت کرنا۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة:۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ۔

(بخاری باب تحریم تجارۃ الخمر فی المسجد ۴۳۹)

(۷) خرید وفروخت کے معاملہ میں کوئی ایسی شرط نہ لگائی جائے جو بیع کے معاملہ کے خلاف ہے یعنی کسی چیز کو خریدنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خریدار اس شیٔ کا مالک ہو جائے اور اس کو جب چاہے جس طرح چاہے استعمال کرے اب اگر بیچنے والا بیچتے وقت یہ شرط لگادے کہ میں اس کو ایک ماہ یا ایک سال استعمال کرونگا تو یہ شرط خلافِ بیع ہے اس لیے یہ بیع فاسد ہوگی۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع وشرط. البيع باطل، والشرط باطل (المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه عبد الله ۱۰/۶۶، ۴۵۱۲)

بیع کے ارکان وشرائط

بیع کے ارکان: بیع کے دو ارکان ہیں (۱) ایجاب (۲) قبول

خرید وفروخت میں جس کی طرف سے پہل کی جائے وہ ایجاب ہے اور اسے منظور کر لینے کو قبول کہتے ہیں۔

(وَأَمَّا) رُكْنُ الْبَيْعِ: فَهُوَ مُبَادَلَةُ شَيْءٍ مَرْغُوبٍ بِشَيْءٍ مَرْغُوبٍ، وَذَلِكَ قَدْ يَكُونُ بِالْقَوْلِ، وَقَدْ يَكُونُ بِالْفِعْلِ (أَمَّا) الْقَوْلُ فَهُوَ الْمُسَمَّى بِالْإِيجَابِ، وَالْقَبُولِ فِي عُرْفِ الْفُقَهَاءِ (بدائع الصنائع، کتاب البیوع ج ۷ ص ۱۱/۴)

بیع کے شرائط:

بیع کی شرطیں چار طرح کی ہیں، شرائط انعقاد، شرائط نفاذ، شرائط صحت اور شرائط لزوم

شرائط انعقاد

بیع کے منعقد ہونے کی بعض شرطیں تاجر اور خریدار سے متعلق ہوتی ہیں:

۱۔ وہ دونوں عاقل اور تمیز کرنے والے ہوں۔ لہٰذا نابالغ جس میں فہم وشعور پیدا ہو چکا ہو، نیز کم عقل شخص کی بیع بھی منعقد ہو جائے گی۔

وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ (بخاری بَاب الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ وَالسَّكْرَانِ ۳۱۵/۱۶) (قَوْلُهُ: وَشَرْطُهُ أَهْلِيَّةُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ) أَيْ بِكَوْنِهِمَا عَاقِلَيْنِ، وَلَا يُشْتَرَطُ الْبُلُوغُ وَالْحُرِّيَّةُ (ردالمحتار. كِتَابُ الْبُيُوعِ ۱۹۹/۱۸).

۲۔ایجاب وقبول دوالگ الگ آدمیوں کی طرف سے ہو، ایک ہی شخص فریقین کی طرف سے وکیل بن کر ایجاب وقبول دونوں کرلے، یہ درست نہ ہوگا، البتہ باپ، وصی، یا قاضی خود اپنا مال اپنے زیرولایت نابالغ سے فروخت کریں تو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اوران کی طرف سے ایجاب وقبول دونوں کی گنجائش ہے۔

۳۔دونوں ایک دوسرے کی طرف سے ہونے والے ایجاب وقبول کو سن لیں۔

عَنْ جَابِرٍ... ثُمَّ قَالَ لِي بِعْنِي جَمَلَكَ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوقِيَّةَ ذَهَبٍ فَهُوَ لَكَ بِهَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ (مسلم باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ ۲۹۹۸)

بعض شرطیں مبیع اوراس کے ثمن، یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے متعلق ہوتی ہیں۔

(۱)مبیع اورثمن دونوں مال ہوں۔ (۲)مبیع موجود ہو۔

(۳)بائع کی ملکیت میں ہو۔(۴)بائع مبیع کو سپرد کرنے پر قادر ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ (بخاری بَاب بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ۲۰۴۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ (مسلم بَاب تَحْرِيمِ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ ۲۷۸۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ زَادَ إِسْمَاعِيلُ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ (بخاری بَاب بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ ۱۹۹۲) وَأَمَّا شَرَائِطُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَأَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا مَالًا مُتَقَوِّمًا مَمْلُوكًا فِي نَفْسِهِ وَأَنْ يَكُونَ مِلْكَ الْبَائِعِ فِيمَا يَبِيعُهُ لِنَفْسِهِ وَأَنْ يَكُونَ مَقْدُورَ التَّسْلِيمِ فَلَمْ يَنْعَقِدْ بَيْعُ الْمَعْدُومِ وَمَا لَهُ خَطَرُ الْعَدَمِ كَنِتَاجِ النِّتَاجِ وَالْحَمْلِ وَاللَّبَنِ فِي الضَّرْعِ وَالثَّمَرِ وَالزَّرْعِ قَبْلَ الظُّهُورِ وَالْبَزْرِ فِي الْبِطِّيخِ وَالنَّوَى فِي التَّمْرِ وَاللَّحْمِ فِي الشَّاةِ الْحَيَّةِ وَالشَّحْمِ وَالْأَلْيَةِ فِيهَا وَأَكَارِعِهَا وَرَأْسِهَا وَالسَّجِيرِ فِي السِّمْسِمِ الخ (البحر الرائق شَرْطُ الْعَقْدِ ۲۵/۱۵)

بعض شرطیں ایجاب وقبول سے متعلق ہیں

۱۔ایجاب وقبول میں مطابقت ہو، ایسا نہ ہو کہ خریدار الگ قیمت بتائے اور تاجر الگ، یا اسی طرح دونوں کی بات میں یا مبیع کی مقدار میں فرق پایا جاتا ہو۔

عَنْ جَابِرٍ... ثُمَّ قَالَ لِي بِعْنِي جَمَلَكَ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوقِيَّةَ ذَهَبٍ فَهُوَ لَكَ بِهَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ (مسلم باب بَيْعِ الْبَعِيرِ وَاسْتِثْنَاءِ رُكُوبِهِ ۲۹۹۸) وَأَمَّا شَرْطُ الْعَقْدِ فَمُوَافَقَةُ الْقَبُولِ لِلْإِيجَابِ بِأَنْ يَقْبَلَ الْمُشْتَرِي مَا أَوْجَبَهُ الْبَائِعُ بِمَا أَوْجَبَهُ. فَإِنْ خَالَفَهُ بِأَنْ قَبِلَ غَيْرَ مَا أَوْجَبَهُ أَوْ بَعْضَ مَا أَوْجَبَهُ أَوْ بِغَيْرِ مَا أَوْجَبَهُ أَوْ بِبَعْضِ مَا أَوْجَبَهُ لَمْ يَنْعَقِدْ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ (البحر الرائق، شَرْطُ الْعَقْدِ ۳۵/۱۵)

۲۔ ایجاب وقبول دونوں ایک ہی مجلس میں ہو۔

عَنْ جَابِرٍ... ثُمَّ قَالَ لِي بِعْنِي جَمَلَكَ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوقِيَّةَ ذَهَبٍ فَهُوَ لَكَ بِهَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ (مسلم باب بَيْعِ الْبَعِيرِ وَاسْتِثْنَاءِ رُكُوبِهِ ۲۹۹۸) وَأَمَّا الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى مَكَانِ الْعَقْدِ فَوَاحِدٌ وَهُوَ اتِّحَادُ الْمَجْلِسِ. بِأَنْ كَانَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ. فَإِنْ اخْتَلَفَ الْمَجْلِسُ لَا يَنْعَقِدُ (بدائع الصنائع (فَصْلٌ): فِي الشَّرْطِ الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى مَكَانِ الْعَقْدِ ۶۳/۱۱)

بیع کے نافذ وجاری ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں:

۱۔ بیچنے والا اس سامان کا مالک ہو، یا ولی اور نگران کی حیثیت سے اس کو وہ سامان فروخت کرنے کا حق حاصل ہو۔

عن أبي هريرة قال: "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر" (صحيح ابن حبان، ذكر الزجر عن بيع الحمل في البطن، والطير في الهواء والسمك في الماء قبل أن يصطاد ۴۹۵۱) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَأْتِينِي الرَّجُلُ يَسْأَلُنِي مِنَ الْبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدِي أَبْتَاعُ لَهُ مِنَ السُّوقِ ثُمَّ أَبِيعُهُ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ (ترمذی باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ ۱۱۵۳) (وَمِنْهَا) أَنْ يَكُونَ مَمْلُوكًا. لِأَنَّ الْبَيْعَ تَمْلِيكٌ فَلَا يَنْعَقِدُ فِيمَا لَيْسَ بِمَمْلُوكٍ كَمَنْ بَاعَ الْكَلَأَ فِي أَرْضٍ مَمْلُوكَةٍ. وَالْمَاءَ الَّذِي فِي نَهْرِهِ أَوْ فِي بِئْرِهِ؛ لِأَنَّ الْكَلَأَ وَإِنْ كَانَ فِي أَرْضٍ مَمْلُوكَةٍ فَهُوَ مُبَاحٌ. (بدائع الصنائع فى الشرط الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ ۱۱۱/۱۱) فَأَمَّا مَا يَبِيعُهُ بِطَرِيقِ النِّيَابَةِ عَنْ غَيْرِهِ يُنْظَرُ إِنْ كَانَ الْبَائِعُ وَكِيلًا وَ كَفِيلًا فَيَكُونُ الْمَبِيعُ مَمْلُوكًا لِلْبَائِعِ لَيْسَ بِشَرْطٍ (بدائع الصنائع فى الشرط الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ ۱۱۶/۱۱)

۲۔ اس سامان سے تاجر کے سوا کسی اور کا حق متعلق نہ ہو، جیسے نابالغ وناسمجھ بچہ کی ہر چیز سے باپ کا حق بحیثیت ولی متعلق ہے تو جب تک باپ اجازت نہ دے وہ بیع موقوف رہے گی اجازت دیدے تو بیع نافذ ولازم ہوجائے گی۔

لَوْ بَاعَ الصَّبِيُّ الْعَاقِلُ مَالَ نَفْسِهِ، يَنْعَقِدُ عِنْدَنَا مَوْقُوفًا عَلَى إِجَازَةِ وَلِيِّهِ، وَعَلَى إِجَازَةِ نَفْسِهِ بَعْدَ الْبُلُوغِ (بدائع الصنائع، فصل فى شرائط ركن البيع ۵۳/۱۱)

شرائط صحت

بیع کے درست ہونے کے لیے کچھ شرطیں عام نوعیت کی ہیں، جو ہر معاملہ خرید و فروخت کے لیے ضروری ہیں
۱۔ بیع ایک خاص مدت کے لیے نہ ہو بلکہ ہمیشہ کے لیے ہو۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع وشرط. البيع باطل والشرط باطل (المعجم الاوسط للطبراني من اسمه عبد الله ۱۰/۶۶، ۴۵۱۲)

۲۔ مبیع اور ثمن اس طرح متعین اور معلوم ہوں کہ آئندہ اختلاف پیدا ہونے کا امکان نہ ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى الْأَسْلَمِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّامَ فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْبُرِّ وَالزَّيْتِ سِعْرًا مَعْلُومًا وَأَجَلًا مَعْلُومًا فَقِيلَ لَهُ مِمَّنْ لَهُ ذَلِكَ قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ (ابو داود، فی السلف، ۳۰۰۶)

(وَمِنْهَا) أَنْ يَكُونَ الْمَبِيعُ مَعْلُومًا وَثَمَنُهُ مَعْلُومًا عِلْمًا يَمْنَعُ مِنَ الْمُنَازَعَةِ. فَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مَجْهُولًا جَهَالَةً مُفْضِيَةً إِلَى الْمُنَازَعَةِ فَسَدَ الْبَيْعُ (بدائع الصنائع فَصْلٌ فِي شَرَائِطِ الصِّحَّةِ فِي البيوع ۱۱/۱۵۸)

۳۔ ایسی بیع ہو جس سے کوئی فائدہ ہو، بے فائدہ بیع نہ ہو، مثلاً ایک روپیہ کے بدلہ ایک روپیہ فروخت کیا جائے، یہ درست نہیں، کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

لان الشئ اذا خلا عن فائدته لغا (اعلاء السنن حرمة بيع الخمر والميتة ۱۴/۱۱۰)

۴۔ کوئی شرط فاسد نہ لگائی جائے۔

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع وشرط. البيع باطل. والشرط باطل (المعجم الاوسط للطبراني من اسمه عبد الله ۱۰/۶۶، ۴۵۱۲)

شرط فاسد کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ ایسی شرط جس کا پایا جانا اور نہ پایا جانا، دونوں شبہ سے خالی نہ ہو۔

عن أبي هريرة قال: "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر" (صحیح ابن حبان، ذکر الزجر عن بیع الحمل فی البطن، والطیر فی الهواء والسمک فی الماء قبل أن یصطاد ۴۹۵۱)

۲۔ ایسی شرط جو ممنوع اور شرعاً ناجائز ہو۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة: ۲)

۳۔ ایسی شرط نہ ہو جو تقاضائے عقد کے خلاف ہو اور اس سے تاجر یا خریدار یا خود اس مبیع کا نفع متعلق ہو جس کے اندر مطالبہ کی صلاحیت موجود ہے اور نہ اس کا لوگوں میں تعامل ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اشْتَرَى جَارِيَةً مِنِ امْرَأَتِهِ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ وَاشْتَرَطَتْ عَلَيْهِ

إنك إن بعتها فهي لي بالثمن الذي تبيعها به فاستفتى في ذلك عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقال له عمر: لا تقربها وفيها شرط لأحد.(السنن الكبرى للبيهقي، باب الشرط الذي يفسد البيع ١١١٣٥)
الاصل الجامع في فساد العقد بسبب شرط (لا يقتضيه العقد ولا يلائمه وفيه نفع لاحدهما أو) فيه نفع (لمبيع) هو (من أهل الاستحقاق) للنفع بأن يكون آدميا (الدر المختار باب البيع الفاسد ٥/٢٠٤)

۴۔ بیع کے رد کرنے کا ابدی اختیار یا تین دنوں سے زائد اختیار کی شرط لگا دی جائے۔

عن محمد بن يحيى بن حبان قال هو جدي منقذ بن عمرو وكان رجلا قد أصابته آمة في رأسه فكسرت لسانه وكان لا يدع على ذلك التجارة وكان لا يزال يغبن فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك له فقال له إذا أنت بايعت فقل لا خلابة ثم أنت في كل سلعة ابتعتها بالخيار ثلاث ليال فإن رضيت فأمسك وإن سخطت فارددها على صاحبها (ابن ماجه باب الحجر على من يفسد ماله ٢٣٣٦)

۵۔ مبیع وثمن کی موجودگی کے باوجود اس کی ادائیگی کے لیے مدت مقرر کر دی جائے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مطل الغني ظلم
(بخاری باب مطل الغنی ظلم ٢٢٢٥)

بیع کے درست ہونے کی کچھ شرطیں ایسی ہیں، جو خاص قسم کے معاملات کے لیے ضروری ہیں اور وہ اس طرح ہیں:

۱۔ قیمت اُدھار ہو تو ادائیگی کی مدت کا تعین۔

عن عبد الله بن أبي أوفى الأسلمي قال غزونا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الشام فكان يأتينا أنباط من أنباط الشام فنسلفهم في البر والزيت سعرا معلوما وأجلا معلوما فقيل له ممن له ذلك قال ما كنا نسألهم (ابو داود فی السلف ٣٠٠٦)

۲۔ اموال ربویہ (سودی اموال) ہوں تو بدلین میں مماثلت اور یکسانیت ہو اور نقد معاملہ ہو۔

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فإذا اختلفت هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدا بيد (مسلم باب الصرف وبیع الذہب بالورق نقدا ٢٩٧٠)

۳۔ سونے چاندی اور سکوں کی باہم خرید وفروخت ہو (جس کو بیع صرف کہا جاتا ہے) تو ایک ہی مجلس میں فریقین کا بدلین پر قبضہ ہو۔

عن أبي المنهال قال سألت البراء بن عازب وزيد بن أرقم رضي الله عنهم عن الصرف فكل واحد منهما يقول هذا خير مني فكلاهما يقول نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الذهب بالورق دينا (بخاری باب بيع الورق بالذهب نسيئة ٢٠٣٣) عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ (مسلم، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا ۲۹۷۰)

۴۔ مرابحہ، تولیہ اور وضیعہ میں پہلی قیمت سے واقف ہونا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (الانفال:۲۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا (مسلم بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا ۱۴۶) أما المواضعة، فهي ضد المرابحة، وهي بيع بمثل الثمن الأول مع نقصان شئ معلوم منه كما أن المرابحة بيع بمثل الثمن الأول مع زيادة ربح معلوم. والعلم بالثمن الأول شرط صحة هذه البيعات كلها. فإن لم يكن معلوما، فالبيع فاسد إلى أن يعلم في المجلس، فيختار إن شاء فيجوز، أو يترك فيبطل. (اعلاء السنن، التوليه والمرابحه وجوازها ۱۴/۲۲۶).

نوٹ: مرابحہ، تولیہ، اور وضیعہ ان تینوں کی تعریف آگے آرہی ہے۔

شرط لزوم

بیع کے لازم ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ فریقین میں سے کسی کو معاملہ خرید وفروخت کو رد کرنے کا اختیار باقی نہ رہے، اس سلسلہ میں چار خیار مشہور ہیں، خیار قبول، خیار شرط، خیار رویت، اور خیار عیب۔

وَأَمَّا شَرَائِطُ لُزُومِ الْبَيْعِ بَعْدَ انْعِقَادِهِ وَنَفَاذِهِ وَصِحَّتِهِ فَوَاحِدٌ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ خَالِيًا عَنْ خِيَارَاتٍ أَرْبَعَةٍ خِيَارِ التَّعْيِينِ وَخِيَارِ الشَّرْطِ وَخِيَارِ الْعَيْبِ وَخِيَارِ الرُّؤْيَةِ فَلَا يَلْزَمُ مَعَ أَحَدِ هَذِهِ الْخِيَارَاتِ وَهَذَا عِنْدَنَا (بدائع الصنائع فصل في شَرَائِطِ لُزُومِ الْبَيْعِ بَعْدَ انْعِقَادِهِ ۱۱/۳۶۶)

بیع کا حکم

بیع کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعہ تاجر کی ملکیت قیمت پر اور خریدار کی ملکیت سامان پر ثابت ہوتی ہے اور اس طرح ان دونوں کی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔

حكم العقد: هو الغرض والغاية منه. ففي عقد البيع: يكون الحكم هو ملكية المبيع للمشتري وملكية الثمن للبائع. (الفقه الاسلامی وادلته حکم البیع ۵/۵۶)

بیع کی قسمیں

حکم کے اعتبار سے بیع کی دو قسمیں ہیں: (۱) جائز۔ (۲) ناجائز۔

بیع جائز کی تین صورتیں ہیں: (۱) نافذ لازم۔ (۲) نافذ غیر لازم۔ (۳) موقوف۔

(۱) نافذ لازم: وہ بیع جو اپنے اصل اور خارج (یعنی اس کے ارکان وشرائط کے اعتبار سے درست ہو) کے اعتبار سے درست ہو اور کسی کو کوئی اختیار باقی نہ ہو جیسے کوئی کتاب خرید ا اور اس کی خامیوں اور خوبیوں سے واقف ہو کر پانچ روپیہ میں لینے پر راضی ہو گیا تو بیع مکمل صحیح ہو گئی۔

عَنْ جَابِرٍ... ثُمَّ قَالَ لِي بِعْنِي جَمَلَكَ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوقِيَّةَ ذَهَبٍ فَهُوَ لَكَ بِهَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ (مسلم باب بَيْعِ الْبَعِيرِ وَاسْتِثْنَاءِ رُكُوبِهِ ۲۹۹۸) عن حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا (بخاری باب إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ الخ ۱۹۳۴)۔ وَأَمَّا شَرَائِطُ لُزُومِ الْبَيْعِ بَعْدَ انْعِقَادِهِ وَنَفَاذِهِ وَصِحَّتِهِ فَوَاحِدٌ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ خَالِيًا عَنْ خِيَارَاتٍ أَرْبَعَةٍ خِيَارِ التَّعْيِينِ وَخِيَارِ الشَّرْطِ وَخِيَارِ الْعَيْبِ وَخِيَارِ الرُّؤْيَةِ فَلَا يَلْزَمُ مَعَ أَحَدِ هَذِهِ الْخِيَارَاتِ وَهَذَا عِنْدَنَا

(بدائع الصنائع فصل في شَرَائِطِ لُزُومِ الْبَيْعِ بَعْدَ انْعِقَادِهِ ۱۱/۳۶۶)

(۲) نافذ غیر لازم: وہ بیع ہے جو اپنے اصل اور خارج کے اعتبار سے درست ہو البتہ دونوں میں سے کسی کا اختیار باقی ہو، جیسے کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لیا مگر دیکھنے تک غور وفکر کا خواہشمند ہے تو یہ بیع اپنے اصل کے اعتبار سے صحیح نافذ ہو گئی مگر اختیار باقی ہے اس لیے غیر لازم ہوئی۔

عن مكحول، يرفع الحديث: من اشترى شيئا لم يره فهو بالخيار إذا رآه إن شاء أخذه وإن شاء تركه (السنن الكبرى للبيهقي باب بيع خيار الرؤية ۲/۵۳) (وَأَمَّا) صِفَتُهُ فَهِيَ أَنَّ شِرَاءَ مَا لَمْ يَرَهُ الْمُشْتَرِي غَيْرُ لَازِمٍ، لِأَنَّ عَدَمَ الرُّؤْيَةِ يَمْنَعُ تَمَامَ الصَّفْقَةِ (بدائع الصنائع خِيَارُ الرُّؤْيَةِ ۱۲/۲۰۶)

(۳) بیع موقوف: وہ بیع ہے جس میں مبیع (جس چیز کو بیچا جارہا ہے اس) سے کسی اور کا حق متعلق ہو جیسے کوئی نابالغ و نا سمجھ بچہ کوئی چیز بیچ دیا تو بحیثیت ولی باپ کا حق اس سے متعلق ہے تو جب تک باپ اجازت نہ دے وہ بیع موقوف رہے گی اجازت دیدے تو بیع نافذ و لازم ہو جائے گی۔

فَأَمَّا الْبُلُوغُ فَلَيْسَ بِشَرْطٍ لِانْعِقَادِ الْبَيْعِ عِنْدَنَا، حَتَّى لَوْ بَاعَ الصَّبِيُّ الْعَاقِلُ مَالَ نَفْسِهِ؛ يَنْعَقِدُ عِنْدَنَا مَوْقُوفًا عَلَى إِجَازَةِ وَلِيِّهِ، وَعَلَى إِجَازَةِ نَفْسِهِ بَعْدَ الْبُلُوغِ (بدائع الصنائع، فصل في شرائط ركن البيع ۱۱/۵۳)

بیع ناجائز کی تین صورتیں ہیں: (۱) بیع فاسد (۲) بیع باطل۔ (۳) بیع مکروہ۔

(۱) بیع باطل: وہ بیع ہے جس کی ذات اور اصل ہی میں خرابی ہو جیسے کوئی مسلمان خنزیر کی بیع کرے تو شریعت میں چونکہ خنزیر مال ہی نہیں ہے اس لیے بیع کی اصل اور بنیاد ہی صحیح نہیں ہوئی۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ

وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ (بخاری باب بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ ۲۰۸۲)

والبيع الباطل: هو ما اختل ركنه أو محله، أو هو ما لا يكون مشروعاً بأصله ولا بوصفه، أي أن يكون العاقد ليس أهلاً للعقد أو أن يكون محل العقد ليس قابلاً له

(الفقه الاسلامی وادلته أنواع البيوع عند الحنفية ۸۰/۵)

(۲) بیع فاسد: وہ بیع ہے جس کی ذات اور اصل میں کوئی خرابی نہ ہو لیکن کسی دوسری وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو جیسے عاقدین میں سے کوئی ایسی شرط لگادے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع وشرط، البيع باطل والشرط باطل (المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه عبد الله ۶۶/۱۰، ۴۵۱۲) والبيع الفاسد: هو ما كان مشروعاً بأصله دون وصفه، أي أن يصدر من أهل له في محل قابل للبيع، ولكن عرض له أمر أو وصف غير مشروع (الفقه الاسلامی وادلته أنواع البيوع عند الحنفية ۸۰/۵)

(۳) بیع مکروہ: وہ بیع ہے جو اپنی اصل اور ذات کے لحاظ سے صحیح ہو لیکن کسی خارجی سبب کی وجہ سے ناپسندیدہ ہو، جیسے مسجد میں بیع کرنا یا اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرنا۔

الجمعة ما بين الأذان الأول إلى الإقامة إلى انصراف الإمام، لأن الله يقول: { يا أيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر } إلى { وذروا البيع } (الدر المنثور، الجمعة: ۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُولُوا لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً فَقُولُوا لَا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ

(ترمذی باب النَّهْيِ عَنِ الْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ ۱۳۲۲)

باعتبار قیمت بیع کی قسمیں

ثمن اور قیمت کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں: وضیعہ، تولیہ، مرابحہ اور مساومہ۔

وضیعہ سے مراد یہ ہے کہ تاجر اپنی خرید سے کم قیمت میں کوئی چیز بیچ دے، مثلاً دس روپے میں خریدے اور پانچ روپے میں فروخت کردے۔

الوضيعة هي بيع بنقيصة عن الثمن الأول (التعريفات ۸۴/۱)

تولیہ یہ ہے کہ جس قیمت میں کوئی چیز خریدی جائے اسی میں بیچ دی جائے۔

مرابحہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ جس میں اپنی قیمت خرید پر نفع لے کر فروخت کیا جائے، مثلاً ایک چیز دس روپے میں لے اور پندرہ روپے میں فروخت کردے۔

عَنْ أَبِي بَحْرٍ عَنْ شَيْخٍ لَهُمْ قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِزَارًا غَلِيظًا قَالَ اشْتَرَيْتُهُ بِخَمْسَةِ

دَرَاهِمَ فَمَنْ أَرْبَحَنِي فِيهِ دِرْهَمًا بِعْتُهُ إِيَّاهُ. (السنن الکبریٰ للبیہقی باب المرابحۃ ۱۱۱۰۸)

اور مساومہ یہ ہے کہ پہلی قیمت کوملحوظ رکھے بغیر خرید وفروخت کا معاملہ کرے، چاہے نفع کے ساتھ ہو، یا نقصان کے ساتھ، یا برابر کا معاملہ ہو، اس طرح بیع مساومہ میں پہلی قیمت کا کوئی ذکر ہی نہ ہوگا، اور بقیہ تینوں صورتوں میں معاملہ کے وقت پہلی قیمت کا حوالہ دیا جائے گا کہ میں پہلی قیمت پر اس قدر نفع نقصان کے ساتھ، یا بعینہ اسی قیمت پر فروخت کر رہا ہوں۔

الْمُسَاوَمَةُ وَهِيَ الْبَيْعُ بِأَيِّ ثَمَنٍ كَانَ مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ إِلَى الثَّمَنِ الْأَوَّلِ وَهِيَ الْمُعْتَادَةُ

(ردالمحتار باب المرابحۃ والتولیۃ ۱۹/۴۸۵)

باعتبار مبیع بیع کی قسمیں

مبیع کے لحاظ سے بیع کی چار قسمیں ہیں: (۱) مقائضہ، (۲) صرف، (۳) سلم، اور (۴) بیع مطلق۔

(۱) بیع مقائضہ: یہ ہے کہ خریدار اور تاجر ہر دو کی طرف سے قیمت اور مبیع کے طور پر سامان ہی ہو، سونا، چاندی، (جسے شریعت قیمت اور ثمن تصور کرتی ہے) یا رقم نہ ہو، مثلاً گیہوں کی بیع چاول کے بدلہ، بیع مقائضہ میں اصول یہ ہے کہ عربی زبان میں جس لفظ پر ب داخل ہوگی وہ ثمن سمجھی جائے گی، مثلا بعت القلم بالثوب میں نے قلم کپڑے کے بدلہ فروخت کیا، یہاں ب چونکہ ثوب پر داخل ہے، اس لیے ثوب (کپڑا) ثمن قرار پائے گا۔

(۲) بیع صرف: یہ ہے کہ ثمن کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، مثلا چاندی چاندی کے بدلہ، سونا سونے کے بدلے، یا روپے کا نوٹ اور سکہ اسی کے بدلہ، بیع صرف میں ضروری ہے کہ طرفین کی جانب سے ثمن اور مبیع کی حوالگی مجلس میں ہی ہو جائے کسی کی طرف سے اُدھار نہ ہو اور اگر طرفین سے ایک ہی جنس ہو تو مقدار برابر ہو۔

(۳) بیع مطلق: یہ ہے کہ سامان کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، جیسا کہ عام طور پر ہوا کرتا ہے، مثلا کتاب روپیوں کے بدلہ، یہاں کتاب مبیع ہے اور روپیہ ثمن۔

(۴) بیع سلم: بیع میں اصل تو یہ ہے کہ خریدار اور تاجر دونوں مبیع وثمن نقد ادا کردیں اور کسی طرف سے بھی اُدھار نہ ہو، مگر انسانی ضروریات کے پیش نظر شریعت نے اس کی گنجائش بھی رکھی ہے کہ کسی طرف سے اُدھار کا معاملہ ہو، چنانچہ اگر ثمن نقد ادا ہوا اور مبیع کی بعد میں حوالگی کا وعدہ ہو تو یہ بیع سلم ہے اور اگر مبیع نقد ہو اور ثمن ادھار تو یہ بیع مؤجل یا بیع الی اجل ہے۔

وَبِالنَّظَرِ إِلَى الْمَبِيعِ أَرْبَعَةٌ مُقَايَضَةٌ وَهِيَ بَيْعُ الْعَيْنِ بِالْعَيْنِ وَبَيْعُ الدَّيْنِ بِالدَّيْنِ وَهُوَ الصَّرْفُ وَبَيْعُ الدَّيْنِ بِالْعَيْنِ وَهُوَ السَّلَمُ وَعَكْسُهُ وَهُوَ بَيْعُ الْعَيْنِ بِالدَّيْنِ كَأَكْثَرِ الْبِيَاعَاتِ (البحر الرائق انواع البیع ۱۵/۴۸)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ

(مسلم باب الصَّرْفِ وَبَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ نَقْدًا ۲۹۷۰)

بیع کے متفرق مسائل

مسئلہ: درخت پر لگے ہوئے پھل کے سلسلہ میں ضابطہ یہی ہے کہ جب تک پھل قابل استعمال نہ ہو جائیں اس وقت تک اس کی بیع درست نہیں اس لیے ہمارے یہاں جو پھل کے قابل استعمال ہونے سے پہلے پھل کے بیچنے کا جو رواج ہے وہ درست نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ (بخاری باب بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ۲۰۴۴)

مسئلہ: خرید و فروخت کے سلسلہ میں ایک حکم یہ بھی ہے کہ خریدار جس چیز کو خرید لے تو جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے دوسرے کو فروخت نہ کرے اور قبضہ کا مطلب یہ ہے کہ مالک اور اس شئی کے درمیان کوئی چیز مانع تصرف نہ بنے اور جس شئی میں قبضہ کا جو طریقہ عرف میں رائج ہو وہی قبضہ کی صورت معتبر ہوگی۔

عن ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَمَّا الَّذِيْ نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتّٰى يُقْبَضَ (بخاری باب بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ ۱۹۹۱) في الخانية حيث قال أجمعوا على أن التخلية في البيع الجائز تكون قبضا (المبسوط للسرخسي الجزء الثالث والعشرون ۵۶۳/۲)

اجارہ (کرایہ پر دینے) کا بیان

اجارہ کی تعریف

اجارہ کے لغوی معنی: کرایہ پر دینا۔

اجارہ کی اصطلاحی معنی: ہر اس معاملہ کو کہتے ہیں کہ جس میں مال (پیسے وغیرہ) کے بدلے کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کا مالک بنایا گیا ہو، مثلاً ایک آدمی کا مکان ہو جس میں وہ کسی آدمی کو رہنے کی اجازت دی ہو اور اس میں رہنے والا اس کا کرایہ ادا کرتا ہو تو یہ اجارہ ہے۔

الإجارة: عبارة عن العقد على المنافع بعوض هو مالٌ (التعريفات: ۱/۱)

اجارہ کے شرائط

(۱) اجارہ کرنے والا عقل مند ہو، بالغ ہو یا کم از کم معاملات کو سمجھنے والا ہو، اور شئی کا مالک ہو۔

وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ (بخاری باب الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ وَالسَّكْرَانِ ۲۱۵/۱۶) عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ - صلى الله عليه وسلم - قَالَ: «لَأَلْقَيَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ أُعْطِيَ أَحَدًا مِنْ مَالِ أَحَدٍ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسِهِ إِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاضٍ». (السنن الكبرى للبيهقي باب مَا جَاءَ فِي بَيْعِ الْمُضْطَرِّ وَبَيْعِ الْمُكْرَهِ)

(۱۱۰۰۲) بیع؛ اجارہ اور اعارہ وغیرہ تصرفات ہیں اور کسی چیز میں تصرف کرنے کا حق صرف اس کے مالک کو ہے اور کسی کو نہیں؛ جیسا کہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اس لیے فقہاء کرام نے اجارہ میں بھی مالک ہونے یا مالک کی اجازت پر اجارہ کے صحیح ہونے کی شرط لگائی ہے۔ وَمِنْهَا الْمِلْكُ وَالْوِلَايَةُ فَلَا تَنْفُذُ إِجَارَةُ الْفُضُولِيِّ لِعَدَمِ الْمِلْكِ، وَالْوِلَايَةِ لَكِنَّهُ يَنْعَقِدُ مَوْقُوفًا عَلَى إِجَازَةِ الْمَالِكِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ كَالْبَيْعِ.

(بدائع الصنائع فصل فی انواع شرائط رکن الاجارۃ:۳۱۹/۹)۔

(۲) نیز اجارہ کے صحیح ہونے کے لیے شئی سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ اور کرایہ پر لینے والے کی طرف سے معاوضہ کی مکمل تعیین ہو، جیسے کسی نے کہا میرا یہ سامان فلاں جگہ تک پہنچادو تو پچاس روپیہ دوں گا اس نے کہا ٹھیک ہے۔

عن أبي سعيد الخدري، وعن أبي هريرة، قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من استأجر أجيرا فليعلمه أجرته (مسند ابی حنیفۃ من استأجر أجيرا فليعلمه أجرته ۱۱۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، قَالَا: مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَلْيُعْلِمْهُ أَجْرَهُ. وعَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ عُثْمَانُ: مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَلْيُبَيِّنْ لَهُ أَجْرَهُ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ من كره أن يستعمل الأجير حتى يبيّن له أجره ۳۰۲/۶)

(۳) دونوں فریق کی رضامندی اور شئی کی منفعت کا حاصل ہونا ممکن ہو یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں جنگل سے فلاں جانور لاکر تمہیں کرایہ پر دوں گا تو یہ درست نہیں ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (النساء:۲۹) وَالْإِجَارَةُ تِجَارَةٌ، لِأَنَّ التِّجَارَةَ تَبَادُلُ الْمَالِ بِالْمَالِ وَالْإِجَارَةُ كَذَلِكَ (بدائع الصنائع فصل فی انواع شرائط رکن الاجارۃ ۳۲۹/۹) مِنْهَا: أَنْ يَكُونَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ وَهُوَ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومًا عِلْمًا يَمْنَعُ مِنَ الْمُنَازَعَةِ، فَإِنْ كَانَ مَجْهُولًا يُنْظَرُ إِنْ كَانَتْ تِلْكَ الْجَهَالَةُ مُفْضِيَةً إِلَى الْمُنَازَعَةِ تَمْنَعُ صِحَّةَ الْعَقْدِ

(بدائع الصنائع فصل فی انواع شرائط رکن الاجارۃ ۳۳۰/۹)

اجارہ کے احکام

(۱) کسی چیز کی ایسی منفعت پر اجارہ درست نہیں جو شرعاً ناجائز وحرام ہو مثلاً گانا بجانا وغیرہ۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ:۲)

(۲) دینی کاموں پر اجرت لینا جو بحیثیت مسلمان ہونے کے انجام دیئے جاتے ہوں ایسے کام کی اصل اجرت اور اصل نفع تو اجر وثواب ہے اور اس سے غفلت اور کوتاہی کی سزا آخرت کی سزا ہے، اس لیے حقیقت میں ان کاموں سے دنیا میں کسی قسم کی اجرت نہ لینا چاہیے ورنہ یہ عبادات اور دینی کام بھی دنیوی تجارت بن جائیں گے لیکن اگر مطلقاً اس کے اجرت لینے سے منع کر دیا جائے اور اسے ناجائز کہا جائے تو پھر جو علماء وغیرہ ہیں وہ اپنی دینی مشغولیات چھوڑ کر ذریعۂ معاش تلاش کر کے اپنی ضروریات کی تکمیل میں لگ جائیں گے پھر جب یہ صورت حال ہوگی تو دین کا بہت بڑا خسارہ ہوجائے گا اور دینی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوجائے

گا، مساجد میں جماعت کی پابندی اور مؤذنین کا ملنا دشوار ہوجائے گا، اس وجہ سے اس سلسلہ میں نصوص بھی دوطرح کے ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی کاموں پر اجرت لینا درست ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: سب سے زیادہ تم جس چیز پر اجرت لینے کے حقدار ہو وہ کتاب اللہ ہے۔ (بخاری باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم ۵۲۹۶)

اور بعض سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس طرح کے کاموں پر اجرت لینا جائز نہیں ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کسی موقعہ پر فرمایا: قرآن پڑھو مگر اس کے ذریعہ نہ کھاؤ۔ (مسند احمد زیادۃ فی حدیث عبد الرحمن بن شبل رضی اللہ تعالی عنہ ۱۴۹۸۱)

نصوص کے مختلف ہونے کی بنیاد پر فقہائے کرام کی رائے بھی اس سلسلہ میں الگ الگ تھی بعض فقہاء نے جائز قرار دیا اور بعض نے ناجائز، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا درست نہ تھا، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ وغیرہ جائز قرار دیتے تھے درحقیقت امام اعظمؒ کے زمانے میں علماء اور فقہاء وغیرہ کو اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے بیت المال کی جانب سے وظائف، جاگیریں اور بڑی بڑی امداد ملا کرتی تھی بعد میں بادشاہ وامراء کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور خدا کا خوف وغیرہ جاتا رہا تو یہ سلسلہ ختم ہوگیا پھر علماء کے لیے اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے واسطے کوئی سہارا باقی نہ رہا، اس کے بعد فقہاء کرام نے ان کاموں پر اجرت کے جواز کا فتوی دینے لگے اور امامت، اذان اور ہر قسم کی دینی تعلیم کے لیے اجرت لینا ضرورۃ درست اور جائز قرار دیا گیا۔

ولا الاستئجار على الأذان والحج وكذا الإمامة وتعليم القرآن والفقه والأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليه عندنا وعند الشافعي رحمه الله يصح في كل ما لا يتعين على الأجير لأنه استئجار على عمل علوم غير متعين عليه فيجوز ولنا قوله عليه الصلاة والسلام اقرأوا القرآن ولا تأكلوا به وفي آخر ما عهد رسول الله عليه الصلاة والسلام إلى عثمان بن أبي العاص وإن اتخذت مؤذنا فلا تأخذ على الأذان أجرا ولأن القربة متى حصلت وقعت عن العامل ولهذا تعتبر أهليته فلا يجوز له أخذ الأجر من غيره كما في الصوم والصلاة ولأن التعليم مما لا يقدر المعلم عليه إلا بمعنى من قبل المتعلم فيكون ملتزما ما لا يقدر على تسليمه فلا يصح وبعض مشايخنا استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لأنه ظهر التواني في الأمور الدينية ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى (الهداية كتاب الإجارات ۲۴۰/۲)

(۳) ایصال ثواب پر اجرت لینا درست نہیں، اس لیے کہ یہ نماز اور تعلیم قرآن وغیرہ کی طرح کوئی ضرورت نہیں ہے؛ لہٰذا اگر کوئی اس کی اجرت لے لے تو اس کا کوئی اجر و ثواب باقی نہیں رہتا، جب خود پڑھنے والا اس کے اجر و ثواب کا مستحق نہیں پھر وہ دوسرے زندے یا مردے کو ثواب کیا پہنچائیگا۔

عن عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَغْلُوا فِيهِ وَلَا تَجْفُوا عَنْهُ وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ وَلَا تَسْتَكْثِرُوا بِهِ (مسند احمد زِيَادَةٌ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

علّة(۱۳۱۸) وَقَالَ الْعَيْنِيُّ فِي شَرْحِ الْهِدَايَةِ: وَيُمْنَعُ الْقَارِئُ لِلدُّنْيَا. وَالْآخِذُ وَالْمُعْطِي آثِمَانِ. فَالْحَاصِلُ أَنَّ مَا شَاعَ فِي زَمَانِنَا مِنْ قِرَاءَةِ الْأَجْزَاءِ بِالْأُجْرَةِ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّ فِيهِ الْأَمْرَ بِالْقِرَاءَةِ وَإِعْطَاءَ الثَّوَابِ لِلْآمِرِ وَالْقِرَاءَةَ لِأَجْلِ الْمَالِ، فَإِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْقَارِئِ ثَوَابٌ لِعَدَمِ النِّيَّةِ الصَّحِيحَةِ فَأَيْنَ يَصِلُ الثَّوَابُ إِلَى الْمُسْتَأْجِرِ وَلَوْلَا الْأُجْرَةُ مَا قَرَأَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ فِي هَذَا الزَّمَانِ بَلْ جَعَلُوا الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ مَكْسَبًا وَوَسِيلَةً إِلَى جَمْعِ الدُّنْيَا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (۲۲/۲۹۴)

ضمان (جرمانے) کا بیان

ضمان کی تعریف

ضمان کے لغوی معنی: کفالت، اور تاوان ہے۔

ضمان کے اصطلاحی تعریف: کسی کا مال یا منفعت ضائع کردینے، جزئی یا کلی جسمانی نقصان پہنچادینے کا معاوضہ (بدلہ) ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرنا۔

ضمان کے احکام

(۱) کسی معاملے کے وقت صراحۃ کوئی بات طے پائی ہو یا عرف عادت میں صاحب معاملہ جس چیز کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہو اس میں کمی کردے تو وہ اس کا ضامن ہوگا جیسے کوئی مکان کرایہ پر لیا گیا لیتے وقت مکان کے اندر کی ہر چیز صحیح وسالم تھی جب مکان خالی کیا جانے لگا تو مکان کی کسی چیز میں نقص آ گیا تو کرایہ دار اس نقص کے ختم کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ (البقرة: ۱۹۴) عن علی قال: من أجر أجيرا فهو ضامن (مصنف ابن ابی شیبة فی الاجیر یضمن ام لا؟ ۶/۱۲۷) وقد قال ابن مسعود: ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن (موطا محمد ۸۰/۳) العادة محكمة (الاشباه والنظائر: ۱۱۵/۱)

(۲) ناجائز طریقے سے کسی شئی پر قبضہ کیے ہوئے تھا اس دوران وہ چیز ہلاک ہوگئی یا کسی قسم کا اس میں نقص آ گیا تو خواہ وہ اس کی زیادتی کی وجہ سے ضائع ہوئی ہو یا اس کے بغیر ہی، دونوں صورتوں میں وہ اس کا ضامن ہوگا ہاں البتہ اگر قبضہ جائز تھا تو پھر قابض اس صورت میں ضامن ہوگا جبکہ اس میں زیادتی کیا ہو جیسے کسی کے پاس کوئی چیز امانت رکھی گئی اس نے اس کو جان بوجھ کر کہیں غرق کردیا یا اس کی حفاظت میں کوتاہی کی تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ (البقرة: ۱۹۴) عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَهْدَتْ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فِي قَصْعَةٍ فَضَرَبَتْ عَائِشَةُ الْقَصْعَةَ بِيَدِهَا فَأَلْقَتْ مَا فِيهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ بِطَعَامٍ وَإِنَاءٌ بِإِنَاءٍ

(ترمذي باب ما جاء فيمن يكسر له الشيء ما يحكم له من مال الكاسر ۱۲۷۹)

(۳) ضمان واجب ہونے کے سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ جو چیز واجب الادا ہے وہ بعینہ موجود ہے تو خود اس شی کا لوٹانا واجب ہے البتہ اگر اس میں کوئی بڑا نقص پیدا ہو گیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو اس شیٔ کے بجائے اس کی قیمت وصول کر لے۔
اور اگر وہ شیٔ ضائع ہو گئی اور وہ مثلی شیٔ (یعنی جس چیز کا مثل موجود ہو جیسے گھڑی، موٹر سیکل وغیرہ) تھی تو اس کا مثل واجب ہوگا اور اگر وہ مثلی شیٔ نہ ہو یا اس جیسی چیز حاصل نہ ہوتی ہو تو پھر اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

إذا تعذر الأصل يصار إلى البدل (تلقيح الافهام العلية شرح القواعد الفقهية لوليد السعيدان: ۱/۱۶)

ودیعت (امانت) کا بیان

ودیعت کی تعریف

ودیعت کے لغوی معنی: امانت ہے۔

ودیعت کی اصطلاحی معنی: وہ امانت جو کسی کے پاس حفاظت کے لیے رکھی گئی ہو۔

هی أمانة تركت عند الغير للحفظ قصداً. (التعريفات: ۱/۸۳)

ودیعت کے ارکان

ودیعت کے ارکان دو ہیں: (۱) ایجاب، (۲) قبول۔

اس معاملے کے طئے ہونے کے لیے ایک کی طرف سے پیش کش اور دوسرے کی طرف سے قبولیت کا اظہار ہو، مثلاً ایک شخص کہے کہ یہ سامان میں آپ کے پاس بطور امانت رکھتا ہوں اور دوسرا کہے: ٹھیک ہے، میں اس کو بطور امانت قبول کرتا ہوں اور یہ زبان سے کہنے کے بجائے اگر قرائن (حالات و اشارات وغیرہ) سے بھی دونوں اظہار کر دیں تو کافی ہے مثلا ایک شخص سامان لاکر دیدے اور دوسرا بغیر کچھ کہے رکھ لے، یا ایک شخص یہ کہے: یہ سامان آپ اپنے پاس بطور امانت رکھ لیں اور دوسرا کچھ کہے بغیر اسے رکھ لے تو اس کی یہ خاموشی رضامندی تصور کی جائے گی۔

(أَمَّا) رُكْنُهُ: فَهُوَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ، وَهُوَ: أَنْ يَقُولَ لِغَيْرِهِ: أَوْدَعْتُكَ هَذَا الشَّيْءَ، أَوْ احْفَظْ هَذَا الشَّيْءَ لِي، أَوْ خُذْ هَذَا الشَّيْءَ وَدِيعَةً عِنْدَكَ، وَمَا يَجْرِي مَجْرَاهُ، وَيَقْبَلُهُ الْآخَرُ. فَإِذَا وُجِدَ ذَلِكَ: فَقَدْ تَمَّ عَقْدُ الْوَدِيعَةِ (بدائع الصنائع رُكْنُ الْوَدِيعَةِ ۱۴/۹۶)

ودیعت کے شرائط

اس معاملہ کے صحیح ہونے کے شرائط

(۱) صاحب مال مجنون اور بے عقل بچہ نہ ہو۔

وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنْ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنْ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ وَعَنْ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ (بخاری باب الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ ۱۶/۳۱۵) وَأَمَّا شَرَائِطُ الرُّكْنِ فَأَنْوَاعٌ: (مِنْهَا) عَقْلُ الْمُودِعِ. فَلَا يَصِحُّ الْإِيدَاعُ مِنَ الْمَجْنُونِ، وَالصَّبِيِّ. الَّذِي لَا يَعْقِلُ؛ لِأَنَّ الْعَقْلَ شَرْطُ أَهْلِيَّةِ

التَّصَرُّفَاتِ الشَّرْعِيَّةِ (وَأَمَّا) بُلُوغُهُ: فَلَيْسَ بِشَرْطٍ عِنْدَنَا، حَتّٰى يَصِحَّ الْإِيدَاعُ مِنَ الصَّبِيِّ الْمَأْذُونِ، لِأَنَّ ذٰلِكَ مِمَّا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ التَّاجِرُ؛ فَكَانَ مِنْ تَوَابِعِ التِّجَارَةِ، فَيَمْلِكُهُ الصَّبِيُّ الْمَأْذُونُ، كَمَا يَمْلِكُ التِّجَارَةَ

(بدائع الصنائع رُكْنُ الْوَدِيعَةِ ۱۴/۹۸)

(۲) مال قبضہ میں ہو ایسا نہ ہو کہ اس پر قبضہ دشوار ہو جیسے فضا میں اڑتا ہوا پرندہ، سمندر میں غرق شدہ سامان وغیرہ، اس طرح کے مال میں ودیعت کا کوئی اعتبار نہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَبَيْعِ الْحَصَاةِ (ترمذی باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْغَرَرِ ۱۱۵۱)، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَأْتِينِي الرَّجُلُ يَسْأَلُنِي مِنَ الْبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدِي أَبْتَاعُ لَهُ مِنَ السُّوقِ ثُمَّ أَبِيعُهُ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔ (ترمذی باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ ۱۱۵۳)

بیع، اجارہ، اعارہ اور ودیعت وغیرہ سب تصرفات ہیں، کسی چیز میں تصرف کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے قبضہ میں ہو؛ ورنہ تو وہ دھوکہ ہے؛ اس لیے مذکورہ احادیث میں تصرف کی ایک قسم بیع کے سلسلے میں دھوکہ کی بیع؛ اسی طرح غیر مقبوض شئ وغیرہ کی بیع سے منع کیا گیا؛ اسی پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء کرام نے تصرف کی اور قسموں میں بھی مقبوض ہونے کی شرط لگائی ہے۔

(وشرطها كون المال قابلا لاثبات اليد عليه) فلو أودع الآبق أو الطير في الهواء لم يضمن (الدرالمختار كتاب الايداع ۲۲۸/۵)۔

ودیعت کا حکم

اس کا حکم یہ ہے کہ جس نے اپنے پاس امانت رکھا وہ اس کی حفاظت کرے یہ مال اس کے پاس امانت ہے، وہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی اور کو بطور عاریت، رہن، کرایہ اور امانت نہیں دے سکتا اور جب بھی مالک اس کی واپسی کا مطالبہ کرے اسے واپس کردینا پڑے گا۔

مسئلہ: اگر امانت رکھنے والے کی زیادتی، غفلت اور کوتاہی کے بغیر ہی سامان ضائع ہو جائے تو وہ اس کا ضامن اور ذمہ دار نہ ہوگا۔ اور اگر اس کے ضائع ہو جانے یا اس میں نقص پیدا ہونے میں اس کی زیادتی اور غفلت کا دخل تھا تو پھر وہ اس کا ضامن ہوگا۔

وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى شُرُوطِهِمْ (ابوداود باب فِي الصُّلْحِ ۳۱۲۰) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُودِعَ وَدِيعَةً فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ (ابن ماجه باب الْوَدِيعَةِ ۲۳۹۲) وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا (الشورى: ۴۰) فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ (البقرة: ۱۹۴)

بَابٌ فِي التِّجَارَةِ يُخَالِطُهَا الْحَلْفُ وَاللَّغْوُ

باب: وہ تجارت جس میں قسم اور لغو (بات) مل جائے

3326 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ قَالَ: كُنَّا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُسَمَّى السَّمَاسِرَةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ، إِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ، فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ.

⊛⊛ حضرت قیس بن ابوغرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہمیں ایجنٹ کہا جاتا تھا، (ایک مرتبہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے اور آپ نے ہمیں وہ نام دیا جو اس سے بہتر تھا، آپ نے فرمایا:

اے تاجروں کے گروہ! خرید فروخت میں لغو باتیں اور (غیر ضروری) قسمیں بھی شامل ہو جاتی ہیں، تو تم اس میں صدقہ ملا لیا کرو۔

مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنے کا بیان

حضرت نعمان ابن بشیر راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک و محفوظ کر لیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہیگا اور نہ کوئی اس پر طعن و تشنیع کرے گا اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزوں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے یعنی جب وہ ایمان و عرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے تو اعمال خیر اور حسن اخلاق و احوال کی وجہ سے پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے یاد رکھو گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔ (بخاری و مسلم مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 5)

حلال ظاہر ہے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں تو وہ ہیں جن کا حلال ہونا سب کو معلوم ہے نیک کلام اچھی باتیں وہ مباح چیزیں ہیں جن کو کرنا یا جن کی طرف دیکھنا درست ہے شادی بیاہ کرنا اور چلنا پھرنا وغیرہ وغیرہ اسی طرح حرام ظاہر ہے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا حرام ہونا نص کے ذریعہ بالکل واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے جیسے شراب خنزیر مردار جانور، جاری خون زنا سود جھوٹ غیبت چغل خوری امرد اور اجنبی عورت کی طرف بہ نظر بد دیکھنا وغیرہ وغیرہ ایسے ہی کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی حرمت یا

3326- اسناده صحيح. ابو وائل: هو شقيق بن سلمة، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه ابن ماجه (2145)، والترمذي (1250) من طريق ابي معاوية، بهذا الاسناد، وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح، وهو في "مسند احمد" (16134).

حلت کے بارہ میں دلائل کے تعارض کی بناء پر کوئی واضح حکم معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ حرام ہیں یا حلال ایسی کتنی ہی چیزیں ہیں جن کے حلال ہونے کی دلیلیں بھی ہیں اور حرام ہونے کی بھی اس صورت میں کوئی واضح فیصلہ کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی چیزوں کے بارے میں دونوں طرف کی دلیلوں میں سے کسی ایک طرف کی دلیل کو اپنی قوت اجتہاد اور بصیرت فکر ونظر کے ذریعہ راجح قرار دے کر کوئی واضح فیصلہ کر لیتے ہیں۔

مشتبہ چیز کے بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔-1ایسی چیز کو نہ حلال سمجھا جائے نہ حرام اور نہ مباح یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیز سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔-2ایسی چیز کو حرام سمجھا جائے-3 ایسی چیز کو مباح سمجھا جائے اب ان تینوں اقوال کو ذہن میں رکھ کر مشتبہ کو بطور مثال اس طرح سمجھئے کہ مثلاً ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا ایک دوسری عورت نے آکر کہا کہ میں نے ان دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے اس صورت میں وہ منکوحہ عورت اس شخص کے حق میں مشتبہ ہوگئی کیونکہ ایک طرف تو عورت کا بیان ہے کہ میں نے چونکہ ان دونوں کو دودھ پلایا ہے اس لئے یہ دونوں رضائی بہن بھی ہوئے اور ظاہر ہے کہ رضائی بھائی بہن کے درمیان نکاح درست نہیں ہوتا لہٰذا اس دلیل کا تو یہ تقاضا ہے کہ اس نکاح کو قطعًا ناجائز کہا جائے مگر دوسری طرف نکاح کے جائز رہنے کی یہ دلیل ہے کہ صرف یہ ایک عورت کی بات ہے جس پر کوئی شرعی گواہی نہیں ہے اس پر کیسے یقین کرلیا جائے کہ یہ عورت صحیح ہی کہہ رہی ہے ہوسکتا ہے کہ یہ محض بدنیتی کی وجہ سے یہ بات کہ کر ان دونوں کے درمیان افتراق کرانا چاہتی ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ نکاح جائز اور درست ہے دلائل کے اس تعارض کی وجہ سے لامحالہ یہی حکم ہوگا کہ یہ ایک مشتبہ مسئلہ ہوگیا ہے اس لئے اس شخص کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ وہ اس عورت کو اپنے نکاح میں نہ رکھے کیونکہ مشتبہ چیز سے اجتناب ہی اولی ہے۔

مشتبہ چیز کی دوسری مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس کچھ روپے ہیں جن میں سے کچھ تو جائز آمدنی کے ہیں اور کچھ ناجائز آمدنی کے اس صورت میں وہ سب روپے اس شخص کے حق میں مشتبہ ہیں لہٰذا اس کو ان روپیوں سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہئے۔

ارشاد گرامی میں حرام چیزوں کو ممنوعہ چراگاہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کوئی حاکم کسی خاص چراگاہ کو دوسروں کے لئے ممنوع قرار دے دیتا ہے جس کے نتیجہ میں لوگوں کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو اس ممنوعہ چراگاہ سے دور رکھیں اسی طرح جو چیزیں شریعت نے حرام قرار دی ہیں وہ لوگوں کے لئے ممنوع ہیں کہ ان کے ارتکاب سے اجتناب و پرہیز واجب و ضروری ہے اور مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے کو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ (منڈیر) پر عام جانور چرانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح چرواہے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو ممنوعہ چراگاہ سے دور رکھ کر چرائے تاکہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں نہ گھس جائیں اور اگر وہ اپنے جانوروں کو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چرائے گا تو پھر اس بات کا ہر وقت احتمال رہے گا کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں گھس جائیں جس کے نتیجہ میں اسے مجرم قرار دے دیا جائے گا۔

اسی طرح انسان کو چاہئے کہ وہ مشتبہ چیزوں سے دور رہے تاکہ محرمات حارم چیزوں میں مبتلا نہ ہوجائے اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا تشبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جان لو کہ ہر بادشاہ کا ایک ایسا ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے جس میں جانور چرانا جرم سمجھا

جاتا ہے (یہ گویا زمانہ جاہلیت کے بادشاہوں اور حکام کے بارہ میں خبر دی ہے یا یہ کہ مسلمانوں میں سے ان بادشاہوں اور حکام کے بارے میں خبر دی ہے جو غیر عادل ہیں کیونکہ کسی علاقہ کی گھاس کو جانوروں کے چرنے سے روک کو ممنوعہ چراگاہ قرار دینا درست نہیں ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ حرام چیزیں ہیں کہ جن میں مبتلا ہونا لوگوں کے لئے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے لہٰذا جو کوئی اس ممنوعہ علاقہ میں داخل ہوگا یعنی حرام چیزوں کا ارتکاب کرے گا اسے مستوجب عذاب قرار دیا جائے گا اور پھر ان حرام چیزوں میں بھی بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کے مرتکب کی بخشش ہی نہیں ہوگی جیسے شرک اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہیں کہ چاہے ان کے مرتکب کو بخشے چاہے نہ بخشے البتہ سچے دل کے ساتھ توبہ استغفار سے ہر چیز بخشی جائے گی۔

حضرت شیخ علی متقی نے اس موقع پر یہ ترتیب ضروری مباح مکروہ حرام کفر قائم کر کے لکھا ہے کہ جب بندہ اپنی معاشی تمدنی اور سماجی زندگی کے تمام گوشوں میں اس قدر ضرورت پر اکتفاء کر لیتا ہے جس سے اس کا وجود اور اس کی عزت باقی رہے تو وہ اپنے دین میں ہر خطرہ سے سلامت رہتا ہے مگر جب حد ضرورت سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے تو حد مکروہات میں داخل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حرص و ہوس حد مکروہات سے نکال کر محرمات کی مد میں داخل کر دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا اگلا قدم کفر میں پہنچ جاتا ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ حدیث کے آخر میں انسانی جسم میں گوشت کے اس ٹکڑے کی اہمیت بیان کی گئی ہے جسے دل کہا جاتا ہے چنانچہ فرمایا کہ جب وہ ٹکڑا بگڑ جاتا ہے یعنی انکار شک اور کفر کی وجہ سے اس پر ظلمت طاری ہو جاتی ہے تو اس کے نتیجہ میں ارتکاب گناہ و معصیت کی وجہ سے پورا جسم بگڑ جاتا ہے لہٰذا ہر عاقل و بالغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کی طرف متوجہ رہے اور اس کو خواہشات نفسانی میں منہمک ہونے سے روکے تاکہ وہ آگے بڑھ کر مشتبہ چیزوں کی حد میں داخل نہ ہو جائے کیونکہ جب دل خواہشات نفسانی کی طرف چل پڑتا ہے۔

تو پھر اللہ کی پناہ وہ تمام حدوں کو پھلانگتا ہوا ظلمت کی آخری حدوں تک پہنچ جاتا ہے۔ آخر میں یہ سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ بدن کی بھلائی و بہتری حلال غذا پر موقوف ہے کیونکہ حلال غذا سے دل کو صفائی حاصل ہوتی ہے اور دل کی صفائی ہی سے تمام بدن اچھی حالت میں رہتا ہے بایں طور کہ اس کے ایک ایک عضو سے اچھے اعمال ہی صادر ہوتے ہیں اور تمام اعضاء کا برائی کی طرف میلان ختم ہو جاتا ہے۔ اور اب ایک بات یہ جان لیجئے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث علم و مسائل کے بڑے وسیع خزانے کی حامل ہے نیز جن حدیثوں پر اسلامی شرائع و احکام کا مدار ہے وہ تین ہیں ایک تو حدیث (انما الاعمال بالنیات) دوسری حدیث (من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ) اور تیسری یہی ہے حدیث (الحلال بین) الخ۔

3327 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْبِسْطَامِيُّ، وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، قَالُوا:

3327-اسناده صحيح من طريق جامع بن ابى راشد. عاصم: هو ابن ابى النجود، المعروف بابن بهدلة، وهو حسن الحديث، وعبد الملك بن اعين ضعيف، لكن جامعاً تابعهما لقة. عبد الله بن محمد الزهري: هو ابن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمة، سفيان: هو ابن عيينة. واخرجه النسائي (3798) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الاسناد. واخرجه الترمذي (1249) من طريق عاصم بن ابى النجود وحده، به. واخرجه النسائي (3797) من طريق عبد الملك بن اعين وحده، به. واخرجه النسائي (3800) و (4463) من طريق منصور بن المعتمر، و (3799) من طريق مغيرة بن مقسم، كلاهما عن ابى وائل، به.

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ، وَعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَعْيَنَ، وَعَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: يَحْضُرُهُ الْكَذِبُ، وَالْحَلِفُ، وَقَالَ عَبْدُ اللهِ الزُّهْرِيُّ: اللَّغْوُ وَالْكَذِبُ

(ترجمہ) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت قیس بن ابوغرزہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، (تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں) ''جھوٹ اور قسم (شامل ہوجاتے ہیں)'' ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''لغو اور جھوٹ''

بَابٌ فِي اسْتِخْرَاجِ الْمَعَادِنِ

باب: معدنیات کو نکالنا

3328- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا لَزِمَ غَرِيمًا لَهُ بِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ، فَقَالَ: وَاللهِ أُفَارِقُكَ حَتَّى تَقْضِيَنِي، أَوْ تَأْتِيَنِي بِحَمِيلٍ فَتَحَمَّلَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُ بِقَدْرِ مَا وَعَدَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ أَيْنَ أَصَبْتَ هَذَا الذَّهَبَ؟ قَالَ: مِنْ مَعْدِنٍ، قَالَ: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهَا، وَلَيْسَ فِيهَا خَيْرٌ فَقَضَاهَا عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص دس دینار واپس لینے کے لیے اپنے مقروض کے پیچھے پڑ گیا، اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس وقت تک تمہیں نہیں چھوڑوں گا، جب تک تم میرا قرض ادا نہیں کرتے، یا ایسے شخص کو نہیں لاتے، جو ادائیگی اپنے ذمہ لے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لی، پھر وہ شخص اتنی مقدار کا مال لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جس کا اس نے وعدہ کیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: تمہیں یہ سونا کہاں سے ملا ہے؟ اس نے کہا: ایک معدن (کان) سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، اس میں بھلائی نہیں ہے۔

(بعد میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا۔

معدنیات سے متعلق احکام کا بیان

کسی غیر مسلم ملک میں ایسی جگہ معدنیات تلاش کرنا جو کسی کی ملکیت میں نہیں ہے اس کا وہی حکم ہے جو مسلم ممالک میں معدنیات تلاش کرنے کا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ غیر مسلم علاقوں میں کسی مسلمان کو ملنے والی قیمتی اشیاء کے سیاق میں کہتے ہیں: "ایسی چیزوں کے مباح ہونے کا علم ایسے ہوگا کہ: مسلم علاقوں کو دیکھا جائے؛ چنانچہ جو چیز وہاں جائز ہے مثال کے طور پر: مسلم علاقے میں کوئی ایسا درخت جو کسی کی ملکیت نہیں ہے، یا زمینی و سمندری شکار کر لیتا ہے، اور اسی طرح کی کوئی چیز غیر مسلم علاقے میں بھی حاصل کر لیتا ہے تو یہ جائز ہے، ان جائز اشیاء میں صحرائی یا پہاڑی علاقے سے تیار کردہ کمان، لکڑی یا پتھر کا پیالہ، ہنڈیا یا کوئی اور چیز بھی شامل ہے، شرط یہ ہے کہ جن چیزوں کو اپنی تحویل میں لیا جائے وہ پہلے کسی کی ملکیت میں نہ ہوں، چنانچہ اس قسم کی جو کوئی بھی چیز جسے ملے تو وہ اسی کی ہے، کیونکہ اس پر کسی کی ملکیت نہیں ہے"۔ (الام" از: امام شافعی (4/280)

چنانچہ اگر غیر مسلم ملک میں معدنیات تلاش کرنے سے ممانعت نہیں ہے تو پھر یہ کام کرنے کی اجازت ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر اس کام کرنے کیلئے ان کی طرف سے کچھ شرائط لاگو ہیں تو ان شرائط کو پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ فرمانِ باری تعالی ہے: (وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا)

ترجمہ: ایفائے عہد کرو، کیونکہ عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی [الاسراء: 34]

دوم:

آپ کو ملنے والی معدنیات اور زیورات کے بارے میں درج ذیل تفصیل ہے:

اگر معدنیات خام صورت میں زمین پر ملے، زمین میں کسی نے دفن نہ کی ہو تو اس کا شمار انہی جائز چیزوں میں ہوگا جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: (هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ)

ترجمہ: وہی [اللہ ہے] جس نے زمین کا سب کچھ تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔ [سورة البقرة: 29]

ور اگر ملنے والی چیز زمین میں کسی کی طرف سے چھپائی گئی ہو، اور ایسے شواہد موجود ہوں کہ یہ "رکاز" ہے یعنی دور جاہلیت کے لوگوں کی طرف سے یہ چھپایا گیا ہے تو اس میں سے پانچواں حصہ زکاۃ کے مستحقین کو دینا لازمی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (رکاز میں پانچواں حصہ ہے) بخاری: (1499) مسلم: (1710)

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اگر غیر مسلم علاقے میں "رکاز" ایسی جگہ ملے جہاں سے کسی کے تعاون کے بغیر خود ہی اسے نکال سکے تو اس کا حکم وہی ہے جو مسلم علاقے میں ملنے والے رکاز کا ہے، یعنی اس میں سے پانچواں حصہ زکاۃ ہوگی اور باقی چار حصے نکالنے والے کے ہونگے۔۔۔ شافعی کہتے ہیں: اگر رکاز کسی بیابان جگہ میں ملے تو اس کا حکم وہی ہے جو مسلم علاقے میں ملنے کا ہے" انتہی "المغنی" (9/277)

ابن دقیق العید کہتے ہیں:

"فقہائے کرام نے ایسی اراضی کے بارے میں گفتگو کی ہے جن میں "رکاز" پایا جاتا ہے، انہوں نے رکاز کی مختلف صورتوں کے بارے میں احکام بھی مختلف ہی بتلائے ہیں، چنانچہ ان میں سے کچھ اہل علم نے رکاز میں ہر صورت میں پانچواں حصہ زکاۃ واجب قرار دی ہے جبکہ کچھ نے اکثر صورتوں میں خمس یعنی پانچواں حصہ زکاۃ واجب قرار دی ہے، اور انہی اہل علم کا موقف حدیث کے قریب تر ہے۔" احکام الاحکام" (1/381)

اگر سونا، چاندی، یا دیگر زمین میں پائی جانی والی چیزیں ملیں اور ایسی کوئی علامت بھی موجود نہ ہو جس سے پتا چلے کہ یہ کسی کی دفن شدہ ہے، تو اسے "لُقطہ" کہتے ہیں، چنانچہ اس بارے میں "کشف القناع" (2/228) میں ہے کہ:

"اگر ملنے والی مدفون چیز پر کوئی علامت نہ ہو، مثلاً: برتن، زیور، سونے کی ڈلیاں وغیرہ تو یہ "لُقطہ" ہے، اور اسے اپنی ملکیت میں اس وقت تک نہیں لے سکتا جب تک اس کے بارے میں اعلان نہ کردے۔

نیز غیر مسلم علاقے سے ملنے والے "لُقطہ" کا وہی حکم ہے جو مسلم علاقوں میں ملنے کا ہے، چنانچہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جس شخص کو دشمن کے علاقے میں "لقطہ" ملے۔۔۔اگر ان کے علاقے میں ان سے امان لینے کے بعد داخل ہوا [جیسے آجکل لوگ پاسپورٹ کے ذریعے داخل ہوتے ہیں۔مترجم] تو پھر اسے ملنے والی چیز کا اعلان کرنا چاہیے؛ کیونکہ اس صورت میں دشمنوں کا مال اس کیلیے حرام ہے، اور اگر اعلان کرنے کے بعد بھی کوئی مالک سامنے نہ آئے تو یہ چیز اس کی ملکیت میں ایسے ہی آجائے گی جیسے مسلم علاقے میں آجاتی ہے۔("المغنی" (6/92)

اور آپ پر زکاۃ اسی وقت واجب ہوگی جب آپ ان چیزوں کو اعلان کرنے کے بعد اپنی ملکیت میں شامل کرلیں، چنانچہ ملنے والے معدنیات اور دیگر تمام چیزوں کی مالیت لگا کر سال گزرنے کے بعد اس میں سے زکاۃ ادا کردیں۔

بَابٌ فِي اجْتِنَابِ الشُّبُهَاتِ

باب: مشتبہ چیزوں سے اجتناب کرنا

3329 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُو شِهَابٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، وَلَا اَسْمَعُ اَحَدًا بَعْدَهُ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا اُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ، وَاَحْيَانًا يَقُولُ: مُشْتَبِهَةٌ وَسَاَضْرِبُ لَكُمْ فِي ذٰلِكَ مَثَلًا، إِنَّ اللهَ حَمَى حِمًى، وَاِنَّ حِمَى اللهِ مَا حَرَّمَ، وَاِنَّهُ مَنْ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ اَنْ يُخَالِطَهُ، وَاِنَّهُ مَنْ يُخَالِطُ الرِّيبَةَ يُوشِكُ اَنْ يَجْسُرَ،

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں (یعنی بعض اوقات راوی ایک لفظ مختلف نقل کرتا ہے) میں تمہارے سامنے اس کی مثال بیان کرتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک چراگاہ مقرر کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ، اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں، جو شخص چراگاہ کے اردگرد بکریاں چراتا ہے، تو اس بات کا امکان موجود ہے کہ وہ (بکریاں) اس چراگاہ کے اندر بھی چلی جائیں۔ جو مشکوک چیزوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے، تو اس بات کا امکان ہے کہ وہ انہیں پار کر کے (حرام میں) مبتلا ہو جائے"۔

3330 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، اَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَاَ عِرْضَهُ وَدِينَهُ، وَمَنْ وَقَعَ فِي

3329-اسناده صحيح. الشعبي: هو عامر بن شراحيل، وابن عون: هو عبد الله بن عون بن ارطبان، وابو شهاب: هو عبد ربه بن نافع الحناط. واخرجه البخاري (2051)، ومسلم (1599)، والترمذي (1245)، والنسائي (4453) و (5710) من طرق عن عامر الشعبي، به. وهو في "مسند احمد" (18347)، و "صحيح ابن حبان" (721) و (5569).

3330-اسناده صحيح. زكريا: هو ابن ابي زائدة، وعيسى: هو ابن يونس بن ابي اسحاق السبيعي. واخرجه البخاري (52)، ومسلم (1599)، وابن ماجه (3984)، والترمذي (1246) من طريق زكريا بن ابي زائدة، به.

الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں، بہت سے لوگوں کو ان کا علم نہیں ہے، تو جو شخص مشتبہ چیز سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا، اور جو مشتبہ چیز میں مبتلا ہوا، وہ حرام میں بھی مبتلا ہو جائے گا''۔

3331 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ أَبِي خَيْرَةَ يَقُولُ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي هِنْدٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي خَيْرَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا أَكَلَ الرِّبَا، فَإِنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ بُخَارِهِ قَالَ ابْنُ عِيسَى: أَصَابَهُ مِنْ غُبَارِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا، جب ایسا شخص کوئی باقی نہیں رہے گا، جو سود نہ کھاتا ہو، (اس وقت) جو شخص اسے نہیں کھاتا ہوگا، تو اس (سود) کا غبار اس تک (ضرور) پہنچے گا''

ابن عیسیٰ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اس کا کچھ غبار اس تک پہنچے گا''

سود کی لغوی و اصطلاحی تعریف

ربا یعنی سود کے لغوی معنی: زیادتی اور اضافہ کے ہیں۔

الرِّبَا الْفَضْلُ وَالزِّيَادَةُ (المصباح المنیر ۲/۲۲۵)

ربا کی اصطلاحی تعریف: مال کا تبادلہ مال کے ذریعہ کرنے میں جو زیادتی بلا معاوضہ حاصل ہو وہ سود ہے۔

فَضْلُ مَالٍ بِلَا عِوَضٍ فِي مُعَاوَضَةِ مَالٍ بِمَالٍ (کنز الدقائق علی البحر باب الربا ۲۶۰/۱۶)

سود اور نصوص شرعیہ

سود سے متعلق نصوص شرعیہ میں سخت سے سخت وعیدات آئی ہیں، اسی لیے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ سود اور شبہ سود سے بچو۔ (ابن ماجہ باب التغلیظ فی الربا ۲۲۶۷)

صحابہ کرام مقروض (قرض لینے والے) کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کی سواری سے کچھ دیر کے لیے فائدہ اٹھانے سے بھی پرہیز کرتے تھے چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔

جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو قرض دے اور مقروض اسے کوئی طشت بھیجے یا اپنی سواری پر سوار کرے تو اسے قبول نہ کرے اور سوار نہ ہو الا یہ کہ قرض لینے سے پہلے بھی ان میں یہ لین دین رہا ہو۔

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي يَحْيَى قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ الرَّجُلُ مِنَّا يُقْرِضُ أَخَاهُ الْمَالَ فَيُهْدِي إِلَيْهِ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: إِذَا أُقْرِضَ أَحَدُكُمْ قَرْضًا فَأَهْدَى إِلَيْهِ طَبَقًا فَلَا يَقْبَلْهُ أَوْ حَمَلَهُ عَلَى دَابَّةٍ فَلَا يَرْكَبْهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ

(السنن الکبری للبیہقی باب کل قرض جر منفعۃ فہو ربا ۱۱۲۵۳)

بہر حال سود کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اصولی ارشاد منقول ہے وہ یہ ہے کہ سونا سونے کے بدلہ، چاندی چاندی کے، گیہوں گیہوں کے، اور جو جو کے، کھجور کھجور کے اور نمک نمک کے بدلے برابر اور نقد بیچا جائے، جس نے زیادہ دیا یا زیادہ کا مطالبہ کیا وہ سود کا مرتکب ہوا۔ (مسلم باب الصرف وبیع الذہب بالورق نقدا ۲۹۶۹۱)

سود کا تحقق کہاں ہوتا ہے؟

فقہائے امت نے ان چھ چیزوں کے ذریعہ ایک ایسی علت دریافت کی کہ جہاں جہاں وہ علت پائی جائے گی وہاں وہاں سود ہوگا چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے دو علتیں بتائی ہیں۔(۱) جنس۔(۲) قدر۔

فَالْعِلَّةُ الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ أَوِ الْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ (الھدایۃ باب الربا ۲۹۰/۱۵)

جنس سے مراد: دو ایسی چیزیں جن کی اصل الگ الگ ہو جیسے گائے کا گوشت اور بکرے کا گوشت، ان دونوں کی جنس الگ الگ سمجھی جائے گی، اسی طرح دو ایسی چیزیں جن کا مقصود الگ الگ ہو چاہے ان کی اصل ایک ہو یا الگ، تب بھی مختلف جنس شمار ہوگی جیسے گیہوں کا دانہ اور گیہوں کا آٹا، زیتون کا پھل اور اس کا تیل، ان کے استعمال کے مقاصد مختلف ہیں؛ اسی طرح دو ایسی چیزیں جن کی صفت الگ الگ ہو؛ خواہ ان کی اصل ایک ہو، جیسے گیہوں کی روٹی اور گیہوں، ان دونوں کی صفت مختلف ہے۔

وَالْحَاصِلُ أَنَّ الِاخْتِلَافَ بِاخْتِلَافِ الْأَصْلِ أَوِ الْمَقْصُودِ أَوْ بِتَبَدُّلِ الصِّفَةِ فَلْيُحْفَظْ (الدر المختار ۲۰۷/۸) وَاعْلَمْ أَنَّ الْمُجَانَسَةَ تَكُونُ بِاعْتِبَارِ مَا فِي الضِّمْنِ فَتَمْنَعُ النَّسِيئَةَ كَمَا فِي الْمُجَانَسَةِ الْعَيْنِيَّةِ، وَذٰلِكَ كَالزَّيْتِ مَعَ الزَّيْتُونِ وَالشَّيْرَجِ مَعَ السِّمْسِمِ، وَتَنْتَفِي بِاعْتِبَارِ مَا أُضِيفَتْ إِلَيْهِ فَيَخْتَلِفُ الْجِنْسُ مَعَ اتِّحَادِ الْأَصْلِ حَتّٰى يَجُوزَ التَّفَاضُلُ بَيْنَهُمَا كَدُهْنِ الْبَنَفْسَجِ مَعَ دُهْنِ الْوَرْدِ أَصْلُهُمَا وَاحِدٌ وَهُوَ الزَّيْتُ أَوِ الشَّيْرَجُ فَصَارَا جِنْسَيْنِ بِاخْتِلَافِ مَا أُضِيفَا إِلَيْهِ مِنَ الْوَرْدِ وَالْبَنَفْسَجِ نَظَرًا إِلَى اخْتِلَافِ الْمَقْصُودِ وَالْغَرَضِ وَلَمْ يُبَلْ بِاتِّحَادِ الْأَصْلِ وَعَلَى هٰذَا دُهْنُ الزَّهْرِ فِي دِيَارِنَا وَدُهْنُ الْبَانِ، أَصْلُهُمَا اللَّوْزُ يُطَبَّقُ

(فتح القدیر باب الربا ۳۴/۱۵)۔

قدر سے مراد: ہر وہ چیز جو کیل (پیمانہ) کے ذریعہ ناپی جاتی ہو یا وزن کے ذریعہ تولی جاتی ہو۔

أَنَّ عِلَّةَ رِبَا الْفَضْلِ هِيَ الْقَدْرُ مَعَ الْجِنْسِ، وَهُوَ الْكَيْلُ، أَوِ الْوَزْنُ الْمُتَّفِقُ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ

(بدائع الصنائع فصل فی شرائط الصحۃ فی البیوع ۲۸۰/۱۱)

لہٰذا جن دو چیزوں میں جنس اور قدر ایک ہی ہوگا وہ خرید وفروخت میں برابر اور نقد بیچی جائے گی کوئی ایک کم یا زیادہ اور ایک

نقد ایک ادھار ہو تو وہاں سود متحقق ہوگا اس لیے ایسی چیزوں میں مقدار میں برابری اور دونوں کا نقد ہونا ضروری ہے۔

اگر کسی طرف زیادہ اور کسی طرف کمی ہو جائے تو اسے ربو تفاضل اور ایک نقد دوسرا ادھار ہو تو ربو نسیہ کہتے ہیں جیسے سونے کے بدلے سونا اور گیہوں کے بدلہ گیہوں فروخت کرنا ان میں تفاضل اور نسیہ دونوں حرام ہیں۔

(أَمَّا) رِبَا الْفَضْلِ فَهُوَ: زِيَادَةُ عَيْنِ مَالٍ شُرِطَتْ فِي عَقْدِ الْبَيْعِ عَلَى الْمِعْيَارِ الشَّرْعِيِّ وَهُوَ الْكَيْلُ، أَوْ الْوَزْنُ فِي الْجِنْسِ عِنْدَنَا... (وَأَمَّا) رِبَا النَّسَاءِ فَهُوَ فَضْلُ الْحُلُولِ عَلَى الْأَجَلِ، وَفَضْلُ الْعَيْنِ عَلَى الدَّيْنِ فِي الْمَكِيلَيْنِ، أَوْ الْمَوْزُونَيْنِ عِنْدَ اخْتِلَافِ الْجِنْسِ، أَوْ فِي غَيْرِ الْمَكِيلَيْنِ، أَوْ الْمَوْزُونَيْنِ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ عِنْدَنَا (بدائع الصنائع فصل فی شرائط الصحۃ فی البیوع ۱۱/۲۶۶)

سود سے متعلق احکام

(۱) اگر دو چیزوں کی جنس اور قدر الگ الگ ہو تو کمی زیادتی اور نقد و ادھار دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے سونا، چاندی یا اس کے قائم مقام روپے پیسے کے بدلے تیل خریدنا کیونکہ یہاں جنس بھی الگ ہے اور قدر بھی، اس لیے ربو تفاضل اور ربو نسیہ دونوں درست ہیں۔

(قَوْلُهُ وَإِذَا عُدِمَ الْوَصْفَانِ الْجِنْسُ وَالْمَعْنَى الْمَضْمُومُ إِلَيْهِ) وَهُوَ الْقَدْرُ (حَلَّ التَّفَاضُلُ وَالنَّسَاءُ) كَبَيْعِ الْحِنْطَةِ بِالدَّرَاهِمِ أَوْ الثَّوْبِ الْهَرَوِيِّ بِمَرْوِيَّيْنِ إِلَى أَجَلٍ وَالْجَوْزِ بِالْبِيضِ إِلَى أَجَلٍ (لِعَدَمِ الْعِلَّةِ الْمُحَرِّمَةِ) (فتح القدیر باب الربا ۱۵/۲۰۲)

(۲) اگر دو علتوں میں سے کوئی ایک پائی جائے یعنی جنس ایک ہو مگر قدر الگ الگ یا قدر ایک ہو اور جنس مختلف، تو کمی زیادتی جائز ہے مگر ادھار کی گنجائش نہیں دونوں نقد ہونا چاہیے جیسے سونا اور چاندی یا جو اور گیہوں۔

عن أبي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ (بخاری باب بیع الذھب بالذھب ۲۰۲۹) عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: الْعَبْدُ خَيْرٌ مِنَ الْعَبْدَيْنِ، وَالْبَعِيرُ خَيْرٌ مِنَ الْبَعِيرَيْنِ، وَالثَّوْبُ خَيْرٌ مِنَ الثَّوْبَيْنِ، لَا بَأْسَ بِهِ يَدًا بِيَدٍ إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسَاءِ، إِلَّا مَا كِيلَ وَوُزِنَ. (مصنف ابن ابی شیبۃ فی العبد بالعبدین والبعیر بالبعیرین ۶/۱۱۲) عَنْ عُبَادَةَ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَا وُزِنَ مِثْلٌ بِمِثْلٍ إِذَا كَانَ نَوْعًا وَاحِدًا وَمَا كِيلَ فَمِثْلُ ذَلِكَ فَإِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَلَا بَأْسَ بِهِ

(دار قطنی البیوع ۲۸۹۱)

(۳) ایسی دو چیزیں جو ایک جنس کی ہوں اور اموال ربویہ میں سے ہو نیز ان میں ایک عمدہ اور اچھی ہو اور دوسری خراب اور غیر عمدہ ہو تب بھی ان کے تبادلہ میں برابری کرنا ضروری ہے، کمی زیادتی کے ساتھ خرید و فروخت سود میں شامل ہو کر حرام ہوگا۔

عن أبي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ يَقُولُ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَقَالَ مِنْ أَيْنَ لَكَ

هَذَا فَقَالَ كَانَ عِنْدِي تَمْرٌ رَدِيءٌ فَبِعْتُهُ بِهَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا فَلَا تَقْرَبَنَّهُ وَلَكِنْ بِعْ تَمْرَكَ بِمَا شِئْتَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ مَا بَدَا لَكَ (مسند احمد مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ۱۱۶۱۳)

(۴) رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا سود ہے اس لیے نا جائز ہوگا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم :" الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَيُشْرَبُ لَبَنُ النَّاقَةِ إِذَا كَانَتْ مَرْهُونَةً وَعَلَى الَّذِي يَشْرَبُ وَيَرْكَبُ النَّفَقَةُ (السنن الكبرى للبيهقي باب مَا جَاءَ فِي زِيَادَاتِ الرَّهْنِ ۱۱۵۳۶) وَكَذَا لَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَنْتَفِعَ بِالْمَرْهُونِ ، حَتَّى لَوْ كَانَ الرَّاهِنُ عَبْدًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَخْدِمَهُ ، وَإِنْ كَانَ دَابَّةً لَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْكَبَهَا ، وَإِنْ كَانَ ثَوْبًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَلْبَسَهُ ، وَإِنْ كَانَ دَارًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْكُنَهَا ، وَإِنْ كَانَ مُصْحَفًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَقْرَأَ فِيهِ ؛ لِأَنَّ عَقْدَ الرَّهْنِ يُفِيدُ مِلْكَ الْحَبْسِ لَا مِلْكَ الِانْتِفَاعِ (بدائع الصنائع فصل فی حکم الرہن ۳۸۴ / ۱۳)

(۵) ایسے تمام معاملات جس میں نفع متعین کر دیا گیا اور نقصان کا خطرہ قبول نہ کیا گیا ہو تو یہ سودی معاملہ ہوگا اور ہرگز جائز نہ ہوگا۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ : أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُضَارِبِ : الرِّبْحُ عَلَى مَا اصْطَلَحُوا عَلَيْهِ وَالْوَضِيعَةُ عَلَى الْمَالِ ، فَإِنِ اقْتَسَمُوا الرِّبْحَ كَانَتِ الْوَضِيعَةُ عَلَى الْمَالِ ، وَإِنْ لَمْ يَقْتَسِمُوا رَدَّ الرِّبْحَ عَلَى رَأْسِ الْمَالِ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ الرجل یدفع إلی الرجل المال مضاربۃ: ۳۶۰ / ۷)

مذکورہ آثار کی وجہ سے صاحب مال کو نفع کے ساتھ نقصان میں بھی شریک رہنا ضروری قرار دیا گیا اور اگر صرف وہ نفع میں شریک ہو، نقصان میں نہ ہو تو؛ گویا ایسا ہی ہوگا جیسے سود میں ہوا کرتا ہے کہ صاحب مال (قرض دینے والا) پیسہ کے ذریعہ پیسہ لینا چاہتا ہے۔

وَالْوَضِيعَةُ عَلَى قَدْرِ الْمَالَيْنِ مُتَسَاوِيًا وَمُتَفَاضِلًا ؛ لِأَنَّ الْوَضِيعَةَ اسْمٌ لِجُزْءٍ هَالِكٍ مِنْ الْمَالِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْمَالِ (بدائع الصنائع فصل فی بیان شرائط جواز انواع الشرکۃ: ۹۳ / ۱۳)

3332 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوصِي الْحَافِرَ: أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ، فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِي امْرَأَةٍ فَجَاءَ وَجِيءَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهُ، ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ، فَأَكَلُوا، فَنَظَرَ آبَاؤُنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

3332-اسناده قوی من اجل عاصم بن كليب - وهو ابن شهاب - فهو وابوه صدوقان لا باس بهما. ابن ادريس: هو عبد الله. واخرجه محمد بن الحسن الشيباني في "الآثار" كما في "نصب الراية" /4 168، واحمد (22509) و (23465)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (3005) و (3006) وفي "شرح معاني الآثار" /2084، والدارقطني (4763) و (4764) و (4765)، والبيهقي في "السنن" /3355، وفي "الدلائل" /3106 من طرق عن عاصم بن كليب، به.

وَسَلَّمَ يَلُوكُ لُقْمَةً فِي فَمِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ أُخِذَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ أَهْلِهَا، فَأَرْسَلَتِ الْمَرْأَةُ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَرْسَلْتُ إِلَى الْبَقِيعِ يَشْتَرِي لِي شَاةً، فَلَمْ أَجِدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى جَارٍ لِي قَدِ اشْتَرَى شَاةً، أَنْ أَرْسِلْ إِلَيَّ بِهَا بِثَمَنِهَا، فَلَمْ يُوجَدْ، فَأَرْسَلْتُ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطْعِمِيهِ الْأُسَارَى

⊛⊛ عاصم بن کلیب اپنے والد کے حوالے سے، ایک انصاری (صحابی) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے، میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ قبر کے پاس کھڑے ہوکر کھودنے والے کو ہدایات دے رہے تھے: پاؤں کی طرف سے کھلا کرو، سر کی طرف سے کھلا کرو، جب آپ واپس تشریف لائے، تو ایک خاتون کی طرف سے دعوت دینے والا ایک شخص آپ ﷺ کو ملا، تو آپ ﷺ (اس کے ہمراہ) تشریف لے گئے، کھانا لایا گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک آگے بڑھایا، دیگر حاضرین نے بھی اپنے ہاتھ بڑھائے اور کھانے لگے، ہمارے بڑوں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ ایک لقمہ اپنے منہ میں چبائے

جارہے ہیں، (آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا) تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت اس کے مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کیا گیا ہے، اس عورت نے پیغام بھجوایا اور عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے (اپنے ملازم کو) بقیع بھیجا، تاکہ وہ میرے لیے بکری خرید لائے، لیکن وہ نہیں ملی، پھر میں نے اسے اپنے پڑوسی کی طرف بھیجا، جس نے ایک بکری خریدی تھی، اسے یہ پیغام دیا، اس کی قیمت کے عوض میں یہ مجھے بھجوادو، تو وہ شخص نہیں ملا، پھر اس کی بیوی کو پیغام بھیجا، تو اس نے (قیمت کے عوض میں) یہ مجھے بھجوائی (شاید قیمت بعد میں ادا کی جانی تھی) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ (گوشت) قیدیوں کو کھلادو۔

بَابٌ فِي آكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ

باب: سود کھانے اور کھلانے والے کا بیان

3333 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سود کھانے والے، اسے کھلانے والے، اس کے گواہ، اور اس (کی لین دین کی شرائط وغیرہ) تحریر کرنے والے پر لعنت کی ہے۔

ربا کا لغوی معنی

لغت میں ربا کے معنی زیادتی، بڑھوتری اور بلندی ہیں، علامہ زبیدی لکھتے ہیں علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ اصل مال پر زیادتی کو ربا کہتے ہیں اور زجاج نے کہا ہے کہ ربا کی دو قسمیں ہیں، ایک ربا حرام ہے اور دوسرا حرام نہیں ہے۔ ربا حرام ہر وہ قرض

3333- اسناده حسن من اجل سماک- وهو ابن حرب.- زهير: هو ابن معاوية. واخرجه احمد (3725)، وابن ماجه (2277)، والترمذي (1247)، وابن حبان (5025) من طريق سماک بن حرب، به. واخرجه احمد (3881)، والنسائي في "الكبرى" (5512) و (8666)

ہے جس میں اصل رقم سے زیادہ وصول کیا جائے یا اصل رقم پر کوئی منفعت لی جائے اور ربا غیر حرام یہ ہے کہ کسی کو ہدیہ دے کر اس سے زیادہ لے جائے۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۱۴۳ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ عینی نے "شرح المھذب" کے حوالے سے لکھا ہے کہ ربا کو الف واؤ یا تینوں کے ساتھ لکھنا صحیح ہے یعنی ربا' ربوا اور ربی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

ربا کا اصطلاحی معنی

اصلاح شرع میں ربا کی دو قسمیں ہیں: ربا النسیئۃ (اس کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے) اور ربا الفضل (اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں)۔ ربا الفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو مثلاً چار کلوگرام گندم کو نقد آٹھ کلوگرام گندم کے عوض فروخت کیا جائے۔ ربا الفضل کن چیزوں میں ہے اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

ربا النسیءۃ یہ ہے کہ ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا۔ آج کل دنیا میں جو سود رائج ہے اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ شریعت میں ربا بغیر عقد بیع کے اصل مال پر زیادتی ہے اور ہمارے نزدیک ربا یہ ہے کہ مال کے بدلے میں مال میں جو مال بلاعوض لیا جائے مثلاً کوئی شخص دس درہم کو گیارہ درہم کے بدلے میں فروخت کرے تو اس میں ایک درہم زیادتی بلاعوض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابن اثیر نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیءۃ پر صادق آتی ہے اور علامہ عینی نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیءۃ پر اس لیے صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں ادھار کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ اس میں مجانست کی قید نہیں ہے اس لیے ربا الفضل پر بھی صادق نہیں آتی۔

ربا النسیءۃ کی صحیح اور واضح تعریف امام رازی نے کی ہے' لکھتے ہیں: ربا النسیءۃ زمانہ جاہلیت میں مشہور اور معروف تھا۔ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ (یا ہر سال) ایک معین رقم لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی' مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اور اگر مقروض اصل رقم ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ مدت اور سود دونوں میں اضافہ کر دیتا' یہ وہ ربا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت کے متعلق مذاہب اربعہ

ربا الفضل یہ ہے کہ ایک مخصوص مال کو اس کی مثل سے نقد زیادتی کے ساتھ یا ادھار فروخت کیا جائے مثلاً پانچ کلوگرام گندم کو دس کلوگرام گندم کے عوض نقد فروخت کیا جائے یا پانچ کلوگرام کو پانچ کلوگرام گندم کے عوض ایک سال کے ادھار پر فروخت کیا جائے اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں' کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے عوض' چاندی چاندی کے عوض' گندم گندم کے عوض' جو جو کے عوض' کھجور کھجور کے عوض' نمک نمک کے عوض برابر

فروخت کرو اور نقد بہ نقد اور جب یہ اجناس مختلف ہو جائیں تو پھر جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ نقد بہ نقد ہوں' اور ایک روایت میں ہے: جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اس نے سودی کاروبار کیا۔ دینے والا اور لینے والا دونوں برابر ہیں' اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلہ میں اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلہ میں فروخت نہ کرو۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶-۲۵-۲۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے چھ چیزوں میں ربا الفضل کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے' سونا' چاندی' گندم' جو' چھوارے اور نمک' غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں کمی وزیادتی کیساتھ بیع حرام نہیں ہے' کیونکہ وہ قیاس کے منکر ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام فقہاء یہ کہتے ہیں کہ حرمت کا یہ حکم ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو چیزیں ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' پھر ان فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان چھ چیزوں میں حرمت ربا کی علت کیا ہے؟ امام شافعی نے کہا: سونے اور چاندی میں علت حرمت ان کا جنس ثمن سے ہونا ہے اس لیے باقی وزنی چیزوں میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہوگی' کیونکہ علت حرمت مشترک نہیں ہے' امام شافعی نے فرمایا باقی چار چیزوں میں علت حرمت کھانے کی جنس سے ہونا ہے' سو ہر کھانے کی چیز میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہوگی' امام مالک کا قول سونے اور چاندی میں امام شافعی کی طرح ہے اور باقی چیزوں میں ان کے نزدیک علت حرمت خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت ہے سوانہوں نے منقی میں تفاضل کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ گندم اور جو کی طرح اس کا بھی ذخیرہ کیا جا سکتا ہے' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں علت وزن ہے اور باقی چار چیزوں میں علت ماپنا ہے پس ہر وہ چیز جس کی بیع وزن اور ماپنے سے ہوتی ہو اتحاد جنس کی صورت میں اس کی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' اور سعید بن مسیب' امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ ان چار چیزوں میں علت حرمت طعام کا وزن یا ماپ کے ساتھ فروخت ہونا ہے اس بنا پر کھانے پینے کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں جیسے انڈا وغیرہ ان میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام نہیں ہے' نیز فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک سود والی جنس کو دوسری سود والی جنس کے ساتھ کمی وبیشی اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے مثلاً سونے کی گندم کے بدلے میں یا چاندی کی جو کے بدلے میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع کی جائے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ایک سود والی جنس کی اپنی جنس کے ساتھ ادھار بیع جائز نہیں ہے اور سود والی جنس کی اپنی جنس کے بدلے میں تفاضل کے ساتھ نقد بیع بھی جائز نہیں ہے' مثلاً سونے کی سونے کے بدلے میں ادھار بیع جائز ہے نہ نقد تفاضل کے ساتھ۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴-۲۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابوالقاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں ہر وہ چیز جو وزن یا ماپ کے ذریعہ فروخت کی جائے اس کی اس جنس کے بدلہ میں تفاضل سے بیع جائز نہیں ہے۔ (علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی متوفی ۳۳۴ھ مختصر الخرقی مع المغنی ج ۴ ص ۲۵' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

(اور یہی امام ابوحنیفہ کا نظریہ ہے)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے دوسری روایت یہ منقول ہے کہ سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چیزوں میں طعم حرمت کی علت ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (المغنی ج ۴ ص ۲۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ حرمت کی علت یہ ہے کہ وہ چیز جنس طعام سے ہو اور ماپ یا وزن سے بکتی ہو لہٰذا جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں ان کی کمی اور بیشی کے ساتھ بیع جائز ہوگی۔

(المغنی ج ٤ ص ٢٧ مطبوعہ دارالفکر بیروت ١٤٠٥ھ)

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چار میں حرمت کی علت خوراک کا ذخیرہ ہونا یا خوراک کی صلاحیت ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ٤ ص ٢٧٩ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام مالک کے مذہب پر نوٹ اور دوسرے سکوں میں سود کا ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ ان میں ثمنیت موجود ہے۔ علامہ ابوالحسین مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک حرمت کی علت قدر مع الجنس ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ٧٧ مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

ربا الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ

ائمہ کرام نے احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر حتی المقدور اس امر کی سعی اور کوشش فرمائی ہے کہ سود کے لیے کوئی اصول وضع کیا جاسکے کیونکہ یہ ظاہر کہ احادیث میں جن چھ چیزوں (سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور اور نمک) میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنے کو ربا فرمایا ہے ان میں حصر نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کو بطور مثال ذکر کیا ہے اسی لیے ائمہ اور مجتہدین نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے ان چیزوں میں کوئی امر مشترک تلاش کر کے اس کو علت ربا قرار دیا ہے جیسا کہ مذکورالصدر تفصیل سے ظاہر ہو چکا ہے۔ ان بزرگوں نے نہایت کاوش کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مبارکہ کو سمجھا اور سمجھایا ہے ہم نے جب ان احادیث پر غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم۔

(صحیح مسلم ج ٢ ص ٢٥ مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

جب دو نوع مختلف ہو جائیں تو جس طرح چاہو فروخت کرو' اور جب ان میں اختلاف نہ ہو تو فرمایا: مثلاً بمثل فروخت کرو اور مثل میں مساوات کا مطلب ہے قدر میں مساوات اور قدر وزن' کیل اور عدد تینوں کو شامل ہے جس طرح ایک کلو یا ایک صاع گندم دو کلو یا دو صاع گندم کے برابر نہیں ہیں' اسی طرح ایک درجن اخروٹ اور انڈے دو درجن اور انڈوں کی مثل اور برابر نہیں ہے۔ یہ ایک بالکل بدیہی بات ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں بھی وزناً کیلاً (ماپ کے ذریعہ) یا عدداً فروخت ہوتی ہیں خواہ وہ از قبیل ثمن ہوں یا از قبیل طعام ہوں یا عام استعمال کی چیزیں ہوں' لائق ذخیرہ ہوں یا نہ ہوں جب ان کی بیع مثلاً بمثل یعنی وزن ماپ یا عدد کے اعتبار سے برابر برابر اور یداً بید یعنی نقد کی جائے گی تو وہ جائز ہوگی اور اگر وزن' عدد یا ماپ میں زیادتی کے ساتھ یا ادھار بیع ہوگی تو ناجائز اور حرام ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ سے حرمت ربا کی سلسلہ میں جتنی بھی احادیث روایت کی گئی ہیں سب میں مثلاً بمثل کی قید ہے اور فقہاء نے مثل کا معنی قدر کیا ہے وزن' ماپ اور عدد تینوں کو شامل ہے' یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکی کہ ایک کلو یا ایک صاع گندم تو دو کلو یا دو صاع گندم کے غیر مثل ہوں اور ایک درجن انڈے یا اخروٹ دو درجن انڈوں یا اخروٹوں کے غیر مثل نہ ہوں اس لیے مثل میں جس طرح وزنی اور ماپ والی چیزیں شامل ہیں اسی طرح عددی چیزیں بھی شامل ہیں اور اس پر سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) "للذکر مثل حظ

الانثیین‘‘۔(النساء:۱۱)مرد کے لیے عورتوں کی دو مثل (دوگنا) حصہ ہے‘‘۔فرض کیجئے لڑکی کو ایک کلو چاندی ملتی ہے تو لڑکے کو دو کلو چاندی ملے گی‘ لڑکی کو ایک سو صاع گندم ملتی ہے تو لڑکے کو دو سو صاع گندم ملتی ہے تو لڑکے کو دو سو صاع گندم ملے گی اور اگر لڑکی کو ایک ہزار روپے ملتے ہیں تو لڑکے کو دو ہزار روپے ملیں گے‘اس سے معلوم ہوا کہ مثل‘ ماپ‘ والی‘ وزنی‘ عددی ہر قسم کی مساوی چیز کو کہتے ہیں‘ حدیث شریف میں ہے‘امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دینار کو دو دینار کو دو دینار اور ایک درہم کو دو درہموں کے عوض نہ فروخت کرو۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۲۴‘ سنن کبریٰ ج۵ ص۲۷۸)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق جس طرح وزنی اور ماپ والی ایک نوع کی دو چیزوں میں زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے اسی طرح ایک نوع کی عددی چیزوں میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے۔ان دلائل کی روشنی میں بہ ظاہر یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ ایک نوع کی دو چیزیں خواہ وہ از قبیل طعام ہوں یا استعمال ہوں یا ثمن ہوں اگر ان کی بیع کمی یا زیادتی کے ساتھ ہو خواہ کمی یا زیادتی عدد میں ہو یا کیل میں ہو یا وزن میں ہو یا بیع ادھار ہو تو وہ ربا ہے اور اگر اور نقد بیع ہو تو جائز اور صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک نوع کی ماپ اور تول والی چیزوں میں سود ہے‘ان کے نزدیک علت ربا ماپ اور تول اور اشتراک جنس ہے‘وہ عددی چیزوں میں حرمت ربا کے قائل نہیں ہیں مثلاً وزناً بکتا ہے اس لیے ایک کلوگرام سیب کو دو کلوگرام سیب کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود ہے اور کیلے عدداً فروخت ہوتے اس لیے ایک درجن کیلوں کو دو درجن کیلوں کو دو درجن کیلوں کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے‘اور یہ انتہائی تعجب خیز امر ہے کہ سیب میں زیادتی کے ساتھ بیع سود ہو اور کیلوں میں زیادتی کے ساتھ بیع سود نہ ہو۔بعض چیزوں میں چیزوں میں عدداً اور وزناً فروخت ہونے کا عرف بدلتا رہتا ہے‘ مثلاً پشاور میں پہلے روٹی تول کر فروخت ہوتی تھی اور اب عدداً فروخت ہوتی ہے اور اخروٹ تول کر بھی بکتے ہیں اور عدد بھی فروخت ہوتے ہیں یعنی آپ اگر عدداً اخروٹ خریدیں تو سو کے بدلے میں دو سو اخروٹ لے سکتے ہیں اور یہ سود نہیں ہے اور وزناً خریدیں تو ایک کلو کے بدلہ میں دو کلو اخروٹ نہیں لے سکتے اور یہ سود ہے‘بعض شہروں میں مالٹے ایک ہی دکان پر عدداً بھی بکتے ہیں اور تول کر بھی اور یہ بڑی حیرت انگیز بات ہو گی کہ ایک ہی دکان دار سے ایک چیز کو وزناً زیادتی کے ساتھ لینا سود ہو اور عدداً لینا سود نہ ہو‘ ہو سکتا ہے کہ اس کوئی توجیہ ہو لیکن میری ناقص فہم میں یہ بات نہیں آسکی۔رہا یہ کہ بعض احادیث میں ایک حیوان کی دو حیوانوں کے ساتھ بیع کا جواز ہے تو اولاً تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شارع ہیں‘ جس کا چاہیں استثناء فرمادیں‘اس لیے یہ حدیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند رہے گی۔ثانیاً ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ جس طرح دو غیر جاندار چیزوں میں عین کے لحاظ سے مساوات ہوتی ہے اس طرح دو جاندار چیزوں میں عیناً مساوات نہیں ہوتی اور صفات میں فرق ہوتا ہے مثلاً ایک غلام عالم ہو تو وہ دس جاہل غلاموں سے قیمتی ہو گا‘ ایک گھوڑا اعلیٰ نسل کا ہو تو وہ ادنیٰ نسل کے دس گھوڑوں سے قیمتی ہو گا‘ اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ایک حیوان کی دو حیوانوں کے ساتھ بیع جائز فرمائی ہو اور آپ کی تمام حکمتوں کو کون جان سکتا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے لہٰذا تمام کھانے پینے کی چیزوں اور سونے اور چاندی میں ہم جنس چیزوں کی زیادتی کے ساتھ بیع ان کے نزدیک سود ہے لیکن جو چیزیں کھانے پینے کی اور ثمن نہ ہوں مثلاً تانبا' پیتل' چونا' کپڑا اور لکڑی وغیرہ ان میں امام شافعی کے نزدیک ہم جنس اشیاء کی زیادتی کے ساتھ بیع سود نہیں ہے اور یہ عجیب وغریب بات ہے کہ ایک کلو چاندی کی دو کلو چاندی کے بدلہ میں بیع سود ہو اور ایک کلو تانبا یا پیتل کی دو کلو تانبے یا پیتل کے بدلہ میں بیع سود نہ ہو اور تانبا' پیتل' چونا کپڑے وغیرہ میں امام شافعی کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سود ہے اور کھانے پینے کی عددی اشیاء مثلاً انڈے اور اخروٹ میں امام حنیفہ کے نزدیک سود نہیں ہے' اور امام شافعی کے نزدیک سود ہے۔

امام مالک کے نزدیک حرمت کی علت ثمن ہونا اور خوراک کا قابل ذخیرہ ہونا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ تانبا' پیتل' لوہا' لکڑی اور دیگر عام استعمال کی اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا سود ہے۔

اور طعام کے علاوہ استعمال کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں: جیسے پین' پنسل' ہتھیار' میز' کرسی' اور عام فرنیچر ان میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا کسی امام کے نزدیک بھی سود نہیں ہے یعنی ایک انڈے یا ایک اخروٹ کی دو انڈوں یا دو اخروٹوں کے بدلے میں بیع کرنا امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک سود ہے۔ لیکن ایک پین یا ایک بندوق کی دو پین یا دو بندوقوں کے بدلہ میں بیع کرنا کسی امام کے نزدیک سود نہیں ہے اور یہ انتہائی عجیب بات ہے۔

ربا الفضل کی حرمت کا سبب

ربا الفضل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو چیزوں کے دست بدست لین دین میں ہو۔ رسول اللہ نے ربو الفضل کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ اس سے ربا النسیئۃ کا دروازہ کھلتا ہے اور انسان میں وہ ذہنیت پرورش پاتی ہے جس کا آخری ثمرہ سود خوری ہے یہ حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار کو دو دیناروں کے عوض اور ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے میں نہ فروخت کرو' مجھے خوف ہے کہیں تم سود خوری میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔

علامہ علی متقی نے یہ حدیث طبرانی کے حوالے سے بیان کی ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۱۸۷-۱۱۷' مطبوعہ بیروت)

ظاہر ہے کہ ایک جنس کی دو چیزوں کی آپس میں بیع کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب کہ اتحاد جنس کے باوجود ان کی نوعیتیں مختلف ہوں' مثلاً چاول اور گندم کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو یا سونے کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو۔ ایک جنس کی مختلف اقسام کی چیزوں کا کمی وبیشی کے ساتھ تبادلہ کرنے سے اس ذہنیت کے پرورش پانے کا اندیشہ ہے جو بالآخر سود خوری اور ناجائز نفع اندوزی تک جا پہنچتی ہے' اس لیے شریعت نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ایک جنس کی مختلف اقسام کے باہمی تبادلہ کی اگر ضرورت ہو تو یا تو برابر مبادلہ کر لیا جائے اور ان کی قیمتوں میں جو فرق ہو اس کو نظر انداز کر دیا جائے یا ایک چیز کا دوسری چیز سے براہ راست تبادلہ کرنے کے بجائے ایک شخص اپنی چیز کو روپوں کے عوض بازار کے بھاؤ پر فروخت کرے اور دوسرے شخص

سے اس کی چیز بازار کے بھاؤ پر خریدے۔

گندم کی گندم کے بدلے میں بیع کو برابر برابر نقد ہو تو جائز کیا گیا ہے اور ادھار کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً زید آج دس کلوگرام گندم فروخت کرتا ہے اور اس کے بدلے میں چھ ماہ بعد عمرو سے دس کلوگرام گندم لیتا ہے تو یہ عین ممکن ہے کہ جس وقت زید گندم فروخت کر رہا ہے اس وقت گندم کی قیمت پانچ روپے فی کلو ہو اور جب عمرو اس کو اس کے بدلے میں گندم دے گا اس وقت گندم کی قیمت آٹھ روپیہ کلو ہو تو زید کو پچاس روپیہ کے بدلہ میں چھ ماہ بعد کی مدت کے عوض اسی حاصل ہو گئے اور یہی سود ہے۔

نفع اور سود میں فرق

اللہ تعالیٰ نے بیع کو جائز کہا ہے اور سود کو ناجائز کہا ہے اور ان میں فرق بالکل واضح ہے' ہم دکاندار سے پانچ روپیہ کی چیز چھ روپے میں بہ خوشی خرید لیتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر چند کہ یہ چیز پانچ روپے کی ہے لیکن اس چیز پر دکاندار کی محنت' ذہانت اور وقت کا خرچ ہوا ہے اور اس ایک زائد روپے کو ہم اس کی ذہنی اور جسمانی محنت کا عوض قرار دیتے ہیں لیکن جب ایک شخص پانچ روپے پر ایک روپیہ سود لیتے ہے تو اس ایک روپیہ میں وقت کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی جس کو اس ایک روپیہ کا بدل قرار دیا جا سکے اس لیے تجارت میں نفع لینا جائز ہے اور روپیہ پر سود لینا جائز نہیں ہے۔

بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل

معیشت کے بعض جدید مفکرین یہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں ربا اس خاص سود کو کہا گیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ کوئی غریب شخص شادی' بیماری یا کفن دفن کی کسی نجی ضرورت میں مہاجن سے قرض لیتا تھا اور کسی مصیبت زدہ شخص کی مدد کرنے کے بجائے اس سے قرض پر سود لینا بے شک ظلم اور سنگ دلی ہے' اسی وجہ سے قرآن مجید میں اس سود کو حرام کیا گیا ہے۔ لیکن آج کل کا مروجہ سود اس سے بالکل مختلف ہے' آج کل بینکوں سے غریب اور مصیبت زدہ شخص قرض نہیں لیتے' بلکہ متمول اور سرمایہ دار تاجر اور صنعت کار قرض لیتے ہیں اور ان سے قرض کی رقم پر بینک جو سود وصول کرتا ہے وہ ان پر کوئی ظلم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بینک کو چودہ فیصد سود ادا کرتے ہیں تو خود قرض کی رقم سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر دوسرا تیسرا کارخانہ لگ جاتا ہے' اس طرح تاجروں کی تجارت میں اضافہ ہو جاتا ہے' اس لیے اگر بینک کو وہ چودہ فی صد سود دیتے ہیں تو ان پر یہ کوئی بوجھ نہیں ہے' اور بینک میں روپیہ عام لوگوں کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اگر بینک عام لوگوں کو سات آٹھ فیصد سود ادا کرے تو بینک پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا' سرمایہ دار اور بینک دونوں خوشی سے سود ادا کرتے ہیں' کسی پر ظلم نہیں ہے اور چونکہ بینکوں میں عموماً غریب اور متوسط لوگ اپنی فاضل بچت کی رقمیں جمع کراتے ہیں تو سود کے ذریعہ ان کو سات فیصد سالانہ کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ غرضیکہ زمانہ جاہلیت کا ربا غریبوں سے سود لیتا تھا اور اس زمانہ کی ترقیاتی سکیم بینکوں کے ذریعہ غریبوں کو سود دیتی ہے۔ وہ ربا غرباء پر ظلم تھا اور یہ غریبوں کی خوشحالی اور مال کی ترقی کا سبب ہے اس لیے شخصی اور نجی ضروریات کے قرضوں پر سود نا جائز ہونا چاہیے اور تجارتی قرضوں پر بینک کا سود جائز ہونا چاہیے

بینک کے سود کے جائز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ افراط زر کی وجہ سے روپے کی قدر (vAlue) دن بدن گرتی جا رہی ہے اور اجناس کی قیمت بڑھتی جا رہی ہے۔ اب سے انتیس سال پہلے (۱۹۶۶ء میں) سونا ایک سو روپیہ تولہ تھا' اصلی دیسی گھی پانچ روپیہ کلو' ڈالڈا دو روپیہ کلو' دیسی انڈا دو آنے کا' تنوری روٹی ایک آنے کی' دودھ آٹھ آنے کلو اور ڈاک کا لفافہ چھ پیسے (ڈیڑھ آنے کا) ملتا تھا اور اب (۱۹۹۵ء میں) سونا تقریباً پانچ ہزار روپیہ تولہ' دیسی گھی ایک سو تیس روپیہ کلو' ڈالڈا گھی چالیس روپیہ کلو' دیسی انڈا تین روپیہ کا' تنوری روٹی ڈیڑھ روپیہ کی' دودھ اٹھارہ روپیہ کلو اور ڈاک کا لفافہ ڈیڑھ کا ہو گیا۔ اس تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انتیس سال میں روپیہ کی قدر بارہ سے لے کر پچاس گنا (پچیس سو فیصد سے لے کر پانچ ہزار فی صد تک) گر گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے انتیس سال پہلے بینک میں سو روپیہ رکھوایا تھا اب اس کی قیمت دو چار روپیہ رہ گئی ہے اور اگر سونے کے بھاؤ سے تناسب کیا جائے تو اب تک سو روپیہ تقریباً دو روپے کا رہ گیا ہے اگر اس سو روپیہ پر سال بہ سال بینک کا سود لگتا رہتا تو اس کی ساکھ کسی حد تک بحال رہتی اور جو لوگ بینک میں اپنی فاضل بچتوں کو جمع کراتے ہیں ان کا نقصان نہ ہوتا اس لیے بینک کا سود جائز ہونا چاہیے۔

مجوزین سود کے دلائل کے جوابات

اس سلسلہ میں پہلے یہ بات جان لینی چاہیے کہ قرآن مجید نے مطلقاً سود کو حرام کیا ہے' خواہ نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ہو یا تجارتی قرضوں پر سود ہو' خواہ اس سود سے غریبوں کو نقصان ہو یا فائدہ اللہ تعالیٰ نے امارت اور غربت کا فرق کیے بغیر سود کو علی الاطلاق حرام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ''احل اللہ البیع وحرم الربوا'' (البقرہ:۲۷۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

(آیت) ''یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین. فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ''۔ (البقرہ:۲۷۹۔۲۷۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو (زمانہ جاہلیت کا) باقی ماندہ سود چھوڑ دو۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کے طرف سے اعلان جنگ سن لو!

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سود کو مطلقاً حرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود مفرد کو بھی حرام کیا ہے اور (آیت) ''لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ''۔ (آل عمران: ۱۳۰) دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ'' فرما کر سود مرکب کو بھی حرام کیا ہے اور ہر جگہ مطلقاً سود کو حرام کیا ہے اور نجی اور کاروباری قرضوں کا فرق نہیں کیا علاوہ ازیں تاریخ اور حدیث سے ثابت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری قرضوں پر سود لینے کا بھی عام رواج تھا۔

ابن جریر: ''(آیت) ''وذروا ما بقی من الربوا''۔ (البقرہ:۲۷۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ وہ سود تھا جس کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں لوگ خرید و فروخت کرتے تھے۔

علامہ سیوطی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ سدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت عباس
بن عبدالمطلب اور بنومغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یہ دونوں زمانہ جاہلیت میں شریک تھے اور انہوں نے ثقیف کے
بنوعمرو بن عمیر میں لوگوں کو سودی قرض پر مال دے رکھے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان دونوں پر بڑا سرمایہ سود میں لگا ہوا تھا۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۶۶ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۴ھ)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے تاجر خوردہ فروشوں کے ہاتھ ادھار پر مال فروخت کرتے
تھے اور اس پر سود لگاتے تھے اور اس سے واضح ہو گیا کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری اور تجارتی قرضوں پر سود لگانے کا عام رواج تھا
اور اس کو الربوا کہا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں عموم کے صیغہ سے سود کی ممانعت کی ہے خواہ وہ سود نجی قرضوں پر ہو یا تجارتی قرضوں پر۔
رہا دوسرا اعتراض کہ بینک کے سود کے ناجائز قرار دینے کی بناء پر افراط زر کی وجہ سے روپیہ کی قدر گر جاتی ہے اگر بینک سے
سود نہ لیا جائے تو بیس بائیس سال بینک میں رکھوایا ہوا ایک سو روپیہ سوا تین روپے کا رہ جائے گا اور یہ نقصان بینک سے سود نہ لینے کی
وجہ سے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کے منع
کردہ کام سے بچنے کی وجہ سے اگر ہمیں کوئی مادی نقصان ہوتا ہے تو ہمیں اس کو خوشی سے گوارا کرنا چاہیے۔ مسلمان کے نزدیک نفع
اور نقصان کا معیار دنیاوی اور مادی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اخروی اور معنوی اعتبار سے ہے۔ دنیاوی اور مادی اعتبار سے زکوۃ، قربانی
اور حج کے لیے زر کثیر خرچ کرنا بھی مال کا ضیاع ہے اور نقصان ہے تو کیا اس مادی نقطہ نظر سے ان تمام مالی عبادات کو خیر باد کہہ دیا
جائے گا؟ اور جب مسلمان مالی عبادات کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں تو سود کھا کر اللہ اور رسول سے اعلان جنگ کے لیے کیسے تیار ہو
سکتے ہیں؟ ایک سچے مسلمان کے نزدیک سود چھوڑنے کی وجہ سے روپے کی قدر کا کم ہو جانا خسارہ نہیں ہے بلکہ اصل خسارہ یہ ہے کہ
سود لینے کی وجہ سے آخرت برباد ہو جائے!

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نقصان دراصل ہماری ایک اجتماعی تقصیر کی سزا ہے اور یہ وہ یہ کہ ہم نے اسلامی طریقہ
مضاربت کو رواج نہیں دیا، کرنا یہ چاہیے کہ لوگ اپنے روپے کو بینک کی معرفت کاروبار میں لگائیں اور بینک ان کا ان کا روپیہ
امانت رکھنے کی بجائے ان سے ایک عام شراکت نامہ طے کرے اور ایسے تمام اموال کو مختلف قسم کے تجارتی، صنعتی زراعتی یا
دوسرے ان جائز کاروبار میں جو بینک کے دائرہ عمل میں آسکتے ہوں لگائے اور اس مجموعی کاروبار سے جو منافع حاصل ہو اسے ایک
طے شدہ نسبت کے ساتھ ان لوگوں میں اس طرح تقسیم کر دے جس طرح خود بینک کے حصہ داروں میں منافع تقسیم ہوتا ہے۔

افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل

ڈالر، ین، پونڈ اور ریال وغیرہ مستحکم کرنسی ہیں اور عرف اور تعامل سے یہ مقرر اور ثابت ہے کہ ان کی قدر برقرار رہتی ہے، پاکستان،
بھارت، بنگلہ دیش اور دیگر پس ماندہ ممالک کی طرح افراط زر کی نتیجہ میں وقت گزرنے کے ساتھ ان کی قدر میں کمی نہیں ہوتی سو جو
شخص چار پانچ سال یا زائد عرصہ کے لیے بینک میں اپنا پیسہ رکھنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی رقم کو ڈالر یا کسی اور مستحکم کرنسی میں
منتقل کر کے ان بینکوں میں رقم رکھے جو غیر ملکی کرنسی میں بھی اکاؤنٹ کھولتے ہیں اسی طرح جو شخص کسی دوسرے شخص کو ملکی کرنسی میں

مثلاً ایک ہزار روپے قرض دیتا ہے اور وہ شخص اس کو دس سال بعد ایک ہزار روپے واپس کرتا ہے تو دس سال بعد اس ایک ہزار روپے کی قدر ایک سو روپے رہ جائے گی اس ضرر سے بچنے کا بھی یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنی رقم کو ڈالر میں منتقل کر کے قرض دے اور جتنے ڈالر دیے تھے اتنے ہی واپس لے لے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے ملکی کرنسی میں رقم قرض دی تھی اور مثلاً دس سال بعد اس کی قدر کم ہوگئی تو وہ اب بھی دس سال پہلے کی ملکی کرنسی جتنے ڈالر کے مساوی تھی دس سال بعد اتنی ملکی کرنسی واپس لے سکتا ہے مثلاً پہلے ایک ہزار روپے جتنے ڈالر کے مساوی تھے دس سال بعد اگر اتنے ڈالر کے دس ہزار روپے بنتے ہیں تو وہ دس ہزار روپے لے سکتا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ بہرحال ایک ہزار روپے دے کر دس ہزار روپے لے رہا ہے اور معنوی طور پر خواہ ان کی قدر برابر ہو لیکن یہ صورۃ اصل رقم سے زائد لینا ہے اور ظاہری اور صوری طور پر اس کے سود ہونے میں کوئی شک نہیں ہے' نیز چونکہ یہ پہلے سے طے نہیں کیا گیا اس لیے یہ موجب نزاع بھی ہے' افراط زر سے بچنے کے لیے ملکی کرنسی کو سونے چاندی سے بدل کر قرض دینا بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ سونے چاندی میں ادھار جائز نہیں ہے۔

دارالحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں؛ دارالحرب میں سود اسی طرح حرام ہے جس طرح دارالسلام میں حرام ہے (امام احمد) امام مالک' امام اوزاعی' امام ابویوسف' امام شافعی اور امام اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب میں ربا جاری نہیں ہوگا اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دو شخص دارالحرب میں مسلمان ہو گئے تو ان کے درمیان ربا نہیں ہوگا اور ان کے اموال مباح ہیں۔ (امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو دارالحرب میں احکام شرعیہ نافذ کرنے کی ولایت حاصل نہیں ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ دارالحرب میں مسلمانوں کا سود کھانا جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہمارے دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) ''حرم الربوا'' (البقرہ:۲۷۵) اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) ''الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس''۔ (البقرہ:۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا ہو' نیز فرمایا: (آیت) ''یایها الذین امنوا اتقوا الله وذروا مابقی من الربوا''۔ (البقرہ:۲۷۸) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو'' اور احادیث میں بالعموم تفاضل کی ممانعت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی معاملہ کیا' باقی احادیث میں بھی اسی طرح تفاضل کی ممانعت ہے اور اس لیے کہ جو کام (مسلمانوں پر) دارالسلام میں حرام ہیں وہ دارالحرب میں بھی حرام ہیں جس طرح مسلمان میں سود کا لین دین حرام ہے' اور امام ابوحنیفہ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ مرسل ہے جس کی صحت کا ہمیں علم نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں لانفی کی بجائے نہی کے لیے ہو' یعنی مسلمان دارالحرب میں حربی سے سود نہ لیں' اور جس چیز کو قرآن مجید نے علی

العموم والاطلاق حرام کردیا ہے اور سنت مشہورہ سے بھی اس کی علی الاطلاق حرمت ثابت ہے اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہو چکا
ہے اس کے عموم اور اطلاق کو ایسی خبر مجہول کے سبب سے ترک کر دینا جائز نہیں ہے جو کسی کتاب صحیح میں ہے نہ مسند میں نہ کسی معتمد
اور مستند کتاب میں ہے اور اس کے علاوہ یہ کہ وہ حدیث مرسل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں لا نفی کا نہ ہو بلکہ نہی کا ہو جیسے اللہ
تعالیٰ کے اس قول میں ہے: (آیت) "فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج"۔ (البقرہ: ۱۹۷) حج میں جماع، فسوق اور
لڑائی جھگڑا نہیں ہے"۔ (المغنی ج ٤ ص ٤٧، مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٤٠٥ھ)

دار الحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: مسلمان اور حربی کے مابین دار الحرب میں ربا نہیں ہے۔ اس میں امام ابو یوسف اور امام
شافعی رحمہما اللہ کا اختلاف ہے وہ اس پر قیاس کرتے ہیں کہ حربی جب امان لے کر دار الاسلام میں آئے تو اس سے سود لینا جائز نہیں
ہے اور ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: مسلمان اور حربی کے مابین دار الحرب میں ربا نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ
دار الحرب میں ان کا مال مباح ہے خواہ مسلمان جس طریقہ سے ان کا مال حاصل کرے وہ مال مباح ہے بشرطیکہ دھوکا نہ دے اور عہد
شکنی نہ کرے اور مستامن پر قیاس کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جب وہ امان لے کر دار الاسلام میں داخل ہوا تو اس کے مال کا لینا
ممنوع ہو گیا۔ (ہدایہ اخیرین ص ٨٦، مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

دار الحرب میں جواز ربا والی حدیث کی فنی حیثیت

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: امام بیہقی نے امام شافعی کی "کتاب السیر" کے حوالے سے اس حدیث کو "معرفۃ" میں ذکر کیا ہے
امام شافعی نے کہا: امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: بعض مشائخ نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: اہل حرب کے مابین ربا نہیں ہے میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور اہل اسلام کے مابین امام شافعی نے فرمایا: یہ ثابت
ہے نہ اس میں کوئی حجت ہے۔ (نصب الرایہ ج ٤ ص ٤٤، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند)

علامہ ابن ہمام نے بھی اس حدیث کی فنی حیثیت کے بارے میں یہی کچھ نقل کیا ہے۔

(فتح القدیر ج ٦ ص ١٧٨، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

دار الحرب میں ربا کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ مکحول کی روایت اول تو ثابت نہیں ہے اور بر تقدیر ثبوت اس میں قرآن مجید اور
احادیث صحیحہ مشہورہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ قرآن مجید نے جو ربا کو
مطلقاً حرام کیا ہے وہ مال محظور میں حرام کیا ہے اور حربی کا مال مباح ہے اور اس توجیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مکحول کی یہ مرسل روایت نہ
بھی ہوتی تب بھی دار الحرب میں روایت نہ بھی ہوتی تب بھی دار الحرب میں حربی سے سود لینا مباح ہوتا۔

(فتح القدیر ج ٦ ص ١٧٨، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ ابن ہمام کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ "مال محظور" کی قید لگا کر اپنی رائے سے قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کو

مقید کر رہے ہیں اور جب قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کے مزاحم ہو سکے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ نے علی الاطلاق سود کو حرام کر دیا ہے خواہ مسلمان سے سود لیا جائے یا کافر سے اور کافر خواہ حربی ہو یا ذمی اور دارالاسلام میں سود لیا جائے یا دارالحرب میں قرآن مجید نے ہر قسم کے سود کو حرام کر دیا ہے اور اس عموم کو نہ مکحول کی مرسل اور غیر ثابت روایت سے مقید کیا جا سکتا ہے نہ علامہ ابن ہمام کی رائے سے۔

مکحول کی روایت کا محمل

اگر یہ فرض کر لیا جائے تو مکحول کی یہ روایت صحیح ہے اور واقعی رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: ''لا ربو بین المسلم والحربی''۔ مسلمان اور حربی میں سود نہیں ہے'' تو اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

اول: اس حدیث میں ''لا'' نفی کا نہیں ہے بلکہ نہیں کا ہے اور اس کا معنی ہے: مسلمان اور حربی کے مابین سود کی ممانعت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: (آیت) ''فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج''۔ (البقرہ:۱۹۷) حج میں جماع، فسوق اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے'' یعنی ان افعال کی ممانعت ہے۔

ثانی: اس حدیث میں حربی سے مراد محض غیر ذمی کافر نہیں ہے بلکہ برسر جنگ قوم کا ایک فرد مراد ہے اور جس قوم کے ساتھ حالت جنگ قائم ہو اس کو ہر طرح سے جانی اور مالی اعتبار سے زک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے اس لیے اس قوم کے کسی حربی کافر سے اگر کسی مسلمان نے سودی معاملہ کے ذریعہ اس کا مال لے لیا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔

ثالث: لاربو کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ حربی کافر سے جو سود لیا جائے گا وہ سود نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ درالحرب میں رہنے والا مسلمان اگرچہ حربی کافر سے سود لیتا ہے تو اگرچہ یہ فعل گناہ ہے لیکن قانون اور حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے یعنی مسلمان حکومت اس شخص سے باز پرس نہیں کر سکتی کہ تم نے یہ عقد فاسد کیوں کیا ہے اور سود کیوں لیا ہے اور اس مسلمان کو اس کے اس غلط کام پر سزا نہیں دے سکتی کیونکہ دارالحرب میں رہنے والا مسلمان، مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اور اس پر اسلامی ریاست کے احکام جاری نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(آیت) ''والذین امنوا ولم یهاجروا مالکم من ولایتهم من شیء حتی یهاجروا''۔ (الانفال:۷۲)
ترجمہ: اور جو لوگ ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) نہیں آئے ان پر تمہاری کوئی ''ولایت'' نہیں ہے حتی کہ وہ ہجرت کر لیں۔

اس آیت میں یہ اصول بتایا گیا ہے کہ ولایت کا تعلق صرف ان مسلمانوں سے ہوگا جو دارالاسلام کے باشندے ہوں، یہ آیت دارالاسلام سے باہر کے مسلمانوں کو (دینی اخوت کے باوجود) دارالاسلام کے مسلمانوں کے ساتھ سیاسی اور تمدنی رشتے سے خارج کر دیتی ہے اس عدم ولایت کے نتیجے میں دارالاسلام اور دارالحرب کے مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اور ایک دوسرے کے قانون والی نہیں ہو سکتے ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ دارالحرب میں بھی سود لینا گناہ ہے اور ''لا ربو بین المسلم والحربی'' کا مفاد یہ ہے کہ اس پر سود لینے کی دنیاوی سزا جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس کی تائید

علامہ سرخسی کی ذکر کردہ ان احادیث سے ہوتی ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کی طرف لکھا: جس شخص نے سود لیا' ہمارے اور اس کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے' اور مجوس ہجر کی طرف لکھا: یا تو تم سود چھوڑ دو یا اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ قبول کر لو۔

(المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

نصاریٰ نجران اور مجوس ہجر حربی تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اپنے علاقوں میں سود لینے کی اجازت نہیں دی اور جب آپ نے حربی کافروں کو سود لینے کی اجازت نہیں دی ہے تو آپ دار الحرب کے مسلمانوں کو سود خوری کی اجازت کب دے سکتے ہیں!

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے مکحول کی روایت کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حالت اضطرار میں مسلمان حربی کافر سے سود لے سکتا ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم ربیع الاول ۱۴۰۸ھ) یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سود دینے میں تو اضطرار ہو سکتا ہے مثلاً کسی شخص کو اپنی ناگزیر ضرورت میں بغیر سود کے قرض نہ ملے لیکن سود لینے میں اضطرار کا کوئی تعلق نہیں ہے' سود لینے کی وجہ صرف مال کی حرص اور جلب زر کی خواہش ہوتی ہے۔

دار الحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت

امام اعظم نے جو یہ کہا ہے کہ دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان ربا نہیں ہے ان کی بھی اس قول سے یہی مراد ہے کہ چونکہ دار الحرب مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس لیے مسلمان حکام وہاں کسی مسلمان کے سود لینے پر اس سے مواخذہ نہیں کریں گے اور اس کا مالک ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے اور وہ اس پر اخروی عذاب کا مستحق ہے' اس کی وضاحت علامہ سرخسی کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ دار الاسلام کی حفاظت میں آنے سے پہلے اسلام سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے وہ صرف امام کے حق میں ہے' احکام کے حق میں نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ان دو مسلمانوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال یا اس کی جان تلف کر دے تو اس پر ضمان نہ ہوگا حالانکہ وہ اس فعل کی وجہ سے گنہگار ہوگا' دراصل احکام میں عصمت صرف دار الاسلام میں رہنے سے ہوتی ہے' نہ کہ دین کی وجہ سے' کیونکہ دین تو حق شرع کے لحاظ سے ان لوگوں کو روکتا ہے جو اس دین کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اس کا اعتقاد نہیں رکھتے ان کو نہیں روکتا' اس کے برخلاف جب انسان دار الاسلام میں ہوں تو اس کے مال کی حفاظت اس شخص سے بھی کی جائے گی جو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہے یا اس دین کا اعتقاد نہیں رکھتا پس گناہ ہونے کی حیثیت سے جو عصمت ثابت ہے اس اعتبار سے ہم نے کہا: ان کا یہ فعل مکروہ ہے اور قانون کے لحاظ سے عدم عصمت کی بناء (چونکہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے) ہم نے یہ کہا کہ اس کا لیا ہوا مال واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جائے کیونکہ ان میں سے ہر ایک جب دوسرے کا مال لیتا ہے تو محض لینے کی وجہ سے ہی اس مال کا مالک ہو جاتا ہے۔ (المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

امام اعظم کا یہ اصول ہے کہ اگر مسلمان دار الحرب میں کوئی عقد فاسد کرے تو وہ اس سے مالک تو ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل

گناہ ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اگر دو حربی مسلمان ہو جائیں اور دار الحرب سے ہجرت نہ کریں اور آپس میں سود کا معاملہ کریں تو میں اس کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتا ہوں لیکن یہ سود واپس نہیں کروں گا اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ (المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر دار الحرب میں رہنے والے مسلمان آپس میں سود لیں یا مسلمان حربی کافر سے سود لے تو وہ اس سود کا مالک تو ہو جائے گا لیکن سود لینے والا مسلمان بہر حال گنہ گار ہو گا۔

کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟

جب مسلمان کسی کافر قوم سے برسر جنگ ہوں اس وقت کافروں کا ملک دار الحرب ہوتا ہے اور اس وقت دار الحرب کے کافروں کی جان اور اموال مباح ہیں لیکن جن ممالک سے مسلمان برسر جنگ نہیں ہیں ان سے سفارتی تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں اور ان کے ہاں پاسپورٹ اور ویزے میں آنا جانا جاری اور معمول ہے اور ان ممالک میں مسلمانوں کو جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ حاصل ہے بلکہ وہاں انہیں اسلامی احکام پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور جرمنی وغیرہ ایسے ممالک دار الحرب نہیں ہیں بلکہ دار الکفر ہیں اور ایسے ممالک کے کافروں کے اموال ان پر مباح نہیں ہیں۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ کافروں کا مال مسلمانوں پر مباح ہے خواہ جس طرح حاصل ہو بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کا وقار مجروح نہ ہو ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

(آیت) ''یایھا الذین امنوا الاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ''۔ (النساء: ۲۹)

ترجمہ اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال کو ناحق نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو۔

اس آیت سے یہ لوگ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے مسلمانوں کو آپس میں ناجائز طریقے سے مال کھانے سے منع کیا ہے اور اگر مسلمان کافروں کا مال ناجائز طریقے سے کھا لیں تو اس سے منع نہیں کیا گیا سو مسلمانوں کے لیے کفار کے اموال عقد فاسد سے یا ناجائز طریقے سے کھانا جائز ہے۔

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق سے مسلمانوں کو خطاب کرتا ہے لیکن اس سے قرآن کا منشا یہ نہیں ہے کہ نیکی صرف مسلمانوں کے ساتھ کی جائے اور کفار کے ساتھ سلوک میں مسلمان نیکیوں کو چھوڑ کر بدترین برائیوں پر اتر آئیں حتیٰ کہ کفار کے نزدیک مسلمان ایک خائن اور بدکردار قوم کے نام سے معروف ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) ''ولا تکرھوا فتیتکم علی البغآء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا،

(النور: ۳۳)

ترجمہ: اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تا کہ تم (اس بدکاری کے کاروبار

کے ذریعہ) دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو۔
کیا اس آیت کی رو سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی دارالکفر میں کافر عورتوں کا کوئی قحبہ خانہ کھول کر کاروبار کرنا شروع کر دیں؟

(آیت) ''یایها الذین امنوا لا تخونوا الله والرسول و تخونوا امنتکم وانتم تعلمون '' (الانفال:۲۷)
ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو در آں حالیکہ تم جانتے ہو۔
کیا اس آیت سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ کافروں کی امانتوں میں خیانت کرلیا کریں؟
(آیت) ''ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم ''۔(النحل:۹٤)
ترجمہ: اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا دینے کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔
کیا اس آیت کا یہ معنی ہے کہ کافروں سے دروغ حلفی میں کوئی مضائقہ نہیں؟
(آیت) ''ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة ''۔(النور:۱۹)
ترجمہ: بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔
کیا اس آیت سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ کافروں میں بے حیائی اور بدکاری کو پھیلانا جائز اور صواب ہے اور اخروی ثواب کا موجب ہے؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا منشاء یہ ہے کہ اخلاق اور کردار کے اعتبار سے دنیا میں مسلمان ایک آئیڈیل قوم کے لحاظ سے پہچانے جائیں' غیر اقوام مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کو دیکھ کر متاثر ہوں' مسلمانوں کی امانت اور دیانت کی ایک عالم میں دھوم ہو' کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کفار قریش ہزار اختلاف کے باوجود نبی کریم ﷺ کی راست بازی' پارسائی' امانت اور دیانت کے معترف اور مداح تھے۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں تلوار اور جہاد سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی باکمال سیرت کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کی کفار سے لڑائی تیر تفنگ کی نہیں اصول اور اخلاق کی لڑائی ہے' اس کا نصب العین زر اور زمین کا حصول نہیں بلکہ دنیا میں اپنے اصول اور اقدار کو پھیلانا ہے۔ اب اگر اس نے اپنے مکارم اخلاق ہی کو کھو دیا اور خود ہی ان اصولوں اور تعلیمات کو قربان کر دیا جن کو پھیلانے کے لیے وہ کھڑا ہوا تو پھر اس میں اور دوسری اقوام میں کیا فرق رہے گا اور کس چیز کی وجہ سے اس کو دوسروں پر فتح حاصل ہوگی اور کس قوت سے وہ دلوں اور روحوں کو مسخر کر سکے گا؟

جو لوگ دارالکفر میں حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں اور حربی کافروں کے اموال کو عقد فاسد کے ساتھ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اس پر کیوں غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس عمل کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کا حق کھانے کے لیے یہ مسئلہ گھڑ لیا تھا کہ عرب کے امی جو ہمارے مذہب پر نہیں ہیں ان کا مال جس طرح ملے روا ہے' غیر مذہب والوں

کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں خصوصا وہ عرب جو اپنا آبائی وطن چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں خدا نے ان کا مال ہمارے لیے حلال کر دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) "منهم من ان تامنه بدينار لا يؤده اليك الا ما دمت عليه قآئما ذلك بانهم قالوا ليس علينا في الامين سبيل ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون" (آل عمران:۷۵)

ترجمہ: اور ان یہودیوں (میں سے) بعض ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھو تو جب تک تم انکے سر پر کھڑے نہ رہو وہ تم کو واپس نہیں دیں گے یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ امیوں (مسلمانوں) کا مال لینے سے ہماری پکڑ نہیں ہوگی اور یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

غور کیجئے جو لوگ دار الکفر میں حربی کافروں سے سود لینے اور عقد فاسد پر ان سے معاملے کو جائز کہتے ہیں ان کے عمل میں اور یہودیوں کے اس مذموم عمل میں کیا فرق رہ گیا؟

حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت

جو لوگ حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے مکہ میں ابی بن خلف سے اہل روم کی فتح پر شرط لگائی تھی اس وقت مکہ دار الحرب تھا حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے شرط جیت کر وہ رقم وصول کر لی اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں رقم لینے سے منع نہیں کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ حربی کافروں سے قمار اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ رقم بٹورنا جائز ہے۔

یہ استدلال بالکل بے جان ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کے شرط لگانے کا ذکر جن روایات میں ہے وہ باہم متعارض ہیں۔ قاضی بیضاوی بغوی علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے بغیر کسی سند کے یہ واقعہ ذکر کیا ہے جس میں حضرت ابوبکر کے شرط جیتنے کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے یہ شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے ہار گئے تو وہ دس اونٹ دیں گے اور اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے جیت گئے تو ابی کو دس اونٹ دینے ہوں گے پھر جب حضور سے اس شرط کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا بضع کا لفظ تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے تم شرط اور مدت دونوں کو بڑھا دو پھر حضرت ابوبکر نے نو سال میں سو اونٹوں کی شرط لگائی جس ساتواں سال شروع ہوا اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جنگ بدر کے دن رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے حضرت ابوبکر نے ابی کے روثاء سے اونٹ لے لیے اور نبی کریم ﷺ کے پاس وہ اونٹ لے کر آئے آپ نے فرمایا: یہ سحت (مال حرام) ہے اس کو صدقہ کر دو حالانکہ اس وقت تک حرمت قمار کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

(روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ آلوسی نے ترمذی کے حوالے سے بھی حضرت ابوبکر کے جیت جانے کا واقعہ لکھا ہے لیکن یہ علامہ آلوسی کا تسامح ہے۔" جامع ترمذی" میں حضرت ابوبکر کے شرط ہارنے کا ذکر ہے حافظ ابن کثیر نے بھی ترمذی کے حوالے سے ہارنے ہی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ تابعین کی ایک جماعت نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور مفسرین کی ذکر کردہ مذکور الصدر روایت کا عطاء خراسانی کے

حوالے سے بیان کیا ہے اور اس کو اقرب قرار دیا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم ج ۵ ص ۳۴۶۔۱ ۳ ''مطبوعہ دار الاندلس بیروت)

''جامع ترمذی'' کی روایت کا متن یہ ہے:

نیار بن اسلمی بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئیں: (آیت) ''الم۔ غلبت الروم۔ فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔ فی بضع سنین۔ (الروم: ۴۔۱) الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے''۔ جن دنوں یہ آیات نازل ہوئیں ان دنوں میں ایرانیوں کو رومیوں پر برتری تھی اور مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رومی ایرانیوں پر فتح پا جائیں کیونکہ وہ اور رومی اہل کتاب تھے' اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

(آیت) ''ویومئذ یفرح المؤمنون، بنصر اللہ ینصر من یشآء وھو العزیز الرحیم '' (الروم ۵۔۴)

ترجمہ: جس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ عزیز رحیم ہے''۔

اور قریش یہ چاہتے تھے کہ ایرانی غالب ہو جائیں کیونکہ وہ دونوں نہ اہل کتاب تھے نہ بعثت پر ایمان رکھتے تھے' جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر نے مکہ کے اطراف میں یہ اعلان کر دیا' الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر سے یہ کہا: تمہارے پیغمبر یہ کہتے ہیں کہ چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب ہو جائیں گے کیا ہم اس پر شرط نہ لگائیں' حضرت ابوبکر نے کہا: کیوں نہیں' اور یہ قمار کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ تھا' پھر حضرت ابوبکر اور مشرکین نے شرط لگائی' مشرکین نے کہا: بضع سنین' تین سالوں سے لے کر نو سال تک ہے' تم ہمارے درمیان اس کی درمیانی مدت طے کر لو' پھر انہوں نے یہ مدت چھ سال طے کی' پھر چھ سال گزر گئے اور رومی غالب نہ ہوئے' پھر مسلمانوں نے حضرت ابوبکر پر تنقید کی کہ انہوں نے ''بضع سنین'' کو چھ سال کیوں قرار دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ''بضع سنین'' فرمایا تھا (اور وہ نو سال تک کو کہتے ہیں) امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۶۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابوبکر کے قمار سے جو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حربی کافروں کا مال ناجائز طریقے سے بھی لینا جائز ہے' اس روایت کی تحقیق کے بعد اس کے حسب ذیل جواب ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر کے قمار کا واقعہ جن روایات سے ثابت ہے وہ مضطرب ہیں' بعض روایات میں حضرت ابوبکر کے جیتنے کا ذکر ہے اور بعض میں ہارنے کا ذکر ہے اور مضطرب روایات سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۲) قمار کا یہ واقعہ بالاتفاق حرمت قمار سے پہلے کا ہے کیونکہ یہ شرط فتح مکہ سے پہلے لگائی گئی تھی اور قمار کی حرمت سورۃ مائدہ میں نازل ہوئی ہے جو مدینہ میں سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کو نہ خود قبول فرمایا نہ حضرت ابوبکر کو لینے دیا' بلکہ فرمایا: یہ مال حرام ہے' اس کو صدقہ کر دو (اس میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کسی مال حرام سے بری ہونا چاہیے تو برأت کی نیت سے اس کو صدقہ کر دے)

دارالحرب' دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات

شمس الائمہ سرخسی دارالحرب کی تعریف بیان کرتے ہیں ہوئے لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دارالحرب کی تین شرطیں ہیں' ایک یہ کہ اس پورے علاقے میں کافروں کی حکومت ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو' دوسری یہ کہ اسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو' اسی طرح ذمی بھی محفوظ نہ ہو' تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں شرک کے احکام ظاہر ہوں۔

یہ تعریف اس مالک پر صادق آئے گی جس ملک سے مسلمان عملاً برسرجنگ ہوں' اس ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم نہ ہوں اور وہاں کسی مسلمان کی اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان' مال اور عزت محفوظ نہ ہو جیسا کہ کسی زمانہ میں اسپین میں تھا وہاں ایک ایک مسلمان کو چن چن کر قتل کر دیا گیا' وہاں مذہب اسلام پر قائم رہنا قانوناً جرم تھا۔ ایسے ملک سے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض ہے۔ فقہاء احناف نے حربی کافروں کی جان اور مال کے مباح ہونے کی جو تصریح کی اس سے اسی دارالحرب کے باشندے مراد ہیں۔

کافروں کے وہ مالک جن سے مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہیں' تجارت اور دیگر انواع کے معاہدات ہیں' پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں' مسلمانوں کی جان' مال اور عزت محفوظ ہیں بلکہ مسلمانوں کو وہاں اپنے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکا' برطانیہ' ہالینڈ' جرمنی اور افریقی ممالک' یہ ملک دارالحرب نہیں ہیں بلکہ دارالکفر ہیں۔ فقہاء احناف نے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی کے پیش نظر ایسے ملکوں کو دارالاسلام کہا ہے لیکن یہ حکما دارالاسلام ہیں حقیقۃ دارالکفر ہیں۔ بعض اوقات فقہاء دارالکفر پر مجازاً دارالحرب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں لیکن یہ مالک اور اسلامی احکام پر عمل کی آزادی کی وجہ سے کبھی ان پر دارالاسلام کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (البقرہ:٢٧٥)

قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی مغفرت نہیں ہوگی' مال غنیمت میں خیانت کرنے سے' سو جس نے خیانت کی وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا' اور سود کھانے سے' سو جس نے سود کھایا وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس پاگل کی طرح اٹھے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

(البقرہ:٢٧٥)

قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی

مغفرت نہیں ہوگی' مال غنیمت میں خیانت کرنے سے' سوجس نے خیانت کی وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا'
اور سود کھانے سے' جس نے سود کھایا وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس پاگل کی طرح اٹھے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جولوگ سود
کھاتے ہیں: وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھوکر مخبوط الحواس
کردیا ہو۔ (معجم کبیر ج۱۸ ص۶۰ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سودخوروں کی یہ علامت بنادے گا' اور قیامت کے مجمع عظیم میں جو شخص پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس
کھڑا ہوگا اسے دیکھ کر قیامت کے دن سب پہچان لیں گے کہ یہ شخص دنیا میں سودخور تھا۔

مس کا اصل معنی چھونا ہے' بعض اوقات اس کا استعمال کسی برائی اور مصیبت پہنچنے کے لیے بھی ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے'
حضرت ایوب (علیہ السلام) نے دعا کی:

(آیت) ''انی مسنی الشیطن بنصب وعذاب''۔ (ص:۴۱)

ترجمہ: شیطان نے مجھے بڑی اذیت اور سخت تکلیف پہنچائی ہے۔

نیک بندوں پر تو شیطان کا اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ وہ ان کو کسی اذیت اور آزمائش میں مبتلا کردے' لیکن عام لوگ جن
کی رگوں میں شیطان سیال خون کی طرح دوڑتا ہے' ان میں سے جو فاسق وفاجر ہوتے ہیں کبھی کبھی ان کی عقل اور دماغ پر بھی
شیطان کا تسلط ہوجاتا ہے' اور وہ پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑتے ہیں' اور منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے' پریشان حال' پراگندہ بال
جدھر سینگھ سمائے خاک اڑاتے پھرتے ہیں۔ ان کو یہ سزا اس لیے دی جائے گی کہ دنیا میں سودخور اپنا مال بڑھانے کی حرص میں اس
طرح دیوانہ ہوچکا تھا کہ اس کو نہ خوف خدا تھا نہ کسی ضرورت مند اور مصیبت زدہ پر اس کو ترس آتا تھا اور سودخوری کی محبت میں وہ
بالکل مجنون ہوچکا تھا' اس لیے قیامت کے دن اس کو پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس اٹھایا جائے گا۔ اہل عرب پاگل شخص کو مجنون کہتے
ہیں یعنی یہ آسیب زدہ شخص ہے یا اس پر جن بھوت کا سایہ ہے یا جن کے چھونے کی وجہ سے یہ پاگلوں کی سی حرکتیں کررہا ہے اور مخبوط
الحواس اٹھے گا' عرب کے اسی اسلوب اور محاورہ کے مطابق قرآن مجید نے یہ بیان کیا ہے' کہ قیامت کے دن سودخور پاگلوں کی طرح
مخبوط الحواس اٹھے گا اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی آدمی پر جن چڑھ جاتا ہے پھر اس کے جسم پر جن کا تصرف ہوتا ہے' جن اس
کی زبان سے باتیں کرتا ہے اور مافوق الفطرت کام کرتا ہے قرآن مجید اس مفہوم کی تائید اور تصدیق نہیں کررہا جیسا کہ علامہ آلوسی
نے سمجھا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: کبھی کسی جسم میں ایک متعفن روح داخل ہوجاتی ہے جس کی اس جسم کی روح کے ساتھ مناسبت ہو' پھر اس
شخص پر مکمل جنون طاری ہوجاتا ہے اور بعض اوقات یہ بخاری (متعفن روح) انسان کے حواس پر غالب ہوکر اس کو معطل کردیتا
ہے پھر یہ خبیث روح اس کے جسم پر مستقل تصرف کرتی ہے' اس کی زبان سے کلام کرتی ہے اور اس کے اعضاء میں تصرف کرتی ہے
اور جس شخص کے جسم میں یہ روح تصرف کرتی ہے اسے اس کا بالکل شعور نہیں ہوتا' اور یہ چیز محسوس اور مشاہدہ میں ہے' اس کا صرف
وہی شخص انکار کرے گا جو مشاہدات کا منکر ہوگا۔ (روح المعانی ج۳ ص۴۹' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ آلوسی بڑے پائے کے محقق ہیں' ہمارے دل میں ان کا بڑا احترام ہے اس کے باوجود وہ انسان ہیں اور انسانی فروگزاشت سے خالی نہیں ہیں' یہ جو کچھ انہیں نے لکھا ہے تحقیق کے خلاف لکھا ہے اللہ تعالیٰ کسی انسان کے جسم پر کسی اور روح کو تصرف کرنے کا اختیار نہیں دیتا اللہ تعالیٰ نے انسان کو احکام شرعیہ کا مکلف کیا ہے' یہ چیز اس قاعدہ کے خلاف ہے' نیز اگر ایسا ہو تو ایک آدمی کو قتل کردے گا اور بعد میں کہہ دے گا کہ یہ کام میں نے نہیں کیا' مجھے اس کا پتا نہیں' مجھ پر اس وقت کسی جن کا اثر تھا یہ قتل اسی نے کیا ہے اسی طرح ہر شخص کوئی بھی قانون شکنی کر کے عدالت سے یہ کہہ کر بری ہوسکتا ہے کہ اس قانون شکنی کے وقت میں کسی خبیث جن کے زیر اثر تھا اور یوں دنیا فتنہ وفساد کی آماجگاہ بن جائے گی اور امن اور سکون غارت ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے' اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ (البقرہ: ۲۷۵)

ربا اور بیع کا فرق

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ سود خوروں کو قیامت کے دن مجنون اور مخبوط الحواس شخص کی طرح اس سے لیے اٹھایا جائے گا کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ بیع سود ہی کی مثل ہے' بہ ظاہر ان کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ سود بیع ہی کی مثل ہے' لیکن انہوں نے گا کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ بیع کہ سود ہی کی مثل ہے' بہ ظاہر ان کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ سود بیع ہی کی مثل ہے لیکن انہوں نے سود کے جائز اور حلال ہونے میں مبالغہ کیا' اور جواز اور حلت میں سود کو اصل اور مشبہ بہ قرار دیا' ان کا یہ قیاس فاسد تھا' اللہ تعالیٰ نے صریح عبارت سے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

سود خوروں کا یہ کہنا کہ سود بیع کی طرح ہے بداہتہ باطل ہے' سود اور بیع کے فرق کی بہت سی وجوہ ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

(۱) بیع میں تاجر دس روپے کی چیز کو مثلاً بارہ روپے کی بیچتا ہے اور دس روپے کی چیز پر دو روپے زائد لیتا ہے اور سود میں سود خور ایک ماہ کے لیے مثلاً دس روپے قرض دیتا ہے اور اس کے عوض بارہ روپے وصول کرتا ہے' اور اس سے اصل رقم پر دو روپے زائد وصول کرتا ہے' کیونکہ ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ تاجر دس روپے کی چیز کو منڈی سے تھوک فروشوں سے تھوک کے حساب سے زیادہ مقدار میں خریدتا ہے' وہاں سے کسی گاڑی میں وہ سامان لاد کر لاتا ہے' پھر وہ چیز بارہ روپے میں فروخت کرتا ہے' اس پورے عمل میں ان دو پے کے نفع پر تاجر کا وقت' اس کی محنت اور اس کی ذہانت صرف ہوئی ہے اس لیے خریدار اس نفع کو تاجر کا جائز حق سمجھتا ہے اور وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اگر وہ اپنا وقت اور کرایہ خرچ کر کے منڈی جائے تب بھی اس کو تھوک فروشوں سے تھوک کے بھاؤ پر یہ چیز نہیں ملے گی' اس کے برعکس سود خور دس روپے پر ایک ماہ بعد جو دو روپے زائد لے رہا ہے اس کے لیے اس کی وقت' محنت اور ذہانت میں سے کوئی چیز خرچ نہیں ہوئی۔

(۲) تاجر جب اپنا روپیہ تجارت میں لگاتا ہے تو اس میں نفع اور نقصان کے دونوں امکان ہیں' اس کے برعکس سود خور جو اپنے روپے پر سود وصول کر رہا ہے اس کو نقصان کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(۳) تجارت میں مبیع اور قیمت کے تبادلہ کے بعد بیع مکمل ہوجاتی ہے لیکن سود میں اصل رقم واپس کرنے کے بعد اس پر سود در سود کا سلسلہ عرصہ دراز تک قائم رہتا ہے۔

ربا کو بہ تدریج حرام کرنے کا بیان

شراب کی طرح سود کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہ تدریج حرام کیا ہے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں سود کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت)" وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولیئک ھم المضعفون"۔ (الروم:۳۹)

ترجمہ: اور جو مال تم سود حاصل کرنے کے لیے دیتے ہو تو وہ مال لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا ہی رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم اللہ کی رضاجوئی کے لیے زکوۃ دیتے ہو تو وہی لوگ اپنا مال (بکثرت) بڑھانے والے ہیں۔

اس آیت میں صراحۃ سود کو حرام نہیں فرمایا: صرف اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے:

سود کے متعلق یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور باقی آیات مدینہ میں نازل ہوئیں دوسری آیت یہ ہے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: یہود کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی ایسی پاک چیزیں حرام کردیں جو پہلی ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہ کثرت روکتے تھے نیز فرمایا:

(آیت) واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ واکلھم اموال الناس بالباطل"۔ (النساء:۱۶۱)

اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ انکو سود لینے سے منع کیا گیا ہے اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے۔

اس آیت میں بھی مسلمانوں کو سودی کا کاروبار سے صراحۃ منع نہیں فرمایا صرف یہ اشارہ فرمایا کہ یہود پر عتاب کی وجہ ان کا سودی کاروبار تھا پھر یہ آیت نازل فرمائی:

(آیت)" یایھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ (آل عمران: ۱۳۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔

اس آیت میں بھی مطلقا سود سے منع نہیں فرمایا بلکہ سود در سود سے منع فرمایا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زیر بحث آیت میں مطلقا سود کو حرام فرمادیا:

(آیت)"۔ واحل اللہ البیع وحرم الربوا"۔ (البقرہ:۲۷۵)

ترجمہ: اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کردیا۔

نیز فرمایا:

(آیت)"۔ یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مؤمنین"۔ (البقرہ:۲۷۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو"۔

ربا کو حرام قرار دینے کی حکمتیں

اسلام نے حرکت اور عمل کی تعلیم دی ہے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک ہمسایوں سے ہمدردی فقراء اور مساکین اور دیگر ضرورت مندوں کے ساتھ شفقت اور ایثار کی تلقین کی ہے اسلام کسی ایسے کسب کی اجازت نہیں دیتا جس میں انسان کی کوشش اور جدوجہد کا دخل نہ ہو وہ صدقہ کرنے اور قرض حسن دینے کی ترغیب دیتا ہے اور ضرورت مندوں کے استحصال سے منع کرتا ہے اور ہر اس چیز کو حرام قرار دیتا ہے جو عداوت بغض مناقشہ اور نزاع کا موجب ہے اور کینہ حسد حرص اور طمع کی بیخ کنی کرتا ہے اور مال کو صرف جائز اور مشروع طریقہ سے لینے کی اجازت دیتا ہے جس میں کسی پر ظلم نہ ہو اور چند ہاتھوں میں دولت کے مرتکز ہو جانے کو ناپسند کرتا ہے ان اصولوں کی روشنی میں ربا کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے ربا کے حرام ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) سود خوری کی وجہ سے انسان بغیر کی عمل کے پیسہ کمانے کا عادی ہو جاتا ہے کیونکہ سود کے ذریعہ تجارت یا صنعت و حرفت میں کوئی جدوجہد کیے بغیر پیسہ حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲) سود میں بغیر کسی عوض کے نفع ملتا ہے اور شریعت نے بغیر حق شرعی کے مال لینے کو ناجائز قرار دیا ہے اور کمزوروں اور ناداروں کے استحصال سے منع کیا ہے۔

(۳) سود خوری کی وجہ سے مفلسوں اور ناداروں کے دلوں میں امراء اور سرمایہ داروں کے خلاف کینہ اور بغض پیدا ہوتا ہے۔

(٤) سود خوری کی وجہ سے صلہ کرنے صدقہ و خیرات کرنے اور قرض حسن دینے ایسے مکارم اخلاق مٹ جاتے ہیں پھر انسان ضرورت مند غریب کی مدد کرنے کے بجائے اس کو سود پر قرض دینے کو ترجیح دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آگئی پس وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرہ: ۲۷۵)

سود خور کے لیے دائما دوزخ کی وعید کی توجیہ

جس شخص کو سود کا حرام ہونا معلوم ہو گیا اور وہ سودی خوری سے رک گیا تو سود کی تحریم سے پہلے وہ جو کچھ لے چکا ہے وہ اس سے واپس نہیں لیا جائے گا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اس کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ اگر اللہ چاہے تو اس کو آئندہ سود خوری سے محفوظ رکھے گا اور اگر چاہے گا تو ایسا نہیں کرے گا دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص نصیحت پہنچنے کے بعد اخلاص اور صدق نیت سے سود خوری چھوڑ دے گا اس کو اللہ تعالیٰ جزا دے گا یا اللہ جو چاہے گا اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ وہی مالک اور حاکم علی الاطلاق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جس نے دوبارہ سود لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں اس سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر دوبارہ سود لے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا کیونکہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سود کے حرام

ہونے کے بعد دوبارہ سود لے وہ دوزخ میں دائما رہنے کا مستحق ہے' یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ سزا نہ دے تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ وعید مشیت کے ساتھ مقید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرے گا اور اس کی جزا اس کو دے گا' جس مومن نے سود لیا' اس کا ایمان بھی تو ایک نیکی ہے' اگر اس کو ہمیشہ دوزخ میں رکھا گیا تو اس کے ایمان کی اس کو جزا نہیں ملے گی اس لیے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ دوزخ میں سزا دینے کے بعد اسے جنت میں بھیج دیا جائے تا کہ وہ اپنی برائی اور نیکی دونوں کی جزا پائے' اس لیے یہ آیت مشیت کے ساتھ مقید ہے' یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو دوزخ میں دائما رکھے گا' لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہے گا کیونکہ اس نے فرمایا ہے: جس نے نیکی کی اس کو اس کی نیکی کی جزا ملے گی۔

(آیت): فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ (الزلزال:۷)

ترجمہ: سو جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی وہ اس (کی جزا) کو دیکھے گا'' -- چوتھا جواب یہ ہے کہ زیادہ عرصہ دوزخ سے سزا دینے کو اللہ تعالیٰ نے مجازاً دوام کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ (تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابٌ فِي وَضْعِ الرِّبَا

باب: سود کو کالعدم قرار دینا

3334 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا شَبِيبُ بْنُ غَرْقَدَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُولُ: أَلَا إِنَّ كُلَّ رِبًا مِنْ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ، لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ، أَلَا وَإِنَّ كُلَّ دَمٍ مِنْ دَمِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُ مِنْهَا دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي لَيْثٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ قَالَ: اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، قَالُوا: نَعَمْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: اللَّهُمَّ اشْهَدْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

❁❁ سلیمان بن عمرو اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''خبردار! جاہلیت سے تعلق رکھنے والا ہر سود کالعدم قرار پاتا ہے، تم (وصول کرنے والوں) کو تمہاری اصل رقم مل جائے گی، نہ تم زیادتی کرو، نہ تمہارے ساتھ زیادتی ہو، زمانہ جاہلیت کا ہر خون کالعدم ہے، میں سب سے پہلے حارث بن عبدالمطلب کا خون معاف کرتا ہوں، جو بنولیث میں دودھ پیتے بچے تھے، اور ہذیل قبیلے والوں نے انہیں قتل کر دیا تھا۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یا اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں، ایسا تین مرتبہ ہوا، پھر نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا!

سود کی حرمت و مذمت سے متعلق احادیث و آثار کا بیان

(۱) ابو یعلیٰ نے کلبی کے طریق سے ابو صالح سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لفظ

آیت ''الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس'' سے مراد ہے کہ وہ لوگ اس کے ساتھ قیامت کے دن پہچانے جائیں گے وہ کھڑے نہیں ہوسکیں گے مگر اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جیسے خبطی اور گلا گھٹا ہوا کھڑا ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا) لفظ آیت ''ذلک بانهم قالوا انما البیع مثل الربوا'' (یعنی یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا خرید وفروخت سود کی طرح ہے) اور انہوں نے (یہ کہہ کر) اللہ پر جھوٹ بولا (پھر فرمایا) لفظ آیت ''واحل الله البیع وحرم الربوا'' (یعنی اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال فرمایا اور سود کو حرام فرمایا) اور جو آدمی (حرام ہونے کے بعد) پھر سود کھائے گا لفظ آیت ''فاولئك اصحب النار هم فیها خلدون'' یعنی یہی لوگ (دوزخ والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے) اور اس آیت ''یایها الذین امنوا اتقوا الله وذروا ما بقی من الربوا'' کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت قبیلہ بنو ثقیف کے بنو عمرو بن عوف اور قبیلہ بنو مخزوم کے بنو صغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اور بنو صغیرہ سود لیتے تھے ثقیف والوں سے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ پر غلبہ عطا فرمایا اور اس دن تمام سود ختم کردیے گئے طائف والوں نے اس شرط پر صلح کرلی کہ ان کے لیے سود ہوگا اور جو ان پر سود ہے وہ ختم ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کتاب کے آخر میں یہ لکھ دیا کہ ان کے لیے وہ تمام حقوق ہیں جو مسلمانوں کے لیے ہے اور ان پر وہ تمام واجبات ہوں گے جو مسلمانوں پر ہے کہ وہ نہ سود کھائیں گے اور نہ کھلائیں گے (اس کے بعد) بنو عمرو بن عمیرہ بنو صغیرہ کے ساتھ عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو مکہ کے حکمران تھے بنو صغیرہ نے کہا ہم نے لوگوں سے سود ختم کردیا بنو عمرو بن عمیر نے کہا انہوں نے ہم سے اس بات پر صلح کرلی کہ ہمارے لیے ہمارا سود ہوگا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ کر بھیجی تو اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں لفظ آیت ''فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب'' آخر تک۔

(۲) الاصبہانی نے ترغیب میں انس رضی اللہ عنہ سے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کھانے والا قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے عضو بیکار ہوں گے اور اپنی دونوں جانبوں کو کھینچ رہا ہوگا پھر یہ آیت آپ نے تلاوت فرمائی لفظ آیت ''لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس''۔

(۳) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ سود کھانے والا قیامت کے دن مجنون اور گلا گھٹے ہوئے کی طرح اٹھایا جائے گا۔

(٤) عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے وجہ آخر سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اس وقت ہوگا جب وہ اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا۔

(۵) ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور سود کا قبیح ہونا بیان فرمایا پھر فرمایا ایک آدمی سود میں سے ایک درہم پاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی آدمی کا چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے اور سب سے بڑھ کر سود کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑتا ہے۔

(٦) عبد الرزاق، ابن ابی الدنیا، اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

خوری بہتر گناہوں کے برابر ہے سب سے چھوٹا گناہ ایسے ہے جیسے کوئی شخص مسلمان ہوتے ہوئے اپنی ماں سے زنا کرے۔ اور سود کا ایک درہم تیس سے زائد مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے پھر فرمایا قیامت کے دن نیک اور گنہگار لوگوں کو کھڑے ہونے کی اجازت دی جائے گی مگر سود کھانے والے کو نہیں کیونکہ وہ کھڑے نہیں ہو سکیں مگر اس شخص کی طرف جس کو شیطان نے چھونے سے خبطی بنادیا ہو۔

(۷) بیہقی نے روایت کیا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سود خوری ستر گناہوں کے برابر ہے اس کا اور سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی ناحق عزت بگاڑے۔

(۸) عبدالرزاق، احمد، اور بیہقی نے روایت کیا کہ کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تینتیس (۳۳) مرتبہ زنا کروں گا یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں ایک درہم سود کا کھاؤں اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ درہم میں نے بطور سود کھایا ہے۔

(۹) طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سود کا ایک درہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے اور فرمایا کہ جس شخص کے گوشت نے حرام مال سے پرورش پائی ہو تو آگ اس کے لیے زیادہ لائق ہے۔

(۱۰) حاکم اور بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سود کے تہتر دروازے ہیں ان میں سے آسان ترین کی مثال یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے اور سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑے۔

(۱۱) حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سود کے ستر دروازے ہیں (یعنی ستر قسم کے گناہ ہیں) اس میں سے سب سے کم درجے کا گناہ مثل اس آدمی کے ہے جو اپنی ماں پر واقع ہو جائے اور سب سے بڑھ کر یہ سود ہے کہ کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑے۔

سود کا ایک درہم چھتیس مرتبہ زنا سے بڑا گناہ ہے

(۱۲) ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبۃ میں اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) خطبہ ارشاد فرمایا اور سود کا بڑا گناہ ہونا بیان فرمایا پھر فرمایا کہ ایک درہم جو آدمی کو سود میں سے پہنچتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی آدمی کا چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے اور سب سے بڑھ کر سود کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑتا ہے۔

(۱۳) الطبرانی نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان گناہوں سے بچو جن کی مغفرت نہیں کی جاتی مال غنیمت میں خیانت کرنا جو شخص کسی چیز کی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس کو لے آئے گا اور سود کھانے سے بچو جو شخص سود کھائے گا وہ مجنون اور خبطی ہو کر اٹھایا جائے گا پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت ''الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس''۔

(۱۴) ابوعبیدہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ اس کو اس طرح پڑھتے تھے لفظ آیت

"الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس" فرمایا کہ یہ قیامت کے دن ایسا ہوگا۔

(۱۵) ابن جریر نے ربیع رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت میں روایت کیا ہے کہ (وہ لوگ) قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے (اس حال میں) کہ شیطان کے چھونے کی وجہ سے ان کے اعضاء بیکار ہوں گے بعض قراۃ میں یوں ہے لفظ آیت "لا یقومون یوم القیمة" کہ وہ قیامت کے دن نہیں کھڑے ہوسکیں گے۔

(۱٦) عبدالرزاق احمد بخاری اور مسلم اور ابن المنذر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ بقرۃ کی آخری آیات سود کے بارے میں نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور ان آیات کولوگوں کے سامنے پڑھیں پھر شراب کی تجارت بھی حرام کردی گئی۔

(۱۷) الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ بقرہ نازل ہوئی تو اس شراب کی حرمت بھی نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

(۱۸) ابوداؤد اور حاکم نے (اس کو صحیح کہا) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت "الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے مخابرہ (یعنی زمین کو بٹائی پر دینا) نہ چھوڑا تو اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ ہے۔

(۱۹) احمد، ابن ماجہ، ابن الضریس، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سود کی آیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفسیر ہم کو بتلانے سے پہلے اس دنیا سے چلے گئے۔ اس لیے سود اور جس میں سود کا شبہ ہو دونوں کو چھوڑ دو۔

(۲۰) ابن جریر، ابن مردودیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نزول کے اعتبار سے آخری آیت ہے۔

(۲۱) ابن جریر، ابن مردودیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قرآن کی آخری آیت نازل ہونے کے اعتبار سے سود کی آیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔ جبکہ آپ نے ہمارے لیے اس کی وضاحت نہ بیان فرمائی۔ سو چھوڑ دو تم اس چیز کو جو شک میں ڈالے اور اس چیز کو اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔

(۲۲) بخاری، ابوعبیدہ، ابن جریر بیہقی نے دلائل میں شعبی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آخری آیت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائی وہ سود والی آیت ہے۔

(۲۳) بیہقی نے دلائل میں سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آخری آیت جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی وہ سود کی آیت ہے۔

قرض میں زائد رقم وصول کرنا بھی سود ہے

(۲٤) ابن جریر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں کسی آدمی کا قرض ہوتا تھا تو مقروض قرض خواہ سے کہتا تھا میں تجھ کو اتنا زائد دوں گا تو مجھ سے (قرض کو) مؤخر کردے تو وہ اس سے مؤخر کردیتا تھا۔ یہ سود ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

(۲۵) ابن جریر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا زمانہ جاہلیت میں سود اس طرح سے ہوتا تھا کہ ایک آدمی ایک مدت تک کوئی چیز بیچ دیتا تھا۔ جب مدت پوری ہوجاتی اور قرض دار کے پاس کوئی چیز ادا کرنے کو نہ ہوتی وہ رقم میں اضافہ کردیتا تھا اور قرض کی مدت کو مؤخر کردیتا

(۲٦) ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کہ لفظ آیت "الذین یاکلون الربوا" یعنی وہ لوگ جو سود کو حلال سمجھ کر کھاتے ہیں لفظ آیت "لا یقومون" یعنی وہ کھڑے نہ ہوں گے یعنی قیامت کے دن اور یہ اس وجہ سے ان پر مصیبت آئے گی کیونکہ انہوں نے کہا کہ خرید وفروخت بھی سود کی طرح سے ہے۔ اس کی صورت یہ تھی جب قرض کی ادائیگی کا وقت ہوجاتا تو مقروض قرض خواہ سے یہ کہتا تھا میرے لیے مدت زیادہ کردے تو میں تیرا مال زیادہ کردوں گا، جب اس نے ایسا کردیا تو ان سے کہا گیا کہ یہ (زیادہ کرنا) سود ہے، وہ کہتے ہم پر برابر ہے کہ ہم اول بیع میں زیادہ کردیں یا مال کے ادا کرنے کے وقت زیادہ کردیں دونوں صورتیں برابر ہیں (اس پر) اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت "واحل اللہ البیع وحرم الربوا فمن جاءہ موعظۃ من ربہ" (اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام فرمایا سو کون شخص ہے جو اپنے رب کی نصیحت پر آئے) یعنی یہ وہ بیان ہے جو سود کے حرام ہونے کے بارے میں قرآن میں ہے (پھر فرمایا) لفظ آیت "فانتھی فلہ ما سلف" یعنی حرمت سود سے پہلے جو کچھ وہ لے چکا ہے وہ اسی کا ہے لفظ آیت "وامرہ الی اللہ" (اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے) یعنی حرمت کے بعد اور اس کے ترک کرنے کے بعد بھی۔ اگر چاہے اس سے بچالے اور اور چاہے تو نہ بچائے۔ لفظ آیت "ومن عاد" یعنی جس آدمی نے سود کے حرام کیے جانے کے بعد سود کو زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی وجہ سے حلال کرلیا کہ خرید وفروخت مثل سود کے ہے (پھر فرمایا) لفظ آیت "فاولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون" (یہی لوگ ہیں دوزخ والے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) اور وہاں ان پر موت طاری نہ ہوگی۔

(۲۷) احمد اور البزار نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا پوچھا گیا یا رسول اللہ؟ کون سی کمائی سب سے زیادہ پاکیزہ ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر خرید وفروکت جو (شرعا) قبول ہو۔

(۲۸) مسلم اور بیہقی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور لائی گئی آپ نے فرمایا یہ ہماری کھجوروں میں سے تو نہیں ہیں تو آدمی نے کہا یا رسول اللہ ہم نے اپنی دو صاع کھجوروں کے دو صاع اس کھجور کے ایک صاع کے بدلے میں بیچے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ سود ہے اس کو لوٹا دو پہلے اپنی کھجوروں کو بیچو پھر اس کی قیمت سے ہمارے لیے اس سے کھجور خریدو۔

(۲۹) عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک عورت نے ان سے کہا میں نے ایک غلام زید بن ارقم کو ادھار آٹھ سو میں بیچا ہے پھر زید بن ارقم کو اس غلام کی قیمت کی ضرورت پڑ گئی تو میں نے ادھار کی مدت مکمل ہونے سے پہلے اس کو چھ سو میں خرید لیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا برا کیا جو تو نے بیچا اور برا کیا جو تو نے خریدا زید رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچا دو کہ اگر اس نے توبہ نہ کی تو جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تھا اس کو وہ ضائع کر رہے ہیں اس عورت نے کہا آپ مجھے بتایئے اگر میں دو سو چھوڑ دوں اور صرف چھ سو لوں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں (یہ ٹھیک ہے) (اور یہ آیت پڑھی) لفظ آیت ''فمن جاءہ موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف'' (یعنی جس کے پاس اس کے رب کی طرف نصیحت آ گئی اور وہ اس سے باز آ گیا تو حرمت سود سے پہلے جو کچھ وہ لے چکا ہے وہ اسی کا ہے۔

(۳۰) ابونعیم نے الحلیہ میں جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو کیوں حرام فرمایا۔ انہوں نے فرمایا تا کہ لوگ نیکی کرنے سے نہ رک جائیں۔ (تفسیر درمنثور، سورۃ بقرہ، بیروت)

بَابٌ فِیْ کَرَاهِيَةِ الْيَمِيْنِ فِی الْبَيْعِ

باب: خرید و فروخت میں قسم اٹھانے کا ناپسندیدہ ہونا

3335 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح وحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ: اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ، قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: لِلْكَسْبِ، وَقَالَ: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''قسم اٹھانے سے سودا فروخت ہو جاتا ہے، لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے''

ابن سرح نے لفظ ''کسب'' (کمائی) روایت کیا ہے، یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

بَابٌ فِی الرُّجْحَانِ فِی الْوَزْنِ وَالْوَزْنِ بِالْاَجْرِ

باب: وزن کرتے ہوئے (دوسرے فریق کے پلڑے کو) بھاری رکھنا، اور معاوضہ لے کر وزن کرنا

3336 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِيْ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، حَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ: جَلَبْتُ اَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ، بَزًّا مِنْ هَجَرَ فَاَتَيْنَا بِهِ مَكَّةَ فَجَاءَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيْلَ، فَبِعْنَاهُ، وَثَمَّ رَجُلٌ يَزِنُ بِالْاَجْرِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زِنْ وَاَرْجِحْ،

حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اور مخرفہ عبدی نے ''ہجر'' سے کپڑا خریدا، ہم اسے لے کر مکہ

آ گئے، نبی اکرم ﷺ پیدل چلتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ سودا طے کیا، تو ہم نے وہ آپ ﷺ کو فروخت کر دیا، وہاں ایک شخص تھا، جو قیمت (کے درہم و دینار میں سونے چاندی کا) وزن کرتا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم وزن کرواور (ان کو دیئے والے) پلڑے کو جھکا دینا (یعنی زیادہ ادائیگی کرنا)۔

3337- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمَعْنَى قَرِيبٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ اَبِي صَفْوَانَ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ: اَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ اَنْ يُهَاجِرَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، وَلَمْ يَذْكُرْ يَزِنُ بِاَجْرٍ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ قَيْسٌ كَمَا قَالَ سُفْيَانُ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ: سُفْيَانَ

حضرت ابوصفوان بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے ہجرت کرنے سے پہلے، مکہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے، تاہم اس میں معاوضے کا وزن کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسے قیس نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے، جس طرح سفیان نے نقل کیا ہے، جبکہ سفیان کا قول ہی قول ہے۔

3338- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي رِزْمَةَ، سَمِعْتُ اَبِي يَقُولُ: قَالَ: رَجُلٌ لِشُعْبَةَ، خَالَفَكَ سُفْيَانُ، قَالَ: دَمَغْتَنِي وَبَلَغَنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ، قَالَ: كُلُّ مَنْ خَالَفَ سُفْيَانَ، فَالْقَوْلُ: قَوْلُ سُفْيَانَ

ابورزمہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو شعبہ سے یہ کہتے ہوئے سنا: سفیان نے آپ ﷺ کے برخلاف نقل کیا ہے، تو انہوں نے فرمایا: میں بھی اس بات پر پریشان ہوں، کیونکہ مجھ تک یحییٰ بن معین کا یہ قول پہنچا ہے: جو بھی سفیان کے برخلاف روایت نقل کرے، تو اس بارے میں سفیان کا قول معتبر ہوگا۔

3339- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: كَانَ سُفْيَانُ اَحْفَظَ مِنِّي

وکیع نے شعبہ کا یہ قول نقل کیا ہے: سفیان مجھ سے بڑے ''حافظ الحدیث'' ہیں۔

بَابٌ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ الْمَدِيْنَةِ

باب: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ''ماپنے میں اہل مدینہ کے ماپ کا اعتبار ہوگا''

3340- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوَزْنُ وَزْنُ اَهْلِ مَكَّةَ، وَالْمِكْيَالُ مِكْيَالُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ الْفِرْيَابِيُّ وَاَبُو اَحْمَدَ، عَنْ سُفْيَانَ، وَافَقَهُمَا فِي الْمَتْنِ، وَقَالَ اَبُو اَحْمَدَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، مَكَانَ ابْنِ عُمَرَ، وَرَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ، قَالَ: وَزْنُ الْمَدِيْنَةِ وَمِكْيَالُ مَكَّةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَاخْتُلِفَ فِي الْمَتْنِ فِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''وزن، اہل مکہ کا معتبر ہوگا، ماپ، اہل مدینہ کا معتبر ہوگا''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی روایت دیگر اسناد سے بھی منقول ہے، ایک راوی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جگہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے، جبکہ ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''وزن، اہل مدینہ کا اور ماپ، اہل مکہ کا معتبر ہوگا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مالک بن دینار سے منقول روایت کا متن مختلف ہے۔

بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي الدَّيْنِ

باب: قرض کی اہمیت کا بیان

3341 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ سَمْعَانَ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُجِيبَنِي فِي الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ أَمَا إِنِّي لَمْ أُنَوِّهْ بِكُمْ إِلَّا خَيْرًا، إِنَّ صَاحِبَكُمْ مَأْسُورٌ بِدَيْنِهِ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَدَّى عَنْهُ حَتَّى مَا بَقِيَ أَحَدٌ يَطْلُبُهُ بِشَيْءٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمْعَانُ بْنُ مُشَنَّجٍ

⊛⊛ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''یہاں بنوفلاں سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہے؟'' کسی نے جواب نہیں دیا، آپ نے دریافت کیا: ''یہاں بنوفلاں سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہے؟'' پھر کسی نے جواب نہیں دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت کیا: ''یہاں بنوفلاں سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہے؟'' تو ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے پہلے دو مرتبہ میں جواب کیوں نہیں دیا؟ میں نے لوگوں کے بارے میں صرف بھلائی کا ہی ارادہ کیا تھا تمہارے ایک ساتھی کو قرض کی وجہ سے پکڑ لیا گیا ہے، (راوی کہتے ہیں) میں نے اس شخص کو دیکھا کہ اس نے، اس (مقروض) کی طرف سے ادائیگی کر دی، یہاں تک کہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا، جو اس (مقروض سے) کوئی مطالبہ کر رہا ہو۔

3341- واخرجه عبد الرزاق (15263)، واحمد (20231) و (20233)، وابنه عبد الله فی زیاداته علی "المسند" (20234)، والنسائی (4685)، والرویانی فی "مسنده" (845) والطبرانی فی "الکبیر" (6755)، والحاکم 262/2، والمزی فی "تهذیب الکمال" 13713612/"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راوی کا نام سمعان بن مشنج ہے۔

3342 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللهِ الْقُرَشِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، يَقُولُ: عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أَعْظَمَ الذُّنُوبِ عِنْدَ اللهِ أَنْ يَلْقَاهُ بِهَا عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ الَّتِي نَهَى اللهُ عَنْهَا، أَنْ يَمُوتَ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَدَعُ لَهُ قَضَاءً

⊛⊛ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"وہ کبیرہ گناہ، جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی جب اس کی بارگاہ میں حاضر ہو (یعنی فوت ہو) تو اس کے ذمہ ایسا قرض ہو، جس کی ادائیگی کے لیے اس نے کچھ نہ چھوڑا ہو"۔

3343 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي عَلَى رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَأُتِيَ بِمَيِّتٍ، فَقَالَ: أَعَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوا: نَعَمْ، دِينَارَانِ، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ: هُمَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ

⊛⊛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کسی شخص کی نماز جنازہ ادا نہیں کرتے تھے، جس کے ذمہ قرض ہو، ایک مرتبہ ایک میت لائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا اس کے ذمہ قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! دو دینار ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ساتھی کی نماز جنازہ (تم لوگ خود) ادا کرلو، حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ان (کی ادائیگی) میرے ذمہ ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (مرحوم) کی نماز جنازہ ادا کی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فتوحات عطا کردیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں ہر مومن کی جان سے زیادہ اس کے قریب ہوں، تو جو شخص قرض چھوڑ کر جائے گا، اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی، اور جو شخص مال چھوڑ کر جائے گا، وہ اس کے ورثاء کا ہوگا"۔

3344 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، رَفَعَهُ، قَالَ عُثْمَانُ: وَحَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

3343-اسناده صحيح، وهو في "مصنف عبد الرزاق" (15257)، ومن طريقه اخرجه النسائي (1962). وهو في "صحيح ابن حبان" (3064). واخرجه البخاري (5371)، ومسلم (1619)، وابن ماجه (2415)، والترمذي (1093)، والنسائي (1963) من طرق عن الزهري، عن ابي سلمة، عن ابي هريرة. ومثل هذا الاختلاف لا يضر، لانه اختلاف في تعيين صحابي، وهم كلهم عدول. وهو في "مسند احمد" (7899) و (9848)، و "صحيح ابن حبان" (3063).

وَسَلَّمَ مِثْلَهُ قَالَ: اشْتَرَى مِنْ عِيرٍ تَبِيعًا وَلَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ فَأُرْبِحَ فِيهِ فَبَاعَهُ فَتَصَدَّقَ بِالرِّبْحِ عَلَى أَرَامِلِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. وَقَالَ: لَا أَشْتَرِي بَعْدَهَا شَيْئًا إِلَّا وَعِنْدِي ثَمَنُهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قافلے والوں سے کوئی چیز خریدی، اس کی قیمت (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں تھی، پھر اس چیز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافع کی پیشکش کی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فروخت کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ منافع بنوعبدالمطلب کی بیوہ عورتوں پر خرچ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس کے بعد میں کوئی چیز اسی وقت خریدوں گا، جب اس کی قیمت میرے پاس ہوگی"

بَابٌ فِي الْمَطْلِ

باب: (قرض کی واپسی میں) ٹال مٹول کرنا

3345 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ. وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"خوشحال شخص کا (قرض کی واپسی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور جب کسی (قرض خواہ) کو کسی خوشحال شخص کے حوالے کیا جائے، تو اسے اس (خوشحال) کے پیچھے جانا چاہیے"۔

بَابٌ فِي حُسْنِ الْقَضَاءِ

باب: اچھے طریقے سے (قرض کی واپسی کا) تقاضا کرنا

3346 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا، فَجَاءَتْهُ إِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ، فَقُلْتُ: لَمْ أَجِدْ فِي الْإِبِلِ إِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطِهِ إِيَّاهُ فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، ادھار کے طور پر، ایک جوان اونٹ خرید لیا، پھر صدقہ کے اونٹ آپ کی خدمت میں آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اس شخص کو جوان اونٹ ادا کروں، میں نے عرض کی: مجھے تمام اونٹوں میں صرف ایک رباعی اونٹ بہتر لگا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہی اسے دیدو، کیونکہ لوگوں میں زیادہ بہتر وہ لوگ ہیں، جو زیادہ اچھے طریقے سے ادائیگی کرتے ہیں"۔

3346- اسنادہ صحیح. وھو فی "موطا مالک" 680/2، واخرجہ مسلم (1600)، وابن ماجہ (2285)، والترمذی (1366) والنسائی (4617) من طریق زید بن اسلم، بہ. وھو فی "مسند احمد" (27181).

3347 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قرض واپس لینا تھا، تو آپ نے مجھے ادائیگی کر دی، اور مزید ادائیگی بھی کی۔

بَابٌ فِي الصَّرْفِ

باب: بیع صرف کا بیان

3348 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''چاندی کے عوض میں چاندی کا لین دین سود ہے، البتہ اگر نقد ہو (تو حکم مختلف ہے) گندم کے عوض میں گندم کا لین دین سود ہے، البتہ اگر نقد ہو (تو حکم مختلف ہے) کھجور کے عوض میں کھجور کا لین دین سود ہے، البتہ اگر نقد ہو (تو حکم مختلف ہوگا) جو کے عوض میں جو کا لین دین سود ہے، البتہ اگر نقد ہو (تو حکم مختلف ہے)''۔

3349 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى، وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا، وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ، وَالشَّعِيرُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، وَهِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ، بِإِسْنَادِهِ.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

3348-اسناده صحيح. وهو في "موطا مالک" 2/ 636 - 637، ومن طريقه اخرجه البخاری (2174) وقد جاء في روايات "صحيح البخاری" لطريق مالک عدا رواية لابی ذر الهروی: "الذهب بالذهب"، وفيه رد على ابن عبد البر في "التمهيد" 2826/ فيما ادعاه من عدم الاختلاف عن مالک في هذا الحديث، لان الراوی عن مالک عند البخاری عبد الله ابن يوسف التنيسی، وهو من رواة "الموطا"، وتابعه عبد الله بن وهب - وهو من رواة "الموطا" كذلک - عند ابی عوانة (5383)، وسويد بن سعيد عند ابی يعلى (234). واخرجه البخاری (2134)، ومسلم (1586)، وابن ماجه (2253) و (2259)، والنسائی (4558)

"سونے کے عوض میں سونے، خواہ ڈلی ہو یا ڈھلا ہوا ہو، چاندی کے عوض میں چاندی، خواہ ڈلی ہو یا ڈھلا ہوا ہو، گندم کے عوض میں گندم، جبکہ مدی (مخصوص پیمانہ) کے بدلے مدی ہو، جَو کے عوض میں جَو جبکہ مدی کے بدلے میں مدی ہو، کھجور کے عوض میں کھجور، جبکہ مدی کے بدلے میں مدی ہو، نمک کے عوض میں نمک جبکہ مدی کے بدلے میں مدی ہو، (ان سب کا نقد اور برابر برابر لین دین کیا جا سکتا ہے) جو شخص زیادہ ادائیگی کرے یا زیادہ کا طلب گار ہو، وہ سود کا کام کرے گا۔

چاندی کے عوض میں سونے کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ چاندی زیادہ ہو، اور یہ لین دین نقد ہو، البتہ اگر ادھار ہو تو (جائز) نہیں ہوگا، جَو کے عوض میں گندم کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ جَو زیادہ ہو، اور لین دین نقد ہو، اگر ادھار ہو تو یہ جائز نہیں ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3350 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْخَبَرِ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ وَزَادَ قَالَ: فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، تاہم اس کے الفاظ میں کمی وبیشی ہے، اور یہ الفاظ زائد ہیں:

"جب یہ اصناف ایک دوسرے سے مختلف ہوں، تو تم جیسے چاہو، انہیں فروخت کرو، جبکہ لین دین نقد ہو"

بیع صرف کی تعریف کا بیان

اور بیع صرف یہ ہے کہ ثمن کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، مثلاً چاندی چاندی کے بدلہ، سونا سونے کے بدلے، یا روپے کا نوٹ اور سکہ اسی کے بدلہ، بیع صرف میں ضروری ہے کہ طرفین کی جانب سے ثمن اور مبیع کی حوالگی مجلس میں ہی ہو جائے کسی کی طرف سے اُدھار نہ ہو اور اگر طرفین سے ایک ہی جنس ہو تو مقدار برابر ہو۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع صرف کے ارکان وہی ہیں جو ہر بیع کے ہیں۔ (فتح القدیر، کتاب صرف، بیروت)

بیع صرف کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عمرو بن دینا، ابوالمنہال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں صرف کی بیع کرتا تھا، میں نے زید بن ارقم سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بواسطہ حجاج بن محمد، ابن جریج، عمرو بن دینار، اور عامر بن مصعب نے بیان کیا کہ ان دونوں نے ابوالمنہال کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم سے صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے تو ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیع صرف کے متعلق پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر

ادھار ہے تو بہتر نہیں۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1949)

حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے بارے میں سوال کیا تو
انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی میں
نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ؟ میں نے کہا ہاں انہوں
نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا انہوں نے اسی طرح فرمایا ہے؟ ہم نے ان کی طرف لکھیں گے تو وہ تم
کو ایسا فتوی نہ دیں گے اور کہا اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض جوان کھجور لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس پر تعجب کیا اور فرمایا ہماری زمینوں کی کھجوریں تو ایسی نہیں ہیں اس نے کہا ہماری زمین کی کھجوروں یا ہمارے اس سال کی
کھجوروں کو کچھ عیب آ گیا تھا میں نے یہ کھجوریں لیں اور اس کے عوض میں کچھ زیادہ کھجوریں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو
نے زیادہ دیا اور سود دیا اب ان کے قریب نہ جانا جب تجھے اپنی کھجوروں میں کچھ عیب معلوم ہو تو ان کو بیچ ڈال پھر کھجور میں سے جس
کا تو ارادہ کرے خرید لے۔(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1593)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر، حضرت ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے
اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے برابر
بیچو نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور ان کی ادائیگی دست بدست کرو۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی وقت میں ادائیگی کریں کوئی اس میں تاخیر نہ کرے۔

اس باب میں صدیق، عمر، عثمان، ابوہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبید، ابوبکرہ، ابن عمر، ابودرداء، اور
بلال سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابوسعید حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے حضرت ابن عباس سے
منقول ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی میں کمی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وہ فرماتے
ہیں کہ سود تو اس صورت میں ہے کہ یہ معاملہ قرض کی صورت میں ہو، حضرت ابن عباس کے بعض دوستوں سے بھی اسی طرح منقول
ہے لیکن ابن عباس نے جب یہ حدیث ابوسعید خدری کی سنی تو اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہذا پہلا قول ہی صحیح ہے اور اہل علم کا
اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق، کا یہی قول ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ بیع صرف میں
کوئی اختلاف نہیں۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1258)

حضرت مالک بن اوس حدثان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں یہ کہتا ہوا آیا کہ کون دراہم کی بیع صرف کرے گا طلحہ بن عبیداللہ
حضرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے اپنا سونا ہمیں دکھاؤ پھر ٹھہر کر آنا جب ہمارا خزانچی آئے گا تو ہم دراہم
دیدیں گے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا ہرگز نہیں بخدا یا تم اس کو چاندی ابھی دو یا اس کا سونا اسے واپس کر دو اس لئے کہ اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی سونے کے عوض فروخت کرنا سود ہے الا یہ کہ نقد در نقد ہو۔(سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 418)

بیع صرف کے معنی ومفہوم کا بیان

صرف بیع یہ ہے کہ اس کے دونوں اعواض میں سے ہر ایک ثمن کی جنس میں سے ہو۔ اور اسکا نام صرف اسی وجہ سے رکھا گیا

ہے کہ اس کے دونوں طرح بدل میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ لغت میں منتقل کرنے اور پھیر دینے کو صرف کہا جاتا ہے۔ اور وہ اس سبب سے کہ اس میں محض زیادتی مقصود ہوا کرتی ہے اس لئے کہ اس کے عین سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ اور لغت میں زیادتی کو صرف کہتے ہیں اور امام النحو خلیل نحوی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور دلیل کے سبب نفلی عبادات کو بھی صرف کہا جاتا ہے۔

فرمایا اور جب کسی نے چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے بیچا تو یہ جائز نہیں ہے ہاں البتہ جب برابر برابر ہو خواہ وہ عمدہ ہونے اور ڈھلائی میں مختلف ہوں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے برابر برابر، وزن بہ وزن اور ہاتھ بہ ہاتھ فروخت کیا جائے اور زیادتی سود ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اموال اچھا یا ردی ہونا برابر ہے اور کتاب بیوع میں ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔

ثمن کے بدلے ثمن میں برابری پر فقہی مذاہب

حضرت نافع سے روایت ہے کہ اور ابن عمر حضرت ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے برابر بیچو نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور ان کی ادائیگی دست بدست کرو۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی وقت میں ادائیگی کریں کوئی اس میں تاخیر نہ کرے اس باب میں صدیق، عمر، عثمان، ابوہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبید، ابوبکرہ، ابن عمر، ابودرداء، اور بلال سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابوسعید حسن صحیح ہے۔

صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی میں کمی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وہ فرماتے ہیں کہ یہ ربا تو اس صورت میں ہے کہ یہ معاملہ قرض کی صورت میں ہو، حضرت ابن عباس کے بعض دوستوں سے بھی اسی طرح منقول ہے لیکن ابن عباس نے جب یہ حدیث ابوسعید خدری کی سنی تو اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہٰذا پہلا قول ہی صحیح ہے۔

اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق، کا یہی قول ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ بیع صرف میں کوئی اختلاف نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1258)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ چاندی کی چاندی سے یا سونے کی سونے سے بیع ہوئی یعنی دونوں طرف ایک ہی جنس ہے تو شرط یہ ہے کہ دونوں وزن میں برابر ہوں اور اُسی مجلس میں دست بدست قبضہ ہو یعنی ہر ایک دوسرے کی چیز اپنے فعل سے قبضہ میں لائے اگر عاقدین نے ہاتھ سے قبضہ نہیں کیا بلکہ فرض کرو عقد کے بعد وہاں اپنی چیز رکھدی اور اُس کی چیز لے کر چلا آیا یہ کافی نہیں ہے اور اس طرح کرنے سے بیع ناجائز ہوگئی بلکہ سود ہوا اور دوسرے مواقع میں تخلیہ قبضہ قرار پاتا ہے اور کافی ہوتا ہے وزن برابر ہونے کے یہ معنی کہ کانٹے یا ترازو کے دونوں پلڑے میں دونوں برابر ہوں اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ دونوں کا وزن کیا ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب بیوع)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ برابری سے مراد یہ ہے کہ عاقدین کے علم میں دونوں چیزیں برابر ہوں یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں برابر ہونا چاہیے اُن کو برابر ہونا معلوم ہو یا نہ ہو لہٰذا اگر دونوں جانب کی چیزیں برابر تھیں مگر اُن کے علم میں یہ بات نہ تھی بیع ناجائز ہے ہاں اگر اُسی مجلس میں دونوں پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ برابر ہیں تو جائز ہو جائے گی۔

(فتح القدیر، شرح الہدایہ، کتاب صرف)

ہم جنس اشیاء کا باہمی لین کرنے کا بیان

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خیبر کے سال ایک ہار بارہ دینار میں خریدا جو سونے کا تھا اور اس میں نگینے جڑے ہوئے تھے پھر جب میں نے انہیں الگ الگ کیا (یعنی نگینوں کو سونے سے نکال ڈالا) تو وہ سونا بارہ دینار سے زائد قیمت کا نکلا میں نے اس کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہار اس وقت تک فروخت نہ کیا جائے تاوقتیکہ سونا اور نگینہ الگ الگ نہ کر لئے جائیں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 56)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر مال ربا میں سے دو ایسی ہم جنس چیزوں کا ایک دوسرے کے عوض لین دین کیا جائے کہ ان میں سے ایک طرف کی چیز میں کوئی اور غیر جنس کی چیز بھی شامل ہو تو یہ جائز نہیں ہے چنانچہ اگر کوئی شخص مثلاً سونے کا جڑاؤ زیور سونے کے عوض میں خرید و فروخت کرے خواہ وہ اشرفیوں کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں تو ضروری ہے کہ پہلے اس زیور میں سے نگینے وغیرہ الگ کر دیئے جائیں اور پھر اس زیور کا خالص سونا دوسری طرف کے سونے کے برابر سرابر وزن کے ساتھ لیا دیا جائے یہی حکم چاندی کے بارے میں بھی ہے کہ اگر چاندی کا کوئی ایسا زیور وغیرہ کہ جس میں کوئی اور غیر جنس چیز مخلوط ہو چاندی ہی کے بدلے میں خواہ وہ روپے کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں خرید و فروخت کیا جائے تو ضروری ہے کہ اس زیور وغیرہ کی چاندی کو الگ کر کے دوسری طرف کی چاندی کے برابر سرابر وزن کے ساتھ خریدا جائے یا فروخت کیا جائے اور یہ حکم اسلئے ہے تا کہ ہم جنس چیزوں کا کمی بیشی کے ساتھ باہمی لین دین ہونے کی وجہ سے سود کی صورت پیدا نہ ہو جائے ہاں اگر سونے کا جڑاؤ زیور وغیرہ چاندی کے بدلے میں خرید و فروخت کیا جائے خواہ وہ چاندی روپے کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں یا اس کا برعکس ہو کہ چاندی کا جڑاؤ زیور سونے کے بدلے میں خرید و فروخت کیا جائے خواہ وہ سونا اشرفی وغیرہ کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں تو اس صورت میں اس جڑاؤ زیور سے نگینے وغیرہ اکھاڑ کر الگ کر دینا ضروری نہیں ہے کیونکہ مختلف الجنس چیزوں کا باہمی لین دین کمی بیشی کے ساتھ بھی جائز ہے اس میں کمی زیادتی سے سود کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔

صرافہ کے حکم میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء مالکیہ لکھتے ہیں کہ فلوس جو تانبے وغیرہ کے بنے ہوئے سکے ہوتے ہیں وہ مال تجارت کی طرح ہیں۔ ان کا سونے چاندی کے بدلے میں خریدنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح زیوارت کی خرید و فروخت کی جاتی ہے جن میں سونا چاندی ملا ہوا ہوتا ہے۔

فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ اعتماد والے قول کے مطابق پیسوں کے معاملات میں سود کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر چہ یہ سکے رائج

شدہ ہوں یا نہ ہوں۔ پس ان سکوں کو کمی بیشی کے ساتھ لین دین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ چاندی سونے کے سکوں کے علاوہ کسی بھی چیز کے بنے ہوئے سکوں کو کمی بیشی کے ساتھ معیادی ادائیگی کی شرط پر بیع کرنا جائز ہے۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ جب سونے چاندی کے سوا دوسرے سکوں کو دام قرار دیا جائے تو متعین کرنے کے سبب ان کا تعین نہ ہوگا۔ پس وہ سونے چاندی کی نقدی کی طرح ہوں گے۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

معین پیسے کی معین پیسوں کے بدلے بیع کرنے کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک معین پیسے کی دو معین پیسوں کے عوض بیع کے مسئلہ کے ضمن میں بحوالہ بحر ذخیرہ سے منقول ہے کہ بیشک امام محمد نے اس کو اصل کے باب الصرف میں ذکر کیا اور تقابض کو شرط قرار نہیں دیا، اور معتمد مشائخ نے اس کی تعلیل یوں بیان کی تعیین کے ساتھ تقابض تو صرف میں شرط ہے حالانکہ یہ صرف نہیں، جس طرح اس میں امام ابوحنیفہ، صاحبین اور ان تمام سے منقول ہے قلت (میں کہتا ہوں) بے شک ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے فتاوٰی "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ "میں اس انداز سے کردی ہے جس پر واقفیت حاصل کرنا متعین ہے کیونکہ بحمداللہ یہ ان کے لئے بہت عمدہ ہے، امام ابن عابدین نے کہا کہ حانوتی سے سونے کی پیسوں کے عوض ادھار بیع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ جائز ہے بشرطیکہ بدلین میں سے ہر ایک پر قبضہ کرلیا گیا ہو اس دلیل کی وجہ سے جو بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی نے سو پیسے ایک درہم کے عوض خریدے تو صرف ایک طرف سے قبضہ کافی ہے اور فرمایا کہ اگر کسی نے پیسوں کے عوض سونا یا چاندی بیچا تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے بحر میں محیط کے حوالے سے اور اسی طرح منقول ہے۔ (ردالمحتار، کتاب البیوع باب الربو، داراحیاء التراث، بیروت)

سونے کو چاندی کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنے کا بیان

اور جب سونے کو چاندی کے بدلے فروخت کیا تو اس میں زیادتی جائز ہے کیونکہ ہم جنس ہونا معدوم ہے اور باہم قبضہ واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سونا چاندی کے بدلے سود ہیں لیکن جب وہ ہاتھ در ہاتھ ہو۔ اس کے بعد جب عقد کرنے والے دونوں اعواض یا ایک عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے الگ ہو گئے تو یہ عقد باطل ہو جائے گا کیونکہ شرط قبضہ فوت ہو گئی ہے اور اسی سبب سے اس میں خیار کی شرط لگانی جائز نہیں ہے اور نہ ہی میعاد کی شرط جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک میں قبضہ کا حق نہیں رہتا اور دوسرے سے قبضہ کا حق بھی فوت ہونے والا ہے ہاں جب عقد مجلس میں خیار کو ساقط کرنے والا ہے تو وہ عقد جواز کی طرف لوٹنے والا ہے کیونکہ فساد پکا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا ہے اور اس میں امام زفر علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔ (ہدایہ)

تقابض بدلین کا مجلس سے پہلے ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر دونوں جانب ایک جنس نہ ہو بلکہ مختلف جنسیں ہوں تو کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں مگر دونوں بدلوں میں مقابضہ ضروری ہے اگر تقابضِ بدلین سے قبل مجلس بدل گئی تو بیع باطل ہوگئی۔ لہٰذا سونے کو چاندی سے یا چاندی کو سونے سے خریدنے میں دونوں جانب کو وزن کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ وزن تو اس لیے کرنا ضروری تھا کہ دونوں کا

برابر ہونا معلوم ہو جائے اور جب برابری شرط نہیں تو وزن بھی ضروری نہ رہا صرف مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اگر چاندی خریدلی
ہو اور سود سے بچنا ہو تو روپیہ سے مت خریدو گنی یا نوٹ یا پیسوں سے خریدو۔ دین و دنیا دونوں کے نقصان سے بچو گے۔ یہ حکم ثمن خلقی
یعنی سونے چاندی کا ہے اگر پیسوں سے چاندی خریدی تو مجلس میں ایک کا قبضہ ضروری ہے دونوں جانب سے قبضہ ضروری نہیں کیونکہ
اُن کی ثمنیت منصوص نہیں ہے۔ جس کا لحاظ ضروری ہو عاقدین اگر چاہیں تو ان کی ثمنیت کو باطل کر کے جیسے دوسری چیزیں غیر ثمن
ہیں اُن کو بھی غیر ثمن قرار دے سکتے ہیں۔ (درمختار، کتاب بیوع)

مجلس بدلنے کے یہاں یہ معنیٰ ہیں کہ دونوں جدا ہو جائیں ایک ایک طرف چلا جائے اور دوسرا دوسری طرف یا ایک وہاں
سے چلا جائے اور دوسرا اسی جگہ پر رہے اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو مجلس نہیں بدلی، اگر چہ کتنی ہی طویل مجلس ہو، اگر چہ دونوں
اسی جگہ پر سو جائیں یا بے ہوش ہو جائیں بلکہ اگر چہ دونوں وہاں سے چل دیں مگر ساتھ ساتھ جائیں غرض یہ کہ جب تک دونوں میں
جدائی نہ ہو، قبضہ ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے اس وقت
تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو، دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روا نہ رکھو، اور چاندی کو چاندی کے
بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو۔ دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روا نہ رکھو اور نہ
ادھار کو نقد کے بدلے میں بیچو۔

اس حدیث میں حضرت امام شافعی کی حجت ہے کہ اگر ایک شخص کے دوسرے پر درہم قرض ہوں اور اس کے اس پر دینار قرض
ہوں، تو ان کی بیع جائز نہیں کیوں کہ یہ بیع الکالئی بالکالئی ہے۔ یعنی ادھار کو ادھار کے بدل بیچنا۔ اور ایک حدیث میں صراحتاً اس کی
ممانعت وارد ہے اور اصحاب سنن نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ میں بقیع میں اونٹ بیچا کرتا تھا تو دیناروں کے بدل بیچتا اور
درہم لیتا، اور درہم کے بدل بیچتا تو دینار لے لیتا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بشرطیکہ اسی دن کے نرخ سے لے۔ اور ایک دوسرے سے بغیر لیے جدا نہ ہو۔

بیع مقایضہ کے حکم کا بیان

حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابوالمنہال سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن
ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں۔ آخر
دونوں حضرات نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدلے میں ادھار کی صورت میں بیچنے سے منع فرمایا
ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۱۸۰)

اگر اسباب کی بیع اسباب کے ساتھ ہو تو اس کو مقایضہ کہتے ہیں۔ اگر اسباب کی نقد کے ساتھ ہو تو نقد کو ثمن اور اسباب کو عرض
کہیں گے۔ اگر نقد کی نقد کے ساتھ ہو مگر ہم جنس ہو یعنی سونے کو سونے کے ساتھ بدلے یا چاندی کو چاندی کے ساتھ تو اس کو مراطلہ
کہتے ہیں۔ اگر جنس کا اختلاف ہو جیسے چاندی سونے کے بدل یا بالعکس تو اس کو صرف کہتے ہیں۔ صرف میں کمی بیشی درست ہے مگر

حلول یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین ضروری اور ضروری ہے اور قبض میں دیر کرنی درست نہیں۔ اور مراطلہ میں تو برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ دونوں باتیں ضروری ہیں۔ اگر ثمن اور عرض کی بیع ہو تو ثمن یا عرض کے لیے میعاد مقرر کرنا درست ہے۔ اگر ثمن میں میعاد ہو تو وہ قرض ہے اگر عرض میں میعاد ہو تو وہ سلم ہے یہ دونوں درست ہیں۔ اگر دونوں میں میعاد ہو تو وہ بیع الکالئی بالکالئی ہے جو درست نہیں۔

فلوس کی ثمنیت میں مذاہب اربعہ

امام مالک (۹۳-۱۷۹ھ) نے فلوس کو درج ذیل دو شرطوں کے ساتھ نقود قرار دیا ہے: ۱. ان پر شاہی مہر ثبت ہو (۲) انہیں معاشرے میں نقود اور ثمن کی حیثیت سے رواج حاصل ہو۔

امام مالک نے ایک موقع پر فلوس کو سامان بھی قرار دیا ہے، چنانچہ مدونہ کے مصنف لکھتے ہیں" میں نے پوچھا: اگر میں آدھے درہم کے عوض فلوس اور باقی آدھے درہم کے عوض نصف درہم کے وزن کی بقدر چاندی خریدوں تو کیا امام مالک کی رائے میں یہ جائز ہے؟ انہوں نے نے جواب میں کہا: چونکہ فلوس کی حیثیت سامان کی سی ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(المدونہ الکبری ۳۰۴ر ۲)

چونکہ امام مالک نے بعض مواقع پر فلوس کو سامان بھی قرار دیا ہے، اس لئے یوں معلوم ہوتا ہے کے انہوں نے فلوس رائج اور متداول ہونے کی صورت میں انہیں نقود قرار دے کر سونے چاندی کے ساتھ ان کی ادھار خرید و فروخت کو جو ممنوع قرار دیا ہے یہ صرف سد ذریع کے طور پر تھا، واللہ اعلم. (خرید و فروخت۔ ۱۲۳)

امام نووی (م۔ ۶۷۷ھ) کے نزدیک "فلوس" اگرچہ بعض شہروں میں ثمن کا درجہ رکھتے ہیں، لیکن یہ ثمن کی جنس میں سے نہیں ہیں۔

فلوس جہاں صرف محدود علاقائی سطح پر معتبر سمجھے جاتے تھے وہاں ان کی قیمت بھی بہت معمولی ہوتی تھی، جو ایک درہم کے اڑتالیسویں حصہ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی (النقود و استبدال العملات)

اسی لیے انہیں صرف حقیر اشیا کے ثمن اور ریز گاری کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، نیز اسی لیے انہیں محض ایسا سامان تجارت سمجھا جاتا تھا جسے نقدی کے طور پر قبول کرنے پر کسی علاقے کے لوگ اتفاق کر لیتے ہیں، چنانچہ تانبے اور لوہے کے سکے درحقیقت تانبے اور لوہے کے ٹکڑے ہوتے ہیں، جن میں محض ڈھلنے کی وجہ سے امتیازی شان پیدا ہوگئی ہے، جبکہ تانبا اور لوہا نقدی نہیں، بلکہ سامان ہیں تو ان سے بنے سکے بھی سامان کے حکم میں ہونے چاہیں۔ (المدونۃ)

یہی وجہ ہے امام مالک نے فلوس کو سامان کے حکم میں قرار دیا ہے، نیز ابن عابدین نے اپنے حاشیہ میں حنفیہ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔ (حاشیہ ابن عابدین)

عقد صرف اور فلوس، کے مباحث میں فقہاء کرم کی عبارات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کے اکثر فقہائے اسلام کے نزدیک فلوس ایسے نقود کی حثیت نہیں رکھتے، جن پر عقد صرف کے قواعد اور احکام کا اجراء ہوتا ہو، بلکہ ان کے نزدیک ان کا حکم

اس دھات والا ہے، جس سے یہ بنے ہیں، جن فقہاء کے نزدیک فلوس مال ربوی نہیں، ان کے نزدیک یہ سامان ہیں، نقود نہیں، نیز وہ انہیں موزونی اشیا کی بجائے عددی اشیا میں شمار کرتے ہیں یا پھر سامان کے حکم میں سمجھتے ہیں، اسی لیے ان کے نزدیک ان میں سود متحقق نہیں ہوسکتا، کیونکہ مالکیہ اور حنابلہ کے ایک قول مطابق سونے اور چاندی میں سود کی علت ثمنیت اور باقی اصناف میں طعم (کھانے پینے کی اشیا میں سے ہونا) ہے۔

شافعیہ کے نزدیک نقدین میں سود کی علت ان کا حقیقتاً ثمن ہونا (جوہریۃ الأثمان) اور دیگر اصناف میں طعم ہے۔

جیسا کے پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ حنفیہ میں سے صرف امام محمد (رح۔م۔) نے اس بنیاد پر فلوس کو مطلقاً مال ربوی قرار دیا ہے کے لوگوں کے ہاں اصطلاحی ثمن بن جانے کی وجہ سے ان میں ثمنیت کا وصف غالب آ گیا ہے۔

شیخین نے فلوس کے مال ربوی ہونے کے لئے عدم تعیین کی قید لگائی ہے، کیوں کہ ان کہ نزدیک تعیین کہ بعد یہ ثمن نہیں رہتے، بلکہ سامان بن جاتے ہیں۔

حنابلہ میں سے بعض حضرت نے اگرچہ فلوس میں سود کی علت وزن اور ماپ کو قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے ہاں اس بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں، چنانچہ بعض حنابلہ نے اصل کے اعتبار سے موزونی ہونے کی وجہ سے فلوس کو مال ربوی قرار دی ہے، لیکن انہوں نے بھی فلوس کی ثمنیت کو معتبر نہیں جانا، جبکہ دیگر بعض نے ان کے عددی ہونے کی بنیاد پر ان کے مال ربوی ہونے کا انکار کیا ہے، لہٰذا اس رائے کے مطابق ان میں سود کی کوئی الٹ موجود نہیں۔ (المغنی ابن قدامہ ۱۴۰/۴، خرید و فروخت)

فلوس کے ثمن ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف فقہاء

فقہاے کرام کی عبارت کے تتبع اور استقرا سے اور ان پر غور کرنے سے اس سلسلے میں تین اقوال سامنے آتے ہیں، جو درج ذائل ہیں۔

۱۔ حضرات حنفیہ میں سے امام محمد، محمد بن الفضل، علامہ سرخسی، علامہ حلوانی، حضرت مالکیہ، علامہ ابن تیمیہ، اور ابن القیم، ان حضرات کا قول ہے کے فلوس اثمان ہیں۔

۲۔ حضرات حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ میں سے امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف کے ہن فلوس کو ثمنیت ضروری نہیں اور متعین کرنے سے متعین ہوتے ہیں، اور حضرت شافعیہ کا قول یہ ہے کے فلوس اثمان نہیں۔

۳۔ حضرات حنابلہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی اس سلسلے میں دو روایات ہیں، ایک رویت یہ ہے کہ فلوس اثمان ہیں، یہی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منصوص ہے، اور یہی ان کے ہاں راجح ہے، اور دوسری روایت بعض حنابلہ علم کی ہے، اور وہ یہ کہ فلوس اثمان نہیں ہیں، گویا کے حنابلہ ایک روایت میں فریق اول کے ساتھ ہیں، اور دوسری روایت کے مطابق فریق سنی کے ساتھ ہیں۔

(دکتور مولانا عصمت اللہ۔ ص ۱۲۵۔ ادارہ المعارف کراچی)

عصر حاضر کے سکالر دو کتور البوطی لکھتے ہیں۔ میری رائے میں ایسی صورت حال میں جبکہ فلوس ہی معروف نقود کی حثیت اختیار کر چکے ہوں اور رواج میں سونے چاندی کے مشابہ ہو چکے ہوں، بلکہ مقریزی کے بقول، چاندی کے غائب ہونے کے بعد اس

کی جگہ لے چکے ہوں تو ان پر نقدین (سونے چاندی) کے احکام جاری نہ کرنا شریعت کی دو اور درج ذیل اہم ترین احکام کو معطل کرنے کے مترادف ہوگا۔

زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے اموال میں واجب قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،" اور جن کے مالوں میں حصہ مقرر ہے۔(یعنی) مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کا" اور نقود بھی اموال ہیں۔

سود۔شافعیہ نے اس کی علت اگر چہ کسی چیز کی حقیقت کے اعتبار سے ثمن ہونے (جوہریۃ الاثمان) کو قرار دیا ہے، لیکن فلوس چونکہ نقدین (سونے، چاندی) کے قائم مقام ہوگیے ہیں، اس لیے یہ محض تانبا ہونے کی حیثیت سے نکل کر نقدی کی حیثیت اختیار کر گیے ہیں، نیز امام الحرمین نیں چونکہ سونے چاندی کا مقصد نقدیت کو قرار دیا ہے، اس لیے قیاس مشابہت کی بنیاد پر فلوس کو سونے چاندی کے ساتھ ملحق کیا جانے گا۔ بلکہ بعض اوقات تو نقدی ہونے کی حیثیت سے فلوس کا استعمال سونے چاندی سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد توفیق رمضان البوطی مندرجہ بالا مضمون کے سلسلے پر تبصرہ کرتے ہونے لکھتے ہیں کہ۔شائد میرا یہ کہنا قبل از وقت ہو کی فقہا نے فلوس کا جو مفہوم بیان کیا ہے، آج کل عام طور پر اس مفہوم میں فلوس استعمال نہیں ہوتے، لیکن گزشتہ تحقیق کی روشنی میں، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں ہوں کے عام طور پر فلوس صرف کم قیمت اشیا کے ثمن کے طور پر استعمال ہوتے تھے، جن کی عرفی حیثیت تو تھی، لیکن ذاتی حیثیت تانبا ہونے سے زیادہ نہ تھی۔ان کی قیمت کا مدار دو چیزوں پر تھا:

(۱) تانبے کی حیثیت سے وزن (۲) ڈھلائی کے اخراجات۔

اس ڈھلائی کی بدولت انہیں محدود پیمانے پر عرفی ثمن کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا، لیکن جب فلوس نے سرکاری اعتبار کی وجہ سے، قطع نظر اس کے مفاسد اور برے نتائج کے نقد کی صورت اختیار کر لی تو فقہاء نے وصف ثمنیت کے غلبہ کی وجہ سے ع پر سود کے احکام جاری کرنا شروع کر دیئے، خاص طور پر جب ان کا استعمال اتنا عام ہوگیا کہ سونے چاندی کا بھی ان جیسا رواج نہ رہ، چنانچہ جب خراسان میں فلوس رائج ہوگئے تو حنفیہ اور مالکیہ نے یہی ری اختیار کر لی، حنابلہ کی ایک رویت بھی اس کے مطابق ہے۔
(منتہی الارادات، فتح القدیر، حاشیہ ابن عابدین)

نیز فقہاء شافعیہ نے اور ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے۔(المجموع نووی، الفتوی الکبریٰ ابن حجر)

اسلام کا نظریہ زر اور کاغذی کرنسی کی حقیقت

چونکہ لوگوں کے مابین لین دین کے تمام معاملات میں مرکز ومحور زر ہی ہوتا ہے، اس لیے ہر معاشی نظام میں زر اور اس کے متعلقات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔زر کی اس اہمیت کے پیش نظر علمائے اسلام نے بھی اپنی تحریری کاوشوں میں اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔اسلام کے قرونِ اُولیٰ میں قانونی زر سونے، چاندی کے سکوں (دنانیر و دراہم) کی شکل میں ہوتا تھا مگر دورِ حاضر میں تمام ممالک کے مالیاتی نظام کی اساس کاغذی کرنسی ہے، سونے چاندی کے سکے پوری دنیا میں کہیں استعمال نہیں ہوتے۔اسلامی نقطہ نظر سے زر کی حقیقت اور مروّجہ کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ

فرمائیں:

زر کی حقیقت

زر کو عربی میں نَقد کہتے ہیں اور مشہور لغت المعجم الوسیط میں نقد کا معنی یوں لکھا ہے:

"النقد: (في البيع) خلاف النسيئة ويقال: درهم نقد: جيد لا زيف فيه (ج) نقود. والعملة من الذهب أو الفضة وغيرهما مما يتعامل به وفن تمييز جيد الكلام من رديئه، وصحيحه من فاسده."

"خرید و فروخت میں نقد کا معنی ہوتا ہے: وہ شے جو اُدھار نہ ہو، نیز عمدہ قسم کا درہم جس میں کھوٹ نہ ہو، اس کو "درہم نقد" کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع نقود آتی ہے۔ اور نقد اس کرنسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے لین دین ہوتا ہو، خواہ سونے کی بنی ہو یا چاندی کی یا ان دونوں کے علاوہ کسی دوسری چیز سے۔ عمدہ اور ردّی، صحیح اور فاسد کلام کے مابین امتیاز کرنے کے فن کو بھی "نقد" کہتے ہیں۔"

فقہی لٹریچر میں نقد کا لفظ تین معانی کے لیے آتا ہے:

سونے چاندی کی دھاتیں خواہ وہ ڈلی کی شکل میں ہوں یا ڈھلے ہوئے سکوں کی صورت میں۔ چنانچہ فقہاء کی عبارات میں سونے چاندی کے لیے النقد ان کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔

سونے چاندی کے سکوں کے لیے چاہے وہ عمدہ ہوں یا غیر عمدہ۔ سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری دھات سے بنے ہوئے سکوں کو فُلُوس کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق فلوس نقد میں شامل نہیں۔

ہر وہ چیز جو بطور آلۂ تبادلہ استعمال ہو، چاہے وہ سونے کی ہو یا چاندی، چمڑے، پیتل اور کاغذ وغیرہ کی شکل میں، بشرطیکہ اس کو قبولیت عامہ حاصل ہو۔ عصر حاضر میں نقد کا لفظ اس تیسرے معنی کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے۔ [2]

جبکہ اقتصادی ماہرین نقد (زر) کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں:

"إن للنقد ثلاث خصائص متى توفرت في مادة مّا، اعتبرت هذه المادة نقدًا. الأولى: أن يكون وسيطا للتبادل، الثانية: أن يكون مقياسا للقيم، الثالثة: أن يكون مستودعًا للثروة." [3]

"زر کی تین خصوصیات ہیں جس مادہ میں بھی وہ پائی جائیں، وہ زر شمار ہوگا

ذریعۂ مبادلہ ہو

قیمتوں کا پیمانہ ہو،

دولت محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہو"

بلاشبہ اسلام کے ابتدائی ادوار میں مالیاتی لین دین سونے، چاندی کے سکوں کے ذریعے ہی ہوتا تھا اور سونے، چاندی کی زری صلاحیت بھی مسلمہ ہے، لیکن شریعت نے زر کے لیے سونے، چاندی کے سکوں کی شرط نہیں لگائی بلکہ اس معاملے میں بڑی وسعت رکھی ہے۔ مشہور مؤرخ احمد بن یحییٰ بلاذری کے بقول حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اونٹوں کی کھال سے درہم بنانے کا ارادہ کر لیا تھا

مگر اس خدشے سے اِرادہ ترک کر دیا کہ اس طرح تو اونٹ ہی ختم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ بلاذری نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

هممتُ أن أجعل الدراهم من جلود الإبل فقيل له إذا لا بعير فأمسك[4]

"میں نے اونٹوں کے چمڑوں سے درہم بنانے کا ارادہ کیا۔ ان سے کہا گیا: تب تو اونٹ ختم ہو جائیں گے تو اس پر اُنہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔"

امام مالک فرماتے ہیں:

"لو أن الناس أجازوا بينهم الجلود حتّٰى تكون لها سكة و عين لكرهتها أن تُباع بالذهب و الورق نظرة."[5]

"اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید وفروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائیں تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو اُدھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔"

یعنی اگر چمڑا بحیثیت زر رائج ہو جائے تو اس پر بھی وہی احکام جاری ہوں گے جو درہم و دینار پر ہوتے ہیں۔ علامہ ابن نجیم حنفی خراسان کے امیر غطریف بن عطاء کندی کی طرف منسوب غطارفۃ نامی دراہم جن میں ملاوٹ زیادہ اور چاندی کم ہوتی تھی، کی بحث میں رقم طراز ہیں:

"وَذَكَرَ الْوَلْوَالِجِيُّ أَنَّ الزَّكَاةَ تَجِبُ فِي الْغَطَارِفَةِ إِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ، لِأَنَّهَا الْيَوْمَ مِنْ دَرَاهِمِ النَّاسِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ دَرَاهِمِ النَّاسِ فِي الزَّمَنِ الْأَوَّلِ وَإِنَّمَا يُعْتَبَرُ فِي كُلِّ زَمَانٍ عَادَةُ أَهْلِ ذَٰلِكَ الزمان."[6]

"ولوالجی نے ذکر کیا ہے کہ غطارفہ جب دو سو ہوں تو ان میں زکوۃ واجب ہوگی، کیونکہ اگرچہ پہلے زمانے میں یہ لوگوں کے درہم نہیں تھے مگر آج کل یہی ہیں۔ ہر دور میں اس زمانے کا رواج معتبر ہوتا ہے۔"

اس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ شرعی لحاظ سے زر کے انتخاب میں سونے چاندی کی پابندی نہیں ہے، قیمتوں کو جانچنے کے لیے کسی بھی چیز کو معیار بنایا جا سکتا ہے بشرطیکہ اسے معاشرہ میں قبولیت حاصل ہو۔

زر صرف حکومت جاری کر سکتی ہے

اگرچہ شریعت نے زر کے انتخاب میں کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی، لیکن زر جاری کرنے کا اختیار صرف حکومت کو دیا ہے کیونکہ مالیاتی لین دین کا مکمل نظام زر کی اساس پر ہی رواں دواں ہے اور اگر ہر کس وناکس کو حسب منشا زر جاری کرنے کی اجازت دے دی جائے تو اس سے نہایت خطرناک اقتصادی اور معاشی حالات پیدا ہو جائیں گے۔ چنانچہ کویت کے فقہی انسائیکلوپیڈیا میں ہے:

"ولا يجوز لغير الإمام ضرب النقود لأن في ذلك افتياتا عليه و يحق للإمام تعزير من افتات عليه فيما هو من حقوقه، وسواء كان ما ضربه مخالفًا لضرب السلطان أو موافقا له في الوزن و نسبة الغش و في الجودة حتى لو كان من الذهب و الفضة الخالصين. قال الإمام أحمد في رواية جعفر بن محمد: لا يصلح ضرب الدراهم إلا في دار الضرب بإذن السلطان، لأن الناس إن رخص لهم ركبوا

العظائم.“[7]

”امام کے علاوہ کسی کو کرنسی بنانے کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ اس پر ظلم ہے اور امام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جو شخص اس کا یہ حق سلب کرے، وہ اسے سزا دے خواہ اس کی بنائی ہوئی کرنسی خالص سونے چاندی کی ہی کیوں نہ ہو۔ امام احمد کا قول ہے کہ درہم صرف حاکم وقت کی اجازت سے ٹکسال میں ہی بنائے جاسکتے ہیں، کیونکہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت دے دی جائے تو وہ بڑے مصائب میں مبتلا ہو جائیں گے۔“

امام نووی فرماتے ہیں:”ویکره أيضا لغير الإمام ضرب الدراهم والدنانير وإن كانت خالصة لأنه من شأن الإمام ولأنه لا يؤمن فيه لغش والإفساد.“[8]

”امام کے علاوہ کسی کو درہم اور دینار بنانے کی اجازت نہیں چاہے وہ خالص ہی ہوں، کیونکہ یہ امام کا حق ہے اور دوسرے کو اس لیے بھی اجازت نہیں کہ اس میں جعل سازی اور بگاڑ کا اندیشہ ہے۔“

ثابت ہوا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے حکومت وقت کے علاوہ کسی کو کرنسی جاری کرنے کا اختیار نہیں، کیونکہ اس طرح جعلی کرنسی وجود میں آنے کا خدشہ ہے جو موجب فساد ہے۔

زر کی قدر مستحکم ہونی چاہیے!

اسلامی نظامِ معیشت کا مکمل ڈھانچہ عدل پر قائم ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ان معاملات کو ممنوع قرار دیا ہے جو عدل کے منافی ہیں، چونکہ تمام مالی معاملات درحقیقت زر ہی کے گرد گھومتے ہیں اور کسی مالی معاہدے کے وقوع اور وقت ادائیگی کے درمیان زر کی قوت خرید میں غیر معمولی کمی سے صاحب حق کا متاثر ہونا یقینی ہے جو تقاضائے عدل کے خلاف ہے، اسی بنا پر بعض مسلم مفکرین افراط زر کو بخس، تطفیف اور ملاوٹ میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ مناسب حد تک کرنسی کی قدر کو مستحکم رکھے۔ چنانچہ الموسوعۃ الفقہیۃ میں مرقوم ہے:

”من المصالح العامة للمسلمين التي يجب على الإمام رعايتها المحافظة على استقرار أسعار النقود من الانخفاض، لئلا يحصل بذلك غلاء الأقوات والسلع وينتشر الفقر ولتحصل الطمأنينة للناس بالتمتع بثبات قيم ما حصلوه من النقود بجهدهم وسعيهم واكتسابهم، لئلا تذهب هدرا ويقع الخلل والفساد.“[9]

”مسلمانوں کے مفاداتِ عامہ جن کا تحفظ امام کی ذمہ داری ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ زر کی قیمتوں میں ثبات پیدا کرے تاکہ اس سے خوراک اور اشیا کی قیمتیں نہ بڑھیں اور غربت میں اضافہ نہ ہو اور لوگ اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کیے گئے زر سے فائدہ اٹھانے کے متعلق مطمئن ہوں تاکہ وہ زر رائیگاں نہ جائے اور خلل اور فساد واقع نہ ہو۔“

ابن قیم فرماتے ہیں:”والثمن هو المعيار الذي به يعرف تقويم الأموال فيجب أن يكون محدودًا مضبوطًا لا يرتفع ولا ينخفض إذ لو كان الثمن يرتفع وينخفض كالسلع لم يكن لنا ثمن نعتبر به

المبيعات بل الجميع سلع و حاجة الناس إلى ثمن يعتبرون به المبيعات حاجة ضرورية عامة و ذلك لا يمكن إلا بسعر تعرف به القيمة و ذلك لا يكون إلا بثمن تقوم به الأشياء و يستمر على حالة واحدة و لا يقوم هو بغيره إذ يصير سلعة يرتفع و ينخفض فتفسد معاملات الناس و يقع الخلف و يشتد الضرر۔"[10]

"زرہی وہ معیار ہے جس کے ذریعے اموال کی قیمتوں کی پہچان ہوتی ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ یہ متعین اور کنٹرول میں ہو، اس کی مالیت میں اُتار چڑھاؤ نہ ہو، کیونکہ اگر سامانِ تجارت کی طرح زر میں بھی اُتار چڑھاؤ ہو تو ہمارے پاس اشیا کی قیمت لگانے کے لیے کوئی ثمن (زر) نہیں رہے گا بلکہ سب سامان ہی ہوگا، حالانکہ اشیا کی قیمت لگانے کے لیے لوگ ثمن کے محتاج ہیں اور یہ ایسے نرخ کے ذریعے ممکن ہے جس سے قیمت کی معرفت حاصل ہو اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب اشیا کی قیمت لگانے کے لیے ایک زر ہو اور وہ ایک ہی حالت پر رہے اور اس کی قیمت کا معیار کوئی دوسری چیز نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں وہ خود سامان (Commodity) بن جائے گا جس کی قیمت بڑھتی اور کم ہوتی ہے، نتیجتاً لوگوں کے معاملات خراب ہو جائیں گے، اختلاف پیدا ہوگا اور شدید ضرر لاحق ہوگا۔"

یعنی کرنسی ایسی ہونی چاہیے جس کی مالیت میں عام اشیا کی طرح غیر معمولی کمی واقع نہ ہو بلکہ معقول حد تک مستحکم قدر کی حامل ہو ورنہ لوگ ضرر کا شکار ہوں گے۔

زر کی قدر میں استحکام کیسے لایا جائے؟

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کاغذی کرنسی کی قدر میں مسلسل کمی کا رجحان چلا آ رہا ہے اور آج کل تو اس کی قدر بہت تیزی سے گر رہی ہے، اس کے برعکس سونے چاندی کی قوتِ خرید خاصی مستحکم ہے، بالخصوص سونے کی قوتِ خرید میں کوئی غیر معمولی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، اگر کسی بحران یا سونے کے مقابلہ میں اشیاء و خدمات کی قلت کی بنا پر ایسا ہوا بھی تو کمی کا یہ سلسلہ مستقل جاری نہیں رہا اور اس کے اسباب دور ہونے کے بعد صورت اس کے برعکس ہو گئی۔ اگر عہد رسالت میں سونے کی قوتِ خرید کا اس کی موجودہ قوتِ خرید سے تقابل کیا جائے تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آئے گا۔ بطورِ نمونہ دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

قتل کی دیت سو اونٹ ہے، اگر کسی کے پاس اونٹ نہ ہوں تو وہ ان کی قیمت ادا کر دے جو آپ ﷺ کے دور میں آٹھ سو دینار مقرر تھی:

"كَانَتْ قِيمَةُ الدِّيَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَمَانَ مِائَةِ دِينَارٍ۔"[11]

"رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیت کی قیمت آٹھ سو دینار تھی۔"

اس کا مطلب ہے کہ عہدِ رسالت میں ایک اونٹ کی قیمت آٹھ دینار تھی۔ جدید تحقیق کے مطابق شرعی دینار کا وزن 4،25 گرام ہے۔ (دیکھیے الموسوعۃ الفقہیۃ: 29/21) اس طرح آپ ﷺ کے دور میں ایک اونٹ کی قیمت 34 گرام سونا بنی، آج بھی اتنے سونے کے عوض ایک اونٹ خریدا جا سکتا ہے۔ اگرچہ حضرت عمرؓ نے اونٹ گراں ہونے پر دیت کی قیمت آٹھ سو سے بڑھا کر ہزار دینار کر دی تھی، مگر آج کل ایک سو اونٹ خریدنے کے لیے آٹھ سو دینار یعنی 3400 گرام سونا کافی ہے۔

حضرت عروہ بارقی کہتے ہیں:

- أَعْطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ دِينَارًا يَشْتَرِي بِهِ أُضْحِيَةً أَوْ شَاةً فَاشْتَرَى شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ - [12]

" نبی ﷺ نے ان کو ایک دینار دیا تا کہ وہ اس سے ایک قربانی یا ایک بکری خریدے۔ اُنہوں نے دو بکریاں خرید لیں، پھر ان میں سے ایک کو ایک دینار میں بیچ دیا اور ایک بکری اور ایک دینار آپ ﷺ کے پاس لے آئے۔"

یعنی عہدِ رسالت میں 4,25 گرام سونے کے عوض ایک بکری خریدی جا سکتی تھی، آج بھی سونے کی قوتِ خرید یہی ہے۔

ان دو مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت ﷺ سے لے کر اب تک سونے کی قدر میں غیر معمولی کمی نہیں ہوئی، اگر کسی دور میں ایسا ہوا بھی تو بعد میں معاملہ اُلٹ ہو گیا۔ البتہ اس عرصہ کے دوران سونے کی نسبت چاندی کی قوتِ خرید میں کافی کمی آئی ہے:

عہدِ نبوی ﷺ میں دس درہم (تقریباً تیس گرام) چاندی سے ایک بکری خریدی جا سکتی تھی، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں اونٹوں کی زکوٰۃ کے ضمن میں یہ بیان ہوا ہے:

- مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا - [13]

" جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ میں جذعہ (چار سالہ اونٹ) فرض ہو اور اس کے پاس جذعہ نہ ہو تو اس سے تین سالہ اونٹ قبول کر لیا جائے گا اور وہ ساتھ دو بکریاں اگر آسانی سے میسر ہوں دے گا یا بیس درہم۔"

یعنی ایک بکری کے بدلے دس درہم لیکن آج کل اتنی چاندی میں ایک بکری نہیں خریدی جا سکتی۔ تاہم اس کمی سے اس قسم کے تباہ کن معاشی حالات پیدا نہیں ہوتے رہے جن سے لوگ کاغذی کرنسی کی وجہ سے دوچار ہیں۔ اس لیے ماہرینِ معیشت کی رائے میں کاغذی کرنسی کی قدر میں ہوش ربا تغیر اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مہنگائی کے طوفانوں کا ایک ہی حل ہے کہ مالیاتی لین دین کی بنیاد سونے، چاندی کو بنایا جائے۔ چنانچہ آج کل پوری دنیا میں مختلف حلقوں کی جانب سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ دوبارہ سونے، چاندی کے سکوں کا نظام رائج کیا جائے۔

ابن مقریزی کے نزدیک بھی نرخوں میں بے تحاشا اضافے کا حل یہی ہے کہ از سرِ نو "معیاری قاعدہ زر" (Gold Specie Standard) کا اجرا کیا جائے۔ چنانچہ کویت کے فقہی انسائیکلو پیڈیا میں ان کی رائے یوں درج ہے:

" نرخوں میں افراتفری اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مہنگائی کی موجوں کا علاج صرف یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے زر کے استعمال کی طرف لوٹا جائے۔"

ان کے دور میں افراطِ زر کا جو بحران پیدا ہوا تھا، ان کی نظر میں اس کا ایک سبب سونے کی جگہ معدنی سکوں سے لین دین تھا جس سے قیمتیں بہت زیادہ بڑھ گئیں۔ چنانچہ وہ اس پر روشنی ڈالنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے دیں جن کے سپرد اس نے اپنے بندوں کے اُمور کر رکھے ہیں یہاں تک کہ وہ لین دین کو سونے کی طرف لے جائیں اور سامان کی قیمتوں اور اُجرتوں کے دینار اور درہم سے وابستہ کر دیں تو اس سے اُمت کا بھلا اور اُمور کی اِصلاح ہوگی"۔[14]

جبکہ جدید ماہرینِ معیشت کے نزدیک حکومت کا حقیقی پیداوار کو نظر انداز کر کے نوٹ چھاپنا، اشیاء وخدمات کی طلب و رسد کے درمیان عدمِ توازن، اِسراف وتبذیر، تاجروں میں ناجائز منافع خوری کا رجحان اور اشیا کی پیداواری لاگت میں اضافہ وہ عوامل ہیں جو کرنسی کی قدر میں عدمِ استحکام پیدا کرتے ہیں۔ان مسائل کو حل کر کے کرنسی کی قدر میں استحکام پیدا کیا جاسکتا ہے۔

یاد رہے کہ سونے، چاندی کے سکے لازمی شرعی تقاضا نہیں، علاوہ ازیں سونے، چاندی کے سکوں کی پابندی ریاست کے لیے غیر ضروری زحمت کا موجب بھی بن سکتی ہے، ممکن ہے ریاست کے پاس سکے بنانے کے لیے سونے چاندی کے وسیع ذخائر موجود نہ ہوں۔البتہ جب افراطِ زر کا مسئلہ سنگین صورت اختیار کر جائے تو اس وقت اس کا کوئی معقول حل ہونا چاہئے جیسا کہ علما کی فقہی آرا گزر چکی ہیں۔

زر: اقسام، تاریخ اور احکام

زر کی دو قسمیں ہیں:

حقیقی اعتباری

حقیقی زر کا اطلاق سونے، چاندی پر ہوتا ہے۔سونے چاندی کے علاوہ زر کی باقی تمام اقسام خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں "اعتباری زر" کہلاتی ہیں۔سونے چاندی کو حقیقی زر اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی قوتِ خرید فطری ہے، اگر بحیثیتِ زر ان کا رواج ختم بھی ہو جائے تب بھی باعتبارِ جنس ان کی ذاتی مالیت برقرار رہتی ہے۔جبکہ اگر اعتباری زر کی زری حیثیت ختم ہو جائے تو سونے چاندی کی طرح اس کی افادیت باقی نہیں رہتی۔سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت کا فلسفہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ زر ہیں۔

زر اور کرنسی میں فرق

کرنسی کے مقابلے میں "زر" اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے، کیونکہ اس میں کرنسی کے علاوہ دوسری اشیا بھی شامل ہیں جن کو معاشرے میں آلۂ مبادلہ کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔اس کے برعکس کرنسی کا اطلاق صرف کاغذی زر پر ہوتا ہے۔اسی طرح کرنسی کو ادائیگیوں کے لیے قانونی طور پر قبول کرنا لازم ہوتا ہے جبکہ عام زر میں یہ پابندی نہیں ہوتی۔تاہم اس اعتبار سے دونوں ایک ہیں کہ زر کی طرح کرنسی بھی آلۂ مبادلہ کی حیثیت سے استعمال ہونے کے علاوہ اشیا کی قیمتوں کا تعین کرتی اور قابلِ ذخیرہ ہوتی ہے۔

کرنسی کی تاریخ

سونے، چاندی کے بحیثیتِ زر استعمال ہونے سے قبل دنیا میں "زرِ بضاعتی" یا "اجناسی زر" (النقود السلعية) کا نظام رائج تھا۔اس سسٹم کے تحت ہر خطے کے لوگوں نے اپنے علاقے میں مقبول اور قیمتی شمار ہونے والی اشیا کو زر کا درجہ دیا۔بعض علاقوں میں چاول

بعض میں چمڑا اور بعض میں چائے زر کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ چنانچہ معروف سعودی عالم جسٹس ڈاکٹر عبداللہ بن سلیمان منیع لکھتے ہیں:

"اس نظام میں یہ طے پایا کہ ایسی اشیا کو زر بضاعتی قرار دیا جائے جن میں حسابی وحدت، قیمتوں کی یکسانیت، بحیثیت مال جمع کیے جانے کی استعداد اور قوتِ خرید موجود ہو۔ یہ اشیا نوعیت کے اعتبار سے مختلف تھیں مثلاً ساحلی علاقہ جات میں موتیوں کو بطور ثمن (زر) استعمال کیا گیا۔ سرد علاقوں میں پشم کو ثمن ٹھہرایا گیا۔ جبکہ معتدل موسم کے حامل ممالک میں آباد لوگوں کی خوشحال زندگی اور آسودہ حالی کی بنا پر خوبصورت اشیا (مثلاً قیمتی پتھروں کے نگینے، عمدہ لباس، ہاتھی کے دانت اور مچھلیوں وغیرہ) کو کرنسی قرار دیا گیا۔ جاپان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں چاول کو بطور کرنسی استعمال کیا گیا جبکہ وسطِ ایشیا میں چائے، وسطی افریقہ میں نمک کے ڈلوں اور شمالی یورپ میں پوستین کو کرنسی قرار دیا گیا۔"[15]

رومی بادشاہ جولیس سیزر (دورِ حکومت 60 تا 44 ق م) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی فوج کو تنخواہ نمک کی شکل میں ملتی تھی۔ نمک کو لاطینی میں "سیل" کہتے ہیں، اسی سے لفظ Salary نکلا ہے جس کا معنیٰ "تنخواہ" ہوتا ہے۔

چونکہ اشیا ضائع ہونے کا خطرہ بھی ہوتا ہے اور ان کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی بھی آسان نہیں ہوتی، اس لیے یہ نظام مستقل جاری نہ رہ سکا۔ لوگوں نے اس کی جگہ سونے چاندی کا استعمال شروع کر دیا۔ ابتدا میں سونے چاندی کے وزن کا ہی اعتبار ہوتا تھا۔ سکوں کا رواج بعد میں شروع ہوا۔ سکے کب وجود میں آئے؟ اس کے متعلق وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ قرآنِ مجید سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے دور میں دراہم موجود تھے، کیونکہ ان کے بھائیوں نے انہیں دراہم کے عوض بیچا تھا:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ (یوسف: 20)

"انہوں نے اس کو انتہائی کم قیمت، جو گنتی کے چند درہم تھے، کے عوض فروخت کر دیا۔"

واضح رہے کہ حضرت یوسفؑ کا دور 1910 تا 1800 ق م ہے۔

اسی طرح کہتے ہیں کہ سونے کا سکہ سب سے پہلے لیڈیا کے بادشاہ کروسس (دورِ حکومت: 560 تا 541 ق م) نے متعارف کرایا۔

عہدِ نبوی ﷺ کی کرنسی

بعثتِ نبویؐ کے وقت عرب میں لین دین کا ذریعہ درہم و دینار تھے، لیکن گنتی کی بجائے وزن کا اعتبار کیا جاتا۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ درہم و دینار عرب کے مقامی سکے نہ تھے بلکہ ہمسایہ اقوام سے یہاں آتے تھے۔

☆ درہم ساسانی سکہ تھا جو عراق کے راستے عرب پہنچتا اور لوگ اس کی بنیاد پر باہم لین دین کرتے۔ نبی ﷺ نے بھی اس کو برقرار رکھا۔ یہ دراہم چونکہ مختلف وزن کے ہوتے تھے، اس لیے جب نصابِ زکوۃ کے لیے درہم کا وزن مقرر کرنے کی نوبت آئی تو مسلمانوں نے ان میں سے متوسط کو معیار بنایا، چنانچہ اسی کو شرعی درہم سمجھا گیا۔ ایک قول کے مطابق یہ کام حضرت عمرؓ کے دور میں جبکہ دوسرے قول کے مطابق بنو امیہ کے دور میں ہوا۔ جو صورت بھی ہو، تاہم آخر کار جس شرعی درہم پر اجماع ہوا وہ وہی ہے جو عہد

الملک بن مروان کے دور میں بنایا گیا۔لیکن فقہا اور مؤرخین نے ثابت کیا ہے کہ یہ درہم اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا تھا بلکہ مختلف شہروں میں اس کے وزن اور معیار میں کافی تبدیلی آتی رہی ہے۔جدید تحقیق کی روشنی میں اس درہم کا وزن 2.975 گرام چاندی ہے۔[16]

☆اسی طرح دینار رومیوں کی کرنسی تھی جو براستہ شام یہاں آتی۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھا حتی کہ خلفائے راشدین اور حضرت معاویہ کے دور میں بھی رومی دینار کو ہی کرنسی کی حیثیت حاصل رہی۔جب مسندِ خلافت عبدالملک بن مروان کے پاس آئی تو اُنہوں نے زمانۂ جاہلیت کے دینار کے مطابق ایک دینار جاری کیا جس کو "شرعی دینار" کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کا وزن اس دینار کے برابر تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا تھا۔[17]

☆معمولی اشیا کے لین دین میں سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں یعنی تانبے وغیرہ سے بنے سکے جنہیں فُلُوس کہا جاتا ہے، بھی استعمال ہوتے۔جیسا کہ حدیث میں دیوالیہ شخص کے متعلق اَلْمُفْلِس کا لفظ آتا ہے۔شارحِ بخاری حافظ ابن حجر اپنی مایہ ناز تالیف "فتح الباری" میں فرماتے ہیں:

"شرعی معنوں میں "مفلس" وہ شخص ہے جس کے قرضے اس کے پاس موجود مال سے زیادہ ہو جائیں۔اسے مفلس اس لیے کہا جاتا ہے کہ پہلے درہم و دینار کا مالک تھا لیکن اب فلوس پر آ گیا ہے۔یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ شخص صرف معمولی مال (فلوس) کا مالک رہ گیا ہے۔یا ایسے شخص کو مفلس اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ اس کو فلوس جیسی معمولی چیز میں ہی تصرف کا حق ہوتا ہے، کیونکہ وہ فلوس کے ذریعے معمولی اشیا کا لین دین ہی کرتے تھے۔"[18]

حضرت ابوذر غفاریؓ کی اس روایت میں بھی فُلُوس کا تذکرہ موجود ہے:

"فَأَمَرَهَا أَنْ تَشْتَرِيَ بِهِ فُلُوسًا."[19]

"اُنہوں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اس کے بدلے "فلوس" خریدلو۔"

سونے چاندی کے سکے وجود میں آنے کے بعد بھی بعض علاقوں میں مخصوص اشیا زر کی حیثیت سے استعمال میں رہیں۔مشہور سیاح ابن بطوطہ جب سوڈان گیا تو اس وقت وہاں نمک کے ساتھ ہی لین دین ہوتا تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"سوڈان میں نمک بطور روپیہ کے چلتا ہے اور سونے چاندی کا کام دیتا ہے۔اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتے ہیں اور ان کے ذریعے خرید و فروخت ہوتی۔"[20]

پھر مختلف اسباب کی بنا پر آہستہ آہستہ درہم دینار کا رواج ختم ہوتا چلا گیا اور ان کی جگہ کرنسی نوٹوں نے لے لی۔اب صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا میں کرنسی نوٹوں کا ہی دور دورہ ہے کیونکہ یہ آسان ترین ذریعۂ مبادلہ ہے۔

نوٹ کب ایجاد ہوئے؟

کہا جاتا ہے کہ اہلِ چین نے 650ء سے 800ء کے درمیان کاغذ کے ڈرافٹ بنانے شروع کیے تھے، انہی ڈرافٹ نے آگے چل کر کرنسی نوٹوں کی اشاعت کا تصور دیا۔اسی لیے کاغذ کی طرح کرنسی نوٹ بھی اہل چین کی ایجاد شمار ہوتے ہیں۔کہتے ہیں کہ

سب سے پہلے کرنسی نوٹ 910ء میں چین میں ایجاد ہوئے۔[21]

ابن بطوطہ جو 1324ء سے 1355ء کے درمیان چین کی سیاحت پر گیا تھا، چین کے نوٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اہل چین درہم یا دینار کے ذریعہ سے خرید وفروخت نہیں کرتے بلکہ سونے اور چاندی کو پگھلا کران کے ڈلے بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں اور کاغذ کے ٹکڑوں کے ذریعہ سے خرید وفروخت کرتے ہیں۔ یہ کاغذ کا ٹکڑا کفدست (ایک بالشت) کے برابر ہوتا ہے اور بادشاہ کے مطبع میں اس پر مہر لگاتے ہیں۔ ایسے پچیس کاغذوں کو بالشت کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ لفظ دینار کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ جب یہ کاغذ کثرت استعمال سے یا کسی اور طرح پھٹ جاتا ہے تو وہ دارالضرب میں لے جاتے ہیں اور اس کے عوض نیا لے آتے ہیں۔ یہ دارالضرب ایک بڑے درجہ کے امیر کی تحویل میں ہے۔ جب کوئی شخص بازار میں درہم یا دینار لے کر خرید وفروخت کرنے جاتا ہے تو وہ درہم یا دینار نہیں چلتے۔لیکن وہ درہم یا دینار کے عوض یہ کاغذ لے سکتا ہے اور ان کے عوض جو چیز چاہے خرید سکتا ہے۔"

مشہور مؤرخ ابن مقریزی جب بغداد گئے تھے تو اُنہوں نے بھی وہاں چین کے نوٹوں کا مشاہدہ کیا تھا۔[22]

چین کے بعد جاپان دوسرا ملک ہے جہاں چودھویں صدی عیسوی میں کرنسی نوٹ جاری ہوئے۔ یورپ میں پہلا باقاعدہ نوٹ 1661ء کو "سٹاک ہام بینک" آف سویڈن نے جاری کیا۔ انگلینڈ نے 1695ء میں کرنسی نوٹ جاری کئے۔ ہندوستان میں پہلا نوٹ 5رجنوری 1825ء کو "بنک آف کلکتہ" نے جاری کیا جس کی مالیت دس روپے تھی۔ آزادی کے بعد پاکستان میں کرنسی نوٹ یکم اکتوبر 1948ء کو جاری کیے گئے۔

ابتداء میں تو نوٹ کی پشت پر سو فیصد سونا ہوتا تھا، لیکن بعد میں مختلف معاشی وجوہ کے باعث سونے کی مقدار سے زائد نوٹ جاری کیے جانے لگے اور مختلف اُدوار میں یہ تناسب بتدریج کم ہوتا رہا یہاں تک کہ 1971ء سے نوٹ کا سونے سے تعلق بالکل ختم ہو چکا ہے۔

کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت

اب نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے، اس بارے میں علما کی مختلف آرا ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ نوٹ اصل میں اس بات کا دستاویزی ثبوت ہیں کہ حاملِ نوٹ نے اس نوٹ کے جاری کنندہ سے اتنا سونا یا چاندی وصول پانا ہے۔ اس کے حق میں سب سے مضبوط دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ نوٹ پر یہ الفاظ تحریر ہوتے ہیں:

"حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا۔"

اس رائے کے مطابق نوٹوں کے ساتھ سونا چاندی خریدنا جائز نہیں، کیونکہ نوٹ کے ساتھ خریداری کا مطلب حقیقت میں اس سونے یا چاندی کے ساتھ خریداری ہے جو اس نوٹ کی پشت پر ہے اور شرعی اعتبار سے سونے کی سونے یا چاندی کی سونے کے ساتھ بیع میں دونوں طرف سے موقع پر قبضہ شرط ہے جو یہاں مفقود ہے، کیونکہ خریدار نے سونے کے بدلے سونا نہیں دیا بلکہ اس کی رسید دی ہے۔ چنانچہ تفسیر "اضواء البیان" کے مصنف علامہ محمد امین شنقیطی اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں

"وأنها سند بفضة وأن المبيع الفضة التي هي سند بها ومن قرأ المكتوب عليها فهم صحة ذلك، وعليه فلا يجوز بيعها بذهب ولا فضة ولو يدًا بيد لعدم المناجزة بسبب غيبة الفضة المدفوع سندها۔"[23]

"یہ نوٹ چاندی کی رسید ہیں اور بیچی گئی چیز وہ چاندی ہے جس کی یہ رسید ہیں۔ جو ان پر لکھی عبارت پڑھے گا وہ اس رائے کا درست ہونا سمجھ جائے گا۔ اس رائے کے مطابق نوٹوں کی سونے چاندی کے بدلے بیع چاہے نقد ہو جائز نہیں، کیونکہ جس چاندی کی رسید دی جاتی ہے وہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے دونوں طرف سے موقع پر قبضہ کی شرط نہیں پائی جاتی۔"

جس طرح اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹوں کے بدلے سونا چاندی خریدنا جائز نہیں، اسی طرح نوٹوں کے ساتھ مشارکہ یا بیع سلم درست نہیں، کیونکہ اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹ دَین (Debt) کی رسید ہے جبکہ شرعی اعتبار سے شراکت اور سلم میں سرمایہ نقد ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں یہ رائے اختیار کر کے ایک ملک کی کرنسی کا دوسرے ملک کی کرنسی سے تبادلہ (منی چینجر کا کاروبار) بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ سونے کے بدلے سونے کی اُدھار اور کمی بیشی کا ساتھ بیع ہو گی جو شرعاً درست نہیں۔

مگر یہ موقف درست نہیں کیونکہ اب نوٹ قرض کی رسید نہیں رہا جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوا ہے بلکہ اب یہ خود قانونی زر بن چکا ہے اور ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ حکومت کوئی بھی چیز بطور زر اختیار کر سکتی ہے۔ اب نوٹ پر لکھی اس عبارت "حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا" کا مطلب صرف یہ ہے کہ حکومت اس کی ظاہری قیمت کی ذمہ دار ہے۔ جسٹس علامہ عمر بن عبدالعزیز المترک فرماتے ہیں:

"نوٹ رسید نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ گم یا تلف ہو جائے تو اس کا مالک جاری کنندہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا خواہ اس کے پاس ہزار گواہ ہوں اور اگر یہ حقیقی رسید ہوتا تو اس کو ضرور یہ اختیار رہتا، کیونکہ قرض مقروض کے ذمے ہوتا ہے، رسید تلف ہونے سے ضائع نہیں ہوتا۔"[24]

بعض نامور علما کے نزدیک نوٹ بذاتِ خود سامان (جنس) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مشہور مالکی فقیہ علیش مصری کی بھی یہی رائے ہے۔ علامہ محمد امین شنقیطی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ومن أفتى بأنها كعروض التجارة العالم المشهور عليش المصري صاحب النوازل، وشرح مختصر خليل، وتبعه في فتواه بذلك كثير من متأخري علماء المالكية۔"[25]

"جن حضرات نے ان کے سامانِ تجارت ہونے کا فتویٰ دیا ہے، ان میں "نوازل" اور "شرح مختصر خلیل" کے مصنف مشہور عالم علیش مصری بھی شامل ہیں۔ بعد کے اکثر مالکی علماء نے بھی ان کے فتویٰ کی پیروی کی ہے۔"

اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ نوٹ قیمت بننے کی صلاحیت سے عاری ہے، کیونکہ یہ نہ سونا ہے اور نہ چاندی، یہ تو سامان کی مانند ہیں۔ اس نظریہ کے مطابق ایک نوٹ کا دو نوٹوں کے ساتھ تبادلہ درست ہے۔ اسی طرح اس نظریہ کے مطابق نوٹوں میں زکوٰۃ اسی صورت واجب ہو گی جب ان کو فروخت کر کے نفع کمانا مقصود ہو۔ یعنی بذاتِ خود ثمن کی بجائے نوٹ سامانِ تجارت قرار پا

سکتا ہے۔ مزید برآں اس قول کی بنیاد پر نوٹ سے مضاربہ اور بیع سلم بھی جائز نہیں بنتی، کیونکہ یہ قیمت نہیں، سامان ہے۔ چونکہ یہ نظریہ خطرناک نتائج کا حامل ہے، اس لیے عصر حاضر کے اہل علم اس کی تائید نہیں کرتے۔

تیسری رائے یہ ہے کہ نوٹ سونے، چاندی کا متبادل ہیں۔ اگر اس کے پیچھے سونا ہو تو سونے اور اگر چاندی ہو تو چاندی کا متبادل ہوگا۔ ڈاکٹر عبداللہ بن سلیمان منیع لکھتے ہیں:

" اس نظریہ کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ قیمت کے اعتبار سے یہ نوٹ اپنی اس اصل کی طرح ہے جس کے یہ بدل ہیں یعنی سونا اور چاندی، کیونکہ ان کا اصل چاندی یا سونا ان کی پشت پر ان کے زر ضمانت کے طور پر موجود ہے اور مقاصد شرعیہ کا تعلق تو اصل اور حقائق سے ہے نہ کہ الفاظ اور ان کی بناوٹ سے۔" [26]

اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹوں کے باہمی لین دین میں سود کے احکام بھی جاری ہوں گے اور جب یہ دو سو درہم چاندی یا بیس دینار سونے کی قیمت کے مساوی ہوں تو سال کے بعد ان پر زکوۃ بھی واجب ہوگی۔ اسی طرح ان کے ذریعے بیع سلم بھی درست ہو گی۔

لیکن یہ رائے بھی کمزور ہے، کیونکہ اس کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ نوٹ کی پشت پر سونا یا چاندی ہے حالانکہ امر واقع میں ایسا نہیں۔ چنانچہ جسٹس علامہ عبداللہ بن سلیمان منیع اس کی خود تردید کرتے ہیں:

"یہ نظریہ بھی حقیقتِ واقعہ کے مطابق نہ ہونے کی بنا پر قابل التفات نہیں، کیونکہ اس کا دارومدار کرنسی نوٹوں کی اصل پر ہے اور اصل جیسا کہ ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ وہ تو کرنسی نوٹوں کی پشت پر ہے نہیں۔ بلکہ اکثر ممالک کے نوٹ محض ساکھ کی بنا پر، زبانی ضمانتوں اور حکومتوں کے جاری کردہ ہونے کی بنا پر رائج اور قابل قبول ہیں، ورنہ ان کے پیچھے نہ تو سونا ہے نہ چاندی۔ بلکہ کچھ ایسے ہیں جنہیں پراپرٹی کی ضمانت حاصل ہے اور کچھ کو محض اقتدار کی ضمانت۔ لہٰذا یہ نظریہ خلاف واقعہ ہونے کی بنا پر بہت کمزور ہے۔" [27]

نوٹ کی شرعی حیثیت کے متعلق چوتھی رائے یہ ہے کہ نوٹ دھاتی سکوں (فلوس) کی طرح اصطلاحی زر ہیں جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے لکھا ہے:

" الرابع ما هو سلعة بالأصل و ثمن بالاصطلاح كالفلوس... إلى أن قال إذا علمت هذا فالنوط هو من القسم الرابع سلعة بأصله لأنه قرطاس و ثمن بالاصطلاح لأنه يعامل به معاملة الأثمان." [28]

"مال کی چوتھی قسم وہ ہے جو اصل میں تو مال ہے، لیکن اصطلاحی لحاظ سے زر ہے جیسے دھاتی سکے ہیں...... جب یہ معلوم ہو گیا تو، سنو نوٹ کا تعلق چوتھی قسم سے ہے جو حقیقت میں سامان ہے کیونکہ یہ کاغذ ہے اور اصطلاحی طور پر زر ہے، کیونکہ اس سے زر جیسا معاملہ کیا جاتا ہے۔"

الموسوعة الفقهية میں ہے:

" الأصح عند الشافعية و الصحيح عند الحنابلة و هو قول الشيخين من الحنفية و قول عند المالكية: أنها ليست أثمانا ربوية و أنها كالعروض." [29]

"امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور مالکی فقہا کا قول، حنابلہ کا صحیح مسلک اور شافعیوں کا صحیح ترین نقطہ نظر یہی ہے کہ دھاتی سکوں میں ربا نہیں ہے بلکہ یہ سامان کی طرح ہیں۔"

"ذهب جمهور الفقهاء: أبو حنيفة و أبو يوسف و المالكية على المشهور و الشافعية و الحنابلة إلى أن المضاربة لا تصح بالفلوس لأن المضاربة عقد غرر جوز للحاجة فاختص بما يروج غالبًا و تسهل التجارة به و هو الأثمان." [30]

"امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، مالکی (مشہور مسلک کے مطابق) شافعی اور حنبلی فقہا کا خیال ہے کہ دھاتی سکوں کے ذریعے مضاربہ درست نہیں کیونکہ مضاربہ عقدِ غرر ہے جو ضرورت کی بنا پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ انہی چیزوں کے ساتھ خاص رہے گا جو اکثر مروّج ہوں اور ان کے ساتھ تجارت آسان ہو اور وہ نقدیاں ہیں۔" یعنی دھاتی سکے زر نہیں۔

"فذهب الشافعية و الحنابلة إلى أن الفلوس كالعروض فلا تجب الزكاة فيها إلا إذا عرضت للتجارة." [31]

"شافعی اور حنبلی فقہا کی رائے میں دھاتی سکے سامان کی طرح ہیں، چنانچہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب یہ تجارت کی غرض سے ہوں۔"

ان فقہا کے نقطہ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی حدیث میں دھاتی سکوں کی زکوٰۃ کا تذکرہ نہیں ملتا حالانکہ عہد نبویؐ میں یہ موجود تھے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اگر یہ زر ہوتے تو سونے چاندی کی طرح ان کی زکوٰۃ کا بھی ذکر ہوتا۔ حضرت ابو ذرؓ کی اس روایت کہ انہوں نے اپنی لونڈی سے کہا: "اس کے فلوس خرید لو" سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے کہ صحابہ کے ہاں دھاتی سکے سامان شمار ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فقہائے احناف کے نزدیک دھاتی سکے زر ہیں، اسی لیے وہ ان میں زکوٰۃ بھی واجب قرار دیتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک متعاقدین دھاتی سکوں کو متعین کر کے ان کی زری حیثیت ختم کر سکتے ہیں، اس صورت میں یہ سامان کے حکم میں ہوتے ہیں اور ان حضرات کے نزدیک کمی بیشی کے ساتھ ان کا تبادلہ بھی صحیح ہوتا ہے۔

ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہا کی نظر میں دھاتی سکے (فلوس) یا تو زر ہی نہیں یا پھر ناقص زر ہیں، اسی لیے وہ ان سے زر کا وصف ختم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ جو صورت بھی ہو بہر حال کرنسی نوٹوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ نہ تو دھاتی سکوں کی طرح ان میں سامان کا پہلو غالب ہے۔ یہ تو محض کاغذ کے ٹکڑے ہیں، ان کی جو حیثیت بھی ہے، وہ ان کی پشت پر حکومتی ضمانت کی وجہ سے ہی ہے اور نہ ہی متعاقدین کو ان کی زری حیثیت کالعدم کرنے کا اختیار ہے، کیونکہ یہ قانونی زر ہیں۔

اس سلسلہ میں پانچویں اور آخری رائے یہ ہے کہ نوٹ سونے چاندی کی طرح مستقل زر ہے، کیونکہ نوٹوں میں زر کی تمام صفات پائی جاتی ہیں۔ قیمتوں کا پیمانہ اور قابل ذخیرہ بھی ہیں اور لوگ ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔ شرعی اعتبار سے یہی زر کی حقیقت ہے جیسا کہ ہم شروع میں امام مالک کا یہ قول نقل کر آئے ہیں:

"اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید وفروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائے تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو اُدھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔"

اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی چیز کو خواہ وہ چمڑا ہی کیوں نہ ہو بطور زر اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اس کی تائید امام ابن تیمیہ کے "مجموع الفتاوی" میں ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

"أما الدرهم و الدينار فما يعرف له حد طبعي و لا شرعي بل مرجعه إلى العادة و الاصطلاح و ذلك لأنه في الأصل لا يتعلق المقصود به بل الغرض أن يكون معيارًا لما يتعاملون به و الدراهم و الدنانير لا تقصد لنفسها بل هي وسيلة إلى التعامل بها و لهذا كانت أثمانا بخلاف سائر الأموال فإن المقصود الانتفاع بها نفسها فلهذا كانت مقدرة بالأمور الطبعية أو الشرعية و الوسيلة المحضة التي لا يتعلق بها غرض لا بمادتها و لا بصورتها يحصل بها المقصود كيف ما كانت." [32]

"اس کا خلاصہ یہ ہے کہ درہم و دینار کی کوئی ذاتی اور شرعی تعریف نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق عرف اور اصطلاح سے ہے، کیونکہ درہم و دینار بذاتِ خود مقصود نہیں ہوتے بلکہ یہ باہمی لین دین کا ذریعہ ہیں۔ اسی لیے یہ قیمت شمار ہوتے ہیں چونکہ باقی اَموال سے فائدہ اُٹھانا مقصود ہوتا ہے، اس لیے ان کی یہ حیثیت نہیں ہے۔ وہ ذریعہ جس کے مادہ اور صورت سے کوئی غرض وابستہ نہ ہو وہ جیسا بھی اس سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔"

چونکہ دلائل کے لحاظ سے یہ نقطہ نظر قوی ہے اور اس پر کیے گئے اعتراضات بھی زیادہ وزنی نہیں، اس لیے دور حاضر کے علماء کی اکثریت، بیشتر مفتیانِ کرام کے فتاوی اور اہم فقہی اداروں کی قراردادیں اسی کے حق میں ہیں۔ جسٹس علامہ عبداللہ بن سلیمان منیع کی بھی یہی رائے ہے۔ [33]

جسٹس عمر بن عبدالعزیز المترک بھی اسی قول کے حق میں ہیں۔ چنانچہ وہ مذکورہ بالا آرا اور ان کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"کاغذی زر کے متعلق علما کی آرا اور ہر ایک کے نقطہ نظر کا تنقیدی جائزہ لینے سے ہمیں ان کا قول راجح معلوم ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نوٹ مستقل کرنسی ہے اور سونے چاندی کی طرح ان میں بھی سود کے اَحکام جاری ہوتے ہیں۔ ربا، سود اور تلف کی صورت میں ضمان کے مسائل میں ان پر مکمل طور پر سونے چاندی کے احکام کا اطلاق ہوتا ہے۔" [35]

دیگر اقوال کی خرابیاں واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دوسرے اقوال یا تو معاملات میں لوگوں کو مشکل میں ڈال دیں گے یا لین دین کا دروازہ ہی بند کر دیں گے حالانکہ اس کے بغیر چارہ نہیں یا پھر سود کا دروازہ چوپٹ کھول دیں گے اور نقدین کی زکوٰۃ ضائع کرنے کے حیلوں کا دروازہ کھولیں گے۔" [36]

[1] ص 944
[2] الموسوعۃ الفقہیہ: 41173
[3] مجلۃ البحوث الاسلامیۃ: عدد 1، ص 200
[4] فتوح البلدان: ج 3، ص 578

[5] المدونۃ الکبریٰ۔الماٰخیر فی صرف الفلوس
6] البحرالرائق باب زکوۃ المال
[7] الموسوعۃ الفقہیۃ:41/178،179
[8] المجموع:11/6
[9] الموسوعۃ الفقہیۃ:41:196،197
[10] اعلام الموقعین:2/156
11] سنن ابی داؤد:4542
[12] سنن ابی داؤد:3384
[13] صحیح بخاری:1453
[14] الموسوعۃ الفقہیۃ:41/48،49
[15] کاغذی کرنسی کی تاریخ ارتقاء اور شرعی حیثیت:ص10
[16] الموسوعۃ الفقہیۃ:20/249
[17] ایضاً
[18] 79/5
[19] مسند احمد بن حنبل:5/156
[20] سفرنامہ ابن بطوطہ2/270
[21] الأوراق النقدیۃ فی الاقتصاد الاسلامی:115
[22] الموسوعۃ الفقہیۃ:41/176،178
[23] 207/1
[24] الرباوالمعاملات المصرفیۃ فی نظرالشریعۃ الاسلامیۃ:321
[25] 207/1
[26] کاغذی کرنسی کی تاریخ ارتقاء اور شرعی حیثیت:60
[27] ایضاً:ص61
[28] کفل الفقیہ الفاہم فی أحکام قرطاس الدراہم: 33
[29] 205/32
[30] الموسوعۃ الفقہیۃ:38/46،47
[31] ایضاً:205/32
[32] 19/251،252
[33] کاغذی کرنسی کی تاریخ ارتقاء شرعی حیثیت:90
[34] مجلۃ البحوث الاسلامیۃ:ج1/ص221
[35] الرباوالمعاملات المصرفیۃ فی نظرالشریعۃ الاسلامیۃ ص339 [36] حوالہ مذکور

بَابٌ فِيْ حِلْيَةِ السَّيْفِ تُبَاعُ بِالدَّرَاهِمِ

باب: تلوار پر لگے ہوئے زیور (سونے چاندی کو) درہم کے عوض میں فروخت کرنا

3351 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ بِقِلَادَةٍ فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ، وَابْنُ مَنِيعٍ فِيهَا خَرَزٌ مُعَلَّقَةٌ بِذَهَبٍ ابْتَاعَهَا رَجُلٌ بِتِسْعَةِ دَنَانِيرَ أَوْ بِسَبْعَةِ دَنَانِيرَ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حَتَّى تُمَيِّزَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ، فَقَالَ: إِنَّمَا أَرَدْتُ الْحِجَارَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حَتَّى تُمَيِّزَ بَيْنَهُمَا، قَالَ: فَرَدَّهُ حَتَّى مُيِّزَ بَيْنَهُمَا وَقَالَ ابْنُ عِيسَى: أَرَدْتُ التِّجَارَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَانَ فِي كِتَابِهِ الْحِجَارَةُ فَغَيَّرَهُ، فَقَالَ: التِّجَارَةُ

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہار لایا گیا، جس میں سونا اور نگینے لگے ہوئے تھے، (ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) سونے کے ساتھ نگینے جڑے ہوئے تھے، ایک شخص نے اسے نو یا شاید سات دینار کے عوض میں خریدا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں جب تک تم اس

(سونے) اور اس (نگینوں) کو الگ الگ نہیں کرتے، اس شخص نے عرض کی: میں نے عرض کی: پتھر (یعنی نگینے) کو خریدنے کا ارادہ کیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں، جب تک تم ان دونوں کو الگ الگ نہیں کرتے، (یہ سودا درست نہیں ہوگا۔)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ان کے رجسٹر میں لفظ ''حجارۃ'' (نگینے) ہی تھا، لیکن پھر انہوں نے اسے بدل کر لفظ ''تجارۃ'' کر دیا۔

3352 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي شُجَاعٍ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا فِيهَا ذَهَبٌ، وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا، فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنِ اثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تُبَاعُ حَتَّى تُفَصَّلَ

❀❀ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقعہ پر میں نے بارہ دینار کے عوض میں ایک ہار خریدا، جس میں سونا اور نگینے تھے، میں نے انہیں الگ الگ کیا، تو ان کی قیمت بارہ دینار سے زیادہ بنتی تھی، میں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا، تو آپ نے فرمایا: انہیں اس وقت تک فروخت نہیں کیا جاسکتا، جب تک انہیں علیحدہ، علیحدہ نہیں کرلیا جاتا۔

3353 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنِ الْجُلَاحِ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي حَنَشٌ الصَّنْعَانِيُّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ نُبَايِعُ الْيَهُودَ الْأُوقِيَّةَ مِنَ الذَّهَبِ بِالدِّينَارِ، قَالَ: غَيْرُ قُتَيْبَةَ بِالدِّينَارَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ - ثُمَّ اتَّفَقَا - فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ

❀❀ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقعہ پر، ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، ہم ایک اوقیہ سونا، ایک دینار کے عوض میں خرید لیتے تھے، (یعنی راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) دو یا تین دینار کے عوض میں خرید لیتے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سونے کے عوض میں، سونے کو صرف اسی وقت فروخت کرو، جب دونوں طرف برابر، برابر وزن ہو''۔

نصف پیسے کی سکے کے بدلے بیع کرنے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اسی میں ذخیرہ سے ہے کسی کو ایک روپیہ دیا اور کہا کہ آدھے کے اتنے پیسے دے دے اور آدھے کی اٹھنی تو یہ جائز ہے پھر اگر اٹھنی اور پیسوں پر قبضہ سے پہلے وہ دونوں جدا ہو گئے تو پیسوں میں بیع برقرار ہے اٹھنی کے حصہ میں باطل ہوگئی اور اگر روپیہ بھی نہیں دیا تھا ویسے ہی دونوں جدا ہو گئے تو اٹھنی اور پیسے سب میں باطل ہوگئی۔ نیز اسی میں اس سے ہے کوئی چیز پیسوں کو خریدی اور پیسے دے دئے اور دونوں جدا ہو گئے پھر بائع نے ان میں ایک پیسہ کھوٹا پایا اسے واپس دیا اور اس کے بدلے اور پیسہ لیا تو اس صورت میں یہ پیسے اگر کسی متاع کے ثمن تھے تو عقد باطل نہ ہوا خواہ وہ جو واپس دئے تھوڑے پیسے تھے یا زیادہ، اور بدلے میں دوسرے پیسے لئے یا نہیں، اور اگر وہ پیسے روپوں کے ثمن تھے اب اگر روپوں پر قبضہ ہو چکا تھا اس

صورت میں کھوٹا پھیرا اور اس کے بدلے میں کھرا لیا یا نہ لیا تو عقد بدستور صحیح ہے اسی طرح اس صورت میں سب پیسے کھوٹے پائے اور واپس دیئے اور ان کے عوض کھرے لئے یا ابھی نہ لئے جب بھی بیع صحیح رہے گی، اور اگر روپوں پر قبضہ نہیں ہوا تھا اگر سب پیسے کھوٹے پائے اور واپس دیئے تو بیع امام اعظم کے نزدیک باطل ہوگئی اگرچہ اسی مجلس میں کھرے بدل لئے ہوں یا نہیں اور صاحبین فرماتے ہیں اگر اسی مجلس میں کھرے بدل لئے تو بیع بدستور صحیح ہے اور اگر نہ لئے تو بیع ٹوٹ گئی اور کچھ پیسے کھوٹے پا کر واپس دیئے تو قیاس یہ ہے کہ اتنے میں بیع باطل ہو جائے مگر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استحساناً فرماتے ہیں کہ اگر واپس دیئے ہوئے پیسے تھوڑے ہوں اور اسی جلسے میں بدلے کے پیسے لے لئے جائیں تو عقد اصلاً نہ ٹوٹے گا اور یہ کہ تھوڑے کتنے کو کہیں اس میں امام صاحب سے روایتیں مختلف آئیں، ایک روایت میں ہے کہ نصف سے زائد کثیر ہیں اور اس سے کم قلیل، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ نصف بھی زائد ہے، اور ایک روایت میں تہائی سے زیادہ ہو تو کثیر ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صرف، بیروت)

بَابٌ فِي اقْتِضَاءِ الذَّهَبِ مِنَ الْوَرِقِ

باب: چاندی کی جگہ سونا وصول کرنا

3354 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنْتُ أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيعِ فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ. وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ، آخُذُ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ وَأُعْطِي هَذِهِ مِنْ هَذِهِ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رُوَيْدَكَ أَسْأَلُكَ إِنِّي أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيعِ فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ، وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ. وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ آخُذُ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ وَأُعْطِي هَذِهِ مِنْ هَذِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں بقیع میں اونٹوں کی خرید و فروخت کرتا تھا، بعض اوقات میں دینار وں کے عوض میں فروخت کرتا اور درہم وصول کر لیتا، اور کبھی درہم کے عوض میں فروخت کرتا اور دینار وصول کر لیتا، میں اس کی جگہ وہ وصول کر لیتا، یا اس کی جگہ یہ ادا کر دیتا، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود تھے، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھنا تھا، میں بقیع میں اونٹوں کی خرید و فروخت کرتا ہوں، دینار کے عوض میں فروخت کرتا ہوں لیکن اس کی جگہ درہم وصول کر لیتا ہوں، یا درہم کے عوض میں فروخت کرتا ہوں اور اس کی جگہ دینار لے لیتا ہوں۔ میں اِس کی جگہ وہ وصول کر لیتا ہوں یا اُس کی جگہ یہ ادا کر دیتا ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ تم نے اس دن کے بھاؤ کے حساب سے لین دین کیا ہو، اور تم دونوں فریقوں کے جدا ہونے سے پہلے حساب بے باق ہو جائے (بعد میں کوئی ادائیگی نہ کرنی ہو)"۔

3355 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ لَمْ يَذْكُرْ بِسِعْرِ يَوْمِهَا

؁؁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم پہلی روایت زیادہ مکمل ہے، اس راوی نے ''اس دن کے بھاؤ'' کا ذکر نہیں کیا۔

بَابٌ فِي الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

باب: جانور کے عوض میں جانور کا ادھار سودا کرنا

3356 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

؁؁ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے عوض میں، جانور کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

3357 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حَرِيشٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُجَهِّزَ جَيْشًا فَنَفِدَتِ الْإِبِلُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ فِي قِلَاصِ الصَّدَقَةِ، فَكَانَ يَأْخُذُ الْبَعِيرَ بِالْبَعِيرَيْنِ إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ

؁؁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر تیار کرنے کا حکم دیا، تو اُونٹ کم پڑ گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں، ہدایت کی، کہ وہ اس وقت تک کے لیے ادھار اونٹ لے لیں، جب تک زکوٰۃ کے اونٹ نہیں آتے، تو انہوں نے زکوٰۃ کے اونٹ آنے تک، (ادھار کے طور پر) دو اونٹوں کے عوض میں ایک اونٹ حاصل کیا۔

قرض کے معنی ومفہوم واحکام کا بیان

القرض (loan) عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی قینچی یا دانت سے کوئی چیز کاٹنے کے ہیں۔ اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ کسی کو اپنے مال یا چیز کا بغیر کسی طے شدہ مدت کے اس طور پر مالک بنانا کہ وہ اس کی مثل واپس کرے۔

3356- صحیح لغیرہ، وهذا اسناد رجاله ثقات الا ان الحسن - وهو البصري - لم يصرح بسماعه من سمرة. قتادة: هو ابن دعامة، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه ابن ماجه (2270)، والترمذي (1281)، والنسائي (4620) من طريق قتادة، به. وهو في "مسند احمد" (20143). وله شاهد من حديث جابر بن عبد الله عند احمد (14331)، وابن ماجه (2271) وآخر من حديث ابن عمر عند الطحاوي في "شرح معاني الآثار" 604/

3357- حديث حسن، وهذا اسناد فيه ضعف واضطراب كما بيناه في "مسند احمد" (6593). عمرو بن حريش مجهول، لكنه متابع. حفص بن عمر: هو ابو عمر الحوضي. واخرجه الدارقطني (3054) و (3055)، والحاكم /562-57، والبيهقي /2882875

کسی شخص کو قرضِ حسن یعنی بغیر کسی نفع کے قرض دینا، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے اجر و ثواب کی چیز ہے۔
احادیثِ مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل بیان کیے گئے ہیں، لیکن قرض اور ادھار ایک ایسا معاملہ ہے کہ اگر یہ شریعت کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر کیا جائے تو فوراً سود اور قمار (جوا) جیسی ممنوعہ حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل ہماری مارکیٹوں میں قرض کے لین دین اور ادھار معاملات کی جو صورتیں رائج ہیں، وہ شریعت کے احکامات سے ناواقفیت کی بنا پر اکثر و بیشتر ناجائز اور حرام ہیں، لہٰذا قرض اور ادھار کی مروّجہ صورتوں کے احکام سے واقف ہونا ہر مسلمان تاجر کی شرعی ذمہ داری ہے۔ ذیل میں ان کی مروّجہ صورتیں اور شرعی احکام بیان کیے جاتے ہیں۔
☆...... کسی ضرورت مند کو اللہ کی رضا کے لیے رقم قرض دینا قرضِ حسن اور باعثِ اجر و ثواب ہے ☆...... قرض اور ادھار کی مروّجہ صورتوں کے احکام سے واقف ہونا ہر مسلمان تاجر کی شرعی ذمہ داری ہے ☆...... پرائز بانڈ اور ہر وہ قرض جس کی بنا پر مقروض سے کسی قسم کا نفع حاصل کیا جائے، جائز نہیں

پہلی صورت

اگر کوئی شخص کسی ضرورت مند کو بغیر کسی نفع اور فائدے کے اللہ کی رضا کے لیے رقم قرض دیتا ہے، تو یہ قرض حسن ہے۔ جو شرعاً مندوب و مستحسن اور دینے والے کے لیے باعثِ اجر و ثواب ہے۔ حدیث پاک میں اس طرح قرض دینے کی فضیلت صدقے کے برابر بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے: کل قرض صدقۃ (شعب الایمان 3/284) یعنی "ہر قرض صدقہ ہے۔" لہٰذا اس صورت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، نیز قرض میں واپسی کی مدت مقرر نہیں کی جاسکتی۔ اگر مدت مقرر کر لی گئی، تو شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور مقرض (قرض دینے والا) کو طے شدہ وقت سے پہلے بھی مطالبے کا حق حاصل ہوگا۔

دوسری صورت

کسی شخص کو نفع کی شرط پر قرض دینا، مثلاً: یہ شرط لگانا کہ کچھ مدت کے بعد قرض کی رقم اضافے کے ساتھ واپس کی جائے گی، جیسا کہ آج کل کنوینشنل بینکوں میں معاملات ہو رہے ہیں، اسی طرح آج کل قرض کے بدلے میں رہن (گروی) رکھنے (Mortgaging) کا عام رواج ہے، خصوصاً دیہاتوں میں سالہا سال کے لیے رہن رکھ کر لاکھوں روپیہ قرض وصول کیا جاتا ہے، جبکہ رہن کا شرعی حکم امانت کا ہے، اس سے مقروض کسی قسم کا نفع نہیں لے سکتا۔ دوسری طرف ہمارے معاشرے میں رہن سے نفع اٹھانے کا عام رواج ہے، نیز پرائز بانڈ اور ہر وہ قرض جس کی بنا پر مقروض سے کسی قسم کا نفع حاصل کیا جائے، اسی صورت کے تحت داخل ہے۔
اس صورت کا شرعی حکم یہ ہے کہ قرض کی وجہ سے نفع اٹھانا سود ہے، کیونکہ حدیث پاک میں وارد ہے: کل قرض جرّ منفعۃً فہو ربا (کنز العمال: 6/238) یعنی "ہر ایسا قرض جس کی بنا پر کوئی منفعت حاصل کی جائے وہ سود ہے۔" اس حدیث پاک میں منفعت کی کوئی تفصیل نہیں بیان کی گئی، لہٰذا نفع خواہ ظاہری ہو، جیسے: ایک ہزار روپے دے کر گیارہ سو لینا یا معنوی، جیسے: مقروض سے قرض کی بنا پر کسی قسم کی خدمت لینا وغیرہ، یہ سب حرام اور سود ہے اور سود کے متعلق قرآن و حدیث میں شدید وعیدیں آئی ہیں، لہٰذا اس

صورت کے حرام اور ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

تیسری صورت: کسی شخص کو نقد رقم چاہیے، اس کو ایک دوکاندار نقد رقم دینے کے بجائے کوئی چیز مہنگے داموں ادھار پر فروخت کرتا ہے اور وہ شخص قبضہ کرنے کے بعد دوبارہ وہ چیز اسی شخص کو سستے داموں نقد پر بیچ دیتا ہے، اس طرح یہ شخص نقد رقم حاصل کر لیتا ہے۔ یہ خرید و فروخت اسی وقت ایک ہی مجلس میں کی جاتی ہے، اس کو فقہائے کرام رحمہم اللہ کی اصطلاح میں "بیع عینہ" کہا جاتا ہے، اور بیع عینہ کی تعریف یہ ہے: شِرَاءُ مَا بَاعَ بِأَقَلَّ مِمَّا بَاعَ قبل نَقْدِ الثَّمَنِ (البحر الرائق: 6/256) یعنی "کسی چیز کو ادھار زیادہ قیمت پر چیز بیچ کر قیمت وصول کرنے سے پہلے کم قیمت پر نقداً خریدنا۔"

یہ صورت سود کا حیلہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، کیونکہ خریدار نے جب مہنگے داموں ادھار چیز خرید کر اسی وقت فروخت کنندہ کو سستے داموں نقد بیچ دی، تو اس کے ذمے زیادہ رقم واجب الادا ہوگئی۔ گویا کہ اس نے کم رقم قرض لے کر زیادہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کر لیا، جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔ اس صورت کو حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ناجائز کہا گیا ہے اور اس طرح کا معاملہ کرنے والے شخص کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔ (جامع الأصول في أحاديث الرسول: 1/572) نیز حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے اس طرح کی خرید و فروخت کے متعلق فرمایا: هذا البيع في قلبي كأمثال الجبال ذميم اخترعه أكلة الربا (حاشیہ ابن عابدین: 5/273) یعنی میرے نزدیک یہ خرید و فروخت پہاڑوں کی طرح سخت اور مذموم ہے، اس کو سود کھانے والوں نے ایجاد کیا ہے۔

چوتھی صورت

ضرورت مند آدمی کو ایک شخص پیسے دینے کے بجائے کوئی چیز ادھار فروخت کر دیتا ہے، پھر یہ ضرورت مند شخص وہ چیز مارکیٹ میں کسی تیسرے شخص کو نقد بیچ کر رقم حاصل کر لیتا ہے۔ اس صورت کو فقہائے شافعیہ رحمہم اللہ کی اصطلاح میں تورّق کہا جاتا ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک یہ بیع عینہ کی ہی دوسری قسم ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ صورت خلافِ اولیٰ ہے، کیونکہ اس میں ایک آدمی قرضِ حسن (جو کہ باعثِ ثواب ہے) دینے کے بجائے ضرورت مند شخص کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نفع کے حصول کی خاطر عین چیز فروخت کرتا ہے، جو کہ شریعتِ مطہرہ کی نظر میں غیر مستحسن ہے۔

اس صورت کے جواز کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

1 خرید و فرخت کرتے وقت سود کی ظاہری شکل و صورت سے اجتناب کیا جائے، مثلاً: خریداری کی مجلس میں تیسرے شخص کو وہ چیز فروخت کی گئی اور تیسرے شخص نے دوبارہ وہی چیز پہلے آدمی کو فروخت کر دی، ایسی صورت اختیار کرنے سے بھی فقہائے کرام رحمہم اللہ نے منع کیا ہے۔

2 خریدار شخص جب تک اس چیز پر قبضہ نہ کر لے، اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے، کیونکہ خریدی گئی چیز پر قبضہ سے پہلے آگے فروخت کرنے سے حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے۔

3 اس صورت کے جواز کا حکم اسی وقت ہے، جب ضرورت مند شخص کسی تیسرے شخص کو وہ چیز بیچے، اگر اسی دوکاندار کو دوبارہ

فروخت کردی گئی، تو یہ معاملہ ناجائز ہو جائے گا۔

پانچویں صورت

ایک شخص کے ذمے کسی دوسرے کی کچھ رقم قرض ہے، جب اس کی ادائیگی کا وقت آیا، تو مقروض کے پاس قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں تھا، مقرض نے اس سے کہا کہ تم مجھ سے رقم ادھار لے کر میرا قرض ادا کر دو اور بعد میں یہ رقم اضافہ کے ساتھ واپس کر دینا۔

قرض کی یہ صورت بھی شرعاً جائز نہیں، کیونکہ دوسری مرتبہ لی گئی رقم پر جو زائد رقم دینا طے کیا گیا وہ صریح سود اور ربا ہے، جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں، بلکہ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے: وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ (البقرۃ:280) یعنی "اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو خوشحال ہونے کے وقت تک مہلت دی جائے اور تمہارا اس کو (قرض) معاف کرنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔" لہٰذا بہتر تو یہ ہے تنگ دست مسلمان پر شفقت کرتے ہوئے اس کو قرض کی کل رقم یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیا جائے، تاہم اگر اس قدر وسعت نہ ہو تو فرمانِ باری تعالیٰ پر عمل کرتے ہوئے مقروض کو مہلت دینا ضروری ہے اور اپنی دی گئی رقم سے زیادہ لینا ہرگز جائز نہیں۔

چھٹی صورت:

دیہاتوں میں اکثر و بیشتر کسانوں کو فصل کے اخراجات کے لیے رقم کی ضرورت پیش آتی ہے، تو کسان قرض کے حصول کے لیے غلہ منڈی کے کسی تاجر کے پاس جاتے ہیں۔ غلہ منڈی کا تاجر یہ کہتا ہے کہ میں اس شرط پر قرض دوں گا کہ آپ اپنی فصل میری ہی دوکان پر لے کر آنا۔ تاجر کو اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جب اس کی دوکان سے فصل فروخت ہوگی، تو اس کو کمیشن ملے گا۔ کسان اس شرط پر رضامند ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے فصل تو ضرور فروخت کرنا ہوتی ہے، جس دوکان سے فصل فروخت کی جائے گی، اس کو فصل کی فروختگی کا کمیشن بھی ضرور ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر مقرض یہ شرط لگائے کہ مقروض بھی بعد میں اس کو قرض دے گا، یا اس طرح کی کوئی اور شرط لگائے تو یہ سب صورتیں اسی صورت کے تحت داخل ہوں گی۔

اس صورت کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس طرح شرط لگا کر قرض کا معاملہ کرنا جائز نہیں، کیونکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے قرض مع الشرط سے منع فرمایا ہے، لہٰذا یہ شرط لغو ہوگی اور اس شرط کی پابندی کسان کے ذمے شرعاً لازم نہیں، بلکہ اس کو اختیار ہے کہ وہ جس کے پاس چاہے اپنا غلہ لے جائے۔ اسی طرح مقروض کو اختیار ہوگا کہ وہ مقرض کو بعد میں قرض دے یا نہ دے۔ تاہم اگر کوئی شخص سخت ضرورت مند ہو تو اس کے لیے اس طرح قرض لینے کی گنجائش تو ہے، لیکن قرض دینے والے کے لیے یہ شرط لگانا بہرصورت ناجائز اور گناہ ہے۔ (تبیین الحقائق:16/ 427)

ساتویں صورت:

ایک کسان کو کھاد وغیرہ کی خریداری کے لیے رقم کی ضرورت پیش آتی ہے، وہ کسی شخص کے پاس، مثلاً: 50 ہزار روپے کے حصول کے لیے گیا۔ وہ شخص کسان سے کہتا ہے کہ میں قرض دینے کے بجائے آپ کی مطلوبہ چیز خرید کر دیتا ہوں، لہٰذا قرض دینے

والا شخص اپنا نفع حاصل کرنے کے لیے کسان کو مطلوبہ چیز خرید کر دیتا ہے، جس کی صورت یہ اختیار کرتا ہے کہ وہ شخص کسان کو 45 ہزار روپے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ فلاں دوکاندار سے اس رقم کی کھاد خرید کر استعمال کر لیں اور پھر مجھے پچاس ہزار روپے طے شدہ مدت کے بعد ادا کر دیں، لہٰذا کسان مقررہ وقت پر 50 ہزار روپے ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے، جس میں پانچ ہزار روپے قرض دینے والا شخص بطور نفع اپنے لیے رکھتا ہے۔

اس صورت کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر قرض دینے والا شخص کھاد نہ اپنے لیے خریدے اور نہ ہی اس پر قبضہ کرے، بلکہ کسان رقم لے کر دوکاندار سے اپنے لیے کھاد خریدتا ہے تو اس صورت میں قرض دینے والے شخص کا مکمل پچاس ہزار روپے وصول کرنا شرعاً جائز نہیں، بلکہ وہ صرف 45 ہزار روپے کا ہی مستحق ہوگا، اس کے علاوہ اضافی رقم سود ہوگی، جو کہ شرعاً حرام ہے۔

اس کی جائز صورت یہ ہے کہ قرض دینے والا شخص کھاد پہلے اپنے لیے خود خریدے یا کسان کو کھاد خریدنے وکیل بنا دے اور پھر یہ شخص کھاد پر قبضہ بھی کر لے، اس کے بعد ضرورت مند کسان کو فروخت کرے تو یہ جائز ہے اور اس صورت میں حاصل کیا گیا نفع بھی حلال ہے۔

بَابٌ فِي ذٰلِكَ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ

باب: اس کا بیان، جبکہ دست بدست لین دین ہو

3358 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى عَبْدًا بِعَبْدَيْنِ

٭٭ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو غلاموں کے عوض میں ایک غلام خریدا۔

بَابٌ فِي التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

باب: کھجور کے عوض میں (کھجور کے) پھل کو فروخت کرنا

3359 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ زَيْدًا أَبَا عَيَّاشٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ الْبَيْضَاءِ بِالسُّلْتِ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: أَيُّهُمَا أَفْضَلُ، قَالَ: الْبَيْضَاءُ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنْ شِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟ قَالُوا نَعَمْ، فَنَهَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، نَحْوَ مَالِكٍ

٭٭ عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں: زید ابوعیاش نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے، جَو کی ایک قسم کو جَو کی دوسری

3358- اسناده صحيح. وعنعنة ابي الزبير هنا محمولة على الاتصال لانها من رواية الليث - وهو ابن سعد - عنه، ولم يرو عنه الليث بن سعد الا ما ثبت لديه انه سمعه من جابر كما بينه ابن حزم في "المحلى" 7/396. واخرجه مسلم (1602)، والترمذي (1283) و (1686)، والنسائي (4184) و (4621) من طريق الليث بن سعد، به. وهو في "مسند احمد" (14772)، و "صحيح ابن حبان" (4550).

قسم کے عوض میں، فروخت کرنے کے بارے میں دریافت کیا، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: ان دونوں میں زیادہ بہتر کون سے ہیں؟ زید نے جواب دیا: سفید والے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے منع کر دیا، اور فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تازہ کھجور کے عوض میں، خشک کھجور کو فروخت کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تازہ کھجور جب خشک ہو جائے تو کیا وہ کم ہو جاتی ہیں؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع کر دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3360 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُوْ تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ، اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، اَنَّ اَبَا عَيَّاشٍ، اَخْبَرَهُ اَنَّهُ، سَمِعَ سَعْدَ بْنَ اَبِي وَقَّاصٍ، يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ نَسِيئَةً.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ عِمْرَانُ بْنُ اَبِي اَنَسٍ، عَنْ مَوْلًى لِبَنِي مَخْزُومٍ، عَنْ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کھجور کے عوض، تازہ کھجور کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْمُزَابَنَةِ

باب: مزابنہ (کے احکام)

3361 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَعَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا، وَعَنْ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے عوض میں، درخت پر لگے ہوئی کھجور کو، ماپ کر، فروخت کرنے سے منع کیا ہے، اور کشمش کے عوض میں، انگور کو ماپ کر فروخت کرنے سے منع کیا ہے، اور گندم کے عوض میں کھیت میں (موجود گندم) کو ماپ کر فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

3361- اسناده صحيح. عُبيد الله: هو ابن عمر العمري، و ابن ابى زائدة: هو يحيى ابن زكريا ابن ابى زائدة. واخرجه بنحوه البخاري (2171) و (2172) و (2185) و (2205)، و مسلم (1542)، و ابن ماجه (2265)، والنسائى (4533) و (4534) و (4549) من طرق عن نافع، به. وجاء عندهم جميعاً ان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- نهى عن بيع المزابنة، والمزابنة ان يبيع ... وهو فى "مسند احمد" (4490)، و "صحيح ابن حبان" (4998).

بَابٌ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا

باب: ''عرایا'' کو فروخت کرنا

3362- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِالتَّمْرِ وَالرُّطَبِ

❁❁ خارجہ بن زید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے خشک یا تازہ کھجوروں کے عوض میں، عرایا کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

3363- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا

❁❁ حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کھجور کے عوض میں (درخت پر لگے ہوئے کھجور کے) پھل کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے، البتہ آپ ﷺ نے عرایا کی اجازت دی ہے، کہ اندازے کے تحت اسے فروخت کیا جا سکتا ہے، تاکہ وہ لوگ تازہ کھجوریں کھا سکیں۔

بَابٌ فِي مِقْدَارِ الْعَرِيَّةِ

باب: ''عریہ'' کی مقدار

3364- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ لَنَا الْقَعْنَبِيُّ: فِيمَا قَرَأَ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ وَاسْمُهُ قُزْمَانُ، مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ شَكَّ دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ جَابِرٍ إِلَى أَرْبَعَةِ أَوْسُقٍ

3362- اسناده صحيح. ابن شهاب: هو محمد بن مسلم بن عبيد الله الزهري، ويونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن وهب: هو عبد الله. واخرجه النسائي (4537) من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (2173) و (2184)، ومسلم (1539)، وابن ماجه (2268) و (2269)، والترمذي (1346) و (1347) و (1350)، والنسائي (4532) و (4536) و (4538-4540) من طريق عبد الله بن عمر بن الخطاب، عن زيد بن ثابت. ووقع عند البخاري في الموضع الثاني ومسلم في بعض طرقه والنسائي (4540) زيادة: ولم يرخص في غير ذلك. وهو في "مسند احمد" (4490)، و "صحيح ابن حبان" (5004).

3363- اسناده صحيح. ابن عيينة: هو سفيان، ويحيى بن سعيد: هو الانصاري. واخرجه البخاري (2191)، ومسلم (1540)، والنسائي (4542) من طريق يحيى بن سعيد الانصاري، به. واخرجه البخاري (2384)، ومسلم (1540)، والترمذي (1351)، والنسائي (4543) من طريق الوليد بن كثير، عن بشير بن يسار، عن رافع بن خديج وسهل بن ابي حثمة. واخرجه مسلم (1540)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ وسق سے کم میں (راوی کو شک ہے یا شاید) پانچ وسق تک میں، عرایا کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ حدیث میں ''چار وسق'' کا ذکر ہے۔

بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

باب: ''عرایا'' کی وضاحت

3365 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: الْعَرِيَّةُ الرَّجُلُ يُعْرِي النَّخْلَةَ، أَوِ الرَّجُلُ يَسْتَثْنِي مِنْ مَالِهِ النَّخْلَةَ، أَوِ الِاثْنَتَيْنِ يَأْكُلُهَا فَيَبِيعُهَا بِتَمْرٍ

عبدربہ بن سعید انصاری بیان کرتے ہیں:

عریہ سے مراد یہ ہے: کوئی شخص کسی کو کھجور کا کوئی درخت (یعنی اس کا پھل بلا معاوضہ) دیدے، یا کوئی شخص اپنے مال (یعنی باغ میں) سے کھجور کے ایک یا دو درختوں کا استثناء کرلے، تا کہ وہ خود اسے کھائے، اور پھر وہ کھجوروں کے عوض میں اسے فروخت کردے۔

3366 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: الْعَرَايَا أَنْ يَهَبَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ النَّخَلَاتِ، فَيَشُقُّ عَلَيْهِ أَنْ يَقُومَ عَلَيْهَا فَيَبِيعُهَا بِمِثْلِ خَرْصِهَا

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: ''عرایا'' یہ ہے کہ کوئی شخص، کسی دوسرے شخص کو کھجور کے کچھ درخت ہبہ کردے، اور پھر اس دوسرے شخص کا، ان درختوں کی دیکھ بھال کے لیے (پہلے شخص کے باغ میں آنا) اسے گراں محسوس ہو، تو وہ اندازے کے تحت اتنی کھجوروں کے عوض میں، اسے فروخت کردے۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

باب: پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے اس کا سودا کرنا

3367 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا ہے، جب تک اس کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کنندہ اور خریدار، دونوں کو منع کیا ہے۔

3368 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ، وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتَّى يَبْيَضَّ، وَيَأْمَنَ

الْعَاهَةَ نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے زرد ہو جانے سے پہلے، بالی کے سفید ہو جانے سے پہلے، جبکہ وہ آفت سے محفوظ ہو جائے، (اس سے پہلے) اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کنندہ اور خریدار، (دونوں) کو منع کیا ہے۔

3369 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ، عَنْ مَوْلًى لِقُرَيْشٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَنَائِمِ، حَتَّى تُقَسَّمَ، وَعَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى تُحْرَزَ مِنْ كُلِّ عَارِضٍ، وَأَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بِغَيْرِ حِزَامٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم سے پہلے، مال غنیمت فروخت کرنے، ہر طرح کی آفت سے محفوظ ہونے سے پہلے کھجوروں کے درخت (پر لگی ہوئی کھجوریں) فروخت کرنے، اور آدمی کے حزام (کپڑے کو باندھے) بغیر نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔

3370 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشْقِحَ قِيلَ وَمَا تُشْقِحُ، قَالَ: تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے مشقح ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے، دریافت کیا گیا: مشقح ہونے سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ سرخ یا زرد ہو کر کھانے کے قابل ہو جائے۔

3371 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتَّى يَسْوَدَّ، وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتَّى يَشْتَدَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کے سیاہ ہونے (یعنی پک جانے) سے پہلے اسے فروخت کرنے، اور دانے کے پک جانے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

3372 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الزِّنَادِ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَمَا ذُكِرَ فِي ذَلِكَ، فَقَالَ: كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ الثِّمَارَ، قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ

3368-اسناده صحيح، ايوب: هو ابن ابى تميمة السختياني، وابن علية: هو اسماعيل بن ابراهيم بن مقسم، المعروف بابن علية. واخرجه مسلم (1535)، والترمذى (1270)، والنسائى (4520) من طريق اسماعيل ابن علية، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (4493)، و"صحيح ابن حبان" (4994).

3371-اسناده صحيح. حميد: هو ابن ابى حميد الطويل، وابو الوليد: هو هشام ابن عبد الملك الطيالسى، والحسن بن على: هو الخلال. واخرجه ابن ماجه (2217)، والترمذى (1272) من طرق عن حماد بن سلمة، به. وهو فى "مسند احمد" (13314)، و"صحيح ابن حبان" (4993).

وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ. قَالَ الْمُبْتَاعُ: قَدْ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ وَأَصَابَهُ قُشَامٌ وَأَصَابَهُ مُرَاضٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا فَلَمَّا كَثُرَتْ خُصُومَتُهُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا فَإِمَّا لَا فَلَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا. لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ

یونس بیان کرتے ہیں: میں نے ابوزناد سے، پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنے، اور اس بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے، اس کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بتایا:

عروہ بن زبیر نے حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

"پہلے لوگ پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے، اس کا سودا کر لیتے، جب لوگ پھل اتارتے (یعنی اس کا وقت آتا) اور تقاضا کرنے والے آجاتے، تو خریدار کہتا: پھل کو "دمان" لاحق ہوگئی ہے، اسے "قشام" لاحق ہوگئی ہے، اسے "مراض" لاحق ہوگئی ہے، یہ مختلف طرح کی عافات تھیں، جن کو بنیاد بنا کر لوگ (رقم کی ادائیگی میں) لیت ولعل کیا کرتے تھے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس نوعیت کے کئی مقدمات آنے لگے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اس صورتحال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، انہیں مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

"اگر تم اس سے باز نہیں آتے، تو پھر تم لوگ پھل اس وقت تک فروخت نہ کرو، جب تک اس کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے"

اس کی وجہ لوگوں کے مقدمات اور ان کے اختلافات تھے۔

3373- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا يُبَاعُ إِلَّا بِالدِّينَارِ أَوْ بِالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو اس کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے، فروخت کرنے

3372-حديث حسن، عنبسة بن خالد-وهو الايلي-متابع. وقال احمد بن صالح المصري فيما نقله الخطيب في "تاريخه" 198:4/ حدثت احمد بن حنبل بحديث زيد ابن ثابت في بيع الثمار، فاعجبه واستزادني مثله. واخرجه الدارقطني (2833)، والخطيب في تاريخه /1984 من طريق ابي داود، بهذا الاسناد. واخرجه ابو عوانة (5041)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" /4 28، والدارقطني (2833) و (2946)، والبيهقي /3015

3373-اسناده صحيح. عطاء: هو ابن ابي رباح، وابن جريج: هو عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه البخاري (2189) و (2381)، ومسلم باثر (1543)، وابن ماجه (2216)، والنسائي (3879) و (4523) و (4524) و (4550) من طريق ابن جريج، به. وقرن البخاري في الموضع الاول ومسلم في احدى رواياته، والنسائي في الموضعين الاول والثالث بعطاء اباالزبير، وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي. واخرجه البخاري (1487)، ومسلم باثر (1543) من طريقين عن عطاء بن ابي رباح، به. ولفظ رواية مسلم كرواية سعيد بن ميناء السالفة عند المصنف برقم (3370). واخرج مسلم باثر (1543) من طريق ابي الزبير وسعيد بن ميناء والنسائي (4634) من طريق ابي الزبير، كلاهما عن جابر ... ورخص في العرايا. قلنا: يعني رسول الله -صلى الله عليه وسلم-. وهو في "مسند احمد" (14358) و (14876)، و "صحيح ابن حبان" (4992).

سے منع کیا ہے، اور یہ کہ اسے دینار و درہم کے عوض میں ہی فروخت کیا جائے، البتہ ''عرایا'' کا حکم مختلف ہے۔

بَابٌ فِي بَيْعِ السِّنِينِ

باب: کئی سال (بعد ادائیگی کی شرط پر) سودا کرنا

3374 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيقٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ السِّنِينَ، وَوَضَعَ الْجَوَائِحَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَصِحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثُّلُثِ شَيْءٌ، وَهُوَ رَأْيُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

⊛⊛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی (غیر معین) سالوں کے بعد ادائیگی کی شرط پر سودا کرنے سے منع کیا ہے، اور آپ نے آفت لاحق ہونے سے، ہونے والے نقصان (کے حساب سے قیمت کی ادائیگی میں سے کچھ حصہ) معاف کروایا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) (آفت لاحق ہونے پر) ایک تہائی (رقم کی معافی) کے بارے میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستند طور پر کچھ منقول نہیں ہے، یہ اہل مدینہ کی رائے ہے۔

3375 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُعَاوَمَةِ وَقَالَ: أَحَدُهُمَا: بَيْعُ السِّنِينَ

⊛⊛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''معاومہ'' (کئی سال کے بعد ادائیگی) کے سودے سے منع کیا ہے۔

ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: کئی سال (کے بعد ادائیگی) کے سودے (سے منع کیا ہے)

بَابٌ فِي بَيْعِ الْغَرَرِ

باب: دھوکے کا سودا

3376 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي

3374- اسناده صحيح. حميد الاعرج: هو ابن قيس المكي، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرج الشطر الاول منه وهو النهي عن بيع السنين: مسلم باثر (1543)، وابن ماجه (2218)، والنسائي (4531) و (4627) من طرق عن سفيان بن عيينة، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم باثر (1543) من طريق عطاء بن ابي رباح، عن جابر. وهو في "مسند احمد" (14325)، و"صحيح ابن حبان" (4995).

3375- اسناده صحيح. ابو الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي- وان لم يصرح بالسماع متابع كما في الطريق السابق، وكما سياتي. ايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني، وحماد: هو ابن زيد، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه مسلم باثر (1543) من طريق حماد بن زيد، بهذا الاسناد، بلفظ: نهى رسول الله -صلى الله عليه وسلم- عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة والمخابرة. وسياتي ذكر هذه البيوع بهذا الاسناد عند المصنف (3404).

الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ زَادَ عُثْمَانُ وَالْحَصَاةِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کے سودے سے منع کیا ہے، عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: کنکریوں (کے ذریعے طے پانے) والے سودے (سے منع کیا ہے)۔

3377 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَهَذَا لَفْظُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ، أَمَّا الْبَيْعَتَانِ: فَالْمُلَامَسَةُ وَالْمُنَابَذَةُ، وَأَمَّا اللِّبْسَتَانِ: فَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهِ، أَوْ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ.

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے سودوں اور دو طرح کے لباس سے منع کیا ہے، جہاں تک دو طرح کی بیع کا تعلق ہے تو وہ ملامسہ اور منابذہ ہیں، جہاں تک دو طرح کے لباس کا تعلق ہے، تو وہ اشتمال صماء اور آدمی کا ایک کپڑے کو احتباء کے طور پر اس طرح لپیٹنا ہے کہ اس کی شرمگاہ بے پردہ ہو، (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اس کی شرمگاہ پر اس کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

3378 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ زَادَ وَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ: أَنْ يَشْتَمِلَ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ يَضَعُ طَرَفَيِ الثَّوْبِ عَلَى عَاتِقِهِ الْأَيْسَرِ، وَيُبْرِزُ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ وَالْمُنَابَذَةُ أَنْ يَقُولَ: إِذَا نَبَذْتُ إِلَيْكَ هَذَا الثَّوْبَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَالْمُلَامَسَةُ: أَنْ يَمَسَّهُ بِيَدِهِ وَلَا يَنْشُرُهُ وَلَا يُقَلِّبُهُ، فَإِذَا مَسَّهُ وَجَبَ الْبَيْعُ،

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں:
''اشتمال صماء یہ ہے کہ آدمی ایک کپڑے کو یوں لپیٹے کہ وہ کپڑے کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر رکھے اور دائیں پہلو کو ظاہر رکھے۔''

3376-اسناده صحيح. الاعرج: هو عبد الرحمن بن هرمز، وابو الزناد: هو عبد الله ابن ذكوان، وعبيد الله: هو ابن عمر العمري، وابن ادريس: هو عبد الله. واخرجه مسلم (1513)، وابن ماجه (2194)، والترمذي (1274)، والنسائي (4518) من طريق عبيد الله بن عمر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (7411)، و"صحيح ابن حبان" (4951).

3377-اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. واخرجه البخاري (6284)، وابن ماجه (2170) و(3559)، والنسائي (4512) و(5341) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الاسناد. وفرق ابن ماجه والنسائي اللبستين عن البيعتين. واخرجه مختصراً بذكر اللبستين البخاري (367) و(5822)، والنسائي (5340) من طريق عبيد الله بن عبد الله، والبخاري (1991) من طريق يحيى بن عمارة المازني، كلاهما عن ابي سعيد الخدري. وهو في "مسند احمد" (11022) و(11023).

3378-اسناده صحيح. معمر: هو ابن راشد، وعبد الرزاق: هو ابن همام، والحسن ابن علي: هو الخلال. واخرجه البخاري (2147)، والنسائي (4515) من طريق معمر بن راشد، بهذا الاسناد. واقتصرا على ذكر اللبستين مع البيعتين لكن دون بيان اللبستين. وهو في "مسند احمد" (11024)، و"صحيح ابن حبان" (4976) و(5437).

منابذہ یہ ہے: آدمی یہ کہے: جب میں نے یہ کپڑا تمہاری طرف پھینک دیا تو سودا طے شمار ہوگا۔

ملامسہ یہ ہے: جب آدمی اس (کپڑے کو) چھولے، حالانکہ اس نے اسے کھولا یا پلٹا نہ ہو، تو چھونے سے ہی بیع لازم ہو جائے۔

3379 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ، اَنَّ اَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ وَعَبْدِ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے) جو سفیان اور عبدالرزاق کی نقل کردہ روایت کی مانند ہے۔

3380 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ کے حمل والی بیع سے منع کیا ہے۔

3381 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ. وَقَالَ: وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ، اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ بَطْنَهَا، ثُمَّ تَحْمِلُ الَّتِي نُتِجَتْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: (راوی کہتے ہیں) "حاملہ کے حمل" سے مراد یہ ہے، جب اونٹنی بچہ پیدا کرے گی، پھر وہ پیدا ہونے والی اونٹنی جب حاملہ ہوگی، (اس وقت ادائیگی کی جائے گی)۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُضْطَرِّ

باب: مجبور شخص کا خرید و فروخت کرنا

3382 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، اَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ عَامِرٍ -

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ مُحَمَّدٌ - حَدَّثَنَا شَيْخٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ - اَوْ قَالَ:

3380- اسناده صحيح. وهو في "موطا مالک" /6532 وفيه زيادة: وكان بيعاً يتبايعه اهل الجاهلية كان الرجل يبتاع الجزور الى ان تنتج الناقة ثم تنتج التي في بطنها. واخرجه البخاري (2143) و (2256)، ومسلم (1514)، والترمذي (1273)، والنسائي (4624) و (4625) من طرق عن نافع، به. وعند البخاري والنسائي في الموضع الثاني - وهما من طريق مالک - الزيادة المشار اليها. واخرجه ابو ماجه (2197)، والنسائي (4623)

3381- اسناده صحيح. عُبيد الله: هو ابن عمر العمري، ويحيى: هو ابن سعيد القطان كما في "الاطراف" (8149). واخرجه البخاري (3843)، ومسلم (1514) من طريق يحيى بن سعيد القطان، عن عُبيد الله بن عمر، به. وهو في "مسند احمد" (5510) (4640) عن يحيى بن سعيد القطان، و (5510)

قَالَ عَلِيٌّ: قَالَ ابْنُ عِيسٰى: هٰكَذَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ - قَالَ: سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ يَعَضُّ الْمُوسِرُ عَلٰى مَا فِيْ يَدَيْهِ، وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ) (البقرة: 237) وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّونَ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ، وَبَيْعِ الْغَرَرِ، وَبَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْرِكَ

⊛⊛ بنوتمیم سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(یہاں ایک لفظ، ایک راوی نے مختلف نقل کیا ہے)

''عنقریب لوگوں پر کاٹ کھانے والا وقت آئے گا، خوشحال شخص اپنے پاس موجود (مال) کو دانتوں سے پکڑ کر رکھے گا (یعنی صدقہ و خیرات نہیں کرے گا) حالانکہ اسے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا ہوگا''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور تم آپس میں فضل (احسان و بھلائی کرنے) کو نہ بھولو''۔

اضطراری حالت (مجبوری) کا شکار لوگوں کے ساتھ سودے کیے جائیں گے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اضطراری حالت کا شکار شخص سے بیع کرنے، دھوکے کی بیع کرنے اور (پھلوں کے پکنے) سے پہلے ان کی بیع کرنے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي الشَّرِكَةِ

باب: شراکت (حصہ داری) کا بیان

3383 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَفَعَهُ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر نقل کرتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: دو شراکت داروں کے ساتھ، تیسرا میں ہوتا ہوں، جب تک ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی کے ساتھ خیانت نہیں کرتا، جب وہ اس کے ساتھ خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں''۔

شرکت کے معنی ومفہوم کا بیان

لغت میں شرکت کے معنی ہیں ملانا لیکن اصطلاح شریعت میں شرکت کہتے ہیں دو آدمیوں کے درمیان ایک ایسا مثلاً تجارتی عقد و معاملہ ہونا جس میں وہ اصل اور نفع دونوں میں شریک ہوں۔

شراکت کاروبار کی ایسی تنظیم جس میں دو یا زیادہ اشخاص (شراکت دار) بہ حیثیت مجموعی کاروبار کرتے ہیں۔ شراکت دار (مالکان) مقررہ شرائط اور معاہدے کے مطابق ایک خاص نسبت سے زمین، محنت اور سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور باہمی طور پر کاروبار کے انتظامی امور سنبھالتے ہیں۔ نفع یا نقصان حصص کے تناسب سے تقسیم ہوتا ہے۔

شرکت کے جواز کا بیان

شرکت کا عقد جائز ہے کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس لوگوں عقد شرکت کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ان کو اسی پر قائم رکھا ہے۔

فرمایا: شرکت کی دو اقسام ہیں (۱) شرکت املاک (۲) شرکت عقود۔ شرکت املاک ایسے معین مال میں ہوتی ہے جس میں دو وارث ہوں یا دونوں اس کو خریدیں پس دونوں میں سے کسی ایک کیلئے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک شخص اپنے ساتھی کیلئے غیر کی طرح ہوگا اور یہ شرکت قدوری میں بیان کردہ مال کے سوا میں بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

جس طرح جب دو بندوں نے کسی عین کا ہبہ قبول کرلیا یا طاقت کے سبب کسی عین کے وہ دونوں مالک بن گے یا ان میں سے کسی کے تصرف میں بغیر ان کو مال مل گیا یا ان دونوں نے اپنے اموال کو اس طرح ملایا جلایا کہ اس کو الگ کرنا ناممکن ہوگیا یا ممکن تو ہے لیکن پریشانی کے بعد ہے۔

ان تمام صورتوں میں دونوں شرکاء میں سے ہر ایک کیلئے دوسرے شریک سے اپنا حصہ فروخت کرنا جائز ہے اور شریک کی اجازت کے بغیر اس کے سواسے جائز ہے جبکہ مکسنگ کی صورت شریک کی اجازت کے ساتھ جائز ہے اور کفایہ منتہی میں ہم نے اس کے فرق کو بیان کردیا ہے۔

شرکت ملک وعقد کی تعریفات کا بیان

شرکت ملک کی تعریف یہ ہے، کہ چند شخص ایک شے کے مالک ہوں اور باہم عقد شرکت نہ ہوا ہو۔ شرکت عقد یہ ہے، کہ باہم شرکت کا عقد کیا ہو مثلاً ایک نے کہا میں تیرا شریک ہوں، دوسرے نے کہا مجھے منظور ہے۔

شرکت کی دو قسمیں ہیں شرکت ملک اور شرکت عقد شرکیت ملک اسے کہتے ہیں کہ دو آدمی یا کئی آدمی بذریعہ خرید یا ہبہ یا میراث کسی ایک چیز کے مالک ہوں یا دو شخص مشترک طور پر کسی مباح چیز کو حاصل کریں مثلاً دو آدمی مل کر شکار کریں اور وہ شکار دونوں کی مشترک ملکیت ہو یا دو آدمیوں کا ایک ہی جنس کا الگ الگ مال ایک دوسرے میں اس طرح مل جائے کہ ان دونوں کے مال کا امتیاز نہ ہو سکے۔ مثلاً زید کا دودھ بکر کے دودھ میں مل جائے یا وہ دونوں اپنے اپنے مال کو قصداً ایک دوسرے کے مال میں ملا دیں یہ سب شریک ملک کی صورتیں ہیں۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ ہر شریک اپنے دوسرے شریک کے حصے میں اجنبی آدمی کی طرح ہے اور ہر شریک اپنا حصہ اپنے دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر اس شریک کو یا کسی دوسرے شخص یعنی غیر شریک کو فروخت کر سکتا ہے البتہ آخری دونوں صورتوں میں (یعنی ایک دوسرے کے مال کے آپس میں مل جانے یا اپنے اپنے مال کو ایک دوسرے کے مال میں قصداً ملا دینے کی صورت میں کوئی بھی شریک اپنا حصہ کسی دوسرے شخص یعنی غیر شریک کو اپنے دوسری شریک کی اجازت کے بغیر نہیں بیچ سکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شرکت)

شرکت ملک کے حکم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شرکتِ ملک میں ہر ایک اپنے حصہ میں تصرّف کرسکتا ہے اور دوسرے کے حصہ میں بمنزلہ اجنبی ہے، لہٰذا اپنا حصہ بیع کرسکتا ہے اس میں شریک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اُسے اختیار ہے شریک کے ہاتھ بیع کرے یا دوسرے کے ہاتھ مگر شرکت اگر اِس طرح ہوئی کہ اصل میں شرکت نہ تھی مگر دونوں نے اپنی چیزیں ملادیں یا دونوں کی چیزیں مل گئیں اور غیر شریک کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہے تو شریک سے اجازت لینی پڑے گی یا اصل میں شرکت ہے مگر بیع کرنے میں شریک کو نقصان ہوتا ہے تو بغیر اجازت شریک غیر شریک کے ہاتھ بیع نہیں کرسکتا مثلاً مکان یا درخت یا زراعت مشترک ہے تو بغیر اجازت بیع نہیں کرسکتا کہ مشتری تقسیم کرانا چاہے گا اور تقسیم میں شریک کا نقصان ہے ہاں اگر زراعت طیار ہے یا درخت کاٹنے کے لائق ہوگیا اور پھلدار درخت نہیں ہے تو اب اجازت کی ضرورت نہیں کہ اب کٹوانے میں کسی کا نقصان نہیں۔ مشترک چیز اگر قابل قسمت نہ ہو جس طرح حمام، چکی، غلام، چوپایہ اسکی بیع بغیر اجازت بھی جائز ہے۔ (درمختار، کتاب شرکت، ج ٦، ص ٦٦٧)

شرکت عقد کے فقہی احکام کا بیان

شرکت عقد میں ایجاب وقبول ضرور ہے خواہ لفظوں میں ہوں یا قرینہ سے ایسا سمجھا جاتا ہو مثلاً ایک نے ہزار روپے دیے اور کہا تم بھی اتنا نکالو اور کوئی چیز خریدو نفع جو کچھ ہوگا دونوں کا ہوگا، دوسرے نے روپے لے لیے تو اگرچہ قبول لفظاً نہیں مگر روپیہ لے لینا قبول کے قائم مقام ہے۔ (درمختار)

شرکت عقد میں یہ شرط ہے کہ جس پر شرکت ہوئی قابل وکالت ہو، لہٰذا مباح اشیاء میں شرکت نہیں ہوسکتی مثلاً دونوں نے شرکت کے ساتھ جنگل کی لکڑیاں کاٹیں کہ جتنی جمع ہونگی دونوں میں مشترک ہونگی یہ شرکت صحیح نہیں ہر ایک اُسی کا مالک ہوگا جو اُس نے کاٹی ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ ایسی شرط نہ کی ہو جس سے شرکت ہی جاتی رہے مثلاً یہ کہ نفع دس روپیہ میں لوں گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کُل دس ہی روپے نفع کے ہوں تو اب شرکت کس چیز میں ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ)

علامہ ابن عابدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہین کہ نفع میں کم وبیش کے ساتھ بھی شرکت ہوسکتی ہے مثلاً ایک کی ایک تہائی اور دوسرے کی دوتہائیاں اور نقصان جو کچھ ہوگا وہ راس المال کے حساب سے ہوگا اسکے خلاف شرط کرنا باطل ہے مثلاً دونوں کے روپے برابر برابر ہیں اور شرط یہ کی کہ جو کچھ نقصان ہوگا اُسکی تہائی فلاں کے ذمہ اور دوتہائیاں فلاں کے ذمہ یہ شرط باطل ہے اور اس صورت میں دونوں کے ذمہ نقصان برابر ہوگا۔ (ردمحتار، کتاب شرکت)

شرکت کی مشہور چار اقسام کا بیان

پھر شرکت عقد کی چار قسمیں ہیں (١) شرکت مفاوضہ (٢) شرکت عنان (٣) شرکت صنائع (۴) اور شرکت وجوہ

شرکت مفاوضہ تو یہ ہے کہ دو بندے آپس میں شرکت کو قبول کریں اور وہ دونوں مال کے تصرف میں اور قرض میں برابر ہوں کیونکہ یہ شرکت تمام تجارات میں عام ہے اور ہر شریک مطلق طور پر اپنے ساتھی شریک کے حوالے کرنے والا ہے کیونکہ مفاوضہ مساوات کے حکم میں ہے ایک شاعر کہتا ہے اور جب ان لوگوں کا کوئی سردار نہ ہو اور وہ سب برابر ومساوی ہوں اور جب جاہل لوگ سردار ہو

جائیں تو کوئی حقیقی سردار نہ ہوگا اور فوضاً سے مراد مساوی ہونا ہے پس ابتداء وانتہاء دونوں میں مساوات کا ہونا ضروری ہے اور یہ مساوات ایسے مال میں ہوگی جس میں شرکت درست ہوگی۔

اور جس میں مال میں شرکت درست نہ ہو اس میں تفاضل کا کوئی اعتبار نہ ہوگا ہاں تصرف میں بھی مساوات ضروری ہیں کیونکہ جب کوئی ایک شخص تصرف کا مالک ہوگا تو اس وقت دوسرا مالک نہ ہوگا جس کے سبب برابری ختم ہو جائے گی۔

اسی طرح قرض کے لین دین میں بھی برابری ضروری ہے اسی کے دلیل کے سبب جس کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ اور شرکت بطور استحسان جائز ہے جبکہ قیاس کے طور پر جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں مفاوضہ کو جانتا ہی نہیں ہوں۔ قیاس کی دلیل یہ ہے کہ عقد شرکت مجہول جنس وکالت اور مجہول کفالت دونوں کو لازم کرنے والا ہے حالانکہ اس طرح کی وکالت وکفالت منفرد طور پر فاسد ہیں۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عقد مفاوضہ کیا کرو کیونکہ اس میں برکت ہے ہاں لوگ بغیر کسی روک ٹوک کے مفاوضہ کا عقد کرتے رہے ہیں اور ایسے تعامل کے سبب قیاس کو ترک کر دیا جائے گا جبکہ وکالت وکفالت میں جہالت کو برداشت کیا جائے گا جس طرح مضاربت میں برداشت کی جاتی ہے۔

شرکت مفاوضہ لفظ مفاوضہ سے منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ اس کی شرائط عوامی ذہنوں سے دور ہیں جبکہ ضروری شرائط کی توضیح کی جائے تو جائز ہے کیونکہ معنی ہی کا اعتبار کیا جائے گا۔

شرکت عقد کی اقسام کی وضاحت

پھر شرکت عقد کی چار قسمیں ہیں (۱) شرکت مفاوضہ (۲) شرکت عنان (۳) شرکت صنائع والتقبل (۴) اور شرکت وجوہ

شرکت مفاوضہ تو یہ ہے کہ دو شخص یہ شرط کریں یعنی آپس میں ٹھہرالیں کہ مال میں تصرف میں مفاوضہ میں دونوں شریک رہیں گے لیکن اس شرکت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ دونوں دین ومذہب میں بھی یکساں اور برابر ہوں یہ شرکت ایک دوسرے کی وکالت اور کفالت کو لازم کر دیتی ہے یعنی شرکت مفاوضہ میں شرکاء ایک دوسرے کے وکیل اور کفیل ہوتے ہیں لہٰذا یہ شرکت مسلمان اور ذمی کے درمیان جائز نہیں ہوتی کیونکہ دین ومذہب کے اعتبار سے دونوں مساوی اور یکساں نہیں ہیں اسی طرح غلام اور آزاد کے درمیان اور بالغ ونابالغ کے درمیان بھی یہ شرکت جائز نہیں کیونکہ یہ تصرف میں مساوی و یکساں نہیں ہیں۔

اس شرکت کے معاہدہ وشرائط میں لفظ مفاوضت یا اس کے تمام مقتضیات کو بیان وواضح کر دینا ضروری ہے اس شرکت میں عقد ومعاہدہ کے وقت شرکاء کا اپنا اپنا مال دینا یا اپنے اپنے مال کو ملانا شرط نہیں ہے۔ اس شرکت میں شرکاء چونکہ ایک دوسرے کے کفیل ووکیل ہوتے ہیں اس لئے اگر اس میں کوئی بھی اپنے بال بچوں کے کھانے اور کپڑے کے علاوہ جو کچھ خریدے گا وہ تمام شرکاء کی ملکیت ہوگا۔ حضرت امام محمد کے نزدیک شرکت مفاوضت اور عنان صرف ایسے سرمایہ اور مال میں صحیح ہو سکتی ہے جو روپے اشرفی اور رائج الوقت سکوں کی شکل میں ہو ہاں سونے اور چاندی کے ڈلوں اور ٹکڑوں میں بھی جائز ہے۔

جبکہ ان کے ذریعے لین دین ہوتا ہو اور اگر شرکاء میں سے کوئی ایک وارث یا کسی اور ذریعے سے کسی ایسے مال کا مالک ہوا جس میں مفاوضت درست ہوسکتی ہے جس طرح روپے اور اشرفی وغیرہ تو شرکت مفاوضت باطل ہوکر شرکت عنان ہوجائے گی اور اگر شرکاء میں سے کوئی ایک کسی ایسے مال کا وارث ہوگیا جس میں شرکت مفاوضت نہیں ہوسکتی جس طرح اسباب مکان اور زمین وغیرہ تو شرکت مفاوضت باقی رہے گی۔ (فتاوئ ہندیہ، کتاب شرکت، بیروت)

شرکت مفاوضہ کے احکام کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایسے دو شخص جن میں شرکت مفاوضہ ہے ان میں اگر ایک شخص کوئی چیز خریدے تو دوسرا اُس میں شریک ہوگا البتہ اپنے گھر والوں کے لیے کھانا کپڑا خریدا یا کوئی اور چیز ضروریات خانہ داری کی خریدی یا کرایہ کا مکان رہنے کے لیے لیا یا حاجت کے لیے سواری کا جانور خریدا تو یہ تنہا خریدار کا ہوگا شریک کو اس میں سے لینے کا حق نہ ہوگا مگر بائع شریک سے بھی ثمن کا مطالبہ کرسکتا ہے کہ یہ شریک کفیل ہے پھر اگر شریک نے مالِ شرکت سے ثمن ادا کردیا تو اُس خریدار سے اپنے حصہ کے برابر واپس لے سکتا ہے۔ (درمختار، کتاب شرکت، بیروت)

ان میں سے ایک کو اگر میراث ملی یا شاہی عطیہ یا ہبہ یا صدقہ یا ہدیہ میں کوئی چیز ملی تو یہ خاص اسکی ہوگی شریک کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا۔ شرکت سے پہلے کوئی عقد کیا تھا اور اِس عقد کی سبب سے بعد شرکت کسی چیز کا مالک ہوا تو اس میں بھی شریک حقدار نہیں مثلاً ایک چیز خریدی تھی جس میں بائع نے اپنے لیے خیار لیا تھا (یعنی تین دن تک مجھ کو اختیار ہے کہ بیع قائم رکھوں یا توڑ دوں) اور بعد شرکت بائع نے اپنا خیار ساقط کردیا اور چیز مشتری کی ہوگئی مگر چونکہ یہ بیع پہلے کی ہے اس لیے یہ چیز تنہا اسی کی ہے شرکت کی نہیں۔ (فتاوئ ہندیہ، کتاب شرکت، بیروت)

شرکت مفاوضہ میں وکیل و کفیل کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کا وکیل و کفیل ہو یعنی ہر ایک کا مطالبہ دوسرا وصول کرسکتا ہے اور ہر ایک پر جو مطالبہ ہوگا دوسرا اُسکی طرف سے ضامن ہے اور شرکتِ مفاوضہ میں یہ ضرور ہے کہ دونوں کے مال برابر ہوں اور نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں اور تصرف و دَین میں بھی مساوات ہو، لہٰذا آزاد و غلام میں اور نابالغ و بالغ میں اور مسلمان و کافر میں اور عاقل و مجنون میں اور دو نابالغوں میں اور دو غلاموں میں شرکت مفاوضہ نہیں ہوسکتی۔ (فتاوئ ہندیہ، کتاب شرکت)

جس قسم کے مال میں شرکت مفاوضہ جائز ہے اُس قسم کا مال علاوہ اس راس المال کے جس میں شرکت ہوئی ان دونوں میں سے کسی کے پاس کچھ اور نہ ہو اگر اسکے علاوہ کچھ اور مال ہو تو شرکت مفاوضہ جاتی رہے گی اور اب یہ شرکت عنان ہوگی، جس کا بیان آگے آتا ہے۔ (فتاوئ ہندیہ)

شرکت مفاوضہ میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بوقتِ عقدِ شرکت لفظ مفاوضہ بولا جائے مثلاً دونوں نے یہ کہا کہ ہم نے باہم شرکت مفاوضہ کی اگرچہ بعد میں ان میں کا ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں لفظ مفاوضہ کے معنے نہیں جانتا تھا کہ اِس صورت میں بھی شرکت مفاوضہ ہوجائیگی اور اُسکے احکام ثابت ہوجائینگے اور معنی کا نہ جاننا عذر نہ ہوگا۔ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر لفظ مفاوضہ

نہ بولیں تو تمام وہ باتیں جو مفاوضہ میں ضروری ہیں ذکر کردیں مثلاً دو ایسے شخص جو شرکت مفاوضہ کے اہل ہوں یہ کہیں کہ جس قدر نقد کے ہم مالک ہیں اُس میں ہم دونوں باہم اِس طرح پر شرکت کرتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے کو پورا پورا اختیار دیتا ہے کہ جس طرح چاہے خرید وفروخت میں تصرف کرے اور ہم میں ہر ایک دوسرے کا تمام مطالبات میں ضامن ہے۔ (درمختار)

شرکت مفاوضہ کے باطل ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک کی ملک میں اگر کوئی ایسی چیز آئی جس میں شرکت ہوسکتی ہے خواہ وہ چیز اسے کسی نے ہبہ کی یا میراث میں ملی یا وصیت سے یا کسی اور طریق پر حاصل ہوئی تو اب شرکت مفاوضہ جاتی رہی کہ اس میں برابری شرط ہے اور اب برابری نہ رہی اور اگر میراث میں ایسی چیز ملی جس میں شرکت مفاوضہ نہیں مثلاً سامان واسباب ملے یا مکان اور کھیت وغیرہ جائداد غیر منقولہ ملی یا دَین ملا مثلاً مورث کا کسی کے ذمہ دین ہے اور اب یہ اُسکا وارث ہوا تو شرکت باطل نہیں مگر دین سونا چاندی کی قسم سے ہو تو جب وصول ہوگا شرکت مفاوضہ باطل ہو جائیگی اور مفاوضہ باطل ہوکر اب شرکت عنان ہوجائیگی۔ (درمختار، کتاب شرکت)

ایک نے اپنا کوئی سامان وغیرہ اس قسم کی چیز بیچ ڈالی جس میں شرکت مفاوضہ نہیں ہوتی یا ایسی کوئی چیز کرایہ پر دی تو ثمن یا اُجرت وصول ہونے پر شرکت مفاوضہ باطل ہوجائیگی۔ (فتاویٰ ہندیہ)

شرکت عنان کو باطل کرنے والے اسباب مفاوضہ کو بھی باطل کرنے والے ہیں

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شرکت عنان کے باطل ہونے کے جو اسباب ہیں اُن سے شرکت مفاوضہ بھی باطل ہوجاتی ہے۔ (بدائع الصنائع، شرکت کے احکام)

شرکت مفاوضہ وعنان دونوں نقود (روپیہ اشرفی) میں ہوسکتی ہیں یا ایسے پیسوں میں جن کا چلن ہو اور اگر چاندی سونے غیر مضروب ہوں (سکہ نہ ہوں) مگر ان سے لین دین کا رواج ہو تو اسمیں بھی شرکت ہوسکتی ہے۔ (درمختار)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر دونوں کے پاس روپے اشرفی نہ ہوں صرف سامان ہو اور شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان کرنا چاہتے ہوں تو ہر ایک اپنے سامان کے ایک حصہ کو دوسرے کے سامان کے ایک حصہ کے مقابل یا روپے کے بدلے بیچ ڈالے اسکے بعد اس بیچے ہوئے سامان میں عقد شرکت کرلیں۔ اگر دونوں میں ایک کا مال غائب ہو (یعنی نہ وقت عقد اُس نے مال حاضر کیا اور نہ خریدنے کے وقت اُس نے اپنا مال دیا اگرچہ وہ مال جس پر شرکت ہوئی اُسکے مکان میں موجود ہو) تو شرکت صحیح نہیں۔ اسی طرح اگر اُس مال سے شرکت کی جو اُسکے قبضے میں بھی نہیں بلکہ دوسرے پر دین ہے جب بھی شرکت صحیح نہیں۔ (درمختار)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں: جس قسم کا مال شرکت مفاوضہ میں اسکے پاس موجود ہے اُس جنس سے جو چیز چاہے خریدے یہ خریدی ہوئی چیز شرکت کی قرار پائیگی اگرچہ جتنا مال موجود ہے اُس سے زیادہ کی خریدے اور اگر دوسری جنس سے خریدی تو یہ چیز شرکت کی نہ ہوگی بلکہ خاص خریدنے والے کی ہوگی مثلاً اسکے پاس روپیہ ہے تو روپیہ سے خریدنے میں شرکت کی ہوگی اور اشرفی سے خریدے تو خاص اسکی ہے، اسی طرح اسکا عکس۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شرکت)

بَابٌ فِي الْمُضَارِبِ يُخَالِفُ

باب: مضارب کا (مالک کے) برخلاف کچھ کرنا

3384 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ شَبِيبِ بْنِ غَرْقَدَةَ، حَدَّثَنِي الْحَيُّ، عَنْ عُرْوَةَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الْجَعْدِ الْبَارِقِيِّ، قَالَ: أَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا يَشْتَرِي بِهِ أُضْحِيَةً، أَوْ شَاةً فَاشْتَرَى شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ كَانَ لَوِ اشْتَرَى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيهِ.

⊛⊛ حضرت عروہ بن جعد بارقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار عطا کیا، تا کہ وہ اس کے ذریعے قربانی کا ایک جانور (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ایک بکری خریدیں، انہوں نے دو بکریاں خریدیں اور پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر کے، ایک دینار اور ایک بکری لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے، ان کی خرید و فروخت میں برکت کی دعا کی، (اس کے بعد یہ صورتحال ہو گئی) اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی انہیں منافع ہوتا تھا۔

3385 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ، هُوَ أَخُو حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ، عَنْ أَبِي لَبِيدٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ، بِهَذَا الْخَبَرِ وَلَفْظُهُ مُخْتَلِفٌ

⊛⊛ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں کچھ الفاظ مختلف ہیں۔

3386 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي أَبُو حُصَيْنٍ، عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهُ بِدِينَارٍ يَشْتَرِي لَهُ أُضْحِيَةً، فَاشْتَرَاهَا بِدِينَارٍ، وَبَاعَهَا بِدِينَارَيْنِ، فَرَجَعَ فَاشْتَرَى لَهُ أُضْحِيَةً بِدِينَارٍ، وَجَاءَ بِدِينَارٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَصَدَّقَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَهُ أَنْ يُبَارَكَ لَهُ فِي تِجَارَتِهِ

⊛⊛ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دے کر بھیجا تا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قربانی کا جانور خرید لیں، انہوں نے ایک دینار کے عوض میں اسے خرید کر، دو دینار کے عوض میں فروخت کر دیا، پھر انہوں نے ایک دینار کے عوض میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قربانی کا جانور خریدا، اور اسے اور ایک دینار کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صدقہ کر دیا اور ان کے لیے، ان کی تجارت میں برکت کی دعا کی۔

مضاربت کی لغوی تعریف

لغت کی رو سے مضاربت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنا مال کسی کو اس شرط پر تجارت کی غرض سے دے کہ نفع میں باہمی قرارداد کے مطابق دونوں شریک ہوں گے اور نقصان مال والا (صاحب مال) برداشت کرے گا۔

لفظ ''مضاربت'' مادہ ضرب سے نکلا ہے جس کے معنی ''سفر'' کے ہیں کیونکہ کاروبار تجارت میں بالعموم سفر کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ اور جب تم زمین پر سفر کرو

اس کو قراض اور مقارضہ بھی کہتے ہیں یہ لفظ قرض سے مشتق ہے جس کے معنی جدا کرنے کے ہیں۔ (وجہ تسمیہ) یہ ہے کہ مالک اپنے مال کا ایک حصہ الگ کر دیتا ہے تا کہ نفع کے ایک حصہ کے عوض اس سے کاروبار کیا جائے۔

اصطلاحی تعریف

فقہاء کے نزدیک مضاربت دو فریق کے درمیان اس امر پر مشتمل ایک معاہدہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اپنے مال پر اختیار دے دے گا کہ وہ نفع میں سے ایک مقررہ حصہ مثلاً نصف یا تہائی وغیرہ کے عوض مخصوص شرائط کے ساتھ اس مال کو تجارت (یا کاروبار) میں لگائے۔

دو یا زائد افراد کے درمیان ایسا معاملہ جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور فریق ثانی اس سرمائے سے اس معاہدے کے تحت کاروبار کرتا ہے کہ اسے کاروبار کے منافع میں سے ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔

مضاربت کی مختلف صورتیں

پہلی صورت: دو افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ ایک رب المال اور دوسرا مضارب۔

دوسری صورت: دو سے زیادہ افراد مضاربت کریں اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(الف) پہلی صورت: ایک سے زائد افراد (رب المال) سرمایہ فراہم کریں اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سرمایہ پر محنت کریں۔

(ب) دوسری صورت: سرمایہ ایک فرد (رب المال) فراہم کرے اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سے کاروبار کریں۔

(ج) تیسری صورت: سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور محنت ایک فرد کرے۔

نوٹ: مضاربت کی مندرجہ بالا تمام صورتیں جائز ہیں۔

مضاربت کے بارے میں احادیث

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی وہ مثل قیدی کے ہے لہٰذا اے اللہ کے بندو! اسکے ساتھ مضاربت کرو اسے قرض دو۔ (المبسوط)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مخصوص شرائط کے ساتھ مضاربت کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ (المبسوط)

کلیم بن خرام رضی اللہ عنہ اپنی شرائط کیساتھ مضاربت کرتے تھے۔ (المبسوط)

ابونعیم راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے مال کو مضاربت کے طور پر حاصل کر کے شام میں تجارت کی۔ (المبسوط)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مضاربت میں برکت ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مضاربت کیا کرتے تھے۔ (التبرکات فی الفقہ الاسلامی)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے پاس لوگوں کو جمع شدہ سرمایہ مضاربت کے طور پر کاروبار کیلئے دیا کرتی تھیں۔

(المشترکات فی الفقہ الاسلامی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زید بن خلیدہ کے ساتھ مضاربت کی۔ (المبسوط)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے بھی مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لئے رقم دی۔ (المبسوط)

آپ یتیموں کا مال مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لئے دیتے تھے تا کہ اس میں اضافہ ہو۔ (المبسوط)

مضاربت کے احکام

مضارب کو مال کرنے کے بعد اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے تک اس مال کی حیثیت امانت کی ہے۔ اور امانت کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور جب رب المال اس رقم کو واپس مانگے تو اس کی واپسی بھی مضارب کی ذمہ داری ہے۔ مال ضائع ہو جانے کی صورت میں مضارب پر جرمانہ نہیں ہوگا۔

کاروبار شروع ہو جانے کے بعد مضارب کی حیثیت رب المال کے وکیل (نمائندہ) کی ہو جاتی ہے۔

کاروبار میں منافع ہونے کی صورت میں مضارب کی حیثیت مالیاتی معاہدہ کے شریک کی ہو جاتی ہے اور ہر شریک کاروبار کو معینہ اور طے شدہ نسبت سے منافع کی تقسیم کی جائے گی۔

اگر کسی وجہ سے معاہدہ مضاربت منسوخ ہو جائے تو اس صورت میں یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ معاہدہ روزگار کی شکل اختیار کرے گا اور مضارب کی حیثیت ملازم کی ہو جائیگی۔ نفع یا نقصان رب المال کا ہوگا جبکہ مضارب کو اسکی اجرت ملے گی۔

اگر مضارب، معاہدہ مضاربت کی شروط میں سے کسی شرط کو تسلیم نہ کرے تو اس کی حیثیت غاصب کی ہوگی اور اس پر اصل سرمایہ کی واپسی کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر معاہدہ مضاربت کی ایک شرط یہ ہو کہ سارا کا سارا منافع مضاربت کو ملے گا تو یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ مضارب کی حیثیت مقروض کی ہوگی اور یہ معاملہ قرض کا معاملہ ہوگا۔ نفع و نقصان کی ذمہ داری اس کی اپنی ہوگی۔ اور سرمایہ کے ضیاع کی صورت میں سرمایہ کی رب المال کو واپسی اس کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر شرط یہ ہو کہ سارا کا سارا منافع مالک کا ہوگا تو یہ معاملہ عقد البضاعۃ کا ہوگا۔ مضاربہ نہ ہوگا، مضارب ملازم ہو جائے گا۔

مضاربت کے ارکان

مضاربت کے دو ارکان ہیں۔ ایجاب قبول

ارکان کے لئے الفاظ کی ضرورت ہے جو جانبین کے معاہدہ مضاربت پر رضامندی کو ظاہر کریں مثلاً ایک فریق کہتا ہے یہ مال (سرمایہ) لو اور اس سے ''مضاربت'' یا ''مقارضہ'' یا ''معاملہ'' کرو۔ یا یہ مال مضاربت کے لئے لو۔ اس پر جو منافع ہوگا' وہ ہم نصف نصف یا دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے تقسیم کر لیں گے اور جواب میں مضارب کہے کہ میں نے یہ سرمایہ حاصل کیا یا ''میں اس معاہدہ پر راضی ہوں'' یا ''میں نے قبول کیا''۔

مضاربت کی شرائط

معاہدہ مضاربت کی درج ذیل شرائط ہیں۔

راس المال (یعنی سرمایہ) نقدی یا زر یا سونے چاندی کی صورت میں ہونا چاہیئے۔ باقی مال تجارت (عروض التجارۃ) کے ساتھ مضاربت جائز نہیں ہے۔ نقدی ہونا ضروری ہے کیونکہ مال تجارت کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے قدر سرمایہ اور منافع کی مقدار بھی تبدیل ہوجاتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کپاس یا کپڑا ایک ہزار روپے کا ہے۔ یہ لو اور مضاربت کی بنا پر اس کو بیچو تو معاملہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر مضارب سے کہا جائے کہ یہ مال تجارت لو اور اس سے جو سرمایہ حاصل ہو۔ اسکے ساتھ مضاربت کرو تو حنفی اور حنبلی فقہ کے مطابق جائز ہے جبکہ ایک مکتبہ فکر (حنبلی) کے مطابق مشینری اور اوزاروں کی صورت میں سرمایہ فراہم کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ شکست و ریخت کے اخراجات رب المال کے ذمہ ہوں۔

معاہدہ مضاربت کیوقت راس المال (سرمایہ) معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا تنازعہ پیدا نہ ہوسکے۔

معاہدہ مضاربت کے موقع پر رب المال کے پاس سرمایہ کی موجودگی ضروری ہے۔ مضارب پر اگر قرض ہو تو اس کی بنیاد پر معاہدہ مضاربت نہیں ہوسکتا ہے۔ البتہ اگر مضارب کو کسی اور شخص سے قرض وصول کرنے اور اس کے بعد کاروبار شروع کرنے کے لئے کہا جائے۔ اس صورت میں تمضارب رب المال کا نمائندہ ہوگا۔

معاہدہ کے وقت سرمایہ مضارب کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ اسی پر تصرف کرسکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں حصہ لے گا تو معاہدہ منسوخ ہوجائے گا۔

متوقع منافع میں سے مضارب کا حصہ (شرح یا فیصد) معلوم ہونا چاہیئے۔ مثلاً نصف یا تیسرا حصہ وغیرہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس سرمایہ سے کاروبار کرو منافع میں سے تمہیں دو ہزار یا (کم و بیش) رقم ملے گی تو مضاربت کا معاملہ منسوخ ہوجائے گا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ نصف اور اسکے علاوہ ایک ہزار روپے تو یہ صورت بھی درست نہیں۔

مضارب کا حصہ منافع میں سے طے کیا جائے گا۔ راس المال (سرمایہ) میں سے نہیں۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ نصف مال تمہارا اور منافع میں سے بھی اتنا اور اتنا حصہ یہ درست نہیں۔ اسی طرح یہ شرط بھی درست نہیں کہ مضارب کو نصف یا تیسرا حصہ منافع کے علاوہ ماہانہ تنخواہ بھی ملے گی۔ یہ شرط باطل ہے جبکہ معاہدہ درست ہے۔ مضارب صرف منافع میں سے حصہ کا مالک ہے لیکن اگر شرط یہ ہو کہ مضارب کو رہنے کو مکان یا زراعت کے لئے زمین بھی دی جائے گی تو معاہدہ فاسد ہوگا۔

اگر مضارب کے پاس راب المال کا مال یا مالی ذرائع بطور رہن موجود ہوں اور راب المال نے مضارب سے قرض لے رکھا ہو تو ایسے سرمایہ پر مضارب درست نہیں ہے۔

مضارب کے حقوق و فرائض

مضارب کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاہدہ کی تمام شقوں اور شرائط کی پابندی کرے۔

مضارب کی دوسرے شخص کے ساتھ بھی مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے اور یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

کوئی تیسرا شخص مضارب کی بلا معاوضہ مدد کرسکتا ہے تا کہ وہ کاروبار کو بہتر طور پر چلا سکے۔

اکثر فقہاء کا کہنا ہے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں عملی حصہ نہیں لے سکتا کیونکہ اس سے مضارب کے اختیارات محدود ہو جاتے ہیں جبکہ شافعی مکتبہ فکر کے کچھ علماء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ رب المال مضاربت میں عملی حصہ بھی لے سکتا ہے جب کہ دور جدید کے بڑے پیمانے کے کاروبار جن میں فیصلوں کا اختیار فرد واحد کی بجائے بالعموم ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے پاس ہوتا ہے۔ رب المال کا مضاربت کے کاروبار میں عملی شرکت کرنا جائز ہے۔

معاہدہ مضاربت میں ضارب کی طرف سے راس المال (سرمایہ) کی بحفاظت واپسی کی ضمانت دینے سے مضاربت کا معاہدہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ البتہ مضارب کی طرف سے پوری ذمہ داری سے کام کرنے کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔

مضارب کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کاروباری خرید وفروخت کرسکتا ہے۔ اشیاء وغیرہ کو اپنے قبضے میں رکھ سکتا ہے۔ کسی فرد کے ساتھ رہن (قرض یا ادھار دیتے ہوئے ضمانت کے طور پر کوئی چیز رکھنا) کا معاملہ کرسکتا ہے۔ کسی دوسرے فرد کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے۔ الا یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

مضارب کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ راب المال کا سرمایہ کسی دوسرے شخص کو قرض دیدے یا کسی کو مفت دے۔ البتہ رب المال کی اجازت سے قرض دے سکتا ہے۔

مضاربت کے معاہدہ میں رب المال کی مالی ذمہ داری اس کے فراہم کردہ سرمائے کی حد تک محدود ہوتی ہے۔ الا یہ کہ اس نے مضارب کو قرض لینے یا ادھار خریدنے کی اجازت دی ہو۔

مضارب کاروبار میں ادھار فروخت کا اختیار رکھتا ہے۔ الا یہ کہ اس کو صاحب سرمایہ روک دے۔

معاہدہ مضاربت کی مدت

مالک سرمایہ یا مضارب دونوں میں سے کوئی ایک فریق یا دونوں معاہدہ کو کسی وقت بھی منسوخ کرسکتے ہیں۔ اگر معاہدہ میں دو سے زائد افراد ہیں تو ان میں معاہدہ برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

مضاربت کا معاہدہ ایک خاص عرصہ وقت کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے اور لامحدود مدت کے لئے بھی۔

معاہدہ مضاربت کسی ایک فریق کی موت سے ختم ہو جاتا ہے البتہ دو سے زائد افراد کی صورت میں معاہدہ کو باقی فریق جاری رکھ سکتے ہیں۔

معاہدہ مضاربت پہلے سے طے شدہ شرائط پر مسلسل جاری رکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً مضاربت کا معاملہ ایک معین عرصہ کے لئے کیا گیا۔ اور جو کام شروع کیا گیا وہ مقررہ مدت سے پہلے ہی ختم ہو گیا اس صورت میں مضاربت سرمایہ کو بقیہ عرصہ کے لئے دوسرے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ البتہ اس صورت میں نفع ونقصان کے حوالے سے کچھ اختلاف رائے ہے۔

نفع ونقصان کے احکام

شراکت کے معاملہ میں نقصان کاروبار میں لگائے گئے سرمایہ کے تناسب سے سرمایہ کے مالکوں کو برداشت کرنا ہوتا ہے چونکہ

مضاربت میں سرمایہ ایک فریق لگاتا ہے اس لئے نقصان کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے یعنی کاروبار میں جو بھی ہوگا وہ رب المال کو پورا کرنا ہوگا۔

نفع کی تقسیم معاہدہ مضاربت میں طے شدہ نسبتوں سے ہوگی کسی بھی فریق کے لئے کوئی متعین رقم پیشگی طے نہیں کی جاسکتی۔

حنفی فقہ کے مطابق راس المال رب المال کے حوالے کرنے سے پہلے نفع کی تقسیم درست نہیں۔

مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کی تلافی نفع سے کی جاتی رہے گی۔ یہاں تک کہ کاروبار ختم کر کے حساب صاف کر لئے جائیں۔

فریقین کے نفع ونقصان کی مقداروں کا تعین کاروبار ختم ہونے پر ہی کی جائے گی۔

کاروبار میں نفع کے حق دار نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصول سرمایہ رب المال کو واپس مل جائے خواہ اپنے سرمایہ پر اس کا قبضہ عملاً ہو یا قانوناً مثلاً اگر ایک فرد کسی بنک کے ساتھ مضاربت کا معاہدہ کرے تو اس معاہدے کے اختتام اور نفع کی تقسیم کے لئے یہ کافی ہوگا کہ اصول سرمایہ اس فرد کے کھاتے میں جمع کر دیا جائے یہ قانونی قبضہ ہے۔

نفع سرمایہ میں اضافہ کا باعث ہوگا حقیقی منافع نہ ہونے کی صورت میں مضارب کی محنت کا ازالہ ضروری ہے۔

کاروبار میں کسی قسم کے اختیارات کا حصول یا مختلف تصرفات اور معاہدات کی اجازت یا کسی قسم کی پابندیاں باہمی رضامندی سے عائد کی جاسکتی ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَّجِرُ فِي مَالِ الرَّجُلِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ

باب: آدمی کا کسی دوسرے کے مال میں، اس کی اجازت کے بغیر، تجارت کرنا

3387 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ، أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ صَاحِبِ فَرْقِ الْأَرُزِّ، فَلْيَكُنْ مِثْلَهُ قَالُوا: وَمَنْ صَاحِبُ فَرْقِ الْأَرُزِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَذَكَرَ حَدِيثَ الْغَارِ حِينَ سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْجَبَلُ، فَقَالَ: كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمُ اذْكُرُوا أَحْسَنَ عَمَلِكُمْ، قَالَ: وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرْقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا أَمْسَيْتُ عَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهُ، وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُهُ لَهُ حَتَّى جَمَعْتُ لَهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا، فَلَقِيَنِي، فَقَالَ: أَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا فَخُذْهَا فَذَهَبَ فَاسْتَاقَهَا

3387-حدیث صحیح. وهذا اسناد حسن فی المتابعات، عمر بن حمزة-وهو ابن عبدالله بن عمر بن الخطاب-ضعیف یعتبر به، وقد توبع. ابو اسامة: هو حماد بن اسامة. واخرجه بنحوه مطولاً البخاری (2272)، ومسلم (2743) من طریق الزهری، عن سالم بن عبد الله بن عمر، به. وساق مسلم من الحدیث المطول قصة الرجل الذی کان له ابوان شیخان کبیران. واخرجه بنحوه مطولاً کذلک البخاری (2215) و (2333) و (3465) و (5974)، ومسلم (2743) من طریق نافع مولی ابن عمر، عن ابن عمر. وهو فی "مسند احمد" (5973) و (5974)، و "صحیح ابن حبان" (897)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
"تم میں سے جو شخص چاولوں کے بڑے برتن والے شخص کی مانند بن سکتا ہو، اسے ایسا کر لینا چاہیے، لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! چاولوں والا شخص کون ہے؟ (اس کے بعد راوی غار کے واقعہ سے متعلق حدیث ذکر کی ہے) جب ان پر پہاڑ (سے پتھر) گر گیا، تو ان میں سے ہر ایک نے کہا: تم اپنے سب سے اچھے عمل کو یاد کرو۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! تو جانتا ہو، میں نے ایک مزدور کو چاولوں کے بڑے برتن کے عوض میں مزدور رکھا، شام کے وقت میں نے اس کا حق دیا تو اس نے اسے لینے سے انکار کر دیا، اور چلا گیا، میں نے ان (چاولوں) کو آگے کام میں استعمال کیا، یہاں تک کے ان کے ذریعے گائیں اور چرواہے بھی حاصل کر لیے، پھر وہ مجھ سے ملا، اس نے کہا: میرا حق مجھے دو، تو میں نے کہا: ان گائیں اور ان کے چرواہوں کے پاس جاؤ اور انہیں حاصل کرلو، وہ گیا اور ہانکتا ہوا انہیں لے گیا۔

مضاربت کے اشتقاق ومفہوم کا بیان

مضاربت ضرب سے مشتق ہے اس کا معنی ہے زمین میں چلنا، اور مضاربت اس عقد کو اس لئے کہتے ہیں کہ مضارب اپنی محنت کے سبب فائدے کا حقدار بنتا ہے اور مضاربت کا عقد مشروع ہے کیونکہ اس کی ضرورت ثابت ہے۔ کیونکہ عوام میں بعض لوگ مال کے اعتبار سے غنی بن جاتے ہیں لیکن تصرف میں سادہ ہوتے ہیں اور بعض لوگوں میں مال کے تصرف کی قوت ہوتی ہے لیکن ان کے پاس مال نہیں ہوتا پس اس قسم کے تصرف کی ضرورت ثابت ہو جائے گی۔ تا کہ سادہ، مالدار اور فقیر لوگوں کی ضروریات پوری ہو جائیں۔

اور عقد کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو شان نبوت ورسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اظہار کی حالت کے بعد بھی عقد مضاربت باقی رہنے دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مضاربت کا عقد کیا کرتے تھے۔

ہاں البتہ مضاربت میں مال دیا جانے والا یہ اس شخص کے قبضہ میں بطور امانت ہوتا ہے کیونکہ مال کے مالک کے حکم سبب مضارب اس مال پر قبضہ کرنے والا ہے۔ جبکہ یہ قبضہ کسی بدل یا رہن کے طور پر نہیں ہے۔ اور مضارب اس مال میں رب المال کا وکیل ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مال کے مالک کی اجازت سے اس میں تصرف کرنے والا ہے۔ اور جب اس سے نفع ہوگا تو مضارب بھی اس نفع میں شریک بنے گا۔ کیونکہ وہ اپنے کام کے سبب مال کے حصے کا مالک بنا ہے۔ اور جب مضارب فاسد ہو جائے تو وہ اجارہ بن جائے گا۔ یہاں تک کہ مضارب مثلی مزدوری کا حقدار بن جائے گا۔ اور جب مضارب رب المال کے خلاف کوئی کام کرے تو وہ غصب کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ دوسرے کے مال پر اس کی جانب سے ظلم پایا گیا ہے۔ (ہدایہ)

یہ تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام، مال دینے والے کو رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب اور مالک نے جو دیا اُسے راس المال کہتے ہیں اور اگر تمام نفع رب المال ہی کے لیے دینا قرار پایا تو اُس کو ابضاع کہتے ہیں اور اگر کل کام کرنے والے کے لیے طے پایا تو قرض ہے، اس عقد کی لوگوں کو حاجت ہے کیونکہ انسان مختلف قسم

کے ہیں بعض مالدار ہیں اور بعض تہی دست۔ بعض مال والوں کو کام کرنے کا سلیقہ نہیں ہوتا تجارت کے اُصول وفروع سے ناواقف ہوتے ہیں اور بعض غریب کام کرنا جانتے ہیں مگر ان کے پاس روپیہ نہیں لہٰذا تجارت کیونکر کریں اس عقد کی مشروعیت میں یہ مصلحت ہے کہ امیر وغریب دونوں کو فائدہ پہنچے مال والے کو روپیہ دیکر اور غریب آدمی کو اُس کے روپیہ سے کام کر کے۔

اور مضاربت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نفع دونوں کے درمیان مشترکہ ہو اوران میں سے کوئی فریق نفع سے معین دراہم کا حقدار نہ ہوگا کیونکہ یہ شرط ان کے درمیان شرکت کو ختم کرنے والی ہے حالانکہ شرکت ضروری بھی ہے جس طرح عقد شرکت میں شرکت ضروری ہوا کرتی ہے۔

عقد مضاربت کے فساد کا بیان

اور جب کسی کیلئے سو میں سے دس دراہم لینے کی شرط کو بیان کیا گیا ہے تو عامل کو مثلی اجرت ملے گی۔ کیونکہ یہ عقد مضاربت فاسدہ ہو چکا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف اسی مقدار میں نفع ملے اور نفع میں شرکت ختم ہو جائے۔ اور اجرت مثلی کا وجوب اس دلیل کے سبب ہوگا کہ مضارب نے اپنے نفع کا بدل لینا چاہا ہے حالانکہ جب وہ عقد ہی فاسد ہو چکا ہے تو بدلہ نہیں پایا گیا لہٰذا پورا نفع رب المال کا ہوگا کیونکہ یہ افزائش اس کی ملکیت سے ہوئی ہے اور یہ حکم اس مقام پر جاری ہوگا جہاں مضاربت درست نہ ہوئی ہو۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اجرت مثلی شرط میں متعین کردہ مقدار سے زائد نہ ہوگی جبکہ اس میں امام محمد علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے جس طرح شرکت کے باب میں ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے۔

اور فاسد مضاربت میں اجرت واجب ہوگی خواہ مضارب نفع نہ کمایا ہو اور یہ مبسوط کی روایت ہے کیونکہ نفع یا کام کو حوالے کے سبب سے مزدور کی اجرت ثابت ہوتی ہے اور کام یہاں پایا جا رہا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس طرح روایت کیا گیا ہے۔ کہ مضاربت صحیح پر قیاس کرتے ہوئے اجرت ثابت نہ ہوگی حالانکہ مضاربت صحیحہ مضاربت فاسدہ سے بلند تر ہے۔ اور مضاربت صحیحہ پر قیاس کرتے ہوئے مضاربت فاسدہ میں ہلاکت مال کے سبب ضمان نہیں ہوا کرتا۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ جو مال مضارب کے قبضہ میں ہوتا ہے وہ امانت کے طور پر ہوتا ہے اور ہر وہ شرط جو نفع میں جہالت کا سبب بنے وہ عقد مضاربت کو فاسد کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

کیونکہ اس کے سبب نفع کے مقاصد مختلف ہو جاتے ہیں اور اس کے سوا میں شرائط فاسدہ کے سبب مضاربت کا عقد فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی فاسد ہو جاتی ہے جس طرح مضارب کیلئے نقصان کی شرط لگائیں تو وہ فاسد ہو جائے گی۔ (ہدایہ)

عقد مضاربت کی شرائط کا فقہی بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضاربت کے لیے چند شرائط ہیں۔ (۱) راس المال از قبیل ثمن ہو۔ عروض کے قسم سے ہو تو مضاربت صحیح نہیں پیسوں کو راس المال قرار دیا اور وہ چلتے ہوں تو مضاربت صحیح ہے۔ اسی طرح نکل، کی اِکنیاں، دوانیاں، راس المال ہوسکتی ہیں جب تک ان کا چلن ہے۔ اگر اپنی کوئی چیز دیدی کہ اسے بیچو اور ثمن پر قبضہ کرو اور اُس سے بطور مضاربت کام کرو اُس نے اُس کو روپیہ یا اشرفی سے بیچ کر کام کرنا شروع کر دیا یہ مضاربت صحیح ہوگی۔

(۲) راس المال معلوم ہو۔ اگر چہ اس طرح معلوم کیا گیا ہو کہ اُس کی طرف اشارہ کردیا۔ پھر اگر نفع کی تقسیم کرتے وقت راس المال کی مقدار میں اختلاف ہوا تو گواہوں سے جو ثابت کردے اُس کی بات معتبر ہے اور دونوں کے گواہ ہوں تو رب المال کے گواہ معتبر ہیں اور اگر کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو قسم کے ساتھ مضارب کی بات معتبر ہوگی۔

(۳) راس المال عین ہو یعنی معین ہو دَین نہ ہو جو غیر معین، واجب فی الذمہ ہوتا ہے۔ مضاربت اگر دَین کے ساتھ ہوئی اور وہ دَین مضاربت پر ہے یعنی اُس سے کہہ دیا کہ تمھارے ذمہ جو میرا روپیہ ہے اُس سے کام کرو یہ مضاربت صحیح نہیں جو کچھ خریدے گا اُس کا مالک مضارب ہوگا اور جو کچھ دَین ہوگا اُس کے ذمہ ہوگا اور اگر دوسرے پر دَین ہو مثلاً کہہ دیا کہ فلاں کے ذمہ میرا اتنا روپیہ ہے اُس کو وصول کرو اور اُس سے بطور مضاربت تجارت کرو یہ مضاربت جائز ہے اگرچہ اس طرح کرنا مکروہ ہے اور اگر یہ کہا تھا کہ فلاں پر میرا دَین ہے وصول کر کے پھر اُس سے کام کرو اُس نے کل روپیہ قبضہ کرنے سے پہلے ہی کام کرنا شروع کردیا ضامن ہے یعنی اگر تلف ہوگا ضمان دینا ہوگا اور اگر یہ کہا تھا کہ اُس سے روپیہ وصول کرو اور کام کرو اور اس نے کل روپیہ وصول کرنے سے پہلے کام شروع کردیا ضامن نہیں ہے اور اگر یہ کہا کہ مضاربت پر کام کرنے کے لیے اُس سے روپیہ وصول کرو تو کل وصول کرنے سے پہلے کام کرنے کی اجازت نہیں یعنی ضمان دینا ہوگا۔ (بحرالرائق، کتاب مضاربہ، بیروت)

فاسد شرطوں میں سے بعض مضاربت کو باطل کرتی ہیں اور بعض باطل نہیں کرتیں بلکہ یہ خود باطل ہوجاتی ہیں۔ نہایہ میں یوں ہے۔ قدوری نے کتاب المضاربہ میں فرمایا ہر ایسی شرط جو نفع میں جہالت یا نفع میں قطع شرکت کا باعث بنے۔ تو وہ مضاربت کو فاسد کرنے کا موجب بنے گی، اور جو چیز ایسی چیز کا باعث نہ ہو تو مضاربت کو فاسد نہ کرے گی مثلاً دونوں نے شرط لگائی کہ نقصان کو دونوں خود برداشت کریں گے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب المضارب، بیروت)

مضاربت مطلقہ میں زمانی ومکانی تعیین نہ ہونے کا بیان

مضاربت کبھی مطلق ہوتی ہے جس میں زمان ومکان اور قسم تجارت کی تعیین نہیں ہوتی روپیہ دے دیا ہے کہ تجارت کرو نفع میں دونوں کی اِس طرح شرکت ہوگی اور کبھی مضاربت میں طرح طرح کی قیدیں ہوتی ہیں۔ مضاربت مُطلقہ میں مضارب کو ہر قسم کی بیع کا اختیار ہے نقد بھی بیچ سکتا ہے ادھار بھی، مگر ایسا ہی ادھار کرسکتا ہے جو تاجروں میں رائج ہے اسی طرح ہر قسم کی چیز خرید سکتا ہے خرید وفروخت میں دوسرے کو وکیل کرسکتا ہے۔ دریا اور خشکی کا سفر بھی کرسکتا ہے اگرچہ رب المال نے شہر کے اندر اس کو مال دیا ہو۔ ابضاع بھی کرسکتا ہے یعنی دوسرے کو تجارت کے لیے مال دے دے اور نفع اپنے لیے شرط کرے یہ ہوسکتا ہے بلکہ خود رب المال کو بھی بضاعت کے طور پر مال دے سکتا ہے اور اس سے مضاربت فاسد نہیں ہوگی۔ مضارب مال کو کسی کے پاس امانت رکھ سکتا ہے۔ اپنی چیز کسی کے پاس رہن رکھ سکتا ہے دوسرے کی چیز اپنے پاس رہن لے سکتا ہے کسی چیز کو اجارہ پر دے سکتا ہے کرایہ پر لے سکتا ہے۔ مشتری نے ثمن کا کسی پر حوالہ کردیا مضارب اِس حوالہ کو قبول کرسکتا ہے کیونکہ یہ ساری باتیں تجار کی عادت میں داخل ہیں کبھی یہاں مال بیچتے ہیں کبھی باہر لے جاتے ہیں اور اس کے لیے گاڑی کشتی جانور وغیرہ کو کرایہ پر لینا ہوتا ہے ورنہ مال کس طرح لے جائے گا۔ دوکان پر کام کرنے کے لیے نوکر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے دکان کرایہ پر لینی ہوتی ہے۔ مال رکھنے کے لیے مکان

کرایہ پر لینا ہوتا ہے اور اس کی حفاظت کے لیے نوکر رکھنا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں بالکل ظاہر ہیں۔

(درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضاربت مطلقہ میں بھی مال لے کر سفر اُس وقت کرسکتا ہے جب بظاہر خطرہ نہ ہو اور اگر راستہ خطرناک ہو لوگ اُس راستہ سے ڈر کی وجہ سے نہیں جاتے تو مضارِب بھی مال لے کر اُس راستہ سے نہیں جاسکتا۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

شرط کے سبب بطلان مضاربت میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن منذر کا کہنا ہے: اہل علم میں سے جس سے بھی ہم نے علم حاصل کیا ہے ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جب مضاربت کے شراکت داروں میں سے کوئی ایک یا دونوں اپنے لیے معلوم دراہم کی شرط رکھیں تو یہ مضاربت باطل ہوگی، اور جس سے ہم نے علم حاصل کیا ہے وہ امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، اور ابوثور اور اصحاب الرائے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ دو معنوں کی بنا پر صحیح نہیں: پہلا یہ کہ: جب وہ معلوم درہم مقرر کریگا تو اس کا احتمال ہے کہ دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو، اور سارا نفع وہ خود ہی حاصل کر لے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسے نفع ہی نہ ہو اور وہ راس المال سے مقرر کردہ درہم لے لے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بہت زیادہ نفع ہو تو جس نے مقررہ درہم کی شرط رکھی ہے اسے نقصان اٹھانا پڑے۔

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ: عامل یعنی کام کرنے والا کا حصہ مقدار میں معلوم ہونا مشکل ہے تو پھر اجزاء میں معلوم ہونا ضروری ہے، اور جب اجزاء ہی معلوم نہ ہوں تو پھر شراکت فاسد ہو جائیگی۔ (المغنی ابن قدامہ (7/146))

شریک سے بائع کے مطالبہ ثمن کا بیان

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک نے کوئی چیز خریدی تو بائع ثمن کا مطالبہ اسی سے کرسکتا ہے اسکے شریک سے نہیں کرسکتا کیونکہ شریک نہ عاقد ہے نہ ضامن پھر اگر خریدار نے مال شرکت سے ثمن ادا کیا جب تو خیر اور اگر اپنے مال سے ثمن ادا کیا تو شریک سے بقدر اُسکے حصہ کے رجوع کرسکتا ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ مال شرکت نقد کی صورت میں موجود ہو اور اگر شرکت کا مال جو کچھ تھا وہ سامان تجارت خریدنے میں صَرف کیا جاچکا ہے اور نقد کچھ باقی نہیں ہے تو اب جو کچھ خریدیگا وہ خاص خریدار ہی کی ہے شرکت کی چیز نہیں اور اسکا ثمن خریدار کو اپنے پاس سے دینا ہوگا اور شریک سے رجوع کرنے کا حقدار نہیں۔

ایک نے کوئی چیز خریدی اسکا شریک کہتا ہے کہ یہ شرکت کی چیز ہے اور یہ کہتا ہے میں نے خاص اپنے واسطے خریدی اور شرکت سے پہلے کی خریدی ہوئی ہے تو قسم کے ساتھ اسکا قول معتبر ہے اور اگر عقد شرکت کے بعد خریدی اور یہ چیز اُس نوع میں سے ہے جسکی تجارت پر عقد شرکت واقع ہوا ہے تو شرکت ہی کی چیز قرار پائیگی اگرچہ خریدتے وقت کسی کو گواہ بنالیا ہو کہ میں اپنے لیے خریدتا ہوں کیونکہ جب اس نوع تجارت پر عقد شرکت واقع ہو چکا ہے تو اسے خاص اپنی ذات کے لیے خریداری جائز ہی نہیں جو کچھ خریدے گا شرکت میں ہوگا اور اگر وہ چیز اُس جنس تجارت سے نہ ہو تو خاص اسکے لیے ہوگی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہر ایک شریک اپنی شرکت کی دوکان سے چیزیں خریدتا ہے یہ خریداری جائز ہے اگرچہ بظاہر اپنی ہی چیز خریدنا ہے۔ (ردمحتار، کتاب شرکت)

شرکت عنان میں یہ ہوسکتا ہے کہ اس کی میعاد مقرر کر دی جائے مثلاً ایک سال کے لیے ہم دونوں شرکت کرتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں کے مال کم و بیش ہوں برابر نہ ہوں اور نفع برابر یا مال برابر ہوں اور نفع کم و بیش اور کل مال کے ساتھ بھی شرکت ہوسکتی ہے اور بعض مال کے ساتھ بھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں کے مال دو قسم کے ہوں مثلاً ایک کا روپیہ ہو دوسرے کی اشرفی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صفت میں اختلاف ہو مثلاً ایک کے کھوٹے روپے ہوں دوسرے کے کھرے اگرچہ دونوں کی قیمتوں میں تفاوت ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں کے مال ایک میں خلط کر دیے جائیں۔ (درمختار، کتاب شرکت)

اگر دونوں نے اسطرح شرکت کی کہ مال دونوں کا ہوگا مگر کام فقط ایک ہی کریگا اور نفع دونوں لیں گے اور نفع کی تقسیم مال کے حساب سے ہوگی یا برابر لیں گے یا کام کرنے والے کو زیادہ ملے گا تو جائز ہے اور اگر کام نہ کرنے والے کو زیادہ ملے گا تو شرکت ناجائز۔ اسی طرح اگر یہ ٹھہرا کہ کل نفع ایک شخص لے گا تو شرکت نہ ہوئی اور اگر کام دونوں کریں گے مگر ایک زیادہ کام کریگا دوسرا کم اور جو زیادہ کام کریگا نفع میں اُس کا حصہ زیادہ قرار پایا یا برابر قرار پایا یہ بھی جائز ہے۔ ٹھہرا یہ تھا کہ کام دونوں کریں گے مگر صرف ایک نے کیا دوسرے نے بسبب عذر یا بلا عذر کچھ نہ کیا تو دونوں کا کرنا قرار پائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شرکت)

بَابٌ فِي الشَّرِكَةِ عَلَى غَيْرِ رَأْسِ مَالٍ

باب: مال (کی سرمایہ کاری) کے بغیر شراکت کرنا

3388- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: اشْتَرَكْتُ أَنَا وَعَمَّارٌ، وَسَعْدٌ، فِيمَا نُصِيبُ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ: فَجَاءَ سَعْدٌ بِأَسِيرَيْنِ وَلَمْ أَجِئْ أَنَا وَعَمَّارٌ بِشَيْءٍ

❁❁ حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں: ہمیں غزوہ بدر میں جو حصہ ملا تھا، اس میں، میں عمار اور سعد شراکت دار بن گئے، (یعنی یہ طے کیا) تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ دو قیدی لے کر آئے لیکن میں اور عمار کچھ نہیں لائے۔

بَابٌ فِي الْمُزَارَعَةِ

باب: مزارعت (زمین ٹھیکے پر دینا)

3389- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: مَا

3389- اسناده صحيح. سفيان: هو الثوري، ومحمد بن كثير: هو العبدي. واخرج حديث ابن عمر عن رافع بن خديج: مسلم (1547)، وابن ماجه (2450)، والنسائي (3917) و (3919) من طرق عن عمرو بن دينار، عن ابن عمر. وقد عبروا عن المزارعة بالمخابرة، وهما شيء واحد. وهو في "مسند احمد" (2087). واخرج حديث ابن عباس البخاري (2330)، ومسلم (1550)، وابن ماجه (2456)، والنسائي (3873) من طريق عمرو بن دينار، ومسلم (1550)، وابن ماجه (2457) من طريق عبد الله بن طاووس، كلاهما عن طاووس، به. واخرجه مسلم (1550) من طريق ابي زيد عبد الملك بن ميسرة، عن طاووس، عن ابن عباس بلفظ: "من كانت له ارض فإنه ان منحها اخاه خير له." وهو في "مسند احمد" (2087) و (2541)، و "صحيح ابن حبان" (9195).

كُنَّا نَرَى بِالْمُزَارَعَةِ بَأْسًا حَتّٰى سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا. فَذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ. فَقَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا وَلٰكِنْ قَالَ: لَأَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَرْضَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا خَرَاجًا مَعْلُومًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم مزارعت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔

(راوی کہتے ہیں:) میں نے طاؤس سے اس کا ذکر کیا، تو وہ بولے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں کیا، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی اپنی زمین کسی کو بلا معاوضہ (عارضی استعمال کے لیے) دیدے، یہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ اس کا متعین معاوضہ (یعنی ٹھیکہ) وصول کرے''

3390 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا بِشْرٌ الْمَعْنٰى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَا وَاللّٰهِ أَعْلَمُ بِالْحَدِيثِ مِنْهُ إِنَّمَا أَتَاهُ رَجُلَانِ، قَالَ مُسَدَّدٌ: مِنَ الْأَنْصَارِ، ثُمَّ اتَّفَقَا. قَدِ اقْتَتَلَا. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كَانَ هٰذَا شَأْنَكُمْ فَلَا تُكْرُوا الْمَزَارِعَ. زَادَ مُسَدَّدٌ. فَسَمِعَ قَوْلَهُ: لَا تُكْرُوا الْمَزَارِعَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مغفرت کرے، اللہ کی قسم! میں اس حدیث کے بارے میں، ان سے زیادہ علم رکھتا ہوں، دراصل دو آدمی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی) خدمت میں حاضر ہوئے، وہ انصاری تھے، اور آپس میں جھگڑ رہے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر تم لوگوں نے یہی کچھ کرنا ہے، تو تم زمین کرایہ (ٹھیکہ) پر نہ دو''

مسدد نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے صرف یہ الفاظ سنے:

''تم زمین کرائے پر نہ دو''۔

3391 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ. أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَبِيبَةَ. عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ. عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ بِمَا عَلَى السَّوَاقِي مِنَ الزَّرْعِ وَمَا سَعِدَ بِالْمَاءِ مِنْهَا. فَنَهَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ. وَأَمَرَنَا أَنْ نُكْرِيَهَا بِذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے ہم زمین کرائے پر دیا کرتے تھے، اس شرط پر کہ پانی کی نالی کے آس پاس کے حصے، یا جس جگہ تک از خود پانی پہنچ جاتا ہے، وہاں کی پیداوار (زمین کے مالک کو) ملے گی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''جو شخص کسی زمین کے مالک کی اجازت کے بغیر، اس کی زمین میں کھیتی باڑی کرے، تو اسے زرعی (پیداوار) میں سے کچھ نہیں ملے گا، اسے اس کا خرچ ملے گا''۔

بَابٌ فِي الْمُخَابَرَةِ

باب: مخابرہ کا بیان

3404 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ حَمَّادًا، وَعَبْدَ الْوَارِثِ، حَدَّثَاهُمْ كُلُّهُمْ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: عَنْ حَمَّادٍ وَسَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ، وَالْمُخَابَرَةِ، وَالْمُعَاوَمَةِ، قَالَ: عَنْ حَمَّادٍ، وَقَالَ: أَحَدُهُمَا وَالْمُعَاوَمَةِ وَقَالَ: الْآخَرُ بَيْعُ السِّنِينَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا، وَعَنِ الثُّنْيَا وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ اور معاومہ سے منع کیا ہے۔
ایک راوی نے لفظ ''معاومہ'' اور ایک راوی نے لفظ ''بیع السنین'' کا لفظ نقل کیا ہے۔
(پھر تمام راویوں نے متفقہ طور پر یہ نقل کیا ہے:) اور استثناء کرنے سے بھی منع کیا ہے، البتہ ''عرایا'' میں اجازت دی ہے۔

3405 - حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ يَزِيدَ السَّيَّارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ، وَعَنِ الثُّنْيَا إِلَّا أَنْ يُعْلَمَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ، محاقلہ اور استثناء کرنے سے منع کیا ہے، البتہ اگر (استثناء) متعین ہو (تو حکم مختلف ہوگا)۔

3406 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ رَجَاءٍ يَعْنِي الْمَكِّيَّ، قَالَ ابْنُ خُثَيْمٍ: حَدَّثَنِي عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ لَمْ يَذَرِ الْمُخَابَرَةَ فَلْيَأْذَنْ

3404-اسناده صحيح. ابو الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي- وان لم يصرح بسماعه من جابر تابعه سعيد بن ميناء كما هو واضح هنا. وعطاء بن ابي رباح وغيره كما سياتي. حماد: هو ابن زيد، وعبد الوارث: هو ابن سعيد العنبري، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه مسلم باثر (1543)، وابن ماجه (2266) من طريق حماد بن زيد وحده، بهذا الاسناد. ولم يذكر ابن ماجه سوى المحاقلة والمزابنة. واخرجه الترمذي (1360)، والنسائي (4634) من طريق ايوب السختياني، عن ابي الزبير وحده، به. ولم يذكر الترمذي الثنيا. واخرجه مسلم باثر (1543)، والنسائي (3879) و (4524) من طريق ابن جريج، عن ابي الزبير، به. وقرن بابي الزبير عطاء بن ابي رباح. ولم يذكر النسائي في روايته المعاومة والثنيا. واخرجه مسلم باثر (1543) من طريق سليمان بن حيان، عن سعيد بن ميناء وحده، به دون ذكر المعاومة والثنيا والعرايا. واخرجه مسلم (1536) من طريق ابي الوليد المكي، والنسائي (3883) من طريق ابي سلمة بن عبد الرحمن، و (3920)

بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص مخابرہ نہیں چھوڑتا، اسے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے''

3407 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اَيُّوْبَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ قُلْتُ: وَمَا الْمُخَابَرَةُ قَالَ: اَنْ تَاْخُذَ الْاَرْضَ بِنِصْفٍ اَوْ ثُلُثٍ اَوْ رُبُعٍ

❁❁ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع کیا ہے۔

(راوی کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا: مخابرہ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ کہ تم نصف، ایک تہائی، یا ایک چوتھائی (پیداوار) کے عوض میں زمین حاصل کرو۔

بَابٌ فِي الْمُسَاقَاةِ

باب: مساقات کا بیان

3408 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ اَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر سے یہ طے کیا تھا کہ وہاں کے پھلوں اور زرعی پیداوار کا نصف انہیں ملے گا۔

3409 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ غَنَجٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ اِلٰى يَهُوْدِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَاَرْضَهَا، عَلٰى اَنْ يَعْتَمِلُوْهَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ، وَاَنَّ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرَ ثَمَرَتِهَا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے کھجوروں کے باغات اور وہاں کی زمین اس شرط پر یہودیوں کے پاس رہنے دی کہ وہ اپنی زمینوں میں کام کاج کریں گے اور وہاں کی نصف پیداوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گی۔

3410 - حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اَيُّوْبَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: افْتَتَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَاشْتَرَطَ اَنَّ لَهُ الْاَرْضَ وَكُلَّ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ، قَالَ: اَهْلُ خَيْبَرَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِالْاَرْضِ مِنْكُمْ، فَاَعْطِنَاهَا عَلٰى اَنَّ لَكُمْ

3407- اسناده صحيح. واخرجه ابن ابى شيبة 6/346، واحمد (21631)، وعبد بن حميد (253)، والطبرانى (4938)، والبيهقى 6/133 من طريق جعفر بن برقان، به.

3409- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن عبد الرحمن بن غنج، فهو صدوق حسن الحديث، وهو متابع. الليث: هو ابن سعد. واخرجه مسلم (1551)، والنسائى (3929) و (3930) من طريق الليث بن سعد، بهذا الاسناد.

نِصْفَ الثَّمَرَةِ، وَلَنَا نِصْفٌ فَزَعَمَ أَنَّهُ أَعْطَاهُمْ عَلَى ذٰلِكَ، فَلَمَّا كَانَ حِيْنَ يُصْرَمُ النَّخْلُ بَعَثَ إِلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَحَزَرَ عَلَيْهِمُ النَّخْلَ وَهُوَ الَّذِي يُسَمِّيهِ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ الْخَرْصَ، فَقَالَ: فِي ذِهِ كَذَا وَ كَذَا قَالُوْا: أَكْثَرْتَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ رَوَاحَةَ، فَقَالَ: فَأَنَا أَلِي حَزْرَ النَّخْلِ، وَأُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ: قَالُوْا: هٰذَا الْحَقُّ وَبِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ قَدْ رَضِيْنَا أَنْ نَأْخُذَهُ بِالَّذِي قُلْتَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کرلیا اور شرط عائد کی، کہ وہاں کی ساری زمین اور سارے سونے چاندی کے مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو اہل خیبر نے کہا: ہم زمین (میں کھیتی باڑی) کے حوالے سے آپ (مسلمانوں) سے زیادہ ماہر ہیں، آپ اس شرط پر یہ زمین ہمیں دیدیں کہ نصف پیداوار آپ کو ملے گی اور نصف ہمیں ملے گی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر زمین انہیں دیدی، جب کھجوریں اتارنے کا وقت آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ پیداوار کا اندازہ لگائیں، یہ وہ عمل ہے، جسے اہل مدینہ "خرص" کا نام دیتے ہیں، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فلاں باغ میں اتنی اور اتنی کھجوریں ہونگی، یہودیوں نے کہا: اے ابن رواحہ! آپ ہم پر زیادہ ادائیگی لازم کررہے ہیں، تو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں اپنی نگرانی میں کھجوریں اتروا تا ہوں اور تمہیں وہ ادائیگی کردوں گا، جو میں نے کہا ہے، تو ان یہودیوں نے کہا: یہی وہ حق ہے، جس کے ذریعے، آسمان اور زمین قائم ہیں، آپ نے جو کہا ہے: ہم اسے اختیار کرنے پر راضی ہیں۔

3411 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ بِإِسْنَادِهِ، وَمَعْنَاهُ، قَالَ فَحَزَرَ: وَقَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ وَكُلَّ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ يَعْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ لَهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے: تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"تمام زرد اور سفید" (راوی کہتے ہیں) یعنی سونا اور چاندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہوگا۔

سونے چاندی کے بدلے زمین کرائے پر دینے کا بیان

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کھیتوں کے کرایہ دینے سے حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رافع رضی اللہ عنہ سے پوچھا اگر سونے یا چاندی کے بدلے میں کرایہ کردے انہوں نے کہا کچھ قباحت نہیں۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1299)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ابن شہاب نے پوچھا زمین کو کرایہ پر دینا سونے یا چاندی کے بدلے میں درست ہے کہا ہاں کچھ قباحت نہیں۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1300)

حضرت ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا کہ کھیتوں کا کرایہ دینا کیسا ہے انہوں نے کہا کچھ قباحت نہیں سونے یا چاندی کے بدلے میں ابن شہاب نے کہا کیا تم کو رافع بن خدیج کی حدیث نہیں پہنچی سالم نے کہا رافع نے زیادتی کی اگر میرے

3414- واخرجه احمد (14953)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" 2473/ و 1134/ والدارقطني (2050)، والبيهقي 1234/، وابن عبدالبر في "التمهيد" 4616/ و 1439/ من طريق محمد بن سابق، والطحاوي 382-39/ و 2473/ و 4/

پاس زمین مزروعہ ہوتی تو میں اس کو کرایہ دیتا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ایک زمین کرایہ کو لی ہمیشہ ان کے پاس رہی مرے دم تک ان کے بیٹے نے کہا ہم اس کو اپنی ملک سمجھتے تھے اس وجہ سے کہ مدت تک ہمارے پاس رہی جب عبدالرحمن مرنے لگے تو انہوں نے کہا وہ کرایہ کی ہے اور حکم کیا کہ کرایہ ادا کرنے کا جو ان پر باقی تھا سونے یا چاندی کی قسم سے۔(موطاامام مالک: جلداول: حدیث نمبر 1301)

3412 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا كَثِيرٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، حَدَّثَنَا مَيْمُونٌ، عَنْ مِقْسَمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ زَيْدٍ قَالَ: فَحَزَرَ النَّخْلَ، وَقَالَ: فَأَنَا أَلِي جُذَاذَ النَّخْلِ وَأُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ

مقسم بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے خیبر فتح کرلیا، (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں) انہوں نے پیداوار کا اندازہ لگایا اور کہا: میں کھجوریں اتر واؤں گا، اور تمہیں اتنا نصف حصہ ادا کروں گا، جو میں نے کہا ہے۔

مساقات کے معنی ومفہوم کا بیان

اور کسی شخص کا باغ یا درخت کسی کو اس لیے دینا کہ اس کی خدمت کرے اور جو کچھ اوس سے پیداوار ہوگی اس کا ایک حصہ کام کرنے والے کو اور ایک حصہ مالک کو دیا جائے گا اس کو مساقاۃ کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام معاملہ بھی ہے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فتح خیبر کے بعد وہاں کے باغات یہودیوں کو دے دیے تھے کہ ان باغات کے کام کریں اور جو کچھ پھل ہوں گے اون میں سے نصف اون کو دیے جائیں گے۔ جس طرح مزارعت جائز ہے معاملہ بھی جائز ہے۔

جواز مساقات کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی کھجوروں کے درخت اور وہاں کی زمین اس شرط پر خیبر کے یہودیوں کے حوالہ کردی کہ وہ اس میں اپنی جان اور اپنا مال لگائیں اور اسکا آدھا پھل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگا۔(مسلم، مشکوۃ شریف: جلدسوم: حدیث نمبر 192)

اور بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو یعنی وہاں کی زمین اور درخت کو اس شرط پر خیبر کے یہودیوں کے حوالہ کردیا تھا کہ وہ اس میں محنت کریں اور کاشت کاری کریں اور پھر اس کی پیداوار کا آدھا حصہ یہودیوں کا حق ہوگا اور آدھا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے لیں گے۔

خیبر ایک بستی کا نام ہے جو مدینہ سے تقریبا ۶۰ میل شمالی میں ایک حرے کے درمیان واقع ہے پہلے یہ ایک مشہور مقام رہ چکا ہے جہاں یہودیوں کی بود باش تھی لیکن اب یہ بستی چند گاؤں کا مجموعہ ہے چونکہ اس کی آب وہوا اچھی نہیں ہے اس لئے یہاں لوگ اقامت اختیار کرتے ہوئے گھبراتے ہیں اسکے علاقہ میں کھجور وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے۔

بہر حال یہ حدیث علاوہ امام اعظم ابوحنیفہ کے تمام علماء کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ مساقات ومزارعت جائز ہے حضرت امام اعظم یہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی زمین اور درختوں کو وہاں کے یہودیوں کو دینا مساقات ومزارعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کیونکہ

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ درختوں میں پھل آ چکے ہیں ان کو معاملہ کے طور پر دینا چاہتا ہے مگر ابھی وہ پھل تیار نہیں ہیں عامل کے کام کرنے سے اون میں زیادتی ہوگی تو معاملہ صحیح ہے اور اگر پھل بالکل پورے ہو چکے ہیں اب ان کے بڑھنے کا وقت ختم ہو چکا تو معاملہ صحیح نہیں۔ (درمختار، کتاب مساقات، بیروت)

بَابٌ فِي الْخَرْصِ

باب: خرص (درخت وغیرہ کی پیداوار کا پہلے ہی اندازہ لگانا)

3413 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أُخْبِرْتُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ، حِينَ يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ يُخَيِّرُ يَهُودَ يَأْخُذُونَهُ بِذَلِكَ الْخَرْصِ، أَوْ يَدْفَعُونَهُ إِلَيْهِمْ بِذَلِكَ الْخَرْصِ لِكَيْ تُحْصَى الزَّكَاةُ قَبْلَ أَنْ تُؤْكَلَ الثِّمَارُ وَتُفَرَّقَ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو (خیبر) بھیجتے تھے، جب کھجوریں اتارے جانے کا وقت آتا تو ان کے اتارے جانے سے پہلے وہ ان کی پیداوار کا اندازہ لگا کر بتا دیتے تھے، پھر وہ یہودیوں کو اختیار دیتے تھے کہ ان کے بیان کردہ اندازے کے مطابق حصہ وصول کرلیں، یا اتنا حصہ مسلمانوں کو ادا کر دیں، تا کہ پھل کے کھائے جانے اور متفرق ہونے سے پہلے زکوٰۃ کا حساب لگایا جاسکے۔

شرح

اگر پھل درخت پر ظاہر نہیں ہوئے اور نہ ہی ابھی پھول لگے ہیں۔ اس وقت اسی سال کے لیے یا آئندہ کئی سالوں کے لیے بیع (خرید وفروخت) کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اس کی جائز صورتیں مندرجہ ذیل ہوسکتی ہیں: ا

درختوں پر پھل یا پھول آنے سے پہلے معاملہ کی جائز صورت یہ ہے کہ مالک پہلے باغ کو متعین حصہ پر بٹائی (مساقاۃ) پر دے دے مثلاً پیداوار کا ہزارواں حصہ مالک کا اور باقی بٹائی پر لینے والے کے۔ پھر اس معاملہ کے بعد الگ سے دوسرا معاملہ طے کرے اور باغ کی زمین اسی شخص کو ٹھیکے (کرایہ) پر دے دے اور ٹھیکہ (اجرت) طے کرلیں۔ اس کے بعد مالک اپنا ہزارواں حصہ مستاجر کے لیے مباح کر دے یعنی اسے معاف کر دے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے مساقاۃ کا معاملہ طے کرلیں اور اس کے بعد کرایہ کا اس کے برعکس کرنا درست نہیں ۲۔ پھل ظاہر ہونے کے بعد بیع کی جائز صورتیں درج ذیل ہوسکتی ہیں:

پھل ظاہر ہو چکا ہو اور قابل انتفاع بھی ہو یعنی اس حالت میں ہو کہ انسانوں یا جانوروں کے لیے اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو۔ یا پھل بڑا ہو چکا ہو اور آفات سے بھی محفوظ ہو چکا ہو۔ ان دونوں صورتوں کے حکم کی دو صورتیں ہیں

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ خریدار اس حالت میں پھل کو خرید لے اور فروخت کنندہ یہ شرط لگائے کہ پھل کو ابھی درختوں سے کاٹ لو، اور درختوں پر رہنے کی اجازت نہ دے۔ یہ صورت جائز ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شرط نہ ہو نہ درخت پر پھل رکھنے کی نہ فوراً کاٹنے کی بلکہ شرط کے بغیر بیع کی جائے